نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

نعمة الباری
فی
شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء الاول

Marfat.com

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعْمَةُ البارى (دامت برکاتہم)

فى

شرح صحيح البخارى

جِلد اوّل

الاحادیث: ۳۴۸ ——— ۱

کتاب بدء الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم

کتاب الوضوء، کتاب الغسل، کتاب الحیض، کتاب التیمم

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی۔ ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

الطبع الاوّل : ذوالحجہ 1428ھ / دسمبر 2007ء
الطبع السابع : شوال 1434ھ / ستمبر 2013ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، سید عمیر الحسن برنی
مطبع : رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : -/730 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد اوّل)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	خطبة الکتاب	49
	کلماتِ تشکر	51
	مقدمہ	53
1	ضرورت حدیث	53
2	حجیت حدیث	53
3	تدوین حدیث	56
4	تعریف حدیث	59
5	اقسام حدیث	59
6	اقسام کتب حدیث	60
7	مراتب ارباب حدیث	61
8	حدیث ضعیف کے افراد	62
9	غیر صحیح کی تحقیق	62
10	متن اور سند میں احکام کا فرق	62
11	حدیث ضعیف کی تقویت	63
12	حدیث موضوع کا حکم	64
13	احادیث سے ثابت ہونے والے اُمور کی تفصیل	64
14	روایات مختلفہ میں مذاہب ائمہ	65
15	مشہور حفاظ	65
	امام بخاری کی سوانح	67
1	امام بخاری کا نام ونسب	67
2	امام بخاری کے والد کے مفصل حالات	67
3	امام بخاری کی ولادت	68
4	بچپن میں امام بخاری کا نابینا ہونا اور پھر ان کی بینائی کا لوٹ آنا	68
5	امام بخاری کی تعلیم کی ابتداء اور اپنے استاذ کی تصحیح کرنا	69
6	امام بخاری کا علم وفضل اور ان کا مرتبہ اور مقام	69
7	امام بخاری کی عبادت اور ریاضت	70
8	امام بخاری کی سیرت اور کردار	71
9	امام بخاری کا زہد	72
10	امام بخاری کا کرم اور ان کی سخاوت	73
11	امام بخاری کی قوت حفظ ذکاوت وذہانت	74
12	امام بخاری کے مشائخ کے اسماء	76
13	امام بخاری سے روایت کرنے والے اور ان کے تلامذہ	77
14	امام بخاری کے متعلق ائمہ حدیث کے کلمات تحسین	78
15	اہل بغداد اور اہل سمرقند کے امتحان میں سرخرو ہونا	81
16	امام بخاری کا فقہی مسلک	81
17	تصانیف	82
18	نیشاپور میں امام محمد بن یحییٰ الذہلی کے ساتھ خلق قرآن کا مناقشہ	83
19	امام بخاری کی بخارا میں امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی کے ساتھ آزمائش	83

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
20	امام بخاری کا سانحہ ارتحال	84
21	اس اعتراض کا جواب کہ موت کی دعا مانگنا ممنوع ہے پھر امام بخاری نے موت کی دعا کیوں کی؟	84
22	بارگاہ رسالت میں مقبولیت	85
23	امام بخاری کے مزار کی برکات	85
	صحیح البخاری	86
1	سبب تالیف	86
2	تسمیہ	87
3	ادب اور اہتمام	88
4	مقبولیت	88
5	موضوع	89
6	اسلوب	89
7	شرائط	89
8	تعلیقات اور ان کے اسباب واقسام	90
9	مکررات	91
10	تقطیع	91
11	اختصار	92
12	تعداد مرویات	92
13	تراجم ابواب	92
14	صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا موازنہ	93
15	مساحات بخاری	94
16	بیانِ سند میں تسامح	95
17	متنِ حدیث میں تسامح	95
18	استنباط مسائل میں تسامح	98
19	اعتذار	99
20	صحیح بخاری کی شروح	100
21	فتح الباری	101
22	عمدۃ القاری	101
23	حاجی خلیفہ کے نزدیک فتح الباری اور عمدۃ القاری کا موازنہ	103
24	مصنف کے نزدیک فتح الباری اور عمدۃ القاری کا موازنہ	103
25	حافظ ابن حجر عسقلانی جس باب میں مزید شرح کا ذکر کرتے ہیں اس باب میں ان کا شرح کو بھول جانا	104
26	حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارات میں تعارض اور تضاد	105
27	حافظ ابن حجر عسقلانی پر تنقید کرنے کا سبب	106
28	مکتبہ فکر دیوبند کی طرف سے کی جانے والی صحیح بخاری کی شروح	106
29	فیض الباری	106
30	انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری	107
31	کشف الباری عمانی صحیح البخاری	107
32	انعام الباری (دروس بخاری شریف)	108
33	علماء اہل سنت کی طرف سے کی جانے والی صحیح بخاری کی شروح	108
34	فیوض الباری	108
35	تفہیم البخاری	109
36	نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری	110
37	نعمۃ الباری	110
38	نعمۃ الباری کی خصوصیات	111
	۱ - کتاب: الوحی	115
	باب: ۱	
1	رسول اللہ ﷺ پر ابتداء وحی کی کیفیت	115
2	کتاب، باب اور فصل کے معانی اور مصادیق	115
3	وحی کا لغوی معنی	115
4	وحی کا شرعی معنی	116

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
5	نزول وحی کی صورتیں اور اقسام	116
6	عنوان میں درج آیت کریمہ کی تفسیر	117
7	حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کا متن اور اس کی تخریج	117
8	حدیث مذکور کے رجال	118
9	حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کی فنی حیثیت	118
10	حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کے راوی کا مختصر تذکرہ	118
11	حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کا شرف اور اس کی فضیلت	119
12	نیت کا معنی اور نیت کے متعلق حدیث کے دونوں جملوں کا فرق	119
13	نیت میں مذاہب اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل	120
14	ہجرت کی تعریف' اس کی اقسام اور صورتیں	120
15	آیا ہجرت فتح مکہ کے بعد منقطع ہوگئی یا قیامت تک باقی رہے گی؟	121
16	ہجرت کی متعارض احادیث میں تطبیق اور توفیق	122
17	حدیث کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مطابقت کی وجوہ	122
18	امام بخاری نے اپنی اس کتاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد کو ذکر کیوں نہیں کیا؟	123
	باب: ٢	123
19	صحیح البخاری: ٢ کے رجال خصوصاً امام مالک اور حضرت عائشہ کا تعارف اور ائمہ ستہ کے سنین وفات	124
20	حضرت عائشہ اور سیدہ فاطمہ کی فضیلت میں محاکمہ' تمام صحابہ میں کون افضل ہے اور ام المؤمنین کے لقب کی توجیہ	125

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
21	حدیث مذکور کی فنی حیثیت	126
22	''احیاناً'' کا معنی اور ''صلصلة الجرس'' کی تحقیق	127
23	آواز جرس کی صورت میں وحی کے دشوار ہونے کی وجوہ	128
24	تشکل جبریل کی تحقیق	129
25	''لیتفصد'' کا معنی اور عنوان باب سے حدیث کی مطابقت	129
	باب: ٣	
26	سچے خواب وحی سے ہیں	130
27	صحیح البخاری: ٣ کے رجال کا تعارف وتبصرہ	131
28	حدیث مذکور کی فنی حیثیت	132
29	شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے عنوانات	133
30	''مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے'' اس کی تشریح علامہ ابن جوزی سے	133
31	''مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے'' اس کی تشریح مصنف سے	134
32	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مختصر سوانح	135
33	ورقہ بن نوفل کا تذکرہ	137
34	صحیح البخاری: ٤ کے رجال کا تعارف	139
35	حدیث مذکور کی فنی حیثیت	140
36	انقطاع وحی کی مدت کی تحقیق	140
37	مشکل الفاظ کے معانی	141
38	صحیح البخاری: ٣ کی سند میں متابعت کی تفصیل	141
39	متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ کی تعریفیں اور متابع اور شاہد کا فرق	142
40	متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ کی مثالیں	142
	باب: ٤	143

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
41	صحیح البخاری: ۵ کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تعارف	143
42	سورۃ القیامہ ۱۹۔۱٦ کی تفسیر	144
43	حضرت جبریل کے پڑھنے کی اتباع کا معنی	145
44	حضرت جبریل سے قرآن مجید کے معانی پوچھنے کی ممانعت	146
	باب: ۵	146
45	دو سندوں کے درمیان ''ح'' لکھنے اور اس کو پڑھنے کی تحقیق	147
46	صحیح البخاری: ٦ کے رجال کا تعارف	147
47	رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اس کے ثبوت میں احادیث اور آثار	148
48	رمضان میں زیادہ سخاوت کرنے کی توجیہ	149
49	رمضان میں قرآن مجید کے دور کی خصوصیت اور دیگر فوائد حدیث	149
	باب: ٦	149
50	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا تعارف	154
51	ھرقل کی مختصر سوانح	155
52	حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح	155
53	ابوکبشہ کا تعارف	156
54	کلیسا کا نظام پاپائیت	156
55	کلیسا میں پوپ کا منصب	158
56	مشکل الفاظ کے معانی	159
57	جب ھرقل کو نبی ﷺ کی نبوت کے صدق کا یقین ہوگیا تو پھر وہ اسلام کیوں نہیں لایا؟	159
58	اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بڑے پادری ضغاطر کا قتل کیا جانا	160
59	ھرقل کے اسلام لانے پر اس کو دگنا اجر کیوں دیا جائے گا؟	160
60	اس کی توجیہ کہ ھرقل کے متبعین کے اسلام نہ قبول کرنے کا گناہ ھرقل کو کیوں ہوگا؟	161
61	اس اعتراض کا جواب کہ ھرقل کے نام مکتوب میں جو آیت لکھی گئی تھی، وہ اس مکتوب کو بھیجنے کے تین سال بعد نازل ہوئی تھی	161
62	''یہ ھرقل کا آخری امر تھا'' آیا اس سے مراد اس کی زندگی کا آخری واقعہ ہے یا دعوتِ ایمان کے سلسلہ میں آخری بات؟	161
63	حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ حافظ عسقلانی کی بیان کردہ مناسبت	162
64	حدیثِ مذکور کی عنوان باب کے ساتھ حافظ عینی کی بیان کردہ مناسبت	162
65	حافظ عسقلانی اور حافظ عینی کی مناسبتوں کے درمیان محاکمہ اور مصنف کی بیان کردہ مناسبت	162
66	حدیثِ مذکور کی زہری سے دو روایتیں اور ان کی تفصیل	163
	۲ - کتاب الایمان	164
1	ایمان کا لغوی معنی	165
2	ایمان کا شرعی معنی	165
3	ایمان کی تعریف میں فقہاء اسلام کے مشہور مذاہب	165
4	شرح صحیح مسلم میں ایمان کے مذاہب کے عنوانات	166
	باب: ۱	
5	الایمان اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے	166
6	امام بخاری کی پیش کردہ آیات کی تفسیر	167
7	بعض احادیث اور آثار سے امام بخاری کا ایمان	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے زیادہ ہونے پر استدلال اور ان کے جوابات	170
8	حضرت عمر بن عبدالعزیز کا تعارف	171
9	عدی بن عدی کا تذکرہ	171
10	فرائض' شرائع' حدود اور سنن کی تعریفات	171
11	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف	172
12	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول سے امام بخاری	
	کا استدلال اور اس کا جواب	172
13	حضرت معاذ کا تعارف	172
14	حضرت معاذ کے قول سے امام بخاری کا استدلال	
	اور اس کا جواب	173
15	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعارف	173
16	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تعارف	174
17	مجاہد کا تعارف	175
18	المائدہ: ۴۸ کی تفسیر اور ایمان میں اعمال کے داخل	
	ہونے کی قوی دلیل کا جواب	175
	باب: ۲	
19	تمہاری دعا (عبادت) تمہارا ایمان ہے	176
20	دعا کے معنی کی تحقیق	176
21	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	177
22	آیا اسلام اور ایمان مترادف ہیں یا نہیں؟	178
23	آیا ارکانِ اسلام میں سے کسی چیز کو ترک کرنا کفر	
	ہے یا نہیں؟	179
24	تارکِ نماز کے متعلق مذاہب	180
25	اس اعتراض کا جواب کہ ارکانِ اسلام میں جہاد کو	
	کیوں شامل نہیں کیا گیا؟	180
	باب: ۳	
26	امور ایمان کا بیان	180
27	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	181
28	ایمان کی شاخوں کے متعلق متعدد روایات اور ان	
	کی توجیہ	182
29	حیاء کا لغوی' شرعی اور عرفی معنی اور حیاء کو باقی	
	شاخوں سے ممتاز کرنے کی توجیہ	182
	باب: ٤	
30	(کامل) مسلمان وہ ہے' جس کی زبان اور ہاتھ	
	سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں	183
31	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت	
	عبداللہ بن عمرو بن العاص کا تذکرہ	184
32	باب کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	185
33	ترک معصیت پر ہجرت کے اطلاق کی توجیہ	185
	باب: ۵	
34	اسلام کی کون سی خصلت سب سے افضل ہے؟	185
35	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت	
	ابوموسیٰ اشعری کا تذکرہ	186
	باب: ٦	
36	کھانا کھلانا بھی خصال اسلام میں سے ہے	187
37	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	187
38	کھانا کھلانے اور ہر کسی کو سلام کرنے کا مستحب ہونا	
	اور دوسروں کو ضرر سے محفوظ رکھنے کا واجب ہونا	188
39	حدیث: ۱۱ اور ۱۲ میں بہ ظاہر تعارض کا جواب	188
	باب: ۷	
40	یہ بھی امور ایمان سے ہے کہ اپنے بھائی کے لیے	
	بھی اسی چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا	
	ہے	189
41	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت	
	انس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	189

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
42	اپنی پسندیدہ چیز کا اپنے مسلمان بھائی کو دینے کا وجوب	190
43	اپنی برتری اور انفرادیت کو طلب کرنا مذموم ہے	191
44	حدیثِ مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں	192
	باب:۸	
45	رسول اللہ ﷺ کی محبت امور ایمان سے ہے	192
46	حدیث:۱۴ کے رجال کا تعارف	192
47	حدیث:۱۵ کے رجال کا تعارف	193
48	محبت رسول کی اقسام	193
49	محبت رسول کی کیفیت	193
50	صحابہ کرام کی محبت رسول کی چند مثالیں	194
51	شرح صحیح مسلم میں محبت رسول کی تحقیق	195
	باب:۹	
52	ایمان کی حلاوت (مٹھاس)	195
53	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	196
54	ایمان کے استحکام کو مٹھاس سے تشبیہ دینے کی توجیہ	196
55	اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے اسباب اور ان کی محبت کے درجات	197
56	اس ضمن میں احادیث کہ انسان جس سے بھی محبت کرے اللہ کے سبب سے محبت کرے	198
57	اس سلسلہ میں دلائل کہ ایمان کے بعد کفر کرنا آگ میں جھونکے جانے کے مترادف ہے	198
58	حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کا کفر پر آگ میں جھونکے جانے کو ترجیح دینا	199
59	دل میں تصدیق قائم ہو تو زبان سے کلمہ کفر کہنے کی اجازت کی بحث	200
60	اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کرنے کی بحث	201
	باب:۱۰	
61	ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے	201
62	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	202
63	باب کے عنوان کی مؤید دیگر احادیث	202
	باب:۱۱	202
64	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت عبادہ بن الصامت کا تذکرہ	203
65	مشکل الفاظ کے معانی	203
66	حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے کی بحث	204
67	حدیثِ مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں	205
	باب:۱۲	
68	فتنوں کے زمانے میں شہر سے بھاگنا بھی امور دین سے ہے	205
69	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	206
70	ایام فتنہ میں عزلت نشینی کا استحباب	206
	باب:۱۳	
71	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ کا علم ہے	207
72	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	208
73	نبی ﷺ کے علم اور تقویٰ کے سب سے زیادہ ہونے کی توجیہ	208
74	باب کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	208
	باب:۱٤	
75	جس نے کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کیا' جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے' سو یہ بھی امور ایمان سے ہے	209

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۵	
76	اعمال کے سبب سے اہل ایمان کی ایک دوسرے پر فضیلت	209
77	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف اور ایک شدید ضعیف راوی سے روایت کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر تنقید	210
78	مشکل الفاظ کے معانی	211
79	حدیثِ مذکور کی مؤید دیگر احادیث	211
80	حدیثِ مذکور کے مسائل	212
81	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	212
82	حدیثِ مذکور کے مباحث اور مسائل	213
	باب:۱۶	
83	حیاء امور ایمان سے ہے	213
84	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	213
85	حیاء کی دو قسمیں	214
86	حیاء کے متعلق دیگر احادیث	214
	باب:۱۷	
87	پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو۔ (التوبہ:۵)	214
88	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	215
89	تارکِ نماز کو قتل کرنے یا قتل نہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترجیح	215
90	اسلام میں ظاہر کے مطابق حکم دیا جائے گا اور باطن کو نہیں کھنگالا جائے گا	216
	باب:۱۸	
91	جس شخص نے یہ کہا کہ عمل ہی ایمان ہے	217
92	عنوان باب کی وضاحت اور امام بخاری کی ذکر کردہ آیت کی تفسیر	217
93	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً مشہور تابعی سعید ابن المسیب کا تذکرہ	219
94	حدیثِ مذکور کے الفاظ کے لغوی اور شرعی معنی	219
95	اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے متعدد عبادات کو افضل عمل فرمایا ہے	220
	باب:۱۹	
96	جب اسلام سے اس کا حقیقی معنی مراد نہ ہو اور ظاہری اطاعت مراد ہو یا قتل کیے جانے کا خوف مراد ہو	220
97	امام بخاری کی پیش کردہ آیات کی تفسیر	220
98	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	221
99	سفارش کرنے کی تفصیل اور حضرت سعد کی سفارش قبول نہ کرنے کی توجیہ	222
100	زہری کے بھتیجے سے روایت کی وجہ سے امام بخاری پر تنقید	223
	باب:۲۰	
101	بہ کثرت سلام کرنا اسلام کی علامات سے ہے	223
102	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا تعارف	223
	باب:۲۱	
103	خاوند کی ناشکری اللہ کی ناشکری سے کم درجے کی ناشکری ہے	224
104	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	224
105	خاوند کا بیوی پر عظیم حق اور حدیث کے دیگر فوائد	225
	باب:۲۲	
106	معاصی امر جاہلیت سے ہیں اور کسی شخص کی تکفیر صرف شرک کے ارتکاب کی وجہ سے کی جائے گی	225
107	معاصی، جاہلیت اور شرک کے معانی اور اس باب کی باب سابق سے مناسبت	226

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
108	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	226
109	لغوی معانی اور بعض شرعی احکام	227
110	اسلام میں غلامی کا چلن ختم ہونے کی تفصیل	227
	باب:	
111	"اگر مؤمنین کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو تم ان کے درمیان صلح کراؤ"۔ (الحجرات:۹) اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جماعتوں کو مؤمن فرمایا	228
112	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً مشہور تابعی حسن بصری اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	228
113	حدیث مذکور پر اعتراضات کے جوابات	229
114	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	230
	باب:۲۳	
115	ایک ظلم کا دوسرے ظلم سے کم ہونا	230
116	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور مشہور تابعی علقمہ کا تعارف	230
117	الانعام:۸۲ میں ظلم سے مراد شرک ہے یا عام معصیت؟ ہر تقدیر پر دلائل اور اعتراضات کے جوابات	231
	باب:۲۴	
118	منافق کی علامات	232
119	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	232
120	حدیث مذکور میں منافق کی تین علامتوں میں وجہ حصر، بعض الفاظ کے معانی اور وعدہ پورا کرنے اور پورا نہ کرنے کی تحقیق	233
121	اس اشکال کے جوابات کہ بعض مسلمان بھی جھوٹ بولتے ہیں، خیانت کرتے ہیں اور وعدہ خلافی کرتے ہیں تو کیا وہ بھی منافق ہیں؟	233
122	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	236
123	پہلی حدیث میں نفاق کی تین علامتیں اور دوسری حدیث میں نفاق کی چار علامتیں بیان کرنے کی توجیہ	236
	باب:۲۵	
124	لیلۃ القدر کا قیام امور ایمان سے ہے	236
125	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	237
126	لیلۃ القدر کے قیام سے قیام کی کتنی مقدار مراد ہے اور اس رات کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں	237
	باب:۲۶	
127	جہاد امور ایمان سے ہے	237
128	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	238
129	جہاد، شہادت اور شہید کی فضیلت اور اس اعتراض کا جواب کہ جو مجاہد مال غنیمت کے ساتھ لوٹے، اس کے اجر میں کمی ہو جاتی ہے	238
130	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	239
	باب:۲۷	
131	رمضان میں نفلی قیام اُمور ایمان سے ہے	239
132	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	239
133	عبادات سے صرف صغائر کا معاف ہونا	240
134	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	240
	باب:۲۸	
135	ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھنا اُمور ایمان سے ہے	240
136	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	240
137	رمضان کے روزوں سے پورے روزے مراد ہیں اور جو عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے، وہ بھی مغفرت کی بشارت میں شامل ہے	241

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۲۹	
138	دین آسان ہے	241
139	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	242
140	اپنی طاقت سے زیادہ عبادت کرنے کی ممانعت اور اعتدال اور میانہ روی سے عبادت کرنے کی ترغیب	242
	باب: ۳۰	
141	نماز امور ایمان سے ہے	243
142	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	244
143	احکام شرعیہ کے منسوخ ہونے کا جواز	244
	باب: ۳۱	
144	کسی شخص کے اسلام کا حسن	245
145	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	245
146	حسن اسلام کے معانی	245
147	اسلام لانے کے بعد اگر سابقہ برے کام دوبارہ کیے تو پھر وہ برے کام معاف ہوں گے یا نہیں؟	246
148	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	247
149	نیک کاموں کے اجر میں اضافہ پر دلائل	248
	باب: ۳۲	
150	اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عبادت وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو	248
151	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	249
152	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عائشہ نے حولاء کے منہ پر اس کی تعریف کی حالانکہ منہ پر تعریف کرنا منع ہے	249
153	امت پر شفقت کی وجہ سے نبی ﷺ کا مشکل اور دشوار عبادات سے منع فرمانا	250
154	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	251
	باب: ۳۳	
155	ایمان کی زیادتی اور اس کا نقصان	251
156	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	252
157	بعض الفاظ کے معانی اور اس اشکال کا جواب کہ ایمان تو ایک کیفیت ہے اس کا ذرہ برابر وزن کیسے ہوگا اور اس اعتراض کا جواب کہ محمد رسول اللہ ﷺ پڑھے بغیر لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے کیسے نجات ہوگی	252
158	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	253
159	بعض الفاظ کے معانی اور اس اشکال کا جواب کہ حضرت عمر کا جواب یہود کے سوال کے مطابق نہ تھا	254
160	کعب احبار کا تعارف	254
	باب: ۳۴	
161	زکوٰۃ امور اسلام سے ہے	256
162	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	257
163	حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو تیس سال بعد قبر سے تروتازہ نکالنے کے متعلق مزید حوالہ جات	257
164	بعض الفاظ کے معانی اور بعض اعتراضات کے جوابات خصوصاً اس اشکال کا جواب کہ آپ نے اس سائل کی فلاح کی خبر دی حالانکہ اس نے محرمات سے اجتناب کا اقرار نہیں کیا تھا	258
165	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	258
	باب: ۳۵	
166	جنازوں کے ساتھ جانا امور ایمان سے ہے	258
167	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	259

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
168	قیراط کا معنی اور اس سوال کا جواب کہ معصیت کی وجہ سے جوامر میں کمی ہوگی کیا اس میں بھی احد پہاڑ جتنا وزن مراد ہے؟	259
169	مسلمانوں کے ساتھ ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد نیک سلوک کرنے کی تلقین اور ترغیب کے متعلق احادیث	260
	باب: ۳۶	
170	مومن کو اس کا خوف کہ اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور اس کو پتا بھی نہیں چلے گا	261
171	صحابہ کرام کے ضیاع اعمال اور نفاق کے خوف کی توجیہ	262
172	اصرار کا معنی اور کسی گناہ کے بعد فوراً مغفرت طلب کر لی جائے تو وہ معاف ہو جاتا ہے	262
173	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	263
174	''المرجیه' سباب' فسوق''اور''قتال'' کے معانی	263
175	اس اعتراض کے جوابات کہ مسلمان سے قتال کرنا معصیت ہے' پھر اس پر کفر کا اطلاق کیوں فرمایا ہے' اس سے بہ ظاہر خوارج کی تائید ہوتی ہے	263
176	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	264
177	بعض الفاظ کے معانی اور اس اعتراض کا جواب کہ دو صحابہ کے لڑنے کی وجہ سے ہم لیلۃ القدر کی تعیین کے علم سے محروم ہو گئے	265
	باب: ۳۷	
178	حضرت جبریل کا نبی ﷺ سے ایمان' اسلام' احسان اور علم قیامت کے متعلق سوال کرنا	265
179	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	267
180	''بارز' بعث' عبادة' احسان'' اور باندیوں سے مالک پیدا ہونے کے معانی	267
181	آیا علوم خمسہ نبی ﷺ کو عطا کیے گئے تھے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء غیر مقلدین کا نظریہ	268
182	آیا علوم خمسہ نبی ﷺ کو عطا کیے گئے تھے یا نہیں' اس مسئلہ میں علماء دیوبند کا نظریہ	268
183	نفی خمس اور علم غیب	269
184	علم غیب سے مراد	269
185	کیا اکوانِ غیبیہ پر اطلاع پانی ممکن نہیں؟	271
186	علوم خمسہ کے مصداق کے متعلق علماء دیوبند کے موقف پر مصنف کا تبصرہ	271
187	اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر نبی ﷺ کے علم تفصیلی محیط ثابت کرنے اور آپ کو عالم الغیب کہنے کا الزام	272
188	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں	273
189	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے لیے علم تفصیلی محیط ماننا جائز نہیں	274
190	اعلیٰ حضرت کی یہ تصریح کہ رسول اللہ ﷺ کو بعض علم عطا کیا گیا ہے	274
191	علم ذاتی اور عطائی کی بحث	274
192	رسول اللہ ﷺ کے علم کو اللہ کے علم سے بہت کم ماننے کو بھی غلط اور گمراہی کہنے کا جواب	276
193	نبی ﷺ کا علامات قیامت کی خبر دینا	276
194	خاص وقوع قیامت کے متعلق نبی ﷺ کے علوم	280
195	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق علماء اسلام کے نظریات	281
196	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ و علم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق' جمہور علماء اسلام کی تصریحات	281

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
197	ہر چیز کا علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' پھر ان پانچ چیزوں کے علم کی تخصیص کی وجہ	284
198	شرح صحیح مسلم میں حدیثِ مذکور کی شرح	285
	باب: ۳۸	285
199	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	286
	باب: ۳۹	
200	اس شخص کی فضیلت جو اپنے دین کو بچانے کے لیے مشتبہ چیزوں سے بَری ہوا	286
201	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	287
202	مشتبہات کے معانی اور محل عقل کے مصداق میں اختلاف فقہاء	287
	باب: ٤٠	
203	خمس کا ادا کرنا امور ایمان سے ہے	288
204	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	289
205	بعض مشکل الفاظ کے معانی	289
206	اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں لیکن بیان پانچ چیزیں فرمائیں	289
207	دینی خدمات کا معاوضہ لینا صحابہ میں مروج تھا	290
208	ابتداء میں چار قسموں کے برتنوں میں نبیذ پینے سے منع فرمانا' پھر اس کی اجازت دینا	290
209	نبیذ کا فقہی معنی اور اس کے متعلق احادیث و آثار	290
	باب: ٤١	
210	اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اسی عمل کا اجر ملے گا' جس کی اس نے نیت کی ہے	291
211	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت عبداللہ بن یزید انصاری اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کا تذکرہ۔	292
212	حدیثِ مذکور کی مؤید دیگر احادیث	292
213	اس سوال کا جواب کہ صدقہ کے اجر میں بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنے کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟	293
214	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	293
	باب: ٤٢	
215	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی کرنا اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرنا اور ائمہ مسلمین کی خیر خواہی کرنا اور عام لوگوں کی خیر خواہی کرنا دین ہے	294
216	اللہ' اس کے رسول' اس کی کتاب' ائمہ دین اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا محمل	294
217	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	295
218	بیعت سنت اور بیعت مروجہ	295
219	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	296
220	''وقار'' اور ''سکینہ'' کا معنی اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور کافر کی خیر خواہی کا بیان	296
	۳ - کتاب العلم	298
	باب: ١	
1	علم کی فضیلت	298
	باب: ٢	
2	جس شخص سے کسی چیز کے علم کے متعلق سوال کیا گیا اور وہ اپنی گفتگو میں مشغول رہا' اس نے اپنی بات مکمل کی' پھر سائل کے سوال کا جواب دیا	298
3	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	299
4	کسی کی بات کاٹ کر بات کرنا جائز نہیں	300
5	نااہل کو منصب پر فائز کرنے کی اجتماعی خرابیاں	300

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
6	اس اعتراض کے جوابات کہ نبی ﷺ نے دینی سوال کے جواب میں تاخیر کی	300
	باب: ۳	
7	بلند آواز سے علمی بات بتانا	300
8	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	301
9	پیروں کو دھونے کی فرضیت' جسم اور روح کے عذاب کا ثبوت اور عالم پر غلط بات کو ٹوکنے کی ذمہ داری	301
10	حدیث مذکور کی مؤید دیگر روایات' جن میں اس سفر اور اس نماز کا بیان ہے	301
11	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	302
	باب: ٤	
12	محدث کا یہ کہنا: ''حدثنا'' یا ''اخبرنا'' یا ''انبانا'	302
13	''حدثنا' اخبرنا'' اور ''انبانا'' کے لغوی اور اصطلاحی معانی	303
14	حضرت ابن عمر نے پہیلی کا جواب دینے سے کیوں حیاء کی؟	305
15	اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ ﷺ نے بجھارت ڈالنے سے منع فرمایا ہے' اور اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے خود پہیلی ڈالی ہے۔	305
16	مومن کی کھجور کے درخت سے تشبیہ کی وجہ	306
	باب: ٥	
17	امام کا اپنے اصحاب کے علم کی آزمائش کے لیے ان سے کوئی سوال کرنا	306
18	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	307
	باب: ٦	
19	علم کے متعلق جو احادیث وارد ہیں	307
20	قراءت علی العالم پر دلائل	307
21	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	310
22	حضرت ضمام بن ثعلبہ کا تذکرہ	310
23	مقلد کے ایمان کا صحیح ہونا اور ماکول اللحم کا پیشاب اور گوبر حرام ہونا	311
24	ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کا نام لینا اور یا محمد کہنے کا جواز اور بعض اعتراضات کے جوابات	312
	باب: ۷	
25	مناولہ کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے اور اصل علم کو شہر والوں کی طرف لکھنا	312
26	مکاتبہ پر آثار صحابہ سے استدلال	313
27	روایت حدیث کے طریقے	313
28	اسلام کے پہلے لشکر کی کارروائی	314
29	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	315
30	حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی کا تذکرہ	315
31	عظیم البحرین اور کسریٰ کا تذکرہ	315
32	رسول اللہ ﷺ کی دعاء ضرر کو بددعا سے تعبیر کرنا' بے ادبی ہے	316
33	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	317
34	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کا ثبوت اور کفار کے مخصوص طریقہ کو اپنانے کا جواز' بشرطیکہ وہ ان کی بدعقیدگی پر مبنی نہ ہو	317
	باب: ۸	
35	جو شخص وہیں بیٹھ گیا جہاں مجلس ختم ہوئی ہے اور جس شخص نے مجلس کے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہاں جا کر بیٹھ گیا	317
36	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	318
37	عالم کی مجلس کی عظمت اور مجلس میں بیٹھنے کے آداب	319

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
38	آدابِ مجلس کے متعلق احادیث	319
	باب: ۹	
39	نبی ﷺ کا یہ ارشاد: بعض اوقات جس کو حدیث پہنچائی جائے' وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے	319
40	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	320
41	اس اعتراض کا جواب کہ سواری پر بیٹھ کر باتیں کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے' پھر آپ نے سواری پر خطبہ کیوں دیا اور دیگر مسائل	321
	باب: ۱۰	
42	قول اور عمل سے پہلے علم کا حصول	322
43	علم کی فضیلت میں آیات' احادیث اور آثار	322
44	حضرت ابوذر کو ربذہ میں جلاوطن کرنے کا سبب اور سربراہ ملک کے منع کرنے کے باوجود احادیث بیان کرنا	325
45	ربانی' حلم' حکمت اور فقہ کے معانی	325
	باب: ۱۱	
46	نبی ﷺ نصیحت اور علم میں صحابہ کی حفاظت اور رعایت کرتے تھے تاکہ وہ اکتا نہ جائیں	326
47	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	326
48	حدیث مذکور کا معنی	326
49	مسلمانوں کی مشقت سے حفاظت' ان کی رعایت اور ان پر شفقت کے متعلق دیگر احادیث	327
50	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	327
51	آسان احکام کے متعلق قرآن مجید کی آیات	328
52	آسان احکام کے متعلق احادیث	328
	باب: ۱۲	
53	جس شخص نے اہل علم کے لیے معین دن مقرر کیے	329

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
54	سوئم اور چہلم وغیرہ کا جواز	329
	باب: ۱۳	
55	جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرلے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے	330
56	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	330
57	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث اور آثار	331
58	فقہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی	332
59	نبی ﷺ کے قاسم ہونے کی توجیہ	332
60	حجیت اجماع پر احادیث سے دلائل	332
	باب: ۱۴	
61	علم کی فہم	333
62	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	333
	باب: ۱۵	
63	علم اور حکمت میں رشک کرنا	334
64	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	335
65	حسد اور رشک کا معنی	335
66	حسد کی مذمت میں احادیث	335
	باب: ۱۶	
67	اس کا ذکر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں حضرت خضر کی طرف گئے	335
68	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	337
69	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف	337
70	حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف	338
71	مسائل علمیہ میں بحث کرنے اور طلب علم کے لیے سفر کرنے کے آداب اور مسائل	338
	باب: ۱۷	
72	نبی ﷺ کا یہ ارشاد: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سکھا	339
73	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	339
74	حضرت ابن عباس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی دعا کی وجوہ	339
75	نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تکریم جائز اور صحیح ہے اور اس سے رسول اللہ ﷺ کا خوش ہونا اور شیخ اسماعیل دہلوی کی گستاخانہ عبارت کا رد	340
76	سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس کے لیے جو دعا ہے اور صحیح بخاری میں جو دعا ہے ان کا فرق	341
77	کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس کے حق میں دعا قبول نہ ہوئی؟	342
	باب: ۱۸	
78	کمسن کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے	342
79	سماع حدیث کی عمر کے تعین کی تحقیق	342
80	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	343
81	حدیث مذکور کے معانی اور مسائل	344
82	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	345
83	نبی اکرم ﷺ کے لعاب دہن کی برکتیں	345
	باب: ۱۹	
84	طلب علم کے لیے نکلنا	345
85	حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا تعارف	346
86	حضرت عبداللہ ابن انیس رضی اللہ عنہ کا تعارف	346
87	اس حدیث کا بیان' جس کے حصول کے لیے حضرت جابر نے ایک ماہ کا سفر کیا تھا	346
88	باب مذکور کی حدیث کا متن	347
	باب: ۲۰	
89	پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت	348
90	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	349
91	خلاصہ حدیث اور حدیث میں بیان کی ہوئی مثالوں کی وضاحت	349
	باب: ۲۱	
92	علم کا اٹھ جانا اور جہل کا غالب ہونا	350
93	علماء کو ضائع کرنے کا معنی	350
94	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	351
95	ہمارے زمانے میں جاہلوں کا غلبہ	351
96	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	351
97	عورتوں کے زیادہ ہونے اور مردوں کے کم ہونے کی توجیہات	351
	باب: ۲۲	
98	علم کی فضیلت	352
99	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	352
100	دودھ سے علم کو تعبیر کرنے کی توجیہ	352
	باب: ۲۳	
101	سوال کرنا خواہ اس وقت عالم سواری پر کھڑا ہوا ہو	353
102	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	354
103	کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈوانے والے پر قربانی کے لزوم میں مذاہب فقہاء	354
104	امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل	354
105	امام مالک کے مذہب کی تقریر	354
106	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	355
	باب: ۲۴	
107	جس نے ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سوال کا جواب دیا	355
108	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	356
109	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	356

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
110	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	357
111	''المسیح الدجال'' کا معنی اور مسیح دجال اور جھوٹے نبی کے نکلنے کے متعلق احادیث صحیحہ	358
112	سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم اور اس کی شرعی توجیہ	359
113	سورج گرہن اور چاند گرہن کی سائنسی توجیہ اور اس سے زمین کی حرکت پر استدلال	359
114	آیا نبی ﷺ نے جنت اور دوزخ کو حقیقتاً دیکھا تھا یا آپ کو ان کی مثال دکھائی گئی تھی؟	360
115	جنت اور دوزخ کا پیدا ہو چکا ہونا اور وہ کہاں ہیں اور عمل قلیل کا مفسد نماز نہ ہونا	362
116	رسول اللہ ﷺ کے کلی علم غیب پر دلائل	363
117	رسول اللہ ﷺ کے کلی علم غیب کے متعلق علماء دیوبند کی عبارات پر مصنف کا تبصرہ	363
118	اس اعتراض کا جواب کہ قبر میں تین سوال کیے جائیں گے پھر آپ کی شناخت سے متعلق سوال پر کیوں اقتصار کیا گیا؟	365
	باب ۲۵	
119	نبی ﷺ کا عبدالقیس کے وفد کو ایمان اور علم کی حفاظت پر برانگیختہ کرنا اور اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دینا	366
120	تبلیغ اور تعلیم کے فرض عین اور فرض کفایہ ہونے کا محمل	368
121	اپنے ماتحت اور زیر اثر لوگوں کو نیک اعمال کی تلقین کا لزوم	368
	باب ۲۶	
122	کسی پیش آمدہ مسئلہ کا حل معلوم کرنے کے لیے سفر کرنا اور اپنے گھر والوں کو تعلیم دینا	368
123	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	369
124	رضاعت ثابت نہ ہونے کے باوجود آپ نے حضرت عقبہ کے نکاح کو کیوں ناپسند فرمایا	369
125	حدیث ''اتقوا مواضع التهم'' کی تحقیق	370
126	رضاعت کے ثبوت کے لیے نصاب شہادت میں مذاہب فقہاء	370
	باب ۲۷	
127	حصول علم کے لیے باری باری جانا	372
128	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	372
129	حدیث مذکور کے بعض الفاظ کی وضاحت	373
130	حدیث مذکور سے استنباط شدہ مسائل	373
	باب ۲۸	
131	کسی ناپسندیدہ کام کو دیکھ کر نصیحت اور تعلیم میں اظہار غضب کرنا	373
132	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	374
133	لمبی اور مختصر نماز پڑھانے کے محامل اور دیگر مسائل	374
134	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	375
135	''لقطہ، وکاء، وعاء'' اور ''عفاص'' کے معانی	376
136	لقطہ کا معنی اور فقہاء احناف کے نزدیک لقطہ کو اٹھانے کا راجح ہونا	376
137	لقطہ کا اعلان کرنے کی مدت کی تفصیل	376
138	اعلان کے بعد لقطہ سے فائدہ اٹھانے کا جواز	377
139	موجودہ دور میں اعلان کرنے کا طریقہ	377
140	شاگرد کے احمقانہ سوال پر ناراض ہونے کا جواز	378
141	لقطہ کو اٹھانے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب	378
142	لقطہ کو اٹھانے میں شافعی مذہب کی تفصیل	378
143	لقطہ کو اٹھانے میں حنبلی مذہب کی تفصیل اور مذاہب اربعہ کے دلائل	378

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
144	لقطہ کو اٹھانے میں مالکی مذہب کی تفصیل	379
145	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح کے عنوانات	379
146	اشیاء کے صیغے کی تحقیق	380
147	بہ کثرت سوالات کو ناپسند کرنے کی توجیہ	380
148	زیادہ سوالات سے آپ کے غضب ناک ہونے کی توجیہ	380
149	آپ نے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو اس کی تشریح میں شراح سابقین کی تقاریر	381
150	شراح سابقین کی تقاریر پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کی تقریر	381
151	آپ کے اس ارشاد پر شیخ سلیم اللہ خاں دیوبندی کی تقریر اور ان کا علم غیب اور علم کلی کو رد کرنا	382
152	شیخ سلیم اللہ خان کی تقریر پر مصنف کا تبصرہ اور علم غیب و علم کلی پر دلائل	382
153	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توبہ کرنے کی توجیہ	383
	باب: ۲۹	
154	جو شخص امام یا محدث کے سامنے دوزانو بیٹھ جائے	384
155	حضرت عبداللہ بن حذافہ اور دوسروں کے سوال کا فرق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم اور ان کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے تواضع کرنا	384
156	حضرت عمر کا اپنے کلمات سے رسول اللہ ﷺ کا ادب اور اکرام کرنا اور مسلمانوں پر شفقت کرنا اور ان کی رائے کا ہمیشہ صائب ہونا	385
	باب: ۳۰	
157	جس شخص نے حدیث کو تین بار دہرایا تاکہ اس کو سمجھ لیا جائے	385
158	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	387
159	تین بار سلام کرنے کی دیگر احادیث	387
	باب: ۳۱	
160	کسی شخص کا اپنی باندی اور اپنی اہلیہ کو تعلیم دینا	389
161	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	389
162	جن اہل کتاب کو ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے دگنا اجر ملے گا، اس سے مراد عہد رسالت کے اہل کتاب ہیں یا قیامت تک کے اہل کتاب ہیں	390
163	حافظ ابن حجر کے نزدیک اس سے قیامت تک کے اہل کتاب مراد ہیں، اس پر ان کے دلائل	390
164	فوائد	391
165	حافظ بدرالدین عینی کے نزدیک اس سے مراد صرف عہد رسالت کے اہل کتاب ہیں، اس پر ان کے دلائل	392
166	دیوبندی شارحین بخاری کے نزدیک اس سے مراد قیامت تک کے اہل کتاب ہیں	393
167	مصنف کے نزدیک اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں، جو آپ کی بعثت سے پہلے قرآن مجید پر اور آپ کی رسالت پر ایمان لا چکے تھے	393
168	دگنے اجر کی کیفیت اور ان تین قسم کے لوگوں کو دگنا اجر عطا فرمانے کی خصوصیت	394
	باب: ۳۲	
169	امام کا خواتین کو نصیحت کرنا اور ان کو تعلیم دینا	394
170	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	395
171	صدقہ کا معنی، صدقہ کی اقسام، صدقہ کی فضیلت اور عورت کا اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا	395
172	عورت کا اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے کی ممانعت میں احادیث	396

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
173	احادیث مذکورہ کے جوابات	396
174	عورت کے اپنے مال میں آزادانہ تصرف کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	397
175	عورت کے اپنے مال میں آزادانہ تصرف کرنے کے ثبوت میں احادیث صحیحہ	397
	باب: ۳۳	
176	حدیث کی حرص	398
177	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	398
178	سعادت کا معنی اور آپ کی شفاعت کی سب سے زیادہ سعادت حاصل کرنے کی تفصیل	399
179	شفاعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی' شفاعت میں مذاہب اور شفاعت میں اہل سنت کے موقف پر قرآن مجید اور احادیث سے دلائل	399
180	شرح صحیح مسلم میں شفاعت کی بحث	400
	باب: ۳۴	
181	علم کو کس طرح اٹھالیا جائے گا؟	400
182	اثر مذکور کے رجال کا تعارف	401
183	عمر بن عبد العزیز کا احادیث کی تدوین کا حکم دینا	401
184	اثر مذکور کے رجال کا تعارف	401
185	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	401
186	علم کو سینوں سے نکالنے پر قدرت کے باوجود علم کو سینوں سے نہ نکالنا اور اس باب کی مؤید دیگر احادیث	402
187	جہل کی دو قسمیں' جہل بسیط اور جہل مرکب اور دیگر مسائل	403
	باب: ۳۵	
188	کیا خواتین کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن مقرر کیا جائے	403
189	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	404
190	آپ پر مردوں کے غالب آنے کی وضاحت	404
191	پلک جھپکنے میں رسول اللہ ﷺ سے وحی کا رابطہ	405
192	نابالغ بچوں کے ماں باپ کو بخشوانے سے متعلق دیگر احادیث	405
193	خواتین کا عالم سے دینی مسائل معلوم کرنے کا جواز' تعیین یوم کا جواز اور مسلمان بچوں کا جنت میں ہونا	405
194	حدیث مذکور کی روایت کرنے کے مقاصد	406
195	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	406
	باب: ۳٦	
196	جس نے کسی بات کو سنا' پھر بات کرنے والے کی طرف رجوع کیا حتیٰ کہ اس بات کو سمجھ لیا	406
197	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	407
198	جس سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا' کے دو محمل	407
199	جس سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب کیسے ہوگا؟	408
200	مسائل کی تحقیق میں حدیث پر قرآن سے معارضہ کرنے اور مناظرہ کا بیان	408
	باب: ۳۷	
201	شاہد (حاضر) غائب کو علم پہنچادے	408
202	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	410
203	بعض مشکل الفاظ کے معانی	410
204	عبد الملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنا	410
205	حضرت ابوشریح نے عمرو بن سعید کو مکہ پر لشکر کشی سے منع کرکے علماء کی ذمہ داری کو پورا کیا	411
206	عمرو بن سعید کے قول پر ابن حزم کا تبصرہ	411
207	صحابی نے بھی اپنی روایت میں تاویل کی ہو اور بعد کے فقہاء نے بھی تو کس کی تاویل کا اعتبار کیا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	جائے گا؟	412
208	حرم میں حدود اور قصاص نافذ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	413
209	ابن خطل اور دیگر افراد کو کعبہ میں قتل کرنے کے متعلق احادیث	413
210	حرم میں حدود اور قصاص قائم کرنے کے جواز پر ابن خطل کی حدیث سے علامہ عسقلانی کی طرف سے جوابات	414
211	حرم میں حدود اور قصاص قائم کرنے کے جواز پر ابن خطل کی حدیث کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات	415
212	مکہ مکرمہ کے جنگ سے فتح ہونے پر دلائل	415
213	حدیث مذکور کے دیگر مسائل وفوائد	416
214	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	417
215	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	417
	باب: ۳۸	
216	نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے کا گناہ	417
217	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور ثقہ تابعی ربعی بن حراش کا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	418
218	نبی ﷺ کی طرف جھوٹی بات کو منسوب کرنا سنگین گناہ کبیرہ ہے	419
219	بعض زاہدوں کا ترغیب اور ترہیب کے لیے احادیث وضع کرنا	420
220	ترغیب اور ترہیب کے لیے حدیث وضع کرنے والوں کا رد	420
221	واضعین حدیث کی اقسام	421
222	حدیث موضوع کی شناخت کے طریقے	422
223	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ابن الزبیر اور حضرت زبیر بن العوام کا تذکرہ	423

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
224	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زبیر نے حبشہ ہجرت کی تھی پھر کیسے کہا: میں آپ سے جدا نہیں ہوا	423
225	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	424
226	اس اعتراض کا جواب کہ جھوٹی احادیث پر عذاب کی وعید احادیث صادقہ کی روایت سے تو مانع نہیں ہے	424
227	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	425
228	روایت بالمعنی پر ایک اعتراض کا جواب	425
229	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	426
230	کنیت کا معنی اور شیطان کا صیغہ اور معنی	426
231	نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے متعلق متعدد احادیث	426
232	اس کی تحقیق کہ آپ کو خواب میں دیکھنے والا آپ کو آپ کی معروف صفات میں دیکھتا ہے یا دوسری صفات میں	427
233	آپ کو خواب میں دیکھنے والا بعینہ آپ کو دیکھتا ہے یا آپ کی مثال کو؟	427
234	آپ کو بیداری میں دیکھنے کا معنی	428
235	اس کی تحقیق کہ شیطان آپ کی صورت کی مثل نہیں بنا سکتا	428
236	اس زمانہ میں اور اس جہان میں آپ کو بیداری میں دیکھنے کے متعلق علماء کی تصریحات	429
237	اس اعتراض کا جواب کہ عہد صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کا اس قدر ظہور کیوں نہیں ہوا؟	430
238	حافظ ابن تیمیہ کا انکار رؤیت بیداری	432
239	آپ کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کی تفصیل اور تحقیق	434

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
240	اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھنے کی کراہت	434
241	انبیاء کا نام رکھنے اور آپ کا نام رکھنے کا جواز اور استحباب	435
242	خواب کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کرنے والوں کو صحابی کہا جائے گا یا نہیں؟	436
243	خواب میں آپ سے سنی ہوئی حدیث حجت ہے یا نہیں اور خواب کی تحقیق	436
	باب: ۳۹	
244	علم کو لکھنا	436
245	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	437
246	"کتاب" "فہم" "عقل" اور "فكاك الاسير" کے معانی	437
247	شیعہ کے اس زعم کا رد کہ حضرت علی کو رسول اللہ ﷺ نے خاص اسرار اور احکام بتائے تھے	438
248	ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہ کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل	438
249	ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں فقہاء احناف کے دلائل	439
250	ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	440
251	ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں احادیث و آثار	440
252	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	442
253	"بنو خزاعة" "بنو لیث" "راحلة" "یختلی" "یعضد" اور "منشد" وغیرہ کے معانی	442
254	احادیث اور علم کی باتوں کو لکھنے کی تحقیق	443
255	احادیث اور علم کی باتوں کو لکھنے کی ممانعت میں احادیث و آثار	443
256	احادیث اور علم کو لکھنے کے جواز کے ثبوت میں احادیث و آثار	444
257	نبی ﷺ کے اجتہاد کی تحقیق	445
258	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	447
259	مشکل الفاظ کے معانی	448
260	علامہ ابن بطال مالکی کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہات	448
261	علامہ ابن بطال مالکی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ	449
262	علامہ ابن جوزی حنبلی کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہات	450
263	علامہ ابن جوزی حنبلی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ	450
264	"اهجر" کی تحقیق	450
265	رسول اللہ ﷺ پر اس الزام کا جواب کہ آپ کے تمام اقوال وحی کے موافق نہ تھے	451
266	آپ کے ہر کلام کے برحق ہونے کے ثبوت میں احادیث	452
267	"عفا الله عنك لم اذنت لهم" سے معارضہ کا جواب	453
268	بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کی وجہ سے آپ کی خطاء ثابت کرنا اور اس کا جواب	453
269	حافظ عسقلانی کی طرف سے حضرت عمر کی توجیہات اور اس کا بیان کہ رسول اللہ ﷺ کیا لکھنا چاہتے تھے	454
270	مصنف کی طرف سے حضرت عمر پر شیعہ علماء کے اعتراض کے جوابات اور دیگر مسائل	455
271	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	456
	باب: ۴۰	
272	رات کو علم کی بات اور نصیحت کرنا	456
273	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	457

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
274	اس امت میں واقع ہونے والے بعض فتنے	457
	باب: ۴۱	
275	رات کو باتیں کرنا	458
276	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	458
277	عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے جواز اور عدم جواز کے محامل	458
278	حضرت عیسیٰ' حضرت خضر اور ابلیس کے زندہ رہنے سے اس حدیث پر اعتراض اور اس کے جوابات	459
279	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	460
280	حضرت ام المومنین میمونہ بنت الحارث کا تذکرہ	460
281	مختلف اوقات میں تہجد کی مختلف رکعات	461
282	حدیث مذکور سے مسائل کا استخراج	461
283	احادیث مکررہ میں ہر بار نئے نئے مسائل کا استخراج	462
284	احادیث مکررہ میں سند کے تکرار کا تجزیہ	463
285	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	463
	باب: ۴۲	
286	علم کی حفاظت کرنا	464
287	''الصفق'' کا معنی اور علم کے اظہار اور تبلیغ کا بیان	464
288	حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ ابن عمرو کی احادیث کا تقابل	465
289	علم کو دائماً طلب کرنے کی فضیلت' ضرورت کے وقت اپنے کمال کا اظہار اور کسب معاش کی فرضیت	465
290	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	466
291	نسیان' سہو اور خطاء میں فرق اور نبی ﷺ کا شفاء دینا اور ہر درد کا درماں ہونا	466
292	علم کے دو برتنوں کی تفصیل	467
293	اس اعتراض کا جواب کہ علم کا چھپانا تو جائز نہیں ہے پھر حضرت ابو ہریرہ نے دوسری قسم کی احادیث کو کیوں بیان نہیں کیا؟	467
	باب: ۴۳	
294	علماء کے لیے لوگوں کو خاموش کرنا	468
295	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	468
296	ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ ہو جانا' اس حدیث کے محامل	469
297	علماء کی تکریم کی وجوہ	469
	باب: ۴۴	
298	جب عالم سے سوال کیا جائے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس کا علم اللہ کے سپرد کرے	469
299	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	472
300	علم کے مضاف ہونے کی توجیہ' عتاب کا معنی اور حضرت موسیٰ پر عتاب کی توجیہ' مجمع البحرین کا مصداق اور پکی ہوئی مچھلی کے زندہ ہونے کی توجیہ	473
301	جس لڑکے کو حضرت خضر نے قتل کیا تھا' اس کا تعارف	473
302	عالم یا شیخ کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے' حضرت خضر کی نبوت پر دلیل اور دیگر مسائل	473
303	حضرت خضر نے جو چڑیا کے چونچ میں پانی اور سمندر کے پانی کی مثال دی اس پر اعتراض کا جواب	474
	باب: ۴۵	
304	جس نے کھڑے ہو کر سلام کیا اور عالم بیٹھا ہوا تھا	474
305	نیک اعمال کا انسان کی نیت صالحہ پر موقوف ہونا	475
306	اخلاص سے جہاد کی فضیلت اور دکھانے اور سنانے کے لیے جہاد کی مذمت میں احادیث	475
	باب: ۴۶	
307	شیطان کو کنکریاں مارتے وقت سوال کرنا	476

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۴۷	
308	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "تم کو جو بھی علم دیا گیا وہ کم ہے" (بنی اسرائیل:۸۵)	477
309	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	478
310	آیاتِ قرآنیہ میں روح کے اطلاقات	478
311	روح کے مباحث میں شارحینِ بخاری کی تقاریر	478
	باب: ۴۸	
312	جس نے بعض اختیاری چیزوں کو اس خوف سے ترک کر دیا کہ بعض لوگوں کی عقلیں اس کو سمجھنے سے قاصر ہوں گی' تو وہ کسی بڑے شر میں مبتلا ہو جائیں گے	480
313	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	481
314	حطیم کے باہر طواف کرنا اتفاقی ہے اور حطیم کے اندر سے طواف کرنا اختلافی ہے	482
315	اگر صحیح کام کرنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے	482
316	شرح صحیح مسلم میں حدیثِ مذکور کی شرح	482
	باب: ۴۹	
317	کسی ایک قوم کو کسی چیز کے علم کے ساتھ خاص کرنا اور اس خطرہ سے دوسروں کو نہ بتانا کہ وہ نہیں سمجھیں گے	483
318	اثرِ مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	483
319	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	484
320	"ردیف' رحل' لبیک سعدیک' یتکلوا" اور "تاثما" کے معانی	484
321	حدیثِ مذکور کی بشارت کو مخفی رکھنے کی وجہ	485
322	حدیثِ مذکور کے دیگر مسائل	486
323	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	486
324	اس اعتراض کا جواب کہ کیا رسالت پر ایمان اور عمل کے بغیر بھی انسان جنت میں چلا جائے گا؟	487
	باب: ۵۰	
325	علم میں حیاء کا بیان	487
326	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	488
327	اللہ تعالیٰ کے حیاء کرنے کا معنی ہے: کسی کام کو ترک کرنا	489
328	بچہ ماں یا باپ کے کس وجہ سے مشابہ ہوتا ہے؟	489
329	حدیثِ مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	490
	باب: ۵۱	
330	جس شخص نے حیاء کی اور دوسرے شخص کو سوال کرنے کا حکم دیا	490
331	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	491
332	مذی' ودی اور منی کی تعریفات	491
333	حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	491
334	خروجِ مذی پر وضوء کا وجوب اور بیوی کے والد کا احترام	492
	باب: ۵۲	
335	علم اور فتویٰ کا مسجد میں ذکر کرنا	492
336	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	493
337	"اھلال" کا معنی اور مواقیت کا جغرافیائی مواضع وقوع	493
	باب: ۵۳	
338	جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جواب دیے	494
339	"الکعبین" کی تفسیر علامہ بدرالدین عینی سے	494
340	علامہ عینی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ	495
341	علامہ ابن حجر کا "کعب" کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتبِ لغت سے رد کرنا	495

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
342	علامہ عینی کا کعب کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتب لغت‘ قواعد نحو اور احادیث سے رد کرنا	495
343	’’کعب‘‘ کی تفسیر میں علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کی عبارات پر مصنف کا محاکمہ	498
344	علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ شامی کا ’’کعب‘‘ کی تفسیر میں ہشام کے قول کو رد کرنا	498
345	’’کعب‘‘ کی تفسیر میں صحیح البخاری کے دیوبندی شارحین کی لغزش	499
346	’’کعب‘‘ سے وسط قدم مراد لینے کی تاویل کا ابطال	499
347	امام محمد کی المبسوط میں ہشام کی عبارت کی تحقیق	499
348	محرم کے لیے چمڑے اور ربڑ کی چپل پہننے کا جواز	500
349	اس اعتراض کا جواب کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ نے جواب میں وہ کپڑے ذکر کیے‘ جن کا پہننا اس کے لیے جائز نہیں	500
350	موزوں کو نیچے سے کاٹے بغیر پہننے میں مذاہب ائمہ	501
351	کتاب العلم کا اختتام	502
	٤ - كتاب الوضوء [الطهارة]	503
1	وضوء کا لغوی اور شرعی معنی	503
	باب: ۱	
2	وضوء کے متعلق جو احادیث وارد ہیں	503
3	صلوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی	503
4	اس اعتراض کا جواب کہ آیت وضوء سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قیام کے بعد وضوء کیا جائے	504
5	اس اعتراض کا جواب کہ وضوء کا معروف اور مسنون طریقہ آیت وضوء کے خلاف ہے	504
6	اعضاء وضوء کو تین تین بار سے زیادہ دھونے کی کراہت کی دلیل	505
	باب: ۲	
7	بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی	505
8	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	506
9	’’احدث‘ حضرموت‘ فساء‘‘ اور ’’ضراط‘‘ کے معانی	506
10	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوہریرہ نے صرف ہوا خارج ہونے کو وضوء ٹوٹنے کا سبب بیان کیا ہے‘ حالانکہ وضوء ٹوٹنے کے اور بھی اسباب ہیں	506
11	نماز جنازہ‘ نماز عید اور سجدۂ تلاوت کے لیے وضوء کرنے کا وجوب	506
12	نماز کے دوران از خود وضوء ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کر سکتا ہے یا نہیں؟	507
13	ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کا جواز	508
14	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	508
	باب: ۳	
15	وضوء کی فضیلت اور آثار وضوء سے جن مسلمانوں کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور چمک دار ہوں گے	508
16	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	509
17	’’غرّ محجل‘‘ کا معنی	509
18	امت دعوت اور امت اجابت	509
19	آثار وضوء سے چہرے‘ ہاتھوں اور پاؤں کا سفید ہونا اس امت کی خصوصیت ہے	509
20	ہاتھوں کو کہنیوں سے اوپر اور پیروں کو ٹخنوں سے اوپر دھونے کی ممانعت پر علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض کے دلائل	510

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
21	علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض کے دلائل پر علامہ نووی شافعی اور علامہ عینی کا تبصرہ	511
22	علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ	511
23	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	512
24	شرح صحیح مسلم میں حدیثِ مذکور کی شرح	513
	باب: ٤	
25	شک کی وجہ سے وضوء نہ کرے حتیٰ کہ وضوء (ٹوٹنے کا یقین) ہو جائے	513
26	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	514
27	باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	514
28	اگر وضوء میں شک ہو جائے تو وضوء کرنے یا نہ کرنے میں مذاہب ائمہ	514
29	حدیثِ مذکور کے دیگر مسائل وفوائد	515
	باب: ٥	
30	وضوء میں تخفیف	516
31	حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل اور فوائد	517
	باب: ٦	
32	مکمل وضوء کرنا	517
33	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	518
34	''عرفات، شعب'' اور ''مزدلفه'' کے معانی	518
35	عرفات اور مزدلفہ کے درمیان آپ کے کامل وضوء نہ کرنے کی توجیہ اور ان شارحین کا رد جنہوں نے اس وضوء کو استنجاء پر محمول کیا	519
36	مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا اور حضرت اسامہ کے نماز یاد دلانے کی توجیہ	520
37	مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل نہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	520
	باب: ٧	
38	ایک ہاتھ سے چلو بنا کر دونوں ہاتھوں سے چہرے کو دھونا	521
39	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	522
40	''مضمضه'' اور ''استنشاق'' کا معنی	522
41	نیا پانی لے کر سر کا مسح کرنا اور کانوں کے مسح کی تفصیل	522
42	کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں مذاہب ائمہ	523
43	الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق احادیث سے دلائل	523
	باب: ٨	
44	ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا اور جماع کے وقت بھی	525
45	وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کے متعلق احادیث	525
46	باب مذکور کی حدیث کے رجال کا تعارف	526
47	شیطان، رزق قضاء اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی	526
48	شیطان کے ضرر پہنچانے کے محامل	527
49	اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے دعا کی پناہ میں رہنا اور پاکیزہ اولاد کی دعا کرنا اور ہر نیک کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا	528
50	انسان کی تمام زندگی میں شیطان کا اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا	528
	باب: ٩	
51	بیت الخلاء میں دخول کے وقت کیا کہے؟	528
52	''خبث'' اور ''خبائث'' کا معنی اور اپنے ہاتھ میں بسم اللہ پڑھنے کی ممانعت	529
53	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شیطان کے شر سے پناہ کی دعا کی توجیہ	529

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
54	بیت الخلاء میں دعا اور اذکار کی ممانعت اور جو تعویذ غلاف میں ہو اس کو بیت الخلاء میں لے جانے کا جواز	529
	باب: ۱۰	
55	بیت الخلاء کے پاس پانی رکھنا	530
56	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	531
57	بعض علماء کا پانی سے استنجاء کا انکار کرنا اور ان کے رد میں احادیث	531
	باب: ۱۱	
58	پاخانہ اور پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کیا جائے لیکن جب عمارت میں ہو یا کسی دیوار یا اس طرح کی کسی چیز کی آڑ ہو تو کوئی حرج نہیں	531
59	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ایوب انصاری کا تذکرہ اور ان کی قبر کے پاس دعا کا قبول ہونا	532
60	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں امام ابوحنیفہ کا مذہب	534
61	امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں احادیث	534
62	قضاء حاجت کے وقت داؤد ظاہری کے نزدیک مطلقاً قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز	535
63	داؤد ظاہری کی دلیل کا رد	535
64	مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کی توجیہ	535
65	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	536
	باب: ۱۲	
66	جو شخص قضاء حاجت کے لیے دو اینٹوں پر بیٹھا	536
67	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	537
68	حدیث مذکور سے بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز اور اس میں مذاہب ائمہ	537
69	امام ابوحنیفہ کی طرف سے حدیث مذکور سے استدلال کے جوابات	538
	باب: ۱۳	
70	خواتین کا کھلے میدان میں قضاء حاجت کے لیے نکلنا	539
71	''المناصع'' اور ''افیح'' کا معنی	540
72	حجاب کے تین مراتب	540
73	حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	541
74	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ اور ان کی رائے کی فضیلت	541
75	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی موافقت میں آیت حجاب کا نازل ہونا	542
76	حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمانا	542
77	حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنانا	542
78	حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں ان مسلمانوں پر عتاب، جنہوں نے غزوۂ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لینے کو اختیار کیا تھا	543
79	فدیہ لینے پر عتاب کی توجیہ	544
80	حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں منافقین کے نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت	544
81	حضرت عمر کے قول کے موافق ''فتبارک اللہ احسن الخالقین'' کا نازل ہونا	545
82	حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں شراب کی تحریم کا نازل ہونا	545
83	حضرت عمر کا حضرت جبریل کی حمایت کرنا اور اس پر البقرہ: ۹۷ کا نازل ہونا	546

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
84	حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن مجید کی آیات کے نازل ہونے کا سبب	546
85	راستہ میں خواتین سے باتیں کرنے کا اور اپنی ماں کو نیکی کی نصیحت کرنے کا جواز اور رسول اللہ ﷺ کے حضرت عمر کے مشورہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ	546
86	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	547
87	خواتین کے لیے اپنی ضروریات میں گھر سے نکلنے کی اجازت	547
88	جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے پر اعتراض کا جواب	548
89	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	548
	باب: ۱۴	
90	گھروں میں قضاء حاجت کرنا	548
91	حدیثِ مذکورہ کے رجال کا تعارف	549
	باب:	549
92	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	549
	باب: ۱۵	
93	پانی کے ساتھ استنجاء کرنا	550
94	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	550
95	''غلام'' اور ''اداوۃ'' کا معنی	550
96	پانی سے استنجاء کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث	550
97	پانی سے استنجاء کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	551
98	کسی بڑے عالم کو چھوٹوں سے ایسی خدمت لینی چاہیے؟	552
	باب: ۱۶	
99	جس شخص کی طہارت کے لیے پانی لے جایا گیا	552
	باب: ۱۷	
100	استنجاء کے لیے پانی کے ساتھ نیزہ کو اٹھانا	553
101	نیزہ ساتھ رکھنے کی حکمتیں	553
	باب: ۱۸	
102	دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت	554
103	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	555
104	پانی میں پھونک مارنے کی ممانعت	555
105	باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	555
	باب: ۱۹	
106	پیشاب کرتے وقت اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے	556
	باب: ۲۰	
107	پتھروں سے استنجاء کرنا	556
108	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	557
109	ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنے کی ممانعت کی وجہ	557
110	حضرت سواد بن قارب کو ایک جن کا رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر دینا اور ان کا یہ خبر سن کر اسلام لانا	558
111	محترم اشیاء سے استنجاء کرنے کا عدم جواز اور دیگر مسائل	559
	باب: ۲۱	
112	گوبر سے استنجاء نہ کرے	559
113	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	560
114	ابوعبیدہ کے اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع پر دلائل	560
115	استنجاء کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ	561
116	آیا تین پتھروں سے استنجاء کرنا ضروری ہے یا دو پتھر بھی کافی ہیں؟	561
117	حافظ ابن حجر کا حدیث منقطع کو مرسل قرار دینا	562
118	تین سے کم پتھروں سے استنجاء کے جواز پر مزید دلائل	562

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
119	گوبر کے نجس ہونے میں مذاہب فقہاء اور ابن حزم داؤد اور دیگر غیر مقلدین کا رد	563
	باب: ۲۲	
120	ایک ایک بار وضوء کرنا	564
121	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	565
	باب: ۲۳	
122	دو دو مرتبہ وضوء کرنا	565
123	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	566
	باب: ۲۴	
124	تین تین مرتبہ وضوء کرنا	566
125	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	567
126	سر پر مسح کی کیفیت اور سر پر مسح کی تعداد میں مذاہب	567
127	نماز میں برے کاموں کا منصوبہ بنانا مذموم ہے اور نیک کاموں کا منصوبہ بنانا مستحسن ہے	568
128	وضوء کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے کن گناہوں کی بخشش ہوگی؟	568
129	وضوء کے بعد دو رکعت نماز سنت وضوء ہے نہ کہ تحیۃ الوضوء	569
130	عالم دین پر تبلیغ کا واجب ہونا اور دیگر مسائل	570
	باب: ۲۵	
131	وضوء میں ناک میں پانی ڈالنا	570
132	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	571
	باب: ۲۶	
133	پتھروں سے طاق مرتبہ استنجاء کرنا	571
134	بیدار ہونے کے بعد پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ان کو دھونے کا سنت ہونا اور اس کے ضمن میں متعدد مسائل	572

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۲۷	
135	پیروں کو دھویا جائے اور قدموں پر مسح نہ کیا جائے	572
	باب: ۲۸	
136	وضوء میں کلی کرنا	573
	باب: ۲۹	
137	ایڑیوں کو دھونا	574
	باب: ۳۰	
138	پیروں کو جوتوں میں دھونا اور جوتوں پر مسح نہ کرے	574
139	امام بخاری کے عنوان میں جوتوں پر مسح کی ممانعت کی توجیہ	575
140	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	576
141	صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ	576
142	کپڑوں اور ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا	576
143	احرام باندھنے کے وقت میں اختلاف ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلیل	577
	باب: ۳۱	
144	وضوء اور غسل میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا	577
145	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ام عطیہ کا تذکرہ	578
146	حدیث مذکور میں آپ کی جس صاحبزادی کو غسل دینے کا ذکر ہے، وہ حضرت سیدہ ام کلثوم ہیں یا سیدہ زینب؟ اور دیگر مسائل	578
147	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	579
148	حدیث مذکور کے بعض مسائل	579
	باب: ۳۲	
149	جب نماز کا وقت آئے تو پانی کو طلب کرنا	579
150	آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کے متعدد واقعات	580

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
151	نبی ﷺ کے معجزات کا تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ عظیم ہونا	581
152	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی احادیث کی شرح	581
	باب: ۳۳	
153	جس پانی سے انسان کا بال دھویا گیا ہو (اس کا شرعی حکم)	582
154	انسان کے بالوں کی طہارت یا نجاست میں مذاہب فقہاء	582
155	نبی ﷺ کے مونڈے ہوئے بالوں میں مذاہب فقہاء	582
156	الماوردی کے نزدیک آپ کے بالوں اور آپ کے فضلات کا نجس ہونا	583
157	شیخ تھانوی کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کا نجس ہونا	584
158	بعض غیر مقلد علماء کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کے نجس ہونا	584
159	اکثر شافعیہ کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات مبارکہ طاہر ہیں	585
160	رسول اللہ ﷺ کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث	585
	باب:	
161	کتوں کا جھوٹا اور ان کا مسجد میں گزرنا	588
162	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	589
163	انسان کے سر سے بال الگ ہونے کے بعد ان کے طاہر ہونے پر دلائل	589
164	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	590
165	احباب کو عطیات عطاء کرنا اور دیگر مسائل	590
166	باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم میں	591
	باب	
167	جب تم میں سے کسی ایک کے برتن سے کتا پی لے تو وہ اس کو سات مرتبہ دھوئے	591
168	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	591
169	کتے کے جھوٹے کے متعلق مذاہب فقہاء	591
170	کتے کے جھوٹے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	592
171	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	593
172	اللہ تعالیٰ کے شکر کا معنی	593
173	اللہ تعالیٰ کی بے نیازی	594
174	حدیث مذکور سے کتے کی طہارت پر استدلال اور اس کا جواب	594
175	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	594
176	مسجد میں کتوں کے آنے جانے اور پیشاب کرنے کی توجیہ	595
177	کتوں کو طاہر کہنے والوں کا رد اور کتوں کے مسجد میں پیشاب کرنے کی مزید توجیہات	595
178	کتوں کی طہارت پر علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل	596
179	علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل کے جوابات	596
180	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	597
181	حدیث مذکور سے امام مالک کے کتے کے جھوٹے کی طہارت پر استدلال اور اس کا جواب	597
182	شکار کرنے کے بعض احکام	598
	باب: ۳۴	
183	جس کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانہ کے راستے سے کسی چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے	598
184	حدیث مذکور کے مسائل	603
185	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	604
186	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	605

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
187	قرائن اور قیافہ سے کوئی حکم لگانا	606
188	جماع کے دوران انزال سے پہلے الگ ہونے پر صرف وضوء کا منسوخ ہونا اور وجوب غسل کے متعلق احادیث	606
	باب: ۳۵	
189	ایک شخص اپنے صاحب (آقا) کو وضوء کرائے	607
190	وضوء کرنے میں غیر سے مدد لینے کی اقسام اور اصاغر کا اکابر کی از خود خدمت کرنا	608
	باب: ۳۶	
191	حدث (وضوء ٹوٹنے) کے بعد قرآن مجید پڑھنا	608
192	بے وضوء قرآن مجید پڑھنے کی تحقیق	610
	باب: ۳۷	
193	جس کے نزدیک صرف بھاری غشی سے وضوء واجب ہوجاتا ہے	611
	باب: ۳۸	
194	پورے سر کا مسح کرنا	612
195	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	613
196	سر کے مسح میں مذاہب فقہاء	614
197	پورے سر کے مسح کرنے کے ثبوت میں امام مالک کے دلائل	614
198	تین بالوں کی مقدار سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء شافعیہ کے دلائل	614
199	چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل	615
200	عمامہ پر مسح کرنے کے جوابات	615
	باب: ۳۹	
201	پیروں کو ٹخنوں تک دھونا	616
	باب: ۴۰	
202	وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا	617
203	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کی طہارت اور برکت	618
204	باب مذکور کی تعلیق کی حدیث متصل	619
205	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کا پاکیزہ اور خوشبودار ہونا	620
206	باب مذکور کی تعلیق کی حدیث متصل	621
207	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمزم کے ڈول میں کلی فرمانا	621
	باب:	622
208	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	622
209	مہر نبوت کا معنی اور مفہوم	622
210	مہر نبوت کے متعلق متعدد روایات	622
211	مہر نبوت کے متعلق متعدد روایات کا حاصل	623
212	مہر نبوت کی حکمت	623
213	حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور بعض دیگر مسائل	624
214	وضوء کے مستعمل پانی کے متعلق امام ابوحنیفہ کے قول کو حافظ ابن حجر کا رد کرنا	624
215	حافظ بدرالدین عینی کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے دفاع کرنا	624
	باب: ۴۱	
216	جس نے ایک چلو پانی سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا	625
	باب: ۴۲	
217	سر کا مسح ایک بار کرنا	625
	باب: ۴۳	
218	مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ وضوء کرنا اور عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا	626

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
219	مردوں اور عورتوں کا ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنے کا جواز اور دیگر مسائل	627
	باب: ٤٤	
220	نبی ﷺ کا اپنے وضوء کے پانی کو بے ہوش شخص پر ڈالنا	627
221	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	628
222	کلالہ اور فرائض کا معنی	628
223	نبی ﷺ کے وضوء کے پانی سے شفاء اور برکت کا حصول	628
	باب: ٤٥	
224	مخضب اور پیالے اور لکڑی اور پتھر کے برتن میں غسل اور وضوء کرنا	629
225	ہر قسم کے مادے کے برتن میں وضوء کرنے کا جواز	629
226	جس برتن میں کلی کی ہو اس سے وضوء کرنے کا جواز	630
227	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	631
228	نبی ﷺ شافی الامراض ہیں' پھر وفات تک آپ کے بیمار رہنے کی توجیہ	631
229	آیا نبی ﷺ پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟	631
230	حضرت علی کا نام نہ لینے کی توجیہ	632
231	نبی ﷺ کو سات مشکوں کے پانی سے غسل کرانے کی حکمت	632
232	نبی ﷺ کو بیماری میں زیادہ تکلیف زیادہ اجر کی موجب ہے	633
233	حدیث الباب کے دیگر مسائل	633
	باب: ٤٦	
234	طشت کے پانی سے وضوء کرنا	633
	باب: ٤٧	
235	ایک لیٹر پانی سے وضوء کرنا	634
236	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	635
237	وضوء اور غسل میں پانی کی مقدار کا معین نہ ہونا اور فرق اور مکوک کے معنی	635
	باب: ٤٨	
238	موزوں پر مسح کرنا	635
239	موزوں پر مسح کرنے میں مذاہب فقہاء	636
240	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	638
	باب: ٤٩	
241	جب کسی شخص نے اپنے پیروں کو موزوں میں داخل کیا اور وہ پاک تھے	639
242	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	639
243	حافظ ابن حجر کے نزدیک موزے پہنتے وقت طہارت کاملہ کی شرط ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک حدث کے وقت' اس پر حافظ ابن حجر کا فقہاء احناف پر اعتراض	639
244	فقہاء احناف کی طرف سے علامہ عینی کا جواب اور حافظ ابن حجر کا رد	640
	باب: ٥٠	
245	جس شخص نے بکری کا گوشت اور ستو کھا کر وضوء نہیں کیا	641
246	آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء نہ کرنے کے متعلق احادیث	642
247	آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا حکم اور اس کا منسوخ ہونا	642
248	چھری سے گوشت کاٹ کر کھانے پر ایک فنی اعتراض کا جواب	643

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۵۱	
249	جس نے ستو کھانے کے بعد کلی کی اور وضوء نہیں کیا	644
250	کھانا کھانے کے بعد کلی کرنے کا استحباب‘ ضرورت کے وقت ذخیرہ اندوزوں سے طعام نکلوانا اور دیگر مسائل	644
	باب: ۵۲	
251	کیا دودھ پینے کے بعد کلی کرے؟	645
	باب: ۵۳	
252	نیند سے وضوء کرنا	646
253	اونگھ‘ نیند کے جھونکے اور نیند میں فرق	646
254	نیند سے وضوء ٹوٹنے میں مذاہب	646
255	نماز میں غلبہ نیند کے وقت دوبارہ نماز پڑھنے کے فوائد اور اگر نیند کا غلبہ نہ ہو تو وضوء کا نہ ٹوٹنا	647
	باب: ۵۴	
256	بغیر وضوء ٹوٹنے کے وضوء کرنا	648
257	ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق احادیث	649
258	ہر نماز کے لیے علیحدہ وضوء کرنے کی فضیلت اور استحباب	649
259	ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنا یا صرف مسواک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی	650
	باب: ۵۵	651
260	گناہ کبیرہ کی تعریف‘ صغیرہ اور کبیرہ میں فرق اور کبائر کے متعلق حدیث	651
261	’’حائط‘‘ اور ’’نمیمہ‘‘ کا معنی	652
262	اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے فرمایا: ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا حالانکہ ان کو گناہ کبیرہ کے سبب سے عذاب ہو رہا تھا	652
263	جن دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟	653
264	جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو اس وقت تک عذاب میں تخفیف ہونے کی توجیہ	653
265	تلاوتِ قرآن اور دیگر عبادات کے ایصالِ ثواب کا ثبوت	654
266	قبروں پر شاخ اور پھول وغیرہ رکھنے کا ثبوت	655
	باب: ۵٦	
267	پیشاب کو دھونے کے متعلق جو احادیث وارد ہیں	656
	باب:	657
268	علماء دیوبند کا قبروں پر پھول ڈالنے کو بدعت کہنا اور اس قول کا ابطال اور رد	657
	باب: ۵۷	
269	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کا اعرابی کو چھوڑے رکھنا حتیٰ کہ وہ مسجد میں پیشاب کرنے سے فارغ ہو گیا	658
270	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	659
271	زمین کے خشک ہونے سے اس کی طہارت پر اور ہر مائع چیز سے نجاست کے ازالہ پر احناف کے خلاف علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل	659
272	زمین کے خشک ہونے سے اس کے پاک ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل	660
273	ہر مائع چیز سے ازالہ نجاست پر فقہاء احناف کے دلائل	660
274	سخت زمین پر پانی بہانے اور نرم زمین کو کھودنے کے متعلق فقہاء احناف کے مذہب پر دلائل	661
275	مسجد میں کیا کام جائز ہیں اور کیا کام مکروہ تنزیہی ہیں اور کیا کام حرام ہیں؟	662
276	زیادہ برائی کے مقابلے میں کم برائی کو اختیار کر لینا چاہیے	662

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
277	اس اعتراض کا جواب کہ جب مسجد دھوپ سے خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی ہے تو اس پر پانی کیوں بہایا گیا؟	662
278	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	663
	باب: ۵۸	
279	مسجد میں پیشاب پر پانی بہانا	663
280	حدیثِ مذکور کا مکمل متن	663
281	اس اعتراض کا جواب کہ مبعوث تو رسول اللہ ﷺ تھے پھر صحابہ کو کیوں مبعوث قرار دیا؟	664
282	آسان احکام پر فتویٰ دینا چاہیے	664
	باب:	
283	پیشاب پر پانی بہا دے	664
284	حافظ ابن حجر کی شرح پر تنقید	665
	باب: ۵۹	
285	بچوں کے پیشاب کا حکم	665
286	پیشاب سے آلودہ کپڑے پر پانی چھڑکنے کے متعلق احادیث	666
287	''نضح'' کا معنی پانی بہانا ہے نہ کہ پانی چھڑکنا' اس کی ایک حدیث سے وضاحت	666
288	دیگر احادیث سے اس کی تائید کہ ''نضح'' کا معنی دھونا اور پانی بہانا ہے نہ کہ پانی چھڑکنا	667
289	دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہانے کے متعلق احادیث اور آثار	668
290	حدیث کے معنی کی وضاحت	670
291	حافظ ابن حجر کے حدیثِ مذکور سے استنباط کردہ مسائل اور ان پر حافظ عینی کا تعاقب	670
292	حافظ ابن حجر کے فقہاء احناف کے مذہب پر اعتراضات	670
293	مصنف کی طرف سے حافظ ابن حجر کے جوابات	671

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ٦٠	
294	کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا	671
295	غیر مملوک جگہ پر پیشاب کرنے کی توجیہات	672
296	کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے حکم میں مذاہب	672
297	کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی حدیث کے معارض احادیث کی توجیہات	672
298	نبی ﷺ کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی توجیہات	673
299	حدیثِ مذکور کے دیگر فوائد	673
	باب: ٦١	
300	اپنے کسی ساتھی یا دیوار کی آڑ میں پیشاب کرنا	673
301	حدیثِ مذکور کے مزید مسائل اور فوائد	674
	باب: ٦٢	
302	قوم کے کچرا گھر کے پاس پیشاب کرنا	674
303	کپڑوں پر پیشاب لگنے سے کپڑے کو کاٹ دینے کے متعلق نبی ﷺ کا ارشاد	674
304	پیشاب کی چھینٹوں کے متعلق ہماری شریعت میں سختی نہیں ہے	675
	باب: ٦٣	
305	خون کو دھونا	675
306	''حت' قرص'' اور'' نضح'' کا معنی	676
307	ہر مائع چیز سے نجاست کے ازالہ کی دلیل	676
308	قلیل نجاست کی مقدار میں مذاہب فقہاء	677
309	فقہاء احناف کے نزدیک قلیل نجاست کی مقدار	678
310	قلیل نجاست کا معیار آیا درہم کی چوڑائی ہے یا اس کا وزن؟	678
311	باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل	679
312	حیض اور استحاضہ کا معنی	680

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
313	اس اشکال کا جواب کہ آپ نے حیض ختم ہونے کے بعد نماز کا حکم دیا حالانکہ اس سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے	680
314	حائضہ عورت کو پیش آنے والے دیگر مسائل	680
	باب: ٦٤	
315	منی کو دھونا اور اس کو کھرچنا اور عورت سے جو چیز بدن پر لگے اس کو دھونا	681
316	منی کے طاہر یا نجس ہونے میں مذاہب فقہاء	682
317	منی کی طہارت پر امام شافعی اور امام احمد کے دلائل	682
318	علماء احناف کی طرف سے مذکورہ دلائل کے جوابات	682
319	صحابہ کرام کا منی آلودہ کپڑے کو دھونا یا اس سے منی کھرچنا	683
320	منی کے نجس ہونے پر عقلی دلیل	684
321	منی کے طاہر ہونے پر فقہاء شافعیہ کے عقلی دلائل اور ان کے جوابات	684
322	رطوبتِ فرج کا شرعی حکم	685
	باب: ٦٥	
323	جب جنابت کو دھویا یا کسی اور نجاست کو اور اس کا اثر نہیں گیا	686
324	صحیح ابن خزیمہ کی ایک حدیث سے حافظ ابن حجر کا منی کی طہارت پر استدلال اور مصنف کی طرف سے اس کے جوابات	687
	باب: ٦٦	
325	اونٹوں' چوپایوں اور بکریوں کے پیشاب کا حکم اور ان کے باڑوں کا حکم	688
326	امام بخاری کی تعلیق مذکور کی اصل اور اس تعلیق میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی	688
327	تعلیق مذکور سے امام بخاری کا مقصود	689
328	حافظ ابن حجر کا کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھنے کو بدعت قرار دینا اور مصنف کے نزدیک اس کا سنتِ ثابتہ ہونا	689
329	جانوروں کے پیشاب اور گوبر کی طہارت اور نجاست میں مذاہب فقہاء	690
330	گوبر پر نماز پڑھنے کی ممانعت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد	691
331	''عکل یا عرینۃ' حرّۃ'' اور ''لقاح'' کے معانی	692
332	ہر جاندار کے پیشاب کا حرام ہونا' ضرورت کے وقت حرام سے علاج' عرینیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے اور ان کو پانی نہ دینے کی توجیہ	692
333	بکریوں کے قرب میں پاک جگہ پر نماز پڑھنے کی اجازت اور اونٹوں کے قرب میں نماز پڑھنے کی ممانعت	694
334	بکریوں اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ اور اونٹوں کو شیطان فرمانے کی توجیہ	694
335	حافظ ابن حجر کا کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھنے کی طرف لوٹ آنا اور بکریوں اور اونٹوں کا فرق بیان کرنا	695
336	اونٹ کا حقیقت میں شیطان نہ ہونا	695
	باب: ٦٧	
337	گھی اور پانی میں نجاستوں کا واقع ہونا	695
338	فقہاء احناف کے نزدیک قلیل اور کثیر پانی کے طاہر اور نجس ہونے کا معیار	696
339	مردہ جانور کی ہڈیوں کی طہارت میں مذہب فقہاء	697
340	جمے ہوئے گھی اور پگھلے ہوئے گھی کا فرق	698

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
341	اعلیٰ حضرت کے نزدیک ناپاک گھی کو پاک کرنے کے تین طریقے	698
342	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	699
343	شہید کے خون کے مشک کی طرح خوشبودار ہونے کے فوائد	699
	باب: ۶۸	
344	ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا	700
345	کثیر پانی کے لیے قلتین معیار نہیں ہے اور دیگر فوائد	700
	باب: ۶۹	
346	جب نمازی کی پشت پر کوئی گندگی ڈال دی جائے یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی	701
347	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	703
348	"سلی" کے معنی کی تحقیق اور اس کے معنی میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی	703
349	اس حدیث میں مذکور بعض معین اشخاص کے اسماء کا تعارف	704
350	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	704
351	ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ	704
352	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے ضرر کو بددعاء کہنے کا عدم جواز	705
353	اس اشکال کا جواب کہ آپ کی پشت پر نجاست ڈال دی گئی تو پھر آپ کیوں نماز پڑھتے رہے؟	705
354	اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم	705
355	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائے ضرر کرنے کی توجیہ	706
	باب: ۷۰	
356	کپڑے میں تھوک رینٹ اور اس کی مثل کا حکم	707
357	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	708
	باب: ۷۱	
358	نبیذ اور نشہ آور مشروب کے ساتھ وضوء کرنا جائز نہیں ہے	708
359	نبیذ کا لغوی معنی	708
360	فقہاء احناف کے نزدیک نبیذ کی تعریف	708
361	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نبیذ کی تعریف	709
362	فقہاء شافعیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم	709
363	نبیذ سے وضوء کے جواز کے متعلق احادیث	710
364	فقہاء مالکیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم	710
365	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم	710
366	فقہاء احناف کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم	711
367	نبیذ سے وضوء کرنے پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ اعتراض کہ یہ حدیث ضعیف ہے	712
368	حافظ بدرالدین عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب	713
369	حافظ ابن حجر کا دوسرا اعتراض کہ نبیذ سے وضوء کرنا منسوخ ہے	714
370	حافظ بدرالدین عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب	714
371	خمر کا مطلقاً حرام ہونا اور غیر خمر مشروب کی صرف اس مقدار کا حرام ہونا جو نشہ آور ہو	715
372	ایلوپیتھک اور ہومیوپیتھک دواؤں سے علاج کرنے کا شرعی جواز	716
373	باب مذکور کی حدیث کی تحقیق شرح صحیح مسلم میں	716
	باب: ۷۲	
374	عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون کو دھونا	717
375	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	718
376	باب مذکور کی حدیث کی زیادہ تفصیل	718

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
377	خواتین کے لیے اپنے محارم کا علاج کرنے کا جواز' انبیاء پر تکلیفوں کی حکمت' علاج کی مشروعیت اور اپنی علمی فضیلت کو بیان کرنے کا جواز	718
378	آیا نبی ﷺ نے احد میں خون آلود کرنے والے کفار کے لیے دعا مغفرت کی تھی یا نہیں؟	719
	باب: ۷۳	
379	مسواک کرنا	720
380	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	721
381	بعض الفاظ کے معانی	721
382	مسواک کرنے کا سنت مؤکدہ ہونا	721
383	مسواک کرنے کا طریقہ	721
	باب: ۷۴	
384	بڑی عمر کے شخص کو مسواک دینا	722
385	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	723
386	اصل حدیث جس کا اختصار کیا گیا	723
387	بڑی عمر والے کی فضیلت	723
	باب: ۷۵	
388	اس شخص کی فضیلت جو وضوء کر کے رات کو سویا	723
389	دعا میں مذکور بعض کلمات کے معانی	724
390	"وبنبیك الذی ارسلت" کی "وبرسولك الذی ارسلت" پر وجوہ ترجیح	725
391	روایت بالمعنی کا جواز' رات کو وضوء کر کے اور اللہ کا ذکر کر کے سونا' دائیں کروٹ پر سونا اور موت کے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کی دعا کرنا	726
	۵ - کتاب الغسل	727
	باب: ۱	
1	غسل سے پہلے وضوء کرنا	728
2	غسل سے پہلے وضوء کا سنت ہونا اور پیروں کو ابتداء میں دھونے اور غسل کے بعد دھونے کی احادیث میں تطبیق	728
3	غسل کے بعد پیروں کو دھونے کی تصریح' منی اور جماع کے بعد نکلنے والی رطوبت فرج کی نجاست پر دلیل	729
	باب: ۲	
4	مرد کا عورت کے ساتھ غسل کرنا	729
5	مرد اور اس کی بیوی کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کا جواز اور ایک دوسرے کی شرم گاہ کی طرف دیکھنے کی تحقیق	730
	باب: ۳	
6	تقریباً ۴ چار لیٹر پانی سے غسل کرنا	731
7	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	731
8	حضرت عائشہ کا اپنے محارم کو حجاب کے پیچھے غسل کر کے دکھانا	732
9	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	733
10	غسل طہارت کے لیے چار لیٹر پانی کا کافی ہونا اور صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کا جواز	733
11	ننگے سر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے	733
	باب: ۴	
12	جس شخص نے اپنے سر پر تین بار پانی ڈالا	734
13	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	734
14	حدیث مذکور کی شرح	735
	باب: ۵	
15	ایک بار پانی ڈال کر غسل کرنا	735
	باب: ۶	
16	غسل کے وقت حلاب یا خوشبو سے ابتداء کرنا	736
17	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	736

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
18	حدیثِ مذکور کی شرح	736
	باب: ۷	
19	(غسل) جنابت میں غرارے کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا	737
20	غسل جنابت میں غرارے اور ناک میں پانی چڑھانے کی فرضیت کی تحقیق	737
21	تولیے سے بدن کو پونچھنا	738
22	وضوء اور غسل کے قطرات کا نجس نہ ہونا	739
	باب: ۸	
23	ہاتھ کو مٹی کے ساتھ ملنا تا کہ وہ صاف ہو جائے	740
	باب: ۹	
24	جب جنبی کے ہاتھ پر جنابت کے علاوہ کوئی اور نجاست نہ ہو تو کیا وہ ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ہاتھ ڈال سکتا ہے؟	740
	باب: ۱۰	
25	غسل اور وضوء کا الگ الگ کرنا	742
	باب: ۱۱	
26	جس نے غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا	743
	باب: ۱۲	
27	جب جماع کیا' پھر دوبارہ جماع کیا اور جس نے ایک غسل سے اپنی تمام ازواج سے جماع کیا	743
28	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	744
29	احرام سے پہلے جسم پر خوشبو لگانے میں مذاہب	744
30	دوسری بار جماع کرنے سے پہلے آیا وضوء کرنا واجب ہے یا نہیں؟	745
31	نبی ﷺ جو ایک شب میں تمام ازواج کے پاس گئے' اس کی وجوہ	745
32	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	745
33	آیا آپ کی ازواج گیارہ تھیں یا نو؟ اس کی تحقیق	746
34	ہمارے نبی ﷺ کی قوت چار ہزار مردوں کے برابر تھی	747
	باب: ۱۳	
35	مذی کو دھونا اور اس سے وضوء کرنا	748
	باب: ۱۴	
36	جس نے خوشبو لگائی' پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا	748
37	احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے میں امام مالک کا مذہب	749
38	احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب	750
	باب: ۱۵	
39	بالوں میں خلال کرنا اور جب یہ یقین ہو گیا کہ کھال تک پانی پہنچ گیا تو اس پر پانی بہا دینا	750
	باب: ۱۶	
40	جس نے جنابت میں وضوء کیا' پھر سارے جسم کو دھویا اور اعضاءِ وضوء کو دوبارہ نہیں دھویا	751
	باب: ۱۷	
41	جب کسی شخص کو مسجد میں یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو وہ اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے اور تیمم نہ کرے	752
42	اقامت کے بعد تکبیر تحریمہ پڑھنے اور نمازیوں کے کھڑے ہونے میں مذاہب اور جنبی کے مسجد میں داخل ہونے کے مذاہب اور علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	752
43	امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور امام ابوحنیفہ اور امام	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	مالک کا جنبی کو بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے سے منع کرنا اور امام شافعی اور امام احمد کا اس کی اجازت دینا	753
	باب: ۱۸	
44	غسل جنابت کے بعد ہاتھوں کو جھاڑنا	755
	باب: ۱۹	
45	جس نے غسل میں سر کی دائیں جانب سے ابتداء کی	755
	باب: ۲۰	
46	جس نے تنہائی میں برہنہ غسل کیا اور جس نے ستر کیا تو ستر افضل ہے	756
47	تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز اور تہبند باندھ کر نہانے کی فضیلت' انبیاء علیہم السلام کی صورت و سیرت کا بے عیب ہونا اور پتھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ	757
	باب: ۲۱	
48	غسل میں لوگوں کے سامنے پردہ کرنا	758
49	شرم گاہوں کے چھپانے پر قرآن مجید اور حدیث سے دلائل	759
50	جس نے بغیر عذر کے شرم گاہ کو نہیں چھپایا' اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی	760
	باب: ۲۲	
51	جب عورت کو احتلام ہو	761
	باب: ۲۳	
52	جنبی کا پسینہ اور مسلم نجس نہیں ہوتا	761
53	حافظ ابن حجر عسقلانی کا کافر اور اس کے پسینہ کو نجس کہنا' کتب شافعیہ بلکہ کتب مذاہب اربعہ بلکہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے	762
54	کافر اور اس کے پسینہ کی طہارت پر فقہاء مالکیہ کے دلائل	763
55	اہل فضل کا احترام' غسل جنابت کو مؤخر کرنے کا جواز اور جب جنبی کے جسم پر نجاست نہ ہو تو اس کے اعضاء کا طاہر ہونا	764
	باب: ۲۴	
56	جنبی نکلے اور بازار وغیرہ میں چلے	765
57	بغیر وضوء کیے جنبی کے کھانے پینے میں مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد	766
	باب: ۲۵	
58	جب جنبی غسل سے پہلے وضوء کرلے تو اس کا گھر میں ہونا	766
59	باب مذکور کی حدیث کا سنن کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب	767
	باب: ۲۶	
60	جنبی کا سونا	767
61	جنبی کے سونے اور کچھ کھانے سے پہلے اور دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء یا غسل کرنے کی تحقیق اور اس میں مذاہب ائمہ	768
62	جنبی کے لیے کچھ کھانے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کا منسوخ ہونا	769
63	دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کا منسوخ ہونا	769
64	نبی ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی ازواج کی تعداد اور ان کے اسماء	770
65	نبی ﷺ کی کل ازواج کی تعداد' اور اُن کی ترتیب اور اُن کی تعداد جو آپ سے پہلے فوت ہو گئیں اور جن کے ساتھ آپ نے دخول کیا اور جن کے ساتھ آپ نے دخول نہیں کیا اور جن کو صرف نکاح کا پیغام دیا اور ان کے ساتھ نکاح نہیں کیا اور	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	جن خواتین نے خود کو آپ کے اوپر پیش کیا' ان سب کے اسماء	771
66	ازواجِ مطہرات کے سنینِ وفات اور مقامِ تدفین	771
67	نبی ﷺ کا متعدد نکاح کرنا' تبلیغِ اسلام' احکامِ شرعیہ کی ترویج اور ان کے لیے نمونہ فراہم کرنے' دوست نوازی اور تشریعی مقاصد کے لیے تھا نہ کہ شہوت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے	772
	باب: ۲۷	
68	جنبی وضوء کرے پھر سو جائے	774
	باب: ۲۸	
69	جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں	775
70	چار شاخوں کا معنی	776
71	نفس دخول بلا انزال سے آیا صرف وضوء واجب ہوتا ہے یا غسل؟	776
72	وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس دخول بلا انزال سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے نہ کہ غسل	776
73	جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نفس دخول سے غسل واجب ہوتا ہے خواہ انزال نہ ہو	777
74	جن احادیث میں مذکور ہے کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے' وہ احتلام اور خواب پر محمول ہیں	777
75	غسل انزال سے واجب ہوتا ہے' یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا' اب منسوخ ہو چکا ہے' اب دخول بلا انزال سے بھی غسل واجب ہوتا ہے	778
76	قیاس سے اس کا ثبوت کہ نفس دخول غسل کا موجب ہے خواہ انزال نہ ہو	779
77	دو شرمگاہوں کے ملنے سے خواہ انزال نہ ہو وجوب غسل کے حکم میں امام مالک' امام احمد اور شافعی کی تصریح	779
	باب: ۲۹	
78	جسم پر جو رطوبت فرج لگ جائے' اس کا دھونا	780
79	کتاب الغسل میں امام بخاری کی عبارت پر بحث و نظر	781
80	علامہ ابن العربی کے امام بخاری پر دو اعتراض کہ امام بخاری نے اس صورت میں غسل کو مستحب کہا ہے حالانکہ یہ غسل واجب ہے اور انہوں نے ضعیف السند حدیث کو اپنی صحیح میں داخل کیا	781
81	حافظ ابن حجر کی طرف سے امام بخاری پر پہلے اعتراض کا جواب	782
82	حافظ ابن حجر کے جواب پر علامہ عینی کی جرح	782
83	حافظ ابن حجر کا علامہ ابن العربی کے دوسرے اعتراض کے جواب سے گریز	783
84	رطوبتِ فرج کی طہارت یا نجاست کے متعلق فقہاء شافعیہ کے دو قول	783
85	رطوبتِ فرج کی طہارت اور نجاست کے متعلق مذاہب احناف	784
86	''کتاب الغسل'' کا اختتام	784
	٦ - کتاب الحیض	785
1	حیض کا لغوی اور اصطلاحی معنی	785
2	حیض کے متعلق قرآن مجید کی آیت کی تفسیر	785
	باب: ۱	
3	حیض کی ابتداء کس طرح ہوئی' اور نبی ﷺ کا ارشاد: یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے	786
	باب:	
4	نفاس والی عورتوں کو جب نفاس آئے تو انہیں حکم دینا	787
5	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	787
6	حائض' نفساء اور جنبی کے طواف کے احکام	787

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
7	شروح صحیح مسلم میں حدیثِ مذکور کی شرح	787
	باب:۲	
8	حائض کا اپنے خاوند کا سر دھونا اور اس میں کنگھی کرنا	788
9	بیوی کی مرضی سے اس سے خدمت لینے کا جواز	789
10	حائض کو چھونے اور اس کو مس کرنے کا جواز	789
11	جنبی اور حائض کے جسم پر صرف حکمی نجاست ہے	790
	باب:۳	
12	مرد کا اپنی حائض بیوی کی گود میں قرآن پڑھنا	790
13	حائض اور جنبی کو قرآن مجید کے چھونے اور پڑھنے کی ممانعت اسی طرح بے وضوء کو بھی	791
	باب:٤	
14	جس نے نفاس پر حیض کا اطلاق کیا	792
15	''خمیصہ'' اور ''خمیلہ'' کے معنی	792
16	باب کے عنوان کی وضاحت اور حائض کے بعض احکام	793
17	نفاس والی عورتوں کے احکام	793
	باب:۵	
18	حائض کے ساتھ مباشرت کرنا یعنی اس کے جسم کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹانا	793
19	مباشرت کا معنی اور حائض سے مباشرت کی اقسام	794
	باب:٦	
20	حائض کا روزے کو ترک کر دینا	796
21	لعن' کفر اور عقل کے معانی اور عورتوں کا ناقص العقل اور ناقص الدین ہونا' اکثری حکم ہے' کلی نہیں ہے	797
22	خواتین کو وعظ کرنا' عیدین اور جمعہ کے لیے خواتین کو مساجد میں جانے سے فقہاء کا منع کرنا' وعظ کا طریقہ اور حدیثِ مذکور کے دیگر متعدد فوائد	798
	باب:۷	
23	حائض تمام مناسک حج ادا کرے سوائے بیت اللہ کے طواف کے	799
24	جنبی اور حائض کے قرآن پڑھنے کے جواز پر امام بخاری کے دلائل اور مصنف کے جوابات	799
25	جمہور فقہاء کے نزدیک جنبی اور حائض کے قرآن پڑھنے کی ممانعت اور ان کی متدل حدیث کی سند کی تحقیق	803
	باب:۸	
26	استحاضہ کا بیان	804
	باب:۹	
27	حیض کے خون کو دھونا	804
	باب:۱۰	
28	مستحاضہ کا اعتکاف	805
29	اعتکاف میں بیٹھنے والی آپ کی زوجہ کی تعیین اور مستحاضہ کے اعتکاف میں بیٹھنے کا جواز	806
	باب:۱۱	
30	آیا عورت اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے' جس میں اس کو حیض آیا تھا؟	806
	باب:۱۲	
31	حیض سے غسل کرتے وقت عورت کا خوشبو لگانا	807
32	''کست اظفار'' کے معنی کی تحقیق	808
33	شوہر کی موت پر سوگ کرنے کا وجوب	808
	باب:۱۳	
34	جب عورت حیض سے طہارت حاصل کرے تو اس کو اپنے جسم کو ملنا اور وہ کیسے غسل کرے اور وہ مشک کا ٹکڑا لے کر اس سے خون کے نشان کو صاف کرے	809
35	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	809
36	سوال کرنے والی عورت کی تعیین' حیض کی بدبو زائل کرنے کے لیے فرج پر غسل کے وقت خوشبو	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	لگانا اور دیگر مسائل	810
	باب: ١٤	
37	حیض میں غسل کرنا	810
	باب: ١٥	
38	حیض سے غسل کے وقت عورت کا کنگھی کرنا	811
39	حدیث: ۲۹۴ میں حضرت عائشہ کے حج کے احرام باندھنے کا ذکر ہے اور اس باب کی حدیث میں ان کے عمرہ کا احرام باندھنے کا ذکر ہے' آیا یہ حدیث غلط ہے یا ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہے؟	811
40	دونوں حدیثوں میں تطبیق	812
	باب: ١٦	
41	حیض سے غسل کے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنا	813
	باب: ١٧	
42	گوشت کا وہ لوتھڑا جس کی شکل وصورت نمایاں ہو یا نہ ہو	813
43	اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی قضاء وقدر کا علم ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم قیامت پر استدلال	814
	باب: ١٨	
44	حائض حج اور عمرہ کا احرام کس طرح باندھے؟	814
	باب: ١٩	
45	حیض کا آنا اور جانا	815
46	حیض کے آنے اور جانے کی علامتیں	815
	باب: ٢٠	
47	حائض نماز کی قضاء نہ کرے	816
48	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	817
49	سوال کرنے والی عورت کا نام اور "حرورية" کا معنی	817
	باب: ٢١	
50	حائض کے ساتھ سونا جبکہ وہ حیض کے کپڑے پہنے ہو	817
	باب: ٢٢	
51	جس نے طہارت کے کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے بنائے	818
	باب: ٢٣	
52	حائض کا عیدین اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہونا اور عیدگاہ سے نکل جانا	819
53	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	820
54	"عواتق' قصر بني خلف" اور "جلباب" وغیرہ کے معانی	820
55	نماز عید کے لیے خواتین کے عیدگاہ میں جانے کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب	820
56	حدیث مذکور کے دیگر مسائل	822
	باب: ٢٤	
57	جب عورت کو ایک ماہ میں تین حیض آئیں اور حیض میں عورتوں کی جو تصدیق کی جاتی ہے اور ان سے حیض کو اس صورت میں محمول کیا جاتا ہے جو ممکن ہو	823
58	ایک ماہ میں تین حیض گزرنے کے دعویٰ کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب	824
59	حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت میں مذاہب ائمہ	825
	باب: ٢٥	
60	غیر ایام حیض میں پیلا اور مٹیالہ رنگ	826
61	حیض کے خون کے رنگ	826
62	پیلے اور مٹیالے رنگ کے حیض ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ	827

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۶	
63	استحاضہ کی رگ	827
64	حدیثِ مذکور میں مستحاضہ کے نام میں ائمہ حدیث کا اختلاف	828
65	جس کا خون مسلسل جاری ہو آیا وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے گی یا دو نمازوں کے لیے یا ہر روز غسل کرے گی؟	829
	باب:۲۷	
66	جس عورت کو طوافِ زیارت کے بعد حیض آ جائے	830
67	ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	830
68	حائض سے طواف وداع کا ساقط ہو جانا اور طوافِ زیارت کا کسی سے ساقط نہ ہونا	831
69	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	831
70	اپنے قولِ سابق سے رجوع کرنے کی تحقیق	832
	باب:۲۸	
71	جب مستحاضہ طہر کو دیکھ لے	836
	باب:۲۹	
72	نفاس والی عورتوں کی نماز جنازہ پڑھنا اور اس کا طریقہ	837
73	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	837
74	زچگی میں فوت ہونے والی عورت کا نام اور نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے امام کے کھڑے ہونے کی جگہ میں مذاہب فقہاء	838
	باب:۳۰	838
75	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	839
76	حائض کا نجس نہ ہونا' عورت کا نمازی کے سامنے ہونے کے جواز اور قیمتی جانمازوں پر نماز پڑھنے کی تحقیق	839
77	کتاب الحیض کا اختتام	840

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۷- کتاب التیمم	841
	باب:۱	
1	اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "پس تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو" (النساء:۴۳' المائدہ:۶)	841
2	البیداء اور ذات الجیش کا تعین اور غزوہ بنو مصطلق اور غزوہ المریسیع کی تاریخ	842
3	ہار ملنے کے سلسلہ میں دو حدیثوں میں تعارض کا جواب	843
4	آیت تیمم کے نزول کا واقعہ منافقوں کے تہمت لگانے کے واقعہ کے بعد کسی غزوہ کا ہے	843
5	حدیثِ مذکور سے بیس مسائل کا استنباط	843
6	رسول اللہ ﷺ کے علم غیب پر ایک اعتراض کا جواب	846
7	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	847
8	نبی ﷺ کے مزید بارہ خصائص	847
9	نبی ﷺ کے ۸۵ خصائص	849
10	وفات کے بعد نبی ﷺ کے ۱۰ خصائص	849
11	باب نبوت کے ساتھ متعلق آٹھ خصائص	849
12	شریعت کے ساتھ مختص نو خصائص	849
13	نماز کے ساتھ مختص نو خصائص	849
14	جہاد کے متعلق نو خصائص	849
15	نکاح کے باب میں پندرہ خصائص	850
16	نبی ﷺ کے پچیس جامع خصائص	850
17	حدیثِ مذکور شرح صحیح مسلم میں	851
	باب:۲	
18	جب کوئی شخص پانی پائے نہ مٹی	851
19	حدیث میں اس کی تصریح کہ صحابہ نے بغیر وضوء اور بغیر تیمم کے نماز پڑھی تھی	852

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
20	''فاقد الطہورین'' (جوشخص وضوء اور تیمم پر قادر نہ ہو) کے متعلق فقہاء مالکیہ کا موقف	852
21	''فاقد الطہورین'' کے متعلق فقہاء شافعیہ کا موقف	853
22	''فاقد الطہورین'' کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف	853
23	''فاقد الطہورین'' کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	854
24	مذاہب اربعہ کا خلاصہ اور مصنف کی تحقیق	854
	باب: ۳	
25	شہر میں تیمم کرنا' جب کوئی شخص پانی نہ پائے اور نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو	855
26	نماز فوت ہونے کے خوف سے شہر میں تیمم کے جواز پر آثار صحابہ سے استدلال	855
27	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	857
28	حالت جنابت میں قرآن مجید کی تلاوت نہ کرنے پر دلیل	857
29	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	858
30	شہر میں تیمم کرنے کے جواز کے متعلق مذاہب ائمہ	858
31	شہری اور تندرست کے تیمم کے جواز پر علامہ ابن بطال کے دلائل کے جوابات	859
32	باب مذکور کی حدیث کو منسوخ قرار دینے کے جوابات	860
	باب: ٤	
33	کیا تیمم کرنے والا اپنے ہاتھوں پر پھونک مارے؟	860
34	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	861
35	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنبی کے لیے تیمم کا جائز نہ ہونا	861
36	قیاس اور اجتہاد پر دلیل	862
37	تیمم کی کیفیت میں مذاہب ائمہ	862
38	دوبار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	863
39	چہرے پر مٹی کا لیپ نہ کیا جائے	864
	باب: ۵	
40	چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم کرنا	864
41	تیمم کی کیفیت میں مذاہب ائمہ	866
42	حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کے لیے تیمم کا جواز	866
43	جنبی تیمم کر کے نماز پڑھے تو نماز کے اعادہ کی تفصیل	867
44	محدث کے اعضاء یا کپڑوں پر نجاست ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھنے کی تفصیل	867
45	اس کی تفصیل کہ کسی عذر کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ نہیں ہے	867
46	زمین کی جنس سے تیمم کرنے کے جواز میں مذاہب ائمہ	867
47	تیمم کر کے فرض نماز' نوافل اور نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	868
48	فقہاء احناف کے نزدیک ایک تیمم سے دو فرض نمازوں کے پڑھنے کا جواز اور اس پر دلائل	868
49	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کا فقہاء شافعیہ کے برعکس تیمم میں کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کو صحیح قرار دینا	869
50	امام ترمذی کا کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو بعض اہل علم کے حوالے سے ضعیف قرار دینا	869
51	امام شافعی اور فقہاء شافعیہ کا ایک ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو رد کرنا اور اس کو اجماع مسلمین کے خلاف قرار دینا	870
52	تیمم کے متعلق حضرت عمار کی مضطرب روایات	871

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۶	
53	پاک منی مسلمان کے لیے آلہ طہارت ہے اور اس کو پانی سے کافی ہے	872
54	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	875
55	حدیث مذکور میں جس سفر کا ذکر ہے اس کی تعیین	876
56	اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ جب نیند میں آپ کا دل بیدار رہتا ہے تو آپ کو سورج کے طلوع کا پتا کیوں نہیں چلا	876
57	اگر انسان کی تقصیر کے بغیر نماز قضاء ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہوگی	877
58	حدیث مذکور سے تیس سے زیادہ مسائل کا استنباط	877
59	''الصابئین'' کے معنی میں اختلاف اور البقرہ: ۶۲ کی تفسیر	880
60	حدیث مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں	881
	باب: ۷	
61	جب جنبی کو اپنے نفس پر مرض یا موت کا خطرہ ہو یا انسان کو پیاس کا خوف ہو تو وہ تیمم کرلے	881
62	حضرت عمرو بن العاص کے غسل کے بجائے تیمم کرنے کی تفصیل اور اس حدیث کی تشریح	882
63	باب کے عنوان کی تائید میں ایک اور حدیث اور اس کی تشریح	883
	باب: ۸	
64	تیمم میں ایک ضرب ہے	884
65	صحابہ کرام کا مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کے باوجود باہمی تعظیم و تکریم کو قائم رکھنا	886
	باب: ۹	886
☆	''کتاب التیمم'' کی تکمیل اور نعمۃ الباری کی جلد اوّل کا اختتام	887

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد اوّل کی ڈائری	889
☆	ماخذ و مراجع	891

Marfat.com

سرنامہ

بہ حضور باعث تخلیق کائنات' فخر موجودات
علیہ افضل الصّلوٰت وَاکمل التّحیات

Marfat.com

خطبة الكتاب

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه ربّ العالمين' الّذى جعلنا من المسلمين' ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين' وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم والصلوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين' الذى شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم' وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين' وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم' وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين' وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعمة البارى) توكلا على رحمة اللّٰه وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمى. فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح صحيح البخارى. (تقبله اللّٰه بلطفه وتغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ باللّٰه من شرور نفسى ومن سيئات اعمالى. من يهده اللّٰه فلا مضل له ومن يضلل' فلا هادى له. اللهم ارنى الحق حقًا وارزقنى اتباعه. اللهم ارنى الباطل باطلًا وارزقنى اجتنابه. اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا وشفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على وعلى والدى وان اعمل صالحًا ترضه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

Marfat.com

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں ﷺ پر درود وسلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار ورموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت وگمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف وعنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور ومقبول' مرغوب ومحبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

Marfat.com

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علٰی رسولہ الکریم

کلمات تشکر

اللہ تعالیٰ کا بے حد و بے حساب شکر ہے کہ اس نے ''تبیان القرآن'' کی تکمیل کے بعد مجھے ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' لکھنے کی سعادت عطا فرمائی۔

''صحیح البخاری'' کی دستیاب اردو شروحات دیکھ کر مجھے اکثر یہ خیال آتا تھا کہ کتب حدیث میں ''صحیح البخاری'' کا جو عظیم الشان مقام ہے' اس کے شایانِ شان اردو میں اس پائے کی کوئی شرح نہیں ہے' اس لیے میں چاہتا تھا کہ اردو میں بھی اس کی کوئی ایسی عظیم المرتبہ شرح لکھی جائے' جو عربی شروح میں سے ''شرح ابن بطال' عمدۃ القاری اور فتح الباری'' کا عکس جمیل ہو' کافی عرصہ سے میرے دل میں یہ تمنا تھی کہ میں ''صحیح البخاری'' کی ایسی وقیع شرح لکھوں جو میری لکھی ہوئی ''شرح صحیح مسلم'' سے فائق ہو' اللہ تعالیٰ کے بے پایاں کرم سے جب میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہو گیا تو اسی روز میں نے ''نعمۃ الباری'' کے نام سے ''صحیح البخاری'' کی شرح لکھنے کا آغاز کر دیا' تا آنکہ ۵ رجب ۱۴۲۷ھ/ یکم اگست ۲۰۰۶ء کو اس شرح کی جلد اوّل مکمل ہو گئی۔

اس شرح کی تحریک میں اور اس کے ساتھ تعاون میں سید محسن اعجاز حفظہ اللہ کا بہت بڑا دخل ہے' جو مسلسل اس کام میں دلچسپی لیتے رہے' اللہ تعالیٰ ان کی عمر' ان کے نیک اعمال اور ان کے رزق میں بے اندازہ برکتیں عطا فرمائے۔

مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہ وفضلہ نے بھی اس کام میں بہت دلچسپی لی ہے' وہ ہر منگل کو میرے پاس آتے ہیں اور میرا لکھا ہوا ایک ہفتہ کا مسودہ پڑھتے ہیں' اور لکھنے میں سبقت قلم سے جو فرو گزاشت ہو جاتی ہیں' مجھ سے مشورہ کر کے اس کی اصلاح کرتے ہیں۔

مولانا شبیر حسین نعیمی زید علمہ کا بھی شکر گزار ہوں' جنہوں نے ''نعمۃ الباری'' کی مکمل فہرس تیار کی' حضرت مفتی منیب الرحمان دامت الطافھم کا بھی سپاس گزار ہوں' وہ دار العلوم نعیمیہ میں قیام کے دوران مجھے مسلسل سہولتیں فراہم کرتے رہے ہیں' حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی اور مولانا محمد اطہر نعیمی کا بھی متشکر ہوں' وہ مجھے اکثر دعاؤں اور ہر طرح کے تعاون سے نوازتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور ان سب حضرات کو اپنے اپنے دینی مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور دنیا اور آخرت کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین

شرح سے پہلے میں نے اس کا مفصل مقدمہ لکھا ہے' اس مقدمہ کا کچھ حصہ تو میں نے اپنی پرانی کتاب ''تذکرۃ المحدثین'' سے لیا ہے اور اس میں کچھ مباحث میں نے نئے شامل کیے ہیں اور پرانے مباحث میں بھی کافی اضافہ کیا ہے۔

آخر میں قارئین کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ دعا کریں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح کی ابتداء کرنے کی توفیق

Marfat.com

عطا کی ہے اس کو مکمل کرنے کی بھی سعادت عطا فرمائے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی
۱۳ رجب ۱۴۲۷ھ/ ۹ اگست ۲۰۰۷ء
فون: ۰۳۰۰۔۲۱۵۶۳۰۹ / ۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

مقدمہ

مسلمانوں کے دین کا سرمایہ اور ان کی شریعت کی متاع کل رسول اللہ ﷺ کا نمونہ حیات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اقوال، احوال اور آپ کے شب و روز کے معمولات ہی ان کے لیے سرچشمہ ہدایت ہیں۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا' خلوت و جلوت' سفر و حضر اور نجی حالات سے لے کر عام سیاسی معاملات تک رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا کوئی واقعہ نہیں ہے مگر اس کو انہوں نے محفوظ کر لیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا تذکار کرتے اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک انہیں محفوظ رکھتے۔ ان کے بعد تابعین اور ان کے اتباع نے حفظ اور کتابت کے اس عمل کو جاری رکھا' یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی اور ابواب و کتب کی ترتیب سے حدیث کی کتابیں مدون ہوئیں۔ یوں ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی جامع سیرت اور دین کی مکمل تصویر پہنچنے کا اہتمام ہوا۔

اکابر علماء ملت اور اساطین شریعت نے علم حدیث کی تحصیل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے بارہا صرف ایک حدیث کی خاطر سینکڑوں میل کا سفر کیا' طلب حدیث میں کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی' وہ اپنے شاگردوں سے بھی احادیث روایت کر لیتے تھے' انہوں نے احادیث کو اپنے سینوں میں اور پھر نوشتوں میں محفوظ کیا' ناقلین حدیث کو پرکھنے کے لیے علم رجال ایجاد کیا اور اس میدان میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے' مگر حدیث کے ان عظیم کارناموں کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ علم حدیث کی دین میں کیا اہمیت ہے؟ اور اگر امت کے پاس آج احادیث کا یہ سرمایہ نہ ہوتا تو دین کی کیا شکل و صورت ہوتی؟

مشاہیر محدثین کا تذکرہ اور ان کی تصنیفات پر تبصرہ کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث کے اہم موضوعات پر اجمالاً گفتگو کر لی جائے تاکہ قارئین کو مضامین کتاب کی علی وجہ البصیرت معرفت حاصل ہو سکے' اس سلسلہ میں ہم حدیث کی ضرورت' حجیت اور تدوین پر مختصراً گفتگو کریں گے اور اس کے بعد حدیث کی تعریف' اقسام اور کتب حدیث کی انواع اور بعض دیگر اصطلاحات کا مختصراً بیان کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق

ضرورت حدیث

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول اور مبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں' جن کی تعبیر و تشریح بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں ہے' نیز احکام کی عملی صورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول کی ضرورت ہے۔ احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہیں' علاوہ ازیں مثلاً صلوٰۃ' زکوٰۃ' تیمم' حج اور عمرہ یہ محض الفاظ ہیں' لغت عربی ان الفاظ کے وہ معانی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں' پس اگر احادیث رسول موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔

حجیت حدیث

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور افعال کی پیروی کا حکم دیا ہے' چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُوْلَ. (آل عمران:۳۲) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. رسول تم کو جو حکم دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ (الحشر:۷)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ. آپ فرما دیجئے کہ تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ (آل عمران:۳۱)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. تمہارے اعمال کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱)

ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع قیامت تک کے مسلمانوں پر واجب ہے' اب سوال یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کے افعال کا کس ذریعہ سے علم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے' پس جب تک حضور کی زندگی ہمارے سامنے نہ ہو' ہم اپنی زندگی کو حضور کے اسوہ میں کیسے ڈھال سکیں گے اور جب کہ ہمیں اسوۂ رسول پر اطلاع صرف احادیث سے ہی ممکن ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح صحابہ کے لیے بنفس نفیس حضور کی ذات ہدایت تھی' اسی طرح ہمارے لیے حضور کی احادیث ہدایت ہیں اور اگر احادیث رسول کو حضور کی دی ہوئی ہدایات اور آپ کے نمونہ کے لیے معتبر مآخذ نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر ناتمام رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے لیے صرف قرآن کو کافی قرار نہیں دیا بلکہ قرآن کے احکام کے ساتھ ساتھ رسول کے احکام کی اطاعت اور اس کے افعال کی اتباع کو بھی لازم قرار دیا ہے اور اس کے اقوال اور افعال کو جاننے کے لیے احادیث کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

احادیث شریفہ کو اگر معتبر نہ مانا جائے تو نہ صرف یہ کہ حضور کی دی ہوئی ہدایات سے ہم محروم ہوں گے بلکہ قرآن کریم کی دی ہوئی ہدایات سے بھی ہم مکمل طور پر مستفید نہیں ہوسکیں گے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن نازل فرمایا لیکن اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی' چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ. ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں سے بیان کریں جو ان کی طرف احکام نازل کیے گئے ہیں۔ (النحل:۴۴)

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. (آل عمران:۱۶۴) اور وہ (رسول) مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

ممکن ہے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ آیات کے معانی کا بیان اور کتاب وحکمت کی تعلیم صرف صحابہ کے لیے تھی تو میں اوّلاً یہ کہوں گا کہ اسلام صرف صحابہ کا نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کا دین ہے' اس لیے جس ہدایت کی انہیں ضرورت تھی' ہمیں بھی ضرورت ہے۔

ثانیاً: صحابہ کرام جب اپنی بلندی مقام اور جناب رسالت مآب سے قرب کے باوجود قرآنی احکام کو سمجھنے کے لیے حضور کے بیان اور آپ کی تعلیم کے محتاج تھے تو بعد کے لوگ تو بدرجہ اولیٰ اس بیان اور تعلیم کی طرف محتاج ہوں گے۔

Marfat.com

ثالثاً: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ . (الجمعۃ: ۳۔۲)

وہ ذات جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک بڑی شان والا رسول بھیجا' جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے ○ اور بعد کے لوگوں کو جو ابھی پہلوں کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی جو تعلیم دی ہے' وہ صحابہ کے لیے بھی ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے بھی' پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن کریم کی تعلیم دینا اور آیات کے معانی بیان کرنا جس طرح صحابہ کے لیے تھا' اسی طرح قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور اگر احادیث کو معتبر نہ مانا جائے تو بعد کے لوگوں کے لیے حضور کی تعلیم اور تزکیہ کا کس طرح ثبوت ہوگا اور اس آیت کا صدق کیسے ظاہر ہوگا۔

آپ ہی سوچیے! اگر حضور نہ بتلاتے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ لفظ صلوٰۃ سے یہ ہیئت مخصوصہ مراد ہے' مؤذن کی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک نماز اور جماعت کی تفصیل ہمیں کیونکر معلوم ہوتی' اس طرح حج اور عمرہ کا بیان' احرام کہاں سے اور کس دن باندھنا ہے' وقوفِ عرفہ' طوافِ زیارت و وداع' ان تمام احکام کی تفصیل اور تعیین قرآن میں کہیں نہیں ملتی' حد یہ ہے کہ قرآن میں یہ بھی مذکور نہیں کہ حج کس دن ادا کیا جائے' زکوٰۃ کا صرف لفظ قرآن میں مذکور ہے' لیکن عُشر اور زکوٰۃ کی کسی تفصیل کا قرآن میں بیان نہیں' پھر ان کی شرعی ہیئت کذائی جس سے فرائض' واجبات اور آداب کی تمیز ہو' قرآن میں کہیں نہیں ملتی۔

قرآن کریم کے بیان کردہ ان تمام احکام کی تفصیل اور تعیین صرف حضور سے ملتی ہے' عہد رسالت میں صحابہ کو یہ بیان زبان رسالت سے حاصل ہوا اور بعد کے لوگوں کو یہی بیان احادیث نبویہ سے حاصل ہو رہا ہے اور جو شخص ان احادیث کو معتبر نہیں مانتا' اس کے پاس قرآن کریم کے مجمل اور مبہم احکام کی تفصیل اور تعیین کے لیے کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن چیزوں کو حلال اور حرام کیا' قرآن میں کہیں ان کا ذکر نہیں ہے۔ ان کا ذکر صرف احادیثِ رسول سے ہی ممکن ہے' حضور نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام کیا' دراز گوش اور حشرات الارض کو حرام کیا اور ہمارے لیے ان احکام کا علم صرف احادیثِ رسول سے ہی ممکن ہے اور اگر احادیثِ رسول کو حجت نہ مانا جائے تو حلت وحرمت کے تمام احکام کے لیے شریعت اسلامیہ متکفل نہیں ہوگی۔

قرآن کریم کے نفس مضمون کو سمجھنے کے لیے بھی ہمیں احادیث کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات کا نزول کسی خاص واقعہ سے متعلق ہوتا ہے' بعض دفعہ کسی خاص سوال کے سبب سے کوئی آیت نازل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ مشرکین یا منافقین کی کسی بات کے ردّ میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے' کبھی کسی آیت میں عہد رسالت میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی صحابہ کے کسی عمل پر تنبیہ یا اس کی تائید میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے' لہٰذا جب تک اس قسم کی تمام آیات کے پس منظر اور اسبابِ نزول کا علم نہ ہو' ان کا کوئی واضح معنی سمجھ میں نہیں آتا اور اگر فہم قرآن کے لیے احادیثِ نبویہ کو ایک معتبر ماخذ اور حجت نہ مانا جائے تو قرآن مجید کی بعض آیات ایک چیستان اور معمہ بن کر رہ جائیں گی۔

Marfat.com

تدوین حدیث

عام طور پر منکرین حدیث یہ کہتے ہیں کہ احادیث کی تدوین رسول اللہ ﷺ کی وفات کے اڑھائی سو سال بعد کی گئی ہے اس لیے کتب احادیث قابل اعتبار نہیں ہیں' لیکن ان کا یہ قول سخت مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے' کیونکہ احادیث رسول کی حفاظت اور کتابت کے سلسلہ میں عہد رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک پورے تسلسل اور تواتر سے کام ہوتا رہا ہے اور اڑھائی سو سال کے اس طویل عرصہ کے کسی وقفہ میں بھی اس کام کا انقطاع نہیں ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں متعدد صحابہ کرام نے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا' امام بخاری اپنی ''صحیح'' میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے طویل خطبہ دیا۔ یمن کے ایک شخص (ابوشاہ) نے آ کر عرض کیا: ''اکتب لی یا رسول اللّٰہ'' یارسول اللہ! میرے لیے (یہ خطبہ) لکھ دیجئے' آپ نے حکم دیا: ''اکتبوا لابی فلان'' اس شخص کے لیے (یہ خطبہ) لکھ دو۔ (صحیح البخاری ج ا ص ۲۲' طبع کراچی)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو احادیث لکھنے کی عام اجازت تھی' انہی سے روایت ہے:

عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال کنت اکتب کل شیء اسمعه من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ارید حفظه فنهتنی قریش وقالوا اتکتب کل شیء تسمعه ورسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بشر یتکلم فی الغضب والرضاء فامسکت عن الکتابة فذکرت ذلک الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فاوما باصبعه الی فیه فقال اکتب فوالذی نفسی بیده ما یخرج منه الا الحق. (سنن ابوداؤد: ۳۶۴۶' بیروت' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۸' طبع مجتبائی پاکستان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حفاظت کے خیال سے رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہر بات لکھ لیتا تھا' پس بعض قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم حضور سے سن کر ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ بھی ایک بشر ہیں' آپ کبھی ناراض کبھی خوش ہوتے ہیں اور یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا' جب رسول اللہ ﷺ سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے دہن اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: لکھا کرو' قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے احادیث لکھنے کا تذکرہ کیا ہے' فرماتے ہیں:

ما من اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم احد اکثر حدیثا عنه منی الا ما کان من عبد اللّٰه بن عمرو فانه کان یکتب ولا اکتب.

(صحیح البخاری ج ا ص ۲۲' طبع کراچی)

نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس حضور کی احادیث محفوظ نہ تھیں' سوا عبداللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

''ابوداؤد'' اور ''بخاری'' کی ان روایتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو احادیث قلم بند کیا کرتے تھے' رہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ ﷺ کی توجہ کی وجہ سے ان کا حافظہ بہت تیز ہو گیا تھا' اس وجہ سے وہ احادیث نہیں لکھتے تھے تاہم ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی احادیث کتب اور صحائف کی شکل میں بھی محفوظ تھیں' چنانچہ عمرو بن امیہ بیان کرتے ہیں:

تحدث عند ابی هریرة بحدیث فاخذ بیدی

حضرت ابوہریرہ کے سامنے ایک حدیث پر گفتگو ہوئی تو وہ

Marfat.com

الی بیته فارانا کتبا من حدیث النبی صلی اللہ علیه وسلم وقال ھذا ھو مکتوب عندی.

میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہمیں (احادیث کی) کتابیں دکھائیں اور کہا: دیکھو وہ حدیث میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۷ طبع مصر)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ کے پاس ان کی تمام مرویات لکھی ہوئی محفوظ تھیں' حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ ابتداء زمانۂ رسالت میں احادیث نہیں لکھتے تھے' حضور کے وصال کے بعد انہوں نے احادیث کو لکھ لیا یا اسی زمانہ میں وہ کسی اور شخص سے ان احادیث کو لکھواتے رہے ہوں گے اور حضرت انس نے تو احادیث لکھ کر حضور کو سنانے کا شرف بھی حاصل کر لیا تھا' چنانچہ قتادہ روایت کرتے ہیں:

کان یملی الحدیث حتی اذا اکثر علیه الناس جاء بمجمال من کتب فالقاھا ثم قال ھذہ احادیث سمعتھا و کتبتھا عن رسول اللہ و عرضتھا علیه.

حضرت انس احادیث لکھوایا کرتے تھے اور جب لوگ زیادہ تعداد میں آئے تو وہ اپنا صحیفہ لے کر آئے اور اس کو ان کے آگے رکھ کر فرمایا: یہ وہ احادیث ہیں جن کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھا اور انہیں میں آپ پر پیش کر چکا ہوں۔

(تقیید العلم ص ۹۶۔۹۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بھی احادیث کو لکھ کر صحائف میں محفوظ رکھا کرتے تھے' چنانچہ روایت ہے:

یروی عن عبد اللہ بن عمرو کان خرج الی السّوق نظر فی کتبه وقد اکد الراوی ان کتبه ھذہ کانت فی الحدیث.

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو جب بھی بازار جاتے تو اپنی کتابوں کو دیکھ لیتے تھے' راوی تاکید کہتے ہیں کہ ان کی وہ کتابیں احادیث پر مشتمل تھیں۔

(الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع ص ۱۰۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص' حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک کے بارے میں آپ کی نظر سے شواہد گزر چکے ہیں کہ یہ حضرات عہد رسالت میں احادیث کو صحائف میں لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے' اب ہم آپ کے مطالعہ میں ایک ایسا شاہد پیش کرتے ہیں' جس سے ظاہر ہوگا کہ سرکار کے زمانۂ اقدس میں بالعموم صحابہ کرام احادیث لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے' چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں:

کان عند رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ناس من اصحابه وانا معھم وانا اصغر القوم فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار فلما خرج القوم قلت کیف تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وقد سمعتم ما قال وانتم تنھمکون فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فضحکوا وقالوا یا ابن اخینا ان کل ما سمعنا منه عندنا فی کتاب.

رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے صحابہ میں سے چند لوگ حاضر تھے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا' جب کہ میں ان سب سے کم عمر تھا' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے' جب لوگ باہر گئے تو میں نے ان سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے احادیث کیسے بیان کرتے ہو جب کہ تم آپ کا ارشاد سن چکے ہو اور آپ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ سے بہ کثرت احادیث بیان کرتے ہیں' یہ سن کر وہ لوگ ہنسے اور کہنے لگے: اے بھتیجے! ہم لوگ جو بھی بیان کرتے ہیں' وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲۔۱۵۱' بیروت)

Marfat.com

ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احادیث کو لکھنے اور محفوظ کرنے کا کام عہدِ رسالت میں شروع ہو چکا تھا اور صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور آپ کے افعال اور احوال لکھ کر قلم بند کیا کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض احادیث میں لکھنے کی جو ممانعت آئی ہے وہ بعض مواقع کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان صورتوں میں لکھنے سے منع فرمایا تھا' جن میں قرآن اور حدیث کے اشتباہ کا احتمال تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد دورِ صحابہ میں تابعین نے صحابہ کی مرویات کو لکھ کر محفوظ کرنا شروع کیا' حضرت ابو ہریرہ جن سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں' انہوں نے بے شمار شاگرد تیار کیے اور ان لوگوں نے ان احادیث کو لکھ کر محفوظ کیا اور یہ سلسلہ روایت آگے بڑھایا' چنانچہ ''مسند دارمی'' میں ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بشیر بن نہیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا' حضرت عبد اللہ بن عباس سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) احادیث مروی ہیں' ان کی روایات کو دوسرے شاگردوں کے علاوہ کریب نے محفوظ کر لیا تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۶' دار صادر' بیروت) اور حضرت انس جو کہ دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث کے راوی ہیں' ان کے بارے میں ''مسند دارمی'' میں ہے کہ ان کی مرویات کو ابان نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث کی روایت کرتی ہیں' ان کی احادیث کو عروہ بن الزبیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ (الکفایہ ص ۲۲۹) حضرت عبد اللہ بن عمر جو ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث کی روایت کرتے ہیں' ''طبقاتِ ابن سعد'' اور ''دارمی'' میں ہے کہ ان کی روایات کو نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا اور حضرت جابر جو ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث کے راوی ہیں' ان کی مرویات کو قتادہ بن دعامہ سدوسی نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

(طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۴۷' دار صادر' بیروت)

مذکور الصدر سطور میں چند مثالیں پیش کی ہیں' ورنہ صحابہ کرام سے احادیث کا سماع اور روایت کرنے والے تمام حضرات احادیث کو ضبطِ تحریر میں لے آتے تھے۔ پہلی صدی ہجری کے اخیر تک اسی طرح متفرق طور پر کتابت کے سہارے تدوین حدیث کا کام آگے بڑھتا رہا' احادیث کے یہ صحائف اور نوشتے کسی نقطہ پر مشترک اور کسی جہت سے مجتمع نہ تھے' بغیر کسی ترتیب کے تابعین کرام نے اپنی اپنی مرویات کو اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کر رکھا تھا' یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا زمانہ خلافت آیا اور انہوں نے احادیث کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا' چنانچہ اس کام کے لیے انہوں نے معتمد اور مستند علماء کی ایک کمیٹی مقرر کی' جن میں ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم' قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عمر بن عبد العزیز نے مختلف علاقوں سے احادیث کا لکھا ہوا ذخیرہ جمع کیا اور ابن شہاب زہری نے ان احادیث کو ترتیب دیا' تہذیب سے منظم اور منضبط کیا۔ (تدریب الراوی ص ۴۷) احادیث کو جمع اور منظم کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرنے کی ابتداء بھی ابن شہاب زہری نے کی ہے۔ اسی وجہ سے ان کو علم اسناد کا واضع کہا جاتا ہے۔

احادیث کی ترتیب اور تہذیب کا جو کام ابن شہاب زہری نے شروع کیا تھا' اس کام کو ان کے مایہ ناز تلامذہ برابر آگے بڑھاتے رہے یہاں تک کہ دوسری صدی کے اخیر میں ان کے ایک نامور شاگرد امام مالک بن انس اصبحی نے احادیث کو باب وار ترتیب دے کر پہلا مجموعہ حدیث ''موطا'' کے نام سے پیش کر دیا۔

''موطا امام مالک'' کے علاوہ امام اعظم نے اپنی مرویات کو ''کتاب الآثار'' کے نام سے پیش کیا' جس کو ان کے لائق اور قابلِ صد فخر تلامذہ نے الگ الگ روایت کیا ہے' ان حضرات کے علاوہ دوسری صدی کے جن دوسرے متعدد بزرگ مصنفین نے فنِ حدیث

میں کتابیں پیش کی ہیں' ان میں سے بعض کی کتابیں یہ ہیں: سنن ابوالولید ۱۵۱ھ' جامع سفیان ثوری ۱۶۱ھ' مصنف ابی سلمۃ ۱۶۷ھ' مصنف ابن سفیان ۱۹۷ھ' جامع سفیان بن عیینہ ۱۹۸ھ اور تیسری صدی کے جن مصنفین نے حدیث کی کتابیں تصنیف کی ہیں' ان میں سے بعض حضرات کی کتابیں یہ ہیں: کتاب الام للشافعی ۲۰۴ھ' مسند احمد بن حنبل ۲۴۱ھ' الجامع الصحیح للبخاری ۲۵۶ھ' الجامع للمسلم ۲۶۱ھ' سنن ابوداؤد ۲۷۵ھ' الجامع للترمذی ۲۷۹ھ' سنن ابن ماجہ ۲۷۳ھ۔

مضبوط اور مستحکم حوالہ جات کی روشنی میں ہم نے آپ کے سامنے عہد رسالت سے لے کر صحاح ستہ کے مصنفین تک تدوین حدیث کا ایک مربوط جائزہ پیش کر دیا ہے' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانۂ رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک ہر دور میں احادیث کو قلم بند کیا جاتا رہا اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک ہر طرح سے حدیث کی حفاظت کی جاتی رہی' نیز ہر دور میں لوگوں نے اپنے زمانہ کے مخصوص تقاضوں اور تصنیف و تالیف کے رجحانات کو سامنے رکھ کر احادیث کی تدوین کی' یہاں تک کہ تیسری صدی میں مصنفین صحاح ستہ نے پہلے لوگوں کی خوبیوں کو نئے اضافوں کے ساتھ ضم کر کے ایک جامع اسلوب کے ساتھ اپنی تصانیف کو پیش کیا' جن کا تفصیلی تعارف اور تبصرہ اس کتاب کے آئندہ ابواب میں پیش کیا جا رہا ہے۔ حدیث کی ضرورت' حجیت اور تدوین پر بحث کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی تعریف اور اس کی اقسام وغیرہ پر بھی گفتگو کر لی جائے۔

تعریف حدیث

علم حدیث کی دو قسمیں ہیں: علم حدیث روایۃً اور علم حدیث درایۃً' حدیث از روئے روایت اس علم کو کہتے ہیں' جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال' افعال' احوال اور اوصاف کی معرفت حاصل ہو۔ اس علم کا موضوع خود حضور کی ذات مقدسہ ہے' اور علم حدیث از روئے درایت وہ علم ہے' جس سے راوی اور مروی عنہ کے حالات بہ حیثیت رد اور قبول معلوم ہوں' اس علم کا موضوع راوی اور مروی عنہ ہیں۔

اقسام حدیث

حدیث کی تعریف کے بعد اس کی بعض ضروری اقسام کی تعریفیں پیش کی جاتی ہیں:

مرفوع : جس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال' افعال اور تقریرات کا بیان ہو۔

موقوف : جس حدیث میں صحابہ کرام کے اقوال' احوال اور تقریرات کا بیان ہو۔

مقطوع : جس حدیث میں تابعین کے اقوال' افعال اور تقریرات کا بیان ہو۔

متصل : جس حدیث کی سند سے کوئی راوی ساقط نہ ہو۔

معلق : جس حدیث کی سند کے شروع سے راوی کو حذف کر دیا جائے' خواہ یہ حذف بعض کا ہو یا کل کا۔

مرسل : جس حدیث کی سند کے اخیر سے راوی کو ساقط کر دیا جائے' مثلاً تابعی حضور سے روایت کرے اور صحابی کو چھوڑ دے۔

معضل : درمیان سند سے دو متوالی راویوں کو چھوڑ دیا جائے۔

منقطع بہ معنی اخص: دو سے زیادہ راویوں کو سند میں ایک جگہ سے یا دو راویوں کو متعدد جگہ سے چھوڑ دیا جائے۔

مضطرب : سند یا متن حدیث میں زیادتی' نقصان یا تقدیم و تاخیر کر دی جائے۔

مدرج : متن حدیث میں راوی اپنا یا غیر کا کلام ملا دے۔

شاذ : جس میں ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے (اس کا مقابل محفوظ ہے)۔
منکر : جس روایت میں زیادہ ضعیف راوی کم ضعیف کی مخالفت کرے (اس کا مقابل معروف ہے)۔
معلل : جس حدیث میں علت خفیہ قادحہ ہو مثلاً حدیث مرسل کو موصولاً روایت کیا جائے۔
صحیح لذاتہ : جس حدیث کے تمام راوی متصل عادل تام الضبط ہوں اور وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معلل ہو۔
صحیح لغیرہ : جس حدیث میں کمال ضبط کے سوا صحیح لذاتہ کی تمام صفات ہوں اور ضبط کی کمی تعدد طرق روایت سے پوری ہو جائے۔
حسن لذاتہ : جس حدیث میں کمال ضبط کے سوا صحیح لذاتہ کی تمام صفات ہوں اور یہ کمی تعدد طرق سے پوری نہ ہو۔
حسن لغیرہ : جو حدیث صحیح لذاتہ کی ایک سے زیادہ صفات سے قاصر ہو لیکن یہ کمی تعدد طرق روایت سے پوری ہو جائے۔
ضعیف : جو حدیث صحیح لذاتہ کی ایک سے زیادہ صفات سے قاصر ہو اور تعدد طرق سے وہ کمی پوری نہ ہو۔
متروک : جس حدیث کی سند میں کوئی راوی متہم بالکذب ہو۔
موضوع : جس حدیث کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس سے وضع فی الحدیث ثابت ہو۔
غریب : جس حدیث کی سند کا کوئی راوی سلسلہ سند کے کسی شیخ سے روایت میں منفرد ہو۔
عزیز : جس حدیث کے دو راوی ہوں پھر سلسلہ سند کے ہر راوی سے کم از کم دو شخص روایت کرتے ہوں۔
مشہور : جو حدیث دو سے زیادہ طرق سے مروی ہو (یعنی سلسلہ سند میں کسی شخص سے بھی تین سے کم راوی نہ ہوں اور نہ زیادتی حد تواتر سے کم ہو)[1]
متواتر : جو حدیث ہر دور میں اتنے کثیر طرق سے مروی ہو کہ ان روایات کا توافق علی الکذب عادۃً محال ہو۔

اقسام کتب حدیث

کتب حدیث کی انواع اور اقسام کافی زیادہ ہیں یہاں پر بعض ضروری اقسام کو بیان کیا جا رہا ہے۔
صحیح : جس کتاب کے مصنف نے صرف احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہو جیسے ''صحیح بخاری و صحیح مسلم'' وغیرہ۔
جامع : جس کتاب میں آٹھ عنوانوں کے تحت احادیث لائی جائیں اور وہ یہ ہیں: سیر آداب تفسیر عقائد فتن احکام اشراط مناقب جیسے ''بخاری'' اور ''ترمذی'' وغیرہ۔
سنن : جس کتاب میں فقط احکام سے متعلق احادیث ہوں جیسے ''سنن ابوداؤد نسائی''۔
مسند : جس کتاب میں ترتیب صحابہ سے احادیث لائی جائیں جیسے ''مسند احمد بن حنبل''۔
معجم : جس کتاب میں ترتیب شیوخ سے احادیث لائی جائیں جیسے ''معجم طبرانی''۔
مستخرج : جس کتاب میں کسی اور کتاب کی احادیث کو ثابت کرنے کے لیے ان احادیث کو مصنف کتاب کے شیخ یا شیخ الشیخ کی دیگر اسناد سے وارد کیا جائے جیسے ''مستخرج لابی نعیم علی البخاری''۔
مستدرک : جس کتاب میں مختلف ابواب کے تحت ان احادیث کو لایا جائے جو ان ابواب میں کسی اور مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے حاکم کی ''مستدرک علی الصحیحین''۔

[1] غریب عزیز اور مشہور ان میں سے ہر قسم کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

رسالہ : جس کتاب میں جامع کے آٹھ عنوانوں میں سے کسی ایک عنوان کے تحت احادیث ہوں جیسے امام احمد کی "کتاب الزہد" آداب میں اور ابن جریر طبری کی کتاب "تفسیر" میں۔

جز : جس کتاب میں صرف ایک موضوع پر احادیث ہوں جیسے امام بخاری کی "جزء القراءۃ خلف الامام"۔

اربعین : جس کتاب میں چالیس احادیث ہوں جیسے "اربعین نووی"۔

امالی : جس کتاب میں شیخ کے املاء کرائے ہوئے فوائد حدیث ہوں جیسے "امالی امام محمد"۔

اطراف : جس کتاب میں حدیث کا صرف وہ حصہ ذکر کیا جائے جو بقیہ پر دلالت کرے اور پھر اس حدیث کے تمام طرق اور اسانید بیان کر دیئے جائیں یا بعض کتب مخصوصہ کی اسانید بیان کی جائیں جیسے "اطراف الکتب الخمسۃ لابی العباس" اور "اطراف المزی"۔

طبقات کتب حدیث: شاہ ولی اللہ نے کتب حدیث کی صحت شہرت اور مقبولیت کے اعتبار سے چار طبقے بیان کیے ہیں جن کو ہم تلخیص کے ساتھ پیش کر دیتے ہیں۔

(۱) پہلا طبقہ ان کتابوں کا ہے جن کی صحت شہرت اور مقبولیت سب سے زیادہ ہے جیسے "صحیح بخاری صحیح مسلم اور موطا امام مالک"۔

(۲) دوسرا طبقہ ان کتابوں کا ہے جو صحت شہرت اور مقبولیت میں پہلے طبقہ کے قریب ہیں اس طبقہ کی اکثر کتابوں میں اکثر احادیث صحیح اور حسن ہیں بعض ضعیف روایات بھی آ گئی ہیں لیکن ان کا ضعف بیان کر دیا گیا ہے جیسے "جامع ترمذی سنن ابوداؤد اور سنن نسائی"۔

(۳) اس طبقہ میں ان مصنفین کی کتابیں ہیں جو امام بخاری اور مسلم پر مقدم ان کے معاصر یا ان کے متقارب تھے حدیث میں ان کی فنی مہارت تو مسلم تھی لیکن ان کی تصانیف میں دوسرے طبقہ کی بہ نسبت ضعیف روایات زیادہ ہیں بلکہ بعض ایسی احادیث بھی ہیں جو متہم بالوضع ہیں جیسے "مسند شافعی سنن ابن ماجہ مصنف عبدالرزاق مصنف ابن ابی شیبہ سنن دارمی سنن دارقطنی سنن بیہقی اور تصانیف طبرانی"۔

(۴) چوتھے طبقہ میں ان متاخرین علماء کی کتابیں ہیں جن کی روایت کردہ احادیث کا قرون اولیٰ میں ثبوت نہیں ملتا اس کے دو ہی مطلب ہیں یا تو متقدمین کو ان احادیث کی اصل نہیں مل سکی یا انہوں نے ان روایات میں کوئی علت خفیہ دیکھ کر ترک کر دیا جیسے دیلمی ابونعیم اور ابن عساکر وغیرہ کی تصانیف۔

مراتب ارباب حدیث

سطور ذیل میں مراتب ارباب حدیث کا بیان کیا جاتا ہے۔

طالب : حدیث کا متعلم۔

شیخ : حدیث کے معلم کو محدث یا شیخ کہتے ہیں۔

حافظ : جس شخص کو ایک لاکھ احادیث متناً وسنداً اور اس کے رواۃ کے احوال جرحاً وتعدیلاً محفوظ ہوں۔

حجۃ : جس شخص کو تین لاکھ احادیث متناً وسنداً اور جرحاً وتعدیلاً محفوظ ہوں۔

حاکم : جس شخص کو تمام احادیث مرویہ متناً وسنداً اور جرحاً وتعدیلاً محفوظ ہوں۔

Marfat.com

حدیث ضعیف کے افراد

جب حدیث کی سند میں کوئی طعن یا جرح پائی جائے تو وہ حدیث باعتبار سند کے مطعون اور مجروح ہو جاتی ہے۔ سطور سابقہ میں اس کی چند اقسام بیان کی گئی ہیں مثلاً مضطرب، منقطع، معلول، منکر، متروک، مبہم وغیرہ طعن کی یہ تمام اقسام حدیث ضعیف میں داخل ہیں، البتہ ان کے مراتب میں فرق ہوتا ہے اور حدیث متروک یعنی جس کا راوی متہم بالکذب ہو، باقی اقسام کی بہ نسبت زیادہ شدید ضعف کی حامل ہوتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث کی سند میں متعدد وجوہ طعن ہوں، مثلاً وہ حدیث معلول بھی ہو، منکر بھی اور متروک بھی لیکن متعدد وجوہ طعن جمع ہونے کے باوجود بھی وہ حدیث ضعیف ہی رہے گی، البتہ جس قدر وجوہ طعن زیادہ ہوں گے، اس کا ضعف بڑھتا جائے گا، بتلانا یہ مقصود ہے کہ سند میں طعن اور جرح کی زیادتی، اس کے وضع اور بطلان کو مستلزم نہیں ہوتی، حدیث کو صرف اس وقت موضوع قرار دیا جائے گا جب اس کی سند میں کوئی وضاع راوی آ جائے۔

غیر صحیح کی تحقیق

بعض محدثین حضرات کسی سند کے بارے میں لکھتے ہیں: ''لا یصح'' یعنی یہ سند صحیح نہیں ہے، اس جملہ سے بعض ناواقف لوگ یہ مغالطہ کھاتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع یا باطل ہے، حالانکہ اصطلاح محدثین میں صحیح، غلط یا باطل کا مقابل نہیں ہوتا، بلکہ صحیح کے مقابلہ میں صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ اور ضعیف یہ سب شامل ہیں، اور جب وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے: یہ صحیح لذاتہ نہیں ہے اور ایسی صورت میں یہ صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ یا حسن لغیرہ ہو سکتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صحت کی نفی تو ضعف کو بھی مستلزم نہیں، چہ جائیکہ صحت کی نفی سے وضع یا بطلان کا حکم لازم آئے، اس مبحث کی نفیس تحقیق اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی نے رسالہ ''منیر العینین'' میں بیان فرمائی ہے۔

متن اور سند میں احکام کا فرق

راوی کی مجروحیت اور وجوہ طعن کا تعلق سند سے ہوتا ہے، متن حدیث کا حکم دوسرے قرائن کے اعتبار سے کیا جاتا ہے، یہ ممکن ہے کہ کسی صحیح حدیث کو ایک وضاع راوی بیان کرے، پس اس سند کے اعتبار سے تو اس حدیث کو موضوع کہا جائے گا، لیکن فی نفسہ وہ حدیث موضوع نہیں کہلائے گی، البتہ جب کسی حدیث کی سند میں کوئی وضاع راوی ہو اور اس حدیث کا متن کسی طریقہ سے ثابت نہ ہو تو وہ حدیث مطلقاً موضوع کہلائے گی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ علامہ شمس الدین ذہبی ''میزان الاعتدال'' میں بیان فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے ''عن ابراهيم بن موسى المروزى عن مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما'' حدیث ''طلب العلم فريضة'' کو موضوع فرمایا، علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے موضوع ہے، ورنہ نفس حدیث دیگر طرق ضعیفہ سے ثابت ہے، اسی طرح ''تمہید'' میں حافظ ابن البر نے حدیث ''الصلوة بسواك خير من سبعين صلوة'' کو باطل کہا ہے، لیکن علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ حکم بھی اس خاص سند کے اعتبار سے ہے۔

اسی طرح حدیث ضعیف میں بھی ضعیف کا حکم باعتبار سند کے ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی صحیح حدیث کو ایک ضعیف راوی بیان کرے، اس سند کے اعتبار سے وہ حدیث ضعیف کہلائے گی، لیکن متن حدیث کا یہ حکم نہیں ہوگا، علامہ نووی فرماتے ہیں:

ان روايات الراوى الضعيف يكون فيه الصحيح والضعيف والباطل فيكتبونها ثم يميز اهل الحفظ والاتقان بعض ذلك من بعض وذلك سهل عليهم

ضعیف راوی کی روایات میں صحیح، ضعیف اور باطل ہر قسم کی احادیث ہوتی ہیں۔ محدثین ان تمام روایات کو لکھ لیتے ہیں، پھر اہل علم ان کو تمیز دیتے ہیں اور یہ ان کے لیے آسان ہے، اسی دلیل

معروف عندهم وبهذا احتج السفيان الثورى حين نهى عن الرواية عن الكلبى فقيل له انت تروى عنه فقال انا اعرف صدقه من كذبه.
(شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱ 'طبع کراچی)

سے سفیان ثوری نے اس وقت استدلال کیا جب ان سے کلبی کی روایات قبول کرنے پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں اس کے صدق اور کذب میں تمیز کر لیتا ہوں۔

وغير ذلك فلا يعمل فيها الا بالحديث الصحيح او الحسن الا ان يكون فى احتياط شىء كما اذا ورد حديث ضعيف بكراهية بعض البيوع او الا نكحة.
(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱ 'طبع کراچی)

اور طلاق وغیرہ میں حدیث صحیح یا حسن کے سوا اور کسی پر عمل درست نہیں الا یہ کہ اس میں احتیاط ہو' مثلاً بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف وارد ہو۔

حدیث ضعیف کی تقویت

فضائل اعمال اور باب مناقب میں عموماً احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے' اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ان بعض قرائن کا ذکر کر دیا جائے' جن کی بناء پر حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے اور اس کا ضعف جاتا رہتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ جب حدیث ضعیف متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے' چنانچہ تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ مرقوم ہے' محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے بھی ''فتح القدیر'' (ج ۱ ص ۲۴۸ 'مطبع مصر) میں اس کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے اور علامہ شعرانی لکھتے ہیں:

وقد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه ولحقوه بالصحيح تارة وبالحسن اخرى. (کتاب الاذکار ص ۸۷۷)

جب حدیث ضعیف متعدد اسانید سے مروی ہو تو جمہور محدثین اس سے استدلال کرتے ہیں اور اس کو گاہے صحیح کے ساتھ اور گاہے حسن کے ساتھ لاحق کرتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جب کسی حدیث ضعیف کے موافق مجتہدین میں سے کسی کا قول مل جائے تو اس سے بھی حدیث ضعیف کی تقویت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان المجتهد اذا استدل بحديث كان تصحيحا له كما فى التحرير وغيره. (ردالمحتار ج ۴ ص ۱ 'طبع مصر)

مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے' جس طرح تحریر وغیرہ میں (امام ابن ہمام نے تحقیق فرمائی) ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی حدیث ضعیف کے موافق اہل علم میں سے کسی کا قول ہو تو اس سے بھی حدیث کی تقویت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام ترمذی حدیث: ''اذا اتى احدكم الصلوة والامام على حال الحديث'' کے تحت لکھتے ہیں: ''هذا حديث غريب لا نعرف احدا اسنده الا ماروى من هذا الوجه والعمل على هذا عند اهل العلم'' ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال النووى اسناده ضعيف نقله ميرك فكان الترمذى يريد تقوية الحديث بعمل اهل العلم.
(مرقات ج ۲ ص ۹۸ 'مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ نووی میرک سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور امام ترمذی اہل علم کے عمل سے اس حدیث کی تقویت کا ارادہ کر رہے ہیں۔

Marfat.com

حدیث موضوع کا حکم

حدیث موضوع سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی حدیث موضوع کو بغیر بیان وضع کے بیان کرنا جائز ہے۔ایک حدیث متعدد ضعیف اسناد سے بیان کی جائے تو قوی ہو جاتی ہے' لیکن اگر ایک حدیث متعدد موضوع اسانید سے بیان کی جائے تو وہ پھر بھی موضوع رہتی ہے کیونکہ شر کے ساتھ شر مل جائے تو وہ پھر بھی شر ہی رہتا ہے۔

احادیث سے ثابت ہونے والے اُمور کی تفصیل

احادیث سے جو مسائل اور احکام ثابت ہوتے ہیں' جن کا تعلق حلت اور حرمت کے ساتھ ہو وہ چار قسم پر ہیں: (۱) عقائد قطعیہ جیسے توحید و رسالت اور مبدأ و معاد (۲) عقائد ظنیہ جیسے انبیاء کی ملائکہ پر فضیلت اور قبر کے احوال۔

(۱) **عقائد قطعیہ**: ان کے اثبات کے لیے حدیث متواتر ہونی چاہیے' عام ازیں کہ تواتر لفظی ہو یا معنوی۔

(۲) **عقائد ظنیہ**: ان کے اثبات کے لیے اخبار آحاد کافی ہیں۔

(۳) **احکام**: ان کے اثبات کے لیے حدیث صحیح ہونی چاہیے یا کم از کم یہ کہ وہ حدیث حسن لغیرہ سے کم نہ ہو۔

(۴) **فضائل و مناقب**: اس باب میں بالاتفاق احادیث ضعیفہ کا بھی اعتبار کر لیا جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں:

انهم قد يروون عنهم احاديث الترغيب والترهيب وفضائل الاعمال والقصص واحاديث الزهد ومكارم الاخلاق ونحو ذلك مما لا يتعلق بالحلال والحرام وسائر الاحكام وهذا الضرب من الحديث يجوز عند اهل الحديث وغيرهم التساهل فيه ورواية ما سوى الموضوع منه والعمل به لان اصول ذلك صحيحة مقررة في الشرع معروفة عند اهله وعلى كل حال فان الائمة لا يروون عن الضعفاء شيئا يحتجون به على انفراده في الاحكام.

حضرات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب' ترہیب' فضائل اعمال' قصص' زہد اور مکارم اخلاق میں احادیث روایت کرتے ہیں اور حلال وحرام کے احکام میں ان سے اصلا روایت نہیں کرتے' اور اس قسم کی احادیث میں ضعیف راویوں سے روایت کرنا اور ان پر عمل کرنا صحیح اور شرع میں ثابت ہے اور احکام سے متعلق حدیث میں جب کوئی ضعیف راوی متفرد ہو تو اس کی روایت سے ہرگز استدلال نہیں کیا جاتا۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱' نور محمد اصح المطابع' کراچی)

علامہ نووی کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ فضائل اور مناقب میں ضعیف روایات کو قبول کیا جاتا ہے اور ان کے مقتضی پر عمل بھی ہوتا ہے' البتہ احکام میں ضعاف کا اعتبار نہیں ہوتا' لیکن بعض صورتوں میں احتیاط کے پیش نظر احکام میں بھی ضعیف روایات کا اعتبار کر لیا جاتا ہے' نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن موضوعا واما الاحكام كالحلال والحرام والبيع والنكاح.

حضرات محدثین' فقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے' جب کہ وہ موضوع نہ ہو لیکن حلال اور حرام کے احکام' مثلاً بیع' نکاح وغیرہ میں اس سے استدلال نہیں کیا جاتا' صرف

Marfat.com

حدیث صحیح یا حسن پر عمل کیا جاتا ہے۔ (کتاب الاذکار للنووی ج ۱ ص ۱۱۔۱۰ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

چوتھی صورت یہ ہے کہ بعض اوقات صالحین کے عمل سے بھی حدیث کی تقویت ہو جاتی ہے چنانچہ صلوۃ التسبیح جس روایت سے ثابت ہے وہ حدیث ضعیف ہے اور حاکم اور بیہقی نے اس کی تقویت کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ عبد اللہ بن المبارک کے عمل کی وجہ سے یہ حدیث تقویت پا گئی چنانچہ مولانا عبدالحیٔ لکھتے ہیں:

قال البیھقی کان عبد اللّٰہ بن المبارک یصلیھا وتداولھا الصالحون بعضھم عن بعض وفی ذلک تقویۃ للحدیث المرفوع. (الآثار المرفوعہ ص ۲۳)

علامہ بیہقی لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک صلوٰۃ تسبیح پڑھا کرتے تھے اور بعد کے تمام علماء اس کو ایک دوسرے سے نقل کر کے پڑھتے رہے اس وجہ سے اس حدیث مرفوع کو تقویت حاصل ہو گئی۔

اس کے علاوہ تجربہ اور کشف سے بھی حدیث ضعیف کی تقویت ہو جاتی ہے چنانچہ ملا علی قاری نے اسی بحث میں ابن عربی کے کشف سے ایک حدیث کی تقویت کا واقعہ بیان کیا ہے۔

شیخ قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ لکھتے ہیں:

نقل حضرت جنید رحمۃ اللہ کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی اماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید رحمۃ اللہ نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں سو آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔

(تحذیر الناس ص ۴۵۔۴۴ دار الاشاعت کراچی)

روایات مختلفہ میں مذاق ائمہ

جب کسی ایک مسئلہ پر متعدد متعارض روایات وارد ہوں تو اس سلسلہ میں تتبع اور تلاش سے جو ائمہ اربعہ کا مسلک معلوم ہو چکا ہے وہ یہ ہے کہ امام اعظم ایسی صورت میں روایات کے درمیان تطبیق دیتے ہیں اور حتی الامکان کوشش کرتے ہیں کہ ہر روایت پر کسی نہ کسی صورت میں عمل ہو جائے اور جب تطبیق نہ ہو سکے تو اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو اسلام اور اصول روایت کے قریب تر ہو امام شافعی ایسی شکل میں قوت سند کے لحاظ سے کسی ایک روایت کو لیتے ہیں اور باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ امام مالک تعارض کی صورت میں اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو اہل مدینہ کے تعامل کے موافق ہو اور امام احمد متقدمین کی اکثریت کا لحاظ کرتے ہیں۔

مشہور حفاظ

سطور ذیل میں ہم چاروں مسلکوں کے مشاہیر حفاظ کے اسماء پیش کر رہے ہیں:

احناف : حافظ ابو بشر دولابی حافظ اسحاق بن راھویہ حافظ ابو جعفر طحاوی حافظ ابن ابی العوام سعدی حافظ ابو محمد حارثی حافظ عبد الباقی حافظ ابو بکر رازی جصاص حافظ ابو نصر کلاباذی حافظ ابو محمد سمرقندی حافظ شمس الدین سروجی حافظ قطب الدین حلبی حافظ علاء الدین ماردینی حافظ جمال الدین زیلعی حافظ علاء الدین مغلطائی حافظ بدر الدین عینی حافظ قاسم بن قطلو بغا وغیرہم۔

شوافع : حافظ دارقطنی حافظ بیہقی حافظ خطابی حافظ عز الدین بن سلام حافظ ابن دقیق العید حافظ عراقی حافظ ذہبی حافظ مزی حافظ

Marfat.com

ابن اثیر جزری' سبکی' ہیتمی ' ابن حجر عسقلانی وعلامہ سیوطی وغیرھم۔

مالکیہ : حافظ حسین بن اسماعیل' حافظ رحیلی' حافظ ابن عبد البر' حافظ ابو الولید الباجی' حافظ قاضی ابوبکر العربی' حافظ عبد الحق' حافظ قاضی عیاض' حافظ مازری' حافظ ابن رشد' حافظ ابو القاسم سہیلی وغیرھم۔

حنابلہ : حافظ عبد الغنی المقدسی' حافظ ابو الفرج بن الجوزی' حافظ ابن قدامہ' حافظ ابن رجب وغیرھم۔

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

امام بخاری کی سوانح

امام بخاری کا نام اور نسب

علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان متوفی ۶۸۱ ھ لکھتے ہیں:

امام محمد کا نام: ابوعبداللہ محمد بن ابی الحسن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن الاحنف بردزبہ الجعفی ہے۔

(وفیات الاعیان ج ۴ ص ۱۸۸ 'منشورات الرضی' قم' ایران' ۱۳۶۴ ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

یہ لفظ ''بَردِزبہ'' ہے' یہ بخاری کی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنی کسان ہے۔ ''بَردِزبہ' مجوسی تھے اور اسی مذہب پر فوت ہو گئے اور ان کے بیٹے المغیرہ نے بخاری کے والی الیمان البخاری الجعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور یمان کا نام ابوعبداللہ محمد بن جعفر بن یمان المسندی ہے' جو امام بخاری کے شیخ ہیں۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۶۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ ھ لکھتے ہیں:

بَردِزبہ مجوسی تھے' اسی پر فوت ہو گئے' اور مغیرہ بن بَردِزبہ نے والی بخاری' عبداللہ بن محمد المسند الجعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور امام بخاری کو جعفی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے دادا کے والد المغیرہ یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور عبداللہ بن محمد کو مسندی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ نوعمری سے مسند کو طلب کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

امام بخاری کے والد کے مفصل حالات

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کے دادا کے والد المغیرہ الیمان الجعفی والی بخاری کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے' اسی وجہ سے امام بخاری کو جعفی کہا جاتا ہے اور یہ نسبت وَلاء ہے کیونکہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو' اس کی وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے' ولاء کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان ہونے والے شخص کا اور کوئی نسبی وارث نہ ہو تو اس کی وراثت اسے مسلمان کرنے والے کو ملے گی' اس وجہ سے یمان جعفی کی نسبت سے امام بخاری کے دادا کے والد المغیرہ جعفی کہلائے' پھر ان کی نسبت سے امام بخاری جعفی کہلائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام بخاری کے دادا ابراہیم بن المغیرہ کے حالات میں سے ہم کسی چیز پر مطلع نہیں ہوئے اور امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم کا تذکرہ امام ابن حبان نے ''کتاب الثقات'' کے طبقہ رابعہ میں کیا ہے' انہوں نے لکھا ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم' حماد بن زید اور امام مالک سے روایت کرتے ہیں' خود امام بخاری نے بھی اپنے والد کا تذکرہ کیا ہے' وہ لکھتے

Marfat.com

ہیں:

اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ الجعفی ۔ابوالحسن نے کہا: انہوں نے عمار بن زید کی زیارت کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ امام ابن المبارک سے مصافحہ کیا اور امام مالک سے سماع کیا۔ (التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۳۲۳ 'رقم الحدیث: ۱۰۸۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

امام ذہبی نے تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ امام بخاری کے والد علماء متقین میں سے تھے' انہوں نے ابو معاویہ اور ایک جماعت سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے احمد بن جعفر اور نصر بن الحسین نے روایت کی ہے۔

علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی المتوفی ۷۷۱ھ نے لکھا ہے:

احمد بن حفص نے کہا: میں ابوالحسن اسماعیل بن ابراہیم کے پاس ان کی موت کے وقت گیا تو انہوں نے کہا: مجھے اپنے تمام اموال میں ایک درہم کے بھی مشتبہ ہونے کا علم نہیں ہے' احمد نے کہا: اس وقت میں نے اپنے آپ کو ان کے مقابلہ میں بہت کم تر اور حقیر جانا۔ (ارشاد الساری ج ۱ ص ۵۵ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام بخاری کی ولادت

حافظ احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ' حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اور حافظ ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

ابوحاتم الوراق بیان کرتے ہیں: مجھے المستنیر بن عتیق نے کہا: میں نے ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری سے سوال کیا: آپ کب پیدا ہوئے تھے؟ انہوں نے مجھے اپنے والد کی تحریر نکال کر دکھائی' جس میں لکھا ہوا تھا: محمد بن اسماعیل ۱۳ شوال کو بہ روز جمعہ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔

الحسن بن الحسن البزاز نے بخاری میں کہا: میں نے محمد بن اسماعیل کو بخاری میں دیکھا' وہ بوڑھے تھے' ان کا جسم کمزور تھا' نہ بہت لمبے تھے نہ بہت چھوٹے تھے' وہ تیرہ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور عیدالفطر کی شب نماز عشاء کے وقت ہفتہ کی شب کو ۲۵۶ھ میں فوت ہو گئے اور یکم شوال ہفتہ کے دن ظہر کی نماز کے بعد ان کو دفن کر دیا گیا' انہوں نے تیرہ دن کم باسٹھ سال عمر گزاری۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ' تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۵ ص ۴۲ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۸۸ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

بچپن میں امام بخاری کا نابینا ہونا اور پھر ان کی بینائی کا لوٹ آنا

حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اور حافظ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ اور علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن محمد السمسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے کہ امام محمد بن اسماعیل کی بچپن میں دونوں آنکھوں کی بینائی چلی گئی' ان کی والدہ نے خواب میں حضرت ابراہیم الخلیل علیہ السلام کی زیارت کی' آپ نے فرمایا: اے خاتون! تمہارے بہ کثرت رونے اور بہت زیادہ دعا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیٹے کی بصارت واپس کر دی' پھر امام بخاری نے اس حال میں صبح کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی بینائی لوٹا چکا تھا۔ (تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۴۲ 'سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۷۸۔۲۷۷ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲۵۔۴۲۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

Marfat.com

امام بخاری کی تعلیم کی ابتداء اور اپنے استاذ کی تصحیح کرنا

الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ' حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ' حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' تاج الدین سبکی متوفی ۷۷۱ھ اور حافظ یوسف المزی متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

ابوجعفر محمد بن ابی حاتم وراق النحوی لکھتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری سے کہا: آپ کی طلب حدیث کا معاملہ کس طرح تھا؟ انہوں نے کہا: میں ابھی مکتب میں تھا کہ میرے دل میں حدیث کو حفظ کرنے کا شوق ڈالا گیا' انہوں نے پوچھا: اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ امام بخاری نے کہا: دس سال یا اس سے کم' پھر دس سال کی عمر کے بعد میں مکتب سے نکلا اور استاذ داخلی وغیرہ کے پاس جانے لگا' ایک دن جب وہ لوگوں کو حدیث پڑھا رہے تھے تو انہوں نے ایک حدیث کی سند بیان کی: از سفیان از ابی الزبیر از ابراہیم' میں نے کہا: اے ابوفلاں! تحقیق یہ ہے کہ ابراہیم نے ابوالزبیر سے حدیث روایت نہیں کی' انہوں نے مجھ کو ڈانٹ دیا' میں نے ان سے کہا: اگر آپ کے پاس اصل ہے تو اس کی طرف رجوع کرلیں' پس وہ گھر میں داخل ہوئے' اصل کا مطالعہ کیا' پھر آئے' پھر مجھ سے کہا: اے لڑکے! بتاؤ وہ سند کس طرح ہے؟ میں نے کہا: وہ زبیر بن عدی بن ابراہیم ہے' انہوں نے مجھ سے قلم لے کر اپنی کتاب میں اس طرح لکھا' پھر کہا: تم نے سچ کہا۔ امام بخاری کے بعض احباب نے ان سے پوچھا: جب آپ نے استاذ داخلی کی اصلاح کی تھی' اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ امام بخاری نے کہا: اس وقت میں گیارہ سال کا تھا' اور جب میں سولہ سال کا ہوا تو میں نے ابن المبارک اور الوکیع کی کتابوں کو حفظ کرلیا تھا اور ان کے کلام کی معرفت حاصل کرلی تھی' پھر میں اپنی والدہ اور اپنے بھائی احمد کے ساتھ مکہ مکرمہ روانہ ہوا' پھر جب میں نے حج کرلیا تو میرا بھائی میری والدہ کے ساتھ واپس آ گیا اور میں حدیث کی طلب میں وہیں رہ گیا اور جب میں اٹھارہ سال کا ہو گیا تو میں فضائل صحابہ و تابعین اور ان کے اقوال کے متعلق ایک کتاب تصنیف کرنے لگا' یہ عبیداللہ بن موسیٰ کی حکومت کے ایام تھے اور میں نے چاندنی راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے قریب بیٹھ کر'' کتاب التاریخ '' لکھی اور میں نے تاریخ میں جس کا نام بھی لکھا ہے' مجھے اس کا کوئی نہ کوئی قصہ معلوم ہے' مگر میں نے کتاب کے طول دینے کو ناپسند کیا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۷' تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۵ ص ۴۳' سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۷۹' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲۵' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۹)

امام بخاری کا علم و فضل اور ان کا مرتبہ اور مقام

الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ اور حافظ یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

محمد بن ابی حاتم وراق بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ اگر یہ لوگ میری بعض اسانید کو دیکھیں تو یہ نہیں سمجھ سکیں گے کہ میں نے'' کتاب التاریخ '' کو کیسے تصنیف کیا ہے' میں نے اس کی تین بار تصنیف کی ہے۔

ابوحاتم وراق کہتے ہیں: میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ امام اسحاق بن راھویہ نے'' کتاب التاریخ '' لی اور عبداللہ بن طاہر کو دکھائی اور کہا: اے امیر! کیا میں آپ کو سحر نہ دکھاؤں؟ عبداللہ بن طاہر نے اس کتاب کو پڑھا اور تعجب سے کہا: میں نہیں سمجھتا کہ یہ اس لڑکے کی تصنیف ہوگی!

ابوالعباس بن سعد کہتے تھے: اگر کوئی شخص تیس ہزار احادیث بھی لکھ لے تو وہ محمد بن اسماعیل کی تصنیف کردہ'' کتاب التاریخ '' سے مستغنی نہیں ہوگا۔

ابوبکر المدینی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم نیشاپور میں امام اسحاق بن راھویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور محمد بن اسماعیل بھی اس مجلس میں حاضر تھے' امام اسحاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے کوئی حدیث پڑھ رہے تھے' اس کی سند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے صحابی سے نیچے عطاء الکیخارانی کا ذکر تھا' امام اسحاق نے کہا: اے ابوعبداللہ! کیخاران کیا چیز ہے؟ امام بخاری نے کہا: یہ یمن کی ایک بستی ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص کو یمن کی طرف بھیجا تھا' اس نے وہاں عطاء سے دو حدیثیں سنی تھیں' تب امام اسحاق نے کہا: لگتا ہے تم ان لوگوں میں موجود تھے۔

ابراہیم بن معقل النسفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں امام اسحٰق بن راھویہ کے پاس تھا تو انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے کہا: کاش! تم لوگ ایک مختصر کتاب مدون کرو' جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنن کا ذکر ہو تو یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی اور میں اس کتاب یعنی ''الجامع الصحیح'' کی تدوین میں شروع ہو گیا۔

السعدانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اصحاب سے یہ سنا ہے کہ امام محمد بن اسماعیل یہ کہتے تھے کہ میں نے اپنی اس کتاب ''الجامع الصحیح'' کو تقریباً چھ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے' اور اس کو سولہ سال میں مکمل کیا اور اس کو اپنے اور اللہ کے درمیان حجت بنایا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۴۔۹' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۴' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۵)

ابراہیم بن معقل بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا ہے کہ میں نے اپنی اس کتاب ''الجامع الصحیح'' میں اسی حدیث کو داخل کیا ہے جو صحیح ہے اور میں نے طول نے بچنے کے لیے بہت سی احادیث صحیحہ کو ترک کر دیا۔

محمد بن یوسف الفربری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے امام محمد بن اسماعیل بخاری نے کہا: میں نے اس کتاب ''الجامع الصحیح'' میں ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔

عبدالقدوس بن ھمام بیان کرتے ہیں کہ میں نے متعدد مشائخ سے سنا ہے کہ امام بخاری نے ''الجامع الصحیح'' کے تراجم (عنوانات) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور اور آپ کے مبارک منبر کے درمیان بیٹھ کر لکھے ہیں اور ہر ترجمہ (عنوان) لکھنے سے پہلے وہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

محمد بن یوسف الفربری بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن محمد جرجانی سے خوارزم میں سنا کہ میں نے خواب میں امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری کو دیکھا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جا رہے تھے' وہ اپنا قدم وہیں رکھتے تھے' جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدم رکھتے اور آپ کے قدم کے نشان پر اپنا قدم رکھتے تھے۔

محمد بن یوسف الفربری بیان کرتے ہیں: میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی' آپ نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: میں محمد بن اسماعیل بخاری کے پاس جا رہا ہوں' آپ نے فرمایا: میری طرف سے ان کو سلام کہنا۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۰۔۷' تاریخ دمشق ص ۵۸۔۵۳' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۳۔۹۰)

امام بخاری کی عبادت اور ریاضت

الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

نسیج بن سعید بیان کرتے ہیں کہ جب رمضان کے مہینے کی پہلی رات آتی تو امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنے اصحاب کو جمع کرتے اور ان کو نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس (۲۰) آیتیں پڑھتے اور اسی طرح پڑھتے رہتے یہاں تک کہ قرآن مجید ختم کر لیتے اور سحری کے وقت نصف سے لے کر تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین راتوں میں قرآن ختم کر لیتے اور دن میں ہر روز ایک قرآن ختم کرتے اور شام میں افطار کے وقت قرآن ختم کرتے اور فرماتے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۳۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

ابوسعید بکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری ایک دن نماز پڑھ رہے تھے کہ زنبور (تتیہ بھڑ) نے ان کو سترہ بار ڈنک مارا' جب وہ نماز پڑھ چکے تو انہوں نے کہا: دیکھو! نماز میں کیا چیز مجھے ایذاء پہنچا رہی تھی؟ لوگوں نے دیکھا کہ زنبور کے کاٹنے سے ان کے سترہ (۱۷) جگہ ورم آ گیا تھا لیکن انہوں نے نماز منقطع نہیں کی۔

ایک روایت میں ہے کہ حاضرین میں سے کسی نے کہا: جب پہلی بار زنبور نے آپ کو ڈنک مارا تو آپ نے نماز کیوں نہیں منقطع کی؟ امام بخاری نے کہا: میں جس سورت کی تلاوت کر رہا تھا' میں چاہتا تھا کہ اس سورت کو مکمل کرلوں۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳۔ ۱۲' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۹۔ ۵۸' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۴)

امام بخاری کی سیرت اور کردار

ابوسعید بکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کے پاس فروخت کے لیے کچھ سامان آیا' شام کو ان کے پاس بعض تاجر آئے اور پانچ ہزار درہم کے نفع پر وہ سامان خریدنا چاہا' امام بخاری نے کہا: میں تمہیں کل بتاؤں گا۔ دوسرے دن تاجروں کا دوسرا گروہ آیا' انہوں نے دس ہزار درہم کے نفع سے خریدنے کی پیش کش کی' امام بخاری نے کہا: کل جو تاجر آئے تھے' میں نے دل میں ان کو فروخت کرنے کی نیت کرلی تھی' اب میں پانچ ہزار درہم کے نفع کی خاطر اپنی نیت بدلنا نہیں چاہتا۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۲' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۶۰۔ ۵۹)

محمد بن منصور اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے' ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی سے تنکا نکال کر مسجد کے فرش پر ڈال دیا' امام محمد بن اسماعیل اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور لوگوں کی طرف بھی دیکھ رہے تھے' جب لوگ غافل ہوئے تو امام بخاری نے وہ تنکا اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیا اور جب امام بخاری مسجد سے نکلے تو وہ تنکا مسجد سے باہر پھینک دیا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۹)

بکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل کہتے تھے: مجھے امید ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں گا کہ اللہ عزوجل مجھ سے یہ حساب نہیں کرے گا کہ میں نے کسی کی غیبت کی ہو۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۶۰' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۴)

ابوحاتم وراق بیان کرتے ہیں کہ جب امام بخاری کسی سفر پر جاتے تو میں اور وہ ایک کمرے میں ہوتے تھے' ایک مرتبہ میں نے ان کو دیکھا' وہ رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھے' ہر مرتبہ اٹھ کر چراغ جلایا' احادیث نکالیں' ان پر نشان لگائے' پھر سر رکھ کر لیٹ گئے' پھر سحری کے وقت تیرہ رکعت نماز تہجد پڑھی' جس میں ایک رکعت وتر بھی شامل تھی (یعنی آخری دوگانہ کے ساتھ ایک رکعت ملا کر سب رکعتوں کو وتر کر دیا)۔ امام بخاری جتنی بار بھی اٹھے' انہوں نے مجھے نہیں جگایا' میں نے ان سے کہا: آپ اپنے اوپر اتنی مشقت برداشت کرتے ہیں اور مجھے نہیں اٹھاتے' امام بخاری نے کہا: تم نوجوان آدمی ہو' میں تمہاری نیند خراب نہیں کرنا چاہتا' ایک دن میں نے دیکھا کہ امام بخاری پیٹھ کے بل لیٹے ہوئے تھے' اس وقت وہ فربر میں ''کتاب التفسیر'' تصنیف کر رہے تھے اور اس دن انہوں نے بہت زیادہ احادیث کی تخریج کر کے اپنے آپ کو تھکا لیا تھا' میں نے ان سے کہا: اے ابوعبداللہ! میں نے آپ سے ایک دن یہ سنا تھا کہ جب سے آپ نے ہوش سنبھالا ہے آپ کوئی چیز بغیر علم کے نہیں لکھتے' اس وقت جو آپ لیٹے ہوئے ہیں اس میں کون سا علم

Marfat.com

ہے؟ امام بخاری نے کہا: ہم آج سارا دن کام کر کے تھک چکے ہیں اور یہ دشمن کا سرحدی علاقہ ہے مجھے یہ خطرہ ہوا کہ دشمن کی طرف سے کوئی مصیبت آ سکتی ہے تو میں نے چاہا آج رات آرام کر کے کل کے کام کے لیے توانائی حاصل کروں تا کہ اگر دشمن نے اچانک حملہ کر دیا تو ہم حرکت کر سکیں۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۴' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۳۔ ۵۲' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۵۔ ۹۴' ھدی الساری ص ۴۷۵۔ ۴۷۴' مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ بیروت)

امام بخاری کا زہد

حافظ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

محمد بن عباس فربری بیان کرتے ہیں کہ ایک دن امام بخاری نے مجھے بہت زیادہ احادیث لکھوائیں' پھر ان کو میری تھکاوٹ اور اکتاہٹ کا خیال ہوا تو انہوں نے کہا: تم کو خوش ہونا چاہیے کیونکہ کھیل کود والے اپنے کھیل کود کے مشغلہ میں خوش ہیں' اور فن وحرفت والے اپنے پیشوں میں خوش ہیں اور تاجر حضرات اپنی تجارتوں میں خوش ہیں اور تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو' میں نے کہا: مجھے ملال نہیں ہے بلکہ میں حدیث لکھنے سے محظوظ ہوتا ہوں' اور میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں ایسی کوئی بات نہیں کروں گا جس میں دنیا کا ذکر ہو' مگر میں اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے کروں گا۔

امام بخاری کے بعض اصحاب نے کہا: آپ نے فلاں شخص کو برا کہا ہے' امام بخاری نے کہا: سبحان اللہ! میں نے کسی شخص کا برائی کے ساتھ ذکر نہیں کیا' الا یہ کہ میری زبان سے سہواً کوئی بات نکلی ہو اور قیامت کے دن میرے صحیفہ اعمال سے کسی کا نام برائی کے ساتھ نہیں نکلے گا۔

امام بخاری کے بعض اصحاب نے امام بخاری کی ایک باغ میں دعوت کی اور ہماری بھی ان کے ساتھ دعوت کی' جب ہم بیٹھ گئے تو باغ والے نے باغ کی تعریف کی اور کہا: وہ اس باغ میں مجالس منعقد کرتا رہتا ہے اور اس کی نہروں میں پانی جاری کرتا رہتا ہے' پھر اس نے امام بخاری سے پوچھا: اے ابوعبد اللہ! آپ کو یہ کیسا لگتا ہے؟ امام بخاری نے کہا: یہ دنیا کی زندگی ہے۔

امام بخاری کا ایک شخص مقروض تھا' جس نے امام بخاری سے پچیس ہزار درہم لیے ہوئے تھے۔ امام بخاری کو خبر ملی کہ وہ شخص آمل (ایک مقام) میں آیا ہوا ہے' ہم اس وقت فربر میں تھے' ہم نے امام بخاری سے کہا: ہمیں چاہیے کہ ہم اس شخص سے آپ کا مال وصول کریں' امام بخاری نے کہا: ہمیں اسے ڈرانا نہیں چاہیے' اس شخص کو معلوم ہوا کہ امام بخاری فربر میں ہیں تو وہ خوارزم چلا گیا' ہم نے امام بخاری سے کہا: آپ آمل کے حاکم ابوسلمہ الکشانی سے کہیں کہ وہ خوارزم کے حاکم کے نام ایک مکتوب لکھ دے کہ اس شخص کو گرفتار کر کے اس سے آپ کی رقم وصول کی جائے' امام بخاری نے کہا: اگر میں نے اس سے سفارشی مکتوب لکھوایا تو وہ بھی مجھ سے سفارشی مکتوب لکھوانے کی طمع رکھے گا اور کیا پتا اس کی سفارش جائز ہو یا ناجائز! لہٰذا میں دنیا کے بدلے میں اپنے دین کو نہیں فروخت کروں گا' ہم نے بہت کوشش کی' لیکن امام بخاری راضی نہیں ہوئے' حتیٰ کہ ہم نے خود آمل کے حاکم سے بات کی اور اس نے خوارزم کے حاکم کے نام مکتوب لکھ دیا' جب امام بخاری کو یہ خبر ملی تو انہیں بہت سخت رنج ہوا' انہوں نے کہا: تم مجھ پر میرے نفس سے زیادہ شفقت نہ کرو اور انہوں نے خوارزم میں اپنے بعض اصحاب کے نام مکتوب لکھا کہ ان کے مقروض کے ساتھ صرف نیک سلوک کیا جائے' یہ دونوں مکتوب ایک ساتھ خوارزم پہنچے' پھر وہ مقروض آمل آیا اور مرو کی طرف جانے کا ارادہ کیا' پھر سلطان نے اس مقروض پر تشدد کرنے کا ارادہ کیا' امام بخاری نے اس کو ناپسند کیا اور اس مقروض سے اس پر صلح کر لی کہ وہ ہر سال امام بخاری کو دس درہم کی معمولی رقم دے دیا کرے اور امام بخاری نے اس سے پچیس ہزار درہم لینے تھے اور امام بخاری کو اس سے ایک درہم بھی وصول نہیں

Marfat.com

ہوا۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری فرماتے تھے کہ مسلمان پر ایسا حال نہیں آنا چاہیے کہ وہ دعا کرے تو اس کی دعا قبول نہ ہو' میری بھابھی نے میرے سامنے امام بخاری سے پوچھا: کبھی یہ چیز آپ پر بھی وارد ہوئی یا آپ نے اس کا تجربہ کیا؟ امام بخاری نے کہا: ہاں! میں نے دوبار اپنے رب عزوجل سے دعا کی تو میرے رب نے میری دعا قبول کر لی' پھر میں نے نہیں پسند کیا کہ میں سہ بارہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں' مبادا میری نیکیوں میں کمی کی جائے یا مجھے میری نیکیوں کا اجر دنیا میں ہی دے دیا جائے' پھر امام بخاری نے کہا: مسلمان کو جھوٹ بولنے یا بخل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں' امام بخاری نے کہا: ایک بار مجھے ضرورت کا خرچ نہیں ملا حتیٰ کہ میں گھاس کھانے لگا اور میں نے کسی کو نہیں بتایا' جب تین دن گزر گئے تو ایک اجنبی شخص میرے پاس آیا' اس نے مجھے دیناروں سے بھری ہوئی ایک تھیلی دی اور کہا: اس کو اپنے اوپر خرچ کرو۔

حسین بن محمد سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری میں دیگر نیک خصائل کے ساتھ یہ خصلتیں تھیں کہ وہ کم باتیں کرتے تھے' لوگوں کے اموال میں طمع نہیں کرتے تھے اور لوگوں کے معاملات میں دخل نہیں دیتے تھے' علم کے علاوہ ان کا اور کوئی مشغلہ نہیں تھا۔

سلیم بن مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ساٹھ سال میں امام بخاری سے زیادہ فقیہ' ان سے زیادہ متقی اور ان سے زیادہ زاہد نہیں دیکھا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۰۸۔۳۰۶' ھدی الساری ص ۴۷۶' مع فتح الباری ج ۱ دار المعرفہ بیروت)

امام بخاری کا کرم اور ان کی سخاوت

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کا ایک قطعہ زمین تھا' جس کا وہ ہر سال سات سو درہم کرایہ لیا کرتے تھے' کرایہ دار بعض اوقات امام بخاری کے لیے ایک ککڑی یا دو ککڑیاں لایا کرتا تھا' کیونکہ امام بخاری کو ککڑی بہت پسند تھی اور وہ اس کو خربوزے پر ترجیح دیتے تھے' امام بخاری اس شخص کو ککڑی لانے کے معاوضہ میں ہر سال سو درہم دیا کرتے تھے۔

امام بخاری فرماتے تھے: مجھے ہر ماہ پانچ سو درہم آمدنی ہوتی تھی اور میں وہ سب کی سب علم دین کے طلباء پر خرچ کر دیتا تھا' میں نے کہا: ان دو شخصوں میں کتنا فرق ہے جو مال کو اس طرح خرچ کرتا ہے اور جو مال کو اپنے لیے جمع کرتا ہے' امام بخاری نے کہا: جو اللہ کے پاس ہے وہ زیادہ اچھا ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

امام بخاری پورے دن میں روٹی نہیں کھاتے تھے' صرف دو یا تین بادام کھاتے (یعنی کسی وجہ سے بعض ایام میں ان کا یہ معمول تھا) اور وہ چنے وغیرہ پکانے سے پرہیز کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا: اے ابوجعفر! ہمیں سال میں زیادہ خرچ کی ضرورت ہوتی ہے' میں نے پوچھا: کتنے خرچ کی؟ امام بخاری نے کہا: چار یا پانچ ہزار درہم کی اور وہ بہت زیادہ صدقہ کرتے تھے' وہ حدیث پڑھنے والوں کی مدد کرتے تھے' وہ بیس یا تیس درہم یا اس سے کم یا زیادہ اس طرح دیتے تھے کہ کسی کو پتا نہیں چلتا تھا' انہوں نے کئی مرتبہ ایک شخص کو تین سو درہم سے بھری ہوئی تھیلی دی' مجھے بعد میں اس شخص نے بتایا' وہ دعا دینا چاہتا تو امام بخاری منع کر دیتے اور کسی اور کام میں لگ جاتے تا کہ کسی کو پتا نہ چلے۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں نے نوسوبیس درہم میں ایک گھر خریدا' امام بخاری نے کہا: مجھے تم سے ایک کام ہے کرو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں' امام بخاری نے کہا: نوح بن ابی شداد ایک صراف ہے' اس سے میرے ایک ہزار درہم لے کر آؤ' میں وہ لے کر آیا تو امام بخاری نے کہا: یہ درہم تم لے لو اور ان کو مکان کی قیمت میں رکھ لو' میں نے کہا: میں نے ان کو قبول کر لیا اور میں آپ کا

Marfat.com

شکرادا کرتا ہوں' پھر ہم دونوں ''الجامع الصحیح'' کی تصنیف کرنے بیٹھ گئے' کچھ دیر بعد میں نے کہا: میرا ایک کام ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ کے سوا میرا وہ کام اور کوئی نہیں کر سکتا۔ امام بخاری نے سوچا شاید میں زیادہ پیسوں کی طمع کر رہا ہوں' انہوں نے کہا: تمہارا جو بھی کام ہے وہ میں کروں گا' میں نے کہا: آپ نے جو ایک ہزار درہم مجھے عطا کیے تھے' وہ میں آپ کی نذر کرنا چاہتا ہوں' بس میرا یہی کام ہے' چونکہ امام بخاری وعدہ کر چکے تھے' اس لیے انہوں نے وہ ایک ہزار درہم لے لیے' پھر ہم دو دن تک بیٹھ کر ''الجامع الصحیح'' کی تصنیف کا کام کرتے رہے' اس دن ہم نے ظہر تک بہت کام کیا' ظہر کی نماز کے بعد پھر لکھنے بیٹھ گئے' اس وقت تک ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا' عصر کے بعد امام بخاری نے میری طرف دیکھا' میرا نقاہت سے بُرا حال تھا' پھر امام بخاری نے میری طرف ایک کاغذ بڑھایا' جس میں تین سو درہم تھے اور کہا: جب تم نے مکان کی قیمت نہیں لی تو ان دراہم کو اپنی دوسری ضروریات میں صرف کرو' پھر دوسرے دن مجھے سبزی وغیرہ خریدنے کے لیے پھر بیس درہم دیئے' میں نے امام بخاری سے کہا: آپ نے دنیا اور آخرت کی خیر جمع کر لی ہے' دنیا میں ایسا کون شخص ہوگا جو اپنے خادم کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا سلوک آپ میرے ساتھ کرتے ہیں!

عبد اللہ بن محمد الصارفی بیان کرتے ہیں کہ میں امام بخاری کے ساتھ ان کے گھر میں تھا' ان کی باندی آئی اور ان کے سامنے لڑکھڑا کر گر گئی' امام بخاری نے کہا: تم کس طرح چلتی ہو؟ اس نے تنگ کر کہا: جب راستہ نہ ہو تو کیسے چلوں' امام بخاری نے ہاتھ اٹھا کر کہا: جاؤ میں نے تمہیں آزاد کر دیا' بعد میں امام بخاری سے کہا گیا: اس باندی نے تو آپ کو بدتمیزی سے جواب دیا تھا' امام بخاری نے کہا: میں نے جو کچھ کیا اس سے میں نے اپنے نفس (مطمئنہ) کو راضی کیا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۰۔۳۰۸)

امام بخاری کی قوت حفظ' ذکاوت و ذہانت اور وسعتِ علم

جعفر بن محمد القطان بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے مجھے بتایا' میں نے ایک ہزار سے زیادہ شیوخ سے احادیث لکھی ہیں اور ہر شیخ سے دس ہزار سے زیادہ احادیث لکھی ہیں اور میں ہر حدیث کی سند ذکر کرتا ہوں۔

عبد الرحمان بن محمد بخاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا کہ میں ایک ہزار مشائخ سے ملا' جن میں اہل حجاز' عراق' شام اور مصر کے مشائخ تھے' میں ان سے بار بار ملا اور شام' مصر اور الجزیرہ کے مشائخ سے دو بار ملا اور اہل بصرہ کے مشائخ سے چار بار ملا اور حجاز کے مشائخ سے چھ بار ملا اور میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں خراسان کے محدثین کے ساتھ کتنی بار کوفہ اور بغداد گیا' ان میں قابل ذکر مشائخ یہ ہیں: المکی بن ابراہیم' یحییٰ بن یحییٰ' ابن شقیق' قتیبہ اور شہاب بن معمر اور شام کے مشائخ میں: الفریابی' ابو مسہر' ابو المغیرہ اور ابوالیمان' میں ان میں سے جس سے بھی ملا' ان میں سے کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں تھا کہ دین قول اور عمل ہے اور قرآن اللہ کا کلام ہے۔

محمد بن ابو حاتم الوراق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حاشد بن اسماعیل اور دوسروں سے سنا ہے کہ امام بخاری ہمارے ساتھ بچپن میں مشائخ بصرہ کے پاس جاتے تھے اور وہ احادیث لکھتے نہیں تھے' حتیٰ کہ کافی دن گزر گئے' ہم نے ان سے کہا: آپ ہمارے ساتھ جاتے ہیں اور لکھتے نہیں ہیں' پھر آپ کیا کریں گے؟ سولہ دن گزر جانے کے بعد امام بخاری نے کہا: تم نے مجھ سے لکھنے کے متعلق بہت اصرار کیا ہے' جاؤ تم اپنی لکھی ہوئی حدیثیں میرے پاس لاؤ' پس ہم اپنی لکھی ہوئی حدیثیں ان کے پاس لائے' امام بخاری نے اس سے پندرہ ہزار حدیثیں زیادہ زبانی بیان کر دیں اور کہا: تم یہ سمجھتے تھے کہ میں فضول یہاں آتا ہوں اور اپنا وقت ضائع کرتا ہوں' پھر ہم نے جان لیا کہ امام بخاری پر کوئی مقدم نہیں ہو سکتا۔

یوسف بن موسیٰ المروزی بیان کرتے ہیں کہ میں جامع بصرہ میں تھا کہ میں نے ایک منادی کی آواز سنی: اے اہل علم! بے شک

Marfat.com

امام محمد بن اسماعیل بخاری آ چکے ہیں' لوگ ان سے طلب حدیث کے لیے کھڑے ہو گئے' میں بھی ان کے ساتھ تھا' ہم نے ایک نوجوان شخص دیکھا جو ستون کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا' جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو سب نے اس شخص سے درخواست کی کہ وہ ان کے لیے مجلس املاء منعقد کریں' انہوں نے ان کی درخواست منظور کر لی' صبح کے قریب اتنے اور اتنے ہزار لوگ جمع ہو گئے اور امام بخاری احادیث لکھوانے کے لیے بیٹھ گئے' انہوں نے کہا: اے اہل بصرہ! میں نوجوان آدمی ہوں' آپ لوگوں نے مجھ سے احادیث لکھوانے کا سوال کیا ہے اور عنقریب میں آپ لوگوں کو آپ کے شہر کے مشائخ کی احادیث لکھواؤں گا۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے بتایا کہ میں نیشاپور کی جامع میں تھا' تو عمرو بن زرارہ اور اسحاق بن راھویہ یعقوب بن عبداللہ والی نیشاپور کے پاس گئے اور اس کو میرے آنے کی خبر دی' اس نے ملاقات کے لیے آنے سے عذر پیش کیا اور کہا: جب ہمارے ہاں کوئی اجنبی مسافر آتا ہے تو ہم اس کو اس وقت تک جانے نہیں دیتے جب تک کہ اس کی شخصیت ہم پر واضح نہیں ہو جاتی' پھر ان میں سے کسی نے کہا: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نماز میں ''جلسة'' (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) اچھی طرح نہیں کرتے' امام بخاری نے کہا: اگر میرے متعلق اس طرح کہا گیا ہے تو میں اس مجلس سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک کہ میں صرف نماز کے متعلق دس ہزار احادیث نہ بیان کر دوں!

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں فریابی کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا' میں نے ایک حدیث بیان کی: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی عروہ از ابی الخطاب از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل واحد کے ساتھ تمام ازواجِ مطہرات کے پاس گئے۔

(صحیح بخاری: ۲۶۸' صحیح مسلم: ۳۰۹' سنن ابوداؤد: ۲۱۸' سنن ترمذی: ۱۴۰' سنن نسائی: ۲۶۳' سنن ابن ماجہ: ۵۸۸' مسند احمد: ۵ ۱۱۹۴۔ ج ۴' دار الفکر)

اس مجلس میں کوئی نہیں جان سکا کہ ابو عروہ کون ہے اور نہ یہ جان سکا کہ ابو الخطاب کون ہے' پھر میں نے بتایا کہ ابو عروہ معمر ہیں اور ابو الخطاب قتادہ ہیں۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے کہا کہ اسحاق بن ابراہیم سے کسی نے سوال کیا کہ ایک آدمی نے بھولے سے طلاق دے دی' وہ کافی دیر تک غور و فکر کرتے رہے اور اس کا جواب نہ دے سکے' پھر میں نے یہ حدیث سنائی:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بے شک اللہ عزوجل نے میری امت سے اس سے درگزر کر لیا ہے کہ وہ اپنے دل میں کسی کام کا منصوبہ بنائے جب تک اس پر عمل نہ کرے یا کلام نہ کرے۔ (صحیح بخاری: ۵۲۶۹' صحیح مسلم: ۱۲۷' سنن ابوداؤد: ۲۲۰۹' سنن ترمذی: ۱۱۸۶' سنن نسائی: ۳۴۳۳' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۰' مسند احمد: ۹۵۰۳۔ ج ۳' دار الفکر)

اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دل میں کسی کام کا قصد کرے یا کلام کرے یا اس پر عمل کرے اور اس نے دل میں اس کو طلاق دینے کا قصد نہیں کیا' پھر اسحاق نے میرے اس قول کے مطابق فتویٰ دیا۔

محمد بن حمیرویہ بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے کہا: مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ ہیں اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ ہیں۔ (طبقات الشافعیہ ج ۱ ص ۲۲۷) محمد بن ابی حاتم الوراق بیان کرتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری کہتے تھے کہ میں اس وقت تک حدیث لکھنے کے لیے نہیں بیٹھا جب تک کہ میں نے حدیث صحیح کو حدیث ضعیف سے متمیز نہیں کر لیا اور حتیٰ کہ میں نے رے (طہران) کی عام کتب کو نہیں پڑھ لیا اور حتیٰ کہ میں پانچ مرتبہ بصرہ میں داخل ہوا اور مجھے وہاں سے جو بھی صحیح حدیث ملی' اس کو میں نے لکھ لیا۔

علی بن حسین بن بیکندی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس محمد بن اسماعیل آئے تو کسی نے کہا کہ میں نے اسحاق بن راھویہ کو یہ

کہتے ہوئے سنا ہے: گویا میں اپنی کتاب میں ستر ہزار حدیثوں کو دیکھ رہا ہوں' محمد بن اسماعیل نے کہا: تم اس پر تعجب کر رہے ہو حالانکہ اس زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی کتاب میں دو لاکھ حدیثوں کو دیکھتے ہیں اور امام بخاری نے اس سے اپنی ذات کا ارادہ کیا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۹۰-۲۸۵)

امام بخاری کے مشائخ کے اسماء

★ امام بخاری نے بخاری سے روانہ ہونے سے پہلے ان مشائخ سے حدیث کا سماع کیا:

عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن الیمان الجعفی المسندی اور محمد بن سلام البیکندی اور ایک جماعت سے جو بڑے مشائخ میں سے نہیں تھے۔

★ بلخ میں ان مشائخ سے سماع حدیث کیا:

مکی بن ابراہیم اور وہ سب سے اعلیٰ ہیں اور انہوں نے مرو میں عبدان بن عثمان اور علی بن الحسن بن شقیق اور صدقہ بن الفضل سے سماع کیا اور نیشاپور میں یحییٰ بن یحییٰ اور رے میں ابراہیم بن موسیٰ سے سماع کیا۔

★ ۲۱۰ھ میں عراق میں ان مشائخ سے سماع کیا:

محمد بن عیسیٰ بن الطباع اور سریج بن النعمان اور محمد بن سابق اور عفان۔

★ بصرہ میں ان مشائخ سے سماع کیا:

ابو عاصم النبیل' الانصاری اور عبد الرحمٰن بن حماد الشعیثی صاحب ابن عون اور محمد بن عرعرہ اور حجاج بن منہال اور بدل بن المحبر اور عبد اللہ بن رجاء اور متعدد سے سماع کیا۔

★ کوفہ میں ان مشائخ سے سماع کیا:

عبید اللہ بن موسیٰ' ابو نعیم' خالد بن مخلد' طلق بن غنام اور خالد بن یزید المقری' یہ وہ ہیں جنہوں نے حمزہ کے سامنے حدیث پڑھی۔

★ اور مکہ میں ان مشائخ سے سماع کیا:

ابی عبد الرحمٰن المقری' خلاد بن یحییٰ' حسان بن حسان البصری' ابی الولید احمد بن محمد الازرقی اور الحمیدی۔

★ اور مدینہ میں ان مشائخ نے سماع کیا:

عبد العزیز الاویسی' ایوب بن سلیمان بن بلال اور اسماعیل بن ابی اویس۔

★ اور مصر میں ان مشائخ سے سماع کیا:

سعید بن ابی مریم' احمد بن اشکاب' عبد اللہ بن یوسف اور اصبغ۔

★ اور شام میں ان مشائخ سے سماع کیا:

ابو الیمان' آدم بن ابی ایاس' علی بن عیاش' بشر بن شعیب' ابو المغیرہ عبد القدوس' احمد بن خالد الوہبی' محمد بن یوسف الفریابی' ابو مسہر اور ان کے علاوہ اور بہت سے۔

محمد بن ابو حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے بتایا کہ میں نے ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) مشائخ سے احادیث لکھی ہیں' ان میں سے ایک کے سوا سب یہ کہتے تھے کہ ایمان قول اور عمل ہے اور زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے۔

★ امام بخاری کے اعلیٰ شیوخ وہ ہیں جو تابعین سے روایت کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

ابو عاصم الانصاری' مکی بن ابراہیم' عبید اللہ بن موسیٰ' ابو المغیرہ اور ان کی مثل دیگر۔

Marfat.com

★ ان کے اوساط شیوخ وہ ہیں جو اوزاعی سے روایت کرتے ہیں' اور وہ یہ ہیں:

ابن ابی ذئب' شعبہ' شعیب بن ابوحمزہ اور الثوری۔

★ پھر اس سے نچلے طبقہ میں وہ ہیں جو اصحاب مالک کی مثل ہیں' جیسے:

حماد بن زید اور ابی عوانہ۔

★ اور چوتھے طبقہ میں وہ ہیں' جو اصحاب ابن المبارک کی مثل ہیں' جیسے:

ابن عیینہ' ابن وہب اور ولید بن مسلم۔

★ پھر پانچویں طبقہ کے مشائخ یہ ہیں:

محمد بن یحییٰ الذھلی' اس سے انہوں نے بہت روایت کی ہے اور تدلیس کی ہے' اور محمد بن عبد اللہ الحزمی' محمد بن عبد الرحیم صاعقہ' یہ ان کے معاصر ہیں' اور ابو مسہر' ان سے سماع مشکوک ہے اور غیر صحیح میں انہوں نے کہا: '' حدثنا ابو مسھر '' یا '' حدثنا رجلٌ عنه '' اور '' روی عن احمد بن عبد الملك بن واقد الحرانی ''۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۷۹۔ ۲۷۸' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۸۵۔ ۸۴' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲۴۔ ۴۲۳' ھدی الساری ص ۴۷۴۔ ۴۷۳' مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ بیروت)

امام بخاری سے روایت کرنے والے اور ان کے تلامذہ

★ امام بخاری سے بہت لوگوں نے روایت کی' ان میں سے مشہور نام یہ ہیں:

ابوعیسیٰ الترمذی' ابوحاتم' ابراہیم بن اسحاق الحربی' ابوبکر بن ابی الدنیا' ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم' صالح بن محمد جزرہ' محمد بن عبد اللہ الحضرمی مطین' ابراہیم بن معقل النسفی' عبد اللہ بن ناجیہ' ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ' عمر بن محمد بن بجیر' ابوقریش محمد بن جمعہ' یحییٰ بن محمد بن صاعد' محمد بن یوسف الفربری راوی '' الصحیح ''، منصور بن محمد مزبزدہ' ابوبکر بن ابی داؤد' حسین' قاسم (یہ دونوں محاملی کے بیٹے ہیں)' عبد اللہ بن محمد بن الاشقر' محمد بن سلیمان بن فارس' محمود بن عنبر النسفی اور بے شمار لوگ ہیں' امام مسلم نے ان سے غیر صحیح میں روایت کی ہے۔

ایک قول ہے: امام نسائی نے '' کتاب الصیام '' میں ان سے اپنی '' سنن '' میں روایت کی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور امام نسائی نے '' کتاب الکنٰی '' میں بعض احادیث از عبد اللہ بن احمد الخفاف از البخاری روایت کی ہیں۔

ہمارے شیخ ابوالحجاج المزی نے امام بخاری کے شیوخ اور ان کے تلامذہ کو حروف تہجی کی ترتیب سے ذکر کیا جیسا کہ ان کی عادت ہے۔

★ محمد بن طاہر المقدسی نے کہا ہے کہ '' صحیح البخاری '' کو ایک جماعت نے روایت کیا ہے' ان میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں:

الفربری' حماد بن شاکر' ابراہیم بن معقل نسفی' طاہر بن محمد بن مخلد نسفی۔

حافظ ابونصر بن ماکولا نے کہا ہے: جس نے سب سے آخر میں امام بخاری سے حدیث روایت کی ہے' وہ ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی البزدی ہیں' یہ اہل بزدہ سے تھے اور ثقہ تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۸۰' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲۴)

امام بخاری کے متعلق ائمہ حدیث کے کلمات تحسین

ابوجعفر بیان کرتے ہیں کہ مجھے سلیم بن مجاہد نے بتایا کہ محمد بن سلام بیکندی میرے پاس آئے' میں نے ان سے کہا: اگر آپ تھوڑی دیر پہلے آتے تو میں آپ کو وہ بچہ دکھاتا' جس کو ستر ہزار احادیث حفظ ہیں' پھر میں امام بخاری کو تلاش کرنے کے لیے نکلا حتیٰ کہ وہ مل گئے' البیکندی نے کہا: تم ہی وہ ہو جو کہتے ہو مجھے ستر ہزار احادیث حفظ ہیں؟ امام بخاری نے کہا: ہاں! اور مجھے اس سے زیادہ احادیث حفظ ہیں اور میں آپ کو صحابہ اور تابعین سے جو حدیث بھی روایت کروں گا' میں ان میں سے اکثر کی جائے ولادت' جائے وفات اور ان کے مساکن کو جانتا ہوں اور میں صحابہ اور تابعین کی جس حدیث کو بھی روایت کرتا ہوں' میرے پاس قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے اس کی اصل محفوظ ہوتی ہے۔

یحییٰ بن جعفر کہتے تھے: اگر میں اس پر قادر ہوتا کہ میں اپنی عمر میں سے امام بخاری کی عمر میں اضافہ کر دوں تو میں کر دیتا کیونکہ میری موت ایک آدمی کی موت ہوگی اور امام بخاری کی موت سے علم رخصت ہو جائے گا۔

نعیم بن حماد کہتے تھے کہ امام بخاری اس امت کے فقیہ ہیں۔

محمد بن ابوحاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے بتایا کہ عمرو بن علی الفلاس کے اصحاب نے ایک حدیث میں مجھ سے مذاکرہ کیا' میں نے کہا: میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا' وہ لوگ اس سے بہت خوش ہوئے اور جا کر عمرو بن علی کو بتایا' انہوں نے کہا: جس حدیث کو محمد بن اسماعیل نہیں پہچانتے وہ حدیث نہیں ہے۔

حاشد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے مصعب الزہری نے کہا: ہمارے نزدیک محمد بن اسماعیل' امام احمد بن حنبل سے زیادہ فقیہ اور بصیر ہیں' ان سے کہا گیا: تم نے حد سے تجاوز کیا ہے' مصعب نے اس شخص سے کہا: اگر تم امام مالک کا زمانہ پاتے اور ان کا چہرہ دیکھتے اور محمد بن اسماعیل کا چہرہ دیکھتے تو تم کہتے: یہ دونوں فقہ اور حدیث میں واحد ہیں۔

علی بن حجر نے کہا: خراسان نے تین مرد پیدا کیے: ابوزرعہ' محمد بن اسماعیل بخاری اور عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی' اور محمد بن اسماعیل میرے نزدیک ان سب سے زیادہ بصیر' سب سے بڑے عالم اور سب سے کامل فقیہ ہیں۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا ہے: خراسان نے محمد بن اسماعیل کی مثل پیدا نہیں کی۔

احمد بن المنصور بیان کرتے ہیں: میں نے ابوبکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبداللہ بن نمیر سے سنا کہ ہم نے محمد بن اسماعیل کی مثل نہیں دیکھی۔

حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ میں تھا تو میں نے محمد بن اسماعیل کی آمد کے متعلق سنا تو بندار نے کہا: آج سید الفقہاء داخل ہوا ہے۔

ابراہیم بن خالد المروزی بیان کرتے ہیں کہ ابوعمار الحسین بن حُریث نے امام بخاری کی تعریف کرتے ہوئے کہا: میں نے ان کی مثل نہیں دیکھی گویا کہ ان کو صرف حدیث کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

محمود بن المنضر بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ' شام' کوفہ اور حجاز میں گیا اور میں نے ان کے علماء کو دیکھا' جب بھی ان کے سامنے امام محمد بن اسماعیل کا ذکر ہوتا تو وہ امام بخاری کو اپنے اوپر فضیلت دیتے۔

محمد بن یوسف بیان کرتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل نے بتایا کہ میں جب بصرہ میں گیا تو میں بندار کی مجلس میں پہنچا' جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھ سے پوچھا: نوجوان تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: بخاری سے' انہوں نے کہا: وہاں ابوعبداللہ کیسے ہیں؟

Marfat.com

میں خاموش رہا' ان کولوگوں نے بتایا کہ یہی ابوعبد اللہ ہیں' پس وہ کھڑے ہو گئے' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گلے لگایا اور کہا: مرحبا! میں اس شخص پر کئی سالوں سے فخر کر رہا تھا۔

محمد بن عمر بن الاشعث البیکندی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن احمد بن حنبل سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میرے والد نے کہا: اہل خراسان میں سے چار حفاظ حدیث ہیں: ابوزرعہ الرازی' محمد بن اسماعیل البخاری' عبد اللہ بن عبد الرحمان السمرقندی اور الحسن بن شجاع البلخی۔

یعقوب بن ابراہیم الدورقی کہتے تھے کہ امام محمد بن اسماعیل اس امت کے فقیہ ہیں۔

الفربری بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن منیر کے اصحاب میں سے ایک شخص کسی کام سے بخارا گیا' جب وہ واپس آیا تو ابن منیر نے اس سے پوچھا: تم ابوعبد اللہ سے ملے تھے؟ اس نے کہا: نہیں' انہوں نے اس کو دھتکار دیا اور کہا: تیرے اندر کوئی خیر نہیں ہے' تو بخارا میں گیا اور ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل سے مل کر نہیں آیا!

الوراق بیان کرتے ہیں کہ میں نے علماء مکہ سے سنا' وہ کہتے تھے: محمد بن اسماعیل ہمارے امام اور فقیہ ہیں اور خراسان کے فقیہ ہیں۔صالح بن یونس بیان کرتے ہیں کہ امام عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی سے سالم بن ابی حفصہ کی حدیث کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے کہا: اس حدیث کو میں نے محمد بن اسماعیل کے ساتھ لکھا تھا اور وہ کہتے تھے کہ سالم ضعیف ہے' ان سے کہا گیا: آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد بن اسماعیل مجھ سے زیادہ بصیرت رکھنے والے ہیں۔

الوراق بیان کرتے ہیں کہ ابوالطیب حاتم بن منصور الکلیسی کہتے تھے کہ بصرہ میں علم کے نفاذ میں امام بخاری اللہ کی آیات میں سے ایک آیت ہیں۔

رجاء الحافظ کہتے تھے کہ امام محمد بن اسماعیل کی علماء پر اس طرح فضیلت ہے جیسے مردوں کی عورتوں پر فضیلت ہے' ایک شخص نے کہا: کیا ہر ایک پر؟ انہوں نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت ہیں' جو زمین پر چلتے ہیں۔

محمد بن یوسف بیان کرتے ہیں کہ ہم امام بخاری کے ساتھ محمد بن بشار کے پاس تھے' انہوں نے امام بخاری سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا' امام بخاری نے فی الفور جواب دیا' محمد بن بشار نے امام بخاری کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ ہمارے زمانہ میں اللہ کی مخلوق میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

سلیم بن مجاہد کہتے تھے: اگر وکیع' ابن عیینہ اور ابن المبارک اس وقت زندہ ہوتے تو محمد بن اسماعیل کی طرف محتاج ہوتے۔

محمد بن یوسف بیان کرتے ہیں کہ ہم قتیبہ بن سعید کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا' جس کے بال بکھرے ہوئے تھے' اس کا نام ابویعقوب تھا' قتیبہ بن سعید نے اس سے محمد بن اسماعیل کے متعلق دریافت کیا' پہلے اس نے اپنا سر جھکایا' پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا: اے لوگو! میں نے حدیث میں غور کیا ہے اور رائے میں بھی غور کیا ہے' میں فقہاء' زہاد اور عباد کی مجلس میں رہا ہوں اور جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے' میں نے محمد بن اسماعیل کی مثل نہیں دیکھی۔

حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ قتیبہ کہتے ہیں کہ امام بخاری اپنے اصحاب میں صدق اور تقویٰ میں ایسے ہیں' جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ میں تھے۔

ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ کہتے تھے کہ میں نے محمد بن اسماعیل سے بڑھ کر آسمان کے نیچے احادیث کا عالم اور حافظ نہیں دیکھا۔

Marfat.com

محمد بن حمدون بن رستم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ امام مسلم بن حجاج' امام بخاری کے پاس آئے اور کہا: اے استاذ الاستاذین' سید المحدثین اور علل حدیث کے طبیب! اپنے پیر بڑھائیں تاکہ میں ان پر بوسہ دوں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: میں نے علل' تاریخ اور معرفت الاسانید کے معنی میں محمد بن اسماعیل سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا' عراق میں نہ خراسان میں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: امام محمد بن اسماعیل' عبداللہ بن منیر کے پاس تھے' جب وہ ان کے پاس سے کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا: اے ابوعبداللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امت کی زینت بنادیا ہے' امام ترمذی نے کہا: ان کے یہ کلمات قبول ہوگئے۔

احمد بن نصر الخفاف نے کہا: امام محمد بن اسماعیل' اسحاق بن راھویہ اور احمد بن حنبل سے بیس درجہ زیادہ بڑے عالم تھے اور جو امام بخاری کی مذمت کرے' میری طرف سے اس پر ایک ہزار لعنت ہو۔

بغیر کفر یا فسق کے کسی پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

احمد بن حمدون القصار بیان کرتے ہیں کہ امام مسلم بن حجاج' امام بخاری کے پاس گئے اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا: مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے قدموں کو بوسہ دوں' پھر کہا: آپ کو محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید الحرانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از سہیل از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ حدیث کفارہ مجلس میں ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۵۳۶) اس حدیث کی علت کیا ہے؟ امام بخاری نے کہا: یہ حدیث ملیح ہے اور اس باب میں اس حدیث واحد کے سوا دنیا میں اور کوئی حدیث میرے علم میں نہیں ہے' مگر یہ حدیث معلول ہے: ہمیں یہ حدیث موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کی' انہوں نے کہا: ہم سے وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سہیل نے حدیث بیان کی از عون بن عبداللہ' امام محمد نے کہا: اور یہ سند اولیٰ ہے کیونکہ موسیٰ بن عقبہ کا سہیل سے سماع نہیں بیان کیا جاتا' تب امام مسلم نے کہا: آپ سے صرف حاسد ہی بغض رکھے گا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ کی کوئی مثل نہیں ہے۔

کفارہ مجلس کی حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں بہت شور وشغب ہو' پھر مجلس سے اٹھنے سے پہلے وہ یہ دعا پڑھ لے: ''**سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك**'' تو اس مجلس میں جو غلط باتیں ہوئی تھیں' ان پر اس شخص کو معاف کردیا جائے گا۔

(سنن ترمذی: ۳۴۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۹)

ابوسہل محمد بن احمد المروزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوزید المروزی الفقیہ سے یہ سنا ہے کہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا' اس وقت مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی' آپ نے فرمایا: اے ابوزید! کب تک امام شافعی کی کتابیں پڑھتے رہو گے؟ تم میری کتاب نہیں پڑھتے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: محمد بن اسماعیل کی ''الجامع''۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۰۳۔ ۳۹۰ ملخصاً وملتقطاً' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۹۔ ۱۶ ملتقطاً' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۶۵۔ ۶۱ ملتقطاً' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۳۔ ۹۵ ملتقطاً' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۳۲۔ ۲۲۷ ملتقطاً' تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۔ ۴۱ ملتقطاً' ھدی الساری ص ۴۷۸۔ ۴۷۶ مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ بیروت)

Marfat.com

اہل بغداد اور اہل سمرقند کے امتحان میں سرخرو ہونا

حافظ احمد بن عدی بیان کرتے ہیں کہ جب اہل بغداد کو معلوم ہوا کہ امام بخاری بغداد آ رہے ہیں تو بغداد کے محدثین نے امام بخاری کا امتحان لینے کے لیے ایک سو احادیث کے متون اور اسناد میں ردو بدل کر دیا' ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کے ساتھ اور اس کی سند کو پہلی حدیث کے ساتھ لگا دیا اور اس طرح ایک سو احادیث کے متن اور سند الٹ پلٹ کر دیے اور دس آدمیوں میں یہ احادیث اس طرح تقسیم کر دیں کہ ہر شخص ایک ایک کر کے دس احادیث کے بارے میں امام بخاری سے سوال کرے۔

امام بخاری جب بغداد میں داخل ہوئے تو اہل بغداد نے ان کے اعزاز میں ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی جس میں علماء امراء اور عوام کی بہت اکثریت شامل تھی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک شخص اٹھا اور اس نے سند مقلوب کے ساتھ پہلی حدیث پڑھی' امام بخاری سے پوچھا: کیا آپ کو یہ حدیث معلوم ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' اس نے پھر دوسری حدیث پڑھی' پھر تیسری' پھر چوتھی' یہاں تک کہ اس نے دس احادیث پڑھ ڈالیں اور امام بخاری نے ہر بار نفی میں جواب دیا' جاننے والے اصل سبب سمجھ کر امام بخاری کے علم پر حیران ہو رہے تھے اور انجان لوگ اس جواب کو امام بخاری کا عجز سمجھ کر پریشان ہو رہے تھے' پہلے شخص کے سوالات کے بعد اسی طرح دوسرے شخص نے اُٹھ کر سوالات کیے اور امام بخاری نے اسی طرح جواب دیئے' پھر تیسرا اٹھا' پھر چوتھا' یہاں تک کہ دس آدمیوں نے سو احادیث پوری کر ڈالیں اور امام بخاری نے ان تمام احادیث کے جواب میں یہی کہا کہ میں انہیں نہیں جانتا۔ جب امام بخاری نے دیکھا کہ یہ لوگ سوالات سے فارغ ہو گئے اور اب کوئی شخص نہیں اٹھتا تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ پہلے شخص نے جو حدیث پڑھی' اس کی اس نے یہ سند بیان کی تھی اور اس کی سند یہ ہے' اس طرح ان لوگوں کی پڑھی ہوئی سو کی سو احادیث کی غلط اسناد بھی پڑھ کر سنائیں اور ان کی اصل اسناد بھی بیان کر دیں اور ہر حدیث کو اس کی اصل سند کے ساتھ لاحق کر دیا' جیسے ہی امام بخاری نے اپنے بیان کو ختم کیا' تمام مجلس میں تحسین و مرحبا کا غلغلہ اور آفرین آفرین کا شور اٹھا اور عوام و خواص سب نے امام بخاری کے فضل کا اعتراف اور ان کی عظمت کا اقرار کر لیا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۱۔۲۰' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۰۔۴۹' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۰۔۹۹' سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۸۶' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲۸۔۴۲۷' جامع الاصول ج ۱ ص ۱۲۳۔۱۲۲' ھدی الساری ص ۴۷۹' مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ بیروت)

حافظ ابوالازہر روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سمرقند میں چار سو محدث جمع ہوئے اور انہوں نے امام بخاری کو مغالطہ دینے کے لیے شام کی اسناد عراق کی اسناد میں داخل کیں اور عراق کی شام میں' اسی طرح حرم کی اسناد یمن میں داخل کیں اور یمن کی حرم میں' وہ لوگ سات دن تک لگاتار اس قسم کے مغالطہ آمیز متون اور اسانید امام بخاری پر پیش کرتے رہے لیکن ایک بار بھی وہ امام بخاری کو نہ سند میں مغالطہ دے سکے نہ متن میں۔ (ھدی الساری ص ۴۷۹' مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ بیروت)

امام بخاری کا فقہی مسلک

امام بخاری کے اپنے کلام میں اس بات کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ ان کا فقہی مسلک کیا تھا' البتہ ''جامع صحیح'' میں امام بخاری ایسی احادیث بہ کثرت لائے ہیں' جو مسلک شافعی کی مؤید ہیں اور غالباً اسی بناء پر بعض مشاہیر علماء نے ان کو امام شافعی کا مقلد کردانا ہے' چنانچہ امام قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ تاج الدین سبکی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وقد ذکرہ ابو عاصم فی طبقات اصحابنا الشافعیۃ. (ارشاد الساری ج ۱ ص ۵۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابو عاصم نے امام بخاری کو ہمارے طبقات شافعیہ میں بیان کیا ہے۔

اور تاج الدین سبکی متوفی ۷۷۱ھ امام بخاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

وسمع بمكة عن الحميدی وعليه تفقه عن الشافعی.

یعنی امام بخاری نے مکہ میں حمیدی سے سماع کیا اور انہیں سے فقہ شافعی پڑھی۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ا ص ۲۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

ذكر ابو عاصم العبادی ابا عبد الله فی كتابه الطبقات وقال سمع من الزعفرانی وابی ثور والكرابيسی قلت وتفقه علی الحميدی وكلهم من اصحاب الشافعی. (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ا ص ۲۲۴۔ ۲۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

ابو عاصم عبادی نے امام بخاری کا ذکر اپنی کتاب ''طبقات شافعیہ'' میں کیا ہے اور کہا ہے کہ امام بخاری نے زعفرانی' ابوثور اور کرابیسی سے سماع کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ انہوں نے حمیدی سے فقہ پڑھی اور یہ سب امام شافعی کے شاگرد تھے۔

امام تاج الدین سبکی نے یہ تمام ثبوت حافظ ابو عاصم کے اس قول کو تقویت پہنچانے کے لیے ذکر کیے ہیں کہ امام بخاری شافعی المذہب تھے۔ حافظ ابو عاصم ۳۵۷ھ میں یعنی امام بخاری کے وصال کے ٹھیک ایک سو ایک سال بعد پیدا ہوئے' ان کا زمانہ امام بخاری کے بہت قریب تھا' اس لیے ان کی بات پر اعتماد کرنے کی کئی وجوہ ہیں۔

اور نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ ''مدینۃ العلوم'' سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

ولنذكر بعد ذلك نبذا من ائمة الشافعية ليكون الكتب كامل الطرفين حائز الشرفين وهولاء صنفان احدهما من تشرف بصحبة الامام الشافعی والاخر من تلاهم من الائمة اما الاول فمنهم احمد الخلال ' ابو جعفر البغدادی واما الصنف الثانی فمنهم محمد بن ادريس ابوحاتم الرازی ومحمد بن اسمعيل البخاری ومحمد بن علی الحكيم ترمذی.

اور ہمیں چاہیے کہ اب کچھ ائمہ شافعیہ کا تذکرہ کریں' تاکہ ہماری کتاب حنفی اور شافعی دونوں طرفوں کی جامع ہو جائے اور ائمہ شافعیہ دو قسم پر ہیں' ایک وہ جو امام شافعی کی صحبت سے مشرف ہیں جیسے احمد خلال اور ابوجعفر بغدادی' دوسری قسم کے ائمہ شافعیہ وہ ہیں جیسے محمد بن ادریس ابو حاتم رازی' محمد بن اسماعیل البخاری اور محمد بن علی حکیم ترمذی۔

(ابجد العلوم ج ۳ ص ۱۲۷' المکتبۃ القدوسیہ لاہور' ۱۴۰۳ھ)

ان ٹھوس حوالہ جات کے پیش نظر امت کی اکثریت اس طرف گئی ہے کہ امام بخاری شافعی المذہب تھے۔

بہرحال امام بخاری شافعی ہونے کی تقدیر پر بھی محض مقلد نہیں تھے بلکہ مجتہد فی المسائل تھے اور طبقات فقہاء میں تیسرے درجے پر فائز تھے' یہی وجہ ہے کہ وہ بعض مسائل میں امام شافعی سے اختلاف کرتے ہیں اور ان مسائل میں خود اجتہاد کرتے ہیں' اسی لیے اہل علم کے نزدیک امام بخاری کی مثال شوافع میں ایسی ہے جیسے احناف میں امام ابوجعفر طحاوی کی۔

تصانیف

امام بخاری کی زندگی کا اکثر حصہ احادیث کی تلاش میں شہر در شہر سفر میں گزرا ہے اور انہیں کسی ایک جگہ سکون سے بیٹھ کر کام کرنے کا موقع بہت کم ملا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے خاطر خواہ تعداد میں تصانیف چھوڑی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر حضرات نے جو امام بخاری کی تصانیف گنوائی ہیں' وہ یہ ہیں:

Marfat.com

(۱) الجامع الصحیح (۲) التاریخ الکبیر (۳) التاریخ الاوسط (۴) التاریخ الصغیر (۵) کتاب الضعفاء (۶) کتاب الکنیٰ (۷) الادب المفرد (۸) جزرفع الیدین (۹) جز القراءۃ خلف الامام (۱۰) کتاب الاشربۃ (۱۱) کتاب الھبہ (۱۲) کتاب العلل (۱۳) برالوالدین (۱۴) الجامع الکبیر (۱۵) التفسیر الکبیر (۱۶) المسند الکبیر (۱۷) خلق افعال العباد (۱۸) قضایا الصحابہ والتابعین (۱۹) کتاب الوحدان (۲۰) کتاب المبسوط (۲۱) کتاب الفوائد (۲۲) اسامی الصحابہ۔ (ھدی الساری ص ۴۸۳ 'مع فتح الباری ج ۱' دارالمعرفہ بیروت)

نیشا پور میں امام محمد بن یحییٰ الذھلی کے ساتھ خلق قرآن کا مناقشہ

۲۵۰ھ میں امام بخاری نے نیشا پور آنے کا پروگرام بنایا' اس خبر کو سنتے ہی اہالیان نیشا پور میں فرحت ومسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اس زمانہ میں محمد بن یحییٰ ذہلی نیشا پور کی علمی ریاست کے والی تھے۔ محمد بن یحییٰ ذہلی نے شہر کے لوگوں کو امام بخاری کے استقبال کی تلقین کی' چنانچہ لوگوں کے ایک انبوہ کثیر نے محمد بن یحییٰ کی قیادت میں شہر سے تین مرحلہ آگے جا کر امام بخاری کا استقبال کیا اور انتہائی تزک و احتشام سے امام بخاری کو شہر میں لے کر آئے۔ امام مسلم بن حجاج کہتے ہیں: میں نے اس سے پہلے اتنا عظیم الشان استقبال نہ کسی عالم کا دیکھا تھا نہ کسی حاکم کا۔

امام بخاری نے نیشا پور میں درس حدیث دینا شروع کیا' ان کے درس میں ہر وقت اژدہام رہتا تھا اور بے حساب لوگ امام بخاری سے علم حدیث کا استفادہ کرتے تھے۔ بعض حاسدین کو امام بخاری کی شہرت اور مقبولیت بری لگی اور انہوں نے محمد بن یحییٰ کو امام بخاری کا مخالف بنا دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ محمد بن یحییٰ ذہلی قرآن کریم کے الفاظ کو بھی قدیم مانتے تھے' اس پر بڑی شدت سے قائم تھے' کسی شخص نے جا کر امام بخاری سے پوچھا کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ امام بخاری نالتے رہے' جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے کہا: ''القرآن کلام اللّٰہ غیر مخلوق'' اس نے پھر اصرار کیا' قرآن کے الفاظ کا حکم بتلایئے' تو آپ نے کہا: ''افعالنا مخلوقۃ والفاظنا من افعالنا'' (ہمارے افعال مخلوق ہیں اور الفاظ بھی ہمارے افعال ہیں) بس پھر کیا تھا' شور مچ گیا کہ امام بخاری الفاظ قرآن کو مخلوق مانتے ہیں' جب ذہلی تک یہ خبر پہنچی تو وہ تمام عنایات منقطع کر کے یکسر مخالف ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ بخاری کے درس میں کوئی شخص نہ جائے' چنانچہ مسلم بن حجاج کے سوا تمام لوگوں نے امام بخاری کے درس میں جانا بند کر دیا۔ آخر کار جب امام بخاری اہل نیشا پور سے مایوس ہو گئے تو آپ نے نیشا پور سے بخارا کی طرف روانگی کا قصد کر لیا۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۱-۲۹' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۶۸-۶۷' سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۳-۳۱۱' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۳۹-۴۳۶' ھدی الساری ص ۴۸۲' مع فتح الباری ج ۱' دارالمعرفہ بیروت)

امام بخاری کی بخاریٰ میں امیر بخاریٰ خالد بن احمد ذہلی کے ساتھ آزمائش

جب اہل وطن کو معلوم ہوا کہ امام بخاری وطن واپس لوٹ رہے ہیں تو انہیں بے حد خوشی ہوئی' انہوں نے بخارا سے کئی منزل پہلے امام بخاری کی پیشوائی کے لیے خیمے نصب کر دیئے اور بڑے تزک واہتمام اور شان وشکوہ سے امام بخاری کو شہر لے کر آئے۔ امام بخاری نے بخارا میں درس قائم کر دیا اور اطمینان سے پڑھانے میں مصروف ہو گئے۔

حاسدین نے یہاں بھی امام بخاری کا پیچھا نہ چھوڑا' وہ خلافت عباسیہ کے نائب خالد بن احمد ذہلی والی بخارا کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ امام بخاری سے کہیے کہ وہ آپ کے صاحبزادے کو گھر آ کر پڑھایا کریں' جب والی بخارا نے امام بخاری سے یہ فرمائش کی تو آپ نے فرمایا: میں علم کو سلاطین کے دروازے پہ لے جا کر ذلیل کرنا نہیں چاہتا۔ جس شخص کو پڑھنے کی ضرورت ہے اس کو میرے درس میں آنا چاہیے۔ والیٔ بخارا نے کہا: اگر میرا لڑکا درس میں آئے تو وہ عام لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر نہیں پڑھے گا' آپ کو اسے

Marfat.com

علیحدہ پڑھانا ہوگا۔ امام بخاری نے جواب دیا: میں کسی شخص کو احادیث رسول کی سماعت سے روک نہیں سکتا' یہ جواب سن کر حاکم ناراض ہو گیا اور اس نے ابن الوقت علماء سے امام بخاری کے خلاف فتویٰ حاصل کر کے انہیں شہر سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

امام بخاری اپنے وطن میں آ کر بے وطن ہونے پر بہت آزردہ ہوئے۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ خلیفہ نے والی بخارا خالد بن احمد ذہلی کو معزول کر دیا اور اسے گدھے پر سوار کرا کے محل سے نکالا گیا اور قید خانہ میں بند کر دیا گیا' جہاں وہ انتہائی ذلت اور رسوائی سے چند دن گزارنے کے بعد ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح جن لوگوں نے امیر بخارا کی معاونت کی تھی' وہ سب مختلف بلاؤں میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۳۔۳۱' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۷۱۔۷۰' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۶۔۱۰۵' سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۸۔۳۱۶' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴۱' ھدی الساری ص ۴۸۴' مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ بیروت)

امام بخاری کا سانحہ ارتحال

بخارا سے واپس ہونے کے بعد امام بخاری نے سمرقند جانے کا قصد کیا۔ ابھی سمرقند سے کئی منزل دور تھے تو آپ کو اطلاع ملی کہ اہل سمرقند میں آپ کے بارے میں دو آراء ہو گئی ہیں' یہ سن کر آپ وہیں راستہ میں خرتنگ نامی ایک بستی میں رک گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے خدا! یہ زمین وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوتی جا رہی ہے' مجھے اپنے پاس واپس بلا لے۔ اس دعا کے بعد آپ بیمار پڑ گئے۔ اس اثناء میں اہل سمرقند نے بلانے کے لیے آپ کے پاس قاصد بھیجا' آپ جانے کے لیے تیار ہوئے' مگر طاقت نے ساتھ نہ دیا۔ چند دعائیں پڑھیں اور لیٹ گئے' جسم سے پسینہ بہنا شروع ہوا' ابھی وہ پسینہ خشک نہ ہوا تھا کہ آپ نے جان' جان آفرین کے سپرد کر دی اور اس طرح یکم شوال ۲۵۶ھ کو باسٹھ سال کی زندگی گزار کر عشاء کی نماز کے بعد علم وفضل کا وہ عظیم آفتاب غروب ہو گیا' جس نے علم وعمل کی روشنی سے سمرقند' بخارا' بغداد اور نیشاپور کے بے شمار عوام وخواص اپنے دل ودماغ کو منور کر رہے تھے' پھر عید کے دن ظہر کی نماز کے بعد آپ کو خرتنگ میں دفن کیا گیا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۳۔۳۲' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۷۱' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۷۔۱۰۶' سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۸' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴۱' ھدی الساری ص ۴۸۴' مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ موت کی دعا مانگنا ممنوع ہے' پھر امام بخاری نے موت کی دعا کیوں کی؟

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ تمام مؤرخین نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے حالات سے بددل ہو کر اپنی موت کی دعا کی اور یہ کہا: اے خدا! یہ زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی ہے' مجھے اپنے پاس واپس بلا لے' حالانکہ موت کی دعا مانگنا ممنوع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے' اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہو تو وہ یوں دعا کرے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر۔ (صحیح البخاری: ۵۶۷۱' صحیح مسلم: ۲۶۸۰' سنن ابوداؤد: ۳۱۰۸' سنن ترمذی: ۹۷۱' سنن نسائی: ۱۸۱۹' سنن ابن ماجہ: ۴۲۶۵' صحیح ابن حبان: ۹۶۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے' جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور زندگی مومن میں صرف نیکیوں کو زیادہ کرتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۸۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ پے در پے صدمات کی وجہ سے امام بخاری کا ذہن بے حد منتشر ہو چکا تھا اور ان کو ذہول ہو گیا تھا اور اس

Marfat.com

وقت یہ یاد نہ رہا کہ موت کی دعا کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور نسیان کی حالت میں جو ممنوع کام کیا جائے اس پر مواخذہ نہیں کیا جاتا یا پھر امام بخاری نے اجتہاد کیا کہ دنیاوی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا منع ہے' لیکن اب ان کے دین پر مصیبت آئی ہوئی ہے' ان کو دینی خدمت کرنے سے روکا جا رہا ہے اور درس اور تدریس کی راہ میں روڑے اٹکائے جا رہے ہیں اور اس سے پہلے کہ میرے دین پر کوئی بڑی آفت اور مصیبت آئے تو اے اللہ! مجھے اپنے پاس بلالے' امام بخاری فقیہ اور مجتہد تھے انہوں نے موت کی دعا کرتے وقت ضرور اس دعا کی کوئی بہترین توجیہ کی ہوگی۔

بارگاہ رسالت میں مقبولیت

امام بخاری نے ساری عمر رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی تلاش' آپ کے اقوال کی تتبع اور آپ کی احادیث کی خدمت میں گزاری۔ ان کی زندگی کا ایک ایک عمل متابعت رسول کا مظہر تھا۔ وراق کہتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ امام بخاری رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں اور حضور جس جگہ قدم رکھتے ہیں' امام بخاری بھی بعد میں وہیں قدم رکھتے ہیں۔

فربری کہتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی جگہ جا رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: محمد بن اسماعیل کے پاس۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اسے جا کر میرا سلام کہنا۔ (تاریخ بغداد ص ۱۰)

رسول اللہ ﷺ کی یہ عنایات جس طرح زندگی میں امام بخاری کے شامل حال تھیں' اسی طرح وصال کے بعد بھی یہ توجہات ان پر سایہ فگن رہیں' چنانچہ عبدالواحد بن آدم طواویسی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جماعت صحابہ کے ساتھ ایک جگہ کھڑے ہوئے ہیں' میں نے پوچھا: حضور کس کا انتظار ہے؟ فرمایا: بخاری کا۔ طواویسی کہتے ہیں: چند دن بعد مجھے امام بخاری کے وصال کی خبر پہنچی' میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ امام بخاری کا اسی رات انتقال ہوا تھا' جس رات میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تھی۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۴' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۷۱' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۷' سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۹' طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۳۰' ھدی الساری ص ۴۸۴' مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ بیروت)

امام بخاری کے مزار کی برکات

امام بخاری کی نماز جنازہ کے بعد جب ان کی قبر پر مٹی ڈالی گئی تو مدت مدید تک اس مٹی سے مشک کی مہک آتی رہی اور عرصہ دراز تک لوگ دور دور سے آکر امام بخاری کی قبر کی مٹی کو بہ طور تبرک لے جاتے رہے۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۴۲-۲۴۱' ھدی الساری ص ۴۹۴' مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ بیروت)

ابوالفتح سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کے وصال کے بعد دو سو سال بعد "سمرقند" میں خشک سالی کی وجہ سے قحط نمودار ہو گیا۔ لوگوں نے بارہا نماز استسقاء پڑھی دعائیں مانگیں مگر بارش نہ ہوئی' پھر ایک مرد صالح' قاضی شہر کے پاس گیا اور اس کو مشورہ دیا کہ تم شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کر لے' قاضی شہر نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر حاضر ہوا' لوگوں نے وہاں گریہ وزاری کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے نہایت خشوع وخضوع سے دعا مانگی اور امام بخاری سے قبولیت دعا کے لیے سفارش کی درخواست کی' اسی وقت آسمان پر بادل امڈ آئے اور سات دن تک لگاتار اس قدر بارش ہوتی رہی کہ لوگوں کے لیے "خرتنگ" سے "سمرقند" پہنچنا مشکل ہو گیا۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۴۲' ارشاد الساری ج ۱ ص ۷۲)

Marfat.com

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

صحیح البخاری

امام بخاری کی تصانیف یوں تو بیس سے زیادہ ہیں' لیکن جو عظمت' شہرت اور مقبولیت ''صحیح بخاری'' کے حصہ میں آئی' وہ اور کسی کتاب کو حاصل نہ ہو سکی بلکہ حق یہ ہے کہ تمام امہات کتب حدیث میں جو مقام ''صحیح بخاری'' کو حاصل ہوا وہ اور کسی کتاب نے نہیں پایا' نیز علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد ''صحیح بخاری'' سے زیادہ کوئی صحیح کتاب روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔ امام شافعی نے ''موطأ امام مالک'' کو صحیح ترین کتاب قرار دیا تھا لیکن وہ ''صحیح بخاری'' کی تصنیف سے پہلے کی بات تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ''صحیح بخاری'' کے منظر وجود میں آنے کے بعد متقدمین کی تمام کتابیں پس منظر میں چلی گئیں۔

متاخرین کی کتابوں میں ''صحیح مسلم'' نے بے شک بڑا نام کمایا بلکہ بعض مغاربہ نے ''صحیح مسلم'' کو ''صحیح بخاری'' پر ترجیح بھی دے ڈالی' لیکن ان لوگوں کو جمہور کی موافقت حاصل نہ ہو سکی اور محققین نے دلائل و براہین سے ثابت کر دکھایا کہ مسلم کی احادیث کا درجہ صحت اور اتصال میں ''بخاری'' سے بہت کم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں جس قدر احادیث درج کی ہیں' وہ سب امام بخاری کی توجہ اور عنایت کا ثمرہ ہیں' اسی لیے دارقطنی نے کہہ دیا کہ اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم سے کسی حدیث کا ظہور نہ ہوتا۔

سبب تالیف

عہد صحابہ و تابعین میں تدوین احادیث کا اہتمام نہیں تھا' جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کو اپنے ضبط صدر اور حافظہ پر قوی اعتماد تھا' البتہ اتباع تابعین کے عہد میں تدوین حدیث کا عام رواج ہو چکا تھا اور متعدد جلیل القدر محدثین نے مجموعہ احادیث ترتیب دے رکھے تھے' ان کی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کی ''کتاب الآثار'' امام مالک کی ''موطأ'' جامع سفیان ثوری' مصنف ابن ابی شیبہ' مصنف عبدالرزاق'' اور'' مسند احمد'' کی بہت شہرت تھی' لیکن اس وقت تک حدیث کے موضوع پر جس قدر کتابیں معرض وجود میں آئی تھیں' ان میں سے کسی کتاب میں بھی صرف احادیث صحیحہ لانے کا التزام نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان میں شاذ' منکر' مدلس اور معلل ہر قسم کی روایات جمع کر دی گئی تھیں۔ اس وقت اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک ایسا مجموعہ احادیث ترتیب دیا جائے' جس میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر امام بخاری کے استاد اسحاق بن راھویہ نے امام بخاری سے کہا: کاش! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنن کو اسانید صحیحہ کے ساتھ جمع کر لو تاکہ صحیح مجرد کا مجموعہ تیار ہو جائے۔

اسی زمانہ میں امام بخاری نے خواب دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے پنکھا جھل کر کھیاں اڑا رہے ہیں' اس خواب کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ امام بخاری' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب جھوٹی باتوں کو دور کریں گے۔ اس تعبیر کے بعد امام

Marfat.com

بخاری نے احادیث صحیحہ جمع کرنے کا پختہ عزم کرلیا۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۳' مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ''صحیح بخاری'' کی تالیف کے صرف یہی دو سبب تھے لیکن اگر نظر غائر سے ''صحیح بخاری'' کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ تالیف ''صحیح'' کا مقصد صرف جمع احادیث ہی نہیں بلکہ تراجم پر استدلال اور احادیث سے مسائل کا استنباط بھی ہے' کیونکہ بسا اوقات امام بخاری ترجمہ ابواب قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کرتے' مثلاً ''کتاب العلم'' میں ایک عنوان قائم کیا: ''**باب العلم قبل القول والعمل لقول اللّٰہ عزوجل فاعلم انه لا الٰه الا اللّٰہ فبدء بالعلم الخ**'' (صحیح البخاری کتاب العلم باب: ۱۰) اس باب کے تحت امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حدیث ذکر نہیں کی بلکہ ترجمۃ الباب پر صرف مذکورہ آیت سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے علم کا اور پھر ''لا الٰه الا اللّٰه'' کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ''کتاب الزکوٰۃ'' میں ایک باب قائم کیا: ''**لا یقبل اللّٰہ صدقة من غلول ولا یقبل الا من کسب طیب لقوله تعالٰی قول معروف ومغفرة خیر من صدقة یتبعها اذی واللّٰہ غنی حلیم**''۔ (صحیح البخاری' کتاب الزکوٰۃ' باب: ۷)

اس آیت کریمہ پر یہ باب ختم کر دیا گیا اور اس باب کے اثبات کے لیے امام بخاری کوئی حدیث نہیں لائے بلکہ ترجمۃ الباب کو اس آیت کریمہ سے التزاماً ثابت کیا ہے کہ جب مال حلال سے صدقہ بھی بہ وجہ احسان مقبول نہیں ہے تو مال حرام سے دیا ہوا صدقہ کب قبول ہو سکتا ہے۔ ان شواہد سے معلوم ہوا کہ تالیف ''صحیح'' سے امام بخاری کا مقصد صرف جمع احادیث ہی نہیں بلکہ مسائل فقہیہ میں اپنے مختار پر استدلال بھی ہے۔

استدلال علی المسائل کے علاوہ تالیف ''صحیح'' کی تیسری غرض احادیث سے مسائل کا استنباط ہے' کیونکہ ایک حدیث کو امام بخاری متعدد جگہ لاتے ہیں اور بعض دفعہ تو ایک حدیث کو انہوں نے سولہ سولہ مقامات پر ذکر کیا ہے' اگر ان کا مقصد صرف احادیث صحیحہ کا جمع کرنا ہوتا تو وہ ایک بار حدیث کے ذکر کر دینے سے پورا ہو سکتا تھا اور جب وہ ایک حدیث کو مختلف ابواب کے تحت متعدد جگہ لاتے ہیں تو اس سے ان کا مقصد ان مسائل کا استنباط ہوتا ہے' جن کے تحت وہ اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں' مثلاً ایک موقع پر بعض صحابہ نے عجلت کی وجہ سے پیروں کو دھونے کی بجائے فقط مسح کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: ''**ویل للاعقاب من النار**'' اس حدیث کا امام بخاری نے دو جگہ ذکر کیا ہے' ایک جگہ ''**باب من رفع صوته بالعلم**'' اور دوسری جگہ ''**باب غسل الرجلین ولا یمسح علی القدمین**'' کے تحت' گویا اس حدیث سے امام بخاری نے دو مسئلوں کا استنباط کیا' ایک بلند آواز سے علم کی بات کہنے کا' دوسرے پیروں پر مسح کی عدم کفایت کا۔

بہر حال اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ تالیف ''صحیح'' سے امام بخاری کا مقصود جمع احادیث کے علاوہ مسائل فقہیہ میں اپنے مختار پر استدلال اور احادیث سے مسائل کا استنباط بھی ہے۔

تسمیہ

امام بخاری نے اپنی صحیح کا نام ''الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ'' رکھا' لیکن عوام وخواص میں یہ کتاب ''صحیح بخاری'' کے نام سے مشہور ہوگئی۔ محدثین کی اصطلاح میں جامع' حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں' جس میں آٹھ مخصوص عنوانوں کے تحت احادیث ذکر کی جائیں' جو یہ ہیں: سیر' تفسیر' آداب' عقائد' فتن' احکام' اشراط' مناقب' اور ''الصحیح'' کا مطلب ہے کہ اس مجموعہ کی تمام احادیث صحیح ہوں' اور ''المختصر من امور رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کا مفاد یہ ہے کہ اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال' افعال' احوال' صفات اور ایام سے متعلق احادیث لائی جائیں گی۔

Marfat.com

ادب اور اہتمام

امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' کا چھ لاکھ احادیث میں سے انتخاب کیا ہے۔حدیث شریف کو کتاب میں ذکر کرنے سے پہلے وہ غسل کرتے' اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے' پھر اس حدیث کی صحت کے بارے میں استخارہ کرتے' اس کے بعد اس حدیث کو اپنی ''صحیح'' میں درج کرتے۔امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب کو سولہ سال کی مدت میں مکمل کیا' میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث شامل کی ہیں اور جن صحیح احادیث کو میں نے طوالت کی وجہ سے ترک کردیا ہے'ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

(ھدی الساری ص ۶۷' مع فتح الباری ج ا' دارالمعرفۃ'بیروت)

امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' کا مسودہ مکہ'بصرہ اور بخارا میں تیار کیا اور اس کی تبییض مسجد حرام میں کی اور مدینہ منورہ میں روضہ شریف کے پہلو میں بیٹھ کر تراجم ابواب لکھے۔امام بخاری کے شاگرد محمد بن ابی حاتم وراق کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے پوچھا: کیا آپ کو وہ تمام احادیث یاد ہیں جو آپ نے اپنی ''صحیح'' میں وارد کی ہیں؟ امام بخاری نے فرمایا:'' جامع صحیح'' کی کوئی حدیث مجھ سے مخفی نہیں ہے کیونکہ میں نے اس کو تین مرتبہ لکھا ہے۔(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۸۳' دارالفکر'بیروت'۱۴۱۷ھ)

تین مرتبہ تصنیف سے غالباً تسوید' تبییض اور تنقیح مراد ہے اور ''صحیح بخاری'' کے نسخوں کا اختلاف بھی شاید اسی وجہ سے ہے اور بعض صوفیاء سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام بخاری نے مسودہ لکھا' دوسری مرتبہ مبیضہ تیار کیا' تیسری بار ہر حدیث کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا اور جس حدیث کے بارے میں بالمشافہ یا خواب کے ذریعہ حضور سے اجازت مل گئی اور اس کی صحت کا یقین کامل ہو گیا' اس کو اپنی ''صحیح'' میں درج کر دیا۔(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۰'مطبع تیج کمار'لکھنؤ)

مقبولیت

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کی ''صحیح'' کو بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی۔قرآن کریم کے بعد جس کتاب پر سب سے زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے' وہ ''صحیح بخاری'' ہے۔''صحیح بخاری'' پر سب سے زیادہ کام کیا گیا' اس کی بے شمار شروح لکھی گئی ہیں' اس کی تعلیقات' متابعات' شواہد اور رجال کی تحقیق پر الگ الگ کتابیں لکھی گئیں اور امام بخاری کے زمانہ سے لے کر آج تک تمام دینی مدارس میں انتہائی اہتمام اور شکوہ کے ساتھ ''صحیح بخاری'' کا درس دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جس طرح امام بخاری مقبول تھے' اسی طرح ان کی ''صحیح'' بھی بارگاہ رسالت میں شرف پذیرائی رکھتی ہے۔ابو زید مروزی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیت الحرام میں رکن اور مقام کے درمیان سویا ہوا تھا' میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔حضور نے فرمایا: ابو زید! شافعی کی کتابیں کب تک پڑھتے رہو گے' میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے' میں نے عرض کیا: حضور! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ فرمایا: محمد بن اسماعیل کی ''جامع''' اور انور شاہ کشمیری بیان کرتے ہیں کہ امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ ''صحیح بخاری'' پڑھی ہے' جن میں سے ایک حنفی تھا۔(فیض الباری ج ا ص ۲۰۴'مطبع حجازی'۱۳۵۷ھ)

ابو جمرہ کہتے ہیں کہ عرفاء سے منقول ہے کہ اگر کسی مشکل میں ''صحیح بخاری'' کو پڑھا جائے تو وہ حل ہو جاتی ہے اور جس کشتی میں ''صحیح بخاری'' ہو وہ غرق نہیں ہوتی اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ خشک سالی میں ''صحیح بخاری'' کی قراءت سے بارش ہو جاتی ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ا ص ۵۴' مکتبہ حقانیہ'پشاور)

Marfat.com

موضوع

''صحیح بخاری'' کا اصل موضوع احادیث مرفوعہ مسندہ ہیں اور انہیں احادیث کی صحت کا امام بخاری نے التزام کیا ہے۔ان کے علاوہ جو تعلیقات' متابعات' شواہد' آثار صحابہ' اقوال تابعین اور ائمہ فتاویٰ کے احکام ذکر کیے گئے ہیں' وہ سب بالتبع ہیں اور اس ضمن میں جو احادیث ذکر کی ہیں' وہ امام بخاری کے موضوع سے خارج ہیں اور نہ ہی ان کی صحت کا التزام لیا گیا ہے۔

اسلوب

ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ تالیف ''صحیح'' سے امام بخاری کا مقصد صرف جمع احادیث نہیں ہے' بلکہ تراجم ابواب پر استدلال اور احادیث سے مسائل کا استنباط بھی ان کا مقصود تھا' چنانچہ ترجمۃ الباب کے اثبات کے لیے وہ سب سے پہلے قرآن کریم کی آیت پیش کرتے ہیں' پھر کبھی اسی پر اکتفا کر لیتے ہیں اور بعض اوقات آثار صحابہ' اقوال تابعین' ارشادات ائمہ فتویٰ سے اس کی تائید کرتے ہیں' اس کے بعد اس باب کے تحت اپنی پوری سند کے ساتھ حدیث کی روایت کرتے ہیں اور کبھی سند معلق سے حدیث وارد کرتے ہیں اور کبھی بغیر سند کے حدیث ذکر کر دیتے ہیں۔

امام بخاری کبھی ایک باب کے تحت احادیث کثیرہ روایت کرتے ہیں اور کبھی صرف ایک حدیث ذکر کرتے ہیں' یہ اس صورت میں ہے جب انہیں ترجمۃ الباب کے لیے اپنی شرائط پر احادیث مل جائیں اور کبھی ترجمۃ الباب کے تحت کسی حدیث کا ذکر نہیں کرتے' بلکہ کسی حدیث کے بعینہٖ الفاظ یا اس کے ہم معنی الفاظ کو عنوان باب بنا کر یہ اشارہ کرتے ہیں کہ اس عنوان کے تحت ان کی شرائط پر حدیث نہیں مل سکی اور عنوان باب کو الفاظ حدیث کے ساتھ تعبیر کر کے یہ اشارہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث فی نفسہٖ لائق حجت ہے۔

کبھی امام بخاری ایک حدیث کو متعدد جگہ ذکر کرتے ہیں کہ اس سے ان کا مقصود اس حدیث سے ان متعدد مسائل کا استنباط ہوتا ہے' جن سے متعلق ابواب کے تحت وہ اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں۔

شرائط

امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں حدیث وارد کرنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ ان کے شیخ سے لے کر صحابی تک تمام راوی ثقہ اور متصل ہوں۔ثقہ کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم' عادل' کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمۃ مع الشیخ ہوں' اور راوی حدیث قلیل الملازمۃ مع الشیخ ہوں تو ان کی روایت بھی اخذ کر لیتے ہیں' لیکن ایسے راویوں سے امام بخاری انتخاب کرتے ہیں' استیعاب نہیں کرتے' نیز ثقہ راویوں کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ وہ اپنے سے اوثق رواۃ کی مخالفت نہ کریں اور نہ ہی ان میں کوئی علت خفیہ قادحہ ہو۔(توجیہ النظر ص ۹۴) اور متصل کا مطلب یہ ہے کہ ہر راوی یا تو اپنے شیخ سے ''سمعت'' یا ''حدثنا'' کے صیغہ کے ساتھ سماع حدیث کی تصریح کرے اور ایسا صیغہ لائے جو بہ ظاہر سماع پر دلالت کرے' مثلاً ''عن فلان'' یا ''ان فلانا قال'' اس دوسری شکل میں ضروری ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو اور وہ راوی مدلس نہ ہو۔

امام بخاری کی شرط ملاقات پر امام مسلم نے اعتراض کیا کہ پھر امام بخاری کو چاہیے کہ وہ حدیث معنعن کو بالکل قبول نہ کریں کیونکہ لقاء کی شرط تیقن سماع کے لیے لگائی گئی ہے اور محض لقاء سے سماع لازم نہیں آتا کیونکہ جائز ہے کہ ملاقات کے باوجود راوی نے مروی عنہ سے سماع نہ کیا ہو۔اس اعتراض کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ لقاء کے باوجود اگر سماع نہ ہو تو راوی مدلس ہوگا اور مفروض یہ ہے کہ راوی مدلس نہ ہو' ثانی: یہ کہ امام بخاری راوی اور مروی عنہ میں ملاقات کی شرط لگاتے ہیں اور امام مسلم معاصرت کی اور عدم سماع کا احتمال دونوں میں جاری ہوتا ہے اور بلا ریب ثبوت لقاء کی شرط معاصرت کی شرط کی بہ نسبت سماع سے زیادہ قریب ہے۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے بیان کیا ہے کہ امام بخاری کی شرط یہ ہے کہ اوّلاً حدیث کو دو صحابی روایت کریں یا پھر ہر ایک صحابی سے دو شخص روایت کریں' پھر ان میں سے ہر ایک سے دو دو شخص روایت کریں' لیکن قاضی ابوبکر کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں جو پہلی حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' درج کی ہے' وہ صرف حضرت عمر سے مروی ہے اور حضرت عمر سے صرف علقمہ نے روایت کی اور علقمہ سے صرف محمد بن ابراہیم نے اور ان سے صرف یحییٰ بن سعید نے۔

تعلیقات اور ان کے اسباب واقسام

حدیث معلق اس حدیث کو کہتے ہیں' جس میں سند کے شروع سے رواۃ کو حذف کر دیا جائے' خواہ بعض کو یا سب کو۔ ''صحیح بخاری'' میں احادیث معلقہ کی وافر مقدار ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ احادیث معلقہ میں سند ذکر نہ کرنے کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث کی سند پہلے گزر چکی ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس شیخ سے انہوں نے سماع کیا ہوتا ہے' اس میں انہیں شک واقع ہو جاتا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کا باقاعدہ سماع نہیں کیا ہوتا' بلکہ شیخ سے دوران گفتگو ضمناً اس حدیث کا سماع حاصل ہوتا ہے۔

تعلیقات دو قسم کی ہیں: ایک وہ ہیں جن کو امام بخاری نے دوسری جگہ موصولاً بیان کیا ہے' دوسری وہ ہیں جن کو انہوں نے موصولاً بالکل ذکر نہیں کیا۔ قسم اوّل کی صحت یقینی ہے اور قسم دوم کی پھر دو قسمیں ہیں' اوّل وہ تعلیقات ہیں جو امام بخاری کی شرائط کے مطابق نہیں ہیں' ان کی پھر دو قسمیں ہیں' اوّل وہ جن کو امام بخاری صیغہ جزم مثلاً ''قال'' یا ''ذکر'' کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور ثانی وہ جن کو امام بخاری صیغہ تمریض مثلاً ''روی'' یا ''یذکر'' کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ قسم اوّل میں بعض روایات کسی اور امام کی شرط پر' کبھی صحیح' کبھی حسن اور کبھی معمولی سے ضعف کی حامل ہوتی ہیں' حسن صحیح کی مثال ''کتاب الطهارة'' کی یہ تعلیق ہے: ''وقالت عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یذکر اللّٰه علٰی کل احیان'' یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور حسن کی مثال بھی ''کتاب الطہارۃ'' کی یہ تعلیق ہے: ''قال بهز بن حکیم عن ابیه عن جده اللّٰه احق ان یستحیی منه الناس'' اور قدرے ضعیف کی مثال ''کتاب الزکوٰۃ'' کی یہ تعلیق ہے: ''قال طاؤس قال معاذ بن جبل لاهل الیمن ایتونی بعوض ثیاب خمیص اولبس فی الصدقة مکان الشعیر والذرة اهون علیکم وخیر لاصحاب محمد صلی اللّٰه علیه وسلم'' اس حدیث میں ضعف یہ ہے کہ طاؤس کا معاذ سے سماع ثابت نہیں ہے مگر یہ ضعف معمولی ہے کیونکہ طاؤس تک اسناد صحیح ہے۔

اور جن تعلیقات کو امام بخاری نے صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے' ان کی پانچ قسمیں ہیں' اوّل وہ جو امام بخاری کی شرط پر صحیح ہیں' ثانی وہ جو غیر کی شرط پر صحیح ہیں' ثالث حسن' رابع ضعیف مع المؤید اور خامس ایسی ضعیف جس کا کوئی مؤید نہیں ہے' اوّل کی مثال ''کتاب الطب'' کی یہ تعلیق ہے: ''ویذکر عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی الرقی بفاتحة الکتاب'' یہ سند صحیح ہے اور اس کو امام بخاری نے خود دوسری جگہ سند موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ثانی کی مثال ''کتاب الصلوٰۃ'' کی یہ تعلیق ہے: ''ویذکر عن عبد اللّٰه بن سائب قال قراء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم المؤمنون فی صلٰوة الصبح حتی اذا جاء ذکر موسی وهارون اخذته سلعة'' یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور انہوں نے اس کا اپنی ''صحیح'' میں اخراج بھی کیا ہے اور ثالث کی مثال ''کتاب البیوع'' کی یہ تعلیق ہے: ''ویذکر عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال اذا بعث فکل واذا ابتعت فاکتل'' (جب تم فروخت کرلو تو پیمائش کرلو اور جب تم خرید و پیمائش کرلو) یہ حدیث حسن ہے اور اس کو دارقطنی نے روایت

کیا ہے اور رابع کی مثال "کتاب الوصایا" کی یہ تعلیق ہے: "ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قضی بالدین قبل الوصیۃ" اس حدیث کو امام بخاری نے موصولاً روایت کیا ہے' مگر اس کی سند میں ایک راوی ہے حارث' اور وہ ضعیف ہے' مگر یہ حدیث اہل علم کے قول کی وجہ سے تقویت پا گئی اور خامس کی مثال "کتاب الصلوٰۃ" کی یہ تعلیق ہے: "ویذکر عن ابی ھریرۃ رفعہ لا یتطوع الامام فی مکانہ" اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی "سنن" میں روایت کیا ہے' لیکن اس میں شدید ضعف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے اور وہ ضعیف ہے اور اس کا شیخ الشیخ مجہول ہے اور اس ضعف کے لیے کوئی مقوی نہیں ہے۔

مذکور الصدر تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ تعلیقات بخاری میں غیر صحیح احادیث بھی موجود ہیں اور اسی وجہ سے یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ امام بخاری کا یہ قول کیونکر درست ہوگا کہ میں نے اپنی اس "جامع" میں صرف صحیح احادیث مندرج کی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے ان احادیث کی صحت کا التزام کیا ہے' جن کو انہوں نے پوری سند کے ساتھ ترجمۃ الباب کے اثبات کے قصد سے ذکر کیا ہے اور تعلیقات چونکہ مکمل سند کے ساتھ نہیں ہوتیں' اس لیے ان کے غیر صحیح ہونے سے "جامع صحیح" کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

مکررات

امام بخاری کی "صحیح" میں اگرچہ بہ ظاہر صورۃً تکرار بہت زیادہ ہے' لیکن معنوی لحاظ سے اس کو تکرار نہیں کہا جا سکتا جس کی متعدد وجوہ ہیں' اس کی تحقیق کے وقت یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ تکرار کا تعلق متن اور سند دونوں کے ساتھ ہے۔ متن کے لحاظ سے تو اس لیے تکرار نہیں ہے کہ امام بخاری جب ایک حدیث کو متعدد جگہ ذکر فرماتے ہیں تو اس سے ان کا مقصود متعدد مسائل کا استنباط ہوتا ہے' وہ ایک حدیث کو ایک جگہ ایک عنوان کے تحت اور دوسری جگہ دوسرے عنوان کے تحت لاتے ہیں' لہٰذا یہ لفظاً تکرار ہے معنیً تکرار نہیں ہے اور سند کے لحاظ سے اس لیے تکرار نہیں ہے کہ وہ بعض اوقات ایک حدیث کو دو مختلف صحابہ سے دو جگہ روایت کرتے ہیں اور کبھی دو جگہ دو مختلف تابعیوں سے روایت کرتے ہیں' کبھی تابعی کے دو شاگردوں سے روایت' کبھی تبع تابعین کے دو شاگردوں سے روایت کرتے ہیں' کبھی امام بخاری اپنے دو استاذوں سے اور کبھی اپنے استاذ کے دو استاذوں سے روایت کرتے ہیں' اور ان مختلف طرق سے حدیث کی روایت سے امام بخاری کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث غرابت سے نکل جائے' نیز ایک حدیث کو بسا اوقات ایک راوی بتمامہ ذکر کر دیتا ہے اور دوسرا اختصار کرتا ہے اور بعض مرتبہ ایک معنی کو ایک راوی ایک لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور دوسرا کسی اور لفظ سے اور بعض دفعہ ایک راوی کسی حدیث کو ارسالاً روایت کرتا ہے اور دوسرا اسی کو اتصالاً روایت کرتا ہے اور کبھی ایک راوی ایک حدیث کو مرفوعاً روایت کرتا ہے اور دوسرا اسی کو موقوفاً بیان کرتا ہے اور کبھی ایک راوی کسی حدیث کو عنعنہ کے ساتھ روایت کرتا ہے اور دوسرا تصریح سماع کے ساتھ' ایسی صورتوں میں امام بخاری توضیح مرام کی خاطر حدیث کو دونوں طریقوں سے روایت کر دیتے ہیں' پس ایک حدیث کو امام بخاری جب دوبارہ ذکر کرتے ہیں تو وہ متن یا سند سے متعلق اس نوع کے کسی نہ کسی مزید فائدہ پر مشتمل ہوتی ہے' نیز ایک حدیث جب متعدد اسناد سے مروی ہو تو وہ محدثین کے نزدیک ایک حدیث نہیں بلکہ متعدد احادیث شمار ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے "صحیح بخاری" میں محض بہ ظاہر اور برائے نام تکرار رہ جاتا ہے۔

تقطیع

تقطیع حدیث کا مطلب ہے: ایک حدیث کے اجزاء کو ابواب پر تقسیم کر دینا' اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ تقطیع حدیث جائز ہے یا نہیں' بعض قدماء عدم جواز کے قائل تھے' وہ کہتے تھے: "لا یجوز تقطیع کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" لیکن ابن صلاح لکھتے ہیں کہ تقطیع کے جواز کا قول منع کی بہ نسبت زیادہ صحت کے قریب ہے۔ (علوم الحدیث ص ۱۹۴) اور امام بخاری' امام مالک

Marfat.com

اور اکثر محدثین جواز ہی کے قائل تھے۔
امام بخاری تقطیع حدیث اس وقت کرتے ہیں' جب متن حدیث دو حکموں پر مشتمل ہو' ایک حکم ایک باب کے تحت اور دوسرا حکم دوسرے باب کے تحت ذکر کرتے ہیں اور جب اس حدیث کے دوسرے جز کا ذکر کرتے ہیں تو سند بدل دیتے ہیں تاکہ ضمناً کثرتِ طرق کا فائدہ حاصل ہو جائے۔
بعض اوقات ایک حدیث بہ ظاہر متعدد غیر مربوط جملوں پر مشتمل ہوتی ہے' ایسی صورت میں امام بخاری ہر جملہ کو ایک مستقل باب کے تحت لاتے ہیں اور ان تمام جملوں کو یکجا کر کے ایک باب کے تحت ذکر کر دیتے ہیں۔

اختصار

اختصار حدیث کا مطلب یہ ہے کہ متن حدیث کے کسی ایک جز کا ذکر کیا جائے اور باقی اجزاء کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں اختصار حدیث صرف اس جگہ کیا ہے' جہاں متن حدیث قول صحابی ہو اور اس کا بعض حصہ حکماً مرفوع ہو' ایسی صورت میں وہ متن کا مرفوع حصہ لے لیتے ہیں اور موقوف حصہ چھوڑ دیتے ہیں' مثلاً انہوں نے ہزیل بن شرحبیل کی روایت ذکر کی: ''عن عبد اللہ بن مسعود قال ان اهل الاسلام لا یسیبون وان اهل الجاهلیة کانوا یسیبون'' اور پوری روایت اس طرح ہے: ''جاء رجل الی عبد اللہ بن مسعود فقال انی اعتقت عبدا فی سائبة فمات فترک مالا ولم یدع وارثا فقال عبد اللہ ان اهل الاسلام لا یسیبون وان اهل الجاهلیة کانوا یسیبون وانت ولی نعمته فلک میراثه فان تاثمت او تحرجت فی شیی فنحن نقبله منک ونجعله فی بیت المال'' حدیث کے جس حصہ کی امام بخاری نے روایت کی ہے' وہ اپنے عموم کی وجہ سے حضور سے نقل کا مقتضی تھا' اس وجہ سے اس کو حکماً مرفوع قرار دیا۔

تعداد مرویات

''صحیح بخاری'' کی تعداد مرویات میں علماء کا اختلاف ہے۔ حافظ ابن صلاح کی تحقیق یہ ہے کہ ''صحیح'' کی کل احادیث کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر ہے اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد چار ہزار ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق ''صحیح بخاری'' کی کل احادیث مسندہ بشمول مکررات سات ہزار تین سو ستانوے ہے اور جملہ معلقات کی تعداد ایک ہزار تین سو اکتالیس ہے اور جملہ متابعات کی تعداد تین سو چوالیس ہے اور کل میزان نو ہزار بیاسی ہے اور حذف مکررات کے بعد احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تئیس رہ جاتی ہے' نیز امام بخاری کی جو احادیث اعلیٰ اسانید پر مشتمل ہیں' وہ ثلاثیات ہیں اور ان کی تعداد بائیس ہے اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد سولہ رہ جاتی ہے۔ اب جدید نمبرنگ کے حساب سے ''صحیح بخاری'' کی کل احادیث کی تعداد: ۷۵۶۳ ہے۔

تراجم ابواب

''صحیح بخاری'' کے تراجم ابواب اپنی دقت اور خفاء کے اعتبار سے مشہور ہیں۔ علامہ ابن خلدون نے کہا ہے کہ احادیث کی تراجم ابواب سے مطابقت امام بخاری کا امت مسلمہ پر قرض ہے لیکن حق یہ ہے کہ علامہ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر نے بڑی حد تک یہ قرض اتار دیا ہے۔
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ بسا اوقات امام بخاری ترجمۃ الباب میں دو چیزوں کا ذکر کرتے ہیں اور حدیث میں فقط ایک کا ذکر ہوتا ہے' ایسی صورت میں ترجمہ کی حدیث سے دلالت تضمنی کے اعتبار سے مطابقت ہوتی ہے اور بعض مرتبہ ترجمہ میں حکم عام ہوتا ہے اور حدیث میں کسی خاص صورت کا بیان ہوتا ہے اور کبھی حدیث متعدد امور کی متحمل ہوتی ہے اور ترجمہ میں ان محتملات میں کسی ایک کا تعین

Marfat.com

ہوتا ہے اور کبھی ترجمۃ الباب اور حدیث میں علت مشترکہ ہوتی ہے' مثلاً امام بخاری نے ایک باب ''فی کم تقصر الصلوۃ'' کے عنوان سے قائم کیا اور اس کے تحت یہ حدیث لائے: ''عن ابن عمر لا تسافر المراۃ ثلاثۃ ایام الامع ذی محرم'' بظاہر ترجمہ اور حدیث میں کوئی مطابقت نہیں ہے کیونکہ عنوان ہے: کتنی مدت میں نماز قصر کی جائے اور حدیث میں عورت کو تین دن سے زیادہ بغیر محرم کے سفر سے منع کیا گیا ہے' لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے مطابق سفر شرعی تین دن ہے لہذا نماز کی قصر میں بھی تین دن کی مسافت کا اعتبار ہوگا۔ ان تمام باریکیوں تک پہنچنے کے باوجود بعض ایسے مقامات ہیں' جہاں ترجمۃ الباب کی حدیث سے مطابقت تمام فہم و ادراک سے باہر ہے' مثلاً ایک جگہ امام بخاری لکھتے ہیں: ''باب طول القیام فی صلوۃ اللیل'' اور اس کے تحت حدیث لائے ہیں: ''عن حذیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام للتھجد من اللیل یشوص فاہ بالسواک'' اسی طرح ایک جگہ لکھا ہے: ''باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین وکذلک النساء ومن کان فی البیوت والقری''۔

اور اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں: ''عن عائشۃ ان ابا بکر دخل علیھا وعندھا جاریتان فی ایام منی تدفان وتضربان والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متغش بثوبہ فانتھرھما ابو بکر فکشف النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن وجھہ فقال دعھما یا ابا بکر فانھا ایام عید وتلک الایام ایام منی'' پہلی مثال میں باب رات کو طویل قیام کا ہے اور حدیث میں مسواک کرنے کا ذکر ہے اور دوسری مثال میں باب نماز عید کی قضا کا ہے اور حدیث میں لڑکیوں کے دف بجانے کا ذکر ہے اس قسم کی ''صحیح بخاری'' میں کافی مثالیں ہیں اور ان کی مطابقت معلوم کرنا امت مسلمہ پر امام بخاری کا بہر حال قرض باقی ہے۔

''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کا موازنہ

ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ تمام علماء کے نزدیک ''صحیح بخاری'' کا مرتبہ کل کتب حدیث میں سب سے بلند و بالا ہے' البتہ بعض مغاربہ نے ''صحیح مسلم'' کو ''صحیح بخاری'' پر ترجیح دی ہے اور حافظ ابو علی نیشاپوری نے کہا: اس آسمان کے نیچے ''صحیح مسلم'' سے بڑھ کر کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے' اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کا موازنہ کر لیا جائے۔

اہل علم حضرات پر مخفی نہیں ہے کہ حدیث صحیح کا رجوع اتصال' اتقان رجال اور عدم شذوذ و عدم علل کی طرف ہوتا ہے۔ اتصال کے لحاظ سے دیکھیں تو ''صحیح بخاری'' کی احادیث کا اتصال زیادہ قوی ہے کیونکہ امام بخاری راوی اور مروی عنہ کی ملاقات کی شرط لگاتے ہیں اور امام مسلم صرف معاصرت کو کافی سمجھتے ہیں۔

اتقان رجال کے لحاظ سے دیکھیں' تب بھی ''صحیح بخاری'' کی احادیث زیادہ قوی ہیں' اولاً: اس لیے کہ امام بخاری طبقہ ثانیہ یعنی قلیل الملازمۃ مع الشیخ سے روایات کا صرف انتخاب کرتے ہیں اور امام مسلم اس طبقہ سے تمام روایات کا استیعاب کرتے ہیں۔ ثانیا: اس وجہ سے کہ جن لوگوں سے روایت میں امام بخاری منفرد ہیں' وہ چار سو تیس راوی ہیں جن میں سے اسی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اور امام مسلم جن لوگوں سے روایت میں منفرد ہیں' وہ چھ سو بیس راوی ہیں' جن میں سے ایک سو ساٹھ کو ضعیف شمار کیا گیا ہے۔ ثالثاً: اس سبب سے کہ امام بخاری کے جن راویوں کو ضعیف قرار دیا گیا ہے' ان میں سے اکثر امام بخاری کے بلاواسطہ استاذ ہیں اور وہ ان کے حالات سے اچھی طرح واقف تھے اور ان کی روایات کو جانچ اور پرکھ سکتے تھے' برخلاف امام مسلم کے کیونکہ ان کے جن راویوں پر جرح کی گئی ہے' ان میں سے اکثر امام مسلم کے بالواسطہ استاذ ہیں اور ان کے لیے ان لوگوں کی روایات کو خود پرکھنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ رابعاً: اس وجہ سے کہ امام بخاری نے ایسے راویوں سے بہت کم روایت کی ہے اور امام مسلم نے ان سے بہت زیادہ روایت کی ہے۔

اور عدم شذوذ اور عدم علل کے اعتبار سے ملاحظہ کریں' تب بھی صحیح بخاری' صحیح مسلم پر فوقیت رکھتی ہے کیونکہ ''صحیح بخاری'' کی جن

Marfat.com

احادیث میں علت خفیہ قادحہ نکالی گئی ہے ان کی تعداد اسی ہے اور ''صحیح مسلم'' میں ایسی احادیث کی تعداد ایک سوتیس ہے۔

مسامحات بخاری

امام بخاری بھی اپنے تمام تر علمی اور فنی کمالات کے باوجود انسان اور بشر تھے اس لیے ''صحیح بخاری'' کی تصنیف میں ان سے سہو' نسیان اور تسامح کا واقع ہو جانا کوئی امر مستبعد نہیں ہے اس کے برخلاف بعض وہ حضرات جو ''صحیح بخاری'' کو حرف آخر قرار دیتے ہیں' ان کی رائے ہے کہ ''بخاری'' میں مندرج ہر ہر حدیث صحیح ہے اور سند اور متن کے بیان میں ان سے کسی جگہ غلطی نہیں ہوئی۔ ہماری رائے ان لوگوں سے بہر حال مختلف ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ''صحیح بخاری'' میں دیگر تمام کتب حدیث کی بہ نسبت سب سے زیادہ صحیح احادیث ہیں' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ اس میں مندرج کوئی حدیث بھی ضعیف نہیں ہے۔

''صحیح بخاری'' میں ایسے راویوں کی تعداد کافی زیادہ ہے' جو جہمی' قدری' رافضی یا مرجئہ عقائد کے حامل تھے' اس کے ساتھ ساتھ اس میں ایسے راوی بھی ہیں جو منکر الحدیث' واہی اور وہمی تھے' چنانچہ ان تمام کی تفصیل حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''ھدی الساری مقدمہ فتح الباری'' میں مہیا کی ہے' لیکن ان کے مجروح اور مطعون راویوں کے بارے میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ان راویوں پر جرح دوسرے لوگوں نے کی ہے' امام بخاری کے نزدیک ان لوگوں پر جرح ثابت نہیں ہو سکی' اس لیے انہوں نے ان کی احادیث کو اپنی ''صحیح'' میں وارد کیا ہے۔

یہ عذر اپنی جگہ صحیح ہے اگر چہ یہ لوگ دوسروں کے حق میں یہ جواب تسلیم نہیں کرتے' لیکن اب اس بات کو کیا کیا جائے کہ امام بخاری نے جن راویوں پر خود دوسری کتابوں میں جرح کی ہے' ''صحیح بخاری'' میں ان سے بھی روایات لے آئے ہیں۔ اس قسم کے متعدد شواہد موجود ہیں' ہم ان میں سے آپ کے سامنے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

''باب الاستنجاء بالماء'' کے تحت امام بخاری نے ایک روایت اس سند کے ساتھ ذکر کی ہے: ''**حدثنا ابو الولید ھشام بن عبد الملک قال حدثنا شعبة عن ابی معاذ واسمه عطاء بن ابی میمونة قال سمعت انس بن مالک یقول کان النبی صلی اللہ علیه وسلم اذا خرج لحاجة**'' الحدیث۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷' طبع کراچی)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے' عطا بن ابی میمونہ' اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: ''**عطا بن ابی میمونة ابو معاذ مولی انس' وقال یزید بن ھارون مولی عمران بن حصین وکان یری القدر**'' یعنی یہ شخص عقائد قدریہ کا حامل تھا۔ (تاریخ کبیر ج ۶ ص ۲۵۶۔ ۲۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اسی طرح انہوں نے ''کتاب المغازی'' میں ایک حدیث ذکر کی ہے: ''**حدثنی عباس والوحید قال حدثنی عبد الواحد عن ایوب بن عائذ قال حدثنا قیس بن مسلم قال سمعت طارق بن شھاب یقول حدثنی ابو موسی الاشعری قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم**'' الحدیث۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۲۳' طبع کراچی)

اس حدیث میں ایک راوی ہے ایوب بن عائذ' اس کو بھی امام بخاری نے ''کتاب الضعفاء'' میں درج کیا ہے اور فرماتے ہیں: ''**ایوب بن عائذ الطائی کان یری الارجاء**'' یہ شخص مرجئہ عقائد کا حامل تھا۔ (کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۷' ۲' تاریخ کبیر ج ۱ ص ۳۸۹)

حافظ ذہبی ایوب بن عائذ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وکان من المرجئة قال له البخاری واورده فی الضعفاء لارجائه والعجب من البخاری یغمزه وقد	امام بخاری نے ایوب بن عائذ کو مرجئہ قرار دے کر اس کا ضعفاء میں شمار کیا ہے اور حیرت ہے کہ اس کو ضعیف قرار دے کر پھر

Marfat.com

احتج به. (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۵۹) اس سے استدلال کرتے ہیں۔

اسماعیل بن ابان کوفی ایک راوی ہے' اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں:

اسمعیل بن ابان عن هشام بن عروة متروك الحديث كنيته ابو اسحق كوفي. اسماعیل بن ابان جو ہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے' متروک الحدیث ہے' اس کی کنیت ابواسحاق کوفی ہے۔

(تاریخ کبیر ج ۱ ص ۳۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ' کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۷۲)

اس متروک الحدیث راوی سے بھی امام بخاری نے اپنی "صحیح" میں احادیث روایت کی ہیں' چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: "اسمعيل بن ابان الوراق الكوفي احد شيوخ البخاري ولم يكثر عنه" اسماعیل بن ابان امام بخاری کے استاذ ہیں اور امام بخاری نے ان سے بہت زیادہ احادیث روایت نہیں کی ہیں۔ (ھدی الساری ج ۲ ص ۱۵۱' طبع مصر)

ان کے علاوہ زبیر بن محمد التیمی' سعید بن عروہ' عبداللہ بن ابی لبید' عبدالملک بن امین' عبدالوارث بن سعید' عطا بن السائب بن یزید اور کھمس بن منہال' یہ تمام ضعیف راوی ہیں اور "کتاب الضعفاء" اور "تاریخ کبیر" میں امام بخاری نے ان کے ضعف کی تصریح کی ہے' اس کے باوجود "صحیح بخاری" میں ان لوگوں کی روایات کو درج کیا ہے۔

بیان سند میں تسامح

ضعیف لوگوں سے روایت کے علاوہ کبھی امام بخاری سے سند میں راویوں کے نام کے سلسلے میں بھی خطا واقع ہو جاتی ہے' چنانچہ امام بخاری نے "اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة" کے تحت ایک حدیث اس سند کے ساتھ وارد کی ہے: "حدثنا عبد العزيز بن عبد الله قال حدثنا ابراهيم بن سعد عن ابيه عن حفص بن عاصم عن عبد الله بن مالك بن بحينة قال" الخ۔

اس سند کے بیان میں امام بخاری سے دو غلطیاں واقع ہوئی ہیں' ایک تو یہ کہ بحینہ عبداللہ کی والدہ کا نام ہے نہ کہ مالک کی' اور امام بخاری نے اس کو مالک کی والدہ قرار دیا ہے' دوسری یہ کہ آگے چل کر فرماتے ہیں: "سمعت رجلا من الازد يقال له مالك بن بحينه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم راى رجلا" الحدیث' اس حدیث کو انہوں نے مالک سے روایت کیا ہے' حالانکہ یہ حدیث مالک کے بیٹے عبداللہ بن مالک سے مروی ہے' مالک تو مشرف بہ اسلام بھی نہیں ہوئے تھے۔ مسلم' نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس سند کو بیان کیا ہے لیکن ان کی سند میں یہ غلطیاں نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

الوهم فيه موضعين احدهما ان بحينة والدة عبد الله لا مالك و ثانيها ان الصحبة والرواية لعبد الله لا لمالك. (فتح الباری ج ۱ ص ۲۹' طبع مصر) اس روایت میں دو جگہ وہم ہے' اول یہ کہ بحینہ عبداللہ کی والدہ ہے نہ کہ مالک کی' ثانی یہ کہ صحابی اور راوی عبداللہ ہیں نہ کہ مالک۔

متن حدیث میں تسامح

سند حدیث کے علاوہ نفس حدیث کے متن میں بھی امام بخاری سے کافی تسامح واقع ہوئے۔ سطور ذیل میں ان میں سے بعض غلطیوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) کتاب الزکوۃ میں امام بخاری نے ایک حدیث وارد کی ہے:

Marfat.com

عن عائشة ان بعض ازواج النبي صلى الله عليه وسلم قلن للنبي صلى الله عليه وسلم اينا اسرع بك لحوقا قال اطولكن يدا فاخذوا قصبة يذرعونها فكانت سودة اطولهن يدا فعلمنا بعد انما كانت طول يدها الصدقة وكانت اسرعنا لحوقا به صلى الله عليه وسلم وكانت تحب الصدقة.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے آپ سے عرض کیا کہ حضور! آپ کی ازواج میں سے کون سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوگی؟ فرمایا: جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے' یہ سن کر سب اپنے اپنے ہاتھ ماپنے لگیں اور ان میں لمبے ہاتھ سودہ کے تھے اور بعد میں ہم کو معلوم ہوا کہ ہاتھوں کی لمبائی سے صدقہ مراد ہے اور سودہ کا سب سے پہلے انتقال ہوا اور وہ صدقہ سے محبت رکھتی تھیں۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۹۱ کراچی)

اس حدیث کے جملہ ''كانت اسرعنا لحوقا به'' میں ''كانت'' کی ضمیر سودہ کی طرف راجع ہے' جس کا مفاد یہی ہے کہ آپ کے بعد ازواج میں سب سے پہلے سودہ کا وصال ہوا اور یہ بات تمام اصحاب سیر اور ارباب تاریخ کی شہادت سے قطعاً باطل ہے' کیونکہ آپ کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش کا ۲۰ھ میں وصال ہوا اور حضرت سودہ کا وصال تو اس کے بہت بعد ۵۴ھ میں ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۸۲ طبع مصر) اس حدیث میں راوی سے زینب کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔ عبارت یوں ہونی چاہیے تھی: ''وكانت زينب اسرع لحوقا به'' ''صحیح مسلم'' میں یہ جملہ اس طرح ہے: ''وكانت زينب اطول يدا لانها كانت تعمل وتتصدق''۔ بہرحال یہ امام بخاری کا کام تھا کہ وہ اس راوی کی روایت کو اپنی ''صحیح'' میں درج کرتے' جس کی روایت میں یہ تاریخی غلطی نہیں ہوئی جیسا کہ امام مسلم نے کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک طویل بحث کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ اس روایت میں ابوعوانہ کو وہم ہوا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۰)

(۲) ''باب احداد المراة على غير زوجها'' کے تحت امام بخاری نے یہ حدیث وارد کی ہے:

عن زينب بنت ابى سلمة قالت لما جآء نعى ابى سفيان من الشام دعت ام حبيبة بصفرة فى اليوم الثالث فمسحت عارضيها وذراعيها. الحديث (صحیح بخاری ج ا ص ۷۰۰ طبع کراچی)

زینب بنت سلمہ کا بیان ہے کہ جب شام سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو حضرت ام حبیبہ نے تین دن کے بعد سوگ ختم کر دیا۔

اس حدیث میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ ابوسفیان کی وفات کی اطلاع شام سے آئی تھی' حالانکہ یہ بات تاریخی طور پر قطعاً غلط ہے کیونکہ باتفاق مؤرخین ابوسفیان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا' چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وفى قوله من الشام نظر لان ابا سفيان مات بالمدينة بلا خلاف بين اهل العلم با لاخبار والجمهور على انه مات اثنتين وثلاثين وقيل سنة ثلاث وله فى شيى من طرق هذا الحديث تقييده بذلك الا فى رواية سفيان بن عيينة هذه واظنها وهما.

اس روایت میں شام کے لفظ پر اعتراض ہے کیونکہ مورخین میں سے کسی کا اس بات پر اختلاف نہیں ہے کہ ابوسفیان کا انتقال مدینہ میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں ہوا تھا اور اس واقعہ میں شام کی قید میں نے سفیان بن عیینہ کی روایت کے سوا اور کہیں نہیں دیکھی اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے۔

Marfat.com

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۸۸ طبع مصر)

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کو درج کرنے میں امام بخاری نے کامل غور وخوض اور تحقیق وتتبع سے کام نہیں لیا۔

(۳) ''فضل من شهد بدرا'' اور غزوة الرجیع میں امام بخاری نے ایک طویل حدیث میں فرمایا: ''وقتل خبيب هو قتل الحارث بن عامر بن نوفل يوم بدر'' یعنی خبیب نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا' اس جگہ بھی امام بخاری نے تخت مغالطہ کھایا ہے کیونکہ خبیب نام کے دو شخص ہیں' خبیب بن عدی اور خبیب بن اساف اور تمام تر اہل مغازی کا اتفاق ہے کہ جس شخص نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا' وہ خبیب بن اساف ہیں اور امام بخاری نے حدیث میں جس خبیب کا واقعہ ذکر کیا ہے' جن کو مشرکین نے گرفتار کر کے مکہ میں سولی دے دی تھی' وہ خبیب بن عدی ہیں' اور خبیب بن عدی نہ تو غزوہ بدر میں شریک ہوئے نہ انہوں نے حارث کو قتل کیا' لہٰذا ان کے بارے میں امام بخاری کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خبیب نے حارث کو قتل کیا تھا' چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان اهل المغازی لم يذكر احد منهم ان خبيب بن عدی شهد بدرا ولا قتل الحارث بن عامر وانما ذكروا ان الذی قتل الحارث بن عامر ببدر خبيب بن اساف وهو خبيب بن عدی وهو خزرجی' وخبيب بن عدی اوسی. (فتح الباری ج ۸ ص ۳۸۴)

اہل مغازی میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ خبیب بن عدی جنگ بدر میں حاضر ہوئے اور نہ ہی انہوں نے حارث کو قتل کیا تھا۔ انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے حارث کو قتل کیا' وہ خبیب بن اساف تھے اور اس واقعہ میں جس کا ذکر ہے' وہ خبیب بن عدی ہیں اور خبیب بن عدی قبیلہ اوس کے ہیں اور خبیب بن اساف قبیلہ خزرج کے۔

یہی اعتراض علامہ بدرالدین عینی نے بھی ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' ج ۱۷ ص ۱۰۰ پر ذکر کیا ہے۔

(۴) ''باب مناقب عثمان'' میں امام بخاری نے ایک حدیث وارد کی ہے' جس میں ذکر ہے:

ثم دعا عليا فامره ان يجلد فجلده ثمانين. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۲)

پھر حضرت عثمان نے حضرت علی کو بلا کر کوڑے لگانے کا حکم دیا تو انہوں نے اس کو اسی کوڑے لگائے۔

امام بخاری نے اس روایت میں اسی کوڑے مارنے کا ذکر کیا ہے' لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علی نے چالیس کوڑے مارے تھے' چنانچہ ابن حجر فرماتے ہیں:

فی رواية معمر فجلد الوليد اربعين جلدة وهذه الرواية اصح من رواية يونس والوهم فيه من الراوی. (فتح الباری ج ۸ ص ۵۷ طبع مصر)

معمر کی روایت میں ہے کہ ولید کو چالیس کوڑے لگائے گئے اور صحیح تر روایت یہی ہے اور اس روایت میں راوی کو وہم لاحق ہوا ہے۔

حافظ بدرالدین عینی بھی (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۰۴ میں) یہی فرماتے ہیں۔

(۵) ''باب ما ذكر فی الاسواق'' کے تحت امام بخاری نے مذکورذیل حدیث وارد کی ہے:

عن ابی هريرة الدوسی قال خرج النبی صلى الله عليه وسلم فی طائفة النهار لا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت باہر نکلے اور آپ مجھ سے کلام فرماتے اور نہ میں نے

Marfat.com

يكلمني ولا اكلمه حتى اتى سوق بني قينقاع فجلس بفنا بيت فاطمة. الحديث.
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۵)

آپ سے کلام کیا' یہاں تک کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں آئے اور حضرت فاطمہ کے گھر کے صحن میں جا کر بیٹھ گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ کا گھر بنی قینقاع کے بازار میں تھا' حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں تھا بلکہ ان کا مکان رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے مکانوں کے درمیان تھا۔ ناقل کو اس روایت میں وہم ہوا ہے۔

''صحیح مسلم'' کی روایت میں یہ وہم نہیں ہے' اس میں اس طرح ہے: ''حتى جاء سوق بني قينقاع ثم انصرف حتى اتى فناء فاطمة'' یعنی حضور بنوقینقاع کے بازار تشریف لے گئے' پھر واپس تشریف لائے' حتیٰ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صحن میں داخل ہوئے' چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال الداؤدي ' سقط بعض الحديث عن الناقل او ادخل حديثا في حديث لان بيت فاطمة ليس في سوق بني قينقاع انتهى وما ذكره اولا احتمالا هو الواقع. (فتح الباری ج ۴ ص ۳۴۲)

داؤدی نے کہا کہ ناقل سے حدیث کے بعض الفاظ ساقط ہو گئے یا اس نے ایک حدیث کو دوسری میں داخل کر دیا کیونکہ حضرت فاطمہ کا مکان بنوقینقاع کے بازار میں نہیں تھا۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ داؤدی نے جو پہلا احتمال ذکر کیا ہے (یعنی ناقل سے بعض الفاظ ساقط ہو گئے ہیں) اصل میں وہی واقعہ ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ''عمدۃ القاری'' ج ۱۱ ص ۲۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔

استنباط مسائل میں تسامح

شروع میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ اس کتاب کی تدوین سے امام بخاری کا مقصد صرف احادیث کو جمع کرنا نہیں ہے بلکہ تراجم ابواب پر استدلال کرنا بھی ان کے مقصد میں شامل ہے اور بشری تقاضا سے مسائل کے استنباط میں بھی امام بخاری سے غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ ہم یہاں پر بعض مثالیں پیش کر کے ان کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔

(۱) امام بخاری نے ''تقضي الحائض المناسك كلها الا الطواف'' کے عنوان سے ایک باب ذکر کیا ہے اور اس کے تحت تعلیقاً یہ حدیث لائے ہیں:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل احيانه. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۴)

رسول اللہ ﷺ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

اس حدیث کے لانے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جنبی شخص اور حائضہ عورت قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں حالانکہ یہ بات شرعاً ممنوع ہے' چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

اراد البخاري با براد هذا وبما ذكر في هذا الباب الاستدلال على جواز قراءة الجنب والحائض لان الذكر اعم من ان يكون بالقران او لغيره. (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۷۴)

اس حدیث کو لانے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جنبی شخص اور حائضہ عورت قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں کیونکہ ذکر عام ہے اور قرآن اور غیر قرآن دونوں کو شامل ہے۔

اور حافظ ابن حجر اس باب کے تحت لکھتے ہیں:

Marfat.com

ان مراده الاستدلال علی جواز قراءة الحائض و الجنب. (فتح الباری ج ا ص ۴۲۳ طبع مصر) — اس حدیث سے امام بخاری کی مراد حائض اور جنبی کی قراءت قرآن پر استدلال ہے۔

(۲) ''اذا شرب الکلب فی الاناء'' اس عنوان کے تحت امام بخاری نے متعدد احادیث ذکر کی ہیں' ایک حدیث یہ ہے:

عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان رجلا رای کلبا یاکل الثری من العطش فاخذ الرجل خفہ فجعل یغرف لہ بہ حتی ارواہ فشکر اللّٰہ لہ فادخلہ اللّٰہ الجنۃ. (صحیح بخاری ج ا ص ۲۹ طبع کراچی) — رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نے دیکھا کہ ایک کتا کیچڑ چاٹ رہا ہے' اس نے اپنے موزہ میں پانی بھر کر اس کو چلو سے پانی پلایا۔ حتیٰ کہ اس کو سیراب کر دیا تو اللہ نے اس کے اس فعل کی مدد کی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

اس حدیث میں امام بخاری نے ثابت کیا ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے' چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

استدل بہ المصنف علی طھارۃ سؤر الکلب. (فتح الباری ج ا ص ۸۹ طبع مصر) — مصنف نے اس حدیث سے کتے کے جھوٹے کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔

اسی باب میں ایک اور حدیث ذکر کی ہے:

کانت الکلاب تبول وتقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلم یکونوا یرشون من ذالک. (صحیح بخاری ج ا ص ۲۹ طبع کراچی) — عہد رسالت میں کتے مسجد میں آ جایا کرتے تھے اور بسا اوقات وہ مسجد میں پیشاب بھی کر دیا کرتے تھے اور صحابہ اس پر پانی نہیں ڈالتے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ ابتدائی دور کی بات ہے' جب مسجد میں دروازے نہ تھے اور بعد میں مسجد کی تطہیر وتکریم کا حکم وارد ہوا اور مسجد میں دروازے لگائے گئے' تاہم زمین پر اگر پیشاب گر جائے اور دھوپ سے وہ خشک ہو جائے تو زمین پاک ہو جاتی ہے اور ان کے نہ دھونے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ زمین کی پاکیزگی کے لیے دھونا ضروری نہیں ہے۔ زمین خشک ہونے سے بھی پاک ہو جاتی ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے' لیکن امام بخاری نے اس حدیث سے کیا ثابت کیا اور کون سا فقہی مسئلہ مستنبط کیا ہے' یہ حافظ بدر الدین عینی سے سنئے' فرماتے ہیں:

احتج بہ البخاری علی طھارۃ بول الکلب. (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۴ طبع مصر) — اس حدیث سے امام بخاری نے کتے کے پیشاب کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔

اعتذار

ہم نے اپنے اس مقدمہ میں امام بخاری کے مسامحات پر جو بحث کی ہے' اس سے ہرگز ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ امام بخاری کے مرتبہ اور مقام کو کم کیا جائے بلکہ ہم ان لوگوں کو حقیقت کی طرف لانا چاہتے ہیں' جو امام بخاری کو امام اعظم سے زیادہ گردانتے ہیں اور جو مرویات بخاری کو حرف آخر قرار دیتے ہیں۔

احادیث کے پرکھنے میں امام بخاری کا مقام سب سے اونچا ہے۔ چند مسامحات سے قطع نظر کہ کوئی بشر اس سے خالی نہیں' امام بخاری کی فن حدیث میں انتہائی عظیم حیثیت ہے۔ انہیں امیر المومنین فی الحدیث کہنا بجا ہے لیکن اس کے باوجود بشری تقاضے سے ان سے بہرحال کچھ تسامح ہوئے ہیں جن کی ائمہ فن نے نشاندہی کی ہے۔ مجموعی طور پر ''صحیح بخاری'' کو مدون کر کے امام بخاری نے اسلام

کی ایک عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی ہے اور امت کی عظیم اکثریت قرآن کریم کے بعد ''صحیح بخاری'' کو تواتر کے ساتھ بطور حجت مانتی چلی آ رہی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے مصنف کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں احادیث بخاری کے انوار اور فیوض و برکات سے بہرہ مند فرمائے۔(آمین)

صحیح بخاری کی شروح

کتب حدیث میں سب سے زیادہ ''صحیح بخاری'' کی شروح لکھی گئی ہیں' حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ نے ''کشف الظنون'' میں ۱۰۱۲ھ تک ''بخاری'' کی پچاس سے زیادہ شروح گنوائی ہیں' ان تمام کا ذکر تو یہاں دشوار ہے' چند مشہور اور اہم شروح کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) **اعلام السنن:** یہ امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی التوفی ۳۸۸ھ کی تصنیف ہے اور یہ ''بخاری'' کی سب سے پہلی شرح ہے' اس شرح میں عجیب و غریب نکات اور لطائف بیان کیے گئے ہیں۔

(۲) **شرح البخاری:** یہ امام ابوالحسن علی بن خلف القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ کی شرح ہے' جو ابن بطال کے نام سے مشہور ہیں' اس شرح میں انہوں نے فقہ مالکی کو بیان کیا ہے اور بعد میں آنے والے شارحین میں سے یہ مشکل کوئی ایسا ہوگا جو ان کا ذکر نہ کرتا ہو۔یہ شرح اب چھپ چکی ہے اور ہم نے بھی نعمۃ الباری میں اس سے بہت استفادہ کیا ہے۔

(۳) **شرح البخاری:** یہ امام فخر الاسلام علی محمد البزدوی الحنفی التوفی ۴۸۲ھ کی تالیف ہے اور نہایت مختصر شرح ہے۔

(۴) **شرح البخاری:** یہ شرح قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی التوفی ۵۴۳ھ کی تالیف ہے۔

(۵) **کتاب النجاح:** یہ شرح امام نجم الدین عمر بن النسفی الحنفی التوفی ۵۳۷ھ کی تصنیف ہے' یہ شرح حدیث کی روشنی میں مسائل حنفیہ کی تحقیق کے لیے بہترین کتاب ہے۔

(۶) **شواہد التوضیح:** یہ شیخ جمال الدین محمد بن عبداللہ النحوی التوفی ۶۷۲ھ کی تالیف ہے' اس میں مشکل اعاریب نحویہ کی توضیح کی گئی ہے۔

(۷) **التلویح:** یہ امام حافظ علاؤ الدین مغلطائی الحنفی التوفی ۷۹۲ھ کی تصنیف ہے' یہ مبسوط شرح ہے اور اس میں تعلیقات پر بحث اور مشکل الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے۔

(۸) **الکواکب الدراری:** یہ علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی التوفی ۷۹۶ھ کی تصنیف ہے' اس شرح کے شروع میں علم حدیث کی فضیلت اور امام بخاری کا مفصل ترجمہ ذکر کیا گیا ہے' نیز الفاظ کے معانی لغویہ' اعاریب نحویہ' ضبط روایات' اسماء رجال اور القاب رواۃ بیان کیے گئے ہیں اور احادیث متعارضہ میں تطبیق کی گئی ہے' بعد میں آنے والے اکثر شارحین نے اس سے استفادہ کیا ہے۔

(۹) **منح الباری:** یہ شرح علامہ مجد الدین ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی الشیرازی التوفی ۸۱۷ھ کی تصنیف ہے' صرف ربع کتاب کی شرح بیس جلدوں میں کی گئی ہے' اس سے آگے یہ شرح نہیں لکھی جا سکی۔اس شرح میں محی الدین ابن عربی کی ''فتوحات مکیہ'' سے عبارات بہت زیادہ نقل کی گئی ہیں۔

(۱۰) **مصابیح الجامع:** یہ علامہ بدر الدین محمد بن ابی بکر الدمامینی التوفی ۸۲۸ھ کی شرح ہے' یہ بادشاہ ہند احمد شاہ بن محمد بن مظفر کی فرمائش پر لکھی گئی تھی۔

Marfat.com

(۱۱) **الکوثر الجاری:** یہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ کی شرح ہے اس کے شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت بیان کی گئی ہے اس میں حل لغات اور ضبط اسماء رواۃ پر زور دیا گیا ہے اور حافظ ابن حجر اور کرمانی کا بالخصوص رد کیا گیا ہے۔

(۱۲) **التوشیح علی الجامع الصحیح:** یہ حافظ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی شرح ہے اس میں زیادہ تر لغوی معانی بیان کیے گئے ہیں۔

(۱۳) **ارشاد الساری:** یہ شرح شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۲۳ھ کی تصنیف ہے۔ دس مجلدات پر مشتمل ہے کتاب کے شروع میں امام بخاری کی مفصل سوانح ذکر کی گئی ہے اس شرح میں ''فتح الباری'' سے بہت زیادہ استفادہ کیا گیا ہے۔

سطور بالا میں جن شروح کا ذکر کیا گیا ہے حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں ان کے علاوہ اور پینتیس سے زیادہ شروح کا ذکر کیا ہے لیکن طوالت کی وجہ سے ہم ان کے ذکر کو ترک کر رہے ہیں۔

''صحیح بخاری'' کی سب سے زیادہ مشہور مفصل مفید اور متداول دو شرحیں ہیں: ''عمدة القاری'' اور ''فتح الباری''۔ ''عمدة القاری'' حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے اور ''فتح الباری'' حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ اب ہم سطور ذیل میں ان دونوں شرحوں کا مفصل تعارف کرا رہے ہیں۔

فتح الباری

یہ شرح حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ اس شرح کو ''صحیح بخاری'' کی عظیم ترین شروح میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ۸۱۳ھ میں اس کی تصنیف شروع کی اور ۸۴۲ھ میں اس کو سترہ جلدوں میں مکمل کیا شرح کے علاوہ ایک ضخیم جلد میں اس کا مقدمہ لکھا جس کے دو جز ہیں اور دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں امام بخاری کی مفصل سوانح، صحیح بخاری کی خصوصیات اور دیگر فوائد حدیثیہ بیان کیے گئے ہیں۔

اس شرح میں حافظ ابن حجر حدیث کی فنی حیثیت اور رجال پر گفتگو کرتے ہیں مشکل الفاظ کے معانی، عنوان باب سے مناسبت، استنباط مسائل اور فقہ شافعی بیان کرتے ہیں سوالات واردہ کے جوابات اور متعارض احادیث میں تطبیق دیتے ہیں جو حدیث متعدد بار آتی ہے اس کی شرح میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ جس باب پر حدیث کی دلالت صراحۃً اور مطابقۃً ہوتی ہے وہاں اس کی مفصل شرح کرتے ہیں اور جن ابواب پر اس کی دلالت ضمناً بالتبع ہوتی ہے وہاں اجمال سے کام لیتے ہیں۔ بہرنوع یہ شرح متعدد خوبیوں کی حامل ہے اور اس کو قبول خاص و عام حاصل ہوا۔ اب دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ نے آٹھ جلدوں میں ''صحیح بخاری'' کی احادیث کی تخریج کے ساتھ اس کو شائع کر دیا ہے۔

عمدة القاری

یہ شرح الشیخ الامام حافظ بدرالدین محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے۔ ''صحیح بخاری'' کی اس سے بہتر شرح آج تک نہیں لکھی گئی۔ حافظ بدرالدین عینی نے اس شرح کو ۸۲۱ھ میں لکھنا شروع کیا اور ۸۴۷ھ میں اس کو پچیس اجزاء میں مکمل کیا جو بارہ مجلدات پر مشتمل ہے۔

علامہ ابن حجر اور حافظ عینی میں معاصرانہ چشمک تھی علامہ عینی جامع مویدی میں برج شمالی پر بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ اس مسجد کا ایک منارہ بوسیدہ ہو چکا تھا اس کو تعمیر جدید کے لیے گرا دیا گیا اس موقع پر حافظ ابن حجر نے یہ اشعار کہے

لجامع مولانا المؤید رونق   منارته تزهو بالحسن و بالزین

Marfat.com

تقول وقد مالت علیهم امهلوا　　　فلیس علی حسنی اضر من العین

''جامع موید بڑی بارونق ہے' اس کا منارہ بہت حسین وجمیل تھا' وہ جھکتے وقت زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ مجھے چھوڑ دو کیونکہ میرے حسن وجمال کے لیے اصل نقصان دہ چیز نظر بد یا علامہ عینی ہیں'' اس میں لفظ ''عین'' سے علامہ عینی کا توریہ کیا گیا ہے۔

علامہ عینی کو جب ان اشعار کا پتا چلا تو انہوں نے حافظ ابن حجر کی طرف یہ اشعار لکھوا کر بھیجے

منارة کعروس الحسن قد حلیت　　　وهدمها بقضاء اللّٰه والقدر

قالوا اصیبت بعین قلت ذا غلط　　　ما افة الحجر الا خسة الحجر

''وہ منارہ دلہن کی طرح حسین اور خوبصورت تھا' جس کا گرنا حقیقت میں قضاوقدر کے سبب سے تھا' لوگوں نے کہا: اس کو نظر لگ گئی' میں کہتا ہوں: وہ غلط ہیں۔ لیکن اس کو گرانے کا سبب حجر (پتھر یا ابن حجر) کی خستہ حالی تھی''۔ ان اشعار میں علامہ عینی نے جواباً ''حجر'' کے لفظ سے ابن حجر کا کنایہ کیا ہے۔

جس زمانہ میں علامہ عینی شرح لکھ رہے تھے' حافظ ابن حجر بھی لکھ رہے تھے اور وہ علامہ عینی سے پہلے لکھنا شروع کر چکے تھے۔ برہان بن خضر نے حافظ ابن حجر کی اجازت سے ان کا مسودہ لیا اور علامہ عینی نے ان سے مسودہ عاریۃً مانگ لیا۔ حافظ عینی نے علامہ ابن حجر کے مسودہ کا مطالعہ کیا اور اپنی شرح میں اس کا ساتھ ساتھ رد لکھتے گئے' جب یہ شرح مکمل ہو کر لوگوں کے سامنے آئی تو حافظ ابن حجر اور ان کے تلامذہ حیران رہ گئے۔ حافظ ابن حجر نے بعد میں علامہ عینی کے اعتراضات کے جواب میں ''انتقاض الاعتراض'' کے نام سے ایک کتاب لکھنی شروع کی' لیکن عمر نے وفا نہ کی اور کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی ابن حجر کا انتقال ہو گیا' بہرحال انہوں نے جتنی کتاب لکھی ہے' اس میں بھی عینی کے اکثر اعتراض کے جوابات نہیں بن سکے۔

حافظ بدرالدین عینی اپنی شرح میں پہلے حدیث کی قرآن کریم سے مطابقت بیان کرتے ہیں' پھر کتاب' ترجمۃ الباب اور حدیث سابق سے اس کی مناسبت بیان کرتے ہیں' اس کے بعد رجال پر گفتگو کرتے ہیں اور جس صحابی سے حدیث مروی ہو' اس کی مختصر سوانح لکھتے ہیں' انواعِ حدیث میں سے اس حدیث کی نوع بیان کرتے ہیں'' صحیح بخاری'' میں جن ابواب کے تحت وہ حدیث مکرر آتی ہے' ان کا ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاری کے علاوہ جن محدثین نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کا اخراج کیا ہے' ان کا بیان کرتے ہیں' پھر الفاظ حدیث کی لغت' اعراب' معانی' بیان اور بدیع کے اعتبار سے اس حدیث کی شرح کرتے ہیں' حدیث کا مورد' اس سے مستنبط مسائل اور فوائد اور اس کے تحت مختلف فقہی مسالک بیان کرتے ہیں۔ امام اعظم کے مذہب کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں اور جس جس مقام پر دیگر شراح اور بالخصوص ابن حجر سے اختلاف ہو' اس کا رد کرتے ہیں۔

عینی کی ایک خاص خوبی جس میں وہ تمام شراح سے ممتاز ہیں' یہ ہے کہ وہ حدیث کی شرح کو متعدد اجزاء اور ابحاث میں تقسیم کرتے ہیں اور ہر بحث سے پہلے اس کی ذیلی سرخی اور عنوان قائم کرتے ہیں' جس کی وجہ سے اس کتاب سے استفادہ میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

جو احادیث مکرر ہیں' ان میں علامہ عینی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی بار جس باب کے تحت وہ حدیث آتی ہے' وہاں اس کی مفصل شرح کر دیتے ہیں اور بعد میں جب اس حدیث کا دوبارہ ذکر آتا ہے تو اس پر سرسری گفتگو کرتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ'' صحیح بخاری'' کی پہلی جلد کی علامہ عینی نے سولہ اجزاء میں شرح کی ہے اور دوسری جلد کی شرح باقی نو اجزاء میں پوری کر دی ہے۔

اب دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ کی طرف سے'' عمدة القاری'' نہایت ترتیب اور ترقیم کے ساتھ پچیس جلدوں میں شائع

ہو چکی ہے۔

حاجی خلیفہ کے نزدیک ''فتح الباری'' اور ''عمدۃ القاری'' کا موازنہ

حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں:

بعض فضلاء نے حافظ ابن حجر سے ذکر کیا کہ علامہ عینی کی شرح آپ کی شرح پر راجح ہے کیونکہ ان کی شرح میں جو مباحث منظم انداز سے پیش کیا گیا ہے اور لغت' نحو' صرف' بلاغت' استنباط مسائل اور سوالات اور جوابات کی جو حسین ترتیب ہے' وہ آپ کی شرح میں نہیں ہے' تو حافظ ابن حجر نے فوراً جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو انہوں نے رکن الدین کی شرح سے نقل کیا ہے اور میں ان سے پہلے اس شرح سے واقف تھا' لیکن میں نے اس سے نقل کرنے کو اس لیے چھوڑ دیا کہ وہ نامکمل ہے' انہوں نے اپنی شرح کا ایک قطعہ لکھا ہے اور مجھے یہ خطرہ ہوا کہ جب بعد میں ان کی شرح نہیں ہو گی تو مجھے وہ اسلوب چھوڑنا پڑے گا اور یہی وجہ ہے کہ علامہ عینی نے بھی اتنے حصہ کو نقل کرنے کے بعد پھر اس طرح بالکل شرح نہیں لکھی۔

بہر حال علامہ عینی کی شرح تمام مباحث کو شامل اور کامل ہے' لیکن وہ اس طرح مشہور نہیں ہوئی جس طرح ''فتح الباری'' اپنے مؤلف کی حیات میں مشہور ہوئی ہے۔ (کشف الظنون ج ۱ ص ۵۴۹ مطبعہ اسلامیہ طہران ۱۳۸۷ھ)

مصنف کے نزدیک ''فتح الباری'' اور ''عمدۃ القاری'' کا موازنہ

حاجی خلیفہ نے جو یہ کہا ہے کہ ''عمدۃ القاری'' کو ''فتح الباری'' کی طرح شہرت اور پذیرائی حاصل نہیں ہوئی سو یہ ان کا اپنا خیال ہے' درحقیقت ''عمدۃ القاری'' کو ''فتح الباری'' سے زیادہ شہرت اور پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں فقہ حنفی کے پیروکار فقہ شافعی کے پیروکاروں سے بہت زیادہ ہیں اور چونکہ ''عمدۃ القاری'' میں فقہ حنفی کی وکالت کی گئی ہے' اس لیے ''عمدۃ القاری'' کے طالبین ''فتح الباری'' سے بہت زیادہ ہیں۔

حافظ بدر الدین کی نظر اور ان کا مطالعۂ حدیث حافظ ابن حجر سے بہت زیادہ ہے' صحیح بخاری کی احادیث کی شرح میں حافظ عینی نے جس قدر کثرت سے احادیث کو وارد کیا ہے' حافظ ابن حجر کی ''فتح الباری'' میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں' حافظ عینی ان میں سے ہر تعلیق کا ماخذ بتاتے ہیں' جب کہ حافظ ابن حجر شاذ و نادر کسی تعلیق کا ماخذ ذکر کرتے ہیں۔

''صحیح بخاری'' میں جو قرآن مجید کی آیات آتی ہیں' حافظ عینی معتبر تفاسیر سے ان آیات کی تفسیر ذکر کرتے ہیں' جب کہ حافظ ابن حجر کی شرح میں یہ چیز نہیں ہے اور حافظ عینی کی تفسیر میں اکثر احادیث کا ذکر ہوتا ہے۔

''صحیح بخاری'' کی جس حدیث کی علامہ عینی شرح کرتے ہیں' وہ بتاتے ہیں کہ یہ حدیث ''صحیح بخاری'' میں اور کن کن مقامات پر ہے اور دیگر کن کن کتب حدیث میں اس حدیث کا ذکر ہے اور ''فتح الباری'' اس تفصیل سے خالی ہے۔

حافظ عینی ہر باب کی دوسرے باب کے ساتھ مناسبت ذکر کرتے ہیں' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''صحیح بخاری'' کے تمام ابواب ایک سلک میں منسلک ہیں اور ''فتح الباری'' اس خوبی سے خالی ہے۔

احادیث کی تراجم ابواب کے ساتھ مناسبت ہر چند کہ بعض مقامات پر ''فتح الباری'' میں بھی مذکور ہوتی ہے' لیکن انہوں نے ہر باب میں اس کا التزام نہیں کیا جب کہ ''عمدۃ القاری'' میں ہر حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت بیان کی گئی ہے۔

فقہاء کے مذاہب بھی جس تفصیل سے ''عمدۃ القاری'' میں مذکور ہوتے ہیں ''فتح الباری'' میں اس تفصیل سے مذکور نہیں ہوتے۔

Marfat.com

حدیث سے مسائل کے استنباط میں بھی ''فتح الباری'' کی ''عمدۃ القاری'' سے کوئی نسبت نہیں' حافظ عینی ہر حدیث کی شرح میں استنباط مسائل کا عنوان قائم کرتے ہیں' جب کہ ''فتح الباری'' میں ہر حدیث سے مسائل کا استنباط نہیں ہوتا اور جہاں ہوتا ہے' وہاں علامہ عینی کی بہ نسبت بہت کم مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔

حاجی خلیفہ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ علامہ عینی نے رکن الدین کی شرح نقل کی ہے' اس کی حقیقت بھی افتراء اور اتہام سے زیادہ نہیں ہے' علامہ عینی متقدمین شارحین میں سے جس کا بھی اقتباس نقل کرتے ہیں' اس کا نام ذکر کرتے ہیں اور کسی شارح کی بات اس کے حوالے کے بغیر نہیں کرتے' اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح ابھی ۱۴۲۰ھ میں ریاض سے چھپی ہے' علامہ عینی غالباً اس کے قلمی نسخہ سے اپنی شرح میں اقتباسات ذکر کرتے ہیں اور ہر جگہ ان کے نام کا حوالہ دیتے ہیں' اگر علامہ عینی نے کہیں رکن الدین کا اقتباس لیا ہوتا تو وہ ان کے بھی نام کا حوالہ دیتے۔

حافظ ابن حجر کی شرح ''فتح الباری'' اگر چہ علامہ عینی کی شرح ''عمدۃ القاری'' کے پائے کی نہیں لیکن وہ بھی بہت عمدہ شرح ہے' تاہم اپنی شرح میں وہ جس باب میں مزید شرح کرنے کا ذکر کرتے ہیں' اس باب میں جا کر وہ بھول جاتے ہیں اور ان کی عبارات میں تعارض اور تضاد بھی بہت ہے' جس کی چند مثالیں ہم ذکر کر رہے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی جس باب میں مزید شرح کا ذکر کرتے ہیں' اس باب میں ان کا شرح کو بھول جانا

حافظ ابن حجر عسقلانی کا طریقہ یہ ہے کہ جو حدیث صحیح بخاری میں متعدد بار آتی ہے' وہ اس حدیث کی مختصر شرح کرنے کے بعد لکھ دیتے ہیں کہ ہم اس حدیث کی مفصل شرح فلاں باب میں کریں گے' لیکن بعض اوقات وہ بھول جاتے ہیں اور جس باب کا وہ حوالہ دیتے ہیں' اس باب میں اس کی شرح بالکل نہیں کرتے یا بالکل سرسری کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۱۱۴ حدیث قرطاس کی شرح میں لکھا: ان شاء اللہ اس کی تفصیلی بحث ''کتاب الاعتصام'' میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۵۸' دار المعرفہ' بیروت) یہ حدیث ''کتاب الاعتصام'' میں حدیث نمبر ۷۳۶۶ پر درج ہے' لیکن حافظ ابن حجر نے وہاں پر اس پر تفصیلی بحث نہیں کی۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۴' دار المعرفہ' بیروت۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۲۲۱' مسجد میں اعرابی کے پیشاب کرنے کی حدیث کی شرح میں لکھا: ان شاء اللہ اس حدیث کے باقی فوائد ''کتاب الادب'' میں لکھے جائیں گے۔ کتاب الادب میں اس حدیث کا نمبر ۶۰۲۵ ہے' وہاں حافظ ابن حجر نے لکھ دیا ہے کہ اس کی شرح ''کتاب الطہارۃ'' میں گزر چکی ہے اور اس کے بقیہ فوائد نہیں لکھے' البتہ ''کتاب الادب'' میں اس حدیث میں ''لا تزرموہ'' کا لفظ ہے' جو ''کتاب الطہارت'' میں نہیں تھا' اس کا معنی انہوں نے ''لا تقطعوا'' لکھا ہے۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۷ ص ۱۶۳' دار المعرفہ' بیروت۔

(۳) صحیح البخاری: ۳۰۵ کی شرح میں حافظ ابن حجر نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ حائض اور جنبی قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو جو مکتوب بھجوایا تھا' اس میں آل عمران: ۶۴ مذکور تھی' جس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ہرقل کافر تھا اور کافر جنابت سے پاک نہیں ہوتا' پس ہرقل بھی جنبی تھا اور اس نے آل عمران: ۶۴ کو پڑھا' اس سے معلوم ہوا کہ جنبی کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے' حافظ ابن حجر نے اس کے جواب میں کہا: جنبی کے لیے قرآن مجید پڑھنا اس وقت منع ہے' جب اس کو معلوم ہو کہ یہ قرآن مجید ہے اور وہ اس کی قصداً تلاوت کرے اور اس کے مزید جوابات ان شاء اللہ ''کتاب الجہاد'' میں آئیں گے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۲۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ) کتاب الجہاد میں ہرقل کی حدیث: ۳۱۷۴

Marfat.com

ہے وہاں حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۳۱۳ 'حیض کی بدبو کے ازالہ کے لیے خوشبو لگانے کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے: اس کی مزید شرح ان شاء اللہ ''کتاب الجنائز'' میں اپنے مقام پر آئے گی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۴۸۲ 'دارالمعرفہ بیروت) یہ حدیث ''کتاب الجنائز'' میں نمبر ۱۲۷۹ پر ہے وہاں حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۲ ص ۷۲۹۔۷۲۸۔

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۳۴۰ 'چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے: ہم اس پر مزید بحث ''باب التیمم ضربة'' میں کریں گے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۵ 'دارالمعرفہ بیروت) اور ''التیمم ضربة'' کے باب میں حافظ ابن حجر نے اس موضوع پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۲ ص ۲۵ 'دارالمعرفہ بیروت۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارات میں تعارض اور تضاد

صحیح البخاری: ۳۴۸ تک کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے بھولنے کی یہ چند مثالیں ہیں اور پوری ''فتح الباری'' میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے بھولنے کی یہی کیفیت ہے ایک جگہ وہ ایک بات لکھتے ہیں اور دوسری جگہ اس کے بالکل برعکس لکھ دیتے ہیں' مثلاً ایک تعلیق میں ہے: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے دارالبرید میں گوبر پر نماز پڑھی' اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک گوبر پاک ہے' علامہ ابن بطال نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے اس گوبر کے اوپر کپڑا یا مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھی ہو' حافظ ابن حجر نے اس جواب کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ اصل کپڑا نہ بچھانا ہے اور سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ کپڑا بچھا کر نماز پڑھنا بدعت ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۳۷۔۶۲۷ 'دارالمعرفہ بیروت) حافظ ابن حجر کی یہ تحریر اس حدیث کے عنوان کی شرح میں ہے' اس کے چار صفحے بعد حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: کپڑا بچھا کر نماز پڑھنے کی اصل صحیحین کی یہ حدیث ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر میں چٹائی پر نماز پڑھائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمرہ (مصلّی) پر نماز پڑھتے تھے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۷۷ 'دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کی عبارات میں تعارض کی دوسری مثال یہ ہے کہ ''کتاب الحیض'' باب: ۲۳ ''عرق الجنب'' کی شرح میں انہوں نے لکھا: اس باب کا عنوان ہے کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا اور جب مسلمان نجس نہیں ہوتا تو اس کا پسینہ نجس نہیں ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کافر نجس ہوتا ہے اور اس کا پسینہ نجس ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۶ 'دارالمعرفہ بیروت) اس کے ایک صفحہ بعد اس باب کی حدیث: ۲۸۳ کی شرح میں وہ لکھتے ہیں کہ اہل ظاہر (غیر مقلدین) یہ کہتے ہیں کہ کافر نجس العین ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ. (التوبۃ: ۲۸) مشرکین محض نجس ہیں۔

(ابن حجر لکھتے ہیں:) اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ مشرکین صرف اپنے اعتقاد میں نجس ہیں' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے ابدان نجس ہیں اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اہل کتاب عورتوں کو پسینہ بھی آتا ہے تو جب مسلمان اپنی اہل کتاب بیوی کے ساتھ لیٹے گا اور اپنا بدن اس کے بدن کے ساتھ مس کرے گا تو اس اہل کتاب عورت کا پسینہ مسلمان مرد کے جسم پر لگے گا' اس کے باوجود اہل کتاب عورت پر صرف اسی صورت میں غسل واجب ہوتا ہے' جس صورت میں مسلمان عورت پر غسل واجب ہوتا ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ زندہ آدمی (خواہ کافر ہو یا مومن) نجس العین نہیں ہوتا

Marfat.com

ہے اور اس میں مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھا کہ کافر نجس ہے اور اس کا پسینہ نجس ہے اور اس باب کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ کافر نجس نہیں ہے اور نہ اس کا پسینہ نجس ہے۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۷ دار المعرفہ بیروت۔

حافظ ابن حجر عسقلانی پر تنقید کرنے کا سبب

ہم نے اس جگہ طوالت سے بچنے کے لیے صرف ان دو مثالوں پر اقتصار کیا ہے ورنہ ''فتح الباری'' میں ایسی بہت مثالیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ آپ حافظ ابن حجر عسقلانی ایسے عظیم محدث کی عبارات میں تعارض اور تضاد کو کیوں بیان کر رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے ممدوح امام بخاری نے اپنی ''صحیح بخاری'' میں امام اعظم ابو حنیفہ کی عبارات میں متعدد مقامات پر اپنے زعم میں تناقض اور تضاد ثابت کیا ہے' وہاں پر حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی شدت سے تائید کی ہے اور اس تناقض اور تضاد کو برقرار رکھا ہے' امام بخاری کے متعلق تو ہماری مجال نہیں ہے' وہ ہمارے نزدیک فن حدیث میں ایسے ہی محترم ہیں جیسے علم فقہ میں ہمارے نزدیک امام اعظم ابو حنیفہ مکرم ہیں' لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی سے قصاص لینے کا تو ہمیں حق پہنچتا ہے' اس لیے ہم نے باب کے حوالہ جات میں حافظ ابن حجر کے نسیان اور تسامح کو واضح کیا ہے اور ان کی شرح کی عبارات میں ان کے تعارض اور تضاد کو بیان کیا ہے۔

جہاں امام بخاری نے امام ابو حنیفہ کو بعض الناس سے تعبیر کر کے ان پر اعتراضات کیے ہیں' وہاں علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے امام ابو حنیفہ کی طرف سے دفاع کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

مکتبۂ فکر دیوبند کی طرف سے کی جانے والی صحیح بخاری کی شروح

مکتبۂ فکر دیوبند کی طرف سے کی جانے والی ''صحیح بخاری'' کی قابل ذکر متعدد شروح ہیں' ان میں ''فیض الباری'' عربی میں شرح ہے اور ''انوار الباری'' کشف الباری اور انعام الباری'' اردو میں شروح ہیں' ہم سطور ذیل میں ان کا مختصر تعارف اور تبصرہ پیش کر رہے ہیں:

فیض الباری

یہ شرح چار جلدوں میں ہے اور علماء دیوبند کی طرف سے کی جانے والی شروح میں یہ واحد شرح ہے' جو مکمل ہے' یہ شرح شیخ محمد انور کشمیری دیوبندی متوفی ۱۳۵۲ھ نے عربی میں لکھوائی ہے' ان کے شاگرد شیخ محمد بدر عالم میرٹھی نے ان کی تقریرات کو جمع کیا ہے' یہ پہلی بار ۱۳۵۷ھ میں مطبع حجازی' قاہرہ میں چھپی' اس کے بعد یہ ہندوستان اور پاکستان کے مختلف مطابع میں چھپتی رہی ہے' اس کی پہلی جلد ''کتاب التیمم'' پر محیط ہے' اس میں مفصل شرح ہے' دوسری جلد ''کتاب الصلوٰۃ'' سے ''کتاب الجنائز'' تک ہے' اس کی شرح میں اختصار ہے' تیسری جلد ''کتاب الزکوٰۃ'' سے ''کتاب الجہاد'' تک ہے' اس میں اور زیادہ اختصار ہے اور چوتھی جلد ''کتاب بدء الخلق'' سے لے کر آخیر ''صحیح بخاری'' تک ہے' اس میں بہت زیادہ اختصار ہے۔

شیخ انور کشمیری نے اس شرح میں بانیٔ دیوبند شیخ قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ سے کھل کر اختلاف کیا ہے' امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ اثر روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا کی ہیں' ہر زمین میں ہمارے آدم کی طرح آدم ہیں اور ہمارے نوح کی طرح نوح ہیں اور یہاں تک ذکر کیا کہ ہمارے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح محمد ہیں۔

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہ اثر مرہ کی وجہ سے شاذ ہے اور جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طور پر ثابت ہو اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور جو چیز آپ سے ثابت نہ ہو اس کا تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا ہم پر واجب نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے لہٰذا اس کی شرح میں اپنے آپ کو تھکانا نہیں چاہیے۔ مولانا نانوتوی نے اس اثر کی شرح میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام انہوں نے ''تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس'' رکھا ہے اور اس میں یہ تحقیق کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اس کے منافی نہیں ہے کہ کسی اور زمین میں دوسرا خاتم ہو جیسا کہ اثر ابن عباس میں ہے اور مولانا نانوتوی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمین کے لیے اسی طرح آسمان بھی ہے جس طرح ہماری زمین کے لیے آسمان ہے اور قرآن مجید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام سات آسمان صرف اسی زمین کے لیے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابن عباس کے اس اثر کے ساتھ ہماری نماز اور روزہ کا کوئی امر متعلق نہیں ہے تو اس اثر کی شرح کو چھوڑنا بہتر ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۳۳۴۔ ۳۳۳ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری کی شرح کی درج ذیل عبارت بہت خطرناک ہے:

قرآن مجید میں تحریف معنوی بھی غیر قلیل ہے اور میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی بھی ہے یہ تحریف ان سے عمداً ہوئی ہے یا غلطی کی وجہ سے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۳۹۵ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

ہمارے پاس دار العلوم کراچی کا فتویٰ ہے' جنہوں نے اس عبارت پر قائل کی تکفیر کر دی ہے۔

انوار الباری اُردو شرح صحیح البخاری

یہ کتاب شیخ انور شاہ کشمیری کے شاگرد سید احمد رضا بجنوری کی تالیف ہے' سات مجلدات اور ۱۹ اجزاء پر مشتمل ہے۔ جز اوّل محدثین اور فقہاء احناف کے تعارف پر مشتمل ہے اور جز ثانی میں محدثین اور فقہاء احناف کے علاوہ اکابر علماء دیوبند کا تعارف ہے۔ جز ۳ سے لے کر جز ۱۹ تک ''کتاب الجنائز'' کی شرح ہے اور بہت زیادہ طول دیا ہے' اخیر میں عقائد پر بحث کی ہے' بہر حال یہ شرح نامکمل ہے اور ''کتاب الجنائز'' تک ہے' ادارہ تالیفات اشرفیہ نے چھاپی ہے۔

کشف الباری عما فی صحیح البخاری

اس کتاب کی اب تک نو جلدیں چھپی ہیں اور یہ ہنوز نامکمل ہے اور اس کے مصنف شیخ سلیم اللہ خان ابھی بقید حیات ہیں۔ جلد اوّل میں مقدمہ ہے اور اکابر علماء دیوبند کا تعارف ہے' ص ۲۰۷ سے ''بدء الوحی'' کی احادیث کی شرح ہے' اس جلد میں ''باب بدء الوحی'' کی سات احادیث کی شرح ص ۲۰۷ سے ۵۵۵ تک ہے' اس کے بعد ''کتاب الایمان'' شروع ہے' اس جلد میں کل بارہ احادیث کی شرح کی گئی ہے اور بہت زیادہ طول دیا ہے۔ جلد ثانی بھی ''کتاب الایمان'' کی شرح میں ہے' اس میں حدیث: ۵۸ کی شرح آ گئی ہے' جلد ثالث ''کتاب العلم'' میں ہے اور اس میں حدیث: ۹۷ تک کی شرح آ گئی ہے' پھر انہوں نے ''کتاب العلم'' کو نامکمل چھوڑ دیا ہے' اس کے بعد جلد رابع ''کتاب الجہاد والسیر'' سے شروع کی ہے اور درمیان میں کتاب الوضوء' کتاب الصلوٰۃ' کتاب الزکوٰۃ' کتاب الحج' کتاب الصیام اور کتاب البیوع وغیرہ عبادات اور معاملات سے تمام اہم مباحث چھوڑ دیئے ہیں' اس جلد میں حدیث: ۲۶۳۰ سے حدیث: ۲۷۷۷ تک کی شرح ہے' کتاب الجہاد والسیر بھی نامکمل ہے' جلد خامس میں ''کتاب المغازی'' ہے اور درمیان میں ''کتاب بدء الخلق'' اور ''کتاب المناقب'' کو چھوڑ دیا ہے' وہ بھی نامکمل ہے' جلد سادس میں ''کتاب التفسیر'' ہے' جلد سابع فضائل قرآن' کتاب النکاح اور کتاب الطلاق میں ہے' جلد ثامن' النفقات' الاطعمۃ' العقیقۃ' الذبائح والصید' الاضاحی' الاشربۃ' المرضی اور الطب میں ہے اور جلد تاسع الطب' اللباس اور ادب میں ہے' انہوں نے لکھا ہے: اس کے بعد دسویں جلد

''کتاب الاستیذان'' سے شروع ہوگی۔
شیخ سلیم اللہ خان کا ابتدائی چار جلدوں میں اسلوب یہ ہے کہ ''صحیح بخاری'' کی سند کے رجال کے تعارف میں ''تہذیب الکمال' تہذیب الاسماء واللغات'' و دیگر کتب اسماء رجال سے انہیں جو کچھ ملا وہ لکھ دیا ہے'' شرح ابن بطال' فتح الباری اور عمدۃ القاری'' سے استفادہ کیا ہے اور ہر بات کا حوالہ دیا ہے' ان چار جلدوں میں بہت زیادہ طوالت ہے' جس کی وجہ سے حدیث کے اساتذہ اور طلبہ بھی اکتاہٹ کا شکار ہوں گے۔ عام اُردو قارئین کے استفادہ کے لیے اس میں کچھ نہیں ہے' زیادہ تر علمی اصطلاحات کو استعمال کیا گیا ہے' زبان سہل اور رواں نہیں ہے۔ ہر جلد تقریباً ۸۰۰ صفحات کی ہے' آخری پانچ جلدوں میں انہوں نے اسماء رجال کی ابحاث کو لانا چھوڑ دیا ہے اور اعتدال کی راہ اختیار کر لی ہے' دیوبندی بریلوی مختلف فیہ مسائل میں ان کا انداز غیر سنجیدہ' غیر منصفانہ اور جارحانہ ہے۔

انعام الباری (دروس بخاری شریف)

اس کی ابھی تک چار جلدیں چھپی ہیں' اور اس کے مصنف شیخ محمد تقی عثمانی بقید حیات ہیں' پہلی جلد میں مبسوط مقدمہ کے علاوہ بدء الوحی اور کتاب الایمان کی شرح ہے' اس کے ۵۷۴ صفحات ہیں اور اس میں ۵۸' احادیث کی شرح ہے' دوسری جلد کے ۵۶۰ صفحات ہیں' اس میں کتاب التیمم تک کی شرح ہے اور صحیح بخاری: ۳۴۸ تک احادیث ہیں۔ اس کے بعد جو تیسری جلد چھپی ہے اس پر جلد ۶ لکھا ہوا ہے' اس میں کتاب البیوع سے کتاب الحرث والمزارعۃ تک کی شرح ہے اور ۲۰۴۷ سے ۲۳۵۰ تک احادیث آگئی ہیں اور چوتھی جلد پر جلد ۷ لکھا ہوا ہے' اس میں کتاب المساقاۃ سے کتاب الجزیہ تک کی شرح ہے' درمیان کی جلد ۳' ۴' ۵ نامعلوم وجوہ کی بناء پر ابھی تک منظر عام پر نہیں آئیں' دیوبندی بریلوی مختلف فیہ مسائل میں ان کا انداز بھی غیر شائستہ' غیر منصفانہ اور جارحانہ ہے۔

علماء اہل سنت کی طرف سے کی جانے والی ''صحیح بخاری'' کی شروح

اہل سنت و جماعت میں سے تین علماء نے ''صحیح بخاری'' کی شروح لکھی ہیں' مولانا سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ نے ''فیوض الباری'' لکھی ہے' مولانا غلام رسول رضوی رحمہ اللہ نے ''تفہیم البخاری'' لکھی ہے اور مولانا شریف الحق امجدی رحمہ اللہ نے ''نزھۃ القاری'' لکھی ہے' اور اس ناکارہ نے ''نعمۃ الباری'' کے نام سے ''صحیح بخاری'' کی شرح لکھنی شروع کی ہے' جس کی پہلی جلد پیش خدمت ہے' سطور ذیل میں ان کا تعارف اور تبصرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

فیوض الباری

سید محمود احمد رضوی متوفی ۱۴۲۰ھ کی اس کتاب کی دس جلدیں چھپی ہیں' جو'' صحیح بخاری'' کے گیارہ پاروں پر مشتمل ہیں۔ ''صحیح بخاری'' کی یہ شرح اُردو شروح میں سب پر فائق ہے' علامہ رضوی نے اس شرح میں صرف قدیم شروح کے فوائد اور نکات پر اقتصار نہیں کیا' بلکہ اس شرح میں اپنا حاصل مطالعہ بھی پیش کیا ہے' اس شرح میں انہوں نے جو اسلوب اختیار کیا ہے' اس کے متعلق وہ خود لکھتے ہیں: اس شرح میں امور ذیل کا خیال رکھا گیا ہے:
(۱) حدیث کا لفظی ترجمہ (۲) الفاظ حدیث کی حسب ضرورت لغوی تحقیق (۳) حدیث کے مسائل و احکام کی تفصیل (۴) ائمہ اربعہ کا حدیث زیر بحث سے استدلال اور ان کے مابین اختلاف آراء کے دلائل کی وضاحت (۵) امام بخاری نے ہر حدیث کو پوری سند کے ساتھ لکھا ہے' میں نے بوجہ اختصار ابتدائی سند کو حذف کر دیا ہے (۶) امام بخاری ایک ہی حدیث کو متعدد عنوانات کے ماتحت متعدد بار ذکر کرتے ہیں' میں نے امام بخاری کا ہر عنوان قائم رکھا ہے' البتہ حدیث مکرر کو صرف ایک ہی جگہ ذکر کیا ہے (۷) جس عنوان

میں حدیث مکرر آتی ہے وہاں میں نے اس کی مناسبت سے بلکہ بعض اوقات اس کے جملے بھی لکھ دیئے ہیں اور یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ یہاں حدیث مکرر ہے اس کو ترک کیا گیا ہے (۸) ایک جگہ اگر کوئی حدیث مختصر مذکور ہے اور دوسری جگہ مفصل ہے تو مفصل حدیث کو دوبارہ جہاں وہ آئی ہے ضرور باقی رکھا ہے اسی طرح جس مکرر حدیث میں کوئی لفظ ایسا درج ہے جس سے نیا مسئلہ معلوم ہوتا ہے تو ایسی حدیث کو بھی جہاں وہ آئی ہے باقی رکھا ہے۔

علامہ رضوی نے ''فیوض الباری'' لکھنے کی کب ابتداء کی اس کا پتا نہیں چلا لیکن جلد اوّل کے اختتام پر جو تاریخ درج ہے وہ یہ ہے: ۸ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ/ ۳ نومبر ۱۹۵۸ء

فیوض الباری کی دسویں جلد کتاب الشروط پر ختم ہے اور اس کی آخری حدیث کا نمبر: ۲۵۴۳ ہے اور اس کے اختتام پر جو تاریخ درج ہے وہ یہ ہے: ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ/ ۱۱ فروری ۱۹۸۸ء۔ ''فیوض الباری'' کی ۱۱۔۱۲ جلد بھی چھپی ہے جلد ۱۲ کے چار پانچ صفحات ہیں اور اس کے آخر میں تاریخ درج نہیں ہے۔

گویا پورے تیس سال میں مرحوم نے ''صحیح بخاری'' کے گیارہ پاروں کی شرح لکھی لیکن اس شرح کی تصنیف کے دوران انہوں نے اور بہت کتابیں تصنیف کیں اور متعدد دینی اور سماجی خدمات میں مصروف رہے آخری جلد کی تصنیف کے دوران دمہ کی تکلیف میں مبتلا ہو گئے تھے اور اسی تکلیف میں ۳ رجب ۱۴۲۰ھ/ ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو ان کی وفات ہوگئی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین) جس سال ''فیوض الباری'' کی پہلی جلد آئی ہے اسی سال (۱۹۵۸ء) میں میں نے رحیم یار خاں میں حصولِ تعلیم کا آغاز کیا تھا اب اس بات کو ۵۰ سال ہو چکے ہیں آٹھ سال بعد میں نے فراغت حاصل کی اور تقریباً ۴۲ سال میں اللہ تعالیٰ نے مجھے دیگر متعدد تصانیف کے علاوہ دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں قیام کے بیس سال میں ''شرح صحیح مسلم'' کی ۷ مجلدات اور ''تبیان القرآن'' کی بارہ (۱۲) مجلدات لکھنے کی سعادت عطا فرمائی۔ وذالك فضل الله يوتيه من يشاء.

تفہیم البخاری

یہ کتاب علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ کی تالیف ہے جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے اس شرح کے اسلوب کے متعلق خود علامہ رضوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بندہ مسکین نے یہ التزام کیا ہے کہ حدیث اگرچہ متکرر ہی ہو اس کا بامحاورہ ترجمہ اور مقتضیٰ حال کے مطابق وضاحت کرتے ہوئے تطویل سے احتراز کیا ہے جب کہ اہم مقامات میں مناسب تفصیل ذکر کی ہے اور حدیث ترجمہ اور وضاحت کا ایک ساتھ نمبر ذکر کیا ہے اور وضاحت میں شروح بخاری میں سے ''عمدۃ القاری فتح الباری ارشاد الساری اور الکوکب الدراری'' سے اقتباس کے ساتھ ساتھ دیگر شروح احادیث سے بھی اقتباس کیا ہے اس کے علاوہ بعض اساتذہ کرام سے ماخوذ فوائد کے علاوہ کچھ زوائد بھی ذکر کیے ہیں جن سے نفس حدیث کی تفہیم ہو جاتی ہے اور اس بات کا خیال کیا گیا ہے کہ تفہیم میں بہ قدر ضرورت ائمہ کرام کے مسالک کی وضاحت کر کے حنفی مذہب کے مطابق جامع تشریح کی جائے تا کہ حنفی مسلک کے مطابق حدیث سمجھنے میں اشکال نہ رہے اسی لیے اس کو ''تفہیم البخاری'' سے موسوم کیا ہے۔ (تفہیم البخاری ج ا ص ۴۔۳)

جلد اوّل کے اوّل و آخر کہیں پر بھی تاریخ مذکور نہیں ہے لیکن مجھے اس طرح یاد پڑتا ہے کہ اس کی پہلی جلد ۱۹۷۰ء میں طبع ہوئی تھی البتہ اس کی گیارہویں جلد کے آخر میں یہ تاریخ درج ہے: ۱۴ صفر ۱۴۰۷ھ/ ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۷ء۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً دس سال میں مکمل ''صحیح بخاری'' کی شرح لکھی گئی اور اردو شروح میں یہ واحد شرح ہے جو ''صحیح

بخاری" کی مکمل شرح ہے جس میں "صحیح بخاری" کی مکرر اور غیر مکرر تمام احادیث کی مکمل شرح کی گئی ہے۔

علامہ غلام رسول رضوی کی ۲۷ شعبان ۱۴۲۲ھ/ ۱۴ نومبر ۲۰۰۱ء کو وفات ہوگئی' اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری

یہ کتاب مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ متوفی ۱۴۲۲ھ کی تالیف ہے' جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے' اس کتاب کے اسلوب کے متعلق خود علامہ شریف الحق امجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(۱) کتاب کو بہت طویل ہونے سے بچانے کے لیے میں نے مکرر احادیث کو صرف ایک بار لیا ہے' وہ بھی جہاں میں نے مناسب جانا وہاں' البتہ حدیث کے مختلف الفاظ کو اکٹھا کر دیا ہے۔

(۲) ابواب کو بالکل ذکر نہیں کیا' اس لیے کہ پھر احادیث کو مکرر لانا ضروری ہو جاتا' مگر اہم ابواب پر شرح میں کلام پورا پورا مذکور ہے' نیز ابواب کے ذکر سے جو فائدہ تھا' وہ ایک عنوان' احکام مستخرجہ قائم کر کے پورا کر دیا ہے۔

(۳) جو حدیث جن صحابی سے مروی ہے' ان کے حالات بالالتزام بیان کر دیئے ہیں' کہیں کہیں بعض تابعین کا ذکر بھی آ گیا ہے۔

(۴) میں نے ہر حدیث پر نمبر لگا دیا ہے اور حدیث کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر اس کا ایک عنوان بھی قائم کر دیا ہے۔

(۵) حدیث "بخاری شریف" میں کہاں کہاں ہے اور صحاح ستہ میں کہاں کہاں ہے' اس کے حوالے حاشیہ میں دے دیئے ہیں' عینی میں اس کی تفصیل ہے' مگر علامہ عینی صرف کتاب کا حوالہ دیتے ہیں' یہ معلوم کر کے یہ حدیث کس کتاب میں ہے' حدیث کی تلاش میں دشواری کم تو ہو جاتی ہے' مگر بہت کچھ باقی رہتی ہے' اس لیے میں نے باب کا حوالہ بھی دے دیا ہے۔

(نزہۃ القاری ج ۱ ص ۵۴' فرید بک سٹال' لاہور)

علامہ شریف الحق نے لکھا ہے: اس شرح کو انہوں نے ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ/ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء میں شروع کیا۔ (نزہۃ القاری ج ۱ ص ۴۴) اور انہوں نے گیارہ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ/ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۸ء شب پنجشنبہ گیارہ بجے اس کو مکمل کیا' کل سولہ سال آٹھ ماہ بیس دن میں یہ شرح مکمل ہوئی۔ علامہ مرحوم نے دس علماء اور مدرسین کے نام لکھے ہیں' جنہوں نے اس کام میں ان کا زبردست ہاتھ بٹایا' پھر چھ علماء کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے' جو رات کا اکثر حصہ شرح لکھوانے میں گزار دیتے تھے۔ (نزہۃ القاری ج ۵ ص ۹۸۱-۹۸۰)

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی شریف الحق امجدی کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں ان کا مقام بلند فرمائے' اہل سنت کے وہ تیسرے عالم ہیں' جنہوں نے حدیث شریف پر ایک وقیع کام کیا اور "صحیح بخاری" کی اُردو میں ایک متوازن شرح لکھی۔

فجزاہ اللّٰہ تعالٰی احسن الجزاء.

نعمۃ الباری

تیرہ ذوالحج ۱۴۲۶ھ بہ روز جمعہ میں نے "تبیان القرآن" کی تکمیل کی اور اسی روز میں نے "نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری" لکھنے کا آغاز کر دیا' یہ روز سعید میرے لیے تین اعتبار سے عید کا دن تھا (۱) یہ عید الاضحیٰ کا دن تھا (۲) جمعہ کا دن بھی تھا' جو کہ مسلمانوں کے لیے عید کا دن ہے (۳) جس دن مسلمانوں کو کوئی نعمت ملے' وہ دن بھی ان کے لیے عید کا دن ہوتا ہے اور اس دن مجھے دو نعمتیں ملیں' "تبیان القرآن" کی تکمیل ہوئی اور "نعمۃ الباری" کا آغاز ہوا۔

Marfat.com

نعمۃ الباری کی خصوصیات

(۱) عام طور پر کتب احادیث کے تراجم اور اُردو شروح میں سند حدیث کا ترجمہ نہیں کیا جاتا' میں نے'' صحیح بخاری'' کی ہر حدیث کی سند کا مکمل ترجمہ کیا ہے۔

(۲) سند کے رجال کا مکمل تعارف پیش کیا ہے۔

(۳) سند حدیث میں جس صحابی کا پہلی بار نام آیا' اس کے کوائف اور اس کا سن وفات ذکر کیا ہے۔

(۴) امام بخاری نے حدیث کا جو عنوان ذکر کیا ہے' اس کی وضاحت کی ہے' اس کا لغوی اور شرعی معنی بیان کیا ہے اور اس عنوان کی عنوان سابق کے ساتھ مناسبت بیان کی ہے۔

(۵) باب کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مناسبت بیان کی ہے۔

(۶) امام بخاری نے باب کے عنوان میں جو قرآن مجید کی آیات پیش کی ہیں' ان کی تفسیر معتمد کتب تفسیر سے باحوالہ بیان کی ہے۔

(۷) امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں' ان کی اصل حدیث' جلد' صفحہ یا حدیث نمبر کے اعتبار سے باحوالہ بیان کی ہیں۔

(۸) تعلیقات کی بھی کہیں مفصل اور کہیں بہ قدر ضرورت تشریح کی ہے۔

(۹) صحیح بخاری کی ہر حدیث کی مکمل تخریج کی ہے اور تمام احادیث کو باحوالہ بیان کیا ہے۔

(۱۰) صحیح بخاری کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث باحوالہ بیان کی ہیں۔

(۱۱) جس جگہ ضروری ہوا' وہاں الفاظِ حدیث کے اختلاف کو بھی باحوالہ بیان کیا ہے۔

(۱۲) حدیث کی تشریح میں جن احادیث کو ذکر کیا ہے' ان کے بھی حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔

(۱۳) استنباط مسائل کے ضمن میں مذاہب ائمہ ان کے دلائل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

(۱۴) امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں بہ کثرت دلائل ذکر کیے ہیں۔

(۱۵) امام ابوحنیفہ کے مذہب پر جہاں علامہ ابن بطال مالکی' علامہ ابن قدامہ حنبلی یا حافظ ابن حجر عسقلانی نے اعتراضات کیے ہیں' ان کے مستحکم جوابات دیے ہیں۔

(۱۶) حافظ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شروح کے اختلاف کو ذکر کیا ہے اور حسب ضرورت ان کے درمیان محاکمہ کیا ہے۔

(۱۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات' تمام نبیوں پر آپ کی فضیلت اور آپ کے دیگر فضائل اور کمالات' بارگاہ الوہیت میں آپ کی وجاہت' آپ کی شفاعت' آپ کی شفارسانی' آپ کے تصرفات اور آپ کے اختیارات کے ثبوت میں احادیث پیش کی ہیں اور اس کی تائید میں مسلم علماء کی عبارات پیش کی ہیں۔

(۱۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں احادیث کو واضح کیا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے ہیں۔

(۱۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی وسعت کو اکابر علماء دیوبند کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے۔

(۲۰) غیر مقلدین کا مسلک جہاں جمہور علماء اسلام سے مختلف ہے' وہاں ان کا ٹھوس دلائل سے رد کیا گیا ہے۔

(۲۱) منکرین حدیث کے حدیث پر اعتراضات کے متین جوابات دیے گئے ہیں۔

(۲۲) عصر حاضر کے مسائل کا قرآن اور سنت سے حل پیش کیا گیا ہے۔

Marfat.com

(۲۳) مغرب زدہ لوگوں کے اور مستشرقین کے جو اسلام پر اعتراضات ہیں' ان کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۲۴) خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد ازواج کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

(۲۵) صحیح بخاری میں علم اصول حدیث کی جو اصطلاحات آئی ہیں' مثلاً مناولہ اور متابع وغیرہ' ان کی آسان عبارت سے وضاحت کی گئی ہے۔

(۲۶) شرح صحیح مسلم میں ''صحیح بخاری'' کی جو احادیث آ چکی ہیں' ان کا ''شرح صحیح مسلم'' میں جلد' صفحہ اور حدیث نمبر سے حوالہ دیا ہے اور ''شرح صحیح مسلم'' میں ان کی شرح کے جو عنوانات ہیں' ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح ''تبیان القرآن'' میں جو بحث آ چکی ہے' اس کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔

(۲۷) شرح صحیح مسلم میں بعض احادیث کی بہت زیادہ شرح کی گئی ہے اور بعض احادیث کی بالکل شرح نہیں کی گئی' میں نے ''نعمۃ الباری'' میں توازن کو قائم رکھا ہے اور مکررات کے علاوہ ہر حدیث کی اعتدال سے شرح کی ہے' البتہ جو اعتقاد اور فقہ کے معرکہ آراء مباحث ہیں' وہاں بسط اور تفصیل سے کام لیا ہے' ہر مکرر حدیث کا ترجمہ کیا ہے۔

(۲۸) اس شرح کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اُردو کی دیگر شروح حدیث کی طرح علمی یا اصطلاحی لب ولہجہ اختیار نہیں کیا گیا' بلکہ حتی الامکان زبان و بیان کو عام فہم اور آسان رکھا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ قارئین کے علمی اور عوامی تمام ہی طبقات اس سے نفع اندوز ہو سکیں۔

(۲۹) حافظ ابن حجر عسقلانی' علامہ بدرالدین عینی' علامہ ابن بطال اور دیگر مصنفین کی عبارات میں جن احادیث کا ذکر آیا ہے' ان احادیث کی بھی مفصل تخریج کر دی گئی ہے۔

حدیث کے مقدمہ' امام بخاری اور ''صحیح بخاری'' کے تعارف' ''صحیح بخاری'' پر تبصرہ' ''صحیح بخاری'' کی شروحات کے ذکر اور ''نعمۃ الباری'' کی خصوصیات کا ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے میں ''صحیح بخاری'' کی شرح لکھنے کا آغاز کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں: الٰہ العالمین! مجھے اس شرح میں صراطِ مستقیم پر قائم رکھنا اور وہی بات لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو باطل اور ناصواب ہو اس کا رد کرنے کی مجھے جرأت اور ہمت عطا فرمانا۔ (آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث' دارالعلوم نعیمیہ
بلاک ۱۵' فیڈرل بی ایریا' کراچی ۳۸

Marfat.com

محدثِ اعظم وسعیدِ ملت علامہ غلام رسول سعیدی کے تحریر کردہ مسودہ کا صفحہ جس پر صحیح البخاری کی حدیث نمبر ۳۸ کا ترجمہ اور شرح کی گئی ہے۔

۱۱۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب تک کہ کبائر کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

۱ صحیح مسلم: ۲۳۳، ۱۔ سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۶، سنن ترمذی: ۲۱۴، صحیح ابن خزیمہ: ۳۱۴، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۰، صحیح ابن حبان: ۱۷۳۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۶۷، شرح السنۃ: ۳۴۵، مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴، طبع قدیم، مسند احمد ج ۱۲ ص ۱۹۲ رقم ۷۱۲۹۵، بیروت

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۲-۴۰۳ نمبر ۱۶۰۲ پر مذکور ہے اور اس میں حسب ذیل مسائل ہیں:

(۱) قیام رمضان کا معنی اور اس کی فضیلت (۲) رکعات تراویح میں مذاہب (۳) بیس رکعات تراویح پڑھنے کی (۴) تراویح میں ختم قرآن (۵) رمضان میں ختم قرآن کا (۶) غیر مقلدین کے (۷) تنہا عشاء پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے

۲۶ - باب ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھنا شعبہ ایمان سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت واضح ہے اس باب میں رمضان کے قیام کا ذکر تھا اور اس باب میں رمضان کے روزہ کا ذکر ہے۔

۳۸ - امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں ہمیں محمد بن فضیل نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ابوسلمہ از ابوہریرہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

[اس حدیث کے اطراف اور تخریج کو جاننے کے لیے دیکھیں: حدیث: ۳۵]

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام البیکندی، ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(۲) محمد بن فضیل الکوفی۔ انہوں نے اور الاعمش وغیرہ تابعین سے سماع کیا اور ان سے قتیبہ اور امام احمد نے سماع کیا، ابوزرعہ نے کہا یہ اہل علم میں سے صادق تھے۔ یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

(۳) یحییٰ بن سعید انصاری مدینہ کے قاضی (۴) ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمان بن عوف (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۶۸)

رمضان کے روزوں سے پورے روزے مراد ہیں اور جو عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے وہ بھی مغفرت کی بشارت میں شامل ہے

ایک سوال یہ ہے کہ جس شخص نے رمضان کا صرف ایک روزہ رکھا کیا اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں رمضان کے روزے رکھنے مراد ہیں یعنی تمام رمضان کے روزے رکھے جائیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ جس شخص کی نیت پورے روزے رکھنے کی ہو لیکن بیماری کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو کیا وہ اس بشارت کا مصداق ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں جیسے کہ جب کوئی بغیر عذر کے نماز پڑھے تو اس کو تمام کا ثواب ملتا ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں دو لفظ ہیں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے، ان دونوں میں ایک لفظ ضرور زائد ہے کیونکہ جو مومن ہوگا وہ ثواب کی نیت سے ہی روزہ رکھے گا اور جو ثواب کی نیت سے روزہ رکھے گا وہ مومن ہی ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات انسان مومن تو ہوتا ہے لیکن وہ ثواب کی نیت سے کام نہیں کرتا بلکہ دکھاوے کے لیے کرتا ہے اس لیے دونوں لفظوں کی ضرورت ہے۔

۲۷ - باب: دین آسان ہے

اس باب کی حدیث میں ہے دین آسان ہے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں رمضان کے روزوں کا ذکر ہے اور رمضان

Marfat.com

ہندوستان سے شائع کی جانے والی صحیح البخاری کے عربی متن کا صفحہ، جو پہلی مرتبہ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں شائع کی گئی، جس پر علیہ اللام ابی الحسن السندیؒ نے حاشیہ بھی تحریر کیا ہے۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱- كِتَابُ: الْوَحْيِ

وحی کا بیان

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے لہٰذا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کرنا کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے۔

۱- بَابٌ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء وحی کی کیفیت

وَقَوْلُ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوْحٍ وَّالنَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهِ﴾. (النساء: ۱۶۳)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اے رسول معظم! بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی نازل فرمائی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی (نازل) فرمائی تھی۔

کتاب' باب اور فصل کے معانی اور مصادیق

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے بعد جو پہلا لفظ لکھا وہ "باب" ہے عموماً حدیث اور فقہ کی کتابوں میں تین عنوانات لکھے جاتے ہیں: کتاب' باب اور فصل۔ "کتاب" مسائل کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جو بہ منزلہ جنس ہو اور اس کے تحت کئی انواع اور اصناف مندرج ہوں' جیسے کتاب الطہارت' اس میں وضو' غسل اور تیمم کے ابواب مذکور ہوتے ہیں' اور "باب" مسائل کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جو بہ منزلہ نوع ہو اور اس کے تحت کئی اصناف اور اشخاص مندرج ہوں' جیسے وضوء کے باب میں فرائض وضوء' سنن وضوء اور مستحبات وضوء کی فصول مذکور ہوتی ہیں' اور "فصل" بہ منزلہ صنف ہے' اس کے تحت کئی اشخاص مندرج ہوتے ہیں' جیسے فرائض وضو کی فصل میں مذکور ہوتا ہے کہ وضوء کے چار فرض ہیں' وغیرہ۔

یہاں پر امام بخاری نے "کتاب" کا ذکر نہیں کیا' لیکن یہاں مراد وہی ہے یعنی کتاب الوحی اور اس کے تحت جو مختلف احادیث ذکر کی ہیں' وہ بہ منزلہ ابواب ہیں' امام بخاری نے "بدء الوحی" کا لفظ فرمایا ہے "بدء" کے دو معنی ہیں: ظہور اور ابتداء۔ صحیح بخاری کی حدیث: ۲-۱ میں وحی کے ظہور کا ذکر ہے اور حدیث: ۳ میں وحی کی ابتداء کی کیفیت کا ذکر ہے۔

وحی کا لغوی معنی

امام بخاری نے دوسرا لفظ جو ذکر کیا ہے وہ "وحی" ہے' علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ نے وحی کا لغوی معنی اس طرح بیان کیا ہے:

Marfat.com

وحی کا معنی ہے: اشارہ کرنا' لکھنا' لکھا ہوا' پیغام پہنچانا' کلام خفی' ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف پہنچاؤ' یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے' پھر یہ الہام کے معنی میں منحصر ہو گیا۔ (تاج العروس ج ١٠ص ٣٨٥' المطبعۃ الخیریہ مصر' ١٣٠٦ھ)

وحی کا شرعی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ٥٠٢ھ لکھتے ہیں:

اصطلاح میں وحی ان کلماتِ الٰہیہ کو کہتے ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء فرماتا ہے' یہ القاء یا تو اس فرشتے کے واسطے سے ہوتا ہے' جو دکھائی دے اور اس کا کلام سنائی دے جیسا کہ حضرت جبریل کا کسی خاص صورت میں اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچانا یا بغیر مشاہدہ کے اللہ کا کلام سنائی دے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام سنا' یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں کوئی بات ڈال دی جائے' جیسے کہ حدیث میں ہے کہ جبریل نے یہ بات میرے دل میں ڈالی۔ (المفردات ج ٢ ص ٦٦٨' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٨ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

هو كلام الله المنزل على نبی من انبيائه. یہ وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی نبی پر نازل کیا گیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١ ص ٣٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نزولِ وحی کی صورتیں اور اقسام

علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں:

(١) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سننا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام قدیم سننا' جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے۔

(٢) فرشتے کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا۔

(٣) دل میں کسی معنی کا القاء کیا جانا۔

(٤) ''صلصلة الجرس'' (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔

(٥) حضرت جبرائیل کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آ کر بات کریں' جیسے ایک اعرابی کی شکل میں آئے۔

(٦) حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئیں' جیسے حضرت جبرائیل چھ سو پروں کے ساتھ آئے' جن سے یاقوت اور موتی جھڑ رہے تھے۔

(٧) حضرت جبرائیل کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں' جیسے حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آئے۔

(٨) اللہ تعالیٰ براہِ راست بیداری میں آپ سے ہم کلام ہو' جیسے شب معراج میں پردے کی اوٹ سے کلام فرمایا۔

(٩) اللہ تعالیٰ آپ سے نیند میں ہم کلام ہو' جیسے'' جامع ترمذی'' میں حدیث مرفوع ہے' آپ نے فرمایا: میں نے اللہ عزوجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

(١٠) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں کوئی واقعہ دکھایا جائے' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔

(١١) وحی اسرافیل جیسا کہ'' مسند احمد'' میں ہے کہ تین سال حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ موکل رہے۔

(عمدۃ القاری ج ١ ص ٧٩-٧٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

عنوان میں درج آیت کریمہ کی تفسیر

باب کا عنوان لکھنے کے بعد امام بخاری نے یہ آیت کریمہ لکھی ہے: ''اِنَّاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ کَمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی نُوۡحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ''۔ (النساء: ١٦٣)

امام بخاری کا اس کتاب میں یہ طریقہ ہے کہ باب کا عنوان ذکر کرنے کے بعد اس عنوان کے مناسب قرآن مجید کی کوئی آیت ذکر کرتے ہیں' یا پھر کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں یا کسی صحابی یا تابعی یا کسی امام کا قول ذکر کرتے ہیں' یہاں باب کے عنوان میں چونکہ وحی کا لفظ تھا' اس لیے امام بخاری نے اس آیت کو ذکر کیا' جس میں وحی کا ذکر ہے۔

اس آیت کی مختصر تفسیر حسب ذیل ہے:

یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ پر بھی اس طرح یک بارگی کتاب نازل کی جائے' جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یک بارگی کتاب نازل کی گئی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ تم نوح' ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب' ایوب' یونس' ہارون اور سلیمان علیہم السلام کو نبی جانتے ہو حالانکہ ان پر بھی آسمان سے یک بارگی کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی تھی۔

انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں اس آیت میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں' جنہوں نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا تھا' یا اس لیے کہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں' جنہوں نے احکام شرعیہ بیان کیے یا اس لیے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ اسلام تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے ہے' اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت بھی تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے تھی۔ (تبیان القرآن ج ٢ ص ٨٧٧' فرید بک سٹال لاہور' ١٤٢٠ھ)

حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کا متن اور اس کی تخریج

باب کے عنوان کے بعد امام بخاری نے حسب ذیل حدیث ذکر کی ہے:

١- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ' وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى' فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا' اَوْ اِلَى امْرَاَةٍ يَنْكِحُهَا' فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ۔ [اطراف الحدیث: ٥٤_٢٥٢٩_٣٨٩٨_٥٠٧٠_٦٦٨٩_٦٩٥٣]

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں حمیدی عبداللہ بن زبیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابراہیم تیمی نے خبر دی کہ انہوں نے علقمہ بن وقاص لیثی سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال کا مدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا جس کی اس نے نیت کی' سو جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو' جس کو وہ حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف ہو' جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف (شمار) ہوگی جس کی طرف ہجرت کرنے کی اس نے نیت کی تھی۔

(صحیح مسلم: ١٩٠٧' سنن ابوداؤد: ٢٢٠١' سنن ترمذی: ١٦٤٧' سنن نسائی: ٣٨٠٣_٣٤٣٧_٧٥' سنن ابن ماجہ: ٤٢٢٧' مسند الحمیدی: ٢٨'

ابن الجارود: ۶۴' الموطا: ۹۸۳' مسند الطیالسی: ۳۷' مسند البزار: ۲۵۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲' صحیح ابن حبان: ۳۸۸' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۴۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۱' کتاب المعرفۃ: ۱۸۲' تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۵۳' شرح السنۃ: ۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۸۔ ج ۱ ص ۳۰۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی' یہ ابوبکر عبد اللہ بن الزبیر القرشی الاسدی ہیں' یہ ۲۱۹ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی روایت کی ہے' امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں ان کی ایک حدیث روایت کی ہے (۲) سفیان بن عیینہ' یہ حدیث' فقہ اور فتویٰ میں امام جلیل ہیں' اور یہ امام شافعی کے مشائخ میں سے ایک ہیں' یہ ۱۹۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) یحییٰ بن سعید انصاری مدنی' یہ مشہور تابعی ہیں اور ائمہ مسلمین سے ہیں' ان کو مدینہ میں منصب قضاء دیا گیا تھا اور یہ ۱۰۴ھ میں فوت ہو گئے' ان سے محدثین کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے (۴) محمد بن ابراہیم بن الحارث' یہ بہت احادیث روایت کرتے تھے' یہ ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) علقمہ بن وقاص اللیثی' ابن مندہ نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے اور جمہور علماء نے ان کا تابعین میں ذکر کیا ہے (۶) حضرت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح ابن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی العدوی القرشی' یہ اپنے آٹھویں جد کعب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں' رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۵)

حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کی فنی حیثیت

یہ حدیث ایک اعتبار سے غریب ہے اور دوسرے اعتبار سے مشہور ہے' اور یہ متواتر نہیں ہے کیونکہ اس کا مدار یحییٰ بن سعید پر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عمر کے سوا اس کو کسی اور نے روایت نہیں کیا اور حضرت عمر سے علقمہ کے سوا اس کو کسی اور نے روایت نہیں کیا اور علقمہ سے صرف محمد بن ابراہیم نے روایت کیا ہے اور محمد سے صرف یحییٰ بن سعید نے روایت کیا ہے اور ان سے اس حدیث کو بہت لوگوں نے روایت کیا ہے' پس سند کے اول راویوں کے اعتبار سے یہ حدیث غریب اور فرد ہے اور سند کے آخری راوی کے اعتبار سے یہ حدیث مشہور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کے راوی کا مختصر تذکرہ

علامہ عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابوحفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول کیا' ایک قول ہے کہ انہوں نے نبوت کے پانچویں سال میں اسلام قبول کیا۔ ہلال بن یساف نے کہا کہ حضرت عمر چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام لائے اور لیث نے کہا ہے کہ تینتیس (۳۳) مردوں کے مسلمانوں ہونے کے بعد اسلام لائے' ایک قول یہ ہے کہ ان کے اسلام لانے کے بعد چالیس مسلمانوں کا عدد مکمل ہو گیا' پھر حضرت جبریل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آسمان والے عمر کے اسلام لانے پر مبارک باد دے رہے ہیں' ان کو فاروق کا لقب دیا گیا کیونکہ جس دن وہ اسلام لائے' اس دن سے اسلام کا ظہور اور غلبہ ہو گیا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو احادیث روایت کی ہیں' ان کی تعداد پانچ سو سینتیس (۵۳۷) ہے' ان میں سے ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' میں اکیاسی (۸۱) احادیث ہیں۔

جس طرح قرآن مجید کی آیات کے شانِ نزول اور اسباب ہوتے ہیں' اسی طرح بعض احادیث کے بھی اسباب ہوتے ہیں' اس حدیث کا سبب یہ ہے کہ ایک شخص نے مکہ میں ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا' وہ ہجرت کر کے مدینہ چلی گئی' وہ شخص بھی اس سے

Marfat.com

نکاح کی رغبت میں مدینہ چلا گیا' اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی اور اس شخص کو مہاجر ام قیس کہا جاتا تھا۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کا شرف اور اس کی فضیلت

علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں:

علماء اپنی تصانیف میں اس حدیث کو سب سے پہلے لکھتے ہیں' کیونکہ عموماً اس کی حاجت پڑتی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اعمال میں اصل چیز نیت ہے اور عبد الرحمان مہدی یہ کہتے تھے کہ جو شخص بھی کوئی کتاب تصنیف کرے' اس کو چاہیے کہ اس کتاب کی ابتداء میں اس حدیث کو لکھے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی کتاب کا افتتاح اس حدیث سے کیا ہے۔

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا: اس حدیث میں فقہ کے ستر ابواب ہیں۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا: اصول اسلام تین احادیث پر مشتمل ہیں: (۱) اعمال کا مدار نیات پر ہے (صحیح البخاری: ۱) (۲) حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے (صحیح البخاری: ۵۲) (۳) جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی عبادت نکالی جس کا دین میں منشاء نہ ہو' وہ مردود ہے (صحیح البخاری: ۲۶۹۷)۔

امام ابوداؤد السجستانی متوفی ۲۷۵ھ نے کہا: فقہ کا مدار پانچ احادیث پر ہے: (۱) اعمال کا مدار نیات پر ہے (صحیح البخاری: ۱) (۲) حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے (صحیح البخاری: ۵۲) (۳) میں نے تم کو جس کام سے منع کیا ہے' اس سے اجتناب کرو اور میں نے تم کو جس کام کا حکم دیا ہے اس پر جس قدر عمل کر سکتے ہو' عمل کرو (صحیح مسلم: ۱۳۳۷) (۴) کسی کو ضرر نہ پہنچاؤ اور ایک دوسرے کو باہم ضرر نہ دو (سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۱) یعنی یہ سمجھ کر کہ ایک نے مجھے ضرر دیا ہے تو میں بھی اس کو ضرر دوں' پہلا حکم وجوبی ہے اور دوسرا حکم استحبابی ہے' سعیدی غفرلہ (۵) دین خیر خواہی ہے (صحیح البخاری: ۵۷)۔

امام ابوداؤد کی دوسری روایت یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) احادیث روایت کیں اور ان سے انتخاب کر کے میں نے ''کتاب السنن'' میں لکھیں' جن کا میں ضامن ہوں' پس ان میں' میں نے صحیح اور ان کے مشابہ اور مقارب احادیث لکھی ہیں اور ان میں سے چار احادیث ایسی ہیں' جو انسان کے دین کے لیے کافی ہیں (۱) اعمال کا مدار نیات پر ہے (صحیح البخاری: ۱) (۲) حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے (صحیح البخاری: ۵۲) (۳) کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ غیر مقصود باتوں کو ترک کر دے (سنن ترمذی: ۲۳۱۷) (۴) کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوگا' حتیٰ کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند کرے جس کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے (صحیح البخاری: ۱۳)۔ (کشف المشکل لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۷۔۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نیت کا معنی اور نیت کے متعلق حدیث کے دونوں جملوں کا فرق

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے: اعمال کا مدار نیات پر ہے' اس کا معنی یہ ہے:

ہر عمل کی صحت کا اعتبار اس کی نیت سے ہوتا ہے' یعنی اگر اس عمل سے اس کا قصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے تو اس کی سب سے زیادہ فضیلت ہے اور اگر اس عمل سے اس کا مقصود جنت کا حصول ہے تو اس میں بھی فضیلت ہے اور اگر اس عمل سے مقصود دنیا کا حصول ہے تو اگر دنیا کی وہ چیز مباح ہے تو وہ کام مباح ہے اور اگر وہ چیز ناجائز ہے تو وہ کام ناجائز ہے۔

نیت کا معنی ہے: قصد مصمم اور پکا ارادہ اور اس عمل کے لیے تحریک کرنا۔

اس حدیث کا پہلا جملہ ہے: اعمال کا مدار صرف نیات پر ہے' اور دوسرا جملہ ہے: ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا جس کی اس نے

Marfat.com

نیت کی ہے' پہلے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال پر ثواب اور عذاب کا مدار ان اعمال کی نیت پر ہے' دوسرے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال میں مقدار کا تعین ان کی نیات سے ہوتا ہے' مثلاً مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا ایک عمل ہے' اگر اس میں انسان کئی کاموں کی نیت کر لے تو اس کو کئی کاموں کا ثواب ملے گا' مثلاً وہ یہ نیت کرے کہ راستے میں اس کو جو مسلمان ملے گا' وہ اس کو سلام کرے گا' اگر اس نے پہلے سلام کر لیا تو اس کے سلام کا جواب دے گا' اگر کوئی ضرورت مند سائل ملا تو اپنی حیثیت کے مطابق اس کا سوال پورا کرے گا' نیکی کا حکم دے گا' بُرائی سے روکے گا' مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کرے گا' اور یہ دعا پڑھے گا: ''اللھم افتح لی ابواب رحمتک'' وغیرھا' تو اگر وہ ایک عمل میں متعدد نیک کاموں کی نیت کرے گا تو اس ایک عمل میں اس کو متعدد نیک کاموں کا ثواب ملے گا۔

نیت میں مذاہب اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل

علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک شریعت میں کوئی عمل اس وقت معتبر ہوتا ہے' جب اس عمل میں عبادت کی نیت کی جائے' مثلاً اگر کوئی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے غسل کرے تو اس غسل سے جنابت زائل نہیں ہوگی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک پانی سے طہارت حاصل کرنے کے لیے عبادت کی نیت ضروری نہیں ہے' اگر کوئی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کرے' پھر بھی اس غسل سے جنابت زائل ہو جائے گی۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ ہر عمل شرعی میں عبادت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے' کیونکہ قرض کا ادا کرنا' امانتوں کا واپس کرنا' اذان دینا' تلاوتِ قرآن مجید کرنا' وعظ و نصیحت کرنا' راستہ دکھانا' راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا' یہ سب کام عبادات ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ یہ سب کام عبادات کی نیت کے بغیر صحیح ہیں' لہٰذا غسل اور وضو بھی عبادت کی نیت کے بغیر صحیح ہونے چاہئیں۔

نیز فقہاء احناف کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: مال دار تو اجر لے گئے' وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور اپنے زائد اموال کو صدقہ کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے صدقات نہیں رکھے! ہر تسبیح کرنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر پڑھنا صدقہ ہے اور ہر حمد کرنا صدقہ ہے اور ہر مرتبہ ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' پڑھنا صدقہ ہے اور نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنا صدقہ ہے اور تمہارا اپنی بیویوں سے جماع کرنا صدقہ ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے جماع کرے' اس میں بھی اس کے لیے اجر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ اپنی شہوت حرام طریقہ سے پوری کرتا تو اس میں اس کے اوپر گناہ ہوتا یا نہیں؟ پس اسی طرح جب وہ اپنی شہوت حلال طریقہ سے پوری کرے گا تو اس کے لیے اجر ہوگا۔ (دوسری روایت میں فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ صرف بُرے کاموں میں تمہارا حساب ہوگا اور اچھے کاموں میں تمہارا حساب نہیں ہوگا۔) (صحیح مسلم: ۱۰۰۶' الادب المفرد: ۲۲۷' شرح السنۃ: ۱۶۴۴' صحیح ابن حبان: ۸۳۸' مسند البزار: ۳۹۱۸' مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۴۷۳۔ ج ۳۵ ص ۳۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس حدیث میں یہ واضح تصریح ہے کہ اگر کسی جائز اور صحیح کام میں عبادت کی نیت نہ بھی کی جائے' تب بھی اس میں اجر و ثواب ملتا ہے۔

ہجرت کی تعریف' اس کی اقسام اور صورتیں

اس حدیث میں ہجرت کا لفظ ہے' ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ حدیث ایک خاص صحابی کے متعلق وارد ہے' جس نے ام

Marfat.com

قیس (قیلہ نام کی عورت) کی خاطر ہجرت کی تھی (اس صحابی کا نام معروف نہیں ہے) لیکن خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے ہم ہجرت کی تفصیل اور تحقیق کر رہے ہیں۔

ہجرت کا لغوی معنی ہے: ترک کرنا۔ (مختار الصحاح ص ۳۹۷، بیروت) اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: کافروں کے علاقے کو ترک کر کے مسلمانوں کے علاقے میں جانا، یا دار الخوف کو ترک کر کے دار الاسلام کی طرف جانا، اور لغوی اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ہجرت کی حسب ذیل صورتیں اور اقسام ہیں:

(۱) ابتداء میں مسلمانوں کا مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا، دار الخوف سے دار الامن کی طرف ہجرت ہے، یا جیسے اب مسلمانوں کا بھارت سے برطانیہ، امریکا، ہالینڈ یا بعض افریقی ممالک کی طرف ہجرت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کا مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا یا بعد میں اسلام لانے والوں کا مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا۔

(۳) جو شخص کافروں کے ملک میں رہتا ہو اور وہاں شعائر اسلام اور اظہار دین پر قادر نہ ہو تو اس پر دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے، جیسے بھارت سے مسلمانوں نے پاکستان کی طرف ہجرت کی۔

(۴) بُرے کاموں کو ترک کر کے نیک کاموں کی طرف ہجرت کرنا، حدیث میں ہے: مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کرے۔ (صحیح البخاری: ۱۰) مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں سے ہجرت کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۴) مہاجر وہ ہے جو بُرائیوں سے ہجرت کرے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۶)

(۵) آخری زمانہ میں جب فتنوں کا ظہور ہوگا تو لوگ شام کی طرف ہجرت کریں گے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوگی، پھر روئے زمین کے نیک لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کو لازم پکڑ لیں گے اور روئے زمین کے بُرے لوگ اپنی جگہوں پر رہیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۸۲)

علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ ھ نے کہا: اس سے مراد شام کا علاقہ ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے نکل کر شام کی طرف ہجرت کی تھی۔ (النہایہ ج ۵ ص ۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ ھ)

آیا ہجرت فتح مکہ کے بعد منقطع ہوگئی یا قیامت تک باقی رہے گی؟

ہجرت کے متعلق احادیث میں تعارض ہے، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک ہجرت جاری رہے گی اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہو جائے گی، جن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت منقطع ہو جائے گی وہ یہ ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو جہاد کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۲۷۸۳، سنن ابوداؤد: ۲۴۸۰، مسلم: ۱۳۵۳، ترمذی: ۱۵۹۰)

عبید بن عمرو نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: آج کل ہجرت نہیں ہے، پہلے مؤمنین کو یہ خطرہ تھا کہ ان کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا تو وہ اپنے دین کو بچانے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بھاگتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے، اب مؤمن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے، لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۰۰)

Marfat.com

حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے معبد کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر گیا تاکہ آپ اس کو ہجرت پر بیعت کریں' آپ نے فرمایا: ہجرت مہاجروں کے لیے ختم ہو چکی ہے' پھر آپ نے اس کو اسلام اور جہاد پر بیعت کر لیا۔
(صحیح البخاری: ۲۹۶۲' صحیح مسلم: ۱۸۶۳)

مذکور الصدر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ہجرت منقطع ہو چکی ہے اور جو حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہجرت قیامت تک جاری رہے گی' وہ یہ ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی' جب تک توبہ منقطع نہ ہو اور توبہ اس وقت منقطع ہوگی جب سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۷۹)

ہجرت کی متعارض احادیث میں تطبیق اور توفیق

ان متعارض احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہو گئی' اب ہجرت مستحب ہے فرض نہیں ہے' لہٰذا جو ہجرت منقطع ہو چکی ہے' وہ فرض ہے اور جو ہجرت قیامت تک باقی رہے گی' وہ مستحب ہے۔

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ہجرت کی دو قسمیں ہیں' ایک ہجرت وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں جنت کا وعدہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبۃ: ۱۱۱) بے شک اللہ نے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

ایک شخص اپنے اہل اور مال کو چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا اور ان میں سے کسی چیز کی طرف رجوع نہیں کرتا اور جس جگہ سے ہجرت کی تھی' وہاں سے اپنے آپ کو بالکل منقطع کر لیتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اس جگہ فوت ہو جہاں سے اس نے ہجرت کی تھی اور جب حضرت سعد بن خولہ مکہ میں فوت ہو گئے تو آپ نے اس پر اظہار افسوس کیا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۹۵' صحیح مسلم: ۱۶۲۸) اور آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! ہمیں مکہ میں نہ فوت کرنا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۵) پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو پھر وہ مدینہ کی طرح دارالاسلام ہو گیا' سو جو ہجرت فتح مکہ کے بعد منقطع ہو گئی' وہ یہی ہجرت ہے۔

اور دوسری ہجرت وہ ہے' جو اعراب اور دیہاتیوں کی ہجرت ہے' جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا' لیکن ان کی ہجرت اس طرح نہیں تھی' جس طرح پہلی قسم والوں کی ہجرت تھی' پس وہ بھی مہاجر ہیں لیکن پہلی قسم کی ہجرت کرنے والوں کی فضیلت میں داخل نہیں ہیں اور جو ہجرت قیامت تک منقطع نہیں ہوگی' وہ یہی ہجرت ہے۔ (النہایہ ج ۵ ص ۲۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حدیث کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مطابقت کی وجوہ

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: "بدء الوحی" یعنی وحی کی ابتداء' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس عنوان کے تحت امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے' اس میں وحی کی ابتداء کا ذکر نہیں ہے' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) "بدء" کا معنی ابتداء بھی ہے اور ظہور اور غلبہ بھی ہے' وحی کی ابتداء کا ذکر اس باب کی تیسری حدیث میں ہے اور یہ حدیث آپ نے مدینہ منورہ میں ارشاد فرمائی تھی اور وحی کا ظہور اور غلبہ مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

(۲) اس حدیث میں فرمایا ہے: اعمال کا مدار نیات پر ہے یعنی ہر کام میں حسن نیت اور اخلاص ہونا چاہیے اور اس حدیث کو وارد کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس "الجامع الصحیح المسند" کو حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ مدون کیا ہے۔

Marfat.com

(۳) اس حدیث میں ہجرت کا ذکر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں بیان فرمائی۔

(۴) یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں منبر پر خطبہ میں ارشاد فرمائی' اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو منبر پر خطبہ میں بیان کیا اور جب یہ حدیث منبر پر خطبہ بن سکتی ہے تو کتاب کے شروع میں بھی خطبہ بن سکتی ہے' سو امام بخاری نے یہ چاہا کہ اپنی اس کتاب میں اپنے الفاظ پر مشتمل خطبہ لکھنے کے بجائے حدیث صحیح کی اس کتاب میں حدیث صحیح کو ہی بہ طور خطبہ وارد کیا جائے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں الگ خطبہ نہیں لکھا۔

امام بخاری نے اپنی اس کتاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد کو ذکر کیوں نہیں کیا؟

امام بخاری پر ایک اور اعتراض یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ مہتم بالشان کام جس کے شروع میں (اللہ تعالیٰ کی) حمد نہ کی جائے' وہ ناتمام رہتا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۰۹' مشکوٰۃ:۳۱۵۱' کنز العمال:۲۵۱۱)

اور امام بخاری نے اپنی اس کتاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں بیان کی' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی اس کتاب کو قرآن مجید کی آیت النساء:۱۶۳' سے شروع کیا ہے اور اس کے بعد" انما الاعمال بالنیات " حدیث صحیح کو روایت کیا ہے' جو خطبہ کے قائم مقام ہے اور امام بخاری نے اللہ تعالیٰ کی حمد کے لیے اس آیت اور اس حدیث کو کافی قرار دیا' علاوہ ازیں اس کے شروع میں" بسم اللہ الرحمن الرحیم " لکھی ہے اور رحمن اور رحیم اللہ تعالیٰ کی صفات کمال ہیں اور حمد کا معنی ہے: اظہار صفات کمال' لہٰذا" بسم اللہ الرحمن الرحیم " لکھنے سے اللہ تعالیٰ کی حمد ہوگئی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے جو مکاتیب احادیث میں درج ہیں' ان کے شروع میں صرف" بسم اللہ الرحمن الرحیم " لکھی ہوتی ہے اور حمد کے الفاظ درج نہیں ہیں' سو امام بخاری نے اپنی اس کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مطابق بنایا۔

* ہم نے اس حدیث کی شرح' شرح صحیح مسلم: ۴۸۱۲- ج ۵ ص ۹۲۵-۹۲۱ میں بھی کی ہے' لیکن یہاں پر اس سے بہت زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے' نیز اس شرح کی بعض چیزوں کو حذف کر کے بہت سے نئے مباحث کا اضافہ کیا ہے اور اس کی بہ نسبت یہاں احادیث کی تخریج بھی بہت زیادہ کی ہے۔ وللہ الحمد۔

۲- بَابٌ

۲- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْيَانًا يَاْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ ' وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ ' فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ ' وَاَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا ' فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ ' قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَلَقَدْ رَاَيْتُهُ يَنْزِلُ

باب

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں مالک نے خبر دی' از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ حضرت الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' پس کہا: یا رسول اللہ! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی تھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کبھی کبھی وحی میرے پاس گھنٹی کی جھنکار کی مثل آتی تھی اور وہ مجھ پر سخت دشوار ہوتی ہے' پھر جب وہ وحی مجھ سے منقطع ہوتی' تو میں یاد کر چکا ہوتا ہوں کہ فرشتہ نے کیا کہا تھا' اور کبھی فرشتہ میرے لیے مرد کی شکل میں متشکل ہو جاتا ہے' سو وہ مجھ سے بات کرتا رہتا ہے اور میں یاد کرتا رہتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

Marfat.com

عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرْدِ، فَيُفْصَمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا. [طرف الحدیث: ۳۲۱۵]

بے شک میں نے دیکھا کہ سخت سردی کے دن میں آپ پر وحی نازل ہوتی تو جس وقت وحی آپ سے منقطع ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳۳، سنن ترمذی: ۳۶۳۴، سنن نسائی: ۹۳۳۔۱۴۸، مسند الحمیدی: ۲۵۶، مسند ابن راہویہ: ۷۵۵۔۷۵۴، افعال العباد للبخاری ص ۸۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۰۵، المعجم الکبیر: ۶۳۴۴، الشریعۃ للآجری ص ۴۵۴۔۴۵۳، ابن مندہ: ۶۸۰۔۶۷۸، الاسماء والصفات للبیہقی: ۴۲۶، مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۵۲۵۲۔ج ۴۲ ص ۱۴۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۲ کے رجال خصوصاً امام مالک اور حضرت عائشہ کا تعارف اور ائمہ ستہ کے سنین وفات

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں:

پہلے راوی امام بخاری کے استاذ عبد اللہ بن یوسف ہیں، یہ "موطأ امام مالک" کے رجال میں سے ہیں، انہوں نے امام مالک اور لیث بن سعد، غیرہما سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان کے شاگردوں میں یحییٰ بن معین، محمد بن یحییٰ ذہلی وغیرہ ہیں۔

دوسرے راوی امام مالک رحمہ اللہ امام دار الہجرت ہیں، ان کا پورا نام مالک بن انس اصبحی ہے، امام مالک نے نو سو مشائخ سے حدیث کا سماع کیا ہے، جن میں سے تین سو تابعین اور چھ سو تبع تابعین تھے، امام ابوحنیفہ کے فضائل میں سے یہ ہے کہ امام مالک ان سے سوال کرتے تھے اور ان کے قول کو اختیار کرتے تھے، امام ابوحنیفہ امام مالک سے حدیث کا سماع بھی کرتے تھے اور جن دیگر اکابر نے امام مالک سے حدیث کی روایت کی ہے، ان میں سفیان بن عیینہ، شعبہ بن الحجاج، عبد اللہ بن المبارک، عبد الرحمان الاوزاعی اور امام شافعی وغیرہم ہیں اور جن لوگوں نے امام مالک سے "الموطأ" کی روایت کی ہے، وہ شمار سے باہر ہیں، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تمہارے پاس امام مالک کی روایت کی ہوئی حدیث پہنچے تو اس کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو باندھ لو، امام محمد بن حسن شیبانی نے کہا: میں امام مالک کے پاس تین سال سے زیادہ عرصہ رہا اور میں نے ان سے سات سو سے زیادہ احادیث کا سماع کیا ہے، الواقدی نے کہا ہے کہ امام مالک متوسط قد کے تھے، ڈاڑھی کے بال سفید تھے، خضاب نہیں لگاتے تھے، وہ ان علماء میں سے ہیں جو اپنے دین کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہوئے، علامہ ابن الجوزی نے کہا کہ جب امام مالک بن انس نے سلطان کی غرض کے موافق فتویٰ نہیں دیا تو ان کو ستر (۷۰) کوڑے مارے گئے، ابوجعفر منصور نے بھی ان پر بہت تشدد کیا، وہ ۱۴ صفر یا ۱۴ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں فوت ہو گئے، عبد اللہ بن محمد آل ابن عباس حاکم مدینہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور البقیع میں ان کو دفن کیا گیا، وہ ربیع الاول ۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔

فائدہ: الخطیب نے اپنی کتاب "المتفق والمفترق" میں ذکر کیا ہے کہ امام مالک متوفی ۱۷۹ھ چھ نئے مذاہب کے بانیوں میں سے ایک ہیں، دوسرے امام ابوحنیفہ ہیں، جو بغداد میں ۱۵۰ھ میں ستر (۷۰) سال کی عمر میں فوت ہوئے، تیسرے امام شافعی ہیں جو ۲۰۴ھ میں مصر میں چون (۵۴) سال کی عمر میں فوت ہوئے، چوتھے امام احمد بن حنبل ہیں جو ۲۴۱ھ میں بغداد میں اسی (۸۰) سال کی عمر میں فوت ہوئے، پانچویں سفیان ثوری ہیں جو ۱۶۱ھ میں بصرہ میں چونسٹھ (۶۴) سال کی عمر میں فوت ہوئے، چھٹے داؤد بن علی الاصبہانی ہیں، جو ۲۹۰ھ میں بغداد میں اٹھاسی (۸۸) سال کی عمر میں فوت ہوئے اور یہی ظاہریہ یعنی غیر مقلدین کے امام ہیں (ائمہ اربعہ کے مقلدین دنیا میں بہت زیادہ ہیں، سب سے زیادہ امام ابوحنیفہ کے مقلدین ہیں، سفیان ثوری کا اب کوئی مقلد نہیں ہے، تاہم داؤد بن علی ظاہری کے مقلدین موجود ہیں، جو اپنے آپ کو غیر مقلد، سلفی یا اہل حدیث کہتے ہیں)۔

اس حدیث کے تیسرے راوی ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام القرشی الاسدی المدنی ہیں، یہ اکابر تابعین سے ہیں، انہوں نے

Marfat.com

حضرت ابن عمر کی زیارت کی' انہوں نے اِن کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے حق میں دعا کی' یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے سال اکسٹھ (۶۱) ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۴۵ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے' بہت سے لوگوں نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

اس حدیث کے چوتھے راوی ابو عبد اللہ عروہ ہیں' جو ہشام مذکور کے والد ہیں' یہ بہت عظیم تابعی ہیں' مدینہ کے مشہور سات فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے' ان کی والدہ حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہما ہیں' عروہ کے متعدد شرف ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خالو ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے نانا ہیں' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان کے والد ہیں' حضرت اسماء ان کی والدہ ہیں' حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ان کی خالہ ہیں' یہ بیس ہجری میں پیدا ہوئے' کتب صحاح ستہ میں عروہ بن الزبیر نام کا اور کوئی نہیں ہے۔

اس حدیث کی پانچویں راویہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' ان کی والدہ حضرت ام رومان زینب رضی اللہ عنہا بنت عامر ہیں اور وہ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کی بھی والدہ ہیں۔ الواقدی کے قول کے مطابق ۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت سے دو سال پہلے عقد نکاح کیا' ایک قول ہے کہ تین سال پہلے' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی' ایک قول ہے کہ سات سال عمر تھی' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی غزوہ بدر کے بعد ۲ھ میں ہوئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں حضرت عائشہ آٹھ سال پانچ ماہ رہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی' اور انہوں نے ۶۵ سال عمر گزاری' یہ فقہاء صحابہ میں بہت سے صحابہ سے بڑی تھیں اور ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جو زیادہ روایت کرنے والے ہیں' انہوں نے ۲۲۱۰ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے ۱۷۴ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ۵۴ احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں اور ۵۸ احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں' حضرت عائشہ نے بہت سے صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں' اور ان سے دو سو کے قریب صحابہ اور تابعین نے احادیث روایت کی ہیں' وہ آٹھ رمضان یا آٹھ شوال ۵۵ھ یا ۵۶ھ یا ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں فوت ہو گئیں' انہوں نے فرمایا تھا کہ ان کو نماز وتر کے بعد رات کو بقیع میں دفن کیا جائے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا' بعض نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور بعض نے کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں' قاضی ابوبکر بن العربی نے قطعیت سے کہا کہ حضرت خدیجہ افضل ہیں اور دوسرے علماء نے بھی کہا اور یہی زیادہ صحیح ہے' اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ افضل ہیں یا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں' اور میں نے اپنے بعض اکابر اساتذہ سے سنا ہے کہ دنیا میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور آخرت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں (کیونکہ آخرت میں سیدہ فاطمہ حضرت علی کے پاس ہوں گی اور حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوں گی)۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ اور سیدہ فاطمہ کی فضیلت میں محاکمہ' تمام صحابہ میں کون افضل ہے اور ام المومنین کے لقب کی توجیہ

امام مالک کے نزدیک تمام صحابہ میں مطلقاً سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جزو ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جزو کے مساوی نہیں قرار دیتے ہیں' علامہ آلوسی کا بھی یہی مختار ہے۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۲۴)

میں کہتا ہوں کہ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد کا یہی حکم ہونا چاہیے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' پھر حضرت عمر ہیں' پھر حضرت عثمان ہیں' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں' میں نے "تبیان القرآن" ج ۸ ص ۱۱۱۔ ۱۰۳ (النور: ۲۰۔ ۱۱) میں چالیس احادیث ذکر کی ہیں' اور حضرت سیدتنا

Marfat.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں میں نے تبیان القرآن ج ۷ ص ۹۱۴۔۹۱۰ (المؤمنون: ۱۰۱) میں انیس احادیث ذکر کی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو جو ام المؤمنین کہا جاتا ہے اس کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ''وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ'' (الاحزاب: ۶) اور نبی کی ازواج مسلمانوں کی مائیں ہیں ان کے احترام اور ان کے ساتھ نیکی کرنے میں اور ان کے ساتھ نکاح کی تحریم میں وہ مسلمانوں کی ماؤں کی مثل ہیں نہ کہ ان کے ساتھ خلوت' سفر کرنے یا ان کے بے حجاب دیکھنے میں وہ ماؤں کی مثل ہیں' اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مؤمنوں کا باپ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو اسحاق کے نزدیک جائز نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ ہمارے باپ کی مثل ہے' حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انما انا لکم بمنزلة الوالد اعلمکم. الحدیث — میں تمہارے لیے باپ کے قائم مقام ہوں' تم کو تعلیم دیتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۸' صحیح مسلم: ۲۶۲' سنن ترمذی: ۱۶' سنن ابن ماجہ: ۳۱۶)

اس حدیث کے چھٹے راوی ہیں: الحارث بن ہشام بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم۔ یہ ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے' اور حضرت خالد بن الولید کے عم زاد تھے' غزوہ بدر میں کافروں کے لشکر میں تھے اور انہوں نے شکست کھائی' فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور اسلام میں مدہ زندگی گزاری۔ غزوہ حنین میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سو اونٹ عطا فرمائے' جنگ یرموک میں ۱۵ھ میں شہید ہوئے' حضرت الحارث بن ہشام کی ''صحیح البخاری'' اور ''صحیح مسلم'' میں صرف یہی حدیث ہے اور ''سنن ابن ماجہ'' میں ان کی صرف ایک یہی روایت ہے' صحاح ستہ کے علاوہ ان کی ایک سو پچاس روایات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی فنی حیثیت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ جس وقت حضرت الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی کے متعلق سوال کیا ہو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی موجود ہوں اور یہ سوال و جواب سن رہی ہوں' پھر یہ حدیث متصل ہوگی' اصحاب اطراف نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اس حدیث کا ''مسند عائشہ'' میں اخراج کیا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت الحارث نے بعد میں حضرت عائشہ کو اس واقعہ کی خبر دی ہو' پھر یہ حدیث مرسل الصحابہ ہوگی اور جمہور نے اس پر متصل کا حکم لگا دیا' اور اس حدیث کے مرسل ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ''مسند احمد'' اور ''معجم البغوی'' وغیرہ میں از عامر بن صالح از ہشام از عروہ از عائشہ از الحارث بن ہشام روایت ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' الحدیث۔ اس سند میں عامر ضعیف راوی ہے' لیکن میں نے ابن مندہ کے پاس اس کا متابع پایا ہے' تاہم مشہور پہلا قول ہے (یعنی یہ حدیث متصل اور مسند ہے)۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۴۹۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو جو ''مسند احمد'' کے حوالہ سے لکھا ہے' سو اس کے متعلق شعیب الارنؤط لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند میں عامر بن الصالح الزبیری ہے اور یہ متروک راوی ہے اور اس حدیث کو الحارث بن ہشام کی ''مسند'' سے شمار کیا گیا ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۲۵۳۔ ج ۴۲ ص ۷' ۱۴۱۷ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے: از محمد بن نصر بن حمید البغدادی از محمد بن عبد اللہ الارزی از عاصم بن ہلال از ایوب از ہشام بن عروہ از عروہ از الحارث بن ہشام' وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔ الحدیث (المعجم الکبیر: ۳۳۴۴)

اس سند میں عامر بن صالح الزبیری نہیں ہے جس کی وجہ سے ''مسند احمد'' کی روایت میں ضعف تھا' سو یہ اس حدیث کا متابع ہے۔
امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث کو ہشام بن عروہ کے اصحاب نے از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ حضرت الحارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی کے متعلق سوال کیا۔ الحدیث (المستدرک ج ۳ ص ۲۷۹' طبع قدیم' المستدرک: ۵۲۱۳' المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ)
اس تصریح سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ عامر زبیری کے علاوہ ہشام بن عروہ کے دوسرے اصحاب نے بھی اس حدیث کو روایت کیا' لہٰذا واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا' بلکہ حضرت الحارث بن ہشام سے سن کر روایت کیا ہے' سو یہ حدیث مرسل الصحابۃ ہے' مسند اور متصل نہیں ہے۔

''احیاناً'' کا معنی اور ''صلصلة الجرس'' کی تحقیق

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کبھی کبھی وحی میرے پاس گھنٹی کی جھنکار کی مثل آتی تھی۔
''کبھی کبھی'' کے لیے اس حدیث میں ''احیاناً'' کا لفظ ہے' اور ''احیاناً'' ''حین'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: وقت۔

(النہایہ ج ۱ ص ۴۵۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قرآن مجید میں ہے:
هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ. (الدھر: ۱) یقیناً انسان پر زمانہ میں ایک وقت آ چکا ہے۔
''حین'' کا اطلاق زمانہ کے ایک لمحہ پر بھی ہوتا ہے اور زیادہ مدت پر بھی ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے:
كانوا يتحينون وقت الصلوٰة. صحابہ نماز کا وقت طلب کرتے تھے۔
(صحیح البخاری: ۶۰۴' صحیح مسلم: ۳۷۷' سنن نسائی: ۶۲۶)
اس حدیث میں فرمایا ہے: کبھی کبھی وحی میرے پاس گھنٹی کی جھنکار کی مثل آتی تھی' اس میں وحی کی طرف آنے کی نسبت کی گئی ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آنا جانا ذی روح اجسام کی صفت ہے اور وحی تو ذی روح جسم نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں مراد یہ ہے کہ حامل وحی یعنی فرشتہ میرے پاس آتا تھا اور گھنٹی کی جھنکار اس کے پروں کی آواز تھی اور جب فعل کی نسبت اس کے فاعل کی طرف ہو تو اس کو اسناد حقیقت عقلی کہتے ہیں اور جب فعل کی نسبت اس کے کسی متعلق کی طرف کسی تاویل سے کی جائے تو اس کو اسناد مجاز عقلی کہتے ہیں۔ آنے والا تو فرشتہ تھا لیکن چونکہ وہ حامل وحی تھا' اس لیے آنے کا اسناد وحی کی طرف کر دیا' قرآن کریم میں اسناد مجاز عقلی کی بہت مثالیں ہیں اور ہم نے ''تبیان القرآن'' میں الواقعہ: ۶۳ کے تحت اس پر بھرپور بحث کی ہے۔
نیز اس حدیث میں ''صلصلة'' کا لفظ ہے' علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے:
اس کا معنی ہے: لوہے کے لوہے کے ساتھ ٹکرانے کی آواز۔

(نہایہ ج ۳ ص ۴۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' النوشیح ج ۱ ص ۲۷' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ زمخشری متوفی ۵۸۳ھ نے لکھا ہے: حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی ہے: خشک مٹی کے بجنے کی آواز۔

(الفائق ج ۲ ص ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز اس حدیث میں ''الجرس'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پست آواز۔ (النہایہ ج ۱ ص ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ بیروت)
علامہ محمد بن ابوبکر رازی متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں:
پرندوں کی چونچ سے نکلنے والی آواز کو جرس کہتے ہیں' حدیث میں ہے: جنتی جنت کے پرندوں کی جرس سنیں گے' زیورات کی

Marfat.com

جھنکار کو بھی جرس کہتے ہیں' اونٹوں کے گلوں میں جو گھنٹی بندھی ہوئی ہوتی ہے اور ان کے چلنے سے جو گھنٹی کی آواز آتی ہے اس کو بھی جرس کہتے ہیں۔ (مختار الصحاح ص ۱۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور لوگ سونے کے لیے چلے گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیغام بھیجا کہ جس اونٹ کے گلے میں بھی کوئی قلادہ (ہار یا گھنٹی کی رسی) ہو' اس کو کاٹ دیا جائے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۰۵' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے ان قافلوں کی مصاحبت نہیں کرتے' جن میں کتا ہو یا جرس (گھنٹی) ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۱۱۳' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۵' سنن ترمذی: ۱۷۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۵۳' سنن دارمی: ۲۶۷۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۵۶۶۔ ج ۱۳ ص ۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ان احادیث میں جرس کی آواز کو مکروہ فرمایا اور وحی ایک اشرف اور اعلیٰ آواز ہے' اس کو مکروہ چیز کی آواز سے تشبیہ دینا کیسے درست ہوگا' کیونکہ زیر بحث حدیث میں وحی کو جرس کی آواز کی مثل فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کو دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تمام اوصاف اور تمام احکام میں اس کی مثل ہو' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث کا محمل جنگی قافلے ہیں اور اگر جنگی قافلوں میں اونٹوں کے گلوں میں گھنٹی ہو تو اس سے دشمن کو مسلمانوں کے ٹھکانوں کا پتا چل جائے گا' تیسرا جواب یہ ہے کہ گھنٹی کی آواز یا جرس کی دو حیثیتیں ہیں' ایک تو وہ آواز قوی اور مسلسل ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ اس میں جھنکار ہوتی ہے' وحی کو جو جرس کے ساتھ تشبیہ دی ہے' وہ اس آواز کی قوت اور تسلسل کی وجہ سے ہے اور جھنکار کی صفت کے لحاظ سے اس کا سننا ممنوع ہے اور اس کو مزمار الشیطان بھی کہا گیا ہے اور اس لحاظ سے وحی کو اس کے ساتھ تشبیہ نہیں دی گئی۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس "صلصلة" کا حدیث میں ذکر ہے' وہ فرشتہ کی آوازِ وحی ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے: اس سے مراد وہ آواز ہے' جس کو مسلسل سنا جائے اور پہلی بار اس کو سننے سے معنی واضح نہ ہو حتیٰ کہ بعد میں اس سے معنی سمجھ میں آئے اور ایک اور قول یہ ہے کہ یہ فرشتہ کے پروں کی خفیف سی آواز ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اپنا کوئی حکم نافذ فرماتا ہے تو فرشتے اپنے پروں کو ایک دوسرے پر مارتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

آوازِ جرس کی صورت میں وحی کے دشوار ہونے کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کی اس قسم کے متعلق فرمایا: اور وہ مجھ پر سخت دشوار ہوتی تھی۔

اس کے دشوار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کے خطاب کی بہ نسبت آوازِ جرس سے معنی سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ وحی تو متعدد طریقوں سے حاصل ہوتی ہے' مثلاً کبھی وحی شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی صورت میں حاصل ہوتی ہے' اور کبھی نبی کے دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے' کبھی نبی کو سچے خواب دکھائے جاتے ہیں' کبھی نبی سے بلا واسطہ کلام کیا جاتا ہے (جیسے شب معراج کو ہوا)' اور کبھی آپ نے حضرت جبریل کو ان کی اصل شکل میں چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا' حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ نے حضرت جبریل کو اس طرح صرف دو بار دیکھا ہے اور کبھی آپ نے حضرت جبریل کو اعرابی کی صورت میں دیکھا اور کبھی آپ نے ان کو حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں دیکھا' الغرض حصولِ وحی کی بہت صورتیں ہیں اور اس حدیث میں صرف دو صورتیں ذکر فرمائی ہیں' کبھی آوازِ جرس کی صورت میں اور کبھی فرشتہ آپ سے بات کرتا رہتا تھا اور آپ اس کو یاد کرتے رہتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ عام معمول یہ ہے کہ قائل اور سامع کے درمیان کوئی مناسبت ہونی چاہیے اور یہ مناسبت دو

Marfat.com

طرح سے حاصل ہو گی یا تو سامع غلبہ روحانیت سے قائل کے وصف سے متصف ہو جائے اور یہ پہلی قسم ہے اور یا قائل سامع کے وصف سے متصف ہو جائے اور یہ دوسری قسم ہے' اور ظاہر ہے کہ حضرت جبریل کے بشریت کے ساتھ متصف ہونے کی بہ نسبت آپ کا ملکیت کے ساتھ متصف ہونا آپ پر مشکل اور دشوار تھا۔

تشکل جبریل کی تحقیق

آپ نے فرمایا: اور کبھی فرشتہ میرے لیے مرد کی شکل میں متشکل ہو جاتا تھا۔ اس فرشتہ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں' جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تصریح ہے:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر دو طرح سے وحی آتی تھی' کبھی جبریل مجھ پر وحی ڈالتے جیسے ایک مرد دوسرے مرد کے دل میں کوئی بات ڈالتا ہے اور اس میں سے کچھ مجھ سے چھوٹ جاتا تھا۔ (صحیح البخاری کی حدیث میں ہے کہ انقطاع وحی کے بعد میں اس کو یاد کر چکا ہوتا تھا) اور کبھی میرے پاس آواز جرس کی طرح وحی آتی اور وہ میرے دل سے مخلوط ہو جاتی یعنی میرے دل میں رچ جاتی' پھر اس میں سے کوئی چیز مجھ سے نہیں چھوٹتی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فرشتہ بشر کی شکل میں متشکل ہو جاتا ہے' متکلمین نے کہا ہے کہ فرشتے اجسام علویہ (نورانیہ) ہیں' وہ جس شکل میں چاہیں متشکل ہو جاتے ہیں یعنی وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں' اور بعض فلاسفہ کا گمان یہ ہے کہ فرشتے جواہر روحانیہ ہیں' علامہ ابن عبد السلام کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت جبریل کے مرد کی شکل میں متشکل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خلقت کی بعض زائد چیزوں کو زائل کر دیتا اور پھر دوبارہ لوٹا دیتا' حافظ عسقلانی فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ مرد کی شکل میں فرشتے کے متشکل ہونے کا معنی یہ نہیں ہے کہ فرشتہ کی ذات مرد ہو جاتی تھی بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے مخاطب کو مانوس کرنے کے لیے مرد کی صورت میں ظاہر ہوتا اور ان کے جسم میں جو زائد چیزیں تھیں' وہ زائل نہیں ہوتی تھیں' بلکہ دیکھنے والوں کی نظر سے چھپ جاتی تھیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

"لیتفصد" کا معنی اور عنوان باب سے حدیث کی مطابقت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سخت سرد دن میں آپ پر وحی نازل ہوتی تو جس وقت وحی آپ سے منقطع ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا ہوتا تھا۔

حدیث میں "لیتفصد عرقًا" ہے' اس لفظ کا مصدر "فصد" ہے' اس کا معنی خون بہانے کے لیے رگ کو کاٹنا ہے۔ (النہایہ ج ۳ ص ۴۰۳) اس حدیث میں آپ کی پیشانی کو اس رگ سے تشبیہ دی ہے' جس کو خون بہانے کے لیے کاٹا جائے یعنی جس طرح رگ سے خون بہتا ہے' اس طرح آپ کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا تھا۔ سخت سردی میں پسینہ بہنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ نزول وحی کے وقت آپ کو بہت مشقت اور تھکاوٹ ہوتی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت الحارث بن ہشام نے آپ سے وحی کے متعلق سوال کیا اور آپ نے اس کا مفصل جواب دیا' اس سے معلوم ہوا کہ اطمینان حاصل کرنے کے لیے سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: "بدء الوحی" اور اس حدیث میں وحی کی ابتداء کا کوئی ذکر نہیں ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت

Marfat.com

الحارث کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ وحی کی ابتداء کی کیفیت کیسی تھی یا وحی کے ظہور کی کیفیت کیسی تھی' دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب سے یہ ظاہر ہوا کہ حصولِ وحی دو قسموں میں منحصر ہے خواہ وحی ابتداء میں آئے یا بعد میں اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب عنوان باب کے تحت کئی احادیث ہوں تو کسی ایک حدیث کے ساتھ عنوان کی مطابقت ضروری ہے' ہر حدیث کے ساتھ مطابقت ضروری نہیں ہے اور اس باب کی تیسری حدیث کے ساتھ عنوان کی مطابقت بہت واضح ہے۔

* شرح صحیح مسلم: ۵۹۴۰۔ ج ۶ ص ۹۳-۷۹۱ میں بھی ہم نے اس حدیث کی شرح کی ہے۔اس حدیث میں آپ کے پسینہ بہنے کا ذکر ہے' ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' میں بیان کیا ہے کہ آپ کا پسینہ بہت خوشبودار تھا' ہم نے وہاں اس کے متعلق بہت احادیث ذکر کی ہیں اور کافی فوائد بھی ذکر کیے ہیں' جن کا یہاں اعادہ نہیں کیا۔

٣- بَابُ ا مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ ا

سچے خواب وحی سے ہیں

٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ، وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ، فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ. وَهُوَ التَّعَبُّدُ. اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا، حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ، قَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ، قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي، حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ، قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ اقْرَأْ، فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ (العلق: ١-٣). فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي، فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَقَالَ لِخَدِيجَةَ

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے وحی کی جو ابتداء کی گئی' وہ نیند میں (دکھائے ہوئے) سچے خواب تھے' آپ جو بھی خواب دیکھتے تھے روشن صبح کی مثل اس کی تعبیر آ جاتی تھی' پھر آپ کی طرف تنہائی کی محبت ڈالی گئی' آپ غار حراء تنہائی میں جاتے اور گھر لوٹنے سے پہلے وہاں کئی کئی راتیں عبادت کرتے' آپ وہاں قیام کے لیے کھانے کی چیزیں لے جاتے تھے' پھر آپ حضرت خدیجہ کے پاس واپس آتے تو پھر آپ اسی طرح کھانے کی چیزیں لے لیتے' حتیٰ کہ آپ کے پاس وحی آ گئی' اس وقت آپ غار حراء میں تھے' آپ کے پاس فرشتہ آیا' اس نے کہا: ''پڑھیے''۔آپ نے فرمایا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں'' آپ فرماتے ہیں: پس اس نے مجھے پکڑا اور اتنے زور سے بھینچا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی' پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا' اس نے پھر کہا: ''پڑھیے''۔میں نے کہا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں''۔اس نے پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور اتنے زور سے بھینچا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی' پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: ''پڑھیے''۔ میں نے کہا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں'' پس اس نے مجھے پکڑا اور تیسری بار اتنے زور سے مجھے بھینچا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی' پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا' پھر کہا: ''(اے رسول مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے (آپ کو) پیدا کیا O جمے ہوئے خون سے

Marfat.com

وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ. فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ حَتّٰى اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى ابْنَ عَمِّ خَدِيْجَةَ وَكَانَ امْرَاً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْاِنْجِيْلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَا ابْنَ اَخِيْ مَاذَا تَرٰى؟ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰى فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى يَا لَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا لَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ؟ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ وَاِنْ يُّدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ. [اطراف الحدیث: ۴۹۵۳-۶۹۸۲]

(صحیح مسلم: ۱۶۰' مصنف عبد الرزاق: ۹۷۱۹' مسند اسحاق بن راہویہ: ۸۹۶' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۱۳' صحیح ابن حبان: ۳۳' الشریعۃ للآجری: ۹۳۸-۹۳۹' ابن مندہ: ۶۹۳' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱۶۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۳۵-۱۳۶' مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۹۵۹- ج ۴۳ ص ۱۱۲-۱۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

انسان کو پیدا کیا○ پڑھیے اور آپ کا رب سب سے زیادہ کریم ہے○" (العلق: ۱-۳) رسول اللہ ﷺ نے ان آیات کو پڑھا پھر اس حال میں گھر لوٹے کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا' آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا: "مجھے چادر اڑھاؤ' مجھے چادر اڑھاؤ" سو گھر والوں نے آپ کو چادر اڑھائی حتیٰ کہ جب آپ کا خوف دور ہو گیا تو آپ نے حضرت خدیجہ کو اس واقعہ کی خبر دی اور فرمایا: مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے' حضرت خدیجہ نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا' آپ رشتہ داروں سے میل جول رکھتے ہیں' کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' ناداروں کے لیے کماتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں پیش آنے والی مشکلات میں مدد کرتے ہیں' پھر حضرت خدیجہ آپ کو لے گئیں حتیٰ کہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس پہنچیں جو حضرت خدیجہ کے عم زاد تھے' وہ زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے' وہ عبرانی زبان میں کتاب لکھتے تھے' پس وہ انجیل کو جتنا اللہ چاہتا عبرانی زبان میں لکھتے تھے' وہ بہت بوڑھے تھے اور نابینا ہو گئے تھے' حضرت خدیجہ نے ان سے کہا: اے میرے عم زاد! اپنے بھتیجے کی بات سنیے' پس آپ سے ورقہ نے کہا: اے بھتیجے! آپ کیا دیکھتے ہیں؟ تب رسول اللہ ﷺ نے ان کو بتایا جو آپ نے دیکھا تھا' پھر آپ سے ورقہ نے کہا: یہ وہی ناموس (یعنی راز دان فرشتہ) ہے جس کو اللہ نے حضرت موسیٰ پر نازل کیا تھا' کاش! میں اس وقت جوان ہوتا' کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ مجھ کو نکالنے والے ہیں؟ ورقہ نے کہا: ہاں! جو شخص بھی آپ جیسا پیغام لے کر آیا اس سے عداوت کی گئی اور اگر مجھے آپ کا زمانہ مل گیا تو میں آپ کی بہت قوی مدد کروں گا' اس کے بعد ورقہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے' ان کی وفات ہوگئی اور وحی کا نزول رک گیا۔

صحیح البخاری: ۳ کے رجال کا تعارف وتبصرہ

(۱) ابوزکریا یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر القرشی المخزومی المصری' امام بخاری نے ان کا نام لکھا ہے: یحییٰ بن بکیر' انہوں نے ان کے باپ کے بجائے ان کے دادا کی طرف منسوب کرکے تدلیس کی ہے' یحییٰ ۱۵۴ھ یا ۱۵۵ھ یا ۱۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۳۱ھ میں فوت

Marfat.com

ہوئے' وہ مصریوں میں بہت بڑے حفاظ حدیث میں سے تھے اور لیث بن سعد سے روایت حدیث کرنے میں زیادہ مستند تھے' امام بخاری نے ان سے متعدد روایت کی ہیں۔ اسی طرح امام بخاری نے محمد بن یحییٰ الذھلی سے بھی متعدد روایات کی ہیں' ان کے نام میں بھی امام بخاری نے تدلیس کی ہے' المقدسی نے کہا: وہ کبھی ان کو محمد لکھتے ہیں اور نسب ذکر نہیں کرتے' اور کبھی محمد بن عبد اللہ لکھتے ہیں' حالانکہ ان کا پورا نام محمد بن عبد اللہ بن خالد بن فارس بن ذؤیب الذھلی ہے' امام بخاری کبھی ان کو تدلیس کرتے ہوئے ان کے دادا کی طرف منسوب کر کے محمد بن خالد بن فارس لکھتے ہیں اور انہوں نے کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ ہمیں محمد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' ابوحاتم نے کہا: یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر حدیث کی فہم رکھتے تھے' ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' ان کی حدیث لکھی جاتی ہے' امام نسائی نے کہا: وہ ثقہ نہیں ہیں' اور ان دونوں کے غیر نے ان کی توثیق کی ہے' الدارقطنی نے کہا: میرے نزدیک ان میں کوئی حرج نہیں' امام مسلم نے لیث اور یعقوب بن عبد الرحمان سے ان کی روایت ذکر کی ہے' امام مالک نے ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی (۲) اس حدیث کے دوسرے راوی لیث بن سعد بن عبد الرحمٰن مصری ہیں' یہ اہل مصر کے عالم اور تبع تابعین میں سے تھے' قاہرہ سے چار فرسخ کی مسافت پر واقع بستی قلقشندہ میں ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۵ھ میں وفات پائی' ان کی قبر قرافہ مصر میں ہے اور اس کی زیارت کی جاتی ہے' یہ بہت بڑے امام تھے' ان کی جلالت' ثقاہت اور کرامت پر اجماع ہے' یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر تھے' جیسا کہ قاضی ابن خلکان نے کہا ہے (۳) اس حدیث کے تیسرے راوی ابوخالد عُقیل بن خالد بن عقیل القرشی الاموی ہیں' یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے' ۱۴۱ھ میں مصر میں ان کی وفات ہوگئی' یہ حافظ حدیث تھے' صحاح ستہ میں اور کوئی راوی نہیں ہے جس کا نام عُقیل ہو (۴) اس حدیث کے چوتھے راوی امام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری المدنی ہیں' انہوں نے شام میں سکونت اختیار کی' یہ صغیر السن تابعی ہیں' انہوں نے حضرت انس' حضرت ربیعہ بن عباد اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کا سماع کیا ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے اور ان سے دو حدیثیں روایت کی ہیں اور ان سے کبار تابعین کی جماعت نے حدیث کو روایت کیا ہے' ان میں عطاء اور عمر بن عبد العزیز قابل ذکر ہیں' صغار تابعین اور تبع تابعین نے بھی ان سے حدیث کو روایت کیا ہے' یہ رمضان ۱۲۴ھ میں ۷۲ سال کی عمر میں شام میں فوت ہوگئے تھے (۵) اس حدیث کے پانچویں راوی عروہ بن زبیر ہیں' ان کا ذکر صحیح البخاری: ۲ کے رجال میں ہو چکا ہے (۶) اس حدیث کی چھٹی راویہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں' آپ کا تذکرہ بھی حدیث سابق کے رجال میں ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲۳۔ ۱۲۲)

حدیث مذکور کی فنی حیثیت

ہم نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بکیر کے نام میں تدلیس کی ہے' تدلیس کا معنی ہے: اشتباہ' جیسے جب نور اور ظلمت مخلوط ہوں تو اندھیرے اور اجالے میں اشتباہ ہو جاتا ہے' اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بکیر کے نام میں جو تدلیس ہے اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا ہے کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' ان کا نام ہے: یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر' امام بخاری نے یحییٰ کو باپ کے بجائے دادا کی طرف منسوب کر دیا' کیونکہ یحییٰ کی نسبت باپ کے بجائے دادا کی طرف زیادہ مشہور تھی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

بعض شارحین نے کہا ہے کہ امام بخاری نے سند میں یحییٰ بن بکیر کا نام بغیر ہمزہ کے لکھا ہے یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ ابن کا ہمزہ وہاں حذف ہوتا ہے' جہاں دو علم متناسل ہوں اور چونکہ یحییٰ بکیر کے بیٹے نہیں ہیں' اس لیے امام بخاری کو چاہیے تھا کہ وہ "بن بکیر" کی

Marfat.com

بجائے ''ابن بکیر'' لکھتے۔ امام بخاری کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ امام بخاری اس نام میں تدلیس کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ یحییٰ بکیر کے بیٹے ہیں' اس لیے انہوں نے ابن کو ہمزہ کے ساتھ نہیں لکھا' اور ایسا وہ اس لیے چاہتے تھے کہ یحییٰ کی نسبت باپ کی بجائے دادا کی طرف زیادہ مشہور تھی۔

یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے' کیونکہ اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے' وہ ابتداء وحی کے وقت موجود نہیں تھیں' وہ اعلان نبوت کے سات سال بعد پیدا ہوئی ہیں' ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ نے ابتداء وحی کی تفصیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو یا کسی صحابی سے سنی ہو' حافظ ابن الصلاح وغیرہ نے کہا ہے: کم سن صحابہ نے جو ایسے واقعات بیان کیے ہیں' جن کے وقت وہ موجود نہیں تھے اور انہوں نے ان واقعات کے وقت کو نہیں پایا' ان کی احادیث متصل اور مسند کے حکم میں ہیں' کیونکہ ان کی روایات صحابہ سے ہیں اور صحابی کا مجہول ہونا اس کی روایت میں موجب طعن نہیں ہے' استاذ ابو اسحاق اسفرائنی نے کہا: اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا' تا وقتیکہ وہ یہ نہ کہہ دے کہ وہ صرف صحابی سے روایت کرتا ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح پہلا قول ہے اور یہی امام شافعی اور جمہور کا مسلک ہے' علامہ الطیبی نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے فرمایا: پس حضرت جبریل نے مجھ کو پکڑا اور اتنے زور سے بھینچا کہ مجھے مشقت ہوئی۔ اگر حضرت عائشہ نے یہ حدیث کسی صحابی سے سنی ہوتی تو وہ کہتے کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑا اور بھینچا' تاہم اس پر یہ اعتراض ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس صحابی نے بہ طور حکایت اس طرح کہا ہو' اس لیے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو' بہر حال ہر تقدیر پر یہ حدیث المتصل المسند کے حکم میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے عنوانات

اس حدیث کی شرح ہم نے نہایت تفصیل کے ساتھ ''شرح صحیح مسلم'' میں کی ہے اور اس میں درج ذیل عنوانات کے تحت مبسوط گفتگو کی ہے:

(۱) وحی کا لغوی معنی (۲) وحی کا شرعی معنی (۳) الہام اور فراست کی تعریفیں (۴) نزولِ وحی کی صورتیں اور اقسام (۵) خواب کی تعریف اور اقسام (۶) ابتداء نبوت میں غار حراء جانے کی حکمتیں (۷) بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق (۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی تحقیق (۹) حراء میں فرشتہ کی آمد (۱۰) ''ما انا بقاریٔ'' کی تحقیق (۱۱) پہلی وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ (۱۲) حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح (۱۳) ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ (۱۴) آیا وحی رک جانے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا؟ (۱۵) انقطاع وحی کی مدت کا بیان (۱۶) اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے متصف ہونے کی تحقیق۔

یہ تمام مضامین شرح صحیح مسلم: ۳۱۱۔ ج ۱ ص ۶۷۱۔ ۶۴۹ میں بیان کیے ہیں' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

''مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے'' اس کی تشریح علامہ ابن جوزی سے

اس حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے'' علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتداء میں یہ خوف ہوتا تھا کہ جو کچھ آپ دیکھتے ہیں' وہ شیطان کی طرف سے ہے' کیونکہ کبھی کبھی باطل حق کے ساتھ مشتبہ ہو جاتا ہے' اور آپ مسلسل دلائل کی تلاش کرتے رہتے اور دلائل کا سوال کرتے رہتے' یہاں تک کہ آپ پر صحیح چیز واضح ہو گئی اور

Marfat.com

جس طرح ہم میں سے کسی ایک پر واجب ہے کہ وہ رسول کے لائے ہوئے دین کے صدق کو معلوم کرے اور معجزات میں اس کے صدق پر جو دلائل ہیں' ان پر غور کرے' اسی طرح رسولوں پر یہ واجب ہے کہ ان کے پاس جو اللہ کا فرستادہ آیا ہے' اس کے متعلق تفتیش کریں' آیا وہ فرشتہ ہے یا شیطان؟ پس حق اور باطل کی تمیز میں ان کا اجتہاد ہمارے اجتہاد سے کہیں بڑے مرتبہ کا ہے' اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ ہم سے بہت بلند ہے کیونکہ وہ ہم سے بڑی آزمائش میں مبتلا کیے گئے ہیں۔

ابتداء میں آپ کو یہ تفتیش اور تشویش تھی' بعد میں آپ کو منکشف ہو گیا کہ آپ کی نبوت برحق ہے اور زیادہ دلائل سے آپ کو اپنی نبوت پر اطمینان قلب ہو گیا' اس کے بعد امام ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام حجون میں یہ دعا کی: اے اللہ! مجھے کوئی ایسی نشانی (معجزہ) دکھا' جس کے بعد میں قریش کے ان لوگوں کی پروا نہ کروں جو میری تکذیب کرتے ہیں' آپ سے کہا گیا کہ آپ اس درخت کو بلائیں' آپ نے اس درخت کو بلایا تو وہ زمین کو چیرتا ہوا اپنی جڑوں سمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا' پھر اس درخت نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ کا کیا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اپنی جگہ واپس جاؤ'' وہ درخت واپس چلا گیا' پھر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! پھر مجھے قریش کی تکذیب کی کبھی پروا نہیں ہوئی۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: شیطان بہت لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے شبہات ڈالتا ہے' جیسے شبہات اس نے ابن صیاد کے دل میں ڈالے تھے' حتیٰ کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور میں نے اس کا ذکر ''تلبیس ابلیس'' میں کیا ہے۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۲۵-۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

''مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے'' اس کی تشریح مصنف سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد: ''مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے'' کی جو تشریح علامہ ابن جوزی نے کی ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ جو کچھ آپ دیکھتے ہیں' کہیں وہ شیطان کی طرف سے تو نہیں ہے' آپ کو اس قسم کا خطرہ اور خوف بالکل نہیں تھا' آپ کو یہ خطرہ اور خوف کیسے ہو سکتا تھا جب کہ آپ کو اسی وقت نبی بنا دیا گیا تھا' جب ہنوز حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔(سنن ترمذی: ۳۶۲۴' مسند احمد ج ۵ ص ۸۹) اور بچپن ہی میں آپ کو اپنے نبی ہونے کا یقین ہو گیا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یا رسول اللہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں اور کس چیز سے آپ کو علم ہوا حتیٰ کہ آپ کو یقین ہو گیا؟ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! میں مکہ میں تھا تو میرے پاس دو فرشتے آئے' ایک زمین پر آ گیا اور دوسرا آسمان اور زمین کے درمیان تھا' ایک نے اپنے صاحب سے پوچھا: کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! یہ وہی ہیں' اس نے کہا: پھر ان کا ایک مرد کے ساتھ وزن کرو' پھر میرا ایک مرد کے ساتھ وزن کیا تو میں غالب آ گیا' اس نے کہا: پھر ان کا دس مردوں کے ساتھ وزن کرو تو میرا دس مردوں کے ساتھ وزن کیا تو میں ان پر غالب آ گیا' پھر اس نے کہا: ان کا سو مردوں کے ساتھ وزن کرو' پھر میرا سو مردوں کے ساتھ وزن کیا تو میں ان پر غالب آ گیا' پھر ہزار مردوں کے ساتھ وزن کیا تو میں ان پر بھی غالب آ گیا' لوگ میزان کے پلے میں گرتے جا رہے تھے' پھر ایک فرشتہ نے دوسرے سے کہا: ان کا پیٹ شق کرو' پھر میرا پیٹ شق کیا گیا' پھر میرے دل کو نکالا گیا' اس میں سے سیاہ خون کا لوتھڑا نکالا گیا جو شیطان کا حصہ تھا' پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ان کا پیٹ اچھی طرح دھوؤ اور ان کا دل اچھی طرح دھوؤ' پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ان کے پیٹ کو سی دو' تو انہوں نے میرے پیٹ کو سی دیا' پھر انہوں نے میرے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو رکھ دیا' وہ اب تک اسی طرح ہے اور میں یہ تمام واقعہ دیکھ رہا تھا۔

Marfat.com

(دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱۶۷' سنن دارمی: ۱۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۵۔ ۱۸۴' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۶)

* تبیان القرآن میں الانشراح: ۱ کی تفسیر میں ہم نے اس کی بہت زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔

نیز حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعلان نبوت سے پہلے مکہ میں ایک پتھر مجھ پر سلام عرض کیا کرتا تھا' میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۷)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء نبوت کی بات تو الگ رہی' اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ کو اپنی نبوت سے متعلق کسی قسم کا تردد اور شک نہیں تھا اور آپ کو اپنے نبی ہونے پر جزم اور یقین تھا اور آپ نے جو حضرت خدیجہ سے فرمایا تھا: مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے' اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ کو اپنی نبوت میں شک تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ پر بالفعل نبوت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے' آپ کو یہ پریشانی تھی کہ فرائض نبوت کی ادائیگی میں کہیں آپ سے کوئی کمی یا کوتاہی نہ ہو جائے' تب ہی تو حضرت خدیجہ نے آپ کو یہ جواب دیا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مختصر سوانح

اس حدیث میں چونکہ حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر آ گیا ہے' اس لیے ہم حضرت خدیجہ کا تذکرہ پیش کر رہے ہیں: حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی القرشیہ الاسدیہ' آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں' اور جن لوگوں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی' ان میں مطلقاً سب سے اول ہیں۔

الزبیر بن بکار نے کہا: بعثت سے پہلے ان کا لقب طاہرہ تھا' ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ قرشیہ ہے' وہ پہلے ابوہالہ بن زرارہ بن النباش کے نکاح میں تھیں' ابوہالہ کے بعد عتیق بن عائذ بن عبد اللہ بن عمر نے ان سے عقد کیا' اس کی وفات کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا' علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اکثر کا قول یہی ہے۔

قتادہ نے اس کے برعکس کہا ہے کہ ان کے پہلے خاوند عتیق تھے اور دوسرے خاوند ابوہالہ تھے' امام ابن اسحاق کی رائے بھی قتادہ کے موافق ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت سے پندرہ سال پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا تھا' وہ بہت امیر خاتون تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے نکاح کی رغبت کا سبب یہ تھا کہ ان کے غلام میسرہ نے اعلان نبوت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات نبوت کا مشاہدہ کیا تھا اور حضرت خدیجہ نے آپ کے متعلق بحیرا راہب سے بھی کلمات ثناء سنے تھے' اس وقت جب کہ حضرت خدیجہ کی تجارت کے سلسلہ میں آپ نے میسرہ کے ساتھ سفر کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہوئی ہے' ماسوا حضرت ابراہیم کے وہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ وہ پہلی خاتون ہیں' جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور آپ کی وحی کی تصدیق کی' اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر معاملات آسان کر دیئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی ایسی بات سنتے' جس کا جواب دینا آپ کو ناگوار ہوتا تو وہ حضرت خدیجہ سے اس کا ذکر کرتے تو وہ آپ کو تسلی دیتیں اور مطمئن کرتیں۔

امام ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے آسمان اور زمین کے درمیان ایک شخص کو دیکھا' حضرت خدیجہ نے آپ سے کہا کہ آپ میرے قریب ہو جائیں' آپ ان کے قریب ہوئے' پھر حضرت خدیجہ نے پوچھا: آپ اس کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

Marfat.com

حضرت خدیجہ نے کہا: آپ اپنا سر میری قمیص کے اندر کرلیں' آپ نے ایسا کرلیا' حضرت خدیجہ نے پوچھا: آپ اس کو دیکھ رہے ہیں: آپ نے فرمایا: نہیں' حضرت خدیجہ نے کہا: آپ کو مبارک ہو' یہ فرشتہ ہے کیونکہ اگر یہ شیطان ہوتا تو حیا نہ کرتا' پھر آپ نے اس فرشتہ کو اجیاد میں دیکھا' وہ آپ کے پاس آیا اور آپ کے لیے کشادہ ہوگیا' پھر اس نے زمین کو کھودا تو اس میں سے پانی نکل آیا' پھر حضرت جبریل نے آپ کو بتایا کہ کس طرح وضو کریں' پھر انہوں نے وضو کیا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کو نبوت کی بشارت دی اور آپ کو'' اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ''. (العلق:۱) کی تعلیم دی' پھر حضرت جبریل چلے گئے' پھر نبی ﷺ جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے تھے' وہ کہتا تھا: ''سلام علیك یا رسول اللّٰه!'' آپ نے حضرت خدیجہ کے پاس جا کر اس واقعہ کی خبر دی' حضرت خدیجہ نے کہا: آپ مجھے سکھائیں' انہوں نے کس طرح وضو کیا تھا' پھر حضرت خدیجہ نے اس طرح وضو کیا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر کہا: میں شہادت دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم:۱۶۵)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت خدیجہ کے سب سے پہلے اسلام لانے کی زیادہ تصریح ہے۔

امام واقدی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ یعلیٰ بن امیہ کی بہن نفیسہ نے بیان کیا کہ حضرت خدیجہ بہت معزز اور بہت حسین تھیں' اور انہوں نے نبی ﷺ کو بصریٰ میں تجارت کے لیے بھیجا' آپ دوسروں کی بہ نسبت بہت زیادہ نفع لے کر آئے' حضرت خدیجہ نے آپ کو کسی کی معرفت نکاح کا پیغام دیا' آپ نے اس کو قبول فرمالیا' جس وقت آپ نے حضرت خدیجہ سے عقد کیا' اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی' حضرت خدیجہ سے آپ کے بیٹے حضرت قاسم اور حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے' حضرت عبد اللہ ہی کو طیب اور طاہر کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے' اور حضرت خدیجہ ہی سے آپ کی چار بیٹیاں پیدا ہوئیں' الواقدی نے کہا: اس پر ہمارا اجماع ہے اور جس وقت نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا' اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔

عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام عورتوں میں افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں اور تمام عورتوں میں افضل مریم بنت عمران ہیں۔

(صحیح مسلم:۲۴۳۰' سنن ترمذی:۳۸۷۷' مسند احمد ج۱ ص۱۱۶۔۸۴' سنن بیہقی ج۹ ص۳۶۷' المستدرک ج۲ ص۴۹۷' کنز العمال:۳۴۴۰۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل نے آکر کہا: یارسول اللہ! یہ آپ کے پاس خدیجہ آرہی ہیں' ان کے ساتھ طعام اور مشروب ہے' جب یہ آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے سلام کہیں اور میری طرف سے سلام کہیں۔ (المعجم الکبیر ج۱۵ ص۲۳)

امام ابن السنی نے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت خدیجہ رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈتی ہوئی مکہ کی اونچائی پر گئیں' ان کے پاس آپ کی غذا تھی' حضرت جبریل آپ کو ایک انسان کی صورت میں ملے اور انہوں نے حضرت خدیجہ سے نبی ﷺ کے متعلق سوال کیا' حضرت خدیجہ ان سے خوف زدہ ہوئیں کہ کہیں وہ آپ کو اغواء نہ کرلیں' حضرت خدیجہ نے نبی ﷺ سے ان کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: وہ حضرت جبریل تھے اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ کو سلام کروں اور آپ کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دوں' جو موتیوں سے بنا ہوا ہے' اس میں شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔ (المستدرک ج۳ ص۱۸۵' مجمع الزوائد ج۹ ص۲۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلتے تھے تو حضرت خدیجہ کا ذکر کرتے اور ان کی تعریف اور تحسین کرتے' پھر ایک دن مجھے ان پر غیرت آگئی اور میں نے کہا: وہ ایک بوڑھی عورت تھیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے بدلہ میں ان سے بہتر بیوی عنایت کردی ہے' آپ غضب میں آگئے اور آپ نے فرمایا: نہیں! اللہ کی قسم! اللہ نے مجھے ان سے بہتر

Marfat.com

بیوی عنایت نہیں کی' وہ اس وقت ایمان لائیں جب سب کافر تھے' انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب سب میری تکذیب کر رہے تھے اور جب لوگوں نے محروم کر دیا تھا تو انہوں نے اپنے مال سے میری غم خواری کی' اور اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف ان ہی سے اولاد عطا کی ہے نہ کہ دوسری بیویوں سے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۸-۱۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری ذبح کرتے تو آپ فرماتے: اس کا گوشت خدیجہ کی سہیلیوں کی طرف بھیجو' ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے آپ سے ان کی سہیلیوں کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: میں ان کی سہیلیوں سے بھی محبت کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۴۳۵' کنز العمال: ۱۸۴۳۹)

امام ابن اسحاق نے کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کی وفات ایک سال میں ہوئی ہے اور دوسروں نے کہا کہ ان کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت خدیجہ کی وفات فرضیت نماز سے پہلے ہوئی ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج سے پہلے۔

الواقدی نے کہا: حضرت خدیجہ کی وفات دس رمضان کو ہوئی ہے' اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی' ان کو الحجون میں دفن کیا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر میں اترے تھے' اس وقت تک جنازہ کی نماز مشروع نہیں ہوئی تھی۔

(الاصابہ ج ۸ ص ۱۰۳-۹۹ ملخصاً مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث میں ورقہ بن نوفل کا بھی ذکر آ گیا ہے' اس لیے اب ہم ان کا تذکرہ کر رہے ہیں:

ورقہ بن نوفل کا تذکرہ

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی القرشی الاسدی ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد تھے۔

الطبری' البغوی' ابن قانع' ابن السکن وغیرھم نے ان کا صحابہ میں شمار کیا ہے اور سب نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے:

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ورقہ بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یا محمد! آپ کے پاس جو فرشتہ آتا ہے وہ کیسے آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ میرے پاس آسمان سے آتا ہے' اس کے پر موتیوں کے ہیں اور اس کے تلوے سبز رنگ کے ہیں۔

امام ابن عساکر نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ورقہ سے سماع نہیں ہے اور میں نے کسی سے یہ نہیں سنا کہ ورقہ اسلام لے آئے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح البخاری: ۳ میں ہے کہ ورقہ نے کہا: یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا' کاش! میں اس وقت جوان ہوتا' کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی' الحدیث' اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اس کے بعد ورقہ زیادہ دن زندہ نہ رہے اور ان کی وفات ہو گئی' اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ورقہ بن نوفل نے آپ کی نبوت کا اقرار کر لیا تھا' لیکن وہ اس سے پہلے فوت ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے' پس ورقہ بن نوفل کا حال بحیرا راہب کی مثل ہے۔

ورقہ بن نوفل کے صحابی ہونے میں اشکال ہے' لیکن عمرو بن شرحبیل جو کبار تابعین میں سے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے فرمایا: میں جب تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا تو میں نے ایک ندا سنی' پس اللہ کی قسم! مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہوا' حضرت خدیجہ نے کہا: معاذ اللہ! اللہ آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرے گا' پس اللہ کی قسم! آپ امانتوں کو ادا کرتے ہیں' الحدیث بعد

Marfat.com

ورقہ نے کہا: آپ کو بشارت ہو پھر بشارت ہو بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ہیں جس کی ابن مریم نے بشارت دی تھی اور بے شک آپ کے پاس ناموس موسیٰ کی مثل ہے اور بے شک آپ نبی مرسل ہیں اور بے شک چند دنوں کے بعد آپ کو جہاد کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس زمانہ نے مجھے پالیا تو میں ضرور آپ کے ساتھ جہاد کروں گا' پھر جب وہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے القس (راہب) کو جنت میں دیکھا' اس پر ریشم کا لباس تھا کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لایا تھا اور اس نے میری تصدیق کی تھی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام بیہقی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے۔

لیکن اس حدیث کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ الزبیر بن بکار نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ کی تپتی ہوئی ریت میں پیٹھ کے بل لٹا کر عذاب دیا جا رہا تھا اور وہ ''اَحَد اَحَد'' کہہ رہے تھے تو ورقہ اس وقت وہاں سے گزرے اور انہوں نے کہا: اے بلال! ''اَحَد اَحَد'' کہتے رہو' اللہ کی قسم! اگر تم لوگوں نے اس کو قتل کر دیا تو اللہ کی رحمت اس کو ڈھانپ لے گی۔

یہ حدیث عمدہ مرسل ہے' اور یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ورقہ اس وقت تک زندہ تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی' حتیٰ کہ حضرت بلال اسلام لے آئے' اور اس حدیث میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس طرح تطبیق ہو گی کہ حضرت عائشہ نے جو فرمایا تھا کہ پھر ورقہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے اور فوت ہو گئے' اس کا محمل یہ ہے کہ وہ اسلام کے مشہور ہونے اور جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے فوت ہو گئے۔

لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ محمد بن عائذ نے ''المغازی'' میں عثمان بن عطاء خراسانی کی سند سے روایت کیا کہ ورقہ بن نوفل نصرانیت پر فوت ہو گئے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ عثمان ضعیف راوی ہے۔

الزبیر نے کہا ہے کہ ورقہ بتوں کی عبادت کو بُرا جانتے تھے' اور انہوں نے متعدد شہروں میں پھر کر صحیح دین کو تلاش کیا اور کتابوں کا مطالعہ کیا اور حضرت خدیجہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق سوال کیا کرتی تھیں اور وہ کہتے تھے کہ میرا یہی یقین ہے کہ وہ اس امت کے نبی ہیں اور یہ وہی ہیں جن کی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے بشارت دی ہے۔

امام ابن عدی المتوفی ۳۶۵ھ نے ''الکامل'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے ورقہ کو جنت کے نشیب میں دیکھا' ان پر ریشمی لباس تھا' امام ابن عدی نے کہا: اس کی سند میں اسماعیل اپنے والد سے منفرد ہے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۳۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: لیکن امام ابن السکن نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اس میں یہ عبارت ہے: میں نے جنت کے دریاؤں میں ایک دریا پر ورقہ کو دیکھا کیونکہ وہ کہتے تھے: میرا اور زید کا دین ایک ہے اور میرا اور زید کا معبود ایک ہے۔

امام محمد بن ابی شیبہ اور امام بزار نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ورقہ بن نوفل کو بُرا کہنے سے منع فرمایا ہے۔

یونس بن بکیر کی ''مغازی'' میں عروہ سے روایت ہے کہ ورقہ کے بھائی نے ایک شخص کو بُرا کہا' اس نے جواب میں ورقہ کو بُرا کہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے اس کو منع کیا اور فرمایا: میں نے ورقہ کے لیے ایک جنت یا دو جنتیں دیکھی ہیں' پھر آپ نے اس کو بُرا کہنے سے منع فرمایا۔

Marfat.com

امام بزار نے اور امام احمد نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے اس کو سفید لباس میں دیکھا ہے' میرا گمان ہے کہ اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا تو اس پر سفید لباس نہ ہوتا۔ (مسند احمد ج۶ ص۶۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۳۶۷۔ ج ۴۰ ص ۴۳۰' مسند عبد الرزاق: ۹۷۰۹' سنن ترمذی: ۲۲۸۸' المعجم الاوسط ج ۴ ص ۳۹۳' مسند ابویعلیٰ: ۴۷۰۲) (الاصابہ ج۶ ص ۴۷۷۔ ۴۷۴ ملخصا دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٤- **قال** ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ وَهُوَ یُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْیِ ' فَقَالَ فِیْ حَدِیْثِهٖ بَیْنَا اَنَا اَمْشِیْ اِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ ' فَرَفَعْتُ بَصَرِیْ ' فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِیْ جَآءَنِیْ بِحِرَآءٍ جَالِسٌ عَلٰی كُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ' فَرُعِبْتُ مِنْهُ ' فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِیْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ (المدثر: ۵۔۱) فَحَمِیَ الْوَحْیُ وَ تَتَابَعَ.

ابن شہاب نے کہا کہ ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے مجھے خبر دی کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما وحی کے رکنے کا حال بیان کر رہے تھے' انہوں نے کہا: جس وقت میں جا رہا تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی' میں نے نظر اٹھائی تو میں نے دیکھا کہ وہی فرشتہ تھا جو میرے پاس حراء میں آیا تھا' وہ آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا' میں اس سے مرعوب ہو کر لوٹ آیا' میں نے کہا: مجھے چادر اڑھاؤ' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: "اے چادر اوڑھنے والے○ اٹھیے پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے○ اور اپنے رب کی کبریائی بیان کیجئے○ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے○ اور بتوں کے ترک پر قائم رہیے○" (المدثر: ۵۔۱) پھر بہ کثرت وحی کا نزول ہوا اور لگاتار وحی آنے لگی۔

تَابَعَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ وَ اَبُوْ صَالِحٍ' وَتَابَعَهٗ هِلَالُ بْنُ رَدَّادٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ . وَقَالَ یُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ بَوَادِرُهٗ. [اطراف الحدیث: ۳۲۳۸۔ ۴۹۲۲۔ ۴۹۲۳۔ ۴۹۲۴۔ ۴۹۲۵۔ ۴۹۲۶۔ ۴۹۵۴۔ ۶۲۱۴]

(صحیح مسلم: ۱۶۱' سنن ترمذی: ۳۳۲۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۳۱)

عبد اللہ بن یوسف اور ابو صالح نے (لیث سے روایت میں) یحییٰ بن بکیر کی متابعت کی اور ھلال بن رداد نے (ابن شہاب) زہری سے روایت میں عقیل کی متابعت کی اور یونس اور معمر نے "آپ کا دل کپکپا رہا تھا" کی بجائے کہا ہے: "آپ کے کندھوں کے درمیان گوشت کپکپا رہا تھا"۔

صحیح البخاری: ٤ کے رجال کا تعارف

(۱) اس حدیث کے پہلے راوی ہیں ابن شہاب اور وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں' ان کا تعارف صحیح البخاری: ۳ کے رجال میں ہو چکا ہے (۲) اس حدیث کے دوسرے راوی ہیں ابو سلمہ' ان کا نام عبد اللہ یا اسماعیل ہے اور ان کی کنیت ابن عبد الرحمن بن عوف ہے' اور حضرت عبد الرحمان بن عوف ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی' یہ قرشی مدنی تابعی ہیں' یہ سات فقہاء مدینہ میں سے ایک ہیں' یہ ۷۲ سال کی عمر گزار کر الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ۹۴ھ میں فوت ہوئے (۳) اس حدیث کے تیسرے راوی حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۵۴۰ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم نے ان میں سے ۲۱۰ احادیث روایت کی ہیں' ان میں ۵۸ احادیث پر دونوں متفق ہیں' ۲۶ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں' اور ۱۲۶ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' یہ ۹۴ سال کی عمر میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' وفات سے پہلے نابینا ہو گئے تھے' ان کی وفات ۷۴ھ یا ۷۸ھ یا ۷۹ھ میں ہوئی' یہ آخری صحابی تھے جو مدینہ میں فوت ہوئے' صحابہ میں جابر بن عبد اللہ نام کے تین اشخاص ہیں: ایک

Marfat.com

یہ ہیں' دوسرے جابر بن عبد اللہ بن رباب بن نعمان ہیں' تیسرے جابر بن عبد اللہ الراسبی ہیں اور صحابہ میں صرف جابر نام کے چوبیس افراد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ا ص ١١٧)

حدیث مذکور کی فنی حیثیت

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند کے اوّل راویوں کا ذکر نہیں ہے اور اس کی سند کو ابن شہاب زہری سے شروع کیا ہے اور جس حدیث کی سند کے اوّل حصہ کو ذکر نہ کیا جائے اس کو تعلیق کہا جاتا ہے اور امام بخاری اس تعلیق کو ذکر کرتے ہیں' جو ان کے نزدیک مسند ہو' یا تو اس کی سند پہلے گزر چکی ہے' جیسے انہوں نے حدیث نمبر ٣ کے شروع میں کہا ہے: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے عقیل سے روایت کی' پھر کہا: ابن شہاب زہری نے کہا: اور یا اس کی کوئی اور سند ہے' جس کو کسی ایسی غرض سے ترک کر دیا' جو تعلیق کی اغراض ہوتی ہیں' مثلاً یہ کہ وہ ثقات کے نزدیک معروف ہے یا اس وجہ سے کہ اس کتاب میں کسی اور جگہ اس کا ذکر ہے' یا اس طرح کی اور کوئی وجہ' حافظ ابن حجر نے کہا: جس کا یہ زعم ہے کہ یہ سند معلق ہے' اس نے خطا کی۔ میں کہتا ہوں کہ حافظ نے اس سے علامہ کرمانی پر تعریض کی ہے' حالانکہ تعریض کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کی سند بہ ظاہر صورۃً معلق ہے' اگر چہ دوسری جگہ یہ حدیث مسند ہے کیونکہ یہ حدیث ''کتاب الادب'' میں اور ''کتاب التفسیر'' میں مذکور ہے اور وہاں اس حدیث کی پوری سند ذکر کی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ا ص ١١٨۔ ١١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

انقطاع وحی کی مدت کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جابر فترت وحی کا حال بیان کر رہے تھے' فترت کا معنی ہے: انقطاع وحی کا زمانہ' چونکہ پہلی وحی کے موقع پر آپ کو سخت گھبراہٹ اور وحشت ہوئی تھی تو آپ کو وحی سے مانوس کرنے کے لیے اور آپ کو وحی کا اشتیاق دلانے کے لیے کچھ عرصہ آپ پر وحی کا نزول روک لیا گیا تھا' اس مدت کے بیان میں محدثین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

علامہ بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی المتوفی ٧٩٤ھ لکھتے ہیں:

یہ مدت اڑھائی سال تھی اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے: یہ مدت تین سال تھی۔

(التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح ج ا ص ٣٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے اپنی ''تاریخ'' میں شعبی سے روایت کیا کہ انقطاع وحی کی مدت تین سال تھی اور اسی پر امام ابن اسحاق کا جزم ہے۔ (التوشیح علی الجامع الصحیح ج ا ص ٦٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٠ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے فترت الوحی کے متعلق بہت تفصیل سے لکھا ہے:

''تاریخ احمد بن حنبل'' میں شعبی سے روایت ہے کہ انقطاع وحی کی مدت تین سال تھی اور اسی پر امام ابن اسحاق کو اعتماد ہے' اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ آپ کی ابتداء نبوت میں سچے خواب دیکھنے کی مدت چھ ماہ تھی' اس بناء پر آپ کی ولادت کے ماہ ربیع الاوّل سے چالیس سال پورے ہونے کے بعد سچے خوابوں سے آپ کی نبوت کی ابتداء ہوئی' اور بیداری میں وحی کی ابتداء رمضان میں ہوئی' اور فترت وحی کی تین سالہ مدت جو ''اقراء باسم ربک'' اور ''یا ایھا المدثر'' کے نزول کا درمیانی عرصہ ہے' اس مدت سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس دوران آپ کے پاس جبریل امین نہیں آتے تھے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ''اقراء'' کے بعد تین سال تک قرآن نازل نہیں ہوا اور اس کے تین سال بعد سورہ ''یا ایھا المدثر'' نازل ہوئی۔ ''تاریخ احمد بن حنبل'' میں شعبی سے روایت ہے:

Marfat.com

چالیس سال کی عمر میں آپ پر نبوت نازل ہوئی' پھر تین سال تک اسرافیل آپ کی نبوت کے ساتھ رہے' اور ان کی زبان سے آپ پر قرآن نازل نہیں ہوا' اور وہ آپ کو تعلیم دیتے رہے اور جب تین سال پورے ہو گئے' تو جبریل آپ کے ساتھ رہے' پھر ان کی زبان سے بیس سال تک آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا' علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ انقطاع وحی کی مدت اڑھائی سال ہے اور بعض روایات میں ہے کہ انقطاع وحی کی مدت چھ ماہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انقطاع وحی کی مدت چند ایام ہے' اس کی مفصل بحث ان شاء اللہ'' کتاب التعبیر'' میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں'' کرسی'' کا لفظ ہے' اس کی جمع'' کراسی'' ہے' الماوردی نے کہا:'' کرسی'' کا اصل معنی علم ہے' اس لیے جس صحیفہ میں علم کی باتیں لکھی ہوئی ہوں' اس کو'' کراسۃ'' کہا جاتا ہے' زمخشری نے کہا:'' کرسی'' وہ چیز ہے جس پر بیٹھا جاتا ہے' نیز اس میں'' رعب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: خوف' مرعوب ہونے کا معنی ہے: خوف زدہ ہونا'' المدثر'' کا معنی ہے: چادر لپیٹنے والے' عکرمہ نے کہا: اس کا معنی ہے: نبوت کی چادر لپیٹنے والے' المدثر: ۲ میں فرمایا:'' قم فانذر'' اس کا معنی ہے: جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لائے ان کو عذاب سے ڈرایئے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو بشارت دینے والے بھی ہیں اور ڈرانے والے بھی ہیں' اس آیت میں صرف ڈرانے پر اقتصار کیوں کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بشارت اس کے لیے ہوتی ہے جو اسلام میں داخل ہو جائے' اس وقت تک لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے' المدثر: ۳ میں فرمایا:'' وربک فکبر'' اس کا معنی ہے: اللہ کی تعظیم کیجئے اور جو صفات اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں' ان سے اللہ تعالیٰ کی براءت بیان کیجئے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز کی تکبیر ہے' المدثر: ۴ میں فرمایا:'' وثیابک فطھر'' اس کا معنی ہے: اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک رکھیے' ایک قول یہ ہے کہ'' ثیاب'' سے مراد ہے: نفس' یعنی اپنے نفس کو ہر عیب اور نقص سے پاک رکھیے' المدثر: ۵ میں فرمایا:'' والرجز فاھجر'' اکثرین کے نزدیک'' رجز'' کا معنی بت ہیں' یعنی حسب معمول بتوں سے دور رہیں۔ بعض نے کہا:'' رجز'' سے مراد شرک ہے' بعض نے کہا: اس سے مراد گناہ ہے' لغت میں'' رجز'' کا معنی بتوں کی عبادت کرنا ہے' اور اس حدیث میں'' فحمی'' کا لفظ ہے'' حمی'' کا معنی ہے: کسی چیز کا گرم ہونا اور اس سے مراد ہے: کسی چیز کا بہ کثرت ہونا' جیسے کہتے ہیں: بازار گرم ہو گیا یعنی اس میں خرید و فروخت بہ کثرت ہو رہی ہے اور بازار ٹھنڈا ہو گیا یعنی اس میں خرید و فروخت کم ہو رہی ہے' اور'' تتابع'' کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: کسی کام کا مسلسل ہونا اور منقطع نہ ہونا۔

یعنی پہلی وحی (اقراء باسم ربک) کے بعد وحی کا آنا رک گیا تھا اور جمہور کے قول کے مطابق تین سال تک رکا رہا' پھر اس کے بعد وحی کا نزول شروع ہو گیا اور تسلسل کے ساتھ جاری ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱۹۔ ۱۱۸ ملخصا' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس کے بعد امام بخاری نے بتایا ہے کہ صحیح البخاری: ۳ کی جو سند ذکر کی گئی تھی' اس میں دو راویوں (یحییٰ بن بکیر اور عقیل) کے متابع بھی ہیں' اب ہم ان کے متابع کو تفصیل سے بیان کریں گے اور متابعت کی تعریف ذکر کریں گے۔

صحیح البخاری: ۳ کی سند میں متابعت کی تفصیل

اگر کوئی راوی حدیث میں اپنے شیخ سے روایت میں متفرد ہو یعنی اس کے علاوہ اور کوئی راوی اس حدیث کو اس کے شیخ سے روایت نہ کر رہا ہو تو اس روایت کو غریب اور فرد کہا جاتا ہے' لیکن اگر بعد میں تحقیق اور تتبع سے یہ معلوم ہو جائے کہ اور راوی بھی اس شیخ سے روایت کر رہے ہیں تو وہ روایت غرابت سے نکل جاتی ہے اور اس متفرد راوی کو متابَع (ب کی زبر) اور متابعت کرنے والے کو متابِع (ب کی زیر) اور اس کے شیخ کو متابع علیہ کہا جاتا ہے۔ صحیح البخاری: ۳ کی سند میں یہ گمان کیا جا رہا تھا کہ یحییٰ بن بکیر اس حدیث

کی روایت میں اپنے شیخ لیث سے متفرد ہے' اس بناء پر اس حدیث کو غریب اور فرد کہا جا رہا تھا' بعد میں تحقیق اور تتبع سے معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح بھی اس حدیث کو لیث سے روایت کر رہے ہیں' لہٰذا یہ حدیث غرابت سے نکل گئی اور عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح متابِع ہیں اور یحییٰ بن بکیر متابَع (ب پر زبر) ہیں اور لیث متابَع علیہ ہے۔

اسی طرح اس حدیث کی سند میں عُقیل کے بارے میں یہ گمان تھا کہ وہ اس حدیث کی روایت میں محمد بن مسلم ابن شہاب زہری سے متفرد ہے' لیکن بعد میں تحقیق اور تتبع سے معلوم ہوا کہ ھلال بن رداد نے بھی اس حدیث کو ابن شہاب زہری سے روایت کیا ہے' لہٰذا یہ حدیث غرابت سے نکل گئی' سو ھلال بن رداد متابِع ہوا اور عُقیل متابَع (ب کی زبر) ہوا اور ابن شہاب زہری متابَع علیہ ہوا۔

متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ کی تعریفیں اور متابع اور شاہد کا فرق

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

اعتبار کی تعریف یہ ہے کہ کسی حدیث کے راوی میں یہ غور کیا جائے کہ اس حدیث کی روایت میں کوئی اور راوی بھی اس کا شریک ہے یا نہیں' اگر شریک ہے تو وہ اس کے شیخ سے اس حدیث کو روایت کر رہا ہے یا اس کے شیخ الشیخ سے' اگر دوسرا راوی اس کے شیخ سے اس حدیث کو روایت کر رہا ہے تو یہ متابعت تامہ ہے اور اگر دوسرا راوی اس کے شیخ الشیخ سے اس حدیث کو روایت کر رہا ہے تو یہ متابعت قاصرہ ہے' اسی طرح آخر اسناد تک غور کیا جائے' اگر کوئی راوی اس روایت میں شریک نہ ہو تو پھر دیکھا جائے کہ کوئی اور راوی اس حدیث کے معنی کی روایت کر رہا ہے یا نہیں' اگر کوئی اور راوی اس حدیث کے معنی کی روایت کر رہا ہو تو اس کو شاہد کہا جائے گا اور اگر کوئی اور راوی اس حدیث کے معنی کی بھی روایت نہ کر رہا ہو تو پھر وہ حدیث فرد اور غریب ہو گی۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۱۱۸' دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۴ ھ)

متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ کی مثالیں

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

اعتبار کی مثال یہ ہے کہ مثلاً حماد اس سند سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں: از ایوب' از ابن سیرین' از ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اس سند میں ایوب کا کوئی متابع نہیں ہے' پھر تفتیش کی جائے گی کہ آیا ایوب کے علاوہ کوئی اور ثقہ راوی ابن سیرین سے اس حدیث کو روایت کرتا ہے' پھر اگر ایوب کے علاوہ ابن سیرین سے کوئی اور ثقہ راوی اس حدیث کو روایت نہ کرتا ہو تو پھر دیکھا جائے گا کہ آیا ابن سیرین کے علاوہ کوئی اور ثقہ راوی اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتا ہے' پھر اگر حضرت ابوہریرہ سے اس حدیث کو روایت کرنے والا ابن سیرین کے علاوہ نہ ملے تو پھر دیکھا جائے گا کہ آیا حضرت ابوہریرہ کے علاوہ کسی اور صحابی نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کیا ہے یا نہیں' ان مذکورہ امور میں سے جس چیز کا بھی ثبوت مل جائے تو پتا چل جائے گا کہ اس حدیث کی اصل ہے' پھر اس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور متابعت یہ ہے کہ اس حدیث کو حماد کے علاوہ کوئی اور راوی ایوب سے روایت کرے تو پھر یہ متابعت تامہ ہو گی یا ابن سیرین کے علاوہ کوئی اور راوی حضرت ابوہریرہ سے روایت کرے یا حضرت ابوہریرہ کے علاوہ کوئی اور صحابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس حدیث کو روایت کرے تو ان میں سے ہر ایک کو متابعت کہا جائے گا اور پہلی صورت کے بعد جس قدر بعد والی صورتیں ہیں وہ متابعت قاصرہ ہیں' اور متابعت کو شاہد بھی کہا جاتا ہے' اور شاہد یہ ہے کہ اس حدیث کو کوئی ثقہ راوی معنی کے اعتبار سے روایت کرے اور متابعت کو شاہد نہیں کہا جاتا (یعنی شاہد خاص ہے کہ کوئی ثقہ راوی اس حدیث کو معنیً روایت کرے اور متابع عام ہے کہ کوئی ثقہ راوی اس حدیث کو لفظاً روایت کرے یا معنیً روایت کرے)۔ (تقریب النواوی مع تدریب الراوی ص ۱۲۰' دار الکتاب العربی ۱۴۲۴ ھ)

٤ - بَابٌ

٥- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْعَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ (القیامۃ: ١٦) قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيْلِ شِدَّةً، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكُمْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا، وَقَالَ سَعِيْدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا، فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ (القیامۃ: ١٦) قَالَ جَمْعُهُ لَهُ فِي صَدْرِكَ وَتَقْرَأَهُ ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ﴾ (القیامۃ: ١٨) قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ (القیامۃ: ١٩) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيْلُ اسْتَمَعَ، فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيْلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ.

[اطراف الحدیث: ۴۹۲۷۔۴۹۲۸۔۴۹۲۹۔۵۰۴۴۔۷۵۲۴]

(صحیح مسلم: ۴۴۸، سنن ترمذی: ۳۳۲۹، سنن نسائی: ۹۳۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۹۸۰)

باب

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن ابی عائشہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''آپ قرآن کے ساتھ عجلت میں (یاد کرنے کے لیے) اپنی زبان کو حرکت نہ دیں'' (القیامہ: ۱۶) کی تفسیر میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے حصول میں مشقت اٹھاتے تھے اور آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں تمہارے لیے ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونٹوں کو ہلاتے تھے اور سعید نے کہا: میں اس طرح ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح میں نے حضرت ابن عباس کو ہونٹ ہلاتے ہوئے دیکھا ہے پھر انہوں نے اپنے ہونٹوں کو ہلایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائیں: ''آپ قرآن کے ساتھ عجلت میں (یاد کرنے کے لیے) اپنی زبان کو حرکت نہ دیںO'' (القیامہ: ۱۶) حضرت ابن عباس نے کہا: یعنی اس قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کرنا اور آپ کا اس کو پڑھنا (ہمارے ذمہ ہے)۔ ''پس جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریںO'' (القیامہ: ۱۸) حضرت ابن عباس نے کہا: (جبریل کے پڑھنے کے دوران) آپ سنیں اور خاموش رہیں۔ ''پھر آپ کے لیے اس کو بیان کرنا ہمارے ذمہ ہےO'' (القیامہ: ۱۹) یعنی پھر آپ کا اس کو پڑھنا یہ ہمارے ذمہ ہے اس کے بعد جب حضرت جبریل آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غور سے سنتے، پھر جب حضرت جبریل چلے جاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح قرآن پڑھتے جس طرح حضرت جبریل نے پڑھا تھا۔

صحیح البخاری: ۵ کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تعارف

(۱) اس حدیث کے پہلے راوی ہیں ابوسلمہ موسیٰ بن اسماعیل المنقری، یہ بہت بڑے حافظ الحدیث ہیں، یہ رجب ۲۲۳ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے تھے، ان سے یحییٰ بن معین، بخاری، ابوداؤد، مسلم اور ترمذی نے احادیث روایت کی ہیں، الداؤدی نے کہا: ہم نے ان سے ۳۵ ہزار احادیث لکھی ہیں (۲) دوسرے راوی ابوعوانہ ہیں، ان کا نام الوضاح بن عبداللہ الیشکری ہے، انہوں نے حسن بصری اور ابن سیرین کی زیارت کی ہے اور محمد بن المنکدر سے ایک حدیث کا سماع کیا ہے اور شعبہ، وکیع، ابن مہدی اور بہت تابعین اور تبع

Marfat.com

تابعین سے احادیث روایت کی ہیں' ابن ابی حاتم نے کہا: ان کی لکھی ہوئی احادیث صحیح ہیں اور جب وہ اپنے حافظہ سے احادیث بیان کریں تو ان میں بہت اغلاط ہوتی ہیں' یہ بہت صادق تھے' ان کی وفات ۱۷۵ھ یا ۱۷۶ھ میں ہوئی ہے (۳) تیسرے راوی موسیٰ بن ابی عائشہ ابوالحسن الکوفی الھمدانی ہیں' انہوں نے بہ کثرت مشہور تابعین سے احادیث کو روایت کیا ہے' سفیان ثوری' یحییٰ بن معین' بخاری اور ابوحیان نے ان کی توثیق کی ہے' ان کا نام معروف نہیں ہے (۴) چوتھے راوی سعید بن جبیر ہیں' علم اور عبادت میں ان کی امامت مجمع علیہ ہے' ۹۵ھ میں ان کو حجاج نے شہید کر دیا تھا' ان کی شہادت کے چند دن بعد حجاج بھی فوت ہو گیا تھا' ان کے بعد وہ کسی کو قتل نہیں کر سکا' انہوں نے بہت سے صحابہ سے احادیث سنی ہیں' ان میں حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور بہت سے تابعین سے بھی سماع حدیث کیا ہے' ان میں زہری بھی ہیں (۵) پانچویں راوی حضرت عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہشام بن عبد مناف ہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد تھے' ان کی والدہ حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث ہیں' حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا ان کی بہن ہیں' ان کے عظیم علم کی وجہ سے ان کو حبر الامۃ اور ترجمان القرآن کہا جاتا ہے' یہ چار عبادلہ میں سے ایک ہیں یعنی عبد اللہ بن عباس' عبد اللہ بن عمر' عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم' امام احمد نے کہا: چھ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ روایات کی ہیں: ابو ہریرہ' ابن عباس' ابن عمر' حضرت ام المومنین عائشہ' جابر بن عبد اللہ اور انس رضی اللہ عنہم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ۱۶۶۰ احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے ۹۵ احادیث پر بخاری اور مسلم متفق ہیں' ۲۱۰ احادیث کے ساتھ بخاری منفرد ہیں اور ۴۹ احادیث کے ساتھ مسلم منفرد ہیں۔ حضرت ابن عباس ہجرت سے تین سال پہلے شعب ابو طالب میں پیدا ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی' وہ ۶۸ھ میں طائف میں فوت ہو گئے' صحیح قول یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر اے سال تھی اور اس وقت حضرت ابن الزبیر کی مکہ میں حکومت تھی' حضرت ابن عباس آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے' محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲۵)

سورۃ القیامۃ: ۱۶-۱۹ کی تفسیر

ایک سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں زبان کو ہلانے کا ذکر ہے' جب کہ حضرت ابن عباس نے ہونٹوں کے حرکت دینے کا ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی تعارض نہیں ہے' زبان کی حرکت کو ہونٹوں کی حرکت لازم ہے اور زبان کو حرکت دینے کی ممانعت کا معنی یہ ہے کہ ہونٹوں کو بھی حرکت نہ دیں۔

القیامۃ: ۱۶ میں فرمایا: (آپ قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں ○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ جلدی جلدی اپنی زبان کو حرکت دیتے' آپ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ اس آیت کو دہراتے رہتے تھے' آپ کا ارادہ یہ ہوتا تھا کہ آپ اس آیت کو حفظ کر لیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں' آپ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے' سفیان نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھایا' امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

القیامۃ: ۱۷ میں فرمایا: بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کا اس کو پڑھنا ہمارے ذمہ ہے ○

حضرت ابن عباس نے فرمایا: یعنی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کریں' پس جب ہم قرآن کی کوئی آیت نازل کریں تو آپ غور سے سنیں' پھر یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کی زبان سے پڑھوائیں' اس کے بعد جب

Marfat.com

حضرت جبریل آتے تو آپ سر جھکا کر بیٹھ جاتے' پھر جب وہ چلے جاتے تو آپ قرآن مجید کی ان آیتوں کو اسی طرح پڑھ لیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۹۲۰' صحیح مسلم: ۴۴۸' سنن ترمذی: ۳۳۲۹)

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل دوبارہ آپ کے پاس آئیں اور آپ کے سامنے دوبارہ ان آیات کو پڑھیں اور آپ سن کر ان کو دہرائیں' حتیٰ کہ آپ کو وہ آیات حفظ ہو جائیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم یہ آیات آپ سے اس طرح پڑھوائیں گے کہ آپ ان کو نہیں بھولیں گے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى. (الاعلیٰ: ٦) — ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے سو آپ نہیں بھولیں گے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۲۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

القیامۃ: ۱۸ میں فرمایا: سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ پڑھے ہوئے کی اتباع کریں O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے پڑھنے کو اپنا پڑھنا قرار دیا ہے اور یہ آیت حضرت جبریل علیہ السلام کے شرف عظیم پر دلالت کرتی ہے' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی متعدد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے فعل کو اپنا فعل قرار دیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر انصار سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبہ: ۱۱۱) — بے شک اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنا قرار دیا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ. (الفتح: ۱۰) — بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کر رہے ہیں' ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

حالانکہ ان کے ہاتھوں پر آپ کا ہاتھ تھا۔ اسی طرح فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (الانفال: ۱۷) — اور آپ نے (حقیقت میں) کنکریاں نہیں ماریں' جب آپ نے (بہ ظاہر) کنکریاں ماری تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں۔

اسی طرح یہ آیت ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (النساء: ۸۰) — جس نے رسول کی اطاعت کر لی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

حضرت جبریل کے پڑھنے کی اتباع کا معنی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب حضرت جبریل قرآن پڑھیں تو آپ ان کے پڑھنے کی اتباع کریں۔

قتادہ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ قرآن کے حلال اور حرام میں اس کی اتباع کریں۔

صحیح یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کا پڑھنا حضرت جبریل کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ نہیں ہونا چاہیے بلکہ واجب

Marfat.com

ہے کہ جب تک حضرت جبریل پڑھتے رہیں' آپ خاموشی سے ان کے پڑھنے کو سنتے رہیں' حتیٰ کہ جب حضرت جبریل اپنے پڑھنے سے فارغ ہو جائیں تو اس کے بعد آپ پڑھنا شروع کریں اور پڑھنے کی اتباع کا یہی معنی ہے اور حلال اور حرام میں قرآن مجید کی اتباع کا یہ کوئی مقام نہیں ہے' جیسا کہ اس سے پہلے ''صحیح بخاری'' کی روایت سے گزر چکا ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام قرآن مجید کی کسی آیت کو لے کر نازل ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر جھکا کر سنتے رہتے تھے اور جب حضرت جبریل چلے جاتے تو پھر آپ پڑھنا شروع کرتے۔

القیامۃ :١٩ میں فرمایا: پھر اس کا معنی بیان کرنا ہمارے ذمہ ہےO

حضرت جبریل سے قرآن مجید کے معانی پوچھنے کی ممانعت

امام رازی فرماتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبریل کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اور ان کے پڑھنے کے درمیان میں قرآن مجید کے مشکل مباحث اور اس کے معانی کے متعلق حضرت جبریل سے پوچھتے رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دونوں باتوں سے منع کیا اور فرمایا: آپ حضرت جبریل کے ساتھ ساتھ نہ پڑھیں بلکہ ان کے پڑھنے کے بعد پڑھیں اور قرآن مجید کے معانی کے متعلق آپ پریشان نہ ہوں' نہ حضرت جبریل سے اس کے معنی کے متعلق پوچھیں' اس کا معنی بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ١٠ ص ٧٢٩' دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٥ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ٣٣٣ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے: جن آیات کو ہم نے اجمالاً نازل کیا ہے' ان کا بیان کرنا ہم پر لازم ہے' پس اس کے بیان سے اس کا اتمام کر دیا جائے گا' اور یہ بتایا جائے گا کہ وہ کام جائز ہے یا مستحسن ہے کیونکہ فرائض کی کئی شاخیں ہوتی ہیں' ان میں ارکان' لوازم اور آداب ہوتے ہیں' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ خطاب کے وقت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز ہے اور فرمایا: ہم پر بیان کرنا لازم ہے' یعنی اس میں یہ کنایہ ہے کہ اس کا تعلق اصول کے ساتھ ہے یا فروع کے ساتھ ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اصول اور کنایات کو بیان کیا جائے گا اور بعد میں جو مجتہدین ان آیات میں غور و فکر کریں گے' ان پر ان آیات کے مقاصد کھول دیئے جائیں گے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٥ ص ٣٣٩' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ١٤٢٥ھ)

* اس حدیث کی شرح' ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' میں بھی کی ہے' وہاں ان اُمور میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں ہے' وہاں ہم نے اس مسئلہ کی مفصل تحقیق کی ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کو سننا فرض عین ہے' یا فرض کفایہ۔ (دیکھئے: شرح صحیح مسلم: ٩٠٨- ج ١ ص ١٢٤٢) قرآن مجید سننے کی تحقیق ہم نے اپنی تفسیر میں بھی کی ہے۔ (دیکھئے: تبیان القرآن ج ٤ ص ٥١٦۔ ٥١٥' الاعراف: ٢٠٤)

٥ - بَابٌ

باب

٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) قَالَ وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ وَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَحْوَهٗ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ' وَكَانَ اَجْوَدَ

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی' از زہری (ح) امام بخاری نے کہا کہ ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس اور معمر نے اسی کی مثل خبر دی' از زہری' انہوں نے کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما'

Marfat.com

مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ، فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

[اطراف الحدیث: ۱۹۰۲-۳۲۲۰-۳۵۵۴-۴۹۹۷]

وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے اور سب سے زیادہ سخاوت آپ رمضان میں کرتے تھے جب حضرت جبریل آپ سے ملاقات کرتے اور حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے پس رسول اللہ ﷺ (لوگوں کے نفع کے لیے) بھیجی ہوئی ہواؤں سے زیادہ خیر کی سخاوت کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۰۸' سنن نسائی: ۲۰۹۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۹۹۳' صحیح ابن حبان: ۶۳۷۰' دلائل النبوۃ للبیہقی ج اص ۳۲۶' مسند احمد ج اص ۲۸۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۱۶- ج ۴ ص ۳۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

دوسندوں کے درمیان ''ح'' لکھنے اور اس کو پڑھنے کی تحقیق

اس حدیث کی دوسندوں کے درمیان ''ح'' لکھی ہوئی ہے' یہ ''ح'' صحیح مسلم میں بہت زیادہ ہے اور ''صحیح البخاری'' میں کم ہے اور محدثین کی عادت ہے کہ جب ایک حدیث کی دو یا دو سے زیادہ سندیں ہوں تو وہ ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہوتے وقت حرف ''حا'' (ح) لکھ دیتے ہیں اور یہ ''تحوّل'' سے ماخوذ ہے یعنی وہ ایک اسناد سے دوسری اسناد کی طرف ''تحول'' کر رہے ہیں اور پڑھنے والا اس کو ''حا'' پڑھے گا یا ''تحویل'' پڑھے گا یا ''ثم تحوّل'' پڑھے گا' اس کا فائدہ یہ ہے کہ اسناد ثانی کو اسناد اول کے ساتھ مرکب کر کے دوسندوں کو ایک سند نہ قرار دیا جائے' اہل مغرب یہ کہتے تھے کہ ''ح'' میں ''الحدیث'' کی طرف رمز ہے۔

صحیح البخاری: ٦ کے رجال کا تعارف

(۱) اس حدیث کی سند کے پہلے راوی عبدان ہیں' یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ بن ابی رواد میمون کا لقب ہے' انہوں نے امام مالک اور حماد بن زید وغیرہ سے سماع حدیث کیا ہے' اور الذہلی' البخاری وغیرھما نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی کی بھی ان سے روایت ہے' یہ ۲۲۱ھ یا ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے' اس وقت ان کی عمر ۷۶ سال تھی (۲) دوسرے راوی عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی التمیمی ہیں' ان کی امامت' جلالت' تقویٰ' سخاوت' عبادت' ثقاہت اور ان کے حجت ہونے پر سب متفق ہیں' یہ تبع تابعین میں سے ہیں' ان کے باپ ترکی تھے اور ھمدان کے ایک شخص کے غلام تھے' اور ان کی ماں خوارزمیہ تھیں' یہ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور رمضان ۱۸۱ھ میں ایک غزوہ سے واپس آتے ہوئے فوت ہو گئے' صحاح ستہ میں عبداللہ بن المبارک کے نام کے صرف یہی ایک راوی ہیں (۳) تیسرے راوی بشر بن محمد المروزی السختیانی ہیں' ان سے صرف امام بخاری نے روایت کی ہے' امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' اور انہوں نے کہا: یہ مرجی تھے (مرجئہ وہ فرقہ ہے جو مومنوں کے گناہوں پر عذاب کا قائل نہیں ہے) یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) چوتھے راوی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ الھذلی المدنی ہیں' یہ جلیل القدر امام اور تابعی ہیں' مدینہ کے مشہور سات فقہاء میں سے ایک ہیں' انہوں نے کئی صحابہ سے حدیث کا سماع کیا ہے' ان میں حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ وغیرہ ہیں رضی اللہ عنہم' اور تابعین سے بھی احادیث کا سماع کیا ہے' ان میں عمر بن عبدالعزیز بھی ہیں' یہ بصرہ چلے گئے تھے' یہ ۹۴ھ یا ۹۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) پانچویں راوی یونس بن یزید بن مشکان بن ابی النجاد ہیں' انہوں نے کئی تابعین سے احادیث کا سماع کیا ہے' ان میں قاسم' عکرمہ' سالم' نافع اور زہری وغیرہ ہیں' ان سے بھی تابعین نے سماع کیا ہے' ان میں جریر بن حازم' اوزاعی اور لیث وغیرہ ہیں' یہ ۱۵۹ھ میں مصر میں فوت ہو گئے تھے (۶) چھٹے راوی معمر بن ابی عمرو بن راشد الازدی الحرانی

Marfat.com

ہیں' یہ یمن کے عالم تھے' انہوں نے بہت تابعین سے احادیث کا سماع کیا ہے' ان میں عمرو بن دینار' ایوب اور قتادہ ہیں اور ان سے بھی تابعین کی ایک جماعت نے سماع کیا ہے' ان میں سے عمرو بن دینار (ان کے شیخ) ابواسحاق السبیعی' ایوب اور یحییٰ بن ابی کثیر ہیں' سو یہ اصاغر سے اکابر کی روایت ہے' امام عبدالرزاق نے کہا: میں نے ان سے دس ہزار احادیث کا سماع کیا ہے' یہ ۱۵۲ھ یا ۱۵۳ھ میں یمن میں فوت ہو گئے تھے' اس وقت ان کی عمر ۵۸ سال تھی' ان کے اوھام بہت ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں' انہوں نے بصرہ میں جو احادیث بیان کی ہیں' ان میں اغالیط ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا کہ ثابت سے ان کی روایات ضعیف ہیں (۸'۷) ساتویں اور آٹھویں راوی زہری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں' ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۳۱۔ ۱۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے' اس کے ثبوت میں احادیث اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے' حدیث میں "اجود" کا لفظ ہے' یہ "جود" کا اسم تفضیل ہے' علامہ محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ نے لکھا ہے: "رجل جواد" کا معنی ہے: سخی آدمی۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۲۳۴' دار صادر' بیروت) نیز لکھا ہے: "من الجود" کا معنی ہے: یہ سخاوت سے ہے۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۲۳۶' بیروت) لہٰذا "جود" کا معنی ہے: جس شخص کے جو چیز لائق ہو اس کو وہ عطا کرنا' آپ کے سب سے زیادہ جواد ہونے میں کیا شک ہے' آپ سب سے زیادہ حسین تھے' آپ کے افعال سب سے اچھے تھے اور آپ کے اخلاق سب سے زیادہ عمدہ تھے' اسی طرح آپ سب سے زیادہ سخی تھے' آپ کسی سائل کو "نہ" نہیں فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۱) ایک خاتون نے آپ سے قمیص کا سوال کیا' آپ کے پاس سوا اس قمیص کے جو آپ پہنے ہوئے تھے اور کوئی قمیص نہ تھی' آپ نے وہی قمیص اتار کر دے دی۔ (الدرالمنثور ج ۵ ص ۲۴۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت) رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بیٹے نے آپ سے سوال کیا کہ آپ اس کے باپ کے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا کر دیں تو آپ نے اس کے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا کر دی۔ (صحیح البخاری: ۱۲۶۹' صحیح مسلم: ۲۷۷۴' سنن ترمذی: ۳۰۹۸' سنن نسائی: ۱۹۰۰)

نیز اس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (لوگوں کے نفع کے لیے) بھیجی ہوئی ہواؤں سے زیادہ خیر کی سخاوت کرتے تھے۔
اس حدیث میں "الریح المرسلۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بھیجی ہوئی ہوا' اور اس کا معنی رحمت (یعنی بارش) کے لیے بھیجی ہوئی ہوا بھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ. اور وہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے خوش خبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے۔ (الاعراف: ۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام لانے پر جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا' آپ وہ چیز عطا فرما دیتے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا' آپ وہ عطا فرما دیتے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے' تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۴۰' سنن ترمذی: ۱۶۸۷' سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ جواد کون ہے؟ اللہ سب سے زیادہ جواد ہے اور بنو آدم میں سب سے زیادہ جواد میں ہوں' اور میرے بعد سب سے زیادہ جواد وہ شخص ہوگا' جس نے علم

Marfat.com

حاصل کرے اس کو پھیلایا' اس کو قیامت کے دن امت میں اکیلا اٹھایا جائے گا اور وہ شخص سب سے زیادہ جواد ہو گا جس نے اپنی جان کی اللہ کی راہ میں سخاوت کی' حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔

(مسند ابویعلیٰ: ۲۷۹۰' الترغیب والترہیب للمنذری ج ۲ ص ۲۰۲ طبع قدیم' المطالب العالیہ: ۳۰۰۲' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳)

رمضان میں زیادہ سخاوت کرنے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی سب سے زیادہ رمضان میں فیاضی فرماتا ہے' رمضان کی ایک شب میں اس نے ہزار مہینوں کی عبادت کا اجر مقرر فرمایا' رمضان میں تسبیحات کا اجر ستر گنا زائد عطا فرماتا ہے' اور فرمایا: روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں خود ہوں۔ (صحیح البخاری: ۱۹۰۴)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رمضان کے ہر دن اور رات میں دوزخ سے گناہ گاروں کو آزاد فرماتا ہے۔ (مسند البزار: ۹۶۲' علامہ ہیثمی نے کہا: اس میں ایک راوی ابان بن ابی عیاش ضعیف ہے' مجمع الزوائد: ۹۳-۳)

امام ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے: رمضان میں مومن کا رزق زیادہ کر دیا جاتا ہے اور رمضان کے ہر دن میں ایک ہزار گناہ گاروں کو دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ آپ بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کر کے اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کی موافقت کریں۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۳۴' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

رمضان میں قرآن مجید کا دَور کرنے کی خصوصیت اور دیگر فوائد حدیث

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے' رمضان میں قرآن مجید کے دور کی حکمت یہ ہے کہ اب تک جو احکام نازل ہو چکے تھے' ان پر یقین کو تازہ کیا جائے' اور تاکہ حضرت جبریل قرآن مجید کے الفاظ کی تصحیح اور تجوید کے احکام پہنچائیں تاکہ امت کے لیے بھی قراءت اور تجوید کی تعلیم حاصل کرنا سنت ہو اور رمضان کی تخصیص اس لیے ہے کہ یہ نیکیوں اور مخصوص عبادات کا موسم ہے' نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان میں ہی قرآن مجید کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف نازل فرمایا تھا' پھر اس کے بعد حسب ضرورت اور مصلحت قرآن مجید بیس سال تک نازل ہوتا رہا (بیس سال بہ ایں معنی کہ تین سال تک وحی کا انقطاع رہا)۔ اس حدیث کے دیگر فوائد حسب ذیل ہیں:

(۱) ہر وقت مومن کو سخاوت کرنی چاہیے' خصوصاً رمضان میں اور صالحین سے ملاقات کے وقت۔

(۲) صالحین اور اصحاب فضل کی زیارت کرنی چاہیے اور ان کی مجلس میں بیٹھنا چاہیے اور اگر صالحین اور اصحاب فضل کا حرج نہ ہو اور ان کے مشاغل میں خلل نہ ہو تو ان کی بار بار زیارت کرنی چاہیے۔

(۳) رمضان میں قرآن مجید کی زیادہ تلاوت کرنا مسنون اور مستحب ہے اسی طرح قرآن مجید کا دور کرنا بھی مسنون اور مستحب ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۹۰۔ ج ۶ ص ۵۶۷۔ ۵۶۷ پر بھی مذکور ہے' وہاں ہم نے اس حدیث کے مفہوم کی سرسری وضاحت کی ہے اور اس کی شرح میں ہم نے یہاں پر جو مباحث ذکر کیے ہیں' وہاں ان میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں ہے۔

٦- بَابٌ

باب

٧- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں ابو الیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت

Marfat.com

اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ هِرَقْلَ اَرْسَلَ اِلَيْهِ فِيْ رَكْبٍ مِّنْ قُرَيْشٍ، وَكَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادَّ فِيْهَا اَبَا سُفْيَانَ وَكُفَّارَ قُرَيْشٍ، فَاَتَوْهُ وَهُمْ بِاِيْلِيَاءَ، فَدَعَاهُمْ فِيْ مَجْلِسِهٖ، وَحَوْلَهٗ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا بِتَرْجُمَانِهٖ، فَقَالَ اَيُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا بِهٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ؟ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ قُلْتُ اَنَا اَقْرَبُهُمْ نَسَبًا، فَقَالَ اَدْنُوْهُ مِنِّيْ، وَقَرِّبُوْا اَصْحَابَهٗ فَاجْعَلُوْهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهٖ، ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَّهُمْ اِنِّيْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ، فَاِنْ كَذَبَنِيْ، فَكَذِّبُوْهُ، فَوَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ اَنْ يَاْثِرُوْا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ كَانَ اَوَّلَ مَا سَاَلَنِيْ عَنْهُ اَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهٗ فِيْكُمْ؟ قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُوْ نَسَبٍ، قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ اَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهٗ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَاَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهٗ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَقُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ، قَالَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ، قُلْتُ بَلْ يَزِيْدُوْنَ، قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ سَخْطَةً لِدِيْنِهٖ، بَعْدَ اَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قُلْتُ لَا، وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ مُدَّةٍ لَا نَدْرِيْ مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيْهَا. قَالَ وَلَمْ يُمْكِنِّيْ كَلِمَةٌ اُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرُ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ. قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ؟ قُلْتُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ سِجَالٌ، يَنَالُ مِنَّا، وَنَنَالُ مِنْهُ، قَالَ مَاذَا يَاْمُرُكُمْ؟ قُلْتُ يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَاؤُكُمْ، وَيَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَةِ. فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ لَّهٗ سَاَلْتُكَ

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ ابوسفیان بن حرب نے انہیں خبر دی کہ ھرقل نے ان کو قریش کی جماعت کے ساتھ بلایا' یہ لوگ اس مدت میں شام تجارت کرنے گئے تھے' جس مدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور قریش سے عارضی صلح کی ہوئی تھی' پس قریش اس کے پاس آئے' اور وہ ایلیاء (بیت المقدس) میں تھے' ھرقل نے ان کو اپنی مجلس میں بلایا اور اس کے گرد روم کے سردار تھے' پھر اس نے قریش کو اور اپنے مترجم کو بلایا' پھر کہا: تم میں سے اس شخص کا قریبی رشتہ دار کون ہے' جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے؟ ابوسفیان نے کہا: میں اس شخص کا قریبی رشتہ دار ہوں' ھرقل نے کہا: اس کو میرے نزدیک کر دو' اور اس کے اصحاب کو بھی اس کے نزدیک کر دو اور ان کو اس کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا کر دو' پھر اس نے اپنے مترجم سے کہا: ان لوگوں سے کہو کہ میں اس شخص کے متعلق سوال کروں گا' اگر یہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم اس کو جھٹلا دینا' ابوسفیان نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر مجھے اس بات پر شرم نہ آتی کہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے تو میں ضرور آپ کے متعلق جھوٹ بولتا' پھر ھرقل نے مجھ سے سب سے پہلا سوال جو کیا' وہ یہ تھا: تم لوگوں میں اس شخص کا نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا: وہ ہم میں بہت عمدہ نسب والے ہیں' اس نے کہا: کیا یہ دعویٰ اس سے پہلے تم میں سے کسی اور نے بھی کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں' اس نے کہا: کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ تھا؟ میں نے کہا: نہیں' اس نے کہا: آیا مقتدر لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ میں نے کہا: بلکہ پس ماندہ لوگ' اس نے کہا: آیا وہ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ میں نے کہا: بلکہ زیادہ ہو رہے ہیں' اس نے کہا: کیا ان میں سے کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس کے دین سے ناراض ہو کر اس سے پلٹ جاتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں' اس نے کہا: کیا اس کے دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے تم اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے کہا: نہیں' اس نے کہا: کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں' تاہم' ہمارا ان سے ایک مدت تک معاہدہ ہے' ہم نہیں جانتے کہ وہ اس دوران کیا کرنے والے ہیں' ابوسفیان نے کہا: اس بات کے سوا مجھے آپ کے خلاف کوئی اور بات

Marfat.com

عَنْ نَسَبِهٖ، فَذَكَرْتَ اَنَّهٗ فِيْكُمْ ذُوْ نَسَبٍ، فَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا، وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا، فَقُلْتُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهٗ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَّتَاَسّٰى بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهٗ، وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا، قُلْتُ فَلَوْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَّطْلُبُ مُلْكَ اَبِيْهِ، وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا، فَقَدْ اَعْرِفُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ، وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ، وَسَاَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَذَكَرْتَ اَنَّ ضُعَفَآءَهُمُ اتَّبَعُوْهُ، وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ، وَسَاَلْتُكَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ؟ فَذَكَرْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ، وَكَذٰلِكَ اَمْرُ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ، وَسَاَلْتُكَ اَيَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا، وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ، وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ، وَسَاَلْتُكَ بِمَا يَاْمُرُكُمْ؟ فَذَكَرْتَ اَنَّهٗ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ، وَيَاْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، فَاِنْ كَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا، فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ، وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهٗ خَارِجٌ، لَمْ اَكُنْ اَظُنُّ اَنَّهٗ مِنْكُمْ، فَلَوْ اَنِّيْ اَعْلَمُ اَنِّيْ اَخْلُصُ اِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهٗ، وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ، ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ بَعَثَ بِهٖ دِحْيَةُ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى، فَدَفَعَهٗ اِلٰى هِرَقْلَ، فَقَرَاَهٗ، فَاِذَا فِيْهِ.

کہنے کی گنجائش نہیں ملی' اس نے کہا: کیا تم نے اس کے ساتھ جنگ کی؟ میں نے کہا: ہاں' اس نے کہا: تمہاری اس کے ساتھ جنگ کیسی رہی؟ میں نے کہا: ہمارے اور اس کے درمیان جنگ کنویں کے ڈول کی طرح تھی' کبھی اس ڈول کو وہ حاصل کر لیتا اور کبھی ہم' اس نے کہا: وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتا ہے: صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور تمہارے باپ دادا جو کہتے تھے' اس کو چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز پڑھنے کا' سچ بولنے کا' پاک دامن رہنے کا اور رشتہ داروں سے ملنے جلنے کا حکم دیتا ہے' پھر ھرقل نے مترجم سے کہا: اس کو بتاؤ کہ میں نے تم سے اس کے نسب کے متعلق سوال کیا تو تم نے بتایا کہ وہ تم میں عمدہ نسب والا ہے اور اسی طرح رسول اپنی قوم کے عمدہ نسب میں بھیجے جاتے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا تم میں سے کسی نے پہلے یہ دعویٰ کیا تھا؟ تو تم نے کہا: نہیں' میں نے دل میں کہا: اگر تم میں سے کسی نے پہلے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا: یہ شخص اس دعویٰ کی پیروی کر رہا ہے' جو اس سے پہلے کیا گیا تھا' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا اس شخص کے باپ دادا میں سے کوئی شخص بادشاہ تھا؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں' میں نے دل میں کہا: اگر اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص اپنے باپ کے ملک کو طلب کر رہا ہے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ آیا تم اس کے دعویٰ نبوت سے پہلے اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تم نے بتایا کہ نہیں' پس میں نے پہچان لیا کہ جو شخص لوگوں پر جھوٹ نہیں باندھتا وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھے گا اور میں نے تم سے سوال کیا کہ مقتدر لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ تو تم نے بتایا کہ پس ماندہ لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں اور وہی لوگ رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا کہ وہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ زیادہ ہو رہے ہیں' اور اسی طرح ایمان کا معاملہ ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہو جائے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ ان میں سے کوئی شخص دین میں داخل ہونے کے بعد دین کو ناپسند کر کے اس سے پلٹتا تو نہیں؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں اور جب ایمان کی بشاشت دلوں میں رچ جائے تو

Marfat.com

پھر اسی طرح ہوتا ہے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کبھی اس نے عہد شکنی کی؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں اور اسی طرح رسول عہد شکنی نہیں کرتے' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور وہ تمہیں بتوں کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہیں اور وہ تم کو نماز پڑھنے' سچ بولنے' پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں' اگر تم نے جو کچھ کہا ہے وہ برحق ہے تو وہ عنقریب میرے ان قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے اور میں یہ جانتا تھا کہ ان کا ظہور ہونے والا ہے' لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے' سو اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ میں ان تک پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور ان سے ملاقات کرنے کی مشقت اٹھاؤں گا' اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ضرور ان کے پیر کو دھوتا' پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مکتوب کو منگوایا' جس کو آپ نے حضرت دحیہ کے ذریعہ بصریٰ کے حاکم کے پاس بھیجا تھا' اس نے وہ مکتوب ھرقل کو دے دیا' ھرقل نے پڑھا تو اس میں یہ لکھا ہوا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ، سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى. اَمَّا بَعْدُ، فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ، اَسْلِمْ تَسْلَمْ، يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَاِنْ تَوَلَّيْتَ، فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْاَرِيْسِيِّيْنَ وَ ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْــًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾. (آل عمران: ٦٤)

محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے' ھرقل عظیم الروم کی طرف' جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو' بہر حال بسم اللہ کے بعد پس بے شک میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں' اسلام قبول کرلو' تم سلامت رہو گے' اللہ تعالیٰ تم کو دگنا اجر عطا فرمانے گا' اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے متبعین کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ قرار دیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہ قرار دے' پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو: لوگو! تم گواہ ہو جاؤ کہ ہم مسلمان ہیں O (آل عمران: ٦٤)

قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ، وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ، كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ، وَارْتَفَعَتِ

ابوسفیان نے کہا: جب ھرقل نے جو کہا وہ کہا اور وہ اس مکتوب کو پڑھنے سے فارغ ہو گیا تو اس کے پاس بہت شور ہو گیا اور آوازیں

Marfat.com

الْاَصْوَاتُ وَاُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِاَصْحَابِي حِيْنَ اُخْرِجْنَا لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِي كَبْشَةَ اِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْاَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا اَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتّٰى اَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الْاِسْلَامَ وَكَانَ ابْنُ النَّاطُوْرِ صَاحِبُ اِيْلِيَاءَ وَهِرَقْلَ سُقُفًّا عَلٰى نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ اَنَّ هِرَقْلَ حِيْنَ قَدِمَ اِيْلِيَاءَ اَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيْثَ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهِ قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّاءً يَنْظُرُ فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ سَاَلُوْهُ اِنِّي رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِي النُّجُوْمِ مَلِكَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ؟ قَالُوْا لَيْسَ يَخْتَتِنُ اِلَّا الْيَهُوْدُ فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَاْنُهُمْ وَاكْتُبْ اِلٰى مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَيَقْتُلُوْا مَنْ فِيْهِمْ مِنَ الْيَهُوْدِ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى اَمْرِهِمْ اُتِيَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ اَرْسَلَ بِهِ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ اذْهَبُوْا فَانْظُرُوْا اَمُخْتَتِنٌ هُوَ اَمْ لَا؟ فَنَظَرُوْا اِلَيْهِ فَحَدَّثُوْهُ اَنَّهُ مُخْتَتِنٌ وَسَاَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُوْنَ؟ فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مَلِكُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ اِلٰى صَاحِبٍ لَهُ بِرُوْمِيَةَ وَكَانَ نَظِيْرَهُ فِي الْعِلْمِ وَسَارَ هِرَقْلُ اِلٰى حِمْصَ فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتّٰى اَتَاهُ كِتَابٌ مِنْ صَاحِبِهِ يُوَافِقُ رَاْيَ هِرَقْلَ عَلٰى خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهُ نَبِيٌّ فَاَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّوْمِ فِي دَسْكَرَةٍ لَهُ بِحِمْصَ ثُمَّ اَمَرَ بِاَبْوَابِهَا فَغُلِّقَتْ ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَاَنْ يَثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوْا هٰذَا النَّبِيَّ؟ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ اِلَى الْاَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَلَمَّا رَاٰى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَاَيِسَ مِنَ

بلند ہو گئیں اور ہم کو نکال دیا گیا' جب ہم کو نکال دیا گیا تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا: ابو کبشہ کے بیٹے کا (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ بہت عظیم ہو گیا' اس سے سفید فام قوم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے' پھر مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا کہ وہ عنقریب غالب ہو جائیں گے حتیٰ کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام داخل کر دیا اور ابن الناطور جو بیت المقدس کا امیر (گورنر) تھا' ھرقل کا مصاحب اور شام کے عیسائیوں کا بشپ (بڑا پادری) تھا' وہ بیان کرتا ہے کہ ایک دن صبح کو ھرقل بیت المقدس میں بہت پریشان حال اٹھا' اس کے درباریوں نے کہا: آج آپ کی حالت بہت بدلی ہوئی ہے' ابن الناطور نے کہا: ھرقل نجومی تھا' وہ ستاروں میں غور و فکر کرتا تھا' اس نے ان لوگوں کے سوال کے جواب میں کہا: آج رات جب میں نے ستاروں میں غور کیا تو میں نے دیکھا کہ ختنہ کرنے والی قوم کا بادشاہ غالب آ چکا ہے' پس اس زمانہ کے لوگوں میں سے کون ختنہ کرتا ہے؟ انہوں نے کہا: صرف یہود ختنہ کرتے ہیں' سو آپ ان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں اور آپ اپنے ملک کے تمام شہروں کو یہ حکم لکھ کر بھیج دیں کہ وہاں جو بھی یہود ہیں ان کو قتل کر دیا جائے' پس وہ لوگ ان ہی معاملات میں مشغول تھے کہ ھرقل کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس کو غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا' اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر دی' جب ھرقل نے اس سے پوری خبر معلوم کر لی تو کہا: جاؤ معلوم کرو وہ ختنہ کے ہوئے ہیں یا نہیں' ان لوگوں نے آپ کے حالات معلوم کیے تو لوگوں نے بتایا کہ وہ ختنہ کیے ہوئے ہیں اور ھرقل نے اس شخص سے عربوں کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا: عرب ختنہ کرتے ہیں' پھر ھرقل نے کہا: یہی اس امت کے بادشاہ ہیں جو ظاہر ہو چکے ہیں' ھرقل کا ایک دوست رومیہ میں تھا جو علم میں اس کی ٹکر کا تھا' ھرقل نے اس کو خط لکھ کر معلوم کیا اور خود ھرقل حمص کے لیے روانہ ہوا' ابھی وہ حمص نہیں پہنچا تھا کہ اس کے پاس اس کے دوست کا خط آ گیا' اس کی رائے بھی ھرقل کے موافق تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے اور آپ برحق نبی ہیں' تب ھرقل نے روم کے سرداروں کو اپنے حمص کے محل میں بلایا اور دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سو دروازے بند کر دیے گئے' پھر وہ ان کے سامنے آیا' پھر کہا: اے روم

Marfat.com

الْإِيْمَانِ، قَالَ رُدُّوْهُمْ عَلَيَّ، وَقَالَ إِنِّي قُلْتُ مَقَالَتِي آنِفًا أَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ، فَقَدْ رَأَيْتُ، فَسَجَدُوْا لَهٗ وَرَضُوْا عَنْهُ، فَكَانَ ذٰلِكَ آخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ.

جماعت! دائمی کامیابی اور ہدایت کے حصول کے متعلق اور اپنے ملک کی بقا کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ سوتم اس نبی کی بیعت کرلو یہ سنتے ہی وہ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے لیکن دروازے تو بند کیے جا چکے تھے بالآخر جب ھرقل نے ان کی اس وحشت کو دیکھا اور ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو کہا: ان کو میرے پاس واپس لاؤ اور کہا: میں نے جو ابھی تجویز پیش کی تھی تو اس سے میں تمہاری دین میں شدت کو آزما رہا تھا' سو مجھے معلوم ہو گیا' پھر ان سب سرداروں نے ھرقل کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے' اور یہی ھرقل کا آخری امر تھا۔

رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، وَيُوْنُسُ، وَمَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

امام بخاری کہتے ہیں: اس حدیث کو صالح بن کیسان اور یونس اور معمر نے زہری سے روایت کیا ہے۔

[اطراف الحدیث: ۵۱-۲۶۸۱-۲۸۰۴-۲۹۴۱-۲۹۷۸-۳۱۷۴-۴۵۵۳-۵۹۸۰-۶۲۶۰] (صحیح مسلم: ۱۷۷۳' سنن ابوداؤد: ۵۱۳۶' سنن ترمذی: ۲۷۱۷' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۰۶۴)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا تعارف

اس حدیث کی سند میں چھ رجال ہیں' جن میں زہری' عبید اللہ بن عبد اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور بقیہ تین رجال کا تعارف حسب ذیل ہے:

(۱) ابوالیمان' ان کا نام الحکم بن نافع الحمصی البحرانی ہے' انہوں نے اسماعیل بن عیاش اور دیگر سے احادیث روایت کی ہیں اور ان سے امام احمد' یحییٰ بن معین' ابوحاتم الذہلی اور بہت سے محدثین نے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۲۱ھ یا ۲۲۲ھ میں فوت ہوئے' صحاح ستہ میں ان کے علاوہ اور کسی کا نام الحکم بن نافع نہیں ہے (۲) شعیب بن ابی حمزہ ابوبشر الحمصی' انہوں نے زہری اور بہت سے تابعین سے حدیث کا سماع کیا ہے' یہ ثقہ حافظ تھے' ستر سے زیادہ سال کی عمر گزار کر ۱۶۲ھ یا ۱۶۳ھ میں فوت ہو گئے' شعیب بن ابی حمزہ نام کا صحاح ستہ میں اور کوئی راوی نہیں ہے (۳) ابوسفیان' ان کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی الاموی المکی ہے' یہ ابرھہ کے ہاتھیوں کی پسپائی کے واقعہ سے دس سال پہلے پیدا ہوئے اور فتح مکہ کی شب میں اسلام لائے' یہ غزوہ طائف اور حنین میں حاضر رہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حنین کی غنیمتوں میں سے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ عطا فرمائے' غزوہ طائف میں ان کی ایک آنکھ شہید ہو گئی تھی اور دوسری آنکھ جنگ یرموک میں شہید ہو گئی' جب یہ اپنے بیٹے یزید بن ابی سفیان کے جھنڈے کے نیچے لڑ رہے تھے' پھر یہ مدینہ آئے اور ۳۱ھ یا ۳۴ھ میں فوت ہو گئے' اس وقت ان کی عمر ۸۸ سال تھی' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' ان سے حضرت ابن عباس اور ان کے بیٹے حضرت معاویہ نے احادیث روایت کی ہیں' صحابہ میں ابوسفیان نام کے کئی صحابی ہیں لیکن ابوسفیان بن حرب نام کے یہ واحد صحابی ہیں۔ امام بخاری نے ابوسفیان کی صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۳۴) (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* اس حدیث کی شرح' شرح صحیح مسلم: ۴۴۹۴- ج ۵ ص ۵۰۶- ۵۰۴ میں مذکور ہے' وہاں ہم نے اس حدیث کے ۱۶ فوائد ذکر کیے ہیں' یہاں اس کی شرح میں ہم ان امور کا ذکر کریں گے' جن کا ذکر وہاں نہیں کیا گیا' اب یہاں پر اس حدیث میں مذکور اسماء اور

Marfat.com

اعلام کی تشریح کر رہے ہیں اور سب سے پہلے ھرقل کا ذکر کر رہے ہیں۔

ھرقل کی مختصر سوانح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ھرقل کا تلفظ دو طرح ہے: ''ھِرَقْل'' (ھ کے نیچے زیر ٗر پر زبر اور ق پر جزم) اور ''ھِرْقِل'' (ھ کے نیچے زیر ٗر پر جزم اور ق کے نیچے زیر) اس نے ۳۱ سال حکومت کی اس کی حکومت کے دوران ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔ اس کی حکومت روم کے شہروں میں تھی روم کے بادشاہوں کا لقب قیصر تھا' سو اس کا لقب بھی قیصر تھا' جیسے ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ ہے اور ترک کے بادشاہوں کا لقب خاقان ہے' اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہے' اور القبط کے بادشاہ کا لقب فرعون ہے اور مصر کے بادشاہ کا لقب عزیز ہے اور چین کے بادشاہ کا لقب فغفور ہے' اور یونان کے بادشاہ کا لقب بطلیموس ہے' اور بربر کے بادشاہ کا لقب جالوت ہے اور صابئہ کے بادشاہ کا لقب نمرود ہے اور یمن کے بادشاہ کا لقب تبع ہے' خوارزم کے بادشاہ کا لقب خوارزم شاہ اور جرجان ہے اور اسکندریہ کے بادشاہ کا لقب ملک مقوقس ہے۔ صحیح حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ (صحیح البخاری: ۳۱۲۱' صحیح مسلم: ۲۹۱۹' سنن ترمذی: ۲۲۱۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قیصر کے بعد شام میں کوئی قیصر نہیں ہوگا اور کسریٰ کے بعد عراق میں کوئی کسریٰ نہیں ہوگا' اس حدیث کا سبب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش شام اور عراق میں تجارت کے لیے بہت زیادہ جایا کرتے تھے پھر جب قریش مسلمان ہو گئے تو ان کو یہ خوف ہوا کہ اب وہ شام اور عراق میں سفر نہیں کر سکیں گے' کیونکہ اسلام کی وجہ سے شام اور عراق والے ان کے مخالف ہو گئے تھے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان ملکوں میں ان کی ہلاکت کے بعد کوئی قیصر اور کسریٰ نہیں ہوگا اور تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا' پھر شام میں کوئی قیصر نہیں ہوا اور عراق میں کوئی کسریٰ نہیں ہوا' قیصر کا لغوی معنی ہے: کاٹنا' اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کی ماں وضع حمل سے پہلے مرگئی تھی تو اس کو ماں کا پیٹ کاٹ کر نکالا گیا تھا اور قیصر اس پر فخر کرتا تھا کہ اس کی پیدائش فرج کے راستہ سے نہیں ہوئی' بلکہ اس کو پیٹ سے نکالا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۳۸۔ ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سید قاسم محمود لکھتے ہیں:

ہرقل شاہان روم کا لقب تھا' نیز زمانہ قدیم میں اس نام کا ایک معبد بھی تھا' اس کے ایک بادشاہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خط لکھا تھا کہ اسلام لے آئے' یہ اسلام کو دل سے چاہتا تھا' مگر عیسائی پادریوں نے ایسا کرنے سے باز رکھا' ہرقلہ کا شہر اس نے آباد کیا تھا۔ جنگ تبوک و یرموک اسی سے لڑی گئیں' یرموک میں شکست کھا کر یہ انطاکیہ چھوڑ گیا' اس نے اپنے ملک میں سکے رائج کیے تھے جن کے ایک طرف اس کی مورت تھی اور دوسری طرف کوئی عبارت تھی۔ جب خسرو پرویز نے عیسائیوں سے سلطنت شام چھین لی تو یہ فوراً ان کی مدد کو پہنچا اور حکومت چھین کر انہیں واپس کر دی۔ (اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۱۴۲۹' شاہکار بک فاؤنڈیشن' کراچی)

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

اس حدیث میں حضرت دحیہ کلبی کا بھی نام آیا ہے' ان کے متعلق حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

ان کا نام ہے: دحیہ بن خلیفہ بن فروہ بن زید بن امرء القیس الخزرجی۔ یہ مشہور صحابی ہیں' بدر میں حاضر نہ ہو سکے' ان کا پہلا مشاہدہ الخندق ہے اور ایک قول ہے کہ احد ہے' یہ بہت حسین تھے' حسن میں ان کی مثال دی جاتی تھی' حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ان کی صورت میں نازل ہوتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبریل میرے پاس دحیہ کلبی کی صورت میں آتے تھے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۷) حضرت دحیہ کلبی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب لے کر قیصر کے پاس گئے تھے اور ۶ ھ یا ۷ ھ کے اول میں حمص میں اس سے ملے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت دحیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو موزے ہدیہ کیے تھے' جن کو آپ نے پہنا تھا۔

''سنن ابوداؤد'' میں حضرت دحیہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ قبطی کنیزیں پیش کی گئی تھیں' آپ نے ان میں سے ایک مجھے عطا کی تھی۔

امام احمد نے حضرت دحیہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایک گدھے کو گھوڑی پر نہ چڑھاؤں' تاکہ اس سے ایک خچر پیدا ہو جس پر آپ سواری کریں؟ آپ نے فرمایا: ایسا کام وہ لوگ کرتے ہیں جو بے علم ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۵۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۹۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۵۴۰' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۹۸)

حضرت دحیہ جنگ یرموک میں گئے تھے' دمشق میں بھی رہے ہیں اور حضرت معاویہ کی خلافت تک زندہ رہے ہیں۔

(الاصابہ ج ۲ ص ۳۲۳۔ ۳۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

ابو کبشہ کا تعارف

اس حدیث میں ہے کہ جب ابوسفیان اور ان کے دیگر ساتھیوں کو ہرقل کے دربار سے نکال دیا گیا تو ابوسفیان نے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ بہت عظیم ہو گیا' اس سے سفید فام قوم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔

ابو کبشہ خزاعہ کا شخص تھا' جو شعری نام کے ستارے کی عبادت کرتا تھا' اس کا نام وجز بن غالب تھا' ابوالحسن الجرجانی نے کہا ہے کہ قریش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت کی وجہ سے آپ کے نسب معروف کے بجائے آپ کی نسبت ابو کبشہ کی طرف کرتے تھے' یا اس وجہ سے کہ جس طرح ابو کبشہ بت پرستی کے بجائے ستارہ پرست تھے' اسی طرح آپ بھی بت پرستی کے بجائے توحید پرست تھے' یا اس وجہ سے کہ آپ کے نانا ابو کبشہ تھے کیونکہ وہب بن عبد مناف بن زہرہ جو سیدہ آمنہ کے دادا تھے' ان کی کنیت ابو کبشہ تھی' اسی طرح عمرو بن زید بن اسد البخاری جو عبدالمطلب کی ماں سلمیٰ کے باپ تھے' وہ ابو کبشہ کہلاتے تھے' اس وجہ سے وہ آپ کو ابو کبشہ کا بیٹا کہتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

کلیسا کا نظام پاپائیت

اس حدیث میں یہ آ گیا ہے کہ ہرقل نے ابن الناطور کو پادریوں کا سردار بنا دیا تھا' اس کی مکمل وضاحت کے لیے کلیسا کے نظام پاپائیت اور پوپ کے منصب کو سمجھنا ضروری ہے' جس کو ہم تفصیل سے بیان کر رہے ہیں:

پاپائیت: یورپ کے زیر انتظام پوپ کا طریق کار' پوپ کی حکومت' جب قسطنطین اعظم نے عیسائیت کو روما کا سرکاری مذہب قرار دیا تو رومی حکومت مقدس حکومت بن گئی اور کلیسا کا انتظام پانچ پادریوں (پیٹری آرچ) کے ہاتھ میں آ گیا' جنہیں پوپ کہا گیا۔ مغرب میں روم اور مشرق میں قسطنطنیہ (استنبول) کا پوپ اہم تھے۔ ان کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع تر ہو گئی تو ۱۰۵۴ء میں دونوں کلیسا سے الگ ہو گئے۔ مغرب میں رومن کیتھولک اور مشرق میں یونانی کلیسا دو الگ اداروں کی حیثیت سے وجود میں آئے۔

Marfat.com

پوپ گریگوری اوّل (۵۴۰ء تا ۶۰۹ء) نے رومی کلیسا کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے بعد پاپائی نظام کو اور زیادہ مستحکم کر دیا۔ پورا یورپ پوپ کے دائرہ کار میں آ گیا اور اسے دینی و دنیاوی امور میں غیر محدود اختیارات حاصل ہو گئے۔ اس کی نافرمانی و ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا۔ اس کا ہر لفظ قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ نیوز فی درانگھم لکھتا ہے کہ پاپائیت کلیسا پر بری طرح چھائی ہوئی تھی اور سیاست پر جاگیرداروں کا قبضہ تھا' دونوں آزادی اور حریت کے جانی دشمن تھے ظاہراً دونوں میں زبردست مشابہت تھی' عوام کی کوئی حیثیت نہ تھی' ان کے سروں پر مذہبی عہدیداروں کا ایک لمبا سلسلہ مسلط تھا' جو علاقائی اسقف سے لے کر پوپ تک جا پہنچتا تھا۔ پوپ خود کو پطرس کا جانشین اور حضرت عیسیٰ کا نائب کہتا تھا' اس کا اقتدار ربانی تسلیم کیا جاتا ہے۔

پاپائیت کے مظالم کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے پوپ کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ بعض نے تو مذہبی ٹیکس دینے سے انکار کیا اور تعلیم یافتہ طبقے نے ان کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا' جن کا مطالعہ پوپ نے ممنوع قرار دے رکھا تھا۔ پوپ نے انہیں باغی قرار دے کر انہیں دردناک سزائیں دیں۔ اس سے کلیسا کے خلاف نفرت اور بھی بھڑک اٹھی۔

سب سے زیادہ مخالفت پوپ لوئی دہم کے جاری کردہ معافی ناموں کی خرید و فروخت کے سلسلے میں ہوئی۔ لوئی دہم ایک عالیشان گرجا بنانا چاہتا تھا' جس کے لیے زرِ خطیر کی ضرورت تھی' اس رقم کے جمع کرنے کے لیے اس نے معافی ناموں کی فروخت کا طریقہ رائج کیا۔ ان معافی ناموں کو نہ صرف پادری فروخت کرتے تھے بلکہ تاجروں نے باقاعدہ طور پر ان کی ایجنسیاں قائم کر رکھی تھیں۔ گناہوں کے نرخنامے بھی مقرر تھے۔ مختلف گناہوں کی معافی کے لیے الگ الگ قیمتیں مقرر تھیں مثلاً ارتکاب قتل کے لیے ۲ ۱/۴ شلنگ' عدالت میں جھوٹی گواہی کے لیے ۹ شلنگ' چوری ۱۲ شلنگ' عصمت دری کرنے پر ۹ شلنگ' زنا اور قتل پر ۲ ۱/۲ شلنگ' لونڈی رکھنے پر ۲ ۱/۲ ۱۰ شلنگ۔

معافی نامے میں جو عبارت درج ہوئی تھی' وہ بڑی دلچسپ ہے' اس میں لکھا ہوتا تھا:

''تم پر خداوند یسوع مسیح کی رحمت ہو اور وہ اپنے مقدس رحم سے تمہیں آزاد کرے۔ میں اس کی اور اس کے بابرکت شاگرد پطرس پولوس اور مقدس پوپ کی اس سند کی رو سے' جو انہوں نے مجھے عطا فرمائی ہے' تمہیں آزاد کرتا ہوں اور سب سے پہلے کلیسا کی تمام ملامتوں سے خواہ وہ کسی شکل میں ہوں' پھر تمہارے ہر ایک گناہ' حدود شکنی اور زیادتی سے' خواہ وہ کیسے ہی مہیب اور شدید کیوں نہ ہوں' میں تم سے وہ سزا اٹھا لیتا ہوں' جو تمہیں تمہارے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں ملنے والی تھی' تا کہ تم جب مرو تو جہنم کے دروازے تم پر بند ہوں اور جنت کی راہیں کشادہ ہوں' باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر''۔

پاپائیت کی رو سے پادری تمام عمر کنوارے رہتے ہیں' انہیں شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی' آج بھی رومن کیتھولک چرچ میں یہی رسم جاری ہے۔

پاپائیت کا خاتمہ کرنے کے لیے جہاں سیاست دانوں اور اہل علم نے بے انتہا کوششیں کیں' وہاں خود اہل مذہب بھی مخالفت پر اتر آئے۔ کلیسا کے اقتدار کو ختم کرنے کے لیے کئی مصلحین میدان میں آئے۔ ان میں بارہویں صدی کا پیٹر والڈو' چودہویں صدی کے جان ٹولر اور جان وائی کلف اور سولہویں صدی کا مارٹن لوتھر قابل ذکر ہیں۔ مارٹن لوتھر ان سب میں نمایاں اور امتیازی حیثیت کا مالک ہے' ۱۵۱۱ء میں وہ روم گیا اور اس نے پوپ کی زندگی کا مطالعہ بہت قریب سے کیا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ پوپ روحانی قوت کا مالک نہیں' چنانچہ واپس آنے پر اس نے پوپ کی زبردست مخالفت شروع کر دی۔ ۱۵۱۷ء میں اس نے پوپ کے معافی نامے دینے کے اختیار پر شدید نکتہ چینی کی۔ ۱۵۱۸ء تک پورا یورپ لوتھر کے خیالات سے واقف ہو چکا تھا۔ اس سے ایک تہلکہ مچ گیا' پاپائیت کے

Marfat.com

حامیوں نے لوتھر کو قید کر دیا' رہائی کے بعد اس نے رہبانیت ترک کر کے شادی کر لی اور اس طرح جرمنی میں ایک نیا کلیسا پروٹسنٹ وجود میں آ گیا' جو پاپائیت اور رومن کیتھولک کا زبردست مخالف تھا۔

عوام تو پہلے ہی پاپائیت سے نالاں تھے' چنانچہ بہت جلد رومن کیتھولک کی جڑیں اکھڑنے لگیں' جسے دیکھتے ہوئے اس فرقے میں بھی اصلاح کی کوششیں کی جانے لگیں' نتیجۃً پاپائیت کمزور پڑتی چلی گئی۔

لوتھر کے بعد دیگر مصلحین میں سوئٹزرلینڈ کے ہلرچ زونگلی اور فرانس کے جان کالون کا تذکرہ ضروری ہے۔ کالون کے عقائد نے تو انسانی اختیار کو بالکل ختم کر دیا' اس کا کلیسا ''اصلاح یافتہ'' کہلاتا ہے۔ اسی طرح سکاٹ لینڈ اور انگلستان میں بھی اصلاح وتراسیم کی بہت سی کوششیں ہوئیں' جس سے بہت سے کلیسا وجود میں آئے۔ جن کی وجہ سے عیسائیت میں قدیم پاپائی نظام تقریباً مفلوج ہو کر رہ گیا۔

پادری: فادر' باپ' بڑا' بزرگ' عیسائیوں کا مذہبی پیشوا' کلیسائی نظام میں بشپ کا ماتحت ہوتا ہے۔ اس کے فرائض میں عبادات' انجیل مقدس کی تبلیغ اور مذہبی رسومات کی ادائیگی شامل ہوتی ہے' وہ دیگر سماجی تقاریب میں کلیسا کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوتا ہے۔ رومن کیتھولک کلیسا میں پادری عمر بھر کنوارا رہتا ہے' اس کے لیے شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی' جب کہ مشرقی کلیسا میں پادری پر شادی لازمی ہوتی ہے' لیکن آرتھوڈکس اور قدامت پسند کلیساؤں میں پادری رنڈوا ہونے پر دوسری شادی نہیں کر سکتا۔

(اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۴۲۲۔۴۲۱' طبع کراچی)

کلیسا میں پوپ کا منصب

پوپ: لاطینی لفظ ہے' جس کے معنی باپ کے ہیں۔ چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں پوپ کا خطاب کسی بھی پادری کے لیے استعمال کر لیا جاتا تھا' لیکن بعد ازاں یہ لقب روم کے بشپ کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا۔ اہل برطانیہ میں عیسائیت کی ترویج کے فرائض روم کے عیسائی پادریوں نے سرانجام دیئے تھے' چنانچہ جوں جوں برطانیہ میں عیسائیت کو غلبہ حاصل ہوتا گیا۔ ایسے ہی ان پادریوں کو بھی عوام میں مقبولیت حاصل ہوتی چلی گئی اور ان کا تقدس بڑھتا چلا گیا۔ پاپائے روم اہل برطانیہ کا سب سے بڑا روحانی پیشوا بن گیا' اور جب روم میں کلیسا نے سیاسی اقتدار حاصل کر لیا تو برطانیہ میں بھی پاپائے اعظم کی دھاک بیٹھ گئی۔

قرونِ وسطیٰ میں ایک دور وہ بھی آیا کہ پوپ کی قوت بادشاہوں سے بھی زیادہ ہو گئی۔

ایک طرف تو سیاسی قوت تھی اور دوسری طرف مذہبی اثر اور دولت' ان چیزوں نے کلیسا کو وقت کا اہم ترین ادارہ بنا دیا اور ہر شخص نہ صرف کلیسا کا محتاج اور اسی کے رحم و کرم پر تھا' بلکہ شاہی دربار کے احکام وقوانین بھی کلیسا ہی کی وساطت سے طے پاتے تھے' نیز جب بہت سی وحشی اقوام مثلاً گوتھ' ہنس' گال' فرینک وغیرہ نے رومی پوپ کے ذریعے عیسائیت قبول کی تو اس سے پوپ کی قوت میں خاصہ اضافہ ہوا۔ پورا یورپ پوپ کے زیر اثر آ گیا۔ دینی اور دنیوی طاقت کا منبع پوپ ہی کی ذات تھی۔ اس لیے اسے غیر محدود اختیارات حاصل ہو گئے' اس کی نافرمانی کو ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا۔ پوپ کی ہر بات قانون کی حیثیت رکھتی تھی' اور جو اس کی حکم عدولی کرتا تھا' اسے سخت سزائیں دی جاتی تھیں' لیکن پوپ نے اس قوت' دولت اور اثر کا زیادہ بہتر استعمال نہ کیا' وہ حضرت مسیح کی سادہ اور بے تکلف زندگی چھوڑ کر عیش وعشرت میں گھر گئے۔ دولت حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کے ذرائع اختیار کیے' یہاں تک کہ پوپ نے جنت کے سرٹیفکیٹ بیچنے شروع کر دیئے۔

پوپ کی قوت کا استعمال صرف یہ رہ گیا کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائیں اور ان اختلافات میں اس درجہ بڑھ گئے کہ معمولی سا اختلاف رکھنے والوں کو موت کی سزا دے دی جاتی تھی۔ اس مقصد کے لیے خاص عدالتیں قائم کی گئیں' جنہیں احتسابی

Marfat.com

عدالت کہا جاتا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۴۸۱ء سے ۱۸۰۸ء تک ان عدالتوں نے تقریباً تین لاکھ چالیس ہزار افراد کو مختلف سزائیں دیں۔ ان میں صرف ۲۲ ہزار وہ تھے جنہیں دہکتی آگ میں ڈالا گیا۔ جن لوگوں کو سزائیں دی گئیں ان میں گلیلو جیسے ماہر سائنسدان بھی شامل تھے۔

عوام پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے تو ان میں پوپ کے خلاف نفرت نے جنم لیا اور ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے پوپ کے اقتدار کو ختم کرنے کی تحریکیں چلائیں۔ ان لوگوں میں پیٹر والڈو' جان ٹولر' مارٹن لوتھر جیسے افراد تھے' جنہوں نے عوام کو پوپ کے اقتدار سے نجات دلائی۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۴۴۳' شاہکار بک فاؤنڈیشن طبع کراچی)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "بطارقة" کا لفظ ہے' یہ "بطریق" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بادشاہ کی حکومت کے خاص ارکان' اور "دسکرة" کا لفظ ہے' اس کا معنی محل ہے جس کے گرد مکان ہوں اور "سقف" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رئیس' یا بڑا پادری' "رومیہ" کا معنی ہے: روم کا شہر "الاریسین" کا معنی ہے: متبعین "صاحب ایلیاء" کا معنی ہے: بیت المقدس کا گورنر "دعایة الاسلام" کا معنی ہے: اسلام کی دعوت۔

جب ھرقل کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے صدق کا یقین ہو گیا تو پھر وہ اسلام کیوں نہیں لایا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ھرقل' ابوسفیان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سوالات کر چکا تو اس نے کہا: اگر تم نے جو کچھ کہا' وہ برحق ہے تو وہ نبی عنقریب اس جگہ کا مالک ہو جائے گا' جہاں میرے یہ دو قدم ہیں اور مجھے معلوم تھا کہ اس نبی کا ظہور ہونے والا ہے مگر میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا' اور اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ میں اس تک پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور اس سے ملاقات کرنے کے لیے مشقت اٹھاتا اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں کو دھوتا۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ھرقل کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو یقین تھا کہ اگر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا' اور یہ اس کو تجربہ سے معلوم ہوا کیونکہ ضغاطر نے اپنے مسلمان ہونے کو ظاہر کیا تھا تو اس کو عیسائیوں نے قتل کر دیا' اور امام طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ اس قصہ کو روایت کیا ہے' پس قیصر نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ وہ برحق نبی ہیں لیکن میں اپنے اسلام کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' اگر میں نے ایسا کیا تو میری حکومت جاتی رہے گی اور رومی مجھے قتل کر دیں گے' اور امام ابن اسحاق کی ایک مرسل روایت میں ہے: ھرقل نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ رومی مجھے قتل کر دیں گے' اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں اس نبی کی پیروی کرتا' تاہم اگر ھرقل عقل سے کام لیتا تو اسے معلوم ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مکتوب میں فرمایا تھا: تم اسلام قبول کر لو تم سلامت رہو گے' یعنی دنیا اور آخرت میں' پس اگر وہ اسلام قبول کر لیتا تو اس کو وہ خطرات پیش نہ آتے' جن سے وہ ڈر رہا تھا لیکن ہدایت کی توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

ھرقل نے ایمان لانے پر اپنی حکومت کو ترجیح دی' اس پر قوی دلیل یہ ہے کہ ۸ھ میں غزوہ موتہ میں اس نے مسلمانوں سے جنگ کی اور یہ اس قصہ کے دو سال بعد کا واقعہ ہے اور "مغازی ابن اسحاق" میں ہے کہ جب مسلمان سرزمین شام میں گئے تو ان کو یہ خبر پہنچی کہ ھرقل ایک لاکھ مشرکین کے ساتھ ان کے مقابلہ پر آ رہا ہے' اسی طرح امام ابن حبان نے اپنی "صحیح" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک سے بھی اس کو اسلام کی دعوت دی' وہ اسلام قبول کرنے کے قریب تھا لیکن اس نے اسلام قبول

Marfat.com

نہیں کیا۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنے کفر پر مسلسل برقرار رہا‘ تاہم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دل میں اپنے ایمان کو چھپاتا ہو اور اپنی حکومت کو بچانے کے لیے اور قتل کیے جانے کے خوف سے یہ نافرمانیاں کرتا ہو۔ ''مسند احمد'' میں یہ حدیث ہے کہ اس نے تبوک سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مکتوب بھیجا کہ میں مسلمان ہوں‘ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے جھوٹ بولا‘ وہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے اور ابوعبید کی ''کتاب الاموال'' میں یہ روایت ہے: اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا‘ وہ مسلمان نہیں ہے‘ اسی وجہ سے امام عبد البر نے یہ کہا ہے کہ اس نے تصدیق کا اظہار کیا‘ لیکن اس پر قائم نہ رہا اور تصدیق کے تقاضے پر عمل نہیں کیا اور فانی چیزوں کو دائمی نعمتوں پر ترجیح دی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۱۵‘ دار المعرفہ بیروت‘ ۱۴۲۶ھ)

اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بڑے پادری ضغاطر کا قتل کیا جانا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ھرقل کا ایک دوست رومیہ میں تھا‘ جو علم میں اس کی ٹکر کا تھا‘ ھرقل نے اس کو خط لکھ کر معلوم کیا اور وہ خود حمص روانہ ہو گیا‘ ابھی وہ حمص نہیں پہنچا تھا کہ اس کے پاس اس کے دوست کا خط آ گیا‘ اس کی رائے بھی ھرقل کے موافق تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے اور آپ برحق نبی ہیں۔

ھرقل کے اس دوست کا نام ضغاطر تھا‘ اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت دحیہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب لے کر ضغاطر کے پاس گیا تو اس نے کہا: یہی وہ نبی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے اور جن کی ہمیں حضرت عیسیٰ نے بشارت دی تھی‘ سو میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کی اتباع کروں گا‘ قیصر نے اس سے کہا: لیکن اگر میں نے ایسا کیا تو میری حکومت جاتی رہے گی اور یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے‘ اس قصہ کے آخر میں ہے کہ مجھ سے بڑے پادری (ضغاطر) نے کہا: یہ مکتوب لے کر اپنے پیغمبر کے پاس چلے جاؤ اور ان پر میرا اسلام پڑھنا اور انہیں یہ خبر دینا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں‘ میں ان پر ایمان لے آیا اور میں نے ان کی تصدیق کر دی‘ اور بے شک عیسائی میرا انکار کریں گے‘ پھر وہ ان کی طرف گیا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ امام ابن اسحٰق کی روایت میں اس طرح ہے کہ ھرقل نے حضرت دحیہ کو ضغاطر رومی کی طرف بھیجا‘ اور ضغاطر نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا‘ اور اس کے اوپر پہلے جو لباس تھا‘ اس کو اتار دیا اور سفید لباس پہن لیا اور رومیوں کو اسلام کی دعوت دی‘ انہوں نے اس کو مارا‘ پیٹا اور قتل کر دیا اور جب حضرت دحیہ دوبارہ ھرقل کے پاس گئے تو اس نے کہا: میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ مجھے رومیوں سے اپنی جان کا خطرہ ہے‘ لیکن اس روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت دحیہ ھرقل کے پاس اس مکتوب کو لے کر حدیبیہ کے سال نہیں گئے تھے‘ وہ اس کے پاس مکتوب لے کر غزوۂ تبوک میں گئے تھے‘ ہو سکتا ہے کہ ضغاطر کے متعلق دو قصے ہوں‘ ایک قصہ وہ ہے جس کا ''صحیح بخاری'' میں ذکر ہے جس میں ابن الناطور نے بیان کیا ہے کہ اس کی رائے ھرقل کے موافق تھی‘ اس میں اس کے اسلام لانے کا ذکر ہے نہ اس کے قتل کیے جانے کا اور دوسرا واقعہ وہ ہے جس کا امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ضغاطر کے پاس حضرت دحیہ گئے‘ وہ اسلام لے آیا اور اس کو قتل کر دیا گیا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۰-۵۱۹‘ دار المعرفہ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

ھرقل کے اسلام لانے پر اس کو دگنا اجر کیوں دیا جائے گا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ھرقل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب منگوایا‘ اس میں لکھا تھا: بے شک میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں‘ اسلام قبول کر لو تم سلامت رہو گے‘ اللہ تم کو دگنا اجر عطا فرمائے گا۔

ھرقل دو گنے اجر کی اس لیے بشارت دی کہ وہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا‘ پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے گا تو دو

Marfat.com

نبیوں پر ایمان لانے کی وجہ سے اسے دگنا اجر ملے گا اور یہ اس آیت کے موافق ہے:

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ. (القصص:۵۴) ان لوگوں کو ان کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا۔

دگنے اجر کی یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ ھرقل کا اسلام لانا اس کے متبعین کے اسلام لانے کا بھی سبب ہوگا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى○(النجم:۳۹) انسان کو صرف اسی کی سعی اور کوشش کا اجر ملتا ہے○

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عدل کا اظہار ہے اور جس آیت میں دگنے اجر کا ذکر ہے وہ اس کا فضل ہے۔

اس کی توجیہ کہ ھرقل کے متبعین کے اسلام نہ قبول کرنے کا گناہ ھرقل کو کیوں ہوگا؟

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر تم نے اسلام قبول نہیں کیا تو تمہارے متبعین کے اسلام نہ لانے کا بھی گناہ تم پر ہوگا' حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى. (بنی اسرائیل:۱۵) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ھرقل کا گناہ یہ تھا کہ وہ اپنے متبعین کی گمراہی کا سبب بنا' کیونکہ وہ لوگ اس کے اسلام نہ لانے کی وجہ سے اسلام نہیں لائے' لہٰذا اس اعتبار سے متبعین کا گناہ درحقیقت ھرقل ہی کا گناہ ہے اور وہ اپنے ہی گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا۔

اس اعتراض کا جواب کہ ھرقل کے نام مکتوب میں جو آیت لکھی گئی تھی' وہ اس مکتوب کو بھیجنے کے تین سال بعد نازل ہوئی تھی

اس سلسلہ میں تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس مکتوب میں جو آیت لکھی تھی: " يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ " (آل عمران:۶۴) یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی' جب آپ کے پاس نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا تھا اور آپ کے پاس وفد آنے کا قصہ ۹ ھ کا ہے اور ابوسفیان جو ھرقل کے دربار میں گئے تھے' یہ ۶ ھ کا واقعہ ہے' لہٰذا اس مکتوب میں وہ آیت کیسے لکھی گئی' جو تین سال بعد نازل ہوئی تھی؟

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کے نزول سے پہلے ہی اس کو لکھ دیا تھا اور بعد میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ کے لکھے ہوئے کے موافق تھی' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آیت دو بار نازل ہوئی ہو' لیکن یہ بعید ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

(میں کہتا ہوں کہ اس میں ابن عربی کے اس قول کی تائید ہے کہ قرآن مجید کے مکمل نزول سے پہلے آپ کو اس کا اجمالی علم تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

"یہ ھرقل کا آخری امر تھا" آیا اس سے مراد اس کی زندگی کا آخری واقعہ ہے یا دعوتِ ایمان کے سلسلہ میں آخری بات؟

اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے: جب ھرقل عیسائی سرداروں کے ایمان سے مایوس ہوگیا تو اس نے ان سے کہا: میں نے جو ابھی تجویز پیش کی تھی' اس سے میں دین میں تمہاری شدت کو آزما رہا تھا' سو مجھے معلوم ہوگیا' پھر ان سب سرداروں نے ھرقل کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہوگئے اور یہ ھرقل کا آخری امر تھا۔ اس کی شرح میں حافظ عسقلانی لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ ھرقل کے ایمان لانے کے سلسلہ میں یہ آخری بات یا آخری واقعہ تھا' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ھرقل کے

واقعات کے سلسلہ میں یہ آخری واقعہ تھا کیونکہ اس کے بعد ھرقل نے موتہ میں اور تبوک میں مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کی تھی اور نبی ﷺ نے اس کو دوبارہ مکتوب بھیجا تھا' اور امام ابن اسحاق نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ھرقل نے جب شام سے قسطنطنیہ جانے کا ارادہ کیا تو اس نے رومی سرداروں پر چند اُمور پیش کیے کہ یا تو وہ اسلام قبول کرلیں یا جزیہ دیں اور یا نبی ﷺ سے صلح کرلیں اور آپ ان کو عادت اور معمول سے کم چیز پر باقی رکھیں لیکن انہوں نے اس کا انکار کر دیا' پھر وہ شام سے روانہ ہو گیا اور اس نے اہل شام کو الوداعی سلام کیا' اور قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا' اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ آیا یہ وہی ھرقل ہے جس سے مسلمانوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں جنگ کی تھی یا وہ اس کا بیٹا تھا۔

جب کہ اکثر لوگوں کے نزدیک ھرقل کے ایمان کا معاملہ غیر واضح تھا' اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے جان کے خوف سے ایمان لانے کی تصریح نہ کی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آخر وقت تک شک میں رہا' حتیٰ کہ کفر پر مر گیا۔

حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ حافظ عسقلانی کی بیان کردہ مناسبت

امام بخاری نے اس باب کو ''انما الاعمال بالنیات'' کی حدیث سے شروع کیا تھا اور ھرقل کے آخری معاملہ پر ختم کیا ہے' گویا کہ امام بخاری نے کہا کہ اگر ایمان لانے کے لیے اس کی نیت صادق تھی تو وہ کامیاب ہے ورنہ وہ ناکام اور نامراد ہے اور یوں اس حدیث کی باب سے مناسبت ظاہر ہوگئی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۱۔۵۲۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ حافظ عینی کی بیان کردہ مناسبت

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی عنوان باب سے موافقت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ایسے متعدد جملے ہیں' جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص پر وحی کی جاتی ہے' اس کو کیسی صفات کا حامل ہونا چاہیے' مثلاً یہ کہ اس کا نسب اپنی قوم میں سب سے افضل ہو' اس قوم میں اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہ کیا ہو' اس نے اس سے پہلے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو اور اس کے متبعین کبھی اس کے دین کو ناپسند کر کے اس سے نہ پھریں' اور یہ ''بدء الوحی'' کے ساتھ واضح مناسبت ہے نیز ھرقل کو جو مکتوب بھیجا گیا تھا' اس میں جو آیت مذکور ہے اور اس باب کے شروع میں جو آیت مذکور ہے' دونوں میں یہ چیز مشترک ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر دین کو قائم کرنے اور کلمہ توحید کا اعلان کرنے کے لیے وحی نازل فرماتا رہا ہے۔

حافظ عسقلانی اور حافظ عینی کی مناسبتوں کے درمیان محاکمہ اور مصنف کی بیان کردہ مناسبت

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور حافظ عینی دونوں نے بہت عمدہ مناسبت بیان کی ہے' لیکن حافظ عسقلانی کی مناسبت باب کی پہلی حدیث کے ساتھ ہے اور حافظ عینی کی مناسبت باب کے عنوان کے ساتھ ہے اور مطلوب یہی ہوتا ہے کہ باب کی حدیث کی مناسبت باب کے عنوان کے ساتھ بیان کی جائے' سو اس اعتبار سے حافظ عینی کی شرح حافظ عسقلانی کی شرح پر فائق ہے۔

علامہ عینی نے حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ جو مناسبت بیان کی ہے' وہ عمدہ مناسبت ہے' لیکن اتنی عمدہ بھی نہیں ہے' کیونکہ علامہ عینی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جن پر وحی کی جاتی ہے' ان کی کیسی صفات ہونی چاہئیں' گویا اس حدیث کی وحی کے ساتھ مناسبت ہے' لیکن اس کے باب کا عنوان صرف وحی نہیں ہے بلکہ ''بدء الوحی'' ہے اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ''بدء'' کا معنی ظہور اور غلبہ ہے اور اس حدیث میں نبی ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کے ظہور اور غلبہ کا ذکر ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوسفیان نے کہا جب ھرقل نے کہا' جو کہا اور وہ اس مکتوب کو پڑھنے سے فارغ ہو گیا تو اس کے پاس بہت شور ہو گیا اور آوازیں بلند ہو گئیں اور ہم کو نکال دیا گیا' جب ہم کو نکال دیا گیا تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا: ابوکبشہ کے بیٹے (یعنی نبی ﷺ) کا معاملہ بہت

Marfat.com

عظیم ہو گیا' اس سے سفید فام قوم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے' پھر مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا کہ وہ عنقریب غالب ہو جائیں گے حتیٰ کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام داخل کر دیا' سو حدیث کے ان جملوں میں وحی کے ظہور اور غلبہ کا ذکر ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلبہ وحی کی جہت سے تھا' سو میرے نزدیک اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ موافقت اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں وحی کے ظہور اور غلبہ کا ذکر ہے اور اس کے باب کا عنوان بھی ''بدء الوحی'' ہے یعنی وحی کا ظہور اور غلبہ اور یہ وہ نکتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف میرے دل میں القاء کیا ہے اور تمام شارحین میں صرف مجھ پر اللہ کی یہ نعمت ہے' جس کو میں نے ''نعمۃ الباری'' میں درج کیا ہے' وللہ الحمد۔

حدیث مذکور کی زہری سے دو روایتیں اور ان کی تفصیل

اس حدیث کے آخر میں امام بخاری نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو صالح بن کیسان اور یونس اور معمر نے زہری سے روایت کیا ہے۔ اس عبارت سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابوالیمان کی جو روایت زہری سے ہے' وہ ابوسفیان کے اس قول تک ہے: حتیٰ کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام کو داخل کر دیا' اس کے بعد جو ابن الناطور کا قصہ آخر حدیث تک ہے' وہ ابوالیمان کی روایت سے نہیں ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو ابوالیمان کی سند سے ''کتاب الجہاد'' اور ''کتاب التفسیر'' میں رقم: ٢٩٤١' اور رقم: ٤٥٥٣' میں ابوسفیان کے اس قول تک روایت کیا ہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کو داخل کر دیا اور اس کے بعد ابن الناطور کا قصہ بیان نہیں کیا' اب امام بخاری یہ بیان کر رہے ہیں کہ ابن الناطور کا یہ قصہ از صالح بن کیسان از یونس از معمر از زہری ہے' خلاصہ یہ ہے کہ زہری سے دو روایتیں ہیں' ایک روایت ابوالیمان نے کی ہے' جو ابوسفیان کے قول مذکور تک ہے اور دوسری روایت صالح بن کیسان نے کی ہے' جس میں ابن الناطور کا قصہ آخر حدیث تک ہے۔

Marfat.com

نحمده ونصلى ونسلم على رسوله الكريم

۲- كِتَابُ الْإِيْمَانِ

ایمان کا بیان

اس سے پہلے امام بخاری نے یہ باب ذکر کیا تھا: ''باب کیف کان بدء الوحی'' یعنی وحی کی ابتداء کیسے ہوئی یا وحی کا ظہور اور غلبہ کیسے ہوا' یہ امام بخاری کی ''الجامع الصحیح'' کے مقدمہ کے قائم مقام تھا' اسی لیے امام بخاری نے کتاب سے ابتداء نہیں کی بلکہ باب سے ابتداء کی' پھر اپنی ''الجامع الصحیح'' میں مختلف کتب ذکر کیں' مثلاً کتاب الایمان' کتاب العلم' کتاب الطہارات' کتاب الصلوٰۃ' کتاب الزکوٰۃ' کتاب الحج' کتاب الصوم اور کتاب البیوع وغیرہ' کتاب الایمان کو باقی کتب پر مقدم کیا' کیونکہ تمام احکام شرعیہ کے قبول ہونے کا مدار ایمان پر ہے اور ایمان تمام اعمال کی شرط ہے اور شرط مشروط پر مقدم ہوتی ہے' اس کے بعد ''کتاب العلم'' کو ذکر کیا کیونکہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے لیے علم کی ضرورت ہے اور علم سے ہی احکام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں' اس کے بعد ''کتاب الصلوٰۃ'' کو ذکر کیا کیونکہ ایمان لانے کے بعد جو عبادت سب سے پہلے فرض ہوتی ہے' وہ نماز ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ. جو لوگ غیب کی خبروں پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم (البقرہ: ۳) کرتے ہیں۔

سو ایمان کے بعد نماز کا مرتبہ ہے اور چونکہ نماز کی ادائیگی طہارت پر موقوف ہے' اس لیے ''کتاب الایمان'' کے بعد پہلے کتاب الطہارات کا ذکر کیا اور اس کے بعد کتاب الصلوٰۃ کا ذکر کیا اور قرآن مجید میں بہت جگہ نماز کے بعد زکوٰۃ کا حکم دیا ہے' اس لیے کتاب الصلوٰۃ کے بعد کتاب الزکوٰۃ کا ذکر کیا' اور نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور حج بدنی عبادت اور مالی عبادت کا مجموعہ ہے' اس لیے کتاب الزکوٰۃ کے بعد کتاب الحج کا ذکر کیا' اور اس کے بعد روزہ کا ذکر کیا اور کتاب الصوم درج کی' کیونکہ احادیث میں ان چار عبادتوں کے ساتھ روزہ کا ذکر ہے اور ان چار عبادتوں کو مقدم کیا کیونکہ یہ چار عبادات وجودی ہیں اور روزہ عدمی ہے اور وجودی کو عدمی پر شرف ہوتا ہے۔ عبادات کے بعد معاملات شروع کیے اور کتاب البیوع اور کتاب الاجارہ وغیرہ کو ذکر کیا۔

پھر ہر کتاب کے تحت کئی اور کتب کو ذکر کیا' جیسے کتاب الطہارات میں کتاب الوضوء' کتاب الغسل' کتاب الحیض اور کتاب التیمم کو ذکر کیا اور کتاب الصلوٰۃ میں کتاب مواقیت الصلوٰۃ' کتاب الاذان' کتاب الجمعۃ' کتاب صلوٰۃ الخوف' کتاب العیدین' کتاب الوتر' کتاب الاستسقاء' کتاب الکسوف' کتاب سجود القرآن' کتاب تقصیر الصلوٰۃ' کتاب التہجد' کتاب السہو اور کتاب الجنائز کو ذکر کیا' اسی طرح باقی کتب بھی کئی کئی کتب پر مشتمل ہیں اور وہ ضمنی کتب دراصل ابواب کے حکم میں ہیں۔

Marfat.com

ایمان کا لغوی معنی

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

ایمان کا معنی تصدیق ہے' علامہ زمخشری نے'' الاساس'' میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور لغویین وغیرہ تمام اہل علم اس پر متفق ہیں' اور علامہ زمخشری نے'' کشاف'' میں کہا ہے: جس پر کوئی شخص ایمان لایا' اس نے اس کو تکذیب سے مامون اور محفوظ کر دیا' اور ایمان کا معنی ہے: اذعان یعنی ماننا اور قبول کرنا اور یہ اعتراف کے معنی کو متضمن ہے' الازہری نے کہا ہے: ایمان کی اصل ہے امانت کے صدق میں داخل ہونا' جس طرح اس نے زبان سے تصدیق کی ہے' اسی طرح دل سے بھی تصدیق کی تو وہ مومن ہے اور جس نے دل سے تصدیق نہیں کی وہ اس امانت کو ادا کرنے والا نہیں ہے' جو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس رکھی تھی' وہ منافق ہے' زجاج نے کہا: ایمان کا معنی شریعت کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اس کو قبول کرنا ہے' اس کا اعتقاد رکھنا ہے اور دل سے اس کی تصدیق کرنا ہے' امام راغب اصفہانی نے کہا: کبھی ایمان کا اطلاق اس شریعت پر کیا جاتا ہے' جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے' اور کبھی حق کے ماننے اور قبول کرنے کو ایمان کہا جاتا ہے اور ایمان تین چیزوں کا مجموعہ ہے: تصدیق بالقلب' اقرار باللسان اور عمل بالارکان اور ان میں سے ہر ایک کو بھی ایمان کہا جاتا ہے۔ (تاج العروس شرح القاموس ج ۹ ص ۱۲۵' دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایمان کا شرعی معنی

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس چیز میں تصدیق کرنا' جس کے متعلق بداہتہً معلوم ہو کہ اس کو آپ لے کر آئے ہیں اور اس کا دین ہونا مشہور ہو یعنی بغیر غور وفکر اور دلیل کے اس کا علم ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا' پانچ نمازوں کا فرض ہونا اور شراب کا حرام ہونا' جو چیز اجمالی ہو اس کا اجمالی ملاحظہ کافی ہے اور جو چیز تفصیلی ہو اس کا تفصیلی ملاحظہ ضروری ہے' حتیٰ کہ اگر اس سے نماز کی فرضیت کا سوال کیا جائے اور وہ اس کی تصدیق نہ کرے یا اس سے شراب کے حرام ہونے کا سوال کیا جائے اور وہ اس کی تصدیق نہ کرے تو وہ کافر ہوگا' ایمان کی یہ تعریف مشہور ہے اور جمہور علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔ (شرح المقاصد ج ۵ ص ۱۷۷' منشورات الرضی ایران' ۱۴۰۹ھ)

ایمان کی تعریف میں فقہاء اسلام کے مشہور مذاہب

اہل قبلہ کے ایمان کی تعریف میں حسب ذیل مذاہب ہیں:

(۱) اکثر محققین اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اقرار اسلامی احکام کے اجراء کے لیے شرط ہے اور نیک اعمال کا کرنا درجات میں بلندی کا سبب ہے۔

(۲) خوارج کا مذہب ہے: تصدیق' اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور نیک عمل کے ترک کرنے یا نافرمانی کرنے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے اور کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

(۳) معتزلہ کا مذہب ہے: تصدیق' اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے کیونکہ جز کی نفی سے کل کی نفی ہو جاتی ہے لیکن وہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ اس نے تکذیب نہیں کی۔

(۴) ائمہ ثلاثہ اور محدثین کا مذہب ہے: تصدیق' اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکلتا ہے نہ کفر میں داخل ہوتا ہے بلکہ فاسق ہو جاتا ہے۔

(۵) مرجئہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد انسان کے لیے نیک عمل کرنا ضروری نہیں اور نہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے اسے

Marfat.com

کسی عذاب کا خطرہ ہے۔ (شرح المقاصد ج ۵ ص ۱۷۹۔۱۷۸، مہذ بامرجیا منشورات الرضی ۱۴۰۹ھ)

ہم نے یہاں پر ایمان میں صرف وہ مذاہب ذکر کیے ہیں، جن پر "صحیح البخاری" کی احادیث کا سمجھنا موقوف ہے، ائمہ ثلاثہ اور محدثین جن آیات اور احادیث سے ایمان میں کمی اور زیادتی پر استدلال کرتے ہیں، وہ ہم احناف کے نزدیک ایمان کامل پر محمول ہیں اور ہمارے نزدیک ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں، اس لیے ایمان کامل میں کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے، ہمارے نزدیک نفس ایمان میں اعمال داخل نہیں ہیں، وہ صرف تصدیق کا نام ہے اور اس کا ائمہ ثلاثہ اور محدثین بھی انکار نہیں کرتے۔

شرح صحیح مسلم میں ایمان کے مذاہب کے عنوانات

ہم نے "شرح صحیح مسلم" میں ایمان کی بہت زیادہ تفصیل بیان کی ہے، اس میں ایمان کے مباحث کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق (۲) ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق (۳) نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان (۴) مومن ہونے کے لیے فقط جاننا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے (۵) ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد (۶) ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد (۷) ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد (۸) ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد (۹) ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کے جوابات (۱۰) ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات (۱۱) ایمان کی تعریف میں مرجئہ کے دلائل کے جوابات (۱۲) ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا خلاصہ (۱۳) آیا اسلام اور ایمان مغائر ہیں یا متحد؟ (۱۴) مومن اور مسلمان کی تعریف

(شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۶۔۲۰۷، فرید بک سٹال لاہور، الطبع ثانی عشر، ۱۴۲۵ھ)

* اس جگہ پر ایک بحث یہ بھی ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ کہنا جائز ہے کہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ کہنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ میں یقیناً مومن ہوں، کیونکہ جس چیز کے ہونے میں شک ہو، اس کے متعلق ان شاء اللہ کہا جاتا ہے، اگر وہ کہے گا: میں ان شاء اللہ مومن ہوں، تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کو اپنے ایمان میں شک ہے اور شک کے ساتھ وہ مومن نہیں ہو سکتا، تاہم انسان کو اپنے خاتمہ کے متعلق کچھ علم نہیں ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا یا نہیں، اس لیے وہ اپنے خاتمہ کے اعتبار سے کہہ سکتا ہے کہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں، یعنی ان شاء اللہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو گا۔

(اس مسئلہ کی مفصل تحقیق کے لیے دیکھئے: تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۵۳۔۵۵۱، الانفال: ۴۔۱)

اس تمہید کے بعد اب ہم امام بخاری کے عنوان کا ذکر کر کے اس کی شرح کرتے ہیں:

۱- بَابُ الْإِيْمَانِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ وَهُوَ قَوْلٌ وَّ فِعْلٌ وَ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ.

الایمان اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اور وہ قول اور فعل ہے اور زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے۔

امام بخاری نے عنوان میں حدیث کا پہلا جملہ ذکر کیا ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، یہ مفصل حدیث نمبر ۸ میں آ رہی ہے، اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا: ایمان قول اور فعل ہے اور وہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے (یہ ائمہ ثلاثہ اور محدثین کا مذہب ہے) پھر امام بخاری نے اس مذہب پر حسب ذیل آیات سے استدلال فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾ (الفتح: ٤)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ ایمان زیادہ ہو۔ (الفتح: ۴)

Marfat.com

﴿وَزِدْنٰهُمْ هُدًى﴾ (الکہف:۱۳)
اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا O (الکہف:۱۳)

﴿وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى﴾ (مریم:۷۶)
اور جن لوگوں نے ہدایت پائی' اللہ ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیتا ہے۔ (مریم:۷۶)

﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ﴾ (محمد:۱۷)
اور جن لوگوں نے ہدایت پائی' اللہ نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور انہیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا O (محمد:۱۷)

﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا﴾ (المدثر:۳۱)
اور ایمان والوں کا ایمان زیادہ ہو جائے۔ (المدثر:۳۱)

﴿اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ (التوبہ:۱۲۴)
(منافقین نے کہا:) اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کر دیا؟ سو جو ایمان والے ہیں تو اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا۔ (التوبہ:۱۲۴)

وَقَوْلُهٗ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا﴾ (آل عمران:۱۷۳)
اور اللہ عزوجل کا قول ہے: سو تم ان سے ڈرو' پس اللہ نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا۔ (آل عمران:۱۷۳)

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب:۲۲)
اور اللہ عزوجل کا قول ہے: اور اس نے صرف ان کے ایمان اور ان کے مان لینے کو زیادہ کر دیا O (الاحزاب:۲۲)

اور ایک حدیث میں ہے:

وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ مِنَ الْاِيْمَانِ.
اور اللہ کی وجہ سے محبت رکھنا اور اللہ کی وجہ سے بغض رکھنا بھی ایمان سے ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور ہدایت کو زیادہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور کمی اور زیادتی اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ان آیات میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور ہم احناف کے نزدیک بھی ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں اور اس میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' لہٰذا یہ آیات احناف کے خلاف نہیں ہیں' تاہم مزید وضاحت کے لیے ہم مفسرین سے ان آیات کی تفسیر نقل کر کے پیش کر رہے ہیں:

امام بخاری کی پیش کردہ آیات کی تفسیر

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ' الفتح: ۴ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں فرمایا: ''تا کہ ان کے ایمان کے ساتھ ایمان زیادہ ہو'' امام ماتریدی نے فرمایا: اس آیت کے دو محمل ہیں:

(۱) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب پر ان کا ایمان' تمام رسولوں اور ان کی کتابوں پر ایمان کے ساتھ زیادہ ہو جائے' جن کی وہ پہلے تصدیق کر چکے تھے' یہ توجیہ صرف اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے۔

(۲) پچھلی ساعتوں میں جو ان کا ایمان تھا' اس کے ساتھ اس وقت لایا ہوا ایمان زیادہ ہو جائے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۹ ص ۲۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ ان کو متعدد احکام کا مکلف فرماتا تھا' اور وہ ان میں سے ہر حکم پر ایمان لاتے تھے اور اس کی تصدیق کرتے تھے' مثلاً پہلے ان کو توحید کا حکم دیا تو وہ اس پر ایمان لائے' پھر ان کو اطاعت کرنے کا حکم دیا تو وہ اس پر ایمان لائے' پھر ان کو قتال اور حج کا حکم دیا تو وہ اس پر ایمان لائے' پس ان کے پہلے ایمان کے ساتھ یہ ایمان زیادہ ہو گیا۔

(۲) پہلے وہ اصول اور معتقدات پر ایمان لائے تھے' پھر وہ فروع اور احکام شرعیہ پر ایمان لائے' تو اصول پر ایمان کے ساتھ فروع پر ان کا ایمان زیادہ ہو گیا' یعنی پہلے وہ اس پر ایمان لائے کہ اللہ واحد ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے آخری رسول ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان سے حساب لیا جائے گا اور ثواب اور عذاب کا مرحلہ ہو گا' پھر اس پر ایمان لائے کہ نبی ﷺ نے جو بھی فرمایا' وہ حق اور صواب ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے جو بھی حکم دیا' اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۳) پہلے ان کا ایمان فطری تھا' اس کے بعد وہ غور و فکر کر کے ایمان لائے تو یہ ایمان فطری پر زیادہ ایمان ہو گیا۔

الکہف: ۱۳ میں فرمایا: ''اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا''۔ اس کی تفسیر میں امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ فرماتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے: ہم نے ان کو ان کی ہدایت پر ثابت اور برقرار رکھا اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر آن میں ان کو ایک نئی ہدایت حاصل ہو رہی ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی نئی شان کی ہدایت حاصل ہو رہی ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۱۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مریم: ۷۶ میں فرمایا: ''اور جن لوگوں نے ہدایت پائی' اللہ ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیتا ہے''۔ اس کی تفسیر میں امام ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں:

اس کا معنی ہے: جب وہ ہدایت پا لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پہچان لیتے ہیں اور وہ ان کو اطاعت کی توفیق دیتا ہے' جس وقت ان کی ہدایت کی طرف رغبت ہوتی ہے اور وہ اس کو طلب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۲۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس کی مثال یہ ہے کہ ایمان ہدایت ہے اور ایمان میں' اخلاص ہدایت میں زیادتی ہے' اور اخلاص اسی وقت حاصل ہو گا' جب ایمان حاصل ہو جائے گا' پس جس نے ایمان کی ہدایت پائی' اللہ تعالیٰ اس ہدایت میں اخلاص کو زیادہ کر دیتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۶۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

محمد: ۱۷ میں فرمایا: ''جن لوگوں نے ہدایت پائی' اللہ نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور انہیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا''۔ امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس کا معنی ہے: مؤمنین آپ کے ارشادات غور سے سنتے ہیں اور آپ سے زیادہ ہدایت طلب کرتے ہیں' اور انہیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا' مراد یہ ہے کہ ان کو وہ چیز عطا فرمائی' جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے سے ڈرتے ہیں' یعنی ان کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنے سے ڈرتے ہیں۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۹ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ان کی ہدایت میں زیادتی فرمائی یعنی پہلے وہ ہدایت یافتہ تھے' پھر ان کو ہدایت دہندہ بنا دیا اور ان کو ان کا تقویٰ عطا فرمایا یعنی

Marfat.com

جس کام کے حلال ہونے کا انہیں یقین نہیں ہوتا' اس میں وہ ہاتھ نہیں ڈالتے اور احتیاط پر عمل کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۱۵ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

المدثر: ۳۱ میں فرمایا: '' اور ایمان والوں کا ایمان زیادہ ہو جائے'' امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اس قسم کی آیات میں فرماتے ہیں: ان کے ایمان پر ان کے ایمان کی تفسیر زیادہ ہوگئی' کیونکہ وہ پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے' پھر انہوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہر چیز کی تخلیق کرتا ہے اور وہی ہر اطاعت کا حکم دیتا ہے' اور ان کے اس اقرار میں سب رسولوں کی تصدیق ہے اور اس کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں کی تصدیق ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایمان کے زیادہ ہونے سے ایمان پر دوام اور ثابت قدم رہنا مراد ہو۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۳۱۷ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایمان میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ جب انسان اپنے ذہن میں اس معنی کو حاضر کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا عالم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر قسم کے نقص اور عیب سے بری ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے بہت سے دلائل پر مطلع ہو جاتا ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمہارے نزدیک ایمان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی تو پھر اس آیت کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان میں زیادتی سے مراد ہے: ایمان کے ثمرات' اس کے آثار اور اس کے لوازم میں زیادتی۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۱۷۱ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

التوبہ: ۱۲۴ میں فرمایا: '' (منافقین نے کہا:) اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کر دیا؟ سو جو ایمان لائے ہیں تو اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا''۔ امام ابو منصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اہل ایمان کے سامنے جب اسلام کی حقانیت پر دلائل اور براہین آتے تو ان کا ایمان اور قوی ہو جاتا' اور ان کے ایمان کے زیادہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان پر دائم اور ثابت قدم رہتے' اور جب بھی احکام اور فرائض نازل ہوتے تو وہ ان کی تصدیق کرتے اور ان کے ایمان کے زیادہ ہونے کا معنی یہ بھی ہے کہ ان کی نیکیاں زیادہ ہوتیں۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۵۱۴-۵۱۳ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مؤمنین کے ایمان کے زیادہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو وہ اس کا اقرار کرتے اور یہ اعتراف کرتے کہ یہ اللہ کی جانب سے حق ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۷۴ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

آل عمران: ۱۷۳ میں فرمایا: '' سو تم ان سے ڈرو پس اللہ نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا''۔ اس کی تفسیر میں امام ابو منصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

منافقین نے مسلمانوں سے کہا: لوگ تمہارے خلاف جمع ہو گئے ہیں' سو تم ان سے ڈرو' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ایمان کو زیادہ کر دیا یعنی ان کی جرأت' قوت اور دین پر صلابت کو زیادہ کر دیا اور اپنے رب پر جو ان کو یقین تھا' اس کو اور قوی کر دیا۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۵۳۳ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مومنین کے ایمان میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ جب مومنوں نے کفار سے ڈرانے والے کی بات سنی تو انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی بلکہ ان کے دلوں میں کفار سے جہاد کرنے کا عزم اور مؤکد ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کی اطاعت کرنے کا جذبہ اور قوی ہو گیا اور ان کا اللہ تعالیٰ پر یہ اعتماد اور مستحکم ہو گیا کہ کفار کے خلاف جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرمائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۳۴ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

الاحزاب: ۲۲ میں فرمایا: ''اور اس نے صرف ان کے ایمان اور مان لینے کو زیادہ کر دیا''۔ امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ جب مسلمانوں سے کسی چیز کا وعدہ فرماتے یا کسی چیز کے وقوع کی خبر دیتے اور وہ اس کے مطابق ہو جاتا تو نبی ﷺ کے وعدہ اور خبر کے متعلق مسلمانوں کی تصدیق اور قوی ہو جاتی کیونکہ اس میں نبی ﷺ کی نبوت کے صدق کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں مقدر کی ہیں' وہ ان کو مان لیتے اور زیادہ استحکام سے ان کو تسلیم کرتے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے جتنے وعدے کیے تھے' وہ سب پورے ہو گئے' مثلاً فارس پر رومیوں کو فتح حاصل ہو گئی اور مکہ فتح ہو گیا تو مسلمانوں کو نبی ﷺ کے صدق پر جو یقین تھا وہ اور پختہ ہو گیا۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۶۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بعض احادیث اور آثار سے امام بخاری کا ایمان کے زیادہ ہونے پر استدلال اور ان کے جوابات

امام بخاری نے اس حدیث کو پیش کیا:

اللہ کے سبب سے محبت کرنا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھنا ایمان کی علامتوں میں سے ہے۔

اس حدیث میں ''فی اللّٰہ'' کا لفظ ہے اور ''فی'' کا معنی سبب ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ. (یوسف: ۳۲) سو یہ وہی شخص ہیں' جن کے سبب سے تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔

اس فقرہ کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام اعمال میں افضل عمل اللہ کے سبب سے محبت کرنا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھنا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۹۹' کنز العمال: ۲۴۶۳۸)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کے سبب سے محبت رکھی اور اللہ کے سبب سے بغض رکھا اور اللہ کے سبب سے عطا کیا اور اللہ کے سبب سے منع کیا' اس نے ایمان کو کامل کر لیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۶۸۱) امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ محبت اور بغض میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' اس سے ثابت ہوا کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' ہم یہ کہتے ہیں کہ محبت میں کمی اور زیادتی سے ایمان کامل اور ناقص نہیں ہوتا بلکہ قوی اور ضعیف ہوتا ہے۔

پھر امام بخاری نے یہ اثر پیش کیا:

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلٰى عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ اَنَّ لِلْاِيْمَانِ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُوْدًا وَسُنَنًا' فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ' وَمَنْ لَمْ

حضرت عمر بن عبد العزیز نے عدی کی طرف مکتوب لکھا کہ ایمان کے فرائض ہیں اور شرائع ہیں اور حدود ہیں اور سنن ہیں' پس جس نے ان کو کامل کر لیا' اس نے ایمان کو کامل کر لیا اور جس نے ان

Marfat.com

يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيمَانَ، فَإِنْ أَعِشْ فَسَأُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتَّى تَعْمَلُوا بِهَا، وَإِنْ أَمُتْ فَمَا أَنَا عَلَى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيصٍ.

کو کامل نہیں کیا' اس نے ایمان کو کامل نہیں کیا' پس اگر میں زندہ رہا تو میں عنقریب یہ امور تمہارے لیے بیان کروں گا' حتیٰ کہ تم ان پر عمل کرو گے' اور اگر میں مرگیا تو میں تمہاری صحبت پر حریص نہیں ہوں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کا تعارف

ان کا پورا نام ہے: عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم بن العاص بن امیہ بن عبد شمس الاموی القرشی' یہ امام عادل تھے اور خلفاء راشدین میں سے ایک ہیں' انہوں نے حضرت عبد اللہ بن جعفر اور حضرت انس وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا ہے' خلیفہ بننے سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور انہوں نے کہا: میں نے اس نوجوان سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نہیں پایا' ۹۹ھ میں وہ خلیفہ ہوئے اور دو سال پانچ مہینہ تک خلیفہ رہے' ان کی خلافت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرح تھی' انہوں نے روئے زمین کو عدل اور انصاف سے بھر دیا' ان کی والدہ حفصہ بنت عاصم بن عمر بن الخطاب تھیں' مصر میں پیدا ہوئے اور ۲۵ رجب ۱۰۱ھ میں حمص میں فوت ہوئے' ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک اور ناخن مبارک تھے' انہوں نے کہا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو ان کو میرے کفن میں رکھ دینا' امام احمد بن حنبل نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ہر صدی کے سرے پر اللہ اس شخص کو بھیجتا ہے' جو اس امت کے لیے دین کی تجدید کرتا ہے' اس حدیث کی وجہ سے حضرت عمر بن عبد العزیز کو دوسری صدی کا مجدد کہا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۸۹)

عدی بن عدی کا تذکرہ

ان کا نام عدی بن عدی بن عمیرہ بن زرارہ بن ارقم بن عمر بن وہب بن ربیعہ بن الحارث بن عدی ہے' یہ تابعی ہیں' یہ اپنے والد اور چچا العرس بن عمیرہ سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں صحابی ہیں' اس میں اختلاف ہے کہ یہ خود صحابی ہیں یا نہیں' اختلاف کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسل احادیث روایت کی ہیں' اس وجہ سے بعض لوگوں نے ان کو صحابی گمان کیا اور عدی کو حضرت عمر بن عبد العزیز نے الجزیرہ اور الموصل کا گورنر بنایا تھا' یہ ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے' امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۰-۱۸۹)

فرائض' شرائع' حدود اور سنن کی تعریفات

حضرت عمر بن عبد العزیز کے اس مکتوب میں فرائض' شرائع' حدود اور سنن کے الفاظ ہیں۔

فرائض: فریضہ کی جمع ہے' فرض اس کام کو کہتے ہیں' جس کا کرنا لازم ہو اور اس کے لزوم کا ثبوت ایسی دلیل سے ثابت ہو' جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو' اس کا منکر کافر ہے اور اس کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے اور موجب عذاب ہے' جیسے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ۔

شرائع: شریعت کی جمع ہے' جیسے نماز کی صفات' رمضان کے روزوں کی تعداد' تہمت لگانے والے کے کوڑوں کی تعداد' طلاق کی تعداد وغیرہ۔

حدود: اسلام میں پانچ حرام کاموں کی سزا معین ہے' ان کو حدود کہتے ہیں' زنا کی حد رجم یا سو کوڑے ہیں' چوری کی حد ہاتھ کو پہنچے سے کاٹ دینا ہے' قذف (زنا کی تہمت) کی حد اسی کوڑے ہیں' شراب نوشی کی حد چالیس کوڑے ہیں اور ڈاکے کی حد قتل کرنا اور سولی پر لٹکانا ہے یا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کاٹنا ہے یا شہر بدر کرنا ہے۔

Marfat.com

سنن: شارع علیہ السلام نے جن چیزوں کا فضائل اعمال کی وجہ سے حکم دیا۔

امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ جب فرائض' شرائع اور سنن پر عمل کرنا ایمان میں داخل ہے تو اعمال ایمان میں داخل ہو گئے اور جس کے زیادہ اعمال ہوں گے' اس کا ایمان کامل ہو گا اور جس کے اعمال کم ہوں گے' اس کا ایمان ناقص ہو گا۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کامل میں داخل ہیں' نفس ایمان میں داخل نہیں ہیں اور ایمان کامل میں ہم بھی اعمال کو داخل مانتے ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ آیت پیش کی:

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ ﴿وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾ (البقرہ: ٢٦٠). اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اور لیکن تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ (البقرہ: ۲۶۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پورا نام اس طرح ہے: ابراہیم بن تارح بن ناحور بن ساروح بن ارعو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ بن یرد بن مھلاییل بن قاین بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

ابراہیم' عبرانی زبان کا نام ہے' الماوردی نے کہا: اس کا معنی ہے: رحیم باپ' حضرت ابراہیم عراق میں کوثا کے مقام پر پیدا ہوئے' حضرت ابراہیم کپڑے کی تجارت کرتے تھے' آپ نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی تھی' آپ نے ۱۷۵ سال کی زندگی گزاری' ایک قول ہے: دو سو سال کی' اور آپ ارض مقدسہ میں مدفون ہوئے' آپ کی قبر حبرون نام کی بستی میں ہے' جس کو اب بلدۃ الخلیل کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱ص۱۹۱)

حضرت ابراہیم کے قول سے امام بخاری کا استدلال اور اس کا جواب

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے جو کہا: ''تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے'' اس سے ان کی مراد تھی: تاکہ میرا یقین زیادہ ہو جائے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو پہلے بھی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے' لیکن وہ اس کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ جب انسان کو کسی چیز کا ایک جہت سے علم ہوتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کو اس چیز کا دوسری جہت سے بھی علم ہو جائے' اور اس سے یہ فائدہ ہے کہ عین الیقین (دیکھ کر یقین کرنا) علم الیقین (خبر سے یقین حاصل ہونا) سے قوی ہوتا ہے' لہٰذا اس سے مراد یقین کا قوی ہونا ہے' نہ کہ یقین کا زیادہ ہونا۔ (عمدۃ القاری ج۱ص۱۹۱) اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر پیش کیا:

وَقَالَ مُعَاذٌ اجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً. حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے ساتھ بیٹھو ہم کچھ دیر ایمان لائیں (ایمان کی باتیں کریں)۔

حضرت معاذ کا تعارف

ان کا پورا نام ہے: معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عایذ بن عدی بن کعب الخزرجی الانصاری' انہوں نے ۱۸ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور ستر انصاریوں کے ساتھ عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے (عقبہ سے مراد مکہ کی وہ گھاٹی ہے' جہاں حج کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے آنے والوں کو تبلیغ اسلام کرتے تھے' پہلی بار بارہ آدمی آکر مسلمان ہوئے' ان کو اصحاب عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے اور دوسری بار ستر آدمی آکر مسلمان ہوئے' ان کو اصحاب عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے)' پھر حضرت معاذ بدر میں حاضر ہوئے' اور باقی مواقع میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۵۷ احادیث روایت کی ہیں' ان کی دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور تین حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ ان سے حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن عمر' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمرو' حضرت ابوقتادہ' حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں' یہ ١٧ھ یا ١٨ھ میں عمواس کے طاعون میں فوت ہو گئے تھے (عمواس' فلسطین اور بیت المقدس کے درمیان ایک جگہ ہے) اس وقت ان کی عمر ٣٣ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١ ص ١٨٩)

حضرت معاذ کے قول سے امام بخاری کا استدلال اور اس کا جواب

حضرت معاذ نے فرمایا: "نؤمن ساعة" اس کا لفظی معنی ہے: ہم کچھ دیر ایمان لائیں' یہ معنی تو مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت معاذ پہلے ہی مومن تھے' سو امام بخاری کے نزدیک اس سے مراد ایمان کی زیادتی ہے' یعنی حضرت معاذ نے الاسود بن ہلال المحاربی سے کہا: آؤ کچھ دیر ہم اپنے ایمان کو زیادہ کریں' ہمارے نزدیک اس قول کا معنی یہ ہے کہ آؤ کچھ دیر ہم ایسی باتیں کریں جن سے ہمارا ایمان قوی ہو' علامہ نووی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نیکی' احکام آخرت اور امور دین کی باتیں کریں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت معاذ نے یہ بات کس سے کہی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ نے حضرت معاذ کے اس قول کو حسب ذیل دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے:

ابواسامہ از اعمش' از جامع بن شداد از الاسود بن ہلال' وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ نے اپنے بھائیوں میں سے ایک شخص سے کہا: ہمارے ساتھ بیٹھو ہم کچھ دیر ایمان لائیں (ایمان کی باتیں کریں)' پھر وہ دونوں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے اور اس کی حمد کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٠٣٥٦ - ج ٦ ص ١٦٣' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٦ھ)

وکیع' الاعمش' از جامع بن شداد از الاسود بن ہلال المحاربی' اس نے کہا کہ حضرت معاذ بن جبل نے کہا: آؤ ہمارے ساتھ بیٹھو ہم کچھ دیر ایمان لائیں (ایمان کی باتیں کریں) یعنی اللہ کا ذکر کریں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٤٦٨٧ - ج ٧ ص ١٣٢' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٦ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنے کسی بھائی سے یہ کہا اور دوسری روایت میں ہے: انہوں نے اسود بن ہلال محاربی سے یہ کہا' علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ دو مواقع تھے' ایک موقع پر انہوں نے اپنے کسی بھائی سے کہا اور دوسرے موقع پر اسود بن ہلال محاربی سے کہا۔ (عمدۃ القاری ج ١ ص ١٩٢' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر پیش کیا:

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ الْيَقِيْنُ الْإِيْمَانُ كُلُّهُ. اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: یقین پورا کا پورا ایمان ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعارف

ان کا پورا نام ہے: عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن مخزوم' ان کی کنیت ہے: ابوعبدالرحمن الہذلی' یہ مکہ میں بہت پہلے اسلام لائے تھے' انہوں نے دونوں ہجرتیں کی ہیں' حبشہ کی طرف اور مدینہ کی طرف' بدر میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مغازی میں حاضر رہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین اتارتے تھے اور آپ کو نعلین پہناتے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٨٤٨' احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے ٦٤' احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ٢١' احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں اور ٣٥' احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں' ٣٢ھ میں مدینہ میں ان کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر ٦٠ سال سے زائد تھی' ایک قول یہ ہے کہ کوفہ میں ان کی وفات ہوئی' مگر پہلا قول صحیح ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' ایک قول یہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی' اس اثر کو علقمہ نے حضرت ابن مسعود

سے مکمل اس طرح روایت کیا ہے کہ صبر نصف ایمان ہے اور یقین کل ایمان ہے۔یقین کیفیات نفسانیہ سے ہے اور وہ باطنی ادراک ہے اور وہ تصدیق کی قسم ہے جس میں کسی اعتبار سے بھی جانب مخالف کی گنجائش نہیں ہوتی۔(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۳)

امام بخاری کا اس اثر کو ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جب یقین کل ایمان ہے تو ایمان کے اجزاء ہو گئے اور ایمان بسیط نہ رہا' ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس اثر میں ایمان سے مراد اس کے ثمرات ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر پیش کیا ہے:

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيْقَةَ التَّقْوٰى حَتّٰى يَدَعَ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی بندہ تقویٰ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا حتیٰ کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس کے دل میں کھٹک رہی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تعارف

حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما القرشی العدوی المکی ہیں' ان کی ماں اور ان کی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ماں زینب بنت مظعون ہیں اور یہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں' یہ اپنے والد کے ساتھ مکہ میں بہت پہلے اسلام لائے تھے' اس وقت یہ کم سن تھے' انہوں نے اپنے والد کے ساتھ ہجرت کی تھی' غزوۂ احد میں ان کو ان کی کم عمری کی وجہ سے شامل نہیں کیا گیا' غزوۂ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شامل رہے' یہ ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں' اور چار العبادلہ میں سے ایک ہیں' دوسرے حضرت ابن عباس ہیں اور تیسرے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہیں اور چوتھے حضرت عبد اللہ بن الزبیر ہیں' انہوں نے ۲۶۳۰ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے ۱۷۰ احادیث پر متفق ہیں اور ۸۱ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۳۱ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' حضرت ابوہریرہ کے بعد سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے حضرت ابن عمر ہیں' مکہ کے قریب ایک جگہ فخ ہے' وہاں حضرت ابن الزبیر کی شہادت کے ۳ ماہ یا چھ ماہ بعد ۷۴ھ میں ان کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۸۶ سال تھی' یحییٰ بن بکیر نے کہا: ان کی وفات مکہ میں حج کے بعد ہوئی اور وادی المحصب میں ان کو دفن کیا گیا' حجاج بن یوسف نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۳)

امام بخاری نے جس اثر کا ذکر کیا ہے' اس کو امام مسلم نے النواس بن سمعان سے مفصل روایت کیا ہے:

النواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: عمدہ خلق نیکی ہے اور گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹک رہی ہو اور تم اس کو ناپسند کرو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۵۵۳' سنن ترمذی: ۲۳۸۹)

تقویٰ کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف' تقویٰ کی اصل ہے: ''وقایۃ'' یعنی گناہوں سے بچنا' تقویٰ اصل میں ''وقوٰی'' تھا' واؤ کو تا سے بدل دیا تو تقویٰ ہو گیا' علامہ نووی نے کہا: جس کام پر شرح صدر نہ ہو اور اس میں گناہ کا خوف ہو' اس کو ترک کر دینا تقویٰ ہے' تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اس کام پر شرح صدر ہو اور اس میں کوئی شک نہ ہو۔(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۴) امام بخاری کا اس اثر کو وارد کرنے سے یہ مقصود ہے کہ تقویٰ کسی آدمی میں کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ تقویٰ کیفیات نفسانیہ سے ہے اور کیفیت میں تقسیم اور تجزی نہیں ہوتی' البتہ قوت اور ضعف ہوتا ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر ذکر کیا ہے:

Marfat.com

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿شَرَعَ لَكُمْ﴾ (الشوریٰ:۱۳)' اَوْصَيْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ وَإِيَّاهُ دِيْنًا وَاحِدًا.

مجاہد نے کہا: تمہارے لیے مشروع کیا ہے۔ (الشوریٰ:۱۳) اے محمد! ہم نے آپ کی طرف اور ان کی (حضرت نوح کی) طرف ایک دین کی وصیت کی ہے۔

مجاہد کا تعارف

ان کا نام ہے: مجاہد بن جبیر المخزومی' یہ عبداللہ بن سائب مخزومی کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر' حضرت ابوہریرہ' حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا ہے' مجاہد نے کہا: میں نے تیس مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو قرآن مجید سنایا ہے' ان کی توثیق اور جلالت پر سب متفق ہیں' یہ فقہ' تفسیر اور حدیث کے امام تھے' ۱۰۰ھ یا ۱۰۴ھ میں ۸۳ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی' جس وقت وفات ہوئی' اس وقت وہ نماز کے سجدہ میں تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۵۔ ۱۹۴)

مجاہد سے تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت نے احادیث کو روایت کیا ہے' اور امام بخاری نے یہاں مجاہد کے جس اثر کو روایت کیا ہے' اس کو امام ابن حمید نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ درج ذیل آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ. (الشوریٰ:۱۳)

اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کا راستہ مقرر کیا ہے' جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس دین کی وحی ہم نے آپ کی طرف فرمائی ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے حرام چیزوں کو حرام کیا اور حلال چیزوں کو حلال کیا اور وہ پہلے نبی ہیں' جنہوں نے ماؤں' بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا اور حضرت ادریس کے بعد جو پہلے نبی آئے' وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۵)

اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر ذکر کیا:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ (المائدہ: ۴۸) سَبِيْلًا وَّ سُنَّةً.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا" (المائدہ: ۴۸)' کی تفسیر میں کہا: راستہ اور سنت۔

المائدہ:۴۸ کی تفسیر اور ایمان میں اعمال کے داخل ہونے کی قوی دلیل کا جواب

جوہری نے کہا: "منہاج" واضح راستہ کو کہتے ہیں اور "الشرعة" اور "الشريعة" کا بھی یہی معنی ہے' قرآن مجید میں ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا. (المائدہ:۴۸)

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے عمل کے لیے الگ طریقہ اور راستہ بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو معین راستہ بنایا ہے' اس کو شریعت کہتے ہیں' امام عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ دین واحد ہے اور شریعت مختلف ہے' محمد بن یزید نے کہا ہے: "شرعة" کا معنی ہے: راستہ کی ابتداء اور "منہاج" کا معنی ہے: دائمی راستہ۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ الشوریٰ:۱۳ کا معنی ہے: تمام انبیاء کا راستہ واحد ہے اور المائدہ:۴۸ کا معنی ہے: ہر نبی کی الگ شریعت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ الشوریٰ:۱۳ کا معنی ہے: اصول دین میں اتحاد ہے اور المائدہ:۴۸ کا معنی ہے: فروع میں تعدد اور اختلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۵)

مجاہد اور حضرت ابن عباس کے جن آثار کا امام بخاری نے یہاں ذکر کیا ہے ان کی امام بخاری کے مطلوب پر کوئی دلالت نہیں ہے ان آیتوں سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور ان کی شریعتیں مختلف ہیں اور ان سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں یا نہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے یا نہیں اور جس آیت سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں وہ یہ ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ○ (البینۃ:۵)

اور ان کو صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص سے اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں اسی کی طرف متوجہ ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی سیدھا دین ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ دونوں نے لکھا ہے کہ امام شافعی اور امام احمد دونوں نے کہا ہے کہ ایمان میں اعمال کے داخل ہونے کے مسئلہ میں اس سے زیادہ قوی اور کوئی حجت نہیں ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ا ص ۱۶' فتح الباری لابن حجر ج ا ص ۵۲۶)

میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں ایمان کا لفظ ہی نہیں ہے اور اگر کہا جائے کہ "دین القیمة" سے مراد ایمان ہے اور اس آیت میں نماز اور زکوٰۃ کو "دین القیمة" فرمایا ہے اور اس سے مراد ایمان ہے تو اوّل تو یہ صریح لفظ ایمان نہیں ہے اور ثانیاً ہم کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایمان کامل ہے اور ایمان کامل میں ہمارے نزدیک بھی اعمال داخل ہیں۔

۲- بَابٌ دُعَاؤُكُمْ اِيْمَانُكُمْ — تمہاری دعا (عبادت) تمہارا ایمان ہے

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى — اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ﴾ (الفرقان:۷۷)

آپ کہیے: اگر تمہاری طرف سے عبادت نہ ہو تو میرے رب کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ (الفرقان:۷۷)

وَمَعْنَى الدُّعَاءِ فِي اللُّغَةِ الْاِيْمَانُ.

اور دعا کا معنی لغت میں ایمان ہے۔

اس باب کی "کتاب الایمان" کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس میں ایمان کا ذکر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت میں دعا (عبادت) کی تفسیر ایمان کے ساتھ کی ہے۔ امام ابن المنذر نے کہا ہے: اگر تمہاری دعا نہ ہوتی یعنی تمہارا ایمان نہ ہوتا' دعا کا اصل معنی ندا کرنا' فریاد کرنا اور مدد طلب کرنا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" (غافر:۶۰) تم مجھ کو پکارو اور مجھ سے دعا کرو' میں تمہاری دعا قبول کروں گا' امام بخاری نے جو دعا کا معنی ایمان کیا ہے' وہ کسی لغت کی کتاب میں نہیں ہے' اور اس عنوان کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے' اس کی عنوان کے ساتھ بالکل مطابقت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ا ص ۱۹۶)

دعا کے معنی کی تحقیق

ہر چند کہ دعا کا اقویٰ معنی نداء کرنا ہے' لیکن بہت آیات میں اس کا معنی عبادت کرنا بھی ہے کیونکہ عبادت میں بھی اللہ کو نداء ہوتی ہے اور اس سے فریاد طلب کی جاتی ہے' جیسے یہ آیات ہیں:

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا○ (الجن:۲۰)

آپ کہیے: میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا○

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا○

اور بے شک تمام مساجد اللہ کے لیے ہیں' سو اللہ کی عبادت

Marfat.com

میں کسی کو شریک نہ کروO (الجن:۱۸)

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ. (المومنون:۱۱۷) اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرتا ہے۔

وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ. (مریم:۴۸) اور میں تم سے بھی الگ ہوتا ہوں اور ان سے بھی جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں۔

کبھی دعا میں اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر سوال کیا جاتا ہے' جیسے دعا کرنے والا کہتا ہے: اے اللہ! مجھے معاف فرما' مجھے بخش دے' اور کبھی ایسے اسباب اختیار کیے جاتے ہیں' جو حصول مطالب کا تقاضا کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر میں مشغول رہنا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہاری دعا عبادت ہی ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَO (المومن:۶۰) اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو' میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا' بے شک جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں' وہ عنقریب ذلت کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گےO

(سنن ابوداؤد:۱۴۷۹' سنن ترمذی:۲۹۶۹' سنن ابن ماجہ:۳۸۲۸)

بندہ کا اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ سے طلب کرنا یا اپنی ناپسندیدہ چیز کی دوری کو اللہ سے طلب کرنا اس کی عبادت میں مشغول ہونے سے زیادہ عظیم نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جس شخص کو میرے ذکر نے سوال کرنے سے روک لیا' میں اس کو سوال کرنے والوں سے زیادہ عطا فرماتا ہوں۔ (سنن ترمذی:۲۹۲۶)

۸- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ' عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ' وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ ' وَالْحَجِّ ' وَصَوْمِ رَمَضَانَ. [طرف الحدیث:۴۵۱۵]

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں حنظلہ بن ابوسفیان نے خبر دی' از عکرمہ بن خالد از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا۔

(صحیح مسلم:۱۶' سنن ترمذی:۲۶۰۹' ابن مندہ:۱۴۹' صحیح ابن خزیمہ:۳۰۹' مسند ابویعلیٰ:۵۷۸۸' الشریعۃ للآجری:۱۰۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۱' مسند الحمیدی:۷۰۳' المعجم الکبیر:۱۳۲۰۳' الکامل ابن عدی ج ۲ ص ۶۶۰' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۹ طبع قدیم' مسند احمد:۶۰۱۵۔ ج ۱۰ ص ۲۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام العبسی الکوفی' یہ ثقہ تابعی ہیں' انہوں نے الاعمش اور بہت سے تابعین سے احادیث کا سماع کیا

ہے اور ان سے امام بخاری' امام احمد اور دیگر نے احادیث روایت کی ہیں' یہ قرآن کے بہت بڑے عالم تھے' یہ ۲۱۳ھ یا ۲۱۴ھ میں اسکندریہ میں فوت ہو گئے۔ امام ابن قتیبہ نے "المعارف" میں کہا ہے کہ عبید اللہ احادیث کا سماع کرتے اور احادیث منکرہ روایت کرتے تھے' اس وجہ سے اکثر لوگوں نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیحین اور ائمہ حدیث کی دیگر کتب میں بہ کثرت ایسے بدعتیوں کی روایات ہیں' جو اپنی بدعت کی طرف دعوت نہیں دیتے تھے' اور ہمیشہ سے متقدمین اور متاخرین ان کی روایات کو قبول کرتے رہے ہیں اور ان سے استدلال کرتے رہے ہیں اور ان کی روایات کو بغیر انکار کے سنتے اور سناتے رہے ہیں (۲) حنظلہ بن ابی سفیان بن عبد الرحمان بن صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ المکی القرشی ثقہ ہیں' قابل حجت ہیں' انہوں نے عطاء اور دیگر تابعین سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان سے ثوری اور دیگر اکابر نے حدیث کا سماع کیا ہے' ۱۵۱ھ میں ان کی وفات ہوگئی' تمام ائمہ ستہ نے ان کی احادیث کو روایت کیا ہے (۳) عکرمہ بن خالد بن العاص بن ہشام بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی المخزومی المکی' یہ بہت ثقہ ہیں' انہوں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر وغیرہما سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے عمرو بن دینار اور دیگر تابعین نے احادیث کو روایت کیا ہے' عطاء کے بعد ان کی مکہ میں وفات ہوئی اور عطاء کی وفات ۱۱۴ھ یا ۱۱۵ھ میں ہوئی' ان کے دادا العاص' ابوجہل کے بھائی تھے' ان کو حضرت عمر نے غزوۂ بدر میں قتل کر دیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت عمر کے ماموں تھے' صحابہ میں عکرمہ نام کے تین شخص ہیں: عکرمہ بن ابی جہل المخزومی' عکرمہ بن عامر العبدری اور عکرمہ بن عبید الخولانی' صحیحین میں عکرمہ بن خالد نام کے صرف یہی راوی ہیں اور عکرمہ بن عبد الرحمن ہیں اور عکرمہ مولیٰ ابن عباس ہیں (۴) چوتھے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' ان کا تذکرہ ابھی گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۶)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث میں ارکان ایمان کا ذکر ہے۔

آیا اسلام اور ایمان مترادف ہیں یا نہیں؟

امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں ایمان کا ذکر کیا ہے اور اس عنوان کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے' اس میں اسلام کا ذکر ہے' اس وجہ سے اکثر شارحین حدیث نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک ایمان اور اسلام مترادف ہیں' لیکن تحقیق یہ ہے کہ ان دو لفظوں کو مترادف کہا جاتا ہے' جن کا مفہوم واحد ہو' جیسے لیث اور اسد مترادف ہیں' کیونکہ دونوں کا معنی شیر ہے' اور یہاں ایمان کا معنی تصدیق ہے اور اسلام کا معنی احکام شرعیہ کی اطاعت کرنا ہے' لیکن ایمان اور اسلام متلازم ہیں اور دونوں کا مصداق واحد ہے اور دونوں ایک دوسرے کے بغیر متحقق نہیں ہیں۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایمان اور اسلام واحد ہیں کیونکہ اسلام خضوع اور انقیاد (اطاعت) ہے' یعنی احکام شرعیہ کو ماننا اور ان کی تصدیق کرنا' اور یہی تصدیق کی حقیقت ہے' اور اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے:

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (الذاریات: ۳۶-۳۵)	سو ہم نے ان سب کو نکال دیا' جو اس بستی میں ایمان والے تھے ۝ پس ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی گھر نہ پایا ۝

پہلی آیت میں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے "مؤمنین" فرمایا ہے' ان ہی کو دوسری آیت میں "مسلمین" فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنین اور مسلمین واحد ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ صحیح نہیں ہے کہ کسی شخص کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ مومن ہے اور مسلم

Marfat.com

نہیں ہے یا یہ کہا جائے کہ وہ مسلم ہے اور مومن نہیں ہے اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ یہ دونوں واحد ہیں اس سے ہماری یہی مراد ہے اور مشائخ کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان متغائر نہیں ہیں یعنی وہ مفہوم میں تو متحد نہیں ہیں لیکن ان کا مصداق واحد ہے اور وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے' اسی طرح ''کفایہ'' میں مذکور ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی خبروں کی تصدیق ہے اور اسلام اللہ تعالیٰ کو خالق ماننا ہے اور اس کی اطاعت کرنا ہے' اور یہ اطاعت اس وقت متحقق ہوگی' جب اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول کرلیا جائے' پس ایمان اسلام سے حکماً الگ نہیں ہوتا' لہٰذا یہ متغائر نہیں ہیں' اور جس نے ان میں تغایر ثابت کیا' اس سے کہا جائے گا کہ جو شخص ایمان لایا اور اسلام نہیں لایا' یا اسلام لایا اور ایمان نہیں لایا' اس کا کیا حکم ہے؟ اگر اس نے دونوں کا الگ الگ حکم بیان کیا تو اس کا بطلان ظاہر ہو جائے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا. (الحجرات: ۱۴)

دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے' آپ کہیے: تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے۔

یہ آیت اس مطلب میں صریح ہے کہ اسلام' ایمان کے بغیر متحقق ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں ایمان کے بغیر اسلام معتبر نہیں ہوتا' اور اس آیت میں اسلام سے مراد ظاہری اطاعت ہے' جو باطنی اطاعت کے بغیر ہو جیسے کوئی شخص تصدیق بالقلب کے بغیر کلمہ شہادت پڑھ لے تو اس کا ایمان معتبر نہیں ہوگا۔ (شرح عقائد نسفی ص ۹۵۔ ۹۴' سکندر علی بہادر علی تاجران کتب' کراچی)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ تفتازانی کے نزدیک ایمان اور اسلام مترادف ہیں کیونکہ دونوں کا مفہوم واحد ہے جب کہ مشائخ کے نزدیک ان کے مفہوم تو متغائر ہیں' لیکن دونوں کا مصداق واحد ہے اور ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے بغیر متحقق نہیں ہے۔

آیا ارکانِ اسلام میں سے کسی چیز کو ترک کرنا کفر ہے یا نہیں؟

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ توحید اور رسالت کی گواہی' نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے' روزے رکھنے اور حج کرنے پر اسلام کی بنیاد ہے' اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کو ترک کردے تو پھر وہ مسلمان رہے گا یا نہیں؟ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابو الفرج عبدالرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اسلام کی گرہ اور قواعد دین تین ہیں: ''لا الله الا الله'' اور ''محمد رسول الله'' کی شہادت' نماز قائم کرنا اور روزے رکھنا' جس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک کیا تو وہ کافر ہے اور اس کا خون بہانا حلال ہے اور جس کے پاس مال بہت ہو اور وہ حج نہ کرے تو وہ کافر رہے گا' لیکن اس کا خون بہانا حلال نہیں ہوگا' اور جو شخص بہت مال دار ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ کافر رہے گا اور اس کا خون بہانا حلال نہیں ہوگا۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۲۲' دار ابن الجوزی' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن رجب حنبلی نے اس موقف پر درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نماز ترک کرنے کے سوا اور کسی عمل کے ترک کرنے کو کفر نہیں قرار دیتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۲۶۲۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انسان کے درمیان اور شرک اور کفر کے درمیان نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۲' سنن ترمذی: ۲۶۱۸' سنن نسائی: ۴۶۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے' پس جس نے نماز کو

Marfat.com

ترک کیا اس نے کفر کیا۔ (سنن ترمذی: ۲۶۲۱' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۹)

تارک نماز کے متعلق مذاہب

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ان پانچ چیزوں میں سے کسی کو ترک کر دے وہ مسلمان نہیں رہے گا' لیکن اس پر اجماع ہے کہ ان چیزوں میں سے کسی کو ترک کرنے سے بندہ کافر نہیں ہوگا' اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تارک نماز کو بہ طور حد قتل کیا جائے گا' بہ طور کفر نہیں قتل کیا جائے گا' اگرچہ امام احمد اور بعض مالکیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کو بہ طور کفر قتل کیا جائے گا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے کہ ''جس نے نماز کو عمداً ترک کیا' اس نے کفر کیا'' (المعجم الاوسط: ۳۳۴۸) ۔ سو یہ ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکانے پر محمول ہے یا پھر اس میں یہ تاویل ہے کہ جس نے حلال اور جائز سمجھ کر نماز کو ترک کیا' وہ کافر ہو گیا اور یا کفر سے مراد کفران نعمت ہے' تاہم اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پانچوں نمازیں فرض عین ہیں' امام ابوحنیفہ کے نزدیک تارک نماز کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ ترک نماز سے تائب ہو اور نمازی بن جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ ارکانِ اسلام میں جہاد کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؟

ایک اعتراض یہ ہے کہ اسلام کے ارکان خمسہ میں جہاد کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے ارکان سے مراد وہ اُمور ہیں' جو ہر حال میں فرض عین ہوں اور جہاد ہر حال میں فرض عین نہیں ہے' جب اسلامی ملک پر دشمن حملہ کر دے تو اس کو بچانے کے لیے جہاد کرنا فرض عین ہے اور تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔

یہ حدیث ''صحیح مسلم'' میں بھی ہے اور ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' میں اس حدیث کے تحت صرف اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے کہ حدیث کے الفاظ میں ردّ و بدل کرنا ممنوع ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ۲۲۔ ج ۱ ص ۳۶۴) اور اس حدیث کی شرح میں جن اُمور پر یہاں گفتگو کی ہے ان میں سے وہاں کسی چیز پر بحث نہیں کی۔

۳- بَابُ اُمُوْرِ الْاِیْمَانِ

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۷۷) ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (المومنون: ۱) الْاٰیَةَ.

امورِ ایمان کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ''(اصل) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرلو لیکن (اصل) نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یومِ آخرت' اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال سے اپنی محبت کے باوجود (اللہ کے حکم سے) رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں' سوالیوں اور غلام آزاد کرانے کے لیے خرچ کرے' اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے جب وہ عہد کریں' اور تکلیف اور سختی میں صبر کرنے والے یہی سچے لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں''۔ (البقرہ: ۱۷۷) (اور اللہ کا یہ قول:) ''بے شک مومنین کامیاب ہو گئے''۔ (المومنون: ۱)

امام بخاری نے ان دو آیتوں کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں آیتیں امورِ ایمان پر مشتمل ہیں اور ان میں ایمان کے اندر اعمال

Marfat.com

کو داخل کیا ہے' ہمارے نزدیک اس ایمان سے مراد ایمان کامل ہے' اس لیے یہ آیتیں ہمارے خلاف نہیں ہیں۔

۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَامِرِ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً' وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ.

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو عامر العقدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از ابوصالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی شاخ ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۵' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۶' سنن ترمذی: ۲۶۱۴' سنن نسائی: ۵۰۲۱-۵۰۲۰-۵۰۱۹' سنن ابن ماجہ: ۵۷)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابو جعفر عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن الیمان بن اخنس الجعفی البخاری المسندی' انہوں نے وکیع اور دیگر سے سماع کیا ہے اور ان سے الذہلی وغیرہ نے سماع کیا ہے' یہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام بخاری ان سے روایت میں اصحاب ستہ سے منفرد ہیں' مگر امام ترمذی نے امام بخاری کے واسطے سے ان سے ایک حدیث روایت کی ہے (۲) ابو عامر عبد الملک بن عمر بن قیس العقدی البصری' انہوں نے امام مالک وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام احمد نے سماع کیا' تمام حفاظ ان کی جلالت اور ثقاہت پر متفق ہیں' یہ ۲۰۴ھ یا ۲۰۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابو ایوب سلیمان بن بلال القرشی التیمی المدنی' یہ آل صدیق کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے عبد اللہ بن دینار اور تابعین کی ایک جماعت سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے عبد اللہ بن المبارک وغیرہ نے سماع کیا ہے' امام محمد بن سعد نے کہا ہے: یہ بربری تھے' یہ بہت حسین اور بہت عقل مند تھے' اور شہر کے مفتی تھے' ۱۷۲ھ یا ۱۷۷ھ میں ان کی مدینہ میں وفات ہوگئی' صحاح ستہ میں ان کے سوا اور کوئی راوی نہیں ہے جس کا نام سلیمان بن بلال ہو (۴) ابو عبد الرحمان عبد اللہ بن دینار القرشی العدوی المدنی' یہ حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے حضرت ابن عمر اور دیگر سے احادیث کا سماع کیا ہے' اور ان سے حضرت ابن عمر کے بیٹے عبد الرحمان وغیرہ نے سماع کیا ہے' یہ بالاتفاق ثقہ ہیں' ۱۲۷ھ میں ان کی وفات ہوگئی (۵) ابو صالح ذکوان السمان المدنی' یہ گھی اور زیتون کا تیل کوفہ میں لے جا کر فروخت کرتے تھے' جویرہ بنت الاحمس کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے صحابہ کی جماعت اور بہت سے تابعین سے احادیث کا سماع کیا ہے' اور ان سے بھی تابعین کی ایک جماعت نے سماع کیا ہے' ان میں سے عطا بھی ہیں' اعمش نے ان سے ایک ہزار احادیث کا سماع کیا ہے' ان کی توثیق پر سب متفق ہیں' ۱۰۱ھ میں مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوگئی۔ "باب بدء الوحی" کی چوتھی حدیث میں ان کا مفصل تعارف گزر چکا ہے (۶) چھٹے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں' ان کے اور ان کے والد کے نام میں تقریباً تیس قول ہیں' زیادہ قریب نام عبد اللہ یا عبد الرحمان بن صخر دوسی ہے' یہ پہلے شخص ہیں' جن کی کنیت بلی کے ساتھ ہے' یہ بلی کے ساتھ کھیلتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کنیت ابو ہریرہ رکھ دی' یہ اہل صفہ میں سے تھے' فتح خیبر کے سال اسلام لائے تھے' زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا اور اسلام میں ان کا نام عبد الرحمان تھا' ان کی ماں کا نام میمونہ تھا' ایک قول ہے: ان کا نام امیہ تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے وہ بھی مسلمان ہو گئی تھیں' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: میں یتیمی میں پلا بڑھا' اور مسکینی میں میں نے ہجرت کی' میں بسرہ بنت غزوان کا مزدور اور خادم تھا' اللہ نے اس کے ساتھ میری شادی کر دی' پس اللہ کی حمد ہے جس نے دین کے ذریعہ روزی دی اور ابو ہریرہ کو امام بنایا' اور کہا: میں بکریاں چراتا تھا' میری ایک چھوٹی سی بلی تھی' جس

Marfat.com

سے میں کھیلتا تھا' میری اسی کے ساتھ کنیت رکھ دی گئی' ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی آستین میں بلی تھی' آپ نے فرمایا:"یا ابا ھر"(اے بلی والے)' اس پر اجماع ہے کہ یہ صحابہ میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے ہیں' انہوں نے ۵۳۷۴ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے تین سو پچیس احادیث پر بخاری اور مسلم متفق ہیں اور ۹۳ احادیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں اور ۱۹۰ احادیث کی روایت میں امام مسلم منفرد ہیں' حضرت ابوہریرہ سے جن لوگوں نے احادیث کی روایت کی ہے' ان کی تعداد ۸۰۰ سے زیادہ ہے' ان میں صحابہ بھی ہیں اور تابعین بھی' صحابہ میں سے حضرت ابن عباس' حضرت جابر اور حضرت انس ہیں رضی اللہ عنہم۔ حضرت ابوہریرہ ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ ہجری میں مدینہ میں فوت ہو گئے' ۷۸ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی اور ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا' صحابہ میں ان کے سوا ابوہریرہ کی کنیت والا اور کوئی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۰۶)

ایمان کی شاخوں کے متعلق متعدد روایات اور ان کی توجیہ

اس حدیث میں فرمایا ہے: ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں' بعض دوسری احادیث میں ساٹھ کے بجائے دوسرا عدد ذکر کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں۔ الحدیث
(صحیح مسلم:۳۵)

ابن عجلان نے عبد اللہ بن دینار سے روایت کیا ہے' ساٹھ یا ستر شاخیں ہیں۔ (سنن ابن ماجہ:۵۷)

امام ترمذی نے عمارہ بن غزیہ سے روایت کیا ہے کہ ایمان کے ۶۴ باب ہیں۔ (سنن ترمذی:۲۶۱۴)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ائمہ حدیث کے نزدیک ہر اطاعت ایمان میں داخل ہے' خواہ وہ اطاعت فرائض میں ہو یا نوافل میں' پھر ایمان کی شاخوں کی تعداد ستر سے زائد میں منحصر نہیں رہے گی' بلکہ یہ تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی۔

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) ابتداء میں ایمان کی شاخیں ساٹھ کے عدد میں منحصر تھیں' پھر جیسے جیسے احکام نازل ہوتے رہے' ان شاخوں کی تعداد بڑھتی رہی۔

(۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایمان کی شاخوں کی تعداد ساٹھ سے زائد ہی ہو' لیکن ہر شاخ کے تحت پھر شاخیں ہوں' اس وجہ سے ان کی تعداد زیادہ ہوگئی۔

(۳) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ساٹھ یا ستر کا عدد تکثیر کے لیے فرمایا ہو نہ کہ حصر کے لیے' جیسے کہتے ہیں: میں نے تم سے سو مرتبہ یہ بات کہی ہے یعنی بہت دفعہ یہ بات کہی ہے۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان شاخوں کی تعیین میں ائمہ دین نے کتابیں تصنیف کی ہیں' ان میں سے امام عبد اللہ حلیمی ہیں' انہوں نے "فوائد المنہاج" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور حافظ ابوبکر بیہقی ہیں' انہوں نے "شعب الایمان" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے' اس کی ۷ جلدیں ہیں' اور امام ابو حاتم ہیں' انہوں نے "وصف الایمان وشعبہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ا ص ۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حیاء کا لغوی' شرعی اور عرفی معنی اور حیاء کو باقی شاخوں سے ممتاز کرنے کی توجیہ

اس حدیث کے آخر میں فرمایا: اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

کسی کام کے کرنے سے انسان کو یہ خوف ہو کہ اس کام پر اس کو ملامت کی جائے گی اور اس وجہ سے اس کام کو کرنے سے اس کے اندر انقباض اور گھٹن کی کیفیت پیدا ہو تو اس کیفیت کو لغت میں حیاء کہتے ہیں' اور اس کی شرعی تعریف یہ ہے: حیاء' وہ وصف ہے جو انسان کو بُرے کام سے اجتناب پر ابھارے اور حق دار کے حق میں تقصیر کرنے سے روکے' اسی وجہ سے دوسری حدیث میں ہے: حیاء کل کی کل خیر ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حیاء تو ایک جبلی اور فطری وصف ہے' جو غیر اختیاری ہوتا ہے تو اس کو ایمان کی شاخ کیوں فرمایا' جب کہ ایمان تو اختیاری فعل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے حیاء' نیکی کی محرک ہے اور گناہ سے مانع ہے اور اس کے لیے نیت اور کسب کی ضرورت ہوتی ہے' اس اعتبار سے یہ اختیاری چیز ہے اور اس کو ایمان کی شاخ فرمایا ہے' ایک اور اعتراض یہ ہے کہ بسا اوقات انسان حیاء کی وجہ سے حق بات نہیں کہہ سکتا یا حق کام نہیں کر سکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حیاء کا عرفی معنی ہے' شرعی معنی نہیں ہے' ایک سوال یہ ہے کہ ایمان کی باقی شاخوں میں سے صرف حیاء کا نام لے کر کیوں ذکر فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حیاء ایمان کی باقی شاخوں کی داعی اور محرک ہے کیونکہ حیاء کرنے والا دنیا اور آخرت کی رسوائی سے ڈرتا ہے' اس لیے وہ تمام نیک کاموں کو کرتا ہے اور تمام بُرے کاموں سے بچتا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۹۔۵۲۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* واضح رہے کہ ایمان کی متعدد شاخوں سے یہ لازم نہیں آتا کہ اعمال ایمان میں داخل ہوں کیونکہ یہ شاخیں ایمان کے ثمرات ہیں' یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۶۔ ج ۱ ص ۴۱۹۔۴۱۵ میں بھی ہے' اس میں ہم نے اس کی زیادہ تفصیل کی ہے اور وہاں اس کے یہ عنوانات ہیں: (۱) ایمان کی شاخوں کی تعداد میں مختلف روایات میں راجح روایت کا بیان (۲) ایمان کی شاخوں کی تفصیل اور تعیین (۳) اقرار باللسان کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں (۴) حیاء کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۵) حیاء کا شرعی معنی' وہاں ان معانی کی زیادہ تفصیل کی ہے۔

٤- بَابُ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

(کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ ایمان کی شاخیں ہیں اور اس باب میں ان شاخوں میں سے دو شاخیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۰- حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی السَّفَرِ وَاِسْمَاعِيْلَ' عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ' وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ.

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابو السفر' و اسماعیل از شعبی از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور (کامل) مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کرلے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ' عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ دَاوُدَ' عَنْ عَامِرٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ۶۴۸۴]

امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: اور ابو معاویہ نے کہا: ہمیں داؤد نے حدیث بیان کی عامر سے' انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن عمرو سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' اور عبد الاعلیٰ نے کہا از داؤد' از عامر از عبد اللہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اس سے حدیث کی دو سندوں کا ذکر مقصود ہے)۔

(صحیح مسلم: ۴۰' سنن ابوداؤد: ۲۴۸۱' سنن ترمذی: ۲۶۲۸' سنن نسائی: ۵۰۱۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۷۲۷' الادب المفرد: ۱۱۴۴' مسند الحمیدی: ۵۹۵' صحیح ابن حبان: ۱۹۶' المعجم الصغیر: ۴۰۶' تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۵۱۵ ـ ج ۱۱ ص ۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ان دونوں بابوں کی مناسبت ظاہر ہے' کیونکہ پہلا باب ایمان کی شاخوں میں ہے اور اس باب میں ایمان کی دو شاخوں کا ذکر ہے: (۱) جس مسلمان کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (۲) مہاجر وہ ہے جو ممنوعہ کاموں کو ترک کر دے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا تذکرہ

(۱) ابوالحسن آدم بن ابی ایاس' ابوایاس کا نام عبدالرحمان ہے' یہ خراسان کے رہنے والے تھے' بغداد میں پلے بڑھے اور وہاں کے شیوخ سے احادیث لکھیں' پھر کوفہ' بصرہ' حجاز اور مصر گئے اور عسقلان کو وطن بنالیا' اور وہیں ۲۲۰ھ میں وفات پائی' ابوحاتم نے کہا: یہ بہت ثقہ' امین اور عبادت گزار تھے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے تھے' وفات کے وقت ان کی عمر ۸۸ سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ نوے (۹۰) سے کچھ زیادہ سال تھی' کتب حدیث میں ان کے علاوہ اور کوئی آدم بن ابی ایاس نام کا راوی نہیں ہے' "صحیح مسلم' سنن ترمذی اور سنن نسائی" میں آدم بن سلیمان الکوفی نام کا راوی ہے اور "صحیح البخاری" اور "سنن نسائی" میں آدم بن علی العجلی الکوفی نام کا راوی ہے' رجال میں آدم بن عیینہ ہیں' ان کی احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا (۲) شعبہ بن الحجاج بن الورد ابو بسطام الازدی الواسطی ہیں' یہ بصرہ کی طرف منتقل ہو گئے تھے' ان کی امامت اور جلالت قدر پر اتفاق ہے' سفیان ثوری نے کہا: شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں' امام احمد نے کہا: وہ اس فن میں یگانہ تھے' ۱۶۰ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے' یہ ہکلا کر بولتے تھے' صحاح ستہ میں شعبہ بن الحجاج نام کا اور کوئی راوی نہیں ہے' "سنن نسائی" میں شعبہ بن دینار الکوفی نام کا ایک راوی ہے' وہ بہت سچا ہے' "سنن ابوداؤد" میں شعبہ بن دینار نام کا ایک راوی ہے' جو اپنے مولیٰ ابن عباس سے روایت کرتا ہے' وہ قوی نہیں ہے اور شعبہ بن عمر نام کا ایک راوی ہے' جو حضرت انس سے روایت کرتا ہے وہ ضعیف ہے' امام بخاری نے کہا: اس کی احادیث مناکیر ہیں (۳) عبداللہ بن ابی السفر ہیں' ابو السفر کا نام سعید بن یحمد ہے' یہ مروان بن محمد کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۴) اسماعیل بن ابی خالد ھرمز کوفی ہیں' انہوں نے متعدد صحابہ سے احادیث کا سماع کیا ہے' ان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں اور تابعین کی ایک جماعت ہے اور ان سے ثوری اور کئی مشہور تابعین نے احادیث کا سماع کیا ہے' یہ پختہ عالم' صالح اور ثقہ تھے' ان کو میزان کہا جاتا تھا' یہ ۱۴۵ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) شعبی (شین پر زبر) یہ ابوعمرو عامر بن شراحیل الکوفی ہیں' جلیل القدر تابعی اور ثقہ ہیں' انہوں نے بہت سے صحابہ سے احادیث کا سماع کیا ہے' ان میں حضرت ابن عمر' سعد اور سعید ہیں' انہوں نے کہا: میں نے پانچ سو صحابہ کو پایا' احمد بن عبداللہ نے کہا: ان کی مرسل صحیح ہے' ان سے قتادہ اور بہت سے تابعین نے احادیث کو روایت کیا ہے' کوفہ میں قضاء کے منصب پر تھے' حضرت عثمان کی خلافت کے چھٹے سال میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ یا ۱۰۵ھ میں فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال سے اوپر تھی (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل بن ھشام بن سعید القرشی رضی اللہ عنہما ہیں' زاہد اور عابد ہیں' صحابی ابن صحابی ہیں' یہ اپنے والد سے پہلے اسلام لائے تھے' یہ علم میں بہت بڑے تھے اور بہت زیادہ عبادت کرتے تھے' ان کے پاس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ احادیث تھیں کیونکہ یہ احادیث لکھتے تھے اور حضرت ابوہریرہ لکھتے نہیں تھے' اس کے باوجود ان کی روایات حضرت ابوہریرہ سے بہت کم ہیں' ان سے ۷۰۰ احادیث روایت کی گئی ہیں' جن میں سے سترہ احادیث میں امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' ۸ روایات کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۲۰ روایات کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' یہ ۶۵ھ یا ۶۷ھ میں مکہ' طائف یا مصر میں فوت ہو گئے' صحابہ میں ۱۸ شخص ہیں جن کا نام عبداللہ بن عمرو ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۱۶)

Marfat.com

امام بخاری نے اس کے بعد دو معلق سندیں ذکر کی ہیں اور ان دونوں سے مراد یہ ہے کہ شعبی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے اس حدیث کا سماع کیا ہے' امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ یہ حدیث مزید دو سندوں سے مروی ہے' اس سے یہ حدیث قوی ہوگئی۔

* یہ حدیث ''صحیح مسلم'' میں بھی ہے اور اس کی شرح میں ہم نے صرف یہ بیان کیا ہے کہ کئی اعمال کو افضل عمل فرمایا ہے' ان میں تطبیق کس طرح ہوگی؟ دیکھئے: شرح صحیح مسلم: ۲۰۷۔ ج ۱ ص ۴۲۳۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے۔

باب کی حدیث کی موید دیگر احادیث

ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کا یہ وصف ان مسلمانوں کے لیے بیان فرمایا ہے' جو اسلام کے تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرتے تھے اور اسلام میں بندوں کے جو حقوق ہیں' ان کا انہیں پتا نہیں تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بتایا' اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! اسلام کی کیا تعریف ہے؟ فرمایا: تمہارا دل اللہ کے سامنے جھک جائے اور مسلمان تمہاری زبان اور تمہارے ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۴)

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اسلام قبول کرنے کے لیے آئے پھر کہا: میں آپ سے اللہ کے لیے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو اللہ نے ہمارے پاس کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام کے ساتھ! میں نے کہا: اور اسلام کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا: تم یہ کہو: میں نے اپنا چہرہ اسلام کے لیے جھکا دیا اور میں خالی ہوگیا' اور تم نماز کو قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور ہر مسلمان (کا مال' عزت اور جان) دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴)

ترک معصیت پر ہجرت کے اطلاق کی توجیہ

نیز اس حدیث میں فرمایا: مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے ہجرت کرے۔

ہجرت میں اصل یہ ہے کہ برائی کو چھوڑ دیا جائے اور اس سے انسان دور ہو جائے اور اچھائی کو انسان طلب کرے اور اس سے رغبت کرے اور جب کتاب اور سنت میں مطلقاً ہجرت کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد ہوتا ہے: دارشرک کو چھوڑ کر دارالاسلام کی طرف جانا اور اسلام کا علم حاصل کرنے اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے میں رغبت کرنا' اور جب ہجرت کا یہ معنی ہے تو پھر اصل ہجرت یہ ہے کہ جن گناہوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے' ان کو ترک کر دیا جائے ورنہ صرف دارشرک کو چھوڑ دینا اور گناہوں پر اصرار کرتے رہنا ہجرت تامہ اور کاملہ نہیں ہے۔

۵- بَابٌ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ؟ اسلام کی کون سی خصلت سب سے افضل ہے؟

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں مسلمان کا ایک مخصوص وصف بیان کیا گیا ہے۔

۱۱- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید القرشی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میرے والد نے ہمیں حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں ابو بردہ بن عبداللہ بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی' از بردہ از ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! اسلام کی کون سی خصلت سب سے افضل

Marfat.com

ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۲' سنن ترمذی: ۲۵۰۴' سنن نسائی: ۵۰۱۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۴۴۳' ج ۳۲ ص ۱۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت ابوموسیٰ اشعری کا تذکرہ

(۱) سعید بن یحییٰ بن ابان بن سعید بن العاصی بن امیہ بن عبد شمس الاموی' امام ابن ماجہ کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث کو روایت کیا ہے اور ان سے عبداللہ بن احمد' ابوزرعہ' ابوحاتم' ابراہیم الحربی اور البغوی نے احادیث کو روایت کیا ہے' یہ ۲۴۹ھ میں فوت ہو گئے تھے' اور نسائی' یعقوب بن سفیان' سعید اور ان کے والد یحییٰ نے کہا: یہ دونوں ثقہ ہیں اور علی بن مدینی نے کہا کہ سعید بن یحییٰ نے کہا: وہ اپنے باپ کی بہ نسبت زیادہ ثابت ہیں' صالح بن محمد نے کہا: وہ ثقہ ہیں' مگر وہ غلطیاں کرتے تھے اور العاصی جنگ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا (۲) سعید مذکور کے والد یحییٰ ہیں' انہوں نے یحییٰ انصاری' ہشام بن عروہ اور دوسروں سے احادیث کا سماع کیا ہے' ابن معین نے کہا: یہ اہل صدق میں سے ہیں اور ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' یعقوب بن سفیان نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۸۰ سال کی عمر گزار کر ۱۹۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے' کتب ستہ میں یحییٰ بن سعید نام کے چار راوی ہیں' ایک یہ ہیں' دوسرے یحییٰ بن سعید تیمی ہیں' تیسرے یحییٰ بن سعید بن قیس الانصاری ہیں' چوتھے یحییٰ بن سعید بن فروخ القطان ہیں (۳) ابوبُردہ' ان کا نام بُرید ہے' ابن عبداللہ بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الکوفی ہے' یہ اپنے باپ' دادا' الحسن اور عطاء سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے ابن المبارک وغیرہ روایت کرتے ہیں' ابن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا' ابوحاتم نے کہا: یہ پختہ نہیں ہیں' ان کی حدیث لکھی جاتی ہے' نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں ہیں' اور احمد بن عبداللہ کوفی ثقہ ہیں اور کتب ستہ میں ان کے علاوہ اور کوئی برید نام کا راوی نہیں ہے۔ ''سنن اربعہ'' میں برید بن ابی مریم مالک کا ذکر ہے' نسائی کی ''مسند علی'' میں برید بن اصرم مجہول ہے' صحابہ میں برید نام کا کوئی شخص نہیں ہے (۴) ابوبُردہ' یہ ابوبردہ برید کے دادا ہیں' ان کا نام عامر ہے' ایک قول یہ ہے کہ حارث ہے' انہوں نے اپنے والد سے' حضرت علی بن ابی طالب سے' حضرت ابن عمر سے' حضرت ابن سلام سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور دیگر سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے عمر بن عبدالعزیز نے' شعبی نے اور ان کے بیٹوں ابوبکر' عبداللہ' سعید اور بلال اور ان کے پوتے برید بن عبداللہ نے سماع کیا ہے' ابونعیم نے کہا ہے کہ شریح کے بعد ابوبردہ کوفہ میں قاضی مقرر ہوئے' الواقدی نے کہا: یہ ۱۰۳ھ میں الکوفہ میں فوت ہو گئے' ابن سعید نے کہا: یہ اور شعبی دونوں جمعہ کے دن فوت ہوئے' یہ ثقہ تھے اور کثیر احادیث کے حامل تھے' صحابہ میں ابوبُردہ نام کے سات شخص ہیں' ان میں سے ابوبردہ بن نیار بھی ہیں اور راویوں میں صرف یہی ہیں (۵) ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس بن سلیمان الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں' یہ بہت بڑے صحابی ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زبید' عون اور یمن کے ساحل پر امیر بنایا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ اور بصرہ پر عامل بنایا' یہ اُردن میں ابوعبیدہ کی وفات پر گئے اور حضرت معاویہ کے پاس دمشق میں گئے' ان سے تین سو ساٹھ (۳۶۰) احادیث مروی ہیں' ان میں سے پچاس پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' اور چار احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور پندرہ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' ان سے حضرت انس بن مالک' حضرت طارق بن شہاب اور کثیر تابعین نے احادیث کو روایت کیا ہے اور ان کے بیٹوں ابوبردہ' ابوبکر' ابراہیم اور موسیٰ نے ان سے احادیث کو روایت کیا ہے' یہ ۴۴ھ یا ۴۵ھ میں مکہ یا کوفہ میں فوت ہو گئے' اس وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی' یہ علماء صحابہ اور مفتیوں میں سے تھے' صحابہ میں ابوموسیٰ نام کے چار شخص ہیں' ایک یہ ہیں' دوسرے مالک بن عبادہ ہیں' تیسرے ابن عبداللہ ہیں اور چوتھے ابوموسیٰ الحکمی ہیں اور راویوں میں ابوموسیٰ نام کی ایک

جماعت ہے۔''سنن ابوداؤد'' میں ان میں سے دو کا ذکر ہے اور ایک کا ''سنن نسائی'' میں ذکر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ا ص ۲۲۲' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث ''شرح صحیح مسلم'' ج ا ص ۴۲۳ پر مذکور ہے اور اس کا نمبر ۷۱ ہے اور چونکہ ۷۰۔ ۶۹ میں بھی یہی حدیث گزر چکی ہے' اس لیے اس کی شرح نہیں کی گئی' اسی طرح صحیح بخاری: ۱۰ میں بھی یہی حدیث گزر چکی ہے' اس لیے یہاں پر بھی اس کی شرح نہیں کی جا رہی۔

٦- بَابٌ اِطْعَامُ الطَّعَامِ مِنَ الْاِسْلَامِ

کھانا کھلانا بھی خصال اسلام میں سے ہے

١٢- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ' عَنْ اَبِي الْخَيْرِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ' وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ.

[اطراف الحدیث: ۲۸۔ ۶۲۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن خالد نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از ابی الخیر از عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام کی کون سی خصلت سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو' جن کو تم پہچانتے ہو اور جن کو تم نہیں پہچانتے۔

(صحیح مسلم: ۳۹' سنن ابوداؤد: ۵۱۹۴' سنن ترمذی: ۲۵۰۴' سنن نسائی: ۵۰۱۴' سنن ابن ماجہ: ۳۲۵۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو الحسن عمرو بن خالد بن فروخ الحرانی' ان کی مصر میں سکونت تھی' انہوں نے لیث بن سعد اور عبید اللہ بن عمرو وغیرہ سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے حسن بن محمد الصباح' ابو زرعہ اور ابو حاتم نے سماع کیا ہے' انہوں نے ان کو بہت سچا کہا' احمد بن عبد اللہ نے کہا: یہ ثبت' ثقہ مصری ہیں' ان سے صرف امام بخاری نے روایت کی ہے اور باقی اصحاب خمسہ نے ان سے روایت نہیں کی' یہ ۲۲۹ھ میں مصر میں فوت ہو گئے تھے (۲) لیث بن سعد مصری' ان کی کنیت ابو الحارث ہے' یہ مشہور امام ہیں' ان کی جلالت اور امامت پر اتفاق ہے' یہ مصر سے چار فرسخ دور ایک بستی میں پیدا ہوئے' انہوں نے ایک جماعت کثیرہ سے احادیث روایت کی ہیں' امام ابوحنیفہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں اور ہمارے اصحاب نے ان کا اصحاب ابوحنیفہ میں شمار کیا ہے۔ قاضی شمس الدین ابن خلکان نے بھی اسی طرح کہا ہے اور ان سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں' امام احمد نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت ہیں' یہ بہت سخی تھے' ۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور نصف شعبان کو جمعہ کے دن ۱۷۵ھ میں فوت ہو گئے (۳) یزید بن ابی حبیب' ابو حبیب کا نام سوید مصری ابو رجاء ہے' یہ بہت بزرگ تابعی ہیں' انہوں نے عبد اللہ بن الحارث اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ' صحابہ سے احادیث کا سماع کیا ہے اور کثیر تابعین سے سماع کیا ہے اور ان سے سلیمان التیمی' ابراہیم بن یزید' یحیی بن ایوب اور بہت سے اکابرین مصر نے سماع کیا ہے' ابن یونس نے کہا ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں اہل مصر کے مفتی تھے اور بہت حلیم اور عاقل تھے اور یہ پہلے شخص ہیں' جنہوں نے مصر میں فقہ' کلام اور حلال اور حرام کے علم کو ظاہر کیا' اس سے پہلے وہ فتن اور جنگوں سے متعلق احادیث بیان کرتے تھے' یہ ۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۸ھ میں فوت ہو گئے (۴) ابو الخیر مرثد ابو عبد اللہ مصری ہیں' یہ حضرت عمرو بن العاص' حضرت سعید بن زید اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم اور دیگر سے احادیث روایت کرتے ہیں' ۹۰ھ میں فوت ہو گئے' ان سے ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۵) پانچویں راوی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہیں' ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۱ص ۲۲۶_۲۲۵' دارالکتب العلمیہ بیروت'۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث کا یہ جملہ'' افضل اسلام یہ ہے کہ تم کھانا کھلاؤ'' بعینہٖ عنوان بنایا گیا ہے۔

کھانا کھلانے اور ہر کسی کو سلام کرنے کا مستحب ہونا اور دوسروں کو ضرر سے محفوظ رکھنے کا واجب ہونا

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نرمی سے بات کرنا اور کھانا کھلانا' میں نے پوچھا: کون سا اسلام کا وصف افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں ۔الحدیث (مسند احمد ج ۴ص ۳۸۵ طبع قدیم' سنن ابن ماجہ ۲۷۹۴' مسند احمد ج ۳۲ص ۱۷۷'موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اسلام کے اس پہلے حکم پر عمل کرنا مستحب ہے' واجب نہیں ہے' یہ صرف احسان اور حسن سلوک ہے اور رہا دوسرے مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھنا تو وہ واجب ہے' جب کہ وہ ضرر ناحق ہو اور اگر وہ مکافاتِ عمل ہو اور کسی کے پہنچائے ہوئے ضرر کا بدلہ ہو' تب معاف کر دینا مستحب ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۝ (آل عمران:۱۳۴)

اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۝

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ. (الشوریٰ:۴۰)

برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے' پھر جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر دی تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔

اس باب کی حدیث میں سلام کے ساتھ کھانا کھلانے کو جمع کر دیا ہے' تاکہ قول اور فعل کے ساتھ احسان کرنا جمع ہو جائے اور یہ کامل درجہ کا احسان ہے۔

اس حدیث میں کھانا کھلانے اور ہر کسی کو سلام کرنے کو اسلام کی خیر اور اچھی خصلت فرمایا ہے' سو جو شخص اسلام کے فرائض اور واجبات کو ادا کرنے اور حرام اور مکروہ تحریمی سے اجتناب کے بعد اس خصلت کو اپنائے گا تو اس کے لیے یہ بہت عمدہ خصلت ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اسلام کے ارکان اور فرائض پر عمل نہ کرے اور صرف اسی خصلت پر عمل کرے تو یہ سب سے اچھی خصلت ہے' نیز اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ ہر ایک کو سلام کرے' خواہ اس کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو' اس کے عموم سے کفار اور گم راہ فرقے خارج ہیں' کیونکہ ان کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔

حدیث: ۱۱ اور ۱۲ میں بہ ظاہر تعارض کا جواب

اس سے پہلی حدیث میں فرمایا تھا کہ دوسرے مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھنا' اسلام کی افضل خصلت ہے اور اس حدیث میں فرمایا ہے کہ لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر کسی کو سلام کرنا' اسلام کی اچھی خصلت ہے' ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ لفظ افضل اور خیر میں فرق ہے' فضل کا معنی کثرت ثواب ہے اور یہ قلت کے مقابلہ میں ہے اور خیر کا معنی ہے: نفع' اور یہ شر کے مقابلہ میں ہے' پس فضل کمیت کے قبیل سے ہے اور خیر کیفیت کے قبیل سے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ مختلف جواب اختلاف سائلین اور اختلاف سامعین کے اعتبار سے ہیں' مثلاً کوئی شخص مغلوب الغضب تھا اور اس کی زبان سے اور ہاتھ سے دوسروں کو ضرر پہنچتا تھا' تو جب اس نے سوال کیا کہ اسلام کا افضل عمل کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: دوسروں کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھنا اور جو شخص کھانا نہیں کھلاتا تھا اور لوگوں کو سلام نہیں کرتا تھا تو جب اس

Marfat.com

نے پوچھا کہ اسلام کی سب سے اچھی خصلت کون سی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر کسی کو سلام کرنا۔

* شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۲۲ میں بھی اس حدیث کی شرح کی گئی ہے' وہاں صرف تعارض کو دور کیا گیا ہے' باقی مضامین نہیں ہیں' وہاں پر اس حدیث کا نمبر ۶۸ ہے۔

۷- بَابٌ مِنَ الْإِيْمَانِ اَنْ يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

یہ بھی اُمورِ ایمان سے ہے کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے

۱۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ شُعْبَةَ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ' عَنْ اَنَسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' از شعبہ از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اور حسین معلم نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' از انس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہوگا' جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۵' سنن ترمذی: ۲۵۱۵' سنن نسائی: ۵۰۱۶' سنن ابن ماجہ: ۶۶' مسند ابویعلیٰ: ۳۱۸۲' سنن دارمی: ۲۷۴۰' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۳۳' شعب الایمان: ۱۱۱۲۵' المعجم الاوسط: ۸۲۸۸' مسند الشامیین: ۲۵۹۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۸۰۱۔ ج ۲۰ ص ۱۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) مسدد بن مسرھد بن مسربل ابن مرعبل الاسدی' یہ اہل بصرہ کے ثقہ راویوں میں سے ہیں' انہوں نے حماد بن زید' ابن عیینہ اور یحییٰ القطان سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے ابوحاتم الرازی' ابوداؤد اور محمد بن یحییٰ الذھلی' ابوزرعہ اور اسماعیل بن اسحاق وغیرہ نے سماع کیا ہے' احمد بن عبد اللہ نے کہا: یہ ثقہ راوی ہیں' امام احمد اور یحییٰ بن معین نے کہا: یہ بہت سچے ہیں' یہ رمضان ۲۲۳ھ میں فوت ہوگئے تھے (۲) یحییٰ بن سعید بن فروخ التیمی' ان کی کنیت ابوسعید ہے' امام اور حجت ہیں' ان کی جلالت اور توثیق پر سب متفق ہیں' انہوں نے یحییٰ انصاری' محمد بن عجلان' ابن جریج' ثوری' امام مالک اور شعبہ وغیرہ سے سماع کیا ہے' اور ان سے الثوری' ابن عیینہ' امام احمد' یحییٰ بن معین اور امام احمد وغیرہ نے سماع کیا ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: یحییٰ بن سعید بیس سال تک ایک دن اور ایک رات میں قرآن مجید ختم کرتے رہے' یہ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں فوت ہوگئے (۳) شعبہ بن الحجاج الواسطی' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے (۴) قتادہ بن دعامہ بن قتادہ بن عزیز السدوسی البصری التابعی' انہوں نے صحابہ میں سے حضرت انس بن مالک' حضرت عبد اللہ سرجس اور ابوالطفیل عامر سے احادیث کا سماع کیا ہے' اور تابعین میں سے سعید بن مسیب' حسن بصری اور محمد بن سیرین سے سماع کیا ہے اور ان سے سلیمان التیمی' ایوب السختیانی' اعمش' شعبہ' اوزاعی اور کثیر لوگوں نے سماع کیا ہے' ان کی جلالت' حفظ' توثیق' فضیلت اور اتقان پر اجماع ہے' یہ واسط میں ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ میں ۵۶ یا ۵۷ سال کی عمر میں فوت ہوگئے' کتب ستہ میں ان کے علاوہ قتادہ نام کا اور کوئی راوی نہیں ہے (۵) حسین بن ذکوان المعلم البصری ہیں' انہوں نے عطاء بن رباح' قتادہ اور دوسروں سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے شعبہ' ابن المبارک' یحییٰ القطان نے سماع کیا ہے' یحییٰ بن معین اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں (۶) حضرت انس بن مالک

Marfat.com

النضر انصاری ہیں' ان کی کنیت ابوحمزہ ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم تھے' انہوں نے دس سال آپ کی خدمت کی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۲۲۸۶ ' احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے ۱۶۸ ' احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری ۸۳ ' احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۹۱ ' احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' صحابہ میں ان کی سب سے زیادہ اولاد تھی' ان کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! انس آپ کا خادم ہے' آپ اس کے لیے اللہ سے دعا کیجئے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں برکت دینا اور اس کی عمر زیادہ کرنا اور اس کے گناہ بخش دینا' حضرت انس نے کہا: میں نے اپنی پشت سے پیدا ہونے والی ۹۸ ' اولاد کو دفن کیا' ان کے باغ سے سال میں دو مرتبہ پھل اترتے تھے' اور ان کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی' اور ان کی عمر ۱۰۰ سال سے متجاوز تھی' یہ بصرہ کے صحابہ میں سے سب سے آخر میں ۹۳ ھ میں فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۳۰-۲۲۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بالکل واضح ہے۔

اپنی پسندیدہ چیز کا اپنے مسلمان بھائی کو دینے کا وجوب

حافظ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اپنے بھائی کے لیے اس چیز کو پسند نہیں کرتا' جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے' اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کی نفی کی ہے' تو معلوم ہوا کہ اپنی پسندیدہ چیز کو اپنے بھائی کے لیے پسند کرنا بھی خصال ایمان سے ہے بلکہ ایمان کے واجبات سے ہے کیونکہ ایمان کی نفی اسی وقت کی جاتی ہے' جب اس کے بعض واجبات کو ترک کر دیا جائے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت کوئی زانی زنا کرتا ہے' اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی چور چوری کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا' اور جس وقت کوئی شرابی شراب پیتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۷۸' صحیح مسلم: ۵۷)

اور کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے اپنی پسندیدہ چیزوں کو اسی وقت پسند کرے گا' جب وہ حسد' کینہ' بغض اور دھوکا دہی سے سلامت اور محفوظ ہو اور ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا واجب ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جب تک ایمان نہ لاؤ' جنت میں داخل نہیں ہو گے' اور جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو' تمہارا ایمان نہیں ہوگا' الحدیث۔ (صحیح مسلم: ۵۴' سنن ترمذی: ۲۶۸۸' سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۲)

پس مومن' مومن کا بھائی ہے' وہ اپنے بھائی کے لیے اسی چیز کو پسند کرتا ہے' جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور اس کے لیے اسی چیز کو ناپسند کرتا ہے' جس کو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مؤمنین کو دیکھو گے کہ وہ ایک جسم کے اعضا کی طرح ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں' جب اس کے جسم کے ایک عضو میں بیماری ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم بیداری اور بخار میں کراہتا رہتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۱۱' صحیح مسلم: ۲۵۸۶)

پس جب مومن اپنے لیے دین اور دنیا کی کسی فضیلت کو پسند کرے گا تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کے بھائی کو بھی وہ فضیلت مل جائے اور اس سے وہ فضیلت زائل نہ ہو' جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب میں قرآن کریم کی کسی آیت کو پڑھ کر اس کا مطلب سمجھتا ہوں تو میں پسند کرتا ہوں کہ تمام مسلمان اس آیت کا وہ مطلب سمجھ لیں' جو میں نے سمجھا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: میں

Marfat.com

اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تمام لوگ اس علم کو حاصل کر لیں اور خصوصیت سے میری طرف اس علم کی نسبت نہ کریں۔

اپنی برتری اور انفرادیت کو طلب کرنا مذموم ہے

اور جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کو دین اور دنیا کی کسی فضیلت میں تفرد اور انفرادیت حاصل ہو تو یہ مذموم ہے' قرآن مجید میں ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَO (القصص: ۸۳) یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کرتے ہیں' جو زمین میں اپنی برتری اور بڑائی کا ارادہ نہیں کرتے اور نہ دہشت گردی کا ارادہ کرتے ہیں' اور نیک انجام اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہےO

اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس لیے علم حاصل کیا کہ ان پڑھ لوگوں سے بحث کرے یا علماء کے سامنے فخر کرے یا لوگوں کے چہروں کو اپنی طرف موڑے تو وہ شخص دوزخ میں ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۵۳' زوائد ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر نے کہا: وہ اس کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی جوتی دوسروں کی جوتیوں سے اچھی ہو اور نہ اس کو پسند کرتے ہیں کہ ان کے کپڑے دوسروں کے کپڑوں سے اچھے ہوں۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور وہ شخص خوب صورت تھا' اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں حسین چیزوں کو پسند کرتا ہوں' اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ مجھے کیا کچھ عطا کیا گیا ہے حتیٰ کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ کوئی شخص مجھ سے برتر ہو خواہ میری جوتی کے تسمہ سے' کیا یہ تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۹۰' مسند احمد ج ۱ ص ۴۲۔ ۳۸۵)

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ وہ شخص یہ چاہتا تھا کہ اس سے کوئی برتر نہ ہو' نہ یہ کہ وہ سب سے برتر اور بلند ہو بلکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ برتری اور بلندی میں لوگوں کے مساوی ہو' اور اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ شخص یہ پسند کرتا تھا کہ وہ لوگوں سے برتر اور بلند ہو اور ان میں منفرد ہو۔

اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی مخصوص فضیلت عطا کی ہو اور وہ اس فضیلت میں عام لوگوں سے منفرد ہو اور برتر اور بلند ہو اور وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس فضیلت کی لوگوں کو خبر دے تو یہ مستحسن ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْO (الضحیٰ: ۱۱) بہر حال آپ اپنے رب کی نعمت کا خوب بیان کریںO

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور فخر نہیں' اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا اور فخر نہیں' اور ہر نبی خواہ آدم ہوں یا کوئی اور وہ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے' اور سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہو گی اور فخر نہیں۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے) (سنن ترمذی: ۳۶۱۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے یہ علم ہو کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے اور اس تک پہنچنے کے لیے اونٹوں پر سفر کرنا پڑے تو میں اس کے پاس ضرور جاؤں گا۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۴۲۔ ۴۱ ملخصاً' دار ابن الجوزیہ ریاض' ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

حدیث مذکور کی شرح 'شرح صحیح مسلم میں

یہ حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۹۷۔ ج ۱ ص ۴۵۴۔ ۴۵۳ میں مذکور ہے وہاں اس پر اس عنوان کے تحت بحث کی ہے کہ "جو چیز لائق استفادہ اور قابل استعمال نہ رہے اس کا دوسرے مسلمانوں کو دینا جائز نہیں ہے اور جو چیز پسندیدہ نہ ہو لیکن قابل استعمال ہو اس کا دینا جائز ہے" اور جو مباحث یہاں "نعمۃ الباری" میں ذکر کیے ہیں ان کا وہاں ذکر نہیں ہے۔

٨- بَابُ حُبُّ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاِيْمَانِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اُمورِ ایمان سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ دونوں بابوں میں محبت کا تعلق ایمان سے ہے۔

١٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے' از اعرج از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا' جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

١٥- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے از عبدالعزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (ح) اور ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح مسلم: ۴۴' سنن نسائی: ۵۰۳۰' سنن ابن ماجہ: ۶۷' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۳۳' سنن دارمی: ۲۷۴۱' مسند ابویعلیٰ: ۳۰۴۹' صحیح ابن حبان: ۱۷۹' شعب الایمان: ۱۳۷۴' شرح السنۃ: ۲۲' المعجم الاوسط: ۲۸۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۸۱۴۔ ج ۲۰ ص ۲۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث: ١٤ کے رجال کا تعارف

(۱) پہلا راوی ابوالیمان ہے' اس کا تعارف پہلے کیا جا چکا ہے (۲) دوسرا راوی شعیب بن ابی حمزہ الحمصی ہے' اس کا تعارف بھی پہلے کیا جا چکا ہے (۳) ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان المدنی القرشی ہے' انہوں نے تابعین کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں اور ان سے بھی تابعین نے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۳۶ سال کی عمر میں ۱۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) چوتھے راوی الاعرج ہیں' ان کا نام ابوداؤد عبدالرحمان بن ھرمز ہے' یہ تابعی مدنی قرشی ہیں' انہوں نے ابوسلمہ اور عبدالرحمان بن القاری سے احادیث روایت کی

ہیں اور ان سے الزہری' یحییٰ الانصاری اور دیگر نے احادیث روایت کی ہیں' ان کی توثیق پر اتفاق ہے' یہ ۱۱۷ھ میں اسکندریہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) پانچویں راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں' ان کا تعارف بھی پہلے کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ص ۲۳۳)

حدیث:۱۵کے رجال کا تعارف

(۱) ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الدورقی العبدی' یہ ثقہ' حافظ اور متقن تھے' انہوں نے ابن عیینہ' القطان' یحییٰ بن ابی کثیر اور بہت سے ائمہ سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے ابوزرعہ' ابوحاتم اور ایک جماعت نے سماع کیا ہے' یہ ۲۵۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابن علیہ' علیہ ان کی ماں ہیں اور ان کے والد ابراہیم بن سہل ہیں' انہوں نے عبد العزیز بن صہیب اور ایوب السختیانی سے احادیث کا سماع کیا ہے' ان کی جلالت اور توثیق پر اتفاق ہے' یہ بغداد میں ۱۹۴ھ میں فوت ہو گئے (۳) عبد العزیز بن صہیب' یہ تابعی ہیں' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے' ان کی توثیق پر اتفاق ہے (۴) آدم بن ابی ایاس ہیں' ان کا تعارف کیا جا چکا ہے (۵) شعبہ بن الحجاج ہیں' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۶) قتادہ بن دعامہ ہیں' ان کا تعارف بھی کیا جا چکا ہے (۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں' ان کا تعارف بھی کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ص ۲۳۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں محبت رسول کا ذکر ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

محبت رسول کی اقسام

اس باب میں امام بخاری نے دو حدیثیں روایت کی ہیں اور دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ کامل مومن وہ شخص ہوگا' جو اپنے والد' اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہو' اس لیے یہ جاننا چاہیے کہ محبت کی اقسام کیا ہیں:

علامہ ابوالحسین علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

محبت کی تین اقسام ہیں: (۱) اجلال اور عظمت کے ساتھ محبت' جیسے والد کے ساتھ محبت ہوتی ہے (۲) شفقت اور رحمت کے ساتھ محبت' جیسے اولاد کے ساتھ محبت ہوتی ہے' اور (۳) استحسان اور حسن سلوک کے ساتھ محبت' جیسے تمام لوگوں کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس کا ایمان کامل ہوگا' اس کو یہ معلوم ہوگا کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق اور آپ کا فضل' اس کے والد' اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور اس کو دوزخ سے نجات دی۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۱ص ۶۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۰ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی ایک قسم ہے: آپ کی سنت کی نصرت کرنا اور آپ کی شریعت کی مدافعت کرنا اور آپ کی زیارت کی تمنا کرنا' اور آپ کے اوپر اپنی جان اور مال کو خرچ کرنا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ص ۲۸۱۔ ۲۸۰' دارالوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

محبت رسول کی کیفیت

حافظ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا سب کی محبتوں پر راجح ہونا ضروری ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اجناس میں کامل بنایا ہے اور آپ کو تمام انواع پر فضیلت دی ہے اور آپ میں تمام محاسن ظاہرہ اور باطنہ رکھے ہیں اور آپ کو اخلاق حسنہ اور خصائل جمیلہ کی خصوصیت عطا کی ہے۔

قاضی ابوالفضل نے کہا: جب تک کوئی شخص ہر والد اور ہر اولاد سے آپ کو افضل اعتقاد نہ کرے وہ مومن نہیں ہو سکتا اور اس کے

کفر میں کوئی شک نہیں جو آپ کی تعظیم اور اجلال کا عقیدہ نہ رکھے' لیکن اس حدیث کا یہ منشا نہیں ہے کہ آپ کے اعظم ہونے کا عقیدہ آپ کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کو مستلزم نہیں ہے' کیونکہ کبھی انسان کسی شخص کو بہت عظیم سمجھتا ہے اور اس کی محبت اپنے دل میں نہیں پاتا' یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنی کہ تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا' جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد' اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں' تو حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں' سوائے میری جان کے' آپ نے فرمایا: اے عمر! تمہاری جان سے بھی زیادہ (میرا محبوب ہونا ضروری ہے) حضرت عمر نے کہا: میری جان سے بھی زیادہ آپ محبوب ہیں' آپ نے فرمایا: اب اے عمر! (یعنی اب تمہارا ایمان کامل ہے) (صحیح البخاری: ۶۶۳۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۶) اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ محبت صرف تعظیم کا اعتقاد نہیں ہے بلکہ آپ کی تعظیم کے ساتھ آپ کی طرف دل مائل ہو اور جو شخص اپنے دل میں آپ کی طرف سب سے زیادہ میلان نہ پائے اس کا ایمان کامل نہیں ہے جیسے حضرت ابوسفیان کی بیوی حضرت ہند نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ پہلے میں آپ کے چہرہ کو سب سے زیادہ ناپسند کرتی تھی اور اب آپ کا چہرہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے' اور جیسے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنا تجربہ کیا ہے میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے اور نہ میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ کوئی معظم ہے اور آپ کے جلال کی وجہ سے میں آپ کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتا اور اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ میں آپ کی صفت بیان کروں تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ میں نے نگاہ بھر کر آپ کو نہیں دیکھا۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کی محبت میں آپ کے اصحاب کا مقام بہت بلند تھا' بعض مومنین شہوات میں ڈوبے رہتے ہیں اور ان پر غفلت کے پردے پڑے رہتے ہیں اور ان کے احوال بہت ناقص ہوتے ہیں' لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے اور آپ کے فضائل بیان کیے جائیں تو ان کی محبت جوش میں آتی ہے اور وہ آپ کی زیارت کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں' بلکہ آپ کی قبر مبارک اور آپ کے آثار کی زیارت کے لیے مضطرب ہو جاتے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے اہل و عیال' مال و دولت' ماں باپ حتیٰ کہ ان کی جان بھی چلی جائے اور کسی طرح ان کو آپ کی زیارت ہو جائے' البتہ ان پر شہوت اور غفلت کے غلبہ کی وجہ سے ان کی یہ کیفیت جلد زائل ہو جاتی ہے' ہم اللہ کریم سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی دائمی اور کامل محبت عطا فرمائے اور ہمیں غلبہ شہوت اور غفلت کے حجابات سے محفوظ رکھے۔ (المفہم ج ۱ ص ۲۲۷-۲۲۵ ملخصاً' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

صحابہ کرام کی محبت رسول کی چند مثالیں

حدیث میں ہے کہ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے' جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے' مسلمانوں کو لڑنے کے لیے للکار رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے ان کے مقابلہ پر جانا چاہا' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ۔

(الاستیعاب: ۱۴۰۲' ج ۲ ص ۳۶۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے ماموں العاص بن ہشام بن المغیرہ کو قتل کر دیا تھا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ مذکور الصدر آیت (المجادلہ: ۲۲) کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا: مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ ابوقحافہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو حضرت ابوبکر نے ابوقحافہ (حضرت ابوبکر کا باپ) کو اس زور سے تھپڑ مارا کہ وہ گر پڑا' پھر انہوں نے اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے ایسا کیا؟

عرض کیا: ہاں آپ نے فرمایا: دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے جنگ احد میں اپنے باپ عبداللہ بن الجراح کو قتل کر دیا اور حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی' جب جنگ بدر میں ان کے بیٹے عبدالرحمن نے مسلمانوں کو جنگ کے لیے للکارا تو حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ' کیا تم نہیں جانتے کہ تم میرے لیے میری آنکھوں اور میرے کانوں کے مرتبہ میں ہو اور حضرت مصعب بن عمیر کی شان میں نازل ہوئی' جب انہوں نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو جنگ احد میں قتل کر دیا اور حضرت عمر کی شان میں نازل ہوئی' جب انہوں نے اپنے ماموں العاص بن ہشام بن المغیرہ کو جنگ بدر میں قتل کر دیا اور حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئی' جب انہوں نے عتبہ' شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کر دیا اور یہ صحابہ اس آیت کے اس حصہ کے مصداق ہیں' خواہ وہ (دشمن) ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار۔

(اسباب النزول للواحدی: ۷۷۱' ص ۴۴۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' اسباب النزول للسیوطی ص ۱۲' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ مختلف جنگوں میں صحابہ کرام نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنے باپ بھائی اور دیگر قریبی رشتہ داروں کو قتل کر دیا' ایک نابینا صحابی کے ایک باندی سے دو کمسن بچے تھے' لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۶۱) اور حضرت عمیر بن امیہ کی ایک بہن تھی' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب وشتم کرتی تھی تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۶۵۔ ۶۴) اسی طرح صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور اپنے رشتہ داروں کے علاوہ اپنے وطن' اپنے پسندیدہ مکانوں اور اپنے جمع شدہ مال اور اپنے کاروبار اور تجارت کو چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔

شرح صحیح مسلم میں محبت رسول کی تحقیق

اس حدیث کی شرح ہم نے شرح صحیح مسلم میں بھی کی ہے اور وہاں ہم نے اس کی بہت زیادہ تفصیل کی ہے' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی توجیہ (۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور محبت کے چند مظاہر (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی علامات (۵) اطاعت رسول (۶) اتباع رسول کی حلاوت (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے عیب ہونا (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہ کثرت ذکر کرنا (۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان سے خوش ہونا (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا (۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا (۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا (۱۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہونا (۱۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوبوں سے محبت کرنا (۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبتوں سے محبت کرنا (۱۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعداء سے عداوت رکھنا (۱۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات محبت میں حرف آخر۔

(شرح صحیح مسلم: ۷۷۔ ج ۱ ص ۴۵۱۔ ۴۲۵' فرید بک سٹال' لاہور)

۹- بَابُ حَلَاوَةِ الْاِيْمَانِ ایمان کی حلاوت (مٹھاس)

Marfat.com

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایمان کی مٹھاس تین چیزوں سے محبت ہے اور باب سابق میں ان میں سے ایک چیز کی محبت کو بیان کیا گیا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت ہے' سوان دونوں بابوں میں جزاور کل کی مناسبت ہے۔

١٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ' عَنْ اَبِي قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ' وَاَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ' وَاَنْ يَكْرَهَ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ.

[اطراف الحدیث:۲۱-۶۰۴۱-۶۹۴۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ محمد بن المثنی نے کہا: ہمیں عبدالوہاب الثقفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں' وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا: (۱) یہ کہ اس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو (۲) اور یہ کہ وہ جس شخص سے بھی محبت کرے صرف اللہ کے لیے محبت کرے (۳) اور یہ کہ اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا ایسا ناپسندیدہ ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا' ناپسندیدہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۳' سنن ترمذی: ۲۶۲۴' سنن نسائی: ۴۹۸۸' مسند ابویعلیٰ: ۳۲۷۹' صحیح ابن حبان: ۲۳۷' شعب الایمان: ۱۶۲۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۰ ص ۱۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن المثنی بن عبید بن قیس البصری' انہوں نے ابن عیینہ' وکیع بن الجراح' اسماعیل بن علیہ وغیرہم سے سماع کیا ہے اور ان سے ابوزرعہ' ابوحاتم اور محمد بن یحییٰ الذہلی نے سماع کیا ہے' الخطیب نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت تھے' اور تمام ائمہ ان کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں' یہ ۲۵۲ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے (۲) عبدالوہاب بن عبدالمجید بن الصلت' الثقفی البصری' انہوں نے یحییٰ انصاری اور ایوب السختیانی اور دیگر سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے امام محمد بن ادریس شافعی' امام احمد' ابن معین اور ابن المدینی نے سماع کیا ہے' ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ تھے اور ان میں ضعف ہے' یہ ۱۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۴ھ میں فوت ہو گئے (۳) ایوب بن ابی تمیمہ کیسان السختیانی البصری' انہوں نے حضرت انس بن مالک کی زیارت کی ہے اور عمرو بن سلمہ الجرمی اور ابوعثمان النہدی اور بہت اعلام سے احادیث کا سماع کیا ہے' اور ان سے محمد بن سیرین' عمرو بن دینار' الاعمش اور امام مالک نے سماع کیا ہے' نیز ان سے امام ابوحنیفہ نے بھی احادیث روایت کی ہیں' امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت ہیں' یہ ۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۱ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے (۴) ابوقلابہ عبداللہ بن زید بن عمرو البصری' انہوں نے حضرت ثابت بن قیس انصاری اور حضرت انس بن مالک انصاری اور دیگر صحابہ سے سماع کیا ہے' ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے' یہ ۱۰۴ھ میں شام میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۳۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس میں ایمان کی مٹھاس کا ذکر ہے۔

ایمان کے استحکام کو مٹھاس سے تشبیہ دینے کی توجیہ

حدیث مذکور میں تین خصلتوں کا ذکر فرمایا' جس نے ان کو مکمل کر لیا' وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا' اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا ذائقہ اور مٹھاس ہے' جس کو صرف دل سے محسوس کیا جا سکتا ہے' جیسے کھانے پینے کی چیزوں کا ذائقہ اور مٹھاس صرف زبان سے محسوس

Marfat.com

کی جاتی ہے کیونکہ ایمان دل کی غذا اور اس کی قوت ہے' جیسے کھانے پینے کی چیزیں بدن کی غذا اور اس کی قوت ہیں' اور جس طرح جسم کھانے پینے کی چیزوں کی لذت اور مٹھاس اسی وقت پاتا ہے' جب جسم صحیح اور تندرست ہو اور جب جسم بیمار ہو تو اس کو میٹھی چیزیں بھی کڑوی لگتی ہیں' جیسے جس شخص پر صفراء کا غلبہ ہو' اس کو ایسا ہی لگتا ہے' اسی طرح انسان کا دل بھی ایمان کی مٹھاس اسی وقت پاتا ہے' جب اس کا دل بیماریوں اور آفتوں سے محفوظ ہو اور جب اس کا دل گم راہی اور شہوت کے مرض میں مبتلا ہو' تو پھر وہ ایمان کی مٹھاس نہیں پاتا بلکہ وہ حرام کاموں اور شہوت کے تقاضے پورے کرنے میں لذت پاتا ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس وقت کوئی زانی زنا کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا' الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۵۵۷۸' ۲۴۷۵' صحیح مسلم: ۵۷' سنن ترمذی: ۲۶۲۵' سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۶) کیونکہ اگر اس کا ایمان کامل ہوتا تو وہ ایمان کی مٹھاس کو پاتا اور حرام کاموں کی مٹھاس سے مستغنی ہو جاتا' سو جس طرح بیماری کے ساتھ کھانے پینے کی چیزوں میں لذت نہیں آتی' اسی طرح حرام کاموں اور گناہوں کے ساتھ عبادت میں لذت نہیں آتی۔

اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے اسباب اور ان کی محبت کے درجات

ان تین خصلتوں میں سے پہلی خصلت یہ ہے کہ انسان کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو اور اللہ کی محبت اس کی معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور اس کی معرفت کا کمال' اس کے اسماء' صفات اور اس کے افعال کی معرفت سے حاصل ہوتا ہے اور جن کاموں میں اس کی حکمتیں' فوائد اور عجائب ہیں' ان میں غور کرنے سے اس کی قدرت' اس کی حکمت' اس کے علم اور اس کی رحمت کا پتا چلتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مطالعہ کرنے سے اس کی محبت پیدا ہوتی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ سے اس لیے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے غذا دیتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

(سنن ترمذی: ۳۷۸۹' المعجم الکبیر: ۲۶۳۹' المستدرک ج ۳ ص ۱۵۰' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۱۱' التاریخ الکبیر: ۵۹۲)

سو جس کو اللہ کی معرفت حاصل ہوگئی' وہ اس سے محبت کرتا ہے اور جو اس سے محبت کرتا ہے' وہ اس کی اطاعت کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے دو درجے ہیں' ایک فرض ہے یعنی اللہ کی محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ جن فرائض کا اس نے حکم دیا ہے' ان پر عمل کیا جائے اور جن حرام کاموں سے اس نے منع کیا ہے' ان سے باز رہا جائے' اللہ تعالیٰ کی محبت میں کم از کم اتنا درجہ حاصل کرنا ضروری ہے اور جس کو یہ درجہ بھی حاصل نہ ہو' وہ اللہ کی محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے' کیونکہ جس شخص نے کسی حرام کام کو کیا یا کسی فرض یا واجب کو ترک کیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت کم ہے' اسی وجہ سے اس نے اپنے نفس کی خواہش اور اس کی محبت کو اللہ کی محبت پر ترجیح دی' اگر اس کے دل میں اللہ کی کامل محبت ہوتی تو وہ اللہ کے فرائض کو ترک نہ کرتا اور اس کے منع کیے ہوئے کاموں کا ارتکاب نہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کا دوسرا درجہ مستحبات پر عمل کرنا اور مکروہات کو ترک کرنا ہے اور یہ کہ وہ نوافل پر دوام کر کے اللہ کا قرب حاصل کرے اور جو مصائب اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیئے ہیں' ان پر صبر کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کے بھی دو درجے ہیں' ایک درجہ فرض ہے' وہ یہ ہے کہ جن فرائض کا آپ نے حکم دیا ہے' ان پر عمل کیا جائے اور جن حرام کاموں سے آپ نے منع کیا ہے' ان سے اجتناب کیا جائے' آپ کے احکام پر عمل کرنے میں اپنے دل میں تنگی نہ پائے اور دوسرا درجہ آپ کی سنتوں' آداب' اخلاق کی اتباع کرنا ہے' آپ کی سیرت اور آپ کے حسن معاشرت میں آپ کی اقتداء کرنا ہے' آپ کے اخلاق سے متخلق ہونا ہے' دنیا سے زہد اور آخرت میں رغبت کرنا ہے' سخاوت' ایثار' درگزر کرنے' حلم اور تواضع کو اپنانا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق باطنہ میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنا اور اس سے سب سے زیادہ محبت اور اس سے ملاقات کا شوق'

Marfat.com

اس کی قضاء پر راضی رہنا' اس کے ساتھ قلب کو دائمی تعلق' اس پر توکل اور اعتماد' زبان کا اس کے ذکر سے تر رہنا' خلوت میں اس سے دعا اور مناجات کرنا' تدبر اور تفکر سے اس کی کتاب کی تلاوت کرنا' خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن کریم تھا' آپ اللہ کی رضا سے راضی اور اس کی ناراضی سے ناراض ہوتے تھے' پس جو لوگ اپنے قول' عمل اور حال میں آپ کی سب سے زیادہ متابعت کرنے والے ہیں' وہ آپ کی امت کے صدیقین ہیں' جن کے سرخیل حضرت ابوبکر اور آپ کے بعد کے خلفاء ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس ضمن میں احادیث کہ انسان جس سے بھی محبت کرے' اللہ کے سبب سے محبت کرے

اس حدیث میں دوسری خصلت یہ بیان فرمائی ہے کہ انسان جس سے بھی محبت کرے صرف اللہ کے لیے محبت کرے' اور اللہ کے سبب سے محبت کرنا اصول ایمان سے ہے اور اس کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے' حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تم اللہ کے سبب سے محبت کرو اور اللہ کے سبب سے بغض رکھو اور تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں عمل کرتی رہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۷ طبع قدیم' المعجم الکبیر: ۴۲۶۔ ج ۲۰' مسند احمد: ۲۲۱۳۰۔ ج ۳۶ ص ۴۴۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ کا اس وقت تک صریح ایمان محقق نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ اللہ کے سبب سے محبت رکھے اور اللہ کے سبب سے بغض رکھے' پس جب وہ اللہ کے سبب سے محبت رکھے گا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھے گا تو وہ اللہ کی محبت کا مستحق ہو جائے گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۰ طبع قدیم' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۸۹' مسند احمد ج ۲۴ ص ۳۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' اس کی سند منقطع ہے۔)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی مضبوط گرہ اللہ کے سبب سے محبت رکھنا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھنا ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۶ طبع قدیم' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۱' شعب الایمان: ۱۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "احب الاعمال" اللہ کے سبب سے محبت رکھنا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھنا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۶' سنن ابوداؤد: ۴۵۹۹' اس کی سند ضعیف ہے' مسند احمد: ۲۱۳۰۳۔ ج ۳۵ ص ۲۲۹' بیروت)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے اللہ کے سبب سے محبت کی اور اللہ کے سبب سے بغض رکھا اور اللہ کے سبب سے عطا کیا اور اللہ کے سبب سے منع کیا' اس کا ایمان کامل ہو گیا' ایک روایت میں ہے: اس نے اللہ کے سبب سے نکاح کیا (یعنی اس کی رضا کے لیے)۔ (سنن ابوداؤد: ۴۶۸۱' سنن ترمذی: ۲۵۲۱' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۰۔ ۴۳۸)

اس دوسری خصلت کی پہلی خصلت کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوگا' اس کی تمام محبت اللہ کے لیے ہوگی اور اس کو یہ لازم ہے کہ اس کی دوستی بھی اللہ کے سبب سے ہو اور اس کی دشمنی بھی اللہ کے سبب سے ہو اور اس کے نفس میں اپنی کوئی خواہش نہ ہو' اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت جب ہی مکمل ہوگی' جب اس کے اولیاء سے محبت رکھی جائے اور اس کے دشمنوں سے بغض رکھا جائے۔

اس سلسلہ میں دلائل کہ ایمان کے بعد کفر کرنا آگ میں جھونکے جانے کے مترادف ہے

تیسری خصلت یہ ہے کہ اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا ایسا ناپسندیدہ ہو' جیسے آگ میں ڈالا جانا' ناپسندیدہ ہے۔

جب انسان کے دل میں ایمان راسخ اور محقق ہو جاتا ہے تو وہ ایمان کی مٹھاس پاتا ہے اور ایمان کے دوام اور ثبات سے محبت

کرتا ہے اور ایمان کو چھوڑنا اس کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہوتا ہے جیسے اس کے نزدیک آگ میں جھونکا جانا ناپسندیدہ ہے قرآن مجید میں ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ.

لیکن اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کو محبوب بنادیا اور اس کو تمہارے دلوں میں خوش نما بنادیا اور اس نے تمہارے نزدیک کفر نافرمانی اور گناہوں کو ناپسندیدہ بنادیا۔ (الحجرات: ۷)

ابورزین عقیلی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایمان کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: تم یہ شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک (سیدنا) محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ اور اس کا رسول تمہیں ان کے ماسوا سے محبوب ہو اور تمہارے نزدیک آگ میں جل جانا اس سے زیادہ پسندیدہ ہو کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو اور تم کسی مدہ نسب والے سے غیر سے صرف اللہ عزوجل کے سبب سے محبت کرو سو جب تم اس طرح ہو جاؤ گے تو تمہارے دل میں ایمان کی محبت اس طرح داخل ہو جائے گی جس طرح شدید گرمی کے دن میں پیاسے کے دل میں پانی کی محبت داخل ہوتی ہے۔ الحدیث

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۵۳-۵۴ مسند احمد ج ۴ ص ۱۱ مسند احمد ج ۲۶ ص ۱۱۴ مؤسسۃ الرسالۃ حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں سلیمان بن موسیٰ ہے ابن معین اور ابوحاتم نے اس کی توثیق کی ہے اور دوسروں نے اس کو ضعیف کہا ہے۔)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی نصیحت کی آپ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا خواہ تم کو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا خواہ وہ تم کو یہ حکم دیں کہ تم اپنے مال اور اہل سے نکل جاؤ (۳) فرض نماز کو ترک نہ کرنا کیونکہ جس نے فرض نماز کو عمداً ترک کیا وہ اللہ کے ذمہ سے بری ہو گیا (۴) شراب نہ پینا کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی اصل ہے (۵) اللہ کی نافرمانی سے ڈرنا کیونکہ نافرمانی سے اللہ کی ناراضی حلال ہو جاتی ہے (۶) میدان جہاد سے پیٹھ نہ موڑنا خواہ لوگ ہلاک ہو رہے ہوں (۷) اور جب لوگوں پر موت آ رہی ہو اور تم بھی ان لوگوں میں ہو تو ثابت قدم رہنا (۸) اپنے عیال پر اپنے مال سے خرچ کرنا (۹) ان کو ادب سکھانے کے لیے ان کے اوپر اپنی لاٹھی بلند نہ کرنا (۱۰) ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا۔ (المعجم الکبیر: ۱۵۶، ج ۲۰ مسند الشامیین: ۲۲۰۴ سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۳ صحیح ابن حبان: ۵۲۴ المستدرک ج ۴ ص ۴۱ شعب الایمان: ۸۰۲۵ مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۸ طبع قدیم مسند احمد ج ۳۶ ص ۳۹۳-۳۹۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب الاخدود کا قصہ بیان فرمایا ان سے کہا گیا: ایمان سے پھر جاؤ ورنہ آگ میں ڈال دیے جاؤ گے انہوں نے آگ میں جلائے جانے کے مقابلہ میں ایمان پر قائم رہنے کو اختیار کر لیا اور ان کو آگ میں جلا دیا گیا۔ (البروج: ۹-۴)
اس کی مزید تفصیل تبیان القرآن جلد ۱۲ سورۃ البروج کی تفسیر میں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کا کفر پر آگ میں جھونکے جانے کو ترجیح دینا

اسی طرح حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کا واقعہ ہے انہوں نے کھولتے ہوئے تیل میں ڈالے جانے کے مقابلہ میں ایمان کو اختیار کر لیا۔

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رومیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو

گرفتار کرلیا' ان کے بادشاہ نے ان سے کہا: تم عیسائی ہو جاؤ' ورنہ میں تم کو پیتل کی بنی ہوئی گائے کے مجسمہ میں ڈال دوں گا' حضرت عبداللہ بن حذافہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' پھر اس نے اس گائے کے مجسمہ کو منگوایا اور اس کو تیل سے بھر دیا' پھر اس کو خوب کھولایا' اور ایک مسلمان قیدی کو بلوایا اور اس سے کہا: عیسائی ہو جاؤ' اس نے انکار کیا تو اس نے قیدی کو اس مجسمہ کے اندر کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا' حتیٰ کہ اس کا گوشت جل گیا اور اس کی ہڈیاں نکل آئیں' پھر حضرت عبداللہ سے کہا: تم عیسائی ہو جاؤ' ورنہ میں تم کو بھی اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دوں گا' حضرت عبداللہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' اس نے حکم دیا کہ ان کو اس گائے کے مجسمہ میں ڈال دیا جائے' حضرت عبداللہ یہ سن کر رونے لگے' لوگوں نے سردار سے کہا: یہ رو رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے' سردار نے کہا: اس کو واپس لاؤ' حضرت عبداللہ نے کہا: تم یہ نہ سمجھنا کہ میں اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈالے جانے کے خوف سے رو رہا ہوں' بلکہ میں صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ میرے پاس صرف یہی ایک جان ہے' جس کو اللہ کی راہ میں کھولتے ہوئے تیل میں ڈالا جائے گا' میں تو یہ چاہتا ہوں کہ کاش! میرے پاس میرے بالوں کے برابر بھی جانیں ہوتیں' پھر تم مجھ پر مسلط ہوتے اور ان سب کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیتے' اس سردار کو حضرت عبداللہ کی اس بات سے سخت تعجب ہوا اور اس نے چاہا کہ ان کو چھوڑ دے' اس نے کہا: تم میرے سر کو بوسہ دو' میں تم کو چھوڑ دوں گا' حضرت عبداللہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' اس نے کہا: تم عیسائی ہو جاؤ' میں اپنی بیٹی کی تم سے شادی کر دوں گا اور آدھا ملک تم کو دے دوں گا' حضرت عبداللہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' اس نے کہا: تم میرے سر کو بوسہ دو' میں تم کو بھی چھوڑ دوں گا اور تمہارے ساتھ اسی (۸۰) مسلمانوں کو بھی چھوڑ دوں گا' حضرت عبداللہ نے کہا: اس صورت میں میں کرلوں گا' پھر حضرت عبداللہ نے اس کے سر کو بوسہ دیا' اس نے حضرت عبداللہ کو بھی رہا کر دیا اور ان کے ساتھ اسی دوسرے مسلمانوں کو بھی رہا کر دیا' جب یہ مسلمان حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے' تو حضرت عمر نے کھڑے ہو کر حضرت عبداللہ بن حذافہ کے سر کو بوسہ دیا' مسلمان حضرت عبداللہ سے مذاق میں کہتے کہ آپ نے کافر کے سر کو بوسہ دیا' حضرت عبداللہ جواب دیتے: ہاں! میں نے اس بوسے کے عوض اسی (۸۰) مسلمانوں کو کافر کی قید سے رہا کرالیا۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ امام بیہقی کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۹ ص ۲۴۵-۲۴۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل سے اپنی سند کے ساتھ ابورافع سے روایت کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۵۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس واقعہ کو امام بیہقی کی سند سے روایت کیا ہے اور اس میں کچھ اضافہ اور کچھ اختصار ہے۔ (الاصابہ ج ۴ ص ۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں بھی یہ دلیل ہے کہ انہوں نے کفر کو اختیار نہیں کیا' حتیٰ کہ انہیں آگ میں ڈال دیا گیا' دیکھئے الانبیاء: ۶۹۔

دل میں تصدیق قائم ہو تو زبان سے کلمہ کفر کہنے کی اجازت کی بحث

اگر کسی مسلمان سے کہا جائے کہ تم کلمۂ کفر کہو ورنہ ہم تم کو قتل کر دیں گے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ جان بچانے کے لیے زبان سے کلمۂ کفر کہہ دے' لیکن دل میں اپنے ایمان کو ثابت اور برقرار رکھے' یہ اس کے لیے رخصت ہے' جب کہ اس کے لیے عزیمت یہ ہے کہ وہ زبان سے بھی کلمۂ کفر نہ کہے' خواہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ. (النحل:۱۰۶) سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ کے جاسوس دو مسلمانوں کو پکڑ کر اس کے پاس لے گئے' اس نے ان میں سے ایک سے کہا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! پھر اس نے کہا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا: میں بہرہ ہوں۔ اس نے کہا: کیا وجہ ہے جب میں تم سے کہتا ہوں کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں' تو تم کہتے ہو کہ میں بہرہ ہوں' پھر اس نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا' پھر اس نے دوسرے مسلمان سے کہا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں' پھر اس نے کہا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا: ہاں' پھر اس نے اس کو چھوڑ دیا' پھر وہ مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا' آپ نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو اس نے اپنے اور اپنے مسلمان ساتھی کا ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا: رہا تمہارا ساتھی تو وہ اپنے ایمان پر قائم رہا اور رہے تم تو تم نے رخصت پر عمل کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۰۴۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کرنے کی بحث

ایک بحث یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کرنا جائز ہے جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی' وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی' وہ صرف اپنے آپ کو ضرر پہنچائے گا اور اللہ کو بالکل ضرر نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۹۷)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک اور حدیث میں اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کرنے کی آپ نے مذمت فرمائی ہے:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خطبہ میں کہا: جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی' وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی' وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بُرے خطیب ہو' یوں کہو: جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم: ۸۷۰)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت امت کے لیے ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جائز ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کر دیں۔

* اس حدیث کی شرح ہم نے شرح صحیح مسلم: ۷۵۔ ج ۱ ص ۴۲۵۔ ۴۲۴ میں بھی کی ہے' لیکن اس کی شرح میں نے ہم جن مباحث کا یہاں "نعمۃ الباری" میں ذکر کیا ہے' وہاں ان میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا۔

۱۰- بَابٌ عَلَامَةُ الْاِيْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ
ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے

۱۷- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْاِيْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ، وَاٰيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ.

[طرف الحدیث: ۳۷۸۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن جبر نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۷۴ سنن نسائی: ۵۰۲۰ سنن ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۰۱ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۳۱ مسند ابویعلیٰ: ۴۳۰۸ شعب الایمان: ۱۵۱۰ شرح السنۃ: ۳۹۶۶ مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۰ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۳۱۶۔ ج ۱۹ ص ۳۲۶)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالولید الطیالسی ہشام بن عبد الملک البصری انہوں نے امام مالک شعبہ سفیان بن عیینہ اور دیگر سے سماع کیا ہے اور ان سے ابوزرعہ ابوحاتم اور اسحاق بن راھویہ وغیرہ نے سماع کیا ہے ابوزرعہ نے کہا: ابوالولید اپنے زمانہ کے جلیل القدر امام تھے امام احمد نے کہا: وہ حدیث میں ثقہ تھے ۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے (۲) شعبہ بن الحجاج ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبداللہ بن عبداللہ بن جبر الانصاری المدنی انہوں نے حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے سماع کیا ہے اور ان سے امام مالک مسعر اور شعبہ نے سماع کیا ہے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۴)

باب کے عنوان کی مؤید دیگر احادیث

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص اللہ پر ایمان نہیں لایا جو مجھ پر ایمان نہیں لایا اور وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا جو انصار سے محبت نہیں رکھتا۔

(سنن ترمذی: ۳۷۰۵ دارقطنی ج ۱ ص ۷۳۔ ۷۲ المستدرک ج ۴ ص ۶۰ مسند احمد ج ۴ ص ۷۰۔ ج ۵ ص ۳۸۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے انصار سے محبت رکھی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے انصار سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ (المعجم الاوسط: ۹۹۹)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۹)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کی محبت کو بھی ایمان کی علامت قرار دیا ہے:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو طعن اور تشنیع کا نشانہ نہ بنانا جس نے ان سے محبت رکھی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی ہے اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۶۲ مسند احمد ج ۴ ص ۸۷۔ ج ۵ ص ۵۷۔ ۵۴)

* ہم نے شرح صحیح مسلم: ۱۴۸۔ ج ۱ ص ۵۲۹ میں بھی اس حدیث کی شرح لکھی ہے وہاں یہ بتایا کہ انصار سے اس وجہ سے بغض رکھنا کفر ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار اور مددگار ہیں اور کسی اور وجہ سے ان سے اختلاف رکھنا کفر اور نفاق نہیں ہے جیسے خلیفہ کے انتخاب کے موقع پر مہاجرین اور انصار کا آپس میں اختلاف ہو گیا تھا اور یہاں اس باب کی مؤید جن احادیث کا ذکر کیا ہے وہاں ان کا ذکر نہیں ہے۔

۱۱ - بَابٌ

۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اِدْرِيْسَ عَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ اَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے از زہری خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور یہ العقبہ (مکہ کی جس گھاٹی میں حج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مدینہ کو تبلیغ کے

Marfat.com

اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰی مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِی الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ اِلَی اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰی ذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۹۲۔ ۳۸۹۳۔ ۶۷۸۴۔ ۶۸۰۱۔ ۷۲۱۳۔ ۷۴۶۸]

(صحیح مسلم: ۱۷۰۹' سنن ترمذی: ۱۴۳۹' سنن نسائی: ۴۲۱۷' مسند الشافعی ج ۱ ص ۱۵' مسند الحمیدی: ۳۸۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۴۰' ابن الجارود: ۸۰۳' مسند ابوعوانہ: ۶۳۴۴' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۶' سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۲۸' سنن دارمی: ۲۴۵۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۶۷۸۔ ج ۳۷ ص ۳۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

لیے جاتے تھے) کی رات میں اہل مدینہ کے نمائندوں میں سے ایک تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' اس وقت آپ کے گرد آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی' (آپ نے فرمایا:) مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور نہ چوری کرو گے اور نہ زنا کرو گے اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی بے قصور پر افترا باندھو گے اور نہ کسی نیک کام میں حکم عدولی کرو گے' پھر تم میں سے جس نے اپنی بیعت (کے عہد) کو پورا کر دیا' اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے اور جس نے ان کاموں میں سے کوئی کام کر لیا اور اس کو اس دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جس نے ان میں سے کوئی کام کیا' پھر اللہ نے اس پر پردہ رکھا تو وہ اللہ کی مشیت کی طرف مفوض ہے' وہ اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اگر وہ چاہے تو وہ اس کو سزا دے' تب ہم نے آپ سے اس پر بیعت کر لی۔

امام بخاری نے اس حدیث کے باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور جہاں امام بخاری باب کا عنوان قائم نہ کریں' وہ باب' باب سابق کے ساتھ ملحق ہوتا ہے' باب سابق میں انصار کی فضیلت کا ذکر تھا اور اس باب میں حضرت عبادہ بن الصامت کی دو فضیلتوں کا ذکر ہے' ایک یہ کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک تھے اور دوسری یہ کہ وہ لیلۃ العقبہ کے نقباء میں سے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت عبادہ بن الصامت کا تذکرہ

(۱) ابوالیمان الحکیم بن نافع الحمصی' ان کا تعارف گزر چکا ہے (۲) شعیب بن ابی حمزہ القرشی' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۳) محمد بن مسلم الزہری' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۴) ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ بن عمر الخولانی الدمشقی' یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' اور انہوں نے حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما اور دیگر سے سماع کیا ہے' یہ غزوۂ حنین کے دن پیدا ہوئے' عبدالملک نے ان کو دمشق کا قاضی مقرر کیا تھا' ۸۰ھ میں ان کی وفات ہوئی (۵) حضرت عبادہ بن الصامت بن قیس بن احرم الانصاری الخزرجی' یہ عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے' یہ غزوۂ بدر' غزوۂ احد' بیعت رضوان اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۸۱ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے چھ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری دو احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' اسی طرح امام مسلم بھی دو احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' ان کو سب سے پہلے فلسطین میں قاضی مقرر کیا گیا' ۳۴ھ میں یہ فوت ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۸)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "نقباء" کا لفظ ہے' یہ "نقیب" کی جمع ہے' "نقیب" کا معنی ہے: قوم کا منتظم' کفیل اور ان کا نمائندہ۔

(مختار الصحاح ص ۳۸۸)

Marfat.com

اور اس حدیث میں ''عصابة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دس سے لے کر چالیس افراد تک کی جماعت۔ (التوشیح ج۱ص۹۹)
اس میں فرمایا ہے: تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو' اس سے مراد ہے: تم اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور نہ کرو۔
''بھتان'' اس کا معنی ہے: ایسا جھوٹ جو سننے والے کو حیران کر دے۔ (التوشیح ج۱ص۹۹)

اس میں فرمایا ہے: اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی بے قصور پر افتراء باندھو گے' اس سے مراد ہے: پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا اور لوگوں کی غیبت کرنا' اس کو ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کے ساتھ مقید فرمایا ہے' کیونکہ بڑے بڑے کام ہاتھوں او ر پیروں کی طرف منسوب ہوتے ہیں' اور ہاتھوں اور پیروں کے ساتھ ہی کسی کام کے لیے کوشش کی جاتی ہے' اس لیے جرائم کی نسبت ہاتھوں اور پیروں کی طرف کی جاتی ہے' اگرچہ جرائم میں باقی اعضاء بھی شریک ہوتے ہیں' اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے سامنے ان پر بہتان نہ باندھو حالانکہ تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جیسے کہا جاتا ہے: تم نے فلاں کے سامنے یہ بات کہی۔ (تنقیح الزرکشی ج۱ص۴۹)

حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے کی بحث

اس حدیث میں فرمایا ہے: جس نے ان (ممنوعہ) کاموں میں سے کوئی کام کر لیا اور اس کو اس دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حدود کا قائم کرنا' ان جرائم کا کفارہ ہو جاتا ہے' امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پتا نہیں کہ حدود جرم کرنے والوں کے لیے کفارہ ہیں یا نہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۶۷۴' المستدرک ج۲ص۴۵۰) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس وقت کا ہے' جب آپ کو اس کا علم نہیں دیا گیا تھا' بعد میں آپ کو علم دے دیا گیا کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج۱ص۷۳۔۷۲' دار ابن الجوزیہ ریاض' ۱۴۱۷ھ)

فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی مجرم نے حد جاری ہونے سے پہلے توبہ کر لی تو اس کے لیے حد کفارہ ہو جائے گی اور یہ حدیث اسی پر محمول ہے' اور اگر اس نے حد جاری ہونے سے پہلے اپنے جرم پر توبہ نہیں کی بلکہ اپنے جرم پر مصر رہا تو اس کے لیے حد کفارہ نہیں ہوگی' بلکہ وہ آخرت میں عذاب کا مستحق ہوگا' احناف کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محاربین (ڈاکوؤں) کی سزا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ. (المائدہ: ۳۴۔۳۳)

یہ ان کی دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۝ سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کر لی کہ تم ان کو گرفتار کرو۔

چور کی سزا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (المائدہ: ۳۹)

سو جس نے جرم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

Marfat.com

نیز اس حدیث میں ہے کہ جس نے ان میں سے کوئی کام کیا' پھر اللہ نے اس پر پردہ رکھا تو وہ اللہ کی مشیت کی طرف مفوض ہے' وہ اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اگر وہ چاہے تو اس کو سزا دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں کوئی گناہ کیا' پھر اللہ نے اس پر پردہ رکھ لیا تو اللہ اس سے بہت زیادہ کریم ہے کہ جس گناہ کو وہ معاف کر چکا ہے' اس پر اس کو دوبارہ سزا دے۔

(سنن ترمذی: ۲۶۲۶' سنن ابن ماجہ: ۲۶۰۴)

حدیث مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں

شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کی نہایت تفصیل سے شرح کی گئی ہے' اس شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) اسلام میں بیعت کا تصور (۲) شیخ طریقت کی شرائط (۳) بیعت برکت (۴) بیعت ارادت (۵) تبدیل بیعت اور تجدید بیعت کا حکم (۶) کیا ہر شخص پر بیعت ہونا فرض یا ضروری ہے (۷) قتل اولاد سے ممانعت کی تخصیص کے جوابات (۸) ثواب اور عذاب میں اہل سنت اور دیگر مکاتب فکر کے نظریات (۹) حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب فقہاء (۱۰) حدود کے کفارہ ہونے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق (۱۱) قرآن مجید کی روشنی میں حدود کے کفارہ نہ ہونے کا بیان (۱۲) حدود کے کفارہ نہ ہونے کے بارے میں فقہاء احناف کی تصریحات (۱۳) حدود کے کفارہ نہ ہونے کے بارے میں مفسرین احناف کی تصریحات (۱۴) مذہب احناف کے بیان میں بعض شارحین کا تسامح۔ (شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۰۔ ج ۴ ص ۸۷۸۔ ۸۶۷' فرید بک سٹال لاہور)

۱۲- بَابٌ مِنَ الدِّيْنِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ

فتنوں کے زمانے میں شہر سے بھاگنا بھی امور دین سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس باب میں یہ ذکر ہے کہ مسلمان اپنے دین کو فتنہ سے بچانے کے لیے شہر سے بھاگ جائے اور باب سابق میں نقباء انصار کا ذکر تھا' جو فتنہ کفر سے بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہو گئے تھے۔

۱۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ صَعْصَعَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمًا يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ' يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۰۰۔ ۳۶۰۰۔ ۶۴۹۵۔ ۷۰۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسلمہ' امام مالک سے روایت کرتے ہیں' وہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الرحمان بن ابی صعصعہ سے روایت کرتے ہیں' وہ اپنے والد سے' وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں جن کو اپنے پیچھے چلا کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش ہونے کی جگہوں پر چلا جائے اور اپنے دین کو (بچانے کے سبب سے) فتنوں سے بھاگ جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۲۶۷' سنن نسائی: ۵۰۵۱' سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۰' مسند الحمیدی: ۷۳۳' مسند ابویعلیٰ: ۹۸۳' صحیح ابن حبان: ۵۹۵۵' مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۳۲۔ ج ۱۷ ص ۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ بن قعنب ابو عبد الرحمان الحارثی البصری' یہ مستجاب الدعوات تھے' انہوں نے امام مالک' لیث بن سعد اور مخرمہ بن بکیر سے سماع کیا ہے' ان کی توثیق اور جلالت پر اتفاق ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں' یہ ۲۲۱ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے (۲) امام مالک بن انس' امام دار الہجرت ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبد الرحمان بن عبد اللہ الانصاری المدنی ہیں' امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' امام بخاری' امام مسلم' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبد الرحمان کے والد عبد اللہ بن عبد الرحمان الانصاری ہیں' امام نسائی اور امام ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے' امام بخاری اور امام ابوداؤد نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۵) حضرت ابو سعید سعد بن مالک بن سنان الخزرجی الانصاری ہیں' رضی اللہ عنہ' غزوۂ احد میں ان کو کم سن قرار دے کر شامل نہیں کیا گیا اور اس کے بعد بارہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' انہوں نے ۱۱۷۰ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے ۴۶ پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' ۱۶ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۵۲ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے بھی احادیث روایت کیں' ان میں خلفاء اربعہ' ان کے والد مالک اور ان کے اخیافی بھائی حضرت قتادہ بن نعمان بھی ہیں' ان سے صحابہ کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں' ان میں حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور بہت سے تابعین ہیں' یہ مدینہ میں ۶۴ھ یا ۷۴ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۶۰)

حضرت ابو سعید کو خدری اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو سعید کے اجداد میں سے ایک خدرہ کے رہنے والے تھے اور خدرہ یمن کا ایک علاقہ ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ انصار اصل میں یمن کے رہنے والے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۶۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فتنہ سے بھاگنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

ایام فتنہ میں عزلت نشینی کا استحباب

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ فتنوں کے زمانہ میں شہروں اور آباد علاقوں سے نکل کر جنگلوں اور ویرانوں میں چلے جانا چاہیے' لیکن یہ اس شخص کے لیے مشروع ہے' جس کو فتنہ زائل کرنے پر قدرت نہ ہو اور جس کو ازالۂ فتنہ پر قدرت ہو کہ وہ فتنہ کے ازالہ کے لیے کوشش کرے اور اس کے لیے یہ فرض عین ہے' اگر وہ منفرد ہو اور اگر ایسے متعدد لوگ ہوں تو پھر فرض کفایہ ہے' اور جب فتنہ کے ایام نہ ہوں تو پھر علماء کا عزلت نشینی اور لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں اختلاف ہے کہ ان میں کیا چیز افضل ہے' امام شافعی اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے کیونکہ اس سے بہت فوائد حاصل ہوتے ہیں' شعائر اسلام میں حاضر ہونے کا موقع ملتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کے مواقع ملتے ہیں' ان کی عیادت کی جاتی ہے' ان کے جنازہ میں شرکت ہوتی ہے' ان کو کثرت سے سلام کیا جاتا ہے' نیکی کا حکم دیا جاتا ہے' برائی سے روکا جاتا ہے' نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کیا جاتا ہے اور محتاجوں کی مدد کی جاتی ہے اور یہ وہ کام ہیں' جن کو ہر شخص کر سکتا ہے اور اگر وہ شخص عالم اور زاہد ہو تو مل جل کر رہنا اور زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے۔ دوسرے علماء نے کہا ہے کہ اس صورت میں بھی عزلت نشینی افضل ہے کیونکہ اس میں سلامتی محقق ہے بہ شرطیکہ وہ جن عبادات کا مکلف ہے' ان کی ادائیگی کا طریقہ اس کو معلوم ہو اور جس شخص کو یہ خطرہ نہیں ہے کہ وہ گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا' اس کے لیے مل جل کر رہنا افضل ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں سے الگ ویرانوں میں رہنا

Marfat.com

افضل ہے کیونکہ بہت کم محافل گناہوں سے خالی ہوتی ہیں' علامہ عینی فرماتے ہیں: میں بھی ان کا ہم نوا ہوں' کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں شر اور فساد سے بچنا بہت مشکل ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتنوں سے دور رہنا چاہیے' سلف صالحین کی ایک جماعت فتنوں کے خطرہ سے بستیوں سے نکل گئی تھی' حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ کے زمانہ میں ربذہ چلے گئے تھے' اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ آخر زمانہ میں فتنہ اور فساد برپا ہوگا اور یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں عزلت نشینی کو ترجیح دی ہے' جب کہ شارع نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ محلہ کے سب مسلمان مل کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور شہر کے سب لوگ جمع ہو کر جمعہ کی اور عید کی نماز پڑھیں اور تمام ملکوں کے مسلمان حج کے لیے جائیں اور میدان عرفات میں جمع ہوں' خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اجتماع کا حکم شریعت میں معلوم اور مشہور ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجتماعیت کا حکم اس وقت پسندیدہ ہے' جب امن ہو اور عزلت نشینی اس وقت پسندیدہ ہے' جب فتنہ کا زمانہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۶۴۔ ۲۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳- بَابٌ قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ﴾

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ کا علم ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اپنے دین کو بچانے کے لیے فتنہ سے بھاگنا چاہیے اور مسلمان اسی وقت فتنہ سے بھاگے گا' جب اس کا دین قوی ہو اور اس باب میں اللہ کی معرفت کا بیان ہے اور انسان کو جتنی زیادہ اللہ کی معرفت ہوگی' اتنا ہی اس کا دین قوی ہوگا۔

وَاَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ (البقرہ: ۲۲۵).

اور یہ کہ معرفت دل کا فعل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''لیکن اللہ (ان قسموں میں) تمہارا مواخذہ فرمائے گا' جن کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا'' (البقرہ: ۲۲۵)۔

امام بخاری نے فرمایا ہے کہ معرفت دل کا فعل ہے' یہاں معرفت سے مراد تصدیق ہے اور ماننا ہے اور وہ دل کا کسب اور اس کا فعل ہے۔

۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الْبِيْكَنْدِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَهُمْ اَمَرَهُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ' قَالُوْا اِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَلَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ' فَيَغْضَبُ حَتّٰى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ' ثُمَّ يَقُوْلُ اِنَّ اَتْقَاكُمْ وَاَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ اَنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن سلام بیکندی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اعمال میں سے ہم کو کسی عمل کا حکم دیتے تو اس عمل کا دیتے' جس کی ہم کو طاقت ہو' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ کی شخصیت کی طرح نہیں ہیں' بے شک اللہ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو معاف فرما دیا ہے (یہ سن کر) آپ غضب ناک ہوئے' حتیٰ کہ آپ کے چہرے سے غضب کے آثار ظاہر ہوئے' پھر آپ نے فرمایا: بے شک تم سب سے

Marfat.com

زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا
میں ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوعبد اللہ محمد بن سلام بن الفرج اسلمی انہوں نے ابن عیینہ اور ابن المبارک اور دیگر اعلام سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے امام بخاری اور دیگر ائمہ نے سماع کیا ہے یہ ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابومحمد عبدہ بن سلیمان بن حاجب الکوفی' امام احمد نے کہا: یہ ثقہ اور صالح ہیں' العجلی نے یہ کہا: یہ صاحب قرآن ہیں' یہ کوفہ میں رجب ۱۸۸ھ میں فوت ہوئے (۳) ہشام بن عروہ (۴) ہشام کے والد عروہ بن عوام رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۶۶)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم اور تقویٰ کے سب سے زیادہ ہونے کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو ان کاموں کا حکم دیتے تھے' جن کی ان کو طاقت ہو' اور آپ کے اصحاب کو عبادت کرنے کی شدید حرص تھی' وہ یہ سمجھتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ مشقت والی عبادات کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ کی مغفرت کا اعلان ہو چکا ہے اور چونکہ ان کی مغفرت کی ضمانت نہیں دی گئی' اس لیے ان کو بہت زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر ناراض ہوئے اور ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور سب سے زیادہ اس کا علم رکھنے والے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والے ہیں' اس کی دو وجہیں ہیں' ایک یہ کہ آپ کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے اسماء' اس کی صفات' اس کے افعال اور اس کے احکام کی تفصیل کا علم ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو جو اللہ تعالیٰ کا علم ہے' وہ عین الیقین ہے کیونکہ آپ نے اللہ کو دیکھا ہے' بصر کی آنکھ سے یا بصیرت کی آنکھ سے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود نے کہا: آپ نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا ہے اور صحابہ کو جو علم تھا' وہ علم الیقین تھا اور عین الیقین علم الیقین سے قوی ہوتا ہے۔

باب کی حدیث کی موید دیگر احادیث

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی ایسا کام کیا جس میں رخصت تھی تو کچھ لوگوں نے اس کام سے برائت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اللہ کی حمد کے بعد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے' جو اس کام سے بے زار ہوتے ہیں' جس کو میں کرتا ہوں' پس اللہ کی قسم! میں ان سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۱۰۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۰۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میں صبح کو حالت جنابت میں اٹھتا ہوں اور میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی صبح کو حالت جنابت میں اٹھتا ہوں اور میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں' پھر میں غسل کر کے روزہ رکھ لیتا ہوں' اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک آپ ہماری مثل نہیں ہیں' آپ کے تو تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام معاف کر دیئے گئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک ہو گئے' اور آپ نے فرمایا: بے شک مجھے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ ان چیزوں کا علم رکھنے والا ہوں' جن سے بچنا چاہیے۔
(صحیح مسلم: ۱۱۱۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے حجروں میں گئے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا' جب انہیں آپ کی عبادت کے متعلق خبر دی گئی تو انہوں نے اس کو کم گمان کیا اور انہوں نے کہا: کہاں ہم

Marfat.com

اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو معاف فرما دیا ہے' ان میں سے کسی ایک نے کہا: بہر حال میں تو ہمیشہ تمام رات نماز پڑھتا رہوں گا' دوسرے نے کہا: میں تو ہمیشہ روزے رکھتا رہوں گا اور ترک نہیں کروں گا اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: تم لوگوں نے فلاں فلاں بات کہی ہے' سنو! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں' لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور روزے ترک بھی کرتا ہوں' اور میں (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں' سو جو شخص میری سنت کو (کم سمجھ کر) اعراض کرے گا' وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۰۶۳' صحیح مسلم: ۱۴۰۱' سنن نسائی: ۳۲۱۶)

١٤- بَابٌ مَنْ كَرِهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ مِنَ الْاِيْمَان

جس نے کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کیا' جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے' سو یہ بھی امورِ ایمان سے ہے

٢١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا' وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ' وَمَنْ يَكْرَهُ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ' بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ' كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں' وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا: (۱) جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول اس کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (۲) جو شخص کسی بندہ سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے (۳) جس شخص کو اللہ نے کفر سے نجات دی ہو' وہ اس کے بعد کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرتا ہو' جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور اس کی شرح' حدیث: ۱۶ میں بیان کی جاچکی ہے۔

١٥- بَابُ تَفَاضُلِ اَهْلِ الْاِيْمَانِ فِي الْاَعْمَالِ

اعمال کے سبب سے اہل ایمان کی ایک دوسرے پر فضیلت

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ایمان کی تین خصلتیں بیان کی گئی تھیں اور اس باب میں مومنین کی ایک دوسرے پر فضیلت کا بیان ہے اور ظاہر ہے کہ ان تین خصلتوں کے حصول میں مومنین ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور جس میں یہ خصلتیں زیادہ ہوں گی' اس کا ایمان دوسرے سے افضل ہوگا۔

٢٢- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی

Marfat.com

وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ. فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوْا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهَرِ الْحَيَاءِ أَوِ الْحَيَاةِ. شَكَّ مَالِكٌ. فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً؟

ﷺ نے فرمایا کہ جنت والے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو پھر ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا' جو جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے' پھر ان کو حیاء یا حیات کے دریا میں ڈال دیا جائے گا (اس لفظ میں امام مالک کو شک ہے) پھر وہ اس طرح تر و تازہ ہو جائیں گے' جس طرح سیلاب کے کنارے مٹی میں بیج اگتا ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ بیج در بیج زرد رنگ میں مڑا ہوا نکلتا ہے؟

قال وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو اَلْحَيَاةِ' وَقَالَ خَرْدَلٍ مِنْ خَيْرٍ. [اطراف الحدیث: ۶۵۶۰]

وہیب نے کہا: عمرو کی حدیث میں حیات کا لفظ ہے اور کہا: رائی کے دانے کے برابر خیر ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۱۳۱۹' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۸۵' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۹۱' شعب الایمان: ۳۱۹' السنۃ لابن ابی عاصم: ۸۴۲' الشریعۃ للآجری ص ۳۴۴' شرح السنۃ: ۴۳' مسند احمد ج ۳ ص ۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۵۳۳۔ ج ۱۸ ص ۹۲۔۹۱)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور ایک شدید ضعیف راوی سے روایت کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر تنقید

(۱) اسماعیل بن عبد اللہ الاصبحی' یہ امام مالک کے بھانجے تھے' انہوں نے اپنے ماموں' اپنے والد اور اپنے بھائی سے سماع کیا ہے' نیز انہوں نے عبد المجید' ابراہیم بن سعد' سلیمان بن بلال اور دوسروں سے سماع کیا ہے' اور ان سے امام دارمی' امام بخاری' امام مسلم وغیرہم نے سماع کیا ہے۔ ابوحاتم نے کہا: یہ سچا اور غافل ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ اور ان کے والد دونوں ضعیف ہیں' اور انہوں نے کہا: یہ دونوں حدیث کا سرقہ کرتے تھے' اور انہوں نے کہا: اسماعیل بہت سچا ہے' مگر ضعیف العقل ہے' نیز یحییٰ بن معین نے کہا: یہ حدیث کو ادا کرنے کے طریقہ سے واقف نہیں' یہ دوسروں کی کتاب پڑھتا ہے' یہ خلط ملط کرتا ہے' جھوٹ بولتا ہے اور کچھ بھی نہیں یہ دو پیسوں کے برابر ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا: اس کی روایت میں حرج نہیں' امام احمد بن حنبل نے بھی اسی طرح کہا ہے' امام نسائی نے اس پر بہت جرح کی ہے' جس کا تقاضا ہے کہ اس کو ترک کر دیا جائے' اور ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے' الدارقطنی نے کہا: میں اس کو صحیح حدیث میں اختیار نہیں کرتا' ابن عدی نے کہا: انہوں نے اپنے ماموں سے ایسی غریب احادیث روایت کی ہیں' جن کا کوئی متابع نہیں ہے' حاکم نے کہا: امام بخاری اور امام مسلم پر یہ عیب لگایا گیا ہے کہ انہوں نے اس کی حدیث روایت کی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے' یہ رجب ۲۲۶ھ یا ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) امام مالک بن انس' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ الانصاری المازنی المدنی' یہ اپنے والد اور دوسرے تابعین سے روایت کرتے ہیں اور ان سے یحییٰ بن سعید انصاری اور دیگر تابعین روایت کرتے ہیں' ابوحاتم اور امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے' یہ ۱۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابو یحییٰ بن عثمان الانصاری المازنی المدنی' انہوں نے حضرت ابوسعید اور حضرت عبد اللہ بن زید سے سماع کیا ہے اور ان سے ان کے بیٹے اور زہری وغیرہ نے سماع کیا ہے (۵) حضرت ابوسعید سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۷۲۔۲۷۱)

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کا دفاع کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کو عبد اللہ بن وہب اور معن بن عیسیٰ نے بھی امام مالک سے روایت کیا ہے' لیکن یہ حدیث موطا امام مالک میں نہیں ہے' الدار قطنی نے کہا: یہ حدیث غریب صحیح ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۴۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ جس میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ کی آگ سے نکل آئے گا اور اس میں لوگ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''مثقال حبة'' کا لفظ ہے' ''مثقال'' کا معنی ہے: میزان یعنی دانہ کے وزن کے برابر اور ''خردل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رائی جو سرسوں کی مثل ہے' اس سے مراد ہے: بہت کم مقدار کی چیز یعنی جس کے دل میں بہت کم ایمان ہوگا' وہ بھی جنت میں داخل ہوگا' اور اس حدیث میں ''الحبة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سر سبز گھاس کا بیج یا صحرائی بیج' یہ دریا کے کنارے از خود اگتا ہے اور ''حَبّة'' کا معنی ہے: گندم یا جو کا دانہ اور اس میں ''نهر الحياة'' کے الفاظ ہیں' اس کا معنی ہے: آبِ حیات کا دریا اور ''نهر الحياء'' کے الفاظ ہیں' ''الحياء'' کا معنی ہے: بارش' جس سے حیات کا حصول ہوتا ہے اور ''صفراء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: زرد یا پیلا اور ''ملتوية'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مڑا ہوا' پیچ در پیچ۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۰۳۔۲۰۲)

حدیث مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بہر حال اہل دوزخ وہ ہیں جو دوزخ کے اہل ہیں' وہ اس میں نہ مریں گے نہ جئیں گے' لیکن جن لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے ان کو آگ جلائے گی' پس اللہ ان پر موت طاری کردے گا' جب وہ کوئلہ ہو جائیں گے تو شفاعت کی اجازت دی جائے گی' حتیٰ کہ ان کو گروہ در گروہ لایا جائے گا' پھر کہا جائے گا: اے جنت والو! ان پر پانی ڈالو' پھر وہ اس طرح اگنے لگیں گے' جس طرح سبزہ کا بیج سیلاب کی مٹی اور کوڑے میں اگتا ہے' پھر مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: لگتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گاؤں میں رہے ہوں۔ (صحیح مسلم: ۱۸۵' سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۹)

اس حدیث میں جو ان پر موت طاری کرنے کا فرمایا ہے' ہو سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ ان کے حواس ماؤف کر دیئے جائیں گے' حتیٰ کہ انہیں جل کر کوئلہ ہونے کا شعور نہیں ہوگا' جیسے کسی انسان کو بے ہوش کر کے اس کی سرجری کی جاتی ہے تو اس کو درد کا ادراک نہیں ہوتا' علامہ نووی نے بھی اس حدیث کا ایک یہی محمل بیان کیا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۱۰۲۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک اہل جنت کا سب سے کم حصہ وہ لوگ ہوں گے جن کو اللہ دوزخ سے نکال لے گا' رب عزوجل ان سے اس لیے خوش ہوگا کہ انہوں نے اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا ہوگا' ان کو ایک میدان میں رکھا جائے گا' وہ اس میں اس طرح اگیں گے' جس طرح سبزہ اگتا ہے' حتیٰ کہ جب ان کی روحیں ان کے جسموں میں داخل ہوں گی تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوزخ کی آگ سے نکال لیا اور ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں داخل کر دیا' اب ہمارے چہروں کو بھی آگ سے پھیر دے' پھر ان کے چہروں کو بھی آگ سے پھیر دیا جائے گا۔

(مسند البزار (کشف الاستار): ۳۵۵۴)

حدیث مذکور کے مسائل

(۱) اس حدیث میں مرجئہ کے خلاف اہل سنت کی دلیل ہے کیونکہ مرجئہ کہتے ہیں کہ مومن صاحب کبیرہ کو عذاب نہیں ہوگا اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ اس کو عذاب دیا جائے گا' حتیٰ کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائے گا۔

(۲) اس حدیث میں خوارج اور معتزلہ کے خلاف اہل سنت کی دلیل ہے' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مومن صاحب کبیرہ کو دائمی عذاب ہوگا اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال کامل ایمان میں داخل ہیں نہ کہ نفس ایمان میں اور جس نے جتنا زیادہ عمل کیا ہوگا' اس کی کم عمل کرنے والے پر اتنی ہی فضیلت ہوگی۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۶۵ - ج ۱ ص ۷۹۶ - ۷۹۵ میں بھی مذکور ہے' لیکن وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ صَالِحٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ' مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ' وَمِنْهَا مَا دُوْنَ ذٰلِكَ' وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهُ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ الدِّيْنَ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۹۱ - ۷۰۰۸ - ۷۰۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے از صالح از ابن شہاب از ابوامامہ بن سہل' یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا' تو میں نے (خواب میں) دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں اور سب پر قمیصیں ہیں' بعض کی قمیصیں پستانوں تک ہیں اور بعض کی اس سے کم ہیں اور میرے سامنے عمر بن الخطاب پیش کیے گئے' اور ان پر ایسی قمیص تھی' جس کو وہ گھسیٹ رہے تھے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: دین۔

(صحیح مسلم: ۲۳۹۰ - ۲۳۹۰' سنن ترمذی: ۲۲۸۶' سنن نسائی: ۵۰۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۲۱' مسند ابویعلیٰ: ۱۲۹۰' شرح السنۃ: ۳۲۹۴' صحیح ابن حبان: ۶۸۹۰' مسند احمد ج ۳ ص ۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۸۱۴ - ج ۱۸ ص ۳۳۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن عبید اللہ بن محمد بن زید القرشی الاموی' انہوں نے بہت بڑے محدثین سے سماع کیا ہے' اور ان سے امام بخاری اور امام نسائی وغیرہ نے سماع کیا ہے' ابوحاتم نے کہا: یہ بہت سچے تھے (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف' انہوں نے اپنے والد' زہری اور ہشام بن عروہ وغیرہم سے سماع کیا ہے اور ان سے شعبہ' عبد الرحمان بن مہدی اور بہت لوگوں نے سماع کیا ہے۔ امام احمد' یحییٰ' ابوحاتم اور ابوزرعہ نے ان کو ثقہ کہا ہے' ابوزرعہ نے کہا: یہ بہت احادیث روایت کرتے ہیں اور بعض اوقات خطاء کرتے ہیں۔ یہ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ۱۸۳ھ میں فوت ہو گئے (۳) صالح بن کیسان ابومحمد الغفاری المدنی التابعی ہیں' انہوں نے متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے' پھر زہری سے علم حاصل کیا۔ انہوں نے ۹۰ سال کی عمر میں تحصیل علم کی ابتداء کی اور ۱۶۰ھ میں فوت ہو گئے (۴) ابن شہاب محمد بن مسلم زہری ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف' ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے' انہوں نے بہت صحابہ سے روایت کی ہے' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے

Marfat.com

یہ ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے اس وقت ان کی عمر ۹۰ سال سے زیادہ تھی (۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان کا تعارف گزر چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۷۷)

حدیث مذکور کے مباحث اور مسائل

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ تمام صحابہ میں حضرت عمر کی قمیص لمبی تھی، اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عمر کی قمیص حضرت ابوبکر سے بھی لمبی تھی، سو ان کا دین بھی حضرت ابوبکر سے زائد ہوا اور اس سے حضرت عمر کی حضرت ابوبکر پر فضیلت لازم آتی ہے، علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث سے معارض ہے، جن میں حضرت ابوبکر کی افضلیت بیان کی گئی ہے علاوہ ازیں حضرت ابوبکر کی افضلیت پر اجماع ہے اور وہ دلیل قطعی ہے اور یہ حدیث دلیل ظنی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۸۰)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر کی قمیص کے لمبی ہونے سے یہ لازم آئے گا کہ ان کے نیک اعمال حضرت ابوبکر سے زیادہ ہیں، لیکن فضیلت میں کمیت اور مقدار کا لحاظ نہیں ہوتا، کیفیت کا اعتبار ہوتا ہے، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرضیت حج کے بعد ایک بار حج کیا ہے اور کسی شخص نے پچاس حج کیے ہوں تو کیا وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہو جائے گا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کی تو ایک نیکی عمر کی تمام نیکیوں سے افضل ہے۔ (مشکوٰۃ:۶۰۶۸)

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(۱) اعمال کے اعتبار سے ایمان والے ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں (۲) اس حدیث میں حضرت عمر کی فضیلت پر دلیل ہے (۳) خواب کی تعبیر عالم سے معلوم کرنی چاہیے (۴) عالم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کسی لائق اور فاضل شاگرد کی تحسین کرے تاکہ لوگ اس کی فضیلت پر مطلع ہوں اور اس جیسا بننے کی کوشش کریں۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۶۷۔ ج ۶ ص ۹۰۸۔ ۹۰۷ پر مذکور ہے، لیکن وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۶- بَابُ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ

حیاء امور ایمان سے ہے

۲۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ، فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ. [طرف الحدیث: ۶۱۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے ایک شخص کے پاس سے گزرے تو وہ اپنے بھائی کو حیاء کے متعلق نصیحت کر رہا تھا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ حیاء ایمان سے ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۶، سنن ابوداؤد: ۴۷۹۵، سنن نسائی: ۵۰۴۸، سنن ترمذی: ۲۶۱۵، سنن ابن ماجہ: ۵۸، مسند الحمیدی: ۶۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۲۲، مسند ابویعلیٰ: ۵۴۲۴، الادب المفرد: ۶۰۲، شرح السنۃ: ۳۵۹۴، مسند احمد ج ۲ ص ۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۵۵۴۔ ج ۸ ص ۱۵۹)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن یوسف (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب زہری، ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) سالم بن عبد اللہ بن عمر القرشی العدوی، یہ جلیل القدر تابعی ہیں، امام مالک نے کہا: سالم کے زمانہ میں صالحین میں سے کوئی شخص ان کے مشابہ

Marfat.com

نہیں تھا' ابن راھویہ نے کہا: سب سے زیادہ صحیح سند یہ ہے: زہری از سالم از عبداللہ بن عمر۔ یہ ۱۰۶ھ یا ۱۰۸ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے' حضرت عبداللہ بن عمر سے ان کے چار بیٹوں نے احادیث روایت کی ہیں: سالم' عبداللہ' حمزہ اور بلال (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۸۱)

حیاء کی دو قسمیں

حیاء کی ایک قسم جبلی اور فطری حیاء ہے' یہ انسان کا وہ وصف ہے جو اس کو قبیح اور رذیل کاموں سے روکتا ہے اور اس کو نیک کاموں پر ابھارتا ہے۔

حیاء کی دوسری قسم کسبی ہے' جس کو انسان اپنے اختیار اور ارادہ سے حاصل کرتا ہے' جیسے بندہ کا اس سے حیاء کرنا کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو گا اور اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو ترک کر دے' اس کو شرعی حیا بھی کہتے ہیں۔ اس کی یہ تعریف بھی ہے کہ جو کام شرعاً ممنوع ہو' اس کے کرنے سے انسان کے اندر انقباض اور گھٹن کی کیفیت پیدا ہو۔

زیر بحث حدیث میں وہ شخص اپنے بھائی کو مطلقاً حیاء کرنے سے منع کر رہا تھا' حالانکہ جائز اور مشروع کاموں کو حیاء کی وجہ سے ترک کرنا مذموم ہے' لیکن حرام اور مکروہ کاموں کو حیاء کی وجہ سے ترک کرنا محمود اور مستحسن ہے' اس لیے اس شخص کا اپنے بھائی کو مطلقاً حیاء کرنے سے منع کرنا صحیح نہ تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' کیونکہ حیاء بھی امور ایمان میں سے ہے۔

حیاء کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا معنی یہ ہے کہ تم سر کی حفاظت کرو اور سر جن چیزوں کو محیط ہے' ان کی حفاظت کرو' اور پیٹ کی حفاظت کرو اور پیٹ جن کو جامع ہے' ان کی حفاظت کرو' اور تم موت کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد کرو' اور جو آخرت کو یاد کرتا ہے' وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے' جس نے یہ کر لیا' اس نے اللہ تعالیٰ سے ایسی حیاء کی' جیسی حیا کرنے کا حق ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷' سنن ترمذی: ۲۴۵۷' مسند البزار: ۲۰۲۵' المستدرک ج ۴ ص ۳۲۳)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: حیا سے خیر ہی خیر حاصل ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۱۱۷' صحیح مسلم: ۳۷)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے جو نبوت کا ابتدائی کلام پایا' وہ یہ ہے کہ جب تم میں حیاء نہ ہو تو پھر جو چاہو کرو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۲۰)

۱۷- بَابٌ ﴿فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ (التوبہ: ۵)

پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو (التوبہ: ۵)

۲۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَوْحٍ حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن محمد المسندی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو روح الحرمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے از واقد بن محمد حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ

Marfat.com

وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَآءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' پس جب وہ یہ کام کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے' سوا اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۲' سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۸' سنن نسائی: ۲۴۴۳' مسند ابویعلیٰ: ۲۲۸۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۹۲' المعجم الکبیر: ۶۰۷۱' المعجم الاوسط: ۴۲۹۸' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۲' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۱۵' مصنف عبد الرزاق: ۱۰۰۲۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۴۱' ج ۲۲ ص ۴۶' مسند احمد میں یہ حدیث حضرت جابر سے مروی ہے۔)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر المسندی' ان کا تعارف گزر چکا ہے (۲) ابوروح الحرمی بن عمارہ' انہوں نے شعبہ وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے عبید اللہ بن عمر القواریری نے سنا ہے' ان سے امام ترمذی کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے احادیث روایت کی ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ بہت صادق ہیں' ۲۰۱ ھ میں ان کی وفات ہوگئی (۳) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) واقد بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر' انہوں نے اپنے والد محمد بن زیبر سے روایت کی ہے' امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۵) محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر' امام ابوحاتم اور امام ابوزرعہ نے ان کی توثیق کی ہے اور ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۶۶)

تارکِ نماز کو قتل کرنے یا قتل نہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترجیح

اس حدیث کو روایت کرنے سے امام بخاری کا مقصد مرجئہ کا رد کرنا ہے' جو کہتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد گناہ کرنے سے کوئی ضرر نہیں ہوتا۔

امام شافعی کے نزدیک جو شخص نماز کا تارک ہو' اس کو فوراً قتل کر دیا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی' امام احمد سے اکثر روایات یہ ہیں کہ تارک نماز کافر ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے اور اس کا حکم مرتد کا ہے' اس کو نہ غسل دیا جائے گا' نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہو جائے گی' اور امام ابوحنیفہ اور مزنی نے یہ کہا ہے کہ اس کو قید کرلیا جائے گا' حتیٰ کہ وہ توبہ کرلے اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' امام شافعی اور امام احمد پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے تارک نماز کے قتل پر استدلال کیا ہے' لیکن وہ تارک زکوٰۃ کے قتل کا حکم نہیں دیتے' حالانکہ حدیث میں ان دونوں سے قتال کا ذکر ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ مانع زکوٰۃ سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور زکوٰۃ کو ترک کرنے پر اس کو تعزیر دی جائے گی۔

فقہاء احناف کی طرف سے التوبہ: ۵ اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس آیت اور حدیث میں نماز اور زکوٰۃ کے تارک اور مانع سے قتال کا حکم دیا ہے' ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور قتال کا معنی ہے: ایک دوسرے کو قتل کرنا اور ایک دوسرے سے جنگ کرنا' اور جو شخص زکوٰۃ نہیں دے گا تو اس سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور اگر وہ جنگ پر آمادہ ہو تو اس سے جنگ کی جائے گی' اس وجہ سے

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے مانعین زکوۃ سے جنگ کی تھی اور یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر نے ان کو پکڑ کر قتل کر دیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۰)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ جو تارک نماز کو قتل کرنے سے منع کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت امامہ بن سہل رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ کے ساتھ تھے اور وہ اپنے گھر میں محصور تھے حضرت عثمان رضی اللہ ہمارے پاس آئے اس وقت ان کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا انہوں نے کہا: ان محاصرہ کرنے والوں نے ابھی مجھے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے لیے اللہ کافی ہے انہوں نے کہا: یہ مجھے کیوں قتل کر رہے ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کسی مسلمان کا خون بہانا صرف تین وجہوں میں سے کسی ایک وجہ سے حلال ہوتا ہے کوئی شخص اسلام کے بعد کفر کرے یا شادی شدہ شخص زنا کرے یا کوئی شخص دوسرے شخص کو ناحق قتل کرے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۵۰۲ سنن ترمذی: ۲۱۵۸ سنن نسائی: ۴۰۳۱ سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۳)

تارک نماز کے متعلق امام شافعی امام احمد اور امام ابوحنیفہ کا مسلک ذکر کر دیا گیا رہا امام مالک کا مسلک تو اس کے متعلق علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر ایمان لایا اور اس نے رسولوں کی تصدیق کی اور اس نے نماز پڑھنے سے انکار کیا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (الی قولہ) ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ تارک نماز کو کس وقت قتل کیا جائے گا بعض نے کہا: اس کو وقت مختار کے آخر میں قتل کیا جائے گا اور بعض نے کہا: اس کو وقت ضرورت کے آخر میں قتل کیا جائے گا یعنی جب عصر کے وقت میں سے صرف چار رکعت نماز پڑھنے کا وقت رہ جائے اور سورج غروب ہو جائے اور اس نے عصر نہ پڑھی ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہی صحیح قول ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اسلام میں ظاہر کے مطابق حکم دیا جائے گا اور باطن کو نہیں کھنگالا جائے گا

اس حدیث میں فرمایا ہے: سوا اسلام کے حق کے یعنی ان کی جان اور ان کے مال سے تعرض نہیں کیا جائے گا ہاں! اگر انہوں نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو یا کسی کے اعضاء ناحق کاٹے ہوں تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا کسی کی چوری کی ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور چوری شدہ مال واپس لیا جائے گا یا کسی کا مال غصب کیا ہے تو اس سے وہ مال وصول کیا جائے گا۔

نیز اس حدیث میں فرمایا: اور ان کا حساب اللہ پر ہے یعنی اگر دلائل شرعیہ سے ثابت ہو گیا کہ انہوں نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے یا کسی کا مال غصب کیا ہے تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی لیکن اگر دلائل شرعیہ سے یہ ثابت نہ ہو سکا اور واقع میں اس نے کسی کی جان اور مال پر ناحق زیادتی کی ہو تو اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے کیونکہ ہم تو صرف ظاہر پر حکم کرتے اور باطن کا معاملہ تو صرف اللہ جانتا ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیری کے پتوں سے رنگے ہوئے چمڑے کے تھیلے میں سونے کی چند ڈلیاں بھیجیں جن سے (کان کی) مٹی ہنوز صاف نہیں کی گئی تھی آپ نے وہ سونا چار افراد میں تقسیم کر دیا عیینہ بن بدر اقرع بن حابس زید بن خیل اور چوتھے علقمہ تھے یا عامر بن الطفیل آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: ہم اس سونے کے ان لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم مجھ کو امین نہیں قرار دیتے حالانکہ میں آسمانوں میں امین ہوں اور صبح شام میرے پاس آسمانوں سے خبر آتی ہے پھر ایک شخص کھڑا ہوا جس کی

آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں' رخسار اُبھرے ہوئے تھے اور پیشانی اٹھی ہوئی تھی' ڈاڑھی گھنی تھی اور سر منڈا ہوا تھا' وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! اللہ سے ڈریں' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے' کیا میں روئے زمین پر سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں' پھر وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا' حضرت خالد بن ولید نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں اس شخص کی گردن نہ اڑا دوں' آپ نے فرمایا: نہیں' ہوسکتا ہے کہ یہ نماز پڑھتا ہو' حضرت خالد نے کہا: کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جن کے دل میں وہ بات نہیں ہوتی جس کو وہ زبان سے کہتے ہیں (جیسے منافقین)' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کو چیر کر دیکھوں اور نہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے پیٹ چاک کر دوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو وہ پیٹھ موڑے کھڑا تھا' آپ نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم نکلے گی' جس کا منہ کتاب اللہ کی تلاوت سے تر رہے گا' لیکن وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا' اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر میں نے ان کو پایا تو میں ان کو اس طرح قتل کروں گا' جس طرح ثمود کو قتل کیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری:۴۳۵۱' صحیح مسلم:۱۰۶۴' سنن ابوداؤد:۴۷۶۴' سنن نسائی:۲۵۷۸)

* اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ باطن کی تفتیش کا حکم نہیں دیا' صرف ظاہر کے اعتبار سے حکم دینے کا مکلف کیا گیا ہے' اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کے لیے مطالعہ کریں' تبیان القرآن ج ۵ ص ۸۲۹' التوبہ:۷۳ اور ص ۱۹۷' یوسف:۶۷' فرید بک سٹال' لاہور۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم:۲۳۰۳۔ ج ا ص ۸۷۳ پر ہے' وہاں اس کی زیادہ شرح کی گئی ہے اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① حضرت ابوبکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان ② مانعین زکوٰۃ کا شبہ ③ مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب ④ قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام ⑤ ضروریات دین کا انکار کفر ہے ⑥ حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث ⑦ باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل۔

۱۸- بَابٌ مَنْ قَالَ إِنَّ الْإِيمَانَ هُوَ الْعَمَلُ

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (الزخرف:۷۲) وَقَالَ عِدَّةٌ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ' عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الحجر:۹۳۔۹۲) عَنْ قَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. وَقَالَ ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾ (الصافات:۶۱).

جس شخص نے یہ کہا کہ عمل ہی ایمان ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یہ وہ جنت ہے جس کا تم کو وارث بنایا گیا ہے' ان اعمال کے سبب سے جو تم کرتے تھے O'' (الزخرف:۷۲) متعدد اہل علم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: ''پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سے ضرور سوال کریں گے O کہ وہ کیا عمل کرتے تھے O'' (الحجر:۹۳۔۹۲) یعنی یہ سوال لا الٰہ الا اللہ کے متعلق ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی مثل کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے O (الصافات:۶۱)۔

عنوان باب کی وضاحت اور امام بخاری کی ذکر کردہ آیات کی تفسیر

پہلے باب سے بھی امام بخاری کا مقصد مرجئہ کا رد کرنا تھا اور اس باب سے بھی امام بخاری کا مقصد مرجئہ کا رد کرنا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ عمل نہ کرنے سے اہل ایمان کو ضرر نہیں ہوگا اور ان آیتوں میں عمل ہی کو ایمان فرمایا گیا ہے اور احناف کے نزدیک اس جگہ ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں۔

امام بخاری نے جس پہلی آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ عمل ہی ایمان ہے' اس میں مذکور ہے: یہ وہ جنت ہے' جس کا تم کو

Marfat.com

وارث بنایا گیا ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ وراثت کا معنی ہے: موت کے بعد مال ورثاء کے لیے چھوڑ جانا' پس اللہ تعالیٰ کسی کو وارث کیسے بنائے گا' اس پر تو موت کا آنا محال ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وراثت کا حقیقی معنی یہی ہے لیکن یہاں بہ طور استعارہ مجاز مراد ہے یعنی جس طرح وارثوں کو مورث بغیر کسی عوض کے مال عطا کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو بغیر کسی عوض کے جنت عطا کرتا ہے اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں مورث سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ نے کافر کے لیے جو جنت بنائی تھی' وہ چونکہ ایمان نہیں لایا' اس لیے وہ اس جنت کو مؤمنوں کے لیے چھوڑ جاتا ہے' جس طرح مورث اپنے مال کو وارثوں کے لیے چھوڑ جاتا ہے۔

اس آیت پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: ان اعمال کے سبب سے جو تم کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں دخول کا سبب اعمال ہیں' حالانکہ حدیث میں ہے: کوئی شخص جنت میں اپنے عمل کی وجہ سے داخل نہیں ہوگا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا: مجھ کو بھی نہیں' سوا اس کے کہ میرا رب مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۶' الرقم المسلسل: ۶۹۸۰)

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں دخول کے دو سبب ہیں' ظاہری سبب تو اعمال ہیں اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے' اس آیت میں ظاہری سبب کا ذکر فرمایا ہے اور حدیث میں حقیقی سبب کا ذکر فرمایا ہے۔

امام بخاری کا دوسرا استدلال اس آیت سے ہے: پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گےO کہ وہ کیا عمل کرتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت کے معارض یہ آیت ہے:

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّO پس اس دن کسی انسان کے گناہ سے سوال کیا جائے گا اور نہ کسی جن کےO (الرحمٰن: ۳۹)

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے کیا کیا؟ بلکہ یہ سوال کیا جائے گا کہ تم نے کیوں کیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن کئی احوال ہوں گے' بعض احوال میں سوال نہیں کیا جائے گا اور بعض اوقات میں سوال کیا جائے گا۔

امام بخاری کا تیسرا استدلال اس آیت سے ہے: اس کی مثل کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

اس پر یہ سوال ہے کہ اس کی مثل سے کس چیز کی مثل مراد ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے "الفوز العظیم" کا ذکر ہے' یعنی بہت بڑی کامیابی اور وہ دوزخ سے نجات اور جنت میں دخول ہے' تو اس کی مثل کے حصول کے لیے عمل کرنا چاہیے یعنی ایمان لانا چاہیے اور اعمال صالحہ کرنے چاہئیں۔

۲۶- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ وَ مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ فَقَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ' قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ الْجِهَادُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں احمد بن یونس اور موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے از سعید بن مسیب' از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے

Marfat.com

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.

[طرف الحدیث: ۱۵۱۹]

فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کے رسول پر، کہا گیا: پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، کہا گیا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: حج مبرور۔

(صحیح مسلم: ۸۳، سنن نسائی: ۵۰۰۰، صحیح ابن حبان: ۴۵۹۵، المعجم الکبیر: ۳۶۹، ج ۱۳، المعجم الاوسط: ۸۸۹۱، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۶۰، سنن سعید ابن منصور: ۲۳۳۸، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۳۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۷۸۳، ج ۵ ص ۱۵۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً مشہور تابعی سعید بن المسیب کا تذکرہ

(۱) احمد بن عبد اللہ بن یونس الیربوعی التمیمی، ان کے باپ عبد اللہ ہیں، لیکن ان کی شہرت اپنے دادا کی طرف نسبت سے ہے، انہوں نے امام مالک، ابن ابی ذئب، لیث اور بہت سے محدثین سے سماع کیا ہے، اور ان سے ابوزرعہ، ابوحاتم، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے سماع کیا ہے، ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ اور متقن تھے، امام احمد نے ان کو شیخ الاسلام کہا، یہ ربیع الآخر ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے، اس وقت ان کی عمر ۹۴ سال تھی (۲) موسیٰ بن اسماعیل المنقری، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابراہیم بن سعد، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ابن شہاب زہری، ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۵) سعید بن مسیب بن حزن بن ابی وہب القرشی المخزومی المدنی یہ امام التابعین اور فقیہ الفقہاء تھے، ان کے باپ اور دادا دونوں صحابی تھے، فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے، حضرت عمر کی خلافت کے دو سال بعد یہ پیدا ہوئے، انہوں نے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا، یہ حضرت ابوہریرہ کے داماد تھے، اور تمام لوگوں سے زیادہ احادیث کے عالم تھے، ان سے بہت تابعین نے احادیث کا سماع کیا ہے، ان کی امانت اور جلالت پر اتفاق ہے، یہ علم اور تقویٰ میں اپنے معاصرین پر مقدم تھے، ابن المدینی نے کہا: یہ تابعین میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے، امام احمد نے کہا: یہ افضل التابعین تھے، لیکن صحیح مسلم میں ہے کہ خیر التابعین اویس قرنی ہیں، احمد بن عبد اللہ نے کہا: یہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے تھے، یہ کانے تھے، ابن قتیبہ نے کہا: ان کے دادا حزن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: تم سہل ہو، انہوں نے کہا: نہیں، میں حزن (سخت اور رنج والا) ہوں، یہ تین دفعہ مکالمہ ہوا، سعید نے کہا: ہم ہمیشہ اس سختی اور رنج کو پاتے رہے، ان کی اولاد بدخلق تھی، انہوں نے چالیس حج کیے اور وظیفہ نہیں لیا، ان کے پاس چار سو دینار کا سرمایہ تھا، جس سے یہ زیتون کے تیل کی تجارت کرتے تھے، جابر بن اسود مدینہ کے حاکم تھے، انہوں نے ان کو حضرت ابن الزبیر کی بیعت کے لیے بلایا، انہوں نے انکار کیا تو انہوں نے ان کو ساٹھ کوڑے مارے اور مدینہ میں گشت کرایا، ایک قول یہ ہے کہ جب انہوں نے ولید کی بیعت سے انکار کیا تو اس نے ان کو کوڑے مارے اور قید کیا، یہ ۹۳ھ میں الولید بن عبد الملک کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہوئے، اس سال بہ کثرت فقہاء فوت ہوئے تھے، اسی وجہ سے اس سال کو سنۃ الفقہاء کہا جاتا ہے (۶) حضرت ابوہریرہ عبد الرحمن بن صخر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۸۔ ۲۹۹)

حدیث مذکور کے الفاظ کے لغوی اور شرعی معانی

اس حدیث میں ''افضل'' کا لفظ ہے، اس سے مراد ہے: جس عبادت کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ثواب ہو، اور ''جہاد'' کا لفظ ہے، اس کا لغوی معنی مشقت ہے اور اس کا شرعی معنی ہے: اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کفار سے قتال کرنا، تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور اگر کفار اسلامی ملک پر حملہ کریں تو ان سے دفاع کے لیے جہاد کرنا فرض عین ہے، اور اس میں ''حج مبرور'' کا لفظ ہے، حج کا لغوی معنی ہے: قصد کرنا اور شرعی معنی ہے: بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا، اس میں دو فرض ہیں: وقوف عرفات اور طواف

زیارت' حج کرنا زندگی میں ایک بار فرض ہے' اس کی شرط یہ ہے کہ مسلمان کے پاس اتنی رقم ہو' جس سے مکہ مکرمہ تک آنے جانے کا سفر ہو سکے اور اتنے عرصہ کے لیے اس کا اور اس کے اہل وعیال کی کفالت کا خرچ ہو اور وہ صحت مند ہو' مبرور وہ حج ہے' جس میں حج کرنے والا لوگوں کو کھانا کھلائے اور ان سے اچھی باتیں کرے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے متعدد عبادات کو افضل عمل فرمایا ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابن مسعود کی روایت میں آپ نے فرمایا: افضل اسلام کھانا کھلانا ہے اور ہر شخص کو سلام کرنا ہے' اور حضرت ابوموسیٰ کی روایت میں ہے: افضل اسلام لوگوں کو اپنی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھنا ہے' اور حضرت ابوذر کی حدیث میں ہے: افضل اسلام اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے' اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ افضلیت مختلف احوال اور مختلف اشخاص کے اعتبار سے ہے' مثلاً جو شخص جہاد کا اہل ہے' اس کے لیے جہاد کرنا دیگر عبادات سے افضل ہے' اور جس شخص کے والدین بے سہارا ہیں' اگر وہ ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے جائے گا تو اس کے والدین ضائع ہو جائیں گے' اس کے لیے والدین کی خدمت کرنا جہاد سے افضل ہے اور جب کفار کا مسلمانوں کے شہر پر حملہ اور غلبہ ہو تو تمام عبادات سے جہاد کرنا افضل ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جن عبادات کو آپ نے افضل العمل فرمایا ہے' اس سے مراد ہے: یہ افضل اعمال کے قبیل سے ہیں' یعنی لوگوں کو اپنے ضرر سے محفوظ رکھنا اور ان کو کھانا کھلانا اور سلام کرنا وغیرہ' یہ سب افضل اعمال ہیں' یہ مطلب نہیں ہے کہ یہی افضل عمل ہیں۔

١٩ - بَابُ اِذَا لَمْ يَكُنِ الْاِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيْقَةِ وَكَانَ عَلَى الْاِسْتِسْلَامِ اَوِ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ

جب اسلام سے اس کا حقیقی معنی مراد نہ ہو' اور ظاہری اطاعت مراد ہو' یا قتل کیے جانے کا خوف مراد ہو

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا﴾. (الحجرات:١٤)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے' آپ کہیے: تم ایمان نہیں لائے لیکن کہو: ہم نے (ظاہری) اطاعت کی ہے'' (الحجرات:١٤)۔

فَسَمَّاهُمُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيْقَةِ فَهُوَ عَلٰى قَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران:١٩) ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ (آل عمران:٨٥).

پس اللہ تعالیٰ نے انہیں مؤمنین کا نام دیا اور جب اسلام کا حقیقی معنی مراد ہو تو وہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: ''اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے'' (آل عمران:١٩) اور یہ آیت: ''جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین پسند کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا'' (آل عمران:٨٥)۔

امام بخاری کی پیش کردہ آیات کی تفسیر

امام بخاری نے جو باب کا عنوان قائم کیا ہے' یہ آیات اس پر دلالت کرتی ہیں' امام بخاری اور جمہور علماء اسلام کے نزدیک ایمان اور اسلام مترادف ہیں' ہم نے اس پر مفصل بحث حدیث:٨ کی شرح میں کر دی ہے' لہٰذا اسلام کا حقیقی معنی دل سے ماننا اور قبول کرنا ہے اور اس کا مجازی معنی ظاہری اطاعت کرنا ہے الحجرات:١٤ کا سبب نزول یہ ہے کہ بنو اسد بن خزیمہ کے دیہاتی قحط کے سال مدینہ میں آئے اور انہوں نے اللہ اور رسول کی شہادت دی' حالانکہ وہ دل سے مومن نہیں تھے' انہوں نے کہا: ہم مصیبت زدہ ہیں' آپ ہمیں صدقات میں سے مال دیجئے' تب اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ کہیے: تم ایمان نہیں لائے البتہ یوں کہو:

Marfat.com

ہم نے ظاہری اطاعت کی ہے۔ (الوسیط ج ۴ ص ۱۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

پھر امام بخاری نے اسلام کے حقیقی معنی کے ثبوت میں یہ آیت پیش کی: '' اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے (آل عمران: ۱۹) یعنی اسلام حقیقی دین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ دین اسلام ہی ہے۔

پھر امام بخاری نے آل عمران: ۸۵ سے استدلال کیا کہ چونکہ اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں کیا جائے گا' اس سے معلوم ہوا کہ اسلام ہی حقیقت میں دین ہے۔

۲۷- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ ' عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ ' فَتَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا هُوَ اَعْجَبُهُمْ اِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ فَوَاللّٰهِ اِنِّي لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا' فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا. فَسَكَتُّ قَلِيلًا' ثُمَّ غَلَبَنِي مَا اَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ فَوَاللّٰهِ اِنِّي لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا' فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا. ثُمَّ غَلَبَنِي مَا اَعْلَمُ مِنْهُ' فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي' وَعَادَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا سَعْدُ' اِنِّي لَاُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ اَنْ يَكُبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے از زہری خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے از حضرت سعد رضی اللہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک گروہ کو عطا فرمایا اور حضرت سعد بیٹھے ہوئے تھے اور ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا' جو میرے نزدیک بہت پسندیدہ تھا' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فلاں شخص کو کیوں نہیں دیا؟ پس اللہ کی قسم! میں اس کو ضرور مومن گمان کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: یا مسلمان! میں کچھ دیر خاموش رہا' پھر اس کے متعلق جو مجھے علم تھا' وہ مجھ پر غالب آیا اور میں نے پھر اپنی بات کو دہرایا' پس میں نے کہا: آپ نے فلاں شخص کو کیوں نہیں دیا؟ پس اللہ کی قسم! میں اس کو ضرور مومن گمان کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: یا مسلمان' پھر اس کے متعلق جو مجھے علم تھا' وہ مجھ پر غالب آیا اور میں نے اپنی بات کو دہرایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد کو دہرایا' پھر آپ نے فرمایا: اے سعد! میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں اور اس کا غیر مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے' اس خوف سے کہ اس کو اللہ دوزخ میں اوندھے منہ گرا دے گا۔

وَرَوَاهُ يُونُسُ' وَصَالِحٌ وَ مَعْمَرٌ' وَابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ' عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرف الحدیث: ۱۴۷۸]

امام بخاری نے کہا: اور اس حدیث کو یونس اور صالح اور معمر اور زہری کے بھتیجے نے زہری سے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۰' سنن ابوداؤد: ۴۶۸۵' ۴۶۸۳' سنن نسائی: ۵۰۰۸-۵۰۰۷)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ کا تذکرہ

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الاموی (۳) محمد بن مسلم الزہری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عامر بن سعد بن ابی وقاص القرشی' انہوں نے اپنے والد' حضرت عثمان' حضرت جابر بن سمرہ اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے سعید بن مسیب' سعد بن ابراہیم' زہری اور دیگر نے سماع کیا ہے' یہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے یہ ۱۰۴ھ یا ۱۰۳ھ میں

Marfat.com

مدینہ میں فوت ہو گئے' ائمہ ستہ ان سے روایت کرتے ہیں (۵) ابواسحاق سعد بن ابی وقاص' ان کا نام مالک بن وہیب القرشی ہے' یہ ان دس صحابہ میں سے ہیں' جن کو جنت کی بشارت دی گئی' اور ان چھ صحابہ میں سے ہیں' جن کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خلافت کے مشورہ کے لیے مقرر کیا تھا' ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچویں پشت کلاب میں مل جاتا ہے' یہ چار شخصوں کے بعد اسلام میں داخل ہوئے' اس وقت ان کی عمر ۱۴ سال تھی' غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے' یہ مستجاب الدعوات تھے' انہوں نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر چلایا تھا' اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں خون بہایا تھا' انہیں اسلام کا شہسوار کہا جاتا تھا' یہ مہاجرین اولین میں سے تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے مدینہ میں ہجرت کی تھی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۷۰ احادیث روایت کی ہیں' ۱۵ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' ۵ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۱۸ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' ان سے ائمہ ستہ نے احادیث روایت کی ہیں' انہوں نے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایران کو فتح کیا تھا اور حضرت عمر نے ان کو عراق کا گورنر بنا دیا تھا' انہوں نے ہی شہر کوفہ کی بنیاد رکھی' جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو یہ فتنہ سے الگ ہو گئے تھے' اور مدینہ سے دس میل کی مسافت پر اپنے مکان میں فوت ہو گئے تھے' ان کی وفات ۵۷ ھ میں ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال سے زائد تھی' اس وقت مروان بن الحکم مدینہ کا حاکم تھا' اسی نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' یہ عشرہ مبشرہ میں سے فوت ہونے والے آخری صحابی تھے' صحابہ میں جن کا نام سعد تھا' ان کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۰۶-۲۰۵)

سفارش کرنے کی تفصیل اور حضرت سعد کی سفارش قبول نہ کرنے کی توجیہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز معاملہ میں حکام سے سفارش کرنا صحیح ہے اور اگر ایک بار سفارش مسترد کر دی جائے تو کئی بار سفارش کرنی چاہیے' اور اگر حاکم کسی وجہ سے سفارش قبول نہ کرے تو اس کو اپنا عذر بیان کر دینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو عطا فرما رہے تھے جو نئے نئے اسلام لائے تھے' تاکہ ان کی دل جوئی اور تالیف قلب ہو اور قدیم الاسلام اصحاب کو عطا نہیں فرما رہے تھے کیونکہ وہ اپنے اسلام میں راسخ تھے اور ان کے پھسلنے کا امکان نہ تھا اور اس وقت اتنی گنجائش نہ تھی کہ سب کو دیا جا سکتا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدیم الاسلام اصحاب کو ترک کر کے نئے اسلام لانے والوں کو عطا فرمایا' کیونکہ اگر آپ قدیم الاسلام اصحاب کو عطا فرماتے اور نئے اسلام لانے والوں کو ترک کر دیتے تو ہو سکتا تھا کہ وہ آپ کے متعلق بدگمانی کرتے اور اگر وہ آپ کے متعلق بدگمانی کرتے تو دوزخ میں اوندھے منہ جا گرتے اور قدیم الاسلام اصحاب سے یہ خطرہ نہ تھا' حضرت سعد بن ابی وقاص جس کی سفارش کر رہے تھے وہ بھی قدیم الاسلام تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو عطا فرمایا' ان پر تو آپ کا کرم ظاہر ہے اور جن کو آپ نے عطا نہیں فرمایا' ان پر بھی آپ کا کرم ہے کیونکہ آپ نے ان کو اپنا سمجھا کہ وہ آپ کے متعلق بدگمانی نہیں کر سکتے' غرض آپ کا دینا بھی کرم ہے اور نہ دینا بھی کرم ہے۔

حضرت سعد نے کہا: آپ اس کو کیوں نہیں دیتے' اللہ کی قسم! میں اس کو ضرور مومن گمان کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: یا وہ مسلمان ہو' اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ایمان تو دل کی تصدیق کا نام ہے تو تم کسی کے دل کی تصدیق کی کیسے شہادت دے سکتے ہو' البتہ اس کے ظاہر حال کے اعتبار سے اس کو مسلمان کہہ سکتے ہو' اگرچہ مومن اور مسلم مترادف ہیں' لیکن یہاں پر مسلم کا اطلاق ظاہر حال کے اعتبار سے مجازاً فرمایا ہے۔

Marfat.com

زہری کے بھتیجے سے روایت کی وجہ سے امام بخاری پر تنقید

امام بخاری نے اس حدیث کو شعیب سے روایت کیا تھا' اب اس حدیث کے آخر میں امام بخاری شعیب کے متابعین کا ذکر رہے ہیں اور وہ چار متابع ہیں: یونس' صالح' معمر اور زہری کا بھتیجا اور جس طرح شعیب نے اس حدیث کو زہری سے روایت کیا ہے' ان چار نے بھی اس حدیث کو زہری سے روایت کیا ہے' اول الذکر تین کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور آخر الذکر کا تعارف حسب ذیل ہے:

(۴) زہری کے بھتیجے کا نام محمد بن عبد اللہ بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب ہے' یہ امام ابو بکر زہری کے بھتیجے ہیں' جو اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں اور ان سے یعقوب بن ابراہیم روایت کرتے ہیں' امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' امام حاکم نے اپنی کتاب ''مدخل'' میں کہا ہے کہ زہری کے بھتیجے سے روایت کی بناء پر امام بخاری اور امام مسلم پر عیب لگایا گیا ہے' امام ابن ابی حاتم نے کہا: یہ قوی نہیں تھے' ابن معین نے کہا: یہ ضعیف تھے' ابن عدی نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' ان کی کوئی حدیث منکر نہیں ہے' مُرہ نے کہا: یہ قوی نہیں ہے' ان کو ان کے غلاموں نے ان کے باپ کے حکم کی وجہ سے قتل کر دیا تھا' یہ ۱۵۲ھ میں قتل کیے گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۱۲۔۳۱۱)

* شرح صحیح مسلم: ۲۸۶۔ ج ۱ ص ۱۳ ۶ پر یہ حدیث مذکور ہے' وہاں پر اختصار کے ساتھ نفس حدیث کی شرح کی گئی ہے۔

۲۰- بَابٌ اِفْشَاءُ السَّلَامِ مِنَ الْاِسْلَامِ — بہ کثرت سلام کرنا اسلام کی علامات سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں یہ بیان تھا کہ دین اسلام ہے' اور اسلام اس کے احکام پر عمل کرنے سے کامل ہوتا ہے اور اسلام کا ایک حکم بہ کثرت سلام کرنا ہے۔

وَقَالَ عَمَّارٌ ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِيْمَانَ اَلْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ' وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ' وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ.

اور عمار نے کہا: جس شخص نے تین خصلتوں کو جمع کر لیا' اس نے ایمان کو جمع کر لیا: (۱) اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا (۲) تمام جماعت والوں پر سلام کو خرچ کرنا (ماسوا ان کے جن کو سلام کرنا منع ہے) (۳) اور تنگی کی حالت میں خرچ کرنا۔

۲۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ' عَنْ اَبِي الْخَيْرِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ' وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام کا کون سا حکم سب سے اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور ہر شخص کو سلام کرو' خواہ اس کو پہچانتے ہو یا نہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا تعارف

عمار بن یاسر بن عامر بن مالک' ان کی والدہ سمیہ بنت خیاط ہیں' وہ اور یاسر عمار کے ساتھ بہت پہلے اسلام لائے تھے رضی اللہ عنہم۔ ابو جہل نے حضرت سمیہ کو قتل کر دیا تھا' وہ اسلام کی راہ میں پہلی شہیدہ تھیں' ان کو اللہ کی توحید پر ایمان کی وجہ سے مکہ میں ایذاء دی جاتی تھی۔ اسی ایذاء رسانی کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے ہوئے فرماتے: اے آل یاسر! صبر کرو' تم سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے' یہ وہ لوگ تھے جن کی مکہ میں نہ کوئی رشتہ داری تھی' نہ ان کی کوئی مدافعت کرنے والا تھا اور نہ ان کو کوئی قوت حاصل تھی'

Marfat.com

قریش ان کو سخت دھوپ میں ایذاء دیتے تھے' اسی طرح عمار' صہیب' فکیہ اور عامر بن فہیرہ کو عذاب دیا جاتا تھا' عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت عمار کے اوپر آگ لگادی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو ان کے ہاتھ اور ان کے سر کے اوپر آگ تھی' آپ نے فرمایا: اے آگ! عمار کے اوپر اس طرح ٹھنڈی ہو جا' جس طرح تو حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی ہو گئی تھی' حضرت عمار بدر میں اور تمام غزوات میں حاضر رہے ہیں' یہ مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے' پھر انہوں نے حبشہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی' تیس (۳۰) اور کچھ لوگوں کے مسلمان ہونے کے بعد یہ مسلمان ہوئے تھے' انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں' انہوں نے ۶۲ احادیث بیان کی ہیں' جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور تین احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۱۶۔ ۳۱۵)

اس حدیث کی تخریج اور شرح' حدیث: ۱۲ میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس حدیث کو امام بخاری نے قتیبہ سے روایت کیا ہے اور وہاں عمرو بن خالد سے روایت کیا تھا۔

۲۱- بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيْرِ، وَكُفْرٍ دُوْنَ كُفْرٍ

خاوند کی ناشکری' اللہ کی ناشکری سے کم درجہ کی ناشکری ہے

فِيهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ ابواب سابقہ امور ایمان میں تھے اور یہ باب کفر کے بیان میں ہے اور ایمان اور کفر میں تضاد ہے' سو ان میں تضاد کی مناسبت ہے۔

امام بخاری نے حضرت ابو سعید خدری کی اس حدیث کو کتاب الحیض میں روایت کیا ہے' دیکھئے صحیح البخاری: ۳۰۴۔

۲۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْتُ النَّارَ فَاِذَا اَكْثَرُ اَهْلِهَا النِّسَاءُ، يَكْفُرْنَ قِيْلَ اَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، وَيَكْفُرْنَ الْاِحْسَانَ، لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰى اِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَاَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.

(صحیح مسلم: ۸۸۴' سنن ابو داؤد: ۱۱۸۹' سنن نسائی: ۱۴۹۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے دوزخ دکھائی گئی' پس اس میں زیادہ عورتیں تھیں' وہ ناشکری کرتی ہیں' کہا گیا: کیا اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں' احسان کا انکار کرتی ہیں' اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ ساری عمر احسان کرو' پھر وہ تم سے تھوڑی سی کمی دیکھ لے تو کہے گی: میں نے تو تم سے کبھی اچھائی نہیں دیکھی۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی المدنی (۲) امام مالک بن انس' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابو اسامہ زید بن اسلم القرشی العدوی' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام تھے' یہ حضرت عبد اللہ بن عمر' حضرت جابر' حضرت انس' حضرت سلمہ بن اکوع' حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں' اور ان سے امام مالک' الزہری' معمر' ایوب اور یحییٰ وغیرہم روایت کرتے ہیں'

Marfat.com

ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں' ۱۳۳ھ میں فوت ہو گئے' ائمہ ستہ ان سے روایت کرتے ہیں (۴) عطاء بن یسار المدنی الھلالی' یہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد شدہ غلام تھے' انہوں نے حضرت ابی بن کعب' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور دیگر سے سماع کیا ہے' اور ان سے عمرو بن دینار اور زید بن اسلم وغیرہما نے سماع کیا ہے' ابن سعد' یحییٰ بن معین اور ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ میں فوت ہو گئے (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۲۱)

خاوند کا بیوی پر عظیم حق اور حدیث کے دیگر فوائد

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نعمتوں اور حقوق کی ناشکری حرام ہے کیونکہ دوزخ میں دخول' حرام کے ارتکاب سے ہوتا ہے' آپ نے خاوند کی ناشکری اور اس کے احسان کے انکار پر دوزخ کے عذاب سے ڈرایا ہے' یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ منعم اور محسن کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ خاوند کا بیوی پر بہت عظیم حق ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۲' المستدرک ج ۴ ص ۱۸۲' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۱۰' شرح السنۃ ج ۵ ص ۵۸' الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۵۶' کنز العمال: ۴۴۷۷۵)

اسی وجہ سے تمام گناہوں میں سے خاوند کی ناشکری کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور خاوند کا جو بیوی پر حق ہے' اس کو بندوں پر اللہ کے حق کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ رئیس کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کو وعظ کیا کرے اور نیکی پر ابھارا کرے اور تلامذہ کو چاہیے کہ اگر ان کی سمجھ میں استاذ کی کوئی بات نہ آئے تو اس سے وضاحت طلب کر لیا کریں' نیز اس حدیث میں ناشکری پر کفر کا اطلاق ہے' نیز اس سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے کوئی شخص ایمان سے نکلتا ہے نہ کفر میں داخل ہوتا ہے۔

۲۲- بَابُ الْمَعَاصِي مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ ' وَلَا يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِكَابِهَا اِلَّا بِالشِّرْكِ

معاصی امر جاہلیت سے ہیں اور کسی شخص کی تکفیر صرف شرک کے ارتکاب کی وجہ سے کی جائے گی

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ ' وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (النساء: ۱۱۶۔ ۴۸).

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم ایسے شخص ہو کہ تم میں جاہلیت کی خصلت ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم گناہ ہو' اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے" (النساء: ۱۱۶۔ ۴۸)۔

ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں خاوند کے کفر کا بیان تھا اور اس باب میں اللہ کے کفر کا بیان ہے۔

۳۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنْ وَاصِلٍ الْاَحْدَبِ' عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِيْتُ اَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ ' وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ ' وَعَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ ' فَسَاَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهُ بِاُمِّهٖ' فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واصل الاحدب از المعرور' انہوں نے کہا: میری حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملاقات ہوئی' ان پر بھی حلّہ تھا اور ان کے غلام

Marfat.com

لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَعَيَّرْتَهُ بِاُمِّهِ؟ اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ ، اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ اَخُوهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ.

[اطراف الحدیث:۶۰۵۰-۲۵۴۵]

(صحیح مسلم:۱۶۶۱ مسند البزار: ۳۹۹۶ الادب المفرد:۱۸۹ مسند ابوعوانہ:۱۷۶۱ مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۱ طبع قدیم مسند احمد:۲۱۴۳۲-ج ۳۵ ص ۱۴۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

پر بھی حُلّہ تھا، میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا' انہوں نے کہا: میں نے ایک شخص کو برا کہا تھا' میں نے اس کو اس کی ماں سے عار دلایا' تو مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم نے اس کو اس کی ماں سے عار دلایا ہے؟ تم ایسے شخص ہو کہ تم میں جاہلیت کی خصلت ہے' تمہارے خدام تمہارے بھائی ہیں' اللہ نے ان کو تمہارا ماتحت بنادیا ہے' پس جس شخص کا بھائی اس کا ماتحت ہو' تو اس کو وہ کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور اس کو وہ پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور ان کو اس کام کا مکلف نہ کرو' جو ان پر دشوار ہو اور اگر تم ان کو ایسے کام کا مکلف کرو' جو ان پر دشوار ہو تو ان کی مدد کرو۔

معاصی' جاہلیت اور شرک کے معانی اور اس باب کی باب سابق سے مناسبت

اس باب کا عنوان معاصی ہے اور یہ معصیت کی جمع ہے' لغت میں اس کا معنی ہے: نافرمانی' اور شرع میں اس کا معنی ہے: واجب کے ترک سے یا مکروہ کے ارتکاب سے شارع کی مخالفت کرنا اور یہ کبائر اور صغائر سے عام ہے' اور اس عنوان میں جاہلیت کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: اسلام سے پہلے فترت کا زمانہ' اور اس باب میں شرک کا ذکر ہے' شرک کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب یا قدیم ماننا' یا اس کی کسی صفت کو مستقل بالذات ماننا یا اس کو عبادت کا مستحق سمجھنا۔ اہل سنت کے نزدیک کوئی شخص معصیت کے ارتکاب سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور معتزلہ کے نزدیک ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا اور خوارج کے نزدیک وہ کفر میں داخل ہو جاتا ہے' امام بخاری کا اس باب سے مقصد خوارج اور معتزلہ کا رد کرنا ہے' اس باب میں اور باب سابق میں یہ مناسبت ہے کہ سابق باب میں خاوند کی نافرمانی کا ذکر تھا اور وہ بھی معصیت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابوایوب سلیمان بن حرب الازدی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۳) واصل بن حیان الاسدی الکوفی' یہ کبڑے تھے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابوحاتم نے کہا: بہت سچے اور حدیث کی صلاحیت رکھنے والے ہیں' یہ ۱۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے' ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۴) المعرور بن سوید ابوامیہ الاسدی الکوفی' انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن مسعود' حضرت ابوذر سے احادیث کا سماع کیا ہے' اور ان سے واصل اور اعمش وغیرہ نے سماع کیا ہے' اعمش نے کہا: میں نے ان کو ۱۲۰ سال کی عمر میں دیکھا' ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال کالے تھے' یحییٰ بن معین اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۵) حضرت ابوذر' ان کا نام جندب بن جنادہ الغفاری ہے' یہ اسلام لانے والوں میں چوتھے یا پانچویں تھے' یہ مکہ میں آ کر مسلمان ہوئے' پھر اپنی قوم کے شہروں میں چلے گئے اور وہیں رہے' حتیٰ کہ بدر' احد اور خندق کے معرکے گزر گئے' پھر مدینہ آ گئے' پھر تاحیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے' ان کے مناقب بہت ہیں اور ان کا زہد مشہور ہے' ان کا مذہب یہ تھا کہ انسان کے اوپر اس کی ضرورت سے زائد مال کو جمع کرنا حرام ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۸۱ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری ان سے دو حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۱۷ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' ان سے بہت صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں' ان میں حضرت ابن عباس اور حضرت انس بھی ہیں اور بہ کثرت تابعین ہیں' یہ ربذہ میں ۳۲ھ میں فوت

Marfat.com

ہو گئے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ۔ (عمدۃ القاری ج ا ص ۲۲۵ ۔ ۲۲۴)

لغوی معانی اور بعض شرعی احکام

اس حدیث میں ربذہ کا ذکر ہے' یہ مدینہ سے تین مرحلہ دور ایک جگہ ہے' فید اور مکہ کی راہ پر ذات عرق کے قریب ایک گاؤں ہے' حضرت ابوذر غفاری اسی جگہ مدفون ہیں' اور اس حدیث میں حلّہ کا ذکر ہے' ایک قسم کی دو چادروں کو حلہ کہتے ہیں ۔ اس حدیث میں ذکر ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو برا کہا تھا اور اس کو اس کی ماں کے ساتھ عار دلایا تھا یعنی اس کی ماں کو عیب لگایا تھا' وہ شخص حضرت بلال تھے اور حضرت ابوذر نے ان کو کہا تھا: اے حبشیہ کے بیٹے!

اس حدیث میں نوکروں اور خادموں کو بُرا کہنے سے منع فرمایا ہے اور کسی کے ماں باپ کو عیب لگانے سے بھی منع فرمایا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اپنے باپ دادا پر فخر کرنا بھی ممنوع ہے' اور نوکروں اور خدام کو وہ کھانا کھلائیں' جو خود کھاتے ہوں اور وہ لباس پہنا میں جو خود پہنتے ہوں اور ان کو اپنا بھائی کہیں اور ان سے سخت مشکل کام نہ کرائیں ۔

اسلام میں غلامی کا چلن ختم ہونے کی تفصیل

چونکہ اس حدیث میں غلام کا ذکر آ گیا ہے' اس لیے ہم غلام اور باندیوں کی مختصر وضاحت کر رہے ہیں ۔

ظہور اسلام سے قبل پوری دنیا میں یہ رواج تھا کہ جب دو فریقوں میں جنگ ہوتی تو جس فریق کو جنگ میں شکست ہوتی تو میدانِ جنگ میں مخالف فریق کے جو مرد اور عورتیں گرفتار ہوتیں تو ان مردوں کو غلام بنا لیا جاتا اور عورتوں کو باندیاں بنا لیا جاتا' چنانچہ ابتداء میں اسلام میں بھی اس طریقہ پر عمل ہوتا رہا' پھر جنگی قیدیوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا ۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ . (محمد: ۴)

جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارنا ہے' حتیٰ کہ جب تم ان کا اچھی طرح خون بہا چکو تو قیدیوں کو مضبوط باندھ لو' پھر ان پر خود احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو حتیٰ کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے ۔

اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی کافر ملک نے مسلمان قیدیوں کو غلام بنایا ہو تو مسلمانوں کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ بھی کافر قیدیوں کو غلام بنالیں اور اگر انہوں نے مسلمان قیدیوں کو غلام نہ بنایا ہو بلکہ قید کر لیا ہو اور وہ ان کی رہائی کے عوض اپنے قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کریں تو ہمیں تبادلہ میں جنگی قیدی چھوڑ دینا چاہیے اور جن کو غلام بنایا جا چکا ہے' ان کے ساتھ اسلام نے حسن سلوک کرنے کی بہت تاکید کی ہے' جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے' پھر ان کو آزاد کرنے کی بہت صورتیں رکھی ہیں کہ قتل خطاء کے کفارہ میں غلام کو آزاد کر دیا جائے' قسم توڑنے کے کفارہ میں غلام آزاد کر دیا جائے' کفارہ ظہار میں غلام آزاد کر دیا جائے' روزہ توڑنے کے کفارہ میں غلام آزاد کر دیا جائے' نیز غلام کو آزاد کرنے میں بہت اجر و ثواب رکھا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا' اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۵۱۷' صحیح مسلم: ۱۵۰۹' سنن ترمذی: ۱۵۴۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۸۷۵)

اسلام کے ان احکام کی وجہ سے اب مسلم دنیا میں غلامی کا رواج ختم ہو چکا ہے ۔ شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۴۷ ۔ ۵۴ میں ہم نے اس مسئلہ پر بہت زیادہ تحقیق کی ہے ۔

Marfat.com

۰۰۰- بَابٌ ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات:۹) فَسَمَّاهُمُ الْمُؤْمِنِينَ

''اگر مؤمنین کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو تم ان کے درمیان صلح کراؤ'' (الحجرات:۹) اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جماعتوں کو مؤمن فرمایا

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل قتال کو مؤمنین فرمایا ہے' حالانکہ اہل قتال مرتکب کبیرہ ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں اللہ کے ساتھ کفر کا بیان تھا اور اس باب میں اللہ کی معصیت کا ذکر ہے۔

۳۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَ يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هٰذَا الرَّجُلَ، فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ، فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ؟ قُلْتُ أَنْصُرُ هٰذَا الرَّجُلَ، قَالَ ارْجِعْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُولُ فِي النَّارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهِ.

[اطراف الحدیث:۶۸۷۵-۷۰۸۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمان بن المبارک نے ہمیں حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب اور یونس نے از حسن از الاحنف بن قیس حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ) کی مدد کے لیے گیا تو مجھے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ ملے' پس مجھ سے پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: میں اس شخص کی مدد کروں گا' انہوں نے کہا: واپس جاؤ' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے' پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو قاتل ہے' پس مقتول (کے دوزخی ہونے) کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔

(صحیح مسلم:۲۸۸۸' سنن ابوداؤد:۴۲۶۹' سنن نسائی:۴۱۳۴' سنن بیہقی ج۸ ص۱۹۰' شرح السنۃ:۲۵۴۹' الاحاد والمثانی:۱۵۶۴' صحیح ابن حبان:۵۹۴۵' حلیۃ الاولیاء ج۶ ص۲۶۲' مسند احمد ج۵ ص۴۳ طبع قدیم' مسند احمد:۲۰۴۳۹۔ ج۳۴ ص۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً مشہور تابعی حسن بصری اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ کا تذکرہ

(۱) عبدالرحمان بن المبارک بن عبداللہ العیشی' یہ وہب بن خالد اور حماد بن زید وغیرہما سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے امام بخاری' ابوزرعہ' امام ابوداؤد اور ابوحاتم روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: یہ بہت سچے ہیں' یہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) حماد بن زید درہم البصری' انہوں نے ثابت بنانی' ابن سیرین اور کثیر سے سماع کیا اور ان سے ابن المبارک اور یحییٰ القطان روایت کرتے ہیں' عبدالرحمان بن مہدی نے کہا: اپنے زمانہ میں چار شخص امام تھے' سفیان ثوری کوفہ میں' مالک حجاز میں' اوزاعی شام میں اور حماد بن زید بصرہ میں' یہ ۸۱ سال کی عمر میں ۱۷۹ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے (۳) ایوب السختیانی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) یونس بن عبید بن دینار البصری' انہوں نے حضرت انس بن مالک' الحسن البصری اور محمد بن سیرین کی زیارت کی ہے' اور ان سے سفیان ثوری اور حماد نے روایت کی ہے' امام احمد اور یحییٰ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے' یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابوسعید الحسن بن الحسن الانصاری البصری' ان کی ماں کا نام الخیرہ تھا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی

Marfat.com

باندی تھیں' یہ اس وقت پیدا ہوئے' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال رہ گئے تھے' ان کی ماں کبھی کہیں چلی جاتیں اور یہ ان کے پیچھے روتے تھے تو حضرت ام المؤمنین ام سلمہ ان کو بہلانے کے لیے اپنا پستان ان کے منہ میں دے دیتی تھیں' حتیٰ کہ ان کی ماں آجاتیں لیکن حسن بصری حضرت ام المؤمنین کا دودھ پیتے رہتے تھے' ان میں جو فصاحت اور برکت تھی' وہ ان ہی کی برکت سے تھی' حسن بصری نے وادی القریٰ میں پرورش پائی' الحسن نے کہا: ہم خراسان کے جہاد میں گئے اور ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو صحابہ تھے' انہوں نے حضرت ابن عمر' حضرت انس' حضرت سمرہ اور قیس بن عاصم صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا ہے۔ الفضیل بن عیاض نے ہشام بن حسان سے پوچھا: الحسن نے کتنے صحابہ کو پایا؟ انہوں نے کہا: ۱۳۰ صحابہ کو' ابن سیرین نے کہا: تیس صحابہ کو' حسن کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع صحیح نہیں ہے' ابن معین نے کہا: حسن نے حضرت ابوبکرہ سے سماع کیا ہے نہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے نہ حضرت ابوہریرہ سے' ابوزرعہ سے سوال کیا گیا: کیا حسن نے بدری صحابہ میں سے کسی سے ملاقات کی ہے؟ انہوں نے کہا: انہوں نے ان میں سے بعض کو دیکھا ہے' حضرت عثمان اور حضرت علی کو دیکھا ہے' انہوں نے کہا: حسن نے حضرت علی کو مدینہ میں دیکھا ہے' پھر حضرت علی کوفہ اور بصرہ چلے گئے اور اس کے بعد حسن نے ان سے ملاقات نہیں کی' ابوزرعہ نے کہا: حسن نے حضرت ابوہریرہ سے سماع کیا نہ ان کو دیکھا' اور جس نے حسن کی ابوہریرہ سے روایت بیان کی' اس نے خطاء کی اور نہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع کیا اور انہوں نے حضرت ابن عمر سے ایک حدیث سنی ہے' ابورجاء کہتے ہیں: میں نے حسن سے پوچھا: آپ مدینہ سے کب آئے؟ انہوں نے کہا: جنگ صفین میں' میں نے پوچھا: آپ بالغ کب ہوئے؟ انہوں نے کہا: جنگ صفین میں' ابن سعد نے کہا: حسن' جامع عالم' فقیہ' ثقہ' امین' عابد اور فصیح وجمیل تھے' خصوصاً جب وہ مکہ آتے تو لوگ ان کو تعظیم سے بٹھاتے اور لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے' جن میں طاؤس' عطاء' مجاہد اور عمرو بن شعیب تھے' پھر وہ ان کے سامنے احادیث بیان کرتے' پھر ان میں سے بعض کہتے: ہم نے ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا' ۱۱۶ھ میں ان کی وفات ہوئی' ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۶) الاحنف بن قیس' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کے عہد میں اسلام لائے' لیکن آپ کی زیارت نہیں کی' یہ حضرت عمر کے پاس گئے تھے' حسن اور ابن سیرین ان کے لشکر میں تھے' انہوں نے حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث سنی ہیں اور ان سے حسن نے سنی ہیں' یہ کوفہ میں ۶۷ھ میں حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۷) حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ ہیں' یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جنگ طائف میں طائف کے قلعہ سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بکرۃ) چرخی میں آگئے تھے' اس وجہ سے ان کی کنیت ابوبکرہ ہوگئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا' ان کا شمار آپ کے آزاد کردہ غلاموں میں ہوتا ہے' یہ فضلاء صحابہ اور صالحین میں سے ہیں' عبادت میں بہت کوشش کرتے تھے' ۵۲ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۳۲ احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے آٹھ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور پانچ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور امام مسلم نے ایک حدیث روایت کی ہے' اور ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۴-۳۳۲)

حدیث مذکور پر اعتراضات کے جوابات

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض صحابہ نے اپنے اجتہاد سے قتال کیا' ان میں قاتل اور مقتول تھے اور وہ جنت میں ہوں گے' جیسے جنگ جمل اور جنگ صفین میں شہید ہونے والے صحابہ' حالانکہ اس حدیث میں مطلقاً فرمایا ہے کہ جب دو مسلمان لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان مسلمانوں کے متعلق ہے' جن کی جنگ کسی اجتہاد پر مبنی نہ ہو محض ہوائے نفس کی بناء پر ہو اور دونوں فریقوں کا موقف شر اور باطل ہو۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب حضرت علی کی حضرت معاویہ

سے جنگ اجتہاد پر مبنی تھی تو حضرت ابوبکرہ نے حضرت علی کی مدد کے لیے جانے سے کیوں منع کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرہ کا یہ منع کرنا بھی اجتہاد پر مبنی تھا' تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں' اس سے معتزلہ کی تائید ہوتی ہے کہ قاتل اور مرتکب کبیرہ کو دوزخ میں ڈالنا واجب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا محمل یہ ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں دوزخ کے عذاب کے مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان میں سے جس کو چاہے گا' معاف فرما دے گا' چوتھا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں آپ نے مقتول کے دوزخی ہونے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ وہ بھی اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا' حالانکہ اس کے قتل پر حرص تو گناہ کبیرہ نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حرام کام کی حرص اور اس کا ارادہ بھی گناہ کبیرہ ہے' اگرچہ یہ ارتکاب حرام سے کم درجہ کا ہے' جب کہ وہ مقتول بھی قاتل پر تلوار سے حملہ کر رہا تھا اور یہ بہرحال گناہ کبیرہ ہے' پانچواں اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مومن فرمایا ہے اور حدیث میں آپ نے دونوں کو مسلم فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ مسلم اور مومن واحد ہیں۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۱۲۴۔ ج ۷ ص ۷۹۶۔۷۸۸ میں بھی مذکور ہے اور وہاں اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کے متعلق اہل سنت کا موقف (۲) ایام فتنہ میں قتال کرنے کا شرعی حکم (۳) حضرت معاویہ پر علامہ عینی کے اعتراض کا جواب (۴) حضرت معاویہ کے فضائل۔

۲۳- بَابٌ ظُلْمٌ دُوْنَ ظُلْمٍ — ایک ظلم کا دوسرے ظلم سے کم ہونا

ظلم کا معنی ہے: دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنا یا کسی چیز کو اس کی جگہ میں نہ رکھنا' سابق باب میں یہ بتایا تھا کہ دو مسلمانوں کا ناحق لڑنا دوزخ میں دخول کا سبب ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ظلم ہے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ ظلم کی کئی انواع اور اقسام ہیں۔

۳۲- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) قَالَ وَحَدَّثَنِي بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ' عَنْ شُعْبَةَ' عَنْ سُلَيْمَانَ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ' عَنْ عَلْقَمَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:۸۲)' قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمان:۱۳).

[اطراف الحدیث: ۳۳۶۰۔۳۴۲۸۔۳۴۲۹۔۳۶۲۹۔۴۷۷۶۔۶۹۱۸۔۶۹۳۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی (ح) امام بخاری نے روایت کیا' اور مجھے بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابراہیم از علقمہ از عبد اللہ' انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا'' (الانعام:۸۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا: ہم میں سے کون اپنے آپ پر ظلم نہیں کرتا؟ تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''بے شک شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے O'' (لقمان:۱۳)۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴' سنن ترمذی: ۳۰۶۷' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۷۴۔ ۷۳' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۸۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۷۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۱۶۵' مسند ابویعلیٰ: ۵۱۵۹' صحیح ابن حبان: ۲۵۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور مشہور تابعی علقمہ کا تعارف

اس حدیث کو امام بخاری نے دو سندوں سے روایت کیا ہے اور ان میں کل رجال آٹھ ہیں:

Marfat.com

(۱) ابوالولید ہشام بن عبدالملک البصری (۲) شعبہ بن الحجاج' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۳) بشر بن خالد العسکری' ان سے امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے احادیث روایت کی ہیں اور ان کو ثقہ کہا ہے' ۲۵۳ھ میں ان کی وفات ہوئی (۴) محمد بن جعفر الھذلی' انہوں نے سفیان ثوری اور شعبہ سے سماع کیا ہے اور ان کی مجلس میں تقریباً بیس سال رہے اور ان سے امام احمد اور علی بن مدینی اور بندار وغیرہ نے سماع کیا ہے' ابوحاتم نے کہا: یہ صدوق ہیں اور شعبہ سے روایت میں ثقہ ہیں' یہ ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے (۵) سلیمان بن مہران الاسدی الکاہلی' امام بخاری نے کہا: یہ ۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے' انہوں نے حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کو دیکھا ہے' لیکن ان سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے' انہوں نے ابووائل' معرور اور مجاہد وغیرہ سے سماع کیا ہے' اور ان سے ابراہیم تیمی' ثوری اور شعبہ نے سماع کیا ہے (۶) ابراہیم بن یزید بن قیس الکوفی' یہ اہل کوفہ کے فقیہ تھے' حضرت عائشہ کی خدمت میں گئے تھے' لیکن ان سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے' العجلی نے کہا: انہوں نے متعدد صحابہ کو پایا لیکن کسی سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے' یہ ثقہ تھے اور اپنے زمانہ کے مفتی تھے' انہوں نے علقمہ' الاسود بن زید خالد' مسروق اور بہت سے مشائخ سے سماع کیا ہے اور ان سے شعبی' منصور اور الاعمش وغیرہ نے سماع کیا ہے' الاعمش نے کہا: ابراہیم حدیث میں صراف تھے' جن دنوں میں فوت ہوئے' ان دنوں یہ حجاج سے چھپے ہوئے تھے' ان کے جنازہ میں صرف سات نفوس تھے' ۵۸ سال کی عمر میں ۹۶ھ میں وفات پائی (۷) علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن علقمہ الکوفی' یہ الاسود اور عبدالرحمان بن یزید کے چچا تھے' انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں اور حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں' اور بھی متعدد صحابہ سے اور ان سے ابووائل' ابراہیم نخعی اور محمد بن سیرین وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں' ان کی جلالت اور توثیق پر سب کا اتفاق ہے' ابراہیم نخعی نے کہا: علقمہ حضرت ابن مسعود کے مشابہ تھے' یہ ۶۲ھ یا ۷۰ھ میں فوت ہو گئے' امام ابن ماجہ کے سوا باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں' ان کا ذکر کتاب الایمان کے شروع میں ہو چکا ہے' صحابہ میں عبداللہ بن مسعود نام کے تین شخص ہیں' ایک یہ ہیں' دوسرے ابوعمرو الثقفی ہیں' تیسرے غفاری ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۹۔۳۳۷)

الانعام: ۸۲ میں ظلم سے مراد شرک ہے یا عام معصیت؟ ہر تقدیر پر دلائل اور اعتراضات کے جوابات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا"۔ (الانعام: ۸۲) صحابہ نے اس آیت میں ظلم کو اس کی تمام انواع پر محمول کیا' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس سے مراد ظلم کی خاص قسم ہے اور وہ شرک ہے' حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نفی اس چیز کی کی جاتی ہے' جس کا ثبوت ممکن ہو اور ایمان کے ساتھ تو شرک کی آمیزش ہو ہی نہیں سکتی' پھر اس کی نفی کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرک کی دو قسمیں ہیں: شرک جلی اور شرک خفی' شرک جلی کی تو ایمان کے ساتھ آمیزش نہیں ہو سکتی' لیکن شرک خفی کی ایمان کے ساتھ آمیزش ہو سکتی ہے کیونکہ شرک خفی کا معنی ہے: ریاکاری اور دکھاوے کے لیے عمل کرنا' اور اگر اس آیت کو ظلم کے عام معنی پر محمول کیا جائے اور وہ معصیت ہے تو پھر اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہوں گے' جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کسی قسم کی کوئی معصیت نہ کی ہو یا پھر اس سے مراد حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں' جنہوں نے کسی قسم کی کوئی معصیت نہیں کی۔

اس پر پھر یہ اعتراض ہوگا کہ یہ پوری آیت اس طرح ہے: "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (کسی معصیت) کے ساتھ نہیں ملایا' ان ہی کے لیے امن اور سلامتی ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں" (الانعام: ۸۲) پھر اس سے یہ لازم

Marfat.com

آئے گا کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کے لیے امن اور سلامتی نہ ہو اور ان کے سوا کوئی ہدایت یافتہ نہ ہو اس کا جواب یہ ہے کہ امن سے مراد ہے: کامل امن اور ہدایت سے مراد ہے: کامل ہدایت اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کامل امن اور کامل سلامتی انبیاء علیہم السلام ہی کو حاصل ہے۔

اور اگر اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ جس نے ایمان لانے کے بعد شرک نہ کیا ہو خواہ کوئی اور معصیت کی ہو تو اس کو امن اور اسلامتی حاصل ہوگی' اس پر یہ اعتراض ہے کہ بعض فساق اور معصیت کرنے والوں کو دوزخ کا عذاب ہوگا تو پھر ان کو امن اور سلامتی تو حاصل نہ ہوئی' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو بھی دوزخ کے دائمی عذاب سے امن اور سلامتی حاصل ہو گی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مرتکب کبیرہ کو دائمی عذاب نہیں ہوگا اور اس آیت میں معتزلہ اور خوارج کا رد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک بھی ہو سکتا ہے اور عام معصیت کا ارادہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ ظلم سے مراد شرک لینے پر توصحیح بخاری: ۳۲ کی یہ حدیث ہے اور ظلم سے مراد عام معصیت لینے پر علامہ عینی نے ''مسند عبد بن حمید'' کی یہ حدیث نقل کی ہے: ابراہیم تیمی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا' آپ خاموش رہے' حتیٰ کہ ایک شخص آ کر مسلمان ہوا اور پھر فوراً شہید ہو گیا' آپ نے فرمایا: یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے' جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۴۱) یعنی وہ شخص چونکہ ایمان لاتے ہی شہید ہو گیا' اس لیے وہ کسی بھی معصیت سے محفوظ رہا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۳۵۔ ج ۱ ص ۵۸۶ پر درج ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی' تبیان القرآن ج ۳ ص ۵۶۹ پر الانعام: ۸۲ کی تفسیر ہے' وہاں اس آیت کا مصداق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرار دیا ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بھی ذکر کیا ہے' لیکن اس حدیث کی شرح جو یہاں نعمۃ الباری میں کی گئی ہے' وہ زیادہ مفصل اور مدلل ہے۔ وللہ الحمد۔

۲۴- بَابُ عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ — منافق کی علامات

منافق وہ شخص ہے جو ایک سبب سے اسلام میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے سبب سے نکل جاتا ہے' اس کے دل میں کفر ہوتا ہے اور زبان سے اسلام کو ظاہر کرتا ہے' علامات' علامۃ کی جمع ہے' علامت اس چیز کو کہتے ہیں' جس سے دوسری چیز پر استدلال کیا جاتا ہے' جیسے دھوئیں سے آگ پر استدلال کیا جاتا ہے' باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ظلم کی انواع کا ذکر تھا اور اس باب میں نفاق کی انواع کا ذکر ہے اور نفاق بھی ظلم کی انواع میں سے ہے۔

۳۳- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ اَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ اَبِيْ عَامِرٍ اَبُوْ سُهَيْلٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ' وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ' وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۸۲-۲۷۴۹-۶۰۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سلیمان ابو الربیع نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں نافع بن مالک بن ابی عامر ابو سہل نے حدیث بیان کی' از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں: وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۹' سنن ترمذی: ۲۶۳۱' سنن نسائی: ۵۰۳۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۱۴۷' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۱-۲۰' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۸۸' شرح السنۃ: ۳۵' مسند ابویعلیٰ: ۶۵۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۶۸۵۔ ج ۱۴ ص ۳۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سلیمان ابو الربیع بن داؤد الزھرانی العتکی' انہوں نے امام مالک سے ایک حدیث سنی ہے' اور فلیح بن سلیمان اور اسماعیل بن زکریا وغیرہ سے سماع کیا ہے' ان سے امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور دیگر نے سماع کیا ہے' امام نسائی' یحییٰ بن معین' ابو حاتم اور ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ۲۳۴ھ میں یہ بصرہ میں فوت ہو گئے (۲) اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر الانصاری' انہوں نے ابو سہیل' نافع اور عبد اللہ بن دینار وغیرہ سے سماع کیا ہے' یحییٰ نے کہا: یہ مامون قلیل الخطاء اور بہت سچے ہیں' ابوزرعہ' امام احمد اور ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۱۸۰ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے' ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۳) ابو سہیل نافع بن مالک بن ابی عامر' انہوں نے امام مالک اور عمر بن عبد العزیز سے سماع کیا ہے اور ان سے امام مالک وغیرہ نے روایت کی ہے' امام احمد اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۴) ابو انس مالک بن عامر' یہ امام مالک کے دادا ہیں' انہوں نے طلحہ بن عبید اللہ' حضرت عائشہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے' یہ ۱۱۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۵)

حدیث مذکور میں منافق کی تین علامتوں میں وجہ حصر' بعض الفاظ کے معنی اور وعدہ پورا کرنے اور پورا نہ کرنے کی تحقیق

اس حدیث میں "کذب" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: واقع کے خلاف خبر دینا' اور اس میں فرمایا ہے: وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' حالانکہ وہ کئی مرتبہ سچ بھی بولتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ ہر بار جھوٹ بولتا ہے' حدیث کا منشاء یہ ہے کہ وہ بعض اوقات جھوٹ بولتا ہے' اور اس حدیث میں خیانت کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: امانت میں خلاف شرع تصرف کرنا۔

اس حدیث میں منافق کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں اور اس میں اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ منافق کے قول' فعل اور نیت سب میں فساد ہوتا ہے' جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' اس میں اس کے قول کا فساد ہے' اور جب وہ خیانت کرتا ہے تو اس میں اس کے فعل کا فساد ہے اور جب وہ وعدہ کے خلاف کرتا ہے تو اس میں اس کی نیت کا فساد ہے۔ وعدہ کی خلاف ورزی اس وقت مذموم ہے جب اس کی ابتداءً نیت یہ ہو کہ وہ وعدہ پورا نہیں کرے گا' اور جب اس کی ابتداءً نیت وعدہ پورا کرنے کی ہو اور بعد میں کوئی رکاوٹ آ جائے یا کسی مصلحت کی وجہ سے اس کی رائے بدل جائے تو پھر وعدہ پورا نہ کرنا منافق کی علامت نہیں ہے' کیونکہ امام طبرانی کی روایت میں ہے: جب وہ وعدہ کرے اور اس کے دل میں ہو کہ وہ اس وعدہ کے خلاف کرے گا' علماء نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو کوئی چیز ہبہ کرنے کا وعدہ کرے تو اس کو پورا کرنا مستحب ہے اور اس کو پورا نہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور مستحب یہ ہے کہ وعدہ کرنے کے ساتھ ان شاء اللہ کہے' تاکہ اس کا قول صورۃً جھوٹ نہ ہو' اور جب وہ کسی کو سزا کی خبر دے کہ اگر تم نے فلاں کام کیا تو میں تم کو سزا دوں گا تو اس کے خلاف کرنا مستحب ہے' بہ شرطیکہ اس میں کوئی فساد نہ ہو۔

اس اشکال کے جوابات کہ بعض مسلمان بھی جھوٹ بولتے ہیں' خیانت کرتے ہیں اور وعدہ خلافی کرتے ہیں' تو کیا وہ بھی منافق ہیں؟

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جن تین خصلتوں کو اس حدیث میں منافق کی علامت قرار دیا ہے' وہ تین خصلتیں تو مومن اور مسلم میں بھی پائی جاتی ہیں' حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ مومن پر نفاق یا کفر کا حکم لگانا جائز نہیں ہے' اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) علامہ نووی نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ تین خصلتیں نفاق ہیں اور ان تین خصلتوں والا منافق کے مشابہ ہے اور ان

Marfat.com

کے اخلاق سے متخلق ہے' کیونکہ نفاق کا معنی ہے: باطن کے خلاف ظاہر کرنا اور جو شخص کسی سے جھوٹ بولتا ہے یا اس سے وعدہ کے خلاف کرتا ہے یا اس کی امانت میں خیانت کرتا ہے' وہ اس سے نفاق کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے باطن کے خلاف ظاہر کرتا ہے' پس وہ صرف اس شخص سے نفاق کر رہا ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اسلام میں منافق ہے اور اسلام کے ساتھ نفاق کر رہا ہے۔

(۲) جس شخص میں ان تین خصلتوں کا غلبہ ہو وہ منافق ہوگا نہ وہ کہ جس میں کبھی کبھی یہ خصلتیں پائی جائیں۔

(۳) علامہ خطابی نے کہا: یہ حدیث زجر و توبیخ اور ڈرانے اور دھمکانے پر محمول ہے تا کہ مسلمان ان تین خصلتوں سے ڈریں اور ان کو اپنی عادت اور شعار نہ بنائیں' اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص ان خصلتوں کا حامل ہوگا وہ منافق ہوگا' جیسے حدیث میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اس امت کے اکثر قراء منافق ہیں۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۵' مسند احمد ج ۲۸ ص ۶۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت) اس حدیث سے آپ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اکثر قراء حقیقۃً منافق ہیں' بلکہ اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح منافق لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرتا ہے' اسی طرح اکثر قاری ریا کاری سے قرآن پڑھتے ہیں۔

(۴) نیز علامہ خطابی نے کہا: نفاق کی دو قسمیں ہیں' نفاق شرعی اور نفاق لغوی' نفاق شرعی یہ ہے کہ انسان کے دل میں کفر ہو اور زبان سے ایمان کا اظہار کرے' یہ نفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا' اور نفاق لغوی یہ ہے کہ انسان تنہائی میں احکام شرعیہ کو ترک کر دے اور لوگوں کے سامنے احکام شرعیہ پر عمل کرے' اس سے انسان حقیقی منافق اور کافر نہیں ہوتا لیکن یہ عمل نفاق ہے' اعتقادی نفاق نہیں ہے' جیسے حدیث میں ہے: مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۴) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حقیقی کافر ہے۔

(۵) سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ان کو بھی حدیث میں یہی اشکال ہوا تو انہوں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے پوچھا تو انہوں نے کہا: ہمیں بھی یہ اشکال ہوا تھا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا' تو آپ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟ میں نے اس حدیث کو منافقین کے ساتھ خاص کیا ہے' میں نے جو کہا ہے کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' اس سے مراد ہے جب وہ مجھ پر نازل ہونے والی وحی کے متعلق بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (المنافقون: ۱)

جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ آپ بے شک ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں ۝

اور میں نے جو کہا ہے کہ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے' اس سے مراد وہ منافق ہے' جس کا ان آیات میں ذکر ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ (التوبہ: ۷۵-۷۷)

اور ان میں سے بعض وہ ہیں' جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا تو وہ ضرور صدقہ کریں گے اور صالحین میں سے ہو جائیں گے ۝ پس جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کر دیا تو انہوں نے اس مال میں بخل کیا اور منہ موڑ لیا ۝ سو اس کی سزا میں اللہ نے حشر تک ان کے دلوں میں نفاق

Marfat.com

ڈال دیا کیونکہ انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کیا
اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے O

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تم ایسے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں! (عام کتب حدیث' کتب تفسیر اور کتب سیرت میں مذکور ہے کہ ان آیات میں جس کا ذکر ہے' اس کا نام ثعلبہ بن حاطب بن عمرو انصاری تھا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ اس کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب تھا اور وہ واقعی منافق تھا' اس کی تحقیق کے لیے دیکھئے: تبیان القرآن ج ۵ ص ۲۰۹۔۲۰۱' التوبہ: ۷۸۔۷۵) پھر آپ نے فرمایا: اس آیت کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے' اور میں نے جو یہ کہا تھا کہ اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے' اس خیانت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام کے ساتھ ہے' جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا O (الاحزاب: ۷۲)

بے شک ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر (اپنے احکام کی) امانت پیش کی تو انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے' اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی' بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہے O

پھر آپ نے فرمایا: ہر انسان اپنے دین پر امین ہے' وہ غسل جنابت کرتا ہے اور تنہائی میں اور لوگوں کے سامنے نماز پڑھتا ہے اور روزے رکھتا ہے اور منافق صرف لوگوں کے سامنے ان احکام پر عمل کرتا ہے اور تنہائی میں ان احکام پر عمل نہیں کرتا' کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: پھر تم اس حکم سے بری ہو۔ امام ابن جریر طبری اور علامہ سیوطی نے بھی منافق کی علامات کے سلسلہ میں مذکورہ تین آیات کا ذکر کیا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۲۴۴' درالمنثور ج ۴ ص ۲۲۵)

(۲) حضرت حذیفہ نے کہا: اب نفاق جا چکا ہے' نفاق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تھا' اسلام پھیل چکا ہے اور اسلام میں لوگ پیدا ہو رہے ہیں' پس جس نے اب نفاق کیا' اسلام کو ظاہر کیا اور باطن میں کفر کیا' وہ مرتد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۵۱۔۳۴۹ ملخصاً مخرجاً و مشرحاً)

۳۴- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا' وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ' وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ' وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ' وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

[اطراف الحدیث: ۲۴۵۹۔۳۱۷۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از عبداللہ بن مرہ از مسروق از عبداللہ بن عمرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار خصلتیں جس میں ہوں گی' وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان چار میں سے ایک خصلت ہو' اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی' حتیٰ کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے: (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے (۲) اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) اور جب عہد کرے تو توڑ دے (۴) اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے اور حد سے تجاوز کرے۔

(صحیح مسلم: ۵۸' سنن ابوداؤد: ۴۶۸۸' سنن ترمذی: ۲۶۳۲' سنن نسائی: ۵۰۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۹۳' السنن الکبریٰ للنسائی:

Marfat.com

۸۷۳۴ مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۰ 'صحیح ابن حبان: ۲۵۴ 'حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۰۴ 'شعب الایمان: ۴۳۵۲ 'سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۳۰ 'شرح السنۃ: ۳۷ '
مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۹ طبع قدیم 'مسند احمد: ۶۷۶۸ ـ ج ۱۱ ص ۳۸۰ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت)

تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ. اس حدیث کی شعبہ نے از الاعمش متابعت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قبیصہ بن عقبہ الکوفی 'انہوں نے مسعر 'شعبہ اور حماد بن سلمہ سے روایت کی ہے 'اور ان سے امام احمد بن حنبل 'محمد بن یحییٰ ذہلی اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے 'یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ہر چیز میں ثقہ ہیں سوا سفیان ثوری سے روایت کے 'اس میں یہ قوی نہیں ہیں 'یہ محرم ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان بن سعید بن مسروق 'یہ امام کبیر ہیں 'ان کی جلالت قدر 'کثرت علوم اور توثیق پر اتفاق ہے 'ابن عاصم نے کہا: یہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں 'یہ ۱۶۰ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان الاعمش 'ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عبداللہ بن مرہ الھمدانی 'الکوفی التابعی 'یحییٰ بن معین اور ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں 'یہ ۱۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے 'ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۵) ابوعائشہ مسروق بن الاجدث الھمدانی الکوفی 'انہوں نے حضرت عمر 'حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ اور دیگر سے سماع کیا ہے 'ان کی جلالت توثیق اور امامت پر اتفاق ہے 'یہ ۶۲ھ یا ۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما 'ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۵۲ ـ ۲۵۱)

پہلی حدیث میں نفاق کی تین علامتیں اور دوسری حدیث میں نفاق کی چار علامتیں بیان کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں نفاق سے نفاق عملی یا نفاق عرفی مراد ہے 'نفاق شرعی مراد نہیں ہے 'ان چار خصلتوں کی وجہ سے خالص منافق اس لیے ہوتا ہے کہ ان چار خصلتوں کی وجہ سے اس کے ظاہر اور باطن میں مکمل مخالفت ہو جاتی ہے 'یعنی وہ ان خصلتوں کی وجہ سے منافقین سے بہت زیادہ مشابہ ہو جاتا ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ پہلی حدیث میں نفاق کی علامتوں کا تین میں حصر کیا گیا تھا اور دوسری حدیث میں ایک اور علامت بیان فرمائی کہ جب وہ جھگڑا کرتا ہے تو بدکلامی کرتا ہے اور حد سے بڑھتا ہے 'اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں مجرد نفاق کی تین علامتیں بیان فرمائی تھیں اور اس حدیث میں خالص نفاق کی چار علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۱۸ ـ ج ۱ ص ۴۸۰ ـ ۴۷۷ میں مذکور ہے 'وہاں اس کی شرح کے یہ عنوانات ہیں:
(۱) تین خصلتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار کی وجہ (۲) ان تین خصلتوں کے منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ 'مگر یہاں نعمۃ الباری میں اس حدیث کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی گئی ہے۔

۲۵- بَابُ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْإِيْمَانِ لیلۃ القدر کا قیام اُمور ایمان سے ہے

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ابواب سابقہ میں یہ باب تھا کہ سلام کو پھیلانا اُمور ایمان سے ہے اور اس باب میں لیلۃ القدر کا ذکر ہے اور لیلۃ القدر میں فرشتے عبادت گزاروں پر ساری رات سلام پڑھتے رہتے ہیں۔

۳۵- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی 'انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی

Marfat.com

[اطراف الحدیث: ۳۷-۳۸-۱۹۰۱-۲۰۰۸-۲۰۰۹-۲۰۱۴] نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا' اس کے پچھلے گناہوں کی مغفرت (صحیح مسلم: ۷۶۰) کردی جاتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا ذکر اسی ترتیب سے باب: ۸ میں گزر چکا ہے۔

لیلۃ القدر کے قیام سے قیام کی کتنی مقدار مراد ہے اور اس رات کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں

اس حدیث میں ''احتساب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کوئی کام کرنا نہ کہ دکھاوے اور سنانے کے لیے لیلۃ القدر کے قیام سے مراد یہ ہے کہ اس رات میں اطاعت اور عبادت کے لیے کھڑے ہونا' لیلۃ القدر میں افضل یہ ہے کہ تمام رات نماز میں قیام کیا جائے' اور اگر رات کے کچھ حصہ میں قیام کیا تو یہ بھی کافی ہے' حتیٰ کہ اگر اس نے رات کو صرف عشاء کے فرض پڑھ لیے پھر بھی لیلۃ القدر کا قیام حاصل ہو جاتا ہے' اس رات کے قیام سے جو گناہ معاف ہوتے ہیں' وہ گناہ صغیرہ ہیں کیونکہ گناہ کبیرہ صرف توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے' اور لیلۃ القدر کے قیام سے صرف وہ گناہ معاف ہوتے ہیں' جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو اور جن گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے' وہ صرف بندوں کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں' یہ قواعد کے مطابق تفصیل ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ مالک ہے' جو گناہ چاہے معاف فرمادے۔

۲۶- بَابُ الْجِهَادُ مِنَ الْاِيْمَان جہاد اُمور ایمان سے ہے

جہاد کا لغوی معنی ہے: کسی مقصد کے حصول کے لیے سخت کوشش کرنا اور اس کا شرعی معنی ہے: اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کفار کے ساتھ قتال کرنا' اس باب میں اور باب سابق میں مناسبت یہ ہے کہ لیلۃ القدر کا قیام اس وقت حاصل ہوتا ہے' جب انسان سخت کوشش کرے اور بہت مشقت برداشت کرے اور اپنے اہل وعیال سے اختلاط کو ترک کرے' اسی طرح کفار کے ساتھ جہاد میں بھی سخت کوشش اور بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے اور اہل وعیال کو چھوڑنا پڑتا ہے' نیز لیلۃ القدر میں ہدف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس رات کو تلاش کر کے حاصل کرے' ورنہ اس کو شب بیداری اور عبادت کا ثواب بہرحال ملتا ہے' اسی طرح جہاد میں بھی بندہ کا ہدف شہادت ہوتا ہے' ورنہ اس کو اجر اور مال غنیمت بہرحال حاصل ہوتا ہے۔

۳۶- حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ انْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ' لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا اِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ' اَنْ اُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ' اَوْ غَنِيْمَةٍ' اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ' وَلَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ' وَلَوَدِدْتُ اَنِّيْ اُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ' ثُمَّ اُحْيَا' ثُمَّ اُقْتَلُ' ثُمَّ اُحْيَا' ثُمَّ اُقْتَلُ.

[اطراف الحدیث: ۲۷۹۷-۲۹۷۲-۷۲۲۶-۷۲۲۷-۷۲۵۷-۷۴۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حرمی بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوزرعہ بن عمرو بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس کا ضامن ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں گھر سے نکلا اور اس کا گھر سے نکلنا صرف مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کی وجہ سے تھا کہ میں اس کو اس کے حاصل کردہ اجر یا مال غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں یا اس کو جنت میں داخل کروں اور اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے بیٹھا نہ رہتا اور میں اس کو

Marfat.com

ضرور پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں' پھر میں زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں۔

(صحیح مسلم:۱۸۷۶'سنن نسائی:۵۰۴۵'سنن ابن ماجہ:۲۷۵۳' مسند ابوعوانہ ج۵ ص۱۳'سنن بیہقی ج۹ ص۳۹'مسند احمد ج۲ ص۳۹۹ طبع قدیم'مسند احمد:۷۱۸۷۔ج۱۵ص۱۰۰'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) حرمی بن حفص بن عمر العتکی البصری'ان سے امام بخاری نے روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے' یہ ۲۲۶ھ میں فوت ہوئے تھے (۲) ابوبشر عبدالواحد بن زیاد العبدی البصری' یحییٰ' ابوحاتم اور ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابن سعد نے کہا: یہ کثیر الحدیث ہیں' یہ ۱۷۷ھ میں فوت ہوئے (۳) عمارہ بن القعقاع بن بشرمہ'ان سے زہری اور اعمش نے روایت کی ہے' یحییٰ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں' ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے (۴) ابوزرعہ ان کے نام میں کئی قول ہیں' مشہور نام ھرم ہے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ اور دیگر سے سماع کیا ہے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱ ص۳۶۰)

جہاد' شہادت اور شہید کی فضیلت اور اس اعتراض کا جواب کہ جو مجاہد مال غنیمت کے ساتھ لوٹے' اس کے اجر میں کمی ہو جاتی ہے

(۱) اس حدیث میں جہاد کی اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی فضیلت ہے اور شہادت کی تمنا کرنے کا جواز ہے اور اسی طرح ہر نیک کام کی تمنا کرنے کا جواز ہے۔

(۲) جب دو مصلحتوں میں تعارض ہو تو جو راجح مصلحت ہو اس کو اختیار کیا جائے اور جو مرجوح ہو اس کو ترک کر دیا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے بیٹھا نہ رہتا' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کام سے مسلمانوں کو مشقت ہو اس کام کو ترک کرنا چاہیے' اور یہ کہ جہاد کرنا فرض عین نہیں ہے فرض کفایہ ہے۔

(۳) اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں فرمایا ہے کہ شہید کو جنت عطا کرنے کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے' اس میں شہید کی کیا خصوصیت ہے' اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جنت عطا فرمائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام مسلمان تو قیامت کے بعد جنت میں جائیں گے اور شہداء موت کے فوراً بعد جنت میں چلے جائیں گے' قرآن مجید میں ہے:

أَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ (آل عمران:۱۶۹) شہداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں' ان کو رزق دیا جاتا ہے ○

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو حشر کے دن سب سے پہلے جنت میں داخل کیا جائے گا' ان سے حساب ہوگا نہ ان کو عذاب ہوگا' اور نہ ان کے گناہوں پر گرفت ہوگی اور ان کی شہادت ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ کی راہ میں شہید ہونا' قتل کے سوا ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم:۱۸۸۶)

(۴) ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں مجاہد کے لیے ہر صورت میں اجر کی ضمانت دی گئی ہے' خواہ وہ شہید ہو جائے' خواہ وہ سلامتی کے ساتھ مال غنیمت لے کر لوٹے' حالانکہ ایک اور حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ جو سلامتی کے ساتھ مال غنیمت کے ساتھ لوٹے' اس کے اجر کے دو حصے کم ہو جاتے ہیں اور جس کو بالکل مال غنیمت نہ ملے' اس کو پورا اجر ملتا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ غازی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور مالِ غنیمت پالے' آخرت میں اس کے اجر کے دو تہائی حصے کم ہو جائیں گے اور اس کے لیے صرف ایک تہائی اجر باقی رہ جائے گا اور اگر ان کو بالکل مالِ غنیمت نہ ملا ہو تو پھر ان کو پورا اجر ملے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۰۶' سنن ابوداؤد: ۲۴۹۷' سنن نسائی: ۳۱۲۵' سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں مجاہد کو اجر کی ضمانت دی ہے' خواہ وہ شہید ہو یا مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹے' اس سے مراد وہ مجاہد ہے' جو اخلاص کے ساتھ جہاد کی نیت کرے اور جس حدیث میں فرمایا ہے کہ اس کے اجر سے دو تہائی کم کیا جائے گا' اس سے مراد وہ مجاہد ہے' جو مالِ غنیمت کی طلب میں جہاد کے لیے گیا ہو۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۷۴۴۔ ج ۵ ص ۸۸۰ پر ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ پر جنت عطا کرنے کے وجوب کا محمل (۲) جنت کی بشارت میں شہداء کا عام مسلمانوں سے امتیاز (۳) نیکی یا بدی پر مرنے والوں کا حشر (۴) موت کی تمنا کی ممانعت کے باوجود شہادت کی تمنا کیوں جائز ہے؟

۲۷- بَابٌ تَطَوُّعُ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْإِيمَانِ — رمضان میں نفلی قیام امور ایمان سے ہے

رمضان میں نفلی قیام سے مراد ہے' رمضان کی راتوں میں نفلی عبادات کے لیے کھڑا ہونا اور تہجد اور تراویح پڑھنا' رمضان کا لفظ رمضاء سے بنا ہے' اس کا معنی سخت گرمی میں جلنا ہے' پھر یہ اس معروف مہینہ کا نام ہو گیا' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ جہاد میں بھی مشقت ہوتی ہے اور رمضان کی راتوں کے قیام میں بھی مشقت ہوتی ہے۔

۳۷- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۔۱۹۰۱۔۲۰۰۸۔۲۰۰۹۔۲۰۱۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی' از ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کے لیے رمضان میں قیام کیا' اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۷۵۹' سنن ابوداؤد: ۱۳۷۱' سنن ترمذی: ۸۰۸' سنن نسائی: ۱۶۰۱' مصنف عبد الرزاق: ۷۷۱۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۷۸۷۔ ج ۱۳ ص ۱۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسماعیل بن اویس اصبحی' امام مالک کے بھانجے (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب زہری' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حمید بن عبد الرحمان بن عوف الزہری المدنی' انہوں نے کبار صحابہ سے سماع کیا ہے' ان میں ان کے والد' حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ ہیں رضی اللہ عنہم' اور ان سے متعدد تابعین نے سماع کیا ہے' ان میں ابن شہاب زہری بھی ہیں' امام ابوزرعہ نے ان کی توثیق کی ہے' یہ کثیر الحدیث تھے' یہ ۷۳ سال کی عمر میں ۹۵ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۶۶۔۳۶۵)

Marfat.com

عبادات سے صرف صغائر کا معاف ہونا

اس سے پہلے حدیث: ۳۵ میں گزر چکا ہے کہ لیلۃ القدر کے قیام سے بھی پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ دونوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں' اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس سے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اللہ کا فضل بہت وسیع ہے' لیکن علماء کے درمیان مشہور یہ ہے کہ وضو کرنے اور پانچ وقت کی نمازوں سے' یوم عرفہ اور یوم عاشوراء کے روزے سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ کبائر صرف توبہ سے یا حج سے یا شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے معاف ہوتے ہیں اور تمام صغائر معاف ہو چکے ہوں تو پھر کبائر میں تخفیف ہو جاتی ہے' اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی نمازیں' ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں' جب تک کہ کبائر کو نہ ڈھانپ لیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳- ۱۴' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۶' سنن ترمذی: ۲۱۴' صحیح ابن خزیمہ: ۳۱۴' مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۰' صحیح ابن حبان: ۱۷۳۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۶۷' شرح السنۃ: ۳۴۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۲۸۵- ج ۱۶ ص ۱۹۶' بیروت)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۶۷۶- ج ۲ ص ۵۰۲- ۴۹۳ پر مذکور ہے اور اس میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) قیام رمضان (۲) کرم رسالت (۳) عبادت سے گناہوں کی بخشش (۴) رکعات تراویح میں مذاہب (۵) بیس رکعات تراویح پر دلائل (۶) تراویح میں ختم قرآن (۷) رمضان میں ختم قرآن کا نذرانہ (۸) غیر مقلدین سے گزارش (۹) تنہا عشاء پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے۔

۲۸- بَابٌ صَوْمُ رَمَضَانَ احْتِسَابًا مِّنَ الْاِيْمَانِ

ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھنا امور ایمان سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت واضح ہے' اس باب میں رمضان کے قیام کا ذکر تھا اور اس باب میں رمضان کے روزہ کا ذکر ہے۔

۳۸- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ' عَنْ اَبِي سَلَمَةَ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

(اس حدیث کے اطراف اور تخریج وہی ہیں' جو حدیث: ۳۵ میں ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن فضیل نے خبر دی' وہ کہتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' از ابوسلمہ از ابو ہریرہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا' اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سالم البیکندی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) محمد بن فضیل الکوفی' انہوں نے سبیعی اور الاعمش وغیرہ تابعین سے سماع کیا' اور ان سے ثوری اور امام احمد نے سماع کیا' ابوزرعہ نے کہا: یہ اہل علم میں بہت صادق تھے' یہ ۱۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) یحییٰ بن سعید انصاری' مدینہ کے قاضی (۴) ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمان بن عوف (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۶۸)

رمضان کے روزوں سے پورے روزے مراد ہیں اور جو عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے وہ بھی ---- مغفرت کی بشارت میں شامل ہے

ایک سوال یہ ہے کہ جس شخص نے رمضان کا صرف ایک روزہ رکھا' کیا اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عرف میں رمضان کے روزے رکھنے سے مراد یہ ہے کہ رمضان کے تمام روزے رکھے جائیں' دوسرا سوال یہ ہے کہ جس شخص کی نیت پورے روزے رکھنے کی ہو' لیکن وہ کسی عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو کیا وہ بھی اس بشارت کا مصداق ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! جیسے کہ جب مریض بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو قیام کا ثواب ملتا ہے' ایک اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں دو لفظ ہیں' ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے' ان دو میں سے ایک لفظ ضرور زائد ہے' کیونکہ جو مومن ہوگا وہ ثواب کی نیت سے ہی روزے رکھے گا اور جو ثواب کی نیت سے روزے رکھے گا' وہ مومن ہی ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات انسان مومن تو ہوتا ہے لیکن وہ ثواب کی نیت سے کام نہیں کرتا بلکہ دکھاوے کے لیے کرتا ہے' اس لیے دونوں لفظوں کی ضرورت ہے۔

۲۹- بَابٌ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ — دین آسان ہے

اس باب کا عنوان ہے: دین آسان ہے' اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں رمضان کے روزوں کا ذکر ہے اور رمضان میں آسانی یہ ہے کہ مریض اور مسافر اگر رمضان میں روزے نہ رکھ سکیں تو بعد میں قضا کر سکتے ہیں اور شیخ فانی اور جس شخص کو دائمی عذر ہو' وہ روزوں کا فدیہ دے کر روزوں کو بالکلیہ ترک کر سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج:۷۸)

اور (اللہ نے) تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے' جو باطل سے مجتنب ہو اور سہل ہو۔

۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ' عَنْ مَعْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغِفَارِيِّ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُّشَادَّ هٰذَا الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ' فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا' وَاَبْشِرُوْا' وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد السلام بن مطہر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن علی نے حدیث بیان کی' از معن بن محمد الغفاری از سعید بن ابی سعید المقبری' از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک دین آسان ہے' اور جو شخص بھی دین پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا' اس پر دین غالب آ جائے گا' پس تم درست کام کرو اور درستی کے قریب کام کرو اور (جنت کی) خوش خبری سن لو اور صبح کے وقت اور شام کے وقت اور رات کے کچھ اندھیرے میں عبادت سے مدد حاصل کرو۔

1 (سنن نسائی: ۵۰۴۹' الاحاد والمثانی: ۱۱۹۰' مسند ابو یعلیٰ: ۶۸۶۳' المعجم الکبیر: ۲۰۷۳۔ ج ۱۷' صحیح ابن حبان: ۳۵۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸' مسند احمد ج ۵ ص ۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۲۶۹۔ ج ۳۴ ص ۲۶۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد السلام بن مطہر الازدی البصری انہوں نے مشہور اعلام سے روایت کی جن میں شعبہ ہیں اور ان سے اعلام نے روایت کی جن میں امام بخاری امام ابوداؤد ابوزرعہ اور ابوحاتم ہیں ابوحاتم نے کہا: وہ بہت سچے ہیں ان کی وفات ۲۲۴ھ میں ہو گئی (۲) عمر بن علی بن عطاء المقدمی البصری انہوں نے تابعین کی ایک جماعت سے سماع کیا جن میں ہشام بن عروہ ہیں اور ان سے بہت اعلام نے سماع کیا جن میں عمرو بن علی ہیں یہ مدلس تھے اور بہت تدلیس کرتے تھے عفان نے کہا: یہ نیک آدمی تھے تدلیس کے علاوہ ان میں اور کوئی عیب نہ تھا یہ ۱۹۰ھ میں فوت ہو گئے (۳) معن بن محمد الغفاری انہوں نے حمید سے سماع کیا اور ان سے ابن جریج اور دیگر نے سماع کیا ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے امام ترمذی امام نسائی اور امام ابن ماجہ ان سے روایت کرتے ہیں (۴) سعید بن ابی سعید المقبری المدنی انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کی ہے ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں امام احمد نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ابن سعد نے کہا: جب یہ بوڑھے ہو گئے تھے تو موت سے پہلے ان کا حافظہ مختلط ہو گیا تھا ان کی ۱۲۵ھ میں وفات ہوئی (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۷۱-۳۷۰)

اپنی طاقت سے زیادہ عبادت کرنے کی ممانعت اور اعتدال اور میانہ روی سے عبادت کرنے کی ترغیب

اس حدیث میں سہولت اور آسانی کے ساتھ عمل کرنے پر برانگیختہ فرمایا ہے اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سے اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: جن اعمال میں زیادہ دوام ہو خواہ وہ کم ہوں اور آپ نے فرمایا: (تم اپنے آپ کو) ان اعمال کا مکلف کرو جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۶۴۶۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم وصال کے روزے (جن میں نہ سحری ہو نہ افطار) نہ رکھو صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں! آپ نے فرمایا: تم میری مثل نہیں ہو بے شک میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے تم (خود کو) ان اعمال کا مکلف کرو جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام: ۵۸ الرقم المسلسل: ۲۵۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم (خود کو) ان اعمال کا مکلف کرو جن کی تم میں طاقت ہو۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۲۵۲۷ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱ ج ۲ ص ۳۵۰-۳۱۶-۲۵۷)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادات میں اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا ہے اور اپنے نفس کو زیادہ مشقت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر جو عبادات فرض کی ہیں وہ مسلسل اور لگاتار نہیں فرض کیں مثلاً وقفے وقفے سے دن کے مختلف اوقات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں یہ بندوں پر اس کی آسانی اور رحمت ہے۔

نیز فرمایا: جو شخص بھی دین پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا دین اس پر غالب آ جائے گا یعنی تم میں سے کوئی شخص زیادہ گہرائی میں نہ جائے اور آسان عبادت کو چھوڑ کر مشکل عبادت کو نہ اختیار کرے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ تھک جائے گا یا اکتا جائے گا یا عاجز آ جائے گا پھر وہ بعض یا کل عبادات کے کام نہیں کر سکے گا اور پھر اس کو عمل نہ کرنے کا عذاب ہو گا سو تم حتی الامکان درست کام کرنے کی کوشش کرو۔

نیز فرمایا: تم صبح شام اور رات کے کچھ وقت میں عبادت کرو یعنی فرصت کے اوقات میں عبادت کرو تاکہ تم تر و تازہ ہو کر خوشی

Marfat.com

سے عبادت کرو اور بے دلی اور اکتاہٹ سے عبادت نہ کرو۔

۳۰- بَابٌ اَلصَّلٰوةُ مِنَ الْاِيْمَانِ
نماز امورِ ایمان سے ہے

اس باب کی باب سابق سے مناسبت اس طرح ہے کہ سابق باب میں صبح اور شام یعنی دن کے وقت میں اور رات کے کچھ وقت میں عبادت کرنے کا حکم دیا تھا اور پانچ نمازیں فرض ہیں ان میں چار نمازیں یعنی فجر' ظہر' عصر اور مغرب دن کے وقت میں پڑھی جاتی ہیں اور عشا کی نماز رات کے وقت میں پڑھی جاتی ہے' نیز اس سے پہلے ابواب میں روزے کا ذکر تھا اور اس باب میں نماز کا ذکر ہے اور نماز اور روزہ دونوں دین کے عظیم ارکان میں سے ہیں۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ (البقرہ:١٤٣) يَعْنِىْ صَلٰوتَكُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: '' اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں فرمائے گا'' (البقرہ: ۱۴۳) یعنی بیت اللہ کے پاس جو تم نے نماز پڑھی ہے۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز پر ایمان کا اطلاق کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ نماز ایمان کا جز ہے' امام واحدی المتوفی ۴۶۸ھ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ قبلہ تبدیل ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے کچھ اصحاب فوت ہو گئے تھے' ان میں حضرت سعد بن زرارہ' حضرت ابوامامہ بنو النجار سے اور حضرت البراء بن معرور بنو سلمہ سے تھے' تو ان کے قبیلہ کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا: یارسول اللہ! ہمارے بھائی قبلہ اولیٰ (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور اب اللہ نے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف پھیر دیا ہے' پس ہمارے ان بھائیوں کی پڑھی ہوئی نمازوں کا اب کیا حکم ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تمہارے ایمان (یعنی نماز) کو ضائع نہیں فرمائے گا۔

(الوسیط ج ۱ ص ۲۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٤٠- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ' عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ عَلٰى اَجْدَادِهٖ' اَوْ قَالَ اَخْوَالِهٖ مِنَ الْاَنْصَارِ' وَاَنَّهٗ صَلّٰى قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا' اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا' وَكَانَ يُعْجِبُهٗ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ' وَاَنَّهٗ صَلّٰى اَوَّلَ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا صَلٰوةَ الْعَصْرِ' وَصَلّٰى مَعَهٗ قَوْمٌ' فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ صَلّٰى مَعَهٗ' فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ' فَقَالَ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ' فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ' وَكَانَتِ الْيَهُوْدُ قَدْ اَعْجَبَهُمْ اِذْ كَانَ يُصَلِّىْ قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ' وَاَهْلُ الْكِتَابِ' فَلَمَّا وَلّٰى وَجْهَهٗ قِبَلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کہ جب نبی ﷺ ابتداء مدینہ میں آئے تو آپ انصار میں سے اپنے نانا یا ماموں کے ہاں ٹھہرے اور آپ نے سولہ (۱۶) مہینے یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ کو یہ پسند تھا کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ ہو' اور آپ نے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے جو پہلی نماز پڑھی' وہ عصر کی نماز تھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی' پھر ایک شخص جس نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی' وہ باہر نکلا اور ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرا' اس وقت وہ لوگ رکوع میں تھے' پس اس نے کہا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں' میں نے (ابھی) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے' تب لوگ نماز میں ہی گھوم کر بیت اللہ کی

الْبَيْتِ اَنْكَرُوْا ذٰلِكَ.

طرف پھر گئے اور یہود اور اہل کتاب کو یہ پسند تھا کہ جب آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور جب آپ نے اپنا منہ بیت اللہ کی طرف کر لیا تو یہ ان کو ناگوار ہوا۔

قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ ' عَنِ الْبَرَاءِ فِيْ حَدِيْثِهٖ هٰذَا اَنَّهٗ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تَحَوَّلَ رِجَالٌ وَّقُتِلُوْا ' فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ ' فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ (البقرۃ:۱۴۳).

[اطراف الحدیث: ۱۸۵۶۴-۱۸۷۳۲]

زہیر نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی از البراء' ان کی اس حدیث میں یہ ہے کہ تحویل قبلہ سے پہلے کچھ لوگ فوت ہو گئے اور کچھ لوگ شہید ہو گئے' پس ہم نے از خود نہیں جانا کہ ہم ان کے متعلق کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں فرمائے گا''۔ (البقرۃ:۱۴۳)

(صحیح مسلم: ۵۲۵' ترمذی: ۲۹۶۲-۳۴۰' صحیح ابن خزیمہ: ۴۳۳' صحیح ابن حبان: ۱۷۱۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲' ابن الجارود: ۱۶۵' معرفۃ السنن والآثار: ۲۸۷۶' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۴۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۴۹۶-ج ۳۰ ص ۵۴-۴۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابوالحسن عمرو بن خالد الجزری الحرانی' یہ لیث اور ابولہیعہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری' ابوزرعہ اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صدوق ہیں' یہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی الکوفی' انہوں نے حمید اور السبیعی اور دیگر تابعین سے سماع کیا ہے اور ان سے یحییٰ القطان اور کئی ائمہ نے سماع کیا ہے' ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' مگر ابواسحاق سے انہوں نے اس کے اختلاط کے بعد سماع کیا ہے' یہ ۱۷۳ھ یا ۱۷۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ بن علی کوفی' جلیل القدر تابعی ہیں' ان کی توثیق پر سب متفق ہیں' انہوں نے حضرت علی' حضرت اسامہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے' ان سے سماع نہیں کیا' اور حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر' حضرت ابن الزبیر' حضرت معاویہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے' اور ان سے تیمی' قتادہ اور اعمش نے سماع کیا ہے' ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے' یہ ۱۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ الانصاری الاوسی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۳۰۵ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے ۲۲ پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' ۱۵ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۶ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' جنگ احد میں یہ حضرت ابن عمر کے ساتھ گئے تھے' مگر ان کو کم سن قرار دیا گیا' پھر غزوۂ خندق اور باقی تمام مغازی میں حاضر رہے' ۲۴ھ میں انہوں نے رے (طبران) کو فتح کیا' اور حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ غزوۂ تستر میں تھے' حضرت علی کے ساتھ ان کے تمام مشاہد میں رہے' مصعب بن زبیر کے ایام میں کوفہ میں فوت ہو گئے' ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۷۹-۳۷۸)

احکام شرعیہ کے منسوخ ہونے کا جواز

(۱) اس حدیث کے فوائد میں سے نسخ کا ثبوت ہے اور یہودیوں کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے کہ احکام شرعیہ کا منسوخ ہونا ثابت ہے' حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہنوں کا بھائیوں کے ساتھ نکاح جائز تھا' اسی سے نسل انسان پھیلی اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں آزاد کو غلام بنانا جائز تھا' بعد میں یہ احکام منسوخ ہو گئے۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سنت کا قرآن سے نسخ جائز ہے کیونکہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا سنت سے ثابت تھا' جس کو قرآن نے منسوخ کر دیا' امام شافعی اور ایک روایت میں امام احمد اور اہل ظاہر اس کے قائل نہیں ہیں اور امام

Marfat.com

ابوحنیفہ اور جمہور اس کے قائل ہیں۔

(۳) اس حدیث میں دلیل ہے کہ خبر واحد کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے کیونکہ جس شخص نے نبی ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی تھی اس کے خبر دینے سے مدینہ کی دوسری مسجد کے نمازیوں نے اپنا قبلہ تبدیل کر لیا۔

(۴) اس میں یہ دلیل ہے کہ ایک نماز کو دو طرف منہ کر کے پڑھنا جائز ہے اگر کسی شخص کو نماز میں پتا چل جائے کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو وہ اس طرف مڑ جائے۔

(۵) اس حدیث میں نبی ﷺ کے ہوتے ہوئے اجتہاد کرنے کا جواز ہے کیونکہ اس مسجد کے نمازی یہ بھی کر سکتے تھے کہ نماز توڑ کر نبی ﷺ کے پاس جاتے کہ قبلہ تبدیل ہوا ہے یا نہیں۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی ﷺ کا بہت بڑا مرتبہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوال کے بغیر بیت اللہ کو آپ کے لیے قبلہ بنا دیا اور فرمایا: "ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں" (البقرہ: ۱۴۴)۔

۳۱- بَابُ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ — کسی شخص کے اسلام کا حسن

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں نماز قائم کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں کسی شخص کے حسن اسلام کا ذکر ہے اور کسی شخص کے اسلام میں اسی وقت حسن ہوگا جب وہ نماز قائم کرے گا۔

۴۱- قَالَ مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ یَسَارٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ، یُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ سَیِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا، وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، وَالسَّیِّئَةُ بِمِثْلِهَا اِلَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ امام مالک نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے خبر دی کہ عطاء بن یسار نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: ان کو حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب بندہ اسلام لائے اور اسلام پر اچھی طرح عمل پیرا ہو تو اللہ اس کے ہر سابقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے اور اس کے بعد برابر برابر ہے ایک نیکی کا دس مثل سے لے کر سات سو مثل تک اجر ہوتا ہے اور ایک برائی کی اتنی ہی سزا ہوتی ہے سوا اس کے کہ اللہ اس برائی سے درگزر فرمائے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مالک بن انس رحمہ اللہ (۲) زید بن اسلم یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں (۳) عطاء بن یسار یہ حضرت ام المؤمنین کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حضرت ابوسعید سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۹۱)

حسن اسلام کے معانی

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب بندہ اسلام لائے اور اس پر اچھی طرح عمل پیرا ہو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جائے اور اس کا یہ معنی بھی ہے جیسا کہ حدیث جبریل میں نبی ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ بہت زیادہ اخلاص اور خضوع اور خشوع سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: تو اللہ اس کے ہر سابقہ گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے کفارہ کا معنی ہے: گناہوں کو ڈھانپ لینا اور اس کا یہ

Marfat.com

معنی بھی ہے کہ وہ گناہوں کی وجہ سے جس عذاب کا مستحق تھا اللہ تعالیٰ اس عذاب کو ساقط کر دیتا ہے۔

اور اس حدیث میں "زلفها" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وہ جس گناہ کے قریب گیا تھا اور اس کا یہ معنی بھی ہے: اس نے جس گناہ کو پہلے کیا تھا۔

حسن اسلام کے سلسلہ میں مشہور حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی (غیر مقصود چیزوں کو) ترک کر دے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۷۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۱)

اسلام لانے کے بعد اگر سابقہ بُرے کام دوبارہ کیے تو پھر وہ بُرے کام معاف ہوں گے یا نہیں؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا: کیا ہم سے جاہلیت کے کاموں پر گرفت کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: جو اسلام پر عمدہ طریقہ سے عمل پیرا ہوا اس سے جاہلیت کے افعال پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور جس نے اسلام میں بُرے کام کیے اس کے پہلے اور بعد کے کاموں پر گرفت کی جائے گی۔ (صحیح البخاری: ۶۹۲۱، صحیح مسلم: ۱۲۰، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۹)

اسلام پر عمدہ طریقہ سے عمل پیرا ہونے کا معنی یہ ہے کہ اسلام کے فرائض اور واجبات پر عمل کرے اور حرام اور مکروہ تحریمی کاموں سے باز رہے اور اسلام میں برے کاموں سے مراد یہ ہے کہ اسلام میں ان ممنوع کاموں کو کرے جن کو جاہلیت میں کیا جاتا تھا۔

حضرت ابن مسعود کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان نے اسلام لانے سے پہلے جو بعض ایسے حرام کام کیے جو زمانہ جاہلیت میں کیے جاتے تھے اور جن سے وہ اسلام لانے کے بعد اجتناب کرتا ہے ان حرام کاموں کو اسلام لانے کے بعد مٹا دیا جاتا ہے اور رہے وہ حرام کام جن کو اس نے زمانہ جاہلیت میں کیا اور اسلام لانے کے بعد بھی ان حرام کاموں پر اصرار کیا تو اس سے ان کاموں پر بھی گرفت کی جائے گی کیونکہ جب اسلام لانے کے بعد اس نے ان حرام کاموں پر اصرار کیا تو وہ ان حرام کاموں سے تائب نہیں ہوا تھا سو بغیر توبہ کے وہ گناہ نہیں مٹائے جائیں گے اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اسلام لانے کے بعد زمانہ کفر کے تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں خواہ وہ اسلام لانے کے بعد ان گناہوں کو دوبارہ کرے یا نہ کرے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے دل میں جاگزین کر دیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پھر میں نے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں آپ نے ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا آپ نے پوچھا: اے عمرو! کیا ہوا؟ میں نے کہا: میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں آپ نے پوچھا: کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میری مغفرت کر دی جائے آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پہلے کیے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان: ۱۹۲ رقم بلا تکرار: ۱۲۱ الرقم المسلسل: ۳۱۴)

حضرت ابن مسعود کی حدیث کی وجہ سے حضرت عمرو بن العاص کی حدیث کے عموم کو مقید کیا جائے گا یا حضرت ابن مسعود کی حدیث کی تاویل کی جائے گی اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود کی یہ حدیث بہ ظاہر اجماع امت کے خلاف ہے کہ اسلام زمانہ کفر کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور قرآن مجید میں ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ. (الانفال: ۳۸) آپ ان کافروں سے کہیے کہ اگر یہ لوگ (کفر سے) باز آ جائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اور اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ کافر جب اسلام لے آئے تو اس کے پچھلے گناہوں پر مواخذہ نہیں کیا جاتا' پس اگر وہ اسلام لانے کے بعد انتہائی بُرا کام کرے اور وہ اسلام کی حالت میں بہت سخت گناہ پر سوار ہو تو اسلام میں اس کی اس بڑی معصیت پر گرفت کی جائے گی اور زمانۂ کفر کی معصیت اور اس کو مٹانے پر سرزنش اور زجر و توبیخ کی جائے گی' اس سے کہا جائے گا: کیا تو نے زمانۂ کفر میں یہ کام نہیں کیا تھا پھر تیرے اسلام نے تجھے اس کام کو دوبارہ کرنے سے کیوں نہیں روکا؟ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانۂ کفر کی معصیت پر تو صرف سرزنش اور ملامت کی جائے گی اور زمانۂ اسلام کی معصیت پر اس کو سزا دی جائے گی۔

حضرت ابن مسعود کی حدیث کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ زمانۂ اسلام میں بُرا کام کرنے سے مراد کفر ہے' کیونکہ وہ انتہائی بُرا کام اور بہت سخت معصیت ہے' پس جب وہ شخص مرتد ہو گیا اور کفر پر مر گیا' پھر وہ اس شخص کی طرح ہو گیا' جو اسلام نہیں لایا اور اس کو اس کے تمام سابقہ گناہوں پر سزا دی جائے گی' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو ابواب المرتدین میں درج کیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ جو شخص اسلام پر عمدہ طریقہ سے عمل پیرا ہو یعنی اس نے اسلام کے تمام احکام پر ان کی شرائط کے ساتھ عمل کیا تو اس کے زمانۂ جاہلیت کے گناہوں پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور جس نے اسلام لا کر بُرا کام کیا یعنی توحید کے عقیدہ کو ترک کر دیا تو اس کے تمام سابقہ گناہوں پر مواخذہ کیا جائے گا' میں نے علماء کی ایک جماعت پر اس حدیث کے جواب کو پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے علاوہ اس حدیث کا اور کوئی معنی نہیں ہے۔

محب طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص صحیح اسلام لایا' جس میں نفاق نہ ہو اس کے زمانۂ جاہلیت کے بُرے کاموں کا کفارہ ہو جائے گا اور جس نے زمانۂ اسلام میں نفاق کیا' اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا۔

علامہ داؤدی نے کہا: جو اسلام لانے کے بعد اسلام پر مر گیا' اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہوگا اور جو غیر اسلام پر مرا' اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا۔

علامہ قرطبی نے کہا: جو اخلاص سے اسلام لایا' اس کے زمانۂ جاہلیت کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور جو ریاکاری اور دکھانے کے لیے اسلام لایا' اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۷-۶۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنْ هَمَّامٍ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ' فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ' وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا. (صحیح مسلم: ۱۲۹' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۸۴' صحیح ابن حبان: ۲۲۸' شعب الایمان: ۷۰۴۶' کتاب الاسماء والصفات ص ۷۱' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۳ ص ۵۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اسلام پر اچھی طرح سے عمل پیرا ہو' تو ہر وہ نیکی جس پر وہ عمل کرتا ہے' اس کے لیے دس گنا سے لے کر سات سو گنا لکھی جاتی ہے اور ہر وہ بُرائی جس پر وہ عمل کرتا ہے' اس کی وہ ایک بُرائی ہی لکھی جاتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام نیشاپوری' امام ابوداؤد کے سوا ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' امام نسائی نے کہا: یہ

ثقہ اور ثبت ہیں' یہ ۲۵۱ھ میں نیشا پور میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالرزاق بن ھمام بن نافع الیمانی الصنعانی' انہوں نے معمر' ثوری اور امام مالک وغیرہ سے سماع کیا ہے' معمر اور امام احمد نے ان کی توثیق کی' ابو احمد بن عدی نے کہا: یہ قوی نہیں ہیں' عباس بن عبدالعظیم نے ان کی جھوٹ کی طرف نسبت کی' اور کہا: واقدی ان سے زیادہ صادق ہیں' ان کی تشیع کی طرف نسبت کی گئی ہے' انہوں نے فضائل اہل بیت میں ایسی احادیث روایت کیں' جن میں کسی ثقہ راوی نے ان کی موافقت نہیں کی اور یہ منکر احادیث کو روایت کرنے سے زیادہ مذموم ہے' یہ ۲۱۱ھ میں فوت ہو گئے تھے' بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۳) معمر بن راشد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ھمام بن منبہ بن کامل الیمانی الصنعانی' یہ تابعی ہیں' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عباس اور حضرت معاویہ سے سماع کیا' یحییٰ بن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' آپ کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱ ص۳۹۸-۳۹۷)

نیک کاموں کے اجر میں اضافہ پر دلائل

اس حدیث میں فرمایا ہے: ہر وہ نیکی جس پر کوئی شخص عمل کرتا ہے' اس کے لیے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک لکھی جاتی ہے: دس گنا کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا. (الانعام:۱۶۰) جو شخص ایک نیکی کرے گا' اسے اس کی دس مثلیں ملیں گی۔

اور سات سو گنا اجر کی دلیل یہ آیت ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَّاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ. (البقرہ:۲۶۱) جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں' اس کی مثال اس دانے کی طرح ہے' جو سات خوشے اگائے اور ہر خوشہ میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے دگنا کر دیتا ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نیک کاموں کو اور برے کاموں کو لکھ لیا ہے' پھر ان کا بیان فرمایا: پس جس نے نیکی کا منصوبہ بنایا اور اس پر عمل نہیں کیا' اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور جس نے نیکی کا منصوبہ بنایا' پھر اس پر عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کی دس نیکیاں لکھ لیتا ہے' سات سو دگنی چوگنی نیکیوں سے لے کر بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر' اور جس نے کسی برائی کا منصوبہ بنایا' پھر اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کی ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر اس نے برائی کا منصوبہ بنایا اور پھر اس برائی پر عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کی صرف ایک برائی لکھتا ہے۔ (صحیح البخاری:۶۴۹۱' صحیح مسلم:۱۳۱' سنن دارمی:۲۷۸۹' مسند احمد ج۱ ص۳۱۰-ج۱ ص۲۱۹ طبع قدیم)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم:۲۴۶ -ج۱ ص۵۹۲ پر ہے' وہاں پر اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) ھم اور عزم کی تعریفیں اور ان کا شرعی حکم (۲) دس سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق۔

۳۲- بَابٌ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهٗ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عبادت وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو

اس باب کی سابق باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں کسی شخص کے اسلام کا حسن بیان فرمایا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور اس باب میں نیک اعمال پر دوام مطلوب ہے اور جب بندہ نیک اعمال پر دوام

Marfat.com

کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہوگی' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو خود دوام ہے' اس لیے وہ دوام کو پسند فرماتا ہے۔ اس عنوان میں "دین" کا لفظ ہے اور اس سے مراد نیک اعمال اور عبادت ہے' امام بخاری کا مطلوب یہ ہے کہ یہاں ایمان کا اطلاق نیک اعمال پر ہے' لیکن یہ مطلوب اس وقت ثابت ہوتا' جب دین سے مراد ایمان ہوتا' لیکن یہاں دین سے مراد نیک اعمال اور عبادت ہے۔ اس باب کے عنوان اور حدیث میں "ادوم" کا لفظ ہے اور یہ دوام کا اسم تفضیل ہے' اس کا معنی ہے: زیادہ دوام' اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ دوام کا معنی ہے: جو چیز ہمیشہ ہو اور تمام زمانوں میں ہو' پس جو چیز تمام زمانوں میں ہو' اس پر زیادتی کیسے ہو سکتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد دوام حقیقی نہیں ہے' دوام عرفی ہے اور اس میں کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے۔

٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى' حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ' عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَاَةٌ قَالَ مَنْ هٰذِهٖ؟ قَالَتْ فُلَانَةُ' تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا' قَالَ مَهْ' عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ' فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا. وَكَانَ اَحَبَّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ.

(صحیح مسلم:۷۸۵' سنن ترمذی:۲۸۵۶' شمائل ترمذی:۳۰۴' سنن نسائی:۵۰۵۰-۱۶۴' مسند اسحاق بن راھویہ:۶۲۶' شرح السنۃ:۹۳۳' صحیح ابن خزیمہ:۱۲۸۲' مسند ابویعلیٰ:۴۶۵۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۷' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۶۶-۶۵' مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۹۸' مسند احمد ج ۶ ص ۵۱-۴۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۴۵-۲۴۱۸۹-ج ۴۰ ص ۲۲۲-ج ۴۰ ص ۲۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے' اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: یہ فلاں عورت ہے' اس کی نماز کا بہت چرچا ہے' آپ نے فرمایا: چپ کرو' تم ان عبادات کو لازم رکھو جن کی تم طاقت رکھتے ہو' پس اللہ کی قسم! اللہ اس وقت تک نہیں اکتاتا' جب تک تم نہ اکتا جاؤ' اور اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عبادت وہ ہے' جس پر عبادت کرنے والا دوام کرے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ البصری' ان کا تعارف" باب حلاوۃ الایمان" میں گزر چکا ہے (۲) یحییٰ بن سعید القطان' ان کا تعارف اس باب میں گزر چکا ہے: جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرے (۳) ہشام بن عروہ (۴) ہشام کے والد عروہ بن الزبیر' ان کا تعارف بھی الحدیث:۲ میں گزر چکا ہے (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا' ان کا تعارف الحدیث:۲ میں ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰۰)

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عائشہ نے حولاء کے منہ پر اس کی تعریف کی حالانکہ منہ پر تعریف کرنا منع ہے

اس حدیث میں ہے' حضرت عائشہ نے کہا: اس وقت ان کے پاس ایک عورت تھی' اس عورت کا نام الحولاء تھا یا کوئی اور تھی' امام بخاری نے کہا ہے: یہ عورت بنو اسد سے تھی اور یہ عورت الحولاء بنت تویت تھی' حضرت الحولاء بہت نیک اور عابدہ مہاجرہ خاتون تھیں۔

اس حدیث میں "مَہ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چپ کرو یا بس کرو' اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہ نے اس خاتون کے سامنے کہا کہ اس عورت کی عبادت کا بہت چرچا ہے' حالانکہ کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا ممنوع ہے' اس کا ایک جواب یہ

Marfat.com

ہے کہ کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا اس وقت منع ہے جب اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو اور جب یہ خدشہ نہ ہو تو پھر منہ پر تعریف کرنا جائز ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض صحابہ کے سامنے ان کی تعریف کی جیسے آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: بے شک تمام لوگوں میں اپنی جان اور مال سے میرے ساتھ سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۶۶) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم تھا کہ یہ خاتون فتنہ میں مبتلا نہیں ہوگی' دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک اور روایت میں ہے کہ اس خاتون کے جانے کے بعد حضرت عائشہ نے اس خاتون کے متعلق کہا تھا: یہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہے۔

(عمدۃ القاری ج ا ص ۴۰۲)

نیز اس حدیث میں ہے: پس اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتاتا' جب تک تم نہ اکتا جاؤ' حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کو اس وقت تک ملال نہیں ہوتا جب تک کہ تم کو ملال نہ ہو۔ ملال کا معنی ہے: کسی چیز کو بوجھ سمجھ کر اس کو ترک کر دینا اور اس کو ناپسند کرنا' ملال کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں' یہ مخلوق کی صفات میں سے ہے' اللہ تعالیٰ کی صفات سے نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ملال کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی عمل پر ثواب عطا کرنے کو ترک کر دے' سو اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا' اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب تک تم عبادت کرنے کو ترک نہ کرو' اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب عطا کرنے کو ترک نہیں کرتا۔

امت پر شفقت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشکل اور دشوار عبادات سے منع فرمانا

اس حدیث میں نفلی عبادت کو دوام کے ساتھ کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت کا بیان ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق عمل کریں اور اپنے آپ کو مشکل میں ڈال کر طاقت سے زیادہ عمل کرنے کی کوشش نہ کریں' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص مسلسل روزے رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع فرمایا' وہ نہیں مانے اور کہا: میں اس کی طاقت رکھتا ہوں' بڑھاپے میں ان کی صحت اس سے متاثر ہوگئی تو وہ اس پر افسوس کرتے تھے کہ کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت پر عمل کر لیتا۔

اس حدیث کا متن درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو (نماز میں) قیام کرتے ہو؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم ایسا مت کرو' ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ نہ رکھو' اور رات کو قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو' کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم مہینہ میں تین روزے رکھو' کیونکہ تمہیں ہر نیکی کا دس گنا اجر ملے گا' اور اس طرح تمہارے دائمی روزے ہو جائیں گے' میں نے مسلسل روزے رکھنے پر اصرار کیا' آپ نے اصرار سے منع کیا' میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس کی قوت پاتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کی طرح روزے رکھو' اور اس سے زیادہ نہ رکھو' میں نے پوچھا: اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کس طرح روزے رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا: نصف الدھر (ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا) (دوسری روایت میں ہے: یہ سب سے افضل روزے ہیں' میں نے کہا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے کوئی افضل نہیں ہے۔ صحیح البخاری: ۱۹۷۶) بوڑھے ہونے کے بعد حضرت عبداللہ یہ کہتے تھے: کاش! میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا۔

(صحیح البخاری: ۱۹۷۵' صحیح مسلم: ۱۱۵۹' سنن ابوداؤد: ۲۴۴۸' سنن نسائی: ۱۶۲۹' سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۲)

Marfat.com

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۳۰۔ ج ۱ ص ۷۵۳ پر ہے اور اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) اکتانے اور استہزاء وغیرہ کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق (۲) نفلی عبادات پر دوام کا معنی (۳) نفلی عبادات اور بدعات کے درمیان حد فاصل (۴) جس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ترک کیا ہو وہ علی الاطلاق بدعت نہیں ہے (۵) رسول اللہ کے کسی کام کو ترک کرنے کی وجہ سے بدعت کا ضابطہ (۶) نفلی عبادات کے ساتھ فرض یا واجب کا معاملہ کرنے کی ممانعت (۷) بدعت سیئہ کی تعریف (۸) بدعت کا شرعی معنی اور اقسام (۹) بدعت حسنہ اور مصالح مرسلہ (۱۰) بدعت حسنہ کی وجہ اختراع اور بدعت سیئہ کا مصداق (۱۱) ایک شبہ کا ازالہ (۱۲) قرون ثلثہ پر سنت و بدعت کا مدار۔

۳۳- بَابُ زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنُقْصَانِهِ ایمان کی زیادتی اور اس کا نقصان

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح کہ سابق باب میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عبادت وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو اور اس باب میں ایمان کی زیادتی اور نقصان کا ذکر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بندہ کسی عبادت کو دوام کے ساتھ زیادہ کرتا ہے تو اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور جب وہ اس کے دوام میں تقصیر کرتا ہے تو اس کا ایمان کم ہوتا ہے اور یہی امام بخاری کا مطلوب اور مقصود ہے اور یہ ہم احناف کے مخالف نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ نفس ایمان میں اعمال داخل نہیں ہیں اور اس کے امام بخاری بھی قائل ہیں اور ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ (الکہف: ۱۳)، ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾ (المدثر: ۳۱)، وَقَالَ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ (المائدہ: ۳) فَإِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور ہم نے اصحاب کہف کی ہدایت کو زیادہ کیا O'' (الکہف: ۱۳) ''اور ایمان والے ایمان میں زیادہ ہو جائیں'' (المدثر: ۳۱) اور فرمایا: ''آج ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا'' (المائدہ: ۳) اور جب کمال میں سے کسی چیز کو چھوڑ دیا جائے تو وہ ناقص ہوتی ہے۔

۴۴- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيرَةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ. [طرف الحدیث: ۷۵۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: وہ شخص دوزخ سے نکل آئے گا، جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ایک جو کے برابر بھی نیکی ہو اور وہ شخص دوزخ سے نکل آئے گا، جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ایک گندم کے برابر بھی نیکی ہو اور وہ شخص دوزخ سے نکل آئے گا، جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ایک جوار (یا ذرہ) کے برابر بھی نیکی ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۹۳، سنن ترمذی: ۲۵۹۳، سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۵۱۔ ۴۵۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۴۳، صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۷۰۶، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۸۰۔ ۱۷۹، صحیح ابن حبان: ۶۴، ۶۴، الشریعۃ للآجری ص ۳۴۹، کتاب الاسماء والصفات ص ۱۹۱، شرح السنۃ:

۴۴۴ مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۱۵۳ ج ۱۹ ص ۱۹۸ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

قال اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِيْمَانٍ مَكَانَ مِنْ خَيْرٍ.

امام بخاری کہتے ہیں: ابان نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں خیر کے بجائے ایمان کا لفظ ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسلم بن ابراہیم البصری الازدی ان سے امام بخاری اور امام ابوداؤد نے احادیث روایت کی ہیں یہ ۱۳۳ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ مامون ہیں ابوحاتم نے کہا: ثقہ صدوق ہیں انہوں نے ستر (۷۰) خواتین سے احادیث سماع کی ہیں (۲) ہشام بن ابوعبداللہ الربعی البصری وکیع نے کہا: یہ ثبت تھے امام ابوداؤد طیالسی نے کہا: یہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں محمد بن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت فی الحدیث تھے مگر یہ قدری تھے یہ ۱۴۵ھ میں فوت ہو گئے (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان دونوں کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰۵)

بعض الفاظ کے معانی اور اس اشکال کا جواب کہ ایمان تو ایک کیفیت ہے اس کا ذرہ برابر وزن کیسے ہوگا اور اس اعتراض کا جواب کہ محمد رسول اللہ پڑھے بغیر صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے کیسے نجات ہوگی؟

اس حدیث میں ''شعيرة'' اور ''بُرّة'' کا لفظ ہے ''شعيرة'' کا معنی جَو ہے اور ''بُرّة'' کا معنی گندم ہے اور ''الذرّة'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چھوٹی چیونٹی اور اس کا معنی ہے: سوئی کے ناکے کے برابر وہ غبار جو سورج کی شعاع میں نظر آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم اپنے ہاتھ سے گرد جھاڑو تو جو گرد جھڑے گی وہ ذرہ ہوگا ایک قول یہ ہے کہ چار ذروں سے مل کر ایک خردل (رائی کا دانہ) بنتا ہے شعبہ نے اس لفظ کو بدل کر ''ذُرَةٌ'' لکھا ہے اس کا معنی ہے: جوار کا دانہ۔

اور اس حدیث میں ''يَخرُجُ'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: نکلتا ہے اور بعض روایات میں ''يُخرَجُ'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: نکالا جائے گا۔

اس حدیث میں ہے: جس کے دل میں ذرہ کے برابر خیر ہو خیر سے مراد ایمان ہے جیسا کہ امام بخاری نے ابان کی تعلیق میں ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ جس کے دل میں ذرہ کے برابر ایمان ہو وہ دوزخ سے نکل آئے گا اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایمان کا وزن کس طرح کیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے اعمال کے جس صحیفہ میں ایمان لکھا ہوگا اس صحیفہ کا وزن کیا جائے گا دوسرا جواب یہ ہے کہ اب سائنسی تحقیق سے واضح ہو چکا ہے کہ کیفیات کا بھی وزن ہو جاتا ہے جسم یا کمرہ میں یا فضاء میں جو درجہ حرارت ہو اس کا وزن کیا جاتا ہے اس وقت میرے کمرہ میں 28.4 درجہ حرارت ہے کل شام میرے خون میں رینڈم گلوکوز کی مقدار 225 ملی گرام تھی اور صبح کو میرے خون میں کولیسٹرول کی مقدار 199 ملی گرام تھی اور آج صبح میرا بلڈ پریشر 130/70 تھا سو جب سائنسی آلات سے ان کیفیات کا وزن ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے ایمان کا وزن کرنا کیا مشکل ہے اور اس میں کون سا استبعاد ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے: جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو وہ دوزخ سے نکل آئے گا اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں محمد رسول اللہ کا ذکر نہیں ہے حالانکہ نجات کے لیے آپ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے اس کے تین جواب ہیں:

Marfat.com

(۱) لا الٰہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور یہاں جز کا ذکر ہے اور اس سے مراد کل ہے (۲) لا الٰہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علم ہے جیسے "قل ھو اللہ احد" سورۂ اخلاص کا علم ہے (۳) لا الٰہ الا اللہ پر ایمان کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ پر اس کی تمام صفات کے ساتھ ایمان لانا' اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنانے والا ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ بعض اہل ایمان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا' اس میں مرجئہ کے عقیدہ کا رد ہے کہ کسی مومن کو دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا' اور اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا' اس میں خوارج اور معتزلہ کا رد ہے' جو کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ کو دوزخ سے نہیں نکالا جائے گا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۸۶۔ ج ۱ ص ۸۱۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۵- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، سَمِعَ جَعْفَرَ بْنَ عَوْنٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ اَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَؤُوْنَهَا، لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ، لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا، قَالَ اَيُّ اٰيَةٍ؟ قَالَ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: ۳) قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ، وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ.

[اطراف الحدیث: ۴۴۰۷-۴۶۰۶-۷۲۶۸]

(صحیح مسلم: ۳۰۱۷' سنن ترمذی: ۳۰۴۳' سنن نسائی: ۵۰۲۷- ۳۰۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الحسن بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے جعفر بن عون سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالعمیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن مسلم نے خبر دی' از طارق بن شہاب از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ یہود میں سے ایک شخص نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے' جس کی آپ لوگ تلاوت کرتے ہیں' اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے' حضرت عمر نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ تو اس نے کہا: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا" (المائدہ: ۳)۔ حضرت عمر نے کہا: ہمیں وہ دن بھی معلوم ہے اور مقام بھی معلوم ہے' جہاں یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی اس وقت آپ جمعہ کے دن میدانِ عرفات میں کھڑے ہوئے تھے۔

چونکہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں المائدہ: ۳ کو ذکر کیا تھا' اس لیے یہاں اس حدیث کو روایت کیا ہے' جس میں یہ آیت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) الحسن ابوعلی بن صباح الواسطی بغدادی' امام احمد بن حنبل نے کہا: یہ ثقہ اور عامل بالسنۃ ہیں' ان سے امام بخاری' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے' یہ ۲۶۰ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے (۲) جعفر بن عون بن جعفر المخزومی' ابن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' امام احمد نے کہا: یہ نیک شخص ہیں' بہت بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ یہ ۲۰۷ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابوالعمیس' عتبہ بن عبداللہ الکوفی' یحییٰ اور امام احمد نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے' یہ ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) قیس بن مسلم ابوعمر الجدلی' انہوں نے طارق بن شہاب اور مجاہد وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے الاعمش اور مسعر وغیرہ نے سماع کیا ہے۔ یہ ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت طارق بن شہاب بن عبد شمس رضی اللہ عنہ صحابی ہیں' انہوں نے

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے' اور زمانہ جاہلیت کو بھی پایا ہے' حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں ۴۳ مغازی اور سرایا میں جہاد کیا ہے' خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ سے روایت کی ہے' اور کوفہ میں رہائش کی ہے' ان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی روایت نہیں ہے' یہ ۱۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۱۰-۴۰۹)

بعض الفاظ کے معانی اور اس اشکال کا جواب کہ حضرت عمر کا جواب یہود کے سوال کے مطابق نہ تھا

اس حدیث میں ''یھود'' کا لفظ ہے' یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا نام ہے' یہ ''ھادوا'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: مائل ہوئے یعنی یہ بچھڑے کی عبادت کی طرف مائل ہوئے' یا ''ھاد'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: رجوع کیا' یعنی انہوں نے خیر سے شر کی طرف رجوع کیا۔

اور اس حدیث میں ''عید'' کا لفظ ہے' یہ ''عود'' سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: لوٹنا' عید کو عید اس لیے کہتے ہیں یہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا. (المائدہ: ۱۱۴)

عیسیٰ بن مریم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! ہم پر آسمان سے دستر خوان نازل فرما' جو ہمارے پہلے اور بعد کے لوگوں کے لیے عید ہو جائے۔

اور عید اس دن کو کہتے ہیں' جس دن کوئی فرحت اور سرور حاصل ہو اور کسی عظیم نعمت ملنے کی وجہ سے خوشی ہو۔

اس حدیث میں ہے: یہود میں سے ایک شخص نے کہا: وہ شخص کعب احبار تھے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور وہاں کہا ہے کہ یہود نے کہا: اور یہ تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت کعب احبار نے حضرت عمر سے یہ سوال کیا تھا' ان کے ساتھ یہود کی ایک جماعت تھی' گویا انہوں نے یہود کی نمائندگی کی تھی۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ کعب احبار کے سوال اور حضرت عمر کے جواب میں کوئی مناسبت نہیں ہے' کعب احبار نے کہا: اس آیت کے نزول کے دن کو عید منانا چاہیے تھا' حضرت عمر نے جواب دیا: یہ آیت جمعہ اور عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ یہ دونوں عید کے دن ہیں' اس لیے ہمیں الگ عید کا دن بنانے کی ضرورت نہیں ہے' جیسا کہ ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے:

کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب سے کہا: میں ایسی قوم کو پہچانتا ہوں کہ اگر ان میں یہ آیت نازل ہوتی تو وہ اس دن میں غور کرتے اور اس کو عید بنا لیتے' حضرت عمر نے پوچھا: کون سی آیت؟ انہوں نے کہا: ''اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ'' (المائدہ: ۳) حضرت عمر نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ کون سے دن یہ آیت نازل ہوئی تھی' وہ جمعہ کا دن تھا اور عرفہ کا دن تھا اور یہ دونوں ہمارے لیے عید ہیں۔ (المعجم الاوسط: ۸۳۴- ج ۱ ص ۴۶۰' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عباس نے بھی یہودی سے کہا: یہ آیت عید کے دن نازل ہوئی ہے' جمعہ اور عرفہ کے دن۔ (سنن ترمذی: ۳۰۴۴)

اس حدیث کی شرح میں کعب احبار کا تذکرہ آ گیا ہے' اس لیے اب ہم کعب احبار کا تعارف کرانا چاہتے ہیں:

کعب احبار کا تعارف

حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

ان کا پورا نام کعب بن ماتع الحمیری ابواسحاق ہے' یہ کعب احبار کے نام سے معروف ہیں' اہل کتاب میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں' امام بخاری' امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام لائے اور ایک قول ہے: یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام لائے' کہا جاتا ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا۔

امام محمد بن سعد نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے بعد اہل شام کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے' یہ دین یہود پر تھے' پھر اسلام قبول کر کے مدینہ میں آ گئے' پھر شام چلے گئے' پھر حمص چلے گئے' پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۳۲ھ میں فوت ہو گئے۔

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب احبار سے پوچھا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے عہد میں اسلام کیوں نہیں لائے' حتیٰ کہ اب حضرت عمر کے عہد میں اسلام لائے ہیں' تو انہوں نے کہا: میرے والد نے میرے لیے تورات کی ایک کتاب لکھ کر مجھے دی اور کہا: اس پر عمل کرنا اور باقی کتابوں پر مہر لگا دی اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ میں ان کتابوں کی مہر کو نہ توڑوں' پھر جب میں نے اسلام کا غلبہ دیکھا تو میں نے سوچا' شاید میرے والد نے مجھ سے کچھ علم چھپایا ہے' میں اس کو پڑھوں' پھر میں نے مہر توڑ کر ان کو پڑھا تو ان میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کی صفت تھی' تو اب میں مسلمان ہو گیا' پھر ان کی حضرت ابن عباس سے دوستی ہو گئی۔

حضرت معاویہ نے کہا: سنو! ابوالدرداء حکماء میں سے ہیں اور عمرو بن العاص حکماء میں سے ہیں اور کعب احبار علماء میں سے ہیں۔

ابومعن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے پاس کعب کی حضرت عبداللہ بن سلام سے ملاقات ہوئی' انہوں نے پوچھا: اے کعب! اہل علم کون لوگ ہیں؟ کعب نے کہا: جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں' انہوں نے کہا: جب علماء علم کو حاصل کر لیں اور اس کو محفوظ کر لیں' پھر ان کے دلوں سے علوم کے نکل جانے کا کیا سبب ہے؟ کعب نے کہا: نفس کی طمع اور حرص اور لوگوں سے اپنی حاجات کو طلب کرنا' حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ کعب نے کہا: اگر میں خوفِ خدا سے روؤں تو وہ میرے نزدیک اپنے وزن کے برابر سونا صدقہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

واقدی اور ابن حبان نے کہا: کعب احبار ۱۰۴ سال کی عمر گزار کر ۳۲ھ میں فوت ہو گئے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۵ ص ۴۰۲-۳۹۹' ملخصاً' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۳۸۷-۷۳۸۶-ج ۷ ص ۱۰۲۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" کی تفسیر (۲) دین' شریعت اور مذہب وغیرہ کی تعریفات (۳) آیت مذکورہ سے یوم میلاد النبی کے عرفاً عید ہونے پر استدلال۔

* اس آیت کی تفسیر ہم نے تبیان القرآن ج ۳ ص ۷۱-۶۶ میں کی ہے اور وہاں اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) اسلام کا کامل دین ہونا' ادیانِ سابقہ کے کامل ہونے کے منافی نہیں (۲) یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عید ہونا (۳) یوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کا مظاہرہ (۴) عشرہ حکیم الامت منایا جائے گا' مفتی نعیم۔

شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کی خوشی میں اس دن کو عید منانے کا ذکر آ گیا ہے' اس سلسلہ میں غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ کی یہ عبارت لائق مطالعہ ہے:

Marfat.com

سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔
(الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریۃ ص ۱۳۰۵ھ)

٣٤- بَابُ الزَّكٰوةُ مِنَ الْاِسْلَامِ — زکوٰۃ امور اسلام سے ہے

اس عنوان کا معنی ہے: اسلام کی شاخوں میں سے ایک شاخ زکوٰۃ ہے' اس باب اور باب سابق میں مناسبت یہ ہے کہ باب سابق کا عنوان تھا: ایمان میں زیادتی اور کمی' اور اعمال کے زیادہ یا کم ہونے سے ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے' اور زکوٰۃ کے زیادہ یا کم دینے سے بھی اسلام میں زیادتی اور کمی ہوگی' اسی طرح ایمان میں بھی زیادتی اور کمی ہوگی اور یہ ہم احناف کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ ہمارے نزدیک بھی ایمان کامل میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔

وقولہ تعالٰی ﴿وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (البینۃ:٥).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اور انہیں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں' ادیانِ باطلہ سے اجتناب کرتے ہوئے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی دین مستقیم ہےO'' (البینۃ:٥)۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اہل کتاب کو تورات اور انجیل میں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' اس آیت میں نماز اور زکوٰۃ کی باقی تمام عبادات پر فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس آیت کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: زکوٰۃ امور اسلام سے ہے اور اس آیت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے۔

٤٦- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ' عَنْ عَمِّهٖ اَبِيْ سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ' ثَائِرُ الرَّاْسِ' نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ' حَتّٰى دَنَا فَاِذَا هُوَ يَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا' اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ؟ قَالَ لَا' اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا' اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ' قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از اپنے چچا ابو سہیل بن مالک از اپنے والد کہ انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اہل نجد میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے' ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ سن رہے تھے اور اس کی بات سمجھ نہیں رہے تھے' حتیٰ کہ وہ قریب ہوا تو وہ اسلام کے متعلق سوال کر رہا تھا' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں' اس نے کہا: کیا ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفل پڑھو' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور رمضان کے روزے' اس نے کہا: کیا ان کے علاوہ کچھ اور روزے بھی میرے ذمے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفلی روزے رکھو' حضرت طلحہ نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے زکوٰۃ کا ذکر کیا' اس نے کہا: کیا زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی کچھ دینا میرے ذمے فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم

اطراف الحدیث: ۱۸۹۱_۲۶۷۸_۶۹۵۶ [صحیح مسلم: ۱۱' سنن

Marfat.com

نفلی صدقہ دو وہ شخص یہ کہتے ہوئے پیٹھ موڑ کر چلا گیا: اللہ کی قسم! میں ان فرائض پر کچھ زیادہ کروں گا نہ کم کروں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا۔

ابوداؤد: ۳۹۱' سنن نسائی: ۴۵۷' مسند البزار: ۹۳۳' مسند الشافعی ج ۱ ص ۱۳' ابن الجارود: ۱۴۴' صحیح ابن حبان: ۱۷۲۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۶۱' شرح السنۃ: ۷' سنن دارمی: ۱۵۷۸' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۹۰۔ ج ۳ ص ۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) اسماعیل بن ابی اویس بن عبد اللہ الاصبحی المدنی' یہ امام مالک کے بھانجے ہیں'' باب تفاضل اهل الایمان '' میں ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) امام مالک بن انس (۳) ابو سہیل نافع بن مالک (۴) ابو سہیل کے والد مالک بن ابی عامر' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) ابو محمد طلحہ بن عبید اللہ القرشی التیمی رضی اللہ عنہ' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں' جن کو جنت کی بشارت دی گئی' یہ بدر کے سوا تمام غزوات میں حاضر رہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ رکھا تھا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب غزوۂ احد کا ذکر کرتے تو فرماتے: یہ پورا دن حضرت طلحہ کا تھا' اور یہ ان چھ صحابہ میں سے ہیں' جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے مشورے کے لیے نامزد کیا تھا' جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے وقت راضی تھے' یہ وہ ہیں جو غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قائم اور ثابت قدم رہے' غزوۂ احد میں مالک بن زہیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تیر مارے' انہوں نے مدافعت میں اپنا ہاتھ آگے کر دیا' جس کی وجہ سے ان کا ہاتھ شل ہو گیا (سوکھ کر بے کار ہو گیا)' انہوں نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ بچایا تھا' اس دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ۷۵ زخم لگے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام طلحہ الخیر اور طلحہ الجواد رکھا' ان سے ۳۳ احادیث مروی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے دو حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری ۲ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۳ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں' یہ جنگ جمل میں شہید ہو گئے' کسی نے ان کو تیر مارا' مارنے والے کا پتا نہیں چل سکا' ۶۴ سال کی عمر میں ۳۶ھ میں ان کی شہادت ہوئی' ان کی قبر بصرہ میں ہے' ابن قتیبہ نے کہا: یہ قرہ نامی پل کے نیچے مدفون ہیں' تیس سال بعد ان کی صاحب زادی نے خواب دیکھا' انہوں نے شکایت کی کہ ان کی قبر گیلی ہو گئی ہے' ان کی صاحب زادی کے حکم سے ان کو قبر سے نکالا گیا' ان کا جسم بالکل تروتازہ تھا' پھر ان کو بصرہ میں دار الہجر تین میں دفن کیا گیا' ان کی قبر مشہور ہے رضی اللہ عنہ' بہت بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۱۴)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو تیس سال بعد قبر سے تروتازہ نکالنے کے متعلق مزید حوالہ جات

جن مشاہیر علماء نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے' ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ: الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۲۴۔ ۲۲۳' دار صادر' بیروت

(۲) حافظ ابو القاسم علی بن حسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ: تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۷ ص ۸۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ

(۳) علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ: تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت

(۴) حافظ جمال الدین یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ: تہذیب الکمال ج ۹ ص ۲۵۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

(۵) شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ: سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ

(۶) مشہور دیوبندی عالم شیخ سلیم اللہ خان: کشف الباری ج ۲ ص ۴۸۳' مکتبہ فاروقیہ' کراچی' ۱۴۲۶ھ

Marfat.com

بعض الفاظ کے معانی اور بعض اعتراضات کے جوابات' خصوصاً اس اشکال کا جواب کہ آپ نے اس سائل کی فلاح کی خبر دی' حالانکہ اس نے محرمات سے اجتناب کا اقرار نہیں کیا تھا

''نجد'' سرزمین تہامہ سے لے کر ارضِ عراق تک جو بلند جگہ ہے' وہ نجد ہے' اس کا لغوی معنی ہے: زمین کی بلند جگہ۔

''ثائر الراس'' جس کے سر کے بال منتشر ہوں۔

''دوی صوته'' وہ آواز جو بلند اور متکرر ہو اور اس کا مطلب سمجھ میں نہ آئے' شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی مثل آواز۔

اس حدیث میں ذکر ہے: ایک شخص آیا' وہ شخص ضمام بن ثعلبہ تھا' جو بنو سعد بن بکر کا بھائی تھا' یہ ۵ھ میں اسلام لائے تھے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس شخص نے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ کو بہ ظاہر چاہیے تھا کہ آپ اس کو توحید اور رسالت کے متعلق بتاتے' آپ نے اس کو نماز' روزے اور زکوٰۃ کے متعلق بتایا' تو یہ جواب سوال کے مطابق نہیں ہے' اس کے دو جواب ہیں: (۱) اس کا سوال درحقیقت فرائض اسلام کے متعلق تھا' پھر اعتراض ہوگا کہ آپ نے حج کا ذکر نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا (۲) ممکن ہے' پہلے آپ نے اس کو توحید اور رسالت کی گواہی دینے کے متعلق بتایا ہو' لیکن حضرت طلحہ فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے اس کو سن نہ سکے ہوں۔

اس شخص نے کہا: میں ان پر اضافہ نہیں کروں گا' اس پر اعتراض ہے کہ اس میں نوافل کا انکار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی مراد یہ تھی کہ میں ان فرائض پر زیادتی نہیں کروں گا یعنی پانچ فرض کی بجائے چھ فرض نہیں پڑھوں گا۔

نیز اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص کے متعلق فرمایا: اگر اس نے سچ کہا تو یہ کامیاب ہو گیا' حالانکہ اس نے واجبات ادا کرنے کا کہا تھا اور نہ حرام کاموں سے اجتناب کا کہا تھا تو ان کے بغیر اس کی فلاح کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح البخاری کے آخر میں نمبر ۱۸۹۱ پر بھی درج ہے' اس میں یہ جملہ ہے: پس اس کو رسول اللہ ﷺ نے شرائع اسلام کی خبر دی' اور شرائع اسلام میں تمام فرائض اور واجبات اور تمام محرمات اور مکروہات بھی داخل ہیں' اس کے بعد اس شخص نے کہا: میں ان چیزوں میں کوئی زیادتی کروں گا نہ کمی' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس شخص نے سچ کہا تو یہ فلاح پا گیا اور ظاہر ہے کہ جو شخص تمام فرائض اور واجبات پر عمل کرے اور تمام محرمات اور مکروہات سے اجتناب کرے' وہ جنتی ہی ہوگا۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۔ ج ۱ ص ۳۳۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) نفلی عبادت کو پورا کرنے کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل (۲) فرائض میں کمی اور اضافہ کرنے کی توجیہ (۳) غیر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم (۴) تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کا بیان (۵) وتر کی نماز کے وجوب میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلیل (۶) رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی تحقیق۔

۳۵- بَابٌ اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ مِنَ الْاِيْمَانِ — جنازوں کے ساتھ جانا اُمورِ ایمان سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں زکوٰۃ کا ذکر تھا اور وہ بھی ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے اور اس باب میں جنازوں کے ساتھ جانے کا ذکر ہے اور وہ بھی ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔

۴۷- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيِّ الْمَنْجُوْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ ، عَنِ الْحَسَنِ وَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عبداللہ بن علی المنجوفی نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں روح نے حدیث

Marfat.com

مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، وَكَانَ مَعَهٗ حَتّٰی یُصَلِّیَ عَلَیْهَا وَیُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَاِنَّهٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ، كُلُّ قِیْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ، وَمَنْ صَلّٰی عَلَیْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ. [اطراف الحدیث: ۱۳۲۳-۱۳۲۵]

بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی' از حسن اور محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حالت ایمان میں اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ گیا اور اس کے ساتھ رہا' حتیٰ کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لی اور اس کی تدفین سے فارغ ہو گیا' وہ دو قیراط اجر لے کر لوٹے گا' ہر قیراط احد پہاڑ کی مثل ہو گا اور جو اس کی نمازِ جنازہ پڑھ کر تدفین سے پہلے لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط لے کر لوٹے گا۔

(صحیح مسلم: ۹۴۵-۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۳۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۱۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۸۸' ج ۱۲ ص ۱۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ان احادیث میں احد پہاڑ کی جگہ لکھا ہے: دو قیراط دو عظیم پہاڑوں کی مثل ہیں۔)

تَابَعَهٗ عُثْمَانُ الْمُؤَذِّنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ.

اس حدیث میں عثمان مؤذن نے روح کی متابعت کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اسی حدیث کی مثل۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن عبد اللہ بن علی المنجوفی البصری' ان سے امام بخاری' امام ابوداؤد اور امام نسائی روایت کرتے ہیں' یہ ۲۵۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) روح بن عبادہ البصری' الخطیب نے کہا: یہ کثیر الحدیث ہیں اور انہوں نے سنن' احکام اور تفسیر میں تصنیف کی ہے' یہ ثقہ تھے' علی بن مدینی نے کہا: میں نے روح کی ایک لاکھ سے زیادہ احادیث دیکھی ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ بہت سچے ہیں' یہ ۲۰۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عوف بن ابی جمیلہ بندویہ' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام بندہ تھا یعنی عبد' انہوں نے کبار تابعین سے سماع کیا ہے' جن میں حسن بصری بھی ہیں' اور ان سے ثوری اور شعبہ وغیرہ نے سماع کیا ہے' ان کی نسبت تشیع کی طرف تھی' ان کی ۱۴۷ھ میں وفات ہو گئی (۴) الحسن البصری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) محمد بن سیرین' یہ مشہور تابعی ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے' انہوں نے تیس صحابہ کو پایا تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دو سال میں پیدا ہوئے' ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں' ۱۱۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۲۲)

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں روح کی متابعت عثمان مؤذن نے کی ہے' ان کا تعارف یہ ہے:

یہ عثمان بھی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں' امام بخاری بہت جگہ ان سے بلاواسطہ روایت کرتے ہیں اور بعض جگہ محمد بن یحییٰ ذہلی کے واسطے سے روایت کرتے ہیں' اگر انہوں نے عثمان سے حدیث سنی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ان کے چار واسطے ہیں' عثمان کا پورا نام ہے: عثمان بن الہیثم بن جہم' یہ بصرہ کی جامع مسجد کے مؤذن تھے' عوف اور ابن جریج وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری اور امام نسائی نے روایت کی ہے' یہ گیارہ رجب ۲۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

قیراط کا معنی اور اس سوال کا جواب کہ معصیت کی وجہ سے جو اجر میں کمی ہو گی' کیا اس سے بھی احد پہاڑ جتنا وزن مراد ہے؟

اس حدیث میں ہے: جس نے جنازہ کی اتباع کی' اتباع کا معنی ہے: کسی کے پیچھے جانا' کسی کی پیروی کرنا' کسی کے ساتھ لاحق

ہونا اور مل جانا۔

قیراط: اس کی جمع قراریط ہے' اکثر شہروں میں قیراط دینار کا بیسواں حصہ ہے' اس سے مراد کسی چیز کا چھوٹا سا حصہ ہوتا ہے' قیراط کا وزن ۱۲ چاولوں کے برابر ہوتا ہے' یہاں مقصود یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانے کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے' جس کی مثال احد پہاڑ یا بہت بڑے پہاڑ کے ساتھ دی گئی ہے' ایک حدیث میں دو قیراط کے برابر اجر میں کمی کا بھی ذکر ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے شکار کرنے اور کھیتوں اور مویشیوں کی حفاظت کے علاوہ کتا رکھا' اس کے اجر میں ہر روز دو قیراط کمی ہوتی رہے گی۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷۵' بخاری میں ایک قیراط کی کمی کا ذکر ہے' صحیح بخاری: ۲۳۲۲)

اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ قیراط بھی احد پہاڑ کے برابر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ نیکیوں کی تعظیم کر کے ان کا اجر تو دگنا اور چوگنا کرتا ہے اور بُرائیوں کی سزا نہیں بڑھاتا اور یہ اس کا لطف و کرم اور رحمت ہے' لہٰذا جس حدیث میں ایک قیراط اجر میں کمی کا ذکر ہے' اس سے مراد قیراط کا معروف وزن بارہ چاول ہے اور جس حدیث میں اجر بڑھانے کا ذکر ہے' وہاں قیراط سے مراد احد پہاڑ جتنا وزن ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد نیک سلوک کرنے کی تلقین اور ترغیب کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور اس کے جنازہ کے ساتھ جانے اور تدفین تک اس کے ساتھ رہنے کی ترغیب دی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے ساتھ زندگی میں بھی نیکی کرنے کی ترغیب دی ہے اور مرنے کے بعد بھی نیکی کرنے کی ترغیب دی ہے' زندگی میں ان کے ساتھ نیکی کرنے کی ترغیب کا ذکر ان احادیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو' ایک دوسرے سے حسد نہ کرو' ایک دوسرے سے دشمنی نہ کرو' اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے۔

(صحیح بخاری: ۶۰۷۶' صحیح مسلم: ۲۵۵۹' سنن ابوداؤد: ۴۹۱۰' سنن ترمذی: ۱۹۳۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۲۲۲' مسند حمیدی: ۱۱۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے ترک تعلق رکھے اور جس نے تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھا' وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۱۴)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا' میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یا رسول اللہ! مجھے سب سے افضل اعمال کے متعلق بتائیے' تو آپ نے فرمایا: اے عقبہ! جو تم سے قطع تعلق کرے' اس سے تعلق جوڑو اور جو تم کو محروم کرے' اس کو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرو' اور ایک روایت میں ہے: جو تم پر ظلم کرے' اس کو معاف کر دو' اور فرمایا: اے عقبہ! اپنی زبان کی حفاظت کرو اور اپنے گھر کو اپنے لیے کافی رکھو اور اپنے گناہوں پر رو۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۳۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۸۱۳' تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۷۱۔ ۲۷۰' المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۷۰)

اور مسلمان کی موت کے بعد اس کے ساتھ نیکی کرنے کے متعلق ایک تو اس باب کی حدیث ہے' جس میں مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جانے کی تلقین ہے اور دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا (۲) مریض کی عیادت کرنا (۳) جنازوں کے ساتھ جانا (۴) دعوت کو قبول کرنا (۵) چھینک پر جواب دینا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۴۰ 'صحیح مسلم: ۲۱۶۲ 'سنن ابوداؤد: ۵۰۳۰)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یٰس کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔

(السنن الکبریٰ: ۱۰۹۱۴ 'سنن ابوداؤد: ۳۱۲۱ 'سنن ابن ماجہ: ۱۴۴۸ 'مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۔۲۶)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس یٰسین پڑھی تو اللہ اس کے ہر حرف کے بدلہ میں ان کی مغفرت فرما دے گا۔ (الدرالمنثور ج ۷ ص ۳۷)

حضرت علی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان پر گزرا' پھر گیارہ مرتبہ ''قل هو اللّٰه احد'' (سورۂ اخلاص) پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچا دیا تو اس کو ان مردوں کی تعداد کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا۔ (کنزالعمال: ۴۲۵۹۶)

۳۶- بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ مِنْ اَنْ يَّحْبَطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

مؤمن کو اس کا خوف کہ اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور اُس کو پتا بھی نہیں چلے گا

امام بخاری کے اس عنوان پر یہ اعتراض ہے کہ معصیت کے ارتکاب سے اعمال کا ضائع ہونا تو معتزلہ اور خوارج کا مذہب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی انسان کے منہ سے کلمۂ کفر نکل جاتا ہے اور اس کو پتا بھی نہیں چلتا' اس لیے نکاح کے وقت کلمے پڑھوائے جاتے ہیں' اس باب کی سابق باب کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں یہ بتایا تھا کہ مسلمان کے جنازے کے ساتھ جانے اور تدفین تک ساتھ رہنے سے دو قیراط اجر ملتا ہے' امام بخاری نے اس عنوان کے ساتھ یہ تنبیہ کی ہے کہ یہ اجر اس وقت ملے گا' جب اس نے کوئی کلمۂ کفر نہ کہا ہو۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِيْ عَلٰى عَمَلِيْ اِلَّا خَشِيْتُ اَنْ اَكُوْنَ مُكَذَّبًا' وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَدْرَكْتُ ثَلَاثِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰى نَفْسِهٖ' مَا مِنْهُمْ اَحَدٌ يَقُوْلُ اِنَّهٗ عَلٰى اِيْمَانِ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ. وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا اَمِنَهٗ اِلَّا مُنَافِقٌ' وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الْاِصْرَارِ عَلَى النِّفَاقِ وَالْعِصْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾. (آل عمران: ۱۳۵)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابراہیم تیمی نے کہا: میں نے جب بھی (اپنے ایمان کے) قول کو اپنے عمل پر پیش کیا تو مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں مجھے جھوٹا نہ قرار دیا جائے' اور ابن ابی ملیکہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس اصحاب کو پایا' وہ سب اپنے اوپر نفاق سے ڈرتے تھے' ان میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہتا تھا کہ وہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل کے ایمان پر ہے اور حسن بصری سے منقول ہے کہ اعمال کے ضائع ہونے سے صرف مومن ڈرتا ہے اور اس سے صرف منافق بے خوف ہوتا ہے اور نفاق اور معصیت پر بغیر توبہ کے اصرار کرنے سے اس آیت میں ڈرایا گیا ہے: ''اور وہ لوگ اپنے گناہ کے کاموں پر دانستہ اصرار نہیں کرتے O'' (آل عمران: ۱۳۵)۔

Marfat.com

صحابہ کرام کے ضیاع اعمال اور نفاق کے خوف کی توجیہ

صحابہ کرام اور اخیار تابعین اس سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کا خاتمہ کفر پر نہ ہو اور ان کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں اور بعض اوقات انہوں نے ظالم حکام کے بُرے کام دیکھے اور وہ ان برائیوں کے ردّ پر قادر نہ ہوئے تو وہ ڈرتے تھے کہ بُرے کاموں کا رد نہ کرنا کہیں نفاق اور مداہنت نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ا ص ۱۰۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۰ھ) قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ. (المومنون:۶۰) — اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں، وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں، جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اے صدیق کی بیٹی! اس کا مصداق وہ لوگ ہیں، جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں، اس کے باوجود وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ عبادتیں قبول نہ کی جائیں۔

(سنن ترمذی:۳۱۷۵، سنن ابن ماجہ:۴۱۹۸، مسند حمیدی:۲۷۵، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۳، شرح السنۃ ج ۶ ص ۲۵)

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری تمام تصانیف کو اور میری تمام نیکیوں کو قبول فرمالے اور میرے گناہوں کو معاف فرمادے۔ (آمین)

امام بخاری نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے، وہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ○ (آل عمران:۱۳۵) — اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرلیں یا اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور فوراً مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اللہ کے سوا کون گناہوں کی مغفرت کرے گا، اور وہ لوگ دانستہ کسی کیے ہوئے گناہ پر اصرار نہیں کرتے○

اصرار کا معنی اور کسی گناہ کے بعد فوراً مغفرت طلب کرلی جائے تو وہ معاف ہو جاتا ہے

علامہ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عطاء نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہ آیت حضرت نبہان کھجور فروش کے متعلق نازل ہوئی ہے، ان کے پاس ایک حسین عورت کھجور خریدنے کے لیے آئی، انہوں نے اس کو اپنے ساتھ چمٹایا اور اس کو بوسا دیا، پھر وہ اپنے فعل پر نادم ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، اور آپ کو یہ ماجرا سنایا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (اسد الغابۃ ج ۵ ص ۳۰۹)

انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور کہا: اے اللہ! ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہم نادم ہیں اور تجھ سے توبہ کرتے ہیں، اصرار نہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے دوبارہ اس گناہ کو نہیں دہرایا، اگر کوئی شخص گناہ پر صدق دل سے توبہ کرلے تو پھر وہ اصرار نہیں ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے گناہ پر مغفرت طلب کرلی، اس نے اصرار نہیں کیا، خواہ وہ دن میں ستر مرتبہ اس گناہ کو دہرائے۔ (سنن ابوداؤد:۱۵۱۴، سنن ترمذی:۳۵۵۹) اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور سچ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کوئی گناہ کر بیٹھے، پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے، پھر اس گناہ پر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ اس کو

Marfat.com

مغفرت فرما دیتا ہے' پھر آپ نے آل عمران: ۱۳۶-۱۳۵ کی تلاوت فرمائی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۲۱' سنن ترمذی: ۱۹۰۲)

(الوسیط ج ۱ ص ۴۹۵-۴۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۴۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ' وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۴۴-۷۰۷۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از زبید' انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے مرجئہ کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسوق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۴' سنن ترمذی: ۲۶۳۵-۱۹۸۳' سنن نسائی: ۴۱۲۴-۴۱۲۲-۴۱۲۱' سنن ابن ماجہ: ۶۹' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۸' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۴' صحیح ابن حبان: ۵۹۳۹' مسند ابویعلیٰ: ۴۹۸۸' حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۲۱۵' مسند الحمیدی: ۱۰۴' مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۹۰۳-ج ۷ ص ۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوعبداللہ محمد بن عرعرہ القرشی البصری' یہ ۷۵ سال کی عمر میں ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے' امام بخاری' امام مسلم اور امام ابوداؤد نے ان سے روایت کی ہے (۲) شعبہ بن الحجاج' ان کا تذکرہ ہو چکا ہے (۳) زبید بن الحارث الکوفی' یہ ابووائل اور تمام تابعین سے روایت کرتے ہیں' امام بخاری نے کہا: یہ ۱۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابووائل شقیق بن سلمہ الاسدی کوفی تابعی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن آپ کی زیارت نہیں کی' یہ کہتے ہیں: میں نے سات سال جاہلیت کے پائے' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت دس سال کا تھا اور اونٹوں کو چراتا تھا' انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم وغیرہ سے سماع کیا ہے' اور ان سے بہت تابعین نے سماع کیا ہے' ان کی جلالت' تقویٰ اور ثقاہت پر اجماع ہے' یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اجل تلامذہ میں سے تھے' ۸۲ھ میں فوت ہوئے (۵) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۳۳-۴۳۲)

''المرجئۃ' سباب' فسوق'' اور ''قتال'' کے معانی

''المرجئۃ'' یہ اسلام کا ایک فرقہ ہے' جس کا نظریہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد معصیت سے ضرر نہیں ہوتا۔

''سباب'' اس کا معنی ہے: کسی کو گالی دینا یا عیب لگانا' یا اس کو بُرا کہنا۔

''الفسوق'' ''فسق کا معنی ہے: حق سے خروج' جب تازہ پھل کا چھلکا اتر جائے تو کہتے ہیں: ''فسقت الرطبۃ'' معصیت کی طرف میلان' گناہ کبیرہ کرنا' اس کا اطلاق شرک اور گناہ دونوں پر ہوتا ہے۔

''قتال'' آپس میں لڑنا' اور ایک دوسرے کو قتل کرنا' مخاصمت کو بھی مقاتلہ کہتے ہیں۔

اس اعتراض کے جوابات کہ مسلمان سے قتال کرنا معصیت ہے' پھر اس پر کفر کا اطلاق کیوں فرمایا ہے اور اس سے بہ ظاہر خوارج کی تائید ہوتی ہے

اس حدیث میں مسلمان سے قتال کو کفر فرمایا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ مسلمان سے لڑنا یا اس کو قتل کرنا معصیت ہے' اس سے

Marfat.com

آدمی ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس حدیث میں کفر سے حقیقی کفر مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے: مسلمانوں کے حقوق کو تلف کرنا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور ان کو آپس میں قتال اور قطع تعلق سے منع فرمایا ہے' سو جس نے مسلمان سے قتال کیا' اس نے اس کے حق کا کفر کیا یعنی انکار کیا۔

(۲) مسلمان سے قتال کرنا وہ فعل ہے' جو کفر کے مشابہ ہے کیونکہ مسلمانوں سے کفار قتال کرتے ہیں۔

(۳) کفر سے لغوی کفر مراد ہے' کیونکہ مسلمان کا مسلمان پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی مدد کرے اور اس سے اذیت کو دور کرے اور جب اس نے مسلمان سے قتال کیا تو اس حق کو چھپایا اور کفر کا لغوی معنی چھپانا ہے' اسی لیے کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے۔

(۴) جو شخص مسلمان سے قتال کرے گا' ہو سکتا ہے اس کا انجام اور خاتمہ کفر پر ہو یعنی اس کا مآل کفر ہے۔

(۵) جس نے مسلمان سے اس کے اسلام کے سبب سے قتال کیا' اس کا یہ قتال کفر ہے۔

(۶) جس نے حلال اور جائز سمجھ کر مسلمان سے قتال کیا' اس کا یہ قتال کفر ہے' جیسے خارجی اور باغی امام برحق سے قتال کریں' البتہ جو کسی تاویل کے ساتھ مسلمانوں سے قتال کریں تو وہ کافر نہیں ہیں' جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے قتال کیا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۹۔ ج ۱ ص ۴۸۷ پر ہے' اس کی شرح میں فسق کی تین اقسام بیان کی ہیں اور مسلمان سے قتال کو کفر فرمانے کی تین توجیہات بیان کی ہیں۔

۴۹- اَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ اِنِّيْ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ وَاِنَّهٗ تَلَاحٰى فُلَانٌ وَ فُلَانٌ، فَرُفِعَتْ، وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ، اِلْتَمِسُوْهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۲۳-۶۰۴۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں قتیبہ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے خبر دی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ کہتے ہیں: مجھے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے باہر نکلے' پس دو مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے' سو آپ نے فرمایا: میں تم کو لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے نکلا تھا' بے شک فلاں اور فلاں نے جھگڑا کیا' پس لیلۃ القدر کی تعیین کا علم اٹھا لیا گیا' اور ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہو' (اب) تم لیلۃ القدر کو ستائیسویں' انتیسویں اور پچیسویں شب میں تلاش کرو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید' ان کا تعارف ''باب السلام من الاسلام'' میں ہو چکا ہے (۲) اسماعیل بن جعفر' ان کا تعارف ''باب علامات المنافق'' میں ہو چکا ہے (۳) حمید بن ابی حمید الخزاعی البصری' یہ پست قامت تھے' ۱۴۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ''باب علامۃ الایمان حب الانصار'' میں ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۳۵)

Marfat.com

بعض الفاظ کے معانی اور اس اعتراض کا جواب کہ دو صحابہ کے لڑنے کی وجہ سے ہم لیلۃ القدر کی تعیین کے علم سے محروم ہو گئے

اس حدیث میں" فتلاحی " کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایک دوسرے سے لڑے اور جھگڑے۔

" التمسوھا " لیلۃ القدر کو طلب کرو یا تلاش کرو۔

جو دو مسلمان لڑ رہے تھے' وہ حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما تھے' حضرت عبد اللہ نے حضرت کعب کا قرض دینا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیلۃ القدر کی معین شب کی خبر دینے آئے' ان کے جھگڑے کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی' اس حدیث میں مسلمانوں کے لڑنے کی مذمت ہے' کیونکہ ان کے لڑنے کی وجہ سے مسلمان لیلۃ القدر کی تعیین کی خبر سے محروم ہو گئے' مگر اس وجہ سے ان صحابہ کو ملامت کرنا جائز نہیں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس تعیین کا علم نہ ہونا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے' کیونکہ اب تم لیلۃ القدر کی تلاش میں کئی راتوں میں جاگ کر عبادت کرو گے اور لیلۃ القدر کو تلاش کرو گے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ علم ہوتا کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہے' پھر اس رات کوئی شخص گناہ کرتا تو وہ زیادہ عذاب کا مستحق ہوتا' ایک اس گناہ کی وجہ سے' دوسرے لیلۃ القدر کا احترام پامال کرنے کی وجہ سے' اور جب یہ پتا نہ ہو کہ کون سی شب لیلۃ القدر ہے تو پھر وہ شخص صرف ایک عذاب کا مستحق ہو گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کا لڑنا کیوں مذموم ہے' جب کہ حضرت کعب' حضرت عبد اللہ سے اپنا قرض طلب کر رہے تھے اور اپنا حق طلب کرنا مذموم نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو وہ مسجد میں لڑ رہے تھے' دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لڑ رہے تھے اور خصوصاً اس لیے کہ وہ رمضان کا مہینہ تھا' جس میں اللہ کے ذکر اور عبادت کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ دنیاوی معاملات میں مسجد میں آوازیں بلند کرنی چاہئیں' البتہ متوسط بلند آواز سے مسجد میں اللہ کا ذکر کرنا جائز ہے لیکن گلا پھاڑ کر اور چلا چلا کر ذکر کرنا بھی مذموم ہے' اگر اعتدال کے ساتھ مسجد میں اپنا حق طلب کیا جائے تو وہ بھی جائز ہے' مگر ان کی آوازیں اعتدال سے زائد تھیں' تاہم اس وجہ سے صحابہ کو مطعون کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ صحابہ کرام کی خطائیں بھی تکمیل دین کا سبب ہیں' جن بعض صحابہ سے کبھی کبھار شراب نوشی' چوری یا زنا کے افعال سرزد ہوئے اور انہوں نے ان افعال پر توبہ کر لی اور ان پر حد جاری ہوئی تو اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں حد جاری کرنے کا اُسوہ اور نمونہ متحقق ہوا' سو اسی طرح یہ معاملہ بھی ہے' اس لیے یہ نہ کہا جائے کہ ان صحابہ کے لڑنے کی وجہ سے ہم لیلۃ القدر کی برکت سے محروم ہو گئے' بلکہ یوں کہا جائے کہ ان کی برکت کی وجہ سے' ہمیں جاگ کر عبادت کرنے کے لیے کئی راتیں مل گئیں۔

۳۷- بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِيْمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ

حضرت جبریل کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان' اسلام' احسان اور علم قیامت کے متعلق سوال کرنا

اس باب میں اور باب سابق میں یہ مناسبت ہے کہ مؤمن کو اس کا خوف ہوتا ہے کہ کہیں اس کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ کس چیز سے کوئی شخص مؤمن ہوتا ہے۔

وَبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ ثُمَّ قَالَ جَاءَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ. فَجَعَلَ

نیز امام بخاری نے کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت جبریل کو یہ اُمور بیان فرمانا' پھر آپ نے فرمایا: حضرت جبریل تم کو تمہارے

Marfat.com

ذٰلِكَ كُلَّهُ دِيْنًا' وَمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الْاِيْمَانِ ' وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ (آل عمران: ۸۵).

دین کی تعلیم دینے آئے تھے' پس نبی ﷺ نے ان تمام اُمور کو دین قرار دیا اور نبی ﷺ کا عبدالقیس کے وفد کو ایمان کے متعلق بتانا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''اور جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین طلب کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا'' (آل عمران:۸۵)۔

۵۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ' عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ' فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ مَا الْاِيْمَانُ؟ قَالَ الْاِيْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَبِلِقَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ' قَالَ مَا الْاِسْلَامُ؟ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ' وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ' وَتُؤَدِّيَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ 'وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ' قَالَ مَا الْاِحْسَانُ؟ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ' فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ' قَالَ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ مَا الْمَسْؤُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ' وَسَاُخْبِرُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَا اِذَا وَلَدَتِ الْاَمَةُ رَبَّهَا' وَاِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْاِبِلِ الْبُهْمِ فِي الْبُنْيَانِ' فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ' ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (لقمان:۳۴) الْاٰيَةَ' ثُمَّ اَدْبَرَ فَقَالَ رُدُّوْهُ. فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا' فَقَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِيْنَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحیان التیمی نے خبر دی' از ابوزرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک دن نبی ﷺ لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے' پس آپ کے پاس حضرت جبریل آئے' سو آپ سے پوچھا: ایمان کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ' اور اس کے فرشتوں پر اور اللہ سے ملاقات پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاؤ' انہوں نے پوچھا: اور اسلام کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو' انہوں نے پوچھا: احسان کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ اس کو تم دیکھ رہے ہو' پس اگر تم اس کو نہ دیکھ سکو (تو یہ یقین رکھو) کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا: قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جس سے اس کا سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے اور میں تم کو عنقریب اس کی علامتوں کی خبر دوں گا' جب باندی سے اس کا مالک پیدا ہو اور جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے لمبی لمبی عمارتیں بنائیں تو یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (ازخود) نہیں جانتا' پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: ''بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا (ازخود) علم ہے' وہی بارش نازل فرماتا ہے اور وہی (ازخود) جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی شخص (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص (ازخود) جانتا ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا'' ہے۔

Marfat.com

شک اللہ ہی بے حد جاننے والا خوب خبر دینے والا ہے O'' (لقمان: ۳۴) پھر حضرت جبریل پیٹھ پھیر کر چلے گئے' آپ نے فرمایا: ان کو واپس بلاؤ' تو صحابہ نے کسی چیز کو نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا: یہ جبریل تھے' جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ جَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ مِنَ الْاِيْمَانِ.

امام بخاری نے کہا: آپ نے ان تمام اُمور کو دین قرار دیا۔

[طرف الحدیث: ۴۷۷۷]

(سنن ابن ماجہ: ۶۴۰۔ ۴۰۴۴' یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ سے بھی مروی ہے' اس کی تخریج یہ ہے: صحیح مسلم: ۸' سنن ابوداؤد: ۴۶۹۵' سنن ترمذی: ۲۶۱۰' سنن نسائی: ۴۹۹۰' سنن ابن ماجہ: ۶۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱' سنن کبریٰ: ۱۱۷۲۱' سنن دارمی: ۱۷۰۰' مسند ابو یعلیٰ: ۲۵۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۵۸' صحیح ابن حبان: ۱۷۳۱' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۷۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۲۔ ج ۱ ص ۳۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد' ان کا تعارف ''باب یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ'' میں ہو چکا ہے (۲) اسماعیل بن ابراہیم' ان کا تعارف ''باب حب الرسول من الایمان'' میں ہو چکا ہے (۳) ابوحیان یحییٰ بن حیان تیمی' امام احمد بن عبداللہ نے کہا: یہ ثقہ' صالح اور صاحب سنت ہیں' ۱۴۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوزرعہ ھرم بن عمرو البجلی' ان کا تعارف ''باب الجہاد من الایمان'' میں ہو چکا ہے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ص ۴۴۰)

''بارز' بعث' عبادۃ' احسان'' اور باندیوں سے مالک پیدا ہونے کے معانی

اس حدیث میں ''بارزًا'' کا لفظ ہے' یہ ''بروز'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: ظہور۔

''بعث'' مردوں کا قبر سے اٹھنا' اس کا معنی انبیاء کی بعثت بھی ہے' مگر یہاں پہلا معنی مراد ہے۔

اللہ کی عبادت کرو' یعنی خضوع اور خشوع اور تذلل اور عجز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔

''احسان'' اس کا مادہ حسن ہے اور اس کی ضد قبیح ہے' اس کا شرعی معنی یہ ہے کہ انسان اللہ کے ہر حکم کو اس کی شرائط اور آداب کے ساتھ بجالائے' اور جب بندہ کو اس پر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے تو وہ بُرے کاموں کو ترک کرے گا اور صفات مذمومہ کو زائل کرے گا اور اپنے باطن کو پاک اور صاف کرے گا اور صفاتِ محمودہ سے متصف ہو گا' حتیٰ کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات منعکس ہوں گی۔

گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو' ورنہ یہ یقین رکھو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے: اس میں بندہ کو عبادت میں کامل اخلاص کی ترغیب دی ہے کیونکہ انسان نیک لوگوں کے سامنے بُرے کام نہیں کرتا اور حکام کے سامنے قانون شکنی نہیں کرتا تو جس شخص کا اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت پر کامل ایمان ہو گا' وہ اپنی خلوت اور جلوت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا اور اس کے ہر حکم کی اطاعت کامل طریقہ سے کرے گا۔

اور باندی سے مالک پیدا ہو گا: اس کا معنی یہ ہے کہ آخر زمانہ میں باندیاں بہ کثرت ہوں گی' حتیٰ کہ ایک شخص کسی باندی کو خریدے گا اور وہ درحقیقت اس کی ماں ہو گی' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ آخر زمانہ میں لوگ اپنی ماؤں کی عزت اور احترام نہیں کریں گے

اور ان کے ساتھ وہ ایسی بدسلوکی کریں گے' جیسے وہ ان کی باندیاں ہوں۔

اور جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے لمبی لمبی عمارتیں بنائیں گے: اس سے مقصود یہ خبر دینا ہے کہ آخر زمانہ میں حالات بدل جائیں گے' اور دیہاتیوں کا شہریوں پر غلبہ ہو جائے گا اور وہ اپنے زور اور غلبہ سے شہریوں کی املاک پر قابض ہو جائیں گے' اس کا اب مشاہدہ متحدہ عرب امارات میں ہو رہا ہے' جو صحرائی بادیہ نشین تھے' انہوں نے اونچے محلات بنا لیے اور قیمتی کاریں اور سامان عیش و عشرت ان کے تصرف میں ہے۔

یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے' جن کو اللہ کے سوا کوئی از خود نہیں جانتا: ان پانچ چیزوں سے مراد ہے: (۱) قیامت کب آئے گی؟ (۲) بارش کب ہوگی؟ (۳) ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ (۴) بندہ کل کیا کرے گا؟ (۵) بندہ کس زمین میں مرے گا؟

آیا علوم خمسہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے تھے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء غیر مقلدین کا نظریہ

متقدمین جمہور علماء اس کے قائل اور معتقد تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم خمسہ عطا کیے گئے تھے' جیسا کہ ہم اس کے ثبوت میں ان شاء اللہ عنقریب واضح تصریحات پیش کریں گے اور متاخرین علماء میں سے غیر مقلدین اور دیوبندی علماء نے آپ کو علوم خمسہ عطا کیے جانے کا انکار کیا ہے:

مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

(قیامت کے علاوہ) باقی چار باتیں یہ ہیں: ابر سے پانی برسے گا یا نہیں؟ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ کل کیا ہوگا؟ آدمی کہاں مرے گا؟ یہ باتیں حقیقی غیب کی ہیں' جن کا علم پیغمبروں کو بھی نہیں ہے۔ (الیٰ قولہ) حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جو کوئی کہے کہ پیغمبر صاحب ان باتوں کو جانتے تھے' اس نے بڑا بہتان کیا۔ (تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۱۰' نعمانی کتب خانہ لاہور' ۱۹۹۰ء)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

ان پانچ علوم کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' پہلی تین چیزوں کے متعلق لقمان: ۳۴ میں فرمایا: ''ان کا علم اللہ ہی کے پاس ہے'' کیونکہ ان کا علم بہت عظیم ہے اور باقی دو کے متعلق فرمایا: مخلوق کو ان کا علم نہیں ہے۔

اس کے متصل بغیر حوالہ کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر کے لکھا: ان پانچ امور کو کوئی نہیں جانتا' نہ ملک مقرب نہ نبی مرسل۔ سو جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کو ان میں سے کسی چیز کا علم ہے' اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔

(فتح البیان ج ۵ ص ۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

شیخ محمد عبد الرحمان بن عبد الرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس سے علم قیامت کے متعلق سوال کیا گیا ہے' وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس کلام سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وقوع قیامت میں دونوں کا علم برابر ہے لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ وقوع قیامت کے عدم علم میں دونوں برابر ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو اپنے ساتھ خاص کر لیا اور یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے' جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص ۳۸۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

آیا علوم خمسہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے تھے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء دیوبند کا نظریہ

سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

فی خمس اور علم غیب

فرمایا: مراد یہ ہے کہ وقتِ قیامت کا علم بھی ان ہی پانچ میں داخل ہے' پھر فرمایا کہ یہ پانچ چیزیں چونکہ امورِ تکوین سے متعلق ہیں' امورِ تشریع سے ان کا کوئی تعلق نہیں' اسی لیے انبیاء علیہم السلام کو ان کا علم نہیں دیا گیا' الا ماشاء اللہ' اور یہ بھی فرمایا: ''وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ'' ''اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں' جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا'' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد تشریع ہی ہے' جس کے لیے علومِ شریعت موزوں ہیں' علومِ تکوین نہیں۔

علمِ غیب سے مراد

پھر علمِ غیب سے مراد اصول کا علم ہے' علمِ جزئیات نہیں ہے' جو اولیاء کرام کو بھی عطا ہوا ہے' کیونکہ علمِ جزئیات حقیقت میں علم ہی نہیں ہے' علم تو حقیقت میں وہی ہے' جس سے ایک نوع کے تمام افراد کا علم حاصل ہو جائے اور وہ علم اصولِ شئی ہی ہو سکتا ہے۔

اس کی مثال ایسی سمجھو کہ ہزاروں چیزیں یورپ سے بن کر آ رہی ہیں' ان کو ہم دیکھتے ہیں' پہچانتے ہیں' لیکن ہم ان کے اصول سے ناواقف ہیں' تو علمِ جزئیات بغیر علمِ کلی کے علم ہی کہلانے کا مستحق نہیں ہے' کسی چیز کا علمِ کلی اگر ہمیں حاصل ہو جائے تو ہم اس نوع کی تمام جزئیات پر مطلع اور ان کے حقائق سے باخبر ہو سکتے ہیں' اسی کو حضرت حق جل مجدہ نے مفاتح سے تعبیر کیا ہے۔

(انوار الباری ج ۳ ص ۱۷۵' ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان' ۱۴۲۵ھ)

دراصل یہ تقریر شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ نے ''صحیح بخاری'' کی عربی شرح میں کی ہے' دیکھئے: فیض الباری ج ۱ ص ۱۵۱' مطبع حجازی' قاہرہ' ۱۳۵۷ھ۔

پھر اسی تقریر کو شیخ سلیم اللہ خان نے زیادہ وضاحت سے لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس آیت میں جن پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے' احادیث میں ان کو ''مفاتیح الغیب'' فرمایا گیا ہے' جن کا علم کلی بجز اللہ کے کسی کو نہیں' فی الحقیقت ان پانچ چیزوں میں کل اکوانِ عینیہ کی انواع کی طرف اشارہ ہے' جن میں جملہ غیر متناہی مغیبات شامل ہیں۔

مغیبات اوّلاً دو قسم پر ہیں:

(۱) ان کا تعلق جنسِ احکام سے ہوگا (۲) یا جنسِ اکوان سے۔

جو مغیبات جنسِ احکام سے ہیں' ان کا علمِ کلی اور اصولی بقدرِ ضرورت تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز انبیاء سابقین کو دیا گیا تھا' اذکیاء امت نے ان کی تفصیل و تبویب کی' ان سے تو یہاں بحث نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلیۃً مختص نہیں رہے۔

یہاں بحث مغیباتِ اکوان سے ہے' کیونکہ ان کی کلیات اور اصول تو اللہ تعالیٰ نے کلیۃً اپنے ساتھ مختص رکھے' البتہ جزئیات منتشرہ پر بہت سے حضرات کو حسبِ استعداد اطلاع دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بھی اتنا عظیم الشان اور وافر حصہ ملا' جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا' اور یہ مغیباتِ اکوان ہیں تو غیر متناہی' مگر ان کی پانچ انواع ہیں: (۱) مکانی (۲) زمانی۔

اور زمانی کی پھر تین انواع ہیں:

(۱) وہ جو ماضی سے متعلق ہے (۲) وہ جو حال سے متعلق ہے (۳) وہ جو مستقبل سے متعلق ہے' مجموعی طور پر یہ چار انواع ہوئیں' پھر وقتِ ساعت کا علم اگرچہ ان چار میں مندرج تھا' کیونکہ وہ اکوانِ مستقبلیہ میں سے ہے' تاہم اس کو علیحدہ ذکر کیا کیونکہ یہ ایک بہت بڑا عظیم حادثہ ہے کہ اس جیسا حادثہ دنیا کو کبھی پیش نہیں آیا اور نہ پھر پیش آئے گا' کسی مخلوق کو اس کے وقت کا علم نہیں دیا گیا' اس لیے

Marfat.com

خصوصیت سے اس کو مستقلاً ذکر کر دیا۔

ان اشیائے خمسہ میں سے ''بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ'' مغیباتِ مکانیہ کی طرف اشارہ ہے ''یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ'' مغیباتِ زمانیہ حالیہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آثارِ حمل فی الحال نمایاں ہیں ''مَاذَا تَکْسِبُ غَدًا'' سے مغیباتِ زمانیہ مستقبلیہ کی طرف اشارہ ہے۔

(کشف الباری ج ۲ ص ۶۳۳ 'طبع مکتبہ فاروقیہ' کراچی' ۱۴۲۶ھ)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حقیقی علم وہ ہے کہ اس کے اصول سے آگاہی ہو' لہٰذا کسی چیز کا عالم اسی وقت کہلائے گا' جب اس کے اصول سے واقف ہو۔

اس مقدمہ کو سمجھ لینے کے بعد اب یہ سمجھئے کہ غیب کے جزئیات بھی ہیں اور کلیات بھی' جس طرح جزئیاتِ طب کے جاننے والے کو عالمِ طب اور طبیب نہیں کہیں گے' اسی طرح جزئیاتِ غیبیہ پر مطلع ہونے والے کو عالمِ غیب نہیں کہہ سکتے۔

کلیات کے علم کا مطلب یہ ہے کہ ضابطہ بتلا دیا جائے کہ مثلاً فلاں ضابطہ سے پہچان لیں کہ فلاں جگہ فلاں وقت میں اتنے انچ بارش ہوگی اور پھر اتنی ہی بارش اسی وقت میں جس کا تعین کیا گیا ہے' ہو بھی جائے' اس میں تخلف نہ ہو' بس جو اس ضابطہ کا علم رکھتا ہے' اسے عالمِ غیب کہا جائے گا اور جو یہ ضابطہ نہیں جانتا' اُسے عالمِ غیب بھی نہیں کہہ سکتے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی کو عالمِ غیب نہیں کہہ سکتے کیونکہ کسی کو بھی کلیاتِ تکوینیہ کا علم نہیں ہو سکتا' صرف ایک ہی ذات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہے' جسے تکوینیات کا علمِ محیط حاصل ہے' ہاں! بعض امور کا انکشاف ہو جاتا ہے مگر اسے علم نہیں کہتے' کسی طرح اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ہے' لیکن اگر کوئی پوچھ لے کہ لڑکا کیوں ہے؟ تو یقیناً ہمارے پاس اس کا جواب نہ ہوگا' تو ضوابط اور اصولِ غیب کا علم کسی نبی' کسی ولی کو نہیں ہو سکتا' یہ علم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ مخصوص ہے' ایک کلیہ کا علم اگر ہو تو وہ مفتاح بنتا ہے' بہت سی جزئیات کے علم کا' خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو'' (۲۷) اس سے معلوم ہوا کہ قواعد و ضوابطِ غیب کا اور تکوینیات میں کلیاتِ غیب کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں' ہاں! بعض جزئیات کا انکشاف ہو سکتا ہے۔ ہاں! تشریعیات کے مد میں کلیات کا علمِ غیب انبیاء علیہم السلام کو ہے' کیونکہ اگر یہ علم انہیں نہ دیا جائے تو ان کے کام میں فرق آ جائے۔ البتہ وہ اسی قدر ملتا ہے جتنا اللہ اپنی حکمت کے موافق عطا فرما دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حوادثِ دہر پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اور جزئیات کے عالم کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے' رہا کسی جزئی کے علم کا کسی پر منکشف ہو جانا تو یہ دوسری بات ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام دونوں کو ہوتا ہے' البتہ ان دونوں کشوف میں فرق ہوتا ہے اور وہ فرق وہی ہے' جس کو سورۂ جن میں بیان فرمایا گیا ہے: ''عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا'' (۲۸) یعنی وہ عالمِ غیب ہے اور غیب پر کسی کو حاوی اور مسلط نہیں کرتا' ہاں انبیاء و رسل کو تشریعیات اور تکوینیات میں سے جتنے پر چاہے' مطلع کر دیتا ہے' اسی طرح کہ کوئی چیز اس میں خلل انداز نہ ہو سکے' نہ نفس کو کچھ دخل ہو' نہ شیطان کو' نہ کسی قسم کے شک و شبہ کو' غرض یہ کہ ہر شے سے محفوظ ہو' کیونکہ اس کے آگے پیچھے پہرے دار ہوتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ نبی کو جو کشف ہوتا ہے یا وحی آتی ہے' اس کے ساتھ پہرے دار ہوتے ہیں' اس لیے اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا' بخلاف ولی کے کشف کے' کہ اس میں غلطی کا احتمال بھی ہے اور شبہ کی گنجائش بھی' اس لیے دونوں یکساں نہیں ہو سکتے' اب دو فرق ہوئے: نبی کا علم قطعی اور ولی کا ظنی' وہاں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے اور یہاں نہیں' اور یہ سب جزئیاتِ علم ہیں' کلیات کا علم مختص بالباری تعالیٰ ہے' یہ علوم نہ نبی کو حاصل ہیں نہ ولی کو' نہیں جو کچھ حاصل ہوتا ہے خواہ کتنا کثیر ہو' سب جزئیات ہیں' اس لیے عالم الغیب نہیں کہہ

Marfat.com

سکتے۔

پھر یہاں یہ بھی واضح رہے کہ ''غیب'' کے معنی ہے: ''مالا یقع تحت الحواس' ولا تقتضیه بداهة العقل'' اور جس غیب کے ساتھ حق تعالیٰ متفرد ہیں' اس میں اتنی قید اور ہے: ''ولم ینصب علیه دلیل'' (۲۹) یعنی نظر وفکر اور دلیلِ عقلی سے بھی معلوم نہ ہو ورنہ پھر غیب نہیں رہے گا۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۳۵)

کیا اکوانِ غیبیہ پر اطلاع پانی ممکن نہیں؟

اس آیت کی رو سے ہونا یہ چاہیے کہ ان اشیائے خمسہ میں سے کسی ایک کی جزئی بات کا علم بھی کسی کو حاصل نہ ہو' حالانکہ ہم سینکڑوں واقعات اس کے خلاف پاتے ہیں' اولیاءِ کرام کی کرامتیں کثرت سے منقول ہیں' جو اس اختصاص کے خلاف پر دلالت کرتی ہیں' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رحم کی حالت معلوم ہو گئی تھی اور آپ نے انتقال سے پہلے اپنی حاملہ بیوی کے متعلق فرمادیا تھا کہ ان کے لڑکی ہوگی' اس لیے آپ نے وصیت فرمائی کہ اس حمل کو لڑکی مان کر ترکہ تقسیم کیا جائے' اسی طرح پنجاب میں ایک بزرگ تھے: عبد اللہ شاہ' یہ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھاوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے اور حضرت شاہ عبد الرحیم ولایتی کے خلیفۂ مجاز' وہ دردزہ کا تعویذ دیتے وقت ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیتے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی' یہ ان کی مشہور کرامت تھی۔ ایسے ہی منجمین اور کُہان پیشین گوئیاں کرتے ہیں' جو کبھی کبھی واقع کے مطابق بھی نکل آتی ہیں' اسی طرح آج کل جدید آلات کے ذریعے رحم کے اندر بچہ کی جنس کیا ہے؟ اس کا انکشاف ہو جاتا ہے' محکمۂ موسمیات کے ماہرین بارش ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں پیشگی بتا دیتے ہیں' ان کی یہ پیش گوئی بسا اوقات درست بھی ہو جاتی ہے۔

اس اشکال کے جواب سے پہلے ایک مقدمہ سمجھ لیجئے' اگر ایک چیز کے کچھ اصول ہوں اور کچھ فروع' تو اصلی علم اس وقت کہیں گے جب اس کے اصول کا علم ہو' فرض کیجئے ایک شخص سو دو سو یا دو چار ہزار امراض اور ان کے نسخے رٹ لے تو کیا اس کو طبیب کہہ سکیں گے؟ نہیں! بلکہ طبیب وہ سمجھا جائے گا جو اصولِ طب اور اس کے فن سے واقف ہو' چاہے امراض اور نسخے رٹے نہ ہوں' اسی طرح عالم وہ ہوگا' جو اصولِ علم سے واقف ہو' فقیہ وہ نہیں جسے محض جزئیاتِ فقہ یاد ہوں' بلکہ فقیہ وہ کہلائے گا' جو اصول اور مآخذ پر مطلع ہو' خواہ جزئیات کم یاد ہوں۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۳۳)

نیز شیخ سلیم اللہ خان لکھتے ہیں:

حدیث باب کے جملے ''ما المسئول عنها باعلم من السائل'' اور ''فی خمس لا یعلمهن الا اللّٰه'' صاف دلالت کر رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں' کئی ساری چیزیں ایسی ہیں' جن کا علم سوائے اللہ جل جلالہ کے اور کسی کو نہیں۔

(کشف الباری ج ۲ ص ۶۵۰' مکتبہ فاروقیہ کراچی' ۱۴۲۶ھ)

علومِ خمسہ کے مصداق کے متعلق علماءِ دیوبند کے موقف پر مصنف کا تبصرہ

شیخ انور شاہ کشمیری' شیخ احمد رضا بجنوری اور شیخ سلیم اللہ خان نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم سے مراد ہے: اصول' کلیات اور ضوابط کا علم' یہ ان کی اپنی اصطلاح ہے' قدماء متکلمین' جمہور مفسرین' محدثین اور فقہاء اسلام اور اکابر علماء اسلام کی عبارات میں اس اصطلاح کا کوئی ثبوت نہیں ہے' قدیم علماء نے اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق فرمایا ہے کہ اس کا علم ذاتی ہے' یعنی بے تعلیم غیر' اور قدیم ہے' واجب ہے' ازلی' ابدی ہے اور بس! جیسا کہ عنقریب ہمارے پیش کردہ حوالہ جات سے ان شاء اللہ واضح ہو جائے گا' لیکن ''لا مشاحة فی الاصطلاح'' ہمیں ان کی اس اصطلاح پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

Marfat.com

اسی طرح ہم اہل سنت و جماعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے علم کلی مانتے ہیں' اس سے ہماری مراد کل مخلوقات سے زیادہ علم ہے' جیسا کہ شیخ سلیم اللہ خان نے بھی لکھا ہے:

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس سے بھی اتنا عظیم الشان ملا' جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۴۳)

اور شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے: قرآن کریم میں ہے کہ بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی انباء الغیب یعنی غیب کی خبریں دی گئی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے زیادہ عطا ہوئیں۔ (انعام الباری ج ۱ ص ۷۵۴ 'مکتبۃ الحرا' کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم کلی سے ہماری یہی مراد ہے' نہ کہ کل کائنات کا علم محیط' یا اللہ تعالیٰ کے علم کا مساوی علم' جیسا کہ ہم اس پر ان شاء اللہ عنقریب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تصریحات پیش کریں گے' سو علماء دیوبند کو بھی اس اصطلاح پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے' کیونکہ ''لا مشاحة فی الاصطلاح''۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۱۱ پر عنوان ''مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کی تحقیق'' کے تحت علم غیب کے متعلق جو بحث کی ہے' اس پر خود شیخ تقی عثمانی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

اس موضوع پر مفصل بحث کے بعد آخر میں فاضل مصنف لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب مطلق کے ساتھ منفرد ہے' جو جمیع معلومات کے ساتھ متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو ان بعض علوم غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے' جو رسالت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں۔

شیخ عثمانی نے لکھا ہے: اگر فاضل مولف کے تمام اہل مسلک اس پر متفق ہو جائیں تو اس سنگین مسئلہ میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔ (البلاغ ص ۵۵' جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ/نومبر ۱۹۹۵ء)

واضح رہے کہ ہم نے جو بعض علوم غیبیہ کہا ہے' اس سے اللہ کے علم غیب کے مقابلہ میں بعض علوم غیبیہ مراد ہیں' جو کہ تمام مخلوق کے علوم سے زیادہ ہیں' جیسا کہ شیخ سلیم اللہ خاں اور شیخ تقی عثمانی کو بھی تسلیم ہے' اور ہمارے تمام اہل مسلک اس پر متفق ہیں' جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصریحات پیش کریں گے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم تفصیلی محیط ثابت کرنے اور آپ کو عالم الغیب کہنے کا الزام

شیخ سلیم اللہ خان صاحب لکھتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے مختلف کتابوں میں جو کچھ تحریر کیا ہے' اس کی رو سے ان کا مسلک یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے لے کر ہنگامہ محشر (حساب وکتاب وغیرہ) کے اختتام یا بالفاظ دیگر جنت ونار تک کے تمام واقعات جزئیہ وکلیہ' دینیہ و دنیویہ کا علم تفصیلی محیط حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمایا گیا ہے۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۴۳)

نیز شیخ سلیم اللہ خان صاحب لکھتے ہیں:

اگر اللہ تعالیٰ کے تمام غیوب اور جزئیات غیب پر مطلع کر دینے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں تو پھر آپ کے حضرات صحابہ کرام کے سامنے ان تمام اُمور کو بیان کر دینے سے ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عالم الغیب ہونا بھی تو لازم آئے گا' پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی تخصیص کیوں؟ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۴۳)

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں یا مانتے ہیں اور نہ آپ کے لیے علم تفصیلی محیط مانتے ہیں' بلکہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم سے بعض علوم عطا کیے جانے کے قائل ہیں' تاہم آپ کے یہ بعض

Marfat.com

علوم تمام مخلوق کے علوم سے بہت زیادہ ہیں' اعلیٰ حضرت کی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ 'یعلم الغیب'' وارد ہے''کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للملا علی القاری'' بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے:''کان یعلم علم الغیب'' مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے:''المراد به الخفی الذی لا ینفذ فیه ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لا یجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب''(غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے' جس میں ابتداء صرف اللہ تعالیٰ کا علم نافذ ہوتا ہے' اس لیے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص غیب کو جانتا ہے)۔

اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب و ما کان و ما یکون کے عالم ہیں' مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا' جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قطعاً عزت و جلالت والے ہیں' تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے' مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں' بلکہ اللہ عزوجل و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ غرض صدق و صورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی' امام ابن المنیر اسکندری'' کتاب الانتصاف'' میں فرماتے ہیں:''کم من معتقد لا یطلق القول به خشیة ایهام غیره مما لا یجوز اعتقاده فلا ربط بین الاعتقاد والاطلاق'''' کتنے عقائد ایسے ہیں جن کا مطلقاً قول نہیں کیا جاتا' مبادا ان کے غیر کا وہم کیا جائے' جن کا اعتقاد جائز نہیں ہے' اس لیے کسی چیز کا اعتقاد رکھنے اور اس کا اطلاق کرنے میں کوئی تلازم نہیں ہے'' یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہ'' حواشی کشاف'' میں فرماتے ہیں:'' وانما لم یجز الاطلاق فی غیره تعالی لانه یتبادر منه تعلق علم به ابتداء فیکون منا قضا واما اذا قید وقیل اعلمه الله تعالی الغیب او اطلعه علیه فلا محذور فیه'''' اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداء ہے' تو یہ قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا' لیکن جب اس کو مقید کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبر دی ہے' یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

(حاشیہ کشاف بر کشاف ج ۱ ص ۱۲۸' مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی' ۱۳۸۵ھ' مصر' ۱۳۸۵ ھ فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۸۱' مطبوعہ دارالعلوم امجدیہ کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

علم مافی الغد (کل کا علم) کے بارہ میں ام المؤمنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم مافی الغد تھا (کل کا علم تھا) وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے' علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی خبر کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح'' حاشیہ کشاف'' پر میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے' یقیناً کافر ہے۔ (ملفوظات ج ۳ ص ۴۴' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی)

Marfat.com

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے علم تفصیلی محیط ماننا جائز نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

کسی علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے:

اوّل : علم کا ذاتی ہونا کہ بذاتِ خود بے عطا غیر ہو۔

دوم : علم کا غنا کہ کسی آلہ جارحہ وتدبیر فکر ونظر والتفات وانفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

سوم : علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔

چہارم : علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

پنجم : علم کا ثبات واستمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر' تبدل' فرق اور تفاوت کا امکان نہ ہو۔

ششم : علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات' ذاتیات' اعراض' احوال لازمہ' مفارقہ' ذاتیہ' اضافیہ' ماضیہ' آتیہ (مستقبلہ) موجودہ' ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان چھ وجوہ پر مطلق علم حضرت احدیت جلّ وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے مطلقاً منفی' یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم' جو ان چھ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں ہے' جو کسی غیر الٰہی کے لیے عقول مفارقہ ہوں' خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے' یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے۔ (الصمصام ص ۴' فتاوی رضویہ ج ۲۶ ص ۷۲-۴۷۱ ۴' رضا فاؤنڈیشن' لاہور)

نیز امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں:

میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اوّلین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی' جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے' کیونکہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی کی متناہی سے ہے۔ (الملفوظ ج ا ص ۶ ۴' نوری کتب خانہ لاہور)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو (اللہ تعالیٰ کے علوم سے) بعض علوم عطا کیے گئے ہیں' اس کے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصریح یہ ہے:

ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی ہے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ آپ کا علم مستقل ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی عطا سے بھی صرف بعض علوم ثابت رکھتے ہیں' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعض علوم میں اور مخلوق کے بعض علوم میں آسمان اور زمین کی مثل فرق ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ عظیم اور کثیر ہے اور اللہ سب سے زیادہ بڑا ہے۔ (اعلیٰ حضرت کی عربی عبارت درج ذیل ہے:)

اعلیٰ حضرت کی یہ تصریح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بعض علم عطا کیا گیا ہے

''لا نقول بمساواة علم اللّٰه تعالى ولا بحصوله بالاستقلال' ولا نثبت بعطاء اللّٰه تعالى ايضا الا البعض' لكن بون بين البعض والبعض كالفرق بين السماء والارض' بل اعظم واكثر' واللّٰه اكبر''۔

(الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ص ۶۹' مرکز اہل سنت برکات رضا' ہند)

اب چونکہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعض علوم جزئیہ کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے تصریح پیش کر دی' اس لیے حسب وعدہ شیخ تقی عثمانی کو اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کرنا چاہیے۔

علم ذاتی اور عطائی کی بحث

شیخ سلیم اللہ خاں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہاں ایک اہم بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ نصوص قطعیہ مثلاً ''لا اعلم الغیب'' وغیرہ جیسی آیتوں میں چونکہ صریحاً علم غیب کی نفی کا ذکر ہے' اس لیے ایسے موقع پر منحرف لوگ ذاتی اور عطائی کی بے جا تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاں کہیں آپ کی ذات سے علم غیب کی نفی آئی ہے' اس سے ذاتی علم کی نفی مراد ہے' آپ کو جو علم ماکان وما یکون حاصل تھا' وہ عطائی تھا نہ کہ ذاتی' اور اس کی نفی نہیں ہے۔

لیکن ان لوگوں کا یہ کہنا بے جا اور باطل ہے:

اولاً اس لیے کہ پیچھے اشارہ گزر چکا ہے کہ وہ علم غیب جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ منفرد ہیں' وہ ہے'' مالا یقع تحت الحواس' ولا تقتضیه بداهة العقل' ولم ینصب علیه دلیل ''جب کہ مخلوقات کو جس قدر بھی علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے' اس پر ''غیب'' کی تعریف ہی صادق نہیں آتی' کسی کے بتانے اور خبر دینے سے جو علم حاصل ہوتا ہے' اس کو'' اخبار الغیب ''اور'' انباء الغیب'' تو کہہ سکتے ہیں' علم غیب نہیں اور دونوں میں بون بعید ہے۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۵۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ جن آیات میں اللہ تعالیٰ کے غیر سے علم غیب کی نفی ہے تو تقریباً سب ہی علماء نے اس کو ذاتی علم کی نفی پر محمول کیا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۱۱ھ تحریر فرماتے ہیں:

وما ذکرناه فی الایة صرح به النووی رحمه الله تعالی فتاواه فقال معناها لا یعلم ذالك استقلالا وعلم احاطة بکل المعلومات لله تعالی.

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۸ 'مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی واولادہ' مصر ۱۳۵۶ھ)

یعنی ہم نے جو آیات کی تفسیر کی' امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی' فرماتے ہیں: آیت کا معنی یہ ہے کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا کو ہے' جو بذات خود ہو اور جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہو۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ. (النمل: ۶۵)

آپ کہیے: آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی غیب کو نہیں جانتا۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں' نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الٰہی کے ہوسکتا ہے (الی قولہ) ہاں! بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے' جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا۔ (حاشیہ عثمانی ص ۴۹۶' مطبوعہ دار التصنیف' کراچی)

اب کیا شیخ سلیم اللہ خاں صاحب' شیخ عثمانی کو بھی منحرف قرار دیں گے' کیونکہ انہوں نے بھی ذاتی اور عطائی کا فرق کیا ہے۔

رہا مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کا دوسرا اعتراض کہ کسی کے خبر دینے سے جو علم حاصل ہوتا ہے' اس کو انباء الغیب اور اخبار الغیب تو کہہ سکتے ہیں' علم غیب نہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ:

ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو غیب کی خبریں بتلائی گئی ہیں' اس سے ان کو علم غیب حاصل نہیں ہوا' کیونکہ شرح عقائد (ص ۱۰) اور دیگر علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے کہ علم کے تین اسباب ہیں: خبر صادق' حواس سلیمہ اور عقل' اور وحی بھی خبر صادق ہے تو جب انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے غیب کی خبریں دیں تو ان کو علم غیب حاصل ہو گیا' اس لیے صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو وحی سے علم غیب حاصل ہوتا ہے' لیکن یہ علم محیط یا علم ذاتی نہیں ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے علم کو اللہ کے علم سے بہت کم ماننے کو بھی غلط اور گمراہی کہنے کا جواب

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

سوال: اگر کسی کا عقیدہ ہو کہ نبی کریم ﷺ کو علم کلی عطا کیا گیا' تو اس کو مشرک کہا جائے گا یا نہیں؟

جواب: اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا' اس لیے کہ وہ تاویل کرتے ہیں اور تاویل بھی فی الجملہ یعنی غلط سہی' لیکن وہ حضرات جو کچھ کہتے ہیں' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کے علم میں اور نبی کریم ﷺ کے علم میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اللہ جل جلالہ کا علم ازلی ہے' وہ کسی لمحہ بھی اللہ تعالیٰ سے نفی نہیں ہوا اور باری تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بغیر کسی واسطہ کے ہے' جب کہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ ان کا علم ازلی نہیں ہے' جیسا کہ احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو آخر عمر میں عطا ہوا ہے' یعنی یہ کہ وہ علم عطا کردہ ہے۔ احمد رضا خان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ جل جلالہ کے علم کے ساتھ حضور ﷺ کے علم کو وہ نسبت بھی نہیں ہے' جو ایک قطرے کو سمندر کے ساتھ ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مقصود اشتراک نہیں ہے' اس واسطے نبی کریم ﷺ کو علم کلی عطا ہونے کا عقیدہ رکھنے والوں کو مشرک کہنا درست نہیں ہے اور کفر کا فتویٰ لگا کر کافر نہیں کہا جائے گا لیکن بہر حال یہ عقیدہ غلط اور گمراہی کی بات ہے۔

(انعام الباری ج ۱ص ۵۴۹)

یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسول اللہ ﷺ کے عظیم علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ماننا' جیسا ایک قطرہ بھی سمندر کے مقابلہ میں نہیں ہے' یہ بھی غلط اور گمراہی کی بات ہے! (لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ!)

اب ہم شیخ تقی عثمانی اور مولانا سلیم اللہ خان کے انصاف اور دیانت سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے ممدوح شیخ انور شاہ کشمیری کی لیک عبارت یہ ہے:

والذی تحقق عندی ان التحریف فیہ لفظی ایضا اما انہ عن عمد منھم او لمغلطۃ.	میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی بھی ہے' یا تو یہ تحریف لوگوں نے عمداً کی ہے یا کسی مغالطہ کی بناء پر ہے۔

(فیض الباری ج ۳ ص ۳۹۵' مجلس علمی سورت' ہند ۱۳۵۷ھ)

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ شیخ کشمیری کے نزدیک قرآن مجید میں تحریف لفظی ثابت ہے' اب بتائیں کہ آپ کے نزدیک یہ عین اسلام ہے؟ کفر ہے؟ گمراہی ہے؟ یا کیا ہے؟

حدیث جبریل کے ضمن میں ''فیض الباری' انوار الباری' کشف الباری اور انعام الباری'' کی عبارات پر تبصرہ کرنے کے بعد اب ہم پھر اس حدیث کی باقی شرح کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں' **فنقول و باللّٰہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔**

اس حدیث میں نبی ﷺ نے قیامت کی چند علامات بیان فرمائی ہیں' دیگر احادیث میں آپ نے اور بہت علامات بیان فرمائی ہیں۔ اب ہم ان احادیث کو بیان کر رہے ہیں:

نبی ﷺ کا علاماتِ قیامت کی خبر دینا

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ ارضِ حجاز سے ایسی آگ نمودار نہ ہو' جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں۔

(صحیح البخاری: ۷۱۱۸' صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۴۲' (۲۹۰۶) ۷۱۵۶' جامع الاصول: ۷۸۸۷۔ ج ۱۰)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ تیس کذابوں کا خروج نہ ہو' ان میں سے ہر ایک یہ زعم کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۸۴ (۲۹۲۳) ۷۲۰۹' سنن ابوداؤد: ۴۳۳۴' سنن ترمذی: ۲۲۲۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰۔ ۵۲۷' جامع الاصول: ۷۸۹۵۔ ج ۱۰)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو' پس جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو سب لوگ ایمان لے آئیں گے اور جو لوگ اس سے پہلے ایمان نہ لائے ہوں' ان کا اس دن ایمان لانا مفید نہ ہوگا یا جن لوگوں نے اس سے پہلے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی نہ کی ہو۔
(صحیح البخاری: ۶۵۰۶' صحیح مسلم۔ کتاب الایمان: ۲۴۸ (۱۵۷) ۳۸۹' سنن ابوداؤد: ۴۰۰۲' سنن ترمذی: ۳۲۲۳۔ ۲۱۹۱' مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۵۔ ۱۴۵' جامع الاصول: ۷۸۹۷۔ ج ۱۰)

(۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ درندے انسانوں سے باتیں نہ کریں اور انسان سے اس کے کوڑے کا پھندا بات نہ کرے اور اس سے اس کی جوتی کا تسمہ بات نہ کرے۔ (سنن الترمذی: ۲۱۸۱' جامع الاصول: ۷۸۹۹۔ ج ۱۰)

(۵) حضرت سلامہ بنت حر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ اہل مسجد امامت کرنے کے لیے ایک دوسرے سے کہیں گے اور انہیں نماز پڑھانے کے لیے کوئی امام نہیں ملے گا۔
(سنن ابوداؤد: ۵۸۱' جامع الاصول: ۷۹۰۸۔ ج ۱۰)

(۶) قیس بن ابی حازم حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نیک لوگ ایک ایک کر کے چلے جائیں گے اور تلچھٹ (بھوسی) باقی رہ جائیں گے' جیسے جو کی بھوسی یا ردی کھجوریں باقی رہ جاتی ہیں۔
(صحیح البخاری: ۶۴۳۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۳' سنن الدارمی: ۲۷۲۲' جامع الاصول: ۷۹۰۹۔ ج ۱۰)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ایک آدمی کسی آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا: کاش! اس کی جگہ میں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۷۱۱۵' صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۵۳ (۲۹۰۷) ۷۱۶۸' سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۷' الموطا: ۱۶۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶' جامع الاصول: ۷۹۱۱)

(۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ زمانہ متقارب ہو جائے' سال ایک ماہ کی طرح گزرے گا اور مہینہ ہفتہ کی طرح گزرے گا' اور ہفتہ ایک دن کی طرح اور ایک دن ایک گھنٹہ کی طرح گزرے گا اور ایک گھنٹہ آگ کی چنگاری کی طرح گزر جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۲۹' جامع الاصول: ۷۹۱۳)

(۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت صرف اشرار (بدترین لوگوں) پر قائم ہوگی۔
(صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۱۳۱ (۲۹۴۹) ۷۲۶۹' جامع الاصول: ۷۹۱۴)

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ دو عظیم جماعتوں میں جنگ نہ ہو' ان میں بہت بڑی جنگ ہوگی اور ان کا دعویٰ ایک ہوگا' اور حتیٰ کہ تیس دجالوں' کذابوں کا ظہور ہوگا' ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے' اور حتیٰ کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور زلزلے بہ کثرت ہوں گے اور زمانہ

Marfat.com

متقارب ہوگا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور بہ کثرت قتل ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۱،۶۰۳۷ صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۱۷(۱۵۷)۲۸۸۸۰ مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۷، ۴۱۳ جامع الاصول: ۷۹۲۰ ج ۱۰)

(۱۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین کے لیے قتال کرتی رہے گی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی اور کسی کی مخالفت سے ان کو ضرر نہیں ہوگا' حتیٰ کہ ان پر قیامت آ جائے گی اور وہ اسی حال پر ہوں گے' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں! اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا' جس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی اور اس کا مس ریشم کی طرح ہوگا اور جس شخص کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا' وہ اس کی روح قبض کر لے گی' پھر اشرار (بدترین لوگ) باقی رہ جائیں گے اور ان پر قیامت قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ: ۱۷۶(۱۹۲۴)۴۸۷۴ جامع الاصول: ۷۹۱۷)

(۱۲) حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے' آپ نے فرمایا: تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے کہا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: قیامت ہرگز اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' حتیٰ کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو پھر آپ نے دھوئیں کا' دجال کا' دابۃ الارض کا' سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا' حضرت عیسیٰ بن مریم کے نزول کا' یاجوج ماجوج کا اور تین مرتبہ زمین کے دھنسنے کا ذکر فرمایا' ایک مرتبہ مشرق میں' ایک مرتبہ مغرب میں' ایک مرتبہ جزیرۂ عرب میں اور سب کے آخر میں ایک آگ ظاہر ہوگی' جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۳۹(۲۹۰۱)۷۱۵۲ سنن ابوداؤد: ۴۳۱۱ سنن ترمذی: ۲۱۸۳ سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۱ جامع الاصول: ۷۹۲۱)

(۱۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو وہ حدیث نہ سناؤں' جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا اور میرے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا' جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو سنا ہو' آپ نے فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھایا جائے گا' اور جہل کا ظہور ہوگا اور زنا عام ہوگا اور شراب پی جائے گی اور مرد چلے جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی' حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۸۱ صحیح مسلم۔ کتاب العلم: ۹(۲۶۷۱)۶۶۶۰ سنن ترمذی: ۲۲۱۲ سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۵ مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۰ جامع الاصول: ۷۹۲۲)

(۱۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ زمانہ متقارب ہو جائے گا اور علم کم ہو جائے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور قتل بہت زیادہ ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۲۔ ۷۰۶۴ صحیح مسلم۔ کتاب العلم: ۱۰(۲۶۷۲)۶۶۶۲ سنن ترمذی: ۲۲۰۷ سنن ابوداؤد: ۴۲۵۵ سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۱۔ ۴۰۵۰ مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۵ جامع الاصول: ۷۹۲۴)

(۱۵) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کاموں کو کرے گی تو اس پر مصائب کا آنا حلال ہو جائے گا' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کیا کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے گا' اور امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے گا اور زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھ لیا جائے گا' جب لوگ اپنی بیوی کی اطاعت کریں گے اور اپنی ماں کی نافرمانی کریں گے' اور جب دوست کے ساتھ نیکی کریں گے اور باپ کے ساتھ برائی کریں گے' اور جب مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں گی' اور ذلیل ترین شخص کو قوم کا سردار بنا دیا جائے گا اور جب کسی شخص کے شر کے ڈر

Marfat.com

سے اس کی عزت کی جائے گی' شراب پی جائے گی اور ریشم پہنا جائے گا اور گانے والیاں اور ساز رکھے جائیں گے' اور اس امت کے آخری لوگ پہلوں کو برا کہیں گے' اس وقت تم سرخ آندھیوں' زمین کے دھنسنے اور مسخ کا انتظار کرنا۔

(سنن ترمذی: ۲۲۱۷' جامع الاصول: ۷۹۲۵)

(۱۶) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ضرور ایسے لوگ ہوں گے' جو ریشم کو' شراب کو اور گانے بجانے کے آلات کو حلال کہیں گے اور ضرور کچھ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے' جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ کہیں گے کہ کل آنا' اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں کو (جو ریشم' شراب اور باجوں کو حلال کہیں گے) مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۰' سنن ابوداؤد: ۴۰۳۹' جامع الاصول: ۷۴۹۳)

(۱۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی' جب تک کہ عرب کا حاکم وہ شخص نہیں ہوگا جو میرے اہل بیت سے ہے' اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا (یعنی محمد) اور دوسری روایت میں ہے: اگر ایام دنیا میں سے صرف ایک دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا لمبا کر دے گا حتیٰ کہ اس دن میں ایک شخص کو میرے اہل بیت سے مبعوث کرے گا' جس کا نام میرے نام کے موافق اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا' وہ زمین کو اس طرح عدل اور انصاف سے بھر دے گا' جس طرح وہ پہلے ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔

(سنن ابوداؤد: ۴۲۸۲' سنن ترمذی: ۲۲۳۰)

(۱۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ مال بہت زیادہ نہ ہو جائے اور حتیٰ کہ ایک آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ لے کر نکلے تو اس کو کوئی شخص نہ ملے' جو اس کو قبول کرے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ: ۶۰ (۱۰۱۲) ۲۳۰۲' المشکوٰۃ: ۵۴۴۰)

(۱۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے' وہ حاکم عادل ہوں گے' وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال کو بہائیں گے' حتیٰ کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا' حتیٰ کہ ایک سجدہ کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۲۲۲۲' صحیح مسلم۔ کتاب الایمان: ۲۴۲ (۱۵۵) ۳۸۲' المشکوٰۃ: ۵۵۰۵)

(۲۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی' جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۴۹' صحیح مسلم۔ کتاب الایمان: ۲۴۴ (۱۵۵) ۳۸۵' المشکوٰۃ: ۵۵۰۶)

(۲۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف نازل ہوں گے' وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی' اور وہ زمین میں پینتالیس سال رہیں گے' پھر فوت ہوں گے اور میرے ساتھ قبر میں دفن کیے جائیں گے' پس میں اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر سے' ابوبکر اور عمر کے درمیان سے کھڑے ہوں گے۔

(الوفا لابن الجوزی ص ۸۱۴' المشکوٰۃ: ۵۵۰۸)

(۲۲) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے در آں حالیکہ آپ کا چہرہ سرخ تھا اور آپ فرما رہے تھے: لا الہ الا اللہ اور اس کو آپ نے تین مرتبہ دہرایا' آپ نے فرمایا: عرب کے لیے اس شر سے ہلاکت ہو' جو

قریب آ پہنچا ہے' یاجوج ماجوج کی بندش آج کے دن کھل گئی' اس کی طرح پھر آپ نے دس کا عقد کیا' حضرت زینب نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے' حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خباثت زیادہ ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۴۶' صحیح مسلم: ۲۸۸۰' سنن ترمذی: ۲۱۹۴' سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۳' صحیح ابن حبان: ۳۲۷ ج ۲' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۷۴۹' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۰۶۱' مسند الحمیدی: ۳۰۸' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۹۳' مسند احمد: ۲۷۴۸۶ ج ۱۰)

(۲۳) مجمع بن جاریہ الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن مریم' دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۵۹' صحیح ابن حبان: ۶۸۱۱' ج ۱۵' المعجم الکبیر: ۱۰۷۷' ج ۱۹' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۳۵)

(۲۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دابۃ الارض نکلے گا' اس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا عصا ہوگا' وہ مومن کے چہرے کو عصا سے روشن کرے گا اور کافر کی ناک پر انگوٹھی سے نشان لگائے گا' حتیٰ کہ قبیلہ کے لوگ جمع ہو جائیں گے اور وہ کہے گا: یا مومن' یا کافر۔

(سنن ترمذی: ۳۱۸۷' مسند احمد: ۷۹۴۲ ج ۳)

(۲۵) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک طویل ارشاد روایت کیا ہے' جس کے آخر میں آپ نے فرمایا: یوم القیامۃ یوم عاشوراء ہے (یعنی محرم کے مہینہ کی دس تاریخ)۔

(فضائل الاوقات: ۲۷۳ ص ۴۴۱' مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ)

(۲۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے' وہ جمعہ کا دن ہے' جس میں حضرت آدم پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی صرف جمعہ کے دن قائم ہوگی۔

(صحیح مسلم' کتاب الجمعہ: ۱۹۴۴-۸۵۴-۱۸' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۴' سنن نسائی: ۱۳۷۳)

(۲۷) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور دو دنوں میں اس کی روزی پیدا کی' پھر استواء فرمایا' پھر دو دنوں میں آسمانوں کو پیدا فرمایا' زمین کو اتوار اور پیر کے دن پیدا کیا اور منگل اور بدھ کو اس کی روزی پیدا کی اور آسمانوں کو جمعرات اور جمعہ کے دن پیدا کیا اور جمعہ کی آخری ساعت میں عجلت سے حضرت آدم کو پیدا کیا اور اسی ساعت میں قیامت قائم ہوگی (یہ حدیث حکماً مرفوع ہے)۔

(کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۸۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

خاص وقوعِ قیامت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت واقع ہونے سے پہلے اس کی تمام نشانیاں بیان فرمائیں اور موخر الذکر تین حدیثوں میں یہ بھی بتادیا کہ محرم کے مہینہ کی دس تاریخ کو جمعہ کے دن' دن کی آخری ساعت میں قیامت واقع ہوگی' مہینہ' تاریخ' دن اور خاص وقت سب بتادیا' صرف سن نہیں بتایا' کیونکہ اگر سن بھی بتادیتے تو ہم آج جان لیتے کہ قیامت آنے میں اب اتنے سال باقی رہ گئے ہیں اور ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ پہلے لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اب ایک گھنٹہ بعد قیامت آئے گی اور قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا' کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے:

لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً. (الاعراف: ۱۸۷) قیامت تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کے مکذب نہیں' مصدق تھے اس لیے آپ نے قرآن مجید کے صدق کو قائم رکھنے کے لیے سن نہیں بتایا'

Marfat.com

اور اپنا علم ظاہر فرمانے کے لیے باقی سب کچھ بتا دیا۔

رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

قیامت کب واقع ہوگی؟ بارش کب ہوگی؟ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ انسان کل کیا کرے گا؟ اور کون شخص کس جگہ مرے گا؟ یہ وہ اُمور خمسہ ہیں' جن کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' بحث اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے یا نہیں۔ بعض علماء سلف نے نیک نیتی کے ساتھ یہ کہا کہ یہ علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور اس نے مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں پر مطلع نہیں فرمایا' اور اکثر اہل اسلام نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خصوصاً ان پانچ چیزوں کے علوم میں سے بھی حظ وافر عطا فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علماء میں یہ اختلاف ہوا کہ بے شمار علوم غیب جو مولیٰ عزوجل نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائے آیا وہ روز اوّل سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں' جیسا کہ عموم آیات واحادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔ بہت اہل ظاہر جانب خصوص کے گئے ہیں' کسی نے کہا: متشابہات کا' کسی نے خمس کا' کثیر نے کہا: ساعت کا اور عام علماء باطن اور ان کے اتباع سے بہ کثرت علماء ظاہر نے آیات واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا۔

(خالص الاعتقاد ص ۲۷' مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی' کراچی)

علماء دیوبند اور علماء غیر مقلدین یہ تاثر دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے علوم خمسہ کو ثابت کرنے میں صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور ان کے متبعین منفرد ہیں' ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ صرف ہمارا تفرد نہیں' بلکہ بہت علماء اسلام کا یہی مسلک ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ وعلم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق' جمہور علماء اسلام کی تصریحات

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

فمن ادعی علم شئ منها غیر مسند الی رسول الله صلی الله علیه وسلم کان کاذبا فی دعواه.

جو شخص رسول اللہ ﷺ کی وساطت کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

(المفہم ج ۱ ص ۱۵۶' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی' علامہ ابن حجر عسقلانی' علامہ احمد قسطلانی' ملا علی قاری اور شیخ عثمانی نے بھی اپنی شروح میں علامہ قرطبی کی اس عبارت کو ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۰' فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴' ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۳۸' مرقات ج ۱ ص ۶۵' فتح الملہم ج ۱ ص ۱۰۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

قال بعضهم لیس فی الایة دلیل علی ان الله لم یطلع نبیه علی حقیقة الروح بل یحتمل ان یکون اطلعه ولم یامره انه یطلعهم وقد قالوا فی علم الساعة نحو هذا والله اعلم. (فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳)

بعض علماء نے کہا ہے کہ (سورہ بنی اسرائیل کی) آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا' بلکہ احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو' قیامت کے علم کے متعلق بھی علماء نے اسی طرح کہا ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

علامہ احمد قسطلانی الشافعی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔(ارشادالساری ج ۷ ص ۲۰۳)

علامہ زرقانی ''المواہب'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

(وقد قالوا فی علم الساعة) وباقی الخمس المذكورة فی اية ان الله عنده علم الساعة (نحو هذا) يعنی انه علمها ثم امر بكتمها.

(شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۶۵)

علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا سورۂ لقمان کی آخری آیت میں ذکر ہے' علماء نے یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی الشافعی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الی انه صلی الله عليه وسلم اوتی علم الخمس ايضا وعلم وقت الساعة والروح وانه امر بكتم ذالك.

اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو امور خمسہ کا علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(شرح الصدور ص ۳۱۹' مطبوعہ بیروت' الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۵' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:

قال العلماء الحق انه لم يخرج نبينا من الدنيا حتی اطلعه الله علی تلك الخمس ولكنه امره بكتمها.

(تفسیر صاوی ج ۳ ص ۲۱۵)

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے اس وقت تک وفات نہیں پائی' جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرمادیا' لیکن آپ کو ان علوم کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔

اور علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

لم يقبض رسول الله صلی الله عليه وسلم حتی علم كل شی يمكن العلم به. (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۴)

رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک وفات نہیں پائی' جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا' جس کا علم دینا ممکن تھا۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ويجوز ان يكون الله تعالی قد اطلع حبيبه عليه الصلوة والسلام علی وقت قيامها علی وجه كامل لكن لاعلی وجه يحاكی علمه تعالی به الا انه سبحانه اوجب عليه صلی الله تعالی عليه وسلم كتمه لحكمة ويكون ذلك من خواصه عليه الصلوة والسلام وليس عندی ما يفيد الجزم بذلك. (روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۱۳)

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقت وقوع قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو' مگر اس طریقہ پر نہیں کہ اس سے علم الٰہی کا اشتباہ ہو' الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ پر اس کا اخفاء واجب کر دیا ہو اور یہ علم رسول ﷺ کے خواص میں سے ہو' لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی۔

امام رازی لکھتے ہیں:

عالم الغيب فلا يظهر علی غيبه المخصوص

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت

Marfat.com

وھو قیام القیامۃ احدا ثم قال بعدہ لکن من ارتضی من رسول. (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۷۸)

قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا' البتہ ان کو مطلع فرماتا ہے' جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

علامہ علاؤ الدین خازن نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ (تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۱۹)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الغیب ھھنا لیس للعموم بل مطلق او معین ھو وقت وقوع القیمۃ بقرینۃ السیاق ولا یبعدان یطلع علیہ بعض الرسل من الملئکۃ او البشر. (شرح المقاصد ج ۵ ص ۶ 'طبع ایران)

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کے لیے نہیں ہے' بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد ہے یعنی وقت وقوع قیامت' اور آیات کے سلسلہ ربط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے' خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحق آنست کہ در آیت دلیلے نیست بر آنکہ حق تعالی مطلع نگر دانیدہ است حبیب خود را صلے اللہ علیہ وسلم بر ماہیت روح بلکہ احتمال دارد کہ مطلع گردانیدہ باشد وامرنکرد اوراکہ مطلع گرداند ایں قوم راوبعضی از علماء در علم ساعت نیزایں معنی گفتہ اندالی ان قال ولے گوید بندہ مسکین خصہ اللہ بنور العلم والیقین وچگونہ جرات کند مومن عارف کہ نفی علم بہ حقیقت روح سید المرسلین وامام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کند و دادہ است اورا حق سبحانہ علم ذات وصفات خودوفتح کردہ بروے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ درجنب حقیقت جامعہ وے قطرہ ایست از دریائے ذرہ از بیضائے فافھم وباللہ التوفیق. (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۰)

حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا' بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو' اور بعض علماء نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے اور بندہ مسکین (اللہ اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ خاص فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے' وہ جو سید مرسلین اور امام العارفین ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں' ان کے سامنے روح کے علم کی کیا حیثیت ہے؟ آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے۔

سیدی عبدالعزیز دباغ عارف کامل فرماتے ہیں:

وکیف یخفی امر الخمس علیه صلی الله علیه وسلم والواحد من اهل التصرف من امته الشریفة لا یمکنه التصرف الا بمعرفة هذه الخمس.
(الابریز ص ۴۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان پانچ چیزوں کا علم کیسے مخفی ہوگا' حالانکہ آپ کی امت شریفہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب تصرف نہیں ہو سکتا' جب تک اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت نہ ہو۔

علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ تحریر فرماتے ہیں:

لایعلم متی تقوم الساعة الا الله الا من ارتضی من رسول فانه یطلعه علی من یشاء من غیبه والولی تابع له یاخذ عنه. (ارشاد الساری ج ۷ ص ۱۷۸)

کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے' اطلاع دے دیتا ہے (یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں) رہے اولیاء' وہ رسولوں کے تابع ہیں' ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

ہر چیز کا علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' پھر ان پانچ چیزوں کے علم کی تخصیص کی وجہ

اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا شمار کیا گیا ہے' حالانکہ تمام مغیبات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے' روایت ہے کہ دیہاتیوں میں سے حارث بن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا اور یہ کہ ہماری زمین خشک ہے' میں نے اس میں بیج ڈالنے ہیں' بارش کب ہوگی؟ اور میری عورت حاملہ ہے' اس کے پیٹ میں مذکر ہے یا مؤنث' اور مجھے گزشتہ کل کا تو علم ہے' لیکن آئندہ کل میں کیا کروں گا؟ اور مجھے یہ علم تو ہے کہ میں کس جگہ پیدا ہوا ہوں' لیکن میں کہاں مروں گا؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز اہل جاہلیت نجومیوں کے پاس جا کر سوال کرتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ نجومیوں کو ان چیزوں کا علم ہوتا ہے' اور اگر کاہن غیب کی کوئی خبر دے اور کوئی شخص اس کی تصدیق کرے تو یہ کفر ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین کا کفر کیا۔

اور یہ جو بعض روایات میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام غیب کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا یہ خبر دینا' وحی' الہام اور کشف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے سے ہوتا ہے' لہٰذا ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا' اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان غیوب پر انبیاء' اولیاء' اور ملائکہ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ. (الجن: ۲۷-۲۶)

(اللہ) غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا ○ مگر جن کو اس نے پسند فرمالیا' جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اور بعض غیوب وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا' جن کی اطلاع کسی مقرب فرشتے کو ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو' جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ. (الانعام: ۵۹)

اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں' اس کے سوا (بذات خود) انہیں کوئی نہیں جانتا۔

قیامت کا علم بھی انہی امور میں سے ہے' اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو مخفی رکھا' لیکن صاحب شرع کی زبان سے ان کی

علامتوں کو ظاہر فرمادیا' مثلاً خروجِ دجال' نزولِ عیسیٰ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' اسی طرح بعض اولیاء نے بھی الہام صحیح سے بارش ہونے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اسی طرح ابوالعزم اصفہانی شیراز میں بیمار ہو گئے' انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے طرطوس میں موت کی دعا کی ہے' اگر بالفرض شیراز میں مرگیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا (یعنی ان کو یقین تھا کہ ان کی موت طرطوس میں آئے گی) وہ تندرست ہو گئے' اور بعد میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی اور میرے شیخ نے بیس سال پہلے اپنی موت کا وقت بتادیا تھا اور وہ اپنے بتائے ہوئے وقت پر ہی فوت ہوئے تھے۔

(روح البیان ج ۷ ص ۱۰۵۔ ۱۰۳' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ' کوئٹہ)

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم ماکان ومایکون پر شیخ سلیم اللہ اور شیخ عثمانی نے جو اعتراضات کیے ہیں' وہ ان لوگوں کے پرانے اعتراضات ہیں اور ان کے جوابات تفسیر تبیان القرآن الجن: ۲۷۔ ۲۶ کی تفسیر میں مذکور ہیں اور ان شاء اللہ ان کا ذکر ''نعمۃ الباری'' میں بھی حسبِ مقام کیا جائے گا۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم :۱۔ ج ۱ ص ۱۷۱ پر مذکور ہے اور اس کی شرح ۳۴۹۔ ۲۷۷ صفحات پر محیط ہے اور اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) تمام علماء اور صالحین کے لیے رضی اللہ عنہ کہنے اور لکھنے کا جواز (۲) اللہ تعالیٰ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے نام لکھنے کے آداب (۳) قضاء وقدر کے لغوی معنی کی تحقیق (۴) قضاء وقدر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق (۵) تقدیر کی تعریف (۶) معتزلہ اور جبریہ کے نظریہ کا بطلان اور افعال کے خلق اور کسب کا بیان (۷) تقدیر کے متعلق اہل سنت اور اہل بدعت کے نظریات (۸) تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۹) انسان کے لیے آزادی عمل اور کسب اور اختیار کا بیان (۱۰) انسان کے کسب اور اختیار کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۱۱) انسان کا امور سماویہ میں مجبور اور احکام شرعیہ میں مختار ہونا (۱۲) بعض کفار کے دلوں پر مہر لگا دینا' ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے (۱۳) تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث (۱۴) تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق مفسرین کی آراء (۱۵) تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق محدثین کی آراء (۱۶) تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق متکلمین کی آراء (۱۷) کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق (۱۸) کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی رکھنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۱۹) کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی رکھنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار (۲۰) کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال (۲۱) کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ (۲۲) کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ (۲۳) کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ (۲۴) کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء احناف کی آراء (۲۵) ندا ء یا محمد کا جواز اور بحث ونظر (۲۶) اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نداء یا محمد کے ساتھ خطاب کرنا (۲۷) انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ نداء اور خطاب کرنا (۲۸) ارکانِ اسلام میں جہاد کو نہ ذکر کرنے کی وجہ (۲۹) مرتبہ احسان کی تفصیل اور تحقیق (۳۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات (۳۱) اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب (۳۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیامت کی دیگر علامات کو بیان فرمانے اور سن کو بیان نہ فرمانے کا سبب۔

۳۸- بَابٌ

باب

یہ باب باب سابق کا تتمہ ہے اس لیے اس کا عنوان قائم نہیں کیا۔

۵۱- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ سَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذٰلِكَ الْإِيمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا وَكَذٰلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوبَ لَا يَسْخَطُهُ أَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ ان کو حضرت عبد اللہ بن عباس نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ ھرقل نے ان سے کہا: میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تم نے کہا: وہ زیادہ ہو رہے ہیں اسی طرح ایمان ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ پورا ہو جائے اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ کیا کوئی شخص دین میں داخل ہونے کے بعد اس کو ناپسند کر کے اس سے پلٹ جاتا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! اور اسی طرح جب ایمان کی بشاشت دلوں میں رچ جاتی ہے تو کوئی اس کو ناپسند نہیں کرتا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابراہیم بن حمزہ القرشی الاسدی یہ کبار محدثین سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کی ہے امام ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور صدوق ہیں ۲۳۰ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابراہیم بن سعد القرشی المدنی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) صالح بن کیسان الغفاری ان کا ذکر بھی ہو چکا ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۵۷)

اس حدیث کی مفصل شرح ' حدیث: ۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۹- بَابُ فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ

اس شخص کی فضیلت جو اپنے دین کو بچانے کے لیے مشتبہ چیزوں سے بری ہوا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس وجہ سے ہے کہ باب سابق میں ایمان کا ذکر ہے اور انسان کمال ایمان کی وجہ سے مشتبہ چیزوں سے بچتا ہے۔

۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا إِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از عامر انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے' پس جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین کی اور اپنی عزت کی حفاظت کر لی اور جو شخص شبہات میں

حِمَی اللّٰہِ فِی اَرْضِہٖ مَحَارِمُہٗ' اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ' وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ' اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ.

[طرف الحدیث:۲۰۵۱]

ملوث ہو گیا' وہ اس چرواہے کی طرح ہے' جو شاہی چراگاہ کے گرد اپنے مویشی چرائے' قریب ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں گے سنو! ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراگاہ ہوتی ہے' سنو! اس زمین میں اللہ کی مخصوص چراگاہ اس کے حرام کیے ہوئے کام ہیں' سنو! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے' جب وہ درست ہو تو پورا جسم درست ہوتا ہے' اور جب اس میں فساد ہو تو پورا جسم فاسد ہو جاتا ہے' سنو! وہ دل ہے۔

(صحیح مسلم:۱۵۹۹' سنن ابوداؤد:۳۳۲۹' سنن ترمذی:۱۲۰۵' سنن نسائی:۲۶۷۵۔۵۰۶۵' سنن ابن ماجہ:۳۹۸۴' السنن الکبریٰ للنسائی:۵۲۱۹' صحیح ابن حبان:۷۲۱' المعجم الاوسط:۲۴۹۳' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۳۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۴' الکامل ابن عدی ج ۵ ص ۱۹۹۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۸۳۴۷۔ ج ۳۰ ص ۲۸۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابونعیم بن دکین' یہ ان کا لقب ہے' ان کا نام عمرو بن حماد القرشی الطلحی ہے' انہوں نے اعمش وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام احمد وغیرہ نے سماع کیا ہے' ان کی ثقاہت پر اتفاق ہے' امام بخاری نے ان سے بلاواسطہ روایت کی ہے' اور امام مسلم' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ایک واسطہ سے روایت کی ہے' ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) زکریا بن ابی زائدہ' ان کا نام خالد بن میمون الھمدانی الکوفی ہے' انہوں نے تابعین کی ایک جماعت سے سماع کیا ہے' جس میں شعبی اور سبیعی بھی ہیں' اور ان سے شعبہ اور ثوری وغیرہ نے سماع کیا ہے' یہ ۱۴۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عامر شعبی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حضرت نعمان بن بشیر الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہما' ہجرت کے چودہ ماہ بعد پیدا ہوئے' ان سے ۱۱۴ احادیث مروی ہیں' ۶۵ھ میں واسط کی جنگ میں شہید ہو گئے تھے' یہ صحابی ابن صحابی ہیں' ان کے علاوہ صحابہ میں نعمان بن بشیر کسی اور کا نام نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۵۹)

مشتبہات کے معانی اور محل عقل کے مصداق میں اختلاف فقہاء

اس حدیث میں "مشتبہات" کا لفظ ہے' یہ وہ چیز ہے' جو ایک جہت سے حلال ہو اور دوسری جہت سے حرام' جیسے کسی رشوت خور کے گھر کا کھانا' اگر اس کی تنخواہ کی آمدنی سے پکا ہوا ہو تو حلال ہے اور اگر رشوت کی آمدنی سے پکا ہو تو حرام ہے' یا جس چیز کی حلت اور حرمت میں اختلاف ہو' جیسے مچھلی کے علاوہ دوسرے دریائی یا سمندری جانور' ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ حلال ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ حرام ہیں۔

اس حدیث میں "قلب" کا لفظ ہے' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ عقل کا محل دل ہے یا دماغ ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقل کا محل دماغ ہے کیونکہ دماغ پر چوٹ لگنے سے عقل متاثر ہوتی ہے اور دماغ کے مرض مثلاً جنون سے بھی عقل فاسد ہو جاتی ہے اور دل کے امراض سے عقل کی کارکردگی میں کوئی فرق نہیں آتا' امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں تعقل کا اسناد دل کی طرف کیا گیا ہے:

لَھُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِھَا. (الحج:۴۶) ان کے دل ایسے ہوتے ہیں جن سے وہ تعقل کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس کا یہ جواب ہے کہ قرآن مجید میں یہ اطلاق مجازی ہے' یہاں ذکر قلب کا ہے' اور اس سے مراد دماغ ہے۔

Marfat.com

* شرح صحیح مسلم میں یہ حدیث: ۳۹۸۲۔ ج ۴ ص ۴۱۵۔ ۴۰۹ پر ہے وہاں اس کے عنوانات یہ ہیں:
(۱) امور مشتبہ کی تشریح میں علماء کے اقوال (۲) دماغ کے محل عقل ہونے پر دلائل (۳) قرآن اور حدیث میں دل کی طرف عقل اور ادراک کی نسبت کی توجیہ (۴) عقل کی تعریف میں علماء کے اقوال (۵) محل عقل کے بارے میں علماء کے اقوال۔

٤٠- بَابٌ اَدَاءُ الْخُمُسِ مِنَ الْاِيْمَانِ — خمس کا ادا کرنا اُمورِ ایمان سے ہے

''خمس'' کا معنی ہے: کفار کے خلاف جہاد کرنے سے فتح کے بعد جو مالِ غنیمت حاصل ہو اس کے چار حصے تو مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جاتا ہے اور آپ کی وفات کے بعد اس کو مسلمانوں کے بیت المال کے لیے بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے مصارف فقراء مسلمین اور قومی ضروریات ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ. (الانفال: ۴۱)

یاد رکھو کہ تم غنیمت میں جو مال حاصل کرو' اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور رسول کا ہے اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔

اور اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حلال اور حرام کا بیان فرمایا تھا اور اس باب میں مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا ذکر ہے اور اس کو اپنے مصارف میں خرچ کرنا حلال ہے اور مصارف کے خلاف خرچ کرنا حرام ہے اور اس باب کی عنوانِ باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس باب کی حدیث میں خمس ادا کرنے کا ذکر ہے۔

٥٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ' عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ اَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ' يُجْلِسُنِيْ عَلٰى سَرِيْرِهٖ' فَقَالَ اَقِمْ عِنْدِيْ حَتّٰى اَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِّنْ مَّالِيْ' فَاَقَمْتُ مَعَهٗ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْقَوْمُ ؟ اَوْ مَنِ الْوَفْدُ؟ قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ' اَوْ بِالْوَفْدِ' غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ اَنْ نَّاْتِيَكَ اِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ' وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ' فَمُرْنَا بِاَمْرٍ فَصْلٍ' نُخْبِرْ بِهٖ مَنْ وَّرَاءَ نَا' وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ. وَسَاَلُوْهُ عَنِ الْاَشْرِبَةِ' فَاَمَرَهُمْ بِاَرْبَعٍ' وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ' اَمَرَهُمْ بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ' قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ؟ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ' قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ' وَصِيَامُ رَمَضَانَ' وَاَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ' وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں علی بن جعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی جمرہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھتا تھا' وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھاتے تھے' انہوں نے کہا: تم میرے ساتھ قیام کرو حتیٰ کہ میں اپنے مال سے کچھ حصہ تمہیں دوں' میں ان کے ساتھ دو مہینہ رہا' پھر انہوں نے کہا کہ جب عبد القیس کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' تو آپ نے پوچھا: یہ کون سی قوم ہے؟ یا یہ کون سا وفد ہے؟ انہوں نے کہا: ربیعہ' آپ نے فرمایا: اس قوم کو یا اس وفد کو خوش آمدید! تم لوگ شرمندہ ہو گے نہ نادم! انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آ سکتے ہیں' ہمارے اور آپ کے درمیان کفار کا قبیلہ مضر ہے' آپ ہمیں کوئی فیصلہ کن حکم بتائیں' جس کی خبر ہم اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو دیں اور اس پر عمل کر کے جنت میں داخل ہوں' انہوں نے آپ سے مشروبات کے برتنوں کے متعلق سوال کیا' آپ نے انہیں چار برتنوں میں پینے کی اجازت دی اور چار برتنوں میں پینے سے منع فرمایا' آپ نے انہیں ایک اللہ پر ایمان لانے کا

Marfat.com

الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ وَقَالَ احْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَّرَاءَكُمْ.

[اطراف الحدیث: ۸۷-۵۲۳-۱۳۹۸-۳۰۹۵-۳۵۱۰-۴۳۶۸-۴۳۶۹-۶۱۷۶-۷۲۶۶-۷۵۵۶]

(صحیح مسلم: ۱۷ ابوداؤد: ۳۶۹۲ ترمذی: ۲۶۱۱-۱۵۹۹ نسائی: ۵۰۳۶-۵۷۰۸)

حکم دیا' آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: تم یہ گواہی دو کہ اللہ ایک ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور (سیدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں' اور نماز قائم کرنے' زکوٰۃ دینے' رمضان کے روزے رکھنے اور مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کو ادا کرنے کا حکم دیا اور ان کو چار قسم کے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا: سبز رنگ کے گھڑے' کھوکھلا کدو' کھوکلی لکڑی اور تارکول ملا ہوا برتن' اور فرمایا: تم ان کو یاد کرلو اور اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالحسین علی بن الجعد الہاشمی البغدادی' انہوں نے ثوری اور امام مالک وغیرہ سے سماع کیا ہے' اور ان سے امام احمد' امام بخاری' امام ابوداؤد اور دیگر نے سماع کیا ہے' موسیٰ بن داؤد نے کہا: میں نے ان سے زیادہ حافظ والا نہیں دیکھا' یہ ۲۳۰ھ میں فوت ہوگئے تھے (۲) شعبہ بن حجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابوجمرہ' ان کا نام نصر بن عمران ہے' انہوں نے حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور دیگر سے سماع کیا ہے' اور ان سے ایوب اور بہت تابعین نے سماع کیا ہے' ان کی ثقاہت پر اتفاق ہے' ۱۲۸ھ میں بصرہ میں ان کی وفات ہوگئی (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۷۱-۴۷۰)

بعض مشکل الفاظ کے معانی

''وفد'' ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی عظیم شخصیت سے ملاقات کے لیے سوار ہو کر جائیں' قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ (مریم: ۸۵) جس دن متقین کو رحمان کی طرف (بہ طور مہمان) لے جایا جائے گا ۝

''مضر'' یہ مضر بن عدنان کا قبیلہ ہے' مضر اور ربیعہ دو بھائیوں کی اولاد ہیں' حرمت والے مہینوں یعنی رجب' ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم کے علاوہ باقی مہینوں میں ان کے درمیان جنگ رہتی تھی۔

''الحنتم'' سبز رنگ کے گھڑے یا مٹکے' ان میں نبیذ بنایا جاتا تھا۔

''الدباء'' کدو کو خشک کر کے کھوکھلا کر کے برتن بنایا جاتا تھا' یہ بھی نبیذ رکھنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

''النقیر'' کھجور کے تنے کو اندر سے کھوکھلا کر کے برتن بنایا جاتا تھا' یہ بھی نبیذ رکھنے کے کام آتا تھا' اس کو ''المقیر'' بھی کہتے ہیں۔

''المزفت'' لکڑی کا پیالہ بنا کر اس پر تارکول کی لپائی کر دیتے تھے' یہ بھی نبیذ کے ظروف میں سے ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں لیکن بیان پانچ چیزیں فرمائیں

اس حدیث میں فرمایا ہے: ان کو چار چیزوں کا حکم دیا' لیکن جو مذکور ہیں وہ پانچ ہیں: (۱) کلمہ شہادت (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا۔ اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ جن چار

Marfat.com

چیزوں کا حکم دیا تھا' ان میں سے ایک چیز ایمان ہے' اس کے بعد جن چیزوں کا ذکر ہے' وہ ایمان لانے کی تفسیر ہیں' اور بقیہ تین چیزوں کا ذکر کرنا راوی بھول گیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ نماز' زکوٰۃ' روزے اور خمس' ان چار چیزوں کا حکم دینا مقصود تھا' اور اس سے پہلے اللہ اور رسول کی شہادت کا ذکر بہ طور تبرک ہے۔

دینی خدمات کا معاوضہ لینا صحابہ میں مروج تھا

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ابو جمرہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم میرے پاس ٹھہر و حتیٰ کہ میں اپنے مال سے تمہیں حصہ دوں۔ البخاری: ۸۷ میں مذکور ہے کہ ابو جمرہ سائلین کے عجمی زبان کے سوالات کا ترجمہ کر کے حضرت ابن عباس کو عربی میں سناتے تھے' پھر ان کے جوابات کا عجمی میں ترجمہ کر کے سائلین کو سناتے' حضرت ابن عباس ان کی اس خدمت کا ان کو معاوضہ دیتے تھے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی خدمات کا معاوضہ لینا اور دینا' صحابہ میں رائج اور معمول تھا۔

ابتداء میں چار قسم کے برتنوں میں نبیذ پینے سے منع فرمانا' پھر اس کی اجازت دینا

ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مذکورہ چار برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا' لیکن بعد میں اس حکم کو منسوخ فرما دیا اور تمام برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دے دی' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو مشک کے سوا نبیذ بنانے سے منع کیا تھا' اب تم ہر مشک سے نبیذ پیو اور نشہ آور مشروب کو نہ پیو۔

(صحیح مسلم۔ رقم بلا تکرار: ۹۷۷' الرقم المسلسل: ۵۱۰۹' سنن ابوداؤد: ۳۷۰۲)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو کچھ برتنوں میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا' اور بے شک برتن کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کرتے اور ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۵۱۱۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ برتنوں میں (نبیذ) پینے سے منع فرمایا تھا' پھر انصار نے کہا: ہمارے لیے ان برتنوں سے پینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے' آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں ہے' آپ نے فرمایا: حلال مشروب کو پیو۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۲' سنن ابوداؤد: ۳۷۰۰' سنن نسائی: ۵۶۶۶)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو تین چیزوں سے منع کیا تھا' اب میں تم کو ان کی اجازت دیتا ہوں' میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا' سو اب تم ان کی زیارت کیا کرو' کیونکہ قبروں کی زیارت آخرت کو یاد دلاتی ہے' اور میں نے تم کو چند برتنوں میں (نبیذ) پینے سے منع کیا تھا' ماسوا چمڑے کے برتنوں کے' اب تم ہر برتن میں (نبیذ) پیا کرو' سوا اس کے کہ تم نشہ آور مشروب نہ پیو' اور میں نے تم کو قربانی کے تین دن بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا' اب تم اس کو کھایا کرو اور اپنے سفروں میں اس سے استفادہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۹۸' صحیح مسلم: ۹۷۷' سنن نسائی: ۲۰۳۱)

ایک اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔

نبیذ کا فقہی معنی اور اس کے متعلق احادیث اور آثار

کھجوروں کو پانی میں ڈال کر معمولی سا جوش دیا جائے تو اس کو نبیذ کہتے ہیں' امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا پینا جائز ہے' بہ شرطیکہ وہ نشہ آور نہ ہو' اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک اس کا پینا جائز نہیں ہے' امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف نے اس پر احادیث اور آثار سے استدلال کیا ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۶ ص ۳۷۴۔۴۵۸ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ) ان احادیث اور آثار

میں سے بعض یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نبیذ لایا گیا' آپ نے اس کو سونگھا' پھر اس کی تیزی کی وجہ سے تیوری پر بل ڈالے' پھر پانی منگا کر اس میں ڈالا' پھر اس کو پی لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیز نبیذ پیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اونٹوں کو نحر کرتے ہیں اور ان کے گوشت کی شدت کو نبیذ کی شدت ہی کاٹ سکتی ہے۔

اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبیذ کو حلال قرار دیا ہے تو اس کے حرام کہنے سے صحابہ کو فاسق قرار دینا لازم آئے گا اور یہ بدعت ہے' اسی لیے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ نبیذ کو حلال قرار دینا' اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۶ ص ۳۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اگر کھجوریں زیادہ دن پانی میں پڑی رہیں یا ان کو زیادہ جوش دیا جائے تو پھر ان کا پانی نشہ آور ہو جاتا ہے اور اس نبیذ کو پینا حرام ہے۔

۴۱- بَابُ مَا جَاءَ اَنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ' وَلِكُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوٰی

اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اسی عمل کا اجر ملے گا' جس کی اس نے نیت کی ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس باب میں ان اعمال کا بیان تھا' جن سے انسان جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور عمل اسی وقت شرعاً معتبر ہوتا ہے' جب اس میں اخلاص اور عبادت کی نیت ہو' اسی وجہ سے اس باب کا عنوان ہے: اعمال کا مدار نیت پر ہے' اس عنوان میں ''حسبۃ'' کا لفظ ہے' اسی سے احتساب ہے یعنی کسی کام کو ثواب کے لیے کرنا۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

فَدَخَلَ فِيْهِ الْاِيْمَانُ' وَالْوُضُوْءُ' وَالصَّلٰوةُ' وَالزَّكٰوةُ' وَالْحَجُّ' وَالصَّوْمُ' وَالْاَحْكَامُ' وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾ (الاسراء: ۸۴) عَلٰى نِيَّتِهٖ' وَنَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ. قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ.

پس اس باب میں ایمان' اور وضو اور نماز اور زکوٰۃ' اور حج' اور روزہ' اور احکام (دیگر عبادات اور معاملات) داخل ہو گئے' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''آپ کہیے: ہر شخص اپنی سرشت کے موافق عمل کرتا ہے'' (بنی اسرائیل: ۸۴) یعنی اپنی نیت کے موافق عمل کرتا ہے اور جو شخص اپنی بیوی کو ثواب کی نیت سے خرچ دے' وہ بھی صدقہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لیکن جہاد اور نیت ہے۔

۵۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ' عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ' عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ' وَلِكُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوٰى' فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ' وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا' اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا' فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از محمد بن ابراہیم از علقمہ بن وقاص از حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی اجر ہے' جس کی اس نے نیت کی' پس جس کی ہجرت (کی نیت) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے تو اس کی ہجرت (واقع میں) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت

Marfat.com

(اس حدیث کے اطراف اس کی تخریج اور اس کی شرح تفصیل سے حدیث:۱ میں بیان کی جاچکی ہے۔)

(کی نیت) دنیا پانے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہے (تو واقع میں) اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

۵۵- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَدِیُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ یَزِیْدَ، عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ یَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ. [اطراف الحدیث:۴۰۰۶-۵۳۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن یزید سے سنا از حضرت ابومسعود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم:۱۰۰۲' سنن ترمذی:۱۹۶۵' سنن نسائی:۲۵۴۴' السنن الکبریٰ للنسائی:۹۲۰۵)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت عبداللہ بن یزید انصاری اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

(۱) الحجاج بن منہال الانماطی السلمی' انہوں نے اکابر میں سے شعبہ سے سماع کیا ہے' اور ان سے محمد بن یحییٰ الذہلی' بغوی اور امام بخاری اور دیگر نے سماع کیا ہے' ان کی توثیق اور نیکی پر اتفاق ہے' یہ ۲۱۷ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شعبہ بن حجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عدی بن ثابت انصاری کوفی' انہوں نے اپنے اخیافی دادا حضرت عبداللہ بن زید انصاری' حضرت البراء بن عازب اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے' اور ان سے اعمش اور شعبہ وغیرہ نے سماع کیا ہے' امام احمد نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صدوق ہیں' یہ کوفہ میں مسجد شیعہ کے امام اور ان کے قاضی تھے' ۱۱۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبداللہ بن یزید بن حصین بن عمرو بن الحارث الانصاری' الصحابی' یہ کوفہ کے امیر تھے' ۱۷ سال کی عمر میں حدیبیہ میں حاضر ہوئے' جنگ صفین' جنگ جمل اور جنگ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' ان کا شمار افاضل صحابہ میں ہوتا ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۷' احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان کی دو اور امام مسلم نے ان کی ایک حدیث روایت کی ہے' یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو الانصاری الخزرجی البدری رضی اللہ عنہ' یہ ستر (۷۰) انصار کے ساتھ عقبہ میں حاضر ہوئے' اور ان میں سب سے کم سن تھے' یہ وادیٔ بدر کے رہنے والے تھے' غزوۂ بدر میں شریک نہیں تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۰۲' احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے ۹' احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۹' احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' یہ ۳۱ھ یا ۴۲ھ میں کوفہ یا مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۹۲)

حدیث مذکور کی موید دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئیں اور اجازت طلب کی' پس کہا گیا: یارسول اللہ! یہ زینب ہیں' آپ نے پوچھا: کون سی زینب؟ سو بتایا گیا: حضرت ابن مسعود کی بیوی' آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے اس کو اجازت دو' ان کو اجازت دی گئی' انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے' میرے پاس میرے زیورات ہیں' میں ان کا صدقہ کرنا چاہتی ہوں' اور حضرت ابن مسعود یہ کہتے ہیں کہ جن پر تم صدقہ کرو گی' ان میں

Marfat.com

ہیں اور میری اولاد صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن مسعود نے سچ کہا' جن پر تم صدقہ کرو گی' ان میں تمہارا شوہر اور تمہاری اولاد زیادہ مستحق ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۴۶۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنے اوپر صدقہ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنی اولاد پر صدقہ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر صدقہ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر صدقہ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس میں تمہاری صواب دید ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۹۱' سنن نسائی: ۲۵۳۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے' اس کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے۔
(صحیح البخاری: ۲۰۶۷' صحیح مسلم: ۲۵۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۶۹۳)

* زیر بحث حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۱۸۔ ج ۲ ص ۹۲۷ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۶- حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا، حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِي فَمِ امْرَأَتِكَ.
[طرف الحدیث: ۲۷۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد نے حدیث بیان کی از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کی رضا کی طلب کے لیے جو بھی خرچ کرو گے' اس پر تم کو اجر دیا جائے گا' حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے' اس پر بھی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۸' سنن ابوداؤد: ۲۸۶۴' سنن ترمذی: ۲۱۱۶' سنن نسائی: ۳۶۲۸' سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۸' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۸۰۔ ج ۳ ص ۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس سوال کا جواب کہ صدقہ کے اجر میں بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنے کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟

اس حدیث میں بیوی پر خرچ کرنے کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ انسان اپنی بیوی پر جو خرچ کرتا ہے' اس کی منفعت اسی شخص کی طرف راجع ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی بیوی کے کپڑوں اور بناؤ سنگھار پر خرچ کرتا ہے تا کہ اس کی بیوی اسے اچھی لگے اور وہ اس سے اپنی شہوت پوری کرنے پر راغب ہو' اور اس خرچ میں اس کی دل چسپی ہوتی ہے' اس کے برخلاف جو وہ اپنے والدین پہ خرچ کرتا ہے' اس میں بعض اوقات اس کو کلفت اور مشقت ہوتی ہے' اس لیے جب وہ اللہ کی رضا کے لیے اپنی محبت کے ساتھ ساتھ اس کے منہ میں لقمہ رکھے گا تو اس میں اس کو اجر ملے گا' اور اگر اس میں اس کو کلفت اور مشقت ہو تو اس کا زیادہ اجر متوقع ہے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۱۰۲۔ ج ۴ ص ۴۹۳ پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث کا ایک فقرہ ہے' شرح صحیح مسلم میں اس مکمل حدیث کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① وصیت کا لغوی اور شرعی معنی ② وصیت کی اقسام ③ کیا مطلقاً وصیت کرنا فرض ہے: ثلث مال تک وصیت کی تحقیق

Marfat.com

(۴) امور مباحہ پر اجر ملنے کی تحقیق (۵) لمبی عمر کی فضیلت۔

۴۲- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: اللہ کی خیر خواہی کرنا اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرنا اور ائمہ مسلمین کی خیر خواہی کرنا اور عام لوگوں کی خیر خواہی کرنا دین ہے

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (التوبہ: ۹۱).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "جب وہ اللہ کی اور اس کے رسول کی خیر خواہی کریں" (التوبہ: ۹۱)۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ ذکر تھا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے' یعنی جب تک انسان اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا جوئی کے لیے عمل نہ کرے' جس میں کوئی دکھاوا نہ ہو' اس کا عمل قبول نہیں ہوتا' اور یہی چیز اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیر خواہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے تمام احکام پر عمل کرے اور جن کاموں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے' ان سے باز رہے' امام بخاری نے اس حدیث پر کتاب الایمان کو اس لیے ختم کیا ہے کہ یہ حدیث بہت جلیل القدر ہے اور اسی پر اسلام کے تمام احکام موقوف ہیں اور یہ حدیث ان چار حدیثوں میں سے ایک ہے' جن پر اسلام کا مدار ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: دین خیر خواہی ہے' اس کا معنی ہے: خیر خواہی کرنا دین کا معظم رکن ہے' جیسے کہا جاتا ہے: حج عرفہ ہے۔

اللہ' اس کے رسول' اس کی کتاب' ائمہ دین اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا محمل

اللہ کی خیر خواہی کا معنی یہ ہے کہ انسان اللہ پر ایمان لائے اور اس کی صفات میں شک اور الحاد نہ کرے اور عیوب سے اس کی ذات کو پاکیزہ قرار دے' اس کے احکام کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرے' اس کی اطاعت کرنے والوں سے محبت کرے اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے بغض رکھے' اس کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور ان کا شکر ادا کرے اور تمام عبادات اخلاص سے کرے اور یہ حقیقت میں انسان کی اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام خیر خواہی کرنے والوں اور تمام جہانوں سے مستغنی ہے۔

اللہ سبحانہ کی کتاب کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور مخلوق اس کی مثل لانے پر قادر نہیں ہے' تعظیم اور ادب سے اس کی تلاوت کرے' اس کے معانی پر غور کرے اور ان کی تصدیق کرے اور ان کے تقاضوں پر عمل کرے اور اس کے علوم کی تبلیغ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ آپ کی رسالت کی تصدیق کرے اور آپ کی دی ہوئی تمام خبروں پر ایمان لائے' اور آپ کے تمام احکام کی اطاعت کرے' آپ کے دین کی نصرت کرے اور آپ کی سنتوں پر عمل کرے اور آپ کے اخلاق سے متخلق ہو اور آپ کی تعظیم بجالائے اور آپ پر کثرت سے صلوٰۃ وسلام پڑھے اور آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب سے محبت رکھے۔

ائمہ دین کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ حق بات میں ان کی معاونت کرے اور ان کی غلط باتوں پر ان کو نرمی سے ٹوکے' ان کے خلاف بغاوت نہ کرے' ان کی اقتداء میں نماز پڑھے اور جہاد کرے اور ان کو صدقات ادا کرے' یہ تفسیر اس صورت میں ہے کہ جب ائمہ دین سے مراد ارباب حکومت ہوں' جیسے خلفاء راشدین تھے' اور اگر اس سے مراد علماء ہوں تو ان کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے فتاویٰ کو مانے اور ان پر عمل کرے' ان کے ساتھ حسن ظن رکھے اور ان کی تعظیم کرے۔

Marfat.com

عام لوگوں کے ساتھ نصیحت (خیر خواہی) یہ ہے کہ ان کی دنیا اور آخرت کی بہتری کے لیے ان کو نصیحت کرے' ان سے ایذاء کو دور کرے' جو احکام نہ جانتے ہوں ان کو بتائے' نیکی کے کاموں میں ان کی مدد کرے' ان کے عیوب پر پردہ رکھے' ان پر شفقت کرے اور ان کے لیے ان ہی چیزوں کو پسند کرے' جن کو اپنے لیے پسند کرتا ہے' اپنے ہاتھ اور زبان سے ان کو ضرر نہ پہنچائے اور ضرورت مندوں کی مدد کرے' جو بیمار ہوں ان کی عیادت کرے اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھے' موت کے بعد ان کے لیے ایصالِ ثواب اور دعا کرے۔(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۹۹' موضحاً ومزیداً)

۵۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ' عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ' وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. [اطراف الحدیث: ۵۲۴-۱۴۰۱-۲۱۵۷-۲۷۱۴-۲۷۱۵-۷۲۰۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' وہ کہتے ہیں: مجھے قیس بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از جریر بن عبد اللہ' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

(صحیح مسلم: ۵۶' سنن ترمذی: ۱۹۲۵' سنن نسائی: ۴۱۶۷' مصنف عبد الرزاق: ۹۸۱۹' مسند الشافعی ج ۱ ص ۱۳' مسند الحمیدی: ۷۹۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۷۷۷' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۳۷' المعجم الکبیر: ۲۲۹۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۹۹- ج ۱۳ ص ۵۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) مسدد بن مسرہد (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) اسماعیل بن ابی خالد البجلی التابعی' ان سب کا تعارف گزر چکا ہے (۴) قیس بن ابی حازم الکوفی البجلی المخضرم' انہوں نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا' یہ نبی ﷺ سے بیعت کرنے آئے' ابھی یہ راستے میں ہی تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا' ان کے والد صحابی ہیں' انہوں نے دس صحابہ سے سماع کیا' جن کو جنت کی بشارت دی گئی' اور بہت سے تابعین سے سماع کیا' ان کی جلالت پر اتفاق ہے' ان سے تابعین نے سماع کیا ہے' ۹۷ھ یا ۹۸ھ میں ان کی وفات ہو گئی تھی (۵) حضرت جریر بن عبد اللہ بن جابر البجلی الاحمسی' ان کی رہائش کوفہ میں تھی' یہ ۵۱ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ۱۰۰' احادیث مروی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ۸' احادیث پر متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۶' احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۰۱-۵۰۰)

بیعت سنت اور بیعت مروجہ

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی' بیعت کا معنی ہے: کسی کے ہاتھ پر عہد کرنا' نبی ﷺ اپنے اصحاب کو مختلف اوقات میں مختلف وجوہ سے بیعت کرتے تھے' آج کل جو بیعت مروج ہے' اس میں کسی عالم باعمل کے ہاتھ پر یہ عہد کیا جاتا ہے کہ وہ آئندہ احکام شرعیہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور سابقہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے' یہ بیعت کرنا فرض یا واجب نہیں ہے' مستحسن اور مبارک فعل ہے۔

اس حدیث میں نماز اور زکوٰۃ پر بیعت کا ذکر ہے' روزے کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جریر کی دوسری روایت میں سماع اور اطاعت پر بیعت کا ذکر ہے (مسند احمد: ۱۹۱۹۵) اور یہ تمام احکام شرعیہ کو شامل ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۷- ج ۱ ص ۴۷۳ پر بیان کی گئی ہے اور اس میں نصیحت اور خیر خواہی کے معنی کی تفصیل ہے۔

Marfat.com

۵۸- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عَلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، قَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَالْوَقَارِ، وَالسَّكِيْنَةِ، حَتّٰى يَاْتِيَكُمْ اَمِيْرٌ، فَاِنَّمَا يَاْتِيْكُمُ الْاٰنَ. ثُمَّ قَالَ اسْتَعْفُوْا لِاَمِيْرِكُمْ، فَاِنَّهٗ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ. ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَاِنِّيْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ اُبَايِعُكَ عَلَى الْاِسْلَامِ، فَشَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ، فَبَايَعْتُهٗ عَلٰى هٰذَا، وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ اِنِّيْ لَنَاصِحٌ لَكُمْ، ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ.

(مسند ابو یعلیٰ: ۷۵۰۹، مسند ابو داؤد الطیالسی: ۶۶۰، المعجم الکبیر: ۲۴۷۱، مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۱۹۳۔ ج ۳۱ ص ۱۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از زیاد بن علاقہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس دن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اس دن انہوں نے کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کی اور کہا: تم لوگ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے ڈر اور اس کی تعظیم اور سکون کو لازم رکھو حتیٰ کہ تمہارے پاس نیا امیر آ جائے کیونکہ وہ ابھی آئے گا، پھر کہا: اپنے (سابق) امیر کے لیے اللہ سے معافی طلب کرو کیونکہ وہ بھی معافی کو پسند کرتے تھے، پھر کہا: حمد وصلوٰۃ کے بعد میں کہتا ہوں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا، میں نے کہا: میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں، آپ نے مجھ پر یہ شرط لگائی کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا، سو میں نے آپ سے اس پر بیعت کر لی اور اس مسجد کے رب کی قسم! میں تمہاری خیر خواہی کرنے والا ہوں، پھر انہوں نے حضرت مغیرہ کے لیے مغفرت طلب کی اور (منبر سے) اتر گئے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی البصری، ان کا لقب عارم تھا، جس کا معنی شرّی اور مفسد ہے، لیکن یہ شر اور فساد سے بہت دور تھے، انہوں نے ابن المبارک سے سماع کیا، اور ان سے امام بخاری وغیرہ نے سماع کیا، ابو حاتم نے کہا: جب تم ان سے حدیث سن لو تو پھر کافی ہے، آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا، ۲۲۴ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے (۲) ابو عوانہ، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) زیاد بن مالک علاقہ بن مالک الثعلبی الکوفی، انہوں نے حضرت جریر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے اور ان سے متعدد تابعین نے سماع کیا ہے، یہ سیاہ خضاب لگاتے تھے، یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ تھے، ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت جریر رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۰۲)

''وقار'' اور ''سکینہ'' کا معنی اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور کافر کی خیر خواہی کا بیان

''وقار'': سنجیدہ ہونا، پختہ رائے والا ہونا، تعظیم کرنا، اور ''سکینہ'' کا معنی ہے: پرسکون ہونا۔

اس حدیث میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے گورنر تھے، یہ حدیبیہ میں حاضر تھے، غزوۂ خندق کے زمانے میں اسلام لائے تھے، ان سے ۱۳۶ احادیث مروی ہیں، امام بخاری اور امام مسلم نو احادیث پر متفق ہیں، امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم دو احادیث کے ساتھ منفرد ہیں، یہ جنگ یمامہ، جنگ یرموک اور جنگ قادسیہ میں شریک تھے، بہت عاقل، ذہین اور ادیب تھے، ۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(تہذیب الکمال ج ۲۸ ص ۳۶۹ طبع قدیم، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۶۲، تقریب التہذیب: ۶۸۶۴، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال للخزرجی ج ۳ ص ۱۲۲)

اس حدیث میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کا ذکر ہے' آیا کافر کی خیر خواہی بھی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو اسلام کی دعوت دینا اور اگر وہ مشورہ طلب کرے تو اس کو نیک مشورہ دینا' اس کے ساتھ عہد شکنی' دھوکا اور فراڈ نہ کرنا' اگر وہ مسلمانوں کا خادم ہو اور بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کرنا' اس کی خیر خواہی ہے' اور ان سب کا اسلام میں ثبوت ہے۔

نحمده ونصلي ونسلم علٰى رسوله الكريم

۳- كِتَابُ الْعِلْمِ
علم کا بیان

امام بخاری نے ''کتاب العلم'' کو ''کتاب الوضوء'' اور ''کتاب الصلوٰۃ'' وغیرہا پر مقدم کیا ہے' کیونکہ ان سب کا جاننا علم پر موقوف ہے' اور ''کتاب العلم'' کو ''کتاب الایمان'' سے موخر رکھا ہے' کیونکہ ایمان ان ہی چیزوں پر ہوتا ہے' جو وحی سے معلوم ہوئیں۔

علم' جہل کی ضد ہے' علم کا معنی ہے: جاننا' یعنی ذہن میں کسی چیز کا منکشف ہو جانا' متکلمین کے نزدیک علم کی تعریف یہ ہے: یہ صفت جس شخص کے ساتھ قائم ہو' اس کے نزدیک ذکر کردہ چیز منکشف ہو جائے' فلاسفہ حالت ادراکیہ کو علم کہتے ہیں' علم ادراک الکلیات کے ساتھ خاص ہے اور معرفت ادراک الجزئیات کے ساتھ خاص ہے' عقل سے جو چیز معلوم ہو' اس کو علم کہتے ہیں اور حواس سے جو چیز معلوم ہو' اس کو شعور کہتے ہیں' حصول علم کے تین ذرائع ہیں: خبر صادق' حواسِ سلیمہ اور عقل۔

١ - بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ
علم کی فضیلت

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (المجادلة: ١١)' وَقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ (طٰهٰ: ١١٤).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''تم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے' اللہ ان کو درجات کی بلندی عطا فرمائے گا اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو' اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہےO'' (المجادلۃ: ۱۱) اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: ''اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ فرماO'' (طٰہٰ: ۱۱۴)۔

امام بخاری نے علم کی فضیلت پر استدلال کرنے میں صرف ان دو آیتوں سے استدلال کیا ہے اور علم کی فضیلت میں احادیث کا ذکر نہیں کیا' حالانکہ علم کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ جو چیز قرآن مجید سے ثابت ہو' وہ قوی ترین دلیل ہے۔

٢ - بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ' فَاَتَمَّ الْحَدِيْثَ ثُمَّ اَجَابَ السَّائِلَ
جس شخص سے کسی چیز کے علم کے متعلق سوال کیا گیا اور وہ اپنی گفتگو میں مشغول رہا' اس نے اپنی بات مکمل کی' پھر سائل کے سوال کا جواب دیا

Marfat.com

اس عنوان کی سابق عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ کسی چیز کے علم کے سوال کا جواب دینا' کتاب العلم کے مناسب ہے۔

۵۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ (ح) وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ' فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ لَمْ يَسْمَعْ. حَتّٰى إِذَا قَضَى حَدِيثَهُ قَالَ أَيْنَ. أُرَاهُ. السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ هَا أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ. قَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ.[طرف الحدیث:۶۴۹۶]

(سنن ترمذی:۲۳۸۵' صحیح مسلم:۱۶۱' صحیح ابن حبان:۱۰۵' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۵۹' شرح السنۃ:۴۷۴۵' حلیۃ الاولیاء' ج ۶ ص ۳۴۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۴ طبع قدیم' مسند احمد : ۱۲۰۱۳۔ ج ۱۹ ص ۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' (ح) وہ کہتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے ھلال بن علی نے حدیث بیان کی' از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے' آپ صحابہ کے سامنے حدیث بیان فرمارہے تھے کہ ایک دیہاتی آ کر کہنے لگا: قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو میں مشغول رہے' بعض صحابہ نے کہا: آپ نے اس کی بات سنی اور اس کی بات کو ناپسند فرمایا اور بعض نے کہا: بلکہ آپ نے سنا نہیں' حتیٰ کہ جب آپ نے اپنی حدیث مکمل کر لی تو فرمایا: وہ کہاں ہے؟ راوی کہتے ہیں: میرا گمان ہے' آپ نے اس کے متعلق فرمایا جس کو میں نے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا تھا' اس سائل نے کہا: یارسول اللہ! میں یہاں ہوں' آپ نے فرمایا: جب امانت کو ضائع کر دیا جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ سائل نے کہا: امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی منصب نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔

ان تمام کتب حدیث کی احادیث میں امام بخاری کی اس روایت کے خلاف یہ مذکور ہے کہ آپ نے سائل سے پوچھا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے قیامت کے لیے بہت عمل نہیں کیے' روزے نہ نمازیں' مگر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے' جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ یہ حدیث مسند احمد کے ان نمبروں میں بھی ہے: ۱۲۷۷۵۔ ۱۲۷۰۳۔ ۱۲۷۱۵۔ ۱۲۷۶۲۔ ۱۲۷۶۹۔ ۱۳۰۹۲۔ ۱۳۲۲۴۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ آپ نے بیچ میں سوال کرنے والے کو فوراً جواب نہیں دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سنان الباھلی البصری' ان سے امام بخاری اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ اور مامون ہیں' یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) فلیح بن سلیمان الخزاعی المدنی' یہ نافع اور دیگر سے روایت کرتے ہیں' ان سے عبداللہ بن وہب بہت روایت کرتے ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ضعیف راوی ہیں' ان کی احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' ابوحاتم اور امام نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں ہیں' ابن عدی نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں' امام بخاری نے ان پر اعتماد کیا ہے' یہ ۱۶۸ھ میں

Marfat.com

فوت ہو گئے تھے (۳) ابراہیم بن المنذر القرشی الخزامی' ان سے امام ابوزرعہ' ابوحاتم' امام ابن ماجہ اور امام بخاری نے روایت کی ہے' یہ ۲۳۵ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۴) محمد بن فلیح' انہوں نے ہشام بن عروہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ہارون بن موسیٰ نے روایت کی ہے' ابن معین نے ان کو ضعیف قرار دیا' ابوحاتم نے کہا: یہ قوی تو نہیں ہے مگر ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' امام بخاری' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے' یہ ۱۹۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن فلیح مذکور کے والد (۶) ہلال بن علی الفہری القرشی المدنی' یہ کم سن تابعین میں سے ہیں' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر سے سماع کیا ہے' ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے' یہ ہشام کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئے تھے (۷) عطاء بن یسار' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۷۔۶)

کسی کی بات کاٹ کر بات کرنا جائز نہیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے سائل کے سوال کو ناپسند کیا تھا کیونکہ اس نے آپ کی بات مکمل ہونے سے پہلے سوال کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ گفتگو کے آداب میں سے یہ ہے کہ متکلم کی بات کو درمیان میں نہ ٹوکا جائے' اسی طرح جب تک استاذ خود کسی بات کی وضاحت نہ کرے' اس پر اعتراض نہ کیا جائے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی بات کی تلقین کی تھی۔

نااہل کو منصب پر فائز کرنے کی اجتماعی خرابیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسی نااہل کو منصب سونپ دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو' جیسے خلافت' قضاء اور افتاء کے معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کر دیے جائیں' ہمارے زمانہ میں اکثر و بیشتر ایسا ہی ہے' اور جس طرح شرعی علوم سے نابلد لوگوں کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کا جج بنا دیا جاتا ہے اور وہ دینی معاملات کے فیصلے کرتے ہیں اور جس طرح دینی علوم سے بے بہرہ لوگوں کو قومی اسمبلی' صوبائی اسمبلی اور سینٹ کا رکن بنا دیا جاتا ہے اور ان کو اسلامی ریاست کی حکومت چلانے کا استحقاق دے دیا جاتا ہے اور جس طرح ناتجربہ کار لوگوں کو ڈرائیونگ لائسنس دے دیا جاتا ہے اور ان سے بسوں اور بھاری گاڑیوں کے حادثات ہوتے رہتے ہیں' اسی طرح دیگر صنعتی اداروں میں رشوت اور سفارش سے ناتجربہ کار افراد کو بھرتی کر لیا جاتا ہے اور وہ ادارے تباہ ہو رہے ہیں۔ خائن اور نااہل کو منصب پر فائز کرنے کی اجتماعی خرابیوں کی مزید تفصیل تبیان القرآن ج ۲ ص ۷۰۰۔۷۰۱' النساء: ۵۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس اعتراض کے جوابات کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دینی سوال کے جواب میں تاخیر کی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل کے سوال کا فوراً جواب نہیں دیا' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص دینی مسئلہ معلوم کرے تو کیا عالم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جواب میں تاخیر کرے؟ اس کے تین جواب ہیں: ایک یہ کہ وہ سائل فوری جواب کا مستحق نہیں تھا' کیونکہ اس نے کسی شرعی عملی کام کے متعلق سوال نہیں کیا تھا' اس کا سوال وقوع قیامت کے معین وقت کے متعلق تھا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے جواب سے زیادہ اہم کام میں مشغول ہوں اور جو حدیث سنا رہے ہوں' وہ اس کے جواب سے زیادہ اہم ہو یا آپ وحی کا انتظار فرما رہے ہوں اور تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ سائل کو اور دیگر صحابہ کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ کسی کی بات کاٹنی نہیں چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سائل کو ڈانٹا اور جھڑکا نہیں اور اس میں تعلیم ہے کہ طلبہ کو پڑھاتے وقت اساتذہ کو شفقت سے کام لینا چاہیے اور ان کے ساتھ نرمی برتنا چاہیے' خصوصاً بادیہ نشینوں کے ساتھ۔

۳۔ بَابُ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْعِلْمِ — بلند آواز سے علمی بات بتانا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علمی سوال کا ذکر تھا اور عالم کو کبھی بلند آواز سے علمی جواب

Marfat.com

دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

٦٠- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ، عَنْ یُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا، فَاَدْرَكَنَا . وَقَدْ اَرْهَقَتْنَا الصَّلٰوةُ. وَنَحْنُ نَتَوَضَّاُ، فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰی اَرْجُلِنَا فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا. [اطراف الحدیث:۹۶-۱۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالنعمان عارم بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' از ابی بشر از یوسف بن ماھک از عبداللہ بن عمرو' انہوں نے بیان کیا: ہم نے ایک سفر کیا' نبی ﷺ اس سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے تھے' پھر آپ ہم سے مل گئے' اس وقت نماز ہم سے مؤخر ہو گئی تھی' اور ہم وضو کر رہے تھے' ہم اپنے پیروں پر مسح کرنے لگے تو آپ نے بلند آواز سے دو یا تین بار فرمایا: (بے دُھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

(صحیح مسلم:۲۴۲' سنن ابن ماجہ:۴۵۵' صحیح ابن حبان:۱۰۵۹-۱۰۵۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۰' المستدرک ج ۱ ص ۱۶۲' المعجم الکبیر:۸۱۰۹' مصنف عبدالرزاق:۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۳ طبع قدیم' مسند احمد:۶۸۰۹- ج ۱۱ ص ۴۱۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ جن مسلمانوں نے پیروں کو دھونے میں تقصیر کی اور پیروں کو دھونے کے بجائے' ان کے مسح پر اکتفاء کر لیا' آپ نے ان کو آگ کے عذاب کی وعید بلند آواز سے سنائی' اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ابوعوانہ الیشکری' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۳) ابوبشر جعفر بن ایاس الیشکری' امام احمد' یحییٰ اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں' یہ ۱۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے (۴) یوسف بن ماھک بن بہزاد الفارسی المکی' یحییٰ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ۱۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔ لفظ ماھک عجمہ اور علمیت کی بناء پر غیر منصرف ہے' ماھک کا معنی ہے: کسی چیز کو خوب کوشش سے پیسنا' یا چڑھتی ہوئی جوانی یا زوجین کا جماع میں خوب کوشش کرنا (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مناسبت یہ ہے کہ آپ نے بلند آواز سے مسئلہ بتایا۔

پیروں کو دھونے کی فرضیت' جسم اور روح دونوں کے عذاب کا ثبوت' اور عالم پر غلط بات کو ٹوکنے کی ذمہ داری

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا دھونا فرض ہے' کیونکہ اگر پیروں پر مسح کر لینا کافی ہوتا تو آپ ان کو دوزخ کی آگ کی وعید نہ سناتے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقط روح کو عذاب نہیں ہوگا' بلکہ جسم کو بھی عذاب ہوگا اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے' اور جب عالم کسی شخص کو کوئی غلط کام کرتے ہوئے دیکھے تو اس کو بلند آواز سے منع کرے اور سختی کرے اور کسی اہم بات کا بار بار ذکر کرے' کیونکہ آپ نے دو یا تین بار فرمایا تھا: (بے دُھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔

حدیث مذکور کی مؤید دیگر روایات' جن میں اس سفر اور اس نماز کا بیان ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ آ رہے تھے' حتیٰ کہ جب ہم راستہ میں پانی کے پاس سے گزرے تو بعض مسلمانوں نے عصر کی نماز کے لیے عجلت کی اور انہوں نے جلدی جلدی وضو کیا' حتیٰ کہ جب ہم

ان کے پاس پہنچے تو ان کی ایڑیاں خشک تھیں، جن کو پانی نے نہیں چھوا تھا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (بے دُھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو' وضو مکمل کیا کرو۔

(صحیح مسلم:۲۴۱' کتاب الطہارۃ' باب فضل الوضوء: ۲۶' سنن ابوداؤد: ۹۷' سنن نسائی: ۱۱۱' سنن ابن ماجہ: ۴۵۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے تھے' پھر آپ ہم سے آ ملے' اس وقت عصر کی نماز کھڑی ہو چکی تھی' ہم اپنے پاؤں پر مسح کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: (بے دُھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔ (صحیح مسلم' کتاب الطہارۃ' باب فضل الوضوء: ۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا' جس نے اپنی ایڑیوں کو نہیں دھویا تھا' آپ نے فرمایا: (بے دُھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۴۲)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحابہ نے نماز کو افضل وقت سے کیوں مؤخر کر دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس حرص میں نماز کو مؤخر کیا تھا کہ وہ اس نماز کو نبی ﷺ کے ساتھ مل کر پڑھ لیں گے' لیکن جب دیر زیادہ ہو گئی اور ان کو نماز کے فوت ہو جانے کا خوف ہوا تو پھر انہوں نے جلدی کی اور عجلت سے وضو کرنے لگے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۷۸۔ ج ۱ ص ۸۸۶ پر مذکور ہے' اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① وضو میں پیر دھونے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب ② وضو میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق علماء شیعہ کے دلائل ③ آیت وضو میں قراءت جر سے علماء شیعہ کے دلائل کے جوابات ④ علماء شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات ⑤ پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار کا بیان ⑥ علماء شیعہ کی عقلی دلیل کا جواب۔

٤- بَابُ قَوْلِ الْمُحَدِّثِ حَدَّثَنَا أَوْ أَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا

محدث کا یہ کہنا: ''حدثنا'' یا ''اخبرنا'' اور ''انبانا''

اس باب کو ''کتاب العلم'' میں وارد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری یہ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب میں ان احادیث کو روایت کیا ہے' جو مسندہ یعنی متصل ہیں' جن کو انہوں نے بغور اپنے اساتذہ سے سنا ہے کیونکہ ان ہی کو ''حدثنا'' یا ''اخبرنا'' یا ''انبانا'' کے صیغہ سے ذکر کیا جاتا ہے' اور اس وجہ سے بھی کہ محدث کے لیے ان الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی جاننا ضروری ہے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں عالم کا بلند آواز سے مسئلہ بتانے کا ذکر تھا' تاکہ حاضرین اس مسئلہ کو خود سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں اور جب وہ اس مسئلہ کو روایت یا نقل کریں گے تو کہیں گے کہ ہم کو فلاں نے حدیث بیان کی یا فلاں نے اس مسئلہ کی خبر دی' اس لیے ضروری ہے کہ یہ جانا جائے کہ فلاں نے حدیث بیان کی یا فلاں نے خبر دی' ان الفاظ کا لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: ہم سے حمیدی نے کہا: وہ اس وقت ابن عیینہ کے پاس تھے' انہوں نے کہا کہ محدث کے الفاظ'' ہم سے حدیث بیان کی' ہمیں خبر دی' ہم کو روایت حدیث کی اجازت دی اور میں نے فلاں سے حدیث سنی'' ان سب سے مراد واحد ہے۔

"حدثنا" "اخبرنا" اور "انبانا" کے لغوی اور اصطلاحی معانی

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنے شیخ سے کوئی حدیث سنے تو سننے والا اس حدیث کو نقل کرتے وقت یہ کہہ سکتا ہے: "حدثنا" "اخبرنا" "انبانا" اور "سمعته یقول" اور یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے فلاں نے کہا اور مجھ سے فلاں نے ذکر کیا' امام طحاوی کا بھی اسی طرف میلان ہے اور ابن حاجب نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے' اور امام حاکم سے منقول ہے کہ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور یہی زہری' یحییٰ قطان اور جماعت محدثین کا مذہب ہے' اور حجازیین اور کوفیین کا بھی یہی مختار ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس کو حمیدی اور سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے۔

دوسرے ائمہ حدیث نے یہ کہا ہے کہ جب شیخ کے سامنے حدیث پڑھی جائے تو یوں کہا جائے: "حدثنا فلان قراءة علیه واخبرنا فلان قراءة علیه" اور یہ متکلمین کا مذہب ہے۔

ان کے علاوہ دوسروں نے کہا: "حدثنا" میں اس طرح نہ کہے اور "اخبرنا" میں اس طرح کہہ سکتا ہے اور یہی امام شافعی' ان کے اصحاب' امام مسلم اور جمہور اہل مشرق کا مذہب ہے اور ابن جریج' اوزاعی' امام نسائی' ابن وہب اور اکثر محدثین کا مذہب ہے' ایک قول یہ ہے کہ عبد اللہ بن وہب ہی وہ شخص ہیں' جنہوں نے سب سے پہلے مصر میں یہ فرق بیان کیا کہ استاذ حدیث پڑھے تو "حدثنا" کہے اور شاگرد استاذ کے سامنے حدیث پڑھے تو "اخبرنا" کہے' پھر یہی مذہب اکثر محدثین میں شائع ہو گیا' زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ ان کی اصطلاح ہے' تاکہ "حدثنا" اور "اخبرنا" میں فرق کیا جا سکے' اگر تنہا سنے یا پڑھے تو "حدثنی" اور "اخبرنی" کہے اور اگر اس کے ساتھ دوسرا بھی شریک ہو تو "حدثنا" اور "اخبرنا" کہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۱۸۶' دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

بعض محدثین نے کہا: "حدثنا" "اخبرنا" اور "انبانا" میں کوئی فرق نہیں ہے' کیونکہ لغوی اعتبار سے اہل علم کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ ہماری گفتگو اصطلاح میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۷۔۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ' فتح الباری ج ۱ ص ۶۰۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور کہا ہے کہ ابن وہب نے کہا ہے کہ جب استاذ حدیث پڑھے تو "حدثنا" کہے اور جب استاذ کے سامنے شاگرد حدیث پڑھے تو "اخبرنا" یا "انبانا" کہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۴۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۰ ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ فرماتے ہیں: اسی طرح "انبانا" اس وقت کہا جاتا ہے' جب استاذ پڑھے نہ شاگرد استاذ کے سامنے پڑھے بلکہ استاذ نے اس حدیث کی روایت کرنے کی شاگرد کو اجازت دی ہو۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۰۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

میرے نزدیک یہ اصطلاح بہت عمدہ ہے' کیونکہ اس سے اداء حدیث کے تینوں صیغوں کا فرق آ گیا' دراصل یہ فرق بھی پہلے قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ نے بیان کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ جب محدث اپنے شیخ یا استاذ سے حدیث سنے تو کہے: "حدثنا" اور "اخبرنا" اور "سمعت" اور "قال لنا" اور "ذکر لنا" اور القاضی ابو بکر اور دیگر محققین کا مختار یہ ہے کہ اس میں بھی فرق کرے' جب شیخ سے حدیث سنے تو کہے: "حدثنا" اور جب شیخ کے سامنے حدیث پڑھے تو کہے: "اخبرنا قراءة" یا "قراءت علیه" یا "سمعت یقرء علیه" تاکہ حصول

Marfat.com

حدیث کی انواع میں اختلاط سے ابہام زائل ہو جائے' اس فرق کی اصطلاح متاخرین محدثین نے وضع کی ہے' سو امام حاکم ابوعبداللہ نیشا پوری نے کہا کہ روایت حدیث میں میرا اختیار یہ ہے اور میرے زمانہ کے اکثر ائمہ اور مشائخ کا مختار بھی یہی ہے کہ جب تنہا اپنے شیخ سے حدیث سنے تو کہے: "حدثنی" اور جب دوسروں کے سامنے سنے تو کہے: "حدثنا" اور جب تنہا اپنے شیخ کے سامنے حدیث پڑھے تو کہے: "اخبرنی" اور جب دوسروں کے سامنے پڑھے تو کہے: "اخبرنا" اور جب تنہا اس کے سامنے شیخ پر حدیث پیش کی جائے اور وہ اس کی روایت کی اجازت دے دے تو کہے: "انبانی" اور شیخ اس کی طرف جو حدیث لکھ کر بھیجے اور سامنے نہ پیش کی جائے تو کہے: "کتب الی"۔ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۶۰)

امام اوزاعی نے بھی اسی طرح کہا' جس طرح حاکم نے لکھا ہے کہ جب شیخ سے حدیث سنے تو کہے: "حدثنا" اور جب شیخ کے سامنے حدیث پڑھے تو کہے: "اخبرنا" اور جب شیخ کے سامنے کوئی حدیث پیش کی جائے اور وہ اس کی روایت کی اجازت دے تو کہے: "انبانا"۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۱۸۹۔ ۱۸۸' دارالوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا وَاَخْبَرَنَا وَاَنْبَاَنَا وَسَمِعْتُ وَاحِدًا. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ. وَقَالَ شَقِيْقٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً. وَقَالَ حُذَيْفَةُ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ.

اور ہم نے حمیدی نے کہا' وہ اس وقت ابن عیینہ کے پاس تھے کہ "حدثنا" اور "اخبرنا" اور "انبانا" اور "سمعت" کا اصطلاحی معنی ایک ہے' اور حضرت ابن مسعود نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیث بیان فرمائی اور آپ صادق اور مصدوق ہیں اور شقیق نے حضرت عبداللہ سے روایت کی: میں نے نبی ﷺ سے ایک بات سنی اور حضرت حذیفہ نے کہا: ہم سے رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں بیان فرمائیں۔

امام بخاری نے یہ تین تعلیقات اس لیے وارد کی ہیں کہ صحابی روایت حدیث کے وقت کبھی "حدثنا" (ہم سے حدیث فرمائی) کہتے ہیں اور کبھی "سمعت" (میں نے سنا) کہتے ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنْ رَبِّهٖ. وَقَالَ اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيْهِ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ. وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيْهِ عَنْ رَبِّكُمْ عَزَّوَجَلَّ.

اور ابوالعالیہ نے کہا: از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: از نبی ﷺ' آپ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: از نبی ﷺ' آپ تمہارے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں۔

یہ دوسری تین تعلیقات ہیں' جن کو امام بخاری نے اس لیے وارد کیا ہے کہ "عنعنہ" (وہ حدیث جو عن فلاں یا از فلاں از فلاں سے مروی ہو) سے جو حدیث مروی ہو تو وہ بھی حدیث مسند اور متصل کے حکم میں ہوتی ہے' بہ شرطیکہ راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو اور یہی امام بخاری کا مذہب ہے' اس کے برخلاف امام مسلم اس حدیث کے مسند ہونے کے لیے راوی اور مروی عنہ کا ہم عصر ہونا بھی کافی سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

٦١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ، فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ؟ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ، فَاسْتَحْيَيْتُ، ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

[اطراف الحدیث: ٦٢-٧٢-١٣١-٢٢٠٩-٤٦٩٨-٥٤٤٤-٥٤٤٨-٦١٤٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے' جس کے پتے نہیں گرتے اور بے شک وہ مسلمان کی مثل ہے' "فحدثونی" (پس مجھے بتاؤ) وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کا ذہن جنگل کے درختوں میں چلا گیا' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے' لیکن مجھے (بتانے سے) حیاء آئی' پھر صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! "حدثنا" (ہمیں بتایئے) وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٨١١' سنن ترمذی: ٣١١٩' صحیح ابن حبان: ٢٤٣' المعجم الکبیر: ١٣٥١٣' حلیۃ الاولیاء ج ٨ ص ١٢٩' مسند البزار: ٤٣٠٣' السنن الکبریٰ للنسائی: ١١٢٦٢' مسند احمد ج ٢ ص ١٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٤٥٩٩۔ ج ٨ ص ٢٠٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عنوان باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: محدث کا کہنا: "حدثنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حدثونی" اور صحابہ نے کہا: "حدثنا"۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت ابن عمر نے پہیلی کا جواب دینے سے کیوں حیاء کی؟

اس حدیث میں "البوادی" کا لفظ ہے' یہ "بادیۃ" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: گاؤں' دیہات۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میرے دل میں آیا' وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھے بتانے سے حیا آئی' اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر کی عمر صرف دس سال تھی اور وہ حاضرین میں سب سے چھوٹے تھے' اور حیاء کرنا اس وقت مستحب ہے' جب اس سے کوئی مصلحت فوت نہ ہو' اس وجہ سے بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر تم اس وقت بتا دیتے تو مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے زیادہ خوشی ہوتی۔

اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بجھارت ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے خود پہیلی ڈالی ہے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی پہیلی یا بجھارت ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٣٦٥٦)

اس حدیث کی بناء پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کو پہیلی ڈالنے سے منع فرمایا اور خود آپ نے صحابہ پر پہیلی ڈالی کہ ایک درخت مومن کی مثل ہے' بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہیلی ڈالنا' اس صورت میں ممنوع ہے' جب اس سے مقصود کسی کی لاعلمی ظاہر کرنا ہو یا اس کو لاجواب کرنا ہو یا اس کو لوگوں کے سامنے شرمندہ کرنا ہو' لیکن جب استاذ اپنے شاگردوں میں سے کسی کی ذہانت اور ذکاوت کو ظاہر کرنا چاہتا ہو یا ان کو ذہنی مشق کرانا چاہتا ہو تو پھر جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پہیلی

Marfat.com

ڈالی تھی' وہ ایسی ہی تھی۔

مومن کی کھجور کے درخت سے تشبیہ کی وجوہ

کھجور کے درخت کو جو مومن کے ساتھ تشبیہ دی ہے' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) کھجور کے درخت میں بہت خیر ہے' اس کا سایا ہمیشہ رہتا ہے' اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے' اور یہ پھل اکثر دستیاب ہوتا ہے' اس کا تازہ پھل کھایا جاتا ہے' سوکھنے کے بعد چھوارا بن جاتا ہے' وہ بھی مختلف طریقوں سے کھایا جاتا ہے' اس کے تنے سے شہتیر کا کام لیا جاتا ہے' اس کے پتوں سے چٹائیاں' رسیاں' برتن اور پنکھے بنائے جاتے ہیں' حتیٰ کہ اس کی گٹھلیاں بھی کام آتی ہیں' ان سے تسبیح بنائی جاتی ہے' اسی طرح مومن میں بھی بہت خیر ہے' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج سے اس کو بہت ثواب ملتا ہے' اپنے اہل وعیال کے رزق کی طلب کے لیے وہ جو کسب معاش کرتا ہے' وہ بھی کارِ ثواب ہے' دوستوں اور عزیزوں سے جو نیک سلوک کرتا ہے' اس میں بھی اس کو ثواب ملتا ہے' حصولِ سنت کی نیت سے اس کا کھانا پینا' سونا جاگنا اور اہل وعیال اور ماں باپ کے حقوق ادا کرنے سے بھی اس کو ثواب ملتا ہے' غرض اس کے ہر نیک عمل میں ثواب ہے۔

(۲) جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں اوپر آسمان کی طرف جاتی ہیں' اسی طرح مومن کے ایمان کی جڑیں اس کے سینہ میں پیوست ہوتی ہیں اور اس کے نیک اعمال کی شاخیں آسمان کی طرف چڑھتی ہیں۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے' جب آپ کے لیے منبر بنا کر مسجد میں رکھ دیا گیا اور آپ نے اس تنے کو چھوڑ دیا تو وہ آپ کی محبت کی وجہ سے آپ کے فراق میں اس طرح دھاڑیں مار کر رونے لگا' جس طرح اونٹنی اپنے گم شدہ بچے کے فراق میں روتی ہے' اسی طرح مومن کے دل میں آپ کی شدید محبت ہوتی ہے' وہ چاہتا ہے کہ اس کا تمام مال' اولاد حتیٰ کہ اس کی جان بھی چلی جائے اور اس کو ایک دفعہ آپ کی زیارت ہو جائے' زائرین مدینہ جب مدینہ سے الوداع ہوتے ہیں تو دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں کہ وہ اب آپ کے روضہ کی زیارت سے محروم ہو رہے ہیں۔

۵- بَابُ طَرْحِ الْإِمَامِ الْمَسْأَلَةَ عَلٰى أَصْحَابِهٖ لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ

امام کا اپنے اصحاب کے علم کی آزمائش کے لیے ان سے کوئی سوال کرنا

اس باب کے تحت بھی وہی حدیث سابق روایت کی ہے اور پہلے باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث کو اس لیے لائے کہ اس میں "حدثنا" کا ذکر تھا اور اس باب میں اس حدیث کو اس لیے لائے کہ اس میں علمی آزمائش کا ذکر ہے' البتہ پہلی حدیث قتیبہ کی سند کے ساتھ مروی تھی اور یہ حدیث خالد بن مخلد کی سند سے مروی ہے۔

۶۲- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ' حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ' حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا' وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ' حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ؟ قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ' قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ' ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور بے شک وہ مسلمان کی مثل ہے' پس مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ حضرت عبداللہ نے

Marfat.com

هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

کہا: لوگوں کا ذہن جنگل کے درختوں میں چلا گیا' حضرت عبداللہ نے کہا: میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے' پھر صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں بتایئے وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) خالد بن مخلد البجلی الکوفی' یہ امام مالک اور سلیمان بن بلال وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے اسحاق بن راھویہ اور محمد بن دینار وغیرہ روایت کرتے ہیں' امام احمد بن حنبل نے کہا: ان کی احادیث منکر ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ ۲۱۳ھ میں وفات پا گئے تھے' اس حدیث کے بقیہ رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۹)

✻ یہ حدیث شرح صحیح مسلم :۶۹۷۱۔ ج ۷ ص ۶۲۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں کھجور کے درخت کے ساتھ مؤمن کی مشابہت کی وجوہات اور دیگر مسائل بیان کیے گئے ہیں' تقریباً ایک جیسی شرح ہے۔ علاوہ ازیں تبیان القرآن ج ۶ ص ۱۸۰۔۱۷۹' ابراہیم: ۲۶۔ ۲۴' میں بھی اس کی شرح موجود ہے۔

٦- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعِلْمِ

علم کے متعلق جو احادیث وارد ہیں

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (طٰہٰ: ۱۱۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور آپ کہیے: اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کرO'' (طٰہٰ: ۱۱۴)

اس باب کی پہلے ابواب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ان ابواب میں شیخ کے پڑھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں شیخ کے سامنے پڑھنے کا ذکر ہے۔ اس عنوان میں قراءت اور عرض کا لفظ ہے' اور عرض کے دو معنی ہیں: (۱) طالب شیخ کے سامنے حدیث پڑھ کر پیش کرے' اس کو عرض قراءت کہتے ہیں (۲) طالب شیخ کے سامنے اپنی لکھی ہوئی حدیثیں پیش کرے' پھر شیخ اس کا اپنی اصل کے ساتھ مقابلہ کرے' پھر وہ درست ہو تو اس کو واپس دے کر کہے: میں ان حدیثوں پر مطلع ہو گیا اور میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم ان حدیثوں کو مجھ سے روایت کرو' اس کو عرض مناولہ کہتے ہیں' اسی طرح شیخ کے سامنے قراءت کے بھی دو معنی ہیں' کیونکہ قراءت کا ایک معنی ہے: طالب کا شیخ کے سامنے شیخ کی لکھائی ہوئی حدیث کو پڑھنا' خواہ طالب پڑھے یا کوئی اور پڑھے اور شیخ اپنی اصل کو ہاتھ میں لے کر اور طالب کے پڑھے ہوئے کا اپنی اصل سے مقابلہ کرے' اس قراءت علی الشیخ کو بعض محدثین عرض بھی کہتے ہیں۔

قراءت علی العالم پر دلائل

امام بخاری فرماتے ہیں:

اَلْقِرَاءَةُ وَالْعَرْضُ عَلَى الْمُحَدِّثِ.

محدث کے سامنے پڑھنا اور حدیث پیش کرنا۔

وَرَاَى الْحَسَنُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ الْقِرَاءَةَ جَائِزَةً.

اور حسن' سفیان ثوری اور مالک کی رائے میں قراءت جائز ہے۔

یعنی حسن بصری' سفیان ثوری اور امام مالک کے رائے میں محدث کے سامنے اس کی لکھائی ہوئی حدیثیں پڑھنا جائز ہے' تاکہ معلوم ہو جائے کہ طالب نے اپنے شیخ سے صحیح نقل کیا ہے یا نہیں' پھر امام بخاری فرماتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ اَبَا عَاصِمٍ يَذْكُرُ عَنْ

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: میں نے ابوعاصم سے سنا' وہ

سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكٍ اَنَّهُمَا كَانَا يَرَيَانِ الْقِرَاءَةَ وَالسِّمَاعَ جَائِزًا.

سفیان ثوری اور امام مالک سے نقل کرتے ہیں کہ وہ دونوں قراءت اور سماع کو جائز کہتے تھے۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ اِذَا قُرِئَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بَاْسَ اَنْ يَقُوْلَ حَدَّثَنِيْ وَسَمِعْتُ وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيْثِ ضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ ' قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ تُقِيْمَ (نُصَلِّيَ) الصَّلَوَاتِ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهٰذِهٖ قِرَاءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اَخْبَرَ ضِمَامٌ قَوْمَهٗ بِذٰلِكَ فَاَجَازُوْهُ.

ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: جب محدث کے سامنے حدیث پڑھی جائے تو "حَدَّثَنِي" اور "سَمِعْتُ" کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور بعض علماء نے عالم کے سامنے پڑھنے پر حضرت ضمام بن ثعلبہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم نمازیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قراءت ہے' حضرت ضمام نے اپنی قوم کو اس کی خبر دی اور ان کی قوم نے اس خبر کو قبول کر لیا۔

امام بخاری نے فرمایا: جو بعض علماء نے کہا ہے: اس سے ان کی مراد ان کے شیخ حمیدی ہیں' کیونکہ انہوں نے تصحیح نقل کے لیے محدث کے سامنے حدیث پڑھنے پر حضرت ضمام بن ثعلبہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے' کیونکہ حضرت ضمام' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے اسلام کے متعلق سوال کیا' پھر آپ نے جو جواب دیا' اس کو آپ کے سامنے دہرایا اور یہی قراءت علی الشیخ کی مثال ہے' پھر امام بخاری فرماتے ہیں:

وَاحْتَجَّ مَالِكٌ بِالصَّكِّ يُقْرَاُ عَلَى الْقَوْمِ ' فَيَقُوْلُوْنَ اَشْهَدَنَا فُلَانٌ ' وَيُقْرَاُ ذٰلِكَ قِرَاءَةً عَلَيْهِمْ ' وَيُقْرَاُ عَلَى الْمُقْرِئِ فَيَقُوْلُ الْقَارِئُ اَقْرَاَنِيْ فُلَانٌ.

امام مالک نے اس سے "صك" (یہ لفظ چیک کا معرب ہے' جس کو فارسی میں قبالہ یا اقرار نامہ کہا جاتا ہے' اس سے مراد دستاویز ہے) پر استدلال کیا ہے' جس کو قوم کے سامنے پڑھا جاتا ہے اور پڑھنے والے پر پڑھا جاتا ہے' اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کو فلاں شخص نے اس دستاویز (اسٹامپ پیپر' وثیقہ) پر گواہ بنایا' پس پڑھنے والا کہتا ہے کہ مجھ کو فلاں شخص نے پڑھایا۔

اس کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْوَاسِطِيُّ ' عَنْ عَوْفٍ ' عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَابَاْسَ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ.

ہم سے محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہم سے محمد بن الحسن الواسطی نے حدیث بیان کی از عوف از الحسن' انہوں نے کہا: عالم کے سامنے قراءت میں کوئی حرج نہیں۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ وَاَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفِرَبْرِيُّ ' وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى ' عَنْ سُفْيَانَ قَالَ اِذَا قُرِئَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بَاْسَ اَنْ تَقُوْلَ حَدَّثَنِيْ. قَالَ وَسَمِعْتُ اَبَا عَاصِمٍ يَقُوْلُ عَنْ مَالِكٍ وَ سُفْيَانَ اَلْقِرَاءَةُ

ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی اور ہمیں محمد بن یوسف الفربری نے خبر دی اور ہمیں محمد بن اسماعیل بخاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: جب محدث کے سامنے حدیث پڑھی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم کہو: اس نے مجھے حدیث بیان کی'

Marfat.com

عَلَى الْعَالِمِ وَ قِرَاءَتُهُ سَوَاءٌ.

انہوں نے کہا: میں نے ابو عاصم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: از مالک وسفیان کہ عالم کے سامنے پڑھنا اور عالم کا پڑھنا دونوں برابر ہیں۔

یعنی طالب کا محدث کے سامنے حدیث پڑھنا اور محدث کا خود حدیث پڑھنا' دونوں برابر ہیں اور دونوں صورتوں میں طالب اس حدیث کو" حدثنا " کے صیغہ کے ساتھ روایت کرسکتا ہے' اس وضاحت کے بعد امام بخاری باب کے عنوان پر درج ذیل حدیث روایت کر کے استدلال کرتے ہیں:

٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ سَعِيْدٍ هُوَ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ' دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى جَمَلٍ' فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ' ثُمَّ عَقَلَهُ' ثُمَّ قَالَ لَهُمْ أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ' فَقُلْنَا هٰذَا الرَّجُلُ الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ' فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَبْتُكَ' فَقَالَ الرَّجُلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ سَائِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْأَلَةِ' فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِيْ نَفْسِكَ' فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ. فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ' اَللّٰهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ؟ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ. قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ' اَللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ نُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ؟ قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ. قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ' اَللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَصُوْمَ هٰذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ؟ قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ' قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ' اَللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلٰى فُقَرَائِنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ. فَقَالَ الرَّجُلُ آمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ وَأَنَا رَسُوْلُ مَنْ وَرَائِيْ مِنْ قَوْمِيْ' وَأَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ أَخُوْ بَنِيْ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید جو مقبری ہے از شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص اونٹ پر بیٹھا ہوا آیا' اس نے اونٹ کو مسجد میں بٹھایا' پھر اس کو باندھ دیا' پھر صحابہ سے کہا: تم میں سے کون شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے؟ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے' ہم نے کہا: یہ سفید رو شخص جو ٹیک لگائے ہوئے ہیں' پھر آپ سے اس شخص نے کہا: عبدالمطلب کے بیٹے ہو؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں جواب دے چکا ہوں' پس اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں آپ سے سوال کرنے والا ہوں اور سوال میں آپ سے سختی کروں گا' آپ اپنے دل میں مجھ پر غصہ نہ کریں' آپ نے فرمایا: جو دل میں آئے سوال کرو' اس نے کہا: میں آپ کو آپ کے رب کی قسم دے کر اور آپ سے پہلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں: کیا واقعی اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہاں!' اس نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں: کیا واقعی اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھا کریں؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہاں!' اس نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا واقعی اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم سال کے اس مہینہ میں روزے رکھا کریں؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہاں!' اس نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا واقعی آپ کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے دولت مند لوگوں سے صدقہ لے کر اس کو

ہمارے فقراء میں تقسیم کریں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ہاں! اس شخص نے کہا: آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں' میں اس پر ایمان لے آیا اور میں اپنے پیچھے اپنی قوم کا رسول (نمائندہ) ہوں اور میں ضمام بن ثعلبہ ہوں' جو بنو سعد بن ابی بکر کا بھائی ہے۔

رَوَاهُ مُوْسٰى وَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ ' عَنْ سُلَيْمَانَ' عَنْ ثَابِتٍ ' عَنْ أَنَسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

امام بخاری فرماتے ہیں: اس حدیث کو موسیٰ اور علی بن عبدالحمید نے روایت کیا ہے' از سلیمان از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(سنن ابوداؤد:۴۸۶' سنن ابن ماجہ:۱۴۰۲' سنن نسائی:۲۰۱۹' مسند الشافعی ج ۱ ص ۲۱۹' صحیح ابن خزیمہ:۲۳۵۸' صحیح ابن حبان:۱۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۸ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۷۱۹۔ ج ۲۰ ص ۱۳۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: محدث کے سامنے حدیث کو پڑھنا اور حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سن کر آپ کے سامنے اس حدیث کو پڑھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) لیث بن سعد المصری (۳) سعید بن ابی سعید المقبری' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) شریک بن عبداللہ بن ابی نمر المدنی القرشی' ابی نمر پہلے اُحد میں مشرکین کے ساتھ مل کر لڑنے کے لیے آئے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی ہدایت دے دی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور سعید بن مسیب وغیرہ سے سماع کیا ہے' اور ان سے امام مالک اور سعید مقبری وغیرہ نے سماع کیا ہے' ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے' یحییٰ بن معین نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' امام ترمذی کے علاوہ محدثین کی بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' ان کی وفات ۱۴۰ھ میں ہوئی ہے (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۸)

حضرت ضمام بن ثعلبہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ضمام بن ثعلبہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا ذکر ہے' اس میں اختلاف ہے کہ جب حضرت ضمام بن ثعلبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے' اس وقت وہ مسلمان ہو چکے تھے یا نہیں' ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ آپ کے پاس آنے سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے' اور امام بخاری نے بھی یہی سمجھا ہے اور وہ اس لیے آئے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیث پیش کریں' اسی لیے امام بخاری نے اس باب کا عنوان ''قراءت والعرض علی المحدث'' قائم کیا ہے' نیز اس حدیث میں ہے: انہوں نے کہا: آپ جو کچھ لائے ہیں' میں اس پر ایمان لایا اور میرے پیچھے جو قوم ہے' میں اس کا نمائندہ ہوں' اور قاضی عیاض اور دیگر محدثین نے کہا: وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے' وہ اس کے بعد اسلام لائے تھے اور اس وقت محض تفتیش کے لیے آئے تھے' اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو بھیجا تھا' حتیٰ کہ جب وہ مکالمہ سے فارغ ہوئے تو پھر انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا' اور اس حدیث میں جو مذکور ہے: ''آپ جو کچھ لائے ہیں' میں اس پر ایمان لایا'' اس سے مراد ان کا اسی وقت ایمان لانا ہے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنے پہلے ایمان کی خبر دے رہے ہیں' علامہ قرطبی نے بھی قاضی عیاض کے قول کو ترجیح دی ہے' نیز امام ابوداؤد نے اس حدیث کا یہ عنوان قائم کیا ہے' باب: مشرک کا مسجد میں داخل ہونا' اور

امام بخاری نے جو "قراءت والعرض علی المحدث" کا عنوان قائم کیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے اس وقت ضمام بن ثعلبہ کو مسلمان سمجھا ہو امام ابن اسحاق نے کہا: ضمام بن ثعلبہ ۹ ھ میں آئے تھے الواقدی نے کہا: وہ ۵ ھ میں آئے تھے لیکن پہلا قول صحیح ہے کیونکہ صحیح مسلم: ۱۲ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت آئے تھے جب قرآن مجید میں مسلمانوں کو سوالات کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اور یہ ممانعت (المائدہ: ۱۰۱) میں ہوئی ہے اور سورۂ مائدہ آخر میں نازل ہوئی ہے ثانی اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی دعوت دینے والوں کو زیادہ تر فتح مکہ کے بعد بھیجا تھا ثالث اس لیے کہ بنو سعد بن بکر غزوۂ حنین کے بعد اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

نیز اس حدیث میں بنو سعد بن بکر کا ذکر ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ننھیال ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳ 'فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۱ 'المفہم ج ۱ ص ۱۶۴ - ۱۶۲ ملخصاً)

مقلد کے ایمان کا صحیح ہونا اور ماکول اللحم کا پیشاب اور گوبر حرام ہونا

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت ضمام بن ثعلبہ کے ایمان لانے کا ذکر ہے' اور یہ ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے کوئی معجزہ طلب کیا تھا یا از خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کوئی معجزہ دکھایا تھا یا کوئی دلیل پیش کی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ دلائل میں غور وفکر کیے بغیر بھی مقلد کا ایمان صحیح ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ خبر واحد کا قبول کرنا صحیح ہے' کیونکہ یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ کی قوم نے یہ کہا ہو کہ ہم تمہارے پیغام کو اس وقت تک قبول نہیں کریں گے' حتیٰ کہ کسی اور ذریعہ سے تمہاری بات کی تصدیق ہو جائے۔

اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ نے اپنا اونٹ مسجد میں باندھ دیا اور جانوروں سے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ وہ کسی وقت بھی پیشاب یا لید کر دیں گے' اس سے امام احمد نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے' ان کا پیشاب اور ان کی لید پاک ہے۔

اسی طرح حافظ عبداللہ روپڑی (غیر مقلد عالم) لکھتے ہیں:

"قضیب گاؤ" (بیل کا آلہ تناسل) حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے' مگر یہ مذہب صحیح نہیں بلکہ "ماکول اللحم" (جن جانوروں کا گوشت حلال ہے) کا گوبر پیشاب تک پاک اور حلال ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۵۶۶ 'ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

ہمارے نزدیک محض مسجد میں اونٹ باندھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا پیشاب اور گوبر پاک اور حلال ہو جائے' کیونکہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے مسجد کے احاطہ میں اونٹ باندھ دیا اور محض احتمال سے ان کا پیشاب اور گوبر کیسے پاک ہو سکتا ہے' جب کہ ان کی تحریم اور نجاست کے متعلق صریح احادیث موجود ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر اس کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۴۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اکثر قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۴۸ 'مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۶ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱ 'المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲ 'سنن دار قطنی: ۴۵۸)

گوبر اور لید کی نجاست کے متعلق یہ حدیث ہے:

Marfat.com

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لیے گئے اور مجھے فرمایا کہ میں آپ کے لیے تین پتھر لے کر آؤں' مجھے دو پتھر ملے' میں نے تیسرا پتھر تلاش کیا تو وہ مجھے نہیں ملا' پس میں نے گوبر اٹھالیا اور اس کو آپ کے پاس لے گیا' آپ نے وہ دو پتھر لے لیے اور گوبر پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۵۶' سنن ترمذی: ۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸)

ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کا نام لینا اور یا محمد کہنے کا جواز اور بعض اعتراضات کے جوابات

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ نے کہا: تم میں سے کون محمد ہے؟ اور اس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے انکار نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کا نام لینا جائز ہے' لیکن آپ کا نام لے کر آپ کو بلانا جائز نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا. (النور: ۶۳) تم رسول کو اس طرح نہ بلاؤ' جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

البتہ یا محمد کہنا جائز ہے کیونکہ اس میں آپ کو نداء ہے اور آپ کو پکارنا ہے' آپ کو نام لے کر بلانا نہیں ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے صحابہ کا آپ کو یا محمد کہنا ثابت ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۰۹)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ نے آپ کو یا نبی اللہ' یا رسول اللہ کیوں نہیں کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک وہ ایمان نہیں لائے تھے' نیز انہوں نے دیہاتیوں کے طریقہ سے آپ کا نام لیا اور اس پر انکار نہیں کیا گیا۔

حضرت ضمام بن ثعلبہ ۹ ہجری میں اسلام لائے تھے' اس وقت تک حج فرض ہو چکا تھا' حالانکہ اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح مسلم: ۱۲ میں بھی ہے' اس میں حج کا ذکر ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں اور اس حدیث میں صرف ہمارے فقراء کو زکوٰۃ دینے کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ مصرف زیادہ مشہور ہے' اس لیے صرف اس کا ذکر کیا گیا۔

۷- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْمُنَاوَلَةِ وَكِتَابِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ إِلَى الْبُلْدَانِ

مناولہ کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے اور اہل علم کا علم کو شہر والوں کی طرف لکھنا

مناولہ کا لغت میں معنی ہے: کسی کا کوئی چیز دینا اور اس کا اس چیز کو لینا' اور اصطلاح میں مناولہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مناولہ مقرونہ بالاجازہ (۲) مناولہ مجردہ۔ ''مناوله مقرونة بالاجازة'' کی تعریف یہ ہے کہ شیخ اپنا مجموعہ احادیث طالب کو دے اور کہے کہ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم ان احادیث کی مجھ سے روایت کرو' امام مالک کے نزدیک یہ سماع کی حالت ہے اور اس صورت میں طالب ان احادیث کو ''حدثنا'' کے ساتھ روایت کر سکتا ہے (۲) دوسری قسم ہے: مناولہ مجردہ یعنی شیخ طالب کو اپنا مجموعہ احادیث دے اور یہ نہ کہے کہ میں تم کو اس کی روایت کی اجازت دیتا ہوں' طالب کے لیے ان احادیث کو ''حدثنا'' کے ساتھ روایت کرنا جائز نہیں ہے' امام بخاری کی یہاں مناولہ سے مراد پہلی قسم ہے۔

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ان ابواب میں حدیث کی ادائیگی کے طریقہ کو بیان کیا گیا ہے۔

''مکاتبہ'' کا معنی ہے: شیخ طالب کی طرف کوئی حدیث لکھ کر بھیج دے' اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) مکاتبہ مقرونہ بالاجازہ (۲) مکاتبہ مجردہ۔

Marfat.com

مکاتبہ پر آثار صحابہ سے استدلال

امام بخاری فرماتے ہیں: اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عثمان نے مصاحف لکھے اور ان کو شہروں میں بھیج دیا۔

وقال انس نسخ عثمان المصاحف فبعث بها الى الآفاق.

''مصاحف''، ''مصحف'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: لکھی ہوئی آسمانی کتاب' قرآن مجید میں ہے:

صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی O (الاعلیٰ:۱۹) ابراہیم اور موسیٰ پر نازل ہونے والے صحیفے O

اب ہمارے عرف میں مصحف سے مراد لکھا ہوا یا چھپا ہوا قرآن مجید ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اس وقت وہ آرمینیاء اور آذربائی جان کی فتح کے لیے اہل شام کے خلاف جہاد کر رہے تھے اور ان کے ساتھ اہل عراق تھے' اس وقت حضرت حذیفہ قرآن مجید کے پڑھنے میں مسلمانوں کے اختلاف سے گھبرا گئے' پھر حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس سے پہلے کہ یہ امت یہود و نصاریٰ کی طرح اپنی کتاب میں اختلاف کرنے لگے' آپ اس امت کو سنبھال لیں' پھر حضرت عثمان نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا' آپ ہمارے پاس وہ مصحف بھیج دیں (جس کو صحابہ کی ایک جماعت نے تحقیق سے مرتب کیا تھا)' ہم اس کی نقل کرا کے آپ کو واپس کر دیں گے' حضرت حفصہ نے حضرت عثمان کے پاس وہ مصحف بھیج دیا' پھر حضرت عثمان نے حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت سعید بن العاص' حضرت عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ اس کے موافق مصاحف لکھیں' پھر حضرت عثمان نے تین قرشی صحابہ سے کہا: جب تمہارا اور حضرت زید بن ثابت کا قرآن کے کسی لفظ میں اختلاف ہو تو اس کو لغت قریش کے موافق لکھنا کیونکہ قرآن کریم ان کی لغت پر نازل ہوا ہے' انہوں نے ایسا ہی کیا' حتیٰ کہ جب انہوں نے مصاحف تیار کر لیے تو حضرت عثمان نے حضرت حفصہ کا مصحف واپس کر دیا اور ان صحابہ نے جو مصاحف تیار کیے تھے' ان کی نقول تمام شہروں میں بھیج دیں اور یہ حکم دیا کہ تمام شہروں میں ان کے علاوہ جو مصاحف ہیں (ان کی سیاہی کو دھو کر اور ان کے غسالہ اور دھوون کو تبرکاً پی کر) ان کاغذوں کو جلا دیا جائے (تاکہ کلیۃً ان کا وجود ختم ہو جائے)۔ (صحیح البخاری:۴۹۸۷)

اس مصحف کی نقول مختلف شہروں میں بھیجنے سے امام بخاری نے مکاتبہ پر استدلال کیا ہے' یعنی علم کو لکھ کر مختلف شہروں میں بھیجنا اور اس کا حجت ہونا' باقی ان مصاحف سے قرآن مجید کا ثبوت نہیں ہے' وہ تواتر سے ثابت ہے' ان مصاحف سے قرآن مجید کی لکھی ہوئی صورت مستفاد ہوئی ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے ایک اور تعلیق پیش کی:

وَرَاٰی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ وَ مَالِكٌ ذٰلِكَ جَائِزًا.

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' یحییٰ بن سعید اور امام مالک نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

روایت حدیث کے طریقے

امام بخاری نے ان ابواب میں حدیث بیان کرنے کے طریقے بیان کیے ہیں' پہلے دو بابوں میں تین طریقے بیان کیے: (۱) ''حدثنا'' (۲) ''اخبرنا'' (۳) ''انبانا'' اس کے بعد (۴) ''المناولۃ المقرونۃ بالاجازہ'' بیان کیا' اس کے بعد (۵) ''المناولۃ المجردہ'' بیان کیا' اس کے بعد (۶) ''الکتابۃ المقرونۃ بالاجازۃ'' بیان کیا' اس کے بعد (۷) ''الکتابۃ المجردۃ'' بیان کیا' اس کے بعد (۸) ''الاجازۃ'' ہے' اس کی قوی صورت یہ ہے کہ ایک معین استاذ کسی معین طالب سے یہ کہے: میں تم کو امام بخاری یا دیگر محدثین کی احادیث روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں' آج کل جو دینی مدارس میں سند حدیث دی جاتی ہے' وہ اسی آٹھویں طریقہ کے مطابق

Marfat.com

ہے۔

وَاحْتَجَّ بَعْضُ اَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمُنَاوَلَةِ بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَتَبَ لِاَمِيْرِ السَّرِيَّةِ كِتَابًا وَقَالَ لَا تَقْرَاْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَ كَذَا' فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ قَرَاَهُ عَلَى النَّاسِ' وَاَخْبَرَهُمْ بِاَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری فرماتے ہیں: اور بعض اہل حجاز نے مناولہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جب آپ نے لشکر کے امیر کو ایک مکتوب لکھا اور فرمایا: اس کو اس وقت تک نہ پڑھنا' جب تک کہ تم فلاں فلاں مقام پر نہ پہنچ جاؤ' جب وہ اس مقام پر پہنچ گئے تو انہوں نے اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خبر دی۔

اسلام کے پہلے لشکر کی کارروائی

حجاز سے مراد مکہ' مدینہ اور یمامہ ہے' اور بعض اہل حجاز سے مراد امام بخاری کے استاذ حمیدی ہیں اور لشکر کے امیر حضرت عبداللہ بن جحش الاسدی ہیں' یہ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں' امام محمد بن اسحاق نے کہا: یہ پہلا لشکر تھا' جس میں مسلمانوں نے مالِ غنیمت حاصل کیا تھا' یہ رجب ۲ ھ میں غزوۂ بدر سے پہلے ہوا تھا' اس میں ۸ مہاجرین تھے' واپسی میں یہ لشکر مکہ اور طائف کے درمیان مقام نخلہ میں قریش کی گھات میں ٹھہرا تا کہ ان کی جاسوسی کرے' یکم رجب کو انہوں نے عمرو بن الحضرمی کو قتل کر دیا اور ان کے دو آدمی گرفتار کر لیے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملامت کی اور فرمایا: میں نے تم کو حرمت والے مہینہ میں تو قتال کرنے کے لیے نہیں کہا تھا' ادھر قریش نے شور مچا دیا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حرمت والے مہینہ کو حلال کر لیا' یہ پہلا مقتول تھا' اور پہلے قیدی تھے اور پہلا مالِ غنیمت تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰-۳۸ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٤- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ صَالِحٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ رَجُلًا' وَاَمَرَهُ اَنْ يَّدْفَعَهُ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ' فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى' فَلَمَّا قَرَاَهُ مَزَّقَهُ' فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' از صالح از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنا مکتوب دے کر بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ یہ مکتوب بحرین کے امیر کو دے' بحرین کے امیر نے وہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا' اس نے جب اس مکتوب کو پڑھا تو اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' ابن شہاب کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ ابن المسیب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف یہ دعا کی: ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں' پورے پورے ٹکڑے۔

[اطراف الحدیث: ۲۹۳۹-۴۴۲۴-۷۲۶۴]

(سنن نسائی: ۶۸۸۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۹' الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۱۸۹' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۷۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۸۴- ج ۴ ص ۶۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مکتوب اپنے نمائندہ کو دیا اور وہ حدیث ہے' سو یہ ''المناولۃ'' کی اصل ہے اور آپ نے فرمایا: یہ مکتوب امیر البحرین کو دیا جائے' سو یہ ''المکاتبۃ'' کی اصل ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسماعیل بن عبداللہ المدنی (۲) ابراہیم بن سعد (۳) صالح بن کیسان الغفاری (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عبیداللہ بن عبداللہ (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۰)

حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو اپنا مکتوب دیا' امام بخاری نے کتاب المغازی میں بیان کیا ہے کہ وہ شخص حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی تھے' وہ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور مہاجرین اوّلین میں سے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کو رومیوں نے قید کرلیا تھا' ان کے بادشاہ نے کہا تھا: تم میرے سر کو بوسہ دو' میں تم کو چھوڑ دوں گا' یہ طویل قصہ ہے' جس کو ہم حدیث:۱۶ کی تشریح میں پہلے بیان کر چکے ہیں' انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور بدر میں حاضر تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کسریٰ کی طرف روانہ کیا تھا' ان سے احادیث بھی مروی ہیں' امام مسلم ان کی ایک حدیث کی روایت کے ساتھ منفرد ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۴ ص ۱۱۴ طبع قدیم' تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۸۵' تقریب التہذیب: ۳۲۸۳' خلاصۃ الخزرجی ج ۲ ص ۵۹)

عظیم البحرین اور کسریٰ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے عظیم البحرین کو دینے کے لیے مکتوب دیا' بحرین' بصرہ اور عمان کے درمیان ایک شہر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۱) خلیج فارس کے ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے' جس کا رقبہ اڑھائی سو مربع میل ہے۔ ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی تقریباً دو لاکھ تھی۔ (معجم البلدان اُردو ص ۶۱)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کر لی تھی اور حضرت العلاء بن الحضرمی کو وہاں کا گورنر مقرر فرما دیا تھا' حضرت ابوعبیدہ کو آپ نے وہاں روانہ کیا تھا اور وہ وہاں سے جزیہ لے کر آئے تھے' البحرین کا بادشاہ المنذر بن ساوی تھا' اس نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی تھی اور مسلمان ہو گیا تھا۔ آپ نے بہ راہِ راست کسریٰ کو خط نہیں بھیجا تھا بلکہ عظیم البحرین کے واسطے سے بھیجا تھا کیونکہ اس کو بہ راہِ راست مکتوب بھیجنے میں مشکلات تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''کسریٰ'' فارس کے بادشاہوں کا لقب ہے' جیسے ''قیصر'' روم کے بادشاہوں کا لقب ہے' جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی پھاڑا تھا' اس کا نام پرویز بن ھرمز بن انوشیروان تھا' جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی پھاڑا تو آپ نے فرمایا: اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا' اور آپ نے فرمایا: جب کسریٰ مر جائے گا تو پھر کوئی کسریٰ نہیں ہوگا' الواقدی نے کہا ہے کہ کسریٰ پر اس کا بیٹا شیرویہ مسلط ہو گیا اور ۷ھ میں اس کو قتل کر دیا' پھر اس کے پورے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور تمام روئے زمین سے اس کی سلطنت جاتی رہی!

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے کہا ہے کہ جب کسریٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ دیا تو اس نے یمن کے عامل بازان کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ تم دو قوی مردوں کو اس شخص کے پاس بھیجو' جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ میرے پاس اس شخص کی خبر لے کر آئیں' بازان نے اپنا مکتوب دے کر اپنے دو آدمیوں کو بھیجا' وہ مدینہ میں آئے اور انہوں نے بازان کا مکتوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور ان کو اسلام کی دعوت دی' ان کے کندھے کپکپانے لگے' آپ نے فرمایا: تم اپنے گورنر کو یہ پیغام پہنچا دینا

کہ میرے رب نے اس کے رب کسریٰ کو آج رات سات گھنٹے پہلے قتل کر دیا ہے' یہ ۷ ھ' ۱۰ جمادی الاولیٰ منگل کی رات تھی' بے شک اللہ نے اس کے بیٹے شرد یہ کو اس پر مسلط کیا اور اس نے پرویز کو قتل کر دیا' زہری نے کہا ہے کہ جب باذان کو یہ خبر پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ا ص ۱۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ضرر کو بددعا سے تعبیر کرنا بے ادبی ہے

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ علم کو لکھ کر دوسرے شہروں میں بھیجنا چاہیے' اور جب کفار بے ادبی سے پیش آئیں تو ان کے خلاف دعاء ضرر کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں '' دعا علیهم '' کا لفظ ہے۔ عام اصول کے مطابق اس کا ترجمہ ہوگا' ان پر بددعا کی' لیکن جب دعا کا فاعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں تو پھر یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل بد نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں حسین نمونہ ہے۔

(الاحزاب: ۲۱)

بخاری کے اردو شارحین نے اس حدیث میں '' فدعا علیهم '' کا ترجمہ اسی طرح کیا ہے:

نواب وحید الزمان نے لکھا ہے: آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایران والوں پر بددعا کی۔ (تیسیر الباری ج ا ص ۱۲۱)

سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے: ان لوگوں کے لیے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کی بددعا فرمائی۔ (انوار الباری ج ۵ ص ۵۹)

شیخ سلیم اللہ خان نے لکھا ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے بددعا کی۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۲۰۴)

شیخ تقی عثمانی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر بددعا کی تھی۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۶۹)

ہمارے نزدیک یہ تمام تراجم غلط ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ کے ادب کے پیش نظر یوں لکھنا چاہیے تھا: آپ نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی' آپ کسی کے متعلق دعائے خیر کریں یا دعائے ضرر کریں' آپ کا ہر فعل حق' صواب اور حسن ہے اور آپ کا کوئی فعل بد نہیں ہے۔

۶۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا، اَوْ اَرَادَ اَنْ يَكْتُبَ فَقِيْلَ لَهُ اِنَّهُمْ لَا يَقْرَؤُوْنَ كِتَابًا اِلَّا مَخْتُوْمًا، فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِهِ فِيْ يَدِهِ، فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ مَنْ قَالَ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ اَنَسٌ.

[اطراف الحدیث: ۲۹۳۸-۵۸۷۰-۵۸۷۲-۵۸۷۵-۷۱۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مکتوب لکھا یا آپ نے لکھنے کا ارادہ کیا' آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ صرف اسی مکتوب کو پڑھتے ہیں' جو مہر شدہ ہو' تب آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی' جس کا نقش '' محمد رسول اللہ '' تھا' گویا میں آپ کے ہاتھ میں اس کی سفیدی دیکھ رہا تھا' شعبہ نے کہا: میں نے قتادہ سے پوچھا: کس نے کہا کہ اس کا نقش '' محمد رسول اللہ '' تھا' انہوں نے کہا: حضرت انس نے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۹۲' سنن ترمذی: ۲۷۱۸' سنن نسائی: ۵۲۹۳-۵۲۱۶' سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۰' مسند ابوعوانہ ج ۴ ص ۱۹۷' الطبقات الکبریٰ

ی ۴' مسند ابو یعلی: ۱۷ ۳۲۲' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۲۸' شرح السنۃ: ۱۳۱۳' المعجم الاوسط: ۲۳ ۶۵۲۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰ ۱۲۷۔ جامع ص ۱۳۹)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس باب کے عنوان کا دوسرا جز ہے: شہر والوں کی طرف علم کو لکھنا اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے کسریٰ کی طرف مکتوب لکھ کر بھیجا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالحسن محمد بن مقاتل المروزی' یہ امام بخاری کے شیخ ہیں' امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں' یہ ابن المبارک اور وکیع سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں' خطیب نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابوحاتم نے کہا: صدوق ہیں' یہ ۲۲۶ھ کے آخر میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) قتادہ بن دعامہ السدوسی (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۳)

رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کا ثبوت اور کفار کے مخصوص طریقہ کو اپنانے کا جواز' بہ شرطیکہ وہ ان کی بدعقیدگی پر مبنی نہ ہو

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت انس نے انگوٹھی کی صفت میں کہا: میں آپ کے ہاتھ میں انگوٹھی کی صفت دیکھ رہا تھا' حالانکہ انگوٹھی ہاتھ میں نہیں' انگلی میں پہنی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ہاتھ سے مراد انگلی ہے اور حدیث میں جز پر کل کا اطلاق ہے۔

نبی ﷺ قیصر اور کسریٰ کی طرف خط لکھنے کا ارادہ کر رہے تھے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ تو امی تھے' لکھتے نہ تھے' علامہ بدرالدین عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ منقول ہے کہ نبی ﷺ نے لکھا ہے اور ان شاء اللہ'' کتاب الجہاد'' میں اس کا ذکر آئے گا اور اگر یہ ثابت ہو کہ آپ نے بالکل نہیں لکھا تو پھر آپ کی طرف لکھنے کا اسناد مجاز عقلی ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۴)

✱ ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن' الاعراف: ۱۵۷ کی تفسیر میں بہت دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی طرف لکھنے کا اسناد حقیقت عقلی ہے۔

✱ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مکتوب کے آخر میں مہر لگانا کفار کا طریقہ تھا' اس کے باوجود نبی ﷺ نے مکتوب پر مہر لگانے کے لیے مہر بنوائی' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کام میں کفار کی مشابہت مطلقاً ممنوع نہیں ہے' صرف وہی مشابہت ممنوع ہے' جو ان کی کسی بدعقیدگی پر مبنی ہو' اس کی مفصل اور مکمل تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۳۸۳۔ ۳۷۴ میں کی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

✱ یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۳۶۸۔ ۵۳۶۷۔ ج ۶ ص ۳۹۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) چاندی کی انگوٹھی پہننے اور اس پر نقش کندہ کرانے کا بیان (۲) دائیں یا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق فقہاء شافعیہ اور فقہاء مالکیہ کے نظریات۔

۸- بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ، وَمَنْ رَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا

جو شخص وہیں بیٹھ گیا' جہاں مجلس ختم ہوئی ہے اور جس شخص نے مجلس کے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہ وہاں جا کر بیٹھ گیا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق مناولہ میں تھا یعنی شیخ کا طالب کو اپنا مجموعہ حدیث دینا اور ظاہر

Marfat.com

ہے' یہ مناولہ مجلس علم میں ہی ہوتا ہے اور اس باب میں جس مجلس کا ذکر ہے' اس سے مراد بھی مجلس علم ہے۔

٦٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ، إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، قَالَ فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ؟ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللَّهِ فَآوَاهُ اللَّهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللَّهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ. [طرف الحدیث: ٤٧٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ کہ ابومرہ عقیل بن ابی طالب کے آزاد شدہ غلام نے ان کو خبر دی از ابوواقد لیثی کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اس وقت تین شخص آئے' دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھ کر آ گئے اور ایک چلا گیا' وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے' ان میں سے ایک نے حلقہ میں کشادگی دیکھی' وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا مجلس کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ موڑ کر چلا گیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: سنو! کیا میں تمہیں ان تین آدمیوں کے متعلق خبر نہ دوں؟ ان میں سے ایک نے اللہ کی پناہ لی تو اللہ نے اس کو پناہ دے دی' اور دوسرے نے اللہ سے حیا کی' سو اللہ بھی اس سے حیا فرمائے گا' اور تیسرے نے اعراض کیا' تو اللہ بھی اس سے اعراض فرمائے گا۔

(صحیح مسلم: ٢١٧٦' سنن ابوداؤد: ٤٨٢٥' سنن ترمذی: ٢٧٢٤' السنن الکبریٰ للنسائی: ٥٩٠١' مسند ابویعلیٰ: ١٤٤٥' تاریخ دمشق ج ١٩ ص ١٩٢' المعجم الکبیر: ٣٣٠٩' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٣٤' الاحاد والمثانی: ١٩٠١' صحیح ابن حبان: ٨٦' شرح السنۃ: ٣٣٣٤' مسند احمد ج ٥ ص ٢١٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٢١٩٠٧' ج ٣٦ ص ٢٣٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: جو شخص وہیں بیٹھ گیا' جہاں مجلس ختم ہوئی ہے اور جس شخص نے مجلس کے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہ وہاں جا کر بیٹھ گیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) اسماعیل بن اویس (٢) امام مالک بن انس (٣) اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' یہ تابعی ہیں' انہوں نے اپنے والد اور حضرت انس بن مالک سے سماع کیا ہے' ان کی توثیق پر اتفاق ہے' ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے' یہ ١٣٢ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) ابومرہ عقیل بن ابی طالب کے آزاد شدہ غلام ہیں' یہ حضرت ابوالدرداء' حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں' اور ان سے ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے (٥) ابوواقد لیثی' ان کے نام میں اختلاف ہے' ابن الکلبی نے کہا: ان کا نام الحارث بن عوف ہے' الواقدی نے کہا: ان کا نام الحارث بن مالک ہے' یہ قدیم الاسلام تھے' ان کے بدری ہونے میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے' انہوں نے خود کہا: اس سے پہلے میں کافر تھا' غزوہ حنین میں تھے' جنگ یرموک میں شریک ہوئے' اس کے بعد مکہ میں فوت ہو گئے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ٢٤ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے صرف یہی ایک حدیث روایت کی ہے' امام مسلم نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے' انہوں نے ٦٨ھ میں ٧٥ سال کی عمر

Marfat.com

میں وفات پائی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۷)

عالم کی مجلس کی عظمت اور مجلس میں بیٹھنے کے آداب

اس حدیث میں "نفر" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: تین سے لے کر دس آدمیوں تک کی جماعت۔

اور اس حدیث میں ہے: ان میں سے ایک نے اللہ کی پناہ لی تو اللہ نے اس کو پناہ دے دی اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص علم کی مجلس میں آجائے وہ اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے لیے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کو چاہیے کہ وہ طالب کو پناہ دے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عالم کی مجلس میں بیٹھنے کا قصد کرے اور وہاں بے ادبی کرنے سے حیا کرے تو اللہ اس سے حیا فرماتا ہے اور امید ہے کہ اس کو عذاب نہیں دے گا اور جو شخص عالم کی مجلس سے اعراض کرے اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو آدمیوں کی تحسین فرمائی جنہوں نے عالم کی مجلس کا ادب کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نیک کام کرے اس کی تحسین کرنی چاہیے اور یہ کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو مجلس میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے اور کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے۔

آدابِ مجلس کے متعلق احادیث

عمرو بن شعیب اپنے باپ (شعیب) اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۴۴ 'سنن ترمذی: ۲۷۵۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو آدمیوں کی اجازت کے بغیر ان میں تفریق کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۴۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص مجلس سے اٹھ جائے اور پھر واپس آئے تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۵۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز پڑھنے کے بعد مجلس میں چارزانو بیٹھے رہتے حتیٰ کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔ (صحیح مسلم: ۶۷۰ 'سنن ابوداؤد: ۴۸۵۰ 'سنن ترمذی: ۵۸۵ 'سنن نسائی: ۱۳۵۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجلس میں دو آدمی تیسرے آدمی کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں کیونکہ تیسرا آدمی اس سے غمگین ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۶۲۹۰ 'صحیح مسلم: ۲۱۸۴ 'سنن ابوداؤد: ۴۸۵۱ 'سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرو اور جو قرآن کا عالم ہو اور اس میں غلو اور کمی نہ کرتا ہو اس کی تعظیم کرو اور عادل حکمران کی تعظیم کرو (یعنی ان کو مجلس میں نمایاں جگہ بٹھاؤ)۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۴۳)

* باب مذکور کی حدیث صحیح مسلم: ۵۵۶۵۔ ج ۵ ص ۵۴۲ پر ہے اس کی شرح کا یہ عنوان ہے: علم اور ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب اور احکام۔

۹- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: بعض اوقات جس کو حدیث پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے

Marfat.com

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علم کی مجلس میں بیٹھنے والوں کا ذکر تھا اور علم کی مجلس میں وہ لوگ ہوتے ہیں' جو حدیث کو سنتے ہیں اور دوسروں تک اس حدیث کو پہنچاتے ہیں۔

اس باب کے عنوان پر درج ذیل حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے' جس نے ہم سے کوئی بات سنی' پھر جس طرح اس بات کو سنا' ویسے ہی اس کو دوسروں تک پہنچا دیا' کیونکہ بعض اوقات جس کو حدیث پہنچائی جائے' وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۲۶۵۷' سنن ابن ماجہ: ۲۳۲' مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۶)

٦٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيرِيْنَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي بَكْرَةَ' عَنْ اَبِيهِ ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ' وَاَمْسَكَ اِنْسَانٌ بِخِطَامِهٖ' اَوْ بِزِمَامِهٖ قَالَ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ سِوٰى اسْمِهٖ' قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا بَلٰى . قَالَ فَاَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ' فَقَالَ اَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ؟ قُلْنَا بَلٰى . قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ' وَاَمْوَالَكُمْ' وَاَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ' كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا' فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا' فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا' لِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ' فَاِنَّ الشَّاهِدَ عَسٰى اَنْ يُّبَلِّغَ مَنْ هُوَ اَوْعٰى لَهٗ مِنْهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۵-۱۷۴۱-۳۱۹۷-۴۴۰۶-۴۶۶۲-۵۵۵۰-۷۰۷۸-۷۴۴۷]

(صحیح مسلم: ۱۶۷۹' سنن ترمذی: ۱۵۲۰' سنن نسائی: ۴۴۰۱' سنن داری: ۱۹۱۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۰۹۱' صحیح ابن حبان: ۳۸۴۸' ۵۹۷۴' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۹۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۲۶' مسند البزار: ۳۶۱۶' مسند احمد ج ۵ ص ۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۸۷- ج ۵ ص ۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از ابن سیرین از عبدالرحمان بن ابی بکرہ از والد خود کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک انسان نے اس کی مہار یا لگام پکڑی ہوئی تھی' آپ نے فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ ہم خاموش رہے' ہم نے گمان کیا کہ آپ عنقریب اس دن کے نام کے سوا کوئی اور نام رکھیں گے' آپ نے فرمایا: کیا آج قربانی کرنے کا دن نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم خاموش رہے' حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ عنقریب آپ اس مہینہ کے نام کے علاوہ کوئی اور نام رکھیں گے' پھر آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے درمیان اس طرح حرام ہیں' جس طرح یہ آج کے دن' اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہیں' حاضر کو چاہیے کہ غائب کو یہ حدیث پہنچا دے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حاضر اس شخص کو یہ حدیث پہنچائے' جو اس حدیث کو اس سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرہد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) بشر بن المفضل بن لاحق الرقاشی' انہوں نے ابن المنکدر اور عبداللہ بن عون

Marfat.com

وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام احمد نے سماع کیا ہے ابوزرعہ اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں ۱۸۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبداللہ بن عون بن ارطبان البصری انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور ان سے سماع نہیں کیا قاسم بن محمد حسن بصری اور محمد بن سیرین وغیرہ سے سماع کیا ہے ان سے شعبہ ثوری ابن المبارک اور دیگر نے سماع کیا ہے ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں یہ ۶۲ سال کی عمر میں ۸۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) محمد بن سیرین ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) عبدالرحمان بن ابی بکرہ نفیع بن الحارث البصری یہ ۱۴ھ میں بصرہ میں پہلے مسلمان پیدا ہوئے انہوں نے اپنے والد ابوبکرہ اور حضرت علی اور دیگر سے سماع کیا ہے یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے (۶) حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۵۳)

اس اعتراض کا جواب کہ سواری پر بیٹھ کر باتیں کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا ہے پھر آپ نے سواری پر خطبہ کیوں دیا؟ اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے یہ منیٰ میں حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی۔

یہ حدیث صحیح مسلم میں اور صحیح بخاری کے ایک اور باب میں بھی ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ اور آج کون سا دن ہے؟ تو صحابہ نے ہر سوال کے جواب میں کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۰۶ صحیح مسلم: ۱۶۷۹ سنن نسائی: ۵۸۵۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم پر واجب ہے کہ جن لوگوں تک علم نہیں پہنچا ہے ان تک علم پہنچائے اور جن کو پیغام سمجھ میں نہیں آیا ان کو پیغام وضاحت سے بیان کرے قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ. (آل عمران: ۱۸۷)

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جن کو کتاب دی گئی تھی کہ تم اس کو تمام لوگوں سے بیان کرو گے اور چھپاؤ گے نہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر خطبہ دیا حالانکہ اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت سہل بن معاذ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو اپنی سواریوں پر کھڑے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: اپنی سواریوں پر سلامتی کے ساتھ سوار ہو اور ان کو سلامتی کے ساتھ چھوڑ دو اور راستوں اور بازاروں میں ان سواریوں کو اپنی باتوں کے لیے کرسیاں نہ بناؤ بعض سواریاں اپنے سوار سے بہتر ہوتی ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرو۔ (المعجم الکبیر: ۴۳۲ ج ۲۰ مسند احمد: ۱۵۶۲۹ ج ۳ ص ۴۳۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۰۷) تاہم ایک اور حدیث کی سند حسن ہے:

سعد بن معاذ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان سواریوں پر سلامتی کے ساتھ سوار ہو اور ان کو سلامتی کے ساتھ چھوڑ دو اور ان کو کرسیاں نہ بناؤ۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۲۸۶ صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۴۴ صحیح ابن حبان: ۵۶۱۹ المعجم الکبیر: ۴۳۱ ج ۲۰ المستدرک ج ۱ ص ۴۴۴ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۵ مسند احمد: ۱۵۶۳۹ ج ۳ ص ۴۴۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلاضرورت سواریوں پر بیٹھ کر باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اونٹ پر بیٹھ کر خطبہ دینا ضرورت پر محمول ہے اور یہ ممانعت تکبر کی وجہ سے ہے یا پھر یہ آپ کی خصوصیت ہے عام مسلمانوں کے لیے

Marfat.com

جائز نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کو اونچی جگہ پر بیٹھ کر خطاب کرنا چاہیے اور جو چیز شدید حرام ہو عالم پر واجب ہے کہ اس کی تحریم کو زیادہ شدت اور تاکید سے بیان کرے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جانوں مالوں اور عزتوں کو حج کے مہینہ حج کے دن اور مکہ مکرمہ کی حرمت کے ساتھ تشبیہ دی اور اس سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمانوں کا خون ان کا مال اور ان کی عزت حرمت میں برابر ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۲۷۰۔ ج ۴ ص ۷۰۳ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے درج ذیل عنوان ہیں:
(۱) اشہر حرم میں ردّ و بدل کی تفصیل اور تحقیق (۲) آیا اشہر حرم میں قتال منسوخ ہو چکا ہے یا نہیں؟ (۳) حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل۔

۱۰- بَابٌ اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ — قول اور عمل سے پہلے علم کا حصول

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں مُبلّغ اور سامع کا حال بیان کیا گیا اور مُبلّغ وہ شخص ہے جس کو حدیث پہنچائی جائے اور حدیث کا پہنچانا علم کی تعلیم اور تعلّم کے ذریعہ ہوگا' امام بخاری نے اس باب کے عنوان کے ثبوت میں اپنی سند کے ساتھ کوئی حدیث روایت نہیں کی' البتہ عنوان پر قرآن مجید کی آیات اور دیگر ائمہ کی روایت کردہ احادیث سے استدلال کیا ہے:

علم کی فضیلت میں آیات' احادیث اور آثار

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (محمد:۱۹) فَبَدَاَ بِالْعِلْمِ.

امام بخاری کہتے ہیں: کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے" (محمد:۱۹)۔ اللہ تعالیٰ نے علم سے ابتداء کی ہے۔

امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا علم حاصل کرو پھر لا الہ الا اللہ کہو اس کے بعد فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ. (محمد:۱۹)

اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں پر اللہ سے مغفرت طلب کریں اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کریں۔

اس آیت میں پہلے علم کے حصول کا حکم دیا ہے اور پھر مغفرت طلب کرنے کے عمل کا حکم دیا ہے۔
اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا:

وَاَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ' وَرَّثُوا الْعِلْمَ' مَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ.

اور بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں' انہوں نے علم کا وارث بنایا ہے' پس جس نے علم کو حاصل کیا' اس نے بڑے حصہ کو حاصل کیا۔

امام بخاری نے اس مکمل حدیث کا ایک قطعہ ذکر کیا ہے' مکمل حدیث اس طرح ہے:
حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص علم کو طلب کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلا' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں اور بے شک عالم کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں مغفرت طلب کرتی ہیں' حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی۔ الخ

Marfat.com

کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء نے دینار کا وارث کیا ہے نہ درہم کا انہوں نے صرف علم کا وارث کیا ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۶۸۲ سنن ابوداؤد: ۳۶۴۱ سنن ابن ماجہ: ۲۲۳ مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۶)

ائمہ شیعہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(فقیہ من لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۲۷۷ جامع احادیث الشیعہ: ۲۶ - ج ۱ ص ۳۲ ۱۴۲ مطبع المہر قم ایران ۱۴۱۳ھ)

ائمہ شیعہ کا حوالہ ہم نے اس لیے دیا ہے تاکہ شیعہ پر حجت قائم ہو کہ انبیاء علیہم السلام مال کا وارث نہیں کرتے علم کا وارث کرتے ہیں اور باغ فدک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ نہ تھا کہ اس میں وراثت جاری ہوتی۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ.

جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر چلا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

یہ بھی مذکور الصدر مکمل حدیث کا ایک قطعہ ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس آیت سے استدلال کیا:

وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (فاطر: ۲۸).

اور اللہ عزوجل نے فرمایا: "اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں" (فاطر: ۲۸)۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی سمرقندی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ عالم پر یہ حق ہے کہ وہ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی سلطنت اس کی ہیبت اس کی قدرت اور اس کے جلال کا علم ہوتا ہے اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا علم ہو اور وہ اس پر ایمان لایا ہو وہ اللہ کے احکام کی مخالفت کرنے اور اس کی نافرمانی کرنے سے ڈرے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمانی سے ناراض ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیتا ہے لیکن جس کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا علم نہ ہو اور وہ اس پر ایمان نہ لایا ہو وہ اس سے نہیں ڈرے گا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۴۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ ﴿وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾ (العنکبوت: ۴۳).

امام بخاری نے کہا: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قرآن مجید میں بیان کی ہوئی مثالوں کو صرف علماء ہی سمجھتے ہیں O" (العنکبوت: ۴۳)۔

یعنی عقول اشیاء کے اسباب اور ان کے دلائل کو سمجھتی ہیں کیونکہ علم اشیاء کے حقائق کی معرفت کی طرف پہنچاتا ہے لہٰذا قرآن مجید میں بیان کی ہوئی مثالوں سے صرف علماء ہی نفع اٹھا سکتے ہیں اور بے علم شخص تو ان مثالوں کے معنی ہی کو نہیں جانے گا۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۲۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ (الملک: ۱۰)

امام بخاری نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور کافروں نے کہا: کاش! ہم غور سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے O" (الملک: ۱۰)۔

جب کافروں نے یہ اعتراف کیا کہ ہمارے پاس اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا آیا تھا تو گویا انہوں نے مان لیا کہ انہوں نے

Marfat.com

اس کی آیات کو سنا اور سمجھا' لیکن انہوں نے اپنے سننے اور سمجھنے سے فائدہ نہیں اٹھایا' کیونکہ سننے کا فائدہ یہ تھا کہ اس کو مانتے اور سمجھنے کا فائدہ یہ تھا کہ اس کے تقاضے پر عمل کرتے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۱۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الزمر: ۹)

اور امام بخاری نے کہا: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آپ کہیے: جو لوگ علم والے ہیں اور جو لوگ بے علم ہیں' برابر ہیں؟" (الزمر: ۹)

یعنی جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا علم ہے اور وہ ان کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور جو ان چیزوں کو نہیں جانتے' کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۶۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

امام بخاری نے کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے' اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

یہ حدیث معلق ہے' اور پوری حدیث کا ایک قطعہ ہے' آگے چل کر امام بخاری نے اس حدیث کو مکمل موصول روایت کیا' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کر لیتا ہے' اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے' اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور اس کو مخالفین سے ضرر نہیں ہو گا حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی۔ (صحیح البخاری: ۷۱' صحیح مسلم: ۱۰۳۷)

امام بخاری نے کہا:

وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ.

اور علم صرف تعلم یعنی سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

یہ بھی ایک مکمل حدیث کا قطعہ ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: علم صرف تعلم (سیکھنے) سے حاصل ہوتا ہے اور فقہ صرف تفقہ (سمجھنے) سے حاصل ہوتی ہے' اور جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے' اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔ امام طبرانی نے اس حدیث کو "معجم کبیر" میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا' اور اس کی سند میں عتبہ بن ابی حکیم ہے' اس کی ابو حاتم اور ابو زرعہ اور ابن حبان نے توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۸)

وَقَالَ اَبُوْذَرٍّ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلٰى هٰذِهٖ. وَاَشَارَ اِلٰى قَفَاهُ. ثُمَّ ظَنَنْتُ اَنِّيْ اُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ تُجِيْزُوْا عَلَيَّ لَاَنْفَذْتُهَا.

امام بخاری نے کہا: اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم اس پر تلوار رکھ دو اور اپنی گدی کی طرف اشارہ کیا' پھر مجھے یہ گمان ہو کہ تمہارے گدی پر وار کرنے سے پہلے میں وہ بات کہہ سکتا ہوں' جس کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تو میں اس بات کو ضرور کہوں گا۔

یہ بھی ایک حدیث کا قطعہ ہے' مکمل حدیث اس طرح ہے:

ابو کثیر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' وہ جمرہ وسطیٰ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ان کے گرد لوگ جمع تھے اور ان سے فتوے طلب کر رہے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور ان سے کہنے لگا: کیا تم فتویٰ دینے سے باز نہیں آتے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: کیا تم میرے محاسب مقرر کیے گئے ہو؟ اور اپنی گدی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اگر تم اس پر تلوار رکھ دو' پھر مجھے یہ گمان ہو کہ تمہارے گدی پر وار کرنے سے

Marfat.com

میں وہ بات کہہ سکتا ہوں، جس کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تو میں اس بات کو ضرور کہوں گا۔
(سنن دارمی: ۵۴۹- ج ۱ ص ۱۵۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوذر کو ربذہ میں جلاوطن کرنے کا سبب اور سربراہِ ملک کے منع کرنے کے باوجود احادیث بیان کرنا

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت ابوذر شام میں تھے تو حضرت ابوذر کا اور حضرت امیر معاویہ کا اس آیت کے مصداق میں اختلاف ہو گیا تھا:

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ (التوبہ: ۳۴)

جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، آپ ان کو دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے ○

حضرت معاویہ کہتے تھے: یہ آیت اہل کتاب کے متعلق ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: یہ آیت ہم مسلمانوں اور اہل کتاب دونوں کے متعلق ہے، پھر حضرت معاویہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو حضرت عثمان نے حضرت ابوذر کو ربذہ میں جلاوطن کر دیا اور ان کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا اور اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان ہر حال میں حضور سے سنی ہوئی حدیث پہنچائے خواہ اس کو قتل کی دھمکی دی جائے یا اس کی گدی پر تلوار رکھ دی جائے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر سربراہِ ملک کسی عالم کو فتویٰ دینے سے روک دے تو اس پر اس سربراہ کی اطاعت واجب نہیں، بلکہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کی اطاعت واجب ہے کہ میری حدیث دوسروں تک پہنچاؤ۔ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عالم پر واجب ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتا رہے اور برائی کو شدت سے روکتا رہے، خواہ اس کو اس راہ میں مصائب برداشت کرنا پڑیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے، اور اگر وہ اذیت کے خوف سے خاموش رہے تو یہ بھی اس کے لیے مباح ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو قسم کے علم یاد رکھے، ایک قسم کا علم تو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا اور اگر علم کی دوسری قسم کو میں پھیلا دوں تو میرے حلقوم کو کاٹ دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۰)

حسن بصری نے کہا: حضرت ابو ہریرہ نے سچ کہا، ان کی مراد ایسی احادیث تھیں، جن میں آنے والے فتنوں کی خبر تھی اور ان کی خبر دینے میں کوئی مصلحت شرعی نہ تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۶۴-۶۳)

ربانی، حلم، حکمت اور فقہ کے معانی

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿کُوْنُوْا رَبَّانِیِّیْنَ﴾ (آل عمران: ۷۹) حُلَمَاءَ فُقَهَاءَ.

امام بخاری کہتے ہیں: اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''رب والے بن جاؤ''۔ (آل عمران: ۷۹) حلم والے اور فقہ والے۔

لغت میں ''ربانی'' کا معنی ہے: جو اللہ عزوجل والا اور عارف باللہ ہو، اور عرف میں عالم اور معلم کو ربانی کہا جاتا ہے''حِلم'' کا معنی بردباری ہے، یعنی غضب کے وقت پرسکون رہنا، صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ''حکماء'' کا لفظ ہے، حکمت کا معنی ہے: واقع کے مطابق اشیاء کی معرفت، اور عقیدہ، قول اور فعل کی صحت، اور فقہ کا معنی ہے: دلائل تفصیلیہ سے احکامِ شرعیہ کی معرفت یا نفس کو اپنے نفع اور ضرر کے کاموں کی معرفت۔

وَیُقَالُ الرَّبَّانِیُّ الَّذِیْ یُرَبِّی النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ

امام بخاری کہتے ہیں: ربانی اس کو کہتے ہیں، جو لوگوں کو علم کی

Marfat.com

قَبْلَ کِبَارِہٖ.
بڑی کتابوں سے پہلے علم کی چھوٹی کتابیں پڑھائے۔

امام بخاری نے یہ بعض علماء کا قول نقل کیا ہے۔

١١- بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوْا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیحت اور علم میں صحابہ کی حفاظت اور رعایت کرتے تھے تا کہ وہ اکتا نہ جائیں

اس عنوان میں ''تـخـوّل'' کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: حفاظت کرنا اور رعایت کرنا' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو وقفہ وقفہ سے نصیحت کرتے تھے اور مسلسل تعلیم نہیں دیتے تھے تا کہ وہ گھبرا نہ جائیں اور اکتا نہ جائیں۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں علم کا ذکر تھا اور اس باب میں علم کو سکھانے کا ذکر ہے۔

٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ' عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْاَيَّامِ' كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اعمش از ابووائل از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف ایام میں نصیحت کر کے ہماری حفاظت اور رعایت کرتے تھے' ہمارے اکتاہٹ کو ناپسند کرنے کی وجہ سے۔

[اطراف الحدیث: ٧٠- ٦٤١١]

(صحیح مسلم: ٢٨٢١' سنن ترمذی: ٢٨٥٥' المعجم الکبیر: ١٠٣٤٠' الکامل لابن عدی ج ٢ ص ٥٥٣' شرح السنۃ: ١٣٥' علل دارقطنی ج ٥ ص ١٢٩' مسند احمد ج ١ ص ٣٧٧ طبع قدیم' مسند احمد ج ٦ ص ٧٥' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مناسبت بالکل واضح ہے کیونکہ باب کے عنوان میں تعلیم میں رعایت کرنے کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی یہی مذکور ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) محمد بن یوسف فریابی' انہوں نے اعمش اور سفیان وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام احمد اور محمد ذہلی وغیرہ نے سماع کیا ہے' اور امام بخاری نے بھی ان کی روایات سے بہت جگہ استدلال کیا ہے' امام احمد نے کہا: یہ نیک آدمی تھے' امام نسائی اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ تھے' ٢١٢ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) سفیان ثوری (٣) سلیمان بن مہران الاعمش (٤) ابووائل شقیق بن سلمہ الکوفی (٥) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢ ص ٦٦)

حدیث مذکور کا معنی

اس حدیث میں ''السـآمۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ملال اور اکتاہٹ ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف اوقات میں صحابہ کو نصیحت کرتے تھے اور تمام اوقات میں نصیحت نہیں کرتے تھے تا کہ صحابہ کو ملال نہ ہو اور وہ اکتا نہ جائیں۔ قرآن مجید میں ہے:

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ. (التوبۃ: ١٢٨)
جن کو تمہارا مشقت میں پڑنا بہت گراں ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں کی مشقت سے حفاظت' ان کی رعایت اور ان پر شفقت کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا کھانا رکھ دیا جائے اور اسی وقت نماز کی اقامت ہو تو رات کے کھانے سے ابتداء کرو۔ (صحیح البخاری: ۶۷۱' صحیح مسلم: ۵۶۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا کھانا رکھ دیا جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے اس کی ابتداء کرو اور اپنے کھانے سے پہلے نماز نہ پڑھو۔

(صحیح البخاری: ۶۷۲' صحیح مسلم: ۵۵۷' سنن ترمذی: ۳۵۳' سنن نسائی: ۸۵۲' سنن ابن ماجہ: ۹۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰)

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے' اس وقت ان کا کھانا لایا گیا' قاسم نماز پڑھنے لگے تو حضرت عائشہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب کھانا آجائے تو نماز نہ پڑھے اور نہ اس وقت نماز پڑھے جب وہ پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت کو روک رہا ہو۔ (صحیح مسلم: ۵۶۰' سنن ابوداؤد: ۸۹)

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء جانے کا ارادہ کرے اور جماعت کھڑی ہو تو وہ بیت الخلاء جانے سے ابتداء کرے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۸' سنن نسائی: ۸۵۱' سنن ابن ماجہ: ۶۱۶' مسند احمد: ۱۵۹۵۹' دار الفکر' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۲۳)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ نافع سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص کو اپنے پیٹ میں ریح (گیس) محسوس ہو رہی ہو؟ انہوں نے کہا: جس کے پیٹ میں ریح محسوس ہو رہی ہو وہ اس کو روک کر نماز نہ پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۲۳)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۰۰۰۔ ج ۷ ص ۶۵۸ پر ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: "امت پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت کا بیان" اس کے تحت صرف ایک حدیث کا ذکر ہے۔

۶۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا.

[طرف الحدیث: ۶۱۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو التیاح نے حدیث بیان کی' از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: آسان احکام بیان کرو اور مشکل احکام نہ بیان کرو اور بشارت دو اور لوگوں کو متنفر نہ کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۷۳۴' مسند ابوعوانہ ج ۴ ص ۸۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۸۶' مسند البزار: ۷۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۹۰' مسند ابویعلیٰ: ۴۱۷۲' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۸۴' المعجم الاوسط: ۴۱۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۳۳۔ ج ۱۹ ص ۳۴۱ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے دوسرے جز کے ساتھ مطابقت ہے کہ مسلمان اکتا نہ جائیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن بشار بن عثمان بن داؤد بن کیسان البصری' امام احمد نے کہا: میں نے ان سے پچاس ہزار احادیث لکھی ہیں' ان سے ابراہیم حربی' ابوزرعہ اور ابوحاتم وغیرہ نے روایت کی ہے' یہ ۲۵۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۴) ابو التیاح یزید بن حمید' انہوں نے حضرت انس اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے اور بہت

Marfat.com

تابعین سے سماع کیا ہے امام احمد نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت ہیں یہ ۱۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے بہت بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۶۸)

آسان احکام کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اس حدیث میں حکام اور علماء کے لیے ہدایت ہے کہ وہ عوام کو آسان احکام بیان کریں اور مشکل احکام بیان کر کے لوگوں کو عمل سے دور نہ کریں اور نیک کاموں پر جنت اور ثواب کی خبر سنائیں۔

قرآن مجید میں آسان احکام کے لیے حسب ذیل آیات ہیں:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ. (المائدہ:۶)

اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو بس اس کو تم اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ملو اللہ تم کو کسی تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا لیکن تم کو پاک کرنا چاہتا ہے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج:۷۸)

اور اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ. (البقرہ:۱۸۵)

جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں (روزوں کی) تعداد پوری کرنی چاہیے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں کرتا اور تاکہ تم گنتی پوری کرو۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ. (البقرہ:۱۸۴)

اور جو روزہ رکھنے کی دشواری سے طاقت رکھیں (جیسے شیخ فانی اور دائمی مریض) ان کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا (دو کلو گرام گندم) ہے۔

آسان احکام کے متعلق احادیث

اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ ان (نمازیوں) میں کمزور بیمار اور بوڑھے ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۳ صحیح مسلم: ۴۶۷ سنن ترمذی: ۲۳۶ مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۶)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں فجر کی نماز اس لیے تاخیر سے پڑھتا ہوں کہ فلاں شخص فجر میں بہت لمبی قراءت کرتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر غضب میں آئے کہ میں نے آپ کو کبھی اس قدر غضب میں نہیں دیکھا پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے بعض لوگ دوسروں کو متنفر کرنے والے ہیں سو جو شخص لوگوں کا امام ہو وہ اختصار سے نماز پڑھائے کیونکہ اس کے پیچھے کمزور بوڑھے اور کسی کام پر جانے والے ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۴ مسلم: ۴۶۶ سنن ابن ماجہ: ۹۸۴)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے طائف کا امیر بنایا تو مجھے آخری نصیحت

Marfat.com

فرمائی: اے عثمان! نماز اختصار کے ساتھ پڑھانا اور جو سب سے کمزور لوگ ہوں' ان کا خیال رکھنا' کیونکہ نمازیوں میں بوڑھے' کم عمر' بیمار' دور جانے والے اور کام پر جانے والے (بھی) ہوتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۳۱' سنن نسائی: ۶۶۸' سنن ابن ماجہ: ۹۸۷' مسند احمد: ۲۷ ص ۱۶۲' دار الفکر)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے احکام میں تخفیف کردی ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی عمل کو ترک کر دیتے تھے' حالانکہ وہ عمل آپ کو محبوب ہوتا تھا' آپ کو یہ ناپسند ہوتا تھا کہ لوگ اس عمل میں آپ کی اقتداء کریں گے' پھر ان پر وہ عمل فرض کر دیا جائے گا اور آپ کو یہ پسند تھا کہ مسلمانوں پر فرائض میں تخفیف کردی جائے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' اس حدیث کی سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۴۱۳۔ ج ۵ ص ۲۶۵ پر درج ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۲- بَابُ مَنْ جَعَلَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَيَّامًا مَّعْلُوْمَةً

جس شخص نے اہل علم کے لیے معین دن مقرر کیے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اس باب میں علم اور نصیحت کے معاملہ میں مسلمانوں کی رعایت کرنے کا بیان تھا' تاکہ وہ اکتا نہ جائیں اور اس باب میں معین دنوں میں ان کی تعلیم کا ذکر ہے' تاکہ ہر روز تعلیم دینے سے وہ اکتا نہ جائیں۔

۷۰- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِىْ كُلِّ خَمِيْسٍ' فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' لَوَدِدْتُ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ' قَالَ اَمَا اِنَّهٗ يَمْنَعُنِىْ مِنْ ذٰلِكَ اَنِّىْ اَكْرَهُ اَنْ اُمِلَّكُمْ' وَاِنِّىْ اَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ' كَمَا كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا' مَخَافَةَ السَّاٰمَةِ عَلَيْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہم کو جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل' انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کو ہر جمعرات کے دن نصیحت کرتے تھے' ان سے ایک شخص نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں ہر روز نصیحت کیا کریں' حضرت ابن مسعود نے کہا: لیکن مجھے جو چیز اس سے باز رکھتی ہے' وہ یہ ہے کہ میں تمہیں ملال اور اکتاہٹ میں مبتلا کرنے کو ناپسند کرتا ہوں اور میں نصیحت کرنے میں تمہاری اس طرح حفاظت اور رعایت کرتا ہوں' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکتاہٹ اور ملال کے خدشہ سے ہماری حفاظت اور رعایت کرتے تھے۔

سوئم اور چہلم وغیرہ کا جواز

اس حدیث کی اطراف اور تخریج حدیث: ۶۸ میں دیکھ لی جائیں اور اس کی شرح بھی وہیں دیکھ لی جائے۔ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بھی ظاہر ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود ہر روز نصیحت نہیں کرتے تھے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں اور انہوں نے وعظ اور نصیحت کے لیے جمعرات کا دن مقرر کر لیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادات کے لیے اپنی سہولت سے دن مقرر کرنا جائز ہے اور یہ

Marfat.com

تعیین عرفی ہے' تعیین شرعی نہیں ہے' جیسے آج کل پانچ نمازوں کے اوقات گھڑیوں کے حساب سے مقرر کر لیے جاتے ہیں' اسی طرح نفلی صدقہ اور خیرات کے لیے مسلمان اپنی سہولت کے لیے سوئم' چالیسویں اور برسی کا تعین کر لیں یا محفل میلاد کے انعقاد کے لیے یا حضرت غوث اعظم کو ایصالِ ثواب کے لیے کوئی دن معین کر لیں یا نکاح اور ولیمہ کے لیے یا ختم بخاری اور دستارِ فضیلت کے جلسہ کے لیے اپنی سہولت کے لیے کوئی تاریخ مقرر کر لیں تو یہ جائز ہے اور یہ تعیین عرفی ہے اور اس کو ناجائز اور بدعت کہنا خود ناجائز ہے' تاہم ان تاریخوں کو ضروری اور تعیین شرعی جاننا اور دوسری تاریخوں میں ان کاموں کو ناجائز جاننا بدعت اور حرام ہے۔

۱۳- بَابُ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرلے' اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلے باب میں اہل علم کو نصیحت کرنے کا ذکر تھا کہ کیا چیز ان کے دین میں مفید ہے اور کیا چیز مضر ہے اور ایسی نصیحت کرنا فقیہ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس باب میں فقیہ کی مدح کا ذکر ہے اور وہ کیوں کر ممدوح نہ ہوگا' جب کہ اللہ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمالیا ہے۔

۷۱- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيْبًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ' وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ' وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ' لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۱۱۶-۳۶۴۱-۷۳۱۲-۷۴۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' وہ کہتے ہیں کہ حمید بن عبدالرحمان نے کہا: میں نے حضرت معاویہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے' اس کو دین میں فقہ عطا فرماتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت سے اس کو ضرر نہیں ہوگا' حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے (یعنی قیامت)۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۷' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱' المعجم الکبیر: ۸۶۰- ج ۱۹' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۸۱' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۳۲' مسند احمد ج ۴ ص ۹۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۸۳۴- ج ۲۸ ص ۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سعید بن عفیر البصری' انہوں نے امام مالک' ابن وہب' لیث اور دیگر سے سماع کیا ہے' اور ان سے محمد بن یحییٰ الذہلی' امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے سماع کیا ہے' امام ابن ابی حاتم نے کہا: میں نے ان سے سماع کیا ہے' لیکن یہ ثبت نہ تھے' المقدسی نے کہا: یہ انساب اور تاریخ میں سب سے بڑے عالم تھے' ۲۲۶ھ میں ان کی وفات ہوئی (۲) عبداللہ بن وہب البصری' انہوں نے امام مالک' لیث اور ثوری سے سماع کیا ہے' امام احمد نے کہا: یہ صحیح الحدیث تھے' سماع اور عرض میں فرق کرتے تھے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ تھے' ۱۹۷ھ میں مصر میں فوت ہوگئے (۳) یونس بن یزید الایلی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۵) حمید بن عبدالرحمان بن عوف' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۶) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما' یہ کاتب الوحی

Marfat.com

تھے فتح مکہ کے سال اسلام لائے اور ۷۸ سال کی عمر گزار کر ۲۲ رجب ۶۰ ھ میں ان کی وفات ہوگئی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۶۳ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے ان میں سے آٹھ احادیث روایت کی ہیں اور امام مسلم نے پانچ احادیث روایت کی ہیں اور چار احادیث کی روایت پر دونوں متفق ہیں ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۷۴۔ ۷۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث اور آثار

بعض لوگ حضرت معاویہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کی تنقیص کرتے ہیں اس لیے ہم ان کے فضائل میں احادیث ذکر کر رہے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے دعا کی: اے اللہ! ان کو ھادی اور مھدی بنا اور ان کے سبب سے ہدایت دے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۴۲ مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶۔۲۶۵ المعجم الکبیر ج ۲ ص ۳۹۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۵۳ التاریخ الکبیر ج ۵ ص ۲۴۰ حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۵۸ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۷)

رویم بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! میرے ساتھ کشتی لڑیے حضرت معاویہ نے اس کی طرف کھڑے ہو کر کہا: اے اعرابی! میں تیرے ساتھ کشتی لڑوں گا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ کبھی بھی مغلوب نہیں ہوگا' حضرت معاویہ نے اس اعرابی کو پچھاڑ دیا' جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی تو میں معاویہ سے کبھی جنگ نہ کرتا۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۴۶۵ ج ۶۲ ص ۱۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ ھ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان آسمان کی طرف اتنے ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے کہ آپ کی بغلیں نظر آ رہی تھیں' آپ کہہ رہے تھے: اے اللہ! آگ کو معاویہ کے بدن پر حرام کردے اے اللہ! آگ کو معاویہ کے بدن پر حرام کردے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۴۸۴ ج ۶۲ ص ۶۶۔۶۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے سامنے اس دروازہ سے ایک شخص آئے گا' جو اہل جنت سے ہے تو اس دروازہ سے حضرت معاویہ آئے' دوسرے دن پھر آپ نے اسی طرح فرمایا' پھر حضرت معاویہ آئے' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! وہ یہ ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! وہ یہ ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں' آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تم جنت کے دروازہ پر مجھ سے اس طرح ملو گے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۰۰ ج ۶۲ ص ۷۰)

یزید بن الاصم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح ہوگئی تو حضرت علی اپنے لشکر کے مقتولوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: یہ جنت میں ہیں' پھر حضرت معاویہ کے لشکر کے مقتولین کے پاس گئے اور فرمایا: یہ (بھی) جنت میں ہیں اور ضرور میرے اور معاویہ کے درمیان معاملہ ہوگا' پھر میرے حق میں فیصلہ کیا جائے گا اور معاویہ کی مغفرت کی جائے گی' اسی طرح میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۹۷)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاویہ کی امارت کو ناپسند نہ کرو' پس اللہ کی قسم! اگر تم نے معاویہ کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے گویا کہ وہ حنظل (اندرائن) ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۱۰۵)

میمون بن مہران اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس مرض میں حضرت معاویہ کی وفات ہوئی اس میں انہوں نے بیان کیا

Marfat.com

کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرا رہا تھا' آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تم کو قمیص نہ پہناؤں' میں نے کہا: کیوں نہیں' آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں' آپ جو قمیص پہنے ہوئے تھے' آپ نے وہ اتار کر مجھے پہنا دی' میں نے اس کو پہنا' پھر اٹھا کر رکھ لیا' آپ نے اپنے ناخن تراشے' میں نے وہ ناخن لے کر ایک شیشی میں رکھ لیے اور وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو وہ قمیص میرے جسم کے ساتھ ملا دینا اور ان ناخنوں کو میری آنکھوں پر رکھ دیا' امید ہے ان کی برکت سے اللہ مجھ پر رحم فرمائے گا۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۱۵۶)

فقہ کے لغوی اور اصطلاحی معانی

اس حدیث میں فرمایا ہے: جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے' خیر کا لفظ شر کی ضد ہے' اس کا معنی ہے: خالص مشقت اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا معنی ہے: دو مقدور چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو واقع کرنا۔

اس کے بعد فرمایا: ''یفقہ فی الدین'' یعنی اس کو دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔ ''الفقہ'' کا لغوی معنی ہے: دین کی فہم اور اس کا عرفی معنی ہے: دلائل تفصیلیہ سے احکامِ شرعیہ پر استدلال کرنا' اور اس حدیث میں لغوی معنی ہی مناسب ہے' پھر فقہ کی حسب ذیل تعریفیں ہیں:

الحسن البصری نے کہا: فقیہ وہ شخص ہے' جو دنیا میں زاہد ہو اور آخرت میں راغب ہو' دین پر بصیرت رکھتا ہو اور دائمی عبادت کرتا ہو۔

''المحکم'' میں لکھا ہے: کسی چیز کے علم اور اس کی فہم کو فقہ کہتے ہیں اور اس کا غالب اطلاق علومِ دینیہ پر کیا جاتا ہے۔

ثعلب نے کہا: قرآن مجید ہر علم کی اصل ہے اور اسی سے علماء کو دین کی فقہ حاصل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاسم ہونے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں فرمایا: میں تو صرف قاسم ہوں اور عطا' اللہ فرماتا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور بھی صفات ہیں' آپ نبی اور رسول ہیں' بشیر اور نذیر ہیں' پھر یہ کیوں فرمایا: میں تو صرف قاسم ہوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مراد قصر قلب ہے یعنی میں عطا نہیں کرتا۔ عطا تو اللہ تعالیٰ کرتا ہے' میں تو صرف اس عطا کی تقسیم کرتا ہوں' اور کیا تقسیم کرتا ہوں یہ نہیں فرمایا' تاکہ آپ کی تقسیم صرف فقہ میں منحصر نہ ہو' اللہ تعالیٰ ہر چیز عطا کرتا ہے' خواہ وہ علم ہو یا مال اور میں ہر چیز کو تقسیم کرتا ہوں خواہ وہ علم ہو یا مال ہو' اسی وجہ سے ائمہ حدیث نے اس حدیث کو ''باب العلم'' میں بھی ذکر کیا ہے اور ''باب الغنیمۃ'' میں بھی ذکر کیا ہے' بلکہ حق یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے جس کو جو کچھ ملا' وہ آپ کی تقسیم سے ملا اور آپ کی تقسیم سے ملے گا۔

اور اس حدیث میں فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا اور کسی کی مخالفت سے اس کو ضرر نہیں ہو گا' امام احمد نے کہا: اس گروہ سے مراد محدثین ہیں' قاضی عیاض نے کہا: اس گروہ سے مراد اہل السنت والجماعت ہیں' علامہ نووی نے کہا: اس گروہ کی کئی شاخیں ہیں' بعض مجاہد ہیں' بعض فقہاء ہیں' بعض محدث ہیں اور بعض زاہدین ہیں۔

حجیت اجماع پر احادیث سے دلائل

اس حدیث میں فرمایا: یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی' یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں اجماع کے حجت ہونے پر دلیل ہے۔ حجیت اجماع پر یہ حدیثیں بھی دلیل ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو گی۔

(السنۃ لابی عاصم: ۸۶' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۷ ۳' سنن دارمی ج ۱ ص ۲۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی بھی گمراہی پر مجتمع نہیں فرمائے

Marfat.com

گا۔ (سنن ترمذی: ۲۵۰۶' الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۱۰' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۹۶' اللئالی المصنوعۃ ج ۲ ص ۲۲۸' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۸۶)

نیز اس حدیث میں فقہ کی تمام علوم پر فضیلت ہے' اور یہ فضیلت اس وقت ہے جب فقیہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور علم کے تقاضوں پر عمل کرے' اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے کہ یہ امت قیامت تک اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور الحمد للہ! علماء حق کی جماعت اسی طرح دین پر قائم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۷۸۔ ۷۴' ملخصا وموضحا ومخرجا)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۸۵۔ ج ۲ ص ۹۵۸ پر ہے' اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:

(۱) سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل (۲) دورِ فاروقی میں روایت حدیث میں احتیاط (۳) فقہ کی فضیلت (۴) ''انما انا قاسم'' کی تشریح۔

۱٤ - بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ — علم کی فہم

اس عنوان پر یہ اعتراض ہے کہ علم اور فہم کا ایک معنی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ علم سے مراد ہے: معلوم اور اس عنوان کا خلاصہ ہے: معلومات کا ادراک' اور اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں فقہ کا ذکر تھا اور ہم بتا چکے ہیں کہ فقہ کا معنی فہم ہے۔

۷۲- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ' فَلَمْ أَسْمَعْهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا' قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِجُمَّارٍ فَقَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مَثَلُهَا كَمَثَلِ الْمُسْلِمِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ هِيَ النَّخْلَةُ' فَإِذَا أَنَا أَصْغَرُ الْقَوْمِ' فَسَكَتُّ' قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں علی نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھ سے ابن ابی نجیح نے کہا از مجاہد' انہوں نے کہا: میں مدینہ تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا' میں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک حدیث سنی' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس کھجور کے درخت کا گوندلایا گیا' جو چربی سے مشابہ ہوتا ہے' آپ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے' جو مسلم کے مشابہ ہے' میرے دل میں آیا کہ میں کہوں کہ وہ کھجور کا درخت ہے' لیکن میں حاضرین میں سب سے چھوٹا تھا' میں خاموش رہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

حدیث: ۶۱ میں اس حدیث کی تخریج اور شرح گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر بن نجیح' سمعانی نے کہا: یہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا علم رکھنے والے تھے' ان سے امام احمد' امام بخاری اور امام ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے' یہ ۲۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان بن عیینہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبد اللہ بن یسار ابو نجیح' یحییٰ القطان نے کہا: یہ منکر تقدیر تھے' ابو زرعہ نے کہا: یہ ثقہ اور صالح الحدیث تھے' یحییٰ نے کہا: ابن ابی نجیح اپنی بدعت کے بہت بڑے مبلغ تھے' یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) مجاہد بن جبر المخزومی' یہ تابعین کے طبقہ ثانیہ میں سے ہیں' اور فقہاء اہل مکہ سے ہیں' ان کی امانت اور توثیق پر اتفاق ہے' انہوں نے حضرت ابن عباس' حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور ان سے امام بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے سماع میں اختلاف

Marfat.com

ہے' یہ ۸۳ سال کی عمر میں ۱۰۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کا تعارف گزر چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۰-۷۹)

۱۵- بَابُ الْاِغْتِبَاطِ فِی الْعِلْمِ وَالْحِکْمَۃِ — علم اور حکمت میں رشک کرنا

باب سابق اور اس باب میں یہ مناسبت ہے کہ باب سابق علم کی فہم میں تھا اور جس شخص میں جس قدر زیادہ علم کی فہم ہوتی ہے' وہ اسی قدر زیادہ قابل رشک ہوتا ہے۔

وقال عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تَفَقَّھُوْا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوْا.

امام بخاری کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا: سیادت (منصب) کے حصول سے پہلے فقہ حاصل کرو۔

حضرت عمر کا یہ ارشاد اس سند سے مروی ہے:

ابن عون از ابن سیرین از احنف' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر نے فرمایا: سیادت کے حصول سے پہلے فقہ حاصل کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۱۰۷' ج ۵ ص ۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لیے فرمایا کہ سیادت حاصل کرنے کے بعد آدمی کو علم حاصل کرنے سے شرم آئے گی اور اگر بغیر علم کے منصب پر بیٹھے گا تو غلط فیصلہ کرے گا' اس لیے حصولِ منصب سے پہلے اس کا علم حاصل کرے' ہمارے ملک میں سینٹ اور قومی اسمبلی کے ممبران اسلامی قانون بناتے ہیں اور ان کو اسلام کے اصول اور فروع کا کوئی علم نہیں ہوتا' اور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج احکام شرعیہ کے مطابق فیصلے کرتے ہیں' حالانکہ وہ مختصر القدوری سے بھی نابلد ہوتے ہیں۔

قال اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ وَبَعْدَ اَنْ تُسَوَّدُوْا وَقَدْ تَعَلَّمَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ کِبَرِ سِنِّھِمْ.

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اور حصولِ منصب کے بعد علم حاصل کرو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے بڑی عمر کے بعد بھی علم حاصل کیا۔

۷۳- حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ عَلٰی غَیْرِ مَا حَدَّثَنَاہُ الزُّھْرِیُّ قَالَ سَمِعْتُ قَیْسَ بْنَ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ' وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا.

[اطراف الحدیث: ۱۴۰۹-۷۱۴۱-۷۳۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسماعیل بن ابی خالد نے حدیث بیان کی' اس کے سوا جو ہم کو زہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قیس بن ابی حازم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا' وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد (رشک) صرف دو آدمیوں میں کیا جائے' ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کو مصارف حق میں خرچ کرے' دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت عطا کی ہو اور وہ اس حکمت (علم) کے مطابق فیصلہ کرے اور لوگوں کو تعلیم دے۔

(صحیح مسلم: ۸۱۶' سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۸' مسند الحمیدی: ۹۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۴۰' مسند ابویعلیٰ: ۵۰۷۸' صحیح ابن حبان: ۹۰' المعجم الاوسط: ۷۴۳۳' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۶۳' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۸۸' شعب الایمان: ۷۵۲۸' شرح السنہ: ۱۳۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۳۹۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵ طبع

Marfat.com

قدیم مسند احمد: ۳۶۵۱۔ ج ۶ ص ۱۶۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: علم میں رشک کرنا اور حدیث میں بھی اسی کا بیان ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۴)

حسد اور رشک کا معنی

اس حدیث میں حسد کا لفظ ہے' حسد کا معنی ہے کہ کوئی شخص کسی میں کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس شخص کی یہ نعمت زائل ہو جائے' خواہ اس کو وہ نعمت ملے یا نہ ملے' اس کے مقابلہ میں ''الغبطة'' (رشک کرنا ہے) اس کا معنی ہے کہ کوئی شخص کسی میں کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت برقرار رہے اور اس کو بھی یہ نعمت مل جائے اور اس کا معنی صاحب نعمت اور صاحب کمال کی تعریف اور تحسین کرنا ہے' حسد کرنا حرام اور رشک کرنا مستحسن ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَO (الفلق: ۵) میں ہر حاسد کے حسد سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوںO

حسد کی مذمت میں احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم حسد کرنے سے بچو' کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے' جس طرح آگ لکڑیوں کو اور خشک گھاس کو کھا جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم سوار ہو کر مناظر سفر سے عبرت حاصل نہیں کرتے' مسلمانوں نے کہا: جی ہاں! پھر وہ سب سوار ہو کر گئے' انہوں نے ایسے مکان دیکھے' جن کے رہنے والے فنا ہو چکے تھے اور ان کے مکان ان کی چھتوں پر گرے ہوئے تھے' آپ نے پوچھا: کیا تم ان مکانوں کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: میں ان مکانوں کو اور ان کے رہنے والوں کو نہیں پہچانتا' آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ تھے' جن کو بغاوت اور حسد نے ہلاک کر دیا' بے شک حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے اور بغاوت اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے' اور آنکھ زنا کرتی ہے (یعنی اس پر ابھارتی ہے) اور ہاتھ پیر' جسم اور زبان اس کی تصدیق کرتے ہیں یا تکذیب کرتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو' ایک دوسرے سے حسد نہ کرو' ایک دوسرے سے دشمنی نہ رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۶۵' صحیح مسلم: ۲۵۵۹' سنن ترمذی: ۱۹۳۵' سنن ابوداؤد: ۴۹۱۰)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۹۳۔ ج ۲ ص ۵۹۲ پر مذکور ہے اور اس کی شرح میں صرف رشک اور حسد کا معنی بیان کیا گیا ہے۔

۱۶- بَابُ مَا ذُكِرَ فِي ذَهَابِ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَحْرِ اِلَى الْخَضِرِ

اس کا ذکر کہ حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمندر میں حضرت خضر کی طرف گئے

Marfat.com

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علم پر رشک کرنے کا ذکر کیا گیا تھا اور اس باب میں علم کے حصول کے لیے ان کی طرف جانے کا ذکر ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ (الکہف:٦٦).

امام بخاری کہتے ہیں: اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "کیا میں آپ کی اس لیے اتباع کروں کہ آپ مجھے بھلائی کا وہ علم سکھائیں جو آپ کو سکھایا گیا ہےO" (الکہف:٦٦)۔

امام بخاری نے اس آیت سے علم کی فضیلت پر استدلال کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علم کے حصول کے لیے سمندر کے پرخطر سفر کو اختیار کیا اور علماء کی اتباع کرنے پر استدلال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے عظیم الشان نبی نے بھی حصول علم کی خاطر حضرت خضر علیہ السلام کو اپنی اتباع کی پیش کش کی اور اپنی اتباع کرنے کا پہلے ذکر کیا اور طلب علم کا بعد میں ذکر کیا اور یہ نہیں کہا کہ آپ مجھے اپنا پورا علم سکھا دیں' بلکہ یہ کہا کہ آپ کو جو علم دیے گئے ہیں' ان میں سے کچھ علم مجھے عطا فرما دیں اور یہ استاذ کا غایت ادب اور احترام ہے۔

٧٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي' عَنْ صَالِحٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوْسٰى' فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ' فَمَرَّ بِهِمَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ' فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اِنِّي تَمَارَيْتُ اَنَا وَصَاحِبِي هٰذَا فِي صَاحِبِ مُوْسٰى' الَّذِي سَاَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ اِلٰى لُقِيِّهٖ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَاْنَهُ؟ قَالَ نَعَمْ' سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰى فِي مَلَاٍ مِّنْ بَنِي اِسْرَائِيْلَ' جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوْسٰى لَا' فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُوْسٰى بَلٰى' عَبْدُنَا خَضِرٌ' فَسَاَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ اِلَيْهِ' فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوْتَ اٰيَةً' وَقِيْلَ لَهُ اِذَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَاِنَّكَ سَتَلْقَاهُ' وَكَانَ يَتَّبِعُ اَثَرَ الْحُوْتِ فِي الْبَحْرِ' فَقَالَ لِمُوْسٰى فَتَاهُ ﴿اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن غریر الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' از صالح از ابن شہاب' انہوں نے حدیث بیان کی کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے ان کو خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ان کی حر بن قیس بن حصن الفزاری سے صاحب موسیٰ کے متعلق بحث ہوئی' حضرت ابن عباس نے کہا: صاحب موسیٰ حضرت خضر تھے' ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے' حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا اور کہا: میرے اور میرے اس ساتھی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بحث ہوئی ہے' جن سے ملاقات کے راستہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تھا' کیا آپ نے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق کچھ فرمایا تھا؟ حضرت ابی نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے' ایک شخص نے آ کر ان سے سوال کیا: کیا آپ کو علم ہے کہ آپ سے بڑا کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا: نہیں' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کی: کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر (تم سے بڑا عالم) ہے' پس حضرت موسیٰ نے ان کے راستہ کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو ان کے لیے نشانی بنا دیا اور ان سے کہا گیا: جس جگہ آپ اس مچھلی کو

Marfat.com

كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ (الکہف: ٦٤ـ ٦٣) فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا الَّذِي قَصَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِي كِتَابِهِ.

[اطراف الحدیث: ۷۸-۱۲۲-۲۲۶۷-۳۲۷۸-۳۴۰۰-۳۴۰۱-۴۷۲۵-۴۷۲۶-۴۷۲۷-۶۶۷۲-۷۴۷۸]

(صحیح مسلم: ۶۱۱۵'سنن ترمذی: ۳۱۴۹'سنن کبریٰ للنسائی: ۱۱۳۰۹' صحیح ابن حبان: ۱۰۲'مسند احمد ج۵ ص۱۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۱۰۹-ج۳۵ ص۳۶'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

گم پائیں' وہیں سے لوٹ جائیں تو عنقریب آپ کی ان سے ملاقات ہوگی' وہ سمندر میں مچھلی کے نشان کے پیچھے پیچھے جارہے تھے تو حضرت موسیٰ سے ان کے شاگرد (حضرت یوشع بن نون) نے کہا: "کیا آپ نے ابھی دیکھا' جب ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے' وہیں میں مچھلی (کا ذکر کرنا) بھول گیا تھا' اور مجھے دراصل شیطان نے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا تھاO حضرت موسیٰ نے کہا: ہم اسی کی تو تلاش میں تھے' پھر وہ اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے لوٹےO" (الکہف: ۶۴-۶۳) پھر ان دونوں نے حضرت خضر کو پالیا' پھر ان کے مکالمہ کا وہ قصہ ہے جس کو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت موسیٰ کے سمندر کے راستہ میں حضرت خضر سے حصولِ علم کے لیے جانے کا ذکر ہے اور یہی باب کا عنوان تھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن غریر الفربری' انہوں نے یعقوب بن ابراہیم اور مطرف بن عبداللہ نیشاپوری سے سماعت کی ہے' اور ان سے امام بخاری نے روایت کی ہے' باقی کتب ستہ میں ان سے روایت کی ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد المدنی' یہ اپنے والد وغیرہ سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے امام احمد اور یحییٰ بن معین نے روایت کی ہے' ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور مامون ہیں' شوال ۲۰۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) یعقوب بن ابراہیم کے والد یعنی ابراہیم بن سعد (۴) ابراہیم بن کیسان (۵) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۶) عبیداللہ بن عبداللہ (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۸) حر بن قیس الفزاری' یہ عیینہ بن حصن کے بھائی ہیں' یہ اس وفد میں سے ایک ہیں' جو غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور یہ حضرت عمر کی مجلس میں بیٹھنے والے تھے (۹) حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ' یہ اس امت میں سب سے بڑے قاری ہیں' عقبہ اور بدر کے حاضرین میں سے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ابی بن کعب سید المسلمین ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۶۴' احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے تین پر متفق ہیں' امام بخاری ۴ کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۷ کے ساتھ' ۱۹ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' دوسرا قول ۲۰ھ کا اور تیسرا قول ۳۰ھ کا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۲ ص۹۳-۹۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف

اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے' ان کا تعارف حسب ذیل ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام ہے: عمران بن یصھر بن قاھث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

جس وقت عمران کی عمر ۷۰ سال تھی' اس وقت حضرت موسیٰ پیدا ہوئے اور عمران ۱۳۷ سال کی عمر میں فوت ہوئے' اور حضرت موسیٰ کی عمر ۱۲۰ سال تھی' الفربری نے کہا: وہ ۱۶۰ سال کی عمر میں میدانِ تیہ میں فوت ہوئے' طوفانِ نوح کے ۱۶۲۰ سال بعد ان کی وفات ہوئی' جب وہ بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے روانہ ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی' ۴۰ سال میدانِ تیہ میں رہے۔

Marfat.com

جب الریان بن الولید فوت ہو گیا' جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزانوں کا امیر بنایا تھا اور ان کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا' اس کے بعد قابوس بن مصعب بادشاہ ہوا' اس کو بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے اسلام کی دعوت دی تھی' وہ اسلام نہیں لایا' وہ ظالم بادشاہ تھا' حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا' پھر وہ بادشاہ ہلاک ہو گیا' پھر اس کے بعد اس کا بھائی الولید بن مصعب بن ریان بادشاہ ہوا' اس کی حکومت کے ایام بہت طویل تھے' حتیٰ کہ وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون تھا' جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا' اس سے زیادہ سرکش اور اس سے زیادہ لمبی عمر والا اور کوئی بادشاہ نہیں گزرا تھا' وہ چار سو سال زندہ رہا' حضرت موسیٰ کا نام موشی کا معرّب ہے' فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم نے ان کا یہ نام رکھا تھا' عبرانی زبان میں ''مو'' کا معنی ہے: پانی اور ''شے'' کا معنی ہے: درخت' حضرت موسیٰ کی والدہ نے ان کو تابوت میں رکھ کر اس تابوت کو سمندر میں ڈال دیا تھا' پھر وہ تابوت بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس پہنچ گیا اور یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر پرورش پائی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۹)

حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف

اس حدیث میں حضرت خضر علیہ السلام کا بھی ذکر ہے' ان کا تعارف حسب ذیل ہے:

حضرت خضر کے نام میں کئی اقوال ہیں' ابن قتیبہ نے ''المعارف'' میں لکھا ہے: ان کا نام بلیاء ہے' ابو حاتم بجستانی نے کہا: ان کا نام خضرون ہے' مقاتل نے کہا: ان کا نام ارمیاہ ہے۔

ان کا لقب خضر ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سفید چادر پر بیٹھتے تو اس کے پیچھے سبزہ اگ جاتا' مجاہد نے کہا: جب وہ نماز پڑھتے تو ان کے اردگرد کی چیزیں سبز ہو جاتیں۔

ان کے زمانہ میں بھی اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ وہ افریدون کے زمانہ میں تھے' جو ذوالقرنین اکبر کا سپاہی تھا' ثعلبی نے کہا ہے کہ وہ ذوالقرنین کے وزیر تھے اور انہوں نے آب حیات پی لیا تھا' ابن جریر نے کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ افریدون کے زمانہ سے پہلے تھے' حتیٰ کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پالیا۔

حضرت خضر کے ولی یا نبی ہونے میں بھی اختلاف ہے' صحیح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں' کیونکہ انہوں نے کہا:

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ. (الکہف: ۸۲) میں نے یہ کام اپنی رائے سے نہیں کیے۔

یعنی جن کاموں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیے تھے' وہ سب کام انہوں نے اپنی رائے سے نہیں کیے تھے بلکہ وحی سے کیے تھے اور وحی صرف انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی ہے' ورنہ الہام کی بناء پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے یا کسی کی کشتی توڑنا جائز نہیں ہے۔

* ان کی حیات میں بھی اختلاف ہے' جمہور ان کی حیات کے قائل ہیں اور محققین کہتے ہیں: ان کی وفات ہو چکی ہے' اس کی تفصیل جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم: ۶۰۴۲ - ج ۶ ص ۸۵۹ - ۸۵۳ کا مطالعہ فرمائیں' نیز ان تمام مباحث کی مکمل تفصیل جاننے کے لیے تبیان القرآن ج ۷ ص ۱۷۱ - ۱۵۰' الکہف: ۶۵ - ۶۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

مسائل علمیہ میں بحث کرنے اور طلب علم کے لیے سفر کرنے کے آداب اور مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسائل علمیہ میں بحث کرنا جائز ہے' جیسا کہ حضرت ابن عباس اور حر بن قیس الفزاری میں بحث ہوئی اور جب دو علماء میں اختلاف ہو تو کسی تیسرے بڑے عالم سے فیصلہ کرا لینا چاہیے' جیسے حضرت ابن عباس نے حضرت ابی بن کعب سے فیصلہ کرایا اور کسی عالم کو اپنے موقف پر ضد نہیں کرنی چاہیے۔

انسان کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو' اس کو مزید علم کی جستجو میں رہنا چاہیے اور کسی سے علم حاصل کرنے میں تکلف اور جھجک سے کام نہیں

Marfat.com

لینا چاہیے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے حصول علم کے لیے روانہ ہو گئے اور سفر میں اپنے ساتھ اپنے شاگرد کو بھی لیا اور کھانے پینے کی چیزیں بھی ہمراہ لیں اور یہ تمام چیزیں توکل کے عین مطابق ہیں خلاف نہیں ہیں۔

۱۷- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: ''اے اللہ! اس کو کتاب کا علم سکھا''

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حضرت ابن عباس کی حر بن قیس کے ساتھ علمی بحث کا ذکر تھا اور اس باب میں حضرت ابن عباس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کا ذکر ہے جس کی طرف عنوان میں اشارہ کیا ہے۔

۷۵- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ. [اطراف الحدیث: ۱۴۳-۳۷۵۶-۷۲۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سینہ سے لگایا اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم سکھا۔

(صحیح مسلم: ۲۴۷۷ سنن ترمذی: ۳۸۲۴ سنن ابن ماجہ: ۱۶۶ مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۹ طبع قدیم مسند احمد: ۳۳۷۹ ج ۵ ص ۲۷۲ مؤسسة الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں وہی دعا مذکور ہے جو عنوان میں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمرو البصری یہ حافظ اور حجت ہیں انہوں نے عبدالوارث الدراوردی وغیرہ سے سماع کیا ہے ان سے ابوحاتم رازی اور امام بخاری وغیرہ نے سماع کیا ہے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ اور عاقل اور منکر تقدیر تھے ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالوارث بن سعید التمیمی العنبری یہ ایوب السختیانی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور حجت تھے یہ بصرہ میں محرم ۱۸۰ھ میں فوت ہو گئے (۳) خالد بن مہران الحذاء (موچی) یہ موچیوں کے ساتھ بیٹھتے تھے لیکن انہوں نے یہ کام نہیں کیا' یہ تابعی ہیں انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے ابوحاتم رازی نے کہا: ان کی حدیث لکھی جاتی ہے اس سے استدلال نہیں کیا جاتا' یحییٰ اور احمد نے کہا: یہ ثقہ ہیں یہ ۱۴۱ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۴) عکرمہ ابو عبد اللہ المدنی یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں بربر اہل مغرب سے ہیں انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر اور بہت سے صحابہ سے سماع کیا ہے یہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے علماء میں سے ہیں ان سے خالد الحذاء اور بہت لوگ روایت کرتے ہیں کہا گیا ہے کہ ان کی رائے خوارج کے موافق تھی نافع وغیرہ نے ان کو جھوٹا کہا' امام بخاری نے ان پر اعتماد کیا ہے ان کی احادیث روایت کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر عیب لگایا گیا ہے تاہم ان کی تعدیل میں بہت اقوال ہیں (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۹۸-۹۹)

حضرت ابن عباس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی وجوہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ لپٹایا اور میرے لیے یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا فرما۔

Marfat.com

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے فضائل صحابہ میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ کے ساتھ لپٹایا اور یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو حکمت کا علم عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ۳۷۵۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس اس وقت سمجھ دار لڑکے تھے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ اپنے رشتہ دار بچہ کو شفقت سے سینہ کے ساتھ لگانا جائز ہے۔

اس دعا کا سبب امام بخاری نے ''کتاب الطھارۃ'' میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء گئے تو میں نے آپ کے لیے پانی رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا: یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳) اور صحیح مسلم میں یہ اضافہ ہے: جب آپ بیت الخلاء سے باہر آئے تو آپ نے پوچھا: یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو سمجھ عطا فرما۔
(صحیح مسلم: ۲۴۷۷)

نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم جائز اور صحیح ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوش ہونا ۔۔۔۔۔ اور شیخ اسماعیل دہلوی کی گستاخانہ عبارت کا ردّ

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس دعا کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شب کے معمولات دیکھنے کے لیے ایک رات گزاری جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا اس میں امام احمد نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا سبب ہے کہ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم میرے پیچھے ہو جاتے تھے؟ تو میں نے کہا: کیا کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نماز میں آپ کے آگے ہو جائے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں تب آپ نے میرے لیے یہ دعا کی کہ اللہ میرے علم اور فہم میں اضافہ فرمائے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام احمد کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے اس کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی آپ نے مجھے (بائیں جانب سے دائیں جانب کھڑا کرنے کے لیے) میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھسیٹا اور مجھے اپنے آگے کیا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے لگے تو میں پیچھے آ گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد مجھ سے فرمایا: اس کا کیا سبب ہے کہ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا تو تم میرے پیچھے ہو جاتے تھے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نماز میں آپ سے آگے ہو جائے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کو اللہ نے اتنا مرتبہ عطا کیا ہے! میرے اس جواب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے اور میرے لیے یہ دعا کی کہ اللہ میرے علم اور فہم کو زیادہ فرمائے۔ الحدیث

شعیب الارنؤط نے کہا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۸) (مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم مسند احمد: ۳۰۶۰ ج ۵ ص ۱۷۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم کرنا جائز اور صحیح ہے اس عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے

Marfat.com

اور آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کی اور شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ کا یہ لکھنا قطعاً باطل اور مردود ہے:
اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ (صراط مستقیم اردو ص ۱۵۰ ملک سراج دین لاہور' صراط مستقیم فارسی ص ۸۶' المکتبۃ السلفیہ لاہور۔ ۲)

نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے' اس دوران نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن کی درخواست پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانی شروع کر دی' اثناء نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے اور آپ صفوں سے گزر کر پہلی صف میں کھڑے ہو گئے' پھر لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارے اور حضرت ابوبکر نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' جب لوگوں نے بہت زیادہ ہاتھ پر ہاتھ مارے تو حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم کھڑے رہو' حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا' پھر حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی' نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے تم کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا' تم کو کس چیز نے منع کیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۶۸۴' صحیح مسلم: ۴۲۱' الرقم المسلسل: ۹۲۴' سنن ابوداؤد: ۹۴۰' سنن نسائی: ۷۸۴)

اور تمام دنیا کے مسلمان جب نماز کے تشہد میں ''السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله وبرکاته'' کہتے ہیں تو نماز میں آپ کی تکریم کرتے ہیں' کیونکہ علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے کہ آپ کو سلام کرنے کے قصد سے نماز میں آپ کو سلام کرے' نہ کہ حکایت معراج کے قصد سے اور سلام تعظیم کے لیے کیا جاتا ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۹۳' داراحیاء التراث العربی بیروت)

''سنن ترمذی'' اور ''سنن ابن ماجہ'' میں حضرت ابن عباس کے لیے جو دعا کی ہے اور ''صحیح بخاری'' میں جو دعا کی ہے' ان کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے کتاب کے علم کے حصول کی دعا کی' اس کتاب سے مراد قرآن مجید ہے' یعنی ان کو قرآن مجید کے معانی اور دین کے احکام کا علم عطا فرما۔
اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے دو مرتبہ یہ دعا کی ہے کہ اللہ مجھے حکمت عطا فرمائے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۲۳)
اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہوں' ایک مرتبہ آپ نے ان کے لیے کتاب کے علم کی دعا فرمائی ہو اور دوسری بار دو مرتبہ حصول حکمت کے لیے دعا فرمائی' اور کتاب سے مراد قرآن ہو اور حکمت سے مراد سنت ہو' یعنی جن کاموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے عمل کے لیے معین فرما دیا' قرآن مجید کے علم سے مراد یہ ہے کہ جن کاموں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حلال یا حرام فرما دیا اور جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا یا ان سے منع فرما دیا ان کا علم' اور حکمت سے مراد ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کا علم اور آپ نے قرآن مجید کے جن مجمل احکام کی تفصیل بیان فرمائی ہے ان کا علم۔

Marfat.com

امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ سے لگا کر یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو حکمت کا اور کتاب کی تاویل کا علم عطا فرما۔ (سنن ابن ماجہ:۱۶۶)

کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس کے حق میں دعا قبول نہ ہوئی ہو؟

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول نہ ہوئی ہو؟ میں کہتا ہوں کہ یہ ممکن نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ عام اللہ کے ولی کی دعا کو بھی ضرور بالضرور قبول فرماتا ہے' حدیث میں ہے:

وان سئلنی لاعطینہ. اگر میرا بندہ مقرب مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور بہ ضرور عطا فرماتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۲' صحیح ابن حبان: ۳۴۷' کتاب الاسماء والصفات: ۴۹۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶' مسند ابویعلیٰ: ۲۰۸۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۴۶' المعجم الاوسط: ۶۱۳' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵' صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۵' مشکوٰۃ: ۲۲۶۶)

اور جب اللہ تعالیٰ عام عباد مقربین کی دعا کو بھی رد نہیں فرماتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور سید الانبیاء کی دعا کو قبول نہ فرمائے' جب کہ اللہ ہر نبی کی دعا کو قبول فرماتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھ قسم کے لوگوں پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ نے لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا مقبول ہوتی ہے: (۱) اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا (۲) اللہ کی تقدیر کی تکذیب کرنے والا (۳) جبر سے حکومت پر قبضہ کرنے والا تاکہ ان کو عزت دے جن کو اللہ نے ذلیل کیا اور ان کو ذلیل کرے' جن کو اللہ نے عزت دی ہے (۴) اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرنے والا (۵) اور میری اولاد میں جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے' ان کو حلال کرنے والا (۶) اور میری سنت کو (اہانتاً) ترک کرنے والا۔ (سنن ترمذی: ۲۱۵۴' المعجم الاوسط: ۱۶۸۸' المعجم الکبیر: ۲۸۸۳)

اور چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوگئی تھی' اسی وجہ سے حضرت ابن عباس قرآن مجید کے عالم ہیں' حبر الامت اور بحر علم ہیں' رئیس المفسرین اور ترجمان القرآن ہیں' اور قرآن اور سنت کے علماء راسخین میں سے ہیں۔

* اس باب کی حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۶۲۴۶۔ ج ۶ ص ۱۴۳ پر مذکور ہے اور وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سوانح۔

۱۸- بَابُ مَتٰی یَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِیْرِ کم سن کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے؟

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا ذکر تھا' اس وقت حضرت ابن عباس کم سن تھے اور سن شعور کو پہنچ چکے تھے اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ جو لڑکا کم سن ہو اور وہ سن شعور کو پہنچ چکا ہو' وہ حدیث کا سماع کرسکتا ہے۔

سماع حدیث کی عمر کے تعین کی تحقیق

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے' یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ سماع حدیث کی مدت کم سے کم پندرہ سال ہے' کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو غزوۂ احد سے واپس کردیا گیا تھا' کیونکہ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال سے کم تھی' امام احمد نے کہا: جب لڑکا سن شعور کو پہنچ جائے اور وہ سنی ہوئی بات کو سمجھ سکے تو اس کے لیے

Marfat.com

حدیث کا سماع صحیح ہے اور حضرت ابن عمر کو اس لیے واپس کیا گیا تھا کہ وہ جہاد اور قتال کا موقع تھا اور خطیب بغدادی نے بہ کثرت ایسی احادیث کو جمع کیا ہے' جن کو صحابہ نے کم عمر میں سنا تھا۔ حضرت البراء بن عازب بھی جنگ بدر میں پندرہ برس سے کم تھے' اس لیے ان کو بھی واپس کر دیا گیا تھا' کیونکہ جنگ میں زیادہ قوت اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی حد پندرہ سال ہے' اور سماع حدیث کے لیے اتنی عمر کافی ہے' جس میں لڑکا بات کو سمجھ سکے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اہل صفہ نے ۵ سال سماع حدیث کی حد مقرر کی ہے کیونکہ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ نے ۵ سال کی عمر میں حدیث سنی اور اس کو روایت کیا اور ابن الصلاح نے کہا: تمام محدثین کے نزدیک ۵ سال کی عمر سماع حدیث کے لیے معیار ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ سماع حدیث کے لیے کسی سن کا تعین نہ کیا جائے' جب بھی لڑکے کی عمر اتنی ہو کہ وہ بات سمجھ سکے' اس کا سماع حدیث صحیح ہے' خواہ اس کی عمر پانچ سال سے کم ہو' ابراہیم بن سعد الجوہری نے کہا: مامون کے پاس ایک چار سال کا بچہ لایا گیا' جو قرآن پڑھتا تھا اور اس کو بھوک لگتی تو وہ روتا تھا' اور ابو محمد عبد اللہ بن محمد اصبہانی نے پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور ابوبکر بن المقری چار سال کی عمر میں حدیث کا سماع کرتے تھے' اور حضرت محمود بن الربیع کی حدیث سماع حدیث کے تعین کی دلیل نہیں ہے۔

۷۶- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ، وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَىْ بَعْضِ الصَّفِّ، وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ، فَدَخَلْتُ فِى الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَىَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں گدھے (یا) گدھی پر سوار تھا اور اس وقت میں بلوغت کے قریب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں بغیر کسی دیوار کی طرف منہ کیے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' میں کسی صف کے سامنے سے گزرا اور میں نے گدھی کو چرنے چھوڑ دیا' پھر میں صف میں داخل ہو گیا تو کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا۔

[اطراف الحدیث: ۴۹۳-۸۶۱-۱۸۵۷-۴۴۱۲]

(صحیح مسلم: ۵۰۴' سنن ابوداؤد: ۷۱۵' سنن ترمذی: ۳۳۷' سنن نسائی: ۷۵۱' سنن ابن ماجہ: ۹۴۷' مسند الحمیدی: ۴۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۸' منتقیٰ ابن الجارود: ۱۶۸' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۸۲' صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۳' مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۵۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۶' مصنف عبد الرزاق: ۲۳۵۷' صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۹۱' ج ۳ ص ۴۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت ابن عباس کی اس روایت کی وجہ سے بعض علماء نے بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے کو جائز قرار دیا ہے اور یہ حضرت ابن عباس کے بچپن کا وقت تھا' اس سے معلوم ہوا کہ جب بچہ کسی حدیث کو بلوغ سے پہلے سنے اور بالغ ہونے کے بعد اس حدیث کو روایت کرے تو وہ روایت صحیح ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں:

(۱) اسماعیل بن عبد اللہ' جو ابن ابی اویس کے نام سے مشہور ہیں (۲) امام مالک (۳) ابن شہاب (۴) عبید اللہ بن عبد اللہ

Marfat.com

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۰۳۔۱۰۲)

حدیث مذکور کے معانی اور مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: میں گدھے' گدھی پر سوار تھا' دراصل حضرت ابن عباس نے پہلے گدھے کہا' پھر ان کو خیال آیا کہ وہ گدھی تھی' اس کو اصطلاح میں ''بدل الغلط'' کہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کم سن کا حدیث کو سننا اور اس کی روایت کرنا صحیح ہے اور جس طرح بچہ کم عمر میں کوئی حدیث سنے اور بڑا ہو کر اسے بیان کر سکتا ہے' اسی طرح کافر کوئی حدیث سنے اور اسلام لانے کے بعد اس کو بیان کرے تو وہ بھی صحیح ہے' جیسے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں ھرقل سے جو مکالمہ کیا' اس کو اسلام لانے کے بعد روایت کر دیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر انسان کوئی غلط کام کرے' اس کے بعد کوئی درست کام کرے تو اس کا تدارک ہو جاتا ہے' حضرت ابن عباس کا نمازیوں کی صف کے آگے سے گدھی پر سوار ہو کر گزرنا غلط کام تھا اور جب وہ نماز کی صف میں داخل ہو گئے تو یہ درست کام تھا اور اس سے پہلی غلطی کا تدارک ہو گیا' اسی لیے کسی نے ان پر انکار نہیں کیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے گدھا گزر جائے تو اس سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے' جو کہتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے عورت یا کتا یا گدھا گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے' اور اس حدیث کی زیادہ سے زیادہ یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اس سے نمازی کا خشوع منقطع ہو جاتا ہے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہے تھے' اس صورت میں بغیر سترہ کے نمازیوں کے آگے سے گزرنا جائز نہیں ہے اور حضرت ابن عباس کو کسی نے اس لیے منع نہیں کیا کہ ہو سکتا ہے کہ آپ پر ان کی نظر نہ پڑی ہو۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۲۶۔ ج ۱ ص ۱۳۱۷ پر مذکور ہے اور اس کی شرح میں سترہ کی تعریف اور اس کا حکم بیان کیا ہے۔

۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا فِيْ وَجْهِيْ وَاَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ مِنْ دَلْوٍ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۹۔ ۸۳۹۔ ۱۱۸۵۔ ۶۳۵۴۔ ۶۴۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومسہر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے الزبیدی نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر ڈول کے پانی سے کلی کی تھی' اس وقت میں پانچ سال کا تھا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۶۰۰' مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۶۳۸' ج ۳۹ ص ۴۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ علماء نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے چہرے پر کلی کرنا جائز ہے اور منہ کا لعاب پاک ہوتا ہے اور اس کی دلیل صرف حضرت محمود بن الربیع کی یہ حدیث ہے' جس کو انہوں نے پانچ سال کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن یوسف البیکندی ابو احمد' کیونکہ محمد بن یوسف الفریابی کی ابو مسہر سے کوئی روایت نہیں ہے (۲) ابو مسہر عبد الاعلیٰ الغسانی الدمشقی' یہ جب مسجد سے نکلتے تھے تو لوگ ان کو سلام کرتے اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے' آزمائش کے ایام میں مامون نے ان کو دربار میں بلایا اور تلوار سونت کر کہا: قرآن مجید کو مخلوق کہو ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا' اور جب انہوں نے اس کی بات نہیں مانی تو اس نے ان کو قید میں ڈال دیا' ۲۱۸ھ میں وہ بغداد میں فوت ہو گئے' امام بخاری نے ان سے ملاقات کی ہے اور ان سے بہت سی احادیث سنی ہیں (۳) محمد بن حرب الخولانی الحمصی' انہوں نے امام اوزاعی سے سماع کیا ہے' یہ ثقہ تھے' ۱۷۴ھ میں دمشق میں فوت ہو گئے (۴) ابو الھذیل محمد بن الولید الزبیدی الشامی الحمصی' یہ بہت ثقہ اور بہت بڑے مفتی تھے' مکحول اور زہری وغیرہ سے روایت کرتے تھے' اور ان سے محمد بن حرب اور یحییٰ بن حمزہ نے روایت کی ہے' ۱۴۸ھ میں فوت ہو گئے' امام ترمذی کے علاوہ ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے (۵) محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری (۶) حضرت محمود بن الربیع بن سراقہ الانصاری الخزرجی' ۹۹ھ میں بیت المقدس میں فوت ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۰۷)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کی برکتیں

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برکت پہنچانے کا ذکر ہے' جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کو چبا کر نومولود بچے کے منہ میں ڈال کر گھٹی دیتے تھے' اور صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت اپنے بچوں کے لیے حاصل کرنے کی حرص میں اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کرتے تھے کیونکہ انہوں نے بہت مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کی برکتوں کا مشاہدہ کیا تھا' آپ نے حدیبیہ کے کنویں میں کلی کی تو اس کا پانی زیادہ ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۵۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی پکتی ہوئی ہنڈیا میں لعاب دہن ڈالا تو وہ کھانا تمام لشکر کے لیے کافی ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۰۲) غزوہ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئیں اور پھر کبھی خراب نہیں ہوئیں۔ (صحیح البخاری: ۴۲۱۰) حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر لعاب دہن چھڑکا تو وہ جڑ گئی۔ (صحیح البخاری: ۴۲۰۶)

اس وجہ سے صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کے متمنی رہا کرتے تھے اور جن کے چہرے پر آپ نے کلی فرمائی' وہ اس پر فخر کرتے تھے۔

آج کل کے جعلی پیر اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ظاہر اور ثابت کرنے کے لیے کھانا کھا کر برتن میں کلی کرتے ہیں اور ان کے غالی مرید اس کو عقیدت سے پیتے ہیں' حالانکہ ان کا منہ انواع و اقسام کے جراثیم سے آلودہ رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے شر سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

۱۹ - بَابُ الْخُرُوْجِ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ — طلب علم کے لیے نکلنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ ذکر تھا کہ حضرت ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے اور وہ گدھے پر سوار ہو کر کہیں سے آ رہے تھے اور ان کا آ کر نماز میں شامل ہونا بھی طلب علم کے لیے تھا' اور اس باب میں بھی طلب علم کے لیے نکلنے کا ذکر ہے۔

وَرَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ فِيْ حَدِيْثٍ وَّاحِدٍ.

امام بخاری کہتے ہیں: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ایک حدیث کی خاطر ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے حضرت عبد اللہ بن

Marfat.com

انیس کے پاس گئے۔

اس معلق حدیث کو امام بخاری نے اس لیے وارد کیا ہے کہ اس سے حصول علم کے لیے سفر کرنے کی فضیلت ثابت ہے خواہ اس کے لیے خشکی کا سفر کیا جائے یا سمندری' یہ حدیث چونکہ حضرت جابر سے مروی ہے اس لیے ہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کر رہے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا تعارف

حضرت جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہما' یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں' جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں' یہ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد بھی صحابی ہیں' یہ عقبہ اور بدر کے حاضرین میں سے ہیں' حضرت جابر نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکیس غزوات ہیں اور یہ ان میں سے انیس میں آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت جابر نے کہا: جس رات اونٹ کا واقعہ ہوا' اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے استغفار کیا تھا' آخیر عمر میں حضرت جابر کی بینائی چلی گئی تھی اور وہ اپنے سر اور ڈاڑھی کے کچھ بالوں پر زرد خضاب لگاتے تھے۔

حضرت جابر ۹۴ سال زندہ رہے اور ۷۳ھ میں فوت ہو گئے' حجاج بن یوسف نے ان کا جنازہ پڑھا۔

(الاصابہ: ۱۰۲۸' ج ۱ ص ۵۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۵۴۰ احادیث روایت کی ہیں' ۵۸ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ۲۶ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۱۲۶ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث معلق کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ طلب علم کی فضیلت کے لیے بحری اور بری سفر کی فضیلت ظاہر ہو۔

اس حدیث معلق میں حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' ان کا تعارف حسب ذیل ہے:

حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا تعارف

ان کا نام عبد اللہ بن انیس الجھنی ہے' ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے' یہ انصار کے حلیف تھے' العقبۃ الثانیہ اور احد کے حاضرین میں سے ہیں' انہوں نے حضرت معاذ کے ساتھ مل کر بنو سلمہ کے بت توڑ ڈالے تھے' ان سے ۲۴ احادیث مروی ہیں' ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' حضرت جابر نے ان سے ایک حدیث روایت کرنے کے لیے مصر کا سفر کیا تھا' ۸۰ھ میں شام میں فوت ہو گئے تھے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۴ ص ۳۱۳' تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۴۹' تقریب التہذیب: ۳۲۲۷' خلاصۃ الخزرجی ج ۲ ص ۴۹)

اس حدیث کا بیان جس کے حصول کے لیے حضرت جابر نے ایک ماہ کا سفر کیا تھا

جس حدیث کو حاصل کرنے کے لیے حضرت جابر نے حضرت عبد اللہ بن انیس کی طرف سفر کیا تھا' وہ حدیث یہ ہے:

امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر سے ذکر کیا جاتا ہے از عبد اللہ بن انیس' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع کرے گا' پھر ان کو ایسی آواز کے ساتھ نداء کرے گا جس کو دور والا بھی اس طرح سنے گا جس طرح قریب والا سنے گا' فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں' میں دیان (جزا دینے والا) ہوں۔

(صحیح البخاری' کتاب التوحید' ۳۲: باب قول اللہ تعالیٰ "وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ")

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے:

Marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے' میں نے اونٹ خریدا اور اس پر سامانِ سفر باندھا' پھر میں ایک ماہ کا سفر کر کے شام میں پہنچا تو وہاں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ تھے' میں نے دربان سے کہا: ان سے کہو کہ جابر دروازہ پر ہے' انہوں نے پوچھا: ابن عبداللہ! میں نے کہا: ہاں' پھر وہ اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے آئے اور مجھے گلے لگایا' اور میں نے ان کو گلے لگایا' میں نے کہا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قصاص کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے' مجھے خطرہ تھا کہ آپ سے اس حدیث کو سننے سے پہلے آپ فوت ہو جائیں گے یا میں فوت ہو جاؤں گا' حضرت عبداللہ بن انیس نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا' یا فرمایا: بندوں کو برہنہ بدن غیر مختون جمع کیا جائے گا' ہم نے پوچھا: ان کے ساتھ کیا ہوگا؟ فرمایا: ان کے ساتھ کچھ نہیں ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ ان کو ایسی آواز کے ساتھ نداء فرمائے گا' جس کو دور والا بھی اس طرح سنے گا' جس طرح قریب والا سنے گا' فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں' میں بہت جزا دینے والا ہوں' اور اہل دوزخ میں سے کوئی شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا' جس پر اہل جنت میں سے کسی کا حق ہو' حتیٰ کہ میں جنتی کا حق دوزخی سے دلا دوں گا' اور نہ اہل دوزخ میں سے کسی کا کسی پر حق ہوگا' خواہ ایک تھپڑ ہی ہو مگر میں اس کا حق دلا دوں گا' ہم نے کہا: ہم اللہ کے پاس کیسے برہنہ بدن اور غیر مختون آئیں گے؟ آپ نے فرمایا: نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۹۵' مسند احمد: ۱۶۰۴۲' ج ۲۵ ص ۴۳۲-۴۳۱' مؤسسة الرسالة' بیروت)

اس حدیث کی مزید تخریج حسب ذیل ہے:

المستدرک ج ۲ ص ۴۳۷-ج ۴ ص ۵۷۴' کتاب الاسماء والصفات ص ۲۷۳-۷۸' الادب المفرد: ۹۷۰' خلق افعال العباد ص ۹۲' السنة لابن ابی عاصم: ۵۱۴' الاحاد والمثانی: ۲۰۳۴' المعجم الاوسط: ۸۵۸۸' مسند الشامیین: ۱۵۶

اس حدیث کے علاوہ اور کسی حدیث میں اللہ تعالیٰ کی آواز کا ثبوت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی آواز اس کی شان کے لائق ہوگی اور مخلوق کی کوئی آواز اس کے مشابہ نہیں ہوگی۔

باب مذکور کی حدیث کا متن

۷۸- حَدَّثَنَا اَبُو الْقَاسِمِ خَالِدُ بْنُ خَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى، فَمَرَّ بِهِمَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اِنِّيْ تَمَارَيْتُ اَنَا وَصَاحِبِيْ هٰذَا فِيْ صَاحِبِ مُوْسَى الَّذِيْ سَاَلَ السَّبِيْلَ اِلٰى لُقِيِّهٖ، هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَاْنَهٗ؟ فَقَالَ اُبَيٌّ نَعَمْ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَاْنَهٗ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰى فِيْ مَلَاٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ، اِذْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو القاسم خالد بن خلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: اوزاعی نے کہا: ہمیں الزہری نے خبر دی از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی اور حر بن قیس الفزاری کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صاحب کے مصداق کے متعلق بحث ہوئی' پھر ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے' حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا' پھر کہا: میری اور میرے اس ساتھی کی حضرت موسیٰ کے اس صاحب کے متعلق بحث ہوئی ہے' جس سے ملاقات کا حضرت موسیٰ نے سوال کیا تھا' حضرت ابی نے کہا: ہاں' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے' آپ فرما رہے تھے کہ حضرت موسیٰ بنی

Marfat.com

جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَتَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوْسٰى لَا، فَاَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى مُوْسٰى بَلٰى، عَبْدُنَا خَضِرٌ، فَسَاَلَ السَّبِيْلَ اِلٰى لُقِيِّهِ، فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوْتَ اٰيَةً وَقِيْلَ لَهُ اِذَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَارْجِعْ، فَاِنَّكَ سَتَلْقَاهُ، فَكَانَ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُ اَثَرَ الْحُوْتِ فِى الْبَحْرِ، فَقَالَ فَتٰى مُوْسٰى لِمُوْسٰى ﴿اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطَانُ اَنْ اَذْكُرَهُ﴾ (الکہف:٦٣) قَالَ مُوْسٰى ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ (الکہف:٦٤) فَوَجَدَا خَضِرًا، فَكَانَ مِنْ شَاْنِهِمَا مَا قَصَّ اللّٰهُ فِىْ كِتَابِهِ.

اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے کہ ان کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: کیا آپ کو علم ہے کہ آپ سے بڑا بھی کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا: نہیں! تو اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کی: کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے' پھر حضرت موسیٰ نے ان سے ملاقات کے راستے کا سوال کیا' تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو ان کے لیے نشانی بنا دیا' اور ان سے کہا گیا کہ جس جگہ آپ مچھلی کو گم پائیں' وہیں سے لوٹ جائیں' پھر عنقریب آپ کی ان سے ملاقات ہو گی' پھر موسیٰ علیہ السلام سمندر میں مچھلی کے نشانات کا پیچھا کر رہے تھے' پھر حضرت موسیٰ کے شاگرد نے حضرت موسیٰ سے کہا' اس نے کہا: ''کیا آپ نے دیکھا' جب ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے تو میں وہاں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا' اور دراصل مجھے شیطان نے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا تھا''۔ (الکہف: ۶۳) حضرت موسیٰ نے کہا: ''ہم اسی کی تلاش میں تھے' پھر وہ دونوں وہیں اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے لوٹے O'' (الکہف: ۶۴) پھر ان دونوں نے حضرت خضر کو پالیا' پھر ان کا وہ ماجرا ہوا' جس کا اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔

اس حدیث کی تخریج' اس کے اطراف اور اس کی شرح صحیح البخاری: ۷۴ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۰- بَابُ فَضْلِ مَنْ عَلِمَ وَعَلَّمَ — پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں عالم اور معلم کا ذکر تھا اور اس باب میں ان کی فضیلت کا بیان ہے۔

۷۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِىَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ، كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ اَصَابَ اَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا اَجَادِبُ، اَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَاَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً اُخْرٰى، اِنَّمَا هِىَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں حماد بن اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از ابی موسیٰ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے' اس کی مثال اس زیادہ بارش کی ہے' جو کسی زمین پر برسے' پس بعض زمینیں زرخیز ہوتی ہیں' جو پانی کو قبول کرتی ہیں اور خشک اور زیادہ تر گھاس اگاتی ہیں اور بعض زمینیں بنجر ہوتی ہیں' وہ پانی کو روک لیتی ہیں' پس اللہ اس سے لوگوں کو نفع دیتا ہے' وہ اس پانی کو پیتے ہیں اور اپنے مویشیوں کو پلاتے ہیں اور اس پانی سے کاشت کاری کرتے ہیں

Marfat.com

كَلَأً، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللّٰهِ، وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهِ فَعَلِمَ وَ عَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ.

اور بارش بعض قسم کی زمینوں پر ہوتی ہے' جو چکنی ہوتی ہیں' نہ وہ پانی کو روکتی ہیں اور نہ سبزہ اگاتی ہیں' یہ مثال اس شخص کی ہے' جو دین کی فقہ (فہم) حاصل کرے اور اللہ نے مجھے جو علم اور ہدایت دے کر بھیجا ہے' وہ اس کو نفع دے' پس وہ پڑھے اور پڑھائے اور یہ اس شخص کی مثال ہے' جو اس ہدایت کی طرف توجہ نہ دے اور اللہ کی اس ہدایت کو بالکل قبول نہ کرے' جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ إِسْحٰقُ وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ قَيَّلَتِ الْمَاءَ.

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اسحاق نے کہا: بعض زمینیں پانی کو پی لیتی ہیں۔

قَاعٌ يَعْلُوهُ الْمَاءُ، وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِي مِنَ الْأَرْضِ.

''قاع'' اس کا معنی ہے: جس پر پانی بلند ہوتا ہے' ''وَالصَّفْصَفُ'' اس کا معنی ہے: ہموار زمین۔

(صحیح مسلم: ۲۲۸۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۴۳' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۱۱' صحیح ابن حبان: ۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۵۷۳۔ ج ۳۲ ص ۳۴۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن العلاء بن کریب' یہ بہت صادق ہیں' کوفہ میں انہوں نے تین لاکھ احادیث بیان کی' ۲۴۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ الہاشمی القرشی' یہ ثقہ' ثبت اور صدوق ہیں' ۸۱ سال کی عمر میں ۲۰۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عامر بن ابوموسیٰ اشعری' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۱۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے' کیونکہ اس میں تعلیم کی فضیلت کا ذکر ہے۔

خلاصہ حدیث اور حدیث میں بیان کی ہوئی مثالوں کی وضاحت

اس حدیث میں زمین کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں: (۱) وہ زمین جو بارش سے نفع حاصل کرتی ہے' پہلے وہ زمین مردہ ہوتی ہے' پھر بارش سے زندہ ہو جاتی ہے' پھر سبزہ اگاتی ہے' جس سے انسان اور مویشی فائدہ حاصل کرتے ہیں' اس کے مقابلہ میں انسانوں کی وہ قسم ہے' جس کو ہدایت اور علم پہنچتا ہے تو وہ اس کو یاد کر لیتا ہے' اس سے اپنے دل کو زندہ کرتا ہے' اس پر وہ عمل کرتا ہے اور دوسروں کو تعلیم دیتا ہے' پس وہ خود بھی نفع حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچاتا ہے (۲) زمین کی دوسری قسم وہ ہے' جو خود تو بارش سے نفع حاصل نہیں کرتی لیکن وہ اپنے اندر پانی کو جمع کر لیتی ہے اور اس جمع شدہ پانی سے انسان اور مویشی فائدہ حاصل کرتے ہیں' اور اس کے مقابلہ میں انسانوں کی وہ قسم ہے' جن کا حافظہ بہت قوی ہوتا ہے' لیکن ان میں احادیث سے مسائل مستنبط کرنے اور اجتہاد کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی' وہ احادیث حفظ کر لیتے ہیں اور ان سے احادیث سن کر فقہاء ان احادیث سے احکام نکالتے ہیں اور (۳) زمین کی تیسری وہ قسم ہے جو چکنی اور شور والی زمین ہوتی ہے' نہ وہ اپنے اندر پانی کو روکتی ہے اور جمع کرتی ہے اور نہ اس پانی کو قبول کر کے اس سے سبزہ اگاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں انسانوں کی وہ قسم ہے' جن میں قوتِ حافظہ ہوتی ہے اور نہ روشن فہم ہوتی ہے اور ان میں قیاس اور مسائل نکالنے کی بالکل صلاحیت نہیں ہوتی' پس جب یہ لوگ علم کی کوئی بات سنتے ہیں تو اس سے کوئی نفع حاصل نہیں کرتے اور نہ اس

Marfat.com

کو یاد رکھتے ہیں کہ اس سے کوئی اور فائدہ اٹھا سکے۔

سو پہلی قسم وہ ہے: جو خود بھی نفع اٹھائے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچائے اور دوسری قسم وہ ہے: جو خود تو نفع نہ اٹھا سکے' لیکن دوسروں کو نفع پہنچائے اور تیسری قسم وہ ہے: جو خود نفع اٹھائے نہ دوسروں کو نفع پہنچائے' پہلی قسم سے فقہاء کی طرف اشارہ ہے' دوسری قسم سے احادیث روایت کرنے والے محدثین کی طرف اشارہ ہے اور تیسری قسم سے عوام کی طرف اشارہ ہے' آپ نے فرمایا: یہ اس شخص کی مثال ہے' جو ہدایت کے ساتھ بالکل سر نہ اٹھائے اور اللہ کی اس ہدایت کو بالکل قبول نہ کرے' جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے' اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ شخص بہت متکبر ہے اور غایت تکبر کی وجہ سے آپ کی طرف التفات نہ کرے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۴۳۔ ج ۶ ص ۷۱۷ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کا یہ عنوان ہے:

علم دین پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت۔

۲۱- بَابُ رَفْعِ الْعِلْمِ وَظُهُوْرِ الْجَهْلِ علم کا اُٹھ جانا اور جہل کا غالب ہونا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق عالم اور متعلم کی فضیلت میں تھا اور اس سے علم کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور اس باب میں اس کی ضد کا بیان ہے یعنی جہل کا غالب ہونا۔

علماء کو ضائع کرنے کا معنی

وَقَالَ رَبِيْعَةُ لَا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ يُضَيِّعَ نَفْسَهُ.

ربیعہ نے کہا: جس کے پاس تھوڑا سا بھی علم ہو اسے اپنے آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

یہ ربیعہ بن ابو عبد الرحمان فروخ ہیں' امام مالک بن انس کے شیخ ہیں' ان سے امام ابوحنیفہ نے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۳۶ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔

اس قول کا معنی یہ ہے کہ عالم کو دنیاداروں کے پاس نہیں جانا چاہیے اور علم کی عظمت قائم رکھنے کے لیے ان کے سامنے تواضع نہیں کرنی چاہیے اور ایسا نہ کرے کہ وہ تعلیم و تعلم میں کم مشغول ہو اور نمود و نمائش کے کاموں میں زیادہ مشغول ہو اور علم کے تقاضے پر عمل کرنے کو چھوڑنا اور ظالم حکام کے سامنے حق بیان کرنے کو ترک کرنا نہیں چاہیے' فقہاء نے کہا ہے کہ حاکم شہر پر لازم ہے کہ وہ بیت المال سے علماء کا وظیفہ مقرر کرے' جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں' جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے آدھی بکری یا سالم بکری کا بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا گیا تھا۔

۸۰- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا.

[اطراف الحدیث: ۸۱-۵۲۳۱-۵۵۷۷-۶۸۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہل ثابت ہوگا اور شراب پی جائے گی اور زنا بہ کثرت ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۶۷۱' خلق افعال العباد: ۳۴۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۰۵' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۵۴۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۵۲۷۔ ج ۲۰ ص ۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت واضح ہے' کیونکہ باب کا عنوان ہے: علم کا اٹھ جانا اور حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمران بن میسرہ المنقری البصری' ان سے ابوزرعہ' ابوحاتم' امام بخاری اور امام ابوداؤد نے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالوارث بن سعید بن ذکوان التیمی البصری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابوالتیاح یزید بن زیادہ الضبعی' یہ ثقہ' ثبت اور صالح ہیں' ۱۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۲۳)

ہمارے زمانہ میں جاہلوں کا غلبہ

علم کے اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ علماء اٹھ جائیں گے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ علماء کے سینوں سے علم کو محو کر دیا جائے گا' لیکن جب علماء فوت ہو جائیں گے اور لوگ جاہلوں کو اپنا پیر اور پیشوا بنالیں گے اور وہ اپنی رائے سے دین میں احکام جاری کریں گے اور اپنی جہالت کے باوجود فتوے جاری کریں گے' احادیث کے غلط ترجمے کریں گے' اُردو کی کتابیں پڑھ کر اور ان میں اپنی طرف سے رنگ آمیزی کر کے وعظ کریں گے' خود بھی گم راہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے' ہمارے زمانہ میں اس کی بہت نظائر ہیں' ہم ان جاہلوں کے غلبہ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۶۱۔ ج ۷ ص ۴۰۲ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① علم کے اٹھنے اور جہل کے پھیلنے کی پیش گوئی ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی ② قیامت کی علامت میں سے مردوں کے کم ہونے اور عورتوں کے زیادہ ہونے کی وجہ ③ جاہلوں کو رئیس اور شیخ بنانے کی مذمت۔

۸۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ' عَنْ شُعْبَةَ ' عَنْ قَتَادَةَ ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ اَحَدٌ بَعْدِيْ ' سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَقِلَّ الْعِلْمُ ' وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ ' وَيَظْهَرَ الزِّنَا ' وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ ' وَيَقِلَّ الرِّجَالُ ' حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَاَةِ الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' از شعبہ از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں تم کو ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا' جس کو میرے بعد تم سے کوئی بیان نہیں کرے گا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور جہل کا غلبہ ہوگا اور زنا بہ کثرت ہوگا اور عورتیں زیادہ ہوں گی اور مرد کم ہوں گے' حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا ایک مرد کفیل ہوگا۔

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور اس کی تخریج اور بعض الفاظ کی شرح صحیح البخاری: ۸۰ میں گزر چکی ہے' اور جن الفاظ کی شرح نہیں ہوئی' وہ ہم کر رہے ہیں۔

عورتوں کے زیادہ ہونے اور مردوں کے کم ہونے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی' اس کی متعدد توجیہات ہیں:

(۱) مختلف جنگوں اور آپس کے جھگڑوں میں مرد قتل کر دیئے جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی۔

Marfat.com

(۲) آخر زمانہ میں مردوں کی پیدائش کم ہوگی اور عورتوں کی پیدائش زیادہ ہوگی۔
(۳) کثرت فتوحات کی وجہ سے میدانِ جنگ سے بہت عورتوں کو قید کیا جائے گا اور باندیوں کی کثرت ہوگی۔
نیز اس حدیث میں ہے کہ حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا ایک مرد کفیل ہوگا' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حقیقۃً پچاس عورتوں کا ایک مرد کفیل ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پچاس کا عدد آپ نے مبالغۃً فرمایا ہو۔

۲۲- بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ — علم کی فضیلت

اس باب اور باب سابق کی مناسبت واضح ہے' کیونکہ دونوں بابوں میں علم کا ذکر ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ ''کتاب العلم'' کا پہلا باب بھی فضیلت علم میں تھا اور یہ باب بھی فضیلت علم میں ہے اور یہ تکرار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے باب سے مقصود علماء کی فضیلت کو بیان کرنا تھا اور اس باب سے مقصود علم کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔

۸۲- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ' فَشَرِبْتُ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِيْ اَظْفَارِيْ' ثُمَّ اَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ' قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ الْعِلْمَ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۸۱-۷۰۰۶-۷۰۰۷-۷۰۲۷-۷۰۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمزہ بن عبد اللہ بن عمر از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا' میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا' میں نے اس کو پیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ (دودھ سے) سیری میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے' پھر میں نے اپنا بچا ہوا (دودھ) عمر بن الخطاب کو دے دیا' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: علم۔

(صحیح مسلم: ۲۳۹۱' سنن ترمذی: ۲۲۸۴' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۵' السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۲۵۵' صحیح ابن حبان: ۶۸۷۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۲۳' تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۳۱' مسند احمد ج ۲ ص ۸۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۵۵۴' ج ۹ ص ۳۸۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: علم کی فضیلت اور اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کو اس قدر علم دیا گیا کہ اس کی سیری آپ کے ناخنوں سے باہر آ گئی۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سعید بن عفیر (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) ابن شہاب زہری' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حمزہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب القرشی العدوی' انہوں نے اپنے والد حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے' احمد بن عبد اللہ نے کہا: یہ تابعی اور ثقہ ہیں' بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' آپ کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۲۸)

دودھ سے علم کو تعبیر کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کی تعبیر علم سے کی ہے' کیونکہ دودھ اور علم دونوں کثرت نفع میں مشترک ہیں

Marfat.com

دودھ انسان کے جسم کی غذا ہے اور بدن کی اصلاح اور قوت کا سبب ہے' اور علم انسان کی روح کی غذا ہے اور اس کی دنیا اور آخرت کی اصلاح کا سبب ہے۔ خواب میں دودھ کو دیکھنا سنت اور فطرت پر استقامت اور علم دین کے حصول کی دلیل ہے' کیونکہ دودھ وہ پہلی غذا ہے' جو نومولود کو دنیا کے طعام سے دی جاتی ہے اور دودھ سے اس کے بدن کی حیات حاصل ہوتی ہے' جیسے علم سے دلوں کی حیات حاصل ہوتی ہے' نیز دودھ جنت کی نعمتوں سے ہے' کیونکہ جنت میں دودھ کے دریا ہوں گے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچا ہوا دودھ حضرت عمر کو دیا اور اس کی تعبیر علم سے کی' یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فطرت سلیم تھی اور ان کا دین صحیح تھا اور ان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تھا' نیز اس حدیث میں حضرت عمر کی فضیلت ہے اور خواب کی تعبیر بیان کرنے کا جواز ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں تو آپ کا یہ خواب حقیقت واقعیہ تھا' یا محض تخیل تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حقیقت واقعیہ تھا کیونکہ یہ ممکن ہے اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

* اس باب کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۰۶۸۔ ج ۶ ص ۹۰۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳- بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الدَّابَّةِ وَغَيْرِهَا

سوال کرنا خواہ اس وقت عالم سواری پر کھڑا ہوا ہو

''الفتیا'' اور'' الفتوی'' کا معنی ہے: کسی پیش آمدہ دینی مسئلہ کے متعلق سوال کرنا' اور اس میں'' دابۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چوپایہ اور یہ عرف میں گھوڑے' گدھے' خچر اور اونٹ کو کہتے ہیں' یعنی عالم سے ہر حال میں سوال کرنا جائز ہے' خواہ وہ سواری پر کھڑا ہو یا بیٹھا ہو' اور اس باب میں اور باب سابق میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں کا تعلق علم سے ہے۔

۸۳- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْاَلُوْنَهٗ' فَجَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ ؟ فَقَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ. فَجَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ؟ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

[اطراف الحدیث: ۱۲۴-۱۷۳۶-۱۷۳۷-۱۷۳۸-۶۶۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ از حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں کھڑے ہوئے لوگوں کے سوالوں کے جواب دے رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: مجھے پتا نہیں چلا' میں نے ذبح سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: اب ذبح کر لو اور کوئی حرج نہیں' پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: مجھے پتا نہیں تھا اور میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر (ذبح) کر لیا' آپ نے فرمایا: تم اب کنکریاں مار لو' کوئی حرج نہیں ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کے متعلق یہ سوال کیا گیا کہ اس کو مقدم کر دیا گیا یا مؤخر کر دیا گیا تو آپ نے اس کے متعلق یہی فرمایا کہ اب کر لو' کوئی حرج نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۰۶' سنن ابوداؤد: ۲۰۱۴' سنن ترمذی: ۹۱۶' سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۱۰۷' سنن ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۸۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۵۱' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۳' المنتقیٰ: ۴۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۱ ص ۶۴۸۴۔ ۲۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کے عنوان میں فتویٰ کا ذکر ہے اور اس حدیث میں فتویٰ

Marfat.com

اور جواب فتویٰ دونوں کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسماعیل بن ابی اویس' امام مالک کے بھانجے (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ القرشی' یہ تابعی' ثقہ اور افاضل اہل مدینہ سے ہیں' ۱۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم' ان کا تعارف بھی گزر چکا ہے۔

کنکریاں مارنے سے پہلے سر مونڈنے والے پر قربانی کے لزوم میں مذاہب فقہاء

افعال حج کی ترتیب یہ ہے کہ دس ذوالحجہ کو پہلے جمرہ کبریٰ کو کنکریاں ماری جاتی ہیں' پھر تمتع یا قران کی قربانی کی جاتی ہے' اس کے بعد سر منڈایا جاتا ہے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ ان افعال کی یہ ترتیب سنت ہے یا واجب ہے اور اگر ان افعال میں سے کسی فعل کو مقدم یا مؤخر کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے' یا یہ ترتیب واجب ہے' اگر ان میں سے کسی فعل کو مقدم یا مؤخر کر دیا جائے تو اس کے تدارک کے لیے ایک دم دینا ہوگا' یعنی ایک قربانی کرنی ہوگی۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ ترتیب سنت ہے اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے کہ جس شخص نے اس ترتیب کے خلاف عمل کیا' آپ نے اس سے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مؤقف یہ ہے کہ یہ ترتیب واجب ہے اور جس نے اس ترتیب کے خلاف کیا' اس پر ایک دم لازم ہے یعنی ایک قربانی واجب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس سائل سے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے یعنی تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ تم نے عمداً اس ترتیب کے خلاف نہیں کیا' بلکہ بھول کر کیا ہے اور بھول معاف ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ص ۱۳۴)

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا استدلال حسب ذیل احادیث اور آثار سے ہے:

امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا: جس نے اپنے حج میں کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کر دیا' وہ اس کے لیے ایک جانور کا خون بہائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۵۴' ج ۳ص ۲۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

سعید بن جبیر نے کہا: جس شخص نے اپنے حج میں کسی چیز کو کسی چیز سے پہلے کر دیا یا ذبح کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' اس پر ایک جانور کا خون بہانا واجب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۵۵' ج ۳ص ۲۴۵)

ابراہیم نے کہا: جب کوئی شخص ذبح سے پہلے سر مونڈ لے تو وہ اس کے لیے خون بہائے گا' پھر یہ آیت پڑھی:

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ. جب تک قربانی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے' اپنے سروں کو نہ مونڈو۔ (البقرہ: ۱۹۶)

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۵۶' ج ۳ص ۲۴۵)

امام مالک کے مذہب کی تقریر

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

حج کرنے والے کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ دس ذوالحجہ کو جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارے' پھر منیٰ میں سر مونڈے' پھر طواف زیارت کرے' پھر اس میں اختلاف ہے کہ اگر اس نے ذبح' سر مونڈنے اور کنکریاں مارنے میں کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کر دیا۔ امام شافعی اور متقدم فقہاء اور محدثین نے کہا ہے کہ کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے' اور امام ابوحنیفہ نے

Marfat.com

کہا ہے کہ جس نے کنکریاں مارنے یا ذبح سے پہلے سر مونڈ لیا' اس پر ایک قربانی ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے ان سے اختلاف کیا ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے اپنے حج میں کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کر دیا' اس پر ایک قربانی ہے اور یہ ان سے ثابت نہیں ہے اور اس کی مثل سعید بن جبیر' قتادہ' الحسن اور النخعی سے بھی مروی ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۳۸۹' دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا ہے: جس نے کنکریاں مارنے سے پہلے سر مونڈ لیا' اس پر ایک دم (قربانی) ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُ وْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ. جب تک قربانی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے' اپنے سروں کو نہ مونڈو۔ (البقرہ: ۱۹۶)

اور قربانی کا وقت جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد ہے' اور جس نے کنکریاں مارنے سے پہلے طواف زیارت کر لیا' اس میں امام مالک کے قول مختلف ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کا یہ طواف کفایت کرے گا اور اس پر ایک قربانی ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا یہ طواف کافی نہیں ہے' گویا کہ اس نے طواف نہیں کیا' اور وہ کنکریاں مارنے کے بعد دوبارہ طواف کرے اور قربانی کرے اور اس کا سبب ''وَلَا تَحْلِقُوا رُءُ وْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ''۔ (البقرہ: ۱۹۶) کی مخالفت ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا: ''کوئی حرج نہیں ہے'' آیا آپ نے اس سے گناہ کی نفی کا ارادہ کیا ہے یا گناہ کی نفی اور قربانی کی نفی دونوں کا ارادہ کیا ہے' اس میں اختلاف ہے' بہ ظاہر احادیث سے امام شافعی اور محدثین کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔

(المفہم ج ۳ ص ۴۰۹' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۰۵۲- ج ۳ ص ۵۵۲ پر ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) کنکریاں مارنے' قربانی کرنے اور سر منڈانے کی ترتیب کے حکم میں مذاہب (۲) احناف کا نظریہ اور ان کے دلائل۔

۲۴- بَابُ مَنْ اَجَابَ الْفُتْيَا بِاِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّاْسِ

جس نے ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سوال کا جواب دیا

اس سے پہلے باب میں صرف سوال کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں سوال اور جواب دونوں کا ذکر ہے۔

۸۴- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فِيْ حَجَّتِهٖ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ؟ فَاَوْمَا بِيَدِهٖ قَالَ وَلَا حَرَجَ. قَالَ وَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ؟ فَاَوْمَا بِيَدِهٖ وَلَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی' از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے متعلق سوال کیا گیا' ایک شخص نے کہا: میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے ذبح کر لیا' آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کوئی حرج نہیں' ایک شخص نے کہا: میں

Marfat.com

نے ذبح کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کوئی حرج نہیں۔ [اطراف الحدیث: ۱۷۲۱۔ ۱۷۲۲۔ ۱۷۲۳۔ ۱۷۳۴۔ ۱۷۳۵۔ ۶۶۶۶]

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سوالوں کا جواب ہاتھ کے اشارہ سے دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ہاتھ کے اشارہ سے بھی عالم کے لیے سوال کا جواب دینا جائز ہے' باقی حج کے افعال میں تقدیم اور تاخیر سے دم (قربانی) لازم ہے یا نہیں' اس کی تفصیل گزشتہ حدیث کی شرح میں بیان کی جا چکی ہے۔

۸۵- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتَنُ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ. قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا الْهَرْجُ؟ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهِ فَحَرَّفَهَا، كَأَنَّهُ يُرِيدُ الْقَتْلَ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۳۶۔ ۷۰۳۷۔ ۷۰۶۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے حدیث بیان کی' از سالم' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم اٹھالیا جائے گا اور جہل اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور بہ کثرت ہرج ہوگا' آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ آپ نے اشارہ سے ہاتھ کو گردن پر پھیرا' گویا آپ نے اس لفظ سے قتل کا ارادہ کیا۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۶۳' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۵۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۸۶۔ ج ۱۲ ص ۱۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں ہاتھ کے اشارہ سے جواب دینے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) المکی بن ابراہیم بن بشر الخراسانی' یہ امام بخاری کے سب سے بڑے شیوخ میں سے ہیں' کیونکہ یہ تابعین سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام احمد اور یحییٰ بن معین اور امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے۔ امام احمد نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت ہیں' یہ ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۱۴ھ میں بلخ میں فوت ہو گئے (۲) حنظلہ بن ابی سفیان (۳) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب (۴) حضرت ابوہریرہ عبد الرحمان بن صخر رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۳۸)

اس حدیث میں "ھـــرج" کا لفظ ہے' اس کا معنی فتنہ اور اختلاط ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر قتل سے فرمائی ہے' نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: علم کو اٹھالیا جائے گا اور اس سے پہلے حدیث میں آ چکا ہے کہ علماء کو اٹھانے سے مراد یہ ہے کہ علم کو اٹھالیا جائے گا۔

۸۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي، فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ، فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ. قُلْتُ آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از فاطمہ از اسماء' انہوں نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور وہ اس وقت نماز پڑھ رہی تھیں' میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ انہوں

Marfat.com

نَعَمْ، فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ، فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلٰى رَاْسِي الْمَاءَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ اَكُنْ اُرِيْتُهُ اِلَّا رَاَيْتُهُ فِي مَقَامِي، حَتّٰى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، فَاُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي قُبُوْرِكُمْ مِثْلَ. اَوْ قَرِيْبَ، لَا اَدْرِي اَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ. مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، يُقَالُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ. اَوِ الْمُوْقِنُ، لَا اَدْرِي بِاَيِّهِمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ. فَيَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى، فَاَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا، هُوَ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا، فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا، قَدْ عَلِمْنَا اِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا بِهٖ، وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ. لَا اَدْرِي اَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ. فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهٗ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۴_۹۲۲_۱۰۵۳_۱۰۵۴_۱۰۶۱_۱۲۳۵_۱۳۷۳_۲۵۱۹_۲۵۲۰_۷۲۸۷]

(صحیح مسلم: ۹۰۵ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۶۹_۴۶۸، کراچی المعجم الکبیر: ۲۱۶_۳۴ سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۳۸ شرح السنۃ: ۱۱۳۸ مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۳۷۰ صحیح ابن حبان: ۳۱۱۴ السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۱۸۹ مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۶_۳۴۵ طبع قدیم مسند احمد: ۲۶۹۲۵ ج ۴۴ ص ۴۹۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نے آسمان کی طرف اشارہ کیا' پس اس وقت سب لوگ نماز کے قیام میں تھے' حضرت عائشہ نے کہا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی نشانی ہے؟ حضرت عائشہ نے سر کے اشارہ سے جواب دیا: ہاں! پھر میں بھی کھڑی ہوگئی' حتیٰ کہ مجھ پر بے ہوشی چھانے لگی تو میں اپنے سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کی حمد اور ثناء کی' پھر فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے (پہلے) نہیں دیکھا تھا' اس چیز کو میں نے اس جگہ میں دیکھ لیا ہے' حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی' پس میری طرف یہ وحی کی گئی ہے: بے شک تمہاری قبروں میں تمہاری آزمائش ہوگی' جو مسیح الدجال کی آزمائش کی مثل ہوگی یا اس کے قریب ہوگی' (راوی کہتا ہے:) مجھے یاد نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا' کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ رہا ایمان لانے والا یا یقین کرنے والا (راوی کہتا ہے:) مجھے یاد نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا' تو وہ کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ہیں' ہمارے پاس معجزات اور دلائل لے کر آئے تھے' سو ہم نے ان کے پیغام پر لبیک کہا اور ان کی پیروی کی اور تین دفعہ کہا: یہ محمد ہیں' پھر اس سے کہا جائے گا: تم (اپنے اعمال سے) نفع اٹھاتے ہوئے سو جاؤ' ہمیں معلوم تھا کہ تم بے شک ان پر یقین کرنے والے ہو' اور رہا منافق یا شک زدہ (راوی کہتا ہے:) مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا' سو وہ کہے گا: مجھے نہیں معلوم! میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے ہوئے سنا' سو وہ میں نے کہہ دیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو سر کے اشارہ سے جواب دیا' اور اس سے پہلی دو حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے جواب دینے کا ذکر ہے اور مطابقت نفس اشارہ میں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل (۲) وہیب بن خالد (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) فاطمہ بنت المنذر بن الزبیر بن العوام' یہ ہشام بن عروہ کی زوجہ اور عم زاد تھیں' یہ اپنی دادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں' ان سے ان کے خاوند ہشام اور محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں' یہ تابعیہ ثقہ ہیں اور ان سے محدثین کی بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۵) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں' انہوں نے اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کیے تھے' ایک ٹکڑے سے اپنا ازار باندھا تھا اور دوسرے ٹکڑے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لایا ہوا کھانا باندھا

Marfat.com

تھا' اس وجہ سے ان کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے' یہ ہجرت سے پہلے پیدا ہوئی تھیں' ہجرت کے وقت ان کی عمر ۲۷ سال تھی اور سترہ لوگوں کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام لائی تھیں' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۵۶ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے ۱۴ احادیث پر متفق ہیں اور چار چار کے ساتھ ہر دو منفرد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۰)

''المسیح الدجال'' کا معنی اور مسیح دجال اور جھوٹے نبی کے نکلنے کے متعلق احادیث صحیحہ

اس حدیث میں ''المسیح الدجال'' کا ذکر ہے' اس کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ بہت سرعت کے ساتھ مسافت طے کرے گا اور اس لیے کہ مسیح بہ معنی ممسوح ہے' اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی ہوگی یعنی کانی ہوگی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی المسیح کہا جاتا ہے اور یہ مسیح بہ معنی ماسح ہے' یعنی وہ مادر زاد اندھوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینا ہو جاتے اور کوڑھیوں اور برص کے مریضوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ کے حکم سے تندرست ہو جاتے' اور دجال' دجل سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: حق کو باطل کے ساتھ ملانے والا' بہت جھوٹ بولنے والا اور جھوٹ کو خوش نما بنانے والا' تیل لگے ہوئے اونٹ کو اور سونے کے پانی کو بھی دجال کہتے ہیں' دجل کے معنی ڈھانپنا بھی ہیں' دریائے دجلہ کو اس لیے دجلہ کہتے ہیں کہ اس نے زمین کے بہت بڑے حصہ کو ڈھانپ لیا ہے' جھوٹے نبی کو بھی حدیث میں دجال کہا گیا ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی. الحدیث

عنقریب میری امت میں تیس بہت جھوٹے ہوں گے' ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ نبی ہے' حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۲۵۲' صحیح مسلم: ۲۸۸۹' سنن ترمذی: ۲۲۱۹' سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۲' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلاثون دجالون کلھم یزعم انہ رسول اللہ.

اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی' حتیٰ کہ تیس دجال نکلیں گے' ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۳۳' سنن ترمذی: ۲۲۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اپنے طویل خطبہ میں یہ حدیث ذکر کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

واللہ لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلثون کذابا اخرھم الاعور الدجال ممسوح العین الیسری. الحدیث

اللہ کی قسم! اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی' حتیٰ کہ تیس کذاب نکلیں گے' ان کا آخری کانا دجال ہوگا' اس کی بائیں آنکھ رگڑی ہوئی (کانی) ہوگی۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۸۴' سنن نسائی ج ۳ ص ۱۴۱۔۱۴۰' بیروت' خلق افعال العباد للبخاری: ۴۱۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۶۹' کراچی' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۹۷' صحیح ابن حبان: ۲۸۵۲' المعجم الکبیر: ۶۷۹۹' المستدرک ج ۱ ص ۳۳۱۔۳۲۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۳۹' مسند احمد: ۲۰۱۷۸' ایضاً: ۲۰۱۹۱۔ ۲۰۱۹۰۔۲۰۱۸۰۔۲۰۱۶۰' ج ۵ ص ۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

لیکونن قبل المسیح الدجال کذابون ثلثون او اکثر.

مسیح دجال سے پہلے تیس یا زیادہ کذاب ہوں گے۔

(سنن سعید بن منصور: ۸۵۱ ' مسند ابویعلی: ۵۷۰۶ ' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۲ ' مسند احمد ج ۲ ص ۹۴ طبع قدیم ' مسند احمد: ۵۶۹۴ ' ایضاً: ۵۶۹۵۔ ۵۸۰۸۔۵۹۸۵ ' ج ۹ ص ۵۰۴ ' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون قريبا من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله.

اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی حتیٰ کہ تیس کے قریب کذاب دجال بھیج دیئے جائیں' ہر ایک یہ زعم کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۹ ' صحیح مسلم: ۲۸۸۸ ' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۱)

سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم اور اس کی شرعی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جو لوگوں کو خلافِ معمول نماز میں کھڑے ہوئے دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (اور یہی عنوان باب سے مطابقت ہے) یعنی سورج کو گہن لگ گیا ہے' اور لوگ سورج گرہن کی نماز پڑھ رہے ہیں' حضرت اسماء نے پوچھا: کیا یہ (عذاب کی) نشانی ہے؟ حضرت عائشہ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں! قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًاO (بنی اسرائیل: ۵۹)

اور ہم اپنی نشانیوں کو صرف (اپنے عذاب سے) ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیںO

سورج کو گہن لگنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے' کیونکہ سورج اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے' اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے' اس کے نور کو کم یا ختم کر دیتا ہے' اور اس دنیا میں سب سے عظیم اور قوی چیز سورج ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کے نور کو زائل کر دیتا ہے تو وہ ہمارے دلوں سے ایمان کے نور کو اور ہماری آنکھوں سے بصارت کے نور کو زائل کرنے پر بہ طریق اولیٰ قادر ہے' سو یہ اللہ کے جلال اور غضب کی نشانی ہے' سو اس وقت نماز پڑھ کر اور صدقہ و خیرات کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرنا چاہیے کہ کہیں ہم پر بھی اللہ تعالیٰ کا غضب نازل نہ ہو' اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھنے کا حکم دیا اور صدقہ اور خیرات کرنے کا حکم دیا۔

حدیث میں ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم فوت ہو گئے' اس دن سورج کو گہن لگ گیا' لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ حیات کی وجہ سے' پس جب تم اس کو دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو' ایک اور روایت میں ہے: لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۳۔۱۰۴۱ ' صحیح مسلم: ۹۱۵۔۹۱۱ ' سنن نسائی: ۱۴۵۸ ' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۱ ' مسند احمد: ۱۷۱۰ ' دارالفکر بیروت)

سورج گرہن اور چاند گرہن کی سائنسی توجیہ اور اس سے زمین کی حرکت پر استدلال

موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق سورج اور زمین کے درمیان چاند کا جتنا حصہ حائل ہو جاتا ہے' اتنے حصہ پر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے اور اگر ان کے درمیان پورا چاند حائل ہو جائے تو پورے سورج کو گرہن لگ جاتا ہے' چند سال پہلے پورے سورج کو گہن لگ گیا تھا اور ہم نے کراچی میں عصر کے بعد اس کا مشاہدہ کیا' پورا شہر تاریک ہو گیا تھا اور ابھی ۲۹ مارچ ۲۰۰۶ء کو سورج کو جزوی گرہن لگا' روزنامہ جنگ ۲۸ مارچ ۲۰۰۶ء کی یہ خبر ملاحظہ کریں:

Marfat.com

سورج گرہن کل پاکستان میں جزوی طور پر نظر آئے گا

کراچی میں آغاز 3 بج کر 53 منٹ پر ہوگا' سورج کو براہِ راست نہ دیکھنے کا مشورہ

کراچی (اسٹاف رپورٹر) کراچی میں بدھ 29 مارچ کو جزوی سورج گرہن ہوگا' جس کا دورانیہ ایک گھنٹہ 26 منٹ ہوگا' تاہم سورج گرہن سہ پہر 3 بج کر 53 منٹ پر شروع ہوکر 5 بج کر 19 منٹ پر ختم ہوگا۔ ماہرین نے سورج گرہن کو براہِ راست نہ دیکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ رواں سال میں 2 سورج گرہن ہوں گے۔ ایک سورج گرہن 29 مارچ کو اور دوسرا 22 ستمبر کو ہوگا' 29 مارچ کو ہونے والا سورج گرہن پاکستان میں جزوی طور پر' جب کہ مکمل سورج گرہن برازیل کے مشرقی ساحلی علاقوں سے نظر آئے گا۔ جامعہ کراچی کے انسٹی ٹیوٹ آف اسپیس اینڈ پلانیٹری اسٹروفزکس (ISPA) کے سربراہ پروفیسر محمد شاہد قریشی کے مطابق سال 2006ء میں دو سورج گرہن ہوں گے جن میں پہلا سورج گرہن 29 مارچ کو ہوگا' جو پاکستان میں جزوی طور پر دکھائی دے گا' جب کہ دوسرا 22 ستمبر کو ہوگا' جو پاکستان میں دکھائی نہیں دے گا' کراچی میں اس کا دورانیہ ایک گھنٹہ 26 منٹ ہوگا یعنی 24 فیصد گرہن ہوگا' 29 مارچ کو ہونے والا سورج گرہن مشرقی برازیل' افریقہ' یورپ' مشرقِ وسطیٰ' پاکستان اور بھارت میں جزوی طور پر دیکھا جاسکے گا۔ پروفیسر محمد شاہد قریشی کے مطابق 29 مارچ کو پاکستان کے مختلف شہروں سے جزوی سورج گرہن اس شیڈول کے مطابق نظر آئے گا۔ گوادر میں سہ پہر 3:38 سے شروع ہوکر 5:19 منٹ پر ختم ہوگا۔ کوئٹہ میں 3:44 منٹ پر شروع ہوکر 5:31 منٹ پر ختم ہوگا۔ پشاور میں 3:47 بجے شروع ہوکر 5:38 منٹ پر ختم ہوگا۔ اسلام آباد میں 3:50 بجے شروع ہوکر 5:38 بجے تک' کراچی میں 3:53 بجے سے 5:19 بجے تک' لاہور میں 3:54 بجے سے 5:36 منٹ تک' جب کہ حیدرآباد میں 3:55 بجے سے 5:22 بجے تک دیکھا جاسکے گا۔ پروفیسر شاہد قریشی نے بتایا کہ جامعہ کراچی کے انسٹی ٹیوٹ آف اسپیس کی جانب سے سورج گرہن کو دیکھنے کے لیے خصوصی انتظامات کیے گئے ہیں' انسٹی ٹیوٹ کے تمام طلبہ اور اساتذہ سورج گرہن کا مشاہدہ کریں گے' تصاویر اور اصل وقت ریکارڈ کریں گے۔ پروفیسر شاہد قریشی نے کہا کہ سورج گرہن کو براہِ راست دیکھنے سے پرہیز کیا جائے' اس سے آنکھوں کو نقصان ہوسکتا ہے' تاہم سیاہ ایکسرے فلم کو دوہرا کر کے دیکھا جاسکتا ہے۔

سائنس دان اور ماہر فلکیات سورج کی حرکت' چاند کی حرکت اور زمین کی حرکت کا پورا پورا حساب رکھتے ہیں اور اس حساب سے ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ سورج اور زمین کے درمیان چاند کب حائل ہوگا اور اس سے سورج کا کتنا حصہ گہنائے گا اور دنیا میں کس کس ملک میں سورج کا گہن کتنے بج کر کتنے منٹ پر نظر آئے گا اور ان کا یہ حساب اتنا قطعی ہے کہ آج تک ان کی پیش گوئی غلط نہیں ہوئی۔ اسی طرح جب چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جائے تو چاند کو گہن لگ جاتا ہے اور سائنس دان اور ماہر فلکیات اس کی بھی اسی تفصیل کے ساتھ پیش گوئی کرتے ہیں اور یہ تب ہی ممکن ہے' جب انہیں زمین کی حرکت' چاند کی حرکت اور سورج کی حرکت کا حساب معلوم اور مشاہد ہو' تب ہی انہیں معلوم ہوگا کہ زمین اس رفتار سے حرکت کرتے ہوئے کب سورج اور چاند کے درمیان حائل ہو جائے گی اور چونکہ برسوں سے سورج گرہن اور چاند گرہن کی پیش گوئیوں کا صدق ظاہر ہو رہا ہے' اس لیے یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے سو جو قدیم علماء زمین کی حرکت کا انکار کرتے ہیں' وہ اس کی کیا توجیہ کریں گے کہ ان سائنس دانوں اور ماہرین فلکیات کو سورج گرہن اور چاند گرہن لگنے اور تمام دنیا میں ان کے نظام الاوقات کا کیسے پتا چل جاتا ہے' کیا وہ غیب دان ہیں!

آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور دوزخ کو حقیقۃً دیکھا تھا یا آپ کو ان کی مثال دکھائی گئی تھی؟

نیز اس حدیث میں فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے (پہلے) نہیں دیکھا ہے' اس چیز کو میں نے اس جگہ میں دیکھ لیا ہے' حتیٰ کہ جنت

Marfat.com

اور دوزخ کو بھی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے' آپ نے اپنی آنکھ سے ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا ہو' بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو آپ کے لیے منکشف کر دیا ہو اور آپ کے اور جنت کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو زائل کر دیا ہو' جیسا کہ جب مشرکین مکہ نے آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھیں تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے لیے منکشف کر دیا' حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا' پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا' میں بیت المقدس کی طرف دیکھ دیکھ کر قریش کو اس کی نشانیاں بتانے لگا۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸۶' صحیح مسلم: ۱۷۰' سنن ترمذی: ۳۱۳۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۸۲' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۳۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۵۹' صحیح ابن حبان: ۵۵' شرح السنۃ: ۳۷۶۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۰۳۴' ج ۲۳ ص ۲۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

● علم کلام میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ دیکھنا ایک ایسی صفت ہے' جس کو اللہ تعالیٰ دیکھنے والے میں پیدا کرتا ہے اور اس میں شرط نہیں ہے کہ جس چیز کو دیکھا جائے' وہ دیکھنے والے کے سامنے ہو اور اس کی شعاع بصری اس چیز کا احاطہ کرے' بلکہ یہ امور عادۃً شرط ہیں اور عقلاً ان کے بغیر بھی دیکھا جا سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت اور دوزخ کا علم عطا کیا ہو اور وحی کے ذریعہ آپ کو جنت اور دوزخ کی تمام تفاصیل پر مطلع کر دیا' جن پر اس سے پہلے مطلع نہیں فرمایا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن عمر مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ھ نے فرمایا ہے: اس قول کے مطابق یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کی مثالوں اور صورتوں کو دیوار میں ثبت کر دیا ہو' جیسے شفاف اجسام آئینہ میں ثبت ہوتے ہیں' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی جب میں نے تم کو نماز پڑھائی ہے تو میں نے جنت اور دوزخ کی صورتوں کو قبلہ کی اس دیوار میں دیکھا۔ (صحیح البخاری: ۷۴۹) دوسری حدیث میں ہے: ابھی میرے سامنے اس دیوار کے عرض میں جنت اور دوزخ مجھ پر پیش کی گئیں اور اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۴۰) اور ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے لیے جنت اور دوزخ کی تصویر بنائی گئی اور میں نے اس دیوار میں ان دونوں کو دیکھا۔ (صحیح مسلم: ۲۳۵۹)

اور اس کو اس وجہ سے بعید نہ سمجھا جائے کہ آئینہ میں صرف شفاف اجسام ثبت ہوتے ہیں' کیونکہ یہ شرط عادی ہے' عقلی نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہو اور اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ شروط عقلی ہیں' تو ہو سکتا ہے کہ یہ صورتیں دیوار میں پہلے سے موجود ہوں اور اس کا ادراک کرنا صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ممکن ہو۔ (المفہم ج ۲ ص ۵۵۶' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

مصنف کے نزدیک سورج گہن کی نماز میں جنت اور دوزخ کو دیکھنے کا واقعہ کئی بار ہوا' بعض اوقات آپ نے جنت اور دوزخ کی صورتوں اور مثالوں کو دیکھا' جیسا کہ ان احادیث میں ہے اور بعض مرتبہ آپ نے حقیقۃً جنت اور دوزخ کو دیکھا' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ اپنے کھڑے ہونے کی جگہ میں کسی چیز کو پکڑ رہے تھے' پھر ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا' آپ نے فرمایا: میں نے انگور کے خوشہ کو پکڑا اور اگر میں اس کو لے لیتا تو

Marfat.com

تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے' جب تک دنیا باقی رہتی۔

(صحیح البخاری: ۱۰۵۲' صحیح مسلم: ۹۰۷' سنن ابوداؤد: ۱۱۸۱' سنن ترمذی: ۵۶۰' سنن نسائی: ج ۳ص ۱۴۹' بیروت)

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نمازِ کسوف کے موقع پر اگر جنت کی صرف مثال اور تصویر ہی دیکھی ہو تو مثال اور تصویر سے انگور کے خوشے نہیں توڑے جاتے' اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ کسوف پڑھانے کا واقعہ متعدد دفعہ ہوا' ایک موقع پر آپ کو صرف جنت کی مثال اور تصویر دکھائی گئی اور دوسرے موقع پر خود جنت اور دوزخ کو آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت آپ کی مِلک کر دی ہے' کیونکہ اگر جنت آپ کی ملک نہ ہوتی تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا تو گناہ کبیرہ ہے اور آپ گناہوں سے معصوم ہیں' پھر آپ جنت سے انگور کے خوشے کیسے توڑتے! اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ طاقت دی ہے کہ آپ سات آسمانوں کے پار جنت کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ صرف دیکھ سکتے ہیں بلکہ جنت میں تصرف کر کے اس کے خوشے بھی توڑ سکتے ہیں اور جب آپ کو جنت کا مالک بنا دیا گیا ہے تو آپ جس کو چاہیں مستحق سمجھیں' جنت عطا بھی فرما سکتے ہیں۔

جنت اور دوزخ کا پیدا ہو چکا ہونا اور وہ کہاں ہیں' اور عمل قلیل کا مفسد نماز نہ ہونا

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: اس شخص کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ تو وہ کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ہیں' ہمارے پاس دلائل اور معجزات لے کر آئے تھے' سو ہم نے ان کے پیغام پر لبیک کہا اور ان کی پیروی کی اور تین دفعہ یہ کہا کہ یہ محمد ہیں' پھر اس سے کہا جائے گا کہ تم اپنے (اعمال سے) نفع اٹھاتے ہوئے سو جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف قبر میں اشارہ کر کے فرشتے قبر میں مدفون شخص سے پوچھیں گے: تمہیں اس شخص کے متعلق کیا علم ہے؟ اور یہ فرشتے منکر نکیر ہیں۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں' اس کے برخلاف معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ ابھی جنت اور دوزخ نہیں پیدا کی گئیں' کیونکہ ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے' قیامت کے بعد جزاء اور سزا کا معاملہ پیش آئے گا تو اسی وقت جنت اور دوزخ کو پیدا کر دیا جائے گا' ہم اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ جنت پیدا کی جا چکی ہے' ان میں سے یہ آیتیں ہیں:

وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ.	اور آدم اور اس کی زوجہ دونوں اپنے گرد جنت کے درخت کے پتے لپیٹنے لگے۔ (الاعراف: ۲۲' طٰہٰ: ۱۲۱)
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ○ (النجم: ۱۵۔۱۴)	سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ○ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے ○

اور بہت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہے' ان میں سے ایک باب مذکور کی یہ حدیث ہے۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں جس جنت کا ذکر ہے' وہ زمین کا کوئی باغ ہے' ہم کہتے ہیں کہ یہ تاویل قرآن اور حدیث سے کھیلنے کے مترادف ہے' اور جنت اور دوزخ کے سوا ہر مخلوق فنا ہو جائے گی۔ حدیث میں ہے: جنت الفردوس اوسط الجنۃ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۹۰) جنت سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے اور دوزخ کہاں ہے' اس کی قرآن اور حدیث میں کوئی واضح تصریح نہیں ہے۔

Marfat.com

نیز اس حدیث میں قبر میں مردے کو زندہ کرنے اور اس سے سوال کرنے اور اس کے جواب دینے کا ثبوت ہے اور یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے اور اس پر بہت دلائل ہیں۔

نیز اس حدیث میں دجال کے نکلنے کا ثبوت ہے اور منکر اور نکیر کا ثبوت ہے اور حضرت اسماء اور حضرت عائشہ کے درمیان جو مکالمہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام سے منع نہیں کیا گیا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بے ہوش ہونے کے باوجود اگر عقل قائم ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا اور عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی' کیونکہ نماز میں حضرت اسماء اپنے سر پر پانی ڈالتی رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلی علم غیب پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا' اس چیز کو میں نے اس جگہ دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔

اس حدیث میں "ما من شئ" کے الفاظ ہیں اور یہ سب عام سے بڑھ کر عام ہے اور نکرہ حیز نفی میں ہے' وہ بھی عموم کا مفید ہے' اس کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو دیکھی جا سکتی تھی' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مقام پر دیکھ لیا' یہ عقلی مخصص ہے اور عرفی مخصص یہ ہے کہ آپ نے ان چیزوں کو دیکھا' جن کا تعلق دین اور جزاء وغیرہ کے ساتھ ہے۔

مصنف کہتا ہے کہ جب علامہ عینی کے قول کے مطابق یہ الفاظ اعم العام ہیں اور نکرہ کا حیز نفی میں ہونا بھی اس کے عموم کا مؤکد ہے تو پھر کسی مخصص عرفی کی ضرورت نہیں ہے اور ہر وہ چیز جس کا دیکھنا ممکن تھا' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس موقع پر دیکھ لیا۔

اس کے بعد علامہ عینی نے لکھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مقام پر اللہ سبحانہ کی ذات کو بھی دیکھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! کیونکہ اس مقام پر آپ نے ہر شے کو دیکھا اور شے کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بھی شامل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلی علم غیب کے متعلق علماء دیو بند کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ

مشہور دیو بندی عالم شیخ سلیم اللہ خان حدیث کے اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے' وہ یہ کہ اس طرح کا کلام ترقی کے لیے استعمال ہوتا ہے' کہا جاتا ہے کہ میں نے یہ دیکھا' یہ دیکھا حتیٰ کہ یہ بھی دیکھا' اور یہاں ترقی کے معنی سمجھ میں نہیں آتے' اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لیلۃ المعراج میں جنت وجہنم دیکھ چکے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بیان عالم سفلی کا ہو رہا ہے کہ اس عالم میں ہوتے ہوئے مجھے بہت سی غیبی اشیاء (کل غیبی اشیاء کہنا چاہیے تھا۔ سعیدی غفرلہ) حتیٰ کہ جنت وجہنم بھی دکھلائی گئیں' جب کہ لیلۃ المعراج میں آپ کو دوسرے عالم میں مشاہدہ کرایا گیا تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ جنت وجہنم کا مشاہدہ آپ کو لیلۃ المعراج میں کرایا گیا ہو لیکن نماز کسوف میں جس مخصوص صفت کے ساتھ آپ کو دکھایا گیا ہو' اس طرح لیلۃ المعراج میں آپ نے نہ دیکھا ہو' اس صفت میں ترقی کا تعلق مخصوص صفت کے ساتھ ہوگا۔ (کشف الباری جلد ۳ ص ۴۹۲-۴۹۱' مکتبہ فاروقیہ کراچی' مارچ ۲۰۰۵ء)

شیخ محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے:

کوئی چیز ایسی نہیں ہے' جو مجھے پہلے نہیں دکھائی تھی' مگر آج وہ اپنے اس کھڑے ہونے کی جگہ دیکھ لی ہے' یعنی وہ چیزیں پہلے نہیں دکھائی گئیں تھیں' وہ آج دکھا دی گئی ہیں' یہاں تک کہ جنت اور جہنم کو بھی میں نے دیکھ لیا' نماز کسوف کے اندر ملاء اعلیٰ کی بہت سی باتیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منکشف فرمائی گئیں۔(انعام الباری ج ۲ ص ۱۱۶ مکتبۃ الحراء کراچی)

حدیث میں ''اعم العام'' کا صیغہ ہے اور نکرہ حیز نفی میں ہونے سے اس کا عموم مؤکد ہے جس کا معنی ہے کہ آپ کو غیب کی تمام چیزیں دکھادی گئیں حتیٰ کہ جنت اور دوزخ بھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات بھی آپ کو دکھادی جو غیب الغیب ہے پھر باقی کیا رہ گیا لیکن چونکہ شیخ سلیم اللہ اور شیخ عثمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلی علم غیب کے قائل نہیں ہیں اس لیے انہوں نے اس کے ترجمہ میں بہت سی غیبی اشیاء لکھا ہے حالانکہ یہ حدیث آپ کے کلی علم غیب پر واضح دلیل ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ مساوات لازم نہیں آتی' اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے اور آپ کا علم متناہی ہے اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے اور آپ کا علم ایک ذرہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے مماثل نہیں ہے جو شخص ایک ذرہ کے علم میں بھی اللہ اور رسول کا علم مساوی مانے وہ مشرک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلی اشیاء کا علم ہے مگر متناہی وجوہ سے اور یہی آپ کے علم کلی کا معنی ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

دیوبند کے ایک اور عالم سید احمد رضا بجنوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث الباب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے پہلے سے نہیں دکھائی گئی تھی کہ میں نے اس کو اس مقام میں دیکھ لیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام چیزوں کی رؤیت حاصل تھی ہی نہیں صرف بعض کی تھی مگر اس مقام میں وہ رؤیت مکمل ہوگئی لیکن پھر بھی یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا اس سے مراد تمام غیوب ہیں یا وہ غیوب ہیں جن کے بارے میں امت کو مطلع کرنے کی ضرورت تھی یا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مکرم و معظم کے لیے بطور خاص ضروری تھے اور جن امور کی اطلاع سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی اعزاز و اکرام مقصود تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ گو حدیث کے الفاظ سے دونوں کا احتمال ہے مگر بہ ظاہر دوسری صورت ہی مراد ہے اور پہلی صورت کے ممنوع ہونے پر کتاب وسنت دونوں شاہد ہیں' حق تعالیٰ نے فرمایا: ''قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ'' ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجئے کہ زمین وآسمان میں سوائے خدا کے غیب کو کوئی بھی نہیں جانتا'' حدیث میں ہے: ''مفاتح الغیب خمس لا یعلمھن الا اللّٰہ'' ''پانچ چیزیں غیب کی کنجیاں ہیں جن کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی نہیں جانتا'' پھر اس کے لیے بھی جمیع غیوب مراد نہیں ہو سکتے کہ اس سے خالق و مخلوق کا برابر ہونا لازم آتا ہے جو عقلاً بھی محال ہے لہٰذا علم غیب کلی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ طریق عقل و نقل مستحیل ہے۔(بحیۃ النواس ج ۱ ص ۱۲۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علم غیب کلی کے ثبوت و عدم ثبوت کی بحث ہم آئندہ کسی مناسب موقع سے مکمل و مدلل لکھیں گے' ان شاء اللہ تعالیٰ۔(انوار الباری ج ۵ ص ۱۴۵ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان' ۱۴۲۳ھ)

شیخ بجنوری کے اپنے کلام میں تعارض ہے' انہوں نے قرآن مجید کی جو دو آیتیں پیش کی ہیں' ان سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی مطلقاً غیب کا علم نہیں ہے' پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ آپ کو جمیع غیوب کا علم نہیں ہے یعنی بعض غیوب کا علم ہے؟ در حقیقت ان آیتوں کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی از خود غیب کا علم نہیں ہے اور اسی کو ذاتی علم سے تعبیر کرتے ہیں اور تمام مفسرین نے ان آیتوں کی تفسیر میں یہی لکھا ہے' ہم اس سے پہلے شیخ شبیر احمد عثمانی سے بھی نقل کر چکے ہیں' انہوں نے النمل: ۶۵ کی تفسیر میں لکھا ہے:

کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں' نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الٰہی کے ہوسکتا ہے۔(الی قولہ) ہاں! بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے' جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا۔(حاشیہ عثمانی ص ۴۹۶' دار التصنیف' کراچی)

Marfat.com

اور کلی علم غیب کا محمل ہم بیان کر چکے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں مساوات لازم نہیں کیونکہ آپ کا علم متناہی وجوہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی وجوہ سے ہے اور ایک ذرہ کا علم بھی اللہ تعالیٰ کا غیر متناہی وجوہ سے ہے اور آپ کا تمام علم متناہی وجوہ سے ہے ایک ذرہ کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی وجوہ سے ہے اس میں غیر متناہی کا تسلسل ہے اور جو آپ کے لیے ایک ذرہ کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے برابر مانے' وہ مشرک ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ قبر میں تین سوال کیے جائیں گے' پھر آپ کی شناخت کے متعلق سوال پر اقتصار کیوں کیا گیا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا قبر میں صرف آپ کے متعلق سوال کیا جائے گا یا اور کوئی سوال بھی کیا جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں جو سوالات کیے جائیں گے' ان کی تفصیل ان احادیث میں ہے:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے' پس وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے' پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی: ''یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ''۔ (ابراہیم: ۲۲)

(المعجم الکبیر: ۹۱۴۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴' بیروت' الشریعۃ للآجری: ۸۱۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے' ہم قبر تک پہنچے' جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے' گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں' آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی' جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے' آپ نے اپنا سر (اقدس) اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو' اور فرمایا: جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا' جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ھناد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے' اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے' پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے' پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون تھا' جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' پھر وہ کہیں گے: تم کو کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی' میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی' اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے: ''یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ''۔ (ابراہیم: ۲۲) پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا' اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو' پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی' اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی' پھر آپ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو

بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا' وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر آسمان سے ایک منادی نداء کرے گا: اس نے جھوٹ بولا' اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو' پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی' حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی' پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا' اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا' جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے' پھر وہ گرز اس پر مارے گا' جس سے وہ کافر چیخ مارے گا' جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔

امام عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ' امام احمد متوفی ۲۴۱ھ' امام آجری متوفی ۳۶۰ھ اور امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۵۳' مصنف عبد الرزاق: ۶۷۳۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۷۳۳' الشریعہ للآجری: ۸۱۲' المستدرک ج ۱ ص ۳۷)

اب یہ اعتراض ہے کہ جب قبر میں تین سوالات کیے جائیں گے تو صحیح بخاری: ۸۶ کی اس حدیث میں صرف اس سوال پر کیوں اکتفاء کیا گیا ہے کہ اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بہت اہم سوال ہے' حتیٰ کہ پہلے دو سوالوں کے جوابوں کا قبول ہونا' اسی سوال کے جواب کی صحت پر موقوف ہے' اس لیے اسی سوال کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا۔

۲۵- بَابُ تَحْرِيْضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى اَنْ يَحْفَظُوا الْاِيْمَانَ وَالْعِلْمَ وَيُخْبِرُوْا مَنْ وَرَاءَهُمْ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عبد القیس کے وفد کو ایمان اور علم کی حفاظت پر برانگیختہ کرنا اور اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دینا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں سوال اور جواب کا ذکر تھا اور سوال کے جواب میں بھی ایک قسم کے علم پر ترغیب ہوتی ہے اور اس باب میں بھی علم پر ترغیب ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں:

وَقَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ.

اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو علم سکھاؤ۔

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ' اپنی قوم کے چھ افراد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے' پھر اسلام لے آئے اور کافی دن آپ کے پاس رہے' پھر آپ نے ان کو ان کے گھر جانے کی اجازت دے دی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور یہ حدیث وہ ہے جس پر دونوں متفق ہیں' یہ بصرہ میں رہے اور وہیں ۹۴ھ میں فوت ہو گئے' بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۹' خلاصۃ الخزرجی ج ۳ ص ۶۶)

امام بخاری نے یہاں جو حدیث ذکر کی ہے' وہ ایک حدیث کا قطعہ ہے' مکمل حدیث یہ ہے:

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' اس وقت ہم ہم عمر نوجوان تھے'

Marfat.com

آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے پھر آپ نے یہ گمان کیا کہ ہم اپنے گھر والوں کی طرف مشتاق ہو رہے ہیں اور آپ نے ہم سے سوال کیا کہ ہم اپنے گھر میں کن کو چھوڑ کر آئے ہیں' سو ہم نے آپ کو بتایا' اور آپ بہت رفیق اور رحیم تھے' آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو (نیکی کا) حکم دو' اور اس طرح نماز پڑھو' جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو' وہ نماز کی امامت کرائے۔

(صحیح البخاری:۶۲۸-۶۰۰۸ صحیح مسلم:۶۷۴ سنن ابوداؤد:۵۸۹ سنن ترمذی:۲۰۵ سنن نسائی:۹۷۹-۶۳۴ مسند احمد ج ۲ ص ۶۳۰)

۸۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ، فَقَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ الْوَفْدُ أَوْ مَنِ الْقَوْمُ؟ قَالُوْا رَبِيعَةُ، فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ، غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى، قَالُوْا إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيدَةٍ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ، وَلَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا، نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ، فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ، قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ؟ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَإِقَامُ الصَّلٰوةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكٰوةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَتُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از ابی جمرہ' وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور لوگوں کے درمیان ترجمہ کرتا تھا' انہوں نے بیان کیا کہ عبد القیس کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے فرمایا: یہ کون سا وفد ہے؟ یا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: ربیعہ' آپ نے فرمایا: اس قوم کو خوش آمدید ہو! یا اس وفد کو! یہ نہ شرمندہ ہیں نہ نادم ہیں! انہوں نے کہا: ہم آپ کے پاس دور دراز کی مسافت سے آئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا یہ قبیلہ ہے' اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینہ میں آنے کی طاقت رکھتے ہیں' آپ ہمیں کوئی جامع حکم بتایئے' جس کی ہم اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو خبر دیں اور اس وجہ سے جنت میں داخل ہو جائیں تو آپ نے ان کو چار کاموں کا حکم دیا اور چار کاموں سے منع فرمایا' آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اللہ عزوجل وحدہٗ پر ایمان لائیں' آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اللہ وحدہٗ پر ایمان لانے کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا' اور رمضان کے روزے رکھنا اور تم مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو' اور آپ نے ان کو کھوکھلے کدو' سبز گھڑوں اور تارکول ملے ہوئے برتنوں (میں نبیذ پینے) سے منع فرمایا۔

قَالَ شُعْبَةُ رُبَّمَا قَالَ النَّقِيرِ. وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ. قَالَ احْفَظُوهُ وَأَخْبِرُوهُ مَنْ وَرَاءَكُمْ.

شعبہ نے کہا: بعض اوقات آپ نے نقیر کہا اور بعض اوقات مقیر کہا (کھوکھلا)۔ آپ نے فرمایا: ان باتوں کو یاد رکھو اور اپنے

پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دو۔

صحیح البخاری: ۵۳ میں اس حدیث کی تخریج اور شرح تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

تبلیغ اور تعلیم کے فرض عین اور فرض کفایہ ہونے کا محمل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کا علم حاصل ہو' اس پر لازم ہے کہ وہ ان لوگوں کو اس کی تعلیم دے' جن کو اس کا علم نہیں ہے اور اب یہ تعلیم دینا فرض کفایہ ہے' کیونکہ اب مکمل اسلام پھیل چکا ہے اور ابتداء اسلام میں جس شخص کو دین کی کسی بات کا علم ہوتا' اس پر دوسروں کو اس کی تعلیم دینا فرض عین تھا' حتیٰ کہ اسلام مشارق اور مغارب میں پھیل گیا اور اس کا تمام ادیان پر غلبہ ہو گیا' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے عذاب سے ڈرایا تھا' اسی طرح ابتداء اسلام میں علماء پر فرض عین تھا کہ وہ لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔

اپنے ماتحت اور زیر اثر لوگوں کو نیک اعمال کی تلقین کا لزوم

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن پر لازم ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو تعلیم دے اور ان کو فرائض سکھائے' کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دو اور قرآن مجید میں ہے:

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا. (التحریم:۶) تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اور اس وجہ سے بھی کہ انسان اپنے گھر والوں کے اعمال کا محافظ ہے اور اس سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور اس حدیث میں خبر واحد کے حجت ہونے کا بھی ثبوت ہے۔

''کتاب الایمان'' کے آخر میں باب ''اداء الخمس من الایمان'' میں وفد عبدالقیس کی حدیث: ۵۳ میں اس حدیث کی مفصل شرح گزر چکی ہے اور اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۱ ص ۱۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۶- بَابُ الرِّحْلَةِ فِي الْمَسْاَلَةِ النَّازِلَةِ وَتَعْلِيْمِ اَهْلِهِ

کسی پیش آمدہ مسئلہ کا حل معلوم کرنے کے لیے سفر کرنا اور اپنے گھر والوں کو تعلیم دینا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علم کی ترغیب کا ذکر تھا اور جس کو شدت سے علم کی ترغیب دی جائے' وہ کبھی اپنے پیش آمدہ مسئلہ کے حل کی تلاش میں نکل جاتا ہے۔

۸۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِّاَبِي اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ، فَاَتَتْهُ اِمْرَاَةٌ فَقَالَتْ اِنِّي قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی'

Marfat.com

وَالَّتِي تَزَوَّجَ، فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِي، وَلَا أَخْبَرْتِنِي، فَرَكِبَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ. فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ، وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۵۲_۲۶۴۰_۲۶۵۹_۲۶۶۰_۵۱۰۴]

پھر ان کے پاس ایک عورت نے آ کر کہا: بے شک میں نے عقبہ کو اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے، حضرت عقبہ نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے (پہلے) مجھے اس کی خبر دی تھی، پھر وہ سوار ہو کر مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیسے؟ (اس کو اپنے نکاح میں برقرار رکھو گے؟) حالانکہ اس کے متعلق کہا گیا ہے! پھر حضرت عقبہ اپنی بیوی سے الگ ہو گئے اور اس نے پھر کسی اور شخص سے نکاح کر لیا۔

(سنن ترمذی: ۱۱۵۱، سنن ابوداؤد: ۳۶۰۳، مسند الحمیدی: ۵۷۹، سنن دارمی: ۲۲۶۰، سنن نسائی ج۶ ص۱۰۹، بیروت، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۰۲۸، سنن دارقطنی ج۴ ص۱۷۶_۱۷۷، سنن بیہقی ج۷ ص۴۶۳، مصنف عبد الرزاق: ۱۳۹۶۸_۱۵۴۳۵، صحیح ابن حبان: ۴۲۱۶، المعجم الکبیر: ۹۷۴_۹۷۵، ج۱۷، مسند احمد ج۴ ص۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۶۱۴۸، ج۲۶ ص۷۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: پیش آمدہ مسئلہ کے حل کے لیے سفر کرنا، اور اس حدیث میں حضرت عقبہ کے اسی سفر کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن مقاتل المروزی (۲) عبد اللہ بن المبارک المروزی، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عمر بن سعید بن ابی حسین النوفلی المکی، یہ طاؤس، عطاء اور دیگر سے روایت کرتے ہیں، یہ ثقہ ہیں، امام ابوداؤد نے ان سے مراسیل میں روایت کی ہے (۴) عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ القرشی، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت عقبہ بن الحارث بن عامر بن عدی القرشی المکی رضی اللہ عنہ، فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور مکہ میں رہائش رکھی، امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابوداؤد، امام نسائی نے ان کی احادیث روایت کی ہیں، امام مسلم نے ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی، امام بخاری نے "کتاب العلم، کتاب الحدود" اور "کتاب الزکوٰۃ" میں ان کی تین احادیث روایت کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۲ ص۱۵۱) (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج۲ ص۲۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عقبہ بن الحارث نے ابواھاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی، اس عورت کا نام ام یحییٰ غنیہ تھا، اور اس خاتون نے بعد میں ضُریب بن الحارث سے نکاح کر لیا۔

رضاعت ثابت نہ ہونے کے باوجود آپ نے حضرت عقبہ کے نکاح کو کیوں ناپسند فرمایا

حضرت عقبہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اپنی بیوی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم کیسے (اس کو اپنے نکاح میں برقرار رکھو گے)؟ حالانکہ اس کے متعلق کہا گیا ہے۔ حضرت عقبہ کا اپنی بیوی کے ساتھ نکاح صحیح تھا اور محض ایک عورت کے خبر دینے سے ان کے درمیان رضاعت (دودھ کا رشتہ) ثابت نہیں ہوتا تھا، پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کو پسند نہیں فرمایا کیونکہ حضرت عقبہ پر بہرحال یہ تہمت لگتی کہ انہوں نے اپنی دودھ شریک بہن سے نکاح کیا ہوا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ خواہ انسان کا دامن پاک ہو اور وہ حرام کام سے بری ہو، پھر بھی اس کو حرام کی تہمت سے بچنا چاہیے۔

Marfat.com

''حدیث اتقوا مواضع التھم'' کی تحقیق

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے ذکر کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اتقوا مواضع التھم'' (تہمتوں کی جگہوں سے بچو)۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

اس کے حاشیہ پر علامہ عراقی نے لکھا ہے: مجھے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ملی۔

سید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے ''احیاء العلوم'' کی شرح میں لکھا ہے:

الزبیر بن بکار نے ''الوفقیات'' میں اپنی سند سے روایت کیا ہے: حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: جو شخص تہمت کے درپے ہوا تو وہ اس کو ملامت نہ کرے جو اس کے ساتھ بدگمانی کرے اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں سعید بن میتب سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے میرے بعض بھائیوں نے میرے لیے لکھا جس شخص نے اپنے نفس کو تہمتوں کے لیے پیش کیا وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۲۸۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۴ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی المتوفی ۱۱۶۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص بدگمانی کے راستوں پر چلا اس کو تہمت لگے گی۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۱ ص ۴۴ مکتبۃ الغزالی دمشق)

تہمت کی جگہوں سے بچنے کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں اعتکاف میں تھے وہ آپ کی زیارت کرنے کے لیے آئیں اور کچھ دیر آپ سے باتیں کیں پھر جانے کے لیے کھڑی ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کو رخصت کرنے کے لیے ان کے ساتھ کھڑے ہوئے حتیٰ کہ جب وہ مسجد کے دروازے پر پہنچیں جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس تھا تو دو انصاری مرد وہاں سے گزرے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم ٹھہرو! یہ صفیہ بنت حیی ہیں ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! اور ان پر یہ بات بہت شاق گزری تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہ پہنچ جاتا ہے اور مجھے خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز (بدگمانی) ڈال دے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۳۵ صحیح مسلم: ۲۱۷۵ سنن ابوداؤد: ۲۴۷۰ سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۹)

نیز حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا۔ (صحیح البخاری: ۵۲ صحیح مسلم: ۱۵۹۹ مسند الحمیدی: ۹۱۸ سنن ابوداؤد: ۳۳۲۹ سنن ترمذی: ۱۲۰۵ سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۴ سنن نسائی ج ۷ ص ۲۴۱ مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۹ سنن دارمی: ۲۵۳۴)

اور اس میں کوئی شک نہیں جب اس عورت نے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے تم کو اور تمہاری بیوی کو دودھ پلایا ہے تو ان کا نکاح مشتبہ ہو گیا اور ان کے دین اور ان کی عزت کی حفاظت کے لیے یہی مناسب تھا کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑ دیتے۔

رضاعت کے ثبوت کے لیے نصابِ شہادت میں مذاہبِ فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ایک دودھ پلانے والی عورت کی شہادت سے رضاعت

ثابت ہو جاتی ہے اور جو فقہاء کہتے ہیں کہ ایک عورت کے قول سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی' وہ کہتے ہیں کہ حضرت عقبہ کی حدیث احتیاط پر محمول ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک عورت کے خبر دینے سے ان پر ان کی بیوی حرام ہو گئی تھی۔ علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور العلماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبہ سے بچنے کے لیے یہ حکم دیا ہے' اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ محل شک سے اجتناب کریں' تا کہ وہ اس خطرہ سے نکل جائیں کہ وہ اپنی رضاعی بہن سے مجامعت کر رہے ہیں' لیکن آپ نے قطعی طور پر سختی سے منع نہیں فرمایا' نیز اس پر علماء کا اجماع ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی' (اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محتاط طریقہ پر عمل کرنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم بہ طریقہ قضاء نہیں تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ طور احتیاط یہ حکم دیا' جیسے کہ امام بخاری نے ''کتاب البیوع'' میں تفسیر مشتبہات میں اس حدیث کو درج کیا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا کہ حضرت عقبہ کی یہ حدیث وجوبی حکم پر محمول ہے اور انہوں نے کہا کہ دودھ پلانے کے ثبوت میں ایک عورت کی گواہی کو بھی قبول کیا جاتا ہے' یہ امام احمد کا قول ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ایک عورت دودھ پلانے والی ہو تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اور اس کی گواہی کے ساتھ اس کے قول پر قسم بھی لی جائے گی۔

امام مالک نے کہا: دودھ پلانے والی عورت کا قول قبول کیا جائے گا' بہ شرطیکہ اس کا دودھ پلانا گھر میں اور پڑوسیوں میں مشہور ہو چکا ہو اور اگر دو عورتیں گواہی دیں تو پھر رضاعت کے ثبوت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت عقبہ پر واجب تھا کہ وہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر آپ نے تقویٰ اور احتیاط کے طور پر حضرت عقبہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائیں تو آپ پر لازم تھا کہ آپ حضرت عقبہ کو یہ حکم دیتے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں تا کہ وہ دوسرے شوہر پر حلال ہو جائیں' کیونکہ اگر یہ حکم احتیاط تھا اور ان کی بیوی بہ دستور ان کے نکاح میں تھیں تو حضرت عقبہ کے چھوڑنے کے بعد ان کا دوسرے شخص سے نکاح جائز نہ ہوتا' اور آپ نے جو فرمایا: تم کیسے (اس کو اپنے نکاح میں برقرار رکھو گے؟) حالانکہ اس کے متعلق کہا گیا ہے۔ آپ کا یہ ارشاد اس لیے تھا کہ حضرت عقبہ پر معاملہ آسان ہو جائے اور اس کی تائید آپ کے تبسم سے ہوتی ہے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت عقبہ اپنی بیوی سے علیحدہ ہو گئے' وہ اس پر محمول ہے کہ وہ اس کو طلاق دے کر علیحدہ ہو گئے۔

امام ابوحنیفہ نے رضاعت کے ثبوت میں صرف عورتوں کی شہادت کو منع فرمایا ہے' ان کے نزدیک دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

امام شافعی کے مذہب کی تفصیل یہ ہے کہ جب ایک دودھ پلانے والی شہادت دے اور اپنی شہادت کے ساتھ وہ دودھ پلانے کی اجرت کا بھی دعویٰ کرے تو اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی' کیونکہ وہ اپنے فائدہ کے لیے شہادت دے رہی ہے اور اس کی شہادت متہم ہوگی اور اگر وہ اپنی اجرت کا دعویٰ نہ کرے' صرف یہ کہے کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے اس کو دودھ پلایا ہے تو اس کی شہادت کو قبول کرنے میں ان کا اختلاف ہے' اور ان کا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کی شہادت قبول ہوگی۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ رضاعت کی شہادت مال کی شہادت کی طرح ہے' اس میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے اور تنہا عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی' امام شافعی کے نزدیک چار عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جائے

Marfat.com

گی' امام مالک کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی سے اور امام احمد کے نزدیک ایک عورت کی گواہی سے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۵۴-۱۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷- بَابُ التَّنَاوُبِ فِي الْعِلْمِ — حصولِ علم کے لیے باری باری جانا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں حصولِ علم کے لیے سفر پر جانے کا ذکر تھا اور اس باب میں طلبِ علم کے لیے باری باری جانے کا ذکر ہے اور یہ دونوں باب علم کی حرص میں مشترک ہیں۔

۸۹- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) قَالَ اَبُوعَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي ثَوْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْاَنْصَارِ فِي بَنِي اُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ. وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ. وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَنْزِلُ يَوْمًا وَاَنْزِلُ يَوْمًا، فَاِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ، وَاِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَنَزَلَ صَاحِبِي الْاَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوْبَتِهِ، فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيْدًا فَقَالَ اَثَمَّ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ، فَقَالَ قَدْ حَدَثَ اَمْرٌ عَظِيْمٌ. قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ، فَاِذَا هِيَ تَبْكِي، فَقُلْتُ طَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ لَا اَدْرِي. ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَاَنَا قَائِمٌ اَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ لَا فَقُلْتُ اللّٰهُ اَكْبَرُ.

[اطراف الحدیث: ۲۴۶۸-۴۹۱۳-۴۹۱۴-۴۹۱۵-۵۱۱۹-۵۲۱۸-۵۸۴۳-۷۲۵۶-۷۲۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری (ح) امام ابوعبداللہ بخاری کہتے ہیں: اور ابن وہب نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور از حضرت عبداللہ بن عباس از حضرت عمر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنی امیہ بن زید کے قبیلہ اور ان کے مواضع میں رہتے تھے' اور یہ مدینہ کے بالائی حصہ پر تھا' ہم باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں جاتا' پس جب میں جاتا تو اس دن نزولِ وحی کی خبر لے کر آتا' اور جس دن وہ جاتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا' پس ایک دن میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے دن آیا اور اس نے بہت زور سے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا: کیا وہ ہے؟ میں گھبرا کر اس کی طرف نکلا تو اس نے کہا: بہت سنگین حادثہ ہو گیا' حضرت عمر نے کہا: پس میں حفصہ کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھی' میں نے پوچھا: کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا: پتا نہیں' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے کھڑے ہو کر کہا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' میں نے کہا: اللہ اکبر۔

(صحیح مسلم: ۱۴۷۹' سنن ترمذی: ۳۳۶۱' سنن نسائی: ۲۱۳۱-۲۷۵' سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۳' مسند ابویعلیٰ: ۲۲۲' صحیح ابن حبان: ۴۲۶۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۷' مسند البزار: ۲۰۶' الادب المفرد: ۸۳۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۲' ج ۱ ص ۳۵۰-۳۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: طلب علم کے لیے باری باری جانا اور اس حدیث میں حضرت عمر اور ایک انصاری کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باری باری جانے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے بعض الفاظ کی وضاحت

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جس انصاری پڑوسی کا ذکر ہے اس کا نام عتبان بن مالک بن عمرو بن العجلان الانصاری الخزرجی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصاری کی زوردار دستک سے حضرت عمر گھبرا گئے امام بخاری نے ''کتاب التفسیر'' میں حضرت عمر سے روایت کیا ہے: ہمیں یہ خطرہ تھا کہ غسان کا کوئی بادشاہ ہم پر حملہ کرے گا' پس جب اس انصاری نے زوردار دروازہ کھٹکھٹایا تو میں سمجھا کہ اس غسانی نے حملہ کردیا ہے۔

اس انصاری نے کہا: بہت سنگین حادثہ ہوگیا ہے' اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے علیحدہ ہوگئے ہیں' اور اس میں سنگینی کی وجہ یہ تھی کہ اس سے یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بہت سنگین بات تھی کیونکہ ان کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ تھیں' اس انصاری نے آپ کے ازواج سے علیحدہ ہونے سے یہ گمان کیا کہ آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے' اس لیے اس کے گمان کے اعتبار سے حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ پوچھا: کیا آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے۔

حدیث مذکور سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل نکالے گئے ہیں:

(۱) اس سے طلبِ علم کی حرص کا جواز معلوم ہوتا ہے' اسی لیے حضرت عمر اور وہ انصاری باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

(۲) طلبِ علم کے ساتھ اپنی گزراوقات اور اہل وعیال کی کفالت کا بھی انتظام کرنا چاہیے' اسی لیے حضرت عمر ایک دن حصولِ علم کے لیے جاتے تھے اور ایک دن گزراوقات کے انتظام میں مشغول رہتے۔

(۳) صحابہ کرام ایک دوسرے کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال اور آپ کی احادیث سے مطلع کرتے رہتے تھے' جیسے اس انصاری نے حضرت عمر کو مطلع کیا کہ آپ اپنی ازواج سے الگ ہوگئے ہیں اور اس میں خبر واحد کو قبول کرنے کا بھی ثبوت ہے۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باپ کا اپنی بیٹی کے گھر اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز ہے اور ان کے گھریلو معاملات کی تفتیش کرنا بھی جائز ہے' کیونکہ حضرت عمر نے حضرت حفصہ کے گھر جا کر ایسا ہی کیا تھا۔

(۵) اس حدیث میں پڑوسی کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے اور کھڑے ہو کر سوال کرنے کا بھی ثبوت ہے۔

۲۸- بَابُ الْغَضَبِ فِي الْمَوْعِظَةِ وَالتَّعْلِيمِ إِذَا رَاَى مَا يَكْرَهُ

کسی ناپسندیدہ کام کو دیکھ کر نصیحت اور تعلیم میں اظہارِ غضب کرنا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں حصولِ علم کے لیے استاذ اور معلم کے پاس جانے کا ذکر تھا' اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ استاذ تعلیم دیتے وقت کبھی اظہارِ غضب بھی کرتا ہے۔

۹۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ' عَنِ ابْنِ اَبِي خَالِدٍ' عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِي حَازِمٍ' عَنْ اَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' از ابن ابی خالد از

Marfat.com

مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَا اَكَادُ اُدْرِكُ الصَّلٰوةَ مِمَّا يُطَوِّلُ بِنَا فُلَانٌ، فَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِّنْ يَوْمِئِذٍ، فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّكُمْ مُنَفِّرُوْنَ، فَمَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَاِنَّ فِيْهِمُ الْمَرِيْضَ وَالضَّعِيْفَ وَذَا الْحَاجَةِ.

[اطراف الحدیث: ۷۰۲۔ ۷۰۴۔ ۹۰۔ ۶۱۱۰۔ ۷۱۵۹]

قیس بن ابی حازم از حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں فلاں شخص کی لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے (جماعت سے) نماز کو نہیں پا سکتا' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت کرنے میں اس دن سے زیادہ کبھی غضب ناک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم (نمازیوں کو) متنفر کرتے ہو! پس جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے' وہ تخفیف کے ساتھ پڑھائے' کیونکہ نمازیوں میں بیمار' کمزور اور کسی ضروری کام پر جانے والے بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۶۶' سنن ابن ماجہ: ۹۸۴' مصنف عبد الرزاق: ۳۶۷۲' مسند الحمیدی: ۴۵۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۵۔ ۵۴' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۰۵' صحیح ابن حبان: ۲۱۳۷' المعجم الکبیر: ۵۵۵' ج ۱۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۵' شرح السنۃ: ۸۴۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۶۵' ج ۲۸ ص ۲۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بالکل واضح ہے' کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت کرنے میں اس دن سے زیادہ کبھی غضب ناک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن کثیر' یہ اپنے بھائی سلیمان' شعبہ اور ثوری سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری اور امام ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی ہے' امام ابوحاتم نے کہا: یہ بہت سچے ہیں' یہ ۹۰ سال کی عمر میں ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان ثوری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) اسماعیل بن ابی خالد البجلی' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۴) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۵۹۔ ۱۵۸)

لمبی اور مختصر نماز پڑھانے کے محامل اور دیگر مسائل

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں فلاں شخص کی لمبی نماز کی وجہ سے جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر رد نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام لمبی نماز پڑھائے تو جماعت کو ترک کرنا جائز ہے۔

(۲) اس شخص نے امام کی شکایت کی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص غیر شرعی کام کرے' اس کی شکایت کرنا جائز ہے۔

(۳) جو شخص دین میں کوئی غلط کام کرے' اس پر غضب ناک ہونا جائز ہے اور کسی مکروہ کام پر انکار کرنا جائز ہے کیونکہ اس امام کا بہت لمبی نماز پڑھانا غلط اور مکروہ کام تھا' اگرچہ حرام نہیں تھا۔

(۴) جب نمازی لمبی نماز پڑھنے پر راضی نہ ہوں اور امام حد اعتدال سے لمبی نماز پڑھائے تو مفتی کے لیے جائز ہے کہ وہ امام کو سختی سے منع کرے۔

(۵) امام کو لمبی نماز پڑھانے سے منع کرنے کا محمل یہ ہے کہ جب نمازیوں میں بوڑھے' کمزور اور بیمار ہوں اور اگر نمازیوں میں سب صحت مند اور توانا ہوں اور وہ لمبی نماز پڑھانے سے خوش ہوں تو پھر امام کے لیے لمبی نماز پڑھانا جائز ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لمبی سورتوں مثلاً سورۂ یوسف پڑھ کر بھی نماز پڑھاتے تھے اور آپ نے مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف بھی پڑھی ہے' تاہم جب

Marfat.com

آپ نماز میں کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر کر دیتے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں نماز میں مضطرب ہو گی۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۹۴۷- ج ۱ ص ۱۲۵۹ پر ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۹۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ الْمَدِيْنِيُّ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ اعْرِفْ وِكَاءَ هَا اَوْ قَالَ وِعَاءَ هَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اسْتَمْتِعْ بِهَا، فَاِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَاَدِّهَا اِلَيْهِ قَالَ فَضَالَّةُ الْاِبِلِ؟ فَغَضِبَ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ اَوْ قَالَ احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ وَمَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَرْعَى الشَّجَرَ، فَذَرْهَا حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا. قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۷۲-۲۴۲۷-۲۴۲۸-۲۴۲۹-۲۴۳۶-۲۴۳۸-۵۲۹۲-۶۱۱۲]

(صحیح مسلم: ۱۷۲۲' سنن ابوداؤد: ۱۷۰۴' سنن ترمذی: ۱۳۷۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۱۴' سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۴' مصنف عبدالرزاق: ۱۸۶۰۱' المنتقیٰ: ۶۶۹' صحیح ابن حبان: ۴۸۹۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۹۷- ۱۸۶' مسند ابوعوانہ ج ۴ ص ۳۰۸' مسند الحمیدی: ۸۱۶' سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۳۶' المعجم الکبیر: ۵۲۰۵' شرح السنۃ: ۲۲۰۷' المعجم الاوسط: ۲۵۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۵۰' ج ۲۸ ص ۲۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال المدینی نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از یزید المنبعث کے آزاد شدہ غلام از زید بن خالد الجہنی کہ نبی ﷺ سے ایک شخص نے لقطہ (راستہ میں گری ہوئی چیز) کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اس کے سربند (جس ڈوری سے تھیلی کو باندھا گیا ہو) کی پہچان رکھو یا فرمایا: اس تھیلی (بٹوے) اور اس کو بند کرنے کی چیز کی پہچان رکھو' پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو' پھر تم خود اس سے نفع حاصل کرو' پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو وہ چیز ادا کر دو' اس شخص نے پوچھا: گم شدہ اونٹ (کا کیا حکم ہے)؟ سو آپ غضب ناک ہوئے' حتیٰ کہ آپ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے' یا راوی نے کہا: آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا' آپ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق ہے' اس کے ساتھ اس (کے پانی کا) مشکیزہ ہے اور اس کا جوتا ہے' وہ پانی (کے چشمہ) پر جا کر پانی پی لے گا اور درختوں کو چرتا رہے گا' اس کو چھوڑ دو حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو پالے گا۔ اس سائل نے پوچھا کہ گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑیے کی ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے اظہار غضب کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن محمد ابوجعفر المسندی (۲) ابوعامر عبدالملک (۳) سلیمان بن بلال المدینی (۴) ربیعہ بن عبدالرحمان' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) یزید المنبعث کے آزاد شدہ غلام' یہ حضرت ابوہریرہ' حضرت زید بن خالد وغیرہ سے روایت کرتے ہیں' ثقہ راوی ہیں (۶) حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن ان کے ساتھ جہینہ کا جھنڈا تھا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۸۱

Marfat.com

احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان کی پانچ احادیث روایت کی ہیں' یہ کوفہ میں ٹھہرے اور وہیں فوت ہو گئے' ۸۵ سال کی عمر گزار کر ۱۸۷ھ میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۶۱)

''لُقطہ' وِکاء' وِعاء'' اور ''عِفاص'' کے معانی

اس حدیث میں ''لقطہ'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: راستہ میں پڑی ہوئی چیز' التقاط کا معنی ہے: بغیر طلب کے کسی چیز کا ملنا۔

اور اس حدیث میں ''وِکاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ ڈوری جس سے تھیلی کا منہ باندھتے ہیں اور اس میں ''وِعاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ظرف' برتن' تھیلی' بٹوا یا پرس اور اس میں ''عِفاص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ظرف کا مادہ (یعنی جس چیز سے برتن یا تھیلی بنی ہوئی ہو) جیسے چمڑا یا کپڑا یا وہ ڈوری جس سے تھیلی کا منہ باندھا جائے۔

لقطہ کا معنی اور فقہاء احناف کے نزدیک لقطہ کو اٹھانے کا راجح ہونا

شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۷۹ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ لقطہ (کسی کی گری ہوئی چیز) کو اٹھانا جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر لینا ہے اور یہ شرعاً حرام ہے اور ائمہ تابعین میں سے بعض نے کہا ہے کہ اس کو اٹھانا جائز ہے اور اس کو ترک کر دینا افضل ہے' کیونکہ اس کا مالک اس کو ڈھونڈتا ہوا اسی جگہ آئے گا' جہاں وہ گری تھی اور اس لیے بھی کہ وہ اپنے نفس سے مطمئن نہیں ہے' ہو سکتا ہے کہ بعد میں اس کی نیت خراب ہو جائے اور وہ اس چیز پر قبضہ کرلے اور ہمارے فقہاء کا مختار یہ ہے کہ اس کو اٹھا لینا افضل ہے' کیونکہ اگر اس نے اس کو نہیں اٹھایا تو ہو سکتا ہے کہ اس کو کوئی خائن اور فاسق اٹھا لے اور اس کا اعلان نہ کرے۔

اگر وہ ایسی چیز ہو جس سے اس کا مالک مستغنی ہو جیسے خالی ڈبے یا ردی تو اس کو اٹھا کر اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے' اور اگر وہ ایسی چیز ہو جس کے متعلق گمان ہو کہ اس کا مالک اس کو تلاش کرے گا تو جو شخص اس کو اٹھائے گا' اس پر اس کی حفاظت کرنا اور اس کی نشانیوں کو یاد رکھنا لازم ہے' تاکہ وہ اس چیز کو اس کے مالک تک پہنچا سکے' ابراہیم نخعی نے روایت کیا ہے کہ لقطہ کا ایک سال تک اعلان کرے' اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو دے دے' ورنہ اس کو صدقہ کر دے' اور اگر صدقہ کرنے کے بعد اس کا مالک آجائے تو اس کو اختیار ہو گا' اگر وہ چاہے تو اس صدقہ کو نافذ کر دے اور اگر وہ چاہے تو لقطہ اٹھانے والے کو ضامن کر دے۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۴-۳' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

لقطہ کا اعلان کرنے کی مدت کی تفصیل

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: ہر چیز میں ایک سال تک اعلان کرنے کی مدت لازم نہیں ہے' اتنی مدت تک اعلان کیا جائے' جتنی مدت کے متعلق یہ ظن غالب ہو کہ لقطہ کا مالک اس کو صرف اتنی مدت تک ہی تلاش کرے گا' دس درہم یا اس سے زائد مالیت کی چیز کا ایک سال تک اعلان کرے اور تین درہم سے نو درہم تک کی مالیت کی چیز کا ایک مہینہ اعلان کرے۔

(واضح رہے کہ ۲۰۰۶ء میں ایک درہم چالیس پاکستانی روپے کے برابر ہے) اور اس سے کم مالیت کی چیز میں ایک درہم تک جمعہ کو اعلان کرے اور ایک درہم سے کم مالیت کی چیز میں ایک دن اعلان کرے' اور اگر ایک پیسہ کی چیز ہو تو ادھر اُدھر دیکھ کر فقیر کے ہاتھ پر رکھ دے۔ (آج کل ایک پیسہ سے مراد پاکستانی ایک روپیہ لینا چاہیے۔ سعیدی غفرلہ) ان بیان کردہ مقادیر میں سے کوئی مقدار بھی حتمی اور لازمی نہیں ہے۔

علامہ سرخسی نے جو اعلان کی مدت کی تفصیل بیان کی ہے' اس کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو ایک درہم یا رسی یا اس کے مشابہ کوئی چیز ملے تو وہ اس کا تین دن اعلان کرے اور اگر اس سے زیادہ مالیت کی چیز ہو تو سات دن تک اعلان کرے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۳' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۹۵' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۹)

اس حدیث کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ لقطہ کے اعلان کے لیے ایک سال یا تین سال کی مدت لازم نہیں ہے۔

(سعیدی غفرلہٗ)

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ میں سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا' مجھے ایک چابک (یا کوڑا) ملا' مجھ سے سلیمان نے کہا: اس کو پھینک دو' میں نے کہا: نہیں' اگر مجھے اس کا مالک مل گیا تو میں اس کو دے دوں گا ورنہ میں خود اس سے فائدہ اٹھاؤں گا' جب ہم لوٹے تو ہم نے حج کیا' پس جب میں مدینہ منورہ سے گزرا تو میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں ان کو ایک تھیلی ملی تھی' جس میں سو دینار تھے (ایک دینار بیس قیراط سونے کا ایک سکہ تھا' ایک قیراط کا وزن بارہ چاول کے برابر ہے)' میں وہ تھیلی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لے کر گیا' آپ نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کرو' میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا' پھر آپ کے پاس گیا' آپ نے فرمایا: (مزید) ایک سال تک اعلان کرو' پس میں نے ایک سال تک (اور) اعلان کیا' میں پھر آپ کے پاس آیا' آپ نے فرمایا: (پھر) ایک سال تک اعلان کرو' میں نے (پھر) ایک سال تک اعلان کیا' پھر میں آپ کے پاس چوتھی بار آیا' آپ نے فرمایا: اس کے دیناروں کی تعداد اور اس کی ڈوری اور اس کی تھیلی کو یاد رکھو' اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو ورنہ تم خود اس سے نفع اٹھاؤ۔

(صحیح البخاری: ۲۴۳۷' صحیح مسلم: ۱۷۲۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۰۱' سنن ترمذی: ۱۳۷۴' سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۶)

علامہ سرخسی فرماتے ہیں: جس حدیث کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے' اس سے یہ واضح ہو گیا کہ لقطہ کا ایک سال تک اعلان کرنا مدت لازمہ نہیں ہے' لیکن وہ اتنی مدت تک اس کا اعلان کرے' جتنی مدت تک اس کے گمان میں اس لقطہ کا مالک اس کو تلاش کرتا رہے گا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ سو دینار بہت عظیم مال ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین سال تک اس کا اعلان کرنے کا حکم دیا۔

اعلان کے بعد لقطہ سے فائدہ اٹھانے کا جواز

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلان کی مدت پوری کرنے کے بعد لقطہ کو اٹھانے والا اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے خواہ وہ غنی ہو اور امام شافعی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اگر وہ فقیر ہو' تب وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے' کیونکہ حضرت ابی بن کعب غنی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلان کی مدت کے بعد ان کو اس تھیلی سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۷۔۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

موجودہ دور میں اعلان کرنے کا طریقہ

پہلے یہ حکم تھا کہ جمعہ کے اجتماعات اور لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں میں لقطہ کا اعلان کیا جائے' لیکن اب یہ بہت دشوار ہے' اب اخبارات' ریڈیو اور ٹی۔وی میں لقطہ کا اعلان کرا دینا چاہیے اور جس کے اعلان کی مدت اس کے گمان میں ایک سال یا اس سے زائد ہو' اس کا اس مدت میں وقفہ وقفہ سے اعلان کراتا رہے' اور شہر میں بہت اخبارات نکلتے ہیں' کبھی کسی اخبار میں اعلان کرا دے اور کبھی کسی اخبار میں۔ میرے ایک شاگرد کو لاہور میں پارکر پین پڑا ہوا ملا تھا' اس نے اخبار میں اعلان کرا دیا' دوسرے دن اس پین کا مالک نشانیاں بتا کر اپنا پین لے گیا۔

شاگرد کے احمقانہ سوال پر ناراض ہونے کا جواز

اس حدیث میں ہے کہ جب اس سائل نے گم شدہ اونٹ کے متعلق پوچھا تو آپ غضب ناک ہوئے' آپ کے غضب کی وجہ یہ تھی کہ اس سائل نے عقل سے کام نہیں لیا اور اس کا اونٹ کو لقطہ قرار دینا صحیح نہیں تھا' کیونکہ لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی آدمی کے ہاتھ سے گر جائے اور اس کو پتا نہ چلے کہ وہ چیز کہاں گری ہے؟ جب کہ اونٹ کا معاملہ اس طرح نہیں ہے' وہ خود درختوں کو چرتا ہوا اور چشموں کا پانی پیتا ہوا اپنے مالک تک پہنچ جائے گا اور نہ بکری اس طرح ہے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب شاگرد اس قسم کا احمقانہ سوال کرے تو استاذ کا اس پر غضب ناک ہونا صحیح ہے۔

لقطہ کو اٹھانے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

کیا کسی شخص پر یہ ضروری ہے کہ وہ راستہ میں پڑی ہوئی چیز کو اٹھالے؟ امام مالک کے نزدیک یہ مکروہ ہے' امام شافعی کے اس میں تین قول ہیں: (۱) اس کے لیے لقطہ کو اٹھانا مستحب ہے' واجب نہیں ہے (۲) لقطہ کو اٹھانا واجب ہے (۳) اگر اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو اس کا اٹھانا واجب ہے' اور اگر اس کے ضیاع کا خوف نہ ہو تو اس کو اٹھانا مستحب ہے' امام احمد سے یہ روایت ہے کہ اس کو ترک کرنا مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

لقطہ کو اٹھانے میں شافعی مذہب کی تفصیل

''تکملۃ المجموع شرح المہذب'' کے شافعی مصنفین اور محققین نے لکھا ہے:

المزنی نے کہا ہے کہ میں لقطہ کو ترک کرنا پسند نہیں کرتا' اور ''کتاب الام'' میں کہا ہے: اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

ہمارے بعض اصحاب کے اس میں دو قول ہیں: (۱) اس کو اٹھانا واجب نہیں ہے کیونکہ یہ امانت ہے' سو جس طرح امانت کو لینا واجب نہیں ہے' اسی طرح اس کو اٹھانا بھی واجب نہیں ہے (۲) اس کو اٹھانا واجب ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے مال کی حرمت اس کے خون کی طرح ہے۔ (مسند البزار: ۱۶۹۹' سنن الدار قطنی ج ۳ ص ۲۶' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۳۴) اور جب مومن کی جان کا خوف ہو تو اس کی حفاظت کرنا واجب ہے' اس طرح جب اس کے مال کے ضیاع کا خوف ہو تو اس کی حفاظت کرنا بھی واجب ہے اور ابو العباس اور ابو اسحاق وغیرہما نے کہا ہے کہ اگر لقطہ ایسی جگہ پر ہو' جہاں اس کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہو اور اس جگہ کے رہنے والے امانت دار ہوں تو اس پر لقطہ کو اٹھانا واجب نہیں ہے' کیونکہ دوسرے لوگ اس کی حفاظت کرنے میں اس کے قائم مقام ہیں اور اگر وہ ایسی جگہ ہو' جہاں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ وہاں امانت دار لوگ کم ہوں تو اس پر لقطہ کو اٹھانا واجب ہے۔ (تکملۃ المجموع شرح المہذب ج ۱۷ ص ۱۰۔۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

لقطہ کو اٹھانے میں حنبلی مذہب کی تفصیل اور مذاہب اربعہ کے دلائل

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے امام رحمہ اللہ (احمد بن حنبل) نے کہا ہے کہ لقطہ کو ترک کرنا افضل ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے اسی طرح مروی ہے' حضرت جابر' ابن زید اور ربیع بن خثیم کا بھی یہی قول ہے اور عطا کا بھی' شریح ایک درہم کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس سے تعرض نہیں کیا۔

امام شافعی نے کہا: اگر اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا اٹھانا واجب ہے' ورنہ نہیں' ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا اٹھانا واجب ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ. (التوبہ:۷۱)　مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

اور جب مومن ایک دوسرے کے ولی ہیں تو ان پر واجب ہے کہ وہ لقطہ کو اٹھا کر اس کی حفاظت کریں۔

جن کی رائے میں لقطہ کو اٹھانا واجب ہے وہ سعید بن المسیب' الحسن بن صالح اور امام ابوحنیفہ ہیں' حضرت ابی بن کعب اور حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہما نے لقطہ کو اٹھالیا تھا' امام مالک نے کہا: اگر لقطہ قیمتی چیز ہے تو اس کو اٹھانا اور اس کا اعلان کرنا مستحب ہے اور اس میں مسلمان کے مال کی حفاظت ہے' اور یہ اس کو ضیاع کے خطرہ میں ڈالنے سے اولیٰ ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۸ ص ۶' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

لقطہ کو اٹھانے میں مالکی مذہب کی تفصیل

علامہ ابوالبرکات سیدی احمد الدردیر مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ لکھتے ہیں:

اگر لقطہ کوئی قیمتی چیز ہو اور یہ خطرہ ہو کہ اس کو اس جگہ سے کوئی خائن شخص اٹھا لے گا اور اس کو اپنے نفس کی امانت اور دیانت پر اعتماد ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس چیز کو اٹھا لے' اور اگر اس کو معلوم ہو کہ اس کا اپنا نفس خائن ہے تو پھر اس کے لیے لقطہ کو اٹھانا حرام ہے' خواہ کسی اور خائن کا خطرہ ہو یا نہ ہو' اور جب اس جگہ کسی خائن کا خطرہ نہ ہو اور اس کو اپنے نفس کی امانت اور دیانت پر شک ہو تو پھر اس کے لیے لقطہ کو اٹھانا مکروہ ہے۔ (حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۱۲۰۔۱۱۹' دارالفکر' بیروت)

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح کے عنوانات

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۳۸۴۔ ج ۵ ص ۲۱۱ پر مذکور ہے' اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) لقطہ کا لغوی معنی (۲) لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں مذاہب فقہاء (۳) لقطہ کو اٹھانے میں فقہاء احناف کا موقف (۴) لقطہ کی اقسام اور ان کے احکام (۵) لقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار (۶) لقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء (۷) آج کل کے دور میں لقطہ کے اعلان کا طریقہ کار (۸) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۹) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۱۰) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۱۱) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ (۱۲) امام شافعی کے دلائل کے جوابات (۱۳) لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں آثار صحابہ و تابعین (۱۴) حضرت ابی کی حدیث کی وضاحت اور فقہاء احناف کے جوابات کی تفصیل اور تنقیح (۱۵) اونٹ پکڑنے کے متعلق سوال کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کی وجہ (۱۶) حجاج کے لقطہ کو اٹھانے میں مذاہب فقہاء اور ممانعت کی حکمت۔

ظاہر ہے کہ ہم نے شرح صحیح مسلم میں لقطہ کے تمام مباحث کا احاطہ کر لیا ہے' ہم نے یہاں "نعمۃ الباری" میں اس حدیث کے اہم اور ضروری مباحث ذکر کیے ہیں' جو حضرات تفصیلی مباحث دیکھنا چاہیں' وہ شرح صحیح مسلم کا مطالعہ کریں۔

۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَشْيَاءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا اُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُوْنِيْ عَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند اشیاء کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپ

سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ. قَالَ رَجُلٌ مَنْ اَبِیْ؟ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ. فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ اَبُوْكَ سَالِمٌ مَوْلٰی شَیْبَةَ. فَلَمَّا رَاٰی عُمَرُ مَا فِیْ وَجْهِهٖ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

[طرف الحدیث:۷۲۹۱] (صحیح مسلم:۲۳۶۰)

نے ناپسند کیا' جب آپ سے زیادہ سوال کیے گئے تو آپ غضب ناک ہوئے' پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو' ایک شخص نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے' پھر دوسرے نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ سالم ہے' شیبہ کا آزاد شدہ غلام' جب حضرت عمر نے دیکھا کہ آپ کے چہرے میں (غضب کے) کیا آثار ہیں تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا ذکر ''باب فضل من علم وعلّم'' میں ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی نبی ﷺ کے غضب ناک ہونے کا ذکر ہے۔

اشیاء کے صیغے کی تحقیق

اس حدیث میں اشیاء کا لفظ ہے' یہ ''شیئ'' کی جمع ہے' یہ غیر منصرف ہے' خلیل نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اصل فعلاء ہے' شعراء کی مثل' اس کا واحد نہیں ہے' پہلے ہمزہ کو اول کلمہ کی طرف نقل کر دیا تو اشیاء ہو گیا' پس اس کا وزن امعاء ہے' اخفش اور فراء نے کہا: یہ اصل میں افعلاء ہے انبیاء کی طرح' یا اور الف کے درمیان جو ہمزہ ہے' اس کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا' پھر اس کا وزن افعاء ہے' الکسائی نے کہا: یہ اصل میں افعال ہے' افراخ کی مثل' کثرتِ استعمال کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہے اور اس لیے کہ یہ فعلاء کے مشابہ ہے۔

بہ کثرت سوالات کو ناپسند کرنے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں ہے: آپ سے چند اشیاء کے متعلق سوال کیا گیا' جن کو آپ نے ناپسند کیا' آپ کے ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ بعض اوقات کسی کے سوال کی وجہ سے کوئی چیز مسلمانوں پر حرام ہو جاتی اور اس سے وہ مشقت میں پڑ جاتے یا بعض اوقات اس سوال کا جواب سائل کے لیے ناگوار یا رنج میں ڈالنے والا ہوتا یا بعض اوقات ان کا زیادہ سوال کرنا نبی ﷺ کو مشقت اور اذیت میں ڈالتا اور یہ ان کی ہلاکت کا سبب ہو جاتا اور یہ ان کے ایسے سوالات تھے' جو غیر ضروری اور بے فائدہ تھے' ورنہ ان کے سوالات کو ناپسند کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی' کیونکہ ضرورت کے لیے سوال کرنا واجب ہے یا مستحب ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ O پس اگر تم کو علم نہ ہو تو اہل علم سے سوال کرو O

(النحل:۴۳)

زیادہ سوالات سے آپ کے غضب ناک ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے کہ جب آپ سے زیادہ سوال کیے گئے تو آپ غضب ناک ہوئے' آپ کے غضب کی وجہ یہ تھی کہ وہ بلاضرورت اور بے فائدہ سوال کر رہے تھے اور ان کے سوالات غیر ضروری تجسس اور تکلف اور آپ کو مشقت میں ڈالنے پر مبنی تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: مسلمانوں میں سب سے بڑا جرم اس شخص کا ہے' جس نے کسی چیز کے متعلق سوال کیا' جو حرام نہ تھی اور

Marfat.com

ان کے سوال کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی۔ (صحیح البخاری: ۷۲۸۹، صحیح مسلم: ۲۳۸۵، سنن ابوداؤد: ۴۶۱۰، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۹)

آپ نے فرمایا: ''تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو'' اس کی تشریح میں شراح سابقین کی تقاریر

اس حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو۔ علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ نے کہا: آپ کا یہ ارشاد اس پر محمول ہے کہ آپ پر یہ وحی کی گئی تھی کہ آپ یہ کہیں' ورنہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے بتانے کے بغیر آپ سے جس غیب کے متعلق سوال کیا جاتا' آپ کو از خود اس کا علم نہ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۱۴ طبع مصر ۱۳۴۸ھ)

قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ نے لکھا ہے: ہر سوال کا از خود جواب دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممکن نہ تھا' آپ صرف وحی سے مطلع ہو کر بتا سکتے تھے' کیونکہ آپ کو امور مغیبات میں سے صرف ان ہی چیزوں کا علم تھا' جن کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دے دی تھی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۳۳۲۔۳۳۱' دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ نے لکھا ہے: بعض روایات میں مذکور ہے کہ آپ کے اصحاب میں بعض ایسے اصحاب داخل ہو گئے تھے' جن کا ایمان متحقق نہیں ہوا تھا' انہوں نے سوالات کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آزمانے کا قصد کیا اور آپ کو عاجز کرنے کے لیے آپ سے بہت زیادہ سوالات کیے اور یہ منافقین اور آپ کے اعداء اور دین اسلام کے دشمنوں کا وطیرہ تھا' اور وہ اس آیت کے مصداق تھے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ○ (التوبۃ: ۳۲)

وہ اپنی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اس کے سوا انکار کرتا ہے کہ وہ اپنے نور کو مکمل فرمائے گا' خواہ کافروں کو بُرا لگے○

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منشاء کو سمجھ لیا تو آپ نے اسی مجلس میں ان سے فرمایا: ''مجھ سے سوال کرو' مجھ سے سوال کرو'' پس اللہ کی قسم! تم مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کرو گے مگر میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔ (المفہم ج ۶ ص ۱۶۵' دار ابن کثیر' دمشق ۱۴۲۰ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بار بار فرمایا: مجھ سے سوال کرو' علماء نے کہا: یہ اس پر محمول ہے کہ آپ پر یہ وحی کی گئی تھی' ورنہ آپ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے خبر دینے کے بغیر غیب کی ہر اس چیز کو از خود نہیں جانتے تھے' جس کے متعلق آپ سے سوال کیا جائے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ظاہر حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے جوش غضب میں فرمایا: مجھ سے سوال کرو' اور آپ چاہتے یہ تھے کہ وہ یہ سوال نہ کرتے' لیکن آپ نے جواب میں ان کی موافقت کی' کیونکہ آپ کے لیے ان کے سوال کو رد کرنا ممکن نہ تھا۔ (میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب میں ہوں یا رضا میں' آپ کے منہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔ سنن ابوداؤد: ۳۶۴۶' سعیدی غفرلہ) (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۰ ص ۶۲۰۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

شراح سابقین کی تقاریر پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کی تقریر

مصنف کے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام متوقع سوالات کے جوابات کا پہلے ہی آپ کو علم عطا فرما دیا تھا' اور آپ نے اسی علم پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو' اور دوسری حدیث میں فرمایا: پس اللہ کی قسم! تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے' میں تم کو اس کا جواب دوں گا' اگر اس کا یہ محمل ہوتا جیسا کہ علامہ عینی' قاضی عیاض اور علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ آپ غیب سے متعلق ہر سوال کا جواب اس وقت وحی سے مطلع ہو کر دیتے' تو یہ اس موقع اور مقام کے مناسب نہیں

Marfat.com

ہے کیونکہ سائلین لگا تار سوال کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی تردد اور وقفہ کے بغیر فی الفوران کے سوالات کے جوابات دے رہے تھے بلکہ غور کیا جائے تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم کلی کی دلیل ہے کیونکہ آپ نے قسم کھا کر فرمایا: تم مجھ سے جس چیز کا بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کا جواب دوں گا' اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی آپ کو تمام چیزوں کا علم کلی نہ دیا ہوتا تو آپ اس طرح تحدی اور للکار سے نہ فرماتے۔

آپ کے اس ارشاد پر شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی تقریر اور ان کا علمِ غیب اور علمِ کلی کو رد کرنا

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی حدیث کے اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ تو علم غیب کا ادعاء ہے کہ آپ فرما رہے ہیں: ''سلونی عما شئتم'' اس طرح آپ بتا رہے ہیں کہ عبداللہ کا باپ حذافہ ہے اور سعد کا باپ سالم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری ہی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ایک طریق میں ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے وہ سوال کرے پس اللہ کی قسم! تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا' جب تک کہ میں اس مقام میں ہوں۔ (صحیح البخاری: ۷۲۹۴' صحیح مسلم: ۶۱۲۱)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ تو معجزہ تھا' اس مقام میں جب تک آپ تشریف فرما تھے' اس وقت تک کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ تم جو سوال کرو گے' میں اس کا جواب دوں گا' لہٰذا اس کو اطلاق پر حمل کرنا اور اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنا درست نہیں۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۵۶۷' مکتبہ فاروقیہ' کراچی' ۱۴۲۶ھ)

شیخ سلیم اللہ خان کی تقریر پر مصنف کا تبصرہ اور علم غیب اور علم کلی پر دلائل

قرآن کریم کی جن آیات اور جن احادیث صحیحہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم غیب کی وسعت اور عموم اور علم کلی ثابت ہوتا ہے' علماء دیوبند اسی طرح آپ کے علم کی تنقیص کرتے ہیں اور ان نصوص کے عموم اور اطلاق کو خانہ زاد قیود کے ساتھ مقید کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں' شیخ سلیم اللہ خان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم کلی کی تنقیص پر جو شبہات پیش کیے ہیں' اس کے متعلق ہماری چند گزارشات ہیں' جن کو غور سے پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

(۱) شیخ سلیم اللہ خان نے مان لیا ہے کہ اس موقع پر اور اس مجلس میں آپ کو علم کلی عطا فرما دیا گیا تھا' چنانچہ انہوں نے لکھا ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ یہ تو معجزہ تھا' اس مقام میں جب تک آپ تشریف فرما تھے' اس وقت تک کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ تم جو سوال کرو گے' میں اس کا جواب دوں گا۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۵۶۷)

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے علمِ غیب اور علمِ کلی ماننا شرک ہے اور جو چیز شرک ہو' وہ ہر وقت اور ہر جگہ شرک ہے اور جو چیز شرک ہو' اس کا ایک آن کے لیے بھی وقوع نہیں ہو سکتا' تو جب آپ کے لیے علم غیب اور علمِ کلی شرک ہے تو اس مجلس میں اس کا وقوع کیسے ہو گیا! شیخ سلیم اللہ خان نے اس حدیث سے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی ہے کہ یہ تو آپ کا معجزہ تھا! سوال یہ ہے کہ جو چیز شرک ہو' کیا وہ آپ کو بہ طور معجزہ عطا کی جا سکتی ہے' اور کیا شرک بھی معجزہ بن سکتا ہے۔

(۲) شیخ سلیم اللہ خان نے اسی ضمن میں مزید لکھا ہے: لہٰذا اس کو اطلاق پر حمل کرنا اور اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنا درست نہیں۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۵۶۷)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علمِ غیب اور علمِ کلی اس خاص مجلس میں عطا کیا گیا تھا' دائماً اور مطلقاً نہیں' گویا یہ علم غیب اور علم کلی

Marfat.com

بعد میں آپ سے سلب کر لیا گیا' ہم کہتے ہیں: یہ دعویٰ چند وجوہ سے مردود ہے:

(ا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا O (طٰہٰ:۱۱۴) اور آپ کہیے: اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر دے O

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا مطلوب اور منشاء آپ کے علم کو زیادہ کرنا ہے' لہٰذا اگر اس مجلس میں آپ کو علمِ غیب اور علمِ کلی عطا کر کے پھر اس کو سلب کر لیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے مطلوب اور منشاء کے خلاف ہوگا۔

(ب) وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى O (الضحیٰ:۴) آپ کی بعد والی ساعت پہلی ساعت سے بہتر ہے O

اگر آپ کو پہلی ساعت میں علمِ غیب اور علمِ کلی حاصل ہو اور بعد والی ساعت میں اس علم کو سلب کر لیا جائے تو آپ کی بعد والی ساعت پہلی ساعت سے بہتر نہیں ہوگی اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے منافقین کا یہ حال بیان فرمایا ہے:

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا (البقرہ:۲۰) جب ان کے لیے بجلی نے روشنی کر دی تو یہ اس میں چلتے پھرتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کر دیا تو یہ کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔

ان لوگوں نے یہی حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق کیا ہے کہ اس مجلس میں لوگوں کے سوالوں کے جواب دینے کے لیے آپ کو علمِ غیب عطا کر دیا اور جب وہ مجلس ختم ہوگئی تو پھر آپ سے اس علم کو سلب کر لیا۔

حضرت ابن عمر کی رائے تھی کہ خوارج اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں' انہوں نے کہا: جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں' خوارج ان کو مؤمنوں پر منطبق کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری باب قتل الخوارج والملحدین)

خوارج کفار کی آیات کو مؤمنوں پر منطبق کرتے تھے اور یہ لوگ منافقین کی آیات کو سید الانبیاء سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق کر رہے ہیں۔

(د) اگر نعمت پر شکر ادا کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت میں زیادتی فرماتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:۷) اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ (نعمت) دوں گا۔

علم سب سے بڑی نعمت ہے اور جب اس مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب اور علمِ کلی دیا گیا تو اب یہ مانعین اور تنقیصِ علم کرنے والے بتلائیں کہ آپ نے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا یا نہیں! اگر آپ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں تو پھر بعد میں یہ علم سلب نہیں ہوگا' بلکہ اس علم میں اضافہ ہوگا اور اگر یہ لوگ آپ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر گزار نہیں مانتے تو پھر ہمیں از خود کچھ نہیں کہنا' اس کا انجام یہ لوگ خود جانتے ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توبہ کرنے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں ہے: جب حضرت عمر نے دیکھا کہ آپ کے چہرے میں (غضب کے) کیا آثار ہیں' تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

یعنی ایسے ناپسندیدہ سوالات جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے' ان سے ہم توبہ کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ بعض صحابہ نے تو علم کی حرص کی وجہ سے سوال کیے تھے اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر منافقین نے آپ کی نبوت کو آزمانے کے لیے

Marfat.com

اور آپ کو تنگ کرنے اور آپ کو مشقت میں ڈالنے کے لیے سوالات کرنے شروع کر دیئے' جس سے آپ ناراض ہوئے تو حضرت عمر نے سب کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کی۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۰۴۔ ج ۶ ص ۸۲۳ پر مذکور ہے اور اس کے یہ عنوانات ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہات (۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "مجھ سے جو چاہو سوال کرو" کی تشریح۔

۲۹- بَابُ مَنْ بَرَكَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ عِنْدَ الْاِمَامِ اَوِ الْمُحَدِّثِ

جو شخص امام یا محدث کے سامنے دو زانو بیٹھ جائے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں اس سائل پر عالم کے غضب کا ذکر ہے' جس نے ادب کے تقاضے کو ملحوظ نہیں رکھا اور اس باب میں عالم کے سامنے متعلم کے ادب کا ذکر ہے۔

۹۳- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ؟ فَقَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ. ثُمَّ اَكْثَرَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَبَرَكَ عُمَرُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا' وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا' وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا' فَسَكَتَ.

[اطراف الحدیث: ۵۴۰۔ ۷۴۹۔ ۴۶۲۱۔ ۶۳۶۲۔ ۷۲۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے تو حضرت عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہو گئے' پس کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے' پھر آپ نے بہت مرتبہ فرمایا: مجھ سے سوال کرو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گئے' پھر کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں' اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہیں' پھر آپ خاموش ہو گئے۔

(صحیح مسلم: ۵۹: ۲۳۵۹' سنن ترمذی: ۳۰۵۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۱۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۶۷۱۔ ج ۲۰ ص ۳۹۵)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دو زانو بیٹھنے کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ اور دوسروں کے سوال کا فرق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم اور ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تواضع کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن حذافہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ میرا باپ کون ہے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ان کا کسی سے جھگڑا ہوتا تو وہ ان کو ان کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرتا تھا' اس لیے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے نسب کے متعلق دریافت کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ تمہارے باپ حذافہ ہی ہیں۔

نیز اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم اور ان کے علم کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے' کیونکہ ان کو یہ خوف ہوا کہ آپ سے زیادہ

Marfat.com

سوالات کرنا' آپ کو مشقت میں ڈالنے اور آپ کی نبوت میں شک کرنے کے مترادف ہے' اسی وجہ سے حضرت عمر نے کہا کہ ہم اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہیں اور حضرت عمر کو یہ خطرہ ہوا کہ زیادہ سوال کر کے آپ کو مشقت میں ڈالنے کی وجہ سے کہیں مسلمانوں پر عذاب نہ آ جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ. (المائدہ:۱۰۱) ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استہزاء سوال کرتے تھے' کوئی شخص کہتا کہ بتائیں: میرا باپ کون ہے؟ اور جس شخص کی اونٹنی گم ہو جاتی وہ کہتا: بتائیں میری اونٹنی کہاں ہے؟ تب یہ آیت نازل ہوئی: ''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ'' (المائدہ:۱۰۱)۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم سے صرف اس چیز کے متعلق سوال کیا جائے' جس کی ضرورت ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گھٹنوں پر بیٹھے اس میں آپ کا احترام اور آپ کے سامنے تواضع ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عمر کا اپنے کلمات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب اور اکرام کرنا اور مسلمانوں پر شفقت کرنا اور ان کی رائے کا ہمیشہ صائب ہونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا تھا: ہم اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے پاس جو اللہ کی کتاب ہے اور ہمارے نبی کی سنت ہے' وہ ہمارے لیے کافی ہے اور ہمیں اب کسی چیز کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے' حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب اور اکرام کے لیے اور مسلمانوں پر شفقت کے لیے یہ کلمات کہے کہ کہیں ان کا شمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچانے والوں میں نہ ہو جائے اور وہ اس آیت کا مصداق نہ بن جائیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (الاحزاب:۵۷) بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں' ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور اس نے ان کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے ○

حضرت عمر کے اس قول میں دین سے مراد توحید ہے' اور دین کا اطلاق اسلام' ایمان اور احسان پر بھی حدیث میں ہے' اور دین سے مراد وہ احکام ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام نبیوں اور رسولوں میں مشترک رہے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر کی رائے ہمیشہ درست ہوتی ہے اور ان کی زبان سے وہی کلام صادر ہوتا ہے' جو حق اور صواب ہو۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۹۹۸۔ ج ۶ ص ۸۲۰ پر مذکور ہے اور اس کی وہی شرح ہے' جو حدیث نمبر ۶۰۰۴ کی شرح کی گئی ہے۔

۳۰- بَابُ مَنْ اَعَادَ الْحَدِيْثَ ثَلَاثًا لِيُفْهَمَ عَنْهُ

جس شخص نے حدیث کو تین بار دہرایا تاکہ اس کو سمجھ لیا جائے

Marfat.com

یعنی جس شخص نے دین سے متعلق کلام کو تین بار دہرایا' تاکہ اس کو سمجھ لیا جائے' اس باب کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں سائل اور متعلم کا حال تھا اور اس باب میں تعلیم کے طریقہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات حدیث کو تین بار دہراتے تھے تاکہ اس کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔

عنوان باب کی وضاحت کے لیے امام بخاری نے ایک حدیث کا یہ قطعہ ذکر کیا:

فَقَالَ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا.

پس آپ نے فرمایا: سنو! اور جھوٹی بات' پھر آپ مسلسل اس کی تکرار کرتے رہے۔

جس حدیث کا یہ قطعہ ہے' وہ مکمل حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ (کبیرہ) کی خبر نہ دوں! مسلمانوں نے کہا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ کا شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا' آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ اٹھ کر بیٹھ گئے' پھر فرمایا: سنو! اور جھوٹی بات! آپ مسلسل اس کی تکرار کرتے رہے' حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش! آپ خاموش ہو جاتے۔ (صحیح البخاری: ۵۹۷۶-۲۶۵۴' صحیح مسلم: ۸۷' سنن ترمذی: ۱۹۰۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۶)

اس کے بعد امام بخاری نے ایک حدیث کا یہ قطعہ ذکر کیا:

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ بَلَّغْتُ؟ ثَلَاثًا.

حضرت ابن عمر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟

جس حدیث کا یہ ایک قطعہ ہے' وہ مکمل حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا: سنو! تمہارے علم میں وہ کون سا مہینہ ہے' جس کی حرمت سب سے زیادہ ہے؟ مسلمانوں نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ مہینہ نہیں ہے! آپ نے فرمایا: سنو! تمہارے علم میں وہ کون سا شہر ہے' جس کی سب سے زیادہ حرمت ہے؟ مسلمانوں نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ شہر نہیں ہے! آپ نے فرمایا: سنو! تمہارے علم میں وہ کون سا دن ہے' جس کی سب سے زیادہ حرمت ہے؟ مسلمانوں نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ دن نہیں ہے! آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو ایک دوسرے پر اس طرح حرام کر دیا ہے' جس طرح آج کے دن' اس شہر میں اور اس مہینہ کی حرمت ہے' یہ حرمت حقوق کے ماسوا ہے' آپ نے تین بار فرمایا: سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اور ہر بار مسلمان کہتے تھے: کیوں نہیں! ہاں! آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردنیں مارنا نہ شروع کر دینا۔ (صحیح البخاری: ۶۷۸۵' کتاب الحدود باب ظهر المومن حمیٰ الا فی حد او حق)

۹۴- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَنَسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا' وَاِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا.

[اطراف الحدیث: ۹۵-۶۲۴۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثمامہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' بے شک جب آپ سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے اور جب بات کرتے تو کسی (اہم) بات کو تین بار دہراتے۔

Marfat.com

(سنن ترمذی: ۲۷۲۳۔ ۳۶۴۰ شمائل ترمذی: ۲۲۴ سنن ابوداؤد: ۵۱۸۵ المستدرک ج ۴ ص ۲۷۳ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۱۶ المعجم الکبیر: ۸۰۹۵ مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۲۲۱ ج ۲۰ ص ۴۳۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں تین مرتبہ بات کو دہرانے کا ذکر ہے۔

۹۵- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنْ اَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّــهٗ كَانَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْــهُ ، وَاِذَا اَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ، سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن المثنی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثمامہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' جب آپ بات کرتے تو کسی (اہم) بات کو تین بار دہراتے تاکہ اسے سمجھ لیا جائے اور جب آپ کسی قوم کے پاس جاتے اور انہیں سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے۔

اس حدیث کے اطراف اور تخریج وہی ہیں' جو حدیث سابق (۹۴) کی ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدہ بن عبد اللہ الخزاعی البصری' ان سے امام مسلم کے علاوہ باقی ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں' امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۲۵۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد الصمد بن عبد الوارث البصری' یہ ۲۰۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد اللہ بن المثنی' یہ حسن بصری اور ان کے بیٹے سے روایت کرتے ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں' امام ابوداؤد نے کہا: میں ان کی احادیث روایت نہیں کرتا' امام بخاری' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے ان کی احادیث روایت کی ہیں (۴) ثمامہ بن عبد اللہ بن انس بن مالک الانصاری البصری' یہ اپنے دادا حضرت انس اور حضرت البراء رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے عبد اللہ بن المثنی اور معمر وغیرہ روایت کرتے ہیں' امام احمد اور امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے' ابن معین نے ان کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے (۵) پانچویں راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴)

تین بار سلام کرنے کی دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کی مجالس میں سے ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ناگاہ حضرت ابوموسیٰ اشعری آئے' گویا کہ وہ خوف زدہ تھے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر سے تین بار اجازت طلب کی' مجھے اجازت نہیں ملی تو میں لوٹ آیا' حضرت عمر نے کہا: تم کو آنے سے کس چیز نے منع کیا؟ میں نے کہا: میں نے تین بار اجازت طلب کی' مجھے اجازت نہیں ملی تو میں لوٹ آیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی اجازت طلب کرے تو تین بار اجازت طلب کرے' اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ لوٹ جائے' حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! تم اس حدیث پر ضرور کوئی گواہ پیش کرو گے' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: کیا تم میں سے کسی ایک نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اس کی شہادت وہ دے گا' جو لوگوں میں سب سے کم عمر ہے' حضرت ابوسعید نے کہا: پس میں لوگوں میں سب سے کم عمر تھا' میں ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۲۴۵ صحیح مسلم: ۲۱۵۳ سنن ابوداؤد: ۵۱۸۰ سنن ترمذی: ۲۶۹۰ سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۶ مصنف عبد الرزاق: ۱۹۴۲۳ سنن

Marfat.com

دارمی: ۲۶۳۲ ' صحیح ابن حبان: ۵۸۱۰ ' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۴)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں ہم سے ملاقات کے لیے تشریف لائے پس فرمایا: ''السلام علیکم ورحمة اللّٰه '' تو حضرت سعد نے بہت آہستہ آواز سے جواب دیا' قیس نے کہا: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے کی اجازت نہیں دے رہے؟ حضرت سعد نے کہا: چھوڑو' ان کو ہمیں زیادہ سلام کرنے دو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ''السلام علیکم ورحمة اللّٰه '' حضرت سعد نے پھر آہستہ سے جواب دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ''السلام علیکم ورحمة اللّٰه '' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ کر چلے گئے' اور حضرت سعد آپ کے پیچھے گئے' پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے سلام کرنے کو سن رہا تھا اور آپ کو جواب بھی دے رہا تھا اور میں (عمداً) پست آواز سے جواب دے رہا تھا تاکہ آپ ہمیں کثرت سے سلام کریں' قیس نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ واپس آ گئے' حضرت سعد نے آپ سے عرض کیا: آپ غسل کر لیں' سو آپ نے غسل کیا' پھر انہوں نے آپ کو زعفران یا عنابی رنگ میں رنگی ہوئی چادر پیش کی' آپ نے وہ چادر اوڑھ لی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنی صلوات اور رحمتیں نازل فرما' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا' جب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت سعد نے آپ کے قریب ایک دراز گوش لا کھڑا کیا' جس کے اوپر ایک چادر ڈالی ہوئی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو گئے' پھر حضرت سعد نے کہا: اے قیس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤ' حضرت قیس نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: سوار ہو جاؤ' میں نے (ادباً) انکار کیا' پھر آپ نے فرمایا: یا سوار ہو یا لوٹ جاؤ' انہوں نے بتایا: میں لوٹ گیا۔

امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کو عمر بن عبد الواحد اور ابن سماعہ نے امام اوزاعی سے مرسلاً روایت کیا ہے اور حضرت قیس بن سعد کا ذکر نہیں کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۸۵)

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اگرچہ یہ حدیث بعض طرق سے مرسلاً مروی ہے' تاہم کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ فقہاء احناف اور مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً حجت ہوتی ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی کام کے تکرار کی انتہاء تین کے عدد پر ہوتی ہے۔

۹۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ 'عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ' عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ ' فَاَدْرَكَنَا وَقَدْ اَرْهَقْنَا الصَّلٰوةَ 'صَلٰوةَ الْعَصْرِ' وَنَحْنُ نَتَوَضَّاُ' فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰى اَرْجُلِنَا ' فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از یوسف بن ماھک از عبد اللہ بن عمرو' انہوں نے کہا: ہم نے ایک سفر کیا' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے تھے' پھر آپ ہم سے آ کر مل گئے' اس وقت ہم نماز میں تاخیر کر چکے تھے' وہ عصر کی نماز تھی اور ہم وضو کر رہے تھے' تو ہم اپنے پیروں پر مسح کرنے لگے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پکار کر دو بار یا تین بار فرمایا: (بے دھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت تین مرتبہ فرمانے میں ہے' اس حدیث کی تخریج اور اس کی شرح صحیح البخاری: ۶۰ میں بیان کی جا چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

۳۱- بَابُ تَعْلِيْمِ الرَّجُلِ اَمَتَهٗ وَاَهْلَهٗ — کسی شخص کا اپنی باندی اور اپنی اہلیہ کو تعلیم دینا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں عام تعلیم کا ذکر تھا اور اس باب میں خاص تعلیم کا ذکر ہے۔

۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ قَالَ عَامِرٌ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَحَقَّ مَوَالِيْهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَةٌ فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ اَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محاربی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صالح بن حیان نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ عامر الشعبی نے کہا: مجھے ابو بردہ نے حدیث بیان کی' از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین (قسم کے) لوگوں کے لیے دو اجر ہیں: (۱) وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا (۲) وہ مملوک غلام جس نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا اور اپنے مالکوں کا حق ادا کیا (۳) اور وہ شخص جس کے پاس ایک باندی تھی اس نے اس کو ادب سکھایا تو اچھا ادب سکھایا اور اس کو تعلیم دی تو اچھی تعلیم دی' پھر اس کو آزاد کر دیا' پھر اس سے نکاح کر لیا تو اس کو دو اجر ملیں گے۔

ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ اَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيْمَا دُوْنَهَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ. [اطراف الحدیث: ۲۵۴۴- ۲۵۴۷- ۲۵۵۱- ۳۰۱۱- ۳۴۴۶- ۵۰۸۳]

پھر عامر نے کہا: ہم نے تم کو یہ حدیث بغیر کسی معاوضہ کے سنائی ہے' بے شک اس سے کم عبارت کی حدیث کے سننے کے لیے مدینہ کا سفر کیا جاتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۴' سنن ابوداؤد: ۲۰۵۳' سنن ترمذی: ۱۱۱۶' سنن ابن ماجہ: ۱۹۵۶' سنن نسائی: ۳۳۴۴' مصنف عبد الرزاق: ۱۳۱۱۲' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۰۳' سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲۸' شعب الایمان: ۸۶۰۸' مسند الحمیدی: ۷۶۸' سنن سعید بن منصور: ۹۱۲- ۹۱۳' سنن دارمی: ۲۲۴۴' الادب المفرد: ۲۰۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۵۰۲' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۳۱' المحلی ج ۹ ص ۵۰۵' شرح السنۃ: ۲۶' المعجم الاوسط: ۵۸۷۱- ۳۰۷۳- ۱۸۸۹' المعجم الصغیر: ۱۱۳' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۸۸' مسند ابو یعلیٰ: ۷۳۰۸' الآداب للبیہقی: ۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۵۳۲- ج ۳۲ ص ۲۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت باندی کو تعلیم دینے میں ہے کیونکہ اس میں بیوی کو تعلیم دینے کا کوئی ذکر نہیں ہے' البتہ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جب باندی کو تعلیم دینا جائز ہے تو بیوی جو آزاد عورت ہے اس کو مسائل دینیہ کی تعلیم کی زیادہ ضرورت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) المحاربی عبد الرحمان بن محمد بن زیاد الکوفی' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابو حاتم نے کہا: جب یہ ثقات سے حدیث بیان کریں تو صدوق ہیں' یہ مجہولین سے احادیث منکرہ بیان کرتے ہیں تو ان کی حدیث میں فساد آ جاتا ہے' یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) صالح بن حیان الکوفی' ان کے طبقہ میں ان کا ہم نام صالح بن حیان القرشی ہے' لیکن وہ ضعیف راوی ہے' یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عامر بن شراحیل الشعبی (۵) ابو بردہ عامر الاشعری الکوفی (۶) حضرت عبد اللہ بن قیس

Marfat.com

الاشعری رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۷۷)

جن اہل کتاب کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے دگنا اجر ملے گا' اس سے مراد عہد رسالت کے اہل کتاب ہیں یا قیامت تک کے اہل کتاب ہیں

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شخص جو اہل کتاب سے ہو' وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا ہو اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لایا ہو' اس کے لیے بھی دو اجر ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس کے مصداق میں اختلاف ہے' ان سے مراد وہ اہل کتاب ہیں' جو اپنے نبی کے لائے ہوئے دین پر بغیر کسی تبدیل اور تحریف کے قائم رہے' حتیٰ کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو گئے' پھر وہ آپ پر بھی ایمان لے آئے' سو ان کے لیے دو اجر ہوں گے اور جن لوگوں نے اپنے نبی کے دین کو تبدیل کر دیا یا اس میں تحریف کر دی' ان کے لیے اپنے دین کا کوئی اجر باقی نہیں رہا' ان کو صرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا اجر ملے گا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں عموم مراد ہو کیونکہ یہ بعید نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ان کے لیے دہرے اجر کا مقتضی ہو' ایک مرتبہ ان کے ان نیک اعمال پر جو انہوں نے اس نبی کے دین میں کیے' خواہ وہ تبدیل اور تحریف کرنے والے ہوں کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ کفار کے نیک اعمال اسلام لانے کے بعد مقبول ہوتے ہیں اور ایک مرتبہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۷۹)

حافظ ابن حجر کے نزدیک اس سے قیامت تک کے اہل کتاب مراد ہیں' اس پر ان کے دلائل

اس مسئلہ کو حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں لفظ ''کتاب'' عام ہے اور اس کا معنی خاص ہے' یعنی وہ کتاب جو اللہ کے پاس سے نازل کی گئی ہو اور اس سے مراد تورات اور انجیل ہے' جیسا کہ ظاہر کتاب اور سنت میں کتاب کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف انجیل ہے' جب کہ ہم یہ کہیں کہ نصرانیت یہودیت کے لیے ناسخ ہے' جیسا کہ ایک جماعت نے اس کو مقرر رکھا ہے اور نسخ کی شرط کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالاتفاق بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے' ان میں سے جس نے حضرت عیسیٰ کی دعوت کو قبول کر لیا' وہ حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب ہو گئے اور جنہوں نے ان کی تکذیب کی اور یہودیت پر قائم رہے' وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے والے نہ تھے اور یہ حدیث ان کو شامل نہیں ہے' کیونکہ اس میں شرط ہے کہ وہ اہل کتاب اپنے نبی پر ایمان لانے والے ہوں' ہاں! جو بنی اسرائیل کے علاوہ یہودیت میں داخل ہوا یا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھا اور اس کو آپ کی دعوت نہیں پہنچی' اس پر یہ صادق آئے گا کہ وہ یہودی مومن ہے' کیونکہ وہ اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور اس نے کسی دوسرے نبی کی تکذیب نہیں کی' پس ان میں سے جن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو پا لیا اور آپ پر ایمان لے آیا' وہ بلاشبہ اس حدیث کی بشارت میں داخل ہے اسی طرح وہ عرب ہیں' جو یمن وغیرہ میں تھے' ان میں سے لوگ یہودیت میں داخل ہوئے اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی کیونکہ وہ خصوصاً بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے' ہاں! ان یہودیوں کے متعلق اشکال ہوگا' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور یہ ثابت ہے کہ جو آیت اس حدیث کے موافق ہے' وہ یہ ہے:

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا. ان کو ان کے صبر کرنے کی وجہ سے دگنا اجر دیا جائے گا۔

(القصص: ۵۴)

یہ آیت ایمان لانے والوں کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی تھی' جن میں حضرت عبداللہ بن سلام کی مثل لوگ تھے۔

امام طبرانی نے حضرت رفاعہ قرظی سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان لوگوں کے متعلق جو میرے ساتھ ایمان لائے تھے۔ (المعجم الکبیر: ۴۵۶۴ - ج ۵ ص ۵۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت) اور امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ علی بن رفاعہ القرظی سے روایت کیا ہے کہ دس اہل کتاب میں میرے والد رفاعہ بھی تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس وہ ایمان لے آئے پھر ان کو ایذاء دی گئی' تب یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ○ (القصص: ۵۲) وہ لوگ جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی' وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں ○

سو یہ لوگ بنو اسرائیل میں سے تھے اور حضرت عیسیٰ پر ایمان نہیں لائے تھے بلکہ یہودیت پر برقرار رہے تھے' حتیٰ کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور یہ ثابت ہے کہ ان کو دو اجر دیئے جائیں گے۔

(المعجم الکبیر: ۴۵۶۳ - ج ۵ ص ۵۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ طیبی نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث کو اپنے عموم پر برقرار رکھا جائے کیونکہ یہ بعید نہیں ہے کہ ان کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ان کے ادیان کے قبول ہونے کا سبب بن جائے' اگرچہ وہ دین منسوخ ہو چکے ہیں (علامہ طیبی کی عبارت ختم ہوئی)۔

(حافظ عسقلانی کہتے ہیں:) میں عنقریب اس بات کو ذکر کروں گا' جس سے اس کی تائید ہوتی ہے اور جو یہودی مدینہ میں تھے' ان کے متعلق یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی' کیونکہ وہ اکثر شہروں میں نہیں گئے تھے' سو وہ اپنی یہودیت پر ثابت رہے اور اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھے رہے' یہاں تک کہ اسلام آ گیا' پھر وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے' اس تقریر سے ان شاء اللہ اشکال دور ہو جائے گا۔

فوائد

پہلا فائدہ: ابن التین وغیرہ کی شرح میں مذکور ہے کہ یہ آیت مذکور وکعب الاحبار اور حضرت عبداللہ بن سلام کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور یہ قول حضرت عبداللہ بن سلام کے متعلق تو صحیح ہے' لیکن کعب کے متعلق خطاء ہے کیونکہ وہ صحابی نہیں ہیں اور وہ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں اسلام لائے تھے اور طبری وغیرہ کی تفسیر میں قتادہ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ قول درست ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن سلام پہلے یہودی تھے' پھر اسلام لے آئے اور حضرت سلمان فارسی پہلے نیسائی تھے' پھر مسلمان ہو گئے اور یہ دونوں مشہور صحابی ہیں۔

دوسرا فائدہ: علامہ قرطبی نے لکھا ہے: وہ اہل کتاب جس کو دو اجر دیئے جائیں گے' یہ وہ ہے جس کا ابتداء میں عقیدہ برحق تھا اور وہ اسی پر قائم رہا' حتیٰ کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا' سو اس کو پہلی بار حق کی اتباع پر بھی اجر دیا جائے گا اور دوسری بار بھی (علامہ قرطبی کی عبارت ختم ہوئی)۔

اس پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف مکتوب لکھا: تم اسلام لے آؤ' اللہ تم کو دو اجر عطا فرمائے گا' حالانکہ ہرقل نصرانیت میں اس کے تبدیل اور تحریف کے بعد داخل ہوا تھا اور میں اس سے پہلے اس کے متعلق شیخ الاسلام علامہ بلقینی کی بحث لکھ چکا ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث ہرقل میں جو ہرقل کو دو اجر دینے کی توجیہ لکھی ہے' وہ یہ ہے:

Marfat.com

ھرقل کو دو اجر عطا کیا جانا' اس وجہ سے فرمایا کہ وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا' پھر سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لاتا' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے لیے دگنے اجر کا اس لیے فرمایا ہو کہ ایک اجر اس کے اپنے اسلام لانے کی وجہ سے ہوتا اور ایک اجر اس لیے ہوتا کہ اس کی اتباع میں اس کے ماتحت لوگ اور پیروکار بھی اسلام لے آتے' اور اس آیت سے ہمارے شیخ' شیخ الاسلام نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ ہر وہ شخص جو اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرے' اس سے نکاح کرنا اور اس کا ذبیحہ کھانا اہل کتاب کے حکم میں ہے' کیونکہ ھرقل اور اس کی قوم بنی اسرائیل میں سے نہیں تھے اور وہ تبدیل اور تحریف کے بعد نصرانیت میں داخل ہوئے تھے' اور نبی ﷺ نے اس کے اور اس کی قوم کے لیے' "یا اھل الکتب" فرمایا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ان کے لیے اہل کتاب کا حکم ہے' اس کے برخلاف بعض علماء نے اہل کتاب کے اس حکم کو اسرائیلیوں کے ساتھ خاص رکھا ہے یا ان کے ساتھ خاص کیا ہے' جن کے متعلق معلوم ہو کہ ان کے اسلاف یہودیت یا نصرانیت میں تبدیل اور تحریف سے پہلے داخل ہوئے تھے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۱۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

تیسرا فائدہ: داؤدی اور ان کے متبعین نے کہا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دگنے اجر کا یہ حکم سابقہ امتوں کے تمام ان لوگوں کو شامل ہو' جنہوں نے کوئی نیک کام کیا ہو' جیسا کہ حکیم بن حزام جب اسلام لائے تو آپ نے فرمایا: تم نے اپنی پچھلی خیر کو سلامت رکھا ہے' لیکن یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث اہل کتاب کے ساتھ مقید ہے' لہٰذا یہ دوسروں کو شامل نہیں ہوگی' سوا اس کے کہ خیر کو ایمان پر قیاس کیا جائے' نیز اس میں نکتہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا ہو' اس سے معلوم ہوا کہ دگنے اجر کی علت یہ ہے کہ وہ دونبیوں پر ایمان لایا ہو' اور کفار اس طرح نہیں ہیں' کفار اور اہل کتاب میں فرق یہ ہے کہ اہل کتاب سیدنا محمد ﷺ کو پہچانتے تھے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ. وہ (نبی امی کو) اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (الاعراف: ۱۵۷)

پس ان میں سے جو آپ پر ایمان لایا اور اس نے آپ کی اتباع کی اس کو دوسروں پر فضیلت ہے' اسی طرح ان میں سے جس نے آپ کی تکذیب کی' اس کا گناہ دوسروں سے زیادہ شدید ہوگا' حدیث میں جن تین قسم کے لوگوں کے لیے دائمی اجر کا فرمایا ہے' یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے' ہمارے شیخ علامہ بلقینی کی یہی تحقیق ہے' اس کے برخلاف علامہ کرمانی نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم آپ کی بعثت کے ساتھ مخصوص ہے' کیونکہ آپ کی بعثت کے بعد صرف آپ ہی نبی ہیں' اب اگر کوئی یہودی یا عیسائی' آپ پر ایمان لے آئے تو اس کو دگنا اجر نہیں ملے گا۔ (شرح الکرمانی ج ۲ ص ۸۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ) لیکن علامہ کرمانی کا یہ قول اس شخص کے متعلق کیسے صحیح ہوگا' جس تک نبی ﷺ کی دعوت نہ پہنچی ہو' اس لیے ہمارے شیخ کی تحقیق ہی ظاہر ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۴۴۔ ۶۴۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین عینی کے نزدیک اس سے مراد صرف عہد رسالت کے اہل کتاب ہیں' اس پر ان کے دلائل

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے حافظ عسقلانی کی اس تحقیق سے اختلاف کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے جو اب ایمان لائے گا' اس کو دو اجر نہیں ملیں گے' یہ حکم اس اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے' جو آپ کی بعثت کے وقت آپ پر ایمان لایا' اس پر یہ صادق آئے گا کہ وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور آپ پر بھی ایمان لایا اور آپ کی بعثت کے بعد تو ہر نبی کی دعوت منقطع ہو چکی ہے' اب صرف آپ ہی کی نبوت ہے اور آپ کی بعثت کے بعد اہل کتاب کے لیے ہمارے نبی کے سوا اور کوئی نبی نہیں ہے کیونکہ آپ کی بعثت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت منقطع ہو چکی ہے' اس لیے آپ کی بعثت کے بعد جو آپ پر ایمان لائے گا' وہ صرف ایک

Marfat.com

اجر کا مستحق ہوگا اور وہ آپ پر ایمان لانے کی وجہ سے ہوگا' اور باقی دو لوگ جو ہیں یعنی جو غلام اپنے مالک کی بھی خدمت کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرے اور جو شخص اپنی باندی کو تعلیم دے کر آزاد کرے' پھر اس سے شادی کر لے' ان کے لیے دگنے اجر کا یہ حکم قیامت تک جاری رہے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۱۔۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دیوبندی شارحین بخاری کے نزدیک اس سے مراد قیامت تک کے اہل کتاب ہیں

شیخ سلیم اللہ خان نے حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی عبارات وضاحت سے لکھنے کے بعد اس طرح محاکمہ کیا ہے:

صحیح بات وہی ہے' جو علامہ بلقینی فرما رہے ہیں کہ یہ حکم عام ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

(کشف الباری ج ۳ ص ۶۰۷' جامعہ فاروقیہ' کراچی' ۱۴۲۶ھ)

سید احمد رضا بجنوری (دیوبندی) لکھتے ہیں:

یہ جواب شیخ الاسلام کے نظریہ پر ہی چل سکتا ہے کہ اہل کتاب کے ایمان لانے کا معاملہ وہ قیامت تک مستمر مانتے ہیں مگر کرمانی نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی زمانہ بعثت کے ساتھ مخصوص ہے' کیونکہ بعد بعثت تو سب کے نبی صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت عام ہے۔

علامہ کرمانی کی یہ دلیل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر زمانہ بعثت کے ساتھ خاص کریں گے تو یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ بعثت کے بھی سب لوگوں پر پوری نہ اترے گی یعنی جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت نہ پہنچی ہوگی اور اگر ان لوگوں کو مراد لیں' جن کو دعوت نہ پہنچی ہو تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ بعثت اور بعد زمانہ بعثت میں کیا فرق رہا! لہٰذا شیخ الاسلام کی تحقیق زیادہ صاف ہے۔

(انوار الباری ج ۵ ص ۱۷۰' ادارہ تالیفات اشرفیہ' ملتان)

شیخ تقی عثمانی کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ حکم قیامت تک کے اہل کتاب کے لیے عام ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہی صورت اہل کتاب کے ساتھ تھی کہ ان کا علم ان کے راستہ میں رکاوٹ بن رہا تھا' لیکن جب اس رکاوٹ کو خاطر میں نہ لا کر اس رکاوٹ کو عبور کر کے آدمی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا تو یہ ایمان مشقت کے ساتھ ہوا' لہٰذا اس ایمان پر دہرا اجر ملے گا۔

(انعام الباری ج ۲ ص ۱۳۵' مکتبۃ الحراء' کراچی)

مصنف کے نزدیک اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں' جو آپ کی بعثت سے پہلے قرآن مجید پر------ اور آپ کی رسالت پر ایمان لا چکے تھے

مصنف کا یہ نظریہ ہے کہ تمام اہل کتاب کے لیے یہ حکم عام نہیں ہے' لیکن مصنف کی دلیل وہ نہیں ہے' جو علامہ کرمانی اور علامہ عینی نے قائم کی ہے' مصنف کی دلیل وہ ہے' جو "تبیان القرآن" میں قائم کی گئی ہے۔ اس دلیل کی تقریر سے پہلے قرآن مجید کی ان دو آیتوں کو پیش نظر رکھیں' جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ○ وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ○ اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا. (القصص: ۵۴۔۵۲)

جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی' وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں○ اور جب ان پر اس (کتاب) کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے' ہم اس سے پہلے ہی مسلمین اور اطاعت شعار ہو چکے تھے○ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے اعمال

Marfat.com

کا دگنا اجر دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا۔

ان آیات کی تفسیر میں ہم نے لکھا ہے:

قرآن مجید میں چونکہ "من قبله" کی قید ہے یعنی وہ اہل کتاب جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت یا قرآن مجید کے نزول سے پہلے اپنی کتابوں میں ہمارے نبی اور قرآن مجید کی بشارت کا پڑھ کر آپ پر یا قرآن مجید پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کے ظہور کے بعد انہوں نے اسلام قبول کرلیا' سو دگنے اجر کی بشارت صرف ان کے لیے ہے' قیامت تک کے تمام اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کے لیے نہیں ہے۔ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ' علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے ان کو دگنے اجر دیئے جانے کی یہی وجہ لکھی ہے کہ یہ لوگ بعثت سے پہلے بھی ہمارے نبی پر ایمان لائے اور بعثت کے بعد بھی ہمارے نبی پر ایمان لائے' اس وجہ سے ان کو دگنا اجر ملے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۶۰۷' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۷۴' تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۷ ص ۳۰۷' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۲۱' روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۴۰-۱۳۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

(تبیان القرآن ج ۸ ص ۸۲۶' القصص: ۵۳' فرید بک سٹال لاہور۔ ۲)

دگنے اجر کی کیفیت اور ان تین قسم کے لوگوں کو دگنا اجر عطا فرمانے کی خصوصیت

ان تین قسم کے لوگوں کو دہرے اور دگنے اجر عطا فرمانے کا محمل یہ ہے کہ جس عبادت کا اجر ہمیں دس گنا عطا کیا جائے' ان کو اس عبادت کا اجر بیس گنا عطا کیا جائے گا اور جس عبادت کا اجر ہمیں ستر گنا عطا کیا جائے گا' ان کو اس کا اجر ایک سو چالیس گنا عطا کیا جائے گا۔ وعلی هذا القیاس۔

ان تین لوگوں کو دگنا اجر اس لیے عطا کیا جائے گا کہ ان کی مشقت بھی دگنی ہے' چنانچہ جو اہل کتاب پہلے اپنے نبی پر ایمان لائے گا' پھر ہمارے نبی پر ایمان لائے گا' اس کو ان دوسرے اہل کتاب کی سخت مخالفت کا سامنا ہوگا' جو ہمارے نبی پر ایمان نہیں لائے' اور جو غلام اپنے مالک کی بھی اطاعت کرے اور اللہ تعالیٰ کی بھی عبادت کرے' اس کی دگنی مشقت بالکل واضح ہے' اسی طرح جو شخص اپنی باندی کو تعلیم اور تربیت دے' پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرلے' اس کی مشقت اس طرح ہے کہ اب وہ بیوی سے باندی والی خدمات نہیں لے سکتا۔

عامر شعبی کبار تابعین میں سے ہیں' انہوں نے خراسانی کو یہ حدیث سنا کر کہا کہ علم کا مرکز چونکہ مدینہ منورہ ہے' جہاں خلفاء راشدین اور فقہاء صحابہ ہیں' اس لیے ہم اس سے بھی کم مسئلہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے پہلے مدینہ کا سفر کیا کرتے تھے اور تم کو بغیر مشقت اٹھائے یہ مسئلہ معلوم ہوگیا۔

اس حدیث میں خواتین کو تعلیم دینے کی دلیل ہے' کیونکہ اس شخص کو دگنا اجر ملے گا' جو اپنی باندی کو تعلیم دے اور ادب سکھائے۔ صحیح البخاری: ۹۸ میں اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت آئے گی' ان شاء اللہ۔

۳۲- بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءَ وَتَعْلِيمِهِنَّ امام کا خواتین کو نصیحت کرنا اور ان کو تعلیم دینا

امام خواتین کو اخروی انجام کی یاد دلائے اور ان کو دین کے احکام اور عقائد اور مسائل کی تعلیم دے اور ادب سکھائے اور خصوصاً ان کو عورتوں کے مخصوص مسائل کی تعلیم دے۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ باب سابق میں یہ ذکر تھا کہ ایک شخص اپنی باندی اور بیوی کو تعلیم دے اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ امام عام خواتین کو تعلیم دے' لہٰذا باب سابق میں خاص تعلیم کا ذکر تھا اور اس باب میں عام تعلیم کا

Marfat.com

ذکر ہے اور امام سے مراد ملک یا شہر کا سربراہ ہے یا شہر کا قاضی یا مفتی یا علاقہ کا بڑا عالم دین۔

۹۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَوْ قَالَ عَطَاءٌ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ، وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از ایوب' انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق شہادت دیتا ہوں' یا عطاء نے کہا: میں حضرت ابن عباس کے متعلق شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے' آپ نے یہ گمان کیا کہ آپ نے خواتین کو وعظ نہیں سنایا ہے' تو آپ نے ان کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا' پھر خاتون اپنے کانوں کی بالیاں اور انگوٹھی (حضرت بلال کی جھولی میں) ڈالتی اور حضرت بلال کپڑے کی ایک طرف کو پکڑے ہوئے تھے۔

وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءٍ، وَقَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اسماعیل نے کہا از ایوب از عطاء' اور کہا: از ابن عباس' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گواہی دیتا ہوں۔

[اطراف الحدیث: ۸۶۳-۹۶۴-۹۷۵-۹۷۷-۹۷۹-۹۸۹-۱۴۳۱-۱۴۴۹-۴۸۹۵-۵۲۴۹-۵۵۸۱-۵۸۸۰-۵۸۸۳-۷۳۲۵]

(صحیح مسلم: ۸۸۴' سنن ابوداؤد: ۱۱۴۳-۱۱۴۲' سنن نسائی: ۱۵۸۵-ج ۳ ص ۱۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۴' مسند ابویعلیٰ: ۲۰۱۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۵۸' مسند الحمیدی: ۴۷۶' سنن دارمی: ۱۶۱۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۳۵۸-ج ۵ ص ۳۵۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سلیمان بن حرب الازدی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ایوب سختیانی' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عطاء بن ابی رباح مسلم المکی القرشی' حضرت عثمان کی خلافت کے آخر میں پیدا ہوئے' انہوں نے کہا: میں حضرت عثمان کی شہادت کے وقت سمجھ والا تھا' یہ کبار تابعین میں سے تھے اور مفتی تھے' ۸۰ سال کی عمر گزار کر ۱۱۵ھ میں فوت ہو گئے (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۴)

صدقہ کا معنی' صدقہ کی اقسام' صدقہ کی فضیلت اور عورت کا اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا

اس حدیث میں صدقہ کرنے کا ذکر ہے' جو مال ثواب آخرت کے لیے خرچ کیا جائے' وہ صدقہ ہے' زکوٰۃ' قربانی اور نذر معین صدقہ واجبہ ہے' اس کے علاوہ صدقاتِ نافلہ ہیں' اس حدیث میں صدقاتِ نافلہ کا ذکر ہے۔

نیز اس حدیث میں ''القرط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کانوں میں پہننے والی بالیاں' خواہ سونے کی ہوں یا چاندی کی۔

نبی ﷺ نے خواتین کو صدقہ کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ آپ نے اکثر خواتین کو دوزخ کے عذاب میں دیکھا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر یا عید الاضحیٰ میں عید گاہ گئے' آپ خواتین کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے خواتین کی جماعت! صدقہ کیا کرو' کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے تم میں سے اکثر اہل دوزخ ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۰۴' صحیح مسلم: ۷۹' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۹' سنن نسائی: ۱۵۷۶' سنن ابن ماجہ: ۱۲۸۸)

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت مسلمان بہت تنگی اور غربت کا شکار تھے اور ان کو مدد کی ضرورت تھی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی صدقہ میں ایجاب اور قبول کی ضرورت نہیں ہوتی' حضرت بلال اپنی جھولی پھیرتے جاتے تھے اور خواتین سے کچھ کہے بغیر ان کے سامنے سے گزرتے اور وہ اس میں اپنے زیورات ڈال دیتیں' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقاتِ عامہ کو سربراہِ ملک اپنی صواب دید سے خرچ کرتا ہے اور یہ کہ صدقات دوزخ سے نجات کا سبب بن جاتے ہیں' اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ عورت اپنے مال کو شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کر سکتی ہے۔ اس پر اعتراض ہے کہ اس کے معارض یہ احادیث ہیں:

عورت کے اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے کی ممانعت میں احادیث

عمرو بن شعیب اپنے والد (شعیب) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی عورت کا شوہر اس کی عصمت اور اس کی حفاظت کا مالک ہو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مال میں کوئی حکم نافذ کرے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۴۶' سنن نسائی: ۳۷۶۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۶۰' المستدرک ج ۲ ص ۴۷' کنز العمال: ۴۴۷۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے لیے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر عطیہ دینا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۴۷' سنن نسائی: ۲۵۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۶۰' الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۶۰' شرح السنۃ ج ۴ ص ۴۱۷' کنز العمال: ۴۵۷۹۱)

احادیث مذکورہ کے جوابات

(۱) جس حدیث سے ہم نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ عورت اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کر سکتی ہے' وہ ''صحیح بخاری'' کی حدیث ہے اور اس کے خلاف جو احادیث ہیں' وہ سنن کی احادیث ہیں اور وہ ''صحیح بخاری'' سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

(۲) سنن کی مذکورہ احادیث اگر صحیح ہوں تو وہ اس پر محمول ہیں کہ افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ عورت اپنے مال میں سے بھی شوہر کی اجازت سے خرچ کرے اور اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا اگرچہ جائز ہے' مگر خلاف اولیٰ ہے۔

(۳) عورت اپنے مال کے تہائی حصہ کو شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کر سکتی ہے اور ''صحیح البخاری'' کی یہ حدیث اسی پر محمول ہے اور اپنے کل مال کو شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتی' جس طرح وصیت میں ہوتا ہے اور سنن کی احادیث اسی پر محمول ہیں۔

(۴) جس طرح شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر عورت کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' لیکن اگر اس نے روزہ رکھ لیا تو وہ روزہ ہو جائے گا' اسی طرح شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا اپنے مال سے صدقہ کرنا جائز نہیں ہے' لیکن اگر اس نے صدقہ کر دیا تو وہ ادا ہو جائے گا' اسی طرح اگر وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلی اور خرید و فروخت کی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

Marfat.com

عورت کے اپنے مال میں آزادانہ تصرف کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو اپنے مال میں تصرف کرنے کی اجازت دی ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ. (البقرہ:۲۳۷)

اگر تم عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دو اور تم ان کا مہر مقرر کر چکے ہو تو مقررہ مہر کا نصف ان کو دے دو' یہ اور بات ہے کہ وہ اس نصف مہر کو بھی از خود معاف کر دیں۔

یعنی عورت اپنے مال (نصف مہر) میں اپنی مرضی سے تصرف کر کے اپنے سابق شوہر کو دے سکتی ہے۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓــًٔا مَّرِيْٓــًٔا۝ (النساء:۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو' ہاں! اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کی کچھ رقم چھوڑ دیں تو اس کو خوشی خوشی کھا لو۝

یعنی عورتیں اپنے مہر کے مال میں سے اپنی مرضی سے تصرف کر سکتی ہیں۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ. (البقرہ:۲۲۹)

اگر عورت خلع حاصل کرنے کے لیے اپنے مال میں سے کچھ فدیہ دے تو شوہر اور عورت پر کچھ حرج نہیں ہے۔

ان تمام آیات سے واضح ہوتا ہے کہ عورت اپنے مال میں اپنی مرضی سے تصرف کر سکتی ہے اور سنن کی مذکور الصدر احادیث چونکہ ان آیات کے خلاف ہیں' اس لیے وہ معلل ہیں اور حدیث معلل ضعیف ہوتی ہے' اس لیے ''صحیح بخاری'' کی حدیث صریح کے مقابلہ میں ان کو ترک کر دیا جائے گا۔

عورت کے اپنے مال میں آزادانہ تصرف کرنے کے ثبوت میں احادیث صحیحہ

اسی طرح سنن کی یہ احادیث درج ذیل احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہیں:

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو' ورنہ تمہارے لیے بھی تھیلی کو باندھ دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری:۱۴۳۳)

دوسری روایت میں فرمایا: تم گن گن کر نہ دو' ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: تم جمع نہ کرو' ورنہ اللہ بھی تم پر جمع کرے گا' تم جتنا خرچ کر سکتی ہو خرچ کرو۔ (صحیح البخاری:۱۴۳۴' صحیح مسلم:۱۰۲۹' سنن نسائی:۲۵۴۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ھند بنت عتبہ بنت ربیعہ آئیں اور کہنے لگیں: یا رسول اللہ! بے شک ابوسفیان کم خرچ ہیں' کیا مجھ پر کوئی حرج ہے اگر میں ان کے مال سے اپنے عیال (بچوں) کو کھلاؤں؟ آپ نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے' اگر تم دستور کے مطابق ان کو کھلاؤ۔ (صحیح البخاری:۲۴۶۰' صحیح مسلم:۱۷۱۴' سنن ابوداؤد:۳۵۳۳' سنن نسائی:۵۴۳۵' مسند احمد ج۶ ص ۳۹)

جب شوہر کے مال سے بھی عورت اس کی اجازت کے بغیر خرچ کر سکتی ہے تو اپنے مال سے تو بہ طریق اولیٰ خرچ کر سکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کی دی ہوئی چیز کو حقیر نہ سمجھے' خواہ وہ بکری کے کھر کا کنارہ ہو۔ (صحیح البخاری:۶۰۱۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی عورت اپنی پڑوسن کو شوہر کی اجازت کے بغیر بھی کوئی ہدیہ دے سکتی ہے۔

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے مال میں بھی تصرف کر سکتی ہے اور اپنے مال میں

Marfat.com

بھی تصرف کر سکتی ہے اور "سنن ابوداؤد" اور "سنن بیہقی" کی مذکور الصدر احادیث چونکہ ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں' اس لیے وہ معلل اور ضعیف ہیں اور وہ ان احادیث صحیحہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

* اس حدیث میں عورتوں کو تعلیم دینے کا بھی ثبوت ہے' اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت تفصیل سے لکھا ہے' دیکھئے: شرح صحیح مسلم: ۸۷-۳ ۔ ج ۷ ص ۹۷۲-۹۵۲' اس کے بعض عنوان یہ ہیں: (۱) تعلیم نسواں اور عورتوں کے لکھنے کے متعلق خصوصی احادیث' (۲) عورتوں کے لکھنے کے جواز پر فقہاء اسلام کی تصریحات (۳) مانعین کے شبہات اور ان کے جوابات۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۴۲ ۔ ج ۲ ص ۶۶۲ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۳- بَابُ الْحِرْصِ عَلَى الْحَدِيْثِ — حدیث کی حرص

یہ باب حدیث کی تحصیل کی حرص کے بیان میں ہے' لغت میں حدیث کا معنی قدیم کے مقابلہ میں ہے یعنی جدید اور نئی چیز' اور عرف میں حدیث کا معنی کلام ہے' اور عرف شرع میں حدیث کا معنی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال' آپ کے افعال' آپ کی صفات اور آپ کے احوال' اور آپ کی تقریرات یعنی آپ کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو رد نہ فرمائیں' بلکہ اس کو مقرر اور ثابت رکھیں۔

باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں عورتوں کو تعلیم دینے کا بیان تھا' اور وہ بھی تعلیم خاص ہے اور اس باب میں حضرت ابوہریرہ کے ایک سوال کا جواب ہے اور یہ بھی تعلیم خاص ہے۔

۹۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ' عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي عَمْرٍو' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَنْ لَّا يَسْاَلَنِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَحَدٌ اَوَّلُ مِنْكَ' لِمَا رَاَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ' اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ اَوْ نَفْسِهِ. [طرف الحدیث: ۶۵۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی عمرو از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: یارسول اللہ! یہ کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے حصول میں کون زیادہ کامیاب ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! بے شک میرا یہ گمان تھا کہ اس حدیث کے متعلق تم سے پہلے مجھ سے کوئی سوال نہیں کرے گا' کیونکہ حدیث کے اوپر تمہاری حرص مجھے معلوم ہے' قیامت کے دن میری شفاعت کے حصول میں سب سے زیادہ وہ شخص کامیاب ہوگا' جس نے خلوص قلب یا اخلاص نفس کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ پڑھا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۴۲' صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۶۹۹' الشریعۃ للآجری ص ۳۴۰' شرح السنۃ: ۴۳۳۶' السنۃ لابن ابی عاصم: ۸۲۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۸۵۸ ۔ ج ۱۴ ص ۴۴۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوہریرہ سے یہ ارشاد ہے کہ مجھے تمہاری حدیث پر حرص کا علم ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدالعزیز بن عبد اللہ القرشی العامری الاویسی المدنی الفقیہ' ان سے امام بخاری' امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی

Marfat.com

ہے ابوحاتم نے کہا: یہ مدنی صدوق ہیں (۲) سلیمان بن بلال' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عمرو بن ابی عمرو میسرہ المخزومی القرشی المدنی' انہوں نے حضرت انس بن مالک وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے امام مالک اور الدراوردی نے روایت کی ہے' امام ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابوحاتم نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں' اور یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ضعیف ہے' قوی نہیں ہے اور حجت نہیں ہے' یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) سعید بن ابی سعید المقبری (۵) حضرت ابوہریرہ عبدالرحمان بن صخر رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۹)

سعادت کا معنی اور آپ کی شفاعت کی سب سے زیادہ سعادت حاصل کرنے کی تفصیل

اس حدیث میں ''اسعد'' کا لفظ ہے' یہ ''سعد'' کا اسم تفضیل ہے' ''سعد'' کا معنی ہے: مبارک' یہ منحوس کی ضد ہے' بہت سارے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کی سعادت اور برکت حاصل ہوگی' لیکن مخلص مومن کو سب سے زیادہ سعادت حاصل ہوگی۔ (۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میدانِ محشر کی ہولناکی سے چھڑانے کے لیے تمام مخلوق کی شفاعت کریں گے (۲) بعض کفار کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت کریں گے' جیسے ابوطالب کے لیے (۳) بعض مؤمنین کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا' آپ ان کو دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کریں گے (۴) بعض مؤمنین دوزخ میں دخول کے مستحق ہوں گے' ان کو دوزخ میں داخل نہ کرنے کی شفاعت کریں گے (۵) بعض مؤمنین کو جنت میں بغیر حساب کے داخل کرنے کی شفاعت کریں گے (۶) بعض کے لیے درجات میں بلندی کی شفاعت کریں گے (۷) جن کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں گی' ان کو جنت میں داخل کرنے کی سفارش کریں گے۔ یہ سب لوگ آپ کی شفاعت کی سعادت حاصل کریں گے' لیکن سب سے زیادہ آپ کی شفاعت وہ حاصل کرے گا' جو خلوصِ قلب سے ایمان لایا ہو۔

شفاعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی' شفاعت میں مذاہب اور شفاعت میں اہل سنت کے مؤقف پر قرآن مجید اور احادیث سے دلائل

شفاعت کا لفظ شفع سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: ایک چیز کے ساتھ اس کی مثل ملانا' جیسے ایک رکعت کے ساتھ اس کی مثل ملائی جائے تو اس کو شفع (دوگانہ) کہتے ہیں' کوئی شخص کسی مکان کے ساتھ اس کی مثل ملائے تو اس کو ''شفعۃ'' کہتے ہیں' اور جب مجرم اپنے ساتھ کسی معاون کو ملائے تو اس کو شفاعت کہتے ہیں' اکثر شفاعت کا اطلاق اس پر ہوتا ہے' جب ادنیٰ شخص کسی اعلیٰ شخص کو اپنے ساتھ ملائے۔

اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکبین کو دوزخ سے بچانے اور ان کو دوزخ سے نکالنے کے لیے شفاعت ہوگی اور خوارج اور معتزلہ کبیرہ گناہ کے مرتکبین کے لیے شفاعت کے قائل نہیں ہیں' وہ کہتے ہیں کہ صرف صغائر کے لیے اور نیک لوگوں کے درجات میں بلندی کے لیے شفاعت ہوگی' ان کی دلیل اس قسم کی آیات ہیں:

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ○ (المدثر:۴۸) ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہیں دے گی○

مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ○ (المومن:۱۸) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا' نہ شفاعت کرنے والا جس کی شفاعت قبول کی جائے○

ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کی آیات کفار کے حق میں وارد ہیں اور یہ آیات مؤمنین مرتکبین کبائر کے لیے نہیں ہیں' اور مؤمنین مرتکبین کبائر کی شفاعت کا ثبوت اس قسم کی آیات سے ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اصحاب کبائر کی شفاعت کرتے ہوئے فرمایا:

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌO (ابراہیم:۳۶)

جس نے میری پیروی کی' وہ میرے طریقہ پر ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہےO

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًاO (النساء:۶۴)

اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں' اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں اور رسول ان کی شفاعت کریں تو یہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا' بے حد رحم فرمانے والا پائیں گےO

اور درج ذیل احادیث میں بھی شفاعت کی تصریح ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے' اور ہر نبی نے اس دعا کو دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس فرد کو حاصل ہوگی' جو اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرے گا۔

(صحیح مسلم:۱۹۹' سنن ترمذی:۳۶۰۲' سنن ابن ماجہ:۴۳۰۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۶)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ (سنن ابوداؤد:۴۷۳۹' سنن ترمذی:۲۴۳۶' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۹۰۔۱۷۔۱۰' مشکوٰۃ:۵۵۹۸' کامل ابن عدی ج ۱ ص ۳۴۲۔ج ۲ ص ۵۱۲۔ ج ۳ ص ۱۰۰۳' المعجم الکبیر:۱۱۴۵۴' السنۃ لابی عاصم ج ۲ ص ۳۹۹' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۴۴۶' صحیح ابن حبان:۲۵۹۶' کنز العمال:۳۹۰۵۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳)

شرح صحیح مسلم میں شفاعت کی بحث

شرح صحیح مسلم:۱۰۶۶۔ج ۲ ص ۶۱۔۳۸ میں ہم نے شفاعت پر بہت طویل بحث کی ہے' اس کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) شفاعت کا لغوی معنی (۲) شفاعت کا اصطلاحی معنی (۳) اہل قبلہ کے شفاعت میں نظریات (وہابیہ' دیابنہ' اہل سنت) (۴) خوارج کے شبہ کا ازالہ (۵) بعض مخالفین کے شبہ کا ازالہ (۶) انبیاء علیہم السلام کی حضور الوہیت میں وجاہت (۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضور الوہیت میں وجاہت قرآن سے (۸ آیات) (۸) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت احادیث سے' ۱۰' احادیث (۹) شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل' ۵۱' آیات (۱۰) شفاعت پر احادیث سے دلائل' ۴۰' احادیث (۱۱) اقسام شفاعت' ۹' اقسام (۱۲) نظریہ کفارہ مسیح اور شفاعت میں فرق۔

✻ تبیان القرآن میں بھی ہم نے شفاعت کے موضوع پر بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ (دیکھئے: ج ۷ ص ۳۸۱۔۴۳۸ طٰہٰ:۱۱۳۔۱۰۹)

۳۴- بَابُ كَیْفَ یُقْبَضُ الْعِلْمُ علم کو کس طرح اٹھا لیا جائے گا؟

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں حدیث کی حرص کا بیان ہے اور علم حدیث تمام انواع علوم میں سب سے اشرف اور افضل علم ہے اور اس باب میں علوم کے اٹھانے کا ذکر ہے' سو اس میں یہ تنبیہ ہے کہ اس سے پہلے کہ علوم اٹھا لیے جائیں' علم حدیث پر حرص کر کے اس کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر لیا جائے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس اثر معلق کا ذکر کیا ہے:

Marfat.com

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ اُنْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ ' فَاِنِّيْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ ' وَلَا يُقْبَلُ اِلَّا حَدِيْثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' وَلْيُفْشُوا الْعِلْمَ ' وَلْيَجْلِسُوْا حَتّٰى يُعَلَّمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ ' فَاِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتّٰى يَكُوْنَ سِرًّا.

اور عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر بن حزم کی طرف مکتوب لکھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث بھی ہے' اس کو تلاش کر کے لکھ لو' کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ علم مٹ جائے گا اور علماء (دنیا سے) چلے جائیں گے اور (پھر) صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو قبول کیا جائے گا اور علم کو پھیلاؤ' اور مجلس (تعلیم) منعقد کرو' حتیٰ کہ جس کو علم نہیں ہے اس کو تعلیم دی جائے کیونکہ علم اس وقت تک ضائع نہیں ہوگا حتیٰ کہ اس کو راز بنالیا جائے۔

اثر مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمر بن عبد العزیز کا بھی خلفاء راشدین مھدیین میں شمار کیا گیا ہے' ''کتاب الایمان'' میں ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(۲) ابوبکر بن حزم بن محمد بن حزم الانصاری المدنی ہیں' سلیمان بن عبد الملک اور عمر بن عبد العزیز نے ان کو قضا کا منصب دیا اور حج کا امیر بنایا اور ان کو مدینہ کا گورنر بنا دیا' یہ ڈاڑھی میں عنابی رنگ کا خضاب لگاتے تھے' یہ ۸۴ سال کی عمر گزار کر ہشام بن عبد الملک کی خلافت میں ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے' امام ترمذی کے سوا باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عمر بن عبد العزیز کا احادیث کی تدوین کا حکم دینا

اس تعلیق میں یہ بتایا ہے کہ احادیثِ نبویہ کی تدوین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی ہے' اس سے پہلے علماء حدیث اپنے حفظ پر اعتماد کرتے تھے' عمر بن عبد العزیز ۱۰۰ھ کی ابتداء میں خلیفہ مقرر ہوئے تھے' جب ان کو یہ خطرہ ہوا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو لکھ کر منضبط اور مدون نہ کیا گیا تو وہ ضائع ہو جائیں گی' کیونکہ علماء کے فوت ہونے سے ان کے ساتھ ساتھ علم بھی اٹھ رہا ہے تو انہوں نے احادیث کو تلاش کر کے انہیں لکھنے اور منضبط کرنے کا حکم دیا' ابونعیم نے ''تاریخ اصبہان'' میں اس قصہ کا ذکر کیا ہے۔ (اس تصریح سے معلوم ہوا کہ منکرین حدیث کا یہ پروپیگنڈا غلط ہے کہ اڑھائی سو سال بعد احادیث کی تدوین کی گئی۔ سعیدی غفرلہٗ)

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۴۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کے بعد امام بخاری لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ بِذٰلِكَ ' يَعْنِيْ حَدِيْثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ' اِلٰى قَوْلِهٖ ذَهَابَ الْعُلَمَاءِ.

ہمیں العلاء بن عبد الجبار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار' اس اثر کی یعنی عمر بن عبد العزیز کی حدیث' علماء کے (دنیا سے) جانے تک۔

اثر مذکور کے رجال کا تعارف

امام بخاری نے اس اثر کو روایت کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ اثر صرف تعلیقاً مروی نہیں ہے بلکہ موصولاً بھی مروی ہے۔

یہ اثر العلاء بن عبد الجبار سے مروی ہے' ابوحاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں' العجلی نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۲۱۲ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' امام مسلم نے ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

Marfat.com

اس اثر کے دوسرے راوی عبدالعزیز بن مسلم ہیں' امام بخاری نے ان سے متعدد احادیث روایت کی ہیں' یحییٰ بن معین اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یحییٰ بن اسحاق نے کہا: یہ ابدال میں سے تھے' امام ابن ماجہ کے سوا باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۶۷ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۹۶)

۱۰۰- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ' وَلٰكِنْ يَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ' حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا' اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا' فَسُئِلُوْا' فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ' فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ علم کو (اس طرح) نہیں اٹھائے گا کہ علم کو بندوں (کے سینوں) سے نکال لے' لیکن علماء کے اٹھانے سے علم کو اٹھالے گا' حتیٰ کہ جب وہ کسی عالم کو باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے' ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے' پس خود بھی گم راہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گم راہ کریں گے۔

قَالَ الْفِرَبْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ قَالَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهٗ. [طرف الحدیث: ۷۳۰۷]

فربری نے کہا: ہمیں عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از ہشام' اسی حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم: ۲۶۷۳' سنن ترمذی: ۲۶۵۲' سنن ابن ماجہ: ۵۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۰۷' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۴۸۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۷۷' مسند الحمیدی: ۵۸۱' الزھد لابن المبارک: ۸۱۶' صحیح ابن حبان: ۴۵۷۱' المعجم الاوسط: ۵۵' شرح السنۃ: ۱۴۷' حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۲۵' تاریخ اصبہان ج ۱ ص ۱۹۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۵۴۳' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۷۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۹۲' البزار: ۲۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۵۱۱۔ ج ۱۱ ص ۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں علم کے اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

علم کو سینوں سے نکالنے پر قدرت کے باوجود علم کو سینوں سے نہ نکالنا اور اس باب کی مؤید دیگر احادیث

اس حدیث میں فرمایا: بے شک اللہ علم کو نہیں اٹھائے گا کہ علم کو بندوں سے نکال لے' لیکن علماء کے اٹھانے سے علم کو اٹھالے گا۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے بندوں کو جو علم عطا فرمایا ہے' وہ ان سے واپس نہیں لے گا' جو علم اللہ تعالیٰ کی معرفت کراتا ہے اور جس سے اس کے احکام شرعیہ کا پتا چلتا ہے' ہاں! اگر کوئی شخص علم کو ضائع کر دے تو پھر اللہ تعالیٰ اس سے علم کو اٹھالیتا ہے' مگر اس علم کو اس کے سینہ سے نہیں نکالتا' اس حدیث کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا: علم کے ختم ہونے سے پہلے اس کو حاصل کر لو'

Marfat.com

مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! علم کیسے ختم ہوگا! حالانکہ ہم میں اللہ کی کتاب موجود ہے' پھر آپ غضب ناک ہوئے' اللہ آپ کو غضب میں نہ لائے' پھر آپ نے فرمایا: تم کو تمہاری مائیں روئیں' کیا بنی اسرائیل میں تورات اور انجیل موجود نہیں تھیں' پھر کوئی چیز ان سے کفایت نہ کر سکی' پھر آپ نے تین بار فرمایا: بے شک حاملینِ علم کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر: ۷۹۰۶۔ ج ۸ ص ۲۳۲' داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے' اس دن آپ اونٹ پر سوار تھے اور آپ نے حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا' اس وقت آپ نے فرمایا: اے لوگو! علم کو اس سے پہلے حاصل کر لو کہ اس کو اٹھا لیا جائے' اس سے پہلے قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہو چکی تھی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ. (المائدہ:۱۰۱)

اے ایمان والو! اشیاء کے متعلق سوال نہ کرو' اگر وہ تم پر ظاہر کر دی گئیں تو تم کو بُرا لگے گا۔

ہم کئی چیزوں کا ذکر کرتے تھے اور یہ آیت ہم کو سوال کرنے سے منع کرتی تھی' پھر ہمارے پاس ایک اعرابی آیا' مسلمانوں نے اس کو ایک چادر پہنائی' اس نے اس چادر کو بہ طور عمامہ باندھ لیا' حتیٰ کہ میں نے اس چادر کا کنارہ اس کی بائیں بھوں پر دیکھا' پھر ہم نے کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرو' اس نے کہا: یا نبی اللہ! علم ہم سے کس طرح اٹھا لیا جائے گا' حالانکہ ہمارے پاس قرآن مجید ہے' ہم نے اس کا علم حاصل کر لیا ہے اور ہم نے اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اور اپنے خدام کو قرآن مجید سکھا دیا ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور آپ کے چہرے پر غضب کی سرخی چھائی ہوئی تھی' آپ نے فرمایا: اے شخص! تیری ماں تجھے روئے' یہ یہود اور نصاریٰ ہیں' ان کے سامنے ان کی کتابیں ہیں' ان کے انبیاء جو کچھ لے کر آئے تھے' یہ اس کے ایک حرف کے ساتھ بھی متعلق نہیں ہوئے' پھر آپ نے تین بار فرمایا: سنو! اہل علم کے (دنیا سے) چلے جانے سے علم چلا جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر: ۷۸۶۷۔ ج ۸ ص ۲۱۶۔ ۲۱۵' داراحیاء التراث العربی بیروت)

علم کو سینوں سے نکال لینا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے' لیکن یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کا وقوع نہیں ہوگا۔

جہل کی دو قسمیں: جہل بسیط اور جہل مرکب اور دیگر مسائل

نیز اس حدیث میں جاہلوں کا ذکر ہے' اور جہل کی دو قسمیں ہیں: جہل بسیط اور جہل مرکب' جہل بسیط یہ ہے کہ آدمی کو کسی چیز کا علم نہ ہو اور وہ کہے: مجھے اس چیز کا علم نہیں ہے اور جہل مرکب یہ ہے کہ اس کو کسی چیز کا علم نہ ہو اور وہ یہ سمجھے کہ اس کو اس چیز کا علم ہے' اس کی دو جہالتیں ہیں: ایک وہ اس چیز سے جاہل ہے اور دوسرے وہ اپنی جہالت سے بھی جاہل ہے۔ اس حدیث میں جن جاہلوں کو مفتی بنانے کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ جاہل ہیں' جو جہل مرکب میں مبتلا ہوں۔

نیز اس حدیث میں جاہلوں کو رئیس اور سردار بنانے کی مذمت ہے اور علم کی حفاظت کرنے اور علم کے ساتھ مشغول رہنے کی ترغیب ہے اور یہ کہ حقیقی ریاست علماء اور مفتیوں کی ہے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۷۲۔ ج ۷ ص ۴۰۵ پر ہے اور اس کی شرح کا عنوان ہے: (۱) علم کے اٹھنے اور جہل کے پھیلنے کی پیش گوئی ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی (۲) جاہلوں کو رئیس اور شیخ بنانے کی مذمت۔

۳۵- بَابُ هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ يَوْمٌ عَلٰى حِدَةٍ فِى الْعِلْمِ

کیا خواتین کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن مقرر کیا جائے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق علم کو اٹھانے کے متعلق تھا' جس کو علم کی حفاظت لازم ہے اور اس باب میں بھی علم کی حفاظت کا بیان ہے کیونکہ جب خواتین نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن مقرر کر دیں تو آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمالیا' جس میں آپ ان کو تعلیم دیں گے اور اس سے بھی علم کی حفاظت ہوگی۔

۱۰۱- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْاَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ' فَاجْعَلْ لَّنَا يَوْمًا مِّنْ نَفْسِكَ ' فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيْهِ' فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ' فَكَانَ فِيْمَا قَالَ لَهُنَّ مَا مِنْكُنَّ امْرَاَةٌ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِنْ وَّلَدِهَا' اِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ. فَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ وَاثْنَيْنِ.

[اطراف الحدیث:۱۲۴۹-۷۳۱۰] [صحیح مسلم:۲۶۳۳' السنن الکبریٰ للنسائی:۵۸۹۶' مسند ابویعلیٰ: ۱۲۷۹' صحیح ابن حبان:۲۹۴۴' شرح السنۃ:۱۵۴۶' شعب الایمان:۹۷۴۳' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۲۹۶-ج ۱۷ ص ۳۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن الاصبہانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح ذکوان سے سنا' وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے تھے کہ خواتین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے اوپر مرد غالب ہو گئے ہیں' آپ اپنی طرف سے ہمارے لیے ایک دن مقرر کر دیں' آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمالیا جس دن میں آپ نے ان سے ملاقات کی' ان کو نصیحت کی اور ان کو (کچھ اعمال کا) حکم دیا اور آپ نے ان سے جو کچھ فرمایا' اس میں یہ ارشاد بھی تھا: تم میں سے جو عورت بھی اپنے تین بچوں کو پہلے بھیج دے گی' وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے' ایک خاتون نے کہا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو بھی۔

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں خواتین کے لیے علیحدہ دن مقرر کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ ابن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبدالرحمان بن عبداللہ الاصبہانی الکوفی' یہ شعبہ ابوعوانہ اور ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عبداللہ بن معقل اور ابوصالح وغیرہ روایت کرتے ہیں' ابوحاتم نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' امام نسائی کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے' یہ خالد کی امارت میں عراق میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوصالح ذکوان (۵) حضرت ابوسعید' سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۰)

آپ پر مردوں کے غالب آنے کی وضاحت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ خواتین نے کہا: آپ پر مرد غالب آ گئے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ہفتہ کے تمام دنوں میں مرد آپ کے ساتھ لازم رہتے ہیں' اور وہی آپ سے علم کی باتیں اور دینی مسائل کو سنتے ہیں' اور ہم خواتین جسمانی طور پر کمزور ہیں اور مردوں سے مزاحمت کی طاقت نہیں رکھتیں' تو آپ ہفتہ کے دنوں میں سے کوئی ایک دن ہمارے لیے بھی مقرر کر دیں' جس دن میں ہم آپ سے علم کی باتیں اور دینی مسائل کا سماع کریں۔

Marfat.com

پلک جھپکنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی کا رابطہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک خاتون نے کہا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو بھی۔

یہ خاتون حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں' ایک قول یہ ہے کہ کوئی اور خاتون تھیں۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ دو فوت شدہ بچوں کا بھی تین فوت شدہ بچوں والا حکم ہے' ہوسکتا ہے کہ اسی وقت آپ پر وحی نازل ہوئی ہو کہ آپ دو بچوں کے متعلق بھی مثبت جواب دے دیں' اور یہ محال نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس وقت سوال کیا گیا تھا' اسی وقت پلک جھپکنے میں آپ پر وحی نازل ہوگئی ہو' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے آپ پر وحی نازل ہوگئی ہو اور علامہ ابوالحسن القابسی وغیرہ نے کہا ہے کہ امام بخاری نے ''کتاب الرقاق'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے' جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ ایک بھی دو کی مثل ہے' وہ احادیث یہ ہیں:

نابالغ بچوں کے ماں باپ کو بخشوانے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میں اپنے مومن بندہ کے اہل دنیا میں سے (گناہوں سے) صاف بندے کی روح کو قبض کرلوں اور وہ (اس پر صبر کرنے میں) ثواب کی نیت کرے تو میرے پاس اس کی جزاء صرف جنت ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۲۴)

اور نابالغ بچہ سے بڑھ کر صاف بندہ کون ہوگا! اور ''سنن ترمذی'' میں صریح حدیث ہے کہ دو اور ایک بھی تین کی طرح ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے تین نابالغ بچوں کو بھیجا' وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے محفوظ قلعہ بن جائیں گے' حضرت ابوذر نے کہا: میں نے تو دو کو بھیجا ہے' آپ نے فرمایا: اور دو بھی' پھر حضرت ابی بن کعب سید القراء نے کہا: میں نے تو ایک کو بھیجا ہے' آپ نے فرمایا: اور ایک بھی' لیکن یہ اس وقت ہے جب وہ پہلی بار صدمہ پہنچنے کے وقت صبر کرے۔ (سنن ترمذی: ۱۰۶۱' سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵)

ایک اور حدیث میں اس سے زیادہ تصریح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے جس نے دو نابالغ بچے اپنے سے پہلے بھیج دیئے' اللہ تعالیٰ ان بچوں کے سبب سے اس کو جنت میں داخل کردے گا۔

حضرت عائشہ نے کہا: اور آپ کی اُمت میں سے جس شخص کا پہلے بھیجا ہوا ایک بچہ ہو؟ آپ نے فرمایا: اور جس کا ایک بچہ ہو' اُسے خیر کی توفیق دی گئی!! حضرت عائشہ نے کہا: اور جس کا آپ کی امت میں سے پہلے بھیجا ہوا کوئی بچہ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر میں اپنی امت کا پیش رو ہوں! میری (وفات کی) مثل سے بڑھ کر ان کو کوئی مصیبت نہیں پہنچی۔ (سنن ترمذی: ۱۰۶۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک ناتمام بچہ اپنے رب سے جھگڑے گا' جب اس کے ماں باپ کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا' پس کہا جائے گا: اے ناتمام بچے! اپنے رب سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کردے' پس وہ اپنے ماں باپ کو اپنی ناف سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لائے گا' حتیٰ کہ ان کو جنت میں داخل کردے گا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۸' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

خواتین کا عالم سے دینی مسائل معلوم کرنے کا جواز' تعیین یوم کا جواز اور مسلمان بچوں کا جنت میں ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواتین اپنے دینی مسائل مرد عالم سے معلوم کرسکتی ہیں اور مرد ان کو جواب دے سکتا ہے' اسی طرح

اور بھی ضروری اُمور میں وہ مردوں سے بات کر سکتی ہیں۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے عورتوں کو تعلیم دینے کے لیے ایک دن معین فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم اور عبادت کے لیے اپنے اجتہاد سے دن کا تعین کرنا جائز ہے' اس پر قیاس کر کے دیگر کارہائے خیر کے لیے بھی دن کو معین کرنا جائز ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی نابالغ اولاد جنت میں ہوگی' کیونکہ جب وہ اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جائیں گے تو خود تو بہ طریق اولیٰ جنت میں ہوں گے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۵۷۵۔ ج ۷ ص ۲۴۶ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ' قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ' عَنْ ذَكْوَانَ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان ابن الاصبہانی از ذکوان از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہی حدیث۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ. [طرف الحدیث: ۱۲۵۰]

اور از عبدالرحمان بن الاصبہانی' انہوں نے کہا: میں نے ابوحازم سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: تین ایسے بچے جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔

حدیث مذکور کی روایت کرنے کے مقاصد

اس حدیث کو روایت کرنے سے امام بخاری کے دو مقصد ہیں: ایک مقصد ہے ابن الاصبہانی کا نام ذکر کرنا' پہلی روایت میں انہوں نے اس کو مبہم ذکر کیا تھا کیونکہ انہوں نے اپنے شیخ سے اس کا نام اسی طرح سنا تھا اور یہ ان کی غایت احتیاط ہے کہ جس طرح اپنے شیخ سے کسی راوی کا نام سنا' اس کو اسی طرح ذکر کر دیا' دوسرا مقصد اس پر متنبہ کرنا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ تین بچے بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

اس حدیث میں ''حنث'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گناہ' یعنی وہ بچے ابھی گناہ کرنے کی عمر کو نہ پہنچے ہوں یعنی نابالغ ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے رجال میں سے ابوحازم کے علاوہ سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے' ابوحازم کا نام ہے: سلمان الاشجعی الکوفی' یہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' بہت بڑی جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۴)

۳۶- بَابُ مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَرَاجَعَهٗ حَتّٰى يَعْرِفَهٗ

جس نے کسی بات کو سنا' پھر بات کرنے والے کی طرف رجوع کیا' حتیٰ کہ اس بات کو سمجھ لیا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں عورتوں کو تعلیم دینے کا ذکر تھا' اور عورتوں کی عقل میں کچھ کمی ہوتی ہے' جس کی وجہ سے بعض اوقات انہیں عالم کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس باب میں یہی بیان کیا ہے کہ

جب عالم کی بات سمجھ میں نہ آئے تو پھر اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۰۳- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ، إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتّٰى تَعْرِفَهُ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَوَلَيْسَ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾؟ (الانشقاق:۸) قَالَتْ فَقَالَ إِنَّمَا ذٰلِكِ الْعَرْضُ، وَلٰكِنْ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكْ.

[اطراف الحدیث:۴۹۳۹-۶۵۳۶-۶۵۳۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ نبی ﷺ کی زوجہ جب بھی کسی بات کو سنتیں' جو ان کو سمجھ نہ آتی تو وہ اس میں رجوع کرتیں حتیٰ کہ اس کو سمجھ لیتیں اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا' حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ نہیں فرمایا: ''پس عنقریب آسان حساب لیا جائے گا''؟ (الانشقاق:۸) حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: یہ تو صرف حساب کو پیش کرنا ہے' لیکن جس سے حساب میں جرح کی گئی' وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم:۲۸۷۶' سنن ابوداؤد:۳۰۹۳' سنن ترمذی:۲۴۲۶-۳۳۳۷' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۱۶۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۴۸' صحیح ابن حبان:۷۳۶۹-۷۳۷۱' الزھد لابن المبارک:۱۳۱۹' مسند اسحاق بن راھویہ:۱۳۴۹' شعب الایمان:۲۶۹' المستدرک ج ۴ ص ۵۸۰' المعجم الاوسط: ۸۵۹۰' مسند احمد ج ۶ ص ۴۷ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۲۰۰-ج ۴۰ ص ۲۳۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عائشہ کو کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ اس میں رجوع کرتی تھیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سعید بن ابی مریم المصری' انہوں نے امام مالک وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام بخاری وغیرہ نے سماع کیا ہے' ابوحاتم راوی نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابن معین نے کہا: یہ ثقہ الثقات ہیں' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) نافع بن عمر بن عبد اللہ القرشی الجمحی المکی' امام احمد بن حنبل نے کہا: یہ ثبت صحیح الحدیث ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۱۶۹ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے' بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۳) عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ (۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۵)

جس سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا' کے دو محمل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا' اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ جس دن انسان کے سامنے اس کے گناہ پیش کیے جائیں گے اور اس کو اس کے کیے ہوئے بُرے کاموں پر مطلع کیا جائے گا' یہ اس کے لیے سخت عذاب اور مذمت کا باعث ہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اس کا حساب لینا' اس کے عذاب کے استحقاق کی طرف پہنچاتا ہے' کیونکہ بندہ جو بھی نیکی کرتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی توفیق سے کرتا ہے اور نیکی پر اس کے ہدایت دینے اور قدرت دینے سے کرتا ہے اور بندہ کے ایسے اعمال بہت کم ہیں' جو اس نے اخلاص سے اللہ کے لیے کیے ہوں۔

Marfat.com

اور فرمایا: اس پر جو حساب پیش کیا جائے گا' وہ آسان ہے' یعنی وہ بہت سہل ہے' اس میں کوئی جرح نہیں ہوگی اور اس میں اس پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہوگا' جو اس پر دشوار ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حدیث اور آیت میں کیا تعارض ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں عام حکم بیان کیا گیا ہے کہ جس سے بھی حساب لیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا اور آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان میں سے بعض کو عذاب نہیں ہوگا اور یہ وہ لوگ ہیں جو اصحاب الیمین ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں حساب سے مراد عرض ہے' یعنی حساب کا پیش کرنا اور اس کا اظہار کرنا' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بندہ کو اس کے گناہوں کی پہچان کرائی جائے گی' پھر اس سے درگزر کر لیا جائے گا۔

جس سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب کیسے ہوگا؟

نیز اس حدیث میں فرمایا: جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بندوں پر تقصیر غالب ہے' پس جس سے پورا پورا حساب لیا گیا اور اس کو چھوٹ نہیں دی گئی' وہ ہلاک ہو گیا اور اس کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا' لیکن اللہ تعالیٰ شرک کے سوا باقی گناہوں کو جس کے لیے چاہے گا' معاف فرما دے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ حساب میں مناقشہ کرنا بجائے خود عذاب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس سے حساب لیا جائے گا' اس کو عذاب دیا جائے گا' اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حساب کے مطالبہ سے جو نفس کو وحشت اور اذیت ہوگی' وہ بھی ایک قسم کا عذاب ہے۔

مسائل کی تحقیق میں حدیث پر قرآن سے معارضہ کرنے اور مناظرہ کا جواز

اس حدیث میں حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا ثبوت ہے اور مسائل کی تحقیق میں ان کی حرص کا بیان ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر جب حضرت عائشہ نے قرآن مجید کی ایک آیت سے معارضہ کیا تو آپ اس سے ناراض نہیں ہوئے' بلکہ آپ نے قرآن مجید کی اس آیت کا محمل بیان فرمایا کہ اس آیت میں آسان حساب لینے سے مراد حساب کو پیش کرنا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب شاگرد استاذ پر اعتراض کرے تو استاذ کو ناراض نہیں ہونا چاہیے اور شاگرد کے اعتراض کو دور کرنا چاہیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حساب و کتاب ہوگا اور عذاب بھی ہوگا اور عذاب میں لوگوں کے مختلف درجات ہوں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علمی مسائل میں مناظرہ کرنا اور حدیث پر قرآن مجید سے معارضہ کرنا جائز ہے۔

* باب مذکورہ کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۰۹۶۔ ج ۷ ص ۷۰۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۷- بَابٌ لِيُبَلِّغِ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ — شاہد (حاضر) غائب کو علم پہنچا دے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں متعلم کی عالم کی طرف مراجعت کا بیان ہے اور اس باب میں غائب تک علم پہنچانے کا ذکر ہے اور جو غائب تک علم پہنچائے گا' وہ اس کی طرف مراجعت کرے گا تو نفس مراجعت میں یہ دونوں باب متناسب ہیں۔ اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا:

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. — اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد شاہد غائب کو پہنچا دے یہ حدیث معلق ہے' "کتاب الحج" میں امام بخاری نے اس کو موصولاً روایت کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر (دس ذوالحج) کو لوگوں کو خطبہ دیا' پس فرمایا: اے لوگو! یہ کون

Marfat.com

ساون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ یوم حرام ہے' پھر فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ شہر حرام ہے' پھر فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ مہینہ حرام ہے (یعنی احترام والا مہینہ ہے)' آپ نے فرمایا: تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں' جس طرح تمہارے اس دن میں' تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں حرمت ہے' پھر آپ نے ان کلمات کو بار بار دہرایا' پھر اپنا سر بلند کر کے فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی! اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! یہ ضرور آپ کی اپنی امت کے لیے وصیت تھی' شاہد غائب کو پہنچا دے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۳۹' سنن ابن ماجہ: ۲۳۳' مسند احمد: ۲۰۵۳۰۔ ۲۰۴۲۹۔ ج ۵ ص ۳۹)

۱۰۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ، عَنْ اَبِي شُرَيْحٍ اَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ. وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلٰى مَكَّةَ. اِئْذَنْ لِي اَيُّهَا الْاَمِيْرُ، اُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، سَمِعَتْهُ اُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلْبِي، وَاَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ، حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهِ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ، وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِىءٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً، فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا فَقُوْلُوْا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ، وَلَمْ يَاْذَنْ لَكُمْ، وَاِنَّمَا اَذِنَ لِي فِيْهَا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید نے حدیث بیان کی از ابی شریح' انہوں نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا' جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا: اے امیر! میں آپ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں' جس کو کل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کھڑے ہو کر فرمایا تھا' اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا اور جس وقت آپ نے وہ حدیث فرمائی' میری دونوں آنکھوں نے آپ کو دیکھا' آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی' پھر فرمایا: بے شک مکہ کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے' اس کو لوگوں نے حرام قرار نہیں دیا' سو جو شخص بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو' اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے اور نہ مکہ کے درخت کو کاٹنا جائز ہے پس اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتال کرنے سے قتال کی رخصت پر استدلال کرے تو اس سے کہو: بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی ہے اور مجھے اس میں صرف دن کی ایک ساعت میں اجازت دی تھی' آج اس کی حرمت پھر لوٹ آئی ہے' جیسا کہ کل اس کی حرمت تھی اور شاہد (حاضر) کو چاہیے' غائب کو (یہ حدیث) پہنچا دے۔

فَقِيْلَ لِاَبِي شُرَيْحٍ مَا قَالَ عَمْرٌو؟ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ مِنْكَ يَا اَبَا شُرَيْحٍ، اِنَّ مَكَّةَ لَا تُعِيْذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ. [اطراف الحدیث: ۱۸۳۲۔ ۴۲۹۵]

پھر ابو شریح سے پوچھا گیا کہ (اس کے جواب میں) عمرو بن سعید نے کیا کہا؟ اس نے کہا: اے ابو شریح! میں اس مسئلہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں' بے شک مکہ کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ قتل کر کے بھاگنے والے کو اور نہ کسی کی چوری کر کے بھاگنے والے کو۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۴' سنن ترمذی: ۸۰۹' سنن نسائی: ۲۸۷۶' سنن کبریٰ: ۵۸۴۶' اخبار مکہ: ۱۴۹۳' المعجم الکبیر: ۴۸۴۔ ج ۲۲' دلائل النبوۃ للبیہقی

Marfat.com

ج ۵ ص ۸۳ ـ ۸۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۰۴۳ ـ ۱۶۳' ج ۲۶ ص ۲۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: شاہد غائب کو حدیث پہنچا دے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) لیث بن سعد مصری (۳) سعید بن ابی سعید المقبری' ان سب کا تعارف گزر چکا ہے (۴) ابوشریح خویلد بن صخر الخزاعی الکعبی' یہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے' اس دن انہوں نے بنوکعب بن خزاعہ کے جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۲۰' احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ۲ حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں' الواقدی نے کہا ہے کہ حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ عقلاء اہل مدینہ سے تھے' ۶۸ ھ میں فوت ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۹)

بعض مشکل الفاظ کے معانی

''البعوث'' کا معنی ہے: لشکر۔ ''ان یسفك'' خون بہانا۔ ''ولا یعضد'' ''عضد'' کا معنی ہے: درخت کاٹنا۔ ''لاتعیذ عاصیا'' مکہ کسی عاصی پر حد جاری کرنے سے منع نہیں کرتا۔ ''ولا فارا بدم'' جو کسی کو قتل کر کے قصاص کے خوف سے حرم میں پناہ لے' اس کو مکہ پناہ نہیں دیتا۔ ''بخربة'' ''خربة'' کا معنی ہے: چوری' فساد' عیب' زیادہ تر اونٹوں کی چوری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنا

اس حدیث میں عمرو بن سعید کا نام ہے' یہ ابن امیہ القرشی الاموی ہے' یہ صحابی تھا نہ اخیار تابعین سے تھا' اس کے والد کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا: اس کی کنیت ابوامیہ ہے' یہ مدینہ کا امیر تھا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کرنے کے لیے جا رہا تھا' پھر ۷۰ ھ (صحیح ۷۳ ھ ہے۔ سعیدی غفرلہ) میں حضرت ابن الزبیر کو عبدالملک بن مروان نے قتل کر دیا تھا۔

عمرو بن سعید' حضرت ابن الزبیر سے قتال کے لیے مکہ کی طرف لشکر روانہ کر رہا تھا' اس کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت معاویہ فوت ہو گئے تو یزید نے حضرت ابن الزبیر سے اپنی بیعت کو طلب کیا' حضرت ابن الزبیر اس کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ چلے گئے' اس پر یزید غضب ناک ہوا اور مکہ کے والی یحییٰ بن حکیم کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت عبداللہ بن الزبیر سے بیعت لے' اس نے حضرت ابن الزبیر سے بیعت لے کر یزید کے پاس پیغام بھیج دیا' یزید نے کہا: میں اس کی بیعت کو قبول نہیں کروں گا' حتیٰ کہ اس کو زنجیروں میں جکڑ کر میرے پاس بھیجو' وہ حضرت ابن الزبیر کے پاس گیا' حضرت ابن الزبیر نے کہا: میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں' یزید نے انکار کیا اور عمرو بن سعید کو لکھا کہ وہ مکہ کی طرف لشکر روانہ کرے' سو عمرو بن سعید اس لشکر کو بھیج رہا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۲)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم المعروف بابن الاثیر المتوفی ۶۳۰ ھ لکھتے ہیں:

عبدالملک بن مروان نے تین ہزار شامیوں کے لشکر کا حجاج بن یوسف کو امیر بنایا اور اس کو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے قتال کے لیے روانہ کیا' (الیٰ قولہ) اس سال جب لوگ حج سے فارغ ہو گئے تو حجاج کے منادی نے اعلان کیا کہ تم لوگ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ' کیونکہ ہم ابن الزبیر ملحد پر منجنیق سے سنگ باری کر رہے ہیں' پھر انہوں نے منجنیق سے کعبہ پر پتھر برسانے شروع کر دیے (الیٰ قولہ) انہوں نے حضرت ابن الزبیر سے بہت زبردست قتال کیا' حتیٰ کہ منگل کے دن جمادی الآخرۃ ۷۳ ھ کو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے (الیٰ قولہ) جس وقت حضرت ابن الزبیر کو شہید کیا گیا' اس وقت ان کی عمر ۷۲ سال تھی' ان کی خلافت نو سال رہی'

Marfat.com

کیونکہ ۶۴ھ میں ان کی بیعت کی گئی تھی اور ۷۳ھ میں وہ شہید کر دیئے گئے۔

(الکامل فی التاریخ ج ۴ ص ۲۷۔ ۲۲ ملخصاً وملتقطاً 'دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۰ھ)

حضرت ابوشریح نے عمرو بن سعید کو مکہ پر لشکر کشی سے منع کر کے علماء کی ذمہ داری کو پورا کیا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے یہ میثاق لیا تھا کہ وہ دین کی تبلیغ کریں گے اور اپنی امتوں کو بیان کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے علماء کو انبیاء کا وارث بنایا' اس لیے ان پر بھی دین کی تبلیغ کرنا اور اس کو بیان کرنا اور اس کو تمام روئے زمین پر پھیلانا واجب ہے' حتیٰ کہ اسلام تمام ادیان پر غالب ہو جائے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں جس کو بھی دین کی تبلیغ کا حکم دیا' اس پر دین کی تبلیغ کرنا فرض عین ہو گی' لیکن ہمارے دور میں دین کی تبلیغ کرنا فرض کفایہ ہے کیونکہ اب دین ہر طرف پھیل چکا ہے۔

حضرت ابوشریح نے عمرو بن سعید کو مکہ پر حملہ کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی' کیونکہ جب امیر مملکت شریعت کے خلاف کوئی کام کرے تو عالم پر اس کو منع کرنا واجب ہے' خواہ اس نے عالم سے سوال نہ کیا ہو۔

باب کی مذکور حدیث کی تاویل میں حضرت ابوشریح اور عمرو بن سعید میں اختلاف ہوا' حضرت ابوشریح نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا کہ مکہ کی حرمت دائماً ثابت ہے اور کسی فتنہ کی وجہ سے مکہ کو قتال کے لیے مباح کر لینا جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کو قتل کرنے کے لیے بھی قتال کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے مکہ میں قتال کرنا جائز تھا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لیے اس میں قتال کرنا جائز ہے' اس میں صرف ایک ساعت کے لیے آپ کا قتال کرنا جائز ہوا تھا' اس کے بعد اس کی حرمت پھر اسی طرح لوٹ آئی' عمرو بن سعید نے اس حدیث کی یہ تاویل کی کہ مکہ کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو نافرمان اور باغی قرار دیا کیونکہ انہوں نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔

عمرو بن سعید کے مقابلہ میں حضرت ابوشریح کی تصریح اولیٰ ہے کیونکہ وہ صحابی ہیں اور اس حدیث کے راوی ہیں' وہ اس حدیث کے مخرج اور اس کے سبب کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

علماء اہل سنت کے نزدیک حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما یزید اور عبد الملک بن مروان کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ لائق اور حق دار تھے' کیونکہ ان دونوں سے پہلے حضرت ابن الزبیر کی بیعت کر لی گئی تھی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور امام مالک نے کہا ہے کہ حضرت ابن الزبیر' عبد الملک بن مروان سے اولیٰ تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۷۱۔۱۷۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے بھی یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما یزید کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ حق دار تھے' اور ابن بطال کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۲)

عمرو بن سعید کے قول پر ابن حزم کا تبصرہ

اس حدیث میں فتح مکہ کا ذکر ہے' بیس رمضان آٹھ ہجری کو مکہ فتح ہوا تھا۔

عمرو بن سعید نے جو حضرت ابن الزبیر کے متعلق کہا تھا کہ حرم عاصی کو پناہ نہیں دیتا' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے:

اس لئیم شیطان شرطی فاسق کی کوئی کرامت نہیں ہے' اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے زیادہ جاننے والا ہے اور یہ فاسق ہی اللہ اور اس کے رسول اور ان کے خلفاء کا عاصی اور نافرمان تھا۔ (المحلی بہ حوالہ عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۴)

Marfat.com

صحابی نے بھی اپنی روایت میں تاویل کی ہو اور بعد کے فقہاء نے بھی تو کس کی تاویل کا اعتبار کیا جائے گا؟

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ جب صحابی کسی حدیث کو روایت کرے اور اس حدیث کی تاویل اس صحابی نے بھی کی ہو اور بعد کے علماء نے بھی کی ہو تو کس کی تاویل کو ترجیح دی جائے گی؟

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس صحابی کی تاویل کو ترجیح دی جائے گی' کیونکہ وہ اس حدیث کا راوی ہے' وہ اس حدیث کے مخرج اور اس کے سبب کو دوسروں سے زیادہ جاننے والا ہے' دوسروں نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کی تاویل صحیح نہ ہو تو پھر اس کی تاویل لازم نہیں ہے۔ علامہ المازری نے ''کتاب البرھان'' کی شرح میں کہا ہے کہ راوی کی مخالفت کی کئی اقسام ہیں: (۱) مخالفت بالکلیۃ (۲) مخالفت ظاہرہ بہ طور تخصیص (۳) تاویل محتمل یا مجمل' اور ان تمام اقسام میں اختلاف ہے۔

امام الحرمین نے کہا ہے: امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کی روایت پر عمل کیا جائے گا اور اس کے عمل کی اتباع نہیں کی جائے گی' امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کے عمل کی اتباع کی جائے گی' اس کی روایت کی اتباع نہیں کی جائے گی' پس جب حدیث عام ہو تو کیا راوی کے عمل کی وجہ سے اس میں تخصیص کی جائے گی؟ اسی طرح جب حدیث کا لفظ مجمل ہو اور راوی اس حدیث کو اس کے کسی ایک احتمال پر محمول کرے تو کیا اس کے مذہب پر عمل کیا جائے گا؟ الخطیب نے کہا ہے کہ مذہب شافعی کا ظاہر یہ ہے کہ اگر راوی کی تاویل ظاہر حدیث کے خلاف ہو تو حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر اس کے احتمالات میں سے کوئی ایک احتمال راجح ہو تو اس کی طرف رجوع کیا جائے' امام الحرمین نے اس کی مثال میں یہ حدیث ذکر کی ہے: سونے کی بیع' سونے کے عوض سُود ہے' مگر جو دست بہ دست ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۱۷۴' سنن ابوداؤد: ۳۳۴۸' سنن ترمذی: ۱۲۴۳' سنن نسائی: ۴۵۵۹' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۳) حضرت ابن عمر نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اسی مجلس میں قبضہ ہونا چاہیے' اسی طرح حضرت ابن عمر سے حدیث مروی ہے کہ بائع اور مشتری کو اختیار ہوتا ہے' جب تک وہ متفرق نہ ہوں' حضرت ابن عمر نے اس حدیث کو تفرق بالابدان پر محمول کیا ہے۔

فقہاء احناف نے کتے کے جھوٹے میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن سے کتا پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۷۲' صحیح مسلم: ۲۷۹' سنن نسائی: ۶۶' سنن ابن ماجہ: ۳۶۳) اور حضرت ابوہریرہ کا مذہب یہ تھا کہ تین دفعہ دھونے پر اقتصار کرنا جائز ہے اور سات مرتبہ دھونا مستحب ہے۔

علامہ المازری وغیرہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو باب مخالفت سے شمار کرنا چاہیے' جو بہ معنی نسخ ہے نہ بہ معنی تخصیص' کیونکہ تین دفعہ دھونے پر اقتصار کرنا' سات دفعہ دھونے کے عدد محدود کے خلاف ہے' میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہ نے سات کے عدد کی مخالفت اس لیے کی کہ ان کے نزدیک سات دفعہ دھونا منسوخ ہو چکا تھا اور نسخ پر محمول کرنا صحابی کے حق میں حسن ظن ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب اللہ عزوجل نے نماز کو فرض کیا تو دو دو رکعت فرض کی تھیں' حضر میں اور سفر میں' پھر سفر کی نماز تو برقرار رہی' البتہ حضر کی نماز میں دو رکعت زیادہ کر دی گئیں۔ (صحیح البخاری: ۳۵۰' صحیح مسلم: ۶۸۵' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۸' سنن نسائی: ۴۵۳) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں بھی پوری نماز پڑھتی تھیں' چنانچہ کوفیوں نے ان کے عمل کو ترک کر دیا اور ان کی حدیث پر عمل کیا اور کہا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا فرض ہے۔ اس کو اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے اور امام شافعی کے نزدیک قصر کرنے میں اور پوری نماز پڑھنے میں اختیار ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۷۱' عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۵ ملخصاً)

Marfat.com

حرم میں حدود اور قصاص نافذ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حرم میں کوئی جرم کرے اس کو امان نہیں دی جائے گی کیونکہ اس نے حرم کی بے حرمتی کی ہے اور امان کو رد کر دیا ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جس نے حرم سے باہر کوئی جرم کیا' پھر اس نے حرم میں پناہ لے لی' اس کے متعلق ابوبکر المروزی نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ جب اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا کسی کا ہاتھ کاٹا ہو یا غیر حرم میں کوئی اور جرم کیا ہو' جو حد لگانے کا موجب ہو' پھر وہ حرم میں داخل ہو گیا ہو تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی اور نہ اس سے قصاص لیا جائے گا' لیکن اس کو کوئی چیز فروخت کی جائے گی نہ اس سے خریدی جائے گی اور نہ اس کو کھانا دیا جائے گا' حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر نکل آئے اور اگر اس نے حرم کے اندر کوئی جرم کیا ہے تو اس کو سزا دی جائے گی' اور حنبل سے روایت ہے کہ اس نے حرم سے باہر قتل کیا' پھر حرم میں داخل ہو گیا تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اگر اس کا جرم قتل سے کم ہو تو اس پر حد قائم کی جائے گی' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ خواہ اس نے قتل کیا ہو یا قتل سے کم جرم کیا ہو' تمام صورتوں میں اس پر (حرم میں) حد قائم کی جائے گی۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۱۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو' اس کے لیے حرم میں خون بہانا جائز نہیں ہے' اس حدیث سے امام ابوحنیفہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص حرم میں پناہ لے لے' اس کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ حدیث کے الفاظ عام ہیں اور اس میں یہ صورت بھی داخل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۶)

امام مالک اور امام شافعی حرم میں حد جاری کرنے کے قائل ہیں اور ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

ابن خطل اور دیگر افراد کو کعبہ میں قتل کرنے کے متعلق احادیث

مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا تمام لوگوں کو امان دے دی' آپ نے فرمایا: ان کو قتل کر دو' خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھو' (۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) عبداللہ بن خطل (۳) مقیس بن صبابہ (۴) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح' رہا عبداللہ بن خطل تو وہ کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا تھا' اس کو پکڑ لیا گیا' حضرت سعید بن حریث اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم دونوں اس پر جھپٹے' حضرت سعید نے حضرت عمار پر سبقت کی' وہ دو آدمیوں سے زیادہ طاقت ور تھے' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور رہا مقیس بن صبابہ تو اس کو لوگوں نے مکہ کے بازار میں پکڑ کر قتل کر دیا' اور رہے عکرمہ تو وہ سمندر میں سوار ہو گئے اور ان کو آندھی اور طوفان نے آ لیا' کشتی والوں نے کہا: اپنے خداؤں سے خلوص کے ساتھ دعا کرو' آج تمہیں کوئی چیز بچا نہیں سکتی' عکرمہ نے کہا: آج مجھے سمندر سے صرف اخلاص بچا سکتا ہے اور نہ خشکی میں مجھے اس کے سوا کوئی بچا سکتا ہے' اے اللہ! میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس طوفان سے بچا لیا' جس میں میں مبتلا ہوں تو میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھ دوں گا' سو میں ان کو ضرور معاف کرنے والا' کرم کرنے والا پاؤں گا' سو وہ آ کر اسلام لے آئے اور رہا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گیا تھا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو وہ اس کو لے کر آئے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا: یا رسول اللہ! عبداللہ کو بیعت کر لیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف نظر اٹھا کر تین بار دیکھا اور ہر مرتبہ

Marfat.com

اس کو بیعت کرنے سے انکار کیا' پھر تین بار کے بعد اس کو بیعت کر لیا' پھر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں تھا کہ جب اس نے دیکھا کہ میں اس کو بیعت کرنے سے ہاتھ روک رہا ہوں تو وہ اُٹھ کر اس کو قتل کر دیتا! صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نہیں جانتے کہ آپ کے دل میں کیا ہے' آپ نے ہمیں آنکھ سے اشارہ کیوں نہ کر دیا! آپ نے فرمایا: نبی کے لیے خیانت کرنے والی آنکھ نہیں ہونی چاہیے۔ (سنن نسائی: ۴۰۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۸۳)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی المتوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن خطل کا نام عبد العزیٰ ابن خطل تھا' یہ اسلام لے آیا اور اس کا نام رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ رکھا' اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور اس کو رسول اللہ ﷺ نے صدقات وصول کرنے کے لیے بنو خزاعہ کے ایک شخص کے ساتھ بھیجا' وہ اس کے لیے کھانا تیار کرتا تھا اور اس کی خدمت کرتا تھا' یہ دونوں مجمع نامی جگہ میں ٹھہرے' اس نے خزاعی کو کھانا پکانے کے لیے کہا اور دوپہر کو سو گیا' جب بیدار ہوا تو خزاعی سویا ہوا تھا اور اس نے کھانا نہیں پکایا تھا' اس نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اسلام سے مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا' عبد اللہ بن خطل اشعار میں رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتا تھا' اس کی دو فاسقہ باندیاں تھیں' ایک کا نام فرتنیٰ تھا اور دوسری کا نام قریبہ تھا' یہ دونوں ابن خطل کے حکم سے اس کے بنائے ہوئے ہجو کے اشعار کو گاتی تھیں' رسول اللہ ﷺ نے جن دو عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا' خواہ وہ کعبہ کے پردوں سے لپٹی ہوئی ہوں' وہ یہی تھیں۔

(سبل الہدیٰ والرشاد ج ۵ ص ۲۲۵۔ ۲۲۳' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ فتح الباری ج ۴ ص ۳۴۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال کعبہ میں داخل ہوئے' آپ کے سر پر خود تھا' جب آپ نے اس کو اتارا تو ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ (صحیح البخاری: ۱۸۴۶۔ ۳۰۴۴۔ ۴۲۸۶۔ ۵۸۰۸' صحیح مسلم: ۱۳۵۷' سنن ابوداؤد: ۲۶۸۵' سنن ترمذی: ۱۶۹۳' سنن نسائی: ۲۸۶۷' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۸۴)

حرم میں حدود اور قصاص قائم کرنے کے جواز پر ابن خطل کی حدیث کے علامہ عسقلانی کی طرف سے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن خطل کے قصہ سے حرم مکہ میں حدود اور قصاص کے قائم کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے' علامہ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ چونکہ ابن خطل نے اس خزاعی انصاری کو قتل کر دیا تھا' اس لیے اس مسلمان کے قصاص میں ابن خطل کو قتل کر دیا گیا' علامہ سہیلی نے کہا کہ کعبہ کسی عاصی (نافرمان) کو پناہ نہیں دیتا اور نہ کسی واجب حد کو قائم کرنے سے منع کرتا ہے' علامہ نووی نے کہا: جو فقہاء کعبہ میں قصاص لینے سے منع کرتے ہیں' وہ یہ کہتے ہیں کہ ابن خطل کو اس ساعت میں قتل کیا گیا تھا' جس ساعت میں آپ کے لیے مکہ میں قتال کو حلال کر دیا گیا تھا' اور ہمارے اصحاب شافعیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس ساعت میں آپ مکہ میں داخل ہوئے تھے' اس ساعت سے لے کر مکہ میں آپ کے غلبہ تک کی ساعت میں آپ کے لیے قتال کو مباح کیا گیا تھا' اور ابن خطل کو اس کے بعد قتل کیا گیا تھا' علامہ نووی کے اس جواب کو رد کیا گیا ہے کہ حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ مذکور ہے کہ اس ساعت سے مراد دن کے اول وقت سے لے کر دخول عصر تک کا وقت ہے اور ابن خطل کو قطعی طور پر اس سے پہلے قتل کیا گیا تھا' کیونکہ حدیث میں یہ قید ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ نے اپنے سر سے خود اتارا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ مکہ میں ٹھہر گئے تھے۔ امام ابن خزیمہ نے کہا ہے: آپ نے جو فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میرے سوا کسی کے لیے حرم میں قتال کو حلال نہیں فرمایا' اس سے مراد ان لوگوں کو قتل

Marfat.com

کرنا ہے جو اس دن ابن خطل کے ساتھ قتل کیے گئے تھے' اور اللہ تعالیٰ نے اس ساعت میں آپ کے لیے قتال اور قتل دونوں کو حلال کر دیا تھا اور ابن خطل وغیرہ کو قتال ختم ہونے کے بعد قتل کیا گیا۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی ذمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہے تو اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا' علامہ ابن عبد البر نے اس استدلال کو رد کر دیا ہے' کیونکہ ابن خطل ذمی نہیں حربی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو جو امان دی تھی' وہ اس میں داخل نہیں تھا' بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ چار مردوں اور دو عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دے کر ان کو امان سے مستثنیٰ کر لیا تھا (جیسا کہ ہم سنن نسائی کی حدیث سے بیان کر چکے ہیں اور ابن خطل نے ایسے متعدد کام کیے تھے' جو اس کو قتل کرنے کے موجب تھے' مثلاً اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرنا' مسلمان خزاعی انصاری کو قتل کرنا' اسلام کے بعد اس کا مرتد ہونا اور اپنی فاسقہ باندیوں کو حکم دینا کہ اس کی کہی ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو اسے گا کر سنائیں۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ علامہ خطابی نے کہا: چونکہ اس نے اسلام میں جرائم کا ارتکاب کیا' اس لیے اس کو قتل کر دیا گیا اور علامہ ابن عبد البر نے کہا: اس کو مسلمان کے قصاص میں قتل کیا گیا اور اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ کافر قیدی پر اسلام پیش کیے بغیر بھی اس کو قتل کرنا جائز ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۴۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ابن خطل کو کعبہ میں قتل کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا تھا' اس سے امام مالک اور امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ کعبہ میں بھی حدود اور قصاص کو قائم کرنا جائز ہے' لیکن ان کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ آپ نے اس کو کعبہ میں قتل کرنے کا حکم اس وقت دیا تھا' جس وقت آپ کے لیے کعبہ میں قتال کرنا اور قتل کرنا حلال کر دیا گیا تھا' جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے وضاحت سے ثابت کر دیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن خطل عام مجرم یا عام قاتل یا عام مرتد نہیں تھا بلکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کر کے اور اپنی باندیوں کو ہجو کے اشعار گا کر پڑھنے کا حکم دے کر آپ کی شدید گستاخی کی تھی' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے سنگین سزا سنائی اور فرمایا: اگر ابن خطل کعبہ کے پردوں میں لپٹا ہوا ہو' پھر بھی اس کو قتل کر دو۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی نے بھی اس حدیث سے امام شافعی کے استدلال کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

حرم میں حدود اور قصاص قائم کرنے کے جواز پر ابن خطل کی حدیث کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں' جو حسب ذیل ہیں:

(۱) وہ مرتد ہو گیا تھا' اس نے ایک مسلمان کو قتل کیا تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا۔

(۲) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی امان میں داخل نہیں تھا' کیونکہ آپ نے اس کو امان سے استثناء کر لیا تھا اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا' خواہ وہ کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا ہو۔

(۳) وہ اس ساعت میں قتل کیا گیا تھا' جس ساعت میں آپ کے لیے قتال کرنا اور قتل کرنا مباح تھا' علامہ عینی نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ ساعت آپ کے مکہ میں داخل ہونے سے لے کر مکہ پر آپ کے غلبہ تک تھی اور اس کو اس کے بعد قتل کیا گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا: جو مسجد میں داخل ہو گیا' اس کو امان ہے اور اسے اس کے بعد قتل کیا گیا تھا نیز علامہ عینی نے یہ جواب دیا ہے کہ ابن خطل ان لوگوں میں سے تھا' جنہوں نے آپ سے قتال کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۷-۲۱۶)

مکہ مکرمہ کے جنگ سے فتح ہونے پر دلائل

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کرنے کی وجہ سے مکہ میں

Marfat.com

قتال کی رخصت پر استدلال کرے۔ (الحدیث) اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے' صلح سے فتح نہیں ہوا' یہی اکثر علماء کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: یہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام اوزاعی کا مذہب ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ پر احسان فرمایا اور ان کے گھروں کو اور ان کے اموال کو ان کے پاس رہنے دیا اور ان کے اموال کو فے نہیں قرار دیا' امام شافعی نے کہا ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے اور اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کا محمل یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں قتال کرنے کی ضرورت پیش آتی تو آپ کے لیے مکہ میں قتال کرنا جائز تھا' لیکن اس حدیث کے الفاظ امام شافعی کی تاویل کے خلاف ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: پس اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتال کرنے سے (مکہ میں) قتال کی رخصت پر استدلال کرے تو اس سے کہو: بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی۔ آپ کے اس ارشاد میں صاف تصریح ہے کہ آپ نے مکہ میں قتال کیا تھا اور مکہ قتال سے فتح ہوا ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

آپ نے فرمایا ہے: مکہ کے کسی درخت کو کاٹا نہیں جائے گا' اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جن درختوں کو آدمیوں نے نہیں اگایا' ان کو کاٹنا حرام ہے اور جن درختوں کو آدمیوں نے اُگایا ہے' ان میں اختلاف ہے۔

آپ نے فرمایا: شاہد (حاضر) غائب کو پہنچادے' اس حدیث میں علم کو نقل کرنے' اور سنن اور احکام کی تبلیغ اور اشاعت کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں حکام کو نرمی کے ساتھ نصیحت کرنے اور ان کے غلط کاموں کی اصلاح کرنے کی کوشش کا ثبوت ہے' اور یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے مقصود پر گفتگو کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک تابعی نے صحابی سے اپنے اجتہاد سے اختلاف کیا' اگرچہ صحابی کا موقف صحیح تھا۔

اس حدیث میں حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کیا اور آپ کی حدیث پہنچائی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عالم دین یہ دیکھے کہ حکامِ وقت دین میں تغیر کر رہے ہیں تو وہ ان کو برملا ٹوکے اور ان کو صحیح مسئلہ بتائے' خواہ حکام نے اس سے سوال نہ کیا ہو۔

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: مکہ کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے' اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا' حالانکہ اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور اہل مکہ کے لیے دعا کی اور میں مدینہ کو اس طرح حرم بناتا ہوں' جس طرح حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۲۱۲۹' صحیح مسلم: ۱۳۶۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۲۸۴)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ کو حرم بنایا تھا' از خود نہیں بنایا تھا' اس لیے فرمایا ہے: اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا' لہٰذا مکہ کو حرم بنانے کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت حقیقی ہے اور حضرت ابراہیم کی طرف یہ نسبت تاویل سے ہے اور مجاز عقلی ہے (یعنی انہوں نے اس کا حرم ہونا ظاہر فرمایا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مدینہ کو حرم بنایا ہے' وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنایا ہے۔

Marfat.com

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۰۰۔ ج ۳ ص ۷۰۶ پر ہے اس حدیث کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:
(۱) مکہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے یا بعثت ابراہیم کے بعد (۲) حرم میں حدود جاری کرنے میں مذاہب (۳) مکہ بذریعہ جنگ فتح ہونے پر دلائل۔

۱۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ اَبِي بَكْرَةَ، عَنْ اَبِي بَكْرَةَ ذُكِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ. قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَحْسِبُهُ قَالَ. وَاَعْرَاضَكُمْ، عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ، وَكَانَ مُحَمَّدٌ يَقُوْلُ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ ذٰلِكَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از ابن ابی بکرہ از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کہ ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری جانیں اور تمہارے اموال۔ (راوی) محمد نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور تمہاری عزتیں تم پر (اس طرح) حرام ہیں جس طرح آج کے دن تمہارے اس شہر میں حرام ہیں سنو! تم میں سے شاہد (حاضر) کو چاہیے کہ غائب کو پہنچا دے اور (راوی) محمد یہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا آپ نے دو بار فرمایا تھا: سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے!

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۶۷ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب ابومحمد الحجبی امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں یہ ثقہ ثبت ہیں یحییٰ اور دوسروں نے ان کی توثیق کی ہے ابوحاتم نے کہا: یہ صدوق ثقہ ہیں یہ ۲۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) حماد بن زید بصری (۳) ایوب سختیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۹)

۳۸- بَابُ اِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کا گناہ

جھوٹ اور سچ کی تین تعریفیں ہیں:
(۱) مذہب حق یہ ہے کہ کلام کا واقع کے مطابق نہ ہونا جھوٹ ہے اور کلام کا واقع کے مطابق ہونا سچ ہے۔
(۲) نظام معتزلی کے نزدیک کلام کا اعتقاد مخبر کے مطابق نہ ہونا جھوٹ ہے اور کلام کا اعتقاد مخبر کے مطابق ہونا سچ ہے۔
(۳) جاحظ کے نزدیک کلام کا واقع اور اعتقاد مخبر کے مطابق نہ ہونا جھوٹ ہے اور کلام کا واقع اور اعتقاد مخبر کے مطابق ہونا سچ ہے۔
(مختصر المعانی ص ۶۷-۶۷ ملخصاً المکتبۃ الفاروقیہ ملتان)

آخری تعریف کے اعتبار سے صدق اور کذب میں ایک واسطہ نکل آئے گا یعنی جو کلام اعتقاد مخبر کے مطابق نہ ہو خواہ واقع کے مطابق ہو یا نہ ہو وہ کلام صادق ہو گا نہ کاذب۔

اس حدیث کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جس کو علم نہ ہو اس کو علم پہنچایا جائے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ علم اور حدیث پہنچانے میں جھوٹ سے احتراز کیا جائے۔

Marfat.com

۱۰۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْصُورٌ قَالَ سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے منصور نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے ربعی بن حراش کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ نہ باندھو کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا اسے دوزخ میں داخل ہونا چاہیے۔

(مقدمہ صحیح مسلم: ۲ سنن ترمذی: ۲۶۶۰۔۳ ۱۵ ۷ سنن ابن ماجہ: ۳۱ سنن کبریٰ للنسائی: ۵۹۱۱ مسند ابویعلیٰ: ۶۲۷ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۷ مسند البزار: ۹۰۳ مسند احمد ج ۱ ص ۸۳ طبع قدیم مسند احمد: ۶۲۹۔ ج ۲ ص ۶۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے کے لیے دوزخ کی وعید ہے اور اس باب کا عنوان ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے کا گناہ

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور ثقہ تابعی ربعی بن حراش کا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) علی بن الجعد الجوہری البغدادی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) منصور ابن المعتمر ان سب کا تعارف گزر چکا ہے (۴) ربعی بن حراش الغطفانی العبسی الکوفی یہ بہت متقی اور عبادت گزار تھے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بالکل جھوٹ نہیں بولا انہوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک نہیں ہنسیں گے جب تک کہ انہیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ان کا ٹھکانا کہاں ہے جنت میں یا دوزخ میں؟ پھر موت کے بعد یہ ہنسنے لگے ان کے دو بھائی تھے: مسعود اور ربیع مسعود نے موت کے بعد کلام کیا تھا اور ربیع نے بھی یہ قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک نہیں ہنسیں گے جب تک کہ انہیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ جنت میں ہیں یا نہیں ان کو غسل دینے والے نے بتایا کہ جب تک وہ تخت پر تھے مسلسل ہنستے رہے حتیٰ کہ ہم انہیں غسل دے کر فارغ ہو گئے ابن المدینی نے کہا: مسعود سے صرف یہ چیز مروی ہے کہ انہوں نے موت کے بعد کلام کیا ربعی کی اولاد نہیں تھی ان کے بھائی مسعود کی اولاد تھی ابوالحسن القابسی نے کہا ہے کہ ربعی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صرف اسی حدیث کا سماع کیا ہے وہ شام میں آئے اور الجابیہ میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ سنا العجلی نے کہا: وہ ثقہ تابعی ہیں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۰۴ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ نے ربعی بن حراش کا تذکرہ تفصیل سے لکھا ہے۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۶ ص ۱۲۱ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۰۶ علامہ نووی نے بھی ان کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مقدمہ مسلم ج ۱ ص ۳۲۰ مکتبہ نزار مصطفیٰ ۱۴۱۷ھ)

(۵) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ الہاشمی المکی المدنی امیر المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد آپ کی صاحب زادی حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت علی کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں یہ پہلی ہاشمیہ تھیں جن سے ایک ہاشمی پیدا ہوئے یہ اسلام لائیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کی قبر میں اترے حضرت علی کی کنیت ابوالحسن تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کنیت ابوتراب رکھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنا بھائی بنایا تھا اور فرمایا تھا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو حضرت علی آپ کے دونواسوں کے والد ہیں اور

Marfat.com

پہلے ہاشمی مرد ہیں' جن سے دو ہاشمی پیدا ہوئے' جن دس مسلمانوں کو آپ نے جنت کی بشارت دی تھی' ان میں سے ایک ہیں اور ان چھ اصحابِ شوریٰ میں سے ایک ہیں' جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے' خلفاء راشدین میں سے ایک ہیں اور علماء ربانیین اور مشہور بہادروں اور زاہدوں میں سے ایک ہیں اور اسلام میں سبقت کرنے والوں میں سے ایک ہیں' غزوۂ تبوک کے سوا تمام مغازی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے' غزوۂ تبوک میں آپ نے حضرت علی کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا دیا تھا' غزوۂ اُحد میں حضرت علی کو سولہ زخم لگے تھے' غزوۂ خیبر میں آپ نے ان کو جھنڈا عطا کیا تھا اور یہ بشارت دی تھی کہ فتح ان کے ہاتھوں سے ہوگی' ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں اور شجاعت میں ان کے احوال بہت مشہور ہیں' ان کا علم بھی بہت زیادہ ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۵۸۶' احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری ۹ (نو) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۱۵' احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' پانچ سال خلیفہ رہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی بیعت کی گئی' کیونکہ اس وقت یہ سب سے افضل صحابی تھے' عبدالرحمان بن ملجم مراری نے جمعہ کی شب زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے آپ کے دماغ پر ضرب لگائی' تریسٹھ سال کی عمر گزار کر ۱۹ رمضان ۴۰ھ اتوار کی شب آپ کا انتقال ہو گیا' آپ کا گندمی رنگ تھا' چوتھائی سر پر بال نہیں تھے' سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے' بعض اوقات ڈاڑھی میں خضاب لگاتے تھے' ڈاڑھی گھنی اور لمبی تھی' چہرہ حسین تھا' جیسے چودھویں رات کا چاند ہو' آپ کی قبر کوفہ میں ہے' لیکن خوارج کے خطرہ سے غائب کر دی گئی۔ صحابہ میں علی بن ابی طالب نام کا اور کوئی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۳۔ ۲۲۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ نے آپ کی وفات کے متعلق چار تاریخیں لکھی ہیں: تیرہ رمضان' گیارہ رمضان' انیس رمضان اور اکیس رمضان اور موضع دفن کے متعلق تین قول لکھے ہیں: کوفہ کا قصر امارت' کوفہ کی رحبہ' شادہ وزمین اور نجف الحیرۃ۔

(تہذیب الکمال ج ۱۳ ص ۳۰۵۔ ۳۰۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: حضرت علی کو ۱۳ رمضان ۴۰ھ کو شہید کیا گیا اور ایک قول اکیس رمضان کا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۸۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ صفی الدین الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ نے لکھا ہے کہ حضرت علی جمعہ کی شب ۱۹ رمضان کو شہید ہوئے۔

(خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۳۱۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھوٹی بات کو منسوب کرنا سنگین گناہ کبیرہ ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنا دوزخ میں داخل ہونے کا سبب ہے' خواہ آپ کے دین کی تائید اور تقویت میں آپ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کی جائے یا آپ کے دین کو ضرر پہنچانے کے لیے آپ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کی جائے' اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنے میں داخل ہے' کیونکہ آپ پر جھوٹ باندھنے کا معنی ہے: دین کے احکام میں جھوٹی بات گھڑ کر اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرنا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جھوٹ بولنا معصیت ہے اور ہر معصیت دوزخ میں دخول کا سبب ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا. (النساء: ۱۴)

اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی معصیت کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اللہ اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کر دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

Marfat.com

لہٰذا ہر شخص پر جھوٹ باندھنا معصیت ہے اور دخول نار کا سبب ہے تو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی کیا تخصیص ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا' دوسرے لوگوں پر جھوٹ باندھنے کی بہ نسبت بہت سنگین ہے' کیونکہ آپ کی طرف جو جھوٹی بات گھڑ کر منسوب کی جائے گا' اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ وہ شرعی حکم ہے اور جو لوگ اس کے جھوٹے ہونے پر مطلع نہیں ہوں گے' وہ قیامت تک اس حکم پر عمل کرتے رہیں گے' عام لوگوں پر جھوٹ باندھنا بھی گناہ کبیرہ ہے' لیکن رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا بہت سنگین گناہ کبیرہ ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ پر جھوٹ باندھنے کی سزا دوزخ میں داخل ہونا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ اس سزا کو معاف بھی کر دیتا ہے' لہٰذا قطعی طور پر یہ نہیں کیا جائے گا کہ آپ پر جھوٹ باندھنے والا دوزخ میں داخل ہوگا' اسی طرح ہر گناہ کبیرہ کا حکم ہے' پھر اگر کسی مسلمان کو اس کبیرہ کی وجہ سے دوزخ میں داخل کیا گیا تو وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا' بلکہ سزا دینے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل اور رحمت سے دوزخ سے نکال لے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۴۔۲۲۳)

بعض زاہدوں کا ترغیب اور ترہیب کے لیے احادیث وضع کرنا

علامہ اسماعیل حقی حنفی بروسوی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیفۃ الاسانید احادیث پر عمل کرنا جائز ہے' علامہ علی بن برہان الدین حلبی نے کہا ہے: خواہ ان کی اسانید موضوعۃ ہوں' کیونکہ حاکم وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے ایک زاہد احادیث وضع کرنے کے درپے ہوا' اس سے پوچھا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن میں بے رغبتی کرتے ہیں تو میں نے ان کو قرآن مجید کی طرف راغب کرنے کے لیے احادیث وضع کیں' ان سے کہا گیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا' وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنالے' اس نے جواب دیا: اس حدیث میں لفظ ''علی'' ہے اور ''علی'' ضرر کے لیے آتا ہے یعنی جس نے آپ کے دین کو ضرر پہنچانے کے لیے آپ پر جھوٹ باندھا' وہ دوزخ میں اپنی جگہ بنا لے اور میں تو آپ کے دین کو نفع پہنچانے کے لیے احادیث وضع کر رہا ہوں' جیسا کہ ''فتح القریب شرح الترغیب والترہیب'' میں مذکور ہے' ان کی مراد یہ ہے جو نبی ﷺ کی طرف ایسی جھوٹی بات کی نسبت کرے' جس سے قواعد اسلام منہدم ہوں اور شرعی احکام فاسد ہوں' اس پر وعید ہے' اور جو آپ کی طرف ایسے جھوٹے کلام کی نسبت کرے' جو شریعت کی اتباع پر برانگیختہ کرے اور آپ کی سیرت کی اتباع پر محرک ہو یعنی جو کذب علیہ نہ ہو بلکہ کذب لہ ہو' اس کے متعلق وعید نہیں ہے' خلاصہ یہ ہے کہ جو چاہے ان اکابر کی (موضوع) روایات پر عمل کرے اور ان کی برکات سے مستفید ہو اور جو چاہے ان کی روایات پر عمل نہ کرے اور ان کی برکات سے محروم ہو جائے۔

(روح البیان ج ۳ ص ۶۹۵۔۶۹۴' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ترغیب اور ترہیب کے لیے حدیث وضع کرنے والوں کا ردّ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنا حرام ہے اور بہت سنگین گناہ کبیرہ ہے' لیکن اس سے وہ کافر نہیں ہوگا' ہاں! جو اس کو حلال اور جائز سمجھ کر کرے' وہ کافر ہو جائے گا (جیسا کہ علامہ اسماعیل حقی نے اس زاہد کا قول نقل کیا ہے' ہرچند کہ اس نے تاویل کی ہے لیکن ایسے واضعین کا ایمان بہرحال خطرہ میں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

شیخ ابومحمد جوینی نے کہا ہے کہ جس نے عمداً آپ پر جھوٹ باندھا' وہ کافر ہو گیا' لیکن صحیح یہ ہے کہ جو حلال سمجھ کر آپ پر جھوٹ

Marfat.com

باندھے گا' وہ کافر ہو جائے گا' البتہ وہ شخص فاسق ہے اور اس کی کوئی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا مطلقاً حرام ہے' خواہ وہ احکام میں ہو یا ترغیب اور ترہیب میں ہو یا مواعظ میں ہو' ان میں سے ہر کذب حرام ہے اور اکبر الکبائر میں سے ہے' بعض مبتدعین نے کہا ہے کہ ترغیب اور ترہیب کے لیے احادیث وضع کرنا جائز ہے' انہوں نے کہا: یہ کذب علیہ نہیں ہے بلکہ کذب لہ ہے یعنی یہ جھوٹ دین میں ضرر کے لیے نہیں ہے بلکہ دین کے نفع کے لیے ہے اور بعض جاہل زاہدوں نے اس قول کی پیروی کی ہے اور انہوں نے ان صریح آیات کا انکار کیا ہے' جن میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً جھوٹ پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۝ (البقرہ:۱۰) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے۝

لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۝ (آل عمران:۶۱) جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۝

اور انہوں نے ان احادیث صریحہ متواترہ کی مخالفت کی' جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو حرام اور سنگین گناہ قرار دیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وحی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۝اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۝ (النجم:۴-۳) وہ اپنی خواہش سے نہیں کلام کرتے۝ آپ صرف وہی کلام کرتے ہیں جس کی آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے۝

ان کا یہ کہنا کہ یہ کذب لہ ہے اور آپ کے حق میں جھوٹ ہے' یہ عربی زبان اور خطاب شرع سے جہالت ہے۔

جس شخص کو علم ہو یا اس کو ظن غالب ہو کہ یہ روایت موضوع ہے' اس پر لازم ہے کہ وہ اس روایت کو نہ بیان کرے اور اگر بیان کرنا پڑے تو یہ بتا کر بیان کرے کہ یہ روایت موضوع ہے اور اگر اس کے بغیر بیان کرے گا تو وہ بھی آپ پر جھوٹ باندھنے والوں میں داخل ہوگا' کیونکہ حدیث میں ہے: جس نے مجھ سے روایت کر کے کوئی حدیث بیان کی اور اس کو معلوم تھا کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

(شرح مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ص ۲۹-۲۷ ۳۲ ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ' عمدۃ القاری ج ۲ص ۲۲۵-۲۲۴)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جاہلوں کی ایک قوم نے دھوکا کھایا اور انہوں نے ترغیب اور ترہیب میں احادیث وضع کیں' اور انہوں نے کہا: ہم آپ پر جھوٹ نہیں باندھ رہے بلکہ ہم آپ کی شریعت کی تائید کے لیے احادیث بنا رہے ہیں اور انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ جس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا' اس کو آپ کی طرف منسوب کر کے وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں کیونکہ ان احادیث موضوعہ کے ذریعہ وہ اپنی طرف سے شریعت کا کوئی حکم ثابت کرتا ہے' خواہ وہ واجب ہو یا مستحب ہو یا حرام ہو۔

(فتح الباری ج ۱ص ۶۵۱' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

واضعین حدیث کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

احادیث وضع کرنے والوں کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) "الزنادقہ" جیسے المغیرہ بن سعید الکوفی اور محمد بن سعید المصلوب' انہوں نے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنے کا ارادہ کیا'

Marfat.com

انہوں نے یہ حدیث وضع کی: میں خاتم النبیین ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا مگر اگر اللہ چاہے۔

(۲) متعصب لوگ: ان میں سے بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعصب رکھتے تھے' انہوں نے حضرت علی کی تنقیص میں احادیث وضع کیں اور بعض حضرت معاویہ سے تعصب رکھتے تھے' انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں احادیث وضع کیں اور بعض امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے تعصب رکھتے تھے' امام ابن حبان نے کہا: الحسن بن علی بن زکریا العدوی الرازی نے یہ حدیث وضع کی کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے' الخطیب نے ''الکفایہ'' میں لکھا ہے کہ مہدی نے کہا: میرے سامنے ایک زندیق نے کہا کہ میں نے چارسو احادیث وضع کر کے لوگوں میں پھیلادی ہیں۔

(۳) بعض زاہدوں نے ترغیب اور ترھیب میں احادیث وضع کیں' ابن صلاح نے روایت کی ہے کہ ابوعصمہ نوح بن ابی مریم سے کہا گیا کہ تم نے فضائل قرآن میں ہر سورت کی فضیلت از عکرمہ از ابن عباس کہاں سے روایت کی ہے' اس نے کہا: میں نے دیکھا لوگ قرآن سے اعراض کر رہے ہیں اور ابوحنیفہ اور معاذ بن اسحاق کی فقہ میں مشغول ہو رہے ہیں تو میں نے ان احادیث کو وضع کیا۔

حدیث موضوع کی شناخت کے طریقے

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

حدیث موضوع کی شناخت واضع کے اعتراف سے ہوتی ہے یا راوی کے حال میں قرینہ سے ہوتی ہے' یا اس کی روایت رکیک الفاظ سے ہوتی ہے یا وہ اس شخص سے روایت کرتا ہے' جس کو اس نے نہیں پایا اور جو اس فن کے ماہرین ہوتے ہیں' جیسے عبداللہ بن المبارک' وہ قرآئن سے حدیث موضوع کو پہچان لیتے ہیں۔

حدیث کا واضع یا تو اپنے کلام کو حدیث بنالیتا ہے یا بعض حکماء یا بعض صحابہ کے کلام کو حدیث بنالیتا ہے' جیسا کہ احمد بن اسماعیل السہمی نے از مالک از وہب بن کیسان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ نماز جس میں سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی جائے' وہ ناقص ہے ماسوا امام کے۔ یہ حدیث موطاء میں ہے' اسی طرح اور بہت علمی قرائن ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۶' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* شرح صحیح مسلم میں ہم نے ۳۶ قواعد ''حدیث موضوع کی معرفت کے قوائد اور ضوابط'' لکھے ہیں' جن سے حدیث موضوع کی شناخت ہوتی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۸-۱۳۲)

۱۰۷- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ اِنِّيْ لَا اَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اُفَارِقْهُ وَلٰكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از جامع بن شداد از عامر بن عبداللہ بن الزبیر از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر احادیث نہیں سنتا' جس طرح فلاں' فلاں حدیث بیان کرتے ہیں' انہوں نے کہا: بہرحال میں آپ سے کبھی علیحدہ نہیں ہوا' لیکن میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا' وہ دوزخ کی آگ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنالے۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد: ۳۶۵۱ 'سنن ابن ماجہ: ۳۶ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۶۰ 'مسند البزار: ۹۷۰ 'مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۹۱ 'السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۱۲ 'مسند ابویعلیٰ: ۶۷۴ 'سنن داری: ۲۳۳ 'صحیح ابن حبان: ۶۹۸۲ 'مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۳ ۔ ج ۳ ص ۳۰ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کا گناہ بیان کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ابن الزبیر اور حضرت الزبیر بن العوام کا تذکرہ

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) جامع بن شداد المحاربی ابوصخرہ الکوفی' یہ ثقہ ہیں اور قلیل الحدیث ہیں' ان کی کل ۲۰ احادیث ہیں' یہ ۱۱۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عامر بن عبد اللہ بن الزبیر بن العوام الاسدی القرشی المدنی' یہ عابد' فاضل اور ثقہ تھے' ۱۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہما' یہ صحابی ابن صحابی ہیں' مہاجرین میں ان کی سب سے پہلے اسلام میں پیدائش ہوئی' ان کی والدہ حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہما ہیں' وہ ان کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور ان کو آپ کی گود میں رکھ دیا' آپ نے ایک کھجور منگائی' اس کو چبایا' پھر اس کو اپنے لعاب دہن کے ساتھ ان کے منہ میں ڈال دیا' اور ان کو گھٹی دی' پس سب سے پہلے جو چیز ان کے پیٹ میں پہنچی' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھا' پھر ان کے لیے دعا کی' یہ اطلس (جس کی پیدائشی ڈاڑھی نہ ہو) تھے' ان کی ڈاڑھی نہیں آئی تھی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۳ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے ۶ احادیث روایت کی ہیں' یہ دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات قیام اور سجود میں گزارتے تھے اور صبح تک عبادت کرتے رہتے تھے' یزید بن معاویہ کی موت کے بعد ۶۴ھ میں ان کو خلیفہ بنالیا گیا تھا اور اہل شام کے علاوہ ان کی خلافت پر اہل حجاز' اہل یمن' اہل عراق اور اہل خراسان سب متفق تھے' انہوں نے کعبہ کی عمارت کی تجدید کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے مطابق حطیم کو کعبہ میں شامل کرلیا' انہوں نے لوگوں کے ساتھ آٹھ حج کیے' وہ اپنی خلافت پر قائم رہے حتیٰ کہ حجاج نے مکہ میں ان کا محاصرہ کرلیا' یہ واقعہ یکم ذوالحجہ کی شب ۷۲ھ میں ہوا' ان کا محاصرہ جاری رہا' حتیٰ کہ ان پر ایک پتھر پھینکا گیا' جس سے یہ شہید ہو گئے' ان کے جسم مبارک کو صلیب پر چڑھایا گیا اور ان کے سر کو خراسان میں بھیج دیا گیا (۶) ان کے والد حضرت الزبیر بن العوام القرشی تھے' یہ ان دس اصحاب میں سے ایک ہیں' جن کو جنت کی بشارت دی گئی اور چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں اور ان مہاجرین میں سے ایک ہیں' جنہوں نے دو ہجرتیں کی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوارئی (مددگار) ہیں' ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں' وہ چوتھی اسلام لانے والی خاتون تھیں اور یہ حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر اسلام لائے' یہ پانچویں مسلمان تھے' اس وقت ان کی عمر ۱۶ سال تھی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مغازی میں شریک رہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۸ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم دو حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری ۷ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' حضرت زبیر وہ پہلے شخص ہیں' جنہوں نے اسلام کی راہ میں تلوار نکالی' یوم الجمل میں یہ قتال کو ترک کر کے واپس ہو چکے تھے' پھر ان کو جنگ جوؤں کی ایک جماعت نے بصرہ کی ایک جانب وادی السباغ میں شہید کر دیا' اور وہیں ان کو دفن کر دیا گیا' پھر ان کو بصرہ لایا گیا اور وہاں ان کی قبر مشہور ہے' ان سے ایک بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں' ان کی چار ازواج تھیں' ہر زوجہ کو بارہ بارہ لاکھ دیئے گئے' ان کا تمام مال پانچ کروڑ ایک لاکھ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۸۔ ۲۲۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زبیر نے حبشہ ہجرت کی تھی' پھر انہوں نے کیسے کہا: میں آپ سے جدا نہیں ہوا

اس حدیث میں ہے کہ حضرت زبیر نے کہا: میں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوا' یعنی سفر اور حضر میں ہمیشہ آپ کے

Marfat.com

ساتھ رہا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی تو آپ سے جدا تو ہوئے' اس کا جواب یہ ہے کہ غلبہ اسلام کے بعد یا اکثر احوال میں' میں آپ سے جدا نہیں ہوا۔

حضرت علی کی روایت میں اور حضرت زبیر کی روایت میں عمداً کی قید نہیں ہے' اس سے بعض لوگوں نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ آپ پر جھوٹ بولنا مطلقاً حرام ہے اور دخولِ نار کا سبب ہے' خواہ عمداً جھوٹ باندھے یا بھولے سے' لیکن صحیح یہ ہے کہ بھولے سے جھوٹ بولنے پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

۱۰۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ' عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ قَالَ اَنَسٌ اِنَّهٗ لَيَمْنَعُنِيْ اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. (مسند البزار: ۳۸۴' مسند احمد ج ۱ ص ۷۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۰۷۔ ج ۱ ص ۵۲۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' نوٹ: مسند احمد میں یہ حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تم کو بہ کثرت حدیثیں بیان کرنے سے ضرور یہ چیز منع کرتی ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا' وہ دوزخ کی آگ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنالے۔

عنوان باب کی مطابقت میں یہ تیسری حدیث ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو معمر عبداللہ بن عمرو المنقری البصری (۲) عبدالوارث بن سعید التیمی البصری (۳) عبدالعزیز بن صہیب الاعمی البصری (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان سب کا تعارف بھی گزر چکا ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ جھوٹی احادیث پر عذاب کی وعید احادیثِ صادقہ کی روایت سے تو مانع نہیں ہے

حضرت انس نے جو بہ کثرت احادیث روایت نہ کرنے کا عذر بیان کیا ہے' وہ جھوٹی اور موضوع احادیث سے احتراز ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ احادیثِ صادقہ تو بہ کثرت روایت کر سکتے تھے تو پھر انہوں نے بہ کثرت احادیث روایت کرنے سے احتراز کیوں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی شخص بہ کثرت احادیث روایت کرے گا تو عادۃً یہ خطرہ ہوگا کہ کہیں کوئی جھوٹی حدیث نہ روایت کر دے' تاہم حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین روایت میں سے ہیں اور انہوں نے ۱۲۸۶' احادیث روایت کی ہیں۔

(خلاصۃ الخزرجی ج ۱ ص ۱۱۷)

۱۰۹- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ' عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از سلمہ بن الاکوع' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے میری طرف اس بات کی نسبت کی' جس کو میں نے نہیں کہا' وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ کی آگ میں بنا لے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۴' صحیح ابن حبان: ۲۸' مسند احمد ج ۴ ص ۵۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۵۴۳۔ ج ۱۶ ص ۲۰۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

نوٹ: "مسند احمد' ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان" میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ حدیث لفظاً متواتر ہے۔

عنوان باب کی مطابقت میں یہ چوتھی حدیث ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) المکی بن ابراہیم البلخی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) یزید بن ابی عبید ابو خالد الاسلمی' یہ حضرت سلمہ بن الاکوع کے آزاد شدہ غلام ہیں' ۱۴۶ یا ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' یہ بیعت رضوان میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین مرتبہ بیعت کی تھی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۷۷' احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے ۱۶' احادیث پر متفق ہیں' امام بخاری پانچ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۹' احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' یہ ۸۰ سال کی عمر میں ۷۴ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے' ان سے ایک بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں' یہ بہت بہادر' تیر انداز اور شہ سواری میں سبقت کرنے والے تھے' ان کے اخلاق بہت عمدہ تھے' کہا جاتا ہے کہ ان سے بھیڑیے نے کلام کیا تھا' حضرت سلمہ نے کہا: میں نے بھیڑیے کو دیکھا' اس نے ہرن کو پکڑ لیا تھا' میں نے اس سے ہرن کو طلب کیا اور اس کو اس بھیڑیے سے چھڑا لیا' بھیڑیے نے ان سے کہا: تم پر افسوس ہے! تمہارا اور میرا کیا تعلق ہے! میں نے اس رزق کا قصد کیا' جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے اور وہ تمہارا مال نہیں تھا' پھر تم نے کیوں اس کو مجھ سے چھینا' حضرت سلمہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے بندو! یہ بہت عجیب بات ہے کہ بھیڑیا کلام کر رہا ہے' بھیڑیے نے کہا: اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے درختوں کے درمیان تم کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور تم بتوں کی عبادت کے سوا اور کسی کی عبادت سے انکار کرتے ہو' حضرت سلمہ نے کہا: پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا ملا اور اسلام لے آیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۳۱-۲۳۰)

روایت بالمعنی پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے: جس نے میری طرف اس بات کی نسبت کی' جس کو میں نے نہیں کہا۔ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کے ساتھ خاص ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال بھی اس میں حکماً داخل ہیں کیونکہ آپ پر جھوٹ باندھنے کے امتناع کی علت میں دونوں مشترک ہیں' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت بالمعنی بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں وہ الفاظ نہیں ہوتے' جو آپ نے فرمائے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ حدیث کے معنی کو ایسے الفاظ سے نہ تعبیر کیا جائے' جس سے حدیث میں بیان کردہ حکم متغیر ہو جائے۔

۱۱۰- حَدَّثَنَا مُوْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ' عَنْ اَبِیْ حَصِیْنٍ' عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْیَتِیْ' وَمَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ' فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ' وَمَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

[اطراف الحدیث: ۳۵۳۹-۶۱۸۸-۶۱۹۷-۶۹۹۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی صالح از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو اور جس نے مجھے نیند میں دیکھا' اس نے بے شک مجھے ہی دیکھا ہے' کیونکہ شیطان میری صورت کی مثل نہیں بنا سکتا اور جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا' وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ کی آگ میں بنا لے۔

(صحیح مسلم المقدمۃ' باب: ۲' حدیث: ۲' صحیح مسلم: ۲۱۳۴-۲۱۳۱' سنن ابو داؤد: ۴۹۶۵' سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۵' مسند الحمیدی: ۱۱۴۴' مصنف ابن

Marfat.com

ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۷۱٬ سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۰۸٬ شرح السنۃ: ۳۳۶۳٬ مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸ طبع قدیم٬ مسند احمد: ۷۳۷۷۔ ج ۱۲ ص ۳۳۳٬ مؤسسۃ الرسالۃ٬ بیروت)

عنوان باب کی مطابقت میں یہ پانچویں حدیث ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری البصری التبوذکی (۲) ابوعوانہ الوضاح الیشکری٬ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابوحصین عثمان بن عاصم الکوفی٬ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوصالح وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے شعبہ اور سفیان ثوری وغیرہ نے سماع کیا ہے٬ یہ ثقہ اور صاحب سنت تھے اور حفاظ کوفہ میں سے تھے٬ ان کے پاس چار سو احادیث تھیں٬ یہ ۱۲۸ھ یا ۱۲۷ھ میں فوت ہو گئے (۴) ابوصالح ذکوان السمان الزیات المدنی (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ٬ ان کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری: ۲۳۲۔۲۳۱)

کنیت کا معنی اور شیطان کا صیغہ اور معنی

کنیت کا مادہ کنایہ ہے٬ اس کا معنی ہے: ایک لفظ بولا جائے اور اس سے اس کے لازم کا ارادہ کیا جائے اور کنیت اسم کی ایک قسم ہے٬ اسم کی تین قسمیں ہیں: علم٬ لقب اور کنیت٬ جس اسم سے کسی شخص معین کا ارادہ کیا جائے٬ اس کو عربی میں علم اور اردو میں نام کہتے ہیں٬ اور اگر وہ اسم مدح یا ذم کی خبر دے تو اس کو لقب کہتے ہیں اور اگر وہ اسم اب یا ام سے شروع ہو اور اس کی کسی دوسرے اسم کی طرف اضافت ہو تو اس کو کنیت کہتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اور نام محمد ہے اور آپ کا لقب مثلاً سید المرسلین اور خاتم النبیین ہے اور آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

نیز اس حدیث میں شیطان کا ذکر ہے٬ اس کا مادہ شیط ہے اور اس کا وزن فعلان ہے اور اس کا معنی ہے: ہلاک ہونے والا یعنی اللہ کے غضب میں٬ اور یا اس کا مادہ شطن ہے اور اس کا وزن فیعال ہے اور اس کا معنی ہے: دور ہونے والا یعنی اللہ کی رحمت سے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے متعلق متعدد احادیث

نیز اس حدیث میں فرمایا گیا: جس نے مجھے نیند میں دیکھا٬ اس نے بے شک مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری صورت کی مثل نہیں بنا سکتا۔

اسانید صحیحہ کے ساتھ اس قسم کی متعدد احادیث ہیں:

(۱) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ کو دیکھا٬ اس نے حق دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۶٬ صحیح مسلم: ۲۲۶۷٬ سنن دارمی: ۲۱۴۰٬ مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۶)

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ کو دیکھا٬ اس نے حق دیکھا٬ کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ (صحیح البخاری: ۶۹۹۷٬ مسند احمد ج ۳ ص ۵۵)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھے نیند میں دیکھا٬ وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بنا سکتا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۳٬ صحیح مسلم: ۲۲۶۶٬ سنن ابوداؤد: ۵۰۲۳٬ مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۹۔ ج ۵ ص ۳۰۶٬ تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۸۴)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے مجھے نیند میں دیکھا٬ اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان مجھے خیال میں نہیں لا سکتا۔ (صحیح البخاری: ۶۹۹۴٬ صحیح مسلم: ۲۲۶۴٬ سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۳٬ مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۳)

Marfat.com

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے نیند میں دیکھا' گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (المعجم الاوسط: ۶۱۲' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۸۱)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے نیند میں دیکھا' اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ ایک روایت میں ہے: میرے مشابہ نہیں ہو سکتا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۱' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۷۳)

اس کی تحقیق کہ آپ کو خواب میں دیکھنے والا' آپ کو آپ کی معروف صفات میں دیکھتا ہے یا دوسری صفات میں

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا: جس نے مجھے نیند میں دیکھا' اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ علامہ الماوردی نے کہا: اس کی تاویل میں اختلاف ہے' قاضی ابوبکر بن الطیب نے کہا: اس کا معنی یہ ہے اس نے حق دیکھا اور اس کا خواب اضغاث احلام یعنی منتشر خیالات اور شوریدہ پریشان خواب نہیں ہے اور نہ شیطان کی تشبیہ ہے اور اس کا یہ خواب برحق اور صحیح ہے۔

قاضی ابوبکر نے کہا: کبھی آپ کو خواب میں دیکھنے والا ان صفات کے مطابق نہیں دیکھتا' جو ہم تک منقول ہوئی ہیں' مثلاً وہ آپ کو سفید ڈاڑھی میں دیکھتا ہے' یا آپ کا کوئی اور رنگ دیکھتا ہے اور کبھی آپ کو دو آدمی ایک وقت میں دو مختلف جگہوں سے دیکھتے ہیں' ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں اور ان میں سے ہر ایک آپ کو اپنی جگہ سے دیکھتا ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا اس نے آپ کو پالیا' اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے اور نہ عقل اس کو محال قرار دیتی ہے اور یہ جو ذکر کیا گیا ہے کہ کبھی آپ کو دیکھنے والا دوسری صفات میں دیکھتا ہے یا جو آپ کی معروف صفات میں نہیں دیکھتا ہے یا دو آدمی آپ کو دو مختلف جگہوں سے دیکھتے ہیں تو یہ دیکھنے والے کی غلطی ہے اور اس کا غلط تخیل ہے' اور اس نے اپنے بعض خیالات کو متشکل دیکھا ہے' اور ادراک میں آنکھوں کے پھیرنے اور قرب مسافت کی شرط نہیں ہے اور نہ یہ شرط ہے کہ دکھائی دینے والا زمین میں مدفون ہو یا زمین پر ظاہر ہو' اس میں صرف یہ شرط ہے کہ وہ موجود ہو اور احادیث میں آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام باقی ہیں اور زمین میں ان پر کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اگر آپ کو بوڑھا دیکھا گیا تو وہ کسی آفت اور مصیبت سے نجات کا سال ہے اور اگر آپ کو جوان دیکھا گیا تو وہ قحط کا سال ہے اور اگر آپ کو حسین شکل میں عمدہ اقوال اور افعال کے ساتھ دیکھا گیا تو اس کا معنی یہ ہے کہ دیکھنے والے میں خیر ہے اور اگر اس کے خلاف دیکھا تو اس کا معنی یہ ہے کہ دیکھنے والے میں شر ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان میں سے کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوگی' اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ آپ نے کسی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے تو اس شخص کے لیے قتل کرنا جائز نہیں ہے اور یہ اس کی صفات متخیلہ ہیں' اس کو اس طرح دکھائی نہیں دیا' اور اس میں تیسرا قول وہ ہے' جو قاضی عیاض اور ابوبکر ابن العربی کا ہے کہ اگر اس نے آپ کو آپ کی صفات معروفہ میں دیکھا ہے تو وہ حقیقت کا ادراک ہے اور اگر اس نے آپ کو اس کے خلاف صفت میں دیکھا ہے تو وہ مثال کا ادراک ہے اور اس خواب کی تاویل ہوگی' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ تیسرا قول ضعیف ہے' اور صحیح دوسرا قول ہے۔

آپ کو خواب میں دیکھنے والا بعینہٖ آپ کو دیکھتا ہے یا آپ کی مثال کو؟

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے جو فرمایا ہے: اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے حقیقت میں میری مثال کو

Marfat.com

دیکھا ہے کیونکہ خواب میں مثال ہی دکھائی دیتی ہے' اور آپ نے فرمایا ہے: شیطان میری مثل نہیں بن سکتا' یہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے اور اسی کے قریب امام غزالی نے کہا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ اس نے میرے جسم اور میرے بدن کو دیکھا ہے' بلکہ اس نے مثال کو دیکھا ہے اور یہ مثال اس معنی کو ادا کرنے کا آلہ ہے' جو میرے دل میں ہے بلکہ بدن بیداری میں بھی صرف نفس کا آلہ ہوتا ہے' پس حق یہ ہے کہ دیکھنے والا جو دیکھتا ہے' وہ آپ کی روحِ مقدسہ کی حقیقت کی مثال ہے' جو روحِ مقدسہ محلِ نبوت ہے' پس اس نے جو شکل دیکھی ہے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح ہے' نہ وہ آپ کا شخص ہے' بلکہ تحقیق میں وہ آپ کی مثال ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ خواب کی تین قسمیں ہیں (۱) اللہ کی جانب سے خواب (۲) شیطان کی جانب سے خواب (۳) انسان جو کچھ سوچتا رہتا ہے' اس کی خیالی صورتیں' اور انسان خواب میں جو آپ کو دیکھتا ہے' وہ شیطان کی طرف سے تو بہرحال نہیں ہے' پس کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے جو آپ کو دیکھا ہے' وہ اس کی سوچ اور اس کے خیال کی صورت ہو؟ میں کہتا ہوں کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ انسان خواب میں اس صورت کو دیکھتا ہے' جس کے ساتھ اس کو کوئی مناسبت ہوتی ہے' خواہ وہ مناسبت ذات میں اشتراک کی وجہ سے ہو یا صفات اور افعال میں اشتراک کی وجہ سے ہو اور انسان جو کچھ سوچتا ہے' اس میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی مناسبت پیدا کر لے' حتیٰ کہ وہ خواب میں آپ کی صورت کی مثال دکھائی دینے کا سبب بن جائے' لہٰذا خواب کی یہ قسم اللہ کی جانب سے ہے' نہ شیطان کی جانب سے ہے اور نہ اس کی سوچ اور اس کی باتوں کی خیالی صورت ہے۔ اس کے برخلاف جو فرشتہ خواب دکھانے پر مؤکل ہے' وہ لوحِ محفوظ سے مناسبت کی مثل قائم کر دیتا ہے۔

آپ کو بیداری میں دیکھنے کا معنی

بعض روایات میں ہے کہ "وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا" اور یہ بھی حدیث ہے کہ "گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا" اس کے معنی میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنے خواب کی تفسیر دیکھے گا کیونکہ وہ حق ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ عنقریب آپ کو قیامت میں دیکھے گا' اور تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کے زمانہ کے جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور انہوں نے آپ کو خواب میں دیکھا تھا' وہ عنقریب بیداری میں بھی آپ کی زیارت کریں گے۔ (عنقریب میں اس حدیث کے متعلق اپنا موقف پیش کروں گا۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس کی تحقیق کہ شیطان آپ کی صورت کی مثل نہیں بنا سکتا

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے: بے شک شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا' یعنی میری صورت میں نہیں آ سکتا' اس حدیث میں صورت کے معنی میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد میری صفت ہدایت ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اپنی حقیقت پر ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صورت مشاہد تھی' وہ اس میں نہیں آ سکتا۔

علماء نے کہا ہے کہ دیکھنے والا آپ کو اس صورت میں دیکھے' جو آپ کی اس صورت اور اس حلیہ سے مشابہ ہے' جو نقل صحیح سے ثابت ہے' حتیٰ کہ اگر اس نے آپ کو اس کی مخالف صورت میں دیکھا تو اس نے آپ کو نہیں دیکھا' مثلاً اس نے آپ کو بہت لمبا دیکھا یا بہت چھوٹا دیکھا یا آپ کو بہت بالوں والا دیکھا یا بوڑھا دیکھا یا بہت گندمی دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت عطا کی ہے کہ لوگ جو آپ کو دیکھتے ہیں تو ان کا دیکھنا صحیح ہوتا ہے اور ان تمام کی رؤیت صادق ہے اور شیطان کو آپ کی صورت میں آنے سے منع کر دیا ہے تاکہ وہ آپ کی زبان سے لوگوں کو گمراہ نہ کرے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیداری میں شیطان کو یہ قدرت نہیں دی کہ وہ آپ کی صورت میں آ سکے' محی السنہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند میں دیکھنا حق ہے اور شیطان آپ کی مثل میں نہیں آ سکتا' اسی طرح وہ تمام انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کی مثل میں نہیں آ سکتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۳۴-۲۳۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

اس زمانہ میں اور اس جہان میں آپ کو بیداری میں دیکھنے کے متعلق علماء کی تصریحات

جس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا' وہ مجھے عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا' علامہ بدر الدین عینی نے اس کی مکمل تحقیق نہیں کی' اکابر امت نے اس حدیث کا یہ معنی بھی کیا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا ہے' وہ عنقریب اسی دنیا میں حقیقۃً میری زیارت کرے گا۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی نے ''تنویر الحوالک'' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی زیارت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا' وہ مجھ کو عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (صحیح البخاری: ۶۹۹۳' صحیح مسلم: ۲۲۶۶' مسند احمد: ۱:۷۳)

علامہ ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے کہ متعدد عارفین نے نیند کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کی اور آپ سے سوالات کر کے دینی مسائل کی مشکلات کو سمجھا اور اس حدیث کی تصدیق کی۔

علماء کا اس میں کافی اختلاف ہے کہ آپ کو بیداری میں دیکھنے والا آپ ہی کے جسم اور بدن کو دیکھے گا یا آپ کی مثال کو دیکھے گا' علامہ جلال الدین سیوطی نے عبارات علماء کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ احادیث اور عبارات علماء سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسم مبارک اور اپنی روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف عالم میں جہاں چاہتے ہیں' تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف فرماتے ہیں اور آپ اسی حالت میں ہیں' جس حالت میں آپ وفات سے پہلے تھے اور اس میں سرمو فرق نہیں ہوا' اور آپ زندہ ہونے کے باوجود لوگوں کی نظروں سے اس طرح غائب ہیں' جس طرح فرشتے ان کی نظروں سے غائب ہیں' اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو آپ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو آپ کے اور اس بندہ کے درمیان جو حجابات ہیں' ان کو اٹھا دیتا ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے تو پھر آپ کی مثال کے قول کی کیا ضرورت ہے' اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام بھی زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبروں سے باہر جانے اور اس جہان میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے اور اس پر بہ کثرت احادیث ناطق اور شاہد ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی زیارت اس طرح نہیں ہوتی' جیسے عام طور پر لوگ ایک دوسرے کو دنیا میں دیکھتے ہیں' یہ ایک حالت برزخیہ اور امر وجدانی ہے' اس کی حقیقت کو وہی شخص پا سکتا ہے' جس کو یہ مرتبہ حاصل ہوا ہو' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دیکھنے والا آپ کی روح کو دیکھتا ہے اور وہ روح کسی صورت میں متمثل ہو جاتی ہے' جب کہ وہ روح اس وقت آپ کے اس جسم مبارک میں بھی ہوتی ہے' جو روضہ مبارکہ میں ہے' جس طرح حضرت جبریل آپ کے سامنے حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں موجود ہوتے ہیں یا کسی اور صورت میں' اور اس وقت وہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی جدا نہیں ہوتے' اور رہا آپ کا جسم مثالی تو اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قدسیہ متعلق ہوتی ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ آپ کے غیر متناہی اجسام مثالیہ ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ آپ کی روح واحدہ متعلق ہو اور یہ اس طرح ہو جیسے روح واحدہ کا تعلق ایک جسم کے متعدد اجزاء کے ساتھ ہوتا ہے' اور ہماری اس تقریر سے شیخ ابوالعباس طنجی کے اس قول کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ انہوں نے آسمان' زمین' عرش اور کرسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھرا ہوا دیکھا اور یہ عقدہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد مقربین نے ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۳۔۵۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

اس اعتراض کا جواب کہ عہد صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کا اس قدر ظہور کیوں نہیں ہوا؟

اولیاء کرام کو نبی ﷺ کی جو زیارت ہوتی ہے اور وہ آپ سے دینی اور فقہی معاملات میں استفادہ کرتے ہیں اور اپنے اشکالات کو حل کراتے ہیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین اور دیگر اکابر صحابہ کرام کو جو اشکالات پیش آتے تھے' مثلاً حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی میراث دینے یا نہ دینے کا مسئلہ تھا' حضرت ابوبکر کی خلافت کا مسئلہ تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا معاملہ تھا' جس کی وجہ سے جنگ جمل اور جنگ صفین برپا ہوئیں' تو ان اکابر صحابہ کرام کو آپ کی زیارت کیوں نہیں ہوئی اور انہوں نے آپ سے ان الجھے ہوئے معاملات میں رہنمائی کیوں نہیں حاصل کی' بعد کے اولیاء کرام جن کو نیند اور بیداری میں آپ کی زیارت ہوتی رہی ہے اور وہ آپ سے اپنی مشکلات میں رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں' ان سے تو بہر حال ان صحابہ کرام کا آپ سے قرب بہت زیادہ تھا اور بعد کے عارفین اور مقربین سے ان کا مرتبہ بہت بڑھ کر تھا۔

علامہ سید محمود آلوسی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ نیند اور بیداری میں نبی ﷺ کی زیارت اور آپ سے استفادہ اولیاء کرام کی باقی کرامات کی طرح خلاف عادت امور سے ہے اور عہد صحابہ میں ان کرامات اور خلاف عادت امور کا ظہور بہت کم تھا کیونکہ اس دور میں عہد رسالت اور آفتاب نبوت بہت قریب تھا اور جس طرح سورج کی موجودگی میں ستارے نظر نہیں آتے' اسی طرح آفتاب رسالت کے معجزات کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام کی کرامات کے ستارے نظر نہیں آتے تھے۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۶-۵۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

شیخ سراج الدین بن الملقن نے ''طبقات الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا: میں نے ظہر کی نماز سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی' آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: اے ابا جان! میں عجمی شخص ہوں' فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں! آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو' میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: لوگوں کے سامنے وعظ کرو اور حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ انہیں اپنے رب کی طرف دعوت دو' پس میں ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھ گیا اور میرے سامنے بہت خلقت جمع ہو گئی' پھر مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی' پھر میں نے دیکھا کہ اس مجلس میں میرے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ہیں' آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے میرے ابا جان! مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی ہے' آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو' میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن ڈالا' میں نے پوچھا: آپ نے سات مرتبہ لعاب ڈال کر مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے ادب کی وجہ سے' پھر آپ مجھ سے غائب ہو گئے' پھر مجھے یوں لگا جیسے علوم و معارف کا ایک عظیم سمندر میرے سینہ میں موجزن ہے اور میں اپنی زبان سے حقائق اور دقائق کے یواقیت اور جواہر بیان کر رہا ہوں۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۱)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اور علامہ سراج الدین ابن الملقن نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی نیند اور بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور وہ نیند اور بیداری میں رسول اللہ ﷺ سے بہت فیض حاصل کرتے تھے' انہوں نے ایک رات میں سترہ مرتبہ آپ کی زیارت کی' ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا: اے خلیفہ! تم میری زیارت کے لیے اتنے بے قرار نہ ہوا کرو' کیونکہ کتنے اولیاء

Marfat.com

تو میرے دیدار کی حسرت میں ہی فوت ہو چکے ہیں' اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے ''لطائف المنن'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ابو العباس المرسی سے کہا: آپ نے بہت سے شہروں میں بہت سے لوگوں سے ملاقات کی ہے' آپ اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کر لیں' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا' اور انہوں نے کہا کہ اگر میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے اوجھل پاؤں تو میں اس ساعت میں خود کو مسلمان شمار نہیں کرتا اور اس قسم کی عبارات اولیاء کرام سے بہت منقول ہیں۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ سے سوال کیا گیا کہ:

کیا اب بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیداری میں ملاقات اور علم کا حاصل کرنا ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر مکی نے جواب میں لکھا:

ہاں! یہ ممکن ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے' علماء شافعیہ میں سے امام غزالی' بازری' تاج الدین سبکی' عفیف یافعی اور علماء مالکیہ میں سے علامہ قرطبی' ابن ابی جمرہ اور ابو جمرہ نے اس کی تصریح کی ہے' منقول ہے کہ ایک ولی اللہ کی مجلس میں ایک فقیہ آئے' پھر انہوں نے ایک حدیث بیان کی' اس ولی اللہ نے کہا: یہ حدیث باطل ہے' فقیہ نے پوچھا: آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ کہا تمہارے سر کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں' یہ بات میں نے نہیں کہی' پھر اس ولی اللہ نے فقیہ کے لیے بھی کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لی۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۵۴' مطبعہ مصطفی البابی' مصر)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے' جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبد الوہاب شعرانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی اور بالمشافہ ملاقات کی ہے' میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴' لواقح الانوار القدسیہ ص ۱۷' سعیدی غفرلہ) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا' (الی قولہ) امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے ''صحیح بخاری'' پڑھی' پھر امام شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا' ان میں سے ایک حنفی تھا' اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا: بیداری میں آپ کی زیارت محقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴' مطبع حجازی' مصر)

(جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا' اس حدیث کی مزید شرح ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس میں بیان کر دی ہے۔)

ایک اور دیوبندی عالم سید احمد رضا صاحب بجنوری لکھتے ہیں:

پھر بھی اس کا مشاہدہ خواب کی طرح بیداری میں بھی ہوتا ہے' میرے نزدیک یہ صورت بھی ممکن ہے' حق تعالیٰ جس خوش نصیب کو بھی چاہیں' یہ دولت عطا فرما دیں' جیسے علامہ سیوطی رحمہ اللہ سے نقل ہے کہ انہوں نے ستر مرتبہ سے زیادہ بیداری کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور بہت سی احادیث کے بارے میں سوالات کیے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصحیح کے مطابق احادیث کی تصحیح کی' علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی سلطانِ وقت بھی بڑی عزت کرتا تھا' ایک مرتبہ شیخ عطیہ نے ان کو لکھا کہ فلاں معاملہ میں سلطان سے میری سفارش کر دیجئے! تو علامہ سیوطی نے انکار کر دیا اور جواب میں لکھا: ''میں یہ کام اس لیے نہیں کر سکتا کہ اس میں میرا بھی نقصان ہے اور

Marfat.com

امت کا بھی' کیونکہ میں نے سرورِ دوعالم ﷺ کی ستر بار سے زیادہ زیارت کی ہے' اور میں اپنی بھلائی نہیں دیکھتا' بجز اس کے کہ میں بادشاہوں کے دروازوں پر نہیں جاتا''۔

پس اگر میں کام آپ کی وجہ سے کروں تو ممکن ہے کہ حضور ﷺ کی زیارتِ مبارکہ کی نعمت سے محروم ہو جاؤں' بعض صحابہ کو ملائکہ سلام کیا کرتے تھے' انہوں نے کسی مرض کے علاج میں داغ لگوالیا تو وہ اس کی وجہ سے ملائکہ کی رؤیت سے بھی محروم ہو گئے' اس لیے میں آپ کے تھوڑے نقصان کو امت کے بڑے نقصان پر ترجیح دیتا ہوں۔ (الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۱۳۳)

غالباً امت کے نقصان سے اشارہ اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی زیارتِ مبارکہ کے وقت علوم نبوت کا استفادہ کر کے وہ امت کو افادہ کرتے تھے' جیسا کہ تصحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

علامہ شعرانی نے بھی لکھا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ ﷺ سے ''بخاری شریف'' پڑھی' آٹھ رفیق دوسرے بھی ان کے ساتھ تھے' جن میں ایک حنفی تھے' ان سب کے نام لکھے ہیں اور وہ دعا بھی لکھی' جو ختم پر پڑھی تھی' غرض کہ رؤیت بیداری بھی حق ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔ (انوار الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۱۸' تالیفات اشرفیہ ملتان)

شیخ بجنوری اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

مشہور محدث وفقیہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام (استاذ حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفی) نے ''القواعد الکبریٰ'' میں لکھا ہے کہ ابن الحجاج نے ''المدخل'' میں تحریر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی زیارتِ مبارکہ بہ حالت بیداری کا مسئلہ بہت دقیق ہے' تاہم ایسے حضرات اکابر کے لیے اس کے وقوع وثبوت سے انکار نہیں کیا جا سکتا' جن کے ظاہر و باطن کی حق تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے حفاظت فرمائی ہو' البتہ بعض علماء ظاہر نے اس سے انکار کیا ہے۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۵۸)

حضرت شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ مسئلہ رؤیت منامی پر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے رسالہ لکھا ہے' آپ نے جمہور کا مذہب اختیار فرمایا اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ نے بھی رسالہ لکھا' جس میں دوسری رائے قلیل جماعت والی اختیار کی۔

حافظ ابن تیمیہ کا انکار رؤیت بیداری

ان منکرین ہی میں سے حافظ ابن تیمیہ بھی ہیں' جنہوں نے حسب عادت بڑی سختی وشدت سے بیداری کی رؤیت سے انکار کیا ہے' ''کتاب التوسل والوسیلہ'' میں لکھا کہ منامی رؤیت کبھی حق ہوتی ہے اور کبھی شیطان کے اثر سے' اس لیے حضور اکرم ﷺ کی منامی رؤیت تو ثابت وتسلیم ہے' مگر بیداری کی رؤیت تو کسی کے لیے ثابت نہیں ہے اور جو یہ گمان کرے کہ میں نے کسی میت کو دیکھا تو یہ بات اس کی جہالت سے ہے اور بہت سے لوگ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ انہوں نے کسی نبی یا صالح' یا خضر کو دیکھا تو درحقیقت انہوں نے شیطان کو دیکھا ہے۔ حاوی ج ۲ ص ۱۶۳ میں ہے کہ'' ائمہ شریعت کی ایک جماعت نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے کسی ولی مقرب کو یہ اکرام بھی عطا فرما دیتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی زیارتِ مبارکہ سے بہ حالت بیداری مشرف ہو' آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر بھی ہو اور آپ ﷺ کے معارف ومواہب سے حسب استعداد بہرہ ور ہو' اس کو ائمہ شافعیہ میں سے امام غزالی' بازری' تاج سبکی' یافعی نے اور ائمہ مالکیہ میں سے علامہ قرطبی' محدث ابن ابی جمرہ اور ابن الحاج ایسے حضرات اکابر ومحققین نے تسلیم کیا ہے' شیخ ابوالحسن شاذلی فرمایا کرتے تھے کہ'' اگر میں بہ قدر پلک جھپکنے کے بھی حضور اکرم ﷺ کے محجوب ہو جاؤں تو اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کروں''۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ایسے بہت سے حضرات کا ذکر کیا' جن کو بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے' مثلاً (۱) شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ میں نے ظہر سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی (۲) شیخ خلیفہ بن موسیٰ کے تذکرہ میں آتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ کثرت دیکھتے تھے (۳) شیخ عبدالغفار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر وقت دیکھتے تھے (۴) شیخ ابوالعباس موسیٰ کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خصوصی اتصال کا شرف حاصل تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دیتے' نیز محادثہ اور سوال و جواب سے بھی مشرف ہوتے' اسی طرح علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اور بہت سے اولیاء کرام کے نام ذکر کیے' جو بیداری کی رؤیت سے مشرف ہوئے ہیں اور ان کے قصے بھی لکھے۔ (حاوی)

علامہ بازری شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ کے اور اس سے بھی قبل کے اور بہت سے اولیاء کرام رحمہم اللہ کے حالات میں سنا گیا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات کے بعد عالم بیداری میں زندہ دیکھا ہے' ابن عربی نے فرمایا ہے کہ ''انبیاء و ملائکہ کی رؤیت اور ان کا کلام سننا مومن و کافر دونوں کے لیے ممکن ہے' فرق اتنا ہے کہ مومن کے لیے بہ طور کرامت ہوگا اور کافر کے لیے بہ طور عقوبت''۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں یہ بھی لکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیداری میں رؤیت تو اکثر قلب کے ذریعہ ہوتی ہے' پھر ترقی ہو کر حاسۂ بصر سے بھی ہونے لگتی ہے' لیکن پھر بھی وہ رؤیت بصریہ عام متعارف رؤیت کی طرح نہیں ہوتی' بلکہ وہ ایک جمعیۃ حالیہ اور حالت برزخیہ و امر وجدانی ہیں' جس کی حقیقت کا ادراک وہی شخص کر سکتا ہے' جس کو جمعیت حاصل ہو' شیخ عبداللہ دلاصی کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ ''جب امام نے اور میں نے احرام باندھا تو مجھے ایک پکڑنے والے نے پکڑ لیا اور میں رؤیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوا'' تو ''اخذتنی اخذۃ'' میں ''اخذہ'' (پکڑ اور کشش) سے اسی حالت مذکورہ کی طرف اشارہ ہے (جس کے ساتھ ہی شرف رؤیت بیداری میں حاصل ہو جاتا ہے)۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۶۲)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر اپنے رسالہ ''تنویر الحلك فی رؤیۃ النبی والملك'' میں مستقل طور پر بحث کی ہے' اس کو بھی دیکھا جائے۔

غرض اولیاء کرام کے حالات میں بڑی کثرت سے بیداری کی رؤیت کا ثبوت ملتا ہے' قریبی زمانہ میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے حالات میں ہے کہ ایک روز ''تصور شیخ'' کے مسئلہ پر تقریر فرماتے ہوئے جوش میں آ کر اس امر مخفی کا اظہار بھی فرما دیا کہ ''کامل تین سال تک حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا' پھر فرمایا کہ کتنے ہی سال تک میں نے کوئی بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استصواب کے بغیر نہیں کی' اس کے بعد احسان کا درجہ حاصل ہو گیا''۔ (امیر الروایات ص ۳۱۸)

ایسی صورت میں حافظ ابن تیمیہ ایسے محقق عالم کا انکار حیرت ہی کا باعث ہے' سچ ہے بڑوں سے غلطی بھی بڑی ہی ہوتی ہے' اور چند مسائل میں حافظ ابن تیمیہ کے تفردات بھی اسی قبیل سے ہیں۔ (انوار الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۲۰-۲۱۹' تالیفات اشرفیہ ملتان)

ہم نے بیداری میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاذ شیخ الاسلام علامہ بلقینی' علامہ ابن ابی جمرہ' علامہ جلال الدین سیوطی' علامہ ابن حجر ہیتمی مکی' علامہ آلوسی حنفی' شیخ سراج الدین ابن الملقن' علامہ عبدالوہاب شعرانی' اور علماء دیوبند میں سے شیخ انور شاہ کشمیری' شیخ بجنوری اور ان کے حوالہ سے شیخ گنگوہی کی تصریحات پیش کر دی ہیں کہ اولیاء اللہ کو اور علماء اور فقہاء کو بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے' وللہ الحمد۔

Marfat.com

آپ کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کی تفصیل اور تحقیق

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اور علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اور علامہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو' اہل ظاہر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت رکھنی مطلقاً جائز نہیں ہے' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' ربیع نے کہا: امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ کسی کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنی جائز نہیں ہے' خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھنا بھی منع ہے تا کہ وہ ابوالقاسم کنیت رکھنے کا سبب نہ بن جائے' حتیٰ کہ پہلے مروان کے بیٹے کا نام قاسم تھا' جب اس کو یہ حدیث پہنچی تو اس نے اپنے بیٹے کا نام بدل کر عبدالملک رکھ دیا۔

دوسرے متقدمین نے یہ کہا ہے کہ صرف ابوالقاسم کنیت رکھنا' اس وقت ناجائز ہے' جب اس کا نام محمد یا احمد ہو' حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرا نام (محمد) رکھا' وہ میری کنیت (ابوالقاسم) نہ رکھے اور جس نے میری کنیت رکھی ہے وہ میرا نام نہ رکھے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۶۶' سنن ترمذی: ۲۸۴۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۳)

دوسرے علماء نے کہا کہ یہ ممانعت اب منسوخ ہو گئی اور اب آپ کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کی رخصت ہے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ کی وفات کے بعد میرا بیٹا ہو تو میں اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (سنن ابوداؤد: ۴۹۶۷' سنن ترمذی: ۲۸۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے' پس میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی ہے' پھر مجھے بتایا گیا کہ آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: کس نے میرے نام کو حلال کہا ہے اور میری کنیت کو حرام کہا ہے' یا فرمایا: کس نے میری کنیت کو حرام کہا ہے اور میرے نام کو حلال کہا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۶۸)

علامہ مازری نے کہا ہے کہ آپ کی کنیت ابوالقاسم رکھنا آپ کی حیات میں ناجائز تھا' جب کہ اب جائز ہے' حدیث میں ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ ایک شخص بازار میں نداء کر رہا تھا: ''یا ابا القاسم'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر دیکھا' تو اس نے کہا: میں نے آپ کا ارادہ نہیں کیا تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میری کنیت نہ رکھو۔ (سنن ترمذی: ۲۸۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴)

طبری کی رائے یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے نام اور آپ کی کنیت کو جمع کرنے کی ممانعت منسوخ نہیں ہوئی' پہلے یہ ممانعت واجب تھی' اب مستحب ہے اور نام اور کنیت کو جمع کرنا مباح ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۹۔۸' اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۸۹' معلم اکمال الاکمال ج ۷ ص ۸۹)

اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھنے کی کراہت

بعض علماء کا شاذ قول ہے کہ کنیت خواہ کوئی رکھی جائے' لیکن آپ کا نام محمد رکھنا جائز نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھتے ہو' پھر ان پر لعنت کرتے ہو۔

(مسند ابویعلیٰ: ۳۳۸۶' مسند البزار: ۱۹۸۷' اس حدیث کی سند میں الحکم بن عطیہ ہے' امام احمد نے اس کی توثیق کی ہے اور دوسروں نے اس کو ضعیف کہا اور اس کے باقی رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۴۸)

Marfat.com

حضرت عمر نے اہل کوفہ کی طرف لکھا: تم کسی نبی کے نام پر اپنے بیٹوں کا نام نہ رکھو اور ایک جماعت کو حکم دیا جنہوں نے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا ہے وہ اس کو بدل دیں حدیث میں ہے:

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالحمید کے بیٹے کی طرف دیکھا اس کا نام محمد تھا اور ایک شخص اسے کہہ رہا تھا: یا محمد! اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ایسا کرے اور ایسا کرے اور ایسا کرے اور اس کو برا کہہ رہا تھا پس اس وقت امیر المؤمنین نے کہا: اے زید کے بیٹے! میرے قریب آؤ کیا میں نہیں دیکھ رہا کہ تمہاری وجہ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہا جا رہا ہے! اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں تم کو محمد کہہ کر کوئی نہیں پکارے گا پھر حضرت عمر نے اس کا نام عبدالرحمان رکھ دیا پھر آپ نے حضرت طلحہ کے بیٹوں کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے بیٹوں کے نام بدل دیں اس وقت ان کے سات بیٹے تھے اور سب سے بڑے بیٹے کا نام محمد تھا پس محمد بن طلحہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرا نام محمد تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی نے نہیں رکھا حضرت عمر نے فرمایا: جاؤ! جس کا نام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا ہے میں اس کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۹۹ طبقات کبریٰ ج ۵ ص ۵۳ التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۱۶ المعجم الاوسط ج ۱ ص ۱۱۰ الآحاد والمثانی: ۶۷۰ المعجم الکبیر: ۵۴۴ ج ۱۹ الاصابہ ج ۶ ص ۱۸ مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۸۹۲ ج ۲۹ ص ۴۲۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ایک قول یہ ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر نے سنا: کوئی شخص ان کے بھتیجے محمد بن زید بن خطاب سے کہہ رہا تھا: اے محمد! تمہارے ساتھ اللہ ایسا کرے اور ایسا کرے تو حضرت عمر نے ان کو بلایا اور کہا: کیا میں نہیں دیکھ رہا کہ تمہاری وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہا جا رہا ہے اللہ کی قسم! جب تک تم زندہ ہو تم کو محمد کہہ کر نہیں پکارا جائے گا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۹-۸ دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۹۱-۲۹۰ مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۲۹۱-۲۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

انبیاء کا نام رکھنے اور آپ کا نام رکھنے کا جواز اور استحباب

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت عمر کے نام بدلنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ محمد نام رکھنا جائز نہیں ہے اول تو یہ حدیث غیر معروف ہے اور بر تقدیر تسلیم اس کا معنی یہ ہے کہ جس کا نام محمد ہے اس کو برا نہ کہو خصوصاً اس کو محمد کہہ کر برا نہ کہو نہ یہ کہ محمد نام ہی نہ رکھو کیونکہ محمد نام رکھنے کی ترغیب میں بہ کثرت احادیث وارد ہیں جیسا کہ عثمان العمری نے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کو کیا ضرر ہوگا اگر اس کے گھر میں ایک محمد (نام کا ہو) یا دو محمد (نام کے ہوں) یا تین محمد (نام کے) ہوں۔

(طبقات کبریٰ ج ۵ ص ۳۸ کنز العمال: ۴۵۲۰۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ بھی مشورہ کرنے جمع ہوئے اور ان میں محمد نام کا کوئی شخص تھا اور انہوں نے اس کو مشورہ میں شامل نہیں کیا تو ان کے مشورہ میں برکت نہیں دی جائے گی۔ (کنز العمال: ۴۵۲۲۴)

درج ذیل حدیث کا اضافہ میں نے کیا ہے علامہ ابی نے جو تیسری حدیث لکھی تھی اس کا حوالہ مجھے نہیں مل سکا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس نے میری محبت کی وجہ سے اور میرے نام کی برکت حاصل کرنے کے لیے اس کا نام محمد رکھا تو وہ شخص اور اس کا بچہ دونوں جنت میں ہوں گے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۹۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ مخرجاً وزائداً علیہ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری: ۱۱۰ کی زیر بحث حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صراحۃً حکم ہے کہ میرا نام (محمد) رکھو پھر آپ کا نام

Marfat.com

رکھنے کے جواز اور استحسان میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے اور عموماً انبیاء علیہم السلام کا نام رکھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابو وہب الجشمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے نام رکھو اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبد الرحمان ہے اور سب سے سچا نام حارث اور ہمام ہے اور سب سے بُرا نام حرب اور مرہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۹۵۰ سنن نسائی: ۳۵۶۸)

* تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۹۹۔۴۹۷ الاعراف: ۱۹۰۔۱۸۹ میں ہم نے محمد نام رکھنے کی فضیلت میں بہت سی احادیث بیان کی ہیں اور ان کی اسانید کی تحقیق کی ہے۔

خواب کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کرنے والوں کو صحابی کہا جائے گا یا نہیں؟

جب کوئی شخص بیداری میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرے تو آیا اس پر صحابی کا اطلاق کیا جائے گا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر صحابی کا اطلاق نہیں کیا جائے گا' کیونکہ صحابی کی تعریف یہ ہے: جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی دنیاوی حیات ظاہرہ میں ایمان کی حالت میں دیکھا ہو اور اسی ایمان پر فوت ہو گیا ہو' نیز اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے احکام کی خبر دینے والے ہیں اور آپ دنیا میں خبر دیتے تھے' نہ کہ قبر میں۔

خواب میں آپ سے سنی ہوئی حدیث حجت ہے یا نہیں اور خواب کی تحقیق

جس شخص نے خواب میں آپ سے کوئی حدیث سنی' وہ حجت ہے یا نہیں؟ اس کا جواب بھی یہ ہے کہ وہ حدیث حجت نہیں ہے' کیونکہ استدلال کے لیے شرط یہ ہے کہ راوی نے اس حدیث کو منضبط کر لیا ہو' اور نیند کی حالت میں وہ ضبط نہیں کر سکتا۔

ایک سوال یہ ہے کہ خواب کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خواب وہ ادراکات ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ بندے کے ذہن میں فرشتے یا شیطان کے واسطے سے پیدا کرتا ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ جیسے بیداری میں انسان کے دل میں مختلف خیال آتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان خواب میں جو کچھ دیکھتا ہے' وہ کسی نہ کسی چیز کی مثال ہوتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب پر ایک فرشتہ مامور ہے' جو اس کو حکمت کی مثالیں دکھاتا ہے اور لوحِ محفوظ سے غیب کی باتوں پر مطلع کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۳۶۔۲۳۵)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۴۷۶۔ ج ۶ ص ۴۹۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) ابوالقاسم کنیت رکھنے کے متعلق مذاہب کی تفصیل (۲) کنیت رکھنے کی تحقیق (۳) انبیاء اور صالحین کے نام رکھنے کا جواز۔

۳۹- بَابُ كِتَابَةِ الْعِلْمِ — علم کو لکھنا

علم کی باتوں کو لکھنے کے متعلق متقدمین میں اختلاف رہا ہے' پھر ان کا لکھنے کے استحباب پر اجماع ہو گیا' بلکہ اس زمانہ میں اس کا وجوب بھی بعید نہیں ہے' کیونکہ اب لوگ علم کو حفظ کرنے اور یاد کرنے کا اہتمام نہیں کرتے اور اگر اب علم کو لکھا نہ جائے تو علم مٹ جائے گا' کہا جاتا ہے: علم صید ہے اور کتابت اس کی قید ہے' نیز علم کا لکھنا عام ہے' خواہ اس کو مرد لکھیں یا خواتین لکھیں۔

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ بابِ سابق میں روایت میں جھوٹ سے احتراز کرنے اور صحیح احادیث بیان کرنے کا حکم دیا تھا' تاکہ احادیث ضائع نہ ہوں اور اس باب میں احادیث کو لکھنے کی ترغیب ہے' تاکہ احادیث ضائع نہ ہوں۔

١١١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از

Marfat.com

جُحَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ لَا، إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ، أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، أَوْ مَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ، قَالَ قُلْتُ فَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ الْعَقْلُ، وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۷۰-۳۰۴۷-۳۱۷۲-۶۹۰۳-۶۹۱۵]

مطرف از شعبی از ابی جحیفہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کچھ لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: صرف کتاب اللہ ہے یا وہ فہم ہے جو ہر مسلمان شخص کو دی گئی ہے یا جو کچھ اس صحیفہ میں لکھا ہوا ہے میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: دیت کے احکام (لکھے ہوئے ہیں) اور قیدیوں کو چھڑانے کے اور یہ کہ مسلمان کو کافر (حربی) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۷۰، سنن ابوداؤد: ۴۵۳۰، سنن ترمذی: ۲۱۲۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۹۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۹۸، مسند ابویعلیٰ: ۲۶۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۴، صحیح ابن حبان: ۶۶۵۸، مسند احمد ج ۱ ص ۸۱ طبع قدیم مسند احمد: ۶۱۵۔ ج ۲ ص ۱۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: علم کو لکھنا اور اس حدیث میں صحیفہ کا ذکر ہے اور صحیفہ کا معنی ہے: لکھا ہوا ورق۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام بیکندی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) وکیع بن الجراح بن ملیح بن عدی الکوفی' یہ اعمش وغیرہ سے روایت کرتے ہیں' امام احمد نے کہا: ان کا حافظہ ابن مہدی سے زیادہ ہے' حماد بن زید نے کہا: اگر میں چاہوں تو یہ کہوں کہ یہ سفیان سے راجح ہیں' یہ ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور دس محرم ۱۹۷ھ میں فوت ہو گئے (۳) سفیان' علامہ کرمانی نے کہا: یہ سفیان ثوری بھی ہو سکتے ہیں اور سفیان بن عیینہ بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ وکیع ان دونوں سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں مطرف سے روایت کرتے ہیں (۴) مطرف ابوعبد الرحمان الکوفی الحارثی' ان کی امام احمد وغیرہ نے توثیق کی ہے' یہ ۱۳۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) عامر شعبی' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۶) ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ السوائی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۵ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے ۲ حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری ۲ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم تین حدیثوں کے ساتھ' حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی بہت تکریم کرتے تھے اور ان سے محبت کرتے تھے اور ان پر اعتماد کرتے تھے' انہوں نے ان کو کوفہ کے بیت المال پر مقرر کر دیا تھا' یہ تمام مشاہد میں حضرت علی کے ساتھ رہے اور ۷۲ھ میں فوت ہو گئے' یہ کم عمر صحابہ میں سے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت یہ بالغ نہیں ہوئے تھے (۷) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۳۹)

کتاب' فہم' عقل اور "فکاک الاسیر" کے معانی

اس حدیث میں کتاب اور فہم کا لفظ ہے' کتاب کا معنی ہے: مکتوب اور اس سے مراد ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھی ہوئی یا لکھوائی ہوئی کوئی چیز' فہم کا معنی ہے: ذہن کی تیزی' کسی مشکل چیز کو جلد سمجھنے کی صلاحیت۔

نیز اس حدیث میں عقل کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رسی یا رسی سے باندھنا' اور اس سے مراد ہے: دیت' کیونکہ عرب دیت میں اونٹ ادا کرتے تھے جن کو اصطبل میں رسیوں سے باندھا جاتا تھا' یا اس کی وجہ یہ ہے کہ دیت کا معنی خون بہا ہے یا کسی کو قتل کرنے یا اس کا عضو کاٹنے کا مالی معاوضہ اور عقل انسان کو قتل کرنے یا عضو کاٹنے سے منع کرتی ہے تاکہ بعد میں اس کا مالی معاوضہ نہ دینا پڑے۔

نیز اس میں "فکاک الاسیر" کا لفظ ہے' "فکاک" کا معنی ہے: چھڑانا اور "اسیر" کا معنی ہے: قیدی۔

Marfat.com

شیعہ کے اس زعم کا رد کہ حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص اسرار اور احکام بتائے تھے

سائل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا تھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو خاص حکم لکھ کر دیا ہے جو قرآن میں نہیں ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ شیعہ یہ زعم کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو وحی کے خاص اسرار لکھ کر دیئے ہیں' جن کا دوسرے صحابہ کو علم نہیں ہے یا آپ کو خاص وصیت لکھ کر دی ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ان کے پاس قرآن مجید کے سوا کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے یا آپ نے اپنی فہم سے کتاب اللہ کے جو احکام اور مسائل مستنبط کیے ہیں' وہ لکھے ہوئے ہیں یا اس صحیفہ میں جو دیت کے احکام لکھے ہوئے ہیں کہ جان کے معاوضہ میں کتنے اونٹ دیئے جائیں گے اور مختلف اعضاء کے تاوان میں کتنے اونٹ دیئے جائیں گے اور قیدیوں کو چھڑانا ایک نیک عمل ہے' اس کے متعلق لکھا ہوا ہے اور صحیفہ سے مراد وہ اوراق ہیں' جن پر حضرت علی نے ان چیزوں کو لکھا ہوا تھا' تا کہ بہ وقت ضرورت ان کو پڑھ کر ذہن میں حاضر کر لیا جائے اور یہ کاغذات اپنی تلوار کے دستہ میں یا اس کی میان میں رکھے ہوئے تھے' اور اس صحیفہ میں یہ لکھا ہوا تھا کہ مسلمان کو کافر (حربی) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث میں شیعہ کی اس بدعقیدگی کا رد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مخصوص احکام اور اسرار لکھ کر دیئے تھے' جو دوسرے صحابہ کرام کو نہیں بتائے تھے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ اپنی فہم کے ساتھ قرآن مجید سے احکام اور مسائل کو نکالے اور اس حدیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا ثبوت ہے۔

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہ کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: اس صحیفہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کافر کو قتل کرنے سے مسلمان پر قصاص کو واجب نہیں کرتے' خواہ وہ کسی قسم کا کافر ہو' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے اور تابعین میں سے عمر بن عبد العزیز' عطاء' حسن بصری' عکرمہ' زہری اور ابن شبرمہ کا یہی قول ہے اور ائمہ میں سے امام مالک' امام شافعی اور اوزاعی وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔

نخعی' شعبی اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ خصوصاً ذمی کو قتل کرنے سے مسلمان پر قصاص واجب ہوگا' شعبی اور نخعی نے یہ کہا ہے کہ مجوسی' یہودی اور نصرانی کی دیت مسلم کی دیت کی مثل ہے اور اگر مسلمان نے اس کو قتل کیا تو اس کو اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا' یہ بہت عجیب بات ہے کہ مجوسی کو مسلم کی مثل قرار دیا جائے' سبحان اللہ! یہ کیسا قول ہے! اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۱۵' سنن ترمذی: ۷ ۲۱۲' سنن نسائی: ۸ ۷ ۴۲' سنن دارمی: ۵۶ ۲۳' سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۹' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸' مسند احمد ج ۱ ص ۸۱)

اور یہ فقہاء کہتے ہیں کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا' اس سے زیادہ سخت بات اور کیا ہوگی! ان کا استدلال اس سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ذمی کے بدلہ میں مسلمان سے قصاص لیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا اور فرمایا: میں سب سے زیادہ کریم ہوں کہ اپنے ذمہ کو پورا کروں۔

(سنن دار قطنی: ۳۲۱۸' ج ۳ ص ۱۳۴' اس حدیث کو ابن بیلمانی نے مرسلاً روایت کیا ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔)

Marfat.com

اور اس لیے بھی کہ اس کا خون دائماً معصوم ہے' لہٰذا مسلم کی طرح اس کے قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔

(یہ حدیث اس سند کے علاوہ اور بہت سی سندوں سے مروی ہے' جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ سعیدی غفرلہ)

ہمارا استدلال اس حدیث سے ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ) سے روایت کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا خون ایک جیسا ہے اور وہ اپنے ماسوا پر ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں' ان میں سے ادنیٰ فرد بھی مسلمانوں کے ذمہ (قصاص یا دیت) کے لیے کوشش کرے گا' سنو! کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی ذمی کو اس کے جزیہ کی ادائیگی کے دوران قتل کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۵۳۰' سنن نسائی: ۴۵۴۸' سنن ابن ماجہ: ۲۶۸۵۔ ۲۶۸۳' مسند احمد ج ا ص ۱۱۹)

حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(سنن دار قطنی: ۳۲۱۶۔ ج ۳ ص ۱۳۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۵) (المغنی ج ۱۱ ص ۳۰۵۔ ۳۰۳' دار الحدیث' القاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں فقہاء احناف کے دلائل

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو ہمارے نزدیک اس پر قصاص ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس پر قصاص نہیں ہے' ان کی دلیل یہ آیت ہے:

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَO کیا جو شخص مومن ہے' وہ فاسق کی مثل ہو سکتا ہے' وہ برابر نہیں ہیںO (السجدہ: ۱۸)

قصاص اس پر مبنی ہے کہ قاتل اور مقتول میں مساوات ہو اور مسلم اور کافر میں مساوات نہیں ہے' اس لیے کافر کو قتل کرنے سے مسلمان پر قصاص واجب نہیں ہوگا' نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمانوں کا خون ایک جیسا ہے اور اس حدیث کے آخر میں فرمایا: مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۳۰)

ہماری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

امام محمد بن حسن نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مسلمان سے ذمی کا قصاص لیا اور فرمایا: میں اپنے عہد کو پورا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ (کتاب الآثار لامام محمد ص ۱۲۸' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی مذکور ہے:

مصنف عبد الرزاق: ۱۸۵۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۰' مراسیل ابوداؤد ص ۲۰۸' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۳۵' سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۱۔ ۳۰۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا' جس نے اہل حیرہ کے ایک ذمی کو قتل کر دیا تھا' پھر آپ کو معلوم ہوا کہ وہ عرب کے گھڑ سواروں میں سے ایک گھڑ سوار ہے' پھر آپ نے لکھا کہ اس کو قتل نہ کیا جائے اور مقتول کے اولیاء کو دیت پر راضی کیا جائے۔

امام شافعی نے جو آیات پیش کی ہیں کہ کفار اور مؤمنین میں مساوات نہیں ہے' ان کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ تمام مسلمانوں کا خون ایک جیسا ہے' سو اس میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ غیر مسلموں کا خون مسلمانوں کے خون کی مثل نہیں ہے۔

رہا رسول اللہ کا یہ ارشاد کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے' تو اس سے مراد کافر حربی ہے' کیونکہ کافر ذمی کے بدلہ میں آپ نے خود مسلمان کو قتل کیا تھا۔ (المبسوط ج ۲۶ ص ۱۶۱۔ ۱۵۸ ملخصا' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ نے حسب ذیل آیات سے فقہاء احناف کے مؤقف پر استدلال کیا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى. (البقرہ: ۱۷۸) تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔

اس آیت میں مطلقاً مقتول کا قصاص لینا فرض کیا ہے' خواہ مقتول مسلمان ہو یا ذمی ہو' نیز جس طرح حکومت پر مسلمان کی جان اور اس کے مال کی حفاظت فرض ہے' اسی طرح جب ذمیوں نے جزیہ ادا کر دیا تو حکومت پر ان کی جان اور مال کی حفاظت بھی فرض ہے اور حکومت نے ان کی جان اور مال کی حفاظت کا عہد کر لیا' سو جس طرح مسلمان مقتول کا قصاص لیا جائے گا' اسی طرح ذمی مقتول کا بھی قصاص لیا جائے گا۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ. اور ہم نے تورات میں یہ فرض کر دیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے۔ (المائدہ: ۴۵)

اس آیت میں بھی مطلقاً جان کا بدلہ جان ہے' خواہ وہ مسلمان کی جان ہو یا ذمی کی جان ہو۔

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا. اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں قتل کر دیا جائے' ہم نے اس کے ولی کو (قصاص لینے کی) قوت عطا فرمائی ہے۔ (بنی اسرائیل: ۳۳)

اس آیت میں بھی ظلماً قتل ہونے والا عام ہے' خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی ہو اور جو شخص ان آیتوں میں مسلمان کی قید لگائے گا' اس پر لازم ہے کہ وہ ان آیات کی مساوی قوت کے ساتھ تقیید پر دلیل پیش کرے یعنی وہ قید قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ. (البقرہ: ۱۷۹) تمہارے لیے قصاص (قتل کا بدلہ لینے) میں حیات ہے۔

اس آیت میں مسلمان کے قتل کا بدلہ لینے کی بہ نسبت ذمی کے قتل کا بدلہ لینا زیادہ واضح ہے' کیونکہ غضب کے وقت دینی عداوت قتل کرنے پر زیادہ اُبھارتی ہے تو اس کو رد کرنا زیادہ ضروری ہے اور اس سے حیات کا معنی زیادہ واضح ہوتا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱۰ ص ۲۵۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں احادیث اور آثار

عبدالرحمان بن البیلمانی بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان شخص نے ایک ذمی کو قتل کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں اپنے عہد کو پورا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں' پھر آپ کے حکم سے اس شخص کو قتل کر دیا گیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۸۸۳ طبع جدید' الام للشافعی: ۳۴۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۰' شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۱۷۵' معرفۃ السنن والآثار: ۴۸۱۴)

عبداللہ بن عبدالعزیز بن صالح الحضرمی بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کافر کے بدلہ میں ایک

مسلمان کو قتل کر دیا' اس کافر کو دھوکے سے قتل کیا گیا تھا' آپ نے فرمایا: میں اپنے عہد کو پورا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ (الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ ص ۱۹۳۔ ۱۹۲' نصب الرایہ ج ۵ ص ۸۹ طبع جدید)

بکر بن وائل کے ایک شخص نے اہل حیرہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اولیاء مقتول کی طرف لکھا' اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو اس کو معاف کر دیں' پھر اس شخص کو ولی مقتول کے حوالہ کیا گیا' جس کا نام حنین تھا' اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا' اس کے بعد حضرت عمر کا خط ملا' اس کو قتل نہ کرو' حضرت عمر کا ارادہ یہ تھا کہ اس کو دیت سے راضی کر دو۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۴۸۱۵' السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۲' کتاب الآثار لامام محمد ص ۱۲۸' مصنف عبد الرزاق: ۱۸۸۴۱۔ ۱۸۸۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۳۔ ۲۹۱)

زہری بیان کرتے ہیں کہ ابن شاس جذامی نے شام کے انباط سے ایک شخص کو قتل کر دیا' حضرت عثمان کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا' پھر حضرت زبیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے اصحاب نے منع کیا تو حضرت عثمان نے اس پر ایک ہزار دینار دیت لازم کر دی۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۴۸۱۶' السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۳)

ابی الجنوب الاسدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب کے پاس ایک مسلمان شخص کو لایا گیا' جس نے ایک ذمی شخص کو قتل کر دیا تھا' اس کے خلاف گواہ قائم ہو گئے تو حضرت علی نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا' پھر مقتول کے بھائی نے آ کر کہا: میں نے اس مسلمان کو معاف کر دیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید ان مسلمانوں نے تم کو ڈرایا دھمکایا ہو گا' اس نے کہا: نہیں' لیکن اس کو قتل کرنے سے میرا بھائی تو واپس نہیں آئے گا' اور انہوں نے مجھے اس کا معاوضہ دے دیا ہے' سو میں راضی ہو گیا ہوں۔
(معرفۃ السنن والآثار: ۴۸۱۷' السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۴)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان سے ایک ذمی کا قصاص لیا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۲۔ ۲۹۱' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ ھ)

حکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: جو شخص کسی یہودی یا نصرانی کو قتل کرے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۰)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۲۳۔ ج ۳ ص ۷۰۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوْا رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ لَيْثٍ. عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ. بِقَتِيْلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوْهُ، فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَخَطَبَ، فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ، اَوِ الْفِيْلَ. شَكَّ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ. وَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ، اَلَا وَاِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ، اَلَا وَاِنَّهَا حَلَّتْ لِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم الفضل بن دکین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ فتح مکہ کے سال خزاعہ نے اپنے ایک مقتول کے بدلہ میں جس کو بنولیث نے قتل کیا تھا' ان کے ایک شخص کو قتل کر دیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی' آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے' پھر آپ نے خطبہ دیا' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ نے مکہ سے قتل کو' یا فرمایا: ''فیل'' (ہاتھی) کو روک دیا ہے' اس میں ابوعبداللہ (امام بخاری) کو شک ہے اور ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مؤمنین کو مسلط کر دیا ہے' سنو! بے شک مکہ

Marfat.com

سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، اَلَا وَاِنَّهَا سَاعَتِىْ هٰذِهٖ حَرَامٌ لَا يُخْتَلٰى شَوْكُهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ، فَمَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ اِمَّا اَنْ يُّعْقَلَ، وَاِمَّا اَنْ يُّقَادَ اَهْلُ الْقَتِيْلِ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ، فَقَالَ اُكْتُبْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اُكْتُبُوْا لِاَبِىْ فُلَانٍ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاِنَّا نَجْعَلُهٗ فِيْ بُيُوْتِنَا وَ قُبُوْرِنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِذْخِرَ اِلَّا الْاِذْخِرَ.

(میں قتل کرنا) مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا' سنو! بے شک یہ میرے لیے دن کی ایک ساعت میں حلال کیا گیا تھا اور بے شک وہ اس ساعت میں حرام ہے' اس کے کانٹے کاٹے جائیں گے' نہ اس کے درخت کاٹے جائیں گے اور نہ اس کی گری ہوئی کوئی چیز اٹھائی جائے گی' اعلان کرنے والے کے سوا اور کسی کے لیے اٹھانا جائز نہیں ہے' پس جس شخص کا کوئی مقتول قتل کیا گیا ہے' اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے' یا تو اس کو دیت دی جائے یا مقتول کے اہل قصاص لے لیں' پھر اہل یمن سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرے لیے لکھ دیں' آپ نے فرمایا: یہ ابوفلاں کے لیے لکھ دو' پھر قریش کے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! ماسوا اذخر کے' کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں اور اپنی قبروں میں رکھتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماسوا اذخر کے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يُقَالُ يُقَادُ بِالْقَافِ، فَقِيْلَ لِاَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ اَىُّ شَىْءٍ كَتَبَ لَهٗ؟ قَالَ كَتَبَ لَهٗ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ. [اطراف الحدیث: ۲۴۳۴۔ ۶۸۸۰]

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''یقاد'' قاف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے' پھر ابوعبداللہ سے پوچھا گیا: کیا چیز لکھی گئی تھی؟ انہوں نے کہا: یہ خطبہ لکھا گیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۵' سنن ابوداؤد: ۲۰۱۷' سنن ترمذی: ۱۴۰۵' سنن نسائی: ۴۷۹۹' سنن ابن ماجہ: ۲۶۲۴' مسند ابوعوانہ ج ۴ ص ۴۴۔ ۴۳' صحیح ابن حبان: ۳۷۱۵' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۹۷۔ ۹۶' سنن بیہقی ج ۸ ص ۵۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۵' سنن دارمی: ۲۶۰۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۴۲۔ ج ۱۲ ص ۱۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عنوان باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے' اس (خطبہ) کو ابوفلاں کے لیے لکھ دو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) شیبان بن عبدالرحمان ابومعاویہ النحوی' انہوں نے الحسن البصری سے سماع کیا ہے اور ان سے ابن مہدی وغیرہ نے سماع کیا ہے' ان سے امام ابوحنیفہ نے بھی روایت کی ہے' یہ ۱۶۴ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے تھے (۳) یحییٰ بن ابی کثیر صالح بن المتوکل' انہوں نے حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مرسلاً روایت کی ہے اور ابن ابی سلمہ وغیرہ سے روایت کی ہے' ایوب نے کہا: روئے زمین پر ان کی کوئی مثل نہیں ہے' یہ ۱۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمان بن عوف' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت ابوہریرہ عبدالرحمان بن صخر' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۴۶۔ ۲۴۵)

''بنو خزاعة' بنولیث' راحلة' یختلی'' ''یعضد'' اور ''منشد'' وغیرہ کے معانی

اس حدیث میں ''خزاعة'' اور ''بنولیث'' کے الفاظ ہیں' ''خزاعة'' ازد کا قبیلہ ہے' ان کو خزاعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب ازد

Marfat.com

مکہ سے نکلے اور مختلف شہروں میں پھیل گئے' تو خزاعہ ان سے پیچھے رہ گئے اور وہیں مکہ میں رہ گئے اور خزاعہ کا معنی پیچھے رہنا ہے' اور بنو لیث بھی قبیلہ ہے۔

اور اس میں ''راحلة'' کا لفظ ہے' ''راحلة'' اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس پر سفر کیا جا سکے اور ''راحلہ'' مطلقاً سواری کو بھی کہتے ہیں' خواہ اونٹ ہو یا اونٹنی۔

اس حدیث میں ''لا یختلی'' اور ''لا یعضد'' کے الفاظ ہیں' ان کے معنی ہیں: نہ کاٹے جائیں۔

اس میں ''منشد'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مُعرّف' اعلان کرنے والا یعنی جو حکومت کی طرف سے اعلان کرنے کے لیے مقرر ہو۔

اس میں ''اما ان یعقل'' کے الفاظ ہیں' یہ عقل سے مشتق ہے' اس کا معنی ہے: دیت اور ''اما ان یقاد'' کے الفاظ ہیں' یہ ''قود'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: قصاص'

اور اس میں ''الاذخر'' کا لفظ ہے' یہ ایک خوشبودار گھاس ہے' اس کا واحد ''اذخرة'' ہے۔

احادیث اور علم کی باتوں کو لکھنے کی تحقیق

اس حدیث کے بعض مسائل اور فوائد صحیح البخاری: ۱۰۴ میں گزر چکے ہیں اور باقی پر ہم یہاں گفتگو کر رہے ہیں:

اس حدیث میں علم کی باتوں کے لکھنے کا جواز ہے' کیونکہ اہل یمن کے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ (خطبہ) میرے لیے لکھ دیں تو آپ نے فرمایا: اس کو ابوفلاں کے لیے لکھ دو' بعض علماء نے لکھنے کو مکروہ کہا ہے' کیونکہ لکھنے سے حفظ کرنے کی عادت نہیں رہتی' اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے' نیز سب سے بڑی حجت اور دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کو لکھا گیا ہے' جو تمام علوم کی اصل ہے اور نبی ﷺ وحی نازل ہونے کے بعد اس کو خود لکھواتے تھے' شعبی نے کہا: جب تم کوئی علم کی بات سنو تو اس کو لکھ لیا کرو' خواہ تم کو دیوار پر لکھنا پڑے' میں کہتا ہوں کہ اختلاف کا محل مصحف کے ماسوا میں ہے' سو مصحف کے لکھنے سے ان کے خلاف دلیل قائم نہیں ہوگی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ متقدمین صحابہ اور تابعین مصحف میں علم کی باتوں کے لکھنے کو ناپسند کرتے تھے' اسی طرح تدوین سنت کے لیے احادیث کو لکھنے کے بھی خلاف تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۱)

احادیث اور علم کی باتوں کو لکھنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کی احادیث لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت نہیں دی۔ (سنن دارمی: ۴۵۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قرآن کے علاوہ مجھ سے اور کوئی چیز نہ لکھو' سو جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کوئی اور چیز لکھی ہو تو وہ اس کو مٹا دے۔ (سنن دارمی: ۴۵۴' صحیح مسلم: ۳۰۰۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱)

ابراہیم کاپیوں میں حدیث لکھنے کو مکروہ کہتے تھے' وہ کہتے تھے: ان کو مصحف کے مشابہ کیا جا رہا ہے۔

(سنن دارمی: ۴۶۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۸)

ابراہیم تیمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگوں کے پاس کچھ لکھی ہوئی چیزیں ہیں' جن سے وہ خوش ہوتے ہیں' حضرت ابن مسعود ان کو ملامت کرتے رہے' پھر ان کے پاس جا کر ان کو مٹا دیا' پھر کہا: تم سے پہلے اہل کتاب ہلاک ہو گئے' وہ اپنے علماء کی کتابوں کو ترجیح دیتے تھے اور انہوں نے اپنے رب کی کتاب کو چھوڑ دیا تھا۔

(سنن دارمی: ۴۷۱'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۷)

ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری سے کہا: آپ ہمیں کچھ لکھواتے نہیں کیونکہ ہم یاد نہیں رکھ سکتے' انہوں نے کہا: ہم تم کو ہرگز نہیں لکھوائیں گے اور ہم اس لکھے ہوئے کو قرآن نہیں بنائیں گے' لیکن تم ہم سے سن کر یاد رکھو' جیسے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر یاد رکھتے تھے۔ (سنن دارمی: ۴۷۵)

ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن اور حدیث کے خلط ملط ہونے کے اندیشہ سے احادیث کو لکھنے سے منع فرمایا تھا' لیکن جب قرآن مجید کے بہت زیادہ یاد کر لینے کی وجہ سے یہ خطرہ نہیں رہا تو پھر آپ نے احادیث کو لکھنے کی اجازت دے دی' جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ لکھنے سے ممانعت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ پھر لوگ لکھنے پر اعتماد کر لیں گے اور یاد کرنا چھوڑ دیں گے۔

احادیث اور علم کو لکھنے کے جواز کے ثبوت میں احادیث اور آثار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو جاننے والا اور کوئی نہ تھا' ماسوا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے' کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اور دل سے یاد رکھتے تھے اور میں دل سے یاد رکھتا تھا اور ہاتھ سے لکھتا نہ تھا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۲۳۱۔ ج ۱۵ ص ۱۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤط نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' اس کی سند حسن ہے' محمد بن اسحاق اور عمرو بن شعیب صدوق ہیں اور اس سند کے باقی رجال ثقہ ہیں۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ درج ذیل کتب میں ہے' جس میں مذکور ہے:

مجھ سے زیادہ کسی کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث نہیں تھیں' سوا حضرت عبداللہ بن عمرو کے' وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳' سنن ترمذی: ۲۶۶۸۔ ۳۸۴۱' سنن دارمی: ۴۸۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۳' صحیح ابن حبان: ۷۱۵۲' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۴۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۸۹۔ ج ۱۲ ص ۳۵۱)

درج ذیل حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کو حدیث لکھنے کی اجازت دی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں ہر اس حدیث کو لکھ لیتا تھا' جس کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنتا تھا' میرا ارادہ اس کو محفوظ کرنے کا تھا' پھر مجھے قریش نے منع کیا' انہوں نے کہا: تم ہر وہ چیز جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنتے ہو اس کو لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں' کبھی غضب سے بات کرتے ہیں اور کبھی خوشی سے' پھر میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: تم لکھا کرو' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! مجھ سے حق کے سوا کوئی چیز نہیں نکلتی۔

شعیب الارنؤط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۴۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۰۔ ۴۹' جامع بیان العلم ص ۹۰۔ ۸۹' المستدرک ج ۱ ص ۱۰۶۔ ۱۰۵' سنن دارمی: ۴۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۵۰۱۔ ج ۱۱ ص ۵۸۔ ۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقات' دیات' فرائض اور سنن کے متعلق عمرو بن حزم وغیرہ کے لیے مکتوب لکھا۔ (سنن نسائی ج ۸ ص ۵۹' مراسیل ابوداؤد: ۹۴۔ ۹۳۔ ۹۲' مصنف عبد الرزاق: ۱۳۲۲۲' صحیح ابن حبان: ۷۹۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۹۰۔ ۸۹' المستدرک ج ۱ ص ۳۹۶۔ ۳۹۵)

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار کے میان میں ایک صحیفہ تھا' جس میں لکھا ہوا تھا: جس شخص نے اپنے باپ کو گالی دی' وہ ملعون ہے' جس نے اپنی ماں کو گالی دی' وہ ملعون ہے' جو جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا' وہ ملعون ہے۔
(جامع بیان العلم ج ۱ ص ۳۰۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم کو لکھنے کے ساتھ مقید کرو۔
(الناسخ والمنسوخ: ۶۲۴' تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۴۶)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم کو لکھنے کے ساتھ مقید کرو۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۹' سنن دارمی: ۴۹۵' المستدرک ج ۱ ص ۱۰۶)

بشیر بن نہیک بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث سن کر لکھتا تھا اور جب ان سے جدا ہونے کا ارادہ کرتا تو ان کے پاس اپنی لکھی ہوئی احادیث لاتا اور بتاتا کہ یہ وہ احادیث ہیں' جو میں نے آپ سے سنی ہیں' حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں: ہاں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۰' سنن دارمی: ۴۹۸)

ابو الملیح نے کہا: تم ہمارے لکھنے کی مذمت کرتے ہو حالانکہ قرآن مجید میں ہے: "عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتٰبٍ". (طٰہٰ: ۵۲) اس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے یعنی لکھا ہوا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۱' سنن دارمی: ۴۹۳)

ثمامہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں سے کہتے تھے: اے بیٹو! علم کو لکھ کر مقید کرلو۔
(المعجم الکبیر: ۲۴۶' المستدرک ج ۱ ص ۱۰۶' سنن دارمی: ۴۹۵)

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر بن محمد بن حزم کو لکھا: تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو احادیث ثابت ہیں' وہ مجھے لکھ بھیجو کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ علم چلا جائے گا اور مٹ جائے گا۔ (سنن دارمی: ۴۹۱)

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے اہل مدینہ کی طرف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو تلاش کر کے لکھو' کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ علم مٹ جائے گا اور علماء دنیا سے چلے جائیں گے۔ (سنن دارمی: ۴۹۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس علم کو لکھ کر مقید کرلو۔ (سنن دارمی: ۵۰۲)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عباس نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! ماسوا اذخر کے کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں اور اپنی قبروں میں رکھتے ہیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماسوا اذخر کے۔

اس کی شرح میں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث اور اس کی مشابہ دیگر احادیث سے علماء اصول نے یہ استدلال کیا ہے کہ جن مسائل میں قرآن مجید کا صریح حکم نہیں ہوتا تھا' ان میں آپ اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے' اور یہی ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہے اور بعض نے منع کیا ہے' امام شافعی' امام احمد اور امام ابو یوسف آپ کے اجتہاد کے قائل ہیں اور آمدی کا بھی یہی مختار ہے' امام غزالی نے کہا: آپ کا اجتہاد کرنا جائز ہے اور اس کے وقوع میں توقف کیا ہے' اکثر محققین نے تمام اُمور میں توقف کیا ہے اور بعض علماء نے صرف جنگ کے اُمور میں اجتہاد کو جائز کہا ہے۔

جن علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا' سو حج

Marfat.com

کرو! ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہر سال حج کریں؟ آپ خاموش رہے، حتیٰ کہ اس نے تین بار یہ سوال کیا، پھر آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر (ہر سال حج کرنا) واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے، میں تم کو جس کام میں چھوڑ دوں اس میں تم مجھ کو چھوڑ دو، تم سے پہلی امتیں زیادہ سوال کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں، پس جب میں تم کو کسی کام کا حکم دوں تو تم اس کو اپنی طاقت کے مطابق ادا کرو اور جب میں تم کو کسی کام سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۷، سنن نسائی: ۲۶۱۹)

اور ان کا استدلال ان آیات سے بھی ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ. (آل عمران: ۱۵۹)

اور ان سے کام کا مشورہ کیا کریں، پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ پر توکل کریں۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ. (آل عمران: ۱۶۱)

نبی کے لیے خیانت کرنا ممکن نہیں ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (الانفال: ۶۸-۶۷)

نبی کے لیے (کافروں کو) قیدی بنانا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ زمین میں (ان کا) خون بہا دیا جائے، تم لوگ متاعِ دنیا کا ارادہ کرتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے ○ اور اگر اللہ کے پاس پہلے سے یہ لکھا ہوا نہ ہوتا (کہ اجتہادی خطاء پر گرفت نہیں ہوتی) تو تم نے جو (فدیہ) لیا تھا تو اس پر تمہیں سخت عذاب پہنچتا ○

اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بدر کے قیدیوں سے اللہ کے حکم سے فدیہ لیا ہوتا تو یہ عتاب نہ کیا جاتا۔

جو علماء نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے اجتہاد کو جائز نہیں قرار دیتے، انہوں نے ان تمام دلائل کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان کاموں سے پہلے اللہ کا حکم مقارن ہو، یا ان کاموں سے پہلے آپ پر وحی کی گئی ہو کہ اس صورت میں آپ اس طرح کر لیں، مثلاً جب آپ نے اذخر کا استثناء نہیں کیا تھا اور حضرت عباس نے آپ سے سوال کیا تھا کہ آپ اذخر کا استثناء کر لیں، اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے ہوں اور آپ کو استثناء کرنے کا اشارہ کیا ہو، لہٰذا آپ کا استثناء کرنا وحی سے ہو گا نہ کہ اجتہاد سے اور ''وشاورهم في الامر'' کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ جنگ کے معاملات کے ساتھ مخصوص ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۲)

✻ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجتہاد کے متعلق ہم نے تفسیر تبیان القرآن، سورۃ الانعام: ۵۰ کی تفسیر میں بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے، اس بحث کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اتباعِ وحی کرنا اجتہاد کے منافی ہے ② نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجتہاد پر دلائل ③ صحابہ کرام کے اجتہاد پر دلائل ④ آپ کا اتباعِ وحی کرنا اجتہاد کے منافی نہیں ہے ⑤ اجتہاد کی تعریف ⑥ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجتہاد کے متعلق علماء اسلام کے مذاہب ⑦ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجتہاد میں توقف کے قائلین ⑧ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کے متعلق مذاہب علماء ⑨ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث۔ (تبیان القرآن ج ۳ ص ۴۸۳-۴۷۶، فرید بک سٹال لاہور)

✻ نیز الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں بھی ہم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔ (تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۶۹)

✻ التوبہ: ۴۳ میں بھی ہم نے آپ کے اجتہاد پر بحث کی ہے۔ (تبیان القرآن ج ۵ ص ۱۴۸-۱۴۶)

✻ النجم: ۴ میں بھی ہم نے آپ کے اجتہاد پر مفصل بحث کی ہے، اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

Marfat.com

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد کی تحقیق ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد میں مذاہب فقہاء ③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد میں فقہاء احناف کا نظریہ ④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خطاء اجتہادی میں مصنف کی تحقیق ⑤ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث۔ (تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۴۸۷۔۴۸۵)

* شرح صحیح مسلم: ۵۸۔ ج ۱ ص ۴۱۰ اور نمبر: ۲۷۵۶۔ ج ۳ ص ۳۲۸۔۳۱۸ میں بھی اجتہاد کی بحث لائق مطالعہ ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۰۱۔ ج ۳ ص ۷۰۶ پر ہے' اس کی شرح کے عنوانات ہیں:

① مکہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے یا بعثت ابراہیم کے بعد ② حرم میں حدود جاری کرنے کے مذاہب ③ مکہ بذریعہ جنگ فتح ہونے پر دلائل ④ احادیث لکھنے پر دلیل۔

۱۱۳۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنِیْ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ، عَنْ اَخِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ مَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّیْ، اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، فَاِنَّهٗ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا اَكْتُبُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے وہب بن منبہ نے خبر دی از برادر خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو مجھ سے زیادہ احادیث یاد نہیں تھیں سوا حضرت عبد اللہ بن عمرو کے' کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ.

وہب بن منبہ کی معمر نے متابعت کی ہے از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(سنن ترمذی: ۲۶۶۸۔۳۸۴۱' سنن دارمی: ۴۸۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۳' صحیح ابن حبان: ۷۱۵۲' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۴۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۸۹' ج ۱۲ ص ۳۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں لکھنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبد اللہ المدینی الامام (۲) سفیان بن عیینہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عمرو بن دینار ابو محمد المکی' یہ ائمہ مجتہدین میں سے ایک ہیں' یہ ۱۲۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) وہب بن منبہ ابن کامل بن سیج' انہوں نے حضرت جابر' حضرت عبد اللہ بن عباس' حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے سماع کیا ہے' ابو زرعہ اور امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ ہیں' الفلاس نے کہا: ضعیف ہیں' یہ گزشتہ کتابوں کی معرفت میں مشہور ہیں' انہوں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے ۹۲ کتابیں پڑھیں ہیں' یہ ان لوگوں میں سے ہیں' جن کو کسریٰ نے یمن بھیجا تھا' ان کی اصل ہرات سے ہے' ۱۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام ابن ماجہ کے علاوہ باقی صحاح ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۵) وہب کے بھائی ھمام بن منبہ ہیں' یہ وہب سے عمر میں بڑے تھے' یہ چار بھائی تھے اور وہب سب سے آخر میں فوت ہوئے' یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہوئے تھے' ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۶) معمر کا تعارف پہلے ہو چکا ہے (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۳)

اس حدیث میں بھی لکھنے کا ثبوت ہے' اس کی تفصیل اور تحقیق حدیث: ۱۱۲ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

١١٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ، وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللَّهِ حَسْبُنَا. فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُومُوا عَنِّي، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ. [اطراف الحدیث: ۳۰۵۳۔ ۳۱۶۸۔ ۴۴۳۱۔ ۴۴۳۲۔ ۵۶۶۹۔ ۷۳۶۶]

(صحیح مسلم: ۷۔ ۱۶۳، الرقم المسلسل: ۴۱۵۶۔ ۴۱۵۵۔ ۴۱۵۴، السنن الکبری للنسائی: ۵۸۵۷۔ ۵۸۵۴۔ ۵۸۵۳، مسند احمد ج ا ص ۳۲۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۹۹۰۔ ج ۵ ص ۱۳۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد بہت زیادہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: میرے پاس کتاب (کاغذ) لاؤ، میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں، جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس کتاب اللہ ہے، جو ہمیں کافی ہے، پھر صحابہ میں اختلاف ہوا اور کافی شور ہو گیا، آپ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ، میرے پاس اختلاف نہیں کرنا چاہیے، پھر حضرت ابن عباس یہ کہتے ہوئے باہر آئے: بے شک سب سے بڑی مصیبت وہ تھی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے لکھنے کے درمیان حائل ہو گئی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں لکھنے کا ذکر ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''اللغط'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بلند آوازیں، شور۔ لیث نے کہا: اس کا معنی ہے: مبہم آوازیں، جن کا کوئی مطلب سمجھ میں نہ آئے، ''الرزیۃ'' کا معنی ہے: مصیبت۔

اس حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد بہت زیادہ ہو گیا، اس درد سے مراد ہے: مرض الموت، صحیح بخاری میں سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ یہ آپ کی وفات سے چار روز پہلے جمعرات کا دن تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۵۳۔ ۳۱۶۸)

علامہ ابن بطال مالکی کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس کاغذ قلم لاؤ، میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں، جس کے بعد تم گم راہ نہیں ہو گے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

حضرت عمر کے اس قول سے حضرت عمر کی دین میں فقہ معلوم ہوتی ہے اور ان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے امور لکھ دیں گے، جن پر عمل کرنے سے وہ عاجز ہوں گے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے پھر عذاب کے مستحق ہوں گے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ. (الانعام: ۳۸) — ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ. (المائدہ: ۳) — آج ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔

Marfat.com

حضرت عمر نے جان لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا' جب تک آپ کے دین کو کامل نہیں کر دے گا اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ اس نے اپنی کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا اور دین کو کامل کر دیا ہے تو حضرت عمر نے ان آیتوں پر قناعت کر لی اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدید تھا اور آپ پر درد کا غلبہ تھا' اس لیے انہوں نے آپ کو زحمت اور مشقت میں ڈالنا مناسب نہیں سمجھا' پس حضرت عمر' حضرت ابن عباس سے زیادہ فقیہ تھے' کیونکہ انہوں نے اس کو کافی سمجھا کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور حضرت ابن عباس نے دین کے کامل ہونے کو کافی نہیں سمجھا' اس لیے انہوں نے کہا کہ سب سے بڑی مصیبت وہ تھی' جو آپ کے لکھنے کے درمیان حائل ہو گئی۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال مالکی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ

علامہ بن بطال کی لکھی ہوئی آخری توجیہ صحیح ہے اور ان کی پہلی توجیہ صحیح نہیں ہے' جس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے امور لکھ دیں گے' جن پر عمل کرنے سے وہ عاجز ہوں گے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے پھر عذاب کے مستحق ہوں گے۔

حضرت عمر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ گمان کیسے کر سکتے تھے' جب کہ ان کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت پر آسانی چاہتے ہیں اور امت کا مشقت میں پڑنا آپ کو ناگوار ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبۃ: ۱۲۸)	تمہارے پاس تمہاری جنس سے ایسے عظیم رسول آ چکے ہیں جن کو تمہارا مشقت میں پڑنا بہت گراں گزرتا ہے اور جو تمہاری آسانی پر حریص ہیں اور مؤمنوں پر بہت شفیق اور مہربان ہیں ○

اسی طرح احادیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت کا مشکل کاموں میں پڑنا دشوار تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز میں مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (صحیح البخاری: ۸۸۷' صحیح مسلم: ۲۵۲' سنن ابن ماجہ: ۲۹۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے نہ بیٹھتا۔ (صحیح البخاری: ۳۶' صحیح مسلم: ۱۸۷۶' سنن نسائی: ۵۰۲۹' سنن ابن ماجہ: ۲۷۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو حکم دیتا کہ وہ عشاء کو تہائی رات تک یا آدھی رات تک مؤخر کریں۔ (سنن ترمذی: ۱۶۷' سنن ابن ماجہ: ۶۹۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدھی رات کو نکلے اور آپ نے مسجد میں نماز پڑھی' صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی' صحابہ نے دوسروں سے یہ واقعہ بیان کیا تو اگلی رات بہت صحابہ جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر انہوں نے صبح کو یہ بیان کیا تو تیسری رات بہت زیادہ اصحاب جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور چوتھی رات اتنے اصحاب جمع ہو گئے کہ مسجد میں سما نہیں سکتے تھے' اس رات آپ نماز پڑھنے نہیں آئے' نماز فجر کے بعد آپ نے فرمایا: نماز کے لیے تمہارا شوق مجھ سے مخفی نہ تھا' لیکن مجھے یہ خطرہ ہوا کہ یہ نماز (تراویح) تم پر فرض کر دی جائے گی' پھر تم اس کو ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ گے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی اور تراویح کا معاملہ اسی طرح رہا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۱۲' مسلم: ۷۶۱' سنن ابوداؤد: ۱۳۷۳' سنن نسائی: ۱۶۰۳' سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۷)

Marfat.com

اسی طرح اور بہت احادیث ہیں' جن سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ امت کے لیے آسانی چاہتے تھے اور امت پر مشقت والی عبادات کو ناپسند کرتے تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیسے یہ خطرہ ہوسکتا تھا کہ نبی ﷺ امت کے لیے ایسے پُر مشقت کام لکھ دیں گے' جن کے ادا کرنے سے وہ عاجز ہوں گے۔

علامہ ابن جوزی حنبلی کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہات

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ کیا لکھ کر دینا چاہتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ آپ یہ تصریح کرنا چاہتے تھے کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ان کو ایسے احکام لکھ کر دینا چاہتے تھے' جن کی وجہ سے کوئی اختلاف نہ رہتا' لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

حضرت عمر نے کہا: ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ہمیں کافی ہے۔ علامہ خطابی نے اس کی وضاحت میں کہا: حضرت عمر نے یہ اس لیے کہا تھا کہ اگر آپ نے کسی ایسی چیز کی تصریح کر دی' جس سے اختلاف زائل ہو جائے تو پھر علماء کی فضیلت نہیں رہے گی اور اجتہاد نہیں ہو سکے گا۔ علامہ خطابی کی یہ وضاحت دو وجوں سے غلط ہے: (۱) ایک تو اس لیے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عمر کی رائے رسول اللہ ﷺ کی رائے سے بہتر تھی اور ایسا کہنا بداہۃً باطل ہے (۲) دوسرا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اگر کسی ایک چیز یا چند چیزوں کا تعین کر دیتے تو اس سے اجتہاد باطل نہیں ہوتا کیونکہ حوادث اتنے زیادہ ہیں ان کا حصر نہیں کیا جا سکتا' بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ تھا کہ آپ پر مرض کا غلبہ ہے' کہیں آپ اس حالت میں کوئی ایسی بات نہ لکھوا دیں' جو عقل کے خلاف ہو اور اگر صحابہ کو یہ یقین ہوتا کہ آپ کو افاقہ ہے تو وہ سب آپ کے حکم کی تعمیل میں سبقت کرتے' اس پر قرینہ یہ ہے کہ بعض روایات میں ہے:

''اتراہ یھجر'' کیا تمہارے خیال میں آپ بے ربط باتیں کر رہے ہیں؟ یعنی جس طرح مریض غلبۂ مرض کی وجہ سے بے تکی اور اول فول باتیں کرتا ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے' یعنی آپ کا کلام بے ربط اور بے معنی نہیں ہے۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۱۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ

علامہ ابن جوزی نے جو حضرت عمر کی طرف سے یہ توجیہ کی ہے کہ حضرت عمر کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں آپ بیماری کے حال میں ایسی بات نہ لکھ دیں' جو خلاف عقل ہو' یہ توجیہ علامہ خطابی کی توجیہ سے بھی زیادہ بعید ہے' حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے' انہوں نے اس قول سے نبی ﷺ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ آپ بیماری کے حال میں کوئی خلاف عقل یا غلط بات لکھ دیں گے' بلکہ وہ آپ کو اس تکلیف میں لکھنے کی مشقت سے بچانا چاہتے تھے اور ان کی رائے یہ تھی کہ آپ کا یہ حکم وجوبی نہیں ہے بلکہ بہ طور استحباب ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے کاغذ قلم منگوانے پر اصرار نہیں کیا اور اس کے بعد آپ چار دن تک ظاہراً حیات رہے مگر آپ نے دوبارہ کاغذ اور قلم لانے کا حکم نہیں دیا' اور چونکہ آپ نے حضرت عمر کے قول کا رد نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک حضرت عمر کا قول صحیح تھا۔

''اَھَجَرَ'' کی تحقیق

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ بعض روایات میں ''اَھَجَرَ'' کے الفاظ ہیں' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس نے کہا کہ جمعرات کا دن اور کیسا (اندوہ ناک) تھا جمعرات کے دن! رسول اللہ ﷺ کا درد بہت سخت ہو

Marfat.com

گیا' آپ نے فرمایا: مجھے (کاغذ' قلم) لاکر دو' میں تمہیں ایسا مکتوب لکھ دوں' جس کے بعد تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے' پھر صحابہ میں اختلاف ہو گیا اور نبی کے پاس اختلاف نہیں کرنا چاہیے' صحابہ نے کہا: آپ کا کیا حال ہے؟ ''اَھَجَر'' کیا آپ بے ربط باتیں کر رہے ہیں' آپ سے پوچھ لو' پھر صحابہ آپ کی طرف لوٹنے لگے' آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو! میں جس حال میں ہوں' وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو! اور آپ نے ان کو تین چیزوں کی وصیت کی: (۱) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو (۲) جو وفد تمہارے پاس آئے' اس کو اسی طرح انعام دو' جس طرح میں ان کو انعام دیتا تھا' راوی نے کہا: تیسری وصیت کو میں بھول گیا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۳۱' صحیح مسلم: ۱۶۳۷)

یہ لفظ اگر ''ھَجَر'' ہو تو اس کا معنی ھذیان ہے اور اگر ''ھِجر'' ہو تو اس کا معنی ہجرت کرنا اور جدا ہونا ہے۔ (مختار الصحاح ص ۳۹۷)

اس حدیث میں ''ھَجَر'' نہیں ہو سکتا' ورنہ اس کا معنی ہوگا: کیا آپ ہذیان کہہ رہے ہیں اور بے تکی باتیں کر رہے ہیں' آپ سے پوچھ لو اور جو شخص ہذیان کر رہا ہو' اس سے یہ پوچھنے کا کوئی معقول معنی نہیں ہے کہ کیا تم ہذیان کر رہے ہو؟ اور بے تکی باتیں کر رہے ہو؟

''ھَجَر'' کا معنی ہذیان ہے' جب اس کے مصدر میں ہا پر زبر ہو یعنی بیماری میں انسان جو بے ربط' بے فائدہ اور مہمل باتیں کرتا ہے' اور اس کا وقوع نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محال ہے' آپ سے صحت میں ہذیان ممکن ہے نہ مرض میں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ (النجم: ۳) آپ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ○

نیز آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا اور کوئی بات نہیں نکلتی۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۴۶)

سو جس صحابی نے یہ کہا: اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو کاغذ قلم لا کر دو' آپ کوئی ہذیان تو نہیں کہہ رہے' آپ حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتے۔

''ھَجَر'' کا دوسرا معنی ہے: ہجرت کرنا' الوداع ہونا' جب اس کے مصدر میں ھا کے نیچے زیر ہو یعنی کیا آپ زندگی سے الوداع ہو رہے ہیں اور آخری وقت میں وصیت کر رہے ہیں' آپ سے پوچھ لو اور اس حدیث کے آخر میں ہے: آپ نے تین وصیتیں فرمائیں' یہ اس معنی کی تائید کرتا ہے کہ ''ھجر'' کا معنی یہاں ہذیان نہیں ہے بلکہ ہجرت کرنا ہے' اور آپ نے جو وصیتیں فرمائیں' وہ بالکل صحیح اور معقول تھیں اور اس سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے' جنہوں نے یہ کہا کہ حضرت عمر کو یہ خطرہ تھا کہ آپ بیماری کے حال میں کوئی خلاف عقل بات کہہ دیں گے' حضرت عمر آپ کے متعلق ایسی بات کب سوچ سکتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس الزام کا جواب کہ آپ کے تمام اقوال وحی کے موافق نہ تھے

بعض مشائخ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اعتراض دور کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کو غیر محفوظ قرار دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ آپ غلط بات کہہ سکتے تھے' اس لیے حضرت عمر نے آپ کو کاغذ' قلم دینے سے منع کیا' انہوں نے کہا: آں حضرت کے تمام منطوقات اور معقولات یعنی اقوال وگفتار وحی کے مطابق نہ تھے' آیت کریمہ ''وما ینطق عن الھوی'' نص قرآنی سے مخصوص ہے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مفسرین میں سے محققین نے لکھا ہے کہ آپ کا ہر قول وحی کے موافق تھا' امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ جس کو رسول بنانے کا ارادہ کرتا ہے' اس کو بچپن میں کفر سے اور بُرے کاموں مثلاً چوری' زنا اور جھوٹ سے محفوظ رکھتا ہے' پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اپنے بچپن میں گم راہ نہیں ہوئے کیونکہ وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے'

Marfat.com

تھے۔(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۳۴' داراحیاء التراث العربی بیروت'۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

نیز یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ سنت بھی عمل میں وحی منزل کی طرح ہے اور اس تفسیر کے مقدمہ میں حضرت مقدام بن معدی کرب کی حدیث گزر چکی ہے' والحمد للہ۔(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۷۹' دارالفکر' بیروت'۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی نے حضرت مقدام بن معدی کرب کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت المقدام بن معدی کرب الکندی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھے اور کئی چیزوں کو حرام کر دیا' پھر فرمایا: عنقریب ایک شخص اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے میری حدیث بیان کر کے کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیان صرف کتاب اللہ ہے' ہم اس میں جو حلال پائیں' وہ حلال ہے اور ہم جو اس میں حرام پائیں' وہ حرام ہے' سنو! جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا ہے' وہ بھی اسی کی مثل حرام ہے' جس کو اللہ عزوجل نے حرام کیا ہے۔(سنن داری:۵۹۰' دارالمعرفہ بیروت'۱۴۲۱ھ)

علامہ قرطبی مالکی کی اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک ''وما ینطق عن الھوی'' صرف قرآن مجید کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ آپ کے تمام اقوال کو شامل ہے۔

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آپ سے قرآن کا جو نطق صادر ہوتا ہے' یا آپ جو بھی نطق کرتے ہیں' وہ صرف اللہ کی' کی ہوئی وحی سے ہے' جو علماء آپ کے لیے اجتہاد کو جائز نہیں کہتے' انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب آپ پر وحی کی گئی کہ آپ اجتہاد کریں تو جو حکم آپ کے اجتہاد سے حاصل ہو گا' وہ بھی وحی ہو گا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ حکم وحی سے حاصل ہو گا' وحی نہیں ہو گا۔

(تفسیر البیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ ج ۸ ص ۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۱۹ھ)

آپ کے ہر کلام کے برحق ہونے کے ثبوت میں احادیث

نیز احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ کا ہر کلام حق ہوتا تھا:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس منہ سے حق کے سوا اور کوئی بات نہیں نکلتی۔(سنن ابوداؤد:۳۶۴۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۹' المستدرک ج ۱ ص ۱۰۵' سنن داری:۴۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا' آپ کے بعض اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! آپ ہم سے مذاق (بھی تو) کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔(شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند محمد بن عجلان کی وجہ سے قوی ہے اور اس کے باقی رجال ثقہ ہیں' شیخین کے رجال ہیں۔)

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۰ طبع قدیم' مسند احمد:۸۴۸۱_ج ۱۴ ص ۱۸۵' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۴۸' الادب المفرد للبخاری:۲۶۵' المعجم الاوسط:۹۱۹)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سنت بھی اس طرح نازل کرتے تھے' جس طرح قرآن نازل کرتے تھے۔(سنن داری:۵۹۲' دارالمعرفہ بیروت'۱۴۲۱ھ)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہا: کتاب اللہ میں اس کے خلاف ہے' انہوں نے کہا: کیا میں نہیں دیکھ رہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم اس پر کتاب اللہ سے معارضہ کر رہے ہو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب اللہ کو تم سے زیادہ جاننے والے تھے۔(سنن داری:۵۹۴)

Marfat.com

"عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ" سے معارضہ کا جواب

اسی طرح ان بعض مشائخ نے یہ معارضہ کیا ہے کہ اگر آں حضرت کے تمام اقوال و گفتار وحی کے موافق ہوتے تو حق تعالیٰ کی طرف سے بعض اقوال پر اعتراض وارد نہ ہوتا اور ان سے معافی کی گنجائش نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ . (التوبہ: ۴۳) اللہ آپ کو معاف کرے آپ نے ان منافقین کو (غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی) اجازت کیوں دی۔

میں کہتا ہوں: اگر اللہ نے پہلے آپ کو منافقین کو اجازت دینے سے لازماً منع کیا ہوتا تو آپ کا ان کو اجازت دینا فعل حرام اور گناہ کبیرہ ہوتا اور اگر ترجیحاً منع کیا ہوتا تو پھر آپ کا اجازت دینا' خلافِ اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہوتا' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو اس سے منع کیا ہی نہیں تو پھر آپ کا منافقین کو غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی اجازت دینا' کس قسم کا گناہ ہے نہ یہ فعل مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ ہے' بلکہ آپ کے لیے ان کو اجازت دینا یا نہ دینا دونوں فعل مباح تھے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت آمیز خطاب فرمایا ہے کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے' آپ نے ان کو جہاد میں شامل نہ ہونے کی اجازت کیوں دے دی' حالانکہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو یہ پھر بھی جہاد میں شامل ہونے والے نہ تھے' یعنی ان کے حق میں آپ کا اجازت دینا اور نہ دینا دونوں برابر تھے۔

(تبیان القرآن ج ۵ ص ۱۴۸-۱۴۷' التوبہ: ۴۳' فرید بک سٹال لاہور' ۱۴۲۲ھ)

علاوہ ازیں میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ. (الاعراف: ۲۰۳) آپ کہیے: میں صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں' جس کی میرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ. (الانعام: ۵۰' یونس: ۱۵) میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں' جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

لہٰذا آپ کا منافقین کو اجازت دینا بھی وحی کی بنیاد پر تھا اور یہ وحی خفی تھی' قرآن مجید نے حصر کر دیا ہے کہ آپ کا ہر قول وحی کے موافق ہے اور آپ کا ہر فعل وحی کے موافق ہے' نمازوں میں جو آپ کو سہو ہوئے' وہ بھی وحی خفی کے موافق تھے' تاکہ امت کے لیے ان کے سہو میں اسوہ اور نمونہ ہو جائے اور آپ کو جو نسیان ہوا' وہ بھی وحی خفی کے موافق تھا' جیسا کہ حدیث میں ہے:

امام مالک نے فرمایا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ کوئی فعل سنت ہو جائے۔ (موطأ امام مالک' کتاب السہو' حدیث: ۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کی وجہ سے آپ کی خطا ثابت کرنا اور اس کا جواب

بدر کے قیدیوں سے آپ کا فدیہ لینا بھی اتباعِ وحی میں تھا اور فدیہ لینے میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب نہیں فرمایا' بلکہ ان بعض نو مسلم صحابہ پر عتاب فرمایا' جنہوں نے مالِ دنیا کی طمع میں فدیہ لینے کی رائے کو ترجیح دی تھی' رہے آپ تو آپ نے فدیہ لینے کو اس لیے ترجیح دی تھی کہ آپ کو علم تھا کہ ان قیدیوں میں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے' سو آپ نے ان کے اسلام کی وجہ سے فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کرنے کی رائے کو پسند کیا تھا۔

* بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کی تحقیق الانفال: ۶۸-۶۷ کی تفسیر میں تبیان القرآن ج ۴ ص ۶۹۷-۶۹۲ میں مطالعہ فرمائیں۔

اس ضمنی بحث کے بعد ہم اب پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کر رہے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کس وجہ سے کاغذ اور قلم

Marfat.com

لانے سے منع کیا تھا۔

حافظ عسقلانی کی طرف سے حضرت عمر کی توجیہات اور اس کا بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لکھنا چاہتے تھے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا تھا کہ آپ کے لیے از خود لکھنا یا لکھوانا' دشواری اور مشقت کا باعث ہوگا' لہٰذا آپ کو اس کی زحمت نہ دی جائے' علامہ قرطبی وغیرہ نے کہا ہے: آپ نے فرمایا: میرے پاس کاغذ اور قلم لاؤ' یہ آپ کا حکم تھا اور حکم کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے' لیکن حضرت عمر کی دوسرے اصحاب کے ساتھ رائے یہ تھی کہ یہ حکم وجوب کے لیے نہیں ہے' بلکہ آپ نے زیادہ بہتر کام کی طرف متوجہ فرمایا ہے' لہٰذا ان اصحاب نے آپ کو اس حالت میں اس مشقت میں ڈالنے کو ناپسند کیا اور جب کہ ان کے ذہنوں میں قرآن مجید کی یہ آیات بھی تھیں:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ. (الانعام:۳۸) ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ. (النحل:۸۹) قرآن مجید ہر چیز کو بیان کرنے والا ہے۔

اس لیے حضرت عمر نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

صحابہ کی دوسری جماعت کی رائے یہ تھی کہ افضل یہ ہے کہ آپ کو لکھنے دیا جائے' کیونکہ اس طرح آپ کے حکم پر عمل ہوگا اور چونکہ آپ نے بعد میں سب کو وہاں سے اٹھنے کا حکم دیا' اس سے واضح ہوگیا کہ آپ کا پہلا حکم اختیاری تھا' واجبی نہ تھا' یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد آپ کئی روز تک زندہ رہے' لیکن آپ نے دوبارہ کاغذ اور قلم لانے کا حکم نہیں دیا' اگر آپ کا یہ حکم واجبی ہوتا تو صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے آپ اپنے حکم کو ترک نہ فرماتے' کیونکہ آپ نے کفار کی شدید مخالفت کے باوجود تبلیغ کو ترک نہیں فرمایا' اور صحابہ بعض کاموں میں آپ سے اختلاف کرتے تھے' لیکن جب آپ کسی کام کا عزم فرمالیتے تو پھر آپ کے حکم پر عمل کرتے تھے' ان شاء اللہ اس کو ہم بسط اور تفصیل سے ''کتاب الاعتصام'' میں لکھیں گے (حافظ ابن حجر ''کتاب الاعتصام'' میں تفصیل سے لکھنا بھول گئے' وہاں صرف دو سطریں لکھی ہیں' دیکھئے فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ) حضرت عمر کے اس قول کو ان کی موافقات میں سے شمار کیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لکھنا چاہتے تھے' اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ ایسی تحریر لکھنا چاہتے تھے' جس میں احکام کی صاف تصریح کر دی جاتی اور اختلاف نہ رہتا' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ اپنے بعد ہونے والے خلفاء کے نام لکھنا چاہتے تھے تاکہ ان کے درمیان اختلاف نہ ہوتا۔ سفیان بن عیینہ نے کہا: اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ جب اپنے مرض کی ابتداء میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو آپ نے ان سے فرمایا' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں مجھ سے فرمایا: میرے لیے ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ایک مکتوب لکھ دوں کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں زیادہ مستحق ہوں اور اللہ اور مؤمنین ابوبکر کے غیر کا انکار کر دیں گے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۶۶-۷۲۱۷' صحیح مسلم: ۲۳۸۷' طبقات کبریٰ ج ۳ ص ۱۸۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۰۸۱' صحیح ابن حبان: ۶۵۹۸' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۵۳' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۴۳' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۸۵' المعجم الاوسط: ۴۵۶۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۱۱۳۔ ج ۴۲ ص ۵۰)

اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھا نہیں اور پہلا قول زیادہ ظاہر ہے' کیونکہ حضرت عمر نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور میرے پاس اختلاف کرنا نہیں چاہیے۔
آپ کے اس ارشاد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابی کے لیے اولیٰ یہ تھا کہ وہ آپ کے حکم پر عمل کرتے' اگر چہ حضرت عمر کی اختیار کی ہوئی تاویل صحیح تھی' کیونکہ بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم پر عمل کرنے کے لیے نہیں فرمایا' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحابہ کے اس اختلاف کی نظیر یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: تم میں سے کوئی شخص بنی قریظہ میں پہنچے بغیر نماز نہ پڑھے۔
(صحیح البخاری: ۹۴۶' صحیح مسلم: ۱۷۷۰)

بعض صحابہ نے کہا: اگر ہم نے بنو قریظہ میں پہنچ کر نماز پڑھی تو وقت نکل جائے گا اور آپ کا منشاء یہ نہیں تھا کہ ضرور بنی قریظہ میں عصر پڑھنا' سو انہوں نے راستہ میں نماز پڑھ لی اور بعض نے اس حکم کے ظاہر پر عمل کیا اور بنو قریظہ پہنچ کر نماز پڑھی اور آپ نے کسی فریق کو ملامت نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۵۹ ـ ۲۵۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مصنف کی طرف سے حضرت عمر پر شیعہ علماء کے اعتراض کے جوابات اور دیگر مسائل

شیعہ علماء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ اور قلم لانے کے لیے کہا تو حضرت عمر نے یہ جواب دیا کہ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے' ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی ایسا ہی اعتراض ہوتا ہے' حدیث میں ہے:
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور حضرت فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا: تم دونوں نماز نہیں پڑھتے' میں نے کہا: یا رسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں' پس جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں' جب ہم نے یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا' پھر میں نے سنا آپ پیٹھ موڑ کر اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے جا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا. (الکہف: ۵۴) اور انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۲۷' صحیح مسلم: ۷۷۵' سنن نسائی: ۱۶۰۸ ـ ۱۶۰۷' مسند احمد ج ۱ ص ۹۱' مسند احمد: ۷۰۵ ـ ج ۲ ص ۱۱۳)

اور اس کے علاوہ یہ حدیث ہے:
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو طبق (بڑی پلیٹ) لا کر دوں' آپ اس میں ایسی چیزیں لکھ دیں' جس کے بعد آپ کی امت گم راہ نہیں ہوگی' حضرت علی نے کہا: مجھے یہ خطرہ ہوا کہ شاید آپ کی روح قبض ہو جائے' میں نے کہا: میں یاد رکھوں گا اور محفوظ رکھوں گا (یعنی طبق لا کر نہیں دیا)' آپ نے فرمایا: میں نماز کی' زکوٰۃ کی اور تمہاری باندیوں کے معاملہ میں وصیت کرتا ہوں۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۹۰' طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۴۳' الادب المفرد للبخاری: ۱۵۶)
پہلی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تہجد کے لیے اٹھانے گئے تو حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پلٹ کر ایسا جواب دیا' جس سے آپ کو سخت افسوس ہوا اور دوسری حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کے لیے طبق منگایا اور حضرت علی نے لا کر نہیں دیا اور کہا: میں یاد کر لوں گا' علماء شیعہ ان حدیثوں کا جواب دیں۔
حضرت عمر کی طرف سے توجیہ یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فیصلہ فرماتے اور صحابہ کو اس میں تردد ہوتا تو وہ آپ کے سامنے اپنی رائے اور اپنے اختلاف کو ظاہر کرتے اور جب وہ دیکھتے کہ اس فیصلہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جزم اور یقین ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شبہات کو دلائل سے رد فرما دیا ہے تو پھر وہ آپ کے فیصلہ کو تسلیم کر لیتے اور آپ کے حکم پر عمل کرتے' جیسے مشرکین کے ساتھ حدیبیہ میں

Marfat.com

جن شرائط پر صلح ہوئی تھی' حضرت عمر اور دیگر صحابہ کو ان شرائط سے اختلاف تھا' لیکن جب نبی ﷺ نے ان کے شبہات کا جواب دے دیا تو وہ مطمئن ہو گئے اور صلح کی ان شرائط کو مان لیا' اسی طرح جب آپ نے عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا فیصلہ کیا تو حضرت عمر کو اس سے اختلاف تھا' لیکن جب آپ نے ان کے شبہات کا جواب دے دیا تو حضرت عمر نے آپ کے اس فیصلہ کو مان لیا' لیکن مرض الموت کے اس موقع پر جب آپ نے کاغذ اور قلم لانے کا حکم دیا اور اس پر حضرت عمر نے اپنا یہ شبہ پیش کیا کہ نبی ﷺ پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے' جو ہمیں کافی ہے تو آپ نے حضرت عمر کے اس قول کو رد نہیں فرمایا اور کاغذ اور قلم منگوانے پر اصرار نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول صحیح اور صائب تھا' ورنہ آپ کسی کے اختلاف کی وجہ سے حق بات کو کبھی بھی ترک نہیں فرماتے تھے۔

آپ نے جو کاغذ اور قلم لانے کا حکم دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ ملک عوام کی مصلحت کی وجہ سے موت کے وقت ان کے لیے کوئی وصیت کر سکتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق لکھوانا چاہتے ہوں' جیسا کہ صحیح مسلم: ۲۳۸۷ اور صحیح بخاری: ۵۶۶۶ میں ہے' لیکن آپ نے اس کو اس لیے ترک کر دیا کہ آپ مختلف قرائن سے اس امر کا اظہار کر چکے ہیں' مثلاً آپ نے نمازوں میں حضرت ابوبکر کو امام بنایا اور کسی اور کو امام بنانے پر راضی نہیں ہوئے اور حضرت ابوبکر کی امارت میں مسلمانوں کو حج کے لیے بھیجا' سفر ہجرت میں اپنی رفاقت کے لیے حضرت ابوبکر کو منتخب کیا' سو آپ چاہتے تھے کہ مسلمان ان قرائن میں غور و فکر کر کے از خود اپنے اجتہاد اور اپنے انتخاب سے میرے بعد حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنائیں۔

اس حدیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا ثبوت ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کا ثبوت ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: کاغذ اور قلم لاؤ تا کہ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں' جس کے بعد تم کبھی گم راہ نہیں ہو گے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا اُمّی ہونا' آپ کے لکھنے اور پڑھنے کے منافی نہیں ہے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۱۱۹۔ ج ۴ ص ۵۱۷ پر مذکور ہے اور اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) اھجر کی تحقیق (۲) حدیث قرطاس میں حضرت عمر پر حضور کا کہنا نہ ماننے کا اعتراض اور اس کے جوابات (۳) کیا رسول اللہ ﷺ حضرت علی کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے۔

۴۰- بَابُ الْعِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ — رات کو علم کی بات اور نصیحت کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علم کی باتوں کو لکھنے کا بیان تھا' جو علم کو منضبط کرنے اور اس میں کوشش کرنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ باب رات کو علم کی تعلیم اور تعلم پر دلالت کرتا ہے اور اس کے لیے بھی منضبط کرنے اور کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۱۵- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَعَمْرٍو وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از معمر از زہری از ہند از ام سلمہ و عمرو و یحیی بن سعید از زہری از ھند از ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات نبی ﷺ بیدار ہوئے تو آپ نے

فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّیْلَۃَ مِنَ الْفِتَنِ، وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ، اَیْقِظُوْا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ، فَرُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ.

فرمایا: سبحان اللہ! آج رات کیا کیا فتنے نازل کیے گئے ہیں! اور کیا کیا خزانے کھولے گئے ہیں، حجروں والیوں کو بیدار کرو، بہت سی عورتیں جو دنیا میں ملبوس ہوتی ہیں، آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

[اطراف الحدیث: ۱۱۲۶۔ ۳۵۹۹۔ ۵۸۴۴۔ ۶۲۱۸۔ ۷۰۶۹] (سنن ترمذی: ۲۱۹۶، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۴۸، المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۸۳۶، شعب الایمان: ۱۰۳۸۹، مسند ابویعلیٰ: ۶۹۸۸، المعجم الاوسط: ۹۲۰۰، مسند الشامیین: ۳۲۲۵، شرح السنۃ: ۹۲۱، مسند الحمیدی: ۲۹۲، صحیح ابن حبان: ۶۹۱، مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۵۴۴۔ ج ۴۴ ص ۱۶۷، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس باب کے عنوان میں دو اُمور ذکر کیے گئے ہیں: (۱) علم اور نصیحت کرنا۔ اس کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: آج رات کیا کیا فتنے نازل کیے گئے ہیں (۲) رات کو نصیحت کرنا۔ اس کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: حجروں والیوں کو بیدار کرو۔

حدیث مذکور کے رِجال کا تعارف اور حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

(۱) صدقہ بن فضل المروزی ابو الفضل ائمہ ستہ میں سے صرف امام بخاری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں، یہ حافظ اور امام تھے، ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) معمر بن راشد (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) عمرو بن دینار (۶) یحییٰ بن سعید انصاری، ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۷) ھند بنت الحارث الفراسیہ، یہ معبد بن المقداد کی زوجہ تھیں، امام مسلم کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۸) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کا نام ھند ہے، ایک قول ہے: ان کا نام رملہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ اور ابو امیہ حذیفہ کی بیٹی ہیں، یہ پہلے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ فوت ہو گئے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۳۷۸، احادیث روایت کی ہیں، امام بخاری اور امام مسلم ان سے ۱۳، احادیث پر متفق ہیں، انہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی ہے، ابو سلمہ کے نکاح میں ان سے زینب پیدا ہوئیں، پھر ان کے بعد سلمہ، عمر اور درہ کی ولادت ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوال ۴ھ میں ان سے نکاح کیا، یہ ۵۹ھ میں فوت ہو گئیں، وفات کے وقت ان کی عمر ۸۴ سال تھی، حضرت ابو ہریرہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، البقیع میں ان کو دفن کیا گیا، ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۶۰)

اس امت میں واقع ہونے والے بعض فتنے

اس حدیث میں فرمایا ہے: آج رات کیا کیا فتنے نازل کیے گئے ہیں اور کیا کیا خزانے کھولے گئے ہیں! اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رات خواب دیکھا اور اس میں آپ نے وہ فتنے دیکھے، جو آپ کے بعد واقع ہوں گے اور آپ نے وہ خزانے دیکھے، جو آپ کی امت کے لیے کھولے جائیں گے اور بیدار ہونے کے بعد آپ پر اس کی حقیقت منکشف ہوئی، آپ کے بعد جو فتنے ہوئے وہ مشہور ہیں، جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل، جنگ جمل اور جنگ صفین اور جنگ نہروان، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی شہادت، اس کے بعد کعبہ کو جلایا جانا اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت، اس کے بعد ۳۳۹ھ میں قرامطہ کعبہ پر حملہ آور ہوئے اور حجر اسود اکھاڑ کر لے گئے، جو ۲۲ سال تک ان کے پاس رہا، اور انہوں نے بہ کثرت حجاج کو شہید کیا، ۶۴۳ھ میں تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کیا اور لاکھوں مسلمانوں کو شہید کر دیا، اس کے بعد اب تک مسلمان فتنوں کی زد میں ہیں۔

نیز اس حدیث میں فرمایا: حجروں والیوں کو جگاؤ، اس سے مراد ازواج مطہرات ہیں، نیز اس میں فرمایا: جو دنیا میں ملبوس ہوں گی وہ آخرت میں برہنہ ہوں گی، اس کا معنی یہ ہے کہ جو دکھاوے کے اعمال کریں گی، وہ آخرت میں بے عمل ہوں گی۔

Marfat.com

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شوہر کو چاہیے کہ وہ عبادت کے لیے رات کو اپنی بیوی کو اٹھائے۔

٤١- بَابُ السَّمَرِ فِي الْعِلْمِ — رات کو علم کی باتیں کرنا

اس باب کے عنوان میں "سمر" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: رات کو باتیں کرنا' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں رات کو علم کی باتیں کرنے اور نصیحت کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں مطلقاً رات کو باتیں کرنے کا ذکر ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد جو باتیں کرنے کی ممانعت ہے' اس سے مراد دنیاوی باتیں اور قصے کہانیاں ہیں' نیکی' خیر اور فقہ کی باتیں عشاء کی نماز کے بعد بھی کرنا جائز ہیں۔

١١٦- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فِي اٰخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ، فَإِنَّ رَاْسَ مِئَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ۔

[اطراف الحدیث: ٥٦٤-٦٠١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم وابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر حیات میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی' پس جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا: مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے' کیونکہ اس کے ٹھیک ایک سو سال بعد جو لوگ اب روئے زمین پر ہیں' ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

(صحیح مسلم: ٢٥٣٧' سنن ابوداؤد: ٤٣٤٨' سنن ترمذی: ٢٢٥١' سنن کبریٰ للنسائی: ٥٨٧١' سنن بیہقی ج١ ص ٤٥٣' دلائل النبوۃ ج٦ ص ٥٠٠' مسند احمد ج٢ ص ١٢١ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٠٢٨- ج١٠ ص ٢٢٢)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کے بعد صحابہ سے علم کی باتیں کیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) سعید بن عفیر (٢) لیث بن سعد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٣) عبدالرحمان بن خالد' یہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے مصر کے امیر تھے' ١١٨ھ میں ان کی مصر پر حکومت تھی' ان کے پاس الزہری کی کتاب تھی' جس میں دو سو یا تین سو احادیث تھیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صالح ہیں' ابن یونس نے کہا: یہ ثبت فی الحدیث ہیں' یہ ١٢٧ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (٤) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) سالم بن عبداللہ بن عمر (٦) ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ' ان کا نام عبداللہ بن حذیفہ ہے' امام بخاری نے ان کی صرف زیر بحث حدیث کو روایت کیا ہے' یہ علماء قریش میں سے تھے' انہوں نے حضرت سعید بن زید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے احادیث روایت کی ہیں' امام مسلم اور امام ترمذی نے ان سے احادیث روایت نہیں کیں (٧) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم' ان کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج٢ ص ٢٦٥-٢٦٣)

عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے جواز اور عدم جواز کے محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال المالکی المتوفی ٤٤٩ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عشاء کے بعد یہ خبر دی کہ جو لوگ اس وقت روئے زمین پر زندہ ہیں' ایک سو سال کے بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا' آپ نے ان کو یہ نصیحت کی کہ ان کی عمریں کم ہیں اور پچھلی امتوں کی طرح ان کی لمبی عمریں نہیں ہیں' اس لیے ان کو عبادت کرنے میں زیادہ کوشش کرنی چاہیے' سلف صالحین رات کو علم کی باتیں کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کسی کام سے عشاء کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' حضرت عمر نے کہا: اس وقت؟ میں نے کہا: میں نے فقہ کی بات کرنی ہے' انہوں نے کہا: اچھا!' میں نے ان سے باتیں کیں' پھر میں جانے لگا تو حضرت عمرؓ نے کہا: بیٹھو' میں نے کہا: نماز (تہجد)! انہوں نے کہا: ہم نماز میں ہیں' پھر ہم بیٹھ کر باتیں کرتے رہے' حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی۔

اس مسئلہ میں امام مالک کے مختلف اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ علم کے مذاکرہ سے نماز پڑھنا افضل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ علم کا مذاکرہ افضل ہے' جب نیت درست ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عیسیٰ' حضرت خضر اور ابلیس کے زندہ رہنے سے اس حدیث پر اعتراض اور اس کے جوابات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری اور جو علماء حضرت خضر علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں' انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر بالفرض حضرت خضر زندہ بھی تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے ایک سو سال پورے ہونے سے پہلے وہ فوت ہو گئے' اور جمہور اس کے خلاف ہیں اور جو علماء حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں' وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت خضر سمندر میں رہنے والے تھے اور یہ حدیث زمین پر رہنے والوں کے متعلق ہے' لہٰذا حضرت خضر اس حدیث میں داخل نہیں ہیں' بعض علماء نے اس حدیث کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ جن لوگوں کو تم جانتے ہو اور ان کو پہچانتے ہو' ان میں سے کوئی ایک سو سال بعد زندہ نہیں رہے گا' پس حدیث کے الفاظ عام ہیں' لیکن اس سے مخصوص لوگوں کا ارادہ کیا گیا ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ ''جو لوگ روئے زمین پر ہیں'' اس قید سے فرشتوں سے احتراز کیا گیا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روئے زمین پر نہیں ہیں بلکہ آسمان میں ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابلیس بھی تو زندہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روئے زمین پر نہیں ہے' بلکہ ہوا میں ہے یا آگ میں ہے یا حدیث سے مراد یہ ہے کہ روئے زمین پر اب جو انسان زندہ ہیں' وہ سو سال کے بعد زندہ نہیں رہیں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ سب کمزور باتیں ہیں' اس حدیث پر نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اعتراض ہوتا ہے نہ ابلیس سے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مراد یہ ہے کہ اس وقت جو روئے زمین پر آپ کی امت ہے' وہ اب سے سو سال بعد زندہ نہیں رہے گی اور روئے زمین پر جو مسلمان یا کفار ہیں' وہ سب آپ کی امت ہیں' مسلمان آپ کی امت اجابت ہیں اور کفار آپ کی امت دعوت ہیں۔ اور رہے حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام' تو وہ آپ کی امت میں داخل نہیں ہیں اور رہا شیطان! تو وہ بنی آدم میں سے نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۶۷۔۲۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۶۳۴۳۔ ج ۶ ص ۱۲۱۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۱۷- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، ثُمَّ قَالَ نَامَ الْغُلَيِّمُ؟ أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا، ثُمَّ قَامَ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ، حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ أَوْ خَطِيطَهُ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ.

[اطراف الحدیث: ۱۳۸۔ ۱۸۳۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۲۶۔ ۷۲۸۔ ۸۵۹۔ ۹۹۲۔ ۱۱۹۸۔ ۴۵۶۹۔ ۴۵۷۰۔ ۴۵۷۱۔ ۴۵۷۲۔ ۵۹۱۹۔ ۶۲۱۵۔ ۶۳۱۶۔ ۷۴۵۲]

ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں ایک رات اپنی خالہ کے پاس رہا' جن کا نام حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ہے' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں اور اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی' پھر آپ اپنے گھر آ گئے' پھر آپ نے چار رکعات نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے' پھر آپ کھڑے ہو گئے' پھر آپ نے فرمایا: چھوٹا لڑکا سو گیا؟ یا کوئی اور کلمہ اس کے مشابہ فرمایا' پھر آپ (نماز کے لیے) کھڑے ہو گئے' سو میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا' پس آپ نے مجھے دائیں جانب کر دیا' آپ نے پانچ رکعات نماز پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے' حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹے لینے کی آواز سنی' پھر آپ نماز کے لیے باہر آ گئے۔

(صحیح مسلم: ۷۶۳' سنن ابوداؤد: ۶۱۰' شمائل ترمذی: ۵' سنن نسائی: ۱۶۲۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۳۴۱۔ ۱۳۳۷' سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۳' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۱۷۵۔ ج ۵ ص ۲۵۸)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد فرمایا: لڑکا سو گیا؟ اور اس حدیث کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے تمام رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے' سوائے الحکم بن عتیبہ کے' ان کا نام عبد الکندی ہے اور ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے' یحییٰ بن معین' عبدالرحمان بن مہدی اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ حماد کے ساتھ کوفہ کے فقیہ تھے' انہوں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ان سے شعبہ وغیرہ نے روایت کی ہے' یہ عابد اور عامل بالسنۃ تھے' ۱۱۴ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۶۹)

حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث کا تذکرہ

حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث الہلالیہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ۶ھ یا ۷ھ میں نکاح کیا' یہ ۵۱ھ میں مقام سرف میں فوت ہو گئی تھیں' ایک قول ۶۶ھ کا ہے' مقام سرف میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' کہا گیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ تھیں' کیونکہ ان کے بعد آپ نے اور کسی سے نکاح نہیں کیا' یہ حضرت لبابہ بنت الحارث کی بہن ہیں' جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اور یہ حضرت عبداللہ اور حضرت الفضل وغیرہما کی ماں تھیں' یہ پہلی خاتون ہیں' جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لائیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کیا کرتے تھے' یہ لبابہ کبریٰ ہیں' ان کی بہن لبابہ صغریٰ تھیں' جو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۷۰)

Marfat.com

مختلف اوقات میں تہجد کی مختلف رکعات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے چار رکعات پڑھیں۔اس حدیث میں پہلے چار رکعات نماز پڑھنے کا ذکر ہے' پھر پانچ رکعات پڑھنے کا ذکر ہے' پھر دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے' اس طرح آپ نے گیارہ رکعات نماز پڑھیں اور صحیح بخاری میں دوسرے مقام پر ہے کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی رات کی نماز تیرہ رکعات تھی۔

(صحیح البخاری:۱۱۳۸' صحیح مسلم:۷۶۴' سنن ترمذی:۴۴۲' مسند احمد ج۱ ص۲۲۸)

اور یہ بھی حدیث ہے کہ صبح کی دو رکعت سنت کے علاوہ نبی ﷺ نے رات کو تیرہ رکعات پڑھیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے' پھر جب آپ صبح کی اذان سنتے تو دو خفیف رکعات پڑھتے۔(صحیح البخاری:۱۱۷۰)

اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے' حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آ گیا' پھر آپ نے دو خفیف رکعات پڑھیں' پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھائی۔(صحیح البخاری:۱۸۳' صحیح مسلم:۷۶۳' سنن ابوداؤد:۱۳۶۷)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے مختلف اوقات میں تہجد کی مختلف رکعات پڑھی ہیں تا کہ امت کے لیے آسانی ہو' اس کی مکمل تفصیل اور تحقیق ان شاء اللہ "کتاب التهجد" میں آئے گی۔

حدیث مذکور سے مسائل کا استخراج

(۱) اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے کہ وہ بچپن میں نبی ﷺ کے رات کے معمولات جاننے کے لیے ساری رات جاگتے رہے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ نبی ﷺ کے رات کے اعمال کا مشاہدہ کریں۔

(۲) اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضرت ابن عباس بھی آپ کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے' اس میں نوافل کی جماعت کا ثبوت ہے' اور چونکہ نبی ﷺ پہلے سے نماز پڑھ رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ امام کے لیے مقتدی کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے' حضرت ابن عباس آپ کی بائیں طرف کھڑے ہوئے تھے' آپ نے ان کو کان سے پکڑ کر دائیں طرف کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی ایک ہو تو اس کو امام کی دائیں طرف کھڑے ہونا چاہیے' اور امام نماز میں بھی غلط کام کی اصلاح کر سکتا ہے اور عمل قلیل مفسد نماز نہیں ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس ساری رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے' اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ بچہ اپنے محارم کے ساتھ ساری رات گزار سکتا ہے' خواہ اس کی خالہ کے ساتھ اس کا شوہر بھی ہو۔

(۴) اس رات نبی ﷺ حضرت میمونہ کے گھر تھے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ باری باری اپنی ازواج مطہرات کے پاس جاتے تھے' آپ پر یہ تقسیم واجب نہ تھی' لیکن آپ نے اپنے فضل سے اپنے اوپر یہ معمول لازم کر لیا تھا۔

(۵) آپ نے فرمایا: "نَامَ الْغُلَيِّمُ" کیا چھوٹا لڑکا سو گیا؟ اس ارشاد میں محبت کی وجہ سے نام کے بجائے صفت کے ذکر کرنے کا ثبوت

ہے اور تصغیر کا بھی ثبوت ہے۔

(۶) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نابالغ بچے کی نماز صحیح ہے اور اگر وہ اکیلا ہو تو اس کے ساتھ بھی جماعت ہو جاتی ہے۔

(۷) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے کل گیارہ رکعات پڑھیں' جن میں دو رکعت سنت فجر تھیں' تین رکعت وتر اور چھ رکعت آپ نے تہجد کی نماز پڑھی' تہجد کی رکعات آپ نے کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات پڑھی ہیں۔

(۸) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ محرم کی موجودگی میں بغیر جماع کے سو سکتا ہے' بعض روایات میں ہے کہ حضرت میمونہ اس رات حائضہ تھیں' ورنہ حضرت ابن عباس اس رات آپ کے معمولات کا مشاہدہ کرنے کے لیے جاگ کر رات نہ گزارتے۔

(۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ کر سو جائیں تو اس سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا' آپ کی آنکھیں سو جاتی ہیں اور آپ کا دل جاگتا رہتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حال ہوتا ہے' اور لیلۃ التعریس میں جب آپ سوئے تھے اور سورج طلوع ہو گیا تھا' تو وہ اس کے منافی نہیں ہے' کیونکہ سورج کے طلوع کو دیکھنا' آنکھوں کا کام ہے اور وہ سوئی ہوئی تھیں۔

احادیث مکررہ میں ہر بار نئے مسائل کا استخراج

اس حدیث کو امام بخاری نے انیس جگہ ذکر کیا ہے اور ہر جگہ اس سے ایک نیا مسئلہ مستنبط کیا ہے' مثلاً یہاں اس حدیث کو عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے ثبوت میں ذکر کیا ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا تھا: کیا چھوٹا لڑکا سو گیا؟ حدیث: ۱۳۸ میں اس کو ''تخفیف فی الوضو'' کے باب میں ذکر کیا ہے' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے کم پانی کے ساتھ تخفیف سے وضو کیا' پھر نماز پڑھی' حدیث: ۱۸۳ میں اس کو ''باب قراءۃ القرآن بعد الحدث'' میں ذکر کیا' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ جب آپ سو کر اٹھے تو آپ نے سورۂ آل عمران کی دس آیات تلاوت کیں' اس کے بعد وضو کیا۔ حدیث: ۶۹۷ میں اس کو اس باب کے تحت ذکر کیا کہ جب ایک مقتدی ہو تو اس کو امام کی دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے' حدیث: ۶۹۸ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا کہ اگر مقتدی بائیں جانب کھڑا ہو جائے اور امام اس کو نماز میں دائیں جانب کھڑا کر دے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی' حدیث: ۶۹۹ میں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا کہ امام نے کسی کو نماز پڑھانے کی نیت نہ کی ہو' پھر کوئی آ کر نماز میں شامل ہو جائے تو جماعت کی نماز صحیح ہے' حدیث: ۷۲۶ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا کہ اگر ایک آدمی امام کی بائیں طرف کھڑا ہو جائے اور امام اس کو نماز میں دائیں طرف کر دے تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی' حدیث: ۷۲۸ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا: امام اور مسجد کی دائیں جانب' اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس بائیں جانب کھڑے ہوئے تھے' آپ نے ان کو دائیں جانب کر دیا۔ حدیث: ۸۵۹ میں اس حدیث کو بچوں کے وضو کرنے کے باب میں ذکر کیا' کیونکہ اس حدیث میں حضرت ابن عباس کے وضو کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث: ۹۹۲ میں اس حدیث کو ''باب الوتر'' کے تحت ذکر کیا ہے' کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کا ذکر ہے۔ حدیث: ۱۱۹۸ میں اس حدیث کو نماز میں نماز کے کام میں ہاتھ سے استعانت کے باب میں ذکر کیا' کیونکہ اس حدیث میں ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر سے اٹھ کر ہاتھ کو آنکھوں پر ملا' پھر ایک لٹکی ہوئی مشک سے پانی لے کر وضو کیا۔ حدیث: ۴۵۶۹ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا' جس میں ''اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' (آل عمران: ۱۹۰) پڑھنے کا ذکر ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر سے اٹھ کر یہ آیت پڑھی تھی' حدیث: ۴۵۷۰ میں اس حدیث کو ''بَابٌ: اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ. (آل عمران: ۱۹۱)'' میں ذکر کیا ہے' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے' آپ نے آل عمران کی دس آیتیں پڑھیں' ان میں یہ آیت بھی ہے۔

Marfat.com

حدیث:۴۵۷۱ میں اس حدیث کو "بَابُ: رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ. (آل عمران:۱۹۲)" میں ذکر کیا ہے' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے بستر سے اٹھ کر آل عمران کی آخری دس آیتوں کو پڑھا' ان میں یہ آیت بھی ہے۔ حدیث:۴۵۷۲ کو "بَابُ: رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ. (آل عمران:۱۹۳)" میں ذکر کیا ہے' کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ آپ نے بستر سے اٹھ کر آل عمران کی آخری دس آیتوں کو پڑھا' جن میں یہ آیت بھی ہے۔ حدیث:۵۹۱۹ میں اس حدیث کو "باب الذوائب" (مینڈھیاں) میں ذکر کیا ہے' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے میری مینڈھیوں یا میرے سر کو پکڑ کر بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا' حدیث:۶۲۱۵ کو اس باب میں ذکر کیا ہے' جس میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کا ذکر ہے' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ تہائی رات گزرنے کے بعد نبی ﷺ نے بیٹھ کر آسمان کی طرف دیکھا' پھر آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں۔ حدیث:۶۳۱۶ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا ہے' جس میں بیدار ہونے کے بعد دعا کرنے کا ذکر ہے' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ تہجد کی تیرہ رکعت پڑھنے کے بعد آپ سو گئے اور جب دوبارہ بیدار ہوئے تو آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے' میری آنکھ میں نور کر دے' میرے کان میں نور کر دے اور میرے دائیں نور کر دے اور میرے بائیں نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے لیے نور کر دے (یعنی مجھے مجسم نور کر دے)۔ حدیث:۷۴۵۲ کو اس باب کے تحت ذکر کیا ہے' آسمانوں اور زمینوں اور دیگر مخلوقات کی تخلیق کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے "اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (آل عمران:۱۹۰)" پڑھی' جس میں آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کا ذکر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے ۱۹ بار مکرر ذکر کیا ہے اور ہر بار اس حدیث سے ایک نیا مسئلہ نکالا ہے اور جس حدیث کو بھی امام بخاری جتنی بار مکرر ذکر کرتے ہیں' اس سے امام بخاری اتنے ہی مسائل کا استنباط اور استخراج کرتے ہیں۔

احادیث مکررہ میں سند کے تکرار کا تجزیہ

اسی طرح امام بخاری جس حدیث کو مکرر ذکر کرتے ہیں تو عموماً ہر مرتبہ اس کو نئی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں' مثلاً اس حدیث کو نمبر ۱۱۷ میں آدم سے روایت کیا' نمبر ۱۳۸ میں علی بن عبد اللہ سے' نمبر ۱۸۳ میں اسماعیل سے' نمبر ۶۹۷ میں سلیمان بن حرب سے' نمبر ۶۹۸ میں احمد سے' نمبر ۶۹۹ میں مسدد سے' نمبر ۷۲۶ میں قتیبہ بن سعید سے' نمبر ۷۲۸ میں موسیٰ سے' نمبر ۸۵۹ میں علی بن عبد اللہ سے' نمبر ۱۳۸ میں علی بن عبد اللہ سے روایت تھی' نمبر ۹۹۲ عبد اللہ بن مسلمہ سے' نمبر ۱۱۹۸ میں عبد اللہ بن یوسف سے' نمبر ۴۵۶۹ میں سعید بن ابی مریم سے' نمبر ۴۵۷۰ میں پھر علی بن عبد اللہ سے' یہ ان سے تیسری بار مکرر روایت ہے' نمبر ۴۵۷۱ میں پھر علی بن عبد اللہ سے' یہ ان سے چوتھی روایت ہے' نمبر ۴۵۷۲ میں قتیبہ بن سعید سے' نمبر ۷۲۶ بھی ان ہی سے تھی' نمبر ۵۹۱۹ میں علی بن عبد اللہ سے' یہ ان سے پانچویں روایت ہے' نمبر ۶۲۱۵ میں ابن ابی مریم سے' نمبر ۴۵۶۹ بھی ان سے روایت تھی' نمبر ۶۳۱۶ میں پھر علی بن عبد اللہ سے' یہ ان سے چھٹی مکرر روایت ہے' نمبر ۷۴۵۲ میں سعید بن ابی مریم سے' یہ ان سے تیسری مکرر روایت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ۱۹ احادیث میں سے علی بن عبد اللہ سے چھ مرتبہ' سعید بن ابی مریم سے تین مرتبہ' قتیبہ بن سعید سے دو مرتبہ مکرر روایت کی ہے اور یہ گیارہ مکرر اسانید ہیں اور آٹھ بار نئی اسانید سے روایت کی ہے۔

مکرر روایت کی یہ تفصیل اور تجزیہ صرف ہماری شرح کی خصوصیت ہے اور کسی شارح نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۰۵۔ ۱۶۸۵۔ ج ۲ ص ۵۱۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

① حدیث ابن عباس سے مستفاد اُمور (۲۹) احکامِ شرعیہ ② دعاء نور ③ لفظ رب کی تحقیق۔

۴۲- بَابُ حِفْظِ الْعِلْمِ — علم کی حفاظت کرنا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ بابِ سابق میں عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کا ذکر تھا اور اس سے مقصود بھی علم کی حفاظت تھی اور یہ باب بھی علم کی حفاظت میں ہے۔

۱۱۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ، وَلَوْ لَا اٰيَتَانِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيْثًا، ثُمَّ يَتْلُوْا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ O اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرہ: ۱۶۰۔ ۱۵۹) اِنَّ اِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ، وَاِنَّ اِخْوَانَنَا مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِيْ اَمْوَالِهِمْ، وَاِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِهٖ، وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُوْنَ، وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُوْنَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۴۷۔ ۲۳۵۰۔ ۳۶۴۸۔ ۷۳۵۴] [صحیح مسلم: ۲۴۹۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۶۹۱۔ ج ۱۲ ص ۲۲۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت احادیث بیان کرتے ہیں اور اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا، پھر انہوں نے ان آیتوں کی تلاوت کی: ”بے شک جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو اس کے بعد چھپاتے ہیں، جب کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر دیا ہے، ان لوگوں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں O سوا ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور (ان کا) بیان کر دیا تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہوں O“ (البقرہ: ۱۶۰۔۱۵۹) بے شک مہاجرین میں سے ہمارے بھائی بازاروں میں سودا کرنے میں مصروف رہتے تھے اور انصار میں سے ہمارے بھائی کھیتی باڑی میں مصروف رہتے تھے اور بے شک ابوہریرہ بھرے ہوئے پیٹ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لازم رہتا تھا اور ان مواقع پر حاضر ہوتا تھا جب وہ حاضر نہیں ہوتے تھے اور ان احادیث کو یاد رکھتا تھا، جن کو وہ یاد نہیں رکھتے تھے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس کی مطابقت میں یہ الفاظ ہیں: اور ان احادیث کو یاد رکھتا تھا، جن کو وہ یاد نہیں رکھتے تھے۔

اس حدیث کے کل پانچ رجال ہیں، ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

”الصفق“ کا معنی اور علم کے اظہار اور تبلیغ کا بیان

اس حدیث میں ”الصفق“ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: ہاتھ پر ہاتھ مارنا، جب کوئی شخص بازار میں کوئی چیز خریدتا ہے تو سودا ہو جانے کے بعد ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ نے جو البقرہ کی دو آیتیں پڑھی تھیں، ان میں علم کو چھپانے کی مذمت ہے، حضرت ابوہریرہ کا مطلب یہ تھا کہ اگر علم کو چھپانا حرام نہ ہوتا تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا، لیکن جب کہ علم کو چھپانا حرام ہے اور اس کا اظہار کرنا اور اس کی تبلیغ کرنا فرض

ہے تو اس وجہ سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی تمام احادیث بیان کر دیں۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی احادیث کا تقابل

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے پہلے حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہیں تھیں' سوائے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے' کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس احادیث زیادہ محفوظ اور لکھی ہوئی تھیں اور حضرت ابوہریرہ نے احادیث زیادہ روایت کی ہیں' حضرت ابوہریرہ نے ۵۳۷۴ احادیث روایت کی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرو نے ۷۰۰ احادیث روایت کی ہیں۔

علم کو دائماً طلب کرنے کی فضیلت' ضرورت کے وقت اپنے کمال کا اظہار اور کسب معاش کی فرضیت

اس حدیث میں علم کی حفاظت کرنے اور دائماً علم کو طلب کرنے کا ذکر ہے' کیونکہ حضرت ابوہریرہ احادیث کی طلب میں ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور اس سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے طلب علم کو طلب مال پر ترجیح دی تھی اور حضرت ابوہریرہ نے اپنی اس فضیلت کو ظاہر کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی فضیلت اور اپنے کمال کا اظہار کرنا جائز ہے' یہاں ضرورت یہ تھی کہ لوگوں کے اس اعتراض کا جواب دیا جائے کہ حضرت ابوہریرہ بہت زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ روایت کرنا بھی جائز ہے اور تجارت کرنا بھی جائز' جیسا کہ مہاجرین تجارت کرتے تھے اور کاشت کاری کرنا بھی جائز ہے' جیسا کہ انصار کاشت کاری کرتے تھے اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کرنے کے لیے اس قسم کے کسب کرنا مستحب ہیں اور اگر اور کوئی آمدنی کا ذریعہ نہ ہو تو پھر اپنی اور اپنے ماں باپ اور اہل وعیال کی کفالت کے لیے کسب معاش کرنا فرض ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۲۷۵۔ ج ۶ ص ۱۱۶۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

۱۱۹- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ اَبُوْ مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ' عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا اَنْسَاهُ؟ قَالَ اُبْسُطْ رِدَاءَكَ فَبَسَطْتُهٗ' قَالَ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهٗ. فَضَمَمْتُهٗ' فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی بکر ابومصعب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابراہیم بن دینار نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذئب از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ سے بہ کثرت احادیث سنتا ہوں' جن کو میں بھول جاتا ہوں' آپ نے فرمایا: تم اپنی چادر پھیلاؤ' پس میں نے اپنی چادر پھیلائی' آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلّو بنایا (اور اس کو میری چادر میں ڈال دیا)' پھر فرمایا: اس چادر کو اپنے جسم کے ساتھ چمٹالو' سو میں نے اس چادر کو اپنے جسم کے ساتھ چمٹا لیا' پھر اس کے بعد میں کوئی چیز نہیں بھولا۔

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَيْكٍ بِهٰذَا' اَوْ قَالَ غَرَفَ بِيَدِهٖ فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی فدیک نے یہی

Marfat.com

[طرف الحدیث:۳۶۴۸] (سنن ترمذی:۳۸۳۵) حدیث بیان کی' یا کہا: آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں چلّو بنایا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: علم کی حفاظت کرنا اور حضرت ابوہریرہ نے اپنے حافظہ کی شکایت کر کے جو حافظہ کی کمی کا تدارک کیا تھا' وہ علم کی حفاظت کے لیے ہی کیا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن ابوبکر' ان کا نام القاسم ہے' یہ مدینہ کے عالم اور قاضی ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صدوق ہیں' یہ ۹۲ سال کی عمر میں ۲۴۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن ابراہیم بن دینار المدنی الانصاری' یہ امام مالک کے ساتھ اہل مدینہ کے مفتی تھے' امام بخاری نے کہا: یہ حدیث میں معروف تھے' ابوحاتم نے کہا: ثقہ تھے (۳) محمد بن عبدالرحمان بن المغیرہ بن ابی ذئب القرشی العامری' یہ ثقہ اور کبیر الشان تھے' امام احمد نے کہا: ابن ابی الذئب' امام مالک سے افضل تھے' یہ ۵۹ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے (۴) سعید بن ابی سعید المقبری المدنی (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۷۵)

نسیان' سہو اور خطاء میں فرق اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شفا دینا اور ہر درد کا درماں ہونا

اس حدیث میں ''نسیان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بھولنا اور علم کے بعد جہل۔ سہو اور نسیان میں یہ فرق ہے کہ نسیان میں علم کی صورت حافظہ اور مدرکہ دونوں سے نکل جاتی ہے اور سہو میں علم کی صورت صرف مدرکہ سے نکل جاتی ہے اور حافظہ میں موجود ہوتی ہے' اور سہو اور خطاء میں یہ فرق ہے کہ سہو میں معمولی تنبیہ سے انسان سمجھ جاتا ہے اور خطا میں معمولی تنبیہ کافی نہیں ہوتی' نسیان وہ حالت ہے' جو انسان پر غیر اختیاری طور پر طاری ہوتی ہے اور اس کا سبب حفظ کے اسباب سے غفلت برتنا ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے حضرت ابوہریرہ سے نسیان کو دور کر دیا اور چادر پھیلانے اور اس کو سینہ کے ساتھ چمٹانے سے نسیان کا دور کرنا' ایک اور طرح سے معجزہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسیان کی شکایت کی تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ نسیان کے ازالہ کے لیے کسی طبیب یا معالج کے پاس جاؤ' میرا منصب تو صرف احکام شرعیہ بتانا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف احکام شرعیہ بتانے کے لیے مبعوث نہیں ہوئے تھے' بلکہ آپ ہر درد کے درماں تھے اور آپ کے پاس ہر مشکل کا حل تھا اور آپ نے حضرت ابوہریرہ کا حافظہ قوی کر کے اس کو ثابت کر دیا۔

۱۲۰- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ' عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ' عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَ يْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذئب از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (علم کے) دو برتن یاد رکھے ہیں' ایک برتن کو تو میں نے پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر میں پھیلاتا تو میرا یہ حلقوم کاٹ دیا جاتا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْبُلْعُوْمُ مَجْرَى الطَّعَامِ.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: ''البلعوم'' وہ نالی ہے' جس سے طعام گزرتا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے' کیونکہ حضرت ابوہریرہ نے علم کی حفاظت کے لیے علم کے

Marfat.com

ایک برتن کو لوگوں میں انڈیل دیا اور اپنی جان کی بقاء کے لیے دوسرے برتن کو نہیں انڈیلا۔

اس حدیث کے رجال کا تعارف ہو چکا ہے' اسماعیل بن ابی اویس کے بھائی کا نام عبدالحمید بن ابی اویس ہے' یہ ۲۰۲ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

علم کے دو برتنوں کی تفصیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال المالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

"وِعَاء" اس ظرف کو کہتے ہیں' جس میں کوئی چیز جمع کی جائے۔ اس حدیث میں علم کے دو "وعاء" سے مراد علم کی دو قسمیں ہیں۔ حضرت ابوہریرہ نے علم کی ایک قسم وہ جمع کی' جس میں سنن اور احکامِ شرعیہ سے متعلق احادیث تھیں اور دوسری قسم وہ جمع کی' جس میں مستقبل میں واقع ہونے والے فتنوں کی خبریں تھیں' اول الذکر کو لوگوں میں پھیلا دیا اور ثانی الذکر کو بیان نہیں کیا۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ علم کا چھپانا تو جائز نہیں ہے' پھر حضرت ابوہریرہ نے دوسری قسم کی احادیث کو کیوں بیان نہیں کیا؟

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو چھپا لیں' حالانکہ آپ نے فرمایا ہے: میری احادیث کی تبلیغ کرو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ کیسے جائز ہے کہ آپ ایسی احادیث بیان کریں' جن کی روایت کرنے والے کو قتل کر دیا جائے اور مسلمانوں اور صحابہ اور اخیار تابعین کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کر دیں' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث روایت کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے جن احادیث کو چھپایا تھا' ان کا تعلق احکامِ شرعیہ سے نہیں تھا' کیونکہ ان کا چھپانا جائز نہیں ہے اور خود حضرت ابوہریرہ نے کہا تھا کہ اگر قرآن مجید کی دو آیتیں نہ ہوتیں (البقرہ: ۱۶۰_۱۵۹) تو میں کوئی حدیث نہ بیان کرتا' پس حضرت ابوہریرہ کے متعلق یہ کیسے گمان کیا جائے گا کہ وہ احکامِ شرعیہ میں سے کوئی حکم چھپا لیں گے' جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما چکے ہیں: تم میں جو یہاں حاضر ہے' وہ غائب کو پہنچا دے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۵) جن احادیث کو انہوں نے چھپایا تھا' وہ ایسی احادیث ہیں' جن میں آپ نے فرمایا تھا: فلاں شخص منافق ہے' اور عنقریب تم عثمان کو قتل کرو گے اور میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی' جو بنو فلاں ہیں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۵۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۴) اگر حضرت ابوہریرہ قریش کے ان لڑکوں کے ناموں کی تصریح کرتے تو وہ ان کی تکذیب کرتے اور ان کو قتل کر دیتے۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۱۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علم کے جس برتن کو حضرت ابوہریرہ نے نہیں پھیلایا' اس میں وہ احادیث ہیں' جن میں ظالم حکام کے اسماء' ان کے احوال اور ان کے زمانہ کی تصریح ہے' حضرت ابوہریرہ ان میں سے بعض کا اشارۃً ذکر کرتے تھے اور ان کی صراحت نہیں کرتے تھے کیونکہ اس سے ان کی جان کو خطرہ تھا' جیسے انہوں نے کہا: میں ۶۰ھ کی امارت سے اور بچوں کی امارت سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اور اس میں یزید بن معاویہ کی خلافت کی طرف اشارہ تھا' جو کہ ۶۰ھ میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ کی اس دعا کو قبول فرمایا اور وہ ۶۰ھ سے پہلے فوت ہو گئے اور اس کا کچھ ذکر "کتاب الفتن" میں آئے گا۔ "کتاب الفتن" میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: بچوں کی امارت

Marfat.com

میں پہلا امیر یزید بن معاویہ تھا' جو ۶۰ ھ میں خلیفہ ہوا اور ۶۴ ھ میں مر گیا' پھر اس کا بیٹا خلیفہ ہوا اور وہ چند مہینوں بعد مر گیا اور اس سے مراد بعض حکام ہیں' جو کم عمری میں حکمران بنا دیئے گئے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۲۳۔۲۲۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ اس حدیث کو فرقہ باطنیہ نے اپنے باطل عقائد کی تصحیح کا ذریعہ بنالیا ہے' ان کا یہ عقیدہ ہے کہ شریعت کا ایک باطن ہے اور ایک ظاہر ہے اور باطن سے ان کی مراد ہے: احکامِ شرعیہ کی قید سے آزاد ہونا ہے' اور دوسرے علماء نے کہا: اس سے مراد وہ احادیث ہیں' جن کا تعلق قیامت کی علامات سے ہے اور لوگوں کے احوال کے تغیر اور آخری زمانہ کی جنگوں سے ہے' پس جس کو ان کا شعور نہیں ہوگا' وہ ان کا انکار کرے گا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۶۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ نے بھی یہی کچھ لکھا ہے' اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

متصوفین نے کہا ہے کہ پہلے ظرف سے مراد ہے: احکام اور اخلاق کا علم اور دوسرے ظرف سے مراد ہے: اسرار اور حکمتوں کا علم' جو علماء اور عرفاء کے ساتھ خاص ہے اور دوسروں نے کہا: اس سے مراد مخفی علم ہے اور وہ راز ہے جو محفوظ ہے' اور یہ خدمت کا نتیجہ اور حکمت کا ثمرہ ہوتا ہے' یہ ان ہی کو حاصل ہوتا ہے جو مجاہدات کے سمندروں میں تیرا کی کرتے ہیں اور یہ ان ہی پر منکشف ہوتا ہے' جن کے دل مشاہدات کے انوار سے روشن ہوتے ہیں' کیونکہ یہ وہ اسرار ہیں جو دلوں میں جاگزین ہوتے ہیں اور یہ ریاضت کرنے والے نفوس کو حاصل ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۴۳- بَابُ الْإِنْصَاتِ لِلْعُلَمَاءِ — علماء کے لیے لوگوں کو خاموش کرنا

اس سے پہلا باب علم کی حفاظت کرنے میں تھا' اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب علماء کے لیے لوگوں کو خاموش کیا جائے اور یہ ان دونوں بابوں میں مناسبت ہے۔

۱۲۱- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ مُدْرِكٍ ' عَنْ اَبِي زُرْعَةَ ' عَنْ جَرِيْرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا ' يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے علی بن مدرک نے خبر دی از ابی زرعہ از جریر کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا: لوگوں کو خاموش کرو' پھر آپ نے فرمایا: میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

[اطراف الحدیث: ۴۴۰۵۔۶۸۶۹۔۷۰۸۰]

(صحیح مسلم: ۶۵' سنن ابوداؤد: ۴۶۸۶' سنن نسائی: ۴۱۳۱' سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۸۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۶۴' سنن دارمی: ۱۹۲۱' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۵' صحیح ابن حبان: ۵۹۴۰' المعجم الکبیر: ۲۴۰۲' شرح السنۃ: ۲۵۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۶۷۔ ج ۳۱ ص ۵۰۴)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: لوگوں کو خاموش کرو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) حجاج بن منہال الاغاطی (۲) شعبہ بن الحجاج' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۳) علی بن مدرک النخعی الکوفی' یہ صالح' صدوق اور ثقہ ہیں' ۱۲۰ ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۴) ابوزرعہ' ان کا نام ھرم بن جریر بن عبد اللہ البجلی ہے' آپ سید اور مطاع تھے اور بہت حسین وجمیل اور بلند قامت تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۸۰)

Marfat.com

"ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ ہو جانا" اس حدیث کے محامل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔
اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ کی زندگی میں لوگ کافر نہیں ہوں گے اس لیے آپ نے اپنی وفات کے بعد اس سے منع فرمایا یعنی جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو میرے بعد تم اپنے ایمان اور تقویٰ پر برقرار رہنا اور مسلمانوں سے جنگ نہ کرنا اور ان کے اموال کو باطل تاویل سے نہ حاصل کرنا یعنی تمہارے افعال کفار کے افعال کے مشابہ نہ ہوں اور تم ان کی طرح مسلمانوں کی گردنیں نہ مارنا۔

اس حدیث کے مزید محامل حسب ذیل ہیں:
(۱) جائز اور حلال سمجھ کر مسلمانوں کی گردنیں مارنا کفر ہے۔
(۲) مسلمانوں کی گردنیں مارنا نعمت اسلام کی ناشکری ہے۔
(۳) مسلمانوں کی گردنیں مارنا کفر کے قریب ہے اور کفر تک پہنچاتا ہے۔
(۴) مسلمانوں کی گردنیں مارنا حقیقت میں کفر ہے لہٰذا تم دائماً مسلمان رہو۔
(۵) میرے بعد تم ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنا۔
(۶) تم ایک دوسرے کو کافر قرار دے کر ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔

علماء کی تکریم کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگوں کو خاموش کرو اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی تعظیم و تکریم کرنا اور ان کا کلام سننے کے لیے لوگوں کو چپ کرانا متعلمین پر لازم ہے قرآن مجید میں ہے:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ — نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے اوپر اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔
(الحجرات: ۲)

جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنا منع ہے اسی طرح جب علماء حدیث پڑھ رہے ہوں تو ان کی آواز پر آواز بلند کرنا بھی منع ہے کیونکہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے حکم میں ہے اور علماء کی تکریم اس لیے واجب ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرتے ہیں اور آپ کی شریعت پر عمل کرتے ہیں اور اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۱- ج ۱ ص ۴۸۹ پر بیان کی گئی ہے اس کی شرح میں ایک دوسرے کے قتل پر کفر کے اطلاق کی ۷ توجیہات بیان کی گئی ہیں۔

٤٤- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ اِذَا سُئِلَ اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ؟ فَيَكِلُ الْعِلْمَ اِلَى اللّٰهِ

جب عالم سے سوال کیا جائے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس کا علم اللہ کے سپرد کر دے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق عالم کی تعظیم کے بیان میں تھا اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ وہ تعظیم کا اس وقت مستحق ہے جب وہ یہ کہے کہ سب سے زیادہ علم اللہ کا ہے۔

۱۲۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا — امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے

Marfat.com

سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعُمُ اَنَّ مُوْسٰى لَيْسَ بِمُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اِنَّمَا هُوَ مُوْسٰى اٰخَرُ. فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَامَ مُوْسَى النَّبِيُّ خَطِيْبًا فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ، فَسُئِلَ اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ؟ فَقَالَ اَنَا اَعْلَمُ، فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ، فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِيْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ. قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ لِيْ بِهٖ؟ فَقِيْلَ لَهُ احْمِلْ حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ، فَاِذَا فَقَدْتَّهُ، فَهُوَ ثَمَّ، فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ بِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَحَمَلَا حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ، حَتّٰى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَا رُءُوْسَهُمَا وَنَامَا، فَانْسَلَّ الْحُوْتُ مِنَ الْمِكْتَلِ، ﴿فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا﴾ (الكهف:٦١) وَكَانَ لِمُوْسٰى وَفَتَاهُ عَجَبًا، فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمِهِمَا، فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ ﴿اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ (الكهف:٦٢) وَلَمْ يَجِدْ مُوْسٰى مَسًّا مِّنَ النَّصَبِ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِيْ اُمِرَ بِهٖ. فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ ﴿اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ﴾ (الكهف:٦٣) قَالَ مُوْسٰى ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ (الكهف:٦٤) فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَى الصَّخْرَةِ، اِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ، اَوْ قَالَ تَسَجّٰى بِثَوْبِهٖ، فَسَلَّمَ مُوْسٰى، فَقَالَ الْخَضِرُ وَاَنّٰى بِاَرْضِكَ السَّلَامُ؟ فَقَالَ اَنَا مُوْسٰى، فَقَالَ مُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ ﴿هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ (الكهف:٦٦-٦٧) يَامُوْسٰى، اِنِّيْ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهٗ اَنْتَ، وَاَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهٗ. ﴿قَالَ سَتَجِدُنِيْ اِنْ

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ بے شک نوف بکالی یہ زعم کرتا ہے کہ (قرآن میں حضرت خضر کے ساتھ) جس موسیٰ کا ذکر ہے وہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں' وہ کوئی اور موسیٰ ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے' ہمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے تھے' ان سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں سب سے بڑا عالم ہوں' اللہ عزوجل نے ان پر عتاب فرمایا' کیونکہ انہوں نے علم کو اللہ کی طرف نہیں لوٹایا' تب اللہ عزوجل نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ بے شک میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے' وہ آپ سے بڑا عالم ہے' حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میں اس تک کیسے واصل ہوں گا؟ ان سے کہا گیا کہ آپ ایک ٹوکری میں (بھنی ہوئی) مچھلی رکھ لیں' جس جگہ اس مچھلی کو گم پائیں گے' وہیں خضر ہوں گے' حضرت موسیٰ روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے شاگرد حضرت یوشع بن نون بھی روانہ ہوئے اور انہوں نے ایک ٹوکری میں (بھنی ہوئی) مچھلی رکھ لی' حتیٰ کہ جب وہ دونوں ایک چٹان کے پاس پہنچے تو ان دونوں نے اس پر اپنے سر رکھے اور سو گئے' پس وہ مچھلی ٹوکری سے نکلی'' اور اس نے سمندر میں سرنگ کی مثل اپنا راستہ بنا لیا O'' (الکہف:۶۱) اور موسیٰ اور ان کے شاگرد کے لیے یہ بہت عجیب بات تھی' پھر وہ دونوں بقیہ رات اور دن تک چلتے رہے' جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہا: ''ہمارا ناشتا لاؤ' ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ ہوئی ہے O'' (الکہف:۶۲) اور موسیٰ علیہ السلام کو تھکاوٹ اسی وقت محسوس ہوئی تھی' جب انہوں نے اس جگہ سے تجاوز کیا تھا' جس جگہ انہیں جانے کا حکم دیا گیا تھا' پھر ان کے شاگرد نے ان سے کہا: ''کیا آپ نے نہیں دیکھا جب ہم چٹان سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے

Marfat.com

شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا﴾ (الکہف:٦٩) فَانْطَلَقَا یَمْشِیَانِ عَلٰی سَاحِلِ الْبَحْرِ، لَیْسَ لَھُمَا سَفِیْنَۃٌ، فَمَرَّتْ بِھِمَا سَفِیْنَۃٌ، فَکَلَّمُوْھُمْ اَنْ یَحْمِلُوْھُمَا، فَعُرِفَ الْخَضِرُ، فَحَمَلُوْھُمَا بِغَیْرِ نَوْلٍ، فَجَآءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰی حَرْفِ السَّفِیْنَۃِ، فَنَقَرَ نَقْرَۃً اَوْ نَقْرَتَیْنِ فِی الْبَحْرِ، فَقَالَ الْخَضِرُ یَا مُوْسٰی مَا نَقَصَ عِلْمِیْ وَ عِلْمُکَ مِنْ عِلْمِ اللّٰہِ اِلَّا کَنَقْرَۃِ ھٰذَا الْعُصْفُوْرِ فِی الْبَحْرِ، فَعَمَدَ الْخَضِرُ اِلٰی لَوْحٍ مِّنْ اَلْوَاحِ السَّفِیْنَۃِ فَنَزَعَہٗ، فَقَالَ مُوْسٰی قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَیْرِ نَوْلٍ، عَمَدْتَّ اِلٰی سَفِیْنَتِھِمْ فَخَرَقْتَھَا لِتُغْرِقَ اَھْلَھَا؟ ﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا. قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ﴾ (الکہف:٧٣-٧٢) فَکَانَتِ الْاُوْلٰی مِنْ مُوْسٰی نِسْیَانًا فَانْطَلَقَا فَاِذَا غُلَامٌ یَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَاَخَذَ الْخَضِرُ بِرَاْسِہٖ مِنْ اَعْلَاہُ فَاقْتَلَعَ رَاْسَہٗ بِیَدِہٖ، فَقَالَ مُوْسٰی ﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃً بِغَیْرِ نَفْسٍ﴾ (الکہف:٧٤) ﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا﴾ (الکہف:٧٥). قَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ وَھٰذَا اَوْکَدُ ﴿فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا اَتَیَا اَھْلَ قَرْیَۃِ نِ اسْتَطْعَمَا اَھْلَھَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْھُمَا فَوَجَدَا فِیْھَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَہٗ﴾ (الکہف: ٧٧) قَالَ الْخَضِرُ بِیَدِہٖ، فَاَقَامَہٗ، فَقَالَ لَہٗ مُوْسٰی ﴿لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَیْہِ اَجْرًا. قَالَ ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِکَ﴾ (الکہف:٧٨-٧٧). قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْحَمُ اللّٰہُ مُوْسٰی، لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتّٰی یُقَصَّ عَلَیْنَا مِنْ اَمْرِھِمَا.

[طرف الحدیث:٧٤]

(صحیح مسلم:٢٣٨٠، سنن ترمذی:٣١٤٩، السنن الکبریٰ للنسائی:١١٣٠٦)

تھے وہاں میں مچھلی بھول گیا تھا'' (الکہف:٦٣) حضرت موسیٰ نے کہا: ''ہم اسی کو تلاش کر رہے تھے' پس وہ اپنے قدموں کے نشان تلاش کرتے ہوئے لوٹےO'' (الکہف:٦٤) جب وہ اس چٹان تک پہنچے تو وہاں ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے تھے یا کہا: اس نے چادر سے اپنے آپ کو چھپایا ہوا تھا' حضرت موسیٰ نے ان کو سلام کیا' پس حضرت خضر نے کہا: تمہاری زمین میں سلامتی کہاں ہے؟ پس انہوں نے کہا: میں موسیٰ ہوں! انہوں نے کہا: بنواسرائیل کے موسیٰ؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! کہا: ''کیا میں اس پر آپ کی پیروی کروں کہ آپ مجھے وہ سکھا دیں جو نیک علم آپ کو سکھایا گیا ہےO خضر نے کہا: آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گےO'' (الکہف:٦٧-٦٦) اے موسیٰ! میرے پاس اللہ کے علم میں سے وہ علم ہے' جس کی اللہ نے مجھے تعلیم دی ہے' جس کا آپ کو علم نہیں ہے اور آپ کے پاس اللہ کا وہ علم ہے' جس کی اللہ نے آپ کو تعلیم دی ہے' جس کا مجھے علم نہیں ہے'' حضرت موسیٰ نے کہا: ان شاء اللہ! آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گاO'' (الکہف:٦٩) پھر وہ دونوں روانہ ہوئے اور چلتے چلتے ساحل سمندر پر پہنچے' وہاں ان دونوں کے لیے کوئی کشتی نہیں تھی' پھر ان دونوں کے پاس سے ایک کشتی گزری' انہوں نے ان سے بات کی کہ وہ ان کو سوار کر لیں' انہوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا' پس انہوں نے بغیر کسی معاوضہ کے ان دونوں کو سوار کر لیا' پھر ایک چڑیا آ کر کشتی کے کنارے بیٹھ گئی' اس نے سمندر میں ایک چونچ یا دو چونچیں ماریں' حضرت خضر نے کہا: اے موسیٰ! میرا علم اور آپ کا علم' اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے سمندر میں اس چڑیا کی ایک چونچ ہے' پھر حضرت خضر نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ کا ارادہ کیا اور اس کو اکھاڑ دیا' حضرت موسیٰ نے کہا: ان لوگوں نے بغیر معاوضہ کے ہمیں کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کا تختہ اکھاڑ دیا تاکہ اس میں بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں!'' حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گےO موسیٰ نے کہا: آپ میری بھول پر میری گرفت نہ کیجئے''

Marfat.com

(الکہف: ۷۳-۷۲) سو پہلی بار حضرت موسیٰ سے بھول ہوگئی' پھر وہ دونوں روانہ ہو گئے' پس وہاں ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا' حضرت خضر نے اس لڑکے کا سر اوپر کی طرف سے پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کا سر دھڑ سے الگ کر دیا' پھر حضرت موسیٰ نے کہا: "کیا آپ نے ایک بے قصور جان کو بغیر کسی جان کے عوض کے قتل کر ڈالا" (الکہف: ۷۴) "خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہیں صبر کر سکیں گے O" (الکہف: ۷۵)۔ ابن عیینہ نے کہا: اس میں زیادہ تاکید ہے "پھر وہ دونوں روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب وہ ایک دیہات والوں کے پاس پہنچے تو دیہات والوں سے کھانا مانگا' انہوں نے ان دونوں کو مہمان بنانے سے انکار کر دیا' پھر ان دونوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی' جو گرا چاہتی تھی' انہوں نے اس کی مرمت کر دی" (الکہف: ۷۷) خضر نے اپنے ہاتھ سے اس کی مرمت کی' تب حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: "اگر آپ چاہتے تو اس پر کوئی معاوضہ لے لیتے! O حضرت خضر نے کہا: بس! یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے" (الکہف: ۷۸-۷۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے' ہم چاہتے تھے اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ ان دونوں کے مزید واقعات ہم پر بیان کیے جاتے۔

حدیث: ۷۴ میں اس حدیث کی مکمل تخریج اور شرح گزر چکی ہے' باقی امور کی شرح ہم یہاں ذکر کریں گے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ عنوان میں ہے: جب عالم سے پوچھا جائے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اس علم کو اللہ کے سپرد کرے' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: سب سے بڑا عالم میں ہوں' پھر اس کے نتیجہ میں ان کو حضرت خضر علیہ السلام تک سفر کرنا پڑا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن محمد الجعفی المسندی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۶) نوف بن فضالہ ابو یزید البکالی' وہ عالم فاضل اور دمشق والوں کے امام تھے' ابن التین نے کہا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دربان تھے اور قصہ گو تھے' مشہور یہ ہے کہ وہ کعب احبار کی بیوی کے بیٹے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے بھائی کے بیٹے تھے' البکالی میں بنی بکال کی طرف نسبت ہے' اکثر محدثین اس لفظ کو بکالی پڑھتے ہیں (۷) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ' مشہور صحابی ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۸۴)

Marfat.com

علَم کے مضاف ہونے کی توجیہ‘ عتاب کا معنی اور حضرت موسیٰ پر عتاب کی توجیہ‘ مجمع البحرین کا مصداق اور پکی ہوئی مچھلی کے زندہ ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس جملہ میں موسیٰ بنی اسرائیل کی طرف مضاف ہے‘ حالانکہ موسیٰ عَلَم ہے اور عَلَم کی اضافت نہیں کی جاتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس لفظ کو نکرہ بنایا گیا‘ پھر اس کی اضافت کی گئی اور نکرہ بنانے کی صورت یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: ان میں سے ایک جن کا نام موسیٰ ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں سب سے بڑا عالم ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا‘ عتاب کا معنی ہے: شفقت اور محبت سے کسی کو ملامت کرنا یا اس کے کسی نامناسب کام پر محبت سے ٹوکنا یا اس کی گرفت کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا تھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اور سائل کا منشاء یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اور واقع میں بنی اسرائیل میں سب سے بڑے عالم حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی تھے‘ اس لیے حضرت موسیٰ کا جواب صحیح تھا‘ لیکن چونکہ سوال مطلقاً تھا‘ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ تنبیہ کی گئی کہ آپ کو چاہیے تھا آپ کہتے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے‘ مجمع البحرین کا معنی ہے: بحر فارس اور بحر روم کے ملنے کی جگہ‘ ثعلبی نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ یہ جگہ افریقہ میں ہے۔

جس چٹان پر حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع بن نون سر رکھ کر سوئے تھے‘ اس چٹان میں آب حیات کا چشمہ تھا‘ اس کا پانی جس کو بھی لگ جاتا‘ وہ زندہ ہو جاتا‘ وہ مچھلی پکی ہوئی تھی‘ اس کو پانی نے چھوا تو وہ زندہ ہو گئی اور حرکت کرنے لگی اور ان کی ٹوکری سے نکل کر سمندر میں داخل ہو گئی۔

جس لڑکے کو حضرت خضر نے قتل کیا تھا‘ اس کا تعارف

جس لڑکے کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا تھا‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔

الضحاک نے کہا: وہ لڑکا عمداً فساد کرتا تھا اور اپنے ماں باپ کو ایذاء پہنچاتا تھا‘ کلبی نے کہا: وہ لڑکا رات کو لوگوں کی چیزیں چرا لیتا تھا اور صبح کو اپنے ماں باپ کے پاس چلا جاتا اور وہ اس پر شفقت کی وجہ سے قسم کھا کر کہتے کہ یہ تو رات بھر ہمارے پاس رہا تھا‘ اس کے نام میں اختلاف ہے‘ الضحاک نے کہا: اس کا نام جیسون تھا‘ شعبہ نے کہا: اس کا نام جیسور تھا‘ ابن وہب نے کہا: اس کے باپ کا نام ملاس اور اس کی ماں کا نام رحمی تھا۔

عالم یا شیخ کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے‘ حضرت خضر کی نبوت پر دلیل اور دیگر مسائل

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ علم کی طلب کے لیے سفر کرنا چاہیے اور سفر میں ناشتہ اور کھانے کی چیزیں ساتھ رکھنی چاہئیں اور عالم یا شیخ کا ادب اور احترام کرنا چاہیے اور ان کے اقوال اور افعال میں سے اگر کوئی چیز سمجھ میں نہ آئے تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے اور یہ کہ ضرورت کے وقت کھانے کا سوال کرنا جائز ہے اور یہ کہ جب کسی کام میں دو خرابیاں ہوں تو بڑی خرابی کے مقابلہ میں چھوٹی خرابی کو برداشت کر لینا چاہیے‘ کیونکہ کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دینا چھوٹی خرابی ہے اور ظالم بادشاہ کا اس سالم کشتی کو غصب کر لینا بڑی خرابی ہے‘ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ کر اس کو عیب دار کر دیا‘ تاکہ ظالم بادشاہ اس کو غصب نہ کر سکے‘ نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے ہر حکم کو تسلیم کرنا چاہیے‘ خواہ اس کی حکمت معلوم نہ ہو یا سمجھ میں نہ آئے‘ جیسے خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا تختہ اکھاڑ دیا اور اس لڑکے کو قتل کر دیا‘ بہ ظاہر یہ کام خراب اور فاسد تھے‘ لیکن یہ کام واقع میں صحیح تھے‘ جیسا کہ بعد میں ان

Marfat.com

کاموں کی حکمت معلوم ہوگئی' اسی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ. (الکہف:۸۲) میں نے اپنی رائے سے یہ کام نہیں کیے۔

حضرت خضر کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ انہوں نے یہ کام وحی سے کیے تھے اور وحی نبی پر نازل ہوتی ہے' سو اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے' صرف ولی نہ تھے' بعض ملحدین اور مبتدعین یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام ولی تھے اور ولی نبی سے افضل ہوتا ہے' اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود ولی سے علم حاصل کرنے گئے' یہ عقیدہ باطل ہے' حضرت خضر علیہ السلام نبی اور رسول تھے اور ایک نبی کا دوسرے نبی سے علم حاصل کرنا جائز ہے۔

حضرت خضر نے جو چڑیا کی چونچ میں پانی اور سمندر کے پانی کی مثال دی' اس پر اعتراض کا جواب

ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت خضر نے کہا: میرے اور تمہارے علم کی مثال اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے' جیسے چڑیا کی چونچ میں پانی' سمندر کے پانی کے مقابلہ میں ہے' حالانکہ چڑیا کی چونچ میں جو پانی ہے' وہ بھی متناہی ہے اور سمندر کا پانی بھی متناہی ہے اور یہ متناہی کا متناہی کے ساتھ تقابل ہے اور حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے علم کی' اللہ کے علم کے مقابلہ میں جو نسبت ہے' وہ متناہی کا غیر متناہی کے ساتھ تقابل ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس مثال سے مقصود علم کی قلت اور عظمت میں تشبیہ دینا ہے اور اس سے من کل الوجوہ تشبیہ دینا مقصود نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا یہ واقعہ کس جگہ پر ہوا تھا؟ اس کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام میدانِ تیہ میں تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے نکلنے سے پہلے یہ واقعہ ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۹۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✻ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے اس واقعہ کی پوری تفصیل جاننے کے لیے تبیان القرآن ج ۷ ص ۱۹۲۔۱۶۰' الکہف: ۸۲۔ ۶۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

۴۵- بَابُ مَنْ سَاَلَ وَهُوَ قَائِمٌ عَالِمًا جَالِسًا

جس نے کھڑے ہوئے سوال کیا اور عالم بیٹھا ہوا تھا

باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس میں بھی عالم سے سوال کا ذکر تھا اور اس میں بھی عالم سے سوال کا ذکر ہے۔

۱۲۳- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جَرِیْرٌ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ' عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' مَا الْقِتَالُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ؟ فَاِنَّ اَحَدَنَا یُقَاتِلُ غَضَبًا' وَیُقَاتِلُ حَمِیَّةً' فَرَفَعَ اِلَیْهِ رَاْسَهٗ. قَالَ وَمَا رَفَعَ اِلَیْهِ رَاْسَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ قَائِمًا. فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا' فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جریر نے خبر دی ہے از منصور از ابی وائل از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یارسول اللہ! اللہ کی راہ میں قتال کرنے کی کیا تعریف ہے؟ کیونکہ ہم میں سے ایک شخص غضب میں قتال کرتا ہے اور ایک شخص حمیت (زبان یا قبیلہ کے تعصب) میں قتال کرتا ہے' آپ نے اپنا سر اٹھایا' آپ نے جس وقت سر اٹھایا تو

Marfat.com

[اطراف الحدیث: ۲۸۱۰-۳۱۲۶-۷۴۵۸] اس وقت وہ سائل کھڑا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: جس نے اس لیے قتال کیا کہ اللہ کا دین سربلند ہو وہ اللہ عزوجل کی راہ میں قتال ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۰۴' سنن ابوداؤد: ۲۵۱۷' سنن ترمذی: ۱۶۴۶' سنن نسائی: ۳۱۳۶' سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۳' مسند ابوعوانہ ج۵ص ۷۷-۷۶' مسند ابوداؤد طیالسی: ۴۸۸' مسند احمد ج ۴ص ۴۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۷۳۹-ج ۳۲ص ۵۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ جس وقت سائل نے یہ سوال کیا' اس وقت وہ کھڑا ہوا تھا اور اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ جب عالم بیٹھا ہوا ہو اور کوئی شخص اس سے کھڑے ہوئے سوال کرے تو یہ اس باب سے نہیں ہے کہ جب لوگوں کے لیے کھڑے ہونے سے آپ نے منع فرمایا ہے اور جب کسی شخص میں اپنی تعظیم اور بڑائی کا خیال نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی سند میں عثمان کا ذکر ہے' اس سے مراد عثمان بن ابی شیبہ ہے اور جریر سے مراد جریر بن عبدالحمید ہے اور منصور سے مراد منصور بن المعتمر ہے اور ابووائل سے مراد شقیق بن ابی سلمہ ہے اور ابوموسیٰ سے مراد عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

نیک اعمال کا انسان کی نیت صالحہ پر موقوف ہونا

انسان کی تین قوتیں ہیں: قوتِ عقلیہ' قوتِ غضبیہ اور قوت شہوانیہ' اللہ کی راہ میں قتال اس وقت ہوگا' جب وہ قوتِ عقلیہ کے تقاضے سے قتال کرے گا اور اس وقت اس کا یہ قتال اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہوگا یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوگا یا اجر آخرت کے لیے ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال انسان کی نیت صالحہ پر موقوف ہیں اور یہ کہ عبادت کے لیے اخلاص شرط ہے' جس عبادت کا محرک اور باعث کوئی دنیاوی امر ہو اس کی وہ عبادت رائیگاں جائے گی اور مجاہدین کی فضیلت میں جو احادیث وارد ہیں' وہ ان مجاہدین کے متعلق ہیں جو دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مستفتی کسی سبب یا عذر سے کھڑا ہوا ہو اور مفتی بیٹھا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اخلاص سے جہاد کی فضیلت اور دکھانے اور سنانے کے لیے جہاد کی مذمت میں احادیث

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر پوچھا: ایک شخص مالِ غنیمت کے حصول کے لیے قتال کرتا ہے' ایک شخص اپنے ذکر اور شہرت کے لیے قتال کرتا ہے اور ایک شخص اس لیے قتال کرتا ہے کہ اس کا مقام دکھایا جائے' ان میں سے اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اس لیے قتال کرے کہ اللہ کا دین سربلند ہو وہ اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۸۱۰' صحیح مسلم: ۱۹۰۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو نے کہا: یارسول اللہ! مجھے جہاد اور غزوہ کے متعلق بتایئے' آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! اگر تم صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے قتال کرو گے تو تم صابر اور محتسب اٹھائے جاؤ گے اور اگر تم دکھاوے کے لیے اور مال کی کثرت کے لیے قتال کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس حال میں اٹھائے گا کہ تم ریاکار اور کثرت کے طالب ہو گے' اے عبداللہ بن عمرو! تم جس حال میں قتال کرو گے یا قتل کیے جاؤ گے' اللہ عزوجل تم کو اسی حال میں اٹھائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۵۱۹)

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کی متاع کو طلب کرتا ہے' آپ نے فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے' لوگوں پر یہ حدیث بہت گراں گزری اور انہوں نے اس شخص سے کہا: تم اپنا سوال دوبارہ دہراؤ' اس نے دوبارہ کہا: یارسول اللہ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کی متاع کو طلب کرتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے' اس نے تیسری بار سوال دہرایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۶' صحیح ابن حبان: ۴۶۳۷' المستدرک ج ۲ ص ۸۵' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۰۱۔ ج ۱۳ ص ۲۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آ کر کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے ایک شخص جہاد کرتا ہے' وہ اجر کو بھی طلب کرتا ہے اور شہرت کو بھی' اس کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: اس کو کچھ نہیں ملے گا' اس نے تین بار سوال دہرایا' آپ نے ہر بار یہی فرمایا: اس کو کچھ نہیں ملے گا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس عمل کو قبول فرماتا ہے' جو خالص اس کے لیے ہو اور اس سے اس کی ذات کا ارادہ کیا گیا ہو۔ (سنن نسائی: ۳۱۴۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہاد کی دو قسمیں ہیں: جس نے اللہ کی رضا کے لیے جہاد کیا اور امام کی اطاعت کی اور اپنے پاک مال کو خرچ کیا اور اپنے شریک کے ساتھ آسانی کی اور فساد سے پرہیز کیا' اس کی نیند اور بیداری سب کی سب اجر ہے' اور جس نے فخر کرتے ہوئے اور دکھانے اور سنانے کے لیے جہاد کیا اور امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد کیا' اس کا معاملہ برابر برابر نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۵' المعجم الکبیر: ۱۷۶۔ ج ۲۰' مسند الشامیین: ۱۱۵۹' المستدرک ج ۲ ص ۸۵' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۸' سنن دارمی: ۲۴۱۷' سنن نسائی: ۳۱۸۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۷۳۰' شعب الایمان: ۴۲۶۵' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۲۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۰۴۲۔ ج ۳۶ ص ۳۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۸۰۴۔ ج ۵ ص ۹۱۳ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤٦- بَابُ السُّؤَالِ وَالْفُتْيَا عِنْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ

شیطان کو کنکریاں مارتے وقت سوال کرنا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں بھی عالم سے سوال کا ذکر تھا اور اس باب میں بھی عالم سے سوال کا ذکر ہے۔

١٢٤- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ ' عَنِ الزُّهْرِيِّ ' عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَهُوَ يُسْئَلُ ' فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' نَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ؟ قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ اٰخَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَنْحَرَ؟ قَالَ اِنْحَرْ وَلَا حَرَجَ ' فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی' از زہری از عیسیٰ بن طلحہ از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمرہ کے پاس دیکھا' آپ سے سوال کیا جارہا تھا' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر (ذبح) کرلیا' آپ نے فرمایا: اب کنکریاں مارلو' کوئی حرج نہیں! دوسرے شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں نے نحر کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: اب نحر کرلو کوئی حرج

Marfat.com

نہیں' آپ سے جس چیز کے بھی مقدم یا مؤخر کرنے کے متعلق سوال کیا گیا' آپ نے فرمایا: اب کرلو کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' حدیث: ۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۷- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (الاسراء:۸۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''اور تم کو جو بھی علم دیا گیا ہے وہ کم ہے O'' (بنی اسرائیل:۸۵)

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں بھی عالم سے سوال کا ذکر تھا اور اس باب میں بھی عالم سے سوال کا ذکر ہے' لیکن باب سابق میں عالم کے جواب کا ذکر تھا اور اس باب میں عالم نے سوال کا جواب نہیں دیا' کیونکہ اس جواب کی سائل کو اپنے کسی عمل میں ضرورت نہیں تھی اور جواب نہ دینے میں آپ کی نبوت کی تصدیق تھی' اس کی تفصیل یہ ہے:

اس باب کے عنوان میں آیت کا ایک حصہ ذکر کیا گیا ہے' پوری آیت اس طرح ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا O (بنی اسرائیل:۸۵)

اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو جو بھی علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے O

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہودیوں نے آپ سے اس معروف روح کے متعلق سوال کیا تھا' جس کے سبب سے بدن میں حیات ہوتی ہے' لیکن آپ نے اس کا جواب نہیں دیا اور روح کے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دیا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۱۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' اس کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک کھیت میں تھا' آپ کے پاس ایک لاٹھی تھی' جس سے آپ ٹیک لگاتے تھے' آپ کے پاس سے یہودیوں کا ایک گروہ گزرا' ان میں سے بعض نے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال کرو' اور بعض نے کہا: ان سے سوال نہ کرو' آپ اپنی لاٹھی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے' میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا' انہوں نے آپ سے روح کے متعلق سوال کیا' میں نے جان لیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ''وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا O'' (بنی اسرائیل:۸۵)۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۱۷۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۵- حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ سُلَيْمَانُ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ' عَنْ عَلْقَمَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خِرَبِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى عَسِيْبٍ مَّعَهُ' فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ؟ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْاَلُوْهُ' لَا يَجِيْءُ فِيْهِ بِشَيْءٍ تَكْرَهُوْنَهُ' فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش سلیمان نے حدیث بیان کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے کھنڈرات میں جا رہا تھا اور آپ جس لاٹھی پر ٹیک لگاتے تھے' وہ آپ کے ساتھ تھی' آپ یہود کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے' انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ان

Marfat.com

بَعْضُهُمْ لَنَسْأَلَنَّهُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوحُ؟ فَسَكَتَ، فَقُلْتُ إِنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ، فَقُمْتُ، فَلَمَّا انْجَلَى عَنْهُ فَقَالَ ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۵) قَالَ الْأَعْمَشُ هٰكَذَا فِي قِرَاءَتِنَا.

[اطراف الحدیث:۴۷۲۱_۷۲۹۷_۷۴۵۶_۷۴۶۲] (صحیح مسلم:۲۷۹۴،سنن ترمذی:۳۱۴۱،السنن الکبریٰ للنسائی:۱۱۲۹۹،مسند ابویعلیٰ:۵۳۹۰،صحیح ابن حبان:۹۸،المعجم الصغیر:۳_۱،مسند احمد ج۱ ص۳۸۹ طبع قدیم،مسند احمد:۳۶۸۸_ج۶ص۲۱۴،مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

سے روح کے متعلق سوال کرو ان میں سے بعض نے کہا: سوال نہ کرو یہ کوئی ایسا جواب نہ دیں جس کو تم ناپسند کرو دوسروں نے کہا: ہم ان سے ضرور سوال کریں گے پھر ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا ابا القاسم! روح کی کیا حقیقت ہے؟ پس آپ خاموش رہے میں نے (دل میں) کہا: آپ کی طرف وحی کی جارہی ہے پس میں کھڑا ہو گیا جب آپ سے نزول وحی کی کیفیت دور ہوگئی تو آپ نے پڑھا: "اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو جو بھی علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہےO" (بنی اسرائیل:۸۵)۔ الاعمش نے کہا: ہماری قراءت میں اسی طرح ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی اس آیت کا ذکر ہے جس کا عنوان میں ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قیس بن حفص بن القعقاع الدارمی ابومحمد البصری ان سے احمد بن سعید الدارمی ابوزرعہ اور ابوحاتم نے روایت کی ہے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں احمد بن عبداللہ نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے یہ ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالواحد بن زیاد البصری (۳) سلیمان بن مہران الاعمش الکوفی (۴) ابراہیم بن یزید النخعی (۵) علقمہ بن قیس النخعی (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۲ ص۳۰۰)

آیاتِ قرآنیہ میں رُوح کے اطلاقات

قرآن مجید میں روح کا اطلاق کئی معانی پر کیا گیا ہے روح کا اطلاق حضرت جبریل پر ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُO (الشعراء:۱۹۳) قرآن کو روح امین (حضرت جبریل) نے نازل کیا ہےO

روح کا اطلاق قرآن مجید پر ہے:

وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا. (الشوریٰ:۵۲) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ پر قرآن مجید کو نازل کیا ہے۔

روح کا اطلاق بنو آدم یا ان کی ارواح پر ہے:

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا. (النبا:۳۸) جس دن ملائکہ اور بنو آدم صف بہ صف کھڑے ہوں گے۔

(جامع البیان جز ۳۰ ص۳۱ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح کے مباحث میں شارحین بخاری کی تقاریر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ یہود نے آپ سے اس روح کی حقیقت کے متعلق سوال کیا تھا جو جان داروں میں ہوتی ہے ایک قول

Marfat.com

ہے کہ ان کا سوال حضرت جبریل کے متعلق تھا' دوسرا قول ہے کہ ان کا سوال حضرت عیسیٰ کے متعلق تھا' تیسرا قول ہے: ان کا سوال قرآن مجید کے متعلق تھا' چوتھا قول ہے: ان کا سوال عظیم روحانی مخلوق کے متعلق تھا' اس کے متعلق اور بھی اقوال ہیں' اس کی تفصیل ان شاءاللہ "کتاب التفسیر" میں آئے گی اور وہاں پر ہم یہ اشارہ کریں گے کہ روح حیوانی میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کی حقیقت ان چیزوں میں سے ہے' جن کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۱' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعض چیزوں کے علم پر اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مطلع فرمایا ہے نہ کسی اور کو۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اپنی مخلوق کا روح کے علم سے امتحان لے' پھر ان کو اس پر واقف کرے کہ وہ روح کے علم سے عاجز ہیں' حتیٰ کہ وہ عاجز ہو کر روح کے علم کو اللہ کی طرف لوٹا دیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ. اور وہ اللہ کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے' مگر جتنا (البقرہ: ۲۵۵) وہ چاہے۔

اور روح کا علم ان چیزوں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کے علم پر مطلع کرنا نہیں چاہا۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

روح کے علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ منفرد ہے' اس نے اس علم کی کسی کو خبر نہیں دی۔ لوگوں نے روح کی ماہیت کے بارہ میں بہت زیادہ کلام کیا ہے' حالانکہ قرآن نے اس کی خبر نہیں دی اور رسول سے اس کے متعلق سوال کیا گیا' مگر انہوں نے اس کو نہیں بیان کیا' اور مجھے فلاسفہ پر اتنا تعجب نہیں ہے' جتنا علماء اسلام پر تعجب ہے' جب ان کو علم ہے کہ قرآن نے روح کی حقیقت نہیں بتائی اور نہ رسول نے جن سے روح کے متعلق سوال کیا گیا تھا' اس کے باوجود بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ روح جسم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ روح ایک چیز ہے اور نفس دوسری چیز ہے' انہوں نے ان اقوال کو فلاسفہ اور اطباء کے کلام سے اخذ کیا ہے اور روح تو اللہ عزوجل کے امر میں سے ایک امر ہے' روح کا علم صرف اس کے تصرفات سے ہوتا ہے' جیسے اللہ کے وجود پر صرف اس کے افعال سے استدلال کیا جاتا ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى". (البقرہ: ۲۶۰) اے رب! تو مجھے دکھا کہ مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا' پس جب زندہ کرنے کا ادراک حضرت ابراہیم کی قدرت میں نہیں تھا تو اللہ سبحانہ نے ان کو چند مردے دکھائے جن کو زندہ کر دیا گیا۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کی ماہیت نہیں بتائی' کیونکہ اس کی ماہیت کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے اور اس لیے کہ اس کے بیان نہ کرنے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق ہے اور اکثر متقدمین اور متاخرین علماء اور حکماء کا روح کی تعریف میں اختلاف ہے اور جس تعریف پر عام متکلمین کا اعتماد ہے' وہ یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے' جس کا بدن میں اس طرح حلول ہوتا ہے' جس طرح پانی کا گلاب کے پھول میں حلول ہوتا ہے اور اشعری سے یہ منقول ہے کہ انسان کے جسم میں جو سانس داخل اور خارج ہوتا ہے' وہ روح ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱ ص ۳۸۶' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

بنو آدم کی روح کے متعلق امام اشعری نے کہا ہے کہ وہ سانس ہے' دوسری تعریف یہ ہے کہ وہ ایک جسم ہے' جو اجسام ظاہرہ اور اعضاء ظاہرہ کا شریک ہے' تیسری تعریف یہ ہے کہ روح جسم لطیف ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کی ہے کہ اس کے بغیر حیات نہیں ہوتی' بعض علماء نے خون کو روح کہا ہے اور روح میں ستر (۷۰) اقوال ہیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ روح اور نفس ایک چیز ہیں یا الگ الگ ہیں' زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں متغائر ہیں اور نفس انسانیہ وہ چیز ہے' جس کو ہر شخص اپنے آپ سے تعبیر کرتا ہے' امام غزالی نے کہا: نفس مجردہ ہے' نہ وہ جسم ہے نہ جسمانی ہے' اور امام غزالی نے کہا کہ روح ایسا جوہر ہے جو قائم بنفسہ ہے اور غیر متحیز ہے' نہ وہ جسم میں داخل ہے اور نہ جسم سے خارج ہے' نہ اس سے متصل ہے اور نہ منفصل ہے۔

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے علم کو مخلوق سے مبہم رکھا ہے اور اس کو اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے' حتیٰ کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی روح کا علم نہیں تھا' میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور تمام مخلوق کے سردار ہیں' سو آپ کا منصب اس سے بہت بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو اور آپ کو روح کا علم کیسے نہیں ہوگا' جب آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ احسان ذکر فرمایا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۝ (النساء: ۱۱۳)	آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے' اللہ نے آپ کو اس کا علم دے دیا اور یہ آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۝

اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں دلیل نہیں ہے کہ روح کو جانا نہیں جا سکتا اور نہ اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح کا علم نہیں تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* تبیان القرآن ج ۶ ص ۷۹۳۔۷۸۶' بنی اسرائیل: ۸۵ میں ہم نے روح پر بہت طویل بحث کی ہے اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) روح کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) روح کی موت کی تحقیق (۳) جسم کی موت کے بعد روح کا مستقر (۴) روح کا حادث اور مخلوق ہونا (۵) نفس اور روح ایک چیز ہیں یا الگ الگ (۶) نفس امارہ' نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کی تعریفات (۷) عالم خلق اور عالم امر (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح کا علم تھا یا نہیں۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۳۲ پر ہے اور اس کی شرح ص ۶۱۷۔۶۱۳ پر ہے اور شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:
(۱) روح کی بحث (۲) یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کون سی روح کے متعلق سوال کیا تھا (۳) روح کی تعریف (۴) روح کی حقیقت مخفی رکھنے کی حکمت (۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح کا علم دیئے جانے کے متعلق اکابر علماء اسلام کی تصریحات۔

## ۴۸- بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْاِخْتِيَارِ مَخَافَةَ اَنْ يَّقْصُرَ فَهْمُ بَعْضِ النَّاسِ عَنْهُ فَيَقَعُوْا فِيْ اَشَدَّ مِنْهُ	## جس نے بعض اختیاری چیزوں کو اس خوف سے ترک کر دیا کہ بعض لوگوں کی عقلیں اس کو سمجھنے سے قاصر ہوں گی تو وہ کسی بڑے شر میں مبتلا ہو جائیں گے

باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ کبھی عالم کسی حکمت کی وجہ سے کسی سوال کا جواب نہیں دیتا اور اس باب میں بھی یہ بیان کیا

Marfat.com

گیا ہے کہ کبھی عالم کسی اختیاری چیز کو کسی حکمت کی وجہ سے ترک کر دیتا ہے جیسے کعبہ کی از سر نو تعمیر کرنا جائز تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکمت کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا کہ بعض نو مسلم جو زمانۂ کفر کے قریب ہیں' ان کے دلوں میں یہ چیز ناگوار ہو گی' سو دونوں بابوں میں قدر مشترک حکمت ہے' یعنی بابِ سابق میں حکمت کی وجہ سے جواب ترک کرنے کا ذکر ہے اور اس باب میں حکمت کی وجہ سے ایک اختیاری کام کو ترک کرنے کا ذکر ہے۔

۱۲۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ اِسْرَائِيْلَ، عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ لِىَ ابْنُ الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ اِلَيْكَ كَثِيْرًا، فَمَا حَدَّثَتْكَ فِى الْكَعْبَةِ؟ قُلْتُ قَالَتْ لِىْ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْ لَا قَوْمُكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ. قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ. بِكُفْرٍ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ، فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابٌ يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابٌ يَخْرُجُوْنَ فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ. [اطراف الحدیث: ۱۵۸۳۔ ۱۵۸۴۔ ۱۵۸۵۔ ۱۵۸۶۔ ۳۳۶۸۔ ۴۴۸۴۔ ۷۲۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از اسود' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم کو بہت راز کی باتیں بتاتی تھیں تو کعبہ کے بارے میں انہوں نے تم کو کیا بتایا ہے؟ حضرت عائشہ نے یہ بتایا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم دورِ جاہلیت کے قریب نہ ہوتی' حضرت ابن الزبیر نے کہا: (یعنی) دورِ کفر کے قریب نہ ہوتی تو میں کعبہ کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کرتا اور اس کے دو دروازے بنا دیتا' ایک دروازے سے لوگ کعبہ میں داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکلتے' پھر حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کو اسی طرح بنا دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۳' سنن نسائی: ۲۹۰۰' مسند الشافعی ج ۱ ص ۲۴۸' کتاب الام ج ۲ ص ۱۵۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۸۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۴۳۶۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۲۶' صحیح ابن حبان: ۳۸۱۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۷' معرفۃ السنن والآثار: ۹۹۱۷' شرح السنۃ: ۱۹۰۳' مصنف عبد الرزاق: ۸۹۴۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۴۴۰۔ ج ۴۲ ص ۲۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس وجہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کو منہدم کرنے کا ارادہ اس وجہ سے ترک کر دیا کہ قریش کعبہ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے تو اگر آپ یہ اختیاری کام کر لیتے تو ان کے بدظن ہونے کا اندیشہ تھا' اس وجہ سے آپ نے اس کام کو ترک کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان میں سے اسرائیل اور اسود کے سوا باقی سب کا تعارف ہو چکا ہے' ان دونوں کا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی الہمدانی الکوفی' امام احمد نے کہا: یہ شیخ ثقہ ہے' اور وہ ان کے حافظہ پر تعجب کرتے تھے' انہوں نے اپنے دادا ابو اسحاق سے احادیث کا سماع کیا' یہ ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۰ھ میں فوت ہو گئے (۲) اسود بن یزید بن قیس النخعی' یہ ابراہیم کے ماموں ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن آپ کی زیارت نہیں کی' یہ ۷۵ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے' انہوں نے اسی (۸۰) حج اور عمرے کیے' یہ ہر روز ۷۰۰ رکعات نماز پڑھتے تھے' ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث کی روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۰۵)

حطیم کے باہر سے طواف کرنا اتفاقی ہے اور حطیم کے اندر سے طواف کرنا اختلافی ہے

امام مازری نے کہا ہے کہ قریش قواعد ابراہیم پر مکمل بیت اللہ نہ بنا سکے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حطیم بیت اللہ کا جز ہے اور امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جس نے حطیم کے اندر سے طواف کیا' گویا اس نے طواف نہیں کیا' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ طواف دہرائے گا اور اگر وہ اپنے شہر چلا گیا ہے تو اس پر قربانی لازم ہے۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

''صحیح مسلم'' کی اس حدیث اور دیگر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حطیم بیت اللہ کا جز ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ طواف حطیم کے باہر سے کریں' اختلاف اس میں ہے کہ اگر کسی نے حطیم کے اندر سے طواف کر لیا تو یہ اس کے لیے کافی ہوگا یا نہیں' جمہور کا قول یہ ہے کہ اس کے لیے یہ طواف کافی نہیں ہوگا اور امام ابوحنیفہ کا اس میں اختلاف ہے۔

اگر صحیح کام کرنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش کے باوجود کعبہ کی از سر نو تعمیر نہیں کی اور حطیم کو کعبہ میں داخل نہیں کیا اور اس کے دو دروازے نہیں بنائے۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جب کوئی کام کرنا صحیح ہو' لیکن اس کام کے کرنے سے زیادہ ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کام کو ترک کر دینا چاہیے اور لوگوں کو متنفر کرنے سے احتراز کرنا چاہیے' خلیفہ ہارون رشید نے امام مالک سے ذکر کیا کہ وہ دوبارہ کعبہ کو منہدم کر کے اس طرح بنانا چاہتا ہے' جس طرح حضرت ابن الزبیر نے بنایا تھا' کیونکہ حضرت ابن الزبیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق کعبہ کو بنا دیا تھا' جس کو حجاج بن یوسف نے منہدم کر کے دوبارہ قریش کی تعمیر کے مطابق بنا دیا تھا' جب ہارون رشید نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو امام مالک نے اس سے کہا: اے امیر المؤمنین! میں آپ کو قسم دیتا ہوں' آپ ایسا نہ کریں ورنہ ہر بادشاہ اپنی نام آوری کے لیے کعبہ کو منہدم کر کے از سر نو بناتا رہے گا اور لوگوں کے دلوں سے کعبہ کی ہیبت نکل جائے گی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۴۲۸ - ۴۲۷' دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۳۶ - ج ۳ ص ۵۹۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) فائدہ کے مقابلہ میں نقصان سے بچنا زیادہ اہم ہے (۲) تعمیر کعبہ کی تفصیل وار تاریخ (۳) یزید کے دورِ حکومت میں کعبہ کو جلانے کا پس منظر و پیش منظر (۴) بیعت یزید کے سلسلہ میں حضرت حسین کا موقف (۵) بیعت یزید کے سلسلہ میں جمہور صحابہ کا موقف (۶) واقعۂ حرہ کی تفصیلات (۷) مسلم بن عقبہ صحابی نہیں تھے (۸) مسلم بن عقبہ کی عبرت ناک موت (۹) واقعۂ حرہ کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث (۱۰) مصنف کا موقف (۱۱) یزیدی فوجوں کا کعبہ کو جلانا (۱۲) یزیدی فوجوں کے خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یزید کی تکفیر (۱۳) حضرت حسین کو شہید کرنے کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث (۱۴) شہادتِ حسین پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ (۱۵) یزید پر لعنت کے سلسلہ میں امام غزالی کی رائے (۱۶) علامہ زبیدی کی رائے (۱۷) علامہ حلبی کی رائے اور مصنف کا مؤقف (۱۸) یزید کے کفریہ اشعار کی تحقیق (۱۹) جہاد مدینہ قیصر کی بشارت میں یزید کے دخول کی تحقیق (۲۰) حدیث مدینہ قیصر کی تحقیق (۲۱) حضرت حسین اور یزید کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے نظریات (۲۲) لعن یزید کے بارے میں ابن جوزی کا نظریہ (۲۳) لعن یزید کے بارے میں محدث دہلوی کا نظریہ (۲۴) یزید کے متعلق حافظ ابن کثیر کی رائے (۲۵) لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی کی رائے (۲۶) لعن یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے (۲۷) یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف۔

Marfat.com

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۸ ۶۳ - ۵۹۲ پر مذکور ہے۔

۴۹- بَابُ مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةَ اَنْ لَّا يَفْهَمُوْا

کسی ایک قوم کو کسی چیز کے علم کے ساتھ خاص کرنا اور اس خطرہ سے دوسروں کو نہ بتانا کہ وہ نہیں سمجھیں گے

اس باب میں اور باب سابق میں یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ جب یہ خطرہ ہو کہ کسی صحیح کام سے لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے شر میں مبتلا ہوں گے تو اس کام کو ترک کر دیا جائے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ کوئی مسئلہ صرف خاص سمجھ دار لوگوں کو بتایا جائے اور نا سمجھ لوگوں کو نہ بتایا جائے' البتہ پہلا باب افعال میں تھا اور یہ باب اقوال میں ہے۔

وَقَالَ عَلِيٌّ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ' اَتُحِبُّوْنَ اَنْ يُّكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ؟

اور حضرت علی نے فرمایا: لوگوں سے ایسی احادیث بیان کرو' جن کو وہ سمجھ لیں' کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟

اس سے حضرت علی کی مراد یہ ہے کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو' اس کے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ جو چیز ان کے نزدیک غیر معروف ہو' اس کو چھوڑ دو' امام مسلم نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ تم کسی قوم کو ایک حدیث نہ بیان کرو' جس کی ان کی عقلوں تک رسائی نہ ہو' ورنہ وہ حدیث ان لوگوں کے لیے فتنہ ہو جائے گی۔

۱۲۷- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى' عَنْ مَعْرُوْفِ بْنِ خَرَّبُوْذٍ' عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ بِذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از معروف بن خربوذ از حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ یہی اثر روایت کیا۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو اثر پہلے بیان کیا گیا ہے' وہ مذکور الصدر سند سے بھی مروی ہے۔

اثر مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

یہ اثر عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام نے خربوذ سے روایت کیا ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ضعیف ہے' ابو حاتم نے کہا: ان کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس کے سوا بخاری میں ان کی کوئی اور حدیث نہیں ہے۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا نام عامر بن واثلہ ہے' یہ غزوۂ احد کے سال پیدا ہوئے اور کوفہ میں رہائش اختیار کی' پھر مکہ میں منتقل ہو گئے' انہوں نے سعید الجریری سے کہا: آج میرے سوا تمہیں روئے زمین پر کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبین میں سے تھے اور ان کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر رہے' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نو احادیث روایت کی ہیں' یہ وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے سب سے آخر میں فوت ہو گئے تھے' امام بخاری نے ان کے صرف اس اثر کو روایت کیا ہے' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی ان کی احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۱۰ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۰۹)

۱۲۸- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ' عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث

Marfat.com

اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيْفُهُ عَلَى الرَّحْلِ. قَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ سَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلَاثًا قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ اِذًا يَتَّكِلُوْا وَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا.

[اطراف الحدیث:۱۲۹۔۱۲۲۷۔۶۲۲۷]

(صحیح مسلم:۳۲ الادب المفرد للبخاری:۹۴۳ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۰۱۴ شرح السنۃ:۴۹ المعجم الکبیر:۲۵۵۔ج ۲۰ مسند ابوداؤد والطیالسی: ۵۶۵ الاحاد والمثانی:۱۸۴۲ مسند البزار:۲۶۲۷ حلیۃ الاولیاء ج۸ ص ۲۲ مسند ج۵ ص ۲۲۸۔۲۴۲ طبع قدیم مسند احمد:۲۱۹۹۳۔۲۲۰۹۶۔ج ۳۶ ص ۳۱۹۔۴۱۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (سواری کے) پالان پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت معاذ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: یامعاذ بن جبل! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ کی اطاعت کے لیے موجود ہوں آپ نے (دوبارہ کہا:) یامعاذ! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں یارسول اللہ! اور آپ کی اطاعت کے لیے موجود ہوں! یہ تین بار مکالمہ ہوا آپ نے فرمایا: جو شخص بھی صدقِ دل سے یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا حضرت معاذ نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں آپ نے فرمایا: پھر وہ اسی پر تکیہ کر لیں گے اور حضرت معاذ نے اپنی موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لیے اس کی خبر دے دی۔

اس باب کا عنوان ہے: کسی ایک قوم کو کسی چیز کے علم کے ساتھ خاص کرنا اور اس حدیث میں بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم بشارت کے ساتھ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو خاص کر لیا اور انہیں منع فرمادیا کہ وہ دوسرے لوگوں کو یہ خبر نہ بتائیں ورنہ وہ اسی پر اعتماد کر لیں گے اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عنوان میں تو ایک قوم کو کسی چیز کے ساتھ خاص کر لینے کا ذکر ہے جب کہ حدیث میں ایک فرد کو خاص کر لینے کا ذکر ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قوم سے مراد عام ہے ایک شخص ہو یا کئی اشخاص ہوں نیز یہاں پر حضرت معاذ کے ساتھ حضرت انس بھی تھے اور کبھی ایک شخص پر امت کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا. (النحل:۱۲۰) بے شک ابراہیم اللہ کے مخلص اور مطیع بندے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحٰق بن ابراہیم ابن راھویہ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) معاذ بن ہشام الدستوائی یہ اپنے والد اور ابن عون سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام احمد وغیرہ نے روایت کی ہے ابن معین نے کہا: یہ صدوق ہیں اور حجت نہیں ہیں ابن عدی نے کہا: یہ بعض اوقات غلطی کرتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ یہ صدوق ہیں یہ ۲۰۰ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابوہشام (۴) قتادہ بن دعامہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۱۰)

''ردیف' رحل' لبیک' سعدیک' یتکلوا'' اور ''تاثما'' کے معانی

اس حدیث میں ''ردیف'' کا لفظ ہے جو شخص سواری پر سوار کے پیچھے بیٹھا ہو اس کو ''ردیف'' کہتے ہیں جو چیز دوسری چیز کے تابع ہو اس کو بھی ''ردیف'' کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھنے والے مختلف اوقات میں تیس سے زائد صحابہ تھے۔

رحل: اونٹ پر جو پالان ہوتا ہے اس کو ''رحل'' کہتے ہیں لیکن اس حدیث میں جس سواری کا ذکر ہے وہ دراز گوش تھا جیسا

کہ "کتاب الجھاد" میں اس کا ذکر آئے گا۔

لبیك: یہ "لب" سے بنا ہے یہ اصل میں تھا: "اُلِبُّ لَکَ اِلبَابًا بَعْدَ اِلبَاب" اس کا معنی ہے: میں آپ کی اطاعت اور فرماں برداری کے لیے حاضر ہوں۔

سعدیك: یہ اصل میں تھا: "اُسْعِدُکَ لَکَ اِسْعَادًا بَعْدَ اِسْعَادٍ" یہ بھی لبیک کے معنی میں ہے اس کا معنی بھی "لبیك" کی مثل ہے تاکید کے لیے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

یتکلوا: اس کا مصدر "اِتِّکَال" ہے اس کا معنی ہے: اعتماد کرنا یعنی پھر لوگ صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے پر اعتماد کرلیں گے اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔

تاثما: "تَاَثَّمَ فُلَانٌ" کا معنی ہے: اس نے ایسا فعل کیا جس سے وہ گناہ سے نکل گیا اگر حضرت معاذ اس کی کسی کو کبھی بھی خبر نہ دیتے تو وہ علم کو چھپانے کی وعید میں داخل ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور علماء سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ ضرور علم کو بیان کریں گے اور چھپائیں گے نہیں قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ. (آل عمران:۱۸۷)

اور جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے پکا عہد لیا کہ وہ اس کو ضرور لوگوں سے بیان کریں گے اور چھپائیں گے نہیں۔

اس لیے حضرت معاذ نے اس آیت کے حکم پر عمل کرنے کے لیے اس بشارت کی خبر دے دی۔

حدیث مذکور کی بشارت کو مخفی رکھنے کی وجوہ

نبی ﷺ نے اس بشارت کو مخفی رکھنے کا جو حکم دیا تھا اس میں اس بشارت پر اعتماد کر کے ترک عمل کے علاوہ اور کیا حکمت تھی؟ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس بشارت کے ظاہر کا یہ تقاضا تھا کہ جس نے بھی توحید و رسالت کی گواہی دے دی وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جب کہ دلائل قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ جن موحدین نے گناہ کیے ہیں ان میں سے بعض کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے یا شفاعت کی وجہ سے دوزخ سے نکال لے گا اور چونکہ یہ معنی مخفی تھا اس لیے آپ نے حضرت معاذ کو اس بشارت کا اعلانِ عام کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(۲) اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو اپنے تمام گناہوں پر توبہ کرنے کے بعد توحید اور رسالت کی گواہی دے اور اسی پر مر جائے وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

(۳) یہ بشارت اکثر مسلمانوں کے لیے ہے کہ جو توحید اور رسالت کی صدقِ دل سے گواہی دیتا ہے وہ نیک عمل کرتا ہے اور گناہوں سے مجتنب رہتا ہے وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

(۴) اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس نے توحید اور رسالت کی گواہی دی وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اصلاً دوزخ میں داخل ہی نہیں ہوگا۔

(۵) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس کے پورے جسم کو دوزخ کا عذاب نہیں ہوگا کیونکہ مسلمان کے جسم کے مواضع سجود کو اور کلمہ پڑھنے والی زبان کو عذاب نہیں ہوگا۔

(۶) اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے صدقِ دل سے کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا اس کو دوزخ کا عذاب نہیں

Marfat.com

ہوگا۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل

(۱) جو لوگ مسائل کے حفظ اور ضبط کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہوں' ان کو لطیف معانی اور اسرار پر مطلع کرنا چاہیے اور جن لوگوں میں یہ خصوصیت نہ ہو' ان کو ایسی باتیں نہیں بتانی چاہئیں تاکہ وہ اپنی کم فہمی کی بناء پر ان اسرار و رموز کو افشاء نہ کر دیں۔

(۲) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ایک سواری پر دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔

(۳) اس سے معلوم ہوا کہ جس مسئلہ میں تردد ہو کہ عام لوگوں کو اس کی خبر دی جائے یا نہیں' اس کے متعلق امام سے استفسار کر لینا چاہیے۔

(۴) جب کوئی امیر یا امام نام لے کر نداء کرے تو لبیک کہہ کر جواب دینا چاہیے۔

(۵) اس حدیث میں مسلمانوں کے لیے مغفرت کی عظیم بشارت ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم :۵۱۔ ج ۱ ص ۴۰۱ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۲۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ ذُكِرَ لِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاذٍ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ . قَالَ أَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ لَا' إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَّكِلُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھ سے یہ ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جو شخص اللہ سے اس حال میں ملا کہ اس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا' حضرت معاذ نے کہا: کیا میں اس کی لوگوں کو بشارت نہ دے دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مجھے خطرہ ہے کہ لوگ پھر اسی پر اعتماد کر لیں گے۔

اس حدیث کی تخریج' حدیث: ۱۲۸ کی مثل ہے اور اس کی باب کے عنوان سے مطابقت بھی واضح ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) معتمر بن سلیمان بن طرخان التیمی البصری' یہ اپنے والد اور منصور وغیرہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن مہدی وغیرہ نے روایت کی ہے' یہ ثقہ اور صدوق ہیں اور علم اور عمل میں اپنے والد کی مثل تھے' یہ ۱۰۶ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۸۷ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے محدثین کی ایک بڑی جماعت نے احادیث کی روایت کی ہے (۳) معتمر کے والد سلیمان تیمی' یہ بنو مرہ میں گئے اور وہاں لوگوں سے تقدیر کے مسئلہ پر بحث کی' انہوں نے ان کو نکال دیا' پھر ان کو بنو تمیم نے قبول کر لیا اور یہ ان کے امام ہو گئے' شعبہ نے کہا: میں نے سلیمان سے زیادہ صادق کسی کو نہیں پایا' جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا' یہ بہت زیادہ عبادت گزار تھے' عشاء کے وضو سے ساری رات نماز پڑھتے رہتے تھے' یہ اور ان کا بیٹا ساری رات مساجد میں گشت کرتے رہتے تھے' کبھی ایک مسجد میں نماز پڑھتے اور کبھی دوسری مسجد میں' یہ ۱۴۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان کا میلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۱۵)

اس اعتراض کا جواب کہ کیا رسالت پر ایمان اور عمل کے بغیر بھی انسان جنت میں چلا جائے گا؟

اس حدیث میں یہ ذکر ہے: جس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کیا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا' اس میں صرف توحید کا ذکر ہے' رسالت کا ذکر نہیں ہے' حالانکہ رسالت پر ایمان کے بغیر توحید پر ایمان سے نفع نہیں ہوتا' اس لیے لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا ذکر ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص کہے: جس نے وضو کر لیا' اس کی نماز صحیح ہے یعنی جب کہ صحت نماز کی بقیہ شرائط بھی پوری کی جائیں' اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص توحید پر ایمان لایا اور باقی ان چیزوں پر ایمان لایا' جن پر ایمان لانا واجب ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں اعمال کا ذکر نہیں ہے' کیا بغیر عمل کے بھی مومن جنت میں چلا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو وہ بغیر عمل کے بھی جنت میں ابتداء چلا جائے گا اور اگر اللہ چاہے گا تو عمل نہ کرنے کی سزا کے بعد اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

۵۰- بَابُ الْحَيَاءِ فِي الْعِلْمِ — علم میں حیاء کا بیان

حیاء کا معنی اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کسی کام پر مذمت کے خوف سے انسان پر تغیر کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے' اس کو حیاء کہتے ہیں' اگر یہ سوال کیا جائے کہ علم میں حیاء سے کیا مراد ہے؟ حصول علم میں حیاء کرنی چاہیے یا حصول علم میں حیاء کو ترک کرنا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں مراد ہیں' بعض مواقع پر حصولِ علم میں حیاء مطلوب ہوتی ہے اور بعض مواقع پر حیاء کو ترک کرنا مطلوب ہوتا ہے۔

علم میں حیاء کی مثال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا کہ ایک درخت مومن کی مثل ہے' بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ تو حضرت ابن عمر کے ذہن میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے' لیکن چونکہ وہاں پر اکابر صحابہ بھی بیٹھے ہوئے تھے تو ان کے سامنے زبان کھولنے سے حضرت ابن عمر نے حیاء کی۔ (صحیح البخاری: ۶۱)

اور بعض مواقع پر حیاء کو ترک کرنا مطلوب ہوتا ہے' اس کی مثال مجاہد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اقوال میں آ رہی ہے۔

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں یہ بتایا تھا کہ لطائف اور اسرار کو صرف ان لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے' جو اس کے اہل ہوں' اب اس باب میں یہ بتایا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی مسئلہ معلوم کرنے کی حاجت ہو تو وہ اس وجہ سے اس کے معلوم کرنے کو ترک نہ کرے کہ ممکن ہے میں اس کے علم کا اہل نہ ہوں اور سوال کرنے سے حیاء کرے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٌ.

اور مجاہد نے کہا: حیاء کرنے والا اور تکبر کرنے والا علم حاصل نہیں کر سکتا۔

یعنی جو شخص سوال کرنے سے حیاء کرے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اس کو اس بات کا بھی علم نہیں' یا جو آدمی اپنے آپ کو بہت بڑا عالم سمجھتا ہو اور وہ سوال کرنے کو اپنی بڑائی کے خلاف سمجھتا ہو' امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا: آپ نے اتنا عظیم علم کیسے حاصل کیا؟ تو امام اعظم نے فرمایا: میں نے کسی کو فائدہ پہنچانے میں کبھی بخل نہیں کیا اور کسی سے فائدہ حاصل کرنے میں کبھی عار نہیں سمجھا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انصار کی خواتین کیا خوب خواتین ہیں' انہیں دین کو سمجھنے سے کبھی حیاء منع نہیں کرتی۔

امام بخاری نے یہ حدیث کا ایک فقرہ روایت کیا ہے اور جس حدیث کا یہ فقرہ روایت کیا ہے' وہ مکمل حدیث اس طرح ہے:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے غسل کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک عورت اپنے پانی اور بیری کے پتوں کو لے کر اچھی طرح وضو کرے' پھر اپنے سر پر پانی ڈالے' پھر اس کو اچھی طرح رگڑے' حتیٰ کہ اس کے سر کے تمام حصوں میں پانی پہنچ جائے' پھر اپنے سر پر پانی بہائے' پھر مشک کا ایک ٹکڑا لے کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے' حضرت اسماء نے کہا: اس سے کیسے پاکیزگی حاصل کرے؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس سے پاکیزگی حاصل کرے' حضرت عائشہ نے چپکے سے ان سے کہا: اس مشک کے ٹکڑے سے خون کے نشانوں کو صاف کرے' پھر میں نے آپ سے غسل جنابت کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: پانی لے کر اس سے طہارت کرے' پھر اچھی طرح وضو کرے' پھر اپنے سر پر پانی بہائے' پھر سر کو اچھی طرح ملے حتیٰ کہ سر کے تمام حصوں میں پانی پہنچ جائے' پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہائے' حضرت عائشہ نے کہا: کیا خوب عورتیں ہیں' انصار کی عورتیں' انہیں دین کو سمجھنے سے حیا منع نہیں کرتی۔

(صحیح مسلم: ۳۳۲' الرقم المسلسل: ۷۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۱۶-۳۱۵-۳۱۴' سنن ابن ماجہ: ۶۴۲)

انصار کی خواتین سے مراد اہل مدینہ کی خواتین ہیں۔

۱۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِىْ مِنَ الْحَقِّ، فَهَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا احْتَلَمَتْ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَتِ الْمَاءَ فَغَطَّتْ اُمُّ سَلَمَةَ. تَعْنِىْ وَجْهَهَا. وَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَتَحْتَلِمُ الْمَرْاَةُ؟ قَالَ نَعَمْ، تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا؟

[اطراف الحدیث: ۲۸۲-۳۳۲۸-۶۰۹۱-۶۱۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از زینب بنت ام سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: یارسول اللہ! اللہ حق بیان کرنے سے حیاء نہیں فرماتا' کیا عورت پر بھی غسل (واجب) ہوتا ہے' جب اسے احتلام ہو جائے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وہ پانی دیکھ لے' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا منہ ڈھانپ لیا اور کہا: یارسول اللہ! عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں! پس اس کا بچہ کس چیز سے اس کے مشابہ ہوتا ہے؟

(صحیح مسلم: ۳۱۳' سنن ترمذی: ۱۲۲' سنن نسائی: ۱۹۷' سنن ابوداؤد: ۲۳۷' سنن ابن ماجہ: ۶۰۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۵' سنن دارمی: ۷۶۳' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۹۲' صحیح ابن حبان: ۱۱۶۶' مسند الشامیین: ۱۷۴۹' مسند احمد ج ۶ ص ۹۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۶۱۰- ج ۴۱ ص ۱۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حیاء کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام البیکندی (۲) ابومعاویہ محمد بن حازم التیمی (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام' ان کا تعارف گزر چکا ہے (۵) زینب بنت ام سلمہ' یہ زینب بنت عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی ہیں' ان کی نسبت ان کی اُس ماں کی طرف ہے جو ام المؤمنین ہیں' ان کے اس شرف کو بیان کرنے کے لیے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ (لے پالک) ہیں' اور یہ بتانے کے لیے کہ ان

کی روایت ان کی ماں سے ہے' جن کا نام پہلے برّہ تھا' پھر نبی ﷺ نے اس نام کو بدل کر ان کا نام زینب رکھ دیا' یہ اپنے زمانہ کی خواتین میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں' ان کی والدہ حبشہ کی سرزمین میں پیدا ہوئیں اور وہاں سے ان کو لے کر آئیں' یہ عمر' سلمہ اور دُرّہ کی بہن تھیں' امام بخاری نے صرف ان کی یہی ایک حدیث روایت کی ہے اور امام مسلم نے دوسری حدیث روایت کی ہے' یہ ۷۳ھ میں فوت ہوگئی تھیں' ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' یہ نبی ﷺ کی زوجہ تھیں' ان کا نام ھند بنت ابی امیہ ہے' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۱۸)

اللہ تعالیٰ کے حیاء کرنے کا معنی ہے: کسی کام کو ترک کرنا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ حق سے حیاء نہیں فرماتا' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے کو ترک نہیں فرماتا' اسی طرح میں بھی اپنی حاجت کے سوال کو ترک نہیں کرتی' جس کا سوال کرنے میں عموماً عورتیں حیاء کرتی ہیں' کیونکہ عورتوں کی منی کا نازل ہونا' اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کو مردوں کی شدید خواہش ہے' حیاء کی تاویل ہم نے ترک کرنے سے اس لیے کی ہے کہ حیاء انسان کی اس کیفیت کو کہتے ہیں' جو کسی عیب یا مذمت کے خوف سے طاری ہوتی ہے اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارا رب تبارک وتعالیٰ حیاء فرمانے والا کریم ہے' جب بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۸۸' سنن ترمذی: ۳۵۵۶' سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۶)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے بندہ کی دعا قبول نہ کرنے اور اس کے ہاتھوں کے خالی لوٹانے کو حیاء سے تعبیر فرمایا ہے' پس اللہ تعالیٰ کا ہاتھوں کے خالی لوٹانے کو ترک فرمانا' اس کا حیاء فرمانا ہے' جیسے کریم کا کسی محتاج کے لوٹانے کو ترک کرنا' اس کا حیاء کرنا ہے۔

بچہ ماں یا باپ کے کس وجہ سے مشابہ ہوتا ہے؟

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے عورت کی منی پر اس کے بچہ کی اس کے ساتھ مشابہت سے استدلال فرمایا ہے' جیسا کہ ایک اور حدیث میں حضرت ام سلیم کے جواب میں فرمایا:

پس مشابہت کس وجہ سے ہوتی ہے؟ مرد کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا زرد ہوتا ہے' پس ان میں سے جس کا پانی بھی غالب ہو اور سابق ہو' اسی کی وجہ سے مشابہت ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۱۱' سنن نسائی: ۲۰۰-۱۹۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۰۲' سنن ابن ماجہ: ۶۰۱)

ایک اور حدیث میں فرمایا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: جب عورت کو احتلام ہو اور وہ پانی دیکھ لے تو کیا وہ غسل کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت عائشہ نے اس عورت سے کہا: تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں اور جنگ زدہ ہوں' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس عورت کو چھوڑ دو' عورت کی اپنے بچے کے ساتھ مشابہت اس پانی کی وجہ سے ہوتی ہے' جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب ہو جائے تو بچہ اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہو جائے تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۱۴' الرقم المسلسل: ۷۰۰)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

(۱) پیش آمدہ مسئلہ کے متعلق عالم سے سوال کرنے میں حیاء نہیں کرنی چاہیے۔

(۲) عورت یا مرد جس کو بھی احتلام ہو اور اس کے کپڑوں پر پانی لگ جائے' اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔

(۳) مرد کا پانی سفید ہوتا ہے اور اس کی بو گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہوتی ہے اور جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو اس کی بو انڈے کی طرح ہوتی ہے' مرد کا پانی اچھل کر نکلتا ہے اور اس کے بعد جسم پر نقاہت اور کمزوری طاری ہوتی ہے اور اس پانی کے خروج کے وقت جسم کو لذت آتی ہے اور اس کے آلہ میں شہوت ہوتی ہے اور شہوت اور لذت سے خروج منی کے بعد غسل واجب ہوتا ہے اور عورت کی منی کے خروج کے بعد اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے' خواہ اس کو شہوت ہو یا نہ ہو اور شہوت سے مراد یہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور مرد کو عورت سے جماع کی خواہش ہو۔

(۴) اس حدیث میں قیاس کا ثبوت ہے اور ایک چیز کے لیے اس کی نظیر کا حکم ثابت کرنا ہے اور اس میں عورت کی منی کا ثبوت ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۱۸۔۶۱۷۔ ج ۱ ص ۱۰۰۹ پر ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳۱- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَهِيَ مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ؟ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَادِيَةِ، وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَاسْتَحْيَيْتُ، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا بِهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَدَّثْتُ اَبِيْ بِمَا وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ، فَقَالَ لَاَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ لِيْ كَذَا وَكَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے' جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلم کی مثل ہے' مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ پس لوگوں کے ذہن جنگل کے درختوں میں چلے گئے اور میرے ذہن میں یہ آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے' پھر مجھے (بتانے سے) حیاء آئی' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں بتایئے وہ کون سا درخت ہے؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: میں نے اپنے والد کو بتایا' جو میرے ذہن میں آیا تھا' انہوں نے کہا: اگر تم اس وقت بتا دیتے تو میرے لیے یہ اس سے زیادہ محبوب تھا کہ مجھے اتنا اور اتنا مال جاتا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۱- بَابُ مَنِ اسْتَحْيَا فَاَمَرَ غَيْرَهُ بِالسُّؤَالِ

جس شخص نے حیاء کی اور دوسرے شخص کو سوال کرنے کا حکم دیا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت واضح ہے کیونکہ دونوں بابوں میں حیاء کا ذکر ہے۔

۱۳۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُنْذِرٍ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاَمَرْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از الاعمش از منذر الثوری از محمد بن الحنفیہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان

Marfat.com

الْمِقْدَادَ اَنْ يَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ. [اطراف الحدیث: ۱۷۸-۲۶۹]

کرتے ہیں کہ میں ایسا شخص تھا' جس کو مذی بہت آتی تھی' میں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کریں' انہوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اس میں وضو کرنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۰۳' الرقم المسلسل: ۶۸۱' سنن نسائی: ۱۵۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۸۸' مسند البزار: ۶۵۰-۶۵۹' مسند احمد ج ۱ ص ۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۰۶-ج ۲ ص ۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے' کیونکہ باب کا عنوان ہے: حیاء کی وجہ سے دوسرے کو سوال کرنے کا حکم دینا' اور مذی عورت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ سے نکلتی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کرتے ہوئے حیاء آتی تھی کیونکہ آپ کی صاحبزادی ان کے نکاح میں تھیں' اس لیے انہوں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ آپ سے یہ سوال کریں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) عبداللہ بن داؤد بن عامر الخریبی' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ مامون ہیں' ابوزرعہ اور محمد بن سعد نے کہا: یہ ثقہ' ناسک ہیں' انہوں نے کہا: میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' سوا ایک مرتبہ کے کم عمری میں' ابوحاتم نے کہا: یہ اپنی رائے پر عمل کرتے تھے اور صادق تھے' سوائے امام مسلم کے ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے' یہ ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان الاعمش' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) منذر بن یعلیٰ' ابویعلی الثوری' ان کی احمد بن عبداللہ اور عبدالرحمان نے توثیق کی ہے اور ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے (۵) محمد بن حنفیہ' یہ محمد بن علی بن ابی طالب الہاشمی ہیں' الحنفیہ ان کی ماں تھیں' ان کا نام خولہ بنت جعفر الحنفی الیمامی ہے' یہ بنوحنیفہ کے قیدیوں میں سے تھیں' محمد بن حنفیہ اس وقت پیدا ہوئے' جب حضرت عمر کی خلافت کے دو سال رہ گئے تھے' یہ ۸۰ یا ۸۱ سال کی عمر میں ۱۱۴ھ میں فوت ہو گئے تھے اور بقیع میں دفن کیے گئے' ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے (۶) حضرت علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۲۳)

مذی' ودی اور منی کی تعریفات

اس حدیث میں مذی کا ذکر ہے' ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ یہ وہ چکنی تری ہے' جو عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کے وقت مرد کے آلہ سے نکلتی ہے' اور اس کے نکلنے کے بعد جسم میں کمزوری طاری نہیں ہوتی اور نہ اس کے نکلنے کا احساس ہوتا ہے اور یہ مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی زیادہ نکلتی ہے اور ودی وہ چکنی تری ہے' جو پیشاب کے بعد آلہ سے نکلتی ہے اور منی وہ سفید پانی ہے' جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے' اس کے خروج کے بعد جسم پر نقاہت اور کمزوری طاری ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۲۴)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت مقداد کا ذکر ہے:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں' اسود بن عبد یغوث نے ان کی پرورش کی تھی یا ان کو بیٹا بنا لیا تھا' اسلام لانے والوں میں ان کا چھٹا نمبر تھا' یہ بدری صحابی ہیں' یہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۴۲ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ایک حدیث پر متفق ہیں اور امام مسلم ۳ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر جرف کے مقام پر ان کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۷۲ سال تھی' ۳۳ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' ائمہ کی ایک جماعت نے ان سے احادیث

Marfat.com

روایت کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۲۵)

خروج مذی پر وضو کا وجوب اور بیوی کے والد کا احترام

اس حدیث میں آپ نے بتایا کہ مذی میں وضو ہے یعنی مذی کے خروج سے غسل واجب نہیں ہوتا' بلکہ وضو واجب ہوتا ہے کیونکہ یہ نجس ہے' اسی لیے اس کے خروج کے بعد آلہ کو دھونا واجب ہے۔

حضرت علی نے حضرت مقداد سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کرو' اس سے معلوم ہوا کہ استفتاء میں نیابت جائز ہے' نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی بیوی کے والد کا احترام کرنا چاہیے اور ان کے سامنے ایسی بات کا ذکر نہیں کرنا چاہیے' جو ان کی بیٹی کے ساتھ جماع یا بوس و کنار کے ساتھ متعلق ہو' کیونکہ مذی کا خروج بیوی کے ساتھ بوس و کنار کی وجہ سے ہوتا ہے۔

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۳۔ ج ا ص ۱۰۰۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: باب مذکور کی حدیث کے مسائل۔

۵۲- بَابُ ذِكْرِ الْعِلْمِ وَالْفُتْيَا فِي الْمَسْجِدِ

علم اور فتویٰ کا مسجد میں ذکر کرنا

فتویٰ کا معنی ہے: کسی پیش آمدہ مسئلہ کا شرعی جواب' جو عموماً مستند فقہاء سے حاصل کیا جاتا ہے' بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خروج مذی کے متعلق سوال کیا تھا اور اس باب کی حدیث میں ہے: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حج کے احرام کے متعلق سوال کیا' یعنی دونوں بابوں میں ایک امر دینی کے متعلق سوال کا ذکر ہے۔

۱۳۳- حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا قَامَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ أَيْنَ تَأْمُرُنَا أَنْ نُهِلَّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَيُهِلُّ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَيُهِلُّ أَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَيَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ لَمْ أَفْقَهْ هَذِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۲۲۔ ۱۵۲۵۔ ۱۵۲۷۔ ۱۵۲۸۔ ۷۳۴۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی' جو حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے آزاد شدہ غلام ہیں از حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص مسجد میں کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں کس جگہ سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ' ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام جحفہ سے احرام باندھیں اور اہل نجد قرن سے احرام باندھیں' اور حضرت عمر نے کہا: لوگوں کا یہ زعم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل یمن' یلملم سے احرام باندھیں اور حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو نہیں سمجھا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۱' الرقم المسلسل: ۲۷۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۷۴۳' سنن نسائی: ۲۶۵۸' سنن ابن ماجہ: ۲۹۱۴' سنن ترمذی: ۸۳۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶' مسند ابوحنیفہ: ۲۲۴' صحیح ابن حبان: ۳۷۶۱' مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۵۵۔ ج ۸ ص ۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حج میں احرام

پڑھنے کا مسئلہ معلوم کیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) لیث بن سعد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) نافع بن سرجس' ایک قول یہ ہے کہ یہ مغرب کے رہنے والے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نیشاپور کے رہنے والے تھے' تیسرا قول ہے: یہ کابل کے رہنے والے تھے' حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کو بعض غزوات میں حاصل کیا تھا' اور عمر بن عبدالعزیز نے ان کو مصر بھیج دیا تھا تا کہ یہ سنت کا علم حاصل کریں۔ یہ ۱۱۷ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے (۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۲۸۔۳۲۷)

''اھلال'' کا معنی اور مواقیت کا جغرافیائی مواضع وقوع

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''یُھِلُّ'' کا لفظ ہے' یہ ''اِھْلَال'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: احرام باندھ کر بلند آواز سے تلبیہ کہنا۔ جب بچہ پیدا ہونے کے بعد بلند آواز سے روتا ہے تو اس کو ''اِسْتَھَلَّ'' کہتے ہیں۔

''ذوالحلیفۃ'' علامہ نووی نے کہا: یہ مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے' قاضی عیاض نے کہا: یہ مدینہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے' ابن حزم نے کہا: یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (مدینہ سے چھ یا سات میل پر ایک گاؤں ہے' جہاں سے اہل مدینہ احرام باندھتے ہیں۔ معجم البلدان ص ۱۱۹)

''الجحفۃ'' یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے' جو شام کی جانب ہے۔ یہ مکہ سے چھ یا سات مراحل پر واقع ہے' یہ سمندر کے قریب ایک شہر ہے۔ (مدینہ اور مکہ کی راہ پر چوتھی منزل پر ایک گاؤں ہے) یہ اہل شام اور مصر کی میقات ہے۔ (معجم البلدان اُردو' ص ۹۴)

''اھل نجد'' ''نجد'' کا معنی ہے: زمین کا جو حصہ زمین کے اوپر ہو' اس کو ''نجد'' اس لیے کہتے ہیں کہ یہ پتھریلی زمین ہے اور یہاں جانا بہت صعوبت کا باعث ہے' ''نجد'' حجاز اور شام کے درمیان ایک جگہ ہے۔ (عرب کا وسطی علاقہ' اس کا مرکزی شہر ریاض ہے' اس کی حدود بدلتی رہتی ہیں' اب اس کے مشرق میں بحرین ہے' مغرب میں حجاز ہے' شمال میں عراق اور جنوب میں صحراء ہے۔ معجم البلدان اُردو ص ۳۳۹)

''قرن'' یہ گول اور چکنا پہاڑ ہے' جو شخص نجد کے راستہ سے آئے' اس کا میقات قرن المنازل ہے' یہ مکہ سے مشرق کی طرف ہے' یہاں سے مکہ ۲۷ میل ہے۔ (یہ مکہ سے اکیاون میل اور طائف سے چھتیس میل دور ہے۔ معجم البلدان اُردو ص ۲۷۲)

''یلملم'' یہ تہامہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور مکہ سے دو مرحلوں کے فاصلہ پر ہے' ابن حزم نے کہا: یہ مکہ کے جنوب میں ہے اور اس سے مکہ ۳۰ میل ہے' البکری نے کہا: اس کی وادیاں سمندر میں گرتی ہیں' یہ یمن کے راستہ میں ہے اور یہ تہامہ کے بڑے راستہ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۳۰۔۳۲۸ ملخصاً)

''یلملم'' مکہ کے جنوب میں دو شب کی مسافت پر اہل یمن کی میقات' جہاں حضرت معاذ بن جبل کی مسجد بھی ہے یا طائف کے قریب ایک پہاڑ۔ (معجم البلدان اُردو ص ۳۶۴)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۶۹۹۔ ج ۳ ص ۲۷۹۔۲۷۸ پر ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) میقات کا لغوی اور شرعی معنی (۲) میقات سے گزرنے میں مذاہب اربعہ (۳) احناف کا موقف (۴) احرام کا فلسفہ۔

Marfat.com

۵۳- بَابُ مَنْ اَجَابَ السَّائِلَ بِاَكْثَرَ مِمَّا سَالَهُ

جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جواب دیئے

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں بھی سوال اور جواب تھے اور اس باب میں بھی سوال اور جواب کا ذکر ہے۔

۱۳۴- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَهُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيْصَ، وَلَا الْعِمَامَةَ، وَلَا السَّرَاوِيْلَ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ، اَوِ الزَّعْفَرَانُ، فَاِنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور از الزہری از سالم از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص نے آپ سے سوال کیا: محرم کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامہ نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے اور نہ ٹوپی پہنے اور نہ ایسا کپڑا پہنے جس کو زعفران یا ورس سے رنگا ہوا ہو پس اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں (ورس سے مراد خوشبودار گھاس ہے)۔

[اطراف الحدیث: ۳۶۶-۱۵۴۲-۱۸۳۸-۱۸۴۲-۵۷۹۴-۵۸۰۳-۵۸۰۵-۵۸۰۶-۵۸۴۷-۵۸۵۲] (صحیح مسلم: ۱۱۷۷، الرقم المسلسل: ۲۷۴۵، سنن ابوداؤد: ۱۸۲۴، سنن نسائی: ۲۶۶۹-۲۶۷۴، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹-۲۹۳۲، مسند الشافعی ج ۱ ص ۳۰۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۶۳۹، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۰۵، صحیح ابن حبان: ۳۷۸۴، سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۹، شرح السنۃ: ۱۹۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۶۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۳۰۸- ج ۹ ص ۲۲۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: پس اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے، کیونکہ یہ جملہ اس کے سوال سے زائد ہے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں ان سب کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، آدم کا پورا نام آدم بن ابی ایاس ہے اور ابن ابی ذئب کا نام محمد بن عبد الرحمان مدنی ہے اور نافع حضرت ابن عمر کے آزاد کیے ہوئے غلام ہیں اور الزہری محمد بن مسلم بن شہاب ہیں اور سالم وہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے بیٹے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

''الکعبین'' کی تفسیر علامہ بدر الدین عینی سے

''الکعبین'' کے متعلق علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ نے صحیح البخاری کی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

یہ ''کعب'' کا تثنیہ ہے اور یہاں اس سے مراد وسط قدم کی وہ جگہ (ہڈی یا جوڑ) ہے جہاں جوتی کا تسمہ باندھتے ہیں نہ کہ وہ اُبھری ہوئی ہڈی جو پنڈلی کے جوڑ کی جگہ ہوتی ہے، کیونکہ ''کعب'' سے مراد وہ اُبھری ہوئی ہڈی وضو کے باب میں ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

علامہ عینی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ

علامہ عینی کا مطلب یہ ہے کہ حج میں "کعب" سے مراد ٹخنہ نہیں ہے' بلکہ اس سے وسط قدم مراد ہے' یعنی موزوں کو وسط قدم تک کاٹا جائے نہ کہ صرف ٹخنوں تک لیکن اس پر قوی اشکال یہ ہے کہ حدیث میں "کعبین" کا لفظ ہے جو کہ تثنیہ کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: دو ہڈیاں اور وسط قدم میں تو صرف ایک ہڈی ہے' اس پر "کعبین" کا لفظ صادق نہیں آئے گا' "کعبین" کا لفظ تو صرف ٹخنوں پر صادق آئے گا' جو ہر پیر میں دو ہوتے ہیں' اس پر دوسرا قوی اشکال یہ ہے کہ موزوں کو "کعبین" تک کاٹنے کا مقصد تو یہ ہے کہ جوتوں کی بجائے ان کٹے ہوئے موزوں کو پہن کر چلا جائے اگر "کعبین" سے مراد ٹخنے لیے جائیں تو پھر ٹخنوں تک موزوں کو کاٹ کر ان کو جوتوں کی جگہ پہن کر چلا جا سکتا ہے' لیکن اگر "کعبین" سے مراد وسط قدم کی ہڈی لی جائے اور وہاں تک موزوں کو کاٹ دیا جائے تو ان کٹے ہوئے موزوں کو پہن کر چلا نہیں جا سکتا' کیونکہ اب ان موزوں کے ٹھہرنے اور نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی اور مُحرم کی عجیب صورتِ حال ہوگی' اس کا آدھا پیر تو موزے کے اندر ہوگا اور آدھا پیر موزے سے باہر ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو اس مضحکہ خیز صورتِ حال پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر کا "کعب" کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتب لغت سے ردّ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث (۱۵۴۲) کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام محمد بن حسن اور فقہاء احناف میں سے ان کے متبعین نے کہا ہے کہ "کعب" سے مراد یہاں وہ ہڈی ہے' جو قدم کے وسط میں ہوتی ہے' جس جگہ جوتی کا تسمہ باندھتے ہیں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ "کعب" کا یہ معنی اہل لغت کے نزدیک معروف نہیں ہے' اور اس پر یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ امام محمد کا یہ قول ثابت نہیں ہے' اور اس قول کو ان سے نقل کرنے کا سبب یہ ہے کہ ہشام بن عبید اللہ الرازی نے مُحرم کے مسئلہ میں ان سے یہ سنا کہ مُحرم کو جب جوتے نہ ملیں تو وہ اپنے موزوں کو کاٹ لے پھر امام محمد نے اپنے ہاتھ سے کاٹنے کی جگہ کی طرف اشارہ کیا اور اس کو ہشام نے وضو میں پیر دھونے کی طرف نقل کر دیا' اسی وجہ سے علامہ ابن بطال اور دوسرے ان علماء پر ردّ کیا گیا ہے' جنہوں نے امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ "کعب" سے مراد وہ معیّن ہڈی ہے' جو قدم کی پشت پر ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ "کعب" کا یہ معنی امام محمد سے منقول ہے اور اگر بالفرض یہ نقل صحیح ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہو اور اصمعی نے امامیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "کعب" وہ گول ہڈی ہے' جو پنڈلی کی ہڈی کے نیچے پنڈلی اور قدم کے جوڑ پر ہوتی ہے اور جمہور اہل لغت نے یہ کہا ہے کہ ہر قدم میں دو "کعب" ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کی تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ "کعب" سے مراد وسط قدم کی ہڈی لینا' امام ابوحنیفہ کا قول ہے' نہ اس کو امام محمد بن حسن شیبانی نے کہیں لکھا ہے' یہ صرف علامہ ابوالحسن مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ اور شارحین "ہدایہ" نے ہشام بن عبد اللہ الرازی کے قول سے مستنبط کیا ہے' "ہدایہ" کی شرح میں علامہ عینی نے اس کے بالکل برخلاف لکھا ہے' جو انہوں نے بخاری کی شرح "عمدۃ القاری" میں لکھا ہے۔

علامہ عینی کا "کعب" کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتب لغت' قواعد نحو اور احادیث سے ردّ کرنا

علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے "ہدایہ" میں لکھا: "الکعب" سے مراد وہ اُبھری ہوئی بلند ہڈی ہے۔

اس کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

"الکعب" وہ ہڈی ہے' جو قدم کے جوڑ میں ہوتی ہے' جو پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ پر بلند ہوتی ہے (یعنی ٹخنے) اور الاصمعی نے

Marfat.com

ان لوگوں کے قول کا انکار کیا ہے' جنہوں نے کہا: یہ ہڈی قدم کی پشت پر ہوتی ہے' انہوں نے جوہری سے یہ نقل کیا ہے کہ زجاج نے کہا ہے کہ ''الکعبان'' دو بلند ہڈیاں ہیں' جو پنڈلی کے آخر میں قدم کے ساتھ ہوتی ہیں (یعنی ٹخنے) اور ہڈیوں کا ہر جوڑ ''کعب'' ہے مگر یہ دونوں ''کعب'' دائیں اور بائیں قدم میں ظاہر ہوتے ہیں' اس وجہ سے اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ کہا جائے دو ''کعب'' وہ ہیں جن کی یہ اور یہ صفت ہے۔ (الصحاح للجوہری ج ۱ ص ۲۱۳' دار العلم للملایین' بیروت' ۱۴۰۷ھ) علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے اس عبارت پر یہ اضافہ کیا ہے کہ ''کعب'' سے مراد وہ ہڈی لینا جو قدم کی پشت پر ہوتی ہے' یہ شیعہ کا قول ہے اور اصمعی نے اس قول کا رد کیا ہے۔ (تاج العروس ج ۱ ص ۴۵۶' دار احیاء التراث العربی بیروت) علامہ ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (النہایہ ج ۴ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ) علامہ طاہر پٹنی گجراتی متوفی ۹۸۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۴۱۶' مکتبہ دار الایمان' مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اور ''المختصر'' میں لکھا ہوا ہے: ہر پیر میں دو ''کعب'' ٹخنے ہوتے ہیں اور پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ پر دو طرفوں کی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ (مختصر القدوری ص ۳۰' ادارۃ القرآن' ۱۴۲۲ھ) ابن جنی نے کہا: ابوکبیر کا قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ''الکعبین'' وہ بلند ہڈیاں ہیں' جو ہر پنڈلی کے نیچے اس کی کروٹوں میں ہوتی ہیں اور وہ معین ہڈی' جو قدم کی پشت میں ہوتی ہے' وہ کعب نہیں ہے' اور الازہری نے ''التہذیب'' میں ثعلب سے نقل کیا ہے کہ ''الکعبان'' دو بلند ہڈیاں ہیں' انہوں نے کہا: یہ ابوعمرو بن العلاء اور الاصمعی کا قول ہے اور ''کتاب المنتہی'' اور ''جامع القزاز'' میں مذکور ہے: ''الکعب'' وہ بلند ہڈی ہے جو پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ پر ہوتی ہے اور ہر پیر میں دو ''کعب'' (ٹخنے) ہوتے ہیں اور اس کی جمع ''کعوب'' اور ''کعاب'' ہے۔

امامیہ اور تمام وہ لوگ جو پیروں پر مسح کے قائل ہیں' انہوں نے کہا: یہ گول ہڈی ہے جیسی بکریوں اور گایوں کی ہڈی ہوتی ہے' جو پنڈلی کے نیچے وہاں رکھی ہوئی ہے' جہاں پنڈلی اور قدم کا جوڑ ہے' جو تسمہ باندھنے کی جگہ ہے' اور فخر الدین ابن الخطیب نے کہا: الاصمعی نے ''الکعب'' میں امامیہ کے قول کو اختیار کیا ہے اور کہا: دو بلند طرفوں کو ''نجمان'' کہا جاتا ہے' اور یہ نقل اس کے خلاف ہے کہ ''کعب'' وسط قدم کی ہڈی ہے اور اگر ''کعب'' وہ ہوتا' جس کو انہوں نے ذکر کیا ہے تو ہر پیر میں ایک ''کعب'' ہوتا' پھر مناسب یہ تھا کہ یوں کہا جاتا کہ پیروں کو ''کعاب'' تک دھویا جائے' کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ انسان کی خلقت میں جو عضو واحد ہے' اس کا تثنیہ جمع کے صیغہ سے آتا ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے:

فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا. (التحریم: ۴) پس بے شک تم دونوں کے دل راہِ اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ''الی الکعبین'' کی جگہ ''الی الکعاب'' کیوں نہیں فرمایا' اور ''کعب'' سے قدم کے پشت کی ہڈی کو مراد لینا ایک مخفی چیز ہے' جس کو شارحین کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ہم نے جو ''کعبین'' کا معنی ذکر کیا ہے (یعنی ٹخنے) یہ معنی ہر ایک کو معلوم ہے اور مکلف کرنے کا مدار ظاہر معنی پر ہوتا ہے نہ کہ مخفی معنی پر' نیز حضرت عثمان کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے دائیں پیر کو ''الکعبین'' تک دھویا' پھر اسی طرح بائیں پیر کو دھویا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۹' صحیح مسلم: ۲۲۶' الرقم المسلسل: ۵۲۷' سنن ابوداؤد: ۱۰۶' سنن نسائی: ۸۴)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر پیر میں دو ''کعب'' (ٹخنے) ہیں' اور اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اپنی صفوں کو سیدھا رکھو' اللہ کی قسم! تم اپنی

Marfat.com

صفوں کو سیدھا رکھو ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا' حضرت نعمان نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کندھے کو اپنے صاحب کے کندھے کے ساتھ چمٹاتا تھا اور اپنے گھٹنے کو اس کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنے ''کعب'' کو اس کے ''کعب'' کے ساتھ۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ایک شخص اپنے ''کعب'' کو اپنے صاحب کے ''کعب'' کے ساتھ چمٹاتا تھا' اگر ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی ہڈی ہو تو پھر کوئی شخص اپنے ''کعب'' کو نماز میں اپنے صاحب کے ''کعب'' کے ساتھ نہیں ملا سکتا' یہ اسی وقت ہو سکتا ہے' جب ''کعب'' کا معنی ٹخنے ہو۔

درج ذیل حدیث میں بھی اس پر دلیل ہے کہ ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی ہڈی نہیں ہو سکتا' بلکہ اس کا معنی ٹخنہ ہی ہو سکتا ہے۔

حضرت طارق بن عبد اللہ المحاربی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا' آپ کے اوپر سرخ جبہ تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! کہو لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) تم فلاح پا لو گے' اور ایک آدمی آپ کے پیچھے آپ کو پتھر مار رہا تھا اور آپ کی کونچوں (ایڑی کے اوپر کے پٹھوں) اور آپ کے ''کعبین'' (ٹخنوں) سے خون بہ رہا تھا' اور وہ آدمی یہ کہہ رہا تھا: اے لوگو! اس کی بات نہ ماننا' یہ بہت بڑا جھوٹا ہے' میں نے پوچھا: یہ شخص کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ عبد المطلب کے بیٹے ہیں' پھر میں نے پوچھا: یہ آدمی کون ہے' جو ان کا پیچھا کر رہا ہے اور ان کو پتھر مار رہا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ عبد العزیٰ ابولہب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۰۰' ادارۃ القرآن' ۱۴۰۶ھ' صحیح ابن حبان: ۶۵۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' سنن دار قطنی: ۲۹۴۴' ج ۳ ص ۴۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ' المستدرک: ۴۲۱۹' ج ۲ ص ۶۱۲' ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۲۰ھ' جمع الجوامع للسیوطی: ۱۱۴۵۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ''کعب'' سے مراد وہ بلند اُبھری ہوئی ہڈی ہے' جو قدم کی جانب میں ہوتی ہے' یعنی ٹخنہ' جب کوئی شخص کسی چلنے والے کو پیچھے سے پتھر مارے گا تو وہ اس کے وسط قدم کی پشت پر نہیں لگے گا' وہ اس کے ٹخنے پر ہی لگ سکتا ہے۔

صاحب ''ہدایہ'' نے کہا: ''کعب'' کا یہی معنی صحیح ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: صاحب ''ہدایہ'' نے اس قول کو صحیح کہہ کر ہشام بن عبد اللہ رازی کی روایت سے احتراز کیا ہے کہ ''کعب'' قدم کی پشت پر اس جگہ کو کہتے ہیں' جہاں تسمہ باندھا جاتا ہے' فقہاء نے کہا ہے کہ ہشام کو امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے نقل کرنے میں سہو ہوا ہے' کیونکہ امام محمد نے مُحرِم کے مسئلہ میں یہ کہا ہے کہ اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو ''کعبین'' (ٹخنوں) کے نیچے سے کاٹ لے اور امام محمد نے اپنے ہاتھ سے کاٹنے کی جگہ کی طرف اشارہ کیا' پس ہشام نے اس قول کو ''باب طہارت'' میں نقل کر دیا۔

علامہ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ ''کعب'' وہ ہڈی ہے' جو قدم کی پشت میں اُبھری ہوئی ہوتی ہے اور اس پر اعتراض کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جو کہا ہے اس کو اہل لغت نہیں پہچانتے' علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ ابن حجر کی امام ابوحنیفہ کے مذہب سے جہالت ہے' کیونکہ ابن حجر نے جو نقل کیا ہے' وہ امام ابوحنیفہ کا قول نہیں ہے اور نہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے کسی نے اس قول کو نقل کیا ہے' پس اس نے یہ کیسے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ نے ایسے ایسے کہا ہے اور یہ ان کی ائمہ کے خلاف بہت بڑی جرأت ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۱ ص ۱۷۔۶۹' مکتبہ حقانیہ' ملتان' ۱۴۰۸ھ)

Marfat.com

''کعب'' کی تفسیر میں علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کی عبارات پر مصنف کا محاکمہ

دراصل علامہ عینی خود بھول گئے کہ وہ ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں کیا لکھ چکے ہیں' انہوں نے وہاں لکھا ہے کہ ''کعب'' سے مراد وسط قدم کی وہ ہڈی ہے' جس پر جوتی کا تسمہ باندھتے ہیں' نہ کہ وہ اُبھری ہوئی ہڈی' جو پنڈلی کے جوڑ کی جگہ ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۳۵) اور علامہ عینی نے علامہ ابن حجر پر جو یہ عتاب کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ ''کعب'' وسط قدم کی ہڈی ہے اور یہ اہل لغت کے نزدیک ثابت نہیں' سو یہ بھی علامہ عینی کا بے جا عتاب ہے' علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ بعض فقہاء احناف نے اس طرح کہا ہے اور انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے نہ امام محمد کا' ہم علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن حجر کی روح سے معذرت خواہ ہیں اور ہم اس پر شرمندہ ہیں کہ ہمارے بہت بڑے حنفی عالم نے علامہ ابن حجر کی شان میں نازیبا کلمات کہے' جب کہ وہ ان کلمات کے مصداق نہیں ہیں اور جو کچھ علامہ عینی نے ان کے خلاف کہا' وہ ان سے بَری ہیں' اللہ تعالیٰ ان دونوں محققین پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور ان کے درجات بلند کرے' بے شک علامہ ابن حجر نے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ ''کعب'' سے مراد وسط قدم کی ہڈی نہیں ہے' بلکہ ٹخنے کی ہڈی ہے' لیکن انہوں نے صرف اہل لغت کے مبہم اقوال سے استدلال کیا ہے' اس پر انہوں نے ایک بھی حدیث نہیں پیش کی' جب کہ علامہ عینی نے اس پر متعدد کتب لغت کے حوالے دیئے ہیں' نحوی قواعد سے استدلال کیا ہے اور حضرت عثمان' حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت طارق بن عبد اللہ محاربی رضی اللہ عنہم کی صحیح اور صریح احادیث سے استدلال کیا ہے' جس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ ابن حجر کی بہ نسبت علامہ عینی کی احادیث پر بہت گہری نظر ہے اور علم میں ان کا مرتبہ حافظ ابن حجر سے کہیں زیادہ ہے' لیکن انسانی کمزوریوں سے کوئی بشر خالی نہیں ہے اور معاصرانہ تعصب بھی انسانی کمزوری ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ شامی کا ''کعب'' کی تفسیر میں ہشام کے قول کو رد کرنا

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری متوفی ۹۷۰ھ نے علامہ عینی کی طرف سے لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

ہشام نے جو امام محمد سے روایت کی ہے کہ ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی پشت ہے' یہ ان کا سہو ہے' کیونکہ انسان کے جن اعضاء کا تثنیہ (دو' دو) لکھنا ہو تو ان کو جمع کے صیغہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے' جیسے ''فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا۔'' (التحریم: ۴) میں ہے' یعنی تم دونوں کے دل قدرے کج ہو گئے اور اگر ہشام کی روایت صحیح ہوتی تو قرآن مجید میں ''الی الکعبین'' کی بجائے ''الی الکعاب'' ہوتا جیسے ''الی المرافق'' ہے۔ اسی طرح ''المبسوط'' میں ہے' لیکن بہتر یہ ہے کہ اس روایت پر لغت اور سنت سے رد کیا جائے' رہی لغت تو صحاح میں یہ تصریح ہے کہ ''کعب'' ابھری ہوئی بلند ہڈی کو کہتے ہیں اور الاصمعی نے اس قول کو رد کر دیا ہے کہ ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی پشت ہے' انہوں نے کہا کہ ''کعب'' کلام عرب میں علو (بلندی) سے ماخوذ ہے' اسی وجہ سے ''کعبۃ'' کہتے ہیں' کیونکہ وہ بلند ہے اور رہی سنت تو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم اپنی صفوں کو سیدھا رکھو ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو ٹیڑھا کر دے گا' حضرت نعمان بن بشیر نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کندھے کو اپنے صاحب کے کندھے سے ملاتا اور اپنے ''کعب'' کو اپنے صاحب کے ''کعب'' سے ملاتا (اور یہ اسی وقت ہو گا' جب ''کعب'' کا معنی ٹخنہ ہو نہ کہ وسط قدم کی پشت کی ہڈی)۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۴۔۱۳' المکتبۃ الماجدیہ' کوئٹہ)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

''الکعبین'' قدم کی دونوں جانبوں میں دو اُبھری ہوئی ہڈیاں ہیں (یعنی ٹخنے) پھر انہوں نے ''البحر الرائق'' کے دلائل کے حوالے سے ہشام کی اس روایت کا رد کیا ہے کہ ''الکعب'' وسط قدم کی پشت کی ہڈی ہے۔

Marfat.com

(رد المحتار ج ا ص ۱۹۰ 'دار احیاء التراث العربی بیروت '۱۴۱۹ھ)

''کعب'' کی تفسیر میں ''صحیح البخاری'' کے دیوبندی شارحین کی لغزش

''صحیح بخاری'' کے دیوبندی شارحین اس تحقیق پر مطلع نہیں ہو سکے اور انہوں نے زیر بحث حدیث البخاری: ۱۳۴ کی شرح میں لکھا ہے کہ ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی پشت کی ہڈی ہے۔

سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

اگر جوتے کو اوپر سے اس طرح چاروں طرف سے کاٹ دیا جائے کہ پاؤں کا اوپر کا حصہ اور بیچ کی ہڈی کھلی رہی تو وہ بھی جائز ہے۔(انوار الباری ج ٦ ص ۳۱۲ 'ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اس عبارت میں دوسری غلطی یہ ہے کہ حدیث میں تو جوتے نہ ملنے کی صورت میں موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنے کا حکم ہے اور انہوں نے اس کی شرح میں جوتے کو چاروں طرف سے کاٹنے کو لکھا ہے۔

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''کعبین'' سے وسط قدم کی ہڈی مراد ہے یعنی اس طرح کاٹ لیں کہ اس سے نیچے ہو جائیں۔

(انعام الباری ج ۲ ص ۲۲٦ مکتبۃ الحراء کراچی)

''کعب'' سے وسط قدم مراد لینے کی تاویل کا ابطال

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ وضو کی بحث میں ''کعب'' سے مراد ٹخنہ ہے اور محرم کی بحث میں ''کعب'' سے مراد وسط قدم کی ہڈی ہے' سو یہ قول بالکل غلط ہے کیونکہ جب کتب لغت' نحوی قواعد اور احادیث سے ثابت ہو گیا کہ ''کعب'' کا معنی ٹخنہ ہے تو اس کو محرم کی بحث میں وسط قدم کی ہڈی پر محمول کرنے کا کیا جواز ہے! نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محرم کے متعلق ہی فرمایا ہے کہ وہ موزے کو ''کعبین'' کے نیچے سے کاٹ لے' اور ''کعبین'' تثنیہ کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: دو ''کعب'' اور ہر پیر میں دو کعب ٹخنے ہی ہوتے ہیں' وسط قدم کی ہڈی تو ایک ہے' دو نہیں ہے' اس پر ''کعبین'' کا اطلاق کیسے درست ہو گا! دوسرے یہ کہ اگر موزے کو وسط قدم سے کاٹ دیا جائے تو آدھا پیر موزے کے اندر ہو گا اور آدھا پیر موزے سے باہر ہو گا اور آدھے پیر کا موزہ پہن کر نہ صرف یہ کہ چلنا بہت مشکل ہو گا بلکہ یہ صورت انتہائی مضحکہ خیز ہو گی اور حدیث رسول کو ایسے مضحکہ خیز معنی پر محمول کرنا جائز نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام محمد ''کعب'' کے اس معنی سے بری ہیں۔

امام محمد کی ''المبسوط'' میں ہشام کی عبارت کی تحقیق

ہم نے اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کے لیے امام محمد کی ''المبسوط'' (کتاب الاصل) کا مطالعہ کیا' اس میں امام محمد کی یہ عبارت نہیں ہے' جس کو فقہاء احناف نے نقل کیا ہے' البتہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے اس طرح لکھا ہے:

ہشام نے امام محمد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ اپنے موزوں کو ''کعبین'' کے نیچے سے کاٹ دے تاکہ وہ موزے جوتوں کے حکم میں ہو جائیں اور ہشام نے امام محمد کی طرف سے یہ تفسیر کی ہے کہ اس جگہ ''کعب'' سے مراد وہ جوڑ ہے جو وسط قدم میں تسمہ باندھنے کی جگہ پر ہوتا ہے' اسی وجہ سے ہمارے متاخرین مشائخ نے کہا ہے کہ محرم کے ''المشك'' پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ ''کعب'' کو نہیں چھپاتا تو وہ جوتوں کے حکم میں ہے۔(المبسوط ج ۴ ص ۱۳۹ 'دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۲۱ھ)

ہشام کی یہ تفسیر اس لیے غلط ہے کہ وسط قدم میں کوئی جوڑ نہیں ہے' انسان کے قدم یا پیر کا عضو ایک سیدھا اور سپاٹ جسم ہے' اس

میں کوئی جوڑ نہیں ہے' جوڑ صرف پیر کی دونوں جانبوں میں ہے' جہاں پنڈلی ختم ہوتی ہے اور اس کی دونوں جانبوں میں ٹخنے ہیں اور یہی ''کعبین'' کا مصداق ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ شمس الائمہ سرخسی کا جو قدیم نسخہ ہمارے پاس ہے' اس میں ہشام کی منقولہ عبارت نہیں ہے' اس کی عبارت اس طرح ہے:

امام محمد نے کہا: محرم نہ قباء (اچکن) پہنے' نہ قمیص نہ شلوار' نہ ٹوپی کیونکہ حضرت ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ محرم نہ قباء پہنے' نہ قمیص نہ شلوار اور نہ ٹوپی اور نہ موزے' البتہ اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو ''کعبین'' (ٹخنوں) کے نیچے سے کاٹ دے۔ (المبسوط ج ۴ ص ۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

محرم کے لیے چمڑے اور ریگزین کی چپل پہننے کا جواز

ہم اس مسئلہ کی گہرائی اور گیرائی میں اس لیے گئے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں ناواقف عوام میں یہ مسئلہ مشہور ہو گیا ہے کہ محرم کے لیے اسفنج یا ربڑ کی ایسی چپل پہننا ضروری ہے' جس میں پیر کی پوری پشت کھلی رہتی ہے اور چمڑے یا ریگزین کی ایسی چپل یا ایسا جوتا پہننا جائز نہیں ہے' جس میں پیر کی پشت ڈھکی ہوئی ہو' خواہ ٹخنے کھلے ہوئے ہوں' جب کہ ایسی چپل یا ایسے جوتے پہننا بالکل جائز ہیں' جیسا کہ ہماری تفصیل اور تحقیق سے ظاہر ہو چکا ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم: ۲۶۸۹ ج ۳ ص ۲۴۶ میں بھی یہ مسئلہ لکھا تھا' لیکن وہاں اختصار سے صرف چار سطریں لکھی تھیں' جب کہ یہاں ''نعمۃ الباری'' میں اس مسئلہ کو بالکل ''الم نشرح'' کر دیا ہے۔ الحمد للّٰه علٰی ذلك.

اس اعتراض کا جواب کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ نے جواب میں وہ کپڑے ذکر کیے' جن کا پہننا ان کے لیے جائز نہیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ نے جواب میں ان کپڑوں کا ذکر فرمایا' جن کا پہننا محرم کے لیے جائز نہیں ہے' بہ ظاہر جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ محرم فلاں فلاں کپڑے پہنے تو اس خلاف ظاہر جواب کی کیا توجیہ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس خلاف ظاہر جواب کے حسب ذیل فوائد اور حکمتیں ہیں:

(۱) محرم کے لیے جن کپڑوں کا پہننا ناجائز ہے' وہ منحصر اور منضبط ہیں اور جن کپڑوں کا پہننا اس کے لیے جائز ہے' وہ غیر منضبط اور غیر منحصر ہیں۔

(۲) اصل اشیاء میں اباحت ہے' محرم کے لیے جن کپڑوں کا پہننا ناجائز تھا' ان کو آپ نے بتا دیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان کے ماسوا کپڑوں کا پہننا جائز ہے۔

(۳) اگر بالفرض آپ یہ فرماتے کہ محرم فلاں فلاں کپڑے پہنے تو ہو سکتا تھا کہ کوئی شخص مفہوم مخالف سے یہ سمجھ لیتا کہ غیر محرم ان کپڑوں کے علاوہ کپڑوں کو نہیں پہن سکتا۔

(۴) آپ نے اس جواب سے یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ دراصل سائل کو چاہیے تھا کہ وہ یہ پوچھتا کہ محرم کون سا لباس نہیں پہن سکتا اور اس کے لیے کون سا لباس پہننا حرام ہے کیونکہ حرام سے بچنا زیادہ اہم ہے' باقی رہا جواز تو اس کا جاننا زیادہ اہم نہیں ہے' کیونکہ وہ قیاس سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن جزوی ملبوسات کو پہننے سے منع فرمایا ہے' وہ اپنے ضمن میں کلیات کے حامل ہیں' مثلاً آپ نے قمیص اور شلوار

کو پہننے سے منع فرمایا' اس سے یہ کلیہ نکلتا ہے کہ محرم کے لیے سلا ہوا کوئی کپڑا پہننا جائز نہیں ہے' شلوار کے لفظ سے اس پر متنبہ فرمایا کہ شرم گاہ کو چھپانے کے لیے کوئی سلا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں' عمامہ اور ٹوپی کے لفظ سے اس پر متنبہ فرمایا کہ احرام میں سر کو ڈھانپنا جائز نہیں' خواہ سلے ہوئے کپڑے سے' خواہ اَن سلے کپڑے سے اور موزوں کے ذکر سے پیروں کو ڈھانپنے کی حدود کا ذکر فرمایا اور زعفران اور ورس کے ذکر سے یہ بتایا کہ محرم کے لیے کسی قسم کی خوشبو لگانا جائز نہیں اور آپ نے مذکر کے صیغے ذکر فرمائے' اس میں یہ تنبیہ فرمائی کہ لباس کے یہ احکام خصوصاً مردوں کے لیے ہیں' عورت کے لیے اپنے تمام جسم کو چھپانا جائز ہے' خواہ لباس سلا ہوا ہو یا ان سلا البتہ اس کے لیے منہ کو ڈھانپنا حرام ہے۔

(۶) احرام میں آپ نے جس قسم کے لباس سے منع فرمایا ہے' اس میں یہ حکمت ہے کہ محرم کو خوش نما لباس سے احتراز کرنا چاہیے اور سادہ لباس میں رہنا چاہیے' ممنوع کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے اور عبادت میں دل لگانا چاہیے اور کفن کے مشابہ لباس پہنے' تا کہ اس کو موت اور آخرت کی یاد آتی رہے اور خوشبو سے منع کرنے کی حکمت یہ ہے' تا کہ وہ دنیا کی زینت اور دنیا کی مرغوبات سے دور رہے۔

موزوں کو نیچے سے کاٹے بغیر پہننے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں اس شخص کو موزے پہننے کی اجازت دی ہے' جس کو جوتے نہ ملیں' لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے' ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے' اس کے برخلاف امام احمد کا یہ مسلک ہے کہ محرم ٹخنوں کے نیچے سے موزوں کو کاٹے بغیر بھی ان کو پہن سکتا ہے' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس محرم کو تہ بند نہ ملے' وہ شلوار پہن لے اور جس کو جوتے نہ ملیں' وہ موزے پہن لے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۴۰' صحیح مسلم: ۱۱۷۸' الرقم المسلسل: ۲۷۴۸' سنن ترمذی: ۸۳۴' سنن نسائی: ۲۶۷۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۱)

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو جوتے نہ ملیں' وہ موزے پہن لے اور جس شخص کو تہ بند نہ ملے' وہ شلوار پہن لے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۷۹' الرقم المسلسل: ۲۷۵۱)

چونکہ ان احادیث میں موزوں کو کاٹنے کی شرط نہیں ہے' اس لیے امام احمد نے کہا ہے کہ موزوں کو کاٹے بغیر بھی پہننا جائز ہے' اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی جس حدیث میں موزوں کو کاٹنے کا حکم دیا ہے' وہ ان احادیث سے منسوخ ہے اور ان کا زعم یہ ہے کہ موزوں کو کاٹنا مال کو ضائع کرنا ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹے بغیر ان کا پہننا جائز نہیں ہے' اور حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی احادیث جو مطلق ہیں' ان کو ان احادیث پر محمول کرنا واجب ہے' جن میں موزوں کو کاٹنے کا حکم دیا ہے' کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جاتا ہے اور ثقہ راوی کی حدیث میں جو الفاظ زائد ہوں' ان کو قبول کر لیا جاتا ہے' اور ان کا موزوں کے کاٹنے کو مال کا ضائع کرنا قرار دینا صحیح نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ کے حکم کی تعمیل میں جو کام کیا جائے' اس کو تضییع مال کہنا جائز نہیں ہے۔

امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جس نے ضرورت کی بناء پر موزے پہنے' اس پر فدیہ واجب نہیں ہے کیونکہ اگر اس پر فدیہ

Marfat.com

واجب ہوتا تو رسول اللہ ﷺ بتا دیتے' اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: اس پر فدیہ واجب ہے' جیسے اس محرم پر فدیہ واجب ہوتا ہے' جو سر میں جوؤں کے عذر کی وجہ سے سر منڈائے۔

حضرت جابر اور حضرت ابن عباس کی حدیثوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ جس کو تہ بند نہ ملے' وہ شلوار پہن سکتا ہے' امام شافعی اور جمہور کا یہی مسلک ہے' البتہ امام مالک اس کو منع کرتے ہیں کیونکہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ عذر کی حالت میں محرم شلوار پہن سکتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم ج ۵ ص ۳۱۶۷۔۳۱۶۷ ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ جس محرم کو تہ بند نہ ملے' وہ شلوار پہن سکتا ہے' لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس شخص کو فدیہ دینا ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۳۸)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۶۸۷۔ ج ۳ ص ۲۳۷ پر ہے' اس کی شرح میں مذاہب اربعہ میں احرام کی کیفیت کا بیان ہے۔

''کتاب العلم'' کا اختتام

صحیح البخاری: ۱۳۴ پر ''کتاب العلم'' ختم ہوگئی' ''کتاب العلم'' میں ۱۰۲' احادیث اور ۱۸' متابعات اور تعلیقات وغیرہ ہیں اور اس میں ۱۶ مکرر احادیث ہیں اور ان میں ۱۶' احادیث ایسی ہیں' جن کو امام مسلم نے روایت نہیں کیا اور اس میں ۲۲ صحابہ کے آثار ہیں۔

ابن رشد نے کہا ہے کہ امام بخاری نے ''کتاب العلم'' کو اس باب پر ختم کیا ہے: ''باب من اجاب السائل باکثر مما سئل عنه'' جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جواب دیئے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ امام بخاری خیر خواہی کے جذبہ اور نیت صحیحہ پر اعتماد کرتے ہوئے انتہا پر پہنچ گئے ہیں اور اس سے کچھ پہلے انہوں نے یہ باب ذکر کیا تھا: ''من خص بالعلم قوما دون قوم کراهية ان لا يفهموا'' جس نے علم کی بات کسی ایک قوم کو بتائی' نہ کہ دوسروں کو ان کی ناسمجھی کو ناپسند کرتے ہوئے' تو امام بخاری نے بھی ایسا کیا ہے اور بعض مقامات پر اس وجہ سے ان احادیث کو روایت نہیں کیا' جو ان کے نزدیک صحیح الاسناد تھیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۷۷ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

آج ۷ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ/ ۶ مئی ۲۰۰۶ء بہ روز ہفتہ ''صحیح البخاری'' کی ''کتاب العلم'' کی شرح مکمل ہوگئی۔ الحمدلله حمدا كثيرا طيباً مباركا فيه كما يحب ربنا و يرضى. الٰہ العلمین! ''صحیح البخاری'' کی باقی کتب کی شرح بھی مکمل فرمادے!

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليمO ربنا واجعلنا مسلمين لك وتب علينا انك انت التواب الرحيمO

Marfat.com

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

٤- كِتَابُ الْوُضُوْءِ [اَلطَّهَارَةِ]

وضوء کا بیان

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی کتاب کو ''باب الوحی'' سے شروع کیا' پھر ''کتاب الایمان'' کو ذکر کیا' اس کے بعد ''کتاب العلم'' کو ذکر کیا اور اب اس کے بعد ''کتاب الوضوء'' کو ذکر کیا' صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں ''کتاب الوضوء'' کے بجائے ''کتاب الطهارة'' لکھا ہوا ہے۔ کیونکہ طہارت زیادہ اعم لفظ ہے وضو' غسل اور تیمم سب کو شامل ہے اور طہارت کا معنی نجاست کو زائل کرنا ہے' خواہ نجاست حقیقی اور حسی ہو یا حکمی ہو' اس لیے ''کتاب الوضوء'' کے بجائے ''کتاب الطهارة'' زیادہ موزوں لفظ ہے۔

''وضوء'' کا لغوی اور شرعی معنی

''الوضوء'' ''الوضاءة'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی حسن اور صفائی ہے' اگر یہ لفظ ''وَضوء'' ہو تو اس کا معنی وہ پانی ہے' جس سے وضوء کیا جائے' اور اگر یہ لفظ ''وُضوء'' ہو تو اس کا معنی وضوء کرنے کا فعل ہے' ''طَهور'' اور ''طُهور'' کے بھی اسی طرح دو معنی ہیں' ''وضوء'' کا شرعی معنی عنقریب وضوء کی احادیث سے معلوم ہو جائے گا اور اس آیت (المائدہ:٦) سے جس کو امام بخاری باب:ا کے عنوان میں ذکر کر رہے ہیں۔

١- بَابُ مَاجَاءَ فِي الْوُضُوْءِ

وضوء کے متعلق جو احادیث وارد ہیں

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدہ:٦).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''جب تم نماز کے قیام (کا ارادہ کرو) تو تم اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوؤO'' (المائدہ:٦)۔

''صلوٰۃ'' کا لغوی اور شرعی معنی

امام بخاری نے ''کتاب الوضوء'' کو اس آیت سے اس لیے شروع کیا ہے کہ وضوء کے مسائل کو مستنبط کرنے میں اصل یہ آیت ہے اور قرآن مجید کی آیت سے افتتاح کر کے تبرک حاصل کرنا بھی مقصود ہے۔

اس آیت میں ''صلوٰۃ'' کا لفظ ہے' یہ لفظ ''صلا'' سے بنا ہے' جس کا معنی وہ ہڈی ہے' جس پر دو کولہے ہیں' کیونکہ نماز کے رکوع اور سجود میں نمازی کے دونوں کولہے ہلتے ہیں' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''صلوٰۃ'' کا معنی دعا ہے اور نماز کے آخر میں دعا ہوتی ہے' اس لیے اس کو ''صلوٰۃ'' کہتے ہیں اور ''صلوٰۃ'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کو بھی کہتے ہیں اور نماز کے آخری تشہد میں آپ پر درود

Marfat.com

پڑھا جاتا ہے اس لیے نماز کو "صلوٰۃ" کہتے ہیں اور "صلوٰۃ" کا شرعی معنی عبادت کے افعال مخصوصہ اور اذکار معلومہ ہیں' اس آیت میں چہروں کو دھونے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونے اور سروں پر مسح کرنے کا حکم ہے' مسح کا معنی ہے: گیلا ہاتھ پھیرنا اور اس آیت میں ٹخنوں تک پیروں کو دھونے کا حکم ہے' "الکعبین" کا معنی ٹخنے ہیں' جس کی تفصیل اور تحقیق البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے اور یہی وضوء کا شرعی معنی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آیت وضوء سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قیام کے بعد وضوء کیا جائے

بہ ظاہر اس آیت کا معنی ہے: جب تم نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو وضوء کرو' جب کہ نماز میں قیام سے پہلے وضوء کیا جاتا ہے' اس لیے یہاں پر مراد یہ ہے کہ جب تم نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو وضوء کرو' اس پر پھر اعتراض ہوگا کہ اگر نمازی نے پہلے سے وضوء کیا ہو تو کیا پھر بھی اس پر وضوء کرنا واجب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مراد ہے: جب تم بے وضوء ہو اور نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو پھر وضوء کرو۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O (النحل: ۹۸)

پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو O

بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم قرآن پڑھ چکو تو پھر "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھو' حالانکہ تعوذ کو قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے پڑھنا چاہیے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ جب تم قرآن کریم پڑھنے کا ارادہ کرو تو پھر تعوذ پڑھو۔

اس اعتراض کا جواب کہ وضوء کا معروف اور مسنون طریقہ آیت وضوء کے خلاف ہے

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں پہلے چہروں کو دھونے کا حکم ہے' حالانکہ وضوء کا معروف اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ دھوئے جائیں' پھر کلی کی جائے' پھر ناک میں پانی ڈالا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ پاک پانی سے وضوء کیا جائے' اور پانی کے پاک ہونے کا تین اوصاف سے پتا چلتا ہے' پانی میں نجاست کا رنگ نہ ہو اور اس میں نجاست کا ذائقہ نہ ہو اور اس میں نجاست کی بُو نہ ہو' جب پانی سے ہاتھ دھوئے تو معلوم ہو گیا' اس میں نجاست کا رنگ نہیں ہے' جب کلی کی تو معلوم ہو گیا کہ اس میں نجاست کا ذائقہ نہیں ہے اور جب ناک میں پانی ڈالا تو معلوم ہو گیا کہ اس میں نجاست کی بو نہیں ہے اور جب پانی کے اوصاف ثلاثہ سے اس کی طہارت کا یقین حاصل ہو گیا تو پھر وضوء کرنا شروع کر دیا۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ وَ بَیَّنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ فَرْضَ الْوُضُوْءِ مَرَّۃً مَّرَّۃً وَتَوَضَّاَ اَیْضًا مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ وَثَلَاثًا ثَلَاثًا' وَلَمْ یَزِدْ عَلٰی ثَلَاثٍ' وَکَرِہَ اَھْلُ الْعِلْمِ الْاِسْرَافَ فِیْہِ وَاَنْ یُّجَاوِزُوْا فِعْلَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

امام ابوعبداللہ نے کہا: اور نبی ﷺ نے یہ بیان کیا ہے کہ وضوء کا فرض ایک ایک بار دھونا ہے اور آپ نے دو' دو بار بھی دھویا ہے اور تین' تین بار بھی اور تین بار سے زیادہ نہیں دھویا' اور اہل علم نے وضوء میں اسراف کو مکروہ کہا ہے اور نبی ﷺ کے فعل سے تجاوز کرنے کو بھی مکروہ کہا ہے۔

یہاں امام بخاری نے ایک ایک بار' دو دو بار اور تین تین بار دھونے کے متعلق احادیث معلقہ ذکر کی ہیں' اس کے بعد ان کے متعلق احادیث موصولہ بھی ذکر کی ہیں' البخاری: ۱۵۷ میں ایک ایک بار دھونے کی حدیث ہے' البخاری: ۱۵۸ میں دو دو بار دھونے کی حدیث ہے اور البخاری: ۱۵۹ میں تین تین بار دھونے کی حدیث ہے۔

Marfat.com

"وضو" میں اسراف کرنے کو امام بخاری نے مکروہ کہا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی نہیں ہے امام احمد نے تین بار سے زیادہ دھونے کو ناجائز کہا ہے اور ابن المبارک نے کہا: مجھے خطرہ ہے کہ وہ شخص گناہ گار ہوگا۔

اعضاءِ وضوء کو تین تین بار سے زیادہ دھونے کی کراہت کی دلیل

تین بار سے زیادہ دھونا اس حدیث کی وجہ سے مکروہ ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو) سے اپنے دادا (عمرو بن العاص) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! وضوء کس طرح ہوتا ہے آپ نے ایک پانی کا برتن منگایا پھر اس میں سے پانی لے کر تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو دھویا پھر تین مرتبہ اپنے چہرے کو دھویا پھر تین مرتبہ اپنی کلائیوں کو دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر شہادت کی دو انگلیوں کو اپنے کانوں میں داخل کیا پھر اپنے انگوٹھوں سے اپنی کانوں کے ظاہر پر مسح کیا اور شہادت کی دو انگلیوں سے کانوں کے باطن پر مسح کیا پھر اپنے دونوں پیروں کو تین تین بار دھویا پھر فرمایا: اس طرح وضوء ہوتا ہے جس نے اس پر زیادتی کی یا اس سے کمی کی تو اس نے برا کام کیا اور ظلم کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۵ سنن نسائی: ۱۴۰ سنن ابن ماجہ: ۴۲۲ مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۰)

آپ نے تین دفعہ سے کم دھونے یا تین دفعہ سے زیادہ دھونے کو جو برا کام اور ظلم فرمایا ہے یہ اس شخص کے لیے ہے جو تین دفعہ دھونے کو صحیح اور سنت نہ سمجھے اور جو شخص تین دفعہ سے کم ایک بار یا دو بار دھوئے اور اس کی یہ نیت ہو کہ آپ نے بھی ایک ایک بار اور دو دو بار دھویا ہے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے اسی طرح جو شخص اپنا شک دور کرنے کے لیے یا زیادہ صفائی حاصل کرنے کے لیے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے تین تین بار سے زیادہ دھوئے وہ بھی اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۳۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ ھ)

٢- بَابٌ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ — بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی

اس عنوان میں طہارت سے مراد عام ہے جو غسل اور وضوء دونوں کو شامل ہے اس باب کو بعد کے ابواب پر اس لیے مقدم کیا ہے کہ یہ کتاب وضوء اور غسل کے احکام میں ہے اور نماز ان میں سے کسی ایک کے بغیر مقبول نہیں ہوتی۔ اس عنوان کی صحت پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۴ الرقم المسلسل: ۵۲۴ سنن ترمذی: ۱ سنن ابن ماجہ: ۲۷۲ مسند احمد ج ۲ ص ۱۹)

۱۳۵- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّاَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ مَا الْحَدَثُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ فُسَاءٌ اَوْ ضُرَاطٌ. [طرف الحدیث: ۶۹۵۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ بے شک انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے وضوء توڑ دیا اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک کہ وہ وضوء نہ کر لے حضر موت کے ایک شخص نے کہا: اے ابو ہریرہ! حدث کیا ہے؟ انہوں نے کہا: بغیر آواز کے ہوا کا خارج ہونا یا آواز سے ہوا کا خارج ہونا۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۲۲۵ ' الرقم المسلسل: ۵۲۶ ' سنن ابوداؤد: ۶۰ ' سنن ترمذی: ۷۶ ' سنن ابن ماجہ: ۵۱۵ ' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷ ' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۱۷-۲۲۰ ' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۰ طبع قدیم ' مسند احمد: ۹۳۱۳ ـ ج ۱۵ ص ۱۸۰ ' مؤسسۃ الرسالۃ ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کلیۃً مطابقت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان عام ہے: طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور حدیث خاص ہے کہ وضوء کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے اور ان کی احادیث کو ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے' ماسوا اسحٰق بن راھویہ کے' کیونکہ امام ابن ماجہ نے ان کی احادیث کو روایت نہیں کیا' اسحاق بن ابراہیم الحنظلی' اسحاق بن راھویہ کے نام سے مشہور ہیں اور عبد الرزاق بن ہمام ہیں اور معمر بن راشد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۷۰)

''اَحْدَثَ' حَضَرَمَوْت' فُسَاءٌ'' اور ''ضُرَاطٌ'' کے معانی

اس حدیث میں ''احدث'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس شخص نے اپنا وضوء توڑ دیا۔

''حضرموت'' یہ یمن کے ایک شہر یا اس کے ایک قبیلہ کا نام ہے' یہ اصل میں دو نام تھے' جن کو ملا کر ایک نام بنا دیا گیا۔

''فساء او ضراط'' یہ دونوں اس معنی میں مشترک ہیں کہ جو ہوا دبر سے خارج ہو' اگر وہ ہوا بغیر آواز کے ہو تو اس کو ''فساء'' کہتے ہیں اور اگر وہ ہوا آواز کے ساتھ خارج ہو تو اس کو ''ضراط'' کہتے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوہریرہ نے صرف ہوا خارج ہونے کو وضوء ٹوٹنے کا سبب بیان کیا ہے' حالانکہ وضوء ٹوٹنے کے اور بھی اسباب ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے وضوء ٹوٹنے کے صرف دو سبب بیان کیے ہیں' حالانکہ وضوء ٹوٹنے کے اور بھی اسباب ہیں: پیشاب اور پاخانہ کرنے' مذی اور ودی کے نکلنے' مباشرت کرنے' ٹیک لگا کر سونے اور خون نکلنے سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے اور مسِ ذکر سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے وضوء ٹوٹنے کا وہ سبب بیان کیا ہے' جو سبب غالب ہے اور جس کا اکثر وقوع ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نمازِ جنازہ' نمازِ عید اور سجدۂ تلاوت کے لیے وضوء کرنے کا وجوب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس نے وضوء توڑ دیا' اس کی نماز قبول نہیں ہوگی' حتیٰ کہ وہ وضوء کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام نمازوں کے لیے وضوء کرنا ضروری ہے اور اس میں نمازِ جنازہ اور نمازِ عیدین وغیرہما داخل ہیں' شعبی اور محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ نمازِ جنازہ بغیر وضوء کے پڑھنا جائز ہے' ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ ان کا یہ قول اس باب کی حدیث اور اجماع کے خلاف ہے' فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے عمداً بغیر عذر کے بے وضوء نماز پڑھی تو وہ گنہ گار ہوگا' کافر نہیں ہوگا اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا' کیونکہ اس نے نماز کو کھیل بنا لیا۔

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ سجدۂ تلاوت نماز نہیں ہے' اس لیے بغیر وضوء کے سجدۂ تلاوت کرنا جائز ہے' اسی طرح جنبی اور حائض کے لیے بھی سجدۂ تلاوت ادا کرنا جائز ہے اور اس میں قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی شرط نہیں

ہے۔(المحلی بالآثار ج ۱ ص ۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

اسی طرح مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ نے بھی لکھا ہے:

سجدۂ تلاوت کی احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ سجدۂ تلاوت کرنے والے کو باوضوء ہونا چاہیے۔(نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۸۰ دار الوفاء ۱۴۲۱ھ)

ہمارے نزدیک یہ دونوں قول باطل ہیں، سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے لیے بھی باوضوء ہونا ضروری ہے، حدیث میں ہے:

عن ابن عمر لا یسجد الرجل الا وھو طاھر. حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ کوئی شخص بغیر وضوء کے سجدہ نہ کرے۔ (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۲۵ مطبوعہ ملتان)

امام ابن ابی شیبہ نے حماد اور سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ جب جنبی شخص آیت سجدہ کو سنے تو غسل کرے، اس کے بعد سجدہ کرے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

* اس مسئلہ کو ہم نے زیادہ تفصیل اور تحقیق سے تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۶۹۶-۶۹۴ الواقعہ: ۷۹ میں لکھا ہے۔

نماز کے دوران از خود وضوء ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کر سکتا ہے یا نہیں؟

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضوء ٹوٹنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، خواہ وضوء ٹوٹنا اختیاری ہو یا اضطراری۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۸۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

دراصل علامہ ابن حجر نے یہ فقہاء احناف پر تعریض کی ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر نماز میں انسان کا وضوء از خود بلا قصد ٹوٹ گیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی، وہ دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بنا کر سکتا ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کا نماز میں وضوء ٹوٹ جائے، وہ واپس جائے، اگر امام ہے تو کسی کو خلیفہ بنا دے اور وضوء کرے اور اسی نماز پر بناء کرے اور قیاس یہ ہے کہ دوبارہ نماز پڑھے اور یہی امام شافعی کا قول ہے کیونکہ وضوء ٹوٹنا نماز کے منافی ہے اور وضوء کے لیے چل کر جانا اور قبلہ سے منحرف ہونا، نماز کو فاسد کر دیتے ہیں، لہٰذا یہ عمداً وضوء توڑنے کے مشابہ ہو گیا۔(ہدایہ اولین ص ۱۲۸ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

ہمارا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو (نماز میں) قے آ جائے یا نکسیر آ جائے یا مذی نکل آئے تو وہ واپس جائے اور وضوء کرے، پھر اس کی جو نماز گزر چکی ہے، اس نماز پر بناء کرے اور وہ اس درمیان میں بات نہ کرے۔(سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۱ سنن دار قطنی: ۵۵۴ کامل ابن عدی ج ۱ ص ۲۹۶)

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں قے آ جائے یا تھوڑی سی قے ہو تو وہ لوٹ جائے اور وضوء کرے اور اپنی نماز پر بناء کرے جب تک اس نے کلام نہ کیا ہو۔

(سنن دار قطنی: ۵۵۵ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۴۲ سنن دار قطنی: ۵۶۰)

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو قے آ جائے یا تھوڑی سی قے یا اس کی مذی نکل آئے اور وہ نماز میں ہو تو وہ واپس جائے اور وضوء کرے، پھر واپس آ کر اپنی نماز پر بناء کرے، جب تک اس نے

Marfat.com

کلام نہ کیا ہو۔ (سنن دار قطنی: ۵۶۱ 'سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۴۳-۱۴۲)

ان احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ جس شخص نے نماز میں وضوء ٹوٹنے کے بعد دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کی ہے' اس کا یہ عمل اس باب کی حدیث کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس نے بہر حال وضوء کر کے نماز پڑھی ہے' اگر چہ قیاس یہ ہے کہ وہ از سر نو نماز پڑھے اور اس مسئلہ میں حدیث بھی وارد ہے' اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت علی بن طلق الحنفی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی نماز میں ہوا خارج ہو جائے تو وہ لوٹ جائے' پھر وضوء کرے اور اپنی نماز کو دہرائے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۰۵ 'سنن ترمذی: ۱۱۶۴ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۵۵ 'شرح السنۃ: ۷۵۳ 'صحیح ابن حبان: ۲۲۳۷ 'سنن دار قطنی: ۵۵۳ 'مسند احمد ج ۱ ص ۸۶)

ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کا جواز

قرآن مجید میں ہے: جب تم میں سے کوئی نماز میں قیام کا ارادہ کرے تو اپنے چہروں کو دھوئے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے (الخ) یعنی مکمل وضوء کرے۔ آیا ہر نماز کے لیے اس پر وضوء کرنا ضروری ہے یا ایک نماز سے کئی نمازیں پڑھ سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک وضوء سے کئی نمازیں پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح کیا' حضرت عمر نے کہا: آج آپ نے وہ کام کیا ہے' جو اس سے پہلے آپ نہیں کرتے تھے' آپ نے فرمایا: اے عمر! میں نے عمداً یہ کام کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۷۷ 'الرقم المسلسل: ۶۳۰ 'سنن ابوداؤد: ۱۷۲ 'سنن ترمذی: ۶۱ 'سنن نسائی: ۱۳۳ 'سنن ابن ماجہ: ۵۱۰)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۴۵-ج ۱ ص ۸۶۳ پر مذکور ہے اور اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:
(۱) موجب طہارت کی تحقیق (۲) فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء شافعیہ کے اقوال (۳) فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء احناف کا نظریہ (۴) بلا طہارت نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دینے کی تحقیق (۵) فاسقوں کے لیے زجراً دعا نہ کی جائے (۶) مال حرام سے استبراء کا طریقہ۔

۳- بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ وَالْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ

وضوء کی فضیلت اور آثارِ وضوء سے جن مسلمانوں کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور چمک دار ہوں گے

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ وضوء کرنے کی وجہ سے وضوء کرنے والے مسلمانوں کو دوسروں پر فضیلت دی جائے گی اور اس باب کی پہلے باب سے مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں یہ بتایا تھا کہ وضوء کے بغیر نماز جائز نہیں ہے اور اس باب میں وضوء کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

۱۳۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ خَالِدٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي هِلَالٍ' عَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ قَالَ رَقِيْتُ مَعَ اَبِي هُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ' فَقَالَ اِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' از خالد از سعید بن ابی ہلال از نعیم المجمر' انہوں نے کہا: میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا' حضرت ابوہریرہ نے وضوء

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ. (صحیح مسلم:۲۴۶ 'الرقم المسلسل:۵۶۸' سنن ابن ماجہ:۴۲۸۲ 'سنن نسائی:۱۵۰' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۴۳ 'صحیح ابن خزیمہ:۱۰۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۴ طبع قدیم' مسند احمد:۸۴۱۳۔ ج ۱۴ ص ۱۳۶ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کیا' پھر کہا: بے شک میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک میری امت کو وضوء کے آثار کی وجہ سے قیامت کے دن "غُرِّمُحجّل" (جن کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور روشن ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا' پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو طول دینا چاہے' سو وہ ایسا کرے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی آثارِ وضوء سے غرمحجل ہونے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن بکیر (۲) لیث بن سعد مصری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) خالد بن یزید البربری' فقیہ' مفتی تابعی ہیں' ثقہ ہیں' ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) سعید بن ابی ہلال اللیثی' یہ مصر میں پیدا ہوئے اور مدینہ میں پرورش پائی' پھر ہشام کی خلافت میں دوبارہ مصر لوٹ آئے اور ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے (۵) نعیم بن عبد اللہ المجمر' یہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے ان کے بیٹے محمد اور امام مالک روایت کرتے ہیں' امام ابوحاتم اور دوسروں نے ان کی توثیق کی ہے' یہ بیس سال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں رہے ہیں' المجمر ان کے والد کی صفت ہے' اس کا معنی ہے: لوبان کی دھونی دینے والا' یہ مسجد میں لوبان کو سلگا کر اس کی خوشبو پھیلاتے تھے' صحابہ میں بھی نعیم بن عبد اللہ النمام نام کے لوگ تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۷۴)

"غرمحجل" کا معنی

اس حدیث میں "غُرّمحجل" کا لفظ ہے۔ "غُرَّۃ" اس گھوڑے کو کہتے ہیں' جس کا ماتھا سفید ہو اور "مُحجَّل" اس گھوڑے کو کہتے ہیں' جس کے تین پیر سفید ہوں' قیامت کے دن وضوء کرنے والے مسلمانوں کے آثارِ وضوء سے ان کے چہرے اور ان کے ہاتھ پیر سفید ہوں گے۔

امت دعوت اور امت اجابت

اس میں آپ نے فرمایا ہے: میری امت غرمحجل ہوگی' آپ کی امت کی دو قسمیں ہیں: امت دعوت اور امت اجابت' امت اجابت وہ لوگ ہیں' جو آپ پر ایمان لائے اور امت دعوت وہ لوگ جن کو آپ نے اسلام کی دعوت دی اور وہ آپ پر ایمان نہیں لائے' یہاں اُمت اجابت کی فضیلت مراد ہے۔

آثارِ وضوء سے چہرے' ہاتھوں اور پاؤں کا سفید ہونا' اس امت کی خصوصیت ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابومحمد اصیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ وضوء کرنا آپ کی امت کی خصوصیت ہے' دوسری امتیں وضوء نہیں کرتی تھیں۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۱۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کے نزدیک آپ کی امت کی خصوصیت آثارِ وضوء سے غرمحجل ہونا ہے' وضوء کرنا آپ کی امت کی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ پہلی امتیں بھی وضوء کرتی تھیں:

حضرت سارہ کو جب ایک کافر بادشاہ نے گرفتار کر لیا اور وہ بُری نیت سے ان کی طرف کھڑا ہوا تو انہوں نے کھڑے ہو کر وضوء

Marfat.com

کیا اور نماز پڑھی اور یہ دعا کی: اے اللہ! بے شک میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے علاوہ اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے' سو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کر' پھر اس کافر کا پیر زمین میں دھنس گیا۔

(صحیح البخاری: ٢٢١٧' صحیح مسلم ٢٣٧١' مسند احمد ج ٢ ص ٤٠٣)

بنی اسرائیل کا ایک عابد تھا جُریج' اس کو اس کی ماں نے نماز میں آواز دی' وہ سوچنے لگا: ایک طرف ماں بلا رہی ہے' دوسری طرف نماز ہے' وہ نماز میں مشغول رہا۔ ماں نے تین دفعہ آواز دی' وہ نہیں گیا تو ماں نے اس کو بددعا دی: اے اللہ! یہ اس وقت تک نہ مرے جب تک کہ فاحشہ عورت کے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے' ایک چرواہی نے جریج کو دعوتِ گناہ دی' اس نے انکار کیا' اس نے کسی چرواہے سے اپنی خواہش پوری کر لی اور اس کے ہاں ناجائز بچہ پیدا ہو گیا اور اس نے جُریج پر اس کا الزام لگا دیا' لوگوں نے جریج کو مارا اور اس کا گرجا منہدم کر دیا' جُریج نے وضوء کیا اور نماز پڑھی' پھر اس نوزائیدہ بچے سے کہا: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نومولود بچے نے کہا: میرا باپ چرواہا ہے۔ (صحیح البخاری: ٢٤٨٢' صحیح مسلم: ٢٥٥٠)

ہاتھوں کو کہنیوں سے اوپر اور پیروں کو ٹخنوں سے اوپر دھونے کی ممانعت پر علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض کے دلائل

اس حدیث میں ہے: پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو طول دینا چاہے' وہ ایسا کرے۔

علامہ ابن بطال مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ نے حدیث کے اس جملہ کی یہ تاویل کی ہے کہ وضوء کی حد سے زیادہ وضوء کرنا چاہیے' پس وہ آدھی پنڈلیوں تک وضوء کرتے تھے اور آدھے بازو تک وضوء کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میری سفیدی طویل ہو جائے اور اس فعل میں حضرت ابو ہریرہ کی کسی نے موافقت نہیں کی اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وضوء میں اللہ اور رسول کی معین کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضیلت کے حصول میں تمام لوگوں پر سبقت کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ رغبت کرنے والے تھے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے' آپ نے کبھی وضوء کی حدود سے تجاوز نہیں کیا۔

اور حضرت ابو ہریرہ کے خلاف اس آیت میں دلیل ہے:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ. (الطلاق:١) اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے' اپنے دادا سے یہ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وضوء کے متعلق سوال کیا تو آپ نے پانی کا برتن منگایا اور تین تین مرتبہ وضوء کیا اور فرمایا: اسی طرح وضوء کرنا چاہیے جس نے اس سے زیادہ بار وضوء کیا' اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔ (سنن ابوداؤد: ١٣٥' سنن نسائی: ١٤٠' سنن ابن ماجہ: ٤٢٢' مسند احمد ج ٢ ص ١٨٠)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے: تم میں سے جو شخص طاقت رکھتا ہو وہ اپنی سفیدی کو لمبا کرے' اس کا محمل یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص ہر نماز کے لیے دائماً وضوء کر سکتا ہو تو وہ ایسا کرے کیونکہ اس سے غرہ لمبا ہوتا ہے یعنی اس کا نور قوی ہوتا ہے اور اس کی رونق دگنی چوگنی ہوتی ہے' پس غرہ قیامت کے دن چہرے کے نور سے کنایہ ہے اور طول اور دوام کا معنی متقارب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٢١٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ٥٤٤ھ نے بھی وضوء کو لمبا کرنے کی ممانعت پر یہی دلائل دیے ہیں۔

Marfat.com

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۴ ' دارالوفاء بیروت ' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض کے دلائل پر علامہ نووی شافعی اور علامہ عینی کا تبصرہ

علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی اور قاضی عیاض مالکی نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ کہنیوں اور ٹخنوں سے اوپر دھونا مستحب نہیں ہے' سوان کا یہ دعویٰ باطل ہے اوران کا یہ دعویٰ کیسے صحیح ہوسکتا ہے جب کہ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اور اگر کوئی مخالف اس کی مخالفت کرے تو اس کو ان دلائل سے رد کردیا جائے گا' اور علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ '' جس نے تین دفعہ سے زیادہ دھویا یا کم دھویا تو اس نے برا کام کیا اور ظلم کیا'' ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد عدد میں زیادتی اور کمی ہے' یعنی تین بار سے زیادہ دھوئے یا تین بار سے کم دھوئے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۸۷ ' مکتبہ نزار مصطفیٰ ' مکہ مکرمہ ' ۱۴۱۷ ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی علامہ ابن بطال پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ فعل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے' جس کو آپ نے نہیں دیکھا؟ فرمایا: وہ وضوء کے آثار سے غر محجل ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰)

پھر علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ وضوء کو کتنی مقدار تک لمبا کرنا مستحب ہے' پس کہا گیا ہے کہ ہاتھوں کو کندھوں تک دھوئے اور پیروں کو گھٹنوں تک دھوئے' ایک قول ہے: نصف بازو اور نصف پنڈلی تک دھوئے اور ایک قول اس سے اوپر تک ہے۔ اسی طرح علامہ ابن بطال کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ سفیدی کو لمبا کرنے کا معنی اس پر دوام کرنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۷۹ ' دارالکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ

علامہ نووی اور علامہ عینی نے علامہ ابن بطال کی اس دلیل کا جواب نہیں دیا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ. (الطلاق:۱) اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا' اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

یعنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے ضروری ہے کہ اسے اس طہر میں طلاق دے' جس میں جماع نہ کیا ہو اور دورانِ عدت اس کو گھر سے نہ نکالے' اگر اس نے بیوی کو زمانہ حیض میں طلاق دی یا اس طہر میں طلاق دی' جس میں جماع کر چکا تھا' یا دورانِ عدت اس کو گھر سے نکال دیا تو اس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا یا اس نے تین طلاقیں دینے کے بعد بھی بیوی کو اپنے اوپر حلال سمجھا' پھر بھی اس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اور اپنی جان پر ظلم کیا۔

سورۂ طلاق کی یہ آیت کہنیوں اور ٹخنوں سے اوپر ہاتھوں اور پیروں کے دھونے پر صادق نہیں آتی' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ ہاتھوں کو دھونے کے لیے کہنیاں حد ہیں' اس کے اوپر نہ دھونا' اور پیروں کو دھونے کے لیے ٹخنے حد ہیں' ان کے اوپر نہ دھونا' بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہنیوں اور ٹخنوں کے اوپر دھونے کی ترغیب دی ہے کہ '' پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو طول دینا چاہے' وہ ایسا کرے''۔

Marfat.com

نیز علامہ ابن بطال نے زیر بحث حدیث کا یہ محمل بتایا ہے کہ ''تم میں سے جو شخص ہر نماز کے لیے دائماً وضوء کر سکتا ہو تو وہ ایسا کرے'' ظاہر ہے' یہ مستحب حکم ہے اور اس محمل کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ جو شخص ہر نماز کے لیے وضوء کر سکتا ہو تو افضل ہے' ورنہ اس کے بغیر بھی درست ہے' حالانکہ وضوء کے بغیر تو نماز جائز ہی نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضوء کرنے والوں کو قیامت کے دن یہ عزت اور کرامت حاصل ہوگی کہ ان کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور روشن ہوں گے۔

(۲) قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اس علامت سے پہچان لیں گے اور جس حدیث میں یہ ہے کہ آپ قیامت کے دن مرتدین کو بھی ''اصیحابی'' (میرے صحابی) فرمائیں گے' اس میں تاویل کرنا واجب ہے کہ آپ بے توجہی سے ایسا فرمائیں گے' یا آپ کا مطلب یہ ہے کہ کیا یہ میرے صحابی ہیں' جن کے چہرے کالے ہیں اور جن کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہے! یعنی یہ میرے صحابی نہیں ہو سکتے' اور یہ استفہام انکاری ہے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چہرے' ہاتھوں اور پیروں کی سفیدی کو لمبا کرنے کے لیے ان کی حدود سے کس قدر زیادہ دھونا مستحب ہے۔

(۴) اس حدیث کی اس پر قطعی دلالت ہے کہ پیروں کو دھونا فرض ہے اور ان پر مسح کرنا کافی نہیں ہے۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آخرت میں ہونے والے مغیبات پر مطلع فرمایا ہے۔

(۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو قیامت کے دن ان خصوصی نعمتوں سے نوازے گا' جو کسی اور امت کو عطا نہیں فرمائیں۔

(۷) اس حدیث میں اس کا بیان ہے کہ مسجد کی چھت پر وضوء کرنا جائز ہے' بعض علماء نے اس کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور بعض نے اس کو بلا کراہت جائز کہا ہے' تاہم مسجد کو تھوک اور ناک کی رطوبت سے منزہ رکھنا چاہیے اور اگر مسجد میں وضوء کرنا پڑے تو وضوء کے غسالہ کے لیے ایک برتن رکھنا چاہیے۔

(۸) بعض علماء نے اس حدیث کے پیش نظر کہا ہے کہ وضوء کرنا اس امت کی خصوصیت ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں حضرت سارہ اور بنی اسرائیل کے عابد جریج کے وضوء کرنے کا بھی ذکر ہے' جیسا کہ اس سے پہلے ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں' علامہ ابن بطال نے اس کے خلاف درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۶)

از زید عمی از معاویہ بن قرہ از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر اس سے ایک ایک بار وضوء کیا' پھر فرمایا: یہ وہ وضوء ہے' جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا' پھر پانی منگا کر دو دو بار وضوء کیا' پھر فرمایا: یہ وہ وضوء ہے جس پر دگنا اجر ملے گا' پھر کچھ دیر کے بعد پانی منگایا اور تین تین بار وضوء کیا' پھر فرمایا: یہ میرا وضوء ہے اور مجھ سے پہلے نبیوں کا وضوء ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۲۰' سنن ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۱' سنن دارقطنی: ۲۵۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۰' المستدرک ج ۱ ص ۵۰' مسند ج ۲ ص ۹۸)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ سے پہلے نبی بھی وضوء کرتے تھے' اس لیے وضوء کرنا آپ کی امت کی خصوصیت نہیں ہے لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے' علامہ بوصیری نے کہا ہے کہ یہ حدیث زید عمی سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہے اور اس کا بیٹا کذاب ہے اور معاویہ بن قرہ کی حضرت عمر سے ملاقات نہیں ہوئی۔ (زوائد ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۷۱)

امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا' جس کو عبدالرحیم بن زید العمی نے اپنے والد سے' انہوں نے معاویہ بن قرہ سے' انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے' جس میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک ایک بار وضوء کر کے فرمایا' الحدیث۔ میرے والد نے کہا: عبدالرحیم بن زید متروک الحدیث ہے' زید العمی ضعیف الحدیث ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی روایت صحیح نہیں ہے' امام ابوزرعہ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میرے نزدیک اس کی سند واہی (ضعیف) ہے اور معاویہ بن قرہ حضرت ابن عمر سے نہیں ملے۔ (علل دار قطنی ج ١ ص ٤٥)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٤٨٧۔ ج ١ ص ٨٩٦ پر ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(١) غرّہ اور تحجیل میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (٢) غرہ اور تحجیل میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (٣) غرہ اور تحجیل میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (٤) غرّہ اور تحجیل میں فقہاء احناف کا نظریہ (٥) حوض سے دور کیے جانے والوں کی تعیین میں مختلف اقوال (٦) بعض مرتدین کو حوض پر اصحابی کہنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کے جوابات (٧) مستقبل کے یقینی امور کے متعلق ان شاء اللہ کہنے کا بیان (٨) بعد میں آنے والے امتیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے کی تحقیق (٩) عوام کے سامنے شرعی رخصتوں پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

٤- بَابُ لَا يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكِّ حَتّٰى يَسْتَيْقِنَ

شک کی وجہ سے وضوء نہ کرے حتیٰ کہ وضوء (ٹوٹنے کا یقین) ہو جائے

فقہاء کی اصطلاح میں شک اس کو کہتے ہیں کہ علم اور جہل کی دونوں جانبیں برابر ہوں اور آدمی کو کسی چیز پر حکم لگانے میں تردد اور توقف ہو اور اس کا کسی طرف میلان نہ ہو' تو پھر یہ شک ہے اور اگر ایک جانب راجح اور دوسری جانب مرجوح ہو تو راجح جانب ظن ہے اور مرجوح جانب وہم ہے' اور جب شک اور وہم دونوں زائل ہو جائیں تو پھر وہ یقین ہے۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں وضوء کے احکام ہیں' باب سابق میں وضوء کی فضیلت کا حکم تھا اور اس باب میں وضوء کا یہ حکم ہے کہ اگر وضوء ٹوٹنے میں شک ہو تو اس سے وضوء کرنا لازم نہیں ہے' حتیٰ کہ وضوء ٹوٹنے کا یقین ہو جائے۔

١٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ شَكَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ الَّذِي يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَا يَنْفَتِلْ أَوْ لَا يَنْصَرِفْ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا. [اطراف الحدیث: ١٧٧۔ ٢٠٥٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب اور از عبّاد بن تمیم از عم خود' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے یہ شکایت کی کہ اس کو نماز میں یہ خیال آتا ہے کہ نماز میں کچھ ہو گیا ہے (ہوا خارج ہو گئی ہے)' آپ نے فرمایا: وہ نماز سے اس وقت تک نہ مڑے' حتیٰ کہ وہ آواز سنے یا اس کو بدبو آئے۔

(صحیح مسلم: ٣٦١' ٣' الرقم المسلسل: ٧٨٢' سنن ابوداؤد: ١٧٦' سنن نسائی: ١٦٠' سنن ابن ماجہ: ٥١٣' سنن ابوداؤد: ١٧٧' سنن ترمذی: ٧٥' سنن دارمی: ٧٢١' صحیح ابن خزیمہ: ٢٨۔ ٢٤' سنن بیہقی ج ١ ص ١١٧۔ ١٦١' مسند احمد ج ٢ ص ٤١٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٥٥۔ ٩٣٤۔ ج ١٥ ص ٢٠٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ وہ اس وقت تک نماز سے نہ

Marfat.com

مڑے حتیٰ کہ وہ آواز سنے یا اس کو بدبو آئے' اس کا مفاد یہ ہے کہ وہ اس وقت تک وضوء نہ کرے' حتیٰ کہ اس کو وضوء ٹوٹنے کا یقین ہو جائے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبداللہ ابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) سعید بن المسیب' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) عباد بن تمیم ابن تمیم بن زید الانصاری المدنی' یہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے غزوۂ خندق یاد ہے' اس وقت میری عمر پانچ سال تھی' لہٰذا ان کو صحابہ میں شمار کرنا چاہیے' لیکن ابن الاثیر وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ تابعی ہیں' صحابی نہیں ہیں اور یہی مشہور ہے' جس قول کے مطابق یہ صحابی ہیں' تو صحابہ میں ان کے سوا اور کسی کا نام عباد بن تمیم نہیں ہے (۶) عباد بن تمیم کے چچا' ان کا نام حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم الانصاری رضی اللہ عنہ ہے' ان کے ماں باپ صحابی ہیں اور ان کے بھائی حبیب بن زید وہ شخص ہیں' جن کو مسیلمہ کذاب نے قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا' حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا' حضرت عبداللہ بن زید نے ۴۸ احادیث کو روایت کیا ہے' جن میں سے ۸ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' اس نام کے ایک اور صحابی ہیں: حضرت عبداللہ بن زید' جنہوں نے خواب میں اذان کے کلمات سنے تھے' ان کی صرف ایک حدیث مشہور ہے' جو اذان کی حدیث ہے' امام ترمذی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے' لیکن انہوں نے اس کے علاوہ بھی دو حدیثیں روایت کی ہیں' حضرت عبداللہ بن زید جو اس حدیث کے راوی ہیں' وہ ستر سال کی عمر میں واقعۂ حرہ میں قتل کر دیے گئے تھے' واقعۂ حرہ ۶۳ھ کے آخر میں ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۸۱۔۳۸۰)

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچھ محسوس کرے اور اس کو یہ اشکال ہو کہ اس سے کوئی چیز نکلی ہے یا نہیں؟ تو وہ مسجد سے نہ نکلے حتیٰ کہ وہ آواز سنے یا بدبو محسوس کرے۔

(صحیح مسلم: ۳۶۲' الرقم المسلسل: ۷۸۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۷)

سہیل بن ابی صالح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وضوء صرف آواز سے واجب ہوتا ہے یا بدبو سے۔ (سنن ترمذی: ۷۴' سنن ابن ماجہ: ۵۱۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آئے اور کہے: تمہارا وضوء ٹوٹ گیا تو تم (دل میں) کہو: تو نے جھوٹ بولا' سوا اس کے کہ اس کو ناک میں بدبو آئے یا وہ اپنے کان سے آواز سنے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۱۳۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲' ص ۵۴۔۵۱۔۵۰)

اگر وضوء میں شک ہو جائے تو وضوء کرنے یا نہ کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ شک یقین کو زائل نہیں کرتا اور یقین کے بعد اگر شک ہو جائے تو اس کو لغو قرار دیا جائے گا' اور اس میں اختلاف بھی ہے' ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جس کو طہارت کے یقین کے بعد وضوء ٹوٹنے کا شک ہو جائے' اس پر وضوء کرنا واجب ہے اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اس کے لیے وضوء کرنا مستحب ہے اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اس پر وضوء نہیں ہے۔

Marfat.com

ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنے یقین پر بنا کرے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا وضوء ہے، اسی طرح وہ بے وضوء ہونے اور باوضوء ہونے میں یقین پر بنا کرے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نماز سے نہ مڑے حتی کہ آواز سن لے یا بدبو محسوس کرے، اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس کو پہلی بار یہ معاملہ پیش آیا ہو یا وہ اس کا عادی ہو، انہوں نے کہا ہے کہ اصول یقین پر مبنی ہوتے ہیں، اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو اپنی نماز میں شک ہو جائے اور اس کو معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار رکعات پڑھی ہیں تو وہ اپنے شک کو چھوڑ دے اور ان رکعات پر بنا کرے جو یقینی ہیں، پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سہو کے سجدے کرے۔ (الحدیث)

(صحیح مسلم: ۵۷۱، الرقم المسلسل: ۱۲۴۹، سنن ابوداؤد: ۱۰۲۴_۱۰۲۶_۱۰۲۷، سنن نسائی: ۱۲۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۰)

اسی طرح اگر اس کو شک ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے یا نہیں؟ تو اس کو طلاق دینا لازم نہیں ہے کیونکہ اس کو اپنے نکاح کا یقین ہے، اسی طرح اگر اس کو شک ہو گیا کہ اس کے کپڑے یا بدن پر نجاست لگی ہے یا نہیں؟ تو چونکہ اس کو پہلے طہارت کا یقین تھا وہ اس طہارت پر بناء کرے۔

مصنف کے نزدیک لانڈری اور ڈرائی کلینرز میں دیئے ہوئے کپڑوں کا بھی یہی حکم ہے، اگر وہ ناپاک کپڑے دیئے تھے تو وہ دھل کر آنے کے بعد بھی ناپاک ہیں کیونکہ لانڈری میں سب کپڑے ملے جلے دھوئے جاتے ہیں، الگ الگ ہر کپڑے کو نہیں دھویا جاتا، لہٰذا جیسے کپڑے دیئے تھے وہ دھل کر آنے کے بعد بھی ویسے ہی ہیں، اگر پاک کپڑے دیئے تھے تو پہلے ان کے پاک ہونے کا یقین تھا، اب ان کے ناپاک ہونے کا شک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا، اور اگر ناپاک کپڑے دیئے تھے تو پہلے ان کے ناپاک ہونے کا یقین تھا اور اب ان کے پاک ہونے کا شک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ جس کو اپنے وضوء میں شک ہو جائے وہ نماز سے نہ مڑے حتی کہ وہ آواز سن لے یا بدبو محسوس کرے، یہ حدیث اس حدیث کے معارض ہے کہ جس کو اپنی نماز میں شک ہو جائے کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار تو وہ ایک رکعت اور پڑھ لے اور کم رکعات پر بنا کرے، پہلی حدیث میں آپ نے یقین پر عمل کرنے اور شک کو لغو قرار دینے کا حکم دیا اور دوسری حدیث میں یقین کو لغو قرار دیا اور اس کو ایک رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔

لیکن یہ بات اس طرح نہیں ہے جس طرح ان علماء نے گمان کیا ہے بلکہ یہ دونوں حدیثیں شک کو لغو قرار دینے میں اور یقین پر عمل کرنے میں متفق ہیں اور جس حدیث کو انہوں نے اس باب کی حدیث کے معارض سمجھا ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ جس کو اپنی نماز میں شک ہو اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار پڑھی ہیں اس کو تین رکعات پر تو یقین ہے اور چوتھی رکعت میں شک ہے تو وہ اس شک کو لغو قرار دے اور تین رکعت جو یقینی ہیں اس پر عمل کرے اور ایک رکعت اور پڑھ لے۔ والحمد للہ۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۱۹_۲۱۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص کو نماز میں خیال آتا تھا کہ شاید اس کی ہوا خارج ہو گئی ہے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو جو عوارض پیش آئیں ان کے متعلق علماء سے سوال کرنا چاہیے۔

(۲) کسی مسئلہ کا حل معلوم کرنے کے لیے حیا نہیں کرنی چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ہر چیز کی تعلیم دیتے تھے اور جب تک

Marfat.com

وضوء نہ ٹوٹے' ایک وضوء سے کئی نمازیں پڑھنے کی تعلیم دیتے تھے۔

(۳) صحابہ کرام اپنے ہر حال کی نبی ﷺ کو خبر دیتے تھے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۰۸۔ ج ا ص ۱۰۴۳ پر ہے' اس کی شرح کا یہ عنوان ہے: شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔

٥- بَابُ التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوْءِ — وضوء میں تخفیف

بابِ سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں شک کی صورت میں وضوء کو برقرار رکھنے کا حکم دیا تھا اور یہ وضوء کے معاملہ میں مشقت سے بچانا ہے اور اس باب میں وضوء میں تخفیف کا بیان ہے اور یہ بھی وضوء میں مشقت سے بچانا ہے۔

۱۳۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَمْرٍو قَالَ اَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ' ثُمَّ صَلّٰى' وَرُبَّمَا قَالَ اِضْطَجَعَ حَتّٰى نَفَخَ' ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ سو گئے' حتیٰ کہ آپ نے خراٹے لیے' پھر آپ نے نماز پڑھی اور بعض دفعہ یہ کہا کہ آپ لیٹ گئے' حتیٰ کہ آپ نے خراٹے لیے' پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهٖ سُفْيَانُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ' عَنْ عَمْرٍو عَنْ كُرَيْبٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً' فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ' فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ' قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّاَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِيْفًا. يُخَفِّفُهٗ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهٗ. وَقَامَ يُصَلِّيْ' فَتَوَضَّاْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّاَ' ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ. وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ عَنْ شِمَالِهٖ. فَحَوَّلَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ' ثُمَّ صَلّٰى مَاشَآءَ اللّٰهُ' ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ' ثُمَّ اَتَاهُ الْمُنَادِيْ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ' فَقَامَ مَعَهٗ اِلَى الصَّلٰوةِ' فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ. قُلْنَا لِعَمْرٍو اِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهٗ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ؟ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ وَحْيٌ' ثُمَّ قَرَاَ ﴿اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ﴾ (الصافات: ۱۰۲).

پھر ہمیں سفیان نے ایک مرتبہ کے بعد دوسری بار حدیث بیان کی از عمرو از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزاری' پھر نبی ﷺ رات کو اٹھے' پھر جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو نبی ﷺ نے اٹھ کر مشک سے پانی لے کر وضوء کیا' عمرو نے کہا: خفیف اور قلیل وضوء کیا اور آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پھر میں نے بھی اسی طرح وضوء کیا' جس طرح آپ نے وضوء کیا تھا' پھر میں آ کر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا' اور کبھی سفیان نے ''یسار'' کے بجائے ''شمال'' کا لفظ استعمال کیا' دونوں کا معنی بائیں جانب ہے' پھر آپ نے مجھے پھیر کر اپنی دائیں جانب کر لیا' پھر جتنی اللہ نے چاہا' آپ نے نماز پڑھی' پھر آپ لیٹ کر سو گئے' حتیٰ کہ آپ خراٹے لینے لگے' پھر مؤذن آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ کو نماز کی اطلاع دی' آپ اس کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز کی طرف گئے' پھر آپ نے نماز پڑھائی اور آپ نے وضوء نہیں کیا' ہم نے عمرو سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں اور آپ کا دل نہیں سوتا تھا' عمرو نے کہا: میں نے عبید بن عمیر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے' پھر

Marfat.com

انہوں نے یہ آیت پڑھی: ''میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں'' (الصّٰفّٰت:۱۰۲)۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۱۷ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل اور فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹ کر سو گئے' اور آپ کا وضوء نہیں ٹوٹا' اسی طرح باقی انبیاء علیہم السلام کا بھی حکم ہے' اسی وجہ سے عبید بن عمیر نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نیند آپ کے قلب کو اس لیے بیدار رکھتی ہے کہ آپ خواب میں ہونے والی وحی کو محفوظ رکھ سکیں۔

(۲) اس حدیث میں نابالغ لڑکے کا اپنے محرم کے گھر میں رات کو رہنے کا ثبوت ہے' خواہ اس کی اہلیہ بھی ساتھ ہو۔

(۳) اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شب کے معمولات کو دیکھنے کے لیے جاگتے رہے اور آپ کے افعال کی اقتداء کی' نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے تخفیف سے وضوء کیا' یعنی ایک ایک بار اعضاء وضوء کو دھویا اور باب کا عنوان بھی یہی ہے۔

(۴) اس میں نفل کی جماعت کا ثبوت ہے اور یہ کہ ایک فرد کے ساتھ بھی جماعت ہو جاتی ہے' خواہ اس کو نماز پڑھانے کی پہلے نیت نہ کی ہو اور اگر ایک مقتدی ہو تو اس کو امام کی دائیں طرف کھڑا ہونا چاہیے' اور امام نماز میں عمل قلیل سے کسی غلطی کی اصلاح کر سکتا ہے' جیسے آپ نے حضرت ابن عباس کو بائیں جانب سے دائیں جانب پھیر دیا' اور مؤذن کو چاہیے کہ امام کو نماز کی اطلاع دے اور اس میں یہ ثبوت بھی ہے کہ چھوٹے بچے کے کان کو مروڑنا جائز ہے۔

٦- بَابُ إِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ — مکمل وضوء کرنا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں وضوء کی تخفیف کا ذکر تھا اور اس باب میں وضوء کی تکمیل کا ذکر ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ اَلْاِنْقَاءُ. حضرت ابن عمر نے کہا: وضوء کا اسباغ اور تکمیل یہ ہے کہ اعضاء وضوء کو صاف کیا جائے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنی ''مصنف'' میں سند صحیح کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے اور یہ کسی چیز کی اس کے لازم کے ساتھ تفسیر کرنا ہے' کیونکہ جب مکمل اور تام وضوء کیا جائے تو اس سے عادۃً اعضاء وضوء صاف ہو جاتے ہیں اور امام ابن منذر نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر وضوء میں اپنے پیروں کو سات بار دھوتے تھے اور وہ پیروں کو دھونے میں اس لیے مبالغہ کرتے تھے کہ عموماً وہ لوگ ننگے پیر چلتے تھے اور اس سے پیروں پر دھول اور مٹی لگ جاتی تھی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۸۴' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار سے زیادہ دھونے کو ظلم اور برائی فرمایا ہے تو حضرت ابن عمر سات بار کیوں دھوتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم اور برائی اس وقت ہے' جب طہارت کے لیے تین بار دھونے کو نا کافی قرار دے کر تین بار سے زیادہ دھویا جائے' لیکن اگر جسم سے میل کچیل اتارنے اور اعضاء وضوء کو صاف کرنے کے لیے تین بار سے زیادہ دھویا جائے تو

Marfat.com

پھر یہ جائز ہے اور جو شخص تین بار دھونے کو وضوء کے لیے کافی سمجھتا ہو تو پھر اس کا تین بار سے زیادہ دھونا نور علیٰ نور ہے۔

١٣٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ ،عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ ، حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ، فَقُلْتُ اَلصَّلٰوةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ اَلصَّلٰوةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ، فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ، فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِيْ مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أُقِيْمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلّٰى ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

[اطراف الحدیث:١٨١_١٦٦٧_١٦٦٩_١٦٧٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از موسیٰ بن عقبہ از کریب مولیٰ حضرت ابن عباس از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم' انہوں نے حضرت اسامہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفہ سے روانہ ہوئے' حتیٰ کہ جب آپ ایک گھاٹی پر پہنچے تو آپ نے اتر کر پیشاب کیا اور کامل وضوء نہیں کیا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! نماز؟ آپ نے فرمایا: نماز تمہارے آگے (پڑھنی) ہے' پھر آپ سوار ہوئے' پس جب آپ مزدلفہ پہنچ گئے تو آپ نے اتر کر وضوء کیا' سو کامل وضوء کیا' پھر نماز کی اقامت کہی گئی' پس آپ نے مغرب کی نماز پڑھی' پھر ہر انسان نے اپنے اونٹ کو اپنے ٹھکانے پر بٹھا دیا' پھر عشاء کی نماز کی اقامت کہی گئی' پس آپ نے نماز پڑھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ نے کوئی (نفل) نماز نہیں پڑھی۔

(صحیح مسلم:١٢٨٠' الرقم المسلسل:٣٠٣٤' سنن ابوداؤد:١٩٢١' سنن نسائی:٣٠٣١' سنن کبریٰ للنسائی:٤٠٦١' سنن ابن ماجہ:٣٠١٩' سنن دارمی: ١٨٨١' مسند ابوعوانہ:٣٤٨٠' شرح السنۃ:٢٦' سنن بیہقی ج ٥ ص ١٢٢' مسند احمد ج ٥ ص ٢٠٠ طبع قدیم' مسند احمد:٢١٨٣٢_٢١٨٣١_٢١٨١٤_ ٢١٧٦١_٢١٧٤٢_ ج ٣٦ ص ٦٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: آپ نے وضوء کیا اور کامل وضوء نہیں کیا' یعنی اعضاء وضوء کو تین تین بار نہیں دھویا' صرف ایک ایک بار دھویا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) عبداللہ بن مسلمہ (٢) امام مالک رحمہ اللہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٣) موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیاش المدنی' انہوں نے کریب اور ام خالد صحابیہ رضی اللہ عنہا وغیرہما سے روایت کی ہے' اور ان سے امام مالک' سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے' یہ مفتی اور ثقہ تھے' یہ ١٤١ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان کے مغازی تمام مغازی سے زیادہ صحیح ہیں (٤) کریب' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٥) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ابن محبوب ہیں' یہ آپ کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپ کی باندی ام ایمن کے بیٹے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اٹھارہ سال کی عمر میں عامل بنا دیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی' انہوں نے ١٢٨ احادیث روایت کی ہیں' پندرہ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور دو دو حدیثوں کے ساتھ امام بخاری اور امام مسلم منفرد ہیں' یہ ٥٥ سال کی عمر میں ٥٤ھ میں وادی القریٰ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٢ ص ٣٩٢)

"عَرَفَات' شِعْب" اور "مُزْدَلِفَة" کے معانی

اس حدیث میں "عرفۃ" کا لفظ ہے' یہ اسم زمان ہے اور اس سے مراد ٩ ذوالحجہ کا دن ہے' ایک قول یہ ہے کہ عرفۃ اور عرفات یہ

دونوں لفظ ایک مخصوص جگہ کے اسم ہیں عرفات اس جگہ کو کہتے ہیں: جہاں حاجی نو ذوالحج کو وقوف کرتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ. (البقرہ:۱۹۸) پس جب تم عرفات سے واپس روانہ ہو۔

اس جگہ کو عرفات اس لیے کہتے ہیں کہ اس جگہ حضرت آدم نے حضرت حواء کو پہچان لیا تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ہند میں اتارا تھا اور حضرت حواء کو جدہ میں اتارا تھا اور ان دونوں نے اس جگہ (موقف) میں ایک دوسرے کو پہچان لیا تھا' اس جگہ کو عرفات کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس جگہ حج کی تمام عبادات کی تعلیم دی تھی یا اس وجہ سے کہ اس جگہ کے پہاڑوں کا نام اعراف ہے' یا اس لیے کہ یہاں آکر تمام لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ان گناہوں کی مغفرت کا سوال کرتے ہیں۔

شِعب: دو پہاڑوں کے درمیان جو راستہ ہوتا ہے' اس کو ''شِعب'' اور گھاٹی کہتے ہیں۔

المزدلفة: یہ عرفات اور منیٰ کے درمیان ایک مخصوص جگہ ہے' اس جگہ کو مزدلفہ اس لیے کہتے ہیں کہ حجاج اس جگہ وقوف کر کے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں' وقوف کا معنی ہے: کھڑے ہو کر دعا کرنا' اس جگہ کو جمع بھی کہتے ہیں کیونکہ حضرت آدم اور حضرت حواء اس جگہ جمع ہوئے تھے' ''ازدلاف'' کا معنی ہے: قریب ہونا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ''. (ہود:۱۱۴) رات کے قریب' اور اس جگہ حضرت آدم اور حضرت حواء ایک دوسرے کے قریب ہوئے تھے' اس وجہ سے اس جگہ کو مزدلفہ کہتے ہیں' قتادہ نے کہا: اس جگہ کو مزدلفہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس جگہ دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جاتا ہے اور ''ازدلاف'' کا معنی تقرب اور اجتماع ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ○ (الشعراء:۹۰' ق:۳۱) اور جنت متقین کے قریب کر دی گئی○

عرفات اور مزدلفہ کے درمیان آپ کے کامل وضوء نہ کرنے کی توجیہ اور ان شارحین کا رد جنہوں نے اس وضوء کو استنجاء پر محمول کیا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے ایک گھاٹی میں اترے آپ نے پیشاب کیا اور کامل وضوء نہیں کیا' یعنی صرف ایک ایک بار اعضاء وضوء کو دھویا۔

واللہ اعلم! آپ نے یہ اس وجہ سے کیا کہ حجاج کو مزدلفہ کی طرف جلدی روانہ ہونا چاہیے' پس آپ نے اتنی مقدار وضوء کیا' جس سے حدث (بے وضوئی) مرتفع ہو جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر وضوء کے نہیں رہتے تھے' بعض شارحین نے کہا ہے کہ کامل وضوء نہ کرنے سے ہو سکتا ہے یہ مراد ہو کہ آپ نے صرف استنجاء کیا ہو' میں کہتا ہوں: یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت اسامہ نے آپ کو وضوء کرایا تھا:

حضرت اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے روانہ ہوئے تو آپ نے گھاٹی میں قضاء حاجت کی' حضرت اسامہ بن زید نے کہا: پھر میں آپ پر پانی ڈال رہا تھا اور آپ وضوء کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری:۱۸۱)

اور ظاہر ہے کہ یہاں پانی ڈالنے سے مراد نماز کے وضوء کے لیے پانی ڈالنا ہے' نہ کہ استنجاء مراد ہے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی آپ کو استنجاء کرائے اور اس حال میں آپ کے قریب جائے اور اس تاویل کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت اسامہ بن زید نے وضوء کرانے کے بعد کہا: یا رسول اللہ! نماز؟ تو آپ نے بتایا: نماز آگے پڑھنی ہے' اور یہ محال ہے کہ آپ نے نماز کا وضوء نہ کیا ہو اور حضرت اسامہ آپ سے نماز پڑھنے کے لیے کہیں۔

Marfat.com

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا اور حضرت اسامہ کے نماز یاد دلانے کی توجیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز تمہارے آگے ہے اس ارشاد میں آپ نے یہ بتایا کہ جو شخص عرفہ سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو تو وہ مغرب اور عشاء مزدلفہ میں پڑھے اور مغرب کی نماز کو اس کے معروف وقت میں نہ پڑھے اور حضرت اسامہ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مغرب کی نماز مزدلفہ میں پڑھی جائے گی کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور یہ پہلی نماز تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا اور جب آپ مزدلفہ پہنچے تو پھر آپ نے کامل وضوء کیا یعنی تمام اعضاء وضوء پر تین تین بار پانی ڈالا۔

آپ نے گھاٹی میں جو کامل وضوء نہیں کیا تھا اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ مزدلفہ کی طرف جاتے ہوئے بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور آپ بغیر وضوء کے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

حضرت اسامہ نے جو آپ سے کہا تھا: یارسول اللہ! نماز؟ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ادنیٰ اعلیٰ کو نماز یاد دلا سکتا ہے حضرت اسامہ کو یہ اندیشہ تھا کہ افعال حج کی کثرت اور ذکر اللہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے آپ نماز کو بھول نہ جائیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ مغرب کی نماز مزدلفہ پہنچ کر عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھنی ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے مغرب اور عشاء میں نفل نہیں پڑھے اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں نفل نہ پڑھے جائیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر میں سفر میں نفل نماز پڑھوں تو فرض پورے نہ پڑھ لوں اور قصر نہ کروں۔

حضرت ابن عمر کے اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی اور سفر میں نفل نماز پڑھنا اور اس کو ترک کرنا دونوں جائز ہیں البتہ مزدلفہ میں یہ خصوصیت ہے کہ وہاں جب مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جائے گا تو ان کے درمیان نفل نماز نہیں پڑھی جائے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں پیادہ اور سواری پر نفل پڑھے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۲۷۔۲۲۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل نہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ قرطبی اور ابن وہب نے کہا ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہے میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ان نمازوں کے درمیان نفل نہیں پڑھے ہو سکتا ہے کہ علامہ قرطبی نے مغرب کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کو اس لیے جائز کہا ہو کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنے ٹھکانے پر بٹھا دیا اور جب مغرب کی نماز کے بعد اونٹوں کو بٹھا سکتے ہیں تو نماز بھی پڑھ سکتے ہیں اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جمع تاخیر جیسا کہ مزدلفہ میں ہے اس میں دو نمازوں کے درمیان نفل پڑھ سکتے ہیں اور جمع تقدیم جیسا کہ عرفات میں ہے اس میں دو نمازوں کے درمیان نفل نہیں پڑھ سکتے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا منع ہے کیونکہ ان نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا ان کو جمع کرنے کے منافی ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کا وقت مشترک ہے اور یہ صرف مزدلفہ میں ہے اسی طرح عرفات میں ظہر اور عصر کا وقت مشترک ہے اور یہ صرف عرفات میں ہے اور کسی جگہ نہیں ہے۔

امام شافعی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قضاء نماز کے لیے اذان نہیں دی جاتی کیونکہ مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی گئی اور اس کے لیے اذان نہیں دی گئی لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ مزدلفہ میں جو مغرب کی نماز

عشاء کے وقت میں پڑھی گئی تھی' وہ قضاء نہیں تھی' بلکہ مغرب کی نماز کا وقت مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں منتقل ہو گیا تھا۔

اس حدیث میں ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنے ٹھکانے پر بٹھا دیا' اس سے معلوم ہوا کہ ان دو نمازوں کے درمیان کوئی کام کر لیا جائے یا کوئی بات کر لی جائے تو وہ ان دو نمازوں کے جمع کرنے کے منافی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۹۷-۳۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۹۸۳- ج ۳ ص ۵۱۰ پر ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) مزدلفہ میں نمازِ مغرب پڑھنے کا طریقہ (۲) احناف کے نزدیک مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین کا طریقہ (۳) تلبیہ کہنے کی مدت میں مذاہب ائمہ۔

٧- بَابُ غَسْلِ الْوَجْهِ بِالْيَدَيْنِ مِنْ غُرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ

ایک ہاتھ سے چلّو بنا کر دونوں ہاتھوں سے چہرے کو دھونا

باب کے اس عنوان میں ''غرفۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چلّو بھرنا' اس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ. (البقرہ:۲۴۹) مگر جو اپنے ایک ہاتھ سے چلّو بھر لے۔

اس عنوان سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے چلّو بنانا ضروری نہیں ہے' کیونکہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وضوء کی طرح وضوء کر کے دکھایا تو اپنے ایک ہاتھ سے چلّو بنا کر پانی لیا' پھر اس کے ساتھ دوسرا ہاتھ ملایا' پھر اس کے ساتھ اپنا چہرہ دھویا' جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وضوء کی صفت اور کیفیت بیان کی گئی تھی کہ آپ نے مکمل وضوء نہیں کیا تھا اور اعضاء وضوء کو صرف ایک ایک بار دھویا تھا اور اس باب میں بھی آپ کے وضوء کی صفت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے کس طرح چلّو میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں سے چہرے کو دھویا۔

١٤٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ مَنْصُوْرُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ بِلَالٍ يَعْنِيْ سُلَيْمَانَ' عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ' اَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ' ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَعَلَ بِهَا هٰكَذَا' اَضَافَهَا اِلٰى يَدِهِ الْاُخْرٰى' فَغَسَلَ بِهَا وَجْهَهٗ ثُمَّ اَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنٰى' ثُمَّ اَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرٰى' ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ' ثُمَّ اَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ' فَرَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُمْنٰى حَتّٰى غَسَلَهَا' ثُمَّ اَخَذَ غَرْفَةً اُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا رِجْلَهٗ يَعْنِي الْيُسْرٰى' ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو سلمہ الخزاعی منصور بن سلمہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن بلال یعنی سلیمان نے خبر دی از زید بن اسلم از عطا بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ انہوں نے وضوء کیا' پھر اپنے چہرے کو دھویا' پھر ایک چلّو میں پانی لیا' اس سے کُلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر ایک چلّو میں پانی لیا' پھر اس سے اسی طرح کیا' پھر اس کے ساتھ دوسرا ہاتھ ملایا' پھر اس سے چہرے کو دھویا' پھر ایک چلّو میں پانی لیا' پس اس کے ساتھ دایاں ہاتھ دھویا' پھر ایک چلّو میں پانی لیا اور اس کے ساتھ بایاں ہاتھ دھویا' پھر اپنے سر کا مسح کیا' پھر ایک چلّو میں پانی لے کر اپنے دائیں پیر پر پانی ڈالا' حتیٰ کہ اس کو دھو لیا' پھر دوسرے چلّو میں پانی لیا' سو اس کے ساتھ بایاں پیر دھویا' پھر کہا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وضوء

Marfat.com

يَتَوَضَّأُ. کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۷، سنن ترمذی: ۲۸، سنن نسائی: ۱۰۱، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳، مسند احمد ج ۴ ص ۴۲ طبع قدیم، مسند احمد ج ۲۶ ص ۳۹۴ مؤسسۃ الرسالۃ، سنن ترمذی اور مسند احمد میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے ایک چلو سے پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر ایک چلو میں پانی لیا' پھر اس کے ساتھ دوسرا ہاتھ ملایا' پھر اس سے چہرے کو دھویا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن عبد الرحیم بن ابی زہیر البغدادی' یہ یزید بن ہارون اور روح سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے امام بخاری' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی اور دیگر روایت کرتے ہیں' یہ بزاز تھے اور ۲۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابوسلمہ منصور بن سلمہ الخزاعی البغدادی' انہوں نے امام مالک وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے الصفانی وغیرہ نے روایت کی ہے' یہ ۲۲۰ھ میں المصیصہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان بن بلال المدنی (۴) زید بن اسلم' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۵) عطاء بن یسار (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۹۸)

''مضمضة'' اور ''استنشاق'' کا معنی

اس حدیث میں ''تمضمض'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: منہ میں پانی ڈال کر اس پانی کو منہ میں گھمانا' پھر اس پانی کی کلی کر دینا۔

''استنشاق'' ناک میں پانی داخل کرنا' پھر ناک صاف کرنا اور اس پانی کو نکال دینا۔

نیا پانی لے کر سر کا مسح کرنا اور کانوں کے مسح کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس نے دونوں ہاتھ دھونے کے بعد سر کا مسح کیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں سر پر مسح کرنے کے لیے نیا پانی لینے کا ذکر نہیں ہے' بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ دھونے کے بعد ہاتھوں پر جو تری تھی' اسی سے سر کا مسح کر لیا' حالانکہ وہ تری تو مستعمل پانی کے حکم میں ہے اور اس سے مسح کرنا صحیح نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ''سنن ابوداؤد'' میں نیا پانی لینے کا ذکر ہے اور بعض احادیث دوسری بعض احادیث کی تفسیر کرتی ہیں' ''سنن ابوداؤد'' کی وہ حدیث یہ ہے:

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح وضوء کرتے تھے؟ پھر انہوں نے پانی کا ایک برتن منگایا اور دائیں ہاتھ سے ایک چلو میں پانی لیا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر دوسرے چلو میں پانی لیا اور دونوں ہاتھ ملا کر ان سے اپنے چہرے کو دھویا' پھر چلو میں پانی لیا اور اس سے اپنے دائیں ہاتھ کو دھویا' پھر چلو میں پانی لیا اور اس سے اپنے بائیں ہاتھ کو دھویا' پھر اپنے ہاتھ میں پانی لے کر اس پانی کو جھاڑا' پھر اس پانی کی تری کے ساتھ اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۷، سنن ترمذی: ۳۵)

اور سنن نسائی میں کانوں کا مسح کرنے کی تفصیل ہے' اس میں مذکور ہے کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے سر کا اور کانوں کا مسح کیا' کانوں کے باطن کا شہادت کی انگلی سے مسح کیا اور کانوں کے ظاہر کا انگوٹھوں سے مسح کیا۔ (سنن نسائی: ۱۰۲، سنن ترمذی: ۳۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۸)

Marfat.com

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس نے ایک چلو میں پانی لیا' اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔
ایک چلو پانی سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا' یہ امام شافعی کا مذہب ہے' اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے لکھا ہے:
اس حدیث سے ایک چلو پانی سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو جمع کرنے کی دلیل ہے۔
(فتح الباری ج ۱ ص ۶۸۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:
کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں دو قول ہیں:
(۱) اس قول کو المزنی اور الربیع نے نقل کیا ہے کہ ایک چلو میں پانی لے کر کلی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے اور یہ عمل تین بار کرے۔
(۲) اس قول کو البویطی نے روایت کیا ہے کہ وہ دو چلوؤں میں پانی لے' ایک چلو پانی سے کلی کرے اور دوسرے چلو سے ناک میں پانی ڈالے اور یہ عمل تین بار کرے' پہلے کلی کرے اور پھر ناک میں پانی ڈالے۔
(الحاوی الکبیر ج ۱ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ ''باب المضمضة والاستنشاق من كف واحد'' کے تحت لکھتے ہیں:
بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اس سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کافی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا زیادہ پسندیدہ ہے' امام شافعی نے کہا: اگر ان دونوں کو ایک چلو میں جمع کر لیا تو یہ جائز ہے اور اگر ان کو الگ الگ چلو سے کیا تو یہ ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)
علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:
کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ تین مرتبہ کلی کرے اور ہر مرتبہ نیا پانی لے' پھر اسی طرح تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح وضوء کرنا منقول ہے۔
(ہدایہ اولین ص ۱۸' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق احادیث سے دلائل

طلحہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' اس وقت آپ وضوء کر رہے تھے اور پانی آپ کے چہرے اور آپ کی ڈاڑھی سے آپ کے سینہ پر بہ رہا تھا' میں نے دیکھا' آپ الگ الگ پانی سے کلی کر رہے تھے اور ناک میں پانی ڈال رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۹)
طلحہ بن مصرف اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا' آپ ہر بار کے لیے نیا پانی لیتے تھے۔ الحدیث (المعجم الکبیر: ۴۰۹۔ ج ۱۹ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰)
حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کیا' پس آپ نے کلی کی' پھر ناک میں پانی ڈالا' پھر تین بار چہرہ دھویا' پھر تین بار دایاں ہاتھ دھویا' پھر تین بار دوسرا ہاتھ دھویا اور اس پانی سے سر کا مسح کیا' جو ہاتھوں سے بچا ہوا نہیں تھا اور پیروں کو دھویا' حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا۔ (صحیح مسلم: ۲۳۶' الرقم المسلسل: ۵۴۸)

Marfat.com

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں ذکر ہے کہ پہلے تین بار کلی کی اور پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے' جب ان دونوں کے لیے الگ الگ پانی لیا ہو اور ایک چلو میں دونوں کو جمع نہ کیا ہو۔

حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ وضوء کرے' پس کلی کرے تو اس سے اس کے منہ کے گناہ نکل جاتے ہیں' پس جب وہ ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرتا ہے تو اس کی ناک کے گناہ نکل جاتے ہیں' پھر جب وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے گناہ نکل جاتے ہیں' حتیٰ کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں' پس جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ نکل جاتے ہیں' حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ نکل جاتے ہیں' حتیٰ کہ اس کے کانوں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں' پس جب وہ پیر دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ پیروں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔

(المستدرک: ٦٤٤۔ ج ١ ص ١٣٠' یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے' اور اس میں کوئی علت نہیں ہے' علامہ ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے' الترغیب والترہیب للمنذری ج ١ ص ١٥٣' دار الحدیث' قاہرہ' المشکوٰۃ: ٢٩٧)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ نے کلی کرنے سے گناہوں کے نکلنے کا الگ ذکر کیا ہے اور ناک میں پانی ڈالنے سے گناہوں کے نکلنے کا الگ ذکر فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کے لیے الگ الگ پانی لیا گیا ہے۔

الامام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المتوفی ٥١٦ھ لکھتے ہیں:

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: ان کو ایک چلو پانی میں جمع کرے اور بعض نے کہا: پہلے ایک چلو سے کلی کرے' پھر اس کے بعد دوسرے چلو سے ناک میں پانی ڈالے۔ طلحہ بن مصرف نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' اس وقت آپ وضوء کر رہے تھے' میں نے دیکھا: آپ جدا جدا چلو سے کلی کرتے تھے اور ناک میں پانی ڈالتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ١٣٩) حسن بصری کا بھی یہی مذہب ہے' اور شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے الگ الگ پانی سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور انہوں نے کہا: اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کیا ہے اور میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے تین تین بار وضوء کیا اور الگ الگ پانی سے وضوء کیا اور ناک میں پانی ڈالا' اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح وضوء کیا ہے۔

(شرح السنۃ ج ١ ص ٤٣٧۔ ٤٣٦' المکتب الاسلامی' بیروت' ١٤٠٣ھ)

حضرت عثمان اور حضرت علی کی حدیثوں کو حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے "تلخیص الحبیر" ج ١ ص ١١٥' (مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ) میں ثابت کیا ہے۔

اکثر روایات میں یہ ذکر ہے کہ ایک چلو پانی سے کلی بھی کی جائے اور ناک میں پانی بھی ڈالا جائے' لیکن یہ تمام روایات بیان جواز پر محمول ہیں اور افضل یہ ہے کہ الگ الگ چلو سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے' جیسا کہ ہر عضو کو دھونے کے لیے الگ الگ چلو سے پانی لیا جاتا ہے اور منہ اور ناک بھی الگ الگ عضو ہیں' اس لیے ان کو دھونے کے لیے الگ الگ چلو سے پانی لیا جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھوں سے منہ کو دھونا چاہیے کیونکہ حضرت ابن عباس نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر منہ دھویا تھا' اور دائیں عضو سے دھونے کی ابتداء کرنی چاہیے اور دھونے کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہیے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ناک میں پانی بائیں ہاتھ سے ڈالے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ وضوء کرنے اور طعام کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ قضاء حاجت اور اس قسم کے دوسرے کاموں کے لیے تھا۔ (صحیح البخاری:١٦٨ صحیح مسلم:٢٦٨ سنن ابوداؤد:٣٣ سنن ترمذی:٦٠٨ سنن نسائی:١١٢)

٨- بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَعِنْدَ الْوِقَاعِ

ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا' اور جماع کے وقت بھی

امام بخاری نے پہلے سات ابواب وضوء کے اوصاف سے متعلق ذکر کیے اور اب استنجاء کے ابواب شروع کر رہے ہیں اور درمیان میں اس باب کو ذکر کیا' جس میں ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے' اگرچہ ان کو یہ چاہیے تھا کہ پہلے بسم اللہ پڑھنے کا باب ذکر کرتے' پھر استنجاء کے متعلق ابواب کا ذکر کرتے' پھر وضوء کے اوصاف کے ابواب ذکر کرتے' لیکن چونکہ اہم مقصود وضوء کے اوصاف کو ذکر کرنا تھا' اس لیے پہلے انہوں نے وضوء کے اوصاف کے ابواب کا ذکر کیا' پھر بسم اللہ پڑھنے کے باب کو ذکر کیا اور اس کے بعد استنجاء کے ابواب کا ذکر کیا۔

١٤١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ' عَنْ كُرَيْبٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ قَالَ بِاسْمِ اللّٰهِ' اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ' وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا' فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهٗ.

[اطراف الحدیث:٣٢٧١-٣٢٨٣-٥١٦٥-٦٣٨٨-٧٣٩٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس جائے اور یہ دعا کرے: اللہ کے نام سے (ابتداء کرتا ہوں) اے اللہ! ہم سے شیطان کو دور رکھ اور ہم کو جو عطاء فرمائے' اس سے بھی شیطان کو دور رکھ' پھر ان کے درمیان جو اولاد مقدر کی جائے' اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

(صحیح مسلم:١٤٣٤' الرقم المسلسل:٣٤٠٧' سنن ابوداؤد:٢١٦١' سنن ترمذی:١٠٩٢' السنن الکبریٰ للنسائی:٩٠٣٠' سنن ابن ماجہ:١٩١٩' عمل الیوم واللیلۃ:٢٦٦' مصنف عبد الرزاق:١٠٤٦٦' مصنف عبد الرزاق ج ٤ ص ٣١١' سنن دارمی:٢٠١٢' صحیح ابن حبان:٩٨٣' المعجم الکبیر:١٢١٩٥' کتاب الدعاء:٩٤١' شرح السنۃ:١٣٣٠' مسند ابوداؤد الطیالسی:٢٧٠٥' مسند احمد ج ١ ص ٢١٧ طبع قدیم' مسند احمد:١٨٦١- ج ٣ ص ٣٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں: ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا اور جماع کے وقت بسم اللہ پڑھنا اور اس حدیث کی مطابقت باب کے جزء ثانی کے اعتبار سے ہے۔

وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا وضوء نہ ہو' اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو بسم اللہ نہ پڑھے' اس کا وضوء (کامل) نہیں ہوتا۔ (سنن ابوداؤد:١٠١' سنن ترمذی:٢٥' سنن ابن ماجہ:٣٩٩' مسند احمد ج ٥ ص ٣٨١)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسانید غیر قوی ہیں' امام احمد نے کہا: ان میں سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے' پھر امام احمد نے روایت کیا ہے:

Marfat.com

انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے پانی کے برتن میں ہاتھ رکھا اور آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح ابلنے لگا تو آپ نے فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر وضوء کرو (یہ حدیث ثابت ہے) اس وقت آپ کے ساتھ تقریباً ستر (٧٠) اصحاب تھے۔

(معرفۃ السنن والآثار: ٥٣۔ ج ١ ص ١٥٤' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ١ ص ٤٣' مصنف عبد الرزاق: ٥٣ ٢٠' مسند ابویعلیٰ: ٣٠٣٦' صحیح ابن خزیمہ: ١٤٤' صحیح ابن حبان: ٦٥٤٤' سنن نسائی: ٧٨' مسند احمد ج ٣ ص ١٦٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٦٩٤۔ ج ٢٠ ص ١٢١۔ ١٢٠' مؤسسة الرسالة' بیروت)

اس حدیث کی سند صحیح ہے' امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

باب مذکور کی حدیث کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے چھ رجال ہیں:

(١) علی بن عبد اللہ المدینی (٢) جریر بن عبد الحمید (٣) منصور بن المعتمر' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٤) سالم بن ابی الجعد الاشجعی الکوفی التابعی' یہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے منصور اور اعمش روایت کرتے ہیں' ١٠٠ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ ثقہ راویوں میں سے ہیں' لیکن یہ ارسال اور تدلیس کرتے تھے (٥) کریب' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام (٦) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢ ص ٤٠٥)

شیطان' رزق' قضا اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''اھل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بیوی' اس کی جمع ''اھلات'' اور ''اھالی'' ہے۔

جَنِّبْنَا: ''جَنَّبَ' یُجَنِّبُ'' کا معنی ہے: دور کرنا' قرآن مجید میں ہے:

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ○ (ابراہیم: ٣٥)	مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے دور رکھ ○

''شیطان'' اگر اس کا مادہ ''شطن'' ہو تو اس کا وزن ''فیعال'' ہے اور اس کا معنی ہے: دور ہونا' یعنی شیطان نیکی اور خیر سے دور ہے' اور اگر اس کا مادہ ''شیط'' ہو تو اس کا وزن ''فعلان'' ہے اور اس کا معنی ہے: ہلاک ہونا' یعنی شیطان اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب میں ہلاک ہو گیا' نیز اس کا معنی باطل ہے' جن اور انس میں سے ہر وہ جو سرکش اور متکبر ہو' اس کو شیطان کہتے ہیں' عرب سانپ کو بھی شیطان کہتے ہیں۔

''مَا رَزَقْتَنَا'' اس کا مادہ رزق ہے' جس سے نفع حاصل ہو وہ رزق ہے' اس کی جمع ارزاق ہے' قرآن مجید میں بارش پر بھی رزق کا اطلاق کیا ہے:

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ. (الجاثیہ: ٥)	اور اللہ نے آسمان سے جو رزق نازل کیا ہے۔
وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ. (الذاریات: ٢٢)	اور آسمان میں تمہارا رزق ہے۔

اور رزق کا معنی حصہ اور نصیب ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ○ (الواقعہ: ٨٢)	اور تم نے جھٹلانے کو اپنا حصہ بنا لیا ○

معتزلہ نے کہا: رزق کا شرعی معنی ہے: جاندار کو کسی چیز سے نفع اٹھانے پر قادر کرنا' اور اس کا دوسرے کو اس سے نفع اٹھانے سے روکنا' اس لیے انہوں نے کہا: حرام چیز رزق نہیں ہے' اہل السنہ نے کہا: حرام چیز بھی رزق ہے کیونکہ رزق کا لغت میں معنی حصہ اور نصیب ہے' پس جس شخص نے حرام چیز سے نفع اٹھایا' سو وہی اس کا حصہ اور نصیب ہے اور وہی اس کا رزق ہے' اگر حرام چیز رزق نہ ہو تو جس شخص نے ساری عمر سود اور چوری کا مال کھایا تو اس تفسیر کی بناء پر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رزق نہیں دیا' حالانکہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا. زمین پر چلنے والے جتنے جان دار ہیں ان سب کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ (ھود:٦)

''فقضی'' یہ لفظ ''قضا'' سے بنا ہے اس کے متعدد معانی ہیں ''قضا'' کا معنی ہے: حکم دینا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ. (بنی اسرائیل:٢٣) اور آپ کے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔

''قضی حاجته'' کا معنی ہے: اس کی ضرورت پوری کر کے فارغ ہو گیا ''قضی دینه'' کا معنی ہے: اس کا قرض ادا کر دیا ''قضی نحبه'' کا معنی ہے: اس کی روح قبض کر لی وہ مر گیا ''قضی الیه الامر'' کا معنی ہے: اس تک معاملہ پہنچا دیا ''قضاهٗ'' کا معنی ہے: اس کو مقدر کر دیا' اس حدیث میں قضاء کا معنی حکم دینا یا مقدر کرنا ہے۔

شیطان کے ضرر پہنچانے کے محامل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب انسان اپنی بیوی سے جماع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اللہ مجھ کو اور میری اولاد کو شیطان سے دور رکھے تو شیطان اس کی اولاد کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا' یعنی اللہ کے نام کی برکت سے اس بچہ پر شیطان کا تسلط نہیں ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ان محفوظ بندوں میں سے ہو جائے گا' جن کے متعلق فرمایا ہے:

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ. (الحجر:٤٢) میرے (خاص) بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہ ہو سکے گا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کو دینی ضرر نہ پہنچا سکے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کو بدنی ضرر نہ پہنچا سکے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ شیطان اس کی عقل کو اور اس کے بدن کو خراب نہ کر سکے' ہر چند کہ حدیث کے الفاظ میں عموم ہے کہ شیطان اس کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا' لیکن یہ تخصیص ضروری ہے' ورنہ لازم آئے گا کہ وہ گناہوں سے بالکل معصوم ہو جائے' حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی ہے' اس کا وقوع ضروری ہے اور جب ہم اس ضرر کو عقل اور بدن کے ضرر پر محمول کریں گے تو پھر اس کا وقوع ممتنع نہیں ہو گا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ شیطان اس کو مرگی میں مبتلا نہیں کر سکے گا' بعض نے کہا: شیطان اس کی ولادت کے وقت اس کو انگلی نہیں چبھوئے گا' جب کہ دوسروں کو وہ انگلی چبھوتا ہے' جس کی وجہ سے بچہ روتا ہے اور ہم اس حدیث کو ضرر کی تمام اقسام پر محمول نہیں کرتے' کیونکہ شیطان سب کو وسوسہ بھی ڈالتا ہے اور گناہوں پر ابھارتا بھی ہے' داؤدی نے کہا ہے: وہ اس بچہ کو فتنۂ کفر میں مبتلا نہیں کر سکے گا۔

علامہ سندی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو کسی نے بھی عموم ضرر پر محمول نہیں کیا' کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ بنو آدم کے ہر بچہ کو شیطان اپنی انگلی سے مس کرتا ہے' سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔ (مسند احمد ج ٢ ص ٢٢٨-٢٩٢-٣١٩ طبع قدیم)

ایک قول یہ ہے کہ شیطان اس کو کفر کے ساتھ گم راہ نہیں کر سکے گا' ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کو گناہ کبیرہ میں مبتلا نہیں کر سکے گا' ایک قول یہ ہے کہ جب وہ گناہ کے بعد توبہ کرنا چاہے گا تو وہ اس کو توبہ سے روک نہیں سکے گا' ایک قول یہ ہے کہ جنات اس کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ (حاشیہ مسند احمد ج ٣ ص ٣٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے دعا کی پناہ میں رہنا اور پاکیزہ اولاد کی دعا کرنا اور ہر نیک کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے دعا کی پناہ میں رکھے اور اس کے نام سے برکت حاصل کرتا رہے اور یہ یقین رکھے کہ ہر نیک عمل میں اللہ تعالیٰ ہی اس کا معین اور مددگار ہے۔

جماع سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور حدیث میں مذکور دعا مانگے' امام غزالی نے کہا: بسم اللہ کے بعد سورۂ اخلاص پڑھے اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ پڑھے اور یہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو نے میرے لیے اولاد مقدر کی ہے تو مجھے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب جماع سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے تو ہر نیک کام سے پہلے خصوصاً وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

انسان کی تمام زندگی میں شیطان کا اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا

اس حدیث میں یہ اشارہ بھی ہے کہ شیطان ہر وقت انسان کے ساتھ لازم رہتا ہے' جب وہ اپنی ماں کے رحم سے باہر آتا ہے' اس وقت سے موت تک انسان کے ساتھ لازم رہتا ہے' حتیٰ کی اس کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے اور جب انسان سوجاتا ہے تو اس کے نتھنوں میں رات گزارتا ہے اور جب انسان غافل ہوتا ہے تو اس کو وسوسے ڈالتا ہے اور جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب انسان سوجاتا ہے تو اس کی گدی میں تین گرہیں لگا دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے اور جب انسان بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے اور وضوء کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو یہ تینوں گرہیں کھل جاتی ہیں' غرض شیطان ہر وقت انسان کو دینی ضرر پہنچانے کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے' اللہ تعالیٰ ہم کو ہمیشہ شیطان کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۴۲۹۔ ج ۳ ص ۸۶۳ پر ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

٩- بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الْخَلَاءِ — بیت الخلاء میں دخول کے وقت کیا کہے؟

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں جماع سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا بیان تھا اور اس باب میں بیت الخلاء جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا بیان ہے' سو دونوں بابوں میں قدر مشترک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔

١٤٢- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن صہیب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں خبث اور خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

تَابَعَهُ ابْنُ عَرْعَرَةَ ' عَنْ شُعْبَةَ. وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ اِذَا اَتَى الْخَلَاءَ. وَقَالَ مُوْسٰى عَنْ حَمَّادٍ اِذَا دَخَلَ. وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْخُلَ. [طرف الحدیث: ۶۳۲۲]

شعبہ سے اس حدیث کی روایت میں محمد بن عرعرہ نے آدم کی متابعت کی ہے' اور غندر نے کہا: جب آپ بیت الخلاء میں جاتے اور موسیٰ نے حماد سے روایت کیا ہے: جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور سعید بن زید نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث

Marfat.com

بیان کی: جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے۔

(صحیح مسلم: ۳۷۵ ٬ الرقم المسلسل: ۸۰۹ ٬ سنن ابوداؤد: ۴ ٬ سنن نسائی: ۱۹ ٬ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۹ ٬ سنن ابن ماجہ: ۲۹۸ ٬ سنن ترمذی: ۵ ٬ المنتقیٰ: ۲۸ ٬ مسند ابویعلیٰ: ۳۹۱۴ ٬ صحیح ابن حبان: ۱۴۰۷ ٬ کتاب الدعاء: ۳۵۹ ٬ عمل الیوم واللیلۃ: ۱۷ ٬ شرح السنۃ: ۱۸۶ ٬ مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۲ طبع قدیم ٬ مسند احمد: ۱۳۹۹۹ ـ ج ۲۱ ص ۴۱۰ ٬ مؤسسۃ الرسالۃ ٬ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس دعا میں ہے: اے اللہ! میں خبث اور خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں:

(۱) آدم (۲) شعبہ (۳) عبدالعزیز بن صہیب (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

''خبث'' اور ''خبائث'' کا معنی اور اٹیچ باتھ میں بسم اللہ پڑھنے کی ممانعت

اس حدیث میں ''خبث'' اور ''خبائث'' سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے اس سے مراد شیاطین اور ان کی مؤنثات ہیں ٬ کیونکہ شیاطین بیت الخلاء میں حاضر ہوتے ہیں ٬ یہ وہ مقامات ہیں ٬ جہاں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جاتا ٬ اس لیے ان سے احتراز کرنے کے لیے آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

''خبث'' سے مراد کفر یا شر ہے اور ''خبائث'' سے مراد شیاطین ہیں ٬ ابن الاعرابی نے کہا کہ کلام عرب میں خبث مکروہ چیز کو کہتے ہیں ٬ اگر وہ مکروہ کلام ہو تو وہ سب و شتم ہے ٬ اگر وہ مکروہ طعام ہو تو وہ حرام ہے اور ''خبائث'' ''خبیثۃ'' کی جمع ہے یعنی جو نیک اور محمود فعل نہ ہو یعنی افعال مذمومہ اور خصال ردیئہ۔

آپ جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے ٬ کیونکہ یہ جگہ اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیے جانے کے قابل نہیں ہے اور بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ کا دل میں ذکر کرنا چاہیے نہ کہ زبان سے۔

آج کل گھروں میں اٹیچ باتھ روم بنے ہوئے ہوتے ہیں ٬ جن میں ایک طرف قضاء حاجت کی جگہ ہوتی ہے اور دوسری طرف وضوء کرنے کی جگہ ہوتی ہے اور درمیان میں کوئی آڑ یا حجاب نہیں ہوتا ٬ سو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینا صحیح نہیں ہے اور وضوء کرنے سے پہلے باتھ روم سے باہر آ کر بسم اللہ پڑھنی چاہیے اور وضوء کی دعائیں اس جگہ نہیں مانگنی چاہئیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شیطان کے شر سے پناہ کی دعا کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں خبث اور خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں ٬ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیاطین سے پناہ طلب کرنا عبودیت کے اظہار اور تعلیم امت کے لیے ہے ٬ ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جنات اور انسانوں کے شر سے محفوظ ہیں۔

بیت الخلاء میں دعا اور اذکار کی ممانعت اور جو تعویذ غلاف میں ہو اس کو بیت الخلاء میں لے جانے کا جواز

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں خبث اور خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں ٬ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے بعد زبان سے یہ دعا کرتے تھے ٬ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے تھے ٬ جس طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ (النحل: ۹۸)

پس جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں ○

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ قرآن پڑھنے کے بعد شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں ٬ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ

Marfat.com

قرآن پڑھنے کا ارادہ کریں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں' اسی طرح اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے' کیونکہ نبی ﷺ بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس سے گزرا' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' اس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا' نبی ﷺ نے تیمم کیا' پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔

(صحیح مسلم: ٣٧٠' سنن ترمذی: ٩٠' سنن ابوداؤد: ١٦' سنن نسائی: ٣٧' سنن ابن ماجہ: ٣٥٣)

دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے دیر سے سلام کا جواب دینے کا عذر بیان فرمایا ہے:

المہاجر بن قنفذ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئے' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' انہوں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا' حتیٰ کہ آپ نے وضوء کر لیا' پھر آپ نے اُن کے سامنے عذر بیان کیا اور فرمایا: میں نے بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کو ناپسند کیا۔ (سنن ابوداؤد: ١٧' سنن نسائی: ٣٨' سنن ابن ماجہ: ٣٥٠)

بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا تو دور کی بات ہے' آپ تو بیت الخلاء جانے سے پہلے اپنی انگوٹھی بھی اتار لیتے تھے' کیونکہ اس میں اللہ کا نام لکھا ہوا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہونے (کا ارادہ) کرتے تو اپنی انگوٹھی اتار کر رکھ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ١٩' سنن ترمذی: ١٧٤٦' سنن نسائی: ٥٢٢٨' سنن ابن ماجہ: ٣٠٣)

انگوٹھی پر کوئی غلاف نہیں ہوتا' اس لیے آپ انگوٹھی کو اتار دیتے تھے' لیکن جس ذکر پر کوئی غلاف ہو' اس کو بیت الخلاء میں لے جانا جائز ہے جیسے تعویذ چمڑے یا چاندی کے غلاف میں ہو۔ (درمختار مع ردالمحتار ج ١ ص ٢٨٨' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

بعض علماء نے بیت الخلاء میں دعا کرنے اور ذکر کرنے کو جائز کہا ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت (یا تمام اوقات میں) اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ١٨' سنن ترمذی: ٣٣٨٤' سنن ابن ماجہ: ٣٠٢)

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ ہر وقت زبان سے اللہ کا ذکر کرتے تھے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ بعض اوقات زبان سے اللہ کا ذکر کرتے تھے اور بعض اوقات دل سے اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٣٠٥ ج ١ ص ١٠٥٩ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٠- بَابُ وَضْعِ الْمَاءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ — بیت الخلاء کے پاس پانی رکھنا

باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے کیونکہ دونوں بابوں میں بیت الخلاء کے متعلق احکام ہیں۔

١٤٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوْءًا قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا؟ فَاُخْبِرَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی یزید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے وضوء کے لیے پانی رکھا' آپ نے پوچھا: یہ کس نے رکھا ہے؟ پس آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو دین میں فقہ عطا فرما!

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری:٧٥ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے وضوء کے لیے پانی رکھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) عبداللہ بن محمد الجعفی المسندی' "باب امور الایمان" میں ان کا تعارف ہو چکا ہے (٢) ہاشم بن القاسم ابوالنضر الخراسانی' یہ حافظ' ثقہ' صاحب سنت تھے' اہل بغداد ان پر فخر کرتے تھے' ٢٠٧ھ میں ٧٣ سال کی عمر میں فوت ہو گئے (٣) ورقاء بن عمر الیشکری الکوفی' یہ خوارزم کے تھے' مدائن میں سکونت رکھی' انہوں نے عبداللہ بن محمد اور دیگر سے روایت کی ہے' اور ان سے الفریابی نے روایت کی ہے' یہ ١٦٧ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) عبید اللہ بن ابی یزید المکی' یہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے' ١٢٦ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢ ص ٤١٦۔ ٤١٥)

بعض علماء کا پانی سے استنجاء کا انکار کرنا اور ان کے رد میں احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت الخلاء میں پانی رکھنا حدث سے استنجاء کے لیے ہے' اس میں ان علماء کا رد ہے' جنہوں نے پانی سے استنجاء کرنے کا انکار کیا ہے' انہوں نے کہا: پانی سے استنجاء کرنا صرف عورتوں کے لیے مشروع ہے' اور مرد صرف پتھر سے استنجاء کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ١ ص ٢٣٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی سے استنجاء کرتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء سے باہر آتے تو پانی سے استنجاء کر کے آتے تھے۔

(صحیح ابن حبان: ١٤٤١' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤١٤ھ)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو پانی سے استنجاء کرتے تھے یا وضوء کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ١٥٣' ادارۃ القرآن' کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی قضاء حاجت کر کے آتے تو میں اور انصار کا ایک اور لڑکا مشکیزہ میں پانی لاتے' جس سے آپ استنجاء کرتے تھے۔ (صحیح البخاری:١٥٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ١٥٢' مسند احمد ج ٣ ص ٢٠٣' صحیح مسلم:٢٧١' شرح السنۃ:١٩٥' صحیح ابن خزیمہ:٨٥' صحیح ابن حبان:١٤٤٢)

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم اپنے شوہروں سے کہو کہ وہ پانی سے استنجاء کیا کریں' کیونکہ مجھے ان سے یہ کہتے ہوئے حیاء آتی ہے' بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی سے استنجاء کرتے تھے۔

(سنن ترمذی:١٩' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ١٥٢' سنن بیہقی ج ١ ص ١٠٥' مسند احمد ج ٦ ص ١١٤۔ ١١٣' صحیح ابن حبان:١٤٤٣)

١١- بَابٌ لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ' إِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ' جِدَارٍ أَوْ نَحْوِهِ

پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کیا جائے' لیکن جب عمارت میں ہو یا کسی دیوار یا اس طرح کی کسی چیز کی آڑ ہو تو کوئی حرج نہیں

بعض علماء نے کہا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنا اس وقت متحقق ہوگا' جب کھلے میدان یا جنگل میں قضاء حاجت کی جائے' لیکن

Marfat.com

جب انسان کسی عمارت مثلاً بیت الخلاء میں ہو یا کسی دیوار کی آڑ میں بیٹھا ہو تو پھر یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کا قبلہ کی طرف منہ ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے' کیونکہ جب انسان کا قبلہ کی طرف منہ ہو گا تو یہی صادق آئے گا کہ اس کا قبلہ کی طرف منہ ہے' خواہ وہ صحراء میں ہو یا میدان میں یا کسی عمارت میں ہو یا کسی دیوار کے پیچھے ہو' اور جس طرح بیت الخلاء میں اس کے اور قبلہ کے درمیان بیت الخلاء کی دیوار حائل ہوتی ہے' اسی طرح کھلے میدان اور صحراء کے آگے بھی پہاڑ اور ٹیلے اور شہر کی عمارتیں حائل ہوتی ہیں' اس لیے ان میں شرعی حکم کے لحاظ سے فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب قضاء حاجت اور بیت الخلاء کے ذکر میں مشترک ہیں۔

١٤٤- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنِی الزُّهْرِیُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهٗ، شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا.

[طرف الحدیث: ٣٩٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پاخانہ کرنے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرے' مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

(صحیح مسلم: ٢٦٤' الرقم المسلسل: ٥٩٨' سنن ابوداؤد: ٨' سنن نسائی: ٢٢۔٢١' سنن ابن ماجہ: ٣١٨' موطأ امام مالک: ٤٦٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ١٥٠' المعجم الکبیر: ٣٩٣١' مسند احمد ج ٥ ص ٤١٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٥١٤۔ ج ٣٨ ص ٤٩٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص پاخانہ کرنے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرے' لیکن امام بخاری نے عنوان میں عمارت یا دیوار وغیرہ کی آڑ کا جو استثناء ذکر کیا ہے' اس کا اس حدیث میں بالکل ذکر نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ایوب انصاری کا تذکرہ اور ان کی قبر کے پاس دعا کا قبول ہونا

(١) آدم بن ابی ایاس (٢) محمد بن عبد الرحمٰن بن مغیرہ بن الحارث بن ابی ذئب (٣) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (٤) ابویزید عطاء بن یزید اللیثی' یہ تابعی ہیں' ١٨٢ھ یا ١٨٥ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ الانصاری البخاری ہے' یہ غزوۂ بدر اور عقبہ ثانیہ میں حاضر تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ان کے پاس ایک مہینہ ٹھہرے تھے' یہ معزز صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہیں' انہوں نے ١٥٠' احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے سات احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں' یہ جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' ٥٠ھ میں قسطنطنیہ میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہو گئے' اس جہاد میں یہ یزید بن معاویہ کے ساتھ تھے' یہ اس کے ساتھ نکلے' پھر بیمار ہو گئے' جب ان کا مرض زیادہ ہو گیا تو انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا: جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اٹھا لینا اور جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو مجھے تم اپنے قدموں کے نیچے دفن کر دینا' سو انہوں نے ایسا ہی کیا' ان کی قبر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب معروف ہے' اس کی آج تک تعظیم کی جاتی ہے' لوگ وہاں بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں تو وہاں بارش ہو جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢ ص ٣٩٠)

Marfat.com

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

یہ عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ان کے پاس ٹھہرے تھے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بدر' احد اور تمام مشاہد میں حاضر تھے' ان کا گھر مدینہ میں تھا' خوارج کے ساتھ جنگ نہروان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' اور ان کے بعد ایک لمبے عرصہ تک زندہ رہے اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت میں روم کے شہر میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہوئے' القسطنطنیہ کی سرحد میں ان کی قبر ہے۔

سعید بن المسیب نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوایوب نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک میں کوئی مکروہ چیز لگی دیکھی' انہوں نے اس کو نکال کر آپ کو دکھائی' آپ نے ان کو دعا دی کہ ابوایوب میں جو مکروہ چیز ہو' اللہ اس کو نکال لے۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۲۳)

حضرت ابوایوب کے آزاد کردہ غلام افلح بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ام ایوب نے حضرت ابوایوب سے کہا: کیا آپ سن رہے ہیں کہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت ابوایوب نے کہا: کیوں نہیں! یہ جھوٹ ہے' اے ام ایوب! کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ' حضرت ابوایوب نے کہا: اللہ کی قسم! حضرت عائشہ تم سے بہت افضل ہیں' پھر جب قرآن نازل ہوا اور اس میں تہمت لگانے والوں کا ذکر ہوا اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی:

لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ (النور: ۱۲)

ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اس بات کو سنا تو وہ ان کے متعلق نیک گمان کرتے اور کہتے: یہ صریح بہتان ہے ○

یعنی جس طرح حضرت ابوایوب نے حضرت ام ایوب سے بات کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نیک گمان کیا۔

ابوزبید بیان کرتے ہیں کہ میں اور نوف بکالی' حضرت ابوایوب کی عیادت کے لیے گئے' نوف نے کہا: اے اللہ! ان کو عافیت میں رکھ اور شفا دے' حضرت ابوایوب نے کہا: یہ نہ کہو' بلکہ یہ کہو: اے اللہ! اگر اس کی زندگی پوری ہوگئی ہے تو اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اگر اس کی زندگی باقی ہے تو اس کو شفا دے اور اجر عطا فرما۔

حضرت ابوایوب ۵۰ھ میں فوت ہوگئے تھے' ۵۱ھ اور ۵۲ھ کے بھی قول ہیں۔

(تہذیب الکمال ج ۵ ص ۵۳۔ ۳۵۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب جس لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ جہاد کے لیے گئے تھے' اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا' حضرت ابوایوب بیمار ہوگئے تو یزید عیادت کے لیے آیا اور پوچھا: آپ کی کوئی خواہش ہو تو بتائیں' حضرت ابوایوب نے بتایا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے دشمن کے علاقہ میں دور تک لے جانا' پھر مجھے وہاں دفن کر کے لوٹ آنا' جب حضرت ابوایوب فوت ہوگئے تو ان کو القسطنطنیہ کے قریب دفن کر دیا' وہاں ان کی قبر ہے اور لوگ ان کی قبر کے پاس بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب اس سال فوت ہوئے جب یزید بن معاویہ نے القسطنطنیہ پر حملہ کیا' یہ ۵۲ھ کا واقع ہے' یزید بن معاویہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' ان کی قبر سرزمین روم میں قسطنطنیہ کے قلعہ کی بنیاد کے پاس ہے اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی

Marfat.com

حفاظت کرتے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور جب ان پر قحط آئے تو ان کی قبر کے پاس بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔
نیز لکھا ہے: جب بارش نہ ہو تو اہل روم ان کی قبر کو کھول دیتے ہیں' پھر ان پر بارش ہوتی ہے۔
نیز لکھا ہے کہ ابوسعید المعیطی نے کہا ہے کہ اہل روم نے ان کی قبر پر سفید گنبد بنا دیا ہے اور اس پر قندیل روشن کرتے ہیں۔
(تاریخ دمشق الکبیر ج ١٨ ص ٤٥۔ ٤٤' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ٧٤٨ھ لکھتے ہیں:
الواقدی نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں اور وہاں بارش کے حصول کی دعا کرتے ہیں۔
(سیر اعلام النبلاء ج ٤ ص ٦٥۔ ٦٤' دارالفکر بیروت' ١٤١٧ھ)

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں امام ابوحنیفہ کا مذہب

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے' خواہ صحراء میں قضاء حاجت کی جائے یا کسی عمارت میں' انہوں نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے' اور مجاہد' ابراہیم نخعی' سفیان ثوری' ابوثور اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں' ان کا بھی یہی مسلک ہے' نیز اس ممانعت کی وجہ قبلہ کی تعظیم ہے اور وہ صحرا اور عمارت دونوں میں موجود ہے' اگر عمارت میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا اس لیے جائز ہو کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان عمارت کی دیواریں حائل ہیں تو صحرا میں بھی اس کے اور قبلہ کے درمیان ٹیلے اور پہاڑ اور دوسرے شہروں کی عمارتیں حائل ہوتی ہیں اور اس سلسلہ میں اور بھی احادیث ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ٢ ص ٢٢٢)

امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں احادیث

حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ کرے' خواہ پیشاب کرے یا پاخانہ' لیکن مشرق کی طرف منہ کرے یا مغرب کی طرف' حضرت ابوایوب نے کہا: جب ہم شام گئے تو وہاں کے بیت الخلاء قبلہ کی طرف بنے ہوئے تھے تو ہم منحرف ہو کر بیٹھتے تھے اور اللہ سے استغفار کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ٩' سنن ترمذی: ٨' مسند احمد ج ٥ ص ٤١٧۔ ٤١٦' المعجم الکبیر: ٤٠٣٨' مسند الحمیدی: ٣٧٨' سنن بیہقی ج ١ ص ٩١' شرح السنۃ: ١٧٤' صحیح ابن حبان: ١٤١٦)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے کہا گیا کہ تمہارے نبی تمہیں ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں' حتیٰ کہ قضاء حاجت کی بھی تعلیم دیتے ہیں' حضرت سلمان نے کہا: ہاں! آپ نے ہمیں پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا ہے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے اور تین پتھروں سے کم سے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے اور لید یا ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٦٢' سنن ابوداؤد: ٧' سنن ترمذی: ١٦' سنن ابن ماجہ: ٣١٦)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لیے باپ کی جگہ ہوں' تمہیں تعلیم دیتا ہوں' پس جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے' نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور آپ تین پتھروں کا حکم دیتے تھے اور لید اور ہڈی سے منع کرتے تھے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۲۶۵' سنن ابوداؤد: ۸' سنن نسائی: ۲۰' سنن ابن ماجہ: ۳۱۳)

حضرت معقل بن ابی معقل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت ہمیں دونوں قبلوں کی طرف منہ کرنے سے منع کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰' سنن ابن ماجہ: ۳۱۹' مسند احمد: ۵۵ـ۱۸ دار الفکر)

قضاء حاجت کے وقت داؤد ظاہری کے نزدیک مطلقاً قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز

داؤد ظاہری کا مذہب یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا مطلقاً جائز ہے اور حضرت ابوایوب انصاری کی حدیث منسوخ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۲۳)

داؤد ظاہری کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا' پھر میں نے آپ کی وفات سے ایک سال پہلے دیکھا' آپ قبلہ کی طرف منہ کر رہے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳' سنن ترمذی: ۹' سنن ابن ماجہ: ۳۲۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۰)

داؤد ظاہری کی دلیل کا رد

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے استدلال کرنا ضعیف ہے' کیونکہ یہ آپ کے فعل کی حکایت ہے' اس میں عموم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ فعل کسی عذر کی وجہ سے ہو اور یا آپ کا یہ فعل کسی عمارت یا بیت الخلاء میں ہو۔

(تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۱۵۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کا یہ فعل کسی عمارت میں یا بیت الخلاء میں ہوتا تو حضرت جابر اس کو کیسے دیکھ سکتے تھے' اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے آپ کا منع فرمانا' آپ کا قول ہے اور اس حدیث میں آپ کا فعل ہے اور قول اور فعل میں جب تعارض ہو تو آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی ممانعت تحریم پر دلالت کرتی ہے اور اس حدیث سے اس کی اباحت ثابت ہوتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ ممانعت میں عموم کا صیغہ ہے اور اس حدیث میں تخصیص ہے اور عام حکم خاص فعل پر راجح ہوتا ہے۔

حضرت جابر کی اس حدیث پر شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے جرح کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

رہی حضرت جابر کی حدیث تو وہ ابان بن صالح کی روایت ہے اور وہ مشہور نہیں ہے' اور نیز اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کرنے کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت جابر اس کو بتاتے' اور اگر یہ استدلال صحیح ہو تو اس میں صرف قبلہ کی طرف منہ کرنے کا جواز ہے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کا جواز بالکل نہیں ہے' اور یہ جائز نہیں ہے کہ جس بات کا حدیث میں ذکر نہ ہو' اس کا ازخود اضافہ کیا جائے اور یہ بات نہیں ہے کہ آپ نے دو چیزوں سے منع کیا ہو اور ایک کی ممانعت منسوخ ہو جائے تو اس سے دوسری ممانعت بھی منسوخ ہو جائے' لہٰذا اس حدیث سے ان کا یہ ثابت کرنا باطل ہو گیا کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے کی ممانعت منسوخ ہو گئی ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۱ ص ۱۹۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کی توجیہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو' یہ

Marfat.com

خطاب اہل مدینہ کے لیے ہے یا ان لوگوں کے لیے ہے' جن کا قبلہ مدینہ کی سمت پر ہے اور جن کا قبلہ مشرق یا مغرب کی سمت پر ہو وہ قضاء حاجت کے وقت مشرق یا مغرب کی طرف منہ نہیں کریں گے' بلکہ وہ مشرق یا مغرب کی دائیں یا بائیں جانب منہ کریں گے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۱۷۔ ج ۱ ص ۹۳۵ پر ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۲) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۳) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۴) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ۔

١٢- بَابُ مَنْ تَبَرَّزَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ — جو شخص قضاء حاجت کے لیے دو اینٹوں پر بیٹھا

باب سابق میں بالعموم قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت تھی اور اس باب میں ائمہ ثلاثہ اور امام بخاری کی رائے کے مطابق بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز ہے' یعنی پہلے باب میں عام ممانعت تھی' خواہ صحرا میں قضاء حاجت کرے یا بیت الخلاء میں اور اس باب میں خاص ممانعت ہے صرف صحرا میں' بہ ظاہر یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کے خلاف ہے' اس حدیث کی شرح میں ان شاء اللہ ہم اس حدیث کی توجیہات بیان کریں گے۔

١٤٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ' عَنْ عَمِّهٖ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ اِذَا قَعَدْتَ عَلٰى حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَقَدِ ارْتَقَيْتُ يَوْمًا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ لَّنَا' فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهٖ. وَقَالَ لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ عَلٰى اَوْرَاكِهِمْ؟ فَقُلْتُ لَا اَدْرِيْ وَاللّٰهِ. قَالَ مَالِكٌ يَعْنِي الَّذِيْ يُصَلِّيْ وَلَا يَرْتَفِعُ عَنِ الْاَرْضِ' يَسْجُدُ وَهُوَ لَاصِقٌ بِالْاَرْضِ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۳۱۰۲] (صحیح مسلم: ۲۶۶' الرقم المسلسل: ۶۰۰' سنن ابوداؤد: ۱۲' سنن ترمذی: ۱۱' سنن نسائی: ۲۳' سنن ابن ماجہ: ۳۲۲' موطأ امام مالک: ۴۶۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۵۹' صحیح ابن حبان: ۱۴۲۱' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۶۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۹۲' شرح السنۃ: ۱۷۶' المعجم الکبیر: ۱۳۳۱۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱ طبع قدیم' مسند احمد ج ۹ ص ۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از محمد بن یحییٰ بن حبان از عم خود واسع بن حبان از عبداللہ بن عمر' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب تم اپنی قضاء حاجت کے لیے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو' نہ بیت المقدس کی طرف' پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے قضاء حاجت کر رہے تھے' آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا' حضرت ابن عمر نے (واسع بن حبان سے) کہا: شاید تم ان لوگوں میں سے ہو' جو اپنے کولہوں کو بچھا کر نماز پڑھتے ہیں؟ واسع بن حبان نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کی بات نہیں سمجھا' امام مالک نے حضرت ابن عمر کے قول کا مطلب بتایا یعنی جو شخص اس طرح نماز پڑھے کہ زمین سے اوپر نہ اٹھے' وہ زمین سے چپکا ہوا سجدہ کرے (مردوں کا اس طرح نماز پڑھنا خلاف سنت ہے' اس طرح عورتیں نماز پڑھتی ہیں' حضرت ابن عمر کا مطلب یہ تھا کہ شاید جس طرح تم خلاف سنت طریقہ سے نماز پڑھتے ہو' اسی طرح تم خلاف سنت طریقہ سے قضاء حاجت کرتے

ہو یعنی بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتے)۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے قضاء حاجت کر رہے تھے' آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری المدنی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) محمد بن یحییٰ بن حبان الانصاری البخاری' ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد میں حلقہ تھا' یہ مفتی' ثقہ اور کثیر الحدیث تھے' ۱۲۱ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے (۵) محمد بن یحییٰ کے عم محترم یہ واسع بن حبان الانصاری البخاری المازنی ہیں' یہ ثقہ تھے' ایک قول ہے: ان کی ایک روایت ہے' اس وجہ سے ان کا صحابہ میں شمار ہوتا ہے' ان کے والد حبان بن منقذ بن عمر ہیں اور وہ صحابی ہیں (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور سے بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز ------

اور اس میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء میں سے ابراہیم النخعی' ابن سیرین اور مجاہد نے یہ کہا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے' اور ان لوگوں کی نظر سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث غائب تھی' جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ممانعت صحرا اور میدانوں میں ہے' گھروں میں نہیں ہے اور کسی نے یہ روایت نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کی' آپ سے صرف یہ مروی ہے کہ آپ نے گھر میں ایسا کیا۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت کی حدیث کے لیے حضرت ابن عمر کی یہ حدیث ناسخ ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

مروان الاصفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا' حضرت ابن عمر نے اپنی اونٹنی کو قبلہ کی طرف بٹھایا' پھر بیٹھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کیا' میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! کیا اس فعل سے منع نہیں کیا گیا؟ حضرت ابن عمر نے کہا: کیوں نہیں! اس فعل سے صرف کھلی جگہ میں منع کیا گیا ہے' لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی آڑ یا حجاب ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱' امام ابوداؤد اس روایت کے ساتھ منفرد ہیں۔)

وکیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبی سے کہا کہ حضرت ابوہریرہ یہ کہتے ہیں کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو اور حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ اچانک میری نظر اٹھ گئی تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کیے ہوئے تھے' شعبی نے کہا: حضرت ابن عمر بھی صادق ہیں اور حضرت ابوہریرہ بھی صادق ہیں' حضرت ابوہریرہ کا قول جنگلوں اور صحراؤں کے متعلق ہے اور حضرت ابن عمر کا قول بیوت الخلاء کے متعلق ہے اور رہے تمہارے بیت الخلاء تو ان کے لیے کوئی قبلہ نہیں ہے۔

یہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری کی حدیث کو حضرت ابن عمر کی حدیث سے صحرا اور میدان کے ساتھ خاص کر لیا گیا ہے۔

رہا حضرت ابن عمر کا یہ کہنا کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ جب تم قضاء حاجت کے لیے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ بیت

Marfat.com

المقدس کی طرف تو ان کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام سنتوں سے معانی حاصل کرنے میں مختلف تھے اور ان میں سے ہر ایک اس پر بالعموم عمل کرتا تھا' جو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔

علامہ ابن القصار نے کہا: حضرت ابن عمر کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرم گاہ کی طرف دیکھیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی اچانک نظر پڑ گئی تو انہوں نے دیکھ لیا اور انہوں نے قصداً نہیں دیکھا' پھر جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا' اس کو نقل کر دیا۔

حافظ یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ مذکور الصدر دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب کی مطلقاً ممانعت والی حدیث کو صحراء پر محمول کرنا اور حضرت ابن عمر کی رخصت والی حدیث کو بیت الخلاء پر محمول کرنا جیسا کہ شعبی نے کہا ہے' یہ امام مالک کا اور ان کے اصحاب کا اور امام شافعی اور ان کے اصحاب کا قول ہے اور یہی ابن المبارک اور اسحاق بن راھویہ کا قول ہے۔

اور ثوری اور کوفیوں (فقہاء احناف) کا مذہب یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے' صحراء میں نہ بیت الخلاء میں' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے اور ان کا استدلال حضرت ابوایوب انصاری' حضرت ابوہریرہ' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت سہل بن حنیف' حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ہے' جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔

(تمہید ج ۱ ص ۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے' خواہ وہ صحراء میں ہو یا بیت الخلاء میں اور یہی ثوری اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے' کیونکہ احادیث میں بالعموم ممانعت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے اور یہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے اور یہی امام مالک' امام شافعی اور ابن المنذر کا قول ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۲۰۶' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر کا یہ نظریہ تھا کہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت صرف صحراء میں ہے' جب کہ وہاں کوئی حجاب نہ ہو' جیسا کہ اس پر امام ابوداؤد اور امام حاکم کی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام ابوحنیفہ کی طرف سے حدیث مذکور سے استدلال کے جوابات

حضرت ابن عمر کی اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے' امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) ممانعت کی حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے' جن میں حضرت ابوایوب انصاری' حضرت ابوہریرہ' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت سہل بن حنیف' حضرت عبداللہ بن الحارث اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم ہیں' اور رخصت کی حدیث صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور جو حدیث چھ صحابہ سے مروی ہو' وہ اس حدیث پر راجح ہے' جو صرف ایک صحابی سے مروی ہو۔

(۲) حضرت ابن عمر نے قصداً اور بہ غور نہیں دیکھا تھا کہ بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا' اتفاقاً ان کی نظر پڑ گئی تھی' اس حالت میں عام آدمی کی طرف بھی دیکھنا جائز نہیں ہے' چہ جائیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

Marfat.com

طرف' سو ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر کو دیکھنے میں خطاء واقع ہوئی ہو اس لیے اس حالت میں ان کی روایت قابلِ اعتماد نہیں ہے' خصوصاً جب کہ اس کے خلاف متعدد احادیث صحیحہ ہیں۔

(۳) ممانعت کی احادیث عام ہیں اور رخصت کی حدیث خاص ہے اور عام خاص پر مقدم ہوتا ہے' لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔

(۴) ممانعت کی احادیث میں نبی ﷺ کا قول ہے اور رخصت کی حدیث میں آپ کا فعل ہے اور آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے' لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔

(۵) ممانعت کی احادیث تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور رخصت کی حدیث اباحت پر دلالت کرتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم راجح ہوتی ہے' لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔

(٦) ممانعت کی احادیث میں کعبہ کا زیادہ احترام ہے' اس لیے وہ راجح ہیں۔

(۷) نبی ﷺ کعبہ سے افضل ہیں' اس لیے قضاء حاجت کے وقت بیت الخلاء میں آپ کی پیٹھ کعبہ کی طرف ہو تو کوئی حرج نہیں' اس کے برخلاف ہمارا یہ مقام نہیں' ہم پر کعبہ کا احترام لازم ہے اور ہمارا اس حالت میں کعبہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے۔

(۸) **بعض علماء** نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنے کے مکلف تھے اور ہم سمت کعبہ کی طرف منہ کرنے کے مکلف ہیں' اسی طرح آپ قضاء حاجت کے وقت عین کعبہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرنے کے مکلف تھے' سو جب حضرت ابن عمر نے آپ کو دیکھا تو آپ کی پیٹھ سمت کعبہ کی طرف تھی نہ کہ عین کعبہ کی طرف اور یہ غور تحقیق کرنے کا موقع نہ تھا۔

✱ یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۱۹۔ ج ۱ ص ۹۳٦ پر ہے' اس کی شرح میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ بیان کیا گیا ہے۔

۱۳- بَابُ خُرُوْجِ النِّسَاءِ إِلَى الْبَرَازِ
خواتین کا کھلے میدان میں (قضاء حاجت کے لیے) نکلنا

''براز'' کا معنی وسیع میدان ہے اور یہ قضاء حاجت سے کنایہ ہے' حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین لعنت کی جگہوں سے بچو' پانی کے گھاٹ پر' عام راستہ پر اور سائے کی جگہوں پر براز (قضاء حاجت) کرنے سے (اس حدیث میں آپ نے قضاء حاجت کے لیے ''براز'' کا لفظ فرمایا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۲٦' سنن ابن ماجہ: ۳۲۸)

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں بیت الخلاء میں قضاء حاجت کا ذکر تھا اور اس باب میں کھلے میدان میں قضاء حاجت کا ذکر ہے۔

١٤٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ وَهُوَ صَعِيدٌ أَفْيَحُ فَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْجُبْ نِسَاءَكَ فَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ کی ازواج رات کو قضاء حاجت کے لیے المناصع کی طرف جاتی تھیں' المناصع کا معنی ہے: وسیع میدان۔ حضرت عمر' نبی ﷺ سے یہ کہتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں' اور نبی ﷺ اس طرح نہیں کرتے تھے' پس نبی ﷺ

Marfat.com

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِيْ عِشَاءً، وَكَانَتِ امْرَاَةً طَوِيْلَةً، فَنَادَاهَا عُمَرُ اَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ، حِرْصًا عَلٰى اَنْ يُّنْزَلَ الْحِجَابُ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ الْحِجَابِ.

کی زوجہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ایک رات کو عشاء کے وقت قضاء حاجت کے لیے نکلیں، وہ دراز قد خاتون تھیں، ان کو حضرت عمر نے آواز دے کر کہا: اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے، حضرت عمر کو یہ حرص تھی کہ پردہ کے احکام نازل ہو جائیں، پھر اللہ نے حجاب کی آیت نازل کر دی۔

[اطراف الحدیث: ۱۴۷-۴۷۹۵-۵۲۳۷-۶۲۴۰]

(صحیح مسلم: ۲۱۷۰، الرقم المسلسل: ۵۵۶۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۸، مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۵۸۶۶۔ ج ۴۳ ص ۵۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: رات کو ازواج قضاء حاجت کے لیے ''المناصع'' یعنی وسیع میدان کی طرف جاتی تھیں، امام بخاری نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ پہلے گھروں میں بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں ہوتے تھے، اس لیے ازواج قضاء حاجت کے لیے کھلے میدانوں میں جاتی تھیں اور یہ ان کے لیے رخصت تھی، پھر جب گھروں میں بیت الخلاء بن گئے تو ان کو ضروری کام کے سوا گھروں سے نکلنے سے منع کر دیا گیا، جس کی تصریح اگلے باب میں آ رہی ہے۔

اس حدیث کے تمام رجال کا اسی ترتیب کے ساتھ ''کتاب الوحی'' میں تعارف ہو چکا ہے۔

''المناصع'' اور ''افیح'' کا معنی

اس حدیث میں ''المناصع'' کا لفظ ہے، یہ ''منصع'' کی جمع ہے ''ناصع'' کا معنی ہے: خالص، الازہری نے کہا ہے: یہ وہ جگہیں ہیں، جو مدینہ سے باہر تھیں اور اس میں ''افیح'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: واسع۔ (التنقیح علی الجامع الصحیح ج ۱ ص ۱۳۶)

حجاب کے تین مراتب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہتے تھے: آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں۔

قرآن مجید میں حجاب کے متعلق تین حکم ہیں:

(۱) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ. (الاحزاب: ۵۹)

اے نبی! آپ اپنی ازواج سے اور اپنی صاحب زادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔

اس حکم کا منشاء یہ ہے کہ وہ اپنے چہروں کو اجنبی مردوں سے حجاب میں رکھیں اور عورتوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو چھپا کر رکھیں۔

(۲) اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. (الاحزاب: ۵۳)

جب تم نبی کی ازواج سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ازواج مطہرات اور مسلمانوں کے درمیان پردہ لٹکا دیا جائے۔

(۳) وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى. (الاحزاب: ۳۳)

اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو۔

اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ ازواج مطہرات اپنے گھروں میں لازم رہیں اور اگر کسی ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر جانا

Marfat.com

پڑے تو بناؤ سنگھار کر کے گھر سے باہر نہ نکلیں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ ایک رات کو عشاء کے وقت قضاء حاجت کے لیے باہر نکلیں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس القرشیہ العامریہ بہت پہلے اسلام لائی تھیں اور بیعت کر چکی تھیں وہ پہلے اپنے عم زاد کے نکاح میں تھیں جن کا نام السکران بن عمرو تھا وہ ان کے ساتھ اسلام لائے تھے اور ان دونوں نے ایک ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پھر جب یہ مکہ میں آئیں تو ان کے خاوند فوت ہو گئے پھر ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کر لیا یہ واقعہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سے پہلے ہوا پھر انہوں نے مدینہ ہجرت کی جب ان کی عمر زیادہ ہو گئی تو آپ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا حضرت سودہ نے کہا: آپ مجھے طلاق نہ دیں اور انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کے لیے کر دی پھر آپ نے ان کو رکھ لیا ان سے پانچ احادیث مروی ہیں امام بخاری نے ان سے دو احادیث روایت کی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں ان کی وفات ہوئی ایک قول ہے کہ حضرت معاویہ کے زمانہ میں ۵۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ٣ ص ٤٣١ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٠٦ھ سے علامہ عینی نے یہ احوال نقل کیے ہیں ان کے علاوہ علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے:

حضرت سودہ کا بدن بھاری تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کی عمر زیادہ ہو گئی اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی حتیٰ کہ آپ فوت ہو گئے۔

محمد بن علی بن الحسین نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل پندرہ عورتوں سے نکاح کیا تھا اور حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بعد آپ نے جس خاتون سے سب سے پہلے نکاح کیا تھا وہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا تھیں حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ حج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا! آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا پس تم اس کی طرف سے قرض ادا کرتے تو کیا تمہاری طرف سے وہ قرض قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٤٢٩)

حضرت سودہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئی تھیں۔

(اسد الغابہ ج ٧ ص ١٥٨-١٥٧ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٥ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ اور ان کی رائے کی فضیلت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کرتے رہتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں اس سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کو مشورہ دینا جائز ہے اور اس میں مشورہ دینے کی فضیلت ہے بہ شرطیکہ مشورہ دینے سے کسی کو مشکل اور دشواری میں ڈالنا مقصود نہ ہو اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ ان کے مشورہ کے بعد حجاب کے احکام نازل ہوئے اور سورۃ الاحزاب کی وہ آیتیں نازل ہوئیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید میں حسب ذیل آیات نازل ہوئی ہیں:

Marfat.com

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں آیات حجاب کا نازل ہونا

(۱) يَاۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ. (الاحزاب:۵۹) اے نبی! آپ اپنی ازواج سے اور اپنی صاحب زادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مشورہ دیتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں' جیسا کہ اس حدیث میں ہے' سو حضرت عمر کی رائے کے موافق یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمانا

(۲) عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ. (التحریم:۵) اگر وہ (نبی) تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب عنقریب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج غیرت میں جمع ہوگئیں تو میں نے ان سے کہا: اگر وہ (نبی) تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب عنقریب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا' تب التحریم:۵ نازل ہوگئی۔ (جامع البیان جز۲۹ ص۱۸۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت'۱۴۲۱ھ)

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں مقام ابراہیم کو مصلی بنانا

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کاش! آپ مقامِ ابراہیم کو مصلی بنالیں' تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى. (البقرہ:۱۲۵) اور تم مقام ابراہیم کو مصلی بنالو۔

(جامع البیان ج۱ ص۶۱۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت'۱۴۲۱ھ)

ان آیات کا ذکر اس حدیث میں بھی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: میں نے اپنے رب کی موافقت تین آیات میں کی ہے: میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالیں' تو یہ آیت نازل ہوگئی: ''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى''. (البقرہ:۱۲۵) اور آیت حجاب میں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ اپنی ازواج کو یہ حکم دیں کہ وہ حجاب میں رہیں' کیونکہ ان سے نیک اور بد ہر قسم کے آدمی بات کرتے ہیں تو آیت حجاب نازل ہوگئی (الاحزاب:۵۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج آپ کے خلاف غیرت میں جمع ہوئیں تو میں نے ان سے کہا: اگر وہ (نبی) تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب عنقریب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا تو التحریم: ۵ نازل ہوگئی۔ (صحیح البخاری: ۵۰۲' سنن ترمذی: ۲۹۶۰' سنن ابن ماجہ: ۱۰۰۹' سنن داری: ۱۸۴۹' مسند البزار: ۲۲۱۔۲۲۰' صحیح ابن حبان: ۶۸۹۶' المعجم الصغیر: ۸۶۸' سنن بیہقی ج۷ ص۸۸' شرح السنہ: ۳۸۸۷' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۱' مسند احمد ج۱ ص۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۷۔ ج۱ ص۲۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں صرف تین آیات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کا ذکر ہے' حالانکہ حضرت عمر کی موافقت کی آیات کی تعداد بہت زیادہ ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تین آیات زیادہ مشہور تھیں' باقی آیات حسب ذیل ہیں:

Marfat.com

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں ان مسلمانوں پر عتاب جنہوں نے غزوۂ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لینے کو اختیار کیا تھا

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (الانفال:٦٧)

نبی کے پاس اس وقت تک قیدی نہیں ہونے چاہئیں جب تک کہ (کافروں کا) خون نہ بہایا جائے' تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے○

حضرت عمر بن الخطاب کی روایت کے آخر میں ہے:

ابوزمیل نے کہا: غزوۂ بدر کے دن تیسرے آسمان سے مدد آئی' پس ستر کفار قتل کر دیئے گئے اور ستر کفار قید کر لیے گئے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب قیدیوں کو گرفتار کر لیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے کہا: ان قیدیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اے نبی اللہ! یہ چچا اور رشتہ داروں کی اولاد ہیں' میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں' اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہو جائے گی' پھر ہو سکتا ہے کہ اللہ ان کو اسلام کے لیے ہدایت دے دے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ (حضرت عمر نے کہا:) نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں ہے' جو ابوبکر کی رائے ہے' لیکن میری رائے یہ ہے کہ ہم ان پر قدرت پا چکے ہیں' سو ہم ان کی گردنیں اڑا دیں' آپ حضرت علی کو موقع دیں' وہ عقیل کی گردن اڑا دیں' اور مجھے فلاں پر موقع دیں' میں اس کی گردن اڑا دوں' یہ لوگ کفر کے ائمہ اور صنادید ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوبکر کے قول کی طرف مائل ہوئے اور میرے قول کی طرف مائل نہیں ہوئے' دوسرے دن صبح کو جب میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر دونوں بیٹھے ہوئے رو رہے تھے' میں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے بتایئے آپ اور آپ کے یہ صاحب کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ پس اگر مجھے بھی ازخود رونا آیا تو میں روؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو میں آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے زبردستی روؤں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ تمہارے اصحاب کے فدیہ لینے کی وجہ سے میرے اوپر ان کا عذاب پیش کیا گیا' جو اس درخت کے قریب آ چکا تھا' وہ درخت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تھا' اور اللہ عزوجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الانفال:٦٩-٦٧)

نبی کے پاس اس وقت تک قیدی نہیں ہونے چاہئیں' جب تک کہ کافروں کا خون نہ بہایا جائے' تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ فرماتا ہے' اور اللہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے○ اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی یہ حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے فدیہ لیا ہے' اس پر تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا○ پس تم نے جو حلال اور پاکیزہ غنیمت حاصل کی ہے اس کو خوب کھاؤ پیو اور اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے○

پھر اللہ نے مسلمانوں کے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔ (صحیح مسلم: ١٧٦٣' الرقم المسلسل: ٤٥٠٧' سنن ابوداؤد: ٢٦٩٠' سنن ترمذی: ٣٠٨١' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٠ ص ٣٥٠-٣٥٠' ج ١٤ ص ٣٦٦-٣٦٥' مسند البزار: ١٩٦' صحیح ابن حبان: ٤٧٩٣' سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٢١' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٣ ص ٥٢-٥١' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ٤٠٨' مسند احمد ج ١ ص ٣٠ طبع قدیم' مسند احمد ج ١ ص ٣٣٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

فدیہ لینے پر عتاب کی توجیہ

الانفال:٦٩ میں ہے: ''اگر اللہ کی طرف سے یہ حکم پہلے ہی لکھا ہوا نہ ہوتا''۔ اس کی تفسیر میں امام محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اس امت کو مالِ غنیمت کھلانے والا ہے اور انہوں نے اللہ کے حکم سے پہلے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے لیا تھا' اس وجہ سے ان پر عتاب کیا گیا۔ (جامع البیان جز١٠ ص٥٣' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ)

امام الحسین بن مسعود البغوی متوفی ٥١٦ھ نے لکھا ہے کہ فدیہ کی رقم چالیس اوقیہ تھی اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا تھا۔

(معالم التنزیل ج٢ ص٣١٠' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢٠ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ نے الانفال:٦٨ کی تفسیر میں اس آیت کی چار وجوہ بیان کی ہیں:

(١) اس امت سے پہلے مالِ غنیمت کو کھانا حرام تھا اور اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں یہ لکھ دیا تھا کہ اس امت کے لیے مالِ غنیمت حلال ہے' اگر پہلے سے یہ حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان کے فدیہ لینے کی وجہ سے ان پر عذاب آتا۔

(٢) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پہلے فدیہ لینے سے منع نہیں کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ لکھ دیا تھا کہ جس کام کو مسلمان کریں' جس سے ان کو پہلے منع نہ کیا ہو تو اس پر ان کو عذاب نہیں ہوگا' اگر یہ پہلے لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان پر عذاب آتا۔

(٣) اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں یہ لکھ دیا تھا کہ اہل بدر کو عذاب نہیں ہوگا' اگر یہ لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان پر عذاب آتا۔

(٤) اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں یہ لکھ دیا تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے عذاب نہیں آئے گا' اگر یہ حکم پہلے سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان پر عذاب آتا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز٧ ص٤٠٧۔٤٠٦' دارالفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

* ان آیات کی مزید تفصیل اور تحقیق کے لیے تبیان القرآن ج٤ ص٧٠٠۔٦٩٩ کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی ممانعت

(٥) وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا. (التوبہ:٨٤) ان (منافقین) میں سے کوئی مرجائے تو آپ اس کی نماز جنازہ کبھی بھی نہ پڑھیں۔

یہ آیت بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوگیا تو اس کا بیٹا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ! مجھے اپنی قمیص عطا کیجئے' میں اس میں اس کو کفن دوں گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کے لیے استغفار کریں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی قمیص عطا کردی' اور فرمایا: مجھے مطلع کرنا' میں اس کی نماز پڑھوں گا' جب آپ نے اس کی نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھینچا اور کہا: کیا اللہ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے دو چیزوں کا اختیار ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ. (التوبہ:٨٠) آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں' اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ (بھی) استغفار کریں تو اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی تو یہ آیت نازل ہوگئی:

Marfat.com

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا. (التوبہ:۸۴) ان منافقین میں سے کوئی مر جائے تو آپ (آئندہ) اس کی نمازِ جنازہ کبھی نہ پڑھیں۔

(صحیح البخاری:۱۲۶۹، صحیح مسلم:۲۷۷۴، سنن ترمذی:۳۰۹۸، سنن نسائی:۱۸۹۶، سنن ابن ماجہ:۱۵۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸)

حضرت عمر کے قول کے موافق "فتبارك الله احسن الخالقين" کا نازل ہونا

(٦) فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ○ (المومنون:۱۴) پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے○

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے چار آیتوں میں اپنے رب کی موافقت کی ہے اور تیسری آیت یہ بیان کی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ○ (المومنون:۱۲) بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا○

جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے کہا: "تبارك الله احسن الخالقين" تو یہ آیت نازل ہوئی: "فتبارك الله احسن الخالقين" (المومنون:۱۴)۔ (مسند ابوداؤد والطیالسی:۴۱، المعجم الکبیر:۱۲۴۴۴، الدر المنثور ج ۶ ص ۹۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں شراب کی تحریم کا نازل ہونا

(٧) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ○ (المائدہ:۹۱-۹۰)

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں سے ہیں، پس تم ان سے بچو تاکہ کامیاب ہو جاؤ○ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعہ عداوت اور بغض پیدا کردے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟○

شراب کی تحریم کی یہ آیتیں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں، حدیث میں ہے:

ابومیسرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے متعلق شافی بیان کردے تو یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا. (البقرہ:۲۱۹)

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے: ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے اس میں دنیاوی فائدہ ہے اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

حضرت عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے متعلق شافی بیان کردے تو یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى. (النساء:۴۳) اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

حضرت عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے متعلق شافی بیان کردے تو پھر المائدہ:۹۱-۹۰ نازل ہوئی، جس

Marfat.com

کے آخر میں ہے: کیا تم باز آنے والے ہو؟ حضرت عمر نے کہا: ہم باز آ گئے' ہم باز آ گئے۔

(سنن ترمذی: ۳۰۴۹' سنن ابوداؤد: ۳۶۷۰' سنن نسائی: ۵۵۵۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۱۲' المستدرک ج ۴ ص ۱۴۳' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۵' مسند احمد ج ۱ ص ۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۷۸۔ ج ۱ ص ۴۴۳۔ ۴۴۲' مؤسسة الرسالة' بیروت)۔

حضرت عمر کا حضرت جبریل کی حمایت کرنا اور اس پر البقرۃ: ۹۷ کا نازل ہونا

(۸) قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ. (البقرہ: ۹۷) آپ کہیے کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہو (تو ہوا کرے) بے شک اس نے تو آپ کے دل پر اللہ کے اذن سے قرآن نازل کیا ہے۔

یہ آیت بھی حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہے' حدیث میں ہے:

عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر یہود کی طرف گئے اور ان سے کہا: میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں' جس نے تورات کو حضرت موسیٰ پر نازل کیا! کیا تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی کتاب میں لکھا ہوا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! حضرت عمر نے کہا: پھر ان کی پیروی کرنے سے تمہیں کیا چیز مانع ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جس رسول کو بھی بھیجا' اس کا فرشتوں سے کوئی کفیل ہوتا ہے اور بے شک جبریل (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کفیل ہے اور وہ فرشتوں میں سے ہمارا دشمن ہے اور میکائل ہمارا دوست ہے' وہ ہم پر سلامتی لاتا ہے' اگر ان کے پاس میکائل آتا ہوتا تو ہم ان پر ایمان لے آتے' حضرت عمر نے کہا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں' جس نے حضرت موسیٰ پر تورات کو نازل کیا ہے! ان دونوں فرشتوں کا اللہ کی جناب میں کیا مرتبہ ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل اللہ کی دائیں جانب ہے اور میکائل اللہ کی بائیں جانب ہے' حضرت عمر نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دونوں اللہ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں' میکائل جبریل کے دشمن پر سلامتی نہیں لاتے اور نہ جبریل میکائل کے دشمن پر سلامتی لاتے ہیں' ابھی ان میں یہ بات ہو رہی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے' یہودیوں نے کہا: اے ابن الخطاب! یہ تمہارے پیغمبر ہیں' حضرت عمر آپ کی طرف کھڑے ہو گئے اور اس وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: "قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ" (البقرہ: ۹۷) آپ کہیے جو شخص جبرئیل کا دشمن ہے (تو ہوا کرے)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۲۸۵' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن مجید کی آیات کے نازل ہونے کا سبب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق یہ آیات اس لیے نازل ہوئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی زبان کو اظہارِ حق کا ذریعہ بنا دیا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور اس کے دل میں رکھ دیا ہے اور حضرت ابن عمر نے کہا: جب بھی لوگوں کو کوئی امر پیش آیا اور لوگوں نے اس کے متعلق کوئی بات کہی اور حضرت عمر نے اس کے متعلق کوئی اور بات کہی تو قرآن حضرت عمر کے قول کے موافق نازل ہو جاتا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۲)

راستہ میں خواتین سے باتیں کرنے کا اور اپنی ماں کو نیکی کی نصیحت کرنے کا جواز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عمر کے مشورہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے آواز دے کر کہا: اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرد راستے میں عورتوں سے بات کر سکتے ہیں' حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنی ماں کو نیکی کی نصیحت کر سکتا ہے' کیونکہ اس کلام سے حضرت عمر کی غرض یہ تھی کہ حضرت سودہ حجاب میں رہا کریں' اسی طرح

Marfat.com

حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں' وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کی وجہ سے کہا تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم تھا کہ آپ کی ازواج کا پردہ میں رہنا بہتر ہے' لیکن آپ اس معاملہ میں وحی کا انتظار کر رہے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے گا تو پھر آپ اس پر عمل کرائیں گے' اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر کے مشورہ پر عمل کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں زیادہ فضیلت تھی' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر کے مشورہ پر عمل نہیں کر رہے تھے۔

١٤٧- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ أُذِنَ أَنْ تَخْرُجْنَ فِي حَاجَتِكُنَّ. قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي الْبَرَازَ.

(صحیح مسلم: ٢١٧٠' الرقم المسلسل: ٥٥٦٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک تمہیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ ہشام نے کہا: یعنی قضاء حاجت کے لیے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے' کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: عورتوں کا قضاء حاجت کے لیے کھلے میدان میں نکلنا' اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورتوں کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ قضاء حاجت کے لیے اپنے گھروں سے نکل سکتی ہیں' حضرت سودہ حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد قضاء حاجت کے لیے نکلیں اور ان کا جسم بہت بڑا تھا تو حضرت عمر نے ان کو پہچان لیا اور کہا: اے سودہ! اللہ کی قسم! آپ ہم سے نہیں چھپ سکی ہیں' آپ غور کریں کہ آپ کس طرح باہر نکل رہی ہیں' حضرت سودہ نے واپس آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کی شکایت کی' آپ اس وقت رات کا کھانا کھا رہے تھے' اسی وقت آپ پر وحی نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: بے شک تمہیں قضاء حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ٢١٧٠' الرقم المسلسل: ٥٥٦٤)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان میں سے پہلے زکریا بن یحییٰ بن صالح اللؤلؤی ہیں' ان کی کنیت ابو یحییٰ' بلخی ہے' یہ حافظ' فقیہ اور مصنف فی السنۃ تھے' یہ ٢٣٠ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے تھے اور وہیں مدفون ہوئے۔

دوسرے راوی ابو اسامہ حماد بن اسامہ کوفی ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے' تیسرے راوی ہشام بن عروہ ہیں' چوتھے راوی عروہ کے والد الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں اور پانچویں راویہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢ ص ٤٣٣)

خواتین کے لیے اپنی ضروریات میں گھر سے نکلنے کی اجازت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواتین اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد ان کو قضاء حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی اور جب ان کے لیے قضاء حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے تو دیگر ضروریات کے لیے بھی گھر سے باہر نکلنا جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی نماز کے لیے ان کو جانے کا حکم دیا ہے بلکہ پانچ وقت کی نمازوں کے لیے مسجد میں جانے کی اجازت دی ہے' اور مردوں سے فرمایا ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے منع نہ کریں اور حج اور عمرہ کے لیے آپ خود ازواجِ مطہرات کو اپنے ساتھ لے کر گئے اور حضرت ام المؤمنین کو

Marfat.com

آپ نے ان کے والدین سے ملنے کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ خواتین اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے گھر سے نکل سکتی ہیں اور جب آپ بیمار ہو گئے تو دیگر ازواج آپ کی عیادت کے لیے آتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ خواتین کا اپنے بیمار رشتہ داروں کی عیادت کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے پر اعتراض کا جواب

اس تفصیل سے شیعہ کا یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ جنگ جمل میں حضرت عائشہ نے گھر سے باہر نکل کر "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ". (الاحزاب: ۳۳) کے حکم کی مخالفت کی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ گئی تھیں اور یہ جائز تھا اس دوران باغیوں نے مدینہ منورہ پر قبضہ کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا تو حضرت طلحہ حضرت زبیر اور ان کے رفقاء مکہ میں حضرت عائشہ سے ملے اور آپ کو مدینہ واپس جانے سے منع کیا اور ان سے درخواست کی کہ بصرہ میں ہمارے موافقین ہیں آپ وہاں چلیں مدینہ جانے میں یہ خطرہ ہے کہ باغی آپ کے ساتھ بھی بے ادبی سے پیش نہ آئیں سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے ہمراہ بصرہ چلی گئیں ادھر باغیوں نے حضرت علی سے کہا: یہ لوگ آپ کی حکومت کو ختم کرنے کے لیے بصرہ میں جمع ہو رہے ہیں اس سے پہلے کہ یہ لوگ پہل کریں آپ ان پر حملہ کر کے ان کی قوت کو ختم کر دیں تو حضرت علی بھی بصرہ روانہ ہو گئے وہاں دونوں طرف سے اکابرین میں مذاکرات ہوئے اور اس پر اتفاق ہو گیا کہ خون عثمان کا قصاص لیا جائے گا اس پر باغیوں نے محسوس کیا کہ اب ان کی بقاء کو خطرہ ہے پس رات کے اندھیرے میں چند باغیوں نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے پڑاؤ پر اچانک حملہ کر دیا اور یہ کہا کہ علی نے معاہدہ شکنی کی اور کچھ نے حضرت علی کے لشکر پر حملہ کر دیا اور کہا کہ طلحہ اور زبیر نے عہد شکنی کی اور یوں باغیوں کی سازش کامیاب ہو گئی اور فریقین میں جنگ چھڑ گئی اور جو ہونا تھا وہ ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی لاشوں کو دیکھ کر بہت روئے اور کہا: کاش! میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی محمد بن ابوبکر کے ہمراہ عزت اور احترام کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا حضرت ام المومنین جب بھی "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ". (الاحزاب: ۳۳) کی تلاوت کرتیں تو اس واقعہ کو یاد کر کے بہت روتی تھیں۔

* اس واقعہ کو زیادہ تفصیل اور تحقیق سے جاننے کے لیے تبیان القرآن ج ۹ ص ۴۳۶۔ ۴۲۴ الاحزاب: ۳۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۵۵۴۔ ج ۶ ص ۵۳۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:
(۱) حجاب کے تین مراحل (۲) قضاء حاجت کے لیے ازواج مطہرات کے گھر سے باہر نکلنے کے تین احوال (۳) حدیث الباب کے مسائل۔

١٤ - بَابُ التَّبَرُّزِ فِي الْبُيُوتِ — گھروں میں قضاء حاجت کرنا

پہلے گھروں میں بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں تھے اس لیے خواتین قضاء حاجت کے لیے صحراء اور میدان میں جاتی تھیں جیسا کہ اس سے پہلے باب میں ذکر ہے بعد میں گھروں میں بیت الخلاء بنا دیئے گئے تو پھر خواتین گھروں کے بیت الخلاء میں قضاء حاجت کرتی تھیں اور سوائے شرعی ضرورت کے گھر سے باہر نہیں نکلتی تھیں اور باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں قضاء حاجت کے لیے میدان میں جانے کا ذکر تھا اور اس باب میں گھروں میں قضاء حاجت کا ذکر ہے اور قدر مشترک قضاء حاجت ہے۔

١٤٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ ارْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهُ، مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ، مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از محمد بن یحییٰ بن حبان از واسع بن حبان از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت کے اوپر اپنے کسی کام سے چڑھا تو میں نے دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کر رہے تھے' آپ کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی اور منہ شام کی طرف تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' حدیث:١٤٥ میں گزر چکی ہے۔

حدیث:١٤٥ میں یہ ذکر نہیں تھا کہ آپ کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی' وہاں صرف یہ ذکر تھا کہ آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا' لیکن یہ دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں اور بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا لازم ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ حضرت حفصہ کے گھر کی چھت پر بیت الخلاء میں قضاء حاجت کر رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) ابراہیم بن المنذر' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٢) انس بن عیاض ابوضمرہ اللیثی المدنی' یہ ثقہ عالم ہیں' شعبہ اور متعدد ائمہ سے روایت کرتے ہیں' ان سے امام احمد روایت کرتے ہیں' ٢٩٦ھ میں فوت ہو گئے تھے' کتب ستہ میں انس بن عیاض نام کا اور کوئی راوی نہیں ہے (٣) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب' ابوعثمان القرشی المدنی' یہ اپنے والد' القاسم' سالم اور متعدد سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عبد الرزاق اور دیگر روایت کرتے ہیں' یہ ١٤٧ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) محمد بن یحییٰ بن حبان (٥) واسع بن حبان (٦) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢ ص ٤٣٤)

٠٠٠- بَابٌ

باب

١٤٩- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ أَنَّ عَمَّهُ وَاسِعَ بْنَ حَبَّانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ قَالَ لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلَى لَبِنَتَيْنِ، مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از محمد بن یحییٰ بن حبان کہ ان کے چچا واسع بن حبان نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بے شک میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' حدیث:١٤٥ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) یعقوب بن ابراہیم' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٢) یزید بن ہارون' یہ حافظ اور متقن تھے' ان سے ذہلی اور دیگر نے روایت کی

Marfat.com

ہے' یہ نابینا ہو گئے تھے' ۸۸ سال کی عمر میں ۲۰۶ھ میں واسط شہر میں فوت ہو گئے تھے (۳)(۴)(۵)(۶) یحییٰ بن سعید انصاری المدنی' ان کا ذکر کئی بار ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۴۴۔۴۴۳)

١٥- بَابُ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ — پانی کے ساتھ استنجاء کرنا

یعنی پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا شرعی حکم' استنجاء کا لغوی معنی ہے: مخرج کے منہ پر باقی نجاست کو زائل کرنا اور اس کا شرعی معنی ہے: قبل یا دبر پر لگی ہوئی نجاست کو مٹی کے ڈھیلوں یا پانی سے زائل کرنا' اس سے پہلے باب میں قضاء حاجت کا ذکر تھا اور اس باب میں قضاء حاجت کے اثر کو زائل کرنے کا ذکر ہے۔

١٥٠- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ اَبِيْ مُعَاذٍ' وَاسْمُهُ عَطَاءُ بْنُ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ' اَجِيْءُ اَنَا وَغُلَامٌ مَعَنَا اِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ' يَعْنِيْ يَسْتَنْجِيْ بِهِ.

[اطراف الحدیث: ١٥١۔١٥٢۔٢١٧۔٥٠٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی معاذ' ان کا نام عطاء ابن ابی میمونہ ہے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا آتا' ہمارے ساتھ پانی کا برتن ہوتا' آپ اس سے استنجاء کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۰' الرقم المسلسل: ۶۰۸' سنن ابوداؤد: ۴۳' سنن نسائی: ۴۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۸)

عنوان باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ اس (پانی) سے استنجاء کرتے۔ امام بخاری نے اس باب سے ان لوگوں پر رد کرنے کا قصد کیا ہے' جو کہتے ہیں: پانی کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ ہے اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کے ساتھ استنجاء نہیں کیا' ہم عنقریب ان شاء اللہ اس سلسلہ میں مفصل احادیث بیان کریں گے' صحیح البخاری: ۱۴۳ کی شرح میں بھی اس کی کافی وضاحت ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالولید ہشام بن عبدالملک البصری (۲) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابومعاذ عطا بن میمونہ البصری التابعی' یہ ۱۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ تقدیر کا انکار کرتے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف گزر چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۳۹)

''غلام'' اور ''اداوۃ'' کا معنی

اس حدیث میں ''غلام'' کا لفظ ہے' ''غلام'' اس نوعمر لڑکے کو کہتے ہیں' جس کی مسیں بھیگ چکی ہوں' زمخشری نے کہا ہے کہ غلام اس نوعمر لڑکے کو کہتے ہیں' جس کی ڈاڑھی آنے والی ہو۔

''اداوۃ'' چمڑے کے چھوٹے برتن کو کہتے ہیں' جس میں پانی رکھا جاتا ہے۔

پانی سے استنجاء کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہمام بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پانی سے استنجاء کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: پھر ہمیشہ میرے

Marfat.com

ہاتھ سے بدبو آتی رہے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۵ ۔ ج ۱ ص ۱۴۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۱۶ھ)

قضاء حاجت کے بعد ہاتھوں کو صابن سے دھولینا چاہیے' خصوصاً جراثیم کش صابن مثلاً ڈیٹول کے صابن سے'اس سے بدبو بھی زائل ہوگی اور پیلیا (یرقان) کا خطرہ بھی نہیں رہے گا' اگر استنجاء کرنے کے بعد صابن سے ہاتھ دھوئے بغیر کھانے پینے کی چیزوں کو ہاتھ لگایا جائے اور ان کو کھایا جائے تو اس سے پیلیا کا خطرہ ہے' گٹر کے پانی سے یہ بیماری پھیلتی ہے' پاکستان کے شہروں میں سیوریج سسٹم کی خرابی کی وجہ سے سڑکوں پر گٹر کا پانی بہتا رہتا ہے' پھر دھوپ لگنے سے اس کے بخارات فضا میں اٹھتے ہیں اور گزرنے والوں کے سانس کے ذریعہ ان کے جسم میں اس کے جراثیم داخل ہو جاتے ہیں' اسی طرح لوگ سڑک پر بلغم تھوک دیتے ہیں اور دھوپ لگنے سے اس سے بخارات اٹھتے ہیں اور سانس کے ذریعہ تھوکنے والے کی بیماریاں دوسروں میں منتقل ہو جاتی ہیں' ہمارے ملک کے لوگوں میں اجتماعی شعور اور احساسِ ذمہ داری نہیں ہے۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسود اور عبد الرحمان بن یزید بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور پتھروں سے استنجاء کرتے اور اس پر اضافہ نہیں کرتے تھے اور پانی کو نہیں چھوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۶)

یہ تابعین کا عمل ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کے مقابلہ میں مرجوح ہے' پتھروں سے استنجاء کرنے سے کھال چھل جانے کا خطرہ ہے' آج کل گھروں میں جو بیت الخلاء بنے ہوئے ہوتے ہیں' وہاں استنجاء کرنے کے بعد ان پتھروں کو رکھنا بہت دشوار ہے' مساجد میں جو استنجاء خانے بنے ہوتے ہیں' بعض لوگ استنجاء کرنے کے بعد ان پتھروں کو بیت الخلاء کے اندر اس کی نالی میں ڈال دیتے ہیں' جس کی وجہ سے سیوریج سسٹم خراب ہو جاتا ہے اور بیت الخلاء کی نالی سے پانی نہیں گزرتا اور وہ بند ہو جاتا ہے۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین پتھروں سے استنجاء کیا جائے' جن میں لید نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۸)

اس حدیث میں پتھروں سے مراد مٹی کے ڈھیلے ہیں اور اس کا محل گاؤں اور دیہات ہیں یا چھوٹے شہر ہیں' جہاں شہر کے باہر جنگل اور کھلے میدان ہوتے ہیں' وہاں مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کر کے ان ڈھیلوں کو وہیں پھینک دیا جاتا ہے' اس سے گھروں کے اندر بنے ہوئے بیت الخلاء میں ڈھیلوں سے استنجاء کرنا مراد نہیں ہے' علاوہ ازیں اس حدیث میں بیانِ جواز مراد ہے' استحباب نہیں ہے۔

بشر کہتے ہیں کہ طاؤس نے کہا: تین پتھروں سے استنجاء کرو' میں نے کہا: اگر مجھے تین پتھر نہ ملیں؟ انہوں نے کہا: پھر تین لکڑیوں سے استنجاء کرو' میں نے کہا: اگر مجھے تین لکڑیاں نہ ملیں؟ انہوں نے کہا: پھر خاک کی تین مٹھیوں سے استنجاء کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۹)

تین پتھروں کی وضاحت اس سے پہلے کی جا چکی ہے' نیز یہ طاؤس کا قول ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نہیں ہے' تین لکڑیوں سے استنجاء کرنے سے خراش پڑنے کا خطرہ ہے اور خاک کی مٹھی کے لیپ سے صفائی حاصل نہ ہونے کا امکان ہے۔

پانی سے استنجاء کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اپنے شوہروں سے کہو کہ وہ پیشاب اور پاخانے کے اثر کو پانی سے دھولیا کریں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ عمل کرتے تھے اور میں لوگوں سے حیاء کرتی ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۱۸)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ خواتین سے فرماتی تھیں: اپنے شوہروں سے کہو کہ وہ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد (یعنی قضائے حاجت کے بعد) استنجاء کیا کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۱۹)

Marfat.com

فریعہ حضرت حذیفہ کی زوجہ تھیں' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حذیفہ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (مصنف: ۱۶۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو میں اور میرا ہم عمر ایک اور لڑکا پانی کا مشکیزہ اور نیزہ اٹھا کر لے جاتے تھے' سو آپ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (مصنف: ۱۶۲۱)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو وضوء کرتے یا پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (مصنف: ۱۶۲۴)

ابوالنحاس بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا' وہ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔

(المصنف: ۱۶۲۲)

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حوض سے پانی لے کر استنجاء کرتے تھے۔ (مصنف: ۱۶۲۸)

یعقوب بن مجمع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عویم بن ساعدہ سے پوچھا: تمہاری وہ کون سی طہارت ہے' جس کی وجہ سے اللہ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے' انہوں نے کہا: ہم پچھلے حصہ کو پانی سے دھوتے ہیں۔ (مصنف: ۱۶۲۹)

محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس قباء میں آئے تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی تعریف اور تحسین کی ہے:

فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۝ (التوبہ: ۱۰۸) — اس بستی میں ایسے لوگ ہیں' جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۝

کیا تم مجھے اس کی خبر نہیں دو گے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے تورات میں پڑھا تھا کہ پانی سے استنجاء کرنا چاہیے۔

(مصنف: ۱۶۳۰)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۝'' (التوبہ: ۱۰۸) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اہل قباء! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف اور تحسین کس وجہ سے فرمائی ہے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے ہر شخص بیت الخلاء سے نکل کر پانی سے استنجاء کرتا ہے۔ (المصنف: ۱۶۳۱)

عبدالملک بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ مینگنیاں کرتے تھے اور تم پتلا پاخانہ کرتے ہو' اس لیے تم ڈھیلوں کے بعد پانی سے استنجاء کیا کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

کسی بڑے عالم کو چھوٹوں سے ایسی خدمت لینی چاہیے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس اور ایک اور لڑکا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استنجاء کے لیے پانی لے جاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ صالحین اور اہل فضل کی اس قسم کی خدمت کرنی چاہیے اور ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے۔

کسی نیک شخص اور بڑے عالم کو لڑکوں سے اس قسم کی خدمت لینی چاہیے۔

۱۶- بَابُ مَنْ حُمِلَ مَعَهُ الْمَاءُ لِطُهُوْرِهٖ — جس شخص کی طہارت کے لیے پانی لے جایا گیا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے کہ دونوں بابوں میں پانی سے استنجاء کرنے کا ذکر ہے۔ امام بخاری نے کہا:

وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ اَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالطَّهُوْرِ وَالْوِسَادِ؟ — اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم میں جوتے اٹھانے والے اور وضوء کرانے والے اور تکیہ اٹھانے والے نہیں ہیں؟

Marfat.com

حضرت ابو الدرداء کا نام عویمر بن مالک بن عبد اللہ بن قیس ہے' یہ افاضل صحابہ میں سے ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ دمشق کے قاضی تھے' ۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان کی قبر دمشق میں ہے۔

امام بخاری نے جو حضرت ابو الدرداء کے قول کا ذکر کیا ہے' یہ ایک حدیث کا قطعہ ہے' پوری حدیث اس طرح ہے:

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں داخل ہوا' پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے کوئی ہم نشین میسر کر! پس میں نے ایک بوڑھے شخص کو آتے ہوئے دیکھا' جب وہ قریب ہوا تو میں نے دل میں کہا: مجھے امید ہے کہ میری دعا قبول ہو گئی' اس نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: میں اہل کوفہ سے ہوں' اس نے کہا: کیا تم میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جوتے اٹھانے والے اور تکیہ اٹھانے والے اور پانی کا برتن لانے والے نہیں ہیں؟ کیا تم میں وہ نہیں ہیں' جن کو شیطان سے پناہ دی گئی ہے' کیا تم میں وہ نہیں ہیں' جو راز رکھنے والے ہیں' جن کے سوا اس راز کو کوئی نہیں جانتا؟ ابن ام عبد نے ''واللیل'' کی کیسے قراءت کی ہے؟ میں نے کہا: ''وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ○ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ○ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ○'' (اللیل: ۳-۱) اس نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت پڑھائی ہے اور آپ کا منہ میرے منہ کی طرف تھا' اب شام کے لوگ مجھے اس قراءت سے ہٹانا چاہتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۷۶۱' سنن ترمذی: ۳۹۳۹' صحیح مسلم: ۸۲۴' الرقم المسلسل: ۱۹۱۳)

۱۵۱- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ اَبِيْ مُعَاذٍ هُوَ عَطَاءُ بْنُ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ' تَبِعْتُهُ اَنَا وَ غُلَامٌ مِّنَّا' مَعَنَا اِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از ابی معاذ اور وہ عطاء بن ابی میمونہ ہیں' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قضاء حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ہم میں سے ایک اور لڑکا آپ کے پیچھے جاتا اور ہمارے ساتھ پانی کا مشکیزہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۰ کا مطالعہ کریں۔

باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہمارے ساتھ پانی کا مشکیزہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کے تمام رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

۱۷- بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ مَعَ الْمَاءِ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ

استنجاء کے لیے پانی کے ساتھ نیزہ کو اٹھانا

اس باب کے عنوان میں ''العنزة'' کا لفظ ہے' یہ لاٹھی سے لمبا ہوتا ہے اور جنگ میں استعمال ہونے والے نیزہ یا بھالے سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس کی نچلی طرف لوہے کا نوک دار پھل ہوتا ہے اور اس کو بوڑھے لوگ سہارے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

''مفتاح العلوم'' میں مذکور ہے کہ نجاشی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیزہ ہدیہ میں پیش کیا تھا' جب آپ عیدگاہ میں نماز پڑھانے کے لیے جاتے تو وہ آپ کے سامنے زمین میں گاڑ دیا جاتا' آپ کے بعد وہ نیزہ آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم کے پاس رہا اور ''طبقات کبریٰ'' میں مذکور ہے کہ نجاشی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین نیزے ہدیہ کیے تھے' ایک نیزہ آپ نے اپنے پاس رکھ لیا' ایک نیزہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کیا اور ایک نیزہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۴۴' فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۴)

ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں بابوں میں پانی سے استنجاء کرنے کا ذکر ہے۔

Marfat.com

١٥٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ، فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ إِدَاوَةً مِّنْ مَّاءٍ وَعَنَزَةً، يَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی میمونہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو میں اور ایک اور لڑکا پانی کا مشکیزہ اور نیزہ اٹھا کر لے جاتے' آپ پانی سے استنجاء کرتے۔

تَابَعَهُ النَّضْرُ وَشَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ. الْعَنَزَةُ عَصًا عَلَيْهِ زُجٌّ.

محمد جعفر کی متابعت النضر اور شاذان نے کی ہے از شعبہ۔ ''العنزہ'' اس لاٹھی کو کہتے ہیں: جس پر نوک دار لوہے کا پھل ہو۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ١٥٠ کا مطالعہ کریں۔

نیزہ ساتھ رکھنے کی حکمتیں

(١) نماز کے وقت سامنے نیزہ گاڑ کر اس کو سترہ بنا دیا جائے تا کہ کھلی فضاء میں لوگ اس کے سامنے سے گزر سکیں۔

(٢) اس نیزہ سے منافقوں اور یہودیوں کی سازشوں کا توڑ کیا جا سکے' وہ آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کرتے رہتے تھے' اس لیے آپ اپنی مدافعت کے لیے اپنے پاس نیزہ رکھتے تھے۔

(٣) موذی جانوروں اور حشرات الارض اور سانپ اور بچھو سے بچاؤ کے لیے آپ نیزہ رکھتے تھے۔

(٤) قضاء حاجت کے وقت نرم جگہ بنانے کے لیے نیزہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

(٥) بعض اوقات اس پر کوئی چیز ٹانگی ہوتی ہے اور بعض اوقات نیزہ سے سہارا لیا جاتا ہے اور اس پر ٹیک لگائی جاتی ہے۔

١٨- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت

جمہور فقہاء کے نزدیک دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اس کی وجہ دائیں ہاتھ کا شرف اور اس کی فضیلت ہے۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں استنجاء کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔

١٥٣- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، هُوَ الدَّسْتَوَائِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ، وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ. [اطراف الحدیث: ١٥٤-٥٦٣٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' جو کہ الدستوائی ہیں از یحییٰ بن ابی کثیر از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کچھ پئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب وہ بیت الخلاء میں جائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے آلہ کو نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

(صحیح مسلم: ٢٦٧' الرقم المسلسل: ٦٠٢' سنن ابوداؤد: ٣١' سنن ترمذی: ١٥' سنن نسائی: ٢٥-٢٤' سنن ابن ماجہ: ٣١٠' السنن الکبریٰ للنسائی: ٦٨٨٣' صحیح ابن خزیمہ: ٧٨' مصنف عبد الرزاق: ١٩٥٨٤' مسند الحمیدی: ٤٢٨' مسند احمد ج ٤ ص ٣٨٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩٤١٩- ج ٣٢ ص ١٩١)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) معاذ بن فضالہ البصری' یہ ثوری وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری اور دیگر روایت کرتے ہیں (۲) ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی (۳) یحیٰ بن ابی کثیر' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عبداللہ بن ابی قتادہ ابوابراہیم بلخی' یہ ۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے (۵) ابوقتادہ الحارث یا نعمان یا عمرو بن ربعی المدنی' یہ رسول اللہ ﷺ کے گھڑ سوار تھے' یہ اُحد' خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر تھے' مشہور یہ ہے کہ یہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے' انہوں نے ۱۷۰ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم گیارہ حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری دو حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم آٹھ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں' ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں' یہ ۵۴ھ میں ستر سال کی عمر میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ کوفہ میں فوت ہو گئے تھے' ان کے علاوہ اور کسی صحابی کی کنیت ابوقتادہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۴۷)

پانی میں پھونک مارنے کی ممانعت

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کچھ پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ منہ کو برتن سے الگ کیے بغیر سانس لینا مکروہ ہے' برتن سے پانی وغیرہ کو پیتے وقت تین مرتبہ سانس لینا چاہیے اور ہر مرتبہ منہ برتن سے الگ کرے' منہ سے جو آدمی سانس لیتا ہے' اس کو تنفس کہتے ہیں' اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پانی میں پھونک نہیں مارنی چاہیے' کیونکہ انسان کے جسم میں جو بیماریاں ہوتی ہیں' ان کے جراثیم سانس کے ذریعہ اس پانی میں منتقل ہو جائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا' ایک شخص نے کہا: میں پانی کے برتن میں تنکا دیکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: اس پانی کو گرا دو' اس شخص نے کہا: میں ایک سانس میں پینے سے سیر نہیں ہوتا' آپ نے فرمایا: پھر تم اپنے منہ کو پانی کے برتن سے الگ کرو۔ (سنن ترمذی: ۱۸۸۷' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

جن احادیث میں مذکور ہے کہ تین سانس میں پانی پینا چاہیے' ان کا بھی یہی محمل ہے کہ منہ کو پانی کے برتن سے الگ کر کے سانس لے۔

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

اس حدیث میں دائیں ہاتھ سے پیشاب کے آلہ کو چھونے سے منع کیا ہے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا ہے' اس سلسلہ میں یہ احادیث بھی ہیں:

عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور جب بیت الخلاء میں جائے تو دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے اور جب پانی پیے تو ایک سانس میں پانی نہ پیے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱' سنن ترمذی: ۱۵' سنن نسائی: ۲۴)

اس حدیث میں پیشاب کے طریقہ کے ساتھ پانی پینے کا طریقہ بھی بتایا ہے کیونکہ پیشاب کا سبب پانی پینا ہے تو جب آپ نے مسبب کا طریقہ اور ادب بتایا تو سبب کا طریقہ اور ادب بھی بتا دیا۔

پانی پینے کے آداب میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اونٹ کی طرح ایک سانس میں پانی نہ پیو بلکہ تم دو یا تین سانس میں پانی پیو' اور جب تم پانی پیو تو بسم اللہ پڑھو اور جب تم پانی پی چکو تو الحمد للہ پڑھو۔ (سنن ترمذی: ۱۸۸۵)

اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت میں یہ حدیث بھی ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ کھانے' پینے اور کپڑوں کے لیے مخصوص کیا ہوا تھا اور اس کے ماسوا کے لیے بایاں ہاتھ مخصوص کیا ہوا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۲۱۔ ج ۱ ص ۹۳۶ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٩- بَابُ لَا يُمْسِكُ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ اِذَا بَالَ

پیشاب کرتے وقت اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے

اس سے پہلے باب میں پیشاب کے وقت آلہ کو چھونے سے منع فرمایا تھا اور اس باب میں آلہ کو پکڑنے سے منع فرمایا ہے اور دونوں بابوں میں قدر مشترک آلہ کو دایاں ہاتھ نہ لگانا ہے۔

١٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ' عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا بَالَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَاْخُذَنَّ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ' وَلَا يَسْتَنْجِيْ بِيَمِيْنِهٖ' وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ برتن میں سانس لے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۵۳ میں گزر چکی ہے۔

٢٠- بَابُ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

پتھروں سے استنجاء کرنا

اس باب کے عنوان میں اور حدیث میں جو پتھروں کا لفظ ہے' ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد مٹی کے ڈھیلے ہوں کیونکہ پتھر بہت سخت ہوتے ہیں اور ان سے کھال کے چھلنے یا اس سے خراش پڑنے کا خطرہ ہے' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں استنجاء کرنے کے احکام ہیں۔

١٥٥- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرٍو الْمَكِّيُّ' عَنْ جَدِّهٖ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهٖ' فَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ' فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ ابْغِنِيْ اَحْجَارًا اَسْتَنْفِضْ بِهَا. اَوْ نَحْوَهٗ. وَلَا تَاْتِنِيْ بِعَظْمٍ' وَلَا رَوْثٍ. فَاَتَيْتُهٗ بِاَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِيْ' فَوَضَعْتُهَا اِلٰى جَنْبِهٖ وَاَعْرَضْتُ عَنْهُ' فَلَمَّا قَضٰى اَتْبَعَهٗ بِهِنَّ. [طرف الحدیث: ۳۸۶۰' اس حدیث کو ائمہ ستہ میں سے بقیہ نے روایت نہیں کیا اور نہ امام احمد نے۔]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد مکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو المکی نے حدیث بیان کی از جد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے نکلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے گیا' آپ ادھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے' میں آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا: مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو' میں ان سے استنجاء کروں گا اور میرے پاس ہڈی اور گوبر نہ لانا' میں کپڑے کی ایک طرف میں پتھر لے کر آیا' پس وہ میں نے آپ کے پہلو میں لا کر رکھ دیئے اور آپ سے منہ پھیر لیا' جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان پتھروں سے استنجاء کیا۔

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو' میں ان سے استنجاء کروں گا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) احمد بن محمد بن عون ابوالولید الغسانی الازرقی المکی' یہ صاحب ''تاریخ مکہ'' کے دادا ہیں' ابوالولید مذکور نے امام مالک سے روایت کی ہے اور ان سے امام بخاری نے روایت کی ہے' ان کے پوتے ابوالولید محمد بن عبد اللہ نے ''تاریخ مکہ'' لکھی ہے' یہ ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) عمرو بن یحییٰ بن سعید' ابوامیہ القریشی المکی الاموی' عمرو مذکور عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں دمشق پر غالب ہو گئے تھے' عبدالملک بن مروان نے ان کو قتل کر دیا اور ان کی اولاد کو مدینہ بھیج دیا' عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ اور دادا سے روایت کی ہے اور ان سے امام بخاری اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے (٣) عمرو بن یحییٰ کے دادا' سعید بن عمرو بن سعید بن العاص' التابعی الثقہ' انہوں نے حضرت ابن عباس وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے بیٹوں اسحاق اور خالد اور ان کے پوتے عمرو بن یحییٰ نے روایت کی ہے' امام ترمذی کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (٤) حضرت ابوہریرہ' عبدالرحمان رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٢ ص ٤٥٣)

ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنے کی ممانعت کی وجہ

امام بخاری نے ''مناقب الانصار'' میں اس حدیث کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے وضوء اور آپ کے استنجاء کے لیے مشکیزہ میں پانی لے کر جا رہے تھے' پس جس وقت وہ آپ کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے' آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ابوہریرہ ہوں' آپ نے فرمایا: میرے لیے پتھر تلاش کر کے لاؤ' جن سے میں استنجاء کروں اور ہڈی اور گوبر لے کر نہ آنا' میں اپنے کپڑے کے پلو میں چند پتھر لپیٹ کر لایا' حتیٰ کہ میں نے وہ آپ کے پہلو میں رکھ دیئے' پھر میں واپس چلا گیا' حتیٰ کہ جب آپ فارغ ہو گئے تو میں پھر آ گیا اور میں نے پوچھا: ہڈی اور گوبر کی کیا وجہ تھی؟ آپ نے فرمایا: وہ جنات کے طعام کا حصہ ہیں اور بے شک میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا تھا اور وہ بہت اچھے جنات تھے' انہوں نے مجھ سے زاد (خوراک) کا سوال کیا تو میں نے ان کے لیے اللہ سے دعا کی: اے اللہ! یہ جس ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں' یہ اس کے اوپر طعام پائیں۔ (صحیح البخاری: ٣٨٦٠)

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا' ہو سکتا ہے کہ یہ اسی رات کا واقعہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسی رات کے واقعہ کی خبر دی ہو اور نصیبین الجزیرہ کا مشہور شہر ہے' ابن التین نے کہا: وہ شام میں ہے' اور اس میں مجاز ہے کیونکہ الجزیرہ شام اور عراق کے درمیان ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ جس ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں' اس پر طعام پالیں' ابن التین نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے طعام کو چکھ لیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ اس پر طعام کو پیدا کر دے' ''صحیح مسلم'' میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ گوبر ان کے جانوروں کی خوراک ہے اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں یہ مراد ہو کہ ان کے جانور گوبر کے اوپر اپنی خوراک پالیں۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٥٦' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود کی روایت کا متن اس طرح ہے:

جنات نے آپ سے زاد کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو' جب وہ تمہارے ہاتھ میں آئے گی تو اس پر تمہارے لیے پہلے سے زیادہ گوشت بھرا ہوا ہوگا' اور ہر مینگنی تمہارے جانوروں کا چارا ہوگی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان

Marfat.com

سے استنجاء نہ کیا کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کا طعام ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۵۰ الرقم المسلسل: ۹۹۰)

حضرت سواد بن قارب کو ایک جن کا رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر دینا اوران کا یہ خبرسن کر اسلام لانا

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ شافعی دمشقی نے لیلۃ الجن میں جنات سے رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کی بحث میں حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا مفصل واقعہ ذکر کیا ہے' وہ لکھتے ہیں: حضرت سواد بن قارب زمانۂ جاہلیت میں کاہن تھے' حضرت سواد بن قارب بیان کرتے ہیں کہ ایک جن میرے پاس آ کر کہتا تھا کہ لوئی بن غالب میں سے اللہ کے رسول مبعوث ہو چکے ہیں' جب کئی راتوں کو بار بار آ کر اس جن نے مجھ سے یہ کہا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مکہ میں حاضر ہوا' نبی ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: مرحبا! اے سواد بن قارب! ہمیں معلوم ہے تم کس لیے آئے ہو؟ حضرت سواد نے کہا: یارسول اللہ! میں نے چند اشعار کہے ہیں' وہ آپ مجھ سے سن لیں' آپ نے فرمایا: اے سواد! کہو' پھر میں نے وہ اشعار پڑھے:

اتانی رئی بعد لیل وھجعۃ — ولم یك فیما قد بلوت بکاذب
رات کو سونے کے بعد میرے پاس ایک جن آیا — میں جس میں مبتلا ہوا ہوں وہ اس میں جھوٹا نہیں ہے

ثلاث لیال قولہ کل لیلۃ — اتاك رسول من لوی بن غالب
وہ مسلسل تین راتیں آیا اور ہر رات اس کا کہنا تھا — تمہارے پاس لوی بن غالب سے رسول آ چکے ہیں

فاشھد ان اللّٰہ لا رب غیرہ — وانك مامون علی کل غائب
پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں — اور بے شک آپ ہر غیب پر امین ہیں

وانك ادنی المرسلین وسیلۃ — الی اللّٰہ یا ابن الاکرمین الاطایب
اور بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں — اللہ کی طرف اے مکرم اور پاک لوگوں کے بیٹے!

وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعۃ — سواك بمغن عن سواد بن قارب
آپ میری شفاعت کرنے والے ہو جائیں' جس دن — آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا' جو سواد بن قارب کو (عذاب سے) بچا سکے۔

نبی ﷺ یہ اشعار سن کر ہنسے' حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے فرمایا: اے سواد! تم نے فلاح پالی۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۸۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سے نقل کیا ہے' دیکھئے:

دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۲۵۱۔ ۲۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

اس کے مزید حوالہ جات درج ذیل ہیں:

المعجم الکبیر للطبرانی التوفی ۳۶۰ھ' رقم: ۶۴۷۵۔ ج ۷ ص ۹۴۔ دار احیاء التراث العربی' بیروت' المستدرک للحاکم التوفی ۴۰۵ھ' ج ۳ ص ۶۰۹۔ دار الباز' مکہ مکرمہ' دلائل النبوۃ لابی نعیم متوفی ۴۳۰ھ' ج ۱ ص ۱۱۴۔ ۱۱۳۔ دار النفائس' بیروت' الاستیعاب لابن عبدالبر التوفی ۴۶۳ھ' ج ۲ ص ۲۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ' الوفا لابن الجوزی التوفی ۵۹۷ھ' ص ۱۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ' عمدۃ القاری للعینی التوفی ۸۵۵ھ' ج ۱۷ ص ۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' فتح الباری ج ۵ ص ۶۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ' سبل الہدی والرشاد لمحمد بن یوسف الصالحی التوفی ۹۴۲ھ' ج ۲ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' مختصر سیرۃ الرسول

Marfat.com

للشیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب النجدی المتوفی ١٢٤٢ھ ص ٦٩ 'المکتبۃ السلفیۃ لاہور۔

محترم اشیاء سے استنجاء کرنے کا عدم جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ کو استنجاء کے لیے پتھر لانے کا حکم دیا' اور فرمایا: ہڈی اور گوبر نہ لانا' اس سے معلوم ہوا کہ پتھروں اور مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کرنا جائز ہے اور ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ ان میں جنات کی اور ان کے جانوروں کی خوارک ہے۔

نبی ﷺ نے ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی تمام چیزوں کے ساتھ استنجاء کرنا ممنوع ہے اور دیگر تمام محترم اشیاء سے استنجاء کرنا ممنوع ہے' مثلاً علمی کتابوں کے اوراق کے ساتھ' البتہ ٹوائلٹ پیپر رول کے ساتھ استنجاء کرنا جائز ہے' کیونکہ اس کاغذ میں لکھے جانے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور اس کی وضع ہی استنجاء کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ ازخود رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اجازت کے بغیر بھی ان کے پیچھے پیچھے جانا جائز ہے اور بزرگوں کا اپنے متبعین سے خدمت لینا جائز ہے' جب رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت میں مشغول ہوئے تو حضرت ابوہریرہ وہاں سے چلے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قضاء حاجت کر رہا ہو' اس کے پاس نہیں ٹھہرنا چاہیے۔

٢١- بَابُ لَا يُسْتَنْجٰى بِرَوْثٍ
گوبر سے استنجاء نہ کرے

باب سابق میں یہ حدیث تھی کہ استنجاء کے لیے گوبر نہ لانا اور اس باب میں یہ بیان ہے کہ گوبر سے استنجاء نہ کرے اور اس سے ان دونوں بابوں کی مناسبت بالکل ظاہر ہے۔

١٥٦- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ لَيْسَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ، وَلٰكِنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اٰتِيَهُ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ، فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ، وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ اَجِدْهُ، فَاَخَذْتُ رَوْثَةً فَاَتَيْتُهُ بِهَا، فَاَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَاَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ هٰذَا رِكْسٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابواسحاق' انہوں نے کہا: اس حدیث کو ابوعبیدہ نے ذکر نہیں کیا' لیکن عبدالرحمان بن الاسود نے اپنے والد سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو تین پتھر (یا مٹی کے ڈھیلے) لا کر دوں' پس مجھے دو پتھر مل گئے' میں نے تیسرے پتھر کو تلاش کیا تو وہ مجھے نہیں ملا تو میں نے گوبر (کا ٹکڑا) اٹھالیا' پس وہ آپ کے پاس لے آیا' آپ نے دو پتھر لے لیے اور گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

اور ابراہیم بن یوسف نے اپنے والد سے' انہوں نے ابواسحاق سے روایت کی ہے کہ مجھے عبدالرحمن نے حدیث بیان کی ہے۔

(سنن ترمذی: ١٧' سنن نسائی: ٤٢' سنن ابن ماجہ: ٣١٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٤ ص ٢٢٣' المعجم الکبیر: ٩٩٥٢' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٨٥- ج ٦ ص ٢١٠' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے وارد کیا ہے کہ ابواسحاق اس روایت میں مدلس نہیں ہیں' بلکہ انہوں نے عبدالرحمن بن اسود

سے اس حدیث کو خود سنا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی الکوفی (۳) ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عبدالرحمان بن الاسود ابوحفص النخعی کوفی' عالم کامل' یہ اپنے والد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور ان سے الاعمش وغیرہ روایت کرتے ہیں' یہ ہر روز سات سو رکعات پڑھا کرتے تھے اور عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھتے تھے' یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) الاسود بن یزید الکوفی النخعی (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۵۹)

ابوعبیدہ کے اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع پر دلائل

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ابواسحاق کی از ابوعبیدہ از ابن مسعود کی روایت سے عدول کیا ہے' حالانکہ یہ سند اعلیٰ تھی' کیونکہ ابوعبیدہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع ثابت نہیں ہے' سو یہ روایت منقطع ہو جاتی بلکہ انہوں نے ابواسحاق کی از عبدالرحمان الاسود از والد خود از ابن مسعود کی روایت کو ذکر کیا ہے' کیونکہ یہ روایت متصل ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۸' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ محمود بن احمد عینی حنفی کے نزدیک ابوعبیدہ کا حضرت ابن مسعود سے سماع ثابت ہے' سو وہ حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قائل کا یہ قول مردود ہے کیونکہ امام طبرانی نے ''المعجم الاوسط'' میں اس سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے: زیاد بن سعد از ابی الزبیر' انہوں نے کہا: مجھے یونس بن عتاب الکوفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوعبیدہ بن عبداللہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ الحدیث

(میرے پاس ''المعجم الاوسط'' کے دو نسخے ہیں اور ان دونوں میں یہ سند نہیں ہے' ہو سکتا ہے کہ علامہ عینی کے پاس کوئی اور نسخہ ہو' جس میں یہ سند مذکور ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں: ابوعبیدہ کے حضرت ابن مسعود سے سماع پر دوسری دلیل یہ ہے کہ حاکم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں اس سند سے ایک حدیث ذکر کی ہے: ابواسحاق' ابوعبیدہ سے اور وہ اپنے والد (حضرت ابن مسعود) سے روایت کرتے ہیں' حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور حافظ ذہبی نے بھی کہا: یہ سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۷۰ طبع قدیم' المستدرک: ۴۰۹۱ طبع جدید) اور امام ترمذی نے متعدد احادیث کو حسن قرار دیا ہے' جن میں ابوعبیدہ کی اپنے والد حضرت ابن مسعود سے روایت ہے:

(۱) جب یوم بدر میں قیدیوں کو لایا گیا۔ (سنن ترمذی: ۱۷۱۴)

(۲) جب آپ دو رکعت میں بیٹھتے تو گویا آپ گرم پتھر پر تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶)

(۳) ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ''. (آل عمران: ۱۶۹) کی تفسیر میں۔ (سنن ترمذی: ۳۰۱۱)

میں کہتا ہوں کہ اس استدلال پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ پہلی دو سندوں کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی نے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' لیکن ابوعبیدہ کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے' تاہم تیسری حدیث کو ذکر کرنے کے بعد انہوں نے صرف اتنا کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک حدیث حسن کی شرط یہ ہے کہ اس کی سند متصل ہو' اگر

Marfat.com

ابوعبیدہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع نہ ہو تو پھر یہ احادیث منقطع ہوں گی اور پھر ان کو حسن قرار دینا صحیح نہیں ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۶۰ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابوعبیدہ نے اپنے والد حضرت ابن مسعود سے حدیث کا سماع نہ کیا ہو کیونکہ جب حضرت ابن مسعود فوت ہو گئے تو ابوعبیدہ کی عمر سات سال تھی' اور متعدد اہل نقل نے تصریح کی ہے کہ سات سال کی عمر میں مسافر محدثین سے بھی سماع صحیح ہے تو ان محدثین سے سماع کیوں کر صحیح نہیں ہوگا' جو مقیم اور متوطن ہوں اور سننے والے کے والد بھی ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۶۱ ۔ دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۱ھ)

استنجاء کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ

استنجاء کی مشروعیت میں اختلاف ہے' امام شافعی' امام احمد اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کے نزدیک استنجاء کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور ایک قول کے مطابق امام مالک کے نزدیک استنجاء کرنا سنت ہے' مزنی شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۵۶)

ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے سرمہ لگایا تو طاق مرتبہ لگائے' جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں اور جس نے استنجاء کیا تو طاق مرتبہ کرے' جس نے ایسا کیا تو اچھا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں۔ الحدیث (سنن ابوداؤد: ۳۵ ' سنن ابن ماجہ: ۳۳۹۸)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے طاق مرتبہ استنجاء نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ استنجاء واجب نہیں ہے۔

آیا تین پتھروں سے استنجاء کرنا ضروری ہے یا دو پتھر بھی کافی ہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک تین پتھروں سے استنجاء کرنا واجب ہے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے' جس سے استنجاء کرے' یہ تین پتھر اس سے کفایت کریں گے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰ ' سنن نسائی: ۴۴ ' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۵۵)

علامہ الماوردی نے کہا ہے: جب آپ نے تین پتھر لے جانے کا حکم دیا اور کفایت کو تین پتھروں پر معلق کیا تو معلوم ہوا کہ تین پتھروں سے استنجاء کرنا واجب ہے اور اس سے کم پتھر کافی نہیں ہیں۔ (الحاوی الکبیر ج ۱ ص ۱۹۲ ' دار الفکر ' بیروت ' ۱۴۱۴ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کمال پر محمول ہے یعنی کامل استنجاء تین پتھروں سے ہوگا اور تین پتھروں سے کم سے بھی استنجاء صحیح ہے کیونکہ باب مذکور کی اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب حضرت ابن مسعود دو پتھر اور گوبر لے کر آئے تو آپ نے دو پتھر لے لیے اور گوبر کو پھینک دیا' اگر تین پتھر واجب ہوتے تو آپ حضرت ابن مسعود سے فرماتے: جاؤ تیسرا پتھر بھی تلاش کر کے لاؤ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ''مسند احمد'' میں یہی حدیث اس سند سے ہے: معمر از ابی اسحاق از علقمہ از ابن مسعود اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے' میرے پاس پتھر لاؤ۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۸) اس سے معلوم ہوا کہ تین پتھر ضروری ہیں۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ ضرور حافظ ابن حجر کو مغالطہ ہوا ہے' یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ "مسند احمد" میں دو جگہ مذکور ہے' رقم:٣٦٨٥' ج١ ص٣٨٨' اور رقم:٤٣٣٥' ج١ ص٤٦٥' اور دونوں جگہ حافظ کے نقل کردہ اضافی الفاظ نہیں ہیں' البتہ "مسند احمد" رقم:٤٢٩٩' ج١ ص٤٥٠ میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: میرے پاس پتھر لاؤ۔

علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے: ان اضافی الفاظ کے بغیر یہ حدیث صحیح ہے' الفاظ کی یہ زیادتی اس وقت صحیح ہوتی' جب یہ ثابت ہوتا کہ ابواسحاق السبیعی نے اس حدیث کو علقمہ بن قیس سے سنا ہے۔ (حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی یہی سند ذکر کی ہے از ابی اسحاق از علقمہ از ابن مسعود۔ (فتح الباری ج١ ص٦٩٨)) اور ابوحاتم اور ابوزرعہ نے کہا ہے کہ ابواسحاق نے علقمہ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ (حاشیہ مسند احمد :٤٢٩٩۔ ج١ ص٤٥٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس تحقیق سے واضح ہوگیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا اعتراض باطل ہے اور استنجاء کے لیے تین پتھر شرط نہیں ہیں اور یہی احناف کثرہم اللہ کا مذہب ہے' والحمد للہ۔

حافظ ابن حجر کا حدیث منقطع کو مرسل قرار دینا

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابواسحاق کا علقمہ سے سماع نہیں ہے' لیکن کرابیسی نے اس حدیث کا ان سے سماع ثابت کیا ہے اور اگر مان لیا جائے کہ یہاں کوئی راوی چھوٹا ہوا ہے تو حدیث مرسل ہمارے مخالفین کے نزدیک حجت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک بھی حجت ہوتی ہے' اگر اس کی قوت پر قرینہ ہو۔ (فتح الباری ج١ ص٦٩٨)

میں کہتا ہوں کہ کرابیسی کی کیا اہمیت ہے؟ جب امام ابوحاتم اور حافظ ابوزرعہ ایسے اکابر ائمہ یہ تصریح کر چکے ہیں کہ ابواسحاق نے علقمہ سے کوئی حدیث نہیں سنی' رہا علامہ ابن حجر کا اس حدیث کو مرسل کہنا' سو یہ بہت عجیب ہے' حدیث مرسل تو وہ ہوتی ہے جس میں تابعی درمیان سے صحابی کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے' خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث مرسل کی یہ تعریف کی ہے:

هو ما سقط من آخره من بعد التابعي هو المرسل وصورته ان يقول التابعي سواء كان كبيرا او صغيرا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا.

جس حدیث کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد راوی ساقط ہو' وہ حدیث مرسل ہے' اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ کم عمر ہو یا بزرگ' وہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا۔

(شرح نخبۃ الفکر مع شرحہ لعلی القاری ص٤٠٠۔٣٩٩' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اور یہاں صورت یہ ہے کہ ابواسحاق نے علقمہ سے روایت کی اور علقمہ نے حضرت ابن مسعود سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ابواسحاق اور علقمہ کے درمیان راوی چھوٹا ہوا ہے تو یہ حدیث منقطع ہوئی' مرسل کیسے ہوگئی اور حافظ ابن حجر ایسے ماہر فن حدیث کا اس کو مرسل کہنا بہت عجیب اور باعث حیرت ہے!

تین سے کم پتھروں سے استنجاء کے جواز پر مزید دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

پتھروں کے عدد میں ائمہ کا اختلاف ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ تین پتھروں سے کم سے بھی استنجاء کرنا جائز ہے' بہ شرطیکہ ان سے صفائی حاصل ہو جائے اور امام شافعی نے کہا: تین پتھروں سے کم سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے' خواہ صفائی حاصل ہو جائے۔

جن احادیث میں تین پتھروں سے استنجاء کرنے کا حکم دیا ہے' ان کی توجیہ کرتے ہوئے علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

اور جائز ہے کہ تین پتھروں کو استحسان پر محمول کیا جائے' خواہ تین سے کم پتھروں سے صفائی حاصل ہو جائے' اس لیے کہ استنجاء پتھر سے مسح کرنا ہے اور شریعت میں مسح میں تکرار واجب نہیں ہے' اس کی دلیل سر اور موزوں کا مسح ہے' نیز یہ وہ نجاست ہے' جس کا اثر معاف ہے' پس ضروری ہے کہ اس میں مسح کا تکرار واجب نہ ہو' نیز اگر پتھر کی تین اطراف ہوں تو وہ تین پتھروں کے قائم مقام ہے' اسی طرح جب ایک یا دو پتھروں سے بھی نجاست زائل ہو جائے تو وہ بھی تین پتھروں کے قائم مقام ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۴۸۔ ۲۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

شیخ محمد بن ابوبکر ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰' سنن نسائی: ۴۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۸) اگر کوئی شخص اپنے ساتھ کپڑے کا ٹکڑا لے گیا' جو پتھروں سے زیادہ صفائی کرتا ہو تو وہ بھی جائز ہے یا اُون یا روئی یا ریشم کا ٹکڑا لے گیا یا اس کی مثل کوئی اور چیز لے گیا تو وہ بھی جائز ہے کیونکہ شارع کی غرض صرف یہ ہے کہ نجاست زائل ہو جائے اور صفائی حاصل ہو جائے تو جس چیز سے پتھروں سے زیادہ صفائی حاصل ہو' اس سے استنجاء کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے۔ (جامع الفقہ ج ۱ ص ۱۳۸' دار الوفا' ریاض' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پتھروں کے بجائے ٹوائلٹ پیپر رول سے استنجاء کرنا چاہیے' اول اس لیے کہ آج کل شہروں میں جو ٹوائلٹ بنے ہوتے ہیں' ان میں پتھروں کے استعمال سے حرج ہوگا' اگر ٹوائلٹ میں وہ پتھر ڈال دیئے جائیں تو ٹوائلٹ بند ہو جائیں گے' نیز اس سے ہاتھ نجاست سے آلودہ بھی نہیں ہوں گے اور اس کے بعد پانی سے استنجاء کرلیا جائے۔

گوبر کے نجس ہونے میں مذاہب فقہاء اور ابن حزم' داؤد اور دیگر غیر مقلدین کا ردّ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود دو پتھروں کے ساتھ تیسرا گوبر کا ٹکڑا لائے تھے' آپ نے گوبر کے ٹکڑے کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے۔ ''صحیح بخاری' سنن نسائی' مصنف ابن ابی شیبہ'' اور ''المعجم الکبیر'' وغیرہ میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ ''رِکس'' ہے اور سنن ابن ماجہ: ۳۱۴ میں ہے: آپ نے فرمایا: یہ ''رجس'' ہے' اور ''رکس'' اور ''رجس'' ان دونوں لفظوں کا معنی نجس ہے اور اس حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ گوبر نجس ہے۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کے تحت مذاہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گوبر کی نجاست کی صفت میں علماء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ نجاست غلیظہ ہے' یہی امام زفر کا قول ہے' امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ نجاست خفیفہ ہے اور امام مالک کے نزدیک گوبر طاہر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن وہب بیان کرتے ہیں: ہم نے امام مالک سے کہا کہ راستوں میں جانوروں کا گوبر اور ان کا پیشاب اور ان کا پاخانہ ہوتا ہے' امام مالک نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ چیزیں ہمیشہ سے راستوں میں ہوتی تھیں اور مسلمان بارش اور کیچڑ میں داخل ہوتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اور کپڑوں کو نہیں دھوتے تھے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

غیر مقلدین کے نزدیک بھی گوبر پاک ہے' شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

داؤد نے کہا: ہر حیوان کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے' خواہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو' ہوا انسان کے پیشاب اور پاخانے کے' وہ نجس ہیں۔

شیخ ابن حزم نے کہا: امام ابوحنیفہ نے کہا: یہ نجاست غلیظہ ہے' ان کا یہ قول فاسد ہے' اس کی اصل سنت صحیحہ میں ہے' نہ ضعیفہ میں' نہ قرآن میں' نہ قیاس میں' نہ اجماع میں' نہ یہ کسی ایسے شخص کا قول ہے' جس کی رائے صحیح ہو۔

(المحلی بالآثار ج ۱ ص ۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبد اللہ روپڑی لکھتے ہیں:

گوبر حنفی مذہب میں پاک نہیں' مگر حدیث سے اس کی طہارت ثابت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو' اس سے معلوم ہوا کہ ماکول اللحم چار پایہ کا گوبر' پیشاب پاک ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ یہ استدلال فاسد ہے' بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کے پیشاب اور گوبر پر نماز پڑھی جائے' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ باڑے میں کسی صاف جگہ پر مصلّی بچھا کر اس پر نماز پڑھی جائے۔ سعیدی غفرلہٗ) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند آدمیوں کو جو مدینہ میں آکر بیمار ہو گئے' فرمایا: تم اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پیو' وہ شفایاب ہو گئے' اس سے بھی معلوم ہوا کہ ماکول اللحم چار پایہ کا بول (پیشاب)' گوبر پاک ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۲۴۲' ادارہ احیاء السنۃ النبویہ' سرگودھا)

دوسری حدیث سے استدلال میں حافظ روپڑی نے کئی غلطیاں کی ہیں' ایک یہ ہے کہ اس حدیث میں کہیں گوبر کا ذکر نہیں ہے اور انہوں نے اس حدیث سے گوبر کے پاک ہونے کو بھی کشید کر لیا' دوسری غلطی یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ چند بیمار آدمیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹنیوں کا پیشاب پینے کی اجازت دی تھی' نہ کہ تمام امت مسلمہ کو' لہٰذا اونٹنیوں کا پیشاب مطلقاً پاک نہ ہوا' تیسری غلطی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالعموم فرمایا ہے: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اس سے ہوتا ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۲۸' سنن ابن ماجہ: ۳۴۸) اور اس حدیث میں جوان بیماروں کو اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا حکم دیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی بیماری کا علاج اسی سے ہو سکتا ہے' سو یہ حدیث ان کے ساتھ مخصوص ہے' پیشاب پینے کے جواز میں عام نہیں ہے۔

غیر مقلدین نے گوبر کے نجس ہونے کے قول کو امام ابوحنیفہ کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے' حالانکہ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ یحییٰ بن زکریا نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ابن حزم نے اپنی کتاب ''محلی'' میں داؤد سے یہ نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ آدمی کے سوا ہر حیوان کا پیشاب اور گوبر پاک ہے' اس کا یہ قول انتہائی فاسد ہے۔

جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کا پیشاب اور گوبر ہمارے نزدیک نجس ہے اور امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف وغیرہما کے نزدیک بھی اور امام مالک اور امام احمد نے ان کو پاک کہا ہے' امام محمد کے نزدیک بھی ان کا گوبر نجس ہے۔

(شرح المہذب ج ۳ ص ۵۷۸-۵۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس باب کی حدیث میں صحیح بخاری: ۱۵۶ اور سنن ابوداؤد وغیرہ کے حوالے سے بتایا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوبر کے ٹکڑے کو نجس فرمایا' اس کے علاوہ صحیح البخاری: ۱۵۵ میں یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ آپ نے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا: مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو' میں ان سے استنجاء کروں گا اور میرے پاس ہڈی اور گوبر نہ لانا۔

ان صحیح اور صریح احادیث کے بعد گوبر کے نجاست غلیظہ ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے!

۲۲- بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً ایک ایک بار وضو کرنا

Marfat.com

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سابقہ ابواب میں استنجاء کے مسائل بیان کیے گئے تھے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اعضاء وضوء میں سے ہر عضو کو ایک ایک بار دھونا' اور ظاہر ہے کہ استنجاء کے بعد وضو کیا جاتا ہے' اس لیے امام بخاری نے استنجاء کے ابواب کے بعد وضوء کے ابواب شروع کیے۔

١٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ایک بار وضوء کیا۔

(سنن ابوداؤد: ١٣٨' سنن ترمذی: ٤٢' سنن نسائی: ٨٠' مسند عبد بن حمید: ٧٠٢' سنن دارمی: ٦٩٦-٧١١' صحیح ابن حبان: ١٠٩٥' شرح السنۃ: ٢٢٦' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢٦٦٠' صحیح ابن خزیمہ: ١٧١' سنن بیہقی ج ١ ص ٨٠-٧٣' مسند احمد ج ١ ص ٢٣٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠٧٢- ج ٣ ص ٤٩٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بالکل ظاہر ہے' کیونکہ اس حدیث میں ایک ایک بار وضوء کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) محمد بن یوسف بیکندی (٢) سفیان' ہوسکتا ہے کہ یہ سفیان بن عیینہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سفیان ثوری ہو اور یہی راجح ہے' کیونکہ ابونعیم نے اپنی کتاب میں اس کی تصریح کی ہے (٣) زید بن اسلم تابعی مدنی (٤) عطاء بن یسار (٥) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٣)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عام معمول یہ تھا کہ آپ اعضاء وضوء کو تین تین بار دھوتے تھے' لیکن آپ نے بیانِ جواز کے لیے ایک ایک مرتبہ بھی اعضاء وضوء کو دھویا' تاکہ اگر کبھی پانی کم ہو یا وقت کم ہو تو ایک ایک مرتبہ بھی اعضاء وضوء کے دھونے سے وضوء ہو جائے اور یہ وضوء بھی آپ کی سنت ہو۔

٢٣- بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

دو دو مرتبہ وضوء کرنا

اس حدیث کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت بالکل ظاہر ہے۔

١٥٨- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسین بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از عباد بن تمیم از حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو دو مرتبہ وضوء کیا۔

(سنن ابوداؤد: ١٣٦' سنن ترمذی: ٤٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ١١' صحیح ابن حبان: ١٠٩٤' المستدرک ج ١ ص ١٥٠' سنن بیہقی ج ١ ص ٧٩' ابن الجارود: ٧١' مسند احمد ج ٤ ص ٢٨٨ طبع قدیم' مسند احمد: ١٧٨٧٧- ایضاً ٨٧٦٢- ج ١٣ ص ٢٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت۔ ان کتب حدیث میں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اور صحیح بخاری: ١٥٨ میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے۔)

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بالکل واضح ہے' کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے دو' دو مرتبہ وضوء کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) الحسین بن عیسٰی بن حمران البسطامی الدامغانی' یہ ائمہ عربیہ میں سے ثقہ تھے' انہوں نے امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن خزیمہ سے احادیث روایت کی ہیں' انہوں نے نیشاپور میں رہائش رکھی اور وہیں ۲۴۷ھ میں فوت ہو گئے (۲) یونس بن محمد بن مسلم بغدادی' یہ حافظ تھے' ۲۰۷ یا ۲۰۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) فلیح بن سلیمان' ان کا لقب فلیح ہے اور ان کا نام عبد الملک ہے' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عبداللہ بن ابی بکر المدنی الانصاری' یہ تابعی تھے' ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے (۵) عباد بن تمیم بن زید بن عاصم انصاری' ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے (۶) حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم المازنی رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ یہ عبداللہ بن زید بن عبدربہ کے ماسوا ہیں' جنہوں نے اذان کا خواب دیکھا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۔۵)

اس حدیث سے بھی مقصودات کے لیے سہولت فراہم کرنا ہے۔

٢٤- بَابُ الْوُضُوْءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا — تین تین مرتبہ وضوء کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت بالکل واضح ہے۔

١٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيْدَ اَخْبَرَهُ اَنَّ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ رَاٰى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِاِنَاءٍ' فَاَفْرَغَ عَلٰى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا' ثُمَّ اَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْاِنَاءِ' فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ' ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا' وَيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ' ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهِ' ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ اِلَى الْكَعْبَيْنِ' ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا' ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ' غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۰۔ ۱۶۴۔ ۱۹۳۴۔ ۶۴۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' از ابن شہاب کہ ان کو عطاء بن یزید نے خبر دی کہ ان کو حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام حمران نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے پانی کا برتن منگایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی انڈیلا' پھر ان دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا' پھر اس سے کُلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار دھویا' پھر اپنے سر کا مسح کیا' پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک تین بار دھویا' پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا' پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی' جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی (اپنے اختیار سے کوئی بات نہ سوچی) تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(صحیح مسلم: ۲۲۶' الرقم المسلسل: ۵۲۷' سنن ابوداؤد: ۱۰۶' سنن نسائی: ۸۴' سنن ابن ماجہ: ۲۸۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۶' صحیح ابن حبان: ۳۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۶۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۸۹۔ ج ۱ ص ۵۲۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عنوان باب کے ساتھ مطابقت اس چیز میں ہے کہ اس حدیث میں اعضاء وضوء کو تین تین بار دھونے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدالعزیز الاویسی (۲) ابراہیم بن سعد (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عطاء بن یزید التابعی ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حمران بن ابان بن خالد بن عمرو یہ عین التمر کے قیدیوں میں سے تھے' ان کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا' اور ان کو بہت ذہین پایا' پھر ان کو حضرت عثمان کی خدمت میں پیش کر دیا' انہوں نے ان کو آزاد کر دیا اور یہ ان کے منشی اور دربان تھے' امام بخاری نے ان کا ضعفاء میں شمار کیا ہے اور اپنی صحیح میں ان کی روایت سے استدلال کیا ہے' ابن سعد نے کہا: یہ کثیر الحدیث تھے اور میں نے نہیں دیکھا کہ ان کی احادیث سے استدلال کیا جاتا ہو' یہ ۷۵ھ میں فوت ہو گئے تھے' حجاج نے ان پر ایک لاکھ (درہم) کا جرمانہ کیا تھا' بعد میں عبدالملک کی سفارش سے وہ درہم واپس کر دیئے تھے (۶) حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' ان کا لقب ذوالنورین ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں دی تھیں' وہ ان کے پاس فوت ہو گئیں' پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں دیں' حضرت عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۴۶ حدیثیں روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے ۱۱ حدیثیں روایت کی ہیں' یکم محرم ۲۴ھ کو انہیں خلیفہ بنایا گیا اور ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو انہیں شہید کر دیا گیا' الاسود التجیبی نے ان کو قتل کیا تھا۔ (حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ الاسود نے حضرت عثمان کا گلا گھونٹ دیا تھا' اور ایک روایت یہ ذکر کی ہے کہ سودان بن حمران نے آپ کو تلوار سے قتل کیا تھا' ایک روایت ذکر کی ہے کہ رومان بن سودان نے تلوار کے وار سے آپ کو قتل کیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷۸-۲۷۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)) ہفتہ کی شب بقیع میں حضرت عثمان کو دفن کر دیا گیا' ان کی عمر اس وقت ۸۲ سال تھی' حکیم بن حزام نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' ان کے دورِ خلافت میں بیت المال میں بہت اموال جمع ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷)

اس حدیث میں تین تین بار کلی کرنے' ناک میں پانی ڈالنے اور چہرہ' ہاتھوں اور پیروں کو تین تین بار دھونے کا ذکر ہے' ان کی تفصیل اور بیانِ مذاہب ہم صحیح البخاری: ۱۴۰ میں ذکر کر چکے ہیں' اس حدیث میں سر پر ایک بار مسح کرنے کا ذکر ہے۔

سر پر مسح کی کیفیت اور سر پر مسح کی تعداد میں مذاہب

قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

چہرے' ہاتھوں اور پیروں کو تین تین بار دھونے کا بہ کثرت احادیث میں ذکر ہے اور سر پر صرف ایک بار مسح کرنے کا ذکر ہے' پس امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک سر کے مسح میں بھی تکرار سنت ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۱۴-۱۳' دارالوفاء' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی الشافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: پھر سر کا مسح تین بار کرے اور مستحب یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرے اور کنپٹیوں کا مسح کرے' سر کے اگلے حصہ سے مسح کی ابتداء کرے پھر ہاتھوں کو گدی تک لے جائے' پھر ہاتھوں کو لوٹا کر اسی جگہ لائے' جہاں سے ابتداء کی تھی۔

(مختصر المزنی ص ۲)

سر پر تین بار مسح کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے:

حمران بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا' پھر سابقہ روایت کی طرح بیان کیا اور اس حدیث میں کہا کہ انہوں نے سر پر تین بار مسح کیا اور تین بار پیروں کو دھویا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۷)

Marfat.com

اس کے بعد امام ابوداؤد نے حدیث:۱۰۸' حدیث:۱۰۶ کی مثل بیان کی' پھر فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام صحیح احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ انہوں نے صرف ایک بار سر کا مسح کیا' کیونکہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان نے اعضاء وضوء کو تین تین بار دھویا اور سر کا مسح صرف ایک بار کیا اور سر کے مسح میں تعداد کا ذکر نہیں کیا' جس طرح دیگر اعضاء وضوء میں تعداد کا ذکر کیا تھا۔ (سنن ابوداؤد ص ۳۳' دارالفکر' بیروت)

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں: امام شافعی نے جو تین بار مسح کرنے کی روایت کی ہے' وہ ایک پانی سے تین بار مسح کرنے پر محمول ہے' اور وہ بھی جائز ہے' جیسا کہ امام ابوحنیفہ سے منقول ہے' کیونکہ فرض مسح کرنا ہے اور تین بار نئے پانی سے مسح کرنے سے مسح نہیں رہے گا' بلکہ وہ سر کا دھونا ہو جائے گا۔ (ہدایہ اولین ص ۲۲' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

نماز میں بُرے کاموں کا منصوبہ بنانا مذموم ہے اور نیک کاموں کا منصوبہ بنانا مستحسن ہے

اس حدیث کے آخر میں فرمایا: جس شخص نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا' پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

انسان کے دماغ میں جو خیالات آتے ہیں' ان کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) ھاجس: کسی چیز کا اچانک خیال آجائے۔

(۲) خاطر: کسی چیز کا بار بار خیال آئے۔

(۳) حدیث نفس: جس چیز کا خیال آئے' نفس یا ذہن اس چیز کی طرف راغب ہو اور اس کے حصول کا منصوبہ بنائے۔

(۴) ھم: غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہو اور مغلوب جانب اس کو ترک کرنے کی ہو' مبادا اس میں کوئی ضرر ہو۔

(۵) عزم: مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور وہ اس کے حصول کا پختہ ارادہ اور نیت کر لے۔

اگر انسان کے ذہن میں گناہ کا خیال آجائے تو پہلے تین مرتبوں میں اس سے مواخذہ نہیں ہوگا' نہ پچھلی امتوں میں مواخذہ تھا' نہ اس امت میں ہے اور چوتھے مرتبہ میں پچھلی امتوں پر مواخذہ تھا' اس امت میں نہیں ہے اور جب گناہ کا عزم کر لے گا تو پھر اس سے مواخذہ ہوگا' خواہ وہ اس کے بعد گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ نماز میں انسان اگر کسی بُرے کام کے متعلق حدیث نفس کرے یعنی کسی بُرائی اور گناہ کا منصوبہ بنائے تو وہ مذموم ہے اور اگر کسی نیکی کا منصوبہ بنائے تو وہ محمود اور مستحب ہے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نماز کی حالت میں بھی لشکر کی صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔ (صحیح البخاری۔ العمل فی الصلوٰۃ:۱۸)

نماز میں خود بہ خود خیالات آتے رہتے ہیں' انہیں آنے دیں از خود کسی کام کے متعلق نہ سوچیں' خصوصاً کسی بُرے کام کے متعلق۔

وضوء کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے کن گناہوں کی بخشش ہوگی

اس حدیث میں فرمایا ہے: اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے' حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے گناہ کبیرہ اور صغیرہ سب معاف کر دیئے جائیں گے' لیکن علماء نے اس کو صغائر کے ساتھ خاص کیا ہے' کیونکہ دوسری روایت میں کبائر کا استثناء فرمایا ہے' پس جس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہوں' اس کے صغائر معاف کر دیئے جائیں گے' اور جس کے صرف صغائر ہوں' وہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس کے صرف کبائر ہوں' ان میں تخفیف کر دی جائے گی' اور جس کے نہ صغائر ہوں نہ کبائر' اس کی نیکیوں میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وضوء کے بعد دو رکعت نماز "سنت وضوء" ہے نہ کہ تحیۃ الوضوء

وضوء کے بعد جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے اس کو فقہاء سنتِ وضوء سے تعبیر کرتے ہیں' جیسا کہ رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۴ میں مذکور ہے۔

بعض علماء دیوبند نے اس کو "تحیۃ الوضوء" کہا ہے۔ (انوار الباری ج ۷ ص ۴۰۸' انعام الباری ج ۲ ص ۲۶۹) یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ "تحیۃ الوضوء" کا معنی ہے: وضوء کا شکرانہ' یعنی دو رکعت نماز پڑھ کر وضوء کرنے کا شکر ادا کیا جائے' حالانکہ نماز مقصود ہے اور وضوء اس کا ذریعہ ہے اور نماز اعلیٰ عبادت ہے اور وضوء ادنیٰ عبادت ہے اور ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کو شکرانہ بنانا صحیح نہیں ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے لکھا ہے کہ "تحیۃ الوضوء" اور شکر وضوء کوئی چیز نہیں ہے۔ (الی قولہ) کیونکہ نماز اصل اور مقصود لذاتہ ہے' جب کہ وضوء اس کی فرع اور اس کے طفیل ہے۔ وضوء نماز کے لیے ہے نہ کہ نماز وضوء کے لیے۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۹۸' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ تحیۃ المسجد اور شکر وضوء کے لیے کوئی علیحدہ نماز نہیں ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۴) نیز انہوں نے لکھا ہے کہ تحیۃ المسجد بھی اصل میں "تحیۃ رب المسجد" ہے' کیونکہ جب انسان بادشاہ کے گھر جاتا ہے تو گھر کے بجائے بادشاہ کو سلام کرتا ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۹' دار احیاء التراث العربی بیروت)

وضوء کے بعد جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے اس کو سنت وضوء دو وجہوں سے کہا جاتا ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے: جس شخص نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا' پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے اچھی طرح وضوء کیا' پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور وہ اپنے قلب اور اپنے چہرے سے اس نماز ہی کی طرف متوجہ تھا تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴' الرقم المسلسل: ۵۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۶۹' سنن نسائی: ۱۵۱)

وضوء کے بعد دو رکعت نماز کو سنت وضوء اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ ہر وضوء کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا' حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سنت ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال سے کہا: اے بلال! تم نے اسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے' جس کے اجر کی تم کو زیادہ توقع ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے نعلین کی آواز کو سنا' حضرت بلال نے کہا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا' جس کے اجر کی مجھے زیادہ توقع ہو' بے شک میں دن یا رات میں' جب بھی وضوء کرتا ہوں تو میں اس وضوء کے ساتھ وہ نماز پڑھتا ہوں' جس کا پڑھنا میرے لیے مقدر کیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۴۹' صحیح مسلم: ۲۴۵۸) سو اس حدیث کے اعتبار سے وضوء کے بعد دو رکعت نماز حضرت بلال کی سنت بھی ہے۔

١٦٠- وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلٰكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا لَوْ لَا آيَةٌ مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ؟ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ يُحْسِنُ وُضُوْءَهُ وَيُصَلِّي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: از ابراہیم انہوں نے کہا: صالح بن کیسان نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے کہا: لیکن عروہ حدیث بیان کرتے ہیں: از حمران کہ جب حضرت عثمان نے وضوء کیا تو کہا: کیا میں تم کو ایک حدیث بیان نہ کروں' اگر ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم کو وہ حدیث بیان نہ کرتا؟ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے

Marfat.com

الصَّلٰوةَ، اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا. قَالَ عُرْوَةُ الْاٰيَةُ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ﴾ (البقرہ:١٥٩).

ہوئے سنا ہے: جو شخص بھی اچھی طرح وضوء کر کے نماز پڑھے گا' اللہ اس کے اور اس نماز کے درمیان کے گناہوں کو بخش دے گا' حتیٰ کہ وہ اس نماز کو پڑھ لے۔ عروہ نے کہا: وہ آیت یہ ہے: ''بے شک جو لوگ ہمارے نازل کیے ہوئے دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں' باوجود اس کے کہ ہم ان کو اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں' ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے'' (البقرہ:١٥٩)۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری:١٥٩ میں گزر چکی ہے اور اس کے رجال کا بھی پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

عالم دین پر تبلیغ کا واجب ہونا اور دیگر مسائل

(١) البقرۃ:١٥٩' ہر چند کہ اہل کتاب کے علماء کے متعلق نازل ہوئی ہے' لیکن اس کی خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اس کے الفاظ کے عموم کا اعتبار ہے اور عالم پر واجب ہے کہ وہ اپنے علم کے موافق تبلیغ کرے کیونکہ علم کے چھپانے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

(٢) جب انسان اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ اس کی عبادت کو قبول فرماتا ہے اور اس کو بخش دیتا ہے۔

(٣) اس سے پہلی حدیث میں متبادر یہ تھا کہ جو شخص وضوء کرنے کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھے گا' جس کو سنت وضوء کہتے ہیں' اس کو یہ مغفرت حاصل ہوگی اور اس حدیث سے عموم مراد ہے' جو شخص بھی وضوء کر کے نماز پڑھے گا' خواہ وہ کوئی بھی نماز ہو۔

٢٥- بَابُ الْاِسْتِنْثَارِ فِي الْوُضُوْءِ — وضوء میں ناک میں پانی ڈالنا

باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں ناک میں پانی ڈالنے اور وضوء کے تمام اُمور کا ذکر تھا اور اس باب میں صرف ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر ہے تو یہ باب بہ منزلہ جزء ہے اور بابِ سابق بہ منزلہ کل ہے اور ان دونوں بابوں میں جزء اور کل کی مناسبت ہے' امام بخاری فرماتے ہیں:

ذَكَرَهُ عُثْمَانُ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عثمان' حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ ان صحابہ نے وضوء میں ناک میں پانی ڈالنے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث تو ابھی صحیح البخاری:١٥٩ میں گزری ہے اور حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث عنقریب صحیح البخاری:١٨٥ میں آئے گی اور حضرت ابن عباس کی حدیث صحیح البخاری:١٤٠ میں گزر چکی ہے۔

١٦١- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اِدْرِيْسَ، اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ فَلْيَسْتَنْثِرْ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ.

[طرف الحدیث:١٦٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوادریس نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے وضوء کیا' وہ ناک میں پانی ڈالے

Marfat.com

اور جس نے پتھر سے استنجاء کیا' وہ طاق مرتبہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۷' الرقم المسلسل: ۵۴۹' سنن نسائی: ۸۶' سنن ابن ماجہ: ۴۰۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷ ۲' صحیح ابن خزیمہ: ۷۵' مسند ابوعوانہ ج ا ص ۲۴۷' سنن بیہقی ج ا ص ۱۰۳' معرفۃ السنن والآثار: ۵۷' شرح السنۃ: ۲۱۱' سنن دارمی: ۷۰۳' المعجم الصغیر: ۱۲۷' مسند البزار: ۹۲۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۲۱۔ ج ۱۲ ص ۱۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جس نے وضوء کیا وہ ناک میں پانی ڈالے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدان بن عبد اللہ المروزی (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن مسلم الزہری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) ابوادریس عائذ اللہ بن عبد اللہ الخولانی' یہ جلیل القدر تابعی تھے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں دمشق میں قاضی تھے' ۸۰ ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱)

ناک میں پانی ڈالنے کی تفصیل ہم صحیح البخاری: ۱۴۰ میں کر چکے ہیں' اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے پتھر سے استنجاء کیا' وہ طاق مرتبہ کرے اور طاق کا لفظ ایک پر بھی صادق آتا ہے' سو یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے موقف پر واضح دلیل ہے کہ تین پتھروں سے استنجاء کرنا ضروری نہیں ہے اور اس میں فقہاء شافعیہ کا رد ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے' اس پر مفصل بحث صحیح البخاری: ۱۵۶ میں ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۶۸۔ ج ا ص ۸۸۳ پر ہے۔

٢٦- بَابُ الْاِسْتِجْمَارِ وِتْرًا — پتھروں سے طاق مرتبہ استنجاء کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں بھی پتھروں سے طاق مرتبہ استنجاء کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں بھی اس کا ذکر ہے۔

١٦٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِيْ اَنْفِهٖ ثُمَّ لِيَنْثُرْ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ، وَاِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِّنْ نَّوْمِهٖ فَلْيَغْسِلْ يَدَهٗ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَهَا فِيْ وَضُوْئِهٖ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَا يَدْرِيْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو اپنی ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرے اور جو پتھر سے استنجاء کرے تو طاق مرتبہ کرے اور جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ وضوء کے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھو لے کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۶۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔
اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

Marfat.com

بیدار ہونے کے بعد پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ان کو دھونے کا سنت ہونا اور اس کے ضمن میں متعدد مسائل

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ وضو کے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھولے' کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری؟ اس حدیث کے مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان دن میں پاخانہ اور پیشاب کرتے ہیں اور پتھر سے استنجاء کرتے تھے' اس کے باوجود پاخانہ کی جگہ کی کردنوں میں کچھ نجاست رہ جاتی تھی اور اتنی مقدار معاف تھی' پھر پسینہ آنے سے وہ نجاست گیلی ہو جاتی اور رات کو سوتے میں اس جگہ ہاتھ لگ جاتا تو ہاتھ بھی نجس ہو جاتا' اس لیے فرمایا: پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو دھولیا جائے تا کہ وضوء کرنے کا پانی نجس نہ ہو جائے۔

(۲) وضوء سے پہلے ہاتھوں کا دھونا سنت ہے' اس کو واجب اس لیے نہیں قرار دیا کہ ہاتھوں پر لگنے والی نجاست یقینی نہیں' محتمل ہے۔

(۳) عام اہل علم نے کہا ہے کہ ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے' کیونکہ پہلے پانی کی طہارت کا یقین تھا اور اب یہ شک ہو گیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے ہاتھوں پر نجاست لگ گئی ہو اور اس پانی میں ہاتھ ڈالنے سے وہ پانی نجس ہو گیا ہو' لیکن یقین شک سے زائل نہیں ہوتا' اس لیے ہاتھوں کا دھونا ضروری نہیں ہے اور چونکہ اس پانی کی طہارت کا پہلے یقین تھا' اس لیے اس میں اگر ہاتھ ڈال بھی دیئے گئے' پھر بھی وہ پانی پاک ہی قرار دیا جائے گا'۔

(۴) اس حدیث میں فرمایا ہے: کیونکہ اس کو پتا نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری؟ رات کا ذکر غالب احوال کے اعتبار سے ہے' ورنہ دن میں بھی سو کر اٹھے تو اس کا یہی حکم ہے کہ وہ پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو دھولے۔

(۵) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کم پانی میں نجاست مؤثر ہو جاتی ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پانی کا دو مٹکوں کی مقدار ہونا پانی کی طہارت کا معیار نہیں ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما دیتے کہ اگر دو مٹکوں کی مقدار پانی ہو تو اس میں ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے اور فقہاء شافعیہ کا دو مٹکوں کی مقدار پانی کو طہارت کا معیار قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے' اسی لیے آپ نے نجاست کے وہم کی بناء پر ہاتھ دھونے کا حکم دیا۔

(۷) نجاست متوہمہ میں آپ نے دھونے کا حکم دیا ہے اور پانی کے چھڑکنے کو کافی نہیں قرار دیا تو نجاست محققہ مثلاً شیر خوار بچے کے پیشاب میں تو پانی کا چھڑکنا بہ طریق اولیٰ کافی نہیں ہوگا' بلکہ اس کا بھی دھونا ضروری ہوگا' جب کہ فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ شیر خوار لڑکے کا پیشاب' اگر کپڑے پر لگ جائے تو اس پر پانی کا چھڑک دینا کافی ہے' دھونا ضروری نہیں ہے۔

(۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے اور یقینی طہارت پر عمل کرنا چاہیے' اس طرح تین دن قربانی کے لیے یقینی ہیں اور چوتھے دن قربانی کرنا مشکوک ہے' پس احتیاط یہ ہے کہ تین دنوں میں قربانی کی جائے اور چوتھے دن قربانی نہ کی جائے۔

٢٧- بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَلَا يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ

پیروں کو دھویا جائے اور قدموں پر مسح نہ کیا جائے

یعنی جب قدموں پر چمڑے کے موزے پہنے ہوئے نہ ہوں تو ان پر مسح نہیں کیا جائے گا' اس باب کی باب سابق کے ساتھ

Marfat.com

مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب احکام وضوء پر مشتمل ہیں۔

١٦٣- حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِىْ سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا فَاَدْرَكَنَا وَقَدْ اَرْهَقْنَا الْعَصْرَ فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّاُ وَنَمْسَحُ عَلٰى اَرْجُلِنَا فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از یوسف بن ماھک از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے ایک سفر کیا تھا اس سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے تھے پس آپ نے ہم کو پالیا اس وقت ہم عصر کی نماز میں تاخیر کر چکے تھے پس ہم وضوء کرنے لگے اور ہم اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے پس آپ نے بہ آوازِ بلند دو یا تین بار فرمایا: (بے دھلی) ایڑیوں کے لیے دوزخ کی آگ کا عذاب ہو۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ٦٠ میں گزر چکی ہے۔

٢٨- بَابُ الْمَضْمَضَةِ فِى الْوُضُوْءِ وضوء میں کلی کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب احکام وضوء پر مشتمل ہیں۔

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وضوء میں کلی کرنے کی حدیث کو حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے ان دو حدیثوں کی یہاں تعلیق ذکر کی ہے اور ان کی سند متصل کے ساتھ تفصیل سے روایت بھی کی ہے حضرت ابن عباس کی حدیث صحیح البخاری: ١٤٠ میں گزر چکی ہے اور حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث عنقریب صحیح البخاری: ١٨٦ میں آئے گی۔ان شاء اللہ

١٦٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِىِّ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّهٗ رَاٰى عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ مِنْ اِنَائِهٖ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَدْخَلَ يَمِيْنَهٗ فِى الْوَضُوْءِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ نَحْوَ وُضُوْئِىْ هٰذَا وَقَالَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِىْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید نے خبر دی از حمران جو حضرت عثمان بن عفان کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضوء کا پانی منگایا پھر اس پانی کو برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر انڈیلا پھر انہیں تین بار دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا پھر کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا پھر ناک صاف کی پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا اور تین بار اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنے ہر پیر کو تین بار دھویا پھر کہا: میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا اور فرمایا: جس نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہیں کی اللہ تعالیٰ اس کے

Marfat.com

گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

اس حدیث کی تشریح اور شرح' صحیح البخاری: ١٦٤ میں گزر چکی ہے۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر کلی کی۔

٢٩- بَابُ غَسْلِ الْاَعْقَابِ — ایڑیوں کو دھونا

یہ باب ایڑیوں کو دھونے کے بیان میں ہے' اور ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب وضوء کے احکام میں ہیں۔

وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ.

اور ابن سیرین جب وضوء کرتے تھے تو انگوٹھی کی جگہ کو دھوتے تھے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا ہے' اور امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو سند صحیح متصل کے ساتھ روایت کیا ہے:

ہشیم خالد سے' وہ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ وضوء کرتے تھے تو اپنی انگوٹھی کو حرکت دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٤٢٤۔ ج ١ ص ٤٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

اگر انگوٹھی تنگ ہو تو اس کو حرکت دینا اور گھمانا وضوء کی سنت ہے' کیونکہ یہ انگلیوں میں خلال کرنے کے قائم مقام ہے اور اگر انگوٹھی ڈھیلی اور کھلی ہو تو اس کو حرکت دینے کی ضرورت نہیں ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے۔

١٦٥- **حَدَّثَنَا** اٰدَمُ بْنُ اَبِىْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤُوْنَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ. قَالَ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ، فَاِنَّ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ ہمارے پاس سے گزر رہے تھے اور لوگ لوٹے سے وضوء کر رہے تھے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: مکمل وضوء کرو' کیونکہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (بے دھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ٦٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٠- بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ فِى النَّعْلَيْنِ' وَلَا يَمْسَحُ عَلَى النَّعْلَيْنِ — پیروں کو جوتوں میں دھونا اور جوتوں پر مسح نہ کرے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب پیر جوتوں میں ہوں تو ان کو دھونے کا کیا حکم ہے؟ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں ایڑیوں کے دھونے کا حکم ہے اور اس باب میں پیروں کے دھونے کا حکم ہے اور ایڑیاں پیروں کی جز ہیں' تو ان بابوں میں جز اور کل کی مناسبت ہے۔

١٦٦- **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ اَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، رَاَيْتُكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سعید مقبری از عبید بن جریج' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

Marfat.com

تَصْنَعُ اَرْبَعًا لَمْ اَرَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا؟ قَالَ وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ؟ قَالَ رَاَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْاَرْكَانِ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَرَاَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، وَرَاَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ، وَرَاَيْتُكَ اِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ اَهَلَّ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ اَنْتَ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَمَّا الْاَرْكَانُ فَاِنِّيْ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَاَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ، فَاِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَعَرٌ، وَيَتَوَضَّاُ فِيْهَا، فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَهَا، وَاَمَّا الصُّفْرَةُ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا، فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَصْبُغَ بِهَا، وَاَمَّا الْاِهْلَالُ، فَاِنِّيْ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ.

[اطراف الحدیث: ١٥١٤_١٥٥٢_١٦٠٩_٢٨٦٥_٥٨٥١]

(صحیح مسلم: ١١٨٧، الرقم المسلسل: ٢٧٧٢، سنن ابوداؤد: ١٧٧٢، سنن نسائی: ١١٧، سنن ابن ماجہ: ٣٦٢٦، شمائل ترمذی: ٧٤، صحیح ابن حبان: ٣٧٦٣، سنن بیہقی ج ٥ ص ٧٦_٣١، شرح السنۃ: ١٨٧٠، مسند الحمیدی: ٦٥١، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٤٤٣، مسند احمد ج ٢ ص ١٨_١٧ طبع قدیم، مسند احمد: ٤٦٧٢_ج ٨ ص ٢٩٨)

کہا: اے ابو عبد الرحمان! میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے کوئی ایک بھی ان کاموں کو نہیں کرتا؟ حضرت ابن عمر نے کہا: اے ابن جریج! وہ کون سے کام ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ آپ (کعبہ کے) ارکان میں سے صرف دو رکن یمانی کو مس کرتے ہیں' اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ بغیر بالوں کے چمڑے کے جوتے پہنتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ زرد رنگ کے ساتھ رنگتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ جب چاند دیکھ لیتے ہیں تو احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ احرام نہیں باندھتے حتیٰ کہ آٹھ ذوالحجہ ہو جائے' حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: رہے ارکان (کعبہ کے کونے) تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف دو رکن یمانی کو مس کرتے ہوئے دیکھا ہے اور رہی بغیر بالوں کے چمڑے کی بات تو میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے چمڑے کے جوتے پہنتے تھے' جن پر بال نہیں ہوتے تھے اور ان ہی جوتوں میں وضو کرتے تھے' پس میں بھی محبت کرتا ہوں کہ ان جوتوں کو پہنوں اور رہا زرد رنگ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے اور رہا احرام باندھنا تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت احرام باندھتے تھے' جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر چل پڑتی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور آپ جوتوں میں وضوء کرتے تھے' کیونکہ اس حدیث سے متبادر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیروں کو جوتوں میں ہی دھوتے تھے اور وہ جوتے بند نہیں ہوں گے' وہ جوتے ایسے ہوں گے' جیسے ہماری کھلی ہوئی یا اسفنج (SPONGE) کی چپل ہوتی ہے' جس میں پیر کو آسانی سے دھویا جا سکے۔

امام بخاری کے عنوان میں جوتوں پر مسح کی ممانعت کی توجیہ

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے: اور جوتوں پر مسح نہ کرے' اس سے ان کا مقصود اس حدیث کو رد کرنا ہے:

عباد نے کہا: مجھے اوس بن ابی اوس الثقفی نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کیا' اور اپنے جوتوں اور قدموں پر مسح کیا' عباد نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے وضوء کی جگہ آئے' پس آپ نے وضوء کیا اور اپنے جوتوں اور قدموں پر مسح کیا۔

(سنن ابوداؤد: ١٦٠، امام ابوداؤد اس روایت میں منفرد ہیں۔)

اس طرح یہ حدیث ہے:

Marfat.com

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

(سنن ابوداؤد:۱۵۹' سنن ترمذی:۹۹' سنن ابن ماجہ:۱۵۵۹)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں: عبدالرحمان بن مہدی اس حدیث کو روایت نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ سے معروف یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ص ۲۴' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور عبید بن جریج کے سوا باقی سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے' اور وہ مدنی اور ثقہ ہیں' ابن تمیم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۶)

صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ (کعبہ کے) ارکان میں سے صرف دو رکن یمانی کو مَس کرتے ہیں۔ کعبہ کے ارکانِ اربعہ کعبہ کے چار کونے ہیں' دو رکن یمانی ہیں' جو شمال کی سمت میں واقع ہیں' ایک کونے میں حجر اسود ہے اور دوسرے کونے میں رکن یمانی ہے' ان کی تعظیم اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ یہ دو کونے قواعد ابراہیم پر ہیں' اس کے مقابل جو دو کونے ہیں' ان کو رکن عراقی اور رکن شامی کہا جاتا ہے' یہ حقیقت میں کونے نہیں ہیں' نہ قواعد ابراہیم پر ہیں' ان کے بعد جو کعبہ کا حصہ تھا' اس کو قریش نے بناء کعبہ میں شامل نہیں کیا اور اس کو خارج کر دیا' جو اب حطیم کہلاتا ہے' اس لیے یہ ارکان درحقیقت کعبہ کے وسط میں ہیں اور کعبہ کے کونے نہیں ہیں' اسی لیے ان کی تعظیم نہیں کی جاتی۔

سائل کا مقصد یہ تھا کہ باقی صحابہ تو کعبہ کے چاروں کونوں کو مَس کرتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اور آپ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرتے' جن کو سائل نے تغلیباً دو رکن یمانی کہا۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ دو رکن یمانی کے مقابل جو دو رکن شامی ہیں' اب ان کی تعظیم نہیں کی جاتی کیونکہ وہ قواعد ابراہیم پر نہیں ہیں' اس کے برخلاف ان کے مقابل جو دو کونے ہیں' یعنی حجر اسود اور رکن یمانی' وہ چونکہ قواعد ابراہیم پر ہیں' اس لیے ان کی تعظیم کی جاتی ہے' حجر اسود کو بوسہ بھی دیا جاتا ہے اور اس کو مَس بھی کیا جاتا ہے اور رکن یمانی کو صرف مَس کیا جاتا ہے' علامہ حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے لکھا ہے: امام محمد نے کہا ہے کہ رکن یمانی کو بوسہ دے' علامہ شامی نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس کو بوسہ نہ دے' امام محمد کا قول بہت ضعیف ہے۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج ۳ ص ۴۵۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

کپڑوں اور ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا

اس حدیث میں زرد رنگ سے رنگنے کے متعلق سوال ہے' حدیث کے الفاظ کپڑوں کو رنگنے اور بالوں کو رنگنے دونوں کو شامل ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دونوں کا رنگنا ثابت ہے۔ کپڑوں کو رنگنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے تھے' حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھی زرد رنگ سے بھر جاتے تھے' ان سے کہا گیا کہ آپ زرد رنگ کے ساتھ کیوں رنگتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے اور مجھے اس سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہیں ہے' اور وہ اپنے تمام کپڑوں کو حتیٰ کہ اپنے عمامہ کو بھی زرد رنگ سے رنگتے تھے (آپ نے زیادہ تر سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۴' سنن نسائی: ۵۱۰۰)

بالوں کو رنگنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے اور اپنی ڈاڑھی کو ورس اور زعفران (زرد رنگ) کے ساتھ رنگتے تھے اور حضرت ابن عمر بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۲۱۰' سنن نسائی: ۵۲۵۹)

احرام باندھنے کے وقت میں اختلافِ ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلیل

احرام باندھنے کے وقت میں بھی اختلاف ہے' بعض کے نزدیک ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی اس کے استقبال کے لیے حج کا احرام باندھ لیا جائے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آٹھ ذوالحجہ کو احرام باندھتے تھے اور جب ان کو لے کر سواری چل پڑتی تھی' اس وقت تلبیہ پڑھتے تھے کیونکہ قبل از وقت احرام باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔ امام شافعی' امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے: اس وقت احرام باندھے جب سواری اس کو لے کر چل پڑے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: نماز پڑھنے کے بعد سواری پر بیٹھنے سے پہلے احرام باندھے۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ صحابہ کا احرام باندھنے کے وقت میں کیوں اختلاف ہے؟ تو حضرت ابن عباس نے اس کی وجہ بتائی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ حج کرنے کے لیے نکلے' جب آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ لی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے حج کا احرام باندھ لیا اور تلبیہ پڑھا' جس کو لوگوں نے سنا' پھر آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور جب آپ کو لے کر اونٹنی چل پڑی تو آپ نے تلبیہ پڑھا اور جب لوگوں نے آپ سے تلبیہ سنا تو انہوں نے کہا: آپ نے احرام اس وقت باندھا' جب اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے' پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے اور جب آپ شرف البیداء پر پہنچے تو آپ نے تلبیہ پڑھا اور لوگوں نے اس کو سنا تو انہوں نے کہا: آپ نے احرام اس وقت باندھا' جب آپ شرف البیداء کی بلندی پر چڑھے اور اللہ کی قسم! آپ نے احرام اس وقت باندھا تھا' جب آپ مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے' پھر اس کے بعد آپ سواری پر بیٹھے اور جب وہ چل پڑی تو آپ نے تلبیہ پڑھا اور جب آپ شرف البیداء کی بلندی پر چڑھے تو پھر آپ نے تلبیہ پڑھا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۷۰)

سعید بن جبیر نے کہا: جس نے حضرت ابن عباس کے قول پر عمل کیا' وہ حج کے لیے جس جگہ دو رکعت نماز پڑھے تو وہیں نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھ لے اور جب روانہ ہو تو تلبیہ پڑھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۰-۳۹' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۴-۲۷۷۔ ج ۳ ص ۲۹۰ پر ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) نبی ﷺ کے احرام باندھنے کی جگہ میں اختلاف روایات (۲) رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ (۳) احرام کے لباس کو رنگنے کا جواز (۴) خضاب کا حکم۔

۳۱- بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ
وضو اور غسل میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا

یعنی وضوء میں جن دو اعضاء کو دھویا جائے' ان میں دھونے کی ابتداء دائیں عضو سے کی جائے' اس سے پہلے باب میں پیروں کو دھونے کا ذکر تھا' اس میں بھی دائیں پیر کو پہلے دھویا جاتا ہے۔

۱۶۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُنَّ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین از ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی صاحب زادی کو

Marfat.com

غسل دینے کے متعلق ان سے فرمایا: ان کی دائیں طرف اور وضوء کی جگہوں سے غسل کی ابتداء کرنا۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳]

(صحیح مسلم: ۹۳۹' الرقم المسلسل: ۲۱۴۰' سنن ابوداؤد: ۳۱۴۵' سنن ترمذی: ۹۹۰' سنن نسائی: ۱۸۸۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۰۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۴۱' المعجم الکبیر: ۱۶۰۔ ج ۲۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۸۸' معرفۃ السنن والآثار ج ۵ ص ۲۲۴' المنتقیٰ: ۵۱۹' مسند احمد ج ۶ ص ۴۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۳۰۲۔ ج ۴۵ ص ۲۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان کو غسل دینے کی ابتداء دائیں طرف سے کرنا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ام عطیہ کا تذکرہ

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) اسماعیل بن علیہ (۳) خالد الحذاء (۴) حفصہ بنت سیرین انصاریہ' محمد بن سیرین کی بہن' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت ام عطیہ بنت کعب انصاریہ رضی اللہ عنہا' ان کا نام نسیبہ ہے' یہ صحابیہ ہیں' یہ مُردہ عورتوں کو غسل دیتی تھیں اور بیمار عورتوں کا علاج کرتی تھیں اور زخمی عورتوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شرکت کرتی تھیں' انہوں نے آپ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی ہے اور غزوۂ خیبر میں شرکت کی ہے' انہوں نے ۴۰' احادیث کی روایت کی ہے' جن میں سے چھ یا سات حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' وہ دونوں ایک ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں' ان سے بہت سے محدثین نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۲)

حدیث مذکور میں آپ کی جس صاحب زادی کو غسل دینے کا ذکر ہے' وہ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔۔۔ یا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا؟ اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کو غسل دینے کے متعلق ان سے فرمایا۔

آپ کی اس صاحب زادی کا نام ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھا' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں' ان کو حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے غسل دیا تھا اور حضرت ام عطیہ بھی ان کو غسل دینے کے موقع پر موجود تھیں اور انہوں نے غسل دینے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو روایت کیا ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ یہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔ (صحیح مسلم: ۹۳۹' الرقم المسلسل: ۲۱۳۸) یہ ۸ھ کے اوائل میں فوت ہو گئی تھیں' لیکن قاضی عیاض نے بعض اہل سیر سے نقل کیا ہے کہ یہ حضرت ام کلثوم تھیں اور کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ سیدہ حضرت زینب تھیں' جیسا کہ امام مسلم کی روایت میں تصریح ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۳۸۸) اور ان میں تطبیق دی گئی ہے کہ حضرت ام عطیہ نے حضرت سیدہ زینب کو غسل دیا تھا اور وہ سیدہ ام کلثوم کو غسل دینے کے موقع پر حاضر تھیں اور امام منذری نے اپنے حواشی میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت ام کلثوم فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر میں مشغول تھے' لیکن یہ غلط ہے' وہ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں اور جب حضرت ام کلثوم کو دفن کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عزت مآب صاحب زادیاں مدفون ہو گئیں' علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ جن کو غسل دیا گیا' وہ حضرت سیدہ زینب تھیں۔

چونکہ اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ''وضو کی جگہوں سے ابتداء کرنا'' اس سے معلوم ہوا کہ میت کو غسل دینے سے پہلے اس کو وضوء کرانا چاہیے اور یہ کہ اس کی دائیں طرف کے اعضاء کو پہلے دھونا چاہیے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۷۰۔ ج ۲ ص ۷۵۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

Marfat.com

۱٦٨- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِیْ تَنَعُّلِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَطُهُوْرِهٖ وَفِیْ شَانِهٖ كُلِّهٖ.

[اطراف الحدیث:۴۲۶-۵۳۸۰-۵۸۵۴-۵۹۲۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اشعث بن سلیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا پسند تھا' جوتی پہننے میں اور کنگھی کرنے میں اور وضوء کرنے میں اور اپنے تمام کاموں میں۔

(صحیح مسلم:۲٦٨' الرقم المسلسل:٦٠۵' سنن ابوداؤد:۴۱۴۰' سنن ترمذی:٦٠٨' سنن نسائی:۱۱۲-۵۲۴۰' السنن الکبریٰ للنسائی:۹۳۲۰' سنن ابن ماجہ:۴۰۱' مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۴۱۰' صحیح ابن خزیمہ:۱۷۹' مسند ابوعوانہ ج۱ ص ۲۲۲' صحیح ابن حبان:۱۰۹۱' سنن کبریٰ ج۱ ص ٨٦' شعب الایمان: ٦۲٨٠' معرفۃ السنن والآثار:۷۵٦' شرح السنۃ:۲۱٦' مسند احمد ج٦ ص ۹۴ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴٦۲۷- ج۴۱ ص ۱۷۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ ہر کام میں دائیں طرف سے ابتداء کو پسند کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) حفص بن عمر الحوضی البصری' یہ ثبت اور حجت ہیں' امام احمد نے کہا: ان پر ایک حرف کی بھی گرفت نہیں ہے' ۲۲۵ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے تھے (۲) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) اشعث بن سلیم' کوفہ کے ثقات میں سے ہیں (۴) سلیم بن الاسود المحاربی ابو الشعثاء' ان کی کنیت زیادہ مشہور ہے (۵) مسروق بن الاجدع الکوفی ابو عائشہ' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے' انہوں نے صحابہ کے ابتدائی دور کو پایا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بیٹا بنالیا تھا' پس انہوں نے اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھ دیا اور ان کی کنیت ابو عائشہ ہو گئی (٦) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۳)

حدیث مذکور کے بعض مسائل

اس حدیث میں "تیمن" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دائیں طرف سے ابتداء کرنا' کسی چیز کو دائیں ہاتھ سے دینا اور دائیں جانب کا قصد کرنا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت حاصل ہے اور یہ کہ ہر کام میں دائیں جانب کو فضیلت حاصل ہے۔

حضرت ابن عمر نے فرمایا: مسجد میں بہترین جگہ مسجد کی دائیں جانب ہے' سعید بن المسیب نے کہا: مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھے' ابراہیم کو یہ پسند تھا کہ مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھے' حضرت انس' حسن بصری اور ابن سیرین مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۷)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۴۷- ج ۱ ص ۹۳۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۲- بَابُ الْتِمَاسِ الْوَضُوْءِ اِذَا حَانَتِ الصَّلٰوةُ

جب نماز کا وقت آئے تو پانی کو طلب کرنا

باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ وضوء میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا اور اس باب میں وضوء کے لیے پانی طلب کرنے کا

Marfat.com

بیان ہے اور دونوں بابوں میں قدر مشترک وضوء ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَضَرَتِ الصُّبْحُ ، فَالْتُمِسَ الْمَاءُ فَلَمْ يُوجَدْ ، فَنَزَلَ التَّيَمُّمُ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: صبح ہو گئی' پانی کو طلب کیا گیا تو پانی نہیں ملا' پھر تیمم کی آیت نازل ہوئی۔

یہ تعلیق صحیح ہے اور یہ ایک حدیث کا قطعہ ہے' جس کو امام بخاری نے "کتاب التیمم" میں آیت تیمم کے نزول کے قصہ میں بیان کیا ہے اس کا مفصل ذکر صحیح البخاری: ۳۳۴ میں ہے۔

١٦٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ ، فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوءَ ، فَلَمْ يَجِدُوهُ ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوءٍ ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ الْإِنَاءِ يَدَهُ ، وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّؤُوا مِنْهُ ، قَالَ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ ، حَتّٰى تَوَضَّؤُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ. [اطراف الحدیث: ١٩٥-٢٠٠-٣٥٧٢-٣٥٧٣-٣٥٧٤-٣٥٧٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا' پس لوگوں نے وضوء کے لیے پانی کو طلب کیا تو ان کو پانی نہیں ملا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برتن میں پانی لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس برتن کے پانی سے وضوء کریں' حضرت انس نے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی اُبل رہا تھا' حتیٰ کہ تمام لوگوں نے وضوء کر لیا۔

(صحیح مسلم: ٢٢٧٩' الرقم المسلسل: ٥٨٣٢' سنن ترمذی: ٣٦٣١' سنن نسائی: ٧٦' مسند الشافعی ج ٢ ص ١٨٦' صحیح ابن حبان: ٦٥٣٩' مسند احمد ج ٣ ص ١٣٢ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٣٤٨- ج ١٩ ص ٥٢ ٣' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس لوگوں نے وضوء کے لیے پانی طلب کیا۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کے متعدد واقعات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس برتن میں پانی لایا گیا' بعض احادیث میں ہے: وسیع پیالہ لایا گیا۔ (صحیح البخاری: ٣٥٧٤) بعض احادیث میں ہے: شیشہ کا برتن لایا گیا' بعض احادیث میں ہے: آپ کے پاس ٹب لایا گیا۔ (صحیح البخاری: ٣٥٧٥)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے لوگوں کو وضوء کرنے کا حکم دیا' بعض روایات میں ہے کہ اس پانی سے ٧٠ صحابہ نے وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ٣٥٧٤) بعض روایات میں ہے: ٨٠ صحابہ نے وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ٣٥٧٥) بعض روایات میں ہے: پندرہ سو اصحاب نے وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ٣٥٧٦) بعض روایات میں ہے: تین سو اصحاب نے وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ٣٥٧٢) صحابہ کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ کئی مواقع پر وضوء کے لیے پانی کم تھا اور آپ نے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی اُبلنے لگا' کسی موقع پر ستر صحابہ تھے' کسی موقع پر اسی صحابہ تھے' کسی موقع پر پندرہ سو صحابہ تھے' حضرت انس نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا۔ (صحیح البخاری: ٣٥٧٦) اور کسی موقع پر تین سو صحابہ تھے۔ (صحیح البخاری: ٣٥٧٢)

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ عظیم ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری تو اس کی ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے، وہ بھی بہت عظیم معجزہ تھا' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ سب سے عظیم ہے' کیونکہ پتھر اور زمین کی تہہ میں عادۃً پانی موجود ہوتا ہے اور اگر معروف آلات سے زمین کو پانی تک کھودا جائے تو وہاں پانی نکل آتا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ آپ نے معروف آلات کے بغیر محض لاٹھی کی ضرب سے پانی نکال لیا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگلیوں سے پانی نکالا' جہاں پر پانی عادۃً ہوتا نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضوء کے لیے پانی کو طلب کرنا' اس وقت واجب ہے' جب نماز کا وقت آجائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو اس پر ملامت نہیں کی کہ تم نے پہلے پانی کو کیوں تلاش نہیں کیا' اور اس حدیث میں معجزہ کا ثبوت ہے اور اس پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہر نبی کے معجزہ کی جنس سے افضل ہوتا ہے' حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہا نرم ہو جاتا تھا اور وہ اس سے زرہ بنا لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پتھروں کو نرم کر دیا گیا' احد پہاڑ آپ سے محبت کرتا تھا' آپ نے فرمایا: احد پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے' ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (البخاری: ۱۴۸۲) جب کہ لوہا تو معروف اسباب سے پگھل کر نرم ہو جاتا ہے اور پتھر ٹوٹ تو جاتا ہے' نرم نہیں ہوتا' سو جس کی طبیعت میں نرمی نہیں ہوتی' وہ بھی آپ کے لیے نرم ہو گیا' حضرت سلیمان علیہ السلام سے پرندے کلام کرتے تھے تو آپ سے پتھروں نے کلام کیا' اور پرندوں کا کلام کرنا' اتنا باعث حیرت نہیں کیونکہ ان کی زبان ہوتی ہے اور وہ بولتے ہیں' کمال تو آپ کا ہے کہ آپ سے پتھروں نے کلام کیا' جن کی زبان نہیں ہوتی۔

آپ نے فرمایا: بعثت کی راتوں میں مکہ کا ایک پتھر مجھ کو سلام کرتا تھا' میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۲۷۷' سنن ترمذی: ۳۶۲۴' مسند احمد ج ۵ ص ۸۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردوں کو زندہ کیا' یہ بھی اتنا باعث حیرت نہیں' کیونکہ وہ مردے انسان تھے اور ان میں پہلے حیات تھی' لیکن آپ سے آپ کے منہ میں رکھے ہوئے گوشت کے ٹکڑے نے کلام کیا اور اس میں حیات آ گئی اور علم آ گیا' اس نے آپ سے کہا: مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۲) درختوں میں حیات آ گئی' جن میں عادۃً حیات نہیں ہوتی اور وہ آپ کے بلانے پر اپنی جڑوں کو کھینچتے ہوئے چلے آئے' بلکہ کوئی ان کو پیغام دیتا کہ تم کو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بلاتے ہیں تو وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے چلے آتے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳) ان میں حیات آ گئی' قوت سماع آ گئی' قوت کلام آ گئی۔ حضرت علی بیان کرتے ہیں: آپ کے سامنے مکہ کا جو پہاڑ آتا یا درخت آتا' وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲۶)

غور کیجئے! درختوں کو آپ کا پیغام ملے تو وہ آپ کی اطاعت کرتے ہیں' اگر ہم کو آپ کا پیغام ملے اور ہم آپ کی اطاعت نہ کریں تو ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن درخت آگے ہوں اور ہم پیچھے ہوں' پتھر اور درخت بھی آپ پر سلام پڑھتے ہیں تو جو اپنے آپ کو مسلمان کہلا کر آپ پر سلام نہ پڑھے' وہ پتھروں اور درختوں سے بھی گیا گزرا ہے!

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۲۴۔ ج ۶ ص ۷۰۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) معجزہ کی تعریف (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ سے کم چیز زیادہ ہوئی' معدوم چیز موجود کیوں نہ ہوئی؟ (۳) جس چیز میں برکت ہو اس کا حساب کرنے سے اس کی برکت کیوں ختم ہو جاتی ہے؟ (۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب کی خبریں دینا۔

٣٣- بَابُ الْمَاءِ الَّذِیْ یُغْسَلُ بِهٖ شَعْرُ الْاِنْسَانِ

جس پانی سے انسان کا بال دھویا گیا ہو (اس کا شرعی حکم)

یہ باب اس پانی کے بیان میں ہے جس سے بنو آدم کے بال دھوئے گئے ہوں اور اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں وضوء کے لیے پانی کو طلب کرنے کا ذکر تھا اور وضوء کے لیے پاک پانی کو طلب کیا جاتا ہے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ انسان کے بال پاک ہیں' پس جس پانی سے انسان کے بال دھوئے گئے ہوں' وہ بھی پاک ہوگا' اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں باب پاک پانی کے حکم پر مشتمل ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَكَانَ عَطَاءٌ لَا يَرٰى بِهٖ بَاْسًا اَنْ يُّتَّخَذَ مِنْهَا الْخُيُوْطُ وَالْحِبَالُ.

اور عطاء کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ انسان کے بالوں سے دھاگے اور رسیاں بنائی جائیں۔

اس تعلیق کو امام محمد بن اسحاق الفاکہی نے ''اخبارِ مکہ'' میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ منیٰ میں انسانوں کے جو بال مونڈے جاتے ہیں' ان سے فائدہ حاصل کیا جائے۔

عطاء بن ابی رباح کے قول سے معلوم ہوا کہ انسان کے بال پاک ہیں' تکریم بنو آدم کی وجہ سے ان بالوں سے رسیاں بنانا جائز نہیں ہے۔

جب انسان کے بال اس کے سر میں ہوں تو وہ بالاتفاق پاک ہیں' لیکن جب وہ بال کٹ کر یا مونڈ کر سر سے الگ ہو جائیں تو اختلاف ہے' ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ پاک ہیں اور امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں' تاہم انہوں نے بھی نجاست کے قول سے رجوع کر لیا ہے۔

انسان کے بالوں کی طہارت یا نجاست میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حسن بصری' عطاء اور اوزاعی نے کہا ہے کہ موت سے بال نجس ہو جاتے ہیں' لیکن دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں اور قاضی ابوالطیب نے کہا ہے کہ بال' اون اور ہڈی اور کھر میں حیات جاری ہوتی ہے اور یہ موت سے نجس ہو جاتے ہیں' یہی وہ مذہب ہے جس کو المزنی' البویطی' الربیع اور حرملہ نے امام شافعی سے روایت کیا ہے اور الکبری نے امام شافعی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آدمی کے بالوں کے نجس ہونے کے قول سے رجوع کر لیا۔

(شرح المہذب ج ٢ ص ٢٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مونڈے ہوئے بالوں میں مذاہب فقہاء

الماوردی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کے متعلق صحیح اور قطعی مذہب یہ ہے کہ وہ پاک ہیں' علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ الماوردی کے اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بالوں کے متعلق کوئی اور قول بھی ہے' ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اور بعض شافعیہ نے تو یہ بھی کہا ہے کہ آپ کے بالوں کے متعلق دو قول ہیں' اس قول کا قائل دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اس شخص نے یہ کیسے کہا' جب کہ آپ کے فضلات کو بھی طاہر کہا گیا ہے تو آپ کے بالوں کے متعلق دو قول کیسے ہو سکتے ہیں۔

الماوردی نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے بال تبرک کے لیے تقسیم فرمائے تھے اور کسی چیز کا تبرک ہونا' پاک ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ علامہ عینی نے کہا: میں کہتا ہوں کہ یہ سب سے بدتر قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٥٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کے متعلق علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تو اگر ہم یہ کہیں کہ آپ کے علاوہ دوسرے انسانوں کے بال پاک ہیں تو آپ کے بال بہ طریق اولیٰ پاک ہیں اور اگر ہم کہیں کہ دوسروں کے بال نجس ہیں تو آپ کے بال کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ نجس ہیں کیونکہ جو چیز دوسروں کی نجس ہے' وہ آپ کی بھی نجس ہے' جیسے خون (معاذ اللہ۔ سعیدی غفرلہٗ) اور ابوجعفر ترمذی نے کہا کہ آپ کے بال پاک ہیں' کیونکہ آپ نے حضرت ابوطلحہ کو اپنے بال دیئے' پس انہوں نے وہ لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ (المہذب ج ۱ ص ۱۱' دارالفکر بیروت)

اس عبارت کی شرح میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

مذہب صحیح قطعی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال پاک ہیں اور جس نے کہا: آپ کے بال نجس ہیں' اس نے کہا: آپ نے بال تبرک کے لیے تقسیم کیے تھے اور تبرک نجس چیز کے ساتھ بھی ہوتا ہے' جس طرح پاک چیز کے ساتھ ہوتا ہے' اسی طرح یہ بات الماوردی اور دوسرے فقہاء نے کہی ہے اور بالوں کی جتنی مقدار صحابہ نے لی تھی' اتنی مقدار معاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ کے بالوں کی طہارت قطعی ہے' جیسا کہ ابوجعفر ترمذی وغیرہ نے کہا ہے۔ (شرح المہذب ج ۲ ص ۲۲۷۔۲۲۶' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

الماوردی کے نزدیک آپ کے بالوں اور آپ کے فضلات کا نجس ہونا

علامہ بدرالدین عینی اور علامہ نووی نے جو قول الماوردی کی طرف منسوب کیا ہے' وہ بہرحال ان کی کتاب میں نہیں ہے' لیکن ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں اور آپ کے فضلات کے نجس ہونے کے قائل ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب میں سے ابوجعفر ترمذی کا یہ زعم ہے کہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال طاہر ہیں اور دوسرے لوگوں کے بال نجس ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں جب اپنے بال منڈوائے تو ان کو اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیا' اگر وہ بال نجس ہوتے تو آپ ان کو منع فرما دیتے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فضیلت کے ساتھ مختص ہونا متنازع نہیں ہے' الماوردی نے کہا: اور اگر یہ آپ کے بالوں کی طہارت کی دلیل ہے تو ابوطیبہ نے آپ کو فصد لگا کر آپ کا خون آپ کے سامنے پی لیا تھا۔ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۲' اتحاف السنن ج ۲ ص ۳۱۷) تو کیا یہ کہا جائے گا کہ آپ کا خون بھی پاک ہے؟ ابوجعفر نے کہا: آپ کا خون بھی پاک ہے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ آپ کسی شخص کو ناجائز کام پر برقرار رکھیں اور آپ نے ابوطیبہ کو خون پینے پر برقرار رکھا تھا۔

اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ ایک عورت نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے اس سے فرمایا: اب کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔ (دلائل النبوۃ: ۱۵۹' اتحاف السنن ج ۷ ص ۱۱' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱' کنز العمال: ۳۲۲۵۶)

تو کیا اب آپ کے پیشاب کو بھی پاک کہیں' ابوجعفر نے کہا: کیونکہ پیشاب طعام اور مشروب سے منقلب (بدلہ) ہوتا ہے اور بال اور خون اس طرح نہیں ہیں' وہ اصل خلقت سے ہیں' کسی چیز کا بدل نہیں ہیں۔

ابوجعفر پر یہ رد کیا گیا ہے کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کو طاہر کہنے پر تمہاری یہ دلیل باطل ہو گئی کہ آپ نے ابوطیبہ کو خون پینے پر برقرار رکھا تھا' کیونکہ آپ نے اس عورت کو بھی پیشاب پینے پر برقرار رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طہارت اور نجاست میں باقی امت کی طرح ہیں' جو چیز باقی امت کی پاک ہے' وہ آپ کی بھی پاک ہے اور جو چیز باقی امت کی نجس ہے' وہ آپ کی بھی نجس ہے (العیاذ باللہ! باقی امت کے بلغم سے گھن آتی ہے اور صحابہ آپ کے بلغم کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے' اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے چہرے اور جسم پر ملتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲۔۲۷۳۱) سعیدی غفرلہٗ) اور آپ نے جو بال تقسیم کیے تھے' اس سے جو استدلال کیا ہے' اس پر یہ

Marfat.com

اعتراض ہے کہ کئی مرتبہ آپ نے بالوں کو گرادیا اور ان کو تقسیم نہیں کیا' صرف ایک مرتبہ منیٰ میں بالوں کو تقسیم کیا اور اس کے دو سبب تھے:
ایک اپنے اصحاب کو برکت پہنچانا اور دوسرا سبب تھا کہ جن کو بال عطا کیے' ان کو شرف اور فضیلت عطا کرنا' تا کہ وہ اس پر فخر کریں اور
بعض روایات میں ہے: آپ نے دوبارہ خون پینے سے ابوطیبہ کو منع کیا اور فرمایا: تمہارے جسم کو اللہ نے آگ پر حرام کر دیا ہے۔

(الحاوی الکبیر ج ا ص ۳۰-۷۱ ' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

الماوردی نے صراحۃً یہ نہیں کہا کہ تبرک کے لیے کسی چیز کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے' لیکن ان کی بحث سے لازم یہی آتا ہے'
اسی لیے علامہ نووی نے اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ الماوردی کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منڈائے ہوئے بال نجس ہیں اور آپ
نے جو اپنے اصحاب میں بال تقسیم کیے تھے' وہ برکت پہنچانے کے لیے تھے اور برکت پہنچانے کے لیے اس چیز کا پاک ہونا شرط نہیں
ہے اور الماوردی کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون اور پیشاب بھی نجس ہے۔ (العیاذ باللہ!)

شیخ تھانوی کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کا نجس ہونا

اسی طرح شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ نے بھی اپنی آخری تصنیف میں لکھا ہے:

بعض روایات کا تو ثبوت مقدوح ہے اور بعض کی دلالت اور بعض روایات میں شارحین کا یہ قول مذکور ہے: میں نے پیا اور مجھے
پتا نہیں تھا اور ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہی فرمانا مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ سالم بن ابی الحجاج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فصد لگائی'
پھر خون نگل لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے اور دوسری روایت میں دوبارہ نہ پینا' کیونکہ ہر خون
حرام ہے' پس مسئلہ بالکل منقح ہو گیا کہ طہارت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ (بوادر النوادر ص ۴۴۹' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور)

شیخ تھانوی نے اس پر غور نہیں کیا کہ کسی چیز کا حرام ہونا' اس کی نجاست کو مستلزم نہیں ہے' انسان کا گوشت کھانا بھی حرام ہے' لیکن
وہ نجاست کی بناء پر حرام نہیں ہے' کرامت کی بناء پر حرام ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کا پینا تو بہ طریق اولیٰ کرامت کی وجہ سے
حرام ہو گا نہ کہ نجاست کی بناء پر۔

الماوردی کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منڈائے ہوئے بال اور آپ کے فضلات نجس ہیں (العیاذ باللہ) لیکن بہ کثرت علماء
شافعیہ کے نزدیک آپ کے بال مبارک اور آپ کے فضلات طاہر ہیں۔

بعض غیر مقلد علماء کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کا نجس ہونا

معروف غیر مقلد عالم عبد اللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

ام ایمن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک مٹی کا پیالہ تھا' جس میں آپ رات کو (عذر کی بناء پر) پیشاب کیا
کرتے تھے۔ ایک رات میں پیاسی ہو گئی پس غلطی سے وہ پیشاب پی لیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس میں نے اس کا ذکر کیا۔
فرمایا: اس دن کے بعد تجھے کبھی پیٹ کا درد نہیں ہو گا۔ اس روایت سے آپ کے پیشاب کا پاک ہونا ثابت نہیں ہوتا' کیونکہ غلطی سے
پیا گیا ہے۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ تیرے پیٹ میں درد نہیں ہو گا' یہ علاج ہے۔ بعض نجس چیز بھی علاج بن جاتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ چونکہ یہ غلطی اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی وجہ سے ہوئی تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا معاوضہ یہ دیا کہ اس نجس چیز کو
اس کے لیے شفاء بنا دیا' بہر صورت اس غلط فعل کو طہارت کی دلیل بنانا غلط ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ا ص ۲۵۱-۲۵۰' مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

حیرت ہے کہ یہی صاحب جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشاب کو نجس لکھا ہے یہی مصنف ہیں بلکہ ہر وہ جانور جس کا گوشت کھایا

Marfat.com

جاتا ہو اُس کے پیشاب کو نہ صرف پاک بلکہ حلال قرار دیتے ہیں۔ اُن کی عبارت درج ذیل ہے:

قضیب گاؤ (بیل کا آلۂ تناسل) حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے' مگر یہ مذہب صحیح نہیں۔ بلکہ ماکول اللحم (جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو) کا گوبر پیشاب تک پاک اور حلال ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۵۶۶)

تاہم بعض غیر مقلد علماء نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضلات کو پاک لکھا ہے۔ چنانچہ شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

آنحضرت کے تو تمام فضلات تک پاک اور طاہر تھے' آپ پر دوسرے آدمیوں کا قیاس نہیں ہو سکتا ہے۔

(تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۷۹' مطبوعہ نعمانی کتب خانہ' لاہور' ۱۹۹۰ء)

اکثر شافعیہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضلاتِ مبارکہ طاہر ہیں

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ انسان کا بال جسم سے الگ ہونے کے بعد پاک ہوتا ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر کے بال کو اپنے پاس بہ طور تبرک رکھا' تاہم اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بال مکرم ہے' اس پر دوسرے انسان کے بال کو قیاس نہیں کیا جا سکتا' علامہ ابن المنذر اور علامہ خطابی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی اور اصل میں خصوصیت کا نہ ہونا ہے۔ اس جواب کا یہ رد کیا گیا ہے کہ ان کو چاہیے کہ یہ منی کی طہارت پر بھی اس حدیث سے استدلال نہ کریں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کو کھرچ دیا کرتی تھیں' کیونکہ یہ کہنا جائز ہے کہ آپ کی منی پاک ہے اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جائے گا' اور حق یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں آپ کا وہی حکم ہے' جو تمام مکلفین کا ہے' ماسوا ان احکام کے جن کی خصوصیت دلیل سے ثابت ہو اور آپ کے فضلات (خون' منی' بول اور براز وغیرہ) کی طہارت پر بہ کثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیت قرار دیا ہے اور ائمہ نے آپ کے فضلات کی طہارت کو آپ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے' اس لیے اکثر فقہاء شافعیہ کی کتابوں میں اس کے خلاف جو کچھ لکھا ہے' اس کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ ائمہ کے درمیان اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۱' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بالوں کی طہارت کی بحث میں چونکہ آپ کے فضلات (خون اور بول و براز) کی طہارت کا ذکر کیا گیا ہے' اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اصل احادیث کے حوالوں سے آپ کے فضلات کی طہارت کو بیان کر دیں۔ فنقول و باللہ التوفیق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قضاء حاجت کے لیے (بیت الخلاء میں) گئے' پھر میں گئی تو میں نے وہاں جا کر کوئی چیز نہیں دیکھی اور مجھے وہاں مشک کی خوشبو آ رہی تھی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی' آپ نے فرمایا: بے شک زمین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت سے جو کچھ نکلے' اس کو ڈھانپ لے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۷۰ طبع قدیم المستدرک: ۷۰۹۵ طبع جدید المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ' کنز العمال: ۳۲۲۵۳' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۵ طبع جدید ۱۴۱۸ھ' علامہ خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے لکھا ہے کہ ابن دحیہ نے کہا: اس حدیث کی سند ثابت ہے اور یہ اس باب میں سب سے قوی حدیث ہے' نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۱ طبع جدید ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہم جماعت انبیاء کے اجسام اہل جنت کی ارواح پر بنائے گئے ہیں اور زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم سے جو چیز نکلے اس کو نگل لے۔ (الفردوس بماثور الخطاب: ۱۴۳' جمع الجوامع: ۶۰۳۰' کنز العمال: ۳۲۲۴۴)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گھر کی ایک جانب میں مٹی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا' آپ رات کو اٹھ کر

اس میں پیشاب کرتے تھے' ایک رات میں اٹھی' مجھے پیاس لگ رہی تھی' میں نے اس برتن سے پی لیا اور مجھے پتا نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے) جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ام ایمن! اس مٹی کے برتن کو اٹھاؤ اور اس میں جو کچھ ہے' اس کو پھینک دو' میں نے کہا: اللہ کی قسم! اس میں جو کچھ ہے' اس کو میں نے پی لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے' حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں' پھر آپ نے فرمایا: سنو! اس کے بعد کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہو گا۔[1] (المستدرک ج ۴ ص ۶۴۔ ۶۳ طبع قدیم' المستدرک: ۶۹۱۲ طبع جدید' المعجم الکبیر: ۲۳۰۔ ج ۲۵ ص ۸۹' کنز العمال: ۳۲۲۵۶' جمع الجوامع: ۲۷۵۴۹' تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۲۰۷۔ ۱۰۸۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۴۲۱' الطبع الجدید' ۱۴۱۸ھ)

حکیمہ بنت امیمہ بنت رقیقہ اپنی ماں رضی اللہ عنہما سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا' جس میں آپ پیشاب کرتے تھے اور اس کو اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے' آپ نے اس میں پیشاب کیا' پھر آپ آئے تو دیکھا کہ اس پیالہ میں کوئی چیز نہیں تھی' ایک خاتون جن کا نام برکہ تھا' جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھی اور ان کے ساتھ سرزمین حبشہ سے آئی تھی' آپ نے ان سے پوچھا: وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کو پی لیا' آپ نے فرمایا: تم پر دوزخ کی آگ منع کر دی گئی ہے۔ (المعجم الکبیر: ۴۷۷۔ ج ۲۴ ص ۱۸۹' المعجم الکبیر: ۵۲۷۔ ج ۲۴ ص ۲۰۶۔ ۲۰۵' السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۶۷' تاریخ دمشق الکبیر: ۵۲۰۰۔ ج ۷۳ ص ۳۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے راوی صحیح ہیں اور ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۲۲۔ ۳۲۱ طبع جدید' ۱۴۱۸ھ)

عامر بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فصد لگائی' آپ نے مجھ سے پوچھا: تم نے اس (خون) کا کیا کیا؟ میں نے کہا: میں نے اس کو غائب کر دیا' آپ نے فرمایا: شاید تم نے پی لیا' میں نے کہا: میں نے اس کو پی لیا۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار: ۲۴۳۶' حافظ الہیثمی نے کہا: بزار کی سند صحیح اور ثقہ ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

بریہ بن عمر بن سفینہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فصد لگائی' آپ نے فرمایا: یہ خون لے جاؤ اور اس کو چوپایوں' پرندوں اور لوگوں سے چھپا کر دفن کر دو' میں نے اس کو چھپ کر پی لیا' پھر میں نے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے۔ (المعجم الکبیر: ۶۴۳۴' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰' التاریخ الکبیر للبخاری: ۵۴۱۸۔ ۲۵۲۴۔ ج ۴ ص ۱۸۰' المطالب العالیہ: ۳۸۴۸' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۷' تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۲)

عبدالرحمن بن ابی سعید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون چوس کر نگل لیا' ان سے کہا گیا: کیا تم نے خون پی لیا؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون پی لیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا خون جس کے خون کے ساتھ مل گیا' اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ (المعجم الاوسط: ۹۰۹۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۱۴) (حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے' جس کے ضعف پر اجماع ہو' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

حضرت ابو سعید خدری کے والد مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو انہوں نے آپ کے زخم سے خون چوس لیا' حتیٰ کہ آپ کا چہرہ بالکل سفید اور صاف ہو گیا' ان سے کہا گیا کہ اس خون کو تھوک دو' انہوں نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! میں اس خون کو کبھی نہیں تھوکوں گا! پھر وہ پیٹھ موڑ کر جہاد کرنے چلے گئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی جنتی

[1] حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ برکہ نام کی دو عورتوں نے لکڑی کے پیالہ سے آپ کا پیشاب پیا' ایک کی کنیت ام ایمن تھی اور دوسری کی کنیت ام یوسف تھی' جب ام یوسف نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا: تم صحت مند رہو گی' سو وہ تاحیات بیمار نہیں ہوئیں۔ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۴)

Marfat.com

آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے' وہ اس کو دیکھ لے پس وہ شہید ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۳۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۳' رقم الحدیث: ۱۹)

عامر بن عبد اللہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فصد لگائی' جب وہ فصد لگا کر فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عبد اللہ! اس خون کو ایسی جگہ گرا دو' جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے' حضرت ابن الزبیر کہتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گیا تو میں نے اس خون کو پی لیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس گیا تو آپ نے فرمایا: شاید تم نے اس کو پی لیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم کو خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا؟ تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا! دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: تم نے وہ خون کیوں پیا؟ حضرت ابن الزبیر نے کہا: میں نے یہ پسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون میرے پیٹ میں ہو! آپ نے حضرت ابن الزبیر کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا اور تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ (حلیۃ الاولیاء' ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم' حلیۃ الاولیاء: ۱۱۶۷۔۱۱۶۶ طبع جدید' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۲۸ طبع قدیم' سنن دار قطنی: ۸۷۱ طبع جدید' المستدرک ج ۳ ص ۵۵۴ طبع قدیم' المستدرک: ۶۳۴۳ طبع جدید' تاریخ دمشق الکبیر: ۶۲۲۵۔ ۶۲۲۴۔ ۶۲۲۳۔ ۶۲۲۲۔ ج ۳۰ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۷' تلخیص الحبیر: ۱۸۔ ج ۱ ص ۴۳۔ ۴۲' کنز العمال: ۳۷۲۳۴۔ ۳۳۵۹۱' البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۹۹۔ ۹۸' الطبع الجدید ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن الزبیر سے فرمایا: تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا' اس میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی ہے' حضرت ابن الزبیر نے ۶۳ھ میں مکہ میں اپنی حکومت قائم کر دی تھی' بنو امیہ کو اس پر افسوس ہوا' یزید نے محرم چونسٹھ ہجری میں ان کے خلاف لشکر بھیجا اور کعبہ پر سنگ باری کی گئی اور کعبہ کے پردوں کو جلایا گیا اور چودہ ربیع الاول ۶۴ھ کو یزید کے مرنے کے بعد یہ لشکر واپس آ گیا' پھر عبد الملک بن مروان نے اپنے دورِ حکومت میں حجاج بن یوسف کی کمان میں لشکر بھیجا' بالآخر سترہ جمادی الاولیٰ ۷۲ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور حضرت ابن الزبیر اور بنو امیہ دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے افسوس ہوا اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن الزبیر سے یہ جو فرمایا کہ تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ کی آگ چھوئے گی' اس میں ان آیتوں کی طرف اشارہ ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ (مریم: ۷۲۔۷۱)

اور بے شک تم سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا' یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے ۝ پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے ۝

اس آیت کی تفسیر میں جمہور مفسرین کا مختار یہ ہے کہ مسلمانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی اس قسم کو پورا کرنے کے لیے دوزخ میں داخل کیا جائے گا اور پھر ان کو نکال لیا جائے گا اور دوزخ مسلمانوں پر ٹھنڈی ہوگی اور کافروں کو جلا رہی ہوگی' اور اس میں حکمت یہ ہے کہ کافروں کو دوہرا عذاب ہو' ایک عذاب ان کو اپنے جلنے کا ہوگا اور دوسرا عذاب یہ ہوگا کہ ان کے مخالف مسلمان اسی دوزخ سے گزر رہے ہیں اور ان کو عذاب نہیں ہو رہا' حسب ذیل احادیث اس تفسیر پر دلیل ہیں:

حضرت یعلیٰ بن منبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن دوزخ مومن سے کہے گی:

Marfat.com

جز یا مومن فقد اطفأ نورک لھبی۔ اے مومن! (جلدی سے) گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میرے شعلہ کو بجھا دیا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۵۸ 'حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں سلیم بن منصور بن عمار ضعیف راوی ہیں' مجمع الزوائد: ۱۸۴۴۶)

حضرت ابو سمینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس آیت میں ''ورود'' کا معنی دخول ہے' پس ہر نیک اور بد شخص دوزخ میں داخل ہوگا اور مؤمنوں پر دوزخ اس طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی' پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹ 'حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد: ۱۸۴۴۷)

اس کی پوری بحث تبیان القرآن جلد سابع میں مریم: ۷۲-۷۱ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۸ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ ھ لکھتے ہیں:

بعض ائمہ شافعیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں' اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۵۴ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

ہم نے اس سے پہلے علامہ عینی کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک آپ کے فضلات طاہر ہیں' لیکن حیرت ہے کہ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ ھ نے لکھا ہے: مجھے عینی میں یہ عبارت نہیں ملی۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۲۵۱ 'مطبع حجازی' قاہرہ)

اسی طرح شیخ کشمیری کے شاگرد سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

فرمایا: یہ مسئلہ تو سب کتابوں میں پایا جاتا ہے' مگر خود ائمہ مذاہب سے نقول نہیں ملتیں' البتہ ''مواہب'' میں امام ابوحنیفہ سے ایک قول نقل ہوا ہے' جو عینی کے حوالے سے ہے' مگر مجھے ابھی تک عینی میں وہ عبارت نہیں ملی ہے۔

(انوار الباری ج ۶ ص ۳۵۰ 'ادارہ تالیفات اشرفیہ' ملتان)

۰۰۰- وَسُؤْرِ الْكِلَابِ وَمَمَرِّهَا فِي الْمَسْجِدِ

کتوں کا جھوٹا اور ان کا مسجد میں گزرنا

اس کا عطف بھی عنوان پر ہے' اس باب کے دو جز ہیں' یعنی جس پانی سے انسان کا بال دھویا گیا ہو' اس کا حکم اور کتے کے جھوٹے پانی اور ان کے مسجد میں گزرنے کا حکم۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ لَيْسَ لَهُ وَضُوءٌ غَيْرُهُ يَتَوَضَّأُ بِهِ. وَقَالَ سُفْيَانُ هٰذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهِ' يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا﴾ (النساء: ٤٣). وَهٰذَا مَاءٌ. وَفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ. يَتَوَضَّأُ

اور زہری نے کہا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے اور انسان کے پاس کوئی اور پانی نہ ہو' جس سے وہ وضوء کرے تو وہ اس پانی سے وضوء کرے' سفیان نے کہا: یہ بعینہٖ فقہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''پس تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو'' (النساء: ۴۳) اور یہ پانی

Marfat.com

ویتیمم، ہے اور اس سے دل میں کچھ تردد ہے تو اس پانی سے وضوء کرے اور تیمم کرے۔

یہاں سفیان سے مراد سفیان ثوری ہے انہوں نے کہا: جب کتے کے جھوٹے کے سوا اور کوئی پانی نہ ہو تو اس سے وضوء کرے اور چونکہ دل میں اس سے کچھ تردد ہے تو اس کے بعد تیمم بھی کرے۔

١٧٠- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ، أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ، فَقَالَ لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از عاصم از ابن سیرین انہوں نے کہا: میں نے عبیدہ سے کہا: ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہے جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا حضرت انس کے گھر والوں کی طرف سے ملا تھا تو انہوں نے کہا: میرے پاس آپ کا ایک بال ہو یہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) مالک بن اسماعیل ابوغسان النہدی یہ حجت اور عابد تھے ان سے امام مسلم اور سنن اربعہ کے مصنفین نے روایت کی ہے ٢١٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) اسرائیل بن یونس ان کا تعارف ہو چکا ہے (٣) عاصم بن سلیمان البصری یہ ثقہ اور حافظ ہیں ١٤٢ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) محمد بن سیرین ان کا تعارف ہو چکا ہے (٥) عبیدہ بن عمرو السلمانی یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان لے آئے تھے اور آپ سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی ان سے بہت سے محدثین نے روایت کی ہے یہ ٧٢ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ٣ ص ٥٥)

امام بخاری نے اس باب کے دو عنوان قائم کیے تھے: ایک اس پانی کا حکم بیان کرنا جس سے انسان کے بال کو دھویا گیا ہو دوسرا کتے کے جھوٹے کا حکم بیان کرنا زہری کے قول سے انہوں نے کتے کے جھوٹے کا حکم بیان کیا اور حدیث: ١٧٠ سے انسان کے بال کا حکم بیان کیا۔

انسان کے سر سے بال الگ ہونے کے بعد ان کے طاہر ہونے پر دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے امام شافعی کے اس قول کو رد کرنے کا اشارہ کیا ہے کہ انسان کا بال جب اس کے جسم سے الگ ہو جائے تو وہ نجس ہو جاتا ہے اور اگر وہ پانی میں گر جائے تو وہ پانی بھی نجس ہو جاتا ہے پھر عطا کے قول اور حدیث: ١٧٠ سے یہ استدلال کیا کہ انسان کا بال طاہر ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بالوں کو بہ طور تبرک صحابہ میں تقسیم کیا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کے بال اور اس کے ناخن اس کے جسم سے الگ ہو جائیں تو وہ طاہر ہیں کیونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال سی کر رکھا ہوا تھا جنگ یمامہ میں ان کے سر سے ٹوپی گر گئی تو ان کو بہت صدمہ ہوا اور انہوں نے عین حالت جنگ میں وہ ٹوپی اٹھائی ان کے اصحاب کو یہ بہت ناگوار ہوا کیونکہ اس وقفہ میں کئی مسلمان شہید ہو گئے حضرت

Marfat.com

خالد نے کہا: میں نے اس ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے اس کو نہیں اٹھایا' بلکہ میں نے اس وجہ سے اس ٹوپی کو اٹھایا ہے کہ مبادا یہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھوں میں آ جائے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کا بال مبارک ہو۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٢٦٩۔ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

١٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَلَقَ رَأْسَهُ، كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعَرِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی' از ابن عون از ابن سیرین از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر منڈایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پہلے وہ شخص تھے' جنہوں نے آپ کے بال لیے۔

(صحیح مسلم: ١٣٠٥' الرقم المسلسل: ٣٠٩٧۔٣٠٩٦' سنن ابوداؤد: ١٩٨٢۔١٩٨١' سنن ترمذی: ٩١٢' السنن الکبریٰ للنسائی: ٤١١٦' مسند الحمیدی: ١٢٢٠' صحیح ابن خزیمہ: ٢٩٢٨' صحیح ابن حبان: ٣٨٧٩' سنن بیہقی ج ١ ص ٢٥' مسند احمد ج ١ ص ١١١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٠٩٢۔ ج ١٩ ص ١٤٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں انسان کے بال کے طاہر ہونے پر دوسری دلیل ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) محمد بن عبد الرحیم صاعقہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٢) سعید بن سلیمان الضبی البزار الواسطی' ان سے امام بخاری اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے' انہوں نے ٦٠ حج کیے تھے' یہ ایک سو سال کی عمر گزار کر ٢٢٥ھ میں فوت ہو گئے (٣) عباد بن عوام الواسطی ابوسہل' یہ ثقہ اور صدوق تھے' امام احمد نے کہا: یہ مضطرب الحدیث تھے اور محمد بن سعد نے کہا: یہ متشیع تھے' ہارون نے ان کو گرفتار کر کے پھر رہا کر دیا تھا' یہ ١٨٥ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) عبد اللہ بن عون' یہ تابعی تھے اور اپنے زمانہ میں سید القراء تھے' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٥) محمد بن سیرین (٦) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (٧) حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ' یہ حضرت ام سلیم جو حضرت انس کی والدہ تھیں' ان کے خاوند تھے' حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل بن الاسود البخاری تھا' یہ بدر' احد اور تمام مشاہد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے' ٢٣ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے۔ حضرت عثمان بن عفان نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٥٥)

یہ انصار کے نقباء میں سے تھے' انہوں نے ٩٢' احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم دو حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم دوسری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں' حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین میں حضرت ابوطلحہ نے بیس کافروں کو قتل کیا تھا' جنگ احد میں وہ بہت بڑی آزمائش میں مبتلا ہوئے اور نبی ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے ان کا ایک ہاتھ شل ہو گیا تھا' حضرت انس نے کہا: نبی ﷺ کے وصال کے بعد یہ چالیس سال زندہ رہے (اور جنگ جمل میں شہید کیے گئے۔ سعیدی غفرلہ)۔ (خلاصۃ تذہیب الکمال ج ١ ص ٣٨٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

احباب کو عطیات عطاء کرنا اور دیگر مسائل

(١) نبی ﷺ نے اپنے اصحاب میں اپنے سر کے بال تقسیم کیے' اس سے معلوم ہوا کہ اپنے اصحاب کو عطیات دے کر انہیں خوش رکھنا چاہیے۔

Marfat.com

(۲) جب اپنے اصحاب کو خوش کرنے کے لیے عطیات دیئے جائیں تو اس میں مساوات لازم نہیں ہے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کی وجہ سے سر کا منڈانا سنت یا مستحب ہے۔

(۴) حدیبیہ میں آپ کا سر خراش نے مونڈا تھا اور اس موقع پر معمر بن عبد اللہ نے آپ کا سر مونڈا تھا۔

(۵) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک بالوں کی تعظیم ہے اور تبرک عطا کرنے کا جواز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال سے تبرک حاصل کرنے اور اس کو حفاظت سے رکھنے کا ثبوت ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۱، دار المعرفہ بیروت)

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم میں

باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۰۴۹۔ ج ۳ ص ۵۴۴ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) یوم نحر کو افعال حج کی ترتیب (۲) علماء احناف کی موافقت حدیث (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کی تعظیم اور تکریم (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک سے تبرک کے ثبوت میں فقہاء اسلام کی عبارات (۵) موئے مبارک اور فضلات شریفہ کی طہارت اور بعض علماء کے تسامح اور علمی غلطیوں کا بیان (۶) فضلات شریفہ کی طہارت پر دلائل۔

٠٠٠- بَابُ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا

جب تم میں سے کسی ایک کے برتن سے کتا پی لے تو وہ اس کو سات مرتبہ دھوئے

۱۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی ایک کے برتن سے (پانی) پی لے تو وہ اس کو سات مرتبہ دھوئے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹، الرقم المسلسل: ۶۲۳، سنن نسائی: ۶۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳، موطأ امام مالک ج ۱ ص ۳۴، مسند الشافعی ج ۱ ص ۲۳، المنتقی: ۵۰، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۰۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۴۰، شرح السنۃ: ۲۸۸، مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۹۲۹۔ ج ۱۶ ص ۲۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے: جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھویا جائے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف کیا جا چکا ہے۔

کتے کے جھوٹے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:
جس پانی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے:

Marfat.com

زہری، امام مالک اور امام اوزاعی کا یہ قول ہے کہ یہ پانی طاہر ہے اس سے وضوء اور غسل کرنا جائز ہے جب اس کے سوا کوئی اور پانی نہ ملے اور سفیان ثوری، ابن الماجشون اور امام مالک کے اصحاب میں سے ابن مسلمہ نے یہ کہا ہے کہ اس پانی سے وضوء بھی کرے اور تیمم بھی کرے انہوں نے اس پانی کو مشکوک قرار دیا ہے۔

امام ابوحنیفہ ان کے اصحاب لیث ' امام شافعی اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ جس پانی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ پانی نجس ہے۔ ابن القصار مالکی نے کہا کہ کتے کے جھوٹے کے پاک ہونے پر دلیل یہ ہے کہ آپ نے اس کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے اور اگر اس میں نجاست ہوتی تو آپ اس کو ایک مرتبہ دھونے کا حکم دیتے کیونکہ نجاست کو دھونے میں عبادت یہ ہے کہ اس کو زائل کیا جائے نہ یہ کہ اس کو کئی مرتبہ دھویا جائے اور یہ جائز ہے کہ کسی پاک چیز کو کسی وجہ سے کئی مرتبہ دھویا جائے جیسے اعضاء وضوء کو دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ دھویا جاتا ہے حالانکہ غرض ایک مرتبہ دھونے سے پوری ہو جاتی ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ جب کتا کھانے میں منہ ڈال دے تو وہ کھانا کھایا جائے گا اور حدیث پر عمل کرنے کے لیے اس برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے گا۔

نیز ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ کتوں کے طاہر ہونے پر دلیل یہ ہے کہ شریعت میں یہ ثابت ہے کہ طاہر وہ چیز ہے جس سے نفع اٹھانے کو بغیر کسی ضرورت کے ہمارے لیے مباح کر دیا گیا ہو جب کہ اس سے نفع نہ اٹھانا بھی ہماری قدرت میں ہو اور نجس وہ چیز ہے جس سے نفع اٹھانے سے ہمیں منع کر دیا گیا ہو جب کہ اس سے نفع اٹھانا ہماری قدرت میں ہو اور اس پر دلائل قائم ہیں کہ بغیر کسی ضرورت کے کتوں سے نفع اٹھانا جائز ہے جیسے شکاری کتے ہیں اور کھیتوں اور مویشیوں کی حفاظت کے کتے ہیں اور کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم تغلیظاً ہے کیونکہ مہمانوں اور گزرنے والوں کے خوف کی وجہ سے انہیں کتوں کو رکھنے سے منع کیا گیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۶۷۔۲۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

کتے کے جھوٹے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کتے نجس ہیں کیونکہ طہارت یا تو حدث سے حاصل ہوتی ہے یا نجس سے یہاں پر حدث تو ہے نہیں اس لیے یہ متعین ہو گیا کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن نجس ہو جائے گا اسی لیے اس کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے کیونکہ کتا جب پانی کے برتن میں منہ ڈالے گا تو اس کا لعاب اس برتن میں لگے گا اور لعاب اس کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اس کا گوشت نجس ہے اور اس کا جھوٹا بھی نجس ہے امام مالک اور امام بخاری جو کتے کو پاک کہتے ہیں ان کے نزدیک کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

کتے کے منہ ڈالنے سے برتن کے نجس ہو جانے پر ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوئے اور پہلی بار مٹی سے دھوئے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹ الرقم المسلسل: ۶۴۹ سنن دارقطنی: ۱۸۰۔۱۸۱ ابن عدی فی الکامل ج ۳ ص ۸۸۲)

اس حدیث میں آپ نے کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کا طریقہ بتایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کتے کا جھوٹا برتن نجس ہے اور اس کو سات مرتبہ دھونا تعبدی حکم نہیں ہے بلکہ حصول طہارت کا حکم ہے اور سات مرتبہ دھونا استحباب کے لیے ہے ورنہ طہارت تین مرتبہ دھونے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس چیز کو گرادو اور اس برتن کو تین مرتبہ دھوؤ۔

(سنن دار قطنی: ۱۹۳۔ ۱۹۲' ابن عدی فی الکامل ج ۲ ص ۷۶ ۷' شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۵۸۔ ج ۱ ص ۹۵۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ (۲) کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔

١٧٢- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ اَبِیْ' عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا رَاٰى كَلْبًا يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ' فَاَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهٗ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهٗ بِهٖ حَتّٰى اَرْوَاهُ' فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ' فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۶۳۔ ۲۴۶۶۔ ۶۰۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ ایک شخص نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے کیچڑ کھا رہا تھا' پھر اس شخص نے اپنے موزہ کو پکڑا اور اس کتے کے لیے چلو میں پانی لیا' حتیٰ کہ (خوب پانی پلا کر) اس کتے کو سیراب کر دیا' اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۲۴۴' الرقم المسلسل: ۵۷۵۱' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۰' الادب المفرد: ۳۷۸' صحیح ابن حبان: ۵۴۴' مسند الشہاب: ۱۱۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۶۔ ۱۸۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۴ ص ۴۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن منصور الکوسج نیشاپوری' امام مسلم نے کہا: یہ ثقہ مامون ہیں' ائمہ میں سے ایک ہیں' ۲۵۱ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے (۲) عبدالصمد بن عبدالوارث' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار المدنی العدوی' یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ کے آزاد کردہ غلام تھے' ان میں کلام کیا گیا ہے لیکن یہ صدوق ہیں' ان سے امام بخاری نے روایت کی ہے' امام مسلم نے نہیں کی اور امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کی ہے (۴) ان کے والد عبداللہ بن دینار' یہ بھی حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے' یہ تابعی ہیں' یہ قوی نہیں ہیں (۵) ابوصالح الزیات ذکوان' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۳۔ ۶۲)

اللہ تعالیٰ کے شکر کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے اس کا شکر کیا' شکر کا معنی ہے: احسان اور انعام کرنے والے نے جو نعمت عطا کی ہے' اس پر اس کی تعریف کرنا' اور یہاں اس سے مراد صرف تعریف اور تحسین ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے اس نیک کام کو سراہا اور اس کی قدر افزائی کی' یا اس سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے اس نیک کام کی جزا دی اور کسی کا شکر ادا کرنا بھی درحقیقت اس کی نیکی کی جزا دینا ہے۔ ایک سوال یہ ہے کہ یہ واقعہ کب ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے زمانہ کا واقعہ ہے' اسی لیے اس شخص کا نام نہیں لیا گیا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے ساتھ بھی نیکی کرنی چاہیے اس شخص نے ایک کتے کے ساتھ نیکی کی اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کر دیا' ایک عورت نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا' نہ اس کو کچھ کھانے کو دیا' نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ باہر جا کر کچھ کھا لیتی' وہ بھوک سے مرگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو دوزخ میں داخل کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۹۰۴) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے' ایک کتے کو پانی پلانے پر جنت عطا کر دیتا ہے اور ایک بلی پر ظلم کرنے سے دوزخ میں ڈال دیتا ہے۔

حدیث مذکور سے کتے کی طہارت پر استدلال اور اس کا جواب

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں کہ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے کیونکہ اس شخص نے اپنے موزہ میں پانی بھرا اور اس موزہ سے کتے کو پانی پلایا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس موزہ میں اس کتے کا جھوٹا پانی باقی رہا اور چونکہ اس حدیث میں اس موزہ کو دھونے کا ذکر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس نے اس موزہ کو پہنا اور اس سے نماز پڑھی' پس معلوم ہوا کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اس آدمی نے اپنے موزہ سے کتے کو پانی پلایا' حتیٰ کہ کتے کا منہ موزہ سے مس ہوا ہو' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے چلو میں موزہ سے پانی لے کر اس چلو سے پانی کتے کے منہ میں ڈالا ہو اور اگر موزہ سے اس کا منہ لگا کر ہی پانی پلایا ہو تو بعد میں اس موزہ کو دھو لیا ہو اور حدیث میں دھونے کا ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے دھویا نہ ہو کیونکہ کسی چیز کا ذکر نہ ہونا' اس چیز کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے اور اگر بالفرض نہ دھویا ہو اور کتے کا جھوٹا پاک ہو' پھر بھی یہ پچھلی شریعت کا واقعہ ہے اور ہم پر حجت نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگ جن جانوروں کے مالک ہوں' ان پر ان کو کھلانا اور پلانا واجب ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۴)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۷۴۳۔ ج ۶ ص ۶۲۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں صرف یہ لکھا ہے کہ جانوروں کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے اور انہیں کھلانا پلانا چاہیے۔

١٧٤- وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُولُ وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَكُونُوا يَرُشُّونَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور احمد بن شبیب نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حمزہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں کتے پیشاب کرتے تھے اور آتے جاتے رہتے تھے' پس وہ اس کی وجہ سے پانی نہیں ڈالتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۲' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۰)

یہ وہ حدیث ہے' جس کو امام بخاری نے پہلے تعلیقاً ذکر کیا تھا اور اس حدیث سے اس پر استدلال کیا تھا کہ کتا پاک ہے اور اس کا جھوٹا پاک ہے اور اس کا مسجد سے گزرنا جائز ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن شبیب بن سعید التمیمی البصری' یہ امام بخاری کے شیخ ہیں' انہوں نے اس حدیث کے علاوہ ان کی کوئی اور روایت ذکر

Marfat.com

نہیں کی' یہ صدوق ہیں' امام نسائی نے ان کی روایت ذکر کی' یہ ۲۰۰ھ کے بعد مکہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد شبیب مذکور' یہ یونس کے اصحاب میں سے تھے اور تجارت کے لیے مصر آتے جاتے رہتے تھے (۳) یونس بن زید ایلی (۴) ابن شہاب محمد بن مسلم الزہری' ان دونوں کا تعارف پہلے ہو چکا ہے (۵) حمزہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما' ابو عمارہ القرشی العدوی المدنی التابعی' یہ ثقہ ہیں اور قلیل الحدیث ہیں (۶) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۳ص ۶۴)

مسجد میں کتوں کے آنے جانے اور پیشاب کرنے کی توجیہ

چونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور پیشاب بھی کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مقرر رکھا اور مسجد کو دھونے کا حکم نہیں دیا' اس سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ کتے پاک ہیں اور بہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتوں کا پیشاب بھی پاک ہو' لیکن یہ بہت بعید ہے' کتوں کے پیشاب کرنے سے مسجد کی زمین نجس ہو جاتی تھی اور اس کو دھونے کا حکم اس لیے نہیں دیا جاتا تھا کہ زمین خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی ہے اور چونکہ شروع میں مسجد میں دروازے نہیں تھے' اس لیے کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ کتے مسجد میں اسی وقت آتے جاتے ہوں گے' جب مسجد میں کوئی نمازی نہیں ہوتا ہوگا۔

کتوں کو طاہر کہنے والوں کا رد اور کتوں کے مسجد میں پیشاب کرنے کی مزید توجیہات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان لوگوں کی کوئی دلیل نہیں ہے جو کہتے ہیں: کتے طاہر ہیں اور ان کا پیشاب بھی طاہر ہے' کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ کتوں کا پیشاب نجس ہے' پہلے مسجد بند نہیں کی جاتی تھی اور کتے ان میں آتے جاتے تھے اور پیشاب بھی کرتے تھے' مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے پیشاب کرنے کا علم نہیں تھا اور نہ آپ کے اصحاب کو اس کا علم تھا اور نہ راوی کو یہ علم تھا کہ کتوں نے کس جگہ پیشاب کیا ہے اور اگر اس کا علم ہوتا تو ضرور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ کو دھونے کا حکم دیتے' جیسا کہ آپ نے اعرابی کے پیشاب کرنے کے بعد اس جگہ کو دھونے کا حکم دیا تھا' یہ اس پر دلیل ہے کہ پیشاب جس کا بھی ہو' وہ نجس ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث کی یہ تاویل ہے کہ کتے مسجد میں پیشاب نہیں کرتے تھے' بلکہ مسجد کی ملحقہ جگہوں میں پیشاب کرتے تھے اور راستہ عبور کرنے کے لیے مسجد میں آتے جاتے تھے' کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ کتوں کو رات میں مسجد میں آنے دیا جائے' حتیٰ کہ وہ پیشاب کر کے مسجد کو نجس کریں' ان کا مسجد میں آنا جانا نادر اوقات میں ہوتا تھا اور اس دور میں مسجد کے دروازے نہیں تھے' جس سے کتوں کے آنے میں رکاوٹ ہوتی۔ (معالم السنن للخطابی مختصر السنن للمنذری ج ۱ص ۲۲۶' دار المعرفہ بیروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ علامہ خطابی نے یہ تاویل فقہاء احناف کی مخالفت کی وجہ سے کی ہے' کیونکہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جب زمین پر کوئی نجاست لگ جائے اور وہ دھوپ سے خشک ہو جائے اور ہوا سے اس کے اثرات نکل جائیں تو وہ زمین نماز پڑھنے کے لیے پاک ہو جاتی ہے' اس میں امام شافعی' امام احمد اور امام زفر کا اختلاف ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کا یہ عنوان قائم کیا ہے: زمین کا خشک ہونے کے بعد پاک ہونا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۳۔ ج ۱ص ۱۵۷' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۶ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ اس پر پانی نہیں بہاتے تھے' یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک زمین خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی ہے اور خطابی کی تاویل کے مردود ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ کتے مسجد میں پیشاب کرتے

Marfat.com

تھے اور انہوں نے کہا تھا: کتے مسجد کی ملحقہ جگہ میں پیشاب کرتے تھے۔ اس حدیث کی سب سے عمدہ تاویل یہ ہے کہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے جب کہ ممانعت سے پہلے ہر چیز اصل میں مباح تھی' بعد میں مساجد کی تکریم کا اور ان کو پاک کرنے کا اور ان میں دروازے بنانے کا حکم دیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ٦٦۔ ١٥' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

کتوں کی طہارت پر علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی القرطبی المتوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے کہ کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور وہ غالباً اپنی ناک بھی رگڑتے ہوں گے اور پانی کو چاٹتے ہوں گے اور کھانے کا بچا کچھا بھی کھاتے ہوں گے' کیونکہ مسجد میں مسافر طلباء رہتے تھے اور وفود بھی آتے رہتے تھے اور مسجد اہل الصفہ کا مسکن تھا' اگر کتے نجس ہوتے تو ان کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کر دیا جاتا' کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ نجاست کو مسجد سے دور رکھا جائے' قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبۃ: ٢٨) مشرکین محض نجس ہیں' سو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں'

حدیث میں ہے کہ کتے مسجد میں آتے جاتے تھے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے بار بار مسجد میں آتے جاتے تھے اور ان کو کوئی منع نہیں کرتا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کتے نجس نہیں ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ١ ص ٢٧٦' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل کے جوابات

علامہ ابن بطال نے کتے کے پاک ہونے پر جو دلائل دیئے ہیں' وہ سب ان کے گمان اور اندازوں پر مبنی ہیں' ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کتوں کا آنا اسی وقت ہو سکتا تھا جب مسجد خالی ہو' نمازیوں کے ہوتے ہوئے کتے کیسے آ سکتے تھے' اس لیے کسی کے منع کرنے یا نہ کرنے کا کیا سوال تھا' نیز کتے کا صرف لعاب نجس ہے' اس کا جسم نجس نہیں ہے اور یہ کسی حدیث میں تصریح نہیں ہے کہ کتے کا لعاب مسجد میں لگا تھا' اور حدیث میں جو کتوں کے مسجد میں پیشاب کرنے کا ذکر ہے' اس کی توجیہ میں علامہ ابن بطال نے ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے علامہ ابن بطال کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اصحاب صفہ مسجد میں کھاتے پیتے بھی تھے اور کتوں کی عادت ہے کہ وہ کھانے پینے کی چیزیں ڈھونڈ کر کھاتے ہیں اور جب کھائیں گے تو ان کا لعاب بھی گرے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مسجد کی طہارت میں شک ہوگا اور پہلے مسجد کی طہارت کا یقین تھا اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا' نیز اس حدیث سے کتوں کے طاہر ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں کتوں کے پیشاب کرنے کا بھی ذکر ہے اور کتوں کے پیشاب کی نجاست پر اتفاق ہے' لہٰذا اس حدیث سے کتوں کے طاہر ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے' پھر اس پر یہ اعتراض کیا کہ بعض کے نزدیک کتوں کا کھانا جائز ہے' لہٰذا ان کے نزدیک کتوں کا پیشاب پاک ہوگا اور ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ آدمی کے سوا تمام حیوانات کا پیشاب پاک ہے۔ (فتح الباری ج ١ ص ٦١٧' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

ہم اس سے پہلے حدیث: ١٥٦ کی شرح میں ''المدونۃ الکبریٰ'' ج ١ ص ٢٠ کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک تمام جانوروں کا پیشاب پاک ہے اور بہ ظاہر امام بخاری کا بھی یہی موقف ہے کہ کتے کا پیشاب پاک ہے' اس لیے انہوں نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس کے خلاف انہوں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور نہ کتوں کے مسجد میں پیشاب کرنے کی کوئی تاویل کی' اسی وجہ

Marfat.com

سے اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی نے فرمایا: امام بخاری نے اس حدیث سے کتے کے پیشاب کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

۱۷۵- حَدَّثَنِی حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ اَبِی السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ فَقَتَلَ فَكُلْ، وَاِذَا اَكَلَ فَلَا تَاْكُلْ، فَاِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰی نَفْسِهٖ. قُلْتُ اُرْسِلُ كَلْبِیْ فَاَجِدُ مَعَهٗ كَلْبًا اٰخَرَ؟ قَالَ فَلَا تَاْكُلْ، فَاِنَّمَا سَمَّیْتَ عَلٰی كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلٰی كَلْبٍ اٰخَرَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۵۴-۵۴۷۵-۵۴۷۶-۵۴۷۷-۵۴۸۳-۵۴۸۴-۵۴۸۵-۵۴۸۶-۵۴۸۷-۷۳۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابن ابی السفر از شعبی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم نے اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑا اور اس نے (شکار) کو قتل کر دیا تو تم کھا لو اور جب اس نے (اس میں سے کچھ) کھا لیا تو تم اس کو مت کھاؤ کیونکہ اس کتے نے اس کو اپنے لیے شکار کیا ہے' میں نے کہا: میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں' پھر میں اس کے ساتھ ایک دوسرا کتا پاتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم مت کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اور تم نے دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۱۹۲۹' الرقم المسلسل: ۴۸۸۸' سنن ابوداؤد: ۲۸۴۷' سنن ترمذی: ۱۴۶۵' سنن نسائی: ۴۲۷۸' سنن ابن ماجہ: ۳۲۱۵' السنن الکبریٰ: ۴۷۷۵' المنتقیٰ: ۹۱۴' مسند ابوعوانہ ج ۵ ص ۱۲۸' المعجم الکبیر: ۱۴۴- ج ۱۷' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۷۵' سنن دارمی: ۲۰۰۳' مسند الحمیدی: ۹۱۳' الاستذکار: ۲۱۸۵۵' مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۲۴۵- ج ۳۰ ص ۱۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث سے امام بخاری نے اپنے موقف پر استدلال کیا ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) حفص بن عمر (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابن ابی السفر الکوفی (۴) الشعبی' ان کا نام عامر ہے' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' یہ ۴ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۶۶ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور مسلم ان میں سے تین حدیثوں پر متفق ہیں اور امام مسلم دو حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں' یہ مختار کے زمانہ میں کوفہ آئے تھے' اس وقت ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی اور ۱۰۰ھ میں قرقیسیا میں فوت ہو گئے' ابوحاتم السجستانی نے لکھا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم کی عمر ۱۸۰ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۶)

حدیث مذکور سے امام مالک کا کتے کے جھوٹے کی طہارت پر استدلال اور اس کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سدھائے ہوئے کتے کا کیا ہوا شکار جائز ہے' حالانکہ وہ شکار کو منہ سے پکڑ کر لاتا ہے' اور اس سے اس کے منہ کا لعاب بھی شکار پر لگتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ شکار کو دھو کر کھانا' اس سے معلوم ہوا کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے' اسی وجہ سے امام مالک نے کہا کہ اگر کتے کا لعاب نجس ہے تو شکاری کتے کا کیا ہوا شکار کھانا کیسے جائز ہوگا؟ الاسماعیلی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ سدھائے ہوئے کتے کا شکار کرنا ذکاۃ اور ذبح کے قائم مقام ہے' اور اس میں اس کی نجاست کا ثبوت ہے' نہ نفی ہے اور اس کے لعاب کے نجس ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ شکار کے خون کو دھو لینا' کیونکہ جب وہ اپنی کچلیوں سے شکار کو زخمی کرے گا تو اس کا خون تو نکلے گا لیکن چونکہ مسلمانوں میں یہ مقرر اور معروف تھا کہ خون نجس

Marfat.com

ہے اور اس کو دھویا جاتا ہے' اس لیے خون دھونے کو آپ نے ان کے عرف کی طرف مفوض کر دیا' اسی طرح آپ نے کتے کے لعاب کے دھونے کو بھی ان کے عرف کی طرف مفوض کر دیا کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ مقرر اور معروف تھا کہ کتے کا جھوٹا نجس ہے اور آپ نے اس کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے لیے سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۷۔۱۷۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

شکار کرنے کے بعض احکام

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ شکاری کتے کے شکار کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر شکاری کتے کو شکار پر چھوڑا جائے' دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کتا سدھایا ہوا ہو' تیسری شرط یہ ہے کہ کتا شکار کو اپنے مالک کے لیے رکھے اور خود اس میں سے نہ کھائے۔

کھانے کی ضرورت اور دیگر فوائد اور ضروریات کے لیے شکار کرنا جائز ہے اور محض شغل اور کھیل کود کی وجہ سے شکار کرنا حرام ہے۔

٣٤- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوْءَ إِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ

جس کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانے کے راستہ سے کسی چیز کے نکلنے سے وضوء ٹوٹتا ہے

امام بخاری فرماتے ہیں:

لقوله تَعَالٰى ﴿أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾ (النساء: ٤٣). وَقَالَ عَطَاءٌ. فِيْمَنْ يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ' أَوْ مِنْ ذَكَرِهِ نَحْوُ الْقَمْلَةِ. يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یا تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء سے آئے'' (النساء: ۴۳' المائدہ: ۶) اور عطاء نے کہا: جس شخص کی سرین سے کیڑا نکل آئے یا اس کے آلہ سے جوں کی مثل کوئی چیز نکل آئے' وہ وضوء دہرائے۔

یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۱۲۔ ج ۱ ص ۴۳ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ إِذَا ضَحِكَ فِي الصَّلٰوةِ أَعَادَ الصَّلٰوةَ وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوْءَ.

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: جب کوئی شخص نماز میں ہنسے تو وہ نماز کو دہرائے اور وضوء کو نہ دہرائے۔

اس معلق حدیث کو امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے روایت کیا ہے' جو درج ذیل ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: ایک شخص نماز میں ہنستا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ نماز دہرائے اور وضوء نہ دہرائے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۲۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور وضوء نہیں ٹوٹتا اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے نماز اور وضوء دونوں ٹوٹ جاتے ہیں اور صرف ہنسنے سے نماز ٹوٹتی ہے' وضوء نہیں ٹوٹتا اور صرف تبسم سے وضوء ٹوٹتا ہے نہ نماز' قہقہہ وہ ہے کہ نمازی خود بھی اس کی آواز سنے اور اس کے ساتھ کھڑا ہوا شخص بھی سنے اور ہنسی وہ ہے کہ وہ خود اس کی آواز سنے دوسرا نہ سنے اور تبسم وہ ہے جس میں بالکل آواز نہ نکلے' امام اعظم ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے' اس وقت ایک نابینا نماز پڑھنے آیا' وہ ایک گڑھے میں گر گیا تو نمازی ہنسنے لگے' حتیٰ کہ انہوں نے قہقہہ لگایا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد مڑ کر فرمایا: تم میں سے جو قہقہہ مار کر ہنسا ہے' وہ وضوء اور نماز

Marfat.com

و ہرائے۔(سنن دار قطنی :۶۱۱'التحقیق لابن الجوزی :۲۳۹'الخلافیات للبیہقی ج ا ص ۳۸۲)

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ اَخَذَ مِنْ شَعْرِهٖ اَوْ اَظْفَارِهٖ اَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ.

اور الحسن (البصری) نے کہا: اگر اس نے اپنا بال توڑا یا ناخن تراشے یا موزے اتارے تو اس پر وضوء نہیں ہے۔

پہلی تعلیق ''مصنف ابن ابی شیبہ'' :۱۷۵۔ج ا ص ۵۵ پر ہے'اور دوسری تعلیق ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۹۶۸) امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر اس نے اپنا بال توڑا یا ناخن تراشا تو اس پر وضوء کرنا واجب ہے اور ہمارے اصحاب حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر اس نے وضوء کے بعد اپنا سر منڈوایا' یا مونچھیں تراشیں یا ناخن تراشے یا ایک موزہ برہنہ کیا اس پر دوبارہ وضوء نہیں ہے اور اگر اس نے دونوں موزے اتار دیئے تو امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ وہ دوبارہ وضوء کرے گا' امام مالک نے کہا: وہ اس کی تلافی میں دونوں پیر دھوئے گا' ورنہ دوبارہ وضوء کرے گا' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا: جب وہ وضوء کا ارادہ کرے گا تو دونوں پیر دھوئے گا' یہی امام شافعی کا قول جدید ہے۔(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۳)

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ حَدَثٍ.

اور حضرت ابوہریرہ نے کہا: وضوء صرف حدث سے واجب ہوتا ہے۔

یہ حدیث ''مسند احمد'' ج ۲ ص ۴۱۰ میں ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وضوء صرف پیشاب اور پاخانے کی جگہ سے کسی چیز کے نکلنے سے واجب ہوتا ہے' لیکن حدیث کے الفاظ عام ہیں' جو نیند' بے ہوشی' جنون اور کسی جگہ سے خون نکلنے کو بھی شامل ہیں۔

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ ' فَرُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ ' فَنَزَفَهُ الدَّمُ فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهٖ.

اور حضرت جابر رضی اللہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ذات الرقاع میں تھے تو ایک شخص کو تیر مارا گیا' جس سے اس کا خون جاری ہو گیا' وہ رکوع اور سجود کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

یہ مکمل حدیث کا ایک قطعہ ہے' مکمل حدیث اس طرح ہے:

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع میں گئے تو ایک شخص نے کسی مشرک کی عورت کو قتل کر دیا تو اس مشرک نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک نہیں رکے گا حتیٰ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں خون نہ بہا لے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات پر چلتا ہوا نکلا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ قیام کیا' آپ نے فرمایا: ہماری کون حفاظت کرے گا؟ مہاجرین میں سے ایک شخص اور انصار میں سے ایک شخص نے کہا: ہم حاضر ہیں! آپ نے فرمایا: تم گھاٹی کے منہ پر پہرا دینا' جب وہ دونوں شخص گھاٹی کے منہ پر گئے تو مہاجر لیٹ گیا اور انصاری کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا اور وہ مشرک بھی پہنچ گیا' جب اس نے ایک شخص کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ وہ قوم کا پہرہ دار ہے' اس نے اپنا تیر نکالا اور کمان میں رکھ کر تیر چھوڑ دیا' حتیٰ کہ اس نے تین تیر مارے اور وہ انصاری رکوع اور سجود کرتا رہا' پھر اس کا مہاجر ساتھی بیدار ہوا' جب مشرک نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ خبردار ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا' اور جب مہاجر نے انصاری کے جسم سے خون بہتے ہوئے دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! تم کو جب پہلا تیر لگا تو تم نے مجھے کیوں نہیں جگایا؟ انصاری نے کہا: میں جو سورت پڑھ رہا تھا' میں نے اس کو منقطع کرنا پسند نہیں کیا۔(سنن ابوداؤد :۱۹۸)

امام شافعی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ پاخانے اور پیشاب کے راستوں کے علاوہ جسم کے کسی حصہ سے خون نکلے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا' ورنہ اس انصاری کو جب پہلا تیر لگا تھا تو وہ اسی وقت نماز توڑ دیتا اور اس کے بعد وہ بے وضوء نماز پڑھتا نہ رہتا' ہم اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال اس وقت صحیح ہوتا' جب وہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

سامنے یہ واقعہ بیان کرتا اور آپ اس کو نماز دہرانے کا حکم نہ دیتے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب اس کو تین بار مسلسل تیر لگے اور خون بہتا رہا تو لازماً اس کے کپڑوں پر بھی خون لگا ہو گا اور خون امام شافعی کے نزدیک بھی نجس ہے تو اس کے کپڑے نجس ہو گئے اور نجس کپڑوں کے ساتھ نماز نہیں ہوتی' اس وقت اگر نماز میں محو ہونے کی وجہ سے اس کی توجہ جسم سے خون نکلنے اور کپڑوں کے خون آلودہ اور نجس ہونے کی طرف نہیں ہوئی تو بعد میں اس نے نماز دہرائی ہو گی یا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا ہو گا تو آپ نے نماز دہرانے کا حکم دیا ہو گا۔

اور خون نکلنے سے وضوء کے ٹوٹنے پر ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا: یارسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں کہ مجھے استحاضہ آتا رہتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی' کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: یہ خون کسی رگ سے آتا ہے اور یہ حیض نہیں ہے' پس جب حیض آئے تو تم نماز چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہو جائے تو تم خون صاف کر کے دھولو' ہشام نے کہا: میرے والد نے بیان کیا' آپ نے فرمایا: تم ہر نماز کے لیے وضوء کرو حتیٰ کہ (دوسری نماز کا) وقت آجائے۔ (صحیح البخاری: ٣٠٦) ہر نماز کے لیے وضوء کرو' حتیٰ کہ اس نماز کا وقت آجائے' یہ الفاظ امام ترمذی کی روایت میں ہیں۔ (سنن ترمذی: ١٢٥)

خون نکلنے سے وضوء ٹوٹنے کے ثبوت میں علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس حدیث کو بڑے طمطراق سے پیش کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٧٦-٧٥) لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے وضوء ٹوٹنے پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ استحاضہ کا خون اگرچہ رگ سے نکلتا ہے لیکن اس کا خروج پیشاب کے راستہ سے ہوتا ہے اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ پاخانے اور پیشاب کے راستوں کے علاوہ جسم کے کسی حصہ سے خون نکلے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور استحاضہ کا خون پیشاب کے راستہ سے نکلتا ہے' اس لیے یہ حدیث ان کے خلاف حجت نہیں ہے۔

ہاں نکسیر آنے سے جو خون نکلتا ہے' اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہو گی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو (نماز میں) قے آجائے یا نکسیر آجائے یا اس کے پیٹ سے کوئی چیز نکل کر منہ تک آجائے یا اس کو مذی آجائے تو وہ مڑ کر واپس جائے' پس وضوء کرے اور اسی نماز پر بناء کرے اور اس دوران میں کلام نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ١٢٢١)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب (نماز میں) نکسیر آجاتی تو وہ نماز سے مڑ کر واپس جاتے' پس وضوء کرتے' پھر واپس آ کر اسی نماز پر بناء کرتے اور (اس دوران) کلام نہیں کرتے تھے۔ (موطأ امام مالک: ٨١' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٠ھ)

امام مالک' یزید بن عبداللہ بن قسیط اللیثی سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے دیکھا کہ سعید بن مسیب کو نماز پڑھتے ہوئے نکسیر آ گئی' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آئے' ان کے پاس پانی لایا گیا' انہوں نے وضوء کیا' پھر واپس آ کر اسی نماز پر بناء کی۔ (موطأ امام مالک: ٨٣)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح ارشاد اور صحابہ کے تعامل سے ثابت ہے کہ اگر نماز کے دوران نکسیر آجائے یعنی ناک سے خون نکل آئے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کی جاتی ہے۔

فقہاء تابعین کا بھی یہی موقف ہے:

ابراہیم نے کہا: جب خون بہ جائے تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ١٤٥٨)

Marfat.com

حسن بصری کے نزدیک صرف بہنے والے خون سے وضوء ٹوٹتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۹)
عطاء نے کہا: جب ناک سے خون نکل کر ظاہر ہو جائے تو اس سے وضوء واجب ہو جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۶۲)

وَقَالَ الْحَسَنُ مَازَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِي جِرَاحَاتِهِمْ. اور حسن بصری نے کہا: اور مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے رہے ہیں۔

حسن بصری کے اس قول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کے زخموں سے خون بہتا رہتا تھا اور وہ نماز پڑھتے رہتے تھے' کیونکہ ہم ابھی ''مصنف ابن ابی شیبہ'': ۱۴۵۹ سے نقل کر چکے ہیں کہ حسن بصری کے نزدیک بہنے والے خون سے وضوء ٹوٹ جاتا تھا بلکہ ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان زخمی ہونے کے بعد نماز ترک نہیں کرتے بلکہ زخموں کی دوا دارو اور مرہم پٹی کرنے کے بعد نماز پڑھتے رہتے تھے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعَطَاءٌ، وَأَهْلُ الْحِجَازِ لَيْسَ فِي الدَّمِ وُضُوْءٌ. اور طاؤس اور محمد بن علی اور عطاء اور اہل حجاز نے کہا: خون نکلنے میں وضوء نہیں ہے۔

ان فقہاء تابعین کے قول کا بھی یہی مطلب ہے کہ صرف خون کے ظہور سے وضوء واجب نہیں ہوتا' بلکہ خون کے بہنے سے وضوء واجب ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے عطاء نے یہ کہا ہے کہ جب ناک سے خون نکل کر ظاہر ہو جائے تو اس سے وضوء واجب ہو جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۶۲) البتہ طاؤس کے نزدیک بہنے والے خون سے بھی وضوء نہیں ٹوٹتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۷۰-۱۴۷۳) لیکن یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے۔

وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ بَثْرَةً، فَخَرَجَ مِنْهَا الدَّمُ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی پھنسی کو دبایا تو اس سے خون نکلا اور انہوں نے وضوء نہیں کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اثر فقہاء احناف کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ فقہاء احناف کہتے ہیں کہ جو خون نکل کر بہے اور اس جگہ تک پہنچے جس کا دھونا ضروری ہے' اس سے وضوء ٹوٹتا ہے اور کسی پھنسی یا زخم کو دبا کر خون نکالنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

وَبَزَقَ ابْنُ أَبِي أَوْفٰى دَمًا فَمَضٰى فِي صَلَاتِهِ. اور حضرت ابن ابی اوفی نے خون تھوکا تو وہ نماز پڑھتے رہے۔

حضرت ابن ابی اوفی کا نام عبد اللہ ہے اور ابو اوفی کا نام علقمہ بن الحارث ہے' حضرت ابن ابی اوفی صحابی ابن صحابی ہیں' یہ بیعت رضوان اور بعد کے تمام مشاہد میں حاضر ہوئے تھے' یہ کوفہ میں فوت ہونے والے صحابہ میں آخری تھے' ان کی بینائی جاتی رہی تھی' یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن کی امام ابوحنیفہ نے زیارت کی ہے اور ان سے حدیث روایت کی ہے اور متعصب منکرین جو اس کا انکار کرتے ہیں' ان کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائے' کیونکہ اس وقت حضرت امام ابوحنیفہ کی عمر سات سال تھی کیونکہ صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک صحابی ان کے شہر میں مقیم ہوں اور انہوں نے ان کی زیارت نہ کی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۷-۷۸)

حضرت ابن ابی اوفی نے جو خون تھوکا تھا' اس میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ وہ خون معدہ سے آیا تھا یا دانتوں سے' اگر معدہ سے خون آیا ہو تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور اگر دانتوں سے خون آیا ہو اور خون مغلوب ہو' پھر بھی وضوء نہیں ٹوٹتا اور خون غالب ہو تو پھر وضوء ٹوٹ جاتا ہے' لیکن یہ متعین نہیں ہے۔

Marfat.com

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيمَنْ يَحْتَجِمُ لَيْسَ عَلَيْهِ اِلَّا غَسْلُ مَحَاجِمِهِ.

اور حضرت ابن عمر اور حسن بصری نے کہا: جو شخص فصد لگوائے اس پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ فصد کی جگہ کو دھو لے۔

فقہاء احناف کی طرف سے اس اثر کا یہ جواب ہے کہ جو خون نکالا گیا ہو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ فصد لگوانے سے فوراً وضوء کرنا تو لازم نہیں ہے' وضوء کرنا تو اس وقت لازم ہوگا' جب وہ فصد لگوانے کے بعد نماز پڑھیں گے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' علاوہ ازیں بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ خون نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے' ان میں سے بعض ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور بعض یہ ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کی نماز میں نکسیر آ جائے تو وہ نماز سے مڑ کر جائے' خون کو دھوئے' پھر اپنے وضوء کو دہرائے اور دوبارہ نماز پڑھے۔

(سنن دارقطنی: ۵۵۱' المعجم الکبیر: ۲۷۔۱۱۳' الکامل بن عدی ج ۳ ص ۲۵۴)

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس کے پیٹ سے طعام اس کے منہ تک پہنچا' یا جس نے قے کی یا جس کو نکسیر آئی' وہ مڑ کر جائے' پس وضوء کرے اور اپنی نماز پوری کرے۔

(سنن دارقطنی: ۵۵۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں نکسیر آئے یا اس کے پیٹ سے طعام اس کے منہ تک آ جائے تو وہ واپس جائے' پس وضوء کرے اور لوٹ کر آئے' پھر نماز میں جہاں سے گیا تھا' وہاں سے نماز پوری کرے' جب تک کہ اس نے کلام نہ کیا ہو' اس حدیث کی مثل ابن ابی ملیکہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

(سنن دارقطنی: ۵۶۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

سنن دارقطنی: ۵۶۲ میں ابن جریج کے والد سے' سنن دارقطنی: ۵۶۴ اور ۵۶۵ میں حضرت علی رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نکسیر آنے کی صورت میں دوبارہ وضوء کرنے کا حکم دیا۔

حضرت سلمان رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے دیکھا' میری ناک سے خون بہہ رہا تھا' آپ نے فرمایا: نیا وضوء کرو۔ (سنن دارقطنی: ۵۶۶' دار المعرفہ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک قطرہ یا دو قطروں سے وضوء نہیں ہے' مگر یہ کہ بہنے والا خون ہو۔ (سنن دارقطنی: ۵۷۱' دار المعرفہ بیروت)

اس کے علاوہ سنن دارقطنی: ۵۷۲' سنن دارقطنی: ۵۷۳' میں بھی خون نکلنے سے وضوء کرنے کے متعلق احادیث ہیں' ان میں سے بعض احادیث کے بعض رجال پر امام دارقطنی نے جرح بھی کی ہے' لیکن اولاً تو ہم نے ان احادیث اور آثار کو صحیح السند احادیث کی تائید میں ذکر کیا ہے' ثانیاً یہ اتنی کثیر تعداد میں احادیث ہیں کہ ان کے مجموعہ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا' ثالثاً ان احادیث کو امام دارقطنی کے علاوہ دوسرے مصنفین نے بھی اپنی کتب میں روایت کیا ہے اور ان کثیر احادیث اور آثار سے یہ مسئلہ آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ انسان کے بدن سے خون نکلے اور بہہ جائے تو اس کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا مسلک ہے۔ وللہ الحمد

١٧٦- حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِىْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے

Marfat.com

اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِیْ صَلٰوةٍ ، مَا كَانَ فِی الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ ، مَالَمْ يُحْدِثْ ، فَقَالَ رَجُلٌ اَعْجَمِیٌّ مَا الْحَدَثُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ ؟ قَالَ الصَّوْتُ يَعْنِی الضَّرْطَةَ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۷-۶۴۷-۶۵۹-۳۲۲۹]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا رہے جب تک وہ حدث نہ کرے یعنی وہ وضوء نہ توڑے۔ ایک عجمی شخص نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! حدث کیا ہے؟ انہوں نے کہا: آواز سے ہوا خارج کرنا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۶۹ سنن ترمذی: ۳۳۰ سنن نسائی: ۷۳۲ سنن ابن ماجہ: ۷۹۲ مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۲ صحیح ابن حبان: ۱۷۵۳ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۵ مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۰۳۰۸ ج ۱۶ ص ۲۰۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس باب کا عنوان تھا: جس کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانے کے راستہ سے کسی چیز کے نکلنے سے وضوء ٹوٹتا ہے اور آواز کے ساتھ جو ہوا خارج ہوتی ہے وہ بھی پاخانے کے راستہ سے خارج ہوتی ہے اور اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ بندہ کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا ہے اس میں نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ عبادت کا انتظار کرنا بھی عبادت ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ جب اس عجمی شخص نے پوچھا: حدث کیا ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا: آواز سے ہوا خارج کرنا حالانکہ بغیر آواز کے ہوا خارج کرنا بھی حدث ہے اور حدث کی اور بھی کئی صورتیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا کہ سائل اسی خاص صورت کا حکم جاننا چاہتا ہے۔

۱۷۷- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْصَرِفْ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از عباد بن تمیم از عم خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اس وقت تک نماز سے مڑ کر نہ جائے جب تک کہ آواز نہ سنے یا بدبو نہ محسوس کرے۔

اس حدیث کی بھی باب کے عنوان سے مطابقت اسی طریقہ سے ہے جس طریقہ سے ہم نے اس سے پہلی حدیث کی مطابقت بیان کی ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳۷ کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ ، عَنِ الْاَعْمَشِ ، عَنْ مُنْذِرٍ اَبِیْ يَعْلَى الثَّوْرِیِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از منذر ابو یعلی الثوری از محمد بن الحنفیہ وہ بیان کرتے ہیں

Marfat.com

فَاسْتَحْيَيْتُ اَنْ اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ. وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ.

کہ حضرت علی رضی اللہ نے کہا: میں ایسا شخص تھا جسے مذی بہت آتی تھی' پس مجھے حیاء آئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کروں تو میں نے المقداد بن الاسود سے کہا کہ وہ آپ سے سوال کریں تو آپ نے فرمایا: اس میں وضوء ہے۔ اس حدیث کی شعبہ نے بھی الاعمش سے روایت کیا ہے۔

اس سے پہلی دو حدیثوں میں پاخانے کے راستے سے کسی چیز کے خارج ہونے کا ذکر تھا' جس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور اس حدیث میں پیشاب کے راستہ سے کسی چیز کے خارج ہونے کا ذکر ہے' جس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور باب کے عنوان میں ذکر تھا کہ جس راستہ سے بھی کوئی چیز خارج ہو اس سے وضوء ٹوٹ جائے گا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳۲ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷۹- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْتُ اَرَاَيْتَ اِذَا جَامَعَ فَلَمْ يُمْنِ؟ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّاُ كَمَا يَتَوَضَّاُ لِلصَّلٰوةِ، وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ. قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيًّا، وَالزُّبَيْرَ، وَطَلْحَةَ، وَاُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَاَمَرُوْهُ بِذٰلِكَ.

[طرف الحدیث: ۲۹۲] [صحیح مسلم: رقم بلا تکرار: ۳۴۷، الرقم المسلسل: ۷۶۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۴، صحیح ابن حبان: ۱۱۷۲، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۴، شرح معانی الآثار: ۲۹۳، ج ۱ ص ۶۸، مسند احمد ج ۱ ص ۶۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۴۸، ج ۱ ص ۵۰۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ کہ عطاء بن یسار نے ان کو خبر دی کہ زید بن خالد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ سے یہ سوال کیا: میں نے کہا: یہ بتایئے کہ جب کوئی شخص جماع کرے اور اس کی منی نہ نکلے (تو کیا حکم ہے؟)' حضرت عثمان نے کہا: وہ اس طرح وضوء کرے' جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتا ہے اور اپنے آلہ کو دھولے' حضرت عثمان نے کہا: میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے' (زید بن خالد نے کہا:) پھر میں نے حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت طلحہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے اس کا سوال کیا تو ان سب نے مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں آلہ سے منی نہ نکلنے کا ذکر ہے' جب کہ عادۃً ایسی صورت میں منی نکل آتی ہے اور باب کے عنوان میں یہی ذکر تھا کہ دو راستوں میں سے کسی ایک راستہ سے کوئی چیز نکل آئے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور یہاں مناسبت اس راستہ سے کوئی چیز نہ نکلنے میں ہے اور اس سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث میں کل گیارہ رجال ہیں' پانچ حدیث کے راوی ہیں:

(۱) سعد بن حفص کوفی (۲) شیبان بن عبد الرحمان النحوی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر بصری تابعی (۴) ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمان تابعی (۵) عطاء بن ابی یسار المدنی' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

ان کے بعد چھ مشہور صحابہ کا ذکر ہے' جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے: (۱) حضرت زید بن خالد الجہنی (۲) حضرت عثمان بن عفان

Marfat.com

(٣) حضرت علی (٤) حضرت زبیر (٥) حضرت طلحہ (٦) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٨٢)

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال ہونے سے پہلے اپنا آلہ باہر نکال لے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے آلہ کو دھوئے اور وضوء کرے اور اس پر غسل واجب نہیں ہے' لیکن ''کتاب الغسل'' کے آخر میں آئے گا کہ یہ حکم بعد میں منسوخ ہو گیا اور اس پر غسل کرنا فرض ہے۔ (فتح الباری ج ١ ص ٧٢٠ 'دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٦٨٨۔ ج ١ ص ١٠٣٦ پر ہے۔ وہاں اس کی شرح میں غسل جنابت کے سبب پر بحث کی گئی ہے۔

١٨٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ هُوَ ابْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَجَاءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ؟ فَقَالَ نَعَمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْجِلْتَ أَوْ قُحِطْتَ فَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' جو ابن منصور ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم از ذکوان ابی صالح' از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک شخص کو بلایا' وہ اس حال میں آیا کہ اس کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید ہم نے تم کو جلدی بلا لیا' اس نے کہا: جی ہاں! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کو جلدی بلا لیا جائے یا تمہاری منی نہ نکلی ہو (انزال نہ ہوا ہو) تو پھر تم پر وضوء لازم ہے۔

تَابَعَهُ وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَلَمْ يَقُلْ غُنْدَرٌ وَيَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ، الْوُضُوءُ.

اس حدیث میں النضر کی وہب نے متابعت کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: غندر اور یحییٰ نے شعبہ کی روایت سے وضوء کا لفظ نہیں کہا۔

(صحیح مسلم: ٣٤٥' الرقم المسلسل: ٧٦٢' سنن ابن ماجہ: ٦٠٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٨٩' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢١٨٥' مسند ابوعوانہ ج ١ ص ٢٨٦' شرح معانی الآثار: ٦٩' صحیح ابن حبان: ١١٧٠' سنن بیہقی ج ١ ص ١٦٥' مسند احمد ج ٣ ص ٢١ طبع قدیم' مسند احمد: ١١١٦٢۔ ج ١٧ ص ٢٥٣' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی حدیث سابق کی مثل ہے کیونکہ باب کا عنوان تھا کہ دو راستوں میں سے کسی ایک راستہ سے کسی چیز کا نکلنا' اور جب جماع کیا جائے اور انزال سے پہلے آلہ کو نکال لیا جائے تو منی تو نہیں نکلتی لیکن مذی وغیرہ نکلتی ہے' اس لیے اس حدیث میں اس صورت میں وضوء کو واجب فرمایا ہے' لیکن جیسا کہ ہم نے حدیث: ١٧٩ میں لکھا تھا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور اس صورت میں غسل واجب ہو جاتا ہے' جس کو ہم ابھی ان شاء اللہ تفصیل سے بیان کریں گے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) اسحاق بن منصور بن بہرام (٢) النضر بن شمیل ابوالحسن المازنی البصری (٣) شعبہ بن الحجاج (٤) الحکم بن عتیبہ (٥) ابوصالح ذکوان الزیات (٦) حضرت ابوسعید الخدری سعد بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٠١)

Marfat.com

قرائن اور قیافہ سے کوئی حکم لگانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انصاری کو دیکھ کر فرمایا: شاید ہم نے تم کو جلدی بلا لیا' یعنی تم انزال سے پہلے اپنی بیوی سے الگ ہو گئے اور غسل کر کے فوراً آ گئے' اس حدیث میں قرائن اور قیافہ سے کوئی خبر دینے کا ثبوت ہے' کیونکہ اس انصاری نے جب آنے میں اتنی دیر کر دی' جتنی دیر میں غسل کیا جا سکتا ہے اور جب وہ آیا تو اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر صحابہ اتنی دیر نہیں کرتے تھے تو آپ نے ان قرائن سے سمجھا کہ وہ اپنی بیوی سے جماع میں مشغول تھا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو ہمیشہ طہارت پر رہنا چاہیے کیونکہ آپ نے اس صحابی کو اس پر ملامت نہیں کی کہ اس نے غسل کرنے کی وجہ سے آنے میں دیر کیوں لگائی۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب تمہیں انزال نہ ہوا ہو تو پھر تم پر وضوء کرنا لازم ہے یعنی غسل کی ضرورت نہیں ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صحابہ کے اختلاف کے بعد صرف الاعمش اور داؤد ظاہری کا یہ مؤقف ہے' ورنہ سب کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٨٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

جماع کے دوران انزال سے پہلے الگ ہونے پر صرف وضوء کرنے کا منسوخ ہونا اور وجوبِ غسل کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا: ایک شخص جماع کرتا ہے اور اس کو انزال نہیں ہوا' حضرت عائشہ نے کہا: میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کیا' پھر ہم دونوں نے اس جماع کے سبب سے غسل کیا۔

(سنن ترمذی: ١٠٨' سنن ابن ماجہ: ٦٠٨' مسند احمد ج ٦ ص ١٣٥۔ ١١٢۔ ١١٠۔ ٦٨۔ ٤٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٨٥' سنن بیہقی ج ١ ص ١٦٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (جب مرد عورت کی) چار شاخوں کے درمیان بیٹھ گیا' پھر اس کو تھکا دیا تو غسل واجب ہو گیا۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے: خواہ انزال نہ ہو۔ (صحیح البخاری: ٢٩١' صحیح مسلم: ٣٤٨' سنن نسائی: ١٩١' سنن ابن ماجہ: ٦١٠' امام ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے: ختنہ کی جگہ کو ختنہ کی جگہ کے ساتھ چپکا دیا تو تحقیق یہ ہے کہ غسل واجب ہو گیا۔ سنن ابوداؤد: ٢١٦' مسند احمد ج ٦ ص ٤٧۔ ٩٧۔ ١١٢۔ ١٢٣۔ ١٣٥۔ ١٦١۔ ٢٢٧۔ ٢٣٩۔ ٢٦٥' موطأ امام مالک: ١٠٦۔ ١٠٧۔ ١٠٨۔ ١١٠)

محمود بن لبید انصاری نے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: ایک شخص اپنی بیوی سے جماع کرے' پھر اس کو تھکا دے اور اس کو انزال نہ ہو؟ حضرت زید نے کہا: وہ غسل کرے گا' محمود نے کہا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ وہ غسل نہیں کرے گا' حضرت زید بن ثابت نے ان سے کہا: بے شک حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے موت سے پہلے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ (موطأ امام مالک: ١٠٩' معرفۃ السنن والآثار: ٢٤٧)

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں یہ بحث ہوئی کہ جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں تو آیا غسل واجب ہو گا یا نہیں؟ حضرت ابو موسیٰ نے کہا: میں ابھی تمہارے پاس اس کا جواب لاتا ہوں' وہ اٹھے اور میں بھی ان کے پیچھے گیا' حتیٰ کہ وہ حضرت عائشہ کے پاس آئے اور کہا: اے ام المؤمنین! میں آپ سے ایک چیز کا سوال کرنا چاہتا ہوں اور مجھے سوال کرنے سے حیاء آ رہی ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا: سوال کرو' میں تمہاری ماں ہوں! حضرت ابو موسیٰ نے کہا: جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں تو کیا غسل واجب ہوتا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ختنہ کی جگہ' میری ختنہ کی جگہ سے مل جاتی تھی تو آپ غسل کرتے تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ٢٥٠' سنن بیہقی ج ١ ص ١٦٤' شرح معانی الآثار: ٣٠٧' نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج ١ ص ٣٤٦۔ ٣٤٥)

Marfat.com

ایک روایت میں ہے: حضرت ابو موسیٰ نے کہا: آپ کے بعد میں یہ مسئلہ کسی اور سے دریافت نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے پھر اس کو تھکا دیتا ہے کیا اس کے اوپر غسل ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں یہ کام کرتا ہوں میں اور یہ پھر ہم غسل کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ٣٥٠، شرح معانی الآثار: ٣٠٩)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور اپنے آپ کو تھکائے تو اس پر غسل واجب ہو گیا خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۵۴۷۔ ج ۱۴ ص ۲۴۰، شرح معانی الآثار: ۳۱۱، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۱۳۔ ۱۱۲، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۳، مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۲۸۸۔ ۲۸۷)

ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ جب مرد اپنی عورت سے جماع کرے اور انزال سے پہلے الگ ہو جائے تو مرد اور عورت دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے اور صرف وضوء کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور حضرت ابی بن کعب جنہوں نے وضوء کرنے کی حدیث روایت کی تھی انہوں نے موت سے پہلے اس مسئلہ سے رجوع کر لیا تھا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٦٨٦۔ ج ١ ص ١٠٣٦ پر ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: غسل جنابت کا سبب۔

٣٥- بَابُ الرَّجُلِ يُوَضِّىءُ صَاحِبَهُ ایک شخص اپنے صاحب (آقا) کو وضوء کرائے

باب سابق اور اس باب میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں باب احکام پر مشتمل ہیں۔

١٨١- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ مُوْسٰى ابْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ، عَدَلَ اِلَى الشِّعْبِ، فَقَضٰى حَاجَتَهُ. قَالَ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلَيْهِ وَيَتَوَضَّاُ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُصَلِّيْ؟ فَقَالَ الْمُصَلّٰى اَمَامَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی از یحییٰ از موسیٰ بن عقبہ از کریب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقوف عرفات کر کے روانہ ہوئے تو آپ ایک گھاٹی میں مڑ گئے پس آپ نے قضاء حاجت کی حضرت اسامہ بن زید نے کہا: میں آپ کے اوپر پانی ڈال رہا تھا اور آپ وضوء کر رہے تھے پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا: نماز پڑھنے کی جگہ تمہارے آگے ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ١٣٩ میں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث: ١٣٩ میں اس کا عنوان تھا: مکمل وضوء کرنا کیونکہ وہاں مذکور تھا کہ آپ نے المزدلفہ میں جا کر مکمل وضوء کیا اور اس حدیث میں حضرت اسامہ کے وضوء کرانے کا ذکر ہے۔

١٨٢- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يُحَدِّثُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا انہوں نے کہا: مجھے سعد بن ابراہیم نے خبر دی بے شک ان کو نافع بن جبیر بن مطعم نے

Marfat.com

الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، وَأَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةٍ لَهُ، وَأَنَّ مُغِيرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۳-۲۰۶-۳۸۸-۴۴۲۱-۵۷۹۸]

خبر دی کہ انہوں نے عروہ بن المغیرہ بن شعبہ سے سنا وہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور بے شک آپ قضاء حاجت کے لیے گئے اور حضرت مغیرہ آپ کے اوپر پانی ڈال رہے تھے اور آپ وضوء کر رہے تھے سو آپ نے اپنا چہرہ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

(صحیح مسلم: ۲۷۴، الرقم المسلسل: ۶۱۵، سنن ابوداؤد: ۱۹۱-۱۴۹، سنن نسائی: ۸۲-۷۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۶۵، سنن ابن ماجہ: ۵۴۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۷-۱۰۶، المعجم الکبیر: ۹۴۴-ج ۲۰، مسند ابوعوانہ ج ا ص ۲۵۷، مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۱۹۰-ج ۳۰ ص ۱۲۶)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت بالکل ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرانے کا ذکر ہے۔

اس حدیث کے تمام رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

وضوء کرنے میں غیر سے مدد لینے کی اقسام اور اصاغر کا اکابر کی از خود خدمت کرنا

اس حدیث میں وضوء میں کسی کی مدد لینے کا ذکر ہے اور وضوء میں کسی کی استعانت لینے کی تین قسمیں ہیں: (۱) کوئی شخص وضوء کرنے کے لیے صرف پانی لا کر رکھ دے، یہ بغیر کسی کراہت کے جائز ہے (۲) کوئی شخص وضوء کرنے والے کے اعضاء پر پانی ڈالے یہ بھی بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، کیونکہ حضرت مغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء پر پانی ڈالا، جیسا کہ اس حدیث میں ہے، بعض علماء نے اس کو مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کہا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ اس وقت ہوتا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع کیا ہوتا اور علامہ ابن بطال نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مکہ کے راستہ میں وضوء کرایا اور شعبہ نے از ابی بشر روایت کیا ہے کہ مجاہد حضرت ابن عمر پر پانی ڈال رہے تھے اور وہ اپنے پیر دھو رہے تھے اور سلف صالحین وضوء میں اس طرح کی استعانت لیتے تھے، حسن بصری نے کہا: میں نے دیکھا کہ عبد الرحمٰن بن ابزی اور الضحاک بن مزاحم حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ پر لوٹے سے پانی ڈال رہے تھے اور وہ وضوء کر رہے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ا ص ۲۸۶-۲۸۵)

تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص وضوء کرانے میں اعضاء پر پانی بھی ڈالے اور اپنے ہاتھوں سے اعضاء وضوء کو ملے بھی، یہ بیمار آدمی کے لیے عذر کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے اور بغیر عذر کے مکروہ ہے۔

نیز اس حدیث میں سر پر مسح کرنے کا حکم ہے اور اس حدیث میں موزوں پر مسح کرنے کا ثبوت ہے، اس کی تفصیل ان شاء اللہ ''باب المسح علی الخفین'' میں آئے گی اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ چھوٹوں کو بڑوں کی خدمت کرنی چاہیے خواہ وہ اس کا حکم نہ دیں۔

٣٦- بَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ بَعْدَ الْحَدَثِ وَغَيْرِهِ

حدث (وضوء ٹوٹنے) کے بعد قرآن مجید وغیرہ پڑھنا

قرآن مجید کے غیر سے مراد ہے اذکار و اوراد پڑھنا مثلاً یہ پڑھے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَا نَفْسِي بَعْدَ أَنْ أَمَاتَهَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ'' (سنن ترمذی: ۳۴۱۷) ''اللہ کی حمد ہے جس نے مجھ پر موت ڈالنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف دوبارہ اٹھنا ہے''۔ باب سابق میں مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں وضوء کرانے کا ذکر تھا اور اس باب میں وضوء کرتے کا ذکر ہے۔

Marfat.com

وَقَالَ مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَّامِ، وَبِكَتْبِ الرِّسَالَةِ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ.

منصور نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ حمام میں قراءت کرنے سے اور بے وضوء رسالہ لکھنے سے کوئی حرج نہیں ہے۔

منصور سے مراد منصور بن المعتمر الکوفی ہیں' اور ابراہیم سے مراد ابراہیم بن یزید النخعی الکوفی ہیں' امام بخاری نے مکمل حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کیا ہے' مکمل حدیث اس طرح ہے:

عبدالرزاق از ثوری از حماد' انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم سے حمام میں قرآن مجید پڑھنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: حمام قرآن مجید پڑھنے کے لیے نہیں بنائے گئے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۹' طبع جدید' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حمام میں قرآن مجید پڑھنے کے متعلق اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے' اور امام محمد بن حسن سے روایت ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' امام ابوحنیفہ نے حمام میں قرآن کریم پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ حمام کا حکم بیت الخلاء کا حکم ہے' کیونکہ وہ نجاست کی جگہ ہے اور ان کے نزدیک حمام میں مستعمل پانی نجس ہے اور امام محمد کے نزدیک یہ پانی طاہر ہے' اس لیے انہوں نے قراءت کو مکروہ نہیں کہا۔ (میں کہتا ہوں کہ مروجہ اٹیچ باتھ میں لیٹرین اور باتھ کے درمیان کوئی آڑ اور حجاب نہیں ہوتا' اس لیے اس میں قرآن مجید اور دیگر اذکار پڑھنا جائز نہیں ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جنبی یا حائض کے لیے ایسا مکتوب لکھنا مکروہ ہے' جس میں قرآن مجید کی آیت ہو' اگرچہ ان کے لیے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے' اور جب وہ قرآن مجید لکھیں گے تو ان کے ہاتھوں سے قلم کے واسطے سے قرآن مجید کو مس کرنا لازم آئے گا اور جنبی اور حائض کے لیے قرآن مجید کو مس کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابویوسف کے نزدیک جب صحیفہ زمین پر ہو تو اس پر مصحف کو لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے قرآن مجید کو مس نہیں کر رہا اور وہ ایک ایک حرف لکھ رہا ہے اور ایک حرف قرآن نہیں ہے اور امام محمد نے کہا: میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ وہ نہ لکھے کیونکہ وہ قلم کے واسطے سے قرآن مجید کو مس کر رہا ہے اور حروف بکلیتہا قرآن ہیں اور مشائخ بخاری نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ إِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ إِزَارٌ فَسَلِّمْ، وَإِلَّا فَلَا تُسَلِّمْ.

اور حماد نے ابراہیم سے روایت کیا ہے: اگر ان پر تہبند ہو تو ان کو سلام کرو ورنہ ان کو سلام نہ کرو۔

حماد سے مراد حماد بن ابی سلیمان فقیہ کوفہ ہیں' جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاذ ہیں' یعنی اگر اہل حمام برہنہ غسل کر رہے ہوں تو ان کو سلام نہ کرو' اور اگر وہ تہبند باندھ کر غسل کر رہے ہوں تو پھر ان کو سلام کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

نوٹ: پہلے زمانہ میں آج کل کی طرح غسل خانے نہیں ہوتے تھے کہ ہر غسل خانہ میں دروازہ ہو' بلکہ ایک بڑے ہال میں پانی کے نل لگے ہوتے تھے اور درمیان میں کوئی دروازہ اور حجاب نہیں ہوتا تھا اور بہ یک وقت متعدد لوگ غسل کرتے تھے۔

۱۸۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ خَالَتُهُ، فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از مخرمہ بن سلیمان از کریب' جو حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری

Marfat.com

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا ' فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ' اَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ ' اَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ ' اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ' ثُمَّ قَرَاَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ' ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ' ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ' ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهِ ' فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ وَاَخَذَ بِاُذُنِي الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا' فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ' ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ' ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ' ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ' ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ' ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ' ثُمَّ اَوْتَرَ ' ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى اَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ ' فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ' ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

اور وہ ان کی خالہ تھیں انہوں نے کہا: پس میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلیہ بستر کے طول میں لیٹ گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے' حتیٰ کہ جب آدھی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پہلے یا کچھ بعد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے' آپ بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے پر نیند (آنکھوں) کو ملنے لگے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں' پھر ایک لٹکی ہوئی مشک کے پاس گئے' پھر اس سے وضوء کیا' پس اچھی طرح وضوء کیا' پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' حضرت ابن عباس نے کہا: پس میں کھڑا ہوا اور میں نے بھی اسی طرح کیا' جس طرح آپ نے کیا تھا' پھر میں جا کر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا' آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے سیدھے کان کو پکڑ کر مروڑا (اور کان سے پکڑ کر مجھے بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا) پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے' حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا' پھر آپ نے کھڑے ہو کر دو خفیف (مختصر) رکعت نماز پڑھی' پھر آپ حجرہ سے نکل گئے اور فجر کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ١١٧ میں مطالعہ فرمائیں۔

بے وضوء قرآن مجید پڑھنے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اس میں ان علماء کا رد ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ بغیر وضوء کے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے بہ شرطیکہ وہ جنبی نہ ہو اور اس حدیث میں یہ کافی حجت ہے' کیونکہ آپ نے نیند سے اٹھ کر وضوء کرنے سے پہلے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں' اس کے بعد وضوء کیا۔ ابو مریم حنفی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ بغیر وضوء کے قرآن مجید پڑھتے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا: تم کو یہ فتویٰ کس نے دیا ہے' کیا مسیلمہ نے؟ نیز اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صرف نماز پڑھنے کے لیے وضوء کرنے کا حکم دیا ہے اور حدیث صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے آئے' تو آپ کے پاس طعام لایا گیا' آپ سے کہا گیا: کیا آپ وضوء نہیں کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا: میں نماز پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہوں کہ وضوء کروں؟ (المطالب العالیہ: ٢٣٦٧) اسی معنی میں درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا تو حضرت عمر آپ کے پیچھے کوزے میں پانی لے گئے'

Marfat.com

آپ نے پوچھا: اے عمر! یہ کیا ہے؟ حضرت عمر نے کہا: یہ پانی ہے' جس سے آپ وضوء کریں گے' آپ نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں جب پیشاب کروں تو وضوء کروں اور اگر میں نے ایسا کیا تو یہ سنت ہو جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۲' سنن ابن ماجہ: ۳۲۷' مسند احمد: ۲۴۶۹۷)

پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے وضوء ہونے کے بعد نماز پڑھنے کے ارادہ تک طہارت کو مؤخر کر دیا۔

اور جمہور علماء نے بغیر وضوء کے قرآن مجید کے چھونے کو مکروہ کہا ہے اور شعبی اور محمد بن سیرین نے اس کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح جمہور علماء کے نزدیک جنبی کا قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۹۶-۲۹۸' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کے اس کلام کی متانت میں کوئی شک نہیں ہے' لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جب آپ نیند سے اٹھے تھے تو آپ کا وضوء نہ تھا' ہو سکتا ہے کہ آپ وضوء کر کے سوئے ہوں اور آپ کی شان کے یہی لائق ہے کیونکہ آپ نے باوضوء سونے کی تلقین فرمائی ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو وضوء کرو جیسے نماز کا وضوء ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۷)

اور نیند سے آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا' سو آپ نے باوضوء ہی قرآن مجید کی آیات پڑھی تھیں اور بعد میں آپ کا وضوء کرنا نور علی نور کے حصول کے لیے تھا' تاہم دیگر دلائل سے یہ ثابت ہے کہ بے وضوء قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے' جیسا کہ علامہ ابن بطال نے تحقیق سے ثابت کیا ہے۔

٣٧- بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ إِلَّا مِنَ الْغَشْيِ الْمُثْقِلِ

جس کے نزدیک صرف بھاری غشی سے وضوء واجب ہوتا ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حصر کیسے صحیح ہوگا' جب کہ بھاری غشی کے علاوہ وضوء کے اور اسباب بھی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حصر مخاطب کے اعتقاد کے اعتبار سے ہے' گویا کہ مخاطب یہ سمجھتا تھا کہ مطلقاً غشی سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے' خواہ غشی خفیف ہو یا ثقیل ہو تو امام بخاری نے اس کا رد کرنے کے لیے حصر کے ساتھ عنوان قائم کیا کہ صرف بھاری غشی سے وضوء واجب ہوتا ہے اور باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ قرآن مجید پڑھنے کے لیے وضوء کرنا لازم نہیں ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ غشی خفیف کی وجہ سے وضوء کرنا لازم نہیں ہے۔

١٨٤- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ' عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ ' عَنْ جَدَّتِهَا أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ ' فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّوْنَ ' وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي ' فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَاءِ ' وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ ' فَقُلْتُ آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ أَنْ نَعَمْ '

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از زوجہ خود فاطمہ از جدہ خود حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی' اس وقت سورج کو گہن لگا ہوا تھا' پس اس وقت لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ بھی کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں' پس میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ تو

Marfat.com

فَقُمْتُ حَتّٰی تَجَلَّانِی الْغَشْیُ ' وَجَعَلْتُ اَصُبُّ فَوْقَ رَاْسِیْ مَاءً ' فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ' ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَیْءٍ کُنْتُ لَمْ اَرَہٗ اِلَّا قَدْ رَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا ' حَتّٰی الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ ' وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِی الْقُبُوْرِ مِثْلَ اَوْ قَرِیْبًا مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ. لَا اَدْرِیْ اَیَّ ذٰلِکَ قَالَتْ اَسْمَاءُ. یُؤْتٰی اَحَدُکُمْ فَیُقَالُ لَہٗ مَا عِلْمُکَ بِھٰذَا الرَّجُلِ؟ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوِ الْمُوْقِنُ . لَا اَدْرِیْ اَیَّ ذٰلِکَ قَالَتْ اَسْمَاءُ. فَیَقُوْلُ ھُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ ' جَاءَ نَا بِالْبَیِّنَاتِ وَالْھُدٰی ' فَاَجَبْنَا وَ اٰمَنَّا وَاتَّبَعْنَا ' فَیُقَالُ نَمْ صَالِحًا ' فَقَدْ عَلِمْنَا اِنْ کُنْتَ لَمُؤْمِنًا. وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ. لَا اَدْرِیْ اَیَّ ذٰلِکَ قَالَتْ اَسْمَاءُ. فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا فَقُلْتُہٗ.

حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی علامت ہے؟ انہوں نے اشارہ کیا: ہاں! میں کھڑی ہوگئی' حتیٰ کہ مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور میں اپنے سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی' پس جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوکر مڑے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی' پھر آپ نے فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے پہلے نہیں دیکھا تو اس چیز کو میں نے اپنی اس جگہ میں دیکھ لیا ہے' حتیٰ کہ جنت اور دوزخ (کو بھی) اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تمہیں قبر کے اندر فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا' جو دجال کے فتنہ کی مثل ہوگا یا قریب ہوگا' راوی کہتا ہے: مجھے یاد نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا' تمہارے پاس کسی کو لایا جائے گا' پس کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ پس رہا ایمان والا یا یقین والا' راوی کہتا ہے: مجھے پتا نہیں' حضرت اسماء نے کیا کہا تھا' پس وہ کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ہیں' یہ ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے تھے' ہم نے ان کی دعوت قبول کی اور ہم ایمان لے آئے اور ہم نے (ان کی) پیروی کی' پس کہا جائے گا: تم آرام سے سو جاؤ' پس تحقیق یہ ہے کہ ہم کو معلوم تھا کہ تم ضرور ایمان لانے والے ہو اور رہا منافق یا شک کرنے والا' راوی کہتا ہے: مجھے پتا نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا' وہ کہے گا: میں نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی کہہ دیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۸۶ میں مطالعہ فرمائیں۔

٣٨- بَابُ مَسْحِ الرَّاْسِ کُلِّہٖ — پورے سر کا مسح کرنا

یعنی پورے سر کے مسح کرنے کا کیا حکم ہے' باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں غشی مثقل میں وضوء کا حکم تھا اور اس باب میں سر کے مسح کا ذکر ہے اور سر کا مسح وضوء کا جز ہے تو اس باب کی باب سابق کے ساتھ وہ مناسبت ہے' جو جز کی کل کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔

لِقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ﴾ (المائدہ:٦).

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور تم اپنے سروں کا مسح کرو'' (المائدہ:٦)۔

امام بخاری نے المائدہ:٦ سے پورے سر کے مسح کرنے پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال اس وقت مکمل ہوگا' جب ''برؤوسکم'' میں ''با'' زائدہ ہو۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَیَّبِ اَلْمَرْاَۃُ بِمَنْزِلَۃِ الرَّجُلِ '

اور ابن المسیب نے کہا: عورت بھی مرد کی طرح ہے' وہ اپنے

تَمْسَحُ عَلٰی رَأْسِهَا. سر کا مسح کرے گی۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے: امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از سفیان' عبدالکریم از سعید بن المسیب' انہوں نے کہا: عورت اور مرد مسح کرنے میں برابر ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۱۔ ج ۱ ص ۳۰' دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس تعلیق کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اصل مسح میں عورت مرد کے برابر ہے اور امام احمد سے منقول ہے کہ عورت کے لیے سر کے اگلے حصہ پر مسح کرنا کافی ہے' لہٰذا یہ اثر امام بخاری کے موافق نہیں ہے۔

وَسُئِلَ مَالِكٌ أَيُجْزِئُ أَنْ يَمْسَحَ بَعْضَ الرَّأْسِ؟ فَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ. اور امام مالک سے سوال کیا گیا: کیا سر کے بعض حصہ پر مسح کرنا کافی ہے تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث سے استدلال کیا۔

حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث حسب ذیل ہے:

۱۸۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ' عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى أَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تُرِيَنِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ' فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَ مَرَّتَيْنِ' ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا' ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا' ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ' ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ' فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ' بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا إِلٰى قَفَاهُ' ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَأَ مِنْهُ' ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا' اور وہ عمرو بن یحییٰ کے دادا ہیں کہ کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضوء کرتے تھے؟ تو حضرت عبداللہ بن زید نے کہا: ہاں! پھر انہوں نے پانی منگایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر ڈالا' پھر ان کو دو مرتبہ دھویا' پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا' پھر تین مرتبہ چہرے کو دھویا' پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو دو دو مرتبہ کہنیوں تک دھویا' پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا' سر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کیا' پھر دونوں ہاتھ گدی تک لے جا کر وہیں واپس لائے' جہاں سے مسح شروع کیا تھا' پھر آپ نے اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۶۔۱۹۱۔۱۹۲۔۱۹۷۔۱۹۹]

(صحیح مسلم: ۲۳۵' الرقم المسلسل: ۵۴۴' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۔۱۱۸' سنن ترمذی: ۳۲' سنن نسائی: ۹۸۔۹۷' سنن ابن ماجہ: ۴۷۱۔۴۳۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۳' المنتقیٰ: ۷۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۷۔۱۷۳' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۴۹۔۲۴۸' شرح معانی الآثار: ۱۲۰' صحیح ابن حبان: ۱۰۸۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۹' شرح السنۃ: ۲۲۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۳۱۔ ج ۲۶ ص ۳۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ (۴) ان کے والد یحییٰ بن عمارہ بن ابی حسن (۵) جس شخص نے سوال کیا' وہ عمرو بن یحییٰ ہیں' امام بخاری نے کہا: وہ عمرو بن یحییٰ کے دادا ہیں' یہ اطلاق مجازی ہے کیونکہ وہ ان کے والد کے چچا ہیں' ان کو دادا اس لیے کہا کہ وہ دادا کے حکم میں ہیں (۶) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۰۲-۱۰۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: پھر آپ نے اپنے سر کا مسح کیا۔

سر کے مسح میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سر پر مسح کرنا واجب ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ. (المائدہ:٦) اپنے سروں پر مسح کرو۔

اور مقدار واجب میں اختلاف ہے' امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ پورے سر کا مسح کرے اور امام مالک کا یہی مذہب ہے اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ سر کے بعض حصہ پر مسح کرنا بھی کافی ہے' حسن بصری' ثوری' اوزاعی' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۱۵۷-۱۵۶' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

پورے سر کے مسح کرنے کے ثبوت میں امام مالک کے دلائل

امام مالک نے کہا: سر کا مسح کرنے میں عورت بھی مرد کی طرح ہے' وہ اپنے پورے سر پر مسح کرے گی' اگر اس نے مینڈھیاں بنائی ہوئی ہوں تو وہ ان مینڈھیوں پر مسح کرے گی' دوپٹہ یا اور کسی چیز پر مسح نہیں کرے گی۔

(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء مالکیہ نے کہا ہے کہ جو آدمی چہرے اور ہاتھوں پر تیمم کرتا ہے' وہ پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر مسح کرتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جس عضو پر مسح کیا جاتا ہے' وہ پورے عضو پر کیا جاتا ہے' لہٰذا جب وضوء میں سر پر مسح کیا جائے گا تو پورے سر پر مسح کیا جائے گا' نیز اس پر امت کا اجماع ہے کہ جب کسی شخص نے پورے سر کا مسح کر لیا تو اس کا فرض ادا ہو گیا' اور جس نے سر کے بعض حصہ پر مسح کیا' اس میں اختلاف ہے' پس واجب ہے کہ سر کا مسح یقین کے ساتھ ادا کیا جائے اور یقین اس صورت میں ہے' جب پورے سر کا مسح کیا جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تین بالوں کی مقدار سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء شافعیہ کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

ہمارا مشہور مذہب جس پر امام شافعی کی نصوص ہیں' وہ یہ ہے کہ سر کا مسح کرنے کے وجوب کی کوئی مقدار معین نہیں ہے بلکہ جتنی مقدار پر مسح کرنا ممکن ہو وہ کافی ہے' ہمارے اصحاب نے کہا: حتیٰ کہ اگر اس نے ایک بال پر بھی مسح کر لیا تو وہ کافی ہے اور ابوالحسن بن خیران نے کہا: فرضیت کی کم از کم مقدار تین بالوں پر مسح کرنا ہے۔ (الی قولہ) ہمارے اصحاب کی دلیل یہ ہے کہ مسح قلیل اور کثیر مقدار پر واقع ہوتا ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشانی کی مقدار پر مسح کیا ہے اور یہ حدیث پورے سر کے مسح کی فرضیت سے مانع ہے اور چوتھائی' تہائی اور آدھے سر کی مقدار کی فرضیت سے بھی مانع ہے کیونکہ پیشانی چوتھے سر سے کم ہوتی ہے' پس متعین ہو گیا کہ اتنی مقدار واجب ہے' جس پر مسح کرنے کا اطلاق ہو سکے۔

(شرح المہذب ج ۲ ص ۴۲۶-۴۲۴' ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

Marfat.com

چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کیا' پس اپنی پیشانی کی مقدار (سر پر) مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر (مسح کیا)۔ (صحیح مسلم: ٢٧٤' الرقم المسلسل: ٦٢٥' مسند ابوعوانہ ج ١ ص ٢٥٩' المنتقیٰ: ٨٣' صحیح ابن حبان: ١٣٤٦' مسند احمد ج ٤ ص ٢٥٥)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا اور سر کے اگلے حصے پر اور اپنے عمامہ پر۔

(صحیح مسلم: ٢٧٤' الرقم المسلسل: ٦٢٣' سنن ابوداؤد: ١٥٠' سنن ترمذی: ١٠٠' سنن نسائی: ١٠٨-١٠٧' المعجم الکبیر: ٨٨٦- ج ٢٠' السنن الکبریٰ للنسائی: ١٠٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٣' سنن بیہقی ج ١ ص ٥٨)

ان حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشانی کی مقدار سر پر مسح کیا اور پیشانی کی مقدار سر کا چوتھائی حصہ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ سر کے چوتھائی حصہ پر مسح کرنا فرض ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ احادیث تو اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسح کی فرضیت تو المائدہ: ٦ سے ثابت ہے' البتہ سر کی مقدار مجمل ہے' اس کا بیان ان احادیث میں ہے کہ وہ سر کا چوتھائی حصہ ہے جو پیشانی کی مقدار ہے اور ان احادیث سے امام مالک اور امام احمد کا بھی رد ہو گیا' جو پورے سر پر مسح کو فرض کہتے ہیں اور امام شافعی کا بھی رد ہو گیا' جو تین بالوں پر مسح کو بھی کافی کہتے ہیں' کیونکہ پیشانی کی مقدار تین بالوں سے بہت زیادہ ہے۔

امام احمد بن محمد الطحاوی متوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے کہا کہ پورے سر پر مسح کیا جائے' جیسا کہ وضوء میں پورے اعضاء کو دھویا جاتا ہے اور ایک قوم نے کہا کہ سر کے بعض حصہ پر مسح کیا جائے تو ہم نے دیکھا کہ وضوء میں سر پر مسح کرنا موزوں پر مسح کرنے کی مثل ہے اور موزوں میں پورے موزوں پر مسح نہیں کیا جاتا' بلکہ موزوں کے صرف اوپری حصہ پر مسح کیا جاتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ موزوں کے بعض حصوں پر مسح کیا جاتا ہے' اسی طرح سر کے بھی بعض حصہ پر مسح کیا جائے گا اور مسح کی نظیر مسح ہے' اس لیے سر کے مسح کو دھوئے جانے والے اعضاء پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اور سر کے مسح کو موزوں کے مسح پر قیاس کرنا درست ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ١ ص ٣٧' قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابن بطال مالکی نے سر پر مسح کو تیمم کے مسح پر قیاس کیا ہے کہ تیمم میں پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے' لہٰذا پورے سر پر مسح کرنا چاہیے' لیکن یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ وضوء طہارت کی الگ نوع ہے اور تیمم طہارت کی دوسری نوع ہے اور ایک نوع کے رکن کو دوسری نوع کے رکن پر قیاس کرنا درست نہیں ہے' اس کے برخلاف امام طحاوی نے وضوء میں سر کے مسح کو وضوء میں موزوں کے مسح پر قیاس کیا ہے اور یہ طہارت کی ایک نوع کے رکن کو دوسرے رکن پر قیاس کرنا ہے اور یہ درست ہے۔

عمامہ پر مسح کرنے کے جوابات

حضرت مغیرہ کی اس حدیث سے چوتھائی سر پر مسح کے استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے حدیث کے ایک جز سے استدلال کیا اور دوسرے جز کو چھوڑ دیا' اس حدیث میں عمامہ پر مسح کرنے کا بھی ذکر ہے اور آپ عمامہ پر مسح کے جواز کے قائل نہیں ہیں' اس کے جوابات درج ذیل ہیں:

(١) اگر ہم عمامہ پر مسح کو بھی اختیار کرتے تو اس سے خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی' کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور عمامہ پر مسح کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے' لہٰذا اگر عمامہ پر مسح کا قول کیا جائے تو خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آئے گی۔

Marfat.com

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمامہ پر مسح کیا تھا' اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے عمامہ کے نچلے حصہ پر مسح کیا تھا اور اس میں حال کا اطلاق محل پر ہے۔

(۳) راوی آپ سے دور تھا' آپ نے سر سے عمامہ اتارے بغیر سر پر مسح کیا تو راوی نے سمجھا کہ آپ نے عمامہ پر مسح کیا ہے۔

(۴) آپ کے سر پر کوئی زخم تھا' جس میں پانی کی تری لگنا باعث ضرر تھا اور عمامہ بہ منزلہ پٹی تھا تو آپ نے اس عذر کی وجہ سے عمامہ پر مسح کیا' یعنی حالت اضطرار میں عمامہ پر مسح کیا' حالت اختیار میں عمامہ پر مسح نہیں کیا۔

ہم نے جو دوسرا جواب ذکر کیا ہے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضوء کر رہے تھے' آپ کے سر پر قطری عمامہ تھا' آپ نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور عمامہ نہیں اتارا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۷' سنن ابن ماجہ: ۵۶۴)

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ آپ نے پورے سر پر مسح نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض نہیں ہے' آپ نے صرف سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا' جو سر کا چوتھائی حصہ ہے' سو اتنی مقدار پر مسح کرنا فرض ہے' نہ کہ صرف تین بالوں کی مقدار پر۔ وللہ الحمد

اس حدیث میں بھی ذکر ہے کہ آپ نے تین بار چہرے کو دھویا اور دو بار ہاتھوں کو دھویا' اس سے معلوم ہوا کہ وضوء میں چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کے عدد میں اختلاف کرنا جائز ہے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۶۳۔ ج ۱ ص ۸۸۰ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۹- بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ — پیروں کو ٹخنوں تک دھونا

یہ باب پیروں کو ٹخنوں تک دھونے کے بیان میں ہے' باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب ارکانِ وضوء کے بیان میں ہیں' پہلے باب میں سر کے مسح کا بیان تھا اور اس باب میں پیروں کو ٹخنوں تک دھونے کا بیان ہے۔

۱۸۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيهِ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ، فَتَوَضَّأَ لَهُمْ وُضُوءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَكْفَأَ عَلَى يَدِهِ مِنَ التَّوْرِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَمَسَحَ رَأْسَهُ، فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عمرو از والد خود کہ میں عمرو بن ابی حسن کے پاس موجود تھا' انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کے متعلق سوال کیا' پس انہوں نے پانی کا بڑا تسلا منگایا' پھر ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کی مثل وضوء کیا' پس اس برتن سے اپنے ہاتھ پر پانی انڈیلا' پھر تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا' پھر اس برتن میں ہاتھ ڈال کر تین چلو پانی کے لیے' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر اس برتن میں ہاتھ ڈال کر تین بار اپنے چہرے کو دھویا' پھر دو مرتبہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا' پھر اپنا ہاتھ برتن میں داخل کیا' پس اپنے سر کا مسح کیا' پھر دونوں ہاتھوں کو ایک بار سر کے اگلے حصہ سے۔

Marfat.com

گدی تک لے گئے' پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھویا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۸۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٠- بَابُ اسْتِعْمَالِ فَضْلِ وَضُوْءِ النَّاسِ وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا

وضوء کے بچے ہوئے پانی سے مراد وہ پانی ہے' جو وضوء کرنے کے بعد برتن میں بچ گیا ہو اور اس سے وہ پانی بھی مراد ہو سکتا ہے' جو وضوء کرنے والے کے اعضاء سے ٹپک ٹپک کر قطرات کی صورت میں گر رہا ہو اور یہ وہ پانی ہے جس کو فقہاء اپنی اصطلاح میں مستعمل پانی کہتے ہیں:

امام ابوحنیفہ سے مستعمل پانی کے متعلق تین روایات ہیں: (۱) امام ابو یوسف نے ان سے روایت کیا ہے کہ پانی نجاست خفیفہ کے ساتھ نجس ہے (۲) حسن بن زیاد نے روایت کیا ہے کہ یہ نجاست غلیظہ کے ساتھ نجس ہے (۳) امام محمد بن الحسن اور امام زفر نے روایت کیا ہے کہ پانی فی نفسہ طاہر ہے' مطہر نہیں ہے اور ماوراء النہر کے فقہاء محققین کا یہی مختار ہے' اسبیجابی نے کہا: یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ جب وضوء کا پانی گرتے ہوئے دیکھتے تھے تو اس پانی سے جھڑنے والے ہر قسم کے گناہ دیکھتے تھے' کبائر' صغائر اور مکروہات۔ اسی بناء پر مستعمل پانی کے متعلق ان کے تین قول ہیں' انہوں نے مستعمل پانی کو نجاستِ غلیظہ کہا کہ ہو سکتا ہے اس سے وضوء کرنے والے کے گناہ کبیرہ گرے ہوں اور نجاست خفیفہ کہا کہ ہو سکتا ہے' اس سے گناہ صغیرہ گرے ہوں اور مستعمل پانی کو طاہر غیر مطہر کہا کہ ہو سکتا ہے کہ وضوء کرنے والے نے کوئی مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کام کیا ہو کیونکہ یہ حقیقت میں گناہ نہیں ہے اور اس کا کرنا جائز ہے۔ (المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

بابِ سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق وضوء کی صفت میں تھا اور یہ باب وضوء سے بچے ہوئے پانی کی صفت میں ہے۔

وَاَمَرَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَهْلَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّؤُوْا بِفَضْلِ سِوَاكِهٖ.

اور حضرت جریر بن عبداللہ نے اپنے گھر والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کریں۔

امام بخاری نے یہ حدیث کا ایک قطعہ ذکر کیا ہے' پوری حدیث اس طرح ہے:

قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ مسواک کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۷۔ ج ۱ ص ۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

مسواک کے بچے ہوئے پانی سے مراد یہ ہے کہ مسواک کو نرم کرنے کے لیے کسی پانی کے برتن میں مسواک کو ڈال دیا جائے۔

۱۸۷- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ يَقُوْلُ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ ' فَاُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ ' فَجَعَلَ النَّاسُ يَاْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِهٖ فَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ ' فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کو نکل کر ہمارے پاس آئے' آپ کے پاس وضوء کا پانی لایا

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ. [اطراف الحدیث:۱۸۷- ۳۷۶- ۴۹۵- ۴۹۹- ۵۰۱- ۶۳۳- ۳۵۵۳- ۵۷۸۶- ۵۸۵۹]

گیا' پس آپ نے وضوء کیا' لوگ آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو لینے لگے' پھر اس پانی کو اپنے اوپر ملتے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی اور عصر کی دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کے سامنے نیزہ (مرکوز) تھا۔

(صحیح مسلم:۵۰۳' الرقم المسلسل:۱۱۰۲-۱۱۰۳' سنن نسائی:۴۶۶' مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۰۴۴' حلیۃ الاولیاء ج۷ ص۱۸۹-۱۸۸' سنن دارمی:۱۴۰۹' مسند ابویعلیٰ:۸۹۱' المعجم الکبیر ج۲۲ ص۳۲۰' مسند احمد ج۴ ص۳۰۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۸۷۴۴- ج۳۱ ص۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان سے مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: لوگ آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو لینے لگے یعنی جو پانی آپ کے اعضاء سے لگ کر گرتا تھا' اس سے تبرک حاصل کرنے کے لیے اس پانی کو اپنے جسم پر ملتے تھے۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں:

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الحکم بن عتیبہ (۴) حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبد اللہ الثقفی الکوفی' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۳ ص۱۱۰)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کی طہارت اور برکت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو لینے لگے' پھر اس پانی کو اپنے اوپر ملتے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور ان کے وضوء' ان کے طعام' ان کے مشروب اور ان کے لباس کی بچی ہوئی چیزوں کو استعمال کرنے کا ثبوت ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج۳ ص۱۷۳۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

گویا کہ آپ کے وضوء سے جو پانی بچا تھا' اس کو صحابہ نے تقسیم کر لیا تھا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاء سے لگ کر جو وضوء کا پانی گرا تھا' اس کو صحابہ نے حاصل کیا تھا اور اس حدیث میں وضوء کے مستعمل پانی کے طاہر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(فتح الباری ج۱ ص۷۲۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں وضوء کے مستعمل پانی کے طاہر ہونے پر واضح دلیل ہے' اور اس پانی سے مراد وہ پانی ہے' جو آپ کے اعضاء سے لگ کر گرا تھا' اور اگر اس سے مراد وہ پانی ہو' جو آپ کے وضوء کے بعد برتن میں بچ گیا تھا تو اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ اس پانی کو بہ طور تبرک لے رہے تھے' یہ پانی طاہر تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ لگنے کی وجہ سے اس کی طہارت زیادہ ہو گئی تھی' نیز اس حدیث میں آثارِ صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور یہ سفر کا واقعہ ہے' سو اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں چار رکعت نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھا جاتا ہے اور جب صحراء میں نماز پڑھی جائے تو امام کے سامنے نیزہ کو بہ طور سترہ گاڑ دینا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج۳ ص۱۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پانی سے مراد برتن میں بچا ہوا پانی بھی ہو سکتا ہے اور وہ پانی بھی مراد ہو سکتا ہے' جو آپ کے اعضاء مبارکہ سے لگ کر گرا تھا'

Marfat.com

حضرت سائب بن یزید نے اس پانی کو پیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۹۰ 'صحیح مسلم: ۲۳۴۵ 'سنن ترمذی: ۳۶۴۳)
یہ زیادہ مناسب ہے' کیونکہ حضرت سائب نے اس پانی کو تبرک کے قصد سے پیا تھا اور اس صورت میں یہ حدیث مستعمل پانی کی طہارت پر دلیل ہوگی اور اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ پانی انہوں نے دوا اور علاج کے طور پر پیا تھا' یعنی یہ مستعمل پانی نجس ہی تھا۔ (یہ جواب مردود ہے' کیونکہ حضور کے جسم سے لگ کر گرنے والا پانی نجس نہیں ہو سکتا۔ سعیدی غفرلہٗ) یا اس مستعمل پانی کا پاک ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواص میں سے ہے یا یہ ابتداء کا واقعہ ہے اور مستعمل پانی کا طاہر نہ ہونا بعد کا حکم ہے' اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ اس پر ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے اور علامہ ابن حجر مکی نے اپنی شرح میں یہ کہا ہے کہ جو پانی آپ کے اعضاء سے لگ کر بہا ہو وہ نجس نہیں ہے' اسی وجہ سے ہمارے اکثر اصحاب کا مختار یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات بھی طاہر ہیں۔

(مرقاۃ: ۶-۷ ٤۶۷ ج ۲ ص ۱۷۳ 'مکتبہ حقانیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں بعینہٖ یہی تقریر کی ہے' نیز انہوں نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن سے لگنے کی وجہ سے وہ مستعمل پانی نجس نہیں ہوا' حالانکہ بعض علماء نے آپ کے فضلات کو بھی پاک کہا ہے کیونکہ آپ کا وجود سرتا پا ظاہر و باطن مزکی و مطہر ہے' یعنی پاک کرنے والا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۶۲ 'مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۲۲- ج ۱ ص ۱۳۱۶ پر ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے کا بیان۔

۱۸۸- وقال اَبُوْ مُوْسٰى دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ ' فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ ' وَمَجَّ فِيْهِ ' ثُمَّ قَالَ لَهُمَا اشْرَبَا مِنْهُ وَاَفْرِغَا عَلٰى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا. [اطراف الحدیث: ۱۹۶- ۴۳۲۸]

(صحیح مسلم: ۲۴۹۷ 'الرقم المسلسل: ۶۲۸۸)

اور حضرت ابوموسیٰ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کا پیالہ منگوایا اور اس میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اور چہرے کو دھویا اور کلی کی اور ان دونوں سے کہا: اس پانی کو پیو اور اس پانی کو تم دونوں اپنے چہروں اور اپنے سینوں پر ڈالو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیالہ میں کلی کر کے ان کو پینے کا حکم اس لیے دیا تھا تاکہ آپ اپنے لعاب مبارک کی برکت ان کو پہنچا دیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۹۷ ' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ 'فتح الباری ج ۱ ص ۲۹۵ 'طبع لاہور) اس نسخہ پر شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کا حاشیہ ہے' لیکن انہوں نے حافظ ابن حجر کی اس عبارت پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر کی اصل عبارت یہ ہے: "والغرض بذالك ايجاد البركة بريقه المبارك" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی کلی کا جو پانی پینے کا حکم فرمایا' اس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ آپ اپنے لعاب دہن سے برکت کو وجود میں لائیں۔

باب مذکور کی تعلیق کی حدیث متصل

امام بخاری نے جو حدیث یہاں ذکر کی ہے' وہ ایک طویل حدیث کا قطعہ ہے' وہ حدیث اس طرح ہے:
حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا' اس وقت آپ مکہ اور مدینہ کے درمیان جعرانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا' کیا آپ اس کو پورا نہیں کرتے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بشارت قبول کرو' اس نے کہا: آپ مجھے بہت بشارتیں دے چکے ہیں! پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوموسیٰ اور بلال کی طرف متوجہ ہوئے' گویا آپ غصہ میں تھے' آپ نے فرمایا: اس شخص نے بشارت کو مسترد کر دیا

Marfat.com

ہے تم دونوں قبول کرلو'ان دونوں نے کہا: ہم نے قبول کرلیا' پھر آپ نے پانی کا پیالہ منگایا' اس میں اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اس میں کلی کی' پھر فرمایا: تم دونوں اس سے پی لو اور اس کو تم دونوں اپنے چہروں اور سینوں پر ڈالو اور بشارت قبول کرو' پس ان دونوں نے پیالہ لیا اور اسی طرح کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۳۲۸' صحیح مسلم: ۲۴۹۷)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کا پاکیزہ اور خوشبودار ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کے برتن میں کلی کرنا جائز ہے اور کلی میں منہ کے لعاب کی آمیزش ہوتی ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہے کیونکہ آپ کا لعاب مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے اور دوسرے شخص کے لعاب سے گھن آتی ہے' اسی لیے علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام بہت بلند ہے اور صحابہ کرام آپ کے بلغم کو بھی جھپٹ کر لیتے تھے اور اس کی برکت اور خوشبو حاصل کرنے کے لیے' اس کو اپنے جسم اور کھال پر ملتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲-۲۷۳۱) اور آپ کے منہ کی خوشبو کی مثل کسی کے منہ کی بو نہیں تھی' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ فرشتوں سے باتیں کرتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم اور آپ کے منہ کو خوشبودار بنایا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کے برتن میں پھونک مارنے سے اس وجہ سے منع فرمایا ہے کہ اس سے دوسرے شخص کو گھن آئے گی کیونکہ عموماً لوگوں کے منہ سے بدبو آتی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ کو وہ مشروب پینے کا حکم دیا' جس میں آپ نے کلی کی تھی اور اس کو چہرے اور سینے پر ڈالنے کا حکم دیا' ہوسکتا ہے یہ ان کی کسی بیماری کو دور کرنے کے لیے ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ان کو محض برکت پہنچانے کے لیے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۲۸۳۔ ج ۶ ص ۱۱۷۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

۱۸۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ ' عَنْ صَالِحٍ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ وَهُوَ الَّذِيْ مَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَهُوَ غُلَامٌ مِّنْ بِئْرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: یہ وہی ہیں جن کے چہرے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کنویں کے پانی سے کلی کی تھی' وہ اس وقت نوعمر لڑکے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی کوئی مطابقت نہیں ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں بھی آپ کے کلی فرمانے کا ذکر ہے۔

وَقَالَ عُرْوَةُ ' عَنِ الْمِسْوَرِ وَغَيْرِهٖ ' يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

اور عروہ نے کہا' از مسور وغیرہ اور ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کی تصدیق کرتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضوء کرتے تو آپ

Marfat.com

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہٖ. کے وضوء سے گرے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ ایک دوسرے سے جھگڑتے۔

باب مذکور کی تعلیق کی حدیث متصل

یہ تعلیق ایک طویل حدیث کا قطعہ ہے' اس حدیث کا اس تعلیق سے متعلق حصہ درج ذیل ہے:

پھر عروہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا' اس نے کہا: اللہ کی قسم! جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلغم تھوکتے تو وہ کسی نہ کسی شخص کے ہاتھ میں واقع ہوتا' پھر وہ اس بلغم کو اپنے چہرے اور ہاتھ پر ملتا اور جب بھی آپ کسی کام کا حکم دیتے تو وہ اس کو بجالانے میں سبقت کرتے اور جب آپ وضوء کرتے تو وہ آپ کے وضوء کے گرے ہوئے پانی کو لینے کے لیے ایک دوسرے سے جھگڑتے اور جب آپ بات کرتے تو آپ کے پاس سب اپنی آوازیں پست کر دیتے اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲-۲۷۳۱)

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی نے یہ واقعہ اس طرح مشرکین کے سامنے بیان کیا تھا' امام بخاری نے اس حدیث کو مسور اور مروان سے روایت کیا ہے' یہ دونوں ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے تھے اور یہ واقعہ چھ ہجری کا ہے' اس وجہ سے ابو الفضل بن طاہر نے کہا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمزم کے ڈول میں کلی فرمانا

صحیح البخاری: ۴۳۲۸ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ میں کلی کی اور حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بلال نے اس پانی کو پیا اور صحیح البخاری: ۱۸۹ میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت محمود بن الربیع کے چہرے پر کلی کی' ان صحابہ نے آپ کی کلی والے پانی سے تبرک حاصل کیا اور آپ نے قیامت تک کی تمام امت مسلمہ کو برکت پہنچانے کے لیے زمزم کے کنویں میں کلی کی اور اب تمام دنیا کے مسلمان زمزم کا پانی پی کر آپ کے لعاب دہن کی برکتوں سے مستفید ہو رہے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمزم کی طرف آئے' ہم نے آپ کے لیے پانی کا ایک ڈول نکالا' آپ نے اس کو پیا' پھر اس ڈول میں کلی فرمائی اور اس ڈول کو پھر زمزم کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔ الحدیث

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۶۷۔ ج ۵ ص ۴۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' المعجم الکبیر: ۱۱۱۶۵' تاریخ مکہ للازرقی ج ۲ ص ۵۵' دار الاندلس بیروت' حافظ زیلعی نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس حدیث کی شرح میں شیخ ظفر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں:

زمزم کے پانی کی برکت میں اور زیادہ برکت ہو گئی' اس کی لذت میں اور زیادہ لذت ہو گئی' اس کی شفاء میں اور زیادہ شفاء ہو گئی' اس کے نور میں اور زیادہ نور ہو گیا' اس کے طہور میں اور زیادہ طہور ہو گیا کیونکہ آپ نے اس ڈول میں کلی فرمائی' پھر اس ڈول کو زمزم کے کنویں میں ڈال دیا گیا' دیکھو آپ نے اپنی امت پر کس قدر رحم فرمایا اور شفقت فرمائی کہ آپ اپنے بعد قیامت تک آنے والی امت کو اپنے پس خوردہ پانی کی برکت اور طہارت سے محروم ہونے پر راضی نہیں ہوئے' آپ پر ہمارے باپ دادا اور مائیں فدا ہوں اور اللہ کی صلوٰۃ اور سلام آپ پر ہمیشہ ہمیشہ نازل ہوتی رہے اور آپ کی تمام آل اور اصحاب اور احباب پر۔

(اعلاء السنن ج ۷ ص ۳۲۲۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۰۰۰ - باب

۱۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنِ الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِيْ وَجِعٌ، فَمَسَحَ رَأْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهِ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ.

[اطراف الحدیث: ۳۵۴۰_۳۵۴۱_۵۶۷۰_۶۳۵۲] (صحیح مسلم: ۲۳۴۵ الرقم المسلسل: ۵۹۷۲ سنن ترمذی: ۳۶۴۳ شمائل ترمذی: ۱۶ السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۵۱۸)

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمان بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از الجعد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک میرے بھانجے کے سر میں درد ہے' آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی' پھر آپ نے وضوء کیا' پھر میں نے آپ کے وضوء کا پانی پیا' پھر میں آپ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہو گیا' پھر میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا" جو چھپر کھٹ (مسہری) کی گھنڈی کی مثل تھی۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے آپ کے وضوء کے پانی سے پیا' یعنی وہ پانی جو آپ کے اعضاء شریفہ سے لگ کر قطرات کی صورت میں گرا یا اس سے مراد وہ پانی ہے' جو وضوء کرنے کے بعد برتن میں بچ گیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدالرحمان بن یونس ابو مسلم البغدادی' یہ حفاظ حدیث میں سے ایک ہیں' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) حاتم بن اسماعیل الکوفی' یہ مدینہ میں رہے اور ہارون رشید کی خلافت میں مدینہ میں ۱۸۶ھ میں فوت ہو گئے (۳) الجعد بن عبدالرحمان بن اوس المدنی الکندی' ان کو تصغیر کے ساتھ الجعید کہا جاتا ہے (۴) حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: جب میری عمر سات سال کی تھی تو میرے والد نے مجھے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کرایا' انہوں نے پانچ احادیث روایت کی ہیں اور ان سب کو امام بخاری نے روایت کیا ہے' یہ ۹۱ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۵_۱۱۴)

مہر نبوت کا معنی اور مفہوم

اس حدیث میں مہر نبوت کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ چیز ہے' جو آپ کے خاتم النبیین ہونے کی دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا' قاضی بیضاوی نے کہا: خاتم النبوۃ آپ کے دو کندھوں کے درمیان ایک نشان ہے' کتب متقدمہ میں اس کی صفت بیان کی گئی ہے اور مہر نبوت اس بات کی علامت ہے کہ آپ وہی نبی ہیں' جس کا آسمانی کتابوں میں وعدہ کیا گیا تھا۔

مہر نبوت کے متعلق متعدد روایات

اس حدیث میں بیان ہے کہ آپ کی مہر نبوت چھپر کھٹ کی گھنڈی کی مثل تھی' اس کے متعلق اور بھی روایات ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت میں مہر نبوت کو دیکھا' وہ کبوتر کے انڈے کی طرح تھی۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۴ الرقم المسلسل: ۵۹۷۰ سنن ترمذی: ۳۶۴۴ شمائل ترمذی: ۱۷ مسند احمد ج ۵ ص ۹۰_۹۵_۹۸_۱۰۴_۱۰۷ المعجم الکبیر: ۱۹۰۸_۱۹۱۸' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۲۶)

عمر بن اخطب انصاری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوزید! قریب آؤ! اور میری پشت پر ہاتھ

Marfat.com

پھیرو' میں نے آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو میری انگلیاں مہر نبوت پر تھیں' راوی نے پوچھا: مہر نبوت کیسی تھی؟ انہوں نے کہا: وہ بالوں کا گچھا تھا۔ (شمائل ترمذی: ۲۰' مسند احمد ج ۵ ص ۷۷۔۳۴۱' صحیح ابن حبان: ۶۰۹۲' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۶)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مہر نبوت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ آپ کی پشت میں اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔ (شمائل ترمذی: ۲۲' مسند احمد ج ۳ ص ۶۹)

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا' اس وقت آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' میں گھوم کر آپ کے پیچھے آ گیا' آپ سمجھ گئے کہ میرا کیا ارادہ ہے' آپ نے اپنی پشت سے چادر گرا دی تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ملی ہوئی انگلیوں کے مجموعہ کی طرح مہر نبوت دیکھی' اس کے گرد تل تھے' وہ چنے کے برابر مسّے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۶' الرقم المسلسل: ۵۹۷۳' شمائل ترمذی: ۲۳' مسند احمد ج ۵ ص ۸۳۔۸۲)

مہر نبوت کے متعلق متعدد روایات کا حاصل

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ مہر نبوت کی متعدد تفسیریں ہیں' حضرت السائب بن یزید نے کہا: وہ چھپر کھٹ کی گھنڈی کی طرح ہے' حضرت جابر بن سمرہ نے کہا: وہ کبوتر کے انڈے کی طرح ہے' حضرت عمر بن اخطب نے کہا: وہ بالوں کے گچھے کی طرح ہے' حضرت ابو سعید خدری نے کہا: وہ گوشت کے ابھرے ہوئے ٹکڑے کی طرح ہے' حضرت عبداللہ بن سرجس نے کہا: وہ چنے کے برابر مسّوں کے مجموعہ کی طرح ہے اور ان سب کا مآل ایک ہی ہے کہ وہ کبوتر کے انڈے کے برابر اُبھرا ہوا گوشت تھا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۳۱۴۔۳۱۳' دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے بھی قاضی عیاض کی عبارت کا خلاصہ نقل کیا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۰ ص ۶۱۷۹۔۶۱۷۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

مہر نبوت کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلب میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا گیا' جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے تو اس پر مہر لگا دی گئی' جیسا کہ جو برتن مشک اور موتیوں سے بھرا ہوا ہو تو اس پر مہر لگا دی جاتی ہے' تاکہ اس مہر کی وجہ سے دشمن اس برتن تک رسائی نہ حاصل کر سکے' کیونکہ جس چیز پر مہر لگا دی جائے' وہ محفوظ ہو جاتی ہے' اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کسی چیز کی حفاظت کی یہی تدبیر کی ہے' اور مہر کی وجہ سے کسی چیز کے متعلق انسانوں کا شک اور جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور ان کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ وہی چیز ہے' پس جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب میں مہر لگا دی تو آپ کا قلب مطمئن ہو گیا اور اس میں نور باقی رہا اور قلب کی قوت پشت میں نافذ ہو گئی' پھر آپ کے کندھوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر ابھرا ہوا گوشت ظاہر ہو گیا' اسی وجہ سے میدانِ حشر میں آپ کا نمایاں ظہور ہو گا اور تمام رسولوں میں سب سے پہلے آپ کو شفاعت عطا کی جائے گی اور آپ مقام محمود پر فائز ہوں گے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء میں ثناء صدق کے ساتھ آپ کو مخصوص کیا ہے اور آپ کے سوا کسی اور نبی نے صدق کی ثناء نہیں کی' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّھِمْ. (یونس: ۲) اور ایمان والوں کو یہ خوش خبری دیں کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس قدم صدق ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: قدم صدق سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں' جو قیامت کے دن تمہاری

Marfat.com

شفاعت کرنے والے ہیں' اسی طرح حسن بصری' قتادہ اور زید بن اسلم نے اس آیت کی تفسیر کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور بعض دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت السائب بن یزید کے سر پر ہاتھ پھیرا' اس سے معلوم ہوا کہ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا چاہیے۔

حضرت السائب بن یزید ۲ ھ میں پیدا ہوئے اور حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے آ رہے تھے تو یہ دوسرے بچوں کے ساتھ آپ کے استقبال کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف نکلے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۷)

حافظ بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' حضرت السائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے مدینہ آئے تو لوگوں نے آپ کا استقبال کیا' میں بھی بچوں میں آپ کے ساتھ تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۸۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہنچے تو عورتیں' بچے اور بچیاں مل کر یہ گا رہے تھے: "طلع البدر علینا' من ثنیات الوداع ☆ وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع"۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ جب آپ مکہ سے مدینہ آئے تھے' اس وقت یہ اشعار پڑھے گئے تھے' لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے' جب آپ غزوۂ تبوک سے مدینہ پہنچے تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۶۶۔۲۶۵)

شیخ ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے' انہوں نے مزید یہ لکھا ہے کہ جو شخص مکہ سے مدینہ آئے تو اس راستہ میں ثنیات الوداع نہیں ہے' یہ مقام اس راستہ میں ہے' جب کوئی شخص شام سے مدینہ آئے۔ (زاد المعاد ج ۳ ص ۴۶۹)

حضرت السائب نے کہا: میں نے آپ کے وضوء کے پانی سے پیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ وضوء کا مستعمل پانی پاک ہے' اس سے مراد وہ پانی ہے' جو آپ کے اعضاء شریفہ سے لگ کر قطرات کی صورت میں گرا تھا۔

وضوء کے مستعمل پانی کے متعلق امام ابوحنیفہ کے قول کو حافظ ابن حجر کا ردّ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں جو احادیث ذکر کی ہیں' ان سے استدلال کر کے وہ اس شخص کے قول کا رد کرنا چاہتے ہیں' جو وضوء کے مستعمل پانی کو نجس کہتا ہے اور وہ ابو یوسف کا قول ہے' امام شافعی نے "کتاب الام" میں لکھا ہے: امام ابو یوسف اور امام محمد نے اس قول سے رجوع کر لیا' اور امام ابوحنیفہ سے وضوء کے مستعمل پانی کے متعلق تین روایات ہیں: (۱) یہ طاہر ہے' مطہر نہیں ہے (۲) یہ نجاست خفیفہ کے ساتھ نجس ہے (۳) یہ نجاست غلیظہ کے ساتھ نجس ہے' اور یہ احادیث امام ابوحنیفہ کا رد کرتی ہیں کیونکہ نجس چیز سے تبرک حاصل نہیں کیا جاتا اور نہ نجس چیز کو پیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۳۱۔۷۳۰ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین عینی کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے دفاع کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ عسقلانی کی اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس قائل نے اس تشنیع سے امام ابوحنیفہ پر ردّ کا ارادہ کیا ہے' اور اس کا ردّ بہت بعید ہے' کیونکہ جس پانی کو حضرت السائب نے پیا تھا' ضروری نہیں ہے کہ وہ وضوء کا مستعمل پانی ہو' وہ وضوء کے برتن میں بچا ہوا پانی بھی ہو سکتا ہے اور اگر بالفرض یہ پانی وہ تھا' جو آپ کے اعضاء شریفہ سے لگ کر گرا تھا تو امام ابوحنیفہ آپ کے مستعمل پانی کو نجس نہیں کہتے' وہ اس سے بری ہیں' وہ آپ کے

مستعمل پانی کو نجس کیسے کہہ سکتے ہیں' وہ تو آپ کے پیشاب کو بلکہ آپ کے تمام فضلات کو طاہر کہتے ہیں' اس کے باوجود' ہم بتا چکے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضوء کا مستعمل پانی نجس ہے کیونکہ فقہاء احناف کا فتویٰ اس قول پر ہے کہ وضوء کا مستعمل پانی طاہر غیر مطہر ہے' لہٰذا اس معاند کا شور وشغب منقطع ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ دوسری جگہ ہے' جہاں علامہ عینی نے یہ تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فضلات طاہر ہیں اور سخت حیرت ہے کہ شیخ انور شاہ کشمیری اور احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے کہ مجھے ابھی تک عینی کی یہ عبارت نہیں ملی۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۹۶۶۔ ج ۶ ص ۸۰۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی' صرف دو سطروں میں مہر نبوت کی مختلف احادیث میں تطبیق دی ہے۔

٤١- بَابُ مَنْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ

جس نے ایک چلو پانی سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا

باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں کا تعلق وضوء سے ہے۔

١٩١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ غَسَلَ. أَوْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ. مِنْ كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ، فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَا أَقْبَلَ وَمَا أَدْبَرَ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا' پس دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر انہوں نے ایک چلو سے دھویا یا کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پس یہ تین مرتبہ کیا' پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا' پھر دو' دو مرتبہ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا' پھر سر پر مسح کیا' آگے سے ہاتھ سر کے پیچھے لے گئے اور پیچھے سے ہاتھ آگے لائے' اور اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھویا' پھر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضوء اسی طرح تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۸۵ کا مطالعہ فرمائیں اور ایک چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی تحقیق صحیح البخاری: ۱۴۰ میں مطالعہ فرمائیں۔

٤٢- بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ مَرَّةً

سر کا مسح ایک بار کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ سر کا مسح صرف ایک بار کیا جائے گا' باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ ایک چلو پانی سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اور اس باب میں ایک بار سر کے مسح کا ذکر ہے اور یہ دونوں باب وضوء کے ارکان پر مشتمل ہیں' اس لیے باہم متناسب ہیں۔

١٩٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ أَبِيْ حَسَنٍ، سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود'

عَنْ وُضُوْءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ ' فَكَفَأَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا' ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ' فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا' بِثَلَاثِ غَرَفَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ ' ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ ' فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا' ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ' فَغَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ' ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ فَاَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَاَدْبَرَ بِهِمَا' ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ ' فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

انہوں نے کہا: میں عمرو بن ابی حسن کے پاس تھا' انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کے متعلق سوال کیا' انہوں نے پانی کا تسلا (بڑا برتن) منگایا' پھر ان کے سامنے وضوء کیا' پھر اس تسلے کو اپنے دونوں ہاتھوں پر انڈیلا' پھر دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا' پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا' پھر تین چلو پانی لے کر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا' پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا' پس اپنے چہرے کو تین بار دھویا' پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا' پس اپنے دونوں ہاتھوں کو دو بار کہنیوں تک دھویا' پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا' پس اپنے سر کا مسح کیا' پس اپنے دونوں ہاتھوں کو آگے سے پیچھے لے گئے' پھر پیچھے سے آگے لائے' پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں ڈالا' پس اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔

وَحَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ مَسَحَ رَاْسَهٗ مَرَّةً.

اور ہم کو موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو وہیب نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے ایک بار سر کا مسح کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۸۵' اور صحیح البخاری: ۱۴۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٣- بَابُ وُضُوْءِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَاَتِهٖ ' وَفَضْلِ وَضُوْءِ الْمَرْاَةِ

مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ وضوء کرنا اور عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مرد اور اس کی بیوی ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کریں اور عورت کے پانی لینے کے بعد جب مرد اس عورت کے چھوڑے ہوئے پانی سے وضوء کرے گا تو اس کا کیا حکم ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَتَوَضَّاَ عُمَرُ بِالْحَمِيْمِ مِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصرانیہ کے گھر سے گرم پانی لے کر وضوء کیا۔

اس اثر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے اس اثر کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کتاب کی تدوین سے امام بخاری کی غرض صرف احادیث کی عبارات کو جمع کرنا نہیں ہے بلکہ ان کی غرض اس سے عام ہے' اس لیے وہ آثار صحابہ' فتاویٰ سلف' اقوال علماء اور قرآن مجید اور احادیث میں وارد مشکل الفاظ کے معانی بھی ذکر کرتے ہیں اور حضرت عمر کے اس اثر سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ گرم پانی سے وضوء کرنا جائز ہے اور نصرانی عورت کے گھر سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے' جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ پانی نجس ہے۔

۱۹۳- **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ' اَنَّهٗ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّئُوْنَ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعًا. کے زمانہ میں مرد اور عورتیں اکٹھے وضوء کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد:٧٩ 'سنن نسائی:٧١ 'سنن ابن ماجہ:٣٨١ 'صحیح ابن خزیمہ:٢٠٥ 'سنن بیہقی ج١ ص١٩٠ 'مسند احمد ج٢ ص٤ طبع قدیم 'مسند احمد: ٤٤٨١-ج٨ ص٦٠ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے صرف ایک جز میں مطابقت ہے 'یعنی مرد اور عورت اکٹھے وضوء کرتے تھے اور اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرتے تھے 'حتیٰ کہ یہ لازم آئے کہ مرد نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کیا 'البتہ ایک اور حدیث میں یہ تصریح ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے کہا کہ ہم اور عورتیں ایک برتن سے پانی لے کر رسول اللہ ﷺ کے عہد میں وضوء کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد:٧٩ 'سنن نسائی:٧١ 'سنن ابن ماجہ:٣٨١)

مردوں اور عورتوں کا ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنے کا جواز اور دیگر مسائل

(١) صحابی جب کسی فعل کی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کی طرف نسبت کرے تو جمہور کے نزدیک وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

(٢) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد اور عورت کا ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے اور رہا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا تو امام شافعی کے نزدیک مرد کا اس پانی سے وضوء کرنا جائز ہے 'امام بغوی نے کہا: اس میں کوئی کراہت نہیں ہے کیونکہ اس کے ثبوت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں 'امام مالک 'امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر وہ اس عورت کے ساتھ تنہا ہو تو پھر اس کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔

(٣) مردوں اور عورتوں کے ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کے متعلق امام طحاوی 'علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے یہ نقل کیا ہے کہ یہ جائز ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ نے ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کیا اور دونوں نے اکٹھے نماز کے لیے وضوء کیا۔ (المعجم الکبیر:١٢٠١٦)

تاہم مردوں کا اجنبی عورتوں کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز نہیں ہے 'البتہ مردوں کا اپنی بیویوں کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے۔

٤٤- بَابُ صَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوْءَهُ عَلَى الْمُغْمٰى عَلَيْهِ

نبی ﷺ کا اپنے وضوء کے پانی کو بے ہوش شخص پر ڈالنا

بے ہوشی 'جنون اور نیند میں فرق یہ ہے کہ جنون میں عقل مسلوب ہو جاتی ہے اور بے ہوشی میں عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور نیند میں عقل مستور ہو جاتی ہے 'باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں وضوء کے بچے ہوئے پانی کا ذکر ہے 'باب سابق میں یہ بتایا تھا کہ عورت کے وضوء کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا جائز ہے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو بے ہوش شخص پر ڈال دیا۔

١٩٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ 'عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي وَأَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر 'انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے

Marfat.com

مَرِيضٌ لَا أَعْقِلُ، فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ، فَعَقَلْتُ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِمَنِ الْمِيرَاثُ، إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلَالَةٌ؟ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ.

[اطراف الحدیث: ۴۵۷۷، ۵۶۵۱، ۵۶۶۴، ۵۶۷۶، ۶۷۲۳، ۶۷۴۳، ۷۳۰۹]

ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے' میں اس وقت بیمار تھا اور مجھے ہوش نہیں تھا' آپ نے وضوء کیا اور مجھ پر اپنے وضوء کا پانی ڈالا تو مجھے ہوش آ گیا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری وراثت کس کو ملے گی میرا وارث تو صرف کلالہ ہوگا؟ پھر فرائض (وراثت کے احکام) کی آیت نازل ہوگئی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۱۶' الرقم المسلسل: ۴۰۶۸' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۶' سنن ترمذی: ۲۰۹۷' سنن ابن ماجہ: ۲۷۲۸' سنن نسائی: ۱۳۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۵۱۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۰۹' سنن داری: ۷۳۳' صحیح ابن حبان: ۱۲۶۶' سنن بیہقی ج۱ ص ۲۳۵۔ ج۶ ص ۲۱۲' شرح السنۃ: ۲۲۱۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۸۶۔ ج ۲۲ ص ۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالولید الطیالسی ہشام بن عبدالملک (۲) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف ہوچکا ہے (۳) محمد بن المنکدر التیمی القرشی' یہ مشہور تابعی ہیں' یہ علم اور زہد کے جامع تھے' المنکدر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماموں تھے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی ضرورت کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: میرے پاس جو پہلی چیز آئے گی' میں اس کو تمہارے پاس بھیجوں گی' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دس ہزار درہم آئے' حضرت عائشہ نے وہ ان کے پاس بھیج دیئے' انہوں نے اس رقم سے ایک باندی خرید لی' اس سے محمد پیدا ہوئے' جو بہت عبادت گزار اور پرسوز تھے' یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بہت بڑے صحابی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۹)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: مجھے ہوش نہیں تھا' آپ نے وضوء کیا اور مجھ پر اپنے وضوء کا پانی ڈالا۔

کلالہ اور فرائض کا معنیٰ

اس حدیث میں کلالہ کا لفظ ہے' کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں' جس کا نہ والد ہو نہ اس کی اولاد ہو۔

اور اس حدیث میں وراثت اور فرائض کا لفظ ہے' فرائض سے مراد ہے: کتاب اللہ میں وارثوں کے جو حصص مقدر ہیں۔

نبی ﷺ کے وضوء کے پانی سے شفاء اور برکت کا حصول

علامہ بدرالدین عینی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ کے مبارک ہاتھوں کی برکت ہر بیماری کو زائل کر دیتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں صالحین کے پانی پر دم کرنے اور پانی کو ہاتھ لگانے اور اس سے ان کی برکت کی توقع کا ثبوت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دیوبندی شارح سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

(۱) آں حضرت کے دست مبارک کی برکت سے ہر علت و مرض دور ہو جاتی تھی (۲) بزرگوں کے رقیہ' جھاڑ' پھونک وغیرہ سے بھی فائدہ اور برکت حاصل ہو سکتی ہے۔ (انوار الباری ج ۷ ص ۵۲' ادارہ تالیفات اشرفیہ' ملتان)

Marfat.com

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے بطورِ علاج اپنے وضوء کا پانی ان پر ڈالا' پہلے جو فضل النبی ﷺ آیا تھا' وہ بطور تبرک تھا اور یہ بطور علاج ہے' معلوم ہوا کہ دونوں طریقے جائز ہیں۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۳۲۴ 'مکتبۃ الحراء' کراچی)

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اکابر کو اصاغر کی عیادت کرنی چاہیے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۰۳۶۔ ج ۴ ص ۵۷۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) فرائض کا لغوی معنی (۲) مسلمان اور کافر کی ایک دوسرے کی وراثت میں مذاہب (۳) آثارِ صالحین سے تبرک حاصل کرنا (۴) کلالہ کی تعریف۔

٤٥- بَابُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ فِي الْمِخْضَبِ وَالْقَدَحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ

مخضب اور پیالے اور لکڑی اور پتھر کے برتن میں غسل اور وضوء کرنا

''مخضب'' کپڑے دھونے اور رنگنے کے برتن کو کہتے ہیں' اردو میں اس کو ٹب یا لگن کہا جاتا ہے' علامہ عینی نے اس کا معنی ''مرکن'' لکھا ہے' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں وضوء کا ذکر ہے۔

١٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ إِلٰى أَهْلِهِ، وَبَقِيَ قَوْمٌ، فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَاءٌ، فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ أَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهُ، فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ. قُلْنَا كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے عبداللہ بن بکر سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نماز کا وقت آ گیا تو جس کے اہل کا گھر قریب تھا' وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور باقی لوگ وہیں رہے' پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا مخضب لایا گیا' جس میں پانی تھا' وہ مخضب اتنا چھوٹا تھا کہ آپ اس میں اپنی ہتھیلی نہیں پھیلا سکتے تھے' پھر تمام لوگوں نے اس سے وضوء کر لیا' ہم نے پوچھا: تم لوگ کتنے تھے؟ انہوں نے کہا: اسی سے زیادہ تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

ہر قسم کے مادے کے برتن میں وضوء کرنے کا جواز

امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے یہ بتایا ہے کہ ہر قسم کے مادے کے برتن سے وضوء کرنا جائز ہے' خواہ وہ برتن پتھر کا ہو یا لکڑی کا یا مٹی کا یا تانبے اور پیتل کا ہو' اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ مخضب پتھر کا تھا' جس کے پانی سے آپ نے وضوء کیا تھا' اور بعض احادیث میں یہ تصریح بھی ہے کہ آپ نے پیتل کے برتن سے پانی لے کر وضوء فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے تو ہم نے آپ کے لیے پیتل کے طشت میں پانی نکالا تو آپ نے اس سے وضوء کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۰' سنن ابن ماجہ: ۴۷۱' المستدرک: ۶۰۰۔ ج ۱ ص ۱۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ پیتل کے ایک طشت سے پانی لے کر غسل کرتے تھے۔ (المستدرک: ۶۰۱۔ ج ۱ ص ۱۶۹)

Marfat.com

١٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ، وَمَجَّ فِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' از برید از ابو بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگایا' جس میں پانی تھا' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اور چہرہ کو اس میں دھویا اور اس میں کلی کی۔

اس حدیث کی تخریج اور اس کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٨ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

جس برتن میں کلی کی ہو' اس سے وضوء کرنے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

داؤدی نے کہا ہے کہ اس پانی سے وضوء کرنا جائز ہے' جس میں کلی کی ہو۔

اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ اس پانی کو پینا بھی جائز ہے اور اس کو اپنے چہرے اور سینہ پر ڈالنا بھی جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٣٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٩٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَتَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِّنْ صُفْرٍ، فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَدْبَرَ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے آپ کے لیے پیتل کے ایک طشت میں پانی نکالا تو آپ نے اس سے وضوء کیا' پس آپ نے اپنے چہرے کو تین بار دھویا اور اپنے ہاتھوں کو دو دو بار دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا' پس (اپنے ہاتھوں کو) آگے سے پیچھے لے گئے اور پیچھے سے آگے لائے اور اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ١٨٥ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

١٩٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ، اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ، بَيْنَ عَبَّاسٍ وَرَجُلٍ آخَرَ، قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیماری میں بوجھل ہو گئے اور آپ کا درد بہت شدید ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے یہ اجازت طلب کی کہ آپ اپنی بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں' آپ کی ازواج نے آپ کو اجازت دے دی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے درمیان گھر سے نکلے' آپ کے دونوں پیر زمین میں گھسٹتے

Marfat.com

هُوَ عَلِيٌّ. وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ، لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ. وَأُجْلِسَ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ، حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ.

[اطراف الحدیث: ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۲۵۸۸۔ ۳۰۹۹۔ ۴۴۴۲۔ ۵۷۱۴]

ہوئے لکیر بنا رہے تھے' آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص کے درمیان (چل رہے تھے)' عبید اللہ نے کہا: پس میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خبر دی' انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا شخص کون تھا؟ میں نے کہا: نہیں' انہوں نے کہا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی تھیں کہ گھر میں داخل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں سے پانی ڈالو جن کی ڈوریاں کھولی نہ گئی ہوں' شاید کہ میں لوگوں کو نصیحت کروں اور آپ کو ایک ٹب میں بٹھا دیا گیا' وہ ٹب آپ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا' پھر ہم آپ کے اوپر ان مشکوں سے پانی ڈالتے رہے' حتیٰ کہ آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم نے اپنا کام پورا کر لیا ہے' پھر ان لوگوں کی طرف چلے گئے۔

ہماری تحقیق کے مطابق اس متن کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں' دیگر کتب صحاح میں اور مسند احمد میں' اس متن کی روایت نہیں ہے' اس متن سے زائد عبارت کی روایت ہے یا اس سے کم متن کی روایت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالیمان' ان کا نام حکم بن نافع ہے (۲) شعیب بن ابی حمزہ دینار' ابو بشر الحمصی (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) عبید اللہ بن عبد اللہ (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۴)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ کو ٹب میں بٹھا دیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم شافی الامراض ہیں' پھر وفات تک آپ کے بیمار رہنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیماری میں بوجھل ہو گئے اور آپ کا درد زیادہ ہو گیا۔

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے یا آپ کے ہاتھ پھیرنے سے بیماروں کو شفاء ہو جاتی تھی' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ خود بیمار ہو گئے اور کئی ایام تک بیمار رہے اور شفاء یاب نہیں ہوئے اور اسی بیماری میں آپ کی وفات ہو گئی' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے معجزات اور کمالات ظاہر کرنے کے لیے آپ کے لعاب مبارک اور آپ کے ہاتھوں کے لمس میں شفاء رکھی اور یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ آپ ان کمالات کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بندہ ہیں اور خدا نہیں ہیں' آپ پر بیماری کے احوال طاری کیے' تا کہ آپ کے ان کمالات کو دیکھ کر کوئی شخص آپ میں الوہیت کا اعتقاد نہ کرے' جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند کمالات دیکھ کر ان کے بعض پیروکاروں نے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا تھا۔

آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ آپ بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر

Marfat.com

گزاریں اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر یہ واجب تھا کہ آپ باری باری ہر زوجہ کے گھر رہیں اور کسی ایک زوجہ کے پاس ایک سے زیادہ دن نہ رہیں اور چونکہ بیماری کے ایام میں بار بار گھر بدلنے میں مشقت اور زحمت ہوتی ہے اس لیے آپ نے باقی ازواج سے اجازت لی کہ آپ بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاریں۔

علامہ بدرالدین عینی نے یہ لکھا ہے کہ آپ پر ازواج کے لیے باریوں کی تقسیم واجب تھی ورنہ آپ ازواج سے اجازت نہ لیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۶)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ آپ پر باریوں کی تقسیم واجب تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے دیگر ازواج کی دل جوئی کے لیے ان سے اجازت طلب کی ہو۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۳۵ ۷ دار المعرفہ بیروت)

مصنف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ آپ پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب نہ تھی قرآن مجید میں ہے:

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ. ان میں سے جس کو آپ چاہیں اپنے پاس سے موخر کردیں (الاحزاب:٥١) اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں۔

اس آیت میں "ترجی" کا لفظ ہے یہ "ارجاء" سے بنا ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز کو مؤخر کرنا یعنی ازواج میں سے آپ جس بیوی کی باری چاہیں مؤخر کردیں اور "تؤوی" کا لفظ ہے یہ "ایواء" سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے: جگہ دینا اور یہاں مراد ہے: آپ جس بیوی کی باری کو چاہیں مقدم کردیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر بیویوں کی باری کی تقسیم واجب نہیں کی تھی اور آپ نے جو باریاں تقسیم کی ہوئی تھیں وہ محض آپ کا فضل اور آپ کی شفقت تھی اور آپ نے دیگر ازواج سے بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنے کی اجازت طلب کی تھی وہ بھی آپ کی شفقت تھی اور آپ کا فضل تھا اور ان ازواج کی دل جوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص کے درمیان چل رہے تھے حضرت ابن عباس نے بتایا کہ جس شخص کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں لیا وہ حضرت علی تھے۔

حضرت علی کا نام نہ لینے کی توجیہ

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام اس لیے نہیں لیا تھا کہ حضرت عائشہ کو حضرت علی سے شکایت تھی کیونکہ جب منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان بن معطل کے ساتھ تہمت لگائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفتیش کی تو باقی صحابہ نے تو یہ کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! ہم آپ کی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتے اور حضرت علی نے یہ کہا تھا: یارسول اللہ! اللہ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی اور ان کے سوا اور بہت عورتیں ہیں۔ (صحیح البخاری:۲۶۶۱)

اس کی زیادہ بہتر توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک جانب تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری جانب آدمی بدل رہے تھے کبھی حضرت علی ہوتے کبھی حضرت فضل بن عباس ہوتے اور کبھی حضرت اسامہ بن زید ہوتے تو چونکہ دوسری جانب کوئی آدمی معین نہیں تھا اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسری جانب کے لیے کسی شخص کا نام نہیں لیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سات مشکوں کے پانی سے غسل کرانے کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ کا درد زیادہ ہوگیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں سے پانی ڈالو جن کی ڈوریاں کھولی نہ گئیں ہوں۔ آپ نے پانی ڈالنے کا حکم اس لیے دیا تھا تا کہ بخار کی تیزی اور حدت میں تخفیف ہو جدید میڈیکل سائنس

Marfat.com

کی بھی یہی تحقیق ہے کہ جب بخار بہت تیز ہو جائے تو برف سے ٹکور کرنی چاہیے اور آپ نے سات مشکوں کا جو فرمایا' ہو سکتا ہے' اس کی وجہ یہ ہو کہ اکثر اُمور شرعیہ میں سات کا عدد معتبر ہے' جیسے طواف کے سات چکر ہیں اور صفا اور مروہ میں سات بار سعی کی جاتی ہے اور شیطان کو سات کنکریاں ماری جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اکثر مخلوقات بھی سات ہیں' جیسے سات زمینیں اور سات آسمان ہیں اور ہفتہ کے دن بھی سات ہیں' یا سات مشکوں کی کوئی اور وجہ ہو' جس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو ہے' باقی یہ جو فرمایا کہ ان مشکوں کی ڈوریاں کھولی نہ گئی ہوں' یہ اس لیے فرمایا کہ اگر ان مشکوں کا منہ کھلا ہوا ہو تو اس کے پانی میں گرد و غبار چلا جائے گا' آپ چاہتے تھے کہ آپ کے اوپر صاف اور شفاف پانی ڈالا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیماری میں زیادہ تکلیف زیادہ اجر کی موجب ہے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کو درد زیادہ ہو گیا تھا' آپ کو درد اس لیے زیادہ ہوتا تھا تا کہ آپ کا اجر زیادہ ہو' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' اس وقت آپ کو بخار چڑھا ہوا تھا' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کو بہت شدید بخار ہے' آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار آتا ہے' جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو بخار آتا ہے' میں نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے لیے اس میں دو اجر ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! یہ بات اسی طرح ہے' جس مسلمان کو بھی اذیت پہنچتی ہے' کانٹا ہو یا اس سے زیادہ کوئی چیز ہو' اللہ اس اذیت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے' جس طرح درخت سے پتے گرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۶۴۷' صحیح مسلم: ۲۵۷۱)

حدیث الباب کے دیگر مسائل

اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل کے لیے ٹب میں بٹھایا گیا' اس سے معلوم ہوا کہ ٹب میں بیٹھ کر غسل کرنا سنت ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: شاید میں تم کو نصیحت کروں' اس سے وصیت کرنے کا استحباب معلوم ہوا اور علاج کی نیت سے مریض کو غسل کرانے کا جواز معلوم ہوا' آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں سے پانی ڈالو' جن کی ڈوریاں کھولی نہ گئی ہوں' اس سے علاج کا سنت ہونا ثابت ہوا اور ان لوگوں کا رد ہو گیا جو علاج کو توکل کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنا چاہتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی متعدد بیویاں ہوں تو یہ جائز ہے کہ اس کو کسی ایک بیوی کے پاس سکون حاصل ہو' اس سے آپ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت کا پتا چلا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت معلوم ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۷)

٤٦- بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ التَّوْرِ — طشت سے پانی لے کر وضوء کرنا

باب کے عنوان میں "تور" کا لفظ ہے' جس کا معنی طشت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں اس کا معنی لوٹا ہو۔ باب سابق میں ٹب میں بٹھا کر غسل کرانے کا ذکر تھا اور اس باب میں طشت یا لوٹے سے وضوء کرنے کا ذکر ہے۔

۱۹۹- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ عَمِّيْ يُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوْءِ، قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَخْبِرْنِيْ كَيْفَ رَاَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ؟ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ، فَكَفَاَ عَلٰى يَدَيْهِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: میرے چچا بہت وضوء کرتے تھے' انہوں نے حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے بتائیں آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاغْتَرَفَ بِهَا، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِهِ مَاءً فَمَسَحَ بِهِ رَأْسَهُ، فَأَدْبَرَ بِهِ وَأَقْبَلَ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ.

کس طرح وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ انہوں نے پانی کا ایک تسلا منگایا' اور اس سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی انڈیلا' پھر دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا' پھر اپنا ہاتھ تسلے میں داخل کیا' پس ایک چلو سے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا' پھر اپنا ہاتھ (تسلے میں) داخل کیا' اس سے چلو میں پانی لیا' پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا' پھر اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو بار دھویا' پھر اپنے ہاتھ میں پانی لیا' پس اپنے سر کا مسح کیا' پس اپنے ہاتھ کو پیچھے لے گئے اور آگے لائے' پھر اپنے دونوں پیروں کو دھویا' پھر فرمایا: اس طرح میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۸۵ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۰۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِإِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ، فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيهِ شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ، فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ، قَالَ أَنَسٌ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ، قَالَ أَنَسٌ فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّأَ مِنْهُ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى الثَّمَانِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کا برتن منگایا تو ایک کشادہ پیالہ لایا گیا' جس میں تھوڑا سا پانی تھا' آپ نے اس میں اپنی انگلیاں رکھ دیں' حضرت انس نے کہا: میں اس پانی کی طرف دیکھ رہا تھا' جو آپ کی انگلیوں سے اُبل رہا تھا' حضرت انس نے کہا: میں نے اندازہ کیا' جن لوگوں نے اس پانی سے وضوء کیا' ان کی تعداد ستر سے اسی تک تھی۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٤٧- بَابُ الْوُضُوْءِ بِالْمُدِّ
ایک لیٹر پانی سے وضوء کرنا

''مُد'' ایک پیمانہ ہے' جس میں تقریباً ایک لیٹر پانی آتا ہے' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور فقہاء عراق کے نزدیک ایک مد دو رطل کا ہوتا ہے (رطل بھی ایک پیمانہ ہے' جو تقریباً نصف لیٹر کے برابر ہوتا ہے)' امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مد یعنی دو رطل سے وضوء کرتے تھے اور ایک صاع (چار لیٹر پانی) سے غسل کرتے تھے یعنی آٹھ رطل سے (سنن دار قطنی: ۳۰۹-ج ۱ ص ۲۳۸' دار المعرفة' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۷۲)۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۹)

۲۰۱- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ أَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ، وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جبر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صاع پانی سے پانچ مد (چار لیٹر سے پانچ لیٹر) تک پانی سے غسل

Marfat.com

کرتے تھے اور ایک مُد (ایک لیٹر) پانی سے وضوء کرتے تھے۔

(صحیح مسلم:۳۲۵' الرقم المسلسل:۷۲۲' سنن ابوداؤد:۹۵' سنن ترمذی:۶۰۹' سنن نسائی:۳۴۵ـ۲۲۶ـ۷۳' سنن بیہقی ج۱ ص۸۹' مسند ابویعلیٰ: ۴۰۹۳' سنن داری:۶۸۹' صحیح ابن خزیمہ:۱۱۶' مسند ابوعوانہ ج۱ ص۲۳۲' صحیح ابن حبان:۱۲۰۴ـ۱۲۰۳' شرح السنۃ:۲۷۷' سنن دار قطنی ج۱ ص۹۴ـ ج۲ ص۱۵۳' المعجم الاوسط:۹۲۶' مسند احمد ج۶ ص۱۲۱' مسند احمد ج۳ ص۱۱۲ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۱۰۵ـ ج۱۹ ص۱۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم بن دکین' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) مسعر بن کدام' ابونعیم نے کہا: مسعر اپنی حدیث میں بہت شک کرنے والے تھے' شعبہ نے کہا: ہم مسعر کو ان کے صدق کی وجہ سے مصحف کہتے تھے' ابراہیم بن سعد نے کہا: جب شعبہ اور سفیان کسی چیز میں شک کرتے تو وہ کہتے: چلو میزان کی طرف یعنی مسعر کی طرف' یہ ۱۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابن جبر' اس سے مراد جبر کے پوتے ہیں کیونکہ ابن جبر جو ابن سعد ہیں' ان کی اس کتاب میں حضرت انس سے کوئی روایت نہیں ہے' ابن جبر کو جابر بن عتیک کہا جاتا ہے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۳ ص۱۴۰)

وضوء اور غسل میں پانی کی مقدار کا معین نہ ہونا اور فرق اور مکوک کے معنی

اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صاع سے پانچ مُد (چار لیٹر سے پانچ لیٹر) تک پانی سے غسل کرتے تھے' بعض اوقات آپ چار لیٹر پانی سے غسل کرتے اور بعض اوقات پانی زیادہ لیتے اور پانچ لیٹر پانی سے غسل کرتے' اس سے معلوم ہوا کہ غسل میں پانی کی مقدار معین نہیں ہے' بلکہ اس میں قلیل اور کثیر پانی کافی ہے' جب اس سے پورے بدن کا غسل ہو جائے اور مستحب یہ ہے کہ غسل اور وضوء میں پانی کی جو مقدار ذکر کی گئی ہے' اس سے کم پانی نہ لیا جائے اور جس آدمی کی جسامت اوسط جسامت سے کم ہو' وہ اس سے کم مقدار سے بھی غسل کر سکتا ہے اور جس کی جسامت اوسط جسامت سے زیادہ ہو' وہ اس سے زیادہ مقدار پانی کو بھی استعمال کر سکتا ہے۔

بعض احادیث میں ''فَرَق'' اور بعض میں ''فَرْق'' کا لفظ ہے' ابن الاثیر نے کہا کہ ''فَرَق'' ۱۶ رطل ہے یعنی آٹھ کلوگرام یا آٹھ لیٹر کا پیمانہ اور ''فَرْق'' ۱۲۰ رطل ہے یعنی ۶۰ کلوگرام یا ۶۰ لیٹر کا پیمانہ' اور بعض احادیث میں ''مکوک'' کا لفظ ہے' ''مکوک'' اور ''مُد'' کا ایک معنی ہے یعنی ایک کلوگرام اور ایک لیٹر کا پیمانہ۔ (عمدۃ القاری ج۳ ص۱۴۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اتنی مقدار پانی کے ساتھ وضوء اور غسل کرنا جمہور فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔
(فتح الباری ج۱ ص۳۷۷)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم:۶۴۵ـ ج۱ ص۱۰۱۸ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤٨- بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ — موزوں پر مسح کرنا

یعنی یہ باب موزوں پر مسح کرنے کے حکم میں ہے اور گزشتہ باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب وضوء کے احکام پر مشتمل ہیں۔

٢٠٢- حَدَّثَنَا اَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ الْمِصْرِيُّ' عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرٌو' قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ' عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج المصری نے حدیث بیان کی از ابن وہب' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنضر نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

عُمَرَ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ مَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ. وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ سَاَلَ عُمَرَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ نَعَمْ ، اِذَا حَدَّثَكَ شَیْئًا سَعْدٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، فَلَا تَسْاَلْ عَنْهُ غَیْرَهٗ.

ابوسلمہ بن عبد الرحمان از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ نے موزوں پر مسح کیا اور بے شک حضرت عبد اللہ بن عمر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا تو حضرت عمر نے کہا: ہاں! جب تمہیں حضرت سعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کریں تو تم اس کے متعلق کسی اور سے سوال نہ کرو۔

وَقَالَ مُوْسَی بْنُ عُقْبَةَ اَخْبَرَنِیْ اَبُو النَّضْرِ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ سَعْدًا حَدَّثَهٗ فَقَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ اللّٰهِ نَحْوَهٗ.

اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا: مجھے ابو النضر نے خبر دی کہ بے شک ابوسلمہ نے ان کو خبر دی کہ بے شک حضرت سعد نے ان کو حدیث بیان کی تو حضرت عمر نے حضرت عبد اللہ سے اسی کی مثل کہا۔

(سنن نسائی: ۱۲۱ صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۲ مسند احمد ج ۱ ص ۱۵ طبع قدیم مسند احمد: ۸۸- ج ۱ ص ۲۴۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

موزوں پر مسح کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال المالکی القرطبی لکھتے ہیں:

موزوں پر مسح کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور امام مالک سے اس کے متعلق تین روایات ہیں اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

خوارج نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا بالکل جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

شیعہ نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت علی نے موزوں پر مسح نہیں کیا۔

اہل سنت و جماعت کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہ شہرت یہ احادیث مروی ہیں کہ آپ نے موزوں پر مسح کیا ہے اور ان صحابہ سے بھی جو آپ سے سفر اور حضر میں جدا نہیں ہوتے تھے۔

جن صحابہ سے موزوں پر مسح کرنا منقول ہے ان کے اسماء یہ ہیں: (۱) حضرت عمر بن الخطاب (۲) حضرت علی (۳) حضرت سعد (۴) حضرت ابن مسعود (۵) حضرت المغیرہ بن شعبہ (۶) حضرت خزیمہ بن ثابت (۷) حضرت ابن عباس (۸) حضرت جریر بن عبد اللہ (۹) حضرت انس (۱۰) حضرت عمرو بن العاص (۱۱) حضرت ابوایوب (۱۲) حضرت ابوامامہ الباہلی (۱۳) حضرت سہل بن سعد (۱۴) حضرت قیس بن سعد (۱۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری (۱۶) حضرت ابوسعید (۱۷) حضرت جابر (۱۸) حضرت حذیفہ (۱۹) حضرت عمار (۲۰) حضرت ابومسعود الانصاری (۲۱) حضرت جابر بن سمرہ (۲۲) حضرت البراء بن عازب (۲۳) حضرت ابوبکرہ (۲۴) حضرت بلال (۲۵) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہم۔ ان کے علاوہ اور اصحاب بھی ہیں حتیٰ کہ الحسن البصری نے کہا: مجھ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر اصحاب نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے پس یہ حدیث حدیث متواتر کے قائم مقام ہے۔

حضرت المغیرہ ۹ھ میں غزوۂ تبوک میں تھے لہٰذا ان لوگوں کا قول ساقط ہو گیا جو کہتے ہیں کہ وضوء کی آیت مدنی ہے اور اس سے موزوں پر مسح منسوخ ہو گیا اور غزوۂ تبوک مدینہ کا آخری غزوہ تھا اور سورۂ مائدہ اس سے پہلے نازل ہوئی تھی جس میں آیت وضوء ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ. اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پیروں پر۔

Marfat.com

(النساء: ۴۳' المائدہ: ٦)

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: جب "ارجلکم" پر زیر پڑھا جائے تو یہ آیت اس پر محمول ہے' جب موزے پہنے ہوئے ہوں تو اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے موزوں پر۔

موزوں پر مسح کے غیر منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ مائدہ کے نزول کے وقت اپنے اصحاب سے یہ نہیں کہا کہ اس آیت نے موزوں پر مسح کو منسوخ کر دیا۔

اور صحابہ میں سے کسی نے موزوں پر مسح کا انکار نہیں کیا' سوا حضرت ابن عباس کے اور حضرت علی' حضرت عائشہ' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوایوب سے بھی موزوں پر مسح کی روایت ہے۔

رہے حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ تو ان سے اس کے انکار کے خلاف بھی روایت ہے' جو باقی صحابہ کی موافقت میں ہے۔

امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ حضرت ابن عباس' حضرت عائشہ اور حضرت ابوایوب سے جو موزوں پر مسح کے انکار کی روایت ہے' آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوایوب سے یہ روایت ہے کہ مجھے پیروں کا دھونا پسند ہے' اگر کسی شخص کا ایسا قول ہو اور وہ موزوں پر مسح کا انکار نہ کرے تو ہم اس کی مذمت نہیں کریں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

(شرح ابن بطال ج۱ ص ۳۱۳۔ ۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

صحابہ رضی اللہ عنہم کا موزوں کے مسح پر قولاً وفعلاً اجماع ہے' تمام صحابہ موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے' حتیٰ کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک موزوں پر مسح کرنے کے جواز کا عقیدہ رکھنا' اہل سنت وجماعت کی شرائط میں سے ہے' انہوں نے کہا: اہل سنت کی علامت یہ ہے کہ تم شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کو فضیلت دو' اور دو داماموں (حضرت عثمان اور حضرت علی) سے محبت رکھو' موزوں پر مسح کو جائز سمجھو اور چھواروں کے نبیذ کو حرام نہ قرار دو۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کو جائز نہیں کہا' جب تک کہ اس کا جواز مجھ پر روز روشن کی طرح واضح نہیں ہو گیا اور اس کا انکار کرنا صحابہ کرام پر رد کرنا ہے اور ان کو خطاء پر قرار دینا ہے' اس لیے علامہ کرخی نے کہا ہے: جو موزوں پر مسح کا انکار کرے' مجھے اس پر کفر کا خطرہ ہے۔

حضرت عائشہ اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح کیا۔ (سنن دار قطنی ج۱ ص ۱۹۴)

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا' جب ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا' ان سے پوچھا گیا: سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد؟ تو انہوں نے کہا: میں سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد ہی تو اسلام لایا ہوں۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۲' مسند احمد ج۴ ص ۳۵۸' صحیح البخاری: ۳۸۷' صحیح مسلم: ۲۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۵۴' سنن ترمذی: ۹۳' سنن ابن ماجہ: ۵۴۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۶' مصنف عبد الرزاق: ۷۵۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص ۱۷۶' المستدرک ج۱ ص ۱۶۹) (بدائع الصنائع ج۱ ص ۱۳۴۔ ۱۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

٢٠٣- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدِ الْحَرَّانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ، فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيهَا مَاءٌ، فَصَبَّ عَلَيْهِ حِينَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد الحرانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از سعد بن ابراہیم از نافع بن جبیر از عروہ بن المغیرہ از والد خود حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ قضاء حاجت کے لیے گھر سے نکلے حضرت المغیرہ چمڑے کے ایک برتن کو لے کر آپ کے پیچھے گئے جس میں پانی تھا جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے آپ کے اوپر پانی ڈالا پس آپ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ١٨٢ کا مطالعہ فرمائیں۔

٢٠٤- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ، أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

وَتَابَعَهُ حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، وَأَبَانُ عَنْ يَحْيَى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری کہ ان کے والد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔

شیبان بن عبد الرحمان کی حرب بن شداد نے اور ابان نے متابعت کی ہے از یحییٰ۔

[طرف الحدیث: ٢٠٥]

(صحیح مسلم: ٢٧٤، الرقم المسلسل: ٦١٥، سنن ابوداؤد: ١٥١-١٤٩، سنن نسائی: ١٢٤-٨٢-٧٩، سنن ابن ماجہ: ٥٤٥، صحیح ابن خزیمہ: ١٨١، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٣، سنن بیہقی ج ١ ص ٢٧٠، مسند احمد ج ٤ ص ١٣٩ طبع قدیم، مسند احمد ج ٢٨ ص ٤٨٣، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) ابونعیم الفضل بن دکین (٢) شیبان بن عبد الرحمان النحوی (٣) یحییٰ بن ابی کثیر تابعی (٤) ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمان بن عوف ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (٥) جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری یہ عبد الملک بن مروان کے رضاعی بھائی تھے اور کبار تابعین میں سے تھے ان کی وفات ٩٥ ھ میں ہوئی (٦) حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ یہ غزوۂ بدر اور احد میں مشرکین کے ساتھ تھے اور اس وقت اسلام لائے جب مشرکین احد سے چلے گئے تھے یہ عرب کے بہادر آدمیوں میں سے تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے ان میں سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٤٩)

اس حدیث میں موزوں پر مسح کرنے کے جواز کا بیان ہے۔

٢٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی از یحییٰ از ابی سلمہ از جعفر بن عمرو از والد خود انہوں نے کہا: میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

Marfat.com

وَتَابَعَهُ مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اوزاعی کی متابعت معمر نے کی ہے از یحییٰ از ابی سلمہ از عمرو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ (نے اپنے عمامہ اور اپنے موزوں پر مسح کیا)۔

اس حدیث کی تشریح اور تخریج صحیح البخاری: ۲۰۴ میں ملاحظہ فرمائیں اور عمامہ پر مسح کی تحقیق صحیح البخاری: ۱۸۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٤٩- بَابٌ اِذَا اَدْخَلَ رِجْلَيْهِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ

جب کسی شخص نے اپنے پیروں کو موزوں میں داخل کیا اور وہ پاک تھے

یعنی اس کے پیر حدث سے پاک تھے' اس باب کی سابق باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں موزوں پر مسح کرنے کا حکم ہے۔

٢٠٦- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَاَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ دَعْهُمَا، فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ. فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی' از عامر از عروہ بن المغیرہ از والد خود' انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا' میں نے آپ کے موزے اتارنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ان کو رہنے دو کیونکہ میں نے ان میں پیروں کو پاک حالت میں داخل کیا ہے' پس آپ نے ان پر مسح کیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) زکریا بن ابی زائدہ الکوفی (۳) عامر بن شراحیل الشعبی التابعی' انہوں نے کہا: میں نے پانچ سو صحابہ کو پایا یا اس سے زیادہ کو' وہ سب یہ کہتے تھے کہ حضرت علی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جنت میں ہیں (۴) عروہ بن المغیرہ (۵) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ' ان سب کا تفصیلی تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۱)

حافظ ابن حجر کے نزدیک موزے پہنتے وقت طہارتِ کاملہ کی شرط ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک حدث کے وقت' اس پر حافظ ابن حجر کا فقہاء احناف پر اعتراض

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے موزوں میں پیروں کو پاک حالت میں (یعنی باوضوء) داخل کیا ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے' خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور جمہور فقہاء نے اس طہارت سے وضوء شرعی مراد لیا ہے' داؤد ظاہری نے ان کی مخالفت کی ہے' اس نے کہا ہے کہ جب اس کے پیروں پر نجاست نہ ہو اور وہ موزوں کو پہن لے تو وہ ان پر مسح کر سکتا ہے کیونکہ اس نے پاک پیروں کو موزوں میں داخل کیا اور اگر اس نے پیروں کو وضوء کی نیت سے دھویا' پھر موزوں کو پہن لیا' پھر بعد میں باقی اعضاء پر وضوء کیا تو امام شافعی اور ان کے موافقین کے نزدیک اب بھی موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک وضوء میں ترتیب واجب ہے اور جس کے نزدیک ترتیب واجب نہیں ہے' اس کے نزدیک بھی اس صورت میں موزوں پر مسح جائز نہیں ہے کیونکہ وضوء میں تجزی نہیں ہے' لیکن فقہاء احناف میں سے صاحب ہدایہ نے کہا ہے: موزوں پر مسح کرنے کے جواز کی شرط یہ ہے کہ

Marfat.com

موزوں کو طہارتِ کاملہ پر پہنا جائے اور طہارتِ کاملہ سے مراد یہ ہے کہ وضوء ٹوٹنے کے وقت طہارتِ کاملہ ہو نہ کہ موزوں کے پہننے کے وقت' پس اس صورت میں جب اس نے مکمل وضوء کیا' پھر اس نے وضوء توڑ دیا تو اس کے لیے اب موزوں پر مسح کرنا جائز ہے کیونکہ وضوء توڑنے کے وقت اس کی طہارت کامل تھی (ہدایہ کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عسقلانی کہتے ہیں کہ اس باب کی حدیث صاحب ہدایہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ اس حدیث میں مسح کے جواز کے لیے موزے پہننے سے پہلے طہارت کو شرط قرار دیا ہے اور جس چیز کی صحت کسی شرط پر موقوف ہو وہ چیز اس شرط کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔
(فتح الباری ج ۱ ص ۴۱۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

فقہاء احناف کی طرف سے علامہ عینی کا جواب اور حافظ ابن حجر کا رد

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس تقریر کے رد میں حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

صاحب ہدایہ نے یہ کہا ہے کہ جب موزوں کو طہارتِ کاملہ پر پہنا جائے' طہارتِ کاملہ کی شرط موزوں کو پہننے کے وقت نہیں ہے بلکہ وضوء ٹوٹنے کے وقت ہے اور ہمارا یہی مذہب ہے حتیٰ کہ اگر اس نے دونوں پیروں کو دھویا اور موزوں کو پہن لیا' پھر اس نے مکمل وضوء کر لیا' پھر اس نے وضوء توڑ دیا تو اس کا موزوں پر مسح کرنا کافی ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ موزے پیروں میں حدث کے حلول کرنے سے مانع ہیں' پس جو حدث سے منع کا وقت ہو' اس وقت طہارت کامل ہونی چاہیے' حتیٰ کہ اگر اس وقت طہارت ناقص ہو تو پھر موزے حدث کے لیے رافع بن جائیں گے' اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے رد کی تقریر یہ ہے کہ اس باب کی حدیث صاحب ہدایہ کے خلاف حجت نہیں ہے' کیونکہ اولاً ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارتِ کاملہ پر موزے پہننے کی شرط میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' اختلاف اس میں ہے کہ طہارتِ کاملہ کی شرط موزے پہننے کے وقت ہے یا حدث کے وقت ہے' ہمارے نزدیک یہ حدث کے وقت شرط ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ موزے پہننے کے وقت ہے اور اس اختلاف کا نتیجہ اس وقت ظاہر ہوگا کہ جب ایک شخص پہلے اپنے پیروں کو دھوئے اور موزے پہن لے' پھر اس کے بعد پورا وضوء کرے' وضوء ٹوٹنے سے پہلے پھر وہ وضوء توڑ دے تو ہمارے نزدیک اس کا موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے' کیونکہ حدث کے وقت اس کی طہارت کاملہ تھی اور موزے پہننے کے وقت اس کی طہارت کاملہ نہیں تھی' اسی طرح اگر اس نے ترتیب سے وضوء کیا' لیکن اس نے ایک پیر کو دھو کر موزہ پہن لیا' پھر دوسرا پیر دھو کر دوسرا موزہ پہن لیا' تب بھی ہمارے نزدیک اس کے حدث کے بعد اس کا موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے' حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ جو چیز کسی شرط پر موقوف ہو' اس کا وجود اس شرط کے بغیر صحیح نہیں ہے' یہ قاعدہ درست ہے لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارتِ کاملہ کی شرط موزے پہننے کے وقت عائد کی ہے' کیونکہ یہ بات حدیث کی عبارت سے مفہوم نہیں ہوتی' زیادہ سے زیادہ جو بات ہے' وہ یہ ہے کہ آپ نے یہ خبر دی ہے کہ جس وقت آپ نے موزے پہنے تھے' اس وقت آپ کے دونوں قدم طاہر تھے' پس ہم نے اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ مسح کے جواز کے لیے طہارت شرط ہے' خواہ طہارت موزوں کے پہننے کے وقت ہو یا طہارت حدث کے وقت ہو اور موزے پہننے کے وقت کامل طہارت ہونے کی قید یہ ایک زائد چیز ہے' جو حدیث کی عبارت سے مفہوم نہیں ہوتی اور جب یہ بات واضح ہو گئی تو پھر یہ حدیث صاحب ہدایہ کے خلاف حجت نہیں ہے' بلکہ ان کے موافق حجت ہے اور امام شافعی کے خلاف حجت ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ قید نہیں ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کامل ہونی چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت صفوان بن عسال المرادی کے پاس گیا' انہوں نے کہا: تم کس لیے آئے ہو؟ میں

Marfat.com

نے کہا: میں علم کی طلب میں آیا ہوں' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص بھی اپنے گھر سے علم کی طلب میں نکلتا ہے تو فرشتے اس کی رضا کے لیے اپنے پَر بچھاتے ہیں' زر نے کہا: میں آپ سے موزوں پر مسح کے متعلق سوال کرنے آیا ہوں' حضرت صفوان نے کہا: ہم اس لشکر میں تھے' جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا' پس آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے موزوں پر مسح کریں' جب کہ ہم نے موزوں میں اپنے پیروں کو باوضوء داخل کیا ہو' جب ہم سفر کریں تو تین دن تک مسح کریں اور تین رات تک مسح کریں' جب ہم مقیم ہوں اور ہم موزوں کو پاخانے یا پیشاب کے وقت نہ اتاریں' صرف جنابت کے وقت اتاریں۔

الحدیث (صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۳۔ ج ۱ ص ۹۷' المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ ہم اپنے موزوں پر مسح کریں' اس میں یہ مقدر ہے کہ جب ہم اپنا وضوء توڑیں تو موزوں پر مسح کریں کیونکہ موزوں پر مسح کرنے کا وقت وضوء توڑنے کے بعد ہے اور اس سے پہلے وضوء کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ وضوء کر کے موزے پہنے ہوئے تھے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ موزے پہننے سے پہلے طہارتِ کاملہ شرط ہے تو انہیں یہ بتانا چاہیے کہ دلالت کی اقسام میں سے یہ کون سی دلالت ہے۔

٥٠- بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ وَالسَّوِيْقِ

جس شخص نے بکری کا گوشت اور ستو کھا کر وضوء نہیں کیا

اس عنوان میں بکری کا ذکر قید احترازی نہیں ہے' کسی بھی حلال جانور کا پکا ہوا گوشت کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا' اسی طرح ستو ہو یا آگ پر پکی ہوئی کوئی اور چیز ہو' اس کے کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ اس باب کی سابقہ ابواب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ تمام ابواب احکامِ وضوء پر مشتمل ہیں۔

وَاَكَلَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمْ يَتَوَضَّؤُوْا.

اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے کھایا' پھر وضوء نہیں کیا۔

امام بخاری نے یہ مکمل حدیث کا ایک قطعہ ذکر کیا ہے' مکمل حدیث امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے "مسند الشامیین" میں ذکر کی ہے:

سلیمان بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کو دیکھا' انہوں نے آگ کی پکی ہوئی چیز کو کھایا اور وضوء نہیں کیا۔ (بہ حوالہ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۴)

نیز اس حدیث کی امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے بھی روایت کی ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ روٹی اور گوشت کھایا' انہوں نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۲۰۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ' ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از عبد اللہ بن عباس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ (کندھا) کھایا' پھر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

[اطراف الحدیث: ۵۴۰۴۔ ۵۴۰۵] (صحیح مسلم: ۳۵۴' الرقم المسلسل: ۷۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۷' سنن ابن ماجہ: ۴۹۰' المنتقی: ۲۲' صحیح ابن

Marfat.com

خزیمہ: ۳۹۔ ۴۰ ' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۵۳ ' صحیح ابن حبان: ۱۱۳۳ ' المعجم الکبیر: ۱۰۷۸۹ ' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۷ طبع قدیم ' مسند احمد: ۲۰۰۲ ' ج ۳ ص ۳۵۵ ' مؤسسۃ الرسالۃ ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کا کندھا کھایا' پھر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث کے تمام رجال کا پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء نہ کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے نکلے' انہوں نے آپ کے لیے کندھے کا گوشت پکایا تھا' آپ نے اس سے کھایا' پھر گھر سے نکلے' نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

(سنن ترمذی: ۱۸۲۹ ' سنن نسائی: ۱۸۲ ' سنن ابن ماجہ: ۴۹۱ ' مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۷ ' شرح معانی الآثار: ۳۶۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے ہماری دعوت کی' اُس نے ہمارے لیے ایک بکری کو ذبح کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب روٹی اور گوشت رکھا' آپ نے اس سے کھایا' پھر پانی منگا کر وضوء کیا' پھر ظہر کی نماز پڑھائی' پھر بقیہ طعام منگایا' پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور وضوء نہیں کیا۔

(شرح معانی الآثار: ۳۰۷ ' سنن ابوداؤد: ۱۹۱ ' سنن ترمذی: ۸۰ ' سنن ابن ماجہ: ۴۸۹ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۷ ' سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۶)

ام حکیم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' آپ نے کندھے کا گوشت کھایا' پھر حضرت بلال نے اذان دی' آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۱۹ ' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۸۴ ' شرح معانی الآثار: ۳۷۳)

عبید اللہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بکری کا پیٹ پکایا' آپ نے اس سے کھایا' پھر عشاء کی نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۸۵۔ ۸۴ ' شرح معانی الآثار: ۳۷۳)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے اس کی مثل ایک حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بکری کے پیٹ سے مراد ہے: جس پر اس کا پیٹ مشتمل ہو یعنی انتڑیاں۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج ۱ ص ۳۸۸ ' قدیمی کتب خانہ ' کراچی)

ام عامر بنت یزید ایک خاتون ہیں' جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک گوشت والی ہڈی لے کر آئیں' آپ نے اس سے گوشت کھایا' پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

(المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۴۹۔ ۱۴۸ ' شرح معانی الآثار: ۳۸۲)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر اصحاب کا اس پر عمل ہے اور تابعین کا اور ان کے بعد کے فقہاء کا جیسے سفیان ثوری' ابن المبارک' امام شافعی' امام احمد اور امام اسحاق' انہوں نے گمان کیا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز سے کھانے کے بعد وضوء واجب نہیں ہوتا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دو کاموں میں سے آخری کام ہے اور سنن ترمذی: ۸۰ اس سے پہلی حدیث کے لیے ناسخ ہے' جس میں آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضوء کرنے کا حکم دیا تھا۔ (سنن ترمذی ص ۵۱۔ ۵۰ ' دار المعرفۃ ' بیروت ' ۱۴۲۳ھ)

آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا حکم اور اس کا منسوخ ہونا

جن احادیث میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا ذکر یا حکم ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پنیر کا ایک ٹکڑا کھایا' پھر اس سے وضوء کیا۔

Marfat.com

(المعجم الکبیر ج ۵ ص ۱۰۵' شرح معانی الآثار:۳۳۹)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا ہو اس سے وضوء کرو۔ (صحیح مسلم:۳۵۲' الرقم المسلسل:۷۷۱' سنن نسائی:۱۷۱' شرح معانی الآثار:۳۴۰)

سعید بن ابی سفیان بن المغیرہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے ان کے لیے ستو منگائے' انہوں نے پی لیے' پھر حضرت ام حبیبہ نے کہا: اے بھتیجے! وضوء کرو' انہوں نے کہا: میں نے تو وضوء نہیں توڑا' حضرت ام حبیبہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اس سے وضوء کرو۔

(سنن ابوداؤد:۱۹۵' سنن نسائی:۱۸۱۔۱۸۰' شرح معانی الآثار:۳۴۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا ہو اس سے وضوء کرو' خواہ پنیر کے ٹکڑے سے۔ (سنن ترمذی:۷۹' سنن ابوداؤد:۱۹۴' صحیح مسلم:۳۵۲' سنن نسائی:۱۷۵۔۱۷۴۔۱۷۳۔۱۷۲' سنن ابن ماجہ:۴۸۵' مصنف عبد الرزاق:۶۶۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۹۔۴۷۸۔۴۷۰' شرح معانی الآثار:۳۴۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۵۵)

یہ احادیث ان احادیث سے منسوخ ہو چکی ہیں' جن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضوء نہیں کیا اور نماز پڑھی یا نماز پڑھائی اور جیسا کہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری کام یہی تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن احادیث میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد وضوء لغوی ہو یعنی صرف ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:۶۹۶۔ ج ۱ ص ۱۰۴۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں بتایا ہے کہ جن احادیث میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا حکم ہے' وہ منسوخ ہیں یا اس وضوء سے مراد لغوی وضوء ہے۔

۲۰۸- حَدَّثَنِی یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ' عَنْ عُقَیْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّةَ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْتَزُّ مِنْ کَتِفِ شَاةٍ' فَدُعِیَ اِلَی الصَّلٰوةِ' فَاَلْقَی السِّکِّیْنَ' فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّاْ.

[اطراف الحدیث:۶۷۵۔۲۹۲۳۔۵۴۰۸۔۵۴۲۲۔۵۴۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن عمرو بن امیہ نے خبر دی' بے شک ان کو ان کے والد نے خبر دی کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کے کندھے کا گوشت چھری سے کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے' پھر نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے چھری ایک طرف رکھ دی' پس نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

(صحیح مسلم:۳۵۵۔۷۷۴' سنن ابن ماجہ:۴۹۰' مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۲۵۵' مسند ابویعلیٰ:۶۸۷۸' صحیح ابن حبان:۱۱۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۳' الاحاد والمثانی:۹۶۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۹ طبع قدیم' مسند احمد:۱۷۲۴۹۔ ج ۲۸ ص ۴۸۶)

چھری سے گوشت کاٹ کر کھانے پر ایک فنی اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھری سے گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ ''سنن ابوداؤد'' میں اس کے خلاف حدیث ہے' وہ یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھایا کرو کیونکہ یہ عجمیوں کا

Marfat.com

طریقہ ہے' تم گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھایا کرو کیونکہ یہ زیادہ خوش ذائقہ اور زیادہ لذیذ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۷۸)
اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں ہے۔
اس حدیث میں نماز کے لیے بلانے والے کا ذکر نہیں ہے اور وہ حضرت بلال تھے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ مؤذن کے لیے امام کو بلانا جائز ہے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۹۔ ج۱ ص ۱۰۴۰ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥١- بَابُ مَنْ مَضْمَضَ مِنَ السَّوِيقِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

جس نے ستو کھانے کے بعد کلی کی اور وضو نہیں کیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی نے ستو کھانے کے بعد صرف کلی کر لی اور وضو نہیں کیا تو یہ جائز ہے۔

۲۰۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ، حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ. وَهِيَ أَدْنَى خَيْبَرَ. فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ، فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ، فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ، فَأَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا، ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ، فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا. ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

[اطراف الحدیث: ۲۱۵-۲۹۸۱-۴۱۷۵-۴۱۹۵-۵۳۸۴-۵۳۹۰-۵۴۵۴-۵۴۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از بشیر بن یسار' جو بنو حارثہ کے آزاد کردہ غلام ہیں کہ بے شک حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ وہ خیبر کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے' جب وہ مقامِ صہباء پر پہنچے' جو خیبر کے بہت قریب ہے تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی' پھر آپ نے کھانے کی چیزیں منگوائیں تو صرف ستو لائے گئے' آپ نے ستو کو بھگونے کا حکم دیا' سو ان کو بھگویا گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا اور ہم نے کھایا' پھر آپ مغرب کے لیے کھڑے ہوئے' پس آپ نے کلی کی اور ہم نے کلی کی' پھر آپ نے نمازِ مغرب پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

(سنن نسائی: ۱۸۶' سنن ابن ماجہ: ۴۹۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۹۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص ۴۸' صحیح ابن حبان: ۱۱۵۵' المعجم الکبیر: ۶۴۵۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج۱ ص ۱۶۰' شرح السنۃ: ۱۷۱' مسند الحمیدی: ۴۴۷' مسند احمد ج۳ ص ۴۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۸۰۰۔ ج۲۵ ص ۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نے ستو کھانے کے بعد کلی کی' پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

اس حدیث کے پہلے تین رجال کا تعارف ہو چکا ہے' چوتھے بشیر بن یسار ہیں اور پانچویں حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ ہیں' یہ انصاری' اوسی' مدنی ہیں' بیعت رضوان کے اصحاب سے ہیں' ان سے سات احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے یہی ایک حدیث روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱ ص ۱۵۷)

کھانا کھانے کے بعد کلی کرنے کا استحباب' ضرورت کے وقت ذخیرہ اندوزوں سے طعام نکلوانا اور دیگر مسائل

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے۔

Marfat.com

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے عصر کی نماز کے بعد ستو کھائے اور اس کے بعد پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ ایک وضوء سے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

(۳) اس سے معلوم ہوا کہ شرکاء سفر سے کھانے کی چیزیں جمع کر کے مل کر کھانا مستحسن ہے' کیونکہ جماعت میں رحمت اور برکت ہے۔

(۴) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذخیرہ اندوزوں سے ضرورت کے وقت طعام نکلوانا جائز ہے۔

(۵) امام کو چاہیے کہ اہل لشکر کی ضروریات میں غور کرے اور جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ہو' اس کو کھانا کھلوائے۔

۲۱۰- حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِی عَمْرٌو ، عَنْ بُكَيْرٍ ، عَنْ كُرَيْبٍ ، عَنْ مَيْمُونَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ. (صحیح مسلم:۳۵۶' الرقم المسلسل:۷۷۶' المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۵۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۱ طبع قدیم' مسند احمد :۲۶۸۱۳۔ ج ۴۴ ص ۳۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از کریب از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس کندھے کا گوشت کھایا' پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث میں کندھے کا گوشت کھانے کا ثبوت ہے' خواہ وہ کسی بھی حلال جانور کا گوشت ہو۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم :۷۰۰۔ ج ۱ ص ۱۰۴۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۲- بَابُ هَلْ يُمَضْمِضُ مِنَ اللَّبَنِ

کیا دودھ پینے کے بعد کلی کرے

۲۱۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا ، فَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَهُ دَسَمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر اور قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ پیا' پھر کلی کی اور فرمایا: اس کی چکنائی ہے۔

تَابَعَهُ يُونُسُ ، وَصَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرف الحدیث:۵۶۰۹]

یونس اور صالح بن کیسان نے عقیل کی متابعت کی ہے از الزہری۔

(صحیح مسلم:۳۵۸' ۷۷۷' سنن ابوداؤد:۱۹۶' سنن نسائی:۱۸۷' سنن ترمذی:۸۹' سنن ابن ماجہ:۴۹۸' صحیح ابن خزیمہ:۴۷' مسند ابویعلیٰ: ۲۴۱۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۰' شرح السنۃ:۱۷۰' مصنف عبدالرزاق:۶۳۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۷' صحیح ابن حبان:۱۱۵۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۵۱۔ ج ۳ ص ۴۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ پیا' پھر کلی کی۔

اس حدیث میں سات رجال ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث میں دودھ پینے کے بعد منہ کو صاف کرنے کی ترغیب ہے اور اسی سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ہاتھوں کو صاف کرنا بھی مستحب ہے۔

Marfat.com

٥٣- بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ النَّوْمِ — نیند سے وضوء کرنا

وَمَنْ لَمْ يَرَ مِنَ النَّعْسَةِ وَالنَّعْسَتَيْنِ اَوِ الْخَفْقَةِ وُضُوْءًا.

اور جس کے نزدیک ایک مرتبہ اونگھنے سے اور دو مرتبہ اونگھنے سے یا نیند کا جھونکا لینے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

اونگھ‘ نیند کے جھونکے اور نیند میں فرق

اونگھ کا معنی یہ ہے کہ انسان کے حواس برقرار ہوں اور وہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کی بات سن رہا ہو لیکن اس کا معنی نہ سمجھ رہا ہو‘ اس کو عربی میں ''النعسة'' کہتے ہیں اور اگر اس کے ساتھ سر بھی نیچے کی طرف ہل رہا ہو اور ٹھوڑی سینے میں لگ رہی ہو تو وہ نیند کا جھونکا ہے‘ اس کو عربی میں ''الخفقة'' کہتے ہیں اور اگر اس کے حواس برقرار نہ رہیں اور اس کو اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کی آواز سنائی نہ دے تو پھر وہ نیند ہے‘ نیند کی علامت خواب دیکھنا ہے خواہ خواب طویل ہو یا قصیر ہو۔

نیند سے وضوء ٹوٹنے میں مذاہب

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: نیند سے وضوء ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(١) حضرت ابوموسیٰ اشعری اور سعید بن المسیب نے کہا: نیند سے کسی حال میں وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(٢) الحسن البصری اور المزنی نے کہا: نیند سے ہر حال میں وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(٣) الزہری‘ الاوزاعی‘ امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک کثیر نیند سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور قلیل نیند سے کسی حال میں بھی وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(٤) امام ابوحنیفہ‘ داؤد اور امام شافعی کا ایک قول ہے: جب کوئی شخص نماز کی کسی حالت میں سو جائے‘ مثلاً رکوع‘ سجدہ‘ قیام اور قعود میں تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا‘ خواہ وہ نماز میں ہو یا نہ ہو‘ اور اگر وہ کروٹ کے بل یا چت لیٹ کر سو جائے تو اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(٥) امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ صرف رکوع کی حالت میں سونے سے وضوء ٹوٹتا ہے۔

(٦) امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف سجدہ کی حالت میں سونے سے وضوء ٹوٹتا ہے۔

(٧) امام شافعی کا قول یہ ہے کہ نماز میں نیند سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور خارج نماز میں نیند سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(٨) امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی شخص زمین پر جم کر بیٹھ کر سو جائے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا‘ خواہ وہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں اور خواہ وہ تھوڑی دیر سوئے‘ خواہ زیادہ دیر۔

(٩) ابن المبارک کا قول ہے کہ جو شخص اپنے مصلّٰی پر سجدہ میں سو جائے‘ اس کا وضوء نہیں ٹوٹتا اور اگر غیر نماز میں سجدہ میں سو جائے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور اگر عمداً نماز میں سو جائے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(١٠) علامہ ابوبکر بن العربی نے کہا: احادیث سے ثابت ہے کہ گیارہ حالتوں میں ہمارے سونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے: (١) چلتے ہوئے (٢) کھڑے ہوئے (٣) ٹیک لگا کر (٤) رکوع میں (٥) قیام میں (٦) چار زانو بیٹھے (٧) اکڑوں بیٹھے ہو‘ گھٹنوں کو ہاتھوں کے حلقہ میں لے کر (٨) سجدے میں (٩) سواری کی حالت میں (١٠) کروٹ کے بل لیٹ کر (١١) چت لیٹ کر‘ اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ کسی حالت میں سونے سے آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٦٣‘ دار الکتب العلمیہ بیروت‘ ١٤٢١ھ)

Marfat.com

۲۱۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ، لَا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں اونگھ آ جائے تو وہ سو جائے' حتیٰ کہ اس کی نیند چلی جائے کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو پتا نہیں چلتا' شاید کہ وہ (اپنے نزدیک) دعاء استغفار کرے اور وہ (حقیقت میں) خود کو برا کہہ رہا ہو۔

(صحیح مسلم:۷۸۶' الرقم المسلسل:۱۸۰۴' سنن ابوداؤد:۱۳۱۰' سنن ترمذی:۳۵۵' سنن نسائی:۱۶۲' سنن ابن ماجہ:۱۳۷۰' مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۹۷' مشکل الآثار:۳۳۳۵' صحیح ابن حبان:۲۵۸۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶' معرفۃ السنن والآثار:۵۴۲۹' شرح السنۃ:۹۴۰' مسند الحمیدی:۱۸۵' مسند اسحاق بن راہویہ:۶۱۷' المعجم الاوسط:۸۱۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۵۶ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۲۸۷۔ ج ۴۰ ص ۳۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس حیثیت سے ہے کہ جب نماز میں اس پر نیند مستغرق ہو اور وہ بجائے مغفرت طلب کرنے کے یہ کہے کہ میری مغفرت نہ کر تو پھر وہ نماز منقطع کر کے سو جائے اور جب اس سے کم نیند ہو اور اونگھ ہو یا ایک دو مرتبہ نیند کا جھونکا لے تو پھر وہ معاف ہے اور اس سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

نماز میں غلبہ نیند کے وقت دوبارہ نماز پڑھنے کے فوائد اور اگر نیند کا غلبہ نہ ہو تو وضوء کا نہ ٹوٹنا

(۱) اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نماز میں نیند غالب ہو تو انسان نماز کو منقطع کر دے اور اس وقت اس کا وضوء بھی ٹوٹ جائے گا۔

(۲) جب نماز میں نیند غالب نہ ہو' صرف اونگھ ہو یا نیند کا جھونکا ہو تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

(۳) نماز میں دعا مانگنی چاہیے اور اس میں کوئی تعیین نہیں ہے' تاہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز میں حسب ذیل دعا مانگنے کے لیے فرمایا ہے: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ"۔ (صحیح البخاری:۸۳۴' صحیح مسلم:۲۷۰۵' سنن ترمذی:۳۵۳۱' سنن نسائی:۱۲۹۸' سنن ابن ماجہ:۳۸۳۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳ طبع قدیم' مسند احمد:۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

(۴) عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے' کیونکہ یہ ہو سکتا تھا کہ انسان نیند کے غلبہ میں اپنے لیے دعا کے بجائے بددعا کرے' اس لیے آپ نے فرمایا کہ وہ ایسی حالت میں نماز منقطع کر دے اور سو جائے اور جب نیند دور ہو جائے تو پھر نماز پڑھے۔

(۵) نماز میں حضور قلب اور خضوع اور خشوع کی ترغیب دی گئی ہے' کیونکہ نیند کے غلبہ میں ذہن حاضر نہیں رہتا' اس لیے خضوع اور خشوع نہیں ہو سکتا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:۱۷۳۲۔ ج ۲ ص ۵۶۴ پر ہے' وہاں اس کی شرح میں صرف دو سطریں لکھی گئی ہیں۔

۲۱۳- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان

Marfat.com

قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْيَنَمْ حَتّٰی يَعْلَمَ مَا يَقْرَاُ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابوقلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو نماز میں اونگھ آ جائے تو وہ سو جائے حتیٰ کہ وہ جان لے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔

(سنن نسائی: ۴۴۰، مسند ابویعلیٰ: ۲۸۰۲۔۲۸۰۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۹۷۱، ج ۱۹ ص ۳۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں، ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کے مسائل صحیح البخاری: ۲۱۲ کے مسائل کی مثل ہیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس نماز سے مراد تہجد کی نماز ہے کیونکہ فرض نماز نیند کے اوقات میں نہیں ہوتی اور نہ اس میں اتنی دیر لگتی ہے کہ انسان کو نیند آ جائے، لیکن حدیث کے الفاظ میں عموم ہے، اس لیے اس کو تہجد کی نماز کے ساتھ مختص کرنا صحیح نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۷۴۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٥٤- بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ
بغیر وضوء ٹوٹنے کے وضوء کرنا

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ جو شخص باوضوء ہو وہ دوبارہ وضوء کرے اور باب سابق سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب احکام وضوء سے متعلق ہیں۔

٢١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا (ح) قَالَ وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰی، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ، قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قَالَ يُجْزِیُٔ اَحَدَنَا الْوُضُوْءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ.

(سنن ابوداؤد: ۱۷۱، سنن ترمذی: ۶۰، سنن نسائی: ۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۵۰۹، مسند ابویعلیٰ: ۳۰۸۷، سنن دارمی: ۷۲۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۲، شرح السنۃ: ۲۳۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۳۴۶، ج ۱۹ ص ۳۵۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن عامر، انہوں نے کہا: ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا ح (امام بخاری نے پھر دوسری سند کی طرف تحویل کی) اور امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن عامر نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے وقت وضوء کرتے تھے، میں نے پوچھا: آپ حضرات کس طرح کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے کسی ایک کو اس وقت تک وضوء کافی ہوتا تھا، جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم میں سے کسی ایک کو وضوء اس وقت تک کافی ہوتا تھا، جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹے۔

اس حدیث کے چند رجال ہیں، ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

Marfat.com

ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق احادیث

ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پہلے) ہر نماز کے لیے علیحدہ وضوء کرتے تھے اور جب فتح مکہ ہوئی تو آپ نے متعدد نمازیں ایک وضوء سے پڑھیں۔

(سنن ترمذی:٦١' صحیح مسلم:٢٧٧' الرقم المسلسل:٦٣٠' سنن ابوداؤد:١٧٢' سنن ابن ماجہ:٥١٠' شرح معانی الآثار:٢١٢)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن پانچ نمازیں ایک وضوء سے پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! آج آپ نے ایسا کیا ہے' جو آپ اس سے پہلے نہیں کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے عمر! میں نے یہ عمداً کیا ہے۔

(صحیح مسلم:٢٧٧_٦٣٠' سنن ابوداؤد:١٧٢' سنن ترمذی:٦١' سنن نسائی:١٣٣' مسند احمد ج ٥ ص ٣٥٨_٣٥١_٣٥٠' شرح معانی الآثار:٢١٣)

امام طحاوی نے کہا: بعض فقہاء نے ان احادیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ ہر نماز کے لیے وضوء کرنا واجب ہے اور اکثر علماء نے اس کے برخلاف یہ کہا ہے کہ وضوء صرف اسی وقت واجب ہے' جب وضوء ٹوٹ جائے (اور انسان اس عبادت کا ارادہ کرے جو بغیر وضوء کے جائز نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کی ایک خاتون کے پاس گئے' آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی تھے' اس خاتون نے آپ کے سامنے ایک بھنی ہوئی بکری رکھی' آپ نے (اس سے) کھایا اور ہم نے کھایا' پھر ظہر کی نماز کا وقت آ گیا' پس آپ نے وضوء کیا اور نماز پڑھی' پھر آپ باقی کھانے کی طرف لوٹے' پس کھایا' پھر عصر کا وقت آ گیا' پس آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (سنن ترمذی:٨٠' شرح معانی الآثار:٢١٥)

ہر نماز کے لیے علیحدہ وضوء کرنے کی فضیلت اور استحباب

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ٣٢١ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ آپ نے ظہر اور عصر کی نمازیں اس وضوء سے پڑھیں' جو آپ نے ظہر کے وقت کیا تھا' اور آپ نے ہر نماز کے لیے جو علیحدہ وضوء کیا تھا' وہ بہ طور وجوب نہیں کیا تھا بلکہ بہ طور استحباب کیا تھا' اس پر یہ حدیث دلیل ہے:

ابو غطیف الہذلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے ساتھ نمازِ ظہر پڑھی' پھر وہ اپنے گھر کی مجلس میں چلے گئے' میں بھی آپ کے ساتھ آیا' حتیٰ کہ عصر کی اذان ہوگئی' انہوں نے پانی منگا کر وضوء کیا' پھر گھر سے نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ نکلا' پھر وہ اپنی مجلس میں لوٹ آئے اور میں بھی آ گیا' حتیٰ کہ مغرب کی اذان ہوگئی' انہوں نے پھر پانی منگا کر وضوء کیا' میں نے پوچھا: اے عبد الرحمان! یہ کیا وجہ ہے؟ کیا ہر نماز کے لیے وضوء کرنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: تم نے میرے عمل سے یہ سمجھا ہے! یہ سنت نہیں ہے' اگرچہ میرے لیے یہ کافی تھا کہ میں صبح کے وضوء سے تمام نمازیں پڑھوں' جب تک کہ میں وضوء نہ توڑ دوں' لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے وضوء کے اوپر وضوء کیا' اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے' اس وجہ سے میں نے ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنے میں رغبت کی۔

(سنن ابوداؤد:٦٢' سنن ترمذی:٥٩' سنن ابن ماجہ:٥١٢' شرح معانی الآثار:٢١٦)

امام طحاوی نے کہا: پس ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن بریدہ کی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے لیے' جو وضوء کرتے تھے' وہ

Marfat.com

بھی وضوء پر وضوء کرنے کی فضیلت پانے کے لیے کرتے ہوں اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنا یا صرف مسواک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیت تھی

یحییٰ بن حبان' عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا: آیا حضرت ابن عمر ہر نماز کے لیے وضوء کرتے تھے' خواہ ان کا وضوء ہو یا نہ ہو؟ انہوں نے کہا: مجھ سے اسماء بنت زید بن الخطاب نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہر نماز کے لیے وضوء کرنے کا حکم دیا گیا' خواہ وضوء ہو یا نہ ہو' پھر جب آپ پر یہ امر دشوار ہوا تو پھر آپ کو ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیا گیا اور حضرت ابن عمر یہ سمجھتے تھے کہ ان کو ہر نماز کے لیے وضوء کرنے کی طاقت ہے' اس وجہ سے وہ ہر نماز کے لیے وضوء کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸' شرح معانی الآثار: ۲۱۸)

امام طحاوی فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ پہلے ہر نماز کے لیے وضوء کرنے کا حکم تھا' پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور اب جب تک انسان وضوء نہ توڑے' اس پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے۔

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر تم کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کو واجب کہنا چاہیے' حالانکہ تم مسواک کے وجوب کے قائل نہیں ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور امت کے لیے یہ حکم نہ ہو اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (صحیح البخاری: ۸۸۷' صحیح مسلم: ۲۵۲' سنن ابوداؤد: ۴۶' سنن ترمذی: ۲۲' سنن نسائی: ۵۳۰' سنن ابن ماجہ: ۲۸۷' شرح معانی الآثار: ۲۱۹' مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۰۔ ۸۰' ج ۲ ص ۴۳۳۔ ۴۲۹۔ ۴۰۰۔ ۳۹۹۔ ۲۸۷۔ ۲۵۹۔ ۲۵۰۔ ۲۴۵' ج ۵ ص ۴۱۰۔ ۱۹۳' ج ۶ ص ۴۲۹۔ ۳۲۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷' صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۷۴)

اس طرح امام طحاوی نے تحقیق سے ثابت کر دیا ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنا اب واجب نہیں ہے' پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یہ واجب تھا' اب آپ پر بھی واجب نہیں ہے' اب وضوء پر وضوء کرنا صرف مستحب اور باعث فضیلت ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۵۔ ۵۱ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدر الدین عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی شرح میں امام طحاوی کی اس تحقیق کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۶۹۔ ۱۶۷' فتح الباری ج ۱ ص ۴۳۶)

۲۱۵- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ' حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ' صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ' فَلَمَّا صَلّٰى دَعَا بِالْأَطْعِمَةِ' فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ' فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا' ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بشیر بن یسار نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہم خیبر کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نکلے' حتیٰ کہ جب مقام الصہباء پر پہنچے تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی' جب آپ نماز پڑھا چکے

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَغْرِبِ، فَمَضْمَضَ، ثُمَّ صَلَّى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

تو آپ نے کھانے کی چیزیں منگوائیں' پس صرف ستو لائے گئے پس ہم نے کھایا اور پیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے' پس آپ نے کلی کی' پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۰۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ آپ نے عصر اور مغرب کی نمازیں ایک وضوء سے پڑھیں اور حدیث: ۲۰۹ سے یہ ثابت کیا تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

۵۵- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور امام بخاری جس باب کا عنوان قائم نہ کریں' وہ باب ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے' اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ بابِ سابق میں یہ بتایا تھا کہ وضوء پر وضوء کرنے سے بہت اجر ہوتا ہے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ پیشاب کے قطرات سے بدن اور کپڑوں کو بچانے سے بہت اجر ہوتا ہے اور نہ بچانے سے تحت عذاب ہوتا ہے۔ امام بخاری نے فرمایا:

مِنَ الْكَبَائِرِ اَنْ لَّا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهٖ.

کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ انسان پیشاب سے نہ بچے۔

گناہ کبیرہ کی تعریف' صغیرہ اور کبیرہ میں فرق اور کبائر کے متعلق حدیث

''الکبائر''، ''کبیرہ'' کی جمع ہے اور ''کبیرۃ'' وہ قبیح اور مذموم کام ہے' جس سے شریعت میں سختی سے منع کیا گیا ہے' مثلاً قتل کرنا' زنا کرنا اور جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا ''کبائر'' کی تعداد میں اختلاف ہے' ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ کبائر سات ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) اس نفس کو قتل کرنا جس کے ناحق قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑنا (۷) پاک دامن بے خبر عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۶۶' صحیح مسلم: ۸۹' سنن ابوداؤد: ۲۸۷۴' سنن نسائی: ۳۶۷۳)

بعض احادیث میں ماں باپ کی نافرمانی اور بیت اللہ میں معصیت کو کبائر میں شمار کیا ہے۔

* ہم نے تبیان القرآن میں ۱۱۸ کبائر کی دلائل کے ساتھ مثالیں دی ہیں۔ (تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۶۱۵ - ۶۱۲' الشوریٰ: ۳۷)

کبیرہ کی ایک یہ تعریف ہے: جس معصیت کے ساتھ دوزخ کی آگ کا ذکر ہو یا لعنت کا ذکر ہو یا غضب کا ذکر ہو یا عذاب کا ذکر ہو' وہ کبیرہ ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کبائر سات ہیں؟ انہوں نے فرمایا: بلکہ وہ سات سو تک ہیں' ایک تعریف یہ ہے کہ کبیرہ اضافی امر ہے' ہر گناہ اپنے سے بڑے گناہ کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور اپنے سے چھوٹے گناہ کی بہ نسبت کبیرہ ہے اور ایک تعریف یہ ہے کہ واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب صغیرہ گناہ ہے اور فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب کبیرہ گناہ ہے۔

۲۱۶- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا

Marfat.com

اَوْ مَكَّةَ، فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِيْ قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى كَانَ اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ، وَكَانَ الْاٰخَرُ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ، ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلٰى كُلِّ قَبْرٍ مِّنْهُمَا كِسْرَةً، فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا اَوْ اِلٰى اَنْ يَّيْبَسَا.

[اطراف الحدیث: ۲۱۸-۱۳۶۱-۱۳۷۸-۶۰۵۲-۶۰۵۵]

مکہ کے باغات میں سے کسی باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں' جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیا جا رہا تھا' پھر فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا' پھر آپ نے درخت کی ایک شاخ منگائی' پھر اس کے دو ٹکڑے کیے' پھر ہر قبر کے اوپر ان میں کا ایک ٹکڑا رکھ دیا' آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے' ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۲۹۲' سنن ابوداؤد: ۲۰' سنن ترمذی: ۷۰' سنن نسائی: ۳۱' سنن ابن ماجہ: ۳۴۷' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۱۹۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۲۔ ج ۳ ص ۳۷۵' سنن دارمی: ۷۳۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲' صحیح ابن خزیمہ: ۵۶' المنتقیٰ: ۱۳۰' شرح السنۃ: ۱۸۳' مساوی الاخلاق للخرائطی: ۲۳۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۸۰۔ ج ۳ ص ۴۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان میں سے ایک شخص پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

''حائط'' اور ''نمیمه'' کا معنی

اس حدیث میں ''حــائـط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایسا باغ جس کے چاروں طرف دیوار بنی ہوئی ہو اور جس باغ کی چار دیواری نہ ہو' اس کو ''حدیقه'' کہتے ہیں۔

اس میں ''لایستتر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ اپنے جسم اور اپنے کپڑوں کو پیشاب کے قطروں سے مَس ہونے سے مستور اور محفوظ نہیں رکھتا تھا' یعنی ان کو بچاتا نہیں تھا' پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا بھی گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے حضرت سعد بن معاذ کو عذاب قبر ہوا تھا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۰)

اس حدیث میں ''النمیمه'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دو آدمیوں کو لڑانے کے لیے ایک کی بات دوسرے کو پہنچاتا کہ فلاں شخص تمہارے متعلق یہ کہتا تھا' اس کو اُردو میں چغلی کہتے ہیں' حدیث میں ہے: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۶۰۵۰' صحیح مسلم: ۱۰۵' سنن ابوداؤد: ۴۸۷۱' سنن ترمذی: ۲۰۲۶' الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۴۹۷' طبع قدیم)

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے فرمایا: ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب عذاب نہیں ہو رہا' حالانکہ ان کو گناہ کبیرہ کے سبب سے عذاب ہو رہا تھا

اس حدیث میں ہے: آپ نے فرمایا: ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان میں سے ایک پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا اور یہ گناہ کبیرہ ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ واقع میں یہ گناہ کبیرہ تھے' لیکن ان کے نزدیک یہ کوئی بڑے گناہ نہیں تھے' جیسے قرآن مجید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے متعلق فرمایا:

Marfat.com

وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ (النور:١٥) تم اس تہمت کو معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ یہ اللہ کے نزدیک بہت سنگین بات ہے○

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ ان کو کسی ایسی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا تھا' جس سے بچنا ان کے لیے بہت مشکل اور دشوار ہو بلکہ اس سے بچنا ان کے لیے بہت آسان تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ پہلے آپ نے یہ فرمایا کہ ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا تھا' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ ان کو گناہ کبیرہ کے سبب سے عذاب ہو رہا تھا تو آپ نے پہلے کلام سے اضراب کر کے فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔ گویا اس بعد والے کلام سے پہلے کلام منسوخ ہو گیا۔ (فتح الباری ج ١ ص ٧٤٨)

حافظ ابن حجر کا یہ کلام صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا اور خبر میں نسخ نہیں ہوتا۔ نسخ' حکم میں ہوتا ہے اور یہاں کوئی حکم نہیں ہے اور جب اس اعتراض کے دو قوی جواب ہیں' جن کا ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر اس فضول جواب کی کیا ضرورت ہے؟ نیز اس اعتراض کا یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو کسی بہت بڑے کبیرہ میں عذاب نہیں ہو رہا تھا' اگرچہ وہ فی نفسہٖ کبیرہ تھا۔

جن دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا' آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جن دو آدمیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا' آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟

ابو موسیٰ المدینی نے کہا: وہ کافر تھے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بنو النجار کی دو قبروں کے پاس سے گزرے' جو زمانۂ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے' آپ نے ان کی آوازیں سنیں' ان کو پیشاب اور چغلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا' اس حدیث کو انہوں نے ابن لہیعہ از اسامہ بن زید' اپنی کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔

بعض علماء نے کہا: وہ مسلمان تھے اور انہوں نے کہا: اس حدیث کی بعض سندوں سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی ﷺ انصار کی بعض نئی قبروں کے پاس سے گزرے۔ الحدیث

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وہ قبر والے مسلمان تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٧٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو' اس وقت تک عذاب میں تخفیف ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے درخت کی شاخ منگائی' پھر اس کے دو ٹکڑے کیے' پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا اور فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے' شاید ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

علامہ حمد بن محمد الخطابی المتوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

عذاب میں یہ تخفیف نبی ﷺ کے دست مبارک کے اثر کی وجہ سے تھی یا آپ نے ان کے عذاب میں تخفیف کی دعا کی تھی اور جب تک ان شاخوں میں نمی رہے گی' ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی' اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ تر شاخ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور خشک شاخ تسبیح نہیں کرتی' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ. (بنی اسرائیل: ٤٤) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

پس خشک شاخ بھی اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح کرتی ہے' پھر تخفیف عذاب کی مدت شاخوں کے تر ہونے تک کیوں رکھی گئی؟ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کو یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو معلوم ہے' جیسے دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس ہے' اس کی وجہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ (معالم السنن مع المنذری ج ١ ص ٢٧' دار المعرفۃ' بیروت)

تلاوتِ قرآن اور دیگر عبادات کے ایصالِ ثواب کا ثبوت

علامہ عینی نے علامہ خطابی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے استحباب کی دلیل ہے' کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف کی امید ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے میت کے عذاب میں تخفیف کی زیادہ امید ہے' امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا یہ مسلک ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

امام ابوبکر النجار نے ''کتاب السنن'' میں روایت کیا ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان کے درمیان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ (سورہ) ''قل ھو اللہ احد'' کو پڑھا' پھر اس کا ثواب اس قبرستان کے مُردوں کو بخش دیا' تو اس شخص کو بھی اتنا اجر دیا جائے گا' جتنا اجر ان مُردوں کو دیا جائے گا۔ (جمع الجوامع: ٢٣١٥٢)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں گیا اور اس نے سورۂ یٰس تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس دن ان مُردوں کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کے پاس یٰس کی تلاوت کی' اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (کنز العمال: ٤٥٤٨٦)

(الدر المنثور ج ٧ ص ٣' دار احیاء التراث العربی' بیروت) (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٧٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ایصالِ ثواب کے متعلق دلائل اور احادیث حسب ذیل ہیں:

شیخ ابن تیمیہ متوفی ٧٢٨ھ نے ''لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی'' سے ایصالِ ثواب پر اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ میت کے لیے جو دعائیں کی جائیں یا ان کی طرف سے جو نیک اعمال کیے جائیں' ان سے میت کو نفع نہیں پہنچتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ○ (ابراہیم: ٤١)

اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما' اور میرے والدین کے لیے اور مومنوں کے لیے جس دن حساب ہوگا ○

اور حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنۡ دَخَلَ بَیۡتِیَ مُؤۡمِنًا وَّلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ. (نوح: ٢٨)

اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما اور میرے والدین کے لیے اور جو مومن میرے گھر داخل ہوا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے۔

Marfat.com

یہ نبیوں اور رسولوں کی دعائیں اپنی امتوں اور مؤمنوں کے لیے ہیں اور ان کی یہ دعائیں انسان کے اعمال کا غیر ہیں اور ان کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے گا اور ان سے انسان کو نفع ہوگا اور اس کی مغفرت ہوگی۔

سنن متواترہ سے دوسروں کے اعمال کا نفع آور ہونا ثابت ہے' جن کا انکار کفر ہے' مثلاً مسلمانوں کا میت کی نماز جنازہ پڑھنا اور نماز میں ان کے لیے دعا کرنا' اسی طرح قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شفاعت کرنا کیونکہ ان کے ثبوت میں احادیث متواترہ ہیں' بلکہ مرتکب کبائر کی شفاعت کا اہل بدعت کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا اور یہ ثابت ہے کہ آپ اہل کبائر کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت اللہ تعالیٰ سے دعا اور اس سے سوال کرنا ہے' پس یہ امور اور ان کی امثال قرآن اور سنن متواترہ سے ثابت ہیں اور ایسی چیزوں کا منکر کافر ہے اور ایسی چیزیں احادیث صحیحہ سے بہ کثرت ثابت ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میری ماں کا انتقال ہوگیا' اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۸۲' سنن ترمذی: ۶۶۹' سنن نسائی: ۳۶۵۵)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو کچھ صدقہ کرتیں' پس اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کردوں تو کیا اس سے ان کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (صحیح البخاری: ۱۳۸۸' صحیح مسلم: ۱۰۰۴)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میرا باپ فوت ہوگیا اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی' اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (صحیح مسلم: ۱۶۳۰)

(مجموع الفتاویٰ ج ۲۴ ص ۱۷۰' دار الجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

* تبیان القرآن میں ہم نے اس بحث کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے' دیکھئے تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۵۶۸۔ ۵۳۰' النجم: ۴۱۔ ۳۸۔

قبروں پر شاخ اور پھول وغیرہ رکھنے کا ثبوت

اس حدیث میں دونوں قبروں پر درخت کی شاخ کے ٹکڑوں کے رکھنے کا ثبوت ہے' فقہاء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ قبر پر درخت کی شاخ' سبزہ اور پھول وغیرہ رکھنا جائز ہیں۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کاٹنا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ ''البحر الرائق' درر غرر اور شرح المنیہ'' میں ہے' ''امداد'' میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تر و تازہ گھاس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے' جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ ''قاضی خاں'' میں بھی اسی طرح لکھا ہے' (علامہ شامی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اس کی دلیل وہ حدیث ہے' جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیئے' جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا' یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے' ہمارے زمانہ میں آس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں وہ اسی قیاس پر ہیں' فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ بعض

Marfat.com

مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی ﷺ کی برکت اور آپ کی دعا سے حاصل ہوئی (یہ علامہ خطابی کا قول ہے) اس لیے دوسروں کا آپ پر قیاس نہیں ہوگا' حالانکہ ''صحیح بخاری'' میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۱۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ طحطاوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

درخت کی شاخ کے معنیٰ میں ہر وہ چیز داخل ہے' جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الیٰ قولہ) ''مشکوٰۃ'' کی شرح میں لکھا ہے: ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے' وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۸' مطبع مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۶ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۵۔ ج ۱ ص ۹۷۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق (۲) قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث ونظر (۳) ایصالِ ثواب میں مذاہب فقہاء اور بحث ونظر (۴) باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل (۵) برزخ اور دنیا سے رسول اللہ ﷺ کا بہ یک وقت رابطہ۔

شرح صحیح مسلم میں یہ شرح ۸۷۹ سے ۸۸۹ تک دس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے' اس لیے شرح صحیح مسلم میں ان مباحث کو ضرور پڑھنا چاہیے' البتہ ''نعمۃ الباری'' میں بعض جزوی مباحث زیادہ ہیں۔

٥٦- بَابُ مَا جَاءَ فِي غَسْلِ الْبَوْلِ پیشاب کو دھونے کے متعلق جو احادیث وارد ہیں

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ بابِ سابق میں یہ بتایا تھا کہ پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے صاحبِ قبر کو عذاب ہوتا ہے اور اس باب میں پیشاب کو دھونے کا ذکر ہے۔ امام بخاری ایک تعلیق کا ذکر فرماتے ہیں:

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ كَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ. وَلَمْ يَذْكُرْ سِوٰى بَوْلِ النَّاسِ.

اور نبی ﷺ نے ایک قبر والے کے متعلق فرمایا: وہ پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا' اور آپ نے انسانوں کے پیشاب کے سوا اور کسی کے پیشاب کا ذکر نہیں کیا۔

یہ حدیث سابق (صحیح البخاری: ۲۱۶) کا ایک قطعہ ہے۔

٢١٧- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهِ، أَتَيْتُهُ بِمَاءٍ فَيَغْسِلُ بِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے روح بن القاسم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن ابی میمونہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ جب قضاء حاجت کے لیے جاتے تو میں آپ کے لیے پانی لے جاتا' جس سے آپ دھوتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۵۰ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث:۱۵۰ میں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا تھا: پانی سے استنجاء کرنا' اور یہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا ہے: پیشاب کو دھونے کے متعلق احادیث۔

• • • - بَابٌ

باب

اس باب کا بھی امام بخاری نے کوئی عنوان ذکر نہیں کیا اور یہ باب بھی ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہے۔

۲۱۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنْ طَاوُسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ' فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ' اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ. ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً' فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ' فَغَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ لَعَلَّهٗ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنّٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: ان دونوں کو ضرور عذاب دیا جا رہا ہے اور ان دونوں کو کسی بڑی چیز کے سبب سے عذاب نہیں دیا جا رہا' رہا ان دونوں میں سے ایک شخص تو وہ پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور رہا دوسرا شخص تو وہ چغلی کھاتا تھا' پھر آپ نے ایک تر شاخ کو لے کر اس کے دو آدھے آدھے ٹکڑے کیے' پھر ہر قبر میں ایک ٹکڑے کو گاڑ دیا' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: شاید جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی' ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى وَحَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا مِثْلَهٗ.

ابن المثنّٰی نے کہا: اور ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے اس حدیث کی مثل سنا ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۱۶ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث: ۲۱۶ میں شاخ کے ٹکڑوں کو قبروں پر رکھنے کا ذکر تھا اور اس حدیث میں ان کو قبروں پر گاڑنے کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طرح جائز ہے' قبر پر ٹہنی کو رکھنا بھی اور ٹہنی کو گاڑنا بھی۔

علماء دیوبند کا قبروں پر پھول ڈالنے کو بدعت کہنا اور اس قول کا ابطال اور رد

ہم علامہ شامی اور دیگر فقہاء کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ قبر پر درخت کی شاخ رکھنا اور سبزہ اور پھول رکھنا جائز ہے' کیونکہ اس کی اصل اس حدیث میں موجود ہے۔ تاہم حیرت ہوتی ہے کہ سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے کہ شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ انور شاہ کشمیری نے کہا ہے کہ مزارات پر پھول وغیرہ چڑھانا جو آج کل اہل بدعت نے رائج کر دیا ہے' یہ بدعت ہے' اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کے غلط ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ فساق فجار کی قبروں کے بجائے صالحین کی قبروں پر پھول چڑھائے جاتے ہیں۔

(انوار الباری ج ۸ ص ۴۳ ملخصاً' ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

فقہاء کے علاوہ شارحین حدیث نے قبروں پر پھول چڑھانے کو جائز لکھا ہے' ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قبروں پر پھول رکھنے کی اس حدیث میں اصل اصیل ہے' اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس زمانہ

میں قبروں پر پھول اور شاخ رکھنے کی عادت ہو گئی ہے وہ اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۵۹ 'مکتبہ حقانیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے اس حدیث سے قبر پر سبزہ اور پھول اور ریحان ڈالنے پر استدلال کیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۵ 'مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

غور فرمائیے! ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ اور علامہ طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے اس حدیث کی بناء پر قبروں پر پھول ڈالنے کو سنت لکھا ہے اور علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے اس حدیث کی بناء پر قبروں پر پھول ڈالنے کو مستحب لکھا ہے۔ ''فتاویٰ عالم گیری'' میں اس کو مستحسن لکھا ہے۔ (فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۱ 'طبع مصر) علامہ شربینی شافعی من قرن العاشر نے بھی اس کو سنت لکھا ہے۔ (مغنی المحتاج ج ۱ ص ۳۶۴) ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے بھی اس کو سنت لکھا ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۵۳۰)

ان اکابر فقہاء اور محدثین کے مقابلہ میں سید احمد رضا بجنوری دیوبندی کی بات کو کون سنتا اور مانتا ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ قبروں پر پھول رکھنا بدعت ہے اور جن کو یہ بھی علم نہیں کہ جس فعل کی اصل سنت صحیحہ سے ثابت ہو وہ سنت ہوتا ہے نہ کہ بدعت۔

باقی رہا سید احمد رضا دیوبندی کا یہ کہنا کہ فساق فجار کی قبروں پر پھول کیوں نہیں چڑھائے جاتے؟ تو یہ بھی ان کی لاعلمی ہے' عام مسلمان اپنے رشتہ داروں کی قبروں پر پھول اور سبزہ ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر بے عمل ہوتے ہیں تا کہ ان پھولوں اور سبزہ کی تسبیح کی برکت سے ان کی مغفرت ہو جائے' اور رہا ان کا یہ کہنا کہ پھر صالحین کی قبروں پر کیوں پھول چڑھائے جاتے ہیں' انہیں تو مغفرت کی ضرورت نہیں ہے' یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کیوں پڑھا جاتا ہے اور آپ کے لیے رحمت کیوں طلب کی جاتی ہے' آپ تو خود رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ کے لیے وسیلہ اور مقام محمود کی دعا کیوں کی جاتی ہے' جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر مبعوث فرمائے گا' اس اعتراض کے وقت انہوں نے اس آیت پر غور نہیں کیا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ○ جو اللہ کے شعائر (نشانیوں) کی تعظیم کرے تو یہ تعظیم دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے○ (الحج: ۳۲)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی ہیں اور اولیاء اللہ اور ان کے مزارات بھی شعائر اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے ہیں اور ان کی تعظیم کرنا دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے اور مزارات پر پھول ڈالنا' ان کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور اس لیے تا کہ پھولوں کی تسبیح کی وجہ سے ان کی نیکیوں اور ان کے درجات میں اضافہ ہو' یہ دیو بندی علماء جو صالحین کی قبروں پر اس لیے پھول ڈالنے سے منع کرتے ہیں کہ وہ تو خود نیک ہیں' انہیں مغفرت کی ضرورت نہیں ہے تو کیا یہ لوگ صالحین کے مزارات پر قرآن مجید کی تلاوت سے بھی منع کریں گے! حالانکہ ہم دیکھتے ہیں یہ لوگ اپنے اکابر علماء کی یاد مناتے ہیں اور ان کے لیے اہتمام سے قرآن خوانی کرتے ہیں اور اس کے لیے باقاعدہ اخبارات میں اعلان بھی کیا جاتا ہے' پس واضح ہو گیا کہ قبروں پر پھول ڈالنے کو بدعت کہنا خود بدعت ہے اور شیخ انور شاہ کشمیری' شیخ شبیر احمد عثمانی اور سید احمد رضا بجنوری کے یہ اقوال قطعاً باطل اور مردود ہیں۔

٥٧- بَابُ تَرْكِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ الْاَعْرَابِيَّ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ بَوْلِهٖ فِي الْمَسْجِدِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کا اعرابی کو چھوڑے رکھنا حتیٰ کہ وہ مسجد میں پیشاب کرنے سے فارغ ہو گیا

Marfat.com

اس عنوان کے مطابق حدیث آرہی ہے اعرابی سے مراد ہے: دیہات کا رہنے والا باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب پیشاب کے ازالہ پر مشتمل ہیں باب سابق میں پیشاب کو دھونے کا حکم تھا اور اس باب میں پیشاب پر پانی بہانے کا حکم ہے اور وہ بھی پیشاب کو دھونے کے حکم میں ہے۔

۲۱۹- حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى اَعْرَابِيًّا يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ دَعُوْهُ. حَتّٰى اِذَا فَرَغَ، دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث:۲۲۱-۶۰۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو حتیٰ کہ جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو آپ نے پانی منگا کر اس جگہ پر بہا دیا۔

(صحیح مسلم:۲۸۴ الرقم المسلسل:۶۴۶ صحیح مسلم:۲۸۵ الرقم المسلسل:۶۴۸ سنن نسائی:۵۳ سنن ابن ماجہ:۵۲۸ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۱۸ سنن دارمی:۲۱۲۰ السنن الکبریٰ للنسائی:۶۸۸۴ مسند ابوعوانہ ج ۵ ص ۳۴۵ صحیح ابن خزیمہ:۲۹۳ صحیح ابن حبان:۱۴۰۱ شرح السنۃ:۵۰۰ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۲۸ مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴۔ ج ۳ ص ۱۹۱ طبع قدیم مسند احمد:۱۲۱۳۲۔ ج ۱۹ ص ۱۸۱ مسند احمد:۱۲۹۸۴۔ ج ۲۰ ص ۲۹۷ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی البصری ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ہمام بن یحییٰ بن دینار العوذی یہ تمام مشائخ کے نزدیک ثقہ اور ثبت تھے ۱۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) اسحاق بن ابی طلحہ بن سہل الانصاری (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۸۵)

زمین کے خشک ہونے سے اس کی طہارت پر اور ہر مائع چیز سے نجاست کے ازالہ پر احناف کے خلاف علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب اس اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگا کر اس جگہ پر بہا دیا۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جب زمین پیشاب یا کسی اور نجاست سے نجس ہو جائے تو اس کو کس طرح پاک کیا جائے گا امام مالک امام شافعی اور امام ابوثور نے کہا ہے کہ وہ پانی کے سوا اور کسی چیز سے پاک نہیں ہو گی اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ابوقلابہ حسن بصری اور ابن الحنفیہ سے روایت ہے کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے انہوں نے کہا ہے کہ دھوپ نجاست کو زائل کر دیتی ہے اور جب اس نجاست کا اثر چلا جائے تو اس زمین پر نماز پڑھ لو اور اس زمین سے تیمم نہ کرو۔

Marfat.com

امام الطحاوی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ کپڑوں اور بدن سے نجاست کس چیز سے زائل ہوگی' امام مالک نے کہا ہے: یہ صرف اس پانی سے زائل ہو سکتی ہے' جس سے وضوء کیا جاتا ہے اور یہی امام زفر' امام محمد بن حسن اور امام شافعی کا قول ہے اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ○ (الفرقان:۴۸) ہم نے آسمان سے ایسا پانی نازل کیا ہے' جو پاک کرنے والا ہے○

اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو نبی ﷺ نے اس پر پانی کا ایک ڈول بہانے کا حکم دیا' انہوں نے کہا کہ کپڑوں اور بدن کا بھی یہی حکم ہے۔

اور امام ابوحنیفہ نے اور امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ نجاست کو ہر مائع (رقیق اور بہنے والی) چیز سے زائل کرنا جائز ہے اور ہر پاک چیز سے اور آگ سے اور دھوپ سے' اور اگر مردار جانور کی کھال دھوپ میں خشک ہو جائے تو وہ رنگنے کے بغیر پاک ہو جاتی ہے' انہوں نے کہا کہ خمر (انگور کی شراب) جب سرکہ بن جائے تو وہ بھی پاک ہو جاتی ہے اور مٹکا بھی پاک ہو جاتا ہے' اور ہم جانتے ہیں کہ خمر بھی نجس تھی اور مٹکا بھی نجس تھا اور اس کو سرکہ کے سوا اور کسی چیز نے پاک نہیں کیا۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

زمین کے خشک ہونے سے اس کے پاک ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ زمین کا پاک ہونا اس کا خشک ہونا ہے' اور اس زمین سے تیمم اس لیے جائز نہیں ہے کہ تیمم کے لیے ''صعید طیب'' (بہت پاک ہونا) کی شرط قرآن مجید میں منصوص ہے' پس جس کی طہارت صرف حدیث سے ثابت ہے' اس سے تیمم ادا نہیں ہوگا۔ (ہدایہ اولین ص ۷۴' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

علامہ یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ نے کہا ہے کہ صاحب ہدایہ کے نقل کردہ الفاظ کے ساتھ حدیث غریب ہے یعنی غیر معروف ہے اور اس کا ثبوت نہیں ہے' البتہ دیگر الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ثابت ہے۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

دیگر الفاظ کے ساتھ احادیث حسب ذیل ہیں:

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابوقلابہ نے کہا کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو پاک ہو جاتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۲۵' مصنف عبد الرزاق: ۵۱۵۷)

عبدالعزیز اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کو دیکھا' وہ پیشاب کے خشک نشان پر بیٹھے ہوئے تھے' میں نے ان سے کہا (اس کی کیا وجہ ہے؟)' انہوں نے کہا: یہ خشک ہو چکا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۲۷)

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں باب: ۱۳۹ کا یہ عنوان قائم کیا ہے: زمین جب خشک ہو جائے تو اس کا پاک ہونا' اور اس عنوان پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حمزہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں' میں مسجد میں سوتا تھا' میں نوعمر' کنوارا' نوجوان تھا اور کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور پیشاب کرتے تھے اور صحابہ اس جگہ کو بالکل نہیں دھوتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۲)

Marfat.com

علامہ عینی نے کہا ہے کہ یہ احادیث حکماً مرفوع ہیں کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے' کیونکہ جن تابعین نے یہ کہا ہے کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے' وہ اپنے زمانہ کے مفتی تھے' جیسے ابن الحنفیہ اور ابن قلابہ اور کسی نے ان کے قول کی مخالفت نہیں کی تو یہ اجماع کے قائم مقام ہے اور صاحب ہدایہ نے جو حدیث ذکر کی ہے' وہ روایت بالمعنی ہے۔

(البنایہ ج ١ ص ٧٢٠' المکتبۃ الامدادیہ' ملتان' ١٤٠٨ھ)

ہر مائع چیز سے ازالۂ نجاست پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

نجاست کو پاک کرنا پانی کے ساتھ جائز ہے اور ہر مائع طاہر کے ساتھ بھی جائز ہے' جس سے نجاست کو زائل کرنا ممکن ہو' جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی وغیرہ' جن کو نچوڑا جائے تو وہ نچڑ جائے' اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے' اور امام محمد' امام زفر اور امام شافعی نے کہا ہے کہ نجاست کو صرف پانی کے ساتھ زائل کرنا جائز ہے کیونکہ مائع پہلی ملاقات کے ساتھ نجس ہو جائے گا اور نجس سے طہارت حاصل نہیں ہوتی' البتہ یہ قیاس پانی میں ضرورت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف یہ کہتے ہیں کہ مائع چیز نجاست کو اکھاڑ دے گی اور طہارت نجاست کے زائل ہونے سے حاصل ہو جائے گی۔

(ھدایہ اولین ص ٧٢-٧١' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

سخت زمین پر پانی بہانے اور نرم زمین کو کھودنے کے متعلق فقہاء احناف کے مذہب پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

جب زمین پر تر نجاست لگ جائے' پس اگر زمین سخت ہو تو اس پر پانی بہا دیا جائے گا اور وہ پانی زمین کے اندر چلا جائے گا' جہاں اس کو نچوڑنا ممکن نہیں ہے اور ظاہر الروایۃ کے مطابق تین دفعہ پانی بہایا جائے گا اور ہر مرتبہ پانی زمین کے اندر چلا جائے گا (جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے) اور اگر زمین نرم ہو تو زمین کو کھودا جائے گا اور گڑھا کر کے اس پر تین مرتبہ پانی بہا دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٨٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نرم زمین کو کھودنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن معقل بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسی قصہ میں ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مٹی پر اس نے پیشاب کیا ہے' اس کو کھرچ کر گرا دو اور اس جگہ پر پانی بہا دو۔ (سنن ابوداؤد: ٣٨١' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٢٨' تلخیص الحبیر: ٣٢)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا' لوگوں نے اس کو ڈانٹنے کا قصد کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس جگہ کو کھودو اور اس پر پانی کا ایک ڈول ڈال دو' تم تعلیم دو اور آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو۔

(مصنف عبدالرزاق: ١٦٦٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ' یہ حدیث مرسل ہے۔)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ تم نے حدیث صحیح کو ترک کر کے حدیث ضعیف اور حدیث مرسل سے استدلال کیا ہے تو میں کہوں گا کہ ہم نے حدیث صحیح پر اس صورت میں عمل کیا ہے' جب زمین سخت ہو اور جو حدیث تمہارے زعم میں ضعیف ہے نہ کہ ہمارے نزدیک اس پر اس صورت میں عمل کیا ہے جب زمین نرم ہو اور دونوں حدیثوں پر عمل کرنا' اس سے بہتر ہے کہ ایک حدیث پر عمل کیا جائے اور دوسری حدیث کو ترک کر دیا جائے اور رہی حدیث مرسل تو ہمارے نزدیک وہ معمول ہے اور جو حدیث مرسل پر عمل کو

Marfat.com

ترک کرتا ہے' وہ اکثر احادیث پر عمل کو ترک کر دیتا ہے اور محدثین کے نزدیک جب دو صحیح مرسل حدیثیں کسی ایک مسند حدیث کے معارض ہوں تو حدیث مرسل پر عمل کرنا اولیٰ ہے' تو جب حدیث مرسل کا کوئی معارض نہ ہو تو اس وقت اس پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۸۷)

مسجد میں کیا کام جائز ہیں اور کیا کام مکروہ تنزیہی ہیں اور کیا کام حرام ہیں؟

یہ حدیث صحیح مسلم: ۲۸۵ میں بھی ہے' وہاں اس کا متن حسب ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' ایک اعرابی آیا' پھر وہ کھڑا ہو گیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اس کو ڈانٹا کہ رُکو' رُکو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا پیشاب منقطع نہ کرو' پھر صحابہ نے اس کو چھوڑ دیا' حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بلایا' پس اس سے فرمایا: بے شک یہ مساجد اس پیشاب میں سے کسی چیز کے لیے نہیں بنائی گئیں اور نہ پاخانہ کے لیے' یہ مساجد تو صرف اللہ عزوجل کے ذکر اور نماز اور قرآن مجید کی تلاوت کے لیے بنائی گئی ہیں یا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' پھر آپ نے لوگوں میں سے ایک شخص کو حکم دیا' وہ پانی کا ایک ڈول لے کر آیا اور اس پر بہا دیا۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: یہ مساجد اللہ عزوجل کے ذکر کے لیے ہیں' اس میں ذکر سے مراد عام ہے' یہ قرآن کی تلاوت' علم کی کتابوں کو پڑھنے اور پڑھانے' لوگوں کو وعظ کرنے اور نماز پڑھنے خواہ فرض ہو یا نفل' سب کو شامل ہے لیکن نفل پڑھنا گھر میں افضل ہے' اس کے علاوہ دوسرے کام مثلاً دنیاوی باتیں' ہنسنا' بغیر نیت اعتکاف کے مسجد میں ٹھہرنا اور دنیاوی کاموں میں مشغول ہونا' مسجد میں خلافِ اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہیں' ضرورت کی وجہ سے مسجد میں سونا بھی جائز ہے لیکن اس کو عادت نہیں بنانا چاہیے' مسجد میں لیٹنا اور ٹانگیں پھیلانا بھی جائز ہے اور مسجد میں پیشاب' پاخانہ کرنا اور دیگر مسجد کے احترام کے منافی کام کرنا حرام ہیں' بُرائی سے روکنا لازم ہے' اس لیے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے بغیر اس اعرابی کو مسجد میں پیشاب کرنے پر ڈانٹنے لگے۔

زیادہ بُرائی کے مقابلہ میں کم بُرائی کو اختیار کر لینا چاہیے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو منع کیا کہ اس کے پیشاب کو منقطع مت کرو' کیونکہ مسجد میں پیشاب کرنا بھی ایک بُرا کام ہے اور اس کا پیشاب منقطع کر دینے سے جو اس کو مرض پیدا ہوتا اور اس کو ضرر ہوتا' وہ اس سے زیادہ بُرا کام تھا تو آپ نے زیادہ بُرائی سے بچنے کے لیے کم بُرائی کو برداشت کرنے کا حکم دیا اور مسجد کو گندگی سے بچانا بھی ایک نیکی ہے اور اس اعرابی کو مرض اور ضرر سے بچانا' اس سے بڑی نیکی ہے' اس لیے آپ نے چھوٹی نیکی کے مقابلہ میں بڑی نیکی کے حصول کا حکم دیا' جب کہ مسجد کی صفائی تو بعد میں پانی بہا کر بھی حاصل ہو سکتی تھی۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب مسجد دھوپ سے خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی تو اس پر پانی کیوں بہایا گیا؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسجد میں پانی بہانے کی کیا ضرورت تھی' جب وہ پیشاب دھوپ اور ہوا سے خشک ہو جاتا تو مسجد تو پھر بھی پاک ہو جاتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دھوپ سے خشک ہونے تک مسجد کا وہ حصہ ناپاک رہتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً پانی بہانے کا حکم اس لیے دیا تاکہ مسجد کی طہارت جلد حاصل ہو۔

دیہاتی اور احکامِ شرعیہ سے ناواقف شخص کو نرمی سے مسئلہ بتانا چاہیے اور اس پر سختی نہیں کرنی چاہیے' اس لیے آپ نے صحابہ کو

Marfat.com

اسے ڈانٹنے سے منع فرمایا اور جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو فوراً پانی بہانے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کو فوراً پاک کرنے سے مانع اس کا پیشاب میں مشغول ہونا تھا اور جب وہ مانع زائل ہو گیا تو آپ نے مسجد کو پاک کرنے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی خرابی کو دور کرنے سے اگر کوئی چیز مانع ہو تو اس مانع کے زائل ہوتے ہی اس خرابی کو دور کرنا چاہیے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ٥٦٩۔ ٥٦٨۔ ٥٦٧۔ ج ا ص ٩٦٣۔ ٩٦٢ پر ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(١) زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان (٢) مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم (٣) حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط شدہ مسائل۔

٥٨- بَابُ صَبِّ الْمَاءِ عَلَى الْبَوْلِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں پیشاب پر پانی بہانا

یعنی اس باب میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بھی مسجد میں پیشاب کر دے تو اس پر پانی بہانے کا کیا حکم ہے؟ اس سے پہلے باب میں خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے متعلق یہ حکم تھا اور اس باب میں عام مساجد میں سے کسی مسجد کے متعلق یہ حکم ہے۔

٢٢٠- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ ' فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ ' فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ ' وَهَرِيْقُوْا عَلَى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ . اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ . فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ ' وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ . [طرف الحدیث:٦١٢٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ایک اعرابی کھڑا ہوا' پھر اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا' پس لوگ اس کو ڈانٹنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول ڈال دو یا فرمایا: ایک پانی کا ڈول ڈال دو کیونکہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔

(سنن ابوداؤد: ٣٨٠' سنن ترمذی: ١٤٧' سنن ابن ماجہ: ٥٣٠' سنن نسائی: ٥٦' مسند الحمیدی: ٩٣٨' المنتقی: ١٤١' مسند ابویعلیٰ: ٥٨٧٦' صحیح ابن خزیمہ: ٢٩٨' سنن بیہقی ج ٢ ص ٢٤٨' شرح السنۃ: ٢٩١' مسند احمد ج ٢ ص ٢٣٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٢٥٥۔ ج ١٢ ص ١٩٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملے میں ہے: اس کے پیشاب کے اوپر پانی کا ایک ڈول ڈال دو۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کا مکمل متن

اس حدیث کا مکمل متن ''سنن ابوداؤد'' اور ''سنن ترمذی'' میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' اس اعرابی نے دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ دعا کی: اے اللہ! مجھ پر رحم فرما اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ہمارے ساتھ اور کسی پر رحم نہ فرما' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے وسیع چیز کو محدود کر دیا' پھر تھوڑی دیر بعد اس اعرابی نے مسجد کے ایک گوشہ میں پیشاب کر دیا' لوگ

Marfat.com

اس کو منع کرنے کے لیے اس کی طرف جھپٹے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع کیا اور فرمایا: تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے' اس کے اوپر ایک ڈول ڈال دو یا فرمایا: پانی کا ایک ڈول ڈال دو۔

اس اعتراض کا جواب کہ مبعوث تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے' پھر صحابہ کو کیوں مبعوث قرار دیا؟

اس حدیث میں صحابہ سے فرمایا ہے: تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے ہو' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور صحابہ کو نہیں بھیجا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرنے والے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت اور آپ کی سیرت پر عمل کرنے والے تھے تو مجازاً ان کو بھی فرمایا کہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو' کیونکہ صحابہ تبلیغ کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم مقام تھے' یا اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو تبلیغ کرنے کا حکم دیتے تھے اور ان کو تبلیغ کرنے کے لیے بھیجتے تھے' گویا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔

آسان احکام پر فتویٰ دینا چاہیے

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء دین اور مفتیانِ کرام کو دین کے آسان احکام بیان کرنے چاہئیں اور مشکل احکام نہیں بیان کرنے چاہئیں' مثلاً جب یہ کہا جائے گا کہ ایلو پیتھک دواؤں سے علاج کرنا اور ضرورت کے وقت ایک آدمی کا خون دوسرے آدمی میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے تو یہ لوگوں کو مشکل میں ڈالنا ہے' اس لیے اپنے زمانہ کے حالات اور عرف پر نظر رکھنی چاہیے اور آسان احکام بیان کرنے چاہئیں۔

اس حدیث کے دیگر فوائد اور مسائل ہم صحیح البخاری: ۲۱۹ میں بیان کر چکے ہیں۔

۲۲۱- وَحَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۰۰۰- بَابُ يُهْرِيْقُ الْمَاءَ عَلَى الْبَوْلِ

پیشاب پر پانی بہادے

وَحَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ' عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ ' فَبَالَ فِيْ طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ ' فَزَجَرَهُ النَّاسُ ' فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَلَمَّا قَضَى بَوْلَهُ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَنُوْبٍ مِّنْ مَّاءٍ ' فَاُهْرِيْقَ عَلَيْهِ.

(ح' امام بخاری نے دوسری سند کی طرف تحویل کی:) اور ہمیں خالد نے حدیث بیان کی اور ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا' انہوں نے بیان کیا: ایک اعرابی آیا' اس نے مسجد کے ایک حصہ میں پیشاب کر دیا' پس لوگوں نے اس کو ڈانٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع فرمایا' پس جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے اوپر پانی کا ایک ڈول بہا دیا جائے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۱۹ میں بیان کی جا چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر کی شرح پر تنقید

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے اس کی شرح میں وہی فوائد اور مسائل بیان کیے ہیں' جن کو ہم حدیث:۲۱۹ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں' اور اس کی شرح میں انہوں نے فقہاء احناف پر دو اعتراض کیے ہیں' ایک یہ کہ زمین پر اگر پیشاب کی نجاست ہو تو دھوپ سے خشک ہونے کے بعد وہ نجاست پاک ہو جاتی ہے' اگر اسی طرح زمین پاک ہو جاتی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر پانی بہانے کا حکم کیوں دیا تھا؟ اس کا جواب بھی ہم حدیث:۲۱۹ کی شرح میں لکھ چکے ہیں' دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ اگر زمین نرم ہو اور اس پر پیشاب کر دیا جائے تو اس کو کھود کر یا کھرچ کر اس کی مٹی دوسری جگہ ڈال دی جائے' حالانکہ اس کا ثبوت ایک ضعیف السند حدیث میں اور ایک مرسل حدیث میں ہے' اس اعتراض کا جواب بھی ہم حدیث:۲۱۹ میں ذکر کر چکے ہیں۔

ان امور کا بیان کرنے کے بعد حافظ ابن حجر نے لکھا: اس حدیث کے باقی فوائد ہم ان شاء اللہ ''کتاب الادب'' میں بیان کریں گے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۴۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

''کتاب الادب'' میں اس حدیث کا نمبر ۶۰۲۵ ہے' وہاں حافظ ابن حجر نے صرف اتنا لکھا ہے:

حضرت انس کی حدیث میں اس شخص کا قصہ ہے' جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا' اس کی مفصل شرح ''کتاب الطهارة'' میں ہو چکی ہے اور ''لا تزرموه'' کا معنی ہے: اس کا پیشاب منقطع نہ کرو۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۶۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

گویا حافظ ابن حجر بھول گئے کہ انہوں نے ''کتاب الطهارة'' میں کیا لکھا تھا' یہ ہم نے حافظ ابن حجر کے دوسرے نسیان کی نشان دہی کی ہے۔

٥٩- بَابُ بَوْلِ الصِّبْيَانِ — بچوں کے پیشاب کا حکم

اس عنوان میں ''الصبيان'' کا لفظ ہے' ''صبيان''، ''صبي'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بچے' اس سے پہلے باب میں مرد کے پیشاب کا حکم بیان کیا تھا کہ جس جگہ مرد نے پیشاب کیا ہے' اس جگہ کو پاک کرنے کے لیے اس جگہ کو دھویا جائے گا' اور اس باب میں بچوں کے پیشاب کا حکم بیان کیا ہے کہ اگر دودھ پیتے بچے نے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو آیا اس کو دھویا جائے گا یا نہیں؟ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک دودھ پیتے لڑکے کا پیشاب طاہر ہے اور دودھ پیتی لڑکی کا پیشاب نجس ہے' اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دودھ پیتا لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کا پیشاب نجس ہے اور اگر وہ کپڑے پر پیشاب کر دیں تو اس کپڑے کو دھویا جائے گا اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک دودھ پیتے لڑکے نے اگر کپڑے پر پیشاب کر دیا تو اس کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے' اس پر صرف پانی کو چھڑک دینا کافی ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۲۸۶' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ' شرح المہذب ج ۳ ص ۶۳۹-۶۳۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

۲۲۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ، فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَتْبَعَهُ اِيَّاهُ. [اطراف الحدیث: ۵۴۶۸-۶۰۰۲-۶۳۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا' اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا' آپ نے پانی منگایا اور اس پانی کو اس کپڑے کے تابع کیا' یعنی اس پانی کو اس کپڑے پر بہایا۔

Marfat.com

(سنن ابن ماجہ: ۵۲۳ 'مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۰۱ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۰ 'مسند احمد ج ۶ ص ۵۲ طبع قدیم 'مسند احمد: ۲۶۲۵۶۔ ج ۴۰ ص ۳۰۰ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے پانی منگایا اور پانی کو اس کپڑے پر بہایا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

پیشاب سے آلودہ کپڑے پر پانی چھڑکنے کے متعلق احادیث

امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاک ہوتا ہے اور جس کپڑے پر اس نے پیشاب کیا ہو اس کو دھونا ضروری نہیں ہے' اس پر صرف پانی کو چھڑک لینا کافی ہے' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ پیتے بچوں کے متعلق فرمایا: لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جائے گا (اس حدیث میں ''یُنْضَحُ'' کا لفظ ہے' جس کا معنی انہوں نے پانی چھڑکنا کیا ہے' ہمارے نزدیک اس کا معنی پانی بہانا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۸۔ ۳۷۷ 'سنن ترمذی: ۶۱۰ 'سنن ابن ماجہ: ۵۲۵ 'مسند احمد ج ۱ ص ۷۶۔ ۹۷۔ ۱۳۷)

حضرت لبابہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیشاب کر دیا' میں نے عرض کیا: آپ مجھے اپنا کپڑا دیں' میں اس کو دھو دوں' آپ نے فرمایا: لڑکیوں کے پیشاب سے کپڑا دھویا جاتا ہے اور لڑکوں کے پیشاب سے صرف پانی چھڑک دیا جاتا ہے (اس حدیث میں بھی ''ینضح'' کا لفظ ہے' ہمارے نزدیک اس کا معنی پانی بہانا ہے)۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۵ 'سنن ابن ماجہ: ۵۲۲ 'مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۹ 'شرح معانی الآثار: ۵۶۸)

حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے بچہ کو لائیں جو طعام نہیں کھاتا تھا (یعنی دودھ پیتا تھا)' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنی گود میں بٹھا لیا' اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا' آپ نے پانی منگایا' پس اس پر چھڑکا اور اس کو دھویا نہیں (اس میں بھی ''نضح'' کا لفظ ہے' تحقیق یہ ہے کہ اس کا معنی پانی بہانا ہے' باب مذکور کی حدیث بھی اس پر قرینہ ہے)۔

(صحیح البخاری: ۲۲۳ 'صحیح مسلم: ۲۸۷ 'الرقم المسلسل: ۶۵۳ 'سنن ترمذی: ۷۱ 'سنن نسائی: ۳۰۱ 'مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۶ 'المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۴۳۵ 'مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۵ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۴ 'موطأ امام مالک: ۱۴۵ 'طہارت: ۱۱۰ 'سنن دارمی: ۷۴۵)

''نضح'' کا معنی پانی بہانا ہے' نہ کہ پانی چھڑکنا' اس کی ایک حدیث سے وضاحت

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دودھ پیتے لڑکے اور دودھ پیتی لڑکی' دونوں کے پیشاب میں کوئی فرق نہیں ہے اور دونوں کا پیشاب نجس ہے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ جن احادیث سے امام احمد اور امام شافعی نے استدلال کیا ہے' ان میں ''نضح'' کا لفظ ہے اور ''نضح'' کا معنی پانی چھڑکنا بھی ہے اور پانی بہانا اور دھونا بھی ہے' سو درج ذیل حدیث میں ''ینضح'' کا لفظ ہے اور اس کا معنی پانی بہانا ہے' یہاں پر پانی چھڑکنے کا معنی ہو ہی نہیں سکتا۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۶۶ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

وہ حدیث یہ ہے:

ابولبید بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی قبیلہ طاحیہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا' اس کو بیرح بن اسد کہا جاتا تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چند ایام بعد مدینہ میں آیا' اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ کوئی مسافر ہے' انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں اہل عمان سے ہوں' حضرت عمر نے کہا: اہل عمان سے؟ اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر اس کا ہاتھ پکڑ کر

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ کے پاس لے گئے اور کہا: یہ شخص اس زمین کی طرف سے آیا ہے جس کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک میں ایک زمین کو جانتا ہوں جس کو عمان کہا جاتا ہے جس کی ایک طرف سے سمندر بہتا ہے (یہاں حدیث میں سمندر کے بہنے کے لیے ''ینضح'' کا لفظ ہے) وہاں عرب کا ایک قبیلہ ہے اگر ان کے پاس میرا سفیر جائے تو وہ اس کو تیر ماریں گے نہ پتھر۔ (مسند ابویعلیٰ: ١٠٦' مسند احمد ج ١ ص ٤٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٠٨ ۔ ج ١ ص ٣٩٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (نخب الافکار ج ١ ص ٥٦٦)

ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ ''النضح'' کا معنی پانی بہانا ہے نہ کہ چھڑکنا' کیونکہ پانی چھڑکنے سے تو نجاست اور پھیلتی ہے اور کبھی ''نضح'' کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد دھونا ہوتا ہے اور اسی طرح ''الرش'' کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد دھونا ہوتا ہے۔ (تمہید لابن عبدالبر بہ حوالہ نخب الافکار ج ١ ص ٥٦٧' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

باب مذکور کی حدیث: ٢٢٢ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور اس پانی کو اس پیشاب آلودہ کپڑے کے تابع کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: ''ای اتبع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم البول الذی علی الثوب الماء یصبہ علیہ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہایا۔

(فتح الباری ج ١ ص ٥٤٧' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

اور یہ فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے مؤقف پر قوی دلیل ہے کہ لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہایا جاتا ہے' چھڑکا نہیں جاتا۔

علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: ''ای صبہ علیہ'' اس کپڑے پر پانی بہایا۔

(تنویر الحوالک ص ٨٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

دیگر احادیث سے اس کی تائید کہ ''نضح'' کا معنی دھونا اور پانی بہانا ہے نہ کہ پانی چھڑکنا

حضرت مقداد بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معلوم کروں کہ ایک شخص جب اپنی بیوی کے قریب ہوتا ہے تو اس کی مذی نکل آتی ہے' اس کے لیے کیا حکم ہے؟ کیونکہ میرے نکاح میں آپ کی صاحبزادی ہے' اس لیے میں آپ سے خود سوال کرنے سے حیاء کرتا ہوں' حضرت مقداد بیان کرتے ہیں: پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم اس حالت کو پاؤ تو اپنی شرم گاہ کو دھولو (یہاں پر بھی ''نضح'' کا لفظ ہے اور ایسی صورت میں شرم گاہ کو دھویا جاتا ہے' اس پر پانی نہیں چھڑکا جاتا) اور تم اس طرح وضوء کرو' جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ٢٠٧' سنن نسائی: ١٥٦' سنن ابن ماجہ: ٥٠٥)

اس حدیث میں ''نضح'' کا معنی دھونا ہے' اس پر دلیل یہ ہے کہ اسی قصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد سے فرمایا: ''یغسل ذکرہ ویتوضو'' وہ اپنا آلہ دھوئے اور وضوء کرے۔

(صحیح البخاری: ١٣٢' صحیح مسلم: ٣٠٣' الرقم المسلسل: ٦٨١' سنن نسائی: ١٥٢)

ایک اور حدیث میں بھی ''نضح'' بہ معنی دھونا ہے:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مذی سے بہت تکلیف اور مشقت اٹھاتا تھا اور اس کی وجہ سے اکثر غسل کرتا

Marfat.com

تھا' سو میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا اور آپ سے اس کے متعلق پوچھا' آپ نے فرمایا: تمہیں اس سے وضوء کافی ہے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے کپڑے پر جو مذی لگ جائے' اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم اپنی ہتھیلی میں پانی لے کر' فتنضح بہ ثوبک'' اس سے اپنے کپڑے کو دھوؤ' جہاں پر مذی لگی ہو۔ (سنن ترمذی:١١٥' سنن ابوداؤد:٢١٠' سنن ابن ماجہ:٥٠٦)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ جن احادیث میں لڑکے کے پیشاب کے لیے ''نضح'' کا لفظ آیا' اس کا معنی بھی دھونا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک حدیث میں ہے:

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بچے لائے جاتے تو آپ ان کو برکت دیتے اور ان کو گھٹی دیتے' ایک بچہ کو لایا گیا تو اس نے آپ پر پیشاب کر دیا' تو آپ نے اس کے بعد اس پر پانی ڈالا اور دھویا نہیں۔

(صحیح مسلم:٢٨٦' الرقم المسلسل:٦٣٩)

اس حدیث میں صراحت کے ساتھ دھونے کی نفی کی گئی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس کو خوب مل مل کر نہیں دھویا' اور اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ آپ نے اس پر پانی چھڑکا نہیں بلکہ پانی بہایا' جیسا کہ صحیح البخاری:٢٢٢ میں اس کی تصریح ہے' جس کو ہم حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح (فتح الباری ج١ ص ٥٤٧) اور علامہ سیوطی کی شرح (تنویر الحوالک ص ٨٢) سے نقل کر چکے ہیں۔

جن احادیث میں دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہانے اور اس کو دھونے کی تصریح ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہانے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بچے لائے جاتے' آپ ان کے لیے دعائے خیر کرتے' آپ کے پاس ایک بچہ لایا گیا' اس نے آپ پر پیشاب کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس پر خوب پانی بہاؤ۔

(مسند احمد ج٦ ص ٤٦ طبع قدیم' مسند احمد ج٤٠ ص ٢٢٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حسن بصری اپنی والدہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب لڑکا طعام نہ کھاتا ہو تو اس کے پیشاب پر پانی بہایا جائے گا اور جب لڑکی ہو تو اس کے کپڑے کو دھویا جائے گا۔ (المعجم الاوسط:٢٧٤٣' الاستذکار:٣٤٦٧)

حسن بصری سے روایت ہے کہ لڑکا جب تک طعام نہ کھاتا ہو' اس کے پیشاب پر پانی بہایا جائے گا اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔ (مسند ابو یعلیٰ:٦٨٨٧)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ لڑکے اور لڑکی میں فرق یہ ہے کہ لڑکے کے پیشاب کا باریک سوراخ ہوتا ہے' اس کا پیشاب تنگ جگہ سے نکلتا ہے اور لڑکی کے پیشاب کی جگہ فراخ ہوتی ہے اور وہ پھیل کر نکلتا ہے اور کپڑے پر پھیل جاتا ہے' اس لیے اس کو مبالغہ کے ساتھ دھونے کا حکم دیا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی بہانے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ پھیل کر نہیں نکلتا۔ (نخب الافکار ج١ ص ٥٦٨)

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ٥١٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لڑکے کے پیشاب کے اوپر خوب پانی بہایا جائے' جب تک کہ وہ طعام نہ کھاتا ہو اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے' خواہ کھانا کھاتی ہو یا نہ کھاتی ہو۔

ایک جماعت کا مذہب ہے کہ لڑکے کے پیشاب کو دھونا واجب ہے' جس طرح باقی پیشاب کا حکم ہے اور یہ ابراہیم نخعی' سفیان ثوری اور فقہاء احناف کا مذہب ہے (اور فقہاء مالکیہ کا بھی)۔ (شرح السنہ ج٢ ص ٨٧' المکتب الاسلامی' بیروت' ١٣٩٠ھ)

حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا' پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لایا گیا' انہوں نے آپ پر

Marfat.com

پیشاب کر دیا' لوگوں نے ارادہ کیا' ان کو جلدی سے روکیں تو آپ نے فرمایا: یہ میرا بیٹا ہے' یہ میرا بیٹا ہے' جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گئے تو آپ نے اس کے اوپر پانی بہا دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۰' طبع کراچی' شرح معانی الآثار: ۵۷۹)

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ کے پیٹ یا آپ کے سینہ پر حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے' انہوں نے آپ پر پیشاب کر دیا' حتیٰ کہ میں نے تیزی کے ساتھ ان کو پیشاب کرتے دیکھا' ہم ان (کو اٹھانے کے لیے) ان کی طرف کھڑے ہوئے' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' پھر آپ نے پانی منگا کر اس پیشاب پر بہا دیا۔ (شرح معانی الآثار: ۵۸۱)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے' تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کو مجھے عطا کیجئے یا ان کو مجھے دے دیجئے' میں ان کی کفالت کروں گی یا میں ان کو دودھ پلاؤں گی' سو آپ نے ایسا کر دیا' پھر میں حضرت حسین کو آپ کے پاس لے آئی اور انہیں آپ کے سینہ پر بٹھا دیا' انہوں نے آپ پر پیشاب کر دیا' جو آپ کے تہبند پر پہنچ گیا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنا تہبند مجھے دیجئے' میں اس کو دھو دوں' آپ نے فرمایا: لڑکے کے پیشاب پر پانی بہایا جاتا ہے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۵۸۲)

ہم نے حدیث: ۵۷۸ روایت کی تھی' اس میں ''نضح'' کا لفظ تھا اور اس حدیث میں ''صب'' کا لفظ ہے' جس کا معنی پانی بہانا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ وہاں بھی ''نضح'' کا معنی پانی بہانا ہے' پانی چھڑکنا نہیں ہے' تا کہ ان احادیث میں تضاد نہ ہو۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حسن بصری کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا' جو لڑکا کھانا نہ کھاتا ہو (صرف دودھ پیتا ہو) وہ اس کے پیشاب پر پانی بہاتی تھیں اور جب وہ کھانا کھاتا تھا تو اس کے پیشاب کو دھوتی تھیں اور وہ لڑکی کے پیشاب کو بھی دھوتی تھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۹)

اور باب مذکور کی حدیث: ۲۲۲ میں بھی تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہایا' سو صحیح بخاری کی یہ حدیث اور باقی محولۃ الصدر احادیث فقہاء احناف کے مؤقف پر قوی دلیل ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۴۵۷' دار المعرفہ بیروت' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

اس حدیث کا عموم اور اطلاق بھی یہ خبر دیتا ہے کہ شیر خوار لڑکے اور شیر خوار لڑکی کے پیشاب آلودہ کپڑوں میں فرق نہ کیا جائے اور ان کپڑوں پر پانی بہا کر ان کو دھویا جائے اور ان پر صرف پانی چھڑک کر گندگی کو مزید پھیلایا نہ جائے۔

۲۲۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ ' عَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ اَنَّهَا اَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيْرٍ ' لَمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ ' اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَاَجْلَسَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجْرِهٖ ' فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ ' فَدَعَا بِمَاءٍ '

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از ام قیس بنت محصن' بے شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے چھوٹے بچے کو لے کر آئیں' جس نے ابھی طعام کھانا نہیں شروع کیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھا لیا' اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب

Marfat.com

فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ. [طرف الحدیث: ٥٦٩٣] کر دیا' آپ نے پانی منگا کر اس کپڑے پر بہایا (یا اس کو دھویا) اور اس کو (زیادہ رگڑ کر) نہیں دھویا۔

(صحیح مسلم: ٢٨٧' الرقم المسلسل: ٦٥٣' سنن ابوداؤد: ٣٧٤' سنن ترمذی: ٧١' سنن نسائی: ٣٠٢' سنن ابن ماجہ: ٥٢٤' مسند الحمیدی: ٣٤٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ١٢٠' الاحاد والمثانی: ٣٢٥٣' المنتقی: ١٣٩' صحیح ابن خزیمہ: ٢٨٥' مسند ابوعوانہ ج ١ ص ٢٠٢' شرح معانی الآثار: ٥٧٠' صحیح ابن حبان: ١٣٧٣' المعجم الکبیر ج ٢٥ ص ٤٣٦' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤١٤' شرح السنۃ: ٢٩٤' موطأ امام مالک: ١١٠' مسند احمد ج ٦ ص ٣٥٥ طبع قدیم' مسند احمد ٢٦٩٩٦۔ ج ٤٤ ص ٥٤٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: آپ نے پانی منگا کر (پیشاب آلودہ) کپڑے پر بہایا اور اس کو (زیادہ رگڑ کر) نہیں دھویا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث کے معنی کی وضاحت

اس حدیث میں ''نضحہ'' کا لفظ ہے اور ہم حدیث: ٢٢٢ میں تفصیل سے تحقیق کر چکے ہیں کہ اس کا معنی یہاں پر پانی بہانا اور دھونا ہے اور حدیث میں جو مذکور ہے: اور اس کو نہیں دھویا' اس کا معنی ہے: اس کو بہت رگڑ کر اور مَل مَل کر نہیں دھویا کیونکہ شیر خوار لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہانا بہ کثرت احادیث سے ثابت ہے' جس کو ہم حدیث: ٢٢٢ کی شرح میں تفصیل سے باحوالہ بیان کر چکے ہیں۔

حافظ ابن حجر کے حدیث مذکور سے استنباط کردہ مسائل اور ان پر حافظ عینی کا تعاقب

(١) اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچوں پر شفقت کا پتا چلتا ہے کہ بچوں کو آپ کی گود میں بٹھا دیا جاتا' وہ آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیتے اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر ناگواری اور ناراضگی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے تھے۔

(٢) اس حدیث میں حُسنِ معاشرت اور تواضع کا بیان ہے اور اہل فضل کی برکت حاصل کرنے کے لیے بچوں کو ان کے پاس لے جانا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ بچوں کو حالت ولادت میں اور اس کے بعد اٹھا کر لے جانا ہے۔ (فتح الباری ج ١ ص ٧٥٥' دارالمعرفہ) علامہ بدرالدین عینی نے اس کا رد کرتے ہوئے یہ لکھا ہے: یہ عبارت انہوں نے بغیر غور و فکر کے لکھی ہے' ورنہ بچوں کو حالت ولادت میں کب اٹھا کر لایا جا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٩٩) نیز حافظ عسقلانی نے اس حدیث کے فوائد میں یہ بھی لکھا ہے: مولود کو گھٹی دینا' علامہ عینی نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: اس حدیث میں گھٹی دینے کا ذکر نہیں ہے' اگرچہ دوسری احادیث میں نو مولود کو گھٹی دینے کا بھی ذکر ہے (جیسا کہ صحیح مسلم: ٢٨٦ میں مذکور ہے) اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام قیس اپنے بچہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حصول برکت اور طلب دعا کے لیے لائی تھیں' کیونکہ جس کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرما دیں' وہ دنیا اور آخرت میں مسعود ہو جاتا ہے' اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ بچہ کو گھٹی دلوانے کے لیے لائی ہوں' مگر اس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٩٩)

حافظ ابن حجر کے فقہاء احناف کے مذہب پر اعتراضات

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ شیر خوار لڑکے اور لڑکی کے پیشاب آلودہ کپڑوں کے متعلق تین مذہب ہیں: (١) شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ لڑکے کے پیشاب میں پانی چھڑکنا کافی ہے' لڑکی کے پیشاب میں کافی نہیں ہے (٢) دونوں کے پیشاب میں پانی

Marfat.com

چھڑکنا کافی ہے' یہ اوزاعی کا مذہب ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول ہے اور امام مالک سے بھی مروی ہے (۳) فقہاء احناف اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ دونوں کے پیشاب آلودہ کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔ ابن دقیق العید نے کہا ہے: انہوں نے قیاس کی پیروی کی ہے اور حدیث میں جو مذکور ہے: آپ نے اس کپڑے کو نہیں دھویا' انہوں نے اس کی جو تاویل کی ہے' وہ خلاف ظاہر ہے اور دوسری احادیث سے بعید ہے' اور لڑکے اور لڑکی کے پیشاب کے حکم میں فرق اس لیے ہے تا کہ مشقت کم ہو۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۵۷' دار المعرفہ بیروت)

مصنف کی طرف سے حافظ ابن حجر کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا کہ فقہاء احناف نے اپنے مذہب میں قیاس کی پیروی کی ہے' قطعاً باطل اور مردود ہے' ہم حدیث: ۲۲۲ کی شرح میں ان احادیث کا تفصیل سے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں' جن کی پیروی میں فقہاء احناف نے کہا ہے کہ شیر خوار لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑوں کو بھی دھونا واجب ہے' اور اس حدیث میں جو مذکور ہے: آپ نے اس کپڑے کو نہیں دھویا' اس کی تاویل یہ کی ہے کہ اس کو زیادہ مَل مَل کر نہیں دھویا' یہ تاویل اس لیے کی ہے کہ دوسری احادیث میں اس کپڑے کو دھونے کا ذکر ہے' جن کو ہم حدیث: ۲۲۲ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں' اگر یہ تاویل نہ کی جائے تو احادیث میں تعارض اور تضاد لازم آئے گا' سو یہ تاویل خلاف ظاہر نہیں بلکہ احادیث میں توافق اور تطبیق پیدا کرنے کے لیے ہے' نیز حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ شیر خوار لڑکے اور شیر خوار لڑکی کے پیشاب آلودہ کپڑوں میں فرق اس لیے کیا ہے' تا کہ دھونے کی مشقت کم ہو' حافظ ابن حجر کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء شافعیہ اپنے اس مذہب میں قیاس کی پیروی کر رہے ہیں اور ان کا یہ قیاس صریح اور صحیح احادیث کے خلاف ہے' اس لیے باطل اور مردود ہے' نیز اسلام تو طہارت اور صفائی کی تعلیم دیتا ہے اور شیر خوار بچے کے پیشاب کو طاہر قرار دینا' اسلام کے اس اصول کے کلیۃً خلاف ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۷۵۔ ج ۱ ص ۹۶۶ پر ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:
شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کے دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل۔

٦٠- بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا وَقَاعِدًا — کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا

یعنی اس باب میں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب میں صرف کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے متعلق احادیث ہیں' پھر باب کے عنوان میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کا کیوں ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ بہ کثرت احادیث میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کا ذکر ہے' اس لیے امام بخاری نے اس کا بھی ذکر کر دیا اور اس کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب پیشاب کے حکم سے متعلق ہیں۔

۲۲٤- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ، فَبَالَ قَائِمًا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ، فَجِئْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ. [اطراف الحدیث: ۲۲۵۔۲۲۶۔۲٤٧١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ قوم کے کچرا گھر (گھورے) پر آئے' پھر آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا' پھر آپ نے پانی منگایا' سو میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا' پھر آپ نے وضوء کیا۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۲۷۳، الرقم المسلسل: ۶۱۳، سنن ابوداؤد: ۲۳، سنن ترمذی: ۱۳، سنن نسائی: ۲۸۔۲۷۔۲۶۔۱۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۶۔۳۰۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۰۶، مصنف عبد الرزاق: ۷۵۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳، سنن دارمی: ۶۶۸، مسند البزار: ۲۸۶۳، المنتقیٰ: ۳۶، صحیح ابن خزیمہ: ۶۱، صحیح ابن حبان: ۱۴۲۵۔۱۴۲۴، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۱۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۰۰، شرح السنۃ: ۱۹۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۲۴۱۔ ج ۳۸ ص ۲۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں، ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ قوم کے کچرا خانہ پر آئے، پھر آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

غیر مملوک جگہ پر پیشاب کرنے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ قوم کے کچرا گھر پر آئے اور وہاں پیشاب کیا، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کسی کی مملوکہ جگہ پر آپ کا پیشاب کرنا، کس طرح جائز ہوگا؟ اس سوال کے متعدد جواب ہیں:

(۱) یہ جگہ قوم کی ملکیت نہ تھی اور چونکہ قوم کے لوگ وہاں پر کچرا ڈالتے تھے، اس لیے اس کی اضافت قوم کی طرف کر دی۔

(۲) نبی ﷺ کو علم تھا کہ قوم کے لوگ آپ کے اس تصرف کو ناپسند نہیں کریں گے اور ایسی صورت میں تصرف جائز ہوتا ہے۔

(۳) جس چیز کی آپ کی امت مالک ہو، اس چیز پر آپ کا تصرف کرنا جائز ہے کیونکہ آپ تمام مؤمنین کی جانوں اور ان کے مالوں پر اقرب بالتصرف ہیں اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ لوگ اپنی املاک میں آپ کے تصرف سے خوش ہوتے تھے۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے حکم میں مذاہب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے اور جب کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے تو بیٹھ کر پیشاب کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے، امام مالک نے کہا ہے: اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے چھینٹیں نہیں اڑتیں تو کوئی حرج نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے، اور عام علماء نے یہ کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کوئی عذر ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ حضرت انس، حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے، حضرت ابن مسعود اور ابراہیم بن سعد نے اس کو مکروہ کہا ہے، ابراہیم کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والے کی شہادت کو جائز نہیں کہتے تھے اور ابن المنذر نے کہا: بیٹھ کر پیشاب کرنا مستحب ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مباح ہے اور ان میں سے ہر طریقہ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی حدیث کی معارض احادیث کی توجیہات

باب مذکور کی حدیث کے معارض حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جس نے تم کو یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے، اس کی تصدیق نہ کرو، آپ صرف بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ (سنن الترمذی: ۱۲، سنن نسائی: ۲۹، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو، اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

(سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ صرف گھر کے احوال پر مطلع تھیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے گھر کے باہر

Marfat.com

کے حال کا ذکر کیا ہے اور حضرت عمر کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی توجیہات

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا اس کی توجیہ میں امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ عرب یہ کہتے تھے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے کمر کے درد میں شفاء ہوتی ہے تو یہ گویا علاج کا ایک طریقہ ہے گھٹنوں میں درد کی شفاء کی بھی ایک روایت ہے۔

(۲) قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ آپ مسلمانوں کے اُمور میں مشغول تھے اور اس میں بہت دیر ہوگئی حتیٰ کہ آپ کو زور سے پیشاب آنے لگا اس لیے آپ اپنی عادت کے مطابق زیادہ دور نہیں جا سکے اس لیے آپ نے کچرا گھر کا ارادہ کیا کیونکہ وہ نرم اور ریتیلی جگہ تھی اور حضرت حذیفہ آپ کے ستر کے لیے کھڑے ہو گئے تھے گویا وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔

(۳) علامہ المازری نے کہا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے مقعد سے کچھ نکلنے کا خطرہ نہیں ہوتا جب کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے یہ خطرہ ہوتا ہے۔

(۴) کچرا گھر کے قریب جو جگہ تھی وہ بلند تھی اور آپ ڈھلان کی جانب تھے اس لیے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔

(۵) علامہ منذری نے کہا: اس کچرا گھر میں تر نجاسات تھیں آپ کو خطرہ تھا کہ اگر آپ نے بیٹھ کر پیشاب کیا تو آپ کے اوپر چھینٹیں اُڑیں گی۔

(۶) امام طحاوی نے کہا: وہ ایسی جگہ تھی کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے پیشاب کرنے والے کی طرف پیشاب بہ کر آتا ہے اس لیے آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

(۷) بعض علماء نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان جواز کے لیے اس مرتبہ کھڑے ہو کر پیشاب کیا ورنہ آپ کی عادتِ مبارکہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کی تھی۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث کے دیگر فوائد یہ ہیں:

(۱) قریب ترین جگہ پر جا کر پیشاب کرنا چاہیے۔

(۲) پیشاب کو زیادہ دیر تک روکنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں ضرر اور بیماری کا خطرہ ہے۔

(۳) پیشاب کرنے والے کے لیے اپنے خادم سے وضوء کے لیے پانی منگانا جائز ہے کیونکہ آپ نے حضرت حذیفہ سے پانی منگایا تھا۔

(۴) تلامذہ اور مریدین کو اساتذہ اور مشائخ کی اور اصاغر کو اکابر کی خدمت کرنی چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۰۳-۲۰۱ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١- بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ صَاحِبِهٖ، وَالتَّسَتُّرِ بِالْحَائِطِ

اپنے کسی ساتھی یا دیوار کی آڑ میں پیشاب کرنا

باب سابق کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب پیشاب کے حکم سے متعلق ہیں۔

٢٢٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

رَأَيْتُنِي أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشٰى، فَأَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ، فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ أَحَدُكُمْ، فَبَالَ، فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ، فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُهُ، فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ حَتّٰى فَرَغَ.

منصور از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جا رہے تھے پھر آپ ایک دیوار کے پیچھے قوم کے کچرا گھر پر آئے پھر آپ اس طرح کھڑے ہو گئے جس طرح تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہوتا ہے' پھر آپ نے پیشاب کیا' پس میں آپ سے پیچھے ہٹ گیا' پھر آپ نے مجھے اشارہ کیا تو میں آپ کے پاس آیا' پس میں آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ آپ فارغ ہو گئے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۲۴ میں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث مذکور کے مزید مسائل اور فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو بلایا اور وہ آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑے ہو گئے' حتیٰ کہ آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی معزز شخص پیشاب کے لیے جائے تو اپنے ساتھ اپنے کسی ساتھی کو لے جائے' جو اس کے پیچھے کھڑا ہو جائے تاکہ اس کی آڑ اور حجاب ہو جائے۔ علامہ ابن بطال نے کہا: یہ حکم اس صورت میں ہے' جب وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرے اور جب وہ بیٹھ کر پیشاب کرے تو پھر اس کے ساتھی کو اس سے دور چلے جانا چاہیے اور حضرت حذیفہ آپ کی حفاظت کے خیال سے آپ کے قریب آ کر کھڑے ہوئے تھے' نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب انسان قضاء حاجت کے لیے جائے تو لوگوں کی نگاہوں سے مستور رہے اور کسی دیوار یا درخت کی آڑ میں کھڑا ہو' مہلب نے کہا: اس حدیث میں شاگرد اور مرید سے خدمت لینے کا ثبوت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۴۲' دار الکتب الاسلامیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٦٢- بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ — قوم کے کچرا گھر کے پاس پیشاب کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے' کیونکہ دونوں بابوں کا تعلق پیشاب کے حکم سے ہے۔

٢٢٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ أَبُوْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ، وَيَقُوْلُ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيْلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ قَرَضَهُ. فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَيْتَهُ أَمْسَكَ، أَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ، فَبَالَ قَائِمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل' انہوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پیشاب کے معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کپڑے کو کاٹ دیتا تھا' پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! وہ یہ کہنے سے رک جاتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوم کے کچرا گھر پر آئے اور آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

کپڑوں پر پیشاب لگنے سے کپڑے کو کاٹ دینے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

اس حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ بنی اسرائیل میں سے جب کسی ایک کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتا

Marfat.com

تو وہ اس کپڑے کو کاٹ دیتا تھا' اس کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

حضرت عبدالرحمان بن حسنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے' آپ گھر سے نکلے اور آپ کے ساتھ ایک ڈھال تھی' آپ نے اس کے ساتھ پردہ کیا' پھر پیشاب کیا' پس ہم نے کہا: آپ کی طرف دیکھو آپ ایسے پیشاب کر رہے ہیں' جیسے عورت پیشاب کرتی ہے۔ آپ نے اس بات کو سن لیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ بنی اسرائیل کے صاحب کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ جب ان کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اس جگہ کو کاٹ دیتے تھے' جہاں ان کا پیشاب لگا ہوتا تھا' اس صاحب نے ان کو منع کیا تو ان کو قبر میں عذاب دیا گیا۔ امام ابوداؤد نے کہا: منصور نے بیان کیا از ابووائل از حضرت ابوموسیٰ' اس حدیث میں یہ مراد ہے: وہ اپنی کھال کو کاٹ دیتا تھا اور عاصم کی سند سے بیان کیا از ابوموسیٰ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: وہ اپنے جسم کو کاٹ دیتا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٢' سنن نسائی: ٣٠' سنن ابن ماجہ: ٣٤٦)

اس حدیث میں صاحب سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور جن کو عذاب دیا گیا' وہ بنی اسرائیل تھے اور یہاں یہ عبارت مقدر ہے' یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اس سے منع کیا کہ ان کے جسم یا کپڑوں پر پیشاب لگے' وہ اس سے باز نہ آئے تو ان کو قبر میں عذاب دیا گیا۔

پیشاب کی چھینٹوں کے متعلق ہماری شریعت میں سختی نہیں ہے

حضرت حذیفہ نے کہا: کاش! حضرت ابوموسیٰ اشعری پیشاب کے معاملہ میں اتنی سختی کرنے سے رک جاتے' ان کا مقصود یہ تھا کہ پیشاب کے معاملہ میں اتنی سختی کرنا سنت کے خلاف ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب کوئی شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرے گا تو وہ پیشاب کی چھینٹوں کے لگنے کا محل بنے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس احتمال سے بچنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٠٧)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: حضرت حذیفہ کا یہ قول ان علماء کے لیے حجت ہے' جو پیشاب کے معاملہ میں رخصت دیتے ہیں' کیونکہ یہ معلوم ہے کہ جو شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرے گا' اس کے اوپر سوئی کی نوک کے برابر پیشاب کے قطرات اڑ کر لگیں گے اور اس حدیث میں ہمارے لیے آسانی اور نرمی ہے' کیونکہ ہم سے پہلی امت اپنے کپڑوں میں اس جگہ کو کاٹ دیتی تھی' جہاں پیشاب لگتا تھا اور حضرت حذیفہ کی حدیث فقہاء احناف کے مذہب کے موافق ہے۔ (شرح ابن بطال ج ١ ص ٣٤٢)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

سوئی کی نوک کے برابر پیشاب کی چھینٹوں کے حکم میں اختلاف ہے' امام مالک فرماتے ہیں: ان کو دھونا مستحب ہے' امام شافعی فرماتے ہیں: ان کو دھونا واجب ہے' امام ابوحنیفہ نے اس میں آسانی دی ہے' جس طرح انہوں نے باقی معمولی نجاستوں میں آسانی دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٠٧-٢٠٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* صحیح البخاری کی حدیث: ٢٢٦-٢٢٥' شرح صحیح مسلم: ٥٣٣-٥٣٢' ج ١ ص ٩٤٤-٩٤٣ پر مذکور ہے' وہاں ان حدیثوں کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٣- بَابُ غَسْلِ الدَّمِ خون کو دھونا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں پیشاب کو دھونے کا بیان تھا اور اس باب میں خون کو دھونے کا ذکر ہے اور خون اور پیشاب دونوں نجس ہیں اور ان دونوں ابواب میں نجاست کو دھونے کا ذکر ہے۔

Marfat.com

٢٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ، عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا تَحِيضُ فِي الثَّوْبِ، كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ تَحُتُّهُ، ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ، وَتَنْضَحُهُ، وَتُصَلِّي فِيهِ.

[طرف الحدیث:٣٠٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے فاطمہ نے حدیث بیان کی از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی' اس نے کہا: یہ بتایئے کہ ہم میں سے کوئی عورت اپنے کپڑوں میں حیض کا خون دیکھتی ہے' وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: اس خون کو کھرچ دے' پھر اس کو پانی سے ملے' پھر اس کو دھوئے' پھر ان کپڑوں میں نماز پڑھے۔

(صحیح مسلم:٢٩١' الرقم المسلسل:٦٦١' سنن ابوداؤد:٣٦٢-٣٦١' سنن ترمذی:١٣٨' سنن نسائی:٢٩٢' سنن ابن ماجہ:٦٢٩' صحیح ابن خزیمہ:٢٧٥' المعجم الکبیر:٢٩٠' ج ٢٤' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٠٦' مسند احمد ج ٦ ص ٣٤٦ طبع قدیم' مسند احمد:٢٦٩٣٢' ج ٤٤ ص ٤٩٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر اس کپڑے کو دھوئے۔

''حت' قرص'' اور ''نضح'' کا معنی

اس حدیث میں ''تحته'' کا لفظ ہے' ''حت'' کا معنی ہے: درخت سے پتے جھاڑنا اور یہاں مراد ہے: خشک خون کو کھرچ کر صاف کرنا اور ''تقرصه بالماء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پانی سے مَل مَل کر صاف کرنا۔

اور اس میں ''تنضحه'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دھونا' شیرخوار لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑوں کو صاف کرنے کے لیے بھی حدیث میں ''ینضح'' کا لفظ ہے۔ فقہاء شافعیہ وہاں اس کا معنی پانی چھڑکنا کرتے ہیں اور ہم اس کا معنی پانی سے دھونا کرتے ہیں اور یہاں پر شوافع نے بھی ''تنضحه'' کا معنی پانی سے دھونا کیا ہے' اس لیے وہاں بھی اس کا معنی پانی سے دھونا کرنا چاہیے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی مالکی نے کہا ہے: ''تنضحه'' کا معنی ہے: اس کو دھوئے اور علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے: اس پر پانی چھڑکے' علامہ عسقلانی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر وہ کپڑا پاک ہے تو پانی چھڑکنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اگر وہ کپڑا نجس ہے تو پانی چھڑکنے سے وہ پاک نہیں ہوگا' اس لیے علامہ خطابی نے جو اس کا معنی دھونا کیا ہے' وہ زیادہ اچھا ہے۔ (فتح الباری ج ١ ص ٥٨٧' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

ہر مائع چیز سے نجاست کے ازالہ پر دلیل

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نجاست صرف پانی سے زائل ہوتی ہے اور دیگر مائعات سے زائل نہیں ہوتی اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف یہ کہتے ہیں کہ ہر مائع طاہر سے نجاست زائل ہو جاتی ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم میں سے کسی ایک کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا' جس میں اسے حیض آ جاتا تھا' پس اگر اس کپڑے پر خون لگ جاتا تو وہ اس خون کو اپنے تھوک سے بھگوتی' پھر اس کو اپنے تھوک سے رگڑ کر صاف کرتی۔ (سنن ابوداؤد:٣٥٨)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اگر تھوک خون کو زائل کر کے کپڑے کو پاک نہ کرتا تو تھوک لگانے سے نجاست اور زیادہ ہو جاتی اور تھوک پانی کا غیر ہے اس سے ثابت ہوا کہ ہر مائع چیز سے نجاست زائل ہو جاتی ہے پھر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال ہے کہ وہ بعد میں پانی سے دھو لیتی ہوں۔ (فتح الباری ج ١ ص ٥٩٧-٥٨٧ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں بعد میں پانی سے دھونے کا ذکر نہیں ہے لہٰذا فقہاء احناف کا اس حدیث سے استدلال درست ہے اور حافظ ابن حجر کا حدیث میں احتمال نکال کر جواب دینا باطل اور مردود ہے۔

قلیل نجاست کی مقدار میں مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

نجاسات کو زائل کرنے میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اصل ہے۔

اس حدیث میں "النضح" کا لفظ ہے اور کلام عرب میں اس سے مراد دھونا ہوتا ہے اور اس پر دلیل کہ اس حدیث میں اس سے مراد دھونا ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اپنے آپ سے خون کو دھوؤ اور نماز پڑھو اور علماء کے نزدیک یہ حدیث کثیر خون پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خون کے نجس ہونے میں یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ بہا ہوا خون ہو اور وہ کثیر جاری خون سے کنایہ ہے مگر خون کی جو مقدار معاف ہوتی ہے اس میں اختلاف ہے۔ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ خون اور باقی نجاسات میں درہم کی مقدار قلیل نجاست ہے اور درہم سے زیادہ مقدار کثیر نجاست ہے انہوں نے اس کا قیاس اس پر کیا ہے کہ جب پاخانہ کرنے کے بعد پتھر سے استنجاء کیا جائے تو مقعد کی کردنوں اور اطراف میں ایک درہم کے برابر نجاست لگی رہتی ہے اور اتنی مقدار معاف ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک درہم کی مقدار نجاست قلیل ہے اور اس سے زیادہ کثیر ہے۔

امام مالک نے کہا: قلیل خون معاف ہے اور باقی نجاسات کی قلیل مقدار کو دھویا جائے گا اور ابن وہب نے ان سے روایت کیا ہے کہ حیض کا قلیل خون بھی کثیر خون کی طرح ہے اور امام شافعی کے نزدیک تھوڑا خون بھی دھویا جائے گا مگر پسو کا خون معاف ہے کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

امام مالک نے جو کہا ہے کہ حیض کا قلیل خون بھی کثیر کی طرح ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء سے حیض کے خون کے متعلق فرمایا: اس کو کھرچو پھر اس کو پانی سے ملو اور آپ نے قلیل خون اور کثیر میں فرق نہیں کیا اور نہ آپ نے حیض کے خون کی مقدار کے متعلق کوئی سوال کیا اور آپ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا: تم اپنے خون کو دھوؤ اور نماز پڑھو اور اس حکم میں آپ نے درہم کی مقدار خون یا اس سے کم یا زیادہ کا فرق نہیں کیا۔

امام مالک کی جو دوسری روایت ہے کہ حیض کا قلیل خون معاف ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ قلیل خون کا معاف ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ انسان کا غالب حال یہ ہے کہ اس کو پھنسی اور زخم ہوتا ہے اور اس پر پسو اور مچھر کا خون لگ جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بہنے والے خون کو حرام کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ جو خون بہنے والا نہ ہو وہ معاف ہے اور تمام نجاستوں میں صرف بہنے والے خون کا استثناء کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ قلیل خون کو بھی حرام کر دیتا تو لوگ خون کو گوشت کی رگوں سے بھی تلاش کر کے نکالتے لیکن ہم گوشت کو پکاتے ہیں اور ہنڈیا کے اوپر پیلاہٹ ہوتی ہے اور انسان کا غالب حال یہ نہیں ہے کہ اس کے کپڑوں اور بدن پر پاخانہ یا پیشاب لگا ہو کیونکہ اس سے بچنا ممکن ہے اس لیے صرف خون کی قلیل مقدار معاف ہے اور باقی نجاستوں کی قلیل

Marfat.com

مقدار معاف نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۴۶-۳۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک قلیل نجاست کی مقدار

فقہاء احناف کے نزدیک باقی نجاستوں میں بھی قلیل مقدار معاف ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ پاخانہ کرنے کے بعد پتھر سے استنجاء کرنے کو کافی قرار دیا گیا ہے اور اس کے بعد پانی سے دھونے کو فرض یا واجب قرار نہیں دیا گیا' حالانکہ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد مکمل صفائی نہیں ہوتی اور تھوڑی سی نجاست لگی رہتی ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء نے قلیل نجاست کی مقدار ایک درہم مقرر کی ہے' کیونکہ صاحب الاسرار نے حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نجاست کی مقدار ایک درہم مقرر کی ہے اور ان کی اقتداء کرنا ہمارے لیے کافی حجت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: انہوں نے نجاست کو ایک ناخن کے برابر مقرر کیا ہے اور ''المحیط'' میں مذکور ہے: ان کا ناخن ہماری ہتھیلی کے برابر ہے' پس یہ اس پر دلیل ہے کہ ایک درہم سے کم نجاست نماز سے مانع نہیں ہے' اور ''محیط'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ درہم کبیر ہتھیلی کی چوڑائی کی مثل ہے اور ''صلاۃ الاصل'' میں مذکور ہے کہ درہم کبیر ایک مثقال تک پہنچتا ہے اور علامہ سرخسی کے نزدیک ان کے زمانہ کا درہم معتبر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۱-۲۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

قلیل نجاست کا معیار آیا درہم کی چوڑائی ہے یا اس کا وزن؟

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

(۷۵۵) یہ معلوم کرنا واجب ہے کہ ہمارے نزدیک نجاست کی قلیل مقدار معاف ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب کپڑے میں قلیل نجاست کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: جب میرے اس ناخن کی مقدار کے برابر نجاست ہو تو وہ جواز صلوٰۃ سے مانع نہیں ہے' کیونکہ قلیل نجاست سے بچنا ممکن نہیں ہے' کیونکہ مکھی نجاستوں پر بیٹھتی ہے' پھر وہ نمازی کے کپڑوں پر بیٹھتی ہے اور اس کے پروں اور پیروں میں نجاست ضرور ہوتی ہے' اس لیے عموم بلوٰی کی وجہ سے قلیل نجاست کو معاف کر دیا گیا اور صحیح آثار سے ثابت ہے کہ اکثر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پتھروں سے استنجاء کو کافی سمجھتے تھے اور پتھر اصل نجاست کو زائل نہیں کرتا اور اگر قلیل نجاست معاف نہ ہوتی تو وہ پتھروں سے استنجاء کو کافی قرار نہ دیتے۔

(۷۵۶) پھر نجاست کی دو قسمیں ہیں: غلیظہ اور خفیفہ' سو نجاست غلیظہ جب درہم کی مقدار کے برابر ہو یا اس سے کم ہو تو جواز صلوٰۃ سے مانع نہیں ہے اور اگر ایک درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو پھر جواز صلوٰۃ سے مانع ہے اور اعتبار درہم کبیر کا ہے' درہم صغیر کا اعتبار نہیں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے ''الجامع الصغیر'' میں لکھا ہے: درہم کبیر دراہم میں بڑا ہوتا ہے اور انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ درہم کبیر کی چوڑائی کا اعتبار ہے یا اس کے وزن کا۔

(۷۵۷) دوسرے مقام پر امام محمد نے فرمایا: درہم کبیر وہ ہے' جو ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر ہو' جیسے الدرہم الشبلیلی اور کتاب الصلوٰۃ میں انہوں نے ذکر کیا کہ درہم کبیر کے وزن کا اعتبار ہے۔

(۷۵۸) امام ابو جعفر رحمہ اللہ نے امام محمد کے ان الفاظ میں تطبیق دی ہے' انہوں نے کہا: امام محمد نے جہاں درہم کی چوڑائی کا اعتبار کیا ہے' اس سے نجاست رقیقہ کی مقدار مراد ہے اور جہاں انہوں نے درہم کے وزن کا اعتبار کیا ہے' اس سے ان کی مراد نجاست غلیظہ کی مقدار ہے' اور یہی صحیح مذہب ہے کہ نجاست رقیقہ میں درہم کی چوڑائی قلیل نجاست ہے اور نجاست غلیظہ میں درہم کا وزن قلیل نجاست

ہے اور درہم کا اعتبار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ناخن کے برابر نجاست کو قلیل نجاست قرار دیا اور ان کا ناخن درہم کبیر کی مقدار کے برابر تھا اور حدث (وضو توڑنے) کی جگہ کا اعتبار ہے کیونکہ شریعت نے نجاست کی اس مقدار کو معاف کر دیا ہے جو وضوء توڑنے کی جگہ (مقعد) میں لگی ہوتی ہے کیونکہ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد طہارت کا حکم لگایا جاتا ہے اور پتھر نجاست کو زائل کرتا ہے اس کے اثر کو زائل نہیں کرتا' یہ اس کی دلیل ہے کہ موضع حدث (مقعد) میں جو نجاست لگی ہوتی ہے شریعت نے اس کو معاف کر دیا اور موضع حدث (مقعد) درہم کبیر کی مقدار کے برابر ہے لیکن انہوں نے موضع حدث (وضوء توڑنے کی جگہ یعنی مقعد) کے ذکر کو قبیح جانا' پس انہوں نے اس کا درہم سے کنایہ کیا' اسی طرح ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

(المحیط البرہانی ج ١ ص ٢٠٧-٣٠١ ادارۃ القرآن کراچی ١٤٢٤ھ)

باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل

اس حدیث سے جو دیگر مسائل معلوم ہوئے وہ یہ ہیں:

(١) خون بالاجماع نجس ہے (٢) نجاست کو زائل کرنے میں عدد شرط نہیں بلکہ صفائی شرط ہے (٣) عورت اپنے کپڑوں میں جب خون لگا ہوا دیکھے تو اس کو پانی سے دھو کر صاف کرے' پھر ان کپڑوں سے نماز پڑھ سکتی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٥٨٣- ج ١ ص ٩٧٧' پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

نجاست کو زائل کرنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء۔

٢٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةُ اَبِيْ حُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ اِمْرَاَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ، اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ، فَاِذَا اَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلٰوةَ، وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّيْ. قَالَ وَقَالَ اَبِيْ ثُمَّ تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلٰوةٍ، حَتّٰى يَجِيْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ.

[اطراف الحدیث: ٣٠٦-٣٢٠-٣٢٥-٣٣١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک میں ایک عورت ہوں' جس کا حیض مسلسل جاری رہتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی' کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! یہ رگ (کا خون) ہے اور حیض نہیں ہے' پس جب تمہارا حیض آ جائے تو نماز کو چھوڑ دو اور جب حیض چلا جائے تو تم اپنے جسم سے خون صاف کرنا' پھر (غسل کر کے) نماز پڑھنا' میرے والد نے کہا: آپ نے فرمایا: پھر تم ہر نماز کے لیے وضوء کرنا حتیٰ کہ اس نماز کا وقت آ جائے۔

(صحیح مسلم: ٣٣٣' الرقم المسلسل: ٧٤٣' سنن ترمذی: ١٢٥' سنن نسائی: ٣٥٩' سنن ابن ماجہ: ٦٢١' السنن الکبریٰ للنسائی: ٢١٧' سنن دارقطنی ج ١ ص ٢٠٦' الطبقات الکبریٰ ج ٨ ص ٢٤٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ١٢٥' مسند ابوعوانہ ج ١ ص 319' سنن بیہقی ج ١ ص ٣٢٤' مسند احمد ج ٦ ص ١٩٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٥٦٢٢- ج ٤٣ ص ٣٠٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: اور جب حیض چلا جائے تو تم اپنے جسم سے خون

Marfat.com

صاف کرنا۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' پانچ کا تعارف پہلے کیا جاچکا ہے۔

چھٹی حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش ہیں' یہ قرشیہ اسدیہ ہیں' ان کے والد حبیش' قیس بن المطلب تھے اور بعض نے کہا ہے: قیس بن عبد المطلب تھے' یہ حضرت فاطمہ بنت قیس کے علاوہ خاتون ہیں' جن کو تین طلاقیں دی گئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۱)

حیض اور استحاضہ کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''استحاض'' اس کا معنی ہے: حیض کی مدت گزرنے کے بعد میرا خون مسلسل جاری رہتا ہے یعنی وہ مستحاضہ تھیں' حیض اس خون کو کہتے ہیں' جو رحم سے نکلتا ہے اور رحم وہ جگہ ہے جہاں جماع کیا جاتا ہے اور جہاں سے بچہ کی ولادت ہوتی ہے اور استحاضہ وہ خون ہے' جو حیض کی کم از کم مدت سے کم دنوں میں آئے یا حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت سے زیادہ دنوں میں آئے' یعنی تین دن سے کم آئے یا دس دن سے زیادہ آئے۔

اس اشکال کا جواب کہ آپ نے حیض ختم ہونے کے بعد نماز پڑھنے کا حکم دیا' حالانکہ اس سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے

اس حدیث میں مذکور ہے: اور جب حیض چلا جائے تو تم اپنے جسم سے خون صاف کرنا' پھر نماز پڑھنا' اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل کا ذکر نہیں کیا اور حیض ختم ہونے کے بعد غسل کرنا ضروری ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس روایت میں غسل کا ذکر نہیں ہے لیکن دوسری صحیح روایت میں غسل کا ذکر ہے' وہ روایت حسب ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: بے شک حیض کے بعد میرا خون جاری رہتا ہے' آپ نے فرمایا: یہ رگ (کا خون) ہے' پس تم غسل کرو' پھر نماز پڑھو' پس وہ ہر نماز کے وقت غسل کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم: ۳۳۴' الرقم المسلسل: ۷۳۹' سنن ابوداؤد: ۲۸۵' سنن ترمذی: ۱۲۹' سنن نسائی: ۲۰۵)

اور احادیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں' لہٰذا اس حدیث میں بھی یہی معنی مراد ہے کہ جب حیض چلا جائے تو تم غسل کرو' پھر نماز پڑھو۔

حائضہ عورت کو پیش آنے والے دیگر مسائل

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے پیش آمدہ مسئلہ میں عالم دین سے براہ راست سوال کرسکتی ہے۔

(۲) جو عورت حائضہ ہو' اس کا ایام حیض میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' خواہ نماز فرض ہو یا نفل ہو' نہ اس کا طواف کرنا جائز ہے' نہ نماز جنازہ پڑھنا' نہ سجدۂ تلاوت کرنا' نہ سجدۂ شکر ادا کرنا۔

(۳) جب کسی عورت کا حیض منقطع ہو جائے' تو اس پر واجب ہے کہ وہ اسی وقت غسل کرکے اس وقت کی نماز پڑھے اور پھر اس کے لیے نماز اور روزے کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور وہ طاہرات کے حکم میں ہے۔

(۴) بعض فقہاء احناف نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر پیشاب اور پاخانے کے راستوں کے علاوہ بھی جسم کے کسی حصہ سے خون نکل آئے تو اس سے وضوء ٹوٹ جائے گا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استحاضہ میں وضوء ٹوٹنے کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ رگ سے خون نکلا ہے' لیکن وہ پیشاب کے راستہ سے نکلا ہے اور پیشاب کے راستہ سے جو خون نکلے' اس سے وضوء ٹوٹنے میں

Marfat.com

کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(۵) اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے وضوء کرے' اس میں فقہاء احناف اور شوافع کا اختلاف ہے کہ مستحاضہ ہو یا کوئی اور صاحب عذر مثلاً جس کے پیشاب کے قطرات ہر وقت نکلتے رہتے ہیں یا جسم کے زخم سے ہر وقت خون بہتا رہتا ہے' آیا وہ ہر نماز کے لیے ایک وضوء کرے یا ہر نماز کے وقت کے لیے ایک وضوء کرے' فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے لیے ایک وضوء کرے اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے وقت کے لیے ایک وضوء کرے اور اس پورے وقت میں فرائض اور نوافل اور تلاوتِ قرآن کر سکتا ہے' بہ شرطیکہ کسی اور وجہ سے اس کا وضوء نہ ٹوٹے اور جب دوسری نماز کا وقت آ جائے گا تو پھر اس کو دوبارہ وضوء کرنا ہو گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۶۱۔ ج ۱ ص ۱۰۲۶ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح میں صرف دو سطریں لکھی گئی ہیں۔

٦٤- بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ وَفَرْكِهٖ' وَغَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنَ الْمَرْاَةِ

منی کو دھونا اور اس کو کھرچنا اور عورت سے جو چیز بدن پر لگے' اس کو دھونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر منی تر ہو تو اس کو دھو دیا جائے اور اگر منی خشک ہو تو اس کو کھرچ دیا جائے۔ اس عنوان میں ''فَرْك'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کو اتار کر گڑنا کہ اس کا اثر زائل ہو جائے اور منی کا معنی ہے: وہ سفید اور گاڑھا پانی' جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور جس کے خروج کے بعد مرد کا آلہ ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور اس کی بو گوندھے ہوئے آٹے کی مثل ہوتی ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مرد عورت سے مقاربت کرتا ہے تو اس کے اندام نہانی سے جو رطوبت نکلتی ہے' اگر وہ مرد کے بدن یا اس کے کپڑوں پر لگ جائے تو اس کو بھی دھویا جائے گا' اس کو رطوبت فرج کہتے ہیں' اس عنوان میں یہ تین چیزیں بیان کی ہیں' لیکن اس باب میں جو حدیث بیان کی ہے' اس میں صرف منی آلودہ کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے۔

اس باب کی سابق باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں خون آلودہ کپڑے کو دھونے کا ذکر تھا اور اس باب میں منی آلودہ کپڑے کو دھونے کا ذکر ہے اور خون اور منی دونوں نجس ہیں۔

٢٢٩- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ الْجَزَرِيُّ' عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ' وَاِنَّ بُقَعَ الْمَاءِ فِيْ ثَوْبِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۰۔۲۳۱۔۲۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن میمون الجزری نے خبر دی' از سلیمان بن یسار از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں سے جنابت (کے اثر یعنی منی) کو دھوتی تھی' آپ نماز پڑھنے کے لیے نکلتے اور پانی کے نشانات آپ کے کپڑوں میں ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۸۹' الرقم المسلسل: ۶۵۸' سنن ابوداؤد: ۳۷۳' سنن ترمذی: ۱۱۷' سنن نسائی: ۲۹۵' سنن ابن ماجہ: ۵۳۶' مسند احمد ج ۶ ص ۴۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۰۷۔ ج ۴۰ ص ۲۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند اسحاق بن راھویہ: ۱۱۳۴' شرح معانی الآثار: ۲۶۷' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۹۔۴۱۸)

اس باب کے عنوان کے تین اجزاء تھے: منی کو دھونا' منی کو کھرچنا اور رطوبت فرج کو دھونا' اور حدیث میں صرف منی آلودہ کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے' بقیہ دو اجزاء کا ذکر نہیں ہے' سو اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت دلالت تضمنی کے اعتبار

Marfat.com

سے ہے دلالت مطابقی کے اعتبار سے نہیں ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

منی کے طاہر یا نجس ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا منی طاہر ہے یا نجس ہے امام مالک' لیث' اوزاعی' ثوری اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ منی نجس ہے' مگر امام مالک کے نزدیک منی تر ہو یا خشک اس کو دھونا ضروری ہے اور ان کے نزدیک خشک منی کو کھرچنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تر منی کو دھویا جائے گا اور خشک منی کو کھرچ دینا کافی ہے اور امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور نے یہ کہا کہ منی طاہر ہے' اس کو کپڑے سے کھرچ دیا جائے اور اگر نہ کھرچے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے' صحابہ میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے نزدیک منی کو کھرچنا جائز ہے' حضرت ابن عباس فرماتے تھے: تم منی کو کسی کپڑے سے یا کسی تنکے سے کھرچ دو اور اگر اس کو نہ دھوؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۵۰۔۳۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ موافق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: منی طاہر ہے اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ خون کی مثل نجس ہے اور مذہب میں پہلی روایت مشہور ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۲۸۷' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کا استدلال باب مذکور کی حدیث سے ہے اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے۔

منی کی طہارت پر امام شافعی اور امام احمد کے دلائل

ہمام بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بہ طور مہمان ٹھہرے' ان کو احتلام ہو گیا' حضرت عائشہ کی باندی نے دیکھا کہ وہ اپنے کپڑے سے منی کو دھو رہے تھے یا اس کپڑے کو دھو رہے تھے' اس باندی نے حضرت عائشہ کو اس کی خبر دی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتی تھی (یعنی دھوتی نہیں تھی)۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۔۱۰۵' الرقم المسلسل: ۶۶۹۔۶۶۷' سنن ابوداؤد: ۳۷۱' سنن نسائی: ۲۹۴' سنن ترمذی: ۱۱۷' سنن ابن ماجہ: ۵۳۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۵۔۹۷۔۳۵' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۵)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر سے منی کھرچ دیتی تھی اور ہمارے پاس ان دنوں اونی چادر تھی۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۳)

علماء احناف کی طرف سے مذکورہ دلائل کے جوابات

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

منی نجس ہے اور ان آثار سے امام شافعی اور امام احمد کا استدلال درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس چادر اور جس کپڑے سے منی کھرچنے کا ذکر کیا ہے' وہ آپ کے سونے کے کپڑے تھے' نماز پڑھنے کے کپڑے نہیں تھے' نماز پڑھنے کے کپڑوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دھوتی تھیں (جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے) اور ہم دیکھتے ہیں کہ جن کپڑوں میں پاخانہ اور پیشاب کی نجاست ہو' ان کو پہن کر سونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' تو منی آلودہ کپڑوں کو پہن کر سونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۶۲' قدیمی کتب خانہ کراچی)

Marfat.com

مصنف کے نزدیک یہ آثار امام ابوحنیفہ کے خلاف نہیں ہیں' کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: میں ان کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھی اور گیلی منی کو نہیں کھرچا جاتا' خشک منی کو ہی کھرچا جا سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خشک منی کو کپڑے سے کھرچ دینا کافی ہے' سو یہ آثار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے خلاف نہیں ہیں' البتہ امام مالک کے خلاف ہیں' کیونکہ وہ خشک منی کو کھرچنے کے قائل نہیں ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد جو کہتے ہیں کہ منی پاک ہے' ان کا مدعا تب ثابت ہوگا' جب یہ ثابت ہو کہ کپڑے سے منی کو دھوئے یا کھرچے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منی آلودہ کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی ہو اور یہ ثابت نہیں ہے بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے اپنی بہن' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' جن کپڑوں کے ساتھ تم سے مجامعت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! جب ان کپڑوں پر نجاست نہ لگی ہو۔ (سنن ابوداؤد: ٣٦٦' سنن نسائی: ٢٩٣' سنن ابن ماجہ: ٥٤٠)

حضرت ام حبیبہ نے فرمایا: ہاں! جب ان کپڑوں پر نجاست نہ لگی ہو' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک منی نجس ہے۔

صحابہ کرام کا منی آلودہ کپڑے کو دھونا یا اس سے منی کھرچنا

بہ کثرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ وہ منی آلودہ کپڑوں سے منی کو دھوتے تھے اور اگر منی خشک ہو تو اس کو کھرچتے تھے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے کپڑے میں جنبی ہو جائے' پھر وہ اس میں (منی کا) نشان دیکھے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو دھولے اور اگر اس کو اس کپڑے پر نشان نہ دکھائی دے تو وہ اس کپڑے کو بھگو کر دھوئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ٨٩٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

عبداللہ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ جنابت سے آلودہ کپڑوں کے متعلق کہتے تھے: اگر تم منی کا نشان دیکھو تو اس کو دھولو اور اگر تم کو معلوم ہو کہ اس پر منی لگی ہے' پھر تم کو نظر نہیں آئی تو پورے کپڑے کو دھولو اور اگر تم کو شک ہو کہ کپڑے پر منی لگی ہے یا نہیں تو اس کپڑے کو پانی میں بھگولو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٩٩)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم سے منی لگنے کی جگہ چھپ جائے اور تم کو یقین ہو کہ منی لگی تھی تو تم پورے کپڑے کو دھوؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٩٠٠)

عبدالکریم بن رشید بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے کپڑے میں جنبی ہو گیا اور اس کو منی کا نشان نظر نہیں آیا' اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ پورے کپڑے کو دھوئے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٩٠٢)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے کپڑے میں منی لگی ہو تو میں اس کو کس طرح (پاک) کروں؟ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہاتھ سے پانی لے کر اس جگہ کو دھوؤ جہاں تم دیکھو کہ (منی) لگی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٩٠٩) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منی کو دھونے کا حکم دیا ہے اور اس سے حافظ ابن حجر کا یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ حدیث میں منی کو دھونے کا فعل ہے اور اس سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ (فتح الباری ج ١ ص ٧٠٦) کیونکہ اس حدیث میں منی کو دھونے کا حکم ہے اور اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے سے احتلام کے نشان کو دھوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٩١٤)

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچتی تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۷)

ہم نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق بہ کثرت احادیث اور آثار ذکر کیے ہیں کہ منی آلودہ کپڑے کو دھویا جاتا تھا یا خشک منی کو اس سے کھرچ دیا جاتا تھا' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ منی نجس ہے اور جو لوگ منی کو طاہر کہتے ہیں' وہ کوئی ایک حدیث بھی نہیں پیش کر سکتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تر منی کو دھوئے بغیر یا خشک منی کو کھرچے بغیر اس منی آلود کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔

منی کے نجس ہونے پر عقلی دلیل

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی مصری متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

جو چیز وضوتوڑنے کا سبب ہوتی ہے' وہ نجس ہوتی ہے' جیسے پیشاب' پاخانہ اور استحاضہ کا خون اور منی کا خروج بھی وضوتوڑنے کا سبب ہے' اس لیے ضروری ہے کہ منی کا خروج بھی فی نفسہٖ نجس ہو۔ (شرح معانی الآثار ج۱ ص۶۷' قدیمی کتب خانہ کراچی)

منی کے طاہر ہونے پر فقہاء شافعیہ کے عقلی دلائل اور ان کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وہ کہتے ہیں کہ منی سے طاہر جان دار پیدا ہوتا ہے' اس لیے اس کو طاہر ہونا چاہیے' ہم کہتے ہیں کہ بعض اوقات طاہر چیز نجس چیز سے پیدا ہوتی ہے' جیسے دودھ خون سے پیدا ہوتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ منی انبیاء علیہم السلام کا مبدء ولادت ہے' اس لیے اس کو طاہر ہونا چاہیے' ہم کہتے ہیں کہ پھر علقہ (جما ہوا خون) کو بھی طاہر کہیں' کیونکہ وہ اقرب مبدأ ولادت ہے کیونکہ منی جما ہوا خون بنتی ہے' پھر وہ گوشت بنتی ہے' پھر اس میں ہڈیاں بنتی ہیں' پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے' نیز جس طرح منی انبیاء علیہم السلام کا مبدء ولادت ہے' اسی طرح وہ کافروں' مشرکوں' منافقوں اور اللہ کے دشمنوں فراعنہ اور ابوجہل وغیرہ کا بھی مبدأ ولادت ہے' لہٰذا اس کو نجس کہنا واجب ہے' نیز شہوت سے منی کا خروج ہوتا ہے' جس کے بعد غسل واجب ہوتا ہے' اس لحاظ سے بھی منی کو نجس ہونا چاہیے۔

وہ کہتے ہیں کہ انڈا مرغ کا مادہ منویہ ہے اور وہ پاک ہے' اس لیے منی کو پاک ہونا چاہیے' ہم کہتے ہیں کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ انڈا حلال ہے اور کھایا جاتا ہے' تو کیا یہ لوگ منی کو بھی حلال سمجھ کر کھائیں گے' نیز ہم کہتے ہیں کہ کبھی پاک چیز متغیر ہو کر نجس ہو جاتی ہے' جیسے غذا اور پانی پیٹ میں جا کر جب پاخانے اور پیشاب کی صورت میں متغیر ہو جائے تو وہ نجس ہو جاتی ہے اور کبھی نجس چیز متغیر ہو کر پاک ہو جاتی ہے' جیسے خون متغیر ہو کر دودھ بن جاتا ہے اور مرغ کا مادہ منویہ متغیر ہو کر انڈا بن جاتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم مٹی اور پانی سے پیدا کیے گئے اور مٹی اور پانی طاہر ہیں' لہٰذا حضرت آدم بھی طاہر ہیں' ہم کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کون نجس کہتا ہے' لیکن عام انسان مٹی اور پانی سے نہیں پیدا ہوتے اور انسان بھی پاک ہے' لیکن اس سے کچھ پاک چیزیں نکلتی ہیں' جن سے وضوء نہیں ٹوٹتا جیسے دودھ' پسینہ' آنسو' تھوک' رینٹ اور بلغم اور کچھ ناپاک چیزیں نکلتی ہیں' جن سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے' جیسے پیشاب' پاخانہ' حیض کا خون' مذی اور منی ہے اور اس سے واضح ہوا کہ منی ناپاک اور نجس ہے۔

(شرح ابن بطال ج۱ ص۳۵۱)

قرآن مجید میں منی کو ''ماء مھین'' (السجدہ:۸) فرمایا' یعنی انسان کو حقیر پانی کے نچوڑ سے پیدا کیا اور منی کو حقیر فرمانا بھی اس کی نجاست کی طرف اشارہ ہے' چونکہ اس باب کے عنوان میں رطوبتِ فرج کا بھی ذکر کیا گیا ہے' اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ رطوبت فرج کا بھی

Marfat.com

شرعی حکم بیان کر دیں:

رطوبتِ فرج کا شرعی حکم

درج ذیل حدیث میں رطوبت فرج کا ذکر اور اس کا حکم ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! جب مرد عورت کے ساتھ جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: عورت سے جو چیز اس کے جسم پر لگی ہے اس کو دھولے پھر وضوء کر کے نماز پڑھے امام بخاری نے کہا: غسل کر کے نماز پڑھنے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۳ 'صحیح مسلم: ۳۴۶ 'مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۳)

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

فرج کی رطوبت نجس ہے کیونکہ یہ فرج کے اندر ہوتی ہے اور اس سے بچہ پیدا نہیں ہوتا' یہ مذی کے مشابہ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طاہر ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچتی تھیں اور وہ منی جماع سے تھی کیونکہ آپ کو کبھی احتلام نہیں ہوا اور وہ منی فرج کی رطوبت سے ملی ہوتی تھی' پس اگر ہم رطوبت فرج کو نجس کہیں تو منی کو بھی نجس کہنا پڑے گا کیونکہ وہ منی عورت کی فرج سے نکلی تھی' پھر رطوبت فرج سے مل کر وہ منی بھی نجس ہو جائے گی۔ (المغنی ج ۲ ص ۲۸۴۔ ۲۸۳ 'دارالحدیث قاہرہ' ۱۴۲۵ ھ)

ظاہر ہے علامہ ابن قدامہ نے منی کا یہ حکم اپنے مذہب پر بیان کیا ہے کہ ان کے نزدیک منی طاہر ہے' اس لیے انہوں نے رطوبت فرج کو بھی طاہر قرار دیا ہے' جب کہ صحیح یہ ہے کہ منی نجس ہے' اس لیے رطوبت فرج بھی نجس ہوگی۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ ھ لکھتے ہیں:

فرج خارج کی رطوبت طاہر ہوتی ہے' کیونکہ وضوء میں فرج خارج کو دھونا سنت ہے' اگر وہ نجس ہوتی تو اس کو دھونا فرض ہوتا' فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ فرج خارج' خارج بدن کے حکم میں ہے' پس فرج خارج کی رطوبت اس طرح ہے' جس طرح منہ اور ناک کی رطوبت ہوتی ہے اور جس طرح بدن سے نکلنے والے پسینہ کی رطوبت ہوتی ہے۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۲۷۳ 'داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت پاک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت نجس ہے' لیکن جب جماع کے وقت مرد کے انزال کے بعد فرج سے رطوبت نکلے گی تو وہ منی سے مختلط ہوگی اور منی نجس ہے' اس لیے وہ رطوبت بھی نجس ہو جائے گی اور اس صورت میں وہ رطوبت بالاتفاق نجس ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منی اور تمام فضلات امت کے حق میں طاہر ہیں' لیکن آپ کے حق میں موجب حدث ہیں' اسی لیے آپ پیشاب اور پاخانے کے بعد استنجاء کرتے تھے اور آپ کے منی آلود کپڑے اگر تر ہوں تو ان کو حضرت عائشہ دھوتی تھیں اور اگر خشک ہوں تو ان کو ناخنوں سے کھرچ دیتی تھیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۸۰۔ ج ۱ ص ۹۶۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) منی کی طہارت یا عدم طہارت میں مذاہب فقہاء (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کی طہارت کا بیان (۳) رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق۔

۲۳۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

Marfat.com

(ح). وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ وَاَثَرُ الْغَسْلِ فِيْ ثَوْبِهٖ بُقَعُ الْمَاءِ.

ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از سلیمان بن یسار' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' ح (امام بخاری دوسری سند کی طرف متحول ہوئے) اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی از سلیمان بن یسار' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ جو منی کپڑے پر لگ جائے؟ حضرت عائشہ نے کہا: میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے دھوتی تھی' آپ نماز کے لیے نکلتے اور آپ کے کپڑے میں دھونے کا اثر پانی کے نشانات کی صورت میں ہوتا تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور اس کی شرح کے لیے حدیث: ۲۲۹ کا مطالعہ کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے دھوتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ حسن معاشرت کا یہ تقاضا ہے کہ بیویوں کو شوہروں کے کپڑے دھونے چاہئیں اور شوہروں کی خدمت سے متعلق دیگر کام بھی کرنے چاہئیں۔

٦٥- بَابُ إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةَ اَوْ غَيْرَهَا فَلَمْ يَذْهَبْ اَثَرُهٗ

جب جنابت کو دھویا' یا کسی اور نجاست کو اور اس کا اثر نہیں گیا

اس باب میں امام بخاری یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جب کسی نے منی آلود کپڑے کو یا کسی اور نجاست مثلاً حیض کے خون کو کپڑے سے دھویا اور دھونے کے بعد پانی کا نشان اس میں باقی رہا اور سوکھا نہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں منی آلود کپڑے کو دھونے کا ذکر ہے۔

۲۳۱- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْمِنْقَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي الثَّوْبِ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ، قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ اَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ، وَاَثَرُ الْغَسْلِ فِيْهِ بُقَعُ الْمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل المنقری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن یسار سے اس کپڑے کے متعلق سوال کیا' جس پر منی لگ جائے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے کو دھوتی تھی' پھر آپ نماز کے لیے نکلتے اور کپڑے میں دھونے کا اثر پانی کے نشانات کی صورت میں ہوتا تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے حدیث: ۲۲۹ کا مطالعہ کریں۔

۲۳۲- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن میمون بن مہران نے حدیث بیان کی

Marfat.com

الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ أَرَاهُ فِيْهِ بُقْعَةً أَوْ بُقَعًا.

از سلیمان بن یسار از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی دھوتی تھیں' پھر میں اس کپڑے میں پانی کا نشان یا پانی کے نشانات دیکھتی تھی۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے حدیث: ۲۲۹ کا مطالعہ کریں۔

صحیح ابن خزیمہ کی ایک حدیث سے حافظ ابن حجر کا منی کی طہارت پر استدلال اور مصنف کی طرف سے اس کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے منی کی طہارت پر حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام ابن خزیمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ رہی ہوتی تھیں' جس وقت آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۰' مکتب اسلامی' بیروت) (فتح الباری ج ۱ ص ۷۰۰' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے حافظ ابن حجر نے اس پر استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منی کو کھرچے یا دھوئے بغیر منی آلود کپڑے سے نماز پڑھی' لہٰذا ثابت ہو گیا کہ منی طاہر اور پاک ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ابن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ اس روایت میں منفرد ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ رہی تھیں' باقی تمام محدثین نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے' لہٰذا حافظ ابن حجر کا منی کی طہارت پر استدلال ساقط ہو گیا۔

امام احمد نے حضرت عائشہ کی اس حدیث کو اپنی مسند میں پچیس جگہ روایت کیا ہے اور کسی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے' امام احمد کی روایت اس طرح ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے میں جب منی دیکھتی تو میں اس کو کھرچ دیتی' پس جب میں اس کو دیکھتی تو فوراً دھو دیتی یا بھگو دیتی۔ (مسند احمد: ۲۴۰۶۴۔ ج ۶ ص ۱۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت۔ اس حدیث کے دیگر ارقام یہ ہیں: ۲۴۱۵۸_۲۴۲۰۷_۲۴۳۷۸_۲۴۶۵۹_۲۴۷۰۲_۲۴۹۳۶_۲۴۹۳۹_۲۴۹۴۰_۲۵۰۰۸_۲۵۰۳۴_۲۵۰۳۵_۲۵۰۹۸_۲۵۲۹۳_۲۵۶۱۲_۲۵۶۱۴_۲۵۷۷۸_۲۵۹۸۵_۲۶۰۲۴_۲۶۰۵۹_۲۶۰۱۸۶_۲۶۲۶۴_۲۶۲۶۵_۲۶۲۶۶_۲۶۳۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ابن خزیمہ نے اس حدیث کو مختصراً اور مجملاً روایت کیا ہے' دیگر روایت میں اس کی تفصیل ہے' جس سے حافظ ابن حجر کا طہارت منی کا دعویٰ بالکلیہ ساقط ہو جاتا ہے' ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچتی تھی' پھر آپ جاتے اور اس کپڑے میں نماز پڑھتے۔ (مسند احمد: ۲۴۹۳۶۔ ج ۶ ص ۱۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچتی' پھر آپ جاتے اور اس میں نماز پڑھتے۔

(مسند احمد: ۲۵۰۰۸۔ ج ۶ ص ۱۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچتی' پھر آپ اس میں نماز پڑھتے۔

(مسند احمد: ۲۵۷۷۸۔ ج ۶ ص ۱۳)

Marfat.com

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پر منی لگ جاتی تو میں اس کو دھوتی' پھر آپ نماز کے لیے جاتے اور میں اس کپڑے پر دھونے کا نشان دیکھتی۔ (مسند احمد: ۲۵۹۸۵۔ ج ٦ ص ۲۳۵)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کپڑے سے منی کو اذخر کی جڑ سے کھرچ کر صاف کرتے' پھر اس میں نماز پڑھتے۔ (مسند احمد: ۲٦۰۵۹۔ ج ٦ ص ۲۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ اوّل تو امام ابن خزیمہ اپنی روایت کے اس اضافہ میں منفرد ہیں' ثانیاً مفصل روایت اس اضافہ کے خلاف ہے' ثالثاً اگر ہم اس اضافہ کو مان بھی لیں کہ حضرت عائشہ حضور کی نماز کی حالت میں آپ کے کپڑے سے منی کھرچتی تھیں تو حافظ ابن حجر کا استدلال تب صحیح ہوگا جب یہ بات ثابت ہو کہ نماز سے پہلے آپ کی اس طرف توجہ تھی کہ اس کپڑے پر منی لگی ہوئی ہے اور پھر آپ نے نماز پڑھی اور قوی احتمال یہ ہے کہ آپ نے بے توجہی میں منی آلود کپڑے سے نماز پڑھنی شروع کی' حضرت عائشہ نے منی لگی دیکھ کر اس کو کھرچنا شروع کر دیا' پس واضح ہو گیا کہ منی طاہر نہیں ہے۔ وللہ الحمد

٦٦- بَابُ اَبْوَالِ الْاِبِلِ وَالدَّوَآبِّ وَالْغَنَمِ وَمَرَابِضِهَا

اونٹوں' چوپایوں اور بکریوں کے پیشاب کا حکم اور ان کے باڑوں کا حکم

اس سے پہلے باب میں منی کا حکم بیان کیا تھا اور وہ نجس ہے اور اس باب میں ان جانوروں کے پیشاب کا حکم بیان کیا ہے اور وہ بھی نجس ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَصَلّٰی اَبُوْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ دَارِ الْبَرِيْدِ وَالسِّرْقِيْنِ' وَالْبَرِّيَّةُ اِلٰی جَنْبِهٖ' فَقَالَ هَا هُنَا وَ ثَمَّ سَوَاءٌ.

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے دار البرید میں اور گوبر میں نماز پڑھی اور صحراء ان کے پہلو میں تھا' پس انہوں نے کہا: وہاں اور یہاں نماز پڑھنا برابر ہے۔

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی' وہ ایک مکمل حدیث کا قطعہ ہے' علامہ عینی نے امام ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے مکمل حدیث اس طرح ذکر کی ہے:

امام بخاری کی تعلیق مذکور کی اصل اور اس تعلیق میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی

وکیع بیان کرتے ہیں: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از مالک بن الحارث از والد خود' انہوں نے بیان کیا: ہم حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ دار البرید میں تھے تو نماز کا وقت آ گیا' پس حضرت ابوموسیٰ نے ہمیں گوبر اور بھوسے پر نماز پڑھائی' ہم نے کہا: ہم یہاں نماز نہیں پڑھتے' جب کہ صحراء آپ کے پہلو میں ہے' تو انہوں نے کہا: صحراء میں اور یہاں نماز پڑھنا برابر ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۲۴)

''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں مذکور الصدر حدیث ہمیں نہیں ملی' البتہ اس کے بجائے یہ حدیث ہے:

محمد بن عبید از الاعمش از مالک بن الحارث از والد خود' انہوں نے بیان کیا: ہم حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عین التمر کے دار البرید میں تھے' پس انہوں نے اذان اور اقامت کہی' ہم نے ان سے کہا: آپ صحراء کی طرف کیسے نکلیں گے' انہوں نے کہا: یہاں اور وہاں برابر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲٦۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴١٦ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ۲١۸' ادارۃ القرآن' کراچی' ١۴۰٦ھ)

''مصنف ابن ابی شیبہ'' کے ان مطبوعہ نسخوں میں گوبر اور بھوسے کا ذکر نہیں ہے' ضرور امام بخاری اور علامہ عینی کے پاس ''مصنف ابن ابی شیبہ'' کا کوئی ایسا نسخہ ہوگا' جس میں گوبر اور بھوسے کا ذکر ہوگا۔

Marfat.com

اس حدیث میں دار البرید کا ذکر ہے' دار البرید اس حویلی کو کہتے ہیں: جہاں سلطان کی ڈاک لانے والے ٹھہرتے ہیں' یہاں اس سے مراد وہ حویلی ہے' جہاں خلفاء کے خطوط امراء کی طرف لے جانے والے ٹھہرتے تھے اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں کوفہ کے امیر تھے اور یہ حویلی صحراء کی ایک طرف میں تھی' اسی وجہ سے صحراء اس کے پہلو میں تھا۔

اس حدیث میں ''سرقین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گوبر۔

تعلیق مذکور سے امام بخاری کا مقصود

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصد اہل ظاہر (غیر مقلدین) کی موافقت میں گوبر کو پاک قرار دینا ہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ نے گوبر کے اوپر نماز پڑھی اور جن چوپایوں کا گوشت نہیں کھایا جاتا' ان کو اونٹوں کے پیشاب کے اوپر قیاس کیا کیونکہ اس باب کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اونٹنیوں کے پیشاب پینے کا حکم دیا' لہٰذا ان کا پیشاب پاک ہوا تو امام بخاری نے ان کے اوپر باقی چوپایوں کے گوبر کو بھی قیاس کر لیا اور اس کو پاک قرار دیا' اسی وجہ سے امام بخاری نے کہا: حضرت ابوموسیٰ نے دار البرید میں گوبر کے اوپر نماز پڑھی' تاکہ یہ حدیث اس پر دلالت کرے کہ تمام چوپایوں کا گوبر اور پیشاب پاک ہے' لیکن امام بخاری کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے' کیونکہ ممکن ہے حضرت ابوموسیٰ نے گوبر کے اوپر کپڑا بچھا کر نماز پڑھی ہو یا دار البرید میں کسی صاف جگہ پر نماز پڑھی ہو' جہاں گوبر نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابن حجر کا کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھنے کو بدعت قرار دینا اور مصنف کے نزدیک اس کا سنت ثابتہ ہونا

حافظ ابن حجر عسقلانی' علامہ ابن بطال پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ کپڑا بچھائے بغیر نماز پڑھی جائے' سفیان ثوری نے اعمش کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ہمیں ابوموسیٰ نے گوبر کی جگہ میں نماز پڑھائی۔ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے گوبر کے اوپر بغیر کسی حائل کے نماز پڑھائی اور سعید بن منصور نے سعید بن المسیب وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ ''الطنفسۃ'' (چٹائی یا کپڑے) پر نماز پڑھنا بدعت ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۳۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا غلط ہے کہ اصل یہ ہے کہ کپڑا بچھائے بغیر نماز پڑھی جائے' بلکہ اصل یہ ہے کہ کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے اور سعید بن المسیب کا اس کو بدعت کہنا باطل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' بہ کثرت صحابہ اور فقہاء تابعین چٹائی یا کپڑا بچھا کر اس پر نماز پڑھتے تھے' امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے: چٹائی پر نماز' سو چٹائی پر نماز پڑھنا بدعت کیسے ہوگا!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی ملیکہ نے کھانا تیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت کی' آپ نے اس سے کھایا' پھر فرمایا: کھڑے ہو جاؤ' میں تم کو نماز پڑھاتا ہوں' حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر میں ایک چٹائی کی طرف کھڑا ہوا' جو زیادہ استعمال سے میلی ہوئی تھی' میں نے اس کو پانی سے دھویا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس چٹائی پر کھڑے ہوئے' میں اور یتیم اس چٹائی پر آپ کے پیچھے صف میں کھڑے ہوئے اور بڑھیا ہمارے پیچھے تھی' پھر آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر تشریف لے گئے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۰-۸۶۰' صحیح مسلم: ۶۵۸' سنن ابوداؤد: ۶۱۲' سنن ترمذی: ۲۳۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کپڑے کے اوپر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۲۰' دار الکتب العلمیہ)

Marfat.com

حضرت میمونہ' حضرت ابوسعید' حضرت ام سلیم' حضرت عائشہ' حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۲۵-۴۰۲۴-۴۰۲۳-۴۰۲۲-۴۰۲۱) اور صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عمر' حضرت جابر بن عبداللہ' حضرت ابوذر' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۳۲-۴۰۳۰-۴۰۲۷-۴۰۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابن عباس' عمر بن عبد العزیز' حضرت علی' حضرت ابو الدرداء اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم ٹاٹ پر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۴۱-۴۰۳۹-۴۰۳۸-۴۰۳۶-۴۰۳۵)

حضرت انس اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر پر نماز پڑھی۔ (مصنف: ۴۰۴۳-۴۰۴۲)

حضرت ابو الدرداء نے کہا: اگر میں چھ طنفسہ (چادر' کپڑا یا چٹائی) اوپر تلے رکھ کر بھی نماز پڑھوں تو پرواہ نہیں۔ (مصنف: ۴۰۴۴)

حضرت ابن عباس' ابو وائل اور حسن بصری نے طنفسہ پر نماز پڑھی۔ (مصنف: ۴۰۴۹-۴۰۴۶-۴۰۴۵) ان کے علاوہ اور بہت زیادہ آثار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' صحابہ کرام اور فقہاء تابعین گھروں اور مسجدوں میں کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھتے تھے تو کون مانے گا کہ حضرت ابوموسیٰ ایسے عظیم صحابی دار البرید میں گوبر کے اوپر کوئی کپڑا یا چٹائی بچھائے بغیر نماز پڑھیں گے اور ان احادیث اور آثار کے ہوتے ہوئے حافظ ابن حجر کی اس نقل کو کون تسلیم کرے گا کہ کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھنا بدعت ہے۔

جانوروں کے پیشاب اور گوبر کی طہارت اور نجاست میں مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کے پیشاب کی طہارت میں علماء کا اختلاف ہے:

عطاء' نخعی' زہری' ابن سیرین' حکم اور شعبی کا مذہب یہ ہے کہ ان کا پیشاب طاہر ہے' امام مالک' ثوری' محمد بن الحسن' زفر' حسن بن صالح' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام شافعی اور ابوثور کا یہ مذہب ہے کہ تمام قسم کے پیشاب نجس ہیں۔

امام مالک اور امام احمد وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عُرینیین کے لیے اونٹنیوں کے پیشاب اور ان کے دودھ کو پینا جائز قرار دیا تھا' اگر اونٹوں کا پیشاب نجس ہوتا تو آپ انہیں اس کے پینے کی اجازت نہ دیتے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ آپ نے اونٹوں کے پیشاب پینے کی عام اجازت نہیں دی تھی' بلکہ صرف عرینیین کو ان کے خاص مرض کی وجہ سے اجازت دی تھی اور آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم تھا کہ ان کا علاج اسی طرح ہو سکتا ہے۔

ابن علیہ اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ انسان کے علاوہ ہر حیوان کا پیشاب پاک ہے اور تمام فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے۔ امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ تمام گوبر نجس ہیں' امام مالک' ثوری اور زفر کا مذہب یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کا گوبر ان کے پیشاب کی طرح پاک ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے گوبر کے اوپر نماز پڑھی' اس سے ان کا مقصود اہل ظاہر کی موافقت کرنا ہے کہ ہر جانور کا گوبر پاک ہے۔

Marfat.com

گوبر پرنماز پڑھنے کی ممانعت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد

گوبر پرنماز پڑھنے کی ممانعت میں یہ حدیث صریح ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات جگہوں پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے: (۱) بیت اللہ کی چھت پر (۲) مقبرہ میں (۳) گوبر اور لید پر (۴) مذبح میں (۵) حمام میں (٦) اونٹوں کے باڑوں میں (۷) شارع عام میں۔ (سنن ترمذی: ٣٤٧-٣٤٦ 'سنن ابن ماجہ: ٧٤٧-٧٤٦ 'مسند احمد ج ٢ ص ٤٥١)

عام فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نجس جگہ پر کپڑا بچھا کر نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہے اور حضرت ابوموسیٰ کا گوبر پر نماز پڑھنا اسی پر محمول ہے اور اگر بالفرض انہوں نے گوبر پر ہی نماز پڑھی تھی تو یہ صرف ان کا فعل ہے اور کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ا ص ٣٥٦ 'عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٢٥ 'فتح الباری ج ا ص ٧٦٣)

٢٣٣- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ أُنَاسٌ مِّنْ عُكْلٍ أَوْ عُرَيْنَةَ، فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ، وَأَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا، فَانْطَلَقُوا، فَلَمَّا صَحُّوا، قَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ، فَجَاءَ الْخَبَرُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ، فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ، وَأُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ، يَسْتَسْقُونَ فَلَا يُسْقَوْنَ. قَالَ أَبُو قِلَابَةَ فَهَؤُلَاءِ سَرَقُوا وَقَتَلُوا، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ.

[اطراف الحدیث: ١٥٠١-٣٠١٨-٤١٩٢-٤١٩٣-٤٦١٠-٥٦٨٥-٥٦٨٦-٥٧٢٧-٦٨٠٢-٦٨٠٣-٦٨٠٤-٦٨٠٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ابی ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ عکل یا عرینہ سے کچھ لوگ آئے' انہیں مدینہ موافق نہیں آیا تو نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ وہ دودھ والی اونٹنیوں کے باڑے میں چلے جائیں اور ان کا پیشاب اور دودھ پئیں' پس وہ (اونٹنیوں کے پاس) چلے گئے' پس جب وہ تندرست ہو گئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے چرواہوں کو قتل کر کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے' دن کے ابتدائی حصہ میں یہ خبر آپ کے پاس آئی' آپ نے ان کے پیچھے آدمیوں کو دوڑایا' جب دن چڑھ گیا تو ان کو لایا گیا' آپ نے ان کے ہاتھ اور پیر کاٹنے کا حکم دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کو پتھریلی زمین میں ڈال دیا گیا' وہ پانی مانگتے رہے تو ان کو پانی نہیں دیا گیا۔ ابوقلابہ نے کہا: ان لوگوں نے چوری کی اور قتل کیا اور ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

(صحیح مسلم: ١٦٧١' الرقم المسلسل: ٤٢٧٣' سنن ابوداؤد: ٤٣٦٤-٤٣٦٥-٤٣٦٦' سنن نسائی: ٤٠٤٩-٤٠٣١-٣٠٥' سنن کبریٰ للنسائی: ٣٣٩٥' مسند ابویعلیٰ: ٢٨١٦' صحیح ابن حبان: ٤٤٧٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٤ ص ١٩٧' سنن بیہقی ج ٣ ص ٧٦' مسند احمد ج ٣ ص ١٨٦ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٩٣٢-ج ٢٠ ص ٢٦٧' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ یہ اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پئیں۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

Marfat.com

''عکل'' یا ''عرینۃ' حرّۃ'' اور ''لقاح'' کے معانی

اس حدیث میں ''عکل'' یا ''عرینۃ'' کا ذکر ہے: ''عکل'' پانچ قبیلوں کا نام ہے انہوں نے بنوتمیم کے ساتھ حلف اٹھایا تھا اور ''عرینۃ'' سے مراد عرینہ بن عزیز بن نذیر ہے۔ بعض روایات میں ہے: یہ سات افراد تھے اور بعض میں ہے: یہ آٹھ افراد تھے۔

اس حدیث میں ''اجتووا'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی شہر کی آب و ہوا کا ناموافق ہونا اور اس کا معنی ہے: پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہوا۔

''حرۃ'' سیاہ پتھروں والی زمین کو ''حرۃ'' کہتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ کے ظاہر میں سیاہ پتھر بہت تھے' یزید بن معاویہ کے ایام میں اس جگہ مشہور واقعہ ہوا تھا۔

اس حدیث میں ''لقاح'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اونٹ تھے' جو آپ کا مال غنیمت سے حصہ تھا' اور آپ ان اونٹنیوں کا دودھ پیتے تھے' ان اونٹ اور اونٹنیوں کو صدقہ کے اونٹوں کے ساتھ رکھا گیا تھا' عکل یا عرینہ کے ان افراد کو ان اونٹنیوں کے باڑہ میں بھیج دیا گیا' تاکہ یہ وہاں ان اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پئیں۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے: انہوں نے اونٹنیوں کو ذبح کر دیا تھا۔

ہر جاندار کے پیشاب کا حرام ہونا' ضرورت کے وقت حرام سے علاج' عرینیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے اور ان کو پانی نہ دینے کی توجیہ

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ان کو اونٹنیوں کا پیشاب پلایا جائے' اس حدیث سے امام مالک اور امام احمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کا پیشاب پاک ہے اور ابوداؤد بن علیہ نے کہا کہ آدمی کے سوا ہر حیوان کا پیشاب پاک ہے' خواہ اس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو' اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام ابویوسف نے کہا کہ ہر پیشاب نجس ہے اور عرینیین کو ان کے مرض کی ضرورت کی وجہ سے اونٹنیوں کا پیشاب پینے کی اجازت دی تھی' جیسے خارش کی وجہ سے آپ نے ریشم پہننے کی اجازت دی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی سے جان لیا تھا کہ ان کی شفاء اسی میں ہے اور حرام چیز سے شفاء طلب کرنا جائز ہے' بہ شرطیکہ اس سے شفاء کے حصول کا یقین ہو' جیسے اضطرار کے وقت مردار کو کھانا اور شدید پیاس کے وقت خمر کو پینا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بہ طور دوا پیشاب پینے کا حکم دیا تھا اور ان کے اجسام اس سے تندرست ہو گئے تھے۔

علامہ عینی نے فرمایا: اگر ہمارے زمانہ میں یہ فرض کیا جائے کہ کوئی شخص اپنی قوت علم سے یہ جان لے کہ فلاں مرض کا علاج کسی حرام چیز کو کھانے سے ہو سکتا ہے تو اس کے لیے اس حرام چیز کو کھانا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳۱) تاہم ہر قسم کا پیشاب نجس اور حرام ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اس سے ہوتا ہے۔ (سنن دارقطنی: ۴۵۷)

نیز حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اکثر عذاب قبر پیشاب کے سبب سے ہوتا ہے۔

(سنن دارقطنی: ۴۵۸' سنن ابن ماجہ: ۳۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹۔ ۳۸۸۔ ۳۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱' المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲)

Marfat.com

اس حدیث کا عموم اور اطلاق ہر قسم کے پیشاب کو شامل ہے' لہٰذا اس وعید سے بچنے کے لیے ہر قسم کے پیشاب سے احتراز واجب ہے۔

(۲) امام کو چاہیے کہ جو قبائل اور مسافرین اس کی طرف آئیں' ان کی ضروریات اور مصالح میں غور وفکر کرے۔

(۳) اس حدیث میں علاج کرنے کا ثبوت ہے' خواہ حرام چیز سے علاج کرنا پڑے۔

(۴) جب نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ عرینیین آپ کے اونٹوں اور صدقہ کے اونٹوں کے محافظوں کو قتل کر کے اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے ہیں تو آپ نے ان کے پیچھے ان کو گرفتار کرنے کے لیے لوگوں کو بھیجا' پھر ان پر حدود قائم کی گئیں' اس سے معلوم ہوا کہ صحراء میں حدود قائم کرنا جائز ہے۔

(۵) حدیث میں ہے: اللہ نے اس چیز میں تمہاری شفاء نہیں رکھی' جس کو تم پر حرام کر دیا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۵' کنز العمال: ۲۸۳۲۷_۲۸۳۱۹' شرح معانی الآثار: ۶۲۸' صحیح ابن حبان: ۱۳۹۱' المعجم الکبیر: ۷۴۹_۹۷۱۴۔ ج ۲۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۲۳' المستدرک ج ۴ ص ۲۱۸)

پس جب پیشاب حرام ہے تو اس سے شفاء کیسے حاصل ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حالت اختیار میں اس سے شفا نہیں ہوگی اور حالت اضطرار میں ہوگی اور حالت اضطرار وہ ہے جب حرام چیز کے علاوہ اور کوئی ذریعہ علاج نہ ہو۔

(۶) ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور یہ مثلہ کرنا ہے اور مثلہ کرنا جائز نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے نبی ﷺ کے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں' اس لیے ان کے ساتھ قصاصاً ایسا کیا گیا۔

(۷) اس پر اجماع ہے کہ جس کو قتل کرنا واجب ہو' اگر وہ پانی مانگے تو اس کو پانی پلا دیا جائے' اور اس حدیث میں ہے کہ وہ پانی مانگ رہے تھے اور ان کو پانی نہیں دیا گیا' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ اونٹنیوں کے محافظوں کو قتل کر کے اونٹنیاں ہنکا کر لے گئے تھے' اس لیے اس رات نبی ﷺ کے گھر دودھ نہیں پہنچ سکا اور نبی ﷺ کے گھر والے پیاسے رہے اور آپ نے ان کے خلاف یہ دعا کی: اے اللہ! ان کو پیاسا رکھ' جنہوں نے آلِ محمد کو آج رات پیاسا رکھا۔ (سنن نسائی: ۴۰۴۲)

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۲۳_۲۳۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۲۴۰_ ج ۴ ص ۶۳۶ پر ہے' وہاں اس کی بہت تفصیل ہے' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:
(۱) واقعۂ عرینہ کی تاریخ (۲) حلال جانوروں کے پیشاب کی نجاست میں مذاہب اور نجس چیزوں سے علاج کا بیان (۳) عرینیین کو آگ کا عذاب دینے اور پانی نہ دینے کی توجیہات (۴) کیا عرینیین کو ان کے جرم سے زیادہ سزا دی گئی (۵) آیت محاربہ کا شانِ نزول (۶) ڈاکہ کی تعریف (۷) ڈاکہ کا رکن (۸) ڈاکہ کی شرائط (۹) شہر میں ڈاکہ میں مذاہب فقہاء (۱۰) ڈاکہ کی سزائیں (۱۱) مرتد کا اصطلاحی معنی (۱۲) مرتد کے حکم میں مذاہب (۱۳) مرتدہ کو قتل نہ کیا جائے اور بہت عنوان ہیں۔

٢٣٤- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُو التَّيَّاحِ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ اَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ. [اطراف الحدیث: ۴۲۸_۴۲۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو التیاح یزید بن حمید نے خبر دی' از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ مسجد بنائی جانے سے پہلے بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھتے تھے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۵۲۴' الرقم المسلسل: ۱۱۵۴' سنن ترمذی: ۳۵۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۸۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص ۳۸۵' صحیح ابن حبان: ۱۳۸۵' شرح السنۃ: ۵۰۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۹ ص ۳۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس باب کے عنوان کا ایک جز بکریوں کا باڑہ تھا اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے اور یہ اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

بکریوں کے قرب میں پاک جگہ پر نماز پڑھنے کی اجازت اور اونٹوں کے قرب میں نماز پڑھنے کی ممانعت

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے پوچھا: کیا میں اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۲ ص ۲۵۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۴۸)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کا وقت پاؤ اور تم بکریوں کے باڑے میں ہو تو وہاں نماز پڑھ لو کیونکہ وہاں سکون اور برکت ہے اور جب تم نماز کا وقت پاؤ اور تم اونٹوں کے حوض کے پاس ہو تو وہاں سے نکل کر نماز پڑھو' کیونکہ اونٹ جن ہیں' جن سے پیدا کیے گئے ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ بھاگتے ہیں تو کیسے ناک چڑھاتے ہیں (یعنی ان کے مزاج میں شر اور سرکشی ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور حقیقۃً جن اور شیاطین میں سے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۱۳۹۰' السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۴۹' کنز العمال: ۱۹۱۷۶)

اس حدیث میں جن سے مراد شیطان ہے' جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے حوض کے قریب نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیاطین سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۶۹' سنن نسائی: ۷۳۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۱۳' مسند احمد ج ۴ ص ۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۷۹۹۔ ج ۲۷ ص ۳۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لو اور اونٹوں کے حوض کے قریب نماز نہ پڑھو۔ (سنن ترمذی: ۳۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱)

بکریوں اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ اور اونٹوں کو شیطان فرمانے کی توجیہ

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی المتوفی ۳۸۸ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مالک بن انس' امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ یہ کہتے ہیں کہ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا مباح ہے اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور امام احمد یہ کہتے تھے کہ جس جگہ اونٹوں کا پیشاب ہو' وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اونٹوں کے حوض کے پاس یا ان کے بیٹھنے کی جگہ کے پاس نماز پڑھنے سے حدیث میں ممانعت ہے اور ان فقہاء کے نزدیک گایوں کی جگہ میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام شافعی یہ کہتے تھے کہ جب اونٹوں کے حوض کے پاس یا اس کی سمت میں ان کا پیشاب یا ان کی مینگنیاں نہ ہوں تو وہاں نماز ہو جائے گی' لیکن اپنے اختیار سے میں اس جگہ نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں' ان کے نزدیک بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے' کیونکہ ان کے نزدیک کسی بھی جانور کے پیشاب' مینگنیوں اور گوبر میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ سب ان کے نزدیک نجس

Marfat.com

ہیں۔ (میں کہتا ہوں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے متعلق فرمایا: یہ شیاطین سے ہیں اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ ان میں توحش اور تنفر ہے اور ان میں شر اور فساد ہے اور بعض اوقات یہ نمازی کی نماز کو فاسد کر دیں گے اور عرب ہر سرکش کو شیطان کہتے ہیں گویا کہ جب نمازی اونٹوں کے قرب میں نماز پڑھے گا تو وہ اپنی نماز میں ان سے ڈرتا رہے گا کیونکہ وہ نماز میں ان کے شر اور فساد سے مامون نہیں ہوگا اور یہ خطرہ رہے گا کہ وہ بھاگتے ہوئے نمازی کو روند ڈالیں گے اور بکریوں کے پاس نماز پڑھنے میں یہ خطرہ نہیں ہے۔

(معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۱ ص ۲۶۹ دار المعرفہ بیروت)

حافظ ابن حجر کا کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھنے کی طرف لوٹ آنا اور بکریوں اور اونٹوں کا فرق بیان کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو بکریوں کے پیشاب اور ان کی مینگنیوں کو پاک کہتے ہیں کیونکہ ان کا باڑہ ان کے پیشاب سے خالی نہیں ہوتا لیکن اس استدلال میں یہ مناقشہ ہے کہ اس اجازت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی مینگنیوں اور ان کے پیشاب پر بلا حائل نماز پڑھی جائے بلکہ اس کے اوپر کوئی کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھی جائے اور حضرت انس اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی پر نماز پڑھی ہے (حدیث سابق کی شرح میں حافظ ابن حجر نے گوبر پر کپڑا بچھانے کا انکار کیا تھا اور کپڑے پر نماز پڑھنے کو بدعت کہا تھا یہاں پر وہ بھول گئے کہ حدیث سابق کی شرح میں وہ کیا لکھ چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) بکریوں کے قرب میں نماز پڑھنے کی اجازت اور اونٹوں کے قرب میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی حافظ ابن حجر نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ بکریاں جنت کے جانوروں میں سے ہیں اور اونٹ شیاطین میں سے ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۷۷ دار المعرفہ بیروت) لیکن یہ صحیح وجہ نہیں ہے صحیح وجہ وہی ہے جو علامہ خطابی نے بیان کی ہے کہ بکریوں کے قرب میں نماز پڑھنے سے نمازی کو کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی اور اس کو نماز میں یہ فکر نہیں ہوگی کہ بکری نماز کے دوران کوئی شر اور فساد کرے گی جب کہ اونٹ کے قرب میں نماز پڑھنے سے یہ خطرہ رہے گا۔

اونٹ کا حقیقت میں شیطان نہ ہونا

میں کہتا ہوں کہ اونٹ کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے: ''اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ'' (الغاشیہ: ۱۷) تو اونٹ حقیقت میں جن اور شیطان کیسے ہوسکتا ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے بہ کثرت اونٹوں کو رکھا ہے اونٹوں پر سواری کی ہے اور اونٹنیوں کا دودھ پیا ہے حج اور عمرہ میں اونٹوں پر سفر کیا جاتا تھا جہاد کے لیے اونٹوں پر سامان لادا جاتا تھا اونٹوں کی قربانی ہوتی تھی ان کو نحر کیا جاتا تھا اور اونٹوں کا گوشت کھایا جاتا تھا اس لیے صحیح یہی ہے کہ ان کو شیطان فرمانے سے ان کی سرکشی کی طرف اشارہ ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶-۱۰۷۔ ج ۲ ص ۶۴ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٧- بَابُ مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ فِي السَّمْنِ وَالْمَاءِ

گھی اور پانی میں نجاستوں کا واقع ہونا

یعنی گھی اور پانی میں اگر کوئی نجس چیز گر جائے تو اس کا کیا شرعی حکم ہے؟ باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ان جانوروں کے پیشاب کا حکم بیان کیا تھا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور پیشاب فی نفسہ نجس ہے اور اس باب میں

چوہیا کا ذکر ہے اور وہ فی نفسہ نجس ہے اور خون کا ذکر ہے وہ بھی فی نفسہ نجس ہے امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِالْمَاءِ مَا لَمْ يُغَيِّرْهُ طَعْمٌ أَوْ رِيحٌ أَوْ لَوْنٌ. اور زہری نے کہا: اس وقت تک پانی میں کوئی حرج نہیں ہے' جب تک اس کے ذائقہ یا بو یا رنگ کو نجاست متغیر نہ کر دے۔

زہری سے مراد محمد بن مسلم بن شہاب زہری فقیہ مدنی ہیں' امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے' اس کی اصل اس حدیث میں ہے:

فقہاء احناف کے نزدیک قلیل اور کثیر پانی کے طاہر اور نجس ہونے کا معیار

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی' مگر وہ چیز جو اس کی بو اور اس کے ذائقہ اور اس کے رنگ پر غالب آ جائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۵۲۱)

اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: ہم بضاعہ کے کنویں سے وضوء کرتے ہیں' یہ وہ کنواں تھا' جس میں حیض آلودہ کپڑے ڈالے جاتے تھے اور کتوں کا گوشت اور بدبودار چیزیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی پاک کرنے والا ہے' اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی (اس کنویں کا پانی جاری تھا اور اس سے باغات میں پانی دیا جاتا تھا)۔

(سنن ابوداؤد: ٦٩' سنن ترمذی: ٦٦' سنن نسائی: ۳۲۵' مسند احمد ج ۳ ص ۸٦۔۳۱)

فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ پانی یا جاری ہوگا یا ٹھہرا ہوا ہوگا' اگر پانی جاری ہو تو وہ اس وقت تک نجس نہیں ہوگا جب تک کہ نجاست سے اس کا رنگ' بو اور ذائقہ متغیر نہ ہو جائے اور اگر وہ پانی ٹھہرا ہوا ہو' جیسے تالاب یا حوض تو اگر اس کی ایک طرف ہلانے سے دوسری طرف ہل جاتی ہے تو وہ پانی قلیل ہے اور اگر اس کی ایک طرف ہلانے سے دوسری طرف نہیں ہلتی تو وہ پانی کثیر ہے' امام محمد نے کہا: اگر میری مسجد کے برابر پانی ہو تو وہ کثیر ہے' ورنہ قلیل ہے' بعد میں ان کی مسجد کی پیمائش کی گئی تو وہ دردہ تھی یعنی دس ذراع لمبی اور دس ذراع چوڑی (ایک ذراع ڈیڑھ فٹ کا ہے) پس جو پانی کثیر ہے' اس میں نجاست کے گرنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوگا' تاوقتیکہ نجاست سے اس کا رنگ' بو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے اور جو پانی قلیل ہے' اس میں ایک قطرہ نجاست بھی گرے تو وہ نجس ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳۸۔۲۳۷' ملخصاً)

اس کے بعد امام بخاری نے دوسری تعلیق ذکر کی:

وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرِيشِ الْمَيْتَةِ. اور حماد نے کہا: مردار پرندے کے پر میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ امام ابن ابی سلیمان حماد ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاذ ہیں' یہ تعلیق ایک مکمل حدیث کا قطعہ ہے' وہ حدیث یہ ہے:

عبدالرزاق از معمر از حماد: مردار کی اُون گرنے سے کوئی حرج نہیں' لیکن اس کو دھویا جائے گا اور مردار کے پر سے کوئی حرج نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۰٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام شافعی کے نزدیک بال جسم سے الگ ہو جائے تو نجس ہو جاتا ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک وہ پاک ہے۔

اس کے بعد امام بخاری تیسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى' نَحْوَ الْفِيلِ وَغَيْرِهِ. أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ' يَمْتَشِطُونَ اور زہری نے مردار مثلاً ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں کے متعلق کہا: میں نے متقدمین علماء کو پایا' وہ اس سے کنگھی کرتے تھے اور اس

Marfat.com

بِهَا' وَيَدَّهِنُوْنَ فِيْهَا' لَا يَرَوْنَ بِهٖ بَأْسًا. میں تیل رکھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

مردہ جانور کی ہڈیوں کی طہارت میں مذاہب فقہاء

زہری سے مراد محمد بن مسلم ابن شہاب زہری ہے' اور وغیرہ سے مراد ہاتھی کے علاوہ دوسرے جانور ہیں' جن کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو' فقہاء احناف کے نزدیک مردہ جانور کے تمام اجزاء جن میں خون نہیں ہوتا' وہ پاک ہیں مثلاً سینگ' دانت' کھر' اُون اور بال۔ عمر بن عبد العزیز' حسن بصری' امام مالک' امام احمد' المزنی یہ کہتے ہیں کہ بال' اُون اور پر پاک ہیں' موت سے نجس نہیں ہوتے' جیسا کہ ہمارا مذہب ہے اور ہڈی' سینگ' کھر اور دانت نجس ہیں اور امام شافعی کے نزدیک بال کے علاوہ سب نجس ہیں اور اس میں اختلاف ہے' اور ہاتھی کے متعلق ہمارے فقہاء میں اختلاف ہے' امام محمد کے نزدیک وہ نجس العین ہے' حتیٰ کہ اس کی ہڈیوں کو بیچنا جائز نہیں ہے اور اس کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی اور نہ وہ ذبح کرنے سے پاک ہوتی ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ باقی درندوں کی طرح ہے' اس کی ہڈیوں سے اور رنگنے کے بعد اس کی کھال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳۹۔۲۳۵' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس کے بعد امام بخاری ایک اور تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَاِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ. اور ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا: ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تعلیق "مصنف عبد الرزاق" سے لی گئی ہے' وہاں اس طرح مذکور ہے:

عبد الرزاق از ثوری از ہشام از ابن سیرین' وہ ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٣٥- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَارَةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمْنٍ' فَقَالَ اَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ' وَكُلُوْا سَمْنَكُمْ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۶۔۵۵۳۸۔۵۵۳۹۔۵۵۴۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چوہیا کے متعلق پوچھا گیا' جو گھی میں گر جائے' آپ نے فرمایا: اس چوہیا کو نکال کر پھینک دو اور جو اس کے ارد گرد گھی ہے' اس کو بھی پھینک دو اور اپنا گھی کھا لو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۴۱' سنن ترمذی: ۱۷۹۸' سنن نسائی: ۴۲۶۵' مصنف عبد الرزاق: ۲۷۹' مسند الحمیدی: ۳۱۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۸۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۵۸۳' سنن دارمی: ۷۳۸' الاحاد والمثانی: ۳۰۹۹' المنتقیٰ: ۸۷۲' مسند ابویعلیٰ: ۷۰۷۸' صحیح ابن حبان: ۱۳۹۲' المعجم الکبیر: ۱۰۴۳۔ ج ۲۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۵۳' معرفۃ السنن والآثار: ۱۹۳۵۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۷۹۶۔ ج ۴۴ ص ۳۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چوہیا کے متعلق پوچھا گیا' جو گھی میں گر جائے۔

Marfat.com

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

جمے ہوئے گھی اور پگھلے ہوئے گھی کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے: چوہیا گھی میں گر جائے اور دوسری روایت میں ہے: وہ گھی میں گر کر مر جائے۔ (صحیح البخاری:۵۵۳۹) اور ''سنن نسائی'' میں ہے: وہ جامد گھی میں گر کر مر جائے۔ (سنن نسائی:۴۲۶۵) اس صورت میں اس کے ارد گرد گھی کو نکال کر پھینکنا ہوگا اور اگر وہ گھی مائع ہو تو اس صورت میں اس سارے گھی کو نکال کر پھینکنا ہوگا۔

شہد اور شیرہ بھی اسی قیاس پر ہے' اور جو گھی مائع ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وہ تمام گھی نجس ہوگا' قلیل ہو یا کثیر ہو اور ایک قوم کا شاذ قول یہ ہے کہ پگھلا ہوا گھی پانی کی طرح ہے' لیکن یہ غیر معتبر قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اعلیٰ حضرت کے نزدیک ناپاک گھی کو پاک کرنے کے تین طریقے

مسئلہ: از موضع بھوٹا بھوٹی بسوٹولانڈ ملک افریقہ' مرسلہ حاجی اسماعیل میاں صاحب صدیقی حنفی قادری ابن امیر میاں' ۲۳ صفر ۱۳۳۶ھ گھی گرم تھا' اُس میں مرغی کا بچہ گرا اور فوراً مر گیا' یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: گھی ناپاک ہو گیا' بے پاک کیے اُس کا کھانا حرام ہے۔ پاک کرنے کے تین طریقے ہیں: ایک یہ کہ اُتنا ہی پانی اُس میں ملا کر جنبش دیتے رہیں یہاں تک کہ سب گھی اوپر آ جائے' اُسے اتار لیں اور دوسرا پانی اُسی قدر ملا کر یوہیں کریں' پھر اتار کر تیسرے پانی سے اسی طرح دھوئیں اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اُس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں' یہاں تک کہ گھی اوپر آ جائے' اُتار لیں۔ اقول: جوش دینے کی پہلی ہی بار حاجت ہے' پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا اور پانی ملا کر جنبش دینا کفایت کرے گا۔ ''ردالمحتار'' میں ہے:

دوم: ناپاک گھی جس برتن میں ہے' اگر جمنے کی طرف مائل ہو گیا ہو' آگ پر پگھلا لیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی' اُس برتن میں ڈالتے جائیں' یہاں تک کہ گھی سے بھر کر اُبل جائے' سب گھی پاک ہو جائے گا۔ ''جامع الرموز'' میں ہے: ''**المائع کالماء والدبس وغیرھما طھارتہ باجرائہ مع جنسہ مختلطا بہ**''۔

سوم: دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کی مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں' اس کے بعد یہ ناپاک گھی اُسی پرنالے میں ڈالیں' یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہو کر پرنالے سے برتن میں گریں' اسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں' یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر برتن میں پہنچ جائے' سب پاک ہو گیا۔ ''خزانہ'' میں ہے: ''**اناء ان ماء احدھما طاھر والاخر نجس فصبا من مکان عال فاختلطا فی الھواء ثم نزلا طھر کلہ**'' پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں اُبل کر تھوڑا گھی ضائع جائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے' مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند نہ پاک سے پہلے پہنچے نہ بعد کو گرے' نہ پرنالے میں بہاتے وقت اس کی کوئی چھینٹ اُڑ کر پاک گھی سے جدا برتن میں' ورنہ جتنا برتن میں پہنچایا' اب پہنچے گا' سب ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ اعلم (فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۱۳۴۔ ۱۳۳' دار العلوم امجدیہ' مکتبہ رضویہ' کراچی)

۲۳۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب

مَیْمُوْنَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَارَةٍ سَقَطَتْ فِیْ سَمْنٍ، فَقَالَ خُذُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ. قَالَ مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ مَا لَا اُحْصِیْهِ، یَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَیْمُوْنَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ.

از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس چوہیا کے متعلق سوال کیا گیا' جو گھی میں گر گئی' آپ نے فرمایا: اس چوہیا کو اور اس کے گرد گھی کو نکال کر پھینک دو۔ معن نے کہا: ہمیں امام مالک نے ان گنت مرتبہ یہ حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵ میں مطالعہ فرمائیں۔

۲۳۷- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ کَلْمٍ یُکْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، یَکُوْنُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کَهَیْئَتِهَا، اِذْ طُعِنَتْ، تَفَجَّرُ دَمًا، اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ. [اطراف الحدیث: ۲۸۰۳-۵۵۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن المبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ھمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہر وہ زخم جو مسلمان کو اللہ کی راہ میں لگتا ہے' قیامت کے دن اسی حالت میں ہوگا' جس حالت میں وہ زخم کھایا تھا' اس سے خون بہ رہا ہوگا' رنگ خون کا ہوگا اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہوگی۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۶' الرقم المسلسل: ۴۷۷۴' سنن نسائی: ۳۱۴۷' مسند الحمیدی: ۱۰۹۲' سنن سعید بن منصور: ۲۵۷۱' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۴' معرفۃ السنن والآثار: ۴۰۹۹' صحیح ابن حبان: ۴۶۵۲' شرح السنۃ: ۲۶۱۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۲ ص ۲۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت بہت بعید ہے' اس کی تقریر یہ ہے کہ اس حدیث میں مشک کا ذکر ہے اور مشک کی اصل وہ خون ہے' جو ہرن کی ناف میں سے گر جاتا ہے' اور چونکہ وہ خون ہے' اس لیے اس کو نجس ہونا چاہیے' جیسا کہ باقی خون بھی نجس ہوتے ہیں' لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشک کی مدح فرمائی ہے' اس لیے وہ طاہر ہے' جیسا کہ ہاتھی کی ہڈیوں کی طہارت آثار سے بیان کی گئی ہے اور باب کے عنوان میں نجاستوں کا ذکر ہے۔ باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کے بُعد کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں شہید کی فضیلت کا بیان ہے اور اس میں آخرت کے حکم کا بیان ہے اور پانی کے طاہر یا نجس ہونے کا تعلق دنیا کے حکم سے ہے' سو بہ ظاہر اس حدیث کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' ماسوا اس بعید مناسبت کے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن محمد بن ابی موسیٰ المروزی المعروف بمردویہ' حاکم ابوعبد اللہ' الکلاباذی اور امام ابونصر نے ان کا نام اسی طرح لکھا ہے اور امام الدارقطنی نے کہا: ان کا نام احمد بن محمد بن عدی ہے اور یہ شبویہ کے نام سے معروف ہیں۔ یہ ۲۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) معمر بن راشد (۴) ھمام بن المنبہ (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۴۵)

شہید کے خون کے مشک کی طرح خوشبودار ہونے کے فوائد

قیامت کے دن شہید اپنے زخم کے ساتھ اسی حالت میں آئے گا' جس حالت میں اس کو زخم لگا تھا' تاکہ اس کا بہتا ہوا خون شہید کی فضیلت پر گواہی دے اور ظالم کے ظلم پر گواہی دے اور اس سے قیامت کے دن اہل محشر کے سامنے شہید کی فضیلت ظاہر ہوگی' اسی

Marfat.com

وجہ سے شہید کے خون کو دھویا نہیں جاتا اور نہ شہید کو غسل دیا جاتا ہے اور اس میں اس زخم کی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگتا ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: اس کے خون کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہوگی' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ خون نجس نہیں ہوگا اور اس کو مشک کے مشابہ فرمایا ہے' وہ حقیقت میں مشک نہیں ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مشک بنا دے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بنو آدم کے نیک اعمال کو حسین اجسام میں اور بُرے اعمال کو قبیح اجسام میں منتقل کر دے گا تا کہ میزان میں ان کا وزن کیا جا سکے اور نیک اعمال حسین اجسام میں متشکل ہو کر قبر میں مؤمن کا دل بہلائیں گے اور بُرے اعمال قبیح اجسام میں متشکل ہو کر کافر کو ڈرائیں گے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۷۷۴- ج ۵ ص ۸۸۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٨- بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ — ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جو پانی ٹھہرا ہوا ہو اور جاری نہ ہو' اس میں پیشاب کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس سے پہلے باب میں یہ بیان کیا تھا کہ جس گھی یا جس پانی میں نجاست گر جائے' اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جس ٹھہرے ہوئے پانی میں کوئی شخص پیشاب کر دے اس کا کیا حکم ہے؟ اور پیشاب بھی نجس ہے' اس طرح یہ باب' بابِ سابق کے متناسب ہے۔

٢٣٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ. [اطراف الحدیث: ٨٧٦-٨٩٦-٢٩٥٦-٣٤٨٦-٦٦٢٤-٦٨٨٧-٧٠٣٦-٧٤٩٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم (دنیا میں) مؤخر کیے گئے ہیں' (آخرت میں) مقدم کیے جائیں گے۔

٢٣٩- وَبِإِسْنَادِهِ قَالَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ.

اور اسی سند کے ساتھ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو' ہرگز پیشاب نہ کرے' پھر اس پانی میں غسل کرے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

یہ دونوں مستقل حدیثیں ہیں اور دوسری حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے' البتہ پہلی حدیث کو جو مقدم کیا ہے' اس کی حکمت میں اختلاف ہے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اور اس کے بعد والی حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ساتھ سنا ہو' اس لیے انہوں نے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ بیان کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ھمام بن منبہ نے حضرت ابوہریرہ سے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ سنا ہو اور انہوں نے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ روایت کر دیا' ورنہ اس پہلی حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت ظاہر نہیں ہے۔

کثیر پانی کے لیے قلتین معیار نہیں ہے اور دیگر فوائد

فقہاء احناف نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو بہت بڑا تالاب ہو' جب اس میں نجاست گر جائے تو اس سے وضوء

کرنا جائز نہیں ہے اس میں پانی کم ہو یا زیادہ اور یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ قلتین (دو گھڑے پانی) حامل نجاست ہوتے ہیں کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور اپنے اطلاق سے قلیل اور کثیر کو شامل ہے۔

یہ حدیث عام ہے اس لیے اس کی بہت کثیر پانی سے تخصیص کرنا واجب ہے جس کے ایک کنارے کو ہلایا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی نہیں ہلتا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے کی جائے گی کہ جب تک نجاست پانی کے رنگ بو اور مزے کو متغیر نہ کردے اس وقت تک وہ پاک کرنے والے وصف پر قائم رہے گا۔

اس حدیث میں ایسے پانی سے غسل جنابت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس ممانعت میں غسل کی دیگر اقسام بھی شامل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۵۲-۲۵۰ ملخصاً ۱۴۲۱ھ)

٦٩- بَابٌ إِذَا أُلْقِيَ عَلٰى ظَهْرِ الْمُصَلِّيْ قَذَرٌ أَوْ جِيفَةٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ صَلٰوتُـهُ

جب نمازی کی پشت پر کوئی گندگی ڈال دی جائے یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور حالت نماز میں کوئی دوسرا شخص اس پر نجاست ڈال دے تو اس نمازی کی نماز فاسد نہیں ہوگی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ پہلے باب میں پانی میں نجاست واقع ہونے کا ذکر تھا اور اس باب میں نمازی کے اوپر نجاست واقع ہونے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَاٰى فِيْ ثَوْبِهٖ دَمًا ، وَهُوَ يُصَلِّيْ ، وَضَعَهٗ وَمَضٰى فِيْ صَلٰوتِهٖ.

اور حضرت ابن عمر جب حالت نماز میں اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو اس کو اتار دیتے اور اپنی نماز جاری رکھتے۔

یہ اثر اس باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان یہ ہے کہ جب نمازی کے اوپر کوئی نجاست ڈال دی جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور حضرت ابن عمر جب اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو اس کو اتار دیتے یعنی ان کے نزدیک وہ خون آلودہ کپڑا مفسد نماز تھا اور اس پر دلیل یہ مفصل اثر ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب نماز میں ہوتے پھر وہ اپنے کپڑے پر خون کو دیکھتے تو اگر وہ اس کپڑے کو اتار سکتے تو اتار دیتے اور اگر وہ اس کو اتار نہ سکتے تو نماز سے نکل جاتے پس اس کپڑے کو دھوتے پھر آ کر اسی نماز پر بناء کر کے بقیہ نماز پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ جب نمازی کو نماز میں وقوع نجاست کا علم ہو جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور یہ اس باب کے عنوان کے خلاف ہے اس کے بعد امام بخاری دوسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ إِذَا صَلّٰى وَفِيْ ثَوْبِهٖ دَمٌ أَوْ جَنَابَةٌ ، أَوْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ ، أَوْ تَيَمَّمَ وَصَلّٰى ثُمَّ أَدْرَكَ الْمَاءَ فِيْ وَقْتِهٖ ، لَا يُعِيْدُ.

اور ابن المسیب اور الشعبی نے کہا: جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے کپڑے میں خون ہو یا جنابت (منی) ہو یا وہ غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہو یا اس نے تیمم کر کے نماز پڑھی پھر اس کو نماز کے وقت میں پانی مل گیا تو وہ نماز نہیں دہرائے گا۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نجس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی پھر نماز کے بعد اس کو علم ہوا تو اس کے متعلق اختلاف ہے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور عطاء ابن المسیب سالم شعبی نخعی مجاہد طاؤس اور زہری یہ کہتے ہیں کہ اس پر اعادہ نہیں ہے اور یہی اوزاعی ابوثور اور اسحاق کا قول ہے اور ربیعہ اور امام مالک نے کہا: وہ نماز کو نماز کے وقت میں دہرائے گا اور امام شافعی اور امام احمد نے

Marfat.com

کہا: وہ نماز کو ہمیشہ دہرائے گا (خواہ نماز کے وقت میں یا اس کے بعد) اور جس نے عمداً نجاست کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک ہمیشہ نماز کو دہرائے گا' کیونکہ اس نے نماز کا استخفاف کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۶۴ - ۳۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہی ہے کہ امام بخاری نے جتنی صورتیں ذکر کی ہیں' ان تمام صورتوں میں وہ نماز کو دہرائے گا' ماسوا اس کے کہ وہ اس نے اجتہاد سے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی یا تیمم کر کے نماز پڑھی اور نماز میں اس کو پانی نظر نہیں آیا۔

٢٤٠ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ' عَنْ شُعْبَةَ' عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ' عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ (ح). قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْبَيْتِ' وَاَبُوْ جَهْلٍ وَاَصْحَابٌ لَّهُ جُلُوْسٌ' اِذْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَيُّكُمْ يَجِيْءُ بِسَلَا جَزُوْرِ بَنِيْ فُلَانٍ' فَيَضَعُهُ عَلٰى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ اِذَا سَجَدَ؟ فَانْبَعَثَ اَشْقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهٖ' فَنَظَرَ حَتّٰى اِذَا سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَضَعَهُ عَلٰى ظَهْرِهٖ بَيْنَ كَتِفَيْهِ' وَاَنَا اَنْظُرُ لَا اُغْنِيْ شَيْئًا' لَوْ كَانَ لِيْ مَنَعَةٌ' قَالَ فَجَعَلُوْا يَضْحَكُوْنَ وَيُحِيْلُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ' وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ لَا يَرْفَعُ رَاْسَهٗ' حَتّٰى جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ' فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهْرِهٖ' فَرَفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ' فَشَقَّ عَلَيْهِمْ اِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ' قَالَ وَكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّ الدَّعْوَةَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ' ثُمَّ سَمّٰى اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِيْ جَهْلٍ' وَعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ' وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ' وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ' وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ' وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ. وَعَدَّ السَّابِعَ فَلَمْ نَحْفَظْهُ' قَالَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ رَاَيْتُ الَّذِيْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: جس وقت رسول اللہ ﷺ سجدہ میں تھے' ح (امام بخاری دوسری سند کی طرف متحول ہوئے) اور کہا: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی' از والد خود از ابی اسحٰق' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ جب بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے اصحاب وہاں بیٹھے ہوئے تھے' اس وقت انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: تم میں سے کون ایسا کر سکتا ہے کہ بنو فلاں کے ہاں جو اونٹنی ذبح ہوئی ہے' اس کے بچہ دان کو لے کر آئے اور جب (سیدنا) محمد (ﷺ) سجدہ کریں تو وہ ان کی پشت پر رکھ دے؟ تو قوم کا سب سے بد بخت شخص اٹھا' وہ اس بچہ دان کو لے کر آیا' پھر وہ انتظار کرتا رہا' حتیٰ کہ جب نبی ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت کے اوپر آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور میں یہ منظر دیکھ رہا تھا اور آپ سے کسی چیز کو دور نہیں کر سکتا تھا' کاش! میرے مددگار ہوتے' حضرت ابن مسعود نے کہا: مشرکین ہنس رہے تھے اور ایک دوسرے کی طرف اس کام کی نسبت کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ سجدہ میں تھے' اپنا سر نہیں اٹھا رہے تھے حتیٰ کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں' پس انہوں نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیا' پھر آپ نے اپنا سر اقدس اٹھایا' پھر آپ نے تین مرتبہ ان کے خلاف دعا کی: اے اللہ! قریش

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرْعٰى فِي الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ.

[اطراف الحدیث: ٥٢٠-٢٩٣٤-٣١٨٥-٣٨٥٤-٣٩٦٠]

(صحیح مسلم: ١٧٩٤، الرقم المسلسل: ٤٥٦٨، السنن الکبریٰ للنسائی: ٨٦٦٩، سنن نسائی: ٣٠٦، صحیح ابن خزیمہ: ٧٨٥، صحیح ابن حبان: ٦٥٧٠، مسند ابوداؤد الطیالسی: ٣٢٥، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٢٧٨، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٤ ص ٢٩٨، مسند ابویعلیٰ: ٥٣١٢، مسند البزار: ٢٣٩٨، دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ١ ص ٣٤٩-٣٥٠، مسند احمد ج ١ ص ٣٩٣ طبع قدیم، مسند احمد: ٣٧٢٢- ج ٦ ص ٢٦٥، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

کو پکڑ لے۔ ان پر یہ دعا ناگوار گزری، راوی کا بیان ہے: وہ جانتے تھے کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے، پھر آپ نے نام لے کر ان کے خلاف دعا کی: اے اللہ! ابوجہل کو پکڑ لے، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے اور آپ نے ساتویں کا بھی نام لیا، جس کو راوی نے یاد نہیں رکھا، حضرت ابن مسعود نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کا نام لے لے کر ان کے خلاف دعا کی تھی، میں نے ان سب کو دیکھا، وہ بدر کے کنویں میں اوندھے منہ گرے ہوئے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے دس رجال ہیں، ان میں سے نو کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔ دسویں راوی عمرو بن میمون الاودی الکوفی ہیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ سے ملاقات نہیں کی، انہوں نے سو حج اور ایک عمرہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمال کو صدقہ ادا کیا، یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک بندر کو زنا کرتے ہوئے دیکھا، پھر سب بندروں نے مل کر اس کو رجم کر دیا۔ یہ ٧٥ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٥٥-٢٥٤)

''سلیٰ'' کے معنی کی تحقیق اور اس کے معنی میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی

اس حدیث میں ''سلا جزور'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: اونٹنی کا بچہ دان، یعنی وہ کھال جس میں اونٹنی کا بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ٧١١ھ ''سلا'' کے معنی میں لکھتے ہیں:

''سلیٰ'' اس باریک کھال کو کہتے ہیں، جس میں بچہ لپٹا ہوا اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔

(لسان العرب ج ٧ ص ٢٤٨، دار صادر بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ٢٠٠٣ء)

مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ٨١٧ھ نے لکھا ہے:

''السلیٰ'' وہ کھال ہے جس میں انسانوں اور مویشیوں کا بچہ ہوتا ہے۔ (القاموس: ١٢٩٦، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

علامہ ابن بطال متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں: ابوعبید نے کہا: ''السلا'' وہ کھال ہے، جس میں بچہ ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٣٦٤)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں: ''السلا'' وہ لفافہ ہے، جس میں اونٹنی، تمام حیوانوں اور آدمیہ کا بچہ ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ٨ ص ٤٩٨٩، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ج ٨ ص ٤٩٨٩)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے لکھا ہے: یہ وہ کھال ہے، جس میں بچہ ہوتا ہے۔ اصمعی نے کہا: مویشیوں اور انسانوں کا بچہ اس کھال میں ہوتا ہے۔ الجوہری نے کہا: یہ باریک کھال ہوتی ہے، جس میں بچہ ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٥٥)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے لکھا ہے: جانوروں کا بچہ جس کھال میں ہوتا ہے اس کو ''السلیٰ'' کہتے ہیں اور آدمیوں کا بچہ جس کھال میں ہو اس کو ''مُشِیْمَہ'' کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ١ ص ٧٤٣، دار المعرفہ، بیروت)

Marfat.com

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

''سلا'' بچہ دان اور اس کا ترجمہ اوجھڑی غلط ہے۔(فیض الباری ج ۱ ص ۳۲۸ مطبعہ حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

دیو بندی شارح سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں: ''سلا'' حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس کا ترجمہ اوجھڑی درست نہیں' صحیح ترجمہ بچہ دان ہے۔(انوار الباری ج ۸ ص ۱۴۶' ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اردو کے سیرت نگاروں اور اُردو مترجمین نے ''سلا'' کا معنی اوجھڑی لکھا ہے' جو بہر حال غلط ہے کیونکہ یہ معنی تمام لغات کی تصریحات اور تمام شروحات کے خلاف ہے' شیخ تقی عثمانی نے بھی اس کا معنی اور ترجمہ غلط لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

''سلی'' اوجھڑی کو کہتے ہیں' جو کسی جانور کے پیٹ سے نکلتی ہے۔(انعام الباری ج ۲ ص ۴۹۲' مکتبۃ الحراء' کراچی)

اس حدیث میں مذکور بعض معین اشخاص کے اسماء کا تعارف

اس حدیث میں بعض معین اشخاص کا ذکر ہے' جن کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ احد کے بعد ان کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ تھی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۸ احادیث روایت کی ہیں' صحیحین میں ان کی ایک حدیث ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہو گئی تھیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو غسل دیا اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان کو رات میں دفن کیا گیا' ان کے فضائل بہت ہیں اور ان کی یہ ایک فضیلت کافی ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹکڑا ہیں۔

ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ

اس کا نام عمرو بن ہشام تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ابوجہل فرمایا تو اب سب اس کو اسی نام سے پہچانتے ہیں' اس کو حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو یہ اوندھا پڑا تھا' وہ اس کا سر کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' جس نے تجھے اے اللہ کے دشمن رسوا کر دیا' یہ شخص اس امت کا فرعون تھا اور یہ شخص ائمہ کفر کا سردار تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں گر گئے (یہ سجدۂ شکر کا ثبوت ہے)۔

عتبہ بن ربیعہ کو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا' ایک قول ہے: حضرت علی بھی اس کو قتل کرنے میں شریک تھے۔

شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس' یہ عتبہ بن ربیعہ کا بھائی ہے' اس کو بھی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

الولید بن عتبہ' اس کو حضرت عبیدہ بن الحارث نے قتل کیا تھا' ایک قول ہے: حضرت حمزہ نے' ایک قول ہے: حضرت علی نے۔

امیہ بن خلف: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے چند انصار کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر اس کو قتل کیا تھا۔

عقبہ بن ابی معیط: اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا' ایک قول ہے: حضرت عاصم بن ثابت نے قتل کیا تھا' زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرق الظبیہ میں قتل کیا تھا۔

عمارہ بن الولید بن المغیرہ: یہ وہی ساتواں شخص ہے' جس کا نام لینا راوی بھول گیا تھا' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سرزمین حبشہ میں فوت ہوا۔(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۵۵-۲۵۴)

Marfat.com

نبی ﷺ کی دعاء ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ان سات کافروں کا نام لے کر ان کے خلاف دعاء ضرر فرمائی' بعض اردو کے سیرت نگاروں نے اس حدیث میں "دَعَا عَلَیْھِمْ" کا ترجمہ کیا ہے: ان پر بددعا کی۔

دیوبندی شارح سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے:

ان سرکش کفار پر یہ بات بڑی شاق گزری کہ آپ نے ان پر بددعا کی۔ (انوار الباری ج ۸ ص ۱۴۶)

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے:

جب آپ ﷺ نے ان کے حق میں بددعا کی تو یہ بات ان کو بہت گراں گزری۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۳۹۳)

نبی ﷺ کا کوئی فعل بد نہیں ہے' اس لیے آپ نے جو دعاء ضرر کی' اس کو بددعا کہنا ناجائز اور گناہ ہے' آپ کا ہر فعل حسن اور واجب الاتباع ہے' ہم اس سے پہلے بھی اس پر تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

اس اشکال کا جواب کہ آپ کی پشت پر نجاست ڈال دی گئی تو پھر آپ کیوں نماز پڑھتے رہے؟

اس حدیث میں ہے: آپ کی پشت پر "سلی" رکھی گئی تھی' یعنی وہ غلاف جس میں اونٹنی کا بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے' شرح صحیح مسلم میں میں نے "تاج العروس" ج ۱۰ ص ۱۸۳' کے حوالے سے "سلی" کا یہی معنی لکھا تھا اور یہی اس کا حقیقی معنی ہے لیکن میں نے لکھا تھا کہ اس سے مجازاً اوجھڑی مراد ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے: اس میں خون اور گوبر بھی تھا اور گوبر اوجھڑی میں ہوتا ہے' تاہم اب میری رائے بدل گئی ہے کہ بلاوجہ اس کو مجاز پر محمول کرنا درست نہیں ہے اور "سلی" سے مراد اس کا حقیقی معنی ہی ہے اور اونٹنی کے پیٹ میں "سلی" کے اندر کچھ خون اور گوبر منتقل ہو گیا ہو تو یہ کچھ بعید نہیں ہے' اب یہاں یہ سوال ہے کہ جب "سلی" میں گوبر اور خون وغیرہ تھا اور وہ نجس ہیں' نیز وہ مشرکین کا ذبیحہ ہونے کی وجہ سے بھی نجس تھی تو اس نجاست کے ڈال دینے کے بعد آپ نماز کس طرح پڑھتے رہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت آپ سجدہ میں تھے اور آپ کو پتا نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا ڈالا گیا ہے۔

اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم

بعض دلائل اوجھڑی کھانے کی تحریم کا تقاضا کرتے ہیں' کیونکہ اوجھڑی گوبر کا محل ہے تو جس طرح مثانہ پیشاب کا محل ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے' اسی طرح گوبر کا محل ہونے کی وجہ سے اوجھڑی کو مکروہ تحریمی ہونا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے اس دلیل کی وجہ سے اوجھڑی اور آنتوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۲۶' مکتبہ رضویہ کراچی) اور بعض دلائل اوجھڑی کی حلت کا تقاضا کرتے ہیں' کیونکہ نبی ﷺ نے حلال جانور کی صرف سات چیزوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے' باقی چیزیں بلاکراہت حلال ہیں اور چونکہ اوجھڑی ان سات چیزوں میں نہیں ہے' اس لیے وہ بلاکراہت حلال ہے' سات چیزوں کے مکروہ تحریمی ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بکری کی سات چیزوں کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتے تھے: (۱) خون (۲) فرج (۳) خصیتین (۴) غدود (۵) ذکر (۶) مثانہ (۷) پتہ۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۵۳۵' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷' مراسیل ابوداؤد ص ۱۹' المعجم الاوسط: ۹۴۷۶' الجامع الصغیر: ۷۱۶۱' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۲)

اور جب کسی چیز کی حلت اور حرمت میں دلائل متعارض ہوں تو وہ مکروہ تنزیہی ہوتی ہے' نیز ایک حدیث میں ہے: حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بکری کے معدہ کا ایک ٹکڑا کھایا' وہ حدیث یہ ہے:

Marfat.com

حضرت نسیکہ ام عمرو بن جلاس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی' انہوں نے ایک بکری ذبح کی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھری تھی' آپ نے اس چھری کو رکھ دیا اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ بستر کی طرف گئے اور اس پر لیٹ گئے' پھر آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے' ہم آپ کے پاس ایک پیالہ لائے' جس میں جَو کی روٹی تھی اور اس میں بکری کے معدہ کا ٹکڑا تھا اور اس میں بکری کی دستی تھی' حضرت نسیکہ نے کہا: حضرت عائشہ معدہ کا ٹکڑا لے کر اس کو دانتوں سے کھانے لگیں' اس وقت انہوں نے کہا: ہم نے آج بکری ذبح کی تھی' اس کے سوا ہمارے پاس اور کچھ نہیں باقی رہا' آپ نے فرمایا: نہیں! وہ سب باقی ہے' جو اس کے سوا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۴۴' اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۶)

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے انتڑیاں کھائیں:

امام طحاوی نے کہا: ہمیں ابن خزیمہ نے محمد بن المنکدر سے روایت کی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ کے پاس گیا' جن کا انہوں نے نام لیا تھا اور میں بھول گیا (وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں)' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آئے اور میرے پاس بکری کا پیٹ لٹکا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: اگر تم اس پیٹ سے میرے لیے فلاں فلاں چیز پکا دو' وہ کہتی ہیں: ہم نے آپ کے لیے وہ چیزیں پکا دیں' آپ نے ان کو کھایا اور وضوء نہیں کیا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس حدیث میں پیٹ سے مراد انتڑیاں ہیں۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج اص ۳۸۸' قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان احادیث میں بکری کے معدہ اور انتڑیاں کھانے کا ثبوت ہے اور یہی اوجھڑی کے کھانے کا ثبوت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعاءِ ضرر کرنے کی توجیہ

ایک اعتراض یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو زیادتی کی جائے' آپ اس پر صبر کرتے تھے اور اس کا بدلہ نہیں لیتے تھے تو اس موقع پر آپ نے کفار کے خلاف دعاءِ ضرر کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی ذات پر جو ظلم اور زیادتی کی جاتی تھی' اس کو آپ برداشت کر لیتے تھے' لیکن دین کے معاملہ میں آپ کسی زیادتی کو برداشت نہیں کرتے تھے' ان کافروں نے نماز کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر نجاست ڈال کر آپ کی نماز اور آپ کی عبادت میں خلل ڈالا' اس لیے آپ نے ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس کو ایذاء پہنچائی جائے' وہ ایذاء پہنچانے والے کے خلاف دعاءِ ضرر کر سکتا ہے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار قریش کے خلاف دعاءِ ضرر کی تھی' علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یہ اس وقت ہے' جب کافر نے ایذاء پہنچائی ہو اور اگر مسلمان ایذاء پہنچائے تو زیادہ بہتر ہے کہ اس کے خلاف دعا نہ کی جائے' کیونکہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لحاف چوری ہو گیا تو انہوں نے چور کے خلاف دعا کی تو آپ نے فرمایا: تم اس کے خلاف دعا کر کے اس سے تخفیف نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۹۷)

المہلب نے کہا: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے مقبول ہونے کا ثبوت ہے' کیونکہ آپ نے جن کے خلاف دعا کی تھی' وہ قبول ہو گئی اور حضرت ابن مسعود نے ان سب کو بدر کے کنویں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے دیکھا۔

(شرح ابن بطال ج اص ۳۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۵۳۴۔ ج ۵ ص ۵۵۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

Marfat.com

(۱) لفظ "سلی" کی تحقیق (۲) اوجھڑی کھانے کا حکم۔

۷۰- بَابُ الْبُزَاقِ وَالْمُخَاطِ وَنَحْوِهٖ فِي الثَّوْبِ

کپڑے میں تھوک ٗ رینٹ اور اس کی مثل کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر نمازی کے کپڑے میں تھوک یا رینٹ لگ گئی تو اس سے اس کی نماز میں ضرر نہیں ہوگا' اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ اگر نمازی کی پیٹھ پر کوئی نجاست ڈال دی جائے تو امام بخاری کی رائے میں اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر نمازی کے کپڑے پر منہ کی یا ناک کی رطوبت لگ جائے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور نہ اس کا کپڑا نجس ہوگا' اس کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ حُدَيْبِيَةَ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ.

اور عروہ نے کہا: از مسور ومروان کہ حدیبیہ کے زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے پھر حدیث کو بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی بلغم تھوکا تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں واقع ہوتا' وہ صحابی اس کو اپنے چہرے اور اپنی جلد پر ملتا۔

یہ تعلیق صحیح البخاری: ۲۷۳۲-۲۷۳۱ کا ایک قطعہ ہے۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ منہ کی رطوبت اور ناک کی رطوبت طاہر ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے' ماسوا اس کے کہ حضرت سلمان فارسی اور ابراہیم النخعی نے یہ کہا ہے کہ جب لعاب دہن منہ سے نکل جائے تو وہ نجس ہے' لیکن اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ شارع علیہ السلام نے یہ حکم دیا ہے کہ نمازی اپنے بائیں جانب یا اپنے قدموں کے نیچے تھوک دے اور خود شارع علیہ السلام اپنی چادر کے ایک پلو میں تھوک کر اس کو کپڑے میں مل لیتے تھے اور آپ نے فرمایا: یا اس طرح کرے (یعنی آدمی تھوک کو اپنے کپڑے میں اس طرح مل لے)۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ منہ کی رطوبت طاہر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ہر پاک اور طیب چیز سے زیادہ پاک اور طیب ہے اور اس تعلیق سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کے لیے آپ کے بلغم کو بہ طور تبرک حاصل کیا جاتا تھا اور صحابہ اس کو اپنے جسم پر اور اپنی جلد پر ملتے تھے اور اس سے ان کی آپ کے ساتھ غایت محبت کا پتا چلتا ہے اور یہ کہ آپ کا بلغم انتہائی پاکیزہ اور خوشبودار ہوتا تھا اور بے مثل تھا' ورنہ دوسروں کا بلغم دیکھ کر انسان کو کراہت آتی ہے' جب کہ آپ کے بلغم کے حصول کے لیے صحابہ ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتے تھے۔

۲٤۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَزَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهٖ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ. طَوَّلَهُ ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۵-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۷-۵۳۱-۵۳۲-۱۲۱۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے میں تھوکا' امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: ابن ابی مریم نے اس کو زیادہ طوالت سے ذکر کیا ہے' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے ۷ رجال ہیں:

(۱) محمد بن یوسف (۲) سفیان ثوری (۳) حمید (۴) امام بخاری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) سعید بن الحکم بن محمد بن ابی مریم المصری' یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں' امام مالک سے روایت کرتے ہیں اور ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) یحییٰ بن ایوب الغافقی المصری' یہ عمر بن الحکم بن مروان کے آزاد کردہ غلام ہیں' ۱۶۸ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان میں ضعف ہے' ابوحاتم نے کہا: ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' امام نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں ہیں (۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۶۳)

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

۷۱- بَابٌ لَا يَجُوزُ الْوُضُوءُ بِالنَّبِيذِ وَلَا بِالْمُسْكِرِ

نبیذ اور نشہ آور مشروب کے ساتھ وضوء کرنا جائز نہیں ہے

امام بخاری نے نبیذ کا علیحدہ ذکر کیا ہے اور اس کو نشہ اور مشروب میں شامل نہیں کیا' کیونکہ نبیذ کے ساتھ وضوء کرنا مختلف فیہ ہے۔

نبیذ کا لغوی معنی

نبیذ کا معنی کسی چیز کو ڈالنا اور پھینکنا ہے' علامہ عینی نے کہا: نبیذ اس پانی کو کہتے ہیں' جس میں کچھ کھجوروں کو ڈال دیا جاتا ہے تاکہ پانی میں ان کی مٹھاس آ جائے' علامہ ابن اثیر نے کہا: کھجوروں' منقّیٰ' شہد' گندم اور جو وغیرہ کو پانی میں ڈال کر رکھ دیا جائے تو اس مشروب کو نبیذ کہتے ہیں' خواہ یہ نشہ آور ہو یا نہ ہو' اگر یہ نشہ آور ہو تو اس سے وضوء کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے اور اگر یہ نشہ آور نہ ہو' لیکن ایک دو دن پڑے رہنے سے گاڑھا ہو جائے اور اس کے پینے سے سرور آئے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے وضوء کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ گاڑھا نہ ہو' صرف اس میں مٹھاس ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے بلا کراہت وضو کرنا جائز ہے اور اگر یہ نشہ آور ہو تو اس سے امام اعظم کے نزدیک وضوء کرنا حرام ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک نبیذ کی تعریف

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی ۱۰۸۷ھ لکھتے ہیں:

(۱) کھجوروں اور منقّیٰ کے نبیذ کو اگر معمولی جوش دیا جائے تو اس کا پینا جائز ہے' خواہ وہ گاڑھا ہو' بہ شرطیکہ اس کو لہو وطرب (سرور اور مستی) کے بغیر پیا جائے اور اگر لہو کے لیے پیا جائے تو اس کی قلیل اور کثیر مقدار حرام ہے اور جب تک وہ نشہ آور نہ ہو اور اگر اس کو ظن غالب ہے کہ وہ نشہ آور ہے تو پھر اس کا پینا حرام ہے۔

(۲) کھجوروں اور منقّیٰ کو ملا کر معمولی جوش دیا جائے' خواہ وہ گاڑھا ہو جائے تو اس کا پینا حلال ہے' شرط مذکور کے ساتھ۔

(۳) شہد' گندم' انجیر' جو اور جوار کا نبیذ حلال ہے' خواہ اس کو جوش دیا جائے یا نہیں' شرط مذکور کے ساتھ۔

(۴) انگور کے شیرے کو جوش دیا' حتیٰ کہ اس کا دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی رہ جائے' جب اس سے کھانے کو ہضم کرنے' علاج اور عبادت پر طاقت حاصل کرنے کے لیے پیا جائے تو جائز ہے اور اگر سرور اور مستی کے لیے پیا جائے تو حرام ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۱۰ ص ۳۴-۳۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

نبیذ میں جوش دینے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ جس نبیذ کو جوش نہ دیا گیا ہو اور کچے پانی میں کھجوریں یا منقّی ڈال دی ہوں اور پڑے پڑے وہ پانی گاڑھا ہو جائے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائے اور اس میں از خود جوش آ جائے تو وہ نبیذ اجماع صحابہ سے حرام ہے' کھجوروں کے نبیذ کی حرمت اور حلت میں احادیث وارد ہیں اور ان میں تطبیق یہ ہے کہ جو نبیذ کچے پانی سے بنایا گیا ہو' وہ حرام ہے اور جس نبیذ کو آگ پر پکا کر بنایا گیا ہو' وہ حلال ہے۔ (ردالمحتار ج ۱۰ ص ۳۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نبیذ کی تعریف

علامہ شمس الدین عبدالرحمان بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ لکھتے ہیں:

نبیذ مباح ہے' جب تک پانی میں پڑے پڑے جوش نہ آئے یا اس پر پانی میں پڑے پڑے تین دن نہ گزر جائیں۔ نبیذ وہ مشروب ہے' جس میں کھجوریں یا منقّی یا کوئی اور چیز ڈال دی جائے تاکہ اس کا پانی میٹھا ہو جائے اور اس کی نمکینی چلی جائے' پس جب تک اس میں جوش نہ آئے' یا اس پر تین دن نہ گزریں تو وہ مباح ہے کیونکہ اس کے بعد وہ نشہ آور ہو جاتا ہے اور ہر نشہ آور مشروب حرام ہے اور پانی میں کھجوروں کو اور منقّی کو یا ان کی مثل کو چھوڑے رکھنا مکروہ نہیں ہے تاکہ پانی ان کی مٹھاس لے لے' جب تک کہ وہ گاڑھا نہ ہو اور اس پر تین دن نہ گزر جائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روزے رکھ رہے ہیں' میں نے آپ کے افطار کے لیے کھوکھلے کدو میں نبیذ تیار کیا' جب میں اس کو آپ کے پاس لے کر گیا تو اس میں جوش آ رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس کو دیوار کے پاس گرا دو' کیونکہ یہ ان لوگوں کا مشروب ہے' جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۱۶' سنن نسائی: ۵۷۰۴۔ ۵۶۲۶' سنن ابن ماجہ: ۳۴۰۹) (الشرح الکبیر والمغنی ج ۱۲ ص ۳۹۴۔ ۳۹۳' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

کسی قسم کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے' خواہ وہ نبیذ آگ پر پکا کر بنایا ہو یا کچے پانی میں تیار کیا ہو' نہ حضر میں نہ سفر میں' اگر وہ نشہ آور ہو تو وہ نجس ہے' امام اوزاعی نے کہا کہ ہر قسم کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: کھجوروں کا جو نبیذ جوش دے کر تیار کیا ہو' اس سے سفر میں وضوء کرنا جائز ہے خواہ وہ نشہ آور ہو' اور حضر میں اس سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔

(میں کہتا ہوں: یہ امام ابوحنیفہ پر بہتان ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک نشہ آور مشروب حرام ہے' اس کو پینا جائز ہے' نہ اس سے وضوء کرنا' جیسا کہ ہم شروع میں علامہ شامی اور علامہ حصکفی حنفی کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں۔)

امام محمد بن حسن نے کہا: نبیذ سے وضوء کرنے کو اور تیمم کرنے کو جمع کیا جائے گا' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لیلۃ الجن میں' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھا' آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا: نہیں! میرے ساتھ کھجوروں کا نبیذ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو لاؤ' وہ پاکیزہ کھجوریں ہیں اور پاک کرنے والا پانی ہے' پھر آپ نے نبیذ سے وضوء کیا اور ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ (سنن ترمذی: ۸۸' سنن ابوداؤد: ۸۴' سنن ابن ماجہ: ۳۸۵۔ ۳۸۴' مسند احمد: ۴۲۹۶۔ ۳۸۱۰۔ ج ۱ ص ۴۴۹۔ ۴۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۳۔ ج ۱ ص ۲۶' مصنف عبدالرزاق: ۶۹۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۲)

نیز روایت ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے نبیذ سے وضوء کیا۔ (سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۳۔ ۱۲)

Marfat.com

اور ان کا یہ فعل قیاس سے تو ہو نہیں سکتا' لامحالہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو سنا ہو گا۔

نیز فقہاء احناف کی دلیل یہ آیت ہے: "فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا". (المائدہ:٦) جب تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو' اور نبیذ بھی پانی ہے' لہٰذا اس کے ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ماوردی کہتے ہیں: ہماری دلیل یہ آیت ہے کہ جب تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو (المائدہ:٦) اور نبیذ پانی نہیں ہے' لہٰذا جب نبیذ کے سوا اور پانی نہ ہو تو تیمم کرنا واجب ہے اور جن احادیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے' وہ ضعیف ہیں۔

(الحاوی الکبیر ج ١ ص ٥١-٤٩ ملخصاً' دارالفکر' بیروت' ١٤١٤ھ)

نبیذ سے وضوء کے جواز کے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبیذ کو "مَاءٌ طَهُوْرٌ" پاک کرنے والا پانی فرمایا ہے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں علامہ ماوردی کے انکار کو کون سنے گا! اور ان احادیث کو ضعیف کہنا علم حدیث سے ناواقفیت ہے' یہ حدیث "سنن ترمذی' سنن ابوداؤد' سنن ابن ماجہ" میں ہے اور یہ کتب صحاح ہیں' ان کے علاوہ "مسند احمد' مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ" بھی مستند کتب حدیث ہیں۔ علاوہ ازیں یہ حدیث مسند ابویعلیٰ: ٥٠٤٦-٥٣٠١' المعجم الکبیر: ٩٩٦٣-٩٩٦٧ اور سنن بیہقی میں طرق متعدد سے مروی ہے۔ نیز یہ آثار ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبیذ سے وضوء کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٢٦٤)

عکرمہ نے کہا: جس کو پانی نہ ملے' اس کے لیے نبیذ وضوء ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٢٦٥)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' ابو یوسف' امام شافعی اور امام احمد نے کہا: نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے' خواہ نبیذ کچے پانی میں بنایا ہو یا پکا کر' خواہ اس وقت پانی ہو یا نہ ہو یا کھجوروں کا نبیذ ہو یا کسی اور چیز کا' اور اگر وہ نبیذ گاڑھا ہو تو وہ نجس ہے' اس کا پینا جائز ہے' نہ اس سے وضوء کرنا اور حسن بصری نے نبیذ سے وضوء کرنے کی اجازت دی ہے' امام اوزاعی نے کہا: نبیذ کی تمام اقسام سے وضوء کرنا جائز ہے' اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: پانی کے ہوتے ہوئے نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے اور جب پانی نہ ہو تو صرف پکائے ہوئے نبیذ سے وضوء کرنا جائز ہے' جب وہ نشہ آور ہو اور کچے پانی کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٣٦٧-٣٦٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ نشہ آور مشروب سے وضوء کے جواز کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنا ان پر بہتان ہے' ائمہ اور فقہاء احناف کی کتب سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہے' بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے:

شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد حنفی سرخسی متوفی ٤٨٣ھ لکھتے ہیں:

کھجوروں کے نبیذ کا پینا حلال ہے' جب اس کو پکا کر جوش دیا گیا ہو اور جو نبیذ نشہ آور ہو' وہ حرام ہے۔

(المبسوط ج ٢٤ ص ٢١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبیذ سے وضوء کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور حسن بصری

Marfat.com

اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے اور عکرمہ نے کہا: جس کو پانی نہ ملے وہ نبیذ سے وضوء کرے اور اسحاق نے کہا: نبیذ سے وضوء اور تیمم کو جمع کرنا مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ کا قول عکرمہ کی مثل ہے اور ان کی دلیل حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور ہماری دلیل آیت تیمم ہے۔ (المغنی ج ١ ص ٣٤ دار الحدیث قاہرہ ١٤٢٥ھ)

شیخ محمد بن ابوبکر ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ٧٥١ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے کھجوروں کے نبیذ سے وضوء کرنے کی اجازت دی ہے انہوں نے ایک قول میں نبیذ کی باقی اقسام کو کھجوروں کے نبیذ پر قیاس کیا ہے اور دوسرے قول میں منع کیا ہے اور جس طرح بھی ہو بہر حال کھجوروں کا نبیذ جائز ہے کھجوریں پاک ہیں اور پانی پاک کرنے والا ہے۔ (جامع الفقہ ج ١ ص ١١٠ دار الوفاء)

نیز ابن قیم جوزی لکھتے ہیں:

کھجوروں کے ساتھ وضوء کی حدیث کو قیاس پر مقدم کیا گیا ہے اور اکثر محدثین اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی یہ ہے کہ قیاس اور رائے پر عمل کرنے کی بہ نسبت حدیث ضعیف پر عمل کرنا اولیٰ ہے اسی وجہ سے ان کا مذہب اس ضعیف حدیث پر مبنی ہے کہ قہقہہ سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ یہ حدیث قیاس اور رائے کے خلاف ہے اسی طرح ان کا مذہب اس پر مبنی ہے کہ سفر میں کھجوروں کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز ہے کیونکہ یہ حدیث قیاس اور رائے کے خلاف ہے۔ (جامع الفقہ ج ١ ص ١١١ دار الوفاء)

ظلم یہ ہے کہ پھر بھی امام ابوحنیفہ قدس سرہ کو صاحب رائے کہا جاتا ہے اور فقہاء احناف کو اصحاب رائے کہا جاتا ہے!

فقہاء احناف کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ١٨٩ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو اور کوئی پانی نہ ملے وہ کھجوروں کے نبیذ سے وضوء کرے اور تیمم نہ کرے اور امام ابو یوسف نے کہا: وہ تیمم کرے اور وضوء نہ کرے اور امام محمد نے کہا: وہ اس نبیذ سے وضوء کرے پھر تیمم کرے اور کسی چیز کے نبیذ سے وضوء نہ کرے۔ (الجامع الصغیر ص ٧٤ ادارۃ القرآن کراچی ١٤١١ھ)

علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی المعروف بقاضی خاں متوفی ٥٩٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک کھجوروں کا نبیذ پانی کی طرح پاک کرنے والا ہے مگر اس سے وضوء کرنے کے لیے نیت شرط ہے پس اس کے ساتھ تیمم نہ کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ بالکل پاک کرنے والا نہیں ہے پس تیمم کرے اور اس سے وضوء نہ کرے اور امام محمد کے نزدیک کھجوروں کا نبیذ گدھے کے جھوٹے کی طرح پاک کرنے میں مشکوک ہے پس اس سے وضوء اور تیمم کو جمع کرے۔ (شرح الزیادات ج ١ ص ١٤٧-١٤٥ داراحیاء التراث العربی بیروت ١٤٢٦ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

اگر کھجوروں کے نبیذ کے سوا اور پانی نہ ملے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اس سے وضوء کرے اور تیمم نہ کرے ان کی بناء لیلۃ الجن کی حدیث پر ہے کیونکہ نبی ﷺ کو جب پانی نہیں ملا تو آپ نے اس سے وضوء کیا اور امام ابو یوسف نے کہا: تیمم کرے اور اس سے وضوء نہ کرے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے وہ تیمم کی آیت پر عمل کرتے ہیں کیونکہ وہ زیادہ قوی ہے یا نبیذ سے وضوء کرنا منسوخ ہے کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور لیلۃ الجن مکہ میں تھی اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا: نبیذ سے وضوء کرے اور تیمم کرے کیونکہ حدیث میں اضطراب ہے (بعض احادیث میں ہے: اس رات حضرت ابن مسعود آپ کے

Marfat.com

ساتھ تھے اور بعض احادیث میں ہے: آپ کے ساتھ وہ اس رات نہیں تھے) اور تاریخ کا تعین نہیں ہے' پس دونوں کو جمع کرنے میں احتیاط ہے۔ (علامہ مرغینانی کہتے ہیں:) ہم کہتے ہیں کہ آپ کی جنات سے ملاقات کئی راتوں میں ہوئی تھی' اس لیے نبیذ سے وضوء کو منسوخ کرنے کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے اور یہ حدیث مشہور ہے' اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہے اور اس کی مثل سے کتاب پر زیادتی کی جاتی ہے' اور نبیذ سے غسل کرنے کے متعلق ایک قول ہے کہ یہ جائز ہے' وضوء پر قیاس کرتے ہوئے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں کیونکہ غسل وضوء سے زیادہ ہے' اور جس نبیذ میں اختلاف ہے' وہ یہ ہے کہ وہ میٹھا ہو اور رقیق ہو اور اعضاء کے اوپر پانی کی طرح بہے اور جو نبیذ گاڑھا ہو' وہ حرام ہے' اس سے وضوء کرنا جائز نہیں اور جس نبیذ کو آگ نے متغیر کر دیا ہو' وہ بھی اسی اختلاف پر ہے اور جو نبیذ گاڑھا ہو' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے بھی وضوء کرنا جائز ہے' کیونکہ ان کے نزدیک اس کا پینا حلال ہے' اور امام محمد کے نزدیک گاڑھے نبیذ کے ساتھ وضوء نہیں کیا جائے گا' کیونکہ ان کے نزدیک اس کا پینا جائز نہیں ہے' کھجوروں کے نبیذ کے علاوہ اور کسی چیز کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔ (ھدایہ اولین ص ۴۸۔۴۷' مکتبہ شرکتہ علمیہ' ملتان)

نبیذ سے وضوء کرنے کی تحقیق کے بعد اب ہم امام بخاری کی اس تعلیق کو ذکر کر رہے ہیں:

وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَأَبُو الْعَالِيَةِ. اور الحسن اور ابوالعالیہ نے نبیذ سے وضوء کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

الحسن سے مراد حسن بصری ہیں اور ابوالعالیہ سے مراد رفیع بن مہران الریاحی ہیں۔

یہ تعلیق' اثر مذکور ذیل کا خلاصہ ہے:

سفیان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حسن کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبیذ اور دودھ سے وضوء نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۹)

اور ابوالعالیہ کی تعلیق سنن ابوداؤد: ۸۷ میں ہے اور کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے اور یہ امام بخاری کے قائم کیے ہوئے عنوان کے خلاف ہے' کیونکہ انہوں نے نبیذ سے وضوء کو ناجائز کہا ہے۔ اس کے بعد امام بخاری دوسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلتَّيَمُّمُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الْوُضُوْءِ بِالنَّبِيْذِ وَاللَّبَنِ. اور عطاء نے کہا: نبیذ اور دودھ سے وضوء کرنے کی بہ نسبت مجھے تیمم کرنا زیادہ پسند ہے۔

عطاء سے مراد عطاء بن ابی رباح ہے اور اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں' عطاء نے کہا کہ وہ دودھ اور نبیذ سے وضوء کرنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور انہوں نے کہا: ان کو تیمم کرنا اس سے زیادہ پسند ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۶)

یہ تعلیق بھی امام بخاری کے قائم کیے ہوئے عنوان کے خلاف ہے' امام بخاری نے نبیذ سے وضوء کو ناجائز کہا ہے اور عطاء کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ نبیذ سے وضوء کرنا جائز تو ہے لیکن تیمم کرنا اس سے بہتر ہے۔

نبیذ سے وضوء کرنے پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ اعتراض کہ یہ حدیث ضعیف ہے

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

احناف نے حضرت ابن مسعود کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ الجن میں ان سے پوچھا: تمہارے مشکیزہ میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نبیذ' آپ نے فرمایا: پاکیزہ کھجوریں ہیں اور پاک کرنے والا پانی ہے۔ سنن ابوداؤد: ۸۴' سنن

ترمذی:۸۸' امام ترمذی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے اس سے وضوء کیا اور تمام علماء متقدمین کا اس حدیث کو ضعیف قرار دینے پر اتفاق ہے۔ (فتح الباری ج۱ص۷۷۷' دار المعرفہ بیروت'۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ان علماء نے اس حدیث کو اس لیے ضعیف قرار دیا ہے کہ امام ترمذی نے اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ:

یہ حدیث از ابوزید از عبداللہ از نبی ﷺ مروی ہے اور ابوزید محدثین کے نزدیک مجہول شخص ہے۔ اس حدیث کے سوا اس کی اور کوئی روایت معروف نہیں ہے۔ (سنن ترمذی ص ۵۴' دار المعرفہ' بیروت'۱۴۲۳ھ)

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے کہا: ابوزید مجہول ہے اور دوسروں نے کہا: ابوزید عمرو بن زید کا آزاد شدہ غلام ہے' اس سے راشد بن کیسان اور ابووراق نے احادیث روایت کی ہیں۔ (عارضۃ الاحوذی ج۱ص۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۱۸ھ)

اور یہ معرفت ابوزید کو جہالت کی حد سے نکال دیتی ہے' رہا اس کا نام تو وہ معلوم نہیں اور ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی کا یہ ارادہ ہو کہ اس کا نام مجہول ہے' علاوہ ازیں اس حدیث کو چودہ رجال نے حضرت ابن مسعود سے اسی طرح روایت کیا ہے' جس طرح ابوزید نے روایت کیا ہے:

(۱) ابورافع' امام طحاوی اور حاکم کی روایت میں۔ (شرح معانی الآثار: ۵۸۴' الناسخ والمنسوخ: ۹۲)

(۲) رباح ابوعلی' امام طبرانی کی ''معجم اوسط'' میں۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر' ابوموسیٰ اصبہانی کی ''کتاب الصحابۃ'' میں۔

(۴) عمرو البکالی' ابواحمد کی ''کتاب الکنیٰ'' میں سند صحیح کے ساتھ۔

(۵) ابوعبیدہ بن عبداللہ۔

(۶) محمد بن عیسیٰ المدائنی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام بیہقی نے کہا ہے کہ محمد بن عیسیٰ ضعیف الحدیث ہے تو میں کہوں گا کہ البرقانی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ ہے' اس میں کوئی حرج نہیں' اور لالکائی نے کہا ہے: وہ صالح ہے' اس کی احادیث کا سماع کیا جاتا ہے۔

(۷) عبداللہ بن مسلمہ' حافظ ابوالحسن بن المظفر کی کتاب ''غرائب شعبہ'' میں۔

(۸) قابوس بن ظبیان از والدخود' یہ بھی ابن المظفر کے پاس عمدہ سند کے ساتھ ہے۔ (الناسخ والمنسوخ: ۹۳)

(۹) عبداللہ بن عمرو بن غیلان الثقفی' الاسماعیلی کے پاس جس کتاب میں انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر کی از یحییٰ احادیث جمع کی ہیں۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عباس' امام طحاوی اور امام ابن ماجہ کے پاس۔ (شرح معانی الآثار: ۵۸۳' سنن ابن ماجہ: ۳۸۵)

(۱۱) ابووائل شقیق بن سلمہ' امام دارقطنی کے پاس۔ (سنن دارقطنی: ۲۴۵)

(۱۲) ابن عبداللہ' اس حدیث کی ابوعبیدہ بن عبداللہ نے طلحہ بن عبیداللہ از والدخود روایت کی ہے۔

(۱۳) ابوعثمان ابن سنہ' ابوحفص بن شاہین کی کتاب ''الناسخ والمنسوخ'' میں سند جید کے ساتھ' اس کی حاکم نے بھی ''مستدرک'' میں روایت کی ہے۔ (الناسخ والمنسوخ: ۹۴)

(۱۴) ابوعثمان النہدی' امام الدورقی کی مسند میں عمدہ سند کے ساتھ۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن مسعود نے خود کہا ہے کہ میں لیلۃ الجن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رات کے ابتدائی حصہ میں آپ کے ساتھ نہیں تھے' اور آخری حصہ میں آپ کے ساتھ تھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیلۃ الجن دو بار ہوئی' پہلی بار آپ کے ساتھ کوئی نہیں تھا' نہ حضرت ابن مسعود نہ کوئی اور' جیسا کہ "صحیح مسلم" میں ہے' اور دوسری بار آپ کے ساتھ حضرت ابن مسعود تھے' جیسا کہ "تفسیر امام ابن ابی حاتم" میں ہے' کھجور کے درختوں میں جن جنات نے آپ سے ملاقات کی تھی' وہ نینویٰ کے جنات تھے اور مکہ میں جن جنات نے آپ سے ملاقات کی تھی' وہ نصیبین کے جن تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۶۷-۲۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کا دوسرا اعتراض کہ نبیذ سے وضوء کرنا منسوخ ہے

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو پھر یہ منسوخ ہے' کیونکہ یہ واقعہ مکہ کا ہے' اور آیت تیمم المائدہ: ٦ بالاتفاق مدنی ہے' یا یہ اس پانی پر محمول ہیں' جس میں سوکھی ہوئی کھجوریں ڈال دیں' جنہوں نے پانی کے وصف کو متغیر نہیں کیا اور وہ نبیذ اس لیے بناتے تھے کہ عام طور پر ان کا پانی میٹھا نہیں ہوتا تھا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۷۷' دارالمعرفہ' بیروت)

حافظ بدرالدین عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

اس شخص نے یہ اعتراض ابن قصار مالکی اور ابن حزم ظاہری سے نقل کر کے لکھا ہے' اس پر تعجب ہے کہ اس نے اس اعتراض کے مردود ہونے کے علم کے باوجود اس کو لکھ دیا اور اس کے ردّ کی وجہ وہ ہے جس کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر: ۴۶۵۷ میں اور امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ کی اونچی جگہ میں نازل ہوئے اور اپنی ایڑی سے اشارہ کیا تو پانی ابلنے لگا اور انہوں نے آپ کو وضوء کا طریقہ سکھایا' السہیلی نے کہا: آیت وضوء مکی ہے' لیکن یہ مدنی التلاوت ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیۃ التیمم کہا ہے اور آیۃ الوضوء نہیں کہا کیونکہ وضوء اس سے پہلے فرض ہو چکا تھا' البتہ اس کی قرآن میں تلاوت اس وقت ہوئی جب آیت تیمم نازل ہوئی اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ پہلے وضوء سنت تھا' حتیٰ کہ مدینہ میں قرآن نازل ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۶۷' دارالکتب الاسلامیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں وضوء کرنا آیت تیمم یا آیت وضوء کے نزول کے منافی نہیں ہے' کیونکہ آیت وضوء اگرچہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو بھیج کر ابتداء ہی میں آپ کو وضوء کرنا سکھا دیا تھا' نیز منسوخ تو حکم ہوتا ہے' خبر منسوخ نہیں ہوتی اور حدیث ابن مسعود میں تو نبیذ سے وضوء کرنے کی خبر ہے' حکم نہیں ہے اور رہا یہ کہنا کہ انہوں نے سوکھی ہوئی کھجوریں ڈال دی ہوں گی' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا' پانی میں سوکھی ہوئی کھجوریں ڈالی جائیں یا تازہ کھجوریں ڈالی جائیں' اس سے نبیذ بہر حال بن جاتا ہے۔

✻ ہم نے تبیان القرآن میں نبیذ پینے کے متعلق پانچ احادیث اور چار آثار بیان کیے ہیں۔

(تبیان القرآن: ج ٦ ص ۴۹۲-۴۹۰' النحل: ٦٧)

امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اگر مجھے تمام دنیا کا مال بھی دے دیا جائے تو میں نبیذ کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دوں گا' کیونکہ اس سے بعض صحابہ کو فاسق قرار دینا لازم آتا ہے اور اگر مجھے تمام دنیا بھی دی جائے تو میں نبیذ نہیں پیوں گا' کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (ردالمحتار ج ۱۰ ص ۳۳-۳۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۲۴۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے

Marfat.com

قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ. [اطراف الحدیث: ٥٥٨٥-٥٥٨٦]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: ہر وہ مشروب جو نشہ آور ہو وہ حرام ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٠٠١، الرقم المسلسل: ٥١١٣، سنن ابوداؤد: ٣٦٨٢، سنن ترمذی: ١٨٦٣، سنن نسائی: ٥٥٩٢، سنن ابن ماجہ: ٣٣٨٦، السنن الکبریٰ للنسائی: ٦٨١٣، مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٤٧٨، مسند الحمیدی: ٢٨١، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٧ ص ١٠٠، المنتقیٰ: ٨٥٥، مسند ابویعلیٰ: ٤٥٢٣، صحیح ابن حبان: ٥٣٩٧، سنن بیہقی ج ١ ص ٨- ج ٨ ص ٢٩٣، شرح السنۃ: ٣٠٠٩، مسند احمد ج ٦ ص ٣٦ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٤٠٨٢- ج ٤٠ ص ٩٩، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت تاویل کے ساتھ ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: نشہ آور مشروب کے ساتھ وضوء جائز نہیں ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے: نشہ آور مشروب حرام ہے اور چونکہ نشہ آور مشروب حرام ہے اس لیے اس سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے اس حدیث کو درج کرنے کا صحیح مقام کتاب الاشربہ ہے اور امام بخاری نے اس کو وہاں بھی درج کیا ہے اللہ جانے میں اس باب تک صحت و سلامتی کے ساتھ زندہ رہوں گا یا نہیں!

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

خمر کا مطلقاً حرام ہونا اور ہر غیر خمر مشروب کی صرف اس مقدار کا حرام ہونا جو نشہ آور ہو

اس حدیث میں حرام ہونے کا حکم مشروب مسکر پر لگایا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مشتق پر حکم لگایا جائے تو اس کا مبدأ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے لہٰذا کسی بھی مشروب کے حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ وہ نشہ آور ہو البتہ خمر (انگور کے کچے شیرہ سے بنائی ہوئی شراب یعنی انگور کا کچا شیرہ پڑے پڑے سڑ جائے اور جھاگ چھوڑ دے) مطلقاً حرام ہے خواہ اس کا ایک قطرہ ہو خواہ نشہ آور ہو یا نہ ہو۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفاء اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے پھر آپ نے مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی پھر آپ نے فرمایا: کوئی پینے کی چیز ہے؟ تو آپ کے پاس نبیذ کا ایک پیالہ لایا گیا آپ نے اس کو چکھا پھر ماتھے پر شکن ڈالی اور اس کو واپس کر دیا پھر آل حاطب میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! یہ اہل مکہ کا مشروب ہے پھر آپ نے ان کو واپس منگایا اور اس میں پانی ڈالا حتیٰ کہ اس میں جھاگ آ گئی پھر آپ نے اس کو پیا اور فرمایا: خمر تو بعینہا حرام ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) حرام ہے۔

(کتاب الضعفاء للعقیلی ج ٤ ص ١٢٤، السنن الکبریٰ للنسائی: ٥١٩٣، المعجم الکبیر: ١٠٨٣٧)

ہر چند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ حسن لغیرہ ہے اور لائق استدلال ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ (سنن ترمذی: ١٨٦٥، سنن ابوداؤد: ٣٦٨١، سنن ابن ماجہ: ٣٣٩٣)

اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ زیلعی متوفی ٧٦٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ابوعثمان مجہول ہے امام دارقطنی نے اس حدیث کی کئی اسانید ذکر کی ہیں اور وہ سب ضعیف ہیں۔

Marfat.com

(نصب الرایہ ج ۵ ص ۱۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۱۶ھ)

علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

یحییٰ بن معین نے اس حدیث کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے' جو ایسے مشروبات کو سرور اور مستی لانے کے لیے پئیں' جن کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اور قلیل مقدار نشہ آور نہ ہو (اور جو بدن میں عبادت کی قوت حاصل کرنے کے لیے پئیں' وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ ردالمحتار ج ۱۰ ص ۳۴)۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو' اس کا وہ آخری گھونٹ نشہ آور ہے اور صرف وہ حرام ہے' جس سے نشہ پیدا ہوا اور اس کی قلیل مقدار جو غیر نشہ آور ہے' وہ حرام نہیں ہے اور یہ حدیث اس آخری گھونٹ پر محمول ہے۔

(بدائع الصنائع ج ٦ ص ٤٧٤ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۱۸ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ "الخمرۃ" کو بعینہا حرام کیا گیا ہے' خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حرام وہ آخری گھونٹ ہے' جس سے نشہ پیدا ہوتا ہے اور خمر بعینہا حرام ہے اور اس حکم میں قلیل اور کثیر برابر ہیں اور کھجوروں اور انگوروں کے پکے ہوئے شیرہ سے جو مشروب بنایا گیا ہو' اس میں قلیل اور کثیر کا فرق ہے' ان کی قلیل مقدار کے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے' حرام صرف وہ ہے' جو اس کے پیالہ کا آخری حصہ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مشروب کا جو پیالہ نشہ آور ہو' وہی حرام ہے۔ (المبسوط ج ۲۴ ص ۱۲۔۱۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں سے علاج کرنے کا شرعی جواز

ان تصریحات کی بناء پر میں یہ کہتا ہوں کہ ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں سے علاج کرنا جائز ہے' ایلو پیتھک کی جو مائع دوائیں ہوتی ہیں اور شربت ہوتے ہیں' ان میں الکوحل کی معمولی مقدار ملی ہوئی ہوتی ہے اور ہومیو پیتھک دواؤں میں بھی الکوحل کی آمیزش ہوتی ہے اور دوا کی جتنی خوراک پی جاتی ہے' جو عموماً چائے کے دو چمچے کے برابر ہوتی ہے' اگر یہ دو چمچے صرف الکوحل ہوتی تو بھی یہ نشہ آور نہیں ہے' جب کہ الکوحل خمر نہیں ہے' اور اس دو چمچے کی مقدار میں الکوحل کے چند قطرات ہوتے ہیں' باقی دوسرے کیمیائی اجزاء ہوتے ہیں اور ان سے مخلوط ہونے کے بعد الکوحل اپنی طبیعت اور ماہیت پر باقی نہیں رہتی' جیسے خمر میں اگر نمک ڈال دیا جائے تو اس کی ماہیت بدل جاتی ہے اور وہ سرکہ بن جاتی ہے' لہٰذا اوّل تو دوا کی مجوزہ خوراک میں الکوحل کے چند قطرات ہوتے ہیں' جو کسی صورت میں نشہ آور نہیں ہیں' ثانی یہ کہ اس میں دوسرے کیمیاوی اجزاء غالب مقدار میں موجود ہوتے ہیں' جن کی وجہ سے الکوحل کی ماہیت بدل جاتی ہے' الکوحل کی اس کم مقدار کو دواؤں میں اس لیے شامل کیا جاتا ہے کہ وہ دیر تک محفوظ رہ سکیں اور خراب ہونے نہ پائیں۔

باب مذکور کی حدیث کی تحقیق شرح صحیح مسلم میں

اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۰۹۴۔ ج ٦ ص ۲۵۴ پر مذکور ہے' یہاں اس کی شرح نہیں کی گئی' البتہ کتاب الاشربہ کا جو مقدمہ ہے' اس میں بہت مفصل بحث کی ہے' اس کے اہم عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) خمر کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) خمر اور دیگر نشہ آور مشروبات کے متعلق مذاہب فقہاء (۳) خمر اور دیگر مشروبات کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ (۴) غیر خمر نشہ آور مشروبات کی قلیل مقدار کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال (۵) غیر خمر نشہ آور مشروبات کی قلیل

Marfat.com

مقدار کی حلت کے متعلق احادیث ⑥ جس مشروب کی تیزی سے نشہ کا خدشہ ہو اس میں پانی ملانے کے بعد اس کو پینے کا جواز ⑦ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل ⑧ نبیذ کی تعریف اور اس کا حکم ⑨ مثلث اور نبیذ شدید کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل ⑩ حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار پینے کا جواز ⑪ کبار صحابہ اور فقہاء تابعین سے نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار پینے کا جواز ⑫ بھنگ کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء ⑬ حشیش کی تحقیق ⑭ افیون کی تعریف اور تحقیق ⑮ سکون آور دواؤں کا شرعی حکم ⑯ تمباکو نوشی کی تاریخ ⑰ تمباکو نوشی کے نقصانات ⑱ تمباکو نوشی کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب ⑲ تمباکو نوشی کے متعلق دیگر مذاہب اور مصنف کا موقف ⑳ الکوحل کی قلیل مقدار کے جواز کا محل اور ایلو پیتھک دواؤں اور پرفیوم وغیرہ کے جواز کا بیان۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٢٢٣-١٧٩ میں پھیلی ہوئی ہے۔

٧٢- بَابُ غَسْلِ الْمَرْأَةِ أَبَاهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ

عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون کو دھونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت اپنے باپ کے چہرے سے خون کو دھو سکتی ہے' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں یہ بیان کیا تھا کہ امام بخاری کی رائے میں نبیذ سے وضوء جائز نہیں اور نشہ آور مشروب سے وضوء کرنا جائز نہیں اور یہ ایک حکم شرعی ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عورت اپنے باپ کے چہرے سے خون کو دھو سکتی ہے' یعنی نجاست کو بدن پر چھوڑنا جائز نہیں ہے اور یہ بھی ایک حکم شرعی ہے۔ اس کے ثبوت میں امام بخاری حسب ذیل تعلیق کو ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ اِمْسَحُوا عَلٰى رِجْلِي' فَإِنَّهَا مَرِيضَةٌ.

اور ابو العالیہ نے کہا: میرے پیر پر مسح کرو کیونکہ اس میں مرض ہے۔

ابو العالیہ کا نام رفیع بن مہران ریاحی ہے' امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے' وہ ایک حدیث کا قطعہ ہے' مکمل حدیث یہ ہے:

معمر بیان کرتے ہیں: مجھے عاصم بن سلیمان نے خبر دی کہ ہم ابو العالیہ الریاحی کے پاس گئے' وہ بیمار تھے' انہوں نے ان کو وضوء کرایا' جب ان کا ایک پیر رہ گیا تو انہوں نے کہا: اس پر مسح کرو' کیونکہ اس میں مرض ہے اور اس پر سرخی اور ورم تھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ٦٢٨' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ' عَنْ أَبِي حَازِمٍ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ' وَسَأَلَهُ النَّاسُ' وَمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَحَدٌ بِأَيِّ شَيْءٍ دُووِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مَا بَقِيَ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي' كَانَ عَلِيٌّ يَجِيءُ بِتُرْسِهِ فِيهِ مَاءٌ' وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ' فَأُخِذَ حَصِيرٌ فَأُحْرِقَ' فَحُشِيَ بِهِ جُرْحُهُ.

[اطراف الحدیث: ٢٩٠٣-٢٩١١-٣٠٣٧-٤٠٧٥-٥٢٤٨-٥٧٢٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی از ابی حازم' انہوں نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ سے سنا اور لوگ ان سے سوال کر رہے تھے اور میرے اور ان کے درمیان اس وقت کوئی شخص نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا؟ حضرت سہل نے کہا: اب اس بات کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے' حضرت علی رضی اللہ اپنی ڈھال میں پانی لے کر آتے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ آپ کے چہرے سے خون کو دھوتی تھیں' پھر

Marfat.com

ایک چٹائی کو لے کر جلایا گیا اور اس کی راکھ آپ کے زخم میں بھر دی گئی۔

(صحیح مسلم: ١٧٩٠، الرقم المسلسل: ٤٥٦١، سنن ترمذی: ٢٠٨٥، سنن ابن ماجہ: ٣٤٦٤، مسند الحمیدی: ٩٢٩، صحیح ابن حبان: ٦٥٧٨، المعجم الکبیر: ٥٩١٢، مسند احمد ج ٥ ص ٣٣٠ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٢٧٩٩۔ ج ٣٧ ص ٤٥٩، مؤسسة الرسالة، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرے سے خون کو دھوتی تھیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) محمد بن سلام البیکندی، صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے، ابونعیم نے "المستخرج" میں اسی طرح لکھا ہے اور امام ابن ماجہ اور الاسماعیلی نے محمد بن الصباح از سفیان روایت کیا ہے (٢) سفیان بن عیینہ، ان کا تعارف ہو چکا ہے (٣) ابوحازم سلمہ بن دینار المدینی المخزومی، ١٣٥ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) حضرت سہل بن سعد الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ، ان کا نام پہلے حزن تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام بدل کر سہل رکھ دیا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ١٣٨ احادیث روایت کی ہیں، امام بخاری نے ان کی ٣٩ احادیث روایت کی ہیں، یہ ١٠٠ سال کی عمر میں ٩١ھ میں فوت ہو گئے تھے، یہ مدینہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٧١۔ ٢٧٠)

باب مذکور کی حدیث کی زیادہ تفصیل

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے اوپر خود توڑ دیا گیا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لا رہے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرے سے خون دھو رہی تھیں، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے خون زیادہ بہہ رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی کو جلایا اور اس کی راکھ کو آپ کے زخم میں بھر دیا، پھر خون رُک گیا۔ (صحیح البخاری: ٥٧٢٢)

خواتین کے لیے اپنے محارم کا علاج کرنے کا جواز، انبیاء پر تکلیفوں کی حکمت، علاج کی مشروعیت اور اپنی علمی فضیلت کو بیان کرنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے والد اور دیگر محارم کے امراض میں ان کا علاج کر سکتی ہے اور اس حدیث میں دوا اور علاج کا ثبوت ہے، اس زمانہ میں خون روکنے اور مرہم پٹی کے جو اسباب تھے، ان کو اختیار کیا گیا۔

اس حدیث میں یہ بھی ثبوت ہے کہ انبیاء علیہم السلام بیماریوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہوتے ہیں تا کہ ان کو زیادہ اجر ملے اور ان کی امت یہ جان لے کہ انبیاء علیہم السلام اتنے فضائل اور کمالات کے حامل ہونے کے باوجود بشر ہیں، ان کے اجسام پر بھی وہ تکلیفیں آتی ہیں، جو عام بشر کے اجسام پر آتی ہیں اور وہ یہ یقین کر لیں کہ وہ مخلوق ہیں، خدا نہیں ہیں اور ان کے معجزات دیکھ کر اس طرح فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں، جس طرح نصاریٰ فتنے میں مبتلا ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ دوا اور علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

حضرت سہل سے لوگوں نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا؟ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال کے متعلق سوال کرنا چاہیے۔

حضرت سہل نے کہا: اس وقت اس بات کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی علمی فضیلت اور بڑائی کو بیان کرنا جائز ہے۔

Marfat.com

آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے احد میں خون آلود کرنے والے کفار کے لیے دعائے مغفرت کی تھی یا نہیں؟

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما کیونکہ بے شک یہ (میری نبوت کو) نہیں جانتے۔

(صحیح ابن حبان: ۹۷۳'المعجم الکبیر: ۵۶۹۴' حافظ الہیثمی نے کہا: امام طبرانی کے رجال صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۱۷)

ابو حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دعا اس وقت کی تھی جب احد میں آپ کا چہرہ خون آلود کر دیا گیا تھا اور اس دعا کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! میری قوم نے جو میرا چہرہ خون آلود کر دیا ہے' ان کے اس گناہ کو معاف فرما اور یہ کفار کے لیے دعائے مغفرت نہیں تھی اور اگر آپ ان کافروں کے لیے دعائے مغفرت کرتے تو لامحالہ وہ سب کافر اسی وقت اسلام لے آتے۔

(الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۲۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا' آپ انبیاء میں سے کسی نبی کی حکایت فرما رہے تھے کہ اس نبی کو ان کی قوم نے مار مار کر خون آلود کر دیا اور وہ اپنے چہرے سے خون کو صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما' بے شک یہ میری نبوت کو نہیں جانتے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۷۷' صحیح مسلم: ۱۷۹۲' سنن ابن ماجہ: ۴۰۲۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰)

علامہ نووی نے لکھا ہے: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بھی اس کی مثل جنگ احد کے دن واقع ہوئی۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸ ص ۴۹۸۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس نبی کی حکایت کی ہے' اس سے مراد خود آپ کی ذات ہے' حافظ عسقلانی نے علامہ قرطبی کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے احد کے دن یہ فرمایا تھا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی' جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کر دیا۔ (صحیح البخاری ص ۸۵۲' دار ارقم' بیروت) پھر حافظ ابن حجر نے صحیح ابن حبان: ۹۷۳ کی حدیث اور ابو حاتم کا کلام نقل کیا ہے' پھر اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ کلام اس پر مبنی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا کے مقبول ہونے میں تاخیر جائز نہیں' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین دعائیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے دو آپ کو عطا فرما دیں اور ایک سے منع فرما دیا' پھر علامہ قرطبی کے رد میں اس حدیث کو نقل کیا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جعرانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حنین کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو ایک قوم کی طرف مبعوث کیا گیا' اس قوم نے اس کو مارا اور خون آلود کر دیا' وہ بندہ خون کو اپنی پیشانی سے صاف کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے میرے رب! میری قوم کو معاف فرما! بے شک یہ (میری نبوت کو) نہیں جانتے' حضرت عبداللہ کہتے ہیں: گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا' آپ خون کو اپنی پیشانی سے صاف کر رہے تھے اور اس بندہ کی حکایت کر رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے میرے رب! میری قوم کو معاف فرما' کیونکہ یہ نہیں جانتے۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۵۰۳۷-۴۹۹۲' مسند ابو داؤد الطیالسی: ۳۵۷' مسند البزار: ۳۶۵۲' صحیح ابن حبان: ۳۲۶۴' شعب الایمان: ۶۹۶۲' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۴۰' مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۷ ص ۳۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس نبی کی حکایت کی ہے' اس سے مراد خود آپ کی ذات گرامی نہیں تھی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۴۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

صحیح ابن حبان: ٩٧٣ اور ابوحاتم کی تفسیر کا تقاضا یہ ہے کہ جن کافروں نے آپ کا چہرہ خون آلود کیا تھا' آپ نے ان کے لیے یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس جرم کو معاف فرما دے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی صبر اور حلم ہے اور اپنے دشمنوں کے لیے انتہائی عفو و کرم ہے اور اپنی ذات پر ہونے والی زیادتی کو معاف فرمانا ہے اور ان کے لیے ہدایت اور مغفرت کی دعا کرنا ہے اور انہوں نے آپ کے اوپر جو زیادتی کی تھی اور آپ کا چہرہ خون آلود کیا تھا' اس جرم کو ان کی اس جہالت کی وجہ سے کہ وہ آپ کی نبوت کو پہچانتے نہیں تھے' اس میں ان کو معذور قرار دینا ہے اور یہ آپ کا خلق عظیم ہے۔

اور وہ جو ''صحیح بخاری'' میں ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی' جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا! یہ آپ نے اس وقت فرمایا: جب آپ کا چہرہ کافروں نے خون آلود کر دیا تھا' بعد میں آپ پر اپنے مزاج کے مطابق رحمت غالب آ گئی اور آپ نے ان کے لیے معافی کی دعا فرما کر اپنے پہلے قول کی تلافی کر دی اور اس میں ہمارے لیے یہ نمونہ ہے کہ اگر کسی ظالم کے ظلم پر ہم فوری طور پر جذبات میں آ کر اس کے خلاف کوئی بات کہیں' جیسا کہ بشریت کا تقاضا ہے تو بعد میں اس کے حق میں دعا کر کے اپنے پہلے قول کی تلافی کر دیں۔

اور صحیح البخاری: ٣٤٧٧ میں آپ نے جس نبی کی حکایت فرمائی ہے' وہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے کوئی نبی تھے' کیونکہ امام بخاری نے اس حدیث کو انبیاء بنی اسرائیل کے ذکر میں بیان کیا ہے اور اس سے مراد خود آپ کی ذاتِ گرامی نہیں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تحقیق کی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٤٥٢٧۔ ج ٥ ص ٥٥٢ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٧٣- بَابُ السِّوَاكِ مسواک کرنا

اس باب میں مسواک کرنے کا بیان ہے' بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس باب میں چہرے سے خون زائل کر کے چہرے کو صاف کرنے کا بیان تھا اور اس باب میں دانتوں سے میل کچیل اور پیلاہٹ کو زائل کر کے دانتوں کو صاف کرنے کا بیان ہے۔

اصل مقصود دانتوں کی صفائی ہے' اس زمانہ میں درخت کی شاخ یا پیلو کی جڑ سے مسواک کر کے دانتوں کو صاف کیا جاتا تھا' اب منجن' ٹوتھ پاؤڈر یا ٹوتھ پیسٹ سے دانتوں کو صاف کیا جاتا ہے' جیسے اس زمانہ میں زخم سے خون روکنے کے لیے چٹائی جلا کر راکھ زخم میں بھر دی جاتی تھی' اب جدید دوائیں مثلاً اسکن آئنٹ منٹ (Skin Ointtment) اور پولی فیکس (Poly Fax) ٹنچر بینزائل (Tincture Benzyl) وغیرہ زخم پر لگا دی جاتی ہے' اور کیونکہ مقصود علاج ہے اور جس طرح ہر زمانہ کے عرف اور رواج کے مطابق علاج کیا جاتا ہے' اسی طرح دانتوں کی صفائی بھی ہر زمانہ کے عرف کے مطابق ہوگی اور یہ خلاف سنت یا خلاف شریعت نہیں ہے۔ امام بخاری اس سلسلہ میں تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات گزاری تو آپ نے دانت صاف کیے۔

یہ تعلیق اس طویل حدیث کا قطعہ ہے' جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری' تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے معمولات کا مشاہدہ کریں' اس حدیث کا کچھ حصہ گزشتہ ابواب میں گزر چکا ہے اور باقی آئندہ ابواب میں آئے گا۔

Marfat.com

۲۴۴- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ، عَنْ اَبِي بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهِ، يَقُوْلُ أُعْ أُعْ، وَالسِّوَاكُ فِي فِيْهِ، كَاَنَّهُ يَتَهَوَّعُ. (صحیح مسلم: ۲۵۴، الرقم المسلسل: ۵۸۱، سنن ابوداؤد: ۴۹، سنن نسائی: ۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از غیلان بن جریر از ابی بردہ از والدخود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا' اس وقت آپ اپنے ہاتھ میں مسواک لے کر دانت صاف کر رہے تھے اور اُع اُع کر رہے تھے اور مسواک آپ کے منہ میں تھی' گویا کہ آپ قے کر رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل (۲) حماد بن زید (۳) غیلان بن جریر' یہ ۱۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابو بردہ' ان کا نام عامر ہے (۵) ان کے والد حضرت عبداللہ بن قیس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۷۳)

بعض الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''اُع اُع'' کے الفاظ ہیں' جب مسواک کو حلق کے آخر تک لے جا کر حلق کو صاف کیا جائے تو ایسی آواز نکلتی ہے۔

''یتھوع'' بلا تکلف قے آنا۔

مسواک کرنے کا سنت مؤکدہ ہونا

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ دن اور رات ہمیشہ مسواک کرتے تھے اور مسواک پر دوام کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما' نبی ﷺ کے پاس آئے اور میں اپنے سینہ کی طرف آپ کا سہارا تھی اور حضرت عبدالرحمان کے پاس ایک تازہ مسواک تھی' جس سے وہ مسواک کر رہے تھے' رسول اللہ ﷺ کی نظر اس کی طرف مسلسل لگی ہوئی تھی' میں نے ان سے مسواک لے کر اس کو (اگلے سرے سے) کاٹا' پھر اس کو جھاڑا اور پاک کیا' پھر وہ نبی ﷺ کو دی' نبی ﷺ نے اس سے دانت صاف کیے اور میں نے اس سے زیادہ اچھی طرح کبھی نبی ﷺ کو دانت صاف کرتے ہوئے نہیں دیکھا' پھر جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہو گئے تو آپ نے اپنا ہاتھ یا انگلی اوپر اٹھائی' پھر تین مرتبہ فرمایا: ''رفیق اعلیٰ میں'' پھر آپ میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان (سر ٹکائے ہوئے) وصال فرما گئے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۳۸)

مسواک کے مستحب ہونے پر اجماع ہے۔ علامہ مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ نے کہا: مسواک کرنا سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ اس پر دوام کرتے تھے اور جب مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانت صاف کرے کیونکہ نبی ﷺ اس طرح کرتے تھے۔

(ھدایہ اولین ص ۱۸' شرکۃ علمیہ' ملتان)

مسواک کرنے کا طریقہ

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اپنے دانتوں اور زبان پر مسواک کرے' حضرت ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے' میں نے دیکھا آپ اپنی زبان پر مسواک کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۴' صحیح مسلم: ۲۲۰) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں اپنے منہ کا اگلا حصہ گھسا دوں گا' اور عرض کی جانب مسواک کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عرضاً

مسواک کرو اور کبھی کبھی تیل لگاؤ اور طاق مرتبہ سرمہ لگاؤ۔ (المذر المنثرہ:۳۱) دائیں طرف سے مسواک کی ابتداء کرنا مستحب ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوتی پہننے میں' کنگھی کرنے میں' وضوء کرنے میں اور ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند کرتے تھے۔ (صحیح البخاری:۱۶۸' صحیح مسلم:۲۲۶) اور مسواک کو دھولے تاکہ اس پر جو گرد و غبار اور میل ہے' وہ زائل ہو جائے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مسواک دیتے' میں اس کو دھوتی' میں اس سے ابتداء کر کے مسواک کرتی' پھر اس کو دھو کر آپ کو دیتی۔ (سنن ابوداؤد:۵۲) (المغنی لابن قدامہ ج ۱ ص ۱۲۰' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

مسواک کی موٹائی چھنگلی کے برابر ہو اور اس کی لمبائی ایک بالشت ہو' پیلو کی جڑ سے مسواک کرنا مستحب ہے' مسواک کرنے کے وقت کا کوئی پیمانہ نہیں ہے' اس وقت تک مسواک کرے حتیٰ کہ اس کو یقین ہو جائے کہ اس کے دانتوں کا میل اور پیلاہٹ زائل ہو گئی ہے۔ ''المحیط'' میں مذکور ہے کہ عورتوں کا دنداسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۷۴)

٢٤٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ' عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ' اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ' یَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ. [اطراف الحدیث:۸۸۹۔۱۱۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابووائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔

(صحیح مسلم:۲۵۵' الرقم المسلسل:۵۸۲' سنن ابوداؤد:۵۵' سنن نسائی:۲' سنن ابن ماجہ:۲۸۶' صحیح ابن خزیمہ:۱۳۶' صحیح ابن حبان:۱۰۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۳' مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۲ طبع قدیم' مسند احمد:۲۳۴۱۵۔ج ۳۸ ص ۴۱۷۔۴۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

* مذکور الصدر دونوں حدیثیں شرح صحیح مسلم:۵۰۱۔۵۰۰۔ ج ۱ ص ۹۱۰ پر ہیں' ان کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:
(۱) مسواک کا لغوی اور شرعی معنی (۲) مسواک کے متعلق احکام شرعیہ (۳) منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے (۴) احکام شرعیہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہونا۔

٧٤- بَابُ دَفْعِ السِّوَاكِ اِلَی الْاَكْبَرِ

بڑی عمر کے شخص کو مسواک دینا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب احکام مسواک کے متعلق ہیں۔

٢٤٦- وَقَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَیْرِیَةَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِیْ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ' فَجَاءَنِیْ رَجُلَانِ' اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ' فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ مِنْهُمَا' فَقِیْلَ لِیْ كَبِّرْ' فَدَفَعْتُهُ اِلَی الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور عفان نے کہا: ہمیں صخر بن جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مسواک کے ساتھ مسواک کر رہا ہوں پس میرے پاس دو آدمی آئے' ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی عمر کا تھا' میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی تو مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دیں' پھر میں نے وہ مسواک ان میں سے بڑے کو دے دی۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اخْتَصَرَهُ نُعَیْمٌ' عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ' عَنْ اُسَامَةَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: نعیم نے اس حدیث کو مختصر روایت کیا ہے از ابن المبارک از اسامہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

Marfat.com

اللّٰہُ عَنْہُمْ۔ (صحیح مسلم: ۱۷۷۱-۲۲ الرقم المسلسل: ۵۸۲۳-۷۳۶۶)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عفان بن مسلم الصفار البصری ابوعثمان' ان سے آزمائش کے زمانے میں قرآن مجید کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے قرآن مجید کو مخلوق کہنے سے انکار کیا' یہ جرح اور تعدیل کرتے تھے' ان سے کہا گیا: اس سے رک جاؤ اور ان کو دس ہزار دینار کی پیش کش کی گئی' انہوں نے انکار کر دیا اور کہا: میں حق کو نہیں چھپا سکتا' یہ ۲۲۰ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے (۲) صخر بن جویریہ ابونافع التمیمی' یہ ثقہ راوی ہیں (۳) نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد شدہ غلام (۴) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (۵) امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (۶) نعیم بن حماد المروزی الخزاعی مصری' امام احمد نے کہا: ہم ان کو الفارض کہتے تھے کیونکہ یہ علم الفرائض کے سب سے بڑے عالم تھے' ان سے قرآن مجید کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے ان کی منشاء کے مطابق جواب نہیں دیا تو ان کو قید کر لیا گیا' حتیٰ کہ یہ قید خانے میں ہی ۲۲۸ھ میں فوت ہو گئے' یہ اسحاق بن ہارون رشید کی خلافت کا زمانہ تھا (۷) عبداللہ بن المبارک (۸) اسامہ بن زید اللیثی' ان پر جرح کی گئی ہے' یہ ۲۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۷۶)

اصل حدیث جس کا اختصار کیا گیا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے متن کا نُعَیم بن حماد نے اختصار کیا ہے' اصل حدیث کا متن اس طرح ہے:

نافع' حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت جبریل نے حکم دیا کہ میں بڑے کو دوں یا کہا: بڑے کو مقدم رکھو۔

(المعجم الاوسط: ۳۲۴۳' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسواک کر رہے تھے اور آپ کے پاس دو شخص تھے' ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا تو مسواک کی فضیلت میں آپ کی طرف یہ وحی کی گئی کہ آپ ان میں سے بڑے کو مسواک دیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عائشہ کی روایت میں بیداری کا واقعہ ہے اور امام بخاری نے خواب کا واقعہ بیان کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا خواب بیداری میں بیان کر دیا تو اس کو حضرت عائشہ نے بیان کیا۔

بڑی عمر والے کی فضیلت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی مجلس میں بڑی عمر کا شخص موجود ہو تو اس کا حق مقدم ہے' ماسوا اس کے کہ کم عمر دائیں جانب ہو تو پھر دائیں جانب والے کا حق مقدم ہے' جیسا کہ آپ نے ایک مجلس میں کم عمر لڑکے کو اپنا بچا ہوا دودھ عطا کیا' کیونکہ وہ دائیں جانب تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۰۲-۲۳۵۱' صحیح مسلم: ۲۰۳۰) اور حضرت حویصہ اور محیصہ اپنے مقتول کی دیت کے سلسلہ میں بات کرنے آئے تو آپ نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو۔

(صحیح البخاری: ۶۱۴۳-۲۷۰۲' صحیح مسلم: ۱۶۶۹' سنن ابوداؤد: ۴۳۲۰' سنن ترمذی: ۱۴۲۲' سنن نسائی: ۴۷۲۴' سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۷)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۱۶۔ ج ۶ ص ۶۵۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۵۔ بَابُ فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ اس شخص کی فضیلت جو وضوء کر کے رات کو سویا

باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں وضوء کی فضیلت کا ذکر ہے' ہر چند کہ پہلے باب میں مسواک کی فضیلت ہے' لیکن مسواک بھی وضوء کی سنت ہے۔

Marfat.com

٢٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ، ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ، فَاِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ، فَاَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهٖ. قَالَ فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا بَلَغْتُ اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ، قُلْتُ وَرَسُوْلِكَ، قَالَ لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ.

[اطراف الحدیث: ٦٣١١-٦٣١٣-٦٣١٥-٧٤٨٨]

(صحیح مسلم: ٢٧١٠، الرقم المسلسل: ٦٧٥٥، سنن ابوداؤد: ٥٠٤٦، سنن ترمذی: ٣٥٧٤، السنن الکبریٰ للنسائی: ١٠٦١٩، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ٧٨٣، مسند احمد ج ٤ ص ٢٩٠ طبع قدیم، مسند احمد: ١٨٥٦١، ج ٣٠ ص ٥٣٠، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از سعد بن عبیدہ از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو اس طرح وضوء کرو' جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتے ہو' پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ' پھر یہ دعا کرو: اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا اور میں نے تیرے ثواب کی رغبت سے اور تیرے عذاب کے خوف سے تجھ ہی کو اپنا پشت پناہ بنا دیا' تیرے سوا کوئی پناہ کی اور نجات کی جگہ نہیں ہے' اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی ہے اور میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا' جس کو تو نے بھیجا ہے' پھر اگر تم اس رات میں فوت ہو گئے تو فطرت پر فوت ہو گئے' اس دعا کو سب سے آخر میں پڑھنا' حضرت البراء نے کہا: میں نے اس دعا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرایا' جب میں ان کلمات پر پہنچا: اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا' جس کو تو نے نازل کیا' تو میں نے کہا: اور میں تیرے اس رسول پر ایمان لایا' جس کو تو نے بھیجا (نبی کی بجائے رسول کہا) تو آپ نے فرمایا: وہی کہو: میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا' جس کو تو نے بھیجا۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

دعا میں مذکور بعض کلمات کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے چہرے کو تیری طرف جھکا دیا' اس کا معنی ہے: میں نے اپنی ذات کو تیرا فرماں بردار بنا دیا اور تیرے احکام کا اطاعت کرنے والا بنا دیا' اور میرے تمام اعضاء تیرے احکام کے تابع ہیں۔

اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا: میں نے اپنے آپ کو تسلیم ورضا کا خوگر بنا دیا اور قضاء وقدر پر راضی ہو گیا۔

تجھ ہی کو اپنا پشت پناہ بنا دیا: میں نے اپنے تمام معاملات میں تجھ پر توکل کیا اور تجھ پر اعتماد کیا۔

تو تم فطرت پر فوت ہو گے: یعنی دین اسلام پر فوت ہو گے' اور فطرت کا معنی سنت ہے' اور اس کا معنی یہ ہے کہ دین قویم پر اور ملت ابراہیم پر فوت ہو گئے' کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا: ''اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝'' (البقرہ: ١٣١) میں نے رب العلمین کے لیے سر اطاعت خم کر دیا۔ اسی طرح جب وہ کہے گا: میں نے اپنے چہرہ کو تیری طرف جھکا دیا' تو اس کا معنی ہے: میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا کیونکہ نفع کے حصول اور ضرر کو دفع کرنے کی مجھ میں قدرت نہیں ہے' پس میرا معاملہ تیرے حوالے ہے' تو جو چاہے کر۔

''وبنبيك الذى ارسلت'' کی ''وبرسولك الذى ارسلت'' پر وجوہ ترجیح

حضرت البراء نے جب کلمات دعا کو دہرایا تو کہا: میں تیرے اس رسول پر ایمان لایا' جس کو تو نے بھیجا (نبی کے بجائے رسول کہا) تو آپ نے فرمایا: نہیں! وہی کہو میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا۔ آپ نے حضرت البراء کے تبدیل شدہ الفاظ کو رد کر دیا' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو فرمایا تھا: ''میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا' جس کو تو نے بھیجا'' اس میں نبوت اور رسالت کے دونوں وصف آ گئے اور حضرت البراء نے جو کہا: ''میں تیرے اس رسول پر ایمان لایا' جس کو تو نے بھیجا'' اس میں صرف رسالت کا ذکر ہے اور وصف رسالت کا تکرار ہے کیونکہ ''بھیجا'' بھی رسالت کا معنی ہے۔

(۲) وظائف اور اذکار کے الفاظ توقیفی ہوتے ہیں' ان میں ان ہی الفاظ کا اثر ہوتا ہے اور ان ہی پر اجر ملتا ہے' جو بتائے جاتے ہیں اور از خود الفاظ بدلنے سے نہ وہ اثر ہوتا ہے اور نہ وہ اجر ملتا ہے۔ اس لیے نابینا صحابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو دعا تعلیم فرمائی تھی: ''اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّىْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّىْ فِىْ حَاجَتِىْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِىَّ''۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۴۹۵' عمل الیوم واللیلۃ: ۶۵۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۱۹' المستدرک ج ۱ ص ۵۱۹۔ ۳۱۳' المعجم الکبیر: ۸۳۱۱' المعجم الصغیر: ۵۰۸' مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۲۴۰۔ ج ۲۸ ص ۴۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بعض علماء نے کہا ہے: اس حدیث میں یا محمد کو یا رسول اللہ سے بدل دینا چاہیے' لیکن ان علماء کا یہ قول صحیح نہیں ہے' صحیح وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے اور آپ کے بتائے ہوئے الفاظ کو اپنی رائے سے بدل دینا جائز نہیں ہے' جیسا کہ حضرت البراء نے جب ''بنبيك'' کی جگہ ''برسولك'' کہا تو آپ نے فرمایا: نہیں! وہی کہو جو میں نے کہا تھا۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دعا کے ان ہی الفاظ کی وحی کی گئی ہو تو یہ الفاظ توقیفی تھے' آپ نے ان ہی الفاظ کو لازم قرار دیا۔

(۴) نبی کا لفظ تو ''نبأ'' سے بنا ہے' جس کا معنی خبر دینا ہے یا ''نبو'' سے بنا ہے' جس کا معنی بلندی ہے اور نبی کو اس لیے نبی کہتے ہیں کہ وہ غیب کی خبریں دیتا ہے اور وہ اپنی امت پر بلند ہوتا ہے' سو جب ''بنبيك الذى ارسلت'' کہا تو یہ دونوں معنی حاصل ہو گئے اور جب ''برسولك الذى ارسلت'' کہا تو صرف رسالت کے معنی کا تکرار رہا اور یہ معنی حاصل نہ ہوئے۔

(۵) ''وبرسولك الذى ارسلت'' کے الفاظ رسل ملائکہ کو بھی شامل ہیں کیونکہ وہ بھی رسول ہیں' جن کو اللہ نے بھیجا ہے اور جب ''وبنبيك الذى ارسلت'' کہا تو رسل ملائکہ سے احتراز ہو گیا۔

(۶) حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ نبی کے لفظ میں رسول کے لفظ سے زیادہ مدح ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۴۸۰) لیکن علامہ عینی نے اس وجہ کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ بلکہ رسول کے لفظ میں نبی سے زیادہ مدح ہے کیونکہ رسالت نبوت کو مستلزم ہوتی ہے اور نبوت رسالت کو مستلزم نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۸۰)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی بات صحیح ہے کیونکہ عربی میں رسول کا لفظ رسول اللہ کے ساتھ خاص نہیں ہے' بلکہ ہر سفیر اور قاصد اور پیغام لانے والے کو رسول کہا جاتا ہے' جب کہ نبی کا لفظ نبی کے ساتھ خاص ہے' اس کا اطلاق غیر نبی پر نہیں ہوتا' سو یہ وصف مخصوص ہے' جب کہ رسول لفظ مخصوص نہیں ہے' اس لیے نبی کے لفظ میں رسول کے لفظ سے زیادہ مدح ہے' اس لیے آپ نے فرمایا: نہیں! ''وبنبيك الذى ارسلت'' کہو۔

Marfat.com

روایت بالمعنی کا جواز' رات کو وضوء کر کے اور اللہ کا ذکر کر کے سونا' دائیں کروٹ پر سونا اور موت کے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کی دعا کرنا

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روایت بالمعنی جائز نہیں ہے' بلکہ جب حدیث روایت کی جائے تو وہی الفاظ کہنے ضروری ہیں' جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائے ہیں' میں کہتا ہوں کہ دعائیہ الفاظ کی حد تک تو یہ بات صحیح ہے' لیکن یہ عام قاعدہ نہیں ہے' جب کہ اس حدیث میں نبی کی جگہ رسول کے لفظ کو منع کرنے کی اور بھی وجوہ ہیں' جن کو ہم نے بیان کیا ہے' روایت بالمعنی کے جواز کے دلائل اپنی جگہ مذکور ہیں۔ (اس پر اجماع ہے کہ احادیث کا ترجمہ کرنا جائز ہے' یہ روایت بالمعنی کے جواز کی ایک دلیل ہے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کو وضوء کر کے سونا اور اللہ سے دعا کر کے سونا مستحب عمل ہے۔

اس حدیث میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ دائیں کروٹ پر سونا چاہیے' اطباء کہتے ہیں کہ بائیں کروٹ پر سونا چاہیے' اس سے کھانا جلد ہضم ہوتا ہے' بادشاہوں کا طریقہ چت لیٹ کر سونا ہے اور کافروں کا طریقہ اوندھے لیٹ کر سونا ہے' ہم مسلمانوں کو نبی ﷺ کی ہدایت اور آپ کی سنت کے مطابق دائیں کروٹ پر لیٹ کر سونا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع کرنی چاہیے۔ اللہ کا ذکر کر کے سونا چاہیے تا کہ ہمارا خاتمہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ہو' وہ کتنے گم راہ اور بدنصیب لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری یہ دعا ہے کہ مرتے وقت ہماری زبان پر (اللہ کے نام کے بجائے) ہمارے پیر کا نام ہو' ہم ایسی دعاؤں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ مرتے وقت ہماری زبان پر ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہو۔ (آمین)

الحمد للہ رب العلمین! یہاں پر ''کتاب الوضوء'' ختم ہو گئی' اب ان شاء اللہ ''کتاب الغسل'' شروع ہو گی۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٦٧٥٧۔ ج ٧ ص ٤٨٦ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی' صرف ڈیڑھ سطر میں فائدہ لکھا گیا ہے۔

Marfat.com

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٥- كِتَابُ الْغُسْلِ
غسل کا بیان

اس کتاب میں غسل کے احکام بیان کیے گئے ہیں' غسل کا معنی ہے: تمام جسم پر پانی بہانا' غرارے کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔

امام بخاری نے طہارت صغریٰ کے احکام سے فارغ ہونے کے بعد طہارت کبریٰ کا بیان شروع کیا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (المائدہ:٦)۔ وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ (النساء:٤٣)۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''اور اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو' پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کرو' سو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر اس پاک مٹی سے مسح کرو' اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا' لیکن وہ تم کو خوب پاک کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ تم پر اپنی نعمت کو پورا کردے شاید تم شکر ادا کرو O'' (المائدہ:٦) اور اللہ عزوجل کا قول ہے: ''اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ' حتیٰ کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں' مگر یہ کہ تم مسافر ہو حتیٰ کہ تم غسل کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو' پھر تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کرلو' سو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر مسح کرو' بے شک اللہ نہایت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے O'' (النساء:٤٣)۔

امام بخاری نے ''کتاب الغسل'' کو مذکور الصدر دو آیتوں سے شروع کیا ہے اور اس میں یہ بتایا ہے کہ جنبی پر غسل قرآن مجید کی نص صریح سے ثابت ہے' ایک یہ آیت ہے: ''اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرلو'' (المائدہ:٦) یعنی غسل کرلو' اور دوسری یہ آیت ہے: ''اور نہ جنابت کی حالت میں مگر یہ کہ تم مسافر ہو' حتیٰ کہ تم غسل کرلو'' (النساء:٤٣) اس آیت میں صراحۃً بیان فرمایا کہ جنبی آدمی پر غسل کرنا فرض ہے۔

Marfat.com

۱- بَابُ الْوُضُوْءِ قَبْلَ الْغُسْلِ — غسل سے پہلے وضوء کرنا

اس باب میں یہ بتایا ہے کہ غسل کرنے سے پہلے وضوء کرنا سنت ہے' جیسا کہ اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

۲۴۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ، بَدَاَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ تَوَضَّاَ كَمَا يَتَوَضَّاُ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ يُدْخِلُ اَصَابِعَهُ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا اُصُوْلَ شَعْرِهٖ، ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلَاثَ غُرَفٍ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلٰى جِلْدِهٖ كُلِّهٖ. [اطراف الحدیث: ۲۶۲-۲۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوتے' پھر اس طرح وضوء کرتے' جس طرح نماز کا وضوء کرتے تھے' پھر اپنی انگلیاں پانی میں داخل کر کے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے' پھر اپنے ہاتھوں سے تین چلو پانی لے کر سر پر بہاتے' پھر اپنے تمام جسم پر پانی بہاتے۔

(صحیح مسلم: ۳۱۶' الرقم المسلسل: ۷۰۳' سنن نسائی: ۲۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۴-۶۳' صحیح ابن حبان: ۱۱۹۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۷۵' معرفۃ السنن والآثار: ۱۴۲۵' شرح السنۃ: ۲۴۶' مصنف عبدالرزاق: ۹۹۷' مسند الحمیدی: ۱۶۳' مسند احمد ج ۶ ص ۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۵۷- ج ۴۰ ص ۳۰۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

غسل سے پہلے وضوء کا سنت ہونا اور پیروں کو ابتداء میں دھونے اور غسل کے بعد دھونے کی احادیث میں تطبیق

اس حدیث کے شروع میں "کَانَ" ہے' جو دوام اور لزوم پر دلالت کرتا ہے یعنی آپ ہمیشہ جب غسل جنابت کرتے تو پہلے وضوء کرتے تھے' الا یہ کہ اگر جسم کے کسی حصہ پر ایسی چیز لگی ہو' جس کا دھونا واجب ہوتو پہلے اس کو دھوتے تھے' پھر اس کے بعد وضوء کرتے تھے اور یہ کہ غسل سے پہلے وضوء کرنا سنت ہے۔ غسل سے پہلے وضوء کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ طہارت صغریٰ اور طہارت کبریٰ دونوں جمع ہو جائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ اس طرح وضوء کرتے تھے' جس طرح نماز سے پہلے وضوء کرتے تھے' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ پیر بھی دھوتے تھے اور بعض اوقات آپ پیر غسل کے بعد دھوتے تھے' جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے' ان احادیث میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ اگر غسل کرنے کی جگہ صاف ہو اور غسل کا پانی گزرنے کے لیے نالی ہو یا پانی وافر مقدار میں ہو تو آپ وضوء کے ساتھ پیروں کو دھو لیتے تھے اور اگر غسل کی جگہ صاف نہ ہو یا غسل کا پانی نکلنے کے لیے کوئی نالی نہ ہو یا پانی کی مقدار کم ہو تو آپ پیروں کا دھونا مؤخر کر دیتے اور غسل کے بعد پیروں کو دھوتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے تھے' ہمارے نزدیک یہ سنت ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہے۔

اس حدیث میں تمام جسم پر پانی بہانے کا ذکر ہے' ملنے کا ذکر نہیں ہے' ہمارے اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جسم کو ملنا مستحب ہے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ لازم ہے' مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں تین چلّو پانی جسم پر بہانے کا ذکر ہے اور یہ بالاتفاق مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۸۶ ' فتح الباری ج ا ص ۷۸۲)

۲۴۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ، غَيْرَ رِجْلَيْهِ، وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذٰى، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ، ثُمَّ نَحّٰى رِجْلَيْهِ، فَغَسَلَهُمَا، هٰذِهِ غُسْلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ. [اطراف الحدیث: ۲۵۷-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۵-۲۶۶-۲۷۴-۲۷۶-۲۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح وضوء کیا' جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتے ہیں' ماسوا اپنے پیروں کے اور اپنی شرم گاہ کو دھویا اور اس پر جو نجاست تھی' اس کو دھویا' پھر اپنے اوپر پانی بہایا' پھر اپنے پیروں کو ایک طرف رکھ کر انہیں دھویا' یہ آپ کا غسل جنابت تھا۔

(صحیح مسلم: ۳۱۷' الرقم المسلسل: ۷۰۷' سنن ابوداؤد: ۲۴۵' سنن ترمذی: ۱۰۳' سنن نسائی: ۲۵۳' سنن ابن ماجہ: ۴۶۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۱' مصنف عبد الرزاق: ۹۹۸' مسند الحمیدی: ۳۱۶' صحیح ابن حبان: ۱۱۹۰' المعجم الکبیر: ۱۰۲۳- ج ۲۳' سنن دارقطنی ج ا ص ۱۱۴' سنن بیہقی ج ا ص ۱۷۳' معرفۃ السنن والآثار: ۱۴۳۰' شرح السنۃ: ۲۴۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۴ ص ۳۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے سات رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

غسل کے بعد پیروں کو دھونے کی تصریح' منی اور جماع کے بعد نکلنے والی رطوبت فرج کی نجاست پر دلیل

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے غسل کے بعد پیروں کو دھویا' اس کی وجوہ ہم حدیث: ۲۴۸ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں' اس میں ایک نکتہ یہ ہے کہ غسل کی ابتداء بھی وضوء سے ہو اور غسل کی انتہاء بھی وضوء پر ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا اور اس پر جو نجاست تھی' اس کو دھویا اور اس میں اس پر واضح دلیل ہے کہ منی نجس ہے اور جماع کے بعد جو رطوبت فرج نکلے' وہ بھی نجس ہے اور نجاست پر دلیل آپ کا ان کو دھونا ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: جس نے اس سے منی اور رطوبت فرج کی نجاست پر استدلال کیا' اس نے بعید استدلال کیا۔ (فتح الباری ج ا ص ۷۸۳)

علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھا: یہ استدلال تو بالکل ظاہر ہے' ان کا اس پر اعتراض بعید ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۸۸)

۲- بَابُ غُسْلِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ — مرد اپنی عورت کے ساتھ غسل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا جائز ہے۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب غسل جنابت کے احکام سے متعلق ہیں:

۲۵۰- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں

Marfat.com

مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِنْ قَدَحٍ يُقَالُ لَهُ الْفَرَقُ. کہ میں اور نبی ﷺ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے جس کو فرق کہا جاتا تھا (اس میں تقریباً آٹھ لیٹر پانی آتا تھا۔ عینی)۔

[اطراف الحدیث: ۲۶۱۔۲۶۳۔۲۷۳۔۲۹۹۔۵۹۵۶۔۷۳۳۹]

(صحیح مسلم: ۳۱۹، الرقم المسلسل: ۷۱۱، سنن ابوداؤد: ۲۳۸، سنن نسائی: ۲۳۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۳۵، مصنف عبد الرزاق: ۱۰۲۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۴، مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۵۶۳۴۔ ج ۴۲ ص ۴۲۵، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں اور نبی ﷺ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے۔

مرد اور اس کی بیوی کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کا جواز اور ایک دوسرے کی شرم گاہ کی طرف دیکھنے کی تحقیق

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت اکٹھے ایک برتن سے پانی لے کر غسل کر سکتے ہیں، اسی طرح ایک برتن سے پانی لے کر وضوء بھی کر سکتے ہیں، بعض احادیث میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے کی ممانعت ہے، اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے اور بر تقدیر ثبوت وہ اس حدیث سے منسوخ ہے۔

الدراوردی نے کہا: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مرد عورت کی شرم گاہ کی طرف اور عورت مرد کی شرم گاہ کی طرف دیکھ سکتی ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام ابن حبان نے سلیمان بن موسیٰ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو اپنی بیوی کی شرم گاہ کی طرف دیکھتا ہے، انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے اس کا سوال کیا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا سوال کیا تو انہوں نے اس حدیث (صحیح ابن حبان: ۱۴۲۶) کا ذکر کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۱) حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ حدیث اسی مسئلہ پر نص ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۸۵)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے صحیح ابن حبان کے حوالے سے جو ذکر کیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ ایک دوسرے کی شرم گاہ کی طرف دیکھتے تھے، لیکن احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرم گاہ کی طرف ہرگز نہیں دیکھا۔

(شمائل ترمذی: ۳۶۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۲۔ ۶۶۲، مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۰۔ ۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۴، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۴۷، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۹۴، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۲۵)

امام ابو الشیخ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی ازواج سے جماع کرتے تھے تو اپنے سر پر کپڑا ڈال لیتے تھے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرم گاہ نہیں دیکھی اور نہ آپ نے میری شرم گاہ دیکھی۔ (ص ۲۳۳)

رسول اللہ ﷺ کے کمال حیاء کے یہی احادیث مناسب ہیں!

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

یہ رسول اللہ ﷺ کی کمال حیاء ہے کہ آپ نے ایسا فعل نہیں کیا، جس کی وجہ سے حضرت عائشہ آپ کی شرم گاہ کی طرف دیکھتیں، بلکہ ایسا فعل کیا جس کا تقاضا اس کو دیکھنے سے ممانعت تھی اور یہ آپ کی عظیم حیاء ہے کیونکہ عورت اپنے خاوند کی شرم گاہ کو از خود

Marfat.com

دیکھنے کی جرأت نہیں کرتی' جب تک کہ اس کو اپنے خاوند کی رضا کا علم نہ ہو اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے: میں نے آپ کی شرم گاہ نہیں دیکھی اور آپ نے میری شرم گاہ نہیں دیکھی۔ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل ص ۱۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ اور علامہ عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ نے بھی اپنی شرحوں میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ۲ ص ۲۱۷' شرح المناوی علی حاشیۃ جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۱۷' اصح المطابع' کراچی)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۳۵ - ج ۱ ص ۱۰۱۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات کے ساتھ غسل کرنے کی وضاحت۔

نوٹ: اس حدیث میں غسل کے ایک برتن کا ذکر کیا گیا ہے' جس کو فرق کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے اس میں پانی کی مقدار کے مختلف اوزان بیان کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۰) ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کا وزن ساڑھے تیرہ لیٹر لکھا ہے اور یہاں ''نعمۃ الباری'' میں اس کا وزن آٹھ لیٹر لکھا ہے۔

۳- بَابُ الْغُسْلِ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهٖ

تقریباً چار لیٹر پانی سے غسل کرنا

۲۵۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ دَخَلْتُ أَنَا وَأَخُو عَائِشَةَ عَلٰى عَائِشَةَ، فَسَأَلَهَا أَخُوهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ نَحْوٍ مِنْ صَاعٍ، فَاغْتَسَلَتْ، وَأَفَاضَتْ عَلٰى رَأْسِهَا، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد الصمد نے حدیث بیان کیا' انہوں نے کہا: مجھے شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی' حضرت عائشہ کے پاس گئے' پس حضرت عائشہ کے بھائی نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے متعلق سوال کیا' حضرت عائشہ نے تقریباً چار لیٹر پانی کا ایک برتن منگایا' پھر آپ نے غسل کیا اور اپنے سر کے اوپر پانی ڈالا اور ہمارے اور حضرت عائشہ کے درمیان حجاب تھا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ. وَبَهْزٌ، وَالْجُدِّيُّ، عَنْ شُعْبَةَ قَدْرِ صَاعٍ.

امام ابوعبد اللہ (بخاری) نے کہا: یزید بن ہارون اور بہز اور الجدی[1] نے شعبہ سے روایت کی ہے: اندازاً چار لیٹر۔

(صحیح مسلم: ۳۲۰' الرقم المسلسل: ۷۱۳' سنن نسائی: ۲۲۷)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد الجعفی المسندی (۲) عبد الصمد بن عبد الوارث التنوری (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابوبکر بن حفص بن عمر بن سعد بن ابی وقاص' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمان بن عوف' یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھانجے

[1] الجدی کا معنی ہے: جدّہ شہر کا رہنے والا' اور یہ وہ شہر ہے جو مکہ معظمہ کے ساحل پر واقع ہے۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۹۰' الصحاح ج ۲ ص ۴۵۳' فتح الباری ج ۱ ص ۷۸۶' عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۴) یہی وہ شہر ہے جس کو عوام الناس جدہ یا جدّہ کہتے ہیں' جب کہ اس کا صحیح تلفظ جیم کے پیش کے ساتھ ہے۔ یہ بات غلط مشہور ہے کہ حضرت حوا کی قبر جدّہ میں ہے۔ علامہ طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم کے ساتھ ہندوستان کے بُود نامی پہاڑ کے غار میں مدفون ہیں۔ (تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۰۹-۸۱)

Marfat.com

تھے' ان کو حضرت عائشہ کی بہن ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے دودھ پلایا تھا تو حضرت عائشہ ان کی رضاعی خالہ ہو گئیں (٦) حضرت عائشہ کے رضاعی بھائی' ان کا نام عبداللہ بن یزید ہے' حضرت عائشہ کے ایک اور رضاعی بھائی تھے' ان کا نام کثیر بن عبید تھا' یہ متعین نہیں ہے کہ یہ کون سے بھائی تھے اور اقرب یہ ہے کہ وہ آپ کے بھائی عبد الرحمان تھے (٧) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٩٣)

حضرت عائشہ کا اپنے محارم کو حجاب کے پیچھے غسل کر کے دکھانا

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ٥٤٤ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں (حضرت عائشہ کے رضاعی بھانجے اور بھائی) نے حضرت عائشہ کا سر اور جسم کا اوپر وہ حصہ دیکھا' جس کو محرم کے لیے دیکھنا جائز ہے اور اگر ان دونوں نے آپ کے جسم کا اوپری حصہ نہ دیکھا ہوتا تو پھر حضرت عائشہ کے پانی منگانے اور غسل کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا' کیونکہ اگر حضرت عائشہ نے یہ سب پردے کے پیچھے کیا ہوتا تو پھر اس کا مآل یہ ہوتا کہ حضرت عائشہ ان کو بیان کرتیں اور ان دونوں کے اور حضرت عائشہ کے درمیان حجاب حائل تھا' وہ جسم کے ان حصوں کے لیے تھا' جن کو دیکھنا محارم کے لیے جائز نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٢ ص ١٦٣' دار الوفاء' ١٤١٩ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں نے حضرت عائشہ کے غسل کرنے کے عمل کو دیکھا یعنی سر دھونے اور اوپر کے جسم پر پانی بہانے کا مشاہدہ کیا کیونکہ اگر وہ اس کا بھی مشاہدہ نہ کر سکتے تو پھر حضرت عائشہ کے پانی طلب کر کے' ان دونوں کی موجودگی میں غسل کا عمل دکھانے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا اور زبانی بیان کرنے میں اور عمل کر کے دکھانے میں کوئی فرق نہ رہتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دونوں کا سوال پانی کی مقدار میں بھی تھا کہ غسل کے لیے کتنی مقدار پانی ضروری ہے اور غسل کی کیفیت کے متعلق بھی تھا' حضرت عائشہ نے اپنے عمل سے دونوں باتوں کی طرف رہنمائی کی' غسل کی کیفیت تو اپنے اوپر پانی بہا کر بتائی اور غسل کے لیے پانی کی مقدار ایک صاع (چار لیٹر پانی) سے غسل کر کے بتائی۔ اگر حضرت عائشہ ان کو صرف زبانی ہی بتا دیتیں تو ان کو پھر بھی مسئلہ معلوم ہو جاتا' لیکن ان کے اذہان میں اس قدر راسخ نہ ہوتا کیونکہ جب کوئی کام کر کے دکھایا جائے تو اس سے زیادہ شرح صدر ہوتا ہے' ہو سکتا ہے وہ یہ سمجھتے ہوں کہ ایک صاع پانی غسل کے لیے کافی نہیں ہو سکتا تو آپ نے حجاب کے پیچھے انہیں غسل کر کے دکھا دیا کہ اتنی مقدار میں پانی کافی ہو جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ١ ص ٧٨٦۔ ٧٨٥' مع الایضاح' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٦٢٣٠۔ ج ١ ص ١٠١٦ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حضرت عائشہ کے غسل کر کے دکھانے کی وضاحت کی گئی ہے۔

٢٥٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ، اَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ وَاَبُوْهُ، وَعِنْدَهُ قَوْمٌ، فَسَاَلُوْهُ عَنِ الْغُسْلِ، فَقَالَ يَكْفِيْكَ صَاعٌ. فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَكْفِيْنِيْ، فَقَالَ جَابِرٌ كَانَ يَكْفِيْ مَنْ هُوَ اَوْفٰى مِنْكَ شَعَرًا وَخَيْرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابواسحاق' انہوں نے کہا: ہمیں ابوجعفر نے حدیث بیان کی کہ وہ اور ان کے والد حضرت جابر بن عبداللہ کے پاس تھے اور ان کے پاس اور لوگ بھی تھے' ان لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے غسل کے متعلق سوال

مِنْكَ، ثُمَّ اَمَّنَا فِيْ ثَوْبٍ.[اطراف الحدیث:۲۵۵۔۲۵۶] (صحیح مسلم:۳۲۹،الرقم المسلسل:۷۲۸،سنن ابن ماجہ:۵۷۷،سنن نسائی:۲۵۲)

کیا'حضرت جابر نے کہا: تمہارے لیے ایک صاع (چار لیٹر پانی) کافی ہے'ایک شخص نے کہا: میرے لیے یہ کافی نہیں ہے'حضرت جابر نے کہا: جن کے تم سے زیادہ بال تھے اور جو تم سے افضل تھے' ان کے لیے اتنا پانی کافی ہوتا تھا' پھر حضرت جابر نے ہمیں ایک کپڑے میں نماز پڑھائی۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: تمہارے لیے ایک صاع پانی کافی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱)عبداللہ بن محمد الجعفی (۲)یحییٰ بن آدم الکوفی' یہ ۲۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) زہیر بن معاویہ الکوفی الجزری (۴) ابواسحاق السبیعی عمرو بن عبداللہ الکوفی (۵) ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب' یہ باقر کے نام سے مشہور ہیں' یہ بقیع میں عباس کے ساتھ مشہور گنبد میں دفن کیے گئے (۶) ان کے والد زین العابدین ہیں (۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۵)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگوں میں سے ایک شخص نے سوال کیا' اس سے مراد حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب ہیں' ان کے والد ابن الحنفیہ کے نام سے معروف تھے۔

غسل طہارت کے لیے چار لیٹر پانی کا کافی ہونا اور صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کا جواز

حضرت جابر نے کہا: جن کے بال تم سے زیادہ تھے اور جو تم سے افضل تھے' ان کے غسل کے لیے اتنا پانی کافی ہوتا تھا' اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حضرت جابر نے ایک کپڑے میں نماز پڑھائی' محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور حضرت جابر نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کپڑا پہنے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنا جائز نہیں ہے' اور مستحب یہ ہے کہ ایک صاع یعنی چار لیٹر پانی سے غسل کیا جائے' البتہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے یا صفائی کے قصد سے زیادہ پانی استعمال کرنا صحیح ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت جابر کے شاگرد نے ان پر اعتراض کیا کہ ایک صاع پانی میرے لیے کافی نہیں ہے اور حضرت جابر نے اس کا جواب دیا' اس میں مناظرہ کا ثبوت ہے۔

ننگے سر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے

غیر مقلد ٹوپی اتار کر نماز پڑھتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو حضرت جابر کی سنت کہتے ہیں' لیکن صرف ٹوپی یا عمامہ اتارنے سے یہ سنت کیسے ادا ہوتی ہے' جب کہ انہوں نے بنیان' قمیص' شلوار اور ویس کوٹ' شیروانی وغیرہ پہنی ہوتی ہے' اگر حضرت جابر ہی کی سنت اپنانی ہے تو صرف ایک تہبند باندھ کر نماز پڑھا کریں۔ حضرت جابر نے اپنی وجہ خود بیان کی ہے کہ اس زمانہ میں ہر شخص کے پاس دو چادریں کب ہوتی تھیں اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوش حالی اور وسعت عطا فرمائی ہے اور وہ متعدد کپڑے پہنتے ہیں تو عمامہ یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنی چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام اور غالب معمول یہی تھا کہ آپ عمامہ یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھتے تھے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۵۱۔ ج ا ص ۱۰۲۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں بحث اور مناظرہ کا ثبوت لکھا ہے۔

۲۵۳- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو از

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُونَةَ كَانَا يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ. وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، وَبَهْزٌ، وَالْجُدِّيُّ، عَنْ شُعْبَةَ قَدْرِ صَاعٍ.

جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے' اور یزید بن ہارون اور بہز اور الجدی نے از شعبہ بیان کیا: وہ برتن ایک صاع کے اندازے کا تھا۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ أَخِيْرًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ، وَالصَّحِيْحُ مَا رَوَاهُ أَبُوْ نُعَيْمٍ.

امام عبداللہ (بخاری) نے کہا: ابن عیینہ نے اخیر میں کہا از حضرت ابن عباس از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا روایت ہے اور صحیح وہ ہے جو ابونعیم نے روایت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۲۲' الرقم المسلسل: ۷۱۸' سنن ترمذی: ۶۲' سنن نسائی: ۲۳۲' سنن ابن ماجہ: ۳۷۷' مصنف عبد الرزاق: ۱۰۳۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۸' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۵۳' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۶' مسند احمد: ۳۴۶۵۔ ج ۵ ص ۴۲۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مرد اور اس کی بیوی کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا جائز ہے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۴۱۔ ج ۱ ص ۱۰۱۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤- بَابُ مَنْ أَفَاضَ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثًا — جس شخص نے اپنے سر پر تین بار پانی ڈالا

باب سابق اور یہ باب دونوں احکام غسل سے متعلق ہیں۔

٢٥٤- حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَأُفِيْضُ عَلٰى رَأْسِيْ ثَلَاثًا. وَأَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا. (صحیح مسلم: ۳۲۷' الرقم المسلسل: ۷۲۵' سنن ابوداؤد: ۲۳۹' سنن نسائی: ۲۵۰' سنن ابن ماجہ: ۵۷۵' المعجم الکبیر: ۱۴۸۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۷۶' مسند احمد ج ۴ ص ۸۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۷ ص ۳۱۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: مجھے حضرت سلیمان بن صُرد رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہا میں' تو میں اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتا ہوں' آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی (۳) ابواسحاق السبیعی عمرو بن عبداللہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حضرت سلیمان بن صُرد رضی اللہ عنہ' یہ افاضل صحابہ میں سے ہیں' انہوں نے ۱۵' احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے دو روایت کی ہیں' انہوں نے مسلمانوں میں سب سے پہلے کوفہ میں رہائش اختیار کی' انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے مطالبہ میں چار ہزار مسلمانوں کی قیادت کی' ان کا نام التوابین رکھا گیا اور یہ ان کے امیر تھے' ان کو عبیداللہ بن زیاد کے لشکر نے الجزیرہ میں ۶۵ھ میں شہید کر دیا (۵) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ' انہوں نے ۶۰' احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے ۹' احادیث روایت کی ہیں' یہ سادات قریش میں سے تھے' مدینہ منورہ میں ۵۴ھ میں فوت ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۸۔۲۹۷)

Marfat.com

حدیث مذکور کی شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل میں سنت یہ ہے کہ تین دفعہ پورے جسم پر پانی بہایا جائے اور فرض یہ ہے کہ پورے جسم پر ایک مرتبہ پانی بہایا جائے اور ایک بار غرارہ کیا جائے اور ایک بار ناک میں پانی ڈالا جائے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:٦٤٩۔ ج١ص١٠٢٢ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٢٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مِخْوَلِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْرِغُ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مخول بن راشد از محمد بن علی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر پر تین بار پانی ڈالتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ٢٥٤ میں ہو گئی ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم:٦٥٠۔ ج١ص١٠٢٢ پر مذکور ہے۔

٢٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَامٍ حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ لِي جَابِرٌ أَتَانِي ابْنُ عَمِّكَ، يُعَرِّضُ بِالْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ كَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ؟ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ ثَلَاثَةَ أَكُفٍّ وَيُفِيضُهَا عَلٰى رَأْسِهِ، ثُمَّ يُفِيضُ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ، فَقَالَ لِيَ الْحَسَنُ إِنِّي رَجُلٌ كَثِيرُ الشَّعَرِ، فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْكَ شَعَرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر بن یحییٰ بن سام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوجعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا: میرے پاس آپ کے عم زاد آئے تھے' اس سے ان کی مراد الحسن بن محمد الحنفیہ تھے' انہوں نے کہا: غسل جنابت کس طرح ہوتا ہے؟ تو میں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین بار ہتھیلیوں میں پانی لیتے اور اس کو اپنے سر پر ڈالتے' پھر اپنے تمام جسم پر پانی ڈالتے' مجھ سے حسن نے کہا: میں بہت زیادہ بالوں والا شخص ہوں' تو میں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال آپ سے بہت زیادہ تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ٢٥٢ کا مطالعہ کریں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواہ بال بہت زیادہ ہوں' پھر بھی سر پر تین بار پانی ڈالنا کافی ہے اور مسائل میں علماء سے سوال اور بحث کرنا جائز ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم:٦٥١۔ ج١ص١٠٢٢ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥- بَابُ الْغُسْلِ مَرَّةً وَّاحِدَةً

ایک بار پانی ڈال کر غسل کرنا

٢٥٧- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ وَضَعْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی از الاعمش از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

Marfat.com

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً لِلْغُسْلِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى شِمَالِهٖ، فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهٗ، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهٗ بِالْاَرْضِ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهٖ، ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَّكَانِهٖ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ.

وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے پانی رکھا' آپ نے دو یا تین بار ہاتھوں کو دھویا' پھر اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا' پھر اپنی شرم گاہ کو دھویا' پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر اپنے تمام جسم پر پانی بہایا' پھر اس جگہ سے منتقل ہوئے اور اپنے پیروں کو دھویا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۴۹ کا مطالعہ کریں۔

٦- بَابُ مَنْ بَدَاَ بِالْحِلَابِ اَوِ الطِّيْبِ عِنْدَ الْغُسْلِ

غسل کے وقت حلاب یا خوشبو سے ابتداء کرنا

حلاب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں اونٹنی کا ایک مرتبہ دوہا ہوا پورا دودھ سما سکے' اس کے بعد خوشبو کا ذکر کیا' کیونکہ عموماً غسل کے وقت خوشبو لگائی جاتی ہے۔

۲۵۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ، دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوَ الْحِلَابِ، فَاَخَذَ بِكَفِّهٖ، فَبَدَاَ بِشِقِّ رَاْسِهِ الْاَيْمَنِ، ثُمَّ الْاَيْسَرِ، فَقَالَ بِهِمَا عَلٰى وَسْطِ رَاْسِهٖ. (صحیح مسلم: ۳۱۸' الرقم المسلسل: ۷۱۰' سنن ابوداؤد: ۲۴۰' سنن نسائی: ۴۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از حنظلہ از قاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے تو حلاب کی مثل کوئی برتن منگاتے' پھر ہتھیلی میں پانی لے کر سر کی دائیں جانب سے ابتداء کرتے' پھر بائیں جانب' پھر دونوں ہتھیلیوں سے سر کے درمیان میں پانی ڈالتے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن المثنی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ابوعاصم الضحاک بن مخلد البصری' ان کے علم اور عمل پر اتفاق ہے' ان کا لقب نبیل ہے' کیونکہ شعبہ نے قسم کھائی تھی کہ وہ ایک مہینہ حدیث نہیں بیان کریں گے' ابوعاصم کو یہ خبر پہنچی تو وہ ان کی مجلس میں گئے اور کہا: آپ حدیث بیان کریں' آپ کی قسم کے کفارے میں ایک غلام آزاد ہے' وہ اس سے بہت خوش ہوئے اور کہا: ابوعاصم النبیل' اس دن سے ان کا لقب نبیل پڑ گیا۔ باقی رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۰۴)

حدیث مذکور کی شرح

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مستحب یہ ہے کہ غسل کے لیے پانی کا برتن تیار کیا جائے اور پہلے دائیں جانب' پھر بائیں جانب اور پھر سر کے وسط میں پانی ڈالا جائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ باب کے عنوان میں خوشبو کا ذکر ہے اور حدیث میں خوشبو کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے حلاب اور خوشبو دونوں کا ذکر نہیں کیا تھا' بلکہ کہا تھا: حلاب یا خوشبو یعنی حدیث میں دونوں میں سے ایک کا ذکر ہوگا اور عنوان

Marfat.com

میں خوشبو کا ذکر کر کے یہ اشارہ کیا کہ غسل سے پہلے یا بعد خوشبو کا لگانا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۳۳- ج ۱ ص ۱۰۱۵- ۱۰۱۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷- بَابُ الْمَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ فِي الْجَنَابَةِ

(غسل) جنابت میں غرارے کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

غسل جنابت میں غرارے اور ناک میں پانی چڑھانے کی فرضیت کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ غسل جنابت میں وضوء کرنا فرض نہیں ہے اور جب غسل جنابت سے وضوء کی فرضیت ساقط ہو گئی تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت بھی ساقط ہو گئی اور اس باب کی حدیث میں جو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر ہے تو وہ حصول فضیلت کا ذکر ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کی اس عبارت کو نقل کر کے یہ لکھا ہے کہ غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا حصول فضیلت کے لیے ہے' سو یہ مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۹۱' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' ان دونوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے اور وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ غسل جنابت میں کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور کبھی اس کو ترک نہیں کیا اور کسی حدیث میں اس کو ترک کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی کے لیے تین مرتبہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض قرار دیا۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۱۵) لیکن اس پر اجماع ہے کہ اس سے دو مرتبہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا خارج ہے اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے (تو ایک ایک مرتبہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے)۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

چونکہ غسل جنابت میں مبالغہ سے طہارت کی جاتی ہے' اس لیے کلی کی جگہ غرارے کیے جاتے ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: پورے منہ کے اندر کو دھونا فرض ہے' اگر غسل کرنے والے نے وہ پانی پی لیا تو بھی کافی ہے اور ناک کے اندر سوکھے ہوئے میل کے نیچے بھی پانی پہنچانا فرض ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۲۵۵' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۲۵۹- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَتْنَا مَيْمُونَةُ قَالَتْ صَبَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا، فَأَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ، ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ کہتے ہیں: ہمیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی'

Marfat.com

قَالَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ ' ثُمَّ غَسَلَهَا ' ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ' ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ' وَأَفَاضَ عَلٰى رَأْسِهِ ' ثُمَّ تَنَحّٰى ' فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ' ثُمَّ أُتِيَ بِمِنْدِيلٍ ' فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا.

وہ بیان کرتی ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کے لیے (برتن میں) پانی ڈالا تو آپ نے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا' پھر دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر اپنی شرم گاہ کو دھویا' پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر رکھ کر مٹی کے ساتھ ملا' پھر اس ہاتھ کو دھویا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر اپنے چہرے کو دھویا اور اپنے سر پر پانی بہایا' پھر ایک طرف گئے اور اپنے دونوں پیروں کو دھویا' پھر تولیا لایا گیا' آپ نے اس سے بدن نہیں پونچھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری:۲۴۹ میں ملاحظہ کریں۔

تولیے سے بدن کو پونچھنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر تولیا لایا گیا' آپ نے اس سے بدن نہیں پونچھا۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

وضوء اور غسل کے بعد اعضاء کو پونچھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' امام احمد سے اسی طرح منقول ہے' حضرت عثمان' حضرت الحسن بن علی' حضرت انس رضی اللہ عنہم اور بہت سے اہل علم کا یہی موقف ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اس سے منع کیا ہے' کیونکہ حضرت میمونہ روایت کرتی ہیں کہ تولیا لایا گیا اور آپ نے اس سے بدن نہیں پونچھا۔ (صحیح البخاری:۲۵۹) اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تولیے کو ترک کرنا کراہت پر دلالت نہیں کرتا' کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا' جس سے آپ وضوء کے (اعضاء کو) پونچھا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ:۴۶۶)

(المغنی ج ۱ ص ۱۸۲۔۱۸۱' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ بدن پونچھنے کو ترک کر دیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ گرمیوں میں بدن پونچھنا مکروہ ہے اور سردیوں میں مباح ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے بدن پونچھنے کو اس لیے ترک کیا ہو تاکہ پانی کی تری باقی رہے' یا تواضع کے لیے' یا ہوسکتا ہے کہ وہ کپڑا ریشم کا ہو یا میلا ہو' اس لیے آپ نے اس کو ترک کر دیا۔ الاعمش کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم النخعی سے اس مسئلہ کا ذکر کیا' انہوں نے کہا: تولیے میں کوئی حرج نہیں ہے' آپ نے اس کو اس لیے واپس کر دیا تھا کہ عادت نہ بن جائے۔

التیمی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ تولیے سے بدن پونچھتے تھے' اگر ایسا نہ ہوتا تو غسل کے بعد آپ کے پاس تولیا نہ لایا جاتا۔

ابن دقیق العید نے کہا: آپ کا اپنے ہاتھوں سے پانی کو جھاڑنا' اس پر دلیل ہے کہ بدن پونچھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے کیونکہ دونوں کا مقصود پانی کو زائل کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۸۹)

تولیے سے بدن کو پونچھنے میں حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

حضرت ام ھانی کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ لیا۔

Marfat.com

(صحیح البخاری:۲۵۷'صحیح مسلم:۳۱۶'سنن ابن ماجہ:۴۶۵'سنن نسائی:۲۲۵)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اُون کا جبہ تھا' آپ نے وضوء کے بعد اس سے چہرہ پونچھا۔(سنن ابن ماجہ:۴۶۸)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے' ہم نے آپ کے لیے پانی رکھا' آپ نے غسل کیا' پھر ہم آپ کے پاس زرد رنگ کی چادر لائے' آپ نے اس چادر سے اپنے آپ کو لپیٹ لیا' پس گویا کہ میں آپ کے اوپر زرد رنگ کا اثر دیکھ رہا تھا۔(سنن ابن ماجہ:۴۶۶'سنن ابوداؤد:۵۱۸۵'السنن الکبریٰ:۱۰۱۵۷'المعجم الکبیر:۹۰۲۔ج۱۸'شعب الایمان:۸۸۰۸'مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۲'مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک تولیا تھا' جس سے وضوء کے بعد آپ پونچھتے تھے۔

(سنن ترمذی:۵۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضوء کرتے تو کپڑے کی ایک طرف سے اپنا چہرہ پونچھتے تھے۔(سنن ترمذی:۵۴)

عمرو بن حریث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل کرنے کے بعد ایک کپڑے سے بدن پونچھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۷۶'دارالکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۱۶ھ)

زریق بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ وضوء کرنے کے بعد اپنے چہرے اور اپنے ہاتھوں کو پونچھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۸۳)

الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے چہرے کو اپنے کپڑے سے پونچھا۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۸۷)

محمد بن منتشر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مسروق کے پاس ایک تولیا تھا' جس سے وہ پونچھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۷۸)

یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور محمد بن سیرین وضوء کے بعد تولیے سے پونچھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۷۹)

وضوء اور غسل کے قطرات کا نجس نہ ہونا

اس حدیث میں ذکر ہے: پھر تولیا لایا گیا' آپ نے اس سے بدن نہیں پونچھا' حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ وضوء اور غسل کے بعد جو پانی کے قطرات گرتے ہیں' وہ پاک ہیں' اس کے برخلاف غالی حنفی کہتے ہیں کہ وہ قطرات نجس ہیں۔(فتح الباری ج ۱ ص ۷۸۴'دارالمعرفہ'بیروت'۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ قائل خود غالی ہے اور اس کو مذہب حنفیہ کی حقیقت کا علم نہیں ہے کیونکہ فقہاء احناف کا مذہب اور ان کا فتویٰ یہ ہے کہ وضوء اور غسل کا مستعمل پانی پاک ہے' حتیٰ کہ اس کو پینا جائز ہے اور اس سے سالن پکانا اور آٹا گوندھنا جائز ہے اور جنہوں نے کہا ہے کہ مستعمل پانی نجس ہے' انہوں نے یہ نہیں کہا کہ قطرے گرنے کی حالت میں وہ نجس ہے' انہوں نے یہ کہا ہے کہ جب مثلاً وضوء کرنے

Marfat.com

والے کے عضوء سے پانی بہ کر کسی جگہ جمع ہو جائے تو وہ نجس ہے لیکن اس قول پر فتویٰ نہیں ہے' فتویٰ اس قول پر ہے کہ وہ پانی طاہر ہے' لیکن مطہر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۰-۲۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸- بَابُ مَسْحِ الْيَدِ بِالتُّرَابِ لِيَكُوْنَ (لِتَكُوْنَ) اَنْقٰى

ہاتھ کو مٹی کے ساتھ ملنا تا کہ وہ صاف ہو جائے

۲۶۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ ' عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ ' عَنْ كُرَيْبٍ ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ ' اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ ' فَغَسَلَ فَرْجَهٗ بِيَدِهٖ ' ثُمَّ دَلَكَ بِهَا الْحَائِطَ ' ثُمَّ غَسَلَهَا ' ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ ' فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن زبیر الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غسل جنابت کیا' پھر آپ نے اپنی شرم گاہ کو اپنے ہاتھ سے دھویا' پھر اپنے ہاتھ کو دیوار پر ملا' پھر اس ہاتھ کو دھویا' پھر نماز کا وضوء کیا' پھر جب غسل سے فارغ ہو گئے تو اپنے پیروں کو دھویا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۵۷ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث سے یہ مسئلہ بتایا تھا کہ سر پر ایک بار پانی ڈالنا جائز ہے اور یہاں یہ بتایا ہے کہ ہاتھ کو صاف کرنے کے لیے دیوار پر ملنا جائز ہے' وہاں پر زمین پر ملنے کا ذکر تھا اور یہاں دیوار پر ملنے کا ذکر ہے۔

۹- بَابُ هَلْ يُدْخِلُ الْجُنُبُ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ قَبْلَ اَنْ يَغْسِلَهَا اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى يَدِهٖ قَذَرٌ غَيْرُ الْجَنَابَةِ؟

جب جنبی کے ہاتھ پر جنابت کے علاوہ کوئی اور نجاست نہ ہو تو کیا وہ ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ہاتھ ڈال سکتا ہے؟

امام بخاری نے کہا ہے: جب جنابت کے علاوہ اور کوئی نجاست نہ ہو' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنابت بھی نجاست ہے' حالانکہ جب حضرت ابو ہریرہ جنبی تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! بے شک مسلمان نجس نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۲۸۳' صحیح مسلم: ۳۷۱)

وَاَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهٗ فِي الطَّهُوْرِ وَلَمْ يَغْسِلْهَا ' ثُمَّ تَوَضَّاَ.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا اور اس کو دھویا نہیں' پھر وضوء کیا۔

حضرت ابن عمر کی حدیث ''سنن سعید بن منصور'' میں ہے اور حضرت البراء بن عازب کی حدیث حسب ذیل ہے:

اسماعیل بن رجاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت البراء بن عازب نے اپنا ہاتھ دھونے سے پہلے وضوء کے پانی میں داخل کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

امام بخاری پر اعتراض ہوتا ہے کہ درج ذیل حدیث امام بخاری کے عنوان کے خلاف ہے:

محارب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے کہا: جو شخص جنبی ہو اور وہ چلو سے پانی لے تو جو پانی باقی بچے گا' وہ نجس ہو گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب اس کے ہاتھ پر نجاست ہو۔

وَلَمْ یَرَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بَأْسًا بِمَا یَنْتَضِحُ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے نزدیک غسل جنابت سے جو چھینٹیں اڑتی ہیں ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث "مصنف عبد الرزاق" میں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسب ذیل ہے:

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص غسل جنابت کرتا ہے اور اس سے چھینٹیں اڑ کر غسل کے پانی کے برتن میں پڑتی ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۴)

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری کا عنوان تو یہ تھا کہ جنبی ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی نجس نہیں ہوتا اور اس تعلیق سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ التزاماً ثابت ہے کیونکہ جب غسل جنابت کی چھینٹیں پڑنے سے پانی نجس نہیں ہوتا تو جنبی کے ہاتھ ڈالنے سے بھی پانی نجس نہیں ہوگا' بہ شرطیکہ اس کے ہاتھ پر نجاست نہ ہو۔

۲۶۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَفْلَحُ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ تَخْتَلِفُ اَيْدِيْنَا فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں افلح نے خبر دی از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے اور ہمارے ہاتھ اس برتن میں آگے پیچھے داخل ہوتے تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جنبی تھے' ان کے ہاتھوں پر نجاست نہ تھی اور وہ ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۵۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث سے یہ ثابت کیا تھا کہ شوہر اور بیوی کا ایک ساتھ غسل کرنا جائز ہے اور یہاں یہ ثابت کیا ہے کہ ان کا ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ہاتھ ڈالنا جائز ہے۔

۲۶۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے تو اپنا ہاتھ دھوتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۴۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۶۳- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِنْ جَنَابَةٍ. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن حفص از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے' اور از عبد الرحمان بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی مثل مروی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۵۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲٦٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْاَةُ مِنْ نِسَائِهِ، يَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ. زَادَ مُسْلِمٌ وَوَهْبٌ، عَنْ شُعْبَةَ مِنَ الْجَنَابَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عبداللہ بن جبر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی ازواج میں سے ایک خاتون' دونوں ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے۔ مسلم اور وہب نے از شعبہ یہ اضافہ کیا: جنابت سے' یعنی غسل جنابت کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۲۵۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۰- بَابُ تَفْرِيْقِ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ — غسل اور وضوء الگ الگ کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ دونوں باب ایک جائز کام پر مشتمل ہیں' پہلا باب اس بیان میں ہے کہ جب ہاتھ پاک ہو تو اس کو پانی کے برتن میں داخل کرنا اور اس باب میں غسل اور وضوء کو الگ الگ کرنے کا ذکر ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ غَسَلَ قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وَضُوْءُهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اعضاء وضوء خشک ہونے کے بعد اپنے پیروں کو دھویا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

امام بیہقی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بازار میں غسل کیا' اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور سر کا مسح کیا' پھر ایک جنازے کے لیے بلایا گیا تو وہ نماز جنازہ پڑھانے کے لیے مسجد میں داخل ہوئے' پھر انہوں نے موزوں پر مسح کیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۹۹' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ)

۲٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً يَغْتَسِلُ بِهِ، فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ، فَغَسَلَهُمَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ اَفْرَغَ بِيَمِيْنِهِ عَلٰى شِمَالِهِ، فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهُ، ثُمَّ دَلَكَ يَدَهُ بِالْاَرْضِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، وَغَسَلَ رَاْسَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى جَسَدِهِ، ثُمَّ تَنَحّٰى مِنْ مَّقَامِهِ، فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از کریب مولیٰ حضرت ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کے لیے پانی رکھا' پس آپ نے ہاتھوں پر پانی ڈالا' پھر ان کو دو یا تین بار دھویا' پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا' پھر اپنی شرم گاہ کو دھویا' پھر اپنے اس ہاتھ کو زمین پر رگڑا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو دھویا' اور اپنے سر کو تین بار دھویا' پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہایا' پھر اس جگہ سے ایک طرف ہو گئے' پس اپنے پیروں کو دھویا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۴۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۱- بَابُ مَنْ اَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الْغُسْلِ

جس نے غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا

۲۶۶- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ اَبِى الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ وَضَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا وَسَتَرْتُهُ، فَصَبَّ عَلٰى يَدِهٖ، فَغَسَلَهَا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ. قَالَ سُلَيْمَانُ لَا اَدْرِىْ، اَذَكَرَ الثَّالِثَةَ اَمْ لَا. ثُمَّ اَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ، فَغَسَلَ فَرْجَهُ، ثُمَّ دَلَكَ يَدَهُ بِالْاَرْضِ اَوْ بِالْحَائِطِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، وَغَسَلَ رَاْسَهُ، ثُمَّ صَبَّ عَلٰى جَسَدِهٖ، ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ، فَنَاوَلْتُهُ خِرْقَةً، فَقَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا، وَلَمْ يُرِدْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از کریب' حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے پانی رکھا اور آپ پر پردہ کیا' آپ نے اپنے (دائیں) ہاتھ پر ایک بار یا دو بار پانی ڈال کر دھویا' سلیمان نے کہا: مجھے پتا نہیں' انہوں نے تیسری بار کا ذکر کیا تھا یا نہیں' پھر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا' پھر آپ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا' پھر آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر یا دیوار پر رگڑا' پھر آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے کو اور ہاتھوں کو اور سر کو دھویا' پھر آپ نے اپنے تمام جسم پر پانی بہایا' پھر آپ ایک طرف ہو گئے اور اپنے پیروں کو دھویا' پھر میں نے آپ کو تولیا دیا' پس آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اس کا ارادہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹ میں مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: غسل جنابت میں غرارے کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا۔

۱۲- بَابُ اِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ، وَمَنْ دَارَ عَلٰى نِسَائِهٖ فِىْ غُسْلٍ وَّاحِدٍ

جب جماع کیا' پھر دوبارہ جماع کیا اور جس نے ایک غسل سے اپنی تمام ازواج سے جماع کیا

اس باب میں اس شخص کا حکم بیان کیا ہے' جس نے ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع کیا' اور جس نے ایک غسل کے ساتھ ایک رات میں اپنی تمام ازواج کے ساتھ جماع کیا۔

ایک رات میں تمام ازواج کے ساتھ جماع کرنے پر اس حدیث میں تصریح ہے:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنی تمام ازواج کے پاس گئے' اس کے پاس جا کر غسل کرتے اور اس کے پاس جا کر غسل کرتے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ایک غسل ہی کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: یہ (طریقہ) زیادہ ستھرا' زیادہ پاکیزہ اور زیادہ طاہر ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۹' سنن ابن ماجہ: ۵۹۰' مسند احمد: ۲۳۹۲۳' دارالفکر)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع

Marfat.com

کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ درمیان میں غسل کرے اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اس پر درمیان میں غسل کرنا واجب نہیں ہے اور اس کی تصریح اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے پھر وہ دوبارہ جانا چاہے تو دونوں جماع کرنے کے درمیان وضوء کریں۔

(صحیح مسلم: ۳۰۸، ۳' سنن ابوداؤد: ۲۲۰' سنن ترمذی: ۱۴۱' سنن نسائی: ۲۶۲' مسند احمد: ۱۱۱۶۱' دار الفکر)

ابواب سابقہ کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ ابواب سابقہ میں غسل جنابت کے احکام بیان کیے گئے تھے اور اس باب میں غسل جنابت کا بھی ذکر ہے اور اس کے سبب کا بھی بیان ہے۔

٢٦٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذَكَرْتُهُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَطُوْفُ عَلٰى نِسَائِهِ، ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَحُ طِيْبًا۔ [طرف الحدیث: ۲۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی اور یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابراہیم بن محمد بن المنتشر از والد خود' وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا' انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمان پر رحم فرمائے' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی' پھر آپ تمام ازواج کے پاس گھومتے تھے' پھر صبح احرام باندھتے تھے اور آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۹۲' الرقم المسلسل: ۲۷۹۶' سنن نسائی: ۴۱۴۔ ۴۲۸' سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۶' مسند الحمیدی: ۲۱۰' المنتقیٰ: ۴۱۴' مسند ابویعلیٰ: ۴۷۱۲' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۸۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۱۵۹' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۷۴' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۴۶' مسند احمد ج ۶ ص ۹۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۰ ص ۱۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ تمام ازواج کے پاس گھومتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن بشار' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ابن ابی عدی' ان کا نام محمد بن ابراہیم ہے' یہ ۱۹۴ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) یحییٰ بن سعید القطان (۴) شعبہ بن الحجاج (۵) ابراہیم بن محمد المنتشر (۶) محمد مذکور کے والد (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۱۷۔ ۳۱۶)

احرام سے پہلے جسم پر خوشبو لگانے میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگائی جائے' خواہ وہ خوشبو احرام باندھنے کے بعد جسم سے آتی رہے' احرام باندھنے کے بعد خوشبو کا لگانا حرام ہے' یہ امام شافعی' ابویوسف' امام احمد بن حنبل اور داؤد وغیرہم کا مذہب ہے' جماعت صحابہ' تابعین' جمہور فقہاء اور محدثین کا یہی مذہب ہے' صحابہ میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر' حضرت معاویہ' حضرت عائشہ' حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔

دوسرے فقہاء نے اس سے منع کیا ہے' امام مالک اور امام محمد بن الحسن کا یہی مذہب ہے' صحابہ کی ایک جماعت اور تابعین کا بھی

Marfat.com

یہ مؤقف ہے' بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ خوشبو ازواج کے لیے تھی' احرام کے لیے نہیں تھی اور حدیث میں عبارت مقدم اور مؤخر ہے' اصل میں عبارت یوں ہے: آپ ازواج کے پاس گھومتے تھے اور آپ سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی' پھر صبح کو آپ احرام باندھتے تھے اور بعض روایات میں اس طرح سے ہے' اور غسل کرنے سے خوشبو زائل ہو جاتی ہے' خصوصاً اس صورت میں کہ بعض احادیث کے مطابق آپ ہر زوجہ کے پاس جانے کے بعد غسل کرتے تھے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ خوشبو ایک تیل کی تھی' غسل کرنے سے تیل کا اثر زائل ہو جاتا اور خوشبو باقی رہ جاتی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جماع کے بعد فوراً غسل کرنا واجب نہیں ہے' غسل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے' جب انسان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۱۹۔۳۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دوسری بار جماع کرنے سے پہلے آیا وضوء کرنا واجب ہے یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایک غسل کے ساتھ متعدد بیویوں کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے' اختلاف اس میں ہے کہ آیا ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع کرنے سے پہلے وضوء کرنا واجب ہے یا نہیں؟ حضرت عمر بن الخطاب سے یہ روایت ہے کہ جب دوبارہ جماع کرے تو اس سے پہلے وضوء کرے' عطاء اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور حسن بصری یہ کہتے تھے کہ اگر وہ وضوء کرنے سے پہلے دوسری بار جماع کرلے تو کوئی حرج نہیں ہے' امام مالک اور اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ اس پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے۔ امام احمد نے کہا: اگر اس نے وضوء کرلیا تو وہ میرے نزدیک اچھا ہے اور اگر اس نے وضوء نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں ہے' اسحاق نے کہا: دوسری بار جماع کرنے سے پہلے شرم گاہ کو دھونا ضروری ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ایک شب میں تمام ازواج کے پاس گئے' اس کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ایک رات میں تمام ازواج کے پاس گئے' اس کی وجوہ حسب ذیل ہیں:

(۱) آپ پر ازواج کی باریاں مقرر کرنا واجب نہیں تھا' اسی وجہ سے جب آپ سفر پر جاتے تو قرعہ اندازی کر کے کسی زوجہ کو ساتھ لے جاتے' ورنہ جس کی باری ہوتی' اس کو لے کر جاتے۔

(۲) ابوعبید نے کہا: یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے ازواجِ مطہرات سے اجازت حاصل کرلی ہو' جیسا کہ آپ نے بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنے کے لیے باقی ازواج سے اجازت حاصل کرلی تھی۔

(۳) مہلب نے کہا کہ ہو سکتا ہے' جس دن تمام ازواج کی باریاں ختم ہوگئی تھیں' اس دن آپ تمام ازواج کے پاس گئے اور اس دن کے بعد سے آپ نے از سرِ نو ازواجِ مطہرات کی باریاں مقرر فرما دیں۔

بعض علماء غسل میں مَلنے کو واجب نہیں قرار دیتے' وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ نے جسم کو ملا ہوتا تو اس سے خوشبو نہ پھوٹتی۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ ممکن ہے آپ نے جسم کو ملا ہو اور جب خوشبو زیادہ لگائی ہوئی ہو تو مَل کر غسل کرنے سے خوشبو کے نشانات تو مٹ جاتے ہیں' لیکن اس کی چمک اور خوشبو باقی رہتی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۹۲۔۳۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۰۰۔ ج ۳ ص ۲۹۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① احرام سے پہلے بدن پر خوشبو لگانے میں مذاہب ائمہ ② احناف کی مؤید احادیث ③ محرم کے پھول سونگھنے میں مذاہب

Marfat.com

اربعہ ④ کیا ازواجِ مطہرات میں دنوں کی مساوی تقسیم نبی ﷺ پر واجب تھی ⑤ جن ازواج سے نکاح اور رخصتی ہوئی' ان کی تعداد ⑥ رسول اللہ ﷺ کے تعدد ازواج پر اعتراض کے جوابات۔ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۰۶-۳۰۲)

نوٹ: چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات پر تفصیلی بحث ''شرح صحیح مسلم'' میں کر دی گئی ہے' اس لیے ہم یہاں ''نعمۃ الباری'' میں اس بحث کا اعادہ نہیں کر رہے۔

۲۶۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُورُ عَلَى نِسَائِهِ فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَهُنَّ إِحْدَى عَشْرَةَ. قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ أَوَ كَانَ يُطِيقُهُ؟ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلَاثِينَ. وَقَالَ سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ إِنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ تِسْعُ نِسْوَةٍ.

[اطراف الحدیث: ۲۸۴-۵۰۶۸-۵۲۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ دن اور رات کی ایک ساعت میں اپنی تمام ازواج کو عمل زوجیت سے مشرف فرماتے تھے' اور وہ گیارہ ازواجِ مطہرات تھیں' قتادہ کہتے ہیں: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا آپ اس کی طاقت رکھتے تھے تو انہوں نے کہا: ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی' اور سعید نے کہا از قتادہ' حضرت انس نے ان کو حدیث بیان کی کہ آپ کی نو ازواج تھیں۔

(سنن نسائی: ۳۲۶۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۱' صحیح ابن حبان: ۱۲۰۸' مسند ابو یعلیٰ: ۲۹۴۱' سنن بیہقی ج ۷ ص ۵۴' شرح السنۃ: ۲۷۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۰۹' ج ۲۱ ص ۲۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

آیا آپ کی ازواج گیارہ تھیں یا نو؟ اس کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ گیارہ ازواج کی تعداد کے ساتھ معاذ بن ہشام منفرد ہیں اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی نو ازواج تھیں اور امام بخاری نے دس ابواب کے بعد یہ روایت ذکر کی ہے کہ آپ ایک رات میں تمام ازواج کے پاس جاتے تھے اور اس دن آپ کے پاس نو ازواج تھیں۔ (صحیح البخاری: ۲۸۴) امام ابن حبان نے ان میں تطبیق دی ہے کہ ابتداء میں آپ کے پاس نو ازواج تھیں اور آخر میں گیارہ ہو گئی تھیں' جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ کے نکاح میں صرف حضرت سودہ تھیں' پھر مدینہ میں آپ نے حضرت عائشہ کے ساتھ دخول کیا' پھر حضرت ام سلمہ کے ساتھ نکاح کیا' پھر حضرت حفصہ کے ساتھ' پھر حضرت زینب بنت خزیمہ کے ساتھ تیسرے اور چوتھے سال میں' پھر حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ پانچویں سال میں' پھر حضرت جویریہ کے ساتھ چھٹے سال میں' پھر حضرت صفیہ' حضرت ام حبیبہ اور حضرت میمونہ کے ساتھ ساتویں سال میں' رضی اللہ عنہن۔ یہ وہ تمام ازواج ہیں' جو ہجرت کے بعد آپ کے نکاح میں تھیں اور حضرت ریحانہ میں اختلاف ہے۔ یہ بنو قریظہ کے قیدیوں میں تھیں' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ نے ان پر نکاح کو پیش کیا' لیکن انہوں نے باندی رہنے کو پسند کیا' اکثر علماء نے کہا ہے کہ وہ ۱۰ھ میں آپ سے پہلے فوت ہو گئی تھیں' اسی طرح حضرت زینب بنت خزیمہ بھی آپ کے دخول کے تھوڑے عرصہ بعد فوت ہو گئی تھیں' امام

Marfat.com

ابن عبدالبر نے کہا ہے: وہ آپ کے پاس دو یا تین ماہ رہی ہیں' اس تفصیل کے مطابق آپ کے پاس نو ازواج سے زیادہ جمع نہیں رہیں' جب کہ حضرت سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو ہبہ کر دی تھی' اس طرح سعید بن ابی عروبہ کی روایت راجح قرار پاتی ہے کہ آپ کے پاس اس دن نو ازواج تھیں' لیکن معاذ بن ہشام کی روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت ماریہ اور حضرت ریحانہ کو ان کے ساتھ ملا لیا جائے اور آپ کی نساء کے لفظ کو عام رکھا جائے' خواہ وہ آپ کی ازواج ہوں یا آپ کی کنیزیں' تو پھر گیارہ کے عدد کا ایک محمل ہے۔

علامہ الدمیاطی نے اپنی ''سیرت'' میں لکھا ہے کہ آپ کی کل ازواج جن سے آپ نے دخول کیا یا صرف عقد کیا یا جن کو دخول سے پہلے طلاق دے دی یا جن کو نکاح کا پیغام دیا اور عقد نہیں کیا' ان کا عدد تیس ہے اور ''المختارۃ'' میں حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ نے پندرہ خواتین سے نکاح کیا' ان میں سے گیارہ کے ساتھ دخول کیا اور جب آپ کی وفات ہوئی' اس وقت نو ازواج تھیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۷۹۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت چار ہزار مردوں کے برابر تھی

حضرت انس نے کہا: آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی' اس کی شرح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اسماعیلی کی روایت میں تیس کے بجائے چالیس مردوں کی طاقت کا ذکر ہے اور ابونعیم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی اور حضرت عبداللہ بن عمر نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ گرفت میں اور جماع کرنے میں آپ کو چالیس مردوں کی قوت دی گئی تھی اور حضرت زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک جنتی مرد کو کھانے پینے' جماع کرنے اور شہوت میں سو مردوں کی طاقت دی جائے گی۔ (مسند احمد' سنن نسائی' مستدرک) اس حساب سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت چار ہزار مردوں کے برابر ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۹۷-۷۹۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین عینی نے اس سے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۲۱-۳۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک یہودی آ کر کہنے لگا: یا ابا القاسم! کیا آپ کا یہ زعم نہیں ہے کہ اہل جنت' جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے اور اس نے اپنے اصحاب سے کہا ہوا تھا کہ اگر انہوں نے اس کا اقرار کر لیا تو میں ان سے بحث کروں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! ایک جنتی کو ایک سو مردوں کے کھانے پینے' شہوت اور جماع کی قوت دی جائے گی' اس یہودی نے کہا: جو شخص کھاتا اور پیتا ہے' اس کو پھر حاجت بھی ہوتی ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی حاجت ایک پسینہ سے رفع ہو گی' جو ان کے تمام جسم سے نکلے گا' اس میں مشک کی طرح خوشبو ہو گی' پھر ان کا پیٹ پتلا ہو جائے گا۔

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (صحیح ابن حبان: ۷۴۲۴' مسند البزار: ۳۵۲۲' المعجم الکبیر: ۵۰۰۷' البعث والنشور للبیہقی: ۳۵۴' الزہد لابن المبارک: ۱۴۵۹' سنن دارمی: ۲۸۲۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۴۷۸' المعجم الاوسط: ۱۷۴۳' حلیۃ الاولیاء: ج ۷ ص ۳۶۶-ج ۸ ص ۱۱۶' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۱۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۲ ص ۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے شواہد حسب ذیل ہیں:

سنن ترمذی: ۲۵۳۶' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۱۲' صحیح ابن حبان: ۷۴۰۰' المعجم الاوسط: ۲۵۶۳

نوٹ: حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا تھا' وہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' جب کہ مذکورہ شواہد میں جو

Marfat.com

حدیث مروی ہے اس کے راوی حضرت ابوہریرہ ہیں۔

۱۳- بَابُ غَسْلِ الْمَذْيِ وَالْوُضُوْءِ مِنْهُ

مذی کو دھونا اور اس سے وضوء کرنا

اس باب میں مذی کو دھونے کا حکم بیان کیا گیا ہے مذی وہ رقیق پانی ہے جو عورت سے چھیڑ چھاڑ یا اس سے بوس و کنار یا اس کے متعلق سوچنے سے مرد کے آلہ سے نکلتا ہے اور مذی نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا' وضوء واجب ہوتا ہے۔

۲۶۹- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ' عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ ' عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً ' فَاَمَرْتُ رَجُلًا اَنْ يَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' لِمَكَانِ ابْنَتِهٖ ' فَسَاَلَ فَقَالَ تَوَضَّاْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحصین نے حدیث بیان کی' از ابوعبدالرحمٰن از حضرت علی رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: میں ایسا شخص تھا' جس کو مذی بہت آتی تھی' میں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کرے' آپ کی صاحب زادی کی وجہ سے (خود سوال نہیں کیا)' تو انہوں نے سوال کیا' آپ نے فرمایا: وضوء کرو' اور اپنے آلہ کو دھولو۔

اس حدیث کی تخریج' اور شرح' صحیح البخاری: ۱۳۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس شخص نے حیاء کی اور دوسرے شخص کو سوال کرنے کا حکم دیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مذی کو دھونا اور اس سے وضوء کرنا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت اور توقیر کی کس قدر حفاظت کرتے تھے اور جن باتوں سے عرف میں حیاء آتی ہے' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کرنا خلاف ادب سمجھتے تھے۔

۱٤- بَابُ مَنْ تَطَيَّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ وَبَقِيَ اَثَرُ الطِّيْبِ

جس نے خوشبو لگائی' پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا

لوگ جماع کے وقت جسم پر خوشبو لگاتے تھے تاکہ زیادہ نشاط حاصل ہو' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ مذی نکلنے سے پہلے بھی انسان کو عورت کے ساتھ بوس و کنار سے نشاط اور لذت حاصل ہوتی ہے اور جماع کے وقت جسم پر خوشبو لگانے سے بھی نشاط اور لذت حاصل ہوتی ہے۔

۲۷۰- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ ' فَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا اُحِبُّ اَنْ اُصْبِحَ مُحْرِمًا اَنْضَخُ طِيْبًا ' فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَنَا طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ طَافَ فِيْ نِسَائِهٖ ' ثُمَّ اَصْبَحَ مُحْرِمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابراہیم بن محمد بن المنتشر از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا اور ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا: مجھے یہ پسند نہیں کہ میں صبح کو حالت احرام میں اٹھوں اور میرے جسم سے خوشبو آ رہی ہو۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر خوشبو لگاتی تھی' پھر آپ اپنی تمام ازواج کے پاس جاتے'

Marfat.com

پھر صبح کو حالت احرام میں ہوتے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۶۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس نے جماع کیا' پھر دوبارہ جماع کیا اور ایک غسل کے ساتھ اپنی تمام ازواج کے پاس گیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جس نے خوشبو لگائی' پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا مسائل میں اختلاف ہوتا تھا' لیکن وہ مسائل میں اختلاف کے باوجود باہمی ادب واحترام کو قائم رکھتے تھے' آج کل کی طرح نہیں کہ کسی سے کسی مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ذاتیات پر اتر آتے ہیں اور اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح اس کے خلاف کوئی سخت فتویٰ لگا دیں' اور اس کی تحقیر اور تذلیل کے در پے رہتے ہیں۔

۲۷۱- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِيْ مَفْرِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۳۸ـ ۵۹۱۸ـ ۵۹۲۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں' گویا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانگ کی جگہ میں خوشبو کی چمک کو دیکھتی تھی اور آپ حالت احرام میں ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۹۰' الرقم المسلسل: ۲۷۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۷۴۶' سنن نسائی: ۲۶۹۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۶۷۳' صحیح ابن حبان: ۳۷۶۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۰۷ـ ج ۴۰ ص ۱۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانگ کی جگہ میں خوشبو کو دیکھتی تھی۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے میں امام مالک کا مذہب

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام شافعی' فقہاء محدثین اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگانا جائز ہے اور اگر وہ خوشبو احرام باندھنے کے بعد بھی آتی رہے تو یہ بھی جائز ہے' اور صحابہ اور تابعین کی دوسری جماعت اور امام مالک' الزہری اور امام محمد بن الحسن نے اس سے منع کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ جسم پر خوشبو عورتوں سے جماع کے لیے لگائی جاتی تھی (عرب میں ایک قسم کی خوشبودار کریم ہوتی ہے یا خوشبودار تیل ہوتا ہے' جس کو جماع سے پہلے پورے جسم پر لگاتے ہیں' ہمارے ہاں اس کی جگہ اُبٹن لگانے کا رواج ہے) حضرت عائشہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر یہ خوشبو ازواج سے جماع کے لیے لگاتی تھیں' پھر آپ غسل کرتے تھے اور وہ خوشبو چلی جاتی تھی' پھر آپ احرام باندھتے تھے' خاص طور پر اس لیے کہ آپ ہر زوجہ سے جماع کے بعد غسل کرتے تھے' پھر اتنے غسل کرنے کے بعد کون سی خوشبو باقی رہ جاتی تھی؟ اور حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے: صبح کو آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی۔ اس کا معنی ہے: آپ کے غسل کرنے اور احرام باندھنے سے پہلے آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی اور وہ جو شعبہ کی روایت میں ہے: آپ حالت احرام میں صبح کرتے اور آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی' اس میں تقدیم اور تاخیر ہے اور اس کا معنی اس طرح ہے: آپ اپنی ازواج کے پاس جاتے اور آپ سے خوشبو آ رہی ہوتی' پھر آپ صبح کو احرام باندھتے اور وہ جو دوسری حدیث میں حضرت عائشہ نے فرمایا ہے: گویا کہ میں آپ کی مانگ کی جگہ میں خوشبو کی چمک دیکھتی تھی اور آپ احرام باندھے ہوئے ہوتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خوشبودار تیل کا جسم اور اس کی خوشبو غسل سے ختم ہو جاتی تھی اور اس تیل کا اثر اور اس کی زینت بالوں میں

رہ جاتی تھی' جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دیکھتی تھیں اور محرم کے بالوں میں تیل لگا رہے اور اس کی خوشبو نہ آئے تو کوئی حرج نہیں ہے' جب کہ اس نے احرام باندھنے سے پہلے تیل لگایا ہو۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۱۹۰۔۱۸۸ ملخصاً' دارالوفاء ۱۴۱۹ھ)

احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب احرام باندھنے کا ارادہ ہو تو جسم پر خوشبودار تیل یا خوشبودار کریم لگانا مستحب ہے اور اگر احرام باندھنے کے بعد وہ خوشبو آتی رہے تو کوئی حرج نہیں ہے' صرف احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا منع ہے' یہ صحابہ کرام میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر' حضرت معاویہ' حضرت عائشہ اور حضرت ام حبیبہ کا مذہب ہے اور فقہاء تابعین اور محدثین کا مذہب ہے' امام شافعی' امام ابوحنیفہ' امام احمد بن حنبل' ثوری' ابو یوسف اور داؤد وغیرہم کا مذہب ہے۔

قاضی عیاض نے جو اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت عائشہ ازواج سے جماع کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر خوشبو لگاتی تھیں' اس تاویل کو حضرت عائشہ کا یہ قول رد کرتا ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر آپ کے احرام کے لیے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگاتی تھی اور بیت اللہ کے طواف سے پہلے احرام کھولنے کے لیے خوشبو لگاتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۹' الرقم المسلسل: ۲۷۸۰)

اور یہ تاویل اس لیے بھی مردود ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھتی تھی' جب آپ تلبیہ پڑھ رہے ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: الرقم المسلسل: ۲۷۸۸) ایک اور حدیث میں ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانگ میں مشک کی چمک دیکھتی تھی اور آپ محرم ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: الرقم المسلسل: ۲۷۹۳)

ان صریح احادیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ قاضی عیاض مالکی نے جو ان احادیث کی تاویل کی ہے' وہ صحیح نہیں ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۵ ص ۳۲۱۲۔۳۲۱۱ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک احرام باندھنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگانا جائز ہے' خواہ اس کی خوشبو احرام باندھنے کے بعد بھی آتی رہے۔ (معالم السنن ج ۲ ص ۲۸۷' مع مختصر المنذری' دارالمعرفہ' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی نے علامہ خطابی اور علامہ نووی کی عبارات کا خلاصہ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۲۸)

۱۵ - بَابُ تَخْلِيلِ الشَّعَرِ، حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوٰى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ

بالوں میں خلال کرنا اور جب یہ یقین ہو گیا کہ کھال تک پانی پہنچ گیا تو اس پر پانی بہا دینا

اس باب میں بالوں میں خلال کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں بالوں میں خوشبودار تیل لگانے کا بیان تھا اور اس باب میں بالوں تک پانی پہنچانے کا بیان ہے۔

۲۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ، غَسَلَ يَدَيْهِ، وَتَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اغْتَسَلَ، ثُمَّ يُخَلِّلُ بِيَدِهِ شَعَرَهُ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل جنابت کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے اور نماز کا وضوء کرتے' پھر غسل (شروع)

Marfat.com

قَدْ اَرْوٰى بَشْرَتَهٗ ' اَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ' ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ.

کرتے' پھر اپنے ہاتھ سے اپنے بالوں میں خلال کرتے اور جب یقین ہو جاتا کہ کھال تک پانی پہنچ گیا ہے تو پھر اپنے اوپر تین مرتبہ پانی ڈالتے' پھر تمام جسم کو دھوتے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: غسل سے پہلے وضوء کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: بالوں میں خلال کرنا' اور یہ دونوں مسئلے اس حدیث سے ثابت ہیں۔

۲۷۳- وَقَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ ' نَغْرِفُ مِنْهُ جَمِيْعًا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے' ہم اکٹھے چلو میں پانی لیتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۵۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا' اور یہاں بالوں میں خلال کے باب میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث کی اس باب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

۱۶- بَابُ مَنْ تَوَضَّاَ فِي الْجَنَابَةِ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ وَلَمْ يُعِدْ غَسْلَ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مَرَّةً اُخْرٰى

جس نے جنابت میں وضوء کیا' پھر سارے جسم کو دھویا اور اعضاء وضوء کو دوبارہ نہیں دھویا

اس سے پہلے باب میں بالوں میں خلال کا ذکر تھا' وہ بھی غسل کے اکمال کے لیے ہے اور اس باب میں غسل سے پہلے وضوء کا ذکر ہے اور وہ بھی غسل کے اکمال کے لیے ہے۔

۲۷۴- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَعْمَشُ ' عَنْ سَالِمٍ ' عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ' عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوْءًا لِلْجَنَابَةِ ' فَاَكْفَاَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ' ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهٗ ' ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهٗ بِالْاَرْضِ اَوِ الْحَائِطِ ' مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ' ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ' وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ ' ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى رَاْسِهِ الْمَاءَ ' ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهٗ ' ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ' قَالَتْ فَاَتَيْتُهٗ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يُرِدْهَا ' فَجَعَلَ يَنْفُضُ بِيَدِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن موسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے خبر دی از سالم از کریب' حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابت کے لیے پانی رکھا' آپ نے دو یا تین بار دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا' پھر آپ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا' پھر آپ نے دو یا تین مرتبہ اپنا ہاتھ زمین یا دیوار پر رگڑا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے کو اور اپنی کلائیوں کو دھویا' پھر اپنے سر پر پانی ڈالا' پھر اپنے جسم کو دھویا' پھر ایک طرف گئے اور اپنے پیروں کو دھویا۔ حضرت میمونہ کہتی ہیں: پس میں آپ کے پاس تولیا لائی تو آپ نے اس کا ارادہ نہیں کیا اور اپنے ہاتھ سے پانی جھاڑنے لگے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا تھا: غسل سے پہلے وضوء کرنا' اور یہاں اس باب کے تحت ذکر کیا ہے: غسل میں اعضاء وضوء کو دوبارہ نہ دھونا' اور اس حدیث میں اعضاء وضوء کو دوبارہ

Marfat.com

نہ دھونے کا ذکر ہے۔

۱۷- بَابُ اِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ اَنَّهُ جُنُبٌ يَخْرُجُ كَمَا هُوَ وَلَا يَتَيَمَّمُ

جب کسی شخص کو مسجد میں یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو وہ اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے اور تیمم نہ کرے

اس حدیث کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ یہ دونوں باب جنبی کے احکام سے متعلق ہیں۔

۲۷۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ قِيَامًا، فَخَرَجَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ ذَكَرَ اَنَّهُ جُنُبٌ، فَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ. ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَيْنَا وَرَاْسُهُ يَقْطُرُ، فَصَلَّيْنَا مَعَهُ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْاَعْلٰى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَرَوَاهُ الْاَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. [اطراف الحدیث: ۶۳۹-۶۴۰]

(صحیح مسلم: ۶۰۵، الرقم المسلسل: ۱۳۴۲، سنن ابوداؤد: ۵۴۱۔ ۲۳۵، سنن نسائی: ۷۹۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از ابو سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نماز قائم کی گئی اور لوگ کھڑے ہوئے صفیں برابر کی گئیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکل کر آئے پس جب آپ اپنے مصلی پر کھڑے ہوئے تو آپ کو یاد آیا کہ آپ جنبی ہیں آپ نے فرمایا: تم لوگ اسی طرح کھڑے رہو پھر آپ گئے پس آپ نے غسل کیا پھر ہماری طرف نکل کر آئے اس حال میں کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے پس ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ عثمان بن علی کی عبد الاعلیٰ نے متابعت کی ہے از معمر بن راشد از محمد بن مسلم الزہری اور اس حدیث کو عبدالرحمان الاوزاعی نے محمد بن مسلم الزہری سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

اقامت کے بعد تکبیر تحریمہ پڑھنے اور نمازیوں کے کھڑے ہونے میں مذاہب اور جنبی کے مسجد میں داخل ہونے میں مذاہب اور علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صفوں کو برابر رکھنے کا حکم ہے اور وہ بالاجماع مستحب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نمازیوں نے کھڑے ہو کر صفیں برابر کر لیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر آئے اس پر یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک کہ تم مجھے نہ دیکھو تو اس موقع پر صحابہ آپ کو دیکھنے سے پہلے کس طرح کھڑے ہو گئے تھے! اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بیان جواز کے لیے ہوا تھا یا کسی عذر کی وجہ سے یا آپ نے یہ ارشاد اس کے بعد فرمایا تھا کہ مجھے دیکھنے سے پہلے کھڑے نہ ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کے اس ارشاد کی کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات آپ کو آنے میں دیر ہو جاتی تھی اگر صحابہ پہلے سے آپ کے آنے کے انتظار میں کھڑے ہوتے تو ان کا قیام بہت طویل ہو جاتا اور وہ تھک جاتے۔

اس مسئلہ میں متقدمین اور متاخرین علماء کا اختلاف ہے کہ نمازی نماز کے لیے کس وقت کھڑے ہوں اور امام کب تکبیر کہے۔

Marfat.com

امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن پوری اقامت سے فارغ نہ ہو جائے' اس وقت تک کوئی نہ کھڑا ہو' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے' جب مؤذن "قد قامت الصلوٰة" کہتا تھا' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے' اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ نمازی صف میں اس وقت کھڑے ہوں' جب مؤذن "حی علی الصلوٰة" کہے اور جب وہ "قد قامت الصلوٰة" کہے تو امام تکبیر پڑھے' اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ' قیس بن ابی سلمہ اور حماد سے روایت کیا ہے اور جمہور متقدمین اور متاخرین علماء نے یہ کہا ہے کہ جب تک مؤذن پوری اقامت سے فارغ نہ ہو جائے' اس وقت تک امام اللہ اکبر نہ کہے' اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام اس وقت نماز شروع کرے' جب صفیں برابر ہو جائیں اور مؤذن اقامت سے فارغ ہو جائے اور ہمارے نزدیک امام نماز اس وقت شروع کرے' جب مؤذن "قد قامت الصلوٰة" کہے' اور امام ابویوسف نے کہا ہے: جب مؤذن پوری اقامت سے فارغ ہو جائے' تب امام اللہ اکبر کہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پوری اقامت کے بعد امام نماز شروع کرے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وقت نماز شروع کرے' جب مؤذن "قد قامت الصلوٰة" کہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سے عبادات میں نسیان ہو جاتا تھا۔

اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب جنبی بھول کر مسجد میں داخل ہو جائے' پھر اس کو یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو وہ اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے اور تیمم نہ کرے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ بعض تابعین یہ کہتے ہیں کہ جب جنبی بھول کر مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ تیمم کر کے مسجد سے نکلے اور یہ حدیث ان کا رد کرتی ہے' ثوری اور اسحاق کا یہی قول ہے' اسی طرح امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ جو مسافر جنبی ہو' وہ ایسی مسجد کے پاس سے گزرے جس میں پانی کا چشمہ ہو' وہ تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو اور مسجد سے پانی نکالے' اور ابن زید کی "نوادر" میں ہے: جو آدمی مسجد میں سو جائے' پھر اس کو احتلام ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ تیمم کر کے مسجد سے نکلے' امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ مسجد میں ٹھہرے بغیر نکل جائے اور داؤد اور مزنی نے یہ کہا ہے کہ وہ مطلقاً مسجد میں ٹھہر سکتا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلم نجس نہیں ہوتا' امام سعید بن منصور نے سند جید کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے: صحابہ مسجد میں بیٹھے ہوتے تھے اور وہ جنبی ہوتے تھے اور حدیث میں ثقیف کے وفد کو مسجد میں ٹھہرانے کا ذکر ہے اور اہل الصفہ اور ان کے علاوہ لوگ مسجد میں رات کو رہتے تھے' اور امام احمد بن حنبل یہ کہتے تھے کہ جنبی مسجد میں بیٹھ سکتا ہے اور وضوء کے لیے جا سکتا ہے اور جن علماء نے کہا ہے کہ جنبی مسجد سے گزر سکتا ہے' انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ. (النساء: ۴۳) اور جنبی مسجد کے قریب نہ جائے' مگر راستہ عبور کرنے کے لیے۔

یہاں تک علامہ عینی نے علامہ ابن بطال کی عبارت "شرح ابن بطال" ج ۱ ص ۳۹۷-۳۹۶ سے نقل کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۳۵-۳۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا جنبی کو بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے سے منع کرنا اور امام شافعی اور امام احمد کا اس کی اجازت دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے: جو مسافر جنبی ہو' وہ پانی لینے کے لیے تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے' اسی طرح کوئی اور ضرورت

Marfat.com

مند جنبی بھی تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے۔ یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

میں کہتا ہوں: اس میں مسجد میں بھول کر حالت جنابت میں بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے کا ثبوت ہے' نہ کہ عمداً جنبی کے لیے بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے کا ثبوت ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمداً بھی حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہوئے تو یہ آپ کی خصوصیت ہے' دوسروں کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی (بن ابو طالب)! کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس مسجد میں جنبی ہو' سوا میرے اور سوا تمہارے۔ علی بن المنذر نے کہا: اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ضرار بن صرد سے اس حدیث کا معنی پوچھا تو انہوں نے کہا: کسی کے لیے حالت جنابت میں مسجد سے گزرنا جائز نہیں ہے' سوا میرے اور تمہارے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۷)

دوسری حدیث میں جنبی کے لیے مسجد میں داخل ہونے کی صریح ممانعت ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو آپ کے اصحاب نے اپنے گھروں کے دروازے مسجد میں نکالے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: ان گھروں کے دروازوں کا مسجد سے رخ پھیر دو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ آئے اور لوگوں نے اس سلسلہ میں کوئی کارروائی نہیں کی تھی' اس امید پر کہ اس معاملہ میں کوئی رخصت نازل ہو جائے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: ان گھروں کے دروازوں کا مسجد سے رخ پھیر دو' کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۲)

پس معلوم ہوا کہ کوئی جنبی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا' البتہ مجبوری کی صورت میں تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے اور قرآن مجید میں جو جنبی کے لیے مسجد میں راستہ عبور کرنے کی اجازت ہے' وہ بھی مجبوری کی حالت میں تیمم کر کے راستہ عبور کرنے پر محمول ہے تاکہ قرآن مجید اور احادیث میں تطبیق ہو اور یہ احادیث امام شافعی' امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے خلاف ہیں' جو تیمم کے بغیر مسجد میں داخل ہونے' مسجد سے گزرنے اور مسجد میں بیٹھنے کی اجازت دیتے ہیں اور یہ احادیث امام اعظم ابوحنیفہ کی مؤید ہیں' جو مجبوری کی صورت میں بھی بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: امام مالک اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ مسجد میں جنبی داخل نہ ہو اور نہ راستہ عبور کرنے والا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ (تحریمی) قرار دیا ہے۔

جو فقہاء جنبی کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں' وہ النساء: ۴۳ کا معنی بہ طور عموم مجاز کے اس طرح کرتے ہیں:

تم حالت جنابت میں نماز اور نماز کی جگہ (مسجد) کے کسی حال میں قریب نہ جاؤ' مگر یہ کہ تم مسافر ہو تو تم تیمم کر کے مسجد کے قریب جاؤ اور نماز پڑھو اور یہ معنی بہت عمدہ ہے اور پاکیزہ ہے کیونکہ اس میں مسجد کا احترام ہے۔

(شرح ابن بطال ج ا ص ۳۹۷۔۳۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ نے جو مسافر کو حالت جنابت میں تیمم کر کے مسجد سے پانی لینے کے لیے اجازت دی ہے' اس کا استدلال بھی اسی طریقہ سے اس آیت سے ہے' مجھے حیرت ہے کہ علامہ بدر الدین عینی نے حنفیت میں بہت راسخ اور متصلب ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب نہیں لکھا' میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس اعتراض کا جواب دینے کی مجھے توفیق بخشی۔

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جنبی بغیر تیمم کے مسجد میں آ اور جا سکتا ہے اور ٹھہر سکتا ہے' داؤد ظاہری

Marfat.com

ابن حزم اور غیر مقلدین کا بھی یہی موقف ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مجبوری کی صورت میں بھی کوئی شخص بغیر تیمم کے مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا۔

* ہم نے "تبیان القرآن" ج ۱۱ ص ۶۹۹۔ ۶۹۷ ' الواقعہ: ۷۹ میں اس مسئلہ پر زیادہ تفصیل سے لکھا ہے اور ابن حزم اور غیر مقلدین کے تمام دلائل ذکر کر کے ان کے جوابات لکھے ہیں۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۶۸۔ ج ۲ ص ۲۱۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۸ - بَابُ نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنَ الْغُسْلِ عَنِ الْجَنَابَةِ

غسل جنابت کے بعد ہاتھوں کو جھاڑنا

اس باب میں غسل جنابت کے بعد ہاتھوں کو جھاڑنے کا حکم بیان کیا گیا ہے' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب احکام غسل سے متعلق ہیں۔

۲۷۶- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَعْمَشَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا، فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ، وَصَبَّ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَغَسَلَ فَرْجَهٗ، فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَهَا، ثُمَّ غَسَلَهَا، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ صَبَّ عَلٰى رَاْسِهٖ، وَاَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهٖ، ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ، فَنَاوَلْتُهٗ ثَوْبًا فَلَمْ يَاْخُذْهُ، فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوحمزہ نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے الاعمش سے سنا از سالم از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے پانی رکھا پھر میں نے آپ پر ایک کپڑے سے پردہ کیا اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا پھر ان کو دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پس اپنی شرم گاہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا پھر اس کو ملا پھر اس کو دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے کو اور اپنی کلائیوں کو دھویا پھر اپنے سر پر پانی ڈالا اور اپنے پورے جسم پر پانی بہایا پھر ایک طرف گئے اور اپنے دونوں پیروں کو دھویا میں نے آپ کو تولیہ دیا' آپ نے اس کو نہیں لیا اور چلے گئے اور آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو جھاڑ رہے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح ' صحیح البخاری: ۲۴۹ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: غسل سے پہلے وضوء کرنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: غسل جنابت کے بعد ہاتھوں کو جھاڑنا۔

۱۹ - بَابُ مَنْ بَدَاَ بِشِقِّ رَاْسِهِ الْاَيْمَنِ فِي الْغُسْلِ

جس نے غسل میں سر کی دائیں جانب سے ابتداء کی

۲۷۷- حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن نافع نے حدیث

Marfat.com

شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا إِذَا أَصَابَ إِحْدَانَا جَنَابَةٌ أَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلَاثًا فَوْقَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ بِيَدِهَا عَلٰى شِقِّهَا الْأَيْمَنِ، وَبِيَدِهَا الْأُخْرٰى عَلٰى شِقِّهَا الْأَيْسَرِ.

بیان کی از الحسن بن مسلم از صفیہ بنت شیبہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: جب ہم میں سے کسی کو جنابت پہنچتی تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے تین بار پانی لے کر سر پر ڈالتی' پھر اپنے ہاتھ میں پانی لے کر سر کی دائیں جانب ڈالتی' پھر اپنے ہاتھ میں پانی لے کر سر کی بائیں جانب ڈالتی۔

اس حدیث کی مثل' صحیح البخاری: ۲۵۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے غسل کے وقت حلاب سے یا خوشبو سے ابتداء کی' وہاں اس حدیث کی تخریج اور شرح بیان کر دی گئی ہے اور یہاں غسل میں سر کی دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو بیان کیا ہے۔

۲۰- بَابُ مَنِ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا وَحْدَهُ فِي الْخَلْوَةِ، وَمَنْ تَسَتَّرَ فَالتَّسَتُّرُ أَفْضَلُ

جس نے تنہائی میں برہنہ غسل کیا اور جس نے ستر کیا تو ستر افضل ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ ہر چند کہ تنہائی میں برہنہ غسل کرنا جائز ہے' لیکن اس میں بھی تہبند باندھ کر نہانا افضل ہے۔
سند ضعیف سے یہ حدیث مروی ہے کہ پانی میں بغیر تہبند کے داخل نہ ہو کیونکہ پانی میں بھی مخلوق ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۳۰۱)

علامہ ابن بطال نے اپنی سند کے ساتھ بعض اہل شام سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس سمندر میں یا دریا میں بغیر تہبند کے غسل نہیں کرتے تھے' جب ان سے اس کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ کہتے: اس میں بھی ایک مخلوق ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۹۹)

وَقَالَ بَهْزٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيٰى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ.

اور بہز نے از والد خود از جد خود' یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی بہ نسبت اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اپنی شرم گاہوں کو کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں؟ آپ نے فرمایا: اپنی شرم گاہ کو ہر ایک سے چھپاؤ ماسوا اپنی بیوی کے اور اپنی باندی کے' میں نے عرض کیا: جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ہوں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ تمہاری شرم گاہ کو' کوئی نہ دیکھے تو اس کو' کوئی نہ دیکھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اکیلا ہو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کی بہ نسبت اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۱۷' سنن ترمذی: ۲۷۹۴۔ ۲۷۶۹' سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۰' المستدرک ج ۴ ص ۱۸۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۹۔ ج ۲ ص ۲۲۵۔ ج ۷ ص ۹۴' تاریخ بغداد: ۲۶۱۱۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۔ ۴)

۲۷۸- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عُرَاةً، يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام بن منبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل برہنہ غسل کرتے تھے' ایک دوسرے

بعض، وَكَانَ مُوسٰى يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ، فَقَالُوا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مُوسٰى اَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا اِلَّا اَنَّهُ اٰدَرُ، فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ، فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلٰى حَجَرٍ، فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ، فَخَرَجَ مُوسٰى فِيْ اِثْرِهِ، يَقُوْلُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ، حَتّٰى نَظَرَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ اِلٰى مُوسٰى، فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوسٰى مِنْ بَاْسٍ، وَاَخَذَ ثَوْبَهُ، فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا. فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ اَوْ سَبْعَةٌ، ضَرْبًا بِالْحَجَرِ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۰۴-۴۷۹۹]

(صحیح مسلم: ۳۳۹، الرقم المسلسل: ۷۵۴، سنن ترمذی: ۳۲۲۱، صحیح ابن حبان: ۶۲۱۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۱۷۳۔ ج ۱۳ ص ۵۰۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

کی طرف دیکھتے رہتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے غسل کرتے تھے انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! موسیٰ کو ہمارے ساتھ غسل کرنے سے اور کوئی چیز مانع نہیں ہے سوا اس کے کہ ان کے خصیے سوجے ہوئے ہیں یا بہت بڑے ہیں، پس ایک دن حضرت موسیٰ غسل کر رہے تھے اور انہوں نے اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ دیئے تھے تو وہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ پڑا، پس حضرت موسیٰ اس کے پیچھے یہ کہتے ہوئے نکلے: اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، حتیٰ کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو دیکھ لیا، پھر وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! موسیٰ میں تو کوئی عیب نہیں ہے، اور حضرت موسیٰ نے اپنے کپڑے لے لیے اور پتھر کو مارنا شروع کر دیا، حضرت ابوہریرہ نے کہا: اللہ کی قسم! پتھر میں چھ یا سات ضرب کے نشان تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں برہنہ ہو کر غسل کرتے تھے، لیکن یہ ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ شریعت سابقہ کی اتباع ہم پر بھی لازم ہے یا نہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اگر شریعت سابقہ کا قصہ مذمت کے ساتھ نہیں بیان کیا گیا تو وہ ہم پر بھی لازم ہے۔

تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز اور تہبند باندھ کر نہانے کی فضیلت، انبیاء علیہم السلام کی صورت اور سیرت کا بے عیب ہونا اور پتھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان اگر تنہائی میں لوگوں کو دیکھنے سے محفوظ ہو تو وہ برہنہ ہو کر غسل کر سکتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ ضرورت کے وقت انسان اپنی شرم گاہ دوسرے کو دکھا سکتا ہے، مثلاً علاج کی ضرورت ہو یا عیب سے خود کو بری کرنے کی ضرورت ہو۔

اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا ثبوت ہے کہ پتھر ان کے کپڑے لے بھاگا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر کو پکارنا اور اس کو مارنا، اس میں یہ ثبوت ہے کہ اس پتھر میں شعور اور ایک قسم کا ادراک تھا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو جسمانی لحاظ سے کامل اور بے عیب بنایا ہے اور ان کو عیوب اور نقائص سے منزہ بنایا ہے، جس طرح ان کی سیرت بے داغ ہے اسی طرح ان کی صورت بھی بے عیب ہے۔

بنو اسرائیل ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہو کر نہاتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو منع نہیں کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ ان کی شریعت میں جائز تھا، لیکن مستحب یہ تھا کہ کسی کے سامنے برہنہ ہو کر غسل نہ کیا جائے، اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں کپڑے اتار کر غسل کرتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی کی شان کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرتے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے انہوں نے کسی باریک کپڑے کا تہبند باندھا ہوا ہو جس سے بنی اسرائیل نے ان کا ستر دیکھ لیا ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

Marfat.com

وہ عام طور پر تہبند باندھ کر غسل کرتے ہوں اور اس موقع پر ان کو تہبند باندھنا یاد نہ رہا ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہو گی
اسرائیل پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بے عیب ہونا واضح ہو جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۰۰۔۳۹۹ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۴۲ فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۴۔۸۰۳)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۷۸۔ ج ۱ ص ۱۰۳۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: تنہائی میں پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت۔

۲۷۹- وعن ابی هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا، فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَيُّوْبُ يَحْتَثِيْ فِيْ ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ يَا أَيُّوْبُ، أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى؟ قَالَ بَلٰى وَعِزَّتِكَ، وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ. وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيْمُ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا.

[اطراف الحدیث: ۳۳۹۱۔ ۷۴۹۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے ان کے اوپر سونے کی ٹڈی گری حضرت ایوب (پکڑنے کے لیے) اس پر کپڑا لانے لگے تو ان کو ان کے رب نے نداء کی: اے ایوب! آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں کیا میں نے آپ کو اس سے مستغنی نہیں کر دیا؟ حضرت ایوب نے کہا: کیوں نہیں! تیری عزت کی قسم! لیکن میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔ اس حدیث کو ابراہیم نے روایت کیا ہے از موسیٰ بن عقبہ از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: حضرت ایوب برہنہ غسل کر رہے تھے۔

(سنن نسائی: ۴۰۹ صحیح ابن حبان: ۶۲۲۹ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۸ کتاب الاسماء والصفات ص ۲۰۶ شرح السنۃ: ۲۰۲۷ مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۴
طبع قدیم مسند احمد: ۸۱۵۹۔ ج ۱۳ ص ۴۹۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث میں برکت کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کثرت خیر۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ برہنہ غسل کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام پر ٹڈی پکڑنے پر تو عتاب کیا لیکن برہنہ غسل کرنے پر عتاب نہیں کیا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ انسان کو حالت فقر میں بہ قدر ضرورت جو رزق مل جائے وہ اس کے لیے نعمت اور فضیلت ہے کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام سونے کی ٹڈی کو مال میں کثرت یا اظہار فخر کے لیے نہیں پکڑ رہے تھے بلکہ اپنی اہم ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے پکڑ رہے تھے۔ اس حدیث میں حلال مال کی حرص ہے اور غنا کی فضیلت ہے کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس کو برکت فرمایا۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۹۹ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۴۵)

۲۱- بَابُ التَّسَتُّرِ فِي الْغُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ غسل میں لوگوں کے سامنے پردہ کرنا

باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ پچھلے باب میں تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز ذکر کیا تھا اور اس باب میں لوگوں کے سامنے پردہ میں غسل کرنے کو بیان کیا ہے۔

۲۸۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے

Marfat.com

عَنْ اَبِی النَّضْرِ مَوْلٰی عُمَرَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰی اُمِّ هَانِیٍٔ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اُمَّ هَانِیٍٔ بِنْتَ اَبِیْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ، فَوَجَدْتُهٗ یَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهٗ، فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ؟ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِیٍٔ.

[اطراف الحدیث: ۳۵۷-۳۱۷۱-۶۱۵۸]

حدیث بیان کی از امام مالک از ابی النضر جو کہ عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں کہ ابو مرہ حضرت ام ھانی بنت ابی طالب کے آزاد کردہ غلام نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام ھانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے سنا وہ بیان کرتی تھیں کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی میں نے آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ پر پردہ کر رہی تھیں آپ نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ پس میں نے کہا: میں ام ھانی ہوں۔

(صحیح مسلم: ۳۳۶، الرقم المسلسل: ۷۴۸، سنن ترمذی: ۲۷۳۴، سنن نسائی: ۲۲۴، سنن ابن ماجہ: ۴۶۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۲۹، سنن دارمی: ۲۵۰۲-۱۴۵۳، الاحاد والمثانی: ۳۱۴۹، صحیح ابن حبان: ۱۱۸۸، المعجم الکبیر: ۱۰۱۷-ج ۲۴، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۸- ج ۹ ص ۹۴، شعب الایمان: ۸۸۸۸، شرح السنہ: ۲۷۱۶، مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۹۰۶- ج ۴۴ ص ۶۷۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ آپ غسل کر رہے تھے اور حضرت فاطمہ آپ پر پردہ کر رہی تھیں۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں جن میں سے چار کا پہلے تعارف ہو چکا ہے پانچویں حضرت ام ھانی ہیں ان کا نام فاختہ ہے ایک قول ہے: فاطمہ ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔

شرم گاہوں کے چھپانے پر قرآن مجید اور حدیث سے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ غسل کے وقت دیکھنے والوں کی نگاہوں سے پردہ کرنا واجب ہے اور جس طرح یہ جائز نہیں ہے کہ بغیر ضرورت کے اپنی شرم گاہ کسی کو دکھائے اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ بغیر ضرورت کے کسی کی شرم گاہ کو دیکھے۔

پردہ کی اصل قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَلَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ. (النور: ۵۸)

اے ایمان والو! تمہارے غلام (نوکر) اور تمہارے وہ بچے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے ان کو چاہیے کہ وہ (آنے کے لیے) تین اوقات میں تم سے اجازت لیا کریں (۱) نماز فجر سے پہلے (۲) اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار دیتے ہو (۳) اور نماز عشاء کے بعد یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں ان اوقات کے بعد (آنے میں) نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے۔

یہ وہ اوقات ہیں جن میں انسان اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے لہٰذا ان اوقات میں اگر ان میں سے کوئی تمہارے گھر بغیر اجازت کے آیا تو وہ گنہ گار ہوگا کیونکہ ان اوقات میں یہ احتمال ہے کہ آنے والا تم کو برہنہ دیکھ لے۔

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا. (الاعراف: ۲۶)

اے اولاد آدم! بے شک ہم نے تمہارے لیے ایسا لباس اتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپائے اور زینت ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرم گاہ چھپانے کو اپنی نعمت قرار دیا ہے۔

Marfat.com

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ. (النور: ۳۰)

آپ مؤمنین سے کہیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں' یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ چیز ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نگاہوں کو پست رکھنے اور شرم گاہوں کو چھپانے کا حکم دیا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۹' سنن ابوداؤد: ۱۹۴۶' صحیح مسلم: ۱۳۴۷' سنن نسائی: ۲۹۵۴)

جس نے بغیر عذر کے شرم گاہ کو نہیں چھپایا' اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی

ائمہ فتویٰ اس پر متفق ہیں کہ جو بغیر تہبند کے حمام میں داخل ہوا (یعنی جس نے لوگوں کے سامنے برہنہ غسل کیا) اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی۔ یہ امام مالک' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور امام شافعی کا قول ہے' اور اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص تہبند اتار کر حوض میں داخل ہوا اور دخول سے اس کی شرم گاہ ظاہر ہو گئی' امام مالک اور امام شافعی نے کہا: اس کی شہادت بھی ساقط ہو جائے گی' اور امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا: وہ شخص معذور ہے' کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کی شرم گاہ دیکھ سکتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۰۲۔۴۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۷۲۔ ج ۱ ص ۱۰۲۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۸۱- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ سَتَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهِ عَلٰى شِمَالِهِ، فَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا اَصَابَهُ، ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَائِطِ اَوِ الْاَرْضِ، ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهِ الْمَاءَ، ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ. تَابَعَهُ اَبُوْ عَوَانَةَ، وَابْنُ فُضَيْلٍ، فِي السَّتْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ستر کیا' اور اس وقت آپ غسل جنابت کر رہے تھے' آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا' پھر اپنی شرم گاہ کو اور جو چیز اس پر لگی تھی' اس کو دھویا' پھر اپنے ہاتھ کو دیوار یا زمین پر ملا' پھر نماز کا وضوء کیا' سوا اپنے پیروں کے' پھر اپنے پورے جسم پر پانی ڈالا' پھر ایک طرف جا کر اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔ اس حدیث میں "ستر" کے لفظ میں سفیان کی ابو عوانہ اور ابن فضیل نے متابعت کی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب الغسل" میں نو جگہ ذکر کیا ہے اور یہ نویں جگہ ہے اور اس حدیث سے نو مسائل مستنبط کیے ہیں اور ان کے اعتبار سے اس کے نو عنوان قائم کیے ہیں' ہم وہ نو عنوان یا نو مسائل لکھ رہے ہیں' جو امام بخاری نے اس حدیث سے مستنبط کیے ہیں:

(۱) حدیث: ۲۴۹' غسل سے پہلے وضوء کرنا (۲) حدیث: ۲۵۷' غسل میں ایک بار پانی ڈالنا (۳) حدیث: ۲۵۹' غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا (۴) حدیث: ۲۶۰' ہاتھ کو صاف کرنے کے لیے مٹی سے ملنا (۵) حدیث: ۲۶۵' وضوء اور

Marfat.com

غسل الگ الگ کرنا (۶) حدیث:۲۶۶ غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا (۷) حدیث: ۲۷۴ 'جس نے وضوء کر کے غسل کیا' پھر اعضاء وضوء کو دوبارہ نہیں دھویا (۸) حدیث: ۲۷۶ 'جس نے غسل جنابت کے بعد ہاتھوں سے پانی جھاڑا (۹) حدیث: ۲۸۱ 'غسل میں لوگوں سے پردہ کرنا۔

علامہ بدرالدین عینی نے ان مکرر احادیث کی تعداد آٹھ لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۴۷) لیکن ان سے گننے میں تسامح ہوا ہے' صحیح یہ ہے کہ ان مکرر احادیث کی تعداد نو ہے' جیسا کہ ہم نے تفصیل سے احادیث کے نمبروں کے حوالوں کے ساتھ بیان کیا ہے' اور اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جب امام بخاری کسی حدیث کا مکرر ذکر کرتے ہیں تو اس سے ان کا مقصود الگ الگ مسائل کا استنباط ہوتا ہے اور یہ تکرار محض نہیں ہوتی' اس سے امام بخاری کی قوتِ استنباط اور صلاحیت استخراج مسائل کا پتا چلتا ہے۔

۲۲- بَابُ إِذَا احْتَلَمَتِ الْمَرْاَةُ — جب عورت کو احتلام ہو

اس باب میں عورت کے احتلام کا حکم بیان کیا گیا ہے' احتلام کا لفظ حُلم سے بنا ہے' اس کا معنی خواب ہے' یعنی انسان نیند میں جن چیزوں کو دیکھتا ہے' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں کا تعلق غسل جنابت کے ساتھ ہے۔

اس عنوان پر یہ اعتراض ہے کہ احتلام تو مرد اور عورت دونوں کو ہوتا ہے' پھر اس باب کا عنوان عورت کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا ہے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں عورت نے احتلام کے متعلق سوال کیا تھا' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس عنوان سے امام بخاری کا مقصود ان لوگوں پر رد کرنا ہے' جو کہتے ہیں کہ عورت کے احتلام کا وہ حکم نہیں ہے' جو مرد کے احتلام کا ہے۔

۲۸۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ جَاءَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ امْرَاَةُ اَبِيْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِذَا رَاَتِ الْمَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوطلحہ کی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ حق سے حیاء نہیں کرتا' آیا عورت پر بھی غسل واجب ہوتا ہے' جب اسے احتلام ہو جائے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جب وہ پانی دیکھ لے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۳۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: علم میں حیاء کرنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب عورت کو احتلام ہو۔

۲۳- بَابُ عَرَقِ الْجُنُبِ، وَاَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ — جنبی کا پسینہ' اور مسلم نجس نہیں ہوتا

یعنی یہ باب جنبی کے پسینہ کے ذکر میں ہے' امام بخاری نے عنوان میں یہ نہیں بیان کیا کہ جنبی کے پسینہ کا کیا حکم ہے' اور نہ اس باب کی حدیث میں جنبی کے پسینہ کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی توجیہ میں لکھا ہے:

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جنبی کے پسینہ میں اختلاف ہے' ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ جنبی کا پسینہ نجس ہے کیونکہ کافر خود نجس العین ہے اور امام بخاری کے عنوان کا حاصل یہ ہے: جنبی کے پسینہ کا حکم اور مسلمان نجس نہیں ہوتا اور جب وہ نجس

Marfat.com

نہیں ہے تو اس کا پسینہ بھی نجس نہیں ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کافر نجس ہے اور اس کا پسینہ بھی نجس ہے۔

(فتح الباری ج ا ص ۸۰۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ کلام ذوق سے بعید اور خلافِ تحقیق ہے' کافر نجس العین نہیں ہے حکماً نجس ہے' اس کا جھوٹا بھی پاک ہے اور اس کا پسینہ بھی پاک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا کافر اور اس کے پسینہ کو نجس کہنا' کتب شافعیہ بلکہ کتب مذاہب اربعہ ـــــ بلکہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے

میں کہتا ہوں کہ حافظ عینی کا یہ کہنا صحیح ہے کہ کافر نجس العین نہیں ہے' فقہاء شافعیہ کی کتابوں میں بھی اسی طرح لکھا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے مذہب کی کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اور جمہور سلف کے نزدیک کفار کے برتن اور ان کے کپڑے پاک ہیں' بعض علماء نے فقہاء حنبلیہ سے ان کے نجس ہونے کو نقل کیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ. (التوبۃ:۲۸) اس کا سوا اور کوئی حکم نہیں کہ مشرکین نجس ہیں۔

ہمارے اصحاب شافعیہ کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ. اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے۔

(المائدہ:۵)

اور یہ معلوم ہے کہ وہ اپنا کھانا اپنے برتنوں میں پکاتے ہیں اور کھانے کی چیزوں میں اپنا ہاتھ لگاتے ہیں اور اصل طہارت ہے' اور رسول اللہ ﷺ کفار کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دیتے تھے' حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ثمامہ بن اُثال نام کے ایک مشرک کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ (صحیح البخاری:۴۶۹۔۴۶۲' صحیح مسلم:۱۷۶۴' سنن ابوداؤد:۲۶۷۹' سنن نسائی:۱۸۹) اور اگر کفار اور مشرکین نجس العین ہوتے تو آپ ان کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

"اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ". (التوبۃ:۲۸) کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مشرکین اپنے دین اور اپنے اعتقاد میں نجس ہیں اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے بدن اور ان کے کپڑے بھی نجس ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے ان کو مسجد میں داخل کیا اور ان کے برتنوں کو استعمال کیا اور ان کا پکایا ہوا کھانا کھایا۔ (المجموع شرح المہذب ج ۲ ص ۲۷۱۔۲۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

نیز علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جس آدمی کے اوپر نجاست نہ ہو' خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر' اگر وہ پانی میں گر کر مر جائے تو صحیح قول یہ ہے کہ وہ پانی نجس نہیں ہوگا۔

(المجموع شرح المہذب ج ا ص ۱۳۲' دار الفکر' بیروت' المجموع شرح المہذب ج ۲ ص ۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: ہمارا مذہب اور جمہور متقدمین اور متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ طہارت اور نجاست میں کافر کا حکم مسلمان کی طرح ہے اور "اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ". (التوبۃ:۲۸) سے مراد اس کے اعتقاد کی نجاست ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے اعضاء پیشاب اور پاخانہ کی طرح نجس ہیں' آدمی طاہر ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر' اس کا پسینہ' اس کا لعاب اور اس کے آنسو

Marfat.com

پاک ہیں خواہ وہ بے وضوء ہو، جنبی ہو یا حائض ہو یا نفساء ہو اور ان تمام امور پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔
(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۹۷ ۱۴ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں: عام اہل علم کے نزدیک آدمی اور اس کا جھوٹا پانی طاہر ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر۔
(المغنی ج ۱ ص ۶۷' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ منصور بن یونس بہوتی حنبلی متوفی ۱۰۵۱ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور کہا ہے کہ مشرکین اپنے اعتقاد میں نجس ہیں' نہ کہ ان کا بدن نجس ہے۔ (کشاف القناع مع الاقناع ج ۱ ص ۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا کافر اور اس کے پسینہ کو نجس کہنا مذاہب اربعہ بلکہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے اور حق وہ ہے' جو علامہ عینی نے کہا ہے' نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مفہوم مخالف سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

۲۸۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ ' عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ فِيْ بَعْضِ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ جُنُبٌ ' فَانْخَنَسْتُ مِنْهُ ' فَذَهَبْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جَاءَ ' فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ ؟ قَالَ كُنْتُ جُنُبًا ' فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ وَاَنَا عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ ' فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ ' اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ. [طرف الحدیث: ۲۸۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر نے حدیث بیان کی از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدینہ کے کسی راستہ میں ملے اور وہ جنبی تھے (وہ کہتے ہیں:) میں لوٹ کر آپ سے مؤخر ہو گیا' پھر میں نے جا کر غسل کیا' پھر آ گیا' آپ نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! تم کہاں تھے؟ انہوں نے کہا: میں جنبی تھا' میں نے آپ کے پاس بیٹھنا ناپسند کیا اور میں اس وقت طہارت پر نہیں تھا' آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! بے شک مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

(صحیح مسلم: ۳۷۱' الرقم المسلسل: ۸۰۲' سنن ابوداؤد: ۲۳۱' سنن ترمذی: ۱۲۱' سنن نسائی: ۲۶۷' سنن ابن ماجہ: ۵۳۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۳' صحیح ابن حبان: ۱۲۵۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۹' شرح السنۃ: ۲۶۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۱۱۔ ج ۱۲ ص ۱۴۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملے میں ہے: بے شک مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

کافر اور اس کے پسینہ کی طہارت پر فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ جب جنابت کا جسم میں حسی اثر نہ ہو تو اس وقت مؤمن کے اعضاء پاک ہوتے ہیں کیونکہ مؤمنین اپنے اعضاء کو پاک اور صاف رکھتے ہیں اس کے برخلاف مشرکین نجاست اور گندگی کی آلودگی سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھتے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے غالب احوال کے اعتبار سے فرمایا: '' اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ''. (التوبہ: ۲۸) اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے اعضاء نجس ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے افعال نجس ہیں اور فقہاء کا اس میں کوئی

اختلاف نہیں ہے کہ جنبی کا اور حائض کا پسینہ پاک ہوتا ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ میرے نزدیک یہودی' نصرانی اور مجوسی کا پسینہ بھی پاک ہوتا ہے' اور دوسروں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں کو حلال کر دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ وہ پسینہ آنے سے محفوظ نہیں ہیں اور جب مسلمان ان سے مباشرت کریں گے تو ان کا پسینہ ان کے جسموں کو لگے گا' اس کے باوجود کتابیہ پر اسی صورت میں غسل فرض ہوتا ہے' جس صورت میں مسلمان عورت پر غسل فرض ہوتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابن آدم اپنی ذات میں نجس نہیں ہے' جب تک کہ اس پر کوئی خارجی نجاست نہ لگے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۰۴۔ ۴۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اہل فضل کا احترام' غسل جنابت کو مؤخر کرنے کا جواز اور جب جنبی کے جسم پر نجاست نہ ہو تو اس کے اعضاء کا طاہر ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل فضل کا احترام کرنا مستحب ہے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے والے کو پاکیزہ صفات کے ساتھ متصف ہونا چاہیے' علماء نے کہا ہے کہ طالب علم جب اپنے استاذ کے پاس بیٹھے تو اس کو پاک اور صاف ہونا چاہیے' اس کے ناخن اور مونچھیں کٹی ہوئی ہوں اور اس کے منہ اور بدن سے بدبو نہ آ رہی ہو۔

عالم کو چاہیے کہ جب وہ اپنے متبع کی کوئی بات خلافِ شرع دیکھے یا سنے تو اس کی اصلاح کرے۔

غسل جنابت کو مؤخر کرنا جائز ہے' مگر اتنی تاخیر نہ کرے کہ نماز کا وقت نکل جائے اور غسل سے پہلے وہ اپنے ضروری کام انجام دے سکتا ہے۔

جب جسم پر حسی نجاست نہ ہو تو اس سے کوئی ضرر نہیں ہے کیونکہ مؤمن کے اعضاء طاہر ہیں اور وہ اپنی طہارت کی حفاظت کرتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقراء مسلمین کی دل جوئی اور دل داری کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۵۶۔ ۳۵۵)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض اہل ظاہر نے کہا ہے کہ کافر نجس العین ہے اور "اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ". (التوبہ: ۲۸) سے استدلال کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا اعتقاد نجس ہے اور جمہور کا استدلال اس سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ مسلمان ان سے مباشرت کے وقت ان کے پسینہ سے محفوظ نہیں ہوتا' اس سے معلوم ہوا کہ زندہ آدمی نجس نہیں ہوتا اور اس میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی بھول گئے کہ وہ اس حدیث کے عنوان میں خود لکھ چکے ہیں کہ کافر اور اس کا پسینہ نجس ہے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ابن حبان نے اس حدیث کے باب کا یہ عنوان قائم کیا ہے: اس شخص پر رد کرنا جس کا زعم یہ ہے کہ جب جنبی کنویں میں گر جائے اور غسل کی نیت کرے تو کنویں کا پانی نجس ہو جائے گا۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۷' دار المعرفہ' بیروت)

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ رد بھی مردود ہے کیونکہ یہ حدیث اس پر بالکل دلالت نہیں کرتی' حدیث کی عبارت اس پر دلیل ہے کہ جنبی بالکل نجس نہیں ہے اور اس حدیث میں اس کے ساتھ تعرض نہیں کیا گیا کہ جب جنبی غسل کی نیت کرے گا تو اس کا غسالہ پاک ہو

گا' حتیٰ کہ کنویں کے پانی کو نجس کہنے والے کا رد کیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵٦ ۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۲۸۔ ج ۱ ص ۱۰۵٦ پر ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان۔

۲۴- بَابُ الْجُنُبِ يَخْرُجُ وَيَمْشِيْ فِي السُّوْقِ وَغَيْرِهٖ
جنبی نکلے اور بازار وغیرہ میں چلے

ان دونوں بابوں کی مناسبت ظاہر ہے کیونکہ دونوں کا تعلق جنبی کے احکام سے ہے' امام بخاری کہتے ہیں:

وَقَالَ عَطَاءٌ يَحْتَجِمُ الْجُنُبُ ' وَيُقَلِّمُ اَظْفَارَهُ ' وَيَحْلِقُ رَاْسَهُ ' وَاِنْ لَمْ يَتَوَضَّاْ.

اور عطاء نے کہا: جنبی فصد لگائے اور اپنے ناخن تراشے اور اپنا سر مونڈے' خواہ اس نے وضوء نہ کیا ہو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عبدالرزاق از ابن جریج' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: آیا جنبی فصد لگا سکتا ہے' اور (موئے زیر ناف صاف کرنے کے لیے) چونے کا لیپ کر سکتا ہے اور اپنے ناخن تراش سکتا ہے اور اپنا سر مونڈ سکتا ہے اور اس نے وضوء نہ کیا ہو' انہوں نے کہا: ہاں! اس میں کیا ہے اور وہ تعجب کر رہے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۰۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۸۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ' عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَائِهٖ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ ' وَلَهٗ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات میں اپنی تمام ازواج کے پاس گئے اور ان دنوں آپ کی نو ازواج تھیں۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲٦۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب جماع کیا پھر دوبارہ جماع کیا اور جو شخص ایک غسل میں اپنی تمام ازواج کے پاس گیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی نکلے اور بازار وغیرہ میں چلے' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات میں اپنی تمام ازواج کے ساتھ جماع کیا تو آپ حالت جنابت میں ایک زوجہ کے حجرہ سے دوسری زوجہ کے حجرہ میں جاتے تھے۔

۲۸۵- حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ ' عَنْ بَكْرٍ ' عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جُنُبٌ ' فَاَخَذَ بِيَدِيْ ' فَمَشَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰى قَعَدَ ' فَانْسَلَلْتُ ' فَاَتَيْتُ الرَّحْلَ ' فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ' فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ لَهٗ ' فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از بکر از ابی رافع از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے اور میں اس وقت جنبی تھا' آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا' پس میں آپ کے ساتھ چل پڑا' حتیٰ کہ آپ بیٹھ گئے' میں چپکے سے نکل گیا' پھر میں گھر آیا' پس میں نے غسل کیا' پھر میں آیا اور آپ بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: اے ابا ہریرہ! تم کہاں تھے؟ تو میں نے آپ کو بتایا'

Marfat.com

پس آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اے ابا ہریرہ! بے شک مومن نجس نہیں ہوتا۔

اس باب کی تخریج اور مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جنبی کا پسینہ (کا حکم) اور بے شک مسلم نجس نہیں ہوتا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی نکلے اور بازار وغیرہ میں چلے۔

بغیر وضوء کیے جنبی کے کھانے پینے میں مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ بتانے کا ارادہ کیا ہے کہ جنبی نجس نہیں ہوتا اور وہ غسل کرنے سے پہلے اپنے تمام کاموں میں تصرف کر سکتا ہے اور اس سے ان بعض متقدمین کا رد ہو جاتا ہے' جو جنبی پر وضوء کو واجب کرتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ جنبی ہوتے تو وہ اپنے کسی کام کے لیے نہیں نکلتے تھے' حتیٰ کہ وہ نماز کا وضوء کر لیتے' حضرت ابن عباس سے بھی اس کی مثل مروی ہے' عطاء اور حسن کا بھی یہی قول ہے اور ان میں سے بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ اس وقت تک کوئی چیز کھائے نہ پئے' حتیٰ کہ نماز کا وضوء کر لے' یہ قول حضرت علی' حضرت ابن عمر' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم اور عطاء سے مروی ہے' اور جس موقف پر لوگوں کا عمل ہے' یہ وہ ہے جو ابوالضحیٰ سے مروی ہے' ان سے سوال کیا گیا: آیا جنبی کھا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور بازار میں چل سکتا ہے اور یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ اس سے پہلے وضوء کرے اور یہ امام مالک کا قول ہے اور اکثر فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ جب وہ اپنے کاموں کے لیے نکلنا چاہے تو اس پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ جب آپ اپنی تمام ازواج کے پاس گئے تھے تو آپ وضوء کرتے تھے اور نہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں یہ ہے کہ مومن اس وقت نجس نہیں ہوتا' جب وہ جنابت کے بعد وضوء کرے اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب جنبی کھانے کا ارادہ کرے تو اس پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے' وہ امام مالک ہیں اور فقہاء احناف ہیں اور امام اوزاعی ہیں اور امام شافعی ہیں اور امام احمد ہیں اور اسحاق ہیں اور یہی وہ مذہب ہے' جس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کرتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے شاگرد یا اپنے تابع کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے ساتھ لے چلے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ شاگرد یا ماتحت معلم یا رئیس کو بتائے بغیر اس کی مجلس سے نہ جائے' کیونکہ جب حضرت ابوہریرہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے آپ کو بتائے بغیر چلے گئے' تو آپ نے پوچھا: اے ابوہریرہ! تم کہاں تھے؟ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۰۵-۴۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۵- بَابُ كَيْنُوْنَةِ الْجُنُبِ فِي الْبَيْتِ إِذَا تَوَضَّأَ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ

جب جنبی غسل سے پہلے وضوء کر لے تو اس کا گھر میں ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جب جنبی غسل سے پہلے وضوء کر لے تو اس کا گھر میں رہنا جائز ہے' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب جنبی کے احکام سے متعلق ہیں۔

۲۸۶- حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَ شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى' عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْقُدُ وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام اور شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

Marfat.com

نَعَمْ ' وَيَتَوَضَّأُ. [طرف الحدیث:۲۸۸]

سوال کیا: آیا نبی ﷺ حالت جنابت میں سو جاتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں! اور آپ وضوء کرتے تھے۔

(صحیح مسلم:۳۰۵' الرقم المسلسل:۶۸۵' سنن ابوداؤد:۲۲۳_۲۲۲' سنن نسائی:۲۵۶' سنن ابن ماجہ:۵۸۴' السنن الکبریٰ للنسائی:۹۰۴۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۰' مسند ابویعلیٰ:۴۵۲۲' صحیح ابن خزیمہ:۲۱۳' معرفۃ السنن والآثار:۱۵۲۰' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۶۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۰۸۳' ج ۴۰ ص ۱۰۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب مذکور کی حدیث کا سنن کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت ظاہر ہے' بعض علماء نے کہا ہے: امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے' جس گھر میں تصویر ہو اور نہ (اُس گھر میں) جس میں کتا ہو اور نہ (اس میں) جس میں جنبی ہو۔ (سنن ابوداؤد:۴۱۵۲' سنن نسائی:۲۶۱' سنن ابن ماجہ:۳۶۵۰)

لیکن یہ قول حق سے بعید ہے' اس حدیث کو امام ابن حبان نے اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے' جس نے اس کو ضعیف کہا ہے' اس نے اس حدیث کو عبداللہ بن نجی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے کہ یہ مجہول راوی ہے' لیکن العجلی نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

امام عبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ لکھتے ہیں: عبداللہ بن نجی بن سلمہ الحضرمی الکوفی ثقہ ہے۔

(الجرح والتعدیل للنسائی:۲۰۴۴' ترجمہ:۳۸۷' دار البحوث للدراسات الاسلامیہ)

اس حدیث میں جنبی سے مراد وہ شخص ہے' جو غسل کرنے میں سستی کرتا ہے اور غسل میں تاخیر کرنے کو اپنی عادت بنالیتا ہے اور کتے سے مراد وہ کتا ہے' جس کو رکھنے کی اجازت نہیں ہے اور تصویر سے مراد جان دار کی تصویر' جس کو اہانت کے ساتھ نہ رکھا گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں جنبی سے مراد وہ شخص ہو' جس نے یہ غسل کیا ہو' نہ وضوء کیا ہو' پھر اس حدیث میں اور باب مذکور میں کوئی منافات نہیں رہے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۵۸' فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۸)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب جنبی سونے کا ارادہ کرے تو وضوء کرلے' رہا یہ کہ یہ وضوء واجب ہے یا مستحب ہے' اس پر عنقریب کلام آئے گا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:۶۰۷۔ ج ۱ ص ۱۰۰۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مجامعت کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضوء کرنے کا استحباب۔

۲۶- بَابُ نَوْمِ الْجُنُبِ

جنبی کا سونا

۲۸۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ' عَنْ نَافِعٍ ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَرْقُدُ اَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ نَعَمْ ' اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرْقُدْ وَهُوَ جُنُبٌ.

[اطراف الحدیث:۲۸۹_۲۹۰]

(صحیح مسلم:۳۰۶' الرقم المسلسل: ۶۸۸' سنن نسائی:۲۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: آیا ہم میں سے کوئی شخص حالت جنابت میں سوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو وہ حالت جنابت میں سو جائے۔

Marfat.com

جنبی کے سونے اور کچھ کھانے سے پہلے اور دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء یا غسل کرنے کی تحقیق اور اس میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جنبی کے سونے میں علماء کا اختلاف ہے' ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہر حدیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ وہ وضوء کر کے سوئے' حضرت علی' حضرت عائشہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے النخعی' طاؤس' حسن بصری' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے' اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا شاذ قول یہ ہے کہ یہ وضوء کرنا واجب ہے' لیکن یہ قول متروک ہے' کسی نے اس کی موافقت نہیں کی' سعید بن مسیب نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو وضوء کرنے سے پہلے سو جائے' امام ابویوسف کا یہی مذہب ہے' کیونکہ وضوء اس کو جنابت سے طہارت کی طرف نہیں نکالتا اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

ابواسحاق از الاسود بن یزید از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنبی ہوتے' پھر سو جاتے اور پانی کو ہاتھ نہ لگاتے' حتیٰ کہ بعد میں اٹھ کر غسل کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۸' سنن ترمذی: ۱۱۹۔۱۱۸)

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المصری المتوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث غلط ہے' کیونکہ ابواسحاق نے ایک طویل حدیث کو مختصر کیا ہے اور اختصار میں خطاء کی ہے' اس کو چاہیے کہ سونے سے پہلے اس طرح وضوء کرے' جس طرح نماز کا وضوء کرتے ہیں۔ اصل حدیث اس طرح ہے:

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں اسود بن یزید کے پاس گیا اور میں نے کہا: مجھے وہ حدیث سنائیں' جو حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے متعلق بیان کی ہے' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے اوّل حصہ میں سوتے تھے اور آخری حصہ میں بیدار ہوتے تھے' پھر اگر آپ کو حاجت ہوتی تو اپنی حاجت پوری کرتے' پھر پانی کو ہاتھ لگانے سے پہلے سو جاتے' پھر اذان کے وقت اٹھتے اور اپنے اوپر پانی بہاتے اور اگر آپ جنبی ہوتے تو اس طرح وضوء کرتے' جس طرح نماز کا وضوء کرتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۷۳۷' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۲۔۲۰۱)

اس حدیث میں اسود بن یزید نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر آپ جنبی ہوتے اور سونے کا ارادہ کرتے تو نماز کا وضوء کرتے اور یہ جو حضرت عائشہ نے فرمایا ہے: پھر اگر آپ کو حاجت ہوتی تو اپنی حاجت کو پورا کرتے اور پانی کو چھونے سے پہلے سو جاتے' اس میں یہ احتمال ہے کہ آپ غسل کرنے سے پہلے سو جاتے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ وضوء کرنے سے پہلے سو جاتے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

اسود بن یزید' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سونا یا کچھ کھانا چاہتے اور آپ جنبی ہوتے تو آپ وضوء کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۳۸' صحیح البخاری: ۲۸۸۔۲۸۷۔۲۸۶' صحیح مسلم: ۳۰۶۔۳۰۵' سنن نسائی: ۲۵۸' سنن ابن ماجہ: ۵۸۴' مصنف عبدالرزاق: ۱۰۷۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۰)

از ابوسلمہ بن عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونے کا ارادہ کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو آپ نماز کا وضوء کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۴۰' صحیح مسلم: ۳۰۵' سنن ابوداؤد: ۲۲۲' سنن نسائی: ۲۵۷' سنن ابن ماجہ: ۵۸۴)

یہ اسود کے غیر کی حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ جنبی ہوتے اور سونے کا ارادہ کرتے تو نماز کا وضوء کرتے۔

Marfat.com

ازعروہ ازحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان فرماتی تھیں: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے' پھر سونے کا ارادہ کرے تو اس وقت تک نہ سوئے' حتیٰ کہ نماز کا وضوء کر لے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۴۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آیا ہم میں سے کوئی شخص حالت جنابت میں سو جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور وہ وضوء کرے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۴۹' صحیح البخاری: ۲۸۷' صحیح مسلم: ۳۰۶' سنن نسائی: ۲۵۸' موطأ امام مالک: ۷۶)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی ہے کہ جب جنبی سونے کا ارادہ کرے یا کھانے یا پینے کا ارادہ کرے تو نماز کا وضوء کرے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۵۷' سنن ابوداؤد: ۲۲۵' سنن ترمذی: ۱۲۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرتا ہوں اور سونے کا ارادہ کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: وضوء کرو اور سو جاؤ۔ (شرح معانی الآثار: ۷۵۹' سنن ابن ماجہ: ۵۸۶)

جنبی کے لیے کچھ کھانے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کا منسوخ ہونا

امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث کی وجہ سے علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جنبی کو کچھ کھانا نہیں چاہیے حتیٰ کہ وہ وضوء کر لے اور علماء کی دوسری جماعت نے اس کی مخالفت کی اور کہا: اگر جنبی وضوء کے بغیر کچھ کھا لے تو کوئی حرج نہیں ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

ازعروہ ازحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنبی ہوتے اور کچھ کھانے کا ارادہ کرتے تو اپنے ہاتھ دھو لیتے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۶۰' سنن ابوداؤد: ۲۲۳' سنن نسائی: ۲۵۶' سنن ابن ماجہ: ۵۹۳' مسند احمد: ۲۴۱۳۸' دارالفکر)

اس سے پہلے حضرت عائشہ کی روایت میں ہے: جب آپ جنبی ہونے کے بعد کھانے کا ارادہ کرتے تو وضوء کرتے' اور اس حدیث میں ہے: آپ صرف ہاتھ دھوتے اور جب ان احادیث میں تضاد ہو گیا تو ہم نے دیکھا کہ جنابت کے بعد کھانے یا سونے سے پہلے وضوء کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا اور اب صفائی کی غرض سے صرف ہاتھ دھونے کا حکم ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء سے نکلے تو آپ سے کہا گیا: کیا آپ وضوء نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں نماز پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہوں کہ وضوء کروں۔

(صحیح مسلم: ۳۷۴' الرقم المسلسل: ۸۲۶' سنن دارمی: ۷۷۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۹-۲۸۲-۲۲۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نماز کے لیے وضوء کرتے تھے اور سونے سے پہلے جنبی کے وضوء کرنے کا وجوب منسوخ ہو گیا' اور اس کا استحباب باقی ہے۔ (نخب الافکار ج ۱ ص ۷۹۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اسی طرح آپ نے یہ حکم دیا ہے: آدمی جب ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع کرے تو وضوء کرے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے پھر دوبارہ جانے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ وضوء کرے۔

(شرح معانی الآثار: ۷۶۲' صحیح مسلم: ۳۰۸' سنن ابوداؤد: ۲۲۰' سنن نسائی: ۲۶۲' سنن ابن ماجہ: ۵۸۷)

دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کا منسوخ ہونا

ہم نے ایک اور باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماع کرتے تھے پھر دوبارہ جماع کرتے

Marfat.com

تھے اور وضوء نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۱۶۷ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی 'نخب الافکار ج ا ص ۷۹۴ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اور یہ حدیث ہمارے نزدیک دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کے حکم کے لیے ناسخ ہے اور اس کا استحباب باقی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۱۶۷ 'نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج ا ص ۷۹۴ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بار جماع کرنے سے پہلے غسل کرتے تھے:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن میں اپنی تمام ازواج کے پاس جاتے اور اس کے پاس بھی غسل کرتے اور اُس کے پاس بھی غسل کرتے' آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! اگر آپ ایک ہی بار غسل کر لیتے! آپ نے فرمایا: یہ زیادہ ستھرا' زیادہ طاہر اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۶۵ 'سنن ابوداؤد: ۲۱۹ 'سنن ابن ماجہ: ۵۹۰ 'مسند احمد ج ۶ ص ۸۔ ۱۰۔ ۳۹۱)

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ آپ کا یہ عمل بہ طور وجوب نہیں تھا بلکہ بہ طور استحباب تھا۔

اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غسل کے ساتھ اپنی تمام ازواج کے ساتھ جماع کیا۔

(شرح معانی الآثار: ۷۶۷ 'صحیح مسلم: ۳۰۹ 'سنن ابوداؤد: ۲۱۸ 'سنن ترمذی: ۱۴۰ 'سنن ابن ماجہ: ۵۲۸ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۹۔ ۲۲۵)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب انسان کو قدرت ہو تو کثرتِ جماع مکروہ نہیں ہے اور متعدد بار جماع کرنے کے بعد ایک بار غسل کرنا کافی ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ دو بار جماع کے درمیان وضوء کرنا واجب نہیں ہے اور اس کے متعلق جو حکم دیا گیا ہے' وہ منسوخ ہے۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج ا ص ۸۰۰ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: حافظ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ جنبی کے لیے سونے سے پہلے وضوء کرنے کا حکم جمہور کے نزدیک مستحب ہے' امام شافعی نے اس کو واجب نہیں کہا اور نہ ان کے اصحاب اس حکم کے وجوب کو پہچانتے ہیں۔

(فتح الباری ج ا ص ۸۱۰ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی ازواج کی تعداد اور ان کے اسماء

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غسل کے ساتھ اپنی تمام ازواج کے ساتھ جماع کیا:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئے' اس وقت آپ کی نو ازواج تھیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق تیمیہ (۲) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب العدویہ (۳) حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب الامویہ (۴) حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ (۵) حضرت ام سلمہ ھند بنت ابی امیہ المخزومیہ (۶) حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ (۷) حضرت سودہ بنت زمعہ العامریہ (۸) حضرت جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار المصطلقیہ (۹) حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب النضریہ الاسرائیلیہ الہارونیہ' رضی اللہ عنہن۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل ازواج کی تعداد اور ان کی ترتیب اور ان کی تعداد جو آپ سے پہلے فوت ہو گئیں --- اور جن کے ساتھ آپ نے دخول کیا اور جن کے ساتھ آپ نے دخول نہیں کیا اور جن کو صرف نکاح کا پیغام دیا اور ان کے ساتھ نکاح نہیں کیا اور جن خواتین نے خود کو آپ کے اوپر پیش کیا' ان سب کے اسماء

(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (۳) حضرت عائشہ (۴) حضرت حفصہ (۵) حضرت ام سلمہ (۶) حضرت جویریہ (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت زینب بنت خزیمہ (۹) حضرت ریحانہ بنت زید (۱۰) حضرت ام حبیبہ (۱۱) حضرت صفیہ (۱۲) حضرت میمونہ (۱۳) حضرت فاطمہ بنت ضحاک (۱۴) حضرت اسماء بنت نعمان' ان میں بہت اختلاف ہے اور جن پر اتفاق ہے' وہ گیارہ ہیں: (۱) حضرت خدیجہ (۲) حضرت سودہ (۳) حضرت عائشہ (۴) حضرت حفصہ (۵) حضرت زینب بنت خزیمہ (۶) حضرت ام سلمہ (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت ام حبیبہ (۹) حضرت جویریہ (۱۰) حضرت میمونہ (۱۱) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن۔

جو آپ کی زندگی میں فوت ہو گئیں' وہ حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ ہیں اور باقی نو ازواج آپ کے بعد فوت ہوئیں۔

ازواج مطہرات کے سنین وفات اور مقام تدفین

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے پانچ سال پہلے مکہ میں فوت ہوئیں' ایک قول ہجرت سے چار سال پہلے کا ہے اور ایک تین سال پہلے کا ہے اور وہی صحیح قول ہے' اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی' وہ آپ کے ساتھ ۲۵ سال رہیں اور الحجون میں دفن کی گئیں۔

(۲) حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں شوال ۵۴ھ میں فوت ہوئیں۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۵۷ھ میں فوت ہوئیں' ایک قول ۵۸ھ کا ہے' یہ ۱۹ رمضان کی تاریخ تھی' آپ نے حکم دیا تھا کہ آپ کو رات میں دفن کیا جائے' آپ کو البقیع میں دفن کیا گیا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی' اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مروان مدینہ کا گورنر تھا۔ (علامہ ابن اثیر نے وفات کی تاریخ ۱۷ رمضان لکھی ہے اور آپ کی عمر اس وقت ۶۵ سال تھی۔ اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(۴) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا شعبان ۴۵ھ میں فوت ہوئیں اور اُس وقت آپ کی عمر ۶۰ سال تھی۔

(۵) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ربیع الثانی ۴ھ میں فوت ہوئیں اور البقیع میں دفن کی گئیں۔

(۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۵۹ھ میں فوت ہوئیں اور البقیع میں دفن کی گئیں' حضرت ابو ہریرہ نے نماز پڑھائی' اس وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔

(۷) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۲۰ھ میں فوت ہوئیں' اس وقت آپ کی عمر ۵۳ سال تھی' حضرت عمر نے نماز پڑھائی۔

(۸) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۴۴ھ میں فوت ہوئیں۔

(۹) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ربیع الاول ۵۶ھ میں فوت ہوئیں' اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔

(۱۰) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا مکہ سے دس میل پر مقام سرف میں ۵۶ھ میں فوت ہوئیں' اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔

(۱۱) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۵۰ھ میں فوت ہوئیں' ایک قول ۵۲ھ کا ہے۔

Marfat.com

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ا ص ۸۰۰۔۷۹۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متعدد نکاح کرنا تبلیغ اسلام، احکام شرعیہ کی ترویج اور ان کے لیے نمونہ فراہم کرنے، دوست نوازی اور تشریعی مقاصد کے لیے تھا، نہ کہ شہوت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو متعدد نکاح کیے، اس کے متعلق منکرین اسلام کہتے ہیں کہ آپ نے غلبہ شہوت کی وجہ سے یہ نکاح کیے تھے حالانکہ یہ حقائق کے خلاف ہے، مخالفین اسلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد ازواج پر اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ انبیاء سابقین علیہم السلام کی بھی متعدد ازواج تھیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق بائبل میں لکھا ہے:

(۱) سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا، اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں، اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔

(سلاطین باب:۱۱، آیت:۳۔۲، کتاب مقدس ص ۳۴۰، بائبل سوسائٹی لاہور، ۱۹۹۲ء)

اس کے برخلاف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں بہ یک وقت کل نو ازواج تھیں، جب کہ آپ کی قوت تمام نبیوں سے زیادہ تھی، ہم پہلے ''فتح الباری'' اور ''عمدۃ القاری'' کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ آپ میں چار ہزار مردوں کی قوت تھی، سو جن میں چار ہزار مردوں کی طاقت ہو، ان کا نو ازواج پر قناعت کرنا، اپنے نفس پر انتہائی ضبط اور صبر ہے یا غلبہ شہوت ہے!

(۲) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عین عالم شباب میں ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہ سے نکاح کیا، جو بیوہ خاتون تھیں اور ان کی عمر اس وقت ۴۰ سال تھی، وہ ۲۵ سال آپ کے نکاح میں رہیں اور ان کی زندگی میں آپ نے دوسری شادی نہیں کی اور ۵۰ سال کی عمر تک اسی بیوہ خاتون کے ساتھ رہے، اس کے بعد اپنی دوسری شادی حضرت سودہ سے کی، وہ بھی بیوہ خاتون تھیں اور آپ سے نکاح کے وقت ان کی عمر پچپن سال تھی، اور حضرت عائشہ کے علاوہ آپ نے جن خواتین سے نکاح کیے، وہ سب بیوہ تھیں یا مطلقہ تھیں، پس واضح ہو گیا کہ آپ کا متعدد نکاح کرنا غلبہ شہوت کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ اس کی اور وجوہ تھیں، جن کو ہم بیان کر رہے ہیں۔

(۳) آپ کی زیادہ شادیاں ۵۵ سال کی عمر سے ۵۹ سال کی عمر کے درمیان ہوئیں، اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ نے جنسی جذبہ کی وجہ سے زیادہ شادیاں کیں۔

(۴) جس خاندان میں نکاح کیا جائے، اس خاندان سے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اور ملنے جلنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور ربط ضبط بڑھتا ہے، سو جن خاندانوں میں آپ نے نکاح کیے، ان میں تبلیغ اسلام کے مواقع پیدا ہو گئے، ان لوگوں کو آپ کی پاکیزہ سیرت اور اسلام کی حقانیت دیکھنے کا موقع ملا اور وہ لوگ مائل بہ اسلام ہو گئے۔

(۵) آپ کی خارجی زندگی دیکھ کر آپ کے معمولات دیکھنے والے مردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی تو چاہیے تھا کہ آپ کی گھریلو اور نجی زندگی دیکھنے والی خواتین کی بھی زیادہ تعداد ہو تا کہ وہ آپ کے خانگی معمولات کو روایت کر سکیں۔

(۶) آپ نے زیادہ شادیاں تعلیمی مقاصد سے کیں، کیونکہ عورتوں کے مخصوص مسائل مثلاً حیض، نفاس، جنابت اور اُمورِ زوجیت کو خواتین ہی بیان کر سکتی تھیں۔

(۷) آپ نے تشریعی مقاصد سے بھی نکاح کیے، عربوں میں مشہور تھا کہ منہ بولا بیٹا، حقیقی بیٹے کے حکم میں ہوتا ہے اور اس کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے، حضرت زید بن حارثہ آپ کے منہ بولے بیٹے تھے، جب انہوں نے اپنی بیوی حضرت زینب بنت جحش کو طلاق دے دی تو آپ نے ۳ یا ۵ھ میں حضرت زینب سے نکاح کر کے عملاً یہ مسئلہ بتا دیا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

Marfat.com

(۸) آپ نے بعض نکاح اپنے وفادار دوستوں کو ان کی وفاداری کا صلہ دینے کے لیے کیے' جیسے آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی صاحب زادیوں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے نکاح کیے۔ (حضرت عائشہ سے ہجرت سے تین سال پہلے نکاح کیا۔
(الاصابہ ج ۸ ص ۲۳۲) حضرت حفصہ سے ۳ھ میں نکاح کیا۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۸۷))

(۹) نجاشی نے آپ کا نکاح آپ کی اجازت سے ۷ھ میں حضرت ام حبیبہ سے کر دیا' اس سے آپ نے عملاً یہ مسئلہ بتادیا کہ کسی شخص کا وکیل بھی اس کا نکاح کر سکتا ہے' اس وقت آپ مدینہ میں تھے اور حضرت ام حبیبہ حبشہ میں تھیں' آپ نے مکتوب کے ذریعہ اجازت دی تھی۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت) سو اس سے معلوم ہو گیا کہ لڑکا مثلاً انگلینڈ میں ہو اور لڑکی پاکستان میں ہو اور وہ خط یا ٹیلی فون کے ذریعہ کسی کو پاکستان میں اپنا وکیل بنا دے تو وہ وکیل اس کا نکاح کر دے گا اور لڑکی رخصت ہو کر انگلینڈ چلی جائے گی۔

(۱۰) بعض نکاح آپ نے کسی فتنہ کو زائل کرنے کے لیے کیے' ۷ھ میں خیبر کے مالِ غنیمت میں حضرت دحیہ کلبی نے آپ سے پوچھا کہ میں ایک کنیز لے لوں؟ آپ نے اجازت دے دی' انہوں نے حضرت صفیہ کو لے لیا' جو بنوقریظہ اور بنونضیر کی سردار تھیں' اس سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا کہ یہ خاتون تو اپنی خاندانی عظمت کی بناء پر صرف آپ کے لائق ہیں' آپ نے حضرت دحیہ سے کہا: تم کوئی اور باندی لے لو اور فتنہ کو زائل کرنے کے لیے آپ نے ان سے نکاح کر لیا' یہ مطلقہ خاتون تھیں۔
(صحیح البخاری: ۳۷۱ ملخصاً' الاصابہ ج ۸ ص ۲۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۱) حضرت عباس کی دل جوئی کی خاطر اور ان کی درخواست پر ۷ھ میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا' حضرت میمونہ معمر بیوہ تھیں' ان کا کوئی سہارا نہیں تھا' اس لیے آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔ یہ آخری خاتون ہیں' جن سے آپ نے نکاح کیا۔
(اسد الغابہ ج ۷ ص ۲۶۳ - ۲۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۲) ۵ یا ۶ھ میں بنو مصطلق کے لوگ جنگ میں شکست کھا کر اسیر اور غلام ہو گئے تھے' یہ لوگ اسلام کے دشمن تھے اور جنگ میں شکست کھا چکے تھے' آپ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا اور ان کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ کا زر مکاتبت ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا' اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر ان کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا' اس نکاح کی برکت سے آپ نے بنو مصطلق کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۷۳ - ۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۳) حضرت ام سلمہ کے خاوند حضرت ابوسلمہ ایک جنگ میں زخمی ہونے کے بعد فوت ہو گئے' انہوں نے ایک بیوہ اور چار بچے چھوڑے تھے' ان کا کوئی کفیل نہ تھا' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کفالت کرنے کے لیے ۳ یا ۴ھ میں ان سے نکاح کر لیا۔
(الاصابہ ج ۸ ص ۴۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۴) حضرت زینب بنت خزیمہ کے پہلے شوہر طفیل تھے' ان کی وفات کے بعد ان کا نکاح حضرت عبیدہ بن حارث سے ہوا' جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے' اس کے بعد ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش سے ہوا' وہ بھی جنگ احد میں شہید ہو گئے' ان کے زخموں کی دادرسی کرنے کے لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا' ۳ھ میں جب آپ نے ان سے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر تقریباً ۳۰ سال تھی اور وہ آپ کی زندگی میں ہی دو یا تین ماہ بعد فوت ہو گئیں۔
(الاصابہ ج ۸ ص ۱۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۹۲)

(۱۵) حضرت سودہ بنت زمعہ اپنے شوہر کے فوت ہونے کے بعد بے سہارا ہو گئیں تھیں اور وہ اس وقت کافی معمر تھیں' اس عمر میں ان

Marfat.com

سے کون نکاح کرتا' آپ ان کا سہارا بنے اور آپ نے ان سے نکاح کرلیا۔

(اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۵۸۔ ۱۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نکاح نہیں کیا تھا' ان کی زندگی میں اپنی امت کے لیے شوہر کا نمونہ نہیں ہے' باپ کا نمونہ نہیں ہے' بیوی اور بچوں کے حقوق ادا کرنے کا نمونہ نہیں ہے' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بیوہ' مطلقہ اور ایک کنواری خاتون کے ساتھ نکاح کیا' ان کے درمیان عدل وانصاف کیا' ان کے حقوق ادا کیے' اس میں امت کے لیے شوہر کا نمونہ ہے' آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحب زادیاں ہوئیں' آپ نے ان کی پرورش کی' تین صاحب زادے اور تین صاحب زادیاں آپ کی زندگی میں فوت ہوئیں' آپ نے ان پر صبر کیا' دو بیویوں کی وفات پر صبر کیا' ان کی تجہیز وتکفین کی' چار صاحب زادیوں کے نکاح کیے' ان سب کاموں میں امت کے لیے نمونہ ہے۔

(۱۷) عام طور پر لوگ غیر خاندان اور غیر کفو میں نکاح کو باعث عار سمجھتے ہیں' آپ نے اپنی دو ہاشمی صاحب زادیوں کا نکاح حضرت عثمان اموی رضی اللہ عنہ سے کر کے انسانیت کا پرچم بلند کیا اور امت کے لیے غیر کفو میں نکاح کرنے کا عملی نمونہ فراہم کیا۔

(۱۸) جن کے ساتھ آپ نے نکاح کیے' ان کو دنیا میں عزت ملی' وہ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آخرت میں وہ آپ کے ساتھ جنت میں ہوں گی' سو تعدد ازواج کی وجہ سے متعدد خواتین کو دنیا اور آخرت کی عزت ملی اور شرف حاصل ہوا۔

(۱۹) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر معاملہ میں عمل کا پہلو قول سے آگے ہوتا ہے' امت کو پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا' خود بہ شمول تہجد چھ نمازیں پڑھتے تھے اور چاشت اور اشراق پڑھتے تھے اور بہت نوافل پڑھتے تھے' امت کو چار ازواج میں عدل کرنے کا حکم دیا اور خود نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا' پس کروڑوں صلوٰۃ وسلام ہوں' اس نبی پر جس نے متعدد نکاح کر کے امت کے لیے ہدایت اور فوز وفلاح کی راہیں روشن کر دیں!

※ باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۱۰۔ ج ۱ ص ۱۰۰۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: مجامعت کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضوء کرنے کا استحباب۔

۲۷- بَابُ الْجُنُبِ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ — جنبی وضوء کرے' پھر سو جائے

اس سے پہلے باب میں جنبی کے سونے کا ذکر تھا اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ وہ وضوء کر کے سوئے۔

۲۸۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ جَعْفَرٍ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ' غَسَلَ فَرْجَهٗ' وَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی جعفر از محمد بن عبد الرحمان از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونے کا ارادہ کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو اپنی شرم گاہ کو دھوتے اور نماز کا وضوء کرتے۔

اس حدیث کی تخریج صحیح البخاری: ۲۸۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب جنبی غسل سے پہلے وضوء کر لے تو اس کا گھر میں ہونا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی وضوء کرے' پھر سو جائے۔

۲۸۹- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِسْتَفْتٰى عُمَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی

Marfat.com

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَنَامُ اَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ نَعَمْ، اِذَا تَوَضَّاَ.

از نافع از عبداللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے نبی ﷺ سے دریافت کیا: آیا ہم میں سے کوئی شخص سو سکتا ہے' جب وہ جنبی ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب وہ وضوء کر لے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۸۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جنبی کا سونا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی وضوء کرے' پھر سو جائے۔

۲۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ، ثُمَّ نَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ وہ رات کو جنبی ہو جاتے ہیں؟ تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم وضوء کرو اور اپنے آلہ کو دھولو' پھر سو جاؤ۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۸۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جنبی کا سونا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی وضوء کرے' پھر سو جائے۔

۲۸- بَابُ اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ
جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مرد کے ختنہ کی جگہ عورت کے ختنے کی جگہ سے مل جائے تو پھر کیا حکم ہے؟ یہ اس بناء پر ہے کہ عرب میں عورتوں کے ختنہ کا رواج تھا' مرد کا ختنہ یہ ہے کہ اس کے آلہ کے سر پر جو کھال کا زائد حصہ ہے' اس کو کاٹ دیا جائے' عورت کا ختنہ یہ ہے کہ اس کی فرج کے اوپر کی باریک کھال کو کاٹ دیا جائے' امام جصاص نے ''کتاب آداب القضاء'' میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ مرد کے لیے ختنہ سنت ہے اور عورت کے لیے عزت ہے۔

۲۹۱- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ (ح) وَحَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ، ثُمَّ جَهَدَهَا، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ. تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ مَرْزُوْقٍ، عَنْ شُعْبَةَ مِثْلَهُ. وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا الْحَسَنُ مِثْلَهُ.

(صحیح مسلم: ۳۴۸' الرقم المسلسل: ۷۶۵' شرح السنۃ: ۲۴۱' صحیح ابن حبان: ۱۱۸۲' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۱۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۹۸۔ ج ۱۲ ص ۱۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں ابونعیم نے ہشام سے حدیث بیان کی از قتادہ از الحسن از ابی رافع از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' انہوں نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے' پھر اس کو تھکا دے تو بے شک اس پر غسل واجب ہو گیا۔ ہشام کی عمرو بن مرزوق نے متابعت کی ہے از شعبہ' اس حدیث کی مثل میں' اور موسیٰ نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسن نے اس حدیث کی مثل خبر دی۔

اس حدیث کے سات رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ بعض روایات میں "پھر اس کو تھکا دے" کی جگہ مذکور ہے: او وہ ایک ختنہ کی جگہ دوسری ختنہ کی جگہ سے چپک جائے۔

چار شاخوں کا معنی

اس حدیث میں چار شاخوں کا لفظ ہے' اس سے مراد دو ہاتھ اور دو پیر ہیں' یا دو رانیں اور دو پیر ہیں' یا دو ٹانگیں اور دو ہونٹ ہیں اور اقرب یہ ہے کہ اس سے دو ہاتھ اور دو پیر مراد ہیں۔

نفس دخول بلا انزال سے آیا صرف وضوء واجب ہوتا ہے یا غسل؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ غسل کا واجب ہونا نزول منی پر موقوف نہیں ہے' بلکہ جب مرد کے آلہ کا سرعورت کے اندام نہانی میں غائب ہو جائے تو ان دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے' خواہ ان دونوں کو انزال نہ ہو' اب اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' صحابہ کے ابتدائی دور میں اس میں اختلاف تھا کیونکہ ایک جماعت کا یہ مذہب تھا کہ جس نے عورت کے ساتھ جماع کیا اور اس کو انزال نہیں ہوا' اس پر وضوء نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۷۶)

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ ھ لکھتے ہیں:

جن صحابہ کا یہ مؤقف تھا کہ اگر انزال نہ ہو تو جماع سے غسل واجب نہیں ہوتا' وہ حضرت عثمان بن عفان' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت زبیر بن العوام' حضرت طلحہ بن عبید اللہ' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابن مسعود' حضرت رافع بن خدیج' حضرت ابو سعید الخدری' حضرت ابی بن کعب' حضرت ابوایوب انصاری' حضرت ابن عباس' حضرت النعمان بن بشیر اور حضرت زید بن ثابت اور جمہور انصار ہیں رضی اللہ عنہم' اور فقہاء تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح' ابو سلمہ بن عبد الرحمان بن عوف' ہشام بن عروہ اور الاعمش ہیں اور بعض اہل الظاہر (غیر مقلدین) ہیں۔ (المحلی بالآثار ج ۱ ص ۲۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس دخول بلا انزال سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے نہ کہ غسل

جن آثار سے ان صحابہ اور فقہاء تابعین نے استدلال کیا' وہ حسب ذیل ہیں:

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایک مرد جماع کرتا ہے اور اس کو انزال نہیں ہوتا' حضرت عثمان نے کہا: وہ اس طرح وضوء کرے' جس طرح نماز کا وضوء کرتا ہے اور اپنے آلہ کو دھولے' حضرت عثمان نے کہا: یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' حضرت زید بن خالد نے کہا: پھر میں نے یہ سوال حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت الزبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے کیا تو انہوں نے بھی یہی حکم دیا' یحییٰ نے کہا: مجھے ابو سلمہ نے خبر دی کہ عروہ بن الزبیر نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۲' صحیح مسلم: ۷-۳۴۷' الرقم المسلسل: ۷۶۵)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (عورت کو) تھکانے میں صرف وضوء ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۰)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مرد کے متعلق دریافت کیا' جو جماع کرتا ہے پھر عورت کو تھکا دیتا ہے' آپ نے فرمایا: اس پر جو چیز لگی ہے' اس کو دھولے اور اس طرح وضوء کرے' جس طرح نماز کا وضوء کرتے

Marfat.com

ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۹۲ ' صحیح مسلم: ۳۴۷ ' موطأ امام مالک: ۷۳۔۷۴ ' مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۴)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے ایک مرد کے پاس سے گزرے' آپ نے اس کو بلایا' وہ آپ کے پاس اس حالت میں آیا کہ اس کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' آپ نے فرمایا: شاید ہم نے تم کو جلدی بلا لیا' اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جب تم کو جلدی بلا لیا جائے یا تمہیں انزال نہ ہوا ہو تو تمہارے اوپر (صرف) وضوء لازم ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۰ ' صحیح مسلم: ۳۴۵ ' سنن ابن ماجہ: ۶۰۶ ' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۔۲۳ ' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۵ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۹ ' شرح معانی الآثار: ۳۰۰)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی پانی کے سبب سے ہے یعنی غسل نزول منی کے سبب سے ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۴۳ ' سنن ابوداؤد: ۲۱۵ ' سنن ترمذی: ۱۱۰ ' سنن نسائی: ۱۹۹ ' سنن ابن ماجہ: ۶۰۷ ' مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۱۔۴۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے ایک مرد کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا' اس نے آنے میں دیر کر دی' آپ نے اس سے پوچھا: تمہیں کس چیز نے روک لیا تھا؟ اس نے کہا: میں اپنی بیوی سے عمل زوجیت کر رہا تھا' جب آپ کا پیغام بر آیا تو میں نے صرف غسل کیا اور کوئی کام نہیں کیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی صرف پانی کے سبب سے ہے (غسل صرف اس پر واجب ہے' جس کو انزال ہوا ہو)۔

(شرح معانی الآثار: ۳۰۳ ' سنن ابوداؤد: ۲۱۵ ' سنن ترمذی: ۱۱۰ ' سنن نسائی: ۱۹۹ ' سنن ابن ماجہ: ۶۰۷)

جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نفس دخول سے غسل واجب ہوتا ہے خواہ انزال نہ ہو

دوسرے صحابہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا' انہوں نے کہا: اس صورت میں غسل ہے' خواہ اس کو انزال نہ ہوا ہو۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۶۹ ' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے اس مرد کے متعلق سوال کیا گیا جو جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو تو میں نے کہا: میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کیا' پھر ہم دونوں نے غسل کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۰۸ ' سنن ابن ماجہ: ۶۰۸ ' مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۵۔۱۱۲۔۱۱۰۔۶۸۔۴۷ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۵ ' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب دو ختنوں کی جگہیں مل جائیں تو غسل کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۹۱ ' صحیح مسلم: ۳۴۸ ' سنن ابوداؤد: ۲۱۶ ' سنن نسائی: ۱۹۱ ' موطأ امام مالک: ۷۵۔۷۳۔۷۲۔۷۱ ' مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۵۔۱۲۳۔ ۱۱۲۔۹۷۔۴۷ ' شرح معانی الآثار: ۳۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مرد کے متعلق سوال کیا' جو اپنی بیوی سے جماع کرے' پھر اس کو تھکا دے' آیا اس پر غسل ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس وقت بیٹھی ہوئی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اور یہ اس طرح کرتے ہیں' پھر ہم غسل کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۳۵۰)

جن احادیث میں مذکور ہے کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے' وہ احتلام اور خواب پر محمول ہیں

امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث اور آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو' اس پر بھی غسل کرنا واجب ہے' اور جن احادیث میں ہے کہ پانی پانی سے واجب ہوتا ہے' وہ احتلام پر محمول ہیں یعنی وہ خواب میں دیکھے کہ وہ جماع کر رہا ہے اور اس کو انزال نہ ہو تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔

اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ جب تک اس کو انزال نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں ہے' ان کے خلاف یہ احادیث ہیں:

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷۱' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے' پھر اس کو تھکا دے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۹۱' صحیح مسلم: ۳۴۸' شرح معانی الآثار: ۳۱۱' سنن ابوداؤد: ۲۱۶' سنن نسائی: ۳۹۱' سنن ابن ماجہ: ۶۱۰' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۰۔ ۴۷۱۔ ۳۹۳۔ ۳۴۷۔ ۲۳۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۶۔ ۸۵' شرح السنۃ: ۲۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے' پھر ختنہ کی جگہ کو ختنہ کی جگہ کے ساتھ چپکا دے تو تحقیق یہ ہے کہ غسل واجب ہو گیا۔

(شرح معانی الآثار: ۳۱۴' صحیح بخاری: ۲۹۱' صحیح مسلم: ۳۴۸' سنن نسائی: ۳۹۱' سنن ابن ماجہ: ۶۱۰' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۴۱)

غسل انزال سے واجب ہوتا ہے' یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا' اب منسوخ ہو چکا ہے' اب دخول بلا انزال سے بھی غسل واجب ہوتا ہے

امام طحاوی فرماتے ہیں: یہ احادیث پہلی احادیث کے خلاف ہیں' اب یہ دیکھنا ہے کہ ان میں سے کون سی احادیث دوسری احادیث کے لیے ناسخ ہیں' سو درج ذیل احادیث میں اس کی وضاحت ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حکم کہ پانی' پانی کے سبب سے ہے (غسل نزول منی کے سبب سے ہے) ابتداء اسلام میں تھا' جب اسلام مستحکم ہو گیا تو اس سے منع کر دیا گیا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۱۶' سنن ابوداؤد: ۲۱۵۔ ۲۱۴' سنن ترمذی: ۱۱۱۔ ۱۱۰)

حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کو پانی کے سبب سے جو کہا تھا' یہ اوّل اسلام میں رخصت تھی' پھر اس سے منع کر دیا اور غسل کرنے کا حکم دیا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۱۷' سنن ابوداؤد: ۲۱۵۔ ۲۱۴' سنن ترمذی: ۱۱۱۔ ۱۱۰)

محمود بن لبید نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ سے سوال کیا: ایک شخص اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے' پھر اس کو تھکا دیتا ہے اور انزال نہیں ہوتا؟ حضرت زید نے کہا: وہ غسل کرے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۸)

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے: جب ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے مس کرے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۲۹۱' صحیح مسلم: ۳۴۸' سنن نسائی: ۳۹۱' سنن ابن ماجہ: ۶۱۰' شرح معانی الآثار: ۳۲۱)

حبیب بن شہاب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے سوال کیا کہ غسل کو کیا چیز واجب کرتی ہے؟ انہوں نے کہا: جب آلہ کا سر غائب ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۶' ادارۃ القرآن' کراچی)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ پہلا حکم کہ جب جماع بغیر انزال کے ہو تو اس سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے' غسل واجب نہیں ہوتا' منسوخ ہو چکا ہے۔

اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

عبید بن رفاعہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ ذکر کر رہے تھے کہ انزال سے غسل واجب ہوتا ہے اور حضرت زید نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص جماع کرے اور انزال نہ ہو تو وہ اپنی شرم گاہ کو دھوئے اور صرف نماز کا وضوء کرلے' پھر مجلس میں سے ایک شخص اٹھ کر گیا اور اس نے حضرت عمر رضی اللہ کو اس کی خبر دی' حضرت عمر نے

Marfat.com

کہا: تم خود جاؤ اور حضرت زید کو لے کر آؤ' تا کہ تم ان پر گواہ ہو' وہ شخص حضرت زید کو لے کر آیا اور حضرت عمر کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیگر اصحاب بھی بیٹھے ہوئے تھے' ان میں حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے' حضرت عمر نے حضرت زید سے کہا: تم اپنی جان کے دشمن ہو اور لوگوں کو یہ فتویٰ دیتے ہو' حضرت زید نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنی طرف سے یہ فتویٰ نہیں دیا' لیکن میں نے اپنے دو چچاؤں سے یہ سنا ہے' حضرت رفاعہ بن رافع اور حضرت ایوب انصاری سے' حضرت عمر نے ان اصحاب سے کہا: اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں' پس ان میں اختلاف ہو گیا' حضرت عمر نے کہا: اے اللہ کے بندو! تم بہترین لوگ ہو' اہل بدر ہو' میں تمہارے بعد اور کس سے پوچھوں گا؟ حضرت علی نے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج کی طرف پیغام بھیجئے' پھر جو حکم بھی ہو گا وہ ظاہر ہو جائے گا' پھر حضرت عمر نے حضرت حفصہ کی طرف پیغام بھیجا' انہوں نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا: جب ایک ختنہ کی جگہ دوسرے ختنہ کی جگہ سے تجاوز کرے گی تو غسل واجب ہو جائے گا۔ (جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۴۱' المسند ج ۶ ص ۴۷' صحیح مسلم: ۳۴۹) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اگر مجھے علم ہوا کہ کسی نے یہ کام کیا ہے' پھر غسل نہیں کیا تو میں اس کو عبرت ناک سزا دوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۲۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷)

امام ابوجعفر احمد بن الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ہم نے ان آثار کو جو روایت کیا ہے' ان سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف دو شرم گاہوں کے ملنے اور دخول سے غسل واجب ہو جاتا ہے' خواہ انزال نہ ہو اور صرف وضوء کرنے کا حکم ان احادیث اور آثار سے منسوخ ہو گیا۔

قیاس سے اس کا ثبوت کہ نفس دخول غسل کا موجب ہے خواہ انزال نہ ہو

اور طریق نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرج میں جماع کرنا حدث ہے خواہ انزال نہ ہو' اب ایک قوم یہ کہتی ہے کہ یہ اغلظ حدث ہے اور اغلظ طہارت کو واجب کرتا ہے' جو غسل ہے اور دوسری قوم یہ کہتی ہے: یہ اخف حدث ہے اور یہ اخف طہارت کو واجب کرتا ہے' جو وضوء ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دو شرم گاہوں کا ملنا اور دخول اغلظ اشیاء ہے' حتیٰ کہ ایک آدمی روزے میں یا حج میں دخول کرے خواہ انزال نہ ہو تو اس سے اس کا روزہ اور حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر روزے اور حج کی قضاء لازم ہو گی اور حج کی قضا کرنی لازم ہو گی اور روزے میں قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے' اور اگر اس کو انزال ہو جائے' تب بھی قضاء اور کفارہ ہی لازم ہو گا اور اس سے کچھ زیادہ لازم نہیں ہو گا' اس سے معلوم ہوا کہ انزال سے کچھ فرق نہیں پڑتا' اس لیے صرف شرم گاہوں کا ملنا اور نفس دخول ہی اغلظ حدث ہے' اس لیے اس سے اغلظ طہارت واجب ہو گی اور وہ غسل ہے۔

نظر کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی انسان کسی اجنبی عورت کی شرم گاہ میں اپنی شرم گاہ کو داخل کرے اور انزال سے پہلے اپنے آلہ کو نکال لے تو اس پر حد واجب ہو گی اور اگر اس کو انزال ہو جائے' پھر بھی حد واجب ہو گی اور اس میں کوئی اضافہ نہیں ہو گا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اغلظ حدث صرف نفس دخول ہے' خواہ انزال نہ ہو' اس لیے اغلظ طہارت واجب ہو گی' جو غسل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور عام فقہاء کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷۷-۷۹' ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

دو شرم گاہوں کے ملنے سے خواہ انزال نہ ہو' وجوب غسل کے حکم میں امام مالک' امام احمد اور شافعی کی تصریح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کی جماعت کا یہ مذہب ہے کہ جب دو شرم گاہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے' خواہ انزال نہ ہو' جیسا کہ صحیح البخاری: ۲۹۱ میں' اس کی تصریح ہے اور داؤد ظاہری کے سوا فقہاء تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

Marfat.com

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۰۹)

علامہ احمد بن محمد قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ اور علامہ عبدالرحمان بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ لکھتے ہیں:

جب آلہ کا سرعورت کے اندام نہانی میں غائب ہو جائے' خواہ انزال نہ ہو تو اس سے غسل بالاتفاق واجب ہو جاتا ہے' اس میں صرف داؤد ظاہری نے اختلاف کیا ہے' اس نے کہا: اس سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے۔(المغنی ج ۱ ص ۲۶۶' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

داؤد بن علی ظاہری (غیر مقلدین کے امام) نے کہا ہے کہ اگر دو شرم گاہیں مل جائیں اور انزال نہ ہو تو اس سے غسل واجب نہیں ہوتا اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔(صحیح البخاری: ۲۹۱)

(الحاوی الکبیر ج ۱ ص ۲۵۶۔۲۵۵ ملخصاً' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۳۔ ج ۱ ص ۱۰۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: غسل جنابت کا سبب۔

۲۹- بَابُ غَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنْ رُطُوبَةِ فَرْجِ الْمَرْاَةِ — جسم پر جو رطوبتِ فرج لگ جائے' اس کا دھونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جماع کرنے سے جسم پر جو عورت کی فرج کی رطوبت لگ جائے' اس کے دھونے کا کیا حکم ہے؟ اس سے پہلے باب میں دو شرم گاہوں کے ملنے کا حکم بیان کیا تھا اور اس باب میں اس ملاپ سے جو فرج کی رطوبت جسم پر لگ جاتی ہے' اس کا حکم بیان کیا ہے' یہ ان دونوں بابوں میں مناسبت ہے۔

۲۹۲- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ' عَنِ الْحُسَيْنِ' قَالَ يَحْيٰى وَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدِ الْجُهَنِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ اَرَاَيْتَ اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ فَلَمْ يُمْنِ؟ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّاُ كَمَا يَتَوَضَّاُ لِلصَّلٰوةِ' وَيَغْسِلُ ذَكَرَهٗ. قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ' وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ' وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ' وَاُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ' رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ' فَاَمَرُوْهُ بِذٰلِكَ' قَالَ يَحْيٰى وَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا اَيُّوْبَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(جامع المسانید ابن الجوزی' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند احمد ج ۱ ص ۴۹۹' صحیح مسلم: ۷۴۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از الحسین' یحییٰ نے کہا: اور مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ ان کو عطاء بن یسار نے خبر دی کہ حضرت زید بن خالد جہنی نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان سے سوال کیا کہ یہ بتائیں کہ جب مرد اپنی عورت کے ساتھ جماع کرے اور اس کی منی نہ نکلے تو حضرت عثمان نے کہا: وہ اس طرح وضوء کرے' جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتا ہے اور اپنے آلہ کو دھولے' حضرت عثمان نے کہا: میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' میں نے اس کا حضرت علی بن ابی طالب' حضرت الزبیر بن العوام' حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو ان سب نے یہی حکم دیا اور یحییٰ نے کہا: اور مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ عروہ بن الزبیر نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابوایوب نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

Marfat.com

یہ حدیث صحیح البخاری:۱۷۹ میں گزر چکی ہے اس کی مزید تخریج اور شرح وہاں ملاحظہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: جس کے نزدیک صرف آگے اور پیچھے کے راستے سے کسی چیز کے نکلنے سے وضوء ٹوٹتا ہے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جسم پر لگی ہوئی رطوبت فرج کو دھونے کا حکم' اس کی وضاحت اس باب کی دوسری حدیث کی تشریح میں آئے گی۔

۲۹۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو أَيُّوبَ قَالَ أَخْبَرَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَلَمْ يُنْزِلْ؟ قَالَ يَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْأَةَ مِنْهُ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْغُسْلُ أَحْوَطُ، وَذَاكَ الْآخِرُ، وَإِنَّمَا بَيَّنَّا لِاخْتِلَافِهِمْ. (صحیح ابن حبان:۱۱۶۹' سنن بیہقی:ج ۱ص ۱۶۴' جامع المسانید لابن الجوزی:۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابوایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب کوئی مرد اپنی بیوی سے جماع کرے پس اس کو انزال نہ ہو' آپ نے فرمایا: عورت کے ساتھ جماع کرنے سے جو رطوبت اس کے جسم پر لگی ہو'اس کو دھولے' پھر وضوء کرے اور نماز پڑھے۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: غسل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے' ہم نے اس کو صرف ان کے اختلاف کی وجہ سے بیان کیا ہے۔

کتاب الغسل میں امام بخاری کی عبارت پر بحث ونظر

امام بخاری نے فرمایا: یہی آخری حکم ہے یعنی یہ حکم غیر منسوخ ہے اور شارع علیہ السلام نے پہلے وضوء کرنے کا اور بعد میں غسل کرنے کا حکم دیا ہے' ان دو حکموں میں یہ آخری حکم ہے' امام بخاری نے جو کہا ہے' اس میں زیادہ احتیاط ہے' اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک غسل کرنا مستحب ہے' اس وجہ سے علامہ ابن العربی نے امام بخاری پر رد کیا ہے کہ جمہور فقہاء نے اس صورت میں غسل کو واجب کہا ہے ماسوا داؤد ظاہری کے اور جمہور کے مقابلہ میں اس کے خلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

علامہ ابن العربی کے امام بخاری پر دو اعتراض کہ امام بخاری نے اس صورت میں غسل کو مستحب کہا ہے' حالانکہ یہ غسل واجب ہے اور انہوں نے ضعیف السند حدیث کو اپنی صحیح میں داخل کیا

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں مشکل چیز امام بخاری کا اختلاف ہے' انہوں نے کہا ہے: یہ غسل مستحب ہے' حالانکہ وہ ائمہ دین میں سے ہیں اور اس مسئلہ میں کوئی خفا نہیں ہے کیونکہ صحابہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا تھا' پھر رجوع کر لیا اور وہ اس پر متفق ہو گئے کہ دو شرم گاہوں کے ملنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال نہ ہو اور حضرت عثمان اور حضرت ابی بن کعب نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا تھا اور انہوں نے اس مسئلہ میں حضرت عائشہ سے رجوع کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ نے بتایا کہ اس صورت میں غسل واجب ہوتا ہے۔ امام بخاری پر تعجب ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ کی حدیث کو اثبات غسل میں اور حضرت عثمان کی اور حضرت ابی بن کعب کی حدیث کو نفی غسل میں برابر قرار دیا ہے' حالانکہ حضرت عثمان کی حدیث ضعیف ہے' کیونکہ اس کا مرجع الحسین بن ذکوان المعلم کی طرف ہے' جو یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از عطاء بن یسار از زید بن الحسین سے روایت کرتا ہے اور اس کا یحییٰ سے سماع نہیں ہے' اس نے اس سے صرف

Marfat.com

نقل کیا ہے اور امام بخاری نے اس کو قطعی صیغہ کے ساتھ داخل کیا ہے' اس حدیث میں یہ علت قادحہ ہے اور حسین کی یحییٰ سے روایت میں مخالفت کی گئی ہے کیونکہ الحسین کے غیر نے اس حدیث کی حضرت عثمان سے موقوفاً روایت کی ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا ذکر نہیں ہے اور یہ اس حدیث میں دوسری علت قادحہ ہے اور اس حدیث میں ابوسلمہ کی بھی مخالفت کی گئی ہے' کیونکہ انہوں نے اس حدیث کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از زید بن خالد روایت کی ہے کہ انہوں نے پانچ یا چار اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تو انہوں نے اس صورت میں وضوء کا حکم دیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا ذکر نہیں کیا اور یہ اس حدیث میں تیسری علت قادحہ ہے' اس حدیث میں یہ تین علل قادحہ ہیں' ان میں سے اگر ایک علت قادحہ بھی ہو تو امام بخاری اس حدیث کو اپنی صحیح میں داخل نہیں کرتے تو جس حدیث میں یہ تین علل قادحہ ہیں' اس کو امام بخاری نے کیسے اپنی صحیح میں داخل کر لیا۔

اور حضرت ابی بن کعب کی حدیث کو داخل کرنا بھی ضعیف ہے کیونکہ' اس مسئلہ میں ان کا رجوع ثابت ہے۔

امام بخاری نے جو کہا ہے کہ غسل میں زیادہ احتیاط ہے' اس کی تاویل ہو سکتی ہے' کیونکہ جب دو حدیثوں میں تعارض ہو تو اس حدیث پر عمل کیا جائے' جس کی وجہ سے دین میں احتیاط ہو' سو وجوبِ غسل کے حکم میں احتیاط ہے اور امام بخاری ایسے امام کی طرف سے ایسی ہی تاویل لائق ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۴۰۔ ۱۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر کی طرف سے امام بخاری پر پہلے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' امام بخاری کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے جو امام بخاری کی طرف سے تاویل کی ہے' اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کے تصرف سے یہی ظاہر ہے' کیونکہ انہوں نے اس باب کا یہ عنوان قائم نہیں کیا کہ غسل کو ترک کرنا جائز ہے' انہوں نے اس باب کی حدیث سے رطوبت فرج کے دھونے پر استدلال کیا ہے' جو ایک اور مسئلہ ہے' ہاں! علامہ ابن العربی نے جو یہ کہا ہے کہ التقاء ختنین کی صورت میں غسل کے وجوب پر صحابہ کا اتفاق ہو گیا تھا' اس پر اعتراض ہے کیونکہ اس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف مشہور ہے اور تابعین کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے' امام شافعی کی عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس حدیث میں ہے: "پانی' پانی سے واجب ہوتا ہے' وہ ثابت ہے لیکن وہ منسوخ ہے' اس میں بعض تابعین کا اختلاف ہے' جمہور نے یہ کہا ہے کہ اس صورت میں غسل واجب ہے اور یہی صحیح ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۸۱۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے جواب پر علامہ عینی کی جرح

علامہ بدر الدین حافظ محمود بن احمد عینی نے حافظ ابن حجر کے جواب پر جرح کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے' اس سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ دو شرم گاہوں کے صرف ملنے کی صورت میں غسل کو ترک کرنا جائز ہے' کیونکہ اس باب کے عنوان میں انہوں نے صرف رطوبت فرج کے دھونے پر اقتصار کیا ہے کہ اس کو دھونا واجب ہے اور غسل غیر واجب ہے لیکن وہ احتیاط کی وجہ سے مستحب ہے اور اس قائل نے جو یہ کہا ہے کہ صحابہ کا اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے' یہ بھی مردود ہے کیونکہ امام بخاری نے (اور اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے) ثابت کیا ہے کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے سامنے اس مسئلہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیج کر معلوم کرایا تو حضرت عائشہ نے یہ حدیث سنائی کہ جب ایک ختنہ کی جگہ دوسری ختنہ کی جگہ سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے' اس موقع پر حضرت عمر نے کہا: اب اگر میں نے کسی سے یہ سنا کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے تو میں اس کو عبرت ناک سزا دوں گا' یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب

کے سامنے ہوا اور کسی نے اس پر اعتراض یا انکار نہیں کیا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۲۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷) پس اس مسئلہ میں صحابہ کا اتفاق ثابت ہو گیا اور علامہ ابن العربی کا یہ لکھنا صحیح ہے کہ صحابہ کا پہلے اس میں اختلاف تھا' پھر انہوں نے رجوع کر لیا اور وہ سب اس پر متفق ہو گئے کہ اس صورت میں غسل واجب ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۶-۳۷۵ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کا علامہ ابن العربی کے دوسرے اعتراض کے جواب سے گریز

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن العربی کا امام بخاری پر اصل اعتراض یہ نہیں ہے کہ ان کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں غسل مستحب ہے' حالانکہ اس صورت میں غسل واجب ہے' کیونکہ انہوں نے خود امام بخاری کی طرف سے تاویل کر دی' جس کو حافظ ابن حجر نے بھی قبول کر لیا ہے' علامہ ابن العربی کا امام بخاری پر اصل اعتراض یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں جو حدیث: ۲۹۲ درج کی ہے' جس میں الحسین کی حضرت عثمان سے روایت ہے' اس میں تین علل قادحہ ہیں' جب کہ ایک علت قادحہ بھی ہو تو وہ حدیث ضعیف السند ہوتی ہے اور اس کو امام بخاری اپنی صحیح میں درج نہیں کرتے' پھر اس حدیث کو انہوں نے اپنی صحیح میں کیسے درج کر دیا؟ حافظ ابن حجر امام بخاری کے بہت بڑے حامی اور زبردست وکیل ہیں' ان کو چاہیے تھا کہ وہ یا تو علامہ ابن العربی کے اس اعتراض کا جواب دیتے یا پھر انصاف کے تقاضے سے تسلیم کر لیتے کہ یہ حدیث ضعیف السند ہے اور اس کو امام بخاری کا اپنی صحیح میں داخل کرنا صحیح نہیں ہے' لیکن حیرت ہے کہ حافظ ابن حجر نے علامہ ابن العربی کے اس اعتراض کا ذکر تک نہیں کیا اور بلاوجہ اس بحث میں الجھ گئے کہ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صحابہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہو گیا تھا' حالانکہ ان کا اختلاف مشہور ہے اور حافظ ابن حجر کا یہ جواب بھی مردود ہے' جیسا کہ علامہ عینی نے امام طحاوی کے حوالے سے ثابت کر دیا ہے۔

رطوبت فرج کی طہارت یا نجاست کے متعلق فقہاء شافعیہ کے دو قول

علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

رہی عورت کی فرج کی رطوبت تو منصوص یہ ہے کہ وہ نجس ہے کیونکہ یہ وہ رطوبت ہے جو محل نجاست میں پیدا ہوتی ہے' لہٰذا یہ نجس ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہ طاہر ہے' جیسے بدن کی دیگر رطوبات پاک ہیں۔

(المہذب ج ۱ ص ۴۸' دارالفکر' بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

رطوبت فرج وہ سفید پانی ہے' جو مذی اور پسینہ کے درمیان متردد ہے' اسی وجہ سے اس میں اختلاف ہے' علامہ شیرازی نے اس کتاب میں اور ''التنبیہ'' میں اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ نجس ہے اور علامہ البندنیجی نے بھی اس کو نجس کہا ہے اور علامہ بغوی اور علامہ رافعی نے یہ کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ طاہر ہے' علامہ ماوردی نے بھی اس کو طاہر کہا ہے اور امام شافعی نے اپنی بعض کتابوں میں اس کی طہارت کی تصریح کی ہے اور ابن سریج نے امام شافعی سے اس کی نجاست کو نقل کیا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو قول امام شافعی سے منصوص ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ طاہر ہے۔

رطوبت فرج کی نجاست پر حضرت زید بن خالد کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے' انہوں نے حضرت عثمان بن عفان سے سوال کیا: یہ بتائیے کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے جماع کرے اور منی نہ نکلے' حضرت عثمان نے کہا: وہ نماز کا وضوء کرے اور اپنے آلہ کو دھوئے' حضرت عثمان نے کہا: میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۲-۱۷۹' صحیح مسلم: ۳۴۷) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! جب ایک آدمی عورت سے جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو؟ آپ نے

فرمایا: اس عورت کی جو رطوبت اس کے جسم پر لگی ہے' اس کو دھولے' پھر وضوء کرے اور نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۳' صحیح مسلم: ۳۴۶)
یہ دونوں حدیثیں صرف وضوء سے نماز کے جواز کے حق میں منسوخ ہیں اور مرد کے آلہ کو دھونے اور اس پر جو عورت کی رطوبت لگی ہے' اس کے دھونے کے حق میں ثابت ہیں اور منسوخ نہیں ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت نجس ہے' اور دوسرا قائل اس کو استحباب پر محمول کرے گا' لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک مطلق امر وجوب کے لیے ہے۔
(المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۶۱۳۔ ۶۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

رطوبت فرج کی طہارت اور نجاست کے متعلق مذہب احناف

علامہ نووی شافعی نے اس حدیث سے مطلقاً رطوبت فرج کو نجس قرار دیا ہے' لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں اس رطوبت کو دھونے کا حکم دیا ہے' جو جماع کے وقت عورت کی فرج داخل سے نکلتی ہے' وہ بلاشبہ نجس ہے کیونکہ اس سے مذی یا منی مختلط ہوتی ہے اور ہم صحیح البخاری: ۱۷۹ کی شرح میں علامہ شامی حنفی کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ جو رطوبت فرج خارج سے نکلتی ہے' وہ طاہر ہے' وہ جسم کی دیگر رطوبات لعاب دہن اور پسینہ کی طرح ہے اور جو رطوبت جماع کے وقت فرج داخل سے نکلتی ہے' وہ نجس ہے۔
(رد المحتار ج ۱ ص ۲۷۴۔ ۲۷۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:
عورت پر غسل کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ اس کی منی فرج داخل سے فرج خارج کی طرف نکلے' حتیٰ کہ اس کی منی اپنے مقام سے نکلے اور فرج داخل سے فرج خارج کی طرف نہ نکلے تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا' اس مسئلہ کو تاتارخانیہ نے ''ظاہر الروایۃ'' کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (غنیۃ المستملی ص ۴۶' سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ)
ہماری اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ فقہاء شافعیہ میں سے بعض کا مطلقاً رطوبت فرج کو طاہر قرار دینا اور بعض کا اس کو مطلقاً نجس قرار دینا محض عبث ہے اور بلا دلیل ہے اور صحیح یہ ہے کہ فرج خارج سے جو رطوبت نکلتی ہے' وہ طاہر ہے اور جماع کے وقت فرج داخل سے جو رطوبت نکلتی ہے' وہ نجس ہے کیونکہ وہ منی یا مذی کے ساتھ مختلط ہوتی ہے اور وہ نجس ہیں' اس لیے یہ رطوبت بھی نجس ہو جائے گی۔

''کتاب الغسل'' کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۱۹ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ/ ۱۶ جولائی ۲۰۰۶ء کو ''کتاب الغسل'' ختم ہوگئی' الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے صحیح بخاری کی اس ''کتاب الغسل'' کی شرح کو مکمل کرنے کی توفیق دی ہے' اس کی باقی کتب کی تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائیں' میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ' میرے احباب اور میرے تلامذہ کی' اس کتاب کے ناشر' کمپوزر' مصحح اور بائنڈر کی' تمام قارئین اور تمام مسلمین کی مغفرت فرمادیں' ہمیں دنیا اور آخرت میں عزت اور وجاہت عطا فرمائیں اور دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ اور مامون رکھیں' دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور آخرت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائیں۔
وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٦ - كِتَابُ الْحَيْضِ
حیض کا بیان

اس کتاب میں حیض کے احکام بیان کیے گئے ہیں' جب امام بخاری طہارت کے احکام سے فارغ ہو گئے تو اب انہوں نے انجاس کے احکام کے بیان کو شروع کیا اور حیض کو نفاس پر مقدم کیا کیونکہ نفاس کی بہ نسبت حیض کا وقوع زیادہ ہوتا ہے۔

حیض کا لغوی اور اصطلاحی معنی

لغت میں حیض کا معنی سیلان اور بہنا ہے اور شرع میں اس کا معنی وہ خون ہے' جو کسی صحت مند عورت کے رحم سے نکلتا ہے' الازہری نے کہا: حیض وہ خون ہے' جو عورت کے بالغ ہونے کے بعد رحم کے گڑھے سے نکلتا ہے' حیض کی مدت کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے یا جو کسی عورت کی عادت معینہ ہو اور استحاضہ وہ خون ہے' جو تین دن سے کم آئے یا دس دن سے زیادہ آئے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۷۷)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ' اِلٰى قَوْلِهٖ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾. (البقرہ:۲۲۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور آپ سے (لوگ) حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں: آپ کہیے: وہ نجاست ہے' سو تم ایام حیض میں عورتوں سے مجتنب رہو (یہاں تک) اور اللہ پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے'' O (البقرہ:۲۲۲)

حیض کے متعلق قرآن مجید کی آیت کی تفسیر

اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہود کے ہاں کسی عورت کو حیض آ جاتا تو وہ اس عورت کو اپنے گھر سے نکال دیتے' وہ اس کے ساتھ کھاتے تھے' نہ پیتے تھے' نہ مجامعت کرتے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے البقرہ: ۲۲۲ نازل فرما دی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان سے گھروں میں مل جل کر رہو' اور جماع کے علاوہ ان کے ساتھ تمام کام کرو۔ تب یہود نے کہا: یہ شخص ہر بات میں ہماری مخالفت کرتا ہے' پھر اسید بن حضیر اور عباد بن بشر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! یہود اس اس طرح کہتے ہیں تو کیا ہم ایام حیض میں عورتوں سے جماع نہ کر لیا کریں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور ہم نے گمان کیا کہ آپ ان پر ناراض ہو گئے ہیں' پس وہ دونوں (مجلس سے) چلے گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دودھ کا ہدیہ آیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا اور دودھ پلایا' تب ہم نے گمان کیا کہ آپ ان سے ناراض نہیں ہوئے۔ (صحیح مسلم:

٣٠٢ الرقم المسلسل: ٦٨٠ سنن ابوداؤد: ٢٥٨ سنن ترمذی: ٢٩٧٧ سنن نسائی: ٢٨٧ سنن ابن ماجہ: ٦٤٤ مسند احمد ج ٦ ص ١٣٢)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ ''اَذٰی'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اَذٰی'' اس گھناؤنی چیز کو کہتے ہیں: جس سے ایذاء پہنچے اور اس آیت میں حیض کو ''اَذٰی'' اس لیے فرمایا گیا ہے کہ اس میں سخت بدبو ہوتی ہے اس میں نجاست ہوتی ہے اور اس سے گھن آتی ہے پس ''اَذٰی'' کا لفظ کئی معانی کا جامع ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ''اَذٰی'' کا معنی نجس ہے۔ (دراصل ''اَذٰی'' کا معنی ایذاء اور تکلیف ہے اور چونکہ نجاست سے بھی تکلیف ہوتی ہے اس لیے نجاست کو ''اَذٰی'' کہتے ہیں۔) (جامع البیان ج ٢ ص ٤٥٧ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤٢١ھ)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ حیض نجاست ہے پس ایام حیض میں مرد کو عورت کے ساتھ جماع کرنے سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

١ - بَابٌ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْحَيْضِ، وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ

حیض کی ابتداء کس طرح ہوئی اور نبی ﷺ کا ارشاد: یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے

اس تعلیق کو امام بخاری خود عنقریب سند متصل کے ساتھ بیان کریں گے۔ (حدیث: ٢٩٤ میں)

وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ اَوَّلُ مَا اُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ.

اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل پر بھیجا گیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں مرد اور عورتیں اکٹھے نماز پڑھتے تھے پس عورت کا کوئی دوست ہوتا تھا وہ اپنے دوست کے لیے عمدہ لباس پہن کر لمبی نماز پڑھتی تھی پھر ان عورتوں کے اوپر حیض ڈال دیا گیا تو حضرت ابن مسعود کہتے تھے ان کو اس طرح مؤخر کرو جس طرح اللہ نے ان کو مؤخر کیا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ٥١٢٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَدِيْثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُ.

امام ابوعبداللہ بخاری کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی حدیث اکثر ہے۔

یعنی آپ کی حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال کی بہ نسبت زیادہ قوی اور زیادہ قبول کی جانے والی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ نبی ﷺ کی حدیث تمام بنات آدم کو شامل ہے لہٰذا وہ اسرائیلیات کو اور ان سے پہلے کی عورتوں کو بھی شامل ہے علامہ داؤدی نے کہا: حدیث میں اور حضرت ابن مسعود کے قول میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ بنی اسرائیل کی عورتیں بھی بنات آدم سے ہیں حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ان میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں میں بہت عرصہ تک حیض رہا اور یہ ان کی سزا تھی نہ کہ حیض کی ابتداء ان سے ہوئی اور حاکم اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت حواء کو جنت سے زمین پر اتار دیا گیا تو ان سے حیض کی ابتداء ہوئی اور جب اس طرح ہے تو حضرت آدم کی بیٹیاں حضرت حواء کی بھی بیٹیاں ہیں۔ (فتح الباری ج ١ ص ٨١٥ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

Marfat.com

۰۰۰- بَابُ الْأَمْرِ بِالنُّفَسَاءِ إِذَا نُفِسْنَ

٢٩٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَدِينِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ خَرَجْنَا لَا نَرٰى إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، قَالَ مَا لَكِ أَنُفِسْتِ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ، فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ. قَالَتْ وَضَحّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ.

[اطراف الحدیث:٣٠٥_٣١٦_٣١٧_٣١٩_٣٢٨_١٥١٦_١٥١٨_١٥٥٦_١٥٦٠_١٥٦١_١٥٦٢_١٦٣٨_١٦٥٠_١٧٠٩_١٧٢٠_١٧٣٣_١٧٥٧_١٧٦٢_١٧٧١_١٧٧٢_١٧٨٦_١٧٨٧_٤٣٩٥_٤٤٠١_٥٥٣٨_٦١٥٧]

نفاس والی عورتوں کو جب نفاس آئے تو انہیں حکم دینا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ المدینی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمان بن القاسم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے قاسم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: ہم گھر سے نکلے اور ہم صرف حج کا ارادہ کر رہے تھے' جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو مجھے حیض آ گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آئے' اس وقت میں رو رہی تھی' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ کیا تمہیں حیض آ گیا! میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے' جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے' پس تم وہ افعال کرو جو حج کرنے والے کرتے ہیں' سوا اس کے کہ تم بیت اللہ کا طواف نہ کرنا' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

(صحیح مسلم:١٢١١' الرقم المسلسل:٢٨٧٠' سنن ابوداؤد:١٧٨٠_١٧٧٩' سنن نسائی:٢٧١' سنن ابن ماجہ:٢٩٦٥' سنن بیہقی ج ٥ ص ٢' شرح السنۃ:١٨٧٤' مسند الحمیدی:٢٠٥' مسند احمد ج ٦ ص ٢٣٧ طبع قدیم' مسند احمد:٢٤٠٧٦_ ج ٤٠ ص ٨٧' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عنوانِ باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: بے شک یہ وہ چیز ہے' جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) علی بن عبد اللہ المدینی' ابن الاثیر نے کہا: یہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اور یہ خلاف قیاس ہے' قیاس مدنی ہے' الجوہری نے کہا: مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے مدنی کہا جائے گا اور مدینۃ المنصور کی طرف نسبت کرتے ہوئے مدینی کہا جائے گا (٢) سفیان بن عیینہ (٣) عبد الرحمان بن القاسم (٤) قاسم بن محمد بن ابی ابکر الصدیق رضی اللہ عنہ (٥) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٣٨٠)

حائض' نفساء اور جنبی کے طواف کے احکام

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب احرام باندھنے کے بعد عورت کو حیض آ جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ تمام افعال حج ادا کرے لیکن وہ بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور اگر اس نے حالت حیض میں بیت اللہ کا طواف کر لیا تو حیض سے پاک ہونے کے بعد اس کو ایک اونٹ کی قربانی دینی ہوگی' اس طرح نفاس والی عورت یا جنبی نے نفاس اور جنابت سے پاک ہونے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کر لیا تو ان کو اونٹ کی قربانی دینی ہوگی' اور اگر کسی نے بغیر وضوء کے طواف قدوم کر لیا تو اس کا صدقہ دینا ہوگا' امام شافعی کے نزدیک طواف کے لیے وضوء شرط نہیں ہے' اس لیے ان کے نزدیک اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے' ہر نفلی طواف کا یہی حکم ہے' اور اگر طواف

Marfat.com

زیارت بے وضوء کرلیا تو اسے ایک بکری کی قربانی دینی ہوگی' اور اگر جنبی نے طواف زیارت کیا تو اس پر اونٹ کی قربانی ہے' اس طرح حائضہ اور نفساء کا حکم ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد عورتوں کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے' ہاں! اگر قربانی واجب ہو تو ان سے اجازت لینا ضروری ہے اور نفلی قربانی میں ان سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام مالک نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ گائے کی قربانی اونٹ سے افضل ہے' دیگر فقہاء بہ شمول امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اونٹ کی قربانی افضل ہے کیونکہ ساعت جمعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی قربانی کو گائے کی قربانی پر مقدم فرمایا ہے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۸۱۴۔ ج ۳ ص ۳۸۳۔ ۳۸۲' پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) افراد' تمتع اور قران کے معنی (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج میں ائمہ کا اختلاف' آیا آپ کا حج افراد تھا' تمتع تھا یا قران تھا؟ (۳) آپ کے حج کے بارے میں روایات کے اختلاف کی توجیہ (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران ہونے پر دلائل اور افراد اور تمتع کی روایات کے جوابات (۵) افراد' تمتع اور قران میں مذاہب ائمہ (۶) افضلیت قران پر احناف کے دلائل (۷) بعض شارحین کا حج کی متعارض روایات کی تطبیق میں تسامح (۸) ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات (۹) قران میں طواف کے متعلق ائمہ کے مذاہب (۱۰) قران میں دو طوافوں پر احناف کا احادیث سے استدلال (۱۱) ہدی روانہ کرنے والے متمتع کے حلال ہونے میں مذاہب ائمہ (۱۲) شوافع اور مالکیہ کے دلائل (۱۳) شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا جواب (۱۴) حنابلہ کے دلائل (۱۵) احناف کے دلائل (۱۶) علم رسالت پر اعتراض کا جواب (۱۷) حضرت عائشہ کی اپنے حج میں تمتع میں ہدی کی نفی کرنے کی توجیہ (۱۸) طواف کے لیے طہارت کی شرط میں مذاہب (۱۹) عورت کا بغیر محرم کے حج کرنا (۲۰) مکہ میں عمرہ کرنے والے کے میقات میں مذاہب (۲۱) حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ تبدیل کرنے میں مذاہب ائمہ (۲۲) امام احمد کی موافقت میں شیخ ابن تیمیہ کے دلائل اور ان کے جوابات (۲۳) حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی تاویلات اور توجیہات۔

نوٹ: حدیث مذکور ''صحیح مسلم'' کے باب: احرام کی اقسام' میں درج ہے' اس باب میں ۴۴' احادیث ہیں اور مذکور الصدر عنوانات کا تعلق صرف اس حدیث کی شرح کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ۴۴' احادیث کے ساتھ ہے۔

٢- بَابُ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيْلِهِ

حائض کا اپنے خاوند کا سر دھونا اور اس میں کنگھی کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حیض والی عورت اپنے خاوند کا سر دھوسکتی ہے اور اس میں کنگھی کرسکتی ہے' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب حائض کے احکام کے ساتھ متعلق ہیں۔

۲۹۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا حَائِضٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں کنگھی کرتی تھی اور میں اس وقت حائض ہوتی تھی۔

[اطراف الحدیث: ۲۹۶۔ ۳۰۱۔ ۲۰۲۸۔ ۲۰۲۹۔ ۲۰۳۱۔ ۲۰۴۶]

Marfat.com

(سنن ترمذی: ۱۳۲' سنن نسائی: ۳۸۷۔۲۷۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۳۸۰' مصنف عبد الرزاق: ۱۲۳۷۔۱۰۳۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵' سنن دارمی: ۱۰۳۷' المنتقیٰ: ۱۰۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۹' شرح السنۃ: ۳۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۵۶۳۔ ج ۴۱ ص ۳۶۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں صرف کنگھی کرنے کا ذکر ہے اور سر دھونے کا ذکر نہیں ہے' لہٰذا اس باب کے عنوان کے ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

بیوی کی مرضی سے اس سے خدمت لینے کا جواز

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حائض اپنے شوہر کے سر میں کنگھی کر سکتی ہے' اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حائض اپنے شوہر کے سر کو دھو سکتی ہے اور اس میں کنگھی کر سکتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ بیوی کی مرضی سے اس سے خدمت لی جا سکتی ہے۔

۲۹۶- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ هِشَامٌ' عَنْ عُرْوَةَ اَنَّهٗ سُئِلَ اَتَخْدُمُنِي الْحَائِضُ' اَوْ تَدْنُوْ مِنِّي الْمَرْاَةُ وَهِيَ جُنُبٌ؟ فَقَالَ عُرْوَةُ كُلُّ ذٰلِكَ عَلَيَّ هَيِّنٌ' وَكُلُّ ذٰلِكَ تَخْدُمُنِيْ' وَلَيْسَ عَلٰى اَحَدٍ فِيْ ذٰلِكَ بَاْسٌ' اَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ' تَعْنِيْ رَاْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَهِيَ حَائِضٌ' وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ' يُدْنِيْ لَهَا رَاْسَهٗ' وَهِيَ فِيْ حُجْرَتِهَا' فَتُرَجِّلُهٗ وَهِيَ حَائِضٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ بے شک ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ہشام نے خبر دی از عروہ' بے شک ان سے سوال کیا گیا: آیا حائض میری خدمت کر سکتی ہے یا عورت اگر جنبی ہو تو میرے قریب ہو سکتی ہے؟ عروہ نے کہا: یہ سب چیزیں میرے اوپر آسان ہیں اور میری بیوی اس طرح میری خدمت کرتی ہے اور اس میں کسی کے لیے بھی کوئی حرج نہیں ہے' مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر میں کنگھی کرتی تھیں اور وہ حائض ہوتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے تھے' آپ اپنا سر حضرت عائشہ کے قریب کرتے اور وہ اپنے حجرہ میں ہوتی تھیں' پس وہ آپ کے سر میں کنگھی کرتیں اور وہ حائض ہوتی تھیں۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۳۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ

باقی تخریج وہی ہے جو حدیث: ۲۹۵ کی ہے۔)

حائض کو چھونے اور اس کو مس کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:

امام ابن شیبہ نے از منبوذ از مادر خود یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے بال بکھرے ہوئے دیکھ رہی ہوں' انہوں نے کہا: میری کنگھی کرنے والی ام عمار حائض ہے' حضرت میمونہ نے کہا: اے بیٹے! حیض ہاتھ میں تو نہیں ہوتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر ہم میں سے کسی ایک کے حجرہ میں رکھتے تھے اور وہ حائض ہوتی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۲' ادارۃ القرآن' کراچی' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۸۱۰۔ ج ۴۴ ص ۳۹۱)

باب مذکور کی حدیث میں عروہ کا استدلال حضرت میمونہ کے استدلال کی طرح ہے اور وہ حائض کی طہارت میں اور اس سے جسمانی قرب میں حجت ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں جو ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ۔　اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو عورتوں سے مباشرت مت

Marfat.com

(البقرۃ:۱۸۷) کرو۔

اس آیت میں مباشرت سے مراد جماع ہے اس آیت میں عورت کو چھونے اور اس کو مس کرنے کی ممانعت نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر حضرت عائشہ کے قریب کر دیتے تھے اور وہ آپ کے سر میں کنگھی کرتی تھیں حالانکہ وہ حائض ہوتی تھیں۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام شافعی کا رد ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عورت کے چھونے سے مرد کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ معتکف کے لیے باوضوء ہونا لازم نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد زینت کے لیے کنگھی کر سکتا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض اپنے خاوند کی خدمت کر سکتی ہے اس کی صفائی کر سکتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عائشہ سے مصلی طلب کیا اور انہوں نے کہا: میں حائض ہوں تو آپ نے فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۴ ادارۃ القرآن کراچی)

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض تنزیہاً اور تعظیماً مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی اس کا مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ معتکف ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے یا صفائی کی غرض سے مسجد سے باہر غسل کرنے کے لیے نہیں جا سکتا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرنے کے لیے اپنے حجرہ میں چلے جاتے اور مسجد سے حجرہ میں اپنا سر داخل نہ کرتے۔

جنبی اور حائض کے جسم پر صرف حکمی نجاست ہے

علامہ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ حائض کا بدن طاہر ہے اور اس کا پسینہ اور اس کا جھوٹا پاک ہے جس طرح جنبی کا پسینہ اور اس کا جھوٹا پاک ہے اس پر متعدد علماء کا اجماع ہے حماد سے سوال کیا گیا: آیا حائض اپنے پسینہ سے آلود کپڑوں کو دھوئے گی؟ انہوں نے کہا: یہ کام صرف مجوس کرتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جنبی اور حائض کے بدن پر نجاست حکمیہ ہوتی ہے جو غسل سے زائل ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۴۰۲ دار ابن الجوزی جدہ ۱۴۱۷ھ)

۳- بَابُ قِرَاءَةِ الرَّجُلِ فِي حِجْرِ امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ

مرد کا اپنی حائض بیوی کی گود میں قرآن پڑھنا

باب سابق میں حائض کا اپنے خاوند کا سر دھونے کا ذکر تھا اس میں حائض کے جسم کے ساتھ مس کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں حائض کی گود میں قرآن مجید پڑھنے کا ذکر ہے اس میں بھی حائض کے جسم کے ساتھ مس کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اس تعلیق کا ذکر ہے:

وَكَانَ أَبُو وَائِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَهُ وَهِيَ حَائِضٌ إِلَى أَبِي رَزِينٍ، فَتَأْتِيهِ بِالْمُصْحَفِ، فَتُمْسِكُهُ بِعِلَاقَتِهِ.

اور ابو وائل اپنی خادمہ کو ابو رزین کی طرف بھیجتے تھے اور وہ حائض ہوتی تھی پھر وہ ان کے پاس مصحف کو لے کر آتی تھی اور اس کو مصحف کے غلاف کی ڈوری سے پکڑتی تھی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابو وائل اپنی حائض خادمہ کو ابو رزین کے پاس بھیجتے وہ ان سے ان کے پاس مصحف لے کر آتی اور اس

Marfat.com

کو مصحف کے غلاف کی ڈوری سے پکڑتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۴۲۱)

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ جنبی اور حائض مصحف کو اس کے غلاف کی ڈوری سے پکڑ کر اٹھا سکتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب' عطاء' حسن بصری' مجاہد' طاؤس' ابووائل رزین' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے اس کی اجازت دی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۸۶)

حائض اور جنبی کو قرآن مجید کے چھونے اور پڑھنے کی ممانعت' اسی طرح بے وضوء کو بھی

معمر' عبداللہ بن ابی بکر سے' وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عمرو بن حزم کو جو مکتوب لکھا تھا' اس میں مذکور تھا کہ بغیر طہر کے قرآن کو نہ چھوا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۳۳۰)

یعنی جو شخص حدث سے پاک ہو' وہی قرآن مجید کو چھو سکتا ہے' خواہ حدث اصغر ہو یعنی بے وضوء۔ یا حدث اکبر ہو یعنی جنبی اور حائض اور نفساء' ان میں سے کوئی بھی قرآن مجید کو نہیں چھو سکتا۔

عطاء نے کہا: کوئی شخص بغیر وضوء کے مصحف کو نہ چھوئے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۳۳۵)

نبی ﷺ نے فرمایا: غیر طاہر قرآن کو نہ چھوئے۔ (سنن نسائی: ۴۸۵۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جنابت کے سوا رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کی تلاوت سے کوئی چیز مانع نہیں تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۹' سنن ترمذی: ۱۴۶' سنن نسائی: ۲۶۵' سنن ابن ماجہ: ۵۹۴' مسند احمد ج ۱ ص ۸۴)

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔
(سنن ترمذی: ۱۳۱' سنن ابن ماجہ: ۵۹۵' السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۸۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا اور کوئی نہ چھوئے۔
(سنن دارقطنی: ۴۳۱۔ ۴۳۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۸' المعجم الکبیر: ۱۳۲۱۷)

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اہل یمن کی طرف مکتوب بھیجا' اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا اور کوئی نہ چھوئے۔ (سنن دارقطنی: ۴۳۲)

حکیم بن حزام بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: تم بغیر طہر کے قرآن مجید کو نہ چھونا۔
(سنن دارقطنی: ۴۳۳' المستدرک ج ۳ ص ۴۵۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے نکلے' ان سے کہا گیا کہ تمہارے بہنوئی اور بہن نے دین بدل لیا ہے' حضرت عمر ان کے پاس گئے' اس وقت ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک شخص تھے جن کا نام خباب تھا' وہ ان سے سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے' حضرت عمر نے کہا: مجھے وہ کتاب دو' جو تم پڑھ رہے تھے' میں بھی اس کو پڑھوں گا' حضرت عمر کتاب پڑھ سکتے تھے' ان کی بہن نے کہا: تم ناپاک ہو اور قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں' تم اٹھ کر غسل کرو یا وضوء کرو' حضرت عمر نے وضوء کیا' پھر کتاب کو پڑھا: طٰہٰ۔ (سنن دارقطنی: ۴۳۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۸' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۹' المعجم الاوسط: ۳۶۵۴)

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سلمان فارسی کے ساتھ ایک سفر میں تھے' انہوں نے قضاء حاجت کی' ہم نے کہا: آپ وضوء کریں تاکہ ہم آپ سے قرآن کی ایک آیت کے متعلق سوال کریں' انہوں نے کہا: تم مجھ سے سوال کرو' میں قرآن مجید کو چھوؤں گا نہیں۔
(سنن دارقطنی: ۴۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰' المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳)

Marfat.com

شیخ ابن حزم اور غیر مقلدین کے نزدیک حائض اور جنبی قرآن مجید کو چھو سکتے ہیں' ہم نے تبیان القرآن میں ''لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ'' (الواقعہ:۷۹) میں ان کا بہت مفصل اور مدلل رد کیا ہے۔ دیکھئے تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۶۸۷۔۷۰۰۔

۲۹۷- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ سَمِعَ زُهَيْرًا' عَنْ مَنْصُوْرِ ابْنِ صَفِيَّةَ اَنَّ اُمَّهٗ حَدَّثَتْهُ اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّكِئُ فِيْ حِجْرِيْ وَاَنَا حَائِضٌ ' ثُمَّ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ.

[طرف الحدیث:۷۵۴۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم الفضل بن دکین نے حدیث بیان کی' انہوں نے زہیر سے سنا از منصور بن صفیہ کہ ان کی والدہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں ٹیک لگائے ہوئے تھے اور میں حائض تھی' پھر آپ قرآن پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم:۳۰۱' الرقم المسلسل:۶۷۹' سنن نسائی:۲۷۳۔۳۷۹' سنن ابن ماجہ:۶۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۷۲ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۳۳۵' ج ۴۰ ص ۴۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۷۶۹۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ حائض کو چھونا اور اس کو مس کرنا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:۶۰۱۔ ج ۱ ص ۹۹۹ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤- بَابُ مَنْ سَمَّى النِّفَاسَ حَيْضًا

جس نے نفاس پر حیض کا اطلاق کیا

۲۹۸- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ ' عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ اُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ بَيْنَا اَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةٌ فِيْ خَمِيْصَةٍ ' اِذْ حِضْتُ ' فَانْسَلَلْتُ ' فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِيْ ' قَالَ اَنُفِسْتِ ؟ قُلْتُ نَعَمْ ' فَدَعَانِيْ ' فَاضْطَجَعْتُ مَعَهٗ فِي الْخَمِيْلَةِ.

[اطراف الحدیث:۳۲۲۔۳۲۳۔۱۹۲۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابوسلمہ کہ زینب ام سلمہ کی بیٹی نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم چوکور منقش چادر میں لیٹے ہوئے تھے' مجھے حیض آ گیا' میں چپکے سے نکل گئی' پس میں نے اپنے حیض کے کپڑے لیے' آپ نے پوچھا: کیا تم کو نفاس آ گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے مجھ کو بلایا' پس میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔

(صحیح مسلم:۲۹۶' الرقم المسلسل:۶۶۹' سنن نسائی:۲۸۲۔۳۶۹۔۳۰۹' شرح السنۃ:۳۱۶' مصنف عبدالرزاق:۱۲۳۵' مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۶۵۲۶' ج ۴۴ ص ۱۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

''خمیصۃ'' اور ''خمیلۃ'' کے معنی

اس حدیث میں ''خمیصۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چوکور چادر' جس پر نقش و نگار بنے ہوئے ہوں' ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہے: موٹے کپڑے کی چادر' جس پر موٹے نقش و نگار ہوں' یہ ابن سیدہ کا قول ہے' صحاح میں ہے: سیاہ رنگ کی چوکور چادر خواہ اس پر نقش و نگار نہ ہوں' اور اس حدیث میں ''خمیلۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چادر۔

''فانسللت'' میں چپکے سے نکل گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۹۱)

Marfat.com

باب کے عنوان کی وضاحت اور حائض کے بعض احکام

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے: اس حدیث کا عنوان ہے: جس نے نفاس کا نام حیض رکھا۔ بہ ظاہر یوں ہونا چاہیے تھا: جس نے حیض کا نام نفاس رکھا' کیونکہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیض پر نفاس کا اطلاق کیا ہے' امام بخاری نے جب یہ دیکھا کہ حیض اور نفاس کا حکم ایک ہے کہ دونوں میں نمازوں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ان میں سے ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق جائز ہے' حیض پر نفاس کے اطلاق کی تو اس حدیث میں تصریح تھی' تو انہوں نے اس کے عنوان میں نفاس پر حیض کے اطلاق کا ذکر کر دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائض اپنے خاوند کے ساتھ حیض کے کپڑے پہن کر ایک بستر میں سو سکتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستحب یہ ہے کہ حائض اپنے عام کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے الگ تیار رکھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ. (البقرہ: ۲۲۲) ایامِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو۔

تو پھر کیا ایک بستر پر بیوی کے ساتھ سونے سے اس حکم کی مخالفت نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایامِ حیض میں اپنی بیوی سے مجامعت نہ کرو' اور آپ نے جو حیض کو نفاس سے تعبیر فرمایا' اس میں یہ تنبیہ ہے کہ نماز اور روزے کے جائز نہ ہونے اور مسجد میں دخول' طوافِ کعبہ' قرآن مجید کی تلاوت اور مصحف کو چھونے کی ممانعت میں حیض اور نفاس کا حکم ایک ہے' مہلب نے کہا ہے: چونکہ امام بخاری کو نفاس کے متعلق الگ حدیث نہیں ملی' اس لیے انہوں نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا' جس نے نفاس کو حیض کہا۔

نفاس والی عورتوں کے احکام

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نفاس والی عورتیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چالیس دن بیٹھی رہتی تھیں' پھر ہم اپنے چہروں پر ورس نام کی خوشبودار گھاس کا لیپ کرتی تھیں۔

(سنن ترمذی: ۱۳۹' سنن ابوداؤد: ۳۱۱' سنن ابن ماجہ: ۶۴۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۹۔ ۳۰۴۔ ۳۰۲۔ ۳۰۰)

اہل علم صحابہ' تابعین اور بعد کے فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نفاس والی عورت چالیس دن تک نماز نہیں پڑھے گی' ماسوا اس کے کہ وہ اس سے پہلے طہر کو دیکھ لے' پھر بے شک وہ غسل کرے گی اور نماز پڑھے گی' اگر اس نے چالیس دن کے بعد بھی خون دیکھا تو اکثر فقہاء کے نزدیک اب وہ نماز ترک نہیں کرے گی' حسن بصری سے روایت ہے کہ وہ پچاس دن تک نماز ترک کرے اور عطاء سے روایت ہے: وہ ساٹھ دن تک نماز ترک کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۹۳۔ ۳۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۹۱۔ ج ۱ ص ۹۹۶ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥- بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ حائض کے ساتھ مباشرت کرنا یعنی اس کے جسم کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹانا

اس عنوان میں مباشرت کا معنی جماع نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی ہے: اپنی حائض بیوی کے ساتھ اپنے جسم کو لپٹانا' باب سابق کے

Marfat.com

ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں بھی حائض بیوی کو اپنے ساتھ لٹانے کا ذکر ہے اور اس میں بھی مباشرت کا یہی معنی ہے۔
مباشرت کا مادہ ''بشرۃ'' ہے اور ''بشرۃ'' کا معنی ہے: کھال اور مباشرت کا معنی ہے: ایک جسم کی کھال کو دوسرے جسم کی کھال کے ساتھ ملانا۔

٢٩٩- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، كِلَانَا جُنُبٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے' ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ٢٥٠ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: حائض کے ساتھ مباشرت کرنا اور اس عنوان کی اس حدیث کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں' البتہ اس باب کی دوسری حدیث اس عنوان کے مطابق ہے۔

٣٠٠- وَكَانَ يَأْمُرُنِي فَأَتَّزِرُ، فَيُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ. [اطراف الحدیث: ٣٠٢-٢٠٣٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور آپ مجھے حکم دیتے تو میں تہبند باندھ لیتی' پھر آپ مجھے اپنے ساتھ لپٹاتے اور میں حائض ہوتی۔

(صحیح مسلم: ٢٩٣' الرقم المسلسل: ٦٦٥' سنن ابوداؤد: ٢٦٨' سنن ترمذی: ١٣٢' سنن ابن ماجہ: ٦٣٦' سنن نسائی: ١٧٣-٢٨٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٤ ص ٢٥٤' المستدرک ج ١ ص ١٧٢' سنن بیہقی ج ١ ص ٣١١-٣١٠' سنن دارمی: ١٠٦١' المعجم الاوسط: ١٧٦٨' مسند احمد ج ٦ ص ٣٣ طبع قدیم مسند احمد: ٢٤٠٤٦- ج ٤٠ ص ٥٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔
اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ مجھے اپنے جسم کے ساتھ لپٹاتے۔

مباشرت کا معنی اور حائض سے مباشرت کی اقسام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ مجھے تہبند باندھنے کا حکم دیتے' اس جملہ میں یہ دلیل ہے کہ یہاں مباشرت کا معنی جماع نہیں ہے بلکہ یہاں مباشرت کا معنی لمس ہے یعنی مرد کا اپنی کھال کو عورت کے کھال کے ساتھ ملانا اور مَس کرنا۔

حائض کے ساتھ مباشرت کی کئی قسمیں ہیں: (١) حائض کے ساتھ جماع کیا جائے اور اس کی فرج میں اپنا آلہ داخل کیا جائے' یہ بالاجماع حرام ہے اور ''فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ''. (البقرہ: ٢٢٢) کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے' جو شخص اس کی حلت کا اعتقاد رکھے' وہ کافر ہے اور اگر کسی نے حرام سمجھتے ہوئے یہ کام کیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور دوبارہ یہ کام نہ کرے' اس میں اختلاف ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں' امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوگا' اور امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا اور اس پر سوا استغفار کے اور کچھ لازم نہیں ہے' اکثر علماء کا اور ہمارا یہی قول ہے' پھر کفارہ کی مقدار میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: وہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے' بعض نے کہا: وہ ایک دینار یا نصف دینار ہے۔ بعض نے کہا: یہ صدقہ کرنا مستحب ہے۔

Marfat.com

حائض سے مباشرت کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کے جسم کے ناف کے اوپر اور گھٹنے سے نیچے سے لذت حاصل کی جائے' یہ بالاتفاق جائز ہے۔ حائض سے مباشرت کی تیسری قسم یہ ہے کہ اس کی فرج اور دبر کے علاوہ ناف اور گھٹنے کے درمیان سے لذت حاصل کی جائے' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک یہ حرام ہے' امام محمد بن حسن اور امام احمد کے نزدیک یہ جائز ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہود کی عورت حائض ہو جاتی تو وہ اس کے ساتھ کھانا پینا ترک کر دیتے اور نہ اس کو گھر میں اپنے ساتھ رکھتے اور نہ اس سے جماع کرتے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ". (البقرہ:۲۲۲) لوگ آپ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں' آپ کہیے: وہ نجاست ہے' پس تم ایامِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو یعنی ان سے جماع نہ کرو' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان سے جماع اور دخول کے سوا سب کچھ کرو۔ الحدیث

(صحیح مسلم:۳۰۲' سنن ابن ماجہ:۶۴۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲' کنز العمال:۴۴۸۹۴)

وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تہبند کے اوپر سے مباشرت کی ہے' وہ استحباب پر محمول ہے' امام محمد کا یہ قول حضرت علی' حضرت ابن عباس اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۹۶۔۳۹۵ ملخصاً' شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۲۴۔۴۲۳ ملخصاً' فتح الباری ج ۱ ص ۸۱۹ ملخصاً)

* اس باب کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۸۷۔ ج ۱ ص ۹۹۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات ہیں:

(۱) حائضہ عورت سے مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام (۲) منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب۔

۳۰۱- وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهٗ اِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ' فَاَغْسِلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف اپنا سر نکالتے اور آپ اس حال میں معتکف ہوتے' پس میں آپ کا سر دھوتی اور میں اس وقت حائض ہوتی۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا' حائض کا اپنے خاوند کا سر دھونا اور کنگھی کرنا اور یہاں اس حدیث کو "مباشرت الحائض" کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے اور جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ مباشرت کا معنی ہے: ایک جسم کی کھال کو دوسرے جسم کی کھال سے ملانا' تو جب حضرت عائشہ آپ کا سر دھوتی تھیں' تو آپ کے ہاتھوں کی کھال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کی کھال سے ملتی تھی۔

۳۰۲- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ' هُوَ الشَّيْبَانِيُّ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ اِحْدَانَا اِذَا كَانَتْ حَائِضًا' فَاَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّبَاشِرَهَا' اَمَرَهَا اَنْ تَتَّزِرَ فِيْ فَوْرِ حَيْضَتِهَا' ثُمَّ يُبَاشِرُهَا. قَالَتْ وَاَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ؟ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے خبر دی' جو شیبانی ہیں از عبد الرحمان بن الاسود از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم میں سے کوئی عورت حائضہ ہوتی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ اپنے جسم کو لپٹانا چاہتے تو آپ اس کو حکم دیتے' وہ حیض کے جوش کے اوپر تہبند باندھ لیتی' پھر آپ اس کو اپنے جسم کے

Marfat.com

تَابَعَهُ خَالِدٌ وَ جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ.

ساتھ لپٹا لیتے' حضرت عائشہ نے فرمایا: تم میں سے کون اپنی خواہش پر ضبط کر سکتا ہے؟ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش پر ضبط کرتے تھے۔ علی بن مسہر کی متابعت خالد اور جریر نے کی ہے از شیبانی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

٣٠٣- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ تَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَرَادَ اَنْ يُّبَاشِرَ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَآئِهٖ اَمَرَهَا فَاتَّزَرَتْ وَهِيَ حَائِضٌ. وَرَوَاهُ سُفْيَانُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ. (صحیح مسلم: ۲۹۴' الرقم المسلسل: ٦٦٧' سنن ابوداؤد: ۲۱٦٧' سنن دارمی: ١٠٤٦' سنن بیہقی ج ١ ص ٣١١' مسند احمد ج ٦ ص ٣٣٥ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٦٨٣٦- ج ٤٤ ص ٤٢٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن شداد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج میں سے کسی عورت کو اپنے ساتھ لپٹانا چاہتے تو اس کو تہبند باندھنے کا حکم دیتے اور وہ اس وقت حائض ہوتی' اور اس حدیث کو سفیان نے شیبانی سے روایت کیا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج میں سے کسی کو اپنے ساتھ لپٹانا چاہتے تو اس کو تہبند باندھنے کا حکم دیتے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰ میں کردی گئی ہے۔

٦- بَابُ تَرْكِ الْحَائِضِ الصَّوْمَ

حائض کا روزے کو ترک کر دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حائض ایام حیض میں روزوں کو ترک کر دے اور وہ بعد میں روزوں کی قضاء کرے گی' اس کے برخلاف حائض نمازوں کو جو ترک کرے گی' ان کی قضاء نہیں ہے' بابِ سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب حائض کے احکام میں ہیں۔

٣٠٤- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي زَيْدٌ' هُوَ ابْنُ اَسْلَمَ' عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ' قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اَضْحًى' اَوْ فِطْرٍ' اِلَى الْمُصَلّٰى' فَمَرَّ عَلَى النِّسَآءِ' فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ' فَاِنِّي اُرِيتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ. فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ' وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ' مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَاكُنَّ. قُلْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی جو کہ زید بن اسلم ہے از عیاض بن عبداللہ از ابی سعید الخدری' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عیدگاہ کی طرف نکلے' آپ خواتین کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ تم اکثر اہل دوزخ ہو' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! وہ کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو' میں نے کوئی ناقص عقل

Marfat.com

وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْاَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ ؟ قُلْنَ بَلٰى ' قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا ' اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ ؟ قُلْنَ بَلٰى ' قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا. [اطراف الحدیث: ۳۰۴-۱۴۶۲-۱۹۵۱-۲۶۵۸]

(صحیح مسلم: ۷۹' الرقم المسلسل: ۲۴۳-۲۴۷' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۹' سنن نسائی: ۱۵۷۵-۱۵۷۸' سنن ابن ماجہ: ۴۰۰۳' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۴۸' شعب الایمان: ۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۶۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۳۴۳- ج ۹ ص ۲۴۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اور ناقص دین والی ایسی نہیں دیکھی' جو کسی محتاط مرد کی عقل کو زائل کرنے والی ہو' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے دین اور ہماری عقل کا نقصان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی نصف کی مثل ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ عورتوں کی عقل کا نقصان ہے' کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کو جب حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: عورت کو جب حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

لعن' کفر اور عقل کے معانی' اور عورتوں کا ناقص العقل اور ناقص الدین ہونا' اکثری حکم ہے' کلی نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے' یعنی اپنے گھر سے یا اپنی مسجد سے عیدگاہ کی طرف نکلے۔

''اللعن'' اس کا اسم لعنت ہے' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کی دعا کرنا۔ اگر بالکلیہ رحمت سے دور کرنا مراد ہو تو یہ لعنت صرف کفار پر کی جاسکتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب خاص سے دور کرنا مراد ہو تو یہ لعنت فساق پر بھی کی جاسکتی ہے۔

''یکفرن'' یہ لفظ کفر سے بنا ہے' اس کا معنی ستر ہے' یعنی نعمت کو چھپانا اور اس کا شکر ادا نہ کرنا' یہاں مراد ہے: خاوند کی نافرمانی کرنا۔

عقل' اس کا معنی ہے: روکنا' انسان میں جو ادراک کی قوت انسان کو بُرے کاموں سے روکتی ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا محل دماغ ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کا محل دل ہے' عقل کی کئی تعریفیں ہیں: (۱) یہ وہ قوت ہے' جس سے غائب چیزوں کا ادراک ہوتا ہے (۲) یہ وہ قوت ہے' جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا ہے (۳) یہ وہ قوت ہے' جس سے بُرے اور اچھے کاموں کی تمیز ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی نصف کی مثل ہوتی ہے؟ اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ. (البقرہ: ۲۸۲)

پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں' جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرلو۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہر عورت تو مرد سے ناقص نہیں ہوتی بعض عورتیں مرد سے کامل بھی ہوتی ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں دنیا کی عورتوں میں سے یہ عورتیں کافی ہیں: مریم بنت عمران'

Marfat.com

خدیجہ بنت خویلد' فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجہ فرعون۔

(سنن ترمذی: ٣٨٧٨' مسند احمد ج ٣ ص ١٣٥' المستدرک ج ٣ ص ١٥٧' مصنف عبدالرزاق: ٢٠٩١٩' شرح السنۃ ج ١ ص ٣٣٩)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کُل پر کسی چیز کا حکم لگایا جائے تو وہ اس کو مستلزم نہیں ہوتا کہ اس کل کے ہر فرد پر وہ حکم لگایا جائے' بعض مردوں کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اور بعض عورتوں کا حافظہ بہت قوی ہوتا ہے' بعض مرد غبی ہوتے ہیں اور بعض عورتیں بہت ذہین ہوتی ہیں' لیکن اکثر مردوں کی عقل کامل ہوتی ہے اور اکثر عورتوں کی عقل ناقص ہوتی ہے اور اس حدیث میں اکثریت کے اعتبار سے عورتوں کو ناقص العقل فرمایا ہے اور چونکہ ہر عورت حیض میں مبتلا ہوتی ہے' اس لیے ہر عورت کی نماز اور روزے کی عبادت مرد کی عبادت سے کم ہوتی ہے' یہ خلقت کے اعتبار سے ہے' ورنہ بہت مرد ایسے ہیں' جو نماز پڑھتے ہیں نہ روزے رکھتے ہیں اور بعض عورتیں ان کی بہ نسبت زیادہ نماز پڑھتی ہیں اور زیادہ روزے رکھتی ہیں' سو عورتوں کا دین میں ناقص ہونا' یہ بھی اکثری حکم ہے کلی حکم نہیں ہے اور شرع اور عرف میں اکثر افراد پر کل کا حکم لگا دیا جاتا ہے۔

خواتین کو وعظ کرنا' عیدین اور جمعہ کے لیے خواتین کو مساجد میں جانے سے فقہاء کا منع کرنا' وعظ کا طریقہ اور حدیث مذکور کے دیگر متعدد فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن امام کو قوم کے ساتھ نماز عید پڑھنے کے لیے عید گاہ جانا مستحب ہے۔

عید کے دن مسلمانوں کو نیکیوں اور صدقات کی ترغیب دینی چاہیے کیونکہ اس دن اغنیاء اور فقراء جمع ہوتے ہیں اور اغنیاء کو دیکھ کر فقراء کو حسرت آتی ہے' خصوصاً یتیم فقراء اور بیوہ فقراء کو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصاً خواتین کو صدقہ کی ترغیب دی کیونکہ ان میں سے اکثر پر بخل غالب ہوتا ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ نماز عید کے لیے عورتوں کا عید گاہ میں جانا جائز ہے' علماء نے کہا: یہ صرف آپ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا' لیکن آج کل خوب صورت اور جوان عورت نہ جائے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس (بناؤ سنگھار) کو دیکھ لیتے' جو عورتوں نے آپ کے بعد ایجاد کیا ہے تو ان کو مساجد میں آنے سے اسی طرح منع کر دیتے' جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں آنے سے منع کر دیا گیا۔ (صحیح البخاری: ٨٦٩' صحیح مسلم: ٤٤٥' سنن ابوداؤد: ٥٦٩)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت عائشہ کا یہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد کا ہے' لیکن آج کل جو عورتیں اپنے حسن کی نمائش کرتی ہیں' نعوذ باللہ من ذالک' تو انہیں عید یا غیر عید میں گھر سے نکلنے کی بالکل اجازت نہیں دینی چاہیے' امام ابوحنیفہ نے ایک بار اجازت دی اور دوسری بار منع کر دیا' بعض فقہاء نے نوجوان عورتوں کو منع کیا ہے اور بوڑھی عورتوں کو اجازت دی ہے' امام مالک اور امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے' علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ٥٨٧ھ نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ جوان عورت کو عیدین' نمازِ جمعہ بلکہ کسی بھی نماز کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے فرمایا ہے: ''وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ'' (الاحزاب: ٣٣) اور تم اپنے گھروں میں رہو' کیونکہ ان کا گھر سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور بوڑھی عورتوں کو نمازِ عیدین کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت دی جائے گی۔ علامہ نووی نے ''شرح المہذب'' میں کہا ہے کہ جوان عورت اور جس پر شہوت آئے' اس کا گھر سے نکلنا مکروہ ہے اور جن احادیث میں عورتوں کو نمازِ عید وغیرہ میں نکلنے کی اجازت دی گئی ہے' وہ آپ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وعظ اور نصیحت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا چاہیے' اور کسی شخص معین کو مخاطب نہیں کرنا

Marfat.com

چاہیے بلکہ عموم اور شمول کے صیغوں سے خطاب کرنا چاہیے اور یہ کہ صدقہ عذاب کو دور کرتا ہے اور گناہوں کو مٹاتا ہے اور نعمت کا انکار کرنا اور اس کا شکر ادا نہ کرنا حرام ہے اور باعث عذاب ہے اور گفتگو میں کسی پر لعنت کرنا یا اس کو گالی دینا حرام اور فسق ہے اور کفر باللہ کے غیر پر کفر کا اطلاق جائز ہے' خواتین نے آپ سے پوچھا کہ ہمارے بہ کثرت دوزخی ہونے کا کیا سبب ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ متعلم استاذ سے سمجھنے کے لیے سوال کر سکتا ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حائض کا نماز پڑھنا اور روزے رکھنا منع ہے' نماز اس سے ساقط ہو جائے گی اور روزوں کی وہ قضاء کرے گی اور اس میں یہ تصریح ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی نصف ہے اور اس حدیث میں نیک کاموں کے لیے چندہ کرنے کی اصل ہے اور اس حدیث میں نبی ﷺ کے خلق عظیم اور آپ کی رحمت اور آپ کی شفقت کا بیان ہے' آپ پر افضل صلوات اور اشرف تحیات نازل ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۰۵۔ ۴۰۳ ملخصاً)

٧- بَابٌ تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

حائض تمام مناسکِ حج ادا کرے سوائے بیت اللہ کے طواف کے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کو احرام باندھنے کے بعد حیض آجائے تو وہ حج بیت اللہ کے سوا باقی تمام مناسک حج ادا کرے گی۔ مناسک' منسک کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: حج کی عبادات کی جگہیں اور منسک مذبح یعنی قربانی کی جگہ کو بھی کہتے ہیں' اس کا مادہ نسک ہے' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت اور ہر وہ فعل جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔

ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں حالت حیض میں روزہ کو ترک کرنے کا ذکر ہے اور وہ فرض ہے اور اس باب میں حالت حیض میں بیت اللہ کے طواف کو ترک کرنے کا ذکر ہے اور وہ بھی فرض ہے۔

جنبی اور حائض کے قرآن پڑھنے کے جواز پر امام بخاری کے دلائل اور مصنف کے جوابات

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ اَنْ تَقْرَأَ الْاٰيَةَ .

اور ابراہیم (نخعی) نے کہا: حائض کے ایک آیت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس اثر کی اور اس کے بعد کے آثار کی باب کے عنوان سے مناسبت یہ ہے کہ حیض ہر عبادت کے منافی نہیں ہے بلکہ حالت حیض میں تسبیح' تحمید اور تہلیل پڑھنا جائز ہے' اسی طرح ایک جماعت کے نزدیک ایک آیت سے کم پڑھنا جائز ہے اور ابراہیم نخعی کے نزدیک ایک آیت پڑھنا جائز ہے' اسی طرح طواف کے سوا باقی مناسک بھی ادا کرنے جائز ہیں' جنبی کا بھی یہی حکم ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

حماد' ابراہیم سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ چار شخص قرآن نہ پڑھیں: (۱) جو بیت الخلاء میں ہو (۲) جو حمام میں ہو (۳) جو جنبی ہو (۴) جو (عورت) حیض والی ہو۔ ماسوا ایک آیت اور اس کی مثل کے خصوصاً جنبی اور حائض کے لیے۔

(سنن دارمی: ۹۹۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابراہیم نخعی سے دوسری روایت یہ ہے کہ جنبی اور حائض ایک آیت سے بھی کم پڑھے۔

چنانچہ ابو خالد الاحمر نے از حجاج از عطاء از حماد از ابراہیم اور سعید بن جبیر حائض اور جنب کے بارے میں یہ روایت کی ہے کہ وہ آیت کی ابتداء کریں اور اس کو آخر تک نہ پڑھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۹۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

Marfat.com

مغیرہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ حیض والی عورت ایک آیت سے کم پڑھے' پوری آیت نہ پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۰۹۷)

امام بخاری نے جو ابراہیم نخعی سے یہ نقل کیا ہے کہ حائض ایک آیت پڑھ سکتی ہے' اس کی بہ نسبت ابراہیم نخعی کی مذکور الصدر دو روایتیں زیادہ قرین قیاس ہیں' جن میں انہوں نے جنبی اور حائض کو ایک مکمل آیت کی بھی اجازت نہیں دی' اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔

(سنن ترمذی:۱۳۱' سنن ابن ماجہ:۵۹۶۔۵۹۵' سنن دار قطنی:۱۲۰/۴' سنن بیہقی ج۱ ص۸۹' العقیلی ج۲ ص۹۰)

اس کے بعد امام بخاری نے دوسری تعلیق ذکر کی:

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جنبی کے لیے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

خالد از عکرمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ جنبی ایک آیت یا دو آیتیں پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۰۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی انفرادی رائے ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح ممانعت کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے۔

پھر امام بخاری تیسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتے تھے۔

(صحیح مسلم:۳۷۳' مسند احمد ج۶ ص۷۰' جامع المسانید لابن الجوزی:۷۲۶۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ جب آپ ہر وقت ذکر کرتے تھے' تو یہ اس کو مستلزم ہے کہ آپ حالت جنابت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے اور ذکر قرآن مجید کی تلاوت کو بھی شامل ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ حالت جنابت میں بھی قرآن مجید پڑھتے تھے۔

امام بخاری کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ہر حال میں قرآن مجید پڑھاتے تھے' سوائے جنابت کے حال کے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۰۷۸) اور یہ ہر حال میں ذکر کے خلاف نہیں ہے' یعنی جنابت کے حال میں آپ قرآن مجید کی تلاوت کے علاوہ اور کوئی ذکر کرتے تھے' مثلاً تسبیح اور تہلیل وغیرہ اور یہ ذکر بھی آپ دل سے کرتے تھے' زبان سے نہیں کرتے تھے' حدیث میں ہے: آپ نے بے وضوء ہونے کی حالت میں ایک صحابی کو سلام کا جواب بھی نہیں دیا' کیونکہ سلام کا لفظ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے:

المہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت سلام کیا' جب آپ وضوء کر رہے تھے' آپ نے ان کو جواب نہیں دیا' جب آپ وضوء سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے اس کے سوا اور

Marfat.com

کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ میں نے بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ناپسند کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷' سنن نسائی: ۳۸' سنن ابن ماجہ: ۳۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۴۵ - ج ۵ ص ۸۰' شرح معانی الآثار: ۱۰۲' المستدرک ج ۳ ص ۴۷۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشاب کر رہے تھے' اس وقت ایک شخص آپ کے پاس سے گزرا اس نے آپ کو سلام کیا' آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیمم کر کے اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۷۰' سنن ابوداؤد: ۱۶' سنن ترمذی: ۹۰' سنن نسائی: ۳۷' سنن ابن ماجہ: ۳۵۳)

غور کیجئے! جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے وضوء ہونے کے حال میں زبان سے اللہ کا ذکر مکروہ سمجھتے ہیں تو آپ جنابت کے حال میں زبان سے اللہ کا ذکر کیسے کریں گے' پھر جنابت کے حال میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا تو آپ کی شان سے اور بھی زیادہ بعید ہے' اس لیے ماننا پڑے گا کہ جنابت کے حال میں آپ دل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے' بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جنابت کے حال میں زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے' کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی زیادہ تعظیم اور تقدیس ہے کہ یہ حال زبان سے اس کے ذکر کے لائق نہیں ہے۔ ہمارے ان جوابات سے واضح ہو گیا کہ آپ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے' اس سے امام بخاری کا یہ استدلال کرنا کہ آپ حالت جنابت میں تلاوتِ قرآن کرتے تھے' نہ صرف یہ کہ بہت بعید ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور تقدیس کے خلاف ہے' بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور آپ کے مزاج کے برعکس ہے۔

وَقَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ كُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ يَّخْرُجَ الْحُيَّضُ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ.

اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ حائض عورتیں نکلیں' پس وہ مسلمانوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر پڑھیں اور دعا کریں۔

یہ امام بخاری کی چوتھی تعلیق ہے اور اس کو خود امام بخاری نے اپنی صحیح میں موصولاً روایت کیا ہے:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ہم آزاد اور پردہ دار خواتین کو (عیدگاہ میں) لے جائیں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حائض خواتین بھی خیر اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع پر حاضر ہوں اور حائض خواتین عیدگاہ میں داخل نہ ہوں' حضرت حفصہ نے حیرت سے کہا: حائض خواتین بھی؟ تو ایک عورت نے کہا: کیا وہ میدان عرفات میں اور فلاں فلاں مقام میں نہیں جاتی۔ (صحیح البخاری: ۳۲۴ - ۹۷۴' صحیح مسلم: ۸۹۰' سنن ابوداؤد: ۱۱۳۶' سنن نسائی: ۱۵۵۸' سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۸)

امام بخاری کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ جب حائض عیدگاہ سے باہر اور میدان عرفات میں دعا کر سکتی ہے اور دعا میں قرآن کی آیات بھی ہوتی ہیں تو پھر وہ قرآن مجید کی تلاوت بھی کر سکتی ہے' امام بخاری کا یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے' دعا میں قرآن مجید کی آیت پڑھنا اور چیز ہے اور قصداً قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور بات ہے' خصوصاً جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔ (سنن ترمذی: ۱۳۱)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سُفْيَانَ اَنَّ هِرَقْلَ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ فَاِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ﴾ الْاٰيَةَ (آل عمران: ٦٤).

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ ہرقل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب منگایا' پھر اس کو پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم فرمانے والا' بہت مہربان ہے'' اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف'' الآیۃ (آل عمران: ۶۴)

یہ امام بخاری کی پانچویں تعلیق ہے اور صحیح البخاری: ۷ کی طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے۔امام بخاری کی اس حدیث سے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ مکتوب جس میں قرآن مجید کی دو آیتیں لکھی ہوئی تھیں' ہرقل اور رومیوں کی طرف بھیجا اور وہ کافر تھے اور کافر جنبی ہوتا ہے اور انہوں نے اس مکتوب کو چھوا اور پڑھا' اس سے معلوم ہوا کہ جنبی کا قرآن مجید کو چھونا اور پڑھنا جائز ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے: اس کا جواب یہ ہے کہ اس مکتوب میں ان دو آیتوں کے علاوہ بھی لکھا ہوا تھا کہ یہ مکتوب محمد بن عبد اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے عظیم بصریٰ کے نام ہے اور ہرقل عظیم روم کی طرف' جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو' پس بے شک میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں' تم اسلام قبول کرلو' سلامت رہو گے' اللہ تم کو اس کے دو اجر عطا فرمائے گا' پھر اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے متبعین کے اسلام نہ لانے کا تم پر گناہ ہوگا۔الحدیث' پس یہ مکتوب ایسا ہے' جیسے فقہ کی کتاب یا تفسیر میں قرآن مجید کی آیت لکھی ہوئی ہو اور فقہ کی کتاب یا تفسیر کی کتاب کو بے وضوء ہاتھ لگانا اور پڑھنا جمہور کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ان سے قرآن مجید کی تلاوت کا قصد نہیں کیا جاتا اور امام احمد نے اور بہت سے فقہاء شافعیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ تبلیغ کی مصلحت سے کفار کو اس قسم کے مکاتیب لکھنا جائز ہے اور ثوری نے کہا: کسی نصرانی آدمی کو قرآن مجید کی اس امید پر تعلیم دینا جائز ہے کہ شاید وہ اسلام لائے' اور امام احمد نے کہا: میں اس کو مکروہ جانتا ہوں کہ قرآن مجید کو اس کی لائق جگہ پر نہ رکھا جائے اور ان کا یہ قول بھی ہے کہ اگر اس سے ہدایت کی توقع ہو تو پھر جائز ہے' ورنہ نہیں اور بعض علماء نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جنبی کے لیے قرآن مجید پڑھنا جائز ہے کیونکہ جنبی کو تلاوت قرآن سے اس صورت میں منع کیا ہے' جب وہ قرآن کی تلاوت کا قصد کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ جس کی وہ تلاوت کر رہا ہے' وہ قرآن ہے اور اگر وہ کسی صفحہ کو پڑھے اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ یہ قرآن ہے تو پھر اس کے لیے ممانعت نہیں ہے اور اسی طرح کافر کے لیے اس صفحہ کو پڑھنے کا حکم ہے۔اس کی مزید تحقیق ان شاء اللہ ''کتاب الجهاد'' میں آئے گی۔(فتح الباری ج ۱ ص ۸۲۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ) ''کتاب الجهاد'' میں یہ پوری حدیث نمبر: ۲۹۴۱ پر ہے' لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی حسب عادت بھول گئے اور انہوں نے وہاں اس کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ حَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا' غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ' وَلَا تُصَلِّي.

اور عطاء نے از جابر کہا کہ حضرت عائشہ کو حیض آ گیا تو انہوں نے بیت اللہ کے طواف کے سوا تمام مناسک حج ادا کیے اور وہ نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

یہ امام بخاری کی چھٹی تعلیق ہے' اس تعلیق کی اصل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث ہے' جس میں یہ جملہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ میں آئیں اور وہ حائض تھیں تو نبی ﷺ نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ حج کے تمام مناسک ادا کریں' سوا اس کے کہ وہ طواف نہیں کریں گی اور نماز نہیں پڑھیں گی' حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائیں۔(صحیح البخاری: ۷۲۳۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۲)

امام بخاری کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کو قرآن مجید پڑھنے سے منع نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ حائض کا قرآن مجید پڑھنا جائز ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ''سنن ترمذی'' میں تصریح ہے کہ آپ نے حائض اور جنبی کو قرآن مجید پڑھنے سے مطلقاً منع فرما دیا تھا۔

وَقَالَ الْحَكَمُ إِنِّي لَأَذْبَحُ وَأَنَا جُنُبٌ' وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ (الانعام: ۱۲۱).

اور حکم نے کہا: بے شک میں حالت جنابت میں ذبح کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور جس جانور پر اللہ کا نام نہ ذکر کیا جائے' اس کو مت کھاؤ'' (الانعام: ۱۲۱)۔

Marfat.com

یہ امام بخاری کی ساتویں تعلیق ہے' جس سے انہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ جنبی کا قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت قرآن مجید کی تلاوت نہیں کی جاتی بلکہ بسم اللہ اللہ اکبر کہا جاتا ہے اور جنبی کے لیے قرآن پڑھنے کی ممانعت ہے' ذکر کرنے کی ممانعت نہیں ہے' اگرچہ افضل یہ ہے کہ باوضوء ذکر کیا جائے اور یہ حَکم کا فعل ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل نہیں ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک جنبی اور حائض کے قرآن پڑھنے کی ممانعت اور ان کی مستدل حدیث کی سند کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں' اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور نے حائض کو قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا ہے' اور اسی کی مثل حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' عطاء' ابوالعالیہ' سعید بن جبیر اور زہری سے مروی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

جمہور ائمہ اور فقہاء کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت الخلاء سے آ کر منہ دھونے کے بعد قرآن مجید پڑھنے لگے تو حضرت علی نے بیان کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء سے آنے کے بعد ہمیں قرآن مجید پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت کھاتے اور جنابت کے سوا آپ کو قرآن مجید پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی۔

(سنن ابوداؤد: ۲۲۹' سنن ترمذی: ۱۴۶' سنن نسائی: ۲۶۶_۲۶۵' سنن ابن ماجہ: ۵۹۴' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۸' مسند الحمیدی: ۵۷' صحیح ابن حبان: ۸۰۰_۷۹۹' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۱۹' مسند ابویعلیٰ: ۳۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۸۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۲۷' ج ۲ ص ۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤط اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند حسن ہے' امام حبان' العجلی اور یعقوب بن شیبہ نے اس حدیث کی توثیق کی ہے' امام ابن عدی نے "الکامل" میں کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت علی' حضرت حذیفہ اور ان کے غیر سے مروی ہے اور مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' امام ابن حبان' امام ابن خزیمہ اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۲ ص ۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ' اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

جمہور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے' اس کو اصحاب السنن نے روایت کیا ہے' امام ترمذی اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے' بعض نے اس کے بعض راویوں کو ضعیف کہا ہے اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۲۲' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور امام ابوداؤد نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے: میں جس حدیث پر کوئی حکم نہ لگاؤں' وہ میرے نزدیک عمل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

(مکتوب امام ابوداؤد ص ۴' مع سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۴' مطبع مجتبائی' لاہور)

ہم نے اس مسئلہ میں اس قدر تحقیق اس لیے کی ہے کہ امام بخاری نے اپنے زعم میں یہ ثابت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت جنابت میں قرآن پڑھتے تھے' حالانکہ یہ بات واقع کے خلاف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن اس سے پاک ہے' سو میری یہ محنت رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ کی اس سے براءت ثابت کرنے کے لیے ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اس تحریر کو قبول فرمالیں۔ (آمین)

٣٠٥- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ اِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا جِئْنَا سَرِفَ، طَمِثْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِىْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ؟ قُلْتُ لَوَدِدْتُ وَاللّٰهِ اَنِّىْ لَمْ اَحُجَّ الْعَامَ. قَالَ لَعَلَّكِ نُفِسْتِ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ ذٰلِكِ شَىْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ، فَافْعَلِىْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ، غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِىْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِىْ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ١٩٠٧، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن القاسم از قاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ گئے' ہم صرف حج کا ذکر کر رہے تھے' جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو مجھے حیض آ گیا' پس نبی ﷺ میرے پاس آئے اور میں رو رہی تھی آپ نے پوچھا: تم کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا: میں (حج کرنا) چاہتی تھی اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس سال حج نہیں کر سکوں گی' آپ نے فرمایا: شاید تم کو نفاس (حیض) آ گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے' جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے' پس تم وہ سب کرو' جو حج کرنے والے کرتے ہیں' سوا اس کے کہ تم بیت اللہ کا طواف نہ کرنا' حتیٰ کہ تم (حیض سے) پاک ہو جاؤ۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ٢٩٤ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: حیض کی ابتداء کس طرح ہوئی' اور یہاں اس کا عنوان ہے: حائض سوائے طواف کے تمام مناسک حج ادا کرے' اور اس حدیث میں ان دونوں باتوں کا ذکر ہے۔

٨ - بَابُ الْاِسْتِحَاضَةِ
استحاضہ کا بیان

اس باب میں استحاضہ کا حکم بیان کیا گیا ہے' جو خون عورت کی رگ سے نکلے اور فرج سے اس کے مخصوص وقت کے بغیر باہر آئے' اس کو استحاضہ کہتے ہیں' اور باب سابق سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ حیض اور استحاضہ دونوں عورت کے احکام میں سے ہیں۔

٣٠٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِىْ حُبَيْشٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّىْ لَا اَطْهُرُ، اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ، فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِى الصَّلٰوةَ، فَاِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا، فَاغْسِلِىْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّىْ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٤٠٧، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! بے شک میں پاک نہیں ہوتی' کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ صرف رگ (کا خون ہے) اور یہ حیض نہیں ہے' پس جب حیض آئے تو تم نماز چھوڑ دو اور جب حیض کی مقدار چلی جائے تو تم اپنے جسم سے خون کو دھو لو اور نماز پڑھو۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ٢٢٨ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: خون کو دھونا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: استحاضہ کا بیان۔

٩- بَابُ غَسْلِ دَمِ الْمَحِيْضِ
حیض کے خون کو دھونا

Marfat.com

ان دونوں بابوں میں مناسبت ظاہر ہے۔

٣٠٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ اَنَّهَا قَالَتْ سَاَلَتِ امْرَاَةٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ اِحْدَانَا، اِذَا اَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ، كَيْفَ تَصْنَعُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ، فَلْتَقْرُصْهُ، ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ، ثُمَّ لِتُصَلِّيْ فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام از فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتائیے کہ جب ہم میں سے کسی ایک کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو وہ اس کو کھرچے پھر اس کو پانی سے دھوئے پھر اس میں نماز پڑھے۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ٢٢٧ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: خون کا دھونا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: حیض کے خون کو دھونا۔

٣٠٨- حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ اِحْدَانَا تَحِيضُ، ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا، فَتَغْسِلُهُ وَتَنْضَحُ عَلٰى سَائِرِهِ، ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ. (سنن ابن ماجہ: ٦٣٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الحارث نے خبر دی از عبدالرحمان بن القاسم ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم میں سے کسی ایک کو حیض آتا' پھر وہ اس کو پاک کرنے کے وقت اس کے خون کو کھرچتی' پھر اس کو دھوتی' پھر سارے کپڑے کو دھوتی' پھر اس میں نماز پڑھتی۔

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ اس میں حیض کے خون کو دھونے کا ذکر ہے۔

١٠- بَابُ الْاِعْتِكَافِ لِلْمُسْتَحَاضَةِ
مستحاضہ کا اعتکاف

اس باب میں مستحاضہ کے اعتکاف کا بیان کیا گیا ہے' اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز ہے' اعتکاف کا لغت میں معنی ہے: ٹھہرنا' اور شرع میں اس کا معنی ہے: مسجد میں روزے کے ساتھ اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا' باب سابق میں طہارت کے لیے حیض کے خون کو دھونے کا ذکر تھا اور اس باب میں مستحاضہ کے اعتکاف کا ذکر ہے اور اس میں مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں کام عبادات ہیں۔

٣٠٩- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهِ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرَى الدَّمَ، فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّسْتَ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمِ. وَزَعَمَ عِكْرِمَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَاَتْ مَاءَ الْعُصْفُرِ، فَقَالَتْ كَاَنَّ هٰذَا شَيْءٌ كَانَتْ فُلَانَةُ تَجِدُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے کوئی اعتکاف میں بیٹھ گئیں اور وہ مستحاضہ تھیں' خون کو دیکھتی تھیں' پس بعض اوقات وہ خون کی وجہ سے اپنے نیچے تھال کو رکھ لیتیں (تاکہ خون مسجد میں نہ گرے) اور عکرمہ نے کہا:

Marfat.com

[اطراف الحدیث: ٣١٠-٣١١-٢٠٣٧] حضرت عائشہ نے زرد رنگ کا پانی دیکھا تو انہوں نے کہا: گویا یہ وہی چیز ہے جو فلانہ (زوجہ) دیکھتی تھیں۔

(سنن ابوداؤد: ٢٤٧٦ 'سنن ابن ماجہ: ١٧٨٠ 'سنن دارمی: ٨٨٢ 'سنن بیہقی ج ١ ص ٣٢٨ 'السنن الکبریٰ: ٣٣٤٦ 'مسند احمد ج ٦ ص ١٣١ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٩٩٨ - ج ٤١ ص ٦٠ ٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اعتکاف میں بیٹھنے والی آپ کی زوجہ کی تعیین اور مستحاضہ کے اعتکاف میں بیٹھنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ کی بعض ازواج اعتکاف میں بیٹھ گئیں' اس سے مراد کون سی ازواج ہیں' اس میں تین اقوال ہیں: حضرت سودہ بنت زمعہ' حضرت رملہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن۔

اس میں مذکور ہے: جو فلانہ دیکھتی تھی۔ اس سے مراد وہی زوجہ محترمہ ہیں' جن کے اعتکاف میں بیٹھنے کا پہلے ذکر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحاضہ مسجد میں اعتکاف میں بیٹھ سکتی ہے' مستحاضہ کے حکم میں وہ شخص ہے' جس کے پیشاب کے قطرات ہر وقت جاری رہتے ہوں یا جس کے زخم سے خون ہر وقت جاری رہتا ہو' بہ شرطیکہ ان کا خون یا پیشاب مسجد میں نہ گرے اور اس زمانہ میں عورتیں مسجد میں اعتکاف میں نہ بیٹھیں' انہوں نے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے لیے جو جگہ بنائی ہو' وہاں اعتکاف میں بیٹھ جائیں۔ بعض اوقات ڈاکٹر آپریشن کے بعد مریض کے ساتھ پلاسٹک کی تھیلی لگا دیتے ہیں' جس میں اس کا پیشاب جمع ہوتا رہتا ہے' ایسے شخص کا مسجد میں آنا جائز نہیں ہے کیونکہ مسجد میں نجاست کا لانا جائز نہیں ہے۔

٣١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ، فَكَانَتْ تَرَى الدَّمَ وَالصُّفْرَةَ، وَالطَّسْتُ تَحْتَهَا، وَهِيَ تُصَلِّيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک خاتون اعتکاف میں بیٹھیں' پس وہ خون کو اور زرد رنگ کو دیکھتی تھیں اور ان کے نیچے تھال تھا اور وہ نماز پڑھتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٩ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٣١١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بَعْضَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اعْتَكَفَتْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ بے شک امہات المؤمنین میں سے کوئی اعتکاف میں بیٹھیں اور وہ مستحاضہ تھیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٣٠٩ میں ملاحظہ فرمائیں۔

١١- بَابُ هَلْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِيْ ثَوْبٍ حَاضَتْ فِيْهِ؟
آیا عورت اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے جس میں اس کو حیض آیا تھا؟

اس باب کے عنوان میں یہ سوال ہے کہ آیا عورت اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے' جس میں اس کو حیض آیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں پڑھ سکتی ہے' باب سابق میں مستحاضہ کے نماز پڑھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں حائض کے غسل کے بعد اس کے حیض والے

Marfat.com

کپڑے کو پاک کرنے کے بعد اس کپڑے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نماز پڑھنا ان دونوں بابوں میں قدر مشترک ہے۔

٣١٢- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا كَانَ لِاِحْدَانَا اِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ، تَحِيْضُ فِيْهِ، فَاِذَا اَصَابَهُ شَيْءٌ مِّنْ دَمٍ، قَالَتْ بِرِيْقِهَا، فَقَصَعَتْهُ بِظُفْرِهَا. (سنن ابوداؤد:٣٥٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن نافع نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد انہوں نے بیان کیا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا' جس میں اس کو حیض آ جاتا تھا' پس جب اس کپڑے میں کچھ خون لگ جاتا تو وہ اس پر اپنا تھوک لگاتی' پھر اس کو اپنے ناخن سے کھرچ دیتی۔

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا' اس میں اس کو حیض آ جاتا' وہ اس کو دھو لیتی اور ظاہر ہے کہ وہ صرف اسی میں نماز پڑھتی تھی اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ اس خون پر اپنا تھوک لگاتی' یعنی تھوک سے اس خون کو بھگو لیتی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ پانی کے علاوہ کسی بھی مائع چیز سے نجاست کو دھویا جا سکتا ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

١٢- بَابُ الطِّيْبِ لِلْمَرْاَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ

حیض سے غسل کرتے وقت عورت کا خوشبو لگانا

یعنی جب عورت حیض سے پاک ہونے کے لیے غسل کرے تو اس کا حیض کے خون کی جگہ پر خوشبو لگانا مباح ہے۔ باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں حیض کے خون کو دھونے کا ذکر تھا اور اس میں زیادہ صفائی کے لیے غسل کے وقت اس جگہ خوشبو لگانے کا ذکر ہے تاکہ حیض کی بدبو زائل ہو جائے۔

٣١٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ كُنَّا نُنْهٰى اَنْ نُّحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا، وَلَا نَكْتَحِلَ، وَلَا نَتَطَيَّبَ، وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَّصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ، اِذَا اغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَّحِيْضِهَا، فِيْ نُبْذَةٍ مِّنْ كُسْتِ اَظْفَارٍ، وَكُنَّا نُنْهٰى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ. قَالَ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از حفصہ' از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا' وہ فرماتی ہیں کہ ہمیں میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع کیا جاتا تھا' ماسوا خاوند کے' اس پر چار ماہ دس دن سوگ ہوتا تھا' ہم (سوگ میں) سرمہ لگاتی تھیں نہ خوشبو لگاتی تھیں' نہ رنگا ہوا کپڑا پہنتی تھیں' سوا اس کپڑے کے جو رنگ میں بُنا ہوا ہوتا تھا' اور ہمیں یہ اجازت دی گئی تھی کہ ہم حیض سے طہارت کے لیے جب غسل کریں تو (اس جگہ) تھوڑی سی خوشبو لگا لیں اور ہم کو جنائز کے پیچھے جانے سے منع کیا جاتا تھا۔ امام بخاری نے کہا: اس حدیث کو ہشام بن حسان نے از حفصہ از ام عطیہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کیا ہے۔

[اطراف الحدیث:١٢٧٨۔١٢٧٩۔٥٣٤٠۔٥٣٤١۔٥٣٤٢۔٥٣٤٣]

(صحیح مسلم:٩٣٨' الرقم المسلسل:٢١٣١' سنن ابوداؤد:٢٣٠٢' سنن نسائی:٣٥٣٦' سنن ابن ماجہ:٢٠٨٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج٥ ص٢٨١۔

Marfat.com

۲۸۰' المعجم الکبیر: ۱۳۹: ۲۵_ج ۲۵' سنن سعید بن منصور: ۲۱۳۵' مسند احمد ج ٦ ص ۴۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۳۰۴_ج ۴۵ ص ۲۸۵_۲۸۴' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٦۳٦٧' مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمیں یہ اجازت دی گئی تھی کہ ہم حیض سے طہارت کے لیے غسل کے وقت اس جگہ تھوڑی سی خوشبو لگا لیں۔

اس حدیث میں حضرت ام عطیہ کے علاوہ باقی سب کا تعارف ہو چکا ہے' حضرت ام عطیہ فاضلات صحابہ میں سے ہیں' ان کا نام نسیبہ بنت الحارث ہے' یہ بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں' زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھیں' ان کے نام میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نسیبہ بنت کعب انصاریہ ہیں' ان سے چالیس احادیث مروی ہیں' ساٹھ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ان میں سے ہر ایک صرف ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال: ١٠٨٩١_ج ٣ ص ٥٠٨' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٢ھ)

''کست اظفار'' کے معنی کی تحقیق

اس حدیث میں ''نبذۃ من کست اظفار'' کے الفاظ ہیں' ''نبذۃ'' کے معنی ہیں: ''قطعۃ'' ایک ٹکڑا' تھوڑی سی چیز' اس روایت میں ''کست اظفار'' کے الفاظ ہیں۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: صحیح ''قسط ظفار'' ہے' ''ظفار'' عدن کے سواحل میں سے ایک ساحل ہے' علامہ قرطبی نے کہا: یہ یمن کا ایک شہر ہے' ''صحیح مسلم'' میں ہے: ''قسط واظفار'' یہ زیادہ احسن ہے کیونکہ یہ خوشبو کی دو قسمیں ہیں: ''قسط'' کا معنی ہے: سیاہ رنگ کی ایک خوشبو کا ٹکڑا اور ''اظفار'' کا معنی ہے: ایک قسم کے لوبان کی دھونی' غسل دینے والی کو اس کی اجازت دی گئی ہے' ایک قول ہے کہ ''ظفار'' یمن کے چار شہروں کا نام ہے' دوسروں نے کہا: ''اظفار'' ایک قسم کا عطر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٤١٩)

اردو میں ''قسط اظفار'' کو نکھ کہتے ہیں' اس کا معنی ہے: ایک خوشبودار جڑ۔ (قائد اللغات ص ٩٧٤' فیروز اللغات ص ١٣٧٤)

شوہر کی موت پر سوگ کرنے کا وجوب

اس حدیث میں شوہر کے مرنے پر سوگ کا وجوب ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک خواہ اس کی بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ' کم عمر ہو یا زیادہ عمر کی ہو' کنواری ہو یا بیوہ' تاہم نابالغہ پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے' اور سوگ کے ایام میں سرمہ لگانا' خوشبو لگانا اور رنگے ہوئے کپڑے پہننا جائز نہیں ہیں اور اس حدیث میں سوگ کرنے والی کے لیے بھی اجازت ہے کہ وہ حیض کی بدبو زائل کرنے کے لیے تھوڑی سی خوشبو کا اس جگہ لیپ کر لے' آج کل اس جگہ کسی خوشبودار کریم کو لگایا جا سکتا ہے' اور اس حدیث میں عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: المہلب نے کہا ہے کہ حیض کے خون کی بدبو کو زائل کرنے کے لیے اس کو کسی چیز کو سلگا کر دھونی دینے کی اجازت دی گئی ہے اور عنقریب ''اتباع الجنائز'' کے باب میں اس پر کلام آئے گا۔ (فتح الباری ج ١ ص ٨٢٧) لیکن 'اتباع النساء الجنائز'' کے باب میں حدیث: ١٢٧٨ میں انہوں نے اس خوشبو کے مسئلہ پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے: فتح الباری ج ٢ ص ٨٢٧' اور حسب عادت بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢٠٦١_ج ٢ ص ٧٥٥ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

Marfat.com

۱۳- بَابُ دَلْكِ الْمَرْاَةِ نَفْسَهَا اِذَا تَطَهَّرَتْ مِنَ الْمَحِيْضِ، وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ، وَتَاْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً، فَتَتَّبِعُ بِهَا اَثَرَ الدَّمِ

جب عورت حیض سے طہارت حاصل کرے تو اس کا اپنے جسم کو ملنا اور وہ کیسے غسل کرے اور وہ مشک کا ٹکڑا لے کر اس خون کے نشان کو صاف کرے

سابق باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں خوشبو کے استعمال کا ذکر ہے۔

۳۱٤- حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ، عَنْ اُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ؟ فَاَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ، قَالَ خُذِيْ فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ، فَتَطَهَّرِيْ بِهَا. قَالَتْ كَيْفَ اَتَطَهَّرُ؟ قَالَ تَطَهَّرِيْ بِهَا. قَالَتْ كَيْفَ؟ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ، تَطَهَّرِيْ، فَاجْتَبَذْتُهَا اِلَيَّ، فَقُلْتُ تَتَبَّعِيْ بِهَا اَثَرَ الدَّمِ.

[اطراف الحدیث: ۳۱۵۔ ۷۳۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از منصور بن صفیہ از والدہ خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے غسل کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ کیسے غسل کرے آپ نے فرمایا کہ تم مشک کا ٹکڑا لو اور اس سے طہارت حاصل کرو اس نے کہا: کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا: اس سے طہارت حاصل کرو اس نے کہا: کیسے؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس سے طہارت حاصل کرو حضرت عائشہ کہتی ہیں: میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ کر کہا: اس مشک کے ٹکڑے سے خون کے نشان کو (مل کر) صاف کرو۔

(صحیح مسلم: ۳۳۲، الرقم المسلسل: ۷۳۲، سنن نسائی: ۲۵۱۔۴۲۷، مسند ابویعلیٰ: ۴۳۷۳، صحیح ابن حبان: ۱۲۰۰۔۱۱۹۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۳، شرح السنۃ: ۲۵۲، مسند احمد ج ٦ ص ۱۲۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۹۰۷۔ ج ۴۱ ص ۳۹۳۔۳۹۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۰۳۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲٦ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: مشک کے ٹکڑے سے خون کے نشان کو صاف کرو البتہ اس حدیث میں صراحۃً غسل کے وقت جسم کو ملنے کا ذکر نہیں ہے سو عنوان کے ایک جز کے ساتھ حدیث کی مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں صرف یحییٰ مذکور ہے ابن السکن نے کہا: یہ یحییٰ بن موسیٰ البلخی ہے بیہقی نے کہا: یہ یحییٰ بن جعفر ہے الغسانی نے کہا: یہ یحییٰ بن عیینہ ہے ابن السکن نے کہا: جہاں بھی امام بخاری صرف یحییٰ کہیں اس سے مراد یحییٰ بن موسیٰ البلخی ہے جو بخت کے ساتھ معروف ہے یہ نیک مسلمانوں میں سے تھے اور ۲۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے علامہ کرمانی نے کہا: ہمارے پاس بعض نسخوں میں یحییٰ بن البیکندی لکھا ہوا ہے صاحب التوضیح نے کہا: ہمارے بعض شیوخ کی شرح میں یحییٰ بن معاویہ بن اعین ہے۔

دیگر رجال کا تعارف اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۲۳)

Marfat.com

سوال کرنے والی عورت کی تعیین' حیض کی بدبوزائل کرنے کے لیے فرج (اندام نہانی) پر غسل کے وقت خوشبولگانا اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک عورت نے سوال کیا' وھب کی روایت میں ہے کہ وہ عورت انصاری تھی' امام مسلم نے اس کا نام اسماء بنت شکل لکھا ہے' الخطیب نے کہا: اس کا نام اسماء بنت یزید ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء نے یہ کہا کہ اس کی فرج کے اوپر جو خون کا نشان ہے' اس کو مشک کے ٹکڑے سے صاف کرے تا کہ حیض کے خون کی بدبو زائل ہو جائے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبعی حیاء کی وجہ سے ایک اجنبی عورت کے سامنے اس کو صراحت کے ساتھ نہیں بیان فرمایا' اس لیے حضرت عائشہ نے اس کو سمجھا دیا' اگر مشک کا ٹکڑا میسر نہ ہو تو کسی کپڑے کے ٹکڑے میں خوشبو لگا کر اس سے حیض کے خون کی بدبو کو زائل کیا جائے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۳۹۲-۱۳۹۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اس حدیث سے معلوم ہونے والے دیگر مسائل یہ ہیں:

(۱) دینی مسائل کو معلوم کرنے میں حیاء نہیں کرنی چاہیے اور اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو معلم سے بار بار پوچھنا چاہیے۔

(۲) کسی خوشبودار چیز کو فرج پر لگا کر حیض کے خون کی بدبو زائل کرنی چاہیے۔

(۳) جن چیزوں کا تعلق شرم گاہ سے ہو' ان کا صراحت سے ذکر کرنے کے بجائے' کنایہ اور تعریض سے ذکر کرنا چاہیے۔

(۴) اجنبی خواتین کے سامنے شرم گاہ کے ذکر سے احتراز کرنا چاہیے' جس طرح آپ نے اس عورت کے سامنے فرج کا ذکر نہیں کیا۔

(۵) عورت دوسری عورتوں کو شرم گاہ کا ذکر کر کے مسئلہ سمجھا سکتی ہے' جیسا کہ حضرت عائشہ نے اس عورت کو سمجھایا۔

(۶) متعلم کو اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو نرمی سے دوبارہ سہ بارہ سمجھانا چاہیے اور اس سے تنگ نہیں ہونا چاہیے اور تعجب کے موقع پر سبحان اللہ کہنا چاہیے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کا پتا چلتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۵۶- ج ۱ ص ۱۰۲۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱٤- بَابُ غُسْلِ الْمَحِيضِ — حیض میں غسل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت حیض سے طہارت حاصل کرنے کے لیے اسی طرح غسل کرے گی' جس طرح جنابت سے طہارت حاصل کرنے کے لیے غسل کرتی ہے' البتہ اس میں حیض کے خون کی بدبو زائل کرنے کے لیے اس جگہ خوشبو لگائی جائے گی۔

۳۱۵- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ، قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَغْتَسِلُ مِنَ الْمَحِيضِ؟ قَالَ خُذِي فِرْصَةً مُمَسَّكَةً، فَتَوَضَّئِي ثَلَاثًا. ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَحْيَا، فَأَعْرَضَ بِوَجْهِهِ، أَوْ قَالَ تَوَضَّئِي بِهَا. فَأَخَذْتُهَا فَجَذَبْتُهَا، فَأَخْبَرْتُهَا بِمَا يُرِيدُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از والدۂ خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ انصار کی ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں حیض سے کس طرح غسل کروں؟ آپ نے فرمایا: مشک کا ٹکڑا لے کر اس سے تین مرتبہ طہارت حاصل کرو' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاء سے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا یا آپ نے فرمایا: اس سے طہارت حاصل کرو' پھر میں نے اس کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اس کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا مراد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

١٥- بَابُ امْتِشَاطِ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ

حیض سے غسل کے وقت عورت کا کنگھی کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حیض سے غسل کے وقت عورت اپنے بالوں میں کنگھی کر سکتی ہے' دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب عورت کی زیادہ صفائی اور ستھرائی سے متعلق ہیں۔

٣١٦- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَهْلَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ، فَزَعَمَتْ أَنَّهَا حَاضَتْ، وَلَمْ تَطْهُرْ حَتّٰى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، وَإِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْقُضِي رَأْسَكِ، وَامْتَشِطِي، وَأَمْسِكِي عَنْ عُمْرَتِكِ فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ، أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ، فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ، مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي نَسَكْتُ.

[طرف الحدیث:١٥٥٦][صحیح مسلم:١٢١١'الرقم المسلسل:٢٨٦٢' سنن ابوداؤد:١٧٨١' سنن نسائی:٢٧٦٣' صحیح ابن حبان:٣٩٢٧' سنن بیہقی ج۴ص ۳۵۳' المعجم الاوسط:٧٩٠٥' مسند احمد ج٦ ص ١٦۴ طبع قدیم' مسند احمد:٢٥٣٠٧' ج۴٢ص١٨٦' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:٧١٩٠' مکتبۃ الرشد'ریاض'١۴٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: میں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھا' میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے حج تمتع کا احرام باندھا تھا اور ھدی روانہ نہیں کی تھی' پھر حضرت عائشہ نے بتایا کہ ان کو حیض آ گیا اور وہ پاک نہیں ہوئیں حتیٰ کہ عرفہ کی شب آ گئی' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ عرفہ کی شب ہے اور میں نے عمرہ کے ساتھ تمتع کیا تھا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اپنے سر کے بال کھول دو اور کنگھی کرو اور اپنے عمرہ کو موقوف کر دو' پس میں نے اس طرح کیا' پھر جب میں نے حج ادا کر لیا تو آپ نے حضرت عبد الرحمان کو لیلۃ الحصبۃ (جس دن ایام تشریق کے بعد لوگ منیٰ سے واپسی میں وادیٔ محصب میں ٹھہرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں ٹھہرے تھے) میں حکم دیا کہ میں نے جس عمرہ کا احرام باندھا تھا' اس کی جگہ مجھے مقام تنعیم سے عمرہ کرائیں۔

حدیث:٢٩٤ میں حضرت عائشہ کے حج کے احرام باندھنے کا ذکر ہے اور اس باب کی حدیث میں ان کے عمرہ کے احرام باندھنے کا ذکر ہے' آیا یہ حدیث غلط ہے یا ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں کافی اضطراب ہے' قاسم نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ نے حج کا احرام باندھا تھا' جیسا کہ گزر چکا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا: ہم گھر سے نکلے اور ہم صرف حج کا ارادہ کرتے تھے' پھر جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو مجھے حیض آ گیا۔ صحیح البخاری: ٢٩۴ اور عروہ کی اس روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور ''تمہید'' میں مذکور ہے کہ امام اوزاعی' امام شافعی' ابوثور اور ابن علیہ نے عروہ کی اس حدیث کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ عروہ کی یہ حدیث غلط ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصحاب میں سے کسی نے بھی عروہ کی متابعت نہیں کی' اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ القاسم' الاسود اور عمرہ کا اس پر اجماع ہے کہ ام المؤمنین نے حج کا احرام باندھا تھا' عمرہ کا احرام نہیں باندھا تھا اور عروہ کی یہ حدیث غلط ہے۔

Marfat.com

دونوں حدیثوں میں تطبیق

حضرت عائشہ نے جو کہا ہے کہ میں نے عمرہ کے ساتھ تمتع کیا تھا' یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے عمرہ کرنے والی تھیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر تم یہ کہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ ہم صرف حج کو دیکھتے تھے اور صرف حج کا ارادہ کرتے تھے اور ہم حج کا احرام باندھ کر نکلے تھے تو اس حدیث کی اس باب کی حدیث کے ساتھ کیسے تطبیق ہوگی کیونکہ اس میں حضرت عائشہ نے کہا ہے کہ میں نے عمرہ کے ساتھ تمتع کیا تھا' تو میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے پہلے حج کا احرام باندھا تھا' پھر اس احرام کو عمرہ کی طرف فسخ کر دیا' جب آپ نے لوگوں کو حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا کیونکہ انہوں نے ھدی روانہ نہیں کی تھی' پھر حضرت عائشہ نے عمرہ کا احرام باندھ لیا' پھر جب حضرت عائشہ کو حیض آ گیا اور ان کے لیے عمرہ کو پورا کرنا مشکل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ حج کا احرام باندھ لیں تو انہوں نے حج کا احرام باندھ لیا اور انہوں نے حج کے احرام کو عمرہ کے احرام پر باندھ لیا اور وہ قارنہ ہو گئیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا طواف' حج اور عمرہ کے لیے کافی ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے: اپنے عمرہ کو موقوف کر دو' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اپنے عمرہ کو باطل کر دو بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں میں اپنے عمل کو جاری رکھو اور عمرہ کے افعال کو پورا کر کے اس سے اعراض کر لو اور سر کے بال کھولنے اور ان میں کنگھی کرنے سے عمرہ کا باطل کرنا لازم نہیں آتا کیونکہ ہمارے نزدیک یہ دونوں کام احرام میں جائز ہیں' بایں طور کہ بال نہ ٹوٹیں' لیکن بغیر عذر کے سر میں کنگھی کرنا مکروہ ہے اور حضرت عائشہ کے کنگھی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا عذر تھا کہ ان کے سر میں جوئیں تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ حقیقت میں کنگھی کرنا مراد نہیں ہے بلکہ انگلیوں سے بالوں کو سیدھا کرنا مراد ہے تاکہ وہ حج کے احرام کے لیے غسل کر لیں' خصوصاً اس صورت میں کہ انہوں نے اپنے بالوں کو چپکایا ہوا تھا اور اس صورت میں غسل اسی وقت صحیح ہوتا' جب پانی تمام بالوں میں پہنچ جاتا اور اس لیے انہیں بالوں کو کھولنا لازم تھا۔

اگر تم یہ کہو کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عائشہ کا حج سے الگ ایک عمرہ ہو جائے' جیسے باقی امہات المؤمنین اور دیگر ان صحابہ کا عمرہ تھا' جنہوں نے حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور انہوں نے عمرہ کو پورا کر کے حج کا احرام باندھا' پس ان کو مستقل عمرہ حاصل ہوا اور مستقل حج حاصل ہوا اور حضرت عائشہ کو صرف وہ عمرہ حاصل ہوا' جو حج قران میں داخل تھا' پس انہوں نے جس عمرہ کا ابتداء میں ارادہ کیا تھا' جو حج میں داخل نہیں تھا اور مستقل عمرہ تھا تو حج کے بعد انہوں نے وہ عمرہ کیا اور اس عمرہ سے ان کو حیض نے روک دیا تھا اور انہوں نے یہ اس لیے کیا کہ ان کی عبادات پر حرص تھی' تو میں کہوں گا کہ مشہور اور ثابت یہ ہے کہ حضرت عائشہ کا صرف حج تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ عمرہ کو چھوڑ دیں اور حضرت عائشہ نے جو کہا تھا کہ میں صرف ایک حج کے ساتھ لوٹوں گی' اس میں اس کی واضح دلیل ہے' اور حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ میری صواحب حج اور عمرہ کے ساتھ لوٹیں گی اور میں حج کے ساتھ لوٹوں گی' اس میں عمرہ چھوڑنے کی واضح دلیل ہے' اس لیے کہ اگر ان کا حج عمرہ پر داخل ہوتا تو وہ اور آپ کی صواحب برابر ہو جاتیں اور آپ کو عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آپ کے عمرہ اخیرہ کے بعد فرمایا: یہ تمہارے عمرہ کی جگہ ہے' یہ اس میں صریح ہے کہ آپ پہلے عمرہ سے نکل گئی تھیں اور اس کو چھوڑ دیا تھا تاکہ یہ دوسرا عمرہ پہلے عمرے کی جگہ ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۳۰۔۴۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۸۰۶۔ ج ۳ ص ۳۷۹۔۳۷۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٦ - بَابُ نَقْضِ الْمَرْاَةِ شَعْرَهَا عِنْدَ غُسْلِ الْمَحِيْضِ

حیض سے غسل کے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنا

باب سابق میں کنگھی کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں بالوں کو کھولنے کا ذکر ہے اور یہ دونوں ایک جنس سے ہیں۔

٣١٧ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِى الْحِجَّةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهْلِلْ، فَاِنِّىْ لَوْ لَا اَنِّىْ اَهْدَيْتُ لَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ. فَاَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ، وَاَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ، وَكُنْتُ اَنَا مِمَّنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَاَدْرَكَنِىْ يَوْمُ عَرَفَةَ وَاَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِىْ عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِىْ رَاْسَكِ، وَامْتَشِطِىْ وَاَهِلِّىْ بِحَجٍّ. فَفَعَلْتُ، حَتّٰى اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ، اَرْسَلَ مَعِىْ اَخِىْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِىْ بَكْرٍ، فَخَرَجْتُ اِلَى التَّنْعِيْمِ، فَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِىْ. قَالَ هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِىْ شَىْءٍ مِنْ ذٰلِكَ، هَدْىٌ وَلَا صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم ہلال ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ عمرہ کا احرام باندھ لے کیونکہ اگر میں نے ھدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا' پس بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور بعض نے حج کا احرام باندھا' اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر مجھے یوم عرفہ نے اس حال میں پایا کہ میں حائض تھی' میں نے اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی' آپ نے فرمایا: تم اپنے عمرہ کو چھوڑ دو اور اپنے سر کے بال کھول دو اور کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو سو میں نے ایسا کر لیا' پھر جب الحصبہ کی رات آئی تو آپ نے میرے ساتھ میرے بھائی حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر کو بھیجا' پس میں مقام تنعیم کی طرف گئی' پھر میں نے اپنے (پہلے) عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھا۔ ہشام نے کہا: اس میں کوئی چیز لازم نہیں تھی' ھدی نہ روزہ نہ صدقہ۔

ہشام کا یہ قول صحیح نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی تھی۔

یہ حدیث' حدیث سابق: ٣١٦ کی مثل ہے اور اس کی شرح بھی اس کی مثل ہے۔

١٧ - بَابُ ﴿مُخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ﴾ (الحج:٥)

گوشت کا وہ لوتھڑا جس کی شکل وصورت نمایاں اور واضح ہو یا نہ ہو

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اور جب نطفہ رحم میں ہوتا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے: اس لوتھڑے کی صورت بنائی جائے گی یا نہیں؟ پس اگر اللہ تعالیٰ فرمائے: اس کی صورت نہیں بنائی جائے گی تو وہ رحم اس لوتھڑے کو خون کی صورت میں ساقط کر دیتا ہے اور اگر فرمائے: صورت بنائی جائے گی تو پھر فرشتہ پوچھتا ہے: مرد کی یا عورت کی؟ ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرنے کا ارادہ کیا ہو اور اس وجہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہو۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں حیض سے غسل کا بیان تھا اور اس باب میں یہ بیان ہے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا۔

۳۱۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا، يَقُوْلُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ، يَا رَبِّ عَلَقَةٌ، يَا رَبِّ مُضْغَةٌ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى؟ اَشَقِيٌّ اَمْ سَعِيْدٌ؟ فَمَا الرِّزْقُ وَالْاَجَلُ؟ فَيُكْتَبُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ. [اطراف الحدیث: ۳۳۳۳-۶۵۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی بکر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے رحم کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے' جو کہتا ہے: یارب! نطفہ' یا رب! جما ہوا خون' یارب! گوشت کا لوتھڑا' پس جب اللہ اس کی تخلیق کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: مذکر یا مؤنث؟ بدبخت یا نیک بخت؟ اس کا رزق کتنا ہے؟ اور اس کی مدت حیات کتنی ہے؟ پھر وہ سب اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۴۶' الرقم المسلسل: ۶۶۰۲' السنۃ لابی عاصم: ۱۸۷' حلیۃ الاولیاء: ج ۶ ص ۲۸۰' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۲۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۱۵۷۔ ج ۱۹ ص ۲۰۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں "مخلقة" اور "غیر مخلقة" کی تفسیر ہے' کیونکہ اس میں مذکور ہے: جب اللہ اس کی تخلیق کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے۔۔۔۔۔۔۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی قضاء وقدر کا علم ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم قیامت پر استدلال

المہلب نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے اس کے احوال کا علم ہوتا ہے اور یہ اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔

اس حدیث میں جو ذکر کیا گیا ہے: رزق' مدت حیات' سعادت اور شقاوت اور مرد یا عورت ہونا' یہ تمام اُمور فرشتے کے لیے ظاہر ہو جاتے ہیں اور اسے ان کو لکھنے اور ان کو نافذ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ کی قضاء' اس کا علم اور اس کا ارادہ ان سب چیزوں پر مقدم ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایک سو بیس دن کے بعد روح پھونک دی جاتی ہے' جب چار ماہ پورے ہونے کے بعد پانچواں مہینہ شروع ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ جب فرشتے کو علم ہوتا ہے کہ کون انسان کب مرے گا؟ اور وہ جنتی ہے یا دوزخی؟ اور جس انسان کی موت قیامت کے دن آئے گی' فرشتے کو اس واسطے سے قیامت کا بھی علم ہوتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان چیزوں کا علم کیوں نہیں ہوگا!

✻ یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۰۴۔ ج ۷ ص ۲۶۳ پر ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا' ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے (۲) جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب۔

۱۸- بَابُ كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حائض حج اور عمرہ کا احرام کس طرح باندھے؟

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حائض حج اور عمرہ کا احرام کس طرح باندھے؟ باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بتایا گیا تھا کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا اور یہ بھی حیض کے احکام میں سے ہے اور اس باب میں حائض کے حج یا عمرہ کے احرام باندھنے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

٣١٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ، فَقَدِمْنَا مَكَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيُحْلِلْ، وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ بِنَحْرِ هَدْيِهِ، وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ. قَالَتْ فَحِضْتُ، فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَلَمْ أُهْلِلْ إِلَّا بِعُمْرَةٍ، فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِي، وَأَمْتَشِطَ، وَأُهِلَّ بِحَجٍّ، وَأَتْرُكَ الْعُمْرَةَ، فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ، حَتَّى قَضَيْتُ حَجِّي، فَبَعَثَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِي مِنَ التَّنْعِيمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں گئے' ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہم میں سے بعض نے حج کا احرام باندھا' پس ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ھدی روانہ نہیں کی' وہ احرام کھول دے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور ھدی روانہ کی ہے' وہ اس وقت تک احرام نہ کھولے حتیٰ کی اس کی ھدی کو نحر کر دیا جائے اور جس نے حج کا احرام باندھا ہے' وہ اپنے حج کو پورا کرے' حضرت عائشہ نے کہا: مجھے حیض آ گیا اور میں مسلسل حائض رہی حتیٰ کہ عرفہ کا دن آ گیا اور میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا' پس مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اپنے سر کے بال کھول دوں اور کنگھی کروں اور حج کا احرام باندھ لوں اور عمرہ کو ترک کر دوں' پس میں نے ایسا کر لیا' حتیٰ کہ میں نے حج ادا کر لیا' پھر آپ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر کو بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے اس عمرہ کی جگہ مقام تنعیم سے عمرہ کروں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣١٦ کا مطالعہ کریں' وہاں اس کا عنوان تھا: حیض سے غسل کے وقت عورت کا کنگھی کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: حائض کس طرح حج اور عمرہ کا احرام باندھے' اور اس حدیث میں یہ دونوں امر بیان کیے گئے ہیں۔

١٩- بَابُ إِقْبَالِ الْمَحِيضِ وَإِدْبَارِهِ

حیض کا آنا اور جانا

یہ باب حیض کے آنے اور جانے کے متعلق ہے۔

حیض کے آنے اور جانے کی علامتیں

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: حیض کے آنے کا معنی ہے: خون کا اچانک نکل آنا' اور حیض کے جانے کا معنی ہے: طہر کا آنا اور اس کی دو علامتیں ہیں: خالص سفید پانی کا آنا اور یا فرج میں رکھا ہوا کپڑا بالکل خشک ہو۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٤٤٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک حیض کے جانے کی علامت یہ ہے کہ خون کا آنا منقطع ہو جائے اور حیض کے زمانہ یا حیض کی عادت میں خون نہ آئے' جب اس کی عادت میں خلل ہو تو وہ غور کرے اور اگر اس کی عادت نہ ہو تو کم مدت پر غور کرے۔

سابق باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں حیض کے آنے کا ذکر ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وكُنَّ نِسَاءٌ يَبْعَثْنَ إِلَى عَائِشَةَ بِالدُّرْجَةِ فِيهَا الْكُرْسُفُ فِيهِ الصُّفْرَةُ، فَتَقُولُ لَا تَعْجَلْنَ حَتَّى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ، تُرِيدُ بِذٰلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ.

اور خواتین حضرت عائشہ کی طرف ایک ڈبہ بھیجتی تھیں' جس میں حیض کے کپڑے ہوتے تھے' اس میں زرد رنگ ہوتا تھا' حضرت عائشہ فرماتیں: تم جلدی نہ کیا کرو حتیٰ کہ تم خالص سفیدی دیکھو' اس سے آپ حیض سے طہر کا ارادہ کرتی تھیں۔

یہ تعلیق موطا امام مالک: ٩٧ میں ہے۔ (تنویر الحوالک ص ٧٧' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٨ھ)

وَبَلَغَ ابْنَةَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ نِسَاءً يَدْعُونَ بِالْمَصَابِيحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، يَنْظُرْنَ إِلَى الطُّهْرِ، فَقَالَتْ مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَ هٰذَا، وَعَابَتْ عَلَيْهِنَّ.

اور حضرت زید بن ثابت کی بیٹی کو یہ خبر پہنچی کہ خواتین آدھی رات کو اٹھ کر چراغ میں طہر کو دیکھتی ہیں تو انہوں نے کہا: یہ عورتیں کیا کرتی ہیں اور ان کی مذمت کرتیں۔

یہ تعلیق موطا امام مالک: ٩٨ میں ہے۔ (تنویر الحوالک ص ٧٧)

٣٢٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ، فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكَ عِرْقٌ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کا خون جاری رہتا تھا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' آپ نے فرمایا: یہ رگ (کا خون) ہے' اور حیض نہیں ہے' پس جب حیض آئے تو تم نماز کو چھوڑ دو اور جب حیض چلا جائے تو تم غسل کر کے نماز پڑھو۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٥٩٠' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٢٢٨ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: خون کو دھونا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: حیض کا آنا اور جانا' اور یہ دونوں چیزیں اس حدیث میں مذکور ہیں۔

٢٠- بَابُ لَا تَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلٰوةَ — حائض نماز کی قضاء نہ کرے

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ حائض نماز کو قضاء نہیں کرے گی اور یہ نہیں کہا کہ نماز کو چھوڑ دے کیونکہ نماز کو قضاء نہ کرنا زیادہ عام اور شامل لفظ ہے' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اُس میں بھی حیض آنے پر نماز چھوڑنے کا ذکر تھا اور اس میں بھی ہے۔

وقال جَابِرٌ وَأَبُو سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ.

اور حضرت جابر اور حضرت ابوسعید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: نماز کو چھوڑ دے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ٣٠٤ میں ہے' مگر اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نماز نہیں پڑھتی اور نماز کا نہ پڑھنا' نماز چھوڑنے کو مستلزم ہے۔

Marfat.com

۳۲۱- حَدَّثَنَا مُوسَی بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَتْنِي مُعَاذَةُ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ أَتَجْزِي إِحْدَانَا صَلَاتَهَا إِذَا طَهُرَتْ؟ فَقَالَتْ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ؟ كُنَّا نَحِيضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا يَأْمُرُنَا بِهِ، أَوْ قَالَتْ فَلَا نَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے معاذہ نے حدیث بیان کی کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ سے کہا: کیا ہم میں سے کسی ایک کے لیے یہ کافی ہے کہ جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو وہ (پچھلی) نمازیں پڑھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم حروریہ ہو؟ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حیض آتا تھا تو آپ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیتے تھے یا حضرت عائشہ نے فرمایا: ہم یہ نہیں کرتے تھے یعنی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۳۳۵' الرقم المسلسل: ۷۵۵' سنن ابوداؤد: ۲۶۲۔ ۲۶۳' سنن ترمذی: ۱۳۰' سنن نسائی: ۳۸۲' سنن ابن ماجہ: ۶۳۱' المنتقیٰ: ۱۰۱' سنن دارمی: ۹۸۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۰۱' مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۹' مسند احمد ج ۶ ص ۳۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۳۶۔ ج ۴۰ ص ۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۲۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمیں حیض آتا تو آپ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) ہمام بن یحییٰ بن دینار العدوی' امام احمد نے کہا: یہ تمام مشائخ کے نزدیک ثبت ہیں ۱۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) قتادہ الاکمہ المفسر (۴) معاذہ بنت عبد اللہ العدویہ الزاہدہ' یہ شب بیدار تھیں' ۸۳ھ میں فوت ہو گئی تھیں (۵) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۴۴)

سوال کرنے والی عورت کا نام اور ''حروریۃ'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک عورت نے سوال کیا' قتادہ نے بیان کیا: اس عورت کا نام معاذہ ہے' جو اس حدیث کی راویہ ہے۔ کیا تم حروریہ ہو؟ حروریہ میں حروراء کی طرف نسبت ہے' یہ کوفہ کے قریب ایک بستی ہے' اس جگہ سب سے پہلے خوارج کا اجتماع ہوا تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام کا معنی یہ ہے کہ کیا تم خارجیہ ہو' کیونکہ خوارج کی ایک جماعت یہ کہتی تھی کہ ایام حیض میں عورت کی جو نمازیں فوت ہو جائیں' طہر کے بعد ان نمازوں کی قضاء کرنا واجب ہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ حائض نماز کے وقت میں صاف اور پاک جگہ پر بیٹھ جائے اور جتنی دیر نماز پڑھنے میں لگتی ہے اتنی دیر وہاں بیٹھ کر تسبیح اور تہلیل اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۹۔ ج ۱ ص ۱۰۲۹۔ ۱۰۲۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی' البتہ چار سطروں پر مشتمل فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

۲۱- بَابُ النَّوْمِ مَعَ الْحَائِضِ وَهِيَ فِي ثِيَابِهَا

حائض کے ساتھ سونا جب کہ وہ حیض کے کپڑے پہنے ہو

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حائض اپنے حیض کے کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اس کے ساتھ سونے کا کیا حکم ہے اور یہ جائز ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔

٣٢٢- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اَبِىْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ حِضْتُ وَاَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْخَمِيلَةِ، فَانْسَلَلْتُ، فَخَرَجْتُ مِنْهَا، فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِىْ فَلَبِسْتُهَا، فَقَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنُفِسْتِ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَدَعَانِىْ، فَاَدْخَلَنِىْ مَعَهُ فِى الْخَمِيلَةِ. قَالَتْ وَحَدَّثَتْنِىْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ، وَكُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٥٦١، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ مسند احمد ج ٦ ص ٢٩١، السنن الکبریٰ للنسائی: ٣٠٧٣۔ ٣٠٧٢، المعجم الکبیر: ٨٩٧۔ ج ٢٣ ص ٣٤٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از زینب بنت ابی سلمہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں (لیٹی ہوئی) تھی کہ مجھے حیض آ گیا' میں چپکے سے اٹھی اور بستر سے نکل گئی' پھر میں نے اپنے حیض کے کپڑے لے کر ان کو پہنا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تم کو نفاس آ گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے مجھے بلایا اور مجھے اپنے ساتھ چادر میں داخل کر لیا' زینب بنت ابی سلمہ نے کہا: اور حضرت ام سلمہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی کہ میں روزے سے ہوتی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بوسہ دیتے تھے اور میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٨ میں ملاحظہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے حیض کو نفاس کہا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: حائض کے ساتھ سونا جب کہ وہ حیض کے کپڑے پہنے ہو' اور اس حدیث میں یہ دونوں باتیں ہیں۔

٢٢- بَابُ مَنْ اَخَذَ ثِيَابَ الْحَيْضِ سِوٰى ثِيَابِ الطُّهْرِ

جس نے طہارت کے کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے بنائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس عورت نے عام لباس کے علاوہ حیض کے کپڑے تیار کیے' سابق باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں حیض کے کپڑوں کا ذکر ہے۔

٣٢٣- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَا اَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مُضْطَجِعَةٌ فِىْ خَمِيلَةٍ، حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ، فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِىْ، فَقَالَ اَنُفِسْتِ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، فَدَعَانِىْ، فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِى الْخَمِيلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی' مجھے حیض آ گیا' میں چپکے سے بستر سے نکل گئی' میں نے اپنے حیض کے کپڑے لیے' آپ نے پوچھا: کیا تمہیں نفاس آ گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے مجھے بلایا' میں آپ

Marfat.com

کے ساتھ ایک چادر میں لیٹ گئی۔

یہ وہی حدیث ہے جو ابھی صحیح البخاری: ۳۲۲ میں گزری ہے وہاں اس کا عنوان تھا: حائض کے ساتھ سونا جب کہ وہ حیض کے کپڑے پہنے ہو اور یہاں اس کا عنوان ہے: جس نے طہارت کے کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے بنائے اور اس حدیث میں ان دونوں باتوں کا ذکر ہے۔

۲۳- بَابُ شُهُوْدِ الْحَائِضِ الْعِيْدَيْنِ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلّٰى

حائض کا عیدین اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہونا اور عیدگاہ سے نکل جانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حائض عیدین اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع پر حاضر ہوگی اور عیدگاہ یا مسجد سے باہر بیٹھے گی۔
ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب حائض کے احکام پر مشتمل ہیں یا یہ ہے کہ حائض کا حیض کے کپڑے تیار کرنا بھی عبادت ہے اور عیدگاہ اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع میں حاضر ہونا بھی عبادت ہے۔

۳۲۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، هُوَ ابْنُ سَلَامٍ، قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا اَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ، فَقَدِمَتِ امْرَاَةٌ، فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِيْ خَلَفٍ، فَحَدَّثَتْ عَنْ اُخْتِهَا، وَكَانَ زَوْجُ اُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ، وَكَانَتْ اُخْتِيْ مَعَهُ فِيْ سِتٍّ، قَالَتْ كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمٰى، وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى، فَسَاَلَتْ اُخْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعَلٰى اِحْدَانَا بَاْسٌ، اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ، اَنْ لَا تَخْرُجَ؟ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ. فَلَمَّا قَدِمَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ، سَاَلْتُهَا اَسَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ بِاَبِيْ، نَعَمْ، وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ اِلَّا قَالَتْ بِاَبِيْ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ، اَوِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ، وَالْحُيَّضُ، وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى. قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ اَلْحُيَّضُ؟ فَقَالَتْ اَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ، وَكَذَا وَكَذَا [اطراف الحدیث: ۳۵۱-۹۷۱-۹۷۴-۹۸۰-۹۸۱-۱۶۵۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی جو ابن سلام ہیں انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی از ایوب از حفصہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نوجوان کنواری عورتوں کو عیدگاہ میں جانے سے منع کرتی تھیں پس ایک عورت آئی اور وہ قصر بنی خلف میں ٹھہری اس نے اپنی بہن سے حدیث روایت کی اس کی بہن کا خاوند نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک رہا تھا اور میری بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ غزوات میں شریک تھی اس نے کہا: ہم زخمیوں کی دوا دارو کرتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں پھر میری بہن نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: آیا ہم سے کسی پر کوئی حرج ہے جب اس کے پاس چادر نہ ہو تو وہ گھر سے نہ نکلے؟ آپ نے فرمایا: اس کی سہیلی اس کو چادر پہنا دے اور وہ نیکی اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع پر حاضر ہو پھر جب حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو میں نے ان سے پوچھا: کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کو سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ پر میرے باپ فدا ہوں! اور وہ جب بھی آپ کا ذکر کرتی تھیں تو کہتی تھیں: ہاں! آپ پر میرے باپ فدا ہوں! میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: نوجوان عورتیں اور پردہ دار عورتیں گھر سے نکلیں یا نوجوان پردہ دار عورتیں اور حیض والی عورتیں گھروں سے نکلیں اور نیکی اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع پر حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں عیدگاہ سے باہر رہیں۔ حفصہ بیان کرتی ہیں: میں نے

کرتی ہیں: میں نے کہا: حیض والی عورتیں؟ اس خاتون نے کہا: کیا وہ میدانِ عرفات میں اور فلاں فلاں جگہ نہیں جاتیں۔

(صحیح مسلم: ٨٩٠' الرقم المسلسل: ٢٠٢٣' سنن ابوداؤد: ١١٣٧' سنن نسائی: ١٥٥٩' سنن ابن ماجہ: ١٣٠٨' المعجم الکبیر: ١٣٠- ج ٢٥' صحیح ابن خزیمہ: ١٤٦٦' مسند الحمیدی: ٣٦٢- ٣٦١' سنن بیہقی ج ٣ ص ٣٠٦' مسند احمد ج ٥ ص ٨٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠٧٨٩- ج ٣٤ ص ٣٨٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٦٣٥' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: نوجوان عورتیں اور پردہ دار عورتیں گھر سے نکلیں اور نیکی اور مسلمانوں کی دعا کے موقع پر حاضر ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) محمد بن سلام بیکندی' ابوذر کی روایت میں اسی طرح ہے' اور کریمہ کی روایت میں ہے: محمد اور وہ ابن سلام ہے اور اکثرین کی روایت میں صرف محمد ہے اور باپ کا ذکر نہیں ہے (٢) عبدالوہاب الثقفی (٣) ایوب السختیانی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٤) حفصہ بنت سیرین ام الھذیل الانصاریہ البصریہ' یہ محمد بن سیرین کی بہن ہیں' ان سے ایک جماعت روایت کرتی ہے (٥) ایک عورت کا ذکر ہے' اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا (٦) اس کی بہن' ایک قول ہے: یہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہے' علامہ قرطبی نے تصریح کی ہے کہ وہ خود ام عطیہ تھیں (٧) ان کی بہن کے خاوند' ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا (٨) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے: ان کا نام نسیبہ بنت الحارث ہے' دوسرا قول ہے: ان کا نام نسیبہ بنت کعب ہے' علامہ ابن جوزی نے ''تنقیح'' میں ان کا نام نُسیمہ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٤٤٩)

''عواتق' قصر بني خلف'' اور ''جلباب'' وغیرہ کے معانی

حدیث مذکور میں ''عواتق'' کا لفظ ہے' یہ ''عاتقه'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: نوجوان عورت جو اپنے گھر میں پردہ سے رہتی ہو' ابوزید نے کہا: ''عاتقه'' وہ ہے جو غیر شادی شدہ ہو' ثابت نے کہا: ''عاتقه'' کنواری لڑکی ہے' جو شوہر کے پاس نہ گئی ہو' ثعلب نے کہا: اس کو ''عاتقه'' اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو ماں باپ کی خدمت سے آزاد کر دیا گیا ہو اور ابھی تک خاوند کے پاس نہ گئی ہو' ''المخصص'' میں لکھا ہے: یہ وہ لڑکی ہے جو بلوغ تک پہنچ گئی ہو' الازہری نے کہا: یہ وہ لڑکی ہے' جو بالغہ ہو اور ابھی اس کی شادی نہ ہوئی ہو۔

''قصر بني خلف'' یہ بصرہ کا ایک مکان ہے' جو طلحہ بن عبداللہ بن خلف الخزاعی کی طرف منسوب ہے۔

''جلباب'' یہ بڑے دوپٹے کو کہتے ہیں' ایسی چادر جس سے عورت اپنے سر اور سینہ کو ڈھانپ لے' ایک قول یہ ہے کہ یہ اتنی بڑی چادر ہے' جو عورت کے پورے جسم کو ڈھانپ لے۔

خیر کے مواقع پر حاضر ہو' یعنی سماع حدیث کی مجلس میں اور مریضوں کی عیادت کے مواقع میں۔

دعاء مسلمین' نمازِ جمعہ' نمازِ عیدین اور نمازِ استسقاء کے مواقع پر حاضر ہو اور مسلمانوں کی دعا پر آمین کہے۔

نمازِ عید کے لیے خواتین کے عیدگاہ میں جانے کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائض اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ترک نہ کرے' وہ محافل خیر اور مجالس ذکر میں حاضر ہو' لیکن مسجد کے اندر نہ داخل ہو۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض سے پاک عورتیں اور حیض والی عورتیں عیدین میں اور مسلمانوں کی جماعت میں حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں عیدگاہ سے باہر رہیں' وہ دعا میں شامل ہوں اور آمین کہیں اور یہ امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی حاضری کو قبول فرمائے گا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حائض کا مسجد میں جانا جائز نہیں ہے' وہ اس کے علاوہ دیگر مقامات پر جاسکتی ہے اور وہ عبادات کے مواقع پر حاضر ہونے کے لیے عاریۃً کپڑے لے کر پہن سکتی ہے اور عورتوں کا غزوات میں جاکر زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا جائز ہے' خواہ وہ غیر محرم ہوں لیکن غیر محرم کے پاس حجاب کے ساتھ جائیں یا کسی اور کو مرہم پٹی کے لیے کہیں۔

مصنف کے نزدیک یہ عہد رسالت کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اس وقت اضطرار کی کیفیت تھی اور اتنے مرد میسر نہیں تھے اور اب جب کہ مردوں کی کثرت ہے تو اب خواتین کا اجنبی مردوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کرنا جائز نہیں ہے' البتہ بیمار اور زخمی عورتوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری عورتیں کرسکتی ہیں' ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ ہسپتالوں میں مردوں کے وارڈ میں خواتین نرس ہوتی ہیں اور عورتوں کے وارڈ میں مرد نرس ہوتے ہیں' جنہیں وارڈ بوائے کہتے ہیں' اسی طرح دفاتر میں مردوں کے پاس خاتون سیکرٹری ہوتی ہے اور خواتین کے پاس مرد سیکرٹری ہوتے ہیں' یہ سخت بے حیائی ہے اور احکام شرعیہ کے ساتھ کھلی بغاوت ہے۔

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کی حدیث کو قبول کرنا جائز ہے' کیونکہ اس خاتون نے کہا: ہم زخمیوں کو دوا دیتے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کیے ہوئے اعمال کی خبر دینا جائز ہے' خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کاموں کی خبر نہ دی ہو' اور اس صحابی سے حدیث کو نقل کرنا جائز ہے' جس کا نام معلوم نہ ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۴۸ ۔ ۴۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو عورتیں بناؤ سنگھار نہ کریں' ان کا عیدین میں جانا جائز ہے اور اس حدیث کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ زمانہ بے راہ روی کے مفسدات سے محفوظ تھا اور اس زمانہ میں عورتوں کے مساجد میں جانے سے بہت سے فتنوں کا اندیشہ اور خرابیوں کا خطرہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے' جس کو انہوں نے آپ کے بعد ایجاد کرلیا ہے تو ان کو مساجد میں جانے سے اس طرح منع فرمادیتے' جس طرح بنو اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کردیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۸۶۹' صحیح مسلم: ۴۴۵' سنن ابوداؤد: ۵۶۹)

ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے یا تحریم کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۵۰۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا عیدین کی نماز کے لیے خواتین کے جانے میں اختلاف ہے' ایک جماعت کے نزدیک ان کا جانا واجب ہے' ان میں حضرت ابوبکر' حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم ہیں' اور ان میں سے بعض نے ان کو منع کیا ہے' یہ عروہ اور قاسم ہیں' اور بعض نے جوان عورت کو منع کیا ہے اور ان کے غیر کو منع نہیں کیا' اور بعض نے گھومنے پھرنے والی عورتوں کو اجازت دی ہے اور یہ عروہ' قاسم اور یحییٰ بن سعید ہیں اور یہی امام مالک اور امام ابویوسف کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا قول اس میں مختلف ہے' ایک بار انہوں نے عیدین کی نماز کے لیے اجازت دی اور دوسری بار منع کیا اور امام الطحاوی نے کہا: ابتداء اسلام میں ان کو نماز عیدین کے لیے گھروں سے نکلنے

Marfat.com

کا حکم دیا گیا تھا تا کہ دشمنوں کی نظروں میں مسلمانوں کی کثرت ہو دوسروں نے کہا: اس کی تحقیق کے لیے تاریخ کی ضرورت ہے اور عورتوں کی کثرت اس قسم سے نہیں ہے جس سے دشمنوں کو ڈرایا جائے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۲۹۸ دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

حافظ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

حائض کو جو عید گاہ سے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ عید گاہ مسجد ہے اور حائض کا اس میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے ہمارے بعض اصحاب کے کلام سے اسی طرح ظاہر ہوتا ہے ابو موسیٰ نے ''شرح الخرقی'' میں اسی طرح لکھا ہے اور ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عید گاہ مسجد نہیں ہے اور جنبی اور حائض اس میں ٹھہر سکتے ہیں اور حدیث میں جو حائض کو عید گاہ سے نکلنے کا حکم دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عید گاہ میں نماز پڑھنے والوں کے لیے وسعت اور کشادگی ہو لیکن اس توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ حائض کا دوسری خواتین سے مجالس میں متمیز ہونا ضروری نہیں ہے ہاں! عورتوں کا مردوں سے مجلس میں الگ اور متمیز ہونا ضروری ہے کیونکہ عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے کئی مفاسد کے وقوع کا خطرہ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عیدین کے دن عید گاہ مساجد کے حکم میں ہے کیونکہ اس دن اس میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے یہ خلاف دوسرے ایام کے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حائض کو جو عید گاہ سے نکلنے کا حکم دیا ہے وہ صرف نماز کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے تا کہ جو عورتیں حیض سے پاک ہیں ان کو نماز پڑھنے میں تنگی اور دشواری نہ ہو پھر خطبہ سننے کے وقت حائض عورتیں طاہرات کے ساتھ مل کر بیٹھ سکتی ہیں۔

اس حدیث میں عورتوں کو عید کی نماز میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ نیکی کا موقع اور مسلمانوں کی دعاء کی جگہ ہے۔

اس پر مفصل بحث اپنے مقام پر آئے گی یہاں پر مقصود یہ بتانا ہے کہ حائض عید گاہ میں داخل ہو سکتی ہے یا نہیں حفصہ بنت سیرین نے اس کا انکار کیا تو حضرت ام عطیہ نے اس کے جواب میں کہا کہ حائض میدانِ عرفات میں اور فلاں فلاں جگہ پر جاتی ہے ان کی مراد یہ تھی کہ وہ وقوف مزدلفہ کے لیے مزدلفہ میں جاتی ہے شیطان کو کنکریاں مارنے کے لیے منیٰ میں جاتی ہے اور حائض طواف بیت اللہ کے سوا وہ تمام کام کرتی ہے جو حج کرنے والے کرتے ہیں اسی طرح حائض عیدین کے مجمع میں بھی جائے گی کیونکہ وہ بھی اہل دعا اور ذکر میں سے ہے لہٰذا اس کے لیے عیدین کی نماز کے موقع پر جانا جائز ہے رہا اس کا عید گاہ میں داخل ہونا تو ہمارے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ عید گاہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے عید کے دن نہ کسی اور دن۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۱ ص ۵۰۸۔۵۰۷ ملخصاً دار ابن الجوزی ریاض ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابن رجب حنبلی نے آخر میں یہ لکھ دیا ہے کہ خواتین نمازِ عید کے لیے جا سکتی ہیں اور چونکہ ان کے نزدیک عید گاہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے اس لیے حیض والی خواتین بھی عید گاہ میں داخل ہو سکتی ہیں اور وہاں طاہرات کے ساتھ مل کر بیٹھ سکتی ہیں۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن المبارک سے روایت ہے کہ میں آج کل خواتین کے عید کے لیے نکلنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور اگر کوئی عورت ضرور نکلنا چاہے تو وہ بغیر زینت کے دو سادہ چادروں میں نکلے اور اس کا شوہر چاہے تو اس کو منع کر سکتا ہے اور ثوری سے روایت ہے کہ ان کا آج کل نکلنا مکروہ ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: آج کل فتویٰ اس پر ہے ان کا نکلنا مطلقاً ممنوع ہے خصوصاً مصر کے شہروں میں۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل

اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر عورت کے پاس چادر نہ ہو تو

وہ کسی سہیلی سے مانگ لے علامہ قرطبی نے کہا: اس سے عیدین کی نماز کے وجوب پر استدلال صحیح نہیں ہے اس سے مقصود نماز کی عادت ڈالنا ہے اور نیکی میں شریک کرنا ہے اور شعار اسلام کا اظہار کرنا ہے القشیری نے کہا: اس وقت اہل اسلام بہت کم تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت کرنے کے لیے کسی سے کپڑا مانگ کر پہننا جائز ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کی حدیث کو قبول کرنا جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جو اعمال کیے جاتے تھے ان کو نقل کرنا اور ان کو قبول کرنا جائز ہے خواہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خبر نہ دی ہو۔

اگر زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے لیے مرد دستیاب نہ ہوں یا کم ہوں تو میدانِ جہاد میں خواتین سے یہ خدمت لینا جائز ہے۔

اس حدیث سے پردہ کا وجوب ثابت ہوا اور خواتین کا بغیر چادر اوڑھے گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

خواتین کو عیدگاہ کے اندر داخل نہیں ہونا چاہیے تاکہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو اور نہ وہاں نماز پڑھنی چاہیے اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام مالک اور امام احمد کے نزدیک یہ جائز ہے امام شافعی کے نزدیک اس ممانعت میں تنزیہ اور تحریم کے دو قول ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مطلقاً ممنوع ہے۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے: حیض والی عورتیں عیدگاہ سے نکل جائیں علامہ کرمانی نے لکھا ہے: یہ امر وجوب کے لیے ہے اور ان کا عیدین کے لیے نکلنا اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونا مستحب ہے حالانکہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ان کا عیدگاہ سے نکلنا واجب نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۳۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۵۳۔ ج ۲ ص ۶۶۵ پر مذکور ہے وہاں اس کا عنوان ہے: عیدین میں عورتوں کا جانا۔

۲۴- بَابُ اِذَا حَاضَتْ فِیْ شَهْرٍ ثَلَاثَ حِیَضٍ، وَمَا یُصَدَّقُ النِّسَآءُ فِی الْحَیْضِ وَالْحَمْلِ وَفِیْمَا یُمْکِنُ مِنَ الْحَیْضِ

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّکْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْۤ اَرْحَامِهِنَّ﴾ (البقرہ:۲۲۸).

جب عورت کو ایک ماہ میں تین حیض آئیں اور حیض اور حمل میں عورتوں کی جو تصدیق کی جاتی ہے اور ان کے حیض کو اس صورت پر محمول کیا جاتا ہے جو ممکن ہو

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارحام میں جو پیدا کیا ہے اس کو چھپائیں'' (البقرہ:۲۲۸)۔

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی عورت کو ایک ماہ میں تین حیض آجائیں تو اس کا کیا حکم ہے اور اس کے حیض کی تکرار کو جو ممکن ہو اس پر حمل کیا جائے گا امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ زہری سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارحام میں حمل یا حیض جس کو بھی پیدا کیا ہے عورتوں کے لیے اس کو چھپانا جائز نہیں ہے تاکہ ان کی عدت پوری ہو سکے۔ امام ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ نے لکھا ہے: حضرت علی حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اس آیت سے مراد ہے: وہ حمل اور حیض کو نہ چھپائیں حیض کی جگہ رحم ہے اور جب حمل ہو جاتا ہے تو وہ حیض کے خون کو نکلنے سے منع کر دیتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عورتیں حمل کو چھپا لیتی تھیں تاکہ اس بچہ کو کسی اور کی طرف منسوب کر سکیں تو اسلام میں ان کو اس فعل سے منع کر دیا گیا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۱۶۲-۱۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

Marfat.com

وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ وَشُرَيْحٍ اِنِ امْرَاَةٌ جَاءَتْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ بِطَانَةِ اَهْلِهَا، مِمَّنْ يُرْضَى دِيْنُهُ، اَنَّهَا حَاضَتْ ثَلَاثًا فِي شَهْرٍ صُدِّقَتْ.

اور حضرت علی اور شریح سے ذکر کیا جاتا ہے کہ اگر عورت اپنے گھر کے افراد میں سے کوئی ایسا گواہ لے آئے جو اس کے احوال کو جانتا ہو اور جس کا دین پسندیدہ ہو کہ اس کو ایک ماہ میں تین حیض آ گئے ہیں تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عامر بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش کیا جو اس کو طلاق دے چکا تھا' اس عورت نے کہا: مجھے ایک ماہ میں تین حیض آ چکے ہیں' حضرت علی نے شریح سے کہا: تم ان کے درمیان فیصلہ کرو' شریح نے کہا: امیر المؤمنین! آپ یہاں موجود ہیں' حضرت علی نے فرمایا: تم ان کے درمیان فیصلہ کرو' شریح نے پھر کہا: امیر المؤمنین! آپ یہاں موجود ہیں' حضرت علی نے فرمایا: تم ان کے درمیان فیصلہ کرو' تب شریح نے کہا: اگر اس کے گھر میں اس کے احوال کو جاننے والا ایسا فرد گواہی دے' جس کا دین اور امانت پسندیدہ ہو اور وہ یہ کہے کہ اس کو تین حیض آ چکے ہیں اور ہر حیض کے بعد اس کا طہر گزر چکا ہے' جس میں یہ نماز پڑھتی تھی تو اس کا دعویٰ قبول کیا جائے گا ورنہ نہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قالون'' یہ رومی زبان کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تم نے اچھا فیصلہ کیا ہے۔ (سنن دارمی: ۸۵۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایک ماہ میں تین حیض گزرنے کے دعویٰ کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے بھی اس کی مثل کہا ہے کہ اگر مطلقہ یہ کہے کہ مجھے ایک ماہ میں تین حیض آ گئے ہیں تو عورتوں سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا' اگر اس کے نزدیک یہ ممکن ہو تو اس عورت کی تصدیق کر دی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جب عورت یہ دعویٰ کرے کہ دو ماہ سے کم میں اس کی عدت پوری ہو گئی ہے اور وہ ان عورتوں میں سے ہو جن کو حیض آتا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ عادۃً ممکن نہیں ہے کہ کسی عورت کا حیض اور طہر دونوں کم از کم مدت کے ہوں' کیونکہ جب حیض اکثر مدت کا ہو تو طہر کم از کم مدت کا ہوتا ہے اور جب حیض کم از کم مدت کا ہو تو طہر اکثر مدت کا ہوتا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ انتالیس دن سے کم میں اس عورت کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ ان کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور طہر کی کم از کم مدت پندرہ دن ہے۔

امام شافعی نے کہا: بتیس دنوں سے زیادہ میں اس کے دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی' اس کی صورت یہ ہے کہ جب اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی تو اس کے طہر میں ایک ساعت رہتی تھی' اس کو ایک دن حیض آیا اور پندرہ دن طہر کے گزرنے' پھر اس کو ایک دن حیض آیا اور پندرہ دن طہر کے گزرنے' پھر جب تیسرے حیض کا خون آیا تو اس کی عدت پوری ہو گئی۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

ابن المبارک' نخعی اور اسحاق بن راھویہ نے کہا ہے کہ اگر مطلقہ عورت یہ کہے کہ اس کو ایک ماہ میں تین حیض آ چکے ہیں تو اس عورت کی تصدیق کی جائے گی اور یہ اکثر فقہاء کا مذہب ہے' ان میں امام مالک' امام احمد اور اسحاق وغیرہم ہیں' اور یہ قول دو قاعدوں پر مبنی ہے۔ اوّل یہ ہے کہ الاقراء میں اختلاف ہے' آیا اس سے مراد طہر ہے یا حیض ہے اور اس میں دو قول مشہور ہیں' امام مالک اور امام

شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد طہر ہے اور امام احمد سے صحیح روایت یہ ہے کہ اس سے مراد حیض ہے۔

اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ کم از کم حیض کی مدت اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم طہر کی مدت میں اختلاف ہے' امام شافعی اور امام احمد کے مشہور مذہب کے مطابق کم از کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم طہر کی مدت امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک پندرہ دن ہے اور امام مالک کے اکثر اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے' اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس کی کم از کم مدت تیرہ دن ہے اور اسحاق کے نزدیک اس کی مدت دس دن ہے اور ابن القاسم نے امام مالک سے اسی قول کی روایت کی ہے' پس جس کے نزدیک الاقراء سے مراد حیض ہے اور کم از کم طہر کی مدت تیرہ دن ہے تو اس کے نزدیک انتیس دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں' سو اس طرح امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ایک ماہ میں تین حیض گزر سکتے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک اس کے لیے تینتیس دن ضروری ہیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۵۱۳۔ ۵۱۲ ملخصاً' دار ابن الجوزی ریاض' ۱۴۱۷ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ اَقْرَاؤُهَا مَا كَانَتْ. وَبِهٖ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ.

اور عطاء نے کہا ہے کہ عورت کے حیض کی مدت وہی ہوگی' جو پہلے ہوتی تھی' ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن جریج' عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ مستحاضہ اپنے حیض کے ایام کی مدت میں نماز نہیں پڑھے گی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۱۵۷)

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْحَيْضُ يَوْمٌ اِلٰى خَمْسَ عَشْرَةَ.

اور عطاء نے کہا: حیض کی مدت ایک دن سے پندرہ دن تک ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عطاء نے کہا: اکثر حیض پندرہ دن ہے۔ (سنن دار قطنی: ۸۶۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۲۱)

حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت میں مذاہب ائمہ

علامہ شمس الدین عبد الرحمان بن محمد ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کم از کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے' اور یہ عطاء بن ابی رباح اور ابو ثور کا مذہب ہے اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ کم از کم مدت ایک دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت سترہ دن ہے' الخلال نے کہا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امام احمد کے نزدیک کم از کم مدت ایک دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے اور اقل اور اکثر مدت میں امام شافعی کا مذہب بھی اسی طرح ہے' اور امام ابو حنیفہ اور ان کے دو صاحبوں کا مذہب یہ ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ (سنن دار قطنی: ۸۳۵' ج ۱ ص ۳۸۵' دار المعرفہ بیروت)

امام مالک نے کہا: کم از کم حیض کی کوئی حد نہیں ہے' وہ ایک ساعت بھی ہو سکتی ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۲۰۱' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

وَقَالَ مُعْتَمِرٌ ' عَنْ اَبِيْهِ سَاَلْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ عَنِ الْمَرْاَةِ تَرَى الدَّمَ ' بَعْدَ قُرْئِهَا بِخَمْسَةِ اَيَّامٍ ؟ قَالَ

اور معتمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے اس عورت کے متعلق سوال کیا' جو طہر کے پانچ دنوں کے

اَلنِّسَآءُ اَعْلَمُ بِذٰلِكَ.

بعد خون کو دیکھتی ہے؟ انہوں نے کہا: عورتیں اس کو زیادہ جانتی ہیں۔

اس اثر کی اصل یہ حدیث ہے:

محمد بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود از الحسن کہ جو عورت طہر کے ایام میں خون دیکھ لے' انہوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور ابن سیرین نے کہا: وہ مٹیالے اور پیلے رنگ میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (سنن دارمی: ٨٦٩' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٢٥- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ' عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِیْ حُبَيْشٍ' سَاَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنِّیْ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ' اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ؟ فَقَالَ لَا' اِنَّ ذٰلِكِ عِرْقٌ' وَلٰكِنْ دَعِی الصَّلٰوةَ قَدْرَ الْاَيَّامِ الَّتِیْ كُنْتِ تَحِيْضِيْنَ فِيْهَا' ثُمَّ اغْتَسِلِیْ وَصَلِّیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ہشام بن عروہ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میرا خون جاری رہتا ہے' لہٰذا میں پاک نہیں ہوتی' کیا میں نماز ترک کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! یہ رگ (سے خون نکلتا) ہے' لیکن جتنے ایام میں تمہیں حیض آتا تھا' اتنے ایام تک تم نماز چھوڑ دو' پھر غسل کرو اور نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٨ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: خون کو دھونا اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جب کسی عورت کو ایک ماہ میں تین حیض آئیں' تاہم اس حدیث میں اس عنوان پر کوئی دلالت نہیں ہے' ثبوت پر نہ نفی پر۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جس عورت کا خون ابتداء بلوغت سے مسلسل جاری ہو' وہ حیض کے ایام کا کس طرح تعین کرے گی' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ہر مہینہ کے ابتدائی دس دنوں کو حیض قرار دے گی اور باقی بیس دنوں کو طہر قرار دے گی۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیض کے دنوں کے لیے ایام کا لفظ استعمال فرمایا ہے' اس سے امام ابوبکر رازی نے یہ استدلال کیا ہے کہ ایام جمع قلت ہے' جس کے افراد کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس ہوتے ہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٤٥٨' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٥- بَابُ الصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ فِیْ غَيْرِ اَيَّامِ الْحَيْضِ

غیر ایام حیض میں پیلا اور مٹیالہ رنگ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت غیر ایامِ حیض میں پیلا اور مٹیالہ رنگ دیکھے تو وہ حیض نہیں ہے۔

حیض کے خون کے رنگ

حیض کے خون کے چھ رنگ ہیں: (١) سیاہ (٢) سرخ (٣) پیلا (٤) مٹیالہ (٥) سبز (٦) خاکی۔

سرخ رنگ خون کا اصلی رنگ ہے' پیلا رنگ بھی خون کا رنگ ہے جب خون پتلا ہو' اور ایام حیض میں پیلا اور مٹیالہ رنگ حیض ہے' اور مٹیالہ رنگ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک حیض ہے اور سبز رنگ میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے' امام ابومنصور نے کہا: اگر ابتداء میں سبز رنگ دیکھے تو وہ حیض ہے اور آخر میں دیکھے تو وہ حیض نہیں ہے اور خاکی رنگ مٹیالے رنگ کی ایک قسم ہے اور اس کا وہی حکم ہے' جو مٹیالے رنگ کا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٤٥٨)

Marfat.com

٣٢٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم مٹیالے اور پیلے رنگ کو کچھ شمار نہیں کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ٣٠٨، سنن نسائی: ٣٦٦، سنن ابن ماجہ: ٦٤٧)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

پیلے اور مٹیالے رنگ کے حیض ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا مذہب امام بخاری کے عنوان کے موافق ہے، اکثر علماء نے کہا ہے کہ پیلا اور مٹیالہ رنگ ایام حیض میں حیض ہے اور ایامِ حیض کے بعد وہ کچھ نہیں ہے، یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اور سعید بن المسیب، عطاء، الحسن البصری، ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے اور ربیعہ، ثوری، اوزاعی، لیث، امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔

اس میں دوسرا قول امام ابو یوسف کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ پیلا اور مٹیالہ رنگ حیض کی ابتداء میں حیض نہیں ہے اور حیض کے آخر میں حیض ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: پیلا اور مٹیالہ رنگ خون کے آخری ایام میں خون ہے، حتیٰ کہ تم سفیدی دیکھ لو۔

اس میں تیسرا قول، امام مالک کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مٹیالہ اور پیلا رنگ حیض ہے، خواہ ایام حیض ہوں یا غیر ایامِ حیض اور یہ قول حدیث کے خلاف ہے۔ (شرح ابن بطال ج ١ ص ٤٥٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

٢٦- بَابُ عِرْقِ الْاِسْتِحَاضَةِ — استحاضہ کی رگ

اس باب میں استحاضہ کی رگ کو بیان کیا گیا ہے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب استحاضہ کے حکم پر مشتمل ہیں۔

٣٢٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ اُسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ، فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ، فَقَالَ هٰذَا عِرْقٌ. فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں کہ حضرت ام حبیبہ کو سات سال سے خون جاری تھا، انہوں نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، آپ نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا، آپ نے فرمایا: یہ رگ (کا خون) ہے، پھر وہ ہر نماز کے لیے غسل کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم: ٣٣٤، الرقم المسلسل: ٧٣٩، سنن ابوداؤد: ٢٩٠، سنن ترمذی: ١٢٩، سنن نسائی: ٢٠٥، جامع المسانید لابن الجوزی: ٤٠٦٧، مکتبۃ الرشد ریاض، ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے سات رجال ہیں اور عمرہ کے سوا سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے، عمرہ کا نام عمرہ بنت عبد الرحمان بن سعد الانصاریہ ہے، یہ ثقہ، حجۃ اور عالمہ ہیں، یہ ٩٨ھ میں فوت ہو گئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٣٦٠)

Marfat.com

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں رگ کا ذکر ہے' اس حدیث میں دو امر تحقیق طلب ہیں:
(١) مستحاضہ کے نام کی تحقیق (٢) ہر نماز کے بعد مستحاضہ کے غسل کی تحقیق۔

حدیث مذکور میں مستحاضہ کے نام میں ائمہ حدیث کا اختلاف

علامہ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ٧٩٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مستحاضہ کے نام میں اختلاف ہے' اکثرین کی روایت میں ان کا نام ام حبیبہ ہے اور بعض نے کہا: وہ ام حبیبہ بنت جحش ہیں' امام مسلم کی روایت: ٧٤٠ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمشیر نسبتی ہیں' یہ حضرت عبد الرحمن بن عوف کے نکاح میں تھیں' ان کا سات سال خون جاری رہا' اور امام ابوداؤد الطیالسی نے از ابن ابی ذئب از الزہری روایت کیا ہے کہ یہ حضرت زینب بنت جحش تھیں' جن کا خون سات سال جاری رہا۔

اور ان کو زینب کے نام میں وہم ہوا ہے' امام ابوداؤد اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں خون جاری رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کریں۔ (سنن ابوداؤد: ٢٩٢)

(فتح الباری لابن رجب ج ١ ص ٥٢٤' دار ابن الجوزی' ریاض' ١٤١٧ھ)

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اس حدیث کو امام ابوداؤد الطیالسی (متوفی ٢٠٤ھ) نے روایت کیا ہے' میں نے اس حدیث کا ان سے سماع نہیں کیا' انہوں نے از سلیمان بن کثیر از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو روایت کیا ہے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت زینب بنت جحش کا خون جاری ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نماز کے لیے غسل کرو اور حدیث بیان کی' امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کو عبد الصمد نے از سلیمان بن کثیر روایت کیا ہے کہ ہر نماز کے لیے وضوء کرو' امام ابوداؤد نے کہا: یہ عبد الصمد کا وہم ہے اور اس میں قول ابوالولید کا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ١ ص ١٣٣' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو آپ کی ہمشیر نسبتی تھیں' کا سات سال سے خون جاری تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ حیض نہیں ہے' رگ کا خون ہے' تم غسل کر کے نماز پڑھو۔
(صحیح مسلم: ٣٣٤' الرقم المسلسل: ٧٤٠)

امام مالک نے زینب بنت ابی سلمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش' جو حضرت عبد الرحمان بن عوف کے نکاح میں تھیں' ان کا خون جاری تھا اور وہ غسل کر کے نماز پڑھتی تھیں۔ (موطأ امام مالک: ١٠٦' تنویر الحوالک ص ٨٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی اندلسی متوفی ٤٦٣ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسی طرح یحییٰ وغیرہ نے اس حدیث کو امام مالک سے موطأ میں روایت کیا ہے اور یہ امام مالک کا وہم ہے' کیونکہ حضرت زینب بنت جحش' حضرت عبد الرحمن بن عوف کے نکاح میں بالکل نہیں تھیں' وہ پہلے حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں' پھر ان کے طلاق دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور جو حضرت عبد الرحمان بن عوف کے نکاح میں تھیں' وہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش تھیں' یہ تین بہنیں تھیں: حضرت زینب' حضرت ام حبیبہ اور حضرت حمنہ بنت جحش' جو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے نکاح میں تھیں' ایک قول یہ ہے کہ ان تینوں کو استحاضہ آیا تھا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ صرف حضرت ام حبیبہ اور حضرت حمنہ کو استحاضہ آیا تھا۔

(الاستذکار ج ٣ ص ٢٢٨۔٢٢٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

جس کا خون مسلسل جاری ہو آیا وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے گی یا دو نمازوں کے لیے یا ہر روز غسل کرے گی؟

امام مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میرا خون جاری رہتا ہے' آپ نے فرمایا: یہ رگ کا خون ہے' تم غسل کرو اور نماز پڑھو تو وہ نماز کے لیے غسل کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم: ٣٣٤' الرقم المسلسل: ٧٣٩' سنن ابوداؤد: ٢٩٠' سنن ترمذی: ١٢٩' سنن نسائی: ٢٠٥)

اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اس سے یہ سمجھا کہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کریں۔

دوسروں نے کہا کہ ان پر یہ واجب تھا کہ وہ ظہر اور عصر کے لیے ایک غسل کرلیں' اور مغرب اور عشاء کے لیے غسل کرلیں' ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھیں اور عصر کو اس کے اوّل وقت میں پڑھ لیں' اسی طرح مغرب کو آخر وقت میں اور عشاء کو اوّل وقت میں پڑھ لیں اور صبح کے لیے ایک غسل کرلیں۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اس کی مثل مروی ہے اور یہ ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن شداد کا قول ہے۔

دیگر فقہاء نے کہا ہے کہ وہ ہر دن میں ایک بار غسل کرلے' جس وقت میں چاہے' اس کو معقل بن یسار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' حضرت علی نے فرمایا: جب اس کا حیض ختم ہو جائے تو وہ ہر روز غسل کرے۔

فقہاء کی ایک اور جماعت نے کہا: وہ ایک طہر سے لے کر دوسرے طہر تک کے لیے غسل کرے۔

(الاستذکار ج ٣ ص ٢٣١۔ ٢٢٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤١٣ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ' اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کی حدیث (صحیح البخاری: ٢٢٨) سے منسوخ ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کی حدیث سے فتویٰ دیا کہ وہ ہر نماز کے لیے وضوء کرلیں اور حضرت ام حبیبہ کی حدیث کی مخالفت کی' اسی وجہ سے ابومحمد اشبیلی نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ کی حدیث استحاضہ کے باب میں سب سے صحیح حدیث ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت ام حبیبہ کو غسل کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور وہ ہر نماز کے لیے نفلی طور پر غسل کرتی تھیں اور ابن شہاب الزہری نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی ﷺ نے ان کو ہر نماز کے لیے غسل کرنے کا حکم دیا تھا' لیکن وہ اپنی طرف سے ہر نماز کے لیے غسل کرتی تھیں' اور جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ مستحاضہ پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے' لیکن اس پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے وضوء کرے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٤٦٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں حضرت ام حبیبہ بنت جحش کا مسلسل خون جاری ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہر نماز کے لیے غسل کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٩٢)

حفاظ نے اس حدیث میں اس زیادتی پر طعن کیا ہے' کیونکہ الزہری کے اثبات اصحاب سے یہ زیادتی ثابت نہیں ہے' تاہم اگر اس حدیث میں غسل کے امر کو استحباب پر محمول کر دیا جائے تو دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی' اس حدیث کی توجیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد غسل نہیں ہے' بلکہ یہ لفظ غسل ہے یعنی ہر نماز کے وقت فرج سے خون اور نجاست کو دھولیا کریں' کیونکہ نجاست کو زائل کرنا نماز کی صحت کے لیے شرط ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش کی حدیث میں جو ہر نماز کے لیے غسل

کرنے کا حکم ہے' وہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کی حدیث سے منسوخ ہے' جس میں ہر نماز کے لیے وضوء کرنے کا حکم ہے' لیکن دونوں حدیثوں کو جمع کرنا اور حضرت ام حبیبہ کی حدیث میں غسل کو استحباب پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔

(فتح الباری ج ١ ص ٨٣٨' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٦٦٣ - ج ١ ص ١٠٢٧ - ١٠٢٦ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٢٧- بَابُ الْمَرْاَةِ تَحِيضُ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ جس عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے' اس کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ طواف وداع کو ترک کر کے قافلہ کے ساتھ جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں وہ طواف وداع کو ترک کر کے قافلہ کے ساتھ جا سکتی ہے' باب سابق کے ساتھ اس کی یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں مستحاضہ کا حکم بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں حائض کا حکم بیان کیا گیا ہے اور مستحاضہ اور حائض دونوں ایک جنس سے ہیں۔

٣٢٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' اِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا ' اَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ ؟ . فَقَالُوْا بَلٰى ' قَالَ فَاخْرُجِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از والد خود از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! بے شک صفیہ بنت حیی (رضی اللہ عنہا) کو حیض آ گیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید یہ ہم کو روکنے والی ہیں' کیا انہوں نے تمہارے ساتھ طواف (زیارت) نہیں کیا تھا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: پھر وہ روانہ ہوں۔

(صحیح مسلم: ١٢١١' سنن ترمذی: ٩٤٣' سنن نسائی فی الکبریٰ: ٤١٩٣' مسند الحمیدی: ٢٠٢' صحیح ابن حبان: ٣٩٠٢' شرح السنۃ: ١٩٧٤' سنن بیہقی ج ٥ ص ١٦٢' مسند احمد ج ٦ ص ٣٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤١١٣' ج ٤٠ ص ١٣٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: بے شک حضرت صفیہ بنت حیی کو (طواف زیارت کے بعد) حیض آ گیا ہے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت صفیہ کا ذکر ہے' یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہیں' فتح خیبر میں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قیدی ہو گئی تھیں' آپ نے ان کو آزاد کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا' ان کے ساتھ نکاح کرنے کی حکمت یہ تھی کہ ان کو قیدی بنائے رکھنا' ان کے جاہ اور مرتبہ کے خلاف تھا اور کیونکہ یہ نبی زادی تھیں' اس لیے اور کوئی مسلمان ان کے ہم پلہ نہ تھا' اس لیے آپ نے خود ان سے نکاح فرما لیا' ان سے دس احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے ایک حدیث روایت کی ہے' علامہ واقدی نے کہا ہے: یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ٦٠ھ میں فوت ہو گئی تھیں اور دوسروں نے کہا ہے: یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ٣٦ھ میں فوت ہوئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٦٣)

Marfat.com

حائض سے طوافِ وداع کا ساقط ہو جانا اور طوافِ زیارت کا کسی سے ساقط نہ ہونا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض سے طوافِ وداع ساقط ہو جاتا ہے اور طوافِ زیارت حج کا رکن' اس کا کرنا ضروری ہے اور طوافِ زیارت حائض وغیر ہا سے ساقط نہیں ہوتا اور اگر عورت طوافِ زیارت سے پہلے حائض ہو جائے تو وہ مکہ مکرمہ میں قیام کرے گی' حتیٰ کہ طوافِ زیارت کر لے اور اگر وہ طوافِ زیارت کیے بغیر اپنے وطن چلی گئی تو وہ بہ دستور محرمہ رہے گی اور اس کا شوہر اس کے ساتھ جماع نہیں کر سکے گا حتیٰ کہ وہ طوافِ زیارت کرے اور باقی اُمور میں وہ احرام سے خارج ہو گئی اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ حائض طواف نہیں کر سکتی' اور اگر حائض نے طوافِ قدوم کیا تو اس پر ایک بکری کی قربانی ہے اور اگر حائض نے طوافِ زیارت کیا تو اس پر اونٹ کی قربانی ہے' اسی طرح جنبی کا حکم ہے اور اگر بے وضوء طوافِ قدوم کیا تو اس پر صدقہ ہے اور اگر بے وضوء طوافِ زیارت کیا تو اس پر بکری کی قربانی ہے اور امام شافعی کے نزدیک طواف کے لیے وضوء شرط نہیں ہے' اس لیے ان کے نزدیک اس صورت میں اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

۳۲۹- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوٗسٍ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ اَنْ تَنْفِرَ اِذَا حَاضَتْ.

[اطراف الحدیث:۱۷۵۵-۱۷۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حائض کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ جب اسے حیض آ جائے تو وہ قافلہ کے ساتھ روانہ ہو جائے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) معلّی بن اسد' یہ ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) وہیب بن خالد' یہ بصریوں میں اثبت مشائخ تھے (۳) عبداللہ بن طاؤس' یہ ۱۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے' معمر نے کہا: میں نے ابن طاؤس جیسا فقیہ کوئی نہیں دیکھا اور ان کے والد طاؤس بن کیسان الیمانی الحمیری فرزندان فارس میں سے ہیں' ان سے زیادہ کوئی حدیث کو اچھی طرح نہیں پڑھتا تھا' وہ ۱۱۰ھ کے کچھ سال اوپر فوت ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ عذر کی وجہ سے طوافِ وداع ساقط ہو جاتا ہے' اس میں حدیث: ۳۲۹ کی وضاحت ہے۔

۳۳۰- وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ فِيْ اَوَّلِ اَمْرِهٖ اِنَّهَا لَا تَنْفِرُ' ثُمَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ تَنْفِرُ' اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ. [طرف الحدیث:۱۷۶۱]

طاؤس روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے یہ کہتے تھے کہ حائض (طوافِ وداع کیے بغیر) روانہ نہیں ہو سکتی' پھر میں نے ان سے یہ سنا کہ وہ روانہ ہو سکتی ہے' بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دی ہے۔

پہلے حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ حائض طوافِ وداع کیے بغیر مکہ سے روانہ نہیں ہو سکتی' بعد میں ان کو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حائض کو رخصت دی ہے تو انہوں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میں انا نیت بالکل نہیں تھی اور حق واضح ہونے کے بعد وہ رجوع کر لیتے تھے اور خوفِ خدا رکھنے والے علماء کی یہی شان ہے کہ جب ان پر اپنے قولِ سابق کی خطاء منکشف ہو جاتی تو وہ اس سے رجوع کر لیتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۶۳)

Marfat.com

اپنے قول سابق سے رجوع کرنے کی تحقیق

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی' صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم پانی لانے والے اونٹوں کو ذبح کر کے کھالیں اور چربی کا تیل بنالیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی' اتنے میں حضرت عمر آ گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی' البتہ آپ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوا لیجئے اور اس پر برکت کی دعا کیجئے' اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ برکت عطا فرمائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے' اور ایک چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا' پھر لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوایا' کوئی شخص اپنی ہتھیلی میں جوار اور کوئی کھجوریں اور کوئی روٹی کے ٹکڑے لیے چلا آ رہا تھا' یہ سب چیزیں مل کر بہت تھوڑی مقدار میں جمع ہوئیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب اپنے اپنے برتنوں میں کھانا بھر لیں' چنانچہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے' یہاں تک کہ لشکر کے تمام برتن بھر گئے اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور جو شخص بھی اس کلمہ پر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا' وہ شخص جنتی ہوگا۔

(صحیح مسلم' کتاب الایمان: ۴۵' الرقم المسلسل: ۱۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوئے تھے' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک تشریف نہ لائے تو ہمیں خوف ہوا کہ کہیں خدانخواستہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو' اس خیال سے ہم سب کھڑے ہو گئے' سب سے پہلے میں گھبرا کر آپ کی تلاش میں نکلا اور انصار بنی نجار کے باغ تک پہنچ گیا' میں باغ کے چاروں طرف گھومتا رہا' لیکن مجھے اندر جانے کے لیے کوئی دروازہ نہ ملا' اتفاقاً ایک نالہ دکھائی دیا' جو باہر کے کنویں سے باغ کے اندر کی طرف جا رہا تھا' میں لومڑی کی طرح سمٹ کر اس نالہ کے راستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوہریرہ! میں نے عرض کیا: جی ہاں! یارسول اللہ! حضور نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے' پھر آپ اچانک اٹھ کر تشریف لے گئے' آپ کی واپسی میں دیر ہو گئی' اس وجہ سے ہمیں خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو تنہا دیکھ کر پریشان نہ کریں' ہم سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں آپ کی تلاش میں نکلا' پس میں اس باغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر باغ کے اندر آ گیا' باقی صحابہ میرے پیچھے آ رہے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک مجھے عطا فرمائیں اور فرمایا: اے ابوہریرہ! میری یہ دونوں جوتیاں لے کر چلے جاؤ اور باغ کے باہر جو شخص تم کو کلمہ طیبہ کی دلی یقین سے شہادت دیتا ہوا ملے' اس کو جنت کی بشارت دے دو' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ باغ کے باہر سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی' انہوں نے پوچھا: اے ابوہریرہ! یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتیاں ہیں' جو حضور نے مجھے اس لیے دی ہیں کہ جو شخص بھی مجھے یقین کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہوا ملے' اس کو میں جنت کی بشارت دے دوں' یہ سن کر حضرت عمر نے میرے سینہ پر ایک ضرب لگائی' جس کی وجہ سے میں پیٹھ کے بل گر پڑا' پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس جاؤ' پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر رونے لگا' ساتھ ہی حضرت عمر بھی پہنچ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

Marfat.com

اے ابوہریرہ! کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر سے ہوئی' میں نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا' انہوں نے میرے سینہ پر ضرب مار کر مجھے پیٹھ کے بل گرادیا اور کہا: واپس چلے جاؤ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمر نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا واقعی آپ نے ابوہریرہ کو اپنی جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص اسے یقینِ قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہوا ملے' اس کو یہ جنت کی بشارت دے دے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! حضرت عمر نے عرض کیا: حضور ایسا نہ کریں' کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ پھر کلمہ پر ہی بھروسا کر کے بیٹھ جائیں گے' ان کو عمل کرنے دیجئے' آپ نے فرمایا: اچھا پھر انہیں عمل کرنے دو۔ (صحیح مسلم' کتاب الایمان: ۵۲' رقم بلا تکرار: ۳۱' الرقم المسلسل: ۱۴۶)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ضرب ماری' جس سے وہ گر گئے اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: کیا واقعی آپ نے ابوہریرہ کو اپنی نعلین دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص بھی یقین سے "لا الہ الا اللہ" کی گواہی دے' اس کو جنت کی بشارت دے دو؟ اس سے حضرت عمر کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرنا یا آپ کے حکم کو مسترد کرنا نہ تھا' کیونکہ اس پیغام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد صرف امت کی دلداری اور ان کو بشارت دینا تھا' حضرت عمر کی یہ رائے تھی کہ اس بشارت کو مخفی رکھنا بہتر ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ لوگ صرف کلمہ پڑھ لینے پر ہی تکیہ کرلیں اور اعمال سے غافل ہو جائیں' اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ رائے پیش کی' تو آپ نے اس کو صحیح قرار دیا' اس حدیث میں اکابر کی اصاغر کی رائے سے موافقت کرنے کا بیان ہے' اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اگر اصاغر کی رائے میں کوئی مصلحت ہو تو اکابر کو ان کی رائے کی طرف رجوع کر لینا چاہیے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱ ص ۵۸۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اس سے پہلے ہم نے وہ احادیث بیان کی تھیں' جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم امت کے لیے اپنی سابق رائے سے رجوع فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول فرمالیا۔ اب ہم وہ حدیث ذکر کر رہے ہیں کہ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی رائے کی طرف رجوع فرمالیا۔

امام بخاری محمد بن اسماعیل متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل یمامہ سے جنگ ہو رہی تھی تو اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس تھے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ جنگ یمامہ میں بہت سے قرآن کے قاری شہید ہو گئے اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ اگر اسی طرح قرآن کے قاری شہید ہوتے رہے تو ہمارے پاس سے بہت سارا قرآن جاتا رہے گا اور میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیں' میں نے حضرت عمر سے کہا کہ آپ اس کام کو کیسے کریں گے' جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! اس کام میں خیر ہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے مسلسل یہ مشورہ دیتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا اور میں نے دیکھا کہ حضرت عمر کی رائے درست ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۸٦)

اسی طرح حضرت عمر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف رجوع فرمالیا۔

امام ابن عبد البر القرطبی متوفی ۴٦۳ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ میں اس مسئلے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں' جس کے مشورے

میں حضرت علی رضی اللہ نہ ہوں انہوں نے کہا: ایک مجنونہ عورت کے ہاں چھ مہینے کے بعد بچہ پیدا ہو گیا' حضرت عمر نے اس کو رجم کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت علی نے ان سے کہا: قرآن مجید میں ہے:

''وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا''. (الاحقاف:١٥) وضع حمل کی مدت چھ ماہ بھی ہوتی ہے اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجنون سے حکم تکلیف اٹھالیا ہے' یعنی وہ مکلف نہیں ہے' پھر حضرت عمر یہ کہتے تھے کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا ہے۔

(الاستیعاب ج ٣ ص ٢٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ٤٨٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں کہا کہ بہت زیادہ مہر نہ رکھا کرو' تو ایک سیاہ چہرے والی عورت نے کہا کہ آیا آپ اپنی رائے سے یہ کہہ رہے ہیں یا اس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے؟ کیونکہ آپ کے قول کے خلاف قرآن مجید میں ہے:

''وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا''. (النساء:٢٠) اور تم اپنی ازواج میں سے کسی کو ڈھیروں مال دے چکے ہو' تو بھی اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ یہ جواب سن کر حضرت عمر حیران رہ گئے اور کہا کہ ہر شخص کو عمر سے زیادہ علم ہے حتیٰ کہ گھروں میں رہنے والی عورتوں کو بھی عمر سے زیادہ علم ہے۔ (المبسوط ج ١٠ ص ١٥٣۔ ١٥٢' دار المعرفہ' بیروت' ١٠٩٨ھ' جامع العلم وفضلہ ج ٢ ص ٩٢٠)

اسی طرح بعض دیگر صحابہ نے بھی ایک دوسرے کے قول کی طرف رجوع کیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عكرمة ان اهل المدينة سالوا ابن عباس عن امراة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر' قالوا لا ناخذ بقولك وندع قول زيد' قال اذا قدمتم المدينة فاسئلوا فقدموا المدينة فكان فى من سالوا ام سليم فذكرت حديث صفية.

(صحیح البخاری: ١٧٥٩۔ ١٧٥٨' صحیح مسلم: ١٣٢٨' السنن الکبریٰ للنسائی: ٤١٩٩)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف (زیارت) کر لیا ہو پھر اس کو حیض آ جائے تو آیا وہ (طواف وداع کے بغیر) واپس جا سکتی ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جا سکتی ہے' اہل مدینہ نے کہا: ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کو ترک نہیں کریں گے' (حضرت زید کہتے تھے کہ وہ طواف وداع کیے بغیر نہیں جا سکتی) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کی تحقیق کر لینا' جب وہ مدینہ گئے تو انہوں نے اس کی تحقیق کی' اور حضرت ام سلیم سے بھی پوچھا تو انہوں نے حضرت صفیہ کی (یہ) حدیث بیان کی (کہ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ کو طواف وداع کیے بغیر جانے کی اجازت دی تھی)۔

جب اہل مدینہ کو حضرت صفیہ کی یہ حدیث مل گئی تو انہوں نے حضرت ابن عباس کے پاس جا کر حق کا اعتراف کر لیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

پھر اہل مدینہ حضرت ابن عباس کے پاس گئے اور کہا: جس طرح آپ نے ہمیں حدیث سنائی تھی' ہمیں اسی طرح حدیث مل گئی۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٥٨٨' طبع لاہور)

اور حضرت زید بن ثابت کو جب یہ حدیث مل گئی تو انہوں نے بھی رجوع فرما لیا۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی' امام مسلم اور امام نسائی کے حوالے سے لکھتے ہیں:
عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا اور حضرت ابن عباس سے فرمایا: مجھے یہ یقین ہے کہ آپ نے سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہا' یہ ''صحیح مسلم'' کی عبارت ہے اور ''سنن نسائی'' میں یہ عبارت ہے: عکرمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا' ان سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس انصاری خاتون سے اس کے متعلق حدیث معلوم کر لو' حضرت زید نے ان سے حدیث پوچھی اور ہنستے ہوئے (اپنے قول سے) رجوع کر لیا اور کہا: جس طرح آپ نے بیان کیا تھا' اسی طرح حدیث ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کئی مسائل میں اپنے شاگردوں کے قول کی طرف رجوع کیا' امام مالک نے کئی اقوال میں رجوع کیا اور امام احمد اور امام شافعی کے ہر مسئلے میں دو قول ہیں' یعنی انہوں نے بعد والے قول میں اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا۔

علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے سوا کسی کتاب کے لیے عصمت کو مقدر نہیں فرمایا یا کسی اور کتاب کی عصمت پر راضی نہیں ہے' یہ صرف اسی کی کتاب کی شان ہے' جس کے حق میں فرمایا: ''لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ'' (حٰم السجدہ: ۴۲) اس کتاب میں باطل سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔

سو قرآن مجید کے علاوہ دوسری کتابوں میں خطائیں اور لغزشیں واقع ہوتی ہیں' کیونکہ وہ انسان کی تصنیفات ہیں اور خطاء اور لغزش انسان کی سرشت ہے۔

علامہ عبد العزیز بخاری نے ''اصول بزودی'' کی شرح میں لکھا ہے کہ بویطی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا: میں نے اس کتاب کو تصنیف کیا ہے' میں نے اس میں صحت اور صواب کو ترک نہیں کیا' لیکن اس میں ضرور کوئی نہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوگی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا ۝ (النساء: ۸۲)

اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا تو لوگ اس میں ضرور بہت سے اختلاف پاتے ۝

لہٰذا تم کو اس کتاب میں جو بات کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف ملے اس کو چھوڑ دو' کیونکہ میں کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرنے والا ہوں' مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی کتاب ''الرسالۃ'' ان کے سامنے اسی مرتبہ پڑھی اور ہر مرتبہ امام شافعی اس میں کسی خطاء پر مطلع ہوئے' بالآخر امام شافعی نے فرمایا: اب چھوڑ دو' اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب صحیح ہو۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۰۴۔۱۰۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام ابوحنیفہ نے بعض مسائل میں اپنے شاگردوں امام ابویوسف اور امام محمد کے اقوال کی طرف رجوع کر لیا' اسی طرح امام مالک نے بعض مسائل میں رجوع کر لیا' امام شافعی کے تقریباً ہر مسئلہ میں دو قول ہیں' ایک قول قدیم اور ایک قول جدید' قول جدید میں قول قدیم سے رجوع فرمالیا ہے' اسی طرح امام احمد کے بھی تقریباً ہر مسئلہ میں دو قول ہیں اور بعد کے قول میں پہلے قول سے رجوع فرما لیا ہے۔

سو میں نے بھی بعض مسائل میں رجوع کر کے اپنے دامن کو ان نفوس قدسیہ کے مقدس دامن کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور اپنے

Marfat.com

عجز وانکسار اور للٰہیت کو واضح کیا ہے' کیونکہ وہی شخص کسی مسئلہ میں رجوع نہیں کرتا' جو اپنے آپ کو ہمہ دان اور غلطیوں سے مبرا اور منزہ جانتا ہو اور ہر قسم کی خطاء سے پاک ہونا تو صرف اللہ عزوجل کی صفت ہے اور عصمت تو صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

شاہ (عبد العزیز محدث دہلوی) صاحب سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی اور وہ نہ فقط فتاویٰ بلکہ ''تفسیر عزیزی'' میں بھی ہے اور ایک نہ ان کا فتاویٰ بلکہ کسی بشر غیر معصوم کی کوئی کتاب ایسی نہیں' جس میں سے کچھ متروک نہ ہو' سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''کل ماخوذ من قولہ و مردود علیہ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہر شخص کے قول سے کچھ لیا بھی جاتا ہے اور کچھ رد بھی کیا جاتا ہے' ماسوا صاحب گنبد خضراء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۵۶' مکتبہ رضویہ' کراچی)

الحمد للہ رب العلمین! میں نے ''شرح صحیح مسلم'' کی بارہ اور ''تبیان القرآن'' کی تین عبارات سے رجوع کر لیا ہے' ان کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ٦ کے آخر میں ص ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۳' الطبع الثالث عشر' شوال ۱۴۲۶ھ/ نومبر ۲۰۰۵ء پر مذکور ہے۔

۲۸- بَابُ اِذَا رَاَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّهْرَ جب مستحاضہ طہر کو دیکھ لے

یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ جب مستحاضہ طہر کو دیکھ لے یعنی جب اس کا خون منقطع ہو جائے تو وہ غسل کر کے نماز پڑھ لے' خواہ اس کا طہر ایک ساعت کا ہو' اس کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر ہے' جس کا عنقریب ذکر کیا جائے گا۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جب مستحاضہ کے لیے رگ کا خون حیض کے خون سے متمیز ہو جائے تو استحاضہ کے زمانہ کو طہر کہا جائے گا کیونکہ وہ حیض کے زمانہ کی بہ نسبت طہر ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے خون کے انقطاع کا ارادہ کیا جائے اور پہلا معنی عبارت کے زیادہ موافق ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۸۳۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہیں:

اس عبارت میں کئی خدشات ہیں: (۱) یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مستحاضہ کا خون دائماً جاری ہو لیکن وہ حیض کے خون میں اور رگ کے خون میں تمیز کر سکتی ہو' جب کہ اس عنوان کا معنی ہے: مستحاضہ طہر کو دیکھے اور طہر اس وقت ہو گا' جب خون منقطع ہو جائے اور اس قائل نے کہا ہے کہ اس کا خون مستمر ہو تو پھر یہ طہر کیسے ہو گا! (۲) اس نے استحاضہ کے خون کو مجازاً طہر کہا ہے اور بغیر ضرورت کے کسی عبارت کو مجاز پر محمول نہیں کیا جاتا (۳) اس نے کہا: یہ معنی عبارت کے سیاق کے زیادہ موافق ہے۔ یہ کہنا بھی غلط ہے بلکہ سیاق عبارت کے موافق یہ ہے کہ وہ طہر کو دیکھے' یعنی اس کا خون منقطع ہو جائے۔

امام بخاری ایک اثر ذکر کرتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيْ وَلَوْ سَاعَةً' وَيَاْتِيْهَا زَوْجُهَا اِذَا صَلَّتْ اَلصَّلٰوةُ اَعْظَمُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مستحاضہ غسل کرے اور نماز پڑھے' خواہ ایک ساعت کے لیے حیض منقطع ہوا ہو اور جب وہ نماز پڑھ لے تو اس کا خاوند اس سے مباشرت کرے' نماز اعظم ہے۔

اس اثر کی اصل یہ حدیث ہے:

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ آل انس کی ایک عورت کو استحاضہ آ گیا' انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کروں' حضرت ابن عباس نے کہا: جب تک وہ خون کی جولانی دیکھ رہی ہے تو نماز نہ پڑھے اور جب وہ طہر کو دیکھے' خواہ

Marfat.com

وہ دن کی ایک ساعت میں ہو تو وہ غسل کر کے نماز پڑھے۔ (سنن داری: ۸۰۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۳۱- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ زُهَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ، وَإِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي. (سنن ابوداؤد: ۲۳۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی از زہیر' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حیض آئے تو تم نماز چھوڑ دو اور جب حیض چلا جائے تو تم اپنے جسم سے خون کو دھو ڈالو اور نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۸ کا مطالعہ کریں' وہاں اس کا عنوان تھا: خون کو دھونا' اور یہاں عنوان ہے: جب مستحاضہ طہر کو دیکھے' اور اس حدیث میں یہ دونوں امر ہیں۔

۲۹- بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النُّفَسَاءِ وَسُنَّتِهَا نفاس والی عورتوں کی نماز جنازہ پڑھنا اور اس کا طریقہ

یہ باب نفاس والی عورتوں کی نماز جنازہ اور اس کے طریقہ کے بیان میں ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں ''کتاب الحیض'' میں داخل کیا ہے' حالانکہ اس حدیث کی حیض کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں' اس کی مناسبت ''کتاب الجنائز'' کے ساتھ ہے' اور نہ ہی اس باب کی باب سابق کے ساتھ کوئی مناسبت ہے کیونکہ باب سابق مستحاضہ کے متعلق تھا اور یہ باب نفاس والی عورت کے متعلق ہے' البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مستحاضہ کا خون بھی جاری ہوتا ہے اور نفاس والی عورت کا خون بھی جاری ہوتا ہے' اسی طرح جب نفاس والی عورت کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے تو حیض والی عورت کی بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

۳۳۲- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي سُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شَبَابَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ امْرَاَةً مَاتَتْ فِي بَطْنٍ، فَصَلّٰى عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ وَسَطَهَا. [اطراف الحدیث: ۱۳۳۱-۱۳۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی سریج نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں شبابہ نے خبر دی' وہ کہتے ہیں: ہمیں شعبہ نے خبر دی از حسین المعلم از ابن بریدہ از حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کا زچگی میں انتقال ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ اس کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

(صحیح مسلم: ۹۶۴' الرقم المسلسل: ۲۲۰۰' سنن ترمذی: ۱۰۳۵' سنن نسائی: ۱۹۷۵' سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۳' المنتقی: ۵۴۴' المعجم الکبیر: ۶۷۶۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۰۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۱۲' السنن الکبری للنسائی: ۲۱۰۶' صحیح ابن حبان: ۳۰۶۷' المعجم الاوسط: ۲۱۳۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴-۳۳' شرح السنۃ: ۱۴۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۱۶۳- ج ۳۳ ص ۳۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن ابی سریج ابوجعفر رازی' ابوجعفر کا نام الصباح ہے' امام بخاری احمد سے روایت میں منفرد ہیں (۲) شبابہ ابن سوار الفزاری المدائنی' یہ اصل میں خراسان کے تھے' ۲۰۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حسین المعلم' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۵) عبداللہ بن بریدہ بن الحصیب الاسلمی المروزی' مشہور تابعی ہیں (۶) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ' ان سے ۱۲۳ احادیث مروی ہیں' زیاد نے ان کو چھ مہینہ کوفہ پر اپنا خلیفہ بنایا تھا اور چھ مہینہ بصرہ پر' یہ ۵۹ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۶۸)

Marfat.com

زچگی میں فوت ہونے والی عورت کا نام' اور نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے امام کے کھڑے ہونے کی جگہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک عورت زچگی میں فوت ہوگئی' امام مسلم نے اپنی روایت میں ان کا نام ام کعب ذکر کیا ہے' اس حدیث کا معنی ہے: وہ پیٹ کے کسی مرض کے سبب سے فوت ہوگئیں اور علامہ ابن اثیر نے کہا ہے: وہ نفاس میں فوت ہوگئیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وہ ولادت کے سبب سے یعنی زچگی میں فوت ہوگئیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نماز جنازہ میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ میں اختلاف ہے' امام احمد نے کہا ہے کہ عورت کے وسط کے مقابل کھڑا ہو اور مرد کے سینہ کے مقابل اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ دونوں کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ ہمارے مذہب میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ میں امام مرد کے سینہ اور کندھوں کے پاس کھڑا ہو اور عورت کے درمیان میں کھڑا ہو اور حرب نے امام ابن حنبل سے امام ابوحنیفہ کے قول کی مثل روایت کیا ہے۔

''المبسوط'' میں مذکور ہے کہ نماز جنازہ میں امام کے بہترین کھڑے ہونے کی جگہ سینہ کے بالمقابل ہے۔

''جوامع الفقہ'' میں مذکور ہے: یہی مختار ہے اور امام طحاوی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور الحسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ عورت کے وسط کے مقابل کھڑا ہو' یہی ابن ابی لیلیٰ اور النخعی کا قول ہے۔

''البدائع'' میں مذکور ہے کہ سینہ ہی وسط ہے کیونکہ سینہ کے اوپر دونوں ہاتھ اور سر ہے اور اس کے نیچے پیٹ اور ٹانگیں ہیں۔

''التحفۃ'' اور ''المفید'' میں مذکور ہے: ہمارے اصحاب کی مشہور روایت اور ''کتاب الاصل'' وغیرہ میں یہ ہے کہ مرد اور عورت کے سینہ کے بالمقابل کھڑا ہو اور الحسن سے روایت ہے کہ دونوں کے وسط کے مقابل کھڑا ہو' مگر عورت کے سر کے زیادہ قریب ہو اور امام ابویوسف سے روایت ہے کہ عورت کے وسط کے مقابل کھڑا ہو اور مرد کے سر کے مقابل۔

''المفید'' میں مذکور ہے کہ ظاہر الروایۃ میں ہے کہ دونوں کے سینہ کے بالمقابل کھڑا ہو۔

امام مالک نے کہا ہے کہ مرد کے وسط کے مقابل کھڑا ہو اور عورت کے کندھوں کے بالمقابل۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ سینہ کے بالمقابل کھڑا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٠- بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور جب وہ باب کا عنوان قائم نہ کریں تو وہ باب' باب سابق کے ساتھ لاحق اور اس کا تتمہ ہوتا ہے۔

٣٣٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْعَوَانَةَ اِسْمُهُ الْوَضَّاحُ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا كَانَتْ تَكُوْنُ حَائِضًا لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن مدرک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے خبر دی' ان کا نام ان کی کتاب میں الوضاح ہے' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان شیبانی نے خبر دی از عبداللہ بن شداد' انہوں نے کہا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ

Marfat.com

تُصَلِّيْ، وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلٰى خُمْرَتِهٖ، إِذَا سَجَدَ أَصَابَنِيْ بَعْضُ ثَوْبِهٖ.

زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہا سے سنا کہ وہ حائض تھیں' نماز نہیں پڑھتی تھیں' اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ کے سامنے لیٹی ہوئی تھیں اور آپ اپنے مصلّٰی پر نماز پڑھ رہے تھے اور جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کچھ کپڑا مجھے لگتا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) الحسن بن مدرک' ابوعلی السدوسی' یہ حافظ بصری ہیں (۲) یحییٰ بن حماد شیبانی: یہ ابوعوانہ کے داماد ہیں' ۲۱۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابوعوانہ: ان کا نام وضاح ہے' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) سلیمان بن ابی سنان فیروز ابواسحاق الشیبانی (۵) عبداللہ بن شداد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۶) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۷۰)

حائض کا نجس نہ ہونا' عورت کا نمازی کے سامنے ہونے کا جواز اور قیمتی جانمازوں پر نماز پڑھنے کی تحقیق

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض نجس نہیں ہوتی کیونکہ اگر وہ نجس ہوتی تو حالت نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا ان پر نہ پڑتا۔

اسی طرح نفاس والی عورت بھی نجس نہیں ہوتی اور نہ جنبی نجس ہوتا ہے۔

اگر حائض نمازی کے قریب ہو تو اس سے نمازی کی نماز میں خلل نہیں پڑتا۔

نمازی کے سامنے بستر پر لیٹنا جائز ہے' اس میں ان لوگوں کا ردّ ہے' جو کہتے ہیں کہ نمازی کے سامنے سے عورت گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خمرہ پر نماز پڑھ رہے تھے' خمرہ کا معنی چھپانا ہے' چونکہ مصلّٰی نمازی کے چہرے کو چھپا لیتا ہے' اس لیے اس کو خمرہ کہتے ہیں' نیز جو مصلّٰی کھجور کی شاخوں سے بنایا جائے' اس کو خمرہ کہتے ہیں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے اور امراء اور متکبرین قیمتی ریشم کی جانمازوں پر نماز پڑھتے ہیں اور قیمتی جانمازوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے' اس میں تکبر اور سرکشی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۷۱)

میں کہتا ہوں کہ اگر کسی شخص میں تکبر نہ ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے قالین کے بنے ہوئے مصلّٰی اور قیمتی جانمازوں پر نماز پڑھے تو جائز ہے' بلکہ مستحب ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔ (صحیح البخاری: ۳۶۵) اور حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو' وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا' ایک شخص نے کہا: آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو' آپ نے فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے' تکبر حق کا انکار کرتا ہے اور لوگوں کو حقیر جانتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۵۹' سنن ترمذی: ۱۹۹۹' سنن ابوداؤد: ۴۰۹۱' سنن ابن ماجہ: ۵۹)

ابوالاحوص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے گیا' آپ نے پوچھا: تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کس قسم کا مال ہے؟ میں نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے اونٹ' بکریاں' گھوڑے اور غلام عطا کیے ہیں' آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال عطا کیا ہے تو اس کی نعمت اور کرامت کا اثر تم پر

دکھائی دینا چاہیے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۳، سنن نسائی: ۵۲۳۹)

عمرو بن شعیب اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمرو) سے اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندہ پر دیکھے۔

(سنن ترمذی: ۲۸۱۹، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱ طبع قدیم)

''کتاب الحیض'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ/ ۲۳ جولائی ۲۰۰۶ء کو صحیح البخاری کی ''کتاب الحیض'' مکمل ہوگئی۔ الہ العلمین! جس طرح آپ نے محض اپنے کرم سے صحیح البخاری کی یہ کتاب مکمل کرادی ہے اس کی باقی کتب کی بھی تکمیل کرادیں' امام بخاری' صحاح ستہ کے مؤلفین اور باقی ائمہ حدیث کے درجات بلند فرمائیں اور اس ناکارہ کی محض اپنے فضل سے مغفرت فرمادیں' مجھے اور جملہ قارئین کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے مامون اور محفوظ رکھیں اور دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور آخرت میں آپ کی شفاعت عطا فرمائیں اور جنت الفردوس کو ہمارا ٹھکانا بنادیں! آمین یارب العلمین! و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین. والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۷- کِتَابُ التَّيَمُّمِ

تیمّم کا بیان

اس سے پہلے ''کتاب الوضوء'' تھی اور تیمم وضوء کی فرع ہے' اس لیے ''کتاب الوضوء'' کے بعد ''کتاب التیمم'' کو شروع کیا۔

''تیمم'' کی اصل ''اَلْاَمّ'' ہے' اس کا معنی قصد کرنا ہے' کیونکہ تیمم میں مٹی کا قصد کر کے اس سے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنے کا قصد کیا جاتا ہے' اس کا شرعی معنی ہے: نماز یا اور کسی عبادت کے لیے پاک مٹی کا قصد کر کے چہرے اور ہاتھوں پر ملنا۔ تیمم کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا. (النساء: ۴۳' المائدہ: ۶) پس تم پاک مٹی کا قصد کرو۔

اور اس کی دلیل میں بہ کثرت احادیث ہیں' جن کا اس کتاب میں ذکر کیا جائے گا اور بے وضوء اور جنبی کے لیے تیمم کے جواز پر اجماع ہے' حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود اور تابعین میں سے ابراہیم نخعی' جنبی کے لیے تیمم کے جواز کے قائل نہیں تھے' لیکن بعد میں انہوں نے رجوع کر لیا۔ تیمم کا جواز اس امت کی فضیلت اور خصوصیت ہے' پچھلی امتوں کو یہ فضیلت حاصل نہ تھی۔

١ - بَابٌ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ﴾ (النساء: ٤٣)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''پس تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو' پھر اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو'' (النساء: ۴۳۔ المائدہ: ۶)

٣٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ' زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ' حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ' اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ' اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّيْ' فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ' وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ' وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ' فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ' فَقَالُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں نکلے' حتیٰ کہ جب ہم مقام البیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ڈھونڈنے کے لیے ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے اور لوگ پانی کے پاس نہیں تھے' پھر لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ نہیں

Marfat.com

أَلَا تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ؟ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ، وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ نَامَ، فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ، وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ! فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُولَ، وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي، فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ ﴿فَتَيَمَّمُوا﴾ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ، فَأَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.

دیکھ رہے ہو کہ حضرت عائشہ نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کو ٹھہرا لیا' اور لوگ پانی کے پاس نہیں ہیں اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے! پھر حضرت ابوبکر آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے زانو پر سر رکھ کر سو چکے تھے' انہوں نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور لوگوں کو ٹھہرا لیا' حالانکہ لوگ پانی کے پاس نہیں ہیں اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے! حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: حضرت ابوبکر نے مجھے ڈانٹا اور جو اللہ نے چاہا' وہ کہتے رہے اور وہ اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں چٹکی لے رہے تھے اور مجھے ہلنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی' سوا اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر میرے زانو پر تھا' پھر صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے' اس وقت وہاں پانی نہیں تھا' پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرما دی: ''پس تم تیمم کرو'' پھر اسید بن الحضیر نے کہا: اے آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت تو نہیں ہے! حضرت عائشہ نے کہا: پھر ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا' جس پر میں تھی تو ہم نے ہار کو اس کے نیچے پالیا۔

[اطراف الحدیث: ۳۳۶-۳۶۷۲-۳۶۷۳-۴۵۸۳-۴۶۰۷-۴۶۰۸-۵۱۶۴-۵۲۵۰-۵۸۸۲-۶۸۴۴-۶۸۴۵] (صحیح مسلم: ۳۶۷' الرقم المسلسل: ۷۹۴' سنن نسائی: ۳۱۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۹۹' موطأ امام مالک: ۸۹' تنویر الحوالک ص ۷۳' مصنف عبد الرزاق: ۸۸۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۲' صحیح ابن حبان: ۱۳۰۰' المعجم الکبیر: ۱۲۹-ج ۲۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۵-۲۰۴' شرح السنۃ: ۳۰۷' مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۴۵۵-ج ۴۲ ص ۲۸۶-۲۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۶۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' جن کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

البیداء اور ذات الجیش کا تعین اور غزوہ بنو المصطلق اور غزوہ المریسیع کی تاریخ

اس حدیث میں البیداء اور ذات الجیش کا ذکر ہے' یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان دو مقام ہیں۔

کسی سفر میں' علامہ ابن عبد البر نے ''التمہید'' اور ''الاستذکار'' میں لکھا ہے: یہ سفر غزوہ بنو المصطلق کا تھا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اور امام ابن سعد اور امام ابن حبان نے لکھا ہے کہ غزوہ بنو المصطلق ہی غزوہ المریسیع تھا' جس میں منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تہمت لگائی تھی' اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: میرا سیپیوں کا ہار ٹوٹ گیا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ڈھونڈنے کے لیے لوگوں کو ٹھہرا لیا' امام ابن سعد نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن ۴ رمضان ۵ھ کو غزوہ مریسیع کے لیے نکلے تھے' اور امام بخاری نے امام ابن اسحاق سے ۶ھ کو نقل کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ سے ۴ھ کو نقل کیا ہے' اور تہمت لگانے کا واقعہ غزوہ مریسیع یا غزوہ بنو المصطلق میں ہوا تھا اور آیت تیمم کے نزول کا واقعہ اس کے بعد کسی غزوہ کے سفر میں ہوا ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

Marfat.com

ہار ملنے کے سلسلہ میں دو حدیثوں میں تعارض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عبداللہ بن نمیر کی ہشام سے روایت ہے: آپ نے ایک شخص کو بھیجا تو اس نے ہار کو پالیا' اور امام مالک کی روایت میں ہے: ہم نے اونٹ کو اٹھایا تو ہم نے ہار کو پالیا اور ان میں تضاد ہے' میں کہتا ہوں کہ المہلب نے کہا ہے کہ ان میں تناقض نہیں ہے' کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسید بن حضیر کو بھیجا ہو اور انہوں نے ہار کی تلاش سے لوٹنے کے بعد اس کو پالیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہار کی تلاش میں بھیجنے کے بعد آپ نے اونٹ کو اٹھایا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا ہو' پس ان میں تعارض نہیں رہے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ دو الگ الگ واقعے ہیں' کیونکہ ایک روایت میں ''عِقْد'' کا لفظ ہے اور دوسری روایت میں ''قِلَادَۃ'' کا لفظ ہے' لہٰذا ان دو روایتوں میں تعارض نہیں رہا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا ہے کہ آپ نے ایک آدمی کو بھیجا' پس اس نے ہار کو پالیا' اس سے حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ آپ نے ہار کو پالیا' لہٰذا تعارض نہیں رہا۔

آیت تیمم کے نزول کا واقعہ' منافقوں کے تہمت لگانے کے واقعہ کے بعد کسی غزوہ کا ہے

ہشام بن عروہ کی اس کے بعد جو روایت ہے' اس میں مذکور ہے: پس اللہ کی قسم! جب بھی آپ پر کوئی ایسی مصیبت نازل ہوئی' جس کو آپ ناپسند کرتی ہوں تو اللہ نے اس میں مسلمانوں کے لیے خیر رکھ دی اور ''کتاب النکاح'' میں یہ الفاظ ہیں: مگر اللہ نے اس میں آپ کے لیے نجات کی راہ اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت رکھ دی اور اس میں یہ خبر ہے کہ تیمم کا واقعہ تہمت لگائے جانے کے بعد کا واقعہ ہے اور اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ نے کہا: جب آیت تیمم نازل ہوئی تو مجھے پتا نہیں چلا کہ میں اس کے ساتھ کیا کروں اور حضرت ابو ہریرہ غزوہ بنو المصطلق کے بعد ۷ ھ میں اسلام لائے تھے اور ''کتاب المغازی'' میں آئے گا' ان شاء اللہ تعالیٰ کہ غزوہ ذات الرقاع' حضرت ابو موسیٰ اشعری کے آنے کے بعد ہوا ہے اور وہ اس وقت آئے تھے' جب حضرت ابو ہریرہ اسلام لائے تھے' نیز امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ منافقوں کی تہمت لگانے کا واقعہ آیت تیمم کے نزول کے واقعہ سے پہلے کا ہے' کیونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: جب میرے ہار کے واقعہ میں جو ہوا سو ہوا اور تہمت لگانے والوں نے جو کہا سو کہا' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک اور غزوہ میں گئی اور اس میں بھی میرا ہار گر گیا' حتیٰ کہ لوگ اس کو ڈھونڈنے کے لیے ٹھہر گئے اور فجر طلوع ہو گئی' پھر حضرت ابو بکر سے مجھے عتاب کا سامنا ہوا اور انہوں نے کہا: اے بیٹی! ہر وہ سفر جس میں تم ہوتی ہو' اس میں کوئی پریشانی اور مصیبت ہوتی ہے' لوگوں کے پاس پانی نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت نازل فرمادی تو حضرت ابو بکر نے کہا: بے شک تمہارا عمل برکت والا تھا۔

(المعجم الکبیر: ۱۵۹۔ ج ۲۳' ص ۱۲۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند جید حسن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۶)

حدیث مذکور سے بیس مسائل کا استنباط

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی جگہ پر قیام کرنا جائز ہے' جہاں پانی نہ ہو اور نہ اس وقت لوگوں کے ساتھ پانی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے پاس پینے کے لیے تو پانی ہو' مگر وضوء کے لیے پانی نہ ہو۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ کسی شادی شدہ عورت کی شکایت اس کے والد سے کرنی جائز ہے کیونکہ لوگوں نے حضرت عائشہ کی شکایت

Marfat.com

حضرت ابوبکر سے کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس لیے شکایت نہیں کی کہ آپ سوئے ہوئے تھے یا حضرت عائشہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کرنا آپ کی ناراضگی کا موجب تھا۔

(۳) کسی فعل کی نسبت اس فعل کے سبب کی طرف کرنا جائز ہے' لوگوں نے ایسی جگہ ٹھہرانے کی نسبت حضرت عائشہ کی طرف کی' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس جگہ ٹھہرایا تھا کیونکہ ٹھہرانے کا سبب حضرت عائشہ کے ہار کو تلاش کرنا تھا۔

(۴) کسی شخص کا اپنی بیٹی کے پاس جانا جائز ہے' خواہ اس وقت اس کا شوہر اس کے زانو پر سر رکھ کر سو رہا ہو۔

(۵) کسی شخص کا اپنی شادی شدہ بیٹی کو ڈانٹنا جائز ہے' خواہ اس وقت وہ اپنے شوہر کے پاس ہو۔

(۶) حضرت ابوبکر حضرت عائشہ کی کوکھ میں چٹکیاں لے رہے تھے' اس سے انسان کا جسم مضطرب ہو جاتا ہے' لیکن حضرت عائشہ ہلی بھی نہیں' مبادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھل جائے' اس سے پتا چلتا ہے کہ حضرت عائشہ کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کتنا احترام تھا اور آپ سے کس قدر محبت تھی۔

(۷) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رات کو تہجد کی نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر تہجد کی نماز فرض نہیں تھی اور کبھی کبھی آپ تہجد کو ترک بھی کر دیتے تھے۔

(۸) اس کے بعد کی روایت میں ہے کہ نماز کا وقت آیا تو پانی کو تلاش کیا گیا' اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا وقت آنے سے پہلے وضوء کے لیے پانی کو تلاش کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۹) اس واقعہ کے بعد المائدہ:۶ نازل ہوئی ہے' جس میں وضوء کرنے کا حکم ہے اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرنے کا حکم ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آیت وضوء نازل ہونے سے پہلے بھی مسلمانوں پر وضوء کرنا فرض تھا' یہی وجہ ہے کہ جب وہ ایسی جگہ ٹھہرے جہاں پانی نہیں تھا وہ پریشان اور مضطرب ہوئے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی جگہ ٹھہرا لیا' جہاں پانی نہیں ہے اور انہوں نے اس بات کی حضرت ابوبکر سے شکایت کی اور حضرت ابوبکر نے اس بات پر حضرت عائشہ کو ڈانٹا اور ان کی کوکھ میں چٹکیاں لیں۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ تمام اہل مغازی کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ جب سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز فرض ہوئی ہے' آپ نے کوئی نماز بغیر وضوء کے نہیں پڑھی اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں آیات کے نزول سے پہلے بھی وحی خفی کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احکام شرعیہ کا علم ہوتا تھا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب آپ کو پہلے علم تھا کہ نماز کے لیے وضوء کرنا فرض ہے تو پھر بعد میں یہ آیت کس لیے نازل ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تاکہ وضوء کی فرضیت کا علم وحی جلی سے بھی حاصل ہو' جس طرح اس کا علم پہلے وحی خفی سے ہوا تھا اور اس میں منکرین حدیث کا بھی رد ہے' جو وحی خفی اور حجیت حدیث کے قائل نہیں ہیں' ورنہ وہ بتائیں کہ المائدہ:۶ کے نزول سے پہلے وضوء کی فرضیت کس دلیل سے ثابت تھی۔

(۱۰) اس میں یہ دلیل ہے کہ تیمم میں طہارت کی نیت کرنا واجب ہے' کیونکہ تیمم کا معنی قصد کرنا ہے۔

(۱۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تیمم کے حکم میں تندرست اور مریض' بے وضوء اور جنبی سب مساوی ہیں' حجاز' عراق' شام اور مشرق اور مغرب کے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے' حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ جنبی کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی طہارت صرف غسل سے ہو سکتی ہے' کیونکہ قرآن مجید میں یہ حکم ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا. (المائدہ:۶) اور اگر تم جنبی ہو تو غسل کرو۔

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا.
اور تم حالت جنابت میں مسجد کے قریب نہ جاؤ مگر راستہ عبور کرنے کے لیے حتیٰ کہ تم غسل کرلو۔ (النساء:۴۳)

اور جمہور صحابہ' فقہاء تابعین اور بعد کے علماء نے جنبی کے لیے تیمم کے جواز پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا.
اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم نے بیویوں سے جماع کیا ہو' پھر تم کو پانی میسر نہ ہو تو پھر تم پاک مٹی سے تیمم کرو۔
(النساء:۴۳' المائدہ:۶)

(۱۲) اس حدیث میں سفر میں تیمم کرنے کے جواز پر دلیل ہے' اور اس پر اجماع ہے' جب کہ شہر میں تیمم کرنے میں اختلاف ہے' امام مالک اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ شہر میں اور سفر میں تیمم کرنا برابر ہے' جب پانی نہ ہو یا مرض یا شدید خوف ہو یا وقت نکلنے کی وجہ سے پانی کا استعمال مشکل ہو' ابو عمر نے کہا: امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے' اور امام شافعی نے کہا: شہر میں تندرست آدمی کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے' سوا اس کے کہ اس کو پانی کے استعمال سے ہلاکت کا خطرہ ہو اور امام ابویوسف اور امام زفر نے کہا: شہر میں تیمم کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے' نہ مرض کی وجہ سے' نہ وقت نکلنے کے خوف کی وجہ سے' امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے' اور لیث اور طبری نے کہا ہے: جب شہر میں پانی نہ ہو اور وقت نکلنے کا خطرہ ہو تو تندرست اور بیمار دونوں تیمم کر سکتے ہیں' وہ نماز پڑھ کر دہرائیں گے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وقت نکلنے کے خوف کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱۳) جب امن کا زمانہ ہو تو عورتوں کے ساتھ غزوات وغیرہ کا سفر کرنا جائز ہے اور اگر ایک شخص کے نکاح میں کئی ازواج ہوں تو وہ جس کو چاہے' ساتھ لے کر سفر پر جا سکتا ہے اور اگر ان کے درمیان قرعہ اندازی کر لے تو بہتر ہے اور جس کے نام قرعہ نکل آئے' اس کو ساتھ لے کر سفر میں چلا جائے۔

(۱۴) اس حدیث میں مال حلال کی عزت و حرمت پر دلیل ہے' اس کو ضائع نہیں کرنا چاہیے' خواہ وہ چیز کم قیمت کی ہو' کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ ہار بارہ درہم کا تھا۔

(۱۵) مال کی حفاظت کرنی چاہیے اور اگر وہ گم جائے تو اس کو تلاش کرنا چاہیے' خواہ اس کی تلاش میں نماز کا وقت آجائے اور گم شدہ چیز کو تلاش کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ ایک فرد کا نقصان پوری قوم کا نقصان ہے کیونکہ اس ہار کو سب نے مل کر تلاش کیا تھا۔

(۱۶) اس میں کسی چیز کو عاریۃً لینا اور اس کو لے کر اس کی اجازت سے سفر کرنے کا ثبوت ہے' کیونکہ حضرت عائشہ نے یہ ہار حضرت اسماء سے عاریۃً لیا تھا۔

(۱۷) عورتوں کے زیورات پہننے کا جواز' کیونکہ ہار زینت کے لیے پہنا جاتا ہے۔

(۱۸) اس میں مرد کا اپنی بیوی کے زانو پر سر رکھنے کا جواز ہے۔

(۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مشقت برداشت کرنے کا ثبوت ہے' کیونکہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جب حضرت ابوبکر میری چٹکیاں لے رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیند میں خلل پڑنے کی وجہ سے میں نے اپنے آپ کو ہلنے سے بھی روکا ہوا تھا۔

(۲۰) اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی دلیل ہے کیونکہ جب غزوہ بنو مصطلق کے سفر میں آپ کا ہار گم ہوا اور آپ قافلہ کے ساتھ نہ مل سکیں اور منافقین نے حضرت صفوان بن معطل کے ساتھ آپ پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پاک دامنی اور براءت میں سورۂ نور کی دس آیات نازل فرمائیں اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں پر اسی (۸۰) کوڑے مارنے کا

حکم نازل ہوا اور مسلمان عورتوں کی عزت کی حفاظت کا قانون نازل ہوا اور اس کے بعد اس سفر میں جب آپ کے ہار کی تلاش میں نماز کا وقت نکل گیا اور مسلمانوں نے آپ پر طعن کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں تخفیف کے لیے تیمم کا حکم نازل کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کوئی تہمت اور کوئی طعن گوارا نہیں ہے' پس اللہ تعالیٰ نے اس طعن سے آپ کی خلاصی کی صورت بنا دی اور مسلمانوں پر آپ کی وجہ سے احسان کر دیا' تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضرت عائشہ کی وجہ سے ان کی نماز کا وقت نکل گیا' بلکہ یہ کہے کہ حضرت عائشہ کی برکت کی وجہ سے قیامت تک کے مسلمانوں کو تیمم کی رخصت اور سہولت حاصل ہو گئی اور یہ وہ رخصت ہے' جو اس سے پہلے کسی نبی کی امت کو حاصل نہیں ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۔ ۹ ملخصاً موضحاً ومرجعاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

النساء: ۴۳ اور المائدہ: ۶ دونوں میں آیت تیمم ہے اور ہر چند کہ سورۃ النساء' سورۂ مائدہ پر مقدم ہے' لیکن آیت تیمم خواہ سورۃ النساء کی ہو یا سورۃ المائدہ کی ہو' اس واقعہ سے پہلے نازل نہیں ہوئی تھی' اسی وجہ سے تیمم کے حکم کی سہولت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے حاصل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر ایک اعتراض کا جواب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپ فوراً بتا دیتے کہ فلاں جگہ ہار پڑا ہوا ہے اور جب آپ نے اس طرح نہیں بتایا تو معلوم ہوا کہ آپ کو علم غیب نہیں ہے۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) کسی چیز کے علم کو یہ لازم نہیں ہے کہ اس کا اظہار بھی کیا جائے' اللہ تعالیٰ کو قیامت کے وقوع کا علم ہے اور کفار بار بار پوچھتے تھے کہ قیامت کب آئے گی مگر اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا۔

(۲) اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً بتا دیتے کہ ہار کہاں پڑا ہوا ہے تو ہار کو تلاش نہ کیا جاتا' اس کو ڈھونڈنے میں دیر نہ ہوتی' لوگ حضرت عائشہ کو ملامت نہ کرتے' آیت تیمم کے نزول کا سبب متحقق نہ ہوتا' حضرت عائشہ کی فضیلت ظاہر نہ ہوتی اور وہ بیس مسائل معلوم نہ ہوتے' جن کا علامہ عینی نے اس حدیث سے استنباط اور استخراج کیا ہے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستقبل میں واقع ہونے والے ہر ہر جزئی امر کا علم نہیں دیا گیا اور نہ یہ نبوت کا تقاضا ہے بلکہ آپ کو گزشتہ امور اور مستقبل میں واقع ہونے والے امور کا علم تمام مخلوق سے زیادہ دیا گیا ہے اور یہ علم بھی تدریجی ہے اور نزول قرآن کے ضمن میں مکمل ہوا ہے' اسی کے اعتبار سے آپ کو عالم ما کان وما یکون کہا جاتا ہے' ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ آپ کو ہر وقت تمام جزئیات کا علم محیط حاصل ہو' ایسا علم تو اللہ عزوجل کا خاصہ ہے' اللہ عزوجل کا علم غیر متناہی ہے اور آپ کا علم متناہی ہے' آپ کے علم کو اللہ کے علم کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہیں ہے' جو قطرہ کی نسبت سمندر کے مقابلہ میں ہوتی ہے کیونکہ قطرہ کی سمندر کے ساتھ جو نسبت ہے' وہ متناہی کی متناہی کی طرف نسبت ہے اور آپ کے علم کی جو نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ہے' وہ متناہی کی غیر متناہی کی طرف نسبت ہے' اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے عطاء غیر ہے' ازلی ابدی ہے' واجب ہے' اس کا سلب ممکن نہیں' اقصیٰ غایت کمال پر ہے' معلوم کی ذات' ذاتیات' اعراض' احوال لازمہ' مفارقہ' ذاتیہ' اضافیہ' ماضیہ' مستقبلہ' موجودہ' ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ سے اس سے مخفی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم عطائی ہے' حادث ہے' ممکن ہے' اس کا سلب ممکن ہے اور معلوم کے تمام احوال کو محیط نہیں ہے۔

٭ باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۷۔ ج ۱ ص ۱۰۴۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

Marfat.com

① تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے نظریات ② حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل ③ حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی بحث ④ تیمم کے بعض مسائل۔

۳۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ (ح). قَالَ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا سَيَّارٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ، هُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ الْفَقِيرُ، قَالَ اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا، فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِي اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ، وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِي، وَاُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً. [اطراف الحدیث: ۴۳۸۔ ۳۱۲۲]

(صحیح مسلم: ۵۲۱، الرقم المسلسل: ۱۱۴۳، سنن نسائی: ۴۳۵۔ ۴۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۲۔ ج ۱۱ ص ۴۳۲، سنن دارمی: ۱۳۸۹، صحیح ابن حبان: ۶۳۹۸، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۱۲۔ ج ۲ ص ۳۲۹، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۷۳۔ ۴۷۲، شرح السنۃ: ۳۶۱۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۲۶۴۔ ج ۲۲ ص ۱۶۶۔ ۱۶۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۹۲۴، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' ح' (امام بخاری دوسری سند کی طرف متحول ہوئے) کہا: اور مجھے سعید بن نضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی اور وہ ابن صہیب الفقیر ہے' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں' جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں' میری ایسے رعب سے مدد کی گئی ہے' جو ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہوتا ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے' پس میری امت میں سے جو شخص بھی جس جگہ بھی نماز کا وقت پالے' وہ وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے ان کو حلال نہیں کیا گیا' اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور (پہلے) نبی کو کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سنان العوقی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ہشیم ابو معاویہ الواسطی' ابن عون نے بیان کیا کہ ہشیم عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز دس سال تک پڑھتے رہے' پھر ان کی وفات ہوگئی' یہ بغداد میں ۱۸۳ھ میں فوت ہوئے (۳) سعید بن النضر ابو عثمان البغدادی' یہ ساحل جیحون میں فوت ہوئے (۴) سیار بن ابی سیار ابو الحکم الواسطی' یہ واسط میں ۱۲۲ھ میں فوت ہوئے (۵) یزید بن صہیب الفقیر' ابو عثمان الکوفی' یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مشائخ میں سے ایک ہیں' ان کو فقیر اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی پشت کی فقار نامی ہڈی کی شکایت کرتے تھے' ورنہ یہ مال کے اعتبار سے فقیر نہیں تھے (۶) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید بارہ خصائص

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اپنے پانچ خصائص بیان فرمائے ہیں' علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے احادیث کا تتبع کر کے آپ کے مزید بارہ خصائص ذکر کیے ہیں' جن کا ذکر حسب ذیل ہے:

Marfat.com

(۲۔۱) ''صحیح مسلم'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ مجھے انبیاء علیہم السلام پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے جامع الکلم دیئے گئے ہیں (یعنی ایسا کلام جس میں الفاظ کم ہوں اور معانی زیادہ ہوں) اور مجھ پر نبوت کو ختم کر دیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۳ 'الرقم المسلسل: ۱۱۴۷)

(۴۔۳) نیز ''صحیح مسلم'' میں حضرت حذیفہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ مجھے لوگوں پر تین وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے' ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح کر دی گئی ہیں اور ہمارے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے اور اس کی مٹی کو پاک کرنے والا بنا دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۲۲ 'الرقم المسلسل: ۱۱۴۵)

(۵) امام نسائی کی روایت میں ان خصائص کا ذکر ہے: مجھے سورۂ بقرہ کی آخری آیات عرش کے خزانے کے نیچے سے دی گئیں' جو مجھ سے پہلے کسی کو دی گئی ہیں اور نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۲۲)

(۷۔۶) امام عبداللہ بن علی بن الجارود نیشاپوری متوفی ۳۰۷ھ کی حضرت انس سے روایت ہے:

میرے لیے ہر پاک زمین مسجد اور طہور بنا دی گئی ہے۔ (المنتقیٰ: ۱۲۴)

اور حضرت ابوامامہ سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے انبیاء پر چار وجوہ سے فضیلت دی ہے' تمام روئے زمین کو میرے لیے اور میری امت کے لیے مسجد اور طہور بنا دیا' پس میری امت میں سے جو شخص جہاں بھی نماز کو پالے' تو وہیں اس کی مسجد اور طہور ہے اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے' ایک ماہ کی مسافت سے میرے دشمنوں کے دلوں میں میرا رعب ڈال دیا گیا ہے۔ الحدیث (مسند احمد: ۲۲۲۰۹۔ ج ۵ ص ۵۶)

(۸) حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور مجھے کوثر دی گئی ہے۔ (مسند احمد: ۱۲۵۴۲۔ ج ۳ ص ۱۵۲)

(۱۱۔۹) حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے وہ خصلتیں دی گئی ہیں' جو کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ مجھے تمام روئے زمین کی چابیاں دی گئی ہیں اور میرا نام احمد رکھا گیا ہے اور میری امت کو خیر الامم بنایا گیا ہے۔

(مسند احمد: ۷۶۳۔ ج ۱ ص ۹۸)

(۱۲) حضرت السائب بن یزید روایت کرتے ہیں: مجھے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے' مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے ذخیرہ کر لیا ہے۔ (بسیار تلاش کے باوجود مجھے اس حدیث کا حوالہ نہیں مل سکا۔ سعیدی غفرلہٗ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان احادیث میں تعارض ہے' بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین خصائص کا ذکر ہے' بعض احادیث میں چار خصائص کا' بعض میں پانچ کا اور بعض میں چھ خصائص کا ذکر ہے' علامہ قرطبی نے اس کے جواب میں کہا: یہ تعارض نہیں ہے' تعارض جب ہوتا' جب آپ نے حصر کے ساتھ یہ خصائص بیان کیے ہوں' مثلاً بعض میں فرماتے: مجھے صرف تین وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے اور بعض احادیث میں فرماتے: مجھے صرف چار وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے' عدد کا ذکر حصر کو مستلزم نہیں ہوتا' مثلاً کوئی شخص کہے: میرے پاس پندرہ درہم ہیں' پھر کہے: میرے پاس بیس درہم ہیں تو ان میں تعارض نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسے جیسے آپ کو خصائص عطا فرماتا رہا' آپ ویسے ویسے اس کی خبر دیتے رہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۱۱۶۔ ۱۱۵' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ) (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۳۔ ۱۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ۸۵ خصائص

امام محمد بن ابراہیم الخرکوشی نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کل ۸۵ خصائص ہیں' جن سے آپ دوسرے انبیاء علیہم السلام سے ممتاز ہیں' تفصیل حسب ذیل ہے:

وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دس خصائص

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم افضل المرسلین ہیں (۲) آپ خاتم الانبیاء ہیں (۳) آپ سب سے پہلے زمین سے اٹھیں گے (۴) قیامت کے دن آپ کی امت سب نبیوں کی امتوں سے زیادہ ہوگی (۵) آپ تمام نبیوں کے حق میں شہادت دیں گے کہ انہوں نے اپنی امتوں کو تبلیغ کر دی تھی (۶) آپ شفاعت کبریٰ کریں گے یعنی سب سے پہلے آپ سب کی شفاعت کریں گے (۷) حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا (۸) حوض مورود اور نہر کوثر آپ ہی کے لیے ہے (۹) آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے (۱۰) ہر شخص سے خود اس کی ذات کے متعلق سوال ہوگا اور آپ سے آپ کی ذات کے بجائے دوسروں کے متعلق سوال ہوگا۔

باب نبوت کے ساتھ متعلق آٹھ خصائص

(۱۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کا قیامت تک باقی رہنا (۱۲) آپ کا تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہونا (۱۳) آپ کی کتاب کا معجز ہونا اور اس کی مثل کا محال ہونا (۱۴) آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ کی طرح ابل کر نکلنا (۱۵) آپ کو لیلۃ القدر کا عطا کیا جانا (۱۶) یوم جمعہ کا آپ کے اور آپ کی امت کے لیے عید ہونا (۱۷) آپ کے حق میں شعر گوئی کا ممنوع ہونا (۱۸) آپ کا پس پشت بھی سامنے کی طرح دیکھنا۔

شریعت کے ساتھ مختص نو خصائص

(۱۹) آثار وضوء کا غر محجل ہونا (۲۰) تیمم (۲۱) مسواک کا سنت مؤکدہ ہونا (۲۲۔۲۳) تمام روئے زمین کا مسجد اور اس کی مٹی کا طہور ہونا (۲۴) آپ کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے اور نیند سے آپ کے وضوء کا نہ ٹوٹنا (۲۵) پانی سے استنجاء کا مستحب ہونا (۲۶) کثیر پانی اور جاری پانی میں نجاست کا مؤثر نہ ہونا (۲۷) نجاست کو پانی سے دھونا' یعنی طہارت کے لیے کپڑے یا کھال کو نہ کاٹنا۔

نماز کے ساتھ مختص نو خصائص

(۲۸) آپ کو عشاء کی نماز دی گئی' جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی (۲۹) آپ کو جمعہ کی نماز دی گئی' وہ بھی آپ کا خاصہ ہے (۳۰) نماز باجماعت پڑھنا (۳۱) عیدین کی نماز (۳۲) تہجد کی نماز (۳۳) سورج گرہن اور چاند گرہن کی نماز (۳۴) نماز استسقاء (۳۵) اذان اور اقامت (۳۶) وتر' یہ تمام امور اس امت کی خصوصیت ہیں۔

جہاد سے متعلق نو خصائص

(۳۷) آپ کے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا' جو اس سے پہلی امتوں میں حرام تھا (۳۸) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو مال غنیمت سے حاصل کر کے ان کے ساتھ نکاح کیا (۳۹) آپ سب سے تیز رفتار شہسوار تھے (۴۰) آپ جب جنگ کے لیے جاتے تو کبھی رجوع نہیں کرتے تھے (۴۱) آپ قتال کے بغیر ہتھیار نہیں اتارتے تھے (۴۲) خواہ دشمن کی تعداد زیادہ ہو آپ شکست نہیں کھاتے تھے (۴۳) اپنے لیے زمین رکھنا اور دوسروں کو عطاء کرنا' آپ کے ساتھ مخصوص تھا (۴۴) وصال کے روزے آپ کی خصوصیت تھی (یہ خصوصیت جہاد بالنفس کے اعتبار سے ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) (۴۵) آپ آنکھ سے خفیہ اشارہ نہیں کرتے تھے۔

نکاح کے باب میں پندرہ خصائص

(۴۶) لفظ ہبہ سے نکاح کا جواز آپ کے ساتھ مخصوص ہے (۴۷) آپ سے مہر کو ساقط کر دیا گیا اور آپ کے لیے بغیر کسی عوض کے نکاح حلال ہے (۴۸) بغیر ولی اور بغیر گواہ کے آپ کے ساتھ نکاح کا جواز (۴۹) آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کا حرام ہونا (۵۰) آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کے نفقہ کا وجوب (۵۱) ازواج میں آپ پر باریوں کی تقسیم کا واجب نہ ہونا (۵۲) جب آپ کسی باندی سے دخول کر لیں تو اس کی ماں اور بیٹی کا آپ پر حرام نہ ہونا (یہ صحیح نہیں ہے۔سعیدی غفرلہٗ) (۵۳) چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا (۵۴) کسی عورت کو طلاق مغلظہ دے کر بغیر حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح کرنا (اس کا وقوع نہیں ہوا۔سعیدی غفرلہٗ) (۵۵) ازواج کے سامنے تخییر پیش کرنے کا آپ پر وجوب (۵۶) تخییر کے بعد آپ پر دوسری عورتوں سے نکاح کا حرام ہونا' ایک قول یہ ہے کہ پھر بھی آپ کے لیے دوسری عورتوں سے نکاح مباح تھا (۵۷) آپ ہر ایک کے کفو تھے' خواہ عورت کسی قدر معزز ہو (۵۸) باندیوں کے ساتھ نکاح کا آپ پر حرام ہونا' الا یہ کہ آپ ان کو آزاد کر کے نکاح کریں (۵۹) آپ پر ذمیات کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا (۶۰) اگر بہ فرض محال آپ کی کوئی زوجہ بدکاری کرے تو اس پر دوگنا عذاب ہونا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پچیس جامع خصائص

(۶۱) جب مسلمانوں کے پاس نفقہ نہ ہو تو آپ پر ان کی کفالت کا واجب ہونا (۶۲) آپ پر تہجد' وتر اور مسواک کا واجب ہونا (صحیح یہ ہے کہ ابتداء میں آپ پر تہجد واجب تھی' بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا اور وتر امت پر بھی واجب ہے' لیکن شافعیہ کے نزدیک امت پر وتر واجب نہیں ہے۔سعیدی غفرلہٗ) (۶۳) آپ پر زکوٰۃ اور نفلی صدقہ کا حرام ہونا (۶۴) کسی ناجائز بات کو سن کر آپ پر واجب ہے کہ اس کا رد کریں اور آپ کا کوئی کام ناجائز نہیں ہے (۶۵) تمام لوگوں کو جتنے علوم کا مکلف کیا گیا ہے' آپ تنہا ان تمام علوم کے مکلف ہیں (۶۶) آپ ہر روز ستر بار استغفار کرتے ہیں (بلکہ سو بار۔سعیدی غفرلہٗ) (۶۷) آپ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے (۶۸) آپ ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے (۶۹) آپ کچا لہسن' پیاز اور گندنا نہیں کھاتے تھے (۷۰) آپ گوہ نہیں کھاتے تھے (۷۱) آپ مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے تاوقتیکہ اس کے قرض کا کوئی کفیل نہ ہو جائے (۷۲) آپ کے لیے وصول کے روزوں کا جواب (۷۳) حالت احرام میں آپ کے لیے نکاح کرنا جائز تھا (۷۴) آپ کے لیے مکہ میں قتال کرنا جائز کر دیا گیا تھا (۷۵) آپ کی وجہ سے مدینہ کو حرم بنا دیا گیا (۷۶) آپ کو تنہا تمام کفار سے قتال کا مکلف کیا گیا (۷۷) آپ سو جاتے حتیٰ کہ خراٹے لیتے' پھر اٹھ کر بغیر وضوء کے نماز پڑھتے (۷۸) آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے' اس کا اجر بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے برابر تھا (۷۹) آپ اگر کسی نمازی کو دورانِ نماز بلاتے تو اس پر آپ کے بلانے پر آنا واجب تھا (۸۰) آپ کے متعلق میت سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے (۸۱) آپ نے کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا' آپ کی وفات کے بعد آپ کا مال صدقہ تھا (۸۲) آپ کے لیے حالت جنابت میں مسجد میں دخول کو مباح کر دیا گیا (۸۳) آپ کے لیے یہ مباح کر دیا گیا کہ آپ اپنے حق میں فیصلہ کر دیں' اسی طرح آپ کے لیے مباح کر دیا گیا کہ آپ اپنی اولاد کے حق میں فیصلہ کر دیں (۸۴) آپ کے لعاب مبارک کا موجب شفا ہونا (۸۵) آپ کے پیشاب اور خون کا طاہر ہونا اور صحابہ کرام کا ان کو پینا' پیشاب پینے والی کے لیے فرمایا: تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا' اور خون پینے والے کے متعلق فرمایا: تم پر دوزخ حرام کر دی گئی۔

(شرف المصطفیٰ ج ۴ ص ۲۷۷-۲۴۴ ملخصاً موضحاً و مضیفاً' دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ)

یہ تمام خصائص قرآن اور سنت سے ثابت ہیں' ہم نے طوالت کی وجہ سے ان کے دلائل کو ذکر نہیں کیا۔

Marfat.com

حدیث مذکور شرح صحیح مسلم میں

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۶۵۔ ج ۲ ص ۳۸ پر مذکور ہے اور چونکہ اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے تو وہاں اس کی شرح میں شفاعت پر بحث کی گئی اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) شفاعت (۲) شفاعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۳) اہل قبلہ کے شفاعت میں نظریات (۴) خوارج کے شبہ کا ازالہ (۵) معتزلہ کے شبہ کا ازالہ (۶) بعض مخالفین کے شبہ کا ازالہ (۷) انبیاء علیہم السلام کی حضور الوہیت میں وجاہت (۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور الوہیت میں وجاہت قرآن سے (۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت احادیث سے (۱۰) شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل (۵۱ آیات) (۱۱) شفاعت پر احادیث سے دلائل (۱۴۰ احادیث) (۱۲) اقسام شفاعت (۱۴۹ اقسام) (۱۳) نظریہ کفارہ مسیح اور شفاعت میں فرق (۱۴) استشفاع۔

۲- بَابُ اِذَا لَمْ يَجِدْ مَاءً وَلَا تُرَابًا — جب کوئی شخص پانی پائے نہ مٹی

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کو پانی نہ ملے' جس سے وہ وضوء کر سکے اور نہ اس کو مٹی ملے' جس سے وہ تیمم کر سکے' اس کا جواب مقدر ہے کہ آیا وہ بغیر وضوء اور بغیر تیمم کے نماز پڑھے گا یا نہیں اور اس میں علماء کے کئی مذاہب ہیں' جن کو ہم ان شاء اللہ شرح میں ذکر کریں گے۔

''کتاب التیمم'' کی گزشتہ احادیث کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ پہلے امام بخاری نے وہ احادیث ذکر کیں کہ جس شخص کو پانی نہ ملے تو وہ شخص پاک مٹی سے تیمم کر لے اور اب یہ بیان کیا کہ جس شخص کو پانی ملے نہ مٹی وہ کیا کرے؟

۳۳۶- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ اَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَهَا ' فَاَدْرَكَتْهُمُ الصَّلٰوةُ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَصَلَّوْا ' فَشَكَوْا ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ ' فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ لِعَائِشَةَ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ اَمْرٌ تَكْرَهِيْنَهُ ' اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ خَيْرًا.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۶۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا' وہ (گر کر) گم ہو گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا' پھر اس نے (یا آپ نے) اس ہار کو پا لیا' پھر نماز کا وقت آ گیا اور لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا' پس لوگوں نے (بغیر وضوء کے) نماز پڑھ لی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کر دی۔ پس حضرت اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ سے کہا: اللہ آپ کو اچھی جزاء دے پس اللہ کی قسم! جب بھی آپ پر کوئی ایسی چیز پیش آئی جو آپ کو ناپسند ہو تو اللہ نے اس میں آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے خیر رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان ذکر نہیں کیا گیا تھا اور زائد امور کی شرح ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

Marfat.com

حدیث میں اس کی تصریح کہ صحابہ نے بغیر وضوء اور بغیر تیمّم کے نماز پڑھی تھی

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان میں مٹی کے نہ ملنے کا ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ نے بغیر وضوء کے نماز پڑھی کیونکہ ان کے پاس پانی نہیں تھا اور نہ ہی انہوں نے تیمم کیا تھا کیونکہ اس وقت تک انہیں تیمم کرنے کا علم نہیں تھا' پس گویا کہ انہوں نے نہ پانی پایا اور نہ مٹی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷ 'دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام طبرانی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار عاریۃً لیا' وہ ان کی گردن سے گر گیا' حضرت عائشہ نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے اسے ڈھونڈنے کے لیے لوگوں کو بھیجا' انہوں نے اس کو تلاش کیا اور پالیا' پھر نماز کا وقت آ گیا تو لوگوں نے بغیر طہارت کے نماز پڑھ لی' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹے اور اس کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت نازل فرمادی' تب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ سے کہا: اللہ آپ کو جزاء خیر دے پس اللہ کی قسم! جب بھی آپ پر کوئی ایسی مصیبت آئی' جو آپ کو ناگوار گزری تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے اس میں خیر کر دی۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۱- ج ۲۳ ص ۵۰' داراحیاء التراث العربی بیروت)

''فاقد الطھورین'' (جو شخص وضوء اور تیمّم پر قادر نہ ہو) کے متعلق فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ سحنون مالکی اور مزنی شافعی نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کسی ایسی جگہ قید ہو' جہاں اس کو پانی میسر ہو نہ مٹی اور نماز کا وقت آ جائے تو وہ بغیر وضوء اور تیمم کے اشاروں سے نماز پڑھے' جیسے وہ اشخاص نماز پڑھتے ہیں' جو دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں اور ان پر اس نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ ابن قاسم مالکی' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی نے کہا ہے: ان پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

ابن خویز منداد نے کہا ہے کہ اہل مدینہ نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ جو لوگ پانی اور مٹی پر قادر نہ ہوں' حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے' وہ نماز نہ پڑھیں اور ان پر اس نماز کا اعادہ نہیں ہے اور ان سے نماز ساقط ہے اور یہی امام مالک کا صحیح مذہب ہے۔

جن فقہاء نے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھ لیں اور ان پر اس نماز کی قضاء نہیں ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ جو صحابہ ہار ڈھونڈنے گئے تھے اور انہوں نے بغیر وضوء کے نماز پڑھ لی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دوبارہ تیمم کر کے نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

المہلب نے کہا ہے کہ جب بغیر وضوء کے تیمم کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے تو ہمارے لیے پانی اور مٹی نہ ملنے کی صورت میں بغیر تیمم اور بغیر وضوء کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابو ثور نے کہا: اس مسئلہ کا قیاس اس شخص پر ہے' جس کو کپڑے نہ ملیں تو اس کا برہنہ نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

اسی طرح جس کو پانی اور مٹی نہ ملے' اس کا وضوء اور تیمم کے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر اعادہ نہیں ہے' وہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق نماز ادا کرے گا۔

ابن القصار مالکی نے کہا: جو لوگ اپنی قدرت اور طاقت کے مطابق بے وضوء نماز پڑھیں' ان پر اعادہ نہیں ہے' جیسے مستحاضہ اور جس کو سلس البول ہو (یعنی ہر وقت پیشاب کے قطرات گرتے رہیں) وعلیٰ ہذا القیاس' اور جس مسافر کو پیاس کا خوف ہو اور وہ پانی کے

Marfat.com

ہوتے ہوئے تیمم کر کے نماز پڑھے یہ مسئلہ بھی اسی قیاس پر ہے۔

اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جس کو پانی اور مٹی میسر نہ ہو وہ نماز پڑھ لے اور بعد میں اعادہ کرے انہوں نے احتیاط پر عمل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ بغیر طہور کے نماز قبول نہیں کرتا۔

(سنن ترمذی: ۱ صحیح مسلم: ۲۲۴ سنن ابن ماجہ: ۲۷۲ مسند احمد ج ۲ ص ۱۹) (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۶۶۔۴۶۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

''فاقد الطھورین'' کے متعلق فقہاء شافعیہ کا موقف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ''فاقد الطھورین'' کے اوپر نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ انہوں نے یہ سمجھ کر نماز پڑھی کہ ان پر نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر اس حالت میں نماز پڑھنا ممنوع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر انکار فرما دیتے امام شافعی امام احمد جمہور محدثین اور اکثر اصحاب مالک کا یہی موقف ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا ان پر اعادہ واجب ہے یا نہیں امام شافعی نے یہ تصریح کی ہے کہ ان پر اعادہ واجب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ عذر نادر ہے اس لیے ان سے اعادہ ساقط نہیں ہو گا امام احمد کے قول مشہور کے مطابق نیز سحنون مالکی اور ابن المنذر کا موقف یہ ہے کہ ان پر اعادہ واجب نہیں ہے ان کی دلیل اس باب کی حدیث ہے اگر ان پر اعادہ واجب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو بیان فرما دیتے کیونکہ وقت حاجت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس دلیل کو رد کر دیا گیا ہے کہ اعادہ فوراً تو واجب نہیں ہے اس لیے وجوب اعادہ کی الگ دلیل ہونی چاہیے امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ وہ نماز نہ پڑھے اور اگر نماز پڑھ لی ہے تو ان پر اعادہ واجب ہے اور علامہ نووی نے ''شرح المہذب'' میں لکھا ہے کہ ان کا نماز پڑھنا مستحب ہے اور اعادہ واجب ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۲ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اعادہ فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ نماز کو فوراً قضاء کرنا واجب ہے کیونکہ موت کا کوئی پتا نہیں اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد میں ان کو نماز قضاء کرنے کا حکم دیا ہو اس لیے صحیح یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان پر اس نماز کا اعادہ نہیں تھا۔

''فاقد الطھورین'' کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف

اگر کوئی شخص وضوء کے لیے پانی اور تیمم کے لیے مٹی نہ پائے تو وہ اپنے حال کے موافق نماز پڑھے ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تو آپ نے چند صحابہ کو ہار ڈھونڈنے کے لیے بھیجا پھر نماز کا وقت آ گیا تو انہوں نے بغیر وضوء کے نماز پڑھ لی پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو یہ ماجرا بتایا تو تیمم کی آیت نازل ہو گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر انکار نہیں کیا اور ان کو اعادہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۶) اس سے معلوم ہوا کہ اعادہ واجب نہیں ہے اور اس لیے کہ طہارت شرط ہے پس طہارت نہ ہونے کی وجہ سے نماز کو مؤخر نہیں کیا جائے گا جیسے ستر اور استقبال قبلہ کا حکم ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو جس شخص نے اپنے حال کے موافق نماز پڑھی پھر اس کو پانی مل گیا یا مٹی مل گئی تو وہ نماز نہیں دہرائے گا اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نماز دہرائے گا کیونکہ نماز کی ایک شرط مفقود ہو گئی اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ وہ حدیث کے موافق ہے نیز اس لیے کہ اس کو جو حکم دیا گیا تھا اس نے اس پر عمل کر لیا پس وہ اپنے ذمہ سے بری ہو گیا اور اس لیے کہ یہ نماز کی ایک شرط ہے جو عجز کی وجہ سے ساقط ہو جائے گی اور اس لیے کہ اس نے اپنی طاقت کے مطابق فرض ادا کر لیا اب اس پر اعادہ نہیں ہو گا جیسے کوئی شخص ستر سے عاجز تھا اس نے برہنہ نماز پڑھ لی یا جس شخص کو سمت قبلہ کا علم نہیں تھا اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لی یا جو شخص قیام سے عاجز تھا اس نے بیٹھ کر نماز پڑھ لی تو

ان سب پر نماز کا اعادہ نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس حال پر چھوڑ دو جس پر میں نے تم کو چھوڑ دیا ہے تم سے پہلی امتیں اپنے انبیاء سے سوال کرنے اور اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئیں پس جب میں تم کو کسی کام سے منع کروں تو اس سے باز آ جاؤ اور جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر اپنی طاقت کے مطابق عمل کرو۔

(صحیح البخاری: ۷۲۸۸ صحیح مسلم: ۱۳۳۷ مسند احمد: ۹۷۸۷ دار الفکر)

اور نماز کی باقی شرائط پر طہارت کو قیاس کرنا اولیٰ ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۳۲۵۔۳۲۴ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

''فاقد الطهورين'' کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے کہا: جو شخص شہر میں قید ہو جب اس کو پانی ملے نہ مٹی ملے تو وہ نماز نہ پڑھے اور جب کوئی چیز مل جائے تو وہ نماز پڑھ لے امام ابو یوسف امام محمد اور امام شافعی نے کہا ہے: وہ نماز پڑھ لے اور بعد میں دہرائے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد امین عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ''در مختار'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس شخص کو پانی اور مٹی میسر نہ ہو بایں طور کہ اس کو کسی نجس جگہ میں قید کر دیا گیا ہو اور پاک مٹی کی طرف اس کا نکلنا ممکن نہ ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ نماز کو موخر کرے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بغیر طہور کے نماز نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۴ سنن ابو داؤد: ۱۸۷۴ مسند احمد ج ۲ ص ۲۰ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲) اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا کہ وہ وقت کے احترام میں نمازیوں کے ساتھ تشبہ کرے یہ واجب ہے اگر اس کو خشک جگہ مل جائے تو وہ رکوع اور سجود کرے ورنہ کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اس میں نماز کی نیت نہ کرے کیونکہ یہ نماز کے ساتھ مشابہت ہے حقیقت میں نماز نہیں ہے جیسے جب حائض رمضان میں پاک ہو جائے تو وہ رمضان کے مہینہ کی حرمت کی وجہ سے دن میں کھانے پینے سے رکی رہے گی اور یہ روزہ کی مشابہت ہے روزہ نہیں ہے بعد میں اس کی قضاء کرے گی اسی طرح ''فاقد الطهورين'' بھی نماز کے وقت کے احترام کی وجہ سے نماز کے مشابہ رکوع اور سجود کرے گا اور وہ حقیقت میں نماز نہیں ہے بعد میں اس نماز کو قضاء کرے گا۔ (رد المحتار رد الدر المختار ج ۱ ص ۳۷۴۔۳۷۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

مذاہب اربعہ کا خلاصہ اور مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ امام مالک اور امام احمد کا مشہور قول یہ ہے کہ ''فاقد الطهورين'' نماز پڑھے گا اور اس پر اعادہ نہیں ہے جیسا کہ صحیح البخاری: ۳۳۶ میں ہے اور قوت دلیل کے اعتبار سے ان کا مذہب راجح ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھے اور اس پر اعادہ واجب ہے اور وجوب اعادہ پر کوئی دلیل نہیں ہے امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ وہ نماز نہ پڑھے ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی مگر تحقیق یہ ہے کہ عذر کی صورت میں طہارت کی شرط ساقط ہو جاتی ہے اور جیسے مستحاضہ اور دیگر معذورین سے طہارت کی شرط ساقط ہو جاتی ہے ان کے خون کے یا پیشاب کے قطرات گرتے رہیں پھر بھی ان کی نماز صحیح ہے اور قوی ترین دلیل صحابہ کا پانی نہ ملنے کی صورت میں نماز پڑھنا اور اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرنا ہے اور ہمارے فقہاء احناف نے اس دلیل کا کوئی جواب نہیں دیا اس لیے صحیح یہی ہے کہ ''فاقد الطهورين'' نماز پڑھے اور اس پر اعادہ واجب نہیں ہے۔ **لعل الله يحدث بعد ذالك امرا**. امام اعظم فرماتے ہیں: جب کوئی حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے اور صحیح بخاری کی یہ حدیث صحیح ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی تخریج حسب ذیل ہے:

صحیح البخاری: ۵۱۶۴_۵۸۳_۴۷۷۳_۳۷۷۳_۴۶۰۷_۳۳۶۰۷ صحیح مسلم: ۳۶۷، الرقم المسلسل: ۷۹۵، سنن ابوداؤد: ۳۱۷، سنن نسائی: ۳۲۲، سنن ابن ماجہ: ۵۶۸، السنن الکبریٰ: ۳۱۲، مسند الحمیدی: ۱۶۵، سنن دارمی: ۷۴۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۱، صحیح ابن حبان: ۱۷۰۹، المعجم الکبیر: ۱۳۱۔ ج ۲۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۴، شرح السنۃ: ۳۴۳، مصنف عبد الرزاق: ۸۷۹، مسند احمد ج ۶ ص ۵۷ طبع قدیم، مسند احمد ج ۴۰ ص ۳۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، نخب الافکار ج ۱ ص ۶۷۹_ ۶۷۸_ ۶۷۶، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

یہ حدیث تمام کتب صحاح اور سنن میں مذکور ہے، پھر اس کی صحت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

تاہم امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام اعظم نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح قول ہے کہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی اور ائمہ ثلاثہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں صحابہ نے بغیر وضوء کے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا، یہ آپ کی تقریر ہے اور جب آپ کے صریح قول اور آپ کی تقریر میں تعارض ہو تو آپ کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔ یہ جواب صرف میری خصوصیت ہے، کسی حنفی عالم نے امام اعظم کی طرف سے اس حدیث کا کوئی جواب نہیں دیا۔

فالحمد للّٰہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ کما یحب ربنا و یرضی.

نوٹ: اگر کوئی شخص پانی میسر ہونے کے باوجود بے وضوء نماز پڑھے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر وضوء کو غیر ضروری سمجھ کر بے وضوء نماز پڑھے تو یہ کفر ہے۔

۳- بَابُ التَّيَمُّمِ فِي الْحَضَرِ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَخَافَ فَوْتَ الصَّلٰوةِ

شہر میں تیمم کرنا، جب کوئی شخص پانی نہ پائے اور نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ شہر میں تیمم کرنے کا کیا حکم ہے، اور اس میں دو قیدیں ہیں: (۱) پانی نہ ملے (۲) نماز کا وقت نکلنے کا خوف ہو، اور پانی نہ ملنے میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ شہر میں پانی تو ہو لیکن اس کے حصول پر قدرت نہ ہو، مثلاً پانی کنویں میں ہو لیکن اس کے پاس کنویں سے پانی نکالنے کا آلہ نہ ہو۔ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ ذکر تھا کہ سفر میں پانی نہ ہو اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ شہر میں پانی نہ ہو۔

نماز فوت ہونے کے خوف سے شہر میں تیمم کے جواز پر آثار صحابہ سے استدلال

وبه قال عطاءٌ. اور عطاء کا بھی یہی قول ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن جریج عطاء سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: جب تم شہر میں ہو اور نماز کا وقت آ جائے اور تمہارے پاس پانی نہ ہو تو تم پانی کا انتظار کرو، اگر تمہیں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

شہر میں تیمم کے جواز کی تین شرطیں ہیں: (۱) اگر وہ وضوء میں مشغول ہوا تو نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو (۲) نماز عید کے فوت ہونے کا خوف ہو (۳) جنبی کو یہ خوف ہو کہ اگر اس نے غسل کیا تو وہ سخت بیمار ہو جائے گا یا مر جائے گا۔

Marfat.com

امام تمر تاشی نے یہ کہا ہے کہ شہر میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بہت نادر ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹ 'نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۶۸۲ 'قدیمی کتب خانہ کراچی)

وَقَالَ الْحَسَنُ ' فِي الْمَرِيضِ عِنْدَهُ الْمَاءُ ' وَلَا يَجِدُ مَنْ يُنَاوِلُهُ يَتَيَمَّمُ.

اور حسن بصری نے اس مریض کے متعلق کہا' جس کے پاس پانی ہو اور اس کو کوئی وضوء کرانے والا نہ ہو تو وہ تیمم کر (کے نماز پڑھ) لے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:
امام ابن ابی شیبہ نے حسن بصری اور ابن سیرین سے روایت کیا ہے' جس شخص کو یہ امید ہو کہ وہ وقت کے اندر پانی کے استعمال پر قادر ہو جائے گا' وہ تیمم نہ کرے۔
امام بخاری نے اس کے مفہوم مخالف سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس کو یہ امید نہ ہو' وہ تیمم کر سکتا ہے۔

وَاَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ اَرْضِهٖ بِالْجُرُفِ ' فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبَدِ النَّعَمِ فَصَلّٰى ' ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ ' فَلَمْ يُعِدْ.

اور حضرت ابن عمر' جرف سے اپنی زمین پر آئے تو اونٹوں کے باڑے میں عصر کا وقت آ گیا' پس انہوں نے نماز پڑھ لی' پھر مدینہ میں داخل ہوئے اور ابھی سورج بلند تھا تو انہوں نے نماز نہیں دہرائی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:
نافع بیان کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جرف سے آئے' حتیٰ کہ جب وہ اونٹوں کے باڑے پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن عمر نے سواری سے اتر کر پاک مٹی سے تیمم کیا' اپنے چہرے پر اور ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کیا' پھر نماز پڑھی۔
(موطأ امام مالک: ۹۰' تنویر الحوالک ص ۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

جرف مدینہ سے تین میل شام کی جانب ایک مقام ہے۔
درج ذیل احادیث بھی اس تعلیق کی اصل ہیں:
نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اونٹوں کے باڑے میں تیمم کر کے نماز پڑھی اور وہ اس وقت مدینہ سے تین میل دور تھے' پھر وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو سورج بلند تھا' انہوں نے نماز نہیں دہرائی۔ (سنن دار قطنی: ۷۰۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)
نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے مدینہ سے ایک میل یا دو میل پر تیمم کیا' پھر عصر کی نماز پڑھی' پھر وہ آئے تو سورج بلند تھا' انہوں نے نماز نہیں دہرائی۔ (سنن دار قطنی: ۷۰۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)
شہر سے تین میل دور آنے پر انسان مسافر نہیں ہوتا' اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر شہر میں تیمم کے جواز کے قائل تھے' اس لیے انہوں نے تین میل کے فاصلہ پر تیمم کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر تیمم کرنے سے پہلے باوضوء ہوں لیکن چونکہ ان کی عادت ہر نماز سے پہلے نیا وضوء کرنے کی تھی اور وہاں پانی نہیں تھا تو انہوں نے وضوء کے قائم مقام تیمم کر لیا' اس صورت میں یہ تعلیقات اس باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہوں گی' کیونکہ عنوان ہے: شہر میں تیمم کرنا' جب کوئی شخص پانی نہ پائے اور نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو۔
اس تعلیق پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اس تعلیق کو مختصر ذکر کیا ہے اور اس میں تیمم کا ذکر نہیں ہے' اس لیے یہ تعلیق باب

Marfat.com

کے موافق نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے تو تیمم کا ذکر کیا تھا' لیکن جن ناقلین نے صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کیا' ان سے تیمم کا لفظ چھوٹ گیا۔

۳۳۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَسَارٍ، مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ، فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ، فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ، فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج' انہوں نے کہا: میں نے عمیر سے سنا' جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے کہا: میں اور عبداللہ بن یسار حضرت میمونہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام آئے حتیٰ کہ ہم حضرت ابوجہیم بن الحارث بن الصمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں داخل ہوئے' پس حضرت ابوجہیم نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیر جمل کی طرف سے آئے' ایک شخص نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو سلام کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو جواب نہیں دیا' حتیٰ کہ آپ دیوار کے پاس آئے اور آپ نے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا' پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۶۹' الرقم المسلسل: ۸۰۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۹' سنن نسائی: ۳۱۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۰۷' الآحاد والمثانی: ۲۱۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۴' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۷۶' سنن کبریٰ ج ۱ ص ۲۰۵' شرح السنۃ: ۳۱۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۵۴۱۔ ج ۲۹ ص ۸۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن بکیر' یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر القرشی المخزومی' ابوزکریا المصری ہیں (۲) لیث بن سعد' مشہور امام ہیں (۳) جعفر بن ربیعہ بن شرحبیل الکندی المصری ہیں' یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) الاعرج' یہ عبدالرحمان بن ہرمز ہیں (۵) عمیر' یہ عمیر بن عبد اللہ الہاشمی ہیں' ۱۰۴ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۶) عبداللہ بن یسار المدنی الہلالی ہیں (۷) حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ' یہ عبداللہ بن الحارث بن الصمہ الخزرجی صحابی ہیں' امام بخاری نے ان سے دو حدیثیں روایت کی ہیں' صحابہ میں ایک اور شخص ابوجہم نام کے ہیں' وہ قرشی ہیں اور یہ انصاری ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۲)

حالت جنابت میں قرآن مجید کی تلاوت نہ کرنے پر دلیل

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نے سلام کا جواب دینے کے لیے شہر میں تیمم کیا' جب کہ آپ تیمم کرنے سے پہلے بھی سلام کا جواب دے سکتے تھے' اس میں یہ دلیل ہے کہ جب شہر میں نماز فوت ہونے کا خوف ہو' پھر بھی تیمم کیا جا سکتا ہے' بلکہ وہ زیادہ مؤکد ہے کیونکہ نماز بغیر وضوء اور تیمم کے جائز نہیں اور سلام کا جواب بغیر وضوء اور تیمم کے دینا جائز ہے' نیز اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ آپ نے بے وضوء سلام کا جواب دینا پسند نہیں کیا کیونکہ سلام کے جواب میں لفظ سلام ذکر کیا جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام بے وضوء لینا پسند نہیں کیا تو جب آپ بے وضوء اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے تھے تو آپ حالت جنابت میں قرآن مجید کی تلاوت کیسے کر سکتے ہیں' سو اس حدیث میں امام بخاری کا رد ہے' جو اس کے قائل ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

بے وضوء قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔

اس حدیث میں بیر جمل کا ذکر ہے' یہ مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیشاب کر رہے تھے' اس وقت آپ کے پاس سے ایک شخص گزرا' اس نے آپ کو سلام کیا' آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا' پھر آپ نے تیمم کر کے اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۷۰' سنن ابوداؤد: ۱۶' سنن ترمذی: ۹۰' سنن نسائی: ۳۷' سنن ابن ماجہ: ۳۵۳)

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' انہوں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا' حتیٰ کہ آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے اس سے اپنا عذر بیان کیا اور فرمایا: میں نے بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ناپسند کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷' سنن نسائی: ۳۸' سنن ابن ماجہ: ۳۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۴۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۹۰' صحیح ابن حبان: ۸۰۳' المستدرک ج ۱ ص ۱۶۷' شرح معانی الآثار: ۱۰۲' نخب الافکار ج ۱ ص ۱۴۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سے گزرا' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' اس نے آپ کو سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم مجھے ایسی حالت میں دیکھو تو مجھے سلام نہ کیا کرو' اگر تم نے سلام کیا تو میں تمہیں جواب نہیں دوں گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۵۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سے گزرا' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' اس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۷۰' سنن ابوداؤد: ۱۶' سنن ترمذی: ۹۰' سنن نسائی: ۳۷' سنن ابن ماجہ: ۳۵۳)

نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سے گزرا' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلام کیا' آپ نے اس کے سلام کا جواب دے دیا' جب وہ گزر گیا تو آپ نے اس کو آواز دے کر بلایا اور فرمایا: میں نے تمہارے سلام کا جواب صرف اس لیے دیا ہے کہ مجھے یہ خوف تھا کہ تم جا کر دل میں سوچو گے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلام کیا اور آپ نے جواب نہیں دیا' جب تم مجھے اس حال میں دیکھو تو مجھے سلام نہ کرو' اگر تم نے سلام کیا تو میں تمہیں جواب نہیں دوں گا۔ (اس حدیث کو امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سے گزرا' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' اس نے آپ کو سلام کیا' آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا' جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ نے زمین پر ہاتھ مار کر تیمم کیا' پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۵۱)

شہر میں تیمم کرنے کے جواز کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب شہر میں کسی شخص کو یہ خوف ہو کہ اگر وہ وضوء کرنے میں مشغول ہوا تو نماز کا وقت نکل جائے گا تو آیا اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا: وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور اس نماز کو نہیں دہرائے گا' اوزاعی' ثوری' امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ (مصنف کہتا ہے: امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف نماز جنازہ اور نماز عیدین کے فوت ہونے

Marfat.com

کے خوف سے شہری کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اور دیگر فرض نمازوں کے فوت ہونے کے خوف سے ان کے نزدیک تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ ہدایہ اوّلین ص ۵۴۔۴۹)

امام مالک سے دوسری روایت یہ ہے کہ وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور اس نماز کو دہرائے گا' لیث اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

امام مالک سے تیسری روایت یہ ہے کہ وہ وضوء کرے' خواہ سورج طلوع ہو جائے اور یہی امام ابو یوسف اور زفر کا قول ہے[1] انہوں نے کہا: وہ بالکل نماز نہ پڑھے اور نماز کا فرض اس کے ذمہ ہے' حتیٰ کہ وہ پانی سے وضوء کرنے پر قادر ہو جائے' کیونکہ ان کے نزدیک شہر میں تیمم کرنا جائز نہیں ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت مریض اور مسافر کے لیے دی ہے اور تیمم کو صرف مرض اور سفر کی وجہ سے مباح کیا ہے' اس لیے شہری اور تندرست آدمی کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ (امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کی بھی یہی دلیل ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

المہلب نے کہا ہے: بیر جمل کی حدیث (صحیح البخاری: ۳۳۷) میں شہر میں تیمم کرنے کے جواز کی دلیل ہے' مگر اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اس تیمم کے ساتھ نماز پڑھنا بھی جائز ہے' اس تیمم کے ساتھ نبی ﷺ نے صرف سلام کا جواب دینے کا ارادہ کیا تھا' کیونکہ بغیر طہارت کے آپ اللہ کے ذکر کو ناپسند کرتے تھے۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں: میں نے بعض اہل علم کو علامہ مہلب کی یہ دلیل سنائی تو انہوں نے کہا: اس حدیث سے شہر میں تیمم کرنے کا جواز مستنبط ہوتا ہے' جب شہر کے پانی تک پہنچنے میں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو کیونکہ جب شہر میں سلام کا جواب دینے کے لیے تیمم کرنا جائز ہے' جب کہ آپ کے لیے تیمم سے پہلے بھی سلام کا جواب دینا جائز تھا تو اس سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ جب شہر میں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے بلکہ یہ زیادہ مؤکد ہے کیونکہ نماز بغیر وضوء اور تیمم کے جائز نہیں ہے اور سلام کا جواب دینا بغیر وضوء اور تیمم کے جائز ہے اور نیز تیمم صرف بیماروں اور مسافروں کے لیے مباح کیا گیا ہے تا کہ جب انہیں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ نماز کو اپنے وقت میں پڑھ لیں' لہٰذا ہر وہ شخص جس کو پانی میسر نہ ہو اور اس کو نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ تیمم کرے' مسافر اور مریض کے لیے یہ نص سے ثابت ہے اور شہری اور تندرست کے لیے یہ قیاس سے ثابت ہے اور یہ دلیل قاطع ہے۔

نیز فقہاء احناف نے نماز جنازہ اور نماز عیدین کے لیے شہری اور تندرست کے لیے تیمم کرنے کو جائز قرار دیا ہے' سو باقی نمازوں کے لیے بھی شہری اور تندرست کے لیے تیمم کو جائز قرار دینا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۶۶۔۴۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

شہری اور تندرست کے تیمم کے جواز پر علامہ ابن بطال کے دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ علامہ المہلب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ صحیح البخاری: ۳۳۷ میں نبی ﷺ کے جس تیمم کا ذکر ہے' وہ آپ نے صرف سلام کا جواب دینے کے لیے کیا تھا اور یہ تیمم شہر میں نماز کے جواز کے لیے نہیں تھا اور علامہ ابن بطال نے دوسرے علماء سے پوچھ کر جو

[1] صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ وضوء یا غسل کرے گا تو نماز قضاء ہو جائے گی تو چاہیے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے' پھر وضوء یا غسل کر کے اعادہ کرنا لازم ہے۔ (بہار شریعت' حصہ دوم' ص ۳۴' مطبوعہ ضیاء القرآن' لاہور)
صدر الشریعہ کا بیان کردہ یہ مسئلہ امام زفر کے مؤقف کے مطابق ہے' کیونکہ دیگر ائمہ احناف کے برخلاف امام زفر اس بات کے قائل ہیں کہ وقت تنگ ہو تو تیمم کر کے نماز ادا کرنی چاہیے اور بعد میں وضوء کر کے اس کو دوہرایا جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بھی امام زفر کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور ان کی تائید میں ایک رسالہ ''الظفر لقول زفر'' تحریر فرمایا ہے جو کہ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۳۴۱ تا ۳۴۳ (مطبوعہ لاہور) میں موجود ہے۔

Marfat.com

اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں جو مسافروں اور بیماروں کے لیے تیمم کو مباح کیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ شرط بھی ملحوظ ہے کہ پانی نہ ملے اور ان کو وضوء کرنے کی وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو' انہوں نے اپنی رائے سے اس شرط کا اضافہ کیا ہے' قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے' پھر اس شرط پر انہوں نے شہری اور تندرست کو قیاس کیا کہ اس کو بھی اگر وضوء کرنے کی وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ بھی تیمم کر سکتے ہیں' اس طرح تیمم کی بیمار اور مسافر کے ساتھ خصوصیت نہیں رہے گی اور ہر شخص تیمم کر سکے گا' علامہ ابن بطال نے اپنی اس دلیل کو دلیل قاطع کہا ہے اور در حقیقت یہ دلیل باطل ہے اور نص قرآن کے خلاف اور اس کے مزاحم ہے۔

نیز علامہ ابن بطال نے اس سے معارضہ کیا ہے کہ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جب شہری کو وضوء کرنے کی وجہ سے نماز جنازہ یا عیدین کی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے' لہٰذا دیگر فرائض کے لیے بھی شہری اس صورت میں تیمم کر سکتا ہے۔

علامہ ابن بطال کا یہ معارضہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ نماز جنازہ اور عیدین کی نماز کی قضاء نہیں ہوتی' لہٰذا یہ نمازیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کی تلافی نہیں ہو سکتی' اس وجہ سے شہری کو ان کے لیے تیمم کی اجازت دی گئی اور اگر باقی نمازیں وضوء میں اشتغال کی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کی قضاء نماز سے تلافی ہو سکتی ہے' اس لیے دیگر فرائض کو نماز جنازہ اور نماز عیدین پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

باب مذکور کی حدیث کو منسوخ قرار دینے کے جوابات

بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کے لیے جو تیمم یا وضوء کیا تھا' وہ المائدہ: ۶ سے منسوخ ہو گیا ہے' کیونکہ اس آیت میں نماز پڑھنے کے لیے وضوء اور تیمم کا حکم دیا ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیند سے اٹھ کر سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں' پھر وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳) اور جب بغیر وضوء کے قرآن مجید کی آیات پڑھی جا سکتی ہیں تو بغیر وضوء کے سلام کا جواب بھی دیا جا سکتا ہے' لیکن یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کے لیے وضوء اور تیمم کرنے کا حکم دیا ہے' لیکن اس میں حصر نہیں کیا جب کہ قرآن مجید کو چھونے کے لیے بھی وضوء کیا جاتا ہے اور طواف کعبہ کے لیے بھی وضوء کیا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیند سے اٹھ کر جو قرآن مجید کی آیات پڑھیں اس کا ایک جواب یہ ہے کہ نیند سے آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا اور اس کے بعد جو آپ نے وضوء کیا' وہ حصول فضیلت کے لیے تھا' دوسرا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر آپ اس وقت بے وضوء تھے تو آپ نے بیان جواز کے لیے آیات پڑھیں اور باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ آپ نے تیمم کر کے سلام کا جواب دیا اور سنن ابوداؤد: ۱۶ میں ہے: آپ نے حضرت مہاجر بن قنفذ کو وضوء کر کے سلام کا جواب دیا' تو ان دونوں صورتوں میں آپ نے مستحب پر عمل کیا' لہٰذا ''صحیح البخاری'' کی حدیث مذکور کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۲۶۔ ج ۱ ص ۱۰۵۱ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴- بَابُ الْمُتَيَمِّمِ هَلْ يَنْفُخُ فِيهِمَا؟ کیا تیمم کرنے والا اپنے ہاتھوں پر پھونک مارے؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ آیا تیمم کرنے والا اپنے ہاتھوں میں پھونک مار سکتا ہے تاکہ اس کے ہاتھوں پر لگی ہوئی مٹی اڑ جائے' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں کا تعلق تیمم کے احکام سے ہے۔

۳۳۸- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنِّيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ذر از سعید بن عبدالرحمن بن ابزی

Marfat.com

أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبِ الْمَاءَ ؟ فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَمَا تَذْكُرُ أَنَّا كُنَّا فِي سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ ، فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ ، وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ ، فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰكَذَا . فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ ، وَنَفَخَ فِيهِمَا ، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ ؟

[اطراف الحدیث: ۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷]

از والد خود انہوں نے کہا: ایک شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' اس نے کہا: میں جنبی ہو گیا' پھر مجھے پانی نہیں ملا؟ پس حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یاد ہے' ہم دونوں ایک سفر میں تھے' رہے آپ تو آپ نے نماز نہیں پڑھی اور رہا میں تو میں زمین میں لوٹ پوٹ ہو گیا' پس میں نے نماز پڑھ لی' پھر میں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے' پھر ان میں پھونک ماری' پھر ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے اور ہاتھوں پر ملا۔

(صحیح مسلم: ۳۶۸' الرقم المسلسل: ۷۹۶' سنن ابوداؤد: ۳۲۱' سنن نسائی: ۳۲۰' سنن ابن ماجہ: ۵۶۹' سنن ابوداؤد: ۳۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۰۳-۳۰۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۸' صحیح ابن حبان: ۱۳۰۶-۱۳۰۹' مسند البزار: ۱۳۸۵' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۸۳' سنن ابوداؤد الطیالسی: ۶۳۸' المنتقیٰ: ۱۲۵' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۳۳۲-ج ۳۰ ص ۲۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴' مکتبۃ الرشد لابن الجوزی' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الحکم بن عتیبہ (۴) ذر بن عبد اللہ الہمدانی (۵) سعید بن عبد الرحمان' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۶) سعید کے والد عبد الرحمان بن اَبزیٰ' یہ صحابی خزاعی کوفی ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو خراسان کا عامل بنایا تھا (۷) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنبی کے لیے تیمم کا جائز نہ ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنبی کے لیے تیمم جائز نہیں تھا کیونکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: رہے آپ تو آپ نے نماز نہیں پڑھی۔ یہ حدیث مختصر ہے' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت عبد الرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا' پس ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: ہم کسی جگہ ایک ماہ یا دو ماہ ٹھہرتے ہیں' پھر حضرت عمر نے کہا: میں تو اس وقت تک نماز نہیں پڑھوں گا حتیٰ کہ میں پانی کو پالوں' پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو یاد ہے کہ میں اور آپ اونٹوں پر سفر کر رہے تھے' پھر ہم دونوں جنبی ہو گئے' رہا میں تو میں زمین میں لوٹ پوٹ ہو گیا' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کر لیتے' آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے' پھر ان پر پھونک ماری' پھر ان ہاتھوں سے چہرے اور دونوں ہاتھوں پر نصف ہاتھ تک مسح کیا' تب حضرت عمر نے کہا: اے عمار! اللہ سے ڈرو' حضرت عمار نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ چاہیں تو اللہ کی قسم! میں کبھی اس کا ذکر نہیں کروں گا' حضرت عمر نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس معاملہ میں تم کو تمہارے موقف پر قائم رہنے دیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۲' صحیح مسلم: ۳۶۸' الرقم المسلسل: ۷۹۸' سنن نسائی: ۳۱۵)

Marfat.com

قیاس اور اجتہاد پر دلیل

اس حدیث میں قیاس کی دلیل ہے کیونکہ حضرت عمار نے کہا: میں زمین میں لوٹ پوٹ ہو گیا' انہوں نے اجتہاد کیا کہ حدث اصغر میں تو صرف چہرے اور ہاتھوں پر مٹی سے مسح کیا جاتا ہے اور یہ تیمم وضوء کا قائم مقام ہوتا ہے اور حدث اکبر یعنی جنابت میں تو پورے جسم پر مٹی سے مسح ہونا چاہیے تاکہ وہ غسل کا قائم مقام ہو' کیونکہ غسل میں پورے جسم پر پانی بہایا جاتا ہے تو تیمم میں پورے جسم پر مسح ہونا چاہیے' پھر جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا تو آپ نے انہیں بتایا کہ حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں میں تیمم کی ایک صفت ہے یعنی مٹی یا پتھر پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنا' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ حضور کے زمانہ میں اجتہاد کرتے تھے اور کبھی صحابہ کو اجتہاد میں خطاء واقع ہو جاتی تھی' نیز خطاء منکشف ہونے کے بعد اجتہاد کرنے والے پر اس تیمم سے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

تیمم کی کیفیت میں مذاہب ائمہ

امام احمد کے نزدیک تیمم میں صرف ایک بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنا ہے' علامہ ابن عبد البر نے کہا: یہ حضرت عمار سے سب سے زیادہ ثابت روایت ہے' اور حضرت عمار کی باقی روایات میں بہت اختلاف ہے' اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا وضوء میں فرض کیا ہے' پھر تیمم میں فرمایا:

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ. اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو۔

(النساء: ۴۳' المائدہ: ۶)

اور ظاہر ہے یہاں پر ہاتھوں پر وہیں تک مسح کرنے کا حکم دیا ہے' جہاں تک وضوء میں ہاتھوں کو دھونے کا حکم دیا تھا' اور وضوء میں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کا حکم دیا تھا تو تیمم میں بھی کہنیوں تک ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔

علماء کا کیفیت تیمم میں اختلاف ہے' امام ابو حنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ ایک بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے پر مسح کیا جائے اور دوسری بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کیا جائے' البتہ امام مالک کے نزدیک پہنچوں تک مسح کرنا فرض ہے اور کہنیوں تک مسح کرنے میں اختیار ہے۔

حسن بن حی اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا: تیمم میں دو بار ہاتھ مارنا ہے اور ہر بار چہرے اور ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کیا جائے اور الزہری نے کہا: ہاتھوں پر بغلوں تک مسح کیا جائے۔

ابن سیرین نے کہا: تیمم میں تین ضربات ہیں' ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے' دوسری ضرب سے ہتھیلیوں پر مسح کیا جائے اور تیسری ضرب سے کلائیوں پر مسح کیا جائے۔

تیمم کی کیفیت میں حضرت عمار سے مختلف اور مضطرب روایات ہیں اور ہر روایت کے موافق کسی نہ کسی مجتہد نے اپنا مذہب بنا لیا ہے' اس لیے صحیح یہ ہے کہ اس میں ظاہر کتاب کی طرف رجوع کیا جائے اور ظاہر کتاب سے یہ پتا چلتا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور دوسری ضرب سے ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کیا جائے' جیسا کہ وضوء میں ایک بار چہرے کو دھویا جاتا ہے اور دوسری بار ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا جاتا ہے اور ان احادیث کی اتباع کرتے ہوئے جن میں یہ ذکر ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

دو بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کلائیوں پر کہنیوں تک ہے۔ اس حدیث کے تمام رجال ثقات ہیں۔ (سنن دار قطنی: ۶۷۹' المستدرک ج ۱ ص ۱۸۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۷)

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں جنبی ہو گیا اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گیا' حضرت جابر نے فرمایا: تم زمین پر ہاتھ مارو اور چہرے پر مسح کرو' پھر دوسری بار زمین پر ہاتھ مارو اور اپنے ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کرو۔ (سنن دار قطنی: ۶۸۰۔ ج ۱ ص ۴۲۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کے لیے۔ (سنن دار قطنی: ۶۷۳' المستدرک ج ۱ ص ۱۷۹' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۶۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۷)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کہتے تھے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک چہرے کے لیے اور ایک ضرب ہتھیلیوں سے کہنیوں تک کے لیے۔ (سنن دار قطنی: ۶۷۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۷)

سالم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دو ضربوں سے تیمم کیا ہے' ایک ضرب چہرے اور ہتھیلیوں کے لیے اور ایک ضرب کلائیوں سے کہنیوں تک کے لیے۔ (سنن دار قطنی: ۶۷۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ کی گلیوں میں سے کسی گلی میں گزرا' آپ اس وقت بیت الخلاء سے آئے تھے' اس نے آپ کو سلام کیا' آپ نے اس کو جواب نہیں دیا' حتیٰ کہ قریب تھا' وہ شخص غائب ہو جاتا' آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر مارے اور ان کے ساتھ چہرے پر مسح کیا' پھر دوسری بار دیوار پر ہاتھ مارے اور ان کے ساتھ اپنی کلائیوں پر مسح کیا' پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا' پھر فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے اور کوئی چیز مانع نہیں تھی مگر یہ کہ میں طہر پر نہیں تھا۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے' مگر یہ محمد بن ثابت العبدی کی روایت ہے اور وہ اکثر اہل حدیث کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ (سنن ابو داؤد: ۳۳۰' معرفۃ السنن والآثار: ۳۰۹' السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۶' تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کلائیوں کے لیے ہے۔ (سنن دار قطنی: ۶۸۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۱۲' مصنف عبد الرزاق: ۸۲۴)

حسن بصری نے کہا: تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں اپنے دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارا جائے' پھر ان کے ساتھ چہرے پر مسح کیا جائے' پھر دوسری بار ہاتھوں کو مارا جائے اور ان کے ساتھ اپنی کلائیوں پر کہنیوں تک مسح کیا جائے۔

(مسند البزار: ۳۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور دوسری ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (مسند البزار: ۳۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

Marfat.com

ابن ابی ذئب بیان کرتے ہیں کہ الزہری نے کہا: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کلائیوں کے لیے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا اور ان کے ساتھ اپنے چہرے پر مسح کیا' پھر دوسری بار اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا' پھر ان کے ساتھ کہنیوں سمیت اپنی کلائیوں پر مسح کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

چہرے پر مٹی کا لیپ نہ کیا جائے

باب مذکور کی حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا' پھر ان پر پھونک ماری' پھر ان کے ساتھ اپنے چہرے پر اور ہاتھوں پر مسح کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھونک مار کر مٹی اڑانا سنت یا مستحب ہے اور جس پتھر پر مٹی نہ ہو' اس پر ہاتھ مار کر تیمم کرنا بھی صحیح ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۲۳۔ ج ا ص ۱۰۴۹ پر ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۵- بَابُ التَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تیمم میں ایک ضرب ہے اور اس ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کیا جائے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس باب کی شرح میں کہا ہے کہ یہ واجب ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۴' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس پر رد کیا ہے کہ باب کے عنوان میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے' جو اس کے وجوب پر دلالت کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان کو جزم کے صیغہ کے ساتھ لکھا ہے' حالانکہ اس میں اختلاف مشہور ہے کیونکہ ایک ضرب کے ساتھ تیمم کرنے کی دلیل قوی ہے' کیونکہ اس حدیث کے علاوہ جو اور احادیث تیمم کی صفت میں وارد ہیں' ان میں حضرت ابوجہیم اور حضرت عمار کی حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے' اور ان کے علاوہ ضعیف روایات ہیں' یا ان کے مرفوع یا موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ وہ غیر مرفوع ہیں اور رہی حضرت ابوجہیم کی حدیث تو اس میں دو ہاتھوں کا ذکر مجملاً ہے اور رہی حضرت عمار کی حدیث تو صحیحین کے مطابق اس میں ہتھیلیوں کا ذکر ہے اور کہنیوں کا ذکر سنن میں ہے اور ایک روایت میں نصف ذراع کا ذکر ہے اور ایک روایت میں بغلوں تک کا ذکر ہے اور جو کہنیوں تک کی روایت ہے' اسی طرح جو نصف ذراع (ہاتھ) کی روایت ہے' اس میں بحث ہے' اور جو بغلوں تک کی روایت ہے' اس کے متعلق امام شافعی وغیرہ نے کہا ہے: اگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے واقع ہوا ہے تو اس کے بعد جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تیمم ہے' وہ اس کے لیے ناسخ ہے اور اگر یہ آپ کے امر کے بغیر ہوا ہے تو حجت وہ طریقہ ہے' جس کا آپ نے حکم دیا ہے اور صحیحین کی جس حدیث میں چہرے اور ہتھیلیوں پر اقتصار ہے (جو اس باب کی حدیث ہے) اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمار' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور حدیث کا راوی اس حدیث کی مراد کو دوسروں سے زیادہ جاننے والا ہے'

Marfat.com

خصوصاً وہ راوی جو صحابی اور مجتہد ہو اور عنقریب اس پر کلام اس باب میں آئے گا' جس میں ایک ضرب پر اقتصار کو بیان کیا گیا ہے۔
(لیکن حافظ ابن حجر بھول گئے اور اس باب میں انہوں نے اس پر کلام نہیں کیا' دیکھئے: فتح الباری ج ۲ ص ۲۶-۲۵ ' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ) (فتح الباری ج ۲ ص ۱۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس قائل کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابوجہیم اور حضرت عمار کی حدیثوں کے علاوہ اور کوئی حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے' امام دار قطنی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی ثقات ہیں۔ (سنن دار قطنی: ۶۷۹) اور حاکم نے کہا: اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور ذہبی نے بھی کہا: اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۱۸۰) اور جس نے اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے' اس کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ ایک جماعت نے اس حدیث کو موقوفاً روایت کیا ہے تو میں کہوں گا کہ اس کا مرفوع ہونا زیادہ قوی اور زیادہ ثابت ہے کیونکہ وہ دو وجہوں سے مسند ہے' اور اس قائل کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ حضرت ابوجہیم کی حدیث میں دو ہاتھوں کا ذکر مجمل ہے کیونکہ اس پر اجمال کی تعریف صادق نہیں آتی' بلکہ وہ مطلق ہے اور ہتھیلیوں اور کہنیوں اور اس سے آگے تک ہاتھ کے حصہ کو شامل ہے' اس حدیث میں ذکر ہے: آپ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۷) اگرچہ ''صحیح بخاری'' کی روایت میں ہاتھوں کا ذکر مطلق اور عام ہے لیکن امام دار قطنی نے ہاتھوں کی تخصیص کلائیوں کے ساتھ کر دی ہے' انہوں نے حضرت ابوجہیم کی روایت میں ذکر کیا:

پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چہرے اور کلائیوں پر مسح کیا۔ (سنن دار قطنی: ۶۶۰' دار المعرفہ ۱۴۲۲ھ) لہٰذا یہ روایت امام بخاری کی روایت کی تفسیر ہے' پس امام دار قطنی کی روایت زیادہ واضح اور زیادہ کاشف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی ساری بحث کی بنیاد یہ تھی کہ دو ضربوں کے ساتھ تیمم صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اور جب علامہ عینی نے یہ ثابت کر دیا کہ دو ضربوں کے ساتھ تیمم صحیح حدیث سے ثابت ہے تو حافظ ابن حجر کی پوری عبارت ساقط ہو گئی۔

۳۳۹- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِي الْحَكَمُ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَمَّارٌ بِهٰذَا، وَضَرَبَ شُعْبَةُ بِيَدَيْهِ الْاَرْضَ، ثُمَّ اَدْنَاهُمَا مِنْ فِيْهِ، ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ. وَقَالَ النَّضْرُ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ذَرًّا يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى. قَالَ الْحَكَمُ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ اَلصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيْهِ مِنَ الْمَاءِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الحکم نے خبر دی از ذر از سعید بن عبد الرحمان بن ابزیٰ از والد خود کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا اور شعبہ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے' پھر ان کو اپنے منہ کے قریب کیا' پھر اپنے چہرے پر مسح کیا اور اپنی ہتھیلیوں پر مسح کیا' اور نضر نے کہا: ہمیں شعبہ نے از الحکم خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ذر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' از عبد الرحمان بن ابزیٰ' حکم نے کہا: میں نے ابن عبد الرحمٰن از والد خود سنا ہے کہ حضرت عمار نے کہا: پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے' وہ اس کو پانی سے کافی ہے۔

اس حدیث کی مکمل شرح گزشتہ حدیث: ۳۳۸ کے تحت گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۴۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب

Marfat.com

عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰی، عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ شَهِدَ عُمَرَ، وَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ كُنَّا فِي سَرِيَّةٍ فَاَجْنَبْنَا، وَقَالَ تَفَلَ فِيهِمَا.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴)

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از الحکم از ابن عبد الرحمان بن ابزیٰ از والد خود کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ہم دونوں ایک لشکر میں تھے' پس ہم دونوں جنبی ہو گئے اور انہوں نے پھونک ماری جس میں تھوک کی چھینٹیں تھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۳۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۴۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰی، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ تَمَعَّكْتُ، فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَكْفِيكَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از الحکم از ذر از ابن عبد الرحمٰن بن ابزیٰ از عبد الرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں (زمین پر) لوٹ پوٹ ہو گیا تھا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں (تیمم میں) چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرنا کافی تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح بھی صحیح البخاری: ۳۳۸ میں گزر چکی ہے اور مزید شرح ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

تیمم کی کیفیت میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیمم میں صرف چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرنا ہوتا ہے اور کسی چیز پر مسح نہیں کیا جاتا اور امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تیمم کی کیفیت میں فقہاء کا اختلاف ہے' ہمارا اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ضروری ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم' حسن بصری' شعبی' سالم بن عبد اللہ بن عمر' سفیان ثوری' امام مالک' امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں صرف ایک ضرب واجب ہے' جس سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کیا جائے' یہ مذہب ان فقہاء کا ہے: عطاء' مکحول' الاوزاعی' امام احمد' اسحاق' ابن المنذر اور عام محدثین۔ زہری سے منقول ہے کہ ہاتھوں سے بغلوں تک مسح کرنا واجب ہے' اسی طرح ہمارے اصحاب نے کتب مذہب میں بیان کیا ہے اور امام ابو سلیمان الخطابی نے کہا ہے کہ ہمارے علماء میں سے کسی ایک کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے کہ کہنیوں سے آگے ہاتھ پر تیمم میں مسح کرنا لازم نہیں ہے' نیز ہمارے اصحاب نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ تیمم میں تین ضربات سے کم جائز نہیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے' دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لیے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لیے۔

حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کے لیے تیمم کا جواز

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حدث اصغر (بے وضوء ہونا) کے لیے تیمم جائز ہے' اسی طرح تمام زمانوں کے فقہاء اور ان سے

پہلے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جنبی' حائض اور نفاس والی کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اور متقدمین اور متاخرین میں سے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے' سوا حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے۔ اسی کی مثل امام ابراہیم نخعی تابعی سے منقول ہے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا اور جنبی کے لیے تیمم کے جواز میں احادیث صحیحہ مشہورہ وارد ہیں۔

جنبی تیمم کر کے نماز پڑھے تو نماز کے اعادہ کی تفصیل

جب جنبی تیمم کر کے نماز پڑھے' پھر اس کو پانی مل جائے تو علماء کا اجماع ہے کہ اس پر غسل کرنا واجب ہے' سوا اس کے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان امام تابعی نے کہا ہے کہ اس پر غسل لازم نہیں ہے اور اس مذہب کے متروک ہونے پر متقدمین اور متاخرین کا اجماع ہے اور احادیث مشہورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی کو حکم دیا ہے کہ جب اسے پانی مل جائے تو وہ غسل کرے' واللہ اعلم۔ مسافر اور شہری کو جب پانی نہ ملے تو اس کا اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے' وہ اپنی شرم گاہوں کو دھولیں اور نماز پڑھیں اور ان کے لیے تیمم کرنا کافی ہے اور جب انہوں نے اپنی شرم گاہوں کو دھولیا ہے تو ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے اپنی شرم گاہوں کو نہیں دھویا ہے تو ان پر نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے' بشرطیکہ ہم یہ کہیں کہ رطوبت فرج نجس ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ رطوبت فرج نجس نہیں ہے تو پھر ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ جماع کے بعد جو فرج سے رطوبت نکلتی ہے' وہ قطعی طور پر نجس ہے' اس لیے ان پر مطلقاً نماز کا اعادہ واجب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

محدث کے اعضاء یا کپڑوں پر نجاست ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھنے کی تفصیل

جب محدث کے بعض اعضاء پر نجاست ہو اور وہ وضوء کے بدلے تیمم کا ارادہ کرے تو ہمارے اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس کا تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ جب اس کے بدن پر نجاست ہو اور اس کے کپڑوں پر نجاست نہ ہو تو اس کا تیمم کرنا جائز ہے اور اگر اس کے کپڑوں پر نجاست ہو تو پھر اس کا تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور نماز کا اعادہ کرنے میں امام احمد کے اصحاب کا اختلاف ہے۔ ابن المنذر نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص نجاست کی جگہ پر مٹی سے مسح کر لے اور نماز پڑھ لے' یہ ثوری' اوزاعی اور ابوثور کا مذہب ہے۔

اس کی تفصیل کہ کسی عذر کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ نہیں ہے

جس شخص نے مرض یا زخم کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھی ہے تو ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس شخص نے پانی سے عاجز ہونے کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھی ہے تو اگر وہ ایسی جگہ پر ہے' جہاں غالباً پانی نہیں ملتا مثلاً سفر میں تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے اور اگر وہ ایسی جگہ پر ہے' جہاں نادراً پانی نہیں ملتا' مثلاً شہر میں تو مذہب صحیح کے مطابق اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔

زمین کی جنس سے تیمم کرنے کے جواز میں مذاہب ائمہ

جس چیز کی جنس سے تیمم کیا جائے' اس میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے' امام شافعی' امام احمد' ابن المنذر' داؤد ظاہری کے نزدیک صرف اس مٹی سے تیمم کرنا جائز ہے' جس کا غبار ہو اور اس سے جسم آلودہ ہو جائے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک زمین کی تمام چیزوں سے تیمم کرنا جائز ہے' حتیٰ کہ دھلے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے (میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کی دلیل صحیح البخاری: ۳۳۸ ہے' اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے' پھر ان میں پھونک ماری' تاکہ خاک یا غبار اڑ جائے' اس سے معلوم ہوا کہ صاف پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور بعض اصحاب مالک کا یہ مذہب ہے کہ جو چیز زمین سے متصل

Marfat.com

ہو' مثلاً لکڑی وغیرہ اس سے بھی تیمم کرنا جائز ہے' اور برف سے تیمم کرنے میں امام مالک سے دو روایتیں ہیں' اوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا ہے کہ برف سے اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو' اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔

تیمم کر کے فرض نماز' نوافل اور نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

رہا تیمم کا حکم تو ہمارا اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ تیمم حدث کو زائل نہیں کرتا' بلکہ نماز کو مباح کرتا ہے' پس اس سے فرض نماز اور جس قدر نوافل پڑھنا چاہے' وہ مباح ہیں اور ایک تیمم کے ساتھ دو فرضوں کو جمع نہ کرے اور اگر اس نے تیمم سے فرض کی نیت کی ہے تو اس سے فرض اور نفل دونوں پڑھنا جائز ہیں اور اگر اس نے تیمم سے نفل کی نیت کی ہے تو اس سے فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اس کے لیے ایک تیمم کر کے کئی جنازوں پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کے لیے ایک تیمم سے فرض نماز اور نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور وقت سے پہلے وہ تیمم نہ کرے اور جس شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا' پھر اس نے حالت نماز میں پانی دیکھ لیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی' بلکہ اس کے لیے نماز کو مکمل کرنا جائز ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۴۷۱-۱۴۶۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک ایک تیمم سے دو فرض نمازوں کے پڑھنے کا جواز اور اس پر دلائل

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

وقت سے پہلے تیمم کرنا جائز ہے اور دو فرضوں کے لیے بھی تیمم کرنا جائز ہے' کیونکہ جب پانی نہ ہو تو ہمارے نزدیک تیمم وضوء کا بدل مطلق ہے اور جب تک پانی نہ ملے' اس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہے اور ایسا نہیں ہے کہ یہ نماز کو مباح کرتا ہو اور حدث قائم رہتا ہو' جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ تیمم وضوء کا بدل ضروری ہے اور اس کے باوجود حدث قائم رہتا ہے' پس وقت سے پہلے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ایک تیمم سے ایک سے زیادہ فرض پڑھنے جائز ہیں' ہمارے نزدیک تیمم حدث کو اٹھانے والا ہے' ان کے نزدیک تیمم حدث کو نہیں اٹھاتا' صرف نماز کو مباح کر دیتا ہے' ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب وہ پانی کو پالے تو اس سے اپنے جسم کو گیلا کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۲' سنن ترمذی: ۱۲۴' سنن نسائی: ۳۲۱' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۸۷۔ ۱۸۶' المستدرک ج ۱ ص ۱۸۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۲۰۔ ۲۱۷۔ ۲۱۲' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰۔ ۱۵۵)

نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! پاک مٹی پاک کرنے والی ہے خواہ تم دس سال تک پانی نہ پاؤ' پس جب تم پانی کو پالو تو اس سے اپنی جلد کو مس کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۳)

امام ترمذی کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: پاک مٹی مسلمان کا طہور ہے' خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب وہ پانی کو پالے تو اپنی کھال کو پانی سے مس کرے' بے شک یہ خیر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۴)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب جنبی اور حائض کو پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھیں' حضرت ابن مسعود جنبی کے لیے تیمم کو جائز نہیں کہتے تھے خواہ اس کو پانی نہ ملے اور انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا اور کہا: جب جنبی کو پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر لے۔ (سنن ترمذی ص ۷۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہور بنا دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۲۲' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۱۳)

طہور کا معنی مطہر ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام زمین کو آپ کے لیے مطہر بنا دیا گیا' ان احادیث سے

Marfat.com

واضح ہو گیا کہ جب تک پانی نہ ملے' تیمم طہارت مطلقہ ہے اور طہارت ضروریہ نہیں ہے' اس سے دو فرض بھی پڑھے جا سکتے ہیں اور وقت سے پہلے تیمم بھی کیا جا سکتا ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۵۶' مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کا فقہاء شافعیہ کے برعکس تیمم میں کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کو صحیح قرار دینا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ تمہارے لیے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرنا کافی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے اس حدیث کی توجیہ میں لکھا ہے: اس حدیث سے ضرب کی صورت کی تعلیم دینا مراد ہے' یعنی کس طرح زمین پر ہاتھ مارا جائے اور پورا تیمم کس کیفیت سے کیا جائے' یہ مراد نہیں ہے' لیکن اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ اس حدیث سے یہی مراد ہے کہ پورا تیمم کس طرح کیا جائے کیونکہ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ تم چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرو' اور یہ جو کہا گیا ہے کہ جس طرح وضوء میں پوری کلائیوں کو دھونا فرض ہے' اسی طرح تیمم میں پوری کلائیوں پر مسح کرنا فرض ہے تو یہ نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا ہے اور یہ فاسد الاعتبار ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام ترمذی کا کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو بعض اہل علم کے حوالے سے ضعیف قرار دینا

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد تیمم میں ضرب کی صورت کی تعلیم دینا ہے' نہ کہ اس حدیث میں پورے تیمم کی تعلیم دینا مراد ہے کیونکہ امام طحاوی اور دوسرے ائمہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت عمار کی حدیث تیمم میں حجت کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ تیمم صرف ہتھیلیوں پر مسح ہے یا صرف پہنچوں تک ہے یا صرف کہنیوں تک ہے یا صرف کندھوں تک ہے یا صرف بغلوں تک ہے جیسا کہ اہل علم کی ایک جماعت ان میں سے ہر ایک احتمال کی طرف گئی ہے' اسی وجہ سے امام ترمذی نے کہا ہے کہ حضرت عمار کی جس حدیث میں ہے: تیمم چہرے اور ہتھیلیوں پر ہے' اس کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ حضرت عمار سے تیمم میں کندھوں اور بغلوں تک مسح کرنے کی بھی روایت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: صحیح بخاری کی حدیث مذکور سنن ترمذی: ۱۴۴ پر ہے' امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس پر حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:

بعض اہل علم نے کہا ہے جن میں حضرت ابن عمر' حضرت جابر' ابراہیم نخعی اور حسن بصری ہیں کہ تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے ہے' سفیان ثوری' امام مالک' ابن المبارک' امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور حضرت عمار سے یہ حدیث: تیمم چہرے اور ہتھیلیوں کے لیے ہے' دیگر اسانید سے بھی مروی ہے اور حضرت عمار سے تیمم میں کندھوں اور بغلوں تک مسح کرنے کی بھی حدیث مروی ہے' پس بعض اہل علم نے حضرت عمار کی اس حدیث کو کہ تیمم چہرے اور ہتھیلیوں پر ہے' کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ حضرت عمار سے کندھوں اور بغلوں تک مسح کرنا بھی مروی ہے۔

(سنن ترمذی ص ۸۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ ایک ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کی حدیث اس لیے بھی ضعیف اور مرجوح ہے کہ یہ اس صحیح حدیث کے

Marfat.com

خلاف ہے' جس میں مذکور ہے: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب سے چہرے پر مسح ہے اور دوسری ضرب سے کہنیوں سمیت کلائیوں پر مسح ہے اور امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور مجتہدین جس حدیث سے استدلال کریں' وہ اس حدیث کی صحت پر دلیل ہوتی ہے' حیرت ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شافعی المذہب ہونے کے باوجود اپنے مذہب کے خلاف اس حدیث کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے' جس میں ایک ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کا ذکر ہے حالانکہ وہ حدیث مضطرب اور ضعیف ہے' اب ہم اس حدیث کے خلاف فقہاء شافعیہ کے دلائل ذکر کر رہے ہیں:

امام شافعی اور فقہاء شافعیہ کا ایک ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو رد کرنا اور اس کو اجماع مسلمین کے خلاف قرار دینا

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی التوفی ٤٥٠ھ لکھتے ہیں:

مزنی بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ تیمم میں زمین پر ایک ہاتھ مارا جائے اور اس سے چہرے پر مسح کیا جائے' پھر دوسری بار زمین پر ہاتھ مارا جائے اور اس سے کہنیوں سمیت کلائیوں پر مسح کیا جائے۔ (مختصر المزنی ص ٦)

الماوردی نے کہا: یہی صحیح ہے کہ تیمم میں چہرے اور کلائیوں پر مسح ہے اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ تیمم میں دو ضربوں سے کم کافی نہیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب کلائیوں کے لیے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (سنن دارقطنی: ٦٧٣' المستدرک ج ١ ص ١٧٩)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (سنن دارقطنی: ٦٧٩' المستدرک ج ١ ص ١٨٠)

الماوردی کہتے ہیں کہ جب ثابت ہو گیا کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں تو دو ضربوں سے کم تیمم میں کفایت نہیں کریں گے۔

(الحاوی الکبیر ج ١ ص ٢٩٩۔ ٢٩٨' دار الفکر بیروت' ١٤١٤ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی الشافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آیت وضوء میں چار اعضاء کی طہارت کو واجب کیا ہے' پھر آیت وضوء کے آخر میں تیمم میں دو اعضاء کی طہارت کو ساقط کر دیا' پس تیمم میں وہ دو اعضاء باقی رہے' جن کا وضوء میں ذکر کیا ہے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر پورا پورا مسح کیا جاتا ہے اور امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ حضرت عمار کی چہرے اور ہتھیلیوں پر ایک ضرب سے مسح کی جو روایت ہے' ہم نے اس پر عمل کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ حدیث ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ضربوں سے چہرے اور کلائیوں پر مسح کیا ہے اور یہ حدیث قرآن مجید کے زیادہ مشابہ ہے اور اس کے بہت شواہد ہیں۔

(معرفۃ السنن والآثار ج ١ ص ٢٩٢' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٢ھ)

اس کے بعد علامہ نووی نے تفصیل کے ساتھ ان شواہد کا ذکر کیا ہے۔ (شرح المہذب ج ٣ ص ٢٠٨' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٣ھ)

علامہ نووی شافعی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر کا چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو اختیار کرنا نہ صرف جمہور کے خلاف ہے' بلکہ یہ قول مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے اور اپنے امام سے انحراف ہے۔

٣٤٢- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان

Marfat.com

الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ شَهِدْتُ عُمَرَ، فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ، وَسَاقَ الْحَدِيْثَ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴)

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ذر از ابن عبد الرحمان از عبد الرحمن' انہوں نے کہا: میں حضرت عمر کے پاس تھا کہ عمار نے ان سے کہا' اور پھر حدیث بیان کی۔

اس حدیث پر مفصل بحث گزشتہ حدیث: ۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ قَالَ عَمَّارٌ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ، فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ذر از ابن عبد الرحمان بن ابزیٰ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا' پھر اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کیا۔

اس حدیث پر بھی مبسوط بحث صحیح البخاری: ۳۴۱ میں گزر چکی ہے' تاہم حضرت عمار کی تیمم کے متعلق ہم دیگر روایات بھی بیان کر رہے ہیں' تاکہ واضح ہو جائے کہ تیمم کے متعلق حضرت عمار کی روایات مضطرب ہیں۔

تیمم کے متعلق حضرت عمار کی مضطرب روایات

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے سفر میں تیمم کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہنیوں تک مسح کرے۔
(معرفۃ السنن والآثار: ۳۲۵' السنن الکبریٰ ج ا ص ۲۱۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۸' البحر الزخار مسند البزار: ۱۳۹۰' ج ۴ ص ۲۲۸)

عبید اللہ بن عبد اللہ از والد خود از حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کندھوں تک تیمم کیا ہے۔
(معرفۃ السنن والآثار: ۳۱۷' السنن الکبریٰ ج ا ص ۲۰۵۔ ۲۰۴' سنن ابن ماجہ: ۵۵۶' سنن ابوداؤد: ۳۲۰' شرح السنۃ ج ۲ ص ۱۰۴)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت نازل کی تو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے' انہوں نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے' پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر کندھوں تک مسح کیا اور ہاتھوں کے باطن سے بغلوں تک مسح کیا۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۳۲۰' السنن الکبریٰ ج ا ص ۲۰۹' سنن ابوداؤد: ۳۲۰)

ابو موسیٰ اور ابن الزبیر نے حضرت عمار سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ان کو چہرے اور کلائیوں تک لوٹا دیا۔
(معرفۃ السنن والآثار: ۳۲۷)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی ہے' آپ نے اپنے ہاتھ کو زمین پر مٹی کی طرف مارا' پھر اس پر پھونک ماری اور اپنے چہرے پر اور ہاتھوں کے جوڑ تک مسح کیا اور اس میں کلائیوں کا ذکر نہیں ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۳۲۳' سنن ابوداؤد: ۳۲۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۰' السنن الکبریٰ ج ا ص ۲۰۹)

حضرت عمار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی تھا' پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے' پھر ان پر پھونک ماری' پھر ان کے ساتھ اپنے چہرے اور اپنے ہاتھوں پر نصف کلائیوں تک مسح کیا۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد: ۳۲۳-۳۲۲ مصنف عبدالرزاق: ۹۱۵)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھونک ماری اور اس کے ساتھ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر کہنیوں تک یا کلائیوں تک مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۵)

حضرت عمار بیان کرتے ہیں کہ میں مسلمانوں کے ساتھ تھا' حتیٰ کہ یہ رخصت نازل ہوگئی کہ جب ہمیں پانی نہ ملے تو ہم مٹی سے تیمم کرلیں' پس ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم ایک بار چہرے کے لیے زمین پر ہاتھ ماریں اور دوسری بار کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے زمین پر ہاتھ ماریں۔ (البحر الزخار مسند البزار: ۱۳۸۴-ج ۴ ص ۲۲۱ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ سنن ابوداؤد: ۳۲۵ مسند ابویعلیٰ: ۱۶۳۰)

حضرت عمار کی یہی وہ حدیث ہے' جو قابل عمل ہے اور دوسری احادیث صحیحہ کے موافق ہے اور امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے' اور اگر یہ حدیث امام بخاری کے معیار پر پوری نہیں تو کوئی حرج نہیں' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے معیار پر پوری ہے اور انہوں نے اس سے اس وقت استدلال کیا' جب امام بخاری پیدا بھی نہیں ہوئے تھے' ہوسکتا ہے کہ بعد میں اس کی سند میں کوئی ایسا راوی آ گیا ہو' جس کی وجہ سے یہ حدیث امام بخاری کے معیار سے گر گئی ہو' لیکن امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی' امام بخاری پر مقدم ہیں' سو جس سند سے ان کو یہ حدیث پہنچی' اس میں وہ راوی نہ تھا' لہٰذا امام بخاری کے معیار پر پوری نہ ہونے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث فی نفسہ صحیح نہ ہو' حافظ ابن حجر عسقلانی اس نکتہ کو نہ سمجھ سکے اور انہوں نے امام بخاری کی تائید میں اس حدیث کو فاسد الاعتبار قرار دے دیا۔

حضرت عمار سے تیمم کے متعلق جو احادیث مروی ہیں' ان میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہتھیلیوں پر مسح کے لیے فرمایا' اور ہاتھوں کے جوڑ یعنی پہنچوں تک مسح کے لیے فرمایا اور نصف کلائیوں تک مسح کے لیے فرمایا اور کہنیوں تک مسح کے لیے فرمایا اور آپ نے اور مسلمانوں نے کندھوں تک مسح کیا اور بغلوں تک مسح کیا اور دو ضربوں کے ساتھ چہرے اور کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا' سو حضرت عمار کی حدیث میں اتنا شدید اضطراب ہے اور جو حدیث مضطرب ہو وہ لائق استدلال نہیں ہوتی' پھر حافظ ابن حجر کا اس مضطرب حدیث کی صحت پر اصرار کرنا اور اس کو ترجیح دینا سخت باعث حیرت ہے' جب کہ جمہور فقہاء نے اس مضطرب روایت کو مسترد کردیا ہے۔

٦- بَابُ الصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ ' يَكْفِيْهِ مِنَ الْمَاءِ

پاک مٹی مسلمان کے لیے آلہ طہارت ہے اور اس کو پانی سے کافی ہے

اس عنوان کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کا طہور ہے' خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب وہ پانی کو پالے تو اپنی کھال کو پانی سے مس کرے' بے شک یہ خیر ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۴ سنن ابوداؤد: ۳۳۲ سنن نسائی: ۳۲۱ مصنف عبدالرزاق: ۹۱۳)

امام بخاری اس تعلیق کو ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ مَا لَمْ يُحْدِثْ.

اور حسن بصری نے کہا: جب تک کوئی آدمی بے وضوء نہ ہو' اس کو تیمم کافی ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

از حسن بصری' انہوں نے کہا: ایک تیمم کافی ہے جب تک کوئی شخص بے وضوء نہ ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۸۳۶)

وَاَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ.

اور حضرت ابن عباس نے امامت کی اور وہ اس وقت متیمم تھے۔

اس تعلیق کی اصل ''مصنف ابن ابی شیبہ'' اور ''سنن بیہقی'' میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶)

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَا بَأْسَ بِالصَّلٰوةِ عَلَى السَّبَخَةِ، وَالتَّيَمُّمِ بِهَا.

اور یحییٰ بن سعید نے کہا: نمکین اور بنجر زمین پر نماز پڑھنے میں اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۴۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاِنَّا اَسْرَيْنَا، حَتّٰى كُنَّا فِي اٰخِرِ اللَّيْلِ، وَقَعْنَا وَقْعَةً، وَلَا وَقْعَةَ اَحْلٰى عِنْدَ الْمُسَافِرِ مِنْهَا، فَمَا اَيْقَظَنَا اِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ، وَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ. يُسَمِّيهِمْ اَبُوْ رَجَاءٍ فَنَسِيَ عَوْفٌ. ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الرَّابِعُ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَامَ لَمْ يُوقَظْ حَتّٰى يَكُونَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ، لِاَنَّا لَا نَدْرِي مَا يَحْدُثُ لَهُ فِي نَوْمِهِ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ وَرَاٰى مَا اَصَابَ النَّاسَ، وَكَانَ رَجُلًا جَلِيدًا، فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ، فَمَا زَالَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ، حَتَّى اسْتَيْقَظَ بِصَوْتِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ شَكَوْا اِلَيْهِ الَّذِي اَصَابَهُمْ، قَالَ لَا ضَيْرَ اَوْ لَا يَضِيرُ، اِرْتَحِلُوا. فَارْتَحَلَ فَسَارَ غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوَضُوْءِ فَتَوَضَّاَ وَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ، فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهِ، اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ، قَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ؟ قَالَ اَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ، قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ، فَاِنَّهُ يَكْفِيكَ. ثُمَّ سَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاشْتَكٰى اِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ، فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا. كَانَ يُسَمِّيهِ اَبُوْ رَجَاءٍ نَسِيَهُ عَوْفٌ. وَدَعَا عَلِيًّا فَقَالَ اذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَاءَ. فَانْطَلَقَا، فَتَلَقَّيَا امْرَاَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ، اَوْ سَطِيحَتَيْنِ مِنْ مَّاءٍ عَلٰى بَعِيرٍ لَهَا، فَقَالَا لَهَا اَيْنَ الْمَاءُ؟ قَالَتْ عَهْدِي بِالْمَاءِ اَمْسِ هٰذِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از عمران' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' بے شک ہم رات میں سفر کر رہے تھے' حتیٰ کہ ہم رات کے آخری حصہ میں پہنچے اور لیٹ کر سو گئے اور مسافر کے لیے رات کے آخری حصے میں سونے سے زیادہ اور کوئی میٹھی چیز نہیں ہوتی' پھر ہم کو صرف سورج کی گرمی نے بیدار کیا' سب سے پہلے فلاں شخص بیدار ہوا' پھر فلاں شخص بیدار ہوا' پھر فلاں شخص بیدار ہوا' ابورجاء نے ان صحابہ کے نام لیے تھے لیکن عوف بھول گئے' پھر چوتھے حضرت عمر بن الخطاب بیدار ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سوئے ہوتے تھے تو ہم آپ کو بیدار نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ خود بیدار ہوں کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ نیند میں آپ پر کیا کیفیات طاری ہیں' پس جب حضرت عمر بیدار ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ لوگوں پر کیا مصیبت آ چکی ہے اور وہ بہت ہمت والے مرد تھے' انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا' پھر وہ مسلسل بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے رہے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی آواز سے بیدار ہو گئے' جب آپ بیدار ہوئے تو لوگوں نے آپ سے اس مصیبت کی شکایت کی' جو انہیں پہنچی تھی' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں' یا فرمایا: کوئی نقصان نہیں' یہاں سے روانہ ہو' پس آپ چلے' ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ آپ سواری سے اترے اور وضوء کے لیے پانی منگایا' پھر آپ نے وضوء کیا اور نماز کے لیے اذان دی گئی' پھر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دیکھا' ایک شخص الگ کھڑا تھا' اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی' آپ نے فرمایا: اے فلاں! تم کو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے منع کیا؟ اس نے

Marfat.com

السَّاعَةَ، وَنَفَرُنَا خُلُوفًا، قَالَا لَهَا انْطَلِقِي إِذًا، قَالَتْ إِلَى أَيْنَ؟ قَالَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ؟ قَالَا هُوَ الَّذِي تَعْنِينَ، فَانْطَلِقِي، فَجَاءَا بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَاهُ الْحَدِيثَ، قَالَ فَاسْتَنْزَلُوهَا عَنْ بَعِيرِهَا، وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَاءٍ، فَفَرَّغَ فِيهِ مِنْ أَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ، أَوِ السَّطِيحَتَيْنِ، وَأَوْكَأَ أَفْوَاهَهُمَا، وَأَطْلَقَ الْعَزَالِيَ، وَنُودِيَ فِي النَّاسِ اسْقُوا وَاسْتَقُوا، فَسَقَى مَنْ سَقَى، وَاسْتَقَى مَنْ شَاءَ، وَكَانَ آخِرُ ذَاكَ أَنْ أَعْطَى الَّذِي أَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ إِنَاءً مِنْ مَاءٍ، قَالَ اذْهَبْ فَأَفْرِغْهُ عَلَيْكَ. وَهِيَ قَائِمَةٌ تَنْظُرُ إِلَى مَا يُفْعَلُ بِمَائِهَا، وَايْمُ اللّٰهِ، لَقَدْ أُقْلِعَ عَنْهَا، وَإِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْنَا أَنَّهَا أَشَدُّ مِلْأَةً مِنْهَا حِينَ ابْتَدَأَ فِيهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوا لَهَا. فَجَمَعُوا لَهَا مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَدَقِيقَةٍ وَسَوِيقَةٍ، حَتَّى جَمَعُوا لَهَا طَعَامًا، فَجَعَلُوهُ فِي ثَوْبٍ، وَحَمَلُوهَا عَلَى بَعِيرِهَا، وَوَضَعُوا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا، قَالَ لَهَا تَعْلَمِينَ مَا رَزِئْنَا مِنْ مَائِكِ شَيْئًا، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِي أَسْقَانَا. فَأَتَتْ أَهْلَهَا وَقَدِ احْتَبَسَتْ عَنْهُمْ، قَالُوا مَا حَبَسَكِ يَا فُلَانَةُ؟ قَالَتِ الْعَجَبُ لَقِيَنِي رَجُلَانِ، فَذَهَبَا بِي إِلَى هٰذَا الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ، فَفَعَلَ كَذَا وَكَذَا، فَوَاللّٰهِ إِنَّهُ لَأَسْحَرُ النَّاسِ مِنْ بَيْنِ هٰذِهِ وَهٰذِهِ. وَقَالَتْ بِإِصْبَعَيْهَا الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ، فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَاءِ تَعْنِي السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ. أَوْ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللّٰهِ حَقًّا. فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ ذٰلِكَ، يُغِيرُونَ عَلَى مَنْ حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، وَلَا يُصِيبُونَ الصِّرْمَ الَّذِي هِيَ مِنْهُ، فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا مَا أُرَى أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ يَدْعُونَكُمْ عَمْدًا، فَهَلْ لَكُمْ فِي الْإِسْلَامِ؟ فَأَطَاعُوهَا فَدَخَلُوا فِي الْإِسْلَامِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ صَبَا خَرَجَ

کہا: میں جنبی ہو گیا ہوں اور (غسل کے لیے) پانی نہیں ہے' آپ نے فرمایا: تم پاک مٹی کا قصد کرلو (تیمم کرو) وہ (تمہاری طہارت کے لیے) کافی ہے' پھر نبی ﷺ روانہ ہوئے' پھر لوگوں نے آپ سے پیاس کی شکایت کی' آپ سواری سے اترے اور آپ نے فلاں کو بلایا' ابو رجاء نے اس کا نام لیا تھا اور عوف بھول گئے اور حضرت علی کو بلایا اور فرمایا: تم دونوں جاؤ اور پانی کی تلاش کرو' پس وہ دونوں گئے' ان کو ایک عورت ملی' جس کے اونٹ پر پانی کی دو بڑی مشکیں رکھی ہوئی تھیں' ان دونوں نے اُس سے کہا: پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں کل سے اس وقت تک اس پانی کی حفاظت کر رہی ہوں اور ہمارے گھر والے پیچھے ہیں' ان دونوں نے کہا: تب تم ہمارے ساتھ چلو' اس نے کہا: کہاں تک؟ ان دونوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس' اس نے کہا: ان کے پاس جن کے متعلق کہا جاتا ہے انہوں نے اپنا دین بدل لیا ہے' انہوں نے کہا: ہاں! وہی جن کا تم ارادہ کر رہی ہو' پس روانہ ہو' پھر وہ اس کو لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو سارا واقعہ سنایا' پھر مسلمانوں نے اس عورت کو اس کے اونٹ سے اتارا اور نبی ﷺ نے برتن منگایا اور ان بڑی مشکوں میں سے ایک کا منہ کھول کر برتن میں پانی انڈیلا' پھر ان مشکوں کا منہ باندھ دیا' پھر اس بڑی مشک کے نچلے حصہ کا منہ کھول دیا اور لوگوں میں اعلان فرما دیا کہ خوب پانی پیو اور پلاؤ' پھر جس نے جتنا چاہا پیا اور جتنا چاہا پلایا' اور آخر میں اس شخص کو برتن سے پانی دیا گیا' جو جنبی تھا' آپ نے فرمایا: جاؤ اور اپنے اوپر پانی بہاؤ اور وہ عورت کھڑی ہوئی دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے اور اللہ کی قسم! ان بڑی مشکوں سے پانی نکالا گیا اور ہمیں معلوم ہو رہا تھا کہ جب ان مشکوں سے پانی نکالنے کی ابتداء کی گئی تھی' ان میں اس سے بھی زیادہ پانی بھرا ہوا ہے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے (کھانے کی چیزوں کو) جمع کرو' پھر اس کے لیے عجوہ کھجوریں' گندم' جو اور ستو وغیرہ جمع کر کے ان کو ایک پوٹلی میں باندھ دیا گیا' اور اس کو اس کے اونٹ پر سوار کر دیا گیا' اور اس پوٹلی کو اس کے سامنے رکھ دیا' آپ نے اس عورت سے

Marfat.com

مِنْ دِيْنٍ اِلٰى غَيْرِهٖ وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ الصَّابِئِيْنَ فِرْقَةٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ يَقْرَءُوْنَ الزَّبُوْرَ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۸۔۳۵۷۱] (صحیح مسلم: ۶۸۲، الرقم المسلسل: ۱۵۳۵، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴ ص ۲۷۷۔۲۷۹، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۳۲۰، مسند البزار: ۳۵۸۳، صحیح ابن خزیمہ: ۹۹۷۔۹۸۷۔۲۷۱۔۱۱۳، صحیح ابن حبان: ۱۳۰۱۔۱۳۰۲، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۵۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۶۔ ج ۲ ص ۶۷، سنن دارمی: ۷۴۳، المعجم الکبیر: ۲۷۶۔۲۷۷۔ ج ۱۸، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۲، شرح السنۃ: ۳۱۷، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۵۷، مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۴۔۴۳۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۸۹۸۔ ج ۳۳ ص ۱۲۹۔۱۳۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۳۸، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

فرمایا: تم جانتی ہو کہ ہم نے تمہارے پانی سے کچھ کم نہیں کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانی پلایا ہے، پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی اور وہ اتنی دیر ان سے غائب رہی تھی، اس کے گھر والوں نے کہا: اے فلانہ! تم اتنی دیر کہاں رکی رہی تھیں؟ اس نے کہا: بہت تعجب خیز بات ہے، مجھے دو آدمی ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے، جس کو صابی (دین بدلنے والا) کہا جاتا ہے، اس نے اس طرح اور اس طرح کیا اور اس نے اپنی درمیان والی انگلی اور شہادت کی انگلی سے زمین اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا: وہ اس کے اور اس کے درمیان لوگوں میں سب سے بڑا جادوگر ہے یا پھر وہ ضرور اللہ کا برحق رسول ہے، اس کے بعد مسلمان اس کے اردگرد مشرکین پر حملے کرتے تھے، لیکن اس بستی پر حملہ نہیں کرتے تھے جس میں وہ عورت رہتی تھی، ایک دن اس عورت نے اپنے لوگوں سے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ مسلمان تم لوگوں کو دانستہ چھوڑ رہے ہیں، تو کیا تمہیں اسلام قبول کرنے میں کوئی رغبت ہے؟ تو ان لوگوں نے اس عورت کی اطاعت کی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''صبا'' کا معنی ہے: ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونا اور ابو العالیہ نے کہا: الصابئین، اہل کتاب کا فرقہ ہے جو زبور کی تلاوت کرتا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم پاک مٹی کا قصد کرلو وہ (تمہاری) طہارت کے لیے کافی ہے کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے، اس کو پانی سے کافی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرہد، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) یحییٰ بن سعد القطان، بندار نے کہا: میرا گمان ہے، انہوں نے کبھی اللہ تعالیٰ کی معصیت نہیں کی (۳) عوف الاعرابی، ان کو عوف الصدوق کہا جاتا ہے (۴) ابورجاء العطاردی، ان کا نام عمران بن ملحان ہے، امام بخاری نے کہا: زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن تیم ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کی زیارت نہیں کی، یہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے، انہوں نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی اور ۱۰۰ھ کے بعد فوت ہوئے (۵) حضرت عمران بن حصین، یہ غزوۂ خیبر کے بعد اسلام لائے تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۸۰ احادیث روایت کی ہیں، صحیح بخاری میں ان کی ۱۲ احادیث ہیں، حضرت عمر نے ان کو بصرہ میں فقہ کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا، فرشتے ان کو سلام کرتے تھے، یہ بصرہ میں قاضی تھے اور ۵۲ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸)

Marfat.com

حدیث مذکور میں جس سفر کا ذکر ہے اس کی تعیین

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اس سفر کی تعیین میں اختلاف ہے امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ خیبر سے واپسی کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ (صحیح مسلم: ۶۸۰) اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے آئے پس آپ ایک جگہ ٹھہرے تو آپ نے فرمایا: ہماری (نماز کی) حفاظت کون کرے گا' تو حضرت بلال نے کہا: میں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۵) اور امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات مکہ کے راستے سے آ رہے تھے تو آپ نے حضرت بلال کو مقرر کیا کہ وہ ان کو نماز کے لیے بیدار کردیں' پھر حضرت بلال سو گئے اور سب مسلمان سو گئے' حتیٰ کہ سب اس وقت بیدار ہوئے' جب ان پر سورج طلوع ہو چکا تھا۔

(موطأ امام مالک: ۲۶)

اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ جب نیند میں آپ کا دل بیدار رہتا ہے تو آپ کو سورج ------ کے طلوع کا پتا کیوں نہیں چلا

اس حدیث میں ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے ہوئے ہوتے تھے تو ہم آپ کو بیدار نہیں کرتے تھے! اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا' تو اس وادی میں آپ کی نیند کی کیا توجیہ کی جائے گی حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا اور نماز کا وقت گزر گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں کی نیند اور قلب کی بیداری غالب اوقات میں ہے اور کبھی کبھی اس کے خلاف ہو جاتا تھا' اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے آخر میں ہے: اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا اور اگر اللہ چاہتا تو ہماری روحوں کو اس وقت کے علاوہ لوٹا دیتا۔ (موطأ امام مالک: ۲۶) اور ''مسند احمد'' میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے: اگر اللہ ارادہ فرماتا کہ تم نہ سوؤ تو تم نہ سوتے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا' یہ تمہارے بعد والوں کے لیے نمونہ ہو جائے (کہ قضاء نماز کو کس طرح ادا کیا جاتا ہے' پس اسی طرح جو شخص سو جائے یا بھول جائے' وہ بعد میں نماز پڑھ لے)۔ ''مسند احمد'' میں حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت ہے کہ مجھے اس قضاء نماز کی رخصت کے بدلہ میں دنیا اور مافیہا مل جائے تو میں اس سے خوش نہیں ہوں اور امام ابن ابی شیبہ نے مسروق سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج طلوع ہونے کے بعد جو قضاء نماز پڑھی' مجھے اس رخصت کے مقابلہ میں دنیا اور مافیہا مل جائے تو وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ (تنویر الحوالک ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کی نیند ایسی نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے قلب پر محیط اور مستغرق ہو جائے اور آپ کو وضوء ٹوٹنے کا ادراک نہ ہو' یعنی آپ کے قلب کو نیند کی حالت میں آپ کے جسم کا ادراک ہوتا تھا نہ کہ گردوپیش کا' لہٰذا طلوع شمس کا ادراک نہ ہونا' آپ کے قلب کے بیدار رہنے کے منافی نہیں کیونکہ جس رات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر آپ کے رات کے احوال کا مشاہدہ کر رہے تھے' اس حدیث کے آخر میں ہے: حضرت ابن عباس نے کہا: آپ سو گئے' حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی' پھر نماز کی اقامت کہی گئی تو آپ نے نماز پڑھائی اور وضوء نہیں کیا۔

اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس وادی کی نیند میں صرف آپ کی آنکھوں کے سونے کا ذکر ہے اور سورج کے طلوع کا ادراک آنکھوں سے ہوتا ہے اور وہ سوئی ہوئی تھیں' اس لیے آپ کو سورج کے طلوع کا ادراک نہیں ہوا اور یہ دل کا فعل نہیں ہے' دل تو یادِ الٰہی میں بیدار تھا۔

ابو عمر نے کہا: وادی میں نیند کا واقعہ ایک بار ہوا تھا' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ دو بار ہوا تھا اور قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے

کہ یہ واقعہ تین بار ہوا تھا۔

اگر انسان کی تقصیر کے بغیر نماز قضاء ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہوگی

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی حرج نہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ صحابہ کی تالیف قلب اور دل جوئی کے لیے فرمایا تھا کیونکہ صحابہ کو اس پر افسوس ہو رہا تھا کہ وہ نماز فجر کو اس کے وقت پر نہیں پڑھ سکے' آپ نے ان کو تسلی دی کہ انہوں نے عمداً نماز کو قضاء نہیں کیا اور نیند سے وقت پر آنکھ نہ کھلنا' انسان کے اختیار میں نہیں ہے' پس اگر کسی غیر اختیاری سبب سے انسان کی نماز قضاء ہو جائے تو اس سے اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

حدیث مذکور سے تیس سے زیادہ مسائل کا استنباط

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

(۱) حضرت عمر نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جگایا' اس سے معلوم ہوا کہ اکابر کو ادب سے جگانا چاہیے۔

(۲) صحابہ کرام کو صبح کی نماز کے قضاء ہونے پر افسوس ہوا' اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کے فوت ہونے پر افسوس ہونا چاہیے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی دل جوئی کے لیے فرمایا: کوئی حرج نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کے قضاء ہونے میں انسان کی تقصیر نہ ہو تو پھر اس پر گرفت نہیں ہوگی۔

(۴) ایک شخص جنبی تھا' پانی نہ ہونے کی وجہ سے اس نے غسل نہیں کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم پاک مٹی سے تیمم کرلو' اس سے معلوم ہوا کہ جنبی بھی طہارت کے لیے تیمم کر سکتا ہے' اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے' لیکن وہ اس کو اسی طرح بھول گئے' جس طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بھول گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر ایسے عظیم صحابی بھی بعض واقعات اور مسائل کو بھول جاتے تھے۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا: تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی' اس نے بتایا کہ میں جنبی ہوں اور غسل کے لیے پانی نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب عالم اور حاکم کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو اس کا سبب معلوم کرے' پھر اس کا حکم اور حل بیان کرے۔

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو جماعت سے نماز نہ پڑھنے پر سرزنش اور ملامت نہیں کی بلکہ اس کو نرمی سے اس مسئلہ کا حل بتایا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے کوئی خلاف شرع کام کرے تو اس کو ملامت نہیں کرنی چاہیے۔

(۷) اس واقعہ میں باجماعت نماز پڑھنے کی ترغیب اور تاکید ہے اور جو شخص جماعت سے نماز نہ پڑھے' حاکم کو چاہیے کہ وہ اس کا سبب معلوم کرے۔

(۸) جو شخص بغیر عذر کے جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے' اس پر انکار اور ملامت کرنی چاہیے۔

(۹) اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز فوت ہو جائے' اس کی قضاء کرنا واجب ہے اور اس میں تاخیر کرنا گناہ ہے' کیونکہ آپ نے اس شخص کو فوراً تیمم کرنے کا حکم دیا۔

(۱۰) اس وادی میں جس جگہ نماز فجر قضاء ہوئی تھی' آپ نے فرمایا: اس جگہ شیطان کا اثر ہے اور فوراً وہاں سے روانہ ہونے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ جس شہر میں کوئی فتنہ ہو' جس سے دین اور عبادت میں خلل ہو تو اپنے دین کو بچانے کے لیے اور خود کو معصیت سے محفوظ رکھنے کے لیے اس جگہ سے نکلنا واجب ہے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وادی سے نکلنے کا حکم دیا اور یہ بھی معلوم

ہوا کہ جس جگہ کوئی معصیت ہوئی ہو خواہ وہ معصیت غیر اختیاری ہو وہاں عبادت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وادی سے نکلنے کے بعد نماز قضاء کی۔

(۱۱) جس شخص کو یاد آ جائے کہ اس کی نماز قضاء ہوگئی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی اصلاح کے لیے طہارت اور وضوء کرے اور اس جگہ کو تلاش کرے جہاں نماز پڑھنے کے لیے اس کا دل مطمئن ہو جیسا کہ شارع علیہ السلام کو جب قضاء نماز یاد آئی تو آپ وہاں سے روانہ ہو گئے اور آپ نے بھی وضوء کیا اور مسلمانوں نے بھی وضوء کیا۔

(۱۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس وادی سے روانہ ہونے کے بعد نماز کے لیے اذان دی گئی اس سے معلوم ہوا کہ قضاء نماز کے لیے اذان دینا مستحب ہے لیکن اس کا مورد یہ ہے کہ کسی جنگل یا وادی میں نماز قضاء ہوئی ہو اگر شہر میں نماز قضاء ہو جیسے عموماً بعض لوگوں کی نماز قضاء ہو جاتی ہے اور وہ شہر میں اپنی قضاء نمازوں کے لیے اذان دیں گے تو خلافِ معمول کام دیکھ کر لوگ اس کے متعلق سوال کریں گے اور وہ بتائیں گے کہ ہماری نماز قضاء ہوگئی ہے تو اس سے معصیت کا اعلان ہوگا کیونکہ عموماً لوگوں کی اپنی تقصیر کی وجہ سے نماز قضاء ہوتی ہے اور معصیت کا اعلان کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱۳) چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قضاء نماز کی جماعت کرائی اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک جماعت کی نماز قضاء ہو جائے تو وہ اس کو باجماعت ادا کریں۔

(۱۴) جب اس سفر میں لوگوں کے لیے پینے اور وضوء کے لیے پانی نہ رہا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی اس سے معلوم ہوا کہ اگر قوم کو اس طرح کی کوئی مصیبت پہنچے تو اپنے امیر سے اس کی شکایت کرنی چاہیے اور امیر کو اس کے ازالہ کی کوشش کرنی چاہیے جس طرح آپ نے پانی کو تلاش کرنے کے لیے حضرت علی اور ایک اور شخص کو بھیجا۔

(۱۵) جو پانی ایک عورت کی ملکیت میں تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پانی پلانے کے لیے اور ان کے مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے اور مسلمانوں کے وضوء اور غسل کے لیے اس پانی کو لے لیا اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کے مالک ہیں جو چیز چاہیں جس سے چاہیں بغیر کسی ظاہری عوض کے لے سکتے ہیں۔

(۱۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو عجوہ کھجوریں گندم جو اور ستو وغیرہ دیئے اس وقت وہ عورت مشرکہ تھی اس میں مشرکہ کو ہبہ کرنے کے جواز کی دلیل ہے اور چونکہ اس عورت نے پانی لینے پر کوئی انکار یا مزاحمت نہیں کی تھی اور یہ اس کی طرف سے نیکی تھی تو آپ نے اس کی نیکی کا بدلہ نیکی سے دیا اور اس آیت پر عمل کیا:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ (الرحمٰن:۶۰)　نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہے ۝

(۱۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے پانی کی ضرورت کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک اور صحابی کو بھیجا اس سے معلوم ہوا کہ پیاس کا ازالہ بھی وضوء اور طہارت کی طرح اہم ہے۔

(۱۸) حضرت علی اور دوسرے صحابی رضی اللہ عنہما تنہائی میں اس عورت سے ملے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورتِ شرعیہ کی وجہ سے تنہائی میں اجنبی عورت سے ملنا جائز ہے جب کہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

(۱۹) آپ نے اس مشرکہ کی مشکوں سے طہارت اور پینے کے لیے پانی لیا اس سے پتا چلا کہ مشرکوں کے برتنوں کو استعمال کرنا جائز ہے جب کہ برتنوں میں کوئی ظاہری نجاست نہ ہو۔

(۲۰) ضرورتِ شرعیہ کے وقت معاوضہ دے کر حربی مشرکوں کا مال لینا جائز ہے کیونکہ آپ نے پانی کے معاوضہ میں اس عورت کو عجوہ

Marfat.com

کھجوریں اور گندم وغیرہ دے دیئے تھے۔

(۲۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے بلند آواز سے اللہ اکبر' اللہ اکبر پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرام کا اجتہاد کرنا جائز ہے۔

(۲۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ نے اس وادی سے روانہ ہونے کے بعد فجر کی قضاء نماز ادا کی' اس سے پتا چلا کہ کسی شرعی وجہ سے قضاء نماز کو تاخیر سے ادا کرنا جائز ہے' جب کہ یہ تاخیر سستی' غفلت اور فوت شدہ نماز کی ادائیگی کو غیر اہم سمجھنے کی وجہ سے نہ ہو۔

(۲۳) جن مشرکین سے کوئی نیکی یا کوئی فائدہ حاصل ہوا ہو' ان کی رعایت اور ان کی حفاظت کرنے کا جواز' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ اس عوت کے پاس کی بستیوں پر حملہ کرتے اور اس بستی کو چھوڑ دیتے اور اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ لوگ از خود مسلمان ہو گئے۔

(۲۴) اس حدیث کے راوی نے کہا: اللہ کی قسم! ان بڑی مشکوں سے پانی نکالا گیا اور ہمیں لگ رہا تھا کہ اس میں پہلے سے بھی زیادہ پانی ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ بغیر قسم طلب کرنے کے بھی قسم کھانا جائز ہے اور کسی اہم اور غیر معمولی واقعہ کی اہمیت بیان کرنے کے لیے اس کو قسم کھا کر بیان کرنا جائز ہے۔

(۲۵) مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی' اس میں یہ دلیل ہے کہ جب عوام پر کوئی آفت نازل ہو تو وہ حکام سے اس کے ازالہ کے لیے کہیں۔

(۲۶) میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے آخری حصہ میں سونے سے پہلے نماز کے وقت جگانے کے لیے حضرت بلال کو مقرر کیا تھا' اس میں یہ دلیل ہے کہ جب نماز کے وقت آنکھ نہ کھلنے کا خطرہ ہو تو ایسا انتظام کر لیا جائے' جس سے آنکھ کھل جائے۔ (مثلاً ٹائم پیس یا موبائل فون میں الارم سیٹ کر دیا جائے۔ سعیدی غفرلہ)

(۲۷) اس میں یہ دلیل ہے کہ اگر نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضاء کرنا واجب ہے اور تاخیر سے قضاء ساقط نہیں ہوتی۔

(۲۸) اس واقعہ سے یہ ثابت ہوا کہ ضرورت مند اپنی ضرورت کی چیز کسی سے لے سکتا ہے' خواہ وہ دینے پر راضی ہو یا نہ ہو' بہ شرطیکہ اس کو اس کا معاوضہ ادا کر دیا جائے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور اگر اس کو عام قرار دیا جائے تو پھر یہ اس صورت پر محمول ہے' جب ضرورت اضطرار کے درجہ میں ہو اور پھر معاوضہ دینا بھی ضروری نہیں ہے۔

(۲۹) علامہ عینی نے کہا ہے: بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عام لوگوں کی طرح نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور اس موقع پر اس میں یہ حکمت تھی کہ مسلمانوں کو قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے' اور میں یہ کہتا ہوں کہ دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ خواب میں اللہ تعالیٰ کے حسن کے جلووں میں محو اور مستغرق تھے' اس لیے آپ کو سورج کے طلوع ہونے اور نماز کے قضاء ہونے کا پتا نہیں چل سکا اور صحیح بات یہ ہے کہ آپ کی یہ نماز صورۃً قضاء تھی حقیقۃً ادا تھی' کیونکہ آپ کو اس دن کی نماز اسی وقت میں ادا کرنے کا حکم تھا' قرآن مجید میں ہے:

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ. (یونس:۱۵) میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں' جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

سو آپ کا کوئی فعل اتباع وحی کے بغیر نہیں ہوتا اور اس دن آپ کا نماز فجر کو طلوع آفتاب کے بعد پڑھنا' یہ بھی وحی کے مطابق تھا' سو آپ نے اس دن نماز فجر اپنے وقت میں پڑھی تھی' یہ ادا تھی' قضاء نہیں تھی۔ (سعیدی غفرلہ)

(۳۰) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دنوں کا تعین کیے بغیر بھی سفر کرنا جائز ہے۔

Marfat.com

(۳۱) اس حدیث میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر عظیم معجزہ اور دلیل ہے کیونکہ ان مشکوں سے مسلمانوں نے پانی لے کر اپنے برتنوں میں بھر لیا' وضوء کیا اور جنبی نے غسل کیا' مسلمانوں نے خود پانی پیا اور اپنے مویشیوں کو پانی پلایا اور وہ مشکیں پانی سے اسی طرح بھری رہیں' جس طرح پہلے بھری ہوئی تھیں' بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ ان مسلمانوں کی تعداد چالیس تھی' اس عورت کے پانی میں کسی چیز کو ملایا نہیں گیا' پھر ان مشکوں سے اتنا پانی نکالنے کے باوجود اس پانی کا پہلے سے زیادہ ہونا' اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ عزوجل کا فعل تھا اور رسول اللہ ﷺ کا بہت حیرت انگیز معجزہ تھا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۶۷۷)

(۳۲) اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں سب مسلمانوں سے زیادہ سخت اور قوی تھے۔

(۳۳) جب مسلمان کفار پر غلبہ پالیں تو صرف غلبہ پانے سے ہی کفار کے مرد مسلمانوں کے غلام اور ان کی عورتیں مسلمانوں کی باندیاں ہو جاتی ہیں' سو وہ عورت بھی مسلمانوں کی باندی ہو گئی تھی' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور کھانا وغیرہ دے کر رخصت کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے ساتھ آپ کا یہ حسن سلوک اس کے اور اس کے گھر کے دیگر افراد کے بہ طیب خاطر اسلام قبول کرنے کا باعث بنا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس عورت کو اس سے پہلے امان دے دی ہو یا وہ عورت ان لوگوں میں سے ہو' جن سے آپ نے اس سے پہلے معاہدہ کر لیا تھا۔

(۳۴) جب وہ عورت امان یا معاہدۂ امن میں تھی تو پھر آپ نے اس کے پانی میں تصرف کر کے اس کا پانی کیوں لیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو پانی کی ضرورت تھی اور ضرورت کی وجہ سے ممنوع کام مباح ہو جاتے ہیں۔

(۳۵) نبی ﷺ نے اس وادی سے بدشگونی لی کہ وہاں شیطان کا اثر ہے اور اس وادی سے نکلنے کا حکم دیا' حالانکہ آپ نے بدفالی لینے سے منع فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بدفالی یا بدشگونی نہیں تھی' بلکہ آپ نے نور نبوت سے جان لیا تھا کہ اس وادی میں شیطان کا اثر ہے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ نے اس پر متنبہ فرمایا کہ جس جگہ کوئی معصیت ہوئی ہو' خواہ غیر ارادی ہو' اس جگہ عبادت نہیں کرنی چاہیے' اس لیے اگر کسی وادی میں مسلمانوں سے کوئی نماز فوت ہو جائے تو وہ اس وادی سے نکلنے کے بعد اس نماز کو قضاء کریں اور ایک قول یہ ہے کہ اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنا صرف نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا۔

الصابئین کے معنی میں اختلاف اور البقرہ: ۶۲ کی تفسیر

امام بخاری نے کہا ہے کہ صابی اس کو کہتے ہیں' جو ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہو جائے اور ابو العالیہ نے کہا: الصابئین' اہل کتاب کا فرقہ ہے' جو زبور کی تلاوت کرتا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: صابئین کی تفسیر میں اختلاف ہے' مجاہد نے کہا: وہ یہودی ہیں نہ نصرانی ہیں' ان کا کوئی دین نہیں ہے' ان کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا اور ابن زید نے کہا: الصابئون کا اہل ادیان میں سے ایک دین ہے' وہ جزیرہ الموصل کے رہنے والے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں' ان کا کوئی عمل نہیں ہے' ان کے پاس کتاب ہے نہ نبوت ہے اور وہ نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائے اور حسن بصری سے روایت ہے کہ زیاد نے خبر دی کہ الصابئون قبلہ کی طرف منہ کر کے پانچ نمازیں پڑھتے ہیں' انہوں نے ان پر جزیہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا' پھر ان کو خبر دی گئی کہ وہ فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ البقرہ: ۶۲ میں ان کا ذکر ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان میں سے جو ایمان لائے' وہ منافق تھے' انہوں نے ایمان کو ظاہر کیا اور ان کے دل میں کفر تھا' اور جو یہودی ہیں' انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کو تبدیل کر لیا' اور نصاریٰ کافر ہیں' انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا اور الصابئون بھی کافر ہیں' وہ حق کے مخالف ہیں' اور البقرہ: ۶۲

Marfat.com

کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "ان الذین امنوا" سے مراد وہ لوگ ہیں جو برحق مؤمن ہیں "والذین ھادوا" سے مراد وہ یہود ہیں جنہوں نے دین میں تغیر کرنے سے توبہ کر لی یا تغیر نہیں کیا اور "والنصاری" سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار ہیں اور "الصابئون" سے مراد وہ لوگ ہیں جو باطل سے نکل کر حق کی طرف آ گئے اور "من امن باللّٰہ" کا معنی ہے: جو ان میں سے اللہ پر ایمان رکھنے میں دائم رہے پس ان ہی کے لیے اجر ہے اور پوری آیت کا معنی اس طرح ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ھَادُوۡا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمۡ اَجۡرُھُمۡ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ○ (البقرہ: ۶۲)

بے شک جو لوگ برحق مؤمن ہیں اور جن یہودیوں نے دین میں تغیر نہیں کیا اور انصار عیسیٰ اور باطل سے حق کی طرف نکلنے والے ان میں سے جس کا بھی دائماً اللہ پر ایمان رہا اور اس نے نیک عمل کیے سو ان ہی کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○

علامہ نسفی نے "الصابئین" کے متعلق کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں: وہ نبی پر اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کے پاس کتاب ہے ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے اور ان کا ذبیحہ حلال ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے: وہ ستاروں کی تاثیر کا اعتقاد رکھتے ہیں ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے اور نہ ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۹۔ ۴۷ ملخصاً و مزیداً و مخرجاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح، شرح صحیح مسلم میں

حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۰۔ ج ۲ ص ۳۴۰۔ ۳۳۶ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) قلب رسالت کے بیدار رہنے کی تحقیق (۲) واقعہ تعریس کی تعداد (۳) آثار شر اور خیر کے ثمرات اور اوقات منہیہ میں مذاہب (۴) احادیث میں تطبیق (۵) قضاء نمازوں کی اذان میں مذاہب (۶) حضور سے نماز فجر قضاء ہونے کی وجوہات (۷) مقام مصطفیٰ (۸) سنتوں کی قضاء میں مذاہب ائمہ (۹) ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب (۱۰) احناف کی دلیل (۱۱) علم رسالت (۱۲) دلائل الوہیت و نبوت (۱۳) بعض شارحین کا تسامح (۱۴) کثیر نمازوں کی قضاء کا طریقہ (۱۵) قضاء عمری (۱۶) مزید مسائل۔

نوٹ: یہ شرح ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

۷- بَابُ اِذَا خَافَ الۡجُنُبُ عَلٰی نَفۡسِہٖ الۡمَرَضَ اَوِ الۡمَوۡتَ، اَوۡ خَافَ الۡعَطَشَ، تَیَمَّمَ

جب جنبی کو اپنے نفس پر مرض یا موت کا خطرہ ہو یا انسان کو پیاس کا خوف ہو تو وہ تیمم کر لے

اس عنوان کے تحت تین مسائل ہیں:

(۱) جب جنبی کو اپنے نفس کے اوپر غسل سے مرض کا خوف ہو تو پانی حاصل ہونے کے باوجود اس کے لیے تیمم کرنا مباح ہے امام ابوحنیفہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اگر مرض کے زیادہ ہونے کا خوف ہو تب بھی وہ تیمم کر سکتا ہے اور امام مالک سے ایک روایت ممانعت کی ہے۔ عطاء اور حسن بصری نے کہا ہے: اس کے لیے تیمم کرنا بالکل جائز نہیں ہے اور طاؤس نے اس کو مکروہ کہا ہے جب پانی نہ ہو تو پھر وہ تیمم کر سکتا ہے اور جب پانی موجود ہو تو پھر تیمم نہیں کر سکتا امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی

Marfat.com

یہی قول ہے۔

(۲) جب جنبی کو اپنے نفس پر غسل کرنے سے موت کا خطرہ ہو تو پھر اس پر اتفاق ہے کہ اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے" فتاویٰ قاضی خاں" میں مذکور ہے کہ جب جنبی شہر میں ہو اور تندرست ہو اور سردی کی وجہ سے غسل کرنے سے اس کو ہلاکت کا خطرہ ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے' اور مسافر کو جب غسل کرنے سے ہلاکت کا خطرہ ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا بالاتفاق جائز ہے اور جو شخص شہر میں بے وضوء ہو تو امام ابوحنیفہ کے قول کی تخریج میں اختلاف ہے۔ شیخ الاسلام سرخسی نے اس کو جائز کہا ہے اور الحلوانی نے ناجائز کہا ہے۔

(۳) جب کسی شخص کو اپنے نفس پر پیاس کا خوف ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے یا اس کو اپنے ساتھی یا اپنی سواری پر پیاس کا خوف ہو' پھر بھی اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اور "شرح الوجیز" میں مذکور ہے: اگر کسی شخص کو اپنی جان یا مال پر درندے یا چور کا خطرہ ہو' وہ بھی تیمم کر سکتا ہے' اگر اس کو اس وقت پیاس لگی ہو یا پیاس کی توقع ہو' خواہ اپنے لیے یا اپنے رفیق کے لیے یا کسی ایسے جانور کے لیے جس کی شرعاً مذمت نہیں ہے' پھر بھی وہ تیمم کر سکتا ہے' اور "مغنی ابن قدامہ" میں مذکور ہے کہ اگر پانی فساق (غنڈوں) کے پاس ہو اور عورت کو خطرہ ہو کہ اگر وہ پانی لینے گئی تو وہ اس کی آبروریزی کریں گے تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ تمام ابواب تیمم کے احکام سے متعلق ہیں۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ اَجْنَبَ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ' فَتَيَمَّمَ وَتَلَا ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ (النساء:۲۹)' فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْهُ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ سردی کی ایک رات میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جنبی ہو گئے' انہوں نے تیمم کیا اور یہ آیت پڑھی: "اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو' بے شک اللہ تم پر رحم فرمانے والا ہے" (النساء:۲۹)۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان کو ملامت نہیں کی۔

حضرت عمرو بن العاص کے غسل کے بجائے تیمم کرنے کی تفصیل اور اس حدیث کی تشریح

حضرت عمرو بن العاص القریشی السہمی ابوعبداللہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ سے آٹھ سال پہلے حاضر ہوئے تھے' وہ قریش کے زاہدین میں سے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عمان کا حاکم بنایا' وہ وہاں حکومت کرتے رہے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا' ان سے ۳۷ احادیث مروی ہیں' جن میں سے امام بخاری نے ۳ احادیث روایت کی ہیں' یہ ۴۳ھ میں عید الفطر کے دن مصر میں فوت ہوئے اور یہ اس وقت وہیں پر حکمران تھے' ان کے بیٹے حضرت عبداللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' پھر انہوں نے لوگوں کو عید کی نماز پڑھائی' اس حدیث کو امام ابوداؤد نے موصولاً روایت کیا ہے:

عبدالرحمان بن جبیر' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: غزوہ ذات السلاسل میں سردی کی ایک رات میں' میں جنبی ہو گیا' مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا' پس میں نے تیمم کر لیا' پھر میں نے اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھائی' پھر لوگوں نے اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: اے عمرو! تم نے اپنے اصحاب کو اس حال میں نماز پڑھا دی کہ تم جنبی تھے' پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ کس چیز نے مجھے غسل سے روک دیا تھا اور میں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

Marfat.com

لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا○ (النساء:۲۹)

تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو' بے شک اللہ تم پر رحم فرمانے والا ہے○ (سنن ابوداؤد:۳۳۴)

امام ابوداؤد اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

ذات السلاسل وادی القریٰ کے پیچھے ہے اور یہ مدینہ منورہ سے دس دن کی مسافت پر ہے' سلسل کا معنی جذام ہے اور یہ جگہ جذام کی سرزمین ہے' اس لیے اس کو ذات السلاسل کہتے ہیں' یہ غزوہ جمادی الاوّل ۸ ہجری میں ہوا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سردی کی وجہ سے حالت جنابت میں تیمم کرنے پر ملامت نہیں کی اور آپ نے ان کے اس عمل کو مقرر اور ثابت رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس تیمم کے ساتھ جو نماز پڑھائی تھی' اس کا اعادہ نہیں ہوگا اور یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف حجت ہے' جو اس تیمم کے ساتھ نماز کو واجب الاعادہ قرار دیتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو وضوء کرنے میں ہلاکت کا خطرہ ہو' وہ تیمم کر سکتا ہے' خواہ سخت سردی کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ ہو یا کسی اور وجہ سے خواہ وہ سفر میں ہو یا شہر میں ہو' خواہ وہ جنبی ہو یا بے وضوء ہو' اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اجتہاد کرتے تھے' اس کی تائید میں درج ذیل حدیث ہے:

باب کے عنوان کی تائید میں ایک اور حدیث اور اس کی تشریح

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے' ایک شخص ہمارے ساتھ تھا' اس کے سر پر پتھر آ کر لگا' جس نے اس کا سر پھاڑ دیا' پھر اس کو احتلام ہو گیا' اس نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا تم میرے لیے تیمم کرنے کی رخصت پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم تمہارے لیے تیمم کی رخصت نہیں پاتے' تم پانی کے استعمال پر قادر ہو' اس نے غسل کیا پس وہ فوت ہو گیا' پھر جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کو اس حادثہ کی خبر دی گئی' آپ نے فرمایا: انہوں نے اس کو قتل کر دیا' اللہ ان کو قتل کرے' ان کو جب اس مسئلہ کا علم نہیں تھا تو انہوں نے کسی سے سوال کیوں نہیں کیا کیونکہ لاعلمی کی شفاء سوال کرنا ہے' اس کے لیے تیمم کرنا کافی تھا' یا وہ اپنے زخم پر کوئی کپڑا رکھ کر پٹی باندھ لیتا' پھر اس پر مسح کر لیتا اور باقی جسم پر پانی بہا لیتا۔ (سنن ابوداؤد:۳۳۶)

امام ابوداؤد اس حدیث کی روایت میں بھی منفرد ہیں۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اجتہاد پر دلیل ہے اور یہ کہ صحابہ کرام کو بعض اوقات اجتہاد میں خطاء ہو جاتی تھی اور یہ کہ مفتی اپنے اجتہاد سے فتویٰ دے اور اس پر عمل کر کے کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو مفتی پر اس کی دیت یا قصاص نہیں ہے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مختلف امراض میں پرہیز کرنا واجب ہے۔

اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب جنبی کو غسل کرنے سے جان کا خطرہ ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے' اور یہ امام بخاری کے عنوان پر دوسری حدیث سے استدلال ہے۔

۳۴۵- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ' هُوَ غُنْدَرٌ ' عَنْ شُعْبَةَ ' عَنْ سُلَیْمَانَ ' عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِذَا لَمْ یَجِدِ الْمَاءَ لَا یُصَلِّیْ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رَخَّصْتُ لَهُمْ فِیْ هٰذَا ' كَانَ اِذَا وَجَدَ اَحَدُهُمُ الْبَرْدَ قَالَ هٰكَذَا ' یَعْنِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' وہ غندر ہیں از شعبہ از سلیمان از ابی وائل' انہوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: جب کوئی شخص پانی نہ پائے تو وہ نماز نہ پڑھے؟ حضرت عبداللہ نے کہا: اگر

Marfat.com

تَیَمَّمَ، وَصَلّٰی. قَالَ قُلْتُ فَاَیْنَ قَوْلُ عَمَّارٍ لِعُمَرَ؟ قَالَ اِنِّی لَمْ اَرَ عُمَرَ قَنِعَ بِقَوْلِ عَمَّارٍ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴)

میں ان کو اس کی اجازت دوں تو جس کو ذرا سی بھی سردی لگے گی وہ اس طرح کرے گا یعنی تیمم کرے گا اور نماز پڑھ لے گا۔ حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں: میں نے کہا: پھر حضرت عمار نے جو حضرت عمر سے کہا تھا' اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر' حضرت عمار کے قول سے مطمئن ہوئے ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: آیا تیمم میں ہاتھوں پر پھونک ماری جائے گی؟ اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب جنبی کو اپنے آپ پر مرض یا ہلاکت کا خطرہ ہو یا کسی شخص کو پیاس کا خوف ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: یعنی وہ تیمم کرے گا اور نماز پڑھے گا۔

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

۳۴۶- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ شَقِیْقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِیْ مُوْسٰی، فَقَالَ لَهٗ اَبُوْمُوْسٰی اَرَاَیْتَ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اِذَا اَجْنَبَ فَلَمْ یَجِدْ مَاءً، کَیْفَ یَصْنَعُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا یُصَلِّیْ حَتّٰی یَجِدَ الْمَاءَ. فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰی فَکَیْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِیْنَ قَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَکْفِیْكَ؟ قَالَ اَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ یَقْنَعْ بِذٰلِكَ؟ فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰی فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ، کَیْفَ تَصْنَعُ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ؟ فَمَا دَرٰی عَبْدُ اللّٰهِ مَا یَقُوْلُ فَقَالَ اِنَّا لَوْ رَخَّصْنَا لَهُمْ فِیْ هٰذَا، لَاَوْشَكَ اِذَا بَرَدَ عَلٰی اَحَدِهِمُ الْمَاءُ اَنْ یَّدَعَهٗ وَیَتَیَمَّمَ. فَقُلْتُ لِشَقِیْقٍ فَاِنَّمَا کَرِهَ عَبْدُ اللّٰهِ لِهٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے شقیق بن سلمہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے پاس تھا' حضرت ابوموسیٰ نے حضرت ابن مسعود سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! جب ایک آدمی جنبی ہو جائے اور وہ پانی نہ پائے تو وہ کیا کرے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: وہ نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ وہ پانی پا لے' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: پھر آپ حضرت عمار کی اس حدیث کی کیا توجیہ کریں گے' جب ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے یہ کافی تھا؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر اس حدیث سے مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اچھا! حضرت عمار کی حدیث کو چھوڑیں' یہ بتائیں کہ آپ اس آیت تیمم کا کیا جواب دیں گے؟ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود کی سمجھ میں نہیں آیا' وہ کیا جواب دیں۔ تب انہوں نے کہا: بے شک اگر ہم اس صورت میں لوگوں کو تیمم کی اجازت دے دیں تو قریب ہے کہ ان لوگوں میں سے کسی کو پانی ٹھنڈا لگے گا تو وہ پانی کو چھوڑ کر تیمم کرے گا۔ اعمش کہتے ہیں: میں نے شقیق سے کہا: کیا حضرت ابن مسعود صرف اس وجہ سے جنبی کے لیے تیمم کو مکروہ کہتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

۸- بَابُ اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَةٌ

تیمم میں ایک ضرب ہے

Marfat.com

٣٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ مُوسَى لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ، فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا، أَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّي؟ فَكَيْفَ تَصْنَعُونَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ (المائدہ: ٦)؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِي هٰذَا، لَأَوْشَكُوا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا الصَّعِيدَ. قُلْتُ وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هٰذَا لِذَا؟ قَالَ نَعَمْ. فَقَالَ أَبُوْ مُوسَى أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ، فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ، فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا. فَضَرَبَ بِكَفِّهِ ضَرْبَةً عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ نَفَضَهَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا ظَهْرَ كَفِّهِ بِشِمَالِهِ، أَوْ ظَهْرَ شِمَالِهِ بِكَفِّهِ، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں، ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی از الاعمش از شقیق انہوں نے کہا: میں حضرت عبداللہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، پس حضرت عبداللہ سے حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اگر کوئی شخص جنبی ہو جائے اور اس کو ایک ماہ تک پانی نہ ملے تو کیا وہ تیمم کر کے نماز پڑھے؟ پس آپ سورۂ مائدہ کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے: ''پس تم پانی کو نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو'' (المائدہ: ٦)، حضرت عبداللہ نے کہا: اگر ان کے لیے اس صورت میں تیمم کی اجازت دے دی جائے تو عنقریب جن کو پانی ٹھنڈا لگے گا وہ (پاک) مٹی سے تیمم کر لیں گے، میں نے کہا: آپ اس وجہ سے تیمم کو ناپسند کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، پھر حضرت ابوموسیٰ نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا کہا تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے لیے بھیجا، سو میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہیں ملا تو میں مٹی میں اس طرح لوٹ پوٹ ہو گیا، جس طرح چوپایہ لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے، پھر میں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کرتے، آپ نے اپنی ہتھیلی کو ایک بار زمین پر مارا، پھر اس کو جھاڑا، پھر بائیں ہاتھ سے ہتھیلی کی پشت پر مسح کیا، یا فرمایا: بائیں ہاتھ کی پشت پر ہتھیلی سے مسح کیا، پھر دونوں ہتھیلیوں سے چہرے پر مسح کیا، حضرت عبداللہ نے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر، حضرت عمار کے قول سے مطمئن نہیں ہوئے تھے رضی اللہ عنہما؟

وَزَادَ يَعْلَى عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبِي مُوسَى، فَقَالَ أَبُوْ مُوسَى أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي أَنَا وَأَنْتَ فَأَجْنَبْتُ، فَتَمَعَّكْتُ بِالصَّعِيدِ، فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰكَذَا. وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ وَاحِدَةً؟

یعلیٰ نے از الاعمش از شقیق یہ اضافہ کیا ہے کہ میں حضرت عبداللہ اور حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ تھا، حضرت ابوموسیٰ نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا، حضرت عمار نے حضرت عمر سے کہا تھا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور آپ کو بھیجا، پس میں جنبی ہو گیا تو میں نے زمین میں پاک مٹی پر لوٹ لگائی، پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: تمہیں اس طرح کافی تھا اور آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں پر

ایک بار مسح کیا۔ (جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

صحابہ کرام کا مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کے باوجود باہمی تعظیم وتکریم کو قائم رکھنا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں بھی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا اور وہ اس پر بحث بھی کرتے تھے' لیکن باہمی ادب و احترام میں فرق نہیں آنے دیتے تھے اور ذاتیات پر نہیں اترآتے تھے' اگر آج یہ اختلاف ہوتا' ایک عالم کہتا: جنبی کے لیے تیمم جائز ہے اور دوسرا منع کرتا' تو مجوز فوراً مانع پر فتویٰ لگا دیتا کہ یہ شخص قرآن مجید کی اس آیت کا منکر ہے:

اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا. (المائدہ:۶) یا تم عورتوں سے جماع کرلو پس تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کرلو۔

اور قرآن مجید کا انکار کفر ہے' سو یہ شخص کافر ہے۔

اور مانع مجوز پر یہ فتویٰ لگاتا کہ یہ شخص درج ذیل آیت کا منکر ہے:

اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا. (المائدہ:۶) اگر تم جنبی ہو تو غسل کرو۔

اور قرآن مجید کا انکار کفر ہے' سو یہ شخص کافر ہے۔

یوں ایک دوسرے کی تکفیر کی جاتی اور دونوں طرف سے رسالے لکھے جاتے اور خوب ایک دوسرے پر تبرا بازی کی جاتی۔ اس کے برخلاف صحابہ کرام کی وسعت ظرف اور باہمی احترام کا حال یہ تھا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی پیش کردہ حدیث سے مطمئن نہیں ہوئے تو حضرت عمر نے حضرت عمار سے کہا: اے عمار! آپ اللہ سے ڈریں' حضرت عمار نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ چاہیں تو اللہ کی قسم! میں کبھی بھی اس حدیث کا ذکر نہیں کروں گا' حضرت عمر نے فرمایا: ہرگز نہیں! ہم ضرور آپ کو آپ کے مؤقف پر قائم رکھیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۲' سنن نسائی: ۳۱۱)

اس حدیث سے مناظرہ کا طریقہ معلوم ہوا کہ مناظرہ میں ایک فریق جب ایک دلیل سے دوسرے کے موقف کو تسلیم نہ کرے تو دوسرا فریق اس سے قوی دلیل پیش کرے' پس جب حضرت ابن مسعود نے حضرت عمار کی حدیث کو مسترد کر دیا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری نے قرآن مجید کی آیت تیمم سے استدلال کیا اور حضرت ابن مسعود لاجواب ہو گئے۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ ہوا تو انہوں نے توحید پر دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا:

رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ. (البقرہ:۲۵۸) میرا رب وہ ہے' جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

نمرود نے زندہ کرنے اور مارنے کا معنی نہیں سمجھا اور قید خانے سے اُس شخص کو رہا کر دیا' جسے پھانسی دینی تھی اور ایک بے قصور شخص کو پھانسی دے دی' پھر کہا:

اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ. (البقرہ:۲۵۸) میں (بھی) زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص زندہ کرنے اور مارنے کے معنی کو نہیں سمجھا تو آپ نے دوسری دلیل پیش کی:

فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ. (البقرہ:۲۵۸) پس بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال دے۔

یعنی اللہ تعالیٰ سورج کو جس معروف جانب سے طلوع کرتا ہے تو سورج کو اس کی مخالف جانب سے طلوع کر کے دکھا' نمرود سے اس کا کوئی جواب نہیں بن پڑا اور وہ حیران اور ششدر ہو کر ساکت ہو گیا' اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری نے جب آیت تیمم سے

Marfat.com

استدلال کیا تو حضرت ابن مسعود لاجواب ہو گئے۔

امام ترمذی اور امام ابن ابی شیبہ نے تصریح کی ہے کہ بعد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ (سنن ترمذی ص ۰۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۶۹) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق علامہ نووی اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۴۶۹ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور اہل حق کی یہی شان ہے کہ جب ان پر حق واضح ہو جائے تو وہ رجوع کر لیتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کو بھی چند عبارات کو تبدیل کرنے کی توفیق دی ہے۔

الحمد لله على ذالك حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه كما يحب ربنا ويرضى.

۹- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور جس باب کا کوئی عنوان نہ ہو وہ گزشتہ ابواب کے ساتھ لاحق ہوتا ہے سو یہ باب بھی گزشتہ ابواب کے ساتھ لاحق ہے۔

۳۴۸- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ اَبِیْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنِ الْخُزَاعِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا مُعْتَزِلًا لَمْ يُصَلِّ فِي الْقَوْمِ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ فِي الْقَوْمِ؟ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَاِنَّهٗ يَكْفِيْكَ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۳۸ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے خبر دی از ابی رجاء انہوں نے کہا: ہمیں عمران بن الحصین الخزاعی نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا وہ الگ کھڑا ہوا تھا اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی آپ نے فرمایا: اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے منع کیا؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں جنبی ہو چکا ہوں اور پانی نہیں ہے آپ نے فرمایا: تم پاک مٹی کو لازم کر لو (اس سے تیمم کرو) وہ تمہیں کافی ہے۔

یہ حدیث اس طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے جس کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۳۴۴ میں روایت کیا ہے اس کی مفصل شرح وہاں گزر چکی ہے۔ یہ "کتاب التیمم" کی آخری حدیث ہے اور ہم "نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری" کی جلد اول میں یہیں تک احادیث لانا چاہتے تھے اب نعمۃ الباری کی جلد ثانی ان شاء اللہ "کتاب الصلوٰۃ" سے شروع ہوگی۔

"کتاب التیمم" کی تکمیل اور "نعمۃ الباری" کی جلد اوّل کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۵ رجب ۱۴۲۷ھ / یکم اگست ۲۰۰۶ء بہ روز منگل بعد نماز فجر "کتاب التیمم" کی تکمیل ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی "نعمۃ الباری" کی جلد اوّل کی تکمیل بھی ہوگئی۔ الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے اس جلد کی تکمیل کرادی ہے اس کی باقی جلدوں کو بھی مکمل کرادیں (آمین)۔ ۱۳ ذوالحج ۱۴۲۶ھ بہ روز جمعہ "نعمۃ الباری" کی تصنیف کا آغاز کیا تھا اس طرح تقریباً سات ماہ اور بیس دنوں میں یہ جلد مکمل ہوگئی میں جب سے لکھ رہا ہوں یہ جلد سب سے کم عرصہ میں مکمل ہوئی ہے کیونکہ میں نے اس کو بہت سرعت اور تیز رفتاری کے ساتھ لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ اب میرے پاس زندگی کا بہت کم وقت رہ گیا ہے

Marfat.com

اب میری عمر چاند کے حساب سے ۷۱ سال ہو چکی ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ جتنی بھی عمر باقی ہے اس میں زیادہ سے زیادہ اس شرح پر کام کرلوں اور اللہ کے فضل سے کوئی بعید نہیں کہ وہ اس شرح کو مکمل کرادے اللہ تعالیٰ اس شرح کو قبول فرمائے اور اس کو تمام مسلمانوں کے نزدیک مقبول اور مفید بنادے میری میرے والدین کی میرے اساتذہ کی میرے احباب کی اس کتاب کے ناشر کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین و الصلٰوۃ و السلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین
قائد المرسلین وعلٰی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریاتہ و امتہ اجمعین.

Marfat.com

نعمة الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد اوّل کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۱۸ جنوری ۲۰۰۶ء	۲۷ ذوالحج ۱۴۲۶	جمعہ			
یکم فروری ۲۰۰۶ء	۲ محرم ۱۴۲۷ھ	بدھ	۲۸	۲۸	۴
یکم مارچ ۲۰۰۶ء	۳۰ محرم ۱۴۲۷ھ	بدھ	۹۰	۱۱۸	۴۱
یکم اپریل ۲۰۰۶ء	۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ	ہفتہ	۱۱۰	۲۱۸	۸۶
یکم مئی ۲۰۰۶ء	۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ	پیر	۱۰۷	۳۲۵	۱۲۴
یکم جون ۲۰۰۶ء	۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ	جمعرات	۹۳	۴۱۸	۱۲۶
یکم جولائی ۲۰۰۶ء	۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ	ہفتہ	۱۰۹	۵۲۷	۲۳۷
یکم اگست ۲۰۰۶ء	۵ رجب ۱۴۲۷ھ	منگل	۱۶۳	۶۹۰	۳۴۸
۹ اگست ۲۰۰۶ء	۱۳ رجب ۱۴۲۷ھ	مقدمہ نعمة الباری	۶۴	۷۵۴	۷

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۷- امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ

۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۳- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبدالرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۴- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت

۱۵- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۶- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ

۱۸- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۹- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

Marfat.com

۲۰- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ دارارقم' بیروت
۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۲۲- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ کرمہ' ۱۴۱۷ھ
۲۳- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۴- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۲۶- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء
۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ
۲۸- امام علی بن عمر دارقطنی' متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۹- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دارالرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ
۳۰- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت
۳۱- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلہ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ
۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳' سنن کبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۳۴- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۵- امام احمد بن علی المثنی التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابویعلیٰ موصلی' مطبوعہ دارالمامون التراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۳۶- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ' المنتقی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۷- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ
۳۸- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ
۳۹- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ داربلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ھ
۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ
۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' مسند الامام الطحاوی' مطبوعہ مکتبۃ الحرمین' الدبئی' ۱۴۲۶ھ
۴۲- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۳- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۴۴- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۵ھ
۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۴۷- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت'

Marfat.com

۱۴۱۲ھ
۴۸- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین التوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت'
۱۴۱۲ھ
۴۹- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۵۰- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت'
۱۴۱۸ھ المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۵۱- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار النفائس' بیروت
۵۳- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۶۲- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۶۳- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' التوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت'
۱۴۰۶ھ
۶۴- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۶۵- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۶۷- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ
۶۸- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ'
بیروت' ۱۴۱۸ھ
۶۹- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری' التوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار
ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۷۰- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرۃ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ
۷۱- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت

Marfat.com

۷۲- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نصب الرایہ مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند ۱۳۵۷ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
۷۳- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ
۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ کشف الاستار مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۴ھ
۷۵- امام ابو العباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی متوفی ۸۴۰ھ اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
۷۶- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان متوفی ۸۴۵ھ الجوہر النقی مطبوعہ نشر السنہ ملتان
۷۷- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ تلخیص المستدرک مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
۷۸- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ المطالب العالیہ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
۷۹- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الجامع الصغیر مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۲۰ھ
۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ جامع الاحادیث الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ البدور السافرہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ دار ابن حزم بیروت ۱۴۱۴ھ
۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ جمع الجوامع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الخصائص الکبریٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۸۴- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ کنز العمال مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت

کتب تفاسیر

۸۵- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ جامع البیان مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۰۹ھ دار الفکر بیروت
۸۶- امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ
۸۷- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ تاویلات اہل السنۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ
۸۸- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ الوسیط مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
۸۹- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ
۹۰- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
۹۱- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی متوفی ۶۸۵ھ انوار التنزیل مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر
۹۲- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ مدارک التنزیل مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
۹۳- علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ روح البیان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ
۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ بیان القرآن مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

Marfat.com

۹۶- شیخ محمود الحسن دیو بندی متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ حاشیۃ القرآن مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ معالم السنن مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ

۹۸- ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ اعلام السنن مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ

۹۹- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ شرح صحیح البخاری مطبوعہ مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ

۱۰۰- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ الاستذکار مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۳ھ

۱۰۱- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ تمہید مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور ۱۴۰۴ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ

۱۰۲- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اکمال المعلم بفوائد مسلم مطبوعہ دار الوفا بیروت ۱۴۱۹ھ

۱۰۳- علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ کشف المشکل علی صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ

۱۰۴- امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری متوفی ۶۵۶ھ مختصر سنن ابوداؤد مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

۱۰۵- علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی متوفی ۶۶۱ھ کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ مکتبہ نزار مصطفیٰ ۱۴۲۲ھ

۱۰۶- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ المفہم مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ

۱۰۷- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

۱۰۸- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ شرح الطیبی مطبوعہ ادارۃ القرآن ۱۴۱۳ھ

۱۰۹- علامہ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ فتح الباری دار ابن الجوزی ریاض ۱۴۱۷ھ

۱۱۰- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۱۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۱۲- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار دار ابن کثیر بیروت

۱۱۳- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ

۱۱۴- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ

۱۱۵- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۱۶- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۱۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۲ھ

۱۱۹- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحوالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

۱۲۰- علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ
۱۲۱- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدیر مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ
۱۲۲- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۲۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور
۱۲۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۲۷- شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو
۱۲۸- علامہ محمد التاؤدی التوفی ۱۲۰۹ھ حاشیۃ التاؤدی علی صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ
۱۲۹- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ
۱۳۰- نواب صدیق حسن خاں متوفی ۱۳۰۷ھ عون الباری مطبوعہ دار الرشید حلب سوریا
۱۳۱- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی
۱۳۲- شیخ عبد الرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنہ ملتان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۳۳- شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ تیسیر الباری مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور
۱۳۴- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ
۱۳۵- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
۱۳۶- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی مؤطا مالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۳۷- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبۃ الحراء کراچی
۱۳۸- شیخ سلیم اللہ خاں کشف الباری مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ کراچی
۱۳۹- نبیل بن منصور (ابھی حیات ہیں) انیس الساری مطبوعہ مؤسسۃ الریان کویت

کتب اسماء الرجال

۱۴۰- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاریخ الکبیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
۱۴۱- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل دار الاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۴ھ
۱۴۲- امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ تاریخ بغداد دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ تہذیب الکمال مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
۱۴۵- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی التوفی ۷۴۸ھ الکاشف مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

۱۴۶- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۷- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۸- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۹- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۵۰- علامہ محمد بن طولون' متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۵۱- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۵۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۵۳- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۲ھ' کشف الخفاء و مزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۵۴- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۵۵- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۶- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۷- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۸- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۹- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی' متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۶۰- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶۱- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۶۲- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۶۳- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ
۱۶۴- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۶۵- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۶- ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۷- قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت وفضائل

۱۶۸- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۹- امام ابو سعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری' متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ
۱۷۰- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم' بیروت

Marfat.com

۱۷۱- حافظ ابوعمر و یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ ھ الاستیعاب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۷۲- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ الشفاء مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۷۳- علامہ عبدالرحمن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ ھ الوفاء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۱۷۴- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ ھ اسد الغابہ مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۷۵- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ ھ الکامل فی التاریخ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۷۶- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ ھ وفیات الاعیان مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۱۷۷- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ ھ سیر اعلام النبلاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
۱۷۸- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ ھ زاد المعاد مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۷۹- علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ ھ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۸۰- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ ھ البدایہ والنہایہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
۱۸۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ الاصابہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸۲- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ ھ وفاء الوفاء مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ
۱۸۳- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ المواہب اللدنیہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
۱۸۴- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ ھ سبل الہدیٰ والرشاد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۱۸۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ شرح الشفاء مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۱۸۶- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ ھ نسیم الریاض مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۱۸۷- علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۴ ھ شرح المواہب اللدنیہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۸- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ المبسوط مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۸ ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۱۸۹- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ شرح سیر کبیر مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان ۱۴۰۵ھ
۱۹۰- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ ھ بدائع الصنائع مطبوعہ ایچ - ایم - سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۱۹۱- علامہ حسین بن منصور اوز جندی متوفی ۵۹۲ ھ فتاویٰ قاضی خاں مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ
۱۹۲- علامہ حسین بن منصور اوز جندی متوفی ۵۹۲ ھ شرح الزیادات دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۶ھ
۱۹۳- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ ھ ہدایہ اولین و آخرین مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان
۱۹۴- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ ھ المحیط البرہانی مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۲۴ھ
۱۹۵- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ ھ تبیین الحقائق مطبوعہ ایچ - ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۲۱ھ

Marfat.com

۱۹۶- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۷- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۱۹۸- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۹- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ
۲۰۰- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۲۰۱- ملا بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' فتح باب العنایۃ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۲۰۲- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدر المختار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۲۰۳- ملا نظام الدین' متوفی ۱۱۶۱ھ' فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۲۰۴- علامہ احمد بن محمد طحطاوی' متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۰۵- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۲۰۶- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی' کوئٹہ
۲۰۷- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ
۲۰۸- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' ردالمختار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ
۲۰۹- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلی' متوفی ۱۳۴۰ھ' فتاویٰ رضویہ قدیم' مطبوعہ مکتبہ رضویہ' کراچی
۲۱۰- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلی' متوفی ۱۳۴۰ھ' فتاویٰ رضویہ جدید' مطبوعہ جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور
۲۱۱- صدر الشریعۃ علامہ امجد علی' متوفی ۱۳۶۷ھ' بہارِ شریعت' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۱۴۱۶ھ

کتب فقہ شافعی

۲۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' الام' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۳ھ
۲۱۳- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' الحاوی الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۱۴- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۱۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۱۶- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۲۱۷- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۲۱۸- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۲۱۹- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت

Marfat.com

کتب فقہ حنبلی

۲۲۰- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' المغنی' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ

۲۲۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' الکافی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۲۲- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' مجموعۃ الفتاوی' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دار الجیل' بیروت ۱۴۱۸ھ

۲۲۳- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت

۲۲۴- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

❁❁❁❁❁

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء الثانی

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

جلد دوئم

الاحادیث: ۹۴۱ — ۳۴۹

کتاب الصلوٰۃ، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، کتاب الاذان، کتاب الجمعۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸-اردو بازار لاہور

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

الطبع الاوّل : شعبان 1429ھ / اگست 2008ء
الطبع السادس : شعبان 1434ھ / جون 2013ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، محمد اشتیاق
مطبع : روی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : -/710 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۳۱۲۱۷۳۔۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۲۲۴۸۹۹
ای میل: *info@faridbookstall.com*
ویب سائٹ: *www.faridbookstall.com*

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد دوم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	**خطبة الكتاب**	51
	٨۔ کتاب الصلوٰۃ	53
	باب:١	
1	شب معراج میں نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت	53
2	اس کی توجیہ کہ آپ نے حضرت ام ھانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا اور اس کی حکمت کہ فرشتے دروازہ سے آنے کے بجائے چھت میں شگاف کر کے آئے	56
3	شق صدر کی تعداد اور اس کی حکمت	57
4	سونے کے طشت کی توجیہ اور حکمت کا معنی	57
5	''نسم'' کا معنی اور اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے' پھر حضرت آدم نے اپنی بائیں جانب کفار کی روحوں کو کیسے دیکھا؟	57
6	ایک روایت میں ہے: حضرت ابراہیم چھٹے آسمان پر تھے' دوسری روایت میں ہے: وہ ساتویں آسمان پر تھے' اس تعارض کا جواب	58
7	ابن شہاب' ابن حزم اور ابوحبہ کا تعارف	58
8	''المستوی'' اور ''صریف الاقلام'' کا معنی	58
9	نمازوں میں تخفیف کی تفصیل	58
10	''السدرة المنتهى'' کا معنی	59
11	پانچ نمازوں کی فرضیت اور اس سے پہلے کتنی نمازیں فرض تھیں	59
12	تمام نبیوں میں سے صرف حضرت موسیٰ نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی' اس کی وجہ	60
13	انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہیں' پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟	60
14	ہمارے نبی ﷺ نے آسمانوں پر جن نبیوں سے ملاقات کی' ان کی وجہ ترجیح	60
15	رات کے وقت میں معراج کرانے کی وجوہ	61
16	آپ کو معراج کرانے کی حکمت	62
17	سدرة کو مختلف رنگوں کا ڈھانپنا	62
18	نبی ﷺ کی روح کا سب سے زیادہ قوی ہونا	62
19	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	63
20	علامہ ابن بطال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے وتر کو فرض کہہ کر چھ فرائض بنا دیئے	64
21	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب	64
22	حافظ ابن حجر شافعی کا سفر میں نماز کے قصر کے وجوب اور عزیمت کی نفی کرنا	65
23	سفر میں وجوب قصر پر مصنف کے پیش کردہ دلائل اور حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات	66

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
24	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	68
	باب:۲	
25	کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا وجوب	68
26	شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء	68
	باب:۳	
27	نماز میں گُدّی پر تہبند میں گرہ لگانا	73
28	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	73
29	حدیث مذکور کے مسائل	74
	باب:٤	
30	ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا	74
31	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	75
32	صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق	75
33	بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے کی توجیہ اور حضرت ام ھانیء کا تعارف	77
34	فلاں بن ھبیرہ کے مصداق کا تعین	77
35	حدیث مذکور کے دیگر مسائل	78
36	ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کا جواز اور ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا استحباب	78
	باب:۵	
37	جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس (کے سروں) کو اپنے کندھوں پر ڈال لے	79
38	تہبند کے سروں کو کندھوں پر ڈال کر باندھنے کے حکم کی وجہ	79
	باب:٦	
39	جب کپڑا تنگ ہو	80
40	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	81
41	حدیث:۳٦۱ کے حدیث:۳۵۹ سے تعارض کا جواب، نماز میں کسی کا ستر دیکھنے سے خود کو محفوظ رکھنا اور حکام کے پاس رات کو جانا	81
	باب:۷	
42	جبہ شامیہ پہن کر نماز پڑھنا	83
43	کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں میں مذاہب ائمہ	83
	باب:۸	
44	نماز میں برہنہ ہونے کی کراہت	84
45	تعمیر کعبہ اور آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تاریخ	85
46	مصنف کے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تحقیق	87
47	اجنبی لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے کی ممانعت کے متعلق احادیث	87
48	شرم گاہ کو چھپانے میں فقہاء کی تصریحات	88
	باب:۹	
49	قمیص، شلوار، جانگیہ اور شیروانی میں نماز پڑھنے کا بیان	88
	باب:۱۰	
50	جس شرم گاہ کو چھپایا جائے	89
51	صماء اور احتباء کا معنی	90
52	بیع لماس کا معنی	90
53	''بیع النباذ'' اور ''منابذہ'' کا معنی	90
54	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	91
55	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کس سال میں حج کا امیر بنایا گیا تھا؟	91
56	اعلانِ براءت کا قرآن مجید میں ذکر	92
57	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلانِ براءت کے لیے بھیجنے کی حکمت	92
58	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	93

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۱	
59	بغیر چادر کے نماز پڑھنا	93
	باب:۱۲	
60	ران کے متعلق جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں	93
61	تعلیقات مذکورہ ذیل سے امام بخاری کا یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ ہے	94
62	تعلیقات مذکورہ ذیل سے یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے	94
63	جب ران شرم گاہ نہیں ہے تو پھر حضرت جرھد کی حدیث میں اس کو شرم گاہ کہنے کی توجیہ	95
64	تعلیق مذکور کو امام بخاری کا بے مقصد وارد کرنا	95
65	علامہ اسماعیلی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب	96
66	حافظ ابن حجر کے جواب پر مصنف کا تبصرہ	96
67	خیبر کا معنی اور اس کا محل وقوع	98
68	حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	98
69	آیا آپ نے اپنی ران سے تہبند قصداً ہٹایا تھا یا سہواً؟	98
70	درج ذیل جملہ آیا آپ کی دعا تھی یا نیک شگون؟	98
71	اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے حضرت دحیہ کو باندی کیسے عطا کی؟	99
72	حضرت صفیہ بنت حیی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	99
73	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ ہبہ کر کے واپس لے لیں حالانکہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے	99
74	دورانِ جنگ نعرۂ تکبیر لگانا اور حضرت صفیہ کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینے کی تحقیق	100
75	رسول اللہ ﷺ کے ولیمہ کی خصوصیت	101
	باب:۱۳	
76	عورت کتنے کپڑے پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے؟	101
77	''متلفعات'' اور ''مروط'' کا معنی اور ان عورتوں کو نہ پہچاننے کا سبب	102
78	نماز میں عورت کے ضروری کپڑوں میں مذاہب فقہاء	102
79	فجر کے مستحب وقت میں مذاہب فقہاء	103
	باب:۱٤	
80	جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی، جس میں نقش ونگار تھے اور ان نقوش پر نظر ڈالی	103
81	''خمیصة'' اور ''انبجانیة'' کا معنی اور حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	104
82	نماز میں کسی چیز کی طرف معمولی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں فساد کی موجب نہیں، تاہم اس سے اعراض کرنا افضل ہے	104
83	نقش و نگار والے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز، تاہم اس کا خلاف اولیٰ ہونا	105
	باب:۱۵	
84	صلیب یا تصویر والے کپڑے پہن کر آیا نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اس کی ممانعت میں احادیث	106
85	''قرام'' کا معنی	106
86	تصویر کے متعلق مذاہب فقہاء	106
	باب:۱٦	
87	جس نے ریشم کی اچکن میں نماز پڑھی، پھر اس کو اتار دیا	108
88	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	109
89	نبی ﷺ کو ریشم کی اُچکن کا ہدیہ کس نے دیا تھا؟	109
90	متقین کا معنی	109

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
91	ریشم کی ممانعت کے متعلق احادیث	109
	باب:۱۷	
92	سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا	110
93	حافظ ابن حجر عسقلانی کا فقہاء احناف پر اعتراض کہ وہ سنت سے ثابت سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتے ہیں	110
94	حافظ عینی کا حافظ ابن حجر کے اعتراض کو رد کرنا	110
95	فقہاء احناف کا سرخ رنگ کے لباس پہننے کو مستحب قرار دینا	110
96	سرخ لباس پہننے کے متعلق دیگر احادیث	111
97	سرخ لباس پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	112
	باب:۱۸	
98	چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا	112
99	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	114
100	''اثل الغابۃ'' کا معنی اور منبر بنانے والے کا نام	114
101	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	114
102	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	115
103	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	115
104	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء احناف کا نظریہ	116
105	نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز اور دیگر مسائل	116
106	اگر کسی عذر کی وجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں	117
107	چھت اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل	118
108	ایلاء کا لغوی اور شرعی معنی	118
	باب:۱۹	
109	جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر پڑ جائے	118
	باب:۲۰	
110	چٹائی پر نماز پڑھنا	118
111	کشتی میں نماز پڑھنے کی تحقیق	119
112	کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	119
113	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کی تحقیق	120
114	حدیث مذکور کے رجال	121
115	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل	121
	باب:۲۱	
116	مصلّٰی (جانماز) پر نماز پڑھنا	121
	باب:۲۲	
117	بستر پر نماز پڑھنا	122
118	عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز کے ٹوٹ جانے کی حدیث کی تحقیق	123
119	سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز کی تحقیق	123
120	عورت کے جسم کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا' اس پر فقہاء احناف کا استدلال اور اس پر حافظ ابن حجر کا رد کرنا	124
121	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کے جواب کو رد کرنا	124
	باب:۲۳	
122	شدید گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنا	125
	باب:۲۴	
123	جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا	126

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
124	جوتے پہن کرنماز پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث	126
125	امام غزالی اور حافظ عینی کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے	127
126	حافظ ابن حجر کے نزدیک جوتے پہن کرنماز پڑھنے کے بجائے جوتے اتار کرنماز پڑھنا افضل ہے	127
127	جوتوں پر لگی ہوئی نجاست کے ازالہ میں مذاہب ائمہ	128
128	ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ جوتے اتار کر نماز پڑھی جائے	128
	باب:۲۵	
129	موزے پہن کر نماز پڑھنا	128
	باب:۲۶	
130	جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے	129
131	حدیث مذکور کے رجال	130
132	رکوع اور سجود کو طمانیت کے ساتھ ادا کرنے میں مذاہب ائمہ	130
133	تعدیل ارکان کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہونا	130
	باب:۲۷	
134	بغلوں کو ظاہر کرے اور بازوؤں کو سجدہ میں پہلوؤں سے دور رکھے	131
135	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	131
136	ابن کے الف لکھنے اور نہ لکھنے کا قاعدہ	132
137	عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ کا فرق	132
	باب:۲۸	
138	قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت	132
139	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	133
140	''خفر'' کا معنی	133

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
141	جو شخص توحید و رسالت کا اقرار نہ کرے اور فرائض اسلام میں سے کسی فرض کا انکار کرے وہ کافر حربی ہے	134
142	جو شخص توحید و رسالت کا معتقد ہو لیکن کسی کفریہ عقیدہ کا حامل ہو یا توہین رسالت کا مرتکب ہو وہ بھی کافر ہے	134
143	اکابر علماء دیوبند کا اہل سنت و جماعت کے علماء اور عوام پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے	134
144	جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر و ضبط سے کام لیا جائے' مولانا سلیم اللہ	135
145	لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول ہیں نہ کہ باطن پر	136
146	اہل مکہ پر نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور دیگر شہر والوں پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے	136
	باب:۲۹	
147	اہل مدینہ' اہل شام اور مشرق کا قبلہ' اور مشرق اور مغرب میں کوئی قبلہ نہیں ہے	137
148	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف مطلقاً منہ یا پیٹھ نہ کرنے کا ثبوت	138
	باب:۳۰	
149	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالو'' (البقرہ:۱۲۵)	138
150	مقام ابراہیم کا مصداق اور اس کی جگہ کا تعین	138
151	عمرہ میں سعی کا واجب ہونا	139
152	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	140
153	حطیم کعبہ میں نماز پڑھنا کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے	140
154	دو متعارض حدیثوں میں تطبیق	140

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
155	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	141
	باب: ۳۱	
156	قبلہ کی طرف توجہ کی جائے انسان جہاں کہیں بھی ہو	142
157	بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل کا باعث اور محرک	143
158	حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل	143
159	فرض نماز کو سواری پر پڑھنے کے اعذار	144
160	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا اعذار مذکورہ سے بڑا عذر ہے	144
161	المحیط کی اصل عبارت	145
162	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	146
163	آپ کا ہماری مثل بشریت میں حصر کس اعتبار سے ہے اور آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں	146
164	آپ کے بھولنے اور ہمارے بھولنے کا فرق	146
165	اُمورِ تبلیغیہ میں آپ کا بھولنا ممکن نہیں اور احکام کے منسوخ ہونے کا ثبوت	147
	باب: ۳۲	
166	قبلہ کے متعلق احادیث اور جس کا یہ نظریہ ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے	147
167	سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	147
168	نماز میں نبی ﷺ کی خصوصیات	148
169	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	149
170	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر نے یہ کیوں کہا کہ میں نے اپنے رب کی موافقت کی' جب کہ ان کی موافقت میں آیات نازل ہوئیں	149
171	حضرت عمر کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات کی تعداد	150
172	غیرت کا معنی اور جو ازواج غیرت میں اکٹھی ہوئی تھیں' ان کا بیان	151
173	اس اعتراض کا جواب کہ بخاری اور مسلم کی ان دو حدیثوں میں تعارض ہے	152
174	اس اعتراض کا جواب کہ ازواجِ مطہرات نے مغافیر کی بو کا کہہ کر نبی ﷺ سے جھوٹ بولا	152
175	دوسرے نبیوں کی شریعت پر عمل کرنا' نبی ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہے' پھر حضرت عمر نے مقامِ ابراہیم کو مصلّی بنانے کی درخواست کیوں کی؟	153
176	ازواجِ مطہرات کے حجاب کی تحقیق	154
177	رسول اللہ ﷺ کی ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں' پھر کیسے فرمایا: اللہ ان کے بدلہ میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا؟	155
178	حدیث مذکور کا حدیث: ۳۹۹ سے ایک تعارض کا جواب اور دیگر مسائل	157
	باب: ۳۳	
179	بلغم کو مسجد سے ہاتھ کے ساتھ کھرچنا	158
180	قبلہ کا احترام کرنا اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل	158
181	نبی ﷺ کی تواضع اور انکسار اور اپنے ہاتھوں سے دیوارِ قبلہ کو صاف کرنا	159
	باب: ۳۴	
182	کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ کو کھرچ کر صاف کرنا	160
	باب: ۳۵	
183	نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھوکے	161
	باب: ۳۶	
184	اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے	162

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۷	
185	مسجد میں تھوکنے کا کفارہ	162
	باب:۳۸	
186	مسجد میں بلغم کو دفن کرنا	163
	باب:۳۹	
187	جب بے اختیار بلغم نکل آئے تو اس کو کپڑے کے پلّو میں رکھ لے	163
188	مسجد کی حفاظت کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل	164
	باب:۴۰	
189	امام کا لوگوں کو نماز پوری کرنے کی نصیحت کرنا اور قبلہ کا ذکر کرنا	164
190	دیکھنے اور دکھائی دینے میں اہل سنت کا موقف اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس پشت دیکھنے کی کیفیت	164
191	سربراہِ قوم کو چاہیے کہ وہ قوم کی عبادات کی نگرانی کرے اور ان کی خطاؤں پر متنبہ کرے	165
192	حدیث مذکور کے رجال	166
	باب:۴۱	
193	آیا یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی مسجد ہے؟	166
194	گھوڑ دوڑ وغیرہ میں ہار جیت کی شرط کے بغیر مقابلہ کرنے کا جواز	166
195	تیراندازی وغیرہ کے مقابلہ میں مذاہب فقہاء' ایک جانب اور دونوں جانبوں سے شرط کا حکم اور محلّل کا بیان	167
196	محلّل کے متعلق حدیث	167
197	محلّل کا شرعی معنی	168
198	اضمار شدہ گھوڑے اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی	168
199	''الحفیاء'' اور ''ثنیۃ الوداع'' کا معنی	168
200	ثنیۃ الوداع کی خصوصی تحقیق	168
201	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	170
	باب:۴۲	
202	تقسیم کرنا اور مسجد میں خوشوں کا لٹکانا	171
203	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے نفسی' مال کی تقسیم میں اصول پرستی اور اقرباء کی رعایت نہ کرنا	172
204	بحرین کا جغرافیائی محل وقوع	173
205	بحرین سے آئے ہوئے مال کی مقدار	173
206	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	173
	باب:۴۳	
207	جس نے کسی شخص کو مسجد میں کھانے کے لیے بلایا اور جس نے اس کو قبول کیا	174
208	کن صورتوں میں دعوت کو قبول کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں عذر پیش کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں دعوت کو مسترد کرنا چاہیے	175
	باب:۴۴	
209	مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد میں فیصلہ کرنا اور لعان کرنا	175
210	لعنت کا معنی اور اس کی قسمیں	175
211	لعان کا معنی	175
212	حدیث مذکور میں سوال کرنے والے کا نام	177
213	لعان کے حکم کے نزول کی تفصیل	177
214	ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل اور مخالفین کے اعتراض کے جوابات	177
215	حدیث مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں	178
	باب:۴۵	
216	جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہو تو جہاں چاہے نماز پڑھے' یا جہاں اسے حکم دیا جائے' اور وہ تجسس نہ کرے	178

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
217	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	179
218	نبی ﷺ کا اپنی امت پر کرم فرمانا‘ مسجد‘ بیت اور گھر میں نوافل کی جماعت	179
	باب:٤٦	
219	گھروں میں مساجد	179
220	نبی ﷺ کا لوگوں کے دلوں میں ایمان اور نفاق پر مطلع ہونا اور اخلاص سے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والے پر دوزخ کا حرام ہونا	181
221	نابینا کو امام بنانے کا جواز‘ اور عذر کی وجہ سے جماعت ترک کرنے کا جواز	181
222	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عتبان نے اپنے گھر میں نبی ﷺ سے نماز پڑھوائی‘ حالانکہ مہمان سے نماز پڑھوانے کی ممانعت ہے	182
223	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	182
224	شیخ عبدالعزیز بن باز کا صالحین کو حصول تبرک کے لیے بلانے کو سبب شرک قرار دینا اور مصنف کا اس پر رد	183
225	حضرت عمر کا حضرت عباس کے توسل سے دعا کرنا‘ شیخ ابن باز کے خلاف حجت ہے	184
226	شیخ عبدالعزیز بن باز کا علماء سے استفادہ اور حصول برکت کو شرک کا سبب قرار دینا اور مصنف کا اس پر رد	185
227	شرک کی تعریف	185
228	نبی ﷺ کے غیر میں احادیث صحیحہ سے برکت کا ثبوت اور ان سے برکت کا حصول	185
	باب:٤٧	
229	مسجد وغیرہ میں دخول کے لیے دائیں طرف سے داخل ہونا	187
	باب:٤٨	
230	کیا زمانہ جاہلیت کی قبروں کو کھودا جائے اور ان کی جگہ مسجدیں بنادی جائیں؟	187
231	قبرستان میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	188
232	حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ کا تذکرہ	189
233	حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کا تذکرہ	189
234	نبیوں کی قبروں کی عبادت کی ابتداء کیسے ہوئی اور کسی ممنوع کام کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کرنا	189
235	قبروں کی عبادت اور ان پر مجسمے رکھنے کی ممانعت اور صالحین کی قبروں کے قرب اور جوار میں مسجد بنانے کا جواز	190
236	مدینہ منورہ آنے کی تاریخ	192
237	نبی ﷺ کا بنو النجار سے باغ خریدنا	192
238	ضرورت کی بناء پر مشرکین کی قبروں کو کھودنے کا جواز	192
239	نبی ﷺ کا رجز پڑھنا‘ آپ سے تعلیم شعر کی نفی کے خلاف نہیں ہے	192
240	سماع پر علامہ قرطبی کا تبصرہ	193
241	شیخ عبدالعزیز بن باز کا اولیاء اللہ کے مولد کے نزدیک مسجد بنانے پر اعتراض اور مصنف کے جوابات	193
	باب:٤٩	
242	بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا	194
	باب:٥٠	
243	اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا	194
244	حدیث مذکور کے رجال	195
245	سواری کو سترہ بنانے کا جواز	195
	باب:٥١	
246	جس نے تنور یا آگ یا کسی ایسی چیز کے سامنے نماز	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	پڑھی جس کی عبادت کی جاتی تھی اور اس کا ارادہ اخلاص سے اللہ کی عبادت کرنا تھا	195
247	''کسوف' خسوف'' اور'' افظع'' کا معنی	196
248	سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنے کا استحباب' جنت اور دوزخ کا مخلوق ہونا' نبی ﷺ کا زمین سے دوزخ کو دیکھنا اور دیگر مسائل	196
	باب:۵۲	
249	قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت	197
250	حدیث مذکور کا باب کے مطابق نہ ہونا	197
251	قبرستان میں نماز کی ممانعت کے متعلق احادیث	197
	باب:۵۳	
252	جس جگہ دھنسایا گیا ہو اور عذاب کی جگہ نماز پڑھنا	198
253	بابل کا معنی اور ستره جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت	198
254	عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت	199
255	وادیٔ ثمود میں رو کر گزرنے کی توجیہ اور غیر مقلدین کے نظریہ کا باطل ہونا	199
256	''الحجر'' کا مصداق	200
257	وادیٔ ثمود اور وادیٔ محسر سے جلدی جلدی گزرنے کی توجیہ	200
	باب:۵۴	
258	گرجے میں نماز پڑھنے کا حکم	201
259	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے سورج گہن کی نماز پڑھی حالانکہ آپ کے سامنے آگ تھی اور آگ کی پرستش کی جاتی ہے	202
260	گرجے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	202
261	فقہاء احناف کے نزدیک گرجے میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم	202
	باب:۵۵	203

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
262	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے' پھر عیسائیوں کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ انہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا؟	203
263	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے عیسائیوں پر بھی قبر پرستی کی وجہ سے لعنت کی ہے حالانکہ اس وقت حضرت عیسیٰ آسمان پر تھے اور ان کی قبر نہیں تھی	204
264	قبروں پر تعمیر کرنے' چونا پھیرنے اور لکھنے کی ممانعت کی توجیہ اور صالحین کی قبروں پر گنبد بنانے کا جواز	205
	باب:۵۶	
265	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے	206
	باب:۵۷	
266	مسجد میں عورت کا سونا	206
267	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	207
268	''وشاح' سعید' حدیاۃ' خباءٌ' حفش'' اور ''اعاجیب'' کے معانی	208
269	جس کا کوئی مسکن نہ ہو اس کے لیے مسجد میں قیام کا جواز اور تذلیل اور دینی آزمائش کے موقع پر ہجرت کرنے کا لزوم	208
	باب:۵۸	
270	مردوں کا مسجد میں سونا	208
271	مسجد میں سونے کے متعلق مذاہب فقہاء	209
272	مسجد میں سونے کے متعلق مصنف کا موقف	210
273	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	210
274	حضرت علی کو حضرت فاطمہ کا عم زاد کہنے کی توجیہ' کنیت کا معنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت	211
275	ستر اصحابِ صفہ کی تعیین اور ''رداء' ازار'' اور	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	''کساء'' کا معنی	211
	باب:۵۹	
276	سفر سے آنے کے بعد نماز پڑھنا	212
277	باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت	212
	باب:٦٠	
278	جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہوتو (بیٹھنے سے پہلے) دو رکعت نماز پڑھے	213
279	جمہور فقہاء کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا استحباب	213
280	غیر مقلدین کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا وجوب	213
281	غیر مقلدین کے دلائل کا ابطال	213
	باب:٦١	
282	مسجد میں وضوء توڑنا	214
283	نماز کے بعد مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کی فضیلت اور مسجد میں وضوء توڑنے کا مکروہ ہونا	214
284	مسجد میں بغیر وضوء کے بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف	215
285	علامہ ابن بطال اور علامہ عینی کی شرحوں میں محاکمہ	215
	باب:٦٢	
286	مسجد کو بنانا	216
287	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	218
288	سلف صالحین کے نزدیک مسجد کی تزیین کا مکروہ ہونا	218
289	مسجد کی تزیین کی ابتداء اور فقہاء احناف کے نزدیک مسجد کی تزیین کی گنجائش	219
	باب:٦٣	
290	مسجد کی تعمیر میں تعاون	219
291	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	220
292	حضرت عمار کے جن قاتلین کا حدیث میں ذکر ہے وہ خوارج تھے اور اس حدیث کے دیگر مسائل اور فوائد	221
293	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے لشکر نے قتل کیا تھا تو پھر وہ دوزخ کی طرف بلانے والے قرار پائے	222
294	علامہ ابن بطال اور المہلب کے جواب پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ	222
295	حضرت عمار کے قاتلین پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کے اطلاق پر مصنف کی توجیہ	223
296	حضرت علی کے حضرت معاویہ کے متعلق دعائیہ کلمات اور اس سلسلے میں دیگر احادیث	224
297	حضرت علی کے قصاص عثمان نہ لینے کی وجوہ	225
298	حضرت معاویہ کے باغی نہ ہونے پر مزید دلائل	225
	باب:٦٤	
299	منبر کی سیڑھیوں اور مسجد میں بڑھئی (درکھان) اور مستری (کاری گر) سے مدد حاصل کرنا	226
300	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	227
301	منبر بنانے کے متعلق دو حدیثوں کے تعارض کا جواب	227
	باب:٦٥	
302	جس نے مسجد بنائی	227
303	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	228
304	مسجد بنانے کی فضیلت	228
305	مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر پر لوگوں کے اعتراضات	228
306	مسجد بنانے کی فضیلت میں دیگر احادیث	229
307	اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث میں مسجد بنانے والے کو جنت میں ایک مثل ملنے کا ذکر ہے حالانکہ قرآن مجید میں دس مثلوں کا بیان ہے	229
308	حافظ عسقلانی کے جوابات پر حافظ عینی کا تبصرہ	230

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:٦٦	
309	جب کوئی شخص مسجد سے گزرے تو تیر کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے	230
310	حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ عینی سے	231
311	حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ ابن بطال سے	231
312	حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ عسقلانی سے	231
313	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	232
314	باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	232
315	مسلمانوں کا تھوڑا سا بھی ناحق خون بہانا نبی ﷺ پر دشوار ہے	232
316	مسلمانوں کا مسجدوں میں فائرنگ اور بم دھماکے کرنا دنیا میں اسلام کی بدنامی کا باعث ہے	233
	باب:٦٧	
317	مسجد میں گزرنا	233
318	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	234
	باب:٦٨	
319	مسجد میں شعر پڑھنا	234
320	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	234
321	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت	234
322	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	235
323	مسجد میں جن اشعار کا پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار کا پڑھنا جائز نہیں ہے	236
324	کسی قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے اور کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز نہیں ہے	236
	باب:٦٩	
325	مسجد میں جنگی مشق کرنے والے اصحاب	237
326	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	238
327	مسجد میں جنگی مشقوں کی توجیہ	238
328	اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا' قرآن اور حدیث کے خلاف ہے	239
	باب:٧٠	
329	مسجد کے منبر پر خرید وفروخت کا ذکر کرنا	240
330	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	241
331	زر کتابت یا بدل کتابت کا معنی	241
332	وَلاء کا معنی	242
333	سنت پر کتاب اللہ کا اطلاق	242
334	مسجد میں خرید وفروخت کا ناجائز ہونا	242
335	اپنے غلام یا باندی کو مکاتب کرنے کا ثبوت	242
336	جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کے لیے خیارِ عتق کا ثبوت	243
337	اس کی تحقیق کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو اس وقت ان کے شوہر مغیث آزاد تھے یا غلام؟	243
338	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	244
	باب:٧١	
339	مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا	245
340	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	246
341	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت	246
342	مسجد میں اپنے حق کا مطالبہ کرنا' دو فریقوں میں صلح کرانا' تنگ دست کی ادائیگی میں تخفیف کرانا اور دیگر مسائل	246
343	حافظ ابن حجر کے تتبع سے مزید فوائد	247
	باب:٧٢	
344	مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑوں کی دھجیاں' تنکے اور لکڑیاں چننا	247

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
345	حدیث مذکور کے رجال	248
346	مسجد کی صفائی کرنا، صالحین کی خدمت کرنا اور قبرستان میں نماز پڑھنا	248
347	دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب فقہاء	248
348	غائبانہ نمازِ جنازہ کا عدم جواز	249
	باب:٧٣	
349	مسجد میں خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا	250
350	حدیث مذکور کے رجال	250
351	مسجد میں سود کی آیات پڑھنے کے بعد خمر کی تجارت کی تحریم بیان کرنے کی توجیہ	250
352	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	251
	باب:٧٤	
353	مسجد کے خادمین	251
	باب:٧٥	
354	قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا	252
355	حدیث مذکور کے رجال	252
356	''عفریت'' اور ''جن'' کا معنی	252
357	آیا انسان جنات کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟	253
358	مقروض وغیرہ کو ستون سے باندھنا، ہمارے نبی ﷺ کی جنات پر تصرف کی قدرت اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی رعایت	253
359	جنات کا سانپوں کی شکل میں متشکل ہونا	254
360	جنات کے دوسری شکلوں میں متشکل ہونے کی قدرت پر بعض علماء کا اختلاف اور ان کی رائے کا بے وزن ہونا	255
	باب:٧٦	
361	جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے نیز قیدی کو مسجد میں باندھنا	256

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
362	صوبہ نجد کا محل وقوع	256
363	اسلام قبول کرنے والے کے غسل کرنے میں مذاہب فقہاء	257
364	کفار اور اہل کتاب کے مسجد میں داخل ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	258
365	نبی ﷺ کا نور نبوت سے یہ جان لینا کہ ثمامہ اسلام لے آئیں گے، اس لیے آپ نے اس کو کھولنے کا حکم دیا	259
366	علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور علامہ ابن جوزی کی شرحوں پر اعتراض	259
367	مصنف کا علامہ ابن جوزی اور علامہ کرمانی کی طرف سے جواب اور تینوں شروح میں محاکمہ	260
368	علامہ ابن جوزی کی تائید میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مفصل روایت	261
	باب:٧٧	
369	بیماروں اور دوسروں کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا	262
370	حدیث مذکور کے رجال	262
371	مسجد سے نجاست کے زائل کرنے پر علامہ ابن بطال کا انکار اور مصنف کا ان پر ردّ	262
	باب:٧٨	
372	کسی ضرورت کی بناء پر اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا	263
373	حدیث مذکور کے رجال	264
374	حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک کے دلائل اور دیگر فوائد حدیث	264
375	حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام احمد کے دلائل اور دیگر مسائل	264
376	سواری پر بیٹھ کر طواف کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	265

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
377	باب مذکور کی حدیث کی توجیہ	265
378	حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے مصنف کی طرف سے جوابات	265
	باب:۷۹	266
379	حدیث مذکور کی احادیث سابقہ کے ساتھ بعید مناسبت ہے	267
380	حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت اور اس کے صدور کی توجیہ	267
381	اولیاء اللہ کو نور عطا کیے جانے کی دیگر احادیث اور روایات	267
382	خرقِ عادت کی چھ قسمیں	268
	باب:۸۰	
383	مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کی جگہ	269
384	حدیث مذکور کے رجال	270
385	تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ فہم وفراست والے تھے	270
386	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ ﷺ پر احسان کا معنی	270
387	''خلیل'' کے متعدد معانی	270
388	حضرت ابوبکر کی خصوصی تکریم	271
389	حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کی حدیث اور اس کی سند پر بحث ونظر	271
390	حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق دیگر احادیث	272
391	حضرت علی کے دروازہ کو باقی رکھنے کی احادیث کی تقویت	273
392	حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے دروازوں کو باقی رکھنے کے متعلق وارد حدیثوں میں تطبیق	273
	باب:۸۱	
393	کعبہ اور مساجد کے دروازے اور ان میں قفل لگانا	275
394	حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ	276
395	مسجد کے دروازوں کا ثبوت اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ، حضرت بلال اور حضرت اسامہ کو کعبہ کے اندر لے جانے کی تخصیص کی توجیہ	276
	باب:۸۲	
396	مشرک کا مسجد میں دخول	276
	باب:۸۳	
397	مساجد میں آواز بلند کرنا	277
398	حدیث مذکور کے رجال	277
399	مسجد میں آواز بلند کرنے والوں کو حضرت عمر کے سزا نہ دینے کی توجیہ	277
400	مسجد میں آواز بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	278
401	حاکم کو یہ اختیار ہے کہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے	278
	باب:۸۴	
402	مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا	279
403	اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں حلقہ بنانے کی ممانعت ہے	280
404	رات اور دن کے نوافل کی رکعات میں مذاہب فقہاء	280
405	رات اور دن کے نوافل میں امت پر آسانی ہے، چار چار رکعات کا بھی ثبوت ہے اور دو دو رکعات کا بھی	280
406	رسول اللہ ﷺ سے تین رکعت وتر کا ثبوت	281
407	صحابہ کرام سے تین رکعت وتر کا ثبوت	282

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
408	فقہاء تابعین سے تین رکعت وتر کا ثبوت	283
409	وتر کی نماز کی مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت پر ایک اعتراض کا جواب	283
410	ایک رکعت نماز وتر پڑھنے کی ممانعت	283
	باب:۸۵	
411	مسجد میں لیٹنا اور ٹانگ پھیلانا	285
412	اس اعتراض کا جواب کہ بعض احادیث میں چت لیٹنے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کی ممانعت ہے	285
413	اوندھے منہ لیٹ کر سونے کی ممانعت اور لیٹنے اور سونے کی چار اقسام	286
	باب:۸۶	
414	لوگوں کے ضرر کے بغیر راستے میں مسجد کا ہونا	287
415	بغیر ضرر کے راستہ میں مسجد بنانے کی دلیل	288
	باب:۸۷	
416	بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا	289
417	علامہ کرمانی' علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر کی شروح پر علامہ عینی کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات	289
418	چاروں شرحوں کے درمیان مصنف کا محاکمہ	291
419	جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت اور ستائیس درجہ فضیلت کی احادیث میں تطبیق کی توجیہات	292
	باب:۸۸	
420	مسجد وغیرہ میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا	294
421	حدیث: ۴۸۰-۴۷۸ کے رجال کا تعارف	294
422	حدیث مذکور کا مکمل متن	295
423	''حثالہ'' کا معنی	295
424	''مرجت عھودھم'' کا معنی	295

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
425	انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے میں اختلاف فقہاء	295
426	مسجد کو جاتے وقت اور مسجد میں تشبیک کی ممانعت میں احادیث اور آثار	296
427	تشبیک کی مختلف اور متعارض احادیث میں تطبیق کی توجیہات	297
428	تشبیک کی ممانعت کے اسباب	297
429	حدیث مذکور کے رجال	298
430	تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں' لہٰذا ایک فرد کو دوسرے فرد کی' ایک شہر کو دوسرے شہر کی اور ایک ملک کو دوسرے ملک کی مدد کرنی چاہیے	298
431	حدیث مذکور کے رجال	299
432	''العشی'' کا معنی اور اس قصہ میں نماز کی تعیین	300
433	حضرت ذوالیدین کا تذکرہ	300
434	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے' اس کلام کے صادق ہونے پر ایک اشکال کا جواب	300
435	رسول اللہ ﷺ کے سجدہ ہائے سہو کرنے کی توجیہات	301
	باب:۸۹	
436	وہ مساجد جو مدینہ منورہ کے راستہ پر ہیں اور وہ جگہیں جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی	302
437	حدیث مذکور کے رجال	303
438	شرف الروحاء کی تعیین اور اس وادی کی فضیلت میں احادیث	303
439	حدیث مذکور سے حافظ ابن حجر کا آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے پر استدلال اور جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہو اس جگہ نماز پڑھنے کا استحباب	303
440	شیخ عبدالعزیز بن باز کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کرنا اور جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہے' اس کے تلاش کرنے کو اور وہاں نماز پڑھنے کو غیر مشروع اور ذریعہ شرک بتانا	304
441	مصنف کی طرف سے شیخ عبد العزیز بن باز کی عبارت کا محاسبہ اور اس کی تردید	304
442	مساجد کے احاطہ میں صالحین کے مزار بنانے پر شیخ محمد تقی عثمانی کی شہادت	305
443	صالحین کے قرب میں مسجد بنانے پر سیّد احمد رضا بجنوری کی شہادت	306
444	نبی ﷺ کی نماز کی جگہوں اور آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر شیخ گنگوہی اور شیخ کاندھلوی کی شہادت	308
445	شیخ کشمیری کا حضرت ابن عمر کے عمل کو مستحسن قرار دینا	308
446	''ذوالحلیفہ' سمرۃ' بطحاء' شفیر' اکمہ' خلیج'' اور ''کثب'' کے معانی	309
447	''حیث'' اور ''جنب'' کا معنیٰ' شرف الروحاء کا محل وقوع ''یعلم'' اور ''حافۃ الطریق'' کا معنیٰ	310
448	''العرق'' اور ''منصرف الروحاء'' کا معنیٰ	310
449	''سرحۃ' الرویثۃ' وجاہ'' اور ''بطح'' کا معنیٰ	311
450	''تلعۃ' العرج' ھضبۃ' رضم' سلمات'' اور ''ھاجرہ'' کے معانی	311
451	''ھرشی' غلوۃ'' اور ''مسیل'' کا معنیٰ	312
452	''مرالظھران'' اور ''صفراوات'' کا معنیٰ	312
453	''ذی طوی'' کا معنیٰ	312
454	''فرضتی الجبل'' کا معنیٰ	313
455	نبی ﷺ اور صالحین امت کی نماز کی جگہ سے حصول برکت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	313
	ابواب سترۃ المصلی	315
	باب: ۹۰	
456	امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا سترہ ہے	315
457	حدیث مذکور کے رجال	316
458	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی وجوہ	316
459	سترہ کے متعلق دیگر احادیث اور سترہ کی تحقیق	316
460	امام کا سترہ مقتدیوں کا بھی سترہ ہے' اس کے متعلق صریح احادیث اور آثار	317
461	سُترہ کے فوائد اور سُترہ میں مذاہب فقہاء	317
462	سترہ کی مقدار اور کن چیزوں کو سترہ بنانا جائز ہے اور کن چیزوں کو سترہ بنانا ممنوع ہے؟	318
463	عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز کے منقطع ہونے کے متعلق احادیث	319
464	عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز منقطع نہ ہونے کے متعلق احادیث	319
465	ان مختلف احادیث میں وجہ تطبیق	320
	باب: ۹۱	
466	نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار فاصلہ ہونا چاہیے	320
467	حدیث مذکور کے رجال	320
468	نمازی اور سترہ کے درمیان کی مقدار میں مذاہب فقہاء	321
	باب: ۹۲	
469	چھوٹے نیزہ کی طرف نماز پڑھنا	321

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۹۳	
470	نیزہ کی طرف نماز پڑھنا	322
	باب:۹۴	
471	مکہ وغیرھا میں سترہ	322
	باب:۹۵	
472	ستون کی طرف نماز پڑھنا	323
473	المصحف کے ستون کا معنی	324
474	حدیث مذکور کے رجال	324
475	ستون کو سترہ بنانے کی توجیہ	325
	باب:۹۶	
476	بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز	325
	باب:۹۷	326
	باب:۹۸	
477	سواری اونٹ درخت اور پالان کی طرف نماز پڑھنا	326
	باب:۹۹	
478	تخت یا چارپائی پر نماز پڑھنا	327
479	علماء غیر مقلدین کا نماز میں رسول اللہ ﷺ کے خیال کو اپنے گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر قرار دینا	327
480	عبارت مذکورہ کی توجیہ کا رد	328
481	عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے متعلق احادیث	328
482	جب نمازی حضور ذہن اور غور وفکر کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا تصور نہ کرے	330
	باب:۱۰۰	
483	نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دھکا دے کر دور بھگائے	331
484	نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کو علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا کعبہ میں بھی عام قرار دینا	331
485	مصنف کا کعبہ میں بھی ممانعت کے شمول پر تبصرہ	331
486	حدیث مذکور کے رجال	333
487	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	333
488	اگر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو امام مالک کے نزدیک اس کو نرمی سے روکے اور اس سے لڑنا منع ہے	333
489	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمانے کی وجہ اور اگر سترہ نہ ہو تو پھر نمازی کے آگے گزرنے والے کو منع نہیں کیا جائے گا	334
490	فقہاء احناف کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو سبحان اللہ کہہ کر منع کیا جائے گا یا اشارہ سے	334
491	کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز	334
	باب:۱۰۱	
492	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ	335
493	علامہ ابن بطال کا حضرت ابوجہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال لینا اور جاہل کو معذور قرار دینا	336
494	علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	336
495	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے لیے مزید وعید کی احادیث	336
	باب:۱۰۲	
496	کسی شخص کا دوسرے شخص کی طرف منہ کرنا جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو	337
497	حضرت عمر کے بجائے حضرت عثمان کا نام ذکر کرنے میں امام بخاری کی خطاء	337

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
498	لوگوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء	338
	باب:۱۰۳	
499	سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا	339
	باب:۱۰۴	
500	عورت کے پیچھے نفل پڑھنا	339
	باب:۱۰۵	
501	جس شخص نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی	340
	باب:۱۰۶	
502	جس شخص نے نماز میں اپنی گردن پر چھوٹی بچی کو اٹھایا	341
503	حدیث مذکور کے رجال	341
504	حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھانے کی کیفیت کے متعلق احادیث	341
505	بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء' اس عمل کثیر کی متعدد علماء سے توجیہات' اور عمل کثیر کی تعریف	342
	باب:۱۰۷	
506	جب کسی شخص نے ایسے بستر کی طرف نماز پڑھی جس پر کوئی حائض عورت ہو	344
	باب:۱۰۸	
507	کیا کوئی شخص سجدہ کے وقت اپنی بیوی کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرے تا کہ وہ سجدہ کرلے؟	345
	باب:۱۰۹	
508	عورت نمازی سے کوئی نجاست اٹھا کر پھینک دے	345
	۹- کتاب مواقیت الصلوٰة	348
	باب:۱	
1	نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت	348
2	حدیث مذکور کے رجال	349
3	عمر بن عبدالعزیز نے جو نماز میں تاخیر کی تھی' یہ ان کا معمول نہیں تھا اور مؤخر ہونے والی نماز کی تعیین	349
4	حضرت جبریل کا پانچ نمازوں میں نبی ﷺ کو امامت کرانا	349
5	رسول اللہ ﷺ کا مقتدی ہونا آپ کے افضل ہونے کے منافی نہیں	350
6	نماز کو اول وقت میں پڑھنے کا استحباب' علماء کا امراء کو غلط کام پر ٹوکنا اور اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کا جواب	350
7	شرح صحیح مسلم میں پانچ نمازوں کے اوقات پر دلائل اور دیگر مباحث	351
	باب:۲	
8	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے لوگو!) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (الانعام: ۳۲)	351
	باب:۳	
9	اقامت نماز پر بیعت کرنا	352
	باب:۴	
10	نماز کفارہ ہے	353
11	فتنہ کے معانی اور بیوی' مال اور اولاد کے فتنہ کا بیان	354
12	نیک کاموں سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو کبیرہ سے کم ہوں اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے	354
13	حضرت عمر کی ذات فتنوں کے سیلاب کے سامنے بہ منزلہ بند تھی' اس بند کے ٹوٹنے کے بعد جو فتنوں کا سیلاب آیا' وہ آج تک جاری ہے	355

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
14	حدیث مذکور کے رجال	356
15	حدیث مذکور کی متعدد روایات	356
16	ھود: ۱۱۴ کی تفسیر	357
17	پانچ نمازوں کے پڑھنے سے ان کے درمیان کے گناہوں کی معافی کے متعلق احادیث	357
18	ھود: ۱۱۴ میں "الحسنات" سے پانچ نمازیں مراد لینا راجح ہے	358
	باب:۵	
19	نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی فضیلت	358
20	حدیث مذکور کے رجال	359
21	"برّ الوالدین" اور "جھاد فی سبیل اللہ" کا معنی	359
22	مذکورہ تین اعمال کو ذکر کرنے کی خصوصیت	359
23	افضل اعمال کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	359
24	نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کی فضیلت پر دلیل اور نماز کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت پر دلیل	360
25	اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے شکر کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے کی وجوہ	360
	باب:٦	
26	پانچ نمازیں کفارہ ہیں	361
27	حدیث مذکور کے رجال	361
28	حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ بلقینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ اجتناب کبائر سے صغائر کا کفارہ ہو جاتا ہے' پھر پانچ نمازوں سے کون سا کفارہ ہوا؟	362
29	علامہ بلقینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ	362
30	اشکالِ مذکور کا جواب علامہ عینی کی طرف سے	363
31	علامہ عینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کا جواب	363
	باب:۷	
32	نماز کو اس کے وقت سے ضائع کرنا	363
33	ظالم حکمرانوں کا نماز کو تاخیر سے پڑھنا	364
34	حدیث مذکور کے رجال	364
	باب:۸	
35	نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے	365
36	اعتدال سے سجدہ کرنے کی کیفیت	366
	باب:۹	
37	سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا	366
38	حدیث مذکور کے رجال	366
39	نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حکمت اور "فیح" کا معنی	366
40	ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا مستحب ہونا اور ٹھنڈے وقت کی تحدید	367
41	موذن کا مصداق اور "فیئ التلول" کا معنی اور اس پر دلیل کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے	368
42	جہنم کے سرد اور گرم طبقوں میں منافات کا نہ ہونا	368
43	حضرت خباب کی حدیث ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے خلاف ہے' اس کی توجیہات	369
	باب:۱۰	
44	سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا	369
	باب:۱۱	
45	ظہر کا وقت زوال سے ہے	370
46	ظہر کی نماز کے وقت میں مذاہب اربعہ' زوال کے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	وقت میں ظہر کی نماز کی فرضیت پر دلائل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراضات	371
47	علامہ ابن بطال کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب	373
48	حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا	373
49	علامہ عینی کا علامہ سرخسی حنفی کی عبارت سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا	374
50	مصنف کا مقدم ائمہ احناف کی عبارات سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا	374
51	امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراضات کا اجمالی جائزہ اور ان اعتراضات کے جوابات	376
52	حضرت ابو برزہ اسلمی کا تذکرہ	378
53	فجر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی تائید اور عصر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی توجیہ	378
	باب:۱۲	
54	ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کرنا	379
55	دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کی کیفیت	380
56	علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر دو مثل سائے اور ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ قرار دینے کا اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب	380
57	بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنے کی کیفیت میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب	381
58	دو نمازوں کو حقیقۃً جمع نہ کرنے اور صورۃً جمع کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	381
59	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب	382
	باب:۱۳	
60	عصر کا وقت	382
61	عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کا ایک حدیث سے استدلال اور اس پر مصنف کا تبصرہ	383
62	عصر کے اوّل وقت کے متعلق دو مثل سائے کی احادیث پر کلام	384
63	حدیث مذکور کے رجال	385
64	بنو عمرو بن عوف کے لوگوں کا عصر کو مؤخر کر کے پڑھنا	386
65	حدیث مذکور کے رجال	386
66	عمر بن عبد العزیز کے تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے کی توجیہ	386
67	عوالی کا معنی	387
	باب:۱۴	
68	اس کا گناہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی	387
69	''وتر'' کا معنی، نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی اہمیت اور عصر کی نماز کی تعظیم کی خصوصیت	388
	باب:۱۵	
70	عصر کی نماز ترک کرنے والے کا گناہ	389
71	حدیث مذکور کے رجال	390
72	عمداً عصر کی نماز ترک کرنے والے کی مغفرت کیسے ہوگی؟	390
	باب:۱۶	
73	نمازِ عصر کی فضیلت	390
74	حدیث مذکور کے رجال	391
75	اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کی تحقیق	391
76	معتزلہ وغیرہ کا اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنے پر قرآن مجید	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سے استدلال اور ان کے جوابات	391
77	اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	392
78	معتزلہ کی عقلی دلیل کا جواب	392
79	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	392
80	فرشتوں کے باری باری آنے کی کیفیت اور قرآن مجید میں صرف فجر کے وقت کے ذکر کی توجیہ	393
81	فرشتوں کا بنو آدم کی عبادت کا اعتراف کرنا	394
	باب:۱۷	
82	جس نے غروب (آفتاب) سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت کو پالیا	394
83	جن کو عصر یا فجر کی ایک رکعت کا وقت ملا ان کی نماز پوری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	395
84	فجر اور عصر کی نماز پوری کرنے کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل	396
85	سورج طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز پوری کرنے میں احادیث کی مخالفت ہے	396
86	طلوع آفتاب کے بعد نماز پوری نہ کرنے اور غروب آفتاب کے بعد نماز پوری کرنے کے فرق کی وضاحت	397
87	باب مذکور کی حدیث کا محمل	397
88	اس اعتراض کا جواب کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء کس طرح متصور ہو سکتی ہے؟	398
89	اس اعتراض کا جواب کہ اہل انجیل اور اہل تورات کو قیراط قیراط اجر دینا کس طرح صحیح ہوگا جب کہ انہوں نے دین میں تحریف کر لی تھی؟	399
90	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی فضیلت اور عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہونے کی دلیل	399
	باب:۱۸	
91	مغرب کا وقت	400
92	حدیث مذکور کے رجال	400
93	مغرب کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء	401
94	حجاج کا تذکرہ اور اس کے آنے پر نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کا سبب اور "غلس" کا معنی	402
95	نمازوں کے مستحب اوقات	402
	باب:۱۹	
96	جس کے نزدیک مغرب کو عشاء کہنا مکروہ ہے	403
	باب:۲۰	
97	العشاء اور العتمہ کا ذکر کرنا اور جس کے نزدیک ان دونوں کے ذکر کی گنجائش ہے	403
	باب:۲۱	
98	عشاء کا وقت جب لوگ جمع ہوں یا تاخیر سے آئیں	405
	باب:۲۲	
99	عشاء کی فضیلت	406
100	"اعتم" کا معنی، احکام اسلام کا ظہور کہاں نہیں ہوا تھا؟ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز اور دیگر فوائد حدیث	407
101	نصف شب تک نماز کو مؤخر کرنے کی توجیہ	408
	باب:۲۳	
102	عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے	408
103	عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کی کراہت کی توجیہ	408
	باب:۲۴	
104	جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونے کا جواز	409

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
105	حدیث مذکور کے رجال	410
106	جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز' تہائی رات تک نماز مؤخر کرنے کا استحباب اور دیگر مسائل	411
	باب:۲۵	
107	عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے	411
108	حدیث مذکور کے رجال	412
	باب:۲۶	
109	فجر کی نماز کی فضیلت	412
110	فجر اور عصر کی پابندی کرنے والا اگر دیگر گناہوں میں ملوث رہا تو وہ جنت میں کیسے داخل ہوگا؟	413
	باب:۲۷	
111	فجر کا وقت	414
112	حدیث مذکور کے رجال	414
113	حدیث مذکور کے رجال	415
114	حدیث مذکور کے رجال	415
115	فجر کی نماز کا اصل وقت سفیدی پھیلنے کے بعد ہے	416
	باب:۲۸	
116	جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی	416
	باب:۲۹	
117	جس نے نماز کی ایک رکعت پالی	416
	باب:۳۰	
118	فجر کے بعد نماز حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے	417
119	عصر کے بعد نوافل کی ممانعت پر ایک حدیث سے معارضہ کا جواب	417
120	طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے ممانعت کی توجیہ	418
121	طلوع شمس سے قبل اور غروب شمس سے قبل نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے فقہاء احناف پر اعتراضات	418
122	فقہاء احناف پر اعتراضات کے مصنف کی طرف سے جوابات	420
	باب:۳۱	
123	غروب شمس سے پہلے نماز کا قصد نہ کرے	421
124	حدیث مذکور کے رجال	421
125	حدیث مذکور کے رجال	422
126	حضرت معاویہ کا عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمانا اور اس پر ایک حدیث سے تعارض کا جواب	422
	باب:۳۲	
127	جس کے نزدیک صرف عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے	422
	باب:۳۳	
128	عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا	423
129	حدیث مذکور کے رجال	424
130	عصر کے بعد آپ کا ہمیشہ دو رکعت نماز پڑھنا اور اس سے منع فرمانے میں تعارض ہے' اس کا جواب	425
131	شرح صحیح مسلم میں احادیث مذکورہ کی شرح	425
	باب:۳۴	
132	اَبر آلود دن میں جلدی نماز پڑھنا	426
	باب:۳۵	
133	وقت گزرنے کے بعد اذان دینا	426
134	حدیث مذکور کے رجال	427
135	روح کی تعریف اور اس کے افعال اور آثار	427
136	نبی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نیند سے وضوء نہ ٹوٹنا	427
137	نیند کی حالت میں نماز کا فوت ہو جانا گناہ نہیں ہے	428

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
138	جس وادی میں نماز قضاء ہوئی تھی' اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجوہ	428
139	امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجہ اور اس پر حافظ ابن عبدالبر کا اعتراض	429
140	حافظ ابن عبدالبر کے اعتراض کا جواب	430
141	اس وادی میں جوازِ نماز کی تحقیق	430
142	رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا' نمازِ فجر کی حفاظت کا انتظام کرنا اور دیگر اہم مسائل	430
143	قضاء نماز کے لیے اذان دینا اور اقامت کہنا اور سنت فجر کی قضاء کرنا	431
144	قضاء نماز کو فوراً پڑھنا واجب نہیں' طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کا عدم جواز اور قضاء نماز کی جماعت کا جواز	431
145	سنت فجر کو قضاء کرنے میں مذاہب	431
	باب:۳۶	
146	جس نے نماز کا وقت گزرنے کے بعد جماعت سے نماز پڑھائی	432
147	حدیث مذکور کے رجال	432
148	خندق کا معنی اور اس کی تفصیل	432
149	غزوۂ خندق کے دن قضاء ہونے والی نمازوں کی تعداد	433
150	غزوۂ خندق کے موقع پر قضاء ہونے والی نمازوں کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق	433
151	قضاء نمازوں کی ترتیب کا وجوب اور ان کی شرائط	434
	باب:۳۷	
152	جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا تو جب وہ اس نماز کو یاد کرے' اس کو پڑھ لے اور اس وقت صرف اسی نماز کو پڑھے گا	435
153	حدیث مذکور کے رجال	435
154	قضاء نماز کو فوراً ادا کرنے پر ایک اعتراض کا جواب	435
155	اس کی توجیہ کہ فوت شدہ نماز کا کفارہ صرف اس کی قضاء کرنا ہے	436
156	جو نماز کے وقت نشہ میں تھا یا سو گیا تھا یا نماز کو بھول گیا تھا' اس کا کفارہ صرف اس نماز کو ادا کرنا ہے	436
157	غیر مقلدین کے نزدیک جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' وہ اس نماز کی قضاء نہیں کرے گا' اس پر شیخ ابن حزم کے دلائل اور مصنف کے جوابات	436
158	عمداً نماز ترک کرنے پر نماز قضاء کرنے کی دلیل	438
159	عمداً نماز ترک کرنے والے کو غیر مقلدین کا' کافر اور واجب القتل قرار دینا	439
160	تارکِ نماز کو کافر قرار دینے کے متعلق متاخرین غیر مقلدین علماء کی تصریحات	440
161	بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق غیر مقلدین کا مسلک	443
162	بے عمل کلمہ گو کے متعلق نبی ﷺ کا ارشاد	443
163	بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق اہل سنت اور اہل حق کا مسلک	443
164	بے نمازی کے متعلق شیخ عبدالعزیز بن باز کا مفصل فتویٰ	444
165	میرا دوست نماز پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے	444
166	تارکِ نماز کے ساتھ سکونت	445
167	نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت	445
	باب:۳۸	
168	نمازوں کو ترتیب وار قضاء کرنا' پہلے پہلی نماز' پھر دوسری نماز	446

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۹	
169	عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کا مکروہ ہونا	446
	باب:۴۰	
170	عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا	447
171	سو سال کی غلط تاویلیں اور سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی	448
	باب:۴۱	
172	گھر والوں اور مہمان کے ساتھ عشاء کے بعد باتیں کرنا	449
173	حدیث مذکور کے رجال	450
174	''اصحاب الصفة' غنثر ''اور''جدع'' کے معانی اور حضرت عبد الرحمان کو ڈانٹنے کی توجیہ	450
175	امیروں پر لازم کرنا کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلائیں' زکوٰۃ کے علاوہ مال میں حقوق اور رسول اللہ ﷺ کے عمل کا قول سے بڑھ کر ہونا	451
176	سربراہِ قوم کے پاس کھانا کھانا' مہمانوں کی خدمت کسی کے سپرد کر دینا' برکت والا کھانا استاذ اور شیخ کے پاس پیش کرنا	451
177	اولاد کا والد کے ڈر سے چھپنا' والد کا اولاد کو ڈانٹنا اور بددعا دینا اور دیگر فوائد	452
178	کتاب ''مواقیت الصلوٰۃ'' کا اختتام	452
	۱۰ - کتاب الاذان	453
	باب:۱	
1	اذان کی ابتداء	453
2	حدیث مذکور کے رجال	454
3	اذان کی ابتداء اور اذان کے کلمات کے ثبوت میں احادیث	454
4	اس اعتراض کا جواب کہ اذان کا ثبوت صحابہ کے	

نمبرشار	عنوان	صفحہ
5	خوابوں سے ہوا' حالانکہ وہ اسلام کا شعار ہے	455
6	اقامت کے کلمات کی تعداد میں مذاہب ائمہ	456
7	علامہ خطابی کی دلیل کا جواب	456
8	اقامت کے کلمات' دو دو بار پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	457
9	کھڑے ہو کر اذان دینے کا سنت ہونا	458
10	اذان کے دیگر مباحث' اور ان میں ترجیع کی بحث	459
11	حضرت ابو محذورہ کو اذان کی تعلیم دیتے وقت ان سے شہادتین کو دہروانے کی توجیہ	459
12	ترجیع کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراض	460
13	ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب اور امام ابوحنیفہ کے مسلک پر ٹھوس دلائل	460
14	اذان کے دیگر مباحث میں'' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' سن کر انگوٹھے چومنا	461
15	اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	462
16	آیا رسول اللہ ﷺ نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟	462
	باب:۲	
17	اذان کے کلمات دو دو ہیں	463
	باب:۳	
18	اقامت کے کلمات ایک ایک بار ہیں' سوائے ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے	464
	باب:۴	
19	اذان دینے کی فضیلت	464
20	''ضراط'' کا معنی اور شیطان کے گوز مارنے کی توجیہات	465

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
21	اذان کی فضیلت میں دیگر احادیث	466
	باب:۵	
22	بلند آواز سے اذان دینا	467
23	حدیث مذکور کے رجال	468
24	قیامت کے دن اذان دینے والے کی تعظیم اور تکریم	468
25	لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کا استحباب اور ایامِ فتنہ میں شہروں سے نکل کر جنگلوں میں رہنے کا جواز	468
	باب:٦	
26	اذان کے سبب سے جانوں کا محفوظ رہنا	469
27	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد اور اذان کی وجہ سے جان اور مال کا محفوظ رہنا	469
	باب:۷	
28	مؤذن سے اذان سننے والا کیا کہے	470
29	ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک واجب ہے	470
30	اذان کے کلمات کے جواب دینے کی کیفیت	471
31	اذان کے کلمات کے جواب دینے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار	471
32	اذان کے کلمات کا جواب دینے کے وجوب کے متعلق دیگر فقہاء احناف کی تصریحات	472
33	جمہور فقہاء احناف کے مؤقف پر امام طحاوی کا معارضہ	473
34	امام طحاوی کے معارضہ کا جواب علامہ عینی سے	474
35	امام طحاوی کے معارضہ کا جواب مصنف سے	474
36	علامہ شامی کی تحقیق کا جواب	474
37	حدیث مذکور کے رجال	477
38	احادیث میں اذان کے جواب کی تفصیل	477
	باب:۸	
39	اذان کے بعد دعا	478
40	حدیث مذکور کے رجال	478
41	وسیلہ کا معنی	478
42	دعوتِ تامہ صلوٰۃ قائمہ اور مقامِ محمود کے معانی	478
43	رسول اللہ ﷺ کے لیے کس نیت سے وسیلہ کی دعا کرے	479
44	شفاعت کی اقسام	480
45	اذان کے بعد دعا کے متعلق دیگر احادیث	480
	باب:۹	
46	اذان کے لیے قرعہ اندازی کرنا	480
47	حدیث مذکور کے رجال	481
48	اذان کی فضیلت' حضرت سعد بن ابی وقاص کے قرعہ اندازی کرنے کا واقعہ اور قرعہ اندازی کی شرعی حیثیت	481
49	صف اوّل میں نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ اور دوپہر کو نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ	482
50	عشاء اور فجر کی نماز کی فضیلت کی وجہ	482
	باب:۱۰	
51	اذان کے درمیان بات کرنا	482
52	حدیث مذکور کے رجال	483
53	اذان کے درمیان کلام کرنے میں مذاہب ائمہ	483
	باب:۱۱	
54	نابینا کو جب کوئی شخص وقت کی خبر دینے والا ہو تو اس کی اذان کا حکم	484
55	نابینا کی اذان کے متعلق مذاہب ائمہ اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد	485
56	حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتوم کا تعارف	486

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
57	فجر کی اذان وقت سے پہلے دینے میں مذاہب ائمہ	486
	باب:۱۲	
58	فجر کے بعد اذان	486
	باب:۱۳	
59	فجر سے پہلے اذان دینا	488
60	حدیث مذکور کے رجال	488
61	فجر سے پہلے اذان دینے کے وقت میں مختلف اقوال اور فجر کاذب اور فجر صادق کی علامت	488
	باب:۱۴	
62	اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہے اور جو لوگ نماز کی اقامت کا انتظار کریں	489
63	حدیث مذکور کے رجال	489
64	اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کے متعلق حدیث	489
65	اذان کے بعد نوافل پڑھنے کا جواز	490
66	نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے میں مذاہب فقہاء	490
	باب:۱۵	
67	جو اقامت کا انتظار کریں	491
68	سنت فجر کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا اور گھر میں نماز کا انتظار کرنا بھی مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے	492
	باب:۱۶	
69	ہر دو اذانوں کے درمیان اس کے لیے نماز ہے' جو پڑھنا چاہے	492
	باب:۱۷	
70	جس نے کہا: سفر میں بھی ایک مؤذن اذان دے	492
71	حدیث مذکور کے رجال	493
72	حضرت ابن عمر کے اثر سے امام بخاری کا اختلاف	493
	باب:۱۸	
73	جب مسافروں کی ایک جماعت ہو تو وہ اذان دیں اور اقامت کہیں	494
74	اور مؤذن کا یہ کہنا کہ سردی کی رات میں' بارش کی رات میں نمازیں گھروں میں پڑھو	494
75	لفظ ''ضجنان'' کی تحقیق	496
76	سفر میں اذان دینے اور اقامت پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	496
	باب:۱۹	
77	کیا مؤذن اپنا منہ ادھر اُدھر کرے اور کیا نماز میں التفات کرے	497
	باب:۲۰	
78	کسی آدمی کا یہ کہنا کہ ہم سے نماز فوت ہو گئی	498
79	حدیث مذکور کے رجال	499
80	مسبوق کی رہی ہوئی نماز کے اوّل یا آخر میں مذاہب فقہاء	499
	باب:۲۱	
81	نماز کے لیے دوڑتا ہوا نہ آئے' سکون اور وقار کے ساتھ آئے	500
	باب:۲۲	
82	جب لوگ امام کو اقامت کے وقت دیکھیں تو کب کھڑے ہوں	500
83	نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں مذاہب فقہاء	501
84	نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت کے متعلق احادیث کی تحقیق	501
85	برصغیر کی مساجد میں نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں علماء کا اختلاف	503

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
86	امام اور نمازیوں کا مسجد میں "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونا اور اس مسئلہ میں فقہاء احناف کی عبارات	503
	باب:۲۳	
87	جلدی میں نماز کی طرف دوڑتا ہوا نہ جائے اور اس کو چاہیے کہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑا ہو	504
	باب:۲۴	
88	آیا کسی ضرورت کی وجہ سے (نمازی) مسجد سے نکل سکتا ہے؟	504
89	اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار	504
90	حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل	505
	باب:۲۵	
91	جب امام کہے کہ تم اپنی جگہوں پر ٹھہرو حتیٰ کہ میں واپس آؤں تو وہ اس کا انتظار کریں	505
	باب:۲۶	
92	کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی	506
	باب:۲۷	
93	اقامت کے بعد امام کو کوئی ضرورت پیش آئے	506
94	لوگوں کے سامنے دو آدمیوں کا سرگوشیاں کرنا، اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کرنا اور دیگر مسائل	507
	باب:۲۸	
95	اقامت نماز کے وقت کلام کرنا	507
	باب:۲۹	
96	نماز باجماعت کا واجب ہونا	507
97	نماز باجماعت کے وجوب پر دلائل	507
98	"عرقاً" اور "مرماتین" کے معنی	508
99	نماز باجماعت کے متعلق فقہاء کی آراء	508
100	باجماعت نماز پڑھنے کے وجوب میں احادیث اور آثار	509
101	نماز باجماعت کے واجب یا مسنون ہونے کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات	510
102	نماز باجماعت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی عبارات	512
103	نماز باجماعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی عبارات	512
104	نماز باجماعت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی عبارات	513
	باب:۳۰	
105	نماز باجماعت کی فضیلت	513
106	امام بخاری کی تعلیق کے خلاف دیگر احادیث	513
107	جماعت ثانیہ کی تحقیق	514
108	جماعت ثانیہ کے ثبوت میں دیگر احادیث و آثار	514
109	جماعت ثانیہ کے متعلق مذاہب ائمہ	515
110	جماعت ثانیہ کے متعلق ملا علی قاری کا مسلک	515
111	جماعت ثانیہ کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	515
112	جماعت ثانیہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کی وضاحت	517
113	جماعت ثانیہ کے متعلق احادیث، آثار اور فقہاء کی عبارات کا خلاصہ	518
	باب:۳۱	
114	فجر کی نماز کو جماعت سے پڑھنے کی فضیلت	520
115	حدیث مذکور کے رجال	521
116	زیادہ مشقت اٹھا کر نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہوتا ہے	521
	باب:۳۲	
117	دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی فضیلت	522
118	راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کا اجر	522
119	شہید کا معنی، اس کی وجہ تسمیہ اور اس کا شرعی حکم	523

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
120	حکمی شہداء کی تعداد	524
	باب:۳۳	
121	(مسجد کو جاتے ہوئے) قدموں کا شمار	524
122	بنوسلمہ سے یہ کہنے کی وجہ کہ تمہارے قدموں کے نشان لکھے جائیں گے	524
123	اگر قریب والی مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو تو اس کا حق ہے ورنہ جس مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو اس میں نماز پڑھے	524
	باب:۳٤	
124	عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت	525
	باب:۳۵	
125	دو یا اس سے زائد افراد کی جماعت	525
	باب:۳٦	
126	جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت	526
127	حدیث مذکور کے رجال	527
128	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	527
129	اللہ کے سائے کی توجیہ	527
130	''عدل'' کا معنی، امام عادل کی تعریف، امام عادل کی فضیلت اور امام غیر عادل کی مذمت میں احادیث	527
131	جوانی میں عبادت کرنے کی فضیلت	528
132	مسجد کے ساتھ دل معلق ہونے کا معنی	529
133	اللہ کی وجہ سے دو محبت کرنے والوں کی فضیلت میں احادیث	529
134	خوف خدا کی بناء پر گناہ سے باز رہنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان پر عمل کرنے کا اجر و ثواب	530
135	صدقاتِ نفلیہ کو چھپا کر دینے کی فضیلت اور صدقات واجبہ کو کھلے عام دینے کا جواز	531
136	اللہ کی یاد میں رونے کی اقسام اور خوف خدا سے رونے کی فضیلت	532
	باب:۳۷	
137	دن کی ابتداء میں اور دن ڈھلے مسجد میں جانے کی فضیلت	533
138	حدیث مذکور کے رجال	533
139	مسجد میں جانے کی ترغیب	534
	باب:۳۸	
140	جب نماز کی اقامت پڑھی جائے تو صرف فرض نماز پڑھی جائے	534
141	حدیث مذکور کے رجال	535
142	نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	535
143	نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار	536
144	نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	537
	باب:۳۹	
145	جماعت میں حاضر ہونے کے لیے مریض کی حد	538
146	حدیث مذکور کی شرح کے سابقہ عنوانات	539
147	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو مصر کی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ	539
148	ایام مرض میں آپ نے مسجد میں جا کر جو نماز پڑھی تھی اس میں آپ امام تھے یا حضرت ابوبکر؟	540
149	ایام مرض میں حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث	540
150	آپ کے قول، فعل اور تقریر سے حضرت ابوبکر کی	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	امامت کا ثبوت	541
151	رخصت کے ہوتے ہوئے شدت پر عمل کرنے کا جواز اور رسول اللہ ﷺ اور دیگر صالحین کا شدتِ مرض میں بھی جماعت سے نماز پڑھنا	541
152	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	542
	باب: ٤٠	
153	بارش یا کسی اور سبب سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت	543
	باب: ٤١	
154	کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے اور جمعہ کے دن بارش میں خطبہ دے؟	544
155	حدیث مذکور کے رجال	545
156	حدیث کی عنوان سے مطابقت کے لیے یہ کافی ہے کہ عنوان کے بعض اجزاء کا حدیث میں ذکر ہو	545
157	اساتذہ اور علماء کو کھانے کی دعوت دینا' چٹائی پر نماز پڑھنا اور نوافل کی جماعت کا ثبوت	546
158	جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے دس اعذار	546
159	چاشت کی نماز کا مستحب ہونا اور ام المؤمنین کے انکار کا جواب	548
	باب: ٤٢	
160	جب کھانا آ جائے اور نماز کی اقامت کہی گئی ہو	548
161	کھانے کو نماز پر مقدم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	549
162	اس حدیث کا جواب جس میں نماز کو مؤخر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے	549
	باب: ٤٣	
163	جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کو وہ کھا رہا ہو	550

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ٤٤	
164	جو شخص گھر کے کام کاج میں مشغول ہو' پھر نماز کی اقامت کہی جائے تو وہ گھر سے نکل جائے	551
165	کام کاج کے کپڑوں میں اور آستینوں کو اڑس کر مالکیہ کے نزدیک نماز پڑھنے کا جواز	551
166	ردّی اور معمولی کپڑوں میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے	552
167	آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے	552
168	نبی ﷺ کی تواضع' سادگی اور محاسنِ اخلاق	552
	باب: ٤٥	
169	جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس کا ارادہ صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں کو نبی ﷺ کی نماز اور اس کے طریقہ کی تعلیم دے	553
170	حدیث مذکور کے رجال	553
171	نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے لوگوں کو نماز پڑھانا	554
172	جلسہ استراحت میں مذاہب ائمہ	554
	باب: ٤٦	
173	اصحابِ علم و فضل نماز پڑھانے کے زیادہ حق دار ہیں	554
	باب: ٤٧	
174	جو شخص کسی سبب کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو	557
	باب: ٤٨	
175	جو شخص لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے داخل ہوا' پھر پہلا (اصل) امام آ گیا تب امام پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے نماز جائز ہے	558
176	حدیث مذکور کے رجال	559
177	بنو عمرو بن عوف کا تعارف اور ان کی طرف جانے کا وقت اور جانے کی وجہ	559
178	بنو عمرو بن عوف کی طرف جانے کے متعلق حدیث	560

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
179	نماز میں حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ کیوں بلند کیے تھے؟ اس سلسلہ میں حدیث	560
180	دو فریقوں کے درمیان صلح کرانا' ایک نماز کو دو اماموں کا پڑھانا اور امام مسجد وقت پر موجود نہ ہو تو دوسرے کا نماز پڑھا دینا	560
181	عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنا اور حضرت ابوبکر کا افضل امت ہونا	560
182	نماز میں کسی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	561
183	بلاضرورت نماز میں ادھر اُدھر دیکھنے کی ممانعت اور بہ وقت ضرورت مڑ کر دیکھنے کے متعلق احادیث	561
184	نماز میں کسی کو اپنا خلیفہ بنانے کے متعلق مذاہب ائمہ	562
185	امام کے لیے صفوں کے درمیان سے گزرنے کا جواز' عمل قلیل کا مفسد صلوٰۃ نہ ہونا اور دینی وجاہت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا	562
186	ادب کا حکم پر مقدم ہونا	562
	باب:۴۹	
187	جب سب قراءت میں برابر ہوں تو جوان میں بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے	563
	باب:۵۰	
188	جب امام کچھ لوگوں کی زیارت کرے' پھر ان کو نماز پڑھائے	564
	باب:۵۱	
189	امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے	564
190	نبی ﷺ کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا سبب	567
191	جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کے متعلق مذاہب ائمہ	568
192	مرضِ وفات میں جو نماز نبی ﷺ نے پڑھی اس میں آپ کے امام ہونے پر دلائل	568
	باب:۵۲	
193	جو لوگ امام کے پیچھے ہیں وہ کب سجدہ کریں	570
194	حدیث مذکور کے رجال	571
195	متابعت کا معنی	571
	باب:۵۳	
196	اس شخص کا گناہ جس نے امام سے پہلے سر اٹھایا	571
197	حدیث مذکور کے رجال	571
198	اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق علماء کے اقوال	571
199	اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق احادیث	572
	باب:۵۴	
200	غلام اور آزاد شدہ غلام کی امامت	572
201	مصحف (قرآن مجید) سے دیکھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق	572
202	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	573
203	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	573
204	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	573
205	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ	573
206	مصحف سے دیکھ کر امامت کرانے کی ممانعت میں فقہاء تابعین کے آثار	574
207	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کے متعلق احناف کا نظریہ	574
208	غلام کو امام بنانے کے متعلق احادیث	575
209	غلام کی امامت کے متعلق مذاہب فقہاء	575
210	غلام کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	576
211	طوائف کے بیٹے کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات	576
212	دیہاتی کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات	577
213	نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق احادیث اور آثار	577
214	نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق مذاہب ائمہ	578
215	حدیث مذکور کے رجال	579
216	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اور حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ کا تعارف	579
217	حدیث مذکور کے رجال	580
218	غلام کے حاکم بننے کی توجیہ اور جو اپنی طاقت سے اقتدار پر قبضہ کرے اُس کی اطاعت کا وجوب	580
	باب:٥٥	
219	جب امام کی نماز مکمل نہ ہو اور مقتدی کی نماز مکمل ہو جائے	580
220	حدیث مذکور کے رجال	581
221	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	581
222	تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے پہلے لوگ گھروں میں وقت پر اپنی نماز پڑھیں	582
223	تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں لوگ نماز پڑھیں اور گھروں میں اپنی نماز نہ پڑھیں	582
224	امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقتدی کی نماز صحت اور فساد میں امام کی نماز کے تابع ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہیں	583
	باب:٥٦	
225	''المفتون'' اور ''المبتدع'' کی امامت	583
226	بدعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	583
227	نواب صدیق حسن بھوپالی کا اقسامِ بدعت کا انکار کرنا اور مصنف کا ان پر رد	585
228	نواب صدیق حسن خان کے ممدوح ابن تیمیہ اور شوکانی کا بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی تقسیم کرنا	585
229	بدعت کی تقسیم کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات	586
230	حدیث مذکور کے رجال	587
231	حضرت عثمان کے ایامِ فتنہ میں امامِ فتنہ کا مصداق کون تھا؟	587
232	آیا حضرت عثمان نے باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی یا نہیں!	588
233	متغلب فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا اور جمعہ کو ترک نہ کرنا خواہ جمعہ عادل پڑھائے یا ظالم	588
234	حضرت عثمان کے ایامِ فتنہ میں نماز پڑھانے والے	589
235	فساق فجار اور باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	590
236	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا موقف	590
237	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا موقف	590
238	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف	591
239	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	591

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
240	شیخ تھانوی کی صحیح بخاری اور مشکوٰۃ کی معروف حدیث سے بے خبری	592
	باب:۵۷	
241	جب دو نمازی ہوں تو مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو	592
	باب:۵۸	
242	جب نمازی امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی	593
	باب:۵۹	
243	جب امام نمازیوں کی امامت کی نیت نہ کرے پھر نمازی آئیں تو ان کی نیت کرے	593
	باب:۶۰	
244	جب امام لمبی نماز پڑھائے اور نمازی کو کوئی کام ہو تو وہ اقتداء چھوڑ کر نماز پڑھے	594
245	اوساطِ مفصل کی دو سورتوں کا بیان	594
246	جماعت سے نماز شروع کرنے کے بعد اس سے نکلنے میں مذاہب فقہاء	595
247	عذر کی حالت میں جماعت سے نکلنے کا جواز اور بغیر عذر کے جماعت سے نکلنے کا عدم جواز	595
248	حضرت معاذ کی نماز سے نکلنے والے صحابی کے نام کے متعلق دو روایتیں	596
249	نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے کے جواز میں مذاہب ائمہ	597
250	نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز کا عدم جواز	597
251	حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب	598
252	خلاصہ بحث	599
253	حضرت معاذ کی حدیث سے فقہاء شافعیہ کے مؤقف کا رد	600
	باب:۶۱	
254	قیام رکوع اور سجود پورا کرنے میں امام کا تخفیف کرنا	600
	باب:۶۲	
255	جب کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھے	601
	باب:۶۳	
256	جس شخص نے اپنے امام کی لمبی نماز پڑھانے کی شکایت کی	601
	باب:۶۴	
257	نماز میں اختصار اور اس کو مکمل کرنا	603
	باب:۶۵	
258	جس نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کی	603
259	حدیث مذکور کے رجال	604
260	آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرنے میں مذاہب فقہاء	604
261	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی تصریحات	604
	باب:۶۶	
262	جب کسی شخص نے نماز پڑھی' پھر اپنی قوم کو نماز پڑھائی	606
	باب:۶۷	
263	جس نے نمازیوں کو امام کی تکبیر سنائی	606
	باب:۶۸	
264	ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور نمازی مقتدی کی اقتداء کریں	607

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:٦٩	
265	جب امام کو شک ہو تو کیا وہ لوگوں کے قول پر عمل کر سکتا ہے؟	609
	باب:٧٠	
266	جب امام نماز میں روئے	610
	باب:٧١	
267	اقامت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا	611
268	صفوں کو برابر کرنے کے متعلق مزید احادیث اور اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء	612
269	صفوں کو برابر رکھنے اور چہروں کے درمیان مخالفت کرنے کا معنی	612
270	نبی ﷺ کے پس پشت دیکھنے کی تحقیق	613
271	''میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے'' اس حدیث کی تحقیق	616
	باب:٧٢	
272	صفیں برابر کرتے ہوئے امام کا نمازیوں کی طرف متوجہ ہونا	617
	باب:٧٣	
273	صفِ اول (کی فضیلت)	617
	باب:٧٤	
274	صف کو قائم کرنا نماز کے اتمام سے ہے	618
	باب:٧٥	
275	جو صفوں کو قائم نہ رکھیں ان کا گناہ	619
276	نمازوں کی صفوں کو برابر رکھنے کا وجوب	619
	باب:٧٦	
277	صف میں کندھے کو کندھے کے ساتھ ملانا اور قدم کو قدم سے	620
278	صفوں کو برابر رکھنے کے متعلق دیگر احادیث	620
279	جماعت میں اپنا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے سے ملانا چاہیے	620
280	جماعت کی صف میں کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کی تحقیق	621
	باب:٧٧	
281	جب کوئی شخص امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔	623
	باب:٧٨	
282	تنہا ایک عورت کی بھی صف ہوتی ہے	623
	باب:٧٩	
283	مسجد اور امام کی دائیں جانب	624
	باب:٨٠	
284	جب امام اور نمازیوں کے درمیان دیوار یا سترہ ہو	624
285	حدیث مذکور کے رجال	625
286	نوافل کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنا افضل ہے	625
287	اگر امام اور نمازیوں کے درمیان راستہ یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے دلائل	625
288	فقہاء احناف کے نزدیک اگر امام اور مقتدی کے درمیان اونچی دیوار، شارع عام یا دریا حائل ہو تو اقتداء جائز نہیں	626
289	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں دو قول ہیں	627
290	فقہاء شافعیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں دو قول	627

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
291	مسلمانوں پر رات کی نماز فرض کی جانے کی توجیہ اور دیگر مسائل	627
	باب:۸۱	
292	رات کی نماز	628
293	نوافل کو گھر میں پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	629
294	مسجد نبوی اور مسجد حرام کی بھی بہ نسبت گھر میں نوافل پڑھنے کی فضیلت	630
295	صحیح البخاری کی ''کتاب الاذان'' کا اختتام	630
	ابواب صفة الصلوٰة	
	باب:۸۲	
296	تکبیر پڑھنے کا وجوب اور نماز کا افتتاح	631
297	نماز میں اللہ اکبر سے نماز کے افتتاح میں مذاہب فقہاء	631
298	مرض یا کمزوری کی وہ حد، جس میں نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے	632
299	کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم	633
300	امام صرف ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے اور مقتدی صرف ''ربنا لك الحمد'' کہے	634
301	''ربنا لك الحمد'' کی جگہ ''اللهم ربنا ولك الحمد'' کہنا افضل ہے	635
	باب:۸۳	
302	تکبیرہ اولیٰ میں افتتاحِ نماز کے ساتھ رفع یدین کرنا	635
303	رفع یدین کے وقت کانوں یا کندھوں تک ہاتھ بلند کرنے میں مذاہب فقہاء	636
304	رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنے میں مذاہب فقہاء	636
305	ترکِ رفع یدین کے متعلق احادیث اور آثار	637
306	رکوع کے ساتھ ثبوتِ رفع یدین کی روایات کے جوابات اور ترکِ رفع یدین کی قیاس سے تائید	638
	باب:۸۴	
307	(نمازی) جب اللہ اکبر کہے، جب رکوع کرے اور رکوع سے سر اٹھائے تو رفع یدین کرے	639
	باب:۸۵	
308	کہاں تک ہاتھوں کو بلند کرے؟	640
	باب:۸۶	
309	جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع الیدین کرنا	641
310	فقہاء مالکیہ کے نزدیک دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا شرعی حکم	641
311	مسئلہ مذکور میں فقہاء شافعیہ کی تحقیق	641
312	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء حنبلیہ کی تحقیق	642
313	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی تحقیق	642
	باب:۸۷	
314	نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا	642
315	نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور فریقین کے دلائل	643
316	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار	644
317	ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے متعلق آثار	645
318	سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار	645
319	سینہ پر اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کون سا طریقہ افضل ہے؟	645
	باب:۸۸	
320	نماز میں خشوع کا بیان	645
	باب:۸۹	
321	نمازی تکبیر کے بعد کیا کہے	646

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
322	نماز میں بسم اللہ کو جہراً نہ پڑھنے کی دلیل	646
323	حدیث مذکور کے رجال	647
324	خطاء کا معنی اور خطاؤں سے پاک کرنے کی دعا سے کیا مراد ہے	647
325	حدیث میں مذکور افتتاحِ نماز کی دعا بعض اوقات پر محمول ہے	648
326	نماز کے افتتاح کی وہ دعا جس پر آپ نے دوام کیا	648
	باب: ۹۰	649
327	حدیث مذکور کے رجال	650
328	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مناسبت	650
329	سورج گہن کی نماز کے راویوں کی تعداد	651
330	صلوٰۃ کسوف کا معنی	651
331	سورج گہن کی نماز کے ثبوت میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل	651
332	سورج گہن کی نماز میں مذاہب ائمہ	651
333	فقہاء احناف کے مسلک کے موافق احادیث	652
334	سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں ایک سے زائد رکوع کی روایات مضطرب ہیں	653
335	سورج گہن کی نماز کے مسائل	654
	باب: ۹۱	
336	نماز میں امام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا	654
337	حدیث مذکور کے رجال	654
338	نماز میں نمازی کی طرف دیکھنے میں مذاہب ائمہ	655
339	ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت کرنے کے متعلق احادیث	655
340	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال کو؟	657
341	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا' اس سے مراد جنت کا علم نہیں ہے	657
342	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور دوزخ کو متعدد بار دیکھا تھا	658
343	جنت کے خوشوں کو توڑنے کا ارادہ بدلنے کی وجوہ	658
	باب: ۹۲	
344	نماز میں نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا	659
345	نماز میں آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے کا مکروہ ہونا	659
346	خارج از نماز آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم اور آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنے کا حکم	660
	باب: ۹۳	
347	نماز میں التفات کرنا	660
348	حدیث مذکور کے رجال	660
349	نماز کے حصہ کو شیطان کے اچکنے کا معنی	661
350	نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرنے کا حکم	661
351	نماز میں التفات کے متعلق احادیث	661
	باب: ۹۴	
352	کیا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھے؟ کسی چیز یا قبلہ کی جانب بلغم کو دیکھے (تو کیا کرے)	662
353	نماز میں عمل قلیل کا جواز	663
	باب: ۹۵	
354	امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب خواہ حضر میں ہوں یا سفر میں اور کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ آواز سے	664
355	حدیث مذکور کے رجال	665
356	حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو اپنے مخالف کے لیے دعا ضرر کی اس کی تفصیل	666

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
357	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام ابوحنیفہ کا اپنے موقف پر استدلال	666
358	نماز کی پہلی دو رکعت میں قراءت کے وجوب اور دوسری دو رکعت میں قراءت کے استحباب کے متعلق آثار	667
359	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی توجیہ اور ظالم کے خلاف دعا کرنے کا جواز	667
360	انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کی توجیہ	668
361	انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز	668
362	حدیث مذکور کے رجال	669
363	حدیث مذکور کا باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونا	669
364	امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	669
365	امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے پر ہمارا قرآن مجید سے استدلال اور فقہاء ثلاثہ کے اعتراضات کے جوابات	670
366	علامہ عینی کا امام ابوحنیفہ کے دفاع میں امام دار قطنی پر رد کرنا	671
367	رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کا نماز میں پوری سورۂ فاتحہ نہ پڑھنا	672
368	امام کے پیچھے قراءت ترک کرنے کے متعلق احادیث، آثار اور فتاویٰ تابعین	672
369	حدیث مذکور کے رجال	675
370	سلام کا جواب دینے کی اہمیت اور اعرابی کو نماز دہرانے کے حکم کی توجیہ	675
371	نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے کی دلیل اور رکوع اور سجود میں طمانیت کے وجوب کی دلیل	676
372	آخری دو رکعت میں قرآن پڑھنے کے وجوب پر علامہ خطابی کا استدلال	676
373	فرض کی آخری دو رکعت میں قرآن مجید پڑھنے کا واجب نہ ہونا	677
374	اعرابی کی حدیث میں دیگر واجبات کو ذکر نہ کرنے کی توجیہ	677
	باب:۹۶	
375	ظہر کی نماز میں قرآن پڑھنا	678
376	آخری دو رکعت میں قرآن مجید نہ پڑھنے کے متعلق مزید آثار	678
377	حدیث مذکور کے رجال	679
378	نماز کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نصف قراءت پڑھنے کے متعلق احادیث	679
379	نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن نہ پڑھنے کے متعلق احادیث	680
380	اس کا خلاصہ کہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں کیا پڑھا جائے	680
	باب:۹۷	
381	عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا	681
	باب:۹۸	
382	مغرب کی نماز میں قرآن پڑھنا	681
383	نبی ﷺ کی پڑھی ہوئی آخری نماز کا مصداق	682
384	حدیث مذکور کے رجال	682
385	مفصل کا معنی اور اس کی اقسام	683
386	مغرب کے کم وقت میں نبی ﷺ کا سورۃ الاعراف پڑھ لینا	683
	باب:۹۹	
387	مغرب کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا	683

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۰۰	
388	عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا	684
389	سورۃ الانشقاق کے سجدہ کی تفصیل	684
390	فجر‘ ظہر‘ عصر اور عشاء کی نمازوں میں قراءت کی مقدار اور سفر میں قراءت کم کرنا	685
	باب:۱۰۱	
391	عشاء کی نماز میں آیت سجدہ کو پڑھنا	685
	باب:۱۰۲	
392	عشاء کی نماز میں قرآن پڑھنا	686
	باب:۱۰۳	
393	پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنے کو ترک کردے	686
	باب:۱۰۴	
394	نماز فجر میں قرآن پڑھنا	686
395	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	688
396	ان نمازوں کی تفصیل جن میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے اور جن میں آہستہ قرآن پڑھا جائے اور اس میں مذاہب فقہاء	688
397	نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے متعلق احادیث	688
	باب:۱۰۵	
398	نماز فجر میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا	689
399	حدیث مذکور کے رجال	690
400	عکاظ کا لغوی اور عرفی معنی اور اس کا محل وقوع	690
401	اس اعتراض کا جواب کہ فجر کی نماز تو معراج میں فرض ہوئی تھی اور یہ قصہ معراج سے پہلے کا ہے	691
402	شیاطین اور جنات کے معانی اور محامل	691
403	''شہاب ثاقب'' کا معنی	691
404	رسول اللہ ﷺ کے پاس جنات کے وفد کے آنے کی تاریخ	692
405	جنات کی پیدائش‘ ان کی موت اور ان کی جزاء اور سزا کا بیان	692
406	رسول اللہ ﷺ‘ جنات اور انسانوں کے رسول ہیں	693
407	حدیث مذکور کے رجال	694
408	اس حدیث میں مریم:۶۴‘ اور الاحزاب:۲۱ کو ذکر کرنے کی توجیہ	694
	باب:۱۰۶	
409	نماز کی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھنا‘ اور سورت کی آخری آیات کو پڑھنا اور ایک سورت سے پہلی سورت کو پڑھنا اور سورت کے اوّل حصہ کو پڑھنا	695
410	مثانی کی تعریفات	696
411	حدیث مذکور کے رجال	697
412	مسجد قبا کے امام مذکور کے تعارف	697
413	ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	698
414	نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے پر دلائل	698
415	جب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کے کرنے پر جنت کی بشارت ہے تو صاحب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کا خیر ہونا زیادہ لائق ہے	699
416	ان دو سورتوں کی نظائر جن کو رسول اللہ ﷺ ایک رکعت میں جمع کرتے تھے	700
417	مفصل کی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا آپ کا معمول تھا اور بعض اوقات آپ سورہ بقرہ اور دوسری لمبی سورتوں کو بھی جمع کرتے تھے	700

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۰۷	
418	آخری دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب کو پڑھا جائے	701
	باب:۱۰۸	
419	جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ قرآن پڑھا	701
	باب:۱۰۹	
420	جب امام آیت کو سنائے	701
	باب:۱۱۰	
421	پہلی رکعت کو لمبا کرے	702
	باب:۱۱۱	
422	بلند آواز سے آمین کہنا	702
423	آمین کے معنی کی تحقیق	702
424	آمین کہنے والے فرشتوں کے مصداق میں متعدد اقوال	704
425	امام کے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء	704
426	بلند آواز سے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء	704
427	آہستہ آمین کہنے کے متعلق احادیث اور آثار	705
	باب:۱۱۲	
428	آمین کہنے کی فضیلت	706
429	فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہنے کی فضیلت	706
	باب:۱۱۳	
430	مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا	706
431	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت اور آہستہ آمین کہنے کی دلیل	707
432	آمین کہنے میں بہ ظاہر دو حدیثوں کے تعارض میں تطبیق	707
433	حدیث مذکور کو عنوان کے مطابق کرنے کی علامہ ابن بطال کی سعی لاحاصل	707
434	آمین بالجہر اور آمین بالسر کی دونوں حدیثیں صحیح اور معمول بہ ہیں	708
435	سورہ فاتحہ کو بلند آواز سے پڑھنے اور نبی ﷺ کے بلند آواز سے آمین پڑھنے کے تعارض کا جواب	708
	باب:۱۱٤	
436	جب کسی شخص نے صف میں داخل ہونے سے پہلے رکوع کر لیا	708
437	حدیث مذکور کے رجال	709
438	ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کا جواز	709
439	ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کے متعلق اختلافِ فقہاء	710
	باب:۱۱۵	
440	رکوع میں تکبیر کو مکمل پڑھنا	710
441	حدیث مذکور کے رجال	711
442	نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	711
443	نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	712
444	نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات نہ پڑھنے کے متعلق آثار	712
445	سب سے پہلے تکبیرات کو ترک کرنے والے کا مصداق	713
446	تکبیراتِ انتقال کو ترک کرنے کی توجیہ	713
447	تکبیراتِ انتقال کے حکم شرعی میں مذاہب فقہاء	713
	باب:۱۱٦	
448	سجدہ میں تکبیر کو مکمل پڑھنا	714
	باب:۱۱۷	
449	سجدہ سے اٹھ کر تکبیر پڑھنا	715

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۱۸	
450	رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا	716
451	حدیث مذکور کے رجال	716
452	رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے میں مذاہب فقہاء	717
453	رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے متعلق احادیث	717
	باب:۱۱۹	
454	جب کوئی نمازی پورا رکوع نہ کرے	718
	باب:۱۲۰	
455	رکوع میں پشت کو سیدھا رکھنا	718
	باب:۱۲۱	
456	رکوع پورا کرنے کی حد اور رکوع میں اعتدال اور طمانیت	718
457	حدیث مذکور کے رجال	719
458	رکوع اور سجود کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مقدار اور رکوع میں اعتدال	719
459	رکوع میں اعتدال اور پشت کو سیدھا رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار	719
	باب:۱۲۲	
460	جس نے رکوع صحیح نہیں کیا، اس کو نبی ﷺ نے نماز دہرانے کا حکم دیا	720
461	تعدیل ارکان کی فرضیت میں اختلاف فقہاء	721
	باب:۱۲۳	
462	رکوع میں دعا کرنا	721
463	حدیث مذکور کے رجال	722
464	رکوع اور سجود میں دعائیں اور تسبیحات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	722
465	رکوع اور سجود میں نبی ﷺ کی دعائیں	722
	باب:۱۲۴	
466	امام اور مقتدی جب رکوع سے سر اٹھائیں تو کیا کہیں؟	723
	باب:۱۲۵	
467	''اللھم ربنا ولك الحمد'' کی فضیلت	723
	باب:۱۲۶	724
468	حدیث مذکور کے رجال	724
469	رکوع کے بعد دعا پڑھنے میں مذاہب فقہاء	724
470	دعاء قنوت کو رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد پڑھنے میں مذاہب فقہاء	725
471	حدیث مذکور کے رجال	725
472	فجر اور مغرب کی نمازوں میں دعاء قنوت کا منسوخ ہونا اور علامہ خطابی کے اعتراض کا جواب	726
473	فجر کی نماز میں قنوت نہ پڑھنے کے متعلق آثار	726
474	حدیث مذکور کے رجال	727
475	حمد مذکور کے دیگر کلمات	727
476	حدیث مذکور کے مسائل	727
	باب:۱۲۷	
477	رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان سے کھڑے ہونا	728
478	قومہ میں آپ کا طویل قیام	728
	باب:۱۲۸	
479	سجدہ کے وقت اللہ اکبر کہتے ہوئے جھکنا	729
480	سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے یا اپنے گھٹنوں کو؟	729
481	پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار	730
482	جن مسلمانوں کے حق میں آپ نے دعائے خیر کی	731
483	جن لوگوں کے لیے آپ نے دعاء ضرر کی	732

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۲۹	
484	سجدہ کی فضیلت	732
485	''طواغیت'' کا معنی اور اس کی تفصیل	735
486	اللہ تعالیٰ کس صفت میں آئے گا جو مسلمان اس کو نہیں پہچانیں گے اور اس سلسلہ میں بحث و نظر	735
487	''یوبق'' اور ''یخردل'' کا معنی اور مرجئہ معتزلہ اور خوارج کا رد	736
488	آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر اہل سنت کے دلائل اور معتزلہ کی دلیل کے جوابات	736
489	سجدہ کی فضیلت میں دیگر احادیث	737
	باب:۱۳۰	
490	سجدہ میں بازوؤں کو کشادہ رکھے اور (پیٹ سے) دور رکھے	737
	باب:۱۳۱	
491	انگلیوں کی اطراف کا منہ قبلہ کی طرف رکھے	738
	باب:۱۳۲	
492	جب نمازی پورا سجدہ نہ کرے	738
	باب:۱۳۳	
493	سجدہ سات ہڈیوں پر ہے	738
494	حدیث مذکور کے رجال	739
495	جن اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے ان میں مذاہب فقہاء	739
496	چہرے کے علاوہ باقی چھ اعضاء پر سجدہ فرض نہ ہونے کے دلائل	739
497	امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب	740
498	ناک پر سجدہ کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	740
499	بالوں یا کپڑوں کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے	741
	باب:۱۳۴	
500	ناک پر سجدہ کرنا	743

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۳۵	
501	مٹی یا کیچڑ میں ناک پر سجدہ کرنا	743
502	پیشانی اور ناک پر سجدہ کرنے کی دلیل	744
503	زیادہ کیچڑ میں نماز پڑھنے کا عدم جواز	744
	باب:۱۳۶	
504	جب شرم گاہ کھل جانے کا خطرہ ہو تو کپڑے کو گرہ لگانا اور باندھنا	745
	باب:۱۳۷	
505	نمازی بال نہ موڑے	745
	باب:۱۳۸	
506	نمازی نماز میں اپنے کپڑے کو نہ موڑے	745
	باب:۱۳۹	
507	سجدہ میں تسبیح پڑھنا اور دعا کرنا	746
	باب:۱۴۰	
508	دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا	746
	باب:۱۴۱	
509	نمازی سجدہ میں اپنی کلائیاں نہ بچھائے	747
	باب:۱۴۲	
510	جو نمازی نماز کی طاق رکعت میں بیٹھ کر پھر کھڑا ہوا	749
511	جلسہ استراحت میں مذاہب فقہاء	749
512	جلسہ استراحت کے ترک پر جمہور فقہاء کے دلائل	749
513	نماز کی طاق رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھے بغیر دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق احادیث اور آثار	750
514	جلسہ استراحت کے مسنون نہ ہونے پر مزید دلائل	751
	باب:۱۴۳	
5.5	نمازی زمین پر کس طرح ٹیک لگائے جب کسی رکعت کے لیے کھڑا ہو	751

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۴۴	
516	نمازی دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت تکبیر پڑھے	752
517	حدیث مذکور کے رجال	752
	باب:۱۴۵	
518	تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ	753
519	نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں مذاہب فقہاء	753
520	عورت کے نماز میں بیٹھنے اور سجدہ کرنے کے طریقہ میں فقہاء احناف کی تصریحات	754
521	عورتوں کی نماز کے طریقہ کے متعلق احادیث اور آثار	755
522	نماز میں عورت کے سجدہ کرنے کا طریقہ	755
523	ائمہ مذاہب کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ	756
524	حدیث مذکور کے رجال	757
525	دونوں تشہدوں میں بیٹھنے کا ایک طریقہ ہونے کا ثبوت	758
	باب:۱۴٦	
526	جن فقہاء کے نزدیک تشہد اوّل واجب نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے رجوع نہیں کیا	759
527	حدیث مذکور کے رجال	760
528	تشہد اوّل کے فرض ہونے کی نفی اور نماز میں سجدۂ سہو کرنے کا محل	760
	باب:۱۴۷	
529	پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا	760
	باب:۱۴۸	
530	آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا	760
531	تشہد کے الفاظ کے معانی	761
	باب:۱۴۹	
532	سلام سے پہلے دعا کرنا	763
533	فتنہ کا معنی اور حضرت مسیح ابن مریم اور مسیح الدجال کا معنوی فرق	764
534	قرض لینے کے جواز اور عدم جواز کے محامل	764
535	نماز کی دعا کا طریقہ	765
	باب:۱۵۰	
536	تشہد سے فراغت کے بعد نمازی کون سی دعا کو اختیار کرے اور یہ واجب نہیں ہے	766
	باب:۱۵۱	
537	جس نے اپنی پیشانی اور ناک سے مٹی پونچھی حتیٰ کہ نماز پڑھی	766
	باب:۱۵۲	
538	نماز کا سلام پھیرنا	767
539	لفظ "سلام" سے نماز ختم کرنے میں مذاہب ائمہ اور ان کی دلیل پر علامہ عینی کا اعتراض اور مصنف کا جواب	767
540	حدیث مذکور کے رجال	769
541	نماز ختم ہونے کے بعد امام اپنے مصلیٰ پر کھڑا رہے	769
	باب:۱۵۳	
542	نمازی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرتا ہے	770
	باب:۱۵۴	
543	جو نمازی نماز کے سلام پر اکتفاء کرکے امام کو الگ سے سلام نہ کرے	770
	باب:۱۵۵	
544	نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا	771

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
545	حدیث مذکور کے رجال	771
546	نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار	771
547	نماز کے بعد ذکر کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	772
548	نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	772
549	نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	773
550	نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	773
551	حدیث مذکور کے رجال	775
552	فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون افضل ہے؟	775
553	حدیث مذکور کے رجال	776
554	نماز کے بعد اذکار پڑھنے کا مستحب ہونا	776
	باب:۱۵۶	
555	امام جب سلام پھیرے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے	777
556	نماز کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرنے کی حکمت	777
557	محکمہ موسمیات کا بارش کی پیشگی اطلاع دینے کا حکم	778
	باب:۱۵۷	
558	امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنا	779
559	سلام پھیرنے کے بعد امام کا اپنی جگہ بیٹھے رہنے میں فقہاء کا اختلاف	779
	باب:۱۵۸	
560	جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پھر اسے کوئی کام یاد آیا تو وہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا چلا گیا	781
561	حدیث مذکور کے رجال	782
562	رسول اللہ ﷺ کی مال دنیا سے بے رغبتی	782
	باب:۱۵۹	
563	نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں طرف اور بائیں طرف مڑ کر بیٹھنا	782
564	سلام پھیرنے کے بعد دائیں اور بائیں جانب مڑ کر بیٹھنے کے متعلق احادیث اور آثار	783
565	حدیث مذکور کے رجال	784
566	ایک تعارض کا جواب اور احکامِ شرعیہ میں ترمیم کرنے کی مذمت	784
	باب:۱۶۰	
567	کچے لہسن' پیاز اور گندنا کے متعلق جو احادیث وارد ہیں' اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ جس نے بھوک یا بغیر بھوک کے لہسن یا پیاز کھایا' وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے	784
568	بدبو کی وجہ سے لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت اور اس سلسلہ میں دیگر مسائل	786
	باب:۱۶۱	
569	بچوں کا وضوء کرنا اور ان پر غسل اور وضوء اور جماعت اور عیدین اور جنازوں میں حاضر ہونا کب واجب ہوتا ہے اور ان کی صفوں کا بیان	788
570	حدیث مذکور کے رجال	789
571	دفن کیے جانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی مدت اور اس میں مذاہب فقہاء	789
572	حدیث مذکور کے رجال	790
573	آیا جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے	790
	باب:۱۶۲	
574	رات کو اور اندھیرے میں خواتین کا مساجد کی طرف جانا	793
575	نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں جانے	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	793
576	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	794
577	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	794
578	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	795
579	حدیث مذکور کے رجال	795
580	عورتوں کے مسجد میں جانے کی اجازت کے متعلق احادیث اور آثار	796
581	عورتوں کے مسجد میں جانے کی کراہت کے متعلق احادیث اور آثار	796
	باب:۱۶۳	
582	نمازیوں کا امام عالم کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا	797
583	عورتوں کے نت نئے فیشن کی وجہ سے حضرت عائشہ کا ان کو مسجد میں جانے سے منع کرنا	798
	باب:۱۶٤	
584	عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو	798
	باب:۱۶۵	
585	صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی مڑنا اور مسجد میں کم ٹھہرنا	799
	باب:۱٦٦	
586	عورت کا اپنے خاوند سے مسجد کی طرف جانے کی اجازت طلب کرنا	799
	۱۱-کتاب الجمعة	801
	باب:۱	
1	جمعہ کی نماز کی فرضیت	801
2	یہود اور نصاریٰ کا ہفتہ اور اتوار کو معظم دن قرار دینا اور مسلمانوں کا جمعہ کو مقدس دن قرار دینا	802
	باب:۲	
3	جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت اور آیا بچوں اور عورتوں پر بھی جمعہ کے دن حاضر ہونا واجب ہے؟	803
4	حدیث مذکور کے رجال	804
5	کھڑے ہو کر خطبہ دینا' سربراہِ ملک کا عوام کی عبادات کی تفتیش کرنا' جمعہ کے دن کے غسل کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل	804
	باب:۳	
6	جمعہ کے دن خوشبو لگانا	805
	باب:٤	
7	جمعہ کی فضیلت	806
8	حدیث مذکور کے مسائل	806
	باب:۵	806
	باب:٦	
9	جمعہ کے دن تیل لگانا	807
10	حدیث مذکور کے رجال	807
11	جمعہ کے دن تیل لگانے اور خوشبو لگانے کا استحباب	808
12	خطبہ کے دوران کلام کرنے کی ممانعت میں اختلاف فقہاء اور معصیت کے وقوع سے پہلے اس کی مغفرت کی تحقیق	808
13	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر ایک اعتراض کا جواب	809
	باب:۷	
14	جمعہ کے دن سب سے اچھا دستیاب لباس پہنے	809
15	جمعہ کے دن نبی ﷺ کا عمدہ لباس پہننا	810
16	کفار کا احکام فرعیہ کا مخاطب نہ ہونا' اور جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث	810

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۸	
17	جمعہ کے دن مسواک کرنا	811
18	حدیث مذکور کے رجال	812
19	مسواک کے متعلق احکام	812
	باب:۹	
20	جس شخص نے دوسرے کی مسواک کو استعمال کیا	813
21	حدیث مذکور کے رجال	814
	باب:۱۰	
22	جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کس سورت کو پڑھا جائے	814
23	سجدہ والی سورت کو نماز میں پڑھنا	814
24	جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ السجدۃ اور سورۃ الدھر کو پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	815
	باب:۱۱	
25	بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی نماز	815
26	حدیث مذکور کے رجال	816
27	''بحرین'' اور ''جُوَاثَی'' کے معانی اور مصادیق	816
28	گاؤں اور دیہات میں جمعہ قائم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	816
29	فقہاء احناف کے نزدیک شہر کی تعریفات	817
30	گاؤں اور دیہات میں جمعہ نہ ہونے کے متعلق احادیث اور آثار	821
31	حدیث مذکور کے رجال	822
32	''ایلہ'' کا معنی اور مصداق	822
33	ہر شخص کی نگہبانی کا دائرہ کار	822
34	عامل اور والی خواہ سلطان کا مقرر کیا ہوا ہو یا عوام نے مقرر کیا ہو وہ جمعہ پڑھ سکتا ہے	823
	باب:۱۲	
35	عورتیں اور بچے جن پر جمعہ میں حاضر ہونا فرض نہیں ہے آیا ان پر غسل ہے یا نہیں؟	824
	باب:۱۳	826
	باب:۱۴	
36	بارش میں جمعہ نہ پڑھنے کی رخصت	827
	باب:۱۵	
37	کہاں سے جمعہ پڑھنے کے لیے آنا چاہیے اور کس پر جمعہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ (الجمعہ:۹)	827
38	حدیث مذکور کے رجال	828
39	''العوالی'' کا معنی	828
40	گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	828
	باب:۱۶	
41	زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت ہوتا ہے	829
42	حدیث مذکور کے رجال	830
43	نماز جمعہ کے وقت میں مذاہب ائمہ	831
44	زوال کے وقت جمعہ پڑھنے کے متعلق مزید احادیث اور آثار	831
	باب:۱۷	
45	جب جمعہ کے دن سخت گرمی ہو	832
46	زوال سے پہلے جمعہ پڑھنے کا عدم جواز	832
	باب:۱۸	
47	جمعہ کی طرف چل کر جانا' اور اللہ عزوجل کا ارشاد: پس دوڑو اللہ کے ذکر کی طرف۔ (الجمعہ:۹)	833
48	الجمعہ:۹ میں سعی کے معنی کی تحقیق	833

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
49	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	834	64	عذر کی صورت میں منبر پر بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینے کا جواز	842
	باب:۱۹			باب:۲۸	
50	جمعہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان تفرقہ نہ کرے	835	65	امام جب خطبہ دے تو نمازیوں کی طرف منہ کرے اور نمازی امام کی طرف منہ کریں' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے امام کی طرف منہ کیا	843
	باب:۲۰				
51	جمعہ کے دن کوئی شخص اپنے بھائی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے	835	66	جمعہ کے دن دورانِ خطبہ امام کی طرف منہ کرنے کی حکمت	844
52	کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں خود بیٹھنے کی خرابیاں	836		باب:۲۹	
	باب:۲۱		67	جس نے خطبہ میں حمد وثناء کے بعد اما بعد (یعنی حمد وثناء کے بعد) کہا	844
53	جمعہ کے دن کی اذان کا حکم	836	68	حدیث مذکور کے رجال	846
54	حضرت عثمان کا مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کرنا	837	69	حدیث مذکور کے رجال	848
55	مصنف کے نزدیک کون سی اذان پر سعی واجب ہوتی ہے	837	70	مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کے مسائل	848
	باب:۲۲		71	''اما بعد'' کا معنی اور سب سے پہلے ''اما بعد'' کا استعمال کس نے کیا اور خطبہ جمعہ میں کس قدر کلام لانا چاہیے	849
56	جمعہ کے دن مؤذن واحد ہوگا	837			
	باب:۲۳			باب:۳۰	
57	جب امام منبر پر اذان سنے تو اس کا جواب دے	838	72	جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا	849
	باب:۲۴				
58	اذان کے وقت (خطیب کا) منبر پر بیٹھنا	838	73	جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھنے اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے متعلق احادیث	849
	باب:۲۵				
59	خطبہ کے وقت اذان دینا	839	74	جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء	850
	باب:۲٦			باب:۳۱	
60	منبر پر خطبہ دینا	839	75	خطبہ کو بہ غور سننا	850
	باب:۲۷				
61	کھڑے ہو کر خطبہ دینا	841	76	حدیث مذکور کے رجال	851
62	حدیث مذکور کے رجال	841	77	خطبہ سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء	851
63	سنت یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جائے	841	78	دورانِ خطبہ کلام کرنے یا سلام کا اور چھینک کا	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	جواب دینے میں مذاہب فقہاء	852
	باب: ۳۲	
79	جب امام خطبہ دینے کے دوران یہ دیکھے کہ ایک شخص آیا ہے تو اسے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دے	852
80	خطبہ جمعہ کے دوران نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے مؤقف پر دلائل اور باب مذکور کی حدیث کا جواب	853
81	خطبہ جمعہ کے دوران نماز نہ پڑھنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل	854
	باب: ۳۳	
82	جو شخص اس وقت مسجد میں داخل ہوا جب امام خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا تو وہ دو خفیف رکعت پڑھ لے	856
	باب: ۳۴	
83	خطبہ کے دوران دونوں ہاتھ بلند کرنا	856
	باب: ۳۵	
84	جمعہ کے دن خطبہ میں بارش کے نزول کی دعا کرنا	856
85	امام مالک کا خطبہ میں ہاتھ بلند کرنے کا انکار کرنا	857
86	دعا میں ہاتھ بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور بارش کی دعا کے لیے نماز استسقاء کے پڑھنے کا لازم نہ ہونا	858
	باب: ۳۶	
87	جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو خاموش رہنا اور جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو تو اس نے لغو کام کیا	858
88	خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار	859
89	خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت اور رخصت کے محامل	860
	باب: ۳۷	
90	جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت	861
91	جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	861
92	جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق احادیث اور آثار	862
93	جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے' اس کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	863
	باب: ۳۸	
94	جب جمعہ کی نماز میں بعض لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں اور بعض امام کے ساتھ باقی رہیں تو امام اور باقی ماندہ لوگوں کی نماز جائز ہے	864
95	حدیث مذکور کے رجال	865
96	جمعہ کی صحت کے لیے نماز کی کتنی مقدار میں امام کے ساتھ مقتدیوں کی مشارکت ضروری ہے' اس میں مذاہب فقہاء	865
97	جمعہ کے دن نبی ﷺ کو چھوڑ کر نہ جانے والے صحابہ کے اسماء	866
98	خطبہ چھوڑ کر چلے جانے والے صحابہ کی طرف سے توجیہ	866
99	انعقادِ جمعہ کے لیے کم از کم مقتدیوں کی تعداد میں مذاہب ائمہ	866
	باب: ۳۹	
100	جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی نماز کی مقدار	867
101	جمعہ کی سنتوں کی تفصیل	867
	باب: ۴۰	
102	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جب نماز ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ' اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ (الجمعہ:۱۰)	867

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
			868	نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد کاروبار کرنا واجب نہیں' مباح ہے	103
			868	اللہ کا فضل طلب کرنے کے محامل	104
			869	حدیث مذکور کے رجال	105
			869	بڑی عمر کی اجنبی عورت سے سلام اور کلام کرنے اور اس کی دعوت کھانے کا جواز	106
				باب: ٤١	
			870	جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا	107
			870	اختتامی کلمات	108
			871	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد ثانی کی ڈائری	☆
			873	ماخذ ومراجع	☆

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ربّ العالمين٬ الّذی جعلنا من المسلمين٬ ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين٬ وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم. والصلٰوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغرالمحجلين٬ الذی شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم٬ وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين٬ وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم٬ وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين٬ وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدی دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدی انی بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فی شرح الصحيح للامام البخاری (عليه نعمة الباری) توكلا على رحمة الله وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمٰی. فلذا سميته بنعمة الباری فی شرح صحيح البخاری. (تقبله الله بلطفه وتغمدنی بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ بالله من شرور نفسی ومن سيئات اعمالی. من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل٬ فلا هادی له. اللهم ارنی الحق حقًا وارزقنی اتباعه. اللهم ارنی الباطل باطلًا وارزقنی اجتنابه. اللهم اجعلنی فی تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فی اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لی ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنی زيارة النبی الكريم ﷺ فی الدنيا وشفاعته فی الاخرة واحينی على الاسلام بالسلامة وامتنی على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك علی وابوء لك بذنبی فاغفرلی فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنی ان اشكر نعمتك التی انعمت علی وعلى والدی وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۸- کِتَابُ الصَّلٰوۃِ
نماز کا بیان

یہ کتاب نماز کے احکام کے بیان میں ہے' طہارت نماز کی شرط ہے اور نماز مشروط ہے' امام بخاری جب شرط کے متعلق احادیث روایت کرنے سے فارغ ہو گئے تو پھر انہوں نے مشروط کے متعلق احادیث کی روایت کا آغاز کیا۔

''صلوٰۃ'' کا غالب معنی لغت میں دعا ہے' قرآن مجید میں ہے:

صَلِّ عَلَيْهِمْ . (التوبہ:۱۰۳) آپ ان کے حق میں دعا کیجئے۔

اور ''صلوٰۃ'' کا معنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمت طلب کرنا ہے یعنی آپ پر درود پڑھنا' قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ. (الاحزاب:۵۶) اے ایمان والو! نبی پر درود پڑھو۔

دعا اور درود نماز کے اجزاء میں سے ہیں' سو کل کا نام اشرف اجزاء پر رکھ دیا گیا۔ عرب کا مقولہ ہے:

صليت العود على النار. میں نے ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنے کے لیے آگ پر رکھا۔

جس طرح ٹیڑھی لکڑی کو آگ کی حرارت سے سیدھا کیا جاتا ہے' اسی طرح نماز میں خوف الٰہی کی حرارت سے نفس کی کجی کو سیدھا کیا جاتا ہے۔

۱- بَابُ كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَوَاتُ فِي الْإِسْرَاءِ
شب معراج میں نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شب معراج میں نمازوں کو کس کیفیت سے فرض کیا گیا۔

جمہور سلف صالحین اس پر متفق ہیں کہ آپ کو آپ کے بدن اور آپ کی روح کے ساتھ معراج ہوئی ہے' مکہ سے بیت المقدس تک معراج نص قرآن سے ثابت ہے اور بیت المقدس سے پہلے آسمان تک اور پہلے آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک احادیث مشہورہ سے ثابت ہے' معراج کب ہوئی' اس میں بھی اختلاف ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی' سُدی سے روایت ہے کہ ہجرت سے سولہ ماہ پہلے معراج ہوئی' سدی کے قول کے مطابق ذوالقعدۃ میں معراج ہوئی اور زہری کے قول کے مطابق ربیع الاول میں معراج ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب میں معراج ہوئی' حافظ عبدالغنی بن سرور المقدسی کا یہی مختار ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۵۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وقال ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ فِي حَدِيثِ هِرَقْلَ فَقَالَ يَأْمُرُنَا يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے حضرت ابوسفیان رضی اللہ نے ہرقل کی حدیث میں بیان کیا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے' سچ بولنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۷ کی مفصل روایت ہے' امام بخاری نے اس تعلیق کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت کی معرفت سے پہلے نفسِ نماز کی معرفت ہو جائے۔

۳۴۹- **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يُونُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ' فَنَزَلَ جِبْرِيلُ' فَفَرَجَ صَدْرِي' ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ' ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا' فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي' ثُمَّ أَطْبَقَهُ' ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا' فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا' قَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ' قَالَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ جِبْرِيلُ' قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ نَعَمْ' مَعِي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ نَعَمْ' فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا' فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ' وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ' إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ' وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَسَارِهِ بَكَى' فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ' قُلْتُ لِجِبْرِيلَ' مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا آدَمُ' وَهٰذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ' فَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ' وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ' فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِينِهِ ضَحِكَ' وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى' حَتّٰى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ' فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ' فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ' فَفَتَحَ. قَالَ أَنَسٌ فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمٰوٰتِ آدَمَ' وَإِدْرِيسَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' انہوں نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا' پھر حضرت جبریل نازل ہوئے' پس میرے سینہ کو شق کیا' پھر انہوں نے اس کو زمزم کے پانی سے دھویا' پھر وہ سونے کا طشت لے کر آئے' جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' پس اس کو میرے سینہ میں انڈیل دیا' پھر اس کو بند کر دیا' پھر مجھے آسمانِ دنیا کی طرف چڑھایا' پس جب میں آسمانِ دنیا کی طرف آیا تو حضرت جبریل نے آسمان کے محافظ سے کہا: کھولو! اس نے کہا: کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' اس نے کہا: کیا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میرے ساتھ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' اس نے کہا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس جب اس نے آسمان کو کھولا تو ہم آسمان دنیا کے اوپر گئے' وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا' اس کی دائیں طرف بھی کچھ لوگ تھے اور بائیں طرف بھی کچھ لوگ تھے' جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو ہنستے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو روتے' پس انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو' میں نے حضرت جبریل سے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آدم (علیہ السلام) ہیں' اور یہ لوگ جو ان کی دائیں طرف اور بائیں طرف ہیں' یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں' سو ان میں سے جو دائیں طرف والے ہیں وہ اہل جنت ہیں اور جو لوگ بائیں طرف والے ہیں وہ

وَمُوْسٰی ' وَعِیْسٰی ' وَاِبْرَاهِیْمَ ' صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ ' وَلَمْ یُثْبِتْ کَیْفَ مَنَازِلُهُمْ ' غَیْرَ اَنَّهٗ ذَکَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ اٰدَمَ فِی السَّمَاءِ الدُّنْیَا ' وَاِبْرَاهِیْمَ فِی السَّمَاءِ السَّادِسَةِ ' قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِیْلُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاِدْرِیْسَ ' قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ . فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا اِدْرِیْسُ ' ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰی ' فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ ' قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا مُوْسٰی ' ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِیْسٰی ' فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ ' قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا عِیْسٰی ' ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِیْمَ ' فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ ' قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِیْمُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ ابْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَبَّةَ الْاَنْصَارِیَّ کَانَا یَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِیْ حَتّٰی ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًی اَسْمَعُ فِیْهِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ. قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰی اُمَّتِیْ خَمْسِیْنَ صَلٰوةً ' فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ ' حَتّٰی مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی ' فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلٰی اُمَّتِكَ ؟ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِیْنَ صَلٰوةً ' قَالَ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ ' فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِكَ ' فَرَاجَعَنِیْ فَوَضَعَ شَطْرَهَا ' فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی ' قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا ' فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ ' فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِیْقُ ' فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا ' فَرَجَعْتُ اِلَیْهِ ' فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ ' فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِكَ ' فَرَاجَعْتُهٗ ' فَقَالَ هِیَ خَمْسٌ وَهِیَ خَمْسُوْنَ ' لَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ ' فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی ' فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ ' فَقُلْتُ اسْتَحْیَیْتُ مِنْ رَبِّیْ ' ثُمَّ انْطَلَقَ بِیْ حَتّٰی انْتَهٰی بِیْ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ' وَغَشِیَهَا اَلْوَانٌ لَا اَدْرِیْ مَا

اہل دوزخ ہیں' پس جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب وہ بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں' حتیٰ کہ حضرت جبریل نے مجھے دوسرے آسمان کی طرف چڑھایا' پھر اس کے محافظ سے کہا: کھولو' اس کے محافظ نے ان سے اسی طرح کلام کیا' جس طرح پہلے آسمان کے محافظ نے کلام کیا تھا' پھر اس نے (آسمان کا دروازہ) کھول دیا' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم' حضرت ادریس' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہم سے ملاقات کی اور یہ نہیں بیان کیا کہ وہ کن آسمانوں میں تھے' البتہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ آپ نے آسمان دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان میں ملاقات کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت جبریل نبی ﷺ کے ساتھ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو' میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں' پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو' میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں' پھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو' میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں' پھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو' میں نے کہا: یہ کون ہیں' تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب الزہری نے کہا: مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابوحبہ انصاری دونوں یہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے اور اوپر چڑھایا گیا' حتیٰ کہ میں مقام استویٰ پر چڑھا' جہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی' ابن حزم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' نبی ﷺ نے فرمایا: پس اللہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کردیں' میں ان نمازوں کو لے کر لوٹا' حتیٰ کہ میں حضرت

هِيَ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا حَبَايِلُ اللُّؤْلُؤِ، وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ. [اطراف الحدیث: ۱۶۳۶۔ ۳۳۴۲]

(صحیح مسلم: ۱۶۳۔ الرقم المسلسل: ۴۰۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۱۴، سنن نسائی: ۱۳۹۹۔ ۴۴۸، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۲، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۲۸۵، مکتبۃ الرشد ۱۴۲۶ھ)

موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا انہوں نے کہا: آپ کے لیے آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ نے کیا فرض کیا؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں فرض کی ہیں، انہوں نے کہا: آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں کیونکہ آپ کی امت ان کی طاقت نہیں رکھتی، انہوں نے مجھے واپس کر دیا، پس اللہ نے آدھی نمازیں کم کر دیں، میں حضرت موسیٰ کی طرف گیا اور میں نے کہا: اللہ نے آدھی نمازیں کم کر دیں، انہوں نے پھر کہا: آپ اپنے رب کے پاس جائیں، کیونکہ آپ کی امت ان کی طاقت نہیں رکھتی، میں پھر اللہ تعالیٰ کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (فرض) پانچ نمازیں ہیں اور (اجر میں) پچاس ہیں، میرا قول میرے نزدیک تبدیل نہیں کیا جاتا، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا، انہوں نے کہا: آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیے، میں نے کہا: (اب) مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے، پھر حضرت جبریل مجھے لے گئے، حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اس کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا، میں از خود نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں، پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا، اچانک میں نے جنت میں موتی کی لڑیاں دیکھیں اور جنت کی مٹی مشک تھی۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نماز فرض کیے جانے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے کیا جا چکا ہے۔

اس کی توجیہ کہ آپ نے حضرت ام ھانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا اور اس کی حکمت کہ فرشتے دروازہ سے آنے کے بجائے چھت میں شگاف کر کے آئے

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ شب معراج، آپ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر تھے، تو آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی مناسبت کی وجہ سے بھی اپنی طرف اضافت کر دی جاتی ہے، حضرت ام ھانی آپ کی چچا زاد بہن تھیں، اس لیے آپ نے ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ اس رات حطیم کعبہ میں تھے تو اس سے مطابقت کس طرح ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمزم سے سینہ دھونے کے بعد آپ حضرت ام ھانی کے گھر چلے گئے تھے، پھر وہاں سے آپ کو معراج کرائی گئی، فرشتے گھر کے دروازہ سے نہیں آئے، بلکہ چھت میں شگاف کر کے چھت کے وسط سے آئے، اس میں یہ حکمت تھی کہ فرشتوں نے آنے کے لیے معمول کے خلاف راستہ اختیار کیا، تاکہ یہ اس پر دلیل ہو کہ واقعہ معراج خلاف معمول اور خلاف عادت اُمور پر مشتمل ہے، نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس سفر میں بالآخر اوپر کی طرف جانا ہے۔

شق صدر کی تعداد اور اس کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرے سینہ کو شق کیا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسند احمد میں روایت ہے کہ آپ کا سینہ اس وقت چاک کیا گیا تھا' جب آپ بچپن میں بنوسعد میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا سینہ دوبار چاک کیا گیا' اور شق صدر میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے سینہ سے خون کا وہ لوتھڑا نکال دیا جائے' جس کے متعلق فرشتوں نے کہا تھا: یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا' اور دوسری بار شق صدر اس لیے کیا گیا کہ شب معراج میں جن حقائق کو آپ نے دیکھنا تھا' ان کی صلاحیت آپ کے سینہ میں رکھ دی جائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک بار اور آپ کا شق صدر ہوا تھا' جب غار حراء میں حضرت جبریل آپ کے پاس وحی لے کر آئے تھے' اور اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے سینہ میں وحی قبول کرنے کی صلاحیت رکھ دی جائے۔

سونے کے طشت کی توجیہ اور حکمت کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر انہوں نے اس قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا' پھر وہ سونے کا طشت لے کر آئے' جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔

زمزم کے پانی سے دھونے کی حکمت یہ ہے کہ زمزم کو آپ کے قلب کے ساتھ مس ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اور طشت کا معنی تھال ہے' سونے کے طشت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سونے کا استعمال مردوں پر حرام ہے' پھر آپ کے قلب کو سونے کے طشت میں کیوں رکھا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سونے کے برتنوں کا استعمال کرنا ہم پر حرام ہے' فرشتوں پر حرام نہیں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت سے پہلے کا ہے اور اصل اشیاء میں اباحت ہے' اور ان کے استعمال کی ممانعت مدینہ میں ہجرت کے بعد ہوئی تھی اور یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے اور سونے کے طشت کی حکمت یہ ہے کہ سونے کے برتن جنت میں ہوں گے اور سونا سب سے قیمتی دھات ہے اور سونے کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس کو آگ نہیں کھاتی' نہ اس کو مٹی کھاتی ہے' نہ اس کو مٹی متغیر کرتی ہے اور سونا ہر دھات سے زیادہ صاف ہوتا ہے۔

اس حدیث میں حکمت کا ذکر ہے' حکمت کا معنی علم ہے' اس کی تعریف ہے: وہ علم جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی معرفت اور احکام شرعیہ کے ساتھ ہو اور اس کا حامل خواہش نفس کی اتباع سے مجتنب ہو' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کا شرح صدر لیلۃ المعراج میں ہوا تھا' تا کہ اس رات آپ کو جو عظیم نشانیاں دکھائی جانی تھیں' آپ کے دل میں ان کی طمانیت حاصل ہو۔

''نسم'' کا معنی اور اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے' پھر حضرت آدم نے اپنی بائیں جانب کفار کی روحوں کو کیسے دیکھا؟

اس حدیث میں ''نسم بنیه'' کے الفاظ ہیں۔ ''النسم''' ''نسمة'' کی جمع ہے' ''نسمة'' کا معنی روح ہے اور اس سے مراد اولاد آدم کی ارواح ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہل نار کی روحیں بھی آسمان میں ہیں اور احادیث میں یہ وارد ہے کہ کفار کی روحیں سجین میں ہیں اور مومنین کی روحیں جنت کی نعمتوں میں ہیں' پھر آسمان میں یہ روحیں کیسے جمع ہو گئیں' پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ روحیں بعض اوقات حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی جاتی ہیں' سو جس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہونا تھا' اس وقت بھی روحیں حضرت آدم کے سامنے پیش کی گئیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے' پھر حضرت

آدم علیہ السلام کی بائیں جانب کفار کی روحیں کیسے آ گئیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے جنت حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب ہو اور دوزخ حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب ہو اور جنت میں مؤمنین کی روحوں اور دوزخ میں کفار کی روحوں کو آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان روحوں سے مراد وہ روحیں ہوں' جو ابھی تک اجسام میں داخل نہیں ہوئی تھیں اور روحیں اجسام سے پہلے پیدا کی گئی ہیں اور جن روحوں نے اجسام میں داخل ہونے کے بعد ایمان سے متصف ہونا تھا' وہ حضرت آدم کی دائیں طرف رکھی گئی ہوں اور جن روحوں نے کفر کے ساتھ متصف ہونا تھا' ان کو حضرت آدم کی بائیں طرف رکھا گیا ہو۔

ایک روایت میں ہے: حضرت ابراہیم چھٹے آسمان پر تھے' دوسری روایت میں ہے: وہ ساتویں آسمان پر تھے' اس تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور دوسری روایت میں ہے: آپ نے حضرت ابراہیم کو ساتویں آسمان میں دیکھا' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم چھٹے آسمان میں تھے' بعد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر ساتویں آسمان پر گئے تو وہ بھی آپ کے ساتھ ساتویں آسمان پر چلے گئے۔

ابن شہاب' ابن حزم اور ابوحبہ کا تعارف

اس حدیث میں ابن شہاب' ابن حزم اور ابوحبہ کا ذکر ہے' ابن شہاب سے مراد محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں اور ابن حزم' ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم الانصاری البخاری المدنی ہیں' ان کے والد کا نام محمد تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے' وہ فقیہ اور فاضل تھے' ان کو یوم حرہ میں قتل کر دیا گیا' اس وقت ان کی عمر ترپن سال تھی' وہ تابعی تھے' لیکن علامہ ابن الاثیر نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے' الزہری نے ان سے سماع نہیں کیا کیونکہ وہ ان سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔

ابوحبہ کے نام میں اختلاف ہے' ابوزرعہ نے کہا: ان کا نام عامر ہے' ایک قول ہے کہ عمر ہے' دوسرا قول ہے: ثابت ہے' الواقدی نے کہا: مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۶۱)

''المستویٰ'' اور ''صریف الاقلام'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ میں مستویٰ پر چڑھا' جہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔

''مستویٰ'' کا معنی ہے: چڑھنے کی جگہ' عزت والی جگہ۔

''صریف الاقلام'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور اس کی وحی کو فرشتے قلموں سے جو لکھتے ہیں اس کی آواز اور لوحِ محفوظ سے دیکھ کر جو لکھتے ہیں اور جو کچھ اللہ چاہتا ہے' اس کو لکھنے کی آواز اور وہ جو احکام نافذ کرتا ہے اور مخلوق کی جو تدبیر کرتا ہے' فرشتے اس کو لکھتے ہیں' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' وہ کسی چیز کو لکھنے یا لکھانے سے مستغنی ہے' اس نے اپنی کسی حکمت سے فرشتوں کے لکھنے کا انتظام کیا ہوا ہے۔

نمازوں میں تخفیف کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے: پس اللہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کر دیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش سے ان میں سے آدھی کم کر دیں اور مالک بن صعصعہ کی روایت میں ہے: ان میں سے دس کم کر دیں اور ثابت کی روایت میں ہے: پانچ کم کر دیں' اس باب کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پاس گئے' پہلی مرتبہ آدھی نمازیں کم کیں' دوسری مرتبہ تیرہ

نمازیں کم کیں' تیسری مرتبہ سات نمازیں کم کیں اور چوتھی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کر دیں اور ان کا اجر پچاس نمازیں کر دیا۔

''السدرۃ المنتھٰی'' کا معنی

''السدرۃ'' کا معنی ہے: بیر کا درخت' یہ درخت ساتویں آسمان پر ہے اور اس کا سایا ساتوں آسمانوں پر ہے' ایک روایت میں ہے: یہ درخت چھٹے آسمان پر ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کا تنا ساتویں آسمان میں ہے۔ اس کو منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ ہر مقرب فرشتے اور ہر نبی مرسل کے علم کی اس پر انتہاء ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ درخت عرش کے نیچے ہے' کوئی فرشتہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا' نہ کوئی نبی اس سے تجاوز کر سکتا ہے' زمین سے جو چیزیں اوپر چڑھتی ہیں' اس درخت پر ان کی انتہا ہو جاتی ہے' ایک قول ہے: شہداء کی روحوں کی اس پر انتہا ہو جاتی ہے' ایک قول ہے: مومن کی روح کی اس پر انتہا ہو جاتی ہے اور ملائکہ مقربین اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

پانچ نمازوں کی فرضیت اور اس سے پہلے کتنی نمازیں فرض تھیں

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ پانچ نمازیں شب معراج میں فرض کی گئیں ہیں' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ پھر جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے وادی کی ایک جانب میں ایڑی ماری تو وہاں پر پانی کا چشمہ جاری ہو گیا' پھر حضرت جبریل نے اس چشمہ سے وضوء کیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو دیکھ رہے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں آئے اور آپ نے اس چشمہ سے اسی طرح وضوء کیا' جس طرح حضرت جبریل نے وضوء کیا تھا' پھر آپ نے اور حضرت خدیجہ نے دو رکعت نماز پڑھی' جس طرح حضرت جبریل نے دو رکعت نماز پڑھی تھی' ایک جماعت نے کہا ہے: اس سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی' سوا اس کے کہ آپ کو رات میں قیام کا حکم دیا گیا تھا' جس میں رکعات کی کوئی تحدید نہیں تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے دو تہائی حصہ میں یا ایک تہائی حصہ میں قیام فرماتے تھے' آپ کے ساتھ صحابہ بھی قیام کرتے تھے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اہل سیر کا اس پر اجماع ہے کہ وضوء اور غسل مکہ میں نماز کے ساتھ جبریل علیہ السلام کی تعلیم سے فرض ہوئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نماز بغیر وضوء کے نہیں پڑھی۔

علامہ سید محمد امین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

آیت وضوء مدنی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے بھی نماز پڑھتے تھے اور آپ کے اصحاب بھی' اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا نہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے فجر اور عصر کی نمازیں فرض تھیں' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا. (طٰہٰ: ۱۳۰) — اور آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے' طلوع آفتاب سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے۔

(درمختار و ردالمحتار ج ۱ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰' داراحیاء التراث العربی بیروت)

اور سورۃ المزمل سے ثابت ہے کہ رات کی نماز بھی فرض تھی۔

تمام نبیوں میں سے صرف حضرت موسیٰ نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی' اس کی وجہ

ایک سوال یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام نبیوں میں سے صرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی' اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ آپ کی امت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مکرم ہے اور آپ نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے بنا دے۔ (کتاب السنہ ج ۱ ص ۳۰۵' تاریخ دمشق ج ۶۴ ص ۹۰' در منثور ج ۳ ص ۴۸۸) اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی اور چونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی یہ دعا منقول نہیں ہے' اس لیے انہوں نے یہ سفارش نہیں کی۔

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہیں' پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟

ایک سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر کیسے دیکھا' جب کہ انبیاء علیہم السلام زمین پر اپنی اپنی قبر میں آرام فرما ہیں' علامہ ابن عقیل اور علامہ ابن التین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو ان کے جسموں کی صورتوں میں متشکل کر دیا تھا اور انہوں نے کہا: حشر کے دن جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا' اس دن ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹائی جائیں گی' ماسوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کیونکہ وہ زندہ ہیں' اور وہ زمین کی طرف نازل ہوں گے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو حقیقۃً دیکھا ہے اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے' اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور پھر آپ نے حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان میں بھی دیکھا' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جسم مثالی کے ساتھ آسمانوں پر گئے ہوں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانوں پر جن نبیوں سے ملاقات کی' ان کی وجہ ترجیح

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر دیکھا' ان کی آپ کے ساتھ خاص مناسبت تھی' حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آپ کی یہ مناسبت تھی کہ جس طرح حضرت آدم کا دشمن ابلیس تھا اور اس کی دشمنی کی وجہ سے ان کو جنت چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا' اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ابوجہل تھا اور دیگر صنادید قریش تھے' جن کی وجہ سے آپ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ آنا پڑا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ مناسبت یہ تھی کہ وہ پہلے نبی ہیں' جنہوں نے قلم کے ساتھ لکھا' پھر قلم سے لکھنے کا طریقہ تمام دنیا میں رائج ہو گیا' اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے اہم بادشاہوں کی طرف تبلیغی مکاتیب بھیجے' جس کی وجہ سے تمام دنیا میں اسلام پھیل گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حال میں دیکھا کہ انہوں نے البیت المعمور کی طرف اپنی کمر کی ٹیک لگائی ہوئی تھی' اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری عمر میں بیت اللہ کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ظالم اور جابر بادشاہ کے قہر کی وجہ سے اپنی سرزمین چھوڑ کر مدین جانا پڑا' اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مکہ سے مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔

رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہود نے ان کو قتل کرنے کا قصد کیا تھا' اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہود نے قتل کرنے کا قصد کیا تھا' جب انہوں نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو کھلایا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے یہود کے بہت مظالم برداشت کیے' حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ذبح کر دیا' اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے قریش سے بہت صدمات اٹھائے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔

رہے حضرت یوسف علیہ السلام تو انہوں نے اپنے بھائیوں کے کیے ہوئے مظالم کو معاف فرما دیا اور فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ. (یوسف:۹۲) میں آج تمہیں کوئی ملامت نہیں کرتا۔

اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن قریش کے تمام مظالم کو معاف فرما دیا اور فرمایا: میں تمہیں ملامت نہیں کرتا۔

رہے حضرت ہارون علیہ السلام تو وہ بنی اسرائیل کے نزدیک محبوب تھے حتیٰ کہ وہ ان کو حضرت موسیٰ پر ترجیح دیتے تھے اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے نزدیک محبوب ہیں حتیٰ کہ وہ آپ کو اپنی جان اپنے والدین اپنی اولاد اور اپنے مال پر ترجیح دیتے ہیں۔

رات کے وقت میں معراج کرانے کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج رات میں کرائی گئی ہے نہ کہ دن میں جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) رات کے وقت میں خلوت ہوتی ہے اور یہ وقت بادشاہوں کے ساتھ مجالست کا اور ان سے مناجات کا ہوتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت میں کرامات سے نوازا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا. (الانعام:۷۶) جب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ. (ہود:۸۱) آپ اپنے گھر والوں کو لے کر رات کے ایک حصہ میں نکل جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:۔

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا. (طٰہٰ:۱۰) جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ. (الاعراف:۱۴۲) اور جب ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور مزید دس راتوں کا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رات کے ذکر کو دن پر مقدم فرمایا ہے:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ. (بنی اسرائیل:۱۲) اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا۔

وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ. (یٰسٓ:۴۰) اور نہ رات دن پر سبقت کرنے والی ہے۔

(۴) رات اصل ہے اور چاند کی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔

(۵) ہر رات کے ساتھ دن ہوتا ہے اور کبھی صرف دن ہوگا اور رات نہیں ہوگی جیسے قیامت کا دن۔

(۶) رات کے وقت میں دعا قبول ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور عطا کا نزول ہوتا ہے۔

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر رات میں سفر کرتے تھے۔

(۸) رات کا وقت عبادت میں کوشش کرنے کا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اتنا زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے

تھے۔

(۹) آپ رات میں بہت زیادہ عبادت کرتے تھے اللہ عزوجل نے خود اس میں کمی کرنے کا حکم دیا' فرمایا:

یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ O قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا O اے چادر اوڑھنے والے! O رات کو قیام کیجئے مگر تھوڑا O

(المزمل: ۲-۱)

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ. (بنی اسرائیل: ۷۹) رات کے ایک حصہ میں آپ تہجد پڑھیے۔

سو جب آپ کی زیادہ عبادت رات میں ہوتی تھی تو آپ کو معراج بھی رات میں کرائی گئی۔

(۱۰) جب معراج رات میں ہوئی تو یہ واقعہ لوگوں کی نظر سے غائب تھا' پھر جنہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی' ان کا اجر بہت زیادہ ہو گیا۔

آپ کو معراج کرانے کی حکمت

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے لیے معراج کرائی گئی' اسی وجہ سے یہ معراج اچانک کرائی گئی اور یہ بہت عظیم اور دل میں جاگزین ہونے والی ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہم کلامی کا وعدہ کیا گیا تھا' پھر آپ کو شرف کلام سے نوازا اور دونوں میں بہت فرق ہے' وہ چالیس راتوں تک اس کا انتظار کرتے رہے اور آپ کو بغیر انتظار کی مشقت میں ڈالے بلا لیا گیا' اور ان دونوں کے مقام میں بہت فرق ہے' ایک کو پہاڑ طور پر بلایا گیا اور دوسرے کو البیت المعمور کے اوپر بلایا گیا' حضرت سلیمان کی ایک ماہ کی مسافت کے لیے ہوا کو مسخر کیا گیا اور آپ کو ایک ساعت میں فرش سے عرش پر لے جایا گیا اور سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ آپ کو اپنے رب کا دیدار کرایا گیا' سب نبیوں نے اللہ کی بن دیکھے گواہی دی' تنہا آپ نے اللہ کو دیکھ کر اس کے واحد ہونے کی گواہی دی۔

سدرۃ کو مختلف رنگوں کا ڈھانپنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سدرۃ کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا' میں از خود نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں۔

ایک قول ہے کہ وہ سونے کے پروانے تھے' دوسرا قول ہے: وہ متعدد انوار تھے' جو سدرہ سے نکل رہے تھے اور اس سے اس طرح گر رہے تھے' جس طرح پروانے گرتے ہیں' وہ پروانے سونے کے تھے کیونکہ سونا بہت صاف اور چمک دار ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کا سب سے زیادہ قوی ہونا

سوال ہوتا ہے کہ آسمانوں اور اس کے اوپر چڑھنا جسم انسانی کے لیے کس طرح متصور ہو سکتا ہے جب کہ انسانی جسم بہت کثیف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ارواح چار قسم کی ہیں: (۱) وہ ارواح جو صفاتِ بشریہ سے مکدر ہیں' یہ عوام کی ارواح ہیں' جن پر قوتِ حیوانیہ کا غلبہ ہوتا ہے' وہ عروج کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتیں (۲) وہ ارواح جن میں کامل قوتِ نظریہ ہوتی ہے اور وہ علوم کو حاصل کر لیتی ہیں' یہ علماء کی ارواح ہیں (۳) وہ ارواح جو اخلاقِ حمیدہ کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے کامل قوتِ مدبرہ کی حامل ہوتی ہیں' یہ ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں کی ارواح ہیں (۴) وہ ارواح جن کو قوتِ نظریہ اور قوتِ عملیہ دونوں میں کمال حاصل ہوتا ہے اور یہ انبیاء اور صدیقین کی ارواح ہیں' جیسے جیسے ان کی ارواح کی قوت زیادہ ہوتی ہے' ان میں زمین سے اوپر اٹھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اور جب انبیاء علیہم السلام کی ارواح بہت قوی ہوتی ہیں تو وہ آسمان کی طرف عروج کر سکتی ہیں اور چونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی قوت سب سے زیادہ تھی' اس لیے آپ نے ''قاب قوسین او ادنیٰ'' کی طرف عروج کیا۔

(معراج کے یہ تمام اسرار اور نکات عمدۃ القاری ج ۴ ص ۷۷-۶۴ سے ماخوذ ہیں)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

حدیث مذکور شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۷۵ 'نمبر ۳۲۳ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) معراج کا لغوی معنی (۲) معراج کا اصطلاحی معنی (۳) شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کا بیان (۴) سورۂ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات (۵) لفظ ''سبحان'' کے اسرار (۶) لفظ ''عبدہ'' کے اسرار (۷) لفظ ''اسریٰ'' کے اسرار (۸) معراج کے متعلق سورہ والنجم کی آیات (۹) ''والنجم اذا ھوی'' کے اسرار (۱۰) ''ثم دنا فتدلی'' کے اسرار (۱۱) ''فکان قاب قوسین'' کے اسرار (۱۲) حضرت جبریل کا دو مرتبہ حضور کو اپنی صورت دکھانا (۱۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے نہ کہ حضرت جبریل کا قرب اور ان کا دیدار (۱۴) شب معراج دیدارِ الٰہی کے بیان میں احادیث اور آثار (۱۵) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ (۱۶) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ (۱۷) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ (۱۸) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ (۱۹) واقعۂ معراج کی تاریخ (۲۰) واقعۂ معراج کی ابتداء کی جگہ (۲۱) معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ (۲۲) کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعۂ معراج کا مربوط بیان (۲۳) رات میں معراج کرانے کے اسرار (۲۴) معراج کی ابتداء کی جگہ کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق (۲۵) حضرت ام ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتے کے آنے کے اسرار (۲۶) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار (۲۷) شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق (۲۸) تین بار شق صدر کرنے کے اسرار (۲۹) ''ھٰذا حظك من الشیطان'' کے اسرار (۳۰) قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کے اسرار (۳۱) شق صدر کے اسرار کا تتمہ (۳۲) براق پر سواری کے اسرار (۳۳) قبر میں حضرت موسیٰ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار (۳۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق (۳۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا (۳۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود پیش کیا جانا (۳۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا (۳۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا (۳۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا (۴۰) صالحین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا (۴۱) اجسادِ مثالیہ کا تعدد (۴۲) انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا (۴۳) شب معراج عالم برزخ دکھائے جانے کے اسرار (۴۴) مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار (۴۵) آسمانوں پر جانے کے اسرار (۴۶) سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانے کے اسرار (۴۷) ''قف یا محمد فان ربك یصلی'' کے اسرار (۴۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار (۴۹) ''الصلوٰۃ معراج المؤمنین'' کے اسرار (۵۰) کفار قریش کو دیئے ہوئے جوابات کے اسرار (۵۱) شب معراج دیدارِ الٰہی کے اسرار۔

معراج کی یہ تفصیل شرح صحیح مسلم میں ص ۶۷۱-۷۷۲ تک پھیلی ہوئی ہے اور اس قدر جامع تفصیل قارئین کو اور کسی کتاب میں نہیں ملے گی۔ وذالك فضل اللہ یوتیه من یشاء.

* اور تبیان القرآن' سورۃ بنی اسرائیل: ۱' ج ۶ ص ۶۱۷-۶۴۳ میں بھی معراج کا تفصیلی بیان ہے۔

۳۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ حِينَ فَرَضَهَا، رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از صالح بن کیسان از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ نے نماز فرض کی' جب نماز کو فرض کیا تو دو دو

فَاُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ، وَزِيْدَ فِيْ صَلٰوةِ الْحَضَرِ. رکعت فرض کیں حضر میں اور سفر میں پھر سفر کی نماز برقرار رہی اور حضر میں نماز زیادہ کردی گئی۔

[اطراف الحدیث:۱۰۹۰-۳۹۳۵]

(صحیح مسلم:۶۸۵' الرقم المسلسل:۱۵۴۲' سنن ابوداؤد:۱۱۹۸' سنن نسائی:۴۵۳' موطأ امام مالک۔کتاب قصر الصلوٰۃ:۸' شرح معانی الآثار:۲۲۴۸' صحیح ابن حبان:۲۷۳۶' المعجم الاوسط:۸۹۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۱' سنن دارمی:۱۵۰۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۳' سنن کبریٰ للنسائی:۳۱۷' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲ طبع قدیم' مسند احمد:۲۶۳۳۸۔ج ۴۳ ص ۳۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: جب نماز کو فرض کیا گیا۔

علامہ ابن بطال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے وتر کو فرض کہہ کر چھ فرائض بنا دیئے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فرض نماز کے عدد پر امت کا اجماع ہے کہ وہ پانچ نمازیں ہیں اور نمازوں کے رکوع اور سجود کے عدد پر بھی امت کا اجماع ہے' سوائے امام ابوحنیفہ کے' ان کا شاذ قول ہے' انہوں نے فرائض میں وتر کو زیادہ کیا ہے اور معراج کی حدیث میں وتر کا ذکر نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے وتر کو فرض نہیں کہا' بلکہ وتر کو واجب کہا اور وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وتر فوت ہونے کی صورت میں اس کی قضا کرنے کا حکم دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وتر سے سو گیا یا اس کو بھول گیا تو اس کو جب یاد آئے تو وتر پڑھ لے یا جب بیدار ہو تو پڑھ لے۔ (سنن ترمذی:۴۶۵' سنن ابوداؤد:۱۴۳۱' سنن ابن ماجہ:۱۱۸۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱)

ائمہ ثلاثہ وتر کو سنت یا نفل کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ سنت یا نفل فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں ہوتی' اور فرائض میں وتر داخل نہیں ہے' جیسا کہ حدیث معراج میں تصریح ہے کہ فرض صرف پانچ نمازیں ہیں' پس لامحالہ وتر کو واجب قرار دینا ہوگا۔

رہا یہ کہ علامہ ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے وتر کو فرض قرار دیا ہے تو بہ ظاہر یہ امام ابوحنیفہ پر افتراء ہے' فقہاء احناف کی تمام کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر واجب ہے اور علامہ ابن بطال نے جو اس کو فرض سے تعبیر کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے اور اسی طرح حرام اور مکروہ تحریمی میں فرق نہیں کرتے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان میں فرق ہے' فرض وہ ہے جس کے فعل کا لزوم ایسی دلیل سے ثابت ہو جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو اور اگر ان میں سے کوئی ایک چیز ظنی ہو تو پھر وہ واجب ہوگا' مثلاً نماز پڑھنے کا قرآن مجید میں حکم ہے' اس کا ثبوت بھی قطعی ہے اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے' لہٰذا نماز فرض ہے اور وتر کی قضاء کرنے کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے' اس کی لزوم پر دلالت تو قطعی ہے' لیکن اس کا ثبوت قطعی نہیں کیونکہ اس کا ثبوت خبر واحد سے ہے اور وہ ظنی ہے' اس لیے وتر واجب ہے' فرض نہیں ہے' اور چونکہ ائمہ ثلاثہ اور ان کے متبعین فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے' اس لیے علامہ ابن بطال نے لکھ دیا کہ امام ابوحنیفہ وتر کو فرض کہتے ہیں' حالانکہ امام ابوحنیفہ وتر کو فرض نہیں کہتے' واجب کہتے ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ کی دقت نظر ہے' جس سے یہ ظاہر بین لوگ عاری

ہیں اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ حیرت ہے کہ علامہ عینی نے ابن بطال کا یہ اعتراض دیکھا نہیں' ورنہ وہ اس کا جواب ضرور لکھتے۔

حافظ ابن حجر شافعی کا سفر میں نماز کے قصر کے وجوب اور عزیمت کی نفی کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضر (شہر) کی نمازوں میں دو رکعت کا اضافہ مدینہ منورہ میں کیا گیا ہے' جیسا کہ حسب ذیل حدیث میں اس کی تصریح ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مکہ میں دو دو رکعت نماز فرض کی گئی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے ہر دو رکعت نماز کے ساتھ دو رکعت بڑھا دیں' ماسوا مغرب کے کیونکہ وہ دن کے وتر ہیں اور ماسوا فجر کی نماز کے کیونکہ اس میں طویل قراءت ہوتی ہے (اور جب آپ سفر کرتے تو پہلے طریقہ سے نماز پڑھتے)۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۹۴۴۔ ۳۰۵' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۱۳۲' مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۰۴۲۔ ج ۴۳ ص ۱۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے ظاہر سے فقہاء احناف نے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا عزیمت ہے (یعنی واجب ہے) رخصت نہیں ہے' اور ان کے مخالفین (ائمہ ثلاثہ) نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ (النساء: ۱۰۱)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے' اگر تم کو یہ خوف ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے (یعنی تم پر حملہ کریں گے)۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ قصر کرنے سے تم کو گناہ نہیں ہوگا' سو یہ آیت قصر کی عزیمت اور وجوب پر دلالت نہیں کرتی بلکہ قصر کی رخصت پر دلالت کرتی ہے اور قصر کے رخصت ہونے پر یہ حدیث بھی دلیل ہے:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ یہ بتائیں کہ لوگ نماز قصر کرتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کو کفار کے حملہ کا خوف ہو تو نماز قصر کرو' اور اب کفار کے حملہ کا خوف نہیں ہے' حضرت عمر نے فرمایا: جس طرح تم کو اس پر تعجب ہوا' مجھے بھی اس پر تعجب ہوا تھا تو میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے' اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے' تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔

(صحیح مسلم: ۶۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹' سنن ترمذی: ۳۰۳۴' سنن نسائی: ۱۴۳۲' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵)

صحیح بخاری: ۳۵۰' میں یہ دلیل ہے کہ سفر کی نماز دو رکعت ہی ہے' اس کا ائمہ ثلاثہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے اور حضرت عائشہ نے وہ زمانہ نہیں پایا' جب نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ ائمہ ثلاثہ کی طرف سے جواب دو وجہ سے کمزور ہے' اولاً اس لیے کہ یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی' اس لیے حضرت عائشہ کا قول حکماً مرفوع ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ اگر حضرت عائشہ اس وقت موجود نہیں تھیں تو انہوں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یا کسی اور صحابی سے سنی ہوگی' سو یہ حدیث مرسل صحابی ہے' امام الحرمین نے یہ کہا ہے کہ اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو اس کو تواتر سے منقول ہونا چاہیے تھا' یہ جواب بھی کمزور ہے کیونکہ اس کی مثل میں تواتر لازم نہیں ہے' ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث کے یہ حدیث معارض ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان سے حضر (شہر) میں چار رکعت نماز فرض کی ہیں اور سفر میں دو رکعت اور خوف کی حالت میں ایک رکعت۔ (صحیح مسلم: ۶۸۷۔ الرقم المسلسل: ۱۵۴۶' سنن ابوداؤد: ۱۲۴۷' سنن نسائی: ۴۵۵' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث کا یہ محمل ہے کہ اضافہ کے بعد حضر میں نماز چار رکعت ہوگئی لہٰذا یہ حضرت عائشہ کی حدیث کے معارض نہیں ہے۔ انہوں نے ایک دلیل یہ قائم کی ہے کہ فقہاء احناف کا قاعدہ ہے کہ جب راوی کی روایت اور اس کی رائے میں تعارض ہو تو اس کی رائے کا اعتبار کیا جاتا ہے' نہ کہ اس کی روایت کا اور حضرت عائشہ کی روایت اگر چہ یہ ہے کہ سفر میں دو رکعت نماز ہے' لیکن حضرت عائشہ کی رائے یہ ہے کہ سفر میں پوری نماز پڑھنی چاہیے' اس لیے ان کی روایت غیر ثابت ہے' اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ سے سوال کیا گیا کہ سفر میں پوری نماز کیوں پڑھتی ہیں؟ تو انہوں نے وہی تاویل کی جو حضرت عثمان نے تاویل کی تھی۔ (صحیح البخاری:۱۰۹۰' سنن ابوداؤد:۱۲۰۰) (کہ انہوں نے مکہ میں بھی اپنا گھر بنالیا تھا) لہٰذا حضرت عائشہ کی روایت اور ان کی رائے میں کوئی تعارض نہیں ہے' پس ان کی روایت صحیح ہے اور ان کی رائے ان کی تاویل پر مبنی ہے۔

جو چیز مجھ پر منکشف ہوئی ہے وہ اس کے مطابق ہے' جو اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مکہ میں دو' دو رکعت نماز فرض کی گئی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے ہر دو رکعت نماز کے ساتھ دو رکعت بڑھادیں' ماسوا مغرب کے کیونکہ وہ دن کے وتر ہیں اور ماسوا فجر کی نماز کے کیونکہ اس میں طویل قراءت ہوتی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۹۴۴۔۳۰۵' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۱)

پھر جب فرض کی چار رکعت نماز مستحکم ہوگئی تو النساء:۱۰۱ کے نازل ہونے کے بعد سفر کے اندر نماز میں تخفیف کر دی گئی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ ابن الاثیر نے شرح المسند میں ذکر کیا ہے کہ ۴ھ میں نماز قصر کی گئی ہے اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا ہے کہ ۴ھ میں نماز قصر کی گئی ہے' البتہ الدولابی نے یہ ذکر کیا ہے کہ ۲ھ میں نماز کو قصر کیا گیا ہے اور سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ ہجرت کے ایک سال بعد نماز کو قصر کیا گیا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہجرت کے چالیس دن بعد نماز کو قصر کیا گیا ہے' اس لحاظ سے حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے کہ سفر میں نماز دو رکعت برقرار رکھی گئی' اس کا معنی ہے: سفر میں تخفیف کی وجہ سے دو رکعت نماز کر دی گئی' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ شروع سے دو رکعت پر برقرار رہی' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قصر عزیمت ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

سفر میں وجوبِ قصر پر مصنف کے پیش کردہ دلائل اور حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا عزیمت نہیں ہے رخصت ہے' بلکہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے کیونکہ خود حافظ ابن حجر نے سنن ابوداؤد اور دیگر کتب حدیث کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ عرض کیا کہ سفر میں نماز کو اس وقت قصر کیا جائے' جب کفار کے حملہ کا خوف ہو اور اب ان کے حملہ کا خوف نہیں ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ ہے' اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے' تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (صحیح مسلم:۶۸۶)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قصر کرنے کا امر کیا ہے اور امر پر عمل کرنا واجب ہے' لہٰذا سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے النساء:۱۰۱ میں فرمایا ہے: جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا مباح ہے نہ کہ نماز کو قصر کرنا واجب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قصر کرنا مباح تب ہوتا جب اس آیت میں یوں فرمایا جاتا: جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر نہ کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جب یوں فرمایا ہے کہ نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے تو یہ قصر کے وجوب کے منافی نہیں ہے' اس کی نظیر یہ حدیث

ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا کہ یہ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا. (البقرہ:١٥٨) بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عروہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' (یعنی ان کی سعی واجب نہیں ہے) حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تم نے بُری بات کہی ہے' اگر ایسا ہوتا جس طرح تم نے اس آیت کی تاویل کی ہے تو اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا: جو شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت انصار کے لیے نازل فرمائی ہے' وہ اسلام لانے سے پہلے مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے اور مُشلّل کے پاس اس کی عبادت کرتے تھے اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے' جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم پہلے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:١٥٨)

حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنا ثابت ہے' پس کسی شخص کے لیے ان کے درمیان طواف کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ (صحیح البخاری:١٦٤٣' صحیح مسلم:١٢٧٧' سنن ترمذی:٢٩٦٥' سنن نسائی:٢٩٦٧' سنن ابن ماجہ:٢٩٨٦' مسند احمد ج٦ ص١٤٤' جامع المسانید لابن الجوزی:٧٦٧ ٣' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلوب پر ہم کہتے ہیں کہ النساء:١٠١ میں فرمایا ہے: ''جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے''۔ یہ آیت قصر کے وجوب کے منافی نہیں ہے' یہ آیت قصر کے وجوب کے اس وقت منافی ہوتی جب اس آیت میں اس طرح ہوتا: ''جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر نماز کو قصر نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے''۔ باقی رہا یہ کہ اس اسلوب سے کیوں فرمایا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان دائماً حضر میں چار رکعت نماز پڑھتے تھے' جب انہیں سفر میں دو رکعت نماز پڑھنے کے لیے کہا گیا تو ان کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ چار رکعت کی بجائے دو رکعت نماز پڑھنے کی وجہ سے ان کی عبادت میں کوئی کمی ہوگئی ہے یا شاید اس میں کوئی گناہ یا حرج ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (النساء:١٠١)

النساء:١٠١ سے جو ائمہ ثلاثہ کا استدلال تھا' اس کا ایک جواب ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلوب سے دیا ہے اور اس استدلال کا دوسرا جواب ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے پیش کر رہے ہیں:

امیہ بن عبد اللہ بن خالد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: ہم قرآن مجید میں صلوٰۃ الحضر اور صلوٰۃ الخوف کا ذکر پڑھتے ہیں اور ہمیں اس میں صلوٰۃ السفر کا ذکر نہیں ملا' حضرت عبد اللہ بن عمر نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا' ہم اور کچھ نہیں جانتے ہم صرف وہی کرتے ہیں جو ہم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے (یعنی آپ سفر میں قصر کرتے تھے' سو ہم سفر میں قصر کرتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ (سنن ابن ماجہ:١٠٦٦' سنن نسائی:٤٥٤)

قصر کے وجوب پر اس حدیث سے بھی اعتراض کیا جاتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز کو قصر بھی کرتے تھے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے اور روزہ چھوڑتے بھی تھے اور روزہ رکھتے بھی تھے۔ امام دار قطنی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(سنن دار قطنی: ۲۲۶۶، دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۲۲ھ، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱، ملتان)

اس حدیث کی سند متعدد وجوہ سے ضعیف ہے، جن وجوہ کو ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹ میں بیان کیا ہے، بر سبیل تنزل اس کا جواب یہ ہے کہ قوی حدیث اس حدیث کے معارض ہے:

عیسیٰ بن حفص بن عاصم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں مکہ کے راستہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، انہوں نے ہمیں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھائی، پھر وہ آگے چلے، ہم بھی ان کے ساتھ تھے، وہ اپنی قیام گاہ پر آئے اور بیٹھ گئے، ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے، پھر ان کی لوگوں پر نظر پڑی، جو نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے پوچھا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: یہ لوگ نفل پڑھ رہے ہیں، حضرت ابن عمر نے کہا: اگر میں نفل نماز پڑھوں تو میں فرض نماز پوری نہ پڑھ لوں! اے میرے بھتیجے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہا ہوں، آپ نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا، اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں، انہوں نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی، حتیٰ کہ اللہ نے ان کی روح کو قبض کر لیا، اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں، انہوں نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کر لیا اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ میں حسین نمونہ ہے۔

(الاحزاب: ۲۱)

(صحیح البخاری: ۱۱۰۲۔۱۱۰۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۲۲، سنن نسائی: ۱۴۵۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۱)

اس حدیث سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے واضح ہو گیا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۴۶۷۔ ج ۲ ص ۳۵۴ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) وجوب قصر میں مذاہب (۲) ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات (۳) منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ (۴) دیگر دلائل کا جواب (۵) وطن کی اقسام اور احکام (۶) سفر معصیت کے احکام (۷) سنن کا حکم (۸) کیا ہوائی جہاز سے کم وقت میں بغیر مشقت کے سفر کرنا رخصت قصر کے منافی ہے؟

۲ - بَابُ وُجُوْبِ الصَّلٰوةِ فِي الثِّيَابِ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا وجوب

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے، واضح رہے کہ مرد کی شرم گاہ ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے اور عورت کی شرم گاہ اس کا پورا جسم ہے، ماسوا اس کے چہرے، اس کے ہاتھ اور اس کے پیروں کے۔

شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء

امام مالک کے نزدیک نماز میں شرم گاہ کو چھپانا نماز کی صحت کی شرط نہیں ہے، بلکہ یہ نماز کی سنت ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایسے پانی کے پاس رہتے تھے، جو لوگوں کے گزرنے کی جگہ پر تھا، ہمارے پاس

سے سوار گزرتے تھے ہم ان سے پوچھتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ اور یہ شخص کون ہے؟ وہ کہتے تھے: اس شخص کا یہ زعم ہے کہ اللہ نے اس کو رسول بنایا ہے اور اس کی طرف وحی نازل کی ہے یا اللہ نے اس کی طرف یہ وحی کی ہے پس میں اس کلام کو حفظ کر لیتا تھا اور گویا کہ وہ کلام میرے سینہ میں محفوظ تھا اور لوگ فتح مکہ تک لوگوں کو اسلام لانے پر ملامت کرتے تھے اور کہتے تھے: ابھی اس شخص کو اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھو اگر وہ ان پر غالب آ گیا تو وہ سچا نبی ہوگا' پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو تمام لوگوں نے اسلام لانے میں سبقت کی اور میرے والد نے بھی اپنی قوم کے ساتھ اسلام لانے میں سبقت کی' پھر جب میرے والد واپس آئے تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں برحق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے آیا ہوں اور انہوں نے فرمایا ہے: تم فلاں فلاں وقت میں نماز پڑھو اور تم میں سے ایک شخص اذان دے اور تم میں سے جس شخص کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہو' وہ نماز پڑھائے' پھر انہوں نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہیں تھا' کیونکہ میں سواروں سے قرآن سنتا رہتا تھا' پس انہوں نے مجھے آگے بڑھا کر امام بنا دیا' اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی اور میرا صرف ایک تہ بند تھا' جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ سمٹ کر یا سکڑ کر اوپر اٹھ جاتا تھا' تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: تم اپنے قاری کی مقعد کو ہم سے چھپاتے کیوں نہیں! پھر لوگوں نے میرے لیے قمیص خریدی' سو مجھے کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس قمیص سے خوشی ہوئی تھی۔ (صحیح البخاری: ۴۳۰۲' سنن ابوداؤد: ۵۸۵' سنن نسائی: ۷۸۸-۷۶۶' ۶۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۱۲' المعجم الکبیر: ۶۳۵۱' المنتقیٰ: ۳۰۹' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۴۲' المستدرک ج ۳ ص ۴۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۹۱)

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا نماز کی سنتوں میں سے ہے' اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا نماز کے فرائض میں سے ہے' اس اختلاف کی وجہ درج ذیل آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے:

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ. (الاعراف: ۳۱) اے اولادِ آدم! تم مسجد میں ہر بار حاضر ہونے کے وقت لباس پہن لیا کرو۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے ہے' پس جو کہتے ہیں: اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے' وہ کہتے ہیں کہ نماز میں شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ پہلے عورتیں بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتی تھیں' تب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا' اور جن فقہاء نے یہ کہا کہ اس آیت میں لباس پہننے کا حکم استحباب کے لیے ہے' وہ کہتے ہیں کہ شرم گاہ کو چھپانا سنت ہے' اور لباس سے مراد چادر اور تہبند وغیرہ ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۸۳-۸۲' مکتبہ علمیہ' لاہور' ۱۳۹۶ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

مردوں پر واجب ہے کہ وہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک اپنے جسم کو چھپائیں اور یہ نماز کی صحت کے لیے شرط ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' امام مالک کے نزدیک یہ نماز کی صحت کی شرط نہیں ہے' ہماری دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بالغہ (لڑکی) کی نماز بغیر دوپٹہ کے قبول نہیں فرماتا۔ (سنن ابوداؤد: ۶۴۱' سنن ترمذی: ۳۷۷' سنن ابن ماجہ: ۶۵۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۰)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں گرمیوں میں ہوتا ہوں تو آیا میں صرف ایک قمیص میں نماز پڑھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور کانٹے سے اس (کے گریبان) کو بند کر لو۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۳۲' سنن ترمذی: ۲۷۹۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۹)

مرد کی شرم گاہ کی حد ناف سے گھٹنے تک ہے' امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے' امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے' دوسری روایت یہ ہے کہ صرف ذکر اور دبر شرم گاہ ہیں' امام احمد سے پوچھا گیا: شرم گاہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: فرج اور دبر' کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۱' صحیح مسلم: ۱۳۶۵) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں اپنی ران سے کپڑا ہٹائے ہوئے تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو آنے کی اجازت دی اور آپ اسی حال پر رہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی اور آپ اسی حال پر رہے۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۶۱۲۶' مسند احمد ج ۱ ص ۷۱)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے۔

اور امام احمد نے جرھد سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی ران کھلی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: اپنی ران کو چھپاؤ کیونکہ ران شرم گاہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۱۴' سنن ترمذی: ۲۷۹۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۸-۴۷۹' سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: اپنی ران کو نہ کھولنا اور کسی زندہ یا مردہ کی ران کو نہ دیکھنا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۱۵' سنن ابن ماجہ: ۱۴۶۰' سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۲۵' دارقطنی کی سند ضعیف ہے)

اس حدیث میں صریح دلالت ہے کہ مرد کی ران بھی شرم گاہ ہے اور اس کو چھپانا واجب ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ناف کے نیچے اور گھٹنوں کے اوپر کا حصہ شرم گاہ ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۷) (المغنی ج ۲ ص ۱۳۲' ملخصاً' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر آزاد عورت کا چہرے کے سوا کوئی عضو کھلا ہوا ہو تو وہ نماز دہرائے گی' اس پر اتفاق ہے کہ عورت کے لیے نماز میں اپنے چہرہ کو کھولنا جائز ہے' اور چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اور کسی عضو کو کھولنا جائز نہیں ہے' اور اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت نماز میں اپنے پورے سر کو ڈھانپے گی' امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ عورت کے دونوں قدم عورت نہیں ہیں' کیونکہ وہ بالعموم ظاہر ہوتے ہیں' اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ عورت مجسم واجب الستر ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت (مجسم) شرم گاہ ہے' جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاڑتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور ان کے اوپر باریک کپڑے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغہ ہو جاتی ہے تو اس کا صرف یہ اور یہ دکھائی دینا جائز ہے اور آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۱۰۴)

نماز میں عورت کے پیروں کو ڈھانپنے کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: کیا عورت قمیص اور دوپٹے کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے' اس کے اوپر تہبند نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: جب کہ اس کی قمیص اتنی لمبی ہو جو اس کے پیروں کی پشت کو چھپا لے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۴۰-۶۳۹)

اور نماز میں عورت کے سر ڈھانپنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ بالغہ عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے قبول نہیں فرماتا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۴۱ سنن ترمذی: ۳۷۷ سنن ابن ماجہ: ۶۵۵)

اور ہتھیلیوں کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ ان کا ستر واجب نہیں ہے کیونکہ چیز لینے دینے کے لیے ہاتھوں کو کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے اور دوسری روایت ہے کہ ان کا ستر واجب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت مجسم واجب الستر ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۱۵۶-۱۵۵ 'دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے عموم سے چہرہ اور ہتھیلیاں خارج ہیں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان دونوں کا استثناء فرمایا ہے' جیسا کہ سنن ابوداؤد: ۴۱۰۴ میں تصریح ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الاعراف: ۳۱). **فَنَزَلَتْ ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ﴾.**

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم مسجد میں ہر بار حاضر ہونے کے وقت لباس پہن لیا کرو۔ (الاعراف: ۳۱)

اس آیت میں " زینت " کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ لباس ہے جو شرم گاہ کو چھپائے اور اس آیت میں مسجد سے مراد نماز ہے' یعنی نماز پڑھتے وقت اتنا لباس پہننا ضروری ہے' جس سے تمہاری شرم گاہ چھپ جائے۔ اس کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں:

وَيُذْكَرُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزُرُّهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ. فِيْ اِسْنَادِهٖ نَظَرٌ.

اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور کانٹے سے اس کو بند کر لو۔ اس کی سند پر اعتراض ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن ابوداؤد: ۶۳۲ میں ہے' ہم اس حدیث کو مفصل حوالہ جات کے ساتھ " شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء" کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کی سند پر اعتراض ہے' اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ بن ابراہیم ہے۔ ابن القطان نے کہا: وہ موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی ہے اور وہ منکر الحدیث ہے اور چونکہ اس کی سند پر اعتراض ہے' اس لیے امام بخاری نے اس تعلیق کا صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں: لیکن امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں موسیٰ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت سلمہ سے سنا ہے کہ میں نے صرف ایک قمیص پہنی ہوئی تھی یا صرف ایک جبہ پہنا ہوا تھا تو میں نے پوچھا: میں اس کو بند کرلوں' تو آپ نے فرمایا: ہاں! خواہ ایک کانٹے سے' اس کو امام ابن حبان نے بھی اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے' حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں شکار میں ہوتا ہوں اور میں نے صرف ایک قمیص پہنی ہوئی ہوتی ہے' آپ نے فرمایا: اس کو بند کرلو' خواہ ایک کانٹے سے۔ اس کو امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مدنی صحیح ہے' ان احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ ان احادیث کی سندوں میں جس موسیٰ کا ذکر ہے' یہ وہ نہیں ہے' جس کو ابن القطان نے گمان کیا ہے اور اس میں ضعف بھی ہے۔ جس راوی میں ضعف ہے' وہ موسیٰ بن ابراہیم التیمی ہے اور جس راوی کی حدیث صحیح ہے' وہ

موسیٰ بن ابراہیم المخزومی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۲-۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

وَمَنْ صَلّٰى فِي الثَّوْبِ الَّذِيْ يُجَامِعُ فِيْهِ مَا لَمْ يَرَ فِيْهِ اَذًى.

اور جس شخص نے اس کپڑے میں نماز پڑھی جس میں اس نے جماع کیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے کپڑے میں نماز پڑھتے تھے جس میں آپ جماع کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! جب آپ اس میں نجاست نہیں دیکھتے تھے۔(سنن ابوداؤد: ۳۶۶' سنن نسائی: ۲۹۳' سنن ابن ماجہ: ۵۴۰)

اس کے بعد امام بخاری نے درج ذیل تعلیق ذکر کی ہے:

وَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حج میں یوم نحر کو منیٰ میں اعلان کرنے والوں میں بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ میں برہنہ طواف کرے گا۔(صحیح البخاری: ۳۶۹)

۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ اُمِرْنَا اَنْ نُّخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ، وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ، قَالَتِ امْرَاَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ حَدَّثَتْنَا اُمُّ عَطِيَّةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم حیض والی عورتوں کو اور پردہ دار عورتوں کو عیدین کے دن گھروں سے نکالیں' پس وہ مسلمانوں کی جماعت میں اور ان کی دعا میں حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں ان کی نماز کی جگہوں سے الگ بیٹھیں' ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی سہیلی کی چادر پہن لے' اور عبد اللہ بن رجاء نے کہا: ہمیں عمران نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا تھا: "حائض کا عیدین میں اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہونا اور نماز کی جگہ سے الگ بیٹھنا" اور یہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا ہے: "نماز میں کپڑے پہننے کا وجوب" اور اس حدیث میں حائض کے عیدین میں جانے کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ اگر اس کے

پاس چادر نہ ہو تو وہ اپنی بغل سے چادر لے کر جائے' اس طرح یہ حدیث دونوں بابوں کے موافق ہے۔

۳ - بَابُ عَقْدِ الْإِزَارِ عَلَى الْقَفَا فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں گدی پر تہبند میں گرہ لگانا

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو شخص نماز میں داخل ہو وہ اپنی گدی پر تہبند میں گرہ لگائے' اس باب کی اور اس سے پہلے والے باب کی اور اس کے بعد کے پندرہ ابواب کی باہمی مناسبت یہ ہے کہ ان سب کا تعلق کپڑوں کے ساتھ ہے' البتہ درمیان میں پانچ ابواب ایسے ہیں' جن کا تعلق کپڑوں کے ساتھ نہیں ہے' وہ یہ ہیں: (۱) ران کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے (۲) منبر' چھت اور لکڑی پر نماز (۳) چٹائی پر نماز (۴) مصلّٰی پر نماز (۵) بستر پر نماز۔ ان کی مناسبت ان ابواب میں بیان کی جائے گی۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ اُزْرِهِمْ عَلٰى عَوَاتِقِهِمْ.

اور ابو حازم نے حضرت سہل سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھی کہ انہوں نے اپنے کندھوں پر اپنی چادروں میں گرہ لگائی ہوئی تھی۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھ رہے تھے کہ انہوں نے اپنی چادریں اپنے کندھوں پر اس طرح باندھی ہوئی تھی' جیسے بچوں کی چادریں بندھی ہوتی ہیں اور آپ نے عورتوں سے فرمایا: تم اپنے سروں کو اس وقت تک نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔ (صحیح البخاری: ۳۶۲)

۳۵۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ صَلّٰى جَابِرٌ فِيْ اِزَارٍ قَدْ عَقَدَهٗ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ، وَثِيَابُهٗ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ، قَالَ لَهٗ قَائِلٌ تُصَلِّيْ فِيْ اِزَارٍ وَّاحِدٍ؟ فَقَالَ اِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِيْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ، وَاَيُّنَا كَانَ لَهٗ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

[اطراف الحدیث: ۳۵۳۔ ۳۶۱۔ ۳۷۰] (جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے واقد بن محمد نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر نے تہبند پہنے ہوئے نماز پڑھی' جس کی گرہ انہوں نے اپنی گدی کی طرف سے لگائی ہوئی تھی اور ان کے (دیگر) کپڑے کھونٹی پر ٹنگے ہوئے تھے' کسی کہنے والے نے ان سے کہا: آپ ایک تہبند پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں' انہوں نے کہا: میں صرف اس لیے یہ کر رہا ہوں تاکہ تم جیسا احمق مجھے دیکھ لے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے؟

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن یونس' ان کا پورا نام احمد بن عبد اللہ بن یونس التیمی الیربوعی الکوفی ہے' یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں' یہ ۹۴ سال کی عمر میں کوفہ میں ربیع الاوّل ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عاصم بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب ہیں (۳) واقد بن محمد' القرشی العدوی العمری المدنی' یہ عاصم بن محمد کے بھائی ہیں (۴) محمد بن المنکدر' یہ مشہور تابعی ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے

(۵) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' یہ مشہور صحابی ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۵)

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت جابر نے فرمایا: میں نے یہ اس لیے کیا ہے تا کہ تم جیسا احمق مجھے دیکھ لے حضرت جابر نے اس کو اس لیے سختی سے ڈانٹا کہ اس نے حضرت جابر کے فعل پر اعتراض کیا تھا اور احمق کا معنی جاہل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے پاس زیادہ کپڑے ہوں' پھر بھی وہ ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے تا کہ عام لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز ہو جاتی ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم اپنے شاگرد کو کسی غلطی پر احمق اور جاہل وغیرہ کہہ کر ڈانٹ سکتا ہے۔

۳۵۳ - حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ اَبُوْ مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الْمَوَالِیْ ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ' وَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطرف ابو مصعب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' آپ ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۲ میں کر دی گئی ہے' اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صرف ایک تہبند کے ساتھ نماز پڑھی ہے' تا کہ معلوم ہو جائے کہ صرف ایک تہبند باندھ کر بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور کبھی آپ کے کسی امتی کو صرف ایک کپڑا میسر ہو تو وہ بھی آپ کی سنت کو پالے اور صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھ لے' غیر مقلدین ٹوپی اتار کر ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جابر نے جب صرف ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی تو ان کے سر پر ٹوپی یا عمامہ نہیں تھا' لیکن جب وہ لوگ قمیص' شلوار اور بنیان وغیرہ پہنے ہوئے ہوتے ہیں تو صرف ٹوپی یا عمامہ اتارنے سے حضرت جابر کی سنت کیسے ادا ہو جاتی ہے' اس کو سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔

٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ مُلْتَحِفًا بِهٖ

ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے' امام بخاری فرماتے ہیں:

قَالَ الزُّهْرِیُّ فِیْ حَدِيْثِهٖ اَلْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشِّحُ ' وَهُوَ الْمُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ ' وَهُوَ الْاِشْتِمَالُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ . قَالَ قَالَتْ اُمُّ هَانِیْءٍ اِلْتَحَفَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ' وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۷۸)

الزہری نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ "ملتحف" کا معنی "متوشح" ہے' اور "متوشح" وہ شخص ہے جو چادر کے دونوں سروں کے پلے اپنے کندھوں پر ڈال کر (گرہ لگا دے) اور یہی کندھوں پر چادر لپیٹنے کا معنی ہے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کے دو مخالف سروں کو اپنے کندھوں پر ڈال لیا۔

۳۵۴ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عُمَرَ ابْنِ اَبِىْ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِىْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

[اطراف الحدیث:۳۵۵-۳۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والدخود از حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی' اس کے دونوں سرے مخالف رکھے (دایاں سرا بائیں کندھے پر ڈال لیا اور بایاں سرا دائیں کندھے پر ڈال دیا اور باہم گرہ لگا دی)۔

(صحیح مسلم:۵۱۷' الرقم المسلسل:۱۱۳۲' سنن ترمذی:۳۳۹' سنن نسائی:۷۶۳' سنن ابن ماجہ:۱۰۴۹' صحیح ابن خزیمہ:۷۶۱' المعجم الکبیر:۸۲۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۱۴' صحیح ابن حبان:۲۲۹۲' مصنف عبد الرزاق:۱۳۶۵' الاحاد والمثانی:۶۸۳' سنن بیہقی ج ۲ص ۲۳۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶ طبع قدیم' مسند احمد:۱۶۳۲۹- ج ۲۶ص ۲۴۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۵۸۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام العبسی الکوفی' امام بخاری نے کہا: یہ ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ہشام بن عروہ (۳) عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) حضرت عمر بن ابی سلمہ' ابوسلمہ کا نام ہے: عبد اللہ المخزومی ابوحفص' حضرت عمر بن ابی سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لے پالک ہیں' یہ ۲ھ میں حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اور ۸۳ھ میں عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی اور اس کے دونوں سرے مخالف رکھے۔

صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ۳۵۲-۳۵۳ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب دیگر کپڑے موجود ہوں' پھر بھی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' لیکن حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس کی مذمت کی ہے' حضرت ابن عمر نے نافع کو ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: کیا تمہارے پاس دو کپڑے نہیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اپنے آپ کو اس کے لیے مزین کرو' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے روایت کی: تم میں سے کوئی شخص نماز میں اپنے گرد اس طرح کپڑا نہ لپیٹے جس طرح یہود کپڑا لپیٹتے ہیں' اور جس کے پاس دو کپڑے ہوں' وہ ایک کپڑے کو اوپر پہن لے اور دوسرے کپڑے کا تہبند باندھ لے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ نے از نافع از حضرت ابن عمر از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' بغیر کسی شک کے روایت کیا ہے۔

امام طحاوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نافع کو دو کپڑے پہنائے' پھر نافع ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت ابن عمر نے ان کی مذمت کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس کے لیے زینت اختیار کرو اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ذکر کیا ہے نہ حضرت عمر کا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق صحابہ کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں' ان کے اسماء یہ ہیں: حضرت جابر' حضرت ابوہریرہ' حضرت عمر بن ابی سلمہ اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم' اور یہ احادیث حضرت ابن عمر کے اس

قول کے خلاف ہیں' جس میں انہوں نے صرف ایک تہبند باندھ کر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور فقہاء نے دیگر صحابہ کے قول پر عمل کیا ہے اور حضرت ابن عمر کے قول پر کسی نے عمل نہیں کیا۔ اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق ان شاء اللہ صحیح البخاری: ۳۵۸ میں آئے گی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۔ ۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فِيْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ، قَدْ اَلْقٰى طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور اس کپڑے کے دونوں مخالف سرے اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے (دایاں سرا بائیں کندھے پر ڈال لیا اور بایاں سرا دائیں کندھے پر ڈال لیا' پھر ان میں گرہ لگا دی)۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۳۵۴ کے تحت کر دی گئی ہے' البتہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ اس میں جگہ کی تعیین ہے کہ آپ نے ایک کپڑا پہن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں نماز پڑھی تھی۔

۳۵۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ اَبِيْ سَلَمَةَ اَخْبَرَهٗ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، مُشْتَمِلًا بِهٖ، فِيْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ، وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود کہ ان کو حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' جس کو آپ نے اپنے گرد لپیٹا ہوا تھا' اور اس کپڑے کے دونوں سروں کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈالا ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۵۴ میں کر دی گئی ہے۔

۳۵۷ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ اَبِي النَّضْرِ، مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ اَبِيْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ، فَوَجَدْتُهٗ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهٗ تَسْتُرُهٗ، قَالَتْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ؟ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ کہ ابومرہ مولیٰ ام ہانی بنت ابی طالب نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام ہانیء بنت ابی طالب سے سنا کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی' اس وقت آپ غسل کر رہے تھے اور آپ کی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ پر پردہ کر رہی تھیں' وہ بیان کرتی ہیں

هَانِیءٍ بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ، فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِیءٍ. فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ، قَامَ فَصَلّٰی ثَمَانِیَ رَكَعَاتٍ، مُلْتَحِفًا فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّیْ اَنَّهٗ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ اَجَرْتُهٗ، فُلَانَ بْنَ هُبَیْرَةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ یَا اُمَّ هَانِیءٍ، قَالَتْ اُمُّ هَانِیءٍ، وَذَاكَ ضُحًی.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۸-۷۵۷، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ

اس حدیث کی مفصل تخریج صحیح البخاری: ۲۸۰ میں کردی گئی ہے۔)

کہ میں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ام ھانی بنت ابی طالب ہوں' آپ نے فرمایا: خوش آمدید! ام ھانیء! جب آپ غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹ کر آٹھ رکعات نماز پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں کا بیٹا یہ کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرے گا جس کو میں پناہ دے چکی ہوں وہ فلاں بن ھبیرہ ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ھانیء، جس کو تم نے پناہ دی ہے' اس کو ہم نے پناہ دی' حضرت ام ھانی نے کہا: وہ چاشت کا وقت تھا۔

بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے کی توجیہ اور حضرت ام ھانیء کا تعارف

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ام ھانیء بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے کہا: میری ماں کا بیٹا یہ کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرے گا' جس کو میں پناہ دے چکی ہوں۔

حضرت ام ھانیء کی اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں' انہوں نے اپنے بھائی کو ''میری ماں کا بیٹا'' اس طرح کہا' جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ. (طٰہٰ: ۹۴) اے میری ماں کے بیٹے! میری ڈاڑھی نہ پکڑیے۔

بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے میں ان کی شفقت کو زیادہ متوجہ کرنا ہے۔

حضرت ام ھانیء کا نام فاختہ ہے' ھانی ان کے بیٹے کا نام ہے' وہ اس کنیت سے مشہور ہو گئیں۔ حضرت ام ھانی فتح مکہ کے سال اسلام لائی تھیں۔

فلان بن ھبیرہ کے مصداق کا تعین

اس حدیث میں مذکور ہے: فلان بن ھبیرہ۔ حضرت ام ھانیء کے خاوند کا نام ھبیرہ بن ابی وہب بن عمر المخزومی ہے' حضرت ام ھانیء سے ھبیرہ کی یہ اولاد تھی: عمر' ھانیء' یوسف اور جعدہ' اور فلان ابن ھبیرہ کی تفسیر میں کافی اختلاف ہے۔ امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے حضرت ام ھانیء سے روایت کیا ہے: فتح مکہ کے دن میرے پاس میرے دو مشرک دیور آئے' میں نے ان کو پناہ دے دی' پھر حضرت علی آئے' وہ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی' اس وقت آپ مکہ کے بالائی حصہ میں ایک خیمہ میں تھے الحدیث۔ اس حدیث میں مذکور ہے: ہم نے اس کو پناہ دے دی جس کو تم نے پناہ دے دی' اور ہم نے اس کو امن میں رکھا جس کو تم نے امن میں رکھا۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۱۳-ج ۲۴' داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ام ھانیء کی مراد ان کا ھبیرہ سے ایک بیٹا اور ایک لے پالک تھا' علامہ عینی نے کہا ہے: حضرت ام ھانیء کی اس سے مراد ھبیرہ کا وہ بیٹا ہے' جو حضرت ام ھانیء کے علاوہ اس کی دوسری بیوی سے تھا' راوی اس کا نام بھول گیا اور اس کو فلان بن ھبیرہ سے تعبیر کیا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ معجم طبرانی میں ام ھانیء کے دو دیوروں کو پناہ دینے کا ذکر ہے اور امام

بخاری نے جو ابو النضر کی روایت ذکر کی ہے اس میں ایک بیٹے کا ذکر ہے؟ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں' ابو النضر دوسرے کا ذکر کرنا بھول گیا' جیسا کہ وہ اس ایک کا نام بھول گیا اور فلان سے تعبیر کیا۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل

اس حدیث میں ذکر ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما رہے تھے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا پردہ کر رہی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ مردوں پر عورتوں کا پردہ کرنا جائز ہے' پھر آپ نے حضرت ام ھانیء کو مرحباء کہا' اس سے معلوم ہوا جو شخص زیارت اور ملاقات کے لیے آئے' اس کو مرحبا اور خوش آمدید کہنا چاہیے' نیز اس حدیث میں چاشت کی آٹھ رکعات پڑھنے کا ذکر ہے' اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آزاد مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت کسی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے' خواہ مشرک ایک ہو یا متعدد ہوں' پھر جس کو اس نے پناہ دے دی ہو' اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو قتل نہ کرنے میں کوئی خرابی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۹۵۔ ۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۵۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ؟ [طرف الحدیث: ۳۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟

(صحیح مسلم: ۵۱۵' الرقم المسلسل: ۱۱۲۸' سنن ابو داؤد: ۶۸۵' سنن نسائی: ۷۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۷' مسند الحمیدی: ۹۳۷' مسند ابو یعلیٰ: ۵۸۸۳' المنتقی: ۱۷۰' صحیح ابن خزیمہ: ۷۵۸' صحیح ابن حبان: ۲۲۹۶' شرح السنۃ: ۵۱۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۶۔۲۳۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۵۱۔ ج ۱۲ ص ۱۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید: ۷۶۵۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟ اس کا مفاد یہ ہے کہ ایک کپڑے میں بھی نماز ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کا جواز اور ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا استحباب

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف ہے۔

امام عبد الرزاق نے از ابن عیینہ از عمرو از حسن بصری روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس میں اختلاف ہوا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھی ہے' لہٰذا آج بھی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: یہ اس وقت جائز تھا' جب لوگوں کے پاس زیادہ کپڑے نہیں تھے' لیکن اب جب کہ لوگوں کو زیادہ کپڑے میسر ہیں تو دو کپڑوں میں نماز پڑھی جائے گی' پھر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: صحیح بات وہ ہے جو حضرت ابی بن کعب نے کہی ہے اور حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے اجتہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

امام طحاوی نے کہا: احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھی ہے جب کہ دوسرا کپڑا بھی موجود تھا' کیونکہ جب کسی شخص نے سوال کیا کہ آیا ایک کپڑے کے ساتھ نماز ہو جاتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟ اور یہ جواب اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے پاس دو کپڑے ہوں' اس کا بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے' جس کو صرف ایک کپڑا میسر ہو۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں' اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحیح تو وہ ہے جو حضرت ابی بن کعب نے کہا ہے' لیکن حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے اجتہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی' اور حضرت عمر کا یہ قول حضرت ابن عمر کے اس قول سے اولیٰ ہے' جو ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵ - بَابُ اِذَا صَلّٰى فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلٰى عَاتِقَيْهِ

جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس (کے سروں) کو اپنے کندھوں پر ڈال لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھے تو وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر مخالف جانب سے ڈال لے' دایاں سرا بائیں کندھے پر اور بایاں سرا دائیں کندھے پر' پھر ان میں گرہ لگا لے' جیسا کہ ابواب سابقہ میں گزر چکا ہے۔

۳۵۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ اَبِى الزِّنَادِ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّىْ اَحَدُكُمْ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ' لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ شَىْءٌ.

[طرف الحدیث: ۳۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از عبد الرحمان الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۵۱۵' الرقم المسلسل: ۵۱۵' سنن ابوداؤد: ۶۲۶' سنن ترمذی: ۳۳۹' سنن نسائی: ۷۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۹' السنن الکبری للنسائی: ۸۵۶' مسند الحمیدی: ۹۶۴' سنن دارمی: ۱۳۷۸' صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۵' مصنف عبد الرزاق: ۱۳۷۵' مسند ابویعلیٰ: ۶۲۹۲' شرح السنۃ: ۵۱۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۰۲۔ ج ۱۲ ص ۲۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۷۶۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔

تہبند کے سروں کو کندھوں پر ڈال کر باندھنے کے حکم کی وجہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے والے کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر ڈال لے' اس کی

وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر مخالف جانبوں سے نہیں باندھے گا تو یہ خطرہ ہوگا کہ اس کو نماز میں اپنی شرم گاہ دکھائی دے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے متعلق تمام احادیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۶۲۔ ۱۰۵۰۔ ج ۱ ص ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۱ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کا یہ عنوان ہے: عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل

۳۶۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ، اَوْ كُنْتُ سَاَلْتُهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۸۷۴ 'مکتبۃ الرشد ۱۴۲۶ھ' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۵۷۴ 'ریاض)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' یا یحییٰ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی' وہ اس کے دونوں سروں کو ایک دوسرے کی مخالف جانب رکھے (یعنی دایاں سرا بائیں کندھے پر اور بایاں سرا دائیں کندھے پر رکھ کر ان میں گرہ لگا دے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۹ میں کر دی گئی ہے۔

٦ - بَابُ اِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا جب کپڑا تنگ ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کے پاس صرف ایک کپڑا ہو اور وہ تنگ ہو یعنی کھلا نہ ہو تو وہ اس کپڑے کو کس طرح پہن کر نماز پڑھے۔

۳۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ، فَجِئْتُ لَيْلَةً لِبَعْضِ اَمْرِيْ، فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّيْ، وَعَلَيَّ ثَوْبٌ وَاحِدٌ، فَاشْتَمَلْتُ بِهٖ، وَصَلَّيْتُ اِلٰى جَانِبِهٖ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا السُّرٰى يَا جَابِرُ؟ فَاَخْبَرْتُهُ بِحَاجَتِيْ، فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا هٰذَا الْاِشْتِمَالُ الَّذِيْ رَاَيْتُ؟. قُلْتُ كَانَ ثَوْبًا، يَعْنِيْ ضَاقَ، قَالَ فَاِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهٖ، وَاِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهٖ.

(صحیح مسلم: ۵۱۸' الرقم المسلسل: ۱۱۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۳' صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۲۰۳۔ ج ۲۲ ص ۱۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از سعید بن الحارث' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں کسی سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا' پھر میں اپنے کسی کام سے رات کے وقت آپ کے پاس آیا تو میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا اور مجھ پر اس وقت (صرف) ایک کپڑا تھا' میں نے اس کو اپنے گرد لپیٹ لیا اور آپ کی ایک جانب نماز پڑھنے لگا' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے جابر! رات کو کس لیے آئے ہو؟ تو میں نے آپ کو اپنی حاجت کی خبر دی' پس جب میں فارغ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمہارے اوپر یہ کیسا کپڑا لپٹا ہوا دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: یہ کپڑا تنگ تھا' آپ نے فرمایا: اگر کپڑا وسیع ہو تو اس کو لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لیا کرو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اگر کپڑا وسیع ہو تو اس کو لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لیا کرو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن صالح ابوزکریا الوحاظی الحمصی' یہ حافظ اور فقیہ ہیں' ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) فلیح بن سلیمان' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) سعید بن الحارث' یہ مدینہ کے قاضی تھے (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۰)

حدیث: ۳۶۱ کے حدیث: ۳۵۹ سے تعارض کا جواب' نماز میں کسی کا ستر دیکھنے سے خود کو محفوظ رکھنا' اور حکام کے پاس رات کو جانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ کی یہ حدیث (۳۶۱) حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے' جس میں آپ کا ارشاد ہے: ''تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو'' (حدیث: ۳۵۹) آپ نے اس ایک کپڑے سے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اتنا وسیع کپڑا ہو کہ اس کو لپیٹنا ممکن ہو اور اگر وہ اتنا وسیع کپڑا نہ ہو' جس کو لپیٹا جا سکے تو اس کا تہبند باندھ لیا جائے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ بہ ظاہر اس باب کی حدیث (۳۶۱) کے وہ حدیث معارض ہے' جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو'' (حدیث: ۳۵۹) اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ اس کے دوسروں کو وہ اپنے کندھوں پر نہ ڈال سکے تو اس کپڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ اس کپڑے کو تہبند کی طرح باندھ لے' اس طرح ان دونوں حدیثوں کا تعارض دور ہو جائے گا اور ان میں تطبیق ہو جائے گی۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: امام طحاوی کے قول کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی چادروں کی اپنے کندھوں پر گرہ لگاتے تھے' جن کے پاس ایک کے سوا دوسری چادر نہیں ہوتی تھی' کیونکہ اگر ان کے پاس دوسری چادر بھی ہوتی تو وہ اس کو ضرور نماز میں پہنتے اور پھر عورتوں سے یہ فرمانے کی ضرورت نہ پیش آتی کہ تم اس وقت تک سجدہ سے اپنے سروں کو نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور ان کا تہبند چھوٹا تھا اور سجدہ میں وہ سمٹ کر ان کی پشت پر آ جاتا تھا' جس سے ان کی مقعد برہنہ ہو جاتی تھی' پھر جب ان کو بڑی قمیص لا کر دی گئی تو انہوں نے کہا: مجھے جتنی خوشی اس قمیص سے ہوئی' اتنی خوشی کسی اور چیز سے نہیں ہوئی' اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ تہبند چھوٹا ہونے کی وجہ سے یا ہوا کے اڑانے کی وجہ سے امام کا ستر کھل جائے اور وہ فوراً اس کو درست کر لے تو اس سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور جب اس صورت میں امام کی نماز نہیں ٹوٹتی تو مقتدی کی نماز بھی نہیں ٹوٹے گی اور کسی کی شرم گاہ پر اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا لی جائے' اس میں کوئی گناہ نہیں' گناہ کبیرہ یہ ہے کہ کسی اجنبی کی شرم گاہ کو قصداً دیکھا جائے' اس پر توبہ کرنا لازم ہے' اسی وجہ سے نماز میں عورتوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس وقت تک سجدہ سے اپنے سروں کو نہ اٹھائیں' حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں' مبادا کسی مرد کا سجدہ میں ستر کھل جائے اور

اس پر عورت کی نظر پڑ جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر سے پوچھا: تم رات کو کیسے آئے' کیونکہ بغیر کسی ضرورت کے رات کو آپ کے پاس کوئی نہیں آتا تھا' اور جب آپ نے سوال کیا تو حضرت جابر نے اپنی ضرورت بتائی اور آپ نے ان کی ضرورت پوری کی' اس سے معلوم ہوا کہ اپنی ضرورت کی وجہ سے رات کو حکام کے پاس جانا جائز ہے' کیونکہ وہ تخلیہ کا وقت ہوتا ہے اور وہ تسلی سے اپنی بات سنا سکتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۰-۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٦٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، عَاقِدِي أُزْرِهِمْ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ ، كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ ، وَقَالَ لِلنِّسَاءِ ، لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا . [اطراف الحدیث: ۸۱۴-۱۲۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مرد اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ ان کا تہبند بچوں کی طرح ان کی گردنوں پر بندھا ہوتا تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا: تم اپنے سروں کو سجدہ سے اس وقت تک نہ اٹھاؤ حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

(صحیح مسلم: ۴۴۱' الرقم المسلسل: ۹۷۰' سنن ابوداؤد: ۶۳۰' سنن نسائی: ۷۶۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۴-۵۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۲' صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۳' صحیح ابن حبان: ۲۳۰۱' المعجم الکبیر: ۵۹۶۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۱' مسند ابویعلیٰ: ۷۵۴۲-۷۵۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۵۶۲-ج ۲۴ ص ۳۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب چادر اتنی بڑی ہو کہ اس کو اپنے کندھوں پر لپیٹا جا سکتا ہو تو وہ اس کا تہبند باندھنے سے افضل ہے' اس حدیث میں عورتوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ مردوں کے سیدھا بیٹھنے سے پہلے سجدہ سے سر نہ اٹھائیں' مبادا ان کی نظر مردوں کے ستر پر پڑ جائے' ''مسند احمد'' اور ''سنن ابوداؤد'' میں حضرت اسماء بنت ابی بکر سے صراحۃً یہ حدیث مروی ہے کہ عورت اپنے سر کو نہ اٹھائے' حتیٰ کہ مرد اپنے سروں کو اٹھا لیں' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ عورتوں کی نظر مردوں کی شرم گاہ پر پڑ جائے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس حدیث کو نقل کیا ہے' اس کا مکمل متن اس طرح ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو عورتیں اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں' وہ (سجدے سے) اپنے سروں کو نہ اٹھائیں حتیٰ کہ ہم اپنے سروں کو نہ اٹھا لیں' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ مردوں کے تہبند چھوٹے ہونے کی وجہ سے عورتوں کی نظر مردوں کی شرم گاہ پر پڑ جائے' اس زمانہ میں مرد چھوٹے تہبند باندھا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۵۱' مصنف عبد الرزاق: ۵۱۰۹' المعجم الکبیر: ۲۶۰' ج ۲۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۱' مسند الحمیدی: ۳۲۷' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۱۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۴۷-ج ۴۴ ص ۵۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے شواہد حسب ذیل ہیں' یعنی یہ حدیث درج ذیل صحابہ سے بھی مروی ہے:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' مسند احمد: ۱۰۹۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت

(۲) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' مسند احمد: ۱۴۱۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت

(۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' مسند احمد: ۱۵۵۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت

واضح رہے کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو اختصار اور روایت بالمعنی کے اعتبار سے نقل کیا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۹۰۔ ج ا ص ۱۳۳۴ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷- بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْجُبَّةِ الشَّامِيَّةِ — جبہ شامیہ پہن کر نماز پڑھنا

جبہ کا معنی ہے: لمبا کوٹ' یہ کندھوں سے لے کر ٹخنوں تک کا لباس ہے' یہ درمیان سے کوٹ اور شیروانی کی طرح کھلا ہوا ہوتا ہے اور اس میں بٹن لگے ہوئے ہوتے ہیں' شامیہ کا معنی ہے: شام کا بنا ہوا۔ علامہ عینی نے لکھا ہے: اس سے مراد وہ جبہ ہے' جس کو کفار نے بُنا ہو' یہ جبہ غزوۂ تبوک میں حاصل ہوا تھا اور شام میں اس وقت کفار کی حکومت تھی' اور یہ اس وقت تک فتح نہیں ہوا تھا۔ اس تاویل سے ہمارا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ امام بخاری نے یہ عنوان اس لیے قائم کیا ہے کہ کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' جب تک کہ اس کے اوپر کوئی نجاست دکھائی نہ دے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْسُجُهَا الْمَجُوسُ لَمْ يَرَ بِهَا بَاْسًا. حسن (بصری) نے کہا: جن کپڑوں کو مجوس نے بُنا ہو' ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کو نعیم بن حماد نے از معتمر از ہشام روایت کیا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں: اس کپڑے کو دھونے سے پہلے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جس کو مجوس نے بُنا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۳) اس کے بعد دوسری تعلیق ہے:

وَقَالَ مَعْمَرٌ رَاَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ. اور معمر نے کہا: میں نے زہری کو دیکھا وہ یمن کے ان کپڑوں کو پہنتے تھے' جن کو پیشاب سے رنگا جاتا تھا۔

یہ حدیث مصنف عبد الرزاق: ۱۴۹۸ میں مذکور ہے۔

وَصَلّٰى عَلِيٌّ فِي ثَوْبٍ غَيْرِ مَقْصُوْرٍ. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بغیر دھلے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی۔

اس حدیث کو امام ابن سعد نے از عطاء بن محمد روایت کیا ہے' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ بغیر دھلی ہوئی سوتی قمیص پہن کر نماز پڑھ رہے تھے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: ان تینوں آثار میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے اور دھونے کے بعد ان کپڑوں کو بھی پہننا جائز ہے جن کو پیشاب سے رنگا جاتا ہے اور نئے کپڑوں کو دھونے سے پہلے پہننا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۴)

کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں میں مذاہب ائمہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم امام مالک نے ان کے بُنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے' انہوں نے کہا: جس شخص نے ان کے بُنے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھی ہے' وہ نماز کو اس کے وقت میں دہرائے' اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کے بنائے ہوئے لباس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے' خواہ ان کو نہ دھویا

جائے جب تک کہ اس میں نجاست ظاہر نہ ہو مگر امام ابوحنیفہ نے کہا ہے: میں کہتا ہوں کہ مسلمان ان کی بنائی ہوئی شلوار اور تہبند کو بغیر دھوئے ہوئے پہنے تو میرے نزدیک وہ مکروہ ہے اور اسحاق نے کہا: ان کے تمام کپڑوں کو پاک کیا جائے گا اور جبہ شامیہ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہننے سے پہلے اس کو دھویا تھا یا نہیں' اس لیے اس حدیث میں کسی کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے اور الزہری نے جو پیشاب سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھی تو یہ معلوم ہے کہ انہوں نے اس کپڑے کو دھوئے بغیر اس میں نماز نہیں پڑھی اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان کے بُنے ہوئے کپڑے کو دھوئے تا کہ اس کپڑے کی طہارت کا یقین ہو جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٦٣ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ مُسْلِمٍ ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ مُغِيْرَةَ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ 'فَقَالَ يَا مُغِيْرَةُ' خُذِ الْإِدَاوَةَ. فَاَخَذْتُهَا' فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَارٰى عَنِّيْ ' فَقَضٰى حَاجَتَهٗ ' وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ' فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهٗ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ ' فَاَخْرَجَ يَدَهٗ مِنْ اَسْفَلِهَا ' فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ' فَتَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ' وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ' ثُمَّ صَلّٰى.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۰۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' آپ نے فرمایا: اے مغیرہ! (پانی کا) برتن اٹھالو میں نے برتن لے لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے گئے حتیٰ کہ مجھ سے چھپ گئے' پھر آپ نے قضاء حاجت کی اور آپ کے اوپر شامی جُبہ تھا' آپ اس آستین سے اپنا ہاتھ نکالنے لگے' وہ تنگ تھی' پس آپ نے اپنا ہاتھ آستین کے نیچے سے نکال لیا' میں نے آپ کے اوپر پانی ڈالا تو آپ نے نماز کا وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا' پھر آپ نے نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ایک شخص اپنے صاحب کو وضوء کرائے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: شامی جبہ پہن کر نماز پڑھنا۔

اس حدیث کے اہم فوائد اور مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) سفر میں عالم اور استاذ کی خدمت کرنا اور اگر ضرورت ہو تو آستین کے نیچے سے ہاتھ نکالنا

(۲) تنگ آستین والے جبہ کو پہننے کا جواز

(۳) کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز (اس کی تفصیل تعلیقات کی شرح میں گزر چکی ہے۔)

۸ - بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّعَرِّيْ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں برہنہ ہونے کی کراہت

یہ باب اس امر کے بیان میں ہے کہ نماز یا غیر نماز میں برہنہ ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

٣٦٤ - حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں

الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ، وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ، فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي، لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ، فَجَعَلْتَ عَلَى مَنْكِبَيْكَ دُونَ الْحِجَارَةِ، قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث:۱۵۸۲۔ ۳۸۲۹] (صحیح مسلم:۳۴۰ ، الرقم المسلسل:۷۵۶ ، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۰۳ ، صحیح ابن حبان:۱۶۰۳ ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵ طبع قدیم ، مسند احمد: ۱۴۱۴۰ ۔ ج ۲۲ ص ۳۵ ، مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت)

نے سنا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی تعمیر کے لیے لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے اور آپ نے تہبند باندھا ہوا تھا' آپ سے آپ کے چچا عباس نے کہا: اے میرے بھتیجے! اگر تم اپنے تہبند کو اتار دو اور اس کو اپنے کندھوں کے اوپر پتھر کے نیچے رکھ دو' حضرت جابر نے کہا: پھر انہوں نے آپ کا تہبند اتار کر آپ کے کندھوں پر رکھ دیا' سو آپ بے ہوش ہو کر گر گئے' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا گیا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں: (۱) مطہر بن الفضل المروزی (۲) روح بن عبادہ القیسی (۳) زکریا بن اسحاق المکی (۴) عمرو بن دینار الجمحی (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا گیا' یہ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کے احوال کو شامل ہے' اور عام ازیں کہ نماز ہو یا غیر نماز۔

تعمیر کعبہ اور آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تاریخ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

بعثت سے کافی پہلے کعبہ کی تعمیر ہوئی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نابالغ تھے اور آپ کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی' اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے' اور آپ پر قرآن نازل کیا جس نے آپ کو اس پر برانگیختہ کیا کہ آپ یہ حکم دیں کہ بیت اللہ میں کوئی برہنہ طواف نہیں کرے گا' اور آپ کے اس حکم نے جاہلیت کی ان عادات کو منسوخ کر دیا کہ وہ ایک دوسرے کی شرم گاہوں کو دیکھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاکیزہ اخلاق اور شریفانہ خصال پر پیدا کیا تھا' کیا تم نے نہیں دیکھا جب آپ کے چچا عباس نے آپ کا تہبند اتارا تو آپ بے ہوش ہو کر گر گئے اور اس کے بعد کسی نے آپ کو برہنہ نہیں دیکھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۴ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کم عمری میں آپ کو قبیح کاموں سے محفوظ رکھا' اور اخلاقِ جاہلیت سے آپ کی حفاظت کی' اس پر پہلے کلام گزر چکا ہے کہ آپ اعلانِ نبوت سے پہلے کفر اور گناہوں سے معصوم تھے' اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ کی شرم گاہ لوگوں پر منکشف ہو گئی تھی' کیونکہ تہبند اتارتے ہی آپ زمین پر بے ہوش ہو کر گر گئے تھے اور یہ کسی کی آپ پر نظر پڑنے سے پہلے ہوا' اور اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے کہ ایک اور حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری تکریم یہ ہے کہ میں ختنہ کیا ہوا پیدا ہوا اور کوئی شخص میری شرم گاہ پر مطلع نہیں ہوا۔ (تحفۃ المودود فی احکام المولود ص ۱۵۹)

بعض روایات میں مذکور ہے کہ ایک فرشتہ نازل ہوا اور اس نے میرا تہبند باندھ دیا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰ ' دار الوفا' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

جب نبی ﷺ کا تہبند آپ کے کندھے پر رکھا گیا تو آپ زمین پر گر گئے' اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بچپن میں آپ کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو ادب سکھایا اور کسی اور کو آپ کی تادیب پر مامور نہیں کیا' اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی نگرانی کرتا رہا' حتیٰ کہ افعالِ جاہلیت کو آپ کے نزدیک مکروہ بنا دیا اور آپ کو ان افعال سے محفوظ رکھا' حتیٰ کہ ان میں سے کوئی چیز آپ پر جاری نہیں ہوئی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا آپ پر لطف و کرم تھا اور آپ میں محاسن کو جمع کرنا تھا۔

(المفہم ج ۶ ص ۱۱۸' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مرسل الصحابی ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ اس قصہ کے وقت موجود نہیں تھے' ہو سکتا ہے انہوں نے اس قصہ کو نبی ﷺ سے سنا ہو یا کسی اور صحابی سے سنا ہو' جو اس قصہ کے وقت موجود تھے' اور امام طبرانی نے اور ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں از ابن لھیعہ از ابوالزبیر روایت کی ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ سے پوچھا: کیا کوئی شخص برہنہ کھڑا ہو سکتا ہے' انہوں نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ جب کعبہ منہدم ہو گیا تو اس کی تعمیر نو کے لیے قریش کا ہر خاندان پتھر لا رہا تھا اور نبی ﷺ عباس کے ساتھ پتھر لا رہے تھے اور انہوں نے اپنے کپڑے اپنے کندھوں کے اوپر رکھے ہوئے تھے اور اس سے پتھر اٹھانے کی طاقت حاصل کر رہے تھے' پس نبی ﷺ نے فرمایا: پس میرا پیر مڑ گیا اور میں گر پڑا اور میرا کپڑا گر گیا' میں نے عباس سے کہا: میرا کپڑا لائیں' اس کے بعد میں کبھی برہنہ نہیں ہوا ماسوا غسل کرنے کے' لیکن ابن لھیعہ ضعیف راوی ہے' البتہ عبدالعزیز بن سلیمان نے اس کی ابوالزبیر سے متابعت کی ہے' جس کا ابونعیم نے ذکر کیا ہے' پس اگر یہ روایت محفوظ ہے تو فبہا ورنہ اس موقع پر صحابہ میں سے حضرت عباس موجود تھے' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے' پس ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر نے ان سے اس حدیث کو سنا ہو۔

ابونعیم نے ''المعرفۃ'' میں اور ''دلائل'' میں از سماک بن حرب از عکرمہ از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد عباس بن عبدالمطلب نے یہ حدیث بیان کی کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو دو دو آدمی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے' پس میں نے اور میرے بھتیجے نے اپنے اپنے تہبند اپنے کندھوں کے نیچے رکھ لیے اور ہم ان پر پتھر رکھ رہے تھے' پس جب ہم لوگوں کے قریب پہنچتے تو ہم اپنے تہبند باندھ لیتے' پس جس وقت وہ میرے آگے چل رہے تھے تو وہ گر گئے' میں دوڑا تو ان کی نظر آسمان کی طرف تھی' میں نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا: مجھے برہنہ چلنے سے منع کیا گیا ہے' حضرت عباس نے کہا: میں نے اس بات کو چھپا لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نبوت کو ظاہر کر دیا' اس حدیث کی سند میں بھی ضعیف راوی ہیں۔

اسی طرح امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ تھا اور ہم نے اپنے اپنے تہبند اپنے کندھوں کے اوپر رکھے ہوئے تھے کیونکہ ہم پتھروں کو اٹھا کر لا رہے تھے کہ اچانک کسی نے زور سے مجھے مکا مارا' پھر کہا: اپنا تہبند باندھ لو' یہ ایک اور قصہ ہے۔ ازرقی نے اس سے دھوکا کھایا ہے اور کہا ہے: جب کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی تو نبی ﷺ نوعمر لڑکے تھے۔ (میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

امام عبدالرزاق اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب نبی ﷺ اجیاد سے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے تو آپ پر ایک چادر تھی' وہ چادر تنگ ہو گئی تو آپ نے اس کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا' اس چادر کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے آپ کی شرم گاہ ظاہر ہو گئی' پس ندا کی گئی: اے محمد! اپنی شرم گاہ ڈھانپئے' پھر اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا گیا' اس واقعہ اور آپ کی بعثت کے درمیان پانچ سال کا عرصہ تھا' اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۱۔ ۱۵۰ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الزہری نے کہا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تھی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بالغ نہیں ہوئے تھے' ابن بطال اور ابن التین نے کہا ہے: اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی' اور ہشام نے کہا ہے کہ کعبہ کی تعمیر اور آپ کی بعثت میں پانچ سال کا عرصہ تھا' ایک قول یہ ہے کہ کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی' جب آپ کی عمر چھتیس سال تھی' امام بیہقی نے یہ ذکر کیا ہے کہ کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی' جب ابھی آپ نے حضرت خدیجہ سے نکاح نہیں کیا تھا' اور مشہور یہ ہے کہ قریش نے کعبہ کی تعمیر اس وقت کی' جب حضرت خدیجہ سے آپ کے نکاح پر دس سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی اور یہی وہ قول ہے جس کی تصریح امام محمد بن اسحاق نے کی ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ کعبہ کی تعمیر بعثت سے پندرہ سال پہلے ہوئی' یعنی اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی' امام ابن اسحاق کی سیرت میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں آپ کو کس طرح محفوظ رکھا' آپ نے بتایا کہ میں قریش کے لڑکوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا' جن سے لڑکے کھیل رہے تھے' ہم سب نے اپنا اپنا تہبند اپنے اپنے کندھے پر رکھا ہوا تھا' ہم اس پر پتھر رکھ رہے تھے' ہم سب برہنہ ہو گئے تھے' میں اسی طرح آگے جا رہا تھا کہ کسی نے مجھے زور سے مکا مارا' پھر کہا: اپنا تہبند باندھو پھر میں نے اپنا تہبند باندھ لیا' پھر میں تہبند باندھے ہوئے اپنے کندھے پر پتھر رکھ کر لا رہا تھا' سہیلی نے کہا ہے: اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر آپ کی برہنگی کا واقعہ دو بار ہوا ہے' آپ کے بچپن میں اور تعمیر کعبہ کے وقت۔ (میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۷-۱۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ کعبہ کی تعمیر کے وقت میں کافی اضطراب ہے' الزہری نے کہا ہے: کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی' جب آپ بالغ نہیں ہوئے تھے۔ قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ کسی نابالغ لڑکے سے تو اس کا چچا شفقت سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے کے اوپر رکھ لو تا کہ تمہیں پتھر نہ چبھیں اور مشہور قول کے مطابق کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی' جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی اور پینتیس سال کے مرد سے یہ کہنا متصور نہیں ہے کہ آپ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے کے اوپر رکھ لیں اور نہ ہی اس مرد کا تہبند اتارنا متصور ہو سکتا ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کے تہبند اتارنے کا واقعہ حضرت جابر سے روایت کیا گیا ہے' اگر یہ آپ کے بچپن کا واقعہ ہو تو پھر اس روایت کے صحیح ہونے کی ایک وجہ ہے جیسا کہ امام ابن شہاب زہری' قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے کہا ہے اور اگر کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی' جیسا کہ مشہور قول ہے تو پھر ہمارے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کا واقعہ درایۃً صحیح نہیں ہے۔ ہم نے تبیان القرآن' سورۃ الاعراف: ۲۸ کی تفسیر میں ج ۴ ص ۱۰۴-۱۰۲ میں اس کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

اجنبی لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بھاری پتھر اٹھایا' جب میں اس کو اٹھا کر چل رہا تھا تو میرا تہبند گر گیا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اپنا کپڑا اٹھاؤ اور برہنہ نہ چلو۔ (صحیح مسلم: ۳۴۱' سنن ابوداؤد: ۴۰۱۶)

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم اپنی شرم گاہیں کس کے سامنے ظاہر کریں اور کس سے چھپائیں؟ آپ نے فرمایا: اپنی بیوی اور اپنی باندی کے سوا سب سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو' میں نے کہا: جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط ہوں؟ آپ نے فرمایا: جب تم اس کی طاقت رکھتے ہو کہ تمہاری شرم

گاہ کو کوئی نہ دیکھے تو کوئی نہ دیکھے میں نے کہا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اکیلا ہو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۱۷ سنن ترمذی: ۲۷۹۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرد دوسرے مرد کی برہنگی نہ دیکھے اور کوئی عورت دوسری عورت کی برہنگی نہ دیکھے۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۷۴ ۳۳۸ سنن ابوداؤد: ۴۰۱۸ سنن ترمذی: ۲۷۹۳ سنن ابن ماجہ: ۶۶۱)

شرم گاہ کو چھپانے میں فقہاء کی تصریحات

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کا اس طرح برہنہ ہونا جائز نہیں ہے کہ دیکھنے والے کو اس کی شرم گاہ نظر آئے اور نہ اس کا برہنہ ہو کر چلنا جائز ہے کہ اس کی شرم گاہ اجنبی لوگوں سے محفوظ نہ ہو اور اس کا خلوت میں بھی برہنہ ہونا جائز نہیں ہے ماسوا اس کے غسل کے وقت یا اس کی بیوی کے سامنے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کوئی شخص اپنی شرم گاہ کو کھولتا ہے تو فرشتہ اس سے اعراض کرتا ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا: میں اندھیری جگہ بیٹھ کر غسل کرتا ہوں اور اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے سیدھا کھڑا نہیں ہوتا لیکن یہ استحباب پر محمول ہے وجوب پر نہیں توضیح میں مذکور ہے کہ جب ہم نے خلوت میں بھی ستر کو واجب کیا ہے تو آیا دریا اور چشمہ میں بغیر تہبند کے غسل کرنے کے لیے اترنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ نہیں دوسرا یہ کہ ہاں کیونکہ دریا اور چشمہ کا پانی شرم گاہ کو چھپانے میں تہبند کے قائم مقام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۷ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۸۰۔ ج ا ص ۱۰۳۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی مفصل شرح نہیں کی گئی صرف ایک فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْقَمِيْصِ وَالسَّرَاوِيْلِ وَالتُّبَّانِ وَالْقَبَاءِ

قمیص، شلوار، جانگیہ اور شیروانی میں نماز پڑھنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کپڑوں میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے قمیص، شلوار، جانگیہ اور شیروانی یا اچکن لباس کے معروف نام ہیں۔

۳۶۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ؟ فَقَالَ أَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ؟. ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ، فَقَالَ إِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَاوْسِعُوْا، جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ، صَلّٰى رَجُلٌ فِيْ إِزَارٍ وَرِدَاءٍ، فِيْ إِزَارٍ وَقَمِيْصٍ، فِيْ إِزَارٍ وَقَبَاءٍ، فِيْ سَرَاوِيْلَ وَرِدَاءٍ، فِيْ سَرَاوِيْلَ وَقَمِيْصٍ، فِيْ سَرَاوِيْلَ وَقَبَاءٍ، فِيْ تُبَّانٍ وَقَبَاءٍ، فِيْ تُبَّانٍ وَقَمِيْصٍ، قَالَ وَاَحْسِبُهُ قَالَ فِيْ تُبَّانٍ وَرِدَاءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑا ہوا اور اس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؛ پھر ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہے تو تم وسعت کو اختیار کرو ایک شخص نے اپنے اوپر اپنے کپڑے جمع کیے اور نماز پڑھی اور ایک شخص نے تہبند اور چادر میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے تہبند اور قمیص میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے

(جامع المسانید لابن الجوزی:۳۶۲۶ مکتبۃ الرشد ۱۴۲۶ھ)

شیروانی اور چادر میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے شلوار اور قیص میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے شلوار اور شیروانی میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے جانگیہ اور قیص میں نماز پڑھی اور میرا گمان ہے انہوں نے کہا: جانگیہ اور چادر میں نماز پڑھی۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن جب کسی شخص کے پاس زیادہ کپڑے ہوں تو ایک سے زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے اس کی تفصیل دیکھنے کے لیے صحیح البخاری: ۳۵۸ کا مطالعہ کیجئے۔

۳۶۶- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ، وَلَا السَّرَاوِيلَ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ، وَلَا وَرْسٌ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَعَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. (جامع المسانید لابن الجوزی:۳۳۵۰ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا: وہ قیص نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے اور ٹوپی نہ پہنے اور زعفران اور خوشبودار گھاس سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور جس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور موزوں کو نیچے سے کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں اور از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴ میں کردی گئی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: ''جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جوابات دیئے'' اور یہاں متعدد کپڑوں میں نماز پڑھنے کے بیان میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں دونوں باتیں ہیں۔

۱۰- بَابُ مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ جس شرم گاہ کو چھپایا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے شرم گاہ سے مراد وہ اعضاء ہیں جن کو دکھانے سے انسان کو حیاء آتی ہے اور جن کو ظاہر کرنا عرف میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔

۳۶۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ، وَاَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهٖ مِنْهُ شَيْءٌ.

[اطراف الحدیث: ۱۹۹۱_ ۲۱۴۴_ ۲۱۴۷_ ۵۸۲۰_ ۵۸۲۲_ ۶۲۸۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال صماء سے اور ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنے سے منع فرمایا کہ شرم گاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۲ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ سنن نسائی: ۵۳۵۵ مسند احمد ج ۳ ص ۶_۴۶)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس کی شرم گاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

صماء اور احتباء کا معنی

صماء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان تہبند باندھے اور آگے سے یا پیچھے سے تہبند اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لے' جس سے اس کی اگلی یا پچھلی شرم گاہ کھل جائے۔

اور احتباء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان نے صرف تہبند باندھا ہوا ہو اور وہ اپنی مقعد زمین پر ٹکا کر دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھ جائے' اس طرح بیٹھنے میں یہ خطرہ ہے کہ اس کی شرم گاہ کھل جائے گی اور دکھائی دے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۲)

۳۶۸ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ، وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ. [اطراف الحدیث: ۵۸۴-۵۸۸-۱۹۹۲-۲۱۴۵-۲۱۴۶-۵۸۱۹-۵۸۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کی بیع سے منع کیا: الملماس اور النباذ اور اشتمال الصماء سے منع کیا اور ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنے سے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۱۲' سنن ابوداؤد: ۷۷ ۳۳' سنن ابن ماجہ: ۲۱۷ ۳۵۵۹' سنن ترمذی: ۱۳۱۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۹' جامع المسانید ابن الجوزی: ۴۳۵۰)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت صماء اور احتباء کی ممانعت میں ہے' کیونکہ لباس کی اس قسم سے شرم گاہ کھل جاتی ہے اور باب کا عنوان ہے: شرم گاہ کو چھپانا۔

بیع لماس کا معنی

''لماس'' اور ''ملامسہ'' کا معنی ہے: ایک دوسرے کو چھونا اور اس کی حسب ذیل تین تاویلات ہیں:

(۱) بائع (بیچنے والا) ایک پیکٹ میں خریدار کو کپڑا دے یا اندھیرے میں دے اور اس سے کہے: میں نے اتنے روپے میں تم کو یہ کپڑا فروخت کیا' بہ شرطیکہ تم اس کو چھو کر دیکھ لو اور تمہارا چھونا تمہارے دیکھنے کے قائم مقام ہوگا اور پھر دیکھنے کے بعد تم کو اسے واپس کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

(۲) بائع صرف چھونے کو بیع قرار دے کہ جس نے اس چیز کو چھو لیا اس کی بیع ہو گئی اور اسے وہ چیز خریدنی ہوگی۔

(۳) بائع یہ کہے کہ جب تم نے اس چیز کو چھو لیا تو بیع ہو گئی اور پھر تمہارے لیے خیار مجلس نہیں ہوگا۔

''بیع النباذ'' اور ''منابذہ'' کا معنی

''منابذہ'' کا معنی ہے: کسی چیز کو پھینکنا اور اس کی بھی حسب ذیل تاویلات ہیں:

(۱) بائع صرف پھینکنے کو بیع قرار دے اور یہ کہے کہ جب میں نے تمہاری طرف اس چیز کو پھینک دیا تو تمہیں رد کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔

(۲) یا اس سے مراد ہے: کنکری پھینکنا اور اس کی بھی تین تاویلات ہیں:

(۱) بائع یہ کہے کہ میں جس کپڑے یا جس چیز پر کنکری پھینک دوں گا' اس چیز کا خریدنا تم پر واجب ہوگا اور تمہارا اختیار منقطع ہو جائے گا۔

(۲) بائع یہ کہے کہ جب تک میں کنکری پھینکتا ہوں' تمہیں اختیار ہے اور جب میں نے کنکری پھینک دی تو تمہارا اختیار نہیں رہے گا۔

(۳) وہ صرف کنکری پھینکنے کو بیع قرار دے اور کہے کہ میں نے جس چیز پر کنکر پھینک دیا' اس کی اتنے روپے کے عوض بیع ہو گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۴۔ ۱۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۶۹- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي اَبُوْ بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ، فِي مُؤَذِّنِيْنَ يَوْمَ النَّحْرِ، نُؤَذِّنُ بِمِنًى اَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ اَرْدَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ. قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي اَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ لَايَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. [اطراف الحدیث: ۱۶۲۲۔ ۳۱۷۷۔ ۴۳۶۳۔ ۴۶۵۵۔ ۴۶۵۶۔ ۴۶۵۷]

(صحیح مسلم: ۱۳۴۷' الرقم المسلسل: ۳۲۲۹' سنن نسائی: ۲۹۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۹۴۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب کے بھتیجے نے حدیث بیان کی ازعم خود' انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبدالرحمان بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حج میں یوم النحر کو اعلان کرنے والوں میں بھیجا کہ ہم منیٰ میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔ حمید بن عبد الرحمان نے کہا: پھر ان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ براءت کا اعلان کریں' حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہمارے ساتھ حضرت علی نے یوم النحر (قربانی کے دن) کو اہل منیٰ میں یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن ابراہیم' صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں صرف اسحاق کا ذکر ہے اور نسبت کا ذکر نہیں ہے' اسی وجہ سے حفاظ نے اس میں تردد کیا ہے' بعض نے کہا: یہ اسحاق بن منصور ہے' بعض نے کہا: اسحاق بن ابراہیم ہے' اور مشہور اسحاق بن راھویہ ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک یعقوب بن ابراہیم سے روایت کرتا ہے اور جس نسخہ میں اسحاق بن ابراہیم ہے' وہ زیادہ صحیح ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد' یہ عبدالرحمان بن عوف کے نواسے ہیں (۳) ابن شہاب کے بھتیجے' وہ محمد بن عبداللہ الزہری کے بھتیجے ہیں' اور الزہری محمد بن مسلم بن شہاب ہیں (۴) ان کے چچا اور وہ الزہری ہیں (۵) حمید بن عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۵۔ ۱۱۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ''کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے''۔ یہ جملہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کس سال میں حج کا امیر بنایا گیا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اس حج میں''۔ اس سے مراد وہ حج ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنایا تھا' یہ حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے تھا' اور یہ نو ہجری کا سال تھا۔

اعلانِ براءت کا قرآن مجید میں ذکر

اس حدیث میں مذکور ہے: "اعلان کرنے والوں میں" وہ جماعت جو قربانی کے دن منیٰ میں اعلان کر رہی تھی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا' اور کوئی شخص کعبہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا' قرآن مجید میں ہے:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ. (التوبہ: ۳) اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن اعلان عام ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔

سنن ابوداؤد میں ہے: "یوم الحج الاکبر" "قربانی کا دن ہے" مشہور یہ ہے کہ "الحج الاکبر" "حج ہے اور" حج اصغر" عمرہ ہے اور بعض روایات سے ثابت ہے کہ جو حج جمعہ کے دن ہو' وہ حج اکبر ہے اور اس حج میں ستر حج کا ثواب ہوتا ہے۔ شرح صحیح مسلم (ج ۳ ص ۶۹۲ ـ ۶۸۸) میں' میں نے اس کی کافی تحقیق کی ہے۔ ۱۹۹۴ء میں جب میں نے حج کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی حج اکبر عطا کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلانِ براءت کے لیے بھیجنے کی حکمت

پھر حضرت ابوبکر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو بھیجا' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی کو بھیجا' حضرت ابوبکر کے روانہ ہونے کے بعد سورۂ توبہ کا ابتدائی حصہ نازل ہوا' پس کہا گیا: یا رسول اللہ! اگر آپ حضرت ابوبکر کو بھیج دیتے کہ وہ لوگوں کے سامنے حج کے موقع پر مشرکین سے براءت کی آیات پڑھتے' تو آپ نے فرمایا: مشرکین سے براءت کی آیات کو وہی شخص پڑھ سکتا ہے جو میرا قریبی رشتہ دار ہو' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: تم جاؤ اور قربانی کے دن منیٰ میں لوگوں کے سامنے سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات پڑھنا جن میں مشرکین سے براءت کا اعلان کیا گیا ہے' پھر حضرت علی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی العضباء پر سوار ہوئے' حتیٰ کہ ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت ابوبکر سے مل گئے' حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کی آواز سنی' دیکھا تو وہ حضرت علی تھے' حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حج کا امیر بنا دیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: نہیں! لیکن مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ لوگوں کے سامنے اعلانِ براءت میں کروں' حضرت ابوبکر نے پھر پوچھا کہ آپ امیر ہیں یا مامور ہیں؟ حضرت علی نے کہا: بلکہ میں مامور ہوں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین سے اعلانِ براءت صرف وہ شخص کر سکتا ہے' جو آپ کے اہل بیت سے ہو۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکر واپس گئے اور پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میرے متعلق کوئی حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور انہوں نے کہا: آپ کی طرف سے یا آپ خود معاہدہ فسخ کریں گے یا آپ کا قریبی رشتہ دار' اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اعلانِ براءت کرانے میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اعلانِ براءت معاہدہ توڑنے کے اعلان کو متضمن ہے اور عرب میں یہ دستور تھا کہ معاہدہ باقی رکھنے یا توڑنے کا اعلان یا تو صاحب معاہدہ خود کرتا تھا یا اس کا قریبی رشتہ دار' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چاہا کہ مشرکین کے ساتھ صلح کا جو حدیبیہ میں معاہدہ کیا گیا تھا' اس کو توڑنے کا اعلان آپ کا قریبی رشتہ دار کرے' تاکہ اس میں کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں برہنہ طواف کو باطل کر دیا اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۶ ـ ۱۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۳-۳- ج ۳ ص ۶۷۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
① معاہدہ حدیبیہ کو توڑنے کا سبب ② ۹ ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے التواء کا سبب ③ حضرت ابوبکر کی امارت کے باوجود حضرت علی سے اعلانِ براءت کرانے کا سبب ④ حضرت ابوبکر کو احکامِ حج کا امیر بنانے اور حضرت علی سے اعلانِ براءت کرانے میں حکمت ⑤ کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ ⑥ کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ ⑦ کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں شوافع کا نظریہ ⑧ کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں احناف کا نظریہ ⑨ مؤقف احناف پر احادیث سے دلائل ⑩ ائمہ ثلاثہ کی دلیل کے جوابات ⑪ یوم حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال ⑫ یوم حج اکبر کے متعلق احادیث ⑬ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کی تحقیق ⑭ حج اکبر کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق ⑮ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کے ثبوت میں روایات ⑯ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کا ثبوت از روئے درایت۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم میں ص ۶۷۷ سے ۶۹۲ تک پھیلی ہوئی ہے۔

۱۱ - بَابُ الصَّلٰوةِ بِغَيْرِ رِدَاءٍ
بغیر چادر کے نماز پڑھنا

۳۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي الْمَوَالِي' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' وَهُوَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ مُلْتَحِفًا بِهٖ' وَرِدَاؤُهٗ مَوْضُوْعٌ' فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ' تُصَلِّي وَرِدَاؤُكَ مَوْضُوْعٌ؟ قَالَ نَعَمْ اَحْبَبْتُ اَنْ يَرَانِي الْجُهَّالُ مِثْلُكُمْ' رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي هٰكَذَا.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' اس وقت وہ ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی چادر رکھی ہوئی تھی' جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو ہم نے کہا: اے ابو عبد اللہ! آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کی چادر رکھی ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے یہ پسند کیا کہ تم ایسے جاہل مجھ کو دیکھ لیں' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۲ میں کر دی گئی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ''نماز میں تہبند کو گدی پر باندھنا'' اور یہاں اس کا عنوان ہے: ''بغیر چادر کے نماز پڑھنا'' اور یہ دونوں امر اس حدیث میں موجود ہیں۔

۱۲ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ
ران کے متعلق جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا ران شرم گاہ ہے یا نہیں؟ اور اس باب کی ابواب سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ سابقہ ابواب میں نماز میں کندھوں پر کپڑا باندھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا ران کو کپڑے سے ڈھانپنا چاہیے یا نہیں۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' وَجَرْهَدٍ' وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام ابو عبد اللہ نے کہا از حضرت ابن عباس و حضرت جرہد و حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہم از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی گئی ہے کہ ران

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ. شرم گاہ ہے۔

تعلیقات مذکورہ ذیل سے امام بخاری کا یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ ہے

اس تعلیق کی اصل یہ احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی:۲۷۹۶'مسند احمد ج ۱ص ۲۷۵)

حضرت جرہد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں جرہد کے پاس سے گزرے' اس وقت حضرت جرہد کی ران کھلی ہوئی تھی' تو آپ نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی:۲۷۹۵'مسند احمد ج ۳ص ۴۷۸)

عبداللہ بن جرہد اسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی:۲۷۹۷)

امام ترمذی نے کہا: اس باب میں عبداللہ بن جحش سے بھی روایت کی گئی ہے (وہ حسب ذیل ہے:)

حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا' آپ کا معمر پر گزر ہوا' اس وقت ان کی رانیں کھلی ہوئی تھیں' تو آپ نے فرمایا: اے معمر! اپنی رانوں کو ڈھکو کیونکہ ران شرم گاہ ہے۔

(المعجم الکبیر:۵۵۵۔ ۵۵۴۔ ۵۵۳۔ ۵۵۲۔ ۵۵۱۔ ج ۱۹ص ۲۴۶' داراحیاء التراث العربی بیروت)

تعلیقات مذکورہ ذیل سے یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے

وَقَالَ اَنَسٌ حَسَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِهٖ. اور امام بخاری نے کہا: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔

اس تعلیق کو خود امام بخاری حدیث: ۳۷۱ میں سند موصول سے روایت کر رہے ہیں۔

وَحَدِيْثُ اَنَسٍ اَسْنَدُ، وَحَدِيْثُ جَرْهَدٍ اَحْوَطُ حَتّٰى نَخْرُجَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ. حضرت انس کی حدیث کی سند زیادہ قوی ہے اور حضرت جرہد کی حدیث میں احتیاط ہے' حتیٰ کہ ہم ان کے اختلاف سے نکل جائیں۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ران کے شرم گاہ ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے اور احتیاط اس میں ہے کہ ران کو شرم گاہ قرار دیا جائے۔

وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى غَطَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ. اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت عثمان داخل ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھٹنوں کو ڈھانپ لیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرے میں لیٹے ہوئے تھے' آپ نے اپنی رانوں یا پنڈلیوں کو کھولا ہوا تھا' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' اور آپ اسی حالت میں تھے' پس ان سے باتیں کرتے رہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں تھے' پس ان سے باتیں کرتے رہے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے' پھر حضرت عثمان داخل ہوئے' پس آپ نے ان سے باتیں کیں' جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت ابوبکر آئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی' پھر حضرت عمر آئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی اور کوئی اہتمام نہیں کیا' پھر جب

حضرت عثمان آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے کپڑے درست کر لیے؟ آپ نے فرمایا: میں اس شخص سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے فرشتے (بھی) حیاء کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۴۰۱' الرقم المسلسل: ۶۰۹۲)

حضرت ابوموسیٰ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گھٹنوں کو کھولا ہوا تھا اور حضرت عثمان کے آنے پر گھٹنوں کو ڈھانپ لیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: آپ نے رانوں کو کھولا ہوا تھا اور حضرت عثمان کے آنے پر ان کو ڈھانپ لیا' ان تعلیقوں سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ رانوں کے شرم گاہ ہونے یا نہ ہونے میں احادیث مختلف ہیں اور حضرت جرہد رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔

جب ران شرم گاہ نہیں ہے تو پھر حضرت جرہد کی حدیث میں اس کو شرم گاہ کہنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' ورنہ حضرت ابوبکر اور عمر کے آنے پر ران کو کھلا نہ رکھتے' اس سے معلوم ہوا کہ ران کا شرم گاہ ہونا اس قدر قوی نہیں ہے جتنا کسی چیز کے شرم گاہ ہونے کے لیے قوی الثبوت ہونا چاہیے' اس کے باوجود ران کو ڈھانپنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: ران کو ڈھانپنے کا اس لیے حکم دیا جاتا ہے کہ ران کا کھلا ہونا کہیں اصل شرم گاہ کے کھلے ہونے کا ذریعہ نہ بن جائے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے' چونکہ ران شرم گاہ کے قریب اور اس کے جوار میں ہے' اس لیے اس کو بھی شرم گاہ فرمایا' اس لیے اس پر اجماع ہے کہ جس نے اس طرح نماز پڑھی کہ اس کا آلہ اور اس کی مقعد کھلی ہوئی تھی تو اس پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے اور جس نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی ران کھلی ہوئی تھی تو اس نماز کا اعادہ کرنے میں اختلاف ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب ران کا شرم گاہ ہونا قطعی اور حتمی نہیں ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان کے آنے پر اپنی رانوں کو کیوں ڈھانپ لیا؟ اس کا جواب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود دیا ہے کہ میں اس سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اصحاب میں سے ہر ایک کی خصوصی فضیلت بیان فرماتے تھے' اگرچہ نفس حیاء تمام اصحاب میں تھی' لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں حیاء کا عنصر بہت غالب تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۶۔۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابوموسیٰ کی تعلیق میں گھٹنے کا ذکر ہے' گھٹنا شرم گاہ نہیں ہے اور حضرت عثمان کے آنے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گھٹنے کو ڈھانپنا بہ طور استحباب تھا اور ران کے ادب اور احترام کی وجہ سے تھا۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس باب کی آخری تعلیق ذکر کی:

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ ' فَثَقُلَتْ عَلَيَّ ' حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ.

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قرآن نازل کیا اور آپ کی ران میری ران کے اوپر تھی' وہ مجھ پر اتنی وزنی اور بھاری ہوگئی کہ مجھے خطرہ تھا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو النساء: ۹۵ کی تفسیر میں موصولاً روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۵۹۲' سنن ترمذی: ۳۰۳۳' سنن نسائی: ۳۰۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۴)

تعلیق مذکور کو امام بخاری کا بے مقصد وارد کرنا

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ران شرم گاہ ہے اور نہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اور حضرت زید بن ثابت دونوں کی رانوں پر کپڑا نہ ہوتا اور دونوں کی رانیں برہنہ ہوتیں اور آپ کی ران حضرت زید بن ثابت کی ران پر ہوتی' پھر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' لیکن اس حدیث میں اس طرح مذکور نہیں ہے' پھر امام بخاری نے اس تعلیق کو کس مقصد سے ذکر کیا ہے' یہ واضح نہیں ہے۔

علامہ اسماعیلی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ اسماعیلی نے اس تعلیق پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث سے امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور یہ اس وقت ثابت ہوتا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران اور حضرت زید بن ثابت کی ران کے درمیان کپڑا حائل نہ ہوتا اور اس حدیث میں اس طرح مذکور نہیں ہے' بلکہ معروف یہ ہے کہ دونوں کی رانوں پر کپڑا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اصل سے استدلال کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۴۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ جواب بالکل درست نہیں ہے' حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے اصل سے استدلال کیا ہے' کیا اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ اصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں کی رانیں برہنہ تھیں' العیاذ باللہ' تب ہی یہ ثابت ہوگا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور یہ معنی بداہۃً باطل ہے اور اگر اصل سے یہ مراد ہے کہ دونوں کی رانوں پر کپڑا تھا تو اس سے امام بخاری کا مقصود ثابت نہیں ہوتا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور علامہ اسماعیلی کا اعتراض لوٹ آتا ہے' سو حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی طرف سے جواب نہ بن سکا۔

۳۷۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ، فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلٰوةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ، فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ، فَأَجْرٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ، وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ، حَتّٰى إِنِّي أَنْظُرُ إِلٰى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ. قَالَهَا ثَلَاثًا، قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلٰى أَعْمَالِهِمْ، فَقَالُوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں جہاد کیا' ہم نے خیبر کے پاس منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے' اور حضرت ابوطلحہ سوار ہوئے' اور میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں گھوڑے کو دوڑایا' اور بے شک میرا گھٹنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کو چھو رہا تھا' پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا حتیٰ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا' پس جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر! خیبر ویران ہو گیا' بے شک ہم جن لوگوں کی بستی میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح کیسی بری ہوتی ہے جن کو ڈرایا گیا ہے' آپ نے یہ کلمات تین

مُحَمَّدٌ. قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْخَمِيسُ يَعْنِي الْجَيْشَ. قَالَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً، فَجُمِعَ السَّبْيُ، فَجَاءَ دِحْيَةُ، فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ، قَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً. فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ؟ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ. قَالَ ادْعُوهُ بِهَا. فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا. قَالَ فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا. فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ، مَا أَصْدَقَهَا؟ قَالَ نَفْسَهَا، أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ، جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ، فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا، فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ. وَبَسَطَ نِطَعًا، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ، قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيقَ، قَالَ فَحَاسُوا حَيْسًا، فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مرتبہ فرمائے' خیبر کے لوگ اپنے کام کے لیے نکلے تو انہوں نے کہا: محمد (راوی) عبد العزیز نے بیان کیا اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا اور خمیس یعنی لشکر' پھر ہم نے جنگ سے خیبر کو فتح کر لیا' پھر قیدیوں کو جمع کیا گیا' پس حضرت دحیہ آئے اور کہا: یا رسول اللہ! مجھے قیدیوں میں سے ایک باندی دے دیں' آپ نے فرمایا: جاؤ! ایک باندی لے لو' انہوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا' ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یا نبی اللہ! آپ نے حضرت دحیہ کو صفیہ بنت حیی عطا کر دی' جو بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سردار ہے' وہ صرف آپ کے لائق ہے' آپ نے فرمایا: دحیہ کو اس کے ساتھ بلاؤ' حضرت دحیہ اس کے ساتھ آئے' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا: تم اس کے سوا قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا' حضرت انس سے ثابت نے کہا: اے ابو حمزہ! حضرت صفیہ کو مہر کیا تھا؟ انہوں نے کہا: وہ خود تھیں' آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا (ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا)' حتیٰ کہ جب آپ راستے میں تھے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کو تیار کیا (دلہن بنایا)' پھر رات کو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور دولہا کے صبح کی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے وہ لے کر آئے اور چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا' پھر کوئی شخص کھجوریں لے کر آیا اور کوئی شخص گھی لے کر آیا اور میرا گمان ہے ستو کا ذکر کیا' پھر انہوں نے حیس (ایک قسم کا حلوہ) بنا لیا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

[اطراف الحدیث: ٦١٠ـ ٩٤٧ـ ٢٢٣٥ـ ٢٢٢٨ـ ٢٨٨٩ـ ٢٨٩٣ـ ٢٩٤٣ـ ٢٩٤٤ـ ٢٩٤٥ـ ٢٩٩١ـ ٣٠٨٥ـ ٣٠٨٦ـ ٣٣٦٧ـ ٣٦٤٧ـ ٤٠٨٣ـ ٤٠٨٤ـ ٤١٩٧ـ ٤١٩٨ـ ٤٢٠٠ـ ٤٢٠١ـ ٤٢١١ـ ٤٢١٢ـ ٥١٥٩ـ ٥١٦٩ـ ٥٣٨٧ـ ٥٤٢٥ـ ٦٣٦٣ـ ٦٣٦٩] (صحیح مسلم: ١٨٠٢، الرقم المسلسل: ٣٥٨٢؛ سنن نسائی: ٣٣٨٠؛ سنن ابوداؤد: ٢٩٩٨؛ السنن الکبریٰ للنسائی: ٦٥٩٩؛ صحیح ابن خزیمہ: ١٥٠٣؛ مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢١٢٧؛ صحیح ابن حبان: ٦٥٢١؛ مسند احمد ج ٣ ص ١٠٢ طبع قدیم؛ مسند احمد: ١١٩٩٢ـ ج ١٩ ص ٥٠، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت؛ جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٠٠، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے چار رجال ہیں: (١) یعقوب بن ابراہیم الدورقی (٢) اسماعیل بن علیہ (٣) عبد العزیز بن صہیب البنانی البصری الاعمی (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا' حتیٰ کہ میں نے نبی ﷺ کی ران کی سفیدی دیکھی۔

خیبر کا معنی اور اس کا محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں جہاد کیا' یعنی آپ نے اس شہر میں جہاد کیا جس کا نام خیبر ہے' یہود کی لغت میں خیبر کا معنی ہے: قلعہ' سب سے پہلے بنی اسرائیل کا جو شخص اس قلعہ میں رہا تھا' اس کا نام خیبر تھا' اسی کے نام پر اس قلعہ کا نام خیبر رکھ دیا گیا' یہ شہر مدینہ منورہ سے شمال مشرق میں چھ مرحلہ کی مسافت پر ہے' یہاں پر کھجور کے باغات بہ کثرت ہیں' اسلام کی ابتداء میں یہاں بنو قریظہ اور بنو نضیر رہتے تھے' امام ابن سعد نے کہا: غزوۂ خیبر جمادی الاولیٰ ۷ ھ میں ہوا تھا' امام ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد ذوالحجہ' محرم اور باقی عرصہ مدینہ میں رہے' پھر خیبر کے لیے روانہ ہوئے اور ۶ ھ میں ایک ماہ اور چند ایام باقی رہتے تھے۔ مشہور قول امام ابن سعد کا ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ کے سوار ہونے کا ذکر ہے' حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ عقبہ میں اور تمام مشاہد میں حاضر رہے ہیں' یہ نقباء میں سے ایک ہیں' ان سے ۹۲ احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان کی تین حدیثوں کو روایت کیا ہے' یہ مدینہ میں یا شام میں ۳۲ ھ یا ۳۴ ھ میں فوت ہو گئے تھے' حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے لے پالک تھے۔

آیا آپ نے اپنی ران سے تہبند قصداً ہٹایا تھا یا سہواً؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس جملہ کی شرح میں لکھا ہے:
نبی ﷺ نے قصداً اپنا تہبند ران سے نہیں ہٹایا تھا' جس سے یہ استدلال ہو کہ ران شرم گاہ نہیں ہے کیونکہ اگر ران شرم گاہ ہوتی تو آپ اس کی برہنگی پر برقرار نہ رہتے' کیونکہ آپ اس سے معصوم ہیں' اگر یہ فرض کیا جائے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' پھر بھی مختار اس کو ڈھانپنا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لیے غیر مختار پر عمل کیا ہو' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ پھر آپ پر لازم تھا کہ آپ بیان کر دیتے کہ یہ سہواً ہوا ہے' جیسے جب آپ سے نماز میں سہو ہوا تو آپ نے بعد میں بیان فرما دیا کہ میں نماز میں بھول گیا تھا اور حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کیفیت پر برقرار رہے تھے' کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۶ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی ران کھلی ہوئی دیکھی تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ران خود کھولی ہے' اس لیے انہوں نے کہا: آپ نے ران سے کپڑا ہٹایا حالانکہ واقع میں اس طرح نہیں تھا' رش کی وجہ سے یا گھوڑا دوڑانے کی وجہ سے آپ کی ران سے کپڑا ہٹ گیا تھا' اور آپ کے حال کریم کے یہی مناسب ہے کہ آپ نے قصداً ران سے کپڑا نہیں ہٹایا تھا جب کہ آپ فرما چکے ہیں کہ ران شرم گاہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۲۵)

درج ذیل جملہ آیا آپ کی دعا تھی یا نیک شگون؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: بے شک ہم جن لوگوں کی بستی میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح کیسی خراب ہوتی ہے' جن کو ڈرایا گیا ہے۔

یہ یہودیوں کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعائیہ جملہ ہے یا آپ نے نیک شگون کے طور پر ایسا فرمایا یا آپ نے یہودیوں کی شکست کی پیشگی خبر دی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے حضرت دحیہ کو باندی کیسے عطا کی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ! کوئی باندی لے لو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حضرت دحیہ کو باندی عطا کرنا کیسے جائز ہو گیا۔

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو اس لیے اجازت دی تھی کہ بعد میں آپ کے حصہ کا جو خمس ہو گا' اس میں سے اس باندی کو محسوب کر لیا جائے گا۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ کے بدلے میں سات نفوس عطا کیے تھے اور انہوں نے خوشی سے حضرت صفیہ کو واپس کیا تھا' اس لیے اس میں کراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت دحیہ کو اس لیے اجازت دی ہو کہ بعد میں اس باندی کی قیمت لگا کر اس قیمت کو حضرت دحیہ کے حصہ سے وضع کر لیا جائے۔

(۴) اگرچہ بہ ظاہر تقسیم سے پہلے اس مالِ غنیمت میں تمام مسلمانوں کا حق تھا' لیکن حقیقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مسلمانوں کی جانوں اور مالوں پر خود ان مسلمانوں سے زیادہ تصرف کرنے کے مالک ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ. (الاحزاب:۶) نبی مؤمنین کی جانوں پر تصرف کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت صفیہ بنت حیی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

ان کا پورا نام ہے: صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعیہ' یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہیں' ان کی والدہ کا نام برّہ بنت سموءل ہے' الواقدی نے کہا ہے: یہ حضرت معاویہ کی خلافت میں ۵۰ ھ میں فوت ہو گئی تھیں اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا تھا' پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں' جو جنگ خیبر میں قتل کر دیا گیا تھا۔

صحیح مسلم: ۱۳۶۵' کی ایک روایت میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت دحیہ سے سات باندیوں کے عوض خرید لیا تھا' لیکن اس پر خریدنے کا اطلاق مجازاً ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تکریم اور ان کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے ان کے بدلہ میں ان کو سات باندیاں یا سات غلام عطا کیے تھے اور آپ نے ان کو اس لیے لیا تھا کہ وہ خاندانِ نبوت سے تھیں کیونکہ آپ نے فرمایا تھا: وہ میرے بھائی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ایک سردار کی صاحب زادی ہیں' علاوہ ازیں وہ بہت حسین و جمیل تھیں' جوان سے کثرتِ نکاح کی خواہش کا باعث تھا' تاکہ ان سے جو اولاد ہو' وہ بھی حسین و جمیل ہو' سو ان وجوہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا نہ کہ شہوتِ نفسانیہ کی وجہ سے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے معصوم ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ ہبہ کر کے واپس لے لیں حالانکہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو خصوصیت کے ساتھ حضرت صفیہ ہبہ نہیں کی تھیں' بلکہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ باندیوں میں سے کوئی

باندی لے لو آپ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان باندیوں میں سے جو سب سے اعلیٰ اور افضل باندی ہو اس کو لے لو۔

(۲) اگر ہبہ برقرار رکھنے میں خطرہ ہو تو اس ہبہ سے رجوع کرنا بلا کراہت جائز ہے اور یہاں ایسا ہی تھا کیونکہ مسلمانوں کو یہ گوارا نہیں تھا کہ حضرت دحیہ کے پاس حضرت صفیہ رہیں' جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شایانِ شان تھیں۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت دحیہ کے بہ منزلہ والد ہیں اور والد اپنی اولاد کو ہبہ کر کے بلا کراہت واپس لے سکتا ہے۔

(۴) جس کو ہبہ کیا ہے اس کی رضا سے ہبہ کی ہوئی چیز واپس لی جائے تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کی رضا سے حضرت صفیہ کو واپس لیا تھا۔

(۵) جس کو ہبہ کیا گیا ہے' اگر اس کو ہبہ کی ہوئی چیز کا کوئی عوض یا بدلہ دے دیا جائے تو پھر اس سے ہبہ شدہ چیز کو واپس لینے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کی بہن عطا کر دی تھی اور انہوں نے خوش دلی سے حضرت صفیہ کو واپس کر دیا تھا۔

(۶) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ میرے نزدیک حضرت صفیہ اموال فئی میں سے تھیں' کیونکہ وہ کنانہ بن الربیع کی بیوی تھیں اور وہ اور ان کے اہل بنوالحقیق میں سے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ وہ کوئی خزانہ نہیں چھپائیں گے اور اگر انہوں نے کچھ چھپایا تو پھر ان کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے' اور آپ نے ان سے حیی بن اخطب کے خزانے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کو چھپا لیا' پھر آپ ان کے پاس اس خزانے پر مطلع ہو گئے تو انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا' پھر آپ نے ان کو قید کر لیا اور حضرت صفیہ بھی ان قیدیوں میں سے تھیں' پس وہ مال فئے میں سے تھیں نہ کہ خمس میں سے تھیں اور مال فئے میں امام جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: قاضی عیاض نے یہ جواب اپنے مذہب کے مطابق دیا ہے کہ فئے میں سے خمس نہیں نکالا جا سکتا اور دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ مال فئے میں سے بھی خمس نکالا جا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۲۸۔۱۲۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۷) میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ سے حضرت صفیہ کو جو دے کر واپس لیا تھا' اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ آپ تمام مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کے مالک ہیں اور ان کی جانوں اور مالوں پر تصرف کرنے کے ان سے زیادہ مستحق ہیں۔

دورانِ جنگ نعرۂ تکبیر لگانا اور حضرت صفیہ کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے دوران تین بار فرمایا: اللہ اکبر۔ اس سے معلوم ہوا کہ میدانِ جنگ میں اللہ اکبر کہنا چاہیے اور دوسرے اذکار بھی کرنے چاہئیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا' امام شافعی' امام احمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک آزاد کرنے کو مہر قرار دیا جا سکتا ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' مہر کے لیے مال متقوم ہونا ضروری ہے' وہ کہتے ہیں کہ یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ تھا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ آپ بغیر مہر کے نکاح کر لیں تو آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ آپ اپنی کنیز کو آزاد کر کے اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دے دیں' آپ کی خصوصیت کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ قَدْ	اور کوئی مسلمان عورت اپنے آپ کو نبی پر ہبہ کر دے' اگر نبی اس سے نکاح کرنے کا ارادہ کریں تو یہ صرف آپ کے لیے حلال

عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا O (الاحزاب: ۵۰)

ہے نہ کہ عام مسلمانوں کے لیے ہمیں معلوم ہے ہم نے مسلمانوں کی بیویوں اور ان کی کنیزوں کے متعلق جو کچھ فرض کیا ہے (آپ کے لیے بغیر مہر کے نکاح اس لیے حلال کیا ہے) تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے اور اللہ بے حد بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے O

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ آپ بغیر مہر کے تقرر کے نکاح کر سکتے ہیں لہٰذا آپ کا حضرت صفیہ سے نکاح بغیر مہر کے تھا اور آپ کا انہیں آزاد کرنا محض آپ کا ان پر فضل اور احسان تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ولیمہ کی خصوصیت

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شبِ زفاف کے بعد ولیمہ کرنا سنت ہے اور مسلمانوں نے اپنے کھانے پینے کی چیزیں جمع کر کے آپ کا ولیمہ کیا۔ اس حدیث میں مذکور ہے آپ نے فرمایا: جس کے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے وہ لے کر آئے اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ آپ مسلمانوں کے اموال کے مالک ہیں آپ نے ان کے کھانے کی چیزوں سے اپنا ولیمہ کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کی کسی بھی چیز سے ولیمہ کیا جا سکتا ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۵۵۰۔ ج ۵ ص ۵۸۵۔ ۵۸۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) خیبر کا لغوی معنی جغرافیائی محل وقوع تاریخ اور غزوۂ خیبر کے اہم واقعات (۲) ران کے شرم گاہ ہونے کی تحقیق (۳) خیبر کا تمام علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا یا بعض (۴) اللہ تعالیٰ کے لیے ''میں فدا ہوں'' کہنے کی توجیہ۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ صحیح مسلم کی کتاب النکاح میں اور باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۳۹۳۔ ج ۳ ص ۸۴۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) ران کے شرم گاہ ہونے میں مذاہب (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت دحیہ کو باندی ہبہ کر کے کیوں واپس لی تھی (۳) لونڈی کو آزاد کرنے کو مہر قرار دینے میں مذاہب۔

۱۳ - بَابُ فِيْ كَمْ تُصَلِّي الْمَرْاَةُ مِنَ الثِّيَابِ؟

عورت کتنے کپڑے پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے؟

امام بخاری اس تعلیق کو ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَوْ وَارَتْ جَسَدَهَا فِيْ ثَوْبٍ لَاَجْزَتْهُ.

اور عکرمہ نے کہا: اگر عورت اپنے پورے جسم کو ایک کپڑے میں چھپا لے تو یہ اس کے لیے کافی ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت عکرمہ کا اثر اور دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عکرمہ سے روایت کیا اگر عورت ایک کپڑے کو سر پر اوڑھ لے حتیٰ کہ اس کا کوئی بال دکھائی نہ دے تو یہ اس کے لیے دوپٹہ سے کافی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۷۔ ج ۳ ص ۴۴ دارالکتب العلمیہ بیروت)

محمد بن ابی بکر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے؟ انہوں نے فرمایا: دوپٹہ میں اور اتنی لمبی قمیص میں جو اس کے پیروں کی پشت کو چھپا لے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۲۔ ج ۳ ص ۴۴)

مکحول بیان کرتے ہیں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے انہوں نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کرو پھر مجھے آ کر بتاؤ' انہوں نے کیا جواب دیا ہے' پھر انہوں نے حضرت علی سے سوال کیا' انہوں نے فرمایا: دوپٹے میں اور لمبی قمیص میں' پھر انہوں نے حضرت عائشہ کو آ کر بتایا تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۳)

عطاء نے کہا: عورت قمیص میں اور دوپٹہ میں اور تہبند میں نماز پڑھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۵۰)

۳۷۲- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْفَجْرَ' فَيَشْهَدُ مَعَهُ نِسَاءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ' مُتَلَفِّعَاتٍ فِيْ مُرُوْطِهِنَّ' ثُمَّ يَرْجِعْنَ اِلٰى بُيُوْتِهِنَّ' مَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ. [اطراف الحدیث: ۵۷۸۔ ۸۶۷۔ ۸۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھاتے' آپ کے ساتھ مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھتیں جو اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں' پھر وہ اپنے گھروں کو لوٹتیں' ان کو کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۴۵' الرقم المسلسل: ۱۴۳۰' سنن نسائی: ۵۴۶' سنن ابن ماجہ: ۶۶۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۴۳' مسند الحمیدی: ۱۷۴' سنن دارمی: ۱۲۱۹' صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۴۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۰' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۱۵' صحیح ابن حبان: ۱۴۹۹۔ ۱۵۰۰' المعجم الاوسط: ۸۷۵۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۵۱۔ ج ۶ ص ۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھتیں جو اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں' اور یہ صرف ایک چادر ہوتی تھی' لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ یہ چادر' قمیص اور دوپٹہ کے اوپر اوڑھتی تھیں اور یہ چادر برقع کے قائم مقام ہوتی تھی۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

''متلفعات'' اور ''مروط'' کا معنی اور ان عورتوں کو نہ پہچاننے کا سبب

اس حدیث میں ''متلفعات'' کا لفظ ہے' ''التلفع'' کا معنی یہ ہے کہ سر پر کپڑا ڈالا جائے' پھر اس کو اپنے جسم پر لپیٹ لیا جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ موٹی چادر ہوتی تھی۔

''مروط'' یہ ''مرط'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: اون کی یا سوت کی موٹی چادر' جس کو بہ طور تہبند باندھ لیا جائے' سیاہ یا سبز چادر کو بھی ''مرط'' کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا' ان کو نہ پہچاننا یا تو چادر میں لپٹی ہونے کی وجہ سے تھا یا اندھیرے کی وجہ سے دور سے ان کا صرف جسم دکھائی دیتا تھا اور یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ یہ کون ہیں۔ صحیح مسلم میں یہ اضافہ ہے: اندھیرے کی وجہ سے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت اگر ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس چادر کے نیچے عورتوں نے دوپٹہ' قمیص اور تہبند باندھا ہوا ہوتا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ باب کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' اور اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

نماز میں عورت کے ضروری کپڑوں میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لیے نماز میں کتنے کپڑے پہننا ضروری ہے' اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن' حضرت ابن عباس' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ وہ لمبی قمیص پہن کر اور دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' عبیدہ اور عطاء نے یہ کہا ہے کہ وہ قمیص' دوپٹہ اور تہبند کے ساتھ نماز پڑھے' مجاہد اور ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ وہ چار کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھے' قمیص' دوپٹہ' تہبند اور اس کے اوپر ایک بڑی چادر ہو۔

علامہ ابن المنذر نے کہا: عورت پر لازم ہے کہ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اپنے تمام بدن کو چھپائے' خواہ ایک کپڑے کے ساتھ چھپائے یا زیادہ کپڑوں کے ساتھ' متقدمین نے تین یا چار کپڑوں کا جو حکم دیا ہے' وہ صرف استحباب کے طور پر ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: عورت کا پورا جسم واجب الستر ہے' حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی' امام مالک اور امام شافعی نے کہا: عورت کے قدم بھی واجب الستر ہیں' اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے قدم کھلے ہوئے تھے وہ وقت میں نماز دہرائے گی' اسی طرح اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے بال کھلے ہوئے تھے' تب بھی وہ نماز وقت میں دہرائے گی اور امام شافعی کے نزدیک وہ ہمیشہ نماز دہرائے گی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کے قدم واجب الستر نہیں ہیں' اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے قدم کھلے ہوئے تھے تو اس کی نماز درست ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۔۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جب آزاد عورت کا چہرے کے سوا نماز میں کوئی عضو کھلا ہوا ہو تو وہ نماز دہرائے گی' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عورت نماز میں اپنا چہرہ کھول سکتی ہے اور چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اور کسی عضو کا کھولنا جائز نہیں ہے اور ہتھیلیوں کے متعلق دو قول ہیں' اور مستحب یہ ہے کہ عورت اتنی لمبی قمیص میں نماز پڑھے جو اس کے پیروں کو ڈھانپ لے اور دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے جو اس کے سر اور گردن کو ڈھانپ لے اور قمیص کے اوپر ایک بڑی چادر اوڑھے' حضرت عمر' حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' امام احمد فرماتے ہیں: اس کے لیے دوپٹہ اوڑھنا اور اتنی لمبی قمیص پہننا ضروری ہے' جو اس کے قدموں کو چھپا لے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۵۷۔۱۵۵' ملتقطا وملخصا' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

فجر کے مستحب وقت میں مذاہب فقہاء

ہم نے بیان کیا ہے کہ صحیح مسلم: ۶۴۵ میں مذکور ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے عورتوں کو کوئی نہیں پہچانتا تھا' اس وجہ سے امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی نماز بالکل اوّل وقت میں پڑھی جائے' جب اندھیرا پھیلا ہوا ہو' اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی نماز ذرا تاخیر سے پڑھی جائے' جب روشنی ہو جائے' ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صبح کی نماز روشن وقت میں پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۵۴' سنن ابوداؤد: ۴۲۴' سنن ابن ماجہ: ۶۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۵۔ ج ۴ ص ۱۴۰)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۷۔ ج ۲ ص ۲۷۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ۔

۱۴- بَابُ اِذَا صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ لَهٗ اَعْلَامٌ وَنَظَرَ اِلٰى عَلَمِهَا
جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی' جس میں نقش ونگار تھے اور ان نقوش پر نظر ڈالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی' جس میں نقش ونگار تھے اور اس نے نماز میں ان

نقوش کی طرف دیکھا تو آیا اس کی نماز مکروہ ہے یا نہیں۔

۳۷۳ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَهَا اَعْلَامٌ، فَنَظَرَ اِلٰى اَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِيْصَتِيْ هٰذِهٖ اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ، وَائْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَّةِ اَبِيْ جَهْمٍ، فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِيْ اٰنِفًا عَنْ صَلٰوتِيْ. وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ اَنْظُرُ اِلٰى عَلَمِهَا وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ، فَاَخَافُ اَنْ تَفْتِنَنِيْ.

[اطراف الحدیث: ۷۵۲-۵۸۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش ونگار تھے آپ نے اس کے نقش ونگار کی طرف نظر ڈالی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: میری اس چادر کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور مجھے ابوجہم کی سادہ چادر لا دو کیونکہ اس چادر نے ابھی مجھے نماز میں غافل کر دیا تھا اور ہشام بن عروہ نے کہا از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نماز میں اس کے نقش ونگار کی طرف دیکھ رہا تھا پس مجھے خوف ہوا کہ یہ چادر مجھے آزمائش میں ڈال دے گی۔

(صحیح مسلم: ۵۵۶، الرقم المسلسل: ۱۲۱۶، سنن ابوداؤد: ۹۱۴-۴۰۵۳، سنن نسائی: ۷۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۰، مسند الحمیدی: ۱۷۲، مسند اسحاق بن راھویہ: ۶۲۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۷، صحیح ابن خزیمہ: ۹۲۸، مسند ابویعلیٰ: ۴۴۱۴، صحیح ابن حبان: ۲۳۳۷، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۲۳، شرح السنۃ ج ۱ ص ۵۲۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۴۰۸-ج ۴۰ ص ۱۰۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۰۳، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

''خَمِيْصَة'' اور ''اَنْبِجَانِيَة'' کا معنی اور حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

''خمیصۃ'' سیاہ رنگ کی اونی یا سوتی موٹی چادر جس پر نقش ونگار بنے ہوئے ہوں۔

''انبجانیۃ'' موٹی اور سادہ چادر جس پر نقش ونگار نہ ہوں۔

اس حدیث میں حضرت ابوجہم کا ذکر ہے ان کا نام عامر بن حذیفہ العدوی ہے یہ قرشی مدنی صحابی ہیں کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبید ہے یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے یہ قریش کے نزدیک بہت عظیم تھے اور نسب کے عالم تھے یہ دو مرتبہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر حاضر تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۳۸-۱۳۷)

نماز میں کسی چیز کی طرف معمولی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں فساد کی موجب نہیں تاہم اس سے اعراض کرنا افضل ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز میں کسی چیز کو دیکھنے سے اگر نماز کے رکوع اور سجود میں خلل نہ ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی تاہم جس چیز کو دیکھنے سے نمازی اپنی نماز سے یا اس کے خشوع سے غافل ہو جائے تو وہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے اسی لیے جب اس چادر کے نقش ونگار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے خشوع میں کچھ خلل ڈالا تو آپ نے اس چادر کو ناپسند کیا اور اس کو واپس کر دیا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر حضرت ابوجہم کی طرف اس لیے واپس کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے

غافل کرنے کا سبب تھی' جیسا کہ جب لیلۃ التعریس کے موقع پر ایک وادی میں آپ کی اور مسلمانوں کی نماز فجر فوت ہوگئی تو آپ نے فرمایا: اس وادی سے نکلو اس میں شیطان کا اثر ہے (موطأ امام مالک: ۲۶' تنویر الحوالک ص ۳۵' صحیح مسلم: ۳۰۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم وسوسوں کو دفع کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ قوی ہیں' لیکن آپ نے اس چادر کو اس لیے ناپسند کیا کہ وہ بہر حال نماز کے خشوع سے توجہ ہٹانے کی موجب ہے' اسی وجہ سے آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: تم اپنا پردہ ہمارے سامنے سے ہٹا دو' کیونکہ اس کی تصاویر مسلسل میری نماز میں مجھے دکھائی دیتی رہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجہم کو نقش و نگار والی چادر جو واپس کی تھی' اس میں ان کو یہ تنبیہ تھی کہ وہ اس چادر کو نماز کے وقت استعمال نہ کریں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت حضرت ابوجہم اس کے زیادہ لائق تھے کہ وہ اس چیز سے اجتناب کریں' جو نماز کے خشوع سے غافل کرنے کی سبب ہے اور آپ کی یہ مراد نہیں تھی کہ وہ اس چادر کو نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی استعمال نہ کریں' اور اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیراء (ایک قسم کا ریشم) کا ایک حلہ مسجد کے دروازے پر فروخت ہوتے ہوئے دیکھا' حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ اس حلہ کو خرید لیں اور جمعہ کے دن اس کو پہنا کریں اور اس دن جب آپ کے پاس کوئی وفد آئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو وہ شخص پہنتا ہے' جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیراء کے کچھ حلے آئے' آپ نے ان میں سے ایک حلہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بھی دیا' تو حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے یہ حلہ پہنایا ہے حالانکہ آپ نے عطارد کے حلے کے متعلق وہ فرمایا جو فرمایا تھا' آپ نے فرمایا: میں نے تم کو یہ حلہ اس لیے نہیں دیا کہ تم خود اس کو پہنو۔ (صحیح البخاری: ۸۸۶' صحیح مسلم: ۲۰۶۸' سنن ابوداؤد: ۱۰۷۶' سنن نسائی: ۱۳۸۱)

زیر بحث حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس کو کوئی چیز ہبہ کی جائے' جب وہ از خود ہبہ کرنے والے کو وہ چیز واپس کر دے تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجہم سے دوسری سادہ چادر اس لیے منگائی تھی کہ حضرت ابوجہم کی دل شکنی نہ ہو اور وہ یہ جان لیں کہ ان کی چادر ان کے ہدیہ کو ناپسند کرنے کی وجہ سے اور ان کے استخفاف کی وجہ سے واپس نہیں کی بلکہ شرعی عذر کی وجہ سے واپس کی ہے' اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ استاد اپنے شاگرد کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کر سکتا ہے' جس طرح آپ نے حضرت ابوجہم کے نام کے بجائے ان کی کنیت کو ذکر کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نقش و نگار والے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز' تاہم اس کا خلافِ اولیٰ ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نقش و نگار والی چادر کو قبول کیا اور اس کو پہن کر نماز پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ نقش و نگار والی چادر کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' پھر چونکہ اس کے نقش و نگار سے آپ کی نماز کے خشوع میں فرق آیا اور آپ نے اس چادر کو واپس کر دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز میں کسی چیز کی طرف تھوڑی سی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں موجب طعن نہیں ہے اور یہ کہ جو چیز نماز میں غفلت کا سبب ہو' اس سے اعراض کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۴۰۔ ج ۲ ص ۱۲۵ پر ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں: (۱) اشیاء زینت کا حکم (۲) ایک

اشکال کا جواب۔

١٥ - بَابٌ اِنْ صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ مُصَلَّبٍ اَوْ تَصَاوِیْرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلٰوتُهٗ؟ وَمَا يُنْهٰى مِنْ ذٰلِكَ

صلیب یا تصویر والے کپڑے پہن کر آیا نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اس کی ممانعت میں احادیث

امام بخاری نے اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں لگایا کہ ایسے کپڑے کو پہن کر آیا نماز پڑھنا حرام ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں اختلاف ہے کہ ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا حرام ہے یا مکروہ ہے' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ایسے کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنے کا ذکر تھا' جس میں نماز پڑھنا خلافِ اولیٰ ہے اور اس باب میں اس کپڑے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے' جس کے ساتھ نماز پڑھنا حرام یا مکروہ ہے۔

٣٧٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ ' عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ ابْنُ صُهَيْبٍ' عَنْ اَنَسٍ كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ ' سَتَرَتْ بِهٖ جَانِبَ بَيْتِهَا ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمِيْطِيْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا' فَاِنَّهٗ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ فِيْ صَلٰوتِيْ. [طرف الحدیث: ٥٩٥٩] (مسند احمد ج ٣ ص ١٥١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٥٣٠' ج ٢٠ ص ١١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٨٤' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر عبد اللہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پردہ تھا' جس کو انہوں نے گھر کی ایک جانب میں لٹکایا ہوا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اس پردہ کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصاویر مسلسل میری نماز میں سامنے رہی ہیں۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر والے پردہ کے متعلق فرمایا: اس کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو۔

''قرام'' کا معنی

اس حدیث میں ''قرام'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اون کا باریک پردہ' اس کی جمع ''قروم'' ہے۔

تصویر کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہر قسم کی تصاویر ممنوع ہیں خواہ مجسم ہوں یا غیر مجسم' خواہ وہ کسی پردہ میں ہو' چادر پر ہو یا دیوار پر ہو۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ نے کہا ہے کہ جس لباس میں تصاویر ہوں' ان میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی یا نماز میں تصویر کی طرف دیکھا تو علماء کے نزدیک اس کی نماز جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہیں دہرائی۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٤٠)

مصنف کے نزدیک علامہ ابن بطال کا اس حدیث سے تصویر والے کپڑے کو پہن کر نماز کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی' البتہ اس میں یہ مذکور ہے کہ نماز میں آپ کے سامنے تصویریں تھیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ نماز میں تصویروں کو سامنے رکھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس سے نماز کے خشوع میں کمی آتی ہے' اور آپ نماز سے غفلت کے اسباب کو منقطع کرنا چاہتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر نمازی کے سامنے پردہ میں تصاویر نہ ہوں تو پھر پردہ میں تصاویر کا منقوش یا مطبوع ہونا جائز ہے۔

ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

بسر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث سنائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے' بسر نے کہا: پھر حضرت زید بن خالد بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی عیادت کی' وہ جس گھر میں تھے اس میں ایک پردہ میں تصاویر تھیں' تو میں نے عبید اللہ الخولانی سے کہا: کیا حضرت زید بن خالد نے ہمیں تصاویر (کی ممانعت) کے متعلق حدیث نہیں بیان کی تھی؟ عبید اللہ خولانی نے کہا: ہاں! حضرت زید نے کہا تھا' مگر وہ تصویر جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہو' کیا تم نے حضرت زید سے یہ نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا: نہیں' عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے اس کا ذکر کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۲۲۶)

سنن نسائی: ۵۳۶۴ میں یہ اضافہ ہے: عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں! یہ میرے لیے زیادہ خوش گوار ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ صورتیں جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہوں اور ان کو فرش پر بچھا دیا جائے اور اہانت سے رکھا جائے' وہ اس باب کی ممانعت سے مستثنیٰ ہیں' سفیان ثوری' ابراہیم نخعی' امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا: ابو القاسم نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک مجسمے مکروہ ہیں اور چادروں' تکیوں اور کپڑوں پر تصویروں میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان کے نزدیک مجسمے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب گھروں میں مجسموں کے رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور جن کپڑوں میں تصویریں ہوں اور ان کو بچھایا جائے تو وہ ان کو مکروہ نہیں کہتے اور اس میں ان کا اختلاف نہیں ہے کہ جو پردے لٹکے ہوئے ہوں' ان کی تصاویر مکروہ ہیں اور رہے فقہاء شافعیہ تو انہوں نے تصاویر کو مطلقاً مکروہ کہا ہے' خواہ وہ کپڑوں میں چھپی ہوئی ہوں یا بستر پر بچھی ہوئی ہوں اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں تصاویر کی ممانعت ہے اور انہوں نے کپڑے میں چھپی ہوئی اور مجسم تصویر میں کوئی فرق نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جو تصاویر نصب ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں نصاریٰ اور بت پرستوں کی مشابہت ہے' اور جس کپڑے میں تصاویر چھپی ہوئی ہوں' اس میں علماء کے دو قول ہیں' آیا ان کپڑوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں' ایک روایت کے مطابق امام احمد نے ان کے پہننے کی اجازت دی ہے اور انہوں نے حضرت زید بن خالد کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس میں مذکور ہے: مگر وہ تصویر جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۲۲۶۔ ۵۹۵۸' سنن ترمذی: ۱۷۵۰' سنن نسائی: ۵۳۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۶)

اور بہت سے متقدمین ایسی انگوٹھی پہنتے تھے' جس کے نگینہ میں کسی حیوان کی تصویر ہوتی تھی' اور امام مالک' ثوری اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

اس باب کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی تصاویر میری نماز میں مسلسل میرے سامنے رہیں۔ (حدیث:۳۷۴) اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ گھر میں تصاویر ایسی جگہ پر ہوں جہاں نماز میں نظر نہ پڑے' اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ انگوٹھی نہ پہنی جائے' جس میں مجسم تصویر ہو اور نہ اس میں نماز پڑھی جائے اور وہ کپڑا پہنا جا سکتا ہے جس میں تصاویر ہوں' اور جس چادر میں تصاویر ہوں' اس پر نماز پڑھنے کی اکثر علماء نے اجازت دی ہے اور کم علماء نے اس سے منع کیا ہے۔

امام ابن ابی عاصم نے کتاب اللباس میں ایک عنوان قائم کیا ہے: جس نے کہا کہ جب چادر میں تصویریں ہوں تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور اس میں اپنی سند کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مصلی پر نماز پڑھتے تھے جس میں تصاویر تھیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۱۲۔۲۱۰' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابن رجب حنبلی نے یہ نہیں لکھا کہ ابن ابی عاصم کی کس کتاب میں یہ حدیث ہے اور بر تقدیر ثبوت یہ حدیث بے جان چیزوں کی تصاویر پر محمول ہے۔

ہمارے نزدیک دینی اور معاشی ضرورت کے لیے پاسپورٹ سائز کی تصویر کھنچوانا جائز ہے' دینی ضرورت مثلاً حج اور عمرہ کے لیے اور معاشی ضرورت مثلاً غیر ممالک میں ملازمت کے حصول کے لیے یا ڈرائیونگ لائسنس حاصل کرنے کے لیے' اس کے علاوہ شوقیہ تصاویر کھنچوانے سے احتراز کرنا چاہیے۔

١٦ - بَابُ مَنْ صَلّٰی فِیْ فَرُّوْجِ حَرِیْرٍ ثُمَّ نَزَعَهٗ

جس نے ریشم کی اچکن میں نماز پڑھی پھر اس کو اتار دیا

اس باب کے عنوان میں ''فروج'' کا لفظ ہے' ''فروج'' اس اچکن کو کہتے ہیں جس کے بیچ میں شگاف ہو' پرانے زمانے میں اس قسم کی اچکن بنائی جاتی تھی' علامہ قرطبی نے کہا ہے: قباء اور فروج دونوں کی آستینیں تنگ ہوتی تھیں اور اس کے پیچھے درمیان میں شگاف ہوتا تھا' جنگ اور سفر میں ان کو استعمال کیا جاتا تھا اور اس عنوان میں ''حریر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ریشم ہے۔

٣٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يَزِيْدَ' عَنْ اَبِى الْخَيْرِ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اُهْدِىَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ' فَلَبِسَهٗ فَصَلّٰى فِيْهِ' ثُمَّ انْصَرَفَ' فَنَزَعَهٗ نَزْعًا شَدِيْدًا' كَالْكَارِهِ لَهٗ' وَقَالَ لَا يَنْبَغِىْ هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ.

[طرف الحدیث:۵۸۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشم کی اچکن ہدیہ کی گئی' آپ نے اس کو پہن کر نماز پڑھی' پھر جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ نے اس کو بہت سختی سے اتارا' جیسے اس سے نفرت کرنے والے ہوں اور آپ نے فرمایا: یہ متقین کے لائق نہیں ہے۔

(صحیح مسلم:۲۰۷۵' الرقم المسلسل:۵۳۲۸' سنن نسائی:۷۷۰' السنن الکبریٰ للنسائی:۷۵۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۴۸' المعجم الکبیر: ۷۶۰۔ج ۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۸ ص ۵۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۵۳۴۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے ریشمی اچکن کو اتار دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن یوسف التنیسی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) اللیث بن سعد' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ منصور نے ان کو مصر کی ولایت کی پیش کش کی تھی' انہوں نے مسترد کر دی' علامہ عینی نے کہا: یہ تھوڑی سی مدت کے لیے حاکم رہے تھے اور یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر تھے (۳) یزید بن حبیب' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ابوجعفر مرثد (۵) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ' ان سے ۵۵ احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے آٹھ روایت کی ہیں' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مصر کے حاکم تھے۔ ۵۸ ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشم کی اچکن کا ہدیہ کس نے دیا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشم کی ایک اچکن ہدیہ کی گئی۔ یہ اچکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دومۃ الجندل کے امیر اکیدر بن عبد الملک نے ہدیہ کی تھی' امام ابونعیم نے لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیراء کا حلّہ ہدیہ کیا' اور علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے: اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کیا اور آپ سے صلح کی اور مسلمان نہیں ہوا' یہ اہل سیرت کے درمیان اختلاف ہے اور جس نے کہا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا' اس نے ظاہراً خطا کی' وہ نصرانی تھا' اور جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کی تو وہ اپنے قلعہ کی طرف لوٹ گیا اور وہیں رہا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل کا محاصرہ کیا تو اس کو قتل کر دیا' اس وقت وہ مشرک نصرانی تھا اور دومۃ الجندل قلعہ کا نام ہے' اصحاب لغت اس لفظ کو ''دُومـــۃ'' پڑھتے ہیں اور اصحاب الحدیث اس کو ''دَومـــۃ'' پڑھتے ہیں' یہ جگہ شام اور عراق کے درمیان حد فاصل ہے' دمشق سے یہ سات مراحل کے فاصلہ پر ہے اور مدینہ سے تیرہ مراحل کے فاصلہ پر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۴)

متقین کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ متقین کے لائق نہیں ہے' متقین سے مراد ہیں: مومنین صالحین' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ متقی عورتیں بھی متقین میں داخل ہیں حالانکہ ان کے لیے ریشم حلال ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جمع مذکر سالم میں عورتیں داخل نہیں ہوتیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ عورتوں کے لیے ریشم کے حلال ہونے کے اور دلائل ہیں۔

ریشم کی ممانعت کے متعلق احادیث

مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے اور جنگ اور خارش کی حالت میں مردوں کے لیے ریشم پہننا جائز ہے اور اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۷۲۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں خطبہ دیا اور فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمادیا ہے مگر دو یا تین یا چار انگل کی مقدار۔

(صحیح البخاری: ۵۸۲۸' صحیح مسلم: ۲۰۶۹' سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲' سنن نسائی: ۵۳۱۰' سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۳' سنن ترمذی: ۱۷۲۱' مسند احمد ج ۱ ص ۵۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی غزوہ میں جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے ان دونوں کو ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی اور میں نے ان دونوں پر

وہ قمیص دیکھی۔

(صحیح البخاری: ۲۹۲۰ 'صحیح مسلم: ۲۰۷۶ 'سنن ابوداؤد: ۴۰۵۶ 'سنن ترمذی: ۱۷۲۲ 'سنن نسائی: ۵۳۱۰ 'سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۲ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۲)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے ریشم مردوں پر بھی حلال تھا' جب ہی نبی ﷺ نے ریشمی اچکن میں نماز پڑھی تھی' بعد میں مردوں کے لیے اس کی حلت منسوخ ہوگئی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۳۱۳- ج ۶ ص ۳۴۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل مسائل ہیں:

① مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل ② سونے چاندی کے بٹن اور گھڑی کے چین کا حکم

۱۷ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْاَحْمَرِ سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا

اس باب میں سرخ لباس پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا فقہاء احناف پر اعتراض کہ وہ سنت سے ثابت سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتے ہیں

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے سرخ لباس پہننے کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس میں احناف کے ساتھ اختلاف ہے' انہوں نے کہا ہے: سرخ لباس پہننا مکروہ ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ نبی ﷺ نے جن چادروں کا حلّہ پہنا ہوا تھا' وہ سرخ دھاری دار چادریں تھیں' احناف نے سرخ لباس کی کراہت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے دو آدمی سرخ لباس پہنے ہوئے گزرے' انہوں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۹)

اور یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے' اگرچہ سنن ترمذی کے بعض نسخوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' اور اگر یہ حدیث حسن بھی ہو تو اس کے معارض اس سے زیادہ قوی صحیح بخاری کی حدیث موجود ہے' اور ہو سکتا ہے کہ آپ کے سلام کا جواب نہ دینے کا کوئی اور سبب ہو' اور امام بیہقی نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اس کپڑے کو بننے کے بعد سرخ رنگ میں رنگا گیا تھا اور جس کپڑے کو بننے سے پہلے سرخ رنگ میں رنگا گیا ہو' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ عینی کا حافظ ابن حجر کے اعتراض کو رد کرنا

علامہ بدرالدین عینی حنفی' حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سرخ لباس پہننے کے جواز میں فقہاء احناف کا کوئی اختلاف نہیں' اگر یہ قائل مذہب احناف کو جانتا ہوتا تو یہ بات نہ کہتا اور اس نے جو احناف کی طرف سے اس باب کی حدیث کی تاویل ذکر کی ہے' وہ بھی بے فائدہ ہے کیونکہ جب فقہاء احناف سرخ لباس پہننے سے منع ہی نہیں کرتے تو انہیں اس حدیث کی تاویل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۷-۱۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

فقہاء احناف کا سرخ رنگ کے لباس پہننے کو مستحب قرار دینا

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی نجس چیز کو ملا کر کپڑے کو سرخ رنگ دیا جائے تو وہ مکروہ ہے' اور اگر کسی نجس چیز کی آمیزش کے بغیر کپڑے کو سرخ رنگ دیا جائے تو پھر جائز ہے' بلکہ وہ سرخ لباس پہننے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نے سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے جواز میں ایک رسالہ لکھا ہے' اس میں مذکور ہے: ہم نے

سرخ رنگ کی حرمت میں کوئی نص قطعی نہیں پائی' اگر کوئی شخص عورتوں کی مشابہت یا عجمیوں کی مشابہت کے قصد سے یا تکبر کی نیت سے سرخ رنگ کے کپڑے پہنے تو پھر مکروہ ہے ورنہ نہیں' اگر کسی نجس چیز کے ساتھ کپڑے کو سرخ رنگ میں رنگا جائے' پھر بھی مکروہ ہے اور کپڑے کو دھونے سے یہ کراہت زائل ہو جاتی ہے اور سرخ رنگ کے جواز میں ہمیں امام اعظم کی نص صریح اور اباحت پر دلیل قطعی ملی ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے لباس کو مزین کرنے کا مطلقاً حکم دیا ہے اور صحیح البخاری: ۳۵۵۱' اور صحیح مسلم: ۲۳۳۷ میں حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ رنگ کے حلے میں دیکھا' یہ حدیث سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے جواز کا تقاضا کرتی ہے اور اس حدیث سے حرمت اور کراہت کی نفی ہو جاتی ہے' بلکہ اس حدیث سے سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کا استحباب ثابت ہوتا ہے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی جائے' اور جو شخص اس موضوع پر زیادہ دلائل چاہتا ہو' وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۴۳۶' مفصلاً بحرجا' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

٣٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ ذَاكَ الْوَضُوءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ، ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا، وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا، صَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنَزَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے عمر بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ' از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا اور میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے ہوئے پانی کو لیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی پر جھپٹ رہے تھے' جس کو اس پانی میں سے کچھ پانی مل جاتا وہ اس کو اپنے بدن پر لگاتا اور جس کو اس پانی میں سے کچھ بھی نہ ملتا' وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری کو لے لیتا' پھر میں نے حضرت بلال کو دیکھا' انہوں نے ایک نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرخ حلہ پہنے ہوئے نکلے' آپ نے اپنے تہبند کو پنڈلیوں سے اونچا کیا ہوا تھا' آپ نے نیزہ کے سامنے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور میں نے دیکھا لوگ اور مویشی نیزے کے پار سے گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کے باب کا عنوان تھا: وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا' سو اس حدیث میں اس کا ذکر ہے' البتہ حدیث: ۱۸۷ میں یہ ذکر نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔

حلہ کا معنی ہے: ایک رنگ اور ایک قسم کے کپڑے کی دو چادریں' ایک چادر اوپر اوڑھ لی جائے اور ایک چادر کو تہبند بنالیا جائے' اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کی دو چادریں پہنی ہوئی تھیں اور نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھا ہوا تھا۔

سرخ لباس پہننے کے متعلق دیگر احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ حلہ پہنا ہوا تھا' اس کا ذکر باب مذکور کی حدیث میں ہے' اس کے علاوہ یہ حدیث بھی ہے:

حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی قامت کے تھے' میں نے آپ کو سرخ رنگ کے حلے میں دیکھا اور میں نے آپ سے زیادہ حسین شخص کوئی نہیں دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۴۸-۵۸۴۸-۳۵۵۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۳-۴۰۷۲، سنن ترمذی: ۲۸۱۱، سنن نسائی: ۵۳۲۲-۵۲۴۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ چادر پہنتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۷۶۰۹)

سرخ لباس پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سرخ لباس پہننا جائز ہے اور اس شخص کا رد ہے، جو سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتا ہے اور یہ کہ دیندار اور زاہد سردار کے لیے رنگ دار لباس پہننا جائز ہے اور سب سے مشہور رنگ سرخ ہے اور دنیا کی سب سے حسین زینت بھی سرخ رنگ میں ہے، قرآن مجید میں ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ. (القصص: ۷۹) پس قارون اپنے زینت والے لباس میں اپنی قوم کے پاس آیا۔

قارون سرخ لباس پہن کر آیا تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے زینت قرار دیا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ. (الاعراف: ۳۲) آپ کہیے کہ اللہ کی زینت کو کس نے حرام قرار دیا ہے۔

لہٰذا اس آیت میں ہر زینت داخل ہے اور سرخ لباس بھی زینت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حافظ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سرخ حلہ پہنا تھا، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مکمل سرخ نہیں تھا، حضرت البراء بن عازب نے جو آپ کو سرخ حلہ میں دیکھا تھا، اس سے مراد بھی یہی ہے کہ وہ سرخ دھاری دار حلہ تھا۔

طاؤس، مجاہد اور عطاء نے سرخ کپڑوں کے پہننے کو مکروہ کہا ہے، حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: یہ آل قارون کی زینت ہے، امام احمد بن حنبل نے اسی کی تصریح کی ہے، وہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سرخ لباس کو مکروہ کہتے ہیں۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۲۰-۲۱۸، ملتقطاً، دار ابن الجوزی، ریاض، ۱۴۱۷ھ)

یہ دراصل فقہاء حنبلیہ کا مسلک ہے، جس کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فقہاء احناف کی طرف منسوب کر کے انہیں حدیث اور سنت کی مخالفت کا مرتکب قرار دیا ہے، حالانکہ فقہاء احناف اس الزام سے بری ہیں، جیسا کہ ہم نے فقہاء احناف کے حوالہ جات سے واضح کر دیا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سرخ لباس پہننے اور سرخ لباس پہن کر نماز پڑھنے کا جواز ہے اور اس میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا جواز ہے، اور اس میں صحراء میں نمازی کے آگے نیزہ سے سترہ قائم کرنے کا ثبوت ہے اور اس حدیث میں سفر میں نماز قائم کرنے کا ثبوت ہے اور ہمارے نزدیک سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے، اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ سترہ کے پار نمازیوں کے آگے سے لوگ گزر سکتے ہیں، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وضوء کا مستعمل پانی پاک ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو صحابہ اپنے جسم پر مل رہے تھے اور آپ کے وضوء کا بچا ہوا پانی تو ہر طاہر سے بڑھ کر طاہر اور طیب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۸ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي السُّطُوْحِ وَالْمِنْبَرِ وَالْخَشَبِ

چھت، منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا

جب مقتدی نماز میں امام سے بلند جگہ پر ہو تو اس کی نماز کے جواز میں اختلاف ہے' بعض تابعین اور فقہاء مالکیہ اس کی نماز کو ناجائز کہتے ہیں' اس لیے امام بخاری نے اس مسئلہ میں اپنے موقف کے اظہار کے لیے یہ عنوان قائم کیا' امام بخاری لکھتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا اَنْ يُّصَلّٰى عَلَى الْجَمْدِ وَالْقَنَاطِرِ وَاِنْ جَرٰى تَحْتَهَا بَوْلٌ' اَوْ فَوْقَهَا' اَوْ اَمَامَهَا' اِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ.

ابوعبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ برف پر نماز پڑھی جائے یا پل پر خواہ اس کے نیچے سے پیشاب بہہ رہا ہو یا اس کے اوپر یا اس کے سامنے بہ شرطیکہ نمازی اور پیشاب کے درمیان سترہ اور حجاب ہو۔

امام بخاری نے یہ معین نہیں کیا کہ نمازی اور نجاست کے درمیان کتنا فاصلہ ہو' بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو نجاست سے زیادہ فاصلہ پر ہونا چاہیے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

وَصَلّٰى اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ بِصَلٰوةِ الْاِمَامِ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی چھت پر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیثیں ہیں:

صالح مولی التوءمۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کے اوپر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی اور امام نیچے تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦١٥٨۔ ج ٢ ص ٣٥' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٦ھ)

سعید بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر کو دیکھا' انہوں نے ایک شخص کے ساتھ مسجد کی چھت پر مغرب کی نماز پڑھی اور وہ امام کی اقتداء کر رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦١٦٠)

وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ عَلَى الثَّلْجِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے برف پر نماز پڑھی۔

٣٧٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمٍ قَالَ سَاَلُوْا سَهْلَ ابْنَ سَعْدٍ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ؟ فَقَالَ مَا بَقِيَ بِالنَّاسِ اَعْلَمُ مِنِّيْ' هُوَ مِنْ اَثْلِ الْغَابَةِ' عَمِلَهُ فُلَانٌ مَوْلٰى فُلَانَةَ' لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُمِلَ وَوُضِعَ' فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ' كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ' فَقَرَاَ وَرَكَعَ' وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ' ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ عَادَ اِلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى' حَتّٰى سَجَدَ بِالْاَرْضِ' فَهٰذَا شَاْنُهُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَاَلَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَاِنَّمَا اَرَدْتُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: لوگوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ منبر کس چیز سے بنا تھا؟ انہوں نے کہا: اب لوگوں میں اس کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں ہے' یہ مقام غابہ میں جھاؤ کے درخت کی لکڑی سے بنا ہوا ہے' فلاں عورت کا جو آزاد کردہ فلاں غلام تھا' اس نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنایا تھا' جب یہ بنا کر رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے' پس آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہا اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' آپ نے قراءت کی اور رکوع کیا' اور لوگوں نے آپ کے پیچھے رکوع کیا' پھر آپ نے سر اٹھایا' پھر آپ الٹے پیر واپس مڑے' پھر آپ نے زمین پر سجدہ کیا' پھر آپ منبر کی طرف لوٹے' پھر آپ نے قراءت

وَسَلَّمَ كَانَ أَعْلٰى مِنَ النَّاسِ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَكُوْنَ الْإِمَامُ أَعْلٰى مِنَ النَّاسِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ. قَالَ فَقُلْتُ إِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ، كَانَ يُسْأَلُ عَنْ هٰذَا كَثِيْرًا، فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ؟ قَالَ لَا.

[اطراف الحدیث: ۴۴۸۔ ۹۱۷۔ ۲۰۹۴۔ ۲۵۶۹]

کی' پھر رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر آپ الٹے پیر واپس مڑے' حتیٰ کہ آپ نے زمین پر سجدہ کیا' پس یہی آپ کا طریقہ تھا۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: علی بن عبداللہ نے کہا: مجھ سے امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: میں نے صرف یہ ارادہ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے بلند تھے' پس اس حدیث کی بناء پر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ امام لوگوں سے بلند ہو' علی بن عبداللہ نے امام احمد بن حنبل سے کہا: سفیان بن عیینہ سے اس حدیث کے متعلق بہت سوال کیا جاتا تھا' آپ نے اس حدیث کو ان سے نہیں سنا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

(صحیح مسلم: ۵۴۴' الرقم المسلسل: ۱۱۹۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۶' مسند الحمیدی: ۹۲۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۲۲' سنن داری: ۱۲۵۸' المنتقیٰ: ۳۱۲' المعجم الکبیر: ۵۸۸۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۸' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۵۵۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۷۱۔ ج ۳۷ ص ۵۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبداللہ ابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ابوحازم سلمۃ بن دینار (۴) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ' یہ آخری صحابی ہیں جو مدینہ میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۵۲)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی' آپ اونچی جگہ پر کھڑے تھے اور مقتدی آپ سے نیچے تھے۔

''اثل الغابۃ'' کا معنی اور منبر بنانے والے کا نام

اس حدیث میں ''اثل الغابۃ'' کا ذکر ہے' ''اثل'' ''ایک درخت ہے' جس کے پتے نہیں ہوتے' اس میں پھلیاں ہوتی ہیں جن میں دانے ہوتے ہیں' یہ اشنان کے درخت کی مثل ہوتا ہے' اُردو میں اس کو جھاؤ کا درخت کہتے ہیں' اور ''الغابۃ'' مدینہ منورہ سے نو میل دور ایک جگہ ہے' جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیوں کو چرانے کے لیے رکھا جاتا تھا۔

جس شخص نے اس منبر کو بنایا تھا' اس کا نام قبیصہ المخزومی تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام میمون یا صلاح تھا اور وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا' ایک قول یہ ہے کہ وہ انصار کی ایک عورت کا آزاد کردہ غلام تھا۔

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام مقتدیوں سے بلند ہو تو اس کا کیا حکم ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے' نیز امام شافعی نے کہا ہے کہ امام اپنے پیچھے مقتدیوں کو تعلیم دینے کا ارادہ کرے اور زمین پر سجدہ کرے' اور اس حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں نے یہ اس لیے کیا تھا کہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کے طریقہ کو جان لو۔ امام بخاری نے اس کو نمازِ جمعہ میں ذکر کیا ہے' امام ابوحنیفہ نے ایسا کرنے کو

مکروہ کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان کی نماز مکمل ہے۔

جس منبر پر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی' اس کی تین سیڑھیاں تھیں' یہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ امام مسجد کی چھت پر نماز پڑھائے اور لوگ اس سے نیچے ہوں یا اپنے نمازیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھائے' اگر امام نے ایسا کیا تو مقتدی ہمیشہ نماز کا اعادہ کریں گے' کیونکہ وہ عبث کام کر رہے ہیں' سوا اس صورت کے کہ امام کا بلند ہونا معمولی سا ہو تو پھر ان کی نماز جائز ہے۔

ابن عباد نے کہا کہ امام مالک نے اس کو اس لیے مکروہ کہا ہے کہ بنو امیہ تکبر کی وجہ سے بلند جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے تھے اس وجہ سے امام مالک نے اس فعل کو عبث اور موجب فساد نماز قرار دیا' اور یہ صرف اس صورت میں جائز ہے' جب امام لوگوں کو نماز کی تعلیم دینے کا قصد کرے' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے' علقمہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عتبہ بن مسعود کی عیادت کرنے گئے' انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک لکڑی پر نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے اس لکڑی کو پھینک دیا اور کہا: یہ شیطانی کام ہے' اپنا چہرہ زمین پر رکھو اور اگر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو اشارہ سے نماز پڑھو' حسن بصری اور ابن سیرین نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ائمہ فتویٰ ایسی نماز کو جائز کہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مچان پر نماز پڑھی اور منبر پر بھی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸-۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے تحت تین مسائل ہیں' پہلا مسئلہ درج ذیل ہے:

جو چیز زمین سے دائماً بلند ہو یا عارضی طور پر بلند ہو' اکثر علماء کے نزدیک اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابو طالب نے کہا: میں نے امام احمد سے تخت پر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا' خواہ فرض ہو یا نفل' انہوں نے کہا: اگر اس پر سطح زمین کی طرح نماز پڑھنا ممکن ہو تو پھر اس پر نماز پڑھنا جائز ہے' اور اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے' مگر شاذ اختلاف قدیم ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو چیز زمین پر بنائی گئی ہو' جیسے مسجد کی گیلری یا مسجد کی چھت کے اوپر تو اس کی ہر صورت جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

اگر مقتدی امام کی نماز کے ساتھ چھت پر نماز پڑھے اور امام مسجد کے نیچے ہو تو یہ جائز ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور سفیان نے از یونس بن عبید از عبد ربہ روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے بصرہ میں جمعہ کی نماز مچان (گیلری) میں امام کے پیچھے پڑھی' امام احمد نے اس اثر سے استدلال کیا ہے۔

تیسرا مسئلہ ایسی چیز پر نماز پڑھنے کا ہے' جو اپنے حال پر باقی نہ رہے' حسن بصری نے اس پر نماز کو جائز کہا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر دریا میں پانی جم جائے تو اس کے اوپر نماز پڑھنا جائز ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۳۱-۲۲۵ ملتقطاً' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جو شخص بلند جگہ پر نماز پڑھائے اور اس کا قصد نماز کی تعلیم دینا نہ ہو تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس

حدیث میں یہ صورت شامل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۱۱ 'دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء احناف کا نظریہ

اس حدیث میں امام کے بلند جگہ پر نماز پڑھانے کی دلیل ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بلند جگہ پر نماز پڑھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی یہ دلیل بیان فرمائی ہے' تاکہ لوگوں کو نماز پڑھنے کے طریقہ کی تعلیم دی جائے' پس اگر امام کسی سبب سے بلند جگہ پر نماز پڑھائے' جیسے اس حدیث میں ہے تو یہ مستحب ہے ورنہ مکروہ ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' اور امام شافعی اور امام احمد نے ایک قول میں منع بھی کیا ہے اور ابن حزم نے امام ابوحنیفہ سے بھی ایک منع کا قول نقل کیا ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ کراہت (تنزیہی) کے ساتھ جائز ہے اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے' جب کہ امام ایک آدمی کی قامت کے برابر بلند ہو اور امام مالک کے نزدیک اگر تھوڑا سا بلند ہو تو پھر جائز ہے۔

نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اگر نمازی نماز میں تھوڑا سا چلے تو یہ جائز ہے' محیط میں مذکور ہے: ایک قدم چلنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور دو قدم یا زیادہ چلنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے' اس قول کی بناء پر چاہیے تھا کہ یہ نماز فاسد ہو جاتی' لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مصلحت کی بناء پر دو قدم یا زیادہ چلے تو پھر نماز کو فاسد نہیں ہونا چاہیے اور مکروہ بھی نہیں ہونا چاہیے جیسے جو آدمی اکیلا صف کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اگلی صف سے ایک آدمی کو اپنی طرف کھینچ لے اور دو صفیں بن جائیں اور جس کو کھینچا گیا ہے' اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی خواہ وہ ایک یا دو قدم چلے' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ تھوڑا سا کام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ منبر کی تین سیڑھیاں تھیں' آپ دوسری سیڑھی پر کھڑے تھے اور دوسری سیڑھی سے زمین پر آنے میں دو قدم کے برابر چلنا پڑتا ہے۔

اس حدیث میں منبر بنانے کا جواز ہے اور یہ کہ خطیب کو بلند جگہ پر بیٹھنا چاہیے۔

اس حدیث میں نماز میں نمازیوں کو نماز کی تعلیم دینے کا ثبوت ہے اور یہ عبادت میں شرک کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ نمازیوں کو سنانے کے لیے بلند آواز کے ساتھ تکبیر کہی جاتی ہے۔

اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب عالم کسی چیز کے علم کے ساتھ منفرد ہو تو وہ یہ بتائے کہ اس چیز کا صرف مجھے علم ہے اور کسی کو اس کا علم نہیں ہے' جیسے حضرت سہل بن سعد نے کہا: صرف مجھے یہ علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منبر کس چیز سے بنا تھا' وہ مقام غابہ کی جھاؤ کی لکڑی سے بنا تھا۔

✻ یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۱۸۔ ج ۲ ص ۱۱۴ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح کا عنوان ہے: استن حنانہ۔

۳۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهٖ، فَجُحِشَتْ سَاقُهُ، اَوْ كَتِفُهُ، وَآلٰى مِنْ نِّسَائِهٖ شَهْرًا، فَجَلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَّهُ، دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوعٍ، فَاَتَاهُ اَصْحَابُهُ يَعُوْدُوْنَهُ، فَصَلّٰى بِهِمْ جَالِسًا وَّهُمْ قِيَامٌ. فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی گھوڑی سے گر گئے' پس آپ کی پنڈلی یا آپ کا کندھا زخمی ہو گیا اور آپ نے اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائی تھی' پس آپ اپنے مچان (گیلری) میں بیٹھ گئے' جس کی سیڑھیاں کھجور کے درخت کی بنی

بِہٖ، فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا، وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا، وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَاِنْ صَلّٰی قَائِمًا فَصَلُّوْا قِیَامًا. وَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَّعِشْرِیْنَ، فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّكَ اٰلَیْتَ شَهْرًا؟ فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ.

[اطراف الحدیث:۶۸۹_۷۳۲_۷۳۳_۸۰۵_۱۱۱۴_۱۹۱۱_۲۴۶۹_۵۲۰۱_۵۲۸۹_۶۶۸۴]

ہوئی تھیں' پس آپ کے اصحاب آپ کی عیادت کرنے کے لیے آئے' آپ نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ کھڑے ہوئے تھے' جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور آپ انتیس دن بعد مچان (گیلری) سے اتر آئے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی؟ آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم:۴۱۱' الرقم المسلسل:۸۹۶' سنن ابوداؤد:۶۰۱' سنن ترمذی:۳۶۱' سنن نسائی:۸۳۲' سنن ابن ماجہ:۱۲۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۵' مسند الحمیدی:۱۱۸۹' مسند ابویعلیٰ:۳۵۵۸' المنتقیٰ:۲۲۹' صحیح ابن خزیمہ:۹۷۷' صحیح ابن حبان:۲۱۰۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۸' شرح السنۃ:۸۵۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۰۷۴۔ ج ۱۹ ص ۱۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۲۴۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان تھا: چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا' اور اس حدیث میں مچان (گیلری) پر نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ مچان بھی لکڑی کا تھا۔

اگر کسی عذر کی وجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام احمد' ابن حزم اور غیر مقلدین کا یہی موقف ہے کہ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں' خواہ ان کو کوئی عذر نہ ہو' اور امام مالک نے کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو' وہ بیٹھنے والے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے' کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر' اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور جمہور سلف نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو' وہ بیٹھنے والے امام کے پیچھے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے گا' اس میں فرض اور نفل دونوں برابر ہیں' کیونکہ قیام فرض ہے' امام سے یہ فرض اس کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو گیا اور مقتدی کے لیے بغیر عذر کے فرض کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' اور باب مذکور کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ:

یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی ناسخ وہ حدیث ہے' جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے افعال کی خبر دے رہے تھے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے' پس آپ اس گھوڑے سے گر گئے اور آپ کا دایاں پہلو چھل گیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی نمازیں بیٹھ کر پڑھیں' سو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم

کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: الحمیدی نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا ہے: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو یہ آپ نے اپنے پہلے مرض میں فرمایا تھا' پھر اس کے بعد نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اور جو آخری بات ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور آخری بات نبی ﷺ کا یہ فعل ہے۔

(صحیح البخاری:۶۸۹' جامع المسانید:۴۵۹' مکتبۃ الرشد ریاض'۱۴۲۶ھ)

چھت اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے مچان میں نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

حدیث کے اس جملہ میں چھت پر اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل ہے کیونکہ مچان اپنی نچلی جگہ کے اعتبار سے چھت کے حکم میں ہے اور اس پر نماز پڑھنا چھت پر نماز پڑھنے کی مثل ہے اور چونکہ مچان لکڑی کا بنا ہوا تھا' اس لیے یہ لکڑی پر نماز پڑھنے کی بھی دلیل ہے۔

ایلاء کا لغوی اور شرعی معنی

اس حدیث میں ایلاء کا ذکر ہے' ایلاء کا لغوی معنی ہے: قسم کھانا' یعنی اپنی بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھانا' اصطلاحی ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا' پھر اگر اس نے قسم پوری کر لی تو اس کی بیوی اس سے بائن ہو جائے گی اور اگر وہ چار ماہ سے پہلے اپنی بیوی کے قریب چلا گیا تو اس کو قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا اور اگر اس نے چار ماہ سے کم کی قسم کھائی' جیسے رسول اللہ ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے قریب نہیں جائیں گے تو یہ لغوی ایلاء ہے' قسم پوری کرنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۱۹ - بَابٌ اِذَا اَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّي امْرَاَتَهٗ اِذَا سَجَدَ
جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر پڑ جائے

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر لگ جائے تو آیا اس کی نماز فاسد ہو گی یا نہیں؟ اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔

۳۷۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ' عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ' عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا حِذَاءَهٗ' وَاَنَا حَائِضٌ' وَرُبَّمَا اَصَابَنِيْ ثَوْبُهٗ اِذَا سَجَدَ. قَالَتْ وَكَانَ يُصَلِّيْ عَلَى الْخُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از خالد' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن شیبانی نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن شداد از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے بالمقابل تھی' اس وقت میں حائض تھی' بعض مرتبہ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا مجھ پر پڑ جاتا اور آپ مصلّٰے (جانماز) پر نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا تھا۔

۲۰ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْحَصِيْرِ
چٹائی پر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

کشتی میں نماز پڑھنے کی تحقیق

وَصَلّٰی جَابِرٌ وَّاَبُوْ سَعِيْدٍ فِي السَّفِيْنَةِ قَائِمًا. اور حضرت جابر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے کشتی میں کھڑے ہوکر نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت انس کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن ابی عتبہ نے بیان کیا' وہ اس وقت ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری' حضرت ابو الدرداء اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیا' حمید نے کہا: انہوں نے اور بھی کچھ لوگوں کے اسماء ذکر کیے' پس ہمارے امام کشتی میں کھڑے ہوئے ہم کو نماز پڑھا رہے تھے اور ہم ان کے پیچھے کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور اگر ہم چاہتے تو کشتی کو ساحل پر لگا کر کشتی سے باہر آسکتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس اثر کو چٹائی پر نماز پڑھنے کے باب میں ذکر کیا ہے کیونکہ دونوں میں یہ مناسبت ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھنے والا بھی زمین سے منفصل ہے اور کشتی پر نماز پڑھنے والا بھی زمین سے منفصل ہے۔

کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس اثر سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کشتی پر نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے' جب نمازی کھڑا ہوا ہو۔

امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کشتی میں کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر دونوں طرح نماز پڑھنا جائز ہے' خواہ عذر ہو یا نہ ہو' حسن بن مالک' ابوقلابہ اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے' اور کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق حسب ذیل آثار ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہم جنادہ بن ابی امیہ کے ساتھ سمندر کے راستہ جہاد کرتے تھے اور کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۵۹۔ ج ۲ ص ۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں: ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بنی سیرین کی طرف بڑے جہاز میں بیٹھ کر گئے' انہوں نے ہماری امامت کی اور بیٹھ کر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر ہمیں دو رکعت اور پڑھائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۰)

خالد بیان کرتے ہیں کہ ابوقلابہ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۱)

اور اس لیے کہ کشتی میں سفر کرنے سے عموماً سر چکراتا ہے اور گویا کہ یہ عذر محقق ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اگر کشتی سے باہر آکر نماز پڑھ سکتا ہے تو باہر آکر نماز پڑھ لے۔

امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ کشتی میں بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ قیام نماز کا رکن ہے اور اس کو بغیر عذر کے ترک کرنا جائز نہیں ہے' اور یہ اختلاف اس کشتی میں ہے جو کنارے پر بندھی ہوئی نہ ہو اور اگر کشتی کنارے پر بندھی ہو تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا اجماعاً جائز نہیں ہے' ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کشتی خواہ چل رہی ہو خواہ لنگر انداز ہو' اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر لازم ہے کہ نماز شروع کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے کیونکہ اس کے لیے کشتی گھر کے حکم میں ہے' حتیٰ کہ جب وہ رکوع اور سجود کرنے پر قادر ہو تو وہ اس میں اشاروں سے نماز نہیں پڑھے گا' بہ خلاف اس شخص کے جو سواری پر سوار ہو' امام بخاری دوسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ يُصَلِّي قَائِمًا مَا لَمْ تَشُقَّ عَلٰى اَصْحَابِكَ، تَدُوْرُ مَعَهَا، وَاِلَّا فَقَاعِدًا.

اور حسن بصری نے کہا: کھڑے ہوکر نماز پڑھے جب تک کہ تمہارے اصحاب پر دشوار نہ ہو، تم کشتی کے ساتھ گھومتے رہو ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

عاصم بیان کرتے ہیں کہ شعبی، حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: کشتی میں کھڑے ہوکر نماز پڑھو، حسن بصری نے کہا: تمہارے اصحاب پر دشوار نہ ہو تو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۵۶۵)

ابن سیرین نے کہا: تم چاہو تو کشتی میں کھڑے ہوکر نماز پڑھو اور تم چاہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور کھڑے ہونا افضل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۵۶۶)

حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: کشتی میں کھڑے ہوکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھو اور جب کشتی قبلہ سے گھوم جائے تو تم بھی اس کے ساتھ گھوم جاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۵۷۷)

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اگر تم پر کھڑے ہوکر نماز پڑھنا دشوار ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو کیونکہ حرج کو دور کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کی تحقیق

اگر کوئی ٹرین ڈیڑھ، دو گھنٹہ تک مسلسل تیز رفتاری سے دوڑتی رہے اور درمیان میں بالکل نہ رکے اور اس دوران نماز کا وقت آ کر نکل جائے تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس حالت میں زمین پر اتر کر نماز پڑھنا ممکن نہیں ہے، اگر اس نے زمین پر اتر کر نماز پڑھنے کی کوشش کی تو اس کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ. (البقرہ:۱۹۵) اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ. (النساء:۲۹) اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔

اور جب میدان جہاد میں دشمن سے قتال کے دوران نماز کا وقت آ جائے اور معمول کے مطابق سواری سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنے میں جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ چلتے ہوئے نماز پڑھ لی جائے یا سواری پر نماز پڑھ لی جائے، قرآن مجید میں ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا. (البقرہ:۲۳۹) اگر تم کو جان کا خوف ہو تو چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔

اور اگر سفر کے دوران ٹرین اتنے وقت کے لیے ٹھہرتی ہے کہ اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے، پس جب ٹرین رک جائے تو اس میں نماز پڑھے، بہر حال کسی صورت میں نماز کو ترک نہ کرے، اس مسئلہ کو زیادہ دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ ہم شرح صحیح مسلم میں لکھ چکے ہیں، دیکھئے شرح صحیح مسلم:۱۵۱۸۔ ج ۲ ص ۴۰۷۔ ۳۹۷۔

۳۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ، دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ، فَاَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ان کی دادی حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کھانے کی دعوت دی

قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّيَ لَكُمْ. قَالَ أَنَسٌ فَقُمْتُ إِلَى حَصِيْرٍ لَنَا، قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيْمُ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا، فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ.

[اطراف الحدیث: ۷۲۷-۸۶۰-۸۷۱-۸۷۴-۱۱۶۴]

جو انہوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا' آپ نے اس کو کھایا' پھر فرمایا: کھڑے ہو میں تم کو نماز پڑھاؤں' حضرت انس نے کہا: میں اس چٹائی کی طرف کھڑا ہوا' جو لمبے عرصہ سے استعمال کی وجہ سے میلی ہو چکی تھی' میں نے اس کو پانی سے دھویا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بڑھیا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ چلے گئے۔

(صحیح مسلم: ۶۵۸' الرقم المسلسل: ۱۴۷۱' سنن ابوداؤد: ۶۱۲' سنن ترمذی: ۲۳۴-۲۵۴' سنن نسائی: ۸۰۱' سنن ابن ماجہ: ۷۵۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۲۷' صحیح ابن حبان: ۲۲۰۵' شرح السنۃ: ۸۲۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۴۰۔ ج ۱۹ ص ۲۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' ان کو اسحاق بن ابی طلحہ بھی کہا جاتا ہے (۴) زید بن سہل الانصاری البخاری' امام مالک حدیث میں اسحاق کے اوپر کسی کو مقدم نہیں کرتے تھے' یہ ۱۳۲ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۶) ان کی دادی حضرت ملیکہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں چٹائی پر نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

☆ اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت انس کی دادی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے اس کو قبول فرما لیا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو کھانے کی دعوت کو قبول کر لینا چاہیے۔

☆ کھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو نماز پڑھائی' اس میں گھر میں نوافل کی جماعت کا ثبوت ہے۔

☆ افضل یہ ہے کہ نوافل گھر میں پڑھے جائیں کیونکہ مساجد کو فرائض کی ادائیگی کے لیے بنایا گیا ہے۔

☆ دعوت دینے والے کے گھر کو برکت پہنچانے کے لیے کھانے کے بعد وہاں نفل نماز پڑھنی چاہیے۔

☆ ہو سکتا ہے کہ آپ کا قصد یہ ہو کہ عورت کو نماز کی تعلیم دی جائے کیونکہ عورتیں نماز میں کم حاضر ہوتی تھیں۔

☆ جانماز کو میل کچیل سے صاف رکھنا چاہیے اور مہمان کی تکریم کے لیے جانماز کو دھو کر صاف کرنا چاہیے۔

☆ بچے کو مرد کے ساتھ ایک صف میں کھڑا کرنا چاہیے اور عورتوں کو مردوں سے مؤخر کھڑا کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۵-۱۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' فتح الباری ج ۲ ص ۵۴' دار المعرفۃ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۹۸۔ ج ۲ ص ۲۹۳ پر مذکور ہے' وہاں کسی عنوان کے بغیر اس کی شرح کی گئی ہے۔

۲۱ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

مصلّٰی (جانماز) پر نماز پڑھنا

۳۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے

عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلَى الْخُمْرَةِ.

کہا: ہمیں سلیمان الشیبانی نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن شداد از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خمرہ (جانماز) پر نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا کوئی عنوان نہیں تھا۔

۲۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْفِرَاشِ بستر پر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بستر پر نماز پڑھنا جائز ہے اور دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھی جائے یا بستر پر' دونوں زمین سے منفصل ہیں۔ امام بخاری لکھتے ہیں:

وَصَلّٰى اَنَسٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بستر پر نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بستر پر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۰۔ ج ۱ ص ۲۴۴)

وَقَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَيَسْجُدُ اَحَدُنَا عَلٰى ثَوْبِهٖ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم میں سے ایک شخص اپنے کپڑے پر سجدہ کرتا تھا۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۳۸۵ میں عنقریب آ رہی ہے۔

اس اثر کی مناسبت باب کے عنوان سے اس طرح ہے کہ کپڑے پر سجدہ اس وقت ہوگا' جب وہ بچھایا ہوا ہو اور بستر بھی بچھایا ہوا ہوتا ہے۔

۳۸۲ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ ' عَنْ اَبِي النَّضْرِ ' مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ ' فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ ' فَاِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا' قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۵۰۸۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۹۔ ۹۹۷۔ ۱۲۰۹۔ ۶۲۷۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی اور میرے دونوں پیر آپ کے قبلہ کی جانب ہوتے تھے' سو جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے تو میں اپنے پیر کھینچ لیتی' پھر جب آپ کھڑے ہوتے تو میں اپنے پیروں کو پھر پھیلا لیتی اور گھروں میں ان دنوں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۱۲' الرقم المسلسل: ۱۱۲۵' سنن ابوداؤد: ۷۱۳' سنن نسائی: ۱۶۶' سنن ابن ماجہ: ۹۵۶' مسند الحمیدی: ۱۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۸۲۲' صحیح ابن حبان: ۲۳۴۳' مسند احمد ج ۶ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۶۹۔ ج ۴۰ ص ۱۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی کیونکہ عموماً سونا بستر پر ہوتا تھا اور عنوان میں بستر کا ذکر ہے' تاہم اس حدیث میں یہ ثبوت نہیں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کے بستر پر نماز پڑھی تھی۔

عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز کے ٹوٹ جانے کی حدیث کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سوتی تھی۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور عورت کے سامنے ہونے سے مرد کی نماز نہیں ٹوٹتی' بعض فقہاء نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دیگر کے لیے اس کو مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ اس کی طرف دیکھے گا اور دل اس میں مشغول رہے گا اور اس میں فتنہ کا خوف ہے' اور رہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ ان تمام چیزوں سے منزہ ہیں' علاوہ ازیں یہ رات کا وقت تھا اور گھر میں چراغ نہیں تھا۔

جو شخص عورت کے سامنے نماز پڑھے' اس کی نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ اس کی جس کے سامنے سے عورت گزرے' یہ متقدمین اور متاخرین جمہور فقہاء کا موقف ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی ان میں شامل ہیں' اور یہ معلوم ہے کہ عورت کا نمازی کے سامنے لیٹے ہوئے ہونا' اس کے سامنے گزرنے سے زیادہ شدید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت' گدھے اور کتے کے سامنے سے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۸۳۷۔ ج ۳ ص ۳۶۱' سنن ابن ماجہ: ۹۵۰' المعجم الکبیر: ۳۱۶۱)

امام احمد نے کہا ہے کہ سیاہ کتا نماز توڑ دیتا ہے اور میرے دل میں گدھے اور کتے کے متعلق بھی کچھ ہے' اور جس حدیث میں ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز منقطع ہو جاتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز ناقص ہو جاتی ہے کیونکہ دل ان چیزوں کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے اور اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے' کیونکہ عورت کو دیکھنے سے وسوسے آتے ہیں اور گدھا مکروہ آواز نکالتا ہے اور کتا فتنہ میں ڈالتا ہے اور مضطرب کرتا ہے اور چونکہ یہ چیزیں نماز منقطع کرنے کا سبب بنتی ہیں' اس لیے ان پر نماز قطع کرنے کا اطلاق کر دیا گیا۔

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مذکور ذیل حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی (اور نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو) تم اپنی پوری طاقت سے دفع کرو' وہ شیطان ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۱۹)

اور شارع علیہ السلام کے اور قبلہ کے درمیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں' نیز حدیث میں ہے کہ گدھی نمازیوں کے آگے چر رہی تھی اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۹۳' صحیح مسلم: ۵۰۴' سنن ابوداؤد: ۷۱۵' سنن ترمذی: ۳۳۷' سنن نسائی: ۷۵۱' سنن ابن ماجہ: ۹۴۷)

حضرت ابن عباس اور عطاء نے یہ کہا ہے کہ جو عورت نماز منقطع کرتی ہے' اس سے مراد حائض عورت ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۲' صحیح ابن حبان: ۲۳۱۲) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں یہ تصریح ہے کہ شعبہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ جس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ آپ کے سامنے لیٹی ہوئی تھیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: میں اس وقت حائض تھی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں ہے کہ کتا' خنزیر' یہودی اور نصرانی نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۵۳۔ ۲۳۵۲۔ ۲۳۵۲) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۰۔ ۱۶۹' مفصلاً و مخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز کی تحقیق

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص سویا ہوا ہو' اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور بعض علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ان کا استدلال حسب ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سویا ہوا ہو یا باتیں کر رہا ہو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۶۹۴' سنن ابن ماجہ: ۹۵۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث محمد بن کعب سے مروی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

باب مذکور کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں عمل قلیل کرنا جائز ہے۔

عورت کے جسم کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا' اس پر فقہاء احناف کا استدلال اور اس پر حافظ ابن حجر کا رد کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عورت کے جسم کو چھونے سے وضوء ٹوٹتا ہے نہ نماز ٹوٹتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت عائشہ کے پیروں کو لگایا تھا' لیکن یہ استدلال اس لیے مردود ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ کے پیروں پر کپڑا ہو یا یہ آپ کی خصوصیت ہو' سو یہ ثابت نہ ہوا کہ عورت کے جسم کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کے جواب کو رد کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس جواب کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اصل یہ ہے کہ پیر کے اوپر عرفاً کوئی کپڑا نہیں ہوتا نہ ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے اور یہ بہت بعید ہے کہ آپ نے ان کے کپڑے کے اوپر سے ان کو ہاتھ لگا کر اشارہ کیا تھا' جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۱)

حافظ ابن حجر نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہو' یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام پر مقام تشریع میں تھے' یہ آپ کی خصوصیت کا مقام نہیں تھا' کیونکہ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اقوال اور افعال کو معصوم رکھا ہے اور بغیر دلیل کے خصوصیت کا دعویٰ باطل ہے' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ ہمارے لیے کسی حدیث میں یہ دلیل قائم کرتے کہ آپ کے حق میں عورت کے جسم کو چھونا وضوء ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے' جیسا کہ آپ نے نیند کے متعلق فرمادیا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا رہتا ہے اور نیند سے آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا اور اس کا انکار کرنا عناد اور مکابرہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۴۷۔ ج ۱ ص ۱۳۲۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں ص ۱۳۳۰ پر صراط مستقیم (مصنفہ: شیخ اسماعیل دہلوی) کی ایک توہین آمیز عبارت پر بحث کی گئی ہے۔

۳۸۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي، وَهِيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ اعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان آپ کے اہل کے بستر کے اوپر جنازہ کی طرح لیٹی ہوئی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٣٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ عِرَاكٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ، عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِيْ يَنَامَانِ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از عراک از عروہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس بستر پر لیٹی ہوئی تھیں جس پر وہ دونوں سوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الثَّوْبِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ

شدید گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ شدید گرمی میں نمازی اپنے کپڑے کی مثلاً آستین یا دامن پر سجدہ کر سکتا ہے۔ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں بستر پر نماز پڑھنے کا ذکر تھا اور اس میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے اور دونوں بابوں میں یہ بات مشترک ہے کہ زمین پر سجدہ نہیں کیا گیا بلکہ زمین اور سجدہ کے درمیان بستر یا کپڑا حائل تھا۔

وقال الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ، وَيَدَاهُ فِيْ كُمِّهِ.

اور حسن بصری نے کہا: لوگ عمامہ پر سجدہ کرتے تھے اور ٹوپی پر اور ان کے ہاتھ اپنی آستین میں ہوتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیثیں ہیں:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی کپڑے پر سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۷۵)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سخت سردی میں لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی، پھر اپنے کپڑے کے ایک پلو کو زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ کیا، پھر فرمایا: اے لوگو! جب تم میں سے کسی کو شدید گرمی یا سردی لگے تو وہ کپڑے کے پلو پر سجدہ کر لیا کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۶۷۔ ج ا ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید گرمی میں نماز پڑھتے تھے اور جب ہم میں سے کسی شخص کے لیے زمین پر چہرہ رکھنا ممکن نہ ہوتا تو وہ زمین پر کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۶۹)

٣٨٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنِيْ غَالِبُ الْقَطَّانُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ، مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، فِيْ مَكَانِ السُّجُوْدِ. [اطراف الحدیث: ۵۴۲۔ ۱۲۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے غالب القطان نے حدیث بیان کی از بکر بن عبداللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر ہم میں سے کوئی شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کا پلو سجدہ کی جگہ پر رکھتا۔

(صحیح مسلم: ۶۲۰، الرقم المسلسل: ۱۳۸۱، سنن ابوداؤد: ۶۶۰، سنن ترمذی: ۵۸۴، سنن نسائی: ۱۱۱۶، سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ا

ص ۲۶۹' سنن دارمی: ۱۳۳۷' مسند ابویعلی: ۴۱۵۲' صحیح ابن خزیمہ: ۶۷۵' صحیح ابن حبان: ۲۳۵۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۵' شرح السنۃ: ۳۵۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۷۰۔ ج ۱۹ ص ۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے' اس کی سند کے دوسرے راوی ہیں: بشر بن المفضل الرقاشی العثمانی' یہ ہر روز چار سو رکعت نماز پڑھتے تھے' اور تیسرے راوی غالب القطان ہیں' ان کا نام ہے: غالب بن خطاف۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر ہم میں سے کوئی شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کا پلو سجدہ کی جگہ پر رکھتا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز میں تھوڑا سا عمل معاف ہے کیونکہ سجدہ کی جگہ پر کپڑا رکھنا بھی ایک عمل ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۰۷۔ ج ۲ ص ۲۴۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: نمازی کا اپنے فاضل کپڑے پر سجدہ کرنا۔

۲۴ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي النِّعَالِ — جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے' باب سابق میں چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا تھا اور اس باب میں پیروں کو جوتوں سے ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا ہے۔

۳۸٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مَسْلَمَةَ سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ الْاَزْدِيُّ ، قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ نَعْلَيْهِ ؟ قَالَ نَعَمْ. [طرف الحدیث: ۵۸۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ابو مسلمہ سعید بن یزید الازدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۵۵۵' الرقم المسلسل: ۱۲۱۴' سنن ترمذی: ۴۰۰' سنن نسائی: ۷۷۵' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۱۶' سنن دارمی: ۱۳۷۷' المنتقیٰ: ۱۷۴' مسند ابویعلی: ۴۳۴۲۔۳۶۶۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۱۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۱' شرح السنۃ: ۵۳۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۷۶۔ ج ۱۹ ص ۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چار راوی ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب حضرت انس سے پوچھا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا: ہاں! یعنی آپ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے تو اچانک آپ نے اپنے جوتے اتار دیئے اور ان کو بائیں طرف رکھ دیا' جب صحابہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو آپ نے پوچھا: تمہیں اپنے جوتے اتارنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی جوتے اتار دیئے' آپ نے فرمایا: بے شک مجھے جبریل نے آ کر خبر دی تھی کہ آپ کے جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہے تو میں نے ان جوتوں کو اتار دیا' پس جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو دیکھ لے پس اگر اس کے

جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کرلے پھر ان کو پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۰ سنۃ ابی عاصم ج ۲ ص ۹۲ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۰۲ مشکوٰۃ: ۷۶۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو وہ جوتے اور موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۵۲)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ننگے پیر اور جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۳ سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے جوتے اتارے تو ان جوتوں سے کسی کو ایذاء نہ پہنچائے اور ان جوتوں کو اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھے یا جوتے پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۵)

امام غزالی اور حافظ عینی کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کے قصد سے ننگے پیر نماز پڑھنی چاہیے علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوتے پہن کر نماز پڑھنے اور یہود کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے یہود کی مخالفت کے قصد سے جوتے پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور یہ سنت مقصودہ بالذات نہیں ہے اور آپ نے چونکہ ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے اس لیے ننگے پیر نماز پڑھنا بلاکراہت جائز ہے اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے بجائے جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی رخصت ہے یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا نماز کی سنت مقصودہ نہیں ہے قرآن مجید میں ہے: تم ہر نماز میں اپنی زینت پہنو (الاعراف: ۳۱) ہر چند کہ جوتے پہننا لباس کی زینت میں داخل ہے لیکن اس کے خلاف یہ ہے کہ انسان جوتے پہن کر زمین پر چلتا ہے اور زمین پر اکثر نجاستیں پڑی ہوتی ہیں (ہمارے شہروں میں گٹر سے اُبلا ہوا نجس پانی سڑکوں پر پڑا ہوتا ہے جن کی نجاست سے جوتے آلودہ ہو جاتے ہیں۔ سعیدی) اس وجہ سے نماز میں جوتوں کی زینت ساقط ہو جاتی ہے اور جن جوتوں کی زینت اور ازالہ نجاست میں تعارض ہو تو ازالہ نجاست کو ترجیح دی جائے گی اور جوتوں کو اتار کر نماز پڑھنا راجح ہوگا کیونکہ وہ نجاست سے آلودہ ہوتے ہیں اور جوتوں کی زینت مرجوح ہوگی اور جب مفاسد کو دفع کرنے اور مصالح کے حصول میں تعارض ہو تو مفاسد کے دفع کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے لہٰذا نماز میں جوتے پہننے کی زینت اور جوتے اتار کر ان کی نجاست کے ازالہ میں جب تعارض ہوگا تو جوتے اتار کر نماز پڑھنے کو ترجیح دی جائے گی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷ موضحاً ومفصلاً دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو اصولی بحث کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے جب کہ جوتے اتار کر

نماز پڑھنا بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے' لہٰذا آپ کی سنت کے قصد سے جوتے اتار کر نماز پڑھنی چاہیے۔

جوتوں پر لگی ہوئی نجاست کے ازالہ میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب جوتوں میں نجاست نہ ہو تو جوتے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر جوتوں میں نجاست ہو تو ان کو رگڑ رگڑ کر صاف کر لیا جائے' پھر ان کو پہن کر نماز پڑھی جائے۔

اوزاعی اور ابوثور وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ جب جوتوں پر تر نجاست ہو تو ان کو مٹی میں رگڑ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتے ہیں اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تر نجاست سے اس وقت تک جوتے پاک نہیں ہوں گے' جب تک کہ ان کو پانی سے دھویا نہ جائے اور اگر خشک نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کرنے سے جوتے پاک ہو جائیں گے اور امام محمد اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نجاست تر ہو یا خشک' جب تک جوتوں کو پانی سے دھویا نہیں جائے گا' وہ پاک نہیں ہوں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۵۔ ۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ جوتے اتار کر نماز پڑھی جائے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ نے کہا ہے کہ جس چیز پر ایسی نجاست لگی ہو جو دکھائی دیتی ہو' اس کو زائل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو اتنی بار دھویا جائے کہ دھونے والے کو ظن غالب ہو کہ وہ نجاست زائل ہو گئی ہے اور جو نجاست دکھائی نہ دیتی ہو (جیسے جانوروں کا پیشاب اور گٹر کا پانی) اس کو پاک کرنے کے لیے اس کو تین مرتبہ دھونا ضروری ہے اور تین مرتبہ دھونے کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو پانی میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ ڈالے جب تک کہ اس کو تین مرتبہ دھو نہ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔ (سنن نسائی: ۱۶۱۔ ج ۱ ص ۱۰۷' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اور ظاہر الروایۃ میں ہے کہ تین دفعہ دھونے میں ہر بار نچوڑنا ضروری ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۷۸' مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

اور جس چیز کو نچوڑا نہ جا سکے جیسے چمڑا' ریگزین اور پلاسٹک وغیرہ اس کو ہر بار دھونے کے بعد خشک کیا جائے اور یہ خشک کرنا نچوڑنے کے قائم مقام ہے' ہمارے شہر کی سڑکوں اور گلیوں میں بالعموم گھوڑوں' گدھوں' کتوں اور بلیوں کا پیشاب اور اُبلے ہوئے گٹروں کا پانی پڑا ہوا ہوتا ہے' جس سے جوتوں کے تلے نجس ہو جاتے ہیں اور اس نجاست کو زائل کرنے کے لیے ان کو اس طرح تین بار دھونا ضروری ہے کہ ان کو ہر بار دھو کر خشک کیا جائے کیونکہ ان کو نچوڑا نہیں جا سکتا' اس کے بغیر جوتے پاک نہیں ہوں گے اور ناپاک جوتوں کے ساتھ کسی کے نزدیک بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' اور اس پر مشقت عمل میں اتنا وقت صرف ہوگا کہ نماز کا وقت نکل جائے گا' اس لیے ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ جوتے اتار کر ننگے پیر نماز پڑھی جائے اور چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے' اس لیے اس میں حصول سنت کا قصد کر لیا جائے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۳۸۔ ج ۲ ص ۱۲۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا (۲) جوتیوں کی طہارت (۳) چمڑے اور پلاسٹک کی طہارت

۲۵ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِی الْخِفَافِ　　موزے پہن کر نماز پڑھنا

اس سے پہلے باب میں جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں موزے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور جوتوں اور موزوں میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں پیروں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔

۳۸۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَاَيْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ ' وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ ' ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى ' فَسُئِلَ فَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا. قَالَ اِبْرَاهِيْمُ فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ ' لِاَنَّ جَرِيْرًا كَانَ مِنْ اٰخِرِ مَنْ اَسْلَمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم سے سنا وہ ہمام بن الحارث سے حدیث بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے پیشاب کیا پھر وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا پھر انہوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی پس ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا ابراہیم نے کہا: محدثین کو یہ حدیث اس لیے پسند تھی کہ حضرت جریر آخر میں اسلام لائے تھے۔

۳۸۸ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ ' عَنِ الْاَعْمَشِ ' عَنْ مُسْلِمٍ ' عَنْ مَسْرُوْقٍ ' عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّاْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ وَصَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرایا پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۰۲ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

ان دونوں حدیثوں کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ایک شخص اپنے صاحب کو وضوء کرائے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت المغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرایا اور آپ نے موزوں پر مسح کیا اور موزوں پر مسح کرنے کی پوری تفصیل وہاں بیان کی جا چکی ہے۔

۲۶ - بَابٌ اِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ — جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے تو اس پر وعید شدید ہے اس باب کی اس سے پہلے مذکور اس باب کے ساتھ مناسبت ہے جس میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا جواز بیان کیا گیا تھا ان دونوں بابوں سے سجدہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۳۸۹ - اَخْبَرَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا مَهْدِیٌّ ' عَنْ وَاصِلٍ ' عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ ' عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهٗ رَاٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ ' فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ ' قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ. قَالَ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ. لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۷۹۱-۸۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے خبر دی از واصل از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ پورا رکوع اور پورا سجدہ نہیں کر رہا تھا جب اس شخص نے نماز پڑھ لی تو حضرت حذیفہ نے اس سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی اور میرا گمان ہے انہوں نے کہا: اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) مر گئے تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے غیر پر مرو گے۔

(سنن نسائی: ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ مصنف عبد الرزاق: ۳۷۳۲-۳۷۳۳ مسند البزار: ۲۸۱۹ صحیح ابن حبان: ۱۸۹۴ شرح السنۃ: ۶۱۶ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۸۶ السنن الکبریٰ للنسائی: ۵ ۱۲۲۳-۶۰۸ مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۴ طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۲۵۸-ج ۳۸ ص ۲۹۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ جو شخص جلدی جلدی نماز پڑھے اور کامل سجدہ نہ کرے اس کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ وعید سنائی ہے کہ اگر وہ اسی طرح نماز پڑھتا رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر نہیں مرے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں: (۱) الصلت بن محمد بن عبد الرحمان الخارکی البصری ان کی نسبت الخارک کی طرف ہے یہ جگہ بصرہ کے سواحل میں سے ہے (۲) مہدی بن میمون ابو یحییٰ الازدی یہ ۱۷۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) واصل بن حبان یہ کپڑے تھے (۴) ابووائل شقیق بن سلمہ (۵) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۱)

رکوع اور سجود کو طمانیت کے ساتھ ادا کرنے میں مذاہب ائمہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے کامل نماز نہیں پڑھی کیونکہ نفس رکوع اور نفس سجدہ نماز میں فرض ہے اور رکوع اور سجدہ میں طمانیت امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک سنت ہے اور امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک رکوع اور سجود میں طمانیت فرض ہے ان کے نزدیک ایسی نماز حقیقۃً نہیں ہوتی اور اس نماز کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

تعدیل ارکان کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہونا

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قاضی الصدر نے اپنی شرح میں تعدیل ارکان میں بہت تشدید کی ہے انہوں نے کہا: امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر رکن کو مکمل کرنا واجب ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے لہٰذا رکوع سجود اور قومہ کے درمیان اتنی دیر ٹھہرے کہ ہر عضو مطمئن ہو جائے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک واجب ہے حتیٰ کہ اس کو ترک کیا یا اس میں سے کچھ کو ترک کیا تو اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہے اور اگر عمداً ترک کیا تو بہت شدید مکروہ ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے اور یہ ترتیب کے ساقط ہونے میں بھی معتبر ہے (یعنی جس نے پانچ نمازیں ایسی پڑھیں وہ صاحب ترتیب نہیں رہے گا) جیسے کسی شخص نے حالت جنابت میں طواف کیا تو اس پر اس طواف کا اعادہ لازم ہے اور معتبر پہلا قول ہے۔ (یعنی تخریج جرجانی کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک تعدیل ارکان سنت ہے اور تخریج کرخی کے اعتبار سے واجب ہے حتیٰ کہ تعدیل کو ترک کرنے سے سہو کے دو سجدے لازم آئیں گے اسی طرح ہدایہ میں ہے اور دوسرے قول پر کنز الوقایہ اور ملتقیٰ میں جزم کیا ہے اور دلائل کا تقاضا بھی یہی ہے البحر الرائق میں مذکور ہے کہ اس سے جرجانی کا قول ضعیف ہو جاتا ہے اسی طرح قومہ یعنی رکوع سے اٹھنے میں اور جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں بھی تعدیل یعنی طمانیت واجب ہے یہی علامہ ابن ہمام کا مختار ہے البحر الرائق میں کہا ہے کہ چاروں میں طمانیت واجب ہے یعنی رکوع سجود قومہ اور جلسہ میں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر مواظبت (دوام) کی ہے اور جس اعرابی نے جلدی جلدی نماز پڑھی تھی آپ نے اسے نماز دہرانے کا حکم دیا تھا اور اس لیے کہ قاضی خان نے کہا ہے کہ جس نے سہواً قومہ کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور اسی طرح المحیط میں ہے اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ سب میں کلام واحد ہے اور ان سب میں طمانیت کو واجب قرار دینا یہ محقق ابن ہمام کا قول ہے اور ان کے شاگرد ابن امیر حاج کا قول ہے حتیٰ کہ انہوں نے کہا: یہی قول صحیح ہے)۔

خلاصہ یہ ہے کہ روایت اور درایت کے اعتبار سے زیادہ صحیح تعدیل ارکان کا وجوب ہے اور رہا قومہ اور جلسہ تو مشہور یہ ہے کہ ان میں تعدیل سنت ہے اور وجوب کی بھی روایت ہے اور یہی دلائل کے موافق ہے اور یہی علامہ ابن ہمام اور ان کے بعد متاخرین کا قول ہے اور تم جان چکے ہو کہ ان کے شاگرد نے کہا: یہی صحیح ہے اور امام ابو یوسف نے ان تمام میں تعدیل کو فرض کہا ہے اور المجمع میں اور العینی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام طحاوی نے ہمارے تینوں اماموں سے اسی کو روایت کیا ہے' اور الفیض میں مذکور ہے کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے اور علامہ البرکلی نے ایک رسالہ لکھا ہے: ''معدل الصلاۃ'' اس میں اس مسئلہ کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس میں وجوب کے دلائل بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں اور ذکر کیا ہے کہ اس کو ترک کرنے سے تیس آفات لازم آتی ہیں اور ایک دن اور ایک رات کی نمازوں میں جو اس کے ترک سے مکروہات لازم آتے ہیں' ان کی تعداد تین سو پچاس ہے' اس رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مصنف کے نزدیک بھی راجح یہی ہے کہ رکوع' سجود قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے' اول اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہمیشہ اطمینان سے ادا کیا ہے اور مواظبت اور دوام دلیل وجوب ہے اور ثانی اس لیے کہ جس اعرابی نے ان میں طمانیت کو ترک کیا تھا' آپ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا: نماز پڑھو' تم نے نماز نہیں پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۷۹۳) اور ثالث اس لیے کہ اس طرح نماز پڑھنے والے کو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے وعید سنائی کہ اگر تم اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے مر گئے تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے خلاف پر مرو گے۔

۲۷ - بَابٌ يُبْدِيْ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِيْ فِي السُّجُوْدِ

بغلوں کو ظاہر کرے اور بازوؤں کو سجدہ میں پہلوؤں سے دور رکھے

اس سے پہلے باب میں طمانیت سے سجدہ کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں سجدہ میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور ان دونوں چیزوں کا تعلق سجدہ کے احکام سے ہے۔

۳۹۰ - اخبرنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ' عَنْ جَعْفَرٍ' عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ' حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۸۰۷-۳۵۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر از ابن ہرمز از عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) ظاہر ہوتی' اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: ۴۹۵' الرقم المسلسل: ۱۰۸۵' سنن نسائی: ۱۱۰۲' المعجم الاوسط: ۸۶۷۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۹۲۳- ج ۳۸ ص ۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن بکیر (۲) بکر بن مضر ابو عبید نے کہا: مضر کا نام مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے (۳) جعفر کا نام جعفر بن ربیعہ بن شرجیل المصری ہے' یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابن ہرمز ان کا نام عبد الرحمان الاعرج ہے' یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (۵) عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ' بحینہ عبد اللہ کی ماں کا نام ہے' یہ اپنے والدین کی طرف منسوب ہیں' یہ

قدیم الاسلام ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں' یہ بہت عبادت گزار اور فاضل تھے' ہمیشہ روزے سے رہتے تھے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۲)

ابن کے الف لکھنے اور نہ لکھنے کا قاعدہ

علامہ نووی نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن مالک میں مالک پر تنوین پڑھی جائے اور ابن بحینہ میں ابن کو الف کے ساتھ لکھا جائے کیونکہ ابن بحینہ مالک کی صفت نہیں ہے بلکہ عبد اللہ کی صفت ہے' ان کے والد کا نام مالک ہے اور ان کی ماں کا نام بحینہ ہے' پس بحینہ مالک کی بیوی ہیں اور عبد اللہ کی ماں ہیں پس یہ ابن دو متناسل علموں (ناموں) کے درمیان واقع نہیں ہے' ابن کا الف اس وقت نہیں لکھا جاتا جب وہ دو متناسل علموں کے درمیان واقع ہو جیسے عبد اللہ بن عمر بن الخطاب اور جب ایسا نہ ہو تو دوسرے ابن سے پہلے الف کو لکھا جاتا ہے' جیسے عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ یا عبد اللہ بن ابی ابن سلول' سلول عبد اللہ کی ماں کا نام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ عنوان میں سجدہ میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور حدیث میں نماز میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں نماز سے مراد سجدہ ہے اور کل کا اطلاق جز پر ہے۔

عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے: جب آپ نماز پڑھتے تو دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھتے' یہ مردوں کے نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور عورتیں اور ہیجڑے اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے ملا کر رکھیں کیونکہ ان کے حق میں ستر مطلوب ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ان کے حق میں سنت چارزانو بیٹھنا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو بازو کھلے رکھنے اور بازو ملا کر رکھنے کا اختیار ہے۔

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں' آپ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھا کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین سے لگایا کرو کیونکہ اس میں عورتیں مردوں کی طرح نہیں ہیں۔

(مراسیل ابوداؤد ص ۸' مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھ لے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ چمٹائے' یہ اس کے لیے زیادہ ستر کی مثل ہے۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۵۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۰۷۔ ج ا ص ۱۳۰۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۸ - بَابُ فَضْلِ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت

پہلے امام بخاری نے ستر عورت (شرم گاہ چھپانے) اور اس سے متعلق ابواب بیان کیے اور یہ نماز کی پہلی شرط ہے' اس کے بعد انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کرنے کے ابواب کو شروع کیا اور یہ نماز کی دوسری شرط ہے۔ سو امام بخاری نے کہا:

يَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَيْهِ' قَالَهُ اَبُوْ حُمَيْدٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (سجدہ میں) پیروں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف رکھتے تھے۔

امام بخاری نے ''باب یستقبل القبلة باطراف رجلیه'' میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے' اور صحیح البخاری: ۸۲۸ میں اس مکمل

حدیث کو پوری سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت ابوحمید کا نام عبدالرحمٰن بن سعد الساعدی الانصاری المدنی ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام المنذر ہے' ان پر ان کی کنیت کا غلبہ تھا' یہ حضرت معاویہ کے زمانے میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ۲۶ ' احادیث مروی ہیں' تین احادیث کی روایت پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ان میں سے ہر ایک' ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۲۳۲ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حدیث کے اس قطعہ کی باب کے عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت یہ ہے کہ پورے جسم کو قبلہ کی طرف متوجہ کیا جائے' حتیٰ کہ جب سجدہ کرے' تب بھی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور یہ عمل سنت یا مستحب ہے' درمختار میں زاہدی معتزلی کی اتباع میں اس کو فرض لکھا ہوا ہے' یہ صحیح نہیں ہے' فرض وہ ہوتا ہے جس کے کرنے کا لزوم ایسی دلیل سے ثابت ہو جو قطعی الثبوت بھی ہو اور قطعی الدلالۃ بھی ہو' اور فرض صرف سجدہ ہے اور سجدہ کی تعریف ہے: پیشانی کو زمین پر رکھنا اور جن اعضاء پر سجدہ موقوف ہے' وہ ہاتھ اور گھٹنے ہیں' پیروں پر سجدہ کرنا موقوف نہیں ہے' لہٰذا پیروں کا زمین پر رکھنا بھی فرض نہیں ہے' چہ جائیکہ پیروں کی انگلیوں کے سروں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا فرض ہو' درمختار کے علاوہ اور فقہاء احناف کی کسی کتاب میں اس کو فرض نہیں لکھا' سب نے اس کو سنت یا مستحب لکھا ہے' اس کی پوری تفصیل اور مکمل تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم: ۹۹۸ ۔ ج ۱ ص ۱۲۹۹ ۔ ۱۲۹۱ میں کر دی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۹۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمَهْدِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ سِيَاهٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ، الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِي ذِمَّتِهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۹۲ ۔ ۳۹۳] (سنن نسائی: ۵۰۱۳ ۔ ۴۹۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن سعد نے حدیث بیان کی' از میمون بن سیاہ' از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہماری (طرح) نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا' پس یہ وہ مسلمان ہے جس کے لیے اللہ کا ذمہ ہے اور اس کے رسول کا ذمہ ہے' پس تم اللہ کے ذمہ کو پامال نہ کرو۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمرو بن عباس الاھوازی البصری' یہ ۲۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالرحمان بن مہدی بن حسان' ابوسعید البصری اللؤلؤی (۳) منصور بن سعد' یہ اللؤلؤی البصری کے صاحب تھے (۴) میمون بن سیاہ' سیاہ فارسی کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کالا' اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۵)

"خفر" کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: "فلا تخفروا"' "خفر" کا معنی ہے: عہد شکنی کرنا۔

جو شخص توحید و رسالت کا اقرار نہ کرے اور فرائض اسلام میں سے کسی فرض کا انکار کرے وہ کافر حربی ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ عبارت ہے: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (سنن نسائی: ۵۰۱۳) اور اس باب کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمائی تھی' جب بت پرست اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کہو تو وہ تکبر کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو وحدانیت کا اقرار کرنے اور بت پرستی کو ترک کرنے کی دعوت دی' پس ان میں سے جس نے اس کا اقرار کر لیا' وہ اسلام کے رنگ میں داخل ہو گیا اور آپ نے دوسرے ان کافروں سے قتال کیا' جو اللہ کی توحید کو مانتے تھے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور تب آپ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں' اور جس نے توحید اور رسالت کا اقرار کیا اور فرائض میں سے کسی چیز کا بھی انکار کیا' اس کا خون حلال ہے اور وہ حربی کافر ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰-۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جو شخص توحید و رسالت کا معتقد ہو لیکن کسی کفریہ عقیدہ کا حامل ہو یا توہین رسالت کا مرتکب ہو وہ بھی کافر ہے

جو لوگ توحید اور رسالت کا اقرار کرتے ہوں' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور شخص کو بھی نبی مانتے ہوں تو وہ بھی کافر ہیں کیونکہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں' اسی طرح جو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کریں' یا یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صرف چھ مسلمان رہ گئے تھے باقی سب مرتد ہو گئے تھے' یا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائیں یا جو قرآن مجید میں تحریف کا عقیدہ رکھیں وہ سب کافر ہیں' اسی طرح جس نے آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی اور نبی کے مبعوث ہونے کو جائز قرار دیا' یا جس نے آپ کے علم کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم کہا یا جس نے آپ کے علم غیب کو بچوں' پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دی یا جس نے نماز میں آپ کے خیال کو گدھے اور بیل کے تصور میں ڈوب جانے سے زیادہ بُرا کہا' یہ سب لوگ کافر ہیں اور جو شخص ان کی کفریہ عبارات پر مطلع ہو کر اور وجہ کفر کو سمجھ کر ان کو مسلمان سمجھے اور ان کی تعظیم بجا لائے وہ بھی کافر ہے' خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو مانتا ہو اور ہماری طرح نماز پڑھتا ہو اور نماز میں ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہو' یہ اجمالی عبارت ہے۔ اس کی تفصیل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کی ان کتابوں میں ہے:

(۱) قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۲) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی (۳) رد الرفضۃ (۴) تمہید ایمان (۵) حسام الحرمین (۶) الکوکب الشہابیہ۔

واضح رہے کہ ان لوگوں کے رد میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی یہ کتابیں سال ہا سال سے چھپ رہی ہیں اور ان کی تبلیغ تام ہو چکی ہے اور ان لوگوں پر حجت تمام ہو چکی ہے اور جو لوگ ان کفریہ عبارات کے قائل اور معتقد نہیں ہیں' ان پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے' خواہ وہ اپنے آپ کو شیعہ' دیوبندی یا وہابی کہتے ہوں۔

اکابر علماء دیوبند کا اہل سنت و جماعت کے علماء اور عوام پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے

بارہ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ/ گیارہ اپریل ۲۰۰۶ء کو عید میلاد النبی کے دن نشتر پارک میں بم دھماکا کیا گیا' جس کے نتیجہ میں سٹیج پر بیٹھے ہوئے تقریباً ساٹھ سے زیادہ علماء اہل سنت شہید ہو گئے' اس المناک موقع پر ممتاز دیوبندی عالم شیخ سلیم اللہ خان کا درج ذیل بیان روزنامہ جنگ میں شائع ہوا' جس سے اس موضوع پر روشنی پڑتی ہے:

جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر وضبط سے کام لیا جائے' مولانا سلیم اللہ

کراچی (اسٹاف رپورٹر) صدر اتحاد تنظیمات المدارس دینیہ پاکستان' صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ فاروقیہ' کراچی مولانا سلیم اللہ خان نے ۱۲ ربیع الاوّل کو نشتر پارک میں دہشت گردی کے واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے امت مسلمہ کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ سانحہ نشتر پارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں نذرانہ عقیدت ومحبت پیش کرنے والے ۶۰ سے زائد شہید اور بہت سے زخمی ہوئے' یہ صرف بنیاد پرست' کلمہ گو' نمازی' چہروں پر ڈاڑھی' سروں پر عمامے اور شرعی لباس میں ملبوس تھے' ان کا قصور اسلام وایمان پر جمے رہنا' اسلام کو اپنی شناخت بنالینا' خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت کے اظہار میں جذباتی انداز اختیار کرنا تھا۔ وہ مسلمان تھے' ان کے نقطہ نظر کے بعض حصوں سے اختلاف رکھنے کے باوجود ہمیں ان کے اس بربریت اور ظلم کے ساتھ شہید اور زخمی کیے جانے کا بے حد افسوس ہے' ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے' پس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کی بہترین کفالت فرمائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر وضبط سے کام لیا جائے اور اتحاد کی فضاء قائم رکھی جائے۔ مولانا سلیم اللہ نے کہا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی' مولانا محمد قاسم نانوتوی' مولانا خلیل احمد سہارنپوری' مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ اکابرین وعلماء دیوبند کا بریلوی مکتب فکر سے اختلاف کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں لیکن انہوں نے کبھی ان کی تکفیر نہیں کی' ان کے بعض نظریات واعمال سے اختلاف کیا ہے اور ایسا اختلاف ایمان وکفر کا اختلاف نہیں ہوتا' بلکہ علماء محققین کے نزدیک تو جتنے فرقے اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتے ہیں خواہ قدریہ ہوں یا جبریہ' معتزلہ ہوں یا خوارج' مرجئہ ہوں یا جہمیہ وغیرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں' ان کا مسلک یقیناً غلط ہے اور ان سے استدلال میں غلطی ہوئی ہے۔ انہوں نے اسلام ہی کو اپنا دین سمجھا ہے' اس سے بیزاری کا اظہار کبھی نہیں کیا' لہٰذا جب تاویل کی گنجائش رہتی ہے تو ان کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مسلم شریف کتاب الایمان میں صفحہ ۱۰۳-۱۰۲ میں' بخاری شریف کی کتاب التوحید والرد علی الجہمیہ ج ۲ ص ۱۱۰۸-۱۱۰۷ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مفصل روایت ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی' جمعرات ۱۴ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ/ ۱۳ اپریل ۲۰۰۶ء)

۳۹۲- حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ، حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِذَا قَالُوهَا وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنَا، وَذَبَحُوا ذَبِيحَتَنَا، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نُعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ کہیں لا الٰہ الا اللہ' پس جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں اور ہماری (طرح) نماز پڑھیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہماری طرح ذبح کریں تو ان کی جانیں اور ان کے اموال ہم پر حرام ہوجائیں گے' ماسوا اس جان اور مال کے جس پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

اس حدیث کی اہم شرح اور تخریج' صحیح البخاری: ۳۹۱ میں کردی گئی ہے' دیگر زائد شرح یہاں بیان کی جارہی ہے۔

لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول ہیں نہ کہ باطن پر

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول کیے جاتے ہیں نہ کہ باطن پر' سو جس شخص نے شعائر دین پر عمل کیا' اس پر اسلام کے احکام نافذ کیے جائیں گے' جب تک اس کے خلاف کوئی چیز ظاہر نہ ہو' لہٰذا جب کوئی اجنبی شخص مسلمانوں کے شہر میں داخل ہو اور اس کی ظاہری وضع قطع مسلمانوں جیسی ہو تو اس کو مسلمان ہی قرار دیا جائے' خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو' جب تک کہ اس شخص سے اسلام کے خلاف کوئی چیز ظاہر نہ ہو۔

اس حدیث میں صرف لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس سے مراد پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور یہ اسلام کی پہلی علامت ہے' اس کے بعد ہماری طرح نماز پڑھنے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نماز اہم ترین عبادت ہے' حتیٰ کہ جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' اس نے کافروں کا سا کام کیا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تارکِ نماز کو قتل کر دیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ نمازی بن جائے' اور جس نے قبلہ کو عمداً ترک کیا' اس کی نماز نہیں ہو گی اور جو نماز نہ پڑھے وہ دین دار نہیں ہے' اور کلمہ پڑھنا' پانچ وقت کی نماز پڑھنا اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرنا یہ وہ ظاہری اُمور ہیں جن پر کسی شخص کا مسلمان ہونا موقوف ہے۔

اہل مکہ پر نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور دیگر شہر والوں پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے

جو شخص مکہ مکرمہ میں رہتا ہو' اس پر عین کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے' خواہ اس کے اور کعبہ کے درمیان کوئی دیوار یا مکان حائل ہو یا نہ ہو' اگر اس نے غور و فکر کر کے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے خطاء ہوئی ہے تو اس پر اس نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہے کیونکہ اس شخص پر جو فرض تھا' وہ اس نے ادا کر دیا۔ ابوالبقاء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد نبوی کی محراب کعبہ کی سمت پر قائم کی اور رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور اسی سمت پر مسجد نبوی کا قبلہ ہے' اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو' اس پر عین کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض نہیں ہے بلکہ اس پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے' یہ کرخی' ابوبکر رازی اور عامۃ مشائخ الحنفیہ کا قول ہے اور ابوعبداللہ الجرجانی کا قول ہے کہ حاضر اور غائب سب پر عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ امام بیہقی نے معرفۃ الآثار میں لکھا ہے کہ حدیث مرفوع میں ہے: جو لوگ مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہیں' ان کا قبلہ عین کعبہ ہے اور اہل مکہ کا قبلہ مسجد حرام ہے' اور دیگر شہروں کا قبلہ مکہ مکرمہ ہے' لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

کسی شخص کے مسلمان ہونے کے جملہ قرائن اور شواہد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہو' کیونکہ دیگر مذاہب کے لوگ اور بت پرست مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے میں تنگی محسوس کرتے ہیں۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ اس کی شرح صحیح البخاری: ۲۵ میں کر دی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام بخاری نے حسب ذیل تعلیق ذکر کی ہے:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلَ مَيْمُونُ بْنُ	اور علی بن عبداللہ نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے

بِسِيَاهٍ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ يَا اَبَا حَمْزَةَ، مَا يُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهُ؟ فَقَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَصَلّٰى صَلَاتَنَا، وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا، فَهُوَ الْمُسْلِمُ، لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ، وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ.

کہا: میمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور کہا: اے ابوحمزہ! بندہ کی جان اور مال کو کیا چیز حرام کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری (طرح) نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا، پس وہ مسلمان ہے، اس کے وہ حقوق ہیں جو مسلمان کے حقوق ہیں اور اس پر وہ احکام فرض ہیں جو مسلمان پر فرض ہیں۔

اس تعلیق کی سند میں علی بن عبد اللہ سے مراد علی بن المدینی ہیں، اور ابوحمزہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے، اس تعلیق کے بعد امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ ایک اور حدیث روایت کی ہے:

۳۹۳ - قَالَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ حدیث بھی معلق ہے، اور یہ وہی حدیث ہے جس کی میمون بن سیاہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی تھی، اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۹۱ میں کر دی گئی ہے۔

۲۹ - بَابُ قِبْلَةِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، وَاَهْلِ الشَّامِ، وَالْمَشْرِقِ لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ

اہل مدینہ، اہل شام اور مشرق کا قبلہ، اور مشرق اور مغرب میں کوئی قبلہ نہیں ہے

اہل مدینہ اور اہل شام کے بعد اہل مشرق کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اہل اسلام کے اکثر شہر مشرق میں ہیں، عنوان میں جو کہا ہے کہ اہل مدینہ، اہل شام اور مشرق کا قبلہ، یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر یہ ہے: مشرق اور مغرب میں قبلہ نہیں ہے، اور مشرق اور مغرب میں قبلہ نہ ہونا، یہ تمام شہروں کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ صرف مدینہ منورہ اور ان شہروں کے اعتبار سے ہے، جن کا قبلہ مدینہ منورہ کے موافق ہے، اور مدینہ منورہ کا قبلہ مدینہ منورہ کے شمال میں ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی:

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ، وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرو لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت تم نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرو لیکن مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

(سنن نسائی: ۲۱، صحیح البخاری: ۱۴۴، صحیح مسلم: ۲۶۴، سنن ابوداؤد: ۹، سنن ترمذی: ۸، سنن ابن ماجہ: ۱۸، مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۱)

اس حدیث کی مکمل شرح، صحیح البخاری: ۱۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی،

اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا. قَالَ اَبُوْ اَیُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِیْضَ بُنِیَتْ قِبَلَ الْقِبْلَۃِ فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی. وَعَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اَیُّوْبَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَہٗ.

انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم قضاء حاجت کے لیے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرو لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔ حضرت ابوایوب نے کہا: پس ہم شام میں گئے وہاں ہم نے دیکھا بیت الخلاء قبلہ کی جانب بنے ہوئے تھے تو ہم قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے اور از الزہری از عطاء انہوں نے کہا: میں نے اس حدیث کی مثل ابوایوب سے سنی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف مطلقاً منہ یا پیٹھ نہ کرنے کا ثبوت

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۴۴ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کیا جائے مگر جب کسی عمارت میں قضاء حاجت کی جائے۔ مگر وہاں اس حدیث کے آخر میں حضرت ایوب انصاری کے اس قول کا اضافہ نہیں تھا کہ جب ہم شام میں گئے تو وہاں جو بیت الخلاء بنے ہوئے تھے وہ قبلہ کی جانب تھے ہم قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھتے تھے اور کسی تقصیر پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری کے اس قول سے امام شافعی اور امام بخاری کے اس نظریہ کا رد ہو جاتا ہے کہ جب بیت الخلاء یا دیوار کی آڑ میں قضاء حاجت کی جائے تو پھر قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کی جا سکتی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ کھلے میدان میں قضاء حاجت کی جائے یا بیت الخلاء میں اور یہی نظریہ صریح حدیث کے بھی مطابق ہے اور قبلہ کی تعظیم کے بھی مناسب ہے اور اس باب کی حدیث اس باب کے عنوان کے بھی مطابق ہے کہ اہل مدینہ اور اہل شام کے مشرق اور مغرب میں قبلہ نہیں ہے۔

۳۰ - بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی﴾ (البقرہ:۱۲۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالو'' (البقرہ:۱۲۵)

مقام ابراہیم کا مصداق اور اس کی جگہ کا تعین

السدی نے کہا ہے: مقام سے مراد وہ پتھر ہے جس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نیچے رکھا تھا پھر انہوں نے آپ کا سر دھویا اس قول کی علامہ قرطبی نے روایت کی ہے اور اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے اور دوسروں نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مقام ابراہیم سے مراد پورا حرم ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں طواف کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں حضرت عمر نے کہا: ہم اس کو مصلیٰ نہ بنالیں؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تم مقام ابراہیم کو مصلیٰ (نماز پڑھنے کی جگہ) بنالو۔ (البقرہ:۱۲۵)

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ازرقی نے اخبار مکہ میں اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ مقام ابراہیم وہی ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا

نشان ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں یہ پتھر اسی جگہ رکھا ہوا تھا' جس جگہ اب رکھا ہوا ہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سیلاب آیا' جو اس پتھر کو بہا کر لے گیا' حتیٰ کہ یہ مکہ کے نشیب میں پہنچ گیا' پھر اس کو وہاں سے اٹھا کر لایا گیا اور پہلے کی جگہ پر رکھ دیا گیا' جہاں پر وہ اب موجود ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۱' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۹۵ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ، عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعُمْرَةَ، وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱).

[اطراف الحدیث: ۱۶۲۳۔ ۱۶۲۷۔ ۱۶۴۵۔ ۱۶۴۷۔ ۱۷۹۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے متعلق سوال کیا' جو شخص عمرہ کے لیے بیت اللہ کا طواف کرے اور الصفا اور المروہ کے درمیان سعی نہ کرے' کیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور آپ نے بیت اللہ کے گرد سات طواف کیے' پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے (الاحزاب:۲۱)۔

(صحیح مسلم: ۱۲۳۴' سنن نسائی: ۲۹۲۶۔ ۲۹۶۰۔ ۲۹۳۰' سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۹۵۲۔ ۳۹۱۱' مسند الحمیدی: ۶۶۸' مسند ابویعلیٰ: ۵۶۳۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۶۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۴۱۔ ج ۸ ص ۲۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۳۹۶ - وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۲۴۔ ۱۶۴۶۔ ۱۷۹۴] (صحیح مسلم: ۱۲۳۴' الرقم المسلسل: ۲۹۴۷' اس کی تخریج بھی مذکور الصدر ہے)

اور ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: (عمرہ کرنے والا) اس وقت تک اپنی بیوی سے مقاربت نہ کرے جب تک کہ الصفاء اور المروۃ کے درمیان سعی نہ کرلے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ابراہیم میں نماز پڑھی۔

عمرہ میں سعی کا واجب ہونا

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عمرہ میں الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی کرنا (دوڑنا) واجب ہے' یہ تمام فقہاء کا مذہب ہے' تاہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کر لیا' وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے خواہ اس نے سعی نہ کی ہو' لیکن یہ قول ضعیف ہے اور سنت کے مخالف ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طواف میں سات چکر لگانا ضروری ہیں' اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر طواف سنت ہو تو یہ نماز سنت ہے اور اگر طواف واجب ہو تو یہ نماز واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✱ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۹۵۔ ج ۳ ص ۴۶۳ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۹۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سَيْفٍ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ، فَقِيلَ لَهُ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ، وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا بَيْنَ الْبَابَيْنِ، فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ نَعَمْ، رَكْعَتَيْنِ، بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلٰى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَصَلّٰى فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۴۶۸-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۱۱۶۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۲۹۸۸-۴۲۸۹-۴۴۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سیف انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آئے ان سے کہا گیا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کعبہ میں داخل ہو گئے تو حضرت ابن عمر نے کہا: میں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے باہر نکل آئے میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ دو دروازوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے میں نے حضرت بلال سے سوال کیا اور کہا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: جب آپ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ کی بائیں جانب جو دو ستون ہیں ان کے درمیان آپ نے دو رکعت نماز پڑھی ہے پھر آپ باہر نکلے اور کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۹، الرقم المسلسل: ۳۱۷۲، سنن ابوداؤد: ۲۰۲۵-۲۰۲۳، سنن نسائی: ۲۹۰۳-۲۹۰۲، مسند الحمیدی: ۶۹۲-۱۴۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۳۹-۱۱۱۵، المعجم الکبیر: ۱۳۵۱۰، صحیح ابن حبان: ۳۲۰۴-۳۲۰۳-۳۲۰۲، شرح السنۃ: ۴۴۷، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۴۶۴- ج ۸ ص ۳۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۵۸، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) یحییٰ القطان (۳) سیف بن سلیمان المخزومی المکی، یہ بہت زیادہ سچے تھے ۱۵۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) امام مجاہد (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۵)

حطیم کعبہ میں نماز پڑھنا کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہو گئے اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کعبہ کے اندر داخل ہونا نہ صرف جائز ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

آج کل کعبہ کا دروازہ بند رہتا ہے اور مسلم ممالک کے سربراہوں کے لیے کھولا جاتا ہے اور صرف وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کر سکتے ہیں تاہم حطیم بھی کعبہ میں داخل ہے اور اس کا جز ہے اور یہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور عام مسلمان اس میں داخل ہو کر اس میں نماز پڑھتے ہیں اس طرح عام مسلمانوں کو بھی کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھنے کا شرف اور سعادت حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ حطیم میں داخل ہوں تو ننگے پیر داخل ہوں اور احترام سے داخل ہوں اور اس میں دو رکعت نماز پڑھیں کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ تمام ائمہ حدیث کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے کیونکہ یہ روایت مثبت ہے اور اس میں زیادہ علم کا ثبوت ہے اس لیے اس کی ترجیح واجب ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۰) اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

نے بھی کہا ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۱) یہ دونوں حدیثیں کعبہ میں آپ کے نماز پڑھنے کی نفی کرتی ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث آپ کے نماز پڑھنے کو ثابت کرتی ہیں اور جب نفی اور اثبات کی خبروں میں تعارض آ جائے تو اثبات کی خبر کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت راجح ہے جس میں یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت بلال' حضرت اسامہ اور حضرت عثمان بن طلحہ کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کا دروازہ بند کر دیا اور وہ سب دعا میں مشغول ہو گئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا میں مشغول ہیں تو وہ بھی دعا میں مشغول ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری جانب تھے اور حضرت بلال آپ کے قریب تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی' جس کو حضرت بلال نے آپ کے قریب ہونے کی وجہ سے دیکھ لیا اور آپ نے بہت تخفیف سے نماز پڑھی تھی اور حضرت اسامہ آپ سے دور تھے اور بہ دستور دعا میں مشغول تھے' اس لیے وہ نہیں دیکھ سکے' اس لیے انہوں نے اپنے گمان کے مطابق آپ کے کعبہ میں نماز پڑھنے کی نفی کر دی۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۶ ص ۳۵۸۸-۳۵۸۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے کہ مہلب نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو مرتبہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے ہوں' ایک مرتبہ آپ نے اس میں نماز پڑھی ہو' جیسے حضرت بلال کی روایت ہے اور ایک مرتبہ آپ نے نماز نہ پڑھی ہو' جیسے حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایت ہے' پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۲۶- ج ۳ ص ۵۸۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) کعبہ میں نماز پڑھنے کے متعلق حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایات میں تطبیق (۲) کعبہ میں نماز پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ۔

۳۹۸- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ' عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ' دَعَا فِي نَوَاحِيْهِ كُلِّهَا' وَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهُ' فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قِبَلِ الْكَعْبَةِ' وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۰۱-۳۳۵۱-۳۳۵۲-۴۲۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از عطاء' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کی تمام اطراف میں دعا کی اور نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آپ اس سے باہر نکل آئے' پھر جب آپ باہر آئے تو آپ نے کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: یہ قبلہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۰' الرقم المسلسل: ۳۱۷۹' سنن نسائی: ۲۹۱۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۸۹۲' مصنف عبد الرزاق: ۹۰۵۶' صحیح ابن خزیمہ: ۳۳۲' شرح السنۃ: ۴۴۸' صحیح ابن حبان: ۳۲۰۸' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۸' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۷۵۴- ج ۳۶ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن نصر' اسماء رجال الصحیحین میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان کا نام اسحاق بن ابراہیم بن نصر ابراہیم السعدی ہے' یہ مدینہ

میں رہتے تھے امام بخاری نے اپنی کتاب میں ان سے متعدد روایات کی ہیں' کہیں کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' کہیں کہا: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' اور ان کے دادا کی طرف نسبت کی (۲) امام عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی متوفی ۲۱۱ھ (۳) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۹)

یہ حدیث' اس سے پہلی حدیث سے متعارض ہے اور صحیح البخاری: ۳۹۷ کی شرح میں ان کی تطبیق بیان کر دی گئی ہے۔

۳۱ - بَابُ التَّوَجُّهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ — قبلہ کی طرف توجہ کی جائے' انسان جہاں کہیں بھی ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان خواہ سفر میں ہو یا حضر میں' فرض پڑھ رہا ہو یا نفل' اس پر لازم ہے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ. — اور تم جہاں کہیں بھی ہو تو اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیرا کرو۔

(البقرہ: ۱۴۴)

باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالو اور اس باب میں یہ بیان فرمایا ہے: قبلہ کی طرف توجہ کی جائے اور دونوں بابوں کا تعلق بیت اللہ سے ہے۔ اس کے بعد درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبلہ کی طرف منہ کرو اور تکبیر پڑھو۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۶۲۵۱ کا ایک قطعہ ہے۔

۳۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ' عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ' عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ' رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ' سِتَّةَ عَشَرَ اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا' وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ اَنْ يُوَجَّهَ اِلَى الْكَعْبَةِ' فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ (البقرۃ: ۱۴۴) فَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ. وَقَالَ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ' وَهُمُ الْيَهُوْدُ ﴿مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (البقرۃ: ۱۴۲) فَصَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلّٰى' فَمَرَّ عَلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِي صَلٰوةِ الْعَصْرِ' نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ' فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی' از ابو اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ یا سترہ مہینے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا جائے' تب اللہ عز وجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴) پھر آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا گیا اور لوگوں میں سے جہلاء نے کہا اور وہ یہود تھے: ان کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا' جس پر یہ پہلے تھے؟ آپ کہیے: مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں' وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے' (البقرہ: ۱۴۲) پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی' وہ نماز پڑھنے کے بعد باہر نکلا اور انصار کے لوگوں کے پاس سے گزرا وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز عصر

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' وَاَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ ' فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ ' حَتّٰى تَوَجَّهُوْا نَحْوَ الْكَعْبَةِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۴ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

پڑھ رہے تھے' پس اس نے کہا: وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے (ابھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ کعبہ کی طرف منہ کیے ہوئے تھے' پھر وہ لوگ مڑ گئے اور انہوں نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: نماز امور ایمان سے ہے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: قبلہ کی طرف توجہ کی جائے انسان جہاں کہیں بھی ہو' اور اس حدیث میں دونوں چیزوں کا ذکر ہے۔

بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل کا باعث اور محرک

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں کے رہنے والے اکثر یہود تھے' جو اپنی نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا' پس یہود اس سے خوش ہوئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف منہ کریں' پس آپ اس کی دعا کرتے تھے اور آسمان کی طرف دیکھتے تھے' تب یہ آیت نازل ہوئی: ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴) اور امام طبری نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دیا جائے' کیونکہ یہود یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے ہی قبلہ کی پیروی کرتے ہیں' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۷-۲۶) حضرت ابن عباس کی اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا ہجرت کے بعد واقع ہوا ہے' لیکن ایک اور سند سے حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور کعبہ آپ کے سامنے ہوتا تھا' اور ان دونوں حدیثوں کو جمع کرنا ممکن ہے' بایں طور کہ جب آپ نے ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے رہیں' اور امام طبرانی نے ابن جریج کی سند سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر آپ کو بیت المقدس کی طرف پھیر دیا گیا اور اس وقت آپ مکہ میں ہی تھے' سو آپ نے تین سال تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر آپ نے ہجرت کی اور مدینہ آنے کے بعد سولہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر اللہ نے آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا۔

حضرت ابن عباس کی پہلی حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا' اس سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احکام میں نسخ ہوتا رہتا ہے' اور جمہور کے نزدیک اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو حکم سنت سے ثابت ہو' وہ قرآن سے منسوخ ہو جاتا ہے' امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں' اور اس حدیث میں خبر واحد کے قبول کرنے پر دلیل ہے' اور اس میں یہ تصریح ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا واجب ہے اور یہ کہ اب قبلہ کعبہ ہے' اور اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک

نماز دو جہتوں کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی۔

۴۰۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ، فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيْضَةَ، نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۹۴۔۱۰۹۹۔۴۱۴۰]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۵۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از محمد بن عبد الرحمان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری کا منہ ہو پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

فرض نماز کو سواری پر پڑھنے کے اعذار

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ فرض نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کو ترک نہیں کیا جائے گا اور اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے لیکن شدید خوف میں اس کو ترک کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ عذر کی حالت میں سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے ان اعذار میں سے ایک عذر بارش ہے امام محمد سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص سفر میں ہو اور بارش ہو جائے اور اس کو سواری سے اتر کر نماز پڑھنے کے لیے کوئی خشک جگہ نہ ملے تو وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے سواری پر بیٹھا رہے اور اشاروں سے نماز پڑھے اور اگر اس کے لیے یہ ممکن نہ ہو تو وہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بھی نماز پڑھ سکتا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ وہاں اتنی کیچڑ ہو جس میں اس کا منہ چھپ جائے لیکن اگر وہاں اتنی کیچڑ نہ ہو لیکن زمین گیلی ہو تو وہ گیلی زمین پر نماز پڑھ لے۔

دیگر اعذار میں سے یہ ہے کہ وہ سواری سرکش ہو اگر وہ سواری سے اتر جائے تو اس کے لیے خود سوار ہونا ممکن نہ ہو اور ان اعذار میں سے چور اور بیماری کا خطرہ ہے اور اس کا بہت بوڑھا ہونا ہے اور وہاں کوئی ایسا شخص میسر نہ ہو جو اس کو سواری پر سوار کرا سکے اسی طرح درندے کا خطرہ بھی ہے۔ المحیط میں مذکور ہے کہ ان صورتوں میں وہ سواری پر فرض نماز پڑھ سکتا ہے اور عذر زائل ہونے کے بعد اس پر اس نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ شہر سے باہر ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا اعذار مذکورہ سے بڑا عذر ہے

فقہاء احناف نے ان صورتوں میں سواری پر فرض نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے جب راستہ میں کیچڑ ہو جب سواری سرکش ہو جب سواری سے اتر کر نماز پڑھنے میں مرض کا یا سامان چوری ہونے کا خطرہ ہو جب بارش ہو جب سوار بہت بوڑھا ہو اور ان سب سے بڑا خطرہ چلتی ہوئی تیز رفتار ٹرین سے اتر کر نماز پڑھنے میں ہے کیونکہ اس میں اس کی جان یا اس کے اعضاء کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے تو جب ان کم خطرات میں سواری پر فرض پڑھنا جائز ہے تو اس سے زیادہ خطرہ میں بہ طریق اولیٰ چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز ہونا

چاہیے اور بعد میں اس کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔

المحیط کی اصل عبارت

علامہ عینی نے اپنی عبارت میں المحیط کا حوالہ دیا ہے' ہم چاہتے ہیں کہ المحیط کی اصل عبارت پیش کر دیں۔

علامہ برہان الدین ابوالمعالی محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ ھ لکھتے ہیں:

مسافر بغیر ضرورت کے سواری پر فرض نماز نہ پڑھے اور ضرورت کے وقت اس کے لیے سواری پر فرض نماز اور وتر پڑھنا جائز ہے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تھے کہ بارش ہوگئی' آپ نے منادی کو حکم دیا کہ وہ ندا کرے کہ تم اپنی سواریوں پر نماز پڑھو۔ (سنن نسائی: ۶۴۷' مسند احمد: ۱۴۸۸۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۶)

ان اعذار میں سے یہ ہیں کہ اگر وہ سواری سے اترا تو اس کو اپنی جان پر یا اپنی سواری پر چور یا درندہ کا خطرہ ہو یا راستہ میں کیچڑ ہو اور اس کو زمین پر خشک جگہ نہ ملے یا اس کی سواری سرکش ہو' اگر وہ اس سے اتر گیا تو وہ بغیر کسی کی مدد کے اس پر سوار نہیں ہو سکے گا یا وہ بہت بوڑھا ہو اور بغیر کسی کی مدد کے وہ از خود سواری پر سوار نہیں ہو سکے گا' اور اس کو سوار کرنے والا میسر نہ ہو' ان تمام حالتوں میں سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا. (البقرہ: ۲۳۹) اگر تم کو جان کا خطرہ ہو تو تم پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔

اور ہم نے جو اعذار بیان کیے ہیں' ان ہی پر یہ قیاس ہے کہ جو شخص جنگل میں یا قافلہ میں سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اگر وہ سواری سے اترا تو اس کو اپنی جان اور اپنے سامان کا خطرہ ہوگا کیونکہ قافلہ اس کا انتظار نہیں کرے گا۔

اور حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فجر کی دو سنتوں کو بھی فرض کے ساتھ لاحق کیا ہے اور عذر کی حالت میں ان سنتوں کو بھی سواری پر پڑھے۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۴۲۶' ادارۃ القرآن' کراچی ۱۴۲۶ھ)

۴۰۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ إِبْرَاهِيْمُ لَا أَدْرِي زَادَ أَوْ نَقَصَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ؟ قَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا، فَثَنَى رِجْلَيْهِ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ. فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ بِهِ، وَلٰكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ، وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ، ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از علقمہ' انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی' ابراہیم نے کہا: مجھے پتا نہیں اس نماز میں آپ نے کچھ زیادتی کی یا کچھ کمی کی' پس جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ صحابہ نے کہا: آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی ہے' آپ نے اپنے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کیے' پھر سلام پھیرا' پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تمہیں اس کی خبر دیتا' لیکن میں صرف تمہاری

يَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۴-۱۲۲۶-۶۶۷۱-۷۲۴۹]

مثل بشر ہوں' میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو' پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اسے غور کر کے صحیح بات معلوم کرنی چاہیے' پھر اپنی نماز پوری کرنی چاہیے' پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرنے چاہئیں۔

(صحیح مسلم: ۵۷۲' الرقم المسلسل: ۱۲۵۱' سنن ابوداؤد: ۱۰۲۰' سنن نسائی: ۱۲۴۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۴۶' السنن الکبریٰ: ۶۲۰' المنتقیٰ: ۱۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۵۹۵' سنن دارقطنی ج۱ص۳۳۹' مسند احمد ج۱ص۴۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۱۷۴' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۹۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عثمان بن ابی شیبہ (۲) جریر بن عبد الحمید (۳) منصور بن المعتمر (۴) ابراہیم بن یزید النخعی (۵) علقمہ بن قیس النخعی (۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے دونوں پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا' کیونکہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے تھے۔

آپ کا ہماری مثل بشریت میں حصر کس اعتبار سے ہے اور آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں

اس حدیث میں مذکورہ ہے: لیکن میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں۔ ''انما'' کا کلمہ حصر کے لیے ہے' لیکن کبھی یہ حصر مطلق کے لیے ہوتا ہے اور کبھی حصر مخصوص کے لیے ہوتا ہے' جو قرائن اور سیاق کلام سے سمجھ میں آتا ہے' اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اور کچھ نہیں ہوں' صرف بشر ہوں' کیونکہ آپ کی بہت صفات ہیں' آپ نبی اور رسول ہیں' بلکہ قائد المرسلین ہیں' سید آدم و بنی آدم ہیں' رحمۃ للعالمین ہیں' شفیع المذنبین ہیں' اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں' اس لیے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں' فرشتہ نہیں ہوں یا خدا نہیں ہوں کہ میرے لیے بھولنا محال ہو۔

ایک غور طلب چیز یہ ہے کہ آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں؟ آپ کی کوئی صفت ہماری کسی صفت کی مثل نہیں ہے' آپ کا دیکھنا ہمارے دیکھنے کی مثل نہیں ہے' آپ آگے پیچھے' دائیں بائیں' اوپر نیچے یکساں دیکھتے تھے' آپ کے لیے شش جہات ایک جہت کے حکم میں تھیں' آپ جنات اور فرشتوں کو دیکھتے تھے حتیٰ کہ آپ نے اللہ عزوجل کو دیکھا' اسی طرح آپ حیوانات کی باتیں سنتے تھے' جنات اور فرشتوں کی باتیں سنتے تھے' خود اللہ عزوجل کا کلام سنتے تھے اس لیے آپ کا سننا' آپ کا دیکھنا' آپ کا کسی چیز کو چکھنا اور چھونا کوئی وصف ہمارے کسی وصف کی مثل نہیں ہے' بعض لوگوں نے کہا: آپ نفس بشریت میں ہماری مثل ہیں' میں کہتا ہوں: مجرد نفس بشریت خارج میں متحقق نہیں ہے' خارج میں جو بشریت ہے وہ بشریت مخصوصہ ہے اور آپ کسی مخصوص بشر کی مثل نہیں ہیں' پھر آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ خدا نہ ہونے میں ہماری مثل ہیں' جس طرح ہم خدا نہیں ہیں' آپ بھی خدا نہیں ہیں' کسی وجودی صفت میں آپ ہماری مثل نہیں ہیں بلکہ عدمی صفت میں ہماری مثل ہیں' یعنی عدم الوہیت میں آپ ہماری مثل ہیں۔

آپ کے بھولنے اور ہمارے بھولنے کا فرق

اس حدیث میں ہے: میں اس طرح بھولتا ہوں' جس طرح تم بھولتے ہو۔ لغت میں ''نسیان'' حفظ اور یاد رکھنے کی ضد ہے' اور

اصطلاح میں ''نسیان'' کا معنی ہے: دل کا کسی چیز سے غافل ہونا' یعنی دل کا ایک چیز سے غافل ہو کر دوسری چیز میں مشغول ہونا بلکہ ایک چیز میں شدت اشتغال کی وجہ سے دوسری چیز سے غافل ہو جانا۔ ہمارا نماز میں بھولنا یہ ہے کہ ہم دنیا کی کسی چیز میں شدت اشتغال کی وجہ سے نماز کے کسی رکن کو بھول جاتے ہیں اور آپ کا بھولنا یہ ہے کہ حسن الوہیت کے جلووں میں شدت اشتغال کی وجہ سے نماز کے کسی رکن کو بھول جاتے ہیں' سو ہمارا بھولنا نقص ہے اور آپ کا بھولنا عین کمال ہے۔

آپ نے فرمایا: پس تم مجھے یاد دلا دیا کرو' یعنی میں جب سلام پھیرنے کے قریب پہنچ جاؤں تو مجھے سبحان اللہ کہہ کر یاد دلا دیا کرو۔

اُمورِ تبلیغیہ میں آپ کا بھولنا ممکن نہیں اور احکام کے منسوخ ہونے کا ثبوت

آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ اس میں یہ دلیل ہے کہ اسلام میں احکام منسوخ بھی ہوتے رہتے تھے' کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تم کو اس کی خبر دیتا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ آپ کے بعض افعال میں سہو اور نسیان واقع ہو جاتا تھا لیکن آپ اس پر برقرار نہیں رہتے تھے' لیکن اُمورِ تبلیغیہ میں اور کسی چیز کی خبر دینے میں آپ سے سہو اور نسیان نہیں ہوتا تھا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کسی چیز کی واقع کے خلاف خبر دیں عمداً نہ سہواً' صحت میں نہ مرض میں' رضا میں نہ غضب میں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۵۱۴' ملخصاً' دارالوفاء' ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۷۶۔ ج ۲ ص ۱۴۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) خصائص مصطفیٰ (۲) بشریت (۳) مثلیت (۴) آپ کا نسیان (۵) پانچ رکعات کی تصحیح۔

۳۲ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ، وَمَنْ لَا يَرَى الْاِعَادَةَ عَلٰى مَنْ سَهَا، فَصَلّٰى اِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ

قبلہ کے متعلق احادیث اور جس کا یہ نظریہ ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے

اس باب میں اور باب سابق میں یہ فرق ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ قبلہ کی طرف توجہ کی جائے اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی' اس پر اعادہ نہیں ہے۔

سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' امام مالک اور امام بخاری کا یہ مسلک ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی' اس پر نماز کا اعادہ کرنا لازم نہیں ہے' تاہم اگر اس نے وقت کے اندر نماز کو دہرا لیا تو یہ مستحسن ہے' ابن المنذر' حسن بصری اور الزہری نے کہا ہے: وہ ہمیشہ نماز کو دہرائے گا' اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر نماز پڑھنے کے بعد اس پر یہ منکشف ہوا کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو وہ نماز دوبارہ پڑھے اور اگر بغیر غور وفکر کے اس پر یہ منکشف نہ ہو تو اس پر اعادہ نہیں ہے اور التوضیح میں مذکور ہے: امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کو خطاء کا یقین نہ ہو تو اس پر اعادہ نہیں ہے ورنہ اس پر اعادہ لازم ہے' امام ابوحنیفہ کے مسلک پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد سے یہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں اندھیری رات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ہم کو پتا نہیں چلا کہ قبلہ کس طرف ہے' پس ہم میں سے ہر شخص نے اپنے اجتہاد سے نماز پڑھ لی' پس جب صبح ہوئی تو ہم نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. (البقرہ:۱۱۵) پس تم جس طرف بھی منہ کرو وہیں اللہ کی ذات ہے۔

(سنن ترمذی:۳۴۵'سنن ابن ماجہ:۱۰۲۰)

اس حدیث کے بعد بیان مذاہب میں امام ترمذی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے انہوں نے کہا: جب کوئی شخص ابر آلود موسم میں غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے پھر نماز پڑھنے کے بعد اس پر منکشف ہو کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو اس کی نماز جائز ہے' سفیان ثوری' ابن المبارک' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ترمذی ص ۱۷۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے' لیکن امام ترمذی نے امام اعظم سے تعصب کی وجہ سے ان کے مذہب کا ذکر نہیں کیا۔

وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيِ الظُّهْرِ، وَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، ثُمَّ أَتَمَّ مَا بَقِيَ.

اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت میں سلام پھیر دیا اور لوگوں کی طرف اپنا چہرہ کر لیا' پھر آپ نے باقی نماز کو پورا کیا۔

یہ تعلیق حدیث مذکور ذیل کا ایک قطعہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر یا عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی' پھر دو رکعت میں سلام پھیر دیا' پھر مسجد کے قبلہ کی جانب ایک لکڑی کے ستون سے ٹیک لگا کر بہ اندازِ غضب کھڑے ہو گئے' اور لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' وہ آپ سے بات کرنے سے ڈرے اور لوگ جلدی سے باہر نکلنے لگے' حضرت ذوالیدین نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! آیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا: ذوالیدین کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ذوالیدین سچ کہہ رہے ہیں' آپ نے صرف دو رکعت نماز پڑھائی ہے' پس آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی اور سلام پھیر دیا' پھر اللہ اکبر پڑھا اور سجدہ (سہو) کیا' پھر اللہ اکبر پڑھا' پھر اٹھے' پھر اللہ اکبر پڑھا اور (دوسرا) سجدہ (سہو) کیا' پھر اللہ اکبر پڑھا اور (سجدہ سے) اٹھے۔ (صحیح مسلم:۵۷۳)

نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو علم تھا کہ احکام شرعیہ میں نسخ واقع ہوتا رہتا ہے تبھی حضرت ذوالیدین نے پوچھا: آیا نماز کم کر دی گئی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبلہ سے پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو گئے' حضرت ذوالیدین نے آپ سے بات کی' آپ نے ان سے بات کی اور دوسرے صحابہ سے بات کی' پھر آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز اور پڑھا دی اور سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ قبلہ سے پیٹھ پھیر لیں' آپ کسی سے بات کر لیں' کوئی آپ سے بات کر لے' آپ کی نماز قائم رہتی ہے اور آپ جس سے بات کریں اور جو آپ سے بات کرے' اس کی نماز بھی قائم رہتی ہے' اس کے برخلاف کوئی اور مسلمان قبلہ سے عمداً پیٹھ پھیر لے یا کسی اور شخص سے بات کر لے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے' اور یہ حدیث امام بخاری کے مقصد پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ آپ نے سہواً قبلہ سے پیٹھ پھیری تھی' تاہم ان کے مقصود پر مکمل دلالت نہیں کرتی' کیونکہ ان کا مقصود تھا کہ جو شخص سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھے اس کی نماز جائز ہے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے سہواً قبلہ سے پیٹھ پھیری' یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔

٤٠٢- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى، فَنَزَلَتْ ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ:١٢٥)، وَآيَةُ الْحِجَابِ، قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ أَمَرْتَ نِسَاءَكَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ، فَإِنَّهُ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ، فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ، وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُنَّ ﴿عَسٰى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُّبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ (التحریم:٥). فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیں تو یہ آیت نازل ہوگئی: اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔ (البقرہ:١٢٥) اور پردہ کی آیت میں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! آپ اپنی ازواج کو پردہ کرنے کا حکم دیں کیونکہ ان سے نیکوکار اور بدکار (ہر طرح کا آدمی) بات کرتا ہے' تو پردہ کی آیت نازل ہوگئی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آپ کے خلاف غیرت میں اکٹھی ہوگئیں تو میں نے آپ کی ازواج سے کہا: اگر آپ نے تم سب کو طلاق دے دی تو عنقریب آپ کا رب آپ کو (تمہارے) بدلے میں تم سے بہتر ازواج عطا کر دے گا۔ (التحریم:٥) تو یہی آیت نازل ہوگئی۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا بِهٰذَا.

امام ابوعبد اللہ (بخاری) نے کہا: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے۔

[اطراف الحدیث: ۴۴۸۳۔ ۴۷۹۰۔ ۴۹۱۶]

(سنن ترمذی: ۲۹۶۰' سنن ابن ماجہ: ۱۰۰۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۱۱' سنن دارمی: ۱۸۴۹' مسند البزار: ۲۲۰' صحیح ابن حبان: ۶۸۹۶' المعجم الصغیر: ۸۶۸' شرح السنۃ: ۳۸۸۷' سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۷۔ ج ۱ ص ۲۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمرو بن میمون ابوعثمان الواسطی البزاز' یہ بصرہ میں رہتے تھے اور ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ھشیم بن بشیر (۳) حمید الطویل (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۱۴)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر نے یہ کیوں کہا کہ میں نے اپنے رب کی موافقت کی' جب کہ ان کی موافقت میں آیات نازل ہوئیں

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے رب کی موافقت کی' یہ باب مفاعلہ سے ہے' جس کا خاصہ ہے: مشارکت' یعنی ہر ایک

نے دوسرے کی موافقت کی' واقع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی موافقت کی تھی' کیونکہ جس طرح حضرت عمر نے کہا' اسی طرح آیت نازل ہوگئی' لیکن حضرت عمر رضی اللہ نے ادبا کہا: میں نے اپنے رب کی موافقت کی۔

حضرت عمر کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات کی تعداد

اس حدیث میں تین چیزوں میں موافقت کا ذکر ہے' حالانکہ حضرت عمر نے تین سے زیادہ چیزوں میں موافقت کی ہے' جو حسب ذیل ہیں:

(۱) بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کے متعلق حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ ان سے فدیہ نہ لیا جائے' بلکہ ان کو قتل کر دیا جائے' اس کے موافق یہ آیت نازل ہوگئی:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ. (الانفال:۶۷) نبی کے لیے قیدی بنانا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ ان کا زمین میں اچھی طرح خون بہادے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر کافروں کو قتل کرنے کے بعد کافروں کو قید کیا تھا' اس لیے آپ کا عمل اس آیت کے خلاف نہیں۔

(۲) حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ آپ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں اور اسی کے موافق یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا. (التوبہ:۸۴) اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ کبھی بھی اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھادی' اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی' اس لیے آپ کے نماز پڑھانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور آپ کے نماز پڑھانے کی یہ حکمت تھی کہ جب اس کی قوم نے آپ کا حسن خلق دیکھا کہ آپ نے اپنے کٹر مخالف کی درخواست کو رد نہیں کیا تو اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے۔

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے روایت کی ہے' ہمیں یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص یا میری نمازِ جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک مجھے یہ امید ہے کہ اس سبب سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔ (جامع البیان ج۱۰ ص ۲۳۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۳) شراب کی تحریم کی آیات' حضرت عمر رضی اللہ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں۔

(۴) جب یہ آیات نازل ہوئیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍO ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍO (المومنون:۱۳۔۱۲) اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیاO پھر اس کو نطفہ بنا کر مضبوط جگہ میں رکھاO

تو حضرت عمر نے بے ساختہ کہا:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَO (المومنون:۱۴) پس اللہ بہت برکتوں والا ہے' جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہےO

تو یہ آیت اسی طرح نازل ہوگئی۔

(۵) جب حضرت عائشہ رضی اللہ پر تہمت لگائی گئی تو حضرت عمر نے پوچھا: یارسول اللہ! ان سے آپ کا نکاح کس نے کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: اللہ نے' حضرت عمر نے کہا: کیا آپ کی یہ رائے ہے کہ اللہ نے آپ سے ان کا عیب چھپالیا تھا!

سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ ۝ (النور:۱۶) اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے ۝

پھر یہ آیت اسی طرح نازل ہوگئی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور دل میں رکھ دیا ہے اور حضرت ابن عمر نے کہا: جب بھی لوگوں پر کوئی امر پیش آیا' پس لوگوں نے اس کے متعلق کوئی بات کہی اور حضرت عمر نے بھی اس کے متعلق کوئی بات کہی تو قرآن حضرت عمر کی کہی ہوئی بات کے مطابق نازل ہوجاتا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۵۳)

ہم نے مقالاتِ سعیدی ص ۱۷۵ میں سولہ ایسی آیات کا باحوالہ ذکر کیا ہے' جو حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر حضرت عمر نے یہ کیوں کہا ہے کہ میں نے اپنے رب کی تین آیات میں موافقت کی ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ کسی عدد کے ساتھ تخصیص اس کے ماسوا کی نفی نہیں کرتی' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان آیات کی شہرت کی وجہ سے حضرت عمر نے ان تین آیات کا ذکر کیا۔

اس حدیث میں آیت حجاب کا ذکر ہے' وہ یہ آیت ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ‌ؕ (الاحزاب:۵۹) اے نبی! اپنی ازواج سے کہیے اور اپنی بیٹیوں اور مومنین کی بیویوں سے کہ اپنے اوپر چادریں ڈال لیا کریں۔

غیرت کا معنی اور جو ازواج غیرت میں اکٹھی ہوئی تھیں' ان کا بیان

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج غیرت میں اکٹھی ہوگئیں۔

غیرت کا معنی ہے: اپنے محبوب سے شدید محبت کی وجہ سے محبوب میں کسی کی شرکت کا ناگوار ہونا' حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پینے کی وجہ سے زیادہ ٹھہرتے تھے تو یہ ان کو ناگوار ہوتا اور انہوں نے آپ کو ان کے پاس ٹھہرنے سے روکنے کے لیے یہ حیلہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ نے مغافیر کھایا ہے' عرفط نام کے ایک درخت پر گوند لگتا تھا' جس کی بو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند تھی' اس گوند کو مغافیر کہتے ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل درج ذیل حدیثوں میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرتے تھے اور ان کے پاس شہد پیتے تھے' پس میں نے اور حضرتِ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں' وہ آپ سے یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آرہی ہے' کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ پھر ان میں سے کسی ایک کے پاس آپ گئے تو اس نے یہ کہا' آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور اب میں اس کو کبھی نہیں پیوں گا' تب یہ آیتیں نازل ہوئیں:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ‌ۚ (التحریم:۱) اے نبی! آپ اپنے آپ کو اس چیز سے کیوں روکتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے۔

وَاِذۡ اَسَرَّ النَّبِىُّ اِلٰى بَعۡضِ اَزۡوَاجِهٖ حَدِيۡثًا‌ۚ (التحریم:۳) اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی کو راز کی بات بتائی۔

(صحیح بخاری: ۵۲۶۷' صحیح مسلم: ۱۴۷۴' الرقم المسلسل: ۳۶۱۴' سنن ابوداؤد: ۳۷۱۴' سنن نسائی: ۳۷۹۵۔۳۴۲۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۶۱۴' مسند احمد ج ۶ ص ۶۰۔۵۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہد اور مٹھاس کو پسند کرتے تھے اور آپ جب عصر کی نماز سے فارغ

ہوتے تو اپنی ازواج کے پاس جاتے' پس ان میں سے کسی ایک کے قریب جاتے' پس آپ حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس گئے اور ان کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے' پس مجھے ان پر غیرت آئی (یعنی ان کے پاس زیادہ ٹھہرنا مجھے ناگوار گزرا)' میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ کے خاندان کی ایک عورت نے آپ کو شہد کا ڈبا پیش کیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے شہد پیش کیا' تب میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور اس کے لیے کوئی حیلہ کرلیں گے' پس میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا: عنقریب آپ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں گے' جب وہ آپ کے قریب آئیں تو آپ ان سے کہیں: آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ وہ آپ سے کہیں گے: نہیں' پھر آپ ان سے کہیں: تب یہ آپ کے پاس سے بوکیسی آرہی ہے؟ آپ کہیں گے: مجھے حفصہ نے شہد پلایا تھا' تو آپ ان سے کہیں: شہد کی مکھی نے عرفط درخت کی پتیوں کو چوس لیا ہوگا اور عنقریب میں بھی یہی کہوں گی' اور اے صفیہ! تم بھی یہی کہنا' حضرت سودہ کہتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازے پر کھڑے ہوئے تو میں نے تمہارے ڈر سے ارادہ کیا کہ میں وہی کہوں جو تم نے کہا تھا' پھر جب آپ حضرت سودہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' حضرت سودہ نے کہا: پھر آپ سے یہ بوکیسی آرہی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے' حضرت سودہ نے کہا: شہد کی مکھی نے عرفط درخت کی پتیوں کو چوس لیا ہوگا' پھر جب آپ میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا' پھر جب آپ حضرت صفیہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا' پھر جب آپ حضرت حفصہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اس سے شہد پلاؤں' آپ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' حضرت سودہ کہتی تھیں: اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو شہد سے روک دیا' تو میں نے ان سے کہا: چپ رہو۔ (صحیح البخاری: ۵۲۶۸' صحیح مسلم: ۱۴۷۴' الرقم المسلسل: ۳۶۱۵)

اس اعتراض کا جواب کہ بخاری اور مسلم کی ان دو حدیثوں میں تعارض ہے

ان حدیثوں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عبید بن عمیر کی روایت میں ہے: حضرت زینب بنت جحش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد پلایا تھا اور ہشام بن عروہ کی روایت میں حضرت حفصہ نے آپ کو شہد پلایا تھا' بہ ظاہر یہ تعارض ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس تعارض کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔ پہلے حضرت حفصہ کے شہد پلانے کا واقعہ ہے اور پھر حضرت زینب بنت جحش کے شہد پلانے کا واقعہ ہے' اس لیے ان میں تعارض نہیں ہے۔

اور ترجیح کے طریقہ سے عبید بن عمیر کی حدیث راجح ہے' کیونکہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شہد کو روکنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہشام بن عروہ کی روایت درایۃً صحیح نہیں ہے کیونکہ اس روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایک دوسری کی مدد کرنے والی تین ازواج تھیں: حضرت عائشہ' حضرت سودہ اور حضرت صفیہ' اور قرآن مجید میں تصریح ہے کہ یہ دو بیویاں تھیں کیونکہ قرآن مجید میں تثنیہ کا صیغہ ہے: ''وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ'' (التحریم: ۴) اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ دو بیویاں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ اس لیے عبید بن عمیر کی روایت صحیح ہے' جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت زینب بنت جحش' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد پلاتی تھیں اور اس کے خلاف حیلہ کرنے کا حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے مشورہ کیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۵۲' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ ازواجِ مطہرات نے مغافیر کی بو کا کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھوٹ بولا

اگر اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر لازم آئے گا کہ ازواجِ مطہرات نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھوٹ بولا' اس کا جواب یہ

ہے کہ جھوٹ تب ہوتا جب وہ آپ کو یہ خبر دیتیں کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے جب کہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تھا: کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ یہ آپ کے منہ سے کیسی بو آ رہی ہے؟ انہوں نے یہ بات سوالیہ انداز میں کہی اور حرف استفہام کو ذکر نہیں کیا' اور اس کو انہوں نے حیلہ سے تعبیر کیا' یعنی یہ آپ کو شہد پینے سے یا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ ٹھہرنے سے روکنے کی خفیہ تدبیر تھی اور حیلہ کرنا جائز ہے' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روکنے کے لیے حیلہ کیا تھا' اسی طرح حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے یہ تدبیر اس لیے اختیار کی تا کہ وہ نبی ﷺ کو زیادہ دیر اپنے پاس ٹھہرا سکیں۔

یہ بحث مصنف کے خصائص میں سے ہے اور کسی شرح میں یہ تفصیل نہیں ہے۔

دوسرے نبیوں کی شریعت پر عمل کرنا' نبی ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہے' پھر حضرت عمر نے مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنانے کی درخواست کیوں کی؟

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کا ذکر ہے کہ مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالیا جائے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر کو یہ علم تھا کہ دوسری ملت کی پیروی کرنے سے نبی ﷺ ناراض ہوتے ہیں کیونکہ جب حضرت عمر' نبی ﷺ کے سامنے تورات پڑھ رہے تھے تو نبی ﷺ ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر تمہارے سامنے حضرت موسیٰ ظاہر ہوتے اور تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو تم سیدھے راستے سے گم راہ ہو جاتے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پالیتے تو میری پیروی کرتے۔ (سنن داری: ۴۳۵) تو پھر حضرت عمر نے یہ سوال کیوں کیا کہ مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنالیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر حضرت عمر کو علم ہوا کہ ہماری شریعت میں حضرت ابراہیم کی ملت کی پیروی کرنا پسندیدہ ہے' اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا اور وہ آیات یہ ہیں' جن میں حضرت ابراہیم کے متعلق فرمایا ہے:

اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا. (البقرہ: ۱۲۴) بے شک میں آپ کو تمام لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا. (النحل: ۱۲۳) پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کیجئے جو ادیانِ باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں۔

فَاتَّبِعُوۡا مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا. (آل عمران: ۹۵) سو (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو ادیانِ باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں۔

مِلَّۃَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰہِیۡمَ ہُوَ سَمّٰىکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَفِیۡ ہٰذَا. (الحج: ۷۸) (یہ) تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے' اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور اس (قرآن) میں (بھی)۔

اور رسول اللہ ﷺ سے بھی ان کا ذکر سنا:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸)

اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے افعال کی حج میں اتباع کی جاتی ہے اور ان کی سنت کے مطابق ختنہ کیا جاتا ہے اور بیت اللہ کے بنانے کی بھی ان کی طرف نسبت ہے اور مقام میں ان کے قدم کا نقش قائم ہے جیسے کسی عمارت کے بنانے والے کا نام اس عمارت پر کندہ ہوتا ہے' جس طرح آج کل بھی سنگ بنیاد رکھنے کا رواج ہے' جس سے بنانے والے کی یادگار قائم رہتی ہے تو

حضرت عمر نے سوچا کہ کعبہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کے طور پر اس پتھر کو مصلّٰی بنالیا جائے' جس پر ان کے پیر کا نقش اب تک قائم ہے' تا کہ مسلمانوں کے دلوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد قائم رہے اور کعبہ میں نماز پڑھتے وقت اور حج کرتے وقت یہ ذہنوں میں رہے کہ ہمارے پہلے مقتدیٰ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد اور اس کعبہ کے بانی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ''مقام'' کا معنی ہے: کھڑے ہونے کی جگہ' یعنی یہ پتھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ تھا' جس پر آپ کے پیر کا نشان ثبت تھا' اس کی حضرت عمر کے نزدیک یہ عظمت تھی کہ انہوں نے درخواست کی کہ اس کو مصلّٰی بنالیا جائے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کی کسی نبی کی طرف نسبت ہو' اس کو یادگار بنانا حضرت عمر کے نزدیک جائز تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک اور آپ کے دیگر تبرکات کو جو بہ طور یادگار محفوظ رکھے جاتے ہیں اور ان کی زیارت کی جاتی ہے اور آپ کا میلاد منایا جاتا ہے' اس کی اصل بھی یہی آیت اور یہی حدیث ہے' نیز مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنانا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے مقبول ہونے کا اظہار ہے:

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ O (الشعراء: ۸۴) اور میرا ذکرِ خیر بعد کے لوگوں میں باقی رکھنا O

ازواجِ مطہرات کے حجاب کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور میں نے پردہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کی۔

پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے رواج کے مطابق ازواجِ مطہرات کو پردہ میں نہیں رکھتے تھے اور آپ پر یہ مخفی نہیں تھا کہ آپ کی ازواج کا پردہ میں رہنا بہتر ہے' لیکن آپ اس معاملہ میں وحی کا انتظار فرما رہے تھے' ازواجِ مطہرات کے حجاب کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــٴَـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. (الاحزاب: ۵۳) اور جب تم نبی کی ازواج سے کسی چیز کا سوال کرو تو ان سے پردہ کی اوٹ سے سوال کرو۔

یہ آیت سورۃ الاحزاب کی ہے اور جمہور اربابِ سیر و مغازی کا اتفاق ہے کہ غزوۃ الاحزاب ۵ ہجری میں ہوا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۹۳' لاہور' ۱۴۲۶ھ)

ازواجِ مطہرات کے حجاب کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ حجاب کے متعلق جاننے والا ہوں' اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی مجھ سے اس کے متعلق سوال کرتے تھے' حضرت انس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب کے ساتھ شبِ زفاف کی صبح کی' آپ نے ان کے ساتھ مدینہ میں نکاح کیا تھا' پھر آپ نے دن چڑھنے کے بعد لوگوں کو ولیمہ کے لیے بلایا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور لوگوں کے اٹھنے کے بعد کچھ لوگ آپ کے ساتھ بیٹھے رہے' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے' پھر آپ چلے گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلا گیا حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازہ پر پہنچ گئے' پھر آپ نے گمان کیا کہ شاید اب وہ لوگ حجرہ سے باہر نکل گئے ہوں گے' سو آپ لوٹ آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ آیا' جب کہ وہ لوگ اپنی جگہوں پر اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے' آپ پھر لوٹ کر گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ گیا' حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ کے حجرہ تک پہنچے' پھر آپ لوٹ آئے اور میں بھی لوٹ آیا' اس وقت وہ لوگ کھڑے ہو گئے' پھر آپ نے میرے اور اپنے گھر کے درمیان پردہ ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیت نازل کر دی۔

(صحیح البخاری: ۵۴۶۶' صحیح مسلم: ۱۴۲۸' الرقم المسلسل: ۳۴۴۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۶۱۶)

اور وہ یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ. (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں داخل نہ ہو سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ، بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے سو وہ تم سے حیا کرتے ہیں اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا، اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ ھ نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ غزوہ بنو قریظہ کے بعد ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا اور اسی تاریخ کو حجاب کے احکام نازل ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۰۵، دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات پر جو حجاب فرض ہے وہ عام مسلم خواتین کی بہ نسبت زیادہ سخت اور مؤکد ہے عام مسلم خواتین تو گواہی یا علاج کی ضرورت کی وجہ سے اجنبی مردوں کے سامنے چہرے اور ہاتھوں کو کھول سکتی ہیں اور ازواجِ مطہرات کو اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں، پھر کیسے فرمایا: اللہ ان کے بدلہ میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا؟

اس حدیث کے آخر میں التحریم: ۵ کی آیت ذکر کی گئی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر آپ نے تم سب کو طلاق دے دی تو عنقریب آپ کا رب آپ کو (تمہارے) بدلے میں تم سے بہتر ازواج عطا کر دے گا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج کو طلاق نہیں دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے کہ اگر بالفرض نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ آپ کے نکاح میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا اور یہ اللہ تعالیٰ نے ازواج کے متعلق اس لیے فرمایا ہے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرنے اور آپ کو ناراض کرنے اور آپ کے خلاف مدد کرنے سے ڈرتی رہیں۔ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جن عورتوں کو ازواج کے بدلہ میں لایا جائے گا، وہ ازواج سے بہتر کیسے ہو سکتی ہیں، جب کہ روئے زمین پر کوئی عورت امہات المؤمنین سے بہتر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نافرمانی اور آپ کو ایذاء پہنچانے کی وجہ سے ان کو طلاق دے دیتے، پھر ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر ہونے کی صفت پر باقی نہیں رہتیں اور دوسری عورتیں جو آپ کی اطاعت گزار ہوتیں وہ ان سے بہتر ہوتیں لیکن جب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق توبہ کر لی تو پھر وہی سب سے اعلیٰ اور افضل رہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۷۱ 'داراحیاء التراث العربی بیروت '۱۴۱۵ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

یہ ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے اعتبار سے تو آپ کی ازواج سے بہتر نہ ہوتیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ازواج مطہرات سے بہتر ہوتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰئِبٰتٍ. الخ (التحریم:۵) مسلمان' مومن' خشوع کرنے والیاں' توبہ کرنے والیاں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی اس صفت پر تھیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ حضرت حفصہ سے رجوع کر لیجئے کیونکہ وہ بہت روزے رکھنے والی اور بہت قیام کرنے والی ہیں۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں اپنے حسن و جمال اور اپنے نسب کے اعتبار سے ازواج مطہرات سے بہتر ہوتیں۔

حضرت حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کر دیا تھا' آپ نے حضرت حفصہ کی دل جوئی کے لیے ان سے فرمایا تھا: میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا یا فرمایا تھا: میرے بعد ابوبکر اور عمر خلیفہ ہوں گے لیکن تم یہ کسی کو بتانا نہیں' حضرت حفصہ نے یہ بات حضرت عائشہ کو بتادی تھی' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو بہتر ہے' پس بے شک تم دونوں کے دل (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت محبت میں) بہت جھک گئے ہیں' اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً ان کا کارساز اللہ ہے' اور جبریل ہیں اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی ان کی مدد کرنے والے ہیں۔ (التحریم:۴) اور احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی تھی' پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ سے کہا کہ آپ حضرت حفصہ سے رجوع کر لیں' وہ بہت روزے رکھنے والی اور بہت قیام کرنے والی ہیں اور یہ جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہیں۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۱۰ ص ۸۲)

امام ماتریدی مزید لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں ازواج مطہرات سے اس لحاظ سے بہتر ہوتیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کرتیں اور آپ کی مخالفت میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرتیں اور اگر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ توبہ نہ کرتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہتیں تو پھر وہ عورتیں ان ازواج سے بہتر ہوتیں' لیکن جب انہوں نے آپ کی نافرمانی سے توبہ کر لی اور آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد نہیں کی تو وہ اپنے مرتبہ پر برقرار رہیں اور وہی تمام دنیا کی عورتوں سے افضل رہیں۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۱۰ ص ۸۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۶ھ)

۴۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ، اِذْ جَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ، وَقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ، فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ. [اطراف الحدیث: ۴۴۸۸- ۴۴۹۰- ۴۴۹۱- ۴۴۹۳- ۴۴۹۴- ۷۲۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن انس نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لوگ صبح کی نماز میں قباء میں تھے' ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ قبلہ کی طرف منہ کریں' پس تم بھی قبلہ کی طرف منہ کر لو' اس وقت نمازیوں کے چہرے شام کی طرف تھے' وہ فوراً کعبہ کی طرف پھر گئے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۶' الرقم المسلسل: ۱۱۵۸' سنن نسائی: ۷۴۵' سنن ترمذی: ۳۴۱-۲۹۶۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۴۵' سنن دارمی: ۱۲۳۷' صحیح ابن خزیمہ: ۴۳۵' سنن دار قطنی ج ۱ص ۲۷۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۳۵' المعجم الکبیر: ۵۳۰ - ج ۲۴' مسند احمد ج ۲ص ۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۴۲ - ج ۸ص ۲۶۶' موسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۹۱' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ قبلہ کی طرف منہ کریں۔

حدیث مذکور کا حدیث: ۳۹۹ سے ایک تعارض کا جواب اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا' اس کا نام عبّاد بن بشر تھا' اس حدیث میں صبح کی نماز میں آنے کا ذکر ہے' اس سے پہلے حدیث: ۳۹۹ میں حضرت البراء کی روایت میں عصر کی نماز کا ذکر تھا' ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے' کیونکہ جو مدینہ میں داخل تھے' ان کے پاس عصر کے وقت خبر پہنچی اور جو مدینہ سے خارج تھے' ان کے پاس صبح کے وقت خبر پہنچی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آج رات آپ پر قرآن نازل ہوا' اس سے مراد قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ. (البقرہ: ۱۴۴) بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔

اس حدیث کے اکثر مسائل اور فوائد حضرت البراء کی حدیث: ۳۹۹ میں بیان کیے جا چکے ہیں' مزید فوائد میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو حکم دیا جائے' اس کا کرنا آپ کی امت پر بھی لازم ہوتا ہے کیونکہ آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کریں' پھر یہ آپ کی امت پر بھی لازم ہو گیا' حتیٰ کہ انہوں نے نماز میں اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لیا' جو لوگ قباء میں نماز پڑھ رہے تھے' ان سے ایک شخص نے کہا: اب قبلہ بدل گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں کعبہ کی طرف منہ کر لیا ہے' وہ شخص ان کی نماز سے خارج تھا' پھر بھی انہوں نے اس کے قول پر عمل کیا حالانکہ جو شخص خارج از نماز ہو' اس کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ خارج از نماز کے قول پر عمل کرنا مفسد صلوٰۃ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث خلاف قیاس ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ جب مسافر امام نماز پڑھا رہا ہو اور اس کی اقتداء میں مقیم بھی نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ سلام پھیرنے کے بعد نمازیوں سے کہتا ہے: تم لوگ اپنی نماز پوری کرو کیونکہ میں مسافر ہوں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقیم نمازی اس کے قول پر عمل کر کے اپنی نماز پوری کرتے ہیں' حالانکہ وہ مسافر امام سلام پھیرنے کے بعد ان کی نماز سے خارج ہو چکا ہوتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۸۰ - ج ۲ص ۶۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) نسخ کی بحث (۲) نسخ کی تعریفات (۳) نسخ کی اقسام (۴) نسخ القرآن بالقرآن (۵) نسخ القرآن بالحدیث (۶) نسخ الحدیث بالحدیث (۷) نسخ الحدیث بالقرآن (۸) تحویل قبلہ کی تاریخ (۹) کعبہ کی طرف پہلی نماز (۱۰) روایات میں تطبیق (۱۱) خبر واحد پر عمل (۱۲) ورود شرع سے قبل تکلیف کا حکم (۱۳) دیگر فوائد (۱۴) مکہ میں قبلہ کا رخ۔

یہ ابحاث ص ۶۸ سے ص ۷۳ تک ہیں۔

۴۰۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ شُعْبَةَ' عَنِ الْحَكَمِ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ' عَنْ عَلْقَمَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا' فَقَالُوْا اَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ؟ قَالَ وَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از الحکم از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعت نماز پڑھائی تو لوگوں نے کہا: کیا

ذَاكَ؟ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا! فَثَنٰى رِجْلَيْهِ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۹۰ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

نماز زیادہ کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا کیا سبب ہے؟ لوگوں نے کہا: آپ نے پانچ رکعت پڑھائی ہیں! آپ نے اپنے پیر (قبلہ کی طرف) موڑے اور (سہو کے) دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۰۱ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: کعبہ کی طرف منہ کرنا جہاں کہیں بھی ہو' اور اس حدیث کا عنوان ہے: ''قبلہ کے متعلق احادیث اور جس نے سہواً قبلہ کی طرف نماز پڑھی' اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے''۔ اور اس حدیث میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ آپ نے کعبہ سے پیٹھ پھیرنے کے بعد کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور اس نماز کا اعادہ نہیں کیا۔

۳۳- بَابُ حَكِّ الْبُزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ بلغم کو مسجد سے ہاتھ کے ساتھ کھرچنا

اس باب کی ابوابِ سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ اس سے پہلے قبلہ کے متعلق ابواب کا ذکر ہو رہا تھا اور اب ابواب مسجد کا ذکر ہو رہا ہے اور قبلہ اور مسجد میں مناسبت ظاہر ہے۔

۴۰۵- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، حَتّٰى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ، فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ، فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلٰوتِهِ، فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ، أَوْ إِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهِ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ. ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ، فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا. (سنن ابوداؤد: ۳۸۹' مسند الحمیدی: ۱۲۱۹' سنن دارمی: ۱۴۰۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۹۔۱۸۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ (کی جانب) بلغم کو دیکھا' آپ کو یہ ناگوار گزرا حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر اس کے اثرات ظاہر ہوئے' آپ نے اس بلغم کو اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا' پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے کلام کرتا ہے یا اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان (متوجہ) ہوتا ہے' سو تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی جانب نہ تھوکے' لیکن اپنی بائیں جانب یا اپنے قدموں کے نیچے تھوک دے' پھر آپ نے اپنی چادر کے ایک پلو کو پکڑ کر اس میں تھوکا' پھر تھوک کے بعض حصہ کو بعض پر مل دیا' پھر فرمایا: یا اس طرح کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۱ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: بلغم اور رینٹ وغیرہ کو کپڑے میں ملنا۔

قبلہ کا احترام کرنا اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قبلہ کی تکریم اور اس کی تنزیہ کا ثبوت ہے' کیونکہ نمازی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے' اس لیے اس پر واجب ہے کہ جب وہ دنیا کے لوگوں کے چہروں کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو جن چیزوں سے ان لوگوں کی تکریم کرتا ہے' قبلہ کی بھی ان چیزوں سے تکریم کرے' بلکہ ان سے زیادہ تکریم کرے اور جب وہ مخلوق کے منہ کے سامنے تھوکنا ان کے ادب و احترام کے خلاف سمجھتا ہے تو خالق کے سامنے تھوکنا اس سے زیادہ خلاف ادب سمجھے۔

طاؤس رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ کے قبلہ کی تکریم کرو اور قبلہ کی جانب نہ تھوکو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تھوک اور بلغم پاک ہوتا ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کپڑے میں ملنے کا حکم دیا ہے' تاہم طبعاً یہ مکروہ ہے اور اس سے گھن آتی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر فضیلت حاصل ہے' اسی لیے آپ نے بائیں جانب یا قدموں کے نیچے تھوکنے کا حکم دیا ہے' یعنی اگر شدید کھانسی کے ساتھ بلغم آئے اور اس کو تھوکے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو دائیں جانب کے بجائے بائیں جانب تھوکے' یہ حکم اس وقت تھا جب مسجد کا کچا فرش ہوتا تھا' نمازی اپنی بائیں جانب تھوک کر اس کو مٹی کے نیچے دبا دے' لیکن اب جب کہ مسجد میں دریاں اور قالین بچھے ہوئے ہوتے ہیں تو نمازی دریوں یا قالین کے اوپر تھوک کر دریوں اور قالینوں کو خراب نہ کرے بلکہ اگر مجبوراً اس کو تھوکنا پڑے تو اپنے کپڑے کے پلو میں تھوک لے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی جانب بلغم دیکھا تو آپ کو ناگوار گزرا اور آپ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ امت کے ناشائستہ کاموں سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور انکسار اور اپنے ہاتھوں سے دیوارِ قبلہ کو صاف کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کسی کے جمے ہوئے بلغم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کھرچ کر صاف کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں مسجد کی کتنی عزت اور قبلہ کا کتنا احترام تھا۔ آج اگر ہماری مساجد میں سے کسی مسجد کے قبلہ میں یا دیوارِ قبلہ میں کسی کا بلغم یا رینٹ ہو تو کسی نمازی کو اسے خود صاف کرنے کا خیال نہیں آئے گا بلکہ وہ خادم یا مؤذن کو بلا کر ڈانٹے گا اور اسے صاف کرنے کے لیے کہے گا اور اسے خود کسی کا بلغم صاف کرتے ہوئے عار آئے گا یا گھن آئے گی اور وہ اس کو اپنے وقار اور مرتبہ کے خلاف سمجھے گا۔

سوچیے! ہم کیا ہیں اور ہمارا مقام کیا ہے! یہ دو عالم کے سردار' عرش کے شہ سوار اور محبوب کردگار ہیں' ان کو دیوارِ قبلہ سے کسی کا بلغم یا رینٹ صاف کرتے ہوئے کوئی کراہت نہیں آ رہی' کوئی گھن نہیں آ رہی' یہ اپنے ہاتھ سے بلغم صاف کر رہے ہیں' یہ وہ ہاتھ ہیں جو اپنے ہاتھوں سے کفار کی طرف کنکریاں ماریں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (الانفال:۱۷) (اے رسولِ معظم!) تم نے کنکریاں نہیں ماریں جب تم نے کنکریاں ماری تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں۔

جب ان کا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ. (الفتح:۱۰) اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر۔

جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرے تو اللہ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ. (الفتح:۱۰) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔

یہ وہ ہاتھ ہیں کہ وہ ان سے اشارہ کریں تو چاند شق ہو جائے' سورج پلٹ جائے' یہ وہ ہاتھ ہیں کہ دعا کے لیے اٹھیں تو اجابت آگے بڑھ کر استقبال کرے۔

وہ ان ہاتھوں سے کسی کے بلغم اور رینٹ کی گندگی کھرچ رہے ہیں اور دیوارِ قبلہ کو صاف کر رہے ہیں۔

۴۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى بُصَاقًا فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ، فَحَكَّهُ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهٖ، فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ اِذَا صَلّٰى. [اطراف الحدیث: ۷۵۳-۱۲۱۳-۶۱۱۱]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے دیوار قبلہ میں تھوک دیکھا تو آپ نے اس کو کھرچ دیا' پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۴۷' الرقم المسلسل: ۱۲۰۱' سنن نسائی: ۷۲۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۲۷' مسند الحمیدی: ۶۸۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۶۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۷۹۵' صحیح ابن خزیمہ: ۸۷۵' شرح السنۃ: ۴۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۲۵-ج ۱۷ ص ۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے دیوارِ قبلہ سے بلغم کھرچ کر صاف کر دیا۔

۴۰۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا' اَوْ بُصَاقًا' اَوْ نُخَامَةً' فَحَكَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دیوارِ قبلہ میں رینٹ (ناک کی رطوبت) یا تھوک یا بلغم دیکھا تو آپ نے اس کو کھرچ کر صاف کر دیا۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں (۴۰۶-۴۰۷) کی شرح وہی ہے' جو صحیح البخاری: ۴۰۵ میں کر دی گئی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۲۵-ج ۲ ص ۱۱۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) تھوکنے کے احکام (۲) مسجد کی صفائی (۳) علومِ نبوت۔

۳۴ - بَابُ حَكِّ الْمُخَاطِ بِالْحَصٰى مِنَ الْمَسْجِدِ

کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ کو کھرچ کر صاف کرنا

یہ باب کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ کو صاف کرنے کے بیان میں ہے اور بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں ہاتھ سے بلغم یا رینٹ کو کھرچ کر صاف کرنے کا بیان تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنْ وَطِئْتَ عَلٰى قَذَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْهُ وَاِنْ كَانَ يَابِسًا فَلَا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم تر نجاست پر چلے ہو تو اس کو دھو لو اور خشک نجاست پر چلے ہو تو پھر نہیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

یحیٰی بن وثاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص نماز کے لیے نکلا اور وہ نجاست پر چلتا ہوا گیا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر وہ نجاست تر ہے تو جس جگہ وہ نجاست لگی ہے اس کو دھو لے اور اگر وہ نجاست خشک ہے تو پھر اس کو کوئی نقصان نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸-ج ۱ ص ۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

۴۰۸، ۴۰۹ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَكَّهَا، فَقَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ، وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى. [اطراف الحدیث: ۴۱۰-۴۱۱-۴۱۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از حمید بن عبد الرحمان کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار میں بلغم کو دیکھا تو آپ نے ایک کنکری پکڑ کر اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بلغم تھوکے تو وہ اپنے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں' اسے چاہیے کہ وہ اس کو اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ میں گزر چکی ہے' وہاں ہاتھ سے بلغم صاف کرنے کا ذکر تھا' اور یہاں کنکری کے ساتھ بلغم صاف کرنے کا ذکر ہے۔

۳۵ - بَابُ لَا يَبْصُقْ عَنْ يَمِيْنِهِ فِي الصَّلٰوةِ — نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھوکے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی' نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھوکے اور بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے۔

۴۱۰، ۴۱۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي حَائِطِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصَاةً فَحَتَّهَا، ثُمَّ قَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَتَنَخَّمْ قِبَلَ وَجْهِهِ، وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمان کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار میں بلغم کو دیکھا تو آپ نے کنکری پکڑ کر اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بلغم تھوکے تو اپنے چہرے کے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف بلکہ بائیں طرف تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے۔

(صحیح مسلم: ۵۴۸' الرقم المسلسل: ۱۲۰۳' سنن نسائی: ۷۲۵' سنن ابن ماجہ: ۷۶۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۲۷' مسند الحمیدی: ۷۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص ۳۶۴' مسند ابویعلیٰ: ۹۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۸۷۵' شرح السنۃ: ۴۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد ۱۱۰۲۵ - ج ۱۷ ص ۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۴۱۲ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتْفُلَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس

وَلَا عَنْ يَمِينِهِ ' وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ ' أَوْ تَحْتَ رِجْلِهِ.

رضی اللہ سے سنا ہے' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف بلکہ بائیں طرف تھوکے یا اپنے پیر کے نیچے۔

اس کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

٣٦ - بَابٌ لِيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى

اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے

٤١٣ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ ' فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ ' فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ' وَلَا عَنْ يَمِينِهِ ' وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ ' أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب مومن نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے' سو وہ اپنے سامنے تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں تھوکے یا اپنے قدم کے نیچے۔

اس کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ کریں۔

٤١٤ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ' عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصَرَ نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ' فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ ' ثُمَّ نَهٰى أَنْ يَبْزُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ ' أَوْ عَنْ يَمِينِهِ ' وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ ' أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى . وَعَنِ الزُّهْرِيِّ ' سَمِعَ حُمَيْدًا ' عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نَحْوَهُ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از حمید بن عبد الرحمان از حضرت ابوسعید کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ کی جانب بلغم دیکھا' آپ نے کنکری کے ساتھ اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص اپنے سامنے تھوکے یا اپنی دائیں جانب لیکن اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے الٹے قدم کے نیچے۔ اور زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے حمید سے سنا' از ابوسعید' اس کی مثل۔

صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ کریں۔

٣٧ - بَابُ كَفَّارَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں تھوکنے کا کفارہ

اس باب میں مسجد میں تھوکنے کا کفارہ بیان کیا گیا ہے' کفارہ اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی گناہ کو مٹادے یا چھپادے' اس کا مادہ کفر ہے اور اس کا معنی ستر اور چھپانا ہے' اسی وجہ سے کسان کو عربی میں کافر بھی کہتے ہیں' کیونکہ وہ بھی بیج کو زمین میں چھپاتا ہے اور دین اسلام کے مخالف کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دین حق کو چھپاتا ہے اور اسے مٹانے کے درپے ہوتا ہے۔

٤١٥ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ ' وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا.

ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۵۲' الرقم المسلسل: ۱۲۱۰' سنن ابوداؤد: ۴۷۵' سنن ترمذی: ۵۷۲' سنن نسائی: ۷۲۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۹۸۸' سنن الدارمی: ۱۳۹۵' مسند ابویعلیٰ: ۳۲۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۰۹' شرح السنۃ: ۴۸۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۱' صحیح ابن حبان: ۳۵۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۷۷۵۔ ج ۲۰ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اگر مسجد کچے فرش کی ہو جیسے کسی چھوٹے گاؤں میں ہوتی ہیں اور وہاں بلغم کو مٹی کے نیچے دبا دیا جائے تو وہ اس حدیث کے مطابق ہے اور جہاں مسجد کا پختہ سیمنٹ یا موزائک یا ٹائلز کا فرش ہو اور اس پر دریاں اور قالین بچھے ہوئے ہوں تو وہاں پر اگر بے اختیار بلغم آجائے تو اس کو رومال یا کپڑے کے پلو میں لپیٹ کر رکھ لے اور بعد میں اس کپڑے کو صاف کر کے دھو لے۔

۳۸ - بَابُ دَفْنِ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں بلغم کو دفن کرنا

ان دونوں بابوں کی مناسبت ظاہر ہے۔

٤١٦ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ' عَنْ مَعْمَرٍ ' عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ ' فَلَا يَبْصُقْ اَمَامَهُ ' فَاِنَّمَا يُنَاجِي اللّٰهَ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ ' وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ ' فَاِنَّ عَنْ يَمِيْنِهِ مَلَكًا ' وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ' اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ ' فَيَدْفِنُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کی طرف کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہے' اللہ سے مناجات کر رہا ہے اور نہ اپنی دائیں طرف تھوکے کیونکہ اس کی دائیں طرف فرشتہ ہے' اس کو بائیں طرف تھوکنا چاہیے یا اپنے قدم کے نیچے' پھر اس کو دفن کر دے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی بائیں طرف بھی تو فرشتہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دائیں طرف والے فرشتے کو فضیلت حاصل ہے کیونکہ وہ نیکیاں لکھتا ہے۔ اس حدیث کے باقی مضمون کی شرح' حدیث: ۴۱۵ میں دیکھیں۔

۳۹ - بَابُ اِذَا بَدَرَهُ الْبُزَاقُ فَلْيَأْخُذْ بِطَرَفِ ثَوْبِهٖ — جب بے اختیار بلغم نکل آئے تو اس کو کپڑے کے پلو میں رکھ لے

یعنی جب بے اختیار کھانسی اٹھے اور بلغم نکل آئے' جس کو روکنے پر وہ قادر نہ ہو تو اس کو کپڑے میں لپیٹ لے۔

٤١٧ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ ' عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ ' فَحَكَّهَا بِيَدِهٖ ' وَرُئِيَ مِنْهُ كَرَاهِيَةٌ ' اَوْ رُئِيَ كَرَاهِيَتُهُ لِذٰلِكَ ' وَشِدَّتُهُ عَلَيْهِ ' وَقَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِيْ صَلٰوتِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب میں بلغم دیکھا' آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا' اور آپ پر کراہیت دیکھی گئی یا

فَاِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهٗ ' اَوْ رَبُّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قِبْلَتِهٖ ' فَلَا يَبْزُقَنَّ فِيْ قِبْلَتِهٖ ' وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ. ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ ' فَبَزَقَ فِيْهِ ' وَرَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ ' قَالَ (اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا).

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۲ 'مکتبۃ الرشد' ریاض '۱۴۲۶ھ)

اس وجہ سے آپ پر شدید کراہیت دیکھی گئی' اور آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے رب سے مناجات کرتا ہے یا اس کا رب اس کے اور اس کے قبلہ کے درمیان ہوتا ہے' پس وہ اپنے قبلہ کی جانب نہ تھوکے لیکن بائیں جانب تھوکے یا اپنے قدم کے نیچے' پھر آپ نے اپنی چادر کا پلو پکڑا اور اس میں تھوک کر اس کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا اور فرمایا: (یا اس طرح کرے)۔

مسجد کی حفاظت کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ گندگی کو زائل کرنا اور مسجد کو اس سے پاک رکھنا مستحب ہے' اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ امام اور سربراہ کو مسجد کے احوال کی دیکھ بھال کرنی چاہیے اور مسجد کی تکریم اور اس کی حفاظت کرنی چاہیے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اگر نمازی کو بے اختیار بلغم آ جائے تو وہ اس کو اپنے رومال یا کپڑے میں تھوک لے اور نماز کو فاسد نہ کرے اور اس میں ثبوت ہے کہ تھوک' بلغم اور رینٹ پاک ہیں' اگر وہ کپڑے پر لگے ہوں تو نماز جائز ہے' لیکن ان سے گھن آتی ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر شرف حاصل ہے' باقی مضمون کی شرح' حدیث: ۴۰۵ میں دیکھیں۔

۴۰ - بَابُ عِظَةِ الْاِمَامِ النَّاسَ فِيْ اِتْمَامِ الصَّلٰوةِ وَذِكْرِ الْقِبْلَةِ

امام کا لوگوں کو نماز پوری کرنے کی نصیحت کرنا اور قبلہ کا ذکر کرنا

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ ان میں مسجد کے قبلہ کی جانب تھوکنے سے منع فرمایا ہے' جو کہ ایک نصیحت ہے اور اس باب میں بھی نصیحت کا ذکر ہے۔

۴۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ ' عَنِ الْاَعْرَجِ ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا؟ فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ ' اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ.

[طرف الحدیث: ۷۴۱] [صحیح مسلم: ۴۲۴' الرقم المسلسل: ۹۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میری توجہ صرف قبلہ کی طرف ہوتی ہے (اور میں کسی اور طرف نہیں دیکھتا) پس اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع مخفی ہے اور نہ تمہارا رکوع مخفی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

دیکھنے اور دکھائی دینے میں اہل سنت کا موقف اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس پشت دیکھنے کی کیفیت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع مخفی ہے اور نہ تمہارا رکوع مخفی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

آپ کی اس رؤیت کے مسئلہ میں جمہور کا مؤقف یہ ہے اور وہی صحیح ہے کہ یہ ''رؤیت'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے اور آپ کا دیکھنا ادراکِ حقیقی ہے اور یہ خلاف عادت ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو علامات نبوت میں بھی ذکر کیا ہے اور

اس حدیث میں اشاعرہ کی دلیل ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ دیکھنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ کوئی چیز انسان کے سامنے ہو اور بالمقابل ہو' وہ کہتے ہیں کہ چین میں اندھا شخص اندلس کے شہر کو دیکھ لے تو یہ ممکن ہے اور اہل سنت کے نزدیک یہی برحق ہے کہ دیکھنے کے لیے کوئی عضو مخصوص شرط ہے اور نہ کسی چیز کا بالمقابل اور قریب ہونا شرط ہے' اسی وجہ سے انہوں نے یہ کہا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہے' اور معتزلہ' کرامیہ اور مشبہہ وغیرہ اس کا انکار کرتے ہیں' اور اہل سنت معقول اور منقول دونوں طرح سے اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کو ثابت کرتے ہیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیٹھ کے پیچھے کس طرح دیکھتے ہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی پیٹھ میں ایک آنکھ تھی' جس سے آپ ہمیشہ دیکھتے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے دو کندھوں میں سوئی کے ناکے' کے برابر دو آنکھیں تھیں' جس سے آپ دیکھتے تھے اور کوئی چیز آپ کے دیکھنے میں حاجب نہیں ہوتی تھی' تیسرا قول یہ ہے کہ دیوارِ قبلہ میں آپ کے لیے پیچھے کی تمام اشیاء کی صورتیں اس طرح منتقش ہو جاتی تھیں' جس طرح آئینہ میں صورتیں منعکس ہو جاتی ہیں' اور آپ اس میں لوگوں کے افعال کا مشاہدہ کرتے تھے۔

سربراہِ قوم کو چاہیے کہ وہ قوم کی عبادات کی نگرانی کرے اور ان کی خطاؤں پر متنبہ کرے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھ پر تمہارا رکوع مخفی ہے نہ خشوع' یعنی تمہارا ظاہر اور باطن میرے سامنے عیاں اور بیاں ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ قوم جب قوم کے کسی کام میں کوئی نقص دیکھے تو ان کو متنبہ کرے اور ان کو صحیح کرنے پر ابھارے اور نصیحت کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۳۔ ۲۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۶۲۔ ج ا ص ۱۲۱۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کی یہ صفت وقتی اور عارضی تھی' دائمی نہیں تھی۔ شرح صحیح مسلم میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کی یہ صفت دائمی تھی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاہد اور اعمالِ امت پر گواہ ہونے سے استدلال کیا ہے اور آپ کے فضائل میں بہت نکات بیان کیے ہیں اور خلیل احمد سہارنپوری نے شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے' اس کا دلائل سے رد کیا ہے۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ا ص ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۰ پر چھ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے' صحیح البخاری: ۷۱۸ میں کی ہے۔

۴۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ' عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً ' ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ' فَقَالَ فِي الصَّلٰوةِ وَفِي الرُّكُوْعِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَّرَائِي كَمَا أَرَاكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ھلال بن علی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی' پھر آپ منبر پر چڑھے' پھر آپ نے نماز اور رکوع کے متعلق فرمایا: بے شک میں تم کو اپنے پیچھے بھی ضرور اسی طرح دیکھتا ہوں' جس طرح سامنے دیکھتا ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن صالح الوحاظی (۲) فلیح (۳) ھلال بن علی' ان کو ھلال بن ابی ھلال بن علی بھی کہا جاتا ہے اور ابن اسامہ الفہری المدنی بھی کہا جاتا ہے' یہ ہشام بن عبد الملک کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۴)

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۱۸ کو دیکھیں۔

۴۱ - بَابُ هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِيْ فُلَانٍ؟ آیا یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی مسجد ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا مسجد کی کسی قبیلہ یا کسی فرد یا اس کے بنانے والے کی طرف نسبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ابراہیم نخعی یہ کہتے تھے کہ مسجد کی کسی شخص کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

''اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ'' (الجن: ۱۸) یعنی مساجد صرف اللہ کی ہیں۔ اس باب کی احادیث ان کا رد کرتی ہیں اور آیت کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف مساجد کی اضافت حقیقی ہے اور اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف مساجد کی اضافت عرفی ہے' جو ایک مسجد کو دوسری مسجد سے ممتاز کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اس باب کی سابق ابواب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ ابواب سابقہ کا تعلق بھی مساجد کے ساتھ تھا اور اس باب کا تعلق بھی مسجد کے ساتھ ہے۔

۴۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ' وَاَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ' وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ' وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيْمَنْ سَابَقَ بِهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۸۶۸-۲۸۶۹-۲۸۷۰-۷۳۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اضمار شدہ گھوڑوں کا الحفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک مقابلہ کرایا اور جو گھوڑے غیر اضمار شدہ تھے' ان کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنو زریق تک کرایا اور حضرت عبد اللہ بن عمر ان صحابہ میں سے تھے' جنہوں نے اس مقابلہ میں حصہ لیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۰' الرقم المسلسل: ۴۷۶۰' سنن ابوداؤد: ۲۵۷۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۴۳۳' سنن ترمذی: ۱۶۹۹' مصنف عبد الرزاق: ۹۶۹۵' المعجم الکبیر: ۱۳۴۵۹' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۹' شرح السنۃ: ۲۶۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۸۷- ج ۸ ص ۶۹-۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۸۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنو زریق تک کرایا۔ اس جملہ میں مسجد کی نسبت بنو زریق کی طرف کی گئی ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

گھوڑ دوڑ وغیرہ میں ہار جیت کی شرط کے بغیر مقابلہ کرنے کا جواز

گھوڑوں میں دوڑ کا مقابلہ اگر شرط اور ہار جیت کے بغیر ہو تو یہ جائز ہے اور اگر شرط اور ہار جیت کے ساتھ ہو تو پھر یہ جوا ہے اور ناجائز اور حرام ہے۔ جوئے کی صورت یہ ہے کہ مقابلہ کرنے والے یہ شرط رکھیں کہ ہارنے والا جیتنے والے کو مثلاً ایک ہزار روپے دے گا اور ہارنے والا جیتنے والے کو لازمی طور پر یہ رقم دے تو یہ حرام ہے اور جس کھیل میں بھی اس قسم کی شرط رکھی جائے' وہ حرام ہے خواہ وہ تاش ہو' کرکٹ ہو یا والی بال ہو' اور اگر تیسرا شخص جیتنے والے کو انعام دے یا مقابلہ میں اوّل' دوم' سوم اور چہارم آنے والوں کو

انعامات دے تو یہ جائز ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے سواروں میں مقابلہ کرایا' آپ کے پاس یمن کے حلے آئے ہوئے تھے آپ نے اوّل آنے والے کو تین حلے عطا فرمائے اور دوم آنے والے کو دو حلے عطا فرمائے اور سوم آنے والے کو ایک حلہ عطا فرمایا اور چہارم آنے والے کو ایک دینار عطا فرمایا اور پنجم آنے والے کو ایک درہم عطا فرمایا اور چھٹے نمبر پر آنے والے کو کچھ چاندی عطا فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تیراندازی وغیرہ کے مقابلہ میں مذاہب فقہاء' ایک جانب اور دونوں جانبوں سے شرط کا حکم اور محلّل کا بیان

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی التوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

تیراندازی' گھوڑے کو دوڑانے' اسی طرح خچر' گدھے' اونٹ کو دوڑانے اور پیدل چلنے کے مقابلہ میں کوئی حرج نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹوں' گھوڑوں کو دوڑانے اور نیزہ بازی کے سوا اور کسی چیز میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۷۴' سنن ترمذی: ۱۷۰۰' سنن نسائی: ۳۵۸۸۔ ۳۵۸۷)

کیونکہ یہ اُمور اسباب جہاد میں سے ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پیدل چلنے میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے بہ شرطیکہ اس پر انعام رکھا گیا ہو اور انعام کے بغیر جائز ہے' اسی طرح ہر وہ کھیل مباح ہے جو جہاد میں مفید ہو' احادیث میں ہے کہ کشتی کے مقابلہ کی اجازت ہے کیونکہ وہ جہاد میں مفید ہے اور صرف کھیل اور مشغلہ کے طور پر کشتی کرنا مکروہ ہے' اسی طرح اس پر "جُعل" (انعام دینا) بھی جائز ہے' اس طور پر نہیں کہ وہ اس کا حق ہے' اور اگر مقابلہ میں ایک جانب سے مال کی شرط رکھی جائے کہ اگر وہ آگے بڑھ گیا تو اس کو اتنا مال ملے گا تو یہ جائز ہے' لیکن وہ اس کا مستحق نہیں ہوگا۔ جانب واحد کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھی سے کہے: اگر تم مجھ سے آگے نکل گئے تو میں تم کو اتنی رقم دوں گا اور اگر میں تم سے آگے بڑھ گیا تو میں تم سے کچھ نہیں لوں گا' اور مستحق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر مغلوب نے غالب کو طے شدہ رقم نہیں دی تو اس کو دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا' اسی طرح الزیلعی' الذخیرہ' الخلاصۃ' التاتارخانیہ وغیرھا میں مذکور ہے' اور اگر کوئی تیسرا فریق مال کی شرط رکھے' پھر بھی جائز ہے' اس کی صورت یہ ہے کہ امیر یا سربراہ گھوڑوں کی دوڑ میں یا تیراندازی میں مقابلہ کرنے والوں سے یہ کہے کہ تم میں سے جو غالب ہوگا' اس کو اتنا انعام ملے گا اور جو مغلوب ہوگیا' اس کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر جانبین سے شرط ہو تو پھر حرام ہے کیونکہ یہ قمار (جوا) ہے' قمار کی تعریف یہ ہے: ہر ایسا عقد جس میں مغلوب کو غالب کے لیے معین مال دینا پڑے اور ایک فریق کو نفع اور دوسرے فریق کو نقصان لازم ہو' سوا اس کے کہ وہ تیسرے محلّل کو اپنے گھوڑوں کے درمیان داخل کرلیں اور اس کا گھوڑا ان کے گھوڑوں کی مثل ہو اور اس سے یہ وہم ہو کہ اس کا گھوڑا ان دونوں کے گھوڑوں پر غالب آجائے گا' پھر جب اس کا گھوڑا' ان دونوں کے گھوڑوں سے آگے نکل جائے تو وہ ان سے مال لے لے گا اور اگر وہ دونوں اس پر غالب آجائیں تو وہ اس کو کچھ نہیں دیں گے اور پہلے ان دونوں کے درمیان یہ شرط ہو کہ ان میں سے جو بھی غالب ہوگا' وہ اپنے ساتھی سے مال لے لے گا۔ (درمختار ورد المحتار ج ۹ ص ۴۹۳۔ ۴۹۱ ملخصا وموضحا ومخرجا' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

محلّل کے متعلق حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے (اپنا) گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کو

اپنے غالب ہونے کا یقین نہیں تھا تو کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے (اپنا) گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کو اپنے غالب ہونے کا یقین تھا تو پھر یہ قمار (جواء) ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٢٥٧٩ 'سنن ابن ماجہ: ٢٨٧٦ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٤٩٩ 'حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ١٧٥ 'شرح السنۃ: ٢٦٥٤ 'سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢٠ 'مسند ابویعلیٰ: ٥٨٦٤ 'المستدرک ج ٢ ص ١١٤ 'الکامل لابن عدی ج ٣ ص ١٢٠٨ 'مسند احمد ج ٢ ص ٥٠٥ طبع قدیم 'مسند احمد: ١٠٥٥٧ ۔ ج ١٦ ص ٣٢٧ 'موسسۃ الرسالۃ 'بیروت)

مُحلِّل کا شرعی معنی

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ٣٨٨ ھ لکھتے ہیں:

جس تیسرے گھوڑے کو دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا جاتا ہے' اس کو محلل کہتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ غالب آنے والے کے لیے اس رقم کو حلال کر دیتا ہے' جس کو وہ غالب آنے پر وصول کرتا ہے اور اس محلل کی وجہ سے یہ عقد قمار سے نکل جاتا ہے یعنی دو آدمیوں کے درمیان ایک مال دائر تھا اور ان میں سے ہر ایک وہ مال لے سکتا تھا' اور محلل کا معنی یہ ہے کہ وہ دو مقابلہ کرنے والوں کے درمیان اپنا گھوڑا داخل کرتا ہے تاکہ اس کا گھوڑا اس بات کی علامت ہو کہ وہ دونوں محض مشق اور ورزش کے لیے گھوڑے دوڑا رہے تھے نہ کہ حصولِ مال کے لیے' پس وہ ان کو قمار سے نکال دیتا ہے' اور جب اس کا گھوڑا ان کے گھوڑوں کی مثل ہوگا تو ان دونوں کو یہ خطرہ ہوگا کہ وہ ان دونوں پر غالب آ جائے گا اور مقرر رقم حاصل کر لے گا' تو وہ دونوں گھوڑا دوڑانے کی خوب کوشش اور جدوجہد کریں گے اور اگر وہ محلل کم عقل ہوگا اور اس کو غالب ہونے کا یقین ہوگا تو اس سے ان دونوں کو یہ خطرہ نہیں ہوگا کہ وہ ان سے آگے بڑھ کر مقرر رقم حاصل کرے گا اور اس سے تحلیل کا معنی حاصل نہیں ہوگا اور اس کا اپنے گھوڑے کو ان کے گھوڑوں کے درمیان داخل کرنا لغو ہوگا اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور ایسا ہوگا کہ دو آدمیوں نے گھوڑا دوڑانے میں شرط رکھ کر مقابلہ کیا اور ان کے درمیان کوئی محلل نہیں تھا اور یہ عین قمار ہے' جو حرام ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ٣ ص ٤٠١۔ ٤٠٠ 'دار المعرفۃ بیروت)

اضمار شدہ گھوڑے اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی

اس حدیث میں اضمار شدہ گھوڑوں اور غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا ذکر ہے۔

اضمار اور تضمیر کا یہ معنی ہے کہ چالیس دن تک گھوڑے کو بہ تدریج زیادہ کھلایا اور پلایا جائے حتیٰ کہ وہ بہت فربہ ہو جائے' پھر بہ تدریج اس کی خوراک کم کی جائے تاکہ گھوڑے کا وزن کم ہو جائے' ایک قول یہ ہے کہ گھوڑے پر زین اور جل کا وزن ڈالا جائے اور اس سے مشقت کرائی جائے' حتیٰ کہ اس کو خوب پسینہ آئے' اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی یہ ہے کہ اس گھوڑے کے ساتھ اضمار کا عمل نہ کیا جائے۔

''الحفیاء'' اور ''ثنیۃ الوداع'' کا معنی

''الحفیاء''، ''ثنیۃ الوداع'' سے پانچ سے سات میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اور ''ثنیۃ'' کا معنی گھاٹی ہے اور ''الوداع'' کا معنی ہے: رخصت کرنا' یہ وہ گھاٹی ہے جہاں مدینہ سے مکہ جانے والے لوگوں کو رخصت کرتے ہیں' یہ گھاٹی مدینہ سے مکہ کی جانب ہے' یا یہ وہ گھاٹی ہے جہاں مدینہ سے تبوک جانے والوں کو رخصت کرتے ہیں' مورخین اور شارحین نے ثنیۃ الوداع کی تفسیر میں ان دونوں گھاٹیوں کا ذکر کیا ہے۔

ثنیۃ الوداع کی خصوصی تحقیق

حافظ احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ ھ روایت کرتے ہیں:

ابوعمرو الادیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں آئے تو عورتیں اور بچے یہ پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

''ثنیات الوداع سے ہم پر چودھویں شب کا چاند طلوع ہوا' جب تک کوئی اللہ کے لیے دعوت دیتا ہے' ہم پر شکر ادا کرنا واجب ہے''۔

(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۵۰۷-۵۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ السائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو میں نے بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع پر آپ کا استقبال کیا (صحیح البخاری: ۳۰۸۳)

اور ابن عائشہ نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ آئے تو عورتیں' بچے اور باندیاں یہ پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء اس کا ذکر اس موقع کے عنوان سے کرتے ہیں' جب آپ مکہ سے مدینہ آئے تھے اور ہم نے اس کا وہاں بھی ذکر کیا ہے نہ کہ جب آپ تبوک سے مدینہ آئے تھے' اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے' سو ہم نے اس کا یہاں بھی (یعنی تبوک سے آتے وقت بھی) ذکر کیا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۶۶-۲۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ شہاب الدین ابوعبداللہ یعقوب بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی المتوفی ۶۲۶ھ لکھتے ہیں:

''ثنیۃ الوَداع'' (واؤ پر زبر ہے) ''الوَداع'' کا معنی ہے: کسی کے کوچ کے وقت اس کو رخصت کرنا۔ ''ثنیۃ الوداع'' ایک بلند گھاٹی ہے' جہاں سے مدینہ دکھائی دیتا ہے جو شخص مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کرتا ہے' وہ اس گھاٹی پر چڑھتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن کو آخر میں مدینہ پر خلیفہ بنایا تھا' آپ نے اس وادی پر ان کو رخصت کیا تھا۔ (معجم البلدان ج ۲ ص ۸۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۹۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں لڑکوں کے ساتھ ثنیۃ الوَداع کی طرف گیا' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مل رہے تھے' ایک مرتبہ راوی سفیان نے لڑکوں کی بجائے ''بچوں کے ساتھ'' کہا۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۶)

حضرت السائب سے روایت ہے: مجھے یاد ہے میں بچوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملنے کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف نکلا' جب آپ غزوۂ تبوک سے آ رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۷)

اس روایت میں جو تبوک سے آنے کا اضافہ ہے' اس کا الداؤدی نے انکار کیا ہے اور ابن قیم نے بھی اس کی اتباع کی ہے' اور کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کی جہت میں ہے نہ کہ تبوک کی جہت میں' بلکہ یہ مشرق اور مغرب کی طرح ایک دوسرے کے مقابل ہیں' اور کہا: ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ وہاں اس جہت میں کوئی اور گھاٹی ہو۔ (علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ وہ گھاٹی جہت حجاز میں ہو اور اس گھاٹی سے مسافر شام کی طرف نکلتے ہوں اور یہ واضح ہے' جیسے وہ ایک گھاٹی سے مکہ میں داخل ہوں اور دوسری گھاٹی سے مکہ سے نکل جائیں۔ (میرے نزدیک عبارت یوں ہونی چاہیے کہ وہ ایک گھاٹی سے مدینہ میں داخل ہوں اور دوسری گھاٹی سے مدینہ سے نکل جائیں' پہلی گھاٹی مکہ کی جہت میں ہو اور دوسری گھاٹی تبوک کی جہت میں ہو اور اگر حافظ ابن حجر کے یہ قول دونوں گھاٹیاں مکہ مکرمہ میں ہوں تو پھر یہ بالمقابل کیسے ہوں گی! سعیدی غفرلہٗ) اور یہ دونوں گھاٹیاں ایک راستہ پر ختم ہو رہی ہوں' اور ہم نے ''الخلعیات'' میں سند منقطع سے روایت کی ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں آئے تو عورتوں نے پڑھا: ''طلع البدر علینا من

ثنیات الوداع'' ایک قول یہ ہے کہ جب آپ مکہ سے ہجرت کر کے آ رہے تھے اس وقت پڑھا' دوسرا قول ہے: جب آپ تبوک سے آ رہے تھے اس وقت پڑھا۔ (میں کہتا ہوں: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں دفعہ پڑھا ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ ثنیۃ الوداع نام کی دو گھاٹیاں ہیں' ایک مکہ کی جہت میں ہے اور دوسری تبوک کی جہت میں ہے' البتہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ابن قیم نے یہ کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کے راستہ میں ہے نہ کہ تبوک کے راستہ میں' یہ حافظ ابن حجر نے غلط لکھا ہے کیونکہ ابن قیم نے اس کے برعکس لکھا ہے' ملاحظہ فرمائیں: علامہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' غزوہ تبوک سے واپسی میں مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو لوگ نکل کر آپ سے ملاقات کرنے لگے اور عورتیں' بچے اور باندیاں پڑھ رہی تھیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داع

بعض راوی ان اشعار میں وہم کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ یہ اشعار اس وقت پڑھ رہے تھے' جب آپ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آ رہے تھے اور یہ وہم ظاہر ہے کیونکہ ثنیات الوداع صرف شام کی سمت پر ہے اور مکہ سے مدینہ آنے والا ان کو نہیں دیکھ سکتا اور آدمی ان کے پاس سے اسی وقت گزرتا ہے جب وہ شام کی طرف متوجہ ہو۔ (زاد المعاد ج ۳ ص ۴۶۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہر چند کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن قیم کی عبارت غلط نقل کی ہے' لیکن ان کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ ثنیات الوداع نام کی دو گھاٹیاں ہیں' ایک مکہ سے مدینہ کے راستہ میں ہے اور دوسری تبوک سے مدینہ کے راستہ میں ہے اور جب آپ مکہ سے مدینہ آئے' جب بھی آپ کے استقبال کے وقت یہ اشعار پڑھے گئے اور جب آپ غزوۂ تبوک سے مدینہ واپس آئے' اس وقت بھی آپ کے استقبال کے وقت یہ اشعار پڑھے گئے۔

اس باب کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کی اضافت اس کے بنانے والے اور اس کے نمازیوں کی طرف کرنا جائز ہے' اسی طرح نیک اعمال کی نسبت' نیک کام کرنے والوں کی طرف کرنا جائز ہے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۷۸۲۔ ج ۵ ص ۸۳۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) گھڑ دوڑ میں مقابلہ اور اس کی تیاری کا بیان (۲) دوڑ کا مقابلہ (ریس) منعقد کرانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۳) فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۴) فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۵) فقہاء احناف کا نظریہ (۶) جوئے کی تعریف (۷) جوئے کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۸) جوئے کے متعلق احادیث (۹) جوئے کے حکم میں فقہاء احناف کی رائے (۱۰) فقہاء شافعیہ کی رائے (۱۱) فقہاء مالکیہ کی رائے (۱۲) فقہاء حنبلیہ کی رائے (۱۳) معمہ' لاٹری اور سٹہ کا حکم (۱۴) بیمہ کیا چیز ہے (۱۵) بیمہ کی تاریخ اور ارتقاء (۱۶) مجوزین بیمہ کے عقلی اور شرعی دلائل (۱۷) مجوزین بیمہ کی طرف سے بیمہ میں عنصر قمار اور سود کی وضاحت (۱۸) انشورنس اور سود (۱۹) انشورنس کے سلسلہ میں دوسری خرابیوں کا احتمال (۲۰) بیمہ کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی کی رائے (۲۱) بیمہ زندگی کے متعلق علماء مصر کا نظریہ (۲۲) آتش زدگی اور ناگہانی آفات سے تحفظ کی خاطر بیمہ کرانے کے متعلق علماء مصر کا نظریہ (۲۳) بیمہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ (۲۴) سید مودودی کا نظریہ (۲۵) علماء شیعہ کا نظریہ (۲۶) مصنف کی تحقیق اور بحث و نظر (۲۷) بیمہ کے موجودہ نظام کے شرعی مفاسد (۲۸) کیا بیمہ قمار کو مستلزم ہے (۲۹) بیمہ کے موجودہ نظام کے

لیے قابل عمل اصلاحی ترامیم (۳۰) مسلمانوں کی فلاح کے لیے حکومت کسی امر مباح کو واجب کر سکتی ہے (۳۱) باہمی تعاون اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے کی ہدایت سے بیمہ پر استدلال (۳۲) قتل خطاء کی دیت سے بیمہ پر استدلال (۳۳) دیت کی مقدار (۳۴) عاقلہ کا مصداق (۳۵) عاقلہ پر دیت مقرر کرنے کی حکمت (۳۶) بیمہ کے مسئلہ میں حرف آخر۔

بیمہ کی یہ بحث' شرح صحیح مسلم: ۴۲۸۷۔ج ۵ ص ۸۷۵۔۸۳۷ میں ۳۸ صفحات پر محیط ہے۔

۴۲ - بَابُ الْقِسْمَةِ، وَتَعْلِيقِ الْقِنْوِ فِي الْمَسْجِدِ

تقسیم کرنا اور مسجد میں خوشوں کا لٹکانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں چیزوں کی تقسیم کرنا اور خوشوں کو لٹکانا جائز ہے اور اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ ان احکام کا مسجد کے ساتھ تعلق ہے' اس کے بعد امام بخاری نے ایک تعلیق ذکر کی ہے:

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْقِنْوُ الْعِذْقُ، وَالْإِثْنَانِ قِنْوَانِ، وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا قِنْوَانٌ مِثْلَ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: ''القنو'' کا معنی خوشا ہے اور اس کا تثنیہ کا صیغہ ''قنوانِ'' ہے اور جمع کا صیغہ بھی ''قنوانٌ'' ہے جیسے ''صنو'' اور ''صنوانِ'' ہے۔

۴۲۱ - **وَقَالَ** إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ. وَكَانَ أَكْثَرَ مَالٍ أُتِيَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ جَاءَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ، فَمَا كَانَ يَرٰى أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ، إِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَعْطِنِي، فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ. فَحَثَا فِي ثَوْبِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ، قَالَ لَا. قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ لَا. فَنَثَرَ مِنْهُ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ، قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ لَا. فَنَثَرَ مِنْهُ، ثُمَّ احْتَمَلَهُ، فَأَلْقَاهُ عَلَى كَاهِلِهِ، ثُمَّ انْطَلَقَ، فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتّٰى خَفِيَ عَلَيْنَا، عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابراہیم نے کہا یعنی ابن طہمان نے از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا اور یہ سب سے زیادہ مال تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو مسجد میں پھیلا دو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے چلے گئے اور آپ نے اس مال کی طرف کوئی توجہ نہیں کی' جب آپ نے نماز پڑھ لی تو آپ اس مال کے پاس آ کر بیٹھ گئے' آپ جس شخص کو بھی دیکھتے' آپ اس کو اس مال سے عطا کرتے' اچانک آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے دیجئے کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: آپ لے لیں' انہوں نے اپنا کپڑا اچھایا اور اس میں مال ڈالا حتیٰ کی اس کی چوٹی (بڑا ڈھیر) بن گئی' پھر وہ اس کو اٹھا نہ سکے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کسی سے کہیے کہ وہ اس کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے' آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے کہا: پھر آپ اس کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دیں' آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے اس سے مال کم کیا پھر بھی اس کی چوٹی بن گئی' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کسی سے کہیے یہ مال اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے' آپ نے فرمایا:

فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ. [اطراف الحدیث: ۳۰۴۹-۳۱۶۵]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

نہیں! انہوں نے کہا: اچھا! آپ خود اٹھا کر میرے اوپر رکھ دیں آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے اس سے کچھ مال کم کیا' پھر اٹھا کر اس کو اپنے کندھے کے اوپر رکھ لیا' پھر چلے گئے اور ان کی حرص پر تعجب کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مسلسل ان کا پیچھا کرتی رہی' حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گئے اور جب تک وہاں ایک درہم بھی باقی تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے نہیں اٹھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ مسجد میں مال تقسیم کے لیے رکھا گیا تھا اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالِ دنیا کے ساتھ کوئی دل چسپی نہ تھی' آپ کے پاس جو مال بھی آتا' آپ اس کو تقسیم کر دیتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے نفسی' مال کی تقسیم میں اصول پرستی اور اقرباء کی رعایت نہ کرنا

آپ نے ہر ایک سے یہ کہا تھا کہ وہ اتنا مال لے جس کو وہ خود اٹھا کر لے جا سکے' حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ ان کی قرابت کی وجہ سے ان کو خصوصی رعایت دیں گے اور زیادہ مال کسی کو اٹھا کر ان کے کندھے پر رکھنے کے لیے فرمائیں گے یا خود اٹھا کر رکھ دیں گے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا انکار کر دیا اور یہ ظاہر فرمایا کہ جس طرح سب کو مال دیا گیا ہے' اسی طرح آپ کو بھی دیا جائے گا اور آپ کی قرابت کی وجہ سے آپ کو رعایت نہیں دی جائے گی یا آپ کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں ہوگا' آپ نے اپنے عم محترم کی درخواست کو مسترد کر دیا' مگر مساوات کے اصول کا جھنڈا بلند کر دیا' آج اگر ہماری انتظامیہ کے کسی امیر کے پاس لوگوں میں تقسیم کے لیے کہیں سے مال آتا ہے تو پہلے وہ اپنا گھر بھرتا ہے' پھر اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا پھر کہیں بعد میں عام لوگوں کا نمبر آتا ہے' جس کا نمونہ ہم نے ابھی ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلہ زدگان میں بیرون ممالک سے آئی ہوئی امدادی تقسیم میں دیکھا ہے اور غیر ملکی میڈیا سے سنا اور اخباروں میں پڑھا ہے' اس بندر بانٹ کو دیکھ کر کون یقین کرے گا کہ یہ لوگ اس نبی کی امت ہیں' جس نے بحرین سے آئے ہوئے مال کو سب لوگوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے عم محترم کی درخواست پر زیادہ مال اٹھانے میں ان سے تعاون نہیں کیا اور اپنے لیے اس مال میں سے کچھ نہیں رکھا۔

اس کی ایک اور نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مجھے لے گئیں' وہ ان سے یہ شکایت کرنے گئی تھیں کہ چکی پیسنے سے ان کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں اور ان کو یہ خبر پہنچی تھی کہ آپ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں' لیکن حضرت سیدہ کی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ فاطمہ کے آنے کی آپ کو خبر دی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے' اس وقت ہم اپنے بستر میں جا چکے تھے' ہم آپ کو دیکھ کر اٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا: اپنی جگہ پر رہو' آپ آ کر میرے اور حضرت سیدہ کے درمیان بیٹھ گئے' حتیٰ کہ آپ کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے پیٹ پر محسوس کی' پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کو وہ چیز نہ بتاؤں جو تم دونوں کے سوال سے بہتر ہے' جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پڑھو' ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پڑھو اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھو' پس یہ پڑھنا تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۶۱' صحیح مسلم: ۲۷۲۷' سنن ابوداؤد: ۵۰۶۲)

غور کیجئے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت میں غلام اور باندیاں آئیں' آپ نے ان میں سے سب لوگوں کو حصہ دیا' نہیں دیا

تو اپنی اس سگی بیٹی کو جس کے ہاتھ میں چکی پیستے چھالے پڑ گئے تھے آج ہماری انتظامیہ کے افسروں کی لوٹ مار اور اقرباء پروری دیکھتے ہوئے کون مانے گا کہ یہ اس نبی کی امت ہیں۔

بحرین کا جغرافیائی محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا۔

''بحرین''، ''بحر'' کا تثنیہ ہے اور یہ بصرہ اور عمان کے درمیان مشہور شہر ہے' قاضی عیاض نے کہا: بصرہ اور بحرین کے درمیان چوراسی (۸۴) فرسخ کا فاصلہ ہے' (ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہے' ایک شرعی میل ایک انگریزی میل سے زیادہ ہے یعنی دو ہزار گز کا ہے۔سعیدی) ابوعبید البکری نے کہا ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں کے رہنے والوں سے صلح کی تو آپ نے وہاں پر حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو عامل (گورنر) بنا دیا' امام محمد بن سعد نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب الجعرانہ سے واپس آئے یعنی حنین کے مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے کے بعد تو آپ نے حضرت العلاء بن الحضرمی کو المنذر بن ساوی العبدی کی طرف بھیجا' جو بحرین کا حکم ران تھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے آپ کی نبوت کی تصدیق کر دی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: بحرین خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے' جس کا رقبہ اندازاً اڑھائی سو مربع میل ہے اور ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی تقریباً دو لاکھ تھی۔ (معجم البلدان (اردو) ص ۶۱' شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز' لاہور)

بحرین سے آئے ہوئے مال کی مقدار

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے حمید بن ھلال سے مرسلاً روایت کی ہے' یہ مال ایک لاکھ تھا اور اس مال کو حضرت العلاء بن الحضرمی نے البحرین کے خراج سے بھیجا تھا اور یہ پہلا خراج تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا گیا تھا۔

امام بخاری نے کتاب المغازی میں حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کی اور ان پر حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور ان کی طرف حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیجا کہ وہاں سے جزیہ لے کر آئیں' پس حضرت ابوعبیدہ وہاں سے مال لے کر آئے اور جب انصار کو ان کے آنے کی خبر پہنچی۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۴۰۱۵۔۳۱۵۸' صحیح مسلم: ۲۹۶۱' سنن ترمذی: ۲۴۶۲' سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۷)

اس سے متعین ہو گیا کہ یہ مال خراج کا تھا یا جزیہ کا تھا' جو سال بہ سال آتا تھا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷' دار المعرفہ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ وغیرہ کا مال مسجد میں رکھنا جائز ہے اور اس میں سب لوگ مشترک ہیں کیونکہ ضرورت مند لوگوں کو مسجد میں آنے سے منع نہیں کیا جاتا' نیز لکھا ہے: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زکوٰۃ کے جو آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں' ان میں سے کسی ایک مصرف میں بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کیونکہ حضرت عباس نے شکایت کی تھی کہ وہ مقروض ہو گئے ہیں' اس لیے آپ نے اس مال سے ان کو لینے کی اجازت دی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۸۔۸۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ صدقہ اور زکوٰۃ کا مال تھا کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ تصریح ہے کہ یہ خراج کا مال تھا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تصریح ہے کہ یہ جزیہ کا مال تھا' لہٰذا اس مال کو زکوٰۃ اور صدقہ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب سربراہِ ملک کو یہ معلوم ہو کہ لوگوں کو مال کی ضرورت ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مال میں سے کوئی چیز اپنے پاس رکھے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت ہے کہ آپ نے وہ سب مال تقسیم کر دیا اور کسی کو لینے سے منع نہیں کیا اور آپ کا زہد ہے کہ آپ نے اس مال میں سے کچھ نہیں لیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یہ مال اٹھا کر ان کے کندھے پر رکھ دیں تو آپ نے نہیں رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی کے کہنے سے اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہ کرے' پھر حضرت ابن عباس نے کہا: آپ کسی کو حکم دیں کہ وہ یہ مال میرے کندھے پر رکھ دے' تو آپ نے فرمایا: نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی کے ذاتی مفاد کے لیے کسی شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم نہ دے' جب کہ اس کام کی وجہ سے عام لوگوں کا نقصان ہو کیونکہ اگر حضرت عباس زیادہ مال لے جاتے تو اور لوگوں کے لیے مال کم بچتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کے کہنے سے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ مال ان کے کندھے پر رکھ دے' اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ آپ حضرت عباس کو زیادہ مال اکٹھا کرنے سے روکنا چاہتے تھے کہ وہ اپنی ضروریات سے زیادہ دنیا کا مال نہ لیں اور جتنا مال آسانی سے اٹھا کر لے جا سکتے ہیں اسی پر قناعت کریں' اسی لیے آپ نے خود ان کے کندھے پر مال اٹھا کر نہ رکھا تا کہ اس کام میں آپ کی اعانت شامل نہ ہو' جو آپ کی مرضی کے خلاف ہے اور جس سے آپ منع فرماتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

۴۳ - بَابُ مَنْ دَعَا لِطَعَامٍ فِي الْمَسْجِدِ وَمَنْ أَجَابَ مِنْهُ

جس نے کسی شخص کو مسجد میں کھانے کے لیے بلایا اور جس نے اس کو قبول کیا

اس باب سے امام بخاری کا یہ مقصود ہے کہ مسجد میں کسی کو کھانے کی دعوت دینا اور کسی کا اس دعوت کو قبول کرنا' ان کاموں میں سے ہے جو مسجد میں مباح ہیں اور ان لغو کاموں سے نہیں ہے جو مسجد میں ممنوع ہیں' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں کا تعلق مسجد کے احکام سے ہے۔

۴۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ وَجَدْتُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَهُ نَاسٌ ' فَقُمْتُ ' فَقَالَ لِي أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ ؟ قُلْتُ نَعَمْ ' فَقَالَ لِطَعَامٍ ؟ قُلْتُ نَعَمْ ' فَقَالَ لِمَنْ مَّعَهُ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ.

[اطراف الحدیث: ۵۳۸۱-۵۴۵۰-۶۶۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا' آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے' پس میں کھڑا ہو گیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں' آپ نے فرمایا: کھانے کے لیے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ کے ساتھ جو لوگ تھے' آپ نے ان سے فرمایا: اٹھو! پس آپ چل پڑے اور میں بھی ان کے آگے چل پڑا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں کھانے کی دعوت دی اور آپ نے اس کو قبول فرمالیا۔

کن صورتوں میں دعوت کو قبول کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں عذر پیش کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں دعوت کو مسترد کرنا چاہیے

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ مسجد میں کھانے کی دعوت دینا اور اس کو قبول کرنا جائز ہے' اگر آدمی کو' کوئی عذر نہ ہو تو اس کو دعوت قبول کر لینی چاہیے' اگر وہ آدمی بیمار ہو اور پرہیزی کھانا کھاتا ہو اور دعوت میں پرہیزی کھانا میسر نہ ہو بلکہ مرغن اور چٹ پٹا کھانا ہو تو اس کو اس دعوت میں جانے سے عذر کر لینا چاہیے اور اگر اس دعوت میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہو اور رقص اور موسیقی وغیرہ کا پروگرام ہو' جیسا کہ آج کل نکاح اور ولیمہ کی تقاریب میں ہوتا ہے تو ایسی دعوت کو مسترد کرنا واجب ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان اور سربراہ کو کھانے کی دعوت دینی چاہیے اور اگر کوئی شرعی یا طبعی مانع نہ ہو تو ان کو دعوت قبول کر لینی چاہیے۔

جب کسی بڑی شخصیت کو دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ حاضرین مجلس کو بھی اپنے ساتھ لے جائے۔

اس دعوتِ طعام میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا کم مقدار میں تھا' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے وہ کھانا سب کے لیے کافی ہو گیا' اور یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے۔

٤٤ - بَابُ الْقَضَاءِ وَاللِّعَانِ فِي الْمَسْجِدِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد میں فیصلہ کرنا اور لعان کرنا

اس باب میں مسجد میں فیصلہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور لعان کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے' فیصلہ کرنا عام ہے خواہ وہ لعان کا فیصلہ ہو یا کسی اور چیز کا' اور لعان خاص ہے اور عنوان کی عبارت میں خاص کا عطف عام پر ہے۔

لعان کا معنی اور اس کی قسمیں

لعان' لعن کا مصدر ہے' اور ''لعن'' کا معنی ہے: دھتکارنا اور دور کرنا اور اس کی دو قسمیں ہیں' کلیۃً اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا' اور یہ دائمی عذاب ہے' لعنت کی یہ قسم کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور اس معنی میں شخصی طور پر صرف اسی پر لعنت کی جا سکتی ہے جس کی کفر پر موت معلوم ہو' جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ اور صفات پر بالعموم لعنت کرنا جائز ہے' جیسے جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' اور لعنت کی دوسری قسم ہے: اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب خاص سے دور کرنا' یہ لعنت فاسق مسلمان پر کرنا بھی جائز ہے' جیسے قرآن مجید میں مسلمان شخص کے خود اپنے اوپر لعنت کرنے کا ذکر ہے:

وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ (النور: ۷)

اور پانچویں بار وہ یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو ○

لعان کا معنی

لعان باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور اس کا خاصہ ہر فریق کا ماخذ میں اشتراک ہے' سو اس کا معنی ہے: ہر فریق کا ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھے اور اس کے پاس چار

گواہ نہ ہوں تو وہ قاضی کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے اور قاضی اسے کہے کہ تم چار بار قسم کھاؤ کہ تم اپنی تہمت میں سچے ہو اور پانچویں بار کہو: مجھ پر لعنت ہو اگر میں جھوٹوں میں سے ہوں' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ○ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ○ (النور: ۷-۶)

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو تو وہ چار بار اللہ کی قسم کھائیں کہ وہ سچوں میں سے ہے○ اور پانچویں بار وہ یہ کہیں کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو○

اور قاضی عورت سے کہے کہ اگر بالفرض تم نے زنا کیا ہے تو تم اعتراف کر لو تم پر حد زنا جاری ہوگی ورنہ تم چار بار یہ قسم کھاؤ کہ اس کا خاوند اس پر جھوٹی تہمت لگا رہا ہے اور پانچویں بار یہ کہو کہ اگر اس کا خاوند سچا ہے تو اس پر اللہ کا غضب (لعنت) نازل ہو' قرآن مجید میں ہے:

وَیَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ○ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ○ (النور: ۹-۸)

اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہوگی کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند جھوٹوں میں سے ہے○ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو○

اس آیت میں غضب بھی لعنت کے معنی میں ہے اور چونکہ اس صورت میں خاوند اور بیوی دونوں ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں' اس لیے اس کو لعان کہا جاتا ہے اور چونکہ وہ دونوں مسلمان ہوتے ہیں' اس لیے یہاں لعنت کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور کرنا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور ہونے کا معنی آخرت میں دائمی عذاب ہے اور وہ صرف کفار کے ساتھ مخصوص ہے' مسلمانوں کو دائمی عذاب نہیں ہوگا' جو مسلمان فاسق ہو اور اس کو عذاب ہو تو وہ عارضی عذاب ہوگا' پھر اس کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ جنت میں چلا جائے گا تو اس صورت میں جو اپنی بیوی پر تہمت لگانے والا کہتا ہے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب خاص سے دور ہو جائے۔

ہم نے جو لعنت کی یہ دو قسمیں بیان کی ہیں' یہ ہماری شرح کے خصائص میں سے ہیں اور کسی شرح میں یہ مذکور نہیں ہیں' نیز جن علماء اکابر سے یہ منقول ہے کہ وہ یزید پر لعنت کرتے ہیں' ہمارے نزدیک یہ وہ لعنت نہیں ہے جس کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کلیۃً دور کرنا اور دائمی عذاب ہے بلکہ یہ وہ لعنت ہے جس کا معنی اللہ کی رضا اور اس کے قرب خاص سے دور کرنا ہے۔

۴۲۳ - حَدَّثَنَا یَحْیٰی قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ' اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا' اَیَقْتُلُهٗ؟ فَتَلَاعَنَا فِی الْمَسْجِدِ' وَاَنَا شَاهِدٌ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۴۵-۴۷۴۶-۵۲۵۹-۵۳۰۸-۵۳۰۹-۶۸۵۴-۷۱۶۵-۷۱۶۶-۷۳۰۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پائے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا (ایک دوسرے پر لعنت کی) اور میں اس کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۴۹۲، الرقم المسلسل: ۳۶۷۳، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵، سنن نسائی: ۳۳۹۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، المعجم الکبیر: ۵۶۸۲۔۵۶۹۰، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۹۹، شرح السنۃ: ۲۳۶۷، مصنف عبد الرزاق: ۱۲۴۴۷۔۱۲۴۴۶، سنن دارمی: ۲۲۳۰، المنتقی: ۷۵۶، صحیح ابن حبان: ۴۲۸۳۔۴۲۸۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۸۳۲۔ ج ۳۷ ص ۴۸۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا، اور باب کا عنوان ہے: مسجد میں لعان کرنا۔

حدیث مذکور میں سوال کرنے والے کا نام

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پائے۔

سوال کرنے والے شخص کے نام میں اختلاف ہے، صحیح مسلم: ۱۴۹۲ میں ہے: وہ شخص حضرت عویمر العجلانی الانصاری رضی اللہ عنہ تھے، صحیح مسلم: ۱۴۹۷ میں ہے: وہ شخص حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ تھے اور صحیح مسلم: ۱۴۹۹ میں ہے: وہ شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔

لعان کے حکم کے نزول کی تفصیل

صحیح البخاری کی اس روایت میں یہ واقعہ اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے، صحیح مسلم: ۱۴۹۲ میں اس کی تفصیل اس طرح ہے:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانی، حضرت عاصم بن عدی انصاری کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے عاصم! یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے تو کیا اس کو قتل کردے؟ پھر تم اس کو قتل کر دو گے یا پھر وہ کیا کرے؟ اے عاصم! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے لیے اس مسئلہ کا حل معلوم کرو، پھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سوال کو ناپسند کیا اور اس کی مذمت کی، حتیٰ کہ حضرت عاصم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات شاق گزری، پھر حضرت عاصم، حضرت عویمر کے پاس گئے، انہوں نے پوچھا: اے عاصم! تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا: حضرت عاصم نے حضرت عویمر سے کہا: میں تمہارے پاس کوئی اچھی خبر نہیں لایا، تم نے جو سوال کیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناگوار گزرا ہے، حضرت عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس سوال سے ہرگز نہیں رکوں گا، حتیٰ کہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرلوں، پھر حضرت عویمر نے لوگوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا اور کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی (اجنبی) مرد کو پائے تو کیا وہ اس کو قتل کردے؟ پھر آپ لوگ اس کو قتل کردیں گے! یا پھر وہ کیا کرے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے متعلق اور تمہاری بیوی کے متعلق حکم نازل ہو گیا ہے، تم جاؤ اس کو لے کر آؤ، سہل نے کہا: پھر ان دونوں نے لعان کیا یعنی ایک دوسرے پر لعنت کی اور میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا، جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو پھر میں جھوٹا ہوں گا، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دیں، ابن شہاب نے کہا: یہ لعان کا طریقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۹۲، الرقم المسلسل: ۳۶۷۳، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵، سنن نسائی: ۳۴۰۲، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴)

ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل اور مخالفین کے اعتراض کے جوابات

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور یہ حدیث غیر مقلدین

کے خلاف قوی حجت ہے' مخالفین اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دی تھیں اور لعان سے عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور بائنہ ہونے کے بعد وہ طلاق کا محل نہیں رہتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عورت قاضی کی تفریق اور اس کے فیصلہ کے بعد بائنہ ہوتی ہے اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دی تھیں' لہٰذا جب انہوں نے تین طلاقیں دیں تو ان کی بیوی بائنہ نہیں ہوئی تھی اور طلاق کا محل تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عویمر نے یہ کہہ کر اس کو تین طلاقیں دی تھیں کہ یا رسول اللہ! اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو پھر میں جھوٹا ہوں گا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عویمر کے نزدیک وہ ان کے نکاح میں تھی اور اس کو اپنے پاس رکھنا ممکن تھا اور وہ طلاق دینے کا محل تھی۔

اس حدیث کے باقی مسائل ان شاء اللہ لعان کے باب میں بیان کیے جائیں گے۔

حدیث مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۶۴۳۔۳۶۴۳۔ ج ۳ ص ۱۱۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء (۳) لعان کی وجہ تسمیہ (۴) بلاضرورت سوالات کو ناپسند کرنا (۵) زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم (۶) لعان کے بعد تفریق میں مذاہب (۷) فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل (۸) علامہ نووی کے اعتراض کے جوابات (۹) لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء۔

۴۵ - بَابٌ اِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّيْ حَيْثُ شَاءَ، اَوْ حَيْثُ اُمِرَ، وَلَا يَتَجَسَّسُ

جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہو تو جہاں چاہے نماز پڑھے' یا جہاں اسے حکم دیا جائے' اور وہ تجسس نہ کرے

۴۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ، فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ؟ قَالَ فَاَشَرْتُ لَهٗ اِلٰى مَكَانٍ، فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ. [اطراف الحدیث: ۴۲۵۔۶۶۷۔۶۸۶۔۸۳۸۔۸۴۰۔۱۱۸۶۔۴۰۰۹۔۴۰۱۰۔۵۴۰۱۔۶۴۲۳۔۶۹۳۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از محمود بن الربیع از حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ان کے گھر میں آئے' پس آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں وہاں تمہارے لیے نماز پڑھاؤں؟ حضرت عتبان نے کہا: پس میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو نبی ﷺ نے تکبیر پڑھی' پس ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی' سو آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

(صحیح مسلم: ۳۳' الرقم المسلسل: ۱۴۸' سنن نسائی: ۸۴۴' سنن ترمذی: ۲۶۴۷' سنن ابن ماجہ: ۷۵۴' الآحاد والمثانی: ۱۹۳۲' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۱۰۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۲۔۱۸۱' صحیح ابن حبان: ۱۶۱۲' المعجم الکبیر: ۴۹۔ ج ۱۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۴۱' صحیح ابن حبان: ۲۲۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۸۲۔ ج ۲۷ ص ۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) ابراہیم بن سعید' یہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ کے پوتے ہیں (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) محمود بن الربیع الخزرجی الانصاری الصحابی (۵) حضرت عتبان بن مالک انصاری السالمی المدنی رضی اللہ' یہ نابینا تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں اپنی قوم کے امام تھے' ان سے ۱۰' احادیث مروی ہیں' صحیح البخاری میں ان کی ایک حدیث ہے' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ کے زمانہ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنی امت پر کرم فرمانا' مسجد بیت اور گھر میں نوافل کی جماعت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عتبان بن مالک کے گھر آئے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس ہفتہ کے دن آئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن حضرت عتبان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ سے کہا: میں چاہتا ہوں آپ میرے گھر تشریف لائیں اور امام ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ انصار کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا: آپ تشریف لائیں اور میرے گھر میں مسجد کے لیے ایک جگہ مقرر کر دیں' جس میں' میں نماز پڑھا کروں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے نہ جا سکے تو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ مقرر کر لے' اس کو مسجد بیت کہتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے گھر میں دو رکعت نماز جماعت سے پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں نوافل کی جماعت کرانا جائز ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے گھر آئے' اس سے معلوم ہوا کہ استاذ' امام اور رئیس کو اپنے متبعین کے گھر (بلانے پر) جانا چاہیے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن اخلاق' آپ کی تواضع اور آپ کی جلالت قدر کی دلیل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴۵)

٤٦ - بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الْبُيُوْتِ — گھروں میں مساجد

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ گھروں میں مساجد کا بنانا جائز ہے' اس سلسلہ میں یہ تعلیق ہے:

وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِي مَسْجِدِهٖ فِي دَارِهٖ جَمَاعَةً.

اور حضرت البراء بن عازب نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت کرائی۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث معنیً موجود ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴۶)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھے تو اپنے گھر میں بھی نماز کا حصہ رکھے' بے شک اللہ اس کے گھر کی نماز میں خیر رکھنے والا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۸۵۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٥ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهٗ أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عُقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع الانصاری رضی اللہ نے خبر دی کہ حضرت عتبان بن مالک انصاری' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں اور وہ ان انصار

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ، وَأَنَا أُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ، فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ، لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ بِهِمْ، وَوَدِدْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنَّكَ تَأْتِيْنِيْ فَتُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ، فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى، قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ. قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ حِيْنَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حِيْنَ دَخَلَ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟. قَالَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ، فَقُمْنَا فَصَفَّنَا، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، قَالَ وَحَبَسْنَاهُ عَلٰى خَزِيْرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهُ، قَالَ فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِّنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُوْ عَدَدٍ، فَاجْتَمَعُوْا، فَقَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ أَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذٰلِكَ، أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ؟. قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ فَإِنَّا نَرٰى وَجْهَهُ وَنَصِيْحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِيْنَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ، وَهُوَ أَحَدُ بَنِيْ سَالِمٍ، وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ، عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، فَصَدَّقَهُ بِذٰلِكَ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۰۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

میں سے ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے تھے' وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میری بصارت بہت کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں اور جب بارش ہوتی ہے تو میرے اور ان کے درمیان جو وادی ہے وہ بہنے لگتی ہے اور میں ان کی مسجد میں جانے کی اور انہیں نماز پڑھانے کی طاقت نہیں رکھتا' اور یا رسول اللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں' پس میں اس جگہ کو مصلیٰ بنا لوں' انہوں نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ان شاء اللہ عنقریب ایسا کروں گا' حضرت عتبان نے بیان کیا: پس دوسرے روز دن چڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے' رسول اللہ ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' گھر میں داخل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ بیٹھے نہیں اور فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ پسند کرتے ہو جہاں میں نماز پڑھوں؟ انہوں نے کہا: میں نے گھر کی ایک جانب آپ کو اشارہ کیا' پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ نے تکبیر پڑھی' پھر ہم بھی کھڑے ہو گئے اور ہم نے صف بنائی' آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی' پھر سلام پھیر دیا' ہم نے آپ کو گوشت کا کھانا کھلانے کے لیے روک لیا جس کو ہم نے تیار کیا تھا' پھر گھر میں حویلی کے رہنے والے کافی لوگ آ گئے' وہ سب جمع تھے' ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: مالک بن دخیشن یا ابن الدخشن کہاں ہے؟ تو کسی نے کہا: وہ منافق ہے اللہ سے محبت کرتا ہے نہ اس کے رسول سے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہے؟ اس شخص نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے' پس بے شک ہم اس کا ملنا جلنا اور اس کی خیر خواہی منافقوں کے ساتھ دیکھتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے اس شخص کو دوزخ کے اوپر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا۔ ابن شہاب نے کہا: الحصین بن محمد الانصاری جو بنو سالم کے ایک فرد تھے اور ان کے سرداروں میں سے تھے' میں نے ان

سے محمود بن الربیع کی حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس
کی تصدیق کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کے دلوں میں ایمان اور نفاق پر مطلع ہونا اور اخلاص سے لا الہ الا اللہ پڑھنے والے پر دوزخ کا حرام ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ مالک بن دخشن نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے؟

اس ارشاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باطن میں ایمان کی اور نفاق سے بَری ہونے کی شہادت دی ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے دلوں کے حال پر اور ایمان اور نفاق کی کیفیات پر مطلع ہوتے ہیں اور جب مناسب سمجھتے ہیں' اس کا اظہار فرمادیتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے حالانکہ نجات کے لیے توحید اور رسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علَم اور نام ہے' اس لیے اس سے توحید اور رسالت دونوں کی گواہی مراد ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ نے اس شخص کو دوزخ کے اوپر حرام کردیا ہے' جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا' اس ارشاد میں آپ نے فرائض اور واجبات پر عمل کرنے اور حرام اور مکروہ کاموں سے اجتناب کرنے کا ذکر نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص محض اللہ کی رضا کے لیے اخلاص سے کلمہ پڑھتا ہے' وہ اس کی برکت سے تمام فرائض اور واجبات پر عمل کرتا ہے اور تمام حرام اور مکروہ کاموں سے باز رہتا ہے اور بالفرض اگر وہ کسی گناہ میں ملوث ہوجائے تو مرنے سے پہلے توبہ کرلیتا ہے ورنہ اپنے گناہوں کی سزا پاکر پھر جنت میں چلا جائے گا اور دوزخ کا دائمی عذاب اس پر بہرحال حرام ہوگا۔

نابینا کو امام بنانے کا جواز' اور عذر کی وجہ سے جماعت ترک کرنے کا جواز

اس حدیث میں ذکر ہے: حضرت عتبان بن مالک نے آپ سے درخواست کی کہ ان کی نظر بہت کم زور ہوگئی ہے' وہ بارش کے ایام میں اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے نہیں جاسکتے' آپ ان کے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھادیں تاکہ وہ اس جگہ کو اپنا مصلّٰی بنالیں' اور بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ وہ نابینا ہوگئے ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نابینا شخص کو امام بنانا جائز ہے' حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم بھی نابینا تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک میں گئے تھے تو ان کو امام بنا کر گئے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بارش' اندھیرے' جان کے خطرہ یا اور کسی عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کرنا' جائز ہے۔

حضرت عتبان بن مالک نے کہا: آپ جس جگہ نماز پڑھائیں گے اس کو میں مصلّٰی بنالوں گا' اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں کسی جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کرنا جائز ہے اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھائیں یا پڑھیں' صحابہ کے نزدیک اس جگہ کی خاص اہمیت ہوتی ہے' حضرت عتبان چاہتے تھے: اس جگہ نماز پڑھیں' جہاں آپ نے نماز پڑھی ہے تاکہ آپ کے نماز پڑھنے کی وجہ سے اس جگہ جو برکات اور تجلیات نازل ہوئی ہیں' وہ ان پر بھی سایا فگن رہیں' جیسے حضرت عمر نے یہ چاہا تھا کہ مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالیا جائے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عتبان نے اپنے گھر میں نبی ﷺ سے نماز پڑھوائی' حالانکہ مہمان سے نماز پڑھوانے کی ممانعت ہے

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر اس کی زیارت یا ملاقات کے لیے جائے تو خود نماز نہ پڑھائے' بلکہ وہ گھر والا ہی نماز پڑھائے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

بُدیل بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے آزاد شدہ غلام ابوعطیہ نے روایت کیا کہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ ہمارے پاس ہماری نماز کی جگہ میں آتے تھے اور ہم سے باتیں کرتے تھے' ایک دن اس دوران نماز کا وقت آ گیا' پس ہم نے ان سے کہا: آپ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں' انہوں نے کہا: تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھا دے حتیٰ کہ میں اپنے نماز نہ پڑھانے کا سبب بیان کر دوں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی قوم سے ملاقات کے لیے جائے' وہ ان کو نماز نہ پڑھائے اور چاہیے کہ ان ہی میں سے کوئی شخص ان کو نماز پڑھائے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۶' سنن ابوداؤد: ۵۹۶' سنن نسائی: ۷۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی ﷺ کے صحابہ اور تابعین میں سے اکثر کا اس پر عمل ہے' انہوں نے کہا ہے کہ مہمان کی بہ نسبت گھر والا نماز پڑھانے کا زیادہ حق دار ہے اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب گھر والا اجازت دے دے تو پھر مہمان کے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسحاق اس حدیث کی وجہ سے بہت سختی کے ساتھ کہتے تھے: خواہ گھر والے نے اجازت دی ہو' پھر بھی گھر والے کے سوا اور کوئی نماز نہ پڑھائے اور مسجد میں بھی یہی حکم ہے' جب کوئی مہمان آئے تو وہ کہے کہ تم ہی میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے۔ (سنن ترمذی ص ۱۷۳' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

بہ ظاہر حضرت عتبان بن مالک کی حدیث' اس حدیث کے مخالف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ عام اصول اور قاعدہ تو یہی ہے کہ مہمان کی بجائے میزبان نماز پڑھائے' جس طرح نبی ﷺ کا ارشاد ہے' لیکن نبی ﷺ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں' جہاں آپ ہوں وہاں آپ کے سوا اور کون امام ہو سکتا ہے' حتیٰ کہ شبِ معراج تمام نبیوں کے ہوتے ہوئے آپ کو نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا گیا' نیز نبی ﷺ کو تو حضرت عتبان نے اپنے گھر بلایا ہی اس لیے تھا کہ آپ ان کے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھا دیں۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جب گھر میں میزبان سے افضل کوئی شخص ہو تو اسے نماز پڑھانے کے لیے کہا جائے اور حدیث میں ہے:

حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو وہ نماز پڑھائے' اگر سب قراءت میں برابر ہوں تو جو ان میں سنت کا سب سے زیادہ عالم ہو وہ نماز پڑھائے اور اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جو سب سے پہلے ہجرت کرنے والا ہو وہ نماز پڑھائے' اگر ہجرت کرنے میں سب برابر ہوں تو جو ان میں سب سے پہلے اسلام لایا ہو وہ نماز پڑھائے اور کوئی شخص کسی کی سلطنت میں نماز نہ پڑھائے اور نہ کوئی شخص کسی کی اجازت کے بغیر اس کی عزت والی جگہ پر بیٹھے' ایک روایت میں اسلام کی جگہ عمر کا ذکر ہے یعنی جس کی زیادہ عمر ہو وہ نماز پڑھائے۔

(صحیح مسلم: ۶۷۳' سنن ابوداؤد: ۵۸۲' سنن ترمذی: ۲۳۵' سنن نسائی: ۷۷۹' سنن ابن ماجہ: ۹۸۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۸)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

☆ اگر صالحین میں سے کسی شخص کو نماز پڑھانے کے لیے کہا جائے تو اسے نماز پڑھا دینی چاہیے بہ شرطیکہ اس کو اس سے اپنی بڑائی کا خیال نہ آئے۔

☆ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: میں ان شاء اللہ عنقریب ایسا کروں گا اور آپ دوسرے دن آ گئے' لہٰذا انسان کو اپنا وعدہ جلد پورا کرنا چاہیے۔

☆ نبی ﷺ نے آنے کے بعد نماز پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ دن میں نوافل کی جماعت کرانا جائز ہے۔

☆ حضرت عتبان بن مالک نے نبی ﷺ کو کھانا کھلانے کے لیے روک لیا' اس سے معلوم ہوا کہ علماء اور صالحین کی دعوت کر کے ان کی تکریم کرنی چاہیے۔

☆ جب نبی ﷺ' حضرت عتبان کے گھر گئے تو حویلی کے تمام لوگ آپ کی زیارت کے لیے آ گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کے گھر کوئی عالم' استاذ یا مردِ صالح آئے تو اس کے علاقے اور محلہ کے سب لوگوں کو اس کی زیارت اور ملاقات کے لیے آنا چاہیے۔

☆ حاضرین میں سے کسی نے کہا: مالک بن دخشن نہیں آیا تو بتایا گیا وہ منافق ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر جماعت میں سے کوئی شخص غیر حاضر ہو تو اس کی تحقیق کرنی چاہیے' اور یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس وجہ سے حاضر نہیں ہوا۔

☆ جب حاضرین میں سے کسی نے کہا: مالک بن دخشن منافق ہے' تو نبی ﷺ نے اس کا دفاع کیا اور فرمایا: اس نے اللہ کی رضا کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان پر منافق ہونے کی تہمت لگائی جائے تو اس کا دفاع کرنا چاہیے' بلکہ جس مسلمان کا پس پشت کوئی بھی عیب بیان کیا جائے' اس مسلمان کی اس عیب سے براءت کرنی چاہیے اور غیبت کرنے سے منع کرنا چاہیے۔

☆ حضرت عتبان نے نبی ﷺ کو بلایا تھا' پھر بھی آپ ان سے اجازت لے کر ان کے گھر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر میں اس سے اجازت طلب کر کے جانا چاہیے خواہ اس نے خود بلایا ہو۔

☆ نبی ﷺ اپنے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی لے کر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی استاذ' عالم یا صالح کو کسی جگہ بلایا جائے تو وہ اپنے مقرب شاگرد کو بھی اپنے ساتھ لے جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر' رسول اللہ ﷺ کو بہت عزیز اور محبوب تھے اور ہر موقع اور ہر مجلس میں اُن کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۶۔۹۵' عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۲۔۲۵۱)

شیخ عبدالعزیز بن باز کا صالحین کو حصولِ تبرک کے لیے بلانے کو سبب شرک قرار دینا اور مصنف کا اس پر ردّ

اس حدیث کی شرح میں یہ تمام مسائل اور فوائد حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھے ہیں اور انہوں نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہو یا جس جگہ نبی ﷺ چلے ہوں' اس جگہ سے تبرک حاصل کرنا چاہیے اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صالحین میں سے اگر کسی کو اس جگہ سے تبرک حاصل کرنے کے لیے دعوت دی جائے تو اس کو دعوت قبول کرنی چاہیے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۶ھ' فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۲' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اس جگہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے حاشیہ میں اس پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے: صحیح یہ ہے کہ حصولِ برکت کے لیے بلانا صرف نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور کسی دوسرے کو نبی ﷺ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور اس چیز کا دروازہ کھولنا غلو اور شرک کی طرف لے جاتا ہے' جیسا کہ بعض لوگوں سے ایسا واقع ہوا ہے' ہم اللہ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔ (حاشیہ فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۲' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ کوئی دوسرا مرد صالح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا اور دونوں میں فرق عظیم ہے' لیکن شیخ بن باز کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ حصولِ برکت کے لیے بلانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے' کیونکہ خصوصیت تب ثابت ہوتی ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کو حصولِ برکت کے لیے بلانے سے منع کیا ہوتا اور جب آپ نے اس سے منع نہیں کیا تو شیخ بن باز کا از خود اس سے منع کر کے شریعت سازی کرنے کا کیا جواز ہے! نیز شیخ نے لکھا ہے کہ اس چیز کا دروازہ کھولنا غلو اور شرک کی طرف لے جاتا ہے' اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو حصولِ برکت کے لیے بلانا غلو اور شرک ہوگا۔ شیخ بن باز کو یہ معلوم نہیں کہ جو چیز شرک ہو' وہ سب کے ساتھ شرک ہوتی ہے' اگر کسی کو حصولِ برکت کے لیے گھر بلانا اور اس سے نماز پڑھوانا شرک ہو تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر بلانا اور آپ سے نماز پڑھوانا بھی شرک قرار پائے گا' اور کیا شیخ بن باز کو یہ معلوم نہیں کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو' اس کو غیر کے لیے کیا جائے تب وہ شرک ہوتا ہے جیسے سجدۂ عبودیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' سو اگر سجدۂ عبویت غیر اللہ کے لیے کیا جائے تو یہ شرک ہوگا' شیخ بن باز کسی مرد صالح کو گھر بلانے اور اس سے نماز پڑھوانے کو شرک قرار دے رہے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ گھر بلانا اور نماز پڑھوانا اللہ کے ساتھ خاص ہے' تبھی تو غیر اللہ کے لیے یہ کام شرک ہوگا' افسوس! ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی قدر و منزلت نہ کی!

یہ درست ہے کہ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہو' اس سے جو برکت حاصل ہوگی وہ بے مثل ہوگی' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے صالحین کسی جگہ نماز پڑھیں گے تو اس سے بالکل برکت حاصل نہیں ہوگی' لاریب ان کے نماز پڑھنے سے بھی اس جگہ برکت حاصل ہوگی' اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل شدہ برکت سے کم ہوگی' اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عمر کا حضرت عباس کے توسل سے دعا کرنا' شیخ ابن باز کے خلاف حجت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قحط پڑنے پر حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی اور کہا: ہم (پہلے) اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے تیری طرف توسل کرتے تھے' پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب بے شک ہم اپنے نبی کے محترم چچا سے تیری طرف توسل کر رہے ہیں' سو تو ہم پر بارش نازل فرما' پس ان پر بارش ہو جاتی تھی۔

(صحیح البخاری:۱۰۱۰)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس دعا کے بعد حضرت عمر نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عباس کا اس طرح لحاظ کرتے تھے' جس طرح اولاد اپنے والد کا لحاظ کرتی ہے' پس اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ' اس کے تھوڑی دیر بعد بارش ہوگئی۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اہل خیر و صلاح (یعنی صالحین) اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنی چاہیے۔ (یعنی ان کے وسیلہ سے دعا کرنی چاہیے۔ سعیدی غفرلہٗ) (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۷' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے بارش کی دعا کرتے تھے' اب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے آپ کے ساتھ کیا جاتا ہے' وہ دیگر صالحین کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے حالانکہ آپ میں اور دیگر صالحین میں بہت فرق ہے اور اس حدیث کی شرح میں بھی حافظ عسقلانی نے یہی لکھا ہے کہ صالحین اور اہل بیت نبوت کے توسل سے دعا کرنی چاہیے' بلکہ انہوں نے تو یہ لکھا ہے کہ صالحین اور اہل

بیت نبوت سے استشفاع کرنا چاہیے اور استشفاع کا معنی ہے: شفاعت طلب کرنا یعنی ان سے شفاعت طلب کرنی چاہیے اور یہ عبارت تو شیخ ابن باز اور ان کے ہم مشرب لوگوں پر زیادہ باعثِ قہر اور ان کے لیے زہرہ گداز ہے' اس کے باوجود یہاں فتح الباری کے حاشیہ میں شیخ ابن باز نے حافظ عسقلانی پر کوئی اعتراض نہیں کیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ عبارت صحیح ہے اور اس سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر اسی اسلوب پر دیگر صالحین سے حصولِ برکت کے لیے ان کو گھر بلانے اور ان سے نماز پڑھوانے میں شرک کا خطرہ کیوں ہے۔

شیخ عبد العزیز بن باز کا علماء سے استفادہ اور حصولِ برکت کو شرک کا سبب قرار دینا اور مصنف کا اس پر ردّ

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب امام یا عالم کسی کے گھر میں آئے تو اس محلہ کے لوگوں کو اس سے استفادہ کرنے کے لیے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس مجتمع ہونا چاہیے۔

(فتح الباری ج ا ص ۵۲۳ ' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ فتح الباری ج ۲ ص ۸۰ ' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس عبارت پر شیخ عبد العزیز بن باز نے فتح الباری کے حاشیہ پر یہ اعتراض لکھا ہے:

یہ عبارت غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر کے لیے اس سے منع کیا جائے گا تاکہ شرک تک پہنچانے کا ذریعہ بند ہو جائے' جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

شرک کی تعریف

یہ عبارت بھی ان ہی دلائل سے مردود ہے' جو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کرنا اور آپ سے برکت حاصل کرنا شرک نہیں تو علماء اور ائمہ سے استفادہ کرنا اور ان سے برکت حاصل کرنا شرک کیوں کر ہوگا' شرک تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مانا جائے یا اس کو عبادت کا مستحق قرار دیا جائے' اس کے سوا کوئی قول اور فعل شرک نہیں ہے' ان لوگوں نے شرک کو اس قدر عام اور ارزاں بنا دیا ہے کہ علماء اور ائمہ سے استفادہ کو بھی شرک قرار دے دیا ہے' ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شیخ ابن باز اور ان کے ہم مشرب اصحاب نے دورانِ تعلیم اپنے اساتذہ اور اپنے امام شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے سلسلہ کے علماء سے استفادہ نہیں کیا! ضرور انہوں نے اس سے استفادہ کیا ہے تو اپنی اس عبارت کے مطابق وہ خود مشرک ہو گئے اور کیا کبھی وہ اپنے اکابر علماء اور اساتذہ سے پڑھنے کے لیے نہیں گئے اور ضرور گئے ہیں تو وہ اپنے قاعدہ سے ضرور مشرک ہو گئے اور یہ ان پر دوسری کاری ضرب ہے۔

شیخ ابن باز نے اپنے دونوں اعتراضوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر سے برکت کے حصول کو شرک قرار دیا ہے۔ آیئے! اب دیکھتے ہیں کہ آیا احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر سے برکت کے حصول کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر میں احادیثِ صحیحہ سے برکت کا ثبوت اور ان سے برکت کا حصول

جب آیت تیمم نازل ہوئی تو حضرت اسید بن الحضیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر. اے آل ابوبکر! یہ آپ کی کوئی پہلی برکت تو نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴' صحیح مسلم: ۳۶۷)

قیامت تک کے مسلمانوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی اور ان کو تیمم کی سہولت مل گئی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان من الشجر لما برکته کبرکة المسلم. بعض درخت ایسے ہیں کہ ان کی برکت ضرور مسلمان کی برکت کی مثل ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۴۴)

اس سے مراد کھجور کا درخت تھا اور اس حدیث میں کھجور کے درخت اور عام مسلمان دونوں میں برکت کا ثبوت ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''صلوا فیھا فانھا برکة'' اس میں نماز پڑھو کیونکہ اس میں نماز پڑھنا برکت ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۸۴' سنن ترمذی: ۸۱' سنن ابن ماجہ: ۴۹۴)

یعنی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ کر برکت حاصل کرو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

البرکة فی نواصی الخیل. گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۵۱' صحیح مسلم: ۱۸۷۴)

یعنی گھوڑوں کو پال کر اور ان سے جہاد کر کے ان کی برکت حاصل کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی:

اللھم اجعل بالمدینة ضعفی ما جعلت بمکة من البرکة. (صحیح البخاری: ۱۸۸۵' صحیح مسلم: ۱۳۶۹) اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں رکھی ہیں' اس سے دوچند برکتیں مدینہ میں رکھ دے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

انما اخشی علیکم من بعدی ما یفتح علیکم من برکات الارض. (صحیح البخاری: ۲۸۴۲) مجھے تم پر صرف یہ خوف ہے کہ میرے بعد تم پر زمین کی برکتیں کھول دی جائیں گی۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن پردہ دار عورتوں کو اور حیض والی عورتوں کو گھروں سے نکالیں اور لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر پڑھیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا کریں ''ویرجون برکة ذالك الیوم'' اور اس دن کی برکت کی امید رکھیں۔ (صحیح البخاری: ۹۷۱)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

برکة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده. کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا کھانے کی برکت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۶۱_۱۸۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تسحروا فان فی السحور برکة. سحری کیا کرو کیونکہ سحری کرنے میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۲۳' صحیح مسلم: ۱۰۹۵)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی' کھجور کے درخت میں برکت ہے' عام مسلمانوں میں برکت ہے' بکریوں کے باڑے میں برکت ہے' گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے' مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ سے دگنی برکتیں ہیں' زمین

میں برکتیں ہیں' عید کے دن میں برکت ہے' کھانے کے اوّل و آخر ہاتھ دھونے میں برکت ہے' سحری کھانے میں برکت ہے' اور اگر کسی میں برکت نہیں ہے تو شیخ عبدالعزیز بن باز کے نزدیک صالحین میں برکت نہیں ہے اور ان سے برکت کے حصول کے لیے جانا یا ان کو بلانا شرک کی طرف لے جاتا ہے' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے بڑھ کر اولیاء اللہ سے عداوت اور کیا ہوگی! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

من عادٰی لی ولیّا فقد اذنته بالحرب. جو میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے' میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۲' صحیح ابن حبان: ۳۴۷' صفوۃ الصفوۃ لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۵' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۷۔ ج ۱ ص ۴۰۶ پر مذکور ہے۔ اس کی شرح میں ۲۵ مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔

۴۷ - بَابُ التَّيَمُّنِ فِيْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهٖ
مسجد وغیرہ میں دخول کے لیے دائیں طرف سے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انسان مسجد میں یا گھر میں داخل ہو تو دائیں طرف سے دخول کی ابتداء کرے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنٰى ' فَاِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرٰى.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دخول کے وقت دائیں پیر سے ابتداء کرتے اور خروج کے وقت بائیں پیر سے ابتداء کرتے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سنت سے یہ ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو دائیں پیر سے ابتداء کرو اور جب تم مسجد سے نکلو تو بائیں پیر سے ابتداء کرو۔ (المستدرک: ۷۹۱ جدید' المستدرک ج ۱ ص ۲۱۸ قدیم)

۴۲۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ' قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ مَسْرُوْقٍ ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ ' فِيْ شَاْنِهٖ كُلِّهٖ ' فِيْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث بن سلیم از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں تک ہو سکے اپنے ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء کو پسند کرتے تھے' وضو کرنے میں' کنگھی کرنے میں اور جوتی پہننے میں۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۲۳۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: وضوء اور غسل میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مسجد میں دائیں طرف سے داخل ہونا۔

۴۸ - بَابُ هَلْ تُنْبَشُ قُبُوْرُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ ' وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ؟
کیا زمانۂ جاہلیت کی قبروں کو کھودا جائے اور ان کی جگہ مسجدیں بنادی جائیں؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو مشرکین زمانۂ جاہلیت میں فوت ہو گئے ان کی قبروں کو کھود کر اس جگہ مسجدوں کو بنانا' جائز ہے۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ ' اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنالیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مرض میں فرمایا جس سے آپ صحت یاب نہیں ہوئے کہ اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو مساجد بنالیا۔ (صحیح البخاری:۱۳۹۰)

اس کے بعد یہ تعلیق ہے:

وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلٰوةِ فِي الْقُبُوْرِ. اور قبروں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ (صحیح مسلم:۹۷۲'سنن ابوداؤد:۳۲۲۹'سنن ترمذی:۱۰۵۰'سنن نسائی:۷۶۰)

وَرَاٰى عُمَرُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ الْقَبْرَ الْقَبْرَ وَلَمْ يَاْمُرْهُ بِالْاِعَادَةِ. اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ قبر کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں' تو انہوں نے کہا: قبر سے بچو' قبر سے بچو اور ان کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا کہ میں ایک قبر کی طرف نماز پڑھ رہا تھا' انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا: تمہارے آگے قبر ہے۔ (مصنف وکیع بن جراح)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ قبر کی طرف نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ندا کی: قبر سے بچو' قبر سے بچو۔ اس حدیث کو امام بخاری کے شیخ ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۵)

قبرستان میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد کے نزدیک قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے' خواہ قبر کھودی ہوئی ہو یا نہ ہو' خواہ اس کی نجاست ڈھکی ہوئی ہو یا نہ ہو' خواہ وہ قبر دوسری قبروں کے درمیان ہو یا وہ قبر منفرد ہو مثلاً کسی کمرے میں ہو' انہوں نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے کہ تمام روئے زمین مسجد ہے سوائے مقبرہ اور حمام کے۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ (تنزیہی) ہے اور امام شافعی نے کھودی ہوئی قبر اور اس کے غیر میں فرق کیا ہے' انہوں نے کہا: جب مردے کے گوشت اور اس سے نکلنے والی پیپ مٹی کے ساتھ مخلوط ہو تو پھر نجاست کی وجہ سے اس قبر کے پاس نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے قبرستان میں پاک جگہ پر نماز پڑھی ہے تو اس کی نماز جائز ہے' ابومصعب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے' جیسے جمہور کا قول ہے اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے خواہ مسلمانوں کا قبرستان ہو یا کافروں کا' ابن حزم نے حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابوہریرہ' حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے قبرستان میں نماز پڑھنے کی ممانعت نقل کی ہے اور تابعین میں سے ابراہیم نخعی' نافع بن جبیر بن مطعم' طاؤس' عمرو بن دینار اور خیثمہ سے ممانعت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ ہمارے علم میں اس میں صحابہ اور فقہاء تابعین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۲۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے

يَحْيٰى ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ وَ أُمَّ سَلَمَةَ ، ذَكَرَتَا كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ ، فِيهَا تَصَاوِيرُ ، فَذَكَرَتَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُولٰئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ ، بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ، وَصَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ ، فَأُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

[اطراف الحدیث: ۴۳۴-۱۳۴۱]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا کہ انہوں نے حبشہ میں ایک گرجا دیکھا جس میں تصاویر تھیں انہوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں' جب ان میں کوئی مرد صالح فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں اور وہاں پر یہ مجسمے رکھ دیتے ہیں' سو یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں۔

(صحیح مسلم: ۵۲۸' الرقم المسلسل: ۱۱۶۱' سنن نسائی: ۷۰۳' صحیح ابن حبان: ۳۱۸۱' سنن کبریٰ ج ۴ ص ۸۰' شرح السنۃ: ۵۰۹' مسند احمد ج ۶ ص ۵۱' طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۵۲۔ ج ۴۰ ص ۲۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۶۴۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی مرد صالح فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں اور وہاں پر یہ مجسمے رکھ دیتے ہیں' اس حدیث میں نصاریٰ کی مذمت کی گئی ہے۔

حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان صخر الاموی ہے' انہوں نے اپنے خاوند حضرت عبد اللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' وہ وہاں پر فوت ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ۶ ھ میں نکاح کر لیا' اور نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان کا مہر مقرر کیا تھا' پھر ان کو آپ کے پاس روانہ کر دیا تھا' یہ ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی تھی' یہ ۴۴ ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئی تھیں۔

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھی ذکر ہے' یہ بھی ام المؤمنین ہیں اور ان کا نام ھند بنت ابی امیہ المخزومیہ ہے' ان کے خاوند حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' جب یہ دونوں مدینہ لوٹ آئے تو ان کے خاوند فوت ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔

نبیوں کی قبروں کی عبادت کی ابتداء کیسے ہوئی اور کسی ممنوع کام کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

متقدمین نصاریٰ اپنے مرد صالح کی قبر پر اس کا مجسمہ بنا کر اس لیے رکھتے تھے تاکہ اس مرد صالح کی صورت دیکھ کر وہ مانوس ہوں اور اس کے نیک اعمال کو یاد کریں اور اس کی عبادت کی طرح خود بھی عبادت کرنے کی کوشش کریں اور ایسے نیک بندوں کی قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' پھر جب کافی زمانہ گزر گیا اور ان کے بعد متاخرین آئے تو وہ قبروں پر ان مجسموں کی اغراض سے ناواقف تھے اور شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان کے آباء و اجداد ان مجسموں کی عبادت کرتے تھے تو انہوں نے ان

مجسموں کی تعظیم کی اور ان کی عبادت کرنی شروع کر دی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے کاموں سے ڈرایا اور ان کاموں کو سختی سے منع کیا اور ان کاموں پر عذاب کی وعید سنائی اور غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کر دیا اور فرمایا: اس قوم پر اللہ کا شدید غضب نازل ہو جو اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتی ہے' پس تم قبروں کو مساجد نہ بناؤ۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب السفر: ۸۵) یعنی میں تم کو اس کام سے منع کرتا ہوں اور فرمایا: اللہ (عزوجل) یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنالیا (صحیح مسلم: ۵۳۲) اور فرمایا: اے اللہ! میری قبر کو بُت نہ بنا' جس کی عبادت کی جائے۔ (تنویر الحوالک ص ۱۸۹' موطأ امام مالک' کتاب السفر: ۸۵) اسی وجہ سے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر آپ کی عبادت کا ذریعہ قطع کرنے میں بہت مبالغہ کیا اور آپ کی قبر کی دیواروں کو بہت اونچا کر دیا اور ان میں داخلہ کو مسدود کر دیا' پھر ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں آپ کی قبر کو قبلہ نہ بنالیا جائے تو انہوں نے قبر کے دو رکنوں پر دو دیواریں بنادیں' حتیٰ کہ کسی شخص کے لیے نماز میں عین قبر کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہوا' اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کو ظاہر کر دیا جاتا۔ (المفہم ج ۲ ص ۱۲۸' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

قبروں کی عبادت اور ان پر مجسمے رکھنے کی ممانعت اور صالحین کی قبروں کے قرب اور جوار میں مسجد بنانے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں قبروں پر مساجد بنانے اور ان کے مجسمے رکھنے کی ممانعت ہے اور اس سے اس لیے منع کیا گیا ہے تاکہ قبروں کو اور مجسموں کو معبود نہ بنالیا جائے۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس سے اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ غیر اللہ کی عبادت کرنے کا ذریعہ ختم ہو جائے کیونکہ ان لوگوں کا زمانہ بت پرستی کے زمانے کے قریب تھا اور وہ لوگ مجسموں کو معبود بناتے تھے اسی وجہ سے حضرت عمر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو قبر کی طرف نماز پڑھنے سے منع کیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۹)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جان دار کی تصویر بنانا حرام ہے خصوصاً نیک آدمی کی' اور قبر پر عبادت کرنا منع ہے۔

علامہ البیضاوی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ قبر کو برابر کر کے اس کے اوپر مسجد بنادی جائے اور اس کے اوپر نماز پڑھی جائے' اور انہوں نے کہا: یہ مکروہ ہے کہ اس کے پاس مسجد بنائی جائے اور اس میں قبر کی طرف نماز پڑھی جائے' لیکن وہ مقبرہ جس کا نشان مٹ چکا ہو' جب اس میں مسجد بنائی جائے تاکہ اس میں نماز پڑھی جائے تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کیونکہ مقابر وقف ہیں اسی طرح مسجد بھی وقف ہے اور ان کا معنی واحد ہے۔ (یہ فقہاء مالکیہ کا مذہب ہے' فقہاء احناف کے نزدیک مسلمانوں کا قبرستان خواہ پرانا ہو اور اس کے آثار مٹ چکے ہوں' اس پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے اور نہ ایک وقف کو دوسرے وقف سے تبدیل کرنا جائز ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ چونکہ یہود اور نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو ان کی تعظیم کی وجہ سے سجدہ کرتے تھے اور ان کی قبروں کو اپنی نمازوں کا قبلہ بناتے تھے اور ان قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے ان قبروں کو بُت بنالیا تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کیا۔

رہا وہ جس نے کسی نیک شخص کے قرب میں مسجد بنائی اور اس کے قرب سے حصولِ برکت کا قصد کیا نہ کہ اس کی تعظیم کا اور نہ اس کی طرف توجہ کا ارادہ کیا تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۸۔ ۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۸۳۔ ج ۲ ص ۴۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) تصاویر کا حکم (۲) وڈیو' ٹی۔وی اور سینما (۳) جوارِ قبر میں مسجد (۴) ایک اشکال کا جواب۔

* صالحین کی قبروں کے قرب میں مسجد بنانے پر مفصل بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۷-۸۲ میں مذکور ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۲۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ، فَنَزَلَ اَعْلَی الْمَدِیْنَۃِ فِیْ حَیٍّ یُقَالُ لَھُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، فَاَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْھِمْ اَرْبَعَ عَشْرَۃَ لَیْلَۃً، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی بَنِی النَّجَّارِ، فَجَاءُوْا مُتَقَلِّدِی السُّیُوْفِ، کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ، وَاَبُوْ بَکْرٍ رِدْفُہٗ، وَمَلَاُ بَنِی النَّجَّارِ حَوْلَہٗ، حَتّٰی اَلْقٰی بِفِنَاءِ اَبِیْ اَیُّوْبَ، وَکَانَ یُحِبُّ اَنْ یُّصَلِّیَ حَیْثُ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ، وَیُصَلِّیْ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَاَنَّہٗ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَاَرْسَلَ اِلٰی مَلَاٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ، فَقَالَ یَا بَنِی النَّجَّارِ، ثَامِنُوْنِیْ بِحَائِطِکُمْ ھٰذَا. قَالُوْا لَا وَاللّٰہِ، لَا نَطْلُبُ ثَمَنَہٗ اِلَّا اِلَی اللّٰہِ، فَقَالَ اَنَسٌ فَکَانَ فِیْہِ مَا اَقُوْلُ لَکُمْ، قُبُوْرُ الْمُشْرِکِیْنَ، وَفِیْہِ خِرَبٌ، وَفِیْہِ نَخْلٌ، فَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِکِیْنَ فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخِرَبِ فَسُوِّیَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَۃَ الْمَسْجِدِ، وَجَعَلُوْا عِضَادَتَیْہِ الْحِجَارَۃَ، وَجَعَلُوْا یَنْقُلُوْنَ الصَّخْرَ وَھُمْ یَرْتَجِزُوْنَ، وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَھُمْ، وَھُوَ یَقُوْلُ:

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَہْ
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَہْ

[اطراف الحدیث: ۱۸۶۸-۲۱۰۶-۲۷۷۱-۲۷۷۹-۳۹۳۲]

(صحیح مسلم: ۵۲۴' الرقم المسلسل: ۱۱۵۳' سنن ابوداؤد: ۴۵۳' سنن ترمذی: ۳۵۰' سنن نسائی: ۷۰۱' سنن ابن ماجہ: ۷۴۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۸۵' مسند ابویعلیٰ: ۴۱۸۰' صحیح ابن خزیمہ: ۷۸۸' صحیح ابن حبان: ۲۳۲۸' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۸۴-۸۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۸' شرح السنۃ: ۴۷۶۵' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۰۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور مدینہ کی بلند جگہ میں ایک قبیلہ میں ٹھہرے' جن کو بنو عمرو بن عوف کہا جاتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں چودہ راتیں قیام کیا' پھر آپ نے بنوالنجار کو بلایا' پس وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے' گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور بنو النجار کی جماعت آپ کے اردگرد ہے حتیٰ کہ آپ کی سواری حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر کے صحن میں ٹھہر گئی اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ جس جگہ نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھ لیں اور آپ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے اور بے شک آپ نے مسجد بنانے کا حکم دیا' پھر آپ نے بنوالنجار کی جماعت کی طرف پیغام بھیجا' پس آپ نے فرمایا: اے بنوالنجار! مجھے اپنا یہ باغ قیمتاً دے دو' انہوں نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے لیں گے' حضرت انس نے کہا: اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں تم کو بتاتا ہوں' اس میں مشرکین کی قبریں تھیں اور اس میں کھنڈرات تھے' اور اس میں کھجور کے درخت تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبروں کو کھودا جائے' سو ان کو کھودا گیا' پھر آپ نے حکم دیا کہ کھنڈرات کو ہموار کیا جائے' سو ان کو ہموار کیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا گیا' سو ان کو کاٹ دیا گیا اور مسجد کے قبلہ کی طرف ان درختوں کی قطار لگا دی گئی اور اس کے دو ستون پتھروں کے بنا دیئے' وہ پتھروں کو اٹھا کر لا رہے تھے اور رجز پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے اور آپ فرما رہے تھے:

اے اللہ! آخرت کی بھلائی کے سوا اور کوئی بھلائی نہیں ہے
پس تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے

اس حدیث کے چار رجال ہیں: (۱) مسدد بن مسرھد (۲) عبدالوارث بن سعید التیمی (۳) ابوالتیاح یزید بن حمید الضبعی (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ص ۲۵۸)

مدینہ منورہ آنے کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے لکھا ہے کہ تواتر سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا میں ۸ ربیع الاوّل کو پیر کے دن آئے تھے اور الخوارزمی نے لکھا ہے: اس وقت آپ کی عمر ترپن (۵۳) سال تھی۔ طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۴ ربیع الاوّل کو پیر کی شب غار سے نکلے تھے اور ایک قول ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو غار سے نکلے تھے اور حضرت کلثوم بن ہدم کے پاس ٹھہرے تھے اور ہمارے نزدیک یہی ثابت ہے' اور حضرت جابر سے منقول ہے کہ جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے ایک اونٹ ذبح کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ص ۲۶۲)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنوالنجار سے باغ خریدنا

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالنجار سے فرمایا: مجھے اپنا یہ باغ قیمتاً دے دو' انہوں نے کہا: نہیں! ہم اس باغ کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے' اس کا معنی یہ ہے کہ ہم آپ سے اس کی قیمت طلب نہیں کریں گے بلکہ ہم آپ کو یہ باغ بلامعاوضہ دیں گے اور اس کی قیمت یعنی اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں گے' امام محمد بن سعد نے الواقدی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ باغ دس دینار میں خرید لیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی قیمت ادا کی تھی۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

یہ باغ سہل اور سہیل نام کے دو یتیم لڑکوں کا تھا۔ (وفاء الوفاء ج ۱ص ۳۲۳) اور اس کی قیمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱ص ۲۴۰۔۲۳۹) اگر یہ روایت صحیح ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باغ کو بغیر قیمت کے قبول نہیں فرمایا تھا کیونکہ یہ باغ دو یتیم لڑکوں کا تھا' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس دیہات یا بستی میں رہائش ہو' وہاں جمعہ قائم کرنے کے لیے شعائر اسلام کے اظہار کے لیے مسجد بنانا جائز ہے۔ (فقہاء احناف کے نزدیک یہ ابتداء کا واقعہ ہے' بعد میں جمعہ کے لیے شہر کا ہونا شرط قرار دیا گیا' جیسا کہ اپنے مقام پر یہ بحث آئے گی۔ سعیدی غفرلہٗ)

ضرورت کی بناء پر مشرکین کی قبروں کو کھودنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مشرکین کی قبروں کو کھودا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان قبروں کو کھودنا اور ان کے مردوں کو قبروں سے نکالنا کس طرح جائز تھا' اور قبر مردے کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور اس میں مردہ کو محفوظ کیا جاتا ہے' اسی وجہ سے قبر کو بیچنا اور اس قبر سے مردہ کو منتقل کرنا' ناجائز ہوتا ہے' تو اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ کہ جس زمین میں ان مشرکین کو دفن کیا گیا تھا وہ ان کی ملکیت نہ تھی' بلکہ وہ زمین غصب شدہ تھی' دوسرا جواب یہ ہے کہ قبر میں مردہ کا محفوظ ہونا وغیرہ یہ مسلمان کی قبر کے احکام میں سے ہے کیونکہ مسلمانوں کو قبروں میں دفن کرنا عبادات کے قبیل سے ہے اور کفار اور مشرکین کا قبروں میں مدفون ہونا از قبیل عبادات نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ضرورت کی وجہ سے ان کی قبروں کو کھودنا جائز ہے' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتایا کہ ابورغال کی قبر میں اس کے ساتھ سونا مدفون ہے تو صحابہ نے اس کی قبر کو کھود کر وہ سونا نکال لیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رجز پڑھنا' آپ سے تعلیم شعر کی نفی کے خلاف نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ رجز پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ رجز پڑھ رہے تھے۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا رجز بھی شعر کی اقسام سے ہے یا نہیں؟ اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی شعر کی قسم سے ہے کیونکہ شعر اس کلام موزون کو کہتے ہیں جس میں قافیہ کی رعایت کی جائے اور رجز بھی اسی طرح سے ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ رجز اس لیے شعر نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے رجز پڑھا ہے اگر رجز شعر ہو تو لازم آئے گا کہ نبی ﷺ کو شعر کا علم تھا حالانکہ قرآن مجید میں ہے: ''وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ'' (یٰس:۶۹) ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھایا۔ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ جو ایک یا دو شعر پڑھ لے اس پر شاعر کا اطلاق کیا جاتا ہے نہ ہی یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو شعر کا علم ہے۔

مصنف کے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اہل عرب اس کلام کو شعر کہتے تھے جس میں خیال آرائی اور مبالغہ اور جھوٹ ہو اس وجہ سے وہ قرآن مجید کو شعر اور نبی ﷺ کو شاعر کہتے تھے کہ جنت دوزخ حور اور غلمان وغیرہ یہ سب خیال آفرینی اور مبالغہ آرائی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ ہم نے اپنے نبی کو شعر نہیں سکھایا یعنی خیال آفرینی اور جھوٹ کی تعلیم نہیں دی ورنہ کلام موزون کے اعتبار سے تو قرآن مجید کی بہت سورتوں میں کلام موزون اور کلام منظوم ہے (مثلاً سورۃ الکوثر کو دیکھ لیں) تو اگر کلام موزون پر شعر ہونے کا مدار ہے تو قرآن مجید کی بہت سی سورتیں شعر قرار پائیں گی۔

سماع پر علامہ قرطبی کا تبصرہ

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں: نبی ﷺ نے جو رجز یہ کلام پڑھا ہے اس سے صوفیہ نے سماع کی اباحت پر استدلال کیا ہے لیکن انہوں نے اس میں افراط کیا ہے اور حد جواز سے تجاوز کیا ہے اور آلاتِ موسیقی جو حرام ہیں ان کو مباح کہا ہے اور رقص کرنے کو بھی جائز کہا ہے اور یہ مجنونوں باطل پرستوں اور فساق کے افعال ہیں اور یہ لوگ شریعت میں ان چیزوں کو داخل کر دیتے ہیں جو شریعت میں داخل نہیں ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور احسان سے ہمیں ان کاموں سے محفوظ اور مامون رکھے۔ (آمین)

(المفہم ج ۲ ص ۱۲۴۔۱۲۱ ملخصاً دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

شیخ عبدالعزیز بن باز کا اولیاء اللہ کے مولد کے نزدیک مسجد بنانے پر اعتراض اور مصنف کے جوابات

اس حدیث کی شرح میں حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ نے بھی لکھا ہے:

البیضاوی نے کہا ہے کہ جب یہود اور نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی قبروں کو اپنی نمازوں کا قبلہ قرار دیتے تھے اور ان کی قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے ان کی قبروں کو بت بنا لیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا لیکن جن لوگوں نے صالحین کی قبر کے جوار اور قرب میں مسجد بنائی اور ان کے قرب سے حصولِ برکت کا قصد کیا نہ کہ ان کی تعظیم کا اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۵ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ فتح الباری ج ۲ ص ۸۲ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

اس عبارت کا غلط ہونا واضح ہے صحیح یہ ہے کہ یہ حرام ہے اور یہ بھی ان احادیث کے تحت داخل ہے جن میں قبروں کو مسجد بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (حاشیہ عبدالعزیز بن باز فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۵ مطبوعہ لاہور)

میں کہتا ہوں کہ شیخ عبدالعزیز بن باز نے جو لکھا ہے وہ صراحۃً اور بداہۃً غلط ہے قبر پر مسجد بنانے کا معنی یہ ہے جیسا کہ علامہ عینی نے علامہ البیضاوی سے نقل کیا ہے کہ قبر کو ہموار کر کے اس کے اوپر مسجد بنائی جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت) اور یہ ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس کو جائز کہا ہے وہ یہ ہے کہ کسی

مردِ صالح اور ولی اللہ کے قرب میں مسجد بنائی جائے اور نماز میں اس کی تعظیم کا قصد کیا جائے' نہ اس کی طرف منہ کیا جائے اور حدیث میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔ حدیث میں اس بات کی ممانعت ہے کہ قبر کی طرف منہ کر کے صاحب قبر کی تعظیم کے قصد سے نماز پڑھی جائے اور اس کی ممانعت نہیں ہے کہ نہ صاحب قبر کی طرف منہ کیا جائے اور نہ اس کی تعظیم کے قصد سے نماز پڑھی جائے۔ کیا شیخ عبدالعزیز بن باز کے نزدیک ان دونوں باتوں میں فرق نہیں ہے! قبر کی طرف منہ کرنے اور نہ کرنے' یعنی اثبات اور نفی میں کوئی فرق نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف قبر والے کی تعظیم کے قصد سے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور قبر والے کی تعظیم کے قصد کے بغیر اس کی قبر کی طرف منہ کیے بغیر اس کے نزدیک بنی ہوئی مسجد میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا' پھر شیخ عبدالعزیز بن باز نے اس کی ممانعت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کیوں کی ہے اور جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمائی' اس بات کی آپ کی طرف نسبت کرتے وقت انہیں درج ذیل حدیثوں کی وعید میں داخل ہونے کا کوئی خوف اور خطرہ نہیں تھا کہ

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ پر وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۹' مسند احمد: ۱۶۵۲۰۔ ج ۲ ص ۵۰۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ نہ باندھو' پس جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ دوزخ میں داخل ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۶' مقدمہ صحیح مسلم: ۲' سنن ترمذی: ۲۶۶۰' ۳۱۷۵' سنن ابن ماجہ: ۳۱' مسند احمد ج ۱ ص ۸۳)

* باب مذکور کی حدیث کی شرح' شرح صحیح مسلم: ۱۰۷۵۔ ج ۲ ص ۶۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) مساجد بنانے کی ذمہ داری (۲) پھل دار درختوں کا کاٹنا (۳) قبور مشرکین پر مسجد بنانا (۴) رجز کی تعریف (۵) حضور کی شعر گوئی۔

٤٩ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ — بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا

اس باب کے عنوان میں اور حدیث میں "مرابض" کا لفظ ہے' اس کا مادہ "رَبَضَ" ہے' اس کا معنی ہے: کسی جگہ ٹھہرنا اور "مربض" بکریوں کے باڑے کو کہتے ہیں۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ اس باب کی حدیث میں بھی یہ ذکر تھا کہ جس جگہ نماز کا وقت آتا تھا' آپ وہیں نماز پڑھ لیتے تھے' حتیٰ کہ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے' اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ مسجد بنانے سے پہلے آپ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

٤٢٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ اَبِی التَّيَّاحِ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ' ثُمَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ كَانَ يُصَلِّیْ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ' قَبْلَ اَنْ يُّبْنَی الْمَسْجِدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے' پھر میں نے ان سے یہ سنا کہ آپ مسجد بنانے سے پہلے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: اونٹوں' جانوروں اور بکریوں کے پیشاب اور ان کے باڑے کا حکم۔

٥٠ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِیْ مَوَاضِعِ الْاِبِلِ — اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا

اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور بعض منع کرتے ہیں۔ مانعین

کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز نہ پڑھو۔ (سنن ترمذی: ۳۴۸ مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱)

صحیح البخاری: ۲۳۴ کی شرح میں ہم نے اس کی زیادہ تفصیل لکھی ہے۔

جواز کے متعلق امام بخاری کی درج ذیل روایت ہے:

۴۳۰ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّي اِلٰى بَعِيْرِهٖ، وَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ. [طرف الحدیث: ۵۰۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن حیان نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اونٹ کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۰۲ الرقم المسلسل: ۱۰۹۷ سنن ابوداؤد: ۶۹۲ سنن ترمذی: ۳۵۲ المعجم الکبیر: ۱۳۴۰۴ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۸۳ مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم مسند احمد: ۴۴۶۸۔ ج ۸ ص ۴۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صدقہ بن الفضل ابوالفضل المروزی یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سلیمان بن حیان ابو خالد الاحمر الازدی الجعفری الکوفی الامام ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب یہ فضل اور عبادت میں اہل مدینہ کے اکابر میں سے تھے ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) نافع حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۶۹)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: اونٹوں کی جگہ پر نماز پڑھنا اور حدیث میں ہے: سواری کی طرف نماز پڑھنا۔

سواری کو سُترہ بنانے کا جواز

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سواری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے علامہ ابن التین نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ گھوڑوں اور گدھوں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ ان کا پیشاب نجس ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اونٹ کے قریب نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر آدمی نماز میں اونٹ اور سواری کو سُترہ بنائے تو یہ جائز ہے اور امام ترمذی نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور علامہ ابن عبد البر نے الاستذکار میں لکھا ہے کہ سواری کو سُترہ بنانے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے: جس نے اونٹ کی طرف نماز پڑھنے سے منع کیا وہ باطل ہے۔

۵۱ - بَابُ مَنْ صَلّٰى وَقُدَّامَهٗ تَنُّوْرٌ اَوْ نَارٌ اَوْ شَيْءٌ مِّمَّا يُعْبَدُ فَاَرَادَ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى

جس نے تنور یا آگ یا کسی ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھی جس کی عبادت کی جاتی تھی اور اس کا ارادہ اخلاص سے اللہ کی عبادت کرنا تھا

امام بخاری نے اس عنوان کو مبہم رکھا ہے اور یہ واضح نہیں کیا کہ آیا اس کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ لیکن اس باب کے تحت انہوں نے جو احادیث وارد کی ہیں' ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کی نماز مکروہ نہیں ہے' پھر امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

وَقَالَ الزُّهْرِیُّ اَخْبَرَنِی اَنَسٌ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ النَّارُ وَاَنَا اُصَلِّی.

اور الزہری نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھ پر آگ پیش کی گئی اور میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو صحیح البخاری: ٥٤٠ میں موصولاً روایت کیا ہے اور اس باب کا عنوان ہے: زوال کے نزدیک ظہر کا وقت۔

٤٣١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ' عَنْ مَالِكٍ ' عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ قَالَ اُرِيْتُ النَّارَ ' فَلَمْ اَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ اَفْظَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہ سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھی' پھر آپ نے فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی اور میں نے آج کی طرح قبیح منظر ہرگز نہیں دیکھا۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۵ ۳۲۵ 'مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲٦ھ)

''کسوف' خسوف'' اور ''افظع'' کا معنی

اس حدیث میں ''انخسفت'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''خسوف'' ہے' اس کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا اور ''کسوف'' کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور مجازاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے۔ سورج اور چاند گہن کی نمازوں کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے باب میں آئے گی۔

اس حدیث میں ''افظع'' کا لفظ ہے۔ ''فظیع'' کا معنی ہے: شنیع اور قبیح۔

سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنے کا استحباب' جنت اور دوزخ کا مخلوق ہونا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زمین سے دوزخ کو دیکھنا اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنا مستحب ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ کو پیدا کیا جا چکا ہے' معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ابھی جنت اور دوزخ کی کوئی ضرورت نہیں ہے' جب جزاء اور سزا کا مرحلہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو فوراً پیدا کر دے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ چونکہ قرآن اور حدیث سے ان کا وجود ثابت ہے' اس لیے ان کے مخلوق ہونے پر ہمارا ایمان ہے اور ان کی تخلیق کی بہت حکمتیں ہیں' ان میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ دونوں دکھائی گئیں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے دوزخ کا مشاہدہ کیا' بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور دوزخ کے درمیان حجابات کو اٹھا دیا اور آپ نے اپنی آنکھوں سے دوزخ کو دیکھ لیا' جس طرح آپ کے اور مسجد اقصیٰ کے درمیان حجابات کو اٹھا دیا گیا تھا اور آپ نے مکہ میں رہتے ہوئے مسجد اقصیٰ کو دیکھ لیا تھا۔

اور اس حدیث میں امام بخاری کے قائم کردہ عنوان پر دلیل ہے کہ جب نمازی کے سامنے آگ ہو اور وہ اخلاص سے اللہ کے لیے نماز پڑھ رہا ہو تو اس کی نماز میں کوئی حرج نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۱۹۔ ج ۱ ص ۱۳۱۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۲ - بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلٰوةِ فِي الْمَقَابِرِ — قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے' بابِ سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت نفی اور اثبات میں ہے۔ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ آگ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۴۳۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا فِي بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا۔ [طرف الحدیث: ۱۱۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اپنے گھروں میں بھی اپنی نمازوں کا حصہ رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

(صحیح مسلم: ۷۷۷' الرقم المسلسل: ۱۷۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۸۔ ۱۰۴۳' سنن نسائی: ۱۵۹۷' سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۱۱۔ ج ۸ ص ۱۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کا باب کے مطابق نہ ہونا

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت' اور اس عنوان کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے' وہ اس عنوان کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے گھروں میں اس طرح نہ رہو' جس طرح مردے قبروں میں رہتے ہیں' کیونکہ مردوں کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ مکلف نہیں رہتے' اسی لیے آپ نے فرمایا ہے: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ' یعنی یوں نہ کرو کہ جس طرح مردے قبروں میں نماز نہیں پڑھتے' تم بھی اپنے گھروں میں نماز نہ پڑھو' اور اس حدیث میں اس کا بیان نہیں ہے کہ تم قبرستان میں نماز پڑھو یا نہ پڑھو۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ گھروں میں مُردوں کو دفن نہ کرو' کیونکہ اگر ہمیشہ مُردوں کو گھروں میں دفن کیا جائے گا تو گھر قبرستان بن جائیں گے اور پھر گھروں میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا' صحیح مسلم کی حدیث میں اس کی صراحت ہے' آپ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ گھروں میں مردوں کو دفن نہ کرو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر لفظ اس معنی پر دلالت نہیں کرتے' بلکہ جس معنی پر اس حدیث کے ظاہر لفظ دلالت کرتے ہیں' وہ یہ ہے کہ تم اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح نماز سے خالی نہ رکھو' کیونکہ قبرستان عبادت کی جگہ نہیں ہے' اسی وجہ سے بعض فقہاء نے قبرستان میں نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قبرستان میں نماز کی ممانعت کے متعلق احادیث

قبرستان میں نماز کی کراہت پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (۱) بیت الخلاء (۲) کمیلا (ذبح خانہ) (۳) مقبرہ (۴) عام راستہ (۵) حمام (۶) اونٹوں کا اصطبل (۷) بیت اللہ کی چھت کے اوپر۔

(سنن ترمذی: ۳۴۶ 'سنن ابن ماجہ: ۷۴۶-۷۴۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حمام اور مقبرہ کے سوا تمام روئے زمین مسجد ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۲ 'سنن ترمذی: ۳۱۷ 'سنن ابن ماجہ: ۷۴۵ 'مسند احمد ج ۳ ص ۸۳)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۷۔ ج ۲ ص ۵۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: گھر میں نوافل کی فضیلت۔

۵۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِيْ مَوَاضِعِ الْخَسْفِ وَالْعَذَابِ

جس جگہ دھنسایا گیا ہو اور عذاب کی جگہ نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جس جگہ دھنسایا گیا ہو یا عذاب دیا گیا ہو' وہاں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے' امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا کہ آیا اس جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے یا ناجائز ہے' لیکن جو احادیث ذکر کی ہیں' ان سے پتا چلتا ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے' اس عنوان میں اور اس باب کی حدیث میں ''خسف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: زمین میں دھنسنا۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَرِهَ الصَّلٰوةَ بِخَسْفِ بَابِلَ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بابل کی دھنسی ہوئی جگہ میں نماز کو مکروہ قرار دیا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث ہیں۔

حجر بن عنبس الحضرمی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ النہروان کی طرف نکلے' حتیٰ کہ جب ہم بابل پر پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت آ گیا' ہم نے کہا: ''الصلوٰۃ'' (نماز پڑھیے) آپ خاموش رہے' ہم نے پھر کہا: ''الصلوٰۃ'' آپ خاموش رہے' جب آپ اس جگہ سے نکل گئے تو آپ نے نماز پڑھی' پھر آپ نے فرمایا: میں اس جگہ نماز نہیں پڑھ سکتا تھا جس کو تین بار زمین میں دھنسایا گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۵۔ ج ۲ ص ۱۵۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عبداللہ بن ابی المحل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جگہ نماز پڑھنے کو مکروہ کہتے تھے جسے دھنسایا گیا ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۶)

ابن ابی المحل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بابل کی جانب سے گزرے تو آپ نے وہاں نماز نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۷)

بابل کا معنی اور سترہ جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت

ابوعبید البکری نے کہا ہے کہ بابل عراق کا شہر ہے' جہاں جادو مشہور تھا۔

الجوہری نے کہا ہے کہ بابل عراق کی ایک جگہ کا نام ہے' جہاں جادو اور خمر (شراب) کو منسوب کیا جاتا ہے۔

بعض مقامات پر احادیث میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (۱) بیت الخلاء (۲) مذبح (۳) مقبرہ (۴) شارع عام (۵) حمام (۶) اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ (۷) بیت اللہ کی چھت پر۔ (سنن ترمذی: ۳۱۷)

قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے کہ جن جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے' وہ تیرہ جگہیں ہیں' سات یہ ہیں اور چھ اور ہیں:

(۱) تمہارے سامنے بیت الخلاء کی دیوار ہو جس پر نجاست ہو (۲) گرجا (۳) یہودیوں کی عبادت گاہ (۴) تمہارے سامنے قبلہ کی جانب مجسمے یا تصویریں ہوں (۵) دارالعذاب (۶) غصب شدہ زمین۔ بعض دیگر فقہاء نے ان جگہوں کا بھی اضافہ کیا ہے:

(۱) سوئے ہوئے شخص کی طرف منہ کر کے (۲) باتیں کرنے والے کی طرف منہ کر کے (۳) مسجد ضرار میں نماز پڑھنا (۴) جن پر کفر کا فتویٰ ہے ان کی مسجد میں نماز پڑھنا' پس سب ملا کر سترہ جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۰-۲۷۹ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۳۳ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ لَا يُصِيْبُكُمْ مَا اَصَابَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان عذاب شدہ لوگوں کے پاس سے صرف روتے ہوئے گزرنا' پس اگر تم روتے ہوئے نہ گزر سکو تو ان کے پاس داخل نہ ہونا کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۳۳۸۰-۳۳۸۱-۴۴۱۹-۴۴۲۰-۴۷۰۲]

(صحیح مسلم: ۲۹۸۰' الرقم المسلسل: ۷۳۵۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۷۴' مسند الحمیدی: ۶۵۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۱' صحیح ابن حبان: ۶۲۰۱-۶۲۰۰' شرح السنۃ: ۴۱۶۶' المعجم الکبیر: ۱۳۶۵۴' مسند احمد ج ۲ ص ۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۶۱-ج ۸ ص ۱۶۸-۱۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت

یہ حدیث حضرت علی کے اثر کے مطابق ہے' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف جاتے ہوئے مقام حجر سے گزرے جہاں قوم ثمود کے مکانات تھے تو آپ اس جگہ نہیں ٹھہرے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بابل کی دھنسی ہوئی جگہ پر پہنچے تو وہاں نہیں ٹھہرے اس اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر بھی باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

وادیٔ ثمود میں رو کر گزرنے کی توجیہ اور غیر مقلدین کے نظریہ کا باطل ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس جگہ سے روئے بغیر گزرنے کی ممانعت بدشگونی کی وجہ سے ہے کیونکہ اس جگہ کے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ۝ (ابراہیم: ۴۵)

اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب واضح ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہیں سمجھانے کے لیے کئی مثالیں بیان کر دی تھیں۝

پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر غضب نازل فرمایا' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سے بھی بدشگونی لی' جس جگہ آپ اور آپ کے صحابہ سوتے رہ گئے تھے اور سورج طلوع ہو گیا تھا' آپ نے اس جگہ قضاء نماز نہیں پڑھائی اور اس سے آگے جا کر قضاء نماز پڑھائی

اورفرمایا: اس جگہ شیطان کا اثر ہے' سو جس جگہ کسی قوم پر عذاب نازل کر کے اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا ہو وہاں نماز نہ پڑھنا زیادہ لائق ہے' مگر اس جگہ سے روتے ہوئے گزرنے کو آپ نے مباح کر دیا ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ نماز میں رونا' گڑگڑانا اور اللہ سے ڈرنا مطلوب ہوتا ہے' اور اگر یہاں بغیر روتے ہوئے نماز پڑھی تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ جس نے ثمود کے شہر مقام حجر میں سہواً بغیر روئے نماز پڑھی' اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور جس نے عمداً ایسا کیا تو اس کی نماز باطل ہے' اسی طرح اس شخص کا حکم ہے' جس نے مسجد ضرار میں نماز پڑھی' ان لوگوں کا یہ قول ساقط الاعتبار ہے' اگر ان کے نزدیک عمداً رونے کو ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو پھر سہواً رونے کو ترک کرنے سے سجدہ سہو سے نماز کیسے مکمل ہو جاتی ہے کیونکہ فقہاء کے نزدیک فرائض کے ترک کی سجدہ سہو سے تلافی نہیں ہوتی۔

عذاب کی جگہوں سے بغیر روئے گزرنے سے عذاب کی وجہ خود نبی ﷺ نے بیان فرمادی ہے' آپ نے فرمایا: کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جو ان پر آیا تھا' اور اس حدیث میں کوئی ایسی بات مذکور نہیں ہے کہ جو وہاں بغیر روئے نماز پڑھے گا اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس حدیث میں صرف نزولِ عذاب کے خوف کا ذکر ہے اور ان لوگوں نے مسجد ضرار میں نماز پڑھنے کو بھی مواضع عذاب کے ساتھ لاحق کر دیا ہے اور اس کا اس حدیث میں ذکر نہیں ہے' یہ صرف ان لوگوں کا قیاس فاسد ہے حالانکہ یہ لوگ قیاس کے قائل نہیں ہیں اور یہ بھی تناقض ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۷۰ ا' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

''الحجر'' کا مصداق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان عذاب شدہ لوگوں کے پاس سے صرف روتے ہوئے گزرنا۔

یعنی اصحاب الحجر کے گھروں کے پاس سے' یہ قوم ثمود کے گھر تھے اور یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھے' الحجر شام اور حجاز کے درمیان ایک شہر ہے' قتادہ نے کہا: الحجر اس وادی کا نام ہے' جہاں یہ رہتے تھے' الزہری نے کہا: یہ ان کے شہر کا نام ہے۔

وادئ ثمود اور وادئ محسر سے جلدی جلدی گزرنے کی توجیہ

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان لوگوں کے گھروں میں ان کے بعد کوئی نہیں رہتا تھا' کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص وہاں ساری عمر روتا رہے اور رسول اللہ ﷺ نے بغیر روئے ان کے گھروں میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے' اور اس حدیث میں وہاں ٹھہرنے اور اس جگہ کو وطن بنانے سے آپ نے منع فرمایا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان عذاب یافتہ لوگوں کے شہر سے جلد از جلد گزرنا چاہیے' جس طرح رسول اللہ ﷺ وادئ مُحَسّر سے جلدی جلدی گزرے تھے کیونکہ اس جگہ اصحاب الفیل کو ہلاک کیا گیا تھا' آپ نے اس جگہ سے روتے ہوئے گزرنے کا حکم اس لیے دیا تھا تا کہ لوگ ان پر عذاب نازل ہونے کی وجہ پر غور وفکر کریں۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے: ایسے مقام پر غور وفکر کرنے کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اس پر غور وفکر کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا تھا۔

(۲) یہ لوگ اپنے کفر اور فساد پر اللہ تعالیٰ کے سامنے ڈٹ گئے اور اپنے زعم میں انہوں نے دلیری کا مظاہرہ کیا۔

(۳) اس جگہ سے گزرنے والوں کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان اور اعمال صالحہ کی توفیق دی اور ایسی گم راہی میں مبتلا ہونے سے بچا لیا۔

اور اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جس جگہ زمین میں دھنسایا گیا ہو یا عذاب نازل کیا گیا ہو' وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور

بھی اس باب کا عنوان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۳ - ۲۸۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۴ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِى الْبِيْعَةِ گرجے میں نماز پڑھنے کا حکم

اس حدیث میں عیسائیوں کے معبد میں نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کے لیے عنوان میں ''البیعة'' کا لفظ ہے اور مشہور یہ ہے کہ ''البیعة'' یہودیوں کا معبد ہے اور ''الکنیسة'' عیسائیوں کا معبد ہے' اس وجہ سے امام بخاری پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے ''البیعة'' سے عیسائیوں کا معبد مراد لیا ہے حالانکہ ''البیعة'' یہودیوں کے معبد کو کہتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کے نزدیک ''البیعة'' کا لفظ یہود اور نصاریٰ دونوں کے معبد کے لیے عام ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ اَجْلِ التَّمَاثِيْلِ الَّتِيْ فِيْهَا الصُّوَرُ. وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّيْ فِي الْبِيْعَةِ، اِلَّا بِيْعَةً فِيْهَا تَمَاثِيْلُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان صورتوں کے مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہر گرجے میں نماز پڑھتے تھے' سوا اس گرجے کے جس میں مجسمے ہوتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت عمر کے آزاد شدہ غلام اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں داخل ہوئے تو عیسائیوں کے سرداروں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو دعوت دی تو آپ نے فرمایا: ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان صورتوں کے مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۶۱۲- ج ۱ ص ۴۱۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں گئے تو نصاریٰ میں سے ایک شخص نے آپ کو کھانے کی دعوت دی اور حضرت عمر سے کہا: میری خواہش ہے کہ آپ اور آپ کے اصحاب میرے پاس آکر میری عزت افزائی کریں' وہ شخص نصاریٰ کے سرداروں میں سے تھا' حضرت عمر نے فرمایا: ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۹۶۵۵- ۱۶۱۳)

۴۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيْسَةً رَاَتْهَا بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ، يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَاَتْ فِيْهَا مِنَ الصُّوَرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ اَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، اُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا کہ انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں ایک گرجا دیکھا تھا جس کا نام ماریہ تھا' انہوں نے اس کا ذکر کیا اور ان صورتوں کے مجسموں کا ذکر جو انہوں نے اس میں دیکھے تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک شخص فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں اور اس کی قبر پر ان صورتوں کے مجسمے بنا دیتے ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: آیا مشرکین جاہلیت کی قبروں کو کھودا

جائے گا اور اس جگہ مسجد بنائی جائے گی؟ اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: گرجے میں نماز پڑھنا۔

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھی حالانکہ آپ کے سامنے آگ تھی اور آگ کی پرستش کی جاتی ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں غیر مسلموں کے معبد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ صحیح البخاری: ۴۳۱ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھی اور فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی' حالانکہ آگ کی آتش پرست بھی عبادت کرتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں غیر اختیاری طور پر آپ کے سامنے آگ تھی اور یہاں اپنے اختیار سے غیر مسلموں کے معبد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

گرجے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہود اور نصاریٰ کے معبد میں نماز پڑھنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے وہاں صورتوں اور مجسموں کی وجہ سے نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس معبد کو بیری کے پتوں کے پانی سے دھوؤ اور اس میں نماز پڑھو' اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: امام مالک نے فرمایا: میں گرجے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں' کیونکہ وہ لوگ خنزیر کھاتے ہیں اور شراب پیتے ہیں اور نجاست سے بہت کم احتیاط کرتے ہیں' ہاں! اگر کوئی شخص کیچڑ اور بارش کی شدت سے وہاں نماز پڑھنے پر مجبور ہو جائے جب کہ اسے یقین ہو کہ اس کو نجاست نہیں لگے گی تو اس کے وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور حسن بصری نے گرجے میں نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے' اور ابراہیم نخعی' شعبی' عطاء اور ابن سیرین نے اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے' اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے شام میں یوحنا کے گرجے میں نماز پڑھی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک گرجے میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

تصاویر پر سجدہ نہ کرے کیونکہ یہ تصویر کی عبادت کے مشابہ ہے' امام محمد نے مبسوط میں اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ اس کے سر کے اوپر چھت میں یا اس کے سامنے یا اس کے متوازی تصاویر ہوں یا کوئی تصویر لٹکی ہوئی ہو۔

(ہدایہ اولین ص ۱۴۲' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے' جس میں کتا ہو نہ اس گھر میں جس میں تصاویر ہوں۔

(صحیح البخاری: ۵۹۴۹' صحیح مسلم: ۲۱۰۶' سنن ابوداؤد: ۴۱۵۵' سنن ترمذی: ۲۸۰۴' سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۹' مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۔ ۲۸)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے:

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ تصاویر کے ساتھ صلیب بھی لاحق ہے' اگر چہ وہ جاندار کی تصویر نہیں ہے اور اس لیے کہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہے اور مذموم چیز کے ساتھ تشبہ مکروہ ہے خواہ اس میں ان کے ساتھ تشبہ کا قصد نہ کیا گیا ہو۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اور چونکہ گرجے میں صلیب' حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کے مجسمے بہ کثرت رکھے ہوئے ہوتے ہیں' اس لیے فقہاء احناف کے نزدیک بھی گرجے میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا' خصوصاً تصاویر کے مجسموں کے سامنے۔

٥٥ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا' لہٰذا یہ باب بھی بابِ سابق کے ساتھ لاحق ہے۔

٤٣٥' ٤٣٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نُزِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهُ عَلٰى وَجْهِهِ' فَاِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ' فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى' اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا. [اطراف الحدیث: ۱۳۳۰-۱۳۹۰-۳۴۵۳-۳۴۵۴-۴۴۴۱-۴۴۴۳-۴۴۴۴-۵۸۱۵-۵۸۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض الموت نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چہرے پر سیاہ منقش چادر ڈالی' پھر جب آپ کو اس چادر سے تنگی ہوئی تو آپ نے اس چادر کو چہرے سے ہٹایا' پھر اسی حالت میں آپ نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا دیا' آپ ان کے کیے ہوئے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۱' الرقم المسلسل: ۱۱۶۸' سنن نسائی: ۷۰۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۰۹۰' مصنف عبد الرزاق: ۱۵۹۱۷-۹۷۵۴-۱۵۸۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۰' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۰۳' شرح السنہ: ۳۸۲۵' خلق افعال العباد: ۴۶۹' کتاب الاسماء والصفات: ۲۰۴-۲۰۳' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۸۴-ج ۳ ص ۲۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۱۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے' پھر عیسائیوں کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ انہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہود کے تو انبیاء تھے جب کہ عیسائیوں کے نبی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں' اور حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور نہ ہی اُس کی قبر ہے تو پھر نصاریٰ کا اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانے سے کیا مراد ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں انبیاء اور اُن کے صالحین پیروکار مراد ہیں' کیونکہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور اپنے صالحین کی قبروں کو مساجد بنا لیتے تھے۔ اسی وجہ سے اس سے پہلی حدیث (۴۳۴) میں ارشاد ہے کہ: یہ وہ قوم ہے جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے تھے اور اس پر بُت بنا کر رکھ دیتے تھے اور یہ اللہ کی بدترین مخلوق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہود تو اپنے انبیاء کی قبروں پر اُن کے بت بناتے تھے اور نصاریٰ اپنے صالحین کی قبروں پر اُن کے بت بنا لیتے تھے۔ اس بدعت کو یہود نے شروع کیا تھا اور نصاریٰ نے اُن کی پیروی کی' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نصاریٰ بھی اُن کثیر انبیاء کی تعظیم کرتے تھے جن کی یہود تعظیم کرتے تھے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے حافظ ابن حجر کے آخری جملہ سے یہ جواب مستنبط کیا ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا' اس سے وہ انبیاء مراد نہیں ہیں جو اُن کی طرف مبعوث ہوئے تھے' بلکہ وہ دیگر انبیاء مراد ہیں' جن پر ان کو ایمان لانا ضروری تھا' جیسے حضرت نوح' حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام۔

(ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۰۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ تاریخ میں اس کا ثبوت نہیں ہے کہ یہودیوں نے کسی نبی کی قبر کی پرستش کی ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ کتب تاریخ میں کسی واقعہ کے مذکور نہ ہونے سے اُس واقعہ کی نفی لازم نہیں آتی' جب کہ ہمارے نزدیک کتب تاریخ کی بہ نسبت کتب احادیث معتبر ہیں۔

اس حدیث کی مزید شرح' صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے۔

۴۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ، اِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنادیا۔

(صحیح مسلم: ۵۳۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۷' السنن الکبریٰ: ۳۲۹۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۴۴' مصنف عبد الرزاق: ۹۹۸۷' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۸' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۰۴' صحیح ابن حبان: ۳۹۴' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۴' شعب الایمان: ۱۱۱۵۱' المعجم الکبیر: ۵۶' ۳۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۲۶۷۔ ج ۱۳ ص ۲۲۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۷۷۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسائیوں پر بھی قبر پرستی کی وجہ سے لعنت کی ہے ------ حالانکہ اس وقت حضرت عیسیٰ آسمان پر تھے اور ان کی قبر نہیں تھی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ یہود کو قتل کردے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان پر لعنت کرے۔ ''قاتل'' کا لفظ یہاں پر رحمت سے دھتکارنے کے معنی میں ہے' اس کا اور لعنت کا مصداق واحد ہے' اس حدیث میں یہود کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ عیسائی بھی نبیوں کی قبروں پر سجدہ کرتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ابتداء یہود نے کی تھی اور انہوں نے اس میں بہت غلو کیا تھا۔

اس سے پہلی حدیث (صحیح البخاری: ۴۳۶) میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے' جنہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا' اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں بنی تھی اور وہ اس وقت آسمان میں تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت بھی عیسائیوں کے نبی تھے لیکن وہ رسول نہیں تھے جیسا کہ حواریین تھے اور حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم کی بھی قبر تھی' نیز عکرمہ' قتادہ اور الزہری کی روایت میں ہے کہ جو تین افراد انطاکیہ کی طرف بھیجے گئے تھے' وہ بھی رسول تھے' جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ. (یٰس: ۱۴)

جب ہم نے ان کے پاس دو (رسولوں) کو بھیجا تو ان لوگوں نے دونوں کی تکذیب کی' پھر ہم نے تیسرے (رسول) سے تائید کی۔

اوران تین رسولوں کے نام صادق' صدوق اور شلوم تھے' قتادہ سے ایک روایت یہ ہے کہ ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھیجا تھا' اس قول کی بناء پر وہ نبی نہیں تھے چہ جائیکہ وہ رسول ہوتے' اور حضرت مریم کے متعلق ابن حزم اور علامہ قرطبی کا قول یہ ہے کہ وہ نبیہ تھیں' اسی طرح حضرت سارہ ام اسحاق اور ام موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی ایک قول ہے کہ وہ وہ نبیہ تھیں' لیکن جمہور اہل سنت و جماعت کے نزدیک نبوت مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اور کوئی عورت نبیہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۷)

قبروں پر تعمیر کرنے' چونا پھیرنے اور لکھنے کی ممانعت کی توجیہ اور صالحین کی قبروں پر گنبد بنانے کا جواز

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کے اوپر کوئی عمارت بنانا جائز نہیں ہے' کیونکہ آپ نے قبر کے اوپر مسجد بنانے والوں پر لعنت کی ہے' اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: قبر پر تعمیر کرنا۔

نیز امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور قبر پر چونا پھیرنے سے اور قبر پر تعمیر کرنے سے۔

(صحیح مسلم: ۹۷۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۶۔ ۳۲۲۵' صحیح ابن حبان: ۳۱۶۳' مصنف عبد الرزاق: ۶۴۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۴۸۔ ج ۲۲ ص ۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ترمذی کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر چونا پھیرنے اور قبروں پر لکھنے اور قبروں پر تعمیر کرنے سے اور قبروں کو پیروں سے روندنے سے منع فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۲)

سنن نسائی میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر تعمیر کرنے سے یا قبر پر اضافہ سے یا قبر کو زیادہ کرنے سے یا قبر پر چونا پھیرنے سے یا قبر پر لکھنے سے منع فرمایا۔

(سنن نسائی: ۲۰۲۳' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۶' صحیح مسلم: ۹۷۰' سنن ترمذی: ۱۰۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۳)

ان احادیث میں جو قبر پر تعمیر کرنے کی ممانعت ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ عین قبر کے اوپر اس کو ہموار کر کے تعمیر کی جائے یا عین قبر کے اوپر چونا پھیرا جائے یا عین قبر کے اوپر لکھا جائے' اگر قبر کے گرد چار دیواری بنا دی جائے یا اس کے سرہانے کتبہ لگا دیا جائے یا زائرین کی سہولت کے لیے چار دیواری پر چھت ڈال دی جائے یا اولیاء اللہ کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں پر گنبد بنا دیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اولیاء اللہ اور عباد صالحین بھی شعائر اللہ میں سے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ○ اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ کے سبب سے ہے○ (الحج: ۳۲)

اس آیت میں قربانی کے جانوروں کو "شعائر اللّٰہ" فرمایا ہے اور البقرہ ۱۵۸ میں صفا اور مروہ کو "شعائر اللّٰہ" فرمایا ہے اور المائدہ: ۲ میں حرمت والے مہینوں (رجب' ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم) کو "شعائر اللّٰہ" فرمایا ہے' نیز فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ. (المائدہ: ۲) اے ایمان والو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔

مفسرین نے اس آیت میں "شعائر اللّٰہ" کو عام قرار دیا ہے یعنی جو چیز بھی اللہ کی نشانی اور اللہ کی طرف منسوب ہے' اس کی بے حرمتی نہ کرو اور اس کی تعظیم کرو اور جب قربانی کے اونٹ' صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اور حج اور عمرہ کے مہینے شعائر اللہ میں سے ہیں تو اولیاء اللہ بہ طریق اولیٰ شعائر اللہ میں داخل ہیں اور ان کی تعظیم بھی مطلوب ہے' اس لیے اولیاء اللہ کی قبروں پر گنبد بنانا جائز ہے' اس کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ کتاب الجنائز میں آئے گی۔

٥٦ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جن سترہ جگہوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے مثلاً اونٹوں کا باڑہ' مقابر اور شارع عام وغیرہ وہاں کراہت تحریم کے لیے نہیں ہے کیونکہ تمام روئے زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے' علامہ عینی نے ان جگہوں میں بیت الخلاء کو بھی شامل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۷)

لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جس جگہ نجاست ہو مثلاً بول و براز اور خون وغیرہ وہاں نماز پڑھنا حرام ہے کیونکہ نماز کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

٤٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ، هُوَ أَبُو الْحَكَمِ، قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيتُ خَمْسًا، لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا، وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۹۲۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے حدیث بیان کی وہ ابوالحکم ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں یزید الفقیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئیں' ایک ماہ کی مسافت سے میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے اور میری امت میں سے جو شخص کہیں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کردیا گیا اور (پہلے) نبی اپنی مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کو کتاب التیمم میں ذکر کیا گیا تھا اور اس حدیث میں تیمم کا بھی ذکر ہے اور تمام روئے زمین کے مسجد ہونے کا بھی ذکر ہے۔

٥٧ - بَابُ نَوْمِ الْمَرْأَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں عورت کا سونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت عورت کا مسجد میں سونا جائز ہے یعنی جب اس کا اور کوئی ٹھکانا نہ ہو اور مسجد میں اس کی عزت اور ناموس کو خطرہ نہ ہو۔

٤٣٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ وَلِيدَةً كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ، فَأَعْتَقُوهَا فَكَانَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ عرب کے ایک قبیلہ

لَهُمْ ، قَالَتْ فَخَرَجَتْ صَبِيَّةٌ لَّهُمْ ، عَلَيْهَا وِشَاحٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُوْرٍ ، قَالَتْ فَوَضَعَتْهُ ، أَوْ وَقَعَ مِنْهَا ، فَمَرَّتْ بِهٖ حُدَيَّاةٌ وَهُوَ مُلْقًى ، فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا فَخَطِفَتْهُ ، قَالَتْ فَالْتَمَسُوْهُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ ، قَالَتْ فَاتَّهَمُوْنِيْ بِهٖ ، قَالَتْ فَطَفِقُوْا يُفَتِّشُوْنَ ، حَتّٰى فَتَّشُوْا قُبُلَهَا ، قَالَتْ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَقَائِمَةٌ مَّعَهُمْ ، إِذْ مَرَّتِ الْحُدَيَّاةُ فَأَلْقَتْهُ ، قَالَتْ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ ، قَالَتْ فَقُلْتُ هٰذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُوْنِيْ بِهٖ ، زَعَمْتُمْ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيْئَةٌ ، وَهُوَ ذَا هُوَ ، قَالَتْ فَجَاءَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَتْ ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَكَانَ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ أَوْ حِفْشٌ ، قَالَتْ فَكَانَتْ تَأْتِيْنِيْ فَتَحَدَّثُ عِنْدِيْ ، قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِيْ مَجْلِسًا ، إِلَّا قَالَتْ:

وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ أَعَاجِيْبِ رَبِّنَا
أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِيْ

کی ایک سیاہ فام باندی تھی' پس انہوں نے اس کو آزاد کر دیا' وہ ان کے ساتھ رہتی تھی' ایک دن ان لوگوں کی ایک بچی باہر نکلی' اس کے اوپر سرخ چمڑے کا ہار تھا (جس میں موتی جڑے ہوئے تھے) اس بچی نے اس ہار کو رکھ دیا یا اس سے کہیں گر گیا' وہاں سے ایک چیل گزری اور اس جگہ وہ ہار گرا ہوا تھا' اس چیل نے گمان کیا کہ وہ گوشت ہے' وہ اس کو جھپٹ کر لے گئی' اس باندی نے کہا: ان لوگوں نے اس ہار کو تلاش کیا وہ ان کو نہیں ملا' اس باندی نے کہا: پھر انہوں نے مجھ پر اس ہار کی تہمت لگائی' انہوں نے اس کی تلاشی لی حتیٰ کہ اس کے اندام نہانی کی بھی تلاشی لی' اس باندی نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں ان کے پاس کھڑی ہوئی تھی کہ اچانک وہ چیل گزری اور اس نے وہ ہار پھینک دیا اور وہ ہار ان لوگوں کے درمیان گرا' اس باندی نے کہا: یہ ہے وہ ہار جس کی تم نے اپنے گمان سے مجھ پر تہمت لگائی تھی اور میں اس سے بری تھی اور وہ یہ پڑا ہے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پھر وہ باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اسلام لے آئی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اس کے لیے ایک مسجد میں ایک خیمہ تھا یا کٹیا تھی' حضرت عائشہ نے کہا: وہ میرے پاس آ کر باتیں کرتی تھی' وہ جب بھی میرے پاس بیٹھتی تھی تو یہ شعر پڑھتی تھی:

ہار کا دن ہمارے رب کی عجیب وغریب چیزوں سے ہے
سنو! اس نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دے دی

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَأْنُكِ ، لَا تَقْعُدِيْنَ مَعِيَ مَقْعَدًا إِلَّا قُلْتِ هٰذَا؟ قَالَتْ فَحَدَّثَتْنِيْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ. [طرف الحدیث: ٣٨٣٥]

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے اس سے کہا: کیا وجہ ہے کہ جب بھی تم میرے ساتھ بیٹھتی ہو تو تم یہ شعر ضرور پڑھتی ہو؟ تب اس نے مجھے یہ واقعہ سنایا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں:

(١) عبید بن اسماعیل' بعض روایات میں عبید اللہ ہے (٢) ابواسامہ حماد بن اسامہ (٣) ہشام بن عروہ (٤) عروہ بن الزبیر بن العوام (٥) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٤ ص ٢٨٦)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس باندی کے لیے مسجد میں خیمہ تھا۔

''وشاح' سعید' حُدَیَّاة' خباءٌ' حفش ''اور'' اعاجیب'' کے معانی

اس حدیث میں ''وِشَاح ''اور'' سُیُور '' کے الفاظ ہیں' ان دونوں لفظوں کا معنی ہے: چمڑا۔ سرخ چمڑے میں سفید موتی لگے ہوئے تھے تو چیل نے سمجھا یہ فربہ گوشت ہے۔

نیز اس حدیث میں ''حُدَیَّاة '' کا لفظ ہے' یہ ''حَدْیَاةٌ'' کی تصغیر ہے' اس کا معنی ہے: چیل' یعنی وہ چھوٹی چیل تھی۔

اس میں ''خِباءٌ'' اور'' حِفش '' کے الفاظ ہیں'' خِباءٌ'' کا معنی ہے: خیمہ' اور'' حِفش '' کا معنی ہے: چھوٹا سا گھر' جھونپڑی یا کٹیا۔

نیز اس میں ''اعاجیب '' کا لفظ ہے' یہ ''اعجوبة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: نہایت عجیب۔

جس کا کوئی مسکن نہ ہو' اس کے لیے مسجد میں قیام کا جواز اور تذلیل اور دینی آزمائش کے موقع پر ہجرت کرنے کا لزوم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ جس شخص کا کوئی مسکن نہ ہو یا جس کے پاس رات گزارنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو' اس کے لیے مسجد میں رات گزارنا مباح ہے اور ایسا خیمہ لگانا جائز ہے جو مسکن کے مشابہ ہو' خواہ وہ عورت ہو یا مرد ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ انسان کسی فتنہ یا دینی مصیبت میں مبتلا ہو' اس کو چاہیے کہ وہ اس جگہ سے ہجرت کر کے کسی پر امن اور محفوظ جگہ میں چلا جائے' جیسے وہ باندی اسلام لا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مسجد کی پناہ میں چلی گئی۔

قرآن مجید میں اس کی دلیل ہے:

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا. کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے۔

(النساء:۹۷)

پس ہر شخص پر لازم ہے کہ جب اسے لوگوں کی طرف سے تذلیل یا آزمائش کا سامنا ہو تو وہ وہاں سے ہجرت کر کے کسی محفوظ اور مامون جگہ چلا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے۔

چمڑے میں موتی جڑ کر اس کو دھاگے میں پرو کر ہار بنا دیا جائے تو عرب اس کو ''وشاح'' کہتے ہیں اور ''سیور'' ''سیر'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: چمڑے کا تسمہ۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۲۔۱۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵۸ - بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ مردوں کا مسجد میں سونا

باب سابق میں امام بخاری نے عورت کے مسجد میں سونے کے متعلق واحد کا صیغہ ذکر کیا تھا کیونکہ حدیث میں صرف ایک عورت کے مسجد میں سونے کا ذکر ہے اور اس باب میں مردوں کے مسجد میں سونے کے متعلق جمع کے صیغہ کا ذکر کیا ہے' کیونکہ احادیث میں مسجد کے اندر متعدد مردوں کے سونے کا ذکر ہے۔ دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں مسجد کے اندر عورت کے سونے کا ذکر تھا اور اس باب میں مسجد کے اندر مردوں کے سونے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ ' عَنْ اَنَسٍ قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ ' عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوْا فِي الصُّفَّةِ. اور ابوقلابہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عکل کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو وہ مسجد کے چبوترے میں ٹھہری۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ کَانَ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ.

اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کہا: اور وہ اصحاب الصفہ کے فقراء میں تھے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۶۰۲ میں ہے اور اس میں ایک طویل قصہ کا بیان ہے۔

ان دونوں تعلیقوں سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ قبیلہ عکل کے لوگ مسجد نبوی کے چبوترے میں ٹھہرے اور اصحاب صفہ بھی مسجد نبوی کے چبوترے میں ٹھہرے پس مردوں کا مسجد میں رہنا ثابت ہو گیا۔

۴۴۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَنَامُ، وَهُوَ شَابٌّ اَعْزَبُ لَا اَهْلَ لَهٗ، فِيْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۱۱۲۱۔ ۱۱۵۶۔ ۳۷۳۸۔ ۳۷۴۰۔ ۷۰۱۵۔ ۷۰۱۶۔ ۷۰۲۹۔ ۷۰۳۰۔ ۷۰۳۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ وہ نوجوان اور کنوارے تھے، ان کی بیوی نہیں تھی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں سوتے تھے۔

مسجد میں سونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ فقراء کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اور غیر فقراء کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے۔ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، جنہوں نے مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسجد میں رات کو سوتے تھے اور دن کو بھی سوتے تھے، اور سعید بن المسیب، الحسن البصری، عطاء اور ابن سیرین سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس میں اختلاف ہے، انہوں نے فرمایا: مسجد کو سونے کی جگہ نہ بناؤ اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تم نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں سو جاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: مسجد میں رات کو سونے کی جگہ بناؤ نہ دن کو۔ (سنن ترمذی ص ۱۵۹، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

امام مالک نے کہا: جس آدمی کا گھر ہو اس کے لیے مسجد میں نہ سونا مستحب ہے، اور جو آدمی ضعیف ہو اور جس کا گھر نہ ہو اس کے لیے انہوں نے اجازت دی ہے، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے، اور امام مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان مسجد میں رہتے تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، طاؤس، مجاہد اور اوزاعی نے مسجد میں سونے کو مکروہ کہا ہے۔

جن فقہاء نے مسافروں کو مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے، ان کا قول اس باب کی احادیث کی وجہ سے اولیٰ ہے، سعید بن مسیب اور سلیمان بن یسار سے مسجد میں سونے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: تم کس وجہ سے یہ سوال کر رہے ہو حالانکہ اہل الصفہ مسجد میں سوتے تھے اور مسجد ہی ان لوگوں کا مسکن تھی اور طبری نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مسجد میں سوئے ہوئے دیکھا اور ان کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور وہ اس وقت امیر المؤمنین تھے اور حسن بصری نے کہا: متقدمین کی ایک جماعت مسجد میں سوتی تھی، طبری نے کہا: مسجد میں حلال چیزوں سے نفع اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً کھانے پینے میں، بیٹھنے میں اور سونے میں۔

الحربی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں ایک سایادار جگہ تھی جس کو الصفہ کہتے تھے اس میں مساکین رہتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ١١٤ - ١١٣ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

(علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس عبارت کو بعینہ نقل کر دیا ہے۔ عمدۃ القاری ج ٤ ص ٢٩٣)

مسجد میں سونے کے متعلق مصنف کا موقف

مصنف کے نزدیک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول راجح ہے اور مسجد کو سونے کی جگہ اور مسجد میں سونے کی عادت نہیں بنانی چاہیے' الا یہ کہ کوئی شخص مسافر ہو یا اس کا کوئی گھر نہ ہو' کیونکہ جب آدمی سوتا ہے تو اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور سوتے میں اس کی ہوا خارج ہو جاتی ہے اور بدبو پھیلتی ہے اور یہ مسجد کے آداب کے منافی ہے اور بدبو سے فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے اور نیند میں آدمی کو پتا نہیں چلتا اور کپڑوں سے اس کا ستر ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ بھی مسجد کے آداب کے منافی ہے' صحابہ کرام سے جو مسجد میں سونا منقول ہے وہ ضرورت کی بناء پر تھا اور شاذ و نادر تھا' اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق مسجد میں سونے کا معمول نہیں بنانا چاہیے' لوگ حرم شریف میں بھی سو جاتے ہیں' یہ زیادہ معیوب ہے۔

٤٤١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ اَبِي سَهْلِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ، فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ اَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟ قَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ، فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِنْسَانٍ اُنْظُرْ اَيْنَ هُوَ. فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ، وَاَصَابَهُ تُرَابٌ، فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُوْلُ قُمْ اَبَا تُرَابٍ، قُمْ اَبَا تُرَابٍ.

[اطراف الحدیث: ٣٧٠٣ - ٦٢٠٤ - ٦٢٨٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از ابی حازم از ابی سہل بن حازم از حضرت سعد رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے' پس آپ نے گھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا' پس آپ نے فرمایا: تمہارے عم زاد کہاں ہیں؟ حضرت سیدہ فاطمہ نے کہا: میرے اور ان کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا تھا' وہ مجھ پر ناراض ہوئے' پس گھر سے نکل گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا (دوپہر کو گھر میں نہیں سوئے)' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص سے فرمایا: جاؤ' دیکھو! وہ کہاں ہیں؟ وہ شخص آیا اور اس نے بتایا: یا رسول اللہ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو وہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے' ان کی چادر ان کے پہلو سے ڈھلک گئی تھی اور اس پر مٹی لگ گئی تھی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے مٹی صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے ابوتراب! اٹھو' اے ابوتراب! اٹھو۔

(صحیح مسلم: ٢٤٠٩' الرقم المسلسل: ٦١١٢' الادب المفرد: ٨٥٢' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٣٩٤' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) قتیبہ بن سعید (٢) عبد العزیز بن ابی حازم' یہ مدنی ہیں' امام مالک کے بعد مدینہ میں ان سے بڑا اور کوئی فقیہ نہیں تھا' یہ ١٨٤ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) ابوحازم' ان کا نام سلمہ بن دینار الاعرج ہے (٤) حضرت سہیل بن سعد' یہ صحابی ہیں اور صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ٤ ص ٢٩٣)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے۔

حضرت علی کو حضرت فاطمہ کا عم زاد کہنے کی توجیہ' کنیت کا معنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: تمہارے عم زاد کہاں ہیں؟ اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں' اور وہ حقیقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد تھے' آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے خاوند کہاں ہیں؟ یا علی کہاں ہیں؟ کیونکہ آپ نے جان لیا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی مناقشہ ہے تو آپ نے از راہِ شفقت ان کے اور حضرت علی کے درمیان نسبی قرابت کا ذکر فرمایا' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ والد اپنی بیٹی کے گھر میں اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر داخل ہو سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا: اے ابوتراب! اٹھو۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ کنیت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ بیٹے یا بیٹی کی طرف نسبت ہو بلکہ جس چیز کے ساتھ بھی کسی کا اشتغال ہو اس کی طرف نسبت کی جا سکتی ہے۔ کنیت میں جو ''اب'' کا لفظ ذکر ہوتا ہے' اس کا معنی ہے: صاحب یا والا' ''ابوتراب'' کا معنی ہے: صاحب تراب یا مٹی والا' ابوہریرہ کا معنی ہے: بلی والا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بہت پسند تھا کہ ان کو ابوتراب کہہ کر پکارا جائے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے تھے' اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بلانے اور اٹھانے مسجد میں گئے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۱۰۷۔ ج ۶ ص ۹۶۰۔ ۹۵۵ پر مذکور ہے' وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت سے فضائل مذکور ہیں' مگر اس حدیث کی شرح نہیں ہے۔

۴۴۲- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إِمَّا إِزَارٌ وَإِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ، كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا' ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا' جس کے پاس اوپر کے بدن کو ڈھانپنے والی چادر ہو یا تہبند ہوتا تھا یا پورے بدن پر اوڑھنے والی چادر ہوتی تھی' وہ اس چادر کو اپنی گردن میں باندھ لیتے تھے' پس بعض کی چادر نصف پنڈلیوں تک پہنچتی تھی اور بعض کی ٹخنوں تک' پس وہ اس چادر کو اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتے تھے تا کہ ان کا ستر نہ کھل جائے۔

ستر اصحاب صفہ کی تعیین اور ''رداء' ازار'' اور ''کساء'' کا معنی

یہ ستر اصحاب صفہ جن کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا' ان ستر اصحاب صفہ کے علاوہ تھے' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بیر معونہ میں بھیجا تھا' یہ بھی اصحاب صفہ میں سے تھے' لیکن یہ اصحاب صفہ' حضرت ابوہریرہ کے صُفّہ میں آنے سے پہلے اس چبوترہ میں موجود تھے۔

۱۔ اس حدیث میں ''رداء' ازار'' اور ''کساء'' کے الفاظ ہیں' ''رداء'' کا معنی ہے: وہ چادر جس سے بدن کے اوپر کے نصف حصہ کو ڈھانپا جائے' اور ''ازار'' کا معنی ہے: جس سے نچلے نصف بدن کو ڈھانپا جائے یعنی تہبند اور کساء کا معنی ہے: جسم پر اوڑھنے والی

چادر۔

اس باب کا عنوان ہے: مردوں کا مسجد میں سونا' ہر چند کہ اس حدیث میں صراحۃً مردوں کے سونے کا ذکر نہیں ہے لیکن اس حدیث میں اصحاب صفہ کا ذکر ہے اور وہ مسجد میں سوتے تھے' یوں یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے۔

۵۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ — سفر سے آنے کے بعد نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص سفر سے آئے تو اسے مسجد میں آ کر نماز پڑھنی چاہیے اور اب اکثر ابواب مسجد سے متعلق ہیں' اس لیے ان کی باہمی مناسبت بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔اس کے بعد یہ تعلیق مذکور ہے:

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ' بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ.

اور کعب بن مالک نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے واپس آتے تو آپ مسجد سے ابتداء کرتے اور اس میں نماز پڑھتے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۴۴۱۸ ہے' یہ غزوۂ تبوک کے بیان میں بہت طویل حدیث ہے' جس کو ان شاء اللہ اپنے موقع پر ذکر کیا جائے گا۔

۴۴۳ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ' قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهُ قَالَ ضُحًى' فَقَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ لِيْ عَلَيْهِ دَيْنٌ' فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۰۱_۲۳۰۹_۲۳۸۵_۲۳۹۴_۲۴۷۰_۲۶۰۳_۲۶۰۴_۲۷۱۸_۳۰۸۷_۳۰۹۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ مسجد میں تھے' انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ چاشت کا وقت تھا' آپ نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو' اور میرا آپ پر قرض تھا' آپ نے وہ قرض ادا کیا اور مجھے زیادہ دیا۔

(صحیح مسلم: ۷۱۴' سنن ابوداؤد: ۲۶۷۴' سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۳' سنن ترمذی: ۳۱۶' سنن ابن ماجہ: ۷۲۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۹' صحیح ابن حبان: ۲۴۹۷' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۸' شرح السنۃ: ۴۸۰' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۱۸' مصنف عبد الرزاق: ۱۶۷۳' المعجم الکبیر: ۳۲۸۰' المعجم الاوسط: ۴۳۲۱_ ۸۹۵۴_۹۱۷۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۴' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۵۲۴_ ج ۳۷ ص ۲۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۱۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ صحیح البخاری: ۲۰۹۷ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا' آپ نے مجھ سے چند اوقیہ کے عوض ایک اونٹ خرید لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مدینہ میں آ گئے' میں صبح کو پہنچا' اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: تم اب آئے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس مسجد میں داخل ہو اور دو رکعت نماز پڑھو اور یہ اس باب کے عنوان کے مطابق حدیث ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو مختصر بیان کیا ہے اور پوری حدیث ذکر نہیں کی' بہر حال امام بخاری نے جتنی حدیث روایت کی ہے' وہ اس باب کے عنوان کے

مطابق نہیں ہے۔اس حدیث کی مفصل شرح ہم اپنے مقام پر ان شاءاللہ کتاب البیوع میں بیان کریں گے۔

٦٠ - بَابٌ إِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ (قَبْلَ اَنْ يَجْلِسَ)

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو (بیٹھنے سے پہلے) دو رکعت نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

٤٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ اَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عامر بن عبداللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی از حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

[طرف الحدیث:١١٦٣] (صحیح مسلم: ٧١٤ 'الرقم المسلسل: ١٦٢٣' سنن ابوداؤد: ٤٦٧-٤٦٨' سنن ترمذی: ٣١٦' سنن نسائی: ٧٤٩' سنن ابن ماجہ: ١٠١٣' مسند احمد ج ۵ ص ٢٩٥ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٥٢٣-ج ٣٧ ص ٢٠٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٦٧١٣' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ جو اس باب کا عنوان ہے' وہ بعینہٖ اس حدیث میں مذکور ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اہل فتویٰ کی جماعت اس پر متفق ہے کہ یہ حدیث استحباب پر محمول ہے' ہر وہ شخص جو مسجد میں باوضوء داخل ہو اور اس وقت نفل نماز پڑھنا جائز ہو تو اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے' امام مالک نے کہا: یہ مستحسن ہے' واجب نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا وجوب

اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ شخص جو اس وقت مسجد میں داخل ہو جب نماز پڑھنا جائز ہو تو اس پر یہ نماز پڑھنا فرض ہے اور بعض اہل ظاہر نے کہا: یہ ہر وقت فرض ہے کیونکہ کسی نیک کام سے اس وقت تک منع نہیں کیا جاتا' جب تک اس کے خلاف اس کے معارض کوئی دلیل نہ ہو۔

غیر مقلدین کے دلائل کا ابطال

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ جمعہ کے دن حضرت سلیک اس وقت آئے' جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا (صحیح البخاری: ٩٣٠' صحیح مسلم: ٨٧٥' سنن ابوداؤد: ١١١٥' سنن ترمذی: ٥١٠) اور ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آ کر بیٹھ گیا تو آپ نے اس کو یہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا' اور حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹھ جاؤ' تم نے لوگوں کو ایذاء دی اور تم دیر سے آئے' پس یہ حدیثیں حضرت سلیک کی حدیث کے خلاف ہیں اور ان میں تطبیق اس طرح ہو گی کہ حضرت سلیک کی حدیث کو استحباب پر محمول کیا جائے' جس طرح جمہور نے کہا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان اہل ظاہر کا قول غلط ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ جب بھی کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ نماز پڑھے

کیونکہ نبی ﷺ نے طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' اسی طرح جب سورج سر پر ہو' اس وقت بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' پس جو شخص ان اوقات میں مسجد میں داخل ہوگا تو اس کے لیے آپ کا یہ حکم نہیں ہے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھے' آپ کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو ان اوقات سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۸۱' قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور متقدمین کی ایک جماعت سے یہ مروی ہے کہ وہ مسجد سے گزرتے تھے اور نماز نہیں پڑھتے تھے' زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب مسجد میں داخل ہوتے تھے' پھر باہر آتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۹)

زید بن اسلم نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا' امام مالک نے اس کو حضرت زید بن ثابت اور سالم بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے' اور قاسم بن عبد اللہ مسجد میں داخل ہوتے' پھر مسجد میں بیٹھ جاتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۹) شعبی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور جابر بن زید نے کہا: تم جب مسجد میں داخل ہو تو اس میں نماز پڑھو' پس اگر تم نماز نہیں پڑھتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو' پھر گویا کہ تم نے نماز پڑھ لی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٦١ - بَابُ الْحَدَثِ فِي الْمَسْجِدِ مسجد میں وضوء توڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مسجد میں وضوء توڑنے کا کیا حکم ہے' ہر چند کہ وضوء توڑنا عام ہے مگر یہاں اس سے مراد ہوا خارج کرنا ہے۔

٤٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُصَلِّي عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلّٰى فِيهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، تَقُولُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی' از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ آدمی اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے جب تک وہ اپنا وضوء نہیں توڑتا' فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اے اللہ! اس پر رحم فرما۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس کے نزدیک وضوء صرف بول و براز کے راستوں سے کسی چیز کے نکلنے سے ٹوٹتا ہے۔ اس حدیث کے مزید مسائل اور فوائد درج ذیل ہیں:

نماز کے بعد مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کی فضیلت اور مسجد میں وضوء توڑنے کا مکروہ ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

السفاقسی نے کہا ہے کہ مسجد میں وضوء توڑنا گناہ ہے' اس کی وجہ سے وضوء توڑنے والا فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے اور جب کہ اس گناہ کا کوئی کفارہ نہیں ہے' اس وجہ سے وہ فرشتوں کے استغفار سے محروم ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ بغیر کسی مشقت کے اس کے گناہ معاف ہو جائیں' اس کو نماز کے بعد نماز کی جگہ میں بیٹھنے کو لازم کر لینا چاہیے تاکہ فرشتے اس کے لیے زیادہ دعائیں اور استغفار کریں کیونکہ فرشتوں کی دعا کے مقبول ہونے کی بہت امید ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى. (الانبیاء:۲۸) اور وہ صرف ان ہی کی شفاعت کرتے ہیں جن کی شفاعت سے اللہ راضی ہو۔

مصنف کے نزدیک فرشتوں کی دعا کا مقبول ہونا دو وجہ سے ہے' ایک اس وجہ سے کہ جب کوئی شخص دوسروں کے لیے دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو' اس کی معصیت نہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے' اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں' اور جب امام آمین کہتا ہے تو فرشتے صرف ایک دفعہ آمین کہتے ہیں اور جو نمازی نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ میں جتنی دیر تک بیٹھا رہے' اتنی دیر تک فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں' لہٰذا اس موقع کی دعا قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لیے انتظار کرنے کو سرحد پر پہرہ دینے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس کو رباط (سرحد پر پہرہ دینا) فرمایا ہے اور اس کو تاکید کے ساتھ دو مرتبہ رباط فرمایا ہے' پس ہر عقل والے مومن پر لازم ہے کہ جب اس کو نماز کے بعد نماز کی جگہ پر بیٹھنے کے فضائل معلوم ہوں تو وہ نماز کی جگہ پر بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ فرشتوں کے استغفار کے حصول کی کوشش کرے۔ سعید ابن المسیب اور حسن بصری نے کہا ہے کہ مسجد میں عمداً بغیر وضوء کے بیٹھنا مکروہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۱۔۱۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اس شخص کی فضیلت ہے جو مطلقاً نماز کا انتظار کرتا ہے خواہ وہ مسجد میں اس جگہ بیٹھا ہو یا کسی دوسری جگہ چلا گیا ہو' اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص مسجد میں اپنا وضوء توڑ دے' اس کی یہ فضیلت باطل ہو جاتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں وضوء توڑنا مسجد میں تھوکنے سے زیادہ مکروہ ہے۔

مسجد میں بغیر وضوء کے بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف

(علامہ عینی مزید لکھتے ہیں:) علامہ مازری نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے ان لوگوں پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے' جو بے وضوء شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں یا مسجد میں بیٹھنے سے منع کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں متقدمین کا اختلاف ہے' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے' پھر انہوں نے پیشاب کیا' پھر مسجد میں داخل ہو گئے اور وضوء نہیں کیا' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' اور یہ عطاء' النخعی اور ابن جبیر سے بھی مروی ہے' اور ابن المسیب اور حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ مسجد میں بغیر وضوء کے عمداً بیٹھنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال اور علامہ عینی کی شرحوں میں محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے دو چیزوں میں علامہ ابن بطال سے اختلاف کیا ہے' ایک یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے فرشتوں کی دعا کے حصول کے لیے مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کو لازم قرار دیا ہے اور علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ جب تک نماز کے بعد وضوء نہ ٹوٹے اور انسان نماز کا انتظار کرتا رہے' اس کو یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے خواہ وہ مسجد میں ہو یا نہ ہو' دوسری چیز یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے حتماً کہا ہے کہ بے وضوء شخص مسجد میں نہ بیٹھے اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ پہلے مسئلہ میں بہ ظاہر حدیث کے الفاظ سے علامہ ابن بطال کی تائید ہوتی ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں: جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے' غالباً علامہ عینی نے

ان الفاظ سے عموم مراد لیا ہے کہ جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹے اور وہ نماز کا منتظر رہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ فرشتوں سے مراد عام ہے خواہ وہ کراماً کاتبین ہوں' سیارگان ہوں یا کوئی اور فرشتے ہوں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۹۳' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۶ھ)

٦٢ - بَابُ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ — مسجد کو بنانا

اس باب میں مسجد نبوی کو بنانے کی صفت بیان کی گئی ہے۔ اس میں درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ.

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ نے کہا: مسجد (نبوی) کی چھت کھجور کی شاخوں سے ہموار کی گئی تھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ بادل آئے' پس بارش ہوئی حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور وہ چھت کھجور کی شاخوں سے ہموار کی گئی تھی' پھر نماز قائم کی گئی' پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے' حتیٰ کہ میں نے مٹی کا اثر آپ کی پیشانی میں دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۶۶۹' صحیح مسلم: ۱۱۶۷' سنن ابوداؤد: ۱۳۸۲' سنن ابن ماجہ: ۱۷۶۶' السنن الکبریٰ: ۳۳۴۲)

وَاَمَرَ عُمَرُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ' وَقَالَ اَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ' وَاِيَّاكَ اَنْ تُحَمِّرَ اَوْ تُصَفِّرَ' فَتَفْتِنَ النَّاسَ.

اور حضرت عمر رضی اللہ نے مسجد (نبوی) کو بنانے کا حکم دیا اور فرمایا: لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو اور سرخ رنگ یا زرد رنگ لگانے سے اجتناب کرو کہ لوگ فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

اس تعلیق کی اصل' اس باب کی حدیث: ۴۴۶ میں آ رہی ہے' فتنہ میں مبتلا ہونے کا معنی یہ ہے کہ لوگ مسجد کے رنگ و روغن دیکھنے میں مشغول اور منہمک ہوں گے اور ان کے خضوع اور خشوع میں فرق آئے گا۔

وَقَالَ اَنَسٌ يَتَبَاهَوْنَ بِهَا' ثُمَّ لَا يَعْمُرُوْنَهَا اِلَّا قَلِيْلًا.

حضرت انس رضی اللہ نے فرمایا: لوگ مساجد بنا کر فخر کریں گے اور اس کو (نمازوں سے) بہت کم آباد کریں گے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

ابو قلابہ الجرمی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ کے ساتھ الزاویہ میں جانے کا ارادہ کرتے تھے' ہم ایک مسجد کے پاس سے گزرے اور صبح کی نماز کا وقت آ گیا' حضرت انس نے فرمایا: اگر ہم اس مسجد میں نماز پڑھ لیں! کیونکہ بعض لوگ دوسری مسجد میں گئے ہیں' لوگوں نے پوچھا: کون سی مسجد میں؟ پس ہم نے ایک مسجد کا ذکر کیا تو حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجدوں پر فخر کریں گے اور ان کو (نمازوں سے) بہت کم آباد کریں گے یا فرمایا: ان کو کم آباد کریں گے۔

امام ابوبکر (محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری متوفی ۳۱۱ھ) نے کہا: الزاویہ بصرہ کا ایک محل ہے' جو تقریباً دو فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۱)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ لوگ بڑھ چڑھ کر مساجد کو نقش و نگار سے مزین کریں گے' اس میں بیٹھ کر بحث کریں گے اور مساجد پر فخر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے' قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور نماز پڑھنے میں مشغول نہیں ہوں گے یا بہت کم مشغول ہوں گے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم ضرور مساجد کو مزین کرو گے' جس طرح یہود اور نصاریٰ نے مزین کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مساجد پر چونے کا پلستر لگانے کا حکم نہیں دیا گیا' حضرت ابن عباس نے کہا: تم مساجد کو ضرور مزین کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ نے مزین کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۸)

علامہ عینی نے کہا ہے کہ ان احادیث کی بناء پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانا اور ان کو مزین کرنا مکروہ ہے' اور ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے یا خلاف اولیٰ ہے اور وقف کے مال سے مساجد کو مزین کرنا جائز نہیں ہے اور جس نے مال وقف سے مساجد کو مزین کیا' اسے اس مال کا تاوان دینا ہوگا اور تاوان دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے وقف کے مال کو اس کے جائز مصرف میں خرچ نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس زمانہ میں لوگ اپنے گھروں اور بنگلوں کو بہت خوب صورت اور حسین و جمیل بناتے ہیں تو اللہ کا گھر اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کا گھر لوگوں کے اپنے گھروں سے زیادہ خوبصورت بنایا جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب مساجد کو مزین کرنے سے منع کیا تھا' اس وقت لوگوں کے گھر بہت سادہ ہوتے تھے۔

۴۴۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ' عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ' وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ' وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ' فَلَمْ يَزِدْ فِيْهِ أَبُوْ بَكْرٍ شَيْئًا' وَزَادَ فِيْهِ عُمَرُ' وَبَنَاهُ عَلٰى بُنْيَانِهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ' وَأَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا' ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ' فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً' وَبَنٰى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَالْقَصَّةِ' وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوْشَةٍ' وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ.

(سنن ابوداؤد: ۴۵۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۳' صحیح ابن حبان: ۱۶۰۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۴۱' مصنف عبدالرزاق: ۵۱۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۱۳۹۔ ج ۱۰ ص ۲۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۶۲۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی' حضرت عبد اللہ (بن عمر رضی اللہ عنہما) نے ان کو خبر دی کہ مسجد (نبوی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ کیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی بناء پر تعمیر کیا' کچی اینٹوں اور شاخوں سے بنایا اور اس کے ستون دوبارہ لکڑی کے بنا دیئے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں تبدیلی کی اور اس میں بہت اضافہ کیا' اس کی دیواریں نقش و نگار والے پتھروں اور چونے کی بنائیں اور اس کے ستون بھی منقش پتھروں کے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی کی بنائی۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح ابوالحسن' ان کو ابن المدینی البصری بھی کہا جاتا ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف الزہری' ان کی اصل مدنی ہے اور یہ عراق میں تھے (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد (۴) صالح بن کیسان ابومحمد مؤدب' عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر ہے۔

سلف صالحین کے نزدیک مسجد کی تزیین کا مکروہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث اور سلف صالحین سے متعدد آثار میں منقول ہیں کہ مساجد کو منقش اور مزین بنانا مکروہ ہے' حبیب بن الشہید نے الحسن سے روایت کی ہے کہ جب مسجد بنائی گئی تو صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم اس کو کیسے بنائیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں اپنے بھائی موسیٰ سے اعراض نہیں کرتا' اس کی چھت حضرت موسیٰ کی چھت کی طرح بناؤ' اور یزید بن الاصم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے مساجد کو مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم اپنی مساجد کو مزین کرو گے اور اپنے مصاحف (قرآن مجید) کو زیور پہناؤ گے تو تم پر ہلاکت آجائے گی۔

یہ آثار اور امام بخاری کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد کی تعمیر میں معتدل طریقہ اختیار کرنا چاہیے اور فتنہ انگیزی اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے خوف سے اس کی تزیین میں غلو کو ترک کر دینا چاہیے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس شخص نے حضرت عمر سے مسجد کی تعمیر کے لیے کہا تو انہوں نے اس سے فرمایا: لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو اور سرخ اور زرد رنگ سے اجتناب کرو تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں' ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس چیز کو اس سے سمجھا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوجہم کی نقش ونگاروں والی چادر واپس کر دی تھی' جب نماز میں آپ کی نظر اس کے نقوش پر پڑی اور آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ یہ مجھے فتنہ میں ڈال دے گی' یعنی اس پر نظر پڑنے سے میرے خضوع اور خشوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف انہماک اور استغراق میں فرق آئے گا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۳' صحیح مسلم: ۵۵۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بہت سے ممالک پر فتح عطا فرمائی تھی اور ان کو بہت مال عطا فرمایا تھا' اس کے باوجود انہوں نے مسجد نبوی کو اس طرح سادہ رکھا' جس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سادہ تھی' پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے صرف اتنی تبدیلی کی کہ کچی اینٹوں کی جگہ (منقش) پتھر اور چونا لگایا اور کھجور کی شاخوں کے بجائے ساگوان کی لکڑی کی چھت بنائی' پس حضرت عثمان اور حضرت عمر نے مسجد نبوی کو بہت زیادہ مزین نہیں کیا کیونکہ ان کو یہ علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہ کام مکروہ ہے اور تاکہ دنیاوی زیب وزینت کے حصول میں میانہ روی اور زہد میں ان کی اقتداء کی جائے۔

القاسم بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ انصار نے مال جمع کیا' پس کہا: یارسول اللہ! اس مسجد کو بنائیں تو آپ نے فرمایا: اس سے منافق خوش ہوں گے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومنین کو چاہیے کہ وہ منافقین کو خوش نہ کریں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مسجد کی تزیین کی ابتداء اور فقہاء احناف کے نزدیک مسجد کی تزیین کی گنجائش

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جس نے سب سے پہلے مسجد کو مزین کیا ہے' وہ الولید بن عبد الملک بن مروان تھا اور یہ کام صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے اخیر میں ہوا اور اکثر اہل علم نے فتنہ کے خوف سے اس پر سکوت کیا' ابن المنیر نے کہا: جب لوگوں نے اپنے گھروں کو خوب صورت بنایا اور مزین کیا تو پھر یہ مستحب ہو گیا کہ مساجد کو بھی اسی طرح خوب صورت بنایا جائے اور مزین کیا جائے تا کہ مساجد کی بے وقعتی نہ ہو اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ جب مساجد کی تعظیم کے لیے ان کو مزین کیا جائے تو پھر یہ جائز ہے اور اس تزیین پر بیت المال سے خرچ نہ کیا جائے' میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ مساجد کی تزیین مکروہ (تنزیہی) ہے اور ہمارے بعض اصحاب کا قول یہ ہے کہ مساجد کو منقش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ خلافِ اولیٰ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں زیادہ تر علامہ ابن بطال کی عبارت نقل کی ہے اور علامہ عینی نے جو شرح کی ہے' وہ بھی ان کی کتاب میں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٦٣ - بَابُ التَّعَاوُنِ فِيْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ — مسجد کی تعمیر میں تعاون

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مسجد کی تعمیر میں تعاون کرنا باعث اجر وثواب ہے اور جو شخص جتنا زیادہ تعاون کرے گا' اتنا زیادہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ○ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ (التوبہ: ۱۸-۱۷).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد تعمیر کریں جب کہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں' ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں○ اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے○ (التوبہ: ۱۸-۱۷)

كَذَا فِيْ رِوَايَةِ الْاَكْثَرِيْنَ' وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ ذَرٍّ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ○ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ (التوبہ: ۱۸-۱۷) وَلَمْ يَقَعْ فِيْ رِوَايَتِهٖ لَفْظُ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

اسی طرح اکثرین کی روایت میں ہے' اور ابوذر کی روایت میں ہے: مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد کی تعمیر کریں اس حال میں کہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں' ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں○ اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے ہوں اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے○ (التوبہ: ۱۸-۱۷) اور

ایک روایت میں اللہ عزوجل کے قول کا لفظ نہیں ہے۔

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ پوری دو آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔

اس آیت میں مساجد سے مراد جنس مساجد ہے یعنی مشرکین کے لیے کسی بھی مسجد کی تعمیر کرنا جائز نہیں ہے اور جب وہ کوئی مسجد بھی تعمیر نہیں کر سکتے تو مسجد حرام کو بہ طریق اولیٰ تعمیر نہیں کر سکتے' نیز مسجد کی تعمیر میں تعاون کرنا باعث اجر وثواب ہے اور مشرکین کا کوئی عمل باعث اجر وثواب نہیں ہے' اس وجہ سے ان کے لیے مساجد کی تعمیر کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔

٤٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ لِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ انْطَلِقَا إِلَى أَبِيْ سَعِيْدٍ، فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيْثِهِ، فَانْطَلَقْنَا، فَإِذَا هُوَ فِيْ حَائِطٍ يُصْلِحُهُ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبٰى، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا، حَتّٰى أَتٰى ذِكْرُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً، وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ، وَقَالَ وَيْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، يَدْعُوْهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَيَدْعُوْنَهُ إِلَى النَّارِ. قَالَ يَقُوْلُ عَمَّارٌ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ.

[طرف الحدیث:۲۸۱۲]

(صحیح مسلم:۲۹۱۵' مسند ابوداؤد الطیالسی:۶۰۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۴۹-۵۴۸' السنن الکبریٰ للنسائی:۸۵۴۸' مسند احمد ج ۳ ص ۵ طبع قدیم مسند احمد:۱۱۰۱۱-ج ۱۷ ص ۵۴' موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از عکرمہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے اور اپنے بیٹے علی سے کہا: تم دونوں حضرت ابوسعید کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث کا سماع کرو' پس ہم دونوں گئے' اس وقت حضرت ابوسعید اپنے باغ کی اصلاح کررہے تھے' انہوں نے اپنی چادر لے کر اوڑھ لی' پھر ہمیں حدیث سنانے لگے حتیٰ کہ مسجد کی تعمیر کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا: ہم ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حال میں دیکھ لیا' آپ نے ان سے مٹی جھاڑی اور فرمایا: عمار پر افسوس ہے! اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی' یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ حضرت ابوسعید نے کہا: حضرت عمار کہتے تھے: میں فتنوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ صحابہ کرام مسجد کی تعمیر میں تعاون کے لیے اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) عبد العزیز بن مختار ابو اسحاق الدباغ البصری الانصاری (۳) خالد بن مہران الحذاء (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام عکرمہ (۵) علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب القرشی الہاشمی ابو الحسن' ان کو ابو محمد بھی کہا جاتا ہے' جس رات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی' اسی رات ان کی ولادت ہوئی' اس لیے حضرت علی کے نام پر ان کا نام علی رکھا گیا' اور ان کی کنیت پر ان کی کنیت ابو الحسن رکھی گئی' یہ عبادت' زہد' علم' عمل اور فقہ میں بہت فائق تھے اور بہت حسین وجمیل تھے' ہر روز ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے' یہ السفاح اور المنصور دونوں خلیفوں کے دادا تھے' ان کے پاس پانچ سو زیتون کے درخت تھے اور یہ ہر درخت کے پاس دو رکعت نماز پڑھتے تھے' ۱۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی (۶) حضرت

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۶)

حضرت عمار کے جن قاتلین کا حدیث میں ذکر ہے وہ خوارج تھے اور اس حدیث کے دیگر مسائل اور فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے: عمار پر افسوس ہے اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی' یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اس چیز کا بیان ہے' جس کا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قصہ میں اختلاف ہے اور یہ جو ارشاد ہے: یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے' یہ ان خوارج کے متعلق ہے جن کی طرف حضرت عمار کو بھیجا گیا تھا تاکہ وہ ان کو مسلمانوں کی جماعت کی طرف آنے کی دعوت دیں' اور صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی اس ارشاد کا مصداق بنانا صحیح نہیں ہے' کیونکہ مسلمانوں میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں' وہ صحابہ کرام کے متعلق سب سے عمدہ تاویل کے علاوہ کچھ اور کہے' کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں' جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف اور تحسین فرمائی اور ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے' سو فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (آل عمران: ۱۱۰) تم سب سے بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے لیے ظاہر کیا گیا ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کے اولین مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں' اور یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت عمار کو خوارج کی طرف بھیجا گیا تھا' وہ ان کو مسلمانوں کی جماعت کی طرف بلا رہے تھے' جس جماعت کی عصمت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت دی ہے اور فرمایا ہے: میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مذکور سے حضرت عمار نے یہ سمجھا تھا کہ یہی (خوارج) دین میں وہ فتنہ ہیں' جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور اس فتنہ سے انہوں نے اس لیے پناہ طلب کی کہ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس فتنہ میں اس کو اجر ملے گا یا اس سے مواخذہ ہوگا' ماسوا غلبہ ظن کے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عکرمہ نے کہا: حضرت ابوسعید نے اپنی چادر لی اور اوڑھ کر بیٹھ گئے' اور ہمیں حدیث سنانی شروع کر دی' اس میں یہ دلیل ہے کہ محدث کو حدیث بیان کرنے کے لیے اہتمام سے بیٹھنا چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے علی کو اور اپنے شاگرد عکرمہ کو حضرت ابوسعید خدری کے پاس حدیث کے سماع کے لیے بھیجا' اس میں یہ دلیل ہے کہ ایک عالم کو اپنے بیٹے اور اپنے شاگرد کو دوسرے عالم کے پاس استفادہ کے لیے بھیجنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص پورے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عمار دو' دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے' اس میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو نیکی کے کام میں زیادہ مشقت اٹھانی چاہیے تاکہ زیادہ اجر ملے' اسی وجہ سے ان کو یہ کرامت اور فضیلت حاصل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مٹی جھاڑی اور ان کی اس فضیلت کا ذکر فرمایا جو ان کو بعد میں حاصل ہوگی۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اور ایسا ہی ہوا' اس میں آپ کی نبوت کی علامت ہے اور علم غیب کا ثبوت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے لشکر نے قتل کیا تھا تو پھر وہ دوزخ کی طرف بلانے والے قرار پائے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں شہید ہوئے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور جن لوگوں نے ان کو قتل کیا' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت معاویہ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت تھی؟ علامہ ابن بطال نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار کو خوارج نے شہید کیا تھا اور وہی اس حدیث کا صحیح مصداق ہیں کہ حضرت عمار ان کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلا رہے تھے اور صحابہ کرام کے متعلق صرف وہی تاویل کرنی چاہیے جو سب سے عمدہ ہو' علامہ ابن بطال نے اس جواب میں المہلب کی اتباع کی ہے اور ایک جماعت نے ان کی اتباع کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے' کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمار کی شہادت کے بعد خوارج نے حضرت علی کے خلاف خروج کیا تھا اور اس کی ابتداء اس وقت ہوئی تھی جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان حَکَم بنایا گیا تھا اور حَکَم بنانے کا واقعہ صفین میں قتال کے بعد ہوا تھا اور قطعی طور پر حضرت عمار کو اس سے پہلے شہید کر دیا گیا تھا۔

بعض علماء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ جو لوگ حضرت عمار کو دوزخ کی دعوت دے رہے تھے' وہ کفار قریش تھے اور یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن السکن اور کریمہ وغیرہما کی روایت میں زیادہ وضاحت ہے کہ جو لوگ حضرت عمار کو دوزخ کی دعوت دے رہے تھے' وہ حضرت عمار کے قاتلین تھے اور وہ اہل شام تھے' الحمیدی نے کہا ہے کہ شاید یہ اضافہ امام بخاری کے سامنے نہیں آیا یا یہ اضافہ ان کے سامنے آیا تھا لیکن انہوں نے اس کو عمداً حذف کر دیا اور اس کو اپنی صحیح میں ذکر نہیں کیا۔ اسماعیلی اور برقانی نے اس اضافہ کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے۔

اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ دونوں طرف کے صحابہ مجتہدین تھے اور وہ اپنے گمان میں دوسرے فریق کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اگرچہ واقع میں اس کے خلاف تھا اور جو اپنے گمان کی اتباع کر رہا ہو' اس پر کوئی ملامت نہیں ہوتی' اگر تم یہ کہو کہ جب مجتہد صحیح نتیجہ پر پہنچے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب وہ خطا کرے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے تو یہاں معاملہ کیسے ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ یہ جواب اقناعی ہے اور صحابہ کے حق میں اس کے خلاف کوئی بات کہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کی شہادت دی اور فرمایا ہے: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے (آل عمران: ۱۱۰) اور مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کے مصداق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔

اس تقریر کے بعد علامہ عینی نے اس حدیث کے وہی فوائد ذرا تفصیل سے بیان کیے ہیں' جن کو پہلے علامہ ابن بطال بیان کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ ابن بطال اور المہلب کے جواب پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کا جواب اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ جن لوگوں کی طرف حضرت علی نے حضرت عمار کو بھیجا تھا وہ اہل کوفہ تھے' وہ واقعہ جمل سے پہلے حضرت عائشہ اور ان کے حامیوں کے خلاف لوگوں کو تیار کر رہے تھے اور ان میں بھی صحابہ کی جماعت تھی' جیسے حضرت معاویہ کے ساتھ صحابہ تھے بلکہ ان سے افضل تھے' لہٰذا جس اعتراض سے بچنے کی المہلب نے کوشش کی تھی' وہ پھر ان پر لوٹ

آیا۔اس کے علاوہ خرابی یہ ہے کہ ان صحابہ کرام پر خوارج کا اطلاق لازم آئے گا۔

مہلب پر ایک اور اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے اس ناقص روایت کی شرح کی ہے' کیونکہ مکمل روایت میں یہ ضمیر حضرت عمار کے قاتلین کی طرف راجع ہے یعنی حضرت عمار اپنے قاتلین کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلا رہے تھے اور حضرت عمار کے قاتلین اہل شام تھے' الحمیدی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس اضافہ کو عمداً حذف کر دیا۔

علامہ عسقلانی فرماتے ہیں: امام بخاری نے اس اضافہ کو ایک نکتہ خفیہ کی بناء پر حذف کیا ہے' اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے اس اضافہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا' اس سے معلوم ہوا کہ یہ اضافہ اس روایت میں مدرجہ ہے اور جو روایت اس اضافہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے' وہ امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے' لہٰذا امام بخاری نے اس حدیث کے اتنے حصہ پر اقتصار کیا ہے جتنا حصہ حضرت ابوسعید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔(فتح الباری ج ۲ ص ۹۔۹۶ ملخصاً' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عمار کے قاتلین پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کے اطلاق پر مصنف کی توجیہ

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں مذکور ہے: عمار پر افسوس ہے! اس کو باغی جماعت قتل کرے گی' وہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے' اور حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا اور ان پر اس حدیث میں باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والا فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کا اطلاق بہ اعتبار ظاہر ہے' حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے' کیونکہ حقیقت میں ان کے گمان کے اعتبار سے ان کا اقدام برحق تھا' وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے طالب تھے حالانکہ واقع میں ان کا یہ اجتہاد مبنی برخطاء تھا کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کر رہے تھے اور وہ امیر برحق اور خلیفۃ المسلمین تھے اور امیر برحق کے ساتھ جنگ کرنا بغاوت ہے اور دوزخ میں دخول کا سبب ہے' اس لیے ظاہر کے اعتبار سے وہ باغی تھے اور دوزخ کی طرف بلانے والے' لیکن حقیقت میں باغی نہیں تھے کیونکہ ان کا یہ اقدام اپنے اجتہاد کی وجہ سے تھا۔

اس حدیث کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى. (طٰہٰ:۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی' پس وہ بے راہ ہوئے۔

اس آیت میں شجر ممنوعہ سے کھانے پر حضرت آدم علیہ السلام پر معصیت اور غوایت کا اطلاق بہ اعتبار ظاہر ہے' حقیقت میں وہ نبی معصوم ہیں اور ان کا شجر ممنوعہ سے کھانا معصیت نہ تھا' ان کے اجتہاد سے تھا' انہوں نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے تنزیہاً منع فرمایا ہے اور وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تحریماً منع فرمایا ہے اور معصیت تب ہوتی' جب وہ قصداً ممنوع کام کا ارتکاب کرتے اور انہوں نے بھولے سے یہ کام کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا O(طٰہٰ:۱۱۵) پس آدم بھول گئے اور ہم نے (ان کی معصیت کا) کوئی عزم نہ پایا O

لہٰذا قرآن مجید میں حضرت آدم کے فعل پر معصیت کا اطلاق ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے اور حقیقت کے اعتبار سے وہ معصیت نہیں ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں حضرت معاویہ کے گروہ پر باغی ہونے اور دوزخ کی طرف بلانے والے ہونے کا اطلاق ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے' حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت معاویہ اور

ان کے لشکر کے متعلق بہت دعائیں کی ہیں اور ان کی فضیلت میں بہت احادیث وارد ہیں:

حضرت علی کے حضرت معاویہ کے متعلق دعائیہ کلمات اور اس سلسلے میں دیگر احادیث

حارث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ نے ایسی باتیں فرمائیں جو اس سے پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! حضرت معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو' اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر حنظل کے پھل کی طرح گرنے لگیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۴۳' کنز العمال: ۳۱۷۰۴' تاریخ دمشق ج ۶۲ ص ۱۰۶۔۱۰۵)

عبداللہ بن عروہ نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو جنگ صفین میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے' آپ نے اہل شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما' پھر حضرت عمار لائے گئے تو آپ نے ان کے لیے بھی یہی دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۵۴)

یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور معاویہ کی طرف سونپ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۶۹' کنز العمال: ۳۱۷۰۰' تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۹۷' بیروت)

نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں' میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی' ہم نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی' پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے۔ جب حضرت علی نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: آپ ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو ہم میں سے اور ان میں سے اللہ کی رضا اور آخرت کے لیے لڑتا ہوا قتل کیا گیا وہ جنت میں ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۲۹۶۸۔ ج ۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' کنز العمال: ۳۱۷۰۷)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ اور حضرت اسماء' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے: اے اللہ! معاویہ کے بدن کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دے' اے اللہ! دوزخ کی آگ کو معاویہ پر حرام کر دے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۳۴۸۴۔ ج ۶۲ ص ۶۶۔ ۶۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی تمہارے سامنے اہل جنت سے ایک شخص آئے گا' پھر حضرت معاویہ آئے۔ (تاریخ دمشق: ۱۳۴۹۹۔ ج ۶۲ ص ۷۰)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور برادر نسبتی ہیں اور وحی کے کاتب اور اس پر امین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میرے لیے میرے اصحاب اور میرے سسرال والوں کو چھوڑ دو (ان کو بُرا نہ کہو) پس جس نے ان کو بُرا کہا' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۴۷۔ ج ۶۲ ص ۱۴۳)

حضرت رویم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! مجھ سے کشتی لڑیے' حضرت معاویہ نے کھڑے ہو کر کہا: میں تم سے کشتی لڑوں گا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ ہرگز کبھی مغلوب نہیں ہو گا' پھر حضرت معاویہ نے اس

اعرابی کو پچھاڑ دیا' جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھ سے اس حدیث کا پہلے ذکر کیا جاتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔ (تاریخ دمشق: ۱۳۴۶۵ ۱۳۔ج ۶۲ ص ۶۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت معاویہ کے لیے جو دعا فرمائی' اُسی کا اثر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسد اللہ الغالب ہونے کے باوجود حضرت معاویہ کو مغلوب نہ کر سکے۔

حضرت علی کے قصاصِ عثمان نہ لینے کی وجوہ

حضرت معاویہ کا حضرت علی سے یہ مطالبہ تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں اور حضرت علی اخیر وقت تک قاتلین عثمان سے قصاص نہیں لے سکے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کا شرعی ثبوت ہو اور شرعی ثبوت یہ ہے کہ کوئی شخص حضرت عثمان کے قتل کا اعتراف کرتا یا اس پر دو گواہ قائم ہوتے کہ فلاں شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے' لیکن حضرت علی کی شہادت تک یہ ثبوت مہیا نہیں ہو سکا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کیسے قصاص لیتے؟ اوّل تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل مجہول اور نامعلوم تھے' ثانیاً: حضرت علی فرماتے تھے: مجھے سانس تو لینے دو' فتنے ختم ہو جائیں اور امن و امان قائم ہو جائے پھر میں تفتیش اور تحقیق کروں کہ قاتل فی الواقع کون ہے' کیونکہ اندھا قصاص تو نہیں لیا جا سکتا اور فی الفور قصاص لینا واجب نہیں ہے اور قصاص لینے میں تاخیر جائز ہے' لیکن ان پر پے در پے ایسی جنگیں مسلط کر دی گئیں کہ ان کو امن اور سکون کے ساتھ تفتیش اور تحقیق کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔

حضرت معاویہ کے باغی نہ ہونے پر مزید دلائل

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ کی جماعت صراحۃً باغی ہوتی تو وہ ان سے جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی تحکیم کو قبول نہ کرتے۔

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

سفیان بن اللیل بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے مدینہ آئے تو میں نے ان سے کہا: اے مؤمنین کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسن نے فرمایا: اس طرح مت کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: دن اور رات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا حتیٰ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران بن جائیں گے' پس میں نے جان لیا کہ اللہ کا حکم نافذ ہونے والا ہے' پس میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۰۲۔ج ۶۲ ص ۱۷' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴' کنز العمال: ۳۱۷۰۸)

حارث اعور بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کر فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے اِن کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے' جس طرح حنظل کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔ (کنز العمال: ۳۱۷۱۲' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن کثیر' امام بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

صفوان بن عمرو نے بیان کیا ہے کہ اہل شام کا لشکر ساٹھ ہزار تھا' ان میں سے بیس ہزار قتل کیے گئے اور اہل عراق کا لشکر ایک لاکھ بیس ہزار تھا' ان میں سے چالیس ہزار شہید کیے گئے اور امام بیہقی نے اس واقعہ کو ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی اس حدیث پر منطبق کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو عظیم جماعتیں باہم عظیم جنگ نہیں کریں گی حالانکہ ان دونوں جماعتوں کا دین واحد ہوگا۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۷۱۲۱، صحیح مسلم: ۱۵۷)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ وہ جماعتیں اسلام کا دعویٰ کریں گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئی جنگ صفین پر منطبق ہوتی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۱۹۔ ۴۱۸، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۷۷۔ ۳۷۶)

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو گروہ ہوں گے، ایک گروہ ان دونوں سے خارج ہو جائے گا (یعنی خوارج) اور دونوں گروہوں میں سے جو گروہ حق کے زیادہ قریب ہوگا، وہ ان خوارج کو قتل کرے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۹۷، سنن سعید بن منصور: ۲۹۷۲)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے، کیونکہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے اسی طرح واقع ہوا، اور اس حدیث میں آپ نے اہل شام اور اہل عراق کے دونوں گروہوں کے اوپر اسلام کا حکم لگایا ہے۔ اس طرح نہیں جس طرح رافضی فرقہ کا زعم باطل ہے اور وہ اہل شام کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ کے اصحاب حق کے زیادہ قریب تھے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ مجتہد تھے اور ان کو اجتہاد میں خطا لاحق ہوئی اور ان کو بھی ان شاء اللہ اجر ملے گا اور حضرت علی امام برحق ہیں اور ان کو دو اجر ملیں گے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کی رائے درست ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب اس کے اجتہاد میں خطاء ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۵۲، صحیح مسلم: ۱۷۱۶، سنن ابوداؤد: ۳۵۷۴، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۴، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۸۲۔ ۳۸۱، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ)

یہ حدیث، شرح صحیح مسلم: ۷۱۹۴۔ ج ۷ ص ۹۷۷۔ ۸۷۷ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت عمار بن یاسر کی شہادت، اس کی بہت مختصر شرح ہے چند سطروں میں۔

٦٤ - بَابُ الْاِسْتِعَانَةِ بِالنَّجَّارِ وَالصُّنَّاعِ فِیْ اَعْوَادِ الْمِنْبَرِ وَالْمَسْجِدِ

منبر کی سیڑھیوں اور مسجد میں بڑھئی (ترکھان) اور مستری (کاری گر) سے مدد حاصل کرنا

''صنّاع'' کا لفظ عام ہے اور ''النجار'' کا لفظ خاص ہے اور اس عبارت میں عام کا عطف خاص پر ہے۔

٤٤٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى امْرَاَةٍ اَنْ مُرِیْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ، يَعْمَلُ لِیْ اَعْوَادًا اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۱۹، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل رضی اللہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ تم اپنے بیٹے کو حکم دو جو بڑھئی ہے کہ وہ میرے لیے (منبر کی) سیڑھیاں بنا دے جن پر میں بیٹھوں گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۷۷ میں کر دی گئی ہے، وہاں اس کا عنوان تھا: چھت، منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا۔

٤٤٩ - حَدَّثَنَا خَلَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد نے حدیث بیان

اَیْمَنَ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَابِرٍ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا اَجْعَلُ لَکَ شَیْئًا تَقْعُدُ عَلَیْهِ؟ فَاِنَّ لِیْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ اِنْ شِئْتِ. فَعَمِلَتِ الْمِنْبَرَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۹۵-۳۵۸۴-۳۵۸۵]

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایسی چیز نہ بنادوں جس پر آپ بیٹھیں؟ کیونکہ میرا لڑکا بڑھئی ہے آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو پس اس عورت نے منبر بنادیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) خلاد بن یحییٰ (۲) عبدالواحد بن ایمن الحبشی المکی القرشی المخزومی (۳) ان کے والد ایمن جو حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں (۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۰)

منبر بنانے کے متعلق دو حدیثوں کے تعارض کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حضرت سہل کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے خود اس عورت سے فرمایا تھا کہ وہ اپنے بیٹے سے کہے کہ وہ میرے لیے منبر بنادے اور حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ اس عورت نے اپنے بیٹے سے منبر بنوانے کی پیش کش کی تھی پھر اس نے منبر بنادیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ پہلے اس عورت نے منبر بنوا کر دینے کی پیش کش کی ہو اور آپ کی اس میں رغبت نہ ہو پھر جب اس لڑکے نے بنا کر دینے میں تاخیر کر دی اور آپ کو پتا تھا کہ وہ خوشی سے منبر بنا کر دے رہی ہے اور آپ چاہتے تھے جلدی بن جائے تو آپ نے اس عورت سے تقاضا کیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے عورت کے پاس اس لیے پیغام بھیجا ہو کہ یہ معلوم کریں کہ وہ لڑکا کس قسم کی سیڑھیاں بنارہا ہے اور یہ چاہا کہ وہ سیڑھیاں منبر میں ہونی چاہئیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کام کے کرنے کا وعدہ کرے اور اس کی مدت معین نہ کرے اس سے اس کام کا تقاضا کرنا چاہیے اور اس کام کو مکمل کرنے کے لیے کہنا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اسی شرح کو معمولی تغیر سے نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۱-۳۱۰ دارالکتب العلمیہ بیروت فتح الباری ج ۲ ص ۹۷ دارالمعرفہ بیروت)

٦٥ - بَابُ مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا

جس نے مسجد بنائی

اس باب میں مسجد بنانے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

٤٥٠ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ بُکَیْرًا حَدَّثَهٗ اَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عُبَیْدَ اللّٰهِ الْخَوْلَانِیَّ اَنَّهٗ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ، عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِیْهِ حِیْنَ بَنٰی مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ اَکْثَرْتُمْ، وَاِنِّیْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ بے شک بکیر نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک عاصم بن عمر بن قتادہ نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے عبیداللہ الخولانی سے سنا انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے رسول

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا. قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ يَبْتَغِي بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ، بَنَى اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِي الْجَنَّةِ. (صحیح مسلم: ۵۳۳' الرقم المسلسل: ۱۱۶۹' سنن ترمذی: ۳۱۸' سنن ابن ماجہ: ۷۳۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۹۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص ۳۱۰' مسند احمد ج۱ ص۶۱ طبع قدیم' مسند احمد ج۱ ص ۴۸۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۲۷۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اللہ ﷺ کی مسجد بنائی اور لوگوں نے ان پر اعتراض کیے تو انہوں نے فرمایا: بے شک تم نے بہت اعتراض کیے ہیں اور میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مسجد بنائی۔ بکیر نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا: اور وہ مسجد بنانے سے اللہ کی رضا طلب کرتا تھا تو اللہ اس کے لیے جنت میں اس کی مثل بنا دے گا۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں مسجد بنانے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن سلیمان الجعفی (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) عمرو بن الحارث' ان کا لقب تھا درۃ الغواص (۴) بکیر بن عبد اللہ الاشج المدنی' یہ بہت پہلے مدینہ سے مصر چلے گئے تھے (۵) عاصم بن عمر الاوسی الانصاری' یہ ۱۲۰ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۶) عبید اللہ بن الاسود الخولانی' یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے لے پالک تھے (۷) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۱)

مسجد بنانے کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مساجد کی اپنی طرف اضافت کی ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. (التوبہ: ۱۸)

اللہ کی مساجد کی صرف وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے مساجد پر گھروں کا اطلاق فرمایا ہے:

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ. (النور: ۳۶)

جن گھروں کو بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کے نام کے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

پس مسجد دنیا میں سب سے افضل گھر ہے اور زمین کا سب سے عمدہ قطعہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسجد بنانے والے کو یہ فضیلت عطا کی ہے کہ وہ اس کے لیے جنت میں محل بنا دے گا اور جب تک مسجد میں اللہ کا ذکر کیا جاتا رہے گا اور اس کے لیے نماز پڑھی جاتی رہے گی' اس کا اجر اور ثواب مسجد بنانے والے کے لیے اس کی زندگی میں بھی لکھا جاتا رہے گا اور اس کی موت کے بعد بھی لکھا جاتا رہے گا اور مسجد بنانے کا وہ اجر ہے' جو اس کے عمل کی جنس سے دیا جاتا رہے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر پر لوگوں کے اعتراضات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمود بن لبید انصاری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو ناپسند کیا' ان کی خواہش تھی کہ مسجد کو اس کی حالت پر رہنے دیا جائے (صحیح مسلم: ۵۳۳' الرقم المسلسل: ۱۱۷۰) یعنی جس طرح نبی ﷺ کے

عہد میں مسجد تھی' اس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے' امام بغوی نے شرح السنۃ میں کہا ہے: شاید صحابہ نے اس لیے ناپسند کیا تھا کہ حضرت عثمان نقش ونگار والے پتھروں سے مسجد بنا رہے تھے' انہوں نے محض مسجد کی توسیع کرنے کو ناپسند نہیں کیا تھا اور حضرت عثمان نے مسجد کی توسیع نقش ونگار والے پتھروں سے کی تھی اور اس کو مزین بھی کیا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۸' دار المعرفۃ بیروت)

مسجد بنانے کی فضیلت میں دیگر احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے: جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۱۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خواہ وہ پرندے کے گڑھے جتنی ہو یا اس سے چھوٹی ہو' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۳۸)

اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث میں مسجد بنانے والے کو جنت میں ایک مثل ملنے کا ذکر ہے' حالانکہ قرآن مجید میں دس مثلوں کا بیان ہے

اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مثل بنا دے گا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ مثل کے دو استعمال ہیں' ایک یہ کہ اس سے مراد مطلقاً مفرد ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَقَالُوٓا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَیۡنِ مِثۡلِنَا. (المؤمنون: ۴۷) پس انہوں نے کہا: کیا ہم اپنی مثل دو بشروں پر ایمان لے آئیں۔

اس آیت میں ''بشرین'' تثنیہ ہے' اس کے باوجود اس کی صفت مفرد کے صیغہ کے ساتھ لائی گئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مثل کا لفظ صرف مفرد مستعمل ہوتا ہے اور دوسرا استعمال یہ ہے کہ اس کو موصوف کے مطابق لایا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

اُمَمٌ اَمۡثَالُکُمۡ. (الانعام: ۳۸) تمہاری مثل گروہ ہیں۔

اب اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث کی بشارت کا تقاضا یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کو جنت میں اس کی ایک مثل گھر دیا جائے' حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا. (الانعام: ۱۶۰) جو شخص ایک نیکی لائے گا اس کو اس نیکی کی دس مثلیں ملیں گی۔

(۱) اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسجد بنانے والے کو اس مسجد کی مثل دس گھر عطا فرمائے گا۔

(۲) بہ طور عدل اس کو مسجد کی مثل ایک گھر ملے گا اور بہ طور فضل اللہ تعالیٰ اس کی مثل دس گھر عطا فرمائے گا۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس آیت (الانعام: ۱۶۰) کے نزول سے پہلے تھا' مگر یہ جواب بعید ہے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ایک مثل فرمایا ہے' اس سے زیادہ کی نفی نہیں ہوتی۔

(۵) یہ زیادتی کیفیت کے اعتبار سے ہے' کئی چیزیں عدد میں کم ہوتی ہیں اور کیفیت میں زیادہ ہوتی ہیں مثلاً کسی کا ایک گھر دوسروں کے دس گھروں بلکہ سو گھروں سے افضل ہوتا ہے اور یہ فرق دنیا کی تنگی اور جنت کی وسعت کے اعتبار سے ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۵۰) امام احمد نے حضرت واثلہ سے روایت کیا ہے: اللہ اس کے لیے جنت میں اس سے افضل گھر بنا دے گا' اور امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے: اللہ اس کے لیے اس سے زیادہ وسیع گھر بنا دے گا' اس سے معلوم ہوا کہ مثل ہونے سے من کل الوجوہ مساوات کا قصد نہیں کیا جاتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۹۹ 'دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ عسقلانی کے جوابات پر حافظ عینی کا تبصرہ

تیسرے جواب کے بعید ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد' الانعام: ۱۶۰ کے نزول سے پہلے تھا' یہ تاریخ جاننے پر موقوف ہے اور وہ معلوم نہیں ہے۔ پانچویں جواب میں کہا ہے کہ یہ مثلیت کیفیت کے اعتبار سے ہے اور قرآن مجید میں جو دس مثلوں کا ذکر ہے وہ کمیت اور مقدار ہے' میں کہتا ہوں کہ جو مثلیت کمیت اور مقدار کے اعتبار سے ہو' اس کو مساوات کہتے ہیں جیسے ایک مقدار کا دوسری مقدار کے ساتھ متحد ہونا اور جو مثلیت کیفیت کے اعتبار سے ہو' اس کو مشابہت کہتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں: مجھے جو جواب انوارِ الٰہیہ سے منکشف ہوا ہے' وہ یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کو ایک گھر کی مثل دینا یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور اس ایک گھر کے اوپر کیفیت اور کمیت (مقدار) کے اعتبار سے اضافہ فرمانا' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس جواب میں حافظ عینی نے کوئی نئی بات نہیں پیش کی' یہی بات حافظ عسقلانی اپنے دوسرے جواب میں بیان کر چکے ہیں' نئی بات یہ ہے کہ حدیث میں مذکور ہے: مسجد بنانے والے کو جنت میں اس کی مثل ملے گی' اس سے ایک مثل مراد لینا مثل کے پہلے استعمال پر موقوف ہے' جس میں مثل سے مراد مفرد ہوتی ہے' جیسے ''اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَیۡنِ مِثۡلِنَا'' (المؤمنون: ۴۷) میں ہے'' کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لائیں''۔ اور کیا ضروری ہے کہ حدیث میں مثل کا لفظ پہلے استعمال پر ہو' اگر مثل کا لفظ دوسرے استعمال پر ہو' جیسے ''اُمَمٌ اَمۡثَالُکُمۡ'' (الانعام: ۳۸) تمہاری مثل گروہ ہیں' میں ہے تو پھر اس سے متعدد امثال مراد لی جا سکتی ہیں اور پھر یہ حدیث الانعام: ۱۶۰ کے خلاف نہیں ہوگی اور اس سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ مسجد بنانے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی دس مثلیں عطا فرمائے اور یہی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے لائق اور اس کی سنت کے مطابق ہے۔ فافهم وتشكر۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۹۱۔ ج ۲ ص ۸۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٦ - بَابٌ يَأْخُذُ بِنُصُوْلِ النَّبْلِ إِذَا مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ

جب کوئی شخص مسجد سے گزرے تو تیر کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد کے پاس سے گزرے تو تیر کے پھل یا اس کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر رکھے' اگر وہ اس نوک کو پکڑ کر نہیں رکھے گا تو ہو سکتا ہے وہ نوک کسی کے چبھ جائے۔

٤٥١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو اَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ سِهَامٌ ' فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا؟

[اطراف الحدیث: ۷۰۷۳۔ ۷۰۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو سے پوچھا: کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے سنا ہے' وہ کہتے تھے کہ ایک شخص مسجد سے گزرا اور اس کے ساتھ تیر تھے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک یا پیکان کو پکڑ کر رکھو؟

(صحیح مسلم: ۲۶۱۴' الرقم المسلسل: ۶۵۳۸' سنن نسائی: ۷۱۸' سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۷' مسند الحمیدی: ۱۲۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۳۶۔ ج ۸ ص ۵۸۲' سنن دارمی: ۶۳۳۔ ۱۴۰۲' مسند ابو یعلیٰ: ۱۹۹۵۔ ۱۹۷۱۔ ۱۸۳۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۱۶' صحیح ابن حبان: ۱۶۴۷' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳'

مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۳۱۰۔ ج ۲۲ ص ۲۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک یا پیکان کو پکڑ کر رکھو۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں' جن کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ' علامہ عینی سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض ہے کہ سفیان نے کہا: میں نے عمرو سے پوچھا: کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے یہ حدیث سنی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ۔۔۔۔۔۔۔اس کے بعد عمرو کا جواب مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت جابر سے یہ حدیث سنی تھی یا نہیں؟ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس میں محدثین کا اختلاف ہے کہ قاری کے سوال کے بعد شیخ کے جواب کے ذکر کرنے کی شرط ہے یا نہیں' مذہب راجح جس پر محققین ہیں اور امام بخاری بھی انہی میں سے ہیں' وہ مذہب یہ ہے کہ شیخ کا یہ کہنا کہ ''ہاں'' یہ شرط نہیں ہے' بلکہ شیخ کا سکوت کافی ہے جب کہ اس سے سوال کرنے والا بیدار مغز ہو' اس لحاظ سے حضرت جابر کی سند پر کوئی اعتراض نہیں ہے' علاوہ ازیں الاصیلی کی روایت میں ہے: عمرو نے کہا: ہاں! لہٰذا اس سند سے اعتراض ساقط ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۷۔۳۱۶)

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ' علامہ ابن بطال سے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اسناد ظاہر نہیں ہے کیونکہ سفیان نے عمرو سے کہا: آپ نے حضرت جابر سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک شخص مسجد کے پاس سے گزرا اور اس کے پاس تیر تھے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھو' اور یہ نقل نہیں کیا کہ عمرو نے اس کے جواب میں کہا: ہاں' امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ کے علاوہ از علی بن عبد اللہ از سفیان' یہ حدیث ذکر کی ہے' اس میں ذکر ہے: سفیان نے عمرو سے کہا: کیا آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیروں کی نوکوں کو پکڑ کر رکھو؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۷۳) لہٰذا ان کے ہاں کہنے سے سند کا ابہام دور ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ' علامہ عسقلانی سے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند میں سفیان کا ذکر ہے' اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں اور عمرو کا ذکر ہے' اس سے مراد عمرو بن دینار ہیں' قتیبہ نے اس سند میں عمرو بن دینار کا جواب ذکر نہیں کیا' لیکن اصیلی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آخر میں کہا: ہاں! امام بخاری نے کتاب الفتن میں قتیبہ کے غیر از علی بن عبد اللہ از سفیان' اس روایت کی مثل ذکر کی ہے' اس کے آخر میں مذکور ہے: انہوں نے کہا: ہاں! (صحیح البخاری: ۷۰۷۳) امام مسلم نے اس حدیث کو از سفیان از عمرو از جابر بغیر سوال اور جواب کے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۱۴۔ ۲۶۱۵) نیز امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو بغیر سفیان کے از حماد بن زید از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے کہ ایک شخص مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرا اور اس نے تیروں کی نوکوں کو ظاہر کیا ہوا تھا تو اس کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے تیروں کی نوکوں کو پکڑ کر رکھے تاکہ وہ نوکیں کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دیں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۷۴' صحیح مسلم: ۲۶۱۴' الرقم المسلسل: ۶۵۳۹)

حافظ عسقلانی کہتے ہیں کہ جب قاری شیخ سے پوچھے کہ کیا آپ کو فلاں نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ تو سند میں شیخ کے جواب کو

ذکر نہ کرنا راجح مذہب ہے اور اس کے جواب کو ذکر کرنا مرجوح مذہب ہے اور امام بخاری نے دونوں مذہبوں پر عمل کیا ہے' کتاب الصلوٰۃ میں قاری کے سوال کے جواب میں شیخ کا قول ذکر نہیں کیا اور کتاب الفتن میں شیخ کا قول کا ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۰۔۹۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' ان سب کا تفصیلی تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک کو پکڑ لو۔

اس حدیث میں ''نصال'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تیر اور نیزہ کے آخر میں جو لوہے کی نوک ہوتی ہے' اس کو پیکان بھی کہتے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس یا کسی بازار میں گزرے اور اس کے ہاتھ میں تیر ہو تو وہ اس تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھے۔ امام ابو داؤد کی روایت میں ہے: مبادا وہ کسی مسلمان کے لگ جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۵' الرقم المسلسل: ۶۵۴۱' سنن ابو داؤد: ۲۵۸۷' سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برہنہ تلوار پکڑنے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابو داؤد: ۲۵۸۸' سنن ترمذی: ۲۱۶۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پاگلوں اور بچوں کو اور اپنی آوازوں کے بلند کرنے کو اور تلواروں کے سونتنے کو (میان سے نکالنے کو' اسی طرح کلاشنکوف لہرانے کو اور فائرنگ کرنے کو) اور خریدنے اور فروخت کرنے کو اور حدود قائم کرنے کو' اور آپس میں جھگڑنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو اور جمعہ کے دنوں میں اپنی مسجدوں کے دروازوں پر لوبان وغیرہ کی دھونی دو اور وضوء کرنے کی جگہوں کو مسجدوں کے دروازوں پر بناؤ۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۷۲۹۔ ج ۱ ص ۴۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' المعجم الکبیر: ۳۶۹۔ ج ۲۰ ص ۱۷۳' مسند الشامیین: ۳۵۸۱' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶' کامل بن عدی: ۱۴۵۴' کنز العمال: ۲۰۸۳۵)

مسلمانوں کا تھوڑا سا بھی ناحق خون بہانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دشوار ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسلمان کی حرمت کی تاکید ہے تاکہ اس کو کوئی شخص خوف زدہ کرے نہ زخمی کرے' کیونکہ مسلمان عموماً مساجد کے پاس سے گزرتے ہیں' خصوصاً پانچ نمازوں کے اوقات میں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خطرہ ہوا کہ کسی تیر کی نوک سے کسی مسلمان کو ایذاء نہ پہنچے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کا اظہار ہے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی ہتھیار سے مسلمان کا کم خون نکلے یا زیادہ نکلے' دونوں قسم کے ہتھیاروں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۸۔ ۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ' علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ' سب نے یہی شرح نقل کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۷' فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۰' ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۲۵)

مسلمانوں کا مسجدوں میں فائرنگ اور بم دھماکے کرنا دنیا میں اسلام کی بدنامی کا باعث ہے

آج کل نام نہاد مسلمان دہشت گرد مسجدوں میں فائرنگ کرتے ہیں' بم دھماکے کرتے ہیں اور خودکش حملے کرتے ہیں' انہیں غور کرنا چاہیے کہ ان کا یہ عمل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کس قدر باعث اذیت ہے' زیادہ افسوس اس پر ہے کہ کئی مذہبی جماعتیں پہلے مخالف فرقوں کی مساجد میں بم دھماکے کراتی ہیں اور اپنے مخالف علماء کو ہلاک کرنے کے لیے ان پر خودکش حملے کراتی ہیں اور سادہ لوح نوجوانوں کی برین واشنگ کر کے ان کے دلوں میں شوقِ شہادت پیدا کرتی ہیں کہ فلاں عالم کافر ہے' تم خودکش دھماکے میں اس کو اڑا دو' سیدھے جنت میں جاؤ گے نہ صرف تم جنت میں جاؤ گے بلکہ اپنے تمام گھر والوں کو جنت میں لے جاؤ گے' پھر اس کے ردعمل میں ان کے مخالف فرقے کے لوگ انتقام لینے کے لیے اسی طرح کی کارروائی کرتے ہیں' یوں ایک دوسرے کی مساجد کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور مسلمانوں کا خون بہتا رہتا ہے اور ملک میں بدامنی ہوتی ہے اور خوف و ہراس کی فضا پیدا ہوتی ہے اور غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے کہ اس اسلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ امن اور سلامتی کا علم بردار ہے' بھارت میں جہاں آئے دن مسلم کش فسادات ہوتے رہتے ہیں' وہاں ہندو مسلمانوں پر طعنہ زن ہوتے ہیں: تم ہمیں مسلم کش حملوں پر کیوں مطعون کرتے ہو' تمہارے اسلامی ملک میں خود مسلمان ایک دوسرے کی گردنیں مار رہے ہیں' پاکستان میں مذہبی اختلاف کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں اور افغانستان اور عراق میں سیاسی اختلاف کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں' حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے غلطی سے ایک کلمہ گو کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر اس قدر رنج ہوا اور آپ نے حضرت اسامہ کو اس قدر ملامت کی کہ انہوں نے کہا: کاش! میں اس دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔ (صحیح مسلم:۹۶' الرقم المسلسل:۲۷۲۔۲۷۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہر پیر اور جمعرات کو امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' نیک اعمال سے آپ خوش ہوتے ہیں اور بُرے اعمال پر آپ استغفار کرتے ہیں۔ (الوفاء ص ۸۲۶) کفار مکہ تو آپ کو آپ کی صرف ظاہری حیات میں رنج پہنچاتے تھے' ہم اپنی اس خون ریزی سے آپ کو قبر میں رنج پہنچا رہے ہیں!!!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۔۶۵۳۔ ج ۲ ص ۲۳۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٧ - بَابُ الْمُرُوْرِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں گزرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تیر کے پیکان کو پکڑا ہو تو پھر اس تیر کو لے کر کوئی شخص مسجد میں جا سکتا ہے' تاہم امام بخاری کا قائم کردہ عنوان اس مفہوم کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

۴۵۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا ' أَوْ أَسْوَاقِنَا ' بِنَبْلٍ' فَلْيَأْخُذْ عَلَى نِصَالِهَا ' لَا يَعْقِرْ بِكَفِّهِ مُسْلِمًا.

[طرف الحدیث:۷۰۷۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو بردہ سے سنا از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: جو شخص ہماری مساجد میں سے کسی جگہ یا ہمارے بازار میں سے کسی جگہ تیر لے کر گزرے' پس اس کو چاہیے کہ وہ اس کے پیکان کو پکڑ کر رکھے' وہ اپنے ہاتھ سے کسی مسلمان کو زخمی نہ کرے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) ابو بردہ بُرید بن عبد اللہ (۴) دوسرے ابو بردہ' ان کا نام عامر ہے اور یہ پہلے ابو بردہ کے دادا ہیں (۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص ہماری مساجد میں سے کسی جگہ گزرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۵۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٨ - بَابُ الشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں شعر پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں شعر پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

٤٥٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ اَبَا هُرَيْرَةَ اَنْشُدُكَ اللّٰهَ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَا حَسَّانُ، اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ. قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ نَعَمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۱۲-۶۱۵۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمان بن عوف نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے شہادت طلب کرتے تھے کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے حسان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دو' اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۲۴۸۵' الرقم المسلسل: ۶۲۶۹' سنن ابوداؤد: ۵۰۱۴-۵۰۱۳' سنن نسائی: ۷۱۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۰۰۰' مسند الحمیدی: ۱۱۰۵' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۷۱' صحیح ابن حبان: ۱۴۸۷' المعجم الکبیر: ۳۵۸۶-۳۵۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۰۷' مصنف عبد الرزاق: ۷۶۴۴' المعجم الاوسط: ۶۲۸۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۹۳۶- ج ۳۶ ص ۲۶۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۴۹۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو الیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزۃ' ابو حمزہ کا نام دینار الحمصی ہے (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) ابو سلمہ (۵) حضرت حسان بن ثابت بن المنذر بن الحرام الانصاری المدنی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت گو شاعر تھے' اسلام اور جاہلیت کے نامور شعراء میں سے تھے' ابونعیم نے کہا: عرب میں ان کی نظیر نہیں ہے کہ ایک شخص کے سلسلہ نسب میں چار ایسے افراد ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کی عمر برابر ہو' حضرت حسان کے آباء میں سے ہر ایک کی عمر ایک سو بیس سال تھی' حضرت حسان کی عمر بھی ایک سو بیس سال تھی' ساٹھ سال وہ جاہلیت میں زندہ رہے اور ساٹھ سال اسلام میں' یہ ۵۰ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۲۰)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت ظاہر نہیں ہے' کیونکہ باب کا عنوان ہے: مسجد میں شعر پڑھنا' اور حدیث مذکور میں مسجد میں شعر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے تاہم ایک اور حدیث ہے جس میں مسجد میں شعر پڑھنے کا ذکر ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں گزرے اور حضرت حسان شعر پڑھ رہے تھے (حضرت عمر نے ان کے مسجد میں شعر پڑھنے پر اعتراض کیا) حضرت حسان نے کہا: میں مسجد میں شعر پڑھتا تھا اور مسجد میں آپ سے افضل موجود تھے' پھر انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری طرف سے جواب دو! اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۳۲۱۲' صحیح مسلم: ۲۴۸۵' سنن ابوداؤد: ۵۰۱۳' سنن نسائی: ۷۱۵)

جو شعر حق پر مشتمل ہو' وہ مقبول ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان کے اشعار پر دعا دی ہے اور ایسے اشعار کو مسجد میں پڑھنے سے منع نہیں کیا جائے گا' اور اس حدیث کی روایت سے امام بخاری کا بھی یہی مقصود ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرما رہے تھے: تم ان کفار کی ہجو کرو اور جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۴۸۶' الرقم المسلسل: ۶۲۷۰' صحیح البخاری: ۶۱۵۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۹۴)

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر آتے تھے' پس میں نے ان کو برا کہا (کیونکہ وہ بھی حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں میں سے تھے) تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! ان کو چھوڑ دو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۸۷' الرقم المسلسل: ۶۲۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ابوسفیان کی ہجو کرنے کی اجازت دیجئے' آپ نے فرمایا: میری جو اس سے قرابت ہے تم اس کا کیا کرو گے؟ حضرت حسان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی ہے! میں آپ کو ان لوگوں میں سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے میں سے بال کو نکالا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۱۴۶' صحیح مسلم: ۲۴۸۹' الرقم المسلسل: ۶۲۷۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش کی ہجو کرو کیونکہ ہجو ان کے خلاف تیز تیروں سے زیادہ سخت ہے' پھر حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا' آپ نے فرمایا: ان کی ہجو اور مذمت کرو' حضرت ابن رواحہ نے ان کی مذمت کی' لیکن آپ اس سے راضی نہیں ہوئے' پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا' پھر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا' جب وہ آپ کے پاس آئے تو حضرت حسان نے کہا: اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس شیر کو بلاؤ جو اپنی دم سے مارتا ہے' پھر انہوں نے اپنے زبان سے زبان باہر نکالی اور اس کو ہلانے لگے' پھر کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں ان کو اپنی زبان سے اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جلدی نہ کرو کیونکہ ابوبکر قریش کے نسب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان میں میرا نسب بھی ہے' تاکہ ابوبکر میرا نسب ان سے الگ کر دیں' حضرت حسان ابوبکر کے پاس گئے' پھر لوٹ آئے اور کہا: یارسول اللہ! آپ کا نسب الگ کر دیا گیا ہے' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا' جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جواب دیتے رہو گے' روح القدس تمہاری تائید کرتا رہے گا' نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

کہ حسان نے کفارِ قریش کی ہجو اور مذمت کر کے مسلمانوں کو شفا دی ہے (یعنی ان کا دل ٹھنڈا کر دیا) اور کفار کے دلوں کو بیمار کر دیا۔
(صحیح مسلم: ۲۴۹۰ 'الرقم المسلسل: ۸...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 'حضرت حسان کے لیے منبر رکھتے تھے' وہ اس پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کی ہجو (مذمت) کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک روح القدس حسان کے ساتھ ہوتے ہیں' جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے موافقت کرتے ہیں۔
(سنن ابوداؤد: ۵۰۱۵' سنن ترمذی: ۲۸۴۶' مسند احمد ج ۶ ص...

مسجد میں جن اشعار کا پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار کا پڑھنا جائز نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اشعار برحق ہیں' ان کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار میں جھوٹ' خیالی یا عشقیہ مضامین' عورتوں اور شراب کی تعریف اور فسق و فجور کا ذکر ہو' ان کا مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ مسجد میں قصاص لیا جائے یا مسجد میں اشعار پڑھے جائیں یا مسجد میں حدود قائم کی جائیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۹۰)

عمرو بن شعیب اپنے والد عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے اور اپنے دادا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے اور خرید و فروخت کرنے سے اور جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقے بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۲۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۷۹' سنن نسائی: ۷۱۴۔۷۱۳' سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۳۔۷۶۶۔۷۴۹' مسند احمد ج ۲ ص...

امام عبد الرزاق نے از ابن المنکدر از اسید بن عبد الرحمن روایت کی ہے کہ ایک شاعر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' اس وقت آپ مسجد میں تھے' اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں شعر پڑھوں' آپ نے فرمایا: نہیں' اس نے کہا: کیوں نہیں' تو آپ نے فرمایا: مسجد سے نکل جاؤ' اس نے مسجد سے باہر آ کر شعر پڑھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کپڑا عطا فرمایا اور فرمایا: یہ اس کا عوض ہے کہ تم نے اپنے رب کی مدح کی ہے۔

امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ان اشعار کو جمع کیا ہے' جن کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے اور ان اشعار کو جمع کیا ہے' جن کا مسجد میں پڑھنا ممنوع ہے اور ابو نعیم اصفہانی نے کتاب المساجد میں لکھا ہے کہ جاہلیت کے اشعار کو اور باطل لوگوں کے اشعار کو مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے اور اسلام کے اشعار کو اور برحق لوگوں کے اشعار کو مسجد میں پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے اور کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز نہیں ہے

جن اشعار میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی ہو یا جنت کی تنقیص کی گئی ہو' فسق و فجور اور فحش کلام ہو اور مسلمانوں کی ہجو اور مذمت کی گئی ہو' ایسے شعر بنانا اور پڑھنا ناجائز ہے' ایسے اشعار کی حدیث میں مذمت کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کے پیٹ میں قے بھری ہو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ اس میں (بے ہودہ) شعر بھرا ہوا ہو۔
(سنن ابوداؤد: ۵۰۰۹' صحیح مسلم: ۲۲۵۸' سنن ترمذی: ۲۸۵۲' سنن ابن ماجہ: ۳۷۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۵' صحیح البخاری...

صحیح البخاری' صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے اور سنن ترمذی' سنن ابن ماجہ اور مسند احمد میں یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ سے مروی ہے۔

اور جن اشعار میں اللہ تعالیٰ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد اور نعت ہو' قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے ہدایت اور نصیحت پر مشتمل مضامین ہوں' اولیاء اللہ کی منقبت اور کفار کی مذمت ہو' ان اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بعض اشعار میں ضرور حکمت ہے۔

(صحیح البخاری:۶۱۴۵' سنن ابوداؤد:۵۰۱۰_۳۰۷۵۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض اشعار میں حکمتیں ہوتی ہیں۔

(سنن ابوداؤد:۵۰۱۰' سنن ترمذی:۲۸۴۵' مسند احمد ج ۱ص ۳۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شاعر کی کہی ہوئی سب سے سچی بات وہ ہے جو لبید نے کہی ہے:

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل. سنو! اللہ کے سوا ہر چیز باطل (فانی) ہے۔

(صحیح البخاری:۶۱۴۷' صحیح مسلم:۲۲۵۶' سنن ترمذی:۲۸۴۹' مسند احمد ج ۲ص ۲۴۸)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضاء ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے' حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ آپ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ — اے اولادِ کفار! آپ کا راستہ چھوڑ دو۔
الیوم نضربکم علی تنزیلہ — آج ہم قرآن مجید کے حکم کے موافق تم پر ضرب لگائیں گے۔
ضربا یزیل الھام عن مقیلہ — ایسی ضرب جو کھوپڑی کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دے گی۔
ویذھل الخلیل عن خلیلہ — اور دوست کو دوست سے جدا کر دے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت ابن رواحہ رضی اللہ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور اللہ تعالیٰ کے حرم میں شعر پڑھ رہے ہو! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو رہنے دو' یہ اشعار کفار میں تیروں سے زیادہ تیزی سے تاثیر کرتے ہیں۔

(سنن ترمذی:۲۸۴۷' سنن نسائی:۲۸۹۳_۲۸۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ سے پوچھا گیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی شعر پڑھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ کے اشعار پڑھتے تھے اور آپ یہ شعر پڑھتے تھے:

ویاتیک بالاخبار من لم تزود. — زمانہ تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں لاتا ہے جن کو تم نے زادِ راہ نہیں دیا۔

(سنن ترمذی:۲۸۴۸' مسند احمد ج ۶ص ۱۳۸)

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۶۲۶۲_ج ۶ص ۱۱۵۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ کی سوانح۔

٦٩ - بَابُ اَصْحَابِ الْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں جنگی مشق کرنے والے اصحاب

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا جائز ہے' اس باب کے عنوان میں اصحاب الحراب کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین اسلام کے دشمنوں کے خلاف ہتھیاروں سے جنگ کرنے کی مشق کرتے ہیں۔

٤٥٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ، اَنْظُرُ اِلٰى لَعِبِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا اور حبشی مسجد میں جنگی مشقیں کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپا رہے تھے' میں ان کی مشقوں کو دیکھ رہی تھی۔

[اطراف الحدیث: ٤٥٥_٩٥٠_٩٨٨_٥١٩٠_٥٢٣٦]

(صحیح مسلم: ٨٩٢' الرقم المسلسل: ٢٠٣٠' سنن النسائی: ١٥٩٣' السنن الکبریٰ للنسائی: ١٧٩٨' مسند الحمیدی: ٢٥٤' المعجم الاوسط: ٤٢١٣' مسند احمد ج ٦ ص ٥٧ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٢٩٦_ ج ٤٠ ص ٣٣٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ ابو القاسم القرشی العامری المدنی (٢) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف (٣) صالح بن کیسان ابو محمد مدرب' یہ عمر بن عبد العزیز کے بیٹے ہیں (٤) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) عروہ بن الزبیر بن العوام (٦) ابراہیم بن المنذر الحزامی (٧) عبد اللہ بن وہب (٨) یونس بن یزید الایلی (٩) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ٤ ص ٣٣٤)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: اور حبشی مسجد میں جنگی مشقیں کر رہے تھے۔

مسجد میں جنگی مشقوں کی توجیہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مسجد کو مسلمانوں کی نماز با جماعت کے لیے بنایا گیا ہے اور جن کاموں کی دین میں منفعت ہو' ان کا مسجد میں کرنا بھی جائز ہے اور جنگی مشق کرنے سے جسم کی ورزش ہوتی ہے اور اعضاء اور پٹھے مضبوط ہوتے ہیں اور میدانِ جہاد میں کفار سے لڑنے کی مشق ہوتی ہے' لہٰذا اس کو مسجد اور غیر مسجد دونوں جگہ کرنا جائز ہے۔

اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو جائز کھیل ہو' اس کو دیکھنا جائز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کو یہ کھیل اس لیے دیکھنے دیا ہو تا کہ حضرت عائشہ اس کھیل کی بعض حرکات کی روایت کریں اور مسلمانوں کو ان ہتھیاروں سے جنگ کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کریم اور اپنی زوجہ کے ساتھ حسن معاشرت کا ذکر ہے' تا کہ مسلمان اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقہ سے پیش آئیں اور ان کی جائز خواہشوں کو پورا کریں' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے حجاب کیا ہوا تھا اور وہ حبشیوں کے کھیل کو دیکھ رہی تھیں۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ١٣١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا' قرآن اور حدیث کے خلاف ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے ابوالحسن اللخمی سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا قرآن اور سنت سے منسوخ ہے' قرآن مجید میں ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِO (النور:۳۶)

جن گھروں کے بلند کرنے کا اور جن گھروں میں اپنے نام کے ذکر کو بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے' وہاں صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیںO

ان گھروں سے مراد مساجد ہیں' جہاں اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے اور صبح اور شام اس کی تسبیح کی جاتی ہے' معترض کا مقصد یہ ہے کہ مساجد میں صرف اللہ کا ذکر اور تسبیح ہونی چاہیے اور جنگی مشقیں ایک قسم کا کھیل ہیں' اس سے مسجد کو پاک رکھنا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنگی مشقیں اور فوجی ورزشیں' جہاد کی تیاری اور اس کی تربیت کا حصہ ہیں اور جہاد اللہ تعالیٰ کے نام کو اور اس کے دین کو سربلند کرنے کا ذریعہ ہے' اس لیے یہ آیت جنگی مشقوں کے خلاف نہیں ہے۔

اسی طرح انہوں نے کہا ہے کہ درج ذیل حدیث بھی مسجد میں جنگی مشقوں کے خلاف ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پاگلوں اور بچوں کو اور اپنی آوازوں کے بلند کرنے کو اور تلواروں کے سونتنے کو اور خرید وفروخت کرنے کو اور حدود قائم کرنے کو اور آپس میں جھگڑنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو۔ (مصنف عبدالرزاق:۱۷۲۹۔ ج ۲ ص ۳۶۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور یہ صحیح البخاری کی اس صحیح السند روایت کے معارض نہیں ہوسکتی اور اگر اس حدیث کو صحیح بخاری کی اس حدیث کے لیے ناسخ کہا جائے تو نسخ کے لیے تاریخ کا علم ہونا ضروری ہے اور یہاں تاریخ معلوم نہیں ہے۔

بعض فقہاء مالکیہ نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ وہ حبشی مسجد سے باہر جنگی مشق کر رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد میں تھیں' لیکن یہ امام مالک سے ثابت نہیں ہے اور یہ اس حدیث کی بعض سندوں کے خلاف ہے' اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مسجد میں کھیلنے سے منع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان کو چھوڑ دو' اور جنگی مشق کرنا محض کھیل نہیں ہے' بلکہ اس میں جنگ کے موقع پر بہادری سے پیش آنے کی مشق کی جاتی ہے اور دشمن سے لڑنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطال کی عبارت نقل کی ہے' جس کو ہم پیش کر چکے ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۲' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۵۵- زَادَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَةُ یَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِهِمْ.

امام بخاری لکھتے ہیں: ابراہیم بن المنذر نے اضافہ کیا ہے: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حبشی اپنی جنگی مشقوں کے ساتھ مشق کر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۵۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۶۱۔ ج ۲ ص ۶۶۷ پر مذکور ہے۔ اس کا عنوان ہے: حضرت عائشہ کا حبشیوں کے کھیل کو

دیکھنا۔

٧٠ - بَابُ ذِكْرِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد کے منبر پر خرید وفروخت کا ذکر کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ مسجد کے منبر پر خرید وفروخت کی خبر سنانا جائز ہے۔

٤٥٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَتْهَا بَرِيرَةُ تَسْأَلُهَا فِي كِتَابَتِهَا، فَقَالَتْ إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتُ أَهْلَكِ وَيَكُونُ الْوَلَاءُ لِي، وَقَالَ أَهْلُهَا إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً إِنْ شِئْتِ أَعْتَقْتِهَا. وَيَكُونُ الْوَلَاءُ لَنَا، فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَّرَتْهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ ابْتَاعِيهَا فَأَعْتِقِيهَا، فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ. فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ! مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ. قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ. وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، وَرَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ أَنَّ بَرِيرَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ صَعِدَ الْمِنْبَرَ.

[اطراف الحدیث: ١٤٩٣ـ ٢١٥٥ـ ٢١٦٨ـ ٢٥٣٦ـ ٢٥٦٠ـ ٢٥٦١ـ ٢٥٦٣ـ ٢٥٦٤ـ ٢٥٦٥ـ ٢٥٦٨ـ ٢٧١٧ـ ٢٧٢٦ـ ٢٧٢٩ـ ٢٧٣٥ـ ٥٠٩٧ـ ٥٢٧٩ـ ٥٢٨٤ـ ٥٤٣٠ـ ٦٧١٧ـ ٦٧٥١ـ ٦٧٥٤ـ ٦٧٥٨ـ ٦٧٦٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ان کے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور ان سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کا زرِ کتابت ادا کر دیں حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے مالکوں کو تمہارا زرِ کتابت ادا کر دوں اور وَلاء میرے لیے ہوگی حضرت بریرہ کے مالکوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو باقی رقم ادا کر دیں سفیان نے ایک بار کہا: اگر آپ چاہیں تو اس کو آزاد کر دیں اور وَلاء ہمارے لیے ہوگی پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خرید کر آزاد کردو کیونکہ وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے ایک بار سفیان نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرط عائد کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ شرط اس کے لیے نہیں ہوگی خواہ وہ سو شرطیں لگائے۔ علی نے کہا یحییٰ نے کہا اور عبد الوہاب نے از یحییٰ از عمرہ اور جعفر بن عون نے کہا از یحییٰ انہوں نے کہا: میں نے عمرہ سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ اس حدیث کو امام مالک نے روایت کیا ہے از یحییٰ از عمرہ کہ حضرت بریرہ اور اس میں منبر پر چڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔

(السنن الکبریٰ: ٣٠٣٤ مصنف عبد الرزاق: ١٦١٦١ المعجم الاوسط: ٣٧٧٥ سنن بیہقی ج ١٠ ص ٣٣٩ مسند احمد ج ٦ ص ٤٣ طبع قدیم مسند احمد: ٢٤٠٥٣۔ ج ٤٠ ص ٥٨ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٣٢٨ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم بریرہ کو خرید کر آزاد کرو۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔

علامہ عزالدین ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ ھ لکھتے ہیں:

حضرت بریرہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں' یہ پہلے بنی ھلال کے کسی شخص کی باندی تھیں' ایک قول یہ ہے کہ ابواحمد بن جحش کی باندی تھیں' ایک قول یہ ہے کہ چند انصار کی باندی تھیں' انہوں نے ان کو مکاتب کر دیا' پھر انہوں نے ان کو حضرت عائشہ کے ہاتھ فروخت کر دیا' پھر حضرت عائشہ نے ان کو آزاد کر دیا۔

ان کے خاوند کا نام مغیث تھا' وہ غلام تھے' جب حضرت بریرہ آزاد ہوئیں تو ان کو اختیار دیا گیا کہ وہ اس کے نکاح میں برقرار رہیں یا علیحدہ ہو جائیں' انہوں نے علیحدہ ہونے کو اختیار کر لیا' مغیث ان سے بہت محبت کرتے تھے' وہ ان کے فراق میں مدینہ کی گلیوں میں روتے ہوئے پھرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ سے ان کی سفارش کی کہ وہ ان سے دوبارہ نکاح کر لیں' حضرت بریرہ نے حضور سے پوچھا: آیا یہ آپ کا حکم ہے یا آپ ان کی سفارش فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بلکہ میں سفارش کر رہا ہوں' حضرت بریرہ نے کہا: پھر میں ان سے نکاح کا ارادہ نہیں کرتی' اس میں اختلاف ہے کہ ان کے خاوند آزاد تھے یا غلام' صحیح بات یہ ہے کہ وہ غلام تھے۔ (ان کو بعد میں آزاد کر دیا گیا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

عبد الملک بن مروان نے بیان کیا کہ میں حضرت بریرہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' انہوں نے کہا: اے عبد الملک! میں تم میں چند خصلتیں دیکھ رہی ہوں' بے شک تم اس حکومت کی امارت کے اہل ہو' اگر تم حکمران بن جاؤ تو خون ریزی سے پرہیز کرنا' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا تو اس کو جنت کے دروازے سے دھتکار دیا جائے گا۔ (کامل ابن عدی ج ۳ ص ۱۱۴۰' تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۹' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۰۱' کنز العمال: ۳۹۲۱' اسد الغابہ ج ۷ ص ۳۸-۳۷' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے صرف ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۴۸۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

زرِ کتابت یا بدلِ کتابت کا معنی

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ درخواست کی کہ وہ ان کا زرِ کتابت ادا کر دیں۔ جس غلام یا لونڈی کو اس کا مالک یہ کہے کہ تم اگر اتنی رقم مجھے لا کر دے دو تو تم آزاد ہو' اس غلام کو مکاتب اور اس باندی کو مکاتبہ کہتے ہیں اور اس رقم کو زرِ کتابت یا بدلِ کتابت کہتے ہیں' خواہ وہ رقم کما کر لائے یا کسی سے لا کر دے دے' مکاتب غلامی کی ذلت سے نکل جاتا ہے کیونکہ وہ محنت مزدوری کر سکتا ہے لیکن ابھی مکمل آزاد نہیں ہوتا' اس لیے اگر وہ کسی کا نقصان کر دے تو اس کا تاوان اس کے مالک کو دینا ہوگا' وہ ایک طرح سے آزاد ہے اور ایک طرح سے غلام ہے' وہ شتر مرغ کی طرح ہے' اگر اس سے اڑنے کے لیے کہا جائے تو وہ کہتا ہے: میں تو اونٹ ہوں' کیا اونٹ اڑتا ہے اور اگر اس پر بوجھ لادنے کے لیے کہا جائے تو وہ کہتا ہے: میں تو پرندہ ہوں' کیا پرندہ پر بوجھ لادا جاتا ہے' سو یہی حال مکاتب کا ہوتا ہے' بہر حال حضرت بریرہ سے ان کے مالکوں نے کہا تھا: تم اتنی رقم لا کر دو تو تم آزاد ہو' سو حضرت بریرہ اس رقم کے حصول کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تھیں۔

وَلاء کا معنی

اگر باندی یا غلام آزاد ہونے کے بعد کچھ مال و دولت کما کر حاصل کرے اور مر جائے' پھر اگر اس کے وارث ہوں تو وہ مال اس کے وارثوں کو دیا جائے گا اور اگر اس کے وارث نہ ہوں تو پھر وہ مال اس کے آزاد کرنے والے کو دیا جاتا ہے' اس کو عصبہ سببی اور مولائے عتاقہ کہتے ہیں اور اس غلام یا باندی کی اس وراثت کو وَلاء کہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قاعدہ کے مطابق حضرت بریرہ سے یہ فرمایا تھا کہ میں تم کو مطلوبہ رقم دے دوں گی اور وَلاء میری ہوگی اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے مطلوبہ رقم لے کر آزاد کرنے کے لیے یہ شرط عائد کی تھی کہ وَلاء ہمارے لیے ہوگی' اس شرط کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد فرمایا تھا۔

سنت پر کتاب اللہ کا اطلاق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے' جو ایسی شرط عائد کرتے ہیں' جو کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ کتاب اللہ سے مراد شریعت ہے خواہ قرآن مجید ہو یا سنت ہو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: وَلاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوتی ہے (حدیث مذکور: ۴۵٦) اور حضرت بریرہ کے مالکان جو شرط لگا رہے تھے کہ وَلاء ان کے لیے ہوگی سو یہ شرط سنت کے خلاف تھی' جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب اللہ سے تعبیر فرمایا کیونکہ آپ کی سنت پر عمل کرنے کا حکم بھی کتاب اللہ میں ہے' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کرلی۔

مسجد میں خرید و فروخت کا ناجائز ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مساجد کو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر' تلاوتِ قرآن اور نماز کے لیے بنایا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے' امام مالک اور علماء کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو: اللہ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی کسی گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو کہو: اللہ تم پر وہ چیز واپس نہ کرے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵)

امام مالک نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جو شخص مسجد میں خرید و فروخت کا ارادہ کرے تو تم اس سے کہو کہ تم دنیا کے بازار میں جاؤ' یہ آخرت کا بازار ہے۔

مسجد صرف اُمور اللہ کے لیے ہے اور جو چیز اُمور اللہ سے نہ ہو' اس کو مسجد سے دور رکھنا واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳٦-۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اپنے غلام یا باندی کو مکاتب کرنے کا ثبوت

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: وہ ان کا زرِ کتابت ادا کریں' اس سے معلوم ہوا کہ غلام یا لونڈی کو مکاتب بنانا جائز ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا. (النور: ۳۳) اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو مکاتب ہونا چاہے سو تم اس کو مکاتب کر دیا کرو اگر تمہارے علم میں اس کے اندر

بھلائی ہو۔

یعنی تمہارا غلام یہ کہے کہ اگر میں آپ کو اتنا مال لادوں تو آپ مجھے آزاد کر دیں اور تم اس کو قبول کرلو تو وہ غلام مکاتب ہو جائے گا خواہ وہ مال محنت مزدوری کر کے حاصل کرے یا کسی سے بہ طور مدد مانگے اور جب تک وہ مال ادا نہیں کرے گا' وہ مکمل آزاد نہیں ہوگا۔

جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کے لیے خیار عتق کا ثبوت

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا زرِ کتابت ادا کر دیا اور وہ آزاد ہو گئیں تو انہوں نے حضرت مغیث سے نکاح کو فسخ کر دیا کیونکہ جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ نکاح سابق کو برقرار رکھے یا نہیں کیونکہ باندی کا شوہر اس کے اوپر دو طلاقوں کا مالک ہوتا ہے اور آزاد عورت کا شوہر اس پر تین طلاقوں کا مالک ہوتا ہے تو جب باندی آزاد کر دی جاتی ہے تو اس پر اس کے شوہر کی ملکیت بڑھ جاتی ہے' اس لیے اس موقع پر باندی کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اوپر خاوند کی اس زیادہ ملکیت کو قبول کرتی ہے یا نہیں؟ اس کو خیار عتق کہتے ہیں' حضرت بریرہ نے اس اختیار سے کام لیتے ہوئے آزاد ہوتے ہی حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے نکاح کو فسخ کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے' ان کا نام مغیث تھا' گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں' وہ حضرت بریرہ کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے پھر رہے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنی نفرت ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے فرمایا: کاش! تم مغیث سے رجوع کر لیتیں' انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں صرف سفارش کر رہا ہوں' حضرت بریرہ نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۲۸۳)

اس حدیث میں ہماری دلیل ہے کہ جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو خیار عتق حاصل ہوتا ہے۔

اس کی تحقیق کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو اس وقت ان کے شوہر مغیث آزاد تھے یا غلام؟

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

باندی یا مکاتبہ جب آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے خواہ وہ آزاد کے نکاح میں ہو یا غلام کے' امام شافعی نے کہا: جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار نہیں ہوتا جب اس کا شوہر آزاد ہو' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور اختلاف کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا تو اس میں اختلاف ہے کہ ان کے شوہر اس وقت آزاد تھے یا غلام تھے' بعض روایات میں ہے: اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے اور بعض میں ہے: وہ اس وقت غلام تھے۔

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لیے خریدا' ان کے مالکوں نے ان کی ولاء کی شرط لگائی' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لیے خریدا ہے اور ان کے مالک ان کی ولاء کی شرط لگا رہے ہیں' آپ نے فرمایا: تم اس کو آزاد کر دو' کیونکہ ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' اسود نے کہا: حضرت عائشہ نے اس کو خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت بریرہ کو اختیار دیا گیا تو انہوں نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا اور کہا: اگر مجھے اتنا اتنا مال بھی دیا جائے تو میں مغیث کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اسود نے کہا کہ ان کے خاوند آزاد تھے' امام بخاری نے کہا کہ اسود کا قول منقطع ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے ان کے خاوند کو غلام دیکھا ہے اور حضرت ابن عباس کا قول زیادہ صحیح ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۵۴' سنن ابوداؤد: ۲۲۲۹' سنن ترمذی: ۱۱۵۵' سنن نسائی: ۳۴۴۹)

امام نسائی نے علقمہ اور اسود سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جس دن حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا' اس دن حضرت بریرہ کے خاوند آزاد تھے یا غلام تھے؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس دن وہ آزاد تھے۔

(سنن نسائی: ۲۶۱۰_۳۴۴۷_۳۴۴۶' باب: خیار الامۃ تعتق وزوجہا حر)

صحیح مسلم: ۱۵۰۴' سنن ابوداؤد: ۲۲۳۳' سنن ترمذی: ۱۱۵۴' اور سنن نسائی: ۳۴۵۱ میں مذکور ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے' اسی طرح صحیح البخاری: ۵۲۸۳ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' ان احادیث میں صرف یہ ذکر ہے کہ حضرت مغیث غلام تھے' یہ ذکر نہیں ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا' اس وقت وہ غلام تھے' لہٰذا ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے غلام رہے ہوں اور جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا اس وقت وہ آزاد ہو چکے ہوں' سو ان روایات میں دونوں احتمال ہیں اور امام نسائی کی صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا' اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے' پس یہ محتمل روایات امام نسائی کی صریح حدیث کے معارض نہیں ہو سکتیں۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب یہ آثار مختلف ہیں تو ان میں تطبیق دینا واجب ہے اور تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ وہ پہلے غلام تھے بعد میں آزاد کر دیئے گئے' اس کا الٹ تو نہیں ہو سکتا کیونکہ آزاد شخص پر غلامی نہیں آتی تو ان احادیث کو اسی پر محمول کرنا پڑے گا کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو ان کے خاوند آزاد تھے' اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب کسی باندی کو آزاد کیا جائے تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ نکاح سابق کو برقرار رکھے یا نہ رکھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ سے ارشاد فرمایا: جاؤ! تمہارے ساتھ تمہاری فرج بھی آزاد ہو گئی ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۱۹' دار المعرفۃ' بیروت)

(فتح باب العنایۃ فی شرح النقایۃ ج ۲ ص ۳۹۹_۳۹۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) جب کسی بدعت کا وقوع ہو تو امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ لوگوں کو خطاب کر کے اس بدعت کا رد کرے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کا رد کیا' جنہوں نے حضرت بریرہ کو مکاتبہ کرنے کے لیے یہ شرط لگائی کہ ان کی ولاء وہ لیں گے۔

(۲) امام کے لیے یہ مستحب ہے کہ جب وہ کسی کے برے کام کا رد کرے تو لوگوں کے سامنے اس برائی کے مرتکب کا نام لے کر اس کو رسوا نہ کرے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے اور ان کا نام نہیں لیا۔

(۳) اس حدیث میں برائی کا ازالہ کرنے میں بہت مبالغہ فرمایا ہے اور اس کی بہت مذمت کی ہے۔

(۴) حضرت بریرہ کو مکاتبہ کیا گیا تھا اور ان کے شوہر کو مکاتب نہیں کیا گیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شوہر کے صرف بیوی کو مکاتبہ کرنا جائز ہے' یہ اس تقدیر پر ہے جب حضرت مغیث بھی غلام ہوں جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

(۵) جب کسی باندی کو مکاتب کر دیا جائے تو اس کے شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس کو زر کتابت کے حصول کے لیے تگ و دو کرنے سے منع کرے' جیسا کہ حضرت مغیث نے حضرت بریرہ کو منع نہیں کیا۔

(۶) اس سے یہ بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ مکاتبہ کے اوپر اس دوران اپنے خاوند کی خدمت کرنا لازم نہیں ہے۔

(۷) مکاتبہ کے خاوند کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مکاتبہ ہونے سے منع کرے جب کہ اس کو یہ علم ہو کہ اگر اس کی بیوی آزاد ہوگئی تو وہ خیار عتق سے اس کے نکاح کو مسترد کر سکتی ہے کیونکہ حضرت بریرہ نے ایسا ہی کیا' اس کے باوجود حضرت مغیث نے ان کو مکاتبہ ہونے کی سعی سے منع نہیں کیا۔

(۸) شادی شدہ باندی کو فروخت کرنے سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ نے حضرت بریرہ کو خرید لیا تب بھی حضرت بریرہ' حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں تا آنکہ حضرت بریرہ نے خود نکاح سابق کو مسترد کر دیا۔

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ نے حضرت بریرہ کا زر کتابت قسط وار ادا کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ زر کتابت کو نقد اور ادھار دونوں طرح ادا کرنا جائز ہے۔

(۱۰) جن روایات میں مذکور ہے کہ حضرت مغیث غلام تھے اور حضرت بریرہ آزاد کر دی گئی تھیں تو اگر حضرت بریرہ اس سابق نکاح کو برقرار رکھتیں تو جائز تھا' اس طرح ایک آزاد عورت غلام کے نکاح میں ہوتی' اس سے معلوم ہوا کہ آزاد عورت کا غلام سے نکاح جائز ہے اور اس سے غیر کفو میں نکاح کا جواز ثابت ہوا' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں ذات پات کا اعتبار نہیں' بس فریقین کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا پھر لڑکی کا اہل کتاب سے ہونا ضروری ہے۔

(۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کا خبر دینا بھی معتبر ہے کیونکہ حضرت بریرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ کو یہ خبر دی کہ ان کے مالکوں نے ان کو مکاتبہ کر دیا ہے اور اس بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ نے کارروائی کی۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۵۔۳۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۱ - بَابُ التَّقَاضِيْ وَالْمُلَازَمَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقروض سے مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو مسجد میں پکڑ لینا جائز ہے۔

۴۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبٍ اَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا، حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ فَنَادٰى يَا كَعْبُ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا وَاَوْمَا اِلَيْهِ اَيِ الشَّطْرَ، قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۱۔۲۴۱۸۔۲۴۲۴۔۲۷۰۶۔۲۷۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عبد اللہ بن کعب بن مالک از حضرت کعب رضی اللہ کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ سے اپنے اس قرض کا مسجد میں تقاضا کیا جو ان پر تھا' پس ان دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سن لیا' آپ ان دونوں کی طرف نکلے حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا' پھر آپ نے آواز دی: اے کعب! انہوں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم اپنے قرض سے اتنا کم کر دو اور ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا: نصف' انہوں نے کہا: میں نے کر دیا' یا رسول اللہ! پھر آپ نے (ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھو! اب ان کا قرض ادا کر دو۔

(صحیح مسلم: ۱۵۵۸' الرقم المسلسل: ۳۹۰۹' سنن ابوداؤد: ۳۵۹۵' سنن نسائی: ۵۴۱۴۔۵۴۰۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۶۵' سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۹' المعجم الکبیر: ۱۷۷۔ج ۱۹' الاحاد والمثانی: ۲۰۱۷' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۵۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۷۹۱۔ج ۲۵ ص ۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن الیمان ابوجعفر الجعفی البخاری المعروف بالمسندی' یہ بہ روز جمعرات ۲۴ ذوالقعدۃ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عثمان بن عمر ابن فارس البصری (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن الزہری (۵) عبد اللہ بن کعب بن مالک الانصاری اسلمی المدنی (۶) حضرت کعب بن مالک الانصاری الشاعر رضی اللہ عنہ یہ ان تین میں سے ایک ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی تھی اور جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا. (التوبہ: ۱۱۸) اور ان تین شخصوں کی توبہ قبول فرمائی جو (غزوۂ تبوک سے) پیچھے رہ گئے تھے۔

ان سے ۸۰ حدیثیں مروی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے چار حدیثیں روایت کی ہیں' یہ مدینہ منورہ میں ۵۰ھ میں فوت ہو گئے تھے' جب یہ نابینا ہو گئے تو ان کے بیٹے ان کی قیادت کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۶۔۳۳۵)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت کعب نے حضرت ابن حدرد سے مسجد میں اپنے اس قرض کا مطالبہ کیا جو ان پر تھا' اور عنوان میں ''ملازمہ'' کا بھی ذکر ہے یعنی مقروض کو پکڑنا' اس پر اس حدیث میں کوئی دلالت نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس حدیث کو کئی جگہ ذکر کیا ہے اور باب الصلح میں اس طرح روایت کی ہے: حضرت کعب بن مالک کا حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد پر قرض تھا' پس حضرت کعب کی حضرت ابن ابی حدرد سے ملاقات ہوئی تو حضرت کعب نے حضرت ابن ابی حدرد کو پکڑ لیا' الحدیث (صحیح البخاری: ۲۴۲۴)

اور امام بخاری کی بعض احادیث میں ایسی ہی مناسبت ہوتی ہے۔

مسجد میں اپنے حق کا مطالبہ کرنا' دوفریقوں میں صلح کرانا' تنگ دست کی ادائیگی میں تخفیف کرانا اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں اپنے حقوق اور قرض کا مطالبہ کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک آدمی مسجد میں دوسرے آدمی کا سونا ادا کرے لیکن اگر وہ بہ طور تجارت یا بہ طور بیع صرف ادا کرے تو جائز نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنگ دست سے قرض کی وصولی میں تخفیف کرنی چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دو آدمیوں میں صلح کرانے کے لیے ایک فریق سے ادائیگی میں تخفیف کر دینی چاہیے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جس سے تخفیف کی جائے' اس سے مشورہ بھی کیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ابی حدرد سے استصواب کیے بغیر ان کی ادائیگی میں تخفیف کر دی۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے' یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار تھا کہ وہ کسی کے قرض کی رقم کو کم کر دیں اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

جس کے حق میں صلح کی جائے' اگر اس صلح میں اس کی خیر خواہی ہو تو اس کو ادا کرنے کا حکم دیا جائے' جس طرح آپ نے فرمایا: چلو اب کھڑے ہو اور ادا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا: نصف ادا کرو' اس سے معلوم ہوا کہ جب اشارہ سے متکلم کی مراد سمجھ آ جائے تو اشارہ کرنا جائز ہے۔

اس حدیث کے عنوان سے معلوم ہوا کہ اگر قرض خواہ کو کہیں مقروض مل جائے خواہ مسجد میں ہی تو وہ اس کو پکڑ سکتا ہے۔

جب حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابن حدرد کی آوازیں مسجد میں بلند ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکل کر باہر آئے' اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ان کی بلند آوازیں آپ کو ناگوار گزریں اور قرآن مجید کی قراءت اور اذان کے بغیر مسجد میں آواز بلند کرنا منع ہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو ملامت نہیں کی' اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی آواز بلند کرنے میں معذور تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کے اموال پر ان سے زیادہ اختیار تھا اور صحابہ اپنے اموال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالک سمجھتے تھے' تب ہی تو آپ نے حضرت کعب سے استصواب کیے بغیر فرمایا: تم اپنے قرض کو آدھا کر دو اور انہوں نے کہا: میں نے کر دیا۔

حافظ ابن حجر کے تتبع سے مزید فوائد

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کے فوائد نقل کرنے کے علاوہ لکھا ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں آواز بلند کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ بہت زیادہ بلند نہ ہو' اور یہ فرق کرنا چاہیے کہ اگر علم اور نیکی کی بات کہنی ہو تو بلند آواز سے کہنا جائز ہے اور اگر فضول اور لغویات ہو تو اس کے لیے آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے' المہلب نے کہا ہے کہ اگر مسجد میں آواز بلند کرنا جائز نہ ہوتا تو آپ منع فرما دیتے' میں کہتا ہوں کہ آپ اس سے پہلے جو منع فرما چکے تھے آپ نے اس پر اکتفاء کر لیا اور چونکہ اس موقع پر آوازوں کو بلند کرنا ان کے درمیان قطع منازعت اور صلح کا سبب بنا تھا' اس لیے آپ نے یہاں ان سے درگزر فرمایا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دروازہ پر پردہ لٹکانا جائز ہے کیونکہ آپ نے اپنے حجرہ سے پردہ ہٹا کر دیکھا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۷۲۔ ج ۴ ص ۲۷۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ابن ابی حدرد کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔ اس عنوان کے تحت بارہ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

۷۲ - بَابُ كَنْسِ الْمَسْجِدِ، وَالْتِقَاطِ الْخِرَقِ وَالْقَذٰى وَالْعِيدَانِ مِنْهُ

مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑوں کی دھجیاں' تنکے اور لکڑیاں چننا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کی صفائی کرنی چاہیے اور مسجد سے دھجیاں' تنکے اور لکڑیوں کے ٹکڑوں کو چننا چاہیے۔

۴۵۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ، أَوِ امْرَأَةً سَوْدَاءَ، كَانَ يَقُمُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک سیاہ فام

الْمَسْجِدَ، فَمَاتَ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ، فَقَالُوا مَاتَ، قَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي بِهِ؟ دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ، أَوْ قَالَ قَبْرِهَا. فَأَتَى قَبْرَهَا فَصَلَّى عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۴۶۰-۱۳۳۷]

مرد یا سیاہ فام عورت مسجد کی صفائی کرتے تھے' پس وہ شخص فوت ہو گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا: مسلمانوں نے بتایا کہ وہ شخص فوت ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ مجھے اس مرد کی قبر بتاؤ یا اس عورت کی قبر بتاؤ' آپ اس کی قبر پر گئے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۹۵۶' الرقم المسلسل: ۲۱۸۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۰۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۳۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۴۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۹۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۷' شرح السنۃ: ۱۴۹۹' مسند ابویعلی: ۶۴۲۹' صحیح ابن حبان: ۳۰۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۶۳۴۔ج ۱۴ ص ۲۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۱۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سلیمان بن حرب الواشحی البصری' واشح قبیلہ ازد کی شاخ ہے (۲) حماد بن زید (۳) ثابت البنانی (۴) ابورافع نُفیع' یہ سنار تھے' بہت بڑے تابعی تھے' ابورافع صحابی ان کے علاوہ ہیں' کیونکہ ثابت البنانی نے ان صحابی کو نہیں پایا (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۹)

مسجد کی صفائی کرنا' صالحین کی خدمت کرنا اور قبرستان میں نماز پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسجد کی صفائی کی ترغیب ہے کیونکہ جو شخص مسجد کی صفائی کرتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے اس کے دفن ہونے کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ وکیع نے عبداللہ بن حنطب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد قباء میں آئے' آپ نے وہاں نماز پڑھی' پھر کہا: اے یَرْفَا! میرے پاس ایک شاخ لے کر آؤ' وہ شاخ لے کر آیا تو حضرت عمر نے اپنے کپڑے کس کر اس شاخ سے مسجد کی صفائی کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کی خدمت کرنی چاہیے اور ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب خادم ہو اور نظر نہ آئے تو اس کی تفتیش کرنی چاہیے۔

نیز جس شخص نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی خدمت اور ان کو نفع پہنچانے کے لیے وقف کر دیا ہو اس کے لیے دعا کرنی چاہیے اور اس کی تحسین کرنی چاہیے۔

صالحین کی نمازِ جنازہ میں حاضر ہونا چاہیے اور ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

ابن القصار نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تدفین کے بعد اس سیاہ فام کی نماز جنازہ پڑھی' اس میں یہ دلیل ہے کہ قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

اس حدیث میں ''یقم المسجد'' کے الفاظ ہیں' اس کا معنی ہے: مسجد کی صفائی کرتا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی' حضرت ابو موسیٰ' حضرت ابن عمر' حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' اور ابراہیم نخعی' الحسن البصری اور ثوری نے اس سے منع کیا ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف اس وقت جائز ہے جب ولی اور والی نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو' پھر جو جواز کے قائلین ہیں' ان میں یہ اختلاف ہے کہ کتنی مدت تک نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے' ایک قول ہے: ایک ماہ تک' ایک قول ہے: جب تک میت کا جسم بوسیدہ نہ ہو جائے اور ایک قول ہے: ہمیشہ جائز ہے' اس پر مزید بحث ان شاء اللہ کتاب الجنائز میں آئے گی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی موت کی خبر دینا مستحب ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ملامت کی کہ آپ کو کیوں نہیں بتایا کہ مسجد کی صفائی کرنے والا فوت ہو گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صدر الشریعہ علامہ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں:

جس کی نماز جنازہ پڑھے بغیر اس کو دفن کر دیا گیا تو جب تک یہ گمان نہ ہو کہ میت کا جسم پھٹ گیا ہوگا' اس وقت تک قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (النقایہ ج ۲ ص ۵۲)

نور الدین علی بن محمد بن سلطان (ملا علی قاری الہروی) متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

جس کو غسل دینے یا تیمم کرانے کے بعد دفن کر دیا گیا ہو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی تاکہ جہاں تک ممکن ہو واجب ادا کیا جائے' صحیح مذہب یہ ہے کہ جب تک یہ گمان نہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہو' اس وقت تک نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ میت کے جسم کے پھٹنے کی مدت موسم کے سرد اور گرم ہونے کے اعتبار سے اور زمین کے نرم اور سخت ہونے کے اعتبار سے اور میت کے جسم کے موٹے اور دبلے ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے' لہٰذا اس میں غلبہ ظن معتبر ہے اور ہمارے ائمہ سے یہ بھی مروی ہے کہ تدفین کے تین دن بعد تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ (شرح النقایہ ج ۲ ص ۵۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی اسی قول کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے' نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اگر ولی کے علاوہ کسی اور شخص نے نماز جنازہ پڑھی ہو تو اس مدت میں ولی اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۱۱۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

غائبانہ نماز جنازہ کا عدم جواز

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کی یہ عبارت باب مذکور کی حدیث کے عین مطابق ہے کیونکہ مسجد کی صفائی کرنے والے کے بلکہ سب مسلمانوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی ہیں اور آپ کے نماز جنازہ پڑھے بغیر اس کو دفن کر دیا گیا تھا تو آپ نے دوسرے دن اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے پر بہت حریص تھے' حتیٰ کہ اگر آپ کو بتائے بغیر کسی مسلمان کی تدفین کر دی جاتی تو آپ ملامت فرماتے اور اس مسلمان کی قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھتے' اس کے باوجود آپ نے نجاشی کے سوا کسی غائب کی نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ شرقاً غرباً مسلمان فوت ہوتے رہتے تھے' اگر آپ کے نزدیک بالعموم غائب کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہوتی تو آپ سب مسلمانوں کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے۔ (اس مسئلہ میں نجاشی کی خصوصیت پر جن روایات سے معارضہ کیا جاتا ہے' اس کا جواب تبیان القرآن' سورۂ آل عمران: ۲۰۰ کی تفسیر میں ج ۲ ص ۵۳۳۔ ۵۴۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۱۱۰- ج ۲ ص ۷۶۹-۷۶۸ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۳ - بَابُ تَحْرِيْمِ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ
مسجد میں خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خمر کی تجارت حرام ہے اور خمر کا پینا حرام ہے خواہ مسجد میں اس کو پیا جائے یا کسی اور جگہ پر' خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جو پڑے پڑے سڑ جائے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائے اور وہ نشہ آور ہو جائے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر حرام قطعی ہے' اس کا ایک قطرہ بھی پینا حرام ہے اور حد لگانے کا موجب ہے' خواہ اس کے پینے سے نشہ ہو یا نہ ہو' اس کے علاوہ باقی شرابیں حرام ظنی ہیں مثلاً جو شرابیں جَو' گندم یا کھجور وغیرہ سے بنائی جائیں' ان کی اتنی مقدار پینا حرام ہے اور حد لگانے کا موجب ہے جس مقدار سے نشہ ہو جائے اور اس سے کم مقدار میں پینا اگر سرور و مستی کے لیے ہو تو پھر بھی حرام ہے اور اگر طاقت اور توانائی حاصل کرنے کے لیے ہو تو پھر جائز ہے' اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب حرام ہے خواہ وہ انگور سے بنایا گیا ہو یا کسی اور چیز سے اور خواہ اس کو بہ مقدار نشہ پیا جائے یا اس سے کم۔

۴۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ' عَنْ اَبِي حَمْزَةَ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ مُسْلِمٍ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا' خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَاَهُنَّ عَلَى النَّاسِ' ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ. [اطراف الحدیث: ۲۰۸۴_۲۲۲۶_۴۵۴۰_۴۵۴۱_۴۵۴۲_۴۵۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی سود سے متعلق آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے اور ان آیات کو لوگوں کے سامنے پڑھا' پھر آپ نے خمر کی تجارت کو حرام کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۸۰' الرقم المسلسل: ۳۹۶۹' سنن ابوداؤد: ۳۴۹۰' سنن ابن ماجہ: ۳۳۸۲' سنن نسائی: ۴۶۶۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۰۵۶' سنن سعید بن منصور قسم التفسیر: ۴۵۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴۵' صحیح ابن حبان: ۴۹۴۳' سنن دارمی: ۲۵۶۹' المنتقی: ۵۷۶' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۶۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۹۳- ج ۴۰ ص ۲۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۳۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان' ان کا نام عبداللہ بن عثمان المروزی ہے' عبدان ان کا لقب ہے' امام بخاری نے کہا: یہ ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ بصرہ کے رہنے والے تھے (۲) ابوحمزہ' ان کا نام محمد بن میمون السکری ہے (۳) سلیمان الاعمش (۴) مسلم بن صُبَیح' ان کی کنیت ابو الضحیٰ الکوفی ہے (۵) مسروق بن الاجدع الکوفی (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۱)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ مسجد میں آئے اور خمر کی تجارت کو حرام فرما دیا۔

مسجد میں سود کی آیات پڑھنے کے بعد خمر کی تجارت کی تحریم بیان کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کو منعقد کرنے کی غرض یہ ہے کہ مسجد کو چونکہ نماز اور اللہ کے ذکر کے لیے بنایا گیا ہے اور مسجد کو بے حیائی اور بُرے کاموں سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور سود اور شراب نوشی بہت بڑے بے حیائی کے کام ہیں' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحریم

مسجد میں بیان فرمائی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ کبائر کی ممانعت کا مسجد میں ذکر کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۱ ۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں خمر (شراب) کی تحریم بیان کرنے کا یہ منشا نہیں تھا کہ اس کی تحریم مسجد کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ یہ ہر جگہ حرام ہے' قاضی عیاض مالکی نے لکھا ہے کہ خمر کی تحریم' سود کی آیات کے نزول سے بہت پہلے ہوگئی تھی اور اس کو سود کی آیات کے ساتھ بیان کرنے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ خمر کی تحریم دوسری بار نازل ہوئی ہے' علامہ عسقلانی فرماتے ہیں: یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ پہلے نفس خمر کی تحریم نازل ہوئی ہو اور اس موقع پر اس کی تجارت کی تحریم نازل ہوئی ہو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۶ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۳۴۔ ج ۴ ص ۳۱۷۔ ۳۱۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) اصل اشیاء میں اباحت ہے (۲) قرآن کی روشنی میں شراب کی حرمت کا بیان (۳) احناف کے نزدیک خمر کی تعریف اور خمر اور دیگر شرابوں کا حکم (۴) امام ابوحنیفہ پر نشہ آور شرابوں کو حلال کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب (۵) الکوحل کا شرعی حکم (۶) الکوحل آمیز دواؤں' پرفیوم اور الکوحل اور اسپرٹ کے دیگر مرکبات کا حکم' مذاہب اربعہ کی روشنی میں (۷) خمر کو سرکہ بنانے پر علامہ نووی کے اعتراض کا جواب۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۳۲۴۔ ۳۱۵ پر محیط ہے۔

۷۴ - بَابُ الْخَدَمِ لِلْمَسْجِدِ — مسجد کے خادمین

اس عنوان میں ''خَدَمٌ'' کا لفظ ہے' یہ ''خادم'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: (مسجد کے) خادمین۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا﴾ (آل عمران: ۳۵) تَفِي مُحَرَّرًا لِلْمَسْجِدِ يَخْدُمُهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: عمران کی بیوی نے کہا: میرے پیٹ میں جو بھی بچہ ہے میں نے اس کی تیرے لیے نذر مانی ہے (آل عمران: ۳۵) ان کا ارادہ تھا: آزاد کیا ہوا' وہ مسجد کی خدمت کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ مسجد کی خدمت کر کے اس کی تعظیم کرنا پچھلی امتوں میں بھی مشروع تھا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت مریم کی والدہ حنہ نے یہ نذر مانی تھی کہ ان کے اس حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا' وہ اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے آزاد کردیں گی یعنی وقف کردیں گی' اگر مسجد کی خدمت اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ نہ ہوتی تو وہ یہ نذر نہ مانتیں۔

۴۶۰ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ' عَنْ ثَابِتٍ' عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ امْرَاَةً' اَوْ رَجُلًا' كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ' وَلَا اُرَاهُ اِلَّا امْرَاَةً' فَذَكَرَ حَدِيْثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ صَلّٰى عَلٰى قَبْرِهٖ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۱۴۴۱ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن واقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک عورت یا ایک مرد مسجد کی صفائی کرتا تھا اور میرا گمان صرف یہ ہے کہ وہ عورت تھی' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ذکر کی کہ آپ نے اس کی قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑے کی دھجیاں' تنکے اور لکڑی کے ٹکڑے چننا' اور یہ بھی مسجد کی خدمت ہے۔

۷۵ - بَابُ الْاَسِيْرِ اَوِ الْغَرِيْمِ يُرْبَطُ فِي الْمَسْجِدِ
قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا جائز ہے اور قاضی شریح یہ حکم دیتے تھے کہ مقروض کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے۔

٤٦١ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ. اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلٰوةَ، فَاَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ، فَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، حَتّٰى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ اَخِيْ سُلَيْمَانَ ﴿رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ﴾ (ص:۳۵) قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهٗ خَاسِئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح اور محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ رات ایک سرکش جن مجھ پر حملہ آور ہوا یا کوئی اور بات اس کی مثل فرمائی تا کہ وہ میری نماز منقطع کر دے' پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کر دیا' پس میں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا' حتیٰ کہ تم سب صبح کو اس کی طرف دیکھتے' پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو۔ (ص:۳۵) روح نے کہا: پھر آپ نے اس کو نا کام واپس کر دیا۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۱۰-۳۲۸۴-۳۴۲۳-۴۸۰۸]

(صحیح مسلم: ۵۴۱' الرقم المسلسل: ۱۱۸۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۳۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۹' شرح السنۃ: ۷۴۶' صحیح ابن حبان: ۶۴۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۶۹۔ ج ۱۳ ص ۳۴۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۳۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن ابراہیم اور وہ ابن راھویہ ہیں (۲) روح بن عبادہ (۳) محمد بن جعفر' یہ غندر کے نام سے مشہور ہیں (۴) شعبہ بن الحجاج (۵) محمد بن زیاد (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث میں قیدی کو مسجد میں باندنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے اور رہا مقروض تو عنوان میں اس کو بھی باندھنے کا ذکر ہے اور حدیث میں اس کا اگر چہ ذکر نہیں ہے' مگر اس کو قیدی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

''عفریت'' اور ''جن'' کا معنی

اس حدیث میں ''عفریت من الجن'' کا ذکر ہے' اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ. (النمل:۳۹) ایک سرکش جن نے کہا:

''عفریت'' کا معنی ہے: اجنبی خبیث' زجاج نے کہا: ''عفریت'' کا معنی ہے: جو کسی مشکل اور غیر معمولی کام کو بہت سرعت

کے ساتھ کرنے والا ہو جو چیز موجود ہو اور جگہ نہ گھیرے وہ ارواح ہیں' ان میں جو ارواح اجسام کے ساتھ متعلق نہ ہوں' ان کی دو قسمیں ہیں' بعض ارواح علویہ ہیں جیسے فرشتے اور بعض ارواح سفلیہ ہیں' اور ارواحِ سفلیہ کی دو قسمیں ہیں: بعض خیرۃ (نیک) ہیں اور بعض شریرہ (بد) ہیں' جو خیرۃ ہیں وہ نیک جنات ہیں اور جو شریرہ ہیں وہ سرکش جنات ہیں' ''عفریت'' جن بھی ان ہی میں سے ہے۔

''جن'' کا معنی ہے: انسان کی آنکھ سے چھپی ہوئی چیز' جنات کو اسی لیے جنات کہتے ہیں کہ وہ انسانوں کو نظر نہیں آتے' اسی طرح جنت بھی نظر نہیں آتی' انسان کے دل کو جنان کہتے ہیں' پیٹ کے بچے کو جنین کہتے ہیں' یہ چیزیں نظر نہیں آتیں۔

اس حدیث میں ''تفلت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کا اچانک درپیش ہونا' ''البارحۃ'' کا معنی ہے: گزشتہ شب۔

آیا انسان جنات کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

اس حدیث میں ہے: گزشتہ رات ایک سرکش جن مجھ پر حملہ آور ہوا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جن کو دیکھ لیا تھا' نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس کو کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا حتیٰ کہ تم سب اس کو دیکھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنات کو دیکھنا ممکن ہے کیونکہ جنات اجسامِ لطیفہ ناریہ ہیں' لہٰذا ان کو دیکھنا محال نہیں ہے' اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ قرآن مجید میں ہے:

- اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ. (الاعراف:۲۷) بے شک وہ (شیطان) اور اس کا لشکر تمہیں اس طور سے دیکھتا ہے کہ تم اس کو نہیں دیکھتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان جنات کو نہیں دیکھتے اور انسانوں کا اسے دیکھنا اس آیت کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت عام اور غالب احوال پر محمول ہے اور بعض احوال میں انسانوں کا جنات کو دیکھنا ثابت ہے' جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا جنات کو دیکھنا' ان سے کلام فرمانا اور ان سے کام لینا اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے کا ذکر ہے' اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔

مقروض وغیرہ کو ستون سے باندھنا' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنات پر تصرف کی قدرت اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی رعایت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص کے بھاگ جانے کا خطرہ ہو اور اس پر کسی قسم کا حق ہو' مثلاً اس پر قرض ہو' اس کو مسجد وغیرہ کے ستون کے ساتھ باندھنا جائز ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عفریت جن کو دیکھا تھا' یہ آپ کی خصوصیت تھی اور آپ کا معجزہ تھا' جیسے فرشتوں کو دیکھنا آپ کی خصوصیت ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا اور جس دن آپ خندق سے واپس ہوئے' اس دن آپ نے حضرت جبریل کو دیکھا اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے سرکش جن کو دیکھا' اور اللہ نے آپ کو اسے باندھنے پر قادر کر دیا کیونکہ وہ جسم لطیف ناری ہے لیکن آپ نے یہ چاہا کہ جنات پر تصرف کرنے کی صفت حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ خاص اور منفرد رہے کیونکہ انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ اے رب! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو (ص:۳۵) تو آپ کو یہ حرص تھی کہ اس دعا کی اجابت ان کے ساتھ خاص رہے اور یہ سلطنت دوسروں کے لیے ظاہر نہ ہو' لیکن چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات اور معجزات کے جامع ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی یہ معجزہ اور کمال عطا فرمایا اور آپ کو سرکش جن پر قادر کر دیا' لیکن آپ نے اس کا اظہار نہیں فرمایا

تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص تھا' عام لوگوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے اور کوئی شخص شیطان کو اس کی صورت میں نہیں دیکھ سکتا' جیسا کہ الاعراف: ۲۷ میں اس کی تصریح ہے' لیکن باقی لوگ جن اور شیطان کو اس وقت دیکھ سکتے ہیں جب وہ اپنی اصل صورت کے علاوہ کسی اور صورت اور شکل میں متشکل ہو کر آئے' جیسا کہ ایک انصاری نے اس وقت جن کو دیکھا تھا' جب وہ سانپ کی صورت میں متشکل ہو کر آیا' اس انصاری نے اس کو نیزہ گھونپ دیا تو اس جن نے اس انصاری کو قتل کر دیا اور وہ فوت ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں جو جنات ہیں وہ اسلام لا چکے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جنات کا سانپوں کی شکل میں متشکل ہونا

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو حدیث کی ایک طرف ذکر کی ہے' اس کا پورا متن اس طرح ہے:

ابو السائب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے تو دیکھا وہ نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے کہا: میں بیٹھ کر ان کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا' اتنے میں گھر کے کونے میں رکھی ہوئی لکڑیوں میں سے آواز آئی' میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک سانپ تھا' میں اس کو قتل کرنے کے لیے لپکا' حضرت ابو سعید نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا' سو میں بیٹھ گیا' جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مکان کی ایک کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ کیا تم اس گھر کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا: ہاں' انہوں نے کہا: اس گھر میں ہمارا ایک نوجوان رہتا تھا' جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی' انہوں نے کہا: پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خندق کی طرف گئے' وہ نوجوان دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر جاتا تھا' ایک دن اس نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہتھیار لے کر جاؤ' کیونکہ مجھے تم پر بنو قریظہ (کے حملہ) کا خطرہ ہے' وہ نوجوان اپنے ہتھیار لے کر چلا گیا' جب وہ گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی دروازے کی دو پٹیوں کے درمیان کھڑی ہے' اس نے غیرت میں آ کر اس کو نیزہ مارنے کا قصد کیا' اس عورت نے کہا: اپنے نیزے کو روکو اور گھر کے اندر جا کر دیکھو' تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کس وجہ سے باہر کھڑی ہوں! جب وہ اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے بستر پر بیٹھا ہے' اس نوجوان نے اس کو مارنے کا قصد کیا اور نیزہ اس سانپ میں گھونپ دیا' پھر باہر نکل کر وہ نیزہ مکان میں گاڑ دیا' وہ سانپ اس نوجوان پر لوٹ پوٹ ہو گیا اور یہ پتا نہ چل سکا کہ سانپ پہلے مرا یا وہ نوجوان' پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا ذکر کیا' ہم نے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر دے' آپ نے فرمایا: اپنے اس ساتھی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو' پھر فرمایا: مدینہ میں رہنے والے جنات مسلمان ہو گئے ہیں' پس جب تم ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھو تو ان کو تین دن تک خبردار کرو' اس کے بعد بھی اگر سانپ دکھائی دے تو اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۳۶' الرقم المسلسل: ۵۷۳۱' سنن ابوداؤد: ۵۲۵۹۔ ۵۲۵۸۔ ۵۲۵۷' سنن ترمذی: ۱۴۸۴' السنن الکبری للنسائی: ۱۰۸۷۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۷)

حافظ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نوجوان کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا تھا' تو ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ میت کے لیے مغفرت کی دعا کرنا سنت ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اس نوجوان نے ایک مکروہ کام کیا تھا اور یہ احتمال زیادہ ظاہر ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے جن مسلمان ہو چکے ہیں' پس جب تم ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھو تو ان کو تین دن تک خبردار کرو' اس کے بعد بھی اگر سانپ دکھائی دے تو اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ جنات کا وجود برحق ہے' زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کی اخبار متواترہ

سے ان کا وجود ثابت ہے' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنات کا ذکر فرمایا ہے اور یہ عقل کے نزدیک جائز ہے اور شرع سے ثابت ہے' ان کے وجود کا انکار کرنا گم راہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ نعوذ باللہ منہ

جنات کھاتے پیتے ہیں اور جس طرح ہم احکام کے مکلف ہیں اور ہم کو بُرے کاموں سے منع کیا گیا ہے وہ بھی مکلف ہیں' اللہ تعالیٰ نے جنات اور ملائکہ کو اس پر قدرت دی ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں مختلف حرکات پر قدرت عطا فرمائی ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۲۲۔۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

صحیح مسلم: ۲۲۳۶ میں جو جنات کو تین دن تک خبردار کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

عبد الرحمان بن ابو لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سانپ اپنے مسکن میں ظاہر ہو تو اس سے کہو کہ ہم حضرت نوح علیہ السلام کے عہد کے واسطے سے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے واسطے سے تجھ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تو ہم کو ایذاء نہ پہنچا' پھر اگر سانپ لوٹ کر آئے تو اس کو قتل کر دو۔ (سنن ترمذی: ۱۴۸۵' سنن ابوداؤد: ۵۲۵۹)

جنات کے دوسری شکلوں میں متشکل ہونے کی قدرت پر بعض علماء کا اختلاف اور ان کی رائے کا بے وزن ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جنات مختلف صورتوں میں متشکل ہو جاتے ہیں' وہ انسان کی' بہائم کی' سانپوں کی' بچھوؤں کی' اونٹوں کی' گایوں کی' بکریوں کی' گھوڑوں کی' خچروں کی' گدھوں کی اور پرندوں کی صورتوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔

قاضی ابو یعلیٰ نے کہا ہے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنی شکل کو بدل لے اور کسی اور صورت میں متشکل ہو جائے' ان کے لیے صرف یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کچھ ایسے کلمات کی تعلیم دے اور کچھ ایسے افعال سکھائے کہ جب وہ ان افعال کو کر لیں اور وہ کلمات بول لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل کر دے' رہا یہ کہ وہ از خود کسی دوسری صورت میں منتقل ہو جائیں تو یہ محال ہے کیونکہ ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل ہونا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلی صورت فاسد ہو جائے اور اس کے اجزاء بکھر جائیں' اسی طرح فرشتوں کے دوسری صورت میں متشکل ہونے میں بھی یہی کلام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس کو پچھاڑا اور اس کا گلا گھونٹے حتیٰ کہ میں نے اس کی زبان کی ٹھنڈک اپنی زبان پر پائی' علامہ ابن بطال وغیرہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ جب عفریت جن آپ کے سامنے ظاہر ہوا تھا تو وہ اپنی اصلی شکل میں نہیں آیا تھا اور جن کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن بطال' قاضی ابوبکر ابن العربی' علامہ عینی اور علامہ عسقلانی سب نے یہ لکھا ہے کہ جنات مختلف شکلوں میں متشکل ہوتے ہیں اور احادیث میں سانپ کی شکل میں جنات کے آنے کی تصریح ہے' جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن ترمذی کے حوالوں سے گزر چکا ہے' لہٰذا اگر قاضی ابو یعلیٰ اس کا انکار کرتے ہیں تو کرتے رہیں' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۱۱۔ ج ۲ ص ۹۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) جنات کا ثبوت (۲) جنات کی تخلیق (۳) جنات کی اقسام (۴) جنات کے افعال و احوال (۵) جنات کا مکلف ہونا (۶) جنات کی

جزاء وسزا (٧) جنات میں رسل (٨) انسان پر جن آ جانا (٩) جنات کو دیکھنا (١٠) ایک اشکال کا جواب (١١) حضرت سلیمان کی دعا سے معارضہ (١٢) لعن یزید (١٣) ترجمۃ الباب سے مناسبت۔ یہ بحث ' شرح صحیح مسلم ج ١ ص ١١٠-١٠٠ پر محیط ہے۔

٧٦ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ اِذَا اَسْلَمَ ' وَرَبْطِ الْاَسِيْرِ اَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ

جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے نیز قیدی کو مسجد میں باندھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی کافر اسلام لائے تو اس کے غسل کا کیا حکم ہے اور قیدی کو مسجد میں باندھنے کا کیا حکم ہے؟

وَكَانَ شُرَيْحٌ يَاْمُرُ الْغَرِيْمَ اَنْ يُّحْبَسَ اِلٰى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ.

اور شریح مقروض کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا حکم دیتے تھے۔

٤٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ ' فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ ' يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ ' فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ ' فَخَرَجَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ . فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ ' فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ ' فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ' وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ٤٦٩-٢٤٢٢-٢٤٢٣-٤٣٧٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سواروں کی ایک جماعت کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنوحنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے' جس کو ثمامہ بن اُثال کہا جاتا تھا' انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نکلے تو لوگوں نے کہا: ثمامہ کو کھول دو' وہ مسجد کے قریب کھجور کے ایک درخت کی طرف گیا' پس اس نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہوا' پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (سیدنا محمد) اللہ کے رسول ہیں۔

(صحیح مسلم: ١٧٦٤' سنن ابوداؤد: ٢٦٧٩' سنن نسائی: ١٨٩' صحیح ابن خزیمہ: ٢٥٢' صحیح ابن حبان: ١٢٣٩' سنن بیہقی ج ١ ص ١٧١' دلائل النبوۃ ج ٤ ص ٧٩-٧٨' مسند احمد ج ٢ ص ٤٥٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٩٨٣٣- ج ١٥ ص ٥١٩-٥١٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٤٤٠٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے چار رجال ہیں' اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ثمامہ اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

صوبہ نجد کا محل موقوع

اس حدیث میں ''نجد'' کا ذکر ہے' یہ جزیرہ عرب میں ہے۔ المدائنی نے کہا ہے کہ جزیرہ عرب کی پانچ اقسام ہیں: (١) تہامہ (٢) نجد (٣) حجاز (٤) عروض (٥) یمن۔ تہامہ' حجاز کی جنوبی سمت میں ہے' اور نجد حجاز اور عراق کے درمیان میں ہے اور حجاز ایک

پہاڑ ہے جس نے یمن کو مسدود کر دیا ہے حتیٰ کہ وہ شام کے ساتھ متصل ہے اور اسی میں مدینہ ہے اور عروض' یمامہ ہے جو بحرین کی طرف ہے اور واقدی نے کہا ہے کہ حجاز' مدینہ سے تبوک کی طرف ہے اور مدینہ سے کوفہ کے راستہ کی طرف ہے اور اس کے پیچھے سرزمین بصرہ تک نجد ہے اور عراق اور طائف کے درمیان نجد ہے اور وجرۃ کے پیچھے سے سمندر تک تہامہ ہے' اور تہامہ اور نجد کے درمیان حجاز ہے' اس کو حجاز اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان حاجز یعنی رکاوٹ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

''نجد'': لغوی معنی سطح مرتفع' مراد عرب کا وسطی علاقہ' جس کا مرکزی شہر ریاض ہے' اس کی حدود بدلتی رہیں' ایک زمانہ تھا کہ یمن' تہامہ' عراق اور شام بھی نجد میں شامل تھے' لیکن اب (۱۹۷۱ء) میں اس کی حدود یہ ہیں:

مشرق میں بحرین' مغرب میں حجاز' شمال میں عراق اور جنوب میں صحراء۔

''نجد'': عمان کے قریب ایک وسیع علاقہ ہے۔ (معجم البلدان ص ۳۳۹' شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی)

اسلام قبول کرنے والے کے غسل کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اسلام لائے' اس کے غسل کرنے کے حکم کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) امام مالک نے المدونہ میں کہا ہے کہ جب نصرانی اسلام لائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ لوگ طہارت حاصل نہیں کرتے' امام احمد بن حنبل اور ابوثور نے بھی اس پر غسل واجب کیا ہے۔

(۲) ابن وہب اور ابن ابی اویس نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص مسلمان ہوا' آیا اس پر غسل واجب ہے یا اس کے لیے وضوء کرنا کافی ہے؟ امام مالک نے فرمایا: ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی یہ حکم دیا ہو کہ وہ اسلام لائے تو غسل کرے۔

(۳) ابن المنذر نے کہا: امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اس کا غسل کرنا مستحب ہے' اگر وہ جنبی نہیں ہے تو اس کا وضوء کرنا کافی ہے' اور ابن القاسم نے ''العتبیہ'' میں اسی کی مثل کہا ہے' انہوں نے کہا: جو اسلام لایا اس پر غسل کرنا واجب ہے' اگر اس نے وضوء کیا اور نماز پڑھی اور غسل نہیں کیا تو وہ ہمیشہ نماز کو دہرائے گا' جب کہ وہ پہلے جماع کر چکا ہو یا جنبی ہو اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر وہ جنبی نہ ہو تو اس کے لیے وضوء کرنا کافی ہے' جیسے امام شافعی نے کہا ہے۔

المہلب نے کہا ہے: ثمامہ کی حدیث ابن وہب اور ابن ابی اویس کے خلاف حجت ہے کیونکہ ثمامہ جب گئے تو انہوں نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہوئے' پھر انہوں نے اسلام کی گواہی دی' اسی لیے امام مالک نے یہ کہا ہے کہ ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اسلام لانے والے کو غسل کرنے کا حکم دیا ہو۔

ابوعبداللہ بن ابی صفرہ نے کہا ہے: رہا امام مالک کا دوسرا قول' جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اسلام لانے والے پر غسل کرنا واجب ہے' کیونکہ وہ طہارت حاصل نہیں کرتے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ نجاست سے اپنے بدنوں کو پاک نہیں کرتے' کیونکہ ان کے لیے جنابت سے پاک ہونا محال ہے' خواہ وہ اس کی نیت کریں کیونکہ ان کے لیے یہ مشروع نہیں ہے' لہٰذا امام شافعی' امام احمد اور ابن القاسم کا قول ساقط ہو گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب وہ جنبی نہیں ہوگا تو وہ بے وضوء ہوگا' پھر اس کے لیے نماز پڑھنا کس طرح مباح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ غیر جنبی اور بے وضوء ہوگا تو نماز پڑھنے کے لیے اس پر وضوء کرنا واجب ہوگا اور اس پر غسل نہیں ہوگا کیونکہ وہ جنبی نہیں ہے' اس پر غسل کرنا سنت ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۴۳۔۱۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک اسلام لانے سے پہلے اگر کافر جنبی ہو یا حائض ہو یا نفساء ہو خواہ اس کا حیض اور نفاس منقطع ہو چکا ہو' اس پر غسل کرنا واجب ہے ورنہ اس کا غسل کرنا مستحب ہے یعنی وہ جنابت کے بعد غسل کر چکا ہو یا عورت حیض اور نفاس کے بعد غسل کر چکی ہو تو پھر اسلام لانے کے لیے اس کا غسل کرنا مستحب ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ۱ ص ۲۷۶۔۲۷۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

کفار اور اہل کتاب کے مسجد میں داخل ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کافر مسجد میں داخل ہو سکتا ہے' علامہ ابن التین نے بیان کیا ہے کہ مجاہد سے منقول ہے کہ اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور عمر بن عبد العزیز اور قتادہ اور امام مالک اور مزنی شافعی نے کہا: یہ جائز نہیں ہے' اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور دوسرے کافر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۹)

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہماری اس مسجد میں اس سال کے بعد کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا مگر اہل ذمہ اور ان کے خدام۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹۔ ج ۳ ص ۳۹۲ طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۲۲۱۔۱۴۹۴۹۔ ج ۲۳ ص ۳۸۷۔۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۱۹۳۵۔ ۹۹۸۲)

امام مالک کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبہ: ۲۸) مشرک محض ناپاک ہیں' سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک اس آیت میں "لا یقربوا" اگرچہ صورۃً نہی کا صیغہ ہے لیکن معنیً نفی ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا بلکہ یہ خبر دی ہے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام میں داخل نہیں ہوں گے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین سے مراد اہل کتاب کے ماسوا ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اہل کتاب کے احکام' مشرکین کے احکام کے مغائر ہیں۔

علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ذمی کا مسجد میں داخل ہونا مطلقاً جائز ہے اور امام مالک نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے اور امام شافعی اور امام احمد نے مسجد حرام میں کافر کے داخل ہونے کو منع کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں: یہ نہی تکوینی ہے تکلیفی نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فقہاء نے جنبی کے لیے مسجد کے عبور کرنے کو جائز کہا ہے اور اس وقت آیت کا معنی یہ ہوگا کہ مشرکین اس سال کے بعد برہنہ ہو کر حج یا عمرہ نہ کریں اور یہ سال نو ہجری تھا' جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سورت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ برہنہ طواف کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۲۲، صحیح مسلم: ۱۳۴۷)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں نہی تکوینی کا معنی لکھتے ہیں:

تکوین اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات افعال اسی کی طرف راجع ہیں اور ''لا یقربوا'' کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کی طرف جانے کا فعل پیدا نہیں فرمائے گا اور امر تکوینی کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین سے فرمایا:

اِئْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا. (حٰم السجدہ:۱۱) تم دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے حاضر ہو جاؤ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ فعل پیدا کر دیا' اور امر تکلیفی کی مثال ہے: ''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ'' (البقرہ:۴۳) تم نماز کو قائم کرو' امر تکوینی اور امر تکلیفی میں فرق یہ ہے کہ امر تکوینی میں فرماں برداری کے خلاف نہیں ہو سکتا اور امر تکلیفی میں فرماں برداری کے خلاف ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ''فلا یقربوا'' کا صیغہ اگرچہ صورۃً نہی کا صیغہ ہے لیکن یہ معنیً نفی ہے اور اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ مشرکین مسجد حرام کے قریب نہیں جائیں گے' کیونکہ یہ منقول نہیں ہوا کہ اس آیت کے نزول کے بعد سے لے کر آج تک کبھی مشرکین نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو' جیسا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

(ردالمحتار مع الدر المختار ج۹ ص ۲۷۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور نبوت سے یہ جان لینا کہ ثمامہ اسلام لے آئیں گے' اس لیے آپ نے اس کو کھولنے کا حکم دیا

علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ثمامہ نے قید کیے جانے کو اپنی عزت نفس کے خلاف سمجھا تھا' اس لیے وہ خود اسلام نہیں لایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کو جان لیا' اس لیے آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' پس جب اس کو قید سے کھول دیا گیا تو وہ اسلام لے آیا' اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثمامہ حنفی کو قید کر لیا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو اس کے پاس گئے اور اس سے استفسار فرمایا: اے ثمامہ! اب تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک گناہ گار شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار شخص پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال لینے کا ارادہ کرتے ہیں تو آپ جتنا مال چاہیں گے' آپ کو دیا جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب فدیہ لینے کو پسند کر رہے تھے' وہ کہہ رہے تھے: ہم اس کو قتل کر کے کیا کریں گے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن اس کے پاس سے گزرے تو وہ اسلام لے آیا' پھر آپ نے اس کو کھول دیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ کے باغ میں بھیجا اور اس کو غسل کرنے کا حکم دیا' پس اس نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھائی بہت عمدہ اسلام لایا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۹۸۶۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۳' صحیح ابن حبان: ۱۲۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۷' کشف المشکل لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور علامہ ابن جوزی کی شرحوں پر اعتراض

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ امام کو یہ حق ہے کہ وہ کافر قیدی کو قتل کر دے یا غلام بنا لے' یا اس سے فدیہ لے کر اس کو چھوڑ دے یا اس پر احسان کر کے اس کو چھوڑ دے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر احسان کر کے اس کو چھوڑ دیا

کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نور نبوت سے یہ جان لیا تھا کہ وہ (آپ کے احسان کرنے کے نتیجہ میں) دل سے ایمان لے آئے گا اور عنقریب کلمہ شہادت پڑھنے سے اس کا ایمان ظاہر ہو جائے گا۔ (شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۲۳' داراحیاء التراث العربی بیروت)

اسی طرح علامہ ابن جوزی نے بھی لکھا ہے۔ (ہم نے علامہ جوزی کی مفصل عبارت اس سے پہلے نقل کی ہے) علامہ بدرالدین عینی ان دونوں شارحین کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس شرح کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان کی وہ حدیث رد کرتی ہے' جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ثمامہ کے پاس سے گزرے تو وہ اسلام لے آیا' پھر آپ نے اس کو کھول دیا' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ وہ آپ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا۔ علامہ کرمانی کو تو اس شرح میں معذور قرار دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے اس شرح کو حتماً ذکر نہیں کیا' بلکہ یہ کہا ہے کہ اس میں یہ احتمال ہے' اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے واقف نہیں تھے' لیکن علامہ ابن جوزی اس حدیث سے کیسے غافل ہو گئے حالانکہ وہ حدیث کی کثرت پر مطلع ہیں! (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کا علامہ ابن جوزی اور علامہ کرمانی کی طرف سے جواب اور تینوں شروح میں محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن جوزی صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کی اس حدیث سے غافل نہیں ہیں' جس میں یہ تصریح ہے کہ ثمامہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا اور اس کے بعد آپ نے اس کو کھولا تھا کیونکہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو خود اپنی مذکور شرح کے بعد امام عبدالرزاق کے حوالے سے مفصلاً ذکر کیا ہے' جس کو ہم نے دیگر متعدد حوالوں کے ساتھ نقل کیا ہے' لہٰذا علامہ ابن جوزی کو غافل کہہ کر خود علامہ عینی نے غفلت اور عجلت کا مظاہرہ کیا ہے۔

اب یہ سوال رہ جائے گا کہ جب علامہ ابن جوزی کے علم میں مصنف عبدالرزاق کی یہ حدیث تھی کہ ثمامہ آپ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا اور آپ نے اس کو اسلام لانے کے بعد کھولا تھا' تو انہوں نے اپنی شرح میں یہ کیوں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھول دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نبوت سے علم تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا' سو وہ آپ کے کھولنے کے بعد اسلام لے آیا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں یہ واقعہ اسی طرح مذکور ہے۔

صحیح البخاری میں اس طرح مذکور ہے:

مسلمانوں نے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ستون سے باندھ دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نکلے اور فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' پھر ثمامہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا' پھر مسجد میں داخل ہوا' پھر کہا: "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ"۔ (صحیح البخاری: ۴۶۲)

دیکھئے اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھولنے کا حکم دیا تھا اور اس نے بعد میں غسل کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور علامہ ابن جوزی نے اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھولنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ آپ نے (نورِ نبوت سے) جان لیا تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا اور ایسا ہی ہوا' اور علامہ کرمانی بھی صحیح بخاری کی اسی حدیث کی شرح کر رہے تھے' لہٰذا ان کی شرح بھی صحیح ہے' البتہ ان کا اس شرح کو احتمال سے ذکر کرنا غلط ہے' ان کو چاہیے تھا وہ اس شرح کو جزم اور یقین کے ساتھ لکھتے' جس طرح علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے' پھر علامہ ابن جوزی کے وسعت علم کی یہ دلیل ہے کہ انہوں نے امام عبدالرزاق کی روایت کو ذکر کر کے یہ بھی بتا دیا کہ یہ روایت صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس روایت میں مذکور ہے کہ ثمامہ کے اسلام لانے کے بعد آپ نے اس کو کھولا تھا اور ظاہر ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث کے

مقابلہ میں مصنف عبدالرزاق کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے' جب کہ صحیح مسلم: ۱۷۶۴ میں بھی یہ واقعہ صحیح بخاری کی طرح زیادہ تفصیل کے ساتھ ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ مذکور ہے کہ آپ کے کھولنے کے بعد ثمامہ اسلام لایا تھا اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں اس کے خلاف یہ مذکور ہے کہ آپ کے کھولنے سے پہلے ثمامہ اسلام لایا تھا تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مقابلہ میں صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی کیا حیثیت ہے' کیا علامہ عینی صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی بنیاد پر علامہ ابن جوزی پر اعتراض کر کے جمہور کے خلاف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے نزدیک صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان' صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر راجح ہیں' لیکن ان کے اس نظریہ کو علمی دنیا میں کوئی قبول نہیں کرے گا۔

علامہ ابن جوزی کی تائید میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مفصل روایت

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۴۳۷۲' اور صحیح مسلم: ۱۷۶۴ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ درج ہے' اس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے تیسرے دن ثمامہ کو کھولنے کا حکم دیا' اس کے بعد وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا' اس کی عبارت درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گھوڑے سواروں کے ایک دستہ کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے' جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا' پس انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' نبی ﷺ اس کی طرف نکلے اور فرمایا: اے ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میری رائے نیک ہے' اے محمد! اگر آپ مجھ کو قتل کریں گے تو اس شخص کو قتل کریں گے جس پر قصاص ہے' اور اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے' اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال کریں آپ جتنا مال طلب کریں گے' آپ کو دیا جائے گا حتیٰ کہ دوسرے دن پھر آپ نے اس سے فرمایا: ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: جو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے' آپ نے اس کو چھوڑ دیا' پھر تیسرے دن آپ نے فرمایا: اے ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میرے نزدیک وہی بات ہے جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں' آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا' پس اس نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہو گیا' پھر کہا: ''اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله'' یا محمد! پہلے مجھے روئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی شخص ناپسند نہیں تھا اور آج صبح آپ کا چہرہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے' اور اللہ کی قسم! پہلے مجھے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین ناپسند نہیں تھا اور اب آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ ناپسند تھا اور اب آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ پسند ہے' آپ کے سواروں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میں اس وقت عمرہ ادا کرنے کے لیے جا رہا تھا' اب آپ بتائیں کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بشارت دی اور اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا' جب وہ مکہ پہنچا تو کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم نے دین بدل لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! لیکن میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور سنو! اب نبی ﷺ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۷۲' صحیح مسلم: ۱۷۶۴)

علامہ ابن جوزی کی شرح اس حدیث کے مطابق ہے اور علامہ عینی نے علامہ ابن جوزی کی شرح پر جو اعتراض کیا ہے' وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کی تصریح کے خلاف ہے اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی روایت کے موافق ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۴۷۴۔ ج ۵ ص ۴۷۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) اسلام قبول کرنے کے بعد غسل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء (۲) طالب اسلام کو کلمہ پڑھانے میں تاخیر کرنا جائز نہیں' بلکہ

خدشہ کفر ہے۔

۷۷ - بَابُ الْخَيْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضٰى وَغَيْرِهِمْ

بیماروں اور دوسروں کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیماروں اور ان کے غیر کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا جائز ہے۔

۴۶۳ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اُصِيْبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْاَكْحَلِ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ، لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ، فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِيْ غِفَارٍ، اِلَّا الدَّمُ يَسِيْلُ اِلَيْهِمْ، فَقَالُوْا يَا اَهْلَ الْخَيْمَةِ، مَا هٰذَا الَّذِيْ يَاْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ قَالُوْا سَعْدٌ يَغْذُوْ جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ فِيْهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۸۱۳-۳۹۰۱-۴۱۱۷-۴۱۲۲]

(صحیح مسلم: ۱۷۶۹، الرقم المسلسل: ۴۵۱۸، سنن ابوداود: ۳۱۰۱، سنن نسائی: ۷۱۰، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۱۴، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جنگ خندق کے دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں زخم آ گیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں ان کے لیے خیمہ لگا دیا تاکہ لوگ ان کی قریب سے عیادت کر لیں اور مسجد میں بنو غفار کا بھی خیمہ تھا، پھر لوگوں کو صرف اس چیز نے خوف زدہ کیا کہ ان کی طرف خون بہہ کر آ رہا تھا، پھر لوگوں نے کہا: اے خیمے والو! یہ کیا چیز ہے جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آ رہی ہے، پس لوگوں نے کہا: تو حضرت سعد کے زخم سے خون بہہ رہا ہے، پس وہ اس میں فوت ہو گئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) زکریا بن یحییٰ بن عمر ابو السکن الطائی الکوفی (۲) عبد اللہ بن نمیر (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) ان کے والد عروہ (۵) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۱)

وفات کے وقت حضرت سعد کی عمر ۳۷ سال تھی۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے لیے مسجد میں خیمہ لگا دیا۔

مسجد سے نجاست کے زائل کرنے پر علامہ ابن بطال کا انکار اور مصنف کا ان پر رد

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ عذر کی وجہ سے مسجد میں رہنا جائز ہے، جیسے حضرت سعد بیماری کے ایام میں مسجد میں رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کا خیمہ مسجد میں لگایا، اس سے معلوم ہوا کہ سربراہ ملک یا کسی بڑے عالم کے لیے بار بار کسی مریض کی عیادت کے لیے جانا دشوار ہو تو وہ مریض کو ایسی جگہ منتقل کر لے جہاں وہ آسانی سے اس کی عیادت کر سکے۔

حضرت سعد کے بازو سے خون نکل کر مسجد میں بہتا رہا اور کسی نے اس کو دھویا نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نجاست کو زائل کرنا فرض نہیں ہے، اگر یہ فرض ہوتا تو اس کو دھو دیا جاتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی زخمی کو مسجد میں رہنے کی اجازت نہ دیتے، اس سے معلوم ہوا کہ نجاست کو دھونا فرض نہیں ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو مسجد میں پیشاب کرنے دیا تھا اور فرمایا: اس کو چھوڑ دو، اور اگر اس کا پیشاب کرنا حرام ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے: اس کو چھوڑ دو یعنی اس کو پیشاب کرنے دو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ مسجد سے نجاست کا زائل کرنا فرض نہیں ہے بلکہ مسجد سے نجاست کا زائل کرنا فرض ہے اور اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت سعد کے بازو سے نکلنے والے خون کو بعد میں بھی مسجد سے دھویا نہیں گیا اور کسی چیز کے ذکر نہ کرنے سے اس کا عدم وقوع لازم نہیں آتا' ناک کی رطوبت اور بلغم پاک ہیں' لیکن ان کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں گرانے سے منع کیا ہے اور کسی نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو خود اپنے مبارک ہاتھوں سے صاف کیا تو جب اس پاک چیز سے بھی مسجد کو صاف کیا گیا تھا تو خون جس کا ناپاک اور نجس ہونا مسلم ہے' اس سے مسجد کو کیوں کر نہ صاف کیا گیا ہوگا! اور علامہ ابن بطال کا اعرابی کے پیشاب پر قیاس کرنا بھی فاسد ہے کیونکہ جب صحابہ اس اعرابی کو منع کرنے کے لیے جھپٹے تو آپ نے فرمایا: اس کو رہنے دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول پانی یا دو ڈول پانی بہا دو۔ (صحیح البخاری: ۲۲۰)

آپ کا اس کے پیشاب پر دو ڈول پانی ڈلوانا' اس کی صریح دلیل ہے کہ مسجد میں اگر نجاست گر جائے تو اس نجاست کو زائل کرنا فرض ہے' باقی اس اعرابی کو پیشاب کرنے کے درمیان روکنے سے آپ نے منع فرمایا' کیونکہ اس سے اس کے مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ تھا۔ بہر حال مسجد سے نجاست کو زائل کرنا فرض ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۴۸۵۔ ج ۵ ص ۱۸۱۴ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۸ - بَابُ اِدْخَالِ الْبَعِیْرِ فِی الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ

کسی ضرورت کی بناء پر اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا

بعض علماء نے اس باب کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ جب آدمی پر ضعف طاری ہو تو وہ مسجد میں اونٹ پر سوار ہو کر آجائے' مگر امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے' وہ عام ہے یعنی مسجد میں اونٹ پر سوار ہو کر آنا خواہ ضعف ہو یا نہ ہو' جیسا کہ حسب ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَافَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَعِیْرٍ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔

امام بخاری کی یہ تعلیق حسب ذیل کتب حدیث میں ہے اور خود امام بخاری نے بھی اس کی پوری سند کے ساتھ کتاب الحج میں روایت کی ہے: صحیح البخاری: ۱۶۰۷' صحیح مسلم: ۱۲۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۷' سنن نسائی: ۲۹۵۴' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۸۔

٤٦٤ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَشْتَكِیْ، قَالَ طُوْفِیْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ. فَطُفْتُ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ اِلٰی جَنْبِ الْبَیْتِ، یَقْرَاُ ﴿وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝﴾ (الطور: ۲۔۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمان بن نوفل از عروہ از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سواری پر بیٹھ کر طواف کرو' پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ یہ تلاوت کر رہے تھے: ''والطور ۝ وکتاب مسطور ۝'' (الطور: ۲۔۱)

[اطراف الحدیث: ۱۶۱۹۔ ۱۶۲۶۔ ۱۶۳۳۔ ۴۸۵۳] (صحیح مسلم: ۱۲۷۶' الرقم المسلسل: ۱۲۷۶' سنن ابوداؤد: ۱۸۸۲' سنن نسائی: ۲۹۲۵' سنن

ابن ماجہ: ۲۹۶۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۹۰۳' موطأ امام مالک۔ کتاب الحج: ۱۲۳' تنویر الحوالک ص ۳۴۰' المنتقیٰ: ۳۶۲' مسند ابویعلیٰ: ۶۹۷۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۷۶' مصنف عبد الرزاق: ۹۰۲۱' صحیح ابن حبان: ۳۸۳۰' المعجم الکبیر: ۸۰۴۔ ج ۲۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۸' شرح السنۃ: ۱۹۱۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۴۸۵۔ ج ۴۴ ص ۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن عبد الرحمان بن الاسود بن نوفل' المعروف یتیم عروہ بن الزبیر (۴) عروہ ابن الزبیر (۵) زینب بنت ابی سلمہ' عبد اللہ بن الاسد المخزومی' ان کا نام پہلے برہ تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا (۶) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' ان کا نام ھند بنت ابی امیہ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۴)

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک کے دلائل اور دیگر فوائد حدیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرنے کی اجازت دی ہے اور ان کے پیشاب سے مسجد نجس نہیں ہوتی اور باقی جانور جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا' ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے' اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

جو شخص کسی سواری پر سوار ہو' اس کو چاہیے کہ وہ حتی الامکان لوگوں کے گزرنے کی جگہوں سے اجتناب کرے اور پیدل چلنے والوں سے الگ رہے' اسی طرح خواتین کو چاہیے کہ وہ راستوں کے کناروں پر چلیں' بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مستنبط کیا ہے کہ بھیڑ اور رش کی وجہ سے عورتیں مردوں کے پیچھے سے طواف کریں' کیونکہ طواف بھی حکماً نماز ہے اور نماز میں عورتیں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوتی ہیں' سو اسی طرح طواف میں بھی ہونا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام احمد کے دلائل اور دیگر مسائل

علامہ عبد الرحمان بن شہاب الدین بغدادی ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے' ان کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے۔

ہمارے اصحاب حنبلیہ اور اصحاب مالک نے کہا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اگر اونٹ کا پیشاب نجس ہوتا تو اس کو مسجد میں داخل نہ کیا جاتا' اور امام بخاری نے کتاب العلم میں حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے اونٹ کو مسجد میں داخل کر کے باندھ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ (صحیح البخاری: ۶۳)

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ان کا پیشاب نجس ہے اور ان کو مسجد میں داخل کرنا مکروہ ہے' فقہاء شافعیہ نے اسی کی تصریح کی ہے' انہوں نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا ہے' ان کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ آپ نے حضرت ام سلمہ کو اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرنے کا حکم دیا۔

جن جانوروں کا گوشت کھایا نہیں جاتا' ان کو مسجد میں داخل کرنا بالاتفاق مکروہ ہے' امام مالک نے کتوں اور شکاری پرندوں کے متعلق اس کی تصریح کی ہے اور امام احمد نے مسجد کے دروازے بند کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ اس میں کتے داخل نہ ہوں۔

حضرت عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے گھوڑے وغیرہ پر بیٹھ کر طواف کرنے سے منع کیا ہے' سفیان نے عمرو بن دینار سے

روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بیت اللہ میں گھوڑے پر بیٹھ کر طواف کیا تو لوگوں نے اس کو منع کیا' اس نے کہا: تم مجھے منع کرتے ہو' پھر اس نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا' حضرت عمر نے جواب لکھا: اس کو منع کرو' علامہ ابن رجب نے کہا: حضرت عمر نے اس لیے منع کیا تھا تاکہ مسجد کی صفائی میں مبالغہ کیا جائے اور تاکہ سوار پیدل طواف کرنے والوں کو ایذاء نہ پہنچائے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۲ ص ۵۴۲' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

سواری پر بیٹھ کر طواف کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

جو شخص معذور ہو اس کا سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے' اس میں سب کا اتفاق ہے' اور جو شخص غیر معذور ہو تو امام شافعی کے نزدیک اس کا بھی سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے' امام احمد کی بھی ایک روایت اس طرح ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا طواف ہو جائے گا' لیکن اس پر ایک دم لازم آئے گا' یعنی اسے ایک قربانی کرنی ہوگی۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۲۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

باب مذکور کی حدیث کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی سدھائی ہوئی تھی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی میں بھی یہی احتمال ہے' اس لیے ان سے یہ خطرہ نہیں تھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کریں گی۔ (فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۱۰۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی اور حضرت ام سلمہ کی اونٹنی کی توجیہ تو کر دی لیکن حضرت ضمام بن ثعلبہ تو پہلی بار مسجد میں آئے تھے اور انہوں نے اپنا اونٹ مسجد میں باندھ دیا تھا' اس کے متعلق تو یہ توجیہ نہیں ہو سکتی کہ ان کا اونٹ سدھایا ہوا تھا۔

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے مصنف کی طرف سے جوابات

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو اونٹنی پر بیٹھ کر طواف کیا' یا حضرت ضمام بن ثعلبہ نے جو مسجد میں اونٹ باندھا تھا' اس سے اونٹ اور دیگر حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کا یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ ان کا پیشاب پاک ہے کیونکہ جس طرح ان کو مسجد میں داخل کرنے سے یہ خطرہ ہے کہ وہ پیشاب کر دیں گے' اسی طرح ان کو مسجد میں داخل کرنے سے یہ خطرہ بھی ہے کہ وہ مسجد میں گوبر یا لید کر دیں گے تو پھر چاہیے کہ حلال جانوروں کے گوبر اور لید کو بھی پاک کہا جائے' حالانکہ اس کا فقہاء میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے اور جب ان کا گوبر پاک نہیں ہے تو ان کا پیشاب بھی پاک نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دلیل واحد ہے' نیز عہد رسالت میں چھوٹے بچوں کو بھی مسجد میں داخل کیا جاتا تھا تو کیا اس وجہ سے ان کے پیشاب کو بھی پاک قرار دیا جائے گا؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کا اگر بالفرض پاک ہونا ثابت بھی ہو تو دوسری صحیح احادیث اس کے خلاف ثابت ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اکثر قبر کا عذاب پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ امام دار قطنی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹' ۳۸۸' ۳۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱' سنن

دارقطنی: ۴۵۸ 'المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳' الشریعۃ للآجری: ۳۶۳-۳۶۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو' کیونکہ عام عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ امام دارقطنی نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ (سنن دارقطنی: ۴۵۷' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام مالک اور امام احمد نے جس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر استدلال کیا ہے' وہ زیادہ سے زیادہ اباحت پر دلالت کرتی ہے اور یہ احادیث صریحہ مطلقاً پیشاب کے حرام اور نجس ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور جب اباحت اور تحریم کے دلائل میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے' لہٰذا صحیح یہی ہے کہ حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے' جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے' حیرت ہے کہ اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر علامہ ابن بطال کی دلیل تو ذکر کی ہے لیکن اپنے موقف پر کوئی دلیل قائم نہیں کی اور نہ اس حدیث کا کوئی جواب لکھا ہے' علامہ ابن حجر نے صرف یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سدھائی ہوئی تھی اور حضرت ام سلمہ کی اونٹنی میں بھی یہی احتمال ہے' لیکن حضرت ضمام بن ثعلبہ کے اونٹ میں ان کا یہ جواب جاری نہیں ہوگا' وہ تو پہلی بار مسجد میں اونٹ پر بیٹھ کر آئے تھے اور اسی دن اسلام لائے' اس لیے باب مذکور کی حدیث سے امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے صحیح جوابات وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے ہم نے ذکر کیا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۷۔۴۲۷۰ ج ۳ ص ۵۰۳ پر ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حلال جانوروں کے بول و براز میں مذاہب ائمہ۔

۷۹ - بَابٌ

باب

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان قائم نہیں کیا' عام طور پر امام بخاری جس باب کا عنوان قائم نہ کریں' وہ ابوابِ سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے اور اس میں مذکور حدیث' احادیث سابقہ کے مناسب ہوتی ہے' لیکن اس باب کے تحت جو امام بخاری نے حدیث ذکر کی ہے' اس کی سابقہ ابواب اور ان کی احادیث کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

٤٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ' عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ ' وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ ' يُضِيْئَانِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا ' فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ ' مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهٗ. [اطراف الحدیث: ۳۶۳۹-۳۸۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اندھیری رات میں نکلے اور ان کے ساتھ دو چراغوں کی مثل کوئی دو چیزیں تھیں' جو ان کے آگے روشنی کر رہی تھیں' جب وہ جدا ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ وہ چیز تھی' حتیٰ کہ وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۴۵' الطبقات الکبریٰ: ۸۲۴۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۳۵' صحیح ابن حبان: ۲۰۳۳' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۵۰۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۹۸۰۔ ج ۲۰ ص ۲۹۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۵۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی احادیث سابقہ کے ساتھ بعید مناسبت ہے

بہ ظاہر اس حدیث کی احادیث سابقہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ احادیث سابقہ مسجد کے متعلق ہیں اور اس حدیث کا بھی یہ مآل ہے کہ یہ دو صحابی جن کے نام اسید بن حضیر اور عباد بن بشر تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیر تک عشاء کی نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے رہے اور رات اندھیری تھی اور انہوں نے دور اپنے اپنے گھروں میں جانا تھا تو مسجد میں دیر تک ٹھہرنے کی وجہ سے ان کو یہ کرامت عطا کی گئی' اس وجہ سے اس حدیث کا مسجد کے ساتھ تعلق ہے اور احادیث سابقہ کا بھی مسجد کے ساتھ تعلق ہے۔

حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت اور اس کے صدور کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو احکام مسجد کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو صحابی عباد بن بشر اور اسید بن حضیر نماز میں مشغول تھے' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم پر مشتمل احادیث کے سماع میں مشغول تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور مسجد کی فضیلت اور مسجد میں ٹھہرنے کی سعادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں نور عطا کر کے عزت اور کرامت سے سرفراز فرمایا۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے معجزات کے ساتھ ممتاز کیا ہے' جو آپ سے پہلے نبیوں کو عطا نہیں فرمائے' اور آپ کے اصحاب کو دنیا میں ایسے نور کی کرامت عطا فرمائی ہے' جس سے ضرورت کے وقت اندھیرے میں روشنی حاصل ہوگئی اور اس نور کا عطا کیا جانا خرقِ عادت اور خلافِ معمول ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کی تسبیح کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اور ان کے تمام اعضاء میں' ان کے آگے اور ان کے پیچھے نور ڈال دیتا ہے اور ان کی دنیا اور آخرت کو منور کر دیتا ہے اور جن کے لیے اللہ تعالیٰ نور نہیں رکھتا' ان کے لیے کوئی نور نہیں ہوتا' پس جب وہ دونوں صحابی اندھیری رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور آپ کی کرامت سے ان کے لیے ایسا نور مہیا کر دیا' جس کی وجہ سے وہ اپنے راستے کے اندھیرے میں روشنی حاصل کرتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جو لوگ اندھیروں میں چل کر مساجد میں (نماز پڑھنے جاتے) ہیں' ان کو قیامت کے مکمل نور کی بشارت دے دو۔ (سنن ابوداؤد: ۵۶۱' سنن ترمذی: ۲۲۳) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی نور عطا فرمایا تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطال کی شرح کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اولیاء اللہ کو نور عطا کیے جانے کی دیگر احادیث اور روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامت کے ثبوت پر واضح دلیل ہے' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے' اور اس میں کرامت کے منکرین کا رد ہے اور اس کی مثل متقدمین اور متاخرین کے زمانوں میں بہ کثرت ہوتی رہی ہے' متقدمین کے زمانہ کی یہ مثالیں ہیں:

امام ابن عساکر وغیرہ نے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے اور ان کے ہاتھ میں کھجور کی سوکھی ہوئی شاخ تھی' پس وہ روشن ہوگئی۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۲ ص ۱۸۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو عبس رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے' پھر بنو حارثہ کی طرف چلے جاتے' ایک رات اندھیری تھی اور بارش ہو رہی تھی تو ان کی لاٹھی روشن ہو گئی' حتیٰ کہ وہ بنو حارثہ کے گھر میں داخل ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۷۹۔۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہماری جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اندھیری رات میں بیٹھی ہوئی تھی' پس اچانک میری انگلیاں روشن ہو گئیں حتیٰ کہ سب نے میری انگلیوں کی طرف پیٹھ کی اور میری انگلیاں روشن تھیں۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

تواتر سے ثابت ہے کہ طلباء علم کی جماعت اپنے شیخ امام علامہ حسان الدین الرھاوی کے ساتھ عینتاب کے شہر میں تھی اور سردی کی ایک اندھیری رات تھی' جب وہ منتشر ہو گئے تو ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ شیخ کو ان کے گھر تک روشنی دکھائیں کیونکہ گھپ اندھیرا تھا' مگر شیخ اس پر راضی نہ ہوئے تو وہ لوٹ آئے' لوگ قسم کھا کر بتا رہے تھے کہ انہوں نے فانوسوں کی طرح دو عظیم نور دیکھے' ایک شیخ کی دائیں جانب تھا اور دوسرا شیخ کی بائیں جانب تھا اور وہ نور شیخ کے ساتھ ساتھ رہے حتیٰ کہ شیخ اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچ گئے' پھر جب گھر کا دروازہ کھلا اور شیخ گھر کے اندر داخل ہوئے تو وہ دونوں نور غائب ہو گئے اور لوگوں نے اس کے علاوہ بھی شیخ کی اور کرامات بیان کی ہیں اور شیخ مذکور ان مشائخ میں سے ایک ہیں' جن سے علم حاصل کیا جاتا ہے اور ان کے علم سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۷۔۳۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث اور ان آثار میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے اور یہ خرقِ عادت کی قسم ہے' ہم اب خرقِ عادت کی اقسام بیان کر رہے ہیں:

خرقِ عادت کی چھ قسمیں

(۱) اعلانِ نبوت سے پہلے نبی کے لیے خرقِ عادت اور خلافِ معمول کام ظاہر کیا جائے تو اس کو ارہاص کہتے ہیں' جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعلانِ نبوت سے پہلے بادل کا سایا کرنا اور مکہ میں ایک پتھر کا آپ پر سلام پڑھنا اور درختوں اور پہاڑوں کا کہنا: ''السلام علیك یا رسول اللّٰہ''۔

(۲) اعلانِ نبوت کے بعد نبی کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کے لیے کسی خلافِ معمول کام کا ظاہر کیا جانا جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ کرنے سے چاند کے دو ٹکڑے کیے گئے اور آپ پر قرآن مجید کا نزول ہوا اور آپ نے بغیر کسی سے پڑھے ہوئے ایسا فصیح و بلیغ کلام پیش کیا' جس کی آج تک کوئی نظیر نہیں لا سکا' حالانکہ مخالفین اسلام کی تعداد ہر دور میں بہت زیادہ رہی ہے اور دن بہ دن علوم میں ترقی ہو رہی ہے' اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

(۳) جو شخص کافر ہو اور نبوت کا مدعی ہو' اس کے لیے ایسا خلافِ معمول کام ظاہر کیا جانا جو اس کے دعوے کا مکذب ہو' جیسے ایک کانے شخص نے مسیلمہ کذاب سے کہا: آپ دعا کریں میری کانی آنکھ ٹھیک ہو جائے' اس نے دعا کی تو اس کی دوسری آنکھ جو صحیح تھی' اس کی بینائی بھی جاتی رہی' اور جیسے غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ میری نبوت کی دلیل یہ ہے کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح ہو گا' اور محمدی بیگم کا نکاح دوسرے شخص سلطان محمد سے ہو گیا اور غلام احمد قادیانی اس سے نکاح کی حسرت میں ہی مر گئے' حالانکہ انہوں نے دوسری پیش گوئی یہ کی تھی کہ سلطان محمد مر جائے گا اور محمدی بیگم میرے نکاح میں آ جائے گی' لیکن اس کے بالکل الٹ ہوا' غلام احمد قادیانی مر گیا اور سلطان محمد تا دیر زندہ رہا' اس کو اہانت کہتے ہیں۔

(۴) کافر جو مدعیٔ نبوت نہ ہو اس کے لیے کسی خلافِ عادت کو ظاہر کیا جائے' جیسے کوئی کافر دعا کرے اور اس کی دعا قبول ہو جائے' جیسے بلعم باعور کی دعا قبول ہو جاتی تھی' اس کو استدراج کہتے ہیں۔

(۵) کسی مومن کامل اور اللہ کے ولی کے لیے کوئی خلافِ عادت کام ظاہر کیا جائے' جیسے آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے تختِ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لاکر حاضر کر دیا' اور جیسے حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت کا اس باب کی حدیث میں ذکر ہے' اس کو کرامت کہتے ہیں۔

(۶) کسی عام مومن کے لیے کسی خلافِ معمول کام کو ظاہر کیا جائے جیسے کوئی عام شخص بارش کی دعا کرے' بارش کا موسم نہ ہو اور بارش ہو جائے' اس کو معونت کہتے ہیں۔

سو یہ خرقِ عادت کی چھ اقسام ہیں: (۱) ارہاص (۲) معجزہ (۳) اہانت (۴) استدراج (۵) کرامت (۶) معونت۔

۸۰ - بَابُ الْخَوْخَةِ وَالْمَمَرِّ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کی جگہ

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کا راستہ بنانا جائز ہے' ذیلی دروازہ سے مراد یہ ہے کہ مسجد کے صدر دروازہ کے علاوہ کوئی چھوٹا دروازہ ہو' مسجد نبوی میں ایسے متعدد چھوٹے چھوٹے دروازے تھے' جو مختلف صحابہ کرام کے گھروں کی جانب کھلتے تھے۔

٤٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ. فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي مَا يُبْكِي هٰذَا الشَّيْخَ إِنْ يَكُنِ اللّٰهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ؟ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا، قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكِ، إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ، إِلَّا بَابَ أَبِي بَكْرٍ. [اطراف الحدیث: ۳۶۵۴-۳۹۰۴]

(صحیح مسلم: ۲۳۸۲' سنن ترمذی: ۳۶۶۰' سنن ابن ماجہ: ۹۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۰۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۱۳۴-ج ۱۷ ص ۲۱۶-۲۱۵' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۹۰' مکتبۃ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو النضر نے حدیث بیان کی از عبید بن حنین از بسر بن سعید از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا' پس آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا کے درمیان اور جو اللہ کے پاس ہے' اس کے درمیان اختیار دیا' پس اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے' سو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو میں نے اپنے دل میں کہا: اس بوڑھے کو کیا چیز رلا رہی ہے' اگر اللہ نے ایک بندے کو دنیا کے درمیان اور جو اللہ کے پاس ہے اس میں اختیار دیا ہے اور اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے' آپ نے فرمایا: اے ابو بکر! تم مت روؤ' بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی رفاقت میں مجھ پر احسان کرنے والے تم ہو' اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں ابو بکر کو خلیل بناتا' لیکن اسلام کے اعتبار سے بھائی ہونے کا رشتہ اور دوستی اپنی جگہ قائم ہے' مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا

مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازہ کے۔ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سنان (۲) فلیح بن سلیمان' ان کا نام عبد الملک تھا اور ان کا لقب فلیح تھا' لیکن نام کی جگہ ان کا لقب مشہور ہو گیا (۳) ابو النضر' ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے۔ (۴) عبید بن حنین ابو عبد اللہ المدنی (۵) بسر بن سعید (۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۷)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ''خوخۃ'' کا ذکر ہے اور ''خوخۃ'' کا معنی ہے: چھوٹا دروازہ یا ذیلی دروازہ اور یہی باب کا عنوان ہے۔

تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ فہم وفراست والے تھے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔

کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ جان لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بندے کے متعلق فرمایا ہے کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے' اس سے آپ کی مراد اپنی ذات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا' اس کو مبہم رکھا اور اس کا نام ذکر نہیں کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ صحابہ میں کون سب سے زیادہ فہم وفراست والا ہے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے' اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کا واقعہ تھا' جیسا کہ عنقریب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی رفاقت میں مجھ پر احسان کرنے والے تم ہو۔

اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ایسے فضائل اور حقوق ثابت ہوئے' جن میں مخلوق میں سے ان کا کوئی شریک نہیں ہے' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی جان اور اپنے مال کو سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نچھاور کرنے والے تھے' علامہ قرطبی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے لیے ایسے حقوق تھے' اگر دوسرے کے لیے ایسے حقوق ہوتے تو وہ ان کی وجہ سے احسان جتاتا کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی' جب آپ نے غزوۂ تبوک میں مال کی اپیل کی تو اپنا سارا کا سارا مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا' ہجرت کی رات آپ کے لیے اپنی جان خطرہ میں ڈالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مکارمِ اخلاق کی وجہ سے ان کے ان تمام احسانات کا اعتراف کیا' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا بھی ہم پر احسان تھا' ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا' سوائے ابوبکر کے' اس کا ہم پر ایسا احسان ہے' جس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ اتارے گا اور مجھے کسی کے مال سے ایسا فائدہ نہیں پہنچا' جیسا فائدہ مجھے ابوبکر کے مال سے پہنچا ہے اور اگر میں کسی کو (دنیاوی) خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا' سنو! تمہارے پیغمبر اللہ عزوجل کے خلیل ہیں۔

(سنن ترمذی: ۳۶۶۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

''خلیل'' کے متعدد معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا۔

''خلیل'' کا معنی ہے: جو اپنے راستہ میں تمہارے موافق ہو' جو تمہاری سیرت کا مظہر ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے خلیل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ''خلت'' کا معنی ہے: انقطاع' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے منقطع ہو کر صرف اللہ عزوجل کی طرف راجع ہو گئے' ایک قول یہ ہے کہ خلیل وہ ہے جس کے دل میں اپنے خلیل کے سوا اور کسی کی گنجائش نہ ہو' قاضی عیاض نے کہا: ''خِلّت'' کا معنی افتقار ہے یعنی آپ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف مفتقر اور اس کے محتاج ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا یعنی آپ کی نصرت کی اور آپ کو آپ کے بعد والوں کا امام بنا دیا۔

آپ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر کو خلیل بناتا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے اس لائق تھے اور ان میں یہ استعداد اور صلاحیت تھی کہ آپ ان کو اپنا خلیل بنا لیتے کیونکہ ان کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت سے سرشار تھا اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے سوا اور کسی کی محبت کی گنجائش نہ تھی' اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ خلیل کا زیادہ مرتبہ ہے یا حبیب کا زیادہ مرتبہ ہے' اور حق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب بھی ہیں۔

حضرت ابوبکر کی خصوصی تکریم

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا' مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ وہ خصوصیت حاصل ہے' جو اور کسی کو حاصل نہیں ہے اور آپ نے حضرت ابوبکر کا وہ اکرام کیا ہے' جو کسی اور کا اکرام نہیں کیا۔

اور آپ کے اس ارشاد میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کے نائب اور آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر ہوں گے' کیونکہ ان کو کارِ خلافت انجام دینے کے لیے اور نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں آنے کی ضرورت ہو گی' لہٰذا صرف ان ہی کے گھر کی طرف کھلنے والے دروازہ کو باقی رہنے دیا جائے گا' باقی سب دروازوں کو بند کر دیا جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اس سے صحابہ نے یہ استدلال کیا کہ دین کا سب سے بڑا اور سب سے اہم رکن نماز ہے اور جب نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو امام بنا دیا ہے تو دین کے باقی امور میں بھی امامت اور قیادت کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لائق ہیں۔

حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کی حدیث اور اس کی سند پر بحث ونظر

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا مسجد کے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰)

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے' ہم اس حدیث کو صرف شعبہ کی اس سند سے پہچانتے ہیں۔

(سنن ترمذی ص ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۲' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ شعیب الارنؤط' اس حدیث کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ ابن تیمیہ نے کہا: اس حدیث کو شیعہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے مقابلہ میں حضرت علی کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے گھڑ لیا ہے' حضرت ابوبکر کے لیے صحیح بخاری: ۴۶۷ میں حضرت ابن عباس سے اور صحیح مسلم: ۲۳۸۲ میں حضرت

ابو سعید خدری سے اور صحیح مسلم: ۲۳۸۳ میں حضرت ابن مسعود سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رہنے دیا جائے گا' مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازہ کے' تو شیعہ نے جعلی سند وضع کر کے حضرت علی رضی اللہ کے لیے بھی ایسی حدیث بنالی۔

امام ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام عبد الرزاق اور امام احمد نے روایت کیا ہے' اس کی سند میں عثمان الجزری ہے' میں نے امام احمد سے عثمان الجزری کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: وہ احادیث منکرہ روایت کرتا ہے اور اس کی کتاب گم ہو چکی تھی۔ (الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۱۷۴)

یہ حدیث حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ سے بھی مروی ہے۔ (المعجم الکبیر: ۸۲ - ج ۱۹) علامہ ابن جوزی نے کہا: اس کی سند میں دو راوی بہت زیادہ ضعیف ہیں۔ (العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۱۱)

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے: امام احمد نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۳۶۶)

علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ عمرو بن میمون نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کے دروازہ کے سوا سب دروازے بند کر دو' یہ حدیث منکر ہے۔ (لسان المیزان ج ۴ ص ۱۳۸۴)

حضرت علی کے دروازے کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق اور بھی احادیث ہیں' علامہ ابن جوزی نے کہا: ان احادیث میں سے کسی حدیث کی سند صالح نہیں ہے۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۳۶۵)

(حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۷ - ۱۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت')

حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق دیگر احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی کے دروازہ کے سوا باقی تمام دروازوں کو بند کر دو تو اس پر لوگوں نے نکتہ چینی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں نے کسی چیز کو بند کیا نہ میں نے کسی چیز کو کھولا ہے لیکن مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا ہے' میں نے اس کی پیروی کی ہے' اس حدیث کو امام احمد' امام نسائی اور حاکم نے ثقہ راویوں سے بیان کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۹' المستدرک ج ۳ ص ۱۲۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۹)

امام طبرانی نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ علی کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے جائیں تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! علی کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے گئے' تو آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے دروازوں کو بند نہیں کیا لیکن اللہ نے ان دروازوں کو بند کیا ہے۔

(المعجم الاوسط: ۳۹۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۹' المستدرک ج ۳ ص ۱۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں سوا حضرت علی کے دروازہ کے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت علی کے دروازے کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے' حضرت علی رضی اللہ مسجد میں داخل ہوتے تھے اور وہ جنبی ہوتے تھے اور ان کے لیے اس دروازہ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

(السنن الکبریٰ: ۸۳۷۴ - ۸۳۵۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے تھے: تمام لوگوں میں افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' پھر حضرت ابوبکر ہیں' پھر حضرت عمر ہیں اور حضرت ابن ابی طالب کو تین وصف دیئے گئے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک وصف بھی مجھے مل جاتا تو وہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی سے ان کا نکاح کیا اور ان سے ان کی اولاد ہوئی (۲) اور ان کے دروازہ کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے (۳) اور آپ نے جنگ خیبر کے دن ان کو جھنڈا عطا کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹' مسند ابو یعلیٰ: ۵۶۰۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶' مسند احمد: ۴۷۹۷۔ ج ۸ ص ۴۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام نسائی نے العلاء بن عراء سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ مجھے حضرت علی اور حضرت عثمان کے بارے میں بتایئے تو انہوں نے یہ حدیث ذکر کی اور کہا: حضرت علی کے متعلق کسی سے سوال نہ کرو' یہ دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کا کیا مرتبہ تھا' مسجد میں ہمارے دروازے بند کر دیئے گئے اور ان کا دروازہ برقرار رکھا گیا۔

حضرت علی کے دروازہ کو باقی رکھنے کی احادیث کی تقویت

یہ تمام احادیث ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں اور ان میں سے ہر حدیث استدلال کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' چہ جائیکہ ان احادیث کا مجموعہ۔ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے اور انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت زید بن ارقم اور حضرت ابن عمر کی روایات کو اختصار سے ذکر کیا ہے اور بعض محدثین نے جو ان کی سندوں پر جرح کی ہے' اس کو نقل کیا ہے' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حدیثیں بہت سندوں سے مروی ہیں اور علامہ ابن جوزی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے' جن میں یہ فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے اور ان کا یہ زعم ہے کہ یہ حدیث رافضیوں نے اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں گھڑلی ہے' جس میں یہ فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے دروازوں کو باقی رکھنے کے متعلق وارد حدیثوں میں تطبیق

یہ علامہ ابن جوزی کی سنگین خطا ہے کہ وہ احادیث صحیحہ کو رد کرنے کے طریقہ پر چل پڑے ہیں اور ان کا یہ وہم ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے معارض ہے کیونکہ ان دونوں قصوں کو جمع کرنا ممکن ہے اور امام بزار نے اپنی مسند میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے' انہوں نے کہا: اہل کوفہ کی روایات اسانید حسنہ کے ساتھ حضرت علی کے قصہ میں ہیں اور اہل مدینہ کی روایات حضرت ابوبکر کے قصہ میں ہیں' پس اگر اہل کوفہ کی روایات ثابت ہوں تو ان کی اہل مدینہ کی روایات کے ساتھ تطبیق اس طرح سے ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مسجد میں جنبی ہو۔ علی بن منذر نے کہا: میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا: اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے اور تمہارے سوا اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حالت جنابت میں اس مسجد سے گزرے یا اس مسجد کو راستہ بنائے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۷)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد کی طرف تھا اور ان کے گھر کا اور کوئی دروازہ نہیں تھا' اس لیے آپ نے ان کے دروازہ کو بند کرنے کا حکم نہیں دیا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کے سوا اور کسی کو بھی مسجد میں حالت جنابت کے ساتھ گزرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ ان کے گھر کا دروازہ مسجد میں تھا اور دونوں حدیثوں میں تطبیق کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد میں کھلنے والے ایک دروازے کے سوا باقی تمام دروازوں کو دو مرتبہ بند کرنے کا حکم دیا گیا' ایک مرتبہ حضرت علی کے لیے اور

دوسری مرتبہ حضرت ابوبکر کے لیے اور یہ تطبیق اس وقت مکمل ہوگی' جب حضرت علی کے قصہ میں دروازے سے مراد حقیقی دروازہ (صدر دروازہ) ہو اور حضرت ابوبکر کے قصہ میں دروازہ سے مراد مجازی دروازہ ہو (ذیلی دروازہ)' گویا کہ جب صحابہ کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے مسجد میں داخل ہونے کے لیے ایک چھوٹا دروازہ بنالیا' جس کو'' خوخہ'' کہتے ہیں' پھر بعد میں حضرت ابوبکر کے قصہ میں ان چھوٹے دروازوں کو بھی بند کرنے کا حکم دیا' سوائے حضرت ابوبکر کے ذیلی دروازہ کے' اس طریقہ سے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی' امام ابوجعفر طحاوی نے بھی مشکل الآثار میں اسی طرح سے ان حدیثوں میں تطبیق دی ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۹ ۷۴۔ ۸ ۷۴' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ کی عبارت یہ ہے:

مسجد کے دروازوں کے بند کرنے کے عمومی حکم سے حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے دروازے مستثنیٰ ہیں اور جس کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کا بعد میں حکم دیا تھا' اس سے پہلے جس کے لیے دروازہ باقی رکھنے کا حکم دیا تھا' اس سے رجوع نہیں فرمایا تھا (پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کو باقی رکھنے کا حکم دیا تھا' بعد میں مرض الموت میں حضرت ابوبکر کے دروازہ کو باقی رکھنے کا حکم دیا تھا) پس حضرت ابوبکر کا دروازہ اور حضرت علی کا دروازہ دونوں مستثنیٰ ہیں اور یہ دروازوں کو بند کرنے کے عمومی حکم سے خارج ہیں اور یہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کی خصوصیت ہے' جیسا کہ دوسرے اصحاب کی اور خصوصیات ہیں۔

(تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۹ ص ۱۴۰' داربلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ باقی رکھنے کی جو حدیث ہے' وہ پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے جو دروازہ باقی رکھنے کی حدیث ہے' وہ بعد کا واقعہ ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض الموت طاری ہوا تھا' پھر ملا علی قاری نے اپنی شرح میں ان تمام احادیث کو نقل کیا ہے' جن کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت علی کے لیے دروازہ باقی رکھنے کے ثبوت میں ذکر کیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۸۷ ۴' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں دروازہ باقی رکھنے کے ثبوت میں تمام احادیث کو ذکر کیا ہے اور حضرت ابوبکر کے لیے مسجد کے دروازہ کی بقاء اور حضرت علی کے لیے مسجد میں دروازہ کی بقاء کی حدیثوں میں وہ تطبیق ذکر کی ہے' جو حافظ ابن حجر نے بیان کی ہے' نیز لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کی بقاء کا قصہ پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کی بقاء کا قصہ بعد کا واقعہ ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۴۸۔ ۶۴۷' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ محمد عبدالرحمان مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی لمعات کے حوالے سے اس کا خلاصہ لکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱۰ ص ۲۲۲۔ ۲۲۱' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ تمام شارحین حدیث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اس فضیلت کو ثابت کیا ہے اور شیخ ابن تیمیہ اور علامہ ابن جوزی کا رد کیا ہے۔

۴۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے

حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، عَاصِبًا رَأْسَهُ بِخِرْقَةٍ، فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَمَنَّ عَلَيَّ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلَكِنْ خُلَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ، سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ. [اطراف الحدیث: ۳۶۵۶۔ ۳۶۵۷۔ ۶۷۳۸] (جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۱۸۱، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے یعلیٰ بن حکیم سے سنا از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تھے آپ اس مرض میں سر پر پٹی باندھے ہوئے گھر سے نکلے پھر آپ منبر پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: لوگوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے ابوبکر بن ابی قحافہ سے زیادہ اپنی جان اور مال کے ساتھ مجھ پر احسان کیا ہو اور اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا' لیکن اسلام کی دوستی افضل ہے' اس مسجد میں کھلنے والے ہر دروازہ کو بند کر دو سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۶۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۱ - بَابُ الْأَبْوَابِ وَالْغَلَقِ لِلْكَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ

کعبہ اور مساجد کے دروازے اور ان میں قفل لگانا

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ کعبہ اور مساجد کے دروازے بنانا اور ان میں قفل لگانا جائز ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يَا عَبْدَ الْمَلِكِ، لَوْ رَأَيْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبْوَابَهَا.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: مجھ سے عبد اللہ بن محمد نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا: اے عبد الملک! کاش تم حضرت ابن عباس کی مساجد اور ان کے دروازوں کو دیکھتے۔

٤٦٨ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ، فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ، فَفَتَحَ الْبَابَ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبِلَالٌ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، ثُمَّ أُغْلِقَ الْبَابُ، فَلَبِثَ فِيهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَجُوا، قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَبَدَرْتُ فَسَأَلْتُ بِلَالًا، فَقَالَ صَلَّى فِيهِ، فَقُلْتُ فِي أَيٍّ؟ قَالَ بَيْنَ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَذَهَبَ عَلَيَّ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۵۸، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان اور قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ مکہ میں آئے' آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا' پھر (کعبہ کا) دروازہ کھولا' پھر نبی ﷺ اور حضرت بلال اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم کعبہ کے اندر داخل ہوئے' پھر کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا' آپ اس میں کچھ ساعت ٹھہرے' پھر سب نکل آئے' حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے سبقت کی اور حضرت بلال سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: آپ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے' میں نے پوچھا: کس جگہ؟ تو انہوں نے بتایا: دو ستونوں کے درمیان'

حضرت ابن عمر نے کہا: مجھے یہ خیال نہیں رہا کہ میں یہ پوچھتا کہ آپ نے کتنی رکعات نماز پڑھی تھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۹۷ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: اہل مدینہ اور اہل شام کا قبلہ مشرق ہے' وہاں اس حدیث میں قبلہ کا ذکر بھی تھا۔ دیگر ضروری فوائد یہاں بیان کیے جائیں گے۔

حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ

حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ الحجبی کے والد اور چچا جنگ احد میں کفر کی حالت میں قتل کر دیے گئے تھے اور حضرت عثمان بن طلحہ نے حضرت خالد بن ولید اور عمرو کے ساتھ ہجرت کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اور ان کے عم زاد شیبہ بن عثمان کے حوالہ کعبہ کی چابیاں کی تھیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وہ صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے تھے اور کعبہ کی چابیاں انہیں فتح مکہ کے دن عطا کی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے آل ابی طلحہ! تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ چابیاں رکھو' تم سے صرف ظالم شخص ہی یہ چابیاں چھینے گا' پھر حضرت عثمان بن طلحہ مدینہ آ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک وہیں رہے' پھر وہ مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے اور ۴۲ھ میں وہیں فوت ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶۴)

مسجد کے دروازوں کا ثبوت اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ' حضرت بلال اور حضرت اسامہ کو کعبہ کے اندر لے جانے کی تخصیص کی توجیہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے دروازے بنانا صحیح ہے تاکہ مسجد کو عبادت کے علاوہ دوسرے کاموں سے منزہ کیا جائے اور مسجد کی حفاظت کی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے اندر حضرت عثمان بن ابی طلحہ' حضرت بلال اور حضرت اسامہ کے ساتھ داخل ہوئے' حضرت عثمان بن ابی طلحہ کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ کعبہ کے کلید بردار تھے اور کعبہ کو بند کرنا اور کھولنا ان ہی کے ذمہ تھا' حضرت بلال کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ نمازوں کے لیے اذان دیتے تھے اور حضرت اسامہ کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ مسجد کی دیگر خدمات کو انجام دیتے تھے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام جس کو چاہے' مسجد کی خدمت سپرد کر دے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۸۲ - بَابُ دُخُوْلِ الْمُشْرِكِ الْمَسْجِدَ

مشرک کا مسجد میں دخول

۴۶۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ، يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۰۳۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے' جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا' انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۶۲ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے اور قیدی کو مسجد میں باندھنا۔

۸۳ - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسَاجِدِ — مساجد میں آواز بلند کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مساجد میں آواز بلند کرنے کا کیا حکم ہے' آیا یہ جائز ہے' مکروہ ہے یا ممنوع ہے۔

۴۷۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ، فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جُعید بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن خصیفہ نے حدیث بیان کی از حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں مسجد میں کھڑا ہوا تھا تو مجھے ایک شخص نے کنکر مارا' میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے' انہوں نے فرمایا: جاؤ! ان دو آدمیوں کو بلا کر لاؤ' میں ان دونوں کو لے آیا' حضرت عمر نے پوچھا: تم کون ہو یا کہاں سے آئے ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں' حضرت عمر نے کہا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا' تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کر رہے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ مساجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے کیونکہ حضرت عمر نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن المدینی (۲) یحییٰ القطان (۳) الجُعید' ان کا نام الجعد بن عبد الرحمٰن بن اوس ہے' یہ ثقہ راوی ہیں' امام مسلم نے حضرت السائب سے ان کی صرف ایک حدیث روایت کی ہے (۴) یزید ابو خصیفہ' یہ حضرت السائب مذکور کے بھتیجے ہیں' اور خصیفہ ان کے دادا ہیں' اور ان کے والد عبد اللہ بن خصیفہ ہیں (۵) حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ' یہ الترکنوی کے بھانجے ہیں اور صحابی ہیں' ان کا مفصل تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶۶)

مسجد میں آواز بلند کرنے والوں کو حضرت عمر کے سزا نہ دینے کی توجیہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دو آدمیوں کے مسجد میں آواز بلند کرنے کو اس لیے ناپسند کیا تھا کہ وہ مسجد میں بلند آواز سے شور کر رہے تھے اور لغو باتیں کر رہے تھے' حضرت عمر نے معلوم کیا کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں' اگر وہ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ مسجد میں فضول باتیں کرنا اور شور کرنا ممنوع ہے اور جب انہوں نے یہ بتایا کہ وہ اس شہر کے رہنے والے نہیں ہیں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جہل کی وجہ سے معذور قرار دیا۔

مسجد میں آواز بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام مالک اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مسجد میں بالکل آواز بلند نہ کی جائے' خواہ کوئی علم کی بات ہو یا نہ ہو' امام مالک نے کہا: میں نے متقدمین علماء کو دیکھا' وہ مسجد میں آواز بلند کرنے کی مذمت کرتے تھے' اور اگر کسی علمی مسئلہ میں آواز بلند کی جائے تو میرے نزدیک وہ بھی مکروہ ہے اور میرے نزدیک اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔

محمد بن مسلمہ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ کسی نیکی کی خبر دینے کے لیے اور کسی جھگڑے کی وجہ سے اور لین دین کے متعلق مسجد میں آواز بلند کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ مسجد لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے اور جہاں لوگ جمع ہوں' وہاں آواز بلند کرنے کی ضرورت پڑتی ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے مسجد میں آواز بلند کرنے کی اجازت دی ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: میں امام ابوحنیفہ کے پاس سے گزرا' وہ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی آواز بلند ہو رہی تھی' میں نے کہا: اے ابوحنیفہ! یہ مسجد ہے اس میں آواز نہیں بلند کرنی چاہیے' امام ابوحنیفہ نے کہا: رہنے دو! جب تک آواز بلند کر کے بات نہ کی جائے' یہ لوگ بات نہیں سمجھتے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حاکم کو یہ اختیار ہے کہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو کسی مسئلہ کا علم نہ ہو' اس کا عذر قبول کر لینا چاہیے' نیز حضرت عمر کا یہ کہنا کہ اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا' اس پر محمول ہے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہوگی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۲' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی' اس شرح پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق کوئی حدیث سنی ہو' یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو اپنے اجتہاد سے سزا دیتے' کیونکہ ملک کے سربراہ کو یہ حق ہے کہ وہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان شارحین کا یہ لکھنا کہ جو جہالت کی وجہ سے غیر شرعی کام کرے' اس کا عذر قبول کر لینا چاہیے' صحیح نہیں ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور تک تو یہ بات صحیح تھی کیونکہ اس وقت تک احکام شرعیہ کی مکمل تبلیغ نہیں ہوئی تھی' لیکن اب تمام احکام شرعیہ کی مکمل تبلیغ ہو چکی ہے اور تمام احکام پر مشتمل کتابیں لکھی جا چکی ہیں' اب جہالت کا عذر مقبول نہیں ہے' مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے اور کہے: مجھے پتا نہیں تھا کہ اس سے بیوی حرام ہو جاتی ہے تو اس کا یہ عذر قبول نہیں ہوگا یا کوئی شخص اپنی رضاعی بہن سے نکاح کر لے اور کہے کہ مجھے علم نہیں تھا کہ یہ نکاح حرام ہے تو اس کا یہ عذر مقبول نہیں ہے۔

٤٧١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيْدَ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ اَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا لَهُ عَلَيْهِ ' فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ '

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس بن یزید نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ

فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا ، حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ ، وَنَادٰى يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ . قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ . قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۱۱۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد کے اندر اپنے قرض کا تقاضا کیا، پھر دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سن لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی طرف نکلے، حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا اور آپ نے آواز دی، اے کعب بن مالک! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم اپنا آدھا قرض کم کر دو، حضرت کعب نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھو اب قرض ادا کر دو۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسجد میں تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا، اور یہاں عنوان ہے: مسجد میں آواز بلند کرنا اور یہ حدیث ان دونوں عنوانوں کی صلاحیت رکھتی ہے۔

٨٤ - بَابُ الْحِلَقِ وَالْجُلُوْسِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر مسجد میں علم کے لیے یا ذکر کے لیے یا قرآن مجید کے درس کے لیے حلقہ بنایا جائے تو یہ جائز ہے۔

٤٧٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَاَلَ رَجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرٰى فِيْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ؟ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى ، فَاِذَا خَشِيَ الصُّبْحَ صَلّٰى وَاحِدَةً ، فَاَوْتَرَتْ لَهٗ مَا صَلّٰى . وَاِنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ وِتْرًا ، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۳-۴۷۳-۹۹۰-۹۹۳-۹۹۵-۱۱۳۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر ابن المفضل نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، اس وقت آپ منبر پر تھے (اس نے کہا:) رات کی نماز کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: دو، دو رکعت نماز پڑھو، پھر جب تم کو صبح ہونے کا خوف ہو تو (آخری دو رکعت کے ساتھ) ایک رکعت ملا لو تو تمام نماز وتر ہو جائے گی، اور حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ تم اپنی آخری نماز وتر پڑھو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۴۹، الرقم المسلسل: ۱۷۱۷، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۶، سنن نسائی: ۱۶۹۲، سنن ترمذی: ۴۳۷، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۹، شرح السنۃ: ۹۵۷-۹۵۶، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۶۰۰۸-ج ۱۰ ص ۲۰۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۴، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: مسجد میں حلقہ بنانا، اور اس حدیث کی اس کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ جب آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے تو اس وقت صحابہ بیٹھے ہوئے آپ کے ارشادات سن رہے ہوں گے اور یہ ایک قسم کا حلقہ بنانا ہے یا حلقہ کے مشابہ ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں حلقہ بنانے کی ممانعت ہے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس نکل کر آئے تو ہم کو حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم کو گروہوں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۴۳۰)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی فائدہ اور منفعت کے بغیر حلقہ بنایا جائے تو وہ ممنوع ہے اور جب علم کی بات سننے کے لیے اور تعلیم و تعلم کے لیے یا درسِ قرآن اور درسِ حدیث کے لیے حلقہ بنایا جائے تو وہ مستحسن ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب خطیب منبر پر خطبہ دے رہا ہو اور اس سے دورانِ خطبہ دینی سوال کیا جائے تو اس کا جواب دینا جائز ہے۔

رات اور دن کے نوافل کی رکعات میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نوافل کی رکعات میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دن اور رات میں دو' دو رکعت نفل پڑھے جائیں اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رات اور دن میں چار' چار رکعات نماز پڑھی جائے اور امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رات میں دو' دو رکعت نفل پڑھے جائیں اور دن میں چار' چار رکعت نفل پڑھے جائیں' امام ابوحنیفہ نے رات کی نماز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے' پھر اپنے اہل کی طرف لوٹ آتے' پھر چار رکعت نماز پڑھتے' پھر اپنے بستر پر چلے جاتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۴۸)

اور دن کی نماز کے متعلق امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کی نماز کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: چار رکعات اور جتنی چاہتے زیادہ کر دیتے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹)

امام ابویعلیٰ نے اس حدیث کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ اس میں کلام کے ساتھ فصل نہیں کرتے تھے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۳۶۶)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رات کی نماز دو' دو رکعت ہے۔ (سنن ترمذی: ۴۳۷) اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۰۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دن کی نماز کا ذکر نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کا سنن ابوداؤد اور صحیح مسلم سے استدلال ہے اور ان کی احادیث زیادہ قوی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۰۔۳۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رات اور دن کے نوافل میں امت پر آسانی ہے' چار چار رکعات کا بھی ثبوت ہے اور دو' دو رکعات کا بھی

میں کہتا ہوں کہ احادیث میں رات کی نماز چار' چار رکعت پڑھنے کا بھی ذکر ہے اور دو دو رکعت پڑھنے کا بھی ذکر ہے' دو' دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! رات کی نماز کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا:

دو دو رکعت' پس جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت کے ساتھ (آخری دو رکعت کو) وتر کر لو۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳۷' صحیح مسلم: ۷۴۹' سنن ابوداؤد: ۱۳۲۶' سنن نسائی: ۱۶۹۳' سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۸۴۸۔ ج ۸ ص ۴۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اور رات کو چار رکعت نماز پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابو سلمہ بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعات نماز پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' پھر چار رکعات نماز پڑھتے' تم ان کے طول اور حسن کے متعلق نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعات پڑھتے' حضرت عائشہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے نوافل میں رکعات کی کوئی حتمی اور لازمی قید مقرر نہیں فرمائی بلکہ آپ نے رات کو دو رکعت نماز بھی پڑھی ہے اور چار رکعت نماز بھی پڑھی اور سنن اور نوافل کے باب میں امت پر آسانی رکھی ہے' اسی طرح دن کے نوافل میں بھی آپ نے آسانی رکھی ہے۔

دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات اور دن کی نماز دو دو رکعت ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۹۵' سنن ترمذی: ۵۹۷' سنن نسائی: ۱۶۶۵' سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعات کی حفاظت کی اور ظہر کے بعد چار رکعات کی حفاظت کی' اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۶۹' سنن نسائی: ۱۸۱۳)

سہل بن معاذ بن انس الجہنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنی نماز کی جگہ بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی اور اس دوران اس نے نیکی کے سوا اور کوئی بات نہیں کی تو اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا' خواہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۸۷)

حضرت معاذہ سے چاشت کی چار رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات اور دن کے نوافل اور سنن میں امت پر تنگی نہیں کی اور آپ نے ہر طرح نماز پڑھی ہے' چار رکعات بھی اور دو رکعات بھی۔ وللہ الحمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین رکعت وتر کا ثبوت

ان احادیث میں وتر کی نماز کا بھی ذکر آ گیا ہے تو ہم اس سلسلہ میں وتر کی نماز کی رکعات کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں' ابھی ہم نے ابو سلمہ بن عبد الرحمان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ رکعات کے بعد تین رکعات وتر کی نماز پڑھی۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶' مصنف عبد الرزاق: ۴۷۱۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶)

اس کے علاوہ تین رکعات نماز وتر کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے' پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلى" پڑھتے تھے' دوسری رکعت میں "قل یایها الکافرون" پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں "قل هو الله احد" پڑھتے تھے' اور نماز سے فارغ ہو کر تین بار "سبحان الملك القدوس" پڑھتے تھے۔

(سنن نسائی:۱۶۹۷-۱۶۹۶-۱۶۹۵' سنن ابوداؤد:۱۴۲۳' سنن ابن ماجہ:۱۱۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "سبح اسم ربك الاعلى" اور "قل یایها الکفرون" اور "قل هو الله احد" کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ:۱۱۷۲' سنن نسائی:۱۶۹۹-۱۶۹۸' سنن ترمذی:۴۶۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۹- ج ۱۴ ص ۲۶۳' مسند ابویعلیٰ:۲۵۵۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۸' سنن دارمی:۱۵۸۹' المعجم الکبیر:۱۲۶۷۹- ۱۲۴۳۴' صحیح ابن حبان:۲۴۴۸-۲۴۳۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد:۲۷۲۰-ج ۴ ص ۴۵۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبدالرحمان بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں "سبح اسم ربك الاعلى" اور "قل یایها الکافرون" اور "قل هو الله احد" پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق:۴۷۰۹-۴۷۰۸-۴۷۰۷' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۶)

عبدالعزیز بن جریج بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں کون کون سی سورتیں پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: آپ پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلى" پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں "قل یایها الکافرون" پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں "قل هو الله احد" اور معوذتین پڑھتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ:۱۱۷۳' سنن ابوداؤد:۱۴۲۴' سنن ترمذی:۴۶۲' مصنف عبدالرزاق:۴۷۱۰)

عامر شعبی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا' ان دونوں نے کہا: تیرہ رکعت' ان میں سے آٹھ رکعت (تہجد) تھیں اور تین وتر تھے اور دو رکعت فجر کے بعد۔ (سنن ابن ماجہ:۱۳۶۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کے وتر تین رکعت ہیں' جیسے دن کے وتر ہیں مغرب کی نماز۔ (سنن دارقطنی:۱۶۳۵- ج ۲ ص ۱۴۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱-۳۰' المعجم الاوسط للطبرانی:۷۱۷۰' مجمع البحرین للطبرانی:۱۰۸۹' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۲)

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر شب میں تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۴۲)

صحابہ کرام سے تین رکعت وتر کا ثبوت

ابن السباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا' پھر تین رکعت وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۲۱- ج ۲ ص ۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' مصنف عبدالرزاق:۴۶۵۱)۔

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۲۳' مصنف عبدالرزاق:۴۶۷۵)

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آخر شب میں تین رکعت وتر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۴۳)

ابوغالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۲۵)

مکحول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۳۰)

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ نے تین رکعت وتر پڑھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٩)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ کہتے تھے کہ رات کے وتر دن کے وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق:٤٦٣٧)
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی طرح اس کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔
(مصنف عبدالرزاق:٤٦٦١)

فقہاء تابعین سے تین رکعت وتر کا ثبوت

حسن بصری نے کہا: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور ان کی صرف آخری رکعت میں سلام پھیرا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٣)
علقمہ نے کہا: وتر تین رکعت ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٢٩)
سعید بن جبیر تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٤)
مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٥)
زیاد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے ابوالعالیہ سے وتر کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: مغرب کی نماز کی طرح وتر پڑھو۔
(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٨)

وتر کی نماز کی مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت پر ایک اعتراض کا جواب

ابراہیم التیمی نے کہا: فقہاء وتر کو مغرب کے ساتھ مشابہ کرنے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣١)
اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تین رکعت میں مشابہت مراد نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح مغرب سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی' اگر اسی طرح وتر سے پہلے بھی کوئی نماز نہ پڑھی جائے تو یہ مکروہ ہے' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:
العلاء بن المسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے فرمایا: دم کٹے تین رکعت وتر نہ پڑھے جائیں' اس سے پہلے دو رکعت پڑھو یا چار رکعت پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٢٧)

ایک رکعت نماز وتر پڑھنے کی ممانعت

حنابلہ' شوافع اور غیر مقلدین اس طرح تین رکعت وتر پڑھتے ہیں کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں' پھر دم کٹی ایک رکعت نماز پڑھتے ہیں' حالانکہ متعدد احادیث میں یہ وارد ہے کہ تین رکعت نماز وتر میں دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرا جائے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی:١٦٩٤)
حضرت عمر رضی اللہ تین رکعت کے درمیان سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٠)
حضرت انس رضی اللہ صرف تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٩)
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق:٤٦٦١)
حسن بصری نے کہا: تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٣)
مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٥)
حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کٹی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص ایک رکعت نماز

پڑھ کر اس سے (نمازوں کو) وتر کرے۔ (تمہید ابن عبد البرج ۵ ص ۲۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

قارئین کو وتر کے تمام اہم عنوانات پر محیط اور باحوالہ بحث شاید کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء.

٤٧٣ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ ؟ فَقَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ تُوْتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ . قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے اس نے پوچھا: رات کی نماز کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا: دو دو رکعت پس جب تمہیں صبح ہونے کا خوف ہو تو (آخری دو رکعت کے ساتھ) ایک رکعت پڑھ لو یہ تمہاری تمام پڑھی ہوئی رکعات کو وتر (طاق) کر دے گی۔ الولید بن کثیر نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر نے ان کو حدیث بیان کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا اور اس وقت آپ مسجد میں تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۷۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلِ بْنِ اَبِي طَالِبٍ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِي وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَاَقْبَلَ اثْنَانِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ. فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَاٰى فُرْجَةً فَجَلَسَ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ الثَّلَاثَةِ ؟ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ کہ عقیل بن ابی طالب کے غلام ابومرہ نے ان کو خبر دی از حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ تین شخص آئے دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھ گئے اور ایک چلا گیا ان دو میں سے ایک شخص نے مجلس میں کشادگی دیکھی تو وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ موڑ کر چلا گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کی خبر نہ دوں؟ رہا ان میں سے ایک شخص تو اس نے اللہ کی طرف پناہ لی تو اللہ نے اس کو پناہ دے دی رہا دوسرا شخص تو اس نے اللہ سے حیاء کی تو اللہ بھی اس سے حیاء فرمائے گا (یعنی اس کو عذاب نہیں دے گا) رہا تیسرا تو اس نے اعراض کیا سو اللہ بھی اس سے اعراض فرمائے گا۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۶۶ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جو شخص مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا اور جس شخص نے حلقہ میں

کشادگی دیکھی تو وہاں بیٹھ گیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۸۵ - بَابُ الْإِسْتِلْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ، وَمَدِّ الرِّجْلِ

مسجد میں لیٹنا اور ٹانگ پھیلانا

اس عنوان میں ''استلقاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چت لیٹنا' اس عنوان سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسجد میں چت لیٹنا جائز ہے۔

٤٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ، وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى. وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عباد بن تمیم از عم خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا' آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ کے اوپر رکھی ہوئی تھی' از ابن شہاب از سعید بن المسیب' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اس طرح کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۵۹۶۹۔ ۶۲۸۷] (صحیح مسلم: ۲۱۰۰' الرقم المسلسل: ۵۴۰۲' سنن ابوداؤد: ۴۸۶۶' سنن ترمذی: ۲۷۶۵' سنن نسائی: ۷۲۱' مسند الحمیدی: ۴۱۴' سنن دارمی: ۲۶۵۹' صحیح ابن حبان: ۵۵۵۲' شرح السنۃ: ۴۸۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۳۰۔ ج ۲۶ ص ۳۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں چت لیٹے ہوئے تھے اور آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی۔

اس اعتراض کا جواب کہ بعض احادیث میں چت لیٹنے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کی ممانعت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے اور وہ شخص اپنی پشت پر (چت) لیٹا ہوا ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۰۹۹' سنن ابوداؤد: ۴۸۶۵' سنن ترمذی: ۲۷۶۶' سنن نسائی: ۵۳۵۷' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۹۱)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح لیٹنے سے اس لیے منع فرمایا کہ جب انسان نے شلوار نہ پہنی ہو اور صرف تہبند باندھ کر لیٹا ہوا ہو تو اس کی شرم گاہ ظاہر ہونے کا خدشہ ہے اور اس زمانہ میں زیادہ تر لوگ تہبند باندھتے تھے اور وہ بھی پورے نہیں ہوتے تھے اور جب تہبند چھوٹا ہو اور کوئی شخص چت لیٹ کر اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ لے تو وہ اپنی ران کے کھل جانے سے محفوظ نہیں رہے گا اور ران بھی شرم گاہ ہے اور جب تہبند پورا ہو اور تہبند باندھنے والا تہبند کے کھلنے سے بچتا ہو تو پھر مسجد میں چت لیٹ کر ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۷ ص ۲۰۸۔ ۲۰۷' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ سے جو چت لیٹنے کی ممانعت منقول ہے وہ منسوخ ہے' کیونکہ امام بخاری نے باب مذکور کی حدیث کے بعد یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما مسجد میں چت لیٹتے تھے' اگر اس طرح لیٹنا ممنوع ہوتا تو حضرت عمر اور حضرت عثمان اس طرح نہ لیٹتے اور یہ متصور نہیں ہے کہ ان سے اس کی ممانعت مخفی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۸۔۱۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر نے علامہ ابن بطال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ محض احتمال سے حضرت جابر کی حدیث کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے یہ نہیں کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ کی حدیث کے منسوخ ہونے کا احتمال ہے' بلکہ انہوں نے پورے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ کی چت لیٹنے سے ممانعت کی حدیث منسوخ ہے اور اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اس طرح لیٹتے تھے اور ان سے اس ممانعت کا مخفی ہونا متصور نہیں ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ضرورت کی بناء پر بیان جواز کے لیے چت لیٹے ہوں' یا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس زیادہ صحابہ نہ ہوں' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صحابہ ہوتے تھے تو آپ مسجد میں وقار کے ساتھ چار زانو بیٹھتے تھے اور تواضع کے ساتھ بیٹھتے تھے' دو زانو بیٹھتے تھے یا اکڑوں بیٹھتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ٹیک لگا کر بیٹھنا اور لیٹنا جائز ہے' البتہ مسجد میں منہ کے بل اوندھا لیٹنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اوندھے منہ لیٹ کر سونے کی ممانعت اور لیٹنے اور سونے کی چار اقسام

میں کہتا ہوں کہ اوندھے منہ لیٹنے کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا' وہ اپنے پیٹ کے بل (اوندھا) لیٹا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: یہ لیٹنے کا ایسا طریقہ ہے جس کو اللہ پسند نہیں کرتا۔(سنن ترمذی: ۲۷۶۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۷)

یعیش بن طخفہ بن قیس الغفاری بیان کرتے ہیں کہ میرے والد رضی اللہ اصحاب الصفہ میں سے تھے (وہ بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ عائشہ کے گھر چلو' چنانچہ ہم گئے' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہم کو کچھ کھلاؤ' وہ جشیشہ (گندم کے موٹے آٹے میں گوشت یا کھجوریں ڈال کر بنایا ہوا طعام) لے کر آئیں' وہ پرندے کی خوراک کے برابر تھا' ہم نے اس کو کھالیا' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں کچھ پلاؤ' وہ العس (بہت بڑا پیالہ جس میں چار کلو سما سکے) میں دودھ لے کر آئیں' سو ہم نے اس کو پی لیا' پھر فرمایا: اے عائشہ! ہمیں پلاؤ تو وہ چھوٹا پیالہ لائیں' پس ہم نے اس کو پی لیا' پھر فرمایا: اگر تم لوگ چاہو تو سو جاؤ' اور اگر تم چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ تو جس وقت میں سحر کے وقت مسجد میں منہ کے بل (اوندھا) لیٹا ہوا تھا' میں نے دیکھا: ایک شخص مجھے اپنے پیر سے ہلا رہا ہے' میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے' آپ نے فرمایا: اس طرح لیٹنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۴۰' سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۳' صحیح ابن حبان: ۵۰۵۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح سے تھوڑی دیر پہلے لیٹتے تو اپنی دونوں کلائیوں کو کھڑا کر کے اپنے سر کو اپنی ہتھیلیوں پر رکھ لیتے۔

(صحیح مسلم: ۳۱۳'الرقم المسلسل: ۶۸۳' شرح السنۃ: ۳۳۵۹' مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مؤخر الذکر حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب رات کے آخری حصہ میں آپ لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح کا وقت قریب ہوتا تو دونوں کلائیوں کو نصب کر کے ہتھیلیوں پر سر رکھ لیتے اور سو جاتے اور یہ اس لیے کرتے تھے تاکہ گہری اور میٹھی نیند نہ آئے اور نماز فجر فوت نہ ہو جائے' اور پہلی صورت میں جب آپ دائیں کروٹ پر سوتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ پھر بائیں جانب دل معلق رہتا تھا اور قرار اور سکون کم ہوتا تھا اور گہری نیند نہیں آتی تھی۔

اگر بائیں کروٹ پر لیٹا جائے تو دل اپنی جگہ پر سکون رہتا ہے اور گہری نیند آتی ہے اور اطباء چونکہ جسم کو آرام پہنچانا چاہتے ہیں' اس لیے وہ کہتے ہیں بائیں کروٹ پر سونا چاہیے تاکہ کھانا اچھی طرح ہضم ہو جائے اور ظاہر کی حرارت باطن میں پہنچ جائے' جو کھانے کے ہضم ہونے کی موجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۶' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

نیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

سونے کی چار قسمیں ہیں: (۱) چت لیٹ کر سونا' یہ غور و فکر کرنے والوں کا طریقہ ہے' جو آسمان اور اجرامِ فلکیہ کو دیکھ کر ان میں غور و فکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر استدلال کرتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام سے بھی چت لیٹنا ثابت ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث: ۴۷۵ میں مذکور ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) (۲) دائیں کروٹ پر سونا' یہ عبادت گزاروں کے سونے کا طریقہ ہے' کیونکہ اس صورت میں گہری نیند نہیں آتی اور انسان عبادت کے لیے اپنے وقت پر بیدار ہو جاتا ہے (۳) بائیں کروٹ پر سونا یہ اطباء کا طریقہ ہے کیونکہ اس صورت میں کھانا جلد ہضم ہوتا ہے اور جسم کو راحت اور آرام ملتا ہے (۴) منہ کے بل اوندھے لیٹ کر سونا' یہ غافل لوگوں کے سونے کا طریقہ ہے کیونکہ انسان کے بدن کا سب سے عزت والا حصہ سینہ ہے' وہ خاک ذلت پر ہوتا ہے یا نیچے ہوتا ہے اور یہ وہ طریقہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۷' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ان حدیثوں کی شرح میں حضرت محدث دہلوی منفرد ہیں' میں نے ان حدیثوں کی شرح کے لیے عمدۃ القاری' فتح الباری لابن رجب' فتح الباری لابن حجر' شرح نووی' معالم السنن' عارضۃ الاحوذی' تحفۃ الاحوذی اور مرقاۃ المفاتیح کو دیکھا' کسی نے بھی دائیں کروٹ پر سونے اور جب فجر قریب ہو تو کلائیوں کو نصب کر کے ہتھیلیوں پر سر رکھنے کی توجیہ نہیں بیان کی' نہ سونے کی مذکور الصدر اقسام بیان کیں' یہ صرف حضرت محدث دہلوی کا تفرد ہے' اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر نور اور رحمتیں نچھاور فرمائے اور ان کے فیوضات سے ہمیں بھی حظ وافر عطا فرمائے۔ (آمین)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۳۹۰۔ ج ۶ ص ۴۰۸ پر مذکور ہے' وہاں کسی عنوان کے تحت شرح نہیں ہے' صرف فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

۸۶ - بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُوْنُ فِي الطَّرِيْقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ

لوگوں کے ضرر کے بغیر راستے میں مسجد کا ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ راستہ میں مسجد بنانا جائز ہے' بہ شرطیکہ اس سے لوگوں کو حرج نہ ہو' مسجد بنانے کی کئی اقسام ہیں' ایک قسم بالاتفاق جائز ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ملکیت میں مسجد بنائے' دوسری قسم بالاتفاق ناجائز ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی ملکیت میں مسجد بنائے' اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملتا بلکہ دوسرے کی جگہ میں تصرف کرنے کی وجہ سے انسان

عذاب کا مستحق ہوتا ہے' شہروں میں عموماً لوگ سرکاری زمین پر حکومت یا اس کے مُجاز نمائندہ کی اجازت کے بغیر مسجد بنا لیتے ہیں' یہ بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہے' اور تیسری قسم راستہ میں مسجد بنانا ہے' یہ اس وقت جائز ہے جب اس سے کسی کو حرج نہ ہو' بعض فقہاء نے اس کو بھی ناجائز ہے کہا ہے' امام بخاری نے اس عنوان سے ان کا ردّ کرنے کا قصد کیا ہے۔

وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ وَاَيُّوْبُ وَمَالِكٌ. اور حسن بصری' ایوب اور مالک کا یہی قول ہے۔

ایوب سے مراد ایوب سختیانی ہیں اور مالک سے امام مالک بن انس مراد ہیں' ہر چند کہ جمہور فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے لیکن چونکہ ان تین فقہاء نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے' اس لیے امام بخاری نے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

٤٧٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ اِلَّا يَاْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً، ثُمَّ بَدَا لِاَبِيْ بَكْرٍ، فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ، فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ، فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً، لَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ، فَاَفْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۹۷-۳۹۰۵-۴۰۹۳-۵۸۰۷-۶۰۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں: میں نے اسی وقت ہوش سنبھالا تھا' جب میرے والدین دین کے احکام پر عمل کرتے تھے اور ہر روز دن کی دونوں طرفوں میں صبح اور شام ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالیں' پھر وہ اس مسجد میں نماز پڑھتے تھے' اور (بلند آواز سے) قرآن مجید پڑھتے تھے' مشرکین کے بیٹے اور ان کی عورتیں سب اس کو سنتے اور اس پر تعجب کرتے اور حضرت ابوبکر کی طرف دیکھتے اور حضرت ابوبکر پرسوز اور دل گداز طبیعت کے مالک تھے' جب وہ قرآن پڑھتے تو ان کی آنکھیں بے قابو ہو جاتیں اور وہ آنسو بہاتے' قریش کے سردار اس منظر سے بہت گھبرا گئے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۹۷۴۳' صحیح ابن حبان: ۶۲۷۷' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۲۳۰' شرح السنۃ: ۳۷۶۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۵' المستدرک ج ۳ ص ۴۔ ۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۴۷۵۔ ۴۷۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۶۲۶۔ ج ۴۲ ص ۴۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بغیر ضرر کے راستہ میں مسجد بنانے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ابن شعبان نے کتاب الزاھی میں لکھا ہے کہ ان مساجد میں نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے جو راستوں میں' رہائش کی جگہوں میں اور کشتی کے لنگر انداز ہونے کی جگہوں پر بنائی گئی ہوں کیونکہ وہ ناحق جگہوں پر بنائی گئی ہیں اور جس شخص نے اس مسجد میں اس تاویل سے نماز پڑھی کہ وہ راستہ میں نماز پڑھ رہا ہے اور جس طرح راستہ پر اور روں کا حق ہے اس کا بھی حق ہے' تو اس کی نماز ہو جائے گی' اور اگر مسجد کسی وسیع جگہ پر ہو اور امام کا یہ ارادہ ہو کہ اس جگہ کو اور وسیع کرے' جس سے چلنے والوں کو ضرر نہ ہو تو امام مالک

کے نزدیک اس کو منع نہیں کیا جائے گا' اور ربیعہ نے راستہ میں مسجد بنانے سے منع کیا ہے' اور میرے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے اور میں نے ربیعہ کے قول کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ راستہ میں حیض اور نفاس والی عورتیں بھی چلتی ہیں اور نابالغ اور ذمی بھی چلتے ہیں' اگر وہاں مسجد بنادی جائے تو ان کو ضرر ہوگا۔

امام مالک کے قول کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں اضافہ کرنا امام کا حق ہے' اور امام مالک نے راستہ میں مسجد بنانے کو جائز کہا ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں مسجد بنائی تھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گھروں کے صحن میں اگرچہ کسی کا کوئی حق نہیں ہوتا اور راستہ پر چلنے والے گھروں کے منافع کے مستحق نہیں ہوتے' لیکن مسجد مسلمانوں کی جماعت کا حصہ زمین ہے' اور کسی کے لیے اس کو ملکیت بنانا جائز نہیں ہے' لہٰذا مسجد راستہ کے حکم میں ہے' بلکہ اس میں راستہ سے زیادہ نفع ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھی جاتی ہے' جو اسلام کے اعظم امور سے ہے' اور اس کے قائم کرنے میں احتیاط برتنا راستہ میں بچوں' حائض عورتوں اور ذمیوں کی رعایت کرنے سے زیادہ افضل ہے' امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں امام مالک کے قول کی طرف میلان کیا ہے۔

اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے' جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کتاب اللہ کی تبلیغ اور اس کے اظہار کے مقابلہ میں اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی اس مرتبہ پر ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کی شرح کا خلاصہ لکھ دیا ہے' علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے بھی ان ہی کا خلاصہ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷' فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۴' شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۳۸)

۸۷ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي مَسْجِدِ السُّوْقِ بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

علامہ کرمانی' علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر کی شروح پر علامہ عینی کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں مسجد سے مراد مجازاً وہ جگہ ہے' جہاں نماز پڑھی جائے' خصوصیت کے ساتھ مسجد کی عمارت مراد نہیں ہے۔

(شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۴۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ عینی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: انہوں نے بغیر ضرورت کے امام بخاری کے عنوان میں مسجد کو مجاز پر محمول کیا ہے' اور اس سے نماز پڑھنے کی جگہ مراد لی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے یہ اس لیے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص بازار میں دکان میں نماز پڑھے تو یہ عنوان اس کو بھی شامل ہو جائے' لہٰذا مجاز کا ارادہ بلاضرورت نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اسواق" (بازاروں) سے مراد نماز پڑھنے کی جگہیں ہیں' ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ زمین کا سب سے بدترین ٹکڑا کون سا ہے؟ تو آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر خبر دی کہ زمین کا سب سے بدترین ٹکڑا بازار ہیں اور سب سے بہترین ٹکڑا مساجد ہیں' اس حدیث کو امام آجری نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے' امام بخاری کو خوف ہوا کہ جو شخص اس حدیث کو پڑھے گا' اس کو یہ وہم ہوگا کہ جب بازار زمین کا بدترین ٹکڑا ہیں تو وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا' اس لیے انہوں نے حضرت ابوہریرہ کی یہ

حدیث روایت کی کہ جس نے بازار میں تنہا نماز پڑھی تو اس کو نماز کے پچیس درجوں میں سے ایک درجہ ملے گا' جیسے کوئی شخص اپنے گھر میں اکیلے نماز پڑھے' تو امام بخاری نے یہ استدلال کیا کہ جب بازار میں تنہا نماز پڑھنا جائز ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ بازار میں مسجد بنائی جائے تا کہ بازار میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب مل جائے' جس طرح عذر کی حالت میں گھروں میں مسجد بنائی جاتی ہے تا کہ گھروں میں بھی جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے اس شرح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ علامہ ابن بطال کو یہ کہاں سے پتا چلا کہ امام بخاری کو یہ خوف ہوا کہ جو شخص اس حدیث کو پڑھے گا کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں تو وہ بازار میں نماز نہیں پڑھے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ اعتراض بالکل بے جان ہے' اس قسم کی عبارت محاورۃً لکھی جاتی ہے' اس عبارت سے علامہ ابن بطال کی مراد یہ تھی کہ اس حدیث کی بناء پر یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جب زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہے تو پھر بازار میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے' اس وہم کے ازالہ کے لیے امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا کہ بازار میں نماز جائز ہے اور جواز پر اس باب کی حدیث سے استدلال کیا۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ جس حدیث میں مذکور ہے کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں اور زمین کا بہترین ٹکڑا مساجد ہیں' جیسا کہ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے' اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض اس کی سند صحیح ہو تو یہ بازار میں مسجد بنانے سے مانع نہیں ہے' کیونکہ اب جس زمین کے ٹکڑے میں مسجد ہو گی' وہ زمین کا بہترین ٹکڑا ہو گا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس شرح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ شرح سب سے بعید ہے' اس قائل کو کہاں سے پتا چلا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس طرح اشارہ کیا ہے' جس کا اس نے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷)

میں کہتا ہوں کہ اشارہ کا منشاء یہ ہے کہ امام بخاری نے امام بزار کی اس حدیث کو کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں' اصالۃً روایت کیا نہ تعلیقاً روایت کیا' بلکہ اس کے برخلاف اس حدیث کو روایت کیا کہ بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس درجہ اجر ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام بزار کی یہ روایت صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو جب بازار میں مسجد بن جائے گی تو وہ زمین کا بدترین ٹکڑا نہیں رہے گی' بلکہ وہ زمین کا بہترین ٹکڑا ہو جائے گی' علاوہ ازیں علامہ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ اس عنوان سے اس طرف اشارہ ہے' یہ تو نہیں کہا: یہ عنوان اس باب میں عبارۃ النص ہے' لہٰذا اس شرح پر علامہ عینی کا اعتراض بالکل بے معنی اور مہمل ہے۔

دوسرے شارحین کی شرح پر تنقید کرنے کے بعد علامہ عینی خود امام بخاری کے عنوان کی شرح لکھتے ہیں:

جب امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کو روایت کرنے کا ارادہ کیا' جس میں یہ اشارہ ہے کہ نمازی کی نماز یا تو اس مسجد میں ہو گی جو نماز کے لیے بنائی گئی یا اس کے اپنے گھر میں ہو گی یا بازار میں ہو گی تو انہوں نے اس حدیث کا یہ عنوان لکھا: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کا جواز' اور ان تین جگہوں میں سے بازار کی مسجد کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ بازار ایسی جگہ ہے جہاں شور وشغب زیادہ ہوتا ہے اور لوگ خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں اور اس میں سچی' جھوٹی قسمیں بہت کھائی جاتی ہیں تو یہاں یہ وہم ہو سکتا تھا کہ بازار میں نماز نہیں ہو گی' اس لیے امام بخاری نے خصوصیت کے ساتھ عنوان میں بازار کی مسجد کا ذکر کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

چاروں شرحوں کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے امام بخاری کے عنوان کی بہت عمدہ اور جامع شرح کی ہے' لیکن ان کی شرح بھی علامہ عسقلانی کی شرح کا عکس ہے' علامہ عسقلانی نے یہ کہا تھا: چونکہ بعض احادیث میں یہ مذکور ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں (اس معنی کی حدیث' صحیح مسلم: ۲۸۸ میں بھی ہے) اس لیے کسی شخص کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید بازار میں نماز نہیں ہوگی' لہٰذا امام بخاری نے عنوان میں لکھا: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا' یعنی اس کا جواز' حافظ ابن حجر نے اس وہم کا منشاء ایک حدیث کو بنایا اور حافظ عینی نے اس وہم کا منشاء اپنے اجتہاد سے بازار کے شور و شغب وغیرہ کو بنایا' نیز علامہ عینی کی شرح علامہ کرمانی سے بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے' انہوں نے کہا تھا کہ مساجد سے مراد نماز کی جگہیں ہیں تا کہ یہ عنوان گھر اور دکان میں پڑھی ہوئی نمازوں کو بھی شامل ہو جائے اور علامہ عینی نے بھی لکھا ہے کہ اس باب کی حدیث مسجد' گھر اور دکان میں پڑھی ہوئی نمازوں کو شامل ہے' فرق یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے حدیث کے عموم کی وجہ سے عنوان کو عام کر دیا اور یہ کہا کہ عنوان میں جو مساجد کا ذکر ہے' اس سے مراد عموم ہے یعنی نماز کی جگہیں تا کہ امام بخاری کا عنوان حدیث کے مطابق ہو جائے اور اس اعتبار سے علامہ کرمانی کی شرح بہت اچھی ہے اور علامہ عینی کی شرح بھی بہت خوب ہے' انہوں نے عنوان میں بازار کی مسجد کے خصوصی ذکر کی توجیہ کی ہے۔'' وللناس فیما یعشقون مذاھب ''لوگوں کی پسند اور رجحان مختلف ہیں'' وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ '' (البقرہ: ۱۴۸) ہر کسی کی خاص جہت ہے۔

كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ○ (الروم: ۳۲) ہر گروہ اس چیز سے خوش ہونے والا ہے جو اس کے پاس ہے○

وَصَلَّى ابْنُ عَوْنٍ فِي مَسْجِدٍ فِي دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ. اور ابن عون نے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی' جس کا دروازہ لوگوں پر بند کیا ہوا تھا۔

امام بخاری کے عنوان میں بازار کی مسجد کا ذکر ہے اور اس اثر میں گھر کی مسجد کا ذکر ہے' لہٰذا یہ اثر امام بخاری کے عنوان کے مطابق نہیں ہے' علامہ کرمانی اس اثر کو ذکر کرنے کی وجہ لکھتے ہیں:

اس اثر کو ذکر کرنے سے شاید امام بخاری کی غرض فقہاء احناف پر رد کرنا ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ گھر میں ایسی مسجد کا بنانا ممنوع ہے' جس کا دروازہ لوگوں سے محجوب ہو' یعنی بند کیا ہوا ہو۔ (شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۴۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' فقہاء احناف کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ (علامہ) کرمانی نے فقہاء احناف پر افتراء کیا ہے کیونکہ فقہاء احناف نے اس طرح نہیں کہا بلکہ اس سلسلہ میں مذہب یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے گھر میں مسجد بنائی اور اس کا دروازہ الگ کر دیا تو یہ جائز ہے اور وہ مسجد ہو جائے گی' اور جب اس نے دروازہ بند کر دیا اور اس میں نماز پڑھی تو یہ بھی کراہت کے ساتھ جائز ہے' اسی طرح باقی مساجد کا بھی حکم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۸-۳۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی علامہ کرمانی پر رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ فقہاء احناف نے اس صورت میں نماز کو مکروہ لکھا ہے حرام نہیں لکھا' اور اس اثر کی عنوان کے ساتھ یہ مناسبت بیان کی ہے کہ امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ بازار کے اندر جو مسجد بنائی گئی ہو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے کیونکہ ابن عون نے گھر کے اندر بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھی' جس کا دروازہ لوگوں پر بند تھا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۵' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: یہ بہت بعید مناسبت ہے' مگر علامہ کرمانی کی بیان کردہ مناسبت سے بہتر ہے۔

٤٧٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِیْ بَيْتِهٖ، وَصَلٰوتِهٖ فِیْ سُوْقِهٖ ، خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ، وَاَتَى الْمَسْجِدَ ، لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ ، لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً ، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً ، حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ ، وَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يُصَلِّیْ ، كَانَ فِیْ صَلٰوةٍ مَا كَانَتْ تَحْبِسُهٗ ، وَتُصَلِّیْ يَعْنِیْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ ، مَا دَامَ فِیْ مَجْلِسِهِ الَّذِیْ يُصَلِّیْ فِيْهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۹۷ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز' کسی شخص کی اپنے گھر میں نماز اور اس کی بازار میں نماز پر پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص عمدہ طریقہ سے وضوء کرے اور مسجد میں آئے اور اس کا صرف نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کے ایک گناہ کو مٹا دیتا ہے' حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے اور جب وہ مسجد میں داخل ہو تو جب تک وہ نماز کی وجہ سے مسجد میں ٹھہرا رہتا ہے' اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں' اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اے اللہ! اس پر رحم فرما' جب تک وہ وضوء نہ توڑے۔

جب تک وہ نماز کے انتظار میں مسجد میں رہے' فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں' اس کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے' باقی اہم امور کی شرح حسب ذیل ہے:

باب کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس جملہ میں ہے: اور اس کی بازار میں نماز پر پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں اچھی طرح وضوء کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: ہر عضو کو تین تین بار دھوئے اور وضوء کی تمام سنتوں اور وضوء کے تمام مستحبات پر عمل کرے اور جو کام وضوء میں مکروہ ہیں' ان سے اجتناب کرے۔

اور اس حدیث میں ہے: وہ کسی کو ایذاء نہ دے یعنی اپنے قول اور فعل سے کسی کو ایذاء نہ دے۔

جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت اور ستائیس درجہ فضیلت کی احادیث میں تطبیق کی توجیہات

اس حدیث میں ذکر ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زائد اجر ہوتا ہے جب کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ ستائیس درجہ زائد اجر ہوتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز' تنہا نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۵' صحیح مسلم: ۶۵۰' الرقم المسلسل: ۱۴۹۰' سنن نسائی: ۸۳۷)

ان حدیثوں میں حسب ذیل وجوہ سے تطبیق دی گئی ہے:

(۱) پہلے اللہ تعالیٰ نے پچیس درجہ فضیلت کی خبر دی' پھر بعد میں ستائیس درجہ فضیلت کی خبر دی کیونکہ ناقص مقدم ہوتا ہے اور زائد مؤخر ہوتا ہے۔

(۲) مسجد کے بغیر جماعت کے ساتھ نماز میں پچیس درجہ فضیلت ہے اور مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے میں ستائیس درجہ فضیلت

ہے۔
(۳) جس حدیث میں پچیس درجہ فضیلت بیان کی گئی ہے اس میں ہر قدم پر نیکی عطا فرمانے اور گناہ مٹانے کا بھی ذکر ہے جب کہ وہ حدیث جس میں ستائیس درجہ فضیلت مذکور ہے اس میں ہر قدم پر نیکی عطا فرمانے اور گناہ مٹانے کا ذکر نہیں ہے۔ یوں ایک اضافی فضیلت کے ذریعہ پچیس کو ستائیس کے برابر کیا گیا ہے۔
(۴) ثواب کے درجات کا یہ اختلاف نمازیوں کے مختلف احوال کے اعتبار سے ہے جو شخص نماز کو کامل طریقہ سے اس کے تمام آداب کے ساتھ پڑھتا ہے اس کو ستائیس درجہ ثواب ملتا ہے اور جو ان آداب کی رعایت نہیں کرتا اس کو پچیس درجہ ثواب ملتا ہے۔
(۵) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ درجات کا یہ اختلاف نمازی کے خضوع اور خشوع کی کمی اور بیشی کے اعتبار سے ہو۔
(۶) عصر اور فجر کی نمازوں میں چونکہ دن اور رات کے فرشتے مجتمع ہوتے ہیں اس لیے ہوسکتا ہے ان میں ستائیس درجہ ثواب ہو اور باقی نمازوں میں پچیس درجہ ثواب ہو۔
(۷) ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ قلیل کثیر کے منافی نہیں ہے۔
(۸) علامہ فضل اللہ بن سعید الحسن التوریشتی متوفی ۶۶۱ ھ لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پچیس درجات کی خبر دی پھر ستائیس درجات کی خبر دی حقیقت میں اس کی وجہ علوم نبوت کی طرف راجع ہے ہماری عقلیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ بہ طور احتمال یہ کہا جاسکتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فوائد مثلاً نمازیوں کا جمع ہونا اور ان کا صفیں بنانا اقتداء کے فوائد اور شعائر اسلام کا اظہار یہ تمام چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف کی گئیں اور ان کی وجہ سے پہلے آپ کو پچیس درجہ جماعت کی فضیلت پر مطلع فرمایا اور پھر ستائیس درجہ فضیلت پر مطلع فرمایا لیکن اس کے حقیقی سبب کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔

(کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج ۱ ص ۲۸۵ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۲۲ ھ)

(۹) علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ پچیس درجہ فضیلت کی توجیہ میں لکھتے ہیں:
اس قسم کی چیزوں کے اسرار کا تو شارع علیہ السلام ہی کو علم ہے لیکن بہ طور احتمال یہ کہا جاسکتا ہے کہ دن اور رات کی فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا اجر بڑھایا اور پانچ کو پانچ میں ضرب دی تو پچیس کا عدد حاصل ہو گیا لہٰذا ہر نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا پھر اگر یہ کہا جائے کہ ستائیس درجہ فضیلت کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دن اور رات کی فرض نمازوں کی رکعات کی تعداد سترہ ہے اور دن اور رات کی سنن مؤکدہ کی تعداد دس ہے تو ستائیس کا عدد حاصل ہو گیا تو اس طرح جماعت کے ساتھ نماز کا اجر ستائیس گنا کر دیا۔ (شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۳۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ ھ)
علامہ بدرالدین عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ دن اور رات کی سنن مؤکدہ کی تعداد دس نہیں بارہ ہے اس طرح انتیس کا عدد حاصل ہو گا پھر علامہ عینی لکھتے ہیں:
(۱۰) مجھے اس مقام پر انوار الٰہیہ اسرار ربانیہ اور عنایات محمدیہ سے جو وجہ منکشف ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو دگنا کر دیا اور چونکہ انسان پانچ وقت نماز پڑھتا ہے تو ان بیس میں پانچ اور ملائے تو پچیس کا عدد حاصل ہو گیا لہٰذا جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا گیا اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عدد میں

اکائی ہے' دہائی ہے سینکڑہ ہے' ہزار ہے اور لاکھ ہے' اور ان میں متوسط سینکڑہ ہے اور اس کا چوتھائی پچیس ہے اور چوتھائی کل کے حکم میں ہوتا ہے' لہٰذا متوسط پچیس کا عدد ہو گیا اور اس لیے جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا گیا۔

ستائیس درجہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ سابقہ تقریر کے لحاظ سے یہ طور فضل نمازوں کا اجر بیس درجہ ہے اور ہفتہ کے دن سات ہیں' لہٰذا جب بیس کے ساتھ سات ملائے تو ستائیس کا عدد حاصل ہو گیا اور یوں جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر ستائیس درجہ زیادہ ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ سب تک بندیاں ہیں اور ان کے انکشاف کی انوارِ الٰہیہ' اسرارِ ربانیہ اور عنایاتِ محمدیہ کی طرف نسبت کرنا مناسب نہیں ہے۔ اصل بات وہی ہے جو علامہ تورپشتی نے کہی ہے کہ اس کا حقیقی علم علومِ نبوت ہی کی طرف راجع ہے۔

۸۸ - بَابُ تَشْبِيكِ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهٖ

مسجد وغیرہ میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا جائز ہے' خواہ مسجد میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالی جائیں خواہ کسی اور جگہ۔

۴۷۸' ۴۷۹ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ' عَنْ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وَاقِدٌ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' اَوِ ابْنِ عَمْرٍو' قَالَ شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهٗ. [طرف الحدیث: ۴۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از بشر' انہوں نے کہا ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں واقد نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر یا ابن عمرو رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

۴۸۰ - وَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ اَبِيْ' فَلَمْ اَحْفَظْهُ' فَقَوَّمَهٗ لِيْ وَاقِدٌ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ وَهُوَ يَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرٍو' كَيْفَ بِكَ اِذَا بَقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ بِهٰذَا؟! (مسند الحمیدی: ۲۷۷' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۴۱' مسند ابو یعلیٰ: ۵۵۹۳' صحیح ابن حبان: ۵۹۵۱۔۵۹۵۰' المعجم الکبیر: ۵۹۶۸۔ ۵۸۸۴' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۵۰۸۔ ج ۱۱ ص ۵۴)

اور عاصم بن علی نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یہ حدیث اپنے والد سے سنی تھی' میں نے اس کو محفوظ نہیں رکھا' پھر واقد نے اپنے والد کے واسطے سے نقل کر کے مجھے بتایا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں اس طرح باقی رہ جاؤ گے (پھر آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں)۔

حدیث: ۴۷۸۔ ۴۸۰ کے رجال کا تعارف

(۱) حامد بن عمر البکراوی' یہ ابوبکر الثقفی کی اولاد سے ہیں' یہ نیشاپور میں رہتے تھے اور کرمان کے قاضی تھے' ان سے امام مسلم نے بھی روایت کی ہے' یہ ۲۳۴ھ میں نیشاپور میں ہی فوت ہو گئے (۲) بشر بن المفضل الرقاشی' یہ حجت ہیں' یہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور ہر روز چار سو رکعات پڑھتے تھے' ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عاصم بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن

عمر بن الخطاب العمری المدنی' ان کی امام احمد وغیرہ نے توثیق کی ہے (۴) عاصم مذکور کے بھائی' یہ واقد بن محمد بن زید ہیں' ان کی امام ابوزرعہ وغیرہ نے توثیق کی ہے (۵) ان کے والد محمد بن عبد اللہ' ان کی بہت ائمہ نے توثیق کی ہے (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما (۷) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما (۸) ابوعبد اللہ' اس سے مراد خود امام بخاری ہیں (۹) عاصم بن علی بن عاصم بن صہیب الواسطی' یہ امام بخاری اور امام داری کے شیخ ہیں' تہذیب التہذیب میں لکھا ہے: یہ ثقات شیوخ سے تھے' ابن معین نے کہا: یہ ضعیف تھے' ایک روایت میں ہے: یہ کچھ بھی نہیں تھے' دوسری روایت میں ہے: یہ کذاب تھے' یہ ۱۵ رجب ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۳۔۳۸۲)

حدیث مذکور کا مکمل متن

علامہ بدر الدین عینی نے امام الحمیدی کی الجمع بین الصحیحین کے حوالہ سے مسند ابن عمر میں حدیث مذکور کا مکمل متن اس طرح لکھا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا عبد اللہ بن عمرو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں اس طرح رہ جاؤ گے اور آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں' ان کی عہود اور امانتیں خلط ملط ہو جائیں گی' پھر وہ اس طرح ہو جائیں گے' پھر آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں' حضرت عبد اللہ بن عمرو نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں اس وقت کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: جو نیک بات ہو اس پر عمل کرنا اور جو بری بات ہو اس کو چھوڑ دینا' اپنے خاص لوگوں کی طرف آنا اور عام لوگوں کو چھوڑ دینا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲)

''حثالہ'' کا معنی

کسی چیز کا اصل جوہر نکلنے کے بعد جو اس کے ردی اجزاء باقی رہ جاتے ہیں' اس کو ''حثالہ'' کہتے ہیں' اردو میں اس کو تلچھٹ کہتے ہیں یا جیسے بادام یا سرسوں کا تیل نکالنے کے بعد پھوک باقی رہ جاتا ہے' جس کو کھل کہتے ہیں یا جیسے آٹا چھاننے کے بعد بھوسی رہ جاتی ہے یا جیسے تیل صاف کرنے کے بعد یا شربت صاف کرنے کے بعد یا کسی چیز کے عرق کو کپڑے سے چھاننے کے بعد اس کا گاڑھا سیال مادہ بچ جاتا ہے یا جیسے مٹی کے تیل کو صاف کر کے پٹرول نکالتے ہیں' پھر جو گاڑھا سیال بچ جاتا ہے' جس کو ڈیزل اور موبل آئل کا نام دیا جاتا ہے' تارکول بھی اسی کی قسم ہے' یہاں مراد یہ ہے کہ جب نیک لوگوں کے اٹھ جانے کے بعد گھٹیا اور ردی لوگ رہ جائیں گے اور علماء کے اٹھ جانے کے بعد جہلاء رہ جائیں گے' اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا! تم ان لوگوں کے ساتھ خلط ملط اور گتھم گتھا ہو جاؤ گے' اس طرح پھر آپ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

''مرجت عھودھم'' کا معنی

''مرج'' کا معنی ہے: دو چیزوں کا ملانا' ''مرجت عھودھم'' کا معنی ہے: لوگ اپنے کیے ہوئے عہود کو خلط ملط کر دیں گے اور ان کو پورا نہیں کریں گے اور ''مرجت اماناتھم'' کا معنی ہے: لوگ امانتوں کو ضائع کر دیں گے۔

انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے میں اختلاف فقہاء

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد وغیرہ میں تشبیک کرنا جائز ہے' یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا' امام مالک اور ابراہیم نخعی نے نماز میں تشبیک سے منع کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۸) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سالم نے نماز میں تشبیک کی اجازت دی

ہے' وہ خود بھی نماز کے اندر انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۳۱-۴۸۲۹) اور حسن بصری مسجد میں تشبیک کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۳۰) یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے تھے اور امام مالک نے کہا: یہ لوگ مسجد میں تشبیک سے منع کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

معمولی تغیر سے علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۳' فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۹)

مسجد کو جاتے وقت اور مسجد میں تشبیک کی ممانعت میں احادیث اور آثار

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضوء کرے' پھر نماز کے قصد سے مسجد کی طرف نکلے تو وہ اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے کیونکہ وہ نماز میں ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۸۶' سنن ابن ماجہ: ۹۶۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں وضوء کرے' پھر وہ نماز کے ارادہ سے گھر سے نکلے تو وہ اپنے واپس لوٹنے تک نماز میں ہی رہتا ہے' پس تم اس طرح نہ کرو: آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالیں۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳۳۴۰' یہ حدیث حضرت کعب بن عجرہ سے بھی مروی ہے' مصنف عبد الرزاق: ۳۳۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن جریج' محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' ایک شخص سے ملے' وہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالے ہوئے تھا' آپ نے فرمایا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: مسجد کی طرف' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے ہاتھ کی انگلیوں کو کھول دیا اور فرمایا: جب تم اپنے گھر سے مسجد کی طرف جاؤ تو اس طرح تشبیک نہ کرو۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳۳۴۴' یہ حدیث حضرت کعب بن عجرہ سے بھی مروی ہے' مصنف عبد الرزاق: ۳۳۴۲-۳۳۴۱)

طاؤس کہتے ہیں: نماز میں تشبیک کرنا مکروہ ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۳۳۴۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا' وہ مسجد کے وسط میں بیٹھا ہوا تھا اور تشبیک کرتے ہوئے خود سے باتیں کر رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا' وہ نہیں سمجھا' پھر آپ نے حضرت ابوسعید خدری کی طرف مڑ کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے کیونکہ تشبیک شیطان کے عمل سے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں ہو تو وہ تشبیک نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے وضوء کرے تو اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۴۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند کے رجال صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ا ص ۲۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ سے کہا: جب تم مسجد میں ہو تو اپنی انگلیوں میں تشبیک ہرگز نہ کرو۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۴۴۰' المستدرک ۷۴۵' کنز العمال: ۱۹۹۹۲)

تشبیک کی مختلف اور متعارض احادیث میں تطبیق کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۸۰ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشبیک کر کے دکھائی اور حضرت عبد اللہ بن عمر اور فقہاء تابعین سے بھی تشبیک کرنا منقول ہے اور مذکور الصدر احادیث اور آثار میں تشبیک کی ممانعت ہے۔ ابن المنیر نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ اگر فضول' بے فائدہ اور عبث طریقہ سے تشبیک کی جائے تو وہ ممنوع ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تشبیک کی تھی تو آپ نے خلط ملط اور گتھم گتھا ہونے کے معنی کو سمجھانے کے لیے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالی تھیں کہ تم اپنے زمانہ کے خسیس اور گھٹیا لوگوں کے ساتھ اس طرح مخلوط اور گتھم گتھا نہ ہو جانا' سو آپ نے جو تشبیک کا عمل کیا تھا' وہ با معنی اور با مقصد تھا۔

اور وہ ان احادیث کی ممانعت سے خارج ہے۔

اسماعیلی نے کہا: تشبیک اس صورت میں منع ہے جب انسان نماز پڑھ رہا ہو یا نماز کے قصد سے جا رہا ہو یا مسجد میں نماز کا منتظر ہو کیونکہ وہ بھی نمازی کے حکم میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تشبیک کی تھی' وہ ان تمام صورتوں سے خارج تھی' اور حضرت ابو ہریرہ کی جس حدیث میں ہے کہ جب تک تم مسجد میں ہو' اس وقت تک تشبیک نہ کرو' اس کی سند ضعیف ہے۔ علامہ ابن بطال نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۶' دار المعرفۃ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

تشبیک کی ممانعت کے اسباب

تشبیک کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ شیطان کا عمل ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۴)

اس ممانعت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس عمل سے عموماً نیند آتی ہے اور نیند آنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

اس ممانعت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ تشبیک کی صورت میں اختلاف کی صورت ہے' یعنی ہر ہتھیلی کی انگلیاں مخالف جانب ہو جاتی ہیں' سو جو مسجد میں نماز کا منتظر ہو' وہ تشبیک نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صورتِ اختلاف سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم (صفوں میں) اختلاف نہ رکھو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور تم بازاروں کے فتنوں اور خرابیوں سے اجتناب کرو۔

(صحیح مسلم: ۴۳۲' سنن ابوداؤد: ۶۷۵' سنن ترمذی: ۲۲۸' سنن نسائی: ۸۱۱' مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۷)

٤٨١ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ' عَنْ جَدِّهِ ' عَنْ أَبِي مُوسٰى' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ' يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا. وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ. [اطراف الحدیث: ۲۴۴۶-۶۰۲۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ از جد خود از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک مومن بنیاد کی طرح ہیں' وہ ایک دوسرے کے ساتھ جُڑ کر مضبوط ہوتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۸۵' الرقم المسلسل: ۶۴۶۲' سنن ترمذی: ۱۹۲۸' سنن نسائی: ۲۵۶۰' مسند الحمیدی: ۷۷۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۰۳' صحیح ابن حبان: ۵۷۹' مسند ابویعلیٰ: ۷۲۷۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۲۴- ج ۳۲ ص ۳۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۹۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خلاد بن یحیٰی بن صفوان ابومحمد السلمی الکوفی' یہ مکہ میں رہتے تھے اور ۲۱۳ھ میں وہیں فوت ہو گئے (۲) السفیان الثوری (۳) ابو بردہ' ان کا نام بُرید ہے' یہ عبداللہ بن بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری الکوفی ہے (۴) ابو بردہ بن ابی موسیٰ الکوفی الفقیہ قاضی الکوفہ ان کا نام الحارث ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عامر ہے (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ص ۳۸۴)

اس حدیث میں ''بنیان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بنیاد ہے جو دیوار کی طرح ہو' اور اس میں ''تشبیک'' کا لفظ ہے' اس کی مکمل شرح گزشتہ حدیث: ۴۸۰ میں گزر چکی ہے۔

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں' لہٰذا ایک فرد کو دوسرے فرد کی' ایک شہر کو دوسرے شہر کی اور ایک ملک کو دوسرے ملک کی مدد کرنی چاہیے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسلمان ایک بنیاد کی طرح ہیں' یعنی مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے میں ایک بنیاد کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں خبر حکم کے معنی میں ہے یعنی مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑ کر رہنا چاہیے' جس طرح ایک بنیاد اور دیوار کی اینٹیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں اور فرائض' واجبات اور مستحبات کی ادائیگی میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے' اسی طرح جائز کاموں میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے' البتہ ناجائز کاموں میں تعاون نہیں کرنا چاہیے بلکہ حتی الامکان ناجائز کاموں سے منع کرنا چاہیے' یہ بھی ان کی خیر خواہی اور مدد ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے دوستی رکھنے' ایک دوسرے پر رحم کرنے اور نرمی کرنے میں مؤمنین ایک جسم کی مانند ہیں' جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بے خوابی میں اس کا شریک ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۱۱' صحیح مسلم: ۲۵۸۶)

اس حدیث کا بھی یہی معنی ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مل کر رہنا چاہیے' جس طرح جسم کے تمام اعضاء ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر رہتے ہیں۔

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمان ایک شخص کی مانند ہیں' اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۶' الرقم المسلسل: ۶۴۶۶)

اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح انسان بیماری میں اپنا علاج کرتا ہے تو اگر اس کا پڑوسی یا خاندان کا کوئی فرد بیمار ہو اور وہ اپنا علاج نہ کر سکتا ہو تو وہ اس کا علاج کرائے' اسی طرح اگر پورے شہر کے لوگ کسی وبائی مرض میں یا قدرتی آفت اور مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو حتی الامکان ان کی مدد کرے اور آج کل چونکہ مواصلات اور رسد کے وسائل کی کثرت کی وجہ سے پوری دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی طرح ہوگئی ہے تو اگر ایک اسلامی ملک کسی آفت کا شکار ہو جائے تو تمام اسلامی ممالک کو اس کی مدد کے لیے اٹھ کر آگے بڑھنا چاہیے' جس طرح ۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ء کو صبح سات بجے جب انڈونیشیا میں سمندری طوفان آیا' جس میں تین لاکھ افراد جاں بحق ہو گئے تھے تو تمام اسلامی ملکوں نے اس وقت انڈونیشیا کی مدد کی اور ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو جب پاکستان میں کشمیر اور سرحد کے علاقہ میں بہت

بڑا زلزلہ آیا' جس میں ہزاروں افراد جاں بحق ہو گئے تو اس وقت تمام اسلامی دنیا نے وہاں کے مسلمانوں کی مدد کی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۱ ۶۴ ۔ ج ۷ ص ۱۶۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۸۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ. قَالَ ابْنُ سِيرِينَ قَدْ سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلَكِنْ نَسِيتُ أَنَا قَالَ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ إِلَى خَشَبَةٍ مَعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهُ غَضْبَانُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى، وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالُوا قَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟ وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُولٌ، يُقَالُ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ، قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ. فَقَالَ أَكَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالُوا نَعَمْ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى مَا تَرَكَ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ. فَرُبَّمَا سَأَلُوهُ ثُمَّ سَلَّمَ؟ فَيَقُولُ نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۶۰۵۱۔ ۷۲۵۰]

(صحیح مسلم: ۵۷۳' الرقم المسلسل: ۱۲۶۵' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۴' سنن ترمذی: ۳۹۹' سنن نسائی: ۱۲۲۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۳۵' صحیح ابن حبان: ۲۲۵۶۔ ۲۲۵۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۵۴' شرح السنۃ: ۳۶۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۰۱۔ ج ۱۲ ص ۱۳۰' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۰۴' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شمیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از ابن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر اور عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی' ابن سیرین نے کہا: حضرت ابوہریرہ نے اس نماز کا نام لیا تھا لیکن میں بھول گیا' انہوں نے کہا: آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا' مسجد میں لکڑی کا ایک ستون تھا' آپ اس پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے' گویا کہ آپ غصہ میں تھے' آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور اپنا دایاں رخسار بائیں ہتھیلی پر رکھا اور لوگ سرعت سے چلتے ہوئے مسجد کے دروازے سے نکل گئے' پھر وہ کہہ رہے تھے کہ نماز کی مقدار کم ہو گئی؟ لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے' وہ آپ سے بات کرنے سے ڈرے اور لوگوں میں لمبے ہاتھوں والا ایک شخص تھا اس کو ذوالیدین کہتے تھے' اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھول گئے ہیں یا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز کی مقدار کم ہوئی ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا اسی طرح ہوا ہے جس طرح ذوالیدین نے کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں' پھر آپ آگے بڑھے اور جتنی نماز ترک کی تھی وہ پڑھا دی' پھر آپ نے سلام پھیرا' پھر اللہ اکبر کہا اور پہلے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا' پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا' پھر اللہ اکبر کہا اور پہلے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا' پھر آپ نے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا' پس بعض اوقات لوگ ابن سیرین سے سوال کرتے: آیا پھر آپ نے سلام پھیر دیا (یا پہلے سلام پر اکتفاء کیا)؟ ابن سیرین نے کہا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت عمران بن حصین نے کہا: پھر آپ نے سلام پھیر دیا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام (۲) النضر بن شمیل (۳) عبداللہ بن عون (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ابوہریرہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۲)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں تشبیک کی اور جب مسجد میں تشبیک جائز ہے تو دوسری جگہ بہ طریق اولیٰ جائز ہے' اور جن وجوہ سے آپ نے تشبیک سے منع فرمایا ہے' یہ ان وجوہ سے نہیں ہے۔

''العشی'' کا معنی اور اس قصہ میں نماز کی تعیین

اس حدیث میں ہے کہ آپ نے ''صلٰوۃ العشی'' میں ایک نماز پڑھائی اور سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸ میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ظہر یا عصر کی کوئی ایک نماز تھی' اور سنن ابوداؤد: ۱۰۱۴ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر سلام پھیر دیا' پھر آپ سے کہا گیا کہ کیا نماز کی مقدار کم ہوگئی ہے تو آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی' پھر (سہو کے) دو سجدے کیے۔
اس طرح اس قصہ میں صحیح البخاری: ۶۰۵۱ میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر سلام پھیر دیا' ان حدیثوں سے یہ متعین ہوگیا کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا تھا۔

حضرت ذوالیدین کا تذکرہ

حضرت ذوالیدین کا نام خرباق بن عبد عمرو اسلمی تھا' اس کو ذوالشمالین بھی کہا جاتا تھا' یہ ان کا لقب تھا' ان کے ہاتھ لمبے تھے اور یہ دونوں ہاتھوں سے کام کرتے تھے' ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ذوالشمالین ایک اور صحابی تھے' وہ خزاعی تھے اور بنوزہرہ کے حلیف تھے' ان کو جنگ بدر میں شہید کر دیا گیا تھا' قاضی عیاض نے لکھا ہے: ان کا نام عمیر بن عبد عمرو تھا اور یہ خزاعی تھے' علامہ عینی نے کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین' حضرت خرباق کے دو لقب تھے' کیونکہ امام نسائی نے اس قصہ میں ذوالیدین اور ذوالشمالین دونوں کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۹۔ ۳۸۷ ملخصاً)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے' اس کلام کے صادق ہونے پر ایک اشکال کا جواب

اس حدیث میں ہے کہ نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے۔
ایک روایت میں ہے کہ حضرت ذوالیدین نے کہا: آیا نماز کی مقدار کم ہوگئی ہے یا رسول اللہ! یا آپ بھول گئے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے کچھ نہیں ہوا' تو حضرت ذوالیدین نے کہا: یا رسول اللہ! ان میں سے کچھ تو ہوگیا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقی نماز پوری کی اور سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

(صحیح مسلم: ۵۷۳' الرقم المسلسل: ۱۲۶۷' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸' سنن ترمذی: ۳۹۹)

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کلام کیسے صادق ہوگا کہ نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے کیونکہ واقع میں ایک بات تو ضرور ہوگئی تھی یا آپ بھول گئے تھے یا نماز کم کر دی گئی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کا محمل یہ ہے کہ اپنے ظن اور گمان کے مطابق نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی کی گئی ہے' کیونکہ آپ کا ظن یہی تھا کہ آپ نے چار رکعت نماز پڑھی ہے اور آپ کا یہ کلام آپ کے ظن میں واقع کے مطابق تھا' اس لیے آپ کا کلام صادق تھا' اگرچہ آپ کا ظن واقع کے مطابق نہ تھا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اسی لیے آپ نے سہو کے دو سجدے کیے' اسی طرح جتنی مرتبہ بھی آپ نے سہو کے سجدہ کیے' اپنے گمان میں آپ نے نماز درست پڑھی تھی لیکن واقع میں آپ کو سہو ہوگیا تھا۔

اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز میں تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا تو ایک شخص آپ کی طرف کھڑا ہوا' جس کا نام خرباق تھا اور اس کے دونوں ہاتھ لمبے تھے' اس نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں تقصیر کر دی گئی ہے؟ آپ (اس عجیب اور خلاف معمول سوال پر) غصہ میں چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے' پھر آپ نے پوچھا: کیا اس نے سچ کہا ہے؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! ' پھر آپ نے اس ایک رکعت کو پڑھا' پھر سلام پھیرا' پھر آپ نے سہو کے دو سجدے کیے' پھر سلام پھیرا۔ (صحیح مسلم: ۵۷۴' الرقم المسلسل: ۱۲۷۰' سنن ابوداؤد: ۱۰۱۸' سنن نسائی: ۱۲۳۶' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھیں' آپ سے کہا گیا: کیا نماز کی رکعات میں اضافہ کر دیا گیا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس سوال کا کیا سبب ہے؟ کسی نے کہا: آپ نے پانچ رکعات پڑھی ہیں' آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۴' صحیح مسلم: ۵۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۱۹' سنن ترمذی: ۳۹۲' سنن نسائی: ۱۲۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۲۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سجدہ ہائے سہو کرنے کی توجیہات

احادیث میں تین سجدہ ہائے سہو کے واقعات ہیں۔ صحیح البخاری: ۴۰۴ میں ہے کہ آپ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھا دیں' صحیح البخاری: ۱۰۵۱ میں ہے کہ آپ نے ظہر کی دو رکعت پڑھا دیں' اور صحیح مسلم: ۵۷۴ میں ہے کہ آپ نے عصر کی نماز کی تین رکعت پڑھا دیں۔ سہو کے یہ کل تین واقعات ہیں' بعض منکرین کمالِ نبوت پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی سہو ہو جاتا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر آپ کو نمازوں میں سہو نہ ہوتا تو ہمیں جن نمازوں میں سہو ہوتا' ہماری وہ نمازیں کس کے دامن میں پناہ لیتیں' اور ہماری نمازیں کس طرح درست ہوتیں' آپ نے سہو واقع ہونے کے بعد سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کیے' پھر تشہد' درود اور دعا پڑھ کر دوبارہ سلام پھیر کر نماز مکمل کر دی تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ اگر نماز میں واجب کے ترک یا فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو اس طرح سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عملاً سہو نہ ہوتا اور آپ صرف زبانی ہم کو سجدہ سہو ادا کرنے کا طریقہ بتا دیتے' پھر بھی ہم کو اس کا علم ہو جاتا' اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) اس طرح ہمیں مسئلہ کا علم تو ہو جاتا لیکن سجدہ سہو ادا کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کا ہمیں اجر و ثواب نہ ملتا اور ہمیں سجدہ سہو کی ادائیگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء اور اتباع نصیب نہ ہوتی۔

(۲) قرآن مجید میں ہے:

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (الاحزاب: ۲۱) تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شرعی عمل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بہترین عملی نمونہ ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ نماز میں سہو ہونے کی وجہ سے نماز کی اصلاح کے لیے بھی آپ کی زندگی میں عملی نمونہ ہوتا۔

نیز حدیث میں ہے:

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں ضرور بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میں کسی عمل کو سنت بنا دوں۔ (موطا امام مالک۔ کتاب السہو۔ حدیث: ۲۔ ج ۱ ص ۱۰۸' دار المعرفۃ' بیروت)

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نمازوں میں سہو ہوا تو یہ معلوم ہو گیا کہ اتنے عظیم کمالات کے باوجود آپ بندہ اور بشر ہیں' خدا نہیں ہیں تا کہ آپ کے عظیم کمالات کو دیکھ کر آپ کے متعلق کوئی الوہیت کا عقیدہ نہ رکھ لے' جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں علم اور قدرت کے چند کمالات دیکھ کر ان کے بعض ماننے والوں نے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا' اور آپ کے کمالات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں زیادہ تھے۔

(۴) سہو کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز سے توجہ ہٹ کر دوسری چیز کی طرف مبذول ہو جائے' جیسے نماز میں ہماری توجہ نماز کے افعال سے ہٹ کر دنیاوی کاموں کی طرف لگ جاتی ہے اور ہم کو پتا نہیں چلتا کہ ہم نے کتنی رکعت پڑھی ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز کے افعال کی طرف متوجہ رہتے تھے لیکن کبھی آپ کی توجہ نماز کے افعال سے ہٹ کر حسن الوہیت کی تجلیات کی طرف منعطف ہو جاتی تھی اور آپ تجلیاتِ ذات اور مطالعہ صفات میں اس طرح منہمک اور مستغرق ہو جاتے کہ نماز کی رکعات کی طرف آپ کی توجہ نہ رہتی اور آپ کو سہو ہو جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہمارا سہو دنیا میں ڈوب جانا ہے اور آپ کا سہو مولا میں کھو جانا ہے' ہمارا سہو نقص ہے اور آپ کا سہو عین کمال ہے۔

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے اور اس کے بعد نماز کا سلام پھیرا اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۸۹۔ ج ۲ ص ۱۴۹ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی' لیکن اس باب میں مذکور دیگر سجدہ ہائے سہو کی شرح کی گئی ہے اور ان کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:

(۱) سجدہ سہو میں مذاہب ائمہ اور ترجیح (۲) مذہب احناف (۳) شک کی صورت میں نماز کی ادائیگی (۴) خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۵) بشریت (۶) مثلیت (۷) آپ کا نسیان (۸) پانچ رکعات کی تصحیح۔

٨٩ - بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِي عَلٰى طُرُقِ الْمَدِينَةِ، وَالْمَوَاضِعِ الَّتِي صَلّٰى فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہ مساجد جو مدینہ منورہ کے راستہ پر ہیں اور وہ جگہیں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی

اس باب میں ان مساجد کا بیان کیا گیا ہے جو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان راستہ میں ہیں اور جن جگہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

٤٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي بَكْرِ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ قَالَ رَاَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَتَحَرّٰى اَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيقِ فَيُصَلِّي فِيهَا، وَيُحَدِّثُ اَنَّ اَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا، وَاَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْاَمْكِنَةِ. وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْاَمْكِنَةِ. وَسَاَلْتُ سَالِمًا فَلَا اَعْلَمُهُ اِلَّا وَافَقَ نَافِعًا فِي الْاَمْكِنَةِ كُلِّهَا، اِلَّا اَنَّهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا' وہ راستہ میں جگہوں کو تلاش کر رہے تھے تا کہ ان میں نماز پڑھیں اور وہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ ان کے والد ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے' بے شک جن جگہوں پر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ کہتے تھے: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن

اختَلَفَا فِي مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۳۵۔ ۲۳۳۶۔ ۷۳۴۵]

عمر رضی اللہ عنہما کہ وہ ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے اور میں نے سالم سے سوال کیا تو انہوں نے ان تمام جگہوں میں نافع کی موافقت کی مگر ان دونوں کا شرف الروحاء کی مسجد میں اختلاف تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: سالم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان جگہوں پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جن جگہوں پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم البصری، یہ ۲۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) فضیل بن سلیمان النمیری (۳) موسیٰ بن عقبہ (۴) سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب (۵) نافع، حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۹۴)

شرف الروحاء کی تعیین اور اس وادی کی فضیلت میں احادیث

شرف الروحاء ایک بلند جگہ ہے، یہ قبیلہ مزینہ کی بستی ہے، جو مدینہ منورہ سے دو راتوں کی مسافت کے فاصلہ پر ہے، مدینہ منورہ اور اس بستی کے درمیان ۴۱ میل کا فاصلہ ہے، اس فاصلہ کے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

اصحاب الزہری نے حنظلہ بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام روحاء کی وادی میں ضرور حج یا عمرہ کرتے ہوئے گزریں گے اور متعدد لوگوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ اس مسجد میں پہنچے جو عرق الظبیہ کے پاس بطن الروحاء میں ہے اور یہ وادی جنت کی وادیوں میں سے ہے اور مجھ سے پہلے اس وادی میں ستر انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر اسرائیلیوں کے ساتھ اس جگہ سے حج اور عمرہ کرتے ہوئے گزرے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۹۵)

حدیث مذکور سے حافظ ابن حجر کا آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے پر استدلال اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہو اس جگہ نماز پڑھنے کا استحباب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں سے برکت حاصل کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ان کا شدید لگاؤ بہت مشہور ہے۔

اس حدیث کے خلاف اس روایت سے معارضہ نہیں کیا جا سکتا، جس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سفر میں دیکھا کہ لوگ ایک جگہ پہنچنے میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے ہیں، حضرت عمر نے اس کا سبب معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا: اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے، حضرت عمر نے کہا: جس شخص نے نماز پڑھنی ہے وہ پڑھے ورنہ لوٹ جائے، اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہو گئے تھے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرتے تھے، پھر ان جگہوں پر گرجے اور معبد بنا لیتے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت عمر نے نماز پڑھنے کے بغیر اس جگہ کی زیارت کرنے کو مکروہ جانا یا

ان کو یہ خطرہ ہوا کہ بعد کے لوگوں میں سے جس کو اس واقعہ کی حقیقت کا علم نہیں ہوگا' وہ اس جگہ کی زیارت کرنے کو واجب سمجھے گا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں باتوں سے مامون تھے' اس سے پہلے (یہ حدیث گزر چکی ہے' البخاری: ۴۲۵ کہ) حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کے گھر آ کر نماز پڑھیں تا کہ وہ اس جگہ کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمالیا' سو یہ حدیث بھی آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے میں حجت اور قوی دلیل ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ' فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۹' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

شیخ عبدالعزیز بن باز کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرنا اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے' اس کے تلاش کرنے کو اور وہاں نماز پڑھنے کو غیر مشروع اور ذریعہ شرک بتانا

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے فتح الباری کے اس مقام پر حاشیہ لکھ کر حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہ لکھنا خطاء ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر کو آپ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور حق یہ ہے کہ حضرت عمر نے انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرنے سے منع کیا ہے اور شرک کے ذریعہ کو بند کیا ہے اور وہ اپنے بیٹے کی بہ نسبت اس چیز کو زیادہ جاننے والے تھے اور جمہور علماء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا ہے اور حضرت عتبان بن مالک کی حدیث اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت عتبان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا قصد کیا تھا' اس کے برخلاف راستے میں جن جگہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں' ان کو تلاش کرنا اور ان پر نماز پڑھنا غیر مشروع اور ناجائز ہے اور جیسا کہ اس پر حضرت عمر کا فعل دلالت کرتا ہے' اور جو شخص یہ فعل کرے گا اس کا یہ فعل اس کو بسا اوقات غلو اور شرک کی طرف لے جائے گا' جیسا کہ اہل کتاب کا فعل تھا۔

(حاشیہ فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۹' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

مصنف کی طرف سے شیخ عبدالعزیز بن باز کی عبارت کا محاسبہ اور اس کی تردید

صحیح البخاری: ۴۲۵ کی شرح میں ہم شیخ بن باز کی عبارت پر مفصل رد کر چکے ہیں' یہاں پر ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی وغیرہ نے حضرت عمر سے جو یہ نقل پیش کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستہ میں جن جگہوں پر نماز پڑھی تھی' ان جگہوں کے تلاش کرنے کو حضرت عمر نے پسند نہیں فرمایا اور یہ کہا کہ اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہوئے تھے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرتے تھے' پھر ان جگہوں پر گرجے اور معبد بنالیتے تھے' سو حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس نقل کا کوئی حوالہ نہیں لکھا اور نہ یہ قول کسی صحیح سند سے ثابت ہے۔ اس کے برخلاف حضرت عمر کا جو قول صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے' وہ یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کی تعظیم کرتے تھے اور ان آثار پر عبادت کرتے تھے اور ان کو نماز پڑھنے کی جگہ بناتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں' تو یہ آیت نازل ہوگئی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى. (البقرۃ: ۱۲۵) اور تم مقام ابراہیم کو اپنے نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

(صحیح البخاری: ۴۰۲)

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے' جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا نشان ہے' حضرت عمر نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کی تعظیم کرتے تھے اور تمام امت مسلمہ سے اس مقام کی تعظیم کرانا چاہتے تھے۔ اس صحیح حدیث اور قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ

حضرت عمر کی طرف اس غیر مستند قول کی نسبت صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے راستوں پر ان جگہوں کو تلاش کرنے اور وہاں نماز پڑھنے سے منع کیا' جہاں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے اثناء سفر میں نمازیں پڑھی تھیں' جو شخص انبیاء علیہم السلام کی اس قدر تعظیم کا معتقد ہو کہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا نشان ہو' اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لینے کی درخواست کرتا ہو' یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ سید الانبیاء کے نماز پڑھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے اور اس جگہ کو تلاش کرنے سے منع کرے' لہٰذا صحیح بخاری کی اس حدیث اور قرآن مجید کی اس آیت کے معارض جن لوگوں نے بھی اس غیر مستند قول کو گھڑا ہے' وہ قطعاً باطل اور مردود ہے' یہ غیر مستند قول صحیح بخاری اور قرآن مجید کی اس آیت سے معارضہ کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتا۔

شیخ بن باز نے جو یہ کہا ہے کہ راستے میں جن جگہوں پر نبی ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں ان کو تلاش کرنا اور ان پر نمازیں پڑھنا غیر مشروع اور ناجائز ہے اور یہ عمل شرک کی طرف لے جاتا ہے تو کیا ان کے نزدیک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حرام کام کیا تھا اور اس حدیث کے ذریعہ قیامت تک کی امت کو حرام کام کی ترغیب دی اور شرک کا سبب بنے۔

اسی طرح حضرت عمر نے جو مقام ابراہیم کی تعظیم کے لیے اس کو نماز کی جگہ بنانے کی رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تو کیا وہ بھی حرام کے مرتکب ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس حرام کام سے منع کیوں نہیں کیا' پھر شیخ بن باز کے نزدیک رسول اللہ ﷺ پر کیا حکم عائد ہوگا کیونکہ آپ نے اس کو برقرار رکھا اور آج تک امت مسلمہ مقام ابراہیم کے قریب نمازیں پڑھ رہی ہے اور اس کو اپنی سعادت گردانتی ہے اور قرآن کی آیت' البقرہ: ۱۲۵ کے متعلق وہ کیا کہیں گے۔

اور جہاں تک آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے اور اس کے قرب میں مسجد بنانے کا تعلق ہے تو ہم اس سے پہلے صحیح البخاری: ۴۲۵ کی شرح میں بہت تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

مزید وضاحت کے لیے ہم مشاہیر علماء دیوبند کے چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں کہ مسجد کے قریب صالحین کا مزار بنانا کوئی نیا طریقہ اور بدعت نہیں ہے بلکہ صدیوں سے سلف اور خلف کا معمول چلا آ رہا ہے۔

مساجد کے احاطہ میں صالحین کے مزار بنانے پر شیخ محمد تقی عثمانی کی شہادت

شیخ محمد تقی عثمانی اپنے سفرنامہ میں بغداد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جدید شہر کے مختلف علاقے یکے بعد دیگرے گزرتے چلے گئے' یہاں تک کہ کار شہر کے قدیم حصے میں داخل ہوگئی' اور گلی کوچوں سے عہدِ گزشتہ کی بو باس آنے لگی۔ تھوڑی دیر میں گاڑی ایک نیم پختہ سڑک کے کنارے رک گئی۔ یہاں ایک عالی شان مسجد کی دیوار نظر آئی' برابر میں ایک گلی تھی' اور مسجد کا دروازہ گلی میں کھلتا تھا۔ دروازہ قدیم شاہی عمارتوں کی طرح بڑا پُر شکوہ تھا۔ یہ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ کی مسجد اور ان کا مدرسہ تھا' جس کے ایک حصہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ خود بھی آسودہ ہیں۔

یہ مسجد یہاں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے زمانے ہی سے قائم ہے اور اسی کی دیوار قبلہ کے پیچھے حضرت شیخ رحمہ اللہ کا مزار مبارک ہے۔ وہاں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۱۹' مکتبہ معارف القرآن' کراچی' ۱۴۲۶ھ)

حضرت موسیٰ الکاظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار ہی کے احاطے میں جنوبی جانب ایک مسجد جامع ابی یوسف رحمہ اللہ کے نام سے بنی ہوئی ہے۔ اسی مسجد کے ایک حصے میں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہاں حاضری ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۳۶)

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے نکلے تو سورج ڈھلنے کے قریب تھا' اور اب دل میں شدید اشتیاق حضرت امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کا تھا' جو یہاں سے کافی دُور واقع ہے' لیکن ہمارے ڈرائیور نے جو صرف ڈرائیونگ نہیں بلکہ مہمان نوازی کے فرائض بھی بڑے خلوص و محبت کے ساتھ انجام دے رہا تھا' مغرب کے وقت جامع الامام الاعظم رحمہ اللہ میں پہنچا دیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کی وجہ سے یہ پورا علاقہ ''اعظمیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔اب تو یہ شہر کا خاصا بارونق علاقہ ہے' لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک میں یہ ایک قبرستان تھا' اور چونکہ خلیفہ کی کنیز ''خیزران'' یہاں دفن ہوئی تھی' اس لیے مقبرۃ الخیزران کے نام سے مشہور تھا۔خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے مشہور راوی محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں' لیکن اب دوسری قبریں تو بے نشان ہو چکی ہیں اور ان کی جگہ آبادی نے لے لی ہے' البتہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ابھی باقی ہے' اور اس کے قریب ایک شاندار مسجد'' جامع الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے تعمیر کر دی گئی ہے۔(جہاں دیدہ ص ۴۰)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہمیشہ مرجع خاص و عام رہا بلکہ خطیب بغدادی اپنی سند سے امام شافعی کا یہ قول روایت کرتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے روزانہ ان کی قبر پر جاتا ہوں' اور جب کبھی مجھے کوئی ضرورت لاحق ہوتی ہے' میں دو رکعتیں پڑھ کر ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں' اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ میری حاجت جلد پوری فرما دیتے ہیں۔حضرت امام صاحب کی قبر پر بیٹھ کر ایسا سکون محسوس ہوا جیسا بچہ ماں کی آغوش میں بیٹھ کر سکون محسوس کرتا ہے۔(جہاں دیدہ ص ۴۳۔۴۲)

مدائن کے تذکرہ میں شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

مدائن میں داخل ہو کر سب سے پہلے ایک جامع مسجد آتی ہے' اس جامع مسجد کے احاطے میں تین صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) مدفون ہیں: حضرت سلمان فارسی' حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبداللہ بن جابر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ان تینوں مزارات پر حاضر ہو کر سلام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔(جہاں دیدہ ص ۴۸۔۴۷)

صالحین کے قرب میں مسجد بنانے پر سید احمد رضا بجنوری کی شہادت

مسجد بہ جوارِ صالحین کے عنوان سے سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

یہاں یہ مسئلہ بھی لائق ذکر ہے کہ مقابر کے اندر یا قبورِ صالحین کے پاس مسجد بنانا کیسا ہے؟ نجدی حضرات نے تو حرمین شریفین کے پختہ مزارات صحابہ و تابعین کا انہدام کیا تھا تو جن مزارات کے ساتھ مساجد تھیں' وہ بھی منہدم کرادی تھیں' حالانکہ اکابر اہل سنت (یعنی علماء دیوبند۔سعیدی غفرلہٗ) نے اگرچہ مزارات پختہ بنانے کو ناجائز قرار دیا مگر جو بن گئے تھے' ان کا انہدام بھی کبھی پسند نہیں کیا تھا' کیونکہ اس سے بھی مقبورین کی توہین ہوتی ہے اور اس اہانت سے بچنا چاہیے تھا' تاہم انہدام مساجد کی تو کوئی بھی شرعی معقولیت نہ تھی' لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علماء و عوام نے ان مساجد کو مقابر کی مساجد قرار دیا۔حافظ نے لکھا کہ امام احمد و اہل ظاہر مقبرہ میں نماز کو ناجائز فرماتے ہیں' کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ مقبرہ اور حمام نماز کی جگہ نہیں ہے' امام احمد وغیرہ نے اس کے ظاہر پر عمل کیا اور دوسرے اس کی علت نکال کر اس پر مدار رکھتے ہیں' مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقبرے میں اگر قبریں ٹوٹی پھوٹی یا اُدھڑی پڑی ہوں اور مقبورین کے لحم و شحم خون و پیپ وہاں کی مٹی میں مل گیا ہو تو ایسے مقبرہ میں نماز نہ پڑھی جائے اور اگر پاک صاف جگہ ہو تو نماز جائز بلا کراہت ہے' امام مالک بھی مقبرے میں نماز بلا کراہت جائز فرماتے ہیں' امام ابوحنیفہ' ثوری و اوزاعی کراہت کے قائل ہیں'

بوجہ نجاست وغیرہ۔

علامہ بیضاوی نے لکھا کہ یہود و نصاریٰ قبورِ انبیاء علیہم السلام کو سجدہ تعظیمی کرتے اور ان کو قبلہ بناتے تھے کہ نماز بھی ان ہی کی طرف کو پڑھتے تھے' اس لیے ان پر لعنت کی گئی لیکن اگر کسی صالح کے قرب میں محض برکت کے خیال سے مسجد بنائی جائے تو وعید میں داخل نہ ہو گی' غرض ممانعت صرف اس ڈر سے ہے کہ قبر کو وثن و بت نہ بنالیا جائے' لیکن اس سے امن و اطمینان ہو تو کوئی ممانعت نہ ہو گی' البتہ بعض لوگوں نے سد ذرائع کے طور پر روکا ہے تو یہ بھی معقول وجہ ہے۔ (فتح الباری بحوالہ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲۱) علامہ ابن حزم نے پانچ صحابہ سے "ممانعت صلوٰۃ عند القبر" نقل کی ہے اور پھر یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس کے خلاف کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے' حالانکہ علامہ خطابی نے معالم السنن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے "رخصت صلوٰۃ فی المقبرہ" نقل کی ہے اور حسن بصری نے بھی مقبرہ میں نماز پڑھی ہے۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲۱) حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع سے پوچھا کہ ابن عمر وسط قبور میں نماز کو مکروہ سمجھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے خود حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ بقیع کے قبرستان میں پڑھی ہے' حضرت ابو ہریرہ امام تھے اور مقتدی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وغیرہ تھے۔ (اوجز ج ۲ ص ۲۱۱ از سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۵)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص کسی صالح کے جوار میں مسجد بنائے' اس طرح کہ اس کی قبر مسجد سے باہر رہے اور مقصد اس کے قرب سے برکت حاصل کرنا ہو' اس کی تعظیم یا اس کی طرف رخ کرنا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس سے نفع کی بھی امید ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جس طرح دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے مقبرہ میں مسجد ہے یا حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے قبور سے متصل مسجد ہے یا سرہند شریف و دیگر مقامات میں اولیاء عظام کے قرب میں مساجد بنی ہوئی ہیں' وہ سب جواز بلا کراہت کے تحت ہیں اور ان کے اندر نماز بھی بلا کراہت جائز ہے۔ (اسی طرح داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری کے مزار کے قرب میں مسجد ہے اور لاہور میں ایسی کئی مساجد ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

چونکہ جامع صغیر کے حوالہ سے سُترہ کے ساتھ نماز میں عند الحنفیہ کسی قسم کی بھی کراہت نہیں ہے چونکہ ایک زمانہ میں علامہ ابن تیمیہ وغیرہ نے تشددات کا اثر دور دور تک پھیلا تھا' تو خیال ہوتا ہے کہ اس کے اثرات ہندوستان میں بھی آئے تھے' اور بعض مسائل میں ہمارے اکابر کا تشدد بھی شاید اسی کے تحت ہوا ہو' چنانچہ یہ بھی نقل ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے جو مسجد شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے مزار پر بنوائی ہے' اس کو شاہ اسحٰق صاحب اچھا نہ جانتے تھے' کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ قبرستان میں مسجد نہیں بنوانا چاہیے اور استدلال میں یہی بخاری والی حدیث پیش کرتے تھے' جس کی یہ تشریح چل رہی ہے اور اسی لیے شاہ اسحٰق صاحب اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھتے' الا نادراً' ایک مرتبہ قبروں پر مسجد بنانے کے متعلق کسی نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ نہ چاہیے' اس نے کہا کہ پھر آپ کے نانا نے کیوں بنوائی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان سے پوچھو' میرا مسلک یہی ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۹۰)

ایسا ہی ایک واقعہ ص ۴۳ پر بھی ہے وغیرہ' جس سے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے مسلک میں توسع اور شاہ اسحٰق صاحب کے مزاج میں تشدد ثابت ہوتا ہے اور حضرت شاہ اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کے مزاج میں بھی غیر معمولی تشدد تھا' حضرت شاہ اسحٰق رحمہ اللہ نے "اربعین" و "مائۃ مسائل" میں بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی' حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے خلاف رائے و تشدد مسئلہ استمداد قبور وغیرہ میں اختیار کیا ہے اور ہمارے حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی رائے میں توسع اور عدم تشدد ان کے رسالہ "تحلیل الذبائح فی حریم الضرائح" سے ثابت ہے' جو کشمیر سے شائع ہوا تھا اور احقر کے پاس ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جن مسائل میں حنفی

مسلک پر گنجائش نکل سکتی ہو ان میں تشدد مناسب نہیں اور اس بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کا اعتدال ہمارے لیے اسوہ بنے تو اچھا ہے۔ واللہ المسؤل ان یوفقنا لما یحب ویرضاہ۔ (انوار الباری ج ۱۴ ص ۳۸۔۳۷ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی جگہوں اور آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر شیخ گنگوہی اور شیخ کاندھلوی کی شہادت

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو لانے سے یہ قصد کیا ہے کہ ان جگہوں کو بیان کریں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی طرف جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے ٹھہرتے تھے تاکہ وہاں نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر برکت حاصل کی جائے۔

(لامع الدراری ج ۱ ص ۱۹۱' ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی)

شیخ محمد زکریا کاندھلوی' اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے الشفاء میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام مشاہد اور مکہ اور مدینہ کی تمام جگہوں اور جہاں آپ نے عبادت کی ہے' اس کی تعظیم کی جائے اور جن چیزوں کو آپ نے چھوا ہے' ان کی بھی تعظیم کی جائے۔ صفیہ بنت نجدہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو محذورہ کے سر کے اگلے حصہ کے بال بہت لمبے تھے' جو زمین تک لٹکتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ ان بالوں کو مونڈ کیوں نہیں دیتے' انہوں نے بتایا کہ ان بالوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا اور جن بالوں پر آپ کا مبارک ہاتھ لگا تھا' میں ان کو مونڈ نہیں سکتا' اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جہاں بیٹھتے تھے' حضرت ابن عمر اس جگہ اپنے ہاتھ لگا کر پھر اپنے ہاتھوں کو چومتے تھے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۴۷' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد شیخ کاندھلوی نے سنن ابوداؤد اور صحیح بخاری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلغم تھوکتے تو کوئی نہ کوئی صحابی اسے اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے چہرے اور بدن پر ملتا اور آپ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے تھے (صحیح البخاری: ۲۷۳۲) اور حضرت ام سلمہ نے آپ کا ایک مبارک بال ایک ڈبیا میں رکھا ہوا تھا' اس ڈبیا کو پانی میں ڈال کر وہ پانی بیماروں کو پلاتی تھیں تو ان کو شفاء ہو جاتی تھی۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۶) صحابہ کرام اور بعد کے لوگوں سے آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے واقعات اس قدر کثیر ہیں' جو شمار سے باہر ہیں۔

(حاشیہ لامع الدراری ج ۱ ص ۱۹۱' ایچ۔ ایم سعید کمپنی' کراچی)

شیخ کشمیری کا حضرت ابن عمر کے عمل کو مستحسن قرار دینا

شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اثناء سفر میں جن جگہوں پر نمازیں پڑھی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان میں سے بعض جگہوں پر مساجد بنالی تھیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار باقی رہیں' آپ کا مدینہ سے مکہ کا سفر سات ایام پر مشتمل تھا' اور جن جگہوں پر آپ نے نماز پڑھی ان کی تعداد ۳۵ ہے' ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کام اتفاقاً صادر ہوئے' ان میں بھی آپ کی اتباع کرنا اس وقت حسن ہے' جب وہ کام اتفاقاً یعنی بغیر قصد کے کیے جائیں لیکن جب کوئی شخص تلاش کر کے اور غور وفکر سے وہ کام کرے تو اس کو ابن تیمیہ اچھا نہیں جانتے۔ (جیسے حضرت ابن عمر نے ان جگہوں کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھی۔ سعیدی غفرلہ) شیخ کشمیری لکھتے ہیں: لیکن میرے نزدیک ان کاموں میں بھی آپ کی اتباع کرنا باعث اجر ہے' جیسے وادی محصب میں نماز پڑھنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ

نماز پڑھی تھی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں نماز پڑھنے کو سنت کہتے تھے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۶۷ 'ملخصاً' مطبعہ حجازی' قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

٤٨٤ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِينَ يَعْتَمِرُ، وَفِي حَجَّتِهِ حِينَ حَجَّ، تَحْتَ سَمُرَةٍ، فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ، وَكَانَ إِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوٍ، كَانَ فِي تِلْكَ الطَّرِيقِ، أَوْ فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، هَبَطَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ، فَإِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ، أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي عَلَى شَفِيرِ الْوَادِي الشَّرْقِيَّةِ، فَعَرَّسَ ثَمَّ حَتَّى يُصْبِحَ، لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِحِجَارَةٍ، وَلَا عَلَى الْأَكَمَةِ الَّتِي عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ، كَانَ ثَمَّ خَلِيجٌ يُصَلِّي عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَهُ، فِي بَطْنِهِ كُثُبٌ، كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَّ يُصَلِّي، فَدَحَا السَّيْلُ فِيهِ بِالْبَطْحَاءِ، حَتَّى دَفَنَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّي فِيهِ. [اطراف الحدیث: ۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۷۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عمرہ کرتے تھے اور جب آپ نے حج کیا تو آپ ذوالحلیفہ میں ببول کے درخت کے نیچے اترتے تھے' اس مسجد کی جگہ میں جو ذوالحلیفہ میں ہے اور جب آپ کسی غزوہ سے لوٹتے اور راستہ میں ذوالحلیفہ سے ہو کر گزرتے یا حج یا عمرہ سے واپسی ہو رہی ہوتی تو وادی عقیق کے نشیبی علاقے میں اترتے' پھر جب وادی کے نشیب سے اوپر آتے تو وادی کے بالائی کنارے بطحاء کے اس مشرقی حصہ پر اونٹنی بٹھاتے' جہاں کنکریوں اور ریت کا کشادہ نالہ ہے' یہاں آپ رات کے آخری حصہ سے صبح تک آرام فرماتے تھے' اس وقت آپ اس مسجد کے قریب نہیں ہوتے تھے جو پتھروں کی ہے اور آپ اس ٹیلے پر بھی نہیں ہوتے تھے' جس پر مسجد بنی ہوئی ہے' وہاں ایک گہرا نالہ تھا' حضرت عبداللہ وہیں نماز پڑھتے تھے' اس کے نشیب میں ریت کے کافی ٹیلے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں نماز پڑھتے تھے' کنکریوں اور ریت کے کشادہ نالہ کی طرف' سیلاب نے اس جگہ کے آثار ونشانات کو مٹا دیا' جہاں حضرت عبد اللہ بن عمر نماز پڑھا کرتے تھے۔

"ذو الحلیفہ' سمرۃ' بطحاء' شفیر' اکمہ' خلیج" اور "کثب" کے معانی

حدیث مذکور میں "ذوالحلیفہ" کا لفظ ہے' یہ اہل مدینہ کا میقات ہے' یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸ میل کے فاصلہ پر ہے' اور اس میں "سمرۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے: ببول کا درخت' اس درخت میں کانٹے ہوتے ہیں' اور اس میں "بطحاء" کا لفظ ہے' جس زمین پر ریت اور بجری پھیلی ہوئی ہو' اس کو بطحاء کہتے ہیں' اور اس میں "شفیر" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کنارہ' اور اس میں "اکمہ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ٹیلہ' اور اس میں "خلیج" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کھاڑی' سمندر کا پانی کسی نالہ میں جمع ہو جائے تو اس کو "خلیج" کہتے ہیں۔ "کثب"' "کثیبۃ" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: ریت کا ٹیلہ۔

٤٨٥ - وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى حَيْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِيرُ الَّذِي دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ، وَقَدْ

اور حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی' جہاں اب شرف الروحاء والی مسجد کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد ہے' اور حضرت عبداللہ بن عمر اس جگہ کی علامت بتاتے

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِيْ كَانَ صَلَّى فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ ثَمَّ عَنْ يَمِيْنِكَ، حِيْنَ تَقُوْمُ فِي الْمَسْجِدِ تُصَلِّيْ، وَذٰلِكَ الْمَسْجِدُ عَلٰى حَافَةِ الطَّرِيْقِ الْيُمْنٰى، وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ، بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْاَكْبَرِ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ، اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ.

تھے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی وہ کہتے تھے کہ یہاں تمہاری دائیں جانب جب تم مسجد میں (قبلہ کی طرف) نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہو جب تم مدینہ سے مکہ جاؤ تو یہ چھوٹی مسجد راستے کے دائیں جانب پڑتی ہے اس کے اور بڑی مسجد کے درمیان پتھر پھینکنے کی مقدار یا اسی کے قریب قریب فاصلہ ہے۔

''حيث'' اور ''جنب'' کا معنی' شرف الروحاء کا محل وقوع' ''يُعْلِم'' اور ''حافة الطريق'' کا معنی

اس حدیث میں ''حيث المسجد الصغير'' ہے اس کا معنی ہے: جہاں چھوٹی مسجد ہے ایک روایت میں ''جنب المسجد الصغير'' ہے یعنی چھوٹی مسجد کے پہلو میں اور اس میں ''شرف الروحاء'' کا لفظ ہے یہ ایک بستی ہے جو مدینہ منورہ سے دو راتوں کی مسافت پر ہے اور جو شخص مکہ کی طرف جا رہا ہو اس کے لیے یہاں آخری مسجد ہے اور مسجد اوسط اس وادی میں ہے جو اب وادی بنو سالم کے نام سے معروف ہے اور اس میں ''يُعْلِم'' کا لفظ ہے یہ علامت سے یا علم سے ماخوذ ہے یعنی حضرت عبداللہ بن عمر اس کی علامت بتاتے تھے یا اس کی خبر دیتے تھے اور اس میں ''حافة الطريق'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: راستے کی جانب۔

٤٨٦ - وَاَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّيْ اِلَى الْعِرْقِ الَّذِيْ عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَاءِ، وَذٰلِكَ الْعِرْقُ انْتِهَاءُ طَرَفِهٖ عَلٰى حَافَةِ الطَّرِيْقِ، دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمُنْصَرَفِ، وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ، وَقَدِ ابْتُنِيَ ثَمَّ مَسْجِدٌ، فَلَمْ يَكُنْ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّيْ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ، كَانَ يَتْرُكُهٗ عَنْ يَسَارِهٖ وَوَرَاءَهٗ، وَيُصَلِّيْ اَمَامَهٗ اِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهٖ. وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الرَّوْحَاءِ، فَلَا يُصَلِّي الظُّهْرَ حَتّٰى يَاْتِيَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ، فَيُصَلِّيْ فِيْهِ الظُّهْرَ، وَاِذَا اَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ، فَاِنْ مَرَّ بِهٖ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ، اَوْ مِنْ اٰخِرِ السَّحَرِ، عَرَّسَ حَتّٰى يُصَلِّيَ بِهَا الصُّبْحَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شرف الروحاء سے واپسی میں چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے اس کا کنارہ اس راستہ پر ختم ہوتا ہے جو مسجد سے قریب ہے مسجد اور شرف الروحاء کے آخری حصہ کے درمیان مکہ جاتے ہوئے اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے حضرت عبداللہ بن عمر اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس کو اپنی بائیں جانب اور اپنے پیچھے چھوڑ دیتے تھے اور اس کے آخر میں اس چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے حضرت ابن عمر شرف الروحاء سے روانہ ہوتے تو اس وقت تک ظہر کی نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک اس جگہ نہ پہنچ جائیں اور یہاں پہنچنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور اگر وہ مکہ سے آتے ہوئے صبح صادق سے کچھ پہلے یا سحری کے آخر میں وہاں سے گزرتے تو فجر کی نماز تک وہیں آرام کرتے پھر وہاں فجر کی نماز پڑھتے۔

''العِرق'' اور ''منصرف الروحاء'' کا معنی

اس حدیث میں ''العِرق'' کا لفظ ہے یعنی ''عرق الظبة''۔ علامہ کرمانی نے کہا: یہ چھوٹی پہاڑی ہے اور شور والی بنجر زمین کو بھی ''العِرق'' کہا جاتا ہے۔ خلیل نے کہا: اس کا معنی ریت کا پہاڑ ہے۔ داؤدی نے کہا: اس کا معنی بلند جگہ ہے ابو منصور نے کہا: اس کا معنی چھوٹی پہاڑی ہے اور اس میں ''عند منصرف الروحاء'' کا لفظ ہے یعنی اس کے آخر میں۔

٤٨٧ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَيْثَةِ، عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ وَوُجَاهِ الطَّرِيْقِ، فِيْ مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ، حَتّٰى يُفْضِيَ مِنْ اَكَمَةٍ دُوَيْنَ بَرِيْدِ الرُّوَيْثَةِ بِمِيْلَيْنِ، وَقَدِ انْكَسَرَ اَعْلَاهَا فَانْثَنٰى فِيْ جَوْفِهَا، وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلٰى سَاقٍ، وَفِيْ سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِيْرَةٌ.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بہت گھنے درخت کے قریب اترتے' جو رویثہ کی بستی کے قریب ہے' راستے کی دائیں جانب اور راستے کے سامنے نرم اور وسیع جگہ میں حتیٰ کہ رویثہ سے دو میل کے قریب جو ٹیلہ ہے اس سے گزر جاتے' اس درخت کا اوپری حصہ ٹوٹ گیا ہے اور درمیان سے مڑ گیا ہے' وہ ایک جڑ پر کھڑا ہوا ہے اور اس کی جڑ میں بہت سے ٹیلے ہیں۔

''سرحة' الرويثة' وجاه''اور''بطح''کے معانی

اس حدیث میں''سرحة''کالفظ ہے'اس کا معنی ہے: بہت بڑا اور بہت گھنا درخت اور اس میں''دون الرويثة''کالفظ ہے یعنی''الرويثة''کے قریب''الرويثة''ایک بستی ہے'اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان سترہ فرسخ کی مسافت ہے اور اس میں ''وجاه''کالفظ ہے'اس کا معنی ہے: مقابل اور اس میں''بطح''کالفظ ہے'اس کا معنی ہے: وسیع اور کھلا۔

٤٨٨ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلّٰى فِيْ طَرَفِ تَلْعَةٍ مِنْ وَرَاءِ الْعَرْجِ، وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى هَضْبَةٍ، عِنْدَ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ اَوْ ثَلَاثَةٌ، عَلَى الْقُبُوْرِ رَضْمٌ مِنْ حِجَارَةٍ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ، عِنْدَ سَلِمَاتِ الطَّرِيْقِ، بَيْنَ اُولٰئِكَ السَّلِمَاتِ، كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الْعَرْجِ، بَعْدَ اَنْ تَمِيْلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ، فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرج نامی بستی کے پیچھے ایک نالے کے کنارہ پر نماز پڑھی' جب کہ تم ایک بڑے پہاڑ کی طرف جا رہے ہو' اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں' ان قبروں کے اوپر سفید پتھر ہیں' راستے کے دائیں طرف راستے کے درختوں کے پاس' ان درختوں کے درمیان حضرت عبداللہ بن عمر دوپہر کے وقت سورج کے ڈھلنے کے بعد عرج نامی بستی سے روانہ ہوتے اور پھر ظہر کی نماز اس مسجد میں پڑھتے۔

''تلعة' العَرج' هضبة' رضم' سلمات''اور''هاجره''کے معانی

اس حدیث میں''تَلْعَةٌ''کالفظ ہے' بلند اور چوڑی جگہ جس میں پانی بہتا ہو' یا وادی کے اوپر سے پانی بہنے کی جگہ' اور اس میں ''العرج''کالفظ ہے' یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے راستہ میں ایک بستی ہے' اس کے اور''الرويثة''کے درمیان چودہ میل کا فاصلہ ہے اور اس میں''هضبة''کالفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت بڑا وسیع پہاڑ اور اس میں''رضم حجارة''کالفظ ہے' اس کا معنی ہے: سفید پتھر اور اس میں''سلمات''کالفظ ہے' اس کا معنی ہے: درخت' اور اس میں''هاجره''کالفظ ہے' اس کا معنی ہے: دوپہر کا وقت۔

٤٨٩ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ، فِيْ مَسِيْلٍ دُوْنَ هَرْشٰى، ذٰلِكَ الْمَسِيْلُ لَاصِقٌ بِكُرَاعِ هَرْشٰى، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ قَرِيْبٌ مِنْ غَلْوَةٍ، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّيْ اِلٰى سَرْحَةٍ، هِيَ

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان گھنے درختوں کے پاس اترے جو راستے کی بائیں جانب ہرشیٰ کے قریب والے نالے میں ہیں' وہ نالہ ہرشیٰ کے کنارے سے مل گیا ہے' اس کے اور راستے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنے فاصلہ تک تیر پھینکنے سے جاتا ہے'

اَقْرَبُ السَّرَحَاتِ اِلَى الطَّرِيْقِ ' وَهِيَ اَطْوَلُهُنَّ.

حضرت عبداللہ بن عمر اس گھنے درخت کے پاس نماز پڑھتے تھے جو ان گھنے درختوں میں راستے کے سب سے زیادہ قریب ہے اور وہ درخت سب سے لمبا ہے۔

''هَرْشٰى' غَلْوَةٌ''اور''مسیل''کا معنی

اس حدیث میں''هـرشـى'' کا لفظ ہے'ابو عبید نے کہا: یہ تہامہ کے شہروں میں سے ایک پہاڑ ہے اور یہ شام اور مدینہ منورہ کے راستوں کے ملنے کی جگہ پر ہے اور اس حدیث میں''غَلْوَةٌ'' کا لفظ ہے''غلوة'' اتنے فاصلہ کو کہتے ہیں کہ تیر کو کمان سے پھینکا جائے تو جتنے فاصلہ تک وہ تیر جاتا ہے اور اس میں''مسیل'' کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: نالہ۔

۴۹۰ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيْلِ الَّذِيْ فِيْ اَدْنٰى مَرِّ الظَّهْرَانِ ' قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ ' حِيْنَ يَهْبِطُ مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ' يَنْزِلُ فِيْ بَطْنِ ذٰلِكَ الْمَسِيْلِ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ' وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ اِلَّا رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نالہ میں اترتے تھے' جو مدینہ منورہ کی جانب سے مرالظہران کے قریب ہے' جب تم صفراوات سے نیچے اترو تو راستہ کی بائیں جانب اس نالہ کے نشیب میں اترو گے اور تم مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اترنے کی جگہ اور راستہ کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہے جتنے فاصلہ تک پتھر پھینکنے کے بعد جاتا ہے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۲۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

''مرالظهران''اور''صفراوات''کا معنی

اس حدیث میں''مَـرّ الظهـران'' کا لفظ ہے'یہ ایک وادی ہے'اس کے اور بیت اللہ کے درمیان سولہ میل کا فاصلہ ہے اور اس میں''صفراوات'' کا لفظ ہے'اس سے مراد وہ وادیاں اور پہاڑ ہیں'جو''مرالظهران'' کے بعد ہیں۔

۴۹۱ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' كَانَ يَنْزِلُ بِذِيْ طُوًى ' وَيَبِيْتُ حَتّٰى يُصْبِحَ ' يُصَلِّي الصُّبْحَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ ' وَمُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ عَلٰى اَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ ' لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بُنِيَ ثَمَّ وَلٰكِنْ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى اَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذی طویٰ میں اترتے تھے اور وہیں صبح تک رات گزارتے تھے اور مکہ مکرمہ روانہ ہوتے ہوئے صبح کی نماز یہیں پڑھتے تھے اور ذی طویٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ بڑے ٹیلہ پر ہے'یہ وہ مسجد نہیں ہے جو اس سے نیچے بڑے ٹیلہ پر بنائی گئی ہے۔

''ذی طوی''کا معنی

اس حدیث میں''ذی طویٰ'' کا لفظ ہے'جوہری نے کہا: یہ مکہ میں ایک جگہ ہے اور طویٰ شام کی ایک جگہ ہے۔

۴۹۲ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ' الَّذِيْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ ' فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پہاڑ کے دونوں راستوں کی طرف متوجہ ہوئے' جو آپ کے اور کعبہ کی طرف والے طویل پہاڑ

الَّذِیْ بُنِیَ ثَمَّ یَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْاَکَمَةِ ، وَمُصَلَّی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْفَلَ مِنْهُ عَلَی الْاَکَمَةِ السَّوْدَاءِ ، تَدَعُ مِنَ الْاَکَمَةِ عَشَرَةَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَهَا ، ثُمَّ تُصَلِّی مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَیْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَ الْکَعْبَةِ.

کے درمیان ہے پس جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے اسے اس مسجد کے بائیں جانب رکھا جو ٹیلے کے کنارے پر بنی ہوئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے سیاہ ٹیلے پر ہے ٹیلے سے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر تم اس جگہ اس پہاڑ کے دونوں راستوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو جو پہاڑ تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

''فرضتی الجبل'' کا معنی

اس حدیث میں ''فرضتی الجبل'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: پہاڑ پر جانے کے دو راستے۔

ان احادیث میں جو الفاظ کے معانی بیان کیے گئے ہیں وہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۰۔۱۱۸ اور کشف المشکل ج ۱ ص ۳۰۲۔ ۲۹۸ اور تنقیح الزرکشی مع کشف المشکل میں مذکور ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صالحین امت کی نماز کی جگہ سے حصولِ برکت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مکہ کے راستے میں جن جگہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں پر اس لیے نماز پڑھتے تھے کہ ان جگہوں سے برکت حاصل کریں اور ان جگہوں کی فضیلت میں رغبت کرتے تھے اور ہمیشہ سے لوگ صالحین اور اہل فضل کی جگہوں سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کے گھر میں نماز پڑھیں تا کہ وہ اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کے خلاف از شعبہ از سلیمان التیمی از المعرور بن سوید روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے انہوں نے فجر کی نماز پڑھی پھر وہ ایک جگہ آئے پس لوگ بھی وہاں آئے اور کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی ہے حضرت عمر نے کہا: اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہو گئے تھے کہ وہ اپنے انبیاء کے آثار کو تلاش کر کے وہاں گرجے اور ہیکل بنالیتے تھے پس جو شخص نماز کا وقت پائے وہ نماز پڑھ لے ورنہ روانہ ہو جائے۔

حضرت عمر کو صرف یہ خوف تھا کہ لوگ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کو لازم کرلیں گے اور بعد کے لوگ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کو واجب سمجھ لیں گے اور اسی طرح عالم دین کو یہ چاہیے کہ جب وہ یہ دیکھے کہ لوگ نوافل اور مستحبات میں شدید التزام کرتے ہیں پس بعض اوقات تو وہ ان کاموں کو کرے اور بعض اوقات ان کاموں کو ترک کردے تا کہ عالم دین کے فعل سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کام واجب نہیں ہیں۔ اشہب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک سے ان جگہوں میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مسجد قباء کے سوا کسی اور جگہ نماز پڑھنا مجھے پسند نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ امام مالک نے مسجد قباء کا استثناء اس لیے کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں پیدل یا سواری پر جا کر نماز پڑھتے تھے اور ان جگہوں میں آپ نے ایسا نہیں کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے مذکورہ عبارت من وعن نقل کی ہے اور دونوں نے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ:

علامہ بغوی شافعی نے کہا ہے: جن مساجد کے متعلق یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی ہے اگر کوئی شخص وہاں نماز

پڑھنے کی نذر مان لے تو اس نذر کو پورا کرنا اسی طرح واجب ہے' جس طرح مساجد ثلاثہ کی نذر کو پورا کرنا واجب ہے' نیز علامہ قسطلانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان مساجد میں سے اب صرف دو مسجدیں معروف ہیں: مسجد ذوالحلیفہ اور مسجد شرف الروحاء۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۶۷' دار الفکر' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی علامہ ابن بطال کی عبارت مذکورہ کو من وعن نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۸)

علامہ ابن بطال نے حضرت عمر کے اثر کا کوئی حوالہ نہیں دیا کہ یہ اثر حدیث کی کس کتاب میں ہے اور انہوں نے جو سند ذکر کی ہے تو علامہ ابن بطال اور شعبہ کے درمیان بہت وسائط ہیں' اس لیے ان کا نقل کیا ہوا اثر حجت نہیں ہے اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو خود آثار صالحین سے برکت حاصل کرتے تھے اور ان آثار کے قرب میں نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے جیسا کہ ''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّى'' (البقرہ:۱۲۵) سے واضح ہے اور اگر بالفرض یہ روایت ثابت ہو تو اس کے وہی جوابات ہیں' جو علامہ ابن بطال اور ان کی اتباع میں دوسرے شارحین نے دیئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اَبوَابُ سُتْرَةِ الْمُصَلِّىْ

نمازی کے سترہ کے ابواب

۹۰ - بَابُ سُتْرَةِ الْإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهٗ امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا سترہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب امام نماز پڑھا رہا ہو اور اس کے سامنے دیوار یا ایسی کوئی اور چیز نہ ہو تو اس امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے نمازیوں کا بھی سترہ ہے۔

اس باب کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ باب، ابوابِ سابقہ اور اس کے بعد کے پندرہ ابواب سب کا تعلق احکامِ مسجد سے ہے۔

٤٩٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ، وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک گدھے بلکہ گدھی پر سوار ہو کر آیا اور اس وقت میں بالغ ہونے کے قریب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' سامنے دیوار نہیں تھی' پس میں صف کے بعض حصے سے آگے گزرا' پھر میں اترا اور گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا' اور مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۷۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: کم عمر لڑکے کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے' اور اس حدیث کا عنوان ہے: امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا بھی سترہ ہے۔

٤٩٤ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ، اَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عید کے دن باہر نکلتے تو آپ نیزہ لانے کا حکم دیتے' جو آپ کے سامنے گاڑ دیا

فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ، فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الأُمَرَاءُ. جاتا' پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور آپ اس طرح سفر میں کرتے تھے' اسی وجہ سے حکام نیزہ رکھتے ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۴۹۸۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳]

(صحیح مسلم: ۵۰۱' الرقم المسلسل: ۱۰۹۵' سنن ابوداؤد: ۶۸۷' سنن نسائی: ۷۴۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۲' سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۱۴۔ ج ۸ ص ۲۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۷۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق' ابوعلی جیانی نے کہا: اسحاق کے ساتھ کسی نسبت کا ذکر نہیں ہے' علامہ کرمانی نے کہا: بعض نسخوں میں اسحاق بن منصور لکھا ہے' ابونعیم وغیرہ نے بھی اسی پر جزم کیا ہے (۲) عبداللہ بن نمیر' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبیداللہ بن عاصم بن عمر بن الخطاب' ابوعثمان القرشی العدوی المدنی' یہ ۱۴۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) نافع' حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۵)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی وجوہ

بہ ظاہر اس حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے' جو اس پر دلالت کرے کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا سترہ ہے' تاہم علامہ عینی نے اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت کی تین وجوہ بیان کی ہیں:

(۱) مقتدیوں میں سے کسی ایک کے سترہ کو بھی نقل نہیں کیا گیا اور اگر مقتدیوں میں سے کسی ایک کا بھی سترہ ہوتا تو اس کو ضرور نقل کیا جاتا کیونکہ احکام شرعیہ کو نقل کرنے کے اسباب بہت کثرت کے ساتھ میسر تھے' پس اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ کا سترہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا بھی سترہ ہے۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ اس نیزہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ لوگ اس سترہ میں داخل تھے کیونکہ وہ تمام افعال میں امام کے تابع تھے۔

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ لوگ سترہ کے بھی پیچھے تھے' کیونکہ اگر ان کا کوئی الگ سترہ ہوتا تو پھر وہ آپ کے پیچھے نہ ہوتے' بلکہ اس سترہ کے پیچھے ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۵)

سترہ کے متعلق دیگر احادیث اور سترہ کی تحقیق

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی لکڑی کی طرح کی جتنی چیز رکھ لے' پھر نماز پڑھے تو پھر اس کی پرواہ نہ کرے کہ اس کے پیچھے سے کون گزر رہا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۹۹' الرقم المسلسل: ۱۰۹۱' سنن ابوداؤد: ۶۸۵' سنن ترمذی: ۳۳۵' سنن ابن ماجہ: ۹۴۰)

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے تھے اور جانور ہمارے آگے سے گزرتے تھے' پس رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی لکڑی کی طرح کی کوئی چیز ہو تو پھر اس کے آگے کسی کے گزرنے سے اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۵۰۱۔ الرقم المسلسل: ۱۰۹۲' سنن ابوداؤد: ۶۸۵' سنن ترمذی: ۳۳۵' سنن ابن ماجہ: ۹۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے چہرے کے سامنے

کوئی چیز رکھ لے اگر اس کو کوئی چیز نہ ملے تو لاٹھی کو نصب کرے اگر وہ بھی نہ ملے تو ایک لکیر کھینچ دے پھر اگر اس کے سامنے سے کوئی گزرا تو اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

(سنن ابوداؤد:۶۸۹ 'سنن ابن ماجہ: ۹۴۳ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۶۔ ۲۵۵۔ ۲۴۹ 'مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۴ 'مکتب اسلامی بیروت)

علامہ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پالان کے پچھلے حصہ کی مقدار اور جو اس کے قریب ہو یہ سترہ کی لمبائی کی مقدار ہے اور نماز کی سنت ہے اس کی کم از کم مقدار ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) ہے اور اس کی موٹائی نیزہ جتنی ہونی چاہیے یہ امام مالک کے نزدیک ہے ہمارے نزدیک سترہ نماز کے فضائل اور اس کے مستحبات سے ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ سترہ کے پار انسان کی نظر نہ جائے اور سترہ پر جمی رہے اور اس کے خیالات ادھر اُدھر منتشر نہ ہوں کیونکہ جب وہ دوسری چیزوں کو دیکھے گا تو ان کی طرف توجہ ہوگی اور اس کی جو مقدار مقرر کی گئی ہے وہ اس کو منضبط کرنے کے لیے ہے اور یہ مقدار کم از کم ہے اور لکیر کھینچنے کا جو قول ہے وہ باطل ہے ہر چند کہ اس کے متعلق حدیث وارد ہے اور امام احمد بن حنبل نے اس پر عمل کیا ہے لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۱۴ 'دار الوفاء '۱۴۱۹ھ)

امام کا سترہ مقتدیوں کا بھی سترہ ہے اس کے متعلق صریح احادیث اور آثار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا بھی سترہ ہے۔

(المعجم الاوسط: ۴۶۸ 'مکتبۃ المعارف ریاض '۱۴۰۵ھ علامہ الہیثمی نے کہا: اس کی سند کا ایک راوی سوید بن عبد العزیز ضعیف ہے 'مجمع الزوائد ج ۲ ص ۶۲)

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نیزہ لے کر نکلے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ریتلی زمین میں گاڑ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نیزہ کی طرف ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اس کے پار سے کتا گدھا اور عورت گزر رہی تھی۔ (سنن ترمذی: ۱۹۷ 'مصنف عبد الرزاق: ۲۳۱۷ ۔ ج ۲ ص ۹ 'دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۲۱ھ 'مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۸)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفوں میں تھا پس حضرت عمر نے نماز پڑھائی اور نیزہ ان کے سامنے تھا اور مسافر عورتیں ان کے سامنے سے گزر رہی تھیں اور اس سے ان کی نماز منقطع نہیں ہوئی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۱۸)

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ اسود نے کہا کہ بسا اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نیزہ گاڑ دیتے اور اس کی طرف نماز پڑھتے اور مسافر عورتیں ان کے سامنے سے گزر رہی ہوتیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۱۹)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا بھی سترہ ہے امام عبد الرزاق نے کہا: میں اسی پر عمل کرتا ہوں اور یہی وہ چیز ہے جس پر تمام لوگوں کا عمل ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۲۰)

سُترہ کے فوائد اور سُترہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۹۴ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عید کے دن باہر نکلتے تو آپ نیزہ لانے کا حکم دیتے جو آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور آپ اسی طرح سفر میں کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے اور احتیاط کی بناء پر اپنے ساتھ نیزہ رکھنا چاہیے اور اس میں خدام کو ساتھ رکھنے اور ان سے خدمت لینے کا جواز ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے نمازیوں کا بھی سترہ ہے علامہ ابن بطال نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے انہوں نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ سترہ سنت اور مستحب

ہے علامہ ابہری نے کہا: مقتدی کا سترہ اس کے امام کا سترہ ہے لہٰذا اس کے آگے کسی کے گزرنے سے اسے ضرر نہیں ہوگا' کیونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ساتھ متعلق ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جہاں انسان لوگوں کے گزرنے سے مامون نہ ہو وہاں پر سترہ رکھنا مشروع اور جائز ہے' اور جہاں یہ اطمینان ہو کہ وہاں سامنے سے لوگ نہیں گزریں گے' وہاں سترہ کے متعلق امام مالک کے دو قول ہیں اور امام شافعی کے نزدیک احادیث کے عموم کی وجہ سے سترہ مطلقاً مشروع ہے اور اس لیے بھی کہ سترہ سے نظر کی حفاظت ہوتی ہے۔

اگر انسان کھلی فضاء میں ہو تو آیا بغیر سترہ کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ابن القاسم مالکی نے حضرت ابن عباس کی حدیث کی وجہ سے اس کی اجازت دی ہے اور ابن ماجشون مالکی نے کہا ہے کہ سترہ پھر بھی ضروری ہے۔

عروہ' عطاء' سالم' قاسم' شعبی اور حسن بصری نے کہا ہے کہ لوگ کھلے میدان میں بغیر سترہ کے نماز پڑھتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۵)

سترہ کی مقدار اور کن چیزوں کو سترہ بنانا جائز ہے اور کن چیزوں کو سترہ بنانا ممنوع ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام محمد نے کہا: جو شخص کھلے میدان میں نماز پڑھتا ہے' اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ اس کے سامنے لاٹھی کی طرح کی کوئی چیز ہو' اگر کوئی چیز نہ ملے تو وہ درخت وغیرہ کو سترہ بنالے۔

اگر تم یہ کہو کہ سترہ کے لیے جس نیزہ کا ذکر کیا گیا ہے' اس کی طول میں کتنی حد ہے؟ تو میں کہوں گا کہ ہمارے اصحاب نے اس کی حد ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) یا اس سے زیادہ مقرر کی ہے اور اس میں انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی مثل رکھ لو' پھر تمہارے سامنے سے کسی کے گزرنے سے تمہیں ضرر نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۵۰۱- الرقم المسلسل: ۱۰۹۲)

شیخ الاسلام نے اپنی مبسوط میں حضرت ابو جحیفہ کی حدیث (۴۹۵) ذکر کر کے یہ بیان کیا کہ نیزہ ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) لمبا اور ایک انگلی جتنا موٹا ہونا چاہیے' اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ سترہ کے لیے تیر کافی ہے اور الذخیرہ میں مذکور ہے کہ تیر کا طول ایک ذراع ہے اور اس کا عرض ایک انگلی جتنا ہے' اگر سترہ کا طول ایک ذراع سے کم ہو تو اس میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے' شیخ الاسلام نے کہا: اگر ترکش کو سامنے رکھا جائے اور وہ ایک ذراع بلند ہو تو وہ بلا اختلاف سترہ ہے اور اگر اس سے کم ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

غریب الروایۃ میں مذکور ہے: بڑا دریا اور راستہ سترہ نہیں ہے' مالکیہ نے کہا ہے: اونچی ٹوپی اور تکیہ کو سترہ بنانا جائز ہے اور چابک کو سترہ بنانا جائز نہیں ہے' آدمی کی پیٹھ کو سترہ بنانا جائز ہے اور چہرہ کو سترہ بنانا ممنوع ہے اور کروٹ میں اختلاف ہے' عورت کو سترہ بنانا ممنوع ہے اور محارم میں اختلاف ہے' سوئے ہوئے کو' مجنون کو اور کافر کو سترہ نہ بنایا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۱۷- ج ۱ ص ۱۳۱۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان حسب ذیل ہے:
سترہ کی تعریف اور اس کا حکم۔

۴۹۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عون

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ بِالْبُطْحَاءِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ، اَلظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ.

بن ابی جحیفہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کھلے میدان میں نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا' ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت' اور آپ کے سامنے سے عورت اور گدھا گزر رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے' دیگر ضروری فوائد ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان صحراء میں ہو تو اس کو اپنے سامنے سترہ رکھنا چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نمازی کے سامنے سے عورت اور گدھا گزر جائے تو اس سے اس کی نماز منقطع نہیں ہوتی' یہ جمہور علماء کا قول ہے اور حضرت انس' مکحول' ابوالاحوص' حسن بصری اور عکرمہ سے اس کے خلاف منقول ہے۔

عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز کے منقطع ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت اور کتے اور گدھے کا (سامنے سے گزرنا) نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۹۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۸۳۔ ج ۱۳ ص ۳۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۲۳۵۱' المعجم الکبیر: ۳۱۶۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۵' کامل ابن عدی ج ۲ ص ۵۷۶۔ ج ۵ ص ۲۰۲۱۔ ج ۷ ص ۲۵۹۱۔ ج ۶ ص ۲۴۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شعبہ نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: حائض عورت اور کتا نماز کو قطع کر دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۰۳' سنن نسائی: ۷۵۰' سنن ابن ماجہ: ۹۴۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۷' صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۲' صحیح ابن حبان: ۲۳۸۷' المعجم الکبیر: ۱۲۸۲۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۴' مصنف عبد الرزاق: ۲۳۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۲۴۱۔ ج ۵ ص ۲۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پالان کی آخری لکڑی کی مثل کو سترہ بنالے اور اگر اس کے سامنے پالان کی آخری لکڑی کی مثل کوئی چیز نہیں ہوگی تو اس کی نماز کو گدھا' عورت اور سیاہ کتا قطع کر دے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۶۵' الرقم المسلسل: ۱۱۱۷' سنن ابوداؤد: ۷۰۲' سنن ترمذی: ۳۳۸' سنن ابن ماجہ: ۹۵۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۵۳' سنن داری: ۱۴۱۴' صحیح ابن حبان: ۲۳۸۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۴' صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۱۔ ۸۳۰' المعجم الصغیر: ۵۰۵۔ ۱۹۵' المعجم الاوسط: ۸۲۹۵۔ ۳۳۴۹' المعجم الکبیر: ۱۶۳۶۔ ۱۶۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۳۲۳۔ ج ۳۵ ص ۲۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ان احادیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے عورت اور کتے اور گدھے کا گزرنا نماز کو قطع کر دیتا ہے۔

عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز منقطع نہ ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز منقطع نہیں کرتی' نماز کے آگے سے گزرنے والے کو جتنا تم دفع کر سکتے ہو دفع کرو' وہ صرف شیطان ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۱۹' مشکوٰۃ: ۷۸۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کتے' گدھے اور عورت کا نمازی کے سامنے سے گزرنا' اس کی نماز کو قطع کر دیتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے مشابہ کر دیا ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے ضرور دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تخت پر لیٹی ہوئی تھی' مجھے کوئی کام ہوتا تو میں آپ

کے سامنے بیٹھنے کو ناپسند کرتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذاء دوں تو میں آپ کے پیروں کی طرف سے چپکے سے نکل جاتی۔

(صحیح البخاری: ۵۱۴ صحیح مسلم: ۵۱۲ الرقم المسلسل: ۱۱۲۳ سنن ابوداؤد: ۷۱۳-۷۱۲-۷۱۱ سنن نسائی: ۱۶۸-۱۶۷-۱۶۶)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے حضرت عائشہ تھیں اور آپ نماز پڑھتے رہے' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے سامنے ہونے سے مرد کی نماز منقطع نہیں ہوتی' اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اور میں اس وقت بلوغت کے قریب تھا' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' میں بعض صف کے آگے سے گزرا' پھر میں اترا اور گدھی کو میں نے چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا اور کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۴۹۳' صحیح مسلم: ۵۰۴' سنن ترمذی: ۳۳۷' سنن نسائی: ۷۵۱' سنن ابن ماجہ: ۹۴۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۹)

ان مختلف احادیث میں وجہ تطبیق

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور جن اول الذکر احادیث میں یہ بیان ہے کہ عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا تو وہ احادیث ثانی الذکر احادیث سے منسوخ ہیں اور جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے اور یا پھر اوّل الذکر احادیث کی یہ تاویل ہے کہ جب نمازی کے سامنے سے عورت' کتا یا گدھا گزرے گا تو نمازی کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوگی اور نماز میں اس کا جو خشوع اور خضوع تھا' وہ منقطع ہو جائے گا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے ان مختلف احادیث میں اسی طرح تطبیق دی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱)

۹۱ - بَابُ قَدْرِ كَمْ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ الْمُصَلِّيْ وَالسُّتْرَةِ

نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار فاصلہ ہونا چاہیے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

۴۹۶ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ. [طرف الحدیث: ۷۳۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے خبر دی از والد خود' از حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جا نماز اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کی جگہ تھی۔

(صحیح مسلم: ۵۰۸' الرقم المسلسل: ۱۰۲۱' سنن ابوداؤد: ۶۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۳۵-۱۴۳۴-۸۰۴' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۲۸' مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن زرارہ ابو محمد نیشاپوری' یہ ۲۸۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد العزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد حازم

(۴) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۹)

نمازی اور سترہ کے درمیان کی مقدار میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان یہ کم سے کم فاصلہ ہے۔ عطاء امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ اس کی کم از کم مقدار تین ذراع (ساڑھے چار فٹ) ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی اور آپ کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا' اور امام مالک نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی' ابواسحاق السبیعی نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے اور اپنے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے' اور سہل بن ابی حثمہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترہ کے قریب ہو تاکہ اس کی نماز کو شیطان قطع نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسی عبارت کو معمولی تغیر سے بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۱۰' فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۳)

۴۹۷- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ اَبِي عُبَيْدٍ' عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوْزُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: مسجد کی دیوار منبر کے پاس تھی' اس سے بکری بہ مشکل گزر سکتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۵۰۹' الرقم المسلسل: ۱۱۱۵' سنن ابوداؤد: ۱۰۸۲' سنن ابن ماجہ: ۱۴۳۰' المعجم الکبیر: ۶۲۹۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۲' مسند احمد ج ۴ ص ۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۵۴۲۔ ج ۲۷ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یہ حدیث ثلاثی ہے' اس میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں' اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر کے پہلو میں کھڑے ہوتے تھے کیونکہ اس وقت آپ کی مسجد میں محراب نہیں تھا' پس آپ کے اور دیوارِ قبلہ کے درمیان اتنی مسافت تھی جتنی مسافت منبر اور دیوارِ قبلہ کے درمیان تھی' پس گویا کہ حضرت سلمہ نے کہا: نمازی اور سترہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہیے جتنا فاصلہ آپ کے منبر اور دیوارِ قبلہ کے درمیان تھا۔

۹۲- بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْحَرْبَةِ — چھوٹے نیزہ کی طرف نماز پڑھنا

اس عنوان میں "حربة" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھوٹا نیزہ۔

۴۹۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرْكَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ' فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چھوٹا نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا' پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۷۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۹۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْعَنَزَةِ — نیزہ کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اور قبلہ کے درمیان جو نیزہ گاڑا ہوا ہے' اس نیزہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

۴۹۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ ' فَاُتِیَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ ' فَصَلّٰى بِنَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ ' وَبَیْنَ یَدَیْهِ عَنَزَةٌ ' وَالْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ یَمُرُّوْنَ مِنْ وَّرَائِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عون بن ابی جحیفہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت ہماری طرف نکلے' پس آپ کے وضوء کا پانی لایا گیا' پھر آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا اور عورت اور گدھا اس نیزہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۵۰۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِیْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَاذَانُ ' عَنْ شُعْبَةَ ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ مَیْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ ' تَبِعْتُهُ اَنَا وَغُلَامٌ ' وَمَعَنَا عُكَّازَةٌ ' اَوْ عَصًا ' اَوْ عَنَزَةٌ ' وَمَعَنَا اِدَاوَةٌ ' فَاِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهٖ نَاوَلْنَاهُ الْاِدَاوَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن حاتم بن بزیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی از شعبہ از عطاء ابن ابی میمونہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے جاتے تو میں اور ایک اور لڑکا آپ کے پیچھے جاتے اور ہمارے ساتھ ڈنڈا یا لاٹھی یا نیزہ ہوتا' اور ہمارے ساتھ چمڑے کا برتن ہوتا' جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ کو وہ چمڑے کا برتن دیتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: پانی کے ساتھ استنجاء کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: نیزہ کی طرف نماز پڑھنا' اور اس حدیث میں نیزہ کا بھی ذکر ہے اور پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا بھی ذکر ہے۔

۹۴ - بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَیْرِهَا — مکہ وغیرھا میں سترہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو روکنے کے لیے سترہ قائم کرنا مستحب ہے خواہ وہ سترہ مکہ میں ہو یا غیر مکہ میں اور مکہ کی قید اس لیے لگائی ہے تاکہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ سترہ قبلہ ہے اور مکہ میں کعبہ کے سوا اور کسی کو قبلہ نہیں بنانا چاہیے اور ہر وہ شخص جو کسی کھلی اور وسیع جگہ میں نماز پڑھے' اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ سترہ کی طرف نماز پڑھے خواہ وہ مکہ میں نماز پڑھے یا کسی اور جگہ نماز پڑھے' ہاں! اگر وہ مکہ مکرمہ کی ایسی مسجد میں نماز پڑھے جو مکہ کے قریب ہو اور وہاں کسی کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنا ممکن نہ ہو تو پھر اس کو سترہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مکہ کا قبلہ اس کا سترہ ہے اور اگر اس نے مسجد کے مؤخر حصے میں اس طرح نماز پڑھی کہ اس کے آگے سے گزرنا ممکن تھا یا مکہ مکرمہ کی باقی جگہوں میں بغیر کسی دیوار یا درخت یا اس جیسی کسی چیز کے نماز پڑھی تو پھر اس کو اپنے آگے سترہ رکھنا چاہیے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے علاوہ دیگر مقامات پر کھلی جگہ میں نیزہ کی طرف

نماز پڑھی۔

۵۰۱- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ اَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ، فَصَلَّى بِالْبَطْحَاءِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةً وَتَوَضَّاَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم از حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت نکلے' پھر آپ نے بجری والی ریتلی زمین (مدینہ کی وادی) میں ظہر اور عصر کی دو دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے سامنے نیزہ گاڑ دیا اور وضوء کیا' پھر لوگ آپ کے وضوء کے پانی کو اپنے جسم پر لگا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: لوگوں کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مکہ وغیرہ میں سترہ' اور اس حدیث میں دونوں باتوں کا ذکر ہے۔

۹۵- بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْاُسْطُوَانَةِ — ستون کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ستون کی طرف نماز پڑھنا مستحب ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ اَلْمُصَلُّوْنَ اَحَقُّ بِالسَّوَارِيْ مِنَ الْمُتَحَدِّثِيْنَ اِلَيْهَا.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ستونوں کی طرف باتیں کرنے والوں کی بہ نسبت نماز پڑھنے والے زیادہ مستحق ہیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ادریس الصنعانی ایک شخص سے روایت کرتے ہیں' جس کو ہمدان کہا جاتا تھا' وہ اہل یمن کی ڈاک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا تھا' وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ستونوں کی طرف باتیں کرنے والوں کی بہ نسبت نماز پڑھنے والے زیادہ مستحق ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

نمازیوں کے زیادہ مستحق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ باتیں کرنے والے ستونوں کی طرف ٹیک لگانے کے محتاج ہوتے ہیں اور نماز پڑھنے والے ستون کو سترہ بنانے کے محتاج ہوتے ہیں' سو دونوں ستونوں کی طرف احتیاج میں مشترک ہیں لیکن نمازی چونکہ عبادت کرنے والے ہیں' اس لیے وہ ستونوں کے زیادہ مستحق ہیں۔

وَرَاٰى عُمَرُ رَجُلًا يُصَلِّيْ بَيْنَ اُسْطُوَانَتَيْنِ، فَاَدْنَاهُ اِلٰى سَارِيَةٍ، فَقَالَ صَلِّ اِلَيْهَا.

اور حضرت عمر نے ایک شخص کو دیکھا' وہ دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھ رہا تھا' انہوں نے اس کو ایک ستون کی طرف قریب کر کے کہا: اس کی طرف نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

معاویہ بن قرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا' میں دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے میری پیٹھ کو پکڑ کر مجھے سترہ کے قریب کر دیا اور فرمایا: اس کی طرف نماز پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۰۱۔ ج ۲ ص ۱۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

۵۰۲- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے

بْنُ اَبِیْ عُبَیْدٍ قَالَ كُنْتُ اٰتِیْ مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ فَیُصَلِّیْ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ الَّتِیْ عِنْدَ الْمُصْحَفِ، فَقُلْتُ یَا اَبَا مُسْلِمٍ، اَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةِ؟ قَالَ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا.

(صحیح مسلم:٥٠٩، الرقم المسلسل:١١١٥، سنن ابن ماجہ:١٤٣٠، جامع المسانید لابن الجوزی:٢٢٥٥، مکتبۃ الرشد ریاض،١٤٢٦ھ)

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' وہ المصحف کے پاس ایک ستون کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے' پس میں نے کہا: اے ابومسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس ستون کو تلاش کر کے اس کے پاس نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قصد کر کے اس ستون کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

یہ حدیث ثلاثی ہے' اس میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

المصحف کے ستون کا معنی

اس حدیث میں ''المصحف'' کا ذکر ہے' علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں مصحف کی ایک خاص جگہ تھی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے اس جگہ وہ مصحف رکھا ہوا تھا' صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ صندوق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے گویا کہ وہ مصحف (قرآن مجید) اس صندوق میں رکھا جاتا تھا اور جس ستون کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' وہ ''اسطوانۃ المھاجرین'' کے نام سے مشہور تھا۔ آپ اس ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور اس ستون کو پہلو میں نہیں رکھتے تھے' تاکہ صفوں میں خلل نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ٤ ص ٤١٥)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٠٣٨۔ ج ٧ ص ١٣٢٠ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥٠٣ - حَدَّثَنَا قَبِیْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِیَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ. وَزَادَ شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ اَنَسٍ حَتّٰى یَخْرُجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ٦٢٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن عامر از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے بڑے اصحاب کو دیکھا' وہ مغرب کے وقت ستونوں کی طرف سبقت کرتے تھے۔ شعبہ نے از عمرو از حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ اضافہ کیا: حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرے سے نکل آتے۔

(سنن نسائی:٦٨١، صحیح ابن خزیمہ:١٢٨٨، صحیح ابن حبان:١٥٨٩، سنن دارمی:١٤٤١، مصنف عبد الرزاق:٣٩٨٦، سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٧٦، مسند احمد ج ٣ ص ٢٨٠، مسند احمد: ١٣٩٨٣۔ ج ٢١ ص ٤٠١، مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) قبیصہ بن عقبہ الکوفی (٢) سفیان ثوری (٣) عمرو بن عامر الکوفی الانصاری' یہ عمرو بن عامر البصری نہیں ہیں کیونکہ وہ سلمی ہیں (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٤ ص ٤١٥)

ستون کو سترہ بنانے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحراء میں نیزہ گاڑ کر اس کو سترہ بناتے تھے تو مسجد کا ستون نیزہ کی بہ نسبت سترہ بنانے کے زیادہ لائق تھا کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ سترہ کی مقدار پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہونی چاہیے تو اس سے معلوم ہوا کہ پالان کی پچھلی لکڑی اور نیزہ کی بہ نسبت مسجد کا ستون سترہ بنانے کے زیادہ لائق ہے اور امام کو چاہیے کہ وہ ستون کو اپنے سامنے رکھے اور اس کے پہلو میں نہ کھڑا ہو تاکہ صفوں میں خلل نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۸۲۔۱۸۱)

٩٦ - بَابُ الصَّلٰوةِ بَيْنَ السَّوَارِىْ فِىْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ

بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب انسان اکیلا ہو تو وہ مسجد کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' البتہ ستونوں کے درمیان جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے' کیونکہ اس سے صف منقطع ہوتی ہے۔

٥٠٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ، وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، وَبِلَالٌ، فَاَطَالَ، ثُمَّ خَرَجَ، كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلٰى اَثَرِهِ، فَسَاَلْتُ بِلَالًا اَيْنَ صَلّٰى؟ قَالَ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے' پس بہت دیر اندر رہے' پھر باہر نکلے تو سب سے پہلے میں ان کے پیچھے داخل ہوا' پھر میں نے حضرت بلال سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے بتایا: سامنے کے دو ستونوں کے درمیان۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: اہل مدینہ' اہل شام کا قبلہ' اور یہاں اس کا عنوان ہے: بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا' اور اس حدیث میں ان دونوں عنوانوں کا ذکر ہے۔

٥٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ، وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَبِلَالٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ، فَاَغْلَقَهَا عَلَيْهِ، وَمَكَثَ فِيْهَا، فَسَاَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ جَعَلَ عَمُوْدًا عَنْ يَّسَارِهِ، وَعَمُوْدًا عَنْ يَّمِيْنِهِ، وَثَلَاثَةَ اَعْمِدَةٍ وَرَاءَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ، ثُمَّ صَلّٰى. وَقَالَ لَنَا اِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ، وَقَالَ عَمُوْدَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ الحجبی کعبہ کے اندر داخل ہوئے' پھر اس کا دروازہ بند کر دیا اور اس میں کچھ دیر ٹھہرے' پھر جب وہ کعبہ سے باہر نکلے تو میں نے حضرت بلال سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں کیا کیا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ نے ایک ستون کو بائیں جانب رکھا اور ایک ستون کو دائیں جانب رکھا اور تین ستونوں کو اپنے پیچھے اور بیت اللہ ان دنوں چھ ستونوں پر تھا' پھر

عَنْ يَمِينِهِ.

آپ نے نماز پڑھی اور ہم سے اسماعیل نے بیان کیا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی اور کہا: دو ستون آپ کے دائیں جانب تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

٩٧ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی ترجمہ یا عنوان قائم نہیں کیا' اور اس کتاب میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ وہ جس باب کا عنوان قائم نہیں کرتے' وہ ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے۔

٥٠٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ' مَشَى قِبَلَ وَجْهِهِ حِيْنَ يَدْخُلُ، وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهِ، فَمَشَى حَتَّى يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ صَلَّى، يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِيْ أَخْبَرَهُ بِهِ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيْهِ، قَالَ وَلَيْسَ عَلَى أَحَدِنَا بَأْسٌ، إِنْ صَلَّى فِيْ أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ میں داخل ہوئے تو دخول کے وقت وہ اپنے منہ کی طرف چلے اور دروازہ کو اپنی پشت کے پیچھے رکھا' پھر چلے حتیٰ کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو ان کے منہ کی طرف تھی تقریباً تین ذراع (ساڑھے چار فٹ) کا فاصلہ تھا' (پھر) انہوں نے نماز پڑھی اور اس جگہ کا قصد کیا' جس جگہ کے متعلق ان کو حضرت بلال نے یہ خبر دی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی ہے' اور کہا: ہم میں سے جو شخص بیت اللہ کی کسی جانب نماز پڑھے' اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۹۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

٩٨ - بَابُ الصَّلٰوةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْبَعِيْرِ وَالشَّجَرِ وَالرَّحْلِ

سواری' اونٹ' درخت اور پالان کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مذکورہ اشیاء کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

٥٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهُ فَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا، قُلْتُ أَفَرَأَيْتَ إِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ؟ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهُ، فَيُصَلِّيْ إِلَى أٰخِرَتِهِ، أَوْ قَالَ مُؤَخَّرِهِ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی البصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو عرض میں کر لیتے' پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے' میں نے کہا: یہ بتائیں کہ جب سواریاں اچھلتیں (تو آپ کیا کرتے تھے)؟ انہوں نے کہا: پھر آپ اس پالان یا کجاوے کو پکڑ لیتے' اس کو برابر رکھتے اور اس کی آخری لکڑی کو کھڑا کر کے اس کی طرف نماز پڑھتے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا' اس حدیث میں سواری اور پالان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے' درخت اور اونٹ کی طرف نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' اونٹ کا ذکر تو سواری کے ذکر میں آ گیا ہے اور درخت کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام نسائی سند حسن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک میں نے جنگ بدر کے دن دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ہم میں سے ہر شخص سویا ہوا تھا اور آپ ایک درخت کی طرف نماز پڑھ رہے تھے' حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى السَّرِيْرِ

تخت یا چارپائی پر نماز پڑھنا

۵۰۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ؟ لَقَدْ رَاَيْتُنِىْ مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيْرِ، فَيَجِىءُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيْرَ فَيُصَلِّىْ، فَاَكْرَهُ اَنْ اُسَنِّحَهُ، فَاَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَىِ السَّرِيْرِ، حَتّٰى اَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِىْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے؟ میں نے خود کو دیکھا کہ میں تخت پر لیٹی ہوئی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے' آپ نے تخت کو وسط میں کر لیا' پھر آپ نماز پڑھ رہے تھے' میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں نماز میں آپ کے سامنے رہوں' پس میں تخت کے پیروں کی جانب سے آہستہ سے نکل کر اپنے لحاف سے باہر نکل آتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں۔

علماء غیر مقلدین کا نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال کو اپنے گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر قرار دینا

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جملہ اس موقع پر کہا تھا' جب بعض لوگوں نے یہ حدیث بیان کی: نمازی کے سامنے سے کتا' گدھا اور عورت گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے' حضرت عائشہ کو ان کی یہ حدیث اس لیے ناگوار گزری کہ اس ایک جملہ میں عورت کو کتے اور گدھے کے ساتھ ذکر کیا ہے اور چونکہ حضرت ام المومنین بھی عورت ہیں' اس لیے آپ نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے' جب حضرت عائشہ کو اس سے ایذاء پہنچی کہ آپ کا ذکر کتے اور گدھے کے ساتھ کیا گیا تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر گدھے اور بیل کے ساتھ کیا جائے تو اس سے آپ کو کتنی ایذاء پہنچے گی۔

غیر مقلدین کے مشہور عالم شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں:

زنا کے خیال سے (نماز میں) اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں' کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا' اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں استغراق سے کہیں زیادہ برا ہے۔

(صراط مستقیم ص ۸۶' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی صرف یہی وجہ نہیں ہے کہ گدھے اور بیل کے تصور کے ساتھ آپ کی طرف توجہ

لگا دینے کا ذکر ہے بلکہ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کو گدھے اور بیل کے تصور میں استغراق سے زیادہ بُرا قرار دیا گیا ہے' سوچیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عبارت سے کس قدر ایذاء پہنچی ہوگی! قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. (الاحزاب: ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں' اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے۔

عبارت مذکورہ کی توجیہ کا ردّ

اس عبارت کی توجیہ میں شیخ اسماعیل دہلوی نے یہ لکھا ہے کہ:

بیل اور گدھے کا خیال دل میں اس قدر تعظیم کے ساتھ نہیں آتا' جس قدر تعظیم اور اجلال کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور آئے گا اور نماز میں غیر اللہ کا تعظیم کے ساتھ تصور شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ (صراطِ مستقیم ص ۸۶' مکتبہ سلفیہ لاہور)

یہ توجیہ قطعاً باطل اور مردود ہے کیونکہ نماز میں غیر اللہ کی تعظیم مطلقاً شرک نہیں ہے بلکہ تعظیم بہ طریقہ عبادت شرک ہے اور نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم معمول اور مشروع ہے۔ دیکھئے: سلام تعظیم کے لیے کیا جاتا ہے اور نماز کے تشہد میں ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته'' پڑھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالفعل تعظیم کی ہے' حدیث میں ہے:

عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے متعلق احادیث

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو عمرو بن عوف کی آپس میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے' نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں اقامت کہوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں' پھر حضرت ابوبکر نماز پڑھانے لگے' (اسی اثناء میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں پہنچ گئے' پس لوگوں نے تالیاں بجائیں' اور حضرت ابوبکر نماز میں ادھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' پھر جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر نے توجہ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ قائم رہو' پھر حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا ہے' پھر حضرت ابوبکر پیچھے صف کے برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی' نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں (نماز پڑھانے سے) کس چیز نے روکا جب میں نے تمہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم لوگوں کو نماز میں اتنی زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے کیوں دیکھا' جس شخص کو نماز میں کوئی تشویش ناک بات پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے' کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا' تالیاں بجا کر امام کو متوجہ کرنا صرف خواتین کے لیے مشروع ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۳۴۔۱۲۱۸۔۶۸۴' صحیح مسلم: ۴۲۱' الرقم المسلسل: ۹۳۴' سنن ابوداؤد: ۹۴۰' سنن نسائی: ۷۸۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۵' صحیح ابن حبان: ۲۲۶۰' المعجم الکبیر: ۵۷۷۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۶۔۲۴۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۲۳' شرح السنۃ: ۷۴۹' مسند الامام الطحاوی: ۲۶۷۱' مکتبۃ الحرمین' دبئی' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۵۲۔ ج ۳۷ ص ۵۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳۱۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے دوران آ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت چھوڑ کر پیچھے

صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے استفسار پر اپنے پیچھے ہٹنے کی یہ وجہ بیان کی: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے تو یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت ابوبکر کا نماز میں پیچھے ہٹنا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے لیے تھا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ تعظیم نماز میں کی تھی' اسی طرح تمام صحابہ' رسول اللہ ﷺ کے آنے پر جو تالیاں بجا رہے تھے' وہ بھی اس لیے کہ حضرت ابوبکر تالیوں کی آواز سن کر توجہ کریں اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر امامت چھوڑ کر پیچھے آ جائیں اور ان تمام صحابہ نے نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی تھی۔

اس کے بعد دوسری بار بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکر کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' سو حضرت ابوبکر ان کو نماز پڑھاتے تھے' عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں تخفیف محسوس کی' آپ حجرے سے باہر آئے تو حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہو گئے' آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ تم اسی طرح نماز پڑھاتے رہو' پھر رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے' پس حضرت ابوبکر' رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۳' صحیح مسلم: ۴۱۸' الرقم المسلسل: ۹۱۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۳' موطأ امام مالک۔ کتاب صلوٰۃ الجماعۃ: ۱۸' تنویر الحوالک ص ۱۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۲۷۔ ۲۲۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷۔ ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۳۵۵۔ ج ۵ ص ۳۵۸۔ ۳۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے' رسول اللہ ﷺ نے اشارہ بھی کیا کہ نماز پڑھاتے رہو' لیکن رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہو گئے اور یہ عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی' آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا' آپ نے مجھے اپنے آگے کیا' جب رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پھر پیچھے ہو گیا' رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی' پھر نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا: یہ کیا بات ہے؟ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم پیچھے ہٹ جاتے تھے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ آپ کے آگے نماز پڑھے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں' جس نے آپ کو (بلند رتبہ) عطا کیا ہے' رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر خوش ہوئے' پھر آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور میرے فہم کو زیادہ کرے۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ' حضرت ابن عباس کو بائیں جانب سے دائیں جانب کرنے کے لیے انہیں اپنے آگے سے دائیں جانب لا رہے تھے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۰۶۰۔ ج ۵ ص ۱۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ شیخین کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ۳۰۶۰)

اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کر کے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب سے خوش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعا دی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' میں (آپ کے ساتھ) مسلسل کھڑا رہا' حتیٰ کہ میں نے ایک بُرے کام کا ارادہ کیا' ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیام میں چھوڑ دوں۔ (صحیح البخاری:۱۱۳۵' صحیح مسلم:۷۷۳' سنن ابن ماجہ:۱۴۱۸' صحیح ابن خزیمہ:۱۱۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۰ طبع قدیم' مسند احمد:۴۱۹۹۔ ج ۷ ص ۲۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے' پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کو بُرا کام کیوں جانا' صرف اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تھے' اور آپ کھڑے ہوں اور حضرت ابن مسعود بیٹھ جائیں' اس کو انہوں نے آپ کی تعظیم کے خلاف جانا' اس کے بعد حضرت ابن مسعود نے جتنی دیر نماز میں قیام کیا' وہ قیام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے تھا۔

جب نمازی حضور ذہن اور غور وفکر کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور نہ کرے

شیخ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور اپنے گدھے اور بیل کے تصور سے زیادہ بُرا ہے' میں پوچھتا ہوں کہ جب نمازی نماز میں ''یا ایھا النبی' یا ایھا الرسول' یا ایھا المزمل' یا ایھا المدثر'' اور ''محمد رسول اللّٰہ'' پر مشتمل آیات پڑھے گا تو کیا ذہن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور نہیں آئے گا اور جب ''السلام علیك ایھا النبی'' پڑھے گا تو آپ کا تصور نہیں آئے گا اور جب ''اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد'' اور ''اللّٰھم بارك علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد'' پڑھے گا تو آپ کا تصور نہیں آئے گا' نماز میں شروع سے آخر تک آپ کا ذکر آتا ہے۔ شیخ اسماعیل دہلوی نمازی کو کہاں کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصور سے روکیں گے' جب بھی نمازی نماز میں پڑھے جانے والے الفاظ پر غور وفکر کرتے ہوئے نماز پڑھے گا اور حضور ذہن کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرے اور اس کے ذہن میں آپ کا تصور نہ آئے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے کہا ہے کہ جب نمازی نماز میں ''السلام علیك ایھا النبی'' کہے تو ذہن میں آپ کے شخص کریم کو حاضر کر کے کہے: ''السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ''۔

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ نے کہا ہے کہ نماز کا موضوع اصالۃً اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے مناجات ہے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام احکامِ شرعیہ میں ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ عظمیٰ ہیں تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھنا نہ بھولیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی جدا نہیں ہوتے (الیٰ قولہ) اور نماز میں تشہد اس لیے مشروع کیا گیا ہے کہ جو نمازی غفلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھے ہوئے ہیں' ان کو اس پر متنبہ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس دربار میں تشریف فرما ہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی جدا نہیں ہوتے' اس لیے نمازی آپ کو نماز میں بالمشافہ خطاب کر کے آپ کو سلام پیش کرے۔

(المیزان الکبریٰ الشعرانیہ ج ۱ ص ۱۹۸۔۱۹۷ ملتقطاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جب نمازی غور وفکر اور استحضار ذہن کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نماز میں شروع سے آخر تک کسی نہ کسی رکن میں آپ کا تصور ضرور کرے گا اور ظاہر ہے کہ وہ تعظیم اور تکریم کے ساتھ آپ کا تصور کرے گا' شیخ اسماعیل دہلوی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بغض کی وجہ سے نماز میں آپ کے تصور کو اپنے گدھے اور بیل کے تصور سے برا کہہ کر اور آپ کے تصور سے منع کر کے کہیں' یہ تلقین تو نہیں کر رہے کہ نمازی غفلت کے ساتھ بغیر غور وفکر کے اور بغیر حضور ذہن کے نماز پڑھے۔ (نعوذ باللہ من ذالك)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٠٤٦-١٠٤٦ ج ١ ص ١٣٣٠ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں صراط مستقیم کی توہین آمیز عبارت کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس پر بحث نہیں کی گئی۔ اس عبارت پر جتنی مفصل بحث کی گئی ہے اور نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم پر دلائل دیئے گئے ہیں' وہ صرف نعمۃ الباری کی خصوصیت ہے۔ وللہ الحمد.

١٠٠ - بَابُ يَرُدُّ الْمُصَلِّىٰ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ

نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دھکا دے کر دور بھگائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دور کرے' رہا یہ کہ وہ کس جگہ سے گزرنے والے کو دور کرے اور یہ دور کرنا آیا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے؟ اس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ الْمَارَّ بَيْنَ يَدَيْهِ فِي التَّشَهُّدِ ' وَفِي الْكَعْبَةِ ' وَقَالَ اِنْ اَبٰى اِلَّا اَنْ تُقَاتِلَهُ فَقَاتِلْهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ میں اپنی نماز کے تشہد میں سامنے سے گزرنے والے کو دور کیا اور فرمایا: اگر گزرنے والا بغیر لڑائی کے باز نہ آئے تو اس سے لڑو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص نماز میں تمہارے سامنے سے گزرے' اس کو مت چھوڑو' اگر وہ لڑائی کے بغیر باز نہ آئے تو اس سے لڑو۔ (مصنف عبد الرزاق: ٢٣٢٨- ج ٢ ص ١١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نافع بیان کرتے ہیں: جو شخص بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نماز کے آگے سے گزرتا تھا' وہ اس کو نہیں چھوڑتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ٢٣٢٩)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے سے گزرا' وہ نماز کے قعدہ میں تھے' وہ قعدہ سے کھڑے ہو گئے' پھر میرے سینہ میں دھکا دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٩٢١- ج ١ ص ٢٥٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کو علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا کعبہ میں بھی عام قرار دینا

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام بخاری کے شیخ ابو نعیم نے کتاب الصلوٰۃ میں اس روایت کے اندر کعبہ کا ذکر کیا ہے اور کعبہ کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ چونکہ کعبہ میں نمازیوں کا بہت اژدھام اور رش ہوتا ہے' اس لیے کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی رخصت ہو گی کیونکہ غیر کعبہ میں بھی جمعہ اور عید کے اجتماعات میں نمازیوں کا بہت اژدھام ہوتا ہے' اس لیے نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کعبہ اور غیر کعبہ دونوں کو شامل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٤ ص ٤٢٣' فتح الباری ج ٢ ص ١٢٩)

مصنف کا کعبہ میں بھی ممانعت کے شمول پر تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے اور اب کعبہ میں نمازیوں کا اس قدر اژدھام ہوتا ہے کہ کعبہ میں ہر جگہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور اگر وہاں نمازی کے آگے سے گزرنے کی رخصت نہ دی جائے تو کوئی شخص کسی جگہ سے گزر ہی نہیں سکتا اور بعض اوقات انسان کا گزرنا ضروری ہوتا ہے مثلاً اس کو بول و براز کی شدید حاجت ہو اور تاخیر کرنے میں مسجد حرام کے نجاست سے ملوث ہونے کا خطرہ ہو یا اس کو شدید بھوک یا پیاس ہو یا اس کا وضوء ٹوٹ گیا ہو اور اس کو دوبارہ وضوء

کرنے کی شدید ضرورت ہو یا اس کو کوئی ضروری دوا کھانی ہو اور ایسی دوسری بہت ضروریات ہو سکتی ہیں' بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس مسئلہ میں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے' ہم اس حدیث کو اس بحث کے آخر میں ذکر کریں گے' اس لیے علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کعبہ اور غیر کعبہ دونوں میں عام ہے۔

۵۰۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) . وَحَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَدَوِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ السَّمَّانُ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِیَّ فِیْ يَوْمِ جُمُعَةٍ ، يُصَلِّیْ اِلٰى شَیْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ ، فَاَرَادَ شَابٌّ مِنْ بَنِیْ اَبِیْ مُعَيْطٍ اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَدَفَعَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فِیْ صَدْرِهٖ ، فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا اِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَعَادَ لِيَجْتَازَ ، فَدَفَعَهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَشَدَّ مِنَ الْاُوْلٰى ، فَنَالَ مِنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ ، ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى مَرْوَانَ ، فَشَكَا اِلَيْهِ مَا لَقِیَ مِنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ ، وَدَخَلَ اَبُوْ سَعِيْدٍ خَلْفَهُ عَلٰى مَرْوَانَ ، فَقَالَ مَا لَكَ وَلِابْنِ اَخِيْكَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ؟ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى شَیْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ ، فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَلْيَدْفَعْهُ ، فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ ، فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ . [طرف الحدیث: ۳۲۷۴]

(صحیح مسلم: ۵۰۵' الرقم المسلسل: ۱۱۰۹' سنن ابوداؤد: ۷۰۰' مسند ابویعلیٰ: ۱۲۴۰' صحیح ابن خزیمہ: ۸۱۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۷' مسند احمد ج ۳ ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۶۰۷۔ ج ۱۸ ص ۱۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۰۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از ابوصالح کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تحویل) اور امام بخاری نے کہا: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن المغیرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن ھلال العدوی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح السمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کسی چیز کو لوگوں سے سُترہ بنا کر نماز پڑھ رہے تھے' بنو ابی معیط کے ایک نوجوان نے ان کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوسعید نے اس کے سینہ پر دھکا دیا' اس نوجوان نے ادھر اُدھر دیکھا مگر اس نے حضرت ابوسعید کے سامنے کے علاوہ اور کوئی جگہ نہ پائی' وہ دوبارہ ان کے سامنے سے گزرنے لگا' حضرت ابوسعید نے اس کو پہلی بار سے زیادہ زور سے دھکا دیا' اس نے حضرت ابوسعید سے تکلیف اٹھائی' اس نے مروان کے پاس جاکر حضرت ابوسعید سے پہنچنے والی تکلیف کی شکایت کی' حضرت ابوسعید بھی اس کے پیچھے پیچھے مروان کے پاس آئے' مروان نے کہا: اے ابوسعید! آپ کے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے' پھر کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو دفع کرے اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑے کیونکہ وہی شخص شیطان ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر' ان کا نام عبد اللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المقعد البصری ہے' یہ ۲۲۴ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد الوارث بن سعید (۳) یونس بن عبید بن دینار ابو عبد اللہ البصری' یہ ۲۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حمید بن ہلال العدوی' یہ بہت عظیم تابعی ہیں (یہ) بوصالح ذکوان السمان (۶) آدم بن ابی ایاس (۷) سلیمان بن المغیرہ القیس البصری (۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۲۴)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے' پھر کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو دفع کرے' اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑے کیونکہ وہی شیطان ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

عبد الرحمان بن ابی سعید الخدری بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے' ایک جوان شخص ان کے سترہ کے قریب سے گزرنا چاہتا تھا' ان دنوں مدینہ کا امیر مروان تھا' حضرت ابو سعید نے اس کو زور سے دھکا دیا حتیٰ کہ اس کو زمین پر گرا دیا' پھر وہ نوجوان مروان کے پاس گیا اور کہا: یہاں پر ایک پاگل بوڑھا ہے' اس نے مجھے دھکا دے کر زمین پر گرا دیا' مروان نے کہا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں' اور جمعہ کے دن انصار بھی مروان کے پاس آتے تھے' پس حضرت ابو سعید بھی وہاں آ گئے' مروان نے اس نوجوان سے پوچھا: کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! یہ وہ بوڑھا ہے' مروان نے اس نوجوان سے کہا: کیا تم پہچانتے ہو یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: نہیں' مروان نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں' پھر مروان نے حضرت ابو سعید کو مرحبا کہا اور ان کو اپنے قریب بٹھایا' پھر ان سے کہا: یہ نوجوان آپ کی شکایت کر رہا ہے کہ آپ نے اس کو دھکا دے کر گرا دیا' حضرت ابو سعید نے فرمایا: میں نے اس کو نہیں دھکا دیا میں نے تو شیطان کو دھکا دیا ہے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی شخص تمہارے اور تمہارے سترہ کے درمیان سے گزرنے کا ارادہ کرے تو اس کو دفع کرو' پس اگر وہ لڑائی کے بغیر باز نہ آئے تو اس سے لڑو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۳۱ ـ ج ۲ ص ۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' اس اثناء میں عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام آیا اور ان کے سامنے سے گزرنے لگا' حضرت ابو سعید نے اس کو روکا' وہ گزرنے کے بغیر نہیں مانا تو حضرت ابو سعید نے اس کو دھکا دے کر زمین پر گرا دیا' کسی نے کہا: آپ نے عبد الرحمان کو گرا دیا' حضرت ابو سعید نے کہا: اللہ کی قسم! اگر یہ باز نہ آتا تو میں اس کو بالوں سے پکڑتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۳۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اگر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو امام مالک کے نزدیک اس کو نرمی سے روکے۔۔۔ اور اس سے لڑنا منع ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھ رہا ہو' پھر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہے تو اس کو دفع کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور جب کوئی شخص بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے سامنے سے گزرنے والے کو منع کرے کیونکہ جس جگہ وہ نماز پڑھ رہا ہے' وہاں دوسرے لوگوں کے لیے بھی چلنا اور تصرف کرنا مباح ہے

اور وہ اور دوسرے لوگ اس جگہ تصرف کرنے میں مساوی ہیں الا یہ کہ وہ سترہ قائم کرے۔
امام مالک نے کہا: جب نمازی نے سترہ قائم کیا ہو اور پھر کوئی اس کے سامنے سے گزرے تو وہ اس کو نرمی سے روکے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ تلوار سے اس کے ساتھ نہ لڑے اور نہ اس سے خطاب کرے اور اس سے اس حد تک نہ لڑے کہ اس کی نماز ٹوٹ جائے' کیونکہ اگر نمازی نے ایسا کیا تو اس میں خود اس کا نقصان ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمانے کی وجہ اور اگر سترہ نہ ہو تو پھر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو منع نہیں کیا جائے گا

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں نمازی سے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمایا ہے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ شیطانی فعل ہے اور اس کے بہکانے کی وجہ سے ہے اور اس حدیث میں اس سے لڑنے کا جو حکم دیا ہے' یہ اس وقت ہے جب وہ سترہ اور نمازی کے درمیان سے گزرنے کی کوشش کرے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۱ ص ۳۴۳' دار المعرفۃ' بیروت)

فقہاء احناف کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو سبحان اللہ کہہ کر منع کیا جائے گا یا اشارہ سے

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:
جب نمازی کے سامنے سترہ نہ ہو اور کوئی اس کے سامنے سے گزرے یا اس کے سامنے سترہ ہو اور کوئی اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو نمازی اس کو منع کرے اور اس کو اشارہ سے منع کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دو بچوں کے ساتھ کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نماز پڑھ رہے تھے تو ان کا بیٹا عمر آپ کے آگے سے گزرنے لگا' پس آپ نے اس کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ تو وہ ٹھہر گیا' پھر ان کی بیٹی زینب آپ کے آگے سے گزرنے لگی تو آپ نے اس کو بھی ٹھہرنے کا اشارہ کیا' اس نے انکار کیا اور آپ کے آگے سے گزر گئی تو آپ نے فرمایا: یہ عورتیں ناقصاتِ عقل اور ناقصاتِ دین ہیں' حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتوں کی طرح ہیں' شریف لوگوں پر غالب آ جاتی ہیں اور بُرے لوگ ان پر غالب آ جاتے ہیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ) لیکن حدیث کی اصل عبارت یہ ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: یہ عورتیں زیادہ غالب ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۹۴۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۴) یا سبحان اللہ پڑھ کر ان کو گزرنے سے منع کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نماز میں تمہارے سامنے کوئی چیز پیش ہو تو سبحان اللہ کہو۔ (صحیح البخاری: ۶۸۴)
(الہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۹۔ ۴۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز

کثیر بن المطلب بن وداعہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ (کعبہ میں) باب بنوسہم کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے اور آپ کے اور کعبہ کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۸' شرح معانی الآثار: ۲۵۸۷' صحیح ابن حبان: ۲۳۶۳' المعجم الکبیر: ۶۸۴۔ ج ۲۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۲۴۱۔ ج ۴۵ ص ۲۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)
علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۳ھ لکھتے ہیں: میں نے ''البحر العمیق'' میں دیکھا' انہوں نے عز الدین بن جماعہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے امام طحاوی کی مشکل الآثار سے کہ کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ (اور اس عبارت سے پہلے

علامہ شامی نے علامہ ابن ہمام کی فتح القدیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:)
اس مسئلہ میں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس میں نص صریح ہے کہ المطلب بن ابی وداعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا' جب رسول اللہ ﷺ سعی سے فارغ ہوئے تو آپ حجر اسود کے سامنے آ کر مطاف میں کھڑے ہو گئے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور آپ کے اور ان کے درمیان سترہ نہیں تھا۔
(مسند احمد ج ٦ ص ٣٩٩' سنن ابن ماجہ: ٢٩٥٨' صحیح ابن حبان: ٢٣٦٣' یہ حدیث صحیح ہے)(رد المحتار ج ٣ ص ٤٣٥' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٠٣١- ج ١ ص ١٣١٨ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی' البتہ سترہ کی بحث میں سترہ کی تعریف کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ جب سترہ نہ ہو تو گزرنے والا نمازی کے آگے سے گزر سکتا ہے اور یہ لکھا ہے کہ صحراء اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے اور مسجد صغیر میں مکروہ ہے۔

١٠١ - بَابُ اِثْمِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ نمازی کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص نمازی کے آگے سے گزرتا ہے' اس کو کتنا گناہ ہوتا ہے اور وہ کتنی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

٥١٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي النَّضْرِ' مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ اَرْسَلَهُ اِلٰى اَبِي جُهَيْمٍ يَسْاَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ؟ فَقَالَ اَبُوْ جُهَيْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ' لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ. قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا اَدْرِيْ' اَقَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا' اَوْ شَهْرًا' اَوْ سَنَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از بُسر بن سعید کہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا' وہ ان سے یہ سوال کر رہے تھے کہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ تو حضرت ابو جہیم نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ ابو النضر نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ بُسر بن سعید نے چالیس دن کہا تھا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔

(صحیح مسلم: ٥٠٧' الرقم المسلسل: ١١١٢' سنن ابوداؤد: ٧٠١' سنن ترمذی: ٣٣٦' سنن نسائی: ٧٥٦' سنن ابن ماجہ: ٩٤٥' موطأ امام مالک۔ کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر: ٣٤' تنویر الحوالک ص ١٧٣' مصنف عبد الرزاق: ٢٣٢٢' سنن دارمی: ١٤١٧' صحیح ابن حبان: ٢٣٦٦' المعجم الکبیر: ٥٢٣٥' سنن بیہقی ج ٢ ص ٢٦٨' شرح السنۃ: ٥٤٣' مسند احمد ج ٤ ص ١٦٩ طبع قدیم' مسند احمد: ١٧٥٤٠- ج ٢٩ ص ٨٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٧٨٢' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔

علامہ ابن بطال کا حضرت ابوجہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال لینا اور جاہل کو معذور قرار دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ایک حدیث مین چالیس سال کی تعیین ہے:

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے' ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن عبد الرحمان بن موھب از عم خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص یہ جان لے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس سال تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے لیے نمازی کے سامنے چلنے سے بہتر ہے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوجہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال ہے۔ قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے کہا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ ایک سال تک کھڑا رہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۷) اور کعب الاحبار نے کہا: اگر وہ زمین میں دھنس جائے تو یہ اس کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۶)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس کو ممانعت کا علم ہو اور پھر وہ نمازی کے آگے سے گزرنے کو ہلکا جان کر گزرے تو وہ اس عذاب کا مستحق ہوگا اور جس کو ممانعت کا علم نہ ہو' اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ جس کو ممانعت کا کوئی علم نہ ہو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ دار الاسلام میں احکام شرعیہ سے جہالت کوئی عذر نہیں ہے ورنہ زانی' چور' ڈاکو اور قاتل یہ کہہ سکیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کام ممنوع ہیں' ہر مسلمان مکلف کے اوپر احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور جو یہ کہے کہ مجھے اس کی ممانعت کا علم نہیں تھا' اس کے دو گناہ ہیں: ایک گناہ علم حاصل نہ کرنا اور دوسرا گناہ ممنوع کام کو کرنا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے مصنف ابی شیبہ کے حوالہ سے جو چالیس سال کی تعیین کی حدیث ذکر کی ہے' وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں نہیں ہے' بلکہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوجہیم کی وہی حدیث ذکر کی ہے' جس میں چالیس کا عدد ذکر ہے اور سال یا ماہ یا ایام کا ذکر نہیں ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۰)

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے لیے مزید وعید کی احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص یہ جان لے کہ اپنے بھائی کی نماز کے آگے سے گزرنے سے اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ سو سال تک کھڑا رہے تو یہ اس کے لیے اس کے آگے چلنے سے بہتر ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۹۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۸۱۴' صحیح ابن حبان: ۲۳۶۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عمداً نمازی کے آگے سے گزرتا ہے' وہ قیامت کے دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش! وہ سوکھا ہوا درخت ہو۔ (المعجم الاوسط: ۱۹۲۸)

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ کعب احبار نے کہا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو اس کے لیے زمین میں دھنسایا جانا' اس سے بہتر ہے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے۔

(تنویر الحوالک: ۱۷۴' مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۶)

یزید بن جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبدالحمید بن عبدالرحمان سے سنا' جو عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے گورنر تھے' وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص ان کے سامنے سے گزرا' انہوں نے اس کو بہت زور سے پکڑ کر کھینچا حتیٰ کہ اس کے کپڑے پھٹنے کے قریب تھے' جب وہ مڑا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا (اپنے گناہ کو) جان لے تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کی ران ٹوٹ جائے اور وہ نمازی کے آگے سے نہ گزرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۱ ۔ ج ۱ ص ۲۵۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے تھے: انسان راکھ ہو کر فضا میں بکھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ عمداً کسی نمازی کے سامنے سے گزرے۔

حافظ ابن رجب نے کہا: اس حدیث کو امام ابن عبدالبر نے اپنی سند کے ساتھ تمہید میں روایت کیا ہے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۲ ص ۶۸۰ 'دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۳۴ ۔ ج ۱ ص ۱۳۱۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰۲ - بَابُ اِسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّي

کسی شخص کا دوسرے شخص کی طرف منہ کرنا جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف منہ کرے جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو آیا یہ مکروہ ہے یا نہیں؟

وَكَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يُّسْتَقْبَلَ الرَّجُلُ وَهُوَ يُصَلِّيْ. وَاِنَّمَا هٰذَا اِذَا اشْتَغَلَ بِهٖ، فَاَمَّا اِذَا لَمْ يَشْتَغِلْ، فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَالَيْتُ، اِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الرَّجُلِ.

اور حضرت عثمان نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف منہ کرے جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو' (امام بخاری نے کہا:) یہ اس وقت ہے کہ جب نمازی اس کی طرف مشغول ہو جائے' لیکن جب وہ اس کی طرف مشغول نہ ہو تو حضرت زید بن ثابت نے کہا: میں اس کی پرواہ نہیں کرتا' ایک شخص دوسرے شخص کی نماز کو قطع نہیں کرتا۔

حضرت عمر کے بجائے حضرت عثمان کا نام ذکر کرنے میں امام بخاری کی خطاء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں نے اب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اثر نہیں دیکھا' میں نے مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اس اثر کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی دیکھا ہے اور ان کتابوں میں حضرت عثمان کا ایسا اثر ہے' جو اس کی کراہت پر دلالت نہیں کرتا اور ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے غلطی سے حضرت عمر کی جگہ حضرت عثمان کا نام لکھ دیا ہو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۳۳ 'دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو لکھا ہے کہ اس چیز کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکروہ قرار دیتے تھے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

ھلال بن یساف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا شخص اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہے تو حضرت عمر نمازی کی طرف درہ لے کر بڑھے اور فرمایا: تم نماز پڑھ رہے ہو اور یہ تمہاری طرف منہ کیے ہوئے ہے! پھر دوسرے شخص کی طرف درہ لے کر بڑھے فرمایا: وہ نماز پڑھ رہا ہے اور تم اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہو!

(مصنف عبد الرزاق: ۲۳۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

لوگوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت کا یہ مذہب کہ جب ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا شخص اس کا سترہ بن سکتا ہے' مگر اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کا نمازی کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر کو مسجد کے کسی ستون کی طرف راستہ نہ ملتا تو وہ مجھ سے کہتے کہ میری طرف اپنی پیٹھ کر لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

یہی امام مالک کا قول ہے اور اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک آدمی کی پیٹھ کے پیچھے نماز پڑھے لیکن اس کے پہلو کی طرف نماز نہ پڑھے۔

ابراہیم نخعی اور قتادہ نے کہا ہے کہ جب ایک آدمی بیٹھا ہوا ہو تو وہ دوسرے آدمی کی نماز میں سترہ بن سکتا ہے اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ایک آدمی نمازی کا سترہ بن سکتا ہے اور انہوں نے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ بیٹھا ہوا ہو اور نہ یہ شرط لگائی ہے کہ اس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہو۔

فقہاء احناف' ثوری اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جو لوگ باتیں کر رہے ہوں' ان کے پیچھے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی نمازی کے لیے سترہ نہیں بن سکتا۔

اس باب کی حدیث ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ ایک شخص نمازی کے لیے سترہ بن سکتا ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو عورت ہیں' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبلہ کی جانب تھیں تو مرد تو بہ طریق اولیٰ مرد کے قبلہ کی جانب ہو سکتا ہے' جن فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نمازی کے سامنے کوئی مرد بیٹھا ہو گا تو یہ خدشہ ہے کہ اس کی نظر نماز میں اس مرد کی طرف پڑے گی' اسی وجہ سے جو لوگ کسی حلقہ میں بیٹھ کر باتیں کر رہے ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ جو لوگ حلقہ بنائے بیٹھے ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ ان میں سے بعض کا منہ اس کی طرف ہو گا اور مجھے امید ہے کہ اس میں توسع (گنجائش) ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے باتیں کرنے والوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔

سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے متعلق باتیں کر رہے ہوں تو پھر ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٥١١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، يَعْنِي ابْنَ صُبَيْحٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ، فَقَالُوْا يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ، قَالَتْ لَقَدْ جَعَلْتُمُوْنَا كِلَابًا، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَإِنِّيْ لَبَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ، وَأَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم یعنی ابن صبیح از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ کیا چیز نماز کو توڑتی ہے' لوگوں نے کہا: کتا' گدھا اور عورت (کا نمازی کے سامنے سے گزرنا) نماز کو توڑ دیتا ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا: تم نے ہم کو کتا بنا دیا' تحقیق یہ

مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيْرِ، فَتَكُوْنُ لِيَ الْحَاجَةُ، فَأَكْرَهُ أَنْ أَسْتَقْبِلَهُ، فَأَنْسَلُّ انْسِلَالًا . وَعَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تھی اور میں تخت پر لیٹی ہوئی تھی، مجھے کوئی کام درپیش ہوتا تو میں آپ کے سامنے سے اٹھنا ناپسند کرتی تو میں چپکے سے نکل جاتی، اور از اعمش از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ٥٠٨ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ خَلْفَ النَّائِمِ — سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

٥١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُّوْتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے سامنے بستر کے عرض میں لیٹی ہوئی تھی، پس جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بیدار کرتے، پھر میں وتر پڑھتی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٨٢ میں گزر چکی ہے، وہاں اس کا عنوان تھا: بستر پر نماز پڑھنا۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص سویا ہوا ہو اس کو عبادت کے لیے بیدار کرنا مستحب ہے اور یہ کہ جو شخص تہجد کے لیے اٹھتا ہو وہ سونے کے بعد وتر پڑھے۔

۱۰٤ - بَابُ التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْأَةِ — عورت کے پیچھے نفل پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کے پیچھے نفل پڑھنا جائز ہے۔

٥١٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهِ، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي، فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ، فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا، قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی اور میری دونوں ٹانگیں آپ کے قبلہ میں ہوتی تھیں، آپ جب سجدہ کرتے تو مجھے چھوتے تو میں اپنی دونوں ٹانگیں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پھر اپنی ٹانگیں پھیلا لیتی اور ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

اس باب کے عنوان میں نفل پڑھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں نفل پڑھنے کی صراحت نہیں ہے' لیکن اس حدیث میں گھر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ فرائض مسجد میں پڑھتے تھے اور نوافل گھر میں پڑھتے تھے۔

۱۰۵ - بابُ مَنْ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ

جس شخص نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی

یعنی نمازی کے اپنے فعل کے علاوہ اور کسی کے فعل سے نماز منقطع نہیں ہوتی۔

۵۱۴ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ' عَنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ (ح). قَالَ الْاَعْمَشُ وَحَدَّثَنِيْ مُسْلِمٌ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ' ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ' اَلْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ' فَقَالَتْ شَبَّهْتُمُوْنَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ؟ وَاللّٰهِ' لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ' وَاِنِّيْ عَلَى السَّرِيْرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةٌ' فَتَبْدُوْ لِيَ الْحَاجَةُ' فَاَكْرَهُ اَنْ اَجْلِسَ' فَاُوْذِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ح) الاعمش نے کہا: اور مجھے مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کتے اور گدھے اور عورت (کا سامنے سے گزرنا) نماز کو قطع کر دیتا ہے' حضرت عائشہ نے کہا: تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے مشابہ کر دیا ہے اور اللہ کی قسم! تحقیق یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تخت پر لیٹی ہوئی تھی' مجھے کوئی کام ہوتا تو میں بیٹھنا ناپسند کرتی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دوں' پھر میں تخت کے پیروں کی جانب سے چپکے سے نکل جاتی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۵ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهُ سَاَلَ عَمَّهُ عَنِ الصَّلٰوةِ يَقْطَعُهَا شَيْءٌ؟ فَقَالَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ' اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ' وَاِنِّيْ لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ' عَلٰى فِرَاشِ اَهْلِهِ. (مسند الامام الطحاوی: ۹۳۴۰' مکتبۃ الحرمین' دبئی' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھ سے میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے اپنے چچا سے سوال کیا کہ کیا چیز نماز کو قطع کرتی ہے (توڑتی ہے)؟ انہوں نے کہا: نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی' مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور آپ کے قبلہ کے درمیان گھر کے بستر پر جانب عرض میں لیٹی ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۶ - بَابُ مَنْ حَمَلَ جَارِيَةً صَغِيرَةً عَلٰى عُنُقِهِ فِي الصَّلٰوةِ

جس شخص نے نماز میں اپنی گردن پر چھوٹی بچی کو اٹھایا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز میں چھوٹی بچی کو اپنی گردن پر اٹھانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ نماز میں بچی کو اپنی گردن پر اٹھانا نمازی کے آگے سے گزرنے سے زیادہ شدید ہے' جب اس سے نماز میں ضرر نہیں ہوتا تو نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہ طریق اولیٰ نمازی کی نماز میں ضرر نہیں ہوگا۔

۵۱۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمِ الزُّرَقِيِّ' عَنْ اَبِي قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي' وَهُوَ حَامِلٌ اُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ' بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَلِاَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ' فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا' وَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عامر بن عبداللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی از ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اُمامہ کو اٹھائے ہوئے تھے' جو ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھیں' جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو نیچے رکھ دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے۔

[طرف الحدیث:۵۹۹۶] (صحیح مسلم:۵۴۳' الرقم المسلسل:۱۱۹۳' سنن ابوداؤد:۹۲۰_۹۱۹_۹۱۸_۹۱۷' سنن نسائی:۷۱۱' السنن الکبریٰ:۱۱۲۷' صحیح ابن حبان:۱۱۰۹' المعجم الکبیر:۱۰۶۷_ج ۲۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۳_۲۶۲' شرح السنۃ:۷۴۱' مسند الشامیین:۱۸۲۹' موطأ امام مالک۔ جامع الصلوٰۃ:۸۱' تنویر الحوالک ص ۱۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۵۲۴_ج ۳۷ ص ۲۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۱۳۴۹ مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس اصبحی (۳) عامر بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام (۴) عمرو بن سلیم الزرقی' ان کا تعلق انصار سے تھا' یہ زریق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن عصب بن جشم بن الخزرج ہیں (۵) حضرت ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام الحارث بن ربعی السلمی ہے' ابن الکلبی اور ابن اسحاق نے کہا: ان کا نام النعمان ہے' الہیثم بن عدی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ۳۸ھ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۴۰)

حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھانے کی کیفیت کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچی کو اٹھایا ہوا تھا' لیکن یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے اٹھا کر کہاں رکھا ہوا تھا' دوسری احادیث میں اس کا ذکر ہے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' آپ نے حضرت اُمامہ بنت ابی العاص بن الربیع کو اٹھایا ہوا تھا' ان کی والدہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں اور حضرت اُمامہ بچی تھیں' آپ نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور وہ آپ کے کندھے پر تھیں' جب آپ رکوع میں جاتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر ان کو اٹھا لیتے حتیٰ کہ آپ نے اسی طرح نماز پوری کر لی۔ (سنن ابوداؤد:۹۱۸)

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' اور حضرت اُمامہ بنت ابی العاص آپ کی گردن پر تھیں' جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۹)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی بیان کرتے ہیں: ہم ظہر یا عصر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' حضرت بلال رضی اللہ نے آپ کو نماز کے لیے بلایا' آپ تشریف لائے اور حضرت اُمامہ بنت ابی العاص آپ کی صاحب زادی رضی اللہ عنہا کی بیٹی آپ کی گردن پر تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جانماز پر کھڑے ہوئے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' اور حضرت ابوامامہ آپ کی گردن پر ہی تھیں' آپ نے اللہ اکبر' پھر ہم نے اللہ اکبر کہا' حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو ان کو پکڑ کر زمین پر رکھ دیا' پھر آپ نے رکوع کیا اور سجدہ کیا حتیٰ کہ جب آپ سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو پھر آپ نے ان کو پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رکعت اسی طرح پڑھاتے رہے حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۲۰)

بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء' اس عمل کثیر کی متعدد علماء سے توجیہات' اور عمل کثیر کی تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلالت کرتی ہے کہ بچے یا بچی کو نفل نماز میں اٹھانا جائز ہے' خواہ وہ امام ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے' جیسا کہ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ نے بیان کیا ہے کہ عمل کثیر نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور عمل قلیل نماز کو فاسد نہیں کرتا اور عمل کثیر وہ ہے جس میں دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہو اور عمل قلیل وہ ہے جس میں دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) جب کسی شخص نے کمان اٹھا کر تیر چلایا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (۲) اسی طرح اگر عورت نے اپنے بچے کو اٹھا کر دودھ پلایا کیونکہ اس میں بھی عمل کثیر ہے جو نماز کو فاسد کر دیتا ہے لیکن بچہ کو دودھ پلائے بغیر اٹھایا تو وہ نماز کے فساد کو واجب نہیں کرتا' پھر علامہ کاسانی نے اس حدیث کا ذکر کر کے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل مکروہ نہیں تھا کیونکہ آپ کو اس کی احتیاج تھی' وہاں پر اس بچی کی حفاظت کرنے والا اور کوئی نہیں تھا یا آپ اپنے اس فعل سے اس کا حکم شرعی اور جواز بیان کرنا چاہتے تھے' اور یہ فساد نماز کا موجب نہیں ہے' اس طرح ہمارے زمانہ میں بھی ہم میں سے کسی کے لیے یہ عمل مکروہ نہیں ہے اور بغیر ضرورت کے نماز میں بچی کو اٹھانا مکروہ ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸)

اشہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچی کو اٹھانے کا یہ واقعہ نفل نماز میں تھا' اور اس قسم کا فعل فرض نماز میں جائز نہیں ہے اور ابوعمر نے کہا ہے: تمہارے لیے امام مالک کی تفسیر کافی ہے کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اس قسم کا فعل نماز میں مکروہ ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ یہ تاویل فاسد ہے کیونکہ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۹) اور اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ فرض نماز تھی۔

علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ بعض مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ عمل منسوخ ہو گیا ہے' ابوعمر نے کہا ہے کہ اس کی ناسخ یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں سلام کرتے تھے اور آپ ہم کو جواب دیتے

تھے، پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹ کر آئے تو ہم نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ہمیں جواب نہیں دیا اور (بعد میں) فرمایا: نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۹، مسند الامام الطحاوی: ۵۰۴۳، مکتبۃ الحرمین، دبئی، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے نماز میں بچی اٹھانے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود حبشہ سے آئے تھے' اسی وقت حضرت زینب اور ان کی بچی رضی اللہ عنہما بھی حبشہ سے آئے تھے اور اس کے بعد آپ نے ان کی بچی کو نماز میں اٹھایا تھا' ابن شہاب اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے نماز میں بچی کو اٹھایا تھا' دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' یہ جوابات قاضی عیاض مالکی نے ذکر کیے ہیں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۷۴)

علامہ نووی نے کہا ہے: یہ تمام دعاوی باطل اور مردود ہیں کیونکہ ان کے اوپر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ان کی ضرورت ہے' بلکہ حدیث صریح اس کے جواز میں موجود ہے اور اس میں کوئی چیز قواعد شرع کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ آدمی طاہر ہے اور اس کے پیٹ میں جو نجاست ہے وہ معاف ہے کیونکہ وہ اپنے معدن میں ہے اور بچوں کے کپڑے اور ان کے اجسام طاہر ہیں اور دلائل شرع سے یہ ثابت ہے کہ اس قسم کے افعال نماز کو باطل نہیں کرتے جب وہ افعال کم ہوں یا متفرق ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل جواز بتانے کے لیے ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۸۱۹۔ ۱۸۱۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اس قسم کا فعل کرے تو میرے نزدیک اس حدیث کی وجہ سے نماز کا اعادہ نہیں ہے' ہر چند کہ میں کسی کے لیے اس فعل کو پسند نہیں کرتا' امام احمد بن حنبل اس فعل کو جائز قرار دیتے تھے' اثرم بیان کرتے ہیں: امام احمد سے سوال کیا گیا: ایک شخص نماز پڑھتے ہوئے اپنے بیٹے کو پکڑ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اس حدیث سے استدلال کیا۔

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ حق کے قریب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فعل نماز میں عمداً دانستہ نہیں کیا' اور وہ بچی غیر نماز میں آپ کے ساتھ رہنے کی عادی تھی' سو وہ نماز میں بھی آپ کے ساتھ لپٹ گئی اور آپ اس کو اپنے سے دور نہیں کر سکے' وہ آپ کے کندھے پر تھی اور جب آپ سجدہ میں گئے تو آپ نے اس کو کندھے سے اتار کر زمین پر رکھ دیا' حتیٰ کہ آپ سجدہ سے فارغ ہو گئے اور جب آپ نے قیام کا ارادہ کیا تو بچی پھر آپ کے ساتھ لپٹ گئی اور آپ اس کو اپنے سے دور نہ کر سکے اور نہ منع کر سکے حتیٰ کہ جب آپ کھڑے ہوئے تو وہ اسی طرح آپ کے کندھے پر تھی' میرے نزدیک اس حدیث کی یہی توجیہ ہے۔

اس پر یہ وہم ہو سکتا ہے کہ بچی کو بار بار کندھے پر بٹھانے اور کندھے سے اتارنے میں عمل کثیر ہے اور یہ نمازی کو اس کی نماز میں مشغولیت سے باز رکھتا ہے اور جب چادر کے نقش و نگار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کے خشوع میں خلل انداز ہوتے تھے' حتیٰ کہ آپ نے حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کو وہ چادر واپس کر کے ان سے ان کی سادہ چادر منگوائی تو یہ عمل کثیر تو اس سے زیادہ نماز کے خشوع میں باعث خلل ہے؟ اس کا یہی جواب ہے کہ آپ نے یہ عمل قصداً اور دانستہ نہیں کیا تھا اور ایسی صورت میں عام مسلمانوں کے لیے بھی اس طرح کرنا جائز ہے۔ (معالم السنن وابی سلیمان الخطابی الشافعی ج ۱ ص ۴۳۱، دار المعرفۃ، بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے علامہ خطابی کے کلام کا خلاصہ نقل کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ علامہ خطابی نے جو کہا ہے وہ باطل ہے کیونکہ وہ خالی زبانی دعویٰ ہے اور علامہ خطابی کے جواب کو یہ بات رد کرتی ہے کہ جب آپ کھڑے ہوتے تو بچی کو اٹھا لیتے اور جب آپ سجدہ سے اٹھتے تو بچی کو اٹھا لیتے اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچی کو اٹھائے ہوئے ہمارے پاس آئے۔

(سنن ابوداؤد:۹۱۸) اور باقی رہا نقش ونگار والی چادر کا قصہ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دل کو بے فائدہ نماز کے خشوع سے روکتی ہے اور حضرت اُمامہ کو اٹھانے سے دل کے خشوع میں فرق نہیں آتا اور اگر اس سے فرق بھی آتا ہو تو اس میں یہ فائدہ ہے کہ امت کو یہ تعلیم دینا مقصود تھا کہ بچوں کا جسم اور ان کے کپڑے پاک ہوتے ہیں اور جب افعال متعدد اور متفرق ہوں تو وہ نماز کو باطل نہیں کرتے' پس صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے عدول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے' اور یہ حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور اس میں ان فوائد پر تنبیہ ہے' پس یہ عمل ہمارے لیے بھی جائز ہے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے شریعت مستمرہ ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۸۲۰-۱۸۱۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ خطابی کی تقریر کو رد کرنے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے: آپ نے اس بچی کو پکڑ کر پھر اس کی جگہ (یعنی کندھے پر) رکھ دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ بچی کو اٹھانے اور رکھنے کا عمل آپ نے کیا تھا' اس بچی یعنی حضرت اُمامہ نے نہیں کیا تھا' بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ اگر آپ بچی کو چھوڑ دیتے تو وہ روتی اور آپ کی توجہ نماز سے ہٹتی اور نماز میں خلل پڑتا اور یہ خلل بچی کو اٹھانے کے خلل سے زیادہ تھا اور امام مالک کے بعض اصحاب نے فرض نماز اور نفل نماز میں فرق کیا ہے۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی متوفی ۴۹۴ھ نے یہ کہا ہے: اگر کوئی شخص بچی کی حفاظت کرنے والا ہو تو پھر بھی یہ عمل نفل نماز میں جائز ہے' فرض نماز میں جائز نہیں ہے' اور اگر کوئی حفاظت کرنے والا نہ ہو تو پھر یہ عمل فرض اور نفل دونوں میں جائز ہے۔

(المنتقیٰ ج ۱ ص ۳۰۴' دار الکتاب العربی' بیروت)

اکثر اہل علم نے یہ کہا ہے کہ یہ ایسا عمل ہے جو بار بار نہیں ہوا کیونکہ نماز کے ارکان میں طمانیت حاصل تھی۔

علامہ فاکہانی نے کہا ہے: نماز میں حضرت اُمامہ کے اٹھانے میں یہ نکتہ ہے کہ عرب والے بچیوں کو بُرا جانتے تھے اور ان سے نفرت کرتے تھے تو آپ نے بچیوں سے محبت کرنے کی تلقین کرنے کے لیے نماز میں حضرت امامہ کو بار بار اٹھایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اس بات کو زبانی بھی بتا سکتے تھے لیکن عمل کر کے دکھانا تبلیغ کی تاثیر میں زیادہ قوت رکھتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۴۴-۴۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۷ - بَابُ إِذَا صَلّٰى إِلٰى فِرَاشٍ فِيْهِ حَائِضٌ

جب کسی شخص نے ایسے بستر کی طرف نماز پڑھی جس پر کوئی حائض عورت ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ایسے بستر کی طرف نماز پڑھے جس میں کوئی حائض عورت ہو تو اس کی نماز جائز ہے' مکروہ نہیں ہے۔

۵۱۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ أَخْبَرَتْنِي خَالَتِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ فِرَاشِي حِيَالَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُبَّمَا وَقَعَ ثَوْبُهُ عَلَيَّ وَأَنَا عَلٰى فِرَاشِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی از الشیبانی از عبداللہ بن شداد بن الہاد' انہوں نے کہا: مجھے میری خالہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ میرا بستر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّے کے برابر ہوتا تھا اور بعض اوقات آپ کا کپڑا مجھ پر لگ جاتا اور میں اپنے بستر پر ہوتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا باب بغیر عنوان کے تھا۔

۵۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُوْنَةَ تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاَنَا اِلٰى جَنْبِهٖ نَائِمَةٌ، فَاِذَا سَجَدَ اَصَابَنِيْ ثَوْبُهٗ، وَاَنَا حَائِضٌ. وَزَادَ مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ وَاَنَا حَائِضٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن شداد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے پہلو میں سوئی ہوئی تھی جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا میرے جسم پر لگتا اور میں حائض ہوتی تھی اور مسدد نے از خالد یہ اضافہ کیا: ہمیں سلیمان شیبانی نے حدیث بیان کی: اور میں حائض تھی۔

یہ حدیث بھی صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸ - بَابُ هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ السُّجُوْدِ لِكَيْ يَسْجُدَ؟

کیا کوئی شخص سجدہ کے وقت اپنی بیوی کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرے تا کہ وہ سجدہ کر لے؟

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اپنی بیوی کو ہاتھ لگا لے تو اس سے اس کا وضوء ٹوٹتا ہے نہ اس کی نماز ٹوٹتی ہے اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

۵۱۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ بِئْسَمَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ، لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ غَمَزَ رِجْلَيَّ، فَقَبَضْتُهُمَا.

(مسند الامام الطحاوی: ۹۳۳۵ مکتبۃ الحرمین الدبئ ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحیٰی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں القاسم نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: کتنی بُری بات ہے کہ تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی تھی پس جب آپ سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے تو میرے پیروں کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرتے پس میں اپنے پیر سکیڑ لیتی۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۵۰۸ اور ۳۸۲ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰۹ - بَابُ الْمَرْاَةِ تَطْرَحُ عَنِ الْمُصَلِّيْ شَيْئًا مِنَ الْاَذٰى

عورت نمازی سے کوئی نجاست اٹھا کر پھینک دے

اس باب کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ ابوابِ سابقہ میں نمازی کے سامنے سے عورت کے گزرنے کا بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں عورت کا نمازی سے نجاست اٹھا کر پھینکنے کا بیان کیا گیا ہے اور یہ نمازی کے سامنے سے گزرنے کی بہ

نسبت زیادہ شدید ہے۔

۵۲۰ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ السُّوْرَمَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ ، وَجَمْعٌ مِّنْ قُرَيْشٍ فِيْ مَجَالِسِهِمْ اِذْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰى هٰذَا الْمُرَائِيْ؟ اَيُّكُمْ يَقُوْمُ اِلٰى جَزُوْرِ اٰلِ فُلَانٍ ، فَيَعْمِدُ اِلٰى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا فَيَجِيْءُ بِهٖ ، ثُمَّ يُمْهِلُهٗ ، حَتّٰى اِذَا سَجَدَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ اَشْقَاهُمْ ، فَلَمَّا سَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ، وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ، فَضَحِكُوْا حَتّٰى مَالَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ مِّنَ الضَّحِكِ ، فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ اِلٰى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ ، وَهِيَ جُوَيْرِيَةٌ ، فَاَقْبَلَتْ تَسْعٰى ، وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتّٰى اَلْقَتْهُ عَنْهُ ، وَاَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ ، فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، ثُمَّ سَمّٰى اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ ، وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ ، وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ ، وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ ، وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ . قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ ، لَقَدْ رَاَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ ، ثُمَّ سُحِبُوْا اِلَى الْقَلِيْبِ ، قَلِيْبِ بَدْرٍ ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُتْبِعَ اَصْحَابُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن اسحاق السورماری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور (کفار) قریش کی ایک جماعت اپنی مجالس میں بیٹھی ہوئی تھی' اس وقت ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم اس ریاکار کی طرف نہیں دیکھ رہے؟ تم میں سے کوئی شخص آل فلاں کی اونٹنی کی طرف جائے اور اس کے گوبر اور خون اور اس کی بچہ دانی (اس سے مجازاً اوجھڑی مراد ہے) لے آئے' پھر اس کو مہلت دے حتیٰ کہ جب یہ سجدہ میں جائیں تو اس کو ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دے' پھر جو ان میں سب سے زیادہ بدبخت تھا' وہ اٹھا اور جب رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور نبی ﷺ سجدہ میں برقرار رہے' سو وہ کفار ہنستے رہے اور ہنستے ہوئے ایک دوسرے پر گر رہے تھے' پھر کوئی جانے والا حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے پاس گیا' اور وہ کم سن لڑکی تھیں' پس وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور نبی ﷺ (بہ دستور) سجدہ میں تھے' حتیٰ کہ انہوں نے اس اوجھڑی کو آپ کے اوپر سے اٹھا کر پھینک دیا' اور کفار قریش کی طرف متوجہ ہو کر ان کو سخت سست کہا' جب رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کر لی تو آپ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی: اے اللہ! قریش کو پکڑ لے' اے اللہ! قریش کو پکڑ لے' اے اللہ! قریش کو پکڑ لے' پھر ان کے نام لیے: اے اللہ! عمرو بن ہشام کو ہلاک کر دے' اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو' اور ولید بن عتبہ کو اور امیہ بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو اور عمارہ بن الولید کو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پس اللہ کی قسم! غزوۂ بدر کے دن میں نے دیکھا یہ سب زمین پر (مردہ) پڑے ہوئے تھے' پھر ان سب کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈالا

گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کنویں والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب نمازی کی پشت پر نجاست یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی مناسبت ہے۔

الحمد للہ رب العلمین! استقبال القبلۃ' احکام المساجد اور نمازی کے سترہ اور اس کے متعلق ابواب ختم ہو گئے اور اب ان شاء اللہ ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' شروع ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۹ - كِتَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ

نماز کے اوقات کا بیان

امام بخاری نے ''کتاب الطهارة'' کے بعد ''کتاب الصلٰوة'' کو شروع کیا اور ''کتاب الصلٰوة'' کے بعد ابواب قبلہ ابواب المساجد اور نمازی کے سترہ کے ابواب سے فارغ ہونے کے بعد ''کتاب مواقیت الصلٰوة'' کو شروع کیا۔

''مواقیت'' ''میقات'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: وقت کی مقدار' جس جگہ سے حج کے لیے احرام باندھا جاتا ہے' اس کو بھی میقات کہتے ہیں۔

١ - بَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ وَفَضْلِهَا

نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت

وَقَوْلِهٖ ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء:١٠٣) مُوَقَّتًا ' وَقَّتَهٗ عَلَيْهِمْ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک مؤمنین پر نماز مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔ (النساء:۱۰۳) ''موقت'' کا معنی ہے: ان پر وقت مقرر میں فرض کی گئی ہے۔

٥٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا ' فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا ' وَهُوَ بِالْعِرَاقِ ' فَدَخَلَ عَلَيْهِ اَبُوْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا مُغِيْرَةُ ' اَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلّٰى ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ صَلّٰى ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ صَلّٰى ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ صَلّٰى ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ صَلّٰى ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا اُمِرْتُ . فَقَالَ عُمَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے امام مالک پر قراءت کی از ابن شہاب کہ ایک دن عمر بن عبد العزیز نے نماز کو مؤخر کر دیا' پھر ان کے پاس عروہ بن الزبیر آئے اور ان کو یہ خبر دی کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز کو مؤخر کر دیا اور وہ اس وقت عراق میں تھے' پھر ان کے پاس حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اے مغیرہ! یہ کیا وقت ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت جبریل نازل ہوئے' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر

لِعُرْوَةَ اِعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ ، اَوْ اَنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ اَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلٰوةِ ؟ قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ. [اطراف الحدیث:۳۲۲۱-۴۰۰۷]

آپ نے فرمایا: مجھے اس چیز کا حکم دیا گیا ہے پھر عمر بن عبد العزیز نے عروہ سے کہا: سمجھو! تم کیا حدیث بیان کر رہے ہو کیا حضرت جبریل نے رسول اللہ ﷺ کے لیے نماز کا وقت مقرر کیا تھا؟ عروہ نے کہا: اسی طرح بشیر بن ابی مسعود اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۰۸ ' سنن ابوداؤد: ۳۹۴ ' سنن نسائی: ۴۹۳ ' سنن ابن ماجہ: ۶۶۸ ' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۱ ' مسند احمد ج ۲۸ ص ۳۱۷ ' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۴۳۹ ' مکتبۃ الرشد ریاض ' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عمر بن عبد العزیز بن مروان' امیر المؤمنین' ان کو بھی خلفاء راشدین میں شمار کیا جاتا ہے (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ یہ صحابی ہیں (۷) حضرت ابو مسعود الانصاری' ان کا نام عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ الخزرجی الانصاری ہے رضی اللہ عنہ (۸) ان کے بیٹے بشیر بن ابو مسعود' یہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵)

عمر بن عبد العزیز نے جو نماز میں تاخیر کی تھی' یہ ان کا معمول نہیں تھا اور مؤخر ہونے والی نماز کی تعیین

اس حدیث میں ہے کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز کو مؤخر کر دیا اور امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے: ایک دن حضرت المغیرہ نے عصر کی نماز کو مؤخر کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۰۷)

عمر بن عبد العزیز نے اس طرح نماز کو مؤخر نہیں کیا تھا' جس طرح بنو امیہ کے امراء نماز کو مؤخر کرتے تھے' کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ولید نماز کو مؤخر کر کے پڑھاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس پر انکار کرتے تھے' عطاء نے کہا: ایک دفعہ ولید نے جمعہ میں اتنی تاخیر کر دی حتیٰ کہ شام ہوگئی' اسی طرح حجاج بھی کیا کرتا تھا۔ عمر بن عبد العزیز نے جو نماز کو مؤخر کیا تھا تو مستحب وقت سے مؤخر کیا تھا نہ کہ اس کے اصل وقت سے مؤخر کیا تھا اور ان کی جلالت کی وجہ سے ان کے متعلق یہ اعتقاد نہیں کیا جائے گا' اور عروہ نے ان پر اس لیے انکار کیا تھا کہ انہوں نے عصر کی فضیلت والے وقت کو ترک کر دیا تھا' جس میں حضرت جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھائی تھی' علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ انہوں نے اس نماز کو اس کے مستحب وقت سے مؤخر کر دیا تھا' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ انہوں نے عصر کو اتنا مؤخر کر دیا تھا' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

حضرت جبریل کا پانچ نمازوں میں نبی ﷺ کو امامت کرانا

نیز اس حدیث میں ہے: حضرت جبریل نازل ہوئے' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی۔

اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ حضرت جبریل نے نماز پڑھائی' پھر اس کے فوراً بعد نبی ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ نبی ﷺ پر شب معراج جو پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں' حضرت جبریل ان پانچ نمازوں کی کیفیت کے بیان کے لیے نماز پڑھا رہے تھے۔

پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے' یعنی ان اوقات میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر عمر بن عبد العزیز نے کہا: سمجھو! تم کیا حدیث بیان کر رہے ہو۔

بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ عمر بن عبد العزیز کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت جبریل نے ان نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امامت کرائی تھی' ہوسکتا ہے ان تک یہ حدیث پہنچی نہ ہو یا وہ بھول گئے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۷۔۵ ملخصا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقتدی ہونا' آپ کے افضل ہونے کے منافی نہیں

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام امام تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتدی تھے اور امام مقتدی سے افضل ہوتا ہے' اس سے لازم آئے گا کہ حضرت جبریل علیہ السلام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہوں' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الخلق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ محض امام ہونے سے افضل ہونا لازم نہیں آتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ حضرت ابو بکر کی اقتداء میں نماز پڑھی اور ایک مرتبہ حضرت عبد الرحمن بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھی' اسی طرح بعض مرتبہ استاذ اپنے شاگرد کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے اور والد اپنے بیٹے کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے' جب کہ افضل استاذ اور والد ہی ہوتا ہے' اس لیے افضل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے اگرچہ امام اس وقت حضرت جبریل تھے' نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے بھی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کہ جس طرح آپ کی زندگی میں امامت کا نمونہ ہے' اسی طرح آپ کی زندگی میں اقتداء کا بھی نمونہ ہے' آپ کی امت میں کم لوگ امام ہوتے ہیں اور آپ کی امت کی اکثریت مقتدی ہوتی ہے' اگر آپ کسی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھتے تو آپ کی امت کی اکثریت آپ کی سنت کی اتباع سے محروم ہو جاتی۔

۵۲۲ - قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ' وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ.

عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی تھی' اس سے پہلے کہ دھوپ ان کے حجرے سے اوپر چڑھے۔

[اطراف الحدیث: ۵۴۴۔۵۴۵۔۵۴۶۔۳۱۰۳]

(صحیح مسلم: ۶۱۱' الرقم المسلسل: ۱۳۵۵' سنن ابوداؤد: ۴۰۷' سنن ابن ماجہ: ۶۶۸' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۶۵۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کا استحباب' علماء کا امراء کو غلط کام پر ٹوکنا اور اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کا جواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا فرض ہے اور نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(۲) نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا افضل ہے سوا ان نمازوں کے جن کے متعلق احادیث میں تاخیر سے پڑھنے کا حکم ہے' مثلاً فجر کی نماز کو سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھنا مستحب ہے' ظہر کی نماز کو گرمیوں میں ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے' اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

(۳) عروہ' عمر بن عبد العزیز کے پاس گئے اور ان کو تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے پر ٹوکا' اس سے معلوم ہوا کہ جب علماء حکام کے پاس جائیں اور ان کو خلاف سنت کام کرتے ہوئے دیکھیں تو ان کو اس پر ملامت کریں۔

(۴) عمر بن عبد العزیز نے عروہ سے پوچھا: اس پر کیا دلیل ہے کہ عصر کو اوّل وقت میں پڑھنا چاہیے تو عروہ نے اس پر یہ دلیل بیان کی کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوّل وقت میں عصر کی نماز پڑھائی۔

(۵) پہلے عروہ نے حضرت مغیرہ کی حدیث بیان کی' جب اس سے عمر بن عبد العزیز مطمئن نہیں ہوئے تو انہوں نے حضرت ابو مسعود

انصاری کی حدیث مرفوع بیان کی' اس سے معلوم ہوا کہ اگر طالب علم قوی دلیل کا مطالبہ کرے تو شیخ کو چاہیے کہ اس کا مطالبہ پورا کرے۔

(۶) علامہ ابن العربی نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز فرض تھی اور چونکہ حضرت جبریل مکلف نہیں ہیں' اس لیے ان کی نماز نفل تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی وہ نماز نفل تھی ورنہ حضرت جبریل بیان کرتے کہ آپ کی یہ نماز فرض ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب حضرت جبریل کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ یہ نماز پڑھائیں تو ان پر بھی اس نماز کو پڑھانا فرض ہو گیا۔

(۷) علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت جبریل کی امامت کرنے کی حدیث ضعیف ہے' اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ پہلے دن حضرت جبریل نے ہر نماز کو اوّل وقت میں پڑھایا اور دوسرے دن ہر نماز کو آخر وقت میں پڑھایا اور کہا: ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے' اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو عروہ' عمر بن عبد العزیز کو آخر وقت میں نماز پڑھنے پر انکار نہ کرتے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی' جب عصر کا مختار وقت نکل چکا ہو' عصر کا مختار وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' نہ کہ وقت جواز میں پڑھی ہو اور وہ غروب آفتاب کا وقت ہے اور چونکہ عمر بن عبد العزیز نے مختار وقت کے نکلنے کے بعد عصر کی نماز پڑھی تھی' اس لیے عروہ نے ان پر اعتراض کیا تھا' اس لیے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۸) حضرت ابو مسعود کی حدیث روایت کرنے کے بعد عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی تھی' اس حدیث کو روایت کرنے سے عروہ کی غرض یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹-۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں پانچ نمازوں کے اوقات پر دلائل اور دیگر مباحث

یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۸۱۔ ج ۲ ص ۲۲۹ پر مذکور ہے' اس حدیث کی وہاں شرح نہیں کی گئی' البتہ باب کے شروع میں حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) پانچ نمازوں کے اوقات پر قرآن مجید سے استدلال (۲) احادیث سے استدلال (۳) اجماع امت سے استدلال (۴) عقل سے تائید (۵) بلغاریہ اور قطبین میں اوقاتِ نماز (۶) حدیث دجال کی تحقیق (۷) ایک نماز پڑھنے کے بعد اسی نماز کا وقت دوسرے شہر میں (۸) ایک شہر میں روزے رکھنے کے بعد دوسرے شہر میں ایامِ رمضان پانا۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۹۔ ۲۲۲ پر مذکور ہے۔

۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (الروم: ۳۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے لوگو!) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (الروم: ۳۲)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس میں مشغولیت اللہ کی اطاعت سے روکتی ہو اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اس کے احکام کی اطاعت کرو اور نماز پڑھتے رہو کیونکہ نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اظہار ہوتا ہے' جس نے نماز کو قائم

کیا' اس نے دین کو قائم کیا اور جس نماز کو ترک کیا' اس نے دین کی عمارت کو منہدم کر دیا' نماز پڑھنا مؤمنوں کا شعار ہے اور نماز نہ پڑھنا مشرکین کا طریقہ ہے' اس لیے فرمایا ہے: نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

٥٢٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ' هُوَ ابْنُ عَبَّادٍ' عَنْ اَبِي جَمْرَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالُوْا اِنَّا مِنْ هٰذَا الْحَيِّ مِنْ رَبِيْعَةَ' وَلَسْنَا نَصِلُ اِلَيْكَ اِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ' فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَاْخُذُهُ عَنْكَ' وَنَدْعُوْ اِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَ نَا' فَقَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ' وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ. ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ' وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ' وَاَنْ تُؤَدُّوْا اِلَيَّ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ' وَاَنْهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ' وَالْحَنْتَمِ' وَالْمُقَيَّرِ' وَالنَّقِيْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عباد ہیں از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عبدالقیس کا وفد حاضر ہوا' انہوں نے کہا: ہم اس قبیلہ ربیعہ سے ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں پہنچ سکتے ہیں' آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کریں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں' ان کو اس کی طرف دعوت دیں' تب آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں' اللہ پر ایمان لانے کا' پھر انہوں نے ان کے لیے اس کی تفسیر کی: اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور تم میری طرف مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو اور میں تم کو کھو کھلے کدو' سبز گھڑے اور تارکول سے لیپے ہوئے برتن اور کھوکھلی لکڑی میں (پینے سے) منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٥٣ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا بھی اُمورِ ایمان میں سے ہے' اور یہاں اس حدیث کو نماز قائم رکھنے کے لیے بیان کیا ہے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣ - بَابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ — اقامت نماز پر بیعت کرنا

یہاں بیعت سے مراد ہے: اسلام کو قبول کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عہد کرنا' اور وہ شخص جو اپنی اطاعت کو کسی کے لیے فروخت کر دے تو کہا جاتا ہے: اس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

٥٢٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ' عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ' وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی از جریر بن عبد اللہ' انہوں نے کہا: میں نے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۴ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: اللہ' اس کے رسول' ائمہ مسلمین اور عام لوگوں کی خیر خواہی کرنا دین ہے' اور اس باب کا عنوان ہے: نماز قائم کرنے کے لیے بیعت کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٤ - بَابٌ اَلصَّلٰوةُ كَفَّارَةٌ
نماز کفارہ ہے

کفارہ اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی گناہ کو مٹا دے اور چونکہ نماز پڑھنے سے صغیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں' اس لیے کہا جاتا ہے: نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔

۵۲۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' فَقَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْفِتْنَةِ؟ قُلْتُ اَنَا' كَمَا قَالَهُ . اِنَّكَ عَلَيْهِ . اَوْ عَلَيْهَا . لَجَرِيْءٌ' قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ' تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ وَالنَّهْىُ' قَالَ لَيْسَ هٰذَا اُرِيْدُ' وَلٰكِنِ الْفِتْنَةُ الَّتِىْ تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ' قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَاْسٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ' اِنَّ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا. قَالَ اَيُكْسَرُ اَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ يُكْسَرُ' قَالَ اِذًا لَا يُغْلَقُ اَبَدًا' قُلْنَا اَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ؟ قَالَ نَعَمْ' كَمَا اَنَّ دُوْنَ الْغَدِ اللَّيْلَةَ' اِنِّيْ حَدَّثْتُهٗ بِحَدِيْثٍ لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ' فَهِبْنَا اَنْ نَسْاَلَ حُذَيْفَةَ' فَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَاَلَهٗ' فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۳۵-۱۸۹۵-۳۵۸۶-۷۰۹۶]

(صحیح مسلم: ۱۴۴' الرقم المسلسل: ۳۶۲' سنن ترمذی: ۲۲۶۵' سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۰۸' مسند الحمیدی: ۴۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۵' مسند البزار: ۲۸۷۴' السنن الکبریٰ: ۳۲۷' المعجم الاوسط: ۳۸۳۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۸۶' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۵۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۲-۴۰۱' طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۴۱۲- ج ۳۸ ص ۲۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۳۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے پوچھا: تم میں سے کس شخص کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ میں نے کہا: مجھے اسی طرح یاد ہے جس طرح آپ نے فرمایا تھا' (انہوں نے کہا:) تم اس کی ہمت رکھنے والے ہو' میں نے کہا: آدمی کی بیوی' اس کے مال' اس کی اولاد اور اس کے پڑوس میں جو فتنہ ہوتا ہے' نماز' روزہ' صدقہ' نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے' حضرت عمر نے کہا: میری یہ مراد نہیں ہے لیکن میری مراد اس فتنہ سے ہے جس کی موجیں سمندر کی موجوں کی طرح ہوں گی' میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے' آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے' حضرت عمر نے پوچھا: آیا اس دروازہ کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: توڑا جائے گا' حضرت عمر نے کہا: پھر وہ دروازہ کبھی بند نہیں کیا جائے گا' ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر اس دروازہ کو جانتے تھے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: ہاں! جیسے وہ جانتے تھے کہ کل (کے دن) سے پہلے رات ہے' میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی ہے جو بجھارت نہیں ہے' پھر ہم خود حضرت حذیفہ سے پوچھنے سے ڈرے' ہم نے مسروق سے کہا تو انہوں نے پوچھا' پس حضرت حذیفہ نے بتایا: دروازہ حضرت عمر تھے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نماز پڑھنے سے آدمی کے اہل وغیرہ کے فتنہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

فتنہ کے معانی اور بیوی' مال اور اولاد کے فتنہ کا بیان

اس حدیث میں '' فتنہ '' کا لفظ ہے' '' فتنہ '' کا معنی ہے: گناہ اور گمراہی اور '' فتنہ '' کا معنی ہے: کسی شخص کو اس کے نیک طریقہ سے ہٹا دینا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ. اور جو وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے' یہ لوگ آپ کو (اس کے بیان کرنے سے) ہٹا دینا چاہتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۷۳)

اور '' فتنہ '' کا معنی ہے: کفر اور شرک' قرآن مجید میں ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ. (البقرۃ: ۱۹۳) اور ان سے قتال کرتے رہو حتیٰ کہ کفر اور شرک نہ رہے۔

لوگوں کے درمیان جو لڑائی اور جھگڑا ہوتا ہے' اس کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے' نیکی سے بدی کی طرف منتقل ہونے کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے' عورتوں سے بدکاری کو بھی فتنہ کہتے ہیں' برائی اور بھلائی' خوش حالی اور تنگ دستی کے امتحان کو بھی فتنہ کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً. (الانبیاء: ۳۵) اور ہم تم کو مصیبت اور راحت کے امتحان میں مبتلا کرتے ہیں۔

انسان کا اس کی بیوی میں فتنہ یہ ہے کہ بیوی کی فرمائش پوری کرنے کے لیے وہ ایسی بات کہے یا ایسا کام کرے جو جائز نہ ہو' اور انسان کا اس کے مال میں فتنہ یہ ہے کہ مال کے حصول میں جائز اور ناجائز کا فرق نہ کرے یا مال کو خرچ کرنے میں جائز اور ناجائز کا فرق نہ کرے اور انسان کا اس کی اولاد میں فتنہ یہ ہے کہ وہ اولاد کی فرطِ محبت میں نیک کاموں سے رک جائے یا بُرے کاموں کا ارتکاب کرے یا ان کو نیک کام کرنے کا حکم نہ دے اور ان کو بُرے کاموں سے نہ روکے اور انسان کا اس کے پڑوسی میں فتنہ یہ ہے کہ وہ غربت اور افلاس میں پڑوسی کی مدد نہ کرے' وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرے' وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو' اپنی خوش حالی کی وجہ سے ان کے ساتھ تکبر سے پیش آئے اور اگر وہ خوش حال ہوں تو ان سے حسد کرے۔ جو شخص بیوی' مال' اولاد اور پڑوسی کے ساتھ ایسے کام کرے' اگر وہ گناہ کبیرہ کی حد سے کم ہوں تو نماز اور روزہ وغیرہ سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

نیک کاموں سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو کبیرہ سے کم ہوں اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. (ھود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اور اگر وہ کام ایسے ہوں جو حرام کی حد تک پہنچ جائیں تو پھر ان کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ نیک کاموں کے کرنے سے گناہ کبیرہ کا بھی کفارہ ہو جاتا ہے' یہ صحیح نہیں ہے' ورنہ قرآن مجید میں توبہ کرنے کا حکم کیوں دیا جاتا؟ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا. (التحریم: ۸) اے ایمان والو! اللہ کی طرف توبہ کرو خالص توبہ۔

حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں' جب کہ انسان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳' سنن ترمذی: ۲۱۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴)

حضرت عمر کی ذات فتنوں کے سیلاب کے سامنے بہ منزلہ بند تھی' اس بند کے ٹوٹنے کے بعد جو فتنوں کا سیلاب آیا وہ آج تک جاری ہے

دروازہ کھلنے سے مراد حضرت عمر کی طبعی موت ہے اور دروازہ توڑنے سے مراد حضرت عمر کی شہادت ہے' فتنوں کے موج در موج سمندر کی موجوں کی طرح آنے سے مراد یہ ہے کہ مسلمان باہم قتل اور خون ریزی کریں اور لوگوں کی جان' مال اور عزت اور آبرو محفوظ نہ رہے۔ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسے فتنوں کا سد باب حضرت عمر سے تھا اور وہ ان فتنوں کے لیے دروازہ تھے' اور جب حضرت عمر کو شہید کر دیا گیا تو ان فتنوں کو در آنے کا راستہ مل گیا' ان فتنوں کے سیلاب کے آگے حضرت عمر بہ منزلہ بند تھے اور جب یہ بند ٹوٹ گیا تو باہم قتل اور خون ریزی کا سیلاب آ گیا' پھر خوارج کا فتنہ نمودار ہوا اور پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا' پھر پیہم مختلف گم راہیوں کے فتنے نمودار ہوتے رہے اور اس کے نتیجہ میں مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرتے رہے اور آج تک کر رہے ہیں' ہمارے دور کا بڑا فتنہ لسانی تعصب کا فتنہ ہے' اسی فتنہ کے نتیجہ میں پاکستان دو ٹکڑے ہوا اور بنگالی پاکستان سے الگ ہو گئے اور انہوں نے بنگلہ دیش بنا لیا اور اب چاروں صوبے زبان کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں قتل' خون ریزی اور لوٹ مار کر رہے ہیں اور ملک کی وحدت کو تباہ کر رہے ہیں اور باقی ماندہ ملک کو بھی توڑنا چاہتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۷ - ج ۱ ص ۶۱۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں: عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان' حضرت حذیفہ کی حدیث کے بجھارت (پہیلی) نہ ہونے کا بیان۔

۵۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (ھود: ۱۱۴) فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلِي هٰذَا؟ قَالَ لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ.

[طرف الحدیث: ۴۶۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از سلیمان التیمی از ابی عثمان النہدی از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسا لے لیا' پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور دن کی دونوں طرفوں میں نماز پڑھیے اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی' بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ھود: ۱۱۴) اس شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! آیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے (یا تمام امت کے لیے ہے؟) آپ نے فرمایا: میری تمام امت کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۶۳' الرقم المسلسل: ۶۸۶۸' سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۴' السنن الکبریٰ: ۱۱۲۴۷' سنن ترمذی: ۳۱۱۴' مصنف عبد الرزاق: ۱۳۸۳۰' صحیح ابن خزیمہ: ۳۱۹۸' صحیح ابن حبان: ۱۷۲۹' المعجم الکبیر: ۱۰۵۶۰' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۴۱' اسباب النزول للواحدی ص ۲۶۹' شرح السنۃ: ۳۴۶' مسند احمد

ج ۱ ص ۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۵۳-ج ۶ ص ۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۰۷۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) یزید بن زریع (۳) سلیمان بن طرخان ابوالمعتمر (۴) ابوعثمان عبدالرحمان بن مل النہدی' یہ نہد بن زید بن لیث بن اسلم کی طرف نسبت ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اسلام لے آئے تھے' لیکن آپ سے ملاقات نہیں ہوئی' لیکن انہوں نے آپ کی طرف صدقات روانہ کیے اور تقریباً ۱۳۰ سال زندہ رہے اور ۹۵ھ میں فوت ہوئے' یہ نماز پڑھتے پڑھتے بے ہوش ہو جاتے تھے (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حسنات سے مراد پانچ نمازیں ہیں کہ جب کوئی شخص پانچ نمازیں پڑھے گا تو ان سے اس کے گناہ مٹ جائیں گے بہ شرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہے۔

حدیث مذکور کی متعدد روایات

اس حدیث میں جس شخص کا واقعہ ہے' اس کا نام ابوالیسر تھا' اس کے متعلق متعدد روایات ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں مدینہ کے آخر میں ایک عورت سے لپٹ گیا' میں نے اس سے خوب بوس و کنار کیا بس اس میں دخول نہیں کیا' اب میں آپ کے سامنے حاضر ہوں' آپ جو چاہیں میرے متعلق فیصلہ فرمائیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تجھ پر پردہ رکھ لیا تھا' کاش! تو بھی اپنا پردہ رکھتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا' وہ شخص اٹھ کر جانے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو بھیج کر اسے بلوایا اور اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی: اور دن کی دونوں طرفوں میں نماز پڑھیے اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی' بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ھود: ۱۱۴) لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا یہ حکم اس کے ساتھ مخصوص ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ سب کے لیے ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۳' الرقم المسلسل: ۶۸۱۷' سنن ابوداؤد: ۴۴۶۸' سنن ترمذی: ۳۱۱۲' مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' پس آپ مجھ پر حد قائم کیجئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے' اس نے پھر دوبارہ عرض کیا' اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' آپ مجھ پر حد قائم کیجئے' آپ خاموش رہے اور نماز کی اقامت کہی گئی' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو وہ شخص پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ میں بھی دیکھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کو کیا جواب دیتے ہیں' وہ شخص پھر آپ سے ملا اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایک ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' سو آپ مجھ پر حد قائم کیجئے' حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ جب تم اپنے گھر سے نکلے تو کیا تم نے اچھی طرح وضوء کیا تھا' اس نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! پھر تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھ لی؟ اس نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! پھر اس سے رسول اللہ نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے تمہارے گناہ کو معاف فرما دیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۵' الرقم المسلسل: ۶۸۲۷' سنن ابوداؤد: ۴۳۸۱' السنن الکبریٰ: ۷۳۱۵)

اس شخص نے جو کہا تھا: میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' اس سے مراد حد کا معروف معنیٰ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے: بہت بڑا گناہ۔

ھود: ۱۱۴ کی تفسیر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سورہ ھود: ۱۱۴ میں جو فرمایا ہے: دن کی دو طرفوں میں نماز پڑھیے' اس سے مراد فجر اور عشاء کی نماز ہے' مجاہد اور ضحاک نے اسی طرح تفسیر کی ہے' اور حسن بصری اور قتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد فجر اور عصر کی نماز ہے اور ''رات کی کئی ساعتوں میں'' اس سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز ہے' اور فرمایا: نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں' ان نیکیوں سے مراد پانچ نمازیں ہیں' یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حسن بصری' قتادہ' سعید بن المسیب وغیرھم کا بھی یہی قول ہے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آدمی کسی عورت سے صرف بوس و کنار وغیرہ کرے اور اس سے جماع نہ کرے تو یہ ان صغیرہ گناہوں میں سے ہے' جن کو اللہ تعالیٰ کبائر سے اجتناب کرنے کی وجہ سے معاف فرما دیتا ہے اور انسان صغیرہ گناہ کرے اور کبیرہ سے باز رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ. (النجم:۳۲)	جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں سوا صغیرہ گناہوں کے (تو) بے شک آپ کا رب بہت وسیع مغفرت والا ہے۔

رہا گناہ کبیرہ کا حکم تو اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اس میں ضروری ہے کہ وہ نادم ہو اور توبہ کرے اور اس کی ہر ممکن تلافی کرے اور یہ عزم کرے کہ وہ آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کرے گا تو پھر پانچ نمازیں اس کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں جب کہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں بہ شرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمران بن حصین کی روایت تو مجھے نہیں ملی' البتہ اس سلسلہ میں دیگر صحابہ سے مروی حسب ذیل احادیث ہیں:

پانچ نمازوں کے پڑھنے سے ان کے درمیان کے گناہوں کی معافی کے متعلق احادیث

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس طرح پورا وضوء کیا' جس طرح اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے تو فرض نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائیں گی۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۵' مسند عبد بن حمید: ۵۸' صحیح ابن حبان: ۱۰۴۳' صحیح مسلم: ۲۳۱' شرح السنۃ: ۱۵۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷' مسند البزار: ۴۰۷' مسند احمد ج ۱ ص ۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۰۶- ج ۱ ص ۴۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں۔ الحدیث (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ پانچ نمازیں جو حقائق ہیں' ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ وہ شخص کبائر سے مجتنب ہو۔ (مسند ابویعلیٰ: ۵۰۹۰)

حضرت ابو مالک یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نمازیں ان کے درمیان کے

گناہوں کے لیے کفارہ ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ھود: ۱۱۴)

(المعجم الکبیر: ۳۴۶۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسماعیل بن عیاش ہے ابوحاتم نے کہا: اس کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے اور یہ اس کے والد سے روایت ہے اور اس کے باقی راویوں کی توثیق کی گئی ہے' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت ابوامامہ باھلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرض نماز اس سے پہلی نماز کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور جمعہ اس سے پہلے جمعہ کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور رمضان کا مہینہ اس سے پہلے رمضان کے مہینہ کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج اس سے پہلے حج کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ الحدیث

(المعجم الکبیر: ۸۰۱۶' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی المفضل بن صدقہ ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔

ھود: ۱۱۴ میں ''الحسنات'' سے پانچ نمازیں مراد لینا راجح ہے

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا: ھود: ۱۱۴ میں ''الحَسَنٰتِ'' سے مراد یہ کہنا ہے: ''سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر''۔

امام طبری نے کہا: ان مفسرین کا قول صحیح ہے جنہوں نے کہا کہ ''الحسنات'' سے مراد پانچ نمازیں ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث ثابت ہے:

آپ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال اس دریا کی طرح ہے جس میں کوئی شخص ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے جسم پر کون سا میل باقی رہے گا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸۔ ۴۲۷ المعجم الاوسط: ۴۹' المعجم الکبیر: ۶۱۵۱)

نمازیں پڑھنے پر عظیم ثواب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے جب کہ باقی نیک اعمال پر اس قسم کی بشارت نہیں ہے' اس لیے ''الحسنات'' سے پانچ نمازوں کو مراد لینا راجح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۱۰۔ ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۸۷۳۔ ج ۷ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں صرف حد کی توجیہ کی گئی ہے۔

۵ - بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا
نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

۵۲۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ الْعَيْزَارِ اَخْبَرَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ' وَاَشَارَ اِلٰى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ' قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا. قَالَ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ. قَالَ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: الولید بن العیزار نے مجھے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابوعمرو الشیبانی سے سنا' وہ کہتے تھے: ہمیں اس گھر والے نے حدیث بیان کی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا' انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: اللہ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا' انہوں نے کہا: پھر کون سا؟ فرمایا: پھر ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' انہوں نے پوچھا: پھر کون

[اطراف الحدیث: ۲۷۸۲-۵۹۷۰-۷۵۳۴] سا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' حضرت ابن مسعود نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ان کے متعلق بتایا اور اگر میں اور زیادہ طلب کرتا تو آپ اور زیادہ بتاتے۔

(صحیح مسلم: ۸۵' الرقم المسلسل: ۲۴۶' سنن ترمذی: ۱۸۹۸-۱۷۳' سنن النسائی: ۶۱۰' مسند الحمیدی: ۱۰۳' المعجم الکبیر: ۹۸۰۳-۹۸۰۲' شعب الایمان: ۷۹۲۴-۷۹۲۶' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۰۳' مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۲۲۳- ج ۷ ص ۲۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۰۵۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الولید بن العیزار بن حریث الکوفی (۴) ابوعمرو الشیبانی اور وہ سعید بن ایاس ہیں' یہ المخضرم ہیں' یعنی انہوں نے اہل جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا ہے' یہ ایک سو بیس سال زندہ رہے' یہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' اس وقت میں اپنے گھر والوں کے اونٹ چراتا تھا اور جنگ قادسیہ میں میرا شباب کامل ہوا' اس وقت میری عمر ۴۰ سال تھی اور یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے اصحاب میں سے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۹)

''برّ الوالدین'' اور ''جهاد في سبيل الله'' کا معنی

اس حدیث میں ''برّ الوالدین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' ان کی خدمت کرنا' ان کی نافرمانی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کو ترک کرنا۔

''الجهاد في سبيل الله'' اللہ کے دین کو سربلند کرنے اور شعائر اسلام کا اظہار کرنے کے لیے اپنی جان اور مال کے ساتھ کفار کے خلاف جنگ کرنا۔

مذکورہ تین اعمال کو ذکر کرنے کی خصوصیت

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین کاموں کو افضل اعمال میں شمار کیا ہے (۱) نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا (۲) ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور جو شخص نماز میں سستی کرے گا' وہ باقی احکام پر عمل کرنے میں زیادہ سستی کرے گا اور جو شخص ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا' باقی حقوق کی ادائیگی میں اس کی کوتاہی زیادہ متوقع ہے اور جو شخص جہاد میں تقصیر کرے گا' دیگر نیک اعمال میں اس کی تقصیر زیادہ متوقع ہے۔

افضل اعمال کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

نیک اعمال ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں ہے: کھانا کھلانا اسلام کا سب سے اچھا عمل ہے (صحیح البخاری: ۱۲) اور ایک حدیث میں ہے: سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو (صحیح البخاری: ۴۳) اور یہاں فرمایا ہے: سب سے افضل عمل نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا ہے' ان میں موافقت کس طرح ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر سائل کو اس کی غرض کے موافق جواب دیا یا اس کے حال کے لائق جواب دیا' یا اس وقت کے اعتبار سے جواب دیا' ابتداء اسلام میں جہاد افضل اعمال تھا کیونکہ یہ اسلام کو قائم کرنے کا وسیلہ تھا' اور اس کی وجہ سے اسلام کے باقی احکام پر عمل ہو سکتا تھا یا آپ نے حال اور موقع کے لحاظ سے جواب دیا' کیونکہ نصوص سے نماز کی صدقہ پر فضیلت ثابت ہے

لیکن بعض اوقات کسی شدید ضرورت مند کا حال تقاضا کرتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے' اس وقت صدقہ کرنا افضل ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱-۲۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کی فضیلت پر دلیل اور نماز کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت پر دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ رو رہے تھے' ان سے پوچھا گیا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کے معمولات اب نظر نہیں آتے۔ کہا گیا کہ لوگ نماز تو پڑھ رہے ہیں' حضرت انس نے کہا: اس نماز کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے یعنی لوگ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کے لیے سبقت کرنی چاہیے۔

المہلب نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا نماز کو ضائع نہیں کر دیا گیا؟ اس کا معنی یہ ہے کہ لوگ نماز کو اس کے مستحب وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ لوگ نماز کو اس کا وقت نکل جانے کے بعد پڑھتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○ (مریم:۵۹)

پھر (اللہ کے نیک بندوں کے بعد) ایسے بُرے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی' وہ عنقریب انجامِ بد سے دوچار ہوں گے' ان کو دوزخ کی وادی میں ڈال دیا جائے گا ○

اس آیت میں فرمایا ہے کہ انہوں نے نماز کو ضائع کر دیا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انہوں نے نماز کو بالکل ترک کر دیا کیونکہ نماز کو بالکل ترک کر دینا تو کفر کی علامت ہے' بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ وہ نماز کو اس کے اوّل وقت یا مستحب وقت میں نہیں پڑھتے تھے' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ افضل عمل نماز کو اوّل وقت یا مستحب وقت میں پڑھنا ہے۔

نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کو افضل عمل فرمایا کیونکہ قرآن مجید میں بھی یہی ترتیب ہے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ. (لقمان:۱۴) میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۱۲-۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے شکر کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے کی وجوہ

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا. (البقرہ:۸۳) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ والدین کا شکر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے ذکر کی حسبِ ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش اور اس کی پرورش کا حقیقی سبب ہے اور والدین اس کی پیدائش اور پرورش کے ظاہری سبب ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی انسان پر بے شمار نعمتیں ہیں' وہ انسان کو مسلسل اور لگاتار نعمتیں عطا فرماتا ہے اور اکتاتا نہیں ہے' اسی طرح والدین

بھی اولاد کو مسلسل اور لگاتار نعمتیں عطا فرماتے ہیں اور تھکتے اور اکتاتے نہیں ہیں۔

(۳) انسان کے کفر اور معصیت کے باوجود اللہ تعالیٰ بندوں کی روزی اور رزق کو بند نہیں کرتا' اسی طرح والدین بھی اولاد کی نافرمانی کے باوجود ان پر اپنی عطاؤں کی بارش کو بند نہیں کرتے۔

(۴) بڑی سے بڑی معصیت کے بعد جب بندہ ندامت اور توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندہ کو معاف فرما دیتا ہے' اسی طرح بڑی سے بڑی خطاء کے بعد جب اولاد والدین سے معافی طلب کرتی ہے تو وہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔

یوں والدین اللہ تعالیٰ کی کئی صفات کے مظہر ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ان کے ساتھ نیکی کرنے اور اپنے شکر کے ساتھ ان کا شکر ادا کرنے کا ذکر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نماز کو اپنے وقت میں ادا کرنے کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۶۰۔ ج۱ ص ۵۴۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کے جوابات۔

٦ - بَابٌ اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ — پانچ نمازیں کفارہ ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازیں انسان کی خطاؤں کا کفارہ ہیں۔

۵۲۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ، يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، مَا تَقُولُ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ؟ قَالُوْا لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا، قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم اور الدراوردی نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر دریا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے' تم کیا کہتے ہو' یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے کہا: یہ اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا' آپ نے فرمایا: یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے' اللہ ان کے سبب سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۶۷' الرقم المسلسل: ۱۴۹۴' سنن ترمذی: ۲۸۶۸' سنن نسائی: ۴۶۲' صحیح ابن حبان: ۱۷۲۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۳۔ ۶۲' شرح السنۃ: ۳۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۹۲۴۔ ج ۱۴ ص ۴۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۹۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن حمزہ (۲) عبدالعزیز بن ابی حازم (۳) عبدالعزیز بن محمد الدراوردی' یہ خراسان کی بستی دراورد کی طرف نسبت ہے (۴) یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن الھاد اللیثی الاعرج' یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن ابراہیم التیمی' یہ ۱۲۰ھ میں

فوت ہوگئے تھے (۶) ابو سلمہ بن عبد الرحمان بن عوف (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۲)

حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ بلقینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ اجتناب کبائر سے صغائر کا کفارہ ہو جاتا ہے' پھر پانچ نمازوں سے کون سا کفارہ ہوا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے لکھا ہے: اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں سے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے لیکن صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں' جب تک انسان کبائر سے اجتناب کرے' لہٰذا اس باب کی حدیث بھی اس مقید حدیث پر محمول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی اس مقید حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ (النساء: ۳۱) اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے۔

لہٰذا قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق صغیرہ گناہ تو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے معاف ہو گئے تو پانچ نمازوں سے کون سے گناہ معاف ہوئے۔

ہمارے استاذ علامہ بلقینی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ انسان تمام عمر گناہوں سے مجتنب رہے تو اس کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور حدیث کا منشاء یہ ہے کہ ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے سے اس کے اس روز کے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' لہٰذا قرآن مجید سے صغائر کی معافی اور حدیث سے صغائر کی معافی دونوں کے محمل الگ الگ ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۴۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بلقینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاذ علامہ بلقینی کا یہ جواب درست نہیں ہے' اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کو بلاوجہ اور بغیر کسی دلیل' کے مقید کیا ہے کہ جو شخص ساری عمر کبائر سے مجتنب رہے گا' تب اس کے صغائر کی معافی ہوگی بلکہ اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ انسان جس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی کبیرہ گناہ کرنے سے باز آ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

ہمارے اس جواب کی تائید اس قاعدہ سے ہوتی ہے کہ اس آیت میں ''کبائر'' بھی جمع کا صیغہ ہے اور ''سیئات'' بھی جمع کا صیغہ ہے اور جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو احاد کی تقسیم احاد کی طرف ہوتی ہے' جیسے کہا جاتا ہے: ''لبس القوم ثیابھم'' سب لوگوں نے کپڑے پہن لیے یعنی ہر شخص نے اپنے کپڑے پہن لیے' اس اسلوب پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام کبائر کے اجتناب سے تمام صغائر کی معافی ہو گی یعنی ہر کبیرہ کے اجتناب سے اس کے مقابلہ میں صغائر معاف کر دیئے جائیں گے' نیز ہمارے جواب کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (الرحمٰن: ۴۶) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا' اس کے لیے دو جنتیں ہیں ۝

یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی ایک کبیرہ گناہ کو بھی ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کو دو جنتیں عطا فرمائے گا' تو جس کو

اللہ تعالیٰ دو جنتیں عطا فرمائے گا' اس کے صغائر کو تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمائے گا' لہٰذا علامہ بلقینی کا یہ قید لگانا صحیح نہیں ہے کہ جو تمام عمر کبائر سے اجتناب کرے' اس کے صغائر کا کفارہ ہوگا' اور علامہ عسقلانی نے جو اپنے استاذ کا جواب بڑے طمطراق سے پیش کیا تھا' وہ بھی بے سود ہے۔

اشکال مذکور کا جواب علامہ عینی کی طرف سے

علامہ بدرالدین عینی نے اصل اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ کبائر سے اجتناب اس وقت مکمل ہوگا' جب انسان پانچ نمازیں پڑھے گا' سو جس شخص نے پانچ نمازیں نہیں پڑھیں' وہ کبائر سے مجتنب نہیں ہوا کیونکہ ان نمازوں کو ترک کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے' لہٰذا کبائر کا کفارہ پانچ نمازوں کے پڑھنے پر موقوف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴۔ ۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کے جواب سے اصل اشکال نہیں دور ہوا' کیونکہ اصل اشکال یہ ہے کہ جو شخص کبائر سے بھی مجتنب رہا اور اس نے دن کی پانچ نمازیں بھی پڑھیں تو اس کے صغائر کا کفارہ تو اجتناب کبائر سے ہوگیا تو اب دن کی پانچ نمازیں پڑھنے سے کس چیز کا کفارہ ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے صغائر کا کفارہ اجتناب کبائر سے ہوگیا یا جس شخص کے صغائر تھے ہی نہیں تو پانچ نمازیں پڑھنے سے اس کے درجات میں ترقی ہو جائے گی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے کبائر اور صغائر زیادہ ہوں اور اس نے اس روز بعض کبائر سے اجتناب کیا ہو' جس کی وجہ سے اس کے صغائر معاف ہو گئے ہوں اور اس کے کبائر ابھی باقی ہوں اور اس روز پانچ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے باقی ماندہ کبائر میں تخفیف ہو جائے گی' بہرحال اجتناب کبائر کی وجہ سے صغائر کی معافی کا الگ فائدہ ہے اور پانچ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے درجات میں بلندی یا تخفیف کبائر کا الگ فائدہ ہے اور قرآن مجید اور اس حدیث میں سے کوئی بھی عبث اور بے فائدہ نہیں ہے' یہ وہ جواب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کے ذہن میں القاء کیا ہے' اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے' ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۲۱۔ ج ۲ ص ۳۰۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں اور کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا شفاعت سے۔

۷ - بَابُ تَضْيِيعِ الصَّلٰوةِ عَنْ وَقْتِهَا — نماز کو اس کے وقت سے ضائع کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازوں کو ان کے اصل اوقات یا مستحب اوقات سے مؤخر کر کے پڑھنا' ان نمازوں کو ضائع کرنا ہے۔

۵۲۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ غَيْلَانَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِّمَّا كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ الصَّلٰوةُ؟ قَالَ أَلَيْسَ ضَيَّعْتُمْ مَا ضَيَّعْتُمْ فِيهَا؟

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۷۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از غیلان از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے فرمایا: میں ان چیزوں میں سے اب کوئی چیز نہیں پہچانتا' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھیں' ان سے کہا گیا: نماز؟ حضرت انس نے کہا: کیا نماز کو بھی تم لوگوں نے ضائع نہیں کر دیا' جو تم نے ضائع کر دیا ہے۔

ظالم حکمرانوں کا نماز کو تاخیر سے پڑھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت فرمایا تھا' جب انہیں یہ علم ہوا کہ حجاج اور ولید بن عبد الملک وغیرھما نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں اور اس سلسلہ میں آثار بہت مشہور ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

امام عبدالرزاق نے عطا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن ولید نے جمعہ کو مؤخر کر دیا' حتیٰ کہ شام ہو گئی' پس میں آیا اور میں نے بیٹھنے سے پہلے ظہر پڑھ لی' پھر میں نے عصر پڑھ لی' میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ خطبہ پڑھ رہا تھا۔

(مصنف عبدالرزاق:۳۸۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطا نے اپنی جان کے خوف سے ایسا کیا تھا۔

ابونعیم شیخ بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں ابوبکر بن عتبہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوجحیفہ کے پہلو میں نماز پڑھی' پھر حجاج نماز پڑھانے کے لیے چل پڑا تو حضرت ابوجحیفہ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ حجاج کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' جب اس نے نماز میں تاخیر کی تو انہوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

عامر بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ شقیق ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ کی نماز اپنے گھروں میں پڑھ لیا کریں کیونکہ حجاج نماز کو مؤخر کرتا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق:۳۸۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۵۳۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ ' اَبُوْ عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ' عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِىْ رَوَّادٍ' اَخِىْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ' قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِىَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ' وَهُوَ يَبْكِىْ ' فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكَ ؟ فَقَالَ لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِّمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ' وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ . وَقَالَ بَكْرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ الْبُرْسَانِىُّ قَالَ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ رَوَّادٍ' نَحْوَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن واصل' ابوعبیدہ الحداد نے خبر دی از عثمان بن ابی رواد برادر عبدالعزیز' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں گیا' وہ اس وقت رو رہے تھے' میں نے عرض کیا: آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے؟ انہوں نے کہا: میں ایسی کسی چیز کو نہیں پہچانتا جس کو میں نے پایا تھا سوا اس نماز کے اور یہ بھی ضائع کر دی گئی ہے' اور بکر نے کہا: ہمیں محمد بن بکر البرسانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن ابی رواد نے اس کی مثل خبر دی۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن زرارہ (۲) عبدالواحد السدوسی البصری' یہ ۱۰۹ ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عثمان بن ابی رواد' ان کا نام میمون ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۵۲۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸- بَابُ الْمُصَلِّي يُنَاجِي رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ — نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ابواب سابقہ کا تعلق نماز کے اوقات کے ساتھ ہے اور اس باب میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کا وقت بیان کیا گیا ہے' احادیث سابقہ میں ان لوگوں کی تحسین تھی' جو نماز کو اس کے وقت میں پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کی مذمت تھی' جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں' امام بخاری نے اس باب کی احادیث کو اس لیے بیان کیا ہے کہ نمازی اس فضیلت کے حصول کی طرف راغب ہو۔

۵۳۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى يُنَاجِي رَبَّهُ، فَلَا يَتْفِلَنَّ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَقَالَ سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ لَا يَتْفِلُ قُدَّامَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ. وَقَالَ شُعْبَةُ لَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ. وَقَالَ حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْزُقُ فِي الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے تو اپنی دائیں طرف نہ تھوکے لیکن اپنے بائیں قدم کے نیچے' اور سعید نے قتادہ سے روایت کی ہے' کوئی شخص اپنے آگے یا اپنے سامنے نہ تھوکے' لیکن اپنی بائیں طرف یا اپنے قدموں کے نیچے' اور شعبہ نے کہا: کوئی شخص اپنے سامنے نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں طرف یا اپنے قدم کے نیچے' اور حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ کوئی شخص قبلہ میں نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں طرف یا قدم کے نیچے۔

ان تمام تعلیقات کو امام بخاری' صحیح البخاری: ۴۱۴۔ ۴۱۳۔ ۴۱۲ میں سند متصل سے روایت کر چکے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۱۳ میں مطالعہ فرمائیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: بائیں جانب تھوکے یا بائیں قدم کے نیچے' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۳۲ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَبْسُطْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ، وَإِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اعتدال سے سجدہ کرو اور (کوئی شخص) اپنی کلائیوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے اور جب کوئی شخص تھوکے تو اپنے سامنے تھوکے اور نہ اپنی دائیں طرف کیونکہ وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۱۳ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنا چاہیے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی مناسبت ہے۔

اعتدال سے سجدہ کرنے کی کیفیت

اس حدیث میں اعتدال سے سجدہ کرنے کا حکم ہے اور اعتدال سے سجدہ کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھے اور اپنی کہنیوں کو زمین سے اور اپنے پہلوؤں سے بلند رکھے اور پیٹ کو رانوں سے بلند رکھے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ ہیئت تواضع کے بہت مشابہ ہے اور اس طرح پیشانی کو زمین پر رکھنے میں بہت سہولت ہے اور سستی سے حفاظت ہے' اور جو زمین پر بچھ کر سجدہ کرتا ہے' وہ کتے کے مشابہ ہوتا ہے۔

۹ - بَابُ الْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سخت گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی فضیلت ہے۔

۵۳۴٬۵۳۳ - حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ ' عَنْ سُلَيْمَانَ ' قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ حَدَّثَنَا الْاَعْرَجُ ' عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَغَيْرُهٗ ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ' وَنَافِعٌ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ' فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ. [طرف الحدیث: ۵۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ایوب بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بکر نے حدیث بیان کی از سلیمان' صالح بن کیسان نے کہا: ہمیں الاعرج' عبد الرحمان وغیرہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور نافع حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام' ان دونوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی' آپ نے فرمایا: جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔

(السنن الکبریٰ: ۱۴۸۷' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۵۰۶۔ ج ۱۶ ص ۳۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ایوب بن سلیمان بن بلال المدنی' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابو بکر عبد الحمید بن ابی اویس الاصبحی' یہ ۲۰۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان بن بلال' یہ ایوب بن سلیمان کے والد ہیں (۴) صالح بن کیسان (۵) الاعرج' یہ عبد الرحمان بن ھرمز ہیں (۶) نافع' یہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو' اس سے مراد ظہر کی نماز ہے کیونکہ اس وقت بہت سخت گرمی ہوتی ہے' اسی لیے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تصریح ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے اور وہ حدیث اس باب کے آخر میں آئے گی' اسی کے اعتبار سے امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے: گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا۔

نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حکمت اور ''فیح'' کا معنی

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ اس حکم کی حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) اس حکم سے مقصود مشقت کو کم کرنا ہے کیونکہ گرمی کی شدت سے انسان تنگ ہوگا اور نماز میں گرمی کی تمازت کی طرف خیال رہے گا' جس کی وجہ سے نماز کی طرف توجہ نہیں ہوگی اور خشوع میں کمی ہوگی۔

(۲) حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے اوقات بتاتے ہوئے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب سورج سر پر ہو تو نماز سے رک جاؤ' کیونکہ یہ وہ وقت ہے جب دوزخ میں ایندھن کو گرم کیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۳۲' الرقم المسلسل: ۱۸۹۸)
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز رحمت کا سبب ہے اور نماز قائم کرنے سے عذاب کو دور کرنے کی امید ہوتی ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت نماز ترک کرنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ظہور کا وقت ہے' اس وقت میں اسی کی طلب مفید ہوگی جس کو طلب کی اجازت دی گئی ہو' یہی وجہ ہے کہ میدانِ حشر میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا سب شفاعت کرنے سے عذر پیش کریں گے' اسی وجہ سے ہمیں بھی ظہر کی نماز اس وقت پڑھنی چاہیے' جب شارع علیہ السلام کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔
اس حدیث میں ''فیح'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کا ہیجان اور اس کا جوش میں آنا' عرب کہتے ہیں: ''فاحت القدر'' دیگچی میں جوش آ گیا۔

ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا مستحب ہونا اور ٹھنڈے وقت کی تحدید

اس حدیث میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' لہٰذا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا واجب ہونا چاہیے' لیکن فقہاء اس کو مستحب کہتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر امر استحباب کے لیے ہے اور فقہاء مذاہب کا یہی مختار ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ نمازیوں کو مشقت نہ ہو اور حرج کم کرنے کے لیے' سو یہ حکم شفقت کے قبیل سے ہے اور شفقت کی بناء پر جو حکم ہوتا ہے' وہ استحباب کے لیے ہوتا ہے۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ ٹھنڈے وقت کی کوئی تعیین ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایا اس چیز کی مثل ہو جائے تو یہ ٹھنڈا وقت ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۱-۳۰)

۵۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ، فَقَالَ أَبْرِدْ أَبْرِدْ. أَوْ قَالَ انْتَظِرِ انْتَظِرْ. وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ. حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ. [اطراف الحدیث: ۵۳۹-۶۲۹-۳۲۵۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از المہاجر ابی الحسن' انہوں نے زید بن وہب سے سنا از حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں' ٹھنڈے وقت میں' یا فرمایا: انتظار کرو' انتظار کرو اور فرمایا: گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے' پس جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو' حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا۔

(صحیح مسلم: ۶۱۶' الرقم المسلسل: ۱۳۰۷' سنن ابوداؤد: ۴۰۱' سنن ترمذی: ۱۵۸' موطأ امام مالک: ۲۸' دار المعرفۃ' بیروت' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۴۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۴' صحیح ابن خزیمہ: ۳۹۴' صحیح ابن حبان: ۱۵۰۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۸' شرح السنۃ: ۳۶۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۵ طبع

قدیم'مسند احمد: ۷۲۱۳۔ ج ۵ ص ۳۰۲ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مؤذن کا مصداق اور ''فیئ التلول'' کا معنی اور اس پر دلیل کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن کا ذکر ہے' اس سے مراد حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: مؤذن نے اذان دی تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں۔ بہ ظاہر اس کا معنی ہے: مؤذن کے اذان شروع کرنے کے بعد آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں' لیکن صحیح البخاری: ۵۳۹ میں یہ عبارت ہے کہ مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ٹیلوں کے ایک مثل سائے کے بعد ظہر کی اذان دی گئی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے اور یہی فقہاء احناف کثرھم اللہ کا مذہب ہے۔

اس حدیث میں ''فیئ التلول'' کا لفظ ہے' ''فیئ'' کا معنی ہے: سایا اور ''التلول'' ''تل'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: ٹیلہ۔

۵۳۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ ' عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ ' فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے اس کو زہری سے یاد رکھا ہے از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۰۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۳۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

۵۳۷- وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا ' فَقَالَتْ يَا رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا ' فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ ' وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ ' فَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ ' وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ.

اور دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی: اے میرے رب! میرے بعض اجزاء نے بعض کو کھا لیا' تو اللہ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی' ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں' سو یہ وہ ہے جو تم شدید گرمی پاتے ہو اور یہ وہ ہے جو تم شدید سردی پاتے ہو۔

[طرف الحدیث: ۳۲۶۰]

(صحیح مسلم: ۶۱۷' الرقم المسلسل: ۱۳۷۵' مسند الحمیدی: ۹۴۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۸۸' المنتقیٰ: ۱۵۶' مسند ابو یعلیٰ: ۵۸۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۷' صحیح ابن حبان: ۷۴۶۶' شرح السنۃ: ۳۶۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۵۸' سنن دارمی: ۲۸۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۴۷۔ ج ۱۲ ص ۱۸۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۷۰۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

جہنم کے سرد اور گرم طبقوں میں منافات کا نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ شدید سردی جہنم کے زمہریر سے ہے' اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جہنم میں تو آگ ہے' وہاں سخت ٹھنڈا طبقہ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے' جہنم کے ایک حصہ میں آگ ہے اور دوسرے حصہ میں زمہریر ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ آگ اور زمہریر کا جمع نہ ہونا دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کا جمع ہونا ممکن ہے اور اُمورِ آخرت کو اُمورِ دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ دوزخ کے بعض اجزاء نے بعض دوسرے اجزاء کو کھا لیا' اس میں بھی کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ

دوزخ کی آگ دوزخیوں کے گوشت اور ان کی ہڈیوں کو کھالے گی اور حدیث میں ہے: جو شخص شراب پینے پر اصرار کرتا ہوا مر گیا تو دوزخیوں کا خون اور پیپ اس شخص کا مشروب ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵-۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی مؤخر الذکر دونوں حدیثیں شرح صحیح مسلم: ۱۳۰۱-۱۳۰۰-ج ۲ ص ۲۳۶ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) ظہر کے آخری وقت میں مذاہب فقہاء (۲) ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات (۳) دو مثل سائے تک وقت ظہر کا ثبوت (۴) بعض شارحین کا تسامح۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۱-۲۴۷ میں مذکور ہے۔

۵۳۸- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ. تَابَعَهُ سُفْيَانُ، وَيَحْيَى، وَأَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ.

[طرف الحدیث: ۳۲۵۹]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۲۱۰ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔ سفیان اور یحییٰ اور ابو عوانہ نے الاعمش سے روایت کرنے میں حفص بن غیاث کی متابعت کی ہے۔

حضرت خباب کی حدیث ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے خلاف ہے اس کی توجیہات

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گرمی کی شدت کی شکایت کی تو آپ نے ہماری شکایت کو زائل نہیں کیا۔ (صحیح مسلم: ۶۱۹ الرقم المسلسل: ۱۳۹۱)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ ظہر کو گرمیوں کی شدت میں بھی پہلے وقت میں پڑھا جائے اور اگر ظہر کو مؤخر کر کے ٹھنڈے وقت میں پڑھا تو اس کی بھی رخصت ہے اور ہمارے بعض اصحاب اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حدیث سے یہ حدیث منسوخ ہے اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے یہی قول مختار ہے اور رہی حضرت خباب کی حدیث تو وہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے ٹھنڈے وقت میں زیادہ تاخیر کو طلب کیا تھا حتیٰ کہ دیواروں کا اتنا زیادہ سایا ہو جائے جس میں وہ آرام سے نماز پڑھنے مسجد میں جا سکیں یہی جمہور فقہاء کا قول ہے جمہور صحابہ کا بھی یہی مؤقف ہے کیونکہ اس سلسلہ میں بہت احادیث وارد ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل بھی ہے اور آپ نے اس کا حکم بھی دیا ہے۔

(شرح صحیح مسلم بشرح نووی ج ۳ ص ۱۹۷۴ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

۱۰- بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي السَّفَرِ — سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حالت سفر میں بھی ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے۔

۵۳۹- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُهَاجِرٌ، أَبُو الْحَسَنِ، مَوْلًى لِبَنِي تَيْمٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی

اللّٰهِ، قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدْ. ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ، فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ. حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلٰوةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا «تَتَفَيَّأُ» تَتَمَيَّلُ.

انہوں نے کہا: ہمیں مہاجر ابوالحسن نے حدیث بیان کی جو بنو تیم اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے کہا: میں نے حضرت زید بن وہب سے سنا از حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے پس مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے سو جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ حضرت ابن عباس نے کہا: ''تتفیا'' کا معنی ہے: مائل ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۳۵ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا' اور یہاں اس عنوان میں سفر کا ذکر ہے۔

۱۱ - بَابُ وَقْتِ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ — ظہر کا وقت زوال سے ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہر کے وقت کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے جب سورج آسمان کے وسط سے مغرب کی طرف زائل ہوتا ہے یعنی مائل ہوتا ہے۔

وقال جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالْهَاجِرَةِ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۶۰ میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ اس پوری حدیث کا ایک قطعہ ہے۔

۵۴۰ - **حَدَّثَنَا** أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ، فَصَلَّى الظُّهْرَ، فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ السَّاعَةَ، فَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عِظَامًا، ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ، فَلَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هٰذَا. فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ، وَأَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي. فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِي؟ قَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ. ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي. فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب سورج (آسمان کے وسط سے) زائل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر پڑھی پھر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر کیا' پھر آپ نے اس میں بڑے بڑے واقعات کا ذکر فرمایا' پھر آپ نے فرمایا: جو کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہو وہ سوال کرے' تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا' جب تک کہ میں اس مقام میں ہوں' پھر اکثر لوگوں نے رونا شروع کر دیا اور آپ نے بہت زیادہ فرمایا: مجھ سے سوال کرو' پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ

نَبِیًّا، فَسَکَتَ. ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ آنِفًا فِیْ عُرْضِ ھٰذَا الْحَائِطِ، فَلَمْ اَرَ کَالْخَیْرِ وَالشَّرِّ.

نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے' پھر آپ بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے سوال کرو' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوزانو بیٹھ گئے' پھر کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو نبی مان کر راضی ہیں' تب آپ خاموش ہو گئے' پھر فرمایا: ابھی اس دیوار کے وسط میں میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی' پس میں نے خیر اور شر کی مثل (اس سے پہلے) نہیں دیکھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جو شخص امام یا محدث کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا۔ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نصف آسمان سے سورج کے زوال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی' سو ہم ظہر کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ (احادیث میں زوال سے مراد ہے: جب سورج استواء سے زائل ہو جائے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ زوال کے وقت نماز جائز نہیں ہے اس سے ان کی مراد ہوتی ہے جب سورج سر پر ہو۔)

ظہر کی نماز کے وقت میں مذاہب اربعہ' زوال کے وقت میں ظہر کی نماز کی فرضیت پر دلائل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ظہر کا اوّل وقت زوال آفتاب سے ہوتا ہے' حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم زوال کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے' اور ابراہیم نخعی نے الاسود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ جلدی کسی کو ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: جب سورج کا زوال ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھا کرو اور ابراہیم نخعی نے کہا: ہم کبھی کبھی علقمہ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ایک مثل سائے کو پاتے' ہم اس سائے میں بیٹھ جاتے اور کبھی ہم سایا نہیں پاتے تھے' یہ تمام احادیث اور آثار امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیے ہیں۔

امام طحاوی نے کہا: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ظہر کو اوّل وقت میں پڑھنا چاہیے' انہوں نے ان آثار سے استدلال کیا ہے اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے' انہوں نے کہا: سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھنا چاہیے لیکن گرمیوں میں ظہر کو مؤخر کر کے ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے' یہ فقہاء احناف' امام احمد اور اسحاق کا قول ہے اور ابوالفرج نے اس کو امام مالک سے بھی روایت کیا ہے۔

ان فقہاء کا استدلال ان احادیث سے ہے' جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ معلوم ہے کہ ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنا صرف ظہر میں مطلوب ہوتا ہے اور انہوں نے ان آثار کی مخالفت کی' جن میں گرمیوں میں ظہر کو جلدی پڑھنے کا ذکر ہے' پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ ان میں سے ایک چیز دوسری چیز پر راجح ہے' یہ کہا گیا ہے کہ پہلے ظہر کی نماز جلدی پڑھی جاتی تھی' پھر یہ عمل منسوخ ہو گیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم کو دوپہر کے وقت ظہر کی نماز پڑھائی' پھر فرمایا: گرمی کی

شدت جہنم کے جوش سے ہے' نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

سو اس حدیث میں حضرت مغیرہ نے یہ خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کو اپنے وقت میں پڑھنے کے بعد اس کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا' لہٰذا شدید گرمی میں ظہر کو جلدی پڑھنے کا عمل منسوخ ہو گیا اور شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا واجب ہو گیا' اور حضرت انس بن مالک اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں ظہر کو مؤخر کرتے تھے' یہ ان متعدد سندوں سے ثابت ہے جن کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت جابر' حضرت انس اور حضرت ابی برزہ کی حدیث' حضرت المغیرہ کی حدیث کی تفسیر ہے۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کو مطلقاً جلدی پڑھنا چاہیے' وہ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے' وہ ظہر کو جلدی پڑھنے کی ناسخ نہیں ہے اور ظہر کا حکم یہ ہے کہ اس کو تمام زمانوں میں جلدی پڑھا جائے' یہ حکم اس کے لیے ہے جو افضل پر عمل کرنا چاہتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات میں ظہر کو جلدی پڑھا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ان کو شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا تھا' یہ ان پر شفقت کی وجہ سے رخصت تھی' میمون بن مہران نے کہا ہے کہ نصف النہار (دوپہر) کے وقت نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ نصف النہار کے وقت نماز کو اس لیے مکروہ کہتے تھے کہ وہ مکہ میں نماز پڑھتے تھے اور وہاں بہت سخت گرمی ہوتی تھی اور وہاں سایا نہیں تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی' جب سورج زائل ہو گیا تھا' پس انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یہی نماز کا وقت ہے' یہ اس پر محمول ہے کہ تمام زمانوں میں یہی ظہر کی نماز کا وقت ہے اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سورج کے زوال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بعض اوقات شدید گرمی میں آپ اس کو مؤخر کر کے پڑھتے' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام گرمیوں میں آپ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بعض اوقات کا لفظ تقلیل پر دلالت کرتا ہے' آپ اکثر اوقات ظہر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے اور ٹھنڈے وقت میں نہیں پڑھتے تھے اور اس میں امت کو اختیار ہے' وہ جس وقت میں چاہے ظہر کی نماز پڑھے۔

سو جو شخص افضل پر عمل کرنا چاہے وہ جلدی ظہر پڑھے اور جو شخص رخصت پر عمل کرنا چاہے' وہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھے' یہی معنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سمجھا تھا' لہٰذا انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جب سورج (استواء سے) زائل ہو جائے تو ظہر پڑھو' پس ان کے نزدیک افضل یہی تھا کہ ظہر کو اول وقت میں پڑھا جائے اور انہوں نے اپنے عمال کو یہی حکم دیا کہ جب ایک ہاتھ سایا ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھو اور اس میں گرمیوں اور سردیوں کا کوئی استثناء نہیں کیا۔

فقہاء کا ظہر کے مختار وقت میں اختلاف ہے' امام مالک سے مدونہ میں منقول ہے کہ ظہر' عصر اور عشاء کو اپنے وقت پر پڑھنا مستحب ہے اور یہ اس کے خلاف ہے جو ابو الفرج نے امام مالک سے روایت کی ہے' امام ابو حنیفہ سے بھی اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں' ابن القصاء نے از کرخی از امام ابو حنیفہ یہ روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک ظہر کا وقت اس کے آخری وقت پر معلق ہے اور اول وقت میں نماز پڑھنا نفل ہے' پس اگر کسی شخص نے زوال کے وقت میں نماز پڑھی' پھر وہ ظہر کے آخری وقت تک صحیح وسلامت رہا تو وہ ظہر کی نماز کا مکلف ہو گیا اور اس نے جو اول وقت میں ظہر کی نماز پڑھی تھی' وہ نفل ہو گی اور تمام فقہاء امام ابو حنیفہ کے اس قول کے خلاف ہیں' اور کرخی نے امام ابو حنیفہ کی موافقت میں یہ دلیل دی ہے کہ اگر زوال آفتاب سے ظہر کی نماز واجب ہو جائے اور پھر کوئی

شخص اس کو تاخیر سے پڑھے تو اس کو گناہ گار ہونا چاہیے حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوگا' ابن القصاء نے کہا: یہ اعتراض ہم پر لازم نہیں آتا' اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ نماز کے وجوب میں توسیع ہے اور مکلف کو اختیار دیا ہے کہ وہ زوال کے بعد جس وقت چاہے' ظہر کی نماز ادا کرلے۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کے فاسد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اس باب کی احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج کے زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھی ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظہر کے اول وقت میں نماز پڑھائی اور آپ نے فرمایا: مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے' پس یہ محال ہے کہ ظہر کا فرض آخر وقت کے ساتھ متعلق ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کو اول وقت میں پڑھیں اور کسی شخص کے لیے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ گمان نہیں کرنا چاہیے جائز نہیں ہے' امام ابوحنیفہ کا یہ قول سنت ثابتہ کے مخالف ہے اور دلیل سنت میں ہے نہ کہ سنت کی مخالفت میں۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: ظہر کا آخری وقت یہ ہے کہ ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' اس قول میں انہوں نے احادیث کی اور لوگوں کے اقوال کی مخالفت کی ہے اور اپنے اصحاب کی بھی مخالفت کی ہے اور امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کا ایک ایسا قول نقل کیا ہے جو جماعت کے قول کے موافق ہے اور وہ یہ ہے کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو جائے' مگر اس وقت عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا' عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' پھر انہوں نے ظہر اور عصر کے درمیان ایسا وقت چھوڑا جو ظہر اور عصر میں سے کسی نماز کی صلاحیت نہیں رکھتا' اور یہ ان کا ایسا قول ہے جس میں کسی نے ان کی متابعت نہیں کی۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے اور وہی بلافصل عصر کا اول وقت ہے اور یہی امام ابویوسف' امام محمد' امام احمد بن حنبل اور دوسرے فقہاء کا قول ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ ظہر کے آخری وقت میں اور عصر کے اول وقت میں ایسا فاصلہ ہے' جس میں ظہر کا وقت مختار ہے نہ عصر کا وقت مختار ہے اور یہ وہ وقت ہے جب سایا ایک مثل سے تھوڑا سا زیادہ ہو جائے اور انہوں نے اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظہر کا وقت اس وقت تک ہے' جب تک عصر کا وقت نہیں آتا' اس حدیث سے ان کا قول ثابت نہیں ہوتا اور امام شافعی کے اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۴۔ ۲۲۱' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے از کرخی از امام ابوحنیفہ یہ نقل کیا ہے کہ ظہر کے اول وقت میں نماز نفل ہوتی ہے اور تمام فقہاء اس کے خلاف ہیں' میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور امام ابوحنیفہ سے یہ منقول نہیں ہے کہ ظہر کے اول وقت میں نماز نفل ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ظہر کے اول وقت میں نماز واجب ہے اور اس وجوب میں توسیع ہے' یعنی ظہر کے آخر وقت تک جب بھی نماز ظہر پڑھی جائے گی' اس سے فرض نماز ادا ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا

میں کہتا ہوں کہ اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے

بھی علامہ ابن بطال مالکی پر رد کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا عنوان ہے: ظہر کے وقت کی ابتداء زوال کے وقت ہوتی ہے یعنی جب سورج استواء سے زائل ہو کر مغرب کی سمت کی طرف مائل ہوتا ہے' اس عنوان سے امام بخاری نے ان کوفیوں کے زعم کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ ظہر کے اول وقت میں نماز واجب نہیں ہوتی' اور علامہ ابن بطال نے نقل کیا ہے کہ تمام فقہاء اس نقل کے خلاف ہیں جو کرخی نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ ظہر کی نماز اول وقت میں نفل ہوتی ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک معروف یہ ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور بعض فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ظہر کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے' جب زوال کا سایا ایک تسمہ کی مقدار ہو جائے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۵۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ہمارے برصغیر کے اُردو بولنے والوں میں معروف ہے کہ زوال کے وقت سجدہ جائز نہیں ہے' دراصل اُردو بولنے والے زوال سے مجازاً مراد استواء لیتے ہیں یعنی جب سورج سر پر ہوتا ہے اور اس وقت سجدہ جائز نہیں ہے اور احادیث میں زوال کا حقیقی معنی مراد ہے یعنی جب استواء سے سورج زائل ہو کر مغرب کی طرف مائل ہو اور اس وقت میں ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

علامہ عینی کا علامہ سرخسی حنفی کی عبارت سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا

علامہ بدرالدین عینی نے علامہ ابن بطال پر رد کرنے کے لیے علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ کی یہ عبارت پیش کی ہے:

شمس الائمہ نے المبسوط میں کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ظہر کا اول وقت زوالِ آفتاب سے داخل ہوتا ہے۔

(المبسوط ج ا ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ) (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا علامہ سرخسی کی عبارت سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ سرخسی کی وفات ۴۸۳ھ میں ہوئی ہے اور علامہ ابن بطال کی وفات ۴۴۹ھ میں ہوئی ہے اور علامہ ابن بطال' علامہ سرخسی سے پہلے فوت ہو چکے تھے' سو وہ المبسوط میں امام ابوحنیفہ کا مذہب کیسے پڑھ سکتے تھے' علامہ عینی پر لازم تھا کہ وہ ان فقہاء احناف کی عبارات سے استدلال کرتے جو علامہ ابن بطال پر مقدم تھے تاکہ یہ کہا جا سکتا کہ علامہ ابن بطال کو چاہیے تھا کہ وہ امام ابوحنیفہ کے قول کو فاسد کہنے سے پہلے فقہاء احناف کی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کا مذہب پڑھ لیتے۔

مصنف کا مقدم ائمہ احناف کی عبارات سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا

علامہ محمد بن الحسن الشیبانی الحنفی المتوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا: ظہر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: زوالِ آفتاب سے لے کر یہاں تک (کہ سایا ایک قامت کے برابر ہو جائے' یہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے) اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ سایا دو قامتوں کے برابر ہو جائے اور جب سایا دو قامتوں کے برابر ہو جائے گا تو عصر کا وقت داخل ہو جائے گا۔ (المبسوط (کتاب الاصل) ج ا ص ۱۴۴' ادارۃ القرآن' کراچی)

امام محمد روایت کرتے ہیں: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز کا وقت دریافت کر رہا تھا' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازوں میں حاضر رہے' پھر آپ نے حضرت بلال کو اول وقت میں نمازوں کا حکم دیا' پھر دوسرے دن آپ نے تمام نمازوں کے آخر کا حکم دیا' پھر آپ نے پوچھا: نماز کا وقت دریافت کرنے والا کہاں ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے' امام محمد نے کہا: ہم اسی حدیث پر عمل کرتے

ہیں البتہ غروبِ آفتاب کے بعد مغرب میں تاخیر کو مکروہ کہتے ہیں' اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد: ۶۵۔ص ۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ)

• امام محمد روایت کرتے ہیں: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' انہوں نے فرمایا: ظہر کی نماز کو جہنم کے جوش سے ٹھنڈے وقت میں پڑھو' امام محمد نے کہا: گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور سردیوں میں زوالِ آفتاب کے وقت ظہر کی نماز کو پڑھو اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد: ۶۶۔ص ۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے شرح معانی الآثار میں حدیث: ۱۰۶۶ سے لے کر ۱۰۸۰ تک ۱۴' احادیث روایت کی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوالِ آفتاب کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے' پھر امام طحاوی نے ۱۰۸۱ سے لے کر ۱۰۹۱ تک ۱۰' احادیث روایت کی ہیں کہ گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور آخر میں اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردیوں میں ظہر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۰۹۷' صحیح البخاری: ۹۰۶' سنن النسائی: ۴۹۵)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک ظہر کی نماز میں یہی سنت ہے جیسا کہ حضرت ابومسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز مروی ہے۔

علامہ ابن بطال نے فقہاء احناف کے ساتھ تعصب کی وجہ سے ایک یہ تحریف کی ہے کہ امام طحاوی کی طرف منسوب کر کے یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف مکہ میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ص ۲۲۲)

حالانکہ امام طحاوی نے اس بات کا رد کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس قائل سے کہا جائے گا کہ یہ محال ہے' اگر ایسا ہوتا جیسا کہ اس قائل نے کہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں نماز کو مؤخر نہ کرتے' جس جگہ دھوپ سے بچنے کے لیے کوئی گھر تھا نہ سایا تھا' جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اور چاہیے تھا کہ پھر وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل وقت میں نماز پڑھتے حالانکہ آپ وہاں بھی ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹)

(شرح معانی الآثار ج ۱ص ۲۴۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

لیکن علامہ ابن بطال نے امام طحاوی کی اس عبارت کو تو نقل کر دیا' جو بہ طور اعتراض تھی اور امام طحاوی کے اس جواب کو ذکر نہیں کیا۔ علامہ ابن بطال سے ہمیں ایسی امید تو نہ تھی!

علامہ محمد بن محمد ابوالفضل المروزی البلخی المشہور بالحاکم الشہید المتوفی ۳۳۴ھ لکھتے ہیں:

ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے لے کر اس وقت تک ہوتا ہے جب تک ہر چیز کا سایا اس کی مثل ہو جائے۔

(الکافی مع المبسوط ج ۱ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ سرخسی نے لکھا ہے: یہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے' اور امام ابویوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ظہر کا وقت اس وقت ختم ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جاتا ہے' (علامہ ابن بطال نے اس قول کو نقل نہیں کیا حالانکہ فقہاء احناف کے اسی قول پر عمل ہے) اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب سایا ایک قامت کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت نکل جاتا ہے اور عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوتا جب تک کہ سایا دو قامتوں کے برابر نہ ہو جائے اور ان

دونوں کے درمیان مہمل وقت ہے' جس کو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دو نمازوں کے درمیان وقت ہے' جیسا کہ فجر اور ظہر کے درمیان مہمل وقت ہے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۲۹۰۔۲۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بن زیاد کی اس روایت کو امام ابوحنیفہ کا قول قرار دے کر علامہ ابن بطال نے امام ابوحنیفہ پر بہت لے دے کی ہے اور اس کا بہت رد کیا ہے' حالانکہ امام ابوحنیفہ کا یہ مختار قول نہیں ہے اور نہ ہی اس پر فقہاء احناف کا عمل ہے' امام ابوحنیفہ کا مختار قول وہ ہے جس کو امام ابویوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ظہر کی نماز کا وقت زوال آفتاب سے دو مثل سائے تک ہے' اسی قول کے مطابق فقہاء احناف کا عمل ہے مگر افسوس علامہ ابن بطال نے اس قول کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

ہم نے بتایا ہے کہ علامہ ابن بطال نے امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر کے یہ لکھا ہے کہ زوالِ آفتاب کے بعد اگر ظہر کی نماز پڑھی جائے تو وہ نفل ہوں گے' فرض نہیں ہوں گے حالانکہ یہ بات فقہاء احناف کی کسی کتاب میں نہیں ہے یہ خالص افتراء اور بہتان ہے' علامہ ابن بطال کے زمانہ میں امام محمد متوفی ۱۸۹ھ اور امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ (جن کی عبارت میں تحریف کر کے انہوں نے اس کو اپنی شرح میں درج کیا ہے) اور حاکم شہید متوفی ۳۴۹ھ کی تصانیف موجود تھیں' ان کے علاوہ امام ابومنصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اور علامہ ابوبکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ کی بھی تصانیف موجود تھیں' علامہ ابن بطال کو چاہیے تھے کہ وہ امام ابوحنیفہ پر افتراء باندھنے سے پہلے ظہر کی نماز کے اوّل وقت کے متعلق ان کتابوں میں امام ابوحنیفہ کا مسلک پڑھ لیتے۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ' بنی اسرائیل: ۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''دلوك الشمس الى غسق الليل'' سے مراد دن کی نمازیں ہیں اور ''دلوك شمس'' سے مراد زوالِ آفتاب ہے اور ''غسق الليل'' سے مراد رات کے اندھیرے کی ابتداء ہے' پس اس میں ظہر اور عصر کی نمازیں داخل ہیں۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

ظہر کا اوّل وقت زوالِ آفتاب سے ہے اور اس میں کسی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۲۶۸' سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ ابن بطال کی وفات ۴۴۹ھ میں ہوئی ہے اور ہم نے ۱۸۹ھ سے لے کر ۳۷۰ھ تک کے وفات یافتہ ائمہ احناف کی تصریحات بیان کر دی ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کے فرض کا اوّل وقت زوالِ آفتاب ہے' کاش! علامہ ابن بطال اپنی شرح میں امام ابوحنیفہ پر بہتان باندھنے سے پہلے ان تصریحات کو دیکھ لیتے اور امام ابوحنیفہ کے قول کو فاسد کہنے سے احتراز کرتے۔

امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراضات کا اجمالی جائزہ اور ان اعتراضات کے جوابات

علامہ ابن بطال نے اپنی طویل شرح میں امام ابوحنیفہ قدس سرہٗ کے خلاف جو لکھا ہے' اس کا خلاصہ اس طرح ہے:

(۱) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ سردیوں میں ظہر کی نماز کو جلدی پڑھا جائے اور شدید گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا جائے' اس کے خلاف علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ ہر زمانہ میں ظہر کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھا جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۲)

علامہ ابن بطال کا یہ قول اس لیے فاسد ہے کہ صحیح بخاری: ۵۳۹۔۵۳۸۔۵۳۶۔۵۳۵۔۵۳۴۔۵۳۳ میں اور دیگر بہ کثرت کتب حدیث کے حوالوں سے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو' اور امام

طحاوی نے اس کے ثبوت میں ۱۷ احادیث ذکر کی ہیں اور آخری حدیث حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سردیوں میں ظہر کی نماز جلدی پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری:۹۰۶' سنن نسائی:۴۹۵) اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے' پس امام ابوحنیفہ کے مذہب پر جو علامہ ابن بطال نے طعن کیا ہے' وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی راجع ہوگا۔

(۲) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کی نماز آخری وقت میں واجب ہوتی ہے اور تمام فقہاء اس کے خلاف ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۳)

اور ہم بہ کثرت فقہاء احناف کے حوالوں سے واضح کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کی نماز کا اوّل وقت زوالِ آفتاب ہے۔

(۳) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو شخص ظہر کے اوّل وقت میں نماز پڑھے گا' وہ نماز ہر حال میں نفل ہوگی فرض نہیں ہوگی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۳)

یہ امام ابوحنیفہ پر خالص افتراء اور محض بہتان ہے' فقہاء احناف کی کسی کتاب میں اس طرح نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف فرضیت ظہر کی تصریح ہے جیسا کہ ہم متعدد حوالہ جات سے نقل کر چکے ہیں۔

(۴) امام طحاوی کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ ظہر کی نماز کو شدید گرمی میں ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم اہل مکہ کے لیے تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۲)

حالانکہ امام طحاوی نے اس کا رد کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا حکم عام ہے کیونکہ آپ نے سفر میں بھی ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھی ہے (صحیح البخاری:۵۳۹) سو یہ امام طحاوی کی عبارت میں خالص تحریف ہے۔

(۵) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ایک مثل سائے تک ہے اور اس وقت عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا' عصر کا وقت دو مثل سائے کے بعد داخل ہوتا ہے اور ایک مثل سے دو مثل سائے تک مہمل وقت ہے' اس میں کسی نماز کا وقت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال:۵۲۴)

یہ حسن بن زیاد کی روایت ہے اور یہ امام اعظم کا مذہب نہیں ہے اور نہ اس پر فقہاء احناف کا عمل ہے' امام اعظم کا مذہب وہ ہے جس کو امام ابو یوسف نے نقل کیا ہے کہ زوالِ آفتاب سے لے کر دو مثل سائے تک امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ہے۔

سو یہاں بھی علامہ ابن بطال نے مغالطہ آفرینی کر کے امام ابوحنیفہ قدس سرہٗ کے خلاف زہر آفرینی کی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی بہت عظیم محقق ہیں' امام اعظم کے بہت محب اور معتقد ہیں لیکن انہوں نے علامہ ابن بطال کے اٹھائے ہوئے ان تمام اعتراضات کا جواب نہیں دیا' صرف اس کا جواب لکھا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک زوالِ آفتاب کے وقت ظہر کی نماز فرض نہیں ہے اور وہ بھی مدلل جواب نہیں دیا' اور باقی اعتراضات کا ذکر ہی نہیں کیا' شاید قسام ازل نے یہ سعادت صرف اس ناکارہ اور گناہ گار کے حصہ میں لکھ دی تھی۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: ابھی اس دیوار کے وسطہ میں میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی' پس میں نے اس سے پہلے خیر اور شر کی مثل نہیں دیکھی۔ حدیث کے اس قطعہ کی مفصل شرح ہم نے صحیح البخاری: ۹۳ ۷ میں کر دی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۵۴۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ ' عَنْ أَبِي بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی المنہال

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ ، وَاَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيْسَهٗ ، وَيَقْرَأُ فِيْهَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ ، وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ، وَالْعَصْرَ وَاَحَدُنَا يَذْهَبُ اِلٰى اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ ، وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ ، وَلَا يُبَالِيْ بِتَاْخِيْرِ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ ، ثُمَّ قَالَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ . وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ لَقِيْتُهٗ مَرَّةً فَقَالَ اَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ.

[اطراف الحدیث: ۵۴۷-۵۶۸-۵۹۹-۷۷۱]

از حضرت ابی برزہ رضی اللہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھتے اور ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لیتا تھا اور آپ اس نماز میں ساٹھ سے لے کر سو آیات پڑھتے تھے اور آپ ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج زائل ہو جاتا تھا اور آپ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخر میں جا کر واپس آتا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا' ابوالمنہال نے کہا: میں بھول گیا کہ حضرت ابوبرزہ نے مغرب کے متعلق کیا فرمایا تھا اور آپ عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنے کی' پھر آدھی رات تک مؤخر کرنے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے اور معاذ نے کہا اور شعبہ نے کہا: پھر میری حضرت ابوبرزہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: یا تہائی رات تک۔

(صحیح مسلم: ۶۱۔۴۶۱' الرقم المسلسل: ۱۰۱۳' سنن نسائی: ۱۱۰۹' سنن ابن ماجہ: ۸۱۸۔۷۰۱' صحیح ابن خزیمہ: ۳۴۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۸' سنن دارمی: ۱۳۰۰' مسند ابویعلیٰ: ۷۴۲۵' شرح السنۃ: ۳۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۷۶۷۔ج ۳۳ ص ۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۸۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابوبرزہ اسلمی کا تذکرہ

اس حدیث کے چار رجال ہیں' جن میں سے تین کا تعارف پہلے ہو چکا ہے' حضرت ابوبرزہ اسلمی کا نام نضلہ بن عبید ہے' یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں' فتح مکہ میں حاضر ہوئے تھے' یہ مسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی' پھر یہ مدینہ سے بصرہ منتقل ہو گئے' پھر انہوں نے خراسان میں جہاد کیا اور مرو میں یا بصرہ میں یا بجستان کے جنگل میں ۶۴ھ میں وفات پائی' امام بخاری نے ان کی چار احادیث روایت کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰)

فجر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی تائید اور عصر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز اس وقت پڑھاتے تھے کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھاتے تھے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے کہ فجر کی نماز سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھنا مستحب ہے اور آپ اس میں ساٹھ سے سو آیات تک پڑھتے تھے' امام طحاوی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اوّل وقت میں صبح کی نماز کو شروع کرتے تھے اور سفیدی پھیلنے کے بعد نماز کو ختم کرتے تھے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ زوالِ آفتاب سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

اس حدیث میں عصر کے وقت کا ذکر ہے کہ عصر پڑھ کر نمازی مدینہ کے آخر میں جا کر واپس آ جاتا تھا' اور یہ چار میل کی مسافت تھی اور بعض نے کہا ہے کہ دو یا تین میل کی مسافت تھی۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ نمازی عصر پڑھ کر دو یا تین میل جا کر واپس آ جاتا تھا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا' یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھیں' اور اس

حدیث میں امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور کی یہ دلیل ہے کہ عصر کا وقت تب داخل ہوتا تھا' جب سایا ایک مثل ہو جاتا تھا اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے' جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۹۸۵۔ ۱۹۸۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ نمازی مدینہ کے آخر تک پیدل جا کر واپس آ جاتا تھا' ہوسکتا ہے کہ وہ تیز رفتار گھوڑے یا تیز رفتار اونٹ پر بیٹھ کر جاتا ہو اور تیز رفتار سواری سے جا کر واپس آئے اور ابھی سورج چمک رہا ہو' یہ اس صورت میں بھی ممکن ہے جب عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہو' ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ حدیث میں ہے: جب ٹیلوں کا سایا ایک مثل ہو گیا' پھر آپ نے ظہر کی اذان دینے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹) اور اس حدیث سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے اور اس باب کی حدیث سے زیادہ سے زیادہ اس کے خلاف شک ہوگا جیسا کہ علامہ نووی کو شک ہوا ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا' سو یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۶۔ ج ۲ ص ۱۷۲ پر مذکور ہے' اس شرح کا عنوان ہے: فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ۔

۵۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ' يَعْنِي ابْنَ مُقَاتِلٍ ' قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي غَالِبُ الْقَطَّانُ ' عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ ' فَسَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد یعنی ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد الرحمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھ سے غالب القطان نے حدیث بیان کی از بکر بن عبداللہ المزنی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اکثر ظہر کی نماز پڑھتے تو گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: گرمی کی شدت میں کپڑے پر سجدہ کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: زوالِ آفتاب سے ظہر کا وقت ہے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز پڑھی گئی' یہ بیان جواز کے لیے ہے اور گرمی کی شدت میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے منافی نہیں ہے' کیونکہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کو کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہیے' نیز اس حدیث میں "ظھائر" کا لفظ ہے' یہ "ظھر" کی جمع ہے' اس سے مراد ہے: کئی ایام کی ظہر۔

۱۲ - بَابُ تَاْخِيْرِ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ
ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کرنا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہر کی نماز کو اوّل وقت سے لے کر عصر کے وقت تک مؤخر کرنا جائز ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ دو نمازوں کو ملا کر ایک وقت میں پڑھا جائے۔

۵۴۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ' هُوَ ابْنُ زَيْدٍ ' عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ ' عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ ' عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن

ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِالْمَدِیْنَةِ سَبْعًا وَّثَمَانِیًا اَلظُّهْرَ وَالْعَصْرَ ' وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ . فَقَالَ اَیُّوْبُ لَعَلَّهٗ فِیْ لَیْلَةٍ مَطِیْرَةٍ ؟ قَالَ عَسٰی. [اطراف الحدیث: ۵۶۲-۱۱۷۴]

زید ہے از عمرو بن دینار از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سات رکعات اور آٹھ رکعات نماز پڑھی' ظہر اور عصر کی اور مغرب اور عشاء کی۔ ایوب نے کہا: شاید یہ بارش کی رات تھی؟ انہوں نے کہا: یہ (بارش) متوقع تھی۔

(صحیح مسلم: ۷۰۵' الرقم المسلسل: ۱۵۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۴' سنن نسائی: ۵۸۸' مسند الحمیدی: ۴۷۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۶۔ ج ۱۴ ص ۱۶۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶۸۔ ۱۶۶' مسند ابوداؤد والطیالسی: ۲۶۱۳' مصنف عبدالرزاق: ۴۴۳۶' صحیح ابن حبان: ۱۵۹۷' المعجم الکبیر: ۱۲۸۰۸۔ ۱۲۸۰۷۔ ۱۲۸۰۶۔ ۱۲۸۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۸۔ ج ۳ ص ۳۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۱۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کی کیفیت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں سات رکعات اور آٹھ رکعات نماز پڑھی' ظہر اور عصر کی اور مغرب اور عشاء کی' یعنی آپ نے ظہر اور عصر کی آٹھ رکعات نماز اس طرح پڑھی کہ ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کیا اور عصر کی نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا' پھر مغرب کی نماز کو عشاء کے وقت تک مؤخر کیا اور عشاء کو ابتدائی وقت میں پڑھا' اور اس طرح آپ نے صورۃً دو نمازوں کو جمع کیا' اور حقیقۃً جمع نہیں کیا کیونکہ ہر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھی۔

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر دو مثل سائے اور ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ قرار دینے کا اعتراض۔۔ اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ ان نمازوں کو جمع کرنا بارش کے موقع پر تھا' جیسا کہ ایوب نے اس حدیث کی تاویل کی ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نماز کے اوقات مشترک ہیں' اور اس حدیث میں امام شافعی کے اس قول کا رد ہے کہ ظہر کے آخر وقت اور عصر کے اول وقت کے درمیان فاصلہ ہے' جس میں ظہر کی کوئی نماز جائز ہے نہ عصر کی اور اس حدیث میں اس شخص کا بھی رد ہے' جو کہتا ہے کہ عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوتا جب تک کہ ہر چیز کا سایا دو مثل نہ ہو جائے اور وہ امام ابوحنیفہ ہیں' اور رد کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان فاصلہ کو نہیں بیان فرمایا' اگر ان کے درمیان فاصلہ ہوتا تو اس فاصلہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۶)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام ابوحنیفہ پر دو اعتراض کیے ہیں' ایک اعتراض اس پر کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' سو اس پر اعتراض کرنا باطل ہے کیونکہ امام اعظم کا قول صحیح حدیث سے ثابت ہے' یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی اذان دینے کا حکم اس وقت دیا' جب ٹیلوں کا سایا ایک مثل ہو گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹) اور جب ایک مثل سائے کے بعد ظہر کی اذان دی گئی تو متعین ہو گیا کہ ایک مثل سائے کے بعد عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا' جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے بلکہ دو مثل سائے کے بعد عصر کا وقت داخل ہوتا ہے' جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا

مذہب ہے۔

علامہ ابن بطال کا امام اعظم قدس سرہٗ پر دوسرا اعتراض بھی باطل ہے کیونکہ امام اعظم ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان فاصلہ اور مہمل وقت کے قائل نہیں ہیں' ہم صحیح البخاری: ۵۴۰ کی شرح میں لکھ چکے ہیں کہ امام اعظم کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔ (المبسوط ج۱ ص۲۹۰۔۲۸۹) بلکہ خود علامہ ابن بطال نے بھی تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے' پس جب امام اعظم کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر دو مثل سائے تک رہتا ہے تو پھر اس وقت میں ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ کہاں سے آ گیا۔

بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنے کی کیفیت میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا: بارش کی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز ہے اور ظہر اور عصر کو بارش میں جمع کرنا جائز نہیں ہے' امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب بارش مسلسل ہو رہی ہو تو ظہر اور عصر' اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز ہے اور بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع نہیں کیا جائے گا اور امام مالک نے کہا: اندھیرے اور کیچڑ میں بھی مغرب اور عشاء کو جمع کیا جائے گا خواہ بارش نہ ہو رہی ہو۔ امام مالک کے نزدیک جمع کا طریقہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز کو مؤخر کیا جائے' پھر اس کی اذان دی جائے' اقامت کہی جائے اور نماز پڑھی جائے' پھر مسجد میں عشاء کی اذان دی جائے' اقامت کہی جائے اور نماز پڑھی جائے اور لوگ شفق کے غائب ہونے سے پہلے چلے جائیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۷۔۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دو نمازوں کو حقیقۃً جمع نہ کرنے اور صورۃً جمع کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ کوئی شخص دو نمازوں کو جمع نہ کرے خواہ بارش کا عذر ہو یا کوئی اور عذر ہو اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے متعلق کہا ہے: اس میں جمع کا طریقہ ذکر نہیں ہے اور یہ ممکن ہے کہ آپ نے ظہر کو آخری وقت تک مؤخر کیا ہو اور آخری وقت میں اس کو پڑھا ہو' پھر عصر کی نماز کو اول وقت میں پڑھا ہو اور مغرب اور عشاء کی نمازوں میں بھی اسی طرح کیا ہو اور انہوں نے اس کا نام جمع (صوری) رکھا ہے' لیث سے بھی اسی کی مثل مروی ہے' عمرو بن دینار اور ابو الشعثاء نے بھی امام ابوحنیفہ کی مثل تاویل کی ہے۔

عمرو بن دینار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں آٹھ رکعت جمع کر کے پڑھیں اور سات رکعت جمع کر کے پڑھیں' عمرو بیان کرتے ہیں: میں نے جابر بن زید سے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو جلدی پڑھا اور مغرب کو مؤخر کیا اور عشاء کو جلدی پڑھا' جابر بن زید نے کہا: میرا بھی یہی گمان ہے' یہ ان فقہاء کی تاویل ہے جو جمع حقیقی کو جائز نہیں سمجھتے' امام بخاری نے بھی اس حدیث کے عنوان میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

ابن المواز نے بھی ابن الماجشون سے اس کی مثل روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ظہر کو آخری وقت تک مؤخر کر کے پڑھنے میں اور عصر کو جلدی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ جمع صوری ہے' حالانکہ یہ تاویل کچھ بھی نہیں ہے۔

اگر دونمازوں کو اس طرح جمع کیا جاتا' جس طرح امام ابوحنیفہ' ابوالشعثاء اور عمرو بن دینار کا زعم ہے تو اس طرح عصر اور مغرب میں بھی جمع کرنا جائز ہوتا اور عشاء اور صبح میں بھی جمع کرنا جائز ہوتا اور جب کہ اس پر اجماع ہے کہ سنت صرف ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے میں ہے' تو اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کا وقت مشترک ہے اور جو انہوں نے تاویل کی ہے' وہ حقیقت میں جمع نہیں ہے' لہٰذا ان کا قول ساقط ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۸۔ ۲۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ ائمہ ثلاثہ بارش اور سفر ایسے عوارض میں دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنے کے قائل ہیں' بایں طور کہ ظہر کے وقت میں عصر پڑھ لی جائے اور مغرب کے وقت میں عشاء پڑھ لی جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے' اگر ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز کو پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت ہوگی' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا O — بے شک مؤمنین پر مقررہ اوقات میں نماز فرض ہے O

(النساء: ۱۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نماز اپنے وقت کے بغیر پڑھی ہو' سوا دو نمازوں کے' آپ نے (مزدلفہ میں) مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور فجر کی نماز کو اپنے (معروف) وقت سے پہلے پڑھا۔

(صحیح البخاری: ۱۶۸۲' صحیح مسلم: ۱۲۸۹)

نیز حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز اپنے وقت میں پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے۔

(سنن نسائی: ۳۰۰۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد سفر کیے ہیں' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کے وقت میں عشاء پڑھتے یا ظہر کے وقت میں عصر پڑھتے تو یہ بات صحابہ میں بہت مشہور ہوتی مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ آپ کو بیک وقت میں دو نمازیں جمع کرتے ہوئے نہیں دیکھا' اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد جمع صوری ہے' جمع حقیقی نہیں ہے' رہا علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض کہ پھر آپ نے عصر اور مغرب کو جمع کیوں نہیں کیا اور عشاء اور صبح کو جمع کیوں نہیں کیا' یہ عجیب و غریب اعتراض ہے' ہم ان نمازوں میں جمع صوری کی تاویل کر رہے ہیں جن کو آپ نے جمع کر کے پڑھا ہے اور جن نمازوں کو آپ نے جمع نہیں کیا ہے' ہم ان میں کاہے کو تاویل کریں گے!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۵۲۵۔ ج ۲ ص ۴۰۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) جمع بین الصلوٰتین میں مذاہب (۲) ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات (۳) احناف کے دلائل۔

یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۶۔ ۴۱۱ پر ہے۔

۱۳ - بَابُ وَقْتِ الْعَصْرِ — عصر کا وقت

اس باب میں عصر کے وقت کا بیان ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا. — اور ابو اسامہ نے کہا: از ہشام' حضرت عائشہ کے حجرہ کے اندر سے (دھوپ نہیں نکلی تھی)۔

۵٤٤ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از ہشام از والدخود کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ حضرت عائشہ کے حجرہ سے نہیں نکلی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

۵٤٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا. وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور دھوپ حضرت عائشہ کے حجرہ میں تھی اور سایا ان کے حجرہ سے نہیں نکلا تھا۔ ابو اسامہ نے از ہشام روایت کیا: ان کے حجرہ کے اندر سے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کا ایک حدیث سے استدلال اور اس پر مصنف کا تبصرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ عصر کے وقت میں سب نے امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے حتیٰ کہ ان کے اصحاب نے بھی ان کی مخالفت کی ہے امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ دو مثل سائے سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ ایک مثل سائے سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب امام ابوحنیفہ کا استدلال حدیث سے ہے تو لوگوں کی مخالفت ان کو مضر نہیں ہے امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی جس وقت ہر چیز کا سایا دو مثل ہو گیا تھا، جتنی دیر میں کوئی اونٹ سوار ذوالحلیفہ کی طرف جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۲۶)۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ ایک طویل حدیث ہے، جس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دن پانچ نمازیں پڑھیں، پہلے دن ہر نماز اوّل وقت میں پڑھی اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت میں پڑھی، سو پہلے دن عصر کی نماز ایک مثل سائے کے وقت پڑھی اور دوسرے دن دو مثل سائے کے وقت عصر پڑھی۔ علامہ عینی نے صرف دوسرے دن عصر کی نماز پڑھنے کا وقت لکھا اور پوری حدیث ذکر نہیں کی اور اس سے یہ تاثر دیا ہے کہ دو مثل سایا عصر کا اوّل وقت ہے حالانکہ حدیث میں اس کو آخر وقت فرمایا ہے۔ امام اعظم کا مذہب دوسرے صحیح دلائل سے ثابت ہے لہٰذا علامہ عینی کو حدیث کے اس نامکمل ٹکڑے سے استدلال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

۵٤٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از الزہری از عروہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلٰوةَ الْعَصْرِ، وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِي حُجْرَتِي، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ مَالِكٌ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، وَشُعَيْبٌ، وَابْنُ اَبِي حَفْصَةَ، وَالشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ.

از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور میرے حجرہ میں سورج چمک رہا ہوتا تھا اور ابھی تک سایا ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا اور امام مالک اور یحییٰ بن سعید اور شعیب اور ابن ابی حفصہ نے کہا: سورج اس وقت تک حجرہ سے باہر نہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

عصر کے اوّل وقت کے متعلق دو مثل سائے کی احادیث پر کلام

عبداللہ بن رافع، حضرت ام سلمہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے وقت کے متعلق سوال کیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو بتاتا ہوں، ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب تمہارا سایا ایک مثل ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھو، جب تمہارا سایا دو مثل ہو جائے اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھو، جب سورج غروب ہو جائے اور عشاء اس وقت پڑھو جب رات کا تہائی حصہ رہ جائے اور صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھو۔

(موطأ امام مالک: ۹۔ص ۳۶، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کے وقت کے متعلق سوال کیا، پس جب سورج ڈھل گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا تو انہوں نے اقامت کہی، پھر انہوں نے عصر کی اذان دی حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آدمی کا سایا اس سے لمبا ہو چکا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی اقامت کا حکم دیا، پھر آپ نے نماز پڑھائی، پھر غروبِ آفتاب کے بعد مغرب کی اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقامت کہنے کا حکم دیا اور نماز پڑھائی، پھر جب دن کی سفیدی غائب ہوگئی جو کہ شفق ہے تو عشاء کی اذان دی، پھر آپ نے اقامت کا حکم دیا، پھر نماز پڑھائی، پھر جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت بلال نے اذان دی، پھر آپ نے اقامت کا حکم دیا، پھر نماز پڑھائی، پھر دوسرے دن سورج ڈھلنے کے بعد حضرت بلال نے ظہر کی اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو گیا، پھر حضرت بلال نے اقامت کہی، پس آپ نے نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال نے عصر کی اذان دی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ہر چیز کا سایا دو مثل ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقامت کا حکم دیا، پس حضرت بلال نے اقامت کہی، پس آپ نے نماز پڑھا دی (الیٰ قولہ) پھر آپ نے فرمایا: ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔ (المعجم الاوسط: ۶۷۸۳، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۴۱۵ھ)

مؤخر الذکر حدیث میں پہلے دن ایک مثل سائے کے بعد آپ نے نماز عصر پڑھائی اور دوسرے دن دو مثل سائے کے بعد نماز عصر پڑھائی اور آخر میں فرمایا: ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

اور اوّل الذکر حدیث جو موطأ امام مالک کی روایت ہے، اس کو بھی علامہ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے دوسرے دن کی نمازوں پر محمول کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اس حدیث میں نماز کے آخری اوقات مستحبہ بتائے ہیں نہ کہ اوائل اوقات۔ (التمہید ج ۹ ص ۷۵، ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عصر کے اوّل وقت میں دو مثل سائے کی حدیث ہم کو صراحۃً نہیں مل سکی، شیخ ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن ج ۲ ص ۴۹۷-۴۹۱-۴۹۰ میں ان دو حدیثوں سے اس پر استدلال کیا ہے کہ عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ہے، مگر ان حدیثوں کی اس پر

دلالت نہیں ہے' تاہم دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ہے' جن کا ذکر اس سے پہلے ہماری شرح میں آ چکا ہے۔

۵۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ ' عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِي عَلٰى اَبِي بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ ' فَقَالَ لَهُ اَبِي كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ؟ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ ' الَّتِي تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى ' حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ ' وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ' ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهِ فِي اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ ' وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ ' وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ ' وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ ' الَّتِي تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ ' وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا ' وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهُ ' وَيَقْرَاُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے خبر دی از سیار بن سلامہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرے والد حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' پس میرے والد نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض کس طرح پڑھتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو نماز پڑھتے تھے' جس نماز کو تم پیشین (پہلی نماز) کہتے ہو' جس وقت سورج زائل ہو جاتا تھا اور عصر کی نماز پڑھتے تھے' پھر ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخری حصہ میں اپنے گھر جاتا اور اس وقت سورج چمک رہا ہوتا تھا اور میں بھول گیا کہ انہوں نے مغرب میں کیا بتایا تھا اور آپ عشاء کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھنا پسند کرتے تھے جس کو تم عتمہ (اندھیرے والی) کہتے ہو اور آپ عشاء سے پہلے سونے کو اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور صبح کی نماز سے آپ اس وقت لوٹتے تھے جب کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا اور آپ ساٹھ سے لے کر سو آیات پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۵۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ' عَنْ مَالِكٍ ' عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ' ثُمَّ يَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلٰى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ ' فَنَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ.

[اطراف الحدیث: ۵۵۰-۵۵۱-۷۳۲۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے' پھر کوئی انسان بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا تو ان لوگوں کو وہاں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔

(صحیح مسلم:۶۲۱' سنن نسائی:۵۰۲' مصنف عبد الرزاق:۲۰۶۹' مسند ابو یعلیٰ:۳۶۰۴' سنن بیہقی ج۱ ص۴۴۰' صحیح ابن حبان:۱۵۲۰' سنن دار قطنی ج۱ ص۲۵۳' شرح السنۃ:۳۶۶' موطأ امام مالک:۱۱۔ ج۱ ص۳۶' دار المعرفۃ ۱۴۲۰ھ مسند احمد ج۳ ص۱۶۱ طبع قدیم مسند احمد:۱۲۶۴۴۔ ج۲۰ ص۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ' ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ حضرت انس بن مالک کے بھتیجے ہیں' ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے' یہ ۱۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' الواقدی نے کہا: امام مالک ان کو حدیث

میں سب پر مقدم رکھتے تھے (۴) حضرت انس رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۲)

بنوعمرو بن عوف کے لوگوں کا عصر کو مؤخر کر کے پڑھنا

اس حدیث میں مذکور ہے: کوئی انسان عصر پڑھ کر بنوعمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا تو وہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ عصر کو اوّل وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے تھے کیونکہ وہ لوگ کاشت کاری کرتے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۱۔ ج ۲ ص ۲۴۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) عصر میں تاخیر کا استحباب (۲) ائمہ ثلاثہ کی احادیث کے جوابات۔

۵۴۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الظُّهْرَ، ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَقُلْتُ يَا عَمِّ، مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلَّيْتَ؟ قَالَ الْعَصْرُ، وَهٰذِهِ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَهُ.

(صحیح مسلم: ۶۲۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۳، سنن نسائی: ۵۰۳، سنن ابن ماجہ: ۶۸۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱ طبع قدیم)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر ہم باہر نکلے حتیٰ کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ کے پاس گئے، وہ اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہے تھے، میں نے کہا: اے میرے چچا! آپ نے یہ کون سی نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: عصر، اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو ہم آپ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابن مقاتل، ان کا نام محمد بن مقاتل ابو الحسن المروزی ہے، یہ مکہ کے مجاور تھے (۲) عبد اللہ، یہ عبد اللہ بن المبارک ہیں (۳) ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف، یہ الانصاری الاوسی ہیں، انہوں نے اپنے چچا ابوامامہ سے سماع کیا ہے (۴) حضرت ابوامامہ رضی اللہ، ان کا نام اسعد بن سہل ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے، صحیح قول کے مطابق یہ صحابی ہیں، ۱۰۰ھ میں یہ فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۲)

عمر بن عبد العزیز کے تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ کے پاس گئے۔ان کا گھر مسجد کے پڑوس میں تھا، حضرت ابوامامہ نے ان کو تعظیم سے کہا: اے میرے چچا! ورنہ وہ آپ کے چچا نہ تھے، انہوں نے کہا: آپ اس وقت میں کیسی نماز پڑھ رہے ہیں؟

علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح مسلم: ۶۲۱ اور ۶۲۲ اس باب میں صریح ہیں کہ عصر کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا چاہیے اور اس کا وقت ایک مثل سائے پر داخل ہوتا ہے، اسی وجہ سے دوسرے فقہاء اس وقت تک ظہر کو مؤخر کرتے ہیں، عمر بن عبد العزیز نے نماز کو اس لیے مؤخر کیا تھا کہ ان سے پہلے حکام کی یہی عادت تھی، اس وقت تک ان کو یہ سنت نہیں پہنچی تھی کہ عصر کی نماز کو مقدم کرنا چاہیے اور جب ان کو یہ سنت پہنچ گئی تو وہ عصر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی عذر یا مشغولیت کی وجہ سے نماز کو مؤخر کیا ہو، پہلی تاویل راجح ہے کیونکہ اس وقت عمر بن عبد العزیز مدینہ کے حاکم تھے خلیفہ نہ تھے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ، عمر بن عبد العزیز کی خلافت سے نو سال

پہلے فوت ہو گئے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۹۸۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

٥٥٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ، فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِي، فَيَاْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ، وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ، اَوْ نَحْوِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عصر کی نماز پڑھتے تھے جب سورج بلند اور چمکتا ہوا ہوتا تھا' پس جانے والا عوالی کی طرف جاتا' پھر ان کے پاس جاتا اور سورج بلند ہوتا تھا' اور بعض عوالی مدینہ سے چار میل یا اس جتنے فاصلہ پر تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۸ میں گزر چکی ہے۔

عوالی کا معنی

''العوالی''،''عالیۃ'' کی جمع ہے' نجد کی سمت پر مدینہ کے گرد بستیوں کو عوالی کہتے ہیں اور جو بستیاں تہامہ کی سمت ہوں' ان کو ''سافلہ'' کہتے ہیں۔

٥٥١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا اِلٰى قُبَاءٍ، فَيَاْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے' پھر ہم میں سے کوئی جانے والا قباء کی طرف جاتا' پس وہ ان کے پاس پہنچ جاتا اور ابھی سورج بلند ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۸ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابُ اِثْمِ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ — اس کا گناہ جس کی عصر کی نماز فوت ہو گئی

نماز فوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ عصر کی نماز کے وقت جواز سے بلا عذر مؤخر کر کے اس کو پڑھا جائے' جس کو ہمارے عرف میں نماز کو قضاء کرنا کہتے ہیں' کیونکہ اس کے اوپر گناہ مترتب ہوتا ہے۔

٥٥٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِي تَفُوتُهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ، كَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهُ وَمَالَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے' گویا اس کے اہل اور مال کو ہلاک کر دیا گیا۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ، وَتَرْتُ الرَّجُلَ اِذَا قَتَلْتَ لَهُ قَتِيلًا، اَوْ اَخَذْتَ لَهُ مَالًا.

امام ابوعبداللہ نے کہا: تمہارے اعمال ہلاک ہو گئے اور میں نے مرد کو ہلاک کر دیا' اس کا معنی ہے: میں نے اس کو قتل کر دیا یا اس کا مال لے لیا۔

(صحیح مسلم: ۶۲۶' الرقم المسلسل: ۱۳۹۱' سنن ابوداؤد: ۴۱۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۴۵' سنن ترمذی: ۱۷۵' موطأ امام مالک: ۲۱۔ج ۱ ص ۳۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۲' مسند ابویعلیٰ: ۵۵۰۶' شرح السنۃ: ۳۷۱' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۲۱۔ ج ۸ ص ۲۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۳۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

"وتر" کا معنیٰ' نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی اہمیت اور عصر کی نماز کی تعظیم کی خصوصیت

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا اہل اور مال وتر ہو گیا۔

"وتر" کا معنی ہے: نقصان ہونا یا چھن جانا' پس جس کے اہل اور مال چھن گئے یا اس کا نقصان ہو گیا' گویا وہ تنہا اور اکیلا رہ گیا' لہٰذا نماز کے فوت ہونے سے انسان کو اس طرح ڈرنا چاہیے' جس طرح وہ اپنے اہل اور مال کے چھن جانے اور ان کے نقصان سے ڈرتا ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۱ ص ۲۴۲' دارالمعرفۃ' بیروت)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی الاندلسی المتوفی ۴۶۳ھ' التمہید میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی تعظیم اور اہمیت ہے' حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاد رکھو! تمہارے اعمال میں سب سے افضل نماز ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۷۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۲' المستدرک ج ۱ ص ۱۳۰)

اس حدیث میں دنیا کی تحقیر کا ثبوت ہے اور یہ کہ نیک عمل خواہ قلیل ہو وہ دنیا کی کثیر دولت سے افضل ہے' پس جو شخص عاقل اور عالم ہو' وہ اس حدیث کی وجہ سے عصر کی نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے غم زدہ ہوگا' اگر اس نے آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے یا آفتاب کے زرد ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت بھی نہیں پڑھی۔

اس حدیث سے ان علماء نے استدلال کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کا ذکر فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى. تمام نمازوں کی حفاظت کرو خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کی۔ (البقرہ: ۲۳۸)

اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کو ذکر کرنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کا ذکر فرمایا تا کہ اس کی تعظیم ظاہر ہو' جس طرح اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں تمام نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ. (الاحزاب: ۷) اور جب ہم نے تمام نبیوں سے پکا عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم سے۔

اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا عمومی ذکر کرنے کے بعد آپ کا اور دیگر اولوالعزم رسولوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام نمازوں میں سے صرف نماز عصر کی اہمیت اور تعظیم بیان فرمائی کہ عصر کی نماز کا فوت ہونا تمام اہل اور مال کی ہلاکت اور نقصان کی مثل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ بھی نماز عصر ہی ہے۔

سو جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے اس کو اس مصیبت پر اتنا رنج اور افسوس کرنا چاہیے جتنا رنج اور افسوس وہ اپنے اہل اور مال کی ہلاکت پر کرتا ہے۔ عصر کی نماز کی اہمیت کی دیگر احادیث درج ذیل ہیں:

ابوالملیح بیان کرتے ہیں کہ ایک ابر آلود دن میں ہم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے کہا: نماز کو اول وقت میں پڑھ لو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۵۵۳ سنن نسائی: ۴۷۴ مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۰)

عمل ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نماز کو بعد میں پڑھنے سے وہ اجر نہیں ملے گا' جو اس نماز کو وقت پر پڑھنے سے اجر ملتا ہے' اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی ساری نمازوں اور سارے نیک اعمال کا اجر ضائع ہو جائے گا کیونکہ سارے نیک اعمال کفر سے ضائع ہوتے ہیں' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ. (المائدہ: ۵) اور جو شخص ایمان کے بعد کفر کرے' اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

یعنی جو کفر نہ کرے' اس کے نیک اعمال ضائع نہیں ہوتے۔

(فتح المالک بتبویب التمہید لابن عبد البر علی موطأ الامام مالک ج ۱ ص ۱۷۲-۱۷۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

عصر کی نماز کی یہ خصوصیت اس لیے ہے کہ عصر کی نماز میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں' دن کو جانے والے فرشتے بھی اس عمل کو لکھ لیتے ہیں اور رات میں آنے والے فرشتے بھی اس عمل کو لکھ لیتے ہیں' نیز یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنی اغراض کو پورا کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور ایسے وقت میں اپنے دنیاوی معاملات کو چھوڑ کر اللہ کا حکم بجالانے کے لیے فرض عصر پڑھنے کے لیے مسجد میں جانا بڑی ہمت اور بڑے حوصلہ کی بات ہے اور جس شخص نے اپنے دنیاوی معاملات کو مقدم رکھا اور نماز میں اتنی تاخیر کر دی کہ سورج زرد ہو گیا یا غروب ہو گیا تو یہ اس کا اخروی اتنا نقصان ہے جس پر اس کو اتنا رنج کرنا چاہیے جتنا رنج وہ جان اور مال کے ضیاع یا ان کی ہلاکت پر کرتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۵۹۱' دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۷- ج ۲ ص ۲۴۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۵ - بَابُ اِثْمِ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ عصر کی نماز ترک کرنے والے کا گناہ

باب سابق میں اور اس باب میں یہ فرق ہے کہ باب سابق کا مطلب یہ تھا کہ جس نے عصر کی نماز کو اس کے وقت میں نہیں پڑھا حتیٰ کہ سورج زرد ہو گیا یا غروب ہو گیا اور اس باب کا مطلب یہ ہے کہ جس نے عصر کی نماز کو عمداً ترک کر دیا۔

۵۵۳ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ غَزْوَةٍ، فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ، فَقَالَ بَكِّرُوْا بِصَلٰوةِ الْعَصْرِ، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ. [طرف الحدیث: ۵۹۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از ابی الملیح' انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابر آلود دن میں ایک غزوہ میں تھے' انہوں نے کہا: اول وقت میں عصر کی نماز پڑھو' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر

کی نماز کو ترک کر دیا' اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

(سنن نسائی: ۴۷۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۱۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۱۔ ج ۲ ص ۲۴۷' صحیح ابن خزیمہ: ۳۳۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۴' شرح السنۃ: ۳۶۹' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۹۵۷۔ ج ۳۸ ص ۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۲۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراہیدی البصری القصاب' ان کی کنیت ابوعمرو ہے (۲) ہشام بن عبداللہ الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوقلابہ عبداللہ بن زید الحرمی (۵) ابوالملیح عامر بن اسامہ الہذلی' یہ ۹۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (۶) حضرت بُریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۴۶' احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے امام بخاری نے ۳' احادیث روایت کی ہیں' یہ جہاد کرتے ہوئے مَرو میں فوت ہو گئے تھے' یہ صحابی ہیں' آپ ۶۲ھ میں خراسان میں فوت ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۸)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ جس نے عصر کی نماز کو ترک کیا' اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

عمداً عصر کی نماز ترک کرنے والے کی مغفرت کیسے ہوگی؟

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی الاندلسی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ سے اعمال ضائع نہیں ہوتے' جو علماء یہ کہتے ہیں کہ جو شخص وقت نکلنے کے بعد بھی نماز نہ پڑھے' وہ کافر ہے ان کے لیے تو اس حدیث میں کوئی مشکل نہیں' اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ نیک اعمال صرف شرک سے ضائع ہوتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اگر اس کی اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے فوری مغفرت نہ ہوئی تو پھر وہ دوزخ میں اپنے گناہ کی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا۔

(القبس فی شرح موطأ ابن انس ج ۱ ص ۷۲۔۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۱۶ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ — نماز عصر کی فضیلت

اس سے پہلے باب میں عصر نہ پڑھنے کا گناہ بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں عصر پڑھنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے اور یہ ان دونوں بابوں کے درمیان واضح مناسبت ہے۔

۵۵٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً يَعْنِي الْبَدْرَ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا. ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَسَبِّحْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن معاویہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے' آپ نے ایک رات چاند کی طرف دیکھا یعنی ماہ تمام کی شب میں' پھر آپ نے فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو تمہیں اس کو دیکھنے میں کوئی

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ (ق:۳۹). قَالَ إِسْمَاعِيْلُ اِفْعَلُوْا، لَا تَفُوْتَنَّكُمْ.

[اطراف الحدیث:۵۷۳۔۴۸۵۱۔۷۴۳۴۔۷۴۳۵۔۷۴۳۶]

مشقت نہیں ہوگی' اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو یہ (ضرور) کرو' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: آپ طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے (نماز میں) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھیے۔ (ق:۳۹) اسماعیل نے کہا: یہ کرو' یہ تم سے فوت نہ ہو۔

(صحیح مسلم:۶۳۳' الرقم المسلسل:۱۴۰۷' سنن ابوداؤد:۴۷۲۹' سنن ترمذی:۲۵۵۱' السنن الکبریٰ للنسائی:۴۶۰' سنن ابن ماجہ:۱۷۷' المعجم الکبیر: ۲۲۲۵' تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۴۶۸' مسند الحمیدی:۷۹۹' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۰ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۱۹۰۔ ج ۳۱ ص ۵۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۱۲۳۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی' ان کا نام عبد اللہ بن الزبیر بن عیسٰی بن عبد اللہ بن الزبیر بن عبد اللہ بن حُمید ہے' یہ اپنے دادا حمید القرشی المکی کی طرف منسوب ہیں' یہ ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) مروان بن معاویہ بن الحارث الفزاری' یہ دمشق میں ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان کی وفات ۸ ذوالحج سے پہلے اچانک ہو گئی تھی (۳) اسماعیل بن خالد (۴) قیس بن ابی حازم (۵) حضرت جریر بن عبد اللہ بن جابر البجلی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۶۰)

اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کی تحقیق

قرآن مجید کی آیات' حدیث مذکور اس قسم کی دیگر احادیث' صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے اجماع سے یہ ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

معتزلہ' خوارج اور بعض مرجئہ نے کہا ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھیں گے' ان کا استدلال حسب ذیل آیات سے ہے:

معتزلہ وغیرہ کا اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنے پر قرآن مجید سے استدلال اور ان کے جوابات

(۱) لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ. آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ (الانعام:۱۰۳)

معتزلہ کہتے ہیں: جب آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں تو اس سے یہ لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جن آنکھوں کے دیکھنے کی نفی ہے' اس سے مراد کفار کی آنکھیں ہیں یا اس سے مراد ہے: دنیا میں کسی کی آنکھیں بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور آخرت میں کفار کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گی' یا مراد یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ جلال اور غضب میں ہوگا' اس وقت کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکے گی اور بعد میں جب اللہ تعالیٰ مہربان ہوگا اور شفاعت کا اذن دے گا' اس وقت تمام مؤمنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: ''رَبِّ أَرِنِيْ أَنْظُرْ إِلَيْكَ'' اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا' میں تیری طرف دیکھوں گا' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لَنْ تَرَانِيْ'' (الاعراف:۱۴۳) آپ مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔

عربی میں ''لَنْ'' مستقبل میں دائمی نفی کے لیے آتا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ

سکیں گے اور جب حضرت موسیٰ ایسے نبی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے تو عام مؤمنین تو بہ طریق اولیٰ نہیں دیکھ سکتے!

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بہ طور احاطہ دیکھنے کی نفی ہے یعنی حضرت موسیٰ اور دوسرے مؤمنین بھی اللہ تعالیٰ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتے کہ اس کی ذات کا احاطہ کرلیں۔

(۳) وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا. (الشوریٰ:۵۱)

اور کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کی اوٹ سے یا اللہ کوئی فرشتہ بھیجے۔

وہ کہتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص بھی اللہ سے کلام کرے گا' وہ اس کو نہیں دیکھے گا اور جب کلام کے وقت اللہ کو نہیں دیکھے گا تو کلام کے بغیر بھی اللہ کو نہیں دیکھے گا کیونکہ کوئی بھی فصل کا قائل نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ دنیا پر محمول ہے یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے وقت کوئی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا اور ہم اس کے قائل ہیں کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

(۴) جن لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے دیدار کو طلب کیا' اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَO (البقرہ:۵۵)

اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ کے لیے ہرگز ایمان نہیں لائیں جب تک ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ نہ لیں' پھر تم کو ایک کڑک کے عذاب نے پکڑ لیا اور تم اس کا مشاہدہ کررہے تھےO

اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر عذاب اس لیے آیا تھا کہ انہوں نے سرکشی اور عناد سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

(۱) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌO اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌO (القیامۃ:۲۳-۲۲)

اس دن بعض چہرے تروتازہ ہوں گےO اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گےO

(۲) كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَO (المطففین:۱۵)

ہرگز نہیں! یہ کفار اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گےO

یہ آیت اس کو مستلزم ہے کہ قیامت کے دن مؤمنین اپنے رب سے حجاب میں نہیں ہوں گے بلکہ اس کو دیکھ رہے ہوں گے' ورنہ یہ آیت کفار کے لیے باعث حسرت اور افسوس نہ ہوتی' وہ کہتے: ہماری کیا خصوصیت ہے' مؤمنین بھی اپنے رب سے حجاب میں ہیں۔

معتزلہ کی عقلی دلیل کا جواب

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کے دکھائی دینے کے لیے یہ قاعدہ ہے کہ وہ دیکھنے والے کی مقابل جانب میں ہو' اگر اللہ تعالیٰ دکھائی دے گا تو ضروری ہے کہ وہ مؤمنین کی مقابل جانب میں ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی جہت اور جانب میں ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے تم بھی قائل ہو کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور مخلوق اس کو دکھائی دیتی ہے' لہٰذا تمہارے اس قاعدہ سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی جانب مقابل میں ہو اور اب اس اعتراض سے صرف اسی طرح چھٹکارہ مل سکتا ہے کہ یہ قاعدہ کہ دکھائی دینے والا دیکھنے والے کی جانب مقابل میں ہو مخلوق کے لیے ہے' اور اللہ تعالیٰ دیکھنے اور دکھائی دینے دونوں میں اس قاعدہ کا پابند نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے' فجر کی نماز کی اس وجہ سے فضیلت ہے کہ اس وقت

انسان نیند کو ترک کر کے نماز کے لیے جاتا ہے اور یہ نفس پر دشوار ہوتا ہے اور عصر میں اس لیے کہ وہ وقت کاروبار میں مشغولیت کا ہوتا ہے اور کاروبار کو چھوڑ کر نماز کے لیے جانا بھی نفس پر دشوار ہوتا ہے' اس لیے فجر اور عصر کی نمازوں میں فضیلت ہے اور اس لیے بھی کہ ان دونوں نمازوں کے وقتوں میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اور وہ دونوں اس کے نماز میں مشغول ہونے کو لکھ لیتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی امید اسی شخص کو رکھنی چاہیے' جو ان دونوں نمازوں کی حفاظت کرتا ہے۔

۵۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ ، فَيَسْاَلُهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ، وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۲۳-۷۴۲۹-۷۴۸۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں' پھر جن فرشتوں نے تمہارے ساتھ رات گزاری تھی' وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں' اللہ ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس آئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۳۲' الرقم المسلسل: ۱۴۰۵' سنن نسائی: ۴۸۱' موطأ امام مالک: ۴۲۰- ج ۱ ص ۱۶۷' دار المعرفۃ' بیروت' صحیح ابن حبان: ۱۷۳۷' شرح السنۃ: ۳۸۰' مسند ابویعلیٰ: ۶۳۳۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۶۵' تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۳۰۹- ج ۱۶ ص ۲۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۸۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی سند میں پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: فرشتے فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔

فرشتوں کے باری باری آنے کی کیفیت اور قرآن مجید میں صرف فجر کے وقت کے ذکر کی توجیہ

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں' زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ جماعت میں حاضر ہوتے ہیں' اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ بغیر جماعت سے پڑھی جانے والی نماز میں بھی حاضر ہوتے ہیں' اس حدیث میں مذکور ہے: وہ باری باری حاضر ہوتے ہیں یعنی فرشتوں کی ایک جماعت حاضر ہوتی ہے' اس کے بعد دوسری جماعت حاضر ہوتی ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دن کے فرشتے صبح کی نماز میں نازل ہوتے ہیں' پھر بنی آدم کے اعمال کا شمار کرتے ہیں اور جن فرشتوں نے بنوآدم کے پاس رات گزاری تھی' وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں اور جب عصر کا وقت ہوتا ہے تو رات کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انسانوں کے اعمال کا شمار کرتے ہیں اور دن کے فرشتے اوپر چڑھ جاتے ہیں' پھر اسی طرح باری باری فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًاO اور فجر میں قرآن پڑھنا' بے شک فجر میں قرآن پڑھنے کے دوران فرشتے حاضر ہوتے ہیںO (بنی اسرائیل:۷۸)

فجر کا اس لیے خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جاتا ہے' اس کے برخلاف عصر کی نماز میں قرآن آہستہ پڑھا جاتا ہے' اگرچہ فرشتے فجر اور عصر دونوں نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں۔

(تمہید ج ۷ ص ۴۶۳۔۴۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

فرشتوں کا بنو آدم کی عبادت کا اعتراف کرنا

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال فرماتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں: جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس سے آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے' اللہ تعالیٰ فرشتوں کے اس جواب سے فرشتوں پر حجت فرماتا ہے کہ تم نے آدم کی پیدائش کے وقت کہا تھا کہ اس کی اولاد زمین میں فتنہ اور فساد کرے گی' خون ریزی کرے گی اور اب فرشتوں کی زبان سے یہ اعتراف کراتا ہے کہ ہم بنو آدم کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس سے آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۱۔ج ۲ ص ۲۵۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں دیدار الٰہی کی تحقیق' اور عصر اور فجر میں فرشتوں کے اجتماع کی خصوصیت بیان کی گئی ہے۔

۱۷ - بَابُ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوْبِ

جس نے غروب (آفتاب) سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت کو پالیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی رکعت کا وقت پالیا' اس کی نماز کا کیا حکم ہے' آیا وہ اپنی نماز پوری کرے یا نہیں؟

۵۵۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ' قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ' فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ' وَاِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ' قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ' فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ. [اطراف الحدیث: ۵۷۹۔۵۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے اور جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے طلوع ہونے سے پہلے صبح کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

(صحیح مسلم: ۶۰۸' الرقم المسلسل: ۱۳۴۹' سنن ترمذی: ۱۸۶' سنن نسائی: ۵۱۷' سنن ابن ماجہ: ۶۹۹' موطأ امام مالک: ۵۔ج ۱ ص ۳۵۔۳۴' دار المعرفۃ' بیروت' سنن دارمی: ۱۲۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۹۸۵' صحیح ابن حبان: ۱۵۸۳۔۱۵۵۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۶۸۔۳۶۷' شرح السنۃ: ۳۹۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۵۳۔ج ۱۶ ص ۷۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۸۳۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے غروب ہونے سے

پہلے عصر کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

جن کو عصر یا فجر کی ایک رکعت کا وقت ملا' ان کی نماز پوری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ' تمہید میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ادراک سے مراد ادراک وقت ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جس نے اس وقت میں نماز کی ایک رکعت کو پالیا تو وہ ایک رکعت اس کے لیے اس وقت کی نماز سے کافی ہوگی۔

اس پر مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے کہ نمازی پر فرض ہے کہ وہ صبح کی پوری نماز پڑھے اور عصر کی پوری نماز پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ارشاد ہے: اس نے اس نماز کو پالیا' اس سے مراد ہے کہ اس نے اس نماز کے وقت کو پالیا' ہاں! دوسرے دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ نماز کا وقت مختار' اس وقت کا غیر ہے۔

ان دلائل میں سے یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عصر کا آخری وقت وہ ہے' جب تک سورج زرد نہ ہو۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۰) یعنی آخری وقت مختار تاکہ احادیث متعارض نہ ہوں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ منافقین کی نماز ہے' ان میں سے کوئی شخص بیٹھا رہتا ہے حتیٰ کہ جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے دو سینگھوں کے درمیان ہوتا ہے تو وہ چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس میں اللہ کا ذکر وہ بہت کم کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۲۲' سنن ترمذی: ۱۶۰)

یہ تغلیظ اس شخص پر ہے' جس نے اس وقت میں نماز پڑھنے کو ترک کیا' جس وقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز میں اپنی امت کے لیے اختیار فرمایا تھا اور اس نے بغیر کسی عذر صحیح کے اس وقت سے اعراض کیا۔

عصر کی نماز کو جلدی پڑھنے کے متعلق بہت آثار مروی ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عُمّال کی طرف خط لکھا کہ عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج سفید چمک دار ہو' اس سے پہلے کہ وہ زرد ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک ہے' جب تک سورج زرد نہ ہو۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۰' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۳۶۵)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ صبح کی نماز کا اوّل وقت وہ ہے جب فجر صادق طلوع ہوتی ہے' جب مشرق کے افق سے ہر طرف سفیدی پھیل جاتی ہے اور اس کے بعد اندھیرا نہیں ہوتا اور فجر کے آخر وقت میں اختلاف ہے' ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ فجر کا وقت طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہے اور ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ فجر کا اوّل وقت وہ ہے' جب اندھیرا ہو اور ستاروں کا جال بنا ہوا ہو اور آخری وقت وہ ہے' جب سفیدی پھیل جائے۔

ابو عمر ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ وقت مختار پر محمول ہے کیونکہ امام مالک کہتے ہیں کہ جس شخص نے کسی عذر کی وجہ سے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز کی ایک رکعت پڑھ لی تو اس سے نماز ساقط ہو جائے گی' جیسے کوئی حائض اس وقت میں حیض سے پاک ہو جائے' جب فجر کا اتنا وقت رہتا ہو' جس میں ایک رکعت نماز پڑھی جا سکے تو ایک رکعت کی مقدار وقت پانے کی وجہ سے اس پر فجر کی نماز واجب ہو جائے گی' خواہ وہ دوسری رکعت طلوع فجر کے ساتھ پڑھے یا اس کے بعد پڑھے۔

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے: فجر کا آخری وقت سورج کے طلوع ہونے تک ہے' اسی طرح امام شافعی نے کہا ہے کہ فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب تک ہے' مگر ان کے نزدیک طلوع آفتاب سے اس شخص کی نماز فوت نہیں ہوگی' جو طلوع آفتاب

سے پہلے دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت مکمل کر چکا ہو اور جس نے دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت طلوع آفتاب سے پہلے مکمل نہیں کی اس کی نماز فجر فوت ہوگئی۔ امام احمد بن حنبل کا قول بھی امام شافعی کی مثل ہے کہ جس نے کسی عذر صحیح کی وجہ سے طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی' وہ طلوع آفتاب کے بعد اپنی نماز پوری کرے' اور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ کسی ضرورت یا عذر صحیح کی وجہ سے ایسا کرے تو جائز ہے ورنہ نہیں' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور امام اوزاعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک ضرورت اور عذر ہو یا نہ ہو' جس نے طلوع آفتاب سے پہلے صرف ایک رکعت نماز پڑھی' پھر آفتاب طلوع ہو گیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی کیونکہ طلوع آفتاب کے بعد نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا ہے۔

(فتح المالک بتبویب التمہید لابن عبد البر علی موطأ الامام مالک ج ۱ ص ۱۳۷-۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

فجر اور عصر کی نماز پوری کرنے کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ صریح دلیل ہے کہ جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت پڑھی' پھر اس کے سلام پھیرنے سے پہلے عصر کا وقت نکل گیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی بلکہ وہ اپنی نماز پوری کرے گا اور اس پر چاروں ائمہ متفق ہیں' اور صبح کی نماز کی جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور پھر اس کے سلام پھیرنے سے پہلے سورج نکل آیا تو امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وہ بھی اسی طرح ہے اور وہ سورج نکلنے کے بعد اپنی نماز پوری کرے گا کیونکہ باب مذکور کی حدیث میں فجر اور عصر دونوں نمازوں کا ایک حکم بیان فرمایا ہے' اسی وجہ سے مذاہب ثلاثہ کے فقہاء نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورج طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز پوری کرنے میں احادیث کی مخالفت ہے

ہم کہتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے' جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج نکلنے کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ فجر کی باقی ماندہ ایک رکعت نمازی سورج نکلنے کے بعد پڑھے' طلوع آفتاب کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۱' صحیح مسلم: ۸۲۶' سنن ترمذی: ۱۸۳' سنن نسائی: ۵۶۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱-۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نہ طلوع شمس کے وقت نماز کا قصد کرو نہ غروب شمس کے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲' صحیح مسلم: ۸۲۸' سنن نسائی: ۵۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کی بھوں طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو' حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کی بھوں غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۳' صحیح مسلم: ۸۲۹-۸۲۸' سنن نسائی: ۵۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کی بیع' دو قسم کے لباس اور دو قسم کی نمازوں سے منع فرمایا' آپ نے فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج

غروب ہو جائے۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۵۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس کے وقت قصد کر کے نماز نہ پڑھے اور نہ غروب شمس کے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۸۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبح کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۶' صحیح مسلم: ۸۲۷' سنن نسائی: ۵۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نمازوں سے منع فرمایا: فجر کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۸)

طلوعِ آفتاب کے بعد نماز پوری نہ کرنے اور غروبِ آفتاب کے بعد نماز پوری کرنے کے فرق کی وضاحت

باقی رہا یہ اعتراض کہ باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت کا وقت پالیا' وہ عصر کی نماز کو پورا کرے' امام ابوحنیفہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں' کیونکہ عصر کا آخری وقت ناقص ہوتا ہے' جب سورج کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت سورج شیطان کے دو سینگھوں کے درمیان ہوتا ہے اور اس وقت کی نماز کے متعلق فرمایا: یہ منافقین کی نماز ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۲۲' سنن ترمذی: ۱۶۰) سو غروبِ آفتاب سے پہلے ناقص وقت ہوتا ہے' تو جس نے غروب سے پہلے ایک رکعت نماز کا وقت پایا' وہ غروب کے بعد نماز پوری کرلے کیونکہ اس نے شروع بھی ناقص وقت میں کی تھی تو اس کو ختم بھی ناقص وقت میں کرے' اس کے برخلاف فجر کا پورا وقت کامل ہے' اگر طلوعِ شمس سے پہلے اس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور طلوعِ شمس کے بعد بقیہ ایک رکعت پڑھے گا تو یہ نماز شروع تو کامل وقت میں ہوئی تھی اور وہ اس کو ختم ناقص وقت میں کر رہا ہے' اس لیے یہ نماز فاسد ہو جائے گی' اس دقت اور باریکی کی وجہ سے امام اعظم نے ان دونوں نمازوں میں فرق کیا ہے کہ غروبِ آفتاب سے پہلے نمازی نے ایک رکعت نماز کا وقت پایا تو وہ بعد میں نماز پوری کرے تو نماز ہو جائے گی اور طلوعِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اور آفتاب طلوع ہو گیا تو یہ نماز نہیں ہوگی۔

باب مذکور کی حدیث کا محمل

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں تو فجر اور عصر دونوں نمازوں کے متعلق فرمایا ہے کہ نمازی اپنی نماز پوری کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو کافر اس وقت مسلمان ہوا' جب آفتاب کے طلوع میں فجر کی ایک رکعت نماز کا وقت رہتا تھا یا کوئی لڑکا اس وقت بالغ ہوا' یا لڑکی اس وقت بالغ ہوئی یا کسی لڑکی کا حیض یا نفاس اس وقت ختم ہوا' جب سورج کے طلوع میں ایک رکعت نماز کا وقت تھا تو ان سب پر فجر کی نماز فرض ہو جائے گی اور وہ اس نماز کی قضاء کریں گے' اسی طرح کوئی کافر اس وقت مسلمان ہوا' جب عصر کی نماز کی ایک رکعت کا وقت رہتا تھا یا کوئی لڑکی یا لڑکا اس وقت بالغ ہوا یا کسی عورت کا اس وقت حیض یا نفاس ختم ہوا' جب سورج غروب ہونے سے پہلے صرف ایک رکعت نماز پڑھنے کا وقت تھا تو ان کے ذمہ عصر کی نماز فرض ہو جائے گی اور وہ اس نماز کو پورا کریں گے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۷۵۔ ج ۲ ص ۲۱۹ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) دورانِ نماز طلوع یا غروبِ آفتاب سے نماز کا حکم (۲) ائمہ ثلاثہ کی احادیث کا جواب۔

۵۵۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ

حَدَّثَنِی اِبْرَاهِیْمُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِیْمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ، كَمَا بَیْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ، اُوْتِیَ اَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ، فَعَمِلُوْا حَتّٰی اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا، فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا، ثُمَّ اُوْتِیَ اَهْلُ الْاِنْجِیْلِ الْاِنْجِیْلَ، فَعَمِلُوْا اِلٰی صَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا، فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا، ثُمَّ اُوْتِیْنَا الْقُرْاٰنَ، فَعَمِلْنَا اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ، فَاُعْطِیْنَا قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ، فَقَالَ اَهْلُ الْكِتَابَیْنِ اَیْ رَبَّنَا، اَعْطَیْتَ هٰؤُلَاءِ قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ، وَاَعْطَیْتَنَا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا، وَنَحْنُ كُنَّا اَكْثَرَ عَمَلًا؟ ! قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ اَجْرِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَهُوَ فَضْلِیْ اُوْتِیْهِ مَنْ اَشَاءُ.

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود' ان کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم سے پہلی امتوں میں تمہاری بقاء اس طرح ہے جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک' اہل تورات کو تورات دی گئی' پس انہوں نے عمل کیا حتیٰ کہ جب دوپہر ہو گئی تو وہ تھک گئے' پھر ان کو قیراط' قیراط دیا گیا' پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی' پس انہوں نے عصر کی نماز تک عمل کیا' پھر وہ تھک گئے' پس ان کو قیراط' قیراط دیا گیا' پھر ہم کو قرآن دیا گیا تو ہم نے غروبِ آفتاب تک عمل کیا' پس ہم کو دو' دو قیراط دیئے گئے' پھر دونوں کتاب والوں نے کہا: اے ہمارے رب! آپ نے ان کو دو' دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے زیادہ عمل کیا تھا؟ اللہ عزوجل نے فرمایا: کیا میں نے تم کو تمہارے اجر سے کچھ کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں' اللہ نے فرمایا: پھر یہ میرا فضل ہے' میں جس کو چاہوں عطا کروں۔

[اطراف الحدیث: ۲۲۶۸-۲۲۶۹-۳۴۵۹-۵۰۲۱-۷۴۶۷-۷۵۳۳] (سنن ترمذی: ۲۸۷۱' صحیح ابن حبان: ۶۶۳۹' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۵۶۵-۲۰۹۱۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۲۰' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۳۸' المعجم الاوسط: ۱۶۴۲' شرح السنۃ: ۴۰۱۷' المعجم الصغیر: ۵۳' المعجم الکبیر: ۱۳۲۸۵' مسند احمد ج ۲ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۰۸- ج ۸ ص ۱۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۱۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: جس شخص نے غروب سے پہلے ایک رکعت کو پالیا' اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے عصر سے مغرب تک کام کیا اور ہمیں دو' دو قیراط اجر دیا گیا' اور مطابقت عصر سے مغرب تک کے الفاظ میں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء کس طرح متصور ہو سکتی ہے؟

اس حدیث میں ذکر ہے: تم سے پہلی امتوں میں تمہاری بقاء اس طرح ہے' جیسے نماز عصر سے غروبِ آفتاب تک۔

بہ ظاہر اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء اس طرح ہوگی' حالانکہ یہ معنی مراد نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ کے مقابلہ میں تمہارا زمانہ اتنا ہے جتنا نماز عصر سے غروبِ آفتاب تک کا زمانہ ہے۔

اس حدیث میں ''قیراط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: درہم کا بارھواں حصہ' لیکن یہاں اس سے مراد ہے: اجر کا ایک حصہ۔

اس اعتراض کا جواب کہ اہل انجیل اور اہل تورات کو قیراط' قیراط اجر دینا کس طرح صحیح ہوگا جب کہ انہوں نے دین میں تحریف کر لی تھی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اہل تورات اور اہل انجیل کو قیراط' قیراط اجر دیا گیا' اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اہل تورات اور اہل انجیل نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریف کر دی تھی اور اپنے دین کو بدل لیا تھا اور حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کی پرستش شروع کر دی تھی تو ان کو اجر عطا فرمانے کا ذکر کس طرح صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اجر ان کو دیا گیا تھا جو صحیح دین پر تھے اور آسمانی کتابوں میں تحریف اور تغییر سے پہلے جو لوگ مؤمن تھے اور تورات اور انجیل کے احکام پر عامل تھے اور بعد کے وہ لوگ مراد نہیں ہیں' جنہوں نے کتابوں میں تحریف اور دین میں تغییر کر دی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اہل انجیل نے کہا: ہم نے زیادہ عمل کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی فضیلت اور عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہونے کی دلیل

اس حدیث میں ہماری امت کی فضیلت ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے کیونکہ نصاریٰ نے کہا: ہم نے زیادہ عمل کیا ہے اور ہم کو اجر ایک قیراط ملا ہے اور اہل قرآن نے کم عمل کیا ہے اور ان کو دو قیراط اجر ملا ہے' نصاریٰ نے ظہر سے عصر تک عمل کیا اور اہل قرآن نے عصر سے مغرب تک عمل کیا' اگر عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہو تو زوال سے لے کر ایک مثل سائے تک اور ایک مثل سائے سے مغرب تک برابر وقت ہوگا اور حدیث میں نصاریٰ کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ ہم نے ان سے زیادہ عمل کیا ہے' وہ صحیح نہیں رہے گا' یہ قول اسی وقت صحیح ہوگا' جب یہ فرض کیا جائے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے' پھر ظہر سے عصر تک کا وقت دگنا ہوگا اور عصر سے مغرب تک کا وقت اس کا آدھا ہوگا اور تب حدیث میں مذکور نصاریٰ کا یہ اعتراض درست ہوگا کہ ہم نے عمل ان سے زیادہ کیا ہے اور اجر ہم کو کم ملا ہے۔

۵۵۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ ' عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ ' عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى ' كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَاْجَرَ قَوْمًا' يَعْمَلُوْنَ لَهٗ عَمَلًا اِلَى اللَّيْلِ ' فَعَمِلُوْا اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا اِلٰى اَجْرِكَ' فَاسْتَاْجَرَ اٰخَرِيْنَ' فَقَالَ اَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِيْ شَرَطْتُ' فَعَمِلُوْا حَتّٰى اِذَا كَانَ حِيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ' قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا ' فَاسْتَاْجَرَ قَوْمًا ' فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ ' وَاسْتَكْمَلُوْا اَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ.

[طرف الحدیث: ۲۲۷۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوکریب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: مسلمانوں اور یہود اور نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جس نے کچھ لوگوں کو بلایا کہ وہ اس کے لیے رات تک عمل کریں' پس انہوں نے دوپہر تک عمل کیا' پھر کہا: ہمیں تمہاری اجرت کی ضرورت نہیں ہے' اس نے اور لوگوں کو اجرت پر بلالیا اور ان سے کہا: تم بقیہ دن میں کام کرو اور تم کو شرط کے موافق اجر ملے گا' پھر انہوں نے عمل کیا حتیٰ کہ جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے کہا: بس تمہارے لیے اتنا ہی عمل ہے جو ہم نے کیا ہے' پھر اس شخص نے اور لوگوں کو بلایا' جنہوں نے بقیہ دن کام کیا حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا اور انہوں نے دونوں فریقوں کا مکمل اجر لے لیا۔

اس حدیث کی شرح بھی وہی ہے' جو گزشتہ حدیث: ۵۵۷ میں بیان کی گئی ہے۔

۱۸ - بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ مغرب کا وقت

اس سے پہلے ابواب میں عصر کے وقت کے متعلق احادیث کا ذکر تھا اور اس باب سے مغرب کے وقت کے متعلق احادیث شروع ہو رہی ہیں اور ان میں مناسبت ظاہر ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيْضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ. اور عطاء نے کہا: مریض مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھے۔

اس تعلیق کے قریب یہ حدیث ہے:

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں کہ ابن جریج نے عطاء سے پوچھا: یہ بتائیں کہ اگر کوئی شخص دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھے؟ عطاء نے کہا: اس میں کوئی ضرر نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۴۲۲۔ ج ۲ ص ۳۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہمارے نزدیک مسافر اور مریض دونوں صورۃً دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھ سکتے ہیں اور ان کو حقیقۃً ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھا ہو سوا اس کے کہ آپ نے ظہر اور عصر کو میدانِ عرفات میں جمع کر کے پڑھا اور مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۴۴۳۲۔ ج ۲ ص ۳۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا: یاد رکھو! بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۴۳۴)

۵۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّجَاشِيِّ، مَوْلٰى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ وَهُوَ عَطَاءُ بْنُ صُهَيْبٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مہران نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو النجاشی نے حدیث بیان کی جو حضرت رافع بن خدیج کے آزاد کردہ غلام ہیں اور وہ عطا بن صہیب ہیں انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے پھر ہم میں سے کوئی واپس ہوتا تو وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۷ ۶۳ الرقم المسلسل: ۱۴۱۴ سنن ابن ماجہ: ۶۸۷ صحیح ابن حبان: ۱۵۱۵ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۲ المعجم الکبیر: ۴۴۲۱ المستدرک ج ۱ ص ۱۹۲ مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۲ طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۲۷۵۔ ج ۲۸ ص ۵۱۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۵۲ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابراہیم الجمال الحافظ الرازی ابو جعفر یہ ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) الولید بن مسلم ابو العباس الاموی یہ اہل شام کے عالم تھے یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمان بن عمرو الاوزاعی (۴) ابو النجاشی ان کا نام عطاء بن صہیب ہے یہ

حضرت رافع بن خدیج کے غلام ہیں (۵) حضرت رافع بن خدیج الانصاری الاوسی المدنی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۸۱-۸۰)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے۔

مغرب کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز پڑھ لیتے تھے اور مغرب کی نماز جلدی پڑھتے تھے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد روشنی باقی ہوتی تھی اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

طاؤس' عطاء اور وہب بن منبہ کا یہ مذہب ہے کہ مغرب کا اول وقت وہ ہے جب ستارے طلوع ہو جائیں اور انہوں نے اس پر حضرت ابو بصرہ غفاری کی حدیث سے استدلال کیا ہے' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المخمص میں ہم کو عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں پر یہ نماز پیش کی گئی تھی' انہوں نے اس کو ضائع کر دیا' سو جس نے اس نماز کی حفاظت کی' اس کو اس نماز کا دگنا اجر ملے گا' اس کے بعد اور کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ ستارہ طلوع ہو جائے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۰' رقم المسلسل: ۱۸۹۹' سنن النسائی: ۵۲۱)

امام طحاوی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ آخری جملہ راوی نے اپنی رائے سے کہا ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے۔

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر روایت یہ ہے کہ جیسے ہی سورج غروب ہوتا' آپ مغرب کی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ابو بصرہ کا نام حمیل ہے اور ایک قول ہے کہ ان کا نام جمیل ہے' المخمص وہ جگہ ہے جہاں پر اونٹ ایک کھٹی گھاس چرتے ہیں۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد' امام ابو یوسف' امام محمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک جب شفق کی سرخی غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عائشہ' حضرت ابو ہریرہ' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم کے نزدیک جب شفق کی سفیدی غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۸۲-۸۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۴۰- ج ۲ ص ۲۵۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ۔

۵۶۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ، فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا، إِذَا رَآهُمُ اجْتَمَعُوا عَجَّلَ، وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَوْا أَخَّرَ، وَالصُّبْحَ . كَانُوا أَوْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ. [طرف الحدیث: ۵۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از محمد بن عمرو بن الحسن بن علی' انہوں نے بیان کیا کہ حجاج آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے (نماز کے اوقات کے متعلق) سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کے وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے' جب سورج چمک رہا ہوتا تھا اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا' اور عشاء کی نماز مختلف اوقات میں پڑھتے تھے' جب آپ دیکھتے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو آپ جلدی عشاء پڑھتے اور جب آپ دیکھتے

کہ لوگوں نے تاخیر کی ہے تو آپ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے اور صبح کی نماز آپ آخر شب کے اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۴۶ 'الرقم المسلسل: ۱۴۳۳ 'سنن ابوداؤد: ۳۹۷ 'سنن نسائی: ۵۲۳ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۸ 'مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۲۲ ' سنن دارمی: ۱۱۸۴ 'مسند ابویعلیٰ: ۲۰۲۹ 'صحیح ابن حبان: ۱۵۲۸ 'سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۹ 'شرح السنۃ: ۳۵۱ 'مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۹ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۴۹۶۹ ـ ج ۲۳ ص ۲۲۲ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حجاج کا تذکرہ اور اس کے آنے پر نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کا سبب اور ''غلس'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: حجاج آیا' اس سے مراد حجاج بن یوسف ثقفی ہے' جو عراق کا گورنر تھا' حجاج کے آنے سے مراد یہ ہے کہ حجاج' عبد الملک بن مروان کی طرف سے مدینہ کا گورنر بن کر آیا' یہ ۷۴ھ کا واقعہ ہے' حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کے بعد عبد الملک بن مروان نے اس کو حرمین کا گورنر بنا دیا تھا۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے سوال کیا۔ مسند ابوعوانہ میں مذکور ہے کہ ہم نے حضرت جابر سے نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا' کیونکہ حجاج تاخیر سے نماز پڑھتا تھا' اور اس حدیث میں ''غلس'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: آخر شب کا اندھیرا۔

نمازوں کے مستحب اوقات

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کو اس کا وقت شروع ہونے کے بعد جلدی پڑھنا چاہیے' سوا ان نمازوں کے جن میں احادیث صحیحہ سے تاخیر ثابت ہے' سو ان میں تاخیر مستحب ہے جیسا کہ گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے یعنی ایک مثل سایا ہو جانے کے بعد' اور صبح کو سفیدی پھیل جانے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے' اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور عصر اور مغرب کی نماز کو وقت شروع ہونے کے بعد جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب حکام خلاف شرع کام کریں تو عالم دین سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے جیسا کہ جب حجاج نے دیر سے نمازیں پڑھائیں تو لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنت کے مطابق نماز کے اوقات معلوم کیے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۹ ـ ج ۲ ص ۲۷۱ ـ ۲۷۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں:

(۱) فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ (۲) عشاء کے بعد باتیں کرنا۔

۵۶۱ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے' جب سورج حجاب میں چھپ جاتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۳۶ 'سنن ابوداؤد: ۴۱۷ 'سنن ترمذی: ۱۶۴ 'سنن ابن ماجہ: ۶۸۸ 'المعجم الکبیر: ۶۲۸۹ 'مسند احمد: ۱۶۵۳۲ ـ ج ۴ ص ۵۱ 'جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳ ۵۶ 'مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کا عنوان ہے: مغرب کا وقت اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں

سورج کے غروب ہونے کا ذکر ہے اور اس میں مغرب کے وقت پر دلیل ہے۔

اس حدیث کے تین رجال ہیں اور یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے جس میں امام بخاری اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف تین راوی ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج کے غروب ہونے کے فوراً بعد مغرب کا وقت ہوتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ١٣٣٩ ۔ ج ٢ ص ٢٥٨ پر مذکور ہے اس کی شرح کا ذکر حدیث: ١٣٤٠ میں کیا جا چکا ہے۔

٥٦٢ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا جَمِيْعًا وَثَمَانِيًا جَمِيْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سات رکعت نماز جمع کر کے پڑھیں اور آٹھ رکعت نماز جمع کر کے پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٥٤٣ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کر کے پڑھنا یعنی آپ نے ظہر کی نماز کو آخری وقت میں اور عصر کی نماز کو ابتدائی وقت میں پڑھا اسی طرح مغرب کی نماز کو آخری وقت میں اور عشاء کی نماز کو ابتدائی وقت میں پڑھا اور یہ جمع صوری ہے۔

١٩ - بَابُ مَنْ كَرِهَ اَنْ يُّقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْعِشَاءُ

جس کے نزدیک مغرب کو عشاء کہنا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مغرب کے وقت کو عشاء کہنا مکروہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مغرب کے وقت کو مغرب ہی کہا جائے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اگر مغرب کے وقت کو عشاء کہا جائے گا تو عشاء کی نماز کا وقت مغرب کی نماز کے وقت سے ملتبس ہو جائے گا۔

٥٦٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمُ الْمَغْرِبِ. قَالَ وَتَقُوْلُ الْاَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ.

وسنن بیہقی ج ١ ص ٣٧٢ صحیح ابن خزیمہ: ٣٤١ مسند احمد ج ٥ ص ٥٥ طبع قدیم مسند احمد: ٢٠٥٥٣ ۔ ج ٣٤ ص ١٧٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی وہ عبد اللہ بن عمرو ہیں انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از الحسین انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ المزنی نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دیہاتی تمہاری مغرب کی نماز کے نام کے بارے میں تم پر غالب نہ ہو جائیں دیہاتی مغرب کو عشاء کہتے ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ نبی ﷺ نے مغرب کو عشاء کہنے سے منع فرمایا ہے۔

٢٠ - بَابُ ذِكْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ وَمَنْ رَّاٰهُ وَاسِعًا

العشاء اور العتمہ کا ذکر کرنا اور جس کے نزدیک ان دونوں کے ذکر کی گنجائش ہے

اس باب میں بتایا ہے کہ عشاء کی نماز کو عشاء اور ''عتمة'' کہنے کی گنجائش ہے' دیہاتی عشاء کی نماز کو ''العتمة'' کہتے تھے کیونکہ ''العتمة'' کا معنی ہے: شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد رات کا پہلا اندھیرا اور دیہاتی دودھ دوہنے کو پہلے اندھیرے تک مؤخر کر دیتے تھے اور اس وقت کو ''العتمة'' کہتے تھے اسی طرح وہ عشاء کے وقت کو بھی ''العتمة'' کہتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تو ثابت نہیں ہے کہ مغرب کو عشاء کہا جائے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشاء کو ''العتمة'' کہنا ثابت ہے' اس لیے عشاء کے وقت کو ''العشاء'' اور ''العتمه'' دونوں کہنے کی گنجائش ہے۔

قال اَبُوْ هُرَيْرَةَ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَثْقَلُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ الْعِشَاءُ وَالْفَجْرُ. وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ.

حضرت ابوہریرہ نے کہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم : منافقین پر سب سے بھاری نماز عشاء اور فجر ہے اور فرمایا: کاش! وہ جان لیتے ''العتمة'' اور ''الفجر'' میں کتنا اجر ہے۔

اس تعلیق کے دو قطعے ہیں' پہلے قطعہ کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۶۵۷ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور دوسرے قطعہ کو انہوں نے صحیح البخاری: ۶۲۱۔ ۶۵۴ اور ۶۱۵ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کو ''العتمة'' کہنا بھی جائز ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْاِخْتِيَارُ اَنْ يَقُوْلَ الْعِشَاءُ ' لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ﴾ (النور:۵۸)' وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ ' فَاَعْتَمَ بِهَا.

اور امام ابوعبداللہ (بخاری) نے یہ کہا کہ مختار یہ ہے کہ ''العشاء'' کہا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور عشاء کی نماز کے بعد'' (النور:۵۸) اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عشاء کی نماز کے وقت باری باری آتے تھے پس آپ نے اندھیرا ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے حدیث: ۵۶۷ میں بہت تفصیل سے روایت کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ بِالْعِشَاءِ.

حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے حدیث: ۵۷۱ اور حدیث: ۵۶۹ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ ' عَنْ عَائِشَةَ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ.

اور بعض نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیرے میں ''العتمة'' پڑھی۔

اور اس تعلیق کو امام بخاری نے حدیث: ۸۶۲ میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ سنن نسائی: ۵۳۱ میں بھی ہے۔

وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الْعِشَاءَ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

اس سے پہلے امام بخاری نے پانچ تعلیقات ذکر کیں' جن میں عشاء کی نماز کو ''العتمة'' فرمایا ہے اور اب ایسی چار تعلیقات ذکر کر رہے ہیں' جن میں عشاء کی نماز کو ''العشاء'' ہی فرمایا ہے۔

حضرت جابر کی اس تعلیق مذکور کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۶۰ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کو مؤخر

وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ. فرماتے تھے۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۴۷ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ اَنَسٌ اَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ. اور حضرت انس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء الاخرہ کو مؤخر فرمایا۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۷۲ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ، وَاَبُوْ اَيُّوْبَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ. اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابوایوب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۱۶۷۳ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت ابوایوب کی تعلیق کو صحیح البخاری: ۱۶۷۴ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباس کی تعلیق کو صحیح البخاری: ۵۴۳ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

٥٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَاءِ، وَهِيَ الَّتِيْ يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ اَرَاَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ؟ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا، لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: سالم نے کہا: مجھے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ایک رات ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی اور یہ وہ نماز ہے جس کو لوگ ''العتمة'' کہتے ہیں' پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے کیونکہ اس کے ایک سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی زمین کے اوپر باقی نہیں رہے گا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۶ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو علم کی بات کرنا۔ اس حدیث سے امام بخاری نے حضرت خضر علیہ السلام کی موت پر استدلال کیا ہے' اس موضوع پر زیادہ تفصیل سے ہم نے شرح صحیح مسلم: ۶۰۴۰۔ ج ۶ ص ۸۵۹۔۸۵۳ میں اور تبیان القرآن' سورۃ الکہف: ۶۰' ج ۷ ص ۱۷۱۔۱۶۵ میں لکھا ہے۔

٢١ - بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ، اِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ اَوْ تَاَخَّرُوْا

عشاء کا وقت جب لوگ جمع ہوں یا تاخیر سے آئیں

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عشاء کا وقت اس وقت ہے' جب لوگ عشاء پڑھنے کے لیے جمع ہوں' خواہ جلد اکٹھے ہوں یا دیر سے۔ حضرت عمرو بن العاص کی حدیث میں ہے کہ اس میں متوسط رات کے نصف تک تاخیر کی جاسکتی ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس میں آدھی رات تک تاخیر کی جاسکتی ہے' داؤد ظاہری کے نزدیک اس میں طلوع فجر تک تاخیر کی جاسکتی ہے' امام مالک کے نزدیک یہ ضرورت کا وقت ہے۔

علامہ عینی نے کہا: امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ گرمیوں کی راتوں میں اس میں تہائی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح اور اس کے بعد بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۲)

۵٦۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو، وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ سَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ، وَاِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ، وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از محمد بن عمرو اور وہ ابن الحسن بن علی ہیں انہوں نے کہا: ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج چمکتا ہوا ہوتا تھا اور مغرب اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا اور جب لوگ زیادہ ہوتے تو عشاء کی نماز جلدی پڑھتے اور جب لوگ کم ہوتے تو عشاء کی نماز مؤخر کر دیتے اور صبح کی نماز اخیر شب کے اندھیرے میں پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵٦۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: مغرب کا وقت اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کا وقت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

۲۲ - بَابُ فَضْلِ الْعِشَاءِ — عشاء کی فضیلت

یہ باب عشاء کی نماز کی فضیلت کے بیان میں ہے اور ان ابواب کی مناسبت ظاہر ہے۔

۵٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ، وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يَفْشُوَ الْاِسْلَامُ، فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى قَالَ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَخَرَجَ فَقَالَ لِاَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ. [اطراف الحدیث: ۵٦۹ - ۸٦۲ - ۸٦۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں بہت تاخیر کر دی اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اسلام کے احکام پھیلے نہیں تھے آپ گھر سے باہر نہیں آئے حتیٰ کہ حضرت عمر نے کہا کہ عورتیں اور بچے سو گئے پھر آپ گھر سے نکلے اور مسجد والوں سے فرمایا: روئے زمین پر تمہارے سوا اس نماز کا کوئی اور انتظار نہیں کر رہا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۳۸ الرقم المسلسل: ۱۴۱۶ سنن النسائی: ۴۸۷ السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۸۹ سنن دارمی: ۱۲۱۳ صحیح ابن حبان: ۱۵۳۵ مسند الشامیین: ۳۰۹۵ - ۳۰۷۶ سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۴ شرح السنۃ: ۳۷۵ مسند احمد ج ٦ ص ۳۴ طبع قدیم مسند احمد ج ۴۰ ص ٦۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۲۱۲ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲٦ھ)

''اعتم'' کا معنی' احکام اسلام کا ظہور کہاں نہیں ہوا تھا؟ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز۔۔۔ اور دیگر فوائد حدیث

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اعتم'' اس کا معنی ہے: اندھیرے میں داخل ہوئے' اور اس سے مراد ہے: آپ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کردی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب اسلام کے احکام پھیلے نہیں تھے۔ اس سے مراد ہے: مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں اسلام کے احکام کا ظہور نہیں ہوا تھا کیونکہ مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں اسلام کے احکام کا ظہور فتح مکہ کے بعد ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روئے زمین پر تمہارے سوا اس نماز کا کوئی اور انتظار نہیں کر رہا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جا رہی تھی اور دوسرے ادیان اور مذاہب میں اس وقت نماز نہیں تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کردی' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام طور پر عشاء کی نماز میں اتنی تاخیر نہیں کرتے تھے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس پر نیند کا غلبہ ہو وہ عشاء کی نماز سے پہلے سو سکتا ہے' حضرت عمر نے کہا: عورتیں اور بچے سو گئے' اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھانے کے لیے امام کو گھر سے بلانا جائز ہے' نیز اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف و کرم اور آپ کی تواضع کا بیان ہے کیونکہ جب حضرت عمر نے بلند آواز سے کہا: بچے اور عورتیں سو گئے تو آپ نے اس پر حضرت عمر کو کچھ نہیں کہا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۴۔ ۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ ' عَنْ بُرَيْدٍ' عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ ' عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَصْحَابِيَ الَّذِيْنَ قَدِمُوْا مَعِيَ فِي السَّفِيْنَةِ نُزُوْلًا فِيْ بَقِيْعِ بُطْحَانَ ' وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ ' فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِّنْهُمْ ' فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَصْحَابِيْ ' وَلَهٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِيْ بَعْضِ اَمْرِهٖ ' فَاَعْتَمَ بِالصَّلٰوةِ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ' ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ ' فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهٗ عَلٰى رِسْلِكُمْ ' اَبْشِرُوْا ' اِنَّ مِنْ نِّعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ' اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ . اَوْ قَالَ مَا صَلّٰى هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ . لَا نَدْرِيْ اَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ ' قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَرَجَعْنَا ' فَفَرِحْنَا بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے خبر دی از برید از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے وہ اصحاب جو میرے ساتھ کشتی میں آئے' بطحان کے کھلے میدان میں اترے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تھے' پس ہر رات ان میں سے ایک جماعت باری باری عشاء کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوتی تھی' پس ایک دن ہمیں اتفاق ہوا' میں اور میرے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ گھر میں کسی کام میں مشغول تھے' آپ نے نماز میں تاخیر کردی حتیٰ کہ آدھی رات ہوگئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' پس آپ نے ان کو نماز پڑھائی' پس جب آپ نے نماز پڑھا دی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا: ٹھہرو! خوش خبری سنو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے تم پر ایک نعمت یہ ہے کہ اس وقت میں تمہارے سوا اور کوئی شخص نماز نہیں پڑھ رہا' یا فرمایا: اس وقت تمہارے سوا اور کسی نے نماز نہیں پڑھی' ہمیں یاد نہیں کہ آپ نے ان میں سے کون سی بات فرمائی' حضرت ابو موسیٰ نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.   سن کر خوشی خوشی واپس گئے۔

(صحیح مسلم: ۶۴۱' الرقم المسلسل: ۱۴۲۴' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۱۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

نصف شب تک نماز کو مؤخر کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب لوگوں میں اتنی طاقت ہو کہ وہ عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہیں تو پھر عشاء کی نماز میں آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح ہے تاکہ انہیں نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت حاصل ہو' کیونکہ جو شخص نماز کا منتظر ہوتا ہے اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے' لیکن اتنی تاخیر کرنا آج کل ہمارے اماموں کے لیے مناسب نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اماموں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائیں اور آپ نے فرمایا: نمازوں میں کم زور' بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں (صحیح البخاری: ۷۰۲) اور اماموں کا لمبی نمازیں پڑھانے کو ترک کرنا افضل ہے' اسی طرح نمازیوں کے انتظار کرانے کو بھی ترک کرنا افضل ہے۔

مجالد نے از عامر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ ایک رات نبی ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ کافی رات گزر گئی اور بعض لوگ مسجد میں سو گئے' پھر نبی ﷺ باہر نکلے' پس آپ نے فرمایا: اگر کم زوروں کی کم زوری اور بچوں کا رونا نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں رات کے اندھیرے تک تاخیر کر دیتا۔

اس رات نبی ﷺ نے جو آدھی رات تک عشاء پڑھانے کے لیے آنے میں تاخیر کر دی تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو گھر میں کوئی کام تھا' ورنہ اتنی رات تک تاخیر کرنا' آپ کی عادت اور آپ کا معمول نہ تھا۔

از الاعمش از ابی سفیان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ لشکر تیار کر رہے تھے حتیٰ کہ آدھی رات یا تہائی رات گزر گئی' پھر رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلے' پس فرمایا: لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم نماز کا انتظار کر رہے ہو اور تمہارا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۰۔ ج ۲ ص ۲۶۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ   عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا مکروہ ہے۔

۵۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ اَبِي بَرْزَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ، وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب الثقفی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابی المنہال از ابی برزہ کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۸۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کی کراہت کی توجیہ

اس حدیث میں عشاء کے بعد باتیں کرنے کی کراہت کو بیان کیا گیا ہے' اس سے مراد وہ باتیں ہیں جن میں کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت نہ ہو اور جن باتوں میں کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت ہو' ان باتوں میں کوئی کراہت نہیں ہے' اور اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ

احادیث میں وارد ہے کہ نبی ﷺ عشاء کی نماز کے بعد کلام فرماتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا اس لیے مکروہ ہے کہ اس وجہ سے عشاء کی نماز اپنے وقت پر نہیں پڑھی جائے گی اور اس سے لوگوں میں سستی آ جائے گی اور وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے پہلے سو جائیں گے اور عشاء کے بعد باتیں کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ لوگ دیر تک باتیں کرتے رہیں گے پھر دیر سے سوئیں گے تو ان کی صبح کی نماز فوت ہو جائے گی اور رات میں بیداری سے دن میں انسان کے اعصاب تھکے ہوئے ہوتے ہیں اور جسم ٹوٹا ہوا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان تازگی اور خوش دلی سے اپنے معمول کے کام انجام نہیں دے سکتا۔

۲۴ - بَابُ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غُلِبَ

جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونے کا جواز

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونے کا کیا حکم ہے۔

۵۶۹ - حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ، حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلٰوةَ، نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ. قَالَ وَلَا تُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ، وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعِشَاءَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ایوب بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از سلیمان انہوں نے کہا کہ صالح بن کیسان نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ (ایک رات) رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: نماز (کے لیے تشریف لائیے) عورتیں اور بچے سو گئے پھر آپ باہر نکلے اور فرمایا: تمہارے سوا تمام روئے زمین پر اس نماز کا کوئی انتظار نہیں کر رہا تھا اور ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور وہ شفق (کی سفیدی) غائب ہونے کے بعد تہائی رات کے اوّل حصہ تک نماز کو مؤخر کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۶۶ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کی نماز کی فضیلت۔

۵۷۰ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً، فَاَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِي اَقَدَّمَهَا اَمْ اَخَّرَهَا، اِذَا كَانَ لَا يَخْشٰى اَنْ يَّغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَقْتِهَا، وَكَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کسی کام میں مشغول تھے تو آپ نے عشاء کی نماز کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر ہم سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے حتیٰ کہ ہمارے پاس نبی ﷺ نکل کر آ گئے پھر آپ نے فرمایا: تمام روئے زمین پر اس نماز کا تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس

کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ عشاء کی نماز مقدم کریں یا مؤخر کریں جب کہ انہیں یہ خطرہ نہ ہو کہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے عشاء کا وقت نکل جائے گا اور وہ عشاء پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے۔

۵۷۱ - قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ، حَتَّى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوا، وَرَقَدُوا وَاسْتَيْقَظُوا، فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلٰوةَ، قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْآنَ، يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً، وَاضِعًا يَدَهُ عَلٰى رَأْسِهِ، فَقَالَ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُّصَلُّوهَا هٰكَذَا. فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِهِ؟ كَمَا أَنْبَأَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، فَبَدَّدَ لِي عَطَاءٌ بَيْنَ أَصَابِعِهِ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيدٍ، ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ عَلٰى قَرْنِ الرَّأْسِ، ثُمَّ ضَمَّهَا يُمِرُّهَا عَلَى الرَّأْسِ، حَتّٰى مَسَّتْ إِبْهَامُهُ طَرَفَ الْأُذُنِ، مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ، لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ إِلَّا كَذٰلِكَ، وَقَالَ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُّصَلُّوا هٰكَذَا. [طرف الحدیث: ۷۲۳۹]

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے کہا' انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ لوگ سو گئے اور بیدار ہوئے اور سو گئے اور بیدار ہوئے' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: نماز (کے لیے آیئے)۔ عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' گویا کہ میں اب بھی آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں' آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' آپ نے اپنا ایک ہاتھ اپنے سر کے اوپر رکھا ہوا تھا' پس آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت کے اوپر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ اس وقت عشاء کی نماز پڑھیں۔ ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح اپنا ہاتھ اپنے سر کے اوپر رکھا ہوا تھا' جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو بیان کیا تھا' عطاء نے اپنی انگلیوں کو تھوڑا سا پھیلایا' پھر ان انگلیوں کے سروں کو اپنے سر کی ایک جانب رکھا' پھر انگلیوں کو ملا کر اپنے سر پر پھیرا حتیٰ کہ آپ کے انگوٹھے نے کان کی لو کو مَس کیا' جس طرف سے کان چہرے کے قریب کنپٹی پر اور ڈاڑھی کی طرف تھا' عطاء اپنے ہاتھ کو کھینچتے تھے نہ موڑتے تھے مگر اسی طرح اور آپ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں اس وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

(صحیح مسلم: ۶۴۲-۶۳۹' الرقم المسلسل: ۱۴۲۵-۱۴۱۹' سنن ابوداؤد: ۴۲۰' سنن نسائی: ۵۳۶' مسند الحمیدی: ۴۹۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۹۸' صحیح ابن خزیمہ: ۳۴۲' سنن دارمی: ۱۲۱۵' صحیح ابن حبان: ۱۵۳۳' مصنف عبد الرزاق: ۲۱۱۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۱' المعجم الکبیر: ۱۱۳۹۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۲۶-ج ۳ ص ۴۰۳' مؤسسة الرسالة' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان الحافظ المروزی (۲) عبد الرزاق الیمانی (۳) عبد الملک بن جریج (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۹)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے' اور اس جملہ میں ہے: لوگ

گئے اور اس جملہ میں ہے: حضرت ابن عمر عشاء سے پہلے سو جاتے تھے۔

جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز' تہائی رات تک نماز مؤخر کرنے کا استحباب اور دیگر مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) جس شخص پر نیند کا غلبہ ہو یا جس شخص کو کسی ضرورت کی وجہ سے جلد سونا ہو یا کسی تھکاوٹ یا کسی بیماری کی وجہ سے وہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سوسکتا ہے' بہ شرطیکہ اس کو یہ اعتماد ہو کہ وہ وقت کے اندر اٹھ کر نماز پڑھ لے گا۔

(۲) اس حدیث میں عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے کی فضیلت پر دلیل ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو اسی وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

(۳) اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ احکام شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں' کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اپنی امت کو اسی وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام کو نماز پڑھانے کی طرف متوجہ کرنا اور نماز کو یاد دلانا جائز ہے' جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہ آواز بلند کہا: نماز (کے لیے آئیے)۔

(۵) اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ بچوں اور عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنا جائز ہے' البتہ بہت چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہیں لانا چاہیے' جن سے یہ خطرہ ہو کہ وہ مسجد میں پیشاب کر دیں گے یا قے کر دیں گے یا جماعت میں نمازیوں کے آگے پھرتے رہیں گے یا ابا ابا کہہ کر مسجد میں شور کرتے پھریں گے۔

(۶) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بیٹھے بیٹھے نیند آ جائے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا بہ شرطیکہ مقعد زمین پر جمی رہے کیونکہ اس حدیث میں نمازیوں کے سونے کا ذکر ہے اور یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ اٹھ کر وضوء کرنے کے لیے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۱' مع زیادۃ ایضاح' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۱۔ ج ۲ ص ۲۶۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
① عشاء کے وقت میں مذاہب اربعہ ② آپ کی امت پر شفقت اور رعایت ③ منصب رسالت اور تشریع احکام۔

۲۵ - بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ — عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے

یہ عنوان اس پر دلالت کرتا ہے کہ عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ تَاْخِيْرَهَا.

اور حضرت ابو برزہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں تاخیر کو مستحب قرار دیتے تھے۔

یہ تعلیق صحیح البخاری: ۵۴۷ کا ایک قطعہ ہے۔

۵۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ' عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ' ثُمَّ صَلّٰى' ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوْا' اَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحیم المحاربی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کر دی' پھر نماز پڑھی' پھر فرمایا:

اِنَّكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا. وَزَادَ ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ اَنَسًا قَالَ كَاَنِّي اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ لَيْلَتَئِذٍ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۰-۶۶۱-۸۴۷-۵۸۶۹]

لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے اور تمہارا شمار اس وقت تک نماز میں ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے اور ابن ابی مریم نے یہ اضافہ کیا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا' انہوں نے کہا: گویا اس رات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا تھا۔

(سنن ابن ماجہ: ۶۹۲' سنن نسائی: ۵۳۵' مسند ابویعلیٰ: ۳۸۰۰' صحیح ابن حبان: ۲۰۳۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۸۸۰- ج ۲۰ ص ۲۴۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۷۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد الرحیم بن عبد الرحمان بن محمد المحاربی الکوفی' ان کی کنیت ابوزیاد ہے اور یہ امام بخاری کے قدیم شیوخ سے ہیں' یہ ۲۱۱ھ میں فوت ہو گئے تھے' صحیح بخاری میں ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ المحاربی میں محارب بن عمرو بن ودیعہ کی طرف نسبت ہے (۲) زائدہ بن قدامہ (۳) حمید الطویل (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۲)

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھی' اس میں یہ دلیل ہے کہ آدھی رات تک نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات کے بعد نماز پڑھنا مباح ہے' اس کی مزید تشریح حدیث: ۵۴۷ میں کی جا چکی ہے۔

۲۶ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ — فجر کی نماز کی فضیلت

خصوصیت کے ساتھ فجر کی نماز کی فضیلت اس لیے بیان کی ہے کہ فجر کی نماز کے لیے انسان نیند ترک کر کے نماز کے لیے جاتا ہے اور نیند کو ترک کر کے نماز کے لیے جانا نفس پر بہت شاق ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ نیند موت کی بہن ہے گویا کہ انسان جب بیدار ہوتا ہے تو اس کو موت کے بعد دوبارہ زندگی ملتی ہے' اسی لیے حدیث میں ہے:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے:

اللھم باسمك اموت واحیا. — اے اللہ! میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور تیرے نام سے زندہ ہوتا ہے۔

اور جب آپ نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا کرتے:

الحمد للہ الذی احیا نفسی بعد ان اماتھا والیہ النشور. (سنن الترمذی: ۳۴۱۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵) — تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میرے نفس کی موت کے بعد اس کو زندہ کیا اور قیامت کے دن اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

اور جب بیدار ہونے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی ملتی ہے تو اس زندگی کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کو اس وقت کی نماز پڑھنا چاہیے اور فجر کی نماز کی فضیلت میں ہی اس باب کی حدیث ہے:

۵۷۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ لِيْ جَرِيْرُ ابْنُ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل

اللّٰهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ، فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَا تُضَامُّونَ. أَوْ لَا تُضَاهُوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ . فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا. ثُمَّ قَالَ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ (طٰہٰ: ١٣٠).

انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے' وہ چودھویں رات کے چاند کی شب تھی' آپ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: سنو! عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو' تم کو' کوئی مشقت نہیں ہوگی نہ تم کو' کوئی شبہ ہوگا' پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو (ضرور) کرو' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''پس آپ طلوعِ شمس سے پہلے اور غروبِ شمس سے پہلے (نماز میں) اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیے'' (طٰہٰ: ١٣٠)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۴ میں کی جا چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: نمازِ عصر کی فضیلت اور یہاں اس کا عنوان ہے: نمازِ فجر کی فضیلت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٥٧٤ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ جَمْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوْسٰى ، عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن ابی موسیٰ از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ٹھنڈے وقت کی دو نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

وَقَالَ ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ بِهٰذَا.

اور ابن رجاء نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ کہ ابو بکر بن عبد اللہ بن قیس نے بھی اس حدیث کی خبر دی۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ، عَنْ حَبَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنْ أَبِيْهِ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

امام بخاری نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از حبان' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از ابو بکر بن عبد اللہ از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اس حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم: ٦٣٥' الرقم المسلسل: ١٤١١' سنن دارمی: ١٤٣٢' جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٩٣٤' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

فجر اور عصر کی پابندی کرنے والا اگر دیگر گناہوں میں ملوث رہا تو وہ جنت میں کیسے داخل ہوگا؟

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ ٹھنڈے وقت کی دو نمازوں سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں' اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس نے ان دو نمازوں کو پڑھا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس نے صرف ان دو نمازوں کو پڑھا اور باقی اسلام کے احکام پر عمل نہیں کیا اور ممنوع بُرے کاموں کا ارتکاب کیا' کیا وہ بھی جنت میں داخل ہو جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مطلب یہ ہے کہ جو ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا وہ باقی نمازوں کو بھی پڑھے گا اور اسلام کے تمام احکام پر عمل کرے گا اور بے حیائی

اور بُرے کاموں سے بچے گا کیونکہ ''نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے'' (العنکبوت:۴۵) اور اگر وہ کسی کبیرہ گناہ میں ملوث ہوگیا تو مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دے دے گا' اور اس کی شفاعت بھی متوقع ہے' اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے بھی گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے' ورنہ وہ اپنی سزا بھگت کر آخر میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۷۔ ج ۲ ص ۲۵۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) دیدار الٰہی کی تحقیق (۲) عصر اور فجر میں ملائکہ کے اجتماع اور نوید جنت کی خصوصیت۔

۲۷ - بَابُ وَقْتِ الْفَجْرِ — فجر کا وقت

اس باب میں نمازِ فجر کا وقت بیان کیا گیا ہے۔

۵۷۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ اَنَسٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ اَنَّهُمْ تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ. قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ اَوْ سِتِّيْنَ' يَعْنِيْ اٰيَةً. [طرف الحدیث:۱۹۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کی' پھر وہ نماز کی طرف کھڑے ہوگئے' میں نے پوچھا: ان کی سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ تو انہوں نے بتایا: جتنی دیر میں پچاس یا ساٹھ آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹۷' الرقم المسلسل: ۲۵۱۱' سنن الترمذی: ۷۰۴۔ ۷۰۳' سنن نسائی: ۲۱۵۵' سنن دارمی: ۱۶۹۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۱' المعجم الکبیر: ۴۷۹۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۸' شرح السنۃ: ۱۵۵۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۵۸۵۔ ج ۳۵ ص ۴۶۱ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۷۵۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن عاصم الحافظ البصری' یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہوگئے تھے (۲) ہمام بن یحییٰ (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۶)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سحری کے بعد پچاس یا ساٹھ آیات کی تلاوت کی مقدار وقت گزرنے کے بعد فجر کی نماز کھڑی ہو جاتی تھی اور یہ فجر کی نماز کا اوّل وقت تھا۔ اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر کی نماز کا اوّل وقت وہ ہے' جب فجر طلوع ہوتی تھی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور فجر کا اوّل وقت طلوعِ فجر ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۴۸۔ ج ۳ ص ۸۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں سحری کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۵۷۶ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ سَمِعَ رَوْحًا قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا' قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے روح سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کی' جب وہ

وَسَلَّمَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَصَلّٰی. قُلْتُ لِاَنَسٍ کَمْ کَانَ بَیْنَ فَرَاغِہِمَا مِنْ سَحُوْرِہِمَا وَدُخُوْلِہِمَا فِی الصَّلٰوۃِ؟ قَالَ قَدْرُ مَا یَقْرَاُ الرَّجُلُ خَمْسِیْنَ اٰیَۃً. [طرف الحدیث:١١٣٤]

دونوں سحری سے فارغ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی۔ روح نے کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: آپ کے سحری کرنے اور نماز پڑھنے کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انہوں نے کہا: جتنی دیر میں کوئی شخص پچاس آیات تلاوت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم:١٠٩٧ 'سنن ترمذی:٧٠٣ 'سنن ابن ماجہ:١٦٩٤ 'سنن نسائی:٢١٥١ 'سنن دارمی:١٦٩٥ 'صحیح ابن خزیمہ:١٩٤١ 'المعجم الکبیر:٤٧٩٢ 'سنن بیہقی ج ٤ ص ٢٣٨ 'شرح السنۃ:٣٥٥ 'مسند احمد ج ٥ ص ١٨٢ طبع قدیم 'مسند احمد:٢١٥٨٥ ـ ج ٣٥ ص ٤٦١ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) حسن بن صباح البزار (٢) روح بن عبادہ (٣) سعید بن ابی عروبہ (٤) قتادہ بن دعامہ (٥) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ١٠٧)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز فجر کا اول وقت طلوع فجر ہے کیونکہ اسی وقت میں روزہ دار کے اوپر کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے اور نماز فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:٢٤٤٨ ـ ج ٣ ص ٨٢ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں بھی سحری کی فضیلت کا ذکر ہے۔

٥٧٧ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ' عَنْ اَخِیْہِ عَنْ سُلَیْمَانَ' عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ اَنَّہٗ سَمِعَ سَہْلَ بْنَ سَعْدٍ یَقُوْلُ کُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِیْ اَہْلِیْ' ثُمَّ تَکُوْنُ سُرْعَۃٌ بِیْ' اَنْ اُدْرِکَ صَلٰوۃَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث:١٩٢٠] (صحیح ابن خزیمہ:١٩٤٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی از برادر خود از سلیمان از ابی حازم' انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے اہل کے ساتھ سحری کرتا' پھر مجھے جلدی ہوتی تاکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر پالوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسماعیل بن اویس' ابو اویس کا نام عبد اللہ الاصبحی المدنی ہے' یہ امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں (٢) ان کے بھائی عبد الحمید بن ابی اویس ہیں' ان کی کنیت ابو بکر ہے (٣) سلیمان بن بلال' ابو ایوب ہیں (٤) ابو حازم سلمہ بن دینار الاعرج' یہ اہل مدینہ میں عبادت گزاروں میں سے تھے (٥) حضرت سہل بن سعد بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ١٠٨)

اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اول وقت میں فجر کی نماز پڑھتے تھے۔

٥٧٨ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ' عَنْ عُقَیْلٍ' عَنِ ابْنِ شِہَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَۃَ اَخْبَرَتْہُ' قَالَتْ کُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ' یَشْہَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الْفَجْرِ' مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِہِنَّ' ثُمَّ یَنْقَلِبْنَ اِلٰی بُیُوْتِہِنَّ حِیْنَ یَقْضِیْنَ الصَّلٰوۃَ' لَا یَعْرِفُہُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر کے لیے حاضر ہوتی تھیں' وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں' پھر نماز پڑھنے کے بعد وہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں' اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: فجر کی نماز کا وقت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

فجر کی نماز کا افضل وقت سفیدی پھیلنے کے بعد ہے

اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخیر شب کے اندھیرے میں اول وقت نماز فجر پڑھتے تھے مگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل ہے اور آپ کا قول یہ ہے کہ جب سفیدی پھیل جائے' اس وقت نمازِ فجر پڑھی جائے اور آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فجر کی نماز سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھو اس میں زیادہ اجر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۵۴' سنن ابوداؤد: ۴۲۴' سنن نسائی: ۵۴۷' سنن ابن ماجہ: ۶۷۲' شرح معانی الآثار: ۱۰۳۸-۱۰۳۷-۱۰۳۶-۱۰۳۵-۱۰۳۴' صحیح ابن حبان: ۱۴۹۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۷' شرح السنۃ: ۳۵۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۵۹' الاحاد والمثانی: ۲۰۹۱' سنن دارمی: ۱۲۲۰-۱۲۱۹' المعجم الکبیر: ۴۲۹۰-۴۲۸۷-۴۲۸۶' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۴' مصنف عبد الرزاق: ۲۱۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۳۱' تاریخ کبیر ج ۱ ص ۳۰۱' مسند البزار: ۳۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۸۱۹-ج ۲۵ ص ۱۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۲۸ - بَابُ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْفَجْرِ

جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی' اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔

۵۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ' عَنْ مَالِكٍ ' عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ' وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ ' وَعَنِ الْاَعْرَجِ ' يُحَدِّثُوْنَهٗ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ ' فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ ' وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ ' قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ ' فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار اور از بسر بن سعید اور از الاعرج' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے طلوع شمس سے پہلے صبح کی ایک رکعت کو پالیا' اس نے صبح کو پالیا اور جس نے غروب شمس سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا' اس نے عصر کو پالیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جس نے فجر کی ایک رکعت پالی' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۲۹ - بَابُ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصَّلٰوةِ رَكْعَةً

جس نے نماز کی ایک رکعت پالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جس نے نماز کی ایک رکعت پالی' اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔

۵۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز کی ایک رکعت کو پالیا اس نے

أَدْرَكَ الصَّلٰوةَ. نماز کو پالیا۔

اس حدیث کی شرح بھی حدیث:۵۵٦ میں گزر چکی ہے۔

۳۰ - بَابُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

فجر کے بعد نماز حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اس وقت نماز پڑھی جائے' جب سورج بلند ہو جائے۔

۵۸۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِيْ رِجَالٌ مَرْضِيُّوْنَ، وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِيْ عُمَرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میرے پاس پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی تھی اور سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا' حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَاسٌ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابو العالیہ سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم:۸۲٦' الرقم المسلسل:۱۸۹۰' سنن ابوداؤد:۱۲۷٦' سنن ترمذی:۱۸۳' سنن نسائی:۵٦۲_۵٦۱' سنن ابن ماجہ:۱۲۵۰' مسند البزار: ۱۸۵' مسند ابویعلیٰ:۱۴۷' صحیح ابن خزیمہ:۱۲۷۲_۱۲۷٦' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۰_ج ۱ ص ۲٦٦' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۵۷۰۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲٦ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے۔

عصر کے بعد نوافل کی ممانعت پر ایک حدیث سے معارضہ کا جواب

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے' ابراہیم النخعی نے کہا ہے کہ فقہاء اس نماز کو مکروہ کہتے تھے اور یہ صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کو ترک نہیں کرتے تھے۔ ہشام بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد دو رکعت نماز کو کبھی ترک نہیں کیا۔ (صحیح البخاری:۵۹۱' صحیح مسلم:۸۳۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایسی دو حدیثوں میں تعارض ہو جو ایک فعل کی مبیح ہو اور دوسری اس فعل سے مانع ہو تو جو حدیث مانع ہو اس کو مؤخر قرار دے کر اس کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت تھی' ہمارے لیے عصر کے بعد نماز پڑھنا ممنوع ہے' سوا اس کے کہ کوئی قضاء نماز پڑھی جائے' یعنی عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا جائز ہے۔

٥٨٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نمازوں میں طلوعِ شمس کا قصد کرو نہ غروبِ شمس کا۔

[اطراف الحدیث: ۵۸۵۔۵۸۹۔۱۱۹۲۔۱۶۲۹۔۳۲۷۳] (صحیح مسلم: ۸۲۸' الرقم المسلسل: ۱۸۹۳' سنن النسائی: ۵۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۸۸۵۔ ج ۸ ص ۴۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۶۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے سے ممانعت کی توجیہ

بعض لوگ طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت قصداً سورج کی تعظیم کے لیے نماز پڑھتے تھے تو آپ نے اس وقت قصداً نماز پڑھنے سے منع فرمایا تاکہ غیر اللہ کی عبادت کی مشابہت نہ ہو۔

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلوعِ شمس یا غروبِ شمس کے وقت قصداً نماز پڑھنا ممنوع ہے' اگر اتفاقاً طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھ لی جائے تو یہ ممنوع نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت احادیث میں ان اوقات میں مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

٥٨٣ - وَقَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِيبَ. تَابَعَهُ عَبْدَةُ.

اور مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کا کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔ اس حدیث کی عبدہ نے متابعت کی ہے۔

[طرف الحدیث: ۳۲۷۲]

(صحیح مسلم: ۸۲۸' الرقم المسلسل: ۱۸۹۳' مصنف عبد الرزاق: ۳۹۵۱' موطأ امام مالک: ۵۲۴' دار المعرفۃ' صحیح ابن حبان: ۱۵۴۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۳' شرح السنۃ: ۷۷۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۸۸۵۔ ج ۸ ص ۴۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عبدہ بن سلیمان نے یحییٰ بن سعد القطان کی متابعت کی ہے۔

طلوعِ شمس سے قبل اور غروبِ شمس سے قبل نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے فقہاء احناف پر اعتراضات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کی علت کیا ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اس سے مراد نفل پڑھنے کی ممانعت ہے' فرض پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے اور جو فوت شدہ فرائض ہیں' وہ کسی وقت بھی پڑھے جا سکتے ہیں

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے طلوع شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی یا غروب شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی' اس نے نماز کو پالیا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۶' صحیح مسلم: ۶۰۸) اور یہ بات معلوم ہے کہ جس نے ان اوقات میں ایک رکعت نماز پڑھ لی تو وہ دوسری رکعت اسی وقت میں پڑھے گا' جس وقت میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ ہمارے قول پر دلالت کرتا ہے' اور یہی امام احمد اور امام اسحاق کا قول ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے: اس ممانعت سے ابتداءً نوافل پڑھنے کی ممانعت مراد ہے لیکن مفروضہ اور مسنونہ نمازیں یا جن نوافل کو وہ دائماً پڑھتا ہو' ان کی ممانعت نہیں ہے' اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۵۹۱' صحیح مسلم: ۸۳۵)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس ممانعت سے نفل پڑھنے کی ممانعت مراد ہے' اور ان وقتوں میں فرائض کی قضاء پڑھ سکتا ہے' لیکن جب سورج بلند ہونے سے پہلے ظاہر ہو' اور غروب ہونے سے پہلے غروب کی طرف مائل ہو' اس وقت کوئی فرض پڑھنا جائز ہے نہ نفل' اور نہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے' صرف اس دن کی عصر کی نماز پڑھنا جائز ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔ (صحیح البخاری: ۵۵۶' صحیح مسلم: ۶۰۸) اس باب کے شروع میں ہم فقہاء احناف کا رد کر چکے ہیں۔

جن فقہاء نے ان دو وقتوں میں فرض نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اپنی نمازوں میں طلوع شمس کا قصد کرو نہ غروبِ شمس کا۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲) اس حدیث میں اس شخص کے لیے نماز پڑھنے کی ممانعت ہے جو طلوع شمس یا غروبِ شمس کا قصد کر کے نماز پڑھتا ہے' لیکن جو شخص اس وقت نیند سے بیدار ہوا یا جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا تھا اور اس کو اس وقت نماز پڑھنا یاد آیا تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا' جس نے نماز سے غفلت کی یا نماز کے وقت سو گیا؟ آپ نے فرمایا: اس کو جس وقت نماز یاد آئے' اس وقت نماز پڑھ لے۔

(صحیح مسلم: ۶۸۴' سنن نسائی: ۶۱۳' سنن ابن ماجہ: ۶۹۵' مسند احمد: ۱۲۹۰۸' دار الفکر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی نماز کو بھول گیا' پس وہ اس نماز کو اس وقت پڑھ لے جب اس کو یاد آئے' اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ○ (طٰہٰ: ۱۴) اور آپ مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کریں ○

(صحیح البخاری: ۵۹۷' صحیح مسلم: ۶۸۴' سنن ابوداؤد: ۴۴۲' سنن ترمذی: ۱۷۸' سنن نسائی: ۶۱۲' سنن ابن ماجہ: ۶۹۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰)

یہ احادیث طلوع شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت سے معارض ہیں اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص خصوصیت سے ان اوقات میں نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے' اس کے لیے ان اوقات میں فرائض اور نوافل پڑھنا جائز ہیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ ان دو وقتوں میں نماز پڑھنے کی کراہت کا معنی یہ ہے کہ کچھ لوگ طلوع شمس اور غروبِ شمس کے وقت قصداً نماز پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کی عبادت کا قصد کرتے تھے' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا تاکہ ان لوگوں کی مشابہت نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۷۴۔۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف پر اعتراضات کے مصنف کی طرف سے جوابات

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حدیث میں ہے: جس نے طلوع شمس سے پہلے یا غروب شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی وہ اس نماز کو پورا کرے اور یہی امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ کثرت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ حدیث طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے کے لیے مُحرِّم ہے اور جس حدیث سے علامہ ابن بطال نے استدلال کیا ہے وہ مبیح ہے اور جب مبیح اور مُحرِّم میں تعارض ہو تو مُحرِّم کو ترجیح ہوتی ہے۔

علامہ ابن بطال نے امام شافعی کا مذہب نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک فجر اور عصر کے بعد نوافل پڑھنا جائز ہیں اور صحیح بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث بھی عصر کے بعد نوافل کی اباحت پر دلالت کرتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے' وہ عصر کے بعد نوافل پڑھنے کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور تحریم کی احادیث کو اباحت کی احادیث پر ترجیح ہوتی ہے' ثانیاً یہ کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے اور ہمیں آپ نے منع فرمایا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت اس شخص کے لیے ہے' جو قصداً ان اوقات میں نماز پڑھے لیکن جو شخص اس وقت نیند سے بیدار ہوا ہو یا جس کو اسی وقت نماز یاد آئی ہو' وہ طلوع شمس کے وقت نماز پڑھ سکتا ہے' جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے' یہ احادیث عام مخصوص عنہ البعض ہیں' ان احادیث سے مراد طلوع شمس کے علاوہ دیگر اوقات ہیں یعنی طلوع شمس کے علاوہ جس وقت کوئی شخص نیند سے بیدار ہو یا اس کو اس وقت نماز یاد آئے تو وہ اس وقت نماز پڑھ لے اور جن اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرمادیا ہے' ان اوقات میں آپ کی ممانعت کی خلاف ورزی کی جرأت نہ کرے۔

٥٨٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ، وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ، وَعَنْ صَلَاتَيْنِ نَهَى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ، وَعَنِ الْاِحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، يُفْضِي بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ، وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ، وَعَنِ الْمُلَامَسَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبید اللہ از خبیب بن عبد الرحمٰن از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کی خرید و فروخت اور دو قسم کے پہناوے سے اور دو قسم کی نمازوں سے منع فرمادیا ہے' فجر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے' اور اشتمال الصماء سے یعنی کسی ایک جانب سے تہبند کو اوپر اٹھا دینا' اور ایک کپڑے میں احتباء سے یعنی اس کی شرم گاہ آسمان کی طرف کھلی ہو' اور منابذہ اور ملامسہ سے یعنی جس چیز پر وہ کنکر پھینک دے یا جس چیز کو وہ چھولے اس کو فروخت کرنا واجب ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٨۔٣٦٧ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس چیز سے شرم گاہ کو

چھپائے وہاں اس میں دو قسم کی نمازوں کا ذکر نہیں تھا یعنی طلوع شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز کی ممانعت کا' اور اس کی مفصل شرح حدیث: ۵۵۶ اور حدیث: ۵۸۳ میں ابھی بیان کی جا چکی ہے۔

۳۱ - بَابٌ لَا يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

غروبِ شمس سے پہلے نماز کا قصد نہ کرے

۵۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى اَحَدُكُمْ، فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص طلوعِ شمس کے وقت اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۸۴ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: فجر کی نماز پڑھنے کا حکم حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُنْدَعِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ. [اطراف الحدیث: ۱۱۸۸۔ ۱۱۹۷۔ ۱۸۶۴۔ ۱۹۹۲۔ ۱۹۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید الجندعی نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

(صحیح مسلم: ۸۲۷' الرقم المسلسل: ۱۸۹۲' سنن النسائی: ۵۶۳' مسند الحمیدی: ۷۳۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۴۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۴۹' مسند ابویعلیٰ: ۱۱۲۱۔ ۹۷۷' مصنف عبد الرزاق: ۳۹۶۱' مسند احمد ج ۳ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۳۳۔ ج ۱۷ ص ۸۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ بن عمرو القرشی المدنی (۲) ابراہیم بن سعد بن عبد الرحمان بن عوف الزہری القرشی المدنی (۳) صالح بن کیسان الغفاری' مودب ولد عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عطاء بن یزید' ابو یزید اللیثی الجندعی المدنی (۶) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۱۸)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث میں نفی بہ معنی نہی ہے' اور ان دو وقتوں میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد قضاء نماز پڑھنا' سجدۂ تلاوت کرنا اور نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

۵۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابان نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ إِنَّكُمْ لَتُصَلُّونَ صَلٰوةً، لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيهَا، وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا. يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. [طرف الحدیث:۳۷۶۶]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۳۹۲ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح' انہوں نے کہا: میں نے حمران بن ابان سے سنا' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں' انہوں نے کہا: تم یہ نماز پڑھ رہے ہو اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور ہم نے آپ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابان البلخی' ابوبکر مستملی وکیع' یہ حمدویہ کے نام سے معروف ہیں' یہ ۲۴۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' بعض نے کہا: یہ محمد بن ابان الواسطی ہیں نہ کہ وہ جن کا ذکر کیا گیا ہے' علامہ عینی نے کہا: ہر دو قول کے لیے مرجح ہے (۲) غندر' ان کا نام محمد بن جعفر ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابوالتیاح' ان کا نام یزید بن حمید الضبعی البصری ہے (۵) حُمران بن ابان (۶) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۱۹)

حضرت معاویہ کا عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمانا اور اس پر ایک حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم یہ نماز پڑھتے ہو' یعنی عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل' پھر کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ نے یہ دو رکعت نماز کبھی ترک نہیں کیں۔ (صحیح البخاری: ۵۹۱) اور حضرت معاویہ کی حدیث اس کے معارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ یہ دو رکعت نماز ہمیشہ گھر میں پڑھتے تھے' گھر سے باہر نہیں پڑھتے تھے' اس لیے حضرت معاویہ نے آپ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اس نماز کو پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمایا ہے' اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

۵۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ خُبَيْبٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از خبیب از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نمازیں پڑھنے سے منع فرمایا' فجر کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۸۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۲ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَكْرَهِ الصَّلٰوةَ إِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ

جس کے نزدیک صرف عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن فقہاء کے نزدیک صرف عصر کی نماز اور فجر کی نماز کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

رَوَاهُ عُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ، وَاَبُوْ سَعِيْدٍ، وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اس عدم کراہت کو حضرت عمر اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے۔

ان صحابہ کرام کی احادیث ابواب سابقہ میں گزر چکی ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ۵۸۱ ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث: ۵۸۲ ہے اور حضرت ابوسعید خدری کی حدیث: ۵۸۶ ہے اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث: ۵۸۴ ہے۔

۵۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اُصَلِّيْ كَمَا رَاَيْتُ اَصْحَابِيْ يُصَلُّوْنَ لَا اَنْهٰى اَحَدًا يُصَلِّيْ بِلَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ مَا شَاءَ، غَيْرَ اَنْ لَا تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں اس طرح نماز پڑھتا ہوں جس طرح میں نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے' جو شخص دن اور رات کے کسی وقت میں بھی نماز پڑھے' میں اس کو منع نہیں کرتا سوا اس کے کہ وہ سورج کے طلوع کے وقت نماز کا قصد نہ کرے اور نہ سورج کے غروب کے وقت نماز کا قصد کرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۳ - بَابُ مَا يُصَلّٰى بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَغَيْرِهَا

عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا جائز ہے۔

وَقَالَ كُرَيْبٌ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَالَ شَغَلَنِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ، عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ.

اور کریب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی ہے اور فرمایا: مجھے عبدالقیس کے وفد نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے مشغول کر دیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجی اور یہ پیغام دیا: آپ سے ام سلمہ عرض کرتی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ عصر کے بعد ان دو رکعت نماز کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور میں نے آپ کو یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر جواب دیا: اے بنت ابی امیہ! آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس قبیلہ عبدالقیس کے لوگ آئے تھے' میں ان کے ساتھ مشغول رہا اور ظہر کے بعد دو رکعت نہیں پڑھ سکا' سو یہ وہ دو رکعت ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۲۳۳' صحیح مسلم: ۸۳۴' سنن ابوداؤد: ۱۲۷۳)

فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عصر کی نماز کے بعد سنت کو قضاء کیا جا سکتا ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' اس سنت کو قضاء کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' ورنہ قضاء صرف فرض اور واجب کی کی جاتی ہے۔

۵۹۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي اَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَالَّذِي ذَهَبَ بِهِ، مَا تَرَكَهُمَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ، وَمَا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى حَتّٰى ثَقُلَ عَنِ الصَّلٰوةِ، وَكَانَ يُصَلِّي كَثِيْرًا مِّنْ صَلٰوتِهِ قَاعِدًا، تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا، وَلَا يُصَلِّيْهِمَا فِي الْمَسْجِدِ، مَخَافَةَ اَنْ يُّثَقِّلَ عَلٰى اُمَّتِهِ، وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ.

[اطراف الحدیث:۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۱۶۳۱] [جامع المسانید لابن الجوزی:۱۹۸۱ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گیا! آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز کو بالکل ترک نہیں کیا حتیٰ کہ آپ نے اللہ سے ملاقات کر لی' اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس وقت ملاقات کی جب نماز پڑھنے سے آپ کا بدن بھاری ہو گیا اور آپ اکثر نمازیں بیٹھ کر پڑھتے تھے' حضرت عائشہ کی مراد عصر کی نماز کے بعد دو رکعت تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پڑھتے تھے اور ان کو مسجد میں نہیں پڑھتے تھے' اس خوف سے کہ یہ آپ کی امت پر دشوار ہوں گی اور آپ امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) عبدالواحد بن ایمن (۳) ان کے والد ایمن الحبشی' ابن ابی عمرو المخزومی القرشی المکی کے آزاد شدہ غلام (۴) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے' اور یہ آپ کی خصوصیت تھی کیونکہ آپ نے امت کو اس سے منع فرمایا ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عصر کے بعد مطلقاً نفل پڑھنا جائز ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت احادیث مروی ہیں' جن میں آپ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۹۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبِي قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ ابْنَ اُخْتِي، مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد کی دو رکعت پڑھنے کو کبھی ترک نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

۵۹۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكْعَتَانِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً، رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

ہمیں عبدالرحمن بن الاسود نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ دو رکعت ایسی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی نہیں چھوڑتے تھے' پوشیدہ نہ ظاہر' دو رکعت نماز صبح کی فرض نماز سے پہلے اور دو رکعت عصر کے فرض کے بعد۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

امام نسائی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دو نمازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے گھر میں کبھی ترک نہیں کیا' پوشیدہ نہ ظاہر' دو رکعت نماز فجر سے پہلے اور دو رکعت نماز فجر کے بعد۔ (سنن نسائی: ۵۷۳)

۵۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوقًا، شَهِدَا عَلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، إِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے بیان کیا: میں نے الاسود اور مسروق کو دیکھا' وہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے' حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس دن بھی میرے پاس نماز عصر کے بعد آتے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

عصر کے بعد آپ کا ہمیشہ دو رکعت نماز پڑھنا اور اس سے منع فرمانے میں تعارض ہے' اس کا جواب

اس سے پہلے بہ کثرت احادیث میں نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے سے ممانعت گزر چکی ہے اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ممانعت کی احادیث راجح ہیں کیونکہ وہ قولی احادیث ہیں اور جن احادیث میں عصر کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر ہے' وہ آپ کا فعل ہے اور یہ بات اصول میں مقرر ہے کہ آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے' اس لیے ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث عصر کے بعد نماز پڑھنے کی محرم ہیں اور جن احادیث میں عصر کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر ہے' وہ مبیح ہیں اور محرم احادیث' مبیح احادیث پر راجح ہوتی ہیں لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں' اور تیسری وجہ یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت ہے' چوتھی وجہ یہ ہے کہ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے گھر سے باہر آپ نے منع فرمایا اور عصر کے بعد دو رکعت نماز آپ نے ہمیشہ گھر میں پڑھی ہیں۔

شرح صحیح مسلم میں احادیث مذکورہ کی شرح

ان ابواب میں طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت میں احادیث ہیں اور فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد نوافل کی ممانعت میں احادیث ہیں اور عصر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر میں دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق احادیث ہیں اور یہ تمام احادیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۱۷۔ ج ۲ ص ۶۱۰۔ ۷۰۳ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① اوقات ممنوعہ اور مکروہہ کی تفصیل ② قرن شیطان پر اعتراض کا جواب۔

قرن شیطان پر اعتراض اور اس کے جواب کو ہم نے یہاں نعمۃ الباری میں ذکر نہیں کیا کیونکہ شرح صحیح مسلم میں اس پر بہت مفصل بحث کر دی گئی ہے۔

٣٤ - بَابُ التَّبْكِيْرِ بِالصَّلٰوةِ فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ ابر آلود دن میں جلدی نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابر آلود دن میں معمول سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ نماز کا وقت نکل جائے اور ابر آلود دن کی وجہ سے وقت گزرنے کا پتا نہ چل سکے' لیکن یہ احتیاط اس وقت تھی جب گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں اور اب جب کہ گھڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں تو خواہ بادل ہوں یا بارش ہو' نماز معمول کے مطابق اوقات معینہ پر پڑھنی چاہیے۔

٥٩٤ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، هُوَ ابْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّ اَبَا الْمَلِيْحِ حَدَّثَهُ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ، فَقَالَ بَكِّرُوْا بِالصَّلٰوةِ، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ اور وہ ابن ابی کثیر ہیں از ابوقلابہ کہ ابوالملیح نے ان کو حدیث بیان کی کہ ہم ابر آلود دن میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' انہوں نے کہا: نماز جلدی پڑھنا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کے اعمال ضائع ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے عصر کی نماز ترک کی' اس کا گناہ' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣٥ - بَابُ الْاَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ وقت گزرنے کے بعد اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وقت نکلنے کے بعد اذان دینے کا کیا حکم ہے۔

٥٩٥ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ اَخَافُ اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ. قَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُكُمْ، فَاضْطَجَعُوْا، وَاَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهُ اِلٰى رَاحِلَتِهِ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ، فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَقَالَ يَا بِلَالُ، اَيْنَ مَا قُلْتَ؟ قَالَ مَا اُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِّثْلُهَا قَطُّ، قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ حِيْنَ شَاءَ، وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِيْنَ شَاءَ، يَا بِلَالُ، قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ. فَتَوَضَّاَ، فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ، قَامَ فَصَلّٰى. [طرف الحدیث: ۷۴۷۱]

(سنن ابوداؤد: ۴۴۰-۴۳۹' سنن نسائی: ۸۴۵' موطأ امام مالک: ۲۵' دار المعرفۃ بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۶۶-۶۷' السنن الکبریٰ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود' انہوں نے کہا: ہم ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے تو بعض لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! کاش آپ ہم کو رات کے آخری حصہ میں ٹھہرا لیں' آپ نے فرمایا: مجھے خطرہ ہے کہ تم نماز کے وقت سوئے رہو گے' حضرت بلال نے کہا: میں تم سب کو بیدار کروں گا' پھر وہ سب لیٹ گئے اور حضرت بلال نے اپنی سواری کی طرف ٹیک لگا لی' پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی پس وہ سو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اس وقت سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو چکا تھا' آپ نے فرمایا: اے بلال! تمہارا وہ قول کہاں گیا؟ انہوں نے کہا: مجھے ایسی گہری نیند آئی کہ اس سے پہلے ایسی گہری نیند نہیں آئی تھی' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو لوٹا دیتا ہے' اے بلال! کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے اذان دو' پھر

آپ نے وضوء کیا' پھر جب سورج بلند ہو گیا اور سفید ہو گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

للنسائی:۸ ۱۱۴۴ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۱۶ 'کتاب الاسماء والصفات ص ۱۴۲' صحیح ابن خزیمہ: ۴۰۹ 'صحیح ابن حبان: ۱۵۷۹ 'مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۶۱۱_ج ۳۷ ص ۲۹۶ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) محمد بن فضیل (۳) حصین بن عبدالرحمٰن السلمی الکوفی' یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبداللہ بن ابی قتادہ (۵) ان کے والد حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام الحارث بن ربعی بن بلدیہ الانصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۷)

روح کی تعریف اور اس کے افعال اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے: بے شک اللہ نے تمہاری روحوں کو قبض کر لیا۔

''الارواح''، ''الروح'' کی جمع ہے' یہ مذکر اور مؤنث ہے' روح کی تعریف یہ ہے: یہ ایک جوہر لطیف روحانی ہے' جس کا بدن کے ہر ہر جز میں اس طرح حلول ہوتا ہے جس طرح نمی کا پتے میں یا خوشبو کا پھول میں یا آگ کا انگارے میں حلول ہوتا ہے' غذاء اور دنیا کی ردی چیزیں اور فحش اور فجور اور بُرے افعال اور دیگر غیر شرعی اقوال اور افعال روح کو مکدر اور مضمحل کر دیتے ہیں' عبادات' اذکار اور نیک کام روح کو مطمئن اور مسرور رکھتے ہیں' روح جزئیات اور کلیات کا ادراک کرتی ہے اور بدن میں تصرف کرتی ہے' یہ کھانے پینے اور فربہ اور دبلے ہونے سے مستغنی ہوتی ہے' اسی وجہ سے یہ بدن کے فناء ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے کیونکہ اس کو اپنی بقاء میں بدن کی احتیاج نہیں ہوتی' اس کا تعلق عالم عناصر سے نہیں ہے بلکہ عالم ملکوت سے ہے' بدن کے نقصان سے اس کو کوئی ضرر نہیں ہوتا' ذکر اذکار سے اس کو لذت حاصل ہوتی ہے اور گناہوں سے اس کو تکلیف ہوتی ہے' ان آثار کی اصل قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' ان کو رزق دیا جاتا ہے ○

نیز قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى. (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض فرماتا ہے اور جن کی موت نہیں آئی' ان کو ان کی نیند کے وقت قبض فرما لیتا ہے' پھر جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے ان کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر میعاد تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

نیند میں جو روح کو قبض کیا جاتا ہے اس کو وفاتِ صغریٰ کہا جاتا ہے اور موت کے وقت جو روح کو قبض کیا جاتا ہے اس کو وفاتِ کبریٰ کہا جاتا ہے' اور جب تک انسان کی زندگی کی معین میعاد نہیں آتی' اس وقت تک نیند میں اس کی روح قبض ہوتی رہتی ہے اور پھر اس کی واپسی ہوتی رہتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نیند سے وضوء نہ ٹوٹنا

علامہ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحاح کی کتب میں متعدد اسانید سے آئی ہے' جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک سفر میں صبح کی نماز کے وقت نیند آ گئی تھی' یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ ایک ہی قصہ ہے اور یہ اس وقت پیش آیا تھا' جب آپ خیبر سے واپس آ رہے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حدیبیہ کے زمانہ کا واقعہ ہے اور یہ ایک ہی سال کا واقعہ ہے اور اسی سال آپ خیبر تشریف لے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خیبر فتح کر دیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں سو گئے تھے اور آپ اس وقت بیدار ہوئے' جب سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو چکا تھا اور یہ چیز آپ کی طبیعت اور آپ کے معمول سے خارج ہے' اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کے طبائع اور معمولات سے یہ چیز خارج ہے اور میرا گمان ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا' اور اس موقع پر جو آپ کو نیند آ گئی تو وہ اس لیے تھا تاکہ یہ چیز سنت ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص نماز کے وقت سو جائے یا نماز کو بھول جائے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے' اس کا کیا حکم ہے اور وہ نماز کس طرح ادا کرے گا' اور یہ واقعہ اس باب سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ کوئی کام سنت ہو جائے۔ (موطأ امام مالک: ۲۲۸' دار المعرفۃ' بیروت)

اور جو چیز آپ کی فطرت اور عادت کے مطابق ہے' وہ یہ ہے کہ نیند آپ کے دل کو نہیں ڈھانپتی اور آپ کے نفس سے مخلوط نہیں ہوتی' کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۴۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۳۷۲' شرح السنۃ ج ۳ ص ۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۴ طبع قدیم)

نیند کی حالت میں نماز کا فوت ہو جانا گناہ نہیں ہے

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ نماز فوت ہو جانے کی وجہ سے بے حد خوف زدہ تھے کیونکہ اس وقت ان کو یہ علم نہیں تھا کہ جو شخص سویا ہوا ہو اور اس سے نیند کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے' اس سے گناہ ساقط ہوتا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی طرف مبعوث کیے گئے تو ان کو کسی چیز کا علم نہیں تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ سونے والے سے اور بھولنے والے سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے اور ان سے نماز ساقط نہیں ہوتی اور ان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھیں' باقی سونے والے سے گناہ ساقط ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم تکلیف کو اٹھا لیا گیا ہے: (۱) سویا ہوا شخص حتیٰ کہ بیدار ہو جائے (۲) بیماری میں مبتلا شخص حتیٰ کہ تندرست ہو جائے (ایک روایت میں ہے: دیوانہ حتیٰ کہ تندرست ہو جائے) (۳) بچہ حتیٰ کہ بالغ ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۹۹۔۴۳۹۸' سنن نسائی: ۳۴۳۲' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے فرمایا: نیند میں نماز کو ترک کرنے میں کوئی تقصیر نہیں ہے' تقصیر بیداری میں ہے کہ انسان نماز کو ترک کر دے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے۔

جس وادی میں نماز قضاء ہوئی تھی' اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وادی میں نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے اس وادی سے نکل گئے' اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی کہ اس وادی میں شیطان ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان بلال کے پاس آیا اور ان کو مسلسل تھپکتا رہا' جیسے بچے کو تھپکا جاتا

ہے۔(موطأ امام مالک:۲۶) پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد سواریوں پر سوار ہو کر وہاں سے نکلیں کیونکہ اس وادی میں شیطان ہے دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اس وادی سے نکلو جس میں تم پر غفلت طاری ہوئی تھی' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے وہاں اس لیے نماز نہ پڑھی ہو جس طرح آپ نے بابل کی سرزمین میں نماز نہیں پڑھی تھی' حدیث میں ہے:

ابوصالح غفاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر کرتے ہوئے بابل کے علاقے سے گزرے' ان کے پاس عصر کی اذان دینے کے لیے مؤذن آیا' جب وہ اس جگہ سے نکل گئے تو انہوں نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے فرمایا: مجھے میرے حبیب نے منع فرمایا ہے کہ میں قبرستان میں نماز پڑھوں اور مجھے آپ نے سرزمین بابل میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس جگہ پر لعنت کی گئی ہے۔(سنن ابوداؤد:۴۹۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۱)

اور یہ بھی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادیٔ ثمود پر آئے تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا: یہاں سے جلدی گزر جائیں کیونکہ اس وادی پر لعنت کی گئی ہے۔(سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۵۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں پر عذاب کیا گیا تھا' سو تم ان پر بغیر روتے ہوئے نہ گزرو اور اگر تم رو نہ سکو تو پھر ان لوگوں پر داخل نہ ہو' کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا تھا۔

(صحیح البخاری:۴۳۳' صحیح مسلم:۲۹۸۰' مصنف عبدالرزاق:۱۶۲۴' مسند احمد ج ۲ ص ۹۶)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجہ اور اس پر حافظ ابن عبدالبر کا اعتراض

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس وادی سے نکل گئے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور اس وقت فرض پڑھنا جائز ہے نہ نفل پڑھنا جائز ہے اور یہ ایسا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے' سو عید کے دن فرض روزہ رکھنا جائز ہے نہ نفل روزہ رکھنا جائز ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کا ایک کنارہ غروب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج (مکمل) غروب ہو جائے۔

(صحیح البخاری:۵۸۳' صحیح مسلم:۸۲۸' کنز العمال:۱۹۵۸۷)

اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا' جس نے نماز سے غفلت کی یا نماز کے وقت سو گیا؟ آپ نے فرمایا: اس کو جس وقت نماز یاد آئے' اس وقت نماز پڑھ لے۔

(صحیح مسلم:۶۸۴' سنن نسائی:۶۱۳' سنن ابن ماجہ:۶۹۵)

اس حدیث کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص سو گیا یا نماز کو بھول گیا' اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سورج کے طلوع یا غروب کے وقت نماز پڑھے' اور فقہاء احناف کے خلاف حجت یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر

کا ایک سجدہ پالے تو اپنی نماز پوری کرے اور جب وہ طلوع آفتاب سے پہلے نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

(صحیح البخاری: ۵۵۶، صحیح مسلم: ۶۰۸)

حافظ ابن عبد البر کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے، ہم نعمۃ الباری میں حدیث: ۵۵۶ کی شرح میں اس کی مکمل وضاحت کر چکے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور جس نے طلوع آفتاب کے بعد باقی ماندہ ایک رکعت پڑھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ عصر کی نماز کا آخری وقت ناقص ہوتا ہے، لہٰذا جس نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھی، وہ غروب آفتاب کے بعد باقی ماندہ نماز پڑھ لے اس کی نماز ناقص شروع ہوئی تھی اور ناقص ختم ہو جائے گی، اس کے برخلاف صبح کا پورا وقت کامل ہوتا ہے، لہٰذا جب طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اور طلوع آفتاب کے بعد دوسری رکعت پڑھی تو یہ نماز شروع کامل وقت میں کی تھی اور ختم ناقص وقت میں کی، اس لیے یہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھنے کا وقت پالیا یا غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھنے کا زمانہ پالیا، مثلاً وہ اسی وقت مسلمان ہوا تھا یا وہ اسی وقت بالغ ہوا تھا یا عورت کا حیض اسی وقت منقطع ہوا تھا تو ان سب پر اس دن کی فجر یا عصر فرض ہو جائے گی، جس کو وہ بعد میں ادا کریں گے۔

اس وادی میں جوازِ نماز کی تحقیق

حافظ ابن عبد البر نے کہا: ہمارے نزدیک اس باب میں مختار قول یہ ہے کہ اس وادی میں اور کسی بھی زمین کے ٹکڑے پر نماز پڑھنا جائز ہے، جب تک کہ وہاں پر کسی نجاست کا یقین نہ ہو اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ مقبرہ میں یا سرزمین بابل میں یا جس جگہ شیطان کا اثر ہو یا اونٹوں کے باڑے میں یا جو جگہ ملعون ہو، وہاں نماز نہ پڑھی جائے، وہ تمام احادیث اس حدیث سے منسوخ ہیں، جس میں تصریح ہے کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے، وہ حدیث یہ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، ہر نبی کو ایک خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ اور سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے وہ کسی کے لیے حلال نہیں تھیں اور میرے لیے تمام روئے زمین کو پاک اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے اور مسجد بنا دیا گیا ہے، لہٰذا جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور چھ ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۱، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۷۲)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فضائل اور خصائص کی خبر دی ہے اور اہل علم کے نزدیک آپ کے فضائل نہ منسوخ ہو سکتے ہیں اور نہ تبدیل ہو سکتے ہیں اور نہ ان میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔

حافظ ابن عبد البر نے اس حدیث کی بہت طویل شرح کی ہے اور ہم نے باب مذکور کی حدیث سے متعلق حصہ کو نقل کر دیا ہے اور باقی تفصیلات کو ترک کر دیا ہے۔ (التمہید ج ۲ ص ۵۷۰-۵۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا، نماز فجر کی حفاظت کا انتظام کرنا اور دیگر اہم مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ رات کے آخری حصہ میں آرام کرنے کے لیے کسی جگہ قیام کیا جائے' اس سے معلوم ہوا کہ جن کاموں میں دنیاوی خیر ہو' ان کا امیر اور قوم کے سربراہ سے مطالبہ کرنا جائز ہے۔

(۲) چونکہ اس وادی کے اندر اخیر شب سونے میں یہ خطرہ تھا کہ کہیں فجر کی نماز فوت نہ ہو جائے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ وہ نماز کے وقت سب کو جگا ئیں' اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے سربراہ کو نماز کی حفاظت کے لیے کسی کو مقرر کرنا چاہیے اور یہ کہ اپنے کسی خادم کو نماز کی حفاظت کے لیے معین کرنا چاہیے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خصوصاً اس لیے مقرر فرمایا کہ اذان دینے کے لیے وہی مامور تھے۔ (آج کل صبح کی نماز میں اٹھنے کے لیے جو الارم لگایا جاتا ہے' وہ بھی اس کے قائم مقام ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

قضاء نماز کے لیے اذان دینا اور اقامت کہنا اور سنت فجر کی قضاء کرنا

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے اذان دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قضاء نماز کے لیے بھی اذان دینا مستحب ہے' اس حدیث میں اذان کے بعد فجر کی سنتوں کو پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' لیکن حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں اذان کے بعد فجر کی سنتوں کے پڑھنے کا بھی ذکر ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر میں تھے' پس لوگ سو گئے اور نماز فجر کا وقت نکل گیا اور سورج کی گرمی سے سب بیدار ہوئے' پس وہ تھوڑی دیر چلے حتیٰ کہ سورج بلند ہو گیا' پھر آپ نے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا تو اس نے اذان دی' پھر آپ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھی' پھر آپ نے اقامت کہنے کا حکم دیا' پھر آپ نے نماز فجر پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳)

قضاء نماز کو فوراً پڑھنا واجب نہیں' طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کا عدم جواز اور قضاء نماز کی جماعت کا جواز

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو نماز کسی عذر کی وجہ سے قضاء ہوئی ہے' اس کو فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے' یہی صحیح مذہب ہے' لیکن اگر کوئی شرعی مانع نہ ہو تو اس کو فوراً ادا کرنا مستحب ہے اور یہاں شرعی مانع یہ تھا کہ جب وہ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے' اس لیے آپ نے کچھ اور آگے سفر کیا اور جب سورج بلند ہو گیا تو پھر آپ نے نماز پڑھائی۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن اوقات میں آپ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' ان اوقات میں قضاء نماز بھی پڑھنا جائز نہیں ہے' اسی وجہ سے آپ نے فوراً نماز نہیں پڑھائی۔ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب سورج طلوع ہونے کے بعد ایک نیزہ یا دو نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے' اس وقت نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے۔

(۶) چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی' اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھانا جائز ہے۔

سنت فجر کو قضاء کرنے میں مذاہب

(۷) سنن ابوداؤد میں قضاء نماز سے پہلے سنت فجر پڑھنے کا ذکر ہے' اس لیے فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک فجر کی سنت کی بھی قضاء کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے تو طلوعِ آفتاب کے بعد سنت فجر کی قضاء کر لے اور امام محمد

بن الحسن نے یہ فرمایا ہے کہ جب کسی شخص کی سنت فجر فوت ہو جائیں تو وہ زوال سے پہلے پہلے ان کو ادا کر لے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کی صرف سنت فجر فوت ہوئی ہے تو وہ بعد میں اس کو ادا نہ کرے اور اگر سنت فجر فرض کے ساتھ فوت ہوئی تو پھر اتفاقاً فرض سے پہلے سنت فجر کو بھی پڑھے' جیسا کہ سنن ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔

(۸) اس حدیث میں اس پر بہت قوی دلیل ہے کہ طلوع شمس کے وقت کوئی نماز نہ پڑھی جائے' ادا نہ قضاء' فرض نہ نفل۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۰۔۱۲۹ 'ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۶ - بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

جس نے نماز کا وقت گزرنے کے بعد جماعت سے نماز پڑھائی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔

۵۹۶ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ أَبِي سَلَمَةَ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ' فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ' قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ' حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ' قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا. فَقُمْنَا إِلٰى بُطْحَانَ' فَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا' فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ' ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ. [اطراف الحدیث: ۵۹۸۔۶۴۱۔۹۴۵۔۴۱۱۲]

(صحیح مسلم: ۶۳۱' الرقم المسلسل: ۱۴۰۳' سنن ترمذی: ۱۸۰' سنن نسائی: ۱۳۶۲' صحیح ابن خزیمہ: ۹۹۵' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۳۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے دن غروبِ آفتاب کے بعد آئے اور کفارِ قریش کی مذمت کرنے لگے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا' حتیٰ کہ عنقریب سورج غروب ہو رہا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی' پھر ہم مدینہ کی ایک وادی میں گئے' آپ نے نماز کا وضوء کیا اور ہم نے بھی نماز کا وضوء کیا' پھر سورج کے غروب ہونے کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھائی' پھر اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ الزہرانی' القریشی البصری (۲) ہشام بن ابی عبد اللہ الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمان (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غروبِ آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھائی۔

خندق کا معنی اور اس کی تفصیل

اس حدیث میں غزوہ خندق کے دن کا ذکر ہے۔ اس سے مراد ہے: خندق کھودنے کا دن" خندق " کا لفظ" جعفر " کے وزن پر ہے' اس کا معنی ہے: شہر پناہ یا شہر کی دیواروں کے گرد جو گہری کھائی کھودی ہوئی ہو۔ یہ اصل میں فارسی لفظ ہے' جس کو عربی میں داخل کر لیا گیا ہے۔ (القاموس المحیط ص ۸۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ) یہ غزوہ ۴ھ میں برپا ہوا تھا' اس کا نام غزوۃ الاحزاب بھی

ہے کیونکہ اس غزوہ میں کفار کی متعدد جماعتوں نے مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا۔
اس حدیث میں ''بطحان'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: مدینہ کی وادی۔

غزوہ خندق کے دن قضاء ہونے والی نمازوں کی تعداد

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی دوسری احادیث میں چار نمازوں کا ذکر ہے:
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چار نمازوں کے پڑھنے سے مشغول رکھا' حتیٰ کہ جتنا اللہ نے چاہا رات کا حصہ گزر گیا' پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا' سو انہوں نے اذان دی' پھر اقامت کہی' پس آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ (سنن ترمذی: ۱۷۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۵)
اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں عشاء کی نماز کو بھی قضاء نمازوں میں شمار کیا گیا ہے' حالانکہ عشاء کی نماز تو رات میں پڑھی گئی تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عشاء کی نماز اس کے معروف وقت میں نہیں پڑھی گئی تھی' اس لیے اس کو (ظاہراً) قضاء نمازوں میں شمار کر لیا گیا۔
غزوہ خندق کے دن جو نمازیں قضاء کی گئیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' صلوٰۃ خوف میں یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت دشمن کے سامنے مسلح کھڑی رہے اور دوسری جماعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھے' پھر ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ جماعت دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء میں ایک رکعت نماز پڑھے اور بعد میں مسبوق کی طرح اپنی نماز پوری کرے' پھر وہ دشمن کے سامنے چلی جائے اور پھر پہلی جماعت لاحق کی طرح اپنی نماز پوری کرے اور چونکہ غزوہ خندق تک صلوٰۃ خوف پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس وجہ سے بعض نمازیں قضاء کی گئیں ورنہ نماز کو ترک کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر قضاء ہونے والی نمازوں کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے دن مسلمانوں کی جو نماز رہ گئی تھی' وہ صرف ایک نماز تھی اور وہ نماز عصر تھی' اس کی تائید اس حدیث میں ہے:
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوۃ الاحزاب کے دن فرمایا: (کفار نے) ہم کو صلوٰۃ الوسطیٰ کے پڑھنے سے مشغول کر دیا' حتیٰ کہ سورج غروب کی طرف لوٹ گیا' اللہ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے یا فرمایا: ان کے گھروں کو یا ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔
(صحیح مسلم: ۶۲۷' الرقم المسلسل: ۱۳۹۶' صحیح البخاری: ۲۹۳۱' سنن ابوداؤد: ۴۰۹' سنن ترمذی: ۲۹۸۴' سنن نسائی: ۴۷۳-۴۷۲' مسند احمد ج ۱ ص ۷۹)
بعض علماء نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ غزوہ خندق کئی روز تک ہوتا رہا تھا' اس لیے ہو سکتا ہے کہ کسی دن آپ کی صرف نماز عصر قضاء ہوئی ہو' جیسے حضرت علی اور حضرت عمر کی روایت ہے' اور ہو سکتا ہے کہ کسی دن آپ کی چار نمازیں قضاء ہوئی ہوں' جیسے حضرت ابن مسعود کی روایت ہے۔
اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ نمازیں آپ سے نسیاناً قضاء ہوئی تھیں یا عمداً قضاء ہوئی تھیں' اور زیادہ راجح یہ ہے کہ خندق

کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے آپ نے یہ نمازیں عمداً ترک کی تھیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ دشمن کے خلاف جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے کیا اب بھی نماز کو ترک کر کے نماز جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے یعنی اب نماز کو قضاء کرنے کے بجائے صلوٰۃ الخوف کے طریقہ پر ادا کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۳۔ ۱۳۲)

قضاء نمازوں کی ترتیب کا وجوب اور ان کی شرائط

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ وقتی نماز اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب ہے' پہلے وقتی نماز پڑھی جائے گی پھر قضاء نماز پڑھی جائے گی' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' امام مالک' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور یہی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے' اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ وقتی اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے' یہی امام شافعی' بعض مالکیہ اور ظاہر یہ کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کی کوئی نماز قضاء ہو جائے' وہ اس کو ادا کرے اور وقتی نماز پر اس کو مقدم کرے اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قضاء نمازوں اور وقتی نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے' اور امام شافعی کے نزدیک یہ ترتیب مستحب ہے کیونکہ ہر فرض اپنی جگہ مستقل ہے لہٰذا وہ دوسرے فرض کی ادائیگی کے لیے شرط نہیں بنے گا' ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کو بھول جائے اور اس کو وہ نماز اس وقت یاد آئے' جب وہ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لے اور جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہو جائے تو پھر وہ اس نماز کو پڑھے' جس کو پڑھنا بھول گیا تھا' پھر اس نماز کو دہرائے' جس کو امام کے ساتھ پڑھا تھا۔ یہ حدیث مرفوع بھی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے۔ (سنن دار قطنی: ۱۵۴۲۔ ج ۲ ص ۹۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۱' نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۶۲)

اور اگر اس کو وقتی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو پہلے وقتی نماز پڑھ لے' پھر فوت شدہ نماز کی قضاء پڑھے' کیونکہ وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے' اسی طرح بھولنے کی وجہ سے اور قضاء نمازوں کی کثرت کی وجہ سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور اگر اس نے فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھا تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھنے کی ممانعت کسی اور وجہ سے ہے' اس کے برخلاف جب وقت میں وسعت اور گنجائش ہو اور وہ وقتی نماز کو پہلے پڑھ لے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے وقتی نماز کو اس کے اس وقت سے پہلے پڑھا ہے جو حدیث سے ثابت ہے' اور اگر اس کی کئی نمازیں قضاء ہو گئی ہوں تو ان قضاء نمازوں کو اس ترتیب سے پڑھے' جس طرح ان کی اصل میں ترتیب ہے کیونکہ غزوہ خندق کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار نمازیں قضاء ہو گئیں تو آپ نے ان کو ترتیب وار ادا کیا اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۳۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸۵' سنن دارمی: ۱۲۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶)

سوا اس صورت کے کہ چھ سے زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں کیونکہ فوت شدہ نمازیں جب زیادہ ہو جائیں تو ان کے درمیان ترتیب ساقط ہو جاتی ہے' اور کثرت کی حد یہ ہے کہ قضاء نمازوں کی تعداد چھ ہو جائے اور چھٹی نماز کا وقت نکل جائے' اسی طرح الجامع الصغیر میں مذکور ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۵۵۔ ۱۵۴' مکتبہ شرکت علمیہ ملتان' الجامع الصغیر ص ۱۰۶' ادارۃ القرآن' کراچی)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۲۹۔ ج ۲ ص ۲۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: کفار کو سب و شتم۔

۳۷ - بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا ، وَلَا يُعِيْدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ

جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا تو جب وہ اس نماز کو یاد کرے' اس کو پڑھ لے اور اس وقت صرف اسی نماز کو پڑھے گا

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا' اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے اور اس وقت وہ صرف اسی نماز کو ادا کرے گا۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً وَاحِدَةً عِشْرِيْنَ سَنَةً ، لَمْ يُعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ الْوَاحِدَةَ.

اور ابراہیم النخعی نے کہا: جس شخص نے ایک نماز بیس سال تک نہیں پڑھی تو وہ صرف اسی ایک نماز کی قضاء کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے ان لوگوں کے ردّ کا ارادہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ وہ اس نماز کو دو مرتبہ پڑھے گا۔

۵۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ ، وَمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا ، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي﴾ (طٰہٰ:١٤). قَالَ مُوْسَى قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ بَعْدُ ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي﴾ (طٰہٰ:١٤). وَقَالَ حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم اور موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو شخص کسی نماز کو بھول گیا تو اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے' اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:) اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (طٰہٰ:۱۴) موسیٰ نے بیان کیا: ہمام نے کہا: میں نے قتادہ کو بعد میں یہ پڑھتے ہوئے سنا: اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (طٰہٰ:۱۴) اور حبان نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی کی مثل حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۶۸۴' الرقم المسلسل: ۱۵۳۸' سنن ابوداؤد: ۴۴۲' سنن ترمذی: ۱۷۸' سنن نسائی: ۶۱۲' سنن ابن ماجہ: ۶۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۹۹۳' صحیح ابن حبان: ۱۵۵۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۰۰۷۔ ج ۲۱ ص ۴۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) موسیٰ بن اسماعیل المقری التبوذکی (۳) ہمام بن یحییٰ (۴) قتادہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۵)

قضاء نماز کو فوراً ادا کرنے پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جس وقت اس کو نماز یاد آئے فوراً اس کو قضاء کرلے حالانکہ قضاء نماز پڑھنا فوراً واجب نہیں بلکہ اس کو قضاء کرنے میں وسعت دی گئی ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس کو یاد

آئے کہ اس نے فلاں نماز قضاء پڑھنی ہے اور ایک مدت تک اس کو یاد رہے اور اسی اثناء میں وہ اس نماز کو پڑھ لے تو اس پر یہ صادق آئے گا کہ اس کو جب وہ نماز یاد آئی تو اس نے اس نماز کو پڑھ لیا اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ جس مدت میں اس کو نماز یاد آئے تو وہ اس مدت کی پہلی ساعت میں اس نماز کو پڑھ لے۔

اس کی توجیہ کہ فوت شدہ نماز کا کفارہ صرف اس کی قضاء کرنا ہے

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: اس قضاء نماز کا صرف یہی کفارہ ہے۔

کفارہ کا معنی ہے: وہ فعل جو کسی گناہ کو مٹا دے یا اس گناہ کو چھپا دے' اس کا حاصل یہ ہے کہ فوت شدہ نماز کا صرف یہی کفارہ ہے یا اس کا صرف یہی تدارک اور تلافی ہے کہ اس کو پڑھ لیا جائے اور جو شخص اس نماز کو پڑھنا بھول گیا تھا' اس پر اس کی تلافی میں کسی چیز کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے یا اس کے تاوان میں اس پر کوئی جرمانہ نہیں ہے۔

جو نماز کے وقت نشہ میں تھا یا سو گیا تھا یا نماز کو بھول گیا تھا' اس کا کفارہ صرف اس نماز کو ادا کرنا ہے

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول گیا خواہ وہ ایک نماز ہو یا متعدد نمازیں ہوں' اس پر اس نماز کی قضاء لازم ہے اور اسی طرح اگر وہ نماز کے وقت میں سوتا رہا' خواہ اس میں ایک وقت کی نماز کا وقت گزرا یا متعدد نمازوں کا وقت گزرا تو اس پر اس کی قضاء لازم ہے اور قضاء نماز پڑھنے کے بعد اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اہل ظواہر اور غیر مقلدین کے نزدیک جو شخص نشہ میں مدہوش ہو اور اس وجہ سے اس کی نماز فوت ہو جائے تو نشہ اترنے کے بعد اس پر اس نماز کی قضاء لازم ہے اور وہ ساری عمر اس نماز کو قضاء کر سکتا ہے۔

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

جو شخص نشہ میں تھا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا یا وہ سویا ہوا تھا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا یا وہ نماز کو بھول گیا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا' خصوصیت سے صرف ان لوگوں پر یہ فرض ہے کہ وہ ہمیشہ ان نمازوں کی قضاء کر سکتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ. (النساء: ۴۳) نشہ کی حالت میں تم نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نشہ میں مدہوش شخص کے لیے نماز پڑھنا مباح نہیں کیا' حتیٰ کہ وہ جان لے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نیند میں تقصیر نہیں ہے' تقصیر بیداری میں ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص نماز کو بھول جائے یا نماز کے وقت سویا ہوا ہو تو اس کو جب نماز یاد آئے پڑھ لے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۱' سنن ترمذی: ۱۷۷' سنن نسائی: ۶۱۱)

ان تمام امور پر یقینی اجماع ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۲ ص ۱۰-۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

غیر مقلدین کے نزدیک جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' وہ اس نماز کی قضاء نہیں کرے گا' اس پر شیخ ابن حزم کے دلائل اور مصنف کے جوابات

داؤد ظاہری' غیر مقلدین اور شیخ ابن حزم کا مذہب یہ ہے کہ نشہ میں مدہوش' سوئے ہوئے اور جس نے بھولے سے نماز کو ترک کر دیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا تو صرف ان ہی لوگوں پر نماز کی قضاء لازم ہے اور جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کر دیا اس کے لیے نماز کو قضاء کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کیا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا' یہ شخص کبھی بھی نماز کو قضاء نہیں کر سکتا' اب اس کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیک کام کرے اور بہ کثرت نوافل پڑھے تاکہ قیامت کے دن اس کے گناہوں کا پلہ ہلکا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے۔

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جس نے عمداً نماز کو ترک کر دیا' وہ وقت نکلنے کے بعد اس نماز کی قضاء کرے۔

شیخ ابن حزم نے کہا: ہمارے قول کی صحت پر یہ آیات دلیل ہیں:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ○ (الماعون:۵) — ان نمازیوں کے لیے عذاب ہے○ جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں○

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا○ (مریم:۵۹) — پھر ان کے بعد ان کے بُرے جانشین پیدا ہوئے' جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی' وہ عنقریب (جہنم کی وادی) غی میں داخل ہوں گے○

اگر عمداً نماز کو ترک کرنے والے کا کفارہ یا نماز کو ترک کرنے کی تلافی وقت گزرنے کے بعد اس کی قضاء پڑھنے سے ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ نماز ترک کرنے والے کو عذاب ہوگا یا اس کو دوزخ کی وادی میں ڈال دیا جائے گا۔

(المحلی بالآثار ج ۲ ص ۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان آیات سے شیخ ابن حزم کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ آیاتِ وعید میں قرآن مجید کا عام اسلوب یہ ہے کہ جس فعل پر قرآن مجید نے وعید سنائی ہے' جب بندہ اس فعل پر توبہ کر لے اور اس فعل کا تدارک اور اس کی اصلاح کر لے تو پھر وہ وعید ساقط ہو جاتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (المائدہ:۳۹) — پس جس شخص نے اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○

اصلاح کا معنی یہی ہے کہ اس نے اس گناہ کا تدارک کر لیا' مثلاً کسی کا مال چھینا تھا تو اس کا مال واپس کر دیا' کسی کی امانت میں خیانت کی تھی تو اس کی امانت واپس کر دی' کوئی روزہ بغیر شرعی عذر کے ترک کیا تھا تو اس روزے کی قضاء کر لی' کسی سال کی زکوٰۃ نہیں دی تھی تو اس سال کی زکوٰۃ ادا کر دی' بغیر عذر کے کسی وقت کی نماز نہیں پڑھی تھی اور اس نماز کا وقت گزر چکا تھا تو بعد میں اس وقت کی نماز پڑھ لی' قرآن مجید میں اسی معنی میں حسب ذیل آیات ہیں:

اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (الانعام:۵۴) — (یہ اللہ کی رحمت ہے) کہ تم میں سے جو شخص جہالت سے کوئی گناہ کر گزرے' پھر اپنے گناہ کے بعد توبہ کرے اور اس گناہ کی اصلاح کر لے تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے○

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ۝ (مریم: ۶۰)

مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا ۝

اللہ تعالیٰ نے علم اور ہدایت کے چھپانے پر لعنت فرمائی ہے (البقرہ: ۱۵۹) اور مرتد ہونے پر عذاب کی وعید فرمائی ہے (آل عمران: ۸۸) پھر فرمایا: جو لوگ علم چھپانے کے بعد توبہ کر لیں اور علم کو بیان کر دیں اور اصلاح کر لیں' اسی طرح مرتد ہونے کے بعد توبہ کر لیں اور دوبارہ اسلام لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرہ: ۱۶۰)

سوا ان لوگوں کے جنہوں نے (علم کو چھپانے سے) توبہ کر لی اور اصلاح کر لی اور (علم کو) بیان کر دیا' سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول فرماؤں گا اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا' بہت رحم فرمانے والا ہوں ۝

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (آل عمران: ۸۹)

سوا ان لوگوں کے جنہوں نے (مرتد ہونے کے بعد) توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے ۝

النمل: ۱۱۹' النور: ۵ اور الفرقان: ۷۱ میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا ہے کہ جو شخص گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اور اصلاح کرنے کا معنی یہی ہے کہ وہ اس گناہ کا کفارہ ادا کرے اور اس کا تدارک کرے۔

عمداً نماز ترک کرنے پر نماز قضاء کرنے کی دلیل

نیز جمہور علماء نے عمداً نماز کے ترک کرنے کو نماز کے وقت سونے یا نماز کے بھولنے پر قیاس کیا ہے اور جب حدیث میں نماز کے وقت سونے والے یا نماز کو بھولنے والے پر لازم کیا ہے کہ جب اس کو نماز یاد آئے تو وہ اس نماز کو پڑھے تو اسی قیاس پر کہا جائے گا کہ جب کسی نے عمداً نماز کو ترک کیا تو جب اس کو یاد آئے کہ اس نے فلاں وقت کی عمداً نماز نہیں پڑھی تھی تو وہ اس نماز کی قضاء کرے اور یہ قیاس دلالۃ النص کے طور پر ہے' جیسے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا. (بنی اسرائیل: ۲۳)

اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا' اگر تمہارے پاس وہ دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف (تک) نہ کہنا اور نہ ان کو ڈانٹنا۔

جب ماں باپ کو اُف کہنا اور ڈانٹنا بھی ممنوع ہے تو ان کو مارنا تو بہ طریق اولیٰ ممنوع ہوگا' اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب بھولے سے نماز کو ترک کرنے کی قضاء لازم ہے تو عمداً نماز کو ترک کرنے کی قضاء تو بہ طریق اولیٰ لازم ہوگی' باقی رہا یہ سوال کہ نبی ﷺ نے بھولے سے نماز کو ترک کرنے پر تو نماز کو قضاء کرنے کا حکم بیان فرمایا تو آپ نے عمداً نماز ترک کرنے کا حکم کیوں نہیں بیان فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے عہد میں کوئی شخص بھی عمداً نماز کو ترک نہیں کرتا تھا اور آپ کے عہد میں وقت پر نماز نہ پڑھنے کا سبب غالب یہی تھا کہ لوگ نماز کے وقت سوئے ہوئے ہوں یا نماز پڑھنا بھول جائیں اور نماز کا وقت نکل جائے' سو آپ نے اس کا حکم بیان فرمایا' اور عمداً نماز ترک کرنے والے کا حکم اس پر قیاس کرنے کے لیے چھوڑ دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ O (الحشر: ۲) پس اے آنکھوں والو! قیاس کرو O

اس آیت کی تفسیر میں ہم نے قیاس کے حجت ہونے پر تبیان القرآن کی بارھویں جلد میں بہ کثرت دلائل بیان کیے ہیں۔
بہرحال ہم نے عمداً نماز ترک کرنے والے پر نماز کی قضاء کے وجوب اور لزوم پر دلائل بیان کر دیئے اور غیر مقلدین کے اعتراضات کے جواب ذکر کر دیئے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک

عمداً نماز ترک کرنے والے کو غیر مقلدین کا' کافر اور واجب القتل قرار دینا

بغیر عذر کے عمداً نماز ترک کرنے والے کے متعلق غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ وہ شخص کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔
مشہور غیر مقلد عالم محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں' حدیث میں ہے:
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے درمیان اور شرک اور کفر کے درمیان (حد) نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۲' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۸' سنن ترمذی: ۲۶۲۰' سنن نسائی: ۴۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۰)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز ترک کرنا موجب کفر ہے' اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کرے وہ کافر ہے' اور اگر وہ نماز کی فرضیت کا معتقد ہو اور سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کر دے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک' امام شافعی اور جمہور متقدمین اور متاخرین کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے' اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا' ورنہ ہم اس کو بہ طور حد قتل کر دیں گے' امام احمد بن حنبل کی بھی ایک روایت یہی ہے' امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کوفہ اور مزنی شافعی کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر ہے نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس کو تعزیر دی جائے گی اور اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ نمازی بن جائے اور حدیث مذکور کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اگر وہ جائز اور حلال سمجھ کر نماز کو ترک کرے تو وہ کافر ہے یا اس کا مسلسل یہ فعل اس کو کفر تک پہنچا دے گا یا اس نے کافروں کا سا فعل کیا۔
امام ابوحنیفہ نے تارک نماز کو قتل نہ کرنے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اس کا خون بہانا صرف تین صورتوں میں جائز ہے: وہ شادی شدہ زانی ہو' اس کو کسی شخص کے قصاص میں قتل کیا جائے' وہ شخص اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے نکل جائے (اس کے سوا اس کو اور کسی صورت میں قتل کرنا جائز نہیں ہے)۔ (صحیح البخاری: ۶۸۷۸' صحیح مسلم: ۱۶۷۶' سنن ابوداؤد: ۴۳۵۲' سنن ترمذی: ۱۴۰۲' سنن نسائی: ۴۰۲۷۔ ۴۰۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۲۔۴۲۸۔۴۴۴)

شیخ شوکانی لکھتے ہیں: حق یہ ہے کہ تارک نماز کافر ہے اور اس کو قتل کیا جائے گا' اس کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' اس نے کھلم کھلا کفر کیا۔
(المعجم الاوسط: ۳۳۴۸' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۰)

(ہمارے نزدیک اس حدیث کی بھی یہی توجیہ ہے کہ جس نے جائز سمجھ کر نماز کو ترک کیا' وہ کافر ہے یا اس نے کافروں کا سا کام کیا۔ سعیدی غفرلہٗ)
اور اس کو قتل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا

رہوں حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' پس جب وہ یہ کام کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے' مگر جس جان یا مال پر اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ عزوجل پر ہے۔ (صحیح البخاری:۲۵' صحیح مسلم:۲۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۳) (نیل الاوطار ج ۱ ص ۴۱۲۔۴۱۱ ملخصاً' دار الوفاء ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک اس حدیث سے شیخ شوکانی کا تارک نماز کو قتل کرنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اوّل تو یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے' ثانی یہ کہ اس حدیث میں نماز قائم نہ کرنے والے سے قتال اور جہاد کرنے کا حکم ہے نہ کہ ان کو قتل کرنے کا حکم ہے' ثالث یہ کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ کچھ لوگوں کی جماعت نماز پڑھنے کا انکار کردے تو ان سے قتال کیا جائے جیسے کچھ لوگوں کی جماعت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا تھا تو حضرت ابوبکر نے ان سے جہاد کیا' جب کہ شیخ شوکانی اس شخص کے قتل کرنے پر اس حدیث سے استدلال کررہے ہیں' جو نماز کی فرضیت کا قائل ہو اور سستی کی وجہ سے عمداً نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اور ظاہر ہے کہ اس موقف پر اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے اور خود غیر مقلدین کا بھی اس موقف پر عمل نہیں ہے' کم از کم ۵۰ سال سے ہمارے مشاہدہ میں یہ نہیں آیا کہ انہوں نے کسی عمداً نماز کے ترک کرنے والے کو قتل کردیا ہو حالانکہ غیر مقلدین میں بھی ایسے بہت لوگ ہیں' جو سستی اور کاہلی یا بے پرواہی کی وجہ سے عمداً نماز نہیں پڑھتے' جب کہ بعض ممالک میں ان کو اقتدار بھی حاصل ہے۔

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی عمداً نماز ترک کرنے والے کو کافر اور واجب القتل قرار دیا ہے اور انہوں نے بھی یہی دلائل پیش کیے ہیں' جو نیل الاوطار ص ۴۱۲۔۴۱۱ میں مذکور ہیں۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص ۴۰۷۔۴۰۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

تارکِ نماز کو کافر قرار دینے کے متعلق متاخرین غیر مقلدین علماء کی تصریحات

مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبد اللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

اُم سلمہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر امیر ہوں گے جن کی کئی باتیں اچھی ہوں گی کئی بُری' جو شخص ان کی بُرائی کو دل سے بُرا سمجھے وہ بَری ہے اور جو کراہت کرے وہ سلامتی والا ہے' جو راضی ہو جائے اور بُرائی میں ان کی موافقت کرے (وہ ہلاک ہو گیا) صحابہ نے کہا: کیا ایسے امیروں سے ہم لڑائی نہ کریں؟ فرمایا: نہ جب تک نماز پڑھیں' نہ جب تک نماز پڑھیں۔ ان تین حدیثوں سے پہلی میں فرمایا ہے: امیر خواہ نیک ہوں یا بُرے' ہر حال میں ان کی تابع داری کرو۔ ہاں! اگر صریح کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس قطعی دلیل ہو تو پھر ان سے بیعت توڑ دو اور ان کا مقابلہ کرو' اور دوسری حدیثوں میں فرمایا: ایسے امیروں کی تابع داری ہر حال میں ضروری ہے مگر نماز نہ پڑھیں تو ان سے الگ ہو جاؤ اور ان سے لڑو۔

نتیجہ صاف ہے کہ نماز نہ پڑھنا صریح کفر ہے' جس پر خدا کی طرف سے دلیل قطعی آچکی ہے' جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں' ان کے علاوہ اس قسم کی احادیث بہت ہیں' جن میں سے ایک دو اُوپر کے مضمون میں بھی ذکر ہیں' اور بعض مولوی عبد القادر گنگوہی حصاری کے مضمون میں ذکر ہیں' جو پرچہ تنظیم کی جلد اوّل کے ص ۱۷۔۱۹ میں درج ہو چکا ہے اور بعض ہمارے مندرجہ جلد ۵۔۲ میں مذکور ہیں' اور بعض کا محل متفرقات ہیں' یہ سب بے نماز کے کفر پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۸۳۔۳۸۲' ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا' ۱۴۰۴ھ)

نیز اسی فتاویٰ میں مذکور ہے:

سوال: بے نماز کس کو کہتے ہیں' کیا بے نماز ہمیشہ تارک الصلوٰۃ کو کہا جاتا ہے یا چند یوم نماز پڑھے' پھر چھوڑ دے یا جو صرف جمعہ اور نماز پڑھے باقی نمازیں نہ پڑھے۔ایسے لوگوں پر نماز جنازہ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی امام یا عالم نماز جنازہ نہ پڑھے تو اس کا یہ عمل شرعی نقطۂ نظر سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اگر بے نماز پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کی صورت میں شرارتی افراد مسجد کے نام سے کوئی عمارت الگ بنالیں تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے' کیا وہ مسجد ضرار تو نہیں؟

جواب: جن دنوں میں کوئی نماز پڑھے' ان دنوں میں مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے ورنہ نہیں' کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے اور جو بے نماز کا جنازہ نہ پڑھے وہ عین حق پر ہے اور اس وجہ سے جو مسجد بنائی جائے' وہ مسجد ضرار ہے کیونکہ اس کی بنیاد حق پر نہیں بلکہ تفریق اور ضرر کے لیے ہے۔ (عبداللہ امرتسری' ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ/ ۱۸ مئی ۱۹۴۰ء) (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۸۶' سرگودھا)

سوال: بے نماز کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے اور بے نماز کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ کیا انہیں ''هم من ابائهم'' کے تحت کر دیا جائے؟

جواب: بے نماز کا جنازہ نہ پڑھنا چاہیے' جس کی دو وجہیں ہیں:

ایک یہ کہ بے نماز کافر ہے اور کافر کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔

دوم: بے نمازیوں کو تنبیہ ہو جائے گی' جیسے خودکشی کرنے والے پر اور مقروض پر رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ خودکشی اور قرض سے ترکِ نماز بڑا گناہ ہے۔ بس اس کی وجہ سے بہ طریق اولیٰ نماز جنازہ ترک ہونی چاہیے۔ رہا بے نماز کی اولاد کا مسئلہ تو اس کے متعلق ظاہراً یہ حکم حدیث ''هم من ابائهم'' وہ اپنے باپوں سے ہیں۔ اصل تو یہی ہے کہ نماز جنازہ نہ پڑھے کیونکہ کافروں کی اولاد ظاہری احکام میں ماں باپ ہی کے تابع ہوتی ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۸۶' سرگودھا)

نیز اسی فتاویٰ میں مذکور ہے:

یعنی رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا: مشرکین اور ہمارے درمیان جو کچھ عہد ہے وہ نماز ہے' جو نماز ترک کر دے وہ کافر ہے۔

اس قسم کی بعض اور احادیث بھی ہیں۔ ان سے مطلع صاف ہو گیا کیونکہ جب ترکِ نماز شرک یا کفر ہوا تو یہ اس دفتر سے ہوا جو خدا معاف نہیں کرے گا۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۹۵۔ ۳۹۴' سرگودھا)

حافظ عبداللہ روپڑی نے جن احادیث سے بے نمازی کے کفر پر استدلال کیا ہے' ہمارے نزدیک وہ احادیث اس صورت پر محمول ہیں جب کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کرے یا نماز کو معمولی اور حقیر جان کر ترک کرے تو وہ کافر ہے یا اس شخص نے کافروں کا سا کام کیا یا اس شخص کا مسلسل نماز کو ترک کرنا اس کو کفر تک پہنچا دے گا۔

نیز اس فتاویٰ میں مذکور ہے:

سوال: جنازہ کے ساتھ بے نماز کو شامل ہونا کیوں منع ہے؟ (سائل: فتح دین)

جواب: بے نماز کو جنازہ میں شامل ہونے سے ممانعت نہیں بلکہ بے نماز کے جنازہ میں شامل ہونے سے ممانعت ہے۔ ہاں! بے نماز چونکہ کافر ہے اس لیے اُس کا جنازہ میں شریک ہونا کچھ مفید نہیں۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی' ۷ محرم ۱۳۵۷' بمطابق ۹ مارچ ۱۹۳۸ء)

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۹۶' ادارۃ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

سوال: بے نمازی مسلمان ہے یا کافر اور جنازہ پڑھنا اور اس کی لاش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: تارک الصلوٰۃ کے حق میں علماء کا اختلاف ہے' بہت سے علماء جن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ اور حافظ ابن قیم وغیرہ بھی ہیں' تارک الصلوٰۃ کو کافر' مرتد اور واجب القتل قرار دیتے ہیں' یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر نماز جنازہ پڑھنا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں۔ ان کے سوا اور بہت سے علماء ہیں جن میں امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم خیال علماء ہیں' تارک الصلوٰۃ کو فاسق' فاجر' سخت مجرم قرار دیتے ہیں لیکن کافر مرتد نہیں کہتے ہیں۔ حدیث شریف جو تارک الصلوٰۃ کے حق میں آئی ہے "فقد کفر" (یعنی وہ کافر ہے) پہلے گروہ کی دلیل ہے' دوسرے گروہ کی دلیلیں اور ہیں' خاکسار کی تحقیق پچھلے گروہ سے متفق ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۴۶۵' مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

اس فتویٰ کی تشریح میں شیخ ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں علمائے کرام مختلف ہیں۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں: "**ولا خلاف بین المسلمین فی کفر من ترك الصلوة منکرا لوجوبها الخ**" یعنی جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہو کر نماز کو ترک کرے' وہ بالاتفاق کافر ہے' اس کے کفر میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہیں مگر ہاں جو شخص نومسلم ہو یا مسلمانوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو اس کو جب تک نماز کے وجوب کی خبر نہ پہنچے تب تک وہ کافر نہیں ہو سکتا اور جو شخص نماز کے وجوب کا عقیدہ رکھ کر بہ سبب کاہلی اور غفلت کے نماز کو ترک کرے جیسا کہ بہت سے لوگوں کا حال ہے تو ایسے تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں لوگوں کا اختلاف ہے' پس عترت اور امام مالک اور امام شافعی اور جماہیر سلف وخلف کا مذہب یہ ہے کہ ایسا شخص کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے' وہ اگر توبہ کرے فبہا ورنہ اس کو قتل کرنا چاہیے اور اس کی یہی حد ہے جیسا کہ زانی محصن کی حد قتل ہے مگر ایسے تارک الصلوٰۃ کو تلوار سے قتل کرنا چاہیے اور سلف میں سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وہ کافر ہے اور یہی مذہب مروی ہے حضرت علی سے اور امام احمد سے ایک روایت میں یہی منقول ہے اور عبداللہ بن مبارک اور اسحٰق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور ایک جماعت اہل کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ نہ کافر ہے اور نہ وہ قتل کیا جاوے گا بلکہ اس کی تعزیر کی جائے گی اور جب تک وہ نماز نہیں پڑھے گا تب تک وہ قید میں رکھا جاوے گا' اس کے بعد علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایسا تارک الصلوٰۃ کافر ہے اور وہ قتل کیا جاوے گا' اس کا کافر ہونا تو اس وجہ سے حق ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ شارع نے ایسے تارک الصلوٰۃ کو کافر لکھا ہے اور جو لوگ اس کے کافر ہونے کے قائل نہیں ہیں' وہ جس قدر معارضات وارد کرتے ہیں' ان میں سے ایک بھی ہم کو لازم نہیں آتا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ کفر کی بعض قسمیں ایسی ہوں' جو مغفرت واستحقاق شفاعت سے مانع نہ ہوں جیسا کہ اہل قبلہ کا کفر بہ وجہ بعض ایسے گناہوں کے جن کو شارع نے کفر کہا ہے' پس اس بناء پر ان تاویلات کی کچھ حاجت نہیں ہے' جن میں لوگ پڑتے ہیں۔ انتہیٰ (کلام شوکانی) میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ علامہ ممدوح کی یہ تحقیق احق بالقبول ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۴۶۷-۴۶۶' مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

خلاصہ یہ ہے کہ مقدم اور مؤخر علماء غیر مقلدین کے نزدیک بے نماز شخص کافر ہے اور واجب القتل ہے اور چونکہ اس زمانہ میں علماء غیر مقلدین کا اپنے اس مؤقف پر عمل نہیں ہے' اس لیے ان کو عوام بے نماز غیر مقلدین کو کافر نہ قرار دینے اور قتل نہ کرنے کے لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے دامن میں پناہ لینی پڑے گی ورنہ ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ہم مسلک عوام بے نمازیوں کو چن چن کر حکومت سے قتل کروائیں۔

بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق غیر مقلدین کا مسلک

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم نواب محمد صدیق خان بن حسن القنوجی التوفی ۱۳۰۷ھ صحیح مسلم: ۲۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:
ہمارے شیخ اور ہماری برکت امام شوکانی سے ان دیہاتیوں کے متعلق سوال کیا گیا' جو کسی شرعی حکم پر عمل نہیں کرتے صرف کلمہ شہادت پڑھتے ہیں' آیا وہ کافر ہیں یا نہیں؟ اور کیا مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے ''ارشاد السائل الی ادلۃ المسائل'' میں اس کا جواب لکھا' جس کی عبارت یہ ہے:
میں کہتا ہوں کہ جو شخص ارکانِ اسلام اور جمیع فرائض کا تارک ہو اور تمام اقوال اور افعال واجبہ کو چھوڑنے والا ہو اور سوائے کلمہ شہادت پڑھنے کے اور کچھ نہ کرتا ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کافر ہے اور اس کا کفر بہت شدید ہے' اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا مباح ہے' احادیث صحیحہ متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ جان اور مال کی سلامتی تب ثابت ہوتی ہے' جب ارکانِ اسلام پر عمل کیا جائے اور مسلمانوں سے جو شخص اس طرح کے کافر کے پڑوس میں رہتا ہو' اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دے' اس کو ثواب کی طرف راغب کرے اور اس کو عذاب سے ڈرائے اور اگر یہ کافر اپنے کفر پر اصرار کرے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس سے قتال کریں اور اس سے تمام احکام اسلام پر عمل کرائیں اور اگر وہ اس پر عمل نہ کرے تو اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا مباح ہے اور اس کا حکم اہل جاہلیت کا ہے۔ (السراج الوہاج ج ۱ ص ۴۹-۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

بے عمل کلمہ گو کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد

نواب صدیق حسن اور ان کی برکت دونوں کے رد کے لیے یہ حدیث کافی ہے:
حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری آنکھ میں کچھ تکلیف ہوگئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس آئیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں تو میں اس جگہ کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے اصحاب میں سے جن کو اللہ نے چاہا وہ میرے گھر آئے' آپ نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ اصحاب آپس میں باتیں کر رہے تھے اور ان کو یہ بہت ناگوار ہوا کہ مالک بن دخشم اس وقت نہیں آئے تھے' انہوں نے یہ چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے خلاف دعا کریں اور وہ ہلاک ہو جائے اور انہوں نے یہ چاہا کہ اس پر کوئی مصیبت آئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھ لی تو آپ نے فرمایا: کیا وہ (مالک بن دخشم) یہ شہادت نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ یہ شہادت دیتا ہے اور یہ شہادت اس کے دل میں نہیں ہے' آپ نے فرمایا: جو شخص بھی یہ شہادت دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں تو وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا' یا فرمایا: اس کو دوزخ نہیں کھائے گی۔ (صحیح مسلم: ۳۳' صحیح البخاری: ۴۲۵' السراج الوہاج ج ۱ ص ۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)
جن صحابہ نے حضرت مالک بن دخشم کو منافق کہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا رد کیا اور فرمایا: کیا وہ کلمہ شہادت نہیں پڑھتا' نیز فرمایا: جو شخص کلمہ شہادت پڑھتا ہو وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور نواب صدیق حسن خاں اور ان کے امام اور ان کی برکت (شوکانی) بے عمل کلمہ شہادت پڑھنے والے کو کافر اور واجب القتل قرار دے رہے ہیں!

بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق اہل سنت اور اہل حق کا مسلک

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یادرکھو! اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص توحید پر مرگیا' وہ قطعی طور پر جنت میں داخل ہوگا' اگر اس نے گناہ نہیں کیے تھے یا گناہ کرنے کے بعد توبہ صحیحہ کرلی تھی تو وہ ابتداءً جنت میں داخل ہوگا اور دوزخ میں داخل نہیں ہوگا' اور اگر اس نے گناہ کبیرہ کیے تھے اور وہ بغیر توبہ کے مرگیا تو وہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے' اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو معاف کر کے اس کو ابتداءً جنت میں داخل کردے گا' اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو دوزخ میں جتنا عرصہ چاہے گا' داخل کر کے پھر جنت میں داخل کردے گا' بہر حال جو شخص توحید پر مرگیا' وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا' خواہ اس نے گناہ کیے ہوں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۵۵۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

بے نمازی کے متعلق شیخ عبد العزیز بن باز کا مفصل فتویٰ

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز لکھتے ہیں:

جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کرتا ہے تو وہ علماء کے صحیح قول کے مطابق کفر اکبر کا مرتکب ہے' جب کہ وہ وجوب نماز کا اقرار کرتا ہو اور اگر نماز کے وجوب ہی کا منکر ہو تو پھر تمام اہل علم کے ہاں وہ کافر ہے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصل معاملہ تو اسلام ہے' اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق ترکِ نماز ہے۔ (صحیح مسلم) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ وہ عہد جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے' وہ نماز ہے' جو اسے ترک کردے وہ کافر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہے' وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے' لہٰذا اس بات پر تمام اہل علم و ایمان کا اجماع ہے کہ اس کا کفر اس شخص کے کفر کی نسبت اکبر و اعظم ہے جو محض سستی کی وجہ سے نماز کا تارک ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں مسلمان حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ تارک نماز سے توبہ کرائیں' اگر توبہ کرے تو بہت بہتر ورنہ اس سلسلہ میں وارد دلائل کی بنیاد پر اسے قتل کردیا جائے۔ تارک نماز کا بائیکاٹ' اس کے ساتھ قطع تعلقات اور اس کی دعوت کو قبول نہ کرنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کرلے۔ اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ اسے نصیحت کی جائے' حق کی دعوت دی جائے' اور ان سزاؤں سے ڈرایا جائے' جو ترکِ نماز کی وجہ سے دنیا و آخرت میں مرتب ہوتی ہیں' شاید اسی طرح وہ توبہ کرلے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کے گناہ معاف فرمادے۔

میرا دوست نماز پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے

سوال: میرا ایک بہت عزیز دوست' جس سے مجھے بہت زیادہ محبت ہے' فرض نماز پڑھتا ہے نہ رمضان کے روزے رکھتا ہے' میں نے اسے سمجھایا ہے لیکن وہ میری بات نہیں مانتا تو کیا میں اس سے دوستی رکھوں یا نہ رکھوں؟

جواب: اس جیسے آدمیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض اور دشمنی رکھنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کرلیں کیونکہ علماء کے صحیح قول کے مطابق ترک نماز کفر اکبر ہے' اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق' ترک نماز ہے۔ (صحیح مسلم) نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد ہے' وہ نماز ہے' لہٰذا جو اسے ترک کردے وہ کافر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے' نیز اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کے روزے ترک کرنا بھی بہت بڑے جرائم میں سے ہے۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ جو شخص مرض یا سفر وغیرہ کے کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کا روزہ ترک کرتا ہے تو وہ کافر ہے' لہٰذا واجب ہے کہ آپ اس شخص سے بغض رکھیں

اور اسے چھوڑ دیں حتیٰ کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور توبہ کرے۔ مسلمان حکمرانوں پر بھی واجب ہے کہ وہ تارک نماز سے توبہ کرائیں اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ . (التوبہ:۵)

پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز نہ پڑھے اس کی راہ نہ چھوڑی جائے' نیز نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے نمازیوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے' تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ جو نماز نہ پڑھے' اس کے قتل سے آپ کو منع نہیں کیا گیا۔ الغرض آیات واحادیث کے ادلۂ شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے تو مسلمان حکمران پر یہ واجب ہے کہ اسے قتل کرا دے بشرطیکہ وہ توبہ نہ کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کے دوست کو توبہ اور راہِ راست کی توفیق بخشے۔

تارکِ نماز کے ساتھ سکونت

سوال: کچھ عرصہ قبل مجھے ایک ہسپتال میں داخل ہونے کا اتفاق ہوا' میں جس کمرہ میں رہ رہا تھا' اس میں دو آدمی اور بھی تھے اور کمرہ میں ہم تین دن تک رہے' میں تو اس مدت میں نماز پڑھتا رہا لیکن وہ دونوں آدمی نماز نہیں پڑھتے تھے حالانکہ وہ بھی مسلمان اور میرے ہی شہر کے باشندے تھے' میں نے اس سلسلہ میں ان سے کوئی بات بھی نہ کی تو کیا مجھے اس کا گناہ ہوگا کہ میں نے انہیں نماز کا حکم کیوں نہ دیا' اگر یہ گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: آپ پر یہ واجب تھا کہ ان دونوں کو نصیحت کرتے اور اس منکر عظیم یعنی ترک نماز کے ارتکاب کی مذمت کرتے' تاکہ حسب ذیل ارشادِ باری تعالیٰ پر عمل ہو جاتا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ (آل عمران:۱۰۴)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں○

اور نبی ﷺ کے اس ارشاد پر عمل ہو جاتا کہ تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے (سمجھائے) اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (برا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے۔ (صحیح مسلم)

جب آپ نے فرض کو ادا نہیں کیا تو اب واجب یہ ہے کہ اس معصیت کی وجہ سے خالص توبہ کریں۔ خالص توبہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے جو کوتاہی ہوئی' اس پر ندامت کا اظہار کریں' اب اس سے رُک جائیں اور یہ پختہ عزم کریں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص' تعظیم' اس سے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کے خوف کی وجہ سے کریں۔ جو صدقِ دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى○ (طٰہٰ:۸۲)

اور تحقیق جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر سیدھے راستے پر چلے' اس کو میں بخشنے والا ہوں○

نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت

سوال: نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت اختیار کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی اور کسی بھی دوسرے کافر کی صحبت جائز نہیں ہے۔ ترک نماز بھی چونکہ نبی ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے کفر ہے کہ

آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق' نماز کی وجہ سے ہے۔(صحیح مسلم) نیز نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے' جس نے اسے ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔(احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' باسناد صحیح) ان اور دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی صحبت جائز نہیں۔(مقالات وفتاوی مترجم اُردو ج ۱ ص ۲۵۳۔۲۵۱' دار السلام' لاہور' ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۶۴۔ ج ۲ ص ۱۴۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۸ - بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ الْأُولٰى فَالْأُولٰى
نمازوں کو ترتیب وار قضاء کرنا پہلے پہلی نماز' پھر دوسری نماز

اس باب میں قضاء نمازوں کو ادا کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے یعنی قضاء نمازوں میں جو پہلی نماز ہے' اس کو پہلے ادا کیا جائے اور جو دوسری نماز ہے' اس کو بعد میں ادا کیا جائے۔ علیٰ ھذا القیاس!

۵۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ، وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتْ، قَالَ فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ، فَصَلّٰى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن ابی کثیر ہیں از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دن کفار کو بُرا کہہ رہے تھے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پھر ہم مدینہ کی ایک وادی میں گئے' پھر آپ نے سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی' پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۹۶ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

۳۹ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ
عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کا مکروہ ہونا

اس عنوان میں ''سمر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رات کو باتیں کرنا' اور اس سے مراد ہے: رات کو وہ باتیں کرنا جو مباح ہوں اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا' اس لیے مکروہ ہے کہ ان میں مشغولیت کی وجہ سے جو شخص سحری کے وقت تہجد کے لیے اور ذکر اور استغفار کے لیے اٹھتا ہے' وہ اس سے محروم نہ ہو جائے یا نمازِ فجر اور اس کی جماعت سے محروم نہ ہو جائے' مباح باتیں کرنا اس وقت مکروہ ہے لیکن علم دین' اور وعظ و نصیحت کی باتیں کرنا' اس وقت بھی مستحب ہیں اور گناہ کی باتیں کرنا ہر وقت حرام ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

اَلسَّامِرُ مِنَ السَّمَرِ وَالْجَمْعُ السُّمَّارُ وَالسَّامِرُ هٰهُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمْعِ.

''السّامر'' ''سَمَر'' سے ماخوذ ہے اور جمع ''السمار'' ہے اور ''السامر'' یہاں پر جمع کی جگہ میں ہے۔

۵۹۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمِنْهَالِ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي إِلٰى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِي حَدِّثْنَا، كَيْفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو المنہال نے

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ؟ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ، وَهِيَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولٰى، حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلٰى أَهْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ، قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا، وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ، حِينَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ، وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' پس ان سے میرے والد نے کہا: ہمیں حدیث بیان کریں کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ آپ دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے' یہ وہ نماز ہے جس کو تم پیشین کہتے ہو' وہ یہ نماز اس وقت پڑھتے جب سورج (سر کی سیدھ سے) زائل ہو جاتا تھا اور عصر کی نماز پڑھتے' پھر ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخری حصہ میں اپنے گھر لوٹ جاتا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا' اور میں بھول گیا کہ انہوں نے مغرب کے متعلق کیا کہا تھا اور آپ اس کو پسند کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو موخر کیا جائے اور عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو (بھی) ناپسند کرتے تھے اور فجر کی نماز کے بعد آپ واپس ہوتے تو اس وقت ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لیتا تھا اور آپ ساٹھ سے لے کر سو آیتیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۱ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ظہر کا وقت زوال سے ہوتا ہے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کے بعد باتوں کی کراہت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

٤٠ - بَابُ السَّمَرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد فقہی مباحث اور نیکی کی باتیں کرنا پسندیدہ ہیں اور باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ عشاء کے بعد مباح باتیں کرنا ناپسندیدہ ہیں۔

٦٠٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ، وَرَاثَ عَلَيْنَا، حَتّٰى قَرُبْنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهِ، فَجَاءَ فَقَالَ دَعَانَا جِيرَانُنَا هٰؤُلَاءِ، ثُمَّ قَالَ قَالَ أَنَسٌ نَظَرْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، حَتّٰى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ، فَجَاءَ فَصَلّٰى لَنَا، ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ. وَإِنَّ الْقَوْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن الصباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعلی الحنفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم الحسن (البصری) کا انتظار کر رہے تھے' انہوں نے آنے میں اتنی دیر کر دی کہ ان کے مسجد سے اٹھنے کا وقت آ گیا' تب وہ آئے اور (دیر سے آنے کا عذر بیان کیا) کہ ہمارے ان پڑوسیوں نے ہمیں بلا لیا تھا' پھر کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک رات ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی'

لَا یَزَالُوْنَ بِخَیْرٍ مَا انْتَظَرُوا الْخَیْرَ. قَالَ قُرَّةُ هُوَ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ہمیں نماز پڑھائی' پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا' پس فرمایا: سنو! لوگوں نے نماز پڑھ لی' پھر سو گئے اور تمہارا شمار اس وقت تک نماز میں ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے (الحسن البصری نے کہا:) لوگوں کا اس وقت تک خیر میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ خیر کا انتظار کرتے رہتے ہیں' قرہ نے کہا: یہ حضرت انس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۶۰۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ حَثْمَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ فِیْ اٰخِرِ حَیَاتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ هٰذِهٖ؟ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَةٍ لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ. فَوَهِلَ النَّاسُ فِیْ مَقَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی مَا یَتَحَدَّثُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِیْثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ وَاِنَّمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ. یُرِیْدُ بِذٰلِكَ اَنَّهَا تَخْرِمُ ذٰلِكَ الْقَرْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ بن عمر اور ابو بکر بن ابی حثمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخر میں عشاء کی نماز پڑھی' جب سلام پھیرا تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا: مجھے بتاؤ یہ تمہاری کون سی رات ہے؟ کیونکہ اس کے سو سال بعد روئے زمین پر ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا' جو آج (زندہ) ہیں' حضرت ابن عمر نے کہا: لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سمجھنے میں غلطی کی حتیٰ کہ وہ سو سال کی تاویل میں مختلف باتیں کرنے لگے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا تھا کہ جو لوگ اب زمین پر زندہ ہیں' سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا' آپ کی مراد یہ تھی کہ سو سال بعد یہ قرن (صدی) گزر جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: رات کو علم کی باتیں کرنا' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

سو سال کی غلط تاویلیں اور سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی

حضرت ابن عمر نے فرمایا: لوگوں نے اس حدیث کو سمجھنے میں غلطی کی اور سو سال کی مختلف تاویلیں کیں:

بعض نے کہا: اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ سو سال بعد یہ تمام جہان ختم ہو جائے گا' بعض نے کہا: سو سال بعد قیامت آ جائے گی' بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سو سال بعد کوئی صحابی زندہ نہیں رہے گا اور تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے' حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں وہ ۱۱۰ تک زندہ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کے ٹھیک سو سال بعد فوت ہوئے تھے' اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کی امت کی عمریں اس قدر طویل نہیں ہوں گی' جس طرح سابقہ امتوں کی

طویل عمریں تھیں' سوان کو نیک اعمال میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

ابن سیرین اور القاسم اور ان کے اصحاب عشاء کی نماز کے بعد نیکی کی باتیں کیا کرتے تھے مجاہد نے کہا: علمی مباحث میں باتیں کرنا اور نمازی اور مسافر کے علاوہ عشاء کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۴۲-۱۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤١ - بَابُ السَّمَرِ مَعَ الضَّيْفِ وَالْأَهْلِ

گھر والوں اور مہمان کے ساتھ عشاء کے بعد باتیں کرنا

گھر والوں سے مراد ہے: انسان کی بیوی اور بچے' اس سے پہلے باب میں عشاء کے بعد نیکی اور فقہ کی باتیں کرنے کا ذکر تھا' اور اس باب میں گھر والوں کے ساتھ اور مہمان کے ساتھ باتیں کرنے کا ذکر ہے' جو پہلے باب سے عام ہے' خواہ علم کی باتیں ہوں یا دنیاوی اُمور اور مباح کاموں سے متعلق باتیں ہوں۔

٦٠٢ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ، وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَاِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْ سَادِسٌ. وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ، فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ، قَالَ فَهُوَ اَنَا وَاَبِيْ وَاُمِّيْ، فَلَا اَدْرِيْ قَالَ وَامْرَاَتِيْ وَخَادِمٌ، بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَيْتِ اَبِيْ بَكْرٍ، وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ، ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشّٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ، قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهٗ وَمَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ؟ اَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ قَالَ اَوَ مَا عَشَّيْتِيْهِمْ؟ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ، قَدْ عُرِضُوْا فَاَبَوْا، قَالَ فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ، فَقَالَ يَا غُنْثَرُ، فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ كُلُوْا لَا هَنِيْئًا، فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهٗ اَبَدًا، وَاَيْمُ اللّٰهِ، مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا، قَالَ حَتّٰى شَبِعُوْا، وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَنَظَرَ اِلَيْهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَاِذَا هِيَ كَمَا هِيَ اَوْ اَكْثَرُ مِنْهَا، فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ، مَا هٰذَا؟ قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ اصحاب الصفہ فقراء لوگ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو' وہ تیسرے آدمی کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو' وہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو ساتھ لے جائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کو ساتھ لے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے' حضرت عبدالرحمن نے کہا: میں تھا' میرے والد تھے اور میری والدہ تھیں' راوی نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کہا تھا: اور میری بیوی تھی اور خادم تھا' یہ لوگ ہمارے اور حضرت ابوبکر کے درمیان مشترک تھے ایک دن حضرت ابوبکر نے رات کا کھانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھایا اور آ کر گھر ٹھہرے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی' پھر لوٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور وہاں ٹھہرے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کا کھانا کھا لیا' پھر جب کافی رات گزر گئی تو گھر آئے' حضرت ابوبکر سے ان کی اہلیہ نے کہا: آپ کو اپنے مہمانوں یا مہمان کے پاس آنے سے کس نے روک لیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ انہوں نے بتایا: مہمانوں نے انکار کر دیا حتیٰ کہ آپ آ جائیں' ان کو کھانا پیش کیا گیا تھا مگر انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت عبدالرحمان نے کہا: میں جا کر ایک جگہ چھپ گیا' حضرت ابوبکر نے کہا: اے ملامت زدہ'

عَـيْنِي لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ، فَـأَكَـلَ مِنْهَـا أَبُوْ بَكْرٍ وَقَـالَ إِنَّمَـا كَـانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي يَمِينَهُ، ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً، ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ، وَكَـانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَى الْأَجَلُ فَفَرَّقَنَا اِثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أُنَاسٌ، اللّٰهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ، فَأَكَلُوْا مِنْهَا أَجْمَعُوْنَ، أَوْ كَمَا قَالَ۔ [اطراف الحدیث: ۳۵۸۱۔ ۶۱۴۰۔ ۶۱۴۱]

(صحیح مسلم: ۲۰۵۷، الرقم المسلسل: ۵۲۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۲۷۰۔ ۳۲۷۱، صحیح ابن حبان: ۵۳۴۳، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۴، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۷۰۲، ج ۳ ص ۲۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۲۹۵، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حقیر! اللہ تمہاری ناک کاٹ دے اور ان کو بہت برا کہا' پھر مہمانوں سے کہا: کھاؤ! تم کو یہ کھانا مبارک نہ ہو' پھر کہا: اللہ کی قسم! میں یہ کھانا کبھی بھی نہیں کھاؤں گا' حضرت عبد الرحمان نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم اس کھانے سے ایک لقمہ بھی نہیں لیتے تھے کہ وہ کھانا نیچے سے بہت زیادہ ہو جاتا تھا' انہوں نے کہا: حتیٰ کہ مہمانوں نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا اور وہ کھانا پہلے سے بہت زیادہ تھا' حضرت ابوبکر نے اس کھانے کی طرف دیکھا تو وہ کھانا اتنا ہی تھا یا اس سے بہت زیادہ تھا' حضرت ابوبکر نے اپنی اہلیہ سے کہا: اے بنو فراس کی بہن! یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ کھانا تو پہلے سے بہت زیادہ ہے' پہلے سے تین گنا زیادہ ہے' پھر حضرت ابوبکر نے اس طعام سے کھایا اور کہا: میں نے جو اس طعام سے نہ کھانے کی قسم کھائی تھی وہ شیطانی فعل تھا' پھر اس طعام سے ایک لقمہ کھایا' پھر اس طعام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے' پھر وہ طعام صبح تک آپ کے پاس رہا اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان ایک معاہدہ تھا' پس وہ مدت گزر چکی تھی' پس ہم نے بارہ آدمیوں کو الگ الگ بٹھا دیا اور ہر آدمی کے ساتھ اور بھی کچھ افراد تھے' اللہ ہی جانتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ کتنے افراد تھے' ان سب لوگوں نے وہ کھانا کھا لیا' یا جس طرح حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر نے بیان کیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) معتمر بن سلیمان السدوسی (۳) ان کے والد سلیمان بن طرخان (۴) ابوعثمان عبد الرحمان ابن مل بن عمرو النہدی' انہوں نے زمانہ جاہلیت بھی پایا تھا' یہ ۱۳۰ سال کی عمر میں ۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۴۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ مہمانوں سے عشاء کی نماز کے بعد کہا گیا کہ کھانا کھاؤ اور یہ دنیاوی معاملہ میں بات ہے' سو یہ کلام مباح ہے بلکہ یہ کلام مستحب بھی ہے کہ مہمانوں کو کھانا کھلانا سنت ہے خصوصاً اس لیے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجے ہوئے مہمان تھے۔

''اصحاب الصفة' غنثر ''اور'' جَدَّع ''کے معانی اور حضرت عبد الرحمان کو ڈانٹنے کی توجیہ

اس حدیث میں ''اصحاب الصفة'' کا ذکر ہے' ''الصفة'' کا معنی ہے: چبوترہ۔ ''اصحاب الصفة'' سے مراد وہ فقراء صحابہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کے چبوترہ پر رہتے تھے' یہ جگہ مسجد سے منقطع تھی اور اس پر سائبان تھا' یہ مسافر لوگ تھے اور دن رات یہیں

رہتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنتے تھے اور احکام شرعیہ کا علم حاصل کرتے تھے ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی' ایک وقت میں ان کی تعداد ستر تک ہو گئی تھی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان ہی میں سے تھے۔

اس حدیث میں "غنثر" کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: وہ شخص جس کو ملامت کی گئی ہو'اس کا معنی حقیر اور جاہل بھی ہے' یہ وہ کلمہ ہے جس کو ڈانٹ ڈپٹ کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

اس حدیث میں "جَدَّعَ" کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: اللہ تمہاری ناک کاٹ دے'یا ہونٹ کاٹ دے یا کان کاٹ دے' یہ بددعا کا کلمہ ہے اور اس کو بھی ڈانٹ ڈپٹ کے موقع پر بولا جاتا ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبد الرحمان کو اس لیے ڈانٹا تھا کہ ان کا گمان تھا کہ انہوں نے مہمانوں کو کھانا کھلانے میں تقصیر کی تھی۔

امیروں پر لازم کرنا کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلائیں' زکوٰۃ کے علاوہ مال میں حقوق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا قول سے بڑھ کر ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب قوم کا سربراہ یہ دیکھے کہ عام لوگ بھوکے ہیں تو وہ خوش حال لوگوں پر یہ لازم کرے کہ وہ اپنے ساتھ چند بھوکے لوگوں کو اپنے گھر لے جائیں اور ان کو کھانا کھلائیں اور امیر لوگوں کی سہولت کے لیے آپ نے فرمایا کہ لوگ اپنے ساتھ ایک یا دو آدمیوں کو لے جائیں اور جن کے پاس زیادہ کھانا ہو'وہ زیادہ آدمیوں کو لے جائیں۔

اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب زیادہ مہمان ہوں تو ان کو محلہ والوں پر تقسیم کر دیا جائے اور سب مسلمان اپنے گھر والوں کے اوپر بھوکے مہمانوں کو ترجیح دیں اور ایک دوسرے کے ساتھ غم گساری کریں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبہ:۱۱۱)	بے شک اللہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

یعنی جب مسلمان دیکھیں کہ لوگ بھوکے اور ضرورت مند ہیں تو ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان پر اپنا مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں' اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ انسان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو'وہ پانچ یا چھ آدمیوں کو کھانا کھلائے اور آپ خود اپنے ساتھ دس بھوکے آدمی لے کر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ جتنا فرماتے تھے'اس سے زیادہ عمل کر کے دکھاتے تھے۔

سربراہِ قوم کے پاس کھانا کھانا' مہمانوں کی خدمت کسی کے سپرد کر دینا' برکت والا کھانا استاذ اور شیخ کے پاس پیش کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا کھاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ خواہ انسان کے گھر میں مہمان ہوں' اس کا سربراہ قوم کے ساتھ کھانا' کھانا جائز ہے' جب کہ گھر میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اس کی غیر موجودگی میں مہمان کی خدمت کر سکیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہمانوں کو چاہیے کہ وہ گھر والے کا انتظار کریں اور اس کے بغیر کھانا نہ کھائیں۔

اس کھانے میں جو برکت ظاہر ہوئی' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کھانے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ ہر برکت والے کھانے اور عمدہ چیز کو اپنے شیخ اور استاذ کی خدمت میں لے جا کر پیش کرنا چاہیے۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں' میں حضرت مفتی سید شجاعت علی رحمہ اللہ کے ساتھ صاحب زادہ حبیب الرحمان محبوبی کے پاس بریڈفورڈ

انگلینڈ گیا' دستر خوان چنا ہوا تھا' صاحب زادہ صاحب کوئی لذیذ ڈش کھا رہے تھے میں نے کہا: مجھے بھی اس میں سے دیں' انہوں نے کہا: آپ کوئی حدیث سنائیں کہ شاگرد اپنا بچا ہوا کھانا اپنے استاذ کو پیش کر سکتا ہے تو میں نے ان کو فی الفور یہ حدیث سنادی اور برجستہ یہ حدیث سنانے پر سب نے مجھے داد اور تحسین دی۔

اس کھانے میں برکت کا ظاہر ہونا حضرت ابوبکر صدیق کی کرامت بھی تھی اور اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہ اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔

اولاد کا والد کے ڈر سے چھپنا' والد کا اولاد کو ڈانٹنا اور بددعا دینا اور دیگر فوائد

حضرت عبدالرحمٰن' حضرت ابوبکر کے ڈر سے چھپ گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کا اپنے باپ کے ڈر سے چھپنا جائز ہے' حضرت ابوبکر نے حضرت عبدالرحمان کو ڈانٹا اور جاہل وغیرہ کہا' اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تقصیر پر ماں باپ کا ان کو ڈانٹنا جائز ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ تمہاری ناک کاٹ ڈالے' اس سے معلوم ہوا کہ ڈانٹتے وقت اولاد کو بددعا کے کلمات کہنا بھی جائز ہے' حضرت ابوبکر نے قسم کھائی تھی کہ میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا مگر جب اس کھانے میں برکت کے آثار دیکھے تو اپنی قسم توڑ دی' اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھالے' پھر اس کو معلوم ہو کہ اس کام کو کرنا بہتر ہے تو اس کو اپنی قسم توڑ دینی چاہیے' حضرت ابوبکر نے اس کھانے کو صبح تک کے لیے رکھ دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کل کے لیے کھانے کو بچا کر رکھنا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۲۴۸۔ ج ۶ ص ۳۱۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا یہ عنوان ہے:

علم دین کے طلباء کا اعزاز اور اکرام اور آدابِ ضیافت۔

''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۲ شوال ۱۴۲۷ھ/ ۵ نومبر ۲۰۰۶ء بہ روز اتوار بعد از نماز مغرب صحیح البخاری کی ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' مکمل ہوگئی' اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب الاذان'' شروع ہوگی۔ ''کتاب المواقیت'' میں کل ۱۱۷ احادیث آئیں' جن میں سے ۳۶ تعلیقات تھیں اور باقی احادیث موصولہ تھیں' جن کی تعداد: ۸۱ ہے۔

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' مکمل کرادی ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب بھی مکمل فرمادیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ' تلامذہ' احباب اور اس کتاب کے ناشر' کمپوزر' مصحح' جملہ معاونین اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادیں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۰ - كِتَابُ الْاَذَانِ

اذان کا بیان

لغت میں ''اذان'' کا معنی ہے: ''اعلام'' یعنی خبر دینا' قرآن مجید میں ہے:

اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (التوبہ:۳) اللہ اوراس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے۔

''اذان'' کا شرعی معنی ہے: اوقاتِ مخصوصہ میں الفاظِ مخصوصہ کے ساتھ مخصوص اطلاع یا خبر دینا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شارع علیہ السلام نے جس نماز کا جو وقت معین کیا ہے' اس وقت کی خبر دینا۔

۱ - بَابُ بَدْءِ الْاَذَانِ

اذان کی ابتداء

اس باب میں اذان کی ابتداء کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

وَقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾ (المائدہ:۵۸)' وَقَوْلِهٖ ﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ (الجمعہ:۹).

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: اور جب تم نماز کے لیے اعلان کرتے ہو تو یہ اس اعلان کو ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں (المائدہ:۵۸) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جب جمعہ کے دن نماز کا اعلان کیا جائے۔ (الجمعہ:۹)

امام بخاری نے یہ دونوں آیتیں یہ بتانے کے لیے ذکر کی ہیں کہ یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں اور اذان کی ابتداء مدینہ میں ہوئی ہے' ایک قول یہ ہے کہ اذان کا ثبوت قرآن مجید کی صریح آیت سے ہے' صرف خواب سے نہیں ہے۔

۶۰۳ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ' عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ' فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى' فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ' وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ. [اطراف الحدیث:۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۳۴۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے آگ جلانے اور ناقوس بجانے کا ذکر کیا' پس انہوں نے یہود اور نصاریٰ کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ دو دو مرتبہ اذان کے کلمات کہیں اور ایک ایک بار اقامت کے کلمات کہیں۔

(صحیح مسلم:۳۷۸' الرقم المسلسل:۸۱۵' سنن ابوداؤد:۵۰۹-۵۰۸' سنن ترمذی:۱۹۳' سنن نسائی:۶۲۷' سنن ابن ماجہ:۷۳۰-۷۲۹' صحیح ابن خزیمہ:

۳۶۶ سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۴۰ المستدرک ج ۱ ص ۱۹۸ مصنف عبد الرزاق: ۱۷۹۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۵ سنن داری: ۱۱۹۵ صحیح ابن حبان: ۱۶۷۵ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۱۲ شرح السنۃ: ۴۰۵ مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۰۰۱ ۔ ج ۱۹ ص ۶۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۵۱ ۳ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) عبد الوارث بن سعید التنوری (۳) خالد الحذاء (۴) ابوقلابہ بن زید الجرمی (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۱ ۔ ۱۵۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اذان کی ابتداء اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ کو اذان دینے کا حکم دیا کیونکہ اس سے پہلے مسلمان نماز کے اوقات میں راستوں میں کھڑے ہو کر ندا کرتے تھے: ''الصلوٰۃ الصلوٰۃ''۔

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جب نماز کا وقت آ جاتا تو ایک آدمی راستے میں یہ پکارتا ہوا دوڑتا: نماز' نماز۔ لوگوں پر یہ طریقہ بہت شاق گزرا' لوگوں نے کہا: کاش! ہم ناقوس بنالیں! یعنی ایک بڑی لکڑی پر چھوٹی لکڑی مارتے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے' پھر انہوں نے کہا: ہم بگل (بھونپو) بنالیں' آپ نے فرمایا: یہ یہود کا طریقہ ہے' لوگوں نے کہا: پھر ہم کسی بلند جگہ پر آگ جلادیں! آپ نے فرمایا: یہ مجوس کا طریقہ ہے' پھر آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔

علامہ عینی نے اس حدیث کو امام ابن حبان اور امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۰)

اذان کی ابتداء اور اذان کے کلمات کے ثبوت میں احادیث

حضرت علی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام ایک سواری لے کر آئے' جس کو براق کہا جاتا تھا' آپ اس پر سوار ہونے لگے تو اس نے کچھ سرکشی کی' حضرت جبریل نے اس سے کہا: تم پرسکون ہو جاؤ' اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معزز شخص تم پر سوار نہیں ہوا' پھر آپ اس پر سوار ہو گئے حتیٰ کہ اس حجاب کے پاس پہنچے جو رحمان تبارک وتعالیٰ کے قریب ہے' پھر اس حجاب سے ایک فرشتہ باہر نکلا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون ہے' حضرت جبریل نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں جب سے پیدا ہوا ہوں' میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا' اس فرشتہ نے کہا: ''اللّٰہ اکبر! اللّٰہ اکبر'' تو اس حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا' میں اکبر ہوں' میں اکبر ہوں' پھر فرشتہ نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندہ نے سچ کہا' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' پھر فرشتہ نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندہ نے سچ کہا' میں نے محمد کو رسول بنایا ہے' پھر فرشتہ نے کہا: ''حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح' قد قامت الصلوٰۃ'' پھر کہا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' پھر فرشتہ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر آگے کر دیا' پھر آپ نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی' ان میں حضرت آدم بھی تھے اور حضرت نوح بھی تھے۔

امام بزار نے کہا: یہ حدیث اس سند کے علاوہ اور کسی سند سے ہمارے علم میں نہیں ہے اور اس حدیث کا راوی زیاد بن المنذر شیعی ہے' اس سے مروان بن معاویہ وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار: ۳۵۲ ۳ 'موسسة الرسالة' بیروت '۱۴۰۴ھ البحر الزخار ج ۲ ص ۱۴۷ ـ ۱۴۶)

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ زیاد بن المنذر کے ضعف پر اجماع ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۹)

علامہ سہیلی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (الروض الانف ج ۲ ص ۲۰ ـ ۱۹ 'طبع ملتان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ نماز کے لیے کس طرح اطلاع دی جائے' پس بعض لوگوں نے بگل بجانے کا ذکر کیا' آپ نے اس کو یہود کی مشابہت کی وجہ سے ناپسند کیا' پھر لوگوں نے ناقوس کا ذکر کیا' آپ نے اس کو نصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے ناپسند کیا' پھر انصار کے ایک شخص کو خواب میں اذان کے کلمات دکھائے گئے' ان کا نام حضرت عبداللہ بن زید تھا اور حضرت عمر بن الخطاب کو بھی' پھر وہ انصاری رات کو ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا تو انہوں نے اذان دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں نے بھی ایسا خواب دیکھا تھا مگر حضرت عبداللہ بن زید مجھ پر سبقت کر گئے۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۰۷)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جو خواب دکھایا گیا تھا' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

محمد بن عبداللہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناقوس لانے کا حکم دیا تاکہ لوگوں میں اعلان کے لیے چھوٹی لکڑی کو بڑی لکڑی پر مارا جائے کہ لوگ نماز کے لیے جمع ہو جائیں تو میں بھی سوچتا ہوا سو گیا' میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں ناقوس تھا' میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تم اس ناقوس کو فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا: تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا: میں اس سے نماز کے لیے لوگوں کو بلاؤں گا' اس نے کہا: کیا میں تم کو اس سے زیادہ بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں' اس نے کہا: تم کہو: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ'' پھر وہ شخص مجھ سے تھوڑی دور چلا گیا' پھر اس نے کہا: جب تم نماز کی اقامت کہو تو یوں کہنا: ''اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' قد قامت الصلٰوۃ' قد قامت الصلٰوۃ' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ'' پھر جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو بتایا کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا تھا' آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ! یہ برحق خواب ہے' تم کھڑے ہو کر خواب میں سنے ہوئے اذان کے کلمات بلال کو بتاؤ اور بلال اذان دیں کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے' پس میں حضرت بلال کے ساتھ کھڑا ہوا اور ان کو اذان کے کلمات بتاتا رہا اور وہ اذان دیتے رہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تھے' انہوں نے اذان سنی تو وہ اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے نکلے اور انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! یارسول اللہ! میں نے بھی ایسا خواب دیکھا تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وللّٰہ الحمد''۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۹' سنن ابن ماجہ: ۷۰۶' سنن ترمذی: ۱۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲' مصنف عبدالرزاق: ۱۷۷۸)

اس اعتراض کا جواب کہ اذان کا ثبوت صحابہ کے خوابوں سے ہوا' حالانکہ وہ اسلام کا شعار ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوئے' حالانکہ اذان مہتم بالشان امر ہے اور اسلام کا شعار ہے' اس لیے چاہیے تھے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سے اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے اذان کے کلمات کا ثبوت ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اذان کے کلمات کا ثبوت اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہوا ہے

جیسا کہ ہم نے مسند البزار کے حوالے سے شروع میں حدیث ذکر کی ہے' ہر چند کہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔ ثانیاً جواب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زید سے خواب سن کر اس کی توثیق اور تقریر فرمادی تو گویا اذان کا ثبوت آپ سے ہوا' ثالثاً اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اذان کے معمول کو ثابت اور برقرار رکھا ہے تو گویا اذان کے یہ کلمات وحی الٰہی سے ثابت ہیں' اور اس سلسلہ میں یہ آیت بہت صریح ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O (الجمعہ:۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر (سننے) کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت کو ترک کردو' اگر تم کو علم ہو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے O

اقامت کے کلمات کی تعداد میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اذان کے کلمات دو' دو بار کہے جائیں اور اقامت کے کلمات ایک' ایک بار کہے جائیں اور یہی امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے' نیز امام شافعی کے نزدیک شہادتین کے کلمات کو دہرایا جاتا ہے' لہٰذا ان کے نزدیک اذان کے انیس کلمات ہیں اور اقامت کے گیارہ کلمات ہیں' اور امام مالک اذان کے شروع میں چار بار اللہ اکبر نہیں کہتے' صرف دو بار کہتے ہیں اور اقامت کے ان کے نزدیک دس کلمات ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حرمین' حجاز' شام' یمن' مصر' مغرب اور انتہائی دور کے اسلامی ممالک میں یہ معمول ہے کہ اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے جاتے ہیں اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ "قد قامت الصلٰوۃ" کو دو بار کہا جاتا ہے' سوائے امام مالک کے' ان کے نزدیک اس کو دو بار نہیں کہا جاتا اور انہوں نے کہا کہ اذان اور اقامت کے کلمات کی تعداد میں فرق کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اذان سے مقصود نماز کے وقت کی خبر دینا ہے' اور اقامت نماز کو قائم کرنے کی علامت ہے' اگر ان دونوں کے کلمات کہنے کی تعداد برابر ہوتی تو اذان اور اقامت میں اشتباہ ہو جاتا اور اس وجہ سے بہت لوگوں سے نماز کی جماعت رہ جاتی کیونکہ جب وہ اقامت پڑھنے کی آواز سنتے تو یہ گمان کرتے کہ یہ اذان ہو رہی ہے۔

علامہ خطابی کی دلیل کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: حیرت ہے کہ علامہ خطابی نے ایسی بات کہی ہے جس کو کان قبول نہیں کرتے' اذان اور اقامت میں یہ فرق کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اذان سے ان لوگوں کو نماز کے وقت کی خبر دی جاتی ہے جو مسجد سے غائب ہیں۔ اسی وجہ سے بلند جگہ مثلاً مینار وغیرہ پر چڑھ کر اذان دی جاتی ہے اور اقامت سے ان لوگوں کو جماعت کھڑی ہونے کی خبر دی جاتی ہے جو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں' لہٰذا اذان اور اقامت میں کس طرح اشتباہ ہو سکتا ہے۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اقامت کے کلمات دو' دو مرتبہ کہے جائیں اور اس باب کی حدیث ان کے خلاف حجت ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف کیسے حجت ہو گی' جب کہ ان کا مذہب ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہے' جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اقامت کے کلمات دو دو بار کہے جائیں' جن کو ہم عنقریب ذکر کریں گے' نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث امام شافعی کے خلاف بھی حجت ہیں کیونکہ وہ بھی اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھنے کے قائل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۳۔۱۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اقامت کے کلمات دو دو بار پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

الھجنع بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ فرماتے تھے کہ اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار پڑھے جائیں' وہ ایک مؤذن کے پاس سے گزرے جو اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھ رہا تھا' حضرت علی نے اس سے فرمایا: تیری ماں نہ رہے تو نے اقامت کے کلمات دو دو بار کیوں نہیں پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٣٧ ۔ ج ١ص ١٨٧ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

حضرت سلمہ کے آزاد کردہ غلام عبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ دو دو بار اقامت کے کلمات کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٣٨ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے' اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٣٩ 'سنن ترمذی: ١٩٤)

شعیب بیان کرتے ہیں کہ ابو العالیہ نے کہا: جب تم اقامت کہو تو دو دو مرتبہ کہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٤٠)

حکم بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا: دو دو مرتبہ اقامت کہنے کو مت چھوڑو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٤١)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ کے اصحاب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ کے اصحاب اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٤٢)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ' اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٤٣)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان کے انیس کلمات کی تعلیم دی اور اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی' پھر انہوں نے اقامت کے کلمات بیان کیے: "اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' حی علی الصلوٰۃ' حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' قد قامت الصلوٰۃ' قد قامت الصلوٰۃ' اللہ اکبر' اللہ اکبر' لا الٰہ الا اللہ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١١٩ 'سنن ابو داؤد: ٥٠٢ 'سنن ابن ماجہ: ٥٠٩)

عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آدمی جس کے اوپر دو سبز چادریں تھیں' وہ ایک دیوار کے اوپر کھڑا ہوا اور اس نے دو دو بار کلمات پڑھ کر اذان دی اور دو دو بار کلمات پڑھ کر اقامت کہی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١١٨)

اسود حضرت بلال رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ کی اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ١٧٩٥ 'سنن دار قطنی: ٩٣٠)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ' اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ١٧٩٤ 'سنن دار قطنی: ٩٢٩)

مسلم البطین کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی' جس نے حضرت علی رضی اللہ کے مؤذن کو سنا ہے کہ وہ اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ١٧٩٦ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مجاہد سے روایت ہے کہ ان کے سامنے ایک ایک بار اقامت کہنے کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس طریقہ کو امراء نے گھڑ لیا

ہے اقامت کے کلمات دو دو بار ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۷)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جنہوں نے اذان اور اقامت کے متعلق خواب دیکھا تھا' اور حضرت بلال اور حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ جو عہد رسالت میں مؤذن تھے' ان سب سے منقول ہے کہ اقامت میں دو دو بار کلمات کہے جائیں اور صحیح بخاری کے باب مذکور کی اس حدیث میں جو اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہنے کا ذکر ہے تو وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۴۳۔ ج اص ۱۰۷۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب اربعہ (۲) کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل۔

٦٠٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ ' لَيْسَ يُنَادٰى لَهَا' فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى ' وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ' فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا مِنْكُمْ يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ ' قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے تھے کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو وہ نماز کے وقت جمع ہوتے تھے اور ان کے لیے نماز کا اعلان نہیں کیا جاتا تھا تو ایک دن انہوں نے اس مسئلہ میں مشورہ کیا' ان میں سے بعض نے کہا کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح کوئی ناقوس بنالو اور بعض نے کہا کہ یہود کے بگل کی طرح کوئی بگل بنالو' پس حضرت عمر نے کہا: تم کسی شخص کو نماز کا اعلان کرنے کے لیے کیوں نہیں بھیجتے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر نماز کا اعلان کرو۔

(صحیح مسلم: ۳۷۷' الرقم المسلسل: ۸۱۴' سنن ترمذی: ۱۹۰' سنن نسائی: ۶۲۵' السنن الکبریٰ: ۱۵۹۰' صحیح ابن خزیمہ: ۳۶۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۳۵۷۔ ج ۱۰ ص ۴۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۲۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۹۳۶)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اذان کی ابتداء' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مدینہ میں آنے کے بعد صحابہ کرام نماز کے وقت پر مطلع کرنے کے لیے کوئی طریقہ مقرر کرنے کے لیے بیٹھے تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! اٹھو نماز کا اعلان کرو۔ بعض علماء نے کہا: اس سے مراد اذان کے معروف کلمات سے اعلان کرنا ہے اور بعض علماء نے کہا: اس سے مراد یہ شرعی اذان نہیں ہے بلکہ اس سے مراد لغوی اعلان ہے یعنی یہ اعلان کر دو کہ اب جماعت ہونے والی ہے یا یہ اعلان کر دو کہ اب جماعت تیار ہے۔

کھڑے ہو کر اذان دینے کا سنت ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر نماز کا اعلان کرو' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارا مشہور

مذہب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اذان دینا سنت ہے' اگر اس نے بغیر عذر کے بیٹھ کر اذان دی تو اس کی اذان درست ہے لیکن اس کو فضیلت حاصل نہیں ہوگی تاہم کھڑے ہو کر اذان دینے کی شرط ثابت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اذان کے دیگر مباحث' اور ان میں ترجیع کی بحث

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اذان میں ترجیع نہیں ہے' ترجیع یہ ہے کہ پہلی بار پست آواز سے دوبار ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ' اشھد ان محمد رسول اللّٰہ '' کہے' پھر بعد میں دو مرتبہ بلند آواز سے ان کلمات کو کہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع ہے کیونکہ اس کا حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثبوت ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۷۰' اسلامی کتب خانہ کراچی' ۳۸)

علامہ مرغینانی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خود اذان کی تعلیم دی' اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات: ''اللّٰہ اکبر ' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ ' حی علی الصلٰوۃ ' حی علی الصلٰوۃ ' حی علی الفلاح ' حی علی الفلاح ' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور اقامت: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ ' حی علی الصلٰوۃ ' حی علی الصلٰوۃ ' حی علی الفلاح ' حی علی الفلاح ' قد قامت الصلٰوۃ ' قد قامت الصلٰوۃ ' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ ''۔ (صحیح مسلم: ۳۷۹' سنن ابوداؤد: ۵۰۲' سنن ترمذی: ۱۹۱' سنن نسائی: ۶۲۸' سنن ابن ماجہ: ۷۰۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۹)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے معارض حضرت ابومحذورہ کی وہ حدیث ہے' جس میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے یعنی دو مرتبہ شہادت کے کلمات کو پڑھ کر پھر دوبارہ دو دو مرتبہ شہادت کے کلمات کے پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حرفاً حرفاً اذان کی تعلیم دی' فرمایا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ ' حی علی الصلٰوۃ ' حی علی الصلٰوۃ ' حی علی الفلاح ' حی علی الفلاح ' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ''۔ (المعجم الاوسط: ۱۱۱۰ - ج ۲ ص ۶۵' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۶ھ)

حضرت ابومحذورہ کی اس حدیث میں ترجیع نہیں ہے اور یہ اول الذکر حدیث کے معارض ہے' لہٰذا اول الذکر حدیث مضطرب المتن قرار پائی اور حدیث مضطرب سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ضعیف السند حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

حضرت ابومحذورہ کو اذان کی تعلیم دیتے وقت ان سے شہادتین کو دہروانے کی توجیہ

حضرت ابومحذورہ زمانۂ کفر میں نوعمر تھے اور بہ طور تمسخر اذان کی نقل اتارا کرتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا کر ان کو اذان سکھائی' جب ان سے ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ'' دو مرتبہ پڑھنے کے لیے فرمایا تو انہوں نے اپنے کفر کی وجہ سے اس کو آہستہ آہستہ پڑھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شہادت کو ان کے دل میں جاگزین کرنے کے لیے فرمایا: اس کو دوبارہ پڑھو' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جو شہادتین کو دہرانے کے لیے فرمایا تھا' وہ تعلیم کے لیے فرمایا تھا' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دس لڑکوں کے ساتھ نکلا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین کی طرف جارہے تھے اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تمام لوگوں سے زیادہ ناپسند تھے' ہم کھڑے ہو کر بہ طور تمسخر اذان کی نقل اتار رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لڑکوں کو میرے پاس لاؤ' پھر آپ نے فرمایا: تم قریب آؤ اور اذان دو' پس سب نے اذان دی اور میں سب سے آخر میں آیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اسی کی آواز سنی تھی' آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور اہل مکہ کے لیے اذان دو' اور عتاب بن اسید سے کہو: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ میں اہل مکہ کے لیے اذان دوں' اور میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا' اور فرمایا: کہو' الـلّٰـه اكبر' الله اكبر' الله اكبر' الله اكبر' اشهد ان لا اله الا الله' اشهد ان لا اله الا الـلّٰـه' اشهد ان محمدا رسول الله' اشهد ان محمدا رسول الله'' دو مرتبہ' پھر فرمایا: پھر دوبارہ پڑھو'' اشهد ان لا الـه الا الـلّٰـه'' دو مرتبہ'' اشهـد ان مـحـمـدًا رسول الـلّٰـه'' دو مرتبہ'' حی علی الصلوٰة '' دو مرتبہ'' حی علی الفلاح'' دو مرتبہ'' الـلّٰـه اكبر' الله اكبر' لا اله الا الله'' اور جب تم صبح کی اذان دو تو'' الصلوٰة خير من النوم'' دو بار کہو اور جب تم اقامت کہو تو دو بار کہو:'' قـد قـامـت الـصـلـوٰة ' قد قامت الصلوٰة '' کیا تم نے سن لیا! حضرت ابو محذورہ اپنی پیشانی کے بالوں کو کاٹتے تھے نہ ان کو متفرق کرتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بالوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔

(سنن دار قطنی: ۸۹۲۔ ج ۱ ص ۵۱۷' دار المعرفۃ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۱۷۸۳' صحیح ابن خزیمہ: ۳۸۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۸' سنن ابوداؤد: ۵۰۱)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ اس خاص وجہ سے حضرت ابو محذورہ سے دوبار شہادتوں کو پڑھوایا تھا' یہ اذان کا عام معمول نہ تھا۔

ترجیع کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ صحیح مسلم: ۳۷۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور علماء کی یہ دلیل ہے کہ اذان میں ترجیع ثابت اور مشروع ہے' یعنی پہلے دو مرتبہ آہستہ آہستہ'' اشهد ان لا اله الا الله'' اور'' اشهد ان محمدًا رسول الله'' کہنا اور پھر دوبارہ زور سے ان کلمات کو کہنا' اور امام ابوحنیفہ نے حضرت عبد اللہ بن زید کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں' اور جمہور کی حجت حضرت ابو محذورہ کی یہ حدیث صحیح ہے' کیونکہ حضرت ابو محذورہ کی حدیث حضرت عبد اللہ بن زید کی حدیث سے مؤخر ہے کیونکہ وہ غزوہ حنین کے بعد آٹھ ہجری میں اسلام لائے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۵۰۵' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ ھ)

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب اور امام ابوحنیفہ کے مسلک پر ٹھوس دلائل

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابو محذورہ کی حدیث صحیح کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کی معارض حدیث موجود ہے اور جب کہ ان سے اذان کو اس لیے دہروایا گیا تھا کہ وہ پہلے اذان کا مذاق اڑا رہے تھے' اور چونکہ وہ پہلے اسلام کے مخالف تھے' اس لیے انہوں نے'' اشهد ان لا اله الا الـلّٰـه'' کو آہستہ پڑھا تھا' تب ان سے دوبارہ بلند آواز سے پڑھوایا گیا تھا' اس لیے ان کی اس حدیث کو حجت نہیں بنایا جا سکتا' اور حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے خواب میں فرشتے سے اذان سنی تھی اور ان ہی کے خواب پر اذان کی بنیاد رکھی گئی' ان کے علاوہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن ہیں' ان کی اذان میں بھی ترجیع نہیں ہے' نیز امام ابوحنیفہ کی مؤید دیگر احادیث ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اذان کے کلمات صرف دو دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۰)

چونکہ حضرت ابومحذورہ نے پہلی بار شہادت کے کلمات کو لمبا کر کے نہیں پڑھا تھا' اس لیے آپ نے انہیں دہرانے کے لیے فرمایا:
حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خود اذان سکھائی اور فرمایا: کہو' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' آپ نے فرمایا: دوبارہ اپنی آواز کو لمبا کر کے پڑھو: ''اشھد ان لا الٰہ لا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ' حیّ علی الصلٰوۃ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ''۔ (سنن ابوداؤد: ۵۰۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید و رسالت کی شہادت کو ان کے دل میں جمانے کے لیے دوبارہ ان سے بلند آواز سے توحید و رسالت کی شہادت کو پڑھوایا تھا اور جب ان کے دل میں یہ شہادت جاگزین ہو گئی تو پھر اذان میں دوبارہ اس شہادت کو پڑھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ حضرت ابومحذورہ بھی اذان میں اس شہادت کو نہیں دہراتے تھے جیسا کہ ہم المعجم الاوسط: ۱۱۱۰ کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں اور حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی اذان کا بھی یہی طریقہ تھا اور یہی حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ سے بھی ثابت ہے' پس ان ٹھوس دلائل سے ثابت ہو گیا کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور ائمہ ثلاثہ جو اذان میں ترجیع کرتے ہیں' ان کی بنیاد بہت کم زور ہے۔ وللہ الحمد

اذان کے دیگر مباحث میں ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' سن کر انگوٹھے چومنا

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
جب پہلی بار اذان میں ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' سنے تو یہ کہنا مستحب ہے: ''صلی اللّٰہ علیک یا رسول اللّٰہ'' اور جب دوسری بار سنے تو یہ کہنا مستحب ہے: ''قرت عینی بک یا رسول اللّٰہ'' پھر اپنے انگوٹھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھ کر یہ دعا کرے: اے اللہ! میری سماعت اور بصارت سے مجھ کو فائدہ پہنچا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جنت کی طرف رہ نمائی فرمائیں گے' اسی طرح ''کنز العباد'' میں مذکور ہے۔ یہ عبارت علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ھ کی ہے۔ (دیکھئے: جامع الرموز ج ا ص ۱۲۵' ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی' کراچی)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں: اسی کی مثل الفتاویٰ الصوفیہ میں مذکور ہے' اور کتاب الفردوس میں یہ حدیث ہے: جس شخص نے اذان میں ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' سننے کے بعد اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسا دیا' میں اس کی قیادت کروں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا' اس کی مکمل بحث علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حواشی میں لکھی ہے اور علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی نے المقاصد الحسنۃ ص ۳۸۳ میں لکھی ہے۔ (علامہ سخاوی نے جو کچھ لکھا ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث مرفوعہ میں ہے: جس نے یہ عمل کیا' اس کی آنکھیں کبھی نہیں دکھیں گی' مگر ان احادیث مرفوعہ کی سند صحیح نہیں ہے' اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اس باب میں احادیث موقوفہ کی سند صحیح ہے اور احادیث مرفوعہ کی سند ضعیف ہے' واضح رہے کہ فضائل اعمال میں وہ احادیث بھی معتبر ہوتی ہیں' جن کی سند ضعیف ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں: ان احادیث کا علامہ جراحی نے ذکر کیا ہے اور طویل بحث کی ہے' پھر کہا ہے: ان میں سے کسی حدیث مرفوع کی سند صحیح نہیں ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ علامہ قہستانی نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے: یہ عمل اذان کے ساتھ مخصوص ہے اور بسیار تتبع اور تلاش کے باوجود اقامت میں اس کے متعلق نقل نہیں مل سکی۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۶۳۔ ۶۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ احمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے پہلے علامہ قہستانی کی عبارت نقل کی ہے' پھر لکھا ہے:

الدیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ذکر کی ہے کہ جس نے مؤذن سے "اشهد ان محمداً رسول الله" سن کر اپنی شہادت کی انگلیوں کے باطن کو بوسا دینے کے بعد اپنی آنکھوں پر رکھا اور یہ کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ سیدنا محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں اللہ کو رب مان کر راضی ہوں اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہوں تو اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ اسی طرح حضرت الخضر علیہ السلام سے بھی منقول ہے اور اس طرح کی احادیث سے فضائل میں عمل کیا جاتا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۱ ص ۲۸۷' بیروت)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ انگوٹھے چومنے کے متعلق احادیث مرفوعہ کی اسانید صحیح نہیں ہیں (یعنی حسن یا ضعیف ہیں' ملا علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں:) جب صحیح سند سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ ہمارے عمل کے لیے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو۔

(موضوعات کبیر ص ۶۴' مطبوعہ مجتبائی دہلی)

* اس کی زیادہ تحقیق ہم نے تبیان القرآن' ج ۱۰ ص ۴۸۷' حم السجدۃ: ۳۳ کی تفسیر میں کی ہے۔

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی المتوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے حسن المحاضرۃ میں لکھا ہے کہ ربیع الآخر ۷۸۱ھ' پیر کے دن عشاء کی اذان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا' پھر اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا ہر اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا' پھر میں نے علامہ عبد الرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ کی القول البدیع میں یہ پڑھا کہ شعبان ۷۹۱ھ میں قاہرہ اور مصر کے مؤذنوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ہر اذان سے فارغ ہونے کے بعد کئی مرتبہ یہ پڑھیں: "الصلوٰة والسلام عليك يا رسول الله" اور یہ معلوم ہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا قرب کا ذریعہ ہے اور بہت احادیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے' خصوصاً اذان کے بعد کی دعا سے پہلے۔ (صحیح مسلم: ۳۸۴) اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو اس کی حسن نیت کی وجہ سے اجر دیا جائے گا۔ (القول البدیع ص ۲۸۰' ملخصاً' مکتبۃ المؤید الطائف) اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں کئی اقوال ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔

(النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ اذان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت حسنہ (اچھی بدعت) ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟

جس چیز کا اکثر سوال کیا جاتا ہے' وہ یہ ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار سفر میں اذان دی ہے اور اپنے اصحاب کو سواریوں پر نماز پڑھائی ہے' اس وقت آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان سواریوں کے نیچے کیچڑ تھی' اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے' اسی طرح علامہ نووی نے بھی جزم کے ساتھ کہا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں اذان دی ہے اور اس کو امام ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کو قوی قرار دیا

جبکہ امام ترمذی کی روایت درج ذیل ہے:

یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے وہ ایک تنگ جگہ پر پہنچے پھر نماز کا وقت آ گیا پس ان کے اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان کے نیچے کیچڑ تھی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری پر اذان دی اور اقامت فرمائی پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری کے ساتھ آگے بڑھ گئے اور ان کو نماز پڑھائی آپ اشارے سے نماز پڑھا رہے تھے اور سجدہ کو رکوع سے زیادہ پست رکھتے تھے۔ (سنن ترمذی:۴۱۱ مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۴ طبع قدیم)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: لیکن ہم نے مسند احمد میں اس حدیث کو دیکھا اس میں یہ عبارت ہے:

پس آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور ترمذی میں جو مذکور ہے: آپ نے اذان دی اس کا معنی ہے: آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا جیسے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے فلاں عالم کو ہزار روپے دیئے حالانکہ خلیفہ خود نہیں دیتا اس کا کوئی کارندہ دیتا ہے لیکن چونکہ وہ خلیفہ کے حکم سے دیتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے ہزار روپے دیئے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۰۲۔۲۰۱ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسند احمد کی جس مفصل روایت کا ذکر کیا ہے اس کا متن حسب ذیل ہے:

عمرو بن عثمان بن یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک تنگ جگہ پہنچے آپ سواری پر تھے لوگوں کے اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان کے نیچے کیچڑ تھی پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے مؤذن کو اذان اور اقامت کا حکم دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر آگے بڑھ گئے پھر آپ نے ان کو اشارے سے نماز پڑھائی اور آپ نے سجدہ کو رکوع سے زیادہ پست رکھا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۴ مسند احمد: ۱۷۵۷۳ ج ۲۹ ص ۱۱۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ اس سفر کے موقع پر ہو سکتا ہے کہ آپ نے خود اذان نہ دی ہو لیکن دیگر مواقع پر آپ کا اذان دینا ثابت ہے:

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

سنن سعید بن منصور میں ابن ابی ملیکہ سے یہ حدیث مرسل مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان دی اور فرمایا: "حی علی الفلاح" اور یہ روایت تاویل کو قبول نہیں کرتی۔ (التوشیح علی الجامع الصحیح ج ۱ ص ۴۰۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ عبدالقادر رافعی لکھتے ہیں:

سراج میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا جب سورج زائل ہو گیا تو آپ نے خود اذان دی اور اقامت فرمائی اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ (تقریرات رافعی ج ۱ ص ۴۷ دار احیاء التراث العربی بیروت)

۲ - بَابُ الْاَذَانُ مَثْنٰی مَثْنٰی — اذان کے کلمات دو دو ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اذان کے کلمات دو دو بار پڑھتے ہیں۔

۶۰۵ - حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِیَّةَ، عَنْ اَیُّوبَ، عَنْ اَبِی قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ یُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ اِلَّا الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از سماک بن عطیہ از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت بلال کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات

دو دو بار کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہیں سوائے "قد قامت الصلوٰۃ" کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٦٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ، قَالَ ذَكَرُوْا اَنْ يَّعْلَمُوْا وَقْتَ الصَّلٰوةِ بِشَيْءٍ يَّعْرِفُوْنَهُ، فَذَكَرُوْا اَنْ يُّوْرُوْا نَارًا، اَوْ يَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا، فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ، وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' اور وہ ابن سلام ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے خبر دی از ابوقلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو انہوں نے ذکر کیا کہ نماز کے وقت کی کوئی علامت مقرر کریں' جس سے وہ وقت کو پہچان لیں' پس انہوں نے ذکر کیا کہ آگ جلائیں یا ناقوس بجائیں' پھر حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے دو دو کلمات کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

٣ - بَابُ الْاِقَامَةُ وَاحِدَةٌ اِلَّا قَوْلَهُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ

اقامت کے کلمات ایک ایک بار ہیں' سوائے "قد قامت الصلوٰۃ" کے

٦٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ، وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ. قَالَ اِسْمَاعِيْلُ فَذَكَرْتُهُ لِاَيُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو دفعہ کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ۔ اسماعیل نے کہا: میں نے اس کا ایوب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: سوائے "قد قامت الصلوٰۃ" کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے' اس کی شرح وہاں دیکھ لیں۔

٤ - بَابُ فَضْلِ التَّاْذِيْنِ

اذان دینے کی فضیلت

٦٠٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ. قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ، اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ، فَاِذَا قَضَى النِّدَاءَ اَقْبَلَ، حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ، حَتّٰى اِذَا قَضَى التَّثْوِيْبَ اَقْبَلَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان دی جائے تو شیطان پیٹھ موڑ کر گوز چھوڑتا ہوا بھاگ جاتا ہے تا کہ اذان کو نہ سنے اور جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے

حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا، اُذْكُرْ كَذَا، لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى.

پھر پیٹھ موڑ کر چلا جاتا ہے حتیٰ کہ جب اقامت پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے پھر انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہ فلاں چیز کو یاد کر فلاں چیز کو یاد کر جس چیز کو وہ پہلے یاد نہیں کر رہا تھا حتیٰ کہ آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔

[اطراف الحدیث:۱۲۲۲۔۱۲۳۱۔۱۲۳۲۔۳۲۸۵]

(صحیح مسلم:۳۸۹ الرقم المسلسل:۸۳۲ سنن ابوداؤد:۵۱۶ سنن نسائی:۶۶۹ موطأ امام مالک:۱۵۶ دار المعرفۃ صحیح ابن حبان:۱۶۶۴ شرح السنۃ: ۴۱۲ مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۰ مسند احمد:۹۹۳۱۔ ج ۱۶ ص ۲۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی:۳۸۲۳ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ شیطان اذان سن کر بھاگ جاتا ہے اگر اذان کی بہت زیادہ فضیلت نہ ہوتی تو شیطان کو اذان سے اذیت نہ ہوتی اور جب اس کو اذان سے اذیت ہوتی ہے تو وہ اذان سن کر بھاگتا ہے۔

''ضراط'' کا معنی اور شیطان کے گوز مارنے کی توجیہات

اس حدیث میں ''ضـراط'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: گوز مارنا یعنی آواز کے ساتھ ہوا خارج کرنا اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرنا ممکن ہے کیونکہ شیطان کا جسم ہے اور وہ کھاتا پیتا بھی ہے اور قے بھی کرتا ہے حدیث میں ہے:

جابر بن صبیح بیان کرتے ہیں کہ مجھے المثنی بن عبد الرحمن الخزاعی نے حدیث بیان کی وہ کھانے کے شروع میں اور لقمہ کے آخر میں بسم اللہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے: ''بسم اللّٰه في اوله واخره'' میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے ہیں تو پھر کھانے کے آخر میں ''بسم اللّٰه اوله واخره'' پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے اس کی وجہ بیان کی کہ میرے دادا حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ رہے تھے اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ جب اس کے کھانے کا آخری لقمہ رہ گیا تو اس نے پڑھا: ''بسم اللّٰه اوله واخره'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان اس کے ساتھ مسلسل کھا رہا تھا حتیٰ کہ جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو اس کے پیٹ میں جو کچھ بھی گیا تھا اس نے اس کی قے کر دی۔ (السنن الکبریٰ للنسائی:۶۷۵۸ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:۲۸۲ الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۱۳۔۱۲ المعجم الکبیر:۸۵۴ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:۴۶۱ المستدرک ج ۴ ص ۱۰۹۔۱۰۸ سنن ابوداؤد:۳۷۶۸ الاحاد والمثانی:۲۳۰۱ مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۶ طبع قدیم مسند احمد:۱۸۹۶۳ ج ۴ ص ۲۹۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اور شیطان پیشاب بھی کرتا ہے ایک حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ وہ مسلسل سوتا رہتا ہے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے نماز کے لیے نہیں اٹھتا' آپ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری:۱۱۴۴ صحیح مسلم:۷۷۴ سنن نسائی:۱۶۰۴ سنن ابن ماجہ:۱۳۳۰)

شیطان کا جسم ہے خواہ ناری ہے اور اس کے لیے جسمانی عوارض احادیث سے ثابت ہیں وہ کھاتا پیتا ہے قے کرتا ہے پیشاب کرتا ہے تو اس کا گوز مارنا بھی مستبعد نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اذان میں اللہ اکبر سن کر اس پر ایسی ہیبت اور دہشت طاری ہو کہ خوف کے اس کا گوز نکل جاتا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لعین اذان کا مذاق اڑانے کے لیے از خود گوز مارتا ہو اور یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ وہ اس لیے گوز مارتا ہو کہ گوز کی آواز کی وجہ سے وہ اذان کے کلمات کی آواز نہ سن سکے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اذان سے افضل قرآن مجید کی تلاوت اور نماز ہے شیطان قرآن مجید کی تلاوت سے تو نہیں بھاگتا اور نہ نماز سے بھاگتا ہے پھر وہ اذان سن کو کیوں بھاگتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز بھی اذان سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے اذان دینے کی گواہی دے گی تو شیطان اس لیے بھاگتا ہے کہ اس کو قیامت کے دن گواہی نہ دینی پڑے اور رہا اذان سن کر اذان سننے والے کے حق میں گواہی دینا' سو اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: بلند آواز سے اذان دو' مؤذن کی آواز کو جو بھی جن' انس یا جو چیز بھی سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے اذان دینے کی گواہی دے گی' انہوں نے کہا: یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔
(صحیح البخاری: ٦٠٩' سنن نسائی: ٦٤٣' سنن ابن ماجہ: ٧٢٣)

اذان کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سات سال ثواب کی نیت سے اذان دی' اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دی جائے گی۔ (سنن ترمذی: ٢٠٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے' اے اللہ! ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔ (سنن ترمذی: ٢٠٧' مسند احمد ج ٢ ص ٢٣٢)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔
(سنن ابو داؤد: ٥٢١' سنن ترمذی: ٥٩٤_٣_٢١٢' مسند احمد ج ٣ ص ١١٩)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر طلوع ہوتے ہی بستیوں پر حملہ کرتے تھے اور آپ غور سے اذان سنتے تھے' اگر کسی بستی سے اذان کی آواز آتی تو آپ حملہ کرنے سے رک جاتے' ورنہ آپ حملہ کرتے' جب آپ نے کسی شخص سے سنا: اللہ اکبر' اللہ اکبر! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (تم) فطرت پر ہو' اور جب اس نے ''اشهد ان لا الله الا اللّٰه' اشهد ان لا الله الا الله'' کہا تو آپ نے فرمایا: تم دوزخ سے نکل گئے' لوگوں نے دیکھا تو وہ شخص بکریوں کا چرواہا تھا۔
(صحیح مسلم: ٣٨٢' الرقم المسلسل: ٨٤٤' سنن ابو داؤد: ٢٦٣٤' سنن ترمذی: ١٦١٨)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔ (صحیح مسلم: ٣٨٧' الرقم المسلسل: ٨٢٩' سنن ابن ماجہ: ١٧٢٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ اذان دینے میں اور صف اول میں نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے' پھر وہ بغیر قرعہ اندازی کے ان کو نہ پاسکیں تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے' اور اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ ظہر کی نماز میں کتنا اجر ہے تو وہ اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر انہیں علم ہو جائے کہ عشاء اور صبح کی نمازوں میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور ان نمازوں میں آئیں گے' خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں۔
(صحیح البخاری: ٦١٥' صحیح مسلم: ٤٣٧' الرقم المسلسل: ٩٥٦' سنن ترمذی: ٢٢٥' سنن نسائی: ٥٤٠)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اذان کو جو بھی جن اور انس اور شجر اور حجر سنتا ہے' وہ اس کی گواہی دے گا۔ (صحیح البخاری: ٦٠٩' سنن نسائی: ٦٤٣' سنن ابن ماجہ: ٧٢٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاں تک مؤذن کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک اس کی مغفرت کردی جائے گی اور ہر خشک اور تر چیز مؤذن کے لیے مغفرت طلب کرتی ہے اور نماز پر حاضر ہونے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جاتی ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۱۵ 'سنن نسائی: ۶۴۴ 'سنن ابن ماجہ: ۷۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے نیک لوگوں کو اذان دینی چاہیے اور تم میں سے عمدہ قرآن پڑھنے والوں کو نماز پڑھانی چاہیے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۹۰ 'سنن ابن ماجہ: ۷۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ثواب کی نیت سے سات سال اذان دی' اللہ اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۰۶ 'سنن ابن ماجہ: ۷۲۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے بارہ سال اذان دی' اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی اور اس کے اذان دینے کی وجہ سے اس کے لیے ساٹھ نیکیاں لکھی جائیں گی اور ہر اقامت کہنے کی وجہ سے اس کی تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۲۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤذن کے سر پر رحمن کا ہاتھ ہے اور جہاں تک اس کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ (المعجم الاوسط: ۲۰۰۸ 'مکتبۃ المعارف' ریاض)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین آدمیوں کو محشر کی گھبراہٹ ہول میں مبتلا نہیں کرے گی' اور وہ اس وقت خوف زدہ نہیں ہوں گے جب لوگ خوف زدہ ہوں گے' ایک وہ شخص جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اور اللہ کی رضاء کے لیے رات کو قیام کیا' دوسرا وہ شخص جس نے ہر روز دن میں پانچ مرتبہ اذان دی اور تیسرا وہ شخص جو غلام ہو اور اس کو غلامی کے تقاضے اپنے رب کی عبادت سے مانع نہ ہوں۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۵۸۴)

سعد بیان کرتے ہیں کہ اگر مجھے اذان پر قوت ہو تو وہ مجھے حج' عمرہ اور جہاد سے زیادہ پسند ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۳۶)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۶۰۔ ج۱ ص۱۰۹۶ پر ذکر کی گئی ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی ہے۔

۵ - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَاءِ — بلند آواز سے اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جتنی دور تک مؤذن کی آواز جائے گی' اس کو اتنا زیادہ ثواب ملے گا۔

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَذِّنْ اَذَانًا سَمْحًا ' وَاِلَّا فَاعْتَزِلْنَا.

اور عمر بن عبد العزیز نے کہا: عمدہ طرح اذان دو ورنہ اذان کا منصب چھوڑ دو۔

یہ مکمل تعلیق اس طرح ہے:

عمر بن سعد بن ابی حسین مکی بیان کرتے ہیں کہ ایک مؤذن نے اذان دی اور اپنی اذان میں طرز لگائی تو اس سے عمر بن عبد العزیز نے کہا: عمدہ طریقہ سے اذان دو (یعنی بغیر طرز کے) ورنہ اذان کا منصب چھوڑ دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۷۵)

۶۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ صَعْصَعَةَ الْاَنْصَارِيِّ ' ثُمَّ الْمَازِنِيِّ '

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ انصاری ثم

عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهٗ اِنِّيْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَاِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ اَوْ بَادِيَتِكَ، فَاَذَّنْتَ بِالصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ، اِلَّا شَهِدَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۹۶۔۷۵۴۸]

المازنی از والد خود کہ ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں سے اور جنگل سے محبت کرتے ہو پس جب تم اپنی بکریوں میں یا اپنے جنگل میں ہو پھر تم اپنی نماز کی اذان دو تو اپنی آواز بلند کر کے اذان دینا کیونکہ مؤذن کی آواز کی انتہاء تک جو بھی اذان سنے گا خواہ جن ہو انسان ہو یا کوئی چیز بھی ہو وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

(سنن نسائی: ۶۴۳' سنن ابن ماجہ: ۷۲۳' موطأ امام مالک: ۱۵۵' دارالمعرفۃ مصنف عبد الرزاق: ۱۸۶۵' مسند الحمیدی: ۷۳۲' مسند ابویعلی: ۹۸۲' صحیح ابن خزیمہ: ۳۸۹' مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۳۱۔ ج ۱۷ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۱۷۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۱۴۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اپنی آواز بلند کر کے اذان دینا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) عبد الرحمان بن عبد اللہ بن ابی صعصعہ الانصاری المازنی' یہ ابوجعفر کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۴) ان کے والد عبد اللہ بن عبد الرحمان (۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۶۷)

قیامت کے دن اذان دینے والے کی تعظیم اور تکریم

اس حدیث میں مذکور ہے: جو بھی اذان سنے گا خواہ جن ہو انسان ہو یا کوئی چیز بھی ہو وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ جہاں پر مؤذن کی آواز ختم ہو گی' وہاں تک سننے والے اس کی اذان کی گواہی دیں گے' یہ ظاہر یہ کلام حیوانات اور جمادات کو بھی شامل ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ کلام ان کے ساتھ مخصوص ہے' جو شہادت دے سکیں جیسے انسان' جن اور فرشتے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کلام سب کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ حیوانات اور جمادات میں عقل پیدا کر دے گا اور وہ مؤذن کی اذان سننے کی گواہی دیں گے' اس حدیث میں یہ بشارت ہے کہ مؤذن کے بلند درجے ہیں اور قیامت کے دن اس کی فضیلت کی شہرت کر دی جائے گی' جس طرح اللہ تعالیٰ بعض کی شہادت سے بعض لوگوں کو ذلیل اور رسوا کرے گا' اسی طرح بعض کی شہادت سے اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو سرخ رو اور معزز اور مکرم کرے گا۔

لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کا استحباب اور ایام فتنہ میں شہروں سے نکل کر جنگلوں میں رہنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلند آواز سے اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اذان دینا مستحب ہے تاکہ دور دور تک اذان کی آواز جائے' حضرت بلال رضی اللہ عنہ بنونجار کی ایک عورت کے گھر پر کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے کیونکہ مسجد کے گرد گھروں میں اس کا گھر سب سے اونچا تھا' اسی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینا مستحب ہے۔

اس حدیث میں جنگلوں اور بکریوں میں اذان دینے کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں سے اجتناب کر کے جنگلوں میں رہنا بھی جائز ہے' خصوصاً جب فتنہ اور فساد کا زمانہ ہو اور شہروں میں لوگوں کے ساتھ رہنے سے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ رکھنا مشکل ہو اور یہ کہ جنگل میں جب انسان اکیلا ہو' پھر بھی نماز کے وقت اذان دے اور اس کا اذان دینا مستحب ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم

ہوا کہ جنات بنو آدم کا کلام سنتے ہیں' اور ان کے حق میں گواہی دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦ - بَابُ مَا يُحْقَنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ — اذان کے سبب سے جانوں کا محفوظ رہنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس بستی میں اذان دی جائے' وہ اس بستی کے لوگوں کے اسلام کی دلیل ہے اور وہاں تبلیغ اسلام کے لیے جہاد نہیں کیا جاتا۔

٦١٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا، لَمْ يَكُنْ يَغْزُوْ بِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَيَنْظُرَ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ عَلَيْهِمْ. قَالَ فَخَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ، فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلًا، فَلَمَّا أَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ، وَإِنَّ قَدَمِي لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فَخَرَجُوا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ، فَلَمَّا رَأَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ، قَالَ فَلَمَّا رَآهُمْ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ. (مسند الطحاوی: ۵۹۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ کسی قوم کے خلاف جہاد کرتے تو اس وقت تک ان کے خلاف جہاد نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی اور آپ انتظار کرتے' پس اگر آپ اذان سنتے تو آپ ان کے خلاف جہاد سے رُک جاتے اور اگر آپ اذان نہ سنتے تو پھر ان پر حملہ کرتے۔ حضرت انس نے کہا: پھر ہم خیبر کی طرف گئے' ہم رات کے وقت ان کی طرف پہنچے تھے' پس جب صبح ہوئی اور آپ نے اذان نہیں سنی تو آپ سوار ہوئے اور میں بھی حضرت ابوطلحہ کے پیچھے سوار ہوا اور میرا قدم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم کو چھو رہا تھا' پس خیبر کے لوگ ہماری طرف اپنی تغاریوں اور کدالوں یا پھاوڑوں کے ساتھ نکلے' پس جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو کہا: محمد (آ گئے) اور اللہ کی قسم! محمد لشکر سمیت آ گئے۔ حضرت انس نے کہا: جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: اللہ اکبر' اللہ اکبر! خیبر تباہ ہو گیا' جب ہم کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا ہے' ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی مفصل اور محقق شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ران کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے' وہاں اس حدیث میں ذکر تھا: میرا گھٹنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران کو چھو رہا تھا اور یہاں اس حدیث میں ذکر ہے: میرا قدم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم کو چھو رہا تھا۔

اس حدیث کے دیگر اہم مسائل اور فوائد کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد اور اذان کی وجہ سے جان اور مال کا محفوظ رہنا

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اذان دین اسلام کا شعار ہے' اور اذان کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی علاقے کے لوگ اس پر اتفاق کر لیں کہ وہ اذان نہیں دیں گے تو مسلمانوں کے سربراہ پر واجب ہے کہ وہ ان سے قتال کرے' اور جس علاقے کے لوگ اذان دیں تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اس علاقے کے لوگ مسلمان ہیں کیونکہ اذان میں توحید اور رسالت کا اعلان ہے

اوران کے خلاف جہاد نہیں کیا جائے گا اوران کی جان اور مال کی حفاظت کی جائے گی۔

٧ - بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِیَ

مؤذن سے اذان سننے والا کیا کہے

٦١١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ، فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اذان سنوتو اسی کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۸۳ الرقم المسلسل: ۸۲۵ سنن ابوداؤد: ۵۲۲ سنن ترمذی: ۲۰۸ سنن نسائی: ۶۷۳ سنن ابن ماجہ: ۷۲۳ موطا امام مالک: ۱۴۲ دار المعرفۃ مسند ابویعلیٰ: ۱۱۸۹ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۰۸ مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۷ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۷۸ تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۳۵ شرح السنۃ: ۴۱۹ مسند احمد ج ۳ ص ۵ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۰۲۰۔ ج ۱۷ ص ۶۵۔ ۶۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۰ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی: ۲۱۴۱)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ارشاد ہے: جب تم اذان سنوتو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک واجب ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اذان سنوتو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ اس حدیث کی بناء پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اذان سننے والے پر مؤذن کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر (حکم) ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اصحاب مالک میں سے ابن وہب کا اور ظاہر یہ (غیر مقلدین) کا بھی یہی مسلک ہے اذان کے وقت قرآن مجید پڑھنے کو بھی قطع کرنا واجب ہے اور سلام اور کلام کو بھی ترک کرنا واجب ہے اور کلمات اذان کے جواب کے سوا ہر عمل کو قطع کرنا واجب ہے۔

امام مالک امام شافعی امام احمد اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس باب میں امر استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے۔ امام طحاوی کا بھی یہی مختار ہے علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ اذان کے کلمات کا زبانی جواب دینا مستحب ہے۔

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب انسان کسی ایسی جگہ ہو یا ایسے حال میں ہو کہ اس جگہ اور اس حال میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا ادب کے خلاف ہوتو اذان کا جواب نہ دے مثلاً وہ بیت الخلاء میں ہو یا اپنی بیوی کے ساتھ جماع میں مشغول ہو اسی طرح اگر وہ کسی افضل کام میں مشغول ہو مثلاً فرض یا نفل نماز پڑھ رہا ہوتو اذان کا جواب نہ دے اور اگر وہ اذان کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو یا تسبیح پڑھ رہا ہوتو اس کو منقطع کر کے مؤذن کی اذان کا جواب دے اقامت میں بھی اذان کی طرح جواب دے مگر جب وہ کہے: ''قد قامت الصلوٰة'' تو کہے: ''اقامها الله وادامها'' اور جب مؤذن کہے: ''الصلوٰة خير من النوم'' تو سننے والا کہے: ''صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ''۔

اذان کے کلمات کے جواب دینے کی کیفیت

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ سننے والے پر واجب ہے کہ وہ مؤذن کے کہے ہوئے کلمات کی مثل کہے مگر جب مؤذن ''حی علی الصلوٰۃ'' کہے تو سننے والا اس کے جواب میں ''لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم'' کہے اور جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' کہے تو سننے والا کہے: ''ماشاء اللّٰہ کان وما لم یشأ لم یکن'' اسی طرح جب مؤذن کہے: ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' تو سننے والا کہے: ''صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ''۔

اذان سننے کے دوران سننے والا قرآن شریف کی تلاوت کرے' نہ کسی کو سلام کرے' نہ سلام کا جواب دے اور اذان کا جواب دینے کے سوا اور کسی عمل میں مشغول نہ ہو اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو اس کو منقطع کردے اور اذان کے کلمات کا جواب دے۔

شمس الائمہ عبد العزیز الحلوانی المتوفی ۴۵٦ھ نے کہا: اگر اس نے زبان سے جواب دیا اور مسجد میں چل کر نہیں گیا تو اس نے اذان کا جواب نہیں دیا اور اگر وہ مسجد میں ہو اور اس نے جواب نہیں دیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا' اور جس پر نماز واجب نہیں ہے' اس پر اذان کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب نہیں ہے' مستحب اور مندوب ہے' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امر مطلق جو قرائن سے مجرد ہو' وجوب پر دلالت کرتا ہے' خصوصاً جب دیگر احادیث اور آثار سے بھی وجوب کی تائید ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۳۔۱۷۲' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اذان کے کلمات کے جواب دینے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤذن کی اذان سنتے تو اسی طرح فرماتے جس طرح مؤذن کہتا تھا' اور جب وہ کہتا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو آپ فرماتے: ''اَنَا'' (میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں)۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۱' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عبد اللہ بن الحارث بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤذن کی اذان سنتے' اور مؤذن کہتا: ''اللّٰہ اکبر'' تو آپ فرماتے: ''اللّٰہ اکبر'' جب وہ کہتا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو آپ فرماتے: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور جب وہ کہتا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو آپ بھی اس کی مثل کہتے اور جب وہ کہتا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو آپ فرماتے: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم''۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۰)

عیسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اس وقت مؤذن نے نماز کی اذان دی اور کہا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' تو حضرت معاویہ نے بھی اسی طرح کہا' اس نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا' اس نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا' پھر انہوں نے کہا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۵٦)

یحییٰ بن ابی کثیر ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ جب مؤذن نے کہا: ''حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح'' تو انہوں نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم'' پھر انہوں نے کہا: میں نے اسی طرح تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۵۱)

اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ جب مؤذن کہتا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو مجاہد کہتے: ''المستعان اللّٰہ'' اور جب وہ کہتا: ''حی

علی الفلاح'' تو وہ کہتے: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۳)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان اذان سنتے تو شہادت اور تکبیر میں وہی کہتے جو مؤذن کہتا اور جب وہ کہتا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو وہ کہتے: ''ماشاء اللّٰہ ولا قوۃ اللّٰہ الا باللّٰہ''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۶)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ متقدمین لوگ اذان کے لیے اس طرح خاموش ہو جاتے تھے' جس طرح قرآن سننے کے لیے خاموش ہو جاتے تھے' اور مؤذن جو بھی کلمہ کہتا وہ اس کی مثل کہتے' جب وہ ''حی علی الصلوٰۃ'' کہتا تو وہ کہتے: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم'' اور جب وہ ''حی علی الفلاح'' کہتا تو وہ کہتے: ''ماشاء اللّٰہ''۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۸۵۳)

جریری بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ نے کہا: جفاء سے یہ ہے کہ کوئی شخص اذان میں ''لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر'' سنے پھر اس کا جواب نہ دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۷)

المسیب بن رافع نے بیان کیا کہ عبد اللہ نے کہا: جفاء سے یہ ہے کہ کوئی شخص اذان سنے' پھر اس کے کلمات کی مثل نہ کہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۸)

علامہ عینی نے فرمایا: ترک واجب کو جفاء کہا جاتا ہے اور ترک مستحب کو جفاء نہیں کہا جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۳)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کے وجوب کے متعلق دیگر فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ جس نے اذان سنی' اس پر واجب ہے کہ اس کا جواب دے خواہ وہ جنبی ہو' کیونکہ اذان کا جواب اذان نہیں ہے' اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور اگر اس نے جواب نہیں دیا تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا اور رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جس نے اذان کا جواب نہیں دیا تو اس کی نماز نہیں ہو گی' تو اس سے مراد ہے: قدموں سے اور چل کر اذان کا جواب دینا نہ کہ فقط زبان سے جواب دینا' اور المحیط میں مذکور ہے کہ اذان سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہے اور وہ ''حی علی الصلوٰۃ'' کی جگہ ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ'' کہے اور ''حی علی الفلاح'' کی جگہ ''ماشاء اللّٰہ کان وما لم یشأ لم یکن'' کہے کیونکہ جواب میں ان ہی الفاظ کو دہرا دینا مذاق کے مشابہ ہے' اور ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کی جگہ ''صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ'' کہے' اذان سننے کے دوران قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے' نہ کسی کو سلام کرے نہ سلام کا جواب دے اور اذان کا جواب دینے کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اور اگر اذان سننے والا قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کو منقطع کر دے اور اذان کے کلمات کا جواب دے۔

شمس الائمہ الحلوانی المتوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ جواب دینے سے مراد قدموں کے ساتھ جواب دینا ہے نہ کہ زبان کے ساتھ' حتیٰ کہ اگر اس نے زبان سے جواب دیا اور قدموں سے چل کر مسجد نہیں گیا تو وہ جواب دینے والا نہیں ہو گا' اور جس وقت اس نے اذان سنی' اگر اس وقت وہ مسجد میں ہو تو اس پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔

فتاویٰ ظہیریہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس نے اذان کو سنا ہو تو وہ تلاوت کو ترک نہ کرے کیونکہ مسجد میں حاضر ہونے سے اس کا جواب ہو گیا ہے اور اگر وہ اپنے گھر میں تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کو ترک کر کے اذان کا جواب

دے یہ فتویٰ شمس الائمہ الحلوانی کے قول پر متفرع ہے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ زبان کے ساتھ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اسی کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے اور آپ کے اس امر کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے لہٰذا یہ امر وجوب کے لیے ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۹ 'المکتبۃ الماجدیہ کوئٹہ)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی المتوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

مؤذن کا زبان کے ساتھ جواب دینا واجب ہے۔ ''المحیط'' میں اسی پر جزم ہے اور یہی ''الخلاصۃ'' کی عبارت سے ظاہر ہے اور اسی طرح ''التحفۃ'' میں مذکور ہے۔ ''البحر الرائق'' میں مذکور ہے کہ اگر اذان ختم ہوگئی اور اس نے جواب نہیں دیا تو اگر زیادہ وقت نہیں گزرا ہے تو وہ اب اذان کا جواب دے دے۔ (النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۶۔ ۱۷۵ 'قدیمی کتب خانہ کراچی)

جمہور فقہاء احناف کے مؤقف پر امام طحاوی کا معارضہ

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب نہیں ہے' مستحب ہے اور اس پر انہوں نے حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم کسی سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' آپ نے سنا مؤذن کہہ رہا تھا: ''اللہ اکبر' اللہ اکبر'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''علی الفطرۃ'' (یہ دین فطرت پر ہے) پھر اس نے کہا: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ دوزخ سے نکل گیا' پس ہم نے اس کو جلدی سے دیکھا تو وہ بکریوں کا چرواہا تھا' اس نے نماز کا وقت پایا تو اذان دی۔ (صحیح مسلم: ۳۸۲' سنن ترمذی: ۱۶۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۷۔ ج ۳ ص ۱۳۲' مصنف عبد الرزاق: ۱۸۶۶' المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۱۱۵' شرح معانی الآثار: ۸۶۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مؤذن کے کلمات کی مثل کلمات نہیں فرمائے' اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث میں ہے: جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کلمات کہو۔ (صحیح بخاری: ۶۱۱' صحیح مسلم: ۳۸۳) وہ وجوب پر محمول نہیں بلکہ مؤذن کی مثل کلمات کہنا افضل اور مستحب ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازوں کے بعد دعا کا حکم دیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۹' قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی امام طحاوی کی پیروی میں لکھا ہے:

یہ حدیث اس حدیث کے خلاف قرینہ صارفہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر ہے کہ جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۱۱) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سفر کے موقع پر خود مؤذن کی مثل کلمات نہیں فرمائے اور اس سے اس کی تائید ہوتی ہے جس کی ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور قدموں سے چل کر جواب دینا واجب ہے اور یہ شمس الائمہ عبد العزیز الحلوانی المتوفی ۴۵۶ھ کے قول کی ترجیح میں ظاہر ہے اور الخانیہ اور الفیض میں بھی اسی طرح ہے اور اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جب تم اللہ کی طرف بلانے والے کو سنو تو اس کو جواب دو۔ (الجامع الصغیر: ۶۹۲' علامہ سیوطی نے رمز کی ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔) (رد المحتار ج ۲ ص ۶۴۔ ۶۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام طحاوی کے معارضہ کا جواب علامہ عینی سے

علامہ محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ امام طحاوی کے جواب میں لکھتے ہیں:

جب امر مطلق قرائن سے خالی ہو تو وہ وجوب پر دلالت کرتا ہے لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حکم دیا ہے کہ جب تم اذان سنو تو اس کی مثل

کہو جو مؤذن کہتا ہے' یہ امر وجوب کے لیے ہے' پس اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے: جو شخص اذان کو سنے پھر وہ مؤذن کی مثل نہ کہے تو یہ جفاء ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۸-۲۳۶۷) اور جفاء ترک واجب کو کہتے ہیں' ترک مستحب کو جفاء نہیں کہتے' اور رہی حضرت ابن مسعود کی حدیث تو وہ اس کے منافی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مؤذن کی مثل جواب دیا ہو' ہو سکتا ہے کہ آپ نے مؤذن کی مثل جواب دیا ہو اور راوی نے اس کا ذکر ترک کر دیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے آپ نے جو فرمایا (یعنی ''علی الفطرۃ'') اور بعد میں مؤذن کی مثل جواب دیا ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ سفر کا واقعہ پہلے کا ہو اور اس کے بعد آپ نے یہ حکم دیا ہو کہ جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کہو۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۰۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام طحاوی کے معارضہ کا جواب مصنف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بہت عمدہ جواب دیئے ہیں لیکن میرے نزدیک اس کا نہایت قوی جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے: جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کہو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۱' صحیح مسلم: ۳۸۳) یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور امام طحاوی نے جو حضرت ابن مسعود کی حدیث ذکر کی ہے کہ آپ نے مؤذن سے ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' سن کر فرمایا: ''علی الفطرۃ'' (صحیح مسلم: ۳۸۲) یہ آپ کا فعل ہے' اور اصول میں مقرر ہے کہ جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو آپ کے قول کو آپ کے فعل پر ترجیح ہوتی ہے کیونکہ فعل ہو سکتا ہے کہ آپ کی خصوصیت ہو' لہٰذا اس راجح حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے' جیسا کہ جمہور فقہاء احناف کا مؤقف ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جس حدیث سے جمہور فقہاء احناف نے اذان کے زبانی جواب پر استدلال کیا ہے' وہ صحیح بخاری' صحیح مسلم اور سنن کی متفق علیہ حدیث ہے اور امام طحاوی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے' وہ صحیح بخاری میں نہیں ہے صرف صحیح مسلم اور سنن میں ہے' لہٰذا سند کے اعتبار سے فقہاء احناف کی حدیث زیادہ قوی ہے' سوان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے' تعارض اس وقت ہوتا جب دونوں حدیثیں قوت سند میں برابر ہوتیں' پس ثابت ہوا کہ جمہور فقہاء احناف نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جس حدیث سے اذان کے زبان کے ساتھ جواب کے وجوب پر استدلال کیا ہے' امام طحاوی کی حدیث دو وجہ سے اس کے معارض نہیں ہے۔ وللّٰہ الحمد۔

علامہ شامی کی تحقیق کا جواب

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ خانیہ اور الفیض نے شمس الائمہ الحلوانی کے قول کی تائید کی ہے' میں کہتا ہوں کہ ان دو کے علاوہ اکثر فقہاء نے یہی لکھا ہے کہ مؤذن کا زبان سے جواب دینا واجب ہے' جن کی عبارات کو ہم مکمل حوالہ جات کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

علامہ علاء الدین السمرقندی الحنفی متوفی ۵۳۹ ھ لکھتے ہیں:

اذان سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں جفاء سے ہیں اور ان میں سے یہ ہے: کہ جس نے اذان اور اقامت کو سنا اور جواب نہیں دیا اور جواب یہ ہے کہ اذان سننے والا مؤذن کی مثل کہے۔

(تحفۃ الفقہاء ج ۲ ص ۱۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ ھ)

علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ لکھتے ہیں:

اذان سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں جفاء سے ہیں: (۱) کوئی شخص کھڑے ہو کر

پیشاب کرے(۲) نماز سے فارغ ہونے سے پہلے بہ کثرت اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرے(۳) کوئی شخص مؤذن کی اذان سنے' پھر اس کی مثل نہ کہے(۴) کوئی شخص (کسی ایسے آدمی کے) راستہ میں نماز پڑھے' جو اس کی نماز منقطع کر دے۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸۶' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۸۶)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کہو۔ (صحیح البخاری:۶۱۱) اس سے مراد وجوب ہے کیونکہ وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے' اور النہایۃ میں مذکور ہے کہ سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ چار چیزیں جفاء میں سے ہیں' ان میں سے یہ ہے کہ جس نے اذان اور اقامت کو سنا اور ان کا جواب نہیں دیا۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ طاہر بن عبد الرشید البخاری المتوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

جس نے اذان کو سنا' اس پر اس کا جواب دینا واجب ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۰' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اور علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ نے بھی لکھا ہے کہ اذان کے کلمات کو سن کر زبان سے ان کا جواب دینا واجب ہے اور انہوں نے صحیح بخاری کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۹' النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۵)

علامہ حسن بن عمار الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

جب کسی نے مؤذن کی اذان سنی تو (کسی بات یا کسی کام سے) رک جائے اور اس کی مثل کہے۔

پھر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

الامام التمر تاشی نے کہا: جب وہ فقہ میں کلام کر رہا ہو یا اصول میں' پس اذان سنے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اذان کا جواب دے۔ (نور الایضاح وشرح نور الایضاح امداد الفتاح ص ۲۱۹-۲۱۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ السید احمد الطحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

جس نے اذان سنی' اس پر اس کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کہو۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۸۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

نیز علامہ الطحطاوی لکھتے ہیں: اذان کے دوران تلاوت کو منقطع کر دے تاکہ اذان کا جواب دے۔ (مراقی الفلاح)

اذان کا جواب دینے میں اختلاف ہے' کہا گیا ہے کہ یہ واجب ہے۔ خانیہ' خلاصہ اور تحفہ کی عبارات سے یہی ظاہر ہے' علامہ ابن ہمام کا بھی یہی مختار ہے' علامہ الحصکفی نے الدر المختار میں کہا ہے کہ اذان کے دوران سلام کا جواب نہ دے اور اذان کے جواب کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ج ۱ ص ۲۸۳' طبع بیروت)

علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز الکردری الحنفی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

اذان کا جواب قول کے ساتھ واجب ہے نہ کہ قدم کے ساتھ۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۲۵' مطبع امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

فتاویٰ عالم گیری میں مذکور ہے:

اذان سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ مؤذن کی مثل کلمات کہیں مگر "حی علی الصلوٰۃ" کی جگہ "لاحول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم" کہیں اور "حی علی الفلاح" کی جگہ کہیں: "ماشاء اللّٰه کان وما لم یشا لم یکن"۔ (الفتاویٰ الھندیہ ج ۱ ص ۵۷ 'مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر ۱۳۱۰ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب کسی نے اذان سنی تو اس کے بعد جو عمل بھی کیا' وہ حرام ہے۔

(جد الممتار ج ۱ ص ۲۱۱ 'ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' ۱۴۰۲ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی رضوی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لیے سلام' کلام اور جوابِ سلام تمام اشغال موقوف کر دے' یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اذان کی آواز آئے تو تلاوت موقوف کر دے اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دے' یوہیں اقامت میں۔ (درمختار' عالم گیری)

جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے' اس پر معاذ اللہ خاتمہ بُرا ہونے کا خوف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۳۲ 'ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور ۱۴۱۶ھ)

علامہ شامی نے فقہ کی صرف دو کتابوں کو دیکھ کر یہ لکھ دیا کہ اذان کا زبانی جواب دینا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔

اور ہم نے فقہ حنفی کی پندرہ کتابوں سے واضح کیا ہے کہ اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے اور اس کے علاوہ احادیث کی جو تحقیق کی ہے' وہ اس پر مستزاد ہے۔ وللّٰه الحمد.

ہمارے زمانہ میں عوام کیا خواص بھی اس واجب پر عمل نہیں کر رہے' اذان ہوتی رہتی ہے اور لوگ بے پرواہی سے اپنی باتوں اور اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں' ہمیں چاہیے کہ ہم سب کام چھوڑ کر غور سے اذان کو سنیں اور اس کے کلمات کا جواب دیں' تاکہ ہم اپنے ہر کام اور ہر بات پر اللہ کے ذکر کو مقدم کریں اور اتباع رسول کے لیے ہر بات اور ہر کام کو ترک کر دیں اور وسیلہ کی دعا سے شفاعت کو حاصل کریں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۵۲۔ ج ۱ ص ۱۰۸۹ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح میں یہ عنوان ہے:

اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا۔

۶۱۲ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ مِثْلَهُ، إِلٰى قَوْلِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن ابراہیم بن الحارث' انہوں نے کہا: مجھے عیسیٰ بن طلحہ نے حدیث بیان کی کہ ایک دن انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ مؤذن کے قول کی مثل "اشھد ان محمدًا رسول اللّٰه" کہہ رہے تھے۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى نَحْوَهُ.

[اطراف الحدیث: ۶۱۳-۹۱۴]

ہمیں اسحاق بن راھویہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا: ہمیں وھب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی اس کی مثل از یحییٰ۔

(سنن کبریٰ:٣٩٩-ج١ مسند احمد ج ٣ ص ٩٨ طبع قدیم مسند احمد:١٢٨٩٢-ج ٢٨ ص ١٠٥ مسند الطحاوی:٦٧٩٦ جامع المسانید لابن الجوزی: ٦٣٩٣ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) معاذ بن فضالہ (٢) ہشام دستوائی (٣) یحییٰ بن ابی کثیر (٤) محمد بن ابراہیم بن الحارث المدنی (٥) عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ التیمی القرشی یہ افاضل اہل مدینہ سے ہیں عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے (٦) حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ١٧٤)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی یہ بیان ہے کہ مؤذن سے اذان سننے والا کیا کہے۔

احادیث میں اذان کے جواب کی تفصیل

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن نے "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کہا پس تم میں سے کسی نے "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کہا پھر اس نے کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ" پس کسی نے کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ" پھر اس نے کہا: "اشھد ان محمدًا رسول اللہ" پس کسی نے کہا: "اشھد ان محمدًا رسول اللہ" پھر اس نے کہا: "حی علی الصلوٰۃ" پس تم میں سے کسی نے کہا: "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پھر اس نے کہا: "حی علی الفلاح" پس تم میں سے کسی نے کہا: "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پھر اس نے کہا: "اللہ اکبر، اللہ اکبر" پس تم میں سے کسی نے کہا: "اللہ اکبر، اللہ اکبر" پھر اس نے کہا: "لا الہ الا اللہ" پس تم میں سے کسی نے دل سے کہا: "لا الہ الا اللہ" تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم:٣٨٥ الرقم المسلسل:٨٢٧ سنن ابوداؤد:٥٢٧ شرح معانی الآثار:٨٥٤ سنن بیہقی ج ١ ص ٤٠٩-٤٠٨)

محمد بن عمرو اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مؤذن نے اذان دی اس نے کہا: "اللہ اکبر، اللہ اکبر" تو حضرت معاویہ نے کہا: "اللہ اکبر، اللہ اکبر" اس نے کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ" تو انہوں نے کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ" اس نے کہا: "اشھد ان محمدًا رسول اللہ" تو انہوں نے کہا: "اشھد ان محمدًا رسول اللہ" اس نے کہا: "حی علی الصلوٰۃ" تو انہوں نے کہا: "لاحول ولا قوۃ اللہ باللہ" اس نے کہا: "حی علی الفلاح" تو انہوں نے کہا: "لاحول ولا قوۃ اِلَّا باللہ" اس نے کہا: "اللہ اکبر، اللہ اکبر" تو حضرت معاویہ نے کہا: "اللہ اکبر، اللہ اکبر" اس نے کہا: "لا الہ الا اللہ" تو حضرت معاویہ نے کہا: "لا الہ الا اللہ" پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مسند احمد ج ٤ ص ٩٨ المعجم الکبیر:٧٣١-ج ١٩ ص ٣٢٢)

٦١٣ - حَدَّثَنَا اِسْحَاق بن راهويه قَالَ حَدَّثَنَا وهيب بن جرير قَالَ حَدَّثَنَا هشام عَنْ يَحْيٰى نحوه قَالَ يَحْيٰى وَحَدَّثَنِيْ بَعْضُ اِخْوَانِنَا اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، وَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن راہویہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وھب بن جریر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی یحییٰ سے اسی کی مثل یحییٰ نے کہا: اور ہمارے بعض بھائیوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ جب مؤذن نے کہا: "حی علی الصلوٰۃ" تو حضرت معاویہ نے کہا: "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پھر کہا: ہم

نے تمہارے نبی کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۱۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

٨ - بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ النِّدَاءِ
اذان کے بعد دعا

٦١٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَّهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

[طرف الحدیث: ۴۷۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان سن کر کہا: اے اللہ! اس دعوتِ کاملہ کے رب! اور دائمی قائم ہونے والی نماز کے رب! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت میں بلند مقام عطا فرما اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے تو وہ شخص قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق ہو جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۹' سنن ترمذی: ۲۱۱' سنن نسائی: ۶۷۹' سنن ابن ماجہ: ۷۲۲' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۴۶' صحیح ابن خزیمہ: ۴۲۰' صحیح ابن حبان: ۱۶۸۹' المعجم الاوسط: ۴۶۵۱' کتاب الدعاء: ۴۳۰' مسند الشامیین: ۲۹۷۲' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۹۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۱۰' شرح السنۃ: ۴۲۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۸۱-۱۸۰' مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۸۱۷- ج ۲۳ ص ۱۲۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عیاش الحمصی' یہ امام بخاری کے بڑے شیوخ سے ہیں' یہ ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن المنکدر (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کہ اس میں اذان کے بعد دعا کا ذکر ہے۔

وسیلہ کا معنی

''الوسیلۃ'' بادشاہ کے نزدیک مرتبہ اور درجہ اور قرب' اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ اختیار کرنے کا معنی ہے: ایسا عمل کرنا جس سے اللہ کا قرب حاصل ہو۔ (القاموس ص ۱۰۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ)

وسیلہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے سنو تو اس کی مثل کہو جو وہ کہتا ہے' پھر مجھ پر صلوٰۃ (درود) پڑھو' کیونکہ جس نے مجھ پر ایک صلوٰۃ پڑھی' اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے' پھر میرے لیے اللہ سے وسیلہ کی دعا کرو کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو کسی کے لائق نہیں ہے سوائے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے اور مجھے توقع ہے کہ وہ بندہ میں ہوں' سو جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا' اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۳۸۴' سنن ابوداؤد: ۵۲۳' سنن ترمذی: ۳۶۱۴' سنن نسائی: ۶۷۷' شرح معانی الآثار: ۸۳۸)

دعوت تامہ' صلوٰۃ قائمہ اور مقام محمود کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''رب هٰذه الدعوة التامة'' میں ''رب'' کا معنی ہے: صاحب' اور ''الدعوة التامة'' کا معنی ہے: یعنی اے صاحب توحید' اس کی تشریح میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ''تامة'' کا معنی ہے: جس میں کوئی نقص اور عیب نہ ہو۔ (۲) اذان کو دعوتِ تامہ اس لیے فرمایا ہے کہ یہ اللہ کا ذکر ہے اور اس ذکر سے اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے' اسی وجہ سے یہ دعوت' تمام اور کمال کی مستحق ہے (۳) ''تامہ'' کا معنی یہ ہے کہ یہ دعوت منسوخ ہونے سے محفوظ ہے اور یہ قیامت تک باقی رہے گی۔

''الصلٰوة القائمة'' کا معنی یہ ہے کہ یہ نماز دائمی ہے' اس کو کوئی ملت یا شریعت تبدیل کرے گی نہ منسوخ کرے گی اور جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں' یہ نماز قائم رہے گی۔

''الوسیلة'' کا لغت میں معنی ہے: جس سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے اور حدیث میں اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ یہ جنت میں ایک مقام ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کے دن کی شفاعت ہے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔

''المقام المحمود'' جو شخص بھی اس مقام کو دیکھے گا' وہ اس کی تعریف اور تحسین کرے گا' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شفاعت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ مقام ہے جس کی اولین اور آخرین تحسین کریں گے' جس کی وجہ سے آپ کو تمام مخلوق پر فضیلت دی جائے گی' آپ سے کہا جائے گا: آپ سوال کریں آپ کو عطاء کیا جائے گا' آپ شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' ہر شخص آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جس پر فائز ہو کر میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقامِ محمود عطاء کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا تو پھر امت کو اس دعا کا حکم دینے کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا سے مراد اس مقام محمود کے دوام اور ثبات کا حصول ہے یا اس میں یہ اشارہ ہے کہ صالحین کے لیے بھی دعا کرنا جائز ہے اور جس مقام کا تو نے وعدہ فرمایا ہے' اس سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۝ — عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۝

(بنی اسرائیل: ۷۹)

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۹۷-۹۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کس نیت سے وسیلہ کی دعا کرے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وسیلہ کی دعا کرنے کا حکم ہے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی شخص اس نیت سے یہ دعا کرے کہ اس کی دعا سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت میں وہ مقام ملے گا' اور اگر کوئی شخص اس نیت سے یہ دعا کرتا ہے تو وہ سخت گم راہی میں مبتلا ہے' دعا کرنے والے کو اس نیت سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ آپ کو تو یہ مقام بہر حال ملنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے' میں یہ دعا اس لیے کر رہا ہوں کہ میرا شمار بھی آپ کے خیر خواہوں اور نمک خواروں میں ہو جائے اور اس دعا سے میرا بھلا ہوگا کہ مجھے آپ کے محبین میں شمار کیا جائے گا اور جو شخص کسی دوسرے کے لیے کسی نعمت کے حصول کی دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ! اس کو بھی یہ نعمت عطا فرما۔ (صحیح مسلم: ۲۷۳۲' سنن ابوداؤد: ۱۵۳۴) تو اس دعا کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ مجھے بھی جنت میں کوئی مقام مل

جائے۔

شفاعت کی اقسام

اس حدیث میں نبی ﷺ کی شفاعت کے حصول کا ذکر ہے' نبی ﷺ کی شفاعت کی کئی مشہور حسب ذیل اقسام ہیں:
(۱) بغیر حساب کے دخول جنت کی شفاعت (۲) نیک لوگوں کے لیے درجات کی بلندی کی شفاعت (۳) جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں' ان کے لیے دخولِ جنت کی شفاعت (۴) جن کے گناہ زیادہ ہوں' ان کے لیے مغفرت کی شفاعت (۵) تخفیف عذاب کی شفاعت' آپ ہر شخص کے لیے اس کے حسبِ حال شفاعت فرمائیں گے۔

اذان کے بعد دعا کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اذان سنتے تو دعا کرتے: اے اللہ! اس دعوتِ کاملہ اور اس دائمی قائم ہونے والی نماز کے رب! اپنے بندہ اور اپنے رسول (محمد ﷺ) پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی شفاعت میں داخل کردے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان کے بعد یہ دعا کی' اللہ اس کو قیامت کے دن میری شفاعت میں داخل کردے گا۔ (المعجم الاوسط: ۳۶۷۴' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی: ''اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدًا عبده ورسوله'' اے اللہ! آپ پر صلوٰۃ نازل فرما اور آپ کو اس مقام تک پہنچا جو تیرے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں داخل کردے' سو جو شخص یہ دعا کرے گا' اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۵۵۴' الجامع الکبیر: ۲۲۱۱۸' اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے اس دعوتِ کاملہ اور اس دائمی نماز کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے لیے مخصوص ہے اور آپ کو فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے' بے شک تو وعدہ کی مخالفت نہیں کرتا۔ (سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۱۰' نشر السنۃ' ملتان)

۹ - بَابُ الْاِسْتِهَامِ فِي الْاَذَانِ — اذان کے لیے قرعہ اندازی کرنا

قرعہ اندازی کا یہ طریقہ ہے کہ لوگ مختلف پرچیوں پر اپنا نام لکھتے' پھر کسی ایک پرچی کو اٹھا لیتے' پھر اس میں جس کا نام ہوتا وہ غالب ہو جاتا' اور قرعہ' اصولِ شریعت میں سے ایک اصل ہے' جب کسی چیز کے متعلق متعدد لوگوں کے دعوے ہوتے تو کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے قرعہ اندازی کی جاتی' لہٰذا جب کئی لوگ اذان کے لیے امیدوار ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے بھی قرعہ اندازی کی جائے گی۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ اَقْوَامًا اِخْتَلَفُوْا فِي الْاَذَانِ ' فَاَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ جب لوگوں میں اذان دینے میں اختلاف ہوا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔

اس تعلیق کی امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ از عبداللہ بن شبرمہ از شقیق روایت کی ہے کہ جب ہم نے دن کے ابتدائی حصہ میں قادسیہ کو فتح کرلیا تو اذان دینے میں اختلاف ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قرعہ اندازی کی' ایک شخص کے نام قرعہ نکلا

آیا تو اس نے اذان دی۔

القادسیہ عراق میں ایک مشہور جگہ ہے' جوہری نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ کو حجاج کے ٹھہرنے کے لیے بنایا تھا۔(فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٦١٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِى النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِى التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِى الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

[اطراف الحدیث: ۶۵۴-۷۲۱-۲۶۸۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی از سمی مولیٰ ابی بکر از ابو صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے میں اور صف اوّل میں کتنا اجر ہے' پھر ان کو قرعہ اندازی کے بغیر اس کا موقع نہ ملے تو وہ قرعہ اندازی کریں گے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے تو وہ اس کی طرف ضرور سبقت کریں گے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح میں کتنا اجر ہے تو وہ ان کو پڑھنے کے لیے ضرور آئیں گے خواہ وہ گھسٹتے ہوئے آئیں۔

(صحیح مسلم: ۴۳۹' الرقم المسلسل: ۹۵۹' سنن ترمذی: ۲۲۵' سنن نسائی: ۵۳۹' سنن ابن ماجہ: ۹۹۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۵۴-۱۴۷۵-۳۹۱' صحیح ابن حبان: ۲۱۵۳-۱۶۵۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲۸' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۲۵' مسند ابویعلیٰ: ۶۴۷۵' موطأ امام مالک: ۱۵۳' دار المعرفۃ' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۲۶-ج ۱۲ ص ۱۶۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) سمی مولیٰ ابوبکر بن عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام القرشی المدنی' ان کو الحروریہ نے قدید میں ۱۳۰ھ میں قتل کر دیا تھا (۴) ابو صالح ذکوان الزیات (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۸۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں اذان کے لیے قرعہ اندازی کا ذکر ہے۔

اذان کی فضیلت' حضرت سعد بن ابی وقاص کے قرعہ اندازی کرنے کا واقعہ اور قرعہ اندازی کی شرعی حیثیت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابوجعفر الداؤدی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان میں اور صف اوّل میں نماز پڑھنے کا کیا اجر ہے۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ اگر ان کو اس کے عظیم ثواب کا پتا چل جائے تو وہ اس کی طرف سبقت کریں گے' یعنی سب اذان دیں گے' پھر ان میں جمعہ پڑھانے والا کوئی نہیں رہے گا کیونکہ جمعہ کا امام مؤذن نہیں ہوتا بلکہ جب امام منبر پر بیٹھ جاتا ہے' تب اس کے سامنے اذان دی جاتی ہے' اس لیے حضرت عمر نے فرمایا تھا: اگر مجھے مخالفت کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اذان دیتا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو قرعہ اندازی کرائی تھی' اس کا قصہ یہ ہے کہ امام طبری نے ذکر کیا ہے کہ جب القادسیہ فتح ہو گیا تو دن چڑھ گیا تھا اور لوگ دشمن کا پیچھا کر رہے تھے جب وہ واپس آئے تو ظہر کا وقت آ چکا تھا اور مؤذن شہید ہو چکا تھا' پھر لوگ اذان

دینے کے لیے آپس میں جھگڑنے لگے حتیٰ کہ قریب تھا کہ تلواریں نکل آتیں' پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور جس کے نام کا قرعہ نکلا' اس نے اذان دی۔

''القرعة'' اسلام کے اصول میں سے ایک اصول ہے' جب کسی چیز کی ابتداء کرنے کے متعلق کئی دعوے دار ہوں تو پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جاتی ہے۔

صفِ اوّل میں نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ اور دوپہر کو نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ

اس حدیث میں صف اوّل میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے کیونکہ صف اوّل کے نمازی کو جب امام جہراً نماز پڑھتا ہے تو قرآن مجید اور تکبیرات سننے کا موقع ملتا ہے اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آمین کہنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صف اوّل سے مراد مسجد میں جلد پہنچنا ہے' اس لیے کہ جو شخص پہلے مسجد میں پہنچا اور اس نے نماز کا انتظار کیا' وہ اس سے افضل ہے جو دیر سے مسجد میں پہنچا خواہ اس نے صف اوّل میں نماز پڑھی ہو کیونکہ جو نماز کا انتظار کرتا ہے' اس کا نماز میں شمار ہوتا ہے۔

اور دوپہر کے وقت ظہر پڑھنے کی اس لیے فضیلت ہے کہ جس نے اپنے قیلولہ کو ترک کیا اور مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا اور نماز کا انتظار کرتا رہا' اس کا نماز میں شمار ہوتا ہے اور وہ اس مجاہد کی طرح ہے' جو دشمنانِ اسلام کے خلاف سرحد اسلام پر کھڑا ہوا پہرا دیتا ہے۔

عشاء اور فجر کی نماز کی فضیلت کی وجہ

اس حدیث میں عشاء اور فجر کی نماز کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ان کے اوقات نفس پر بہت دشوار ہیں' عشاء کا وقت تھکاوٹ سے آرام کے لیے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رات کو سکون کا سبب بنایا ہے اور رات کو عشاء پڑھنے کے لیے جانے میں حشرات الارض کے خوف کے ساتھ اندھیرے میں چلنے کی مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور فجر کے وقت میں سخت نیند کا دباؤ ہوتا ہے' اس وقت آرام دہ بستر میں نیند کو چھوڑ کر اٹھنے میں نفس کے ساتھ سخت جہاد ہوتا ہے' پھر صبح وضوء کر کے نماز کے لیے جانے میں جو مشقت ہوتی ہے' وہ کسی اور وقت کی نماز میں نہیں ہوتی' اس لیے آپ نے فرمایا ہے کہ منافقین پر سب سے زیادہ دشوار نماز عشاء اور فجر کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۲) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم جس شخص کو عشاء اور فجر کی نماز میں موجود نہیں پاتے تھے' اس کے متعلق برا گمان کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے نزدیک تمام رات قیام کرنے سے بہتر یہ ہے کہ میں فجر کی نماز باجماعت پڑھوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۶۰) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص عشاء کی نماز میں حاضر ہوا' گویا کہ اس نے آدھی رات قیام کیا اور جو شخص فجر کی نماز میں حاضر ہوا' گویا کہ اس نے پوری رات قیام کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۷) آپ نے فرمایا: اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح میں کتنا اجر ہے تو وہ ان کو پڑھنے کے لیے ضرور آئیں گے' خواہ وہ گھسٹتے ہوئے آئیں جیسے اپاہج وغیرہ۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۸۴۔ ج ۱ ص ۱۲۲۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰ - بَابُ الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ — اذان کے درمیان بات کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اذان کے درمیان بات کرنے کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں' ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اذان کے درمیان بات کرنا جائز ہے۔

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِي أَذَانِهِ. اور سلیمان بن صرد نے اپنی اذان کے درمیان کلام کیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

موسیٰ بن عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن صرد صحابی تھے' وہ لشکر میں اذان دیتے تھے اور اذان کے درمیان اپنے غلام کو کسی کام کا حکم دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۹۸)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ.

اور حسن بصری نے کہا: اگر کوئی شخص اذان یا اقامت کے درمیان ہنسے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تعلیق باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے' اگر امام بخاری درج ذیل تعلیق کو نقل کرتے تو مناسبت ہوتا:

ابن علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یونس سے دریافت کیا کہ اذان اور اقامت کے درمیان بات کرنے کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن علان نے حدیث بیان کی از حسن بصری کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

٦١٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ ' وَعَبْدِ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ ' وَعَاصِمٍ الْأَحْوَلِ ' عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَدْغٍ ' فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ' فَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ ' فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ ' فَقَالَ فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ ' وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ. [اطراف الحدیث: ٦٦٨ - ٩٠١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب وعبد الحمید صاحب الزیادی و عاصم الاحول از عبد اللہ بن الحارث' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہمیں کیچڑ والے دن خطبہ دیا' جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' پر پہنچا تو انہوں نے اس کو حکم دیا کہ وہ کہے کہ ''گھروں میں نماز پڑھو'' پھر لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو حضرت ابن عباس نے کہا: جو مجھ سے افضل تھے' انہوں نے یہ کیا ہے اور یہ عزیمت ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۹۹-۱۵۷۵' سنن ابوداؤد: ۱۰۶۶' سنن ابن ماجہ: ۹۳۹' المعجم الکبیر: ۱۴۸۷۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۰۳- ج ۴ ص ۳۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) حماد بن زید (۳) ایوب السختیانی (۴) عبد الحمید بن دینار صاحب الزیادی (۵) عاصم بن سلیمان الاحول (۶) عبد اللہ بن الحارث بن عم محمد بن سیرین' ان کے داماد (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۸۵)

داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اس پر دلالت نہیں ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے' بلکہ اس میں جو قول ذکر کیا گیا ہے' وہ بھی اذان کا ایک جز ہے' ہر چند کہ وہ اذان کے معروف اجزاء میں سے نہیں ہے' تاہم اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے۔

اذان کے درمیان کلام کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عروہ بن الزبیر' عطاء اور قتادہ نے کہا ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے' اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے' اور ابراہیم نخعی' ابن سیرین' امام مالک' ثوری' اوزاعی' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا

مکروہ ہے' اور ابن القاسم مالکی نے المجموعہ میں کہا ہے کہ جب کسی شخص کو بچہ پر یا نابینا پر یا کسی جانور پر یہ خطرہ ہو کہ وہ کسی کنویں میں (یا کسی کھلے ہوئے گٹر) میں گر جائے گا تو وہ اذان کے درمیان کلام کر کے اسے تنبیہ کرے اور پھر دوبارہ وہیں سے اذان شروع کر دے اور الزہری نے کہا ہے کہ اگر اس نے اقامت کے درمیان کلام کیا تو اس کو دوبارہ پڑھے اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے اذان کے درمیان کلام کیا تو وہ اسی اذان کو جاری رکھے' کیونکہ مؤذن نے کہا: نماز گھروں میں پڑھو اور اذان کو جاری رکھا اور دوبارہ اذان نہیں پڑھی' سو اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے اور یہ حدیث اس کے مخالفین پر حجت ہے۔

المہلب نے کہا ہے: چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جمعہ کے خطبہ میں مؤذن سے کہا تھا کہ کہو: نماز گھروں میں پڑھو اور یہ عزیمت ہے کہ انہوں نے تنہا جمعہ کی نماز پڑھی اور اس کے بعد عصر کی نماز نہیں پڑھی اور اس میں امام مالک کی دلیل ہے کہ بارش کے عذر کی وجہ سے ظہر اور عصر کی نماز کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۱۰-۳۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح ابن خزیمہ میں اس حدیث کی پوری عبارت ہے کہ جب مؤذن نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اب ''حی علی الصلٰوۃ'' نہ کہو اور کہو: نماز اپنے گھروں میں پڑھو' امام شافعی کے نزدیک یہ کلمات اذان کے بعد کہے جائیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ کلمات نفس اذان میں کہے جائیں۔

امام شافعی (اور امام ابوحنیفہ) کی دلیل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سرد رات میں ضجنان میں اذان دی' پھر فرمایا: تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو' پھر حضرت عمر نے ہمیں خبر دی کہ سرد رات میں یا سفر میں بارش کی رات میں جو مؤذن اذان دیتا' اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم دیتے کہ وہ اذان کے بعد یہ کہے: سنو! تم گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح البخاری: ۶۳۲' صحیح مسلم: ۶۹۷' سنن ابوداؤد: ۱۰۶۳-۱۰۶۲' سنن نسائی: ۶۵۳)

امام شافعی نے کہا: ہمارے نزدیک دونوں امر جائز ہیں یعنی ''حی الصلٰوۃ'' کی جگہ یہ کہنا اور اذان کے بعد کہنا لیکن اذان کے بعد یہ کلمات کہنا زیادہ بہتر ہے۔

ابن علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں: لیکن میں نے اس کو ناپسند کیا کہ تم کیچڑ میں چلتے ہوئے آؤ۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۸-۲۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۱ - بَابُ اَذَانِ الْاَعْمٰی اِذَا كَانَ لَهٗ مَنْ يُّخْبِرُهٗ

نابینا کو جب کوئی شخص وقت کی خبر دینے والا ہو تو اس کی اذان کا حکم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نابینا مؤذن کی اذان کو مکروہ کہا ہے' یہ کراہت اس صورت پر محمول ہے' جب نابینا کو کوئی شخص وقت کی خبر دینے والا نہ ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور داؤدی نے یہ کہا ہے کہ نابینا کی اذان صحیح نہیں ہے' علامہ السروجی نے اس کا رد کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ غلط لکھا ہے' ہاں! احناف کی المحیط میں یہ لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٢١٨ 'دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ المحیط میں یہ لکھا ہے کہ نابینا کی اذان مکروہ ہے' اس مسئلہ کے متعلق المحیط کی عبارت درج ذیل ہے:

غلام' دیہاتی' جنگل والے' ولد الزناء اور نابینا کی اذان بغیر کراہت کے جائز ہے' ہاں! ان کے غیر کی اذان اولیٰ ہے۔

(المحیط البرھانی ج ٢ ص ٩٥ 'ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤٢٤ھ)

نابینا کی اذان کو فقہاء احناف نے خلاف اولیٰ کہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ از خود وقت کے مشاہدہ پر قادر نہیں ہے۔

٦١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ. ثُمَّ قَالَ وَكَانَ رَجُلًا أَعْمٰى، لَا يُنَادِي حَتّٰى يُقَالَ لَهُ أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں' پس تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں' پھر فرمایا: وہ نابینا شخص ہیں' وہ اس وقت اذان دیتے ہیں' جب ان سے کہا جائے: صبح ہوگئی' صبح ہوگئی۔

[اطراف الحدیث: ٦٢٠-٦٢٣-١٩١٨-٢٦٥٦-٧٢٤٨] (صحیح مسلم: ١٠٩٢' الرقم المسلسل: ٢٤٩٥' سنن ترمذی: ٢٠٣' سنن نسائی: ٦٣٨' مصنف عبد الرزاق: ١٨٨٥' مسند الحمیدی: ٦١١' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٩' صحیح ابن خزیمہ: ٤٠١' شرح معانی الآثار: ٨١٤' صحیح ابن حبان: ٣٤٦٩' سنن بیہقی ج ١ ص ٣٨٠' شرح السنۃ: ٤٣٣' موطأ امام مالک: ١٦٥' دار المعرفۃ' مسند احمد ج ٢ ص ٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٤٥٥١ - ج ٨ ص ١٥٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٤٤٠' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند طحاوی: ٣٩٤٠)

نابینا کی اذان کے متعلق مذاہب ائمہ اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

نابینا کی اذان میں اختلاف ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم نے اس کی اذان کو مکروہ کہا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی اقامت کو مکروہ کہا ہے اور ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے' روایت ہے کہ ابراہیم النخعی کے مؤذن نابینا تھے' امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی اور امام احمد نے اس کی اذان کی اجازت دی ہے' جب کہ اس کے پاس ایسا شخص ہو جو اس کو وقت بتادے' کیونکہ حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ اس وقت اذان دیتے تھے' جب ان کو یہ خبر دی جاتی تھی کہ صبح ہوگئی' صبح ہوگئی۔

المہلب نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نابینا شخص جس آدمی کو اور اس کی آواز کو پہچانتا ہو اور اس کی خبر سننے کے متعلق کوئی شہادت دے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص میں کوئی جسمانی نقص ہو تو اس کو ممتاز اور متمیز کرنے کے لیے اس نقص کا ذکر کرنا جائز ہے اور یہ غیبت نہیں ہے' جیسے حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم کو نابینا کہا جاتا تھا' نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ کسی شخص کو اس کی ماں کی طرف منسوب کر کے اس کا نام لینا جائز ہے جب کہ اس کی نسبت اس کی ماں کی طرف مشہور ہو جیسے حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم کہا جاتا ہے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کی کنیت رکھنا جائز ہے' اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن اُمِّ مکتوم سے دو بار کہا جاتا: صبح ہوگئی' صبح ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تاکید کے لیے کسی لفظ کو دوبارہ ذکر کرنا صحیح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣١٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

حضرت عبداللہ ابن اُمِّ مکتوم کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ابن ام مکتوم کا نام عبداللہ ہے اور ان کو عمرو بھی کہا جاتا ہے اور یہی اکثر ہے' یہ ابن قیس بن زائدہ القرشی العامری ہیں اور ان کی والدہ ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم ہے اور یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ماموں کے بیٹے ہیں' حضرت ابن ام مکتوم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مدینہ میں تیرہ مرتبہ اپنا خلیفہ بنایا' یہ جنگ القادسیہ میں شریک ہوئے تھے اور اسی میں شہید ہو گئے تھے' اس دن ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا' صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مؤذن تھے' حضرت بلال اور حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہما یعنی وقت واحد میں' ورنہ ان کے علاوہ بھی آپ کے مؤذن تھے' حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے مکہ میں آپ کے لیے اذان دی ہے' اور حضرت سعد القرظ نے آپ کے لیے قُبا میں تین مرتبہ اذان دی ہے۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

فجر کی اذان وقت سے پہلے دینے میں مذاہب ائمہ

امام اوزاعی' امام شافعی' امام مالک' امام احمد' اسحاق' داؤد بن جریر طبری اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ فجر کی اذان کو اس کے وقت سے پہلے دینا جائز ہے' امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے امام ابویوسف کا بھی یہی مذہب ہے۔

سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ' امام محمد اور امام زفر بن الھذیل رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی اذان کو اسی وقت دینا جائز ہے' جب اس کا وقت داخل ہو جائے' جس طرح دوسری نمازوں کی اذان کو اسی وقت دینا جائز ہے جب ان کا وقت داخل ہو جائے' اور بعض اصحاب الحدیث نے یہ کہا ہے کہ یہ اس وقت جائز ہے جب ایک مسجد میں دو مؤذن ہوں' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مؤذن تھے اور جب کسی مسجد میں صرف ایک مؤذن ہو تو پھر اس کے لیے اسی وقت اذان دینا جائز ہے' جب اس نماز کا وقت آ جائے' اس بناء پر یہ ہو سکتا ہے کہ جس وقت حضرت بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان دی' اس وقت وہی ایک مؤذن ہوں' پھر ان کو دوبارہ اذان دینے کا حکم دیا اور حضرت ابن ام مکتوم نے اقامت کہی کیونکہ حضرت بلال کی فجر سے پہلے اذان دینا ثابت ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ اذان میں اصل یہ ہے کہ وقت داخل ہونے کے بعد اذان دی جائے' کیونکہ اذان سے نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر دی جاتی ہے اور اگر نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دی گئی تو اس میں **تجہیل** ہے اور یہ نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر نہیں ہے' جیسا کہ فجر کے علاوہ دیگر نمازوں کی اذان میں ہے' اور حضرت بلال جو فجر کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دیتے تھے' یہ اذان نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر نہیں تھی' بلکہ یہ اس لیے تھی کہ سوئے ہوئے لوگ بیدار ہو جائیں اور روزہ دار سحری کریں اور جو شخص غائب ہو' وہ لوٹ آئے اور اس پر دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے سے منع نہ کرے' وہ اس لیے اذان دیتے ہیں کہ تم میں سے جو شخص تہجد پڑھ رہا ہو وہ لوٹ آئے اور جو سو رہا ہو وہ بیدار ہو جائے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۵)

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۶۔۵۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۳۲۔ ج ۳ ص ۸۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

فجر کے وقت سے پہلے اذان دینے میں مذاہب۔

۱۲ - بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ — فجر کے بعد اذان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فجر کی جو اذان معتبر ہے' وہ طلوع فجر کے بعد ہے۔

۶۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ حَفْصَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ، وَبَدَا الصُّبْحُ، صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوةُ.

[اطراف الحدیث:۱۱۷۳-۱۱۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: مجھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جب مؤذن صبح کی اذان کے لیے بیٹھ جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخفیف کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھتے' اس سے پہلے کہ نماز فجر کی اقامت کہی جاتی۔

(صحیح مسلم:۷۲۳' الرقم المسلسل:۱۶۴۶' سنن ترمذی:۴۳۳' سنن نسائی:۱۴۵۵' سنن ابن ماجہ:۱۱۴۵' مسند الحمیدی:۲۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱ طبع قدیم' مسند احمد:۴۵۹۴-ج ۸ ص ۱۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۷۰۵۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی:۹۰۳۹)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ جب مؤذن اذان دینے کے لیے بیٹھ جاتا تو آپ فجر کی دو سنتیں پڑھتے تھے اور امام احمد کی روایت میں ہے: جب فجر روشن ہو جاتی تو آپ دو رکعت پڑھتے تھے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلوع فجر کے بعد فجر کی اذان دی جاتی تھی' اور فجر کی سنتیں دو رکعت ہیں اور ان کو تخفیف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

۶۱۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ. [طرف الحدیث:۱۱۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم:۷۲۴' الرقم المسلسل:۱۶۵۲' سنن ابوداؤد:۱۲۵۵' سنن نسائی:۹۴۵' مسند الحمیدی:۱۸۰' صحیح ابن خزیمہ:۱۱۱۳' صحیح ابن حبان:۲۴۶۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۴-۴۳' مصنف عبدالرزاق:۴۷۹۲' مسند احمد ج ۶ ص ۴۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۱۲۵-ج ۴۰ ص ۱۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے' جو حدیث:۶۱۸ میں گزر چکی ہے۔

* مذکور الصدر دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم:۱۵۸۱-۱۵۸۰-ج ۲ ص ۴۳۵ میں مذکور ہیں' وہاں ان کی شرح نہیں کی گئی۔

۶۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا يُنَادِيْ بِلَيْلٍ، فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ اُمِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں' تم

مَكْتُوْمٍ. کھاتے پیتے رہا کرو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦١٧ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابُ الْأَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ فجر سے پہلے اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ طلوع فجر سے پہلے اذان دینے کا کیا حکم ہے' آیا وہ مشروع ہے یا نہیں اور اگر وہ مشروع ہے تو پھر طلوع فجر کے بعد اذان دی جائے گی یا نہیں۔

٦٢١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ' عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ' اَوْ اَحَدًا مِّنْكُمْ' اَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُوْرِهٖ' فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ' اَوْ يُنَادِيْ' بِلَيْلٍ' لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ' وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ' وَلَيْسَ اَنْ يَّقُوْلَ الْفَجْرُ' اَوِ الصُّبْحُ. وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ' وَرَفَعَهَا اِلٰى فَوْقُ' وَطَاْطَاَ اِلٰى اَسْفَلَ' حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا. وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ' اِحْدَاهُمَا فَوْقَ الْاُخْرٰى' ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَ شِمَالِهٖ. [اطراف الحدیث:٥٢٩٨-٧٢٤٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان التیمی نے حدیث بیان کی از ابوعثمان النہدی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو بلال کی اذان سحری کھانے سے منع نہ کرے کیونکہ وہ رات کو اذان دیتے ہیں' تاکہ جو شخص نماز میں قیام کر رہا ہے وہ لوٹ آئے' اور جو سویا ہوا ہے وہ بیدار ہو جائے' آپ نے اپنی انگلیاں اوپر سے نیچے کر کے فرمایا: فجر یا صبح اس طرح نہیں ہے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: اس طرح ہے۔ زہیر نے اپنی ایک انگلی دوسری انگلی پر رکھ کر دائیں سے بائیں کھینچ کر دکھایا۔

(صحیح مسلم: ١٠٩٣' الرقم المسلسل: ٢٥٠٠' سنن ابوداؤد: ٢٣٤٧' سنن نسائی: ٦٤٠' سنن ابن ماجہ: ١٦٩٦' السنن الکبریٰ للنسائی: ٢٤٨٠' صحیح ابن حبان: ٣٤٧٢' سنن ابوداؤد الطیالسی: ٣٥٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٩' المنتقیٰ: ١٥٤' صحیح ابن خزیمہ: ٤٠٢' المعجم الکبیر: ١٠٥٥٨' سنن بیہقی ج ١ ص ٣٨١' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٥٤- ج ٦ ص ١٦٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٤١٩٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٥١٥٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن یونس المعروف بشیخ الاسلام (٢) زہیر بن معاویہ الجعفی (٣) سلیمان بن طرخان التیمی البصری (٤) ابوعثمان عبدالرحمان بن مل النہدی (٥) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ١٩٥)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر سے پہلے اذان دیتے تھے۔

فجر سے پہلے اذان دینے کے وقت میں مختلف اقوال اور فجر کاذب اور فجر صادق کی علامت

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ طلوع الفجر سے پہلے اذان دیتے تاکہ سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے اور جو تہجد کی نماز پڑھ رہا ہو وہ لوٹ جائے اور یہ لوگ سحری کھانے کی تیاری کریں اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ایک اور اذان کی ضرورت ہے جو طلوع الفجر کے بعد ہو جیسا کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے' اور جو اذان طلوع الفجر سے پہلے دی جاتی ہے' اس کے وقت میں اختلاف ہے' بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ اس کا وقت فجر کاذب اور فجر صادق کے درمیان

ہے'بعض نے کہا: آدھی رات کے وقت ہے'بعض نے کہا: تہائی رات کے وقت ہے'بعض نے کہا: رات کے آخری چھٹے حصہ میں۔
حدیث:٦١٧ میں مذاہب کا بیان گزر چکا ہے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل کا بیان بھی کیا جا چکا ہے۔
اس حدیث میں فجر کاذب اور فجر صادق کا بیان ہے' فجر کاذب میں روشنی اوپر سے نیچے کی طرف پھیلتی ہے اور فجر صادق میں روشنی دائیں سے بائیں طرف پھیلتی ہے۔

٦٢٣'٦٢٢ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ حَدَّثَنَا عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ. وَعَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (ح) وَحَدَّثَنِيْ يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ.

[طرف الحدیث:١٩١٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے خبر دی' عبید اللہ نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' (ح) اور مجھے یوسف بن عیسیٰ المروزی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بلال رات کو اذان دیتے ہیں' سو تم کھاتے اور پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری:٦١٧ کا مطالعہ فرمائیں۔

١٤ - بَابُ كَمْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَمَنْ يَّنْتَظِرُ الْإِقَامَةَ الصَّلٰوةَ

اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہے اور جو لوگ نماز کی اقامت کا انتظار کریں

٦٢٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثَلَاثًا لِمَنْ شَاءَ.

[طرف الحدیث:٦٢٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از الجریری از ابن بریدہ از عبد اللہ بن مغفل المزنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' یہ اس کے لیے ہے جو پڑھنا چاہے۔

(صحیح مسلم:٨٣٨' الرقم المسلسل:١٩٠٨' سنن ابوداؤد:١٢٨٣' سنن ترمذی:١٨٥' سنن نسائی:٦٨٢۔٦٨١' سنن ابن ماجہ:١١٦٢' صحیح ابن خزیمہ:١٢٨٧' صحیح ابن حبان:١٥٥٩' سنن دارقطنی ج١ص٢٦٦' سنن بیہقی ج٢ص٤٧٤' شرح السنۃ:٤٣٠' مسند احمد ج٤ص٨٦ طبع قدیم' مسند احمد:١٦٧٩٠۔ ج٢٧ص٣٤٦' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:٤٢٤٣' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی:٥٣٥٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسحاق بن شاہین الواسطی (٢) خالد بن عبد اللہ الطحان (٣) الجریری' وہ سعید بن ایاس ہیں (٤) ابن بریدہ' وہ عبد اللہ بن حصیب اسلمی ہیں' یہ مرو کے قاضی تھے وہیں فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج٥ص٢٠١)

اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کے متعلق حدیث

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث میں جو ارشاد ہے: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز

ہے۔اس سے مراد ہے: اذان اور اقامت کے درمیان اور اقامت کے اوپر اذان کا اطلاق تغلیباً فرمایا ہے' جیسے چاند اور سورج کو کہا جاتا ہے: قمرین' اور سورج کے اوپر قمر کا اطلاق تغلیباً ہوتا ہے' باب کا عنوان ہے: اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہے' اور جب اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہوگی تو اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ بھی ہوگا' تاہم اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ پر یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! جب تم اذان دو تو اپنی اذان میں آہستہ آہستہ کلمات کہو' اور جب اقامت کہو تو تیزی سے کلمات کہو' اور اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ کرو جس میں کھانا کھانے والا اپنے کھانے سے فارغ ہو جائے اور مشروب پینے والا اپنے مشروب سے فارغ ہو جائے اور جس نے قضاء حاجت کرنی ہو وہ اس سے فارغ ہو جائے' اور جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو' اس وقت تک کھڑے نہ ہو۔

(سنن ترمذی: ١٩٥' المستدرک ج ١ ص ٢٠٤)

اذان کے بعد نوافل پڑھنے کا جواز

علامہ ابن جوزی مالکی متوفی ٥٩٧ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ جس نماز کے لیے اذان دی گئی ہے' اس وقت صرف وہی نماز پڑھنی جائز ہے اور کوئی اور نفل نماز نہیں پڑھی جا سکتی' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس اذان کے بعد اور نوافل بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔

(کشف المشکل ج ١ ص ٣٥٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ ھ)

نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ ھ لکھتے ہیں:

مغرب کی اذان کے بعد' نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنے میں اختلاف ہے' امام احمد بن حنبل کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ یہ دو رکعت جائز ہیں اور سنت نہیں ہیں۔ اثرم بیان کرتے ہیں: میں نے امام احمد سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے یہ دو رکعت صرف ایک مرتبہ پڑھی ہیں' جب میں نے اس کے متعلق حدیث سنی' انہوں نے کہا: اس کے متعلق جید احادیث ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ کے اصحاب اور تابعین سے مروی ہیں' مگر یہ کہ آپ نے فرمایا: جو چاہے ان کو پڑھے' ان کے پڑھنے کے جواز پر دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں غروبِ آفتاب کے بعد نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے' مختار بن فلفل نے ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ دو رکعت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ ہمیں یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے' پس آپ ہمیں ان کا حکم دیتے تھے نہ منع فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم: ٨٣٦' الرقم المسلسل: ١٩٠٦' سنن ابوداؤد: ١٢٨٢)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے' جب مؤذن نماز مغرب کی اذان دیتا تو صحابہ مسجد کے ستونوں کی طرف سبقت کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے' حتیٰ کہ اگر کوئی مسافر مسجد میں داخل ہوتا تو لوگوں کو کثرت کے ساتھ اس نماز کو پڑھتے ہوئے دیکھ کر یہ گمان کرتا کہ نماز مغرب پڑھی جا چکی ہے۔ (صحیح مسلم: ٨٣٧' الرقم المسلسل: ١٩٠٧' مسند احمد ج ٣ ص ٢٨٠)

حضرت عبد اللہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھو' پھر تیسری بار فرمایا: جو چاہے' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اس کو سنت بنا لیں۔ (صحیح البخاری: ١١٨٣' سنن ابوداؤد: ١٢٨١' مسند احمد ج ٥ ص ٥٥)

(المغنی ج ٢ ص ٣٢٥-٣٢٤، دار الحدیث قاہرہ ١٤٢٥ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ یہ دو رکعت مستحب نہیں ہیں۔

اس مسئلہ میں متقدمین کے دو قول ہیں صحابہ کی ایک جماعت اور متاخرین تابعین نے ان کو مستحب کہا ہے حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ نے ان کو مستحب نہیں کہا اسی طرح امام مالک اور اکثر فقہاء نے۔ النخعی نے کہا: یہ بدعت ہیں کیونکہ ان کو مستحب قرار دینا مغرب کی نماز کو اول وقت میں پڑھنے سے تاخیر کو مستلزم ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ٤ ص ٢٣٩٤ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ١٤١٧ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے ان دو رکعت پڑھنے کو جائز کہا ہے باقی فقہاء نے انکار کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣١٨ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی کی شرح میں مذکور ہے کہ مغرب کی اذان کے علاوہ مؤذن اذان دینے کے بعد اتنا وقفہ کرے جس وقفہ میں ایسی دو رکعت نماز پڑھی جا سکے کہ ہر رکعت میں دس آیات پڑھی جائیں اور کم زور آدمی کے لیے ٹھہرے محلہ کے رئیس اور بڑے آدمی کے لیے نہ ٹھہرے یہ ہر نماز کے بعد کم از کم وقفہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٢٠٢ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٦٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ، قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ، حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذٰلِكَ، يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ. قَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ، وَأَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن عامر الانصاری سے سنا از حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب مؤذن اذان دیتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ستونوں کی طرف جھپٹتے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حجرہ سے) نکل آتے اور وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ رہے ہوتے اور اذان اور اقامت کے درمیان اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ عثمان بن جبلہ اور ابوداؤد نے شعبہ سے روایت کی ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان بہت کم وقفہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٥٠٣ اور ٦٢٠ میں مطالعہ فرمائیں۔

١٥ - بَابُ مَنِ انْتَظَرَ الْإِقَامَةَ   جو اقامت کا انتظار کریں

اس سے مراد امام ہے یا وہ مقتدی جو صف اول میں بیٹھا اقامت کا منتظر ہو یا جس کا گھر مسجد کے قریب ہو اور وہ اپنے گھر میں اقامت کی آواز سن سکتا ہو۔

٦٢٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، بَعْدَ اَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ.

[اطراف الحدیث: ۹۹۴_ ۱۱۲۳_ ۱۱۶۰_ ۱۱۷۰_ ۶۳۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب مؤذن فجر کی پہلی اذان (اس سے مراد اقامت ہے) کے بعد خاموش ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے ہو کر نماز فجر سے پہلے فجر کے ظہور کے بعد تخفیف کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھتے' پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن اقامت کے لیے آتا۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۸۷، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

سنت فجر کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا اور گھر میں نماز کا انتظار کرنا بھی مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے' اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فجر کی دو رکعت پڑھے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۶۱، سنن ترمذی: ۴۲۰، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۵)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مستقل امام ہو' مؤذن کو اس کے پاس جا کر نماز کی خبر دینی چاہیے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گھر میں نماز کا انتظار کرنا مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے' کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے حجرہ سے نکل کر مسجد میں آ جاتے تاکہ آپ کو نماز کے انتظار کی فضیلت حاصل ہوتی کیونکہ نماز کا انتظار کرنے والے کا نماز میں شمار ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابٌ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ لِمَنْ شَاءَ

ہر دو اذانوں کے درمیان اس کے لیے نماز ہے جو پڑھنا چاہے

٦٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ، بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ. ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں کہمس بن الحسن نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن بریدہ از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' پھر تیسری بار فرمایا: یہ اس کے لیے ہے جو نماز پڑھنا چاہے۔

دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے' مغرب کی اذان اور اقامت کے علاوہ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھنا سنت ہے اور مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان بھی دو رکعت نماز پڑھنا جائز ہے' اس کی مفصل بحث حدیث: ۶۲۴ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ مَنْ قَالَ لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَاحِدٌ

جس نے کہا: سفر میں بھی ایک مؤذن اذان دے

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اگر ایک مؤذن بھی سفر میں اذان دے دے تو وہ کافی ہے۔

٦٢٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِي، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَحِيمًا رَفِيقًا فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا إِلَى أَهَالِينَا، قَالَ ارْجِعُوا فَكُونُوا فِيهِمْ، وَعَلِّمُوهُمْ، وَصَلُّوا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

[اطراف الحدیث: ٦٣٠-٦٣١-٦٥٨-٦٨٥-٨١٩-٢٨٤٨-٦٠٠٨-٧٢٤٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وھیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' ہم آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے' آپ بہت نرم دل مہربان تھے' جب آپ نے دیکھا ہمیں اپنے گھر والوں کی یاد آ رہی ہے تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر لوٹ جاؤ اور ان میں رہو' ان کو تعلیم دو اور نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو' وہ نماز پڑھائے۔

(صحیح مسلم: ٦٧٤' الرقم المسلسل: ١٥٠٧' سنن ابوداؤد: ٥٨٤-٥٨٣-٥٨٢' سنن ترمذی: ٢٣٥' سنن نسائی: ٧٨٠' سنن ابن ماجہ: ٩٨٠' صحیح ابن خزیمہ: ٣٩٨' صحیح ابن حبان: ١٦٥٨' سنن دار قطنی ج ١ ص ٢٧٢' سنن بیہقی ج ٢ ص ١٧' المعجم الکبیر: ٦٣٥- ج ١٩' مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٦ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٥٩٨- ج ٢٤ ص ٣٦٤' جامع المسانید لابن الجوزی: ٦١٣٥' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٦٦٦٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) معلیٰ بن اسد ابوالہیثم البصری العمری' یہ بھز بن اسد کے بھائی ہیں' بصرہ میں رمضان کے مہینہ میں ٢١٨ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) وھیب بن خالد البصری الکرابیسی (٣) ایوب السختیانی (٤) ابوقلابہ عبداللہ بن زید (٥) حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٢٠٨)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے۔

حضرت ابن عمر کے اثر سے امام بخاری کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو روایت کر کے درج ذیل اثر کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ حضرت ابن عمر سفر میں کتنی بار اذان دیتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: دو اذانیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ١٩٠١' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

اس باب کی حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ سفر میں اذان دو بار نہیں دی جاتی' کیونکہ صبح کی اذان اور دوسری نمازوں کی اذان میں کوئی فرق نہیں ہے' امام شافعی نے کہا: اگر بڑی مسجد ہو اور اس کی ہر جہت سے بہ یک وقت مؤذن اذان دے تاکہ ہر طرف کے لوگ اذان سن لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اب چونکہ لاؤڈ اسپیکر کا رواج عام ہو گیا ہے' اس لیے اب اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مسجد کی ہر طرف اسپیکر نصب کر دیئے جاتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے: تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے' اس سے معلوم ہوا کہ امامت اذان دینے سے افضل ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان دینی چاہیے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۶ 'دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۸ - بَابُ الْأَذَانِ لِلْمُسَافِرِيْنَ' إِذَا كَانُوْا جَمَاعَةً' وَالْإِقَامَةِ

جب مسافروں کی ایک جماعت ہو تو وہ اذان دیں اور اقامت کہیں

وَكَذٰلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ' وَقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ' فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيْرَةِ.

اور اسی طرح عرفہ اور مزدلفہ میں ہے' اور مؤذن کا قول: سرد رات یا بارش والی رات میں نماز گھروں میں پڑھو۔

عرفہ اور مزدلفہ کے ذکر سے امام بخاری نے حسب ذیل حدیثوں کی طرف اشارہ کیا ہے:

باب ''حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے' اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفۃ میں آئے (الی قولہ) پھر اذان دی اور اقامت کہی' پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی' پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھائی اور ان کے درمیان آپ نے کوئی نماز نہیں پڑھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر وقوف کی جگہ آئے (الی قولہ) حتیٰ کہ آپ المزدلفہ میں آئے' پھر آپ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھائی اور ان کے درمیان کوئی نفل نہیں پڑھے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۱۸' الرقم المسلسل: ۲۹۰۱' سنن ابوداؤد: ۱۹۰۹-۱۹۰۵' سنن نسائی: ۲۷۴۳' سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۴)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حج کے لیے گئے تو آپ کے ساتھ متعدد اصحاب تھے اور آپ نے حج کے سفر میں میدان عرفۃ میں ظہر اور عصر کو جمع کیا اور ایک اذان اور ایک اقامت کہلوائی ہے' نیز حدیث میں ہے:

عبد الرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج کیا' پھر عشاء کی اذان کے وقت ہم المزدلفہ میں آئے' پھر حضرت ابن مسعود نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان دی اور اقامت کہی' پھر حضرت ابن مسعود نے مغرب کی نماز پڑھائی' پھر عشاء کی نماز دو رکعت پڑھائی' پھر کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۷۵' صحیح مسلم: ۱۲۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۹۳۴' سنن نسائی: ۳۰۲۷' مسند احمد ج ۱ ص ۴۶۱)

مزدلفہ کے سفر میں بھی اذان اور اقامت کا ذکر ہے' اس لیے امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں عرفہ اور مزدلفہ کا ذکر کیا ہے۔

اور مؤذن کا یہ کہنا کہ سردی کی رات میں' بارش کی رات میں نمازیں گھروں میں پڑھو

۶۲۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ' عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ' عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ' فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُّؤَذِّنَ' فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ. ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُّؤَذِّنَ' فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ. ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از المہاجر بن ابی الحسن از زید بن وہب از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' پس مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اذان دو' اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے

وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

اس سے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اذان دو‘ اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اذان دو‘ حتیٰ کہ سایا ٹیلوں کے برابر ہو گیا‘ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۳۵ کا مطالعہ فرمائیں‘ وہاں اس کا عنوان تھا: گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب مسافروں کی جماعت ہو تو وہ اذان دیں اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۶۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدَانِ السَّفَرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا، فَأَذِّنَا، ثُمَّ أَقِيمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ‘ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی آئے جو سفر کا ارادہ کرتے تھے‘ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم دونوں نکلو تو تم دونوں اذان دینا اور اقامت کہنا‘ پھر جو تم میں سے بڑا ہو‘ وہ امامت کرائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۲۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۶۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ أَتَيْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا رَفِيقًا، فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا، أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا، سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا؟ فَأَخْبَرْنَاهُ، قَالَ ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ، فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ. وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا، أَوْ لَا أَحْفَظُهَا وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ‘ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ہم‘ ہم عمر نوجوان تھے‘ ہم آپ کے پاس بیس دن اور بیس راتیں ٹھہرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نرم دل مہربان تھے‘ جب آپ نے یہ گمان کیا کہ ہمیں اپنے گھر والوں کے پاس جانے کا شوق ہو رہا ہے‘ تو آپ نے ہم سے پوچھا: ہم گھر میں کس کو چھوڑ آئے ہیں‘ تو ہم نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ‘ پس ان میں رہو اور ان کو تعلیم دو‘ اور ان کو حکم دو اور آپ نے چند چیزوں کا ذکر کیا جو مجھے یاد ہیں یا یاد نہیں ہیں۔ (ابوقلابہ کو شک ہے کہ حضرت مالک بن حویرث نے کیا کہا تھا) اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو‘ پس جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو‘ وہ امامت کرائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۲۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۶۳۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ اَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا فِي رِحَالِكُمْ. فَاَخْبَرَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُوْلُ عَلٰى اِثْرِهٖ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِ الْمَطِيْرَةِ فِي السَّفَرِ.

[طرف الحدیث:۶۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از عبید اللہ بن عمر' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سرد رات میں ضجنان میں اذان دی' پھر فرمایا: تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو' پھر ہمیں یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیتے' وہ اذان دیتا' پھر اذان کے بعد کہتا: سنو! سرد رات میں یا بارش والی رات میں سفر میں گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم:۶۹۷' الرقم المسلسل:۱۵۷۱' سنن ابوداؤد:۱۰۶۳' سنن نسائی:۶۵۳' موطأ امام مالک:۱۶۱' صحیح ابن حبان:۲۰۷۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۰' شرح السنۃ:۷۹۷' المنتقی:۳۵۶' صحیح ابن خزیمہ:۲۳۹۹' مسند احمد ج ۲ ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد:۵۳۰۲۔ ج ۹ ص ۲۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' مسند الطحاوی:۳۹۴۳)

لفظ ''ضجنان'' کی تحقیق

اس حدیث میں ''ضجنان'' کا لفظ ہے' علامہ زمخشری متوفی ۵۸۳ھ نے لکھا ہے: ضجنان مکہ کی جانب ایک پہاڑ ہے۔ (الفائق ج ا ص ۲۷۵) حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ صاحب الفائق نے کہا ہے کہ اس کے اور مکہ کے درمیان پچیس میل ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۹) علامہ عینی نے بھی اس عبارت کو نقل کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۳) لیکن میں نے علامہ زمخشری کی الفائق کو دیکھا اس میں یہ عبارت نہیں ہے' نہ ہی صحاح اور لسان العرب میں ہے' البتہ یاقوت الحموی التوفی ۶۲۶ھ نے لکھا ہے کہ علامہ واقدی نے المغازی میں لکھا ہے کہ ضجنان اور مکہ کے درمیان پچیس میل ہیں اور معراج کی حدیث میں ''ضجنان'' کا ذکر ہے' جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کے صدق کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا: جب میں واپسی میں ضجنان کے پاس پہنچا تو میں فلاں قافلہ کے پاس سے گزرا' میں نے وہاں لوگوں کو دیکھا' ان کے برتن میں پانی تھا' میں نے اس پانی کو پی لیا۔

(معجم البلدان ج ا ص ۴۵۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۹۹ھ)

لگتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے معجم البلدان یا علامہ واقدی کی مغازی میں یہ عبارت پڑھی اور بے توجہی سے صاحب الفائق لکھ دیا اور علامہ عینی نے اسی عبارت کو الزمخشری سے بدل کر لکھ دیا کیونکہ الفائق زمخشری کی تصنیف ہے اور حقیقت کا سراغ لگانے کی کوشش نہیں کی۔

سفر میں اذان دینے اور اقامت پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سفر میں اذان اور اقامت پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ایک جماعت کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ مسافر ہر نماز کے لیے اذان دے اور اقامت کہے' حضرت سلمان' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم' سعید بن مسیب' فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہی مذہب ہے' اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ مسافر کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اذان دے اور اگر چاہے تو وہ اقامت کہے' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' عروہ' ثوری اور النخعی کا یہی قول ہے اور ایک جماعت نے کہا: مسافر کا اقامت کہنا کافی ہے' مکحول

حسن بصری اور قاسم کا یہی موقف ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں صبح کی نماز کے سوا ہر نماز کے لیے اقامت کہتے تھے اور صبح کی نماز میں اذان اور اقامت دونوں کہتے تھے۔

عطاء اور مجاہد یہ کہتے تھے کہ جو شخص سفر میں اقامت پڑھنا بھول گیا' وہ نماز کو دہرائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو آدمیوں سے فرمایا جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے: جب تم سفر کے لیے نکلو تو اذان دینا اور اقامت کہنا۔ (صحیح البخاری: ٦٣٠) یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر (حکم) ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' جمہور علماء کے نزدیک یہ امر استحباب اور حصول فضیلت کے لیے ہے' کیونکہ آپ نے دونوں کو اذان دینے کا حکم دیا ہے' حالانکہ ایک کا اذان دینا کافی ہے' جمہور علماء کے نزدیک اس باب کی احادیث میں سفر میں اذان اور اقامت استحباب پر محمول ہیں' جنگل میں بھی اذان اور اقامت کی ترغیب میں احادیث وارد ہیں اور جو شخص جنگل میں اذان دے کر نماز پڑھتا ہے' اس کی اقتداء میں پہاڑوں کے برابر فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٢٢٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٤٩٧۔ ج ٢ ص ٣٨٩ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(١) رحل کا معنی (٢) جماعت اور جمعہ سے رخصت (٣) ''الا صلوا فی الرحال'' (٤) اذان کے درمیان کلام کا حکم۔

٦٣٣ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ ابْنِ اَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ اَبِيهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْطَحِ، فَجَاءَهُ بِلَالٌ فَاٰذَنَهُ بِالصَّلٰوةِ، ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعَنَزَةِ حَتّٰى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْطَحِ، وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن عون نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو العمیس نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے باہر وادی ابطح میں دیکھا' آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کو نماز کی خبر دی' پھر حضرت بلال نیزہ لے کر باہر نکلے حتیٰ کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس وادی میں گاڑ دیا اور نماز کی اقامت کہی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٧ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: لوگوں کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا' وہاں اس حدیث میں صرف اتنا ذکر تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھائی اور عصر کی دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا اور یہاں امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے درج کیا ہے کہ اس میں سفر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

١٩ - بَابُ هَلْ يَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا؟ وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْاَذَانِ؟

کیا مؤذن اپنا منہ اِدھر اُدھر کرے اور کیا نماز میں التفات کرے

وَيُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ اَنَّهُ جَعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ.

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈالا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے: عمار بن سعد اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور فرمایا: اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ: ٧١٠)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے: وکیع' سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ سفیان نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا' وہ اپنے اونٹ پر اذان دے رہے تھے' انہوں نے وکیع سے کہا: کیا تم نے ان کو دیکھا' وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۸۵)

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَاْسَ اَنْ يُّؤَذِّنَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ.

اور ابراہیم نے کہا: مؤذن بغیر وضوء کے اذان دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے: منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا کہ اگر بغیر وضوء کے اذان دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے' پھر مؤذن اتر کر وضوء کر لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۸۸)

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْوُضُوْءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ.

اور عطاء نے کہا: وضوء برحق اور سنت ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے: ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عطاء نے کہا کہ حق اور سنت مسنونہ یہ ہے کہ کوئی مؤذن بغیر وضوء کے اذان نہ دے اور کہا: اذان نماز کا مقدمہ ہے' پس بغیر وضوء کے اذان نہ دی جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۸۰۳)

وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری' کتاب الحیض' باب: ۷ میں ہے' اس کا عنوان ہے: حائض حج بیت اللہ کے سواحج کے تمام ارکان ادا کرے۔

٦٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ رَاٰى بِلَالًا يُؤَذِّنُ، فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالْاَذَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود' انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا' پس میں (بھی) اذان میں حضرت بلال کی موافقت میں منہ اِدھر اُدھر (دائیں بائیں) کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے۔

شیخ نور الحق ابن عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب مؤذن دائیں اور بائیں اذان میں ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' پر منہ پھیرے تو اس کے پیر اور اس کا سینہ اپنی جگہ قائم رہیں' صرف منہ کو دائیں اور بائیں طرف پھیرے۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۲۲۴' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

۲۰ - بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ — کسی آدمی کا یہ کہنا کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی تو وہ مکروہ ہے یا نہیں۔

وَكَرِهَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَنْ يَّقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَمْ نُدْرِكْ.

اور ابن سیرین نے کہا کہ یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی لیکن اس کو یہ کہنا چاہیے کہ ہم نے نماز کو نہیں پایا۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے کہ ابن عون بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سیرین اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص کہے کہ ہم سے نماز فوت ہو

گئی اور وہ کہتے تھے کہ ہم نے بنی فلاں کے ساتھ نماز کو نہیں پایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بہ حوالہ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۸)

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَحُّ. اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد زیادہ صحیح ہے۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم سے جو نماز فوت ہوگئی ہے اس کو پورا کرو۔

۶۳۵- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ سَمِعَ جَلَبَةَ الرِّجَالِ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ مَا شَاْنُكُمْ؟ قَالُوْا اِسْتَعْجَلْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ. قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِذَا اَتَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبداللہ بن ابی قتادہ از والدِ خود انہوں نے کہا: جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اچانک آپ نے لوگوں کی آہٹیں اور آوازیں سنیں آپ نے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: تمہیں کیا ہوا تھا؟ انہوں نے کہا: ہم نماز میں ملنے کے لیے جلدی کر رہے تھے آپ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو جب تم نماز پڑھنے کے لیے آؤ تو تم اطمینان اور سکون کے ساتھ آؤ، تم کو جتنی نماز مل جائے اس کو پڑھ لو اور جتنی نماز تم سے فوت ہو جائے اس کو پورا کر لو۔

(صحیح مسلم: ۶۰۳، الرقم المسلسل: ۱۳۳۸، صحیح ابن حبان: ۲۱۴۷، سنن دارمی: ۱۲۸۵، المعجم الاوسط: ۴۵۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۸، مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۶۰۸۔ ج ۳۷ ص ۲۹۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۸۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) شیبان بن عبدالرحمان النحوی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) عبداللہ بن ابی قتادہ (۵) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ان کا نام ہے: الحارث بن ربعی الانصاری۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۹)

مسبوق کی رہی ہوئی نماز کے اوّل یا آخر میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں ''جلبة'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: آوازیں لوگوں کے جلدی جلدی چلنے کی وجہ سے اور ان کی حرکت کی وجہ سے آوازیں۔

مسبوق کی جو نماز رہ گئی ہے جس کو وہ بعد میں پڑھے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن المسیب، حسن بصری اور عطاء کے نزدیک وہ اس کی نماز کی اوّل ہے، امام شافعی کا یہی قول ہے، امام مالک اور امام احمد سے بھی یہی ایک روایت ہے، ان کا استدلال حدیث کے اس جملہ میں ہے: اور جو نماز تم سے فوت ہوگئی ہے اس کو پورا کرو۔ پورا کرو کا لفظ اس کو مستلزم ہے کہ اس کا ابتدائی حصہ رہ گیا ہے اور وہی نماز کا اوّل حصہ ہے۔

امام مالک نے کہا ہے: جس نماز کو اس کے امام کے ساتھ پالیا ہے وہ اس کی نماز کا اوّل حصہ ہے اور جو نماز اس کی رہ گئی ہے اس کی وہ قضاء کرے گا، اس میں سورۂ فاتحہ پڑھے گا اور اس کے ساتھ سورت ملائے گا، امام بیہقی نے از قتادہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تم نے اپنے امام کے ساتھ جو حصہ پالیا وہ تمہاری نماز کا اوّل ہے اور تم سے جو قرآن پڑھنا رہ گیا ہے اس کی قضاء کرو۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ مسبوق کی جو نماز رہ گئی ہے وہ افعال اور اقوال میں اس کی

قضاء کرے گا۔ علامہ ابن الجوزی نے کہا: ہمارے مذہب کے مشابہ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ اس کی نماز کا آخر ہے' علامہ ابن بطال نے کہا: حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم' ابراہیم النخعی' شعبی اور ابوقلابہ کا بھی یہی قول ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے دوڑتے اور بھاگتے ہوئے نہیں آنا چاہیے' سکون اور اطمینان کے ساتھ وقار کے ساتھ آنا چاہیے' خواہ اس وجہ سے تکبیرۃ الاحرام یا نماز کی بعض رکعات رہ جائیں' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میری نماز فوت ہوگئی یا قضاء ہوگئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۲۱۔۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۶۴۔ ج ۱ ص ۲۱۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: نماز کو جاتے وقت دوڑنے کا حکم۔

۲۱ - بَابُ لَا يَسْعٰى اِلَى الصَّلٰوةِ، وَلْيَاْتِ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

نماز کے لیے دوڑتا ہوا نہ آئے سکون اور وقار کے ساتھ آئے

وَقَالَ مَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا. قَالَهُ اَبُوْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: تم جتنی نماز کو پالو' سو اس کو پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اس کو پورا کرو۔

اس تعلیق میں وہی حدیث بیان کی ہے' جس کو باب سابق میں روایت کیا ہے۔

٦٣٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْاِقَامَةَ فَامْشُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ، وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ، وَلَا تُسْرِعُوْا، فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا. [طرف الحدیث: ۹۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اور از الزہری از ابی سلمہ از ابی ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم اقامت کو سنو تو نماز کی طرف چل کر آؤ اور تم پر سکون اور وقار لازم ہے اور تم دوڑنا مت' پس جو نماز تم کو مل جائے اس کو پڑھ لو اور جو نماز تم سے فوت ہو جائے اس کو پورا کرو۔

(صحیح مسلم: ۶۰۲' الرقم المسلسل: ۱۳۴۴' سنن ترمذی: ۳۲۹' سنن نسائی: ۸۶۱' سنن ابن ماجہ: ۷۷۵' سنن ابوداؤد: ۵۷۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۶۵' مصنف عبد الرزاق: ۳۴۰۴' المنتقی: ۳۰۶' شرح السنۃ: ۴۴۱' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۶۲۔ ج ۱۳ ص ۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے' جو گزشتہ حدیث: ۶۳۵ میں بیان کی جا چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ مَتٰى يَقُوْمُ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْاِمَامَ عِنْدَ الْاِقَامَةِ

جب لوگ امام کو اقامت کے وقت دیکھیں تو کب کھڑے ہوں

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب لوگ نماز کی اقامت کے وقت امام کو دیکھیں تو کب کھڑے ہوں۔

٦٣٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم

هِشَامٌ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُومُوا حَتّٰى تَرَوْنِي.

[اطراف الحدیث:۶۳۸-۹۰۹]

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میری طرف یحییٰ نے لکھا از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم اس وقت نہ کھڑے ہو حتیٰ کہ تم مجھے دیکھ لو۔

(صحیح مسلم: ۶۰۴' الرقم المسلسل: ۱۳۴۰' سنن ابوداؤد: ۵۳۹-۵۴۰' سنن ترمذی: ۵۹۱' سنن نسائی: ۶۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۲۶' صحیح ابن حبان: ۲۲۲۲' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۹۱' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۷۸-۲۷۷' مصنف عبدالرزاق: ۱۹۳۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۰۵' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۵۳۳- ج ۳۷ ص ۲۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۵۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اوران کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ صحابہ کی جماعت اس وقت تک نہیں کھڑی ہوتی تھی حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرہ سے آتے ہوئے دیکھ لیتے۔

نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز کے لیے لوگ کس وقت کھڑے ہوں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما اور ابراہیم النخعی نے کہا ہے کہ لوگ بیٹھ کر انتظار کریں اور جب اقامت کہی جائے تو لوگ کھڑے نہ ہوں حتیٰ کہ امام آ جائے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' اور حسن بصری اور عمر بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ وہ امام کا کھڑے ہو کر انتظار کرتے تھے۔

جب امام مسجد میں ہو تو مقتدیوں کے کھڑے ہونے کے وقت میں اختلاف ہے' سالم' ابوقلابہ' الزہری اور عطاء سے منقول ہے کہ وہ اوّل اقامت میں کھڑے ہوں' امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے کہا ہے کہ مقتدی صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' کہے اور جب مؤذن ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہے تو امام ''اللّٰہ اکبر'' کہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور ابراہیم النخعی بھی اسی طرح کرتے تھے' حسن بصری' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

ابن المنذر' امام مالک' امام شافعی اور تمام شہروں کے مسلمانوں کا اس پر عمل ہے کہ اقامت مکمل ہونے کے بعد امام اللہ اکبر کہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۳۱-۳۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت کے متعلق احادیث کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء کا یہ مؤقف ہے کہ جب امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں حتیٰ کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہو جائے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے' جب مؤذن ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہتا' اس کو ابن المنذر وغیرہ نے روایت کیا ہے' اسی طرح امام سعید بن منصور نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے روایت کیا ہے' سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے اور جب وہ کہے: ''حی علی الصلوٰۃ''

توصفیں برابر کر لی جائیں اور جب وہ کہے: "لا الہ الا اللہ" تو امام "اللہ اکبر" کہے عون بن ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے اور جب وہ کہے: "قد قامت الصلوٰۃ" تو امام "اللہ اکبر" کہے اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو نہ دیکھ لیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ سے نکلنے سے پہلے اقامت کہی جاتی تھی' اور یہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے معارض ہے' جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت تک اقامت نہیں کہتے تھے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکل آتے۔ (صحیح مسلم: ۶۰۶' الرقم المسلسل: ۱۳۴۵) اور ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت بلال' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ سے نکلنے کا انتظار کرتے رہتے تھے' وہ اقامت کی ابتداء اس وقت کرتے تھے' جب اکثر لوگ آپ کو نہیں دیکھتے تھے' پھر جب لوگ آپ کو دیکھ لیتے تو کھڑے ہو جاتے' پھر آپ اپنی جگہ پر اس وقت کھڑے ہوتے جب لوگ صفیں برابر کر لیتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام عبدالرزاق نے از ابن جریج از ابن شہاب یہ روایت کی ہے کہ جب مؤذن "اللہ اکبر" کہتا تو لوگ کھڑے ہو جاتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر اس وقت آتے تھے' جب صفیں برابر ہو جاتیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۴۲) اور صحیح بخاری میں عنقریب یہ حدیث آئے گی کہ نماز کی اقامت کہی گئی تو لوگوں نے اپنی صفیں برابر کر لیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکلے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۰) اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نماز کی اقامت کہی گئی' پس ہم نے صفوں کو برابر کیا اس سے پہلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نکل کر آئیں۔ (صحیح مسلم: ۶۰۵' الرقم المسلسل: ۱۳۴۲) اور امام ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے لوگ کھڑے ہو جاتے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۴۱) ان حدیثوں کی حضرت ابو قتادہ کی حدیث کے ساتھ تطبیق اس طرح ہے کہ بسا اوقات صحابہ اس طرح کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان جواز کے لیے اس کو مقرر رکھتے تھے اور چونکہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے کھڑے ہو جاتے تھے تو یہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کرنے کا باعث ہوا اور آپ نے فرمایا: جب تک تم مجھے آتا ہوا نہ دیکھ لو اس وقت تک مت کھڑے ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر میں کوئی کام ہو' جس کی وجہ سے آپ کو آنے میں تاخیر ہو جائے تو اگر صحابہ پہلے سے کھڑے ہو جائیں گے تو اتنی دیر تک کھڑے ہونے سے ان کو مشقت ہوگی اور ان پر انتظار شاق گزرے گا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۳۵۔ ۲۳۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے کہا ہے کہ جب لوگ (مسجد میں) صف میں بیٹھے ہوئے ہوں تو جب مؤذن "حی علی الصلوٰۃ" کہے تو لوگ کھڑے ہو جائیں اور جب مؤذن "قد قامت الصلوٰۃ" کہے تو امام "اللہ اکبر" کہے کیونکہ مؤذن شرع میں امین ہے اور اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے اور "قد قامت الصلوٰۃ" کا معنی ہے: بے شک نماز قائم ہو گئی' لہٰذا مؤذن کی خبر کی تصدیق واجب ہے اور جب مسجد میں امام نہ ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو دیکھ نہ لیں۔

حافظ ابن حجر نے صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کی جو احادیث ذکر کی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے اقامت پڑھی گئی اور آپ کے مسجد میں آنے سے پہلے لوگ کھڑے ہو جاتے تھے' علامہ عینی نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ابتدائی عمل تھا' بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کر دیا اور فرمایا: جب تک تم مجھے نہ دیکھو اس وقت تک مت کھڑے ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

برصغیر کی مساجد میں نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں علماء کا اختلاف

ہمارے برصغیر کی مساجد میں علماء اہل سنت کی مساجد میں یہ طریقہ ہے کہ امام پہلے سے مصلی پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے اور جب مؤذن "حی علی الصلوٰۃ" کہتا ہے تو امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور مکتبہ فکر دیوبند کی مساجد میں یہ طریقہ ہے کہ مؤذن کی تکبیر شروع کرتے ہی امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ وہ طریقہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمادیا تھا اور صحابہ کرام نے اس طریقہ کو ترک کر دیا تھا' جیسا کہ فتح الباری اور عمدۃ القاری کی عبارات سے واضح ہو چکا ہے اور امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ "حی علی الصلوٰۃ" پر کھڑا ہوا جائے۔

شیخ محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب میں وہ تفصیل ہے' جو عالم گیری اور بدائع کے حوالے سے اوپر مذکور ہوئی کہ امام اور مقتدی اگر اقامت سے پہلے ہی مسجد میں موجود تھے تو صحیح روایت کے مطابق "حی علی الفلاح" پر اٹھ جانا چاہیے اور اگر امام باہر سے آ رہا ہے اور وہ محراب کے کسی دروازہ سے یا اگلی صف کے سامنے سے آئے تو جس وقت مقتدی امام کو دیکھیں' اس وقت کھڑے ہو جائیں اور اگر وہ پچھلی صفوں کی طرف سے آ رہا ہے تو وہ جس صف سے گزرے' وہ صف کھڑی ہوتی چلی جائے۔

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۲۰-۳۱۹' مکتبہ دار العلوم کراچی' ۱۳۹۵ھ)

فقہ حنفی کی تمام کتب میں "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونے کو مستحب لکھا ہے' لیکن عالم گیری کی ایک عبارت اس کے خلاف ہے' اس میں لکھا ہے:

جب کوئی شخص اقامت میں داخل ہو تو اس کے لیے کھڑے ہو کر (امام کا) انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن وہ بیٹھ جائے' پھر جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو کھڑا ہو جائے۔ (مضمرات) (عالم گیری ج ۱ ص ۵۷' طبع مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر)

اس عبارت کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب امام مسجد میں نہ ہو اور لوگ اس کا انتظار کر رہے ہوں اور جب امام اور مقتدی مسجد میں ہوں تو پھر مستحب یہ ہے کہ سب بیٹھے رہیں اور جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے' اس وقت کھڑے ہوں اور اس کا خلاف زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے۔

امام اور نمازیوں کا مسجد میں "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونا اور اس مسئلہ میں فقہاء احناف کی عبارات

اس سلسلہ میں فقہاء احناف کی عبارات حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ نماز کی سنن اور آداب میں لکھتے ہیں:

مؤذن جب "حی علی الفلاح" کہے تو اگر امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو لوگوں کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ صف میں کھڑے ہو جائیں۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ آداب نماز میں لکھتے ہیں:

امام محمد نے "الاصل" (المبسوط) میں یہ کہا ہے کہ جب امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو وہ صف میں کھڑے ہو جائیں۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۱۰۵' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ آداب نماز میں لکھتے ہیں:

اگر امام محراب کے قریب ہو تو جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو مستحب یہ ہے کہ سب جلدی کھڑے ہو جائیں۔

(البحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۴، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ حسن بن عمار بن شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ آدابِ نماز میں لکھتے ہیں:
اور "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونا' پھر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
جب امام محراب کے قریب ہو تو امام کا اور لوگوں کا "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونا۔

(نور الایضاح مع مراقی الفلاح ج ۱ ص ۲۷۷، طبع بیروت)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ آدابِ نماز میں لکھتے ہیں:
اگر امام محراب کے قریب ہو تو امام اور مقتدی کا "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونا۔ (علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:)
درر غرر میں مذکور ہے: "حی علی الصلوٰۃ" پر کھڑے ہونا۔ (الدر المختار ورد المحتار ج ۲ ص ۱۵۶، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)
صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ مستحباتِ نماز میں لکھتے ہیں:
جب مکبر "حی علی الفلاح" کہے تو سب کا کھڑے ہو جانا۔ (بہارِ شریعت حصہ سوم ص ۴۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۱۶ھ)

۲۳ - بَابٌ لَا يَسْعٰى اِلَى الصَّلٰوةِ مُسْتَعْجِلًا، وَلْيَقُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

جلدی میں نماز کی طرف دوڑتا ہوا نہ جائے اور اس کو چاہیے کہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑا ہو

۶۳۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ، وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ. تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اقامت پڑھی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے مت ہو حتیٰ کہ تم مجھے دیکھ لو اور تم پر سکون اور اطمینان لازم ہے۔ علی بن المبارک نے شیبان کی (یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت میں) متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۶۳۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۴ - بَابٌ هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ؟

آیا کسی ضرورت کی وجہ سے (نمازی) مسجد سے نکل سکتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا اقامت پڑھی جانے کے بعد کوئی شخص کسی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے نکل سکتا ہے؟

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار

اقامت پڑھی جانے کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت میں حسبِ ذیل احادیث ہیں:
ابو الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' مؤذن نے اذان دی' پھر ایک شخص اٹھ کر مسجد سے جانے لگا' حضرت ابو ہریرہ کی نظر اس کا پیچھا کرتی رہی حتیٰ کہ وہ مسجد سے باہر نکل گیا' پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رہا یہ شخص تو اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔
(صحیح مسلم: ۲۵۸، الرقم المسلسل: ۱۴۶۲، سنن ابو داؤد: ۵۳۶، سنن ترمذی: ۲۰۴، سنن نسائی: ۶۸۳، سنن ابن ماجہ: ۷۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری مسجد میں اذان سنی' پھر کسی کام کی وجہ سے مسجد سے نکل گیا' پھر مسجد میں واپس نہیں آیا تو وہ شخص منافق ہے۔(المعجم الاوسط: ٣٨٥٤' مکتبۃ المعارف' ریاض ١٤١٦ھ)

٦٣٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ، وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ، حَتّٰى إِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ انْتَظَرْنَا أَنْ يُّكَبِّرَ، انْصَرَفَ، قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ. فَمَكَثْنَا عَلٰى هَيْئَتِنَا، حَتّٰى خَرَجَ إِلَيْنَا يَنْطِفُ رَأْسُهُ مَاءً، وَقَدِ اغْتَسَلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکلے' اس وقت نماز کی اقامت کہی جا چکی تھی اور صفیں برابر کی جا چکی تھیں حتیٰ کہ جب آپ جانماز پر کھڑے ہوئے' ہم اس کے منتظر تھے کہ آپ تکبیر تحریمہ پڑھیں' آپ لوٹ گئے اور فرمایا: تم اپنی جگہوں پر کھڑے رہو' تو ہم اسی حالت میں کھڑے رہے' حتیٰ کہ آپ ہماری طرف اس حال میں نکلے کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' اور بے شک آپ نے غسل کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٢٧٥ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جب مسجد میں نمازی کو یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو وہ اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے اور تیمم نہ کرے' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: کسی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے نکلنے کا جواز' اور حدیث مذکور میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل

اس حدیث کے بعض اہم مسائل میں سے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی نسیان طاری ہوتا ہے' اور یہ کہ ضرورت کی وجہ سے اقامت کے بعد کلام کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ جس شخص پر غسل واجب ہو' اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ فوراً غسل کرے۔

٢٥ - بَابٌ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ مَكَانَكُمْ، حَتّٰى نَرْجِعَ انْتَظِرُوْهُ

جب امام کہے کہ تم اپنی جگہوں پر ٹھہرو حتیٰ کہ میں واپس آؤں تو وہ اس کا انتظار کریں

٦٤٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَسَوَّى النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ، وَهُوَ جُنُبٌ، ثُمَّ قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ. فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً، فَصَلّٰى بِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نماز کی اقامت پڑھی گئی' پس لوگوں نے اپنی صفیں برابر کیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حجرہ سے) باہر نکلے' پس آگے بڑھے' اس وقت آپ جنبی تھے' پھر فرمایا: تم اپنی جگہوں پر ٹھہرو' پس آپ نے غسل کیا' پھر آپ باہر نکلے اور آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' پس آپ نے ان کو نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۶ - بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا

کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی

٦٤١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ مَا كِدْتُّ اَنْ اُصَلِّيَ، حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا اَفْطَرَ الصَّائِمُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا . فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بُطْحَانَ وَاَنَا مَعَهُ، فَتَوَضَّاَ ثُمَّ صَلّٰى، يَعْنِي الْعَصْرَ، بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ . .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ غزوہ خندق کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج اب غروب ہونے لگا اور اس وقت روزہ دار کے افطار کا وقت تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی نماز نہیں پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی ایک وادی میں گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا' پھر آپ نے وضوء کیا اور نماز پڑھائی یعنی سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی' پھر اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۹٦ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس شخص نے وقت نکلنے کے بعد جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی' اور یہاں اس کا عنوان ہے: کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی۔

۲۷ - بَابُ الْاِمَامِ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْاِقَامَةِ

اقامت کے بعد امام کو کوئی ضرورت پیش آئے

اس باب کا حاصل یہ ہے کہ نماز پڑھانے سے پہلے امام کو کوئی کام پڑ جائے تو آیا وہ کام کر سکتا ہے یا نہیں' اور اس کا جواب یہ ہے کہ کر سکتا ہے' عنوان میں یہ قید لگائی ہے کہ اقامت کے بعد اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب اقامت کے بعد بھی وہ پیش آمدہ کام کر سکتا ہے تو اقامت سے پہلے تو بہ طریق اولیٰ کر سکتا ہے۔

٦٤٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِيْ رَجُلًا فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ، فَمَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ.

[اطراف الحدیث: ٦٤٣-٦٢٩٢] (صحیح مسلم: ٣٧٦' الرقم المسلسل: ٨١٠' سنن ابوداؤد: ٥٤٤' سنن نسائی: ٧٨٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر عبداللہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نماز کی اقامت پڑھی گئی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے ایک کونے میں ایک شخص سے سرگوشی کر رہے تھے' پھر آپ نے نماز قائم نہیں کی حتیٰ کہ لوگ سو گئے۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ نماز کی اقامت کی جا چکی تھی

نبی ﷺ ایک شخص کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے اور آپ کی اس کے ساتھ سرگوشی طویل ہوگئی اور یہی وہ امام کی پیش آمدہ ضرورت ہے جس کا اس باب کے عنوان میں ذکر کیا گیا ہے۔

لوگوں کے سامنے دو آدمیوں کا سرگوشیاں کرنا' اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کرنا اور دیگر مسائل

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ لوگوں کی جماعت کے سامنے بھی دو آدمیوں کا سرگوشیوں میں بات کرنا جائز ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کرنا جائز ہے' جب کوئی ضرورت ہو' خصوصاً جب کوئی ایسا کام ہو' جس کا دین سے تعلق ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت سے مؤخر کرنا جائز ہے۔

۲۸ - بَابُ الْكَلَامِ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ

اقامت نماز کے وقت کلام کرنا

٦٤٣ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ، عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلٰوةُ؟ فَحَدَّثَنِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ثابت بنانی سے اس شخص کے متعلق سوال کیا' جو نماز کی اقامت کے بعد کلام کرے؟ تو انہوں نے مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی کہ نماز کی اقامت کی گئی' پھر نبی ﷺ کے سامنے ایک شخص پیش ہوا' اس نے نماز کی اقامت کے بعد آپ کو (باتوں میں) روک لیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۶۴۲ کا مطالعہ کریں۔

۲۹ - بَابُ وُجُوبِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ

نماز باجماعت کا واجب ہونا

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ مَنَعَتْهُ أُمُّهُ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ' شَفَقَةً' لَمْ يُطِعْهَا.

اور حسن بصری نے کہا: اگر کسی شخص کو اس کی ماں ازراہِ شفقت عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے منع کرے تو وہ اس کی اطاعت نہ کرے۔

امام بخاری نے حسن بصری کا جو یہ اثر ذکر کیا ہے' اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے کیونکہ غیر معصیت میں والدین کی اطاعت کرنا فرض ہے' اور تمام نمازوں میں سے خصوصاً عشاء کی نماز کا ذکر کیا ہے حالانکہ تمام نمازوں کا یہی حکم ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز منافقین پر بہت دشوار تھی' ہر چند کہ فجر کی نماز بھی اسی طرح ہے لیکن عشاء کے ذکر سے فجر کا حکم بھی معلوم ہو گیا' اور ماں کا ذکر فرمایا ہے' اس لیے کہ ماں کی شفقت اولاد پر باپ سے زیادہ ہوتی ہے۔

نماز باجماعت کے وجوب پر دلائل

تحقیق یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض عین یا فرض کفایہ نہیں ہے کیونکہ فرض ایسی دلیل سے ثابت ہوتا ہے' جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو' اس باب میں جو حدیث درج ہے' اس سے اگرچہ جماعت سے نماز پڑھنے کا لزوم قطعیت سے ثابت ہوتا ہے' مگر اس حدیث کا ثبوت قطعی نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے اور جب ثبوت اور لزوم میں سے ایک چیز قطعی ہو اور دوسری ظنی ہو تو پھر اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے' فرضیت نہیں' لہٰذا نماز باجماعت واجب ہے'

فرض نہیں ہے اس کے وجوب کی دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَO (البقرہ:۴۳) اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کروO

اس آیت میں رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کا حکم ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اس لیے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہوگا' اگر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ قرآن مجید تو قطعی الثبوت ہے لہٰذا جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہونا چاہیے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت قطعی الدلالہ نہیں ہے کیونکہ رکوع کا معنی خشوع بھی ہے۔

٦٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ' اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ' لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ' ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا' ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ' ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ' وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ' لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا' اَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ' لَشَهِدَ الْعِشَاءَ.

[اطراف الحدیث:۶۵۷-۲۴۲۰-۷۲۲۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کسی شخص کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں' پس وہ لکڑیاں جمع کرے' پھر میں نماز کا حکم دوں' پس نماز کے لیے اذان دی جائے' پھر میں کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے' پھر میں ان لوگوں کو دیکھوں جو پیچھے رہے (اور نماز پڑھنے نہیں آئے) پھر میں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر ان میں سے کسی شخص کو یہ علم ہو کہ اس کو گوشت والی ہڈی یا بکری کے دو پائے مل جائیں گے تو وہ ضرور عشاء میں حاضر ہوگا۔

(صحیح مسلم:۶۵۱' الرقم المسلسل:۱۴۵۴' سنن نسائی:۸۴۴' مسند الحمیدی:۹۵۶' المنتقی:۳۰۴' صحیح ابن خزیمہ:۱۴۸۱' موطأ امام مالک:۲۹۶' دار المعرفۃ صحیح ابن حبان:۲۰۹۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۵۵' شرح السنۃ:۷۹۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴ طبع قدیم' مسند احمد:۷۳۲۸- ج ۱۲ ص ۲۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' مسند الطحاوی:۷۷۱۶)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' جن کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اس میں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے والوں پر وعید ہے اور یہ جماعت کے وجوب کی دلیل ہے۔

''عرقًا'' اور ''مرماتین'' کے معنی

اس حدیث میں ''عرقًا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایسی ہڈیاں جن پر باریک گوشت کی تہ چڑھی ہوئی ہو' نیز اس میں ''مرماتین'' کا لفظ ہے' یہ ''مِرماۃ'' کا تثنیہ ہے' اس کا معنی ہے: بکری کے کھر کا گوشت۔

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جماعت کی تاکید کا اور اس کی عظیم عبادت ہونے کا بیان ہے' اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کی حفاظت کرنے کا

دیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ. (البقرہ:۲۳۸) تمام نمازوں کی حفاظت کرو۔

نماز کی حفاظت کرنے کا ایک طریقہ اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنا ہے۔

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت ہے' سوائے اہل الظاہر (غیر مقلدین) کے' کیونکہ ان کے نزدیک جماعت فرض ہے اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے۔

اس حدیث میں جس نماز کا ذکر ہے' جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اس کو پڑھانے کا حکم دیں' پھر جو نماز پڑھنے کے لیے نہ آئیں ان کے گھروں کو آگ لگا دیں' اس میں اختلاف ہے کہ وہ کون سی نماز تھی۔ بعض علماء نے کہا: اس سے مراد عشاء کی نماز ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ مسجد کے گرد رہتے ہیں اور عشاء کی نماز میں نہیں آتے' وہ باز آ جائیں ورنہ میں ان کے گھروں کے گرد لکڑیوں کے گٹھے سے آگ لگا دوں گا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۳ ص ۲۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ اس سے مراد جمعہ کی نماز ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ جمعہ کی نماز ہے اور یہی الحسن البصری کا قول ہے اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ جس حدیث میں نماز سے پیچھے رہنے والے کے لیے اس کے گھر کو آگ لگانے کا ذکر ہے' وہ صرف جمعہ کی نماز ہے اور کوئی نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے منافقین مراد ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ان کو یہ پتا چل جائے کہ ان کو گوشت والی ہڈی مل جائے گی تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں آئیں گے' یہ منافقین کی صفت ہے' مؤمنین کی صفت نہیں ہے۔ (جو فقہاء جماعت کو فرض یا واجب نہیں کہتے' وہ اس حدیث کا یہی جواب دیتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۳۸۔ ۳۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

باجماعت نماز پڑھنے کے وجوب میں احادیث اور آثار

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی سند کے ساتھ متعدد احادیث روایت کی ہیں' جو جماعت سے نماز پڑھنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں' بعض از اں یہ ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' اس نے کہا: میرے پاس کوئی ایسا بندہ نہیں جو نماز کی طرف میری رہ نمائی کرے تو اس نے آپ سے سوال کیا کہ آپ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں' آپ نے اس کو اجازت دے دی' جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور اس سے پوچھا: کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اس کا جواب دو (یعنی مسجد کی طرف چل کر)۔ (صحیح مسلم: ۶۵۳' سنن نسائی: ۸۵۰)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں اذان کو سنتا ہوں' اور شاید کہ میرے پاس کوئی رہ نمائی کرنے والا نہیں ہے کیا میں اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ بنا لوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جب تم اذان سنتے ہو تو پھر (مسجد کی طرف) نکلو۔ (رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عتبان بن مالک انصاری کو عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تھی اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عذر کی وجہ سے جماعت واجب نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

ابو الاحوص بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ کل اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کرے اس کو چاہیے کہ جب اذان دی جائے تو وہ نمازوں کی حفاظت کرے کیونکہ اللہ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سنن الہدیٰ کو مشروع کیا ہے اور یہ نمازیں سنن الہدیٰ ہیں اور اگر تم اپنے گھروں میں نمازیں پڑھو جیسا کہ یہ جماعت چھوڑنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دیا تو تم گم راہ ہو جاؤ گے اور ہر وہ شخص جو اچھی طرح وضوء کرے پھر ان مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف جانے کا قصد کرے تو اللہ اس کے ہر قدم کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دے گا اور اس کا ایک درجہ بلند کرے گا اور اس کے ایک گناہ کو مٹا دے گا اور ہم نے اپنے مسلمانوں کا مشاہدہ کیا ہے جماعت کو صرف منافق چھوڑتا تھا جس کا نفاق معلوم ہوتا تھا اور بے شک ایک آدمی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں آتا تھا اور صف میں کھڑا ہو جاتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۶۵۴ الرقم المسلسل: ۱۴۶۱ سنن ابوداؤد: ۵۵۰ سنن نسائی: ۸۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اذان کے بعد مسجد سے باہر جا رہا تھا انہوں نے کہا: رہا یہ شخص تو اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۵۵ الرقم المسلسل: ۱۴۶۳)

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۵۹-۵۷ ملخصاً و مرتباً نشر السنۃ ملتان)

نماز با جماعت کے واجب یا مسنون ہونے کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

جو مرد عاقل آزاد اور بغیر حرج کے چلنے پر قادر ہوں ان پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے عورتوں بچوں پاگلوں غلاموں اپاہجوں جس کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں جو بوڑھے چلنے پر قادر نہ ہوں اور بیماروں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں ہے۔

عورتوں پر جماعت اس لیے واجب نہیں ہے کہ ان کے گھر سے باہر نکلنے میں فتنہ ہے غلاموں پر اس لیے واجب نہیں کہ ان کے مالکوں کے منافع معطل ہوں گے اپاہج جس کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں اور بہت بوڑھے پر اس لیے واجب نہیں ہے کہ وہ چلنے پر قادر نہیں ہے اور بیمار پر اس لیے واجب نہیں ہے کہ اس کو چلنے میں دشواری ہوگی اور نابینا کے متعلق اجماع ہے کہ جب اس کو راستہ دکھانے والا نہ ہو تو اس پر جماعت واجب نہیں ہے اور اگر اس کو راستہ دکھانے والا ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر پھر بھی جماعت واجب نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس صورت میں اس پر جماعت واجب ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۶۶۴-۶۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

جماعت سے نماز پڑھنا سنت (مؤکدہ) ہے بلا عذر کسی کے لیے اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر جو لوگ جماعت سے نماز پڑھنے نہیں آتے ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ (صحیح البخاری: ۶۴۴ صحیح مسلم: ۶۵۱ سنن نسائی: ۸۴۴)

امام محمد نے کہا ہے کہ معذوروں پر جماعت واجب نہیں ہے (جس کی تفصیل علامہ کاسانی کی عبارت میں ہے:)

اور اگر اس سے جماعت فوت ہو جائے تو گھر میں اپنے گھر والوں کو جمع کر کے جماعت سے نماز پڑھ لے کیونکہ ہم نے روایت

کی ہے کہ جب نبی ﷺ صلح سے فارغ ہو کر آئے تو لوگ (مسجد میں) نماز سے فارغ ہو چکے تھے' پھر آپ نے اپنے گھر میں گھر والوں کو جمع کر کے جماعت کروائی۔ ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کی اطراف سے نماز پڑھنے کے لیے آئے تو لوگ نماز پڑھ چکے تھے' پھر آپ اپنے گھر گئے اور گھر والوں کو جمع کر کے انہیں نماز پڑھائی۔

حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے کہا: اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کی ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵)

اور اگر اس نے تنہا نماز پڑھی تو جائز ہے کیونکہ ہم نے بیان کیا ہے کہ جماعت سنت ہے' اس وجہ سے قضاء نماز کی جماعت واجب نہیں ہے اور سنت کو ترک کرنا جواز کو منع نہیں کرتا۔ (المحیط البرھانی ج ۲ ص ۲۱۱۔ ۲۱۰' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جماعت مردوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے' زاھدی نے کہا کہ تاکید سے فقہاء کی مراد وجوب ہے' ماسوا جمعہ اور عید کے' کہ ان میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے اور رمضان کے وتر میں سنت مستحبہ ہے اور غیر رمضان کے وتر میں نفل ہے اور دعوت دے کر جماعت کرانا مکروہ ہے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ' اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عبارت میں فقہاء کے دو اقوال کے درمیان تطبیق ہے' ایک قول یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جماعت واجب ہے' اور اس کا بیان یہ ہے کہ دونوں سے مراد واحد ہے' کیونکہ احادیث میں جماعت کے ترک کرنے پر شدید وعید ہے۔ علامہ سراج الدین ابن نجیم نے لکھا ہے کہ جماعت واجب ہے اور اس کو سنت اس لیے کہا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے ایک بار بھی بلا عذر جماعت کو ترک کیا تو یہ گناہ ہے۔ یہ علماء عراق کا قول ہے اور علماء خراسان کا قول یہ ہے کہ جو عادۃً جماعت کو ترک کرے وہ گناہ گار ہوگا' نیز علامہ سراج الدین ابن نجیم متوفی ۱۰۰۵ھ نے لکھا ہے کہ بارش' کیچڑ' آندھی' شدید اندھیرے اور سخت سردی میں جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ (النہر الفائق ج ۱ ص ۲۳۹۔ ۲۳۸' قدیمی کتب خانہ' کراچی) علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ نے لکھا ہے کہ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں لکھا ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے' بغیر عذر کے اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اس عبارت کے اول سے جماعت کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس عبارت کے آخر سے جماعت کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (الی قولہ) ان دو باتوں میں موافقت اس طرح ہے کہ حدیث میں جو جماعت کے ترک پر وعید ہے' وہ اس صورت میں ہے جب لوگ جماعت کو دائماً ترک کریں' نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں نہ جائیں اور ہمیشہ گھروں میں نماز پڑھیں' جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ نماز کے لیے حاضر نہ ہوں' اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ گھروں میں نماز پڑھیں' اور فعل مضارع دوام پر دلالت کرتا ہے' جیسے کہتے ہیں کہ بنو فلاں گندم کھاتے ہیں یعنی دائماً گندم کھاتے ہیں۔

پس بعض اوقات مسجد میں حاضر ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے اور سنت مؤکدہ دوام کے قریب ہے' اس وقت ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے ترک جماعت پر وعید بھی فرمائی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت گھر میں یا بازار میں نماز پڑھنے پر ستائیس درجہ ہے۔ (غنیۃ المستملی ص ۵۰۹۔ ۵۰۸' سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ) البتہ اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ علامہ سراج الدین نے کہا ہے کہ علماء عراق کے نزدیک ایک بار بھی بلا عذر جماعت کو ترک کرنا گناہ ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ۲ ص ۲۴۵۔ ۲۴۴' ملخصاً وموضحاً' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کا یہ اعتراض اس لیے ساقط ہے کہ خود علامہ سراج الدین نے یہ لکھا ہے کہ علماء خراسان کا قول یہ ہے کہ جو عادۃً جماعت کو ترک کرے وہ گناہ گار ہوگا اور میرے نزدیک علامہ حلبی کی تقریر میں بہت زبردست تحقیق ہے۔ ان کی تحقیق احادیث پر مبنی ہے اور انہوں نے بہ ظاہر متعارض احادیث میں تطبیق دی ہے کہ جن احادیث میں ترکِ جماعت پر وعید ہے ان کا تقاضا یہ ہے کہ کبھی کبھی جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے (اور عام حالت میں یعنی جب کوئی عذر نہ ہو تو سنت مؤکدہ ہے) اور جن احادیث میں نماز پڑھنے کو افضل فرمایا ہے وہ دوام پر محمول ہیں۔

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی عبارات

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ ھ لکھتے ہیں:

نماز باجماعت واجب ہے وجوب عین کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ. (النساء:۱۰۲) اور جب آپ ان (مسلمانوں میں موجود) ہوں تو آپ ان کے لیے نماز کو قائم کریں اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو۔

اور جب میدانِ جہاد میں اور حالت جہاد میں بھی باجماعت نماز پڑھنا واجب ہے تو حالت امن میں باجماعت نماز پڑھنا بہ طریق اولیٰ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ (البقرہ:۴۳) اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو ○

جماعت واجب کفایہ نہیں ہے لہٰذا جماعت کے تارک سے قتال کیا جائے گا جیسا کہ پانچ نمازوں کے تارک سے قتال کیا جاتا ہے۔ (الاقناع مع کشاف الاقناع ج۱ ص ۵۵۲-۵۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ منصور بن یونس بھوتی حنبلی متوفی ۱۰۵۱ ھ لکھتے ہیں:

کیونکہ حدیث میں ہے: میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی اقامت کہی جائے پھر میں کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ نماز میں حاضر نہیں ہوئے ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔ (صحیح البخاری: ۶۴۴ صحیح مسلم: ۶۵۱)

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی عبارات

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم: ۶۵۱ میں باجماعت نماز پڑھنے کے حکم کی تاکید ہے اس لیے ہمارے ائمہ میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ جماعت واجب علی الکفایہ ہے کیونکہ سنت کو قائم کرنا اور اس کو زندہ کرنا واجب علی الکفایہ ہے اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے پچیس درجہ افضل ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۷۷ صحیح مسلم: ۶۴۹-۲۴۵ سنن ابوداؤد: ۵۵۹ سنن ترمذی: ۶۰۳ سنن ابن ماجہ: ۷۸۶) خلاصہ یہ ہے کہ بغیر جماعت کے بھی نماز صحیح ہے لیکن جماعت کے ساتھ افضل ہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۲۷۷ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف میں سے علامہ حلبی حنفی کی بھی یہی تحقیق ہے۔

نیز علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم:۶۴۹ سے یہ واضح ہو گیا کہ جماعت افضل ہے تاہم تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے' اس حدیث میں داؤد ظاہری (غیر مقلدین کے امام) کا رد ہے' جس نے کہا ہے کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' رد کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (المفہم ج ۲ ص ۲۷۴' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نماز با جماعت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی عبارات

صحیح مسلم:۶۵۱ کی شرح میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب اور جمہور فقہاء نے ان احادیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ نماز کی صحت کے لیے جماعت شرط نہیں ہے' داؤد ظاہری نے اس کے خلاف کہا ہے' اور نہ ہی جماعت فرض عین ہے' علماء کی ایک جماعت نے اس کے خلاف کہا ہے اور مختار یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے' میں نے شرح المہذب میں اس کے دلائل تفصیل سے بیان کیے ہیں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۰۳۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کی ظاہر عبارت یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے' امام شافعی کے اصحاب میں سے جمہور متقدمین کا یہی مذہب ہے' اکثر حنفیہ اور مالکیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (یہ صحیح نہیں ہے۔سعیدی غفرلہٗ) اور باقی فقہاء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۳۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۳۸۱۔ ج ۲ ص ۲۷۹ پر مذکور ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) جماعت کی فضیلت اور اہمیت (۲) جماعت میں مذاہب (۳) جماعت کے فوائد۔

۳۰ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ — نماز با جماعت کی فضیلت

اس باب میں نماز با جماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

وَكَانَ الْأَسْوَدُ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ إِلٰى مَسْجِدٍ اٰخَرَ. اسود کی جب جماعت فوت ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد میں چلے جاتے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ جب اسود کی نماز اپنے لوگوں کی مسجد میں فوت ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد میں چلے جاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۹۹۰)

امام طحاوی نے فقہاء احناف اور امام مالک سے نقل کیا ہے کہ وہ چاہے تو اپنی مسجد میں تنہا نماز پڑھ لے اور چاہے تو دوسری مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے' مگر امام مالک نے کہا ہے کہ ماسوا مسجد حرام اور مسجد نبوی کے' کیونکہ ان دونوں مسجدوں کا اجر دوسری مساجد کے جماعت سے زیادہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴۲)

امام بخاری کی تعلیق کے خلاف دیگر احادیث

اس مسئلہ میں امام بخاری کے نقل کردہ اثر کے مخالف دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

مجاہد نے کہا: جب تم سے تمہاری مسجد میں نماز فوت ہو جائے تو دوسری مساجد میں جماعت کو تلاش مت کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۹۹۲)

ابراہیم نے کہا: جب کسی شخص کی نماز اس کی مسجد میں فوت ہو جائے تو وہ دوسری مساجد کو تلاش نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۳) علقمہ سے بھی ایسا ہی اثر منقول ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۴)

حسن بصری سے کسی نے پوچھا: ایک شخص کی نماز اس کی مسجد میں فوت ہو گئی تو کیا وہ دوسری مسجد میں جائے؟ حسن بصری نے کہا: ہم نے مہاجرین کو اس طرح کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۵)

حیرت ہے کہ امام بخاری نے اسود کی روایت کو نقل کر دیا اور دیگر ان سے بڑے اور افضل تابعین کی روایات کو ترک کر دیا!

جماعت ثانیہ کی تحقیق

وَجَاءَ أَنَسٌ إِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيهِ، فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، وَصَلَّى جَمَاعَةً.

اور حضرت انس رضی اللہ ایک مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی تھی' انہوں نے اذان دی اور اقامت پڑھی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابوعثمان الیشکری بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم صبح کی نماز پڑھ چکے تھے' ان کے ساتھ ایک جماعت تھی' انہوں نے ایک شخص کو اذان دینے کا حکم دیا' اس نے اذان دی' پھر سب نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں' پھر حضرت انس نے اقامت پڑھنے کا حکم دیا' پھر انہوں نے آگے بڑھ کر ان کو نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۳) ایک اور سند سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۴' مصنف عبدالرزاق: ۳۴۲۷-۳۴۲۶-۳۴۲۵)

جماعت ثانیہ کے ثبوت میں دیگر احادیث و آثار

جماعت ثانیہ کے جواز کے متعلق دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اس وقت آیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے' آپ نے فرمایا: تم میں سے کون اس شخص پر تجارت (صدقہ) کرے گا' لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے اس شخص کے ساتھ نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۶' مصنف عبدالرزاق: ۳۴۲۷)

حضرت ابوعثمان رضی اللہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص مسجد میں اس وقت داخل ہوا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے' آپ نے فرمایا: سنو! کوئی شخص اس پر صدقہ کرے' پس وہ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۷' سنن ترمذی: ۲۲۰' مسند احمد ج ۳ ص ۵)

عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم کے ساتھ محارب کی مسجد میں داخل ہوا' وہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے' پس انہوں نے مجھے امامت کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۸)

زیاد قریش کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ میں حسن بصری کے ساتھ بصرہ کی مسجد میں داخل ہوا' وہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے' پس انہوں نے مجھے امامت کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۹)

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ بصرہ کی مسجد الکلاء میں جماعت ہو چکی ہو' اس کے بعد دوسری جماعت کرائی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۰)

منصور بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: لوگ حاکم کے ڈر کی وجہ سے دوسری جماعت کو ناپسند کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۷۱۰۱)

یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آئے اور ہم فجر کی نماز پڑھ چکے تھے انہوں نے نماز کی اقامت پڑھی پھر لوگوں کو نماز پڑھائی اور مسجد کے وسط میں کھڑے ہوئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۷۱۰۳)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اور سالم بن عطیہ نے مسجد حرام کی جماعت کے بعد مسجد حرام میں جماعت کرائی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۷۱۰۴)

سلمہ بن کہیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں اس وقت داخل ہوئے جب وہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے تو انہوں نے علقمہ مسروق اور اسود کو جمع کر کے نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۷۱۰۶)

جماعت ثانیہ کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جماعت ثانیہ میں فقہاء کا اختلاف ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جماعت ثانیہ کرائی (اسی طرح حضرت انس نے اور اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے جیسا کہ ابھی باحوالہ گزر چکا ہے۔ سعیدی غفرلہ) عطاء اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد اسحاق اور اشہب کا بھی یہی موقف ہے ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس مسجد میں ایک بار جماعت ہو چکی ہے اس میں دوبارہ جماعت نہ کرائی جائے۔ امام مالک اوزاعی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ ان ائمہ نے جماعت ثانیہ کو اس لیے ناپسند کیا ہے تاکہ امت کی وحدت نہ ٹوٹے اور اہل بدعت کو جماعت کی مخالفت کرنے کا موقع نہ ملے امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب مسجد راستہ میں ہو اور اس کا امام مقرر نہ ہو تو اس میں لوگ متعدد جماعتیں کرا سکتے ہیں۔ امام شافعی کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جماعت ثانیہ کے متعلق ملا علی قاری کا مسلک

حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اس وقت آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے آپ نے فرمایا: سنو! تم میں سے کوئی شخص اس پر صدقہ کرے پس اس کے ساتھ نماز پڑھے۔

(سنن ترمذی:۲۲۰ سنن ابوداؤد:۵۷۴ مسند احمد ج ۳ ص ۵ ۴ مصنف ابن ابی شیبہ:۷۰۹۶)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صدقہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اس کے ساتھ نیکی کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے تاکہ اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گویا کہ اس نے اس شخص کو صدقہ عطا کیا اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کو نیکی کی ترغیب دینا صدقہ ہے المظہر نے کہا: آپ نے اس کو صدقہ اس لیے فرمایا کہ اگر وہ شخص تنہا نماز پڑھتا تو اس کو صرف ایک نماز کا ثواب ملتا اب جب اس کی وجہ سے اس شخص نے اس کے ساتھ مل کر جماعت سے نماز پڑھی تو اس کو ستائیس نمازوں کا ثواب ملے گا گویا کہ یہ شخص اس پر چھبیس نمازوں کا صدقہ کرے گا۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۲۵ المکتبۃ الحقانیہ پشاور)

جماعت ثانیہ کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ ہے' مگر اس مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ نہیں ہے جو راستہ میں ہو' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (جوہرہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

تکرارِ جماعت کے مکروہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عبدالرحمان بن ابی بکر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں انصار میں صلح کرانے کے لیے نکلے' جب واپس آئے تو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جا چکی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہوئے' گھر کے بعض افراد کو جمع کیا اور ان کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی۔

(الکامل لابن عدی ج ٦ ص ٢٣٩٨' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کی ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں' مجمع الزوائد ج ٢ ص ٤٥' اور البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ تمام المنۃ ص ١٥٥)

اگر مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ نہ ہوتا تو آپ مسجد میں جماعت ثانیہ کراتے۔ (میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ شامی کا واضح تسامح ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی کام کو نہ کرنے سے اس کی کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کام کو منع کرنے سے اس کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) علامہ شامی لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی جب مسجد میں جماعت فوت ہو جاتی تو وہ مسجد میں الگ الگ نماز پڑھتے۔ (میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کو تسامح ہوا ہے' یہ حضرت انس کا قول نہیں بلکہ حسن بصری کا قول ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ٧١٠٩' بلکہ حضرت انس نے اس کے برخلاف مسجد میں جماعت ثانیہ کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٩٣' مصنف عبد الرزاق: ٣٤٢٦) اور حضرت ابن مسعود نے بھی جماعت ثانیہ کرائی ہے اور بہت فقہاء تابعین نے جماعت ثانیہ کرائی ہے جیسے ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

(علامہ شامی جماعت ثانیہ کی کراہت پر عقلی دلائل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:) اور اس لیے کہ جماعت ثانیہ کی تکرار جماعت اولیٰ کی تقلیل کی طرف پہنچائے گی' اور اس لیے کہ جب لوگوں کو پتا ہو گا کہ ان سے جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ نماز پڑھنے کے لیے جلدی آئیں گے تو جماعت (اولیٰ) میں کثرت ہو گی اور اگر ان کو یہ پتا ہو کہ وہ دوبارہ جماعت کر لیں گے تو پھر وہ دیر سے آئیں گے۔ (بدائع) لہٰذا جو لوگ مسجد میں جماعت کے بعد داخل ہوں تو پھر وہ فرداً فرداً بغیر جماعت کے نماز پڑھیں' اور یہی ظاہر الروایہ ہے۔ (ظہیریہ) اور شرح المنیۃ کے آخر میں مذکور ہے: امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اگر جماعت میں تین سے زیادہ افراد ہوں تو جماعت مکروہ ہے ورنہ نہیں' اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر جماعت ثانیہ' جماعت اولیٰ کی ہیئت پر نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے' اور جب امام محراب سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت مختلف ہو جاتی ہے' اسی طرح البزازیہ میں ہے' اور تاتارخانیہ میں الولوالجیہ سے منقول ہے کہ ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور عنقریب "باب الامامۃ" میں ان شاء اللہ اس کی زیادہ تفصیل آئے گی' ہاں! اگر راستہ کی مسجد ہو تو اس میں جماعت ثانیہ میں کوئی حرج نہیں ہے' راستہ کی مسجد سے مراد ایسی مسجد ہے' جس میں کوئی امام اور مؤذن مقرر نہ ہو' سو اس مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے بلکہ افضل ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ٢ ص ٥٨-٥٩' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

نیز علامہ شامی متوفی ١٢٥٢ھ اس مسئلہ کے متعلق بحث الامامت میں لکھتے ہیں:

اذان اور اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد میں جماعت کی تکرار مکروہ تحریمی ہے' راستہ کی مسجد میں مکروہ نہیں ہے یا اس مسجد میں جس میں امام اور مؤذن مقرر نہ ہو۔ (الدر المختار)

یا اس صورت میں جب محلہ کی مسجد میں غیر اہل نے نماز پڑھائی ہو یا اہل نے نماز پڑھائی ہو لیکن بلند آواز سے اذان نہ دی ہو یا محلہ کی مسجد میں اذان اور اقامت کے بغیر جماعت ثانیہ کرائی جائے یا راستہ کی مسجد میں یا اس مسجد میں جس میں مؤذن اور امام مقرر نہ ہوں' اور اس میں لوگ گروہ در گروہ نماز پڑھتے ہوں' ان تمام صورتوں میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے' اور راستہ کی مسجد میں افضل یہ ہے کہ ہر گروہ الگ الگ اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھے' اور محلہ کی مسجد سے مراد یہ ہے کہ اس مسجد کے مؤذن اور امام معلوم اور معین ہوں۔ (الدرالمختار وردالمحتار ج ۲ ص ۲۴۶۔ ۲۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

جماعت ثانیہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کی وضاحت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

(۱) جو مسجد شارعِ عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرائے کی ہے' جس کے لیے اہل معین نہیں' وقت پر جو لوگ گزرے یا اترے یا آئے یا پڑھ گئے' غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت وہی ہے' اوروں کا آنا اتفاقی و عارضی ہے' ایسی مسجد میں بالاجماع تکرار جماعت باذانِ جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بنوبت جو لوگ آئیں' نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں' اگرچہ (ایک نماز کے) وقت میں دس بیس جماعتیں ہو جائیں۔

(۲) مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے' اُس میں اقامتِ جماعت اُنہیں کا حق ہے' اگر اُن کے غیر جماعت کر گئے تو اہل محلہ کو تکرارِ جماعت بلاشبہ جائز ہے جیسے کہ نمازِ جنازہ حالانکہ اُس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں' پھر بھی اگر غیر ولی بے اذنِ ولی پڑھا جائے' اب ولی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا۔

(۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذان پڑھ گئے۔

(۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ' ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذانِ جدید بروجہ سنت اعادۂ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے' جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو۔

(۵) محلے میں حنفی و غیر حنفی دونوں رہتے ہیں' پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کر لی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرضِ طہارت یا فرضِ صلوٰۃ یا شرطِ امامت کو ترک کیا ہے' مثلاً چہارم سر سے کم کا مسح یا آبِ قلیل نجاست افتادہ سے وضوء یا جسم یا کپڑے قدر درہم سے زیادہ منی یا صاحب ترتیب کا باوصف یاد و وسعت وقت بے ادائے فائتہ وقتیہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلاشبہ اپنی جماعت جداگانہ کریں کہ اگرچہ شرع اُن جماعت کرنے والوں کے لیے اسے جماعتِ اولیٰ مانے مگر حنفی تو اُس میں اقتداء نہیں کر سکتا' اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو۔

(۶) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامۂ غیر مقلدین کہ خواہی نخواہی اہل حق سے مخالفت اور مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب مہذب حنفیہ کی مضادت پر حریص ہوتے ہیں' جب بھی حنفیہ کو اُن کی اقتداء گناہ و ممنوع ہے' اپنی جماعت جدا کریں۔

(۷) اُس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی مالکی حنبلی' اس صورت میں بھی اُن کی اقتداء خالی از کراہت نہیں تو جماعت ثانیہ کا فضل مبین۔

(۸) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم بہ تصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعت ثانیہ ہی افضل و اکمل' اور اسی پر حرمین محترمین و مصر و شام وغیرہا بلاد دارالاسلام میں جموع مسلمین کا عمل۔

(۹) جس نے جماعت اولیٰ کی' فاسد العقیدہ بدمذہب بدعتی تھا' مثلاً وہابی یا تفضیلی یا معاذ اللہ امکان کذب الٰہی تعالیٰ شانہٗ ماننے والا یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی کو بُرا جاننے والا کہ عند التحقیق ایسوں کی اقتداء بکراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے۔

(۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی' زناکار یا ڈاڑھی منڈا' سود خوار کہ یہ لوگ ان وہابیوں' کذابیوں وغیرہم بدمذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگر چہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں' پھر بھی اُن کی اقتداء شرعاً بہت ناپسند۔

(۱۱) امام اولیٰ نرا بے علم' جاہل' نماز وطہارت کے مسائل سے غافل تھا' جیسے اکثر گنوار غلام وغیرہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام۔

(۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں' مثلاً ع یا ت' ط یا ث' س' ص یا ح' ہ یا ذ' ز' ظ' میں تمیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دار الفتن' ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں'' وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل وانا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون '' پھر خواہ بے خیالی' بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پرواہی یا زبان کی نادرستی کوئی سبب ہو مذہب معتمد پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے' اگر چہ ان میں بعض صور میں مذہب متاخرین خود اُس کی اپنی نماز کے لیے بہت وسعتیں دے' عند التحقیق بھی بہ شرائط معلومہ مضبوطہ کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیں تاکہ قادر ناقادر کا امام ہو سکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کروہ جماعت اولیٰ ٹھہرے' لاجرم صحیح خوانوں کو جماعت ثانیہ ہی کا حکم ملے' یہ صورت صورتِ اولیٰ کی مانند ہے' اوّل باآخر نسبتے دارد' غرض ایسی صورتیں جماعتِ ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلاً کلام کی گنجائش نہیں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب جماعتِ اولیٰ اہل مسجد یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہہ ہو تو ہمیں جماعتِ ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ درصورت کراہت قصداً تفویت اولیٰ کی رخصت جبکہ ثانیہ نظیفہ مل سکتی ہو اور درصورت فساد تو اُس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگر چہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۱۱۵۔ ۱۱۳' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۵ھ)

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اب محلِ نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان واقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولیٰ خالیہ عن الکراہۃ ادا کر لی' پھر باقی ماندہ لوگ آئے' اُنہیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں' اور ہے تو بکراہت ہے یا بے کراہت؟ اس بارے میں عین تحقیق وحق وثیق وحاصل انیق و نظر دقیق واثر توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادۂ اذان ہمارے نزدیک ممنوع وبدعت ہے' یہی ہمارے امام رضی اللہ عنہ کا مذہب مہذب وظاہر الروایہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۱۲۵' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۵ھ)

شیخ ظفر احمد عثمانی تھانوی متوفی ۱۳۹۴ھ لکھتے ہیں:

جماعت ثانیہ کی کراہت صرف محلہ کی مسجد کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ راستہ اور بازار کی مسجد میں کراہت کی علت نہیں ہے' اس میں کسی گروہ کی خصوصیت نہیں ہے' یہی امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔ (رحمۃ الامۃ ص ۲۴)

(اعلاء السنن ج ۴ ص ۲۴۳۔ ۲۴۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جماعت ثانیہ کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء کی عبارات کا خلاصہ

میں کہتا ہوں کہ ائمہ ثلاثہ نے اپنے اجتہاد سے یہ قیود لگائی ہیں کہ محلہ کی مسجد میں جب اذان اور اقامت کے ساتھ صحیح نماز ہو گئی

ثواب اس میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ مکروہ ہے ورنہ حدیث میں عموم اور اطلاق کے ساتھ جماعت ثانیہ کی ترغیب ہے:

ایک شخص اس وقت آیا جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تھے' آپ نے فرمایا: سنو! تم میں سے کوئی شخص اس پر صدقہ کرے پس اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۰' سنن ابوداؤد: ۵۷۴) حضرت انس نے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے جماعت ثانیہ کرائی' فقہاء تابعین میں سے عبداللہ بن یزید' ابراہیم النخعی' حسن بصری' عطاء اور سالم بن عطیہ نے جماعت ثانیہ کرائی اور امام احمد بن حنبل نے بھی عموم اور اطلاق کے ساتھ جماعت ثانیہ کو جائز کہا ہے' تاہم باقی ائمہ ثلاثہ نے جماعت اولیٰ کی اہمیت اور کثرت قائم رکھنے کے لیے اپنے اجتہاد سے یہ قیود لگائی ہیں۔

٦٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً. [طرف الحدیث: ۶۴۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں تنہا نماز پڑھنے پر ستائیس درجہ فضیلت ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۴۹' الرقم المسلسل: ۱۴۴۵' سنن ترمذی: ۲۱۶' سنن نسائی: ۸۳۸' موطأ امام مالک: ۲۹۴' صحیح ابن حبان: ۲۰۵۲' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۵۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۵۹' شرح السنۃ: ۷۸۴' مسند احمد ج ۲ ص ۶۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۳۳۲۔ ج ۹ ص ۲۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اس سے پہلے ہو چکا ہے' اس حدیث کا عنوان جماعت کی فضیلت ہے اور اس عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت واضح ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنا بھی جائز ہے لیکن جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے اور اس سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے' لیکن دائماً بغیر جماعت کے نماز نہ پڑھی جائے اور یہ کہ دائماً بغیر جماعت کے نماز پڑھنے پر وعید ہے اور یہ منافقین کا طریقہ ہے' اس لیے اکثر اوقات جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے' جو واجب کے قریب ہے۔

٦٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ خَبَّابٍ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے نبی ﷺ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تنہا نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت ہے۔

٦٤٧ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ' وَفِيْ سُوْقِهٖ' خَمْسًا وَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عِشْرِيْنَ ضِعْفًا، وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلٰوةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً، إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ، فَإِذَا صَلّٰى، لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ، مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ.

مرد کی جماعت کے ساتھ نماز اس کی گھر میں اور بازار میں نماز پر پچیس درجہ افضل ہے کیونکہ جب وہ عمدہ طریقہ سے وضوء کرتا ہے پھر مسجد کی طرف نکلتا ہے اور صرف نماز ہی کے لیے نکلتا ہے تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور اس کے ایک گناہ کو مٹا دیا جاتا ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو جب تک وہ نماز کی جگہ پر رہتا ہے فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما' اس پر رحم فرما اور تم میں سے کوئی شخص جب تک نماز کے انتظار میں رہتا ہے اس کا نماز میں شمار ہوتا رہتا ہے۔

حدیث: ٦٤٧-٦٤٦ کی شرح' صحیح البخاری: ٤٧٧ میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: بازار کی مسجد میں نماز' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جماعت کی فضیلت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣١ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فِيْ جَمَاعَةٍ

فجر کی نماز کو جماعت سے پڑھنے کی فضیلت

٦٤٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَفْضُلُ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ صَلٰوةَ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ، بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا، وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ. ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ ﴿إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ (الاسراء: ٧٨).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز تم میں سے کسی ایک کی تنہا نماز پر پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے اور فجر کی نماز میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں' پھر حضرت ابوہریرہ نے کہا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: بے شک فجر کے وقت قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ٧٨)

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ٤٧٧ اور حدیث: ٥٥٤ کا مطالعہ کریں۔

٦٤٩ - قَالَ شُعَيْبٌ وَحَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: شعیب نے کہا: اور مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ جماعت کے ساتھ نماز تنہا نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦٤٥ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٥٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ، فَقُلْتُ مَا أَغْضَبَكَ؟ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أُمَّةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سالم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ام الدرداء

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّونَ جَمِيعًا.

سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ آئے' وہ اس وقت غصہ میں تھے' میں نے پوچھا: آپ کو کس نے غضب ناک کیا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے کسی چیز کو نہیں پہچان رہا' مگر یہ کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص النخعی الکوفی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق النخعی (۳) سلیمان الاعمش (۴) سالم بن ابی الجعد (۵) حضرت ام الدرداء' ان کا نام ھجیمہ ہے' یہ ام الدرداء صغریٰ تابعیہ ہیں' نہ کہ کبریٰ' جن کا نام خیرہ ہے اور یہ صحابیہ ہیں' ہم نے یہ اس لیے کہا ہے کہ حضرت ام الدرداء کبریٰ' حضرت ابو الدرداء کی حیات میں فوت ہوگئی تھیں اور ام الدرداء صغریٰ اس کے بعد کافی طویل زمانہ تک زندہ رہیں اور امام ابوحاتم نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ سالم بن ابی الجعد نے حضرت ابو الدرداء کا زمانہ نہیں پایا' لہٰذا انہوں نے حضرت ام الدرداء کبریٰ کا زمانہ بھی نہیں پایا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ام الدرداء کا نام خیرہ بنت ابی حدرد الاسلمیہ ہے' یہ فاضلات' عاقلات اور عابدات صحابیہ سے ہیں' یہ حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں شام میں فوت ہوگئی تھیں' علامہ کرمانی کا یہ کہنا غلط ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام الدرداء کبریٰ' حضرت ابو الدرداء کی حیات میں فوت ہوگئی تھیں (۶) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ' ان کا نام عویمر بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴۷)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب دین کے احکام میں سے کسی حکم کو متغیر کر دیا جائے تو اس کا رد کرنا چاہیے اور اس کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اس پر اظہارِ غضب کرنا چاہیے۔

٦٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ' عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ' عَنْ أَبِي بُرْدَةَ' عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلٰوةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى' وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ' حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ' أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّي ثُمَّ يَنَامُ.

(صحیح مسلم: ۶۶۲' الرقم المسلسل: ۱۴۸۵' سنن ابوداؤد: ۵۵۷' سنن ابن ماجہ: ۷۸۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از ابی موسیٰ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کا سب سے زیادہ اجر اس کو ملتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے آتا ہے' پھر جو اس کے بعد زیادہ دور سے چل کر آتا ہے اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا رہے حتیٰ کہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لے' اس کو اس سے زیادہ اجر ملتا ہے' جو نماز پڑھ کر سو جائے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

زیادہ مشقت اٹھا کر نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہوتا ہے

اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جو شخص جتنی دور سے چل کر نماز پڑھنے کے لیے آئے گا' اس کو اتنا زیادہ اجر ملے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص زیادہ دور سے چل کر نماز پڑھنے کے لیے آئے گا' اس کو زیادہ مشقت ہوگی اور سب سے زیادہ فضیلت اس عمل میں ہوتی ہے جس میں سب سے زیادہ مشقت ہو' سو ہر وہ نماز جس میں زیادہ مشقت ہو' اس میں زیادہ اجر ہوگا۔ اس میں زیادہ اجر کی وجہ یہ

ہے کہ وہ اس نماز میں امام کا انتظار کرتا ہے اور جتنی دیر وہ نماز کا انتظار کرے گا اس کا نماز میں ہی شمار ہوگا' اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو مسجد زیادہ دور ہو' اس میں نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہوتا ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھنے کے لیے زیادہ چلنا پڑتا ہے۔

٣٢ - بَابُ فَضْلِ التَّهْجِيْرِ اِلَى الظُّهْرِ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی فضیلت

اس عنوان میں ''تهجير'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہر چیز کی ابتداء کی طرف پہنچنا اور اس کی طرف سبقت کرنا' یعنی ظہر کی نماز اوّل وقت میں پڑھنا۔ ''الهجيرة'' کا معنی ہے: دوپہر کی تیز گرمی۔ (المنجد اُردو ص ١١١٥) علامہ نور الحق متوفی ١٠٧٣ھ نے بھی اس کا یہی معنی لکھا ہے۔ (تیسیر القاری ج ا ص ٢٢٩' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

٦٥٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ سُمَيٍّ' مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ' عَنْ اَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ' وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَاَخَّرَهُ' فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ. [طرف الحدیث: ٢٤٧٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی مولیٰ ابوبکر از ابوصالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص راستہ میں چل رہا تھا' اس کو راستہ میں ایک کانٹا پڑا ہوا ملا' اس نے اس کو ایک کنارہ پر کر دیا' اللہ تعالیٰ نے اس کے فعل کی قدر افزائی کی' پس اس کو بخش دیا۔

٦٥٣ - ثُمَّ قَالَ اَلشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ' وَالْمَبْطُوْنُ' وَالْغَرِيْقُ' وَصَاحِبُ الْهَدْمِ' وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ' ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا لَاسْتَهَمُوْا عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ٧٢٠-٢٨٢٩-٥٧٣٣]

پھر فرمایا: شہداء پانچ ہیں: (١) طاعون زدہ (٢) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا (٣) ڈوب کر مرنے والا (۴) دب کر مرنے والا (٥) اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا' پھر فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ اذان دینے میں اور صف اوّل میں نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے' پھر انہیں قرعہ اندازی کے بغیر اس کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے۔

٦٥٤ - وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

اور اگر وہ یہ جان لیں کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کا کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر وہ جان لیں کہ عشاء اور فجر میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کو پڑھنے کے لیے آئیں گے خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں۔

حدیث: ٦٥٤ کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦١٥ کا مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کا اجر

حدیث: ٦٥٢ میں مذکور ہے کہ جس شخص نے راستہ سے کانٹا ہٹا دیا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر افزائی کی' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے فعل کو قبول کر لیا اور اس کی تحسین فرمائی اور اس کو بخش دیا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا چاہیے اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے اور جب راستے سے ایک کانٹوں والی شاخ کو ہٹا دینے سے اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیتا ہے تو اس سے بڑے نیک اعمال پر اللہ تعالیٰ کتنا عظیم اجر عطا

فرمائے گا' اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا!

شہید کا معنی' اس کی وجہ تسمیہ اور اس کا شرعی حکم

حدیث: ۶۵۳ میں فرمایا: شہداء پانچ ہیں' لفظ شہداء' شہید کی جمع ہے' اس کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ شہادت کا معنی حضور (حاضر ہونا) ہے اور شہید کے مرتے ہی اس کے پاس رحمت کے فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں' پس یہ فعیل بہ معنی مفعول ہے اور شہید بہ معنی مشہود ہے یا جنت اس کے سامنے حاضر کر دی جاتی ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ مرتے ہی اللہ تعالیٰ کے دربارِ مقدس میں حاضر ہو جاتا ہے یا اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے کرامات رکھی ہیں' ان کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے یا یہ قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کے منکرین کے خلاف شہادت دے گا' مؤخر الذکر تمام صورتوں میں شہید بہ معنی شاہد ہے۔

اس حدیث میں جو شہید کی پانچ قسمیں بیان کی گئی ہیں' ان میں سے جو شخص میدانِ جہاد میں اللہ کے دین کو سربلند کرتے ہوئے مارا گیا' وہ حقیقت میں شہید ہے اور باقی چار' حکمی شہید ہیں۔ جو شخص میدانِ جہاد میں قتل کیا گیا یا جس کو ظلماً قتل کیا گیا' اس کو غسل نہیں دیا جائے گا نہ کفن دیا جائے گا' یوں ہی خون میں لت پت دفن کر دیا جائے گا' اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی' امام شافعی کہتے ہیں کہ شہید چونکہ زندہ ہوتا ہے' اس لیے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' ہم کہتے ہیں کہ پھر اس کو قبر میں دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا۔

حکمی شہداء کی تعداد

اس حدیث میں حکمی شہداء کی تعداد چار ہے' علامہ عینی نے احادیث کے حوالے سے ان کی تعداد گیارہ لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۵ ص ۲۵۳) حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی تعداد بیس لکھی ہے۔ (فتح الباری ج۴ ص ۲۶۰) اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد تیس ہے۔ (ردالمحتار ج۳ ص۲۶۱) اور ہم نے شرح صحیح مسلم میں شہداء کی تعداد پینتالیس لکھی ہے اور ہر قسم کے ثبوت میں باحوالہ حدیث ذکر کی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج۵ ص ۹۳۵-۹۳۶) اور آل عمران: ۱۶۹ کی تفسیر میں ان کی تعداد ۵۱ تک پہنچا دی ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک۔

۳۳ - بَابُ اِحْتِسَابِ الْاٰثَارِ

(مسجد کو جاتے ہوئے) قدموں کا شمار

۶۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي سَلِمَةَ ' اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ؟ وَقَالَ مُجَاهِدٌ فِيْ قَوْلِهٖ ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ﴾ (یٰس: ۱۲). قَالَ خُطَاهُمْ.

[اطراف الحدیث: ۶۵۵-۶۵۶-۱۸۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی سلمہ! تم اپنے قدموں کا شمار کیوں نہیں کرتے' اور مجاہد نے کہا: اور جن اعمال کو لوگ آگے بھیجتے ہیں' ہم ان کو لکھتے رہتے ہیں اور ان اعمال کو بھی جن کو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ (یٰس: ۱۲) اس آیت میں "اٰثار" سے مراد ان کے قدموں کے نشان ہیں۔

(صحیح مسلم: ۶۶۵' الرقم المسلسل: ۱۳۹۱' سنن ابن ماجہ: ۷۸۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص ۲۰۷' سنن بیہقی ج۳ ص ۶۴' شرح السنۃ: ۴۶۹' مسند احمد ج۳ ص ۱۰۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۳۳۔ ج۱۹ ص ۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

بنوسلمہ سے یہ کہنے کی وجہ کہ تمہارے قدموں کے نشان لکھے جائیں گے

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنی سلمہ! بنی سلمہ انصار کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خطاب ان سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ مدینہ منورہ کے دور کے محلہ سے منتقل ہو کر مسجد نبوی کے قریب میں رہائش پذیر ہونے کا ارادہ کر رہے تھے' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کے گرد زمین خالی ہوگئی تو بنوسلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! یارسول اللہ! ہم نے یہ ارادہ کیا ہے' آپ نے فرمایا: اے بنی سلمہ! تم اپنے گھروں میں ہی رہو' تمہارے قدموں سے چلنے کے نشان لکھے جائیں گے' (دوبارہ فرمایا:) تم اپنے گھروں میں ہی رہو' تمہارے قدموں سے چلنے کے نشان لکھے جائیں گے۔ (صحیح مسلم:٦٦٥' الرقم المسلسل:١٤٩١' سنن ابن ماجہ:٧٨٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے گھر مسجد نبوی سے دور تھے تو انہوں نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ (سنن ابن ماجہ:٧٨٥)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جتنا زیادہ قدموں سے چلنا پڑتا ہے' اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے اور مسجد سے دور رہنے میں زیادہ فضیلت ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:١٤١٩۔ ج ٢ ص ٣٠٠ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے عنوان ہیں:
(١) قریب والی مسجد کا حق (٢) پانچ نمازوں سے گناہوں کا دُھلنا۔

٦٥٦ - وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِیْ حُمَیْدٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسٌ اَنَّ بَنِیْ سَلَمَةَ اَرَادُوْا اَنْ یَتَحَوَّلُوْا عَنْ مَنَازِلِهِمْ' فَیَنْزِلُوْا قَرِیْبًا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ' قَالَ فَکَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّعْرُوا الْمَدِیْنَةَ' فَقَالَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَکُمْ؟ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ اٰثَارُهُمْ' اَنْ یُّمْشٰی فِی الْاَرْضِ بِاَرْجُلِهِمْ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٤٩٠' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بنوسلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے گھروں سے منتقل ہو جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی مسجد) کے قریب گھر بنالیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ناپسند کرتے تھے کہ مدینہ کو خالی کیا جائے تو آپ نے فرمایا: کیا تم اپنے قدموں کے نشانات کو شمار نہیں کرتے۔ مجاہد نے کہا: ان کے چلنے سے زمین پر جو قدموں کے نشانات پڑتے ہیں' اس سے وہ مراد ہیں۔

اگر قریب والی مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو تو اس کا حق ہے ورنہ جس مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو' اس میں نماز پڑھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے جتنے قدموں سے چلنا پڑے اتنا ثواب ملتا ہے' عبداللہ بن لبابہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص اپنی مسجد کو چھوڑ کر جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جائے کیونکہ وہاں زیادہ لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے' انہوں نے کہا:

کہ وہ اپنی مسجد کو نہ چھوڑے جامع مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت صرف جمعہ کی نماز پڑھنے میں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد سے دور گھر بنانے میں فضیلت ہے اگر اس کا گھر مسجد کے قریب ہو تو اس کو چھوڑ کر دور گھر بنایا جائے تو اس میں دو قول ہیں ہاں! اگر قریب والی مسجد کا امام بدعتی ہو یا بدمذہب ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس مسجد کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں نماز پڑھے جہاں کا امام صحیح العقیدہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵۵۔ ۲۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر قریب والی مسجد کا امام بدمذہب ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ایسی مسجد میں جا کر نماز پڑھے جس کے امام کا عقیدہ صحیح ہو۔

٣٤ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ
عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت

٦٥٧ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اٰخُذَ شُعَلًا مِّنْ نَّارٍ فَاُحَرِّقَ عَلٰى مَنْ لَا يَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ بَعْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں ہے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ ان میں کتنا اجر ہے تو وہ ان نمازوں میں ضرور آئیں گے خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں البتہ تحقیق یہ ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں مؤذن کو اذان دینے کا حکم دوں پھر نماز کی اقامت کہی جائے پھر میں کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر میں آگ کا شعلہ پکڑوں اور ان لوگوں کو آگ لگا دوں جو نماز پڑھنے کے لیے نہیں نکلے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٦٤٤ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: نماز با جماعت کا وجوب اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣٥ - بَابُ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ
دو یا اس سے زائد افراد کی جماعت

٦٥٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا: ہم سے یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: جب نماز کا وقت آئے تو تم دونوں اذان دینا اور نماز کی اقامت کہنا پھر جو تم دونوں میں بڑا ہو وہ نماز کی امامت کرائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٦٢٨ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس نے کہا: سفر میں ایک مؤذن اذان

دے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: دو یا اس سے زائد افراد کی جماعت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣٦ - بَابُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ

جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت

٦٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلٰى اَحَدِكُمْ مَادَامَ فِي مُصَلَّاهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، لَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَا دَامَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهُ، لَا يَمْنَعُهُ اَنْ يَّنْقَلِبَ اِلٰى اَهْلِهِ اِلَّا الصَّلٰوةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے تم میں سے کسی ایک کے لیے نزولِ رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں' جب تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہو (اور) جب تک وہ وضوء نہ توڑے وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو بخش دے' اے اللہ! اس پر رحم فرما' تم میں سے کسی ایک کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے' جب تک نماز اس کو (مسجد میں) روکے رکھتی ہے' اس کو گھر لوٹ کر جانے سے نماز کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٤٥ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسجد میں وضوء توڑنے کا حکم' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ الْاِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

[اطراف الحدیث: ١٤٢٣-١٤٧٩-٦٤٧٩-٦٨٠٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: ہمیں خبیب بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا' جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا (۳) وہ شخص جس کا دل مساجد میں معلق رہے (۴) وہ دو آدمی جو اللہ سے محبت رکھیں' اسی کی محبت میں جمع ہوں اور اسی میں جدا ہوں (۵) وہ شخص جس کو کوئی خوب صورت اور اقتدار والی عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔

(صحیح مسلم: ١٠٣١' الرقم المسلسل: ٢٣٩١-٢٣٤٢' السنن الکبریٰ للنسائی: ٥٩٢١' سنن بیہقی ج ٤ ص ١٩٠' الزہد لابن المبارک: ١٣٤٢' صحیح ابن حبان

۸۹۶۴۴۳ سنن ابوداؤد الطیالسی: ۲۶۴۲ ' شعب الایمان: ۵۴۹ ' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۹ طبع قدیم ' مسند احمد: ۹۶۶۵ ـ ج ۱۵ ص ۴۱۴ ' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۰۱ ' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ ' مسند الطحاوی: ۸۸۰۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) خبیب بن عبدالرحمان بن خبیب بن یساف ابوالحارث الانصاری المدنی ' یہ عبید اللہ بن عمر کے ماموں ہیں (۵) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب ' یہ عبید اللہ کے دادا ہیں (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵۹)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے: مساجد کی فضیلت اور اس حدیث میں مسجد کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جس شخص کا دل مسجد میں معلق رہے گا ' وہ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں ہوگا ' جب اللہ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ شخص بھی اللہ کے سائے میں ہوگا ' جو اللہ کی عبادت میں جوان ہوا یعنی وہ مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھتا رہا ' مسجد میں اعتکاف کرتا رہا اور دیگر ذکر اذکار کرتا رہا ' اور ان سب اُمور میں مسجد کی فضیلت ہے۔

اس حدیث میں جن سات آدمیوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں ہوں گے ' ان میں حصر نہیں ہے ' ان کے علاوہ اور نیک مسلمان بھی اللہ کے سائے میں ہوں گے ' حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ان دو کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس سے قرض معاف کر دیا ' اس کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا۔

(صحیح مسلم: ۳۰۰۶ ' الرقم المسلسل: ۷۳۷۷ ' سنن ترمذی: ۱۳۰۶ ' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۹ ـ ج ۳ ص ۴۲۷ ' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۷ ' سنن دارمی: ۲۶۱ ' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۳۳ ' مشکوٰۃ: ۲۹۰۳ ' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۶ ـ ۳۵ ' حلیۃ الاولیاء: ۲۰ ' ج ۲ ' کنز العمال: ۱۵۳۹۱)

اللہ کے سائے کی توجیہ

اس حدیث میں اللہ کے " ظل " (سائے) کا ذکر ہے ' جس چیز سے سورج کی روشنی یا دن کی روشنی چھپ جائے ' وہ چیز اس کا سایا ہوتی ہے۔ (قاموس ص ۱۰۲۸ ' مؤسسۃ الرسالۃ ' بیروت) عرف میں سایا کسی جسم کا ہوتا ہے ' اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے ' اس لیے اس کا سایا ہونا محال ہے ' اس لیے اس کی تاویل میں کہا جاتا ہے: اس سے مراد اس کے عرش کا سایا ہے ' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ سات آدمیوں کو اللہ اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۴ ' دار المعرفۃ ' بیروت) اور سائے کی اضافت جو عرش کی طرف ہے یہ تعظیم اور تشریف کے لیے ہے ' جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں ہے۔

" عدل " کا معنیٰ ' امام عادل کی تعریف ' امام عادل کی فضیلت اور امام غیر عادل کی مذمت میں احادیث

اس حدیث میں " عدل " کا ذکر ہے ' " عدل " کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا ' اور " عدل " کا معنیٰ ہے: افراط اور تفریط کے درمیان کیفیت متوسط ' یعنی عقائد اور اعمال اور اخلاق میں کیفیت متوسطہ کا حامل ہونا یا حکمت ' اور اس سے مراد ہے: قوت عقلیہ ' قوت غضبیہ اور قوت شہوانیہ میں متوازن ہونا اور عادل کا معنیٰ ہے: جو اللہ کی اطاعت کرنے والا ہو ' اور امام عادل سے مراد ہے: صاحب ولایت عظمیٰ یعنی مقتدر اعلیٰ ' اس کے ساتھ ہر وہ شخص لاحق ہے جو کسی منصب پر فائز ہو اور وہ اس منصب کے تقاضوں کو پورا

کرے اور ان میں عدل کرے۔

امام عادل اور امام جائر کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت زہیر بن حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عدل کرنے والے حکام اللہ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اور رحمن عزوجل کی دائیں جانب ہوں گے اور اس کی دونوں جانبیں دائیں ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو ان میں عدل کرتے ہیں' جن پر ان کو مقرر کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ١٨٢٧' الرقم المسلسل: ٤٦٤٠' سنن نسائی: ٥٣٧٩)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اللہ نے لوگوں پر حاکم بنایا ہو اور وہ اپنی رعایا کے ساتھ خیانت کرے تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔ (صحیح البخاری: ٧١٥٠' صحیح مسلم: ١٨٢٩' الرقم المسلسل: ٤٦٤٧)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں کا والی ہو' پھر وہ ان کے حق میں کوشش اور خیر خواہی نہ کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ٤٦٤٩)

ابومریم ازدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا کوئی منصب سونپ دیا' پھر وہ مسلمانوں کی ضروریات اور ان کے مسائل سے حجاب میں رہا تو اللہ بھی اس کی ضرورت' حاجت اور فقر سے حجاب میں رہے گا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٩٤٨)

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو امام (مقتدر حاکم) حاجت مندوں' ضرورت مندوں اور مسکینوں کے لیے اپنے دروازہ کو بند کر دیتا ہے' اللہ اس کی ضرورت' حاجت اور مسکینی کے وقت اس کے اوپر اپنا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ١٣٣٢' مسند احمد ج ٤ ص ٢٣١)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جماعت مہاجرین! پانچ چیزیں ایسی ہیں' جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے (تو اللہ تم پر ایک دوسرے کا خوف طاری کر دے گا) اور میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا رہو! جس قوم میں بے حیائی کے کاموں کا ظہور ہوگا حتیٰ کہ وہ کھلے عام بے حیائی کریں گے تو ان میں طاعون کا ظہور ہوگا اور ان میں ایسی بیماریوں کا ظہور ہوگا' جو ان سے پہلے لوگوں میں نہیں آئی ہوں گے (جیسے فی زمانہ ایسے لوگوں میں ایڈز کی بیماری آ گئی ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور جو لوگ ناپ اور تول میں کمی کریں گے' ان پر قحط سالی' شدید مشقت اور حکام کا ظلم مسلط کر دیا جائے گا' اور جو لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیں گے' ان پر آسمان سے بارشوں کو روک دیا جائے گا اور اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ ہوتی اور جو لوگ اللہ کے عہد کو اور اس کے رسول کے عہد کو توڑیں گے تو اللہ ان پر دوسری قوموں سے ان کے دشمن کو مسلط کر دے گا اور وہ ان کے ہاتھوں سے ان کے اموال کو لے لیں گے' اور جب مسلمانوں کے امام (ارباب اقتدار) کتاب اللہ کے مطابق حکم جاری نہیں کریں گے تو اللہ ان کے اوپر ایک دوسرے کا خوف طاری کر دے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ٤٠١٩)

جوانی میں عبادت کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں اس شخص کا ذکر ہے' جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا۔

اس حدیث میں جوان کا ذکر ہے کیونکہ جوانی میں عبادت کرنا زیادہ سخت اور زیادہ دشوار ہے' اس زمانہ میں انسان کی قوتیں خواہش کی پیروی زیادہ اچھی طرح کر سکتی ہیں اور اس پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور معصیت کے محرکات بہت ہوتے ہیں' حضرت سلمان کی حدیث میں ہے کہ (وہ نوجوان سایۂ رحمت میں ہوگا) جس نے اپنے شباب کو اور اپنی نشاط کو اللہ کی عبادت میں فنا کر دیا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۴)

مسجد کے ساتھ دل معلق ہونے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکل آیا لیکن وہ اس کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہا اور وہ شخص نماز پڑھنے اور مسجد میں ذکر اذکار کرنے اور اعتکاف کرنے سے شدید محبت کرنے والا ہے' اور مسجد اللہ کا گھر ہے' جو کسی کے گھر جائے' وہ اس کی تکریم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ مسجد میں آنے والوں کی مہمانی فرماتا ہے۔

اللہ کی وجہ سے دو محبت کرنے والوں کی فضیلت میں احادیث

اور اس حدیث میں ہے: وہ دو آدمی جو اللہ سے محبت رکھیں اور اس کی محبت میں جمع ہوں اور اسی میں جدا ہوں۔

یعنی ان دو آدمیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملنا اور جدا ہونا' اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے ہو' کسی غرض دنیاوی کی وجہ سے نہ ہو' جو لوگ کسی سے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں' ان کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: میرے جلال (میری ذات) کی وجہ سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج کے دن میں ان کو اپنے سائے میں رکھوں گا' جس دن میرے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۶' الرقم المسلسل: ۶۴۲۷)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو لوگ میری ذات کی وجہ سے محبت کرتے ہیں' ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے' جن کی انبیاء اور شہداء تحسین کریں گے۔

(سنن ترمذی: ۲۳۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ایسے بندے ہیں جو نبی اور شہید نہیں ہیں' قیامت کے دن ان کا اللہ کے نزدیک اور اس کی مجلس میں اللہ کے ساتھ قرب دیکھ کر انبیاء اور شہداء ان کی تحسین کریں گے' پھر ایک اعرابی گھٹنوں کے بل گھستا ہوا آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! ہمیں ان کی صفات بیان کیجئے' آپ نے فرمایا: وہ لوگوں کے ان قبائل سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں ایک دوسرے کی تصدیق کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کریں گے' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے لیے نور کے منبر رکھ دے گا' اس دن لوگ خوف زدہ ہوں گے اور وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے' وہ اللہ عزوجل کے ایسے اولیاء ہیں جن پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' امام ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۱۷۱-۱۷۰ طبع قدیم المستدرک: ۷۳۱۸' جدید الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۴۸' الاحسان: ج ۲ ص ۳۳۳' کنز العمال ج ۹ ص ۱۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو دو آدمی اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں' ان دونوں میں افضل وہ شخص ہے' جو دوسرے سے زیادہ اس سے محبت رکھتا ہو۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' ذہبی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۱۷۱ طبع قدیم المستدرک: ۷۳۲۳' جدید الترغیب والترغیب ج ۴ ص ۴۶' الاحسان ج ۲ ص ۳۲۹' کنز العمال ج ۹ ص ۵)

حضرت ابورزین بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابورزین! جب تم اکیلے ہو تو اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے

حرکت دو اور اللہ کی خاطر محبت کرو اور اللہ کی خاطر بغض رکھو' کیونکہ مسلمان جب اللہ کی خاطر کسی سے ملاقات کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کو رخصت کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اپنا فضل اس سے ملا کر رکھ اور اللہ کی وجہ سے محبت کرنے والوں کی فضیلت میں یہ حدیث ہے: امام مسلم اور امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے پس پشت دعا کرتا ہے تو اس کے ساتھ جو فرشتہ مقرر ہوتا ہے' وہ کہتا ہے: آمین اور تمہیں بھی اس کی مثل عطا کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۳۲' الرقم المسلسل: ۶۸۰۰' سنن ابوداؤد: ۱۵۳۴) (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خوفِ خدا کی بناء پر گناہ سے باز رہنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان پر عمل کرنے کا اجر وثواب

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شخص جس کو کوئی خوب صورت اور مقتدر عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص اس سے کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی فضیلت ہے اور اس کے خوف کی وجہ سے گناہوں کے ترک کرنے کا بیان ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىؕ (النازعات: ۴۱-۴۰)

اور رہا وہ شخص جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے نفس کو خواہش پوری کرنے سے روکا تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِۚ (الرحمٰن: ۴۶)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا' اس کے لیے دو جنتیں ہیں

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا' جس نے مسجد کو لازم کر لیا تھا' حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے' اس کا ایک بوڑھا باپ تھا' وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا' اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا' وہ اس پر فریفتہ ہوگئی تھی' وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی' ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی' حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا' جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی داخل ہوگئی' اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَۚ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا' اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں' اس کے گھر والے اسے اٹھا کر گھر میں لے گئے' کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا' اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا: خیر ہے' باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا۔ باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے اس آیت کو دہرایا' جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا' گھر والوں نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ مر چکا تھا' انہوں نے اس کو غسل دیا اور لے جا کر دفن کر دیا' صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی' صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا: رات

وقت تھا' حضرت عمر نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو' پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے' حضرت عمر نے کہا: اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے' اس کے لیے دو جنتیں ہیں؟ تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے دو بار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ترجمہ عمرو بن جامع: ۱۱۴۰ - ج ۱۹ ص ۱۹۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴۰۱ - سورۃ الاعراف - ج ۳ ص ۲۶۹' طبع دار الاندلس' بیروت' شرح الصدور ص ۱۳' طبع دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ' کنز العمال: ۴۶۳۴)

جب کوئی خوب صورت اور مقتدر عورت کسی جوان مرد کو گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص محض خوفِ خدا سے گناہ سے باز رہے' یہ بہت دشوار گزار گھاٹی ہے اور اس گھاٹی سے گزرنے والوں کے امام حضرت یوسف علیہ السلام ہیں' جب عزیز مصر کی بیوی نے ان سے کہا:

وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ○ (یوسف: ۳۲)

اور جس کام کا میں نے اسے حکم دیا ہے اگر اس نے وہ کام نہ کیا تو یہ ضرور قید کر دیا جائے گا اور یہ ضرور بے عزت لوگوں میں سے ہو جائے گا ○

اس کے جواب میں حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ. (یوسف: ۳۳)

یوسف نے کہا: اے میرے رب! جس (گناہ) کی طرف مجھے یہ عورتیں دعوت دے رہی ہیں اس کی بہ نسبت قید میں رہنا مجھے بہت پسند ہے۔

صدقاتِ نفلیہ کو چھپا کر دینے کی فضیلت اور صدقاتِ واجبہ کو کھلے عام دینے کا جواز

اور اس حدیث میں ذکر ہے: جو شخص چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں کب شعور ہے کہ وہ یہ جان لے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مبالغۃً فرمایا ہے یعنی اگر بالفرض بائیں ہاتھ میں شعور ہوتا تو اس کو پھر بھی پتا نہ چلتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے' یا اگر بائیں جانب کوئی شخص کھڑا ہوتا تو اس کو بھی پتا نہ چلتا کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا خرچ کیا ہے۔

اس حدیث میں خفیہ طور سے صدقہ دینے کی فضیلت ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ. (البقرۃ: ۲۷۱)

اور اگر تم خفیہ طور سے فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

نفلی صدقات کو خفیہ طور سے دینا ریاکاری سے دور ہے اور اخلاص کے زیادہ قریب ہے' اس لیے نفلی صدقات کو چھپا کر دینا افضل ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی' پھر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کر کے اس پر نصب کر دیا تو زمین ٹھہر گئی' پس فرشتوں کو پہاڑوں کی تخلیق سے بہت تعجب ہوا' تب انہوں نے کہا: اے رب! کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! لوہا ہے' فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا

کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! آگ ہے' فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! پانی ہے' فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! ہوا ہے' فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! وہ ابن آدم ہے' جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اس کو بائیں ہاتھ سے چھپاتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۶۹' مسند ابو یعلیٰ: ۴۳۱۰' شعب الایمان: ۳۴۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۵۳۔ ج ۱۹ ص ۲۷۷۔ ۲۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جو صدقات فرض ہوں جیسے زکوٰۃ اور نذر معین' ان کو کھلے عام دینا بہتر ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ. (البقرہ: ۲۷۱) اگر تم صدقات کو کھلے عام دو تو وہ بھی اچھا ہے۔

اللہ کی یاد میں رونے کی اقسام اور خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: اور جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔

اس حدیث میں تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے رونے کا ذکر ہے کیونکہ تنہائی میں رونا اخلاص کے قریب اور ریا سے بعید ہے' پھر رونے والے کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں' کبھی وہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور غضب کو یاد کر کے اس کے خوف سے روتا ہے اور کبھی اپنے گناہوں کو یاد کر کے ندامت سے روتا ہے' اور کبھی اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جمال کو یاد کر کے اس کی ملاقات کے شوق میں روتا ہے اور کبھی بندہ پر قرآن مجید سن کر رقت طاری ہوتی ہے اور وہ سوز و گداز کی کیفیت سے روتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (المائدہ: ۸۳)

اور جب وہ لوگ رسول کی طرف نازل کیے ہوئے کلام کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں' کیونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے' پس تو ہم کو بھی (توحید کی) شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے ○

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے خوف سے رویا' وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے' اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۳۳' سنن نسائی: ۳۱۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۲' المستدرک ج ۴ ص ۲۶۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دو (قسم کی) آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی: (۱) وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو (۲) وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ کی حفاظت میں (سرحد اسلام پر) رات گزاری ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۶۳۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کو یاد کیا' پھر اس کی آنکھوں سے اللہ کے خوف سے آنسو بہے ہوں' حتیٰ کہ اس کے آنسو زمین پر گرے ہوں' اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب نہیں دے گا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۲۶۰ طبع قدیم' المستدرک: ۷۶۶۸' جدید الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۱۲۴' کنز العمال ج ۱ ص ۴۲۵) ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اس حدیث کی شرح علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے بھی بہت تفصیل سے کی ہے' ہم نے ان کی ذکر کردہ احادیث کی تخریج کی اور موضوع کی مناسبت سے ان سے بہت زیادہ احادیث بیان کی ہیں۔ وللہ الحمد.

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۔۲۲۷۔ج ۲ ص ۹۵۵۔۹۵۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۶۶۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ هَلِ اتَّخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا؟ فَقَالَ نَعَمْ، أَخَّرَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَاءِ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ بَعْدَ مَا صَلّٰى، فَقَالَ صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوا، وَلَمْ تَزَالُوا فِي صَلٰوةٍ مُنْذُ انْتَظَرْتُمُوهَا. قَالَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيصِ خَاتَمِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ سے سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی انگوٹھی بنائی تھی؟ حضرت انس نے کہا: ہاں! ایک رات آپ نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کردی پھر نماز پڑھنے کے بعد آپ نے ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تمہارا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا رہا جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے بس گویا کہ میں آپ کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۳۷ - بَابُ فَضْلِ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

دن کی ابتداء میں اور دن ڈھلے مسجد میں جانے کی فضیلت

اس عنوان میں ''غدا'' اور'' راح'' کے الفاظ ہیں'' غدو'' کا معنی ہے: دن کی ابتداء سے طلوع شمس تک کسی وقت جانا۔ (مختار الصحاح ص ۲۷۹) اور'' رواح'' کا معنی ہے: زوال شمس سے لے کر رات تک کسی وقت جانا۔ (مختار الصحاح ص ۱۶۳)

۶۶۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ، أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن مطرف نے خبر دی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جو شخص صبح مسجد میں گیا یا شام کو مسجد میں گیا' اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی تیار رکھے گا' جب بھی وہ صبح یا شام کو گیا۔

(صحیح مسلم: ۶۶۹' الرقم المسلسل: ۱۴۹۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۳۱۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۹۶' صحیح ابن حبان: ۲۰۳۷' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۲۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۲' شرح السنۃ: ۴۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹' مسند احمد: ۱۰۶۰۸۔ ج ۱۶ ص ۳۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۸۰' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ بن جعفر ابو الحسن ان کو ابن المدینی البصری کہا جاتا تھا (۲) یزید بن ھارون بن زاذان الواسطی (۳) محمد بن المطرف ابو غسان اللیثی المدنی (۴) زید بن اسلم مولی عمر بن الخطاب المدنی (۵) عطاء بن یسار ابو محمد الھلالی' مولی حضرت میمونہ بنت

الحارث رضی اللہ عنہا' زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' یہ ۱۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۶۶۔۲۶۵)

مسجد میں جانے کی ترغیب

اس حدیث میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے کی ترغیب دی گئی ہے اور دوام کے ساتھ نماز پڑھنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسجد میں آنے والوں کے لیے جنت میں مہمانی تیار کی ہے تو جو جماعت سے اخلاص کے ساتھ نماز پڑھے گا اور مسجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اور توبہ اور استغفار کرے گا' اس کو اللہ تعالیٰ کتنا عظیم اجر عطا فرمائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۲۳۔ ج ۲ ص ۴۰۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۸ - بَابٌ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ

جب نماز کی اقامت پڑھی جائے تو صرف فرض نماز پڑھی جائے

٦٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از حفص بن عاصم از عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے۔

قَالَ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِنَ الْاَزْدِ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ بْنُ بُحَيْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ' يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ' فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاثَ بِهِ النَّاسُ' فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصُّبْحَ اَرْبَعًا؟ اَلصُّبْحَ اَرْبَعًا؟ تَابَعَهُ غُنْدَرٌ وَمُعَاذٌ' عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَالِكٍ. وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ' عَنْ سَعْدٍ' عَنْ حَفْصٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ. وَقَالَ حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا سَعْدٌ' عَنْ حَفْصٍ' عَنْ مَالِكٍ.

امام بخاری نے کہا: اور مجھے عبد الرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بہز بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعد بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حفص بن عاصم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ازد کے ایک شخص سے سنا' جن کو مالک بن بحینہ کہا جاتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا' وہ دو رکعت نماز پڑھ رہا تھا اور اس وقت نماز کی اقامت ہو چکی تھی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اس کو گھیر لیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ غندر اور معاذ نے اس حدیث میں بہز بن اسد کی متابعت کی از شعبہ از مالک اور ابن اسحاق نے کہا: از سعد از حفص از عبد اللہ بن بحینہ اور حماد نے کہا: ہمیں سعد نے خبر دی از حفص از مالک۔

(صحیح مسلم: ۷۱۱' الرقم المسلسل: ۱۶۱۹' سنن نسائی: ۸۶۷' سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۳' مسند ابو داؤد الطیالسی: ۱۳۷۶' صحیح ابن حبان: ۲۴۶۹' المعجم الکبیر: ۱۱۲۲۷' المستدرک ج ۱ ص ۳۰۷' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۸۲' مسند البزار: ۵۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۳۰۔ ج ۴ ص ۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ ابو القاسم القرشی العامری الاوسی المدنی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف ابواسحاق الزہری المدنی (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف (۴) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۵) عبداللہ بن مالک ابن بحینہ 'بحینہ' ان کی ماں کا نام ہے' یہ حارث بن المطلب بن عبد مناف کی بیٹی ہیں (۶) عبدالرحمان بن بشر بن الحکم بن محمد نیشاپوری' یہ ۲۶۰ھ میں فوت ہوئے تھے (۷) بہز بن سعد ابو الاسود البصری (۸) شعبہ بن الحجاج (۹) مالک بن بحینہ' یہ عبداللہ کے والد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۶۷)

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ یعنی آپ نے اس شخص پر انکار کیا' جس نے اقامت کے وقت صبح کی دو سنتیں پڑھی تھیں۔ سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی اقامت کے وقت فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے' اور یہی اس حدیث کا عنوان ہے۔

نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص فجر کی نماز پڑھنے کے لیے اس وقت مسجد میں داخل ہو' جب فجر کی نماز کے لیے اقامت ہو رہی ہو تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ وہ فجر کی دو سنتیں پڑھے یا نہیں' ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب امام نمازِ فجر پڑھ رہا ہو تو وہ مسجد میں صبح کی دو سنتیں نہ پڑھے' ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے' حضرت ابن عمر' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم' سعید بن جبیر' عروہ' ابن سیرین' ابراہیم نخعی اور عطاء سے اسی طرح منقول ہے' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابو ثور کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب اس کو یہ یقین ہو کہ وہ امام کے ساتھ دوسری رکعت کو پالے گا تو پھر مسجد کے باہر سنت فجر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے اور صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے سنت فجر نہیں پڑھی اور وہ نمازِ فجر میں امام تک پہنچا' اگر اس کو یہ خدشہ ہو کہ اگر وہ سنت فجر پڑھنے میں مشغول ہوا تو ایک رکعت فوت ہو جائے گی لیکن اس کو دوسری رکعت مل جائے گی تو وہ دو رکعت سنت مسجد کے دروازہ پر پڑھ لے' کیونکہ اگر اس نے دو رکعت سنت مسجد میں پڑھیں تو امام فرض پڑھانے میں مشغول ہوگا اور یہ اس وقت نفل پڑھنے میں مشغول ہوگا اور یہ مکروہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۰' سنن ابوداؤد: ۱۲۶۶' سنن ترمذی: ۴۲۱' سنن نسائی: ۸۶۴' سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۸۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۲۳' شرح السنۃ ج ۷ ص ۸۹' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵' کامل ابن عدی ج ۱ ص ۴۶' مشکوٰۃ: ۱۰۵۸' کنز العمال: ۲۰۲۲۶' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۱۵' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۳۸)

اس وقت سنت فجر پڑھنے کی خصوصیت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبح کی دو رکعت کو نہ چھوڑو' خواہ تمہیں گھوڑے روند رہے ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۵۸) یہ اس صورت میں ہے جب وہ مسجد کے دروازہ پر دو رکعت سنت پڑھ لے' اور فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ کوئی شخص دو رکعت سنت صف میں کھڑے ہو کر پڑھے اور جماعت کی مخالفت کرے اور جو شخص جماعت کی صف کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعت سنت پڑھے اور اس کے اور صف کے درمیان کوئی حائل نہ ہو' الذخیرہ میں مذکور ہے کہ سنت فجر میں سنت یہ ہے کہ ان کو اپنے گھر میں پڑھے' اگر گھر میں نہ پڑھ سکے تو مسجد کے دروازہ پر پڑھے اور اگر امام مسجد میں نماز پڑھا رہا ہو تو اگر امام مسجد کے صحن میں نماز پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد کے ہال میں سنت پڑھ لے اور اگر امام مسجد کے ہال میں نماز پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد کے صحن میں

سنت پڑھ لے اور المحیط میں مذکور ہے کہ یہ تمام صورتیں مکروہ ہیں کیونکہ مسجد کا داخل ہو یا خارج' ہال ہو یا صحن' وہ سب مسجد واحد کے حکم میں ہے اور ظاہریہ کے نزدیک اگر وہ سنت پڑھ رہا ہو اور اقامت شروع ہو جائے تو وہ سنت کو منقطع کر دے۔

نماز فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار

جو فقہاء اقامت کے وقت سنت فجر کو مکروہ قرار دیتے ہیں' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھا رہے تھے' اس شخص نے مسجد کی جانب میں دو رکعت نماز پڑھیں' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جماعت میں داخل ہوا' جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: اے فلاں شخص! تم نے ان دو نمازوں میں سے کون سی نماز کو شمار کیا ہے؟ آیا وہ نماز جو تم نے تنہا پڑھی ہے یا وہ نماز جو تم نے ہمارے ساتھ پڑھی ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۱۲' الرقم المسلسل: ۱۶۲۱' سنن ابوداؤد: ۱۲۶۵' سنن نسائی: ۸۶۸' سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۲' مصنف عبدالرزاق: ۴۰۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت گھر سے نکلے' جب نماز کی اقامت کہی گئی' آپ نے دیکھا لوگ جلدی جلدی دو رکعت سنت پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: کیا دو نمازیں ایک ساتھ پڑھی جا رہی ہیں؟ آپ نے اس سے منع کیا کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو مسجد میں نماز پڑھی جائے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں: جو لوگ اقامت کے وقت نماز پڑھتے تھے' ان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مارا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۱)

حضرت ابن عمر اور ابن جبیر نے ایک شخص کو اقامت کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: کیا تم صبح کی چار رکعت پڑھ رہے ہو! (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۶۱)

مسلم بن عقیل نے کچھ لوگوں کو اقامت کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: تم پر افسوس ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اس وقت مؤذن اقامت کہہ رہا تھا' انہوں نے اس پر کنکر مارا اور کہا: تم صبح کی چار رکعت پڑھ رہے ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۰۶۱)

سعید بن جبیر نے کہا: اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۶)

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۰)

فضیل بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے دیکھا' ایک شخص عصر کی اقامت کے وقت نماز پڑھ رہا ہے تو انہوں نے کہا: کیا تمہیں یہ اچھا لگتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ فلاں کے بیٹے نے چھ رکعت نماز پڑھی' پس میں نے ابراہیم سے اس کا ذکر کیا' انہوں نے کہا: اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴۲)

فضیل بن عمرو نے کہا: ابراہیم نخعی یہ کہتے تھے کہ اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴۳)

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دیکھا کہ مؤذن اقامت پڑھ رہا ہے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹا اور فرمایا: جب مؤذن اقامت پڑھ رہا ہو تو اس نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے' جس کی اقامت پڑھی جا

رہی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۴۸۵)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے‘ اس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے فجر کی دو رکعت سنت نہیں پڑھی تھیں‘ وہ لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو گئے‘ پھر بیٹھ گئے اور جب سورج طلوع ہو کر چمکنے لگا تو انہوں نے دو رکعت سنت کی قضاء کی۔(مصنف عبدالرزاق:۴۰۳۰)

صبح کی دو رکعت سنت کی احادیث میں بہت تاکید کی گئی ہے‘ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے کسی کی اتنی حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی دو رکعت (سنت) فجر کی حفاظت کرتے تھے۔(سنن ابوداؤد:۱۲۵۴)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور اس وقت جماعت کھڑی ہو تو وہ مسجد سے باہر دو رکعت سنت فجر پڑھ لے یا مسجد کے کسی کونے میں پڑھ لے۔(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۱-۲۶۹ مرتباً مخرجاً ومزیداً وموضحاً‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

نماز فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس وقت امام مسجد میں فرض پڑھانے میں مشغول ہو‘ اس وقت سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے‘ اگر مسجد کے دروازہ پر نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے پیچھے دو رکعت سنت پڑھ لے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ جس صف میں جماعت کھڑی ہو‘ اسی صف میں دو رکعت سنت پڑھے یا صف کے پیچھے کھڑا ہو کر متصل سنت فجر پڑھے‘ اسی طرح نہایہ اور معراج میں مذکور ہے: اگر مسجد کے دروازہ پر نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو سنت کو ترک کر دے کیونکہ مکروہ کو ترک کرنا سنت کے حصول پر مقدم ہے‘ اگر مسجد کے ہال میں امام نماز پڑھا رہا ہو تو مسجد کے صحن میں سنت فجر پڑھنا کم مکروہ ہے‘ اسی طرح اگر امام صحن میں نماز پڑھا رہا ہو تو مسجد کے ہال میں سنت فجر پڑھنا کم مکروہ ہے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ جس صف میں جماعت کھڑی ہوئی ہے‘ اسی صف میں سنت فجر پڑھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سنت فجر کو گھر میں پڑھے ورنہ مسجد کے دروازہ پر پڑھے یا اگر جماعت ہال میں ہو تو صحن میں پڑھے اور بالعکس یا صفوں کے پیچھے کسی ستون کے پاس پڑھے‘ لیکن جب مسجد میں دو جگہیں ہوں اور امام ایک جگہ ہو تو وہ دوسری جگہ پڑھ لے‘ المحیط میں مذکور ہے کہ اس صورت میں اس لیے مکروہ نہیں ہے کہ وہ قوم کی مخالفت نہیں کر رہا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اب بھی مکروہ ہے کیونکہ پوری مسجد ایک مکان (جگہ) ہے اور جب مشائخ کا کسی کام میں اختلاف ہو تو افضل یہ ہے کہ وہ کام نہ کیا جائے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۴۴۷-۴۴۶‘ دار احیاء التراث العربی‘ بیروت‘ ۱۴۱۹ھ)

فقہاء نے جماعت فجر کے وقت مسجد کے دروازہ پر یا مسجد کے ستون کے پیچھے یا اگر ہال میں جماعت ہو رہی ہو تو صحن میں سنت فجر پڑھنے کو اس لیے جائز کہا ہے کہ ان صورتوں میں سنت پڑھنے والے تک امام کی آواز نہیں پہنچے گی‘ لیکن ہمارے زمانہ میں مساجد میں لاؤڈ اسپیکر لگے ہوئے ہوتے ہیں‘ اس لیے کوئی شخص مسجد میں جس جگہ بھی سنت فجر پڑھے گا‘ اس تک امام کی آواز پہنچے گی اور قرآن مجید کا سننا فرض ہے اور وہ شخص اس فرض کا تارک ہوگا‘ اس لیے لازم ہے کہ نمازی اپنے گھروں میں سنت فجر پڑھ کر مسجد میں آئیں تاکہ جماعت کے دوران سنت فجر کا پڑھنا لازم نہ آئے۔

❋ باب مذکور کی حدیث‘ شرح صحیح مسلم: ۱۵۴۶- ج ۲ ص ۴۱۹ پر مذکور ہے‘ اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(١) اقامت کے وقت سنت فجر پڑھنے کا حکم (٢) احناف کا نظریہ (٣) لفظ "ابن" کے ساتھ صفت کا قاعدہ۔

٣٩ - بَابُ حَدِّ الْمَرِيْضِ اَنْ يَّشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

جماعت میں حاضر ہونے کے لیے مریض کی حد

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جماعت میں حاضر ہونے کے لیے مرض کی کتنی حد ہے کہ اس حد کے بعد مریض کے لیے جماعت میں حاضر ہونا مستحب نہیں ہے۔

٦٦٤ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ الْاَسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا، قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ، فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَاُذِّنَ، فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَقِيْلَ لَهُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ، اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ، وَاَعَادَ، فَاَعَادُوْا لَهُ، فَاَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ فَصَلّٰى، فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَاَنِّيْ اَنْظُرُ رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ مِنَ الْوَجَعِ، فَاَرَادَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ يَّتَاَخَّرَ، فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَكَانَكَ، ثُمَّ اُتِيَ بِهِ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِهِ. قِيْلَ لِلْاَعْمَشِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلٰوتِهِ، وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ؟ فَقَالَ بِرَاْسِهِ نَعَمْ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ بَعْضَهُ وَزَادَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ، فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ قَائِمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم اسود نے کہا: ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے پس ہم نے نماز میں دوام اور اس کی تعظیم کا ذکر کیا، حضرت عائشہ نے بیان کیا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی تو نماز کا وقت آیا اور اس کی اذان دی گئی، پس آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں آپ سے کہا گیا کہ ابوبکر بہت رقیق القلب ہیں، وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے اور آپ نے پھر دوبارہ فرمایا، گھر والوں نے پھر یہی کہا، پھر آپ نے تیسری بار فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانے کی عورتوں (کی مثل) ہو! ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس ابوبکر نکلے اور نماز پڑھائی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طبیعت میں کچھ افاقہ محسوس کیا تو آپ دو آدمیوں کے درمیان گھسٹتے ہوئے نکلے گویا کہ میں آپ کے پیروں کو دیکھ رہی تھی، درد کی وجہ سے آپ گھسٹ کر چل رہے تھے اور زمین پر نشان پڑ رہے تھے، حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ رہو، پھر آپ کو لایا گیا حتیٰ کہ آپ حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے، الاعمش سے کہا گیا: اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کے ساتھ پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے سر کے اشارے سے کہا: ہاں! اس حدیث کے بعض حصہ کو ابوداؤد نے از شعبہ از اعمش روایت کیا ہے اور ابومعاویہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر

کھڑے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے۔

٦٦٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ، اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ، وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَرَجُلٍ آخَرَ. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ، فَقَالَ لِي وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

(صحیح مسلم:۴۱۸، الرقم المسلسل:۹۱۱، سنن نسائی:۸۳۴، السنن الکبریٰ للنسائی:۷۰۸۴، سنن ابن ماجہ:۱۶۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۳۲-۳۳۳، صحیح ابن حبان:۶۶۰۲-۲۱۱۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۱-۸۰، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۱۹۱-۱۹۰، مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۱ طبع قدیم، مسند احمد ج ۴۳ ص ۲۳۵-۲۳۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:۷۴۱۸، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بوجھل ہوگئی اور درد زیادہ ہوگیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اس کی اجازت لی کہ آپ بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں سو انہوں نے آپ کو اس کی اجازت دے دی، پھر آپ دو آدمیوں کے درمیان نکلے اور آپ کے دونوں پیر (گھسٹنے سے) زمین پر نشان بنا رہے تھے اور آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہما اور ایک اور شخص کے درمیان تھے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا، حضرت ابن عباس نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا شخص کون تھا، جس کا حضرت عائشہ نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

حدیث مذکور کی شرح کے سابقہ عنوانات

اس حدیث (۶۶۵-۶۶۴) کی عبارت کے بعض جملے صحیح البخاری:۱۹۸ میں گزر چکے ہیں، جن کی شرح ہم وہاں کر چکے ہیں، ہم پہلے ان جملوں کا ذکر کر رہے ہیں، جن کی شرح ہم وہاں بیان کر چکے ہیں، پھر جن جملوں کی وہاں شرح نہیں کی، ان کا ذکر کر کے یہاں ان کی شرح کریں گے۔ صحیح البخاری:۱۹۸ میں اس حدیث کی جو شرح کی ہے اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم شافی الامراض ہیں، پھر وفات تک آپ کے بیمار رہنے کی توجیہ

(۲) آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟

(۳) حضرت علی کا نام نہ لینے کی توجیہ

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سات مشکوں کے پانی سے غسل کرانے کی حکمت

(۵) حدیث الباب کے دیگر مسائل

حدیث:۶۶۵-۶۶۴ کی جن عبارات کی تشریح پہلے نہیں آئی ان کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مصر کی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں لیکن ہر بار حضرت عائشہ نے

عرض کیا: ابوبکر رقیق القلب ہیں' جب وہ آپ کو نماز پڑھانے کی جگہ پر نہیں دیکھیں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے' تب تیسری بار آپ نے فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانے کی عورتوں (کی مثل) ہو' ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مصر کی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان عورتوں کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ اور تھا' زبان سے وہ عزیز مصر کی بیوی سے یہ کہہ رہی تھیں کہ تم ایک غلام پر فریفتہ ہو گئی ہو اور دل میں حضرت یوسف کی زیارت کا شوق تھا کہ ہم بھی دیکھیں وہ کتنا حسین شخص ہے' جس پر اس جیسی عورت فریفتہ ہو گئی ہے' اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہ ظاہر یہ فرما رہی تھیں کہ آپ کسی اور کو نماز پڑھانے کے لیے فرما دیں' لیکن دل میں یہ تھا کہ حضرت ابوبکر ہی نماز پڑھائیں اور آپ کئی بار ان کو نماز پڑھانے کا حکم دے کر ان کی امامت اور پختہ اور مؤکد فرما دیں' کیونکہ اگر آپ صرف ایک بار ہی حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے تو مخالفین کہتے کہ آپ نے بیماری کے کسی حال میں حضرت ابوبکر کا نام لے دیا' اگر آپ تندرست ہوتے تو شاید کسی اور کا نام لیتے' یا آپ نے نسیان سے یا بے توجہی سے حضرت ابوبکر کا نام لیا تھا' اگر آپ کی کسی اور کی طرف توجہ دلائی جاتی تو شاید آپ اس کا نام لیتے' لیکن جب آپ نے بار بار حضرت ابوبکر کا نام لیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کئی بار کہا: آپ کسی اور کا نام لے دیں' لیکن آپ نے فرمایا: ابوبکر ہی کو نماز پڑھانے کے لیے کہو تو واضح ہو گیا کہ آپ نے اتفاقاً یا سہواً یا بیماری کے کسی حال میں ابوبکر کا نام نہیں لیا تھا' بلکہ پوری بصیرت' فکر صائب اور صحیح تدبر سے حضرت ابوبکر کا نام لیا تھا اور حضرت عائشہ بھی دل سے یہی چاہتی تھیں' اس لیے آپ نے فرمایا کہ تم مصر کی عورتوں کی مثل ہو' بہ ظاہر حضرت ابوبکر کی امامت سے منع کر رہی ہو اور دل سے یہ چاہتی ہو کہ ان کی امامت اور مؤکد ہو جائے۔

ایام مرض میں آپ نے مسجد میں جا کر جو نماز پڑھی تھی اس میں آپ امام تھے یا حضرت ابوبکر؟

اس میں روایات مختلف ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نماز میں امام تھے یا مقتدی تھے' ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے کیونکہ آپ حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھے تھے اور روایت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر مکبر تھے' آپ کی تکبیرات پہنچا رہے تھے اور ایک نماز میں بہ یک وقت دو اماموں کا ہونا جائز نہیں ہے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس نماز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ بہ کثرت احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے کیونکہ جس نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے' وہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی' اور جس نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتدی تھے' وہ پیر کے دن صبح کی نماز تھی اور یہ آخری نماز تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی' اس کے بعد آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۳)

نعیم بن ابی ہند نے کہا ہے کہ اس قصہ میں جو احادیث روایت کی گئی ہیں' وہ سب صحیح ہیں' ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی' اس مرض میں آپ نے مسجد میں دو نمازیں پڑھی تھیں' ایک نماز میں آپ امام تھے اور دوسری نماز میں آپ مقتدی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸۰-۲۷۹)

ایام مرض میں حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی' اس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲' سنن نسائی: ۷۸۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۲)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی' آپ نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹا ہوا تھا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۳ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ علامہ الدمیاطی نے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدتِ مرض کے دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۱۸ 'مکتبہ حقانیہ پشاور)

آپ کے قول' فعل اور تقریر سے حضرت ابوبکر کی امامت کا ثبوت

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی تین قسمیں ہیں: آپ کا قول' آپ کا فعل اور آپ کی تقریر' یعنی آپ کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو منع نہ فرمائیں' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ کی امامت ان تینوں طریقوں سے ثابت ہے' آپ کا قول ہے: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (صحیح البخاری: ۶۶۴' صحیح مسلم: ۴۱۸) آپ کا فعل یہ ہے کہ آپ نے مرضِ وفات میں حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی ۳۶۲' ۳' سنن نسائی: ۷۸۱) اور آپ کی تقریر یہ ہے کہ ایامِ مرض میں حضرت ابوبکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں اور آپ نے ان کو مقرر رکھا۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۱۸)

رخصت کے ہوتے ہوئے شدت پر عمل کرنے کا جواز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر صالحین کا شدتِ مرض میں بھی جماعت سے نماز پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کے لیے رخصت ہو' اس کے لیے شدت پر عمل کرنا بھی جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ مرض کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز نہ پڑھیں' لیکن آپ نے اپنے نفس پر حالت شدتِ مرض میں مشقت برداشت کی جب کہ آپ تکلیف کی شدت کی وجہ سے پیر اٹھا کر چل بھی نہیں سکتے تھے اور آپ دو آدمیوں کے درمیان سہارے سے پیروں کو گھسیٹتے ہوئے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے گئے' سو اس حدیث میں رخصت کے باوجود شدت پر عمل کرنے کی دلیل ہے اور اس عمل سے آپ نے اپنی امت کو جماعت سے نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے' کیونکہ جماعت سے نماز پڑھنے کا بہت عظیم اجر ہے اور تاکہ کسی شخص کے لیے یہ گنجائش نہ رہے کہ جب وہ جماعت سے نماز پڑھنے پر قادر ہو تو وہ اپنے مرض کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز نہ پڑھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مرض کی شدت کی وجہ سے پیر اٹھا کر چل بھی نہیں سکتے تھے' پھر بھی آپ نے جماعت سے نماز پڑھنے کو ترک نہیں کیا' جب کہ اللہ تعالیٰ آپ کے تمام بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کی مغفرت کا اعلان فرما چکا ہے' اور سلف صالحین نے آپ کی اسی سنت پر عمل کیا ہے۔

ربیع بن خثیم کو فالج ہو چکا تھا اور وہ دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جاتے تھے' ان سے کہا جاتا کہ آپ معذور ہیں' وہ کہتے کہ لیکن میں مؤذن سے سنتا ہوں: "حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح" اور جو اذان سنے وہ نماز پڑھنے کے لیے جائے خواہ گھسٹتا ہوا جائے۔

ابوعبد الرحمان سلمی بیمار تھے' ان کو اٹھا کر مسجد لے کر جایا جاتا تھا۔

سفیان نے بیان کیا کہ سوید بن غفلہ کی عمر ایک سو چھبیس (۱۲۶) سال تھی اور وہ جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتے تھے۔

ابواسحاق الھمدانی سہارے کے ساتھ مسجد جاتے تھے' وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد از خود اٹھنے پر قادر نہیں تھے حتیٰ کہ انہیں

اٹھایا جاتا۔

سعید بن المسیب نے کہا: تیس سال ہو گئے' جب بھی مؤذن اذان دیتا ہے تو میں اس وقت مسجد میں ہوتا ہوں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام احمد رضا خان قدس سرہٗ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں: ضعف بدرجہ غایت ہے' نواں روز ہے' بخار کا دورہ ہوا' ضعف کو اور قوت پہنچی' کئی روز تجربہ کیا' مسجد تک جانے آنے کی تھکاوٹ سے فوراً بخار آ جاتا ہے' مجبوراً کئی روز سے یہ معمول ہے کہ کرسی پر بٹھا کر چار آدمی لے جاتے اور لاتے ہیں' ظہر پڑھنے جاتا اور مغرب پڑھ کر آتا ہوں' طالب دعا ہوں۔

(مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی ص ۴۷' مکتبہ نبویہ' لاہور)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدتِ مرض کے باوجود جماعت سے نماز پڑھنے مسجد میں گئے' اس سے جماعت کی اہمیت معلوم ہوئی۔

(۲) جب نماز میں کسی کو امام بنانے کا موقع آیا تو آپ نے تمام صحابہ میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد خلافت کے مستحق بھی حضرت ابوبکر تھے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیماری کے ایام گزارنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر منتخب کیا' اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت موجود تمام ازواج میں آپ کے نزدیک حضرت عائشہ سب سے افضل تھیں۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' یہ سن کر حضرت عائشہ نے کہا: حضرت ابوبکر رقیق القلب ہیں' وہ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے' اس سے معلوم ہوا کہ جب اکابر کوئی حکم دیں تو اصاغر ان سے اختلاف رائے کر سکتے ہیں' لیکن جب اکابر اپنے حکم کو برقرار رکھیں تو اصاغر کو اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے' جیسا کہ حضرت عائشہ نے دوبار اپنی رائے پیش کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

(۵) جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں پہنچے تو حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے' آپ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا: تم اپنی جگہ نماز پڑھاتے رہو' اس کے باوجود حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ گئے' اور دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: جب میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ نماز پڑھاتے رہو تو تم کیوں پیچھے ہٹ گئے؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے سے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے وہ نماز پڑھاتا رہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۳۴-۱۲۱۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب' حکم پر مقدم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی۔

(۶) شدتِ مرض کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پست آواز سے تکبیرات پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے آپ کی تکبیرات سنا رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ۴۱۸' الرقم المسلسل: ۹۱۷) اس حدیث سے یہ معلوم ہو کہ جب امام کی آواز لوگوں تک نہ پہنچ سکے تو مکبر کھڑا کرنا چاہیے' فقہاء نے کہا ہے کہ جہاں تک امام کی آواز پہنچ رہی ہو' وہاں مکبر کھڑا کرنا مکروہ ہے' اور جب لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ امام کی آواز تمام نمازیوں تک پہنچ جاتی ہے تو پھر مکبر کھڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۷) حضرت ابن عباس نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے قراءت شروع کی جہاں تک حضرت ابوبکر قراءت کر چکے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۵' مسند احمد: ۳۳۵۵' دار الفکر) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر نے بھی پوری سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی

اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورۂ فاتحہ پڑھی اور یہ اس کی دلیل ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے اور یہی فقہاء احناف کثرھم اللہ کا مذہب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۴۰۰- ج ۱ص ۱۱۹۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں (۲) حضرت ابوبکر کے امامت کرانے سے عذر پیش کرنے کا سبب (۳) عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کا بیان (۴) حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان (۵) حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث (۶) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ۔

٤٠ - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ رَحْلِهٖ

بارش یا کسی اور سبب سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بارش ہو یا کوئی اور سبب ہو تو گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت ہے' دیگر اسباب یہ ہیں کہ مثلاً شدید آندھی ہو' سخت اندھیرا ہو' راستہ میں کسی انسان یا حیوان کے حملہ کا خطرہ ہو۔

٦٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ، فِيْ لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيْحٍ، ثُمَّ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ، اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَمَطَرٍ، يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سرد رات میں جب ہوا چل رہی تھی' اذان دی' پھر کہا: سنو! گھروں میں نماز پڑھو' پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو یہ حکم دیتے تھے کہ جب رات کو سردی یا بارش ہو تو وہ کہے کہ سنو! گھروں میں نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۳۲ کا مطالعہ فرمائیں۔ وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسافروں کی جماعت کے لیے اذان اور اقامت کہنا' اور اس حدیث کا یہاں عنوان ہے: بارش یا کسی اور سبب سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت' اس حدیث کی مطابقت اس عنوان کے ساتھ زیادہ واضح ہے۔

٦٦٧ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ، كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهٗ وَهُوَ اَعْمٰى، وَاَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا تَكُوْنُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ، وَاَنَا رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ، فَصَلِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ بَيْتِيْ مَكَانًا اَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى، فَجَاءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ؟ فَاَشَارَ اِلٰى مَكَانٍ مِّنَ الْبَيْتِ، فَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از محمود بن الربیع الانصاری کہ حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور وہ اپنی قوم کی امامت کراتے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! (کبھی) اندھیرا ہوتا ہے اور (ندی میں) سیلاب ہوتا ہے اور میں نابینا ہوں' پس یارسول اللہ! آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھا دیں تو میں اس کو اپنے نماز پڑھانے کی جگہ بنالوں گا' سو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا: تم کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز

پڑھوں؟ انہوں نے اپنے گھر کی ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۲۵ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: گھروں میں مساجد' اور یہاں اس کا عنوان ہے: بارش کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٤١ - بَابٌ هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ؟ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ؟

کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے اور جمعہ کے دن بارش میں خطبہ دے؟

یعنی ہر چند کہ بارش کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت ہے لیکن اگر لوگ مسجد میں چلے جائیں تو ان کا نماز پڑھنا جائز ہے۔

٦٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ، صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ ذِي رَدْغٍ، فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ قُلِ الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ، فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَكَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوْا، فَقَالَ كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ هٰذَا! إِنَّ هٰذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّهَا عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ. وَعَنْ حَمَّادٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ أُوَثِّمَكُمْ، فَتَجِيئُوْنَ وَتَدُوْسُوْنَ الطِّيْنَ إِلَى رُكَبِكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالحمید صاحب الزیادی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن الحارث سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کیچڑ والے دن میں خطبہ دیا' اور موذن جب ''حی علی الصلوٰۃ'' پر پہنچا تو اسے حکم دیا کہ وہ یہ کہے: ''گھروں میں نماز پڑھو'' پس لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' گویا کہ انہوں نے اس کا انکار کیا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: گویا کہ تم اس کا انکار کر رہے ہو' حالانکہ اس کام کو انہوں نے کیا ہے جو مجھ سے افضل تھے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بے شک یہ کام عزیمت ہے اور میں نے اس کو ناپسند کیا کہ تمہیں حرج میں ڈالوں' اور از حماد از عاصم از عبداللہ بن الحارث از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی مثل مروی ہے' البتہ انہوں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں تم کو مشقت میں مبتلا کروں اور تم اس حال میں آؤ کہ تم گھٹنوں تک کیچڑ میں لتھڑے ہوئے ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦١٦ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اذان میں کلام کرنا' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: اور کیا امام بارش کے دن خطبہ دے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٦٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ جَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتّٰى سَالَ السَّقْفُ، وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ، فَأُقِيمَتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا (کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کا ذکر سنا

الصَّلٰوةُ، فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْجُدُ فِی الْمَاءِ وَالطِّیْنِ، حَتّٰی رَاَیْتُ اَثَرَ الطِّیْنِ فِیْ جَبْهَتِهٖ. [اطراف الحدیث:٨١٣_٨٣٦_٢٠١٦_٢٠١٨_٢٠٢٧_٢٠٣٦_٢٠٤٠]

ہے؟)' پس انہوں نے کہا: بادل آئے اور برسنے لگے' حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی' اور وہ کھجور کے شہتیروں سے بنی ہوئی تھی' پس نماز کی اقامت کہی گئی پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے' حتیٰ کہ میں نے مٹی کا نشان آپ کے چہرے پر دیکھا۔

(صحیح مسلم:١١٦٧' الرقم المسلسل:٢٧٢٣' سنن ابوداؤد:١٣٨٢' سنن نسائی:١٣٥٢' سنن ابن ماجہ:١٧٦٦' صحیح ابن خزیمہ:٢٢٢٠' صحیح ابن حبان: ٣٦٧٧' سنن بیہقی ج ٤ ص ٣٠٩' شعب الایمان:٣٦٧٣' شرح السنۃ:١٨٢٥' مسند احمد ج ٣ ص ٢٤ طبع قدیم' مسند احمد:١١١٨٦_ ج ١٧ ص ٢٨١_٢٨٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح' باب الاعتکاف میں کی جائے گی۔

٦٧٠ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ سِیْرِیْنَ، قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ الصَّلٰوةَ مَعَكَ، وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا، فَصَنَعَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا، فَدَعَاهُ اِلٰی مَنْزِلِهٖ، فَبَسَطَ لَهٗ حَصِیْرًا، وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِیْرِ، فَصَلّٰی عَلَیْهِ رَكْعَتَیْنِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اٰلِ الْجَارُوْدِ لِاَنَسٍ اَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی؟ قَالَ مَا رَاَیْتُهٗ صَلَّاهَا اِلَّا یَوْمَئِذٍ. [اطراف الحدیث:١١٧٩_٦٠٨٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ انصار کے ایک شخص نے کہا: بے شک میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا' وہ شخص بھاری جسم کا تھا' اس شخص نے نبی ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا' پھر آپ کو گھر بلایا اور آپ کے لیے چٹائی بچھائی اور چٹائی کی ایک طرف کو دھویا' پس آپ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی تو آل جارود کے ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: میں نے آپ کو صرف اسی دن چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

(سنن ابوداؤد:٦٥٧' صحیح ابن حبان:٢٠٧٠' سنن بیہقی ج ٢ ص ٣٠٨' شرح السنۃ:١٠٠٥' مسند ابوداؤد الطیالسی:٢٠٩٧' مسند احمد ج ٣ ص ١٣١ طبع قدیم' مسند احمد:١٢٣٢٩_ ج ١٩ ص ٣٤٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:١٩٢' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) آدم بن ابی ایاس (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) انس بن سیرین' یہ محمد بن سیرین کے بھتیجے تھے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے' یہ ١١٠ھ کے بعد فوت ہو گئے تھے (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٢٨٥)

حدیث کی عنوان سے مطابقت کے لیے یہ کافی ہے کہ عنوان کے بعض اجزاء کا حدیث میں ذکر ہو

اس حدیث کا عنوان ہے: کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے اور جمعہ کے دن خطبہ دے' اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں حاضرین کو نماز پڑھانے کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ

ہے کہ اس انصاری نے کہا: میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ باقی حاضرین کو نماز پڑھاتے تھے' اور اس حدیث کا یہی عنوان ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں خطبہ دینے کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت اس کو مستلزم نہیں ہے کہ عنوان کے ہر جز کا حدیث میں ذکر ہو۔ عنوان کے بعض اجزاء کا حدیث میں ذکر آ جائے تو وہ مطابقت کے لیے کافی ہے۔

اساتذہ اور علماء کو کھانے کی دعوت دینا' چٹائی پر نماز پڑھنا اور نوافل کی جماعت کا ثبوت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اس انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی' اس سے معلوم ہوا کہ تلامذہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کو کھانے کی دعوت دیں اور عام مسلمانوں کو کھانے کی دعوت دی' اس سے معلوم ہوا کہ تلامذہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کو کھانے کی دعوت دیں اور عام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ علماء اور مشائخ کو کھانے کی دعوت دیا کریں اور اساتذہ اور علماء کو چاہیے کہ اگر انہیں کوئی عذر نہ ہو تو وہ اس دعوت کو قبول کیا کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چٹائی پر نماز پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ چٹائی پر نماز پڑھنا سنت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد آپ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی' اس حدیث میں نوافل کی جماعت کا ثبوت ہے۔

جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے دس اعذار

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس انصاری نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے کا عذر یہ بیان کیا کہ اس کا بدن بھاری ہے۔

امام ابوحاتم محمد بن حبان المتوفی ۳۵۴ھ نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے احادیث سے دس اعذار بیان کیے ہیں' جن کو ہم اختصار کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں:

(۱) جب مرض کی وجہ سے انسان کو جماعت سے نماز پڑھنے پر قدرت نہ ہو تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن نہیں آئے' نماز کی اقامت کہی گئی اور حضرت ابوبکر نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرے سے حجاب اٹھایا' ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی سفیدی دیکھ کر بہت خوش ہوئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو آگے بڑھ کر نماز پڑھنے کا اشارہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ گرا دیا' پھر آپ نماز پڑھانے پر قادر نہیں ہوئے' حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے۔ (صحیح ابن حبان: ۲۰۶۵' صحیح البخاری: ۶۸۱' صحیح مسلم: ۴۱۹)

(۲) جب نماز مغرب کے وقت کھانا آ جائے' تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رات کا کھانا اور نماز کا وقت ہو تو مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھاؤ۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۶۶' صحیح مسلم: ۵۵۷' صحیح بخاری: ۶۷۲' سنن ترمذی: ۳۵۳' سنن ابن ماجہ: ۹۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰)

(۳) جب وقت پر نماز کو پڑھنا بھول جائے یا نماز کے وقت آنکھ نہ کھلے تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین سے واپسی میں رات کے آخری حصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرے اور حضرت بلال کو جگانے پر مامور کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے نہ حضرت بلال' حتیٰ کہ سورج نکل آیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز کو بھول جائے یا اس وقت سو جائے تو اس کو جس وقت نماز یاد آئے' اس وقت پڑھ لے۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۶۹' سنن ابوداؤد: ۴۳۵' صحیح مسلم: ۶۸۰' سنن ابن ماجہ: ۶۹۷' سنن ترمذی: ۳۱۶۳)

(۴) بھاری جسم کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: وہ اپنے بھاری جسم کی وجہ سے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا تو آپ میرے گھر آئیں اور نماز پڑھائیں تو میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ لوں۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۷۰ 'صحیح البخاری: ۱۱۷۹ 'سنن ابوداؤد: ۶۵۷ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱)

(۵) قضاء حاجت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا:

عبداللہ بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تھے' ایک دن نماز کا وقت آیا اور وہ قضاء حاجت کے لیے چلے گئے' پھر واپس آئے تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہو تو نماز سے پہلے بیت الخلاء جائے۔ (صحیح ابن حبان: ۲۰۷۱ 'صحیح ابن خزیمہ: ۹۳۲ 'سنن نسائی: ۸۵۱ 'سنن ابوداؤد: ۸۸ 'سنن ترمذی: ۱۴۲ 'سنن ابن ماجہ: ۶۱۶ 'مصنف عبدالرزاق: ۱۷۵۹ 'مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۳)

(۶) مسجد کے راستہ میں اگر جان اور مال پر حملہ کا خوف ہو تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: بارش کے ایام میں ان کے لیے مسجد میں جانا مشکل ہو جاتا ہے' آپ میرے گھر آکر نماز پڑھا دیں تو میں اس جگہ مصلیٰ بنالوں گا' آپ نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا۔ (صحیح ابن حبان: ۲۰۷۵ 'سنن ابوداؤد: ۱۰۶۴ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۳۳)

(۷) بارش کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سردی کی ایک رات میں اذان دی اور کہا: سنو! گھروں میں نماز پڑھو' پھر بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرد رات میں یا بارش میں مؤذن کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ لوگوں سے کہے: سنو! گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۷۸ 'صحیح البخاری: ۶۶۶ 'صحیح مسلم: ۶۹۷ 'سنن ابوداؤد: ۱۰۶۳)

(۸) اگر مسجد میں جانے سے بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' وہ اندھیری رات تھی یا بارش والی رات تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن نے اعلان کیا کہ گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۸۵ 'صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۵ 'المعجم الکبیر: ۱۳۱۰۲)

(۹) سخت سردی میں جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات سخت سردی تھی تو ان کے ساتھی نے اعلان کیا کہ گھروں میں نماز پڑھو اور بیان کیا کہ جب ایسی سردی ہوتی تھی تو آپ لوگوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دیتے۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۷۶-۲۰۷۷ 'سنن ابوداؤد: ۱۰۶۰ 'سنن ابن ماجہ: ۹۳۷ 'مسند احمد ج ۲ ص ۴-۱۰)

(۱۰) کچا لہسن اور پیاز کھانے کے فوراً بعد جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لہسن اور پیاز کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس میں لہسن کی سخت بدبو ہوتی ہے آیا ہم اس کو حرام قرار دیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو کھاؤ اور تم میں سے جس نے اس کو کھایا ہو' پس وہ اس مسجد کے قریب نہ آئے حتیٰ کہ اس کی بدبو زائل ہو جائے۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۸۵'سنن ابوداؤد: ۳۸۲۳'صحیح مسلم: ۵۶۵'سنن بیہقی ج ۳ص ۷۷'شرح السنۃ: ۴۷۳۳)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی امام ابن حبان کے حوالے سے ان دس اعذار کو نقل کیا ہے' البتہ انہوں نے احادیث ذکر نہیں کیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

چاشت کی نماز کا مستحب ہونا اور ام المؤمنین کے انکار کا جواب

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انصاری کے گھر چاشت کی نماز پڑھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کو صرف اسی دن چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر مواقع پر بھی چاشت کی نماز پڑھی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر آئے' آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعات نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷۶' صحیح مسلم: ۳۳۶' سنن نسائی: ۲۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور بے شک میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷۷' صحیح مسلم: ۸۱۷' سنن ابوداؤد: ۱۲۹۳)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دائماً چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا کیونکہ آپ ہمیشہ حضرت عائشہ کے گھر میں اس وقت نہیں ہوتے تھے' کبھی دوسری ازواج کے گھر ہوتے تھے' کبھی مسجد میں ہوتے تھے اور کبھی سفر میں ہوتے تھے اور کبھی آپ چاشت کی نماز کو ترک بھی کر دیتے تھے تاکہ آپ کے دائماً چاشت کی نماز پڑھنے کی وجہ سے وہ فرض نہ ہو جائے اور امت پر دشوار ہو۔

٤٢ - بَابٌ إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ

جب کھانا آ جائے اور نماز کی اقامت کہی گئی ہو

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ جب کھانا آ جائے اور اس وقت نماز کی اقامت کہی گئی ہو تو کھانے کو نماز پر مقدم کیا جائے گا۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ.

اور حضرت ابن عمر کھانے سے ابتداء کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل امام بخاری نے خود اس باب کی تیسری حدیث میں ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عمر کے لیے کھانا رکھا جاتا اور اس وقت نماز کی اقامت بھی پڑھی جاتی تو وہ نماز پڑھنے نہیں جاتے تھے حتیٰ کہ کھانے سے فارغ ہو جاتے اور وہ امام کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہے ہوتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۶۷۳)

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ إِقْبَالُهُ عَلٰى حَاجَتِهِ، حَتّٰى يُقْبِلَ عَلٰى صَلٰوتِهِ وَقَلْبُهُ فَارِغٌ.

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: آدمی کی فقاہت یہ ہے کہ پہلے اپنی ضرورت پوری کرے حتیٰ کہ اس وقت نماز شروع کرے جب اس کا دل اس کام سے فارغ ہو چکا ہو۔

اس تعلیق کی اصل امام عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزہد میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸۷)

٦٧١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا

الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ. [طرف الحدیث:۵۴۶۵]

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ' آپ نے فرمایا: جب رات کا کھانا لایا جائے اور نماز کی اقامت کہی جائے تو رات کے کھانے سے ابتداء کرو۔

(صحیح مسلم:۵۵۹' الرقم المسلسل:۱۲۲۲' سنن ابن ماجہ:۹۳۵' مسند الحمیدی:۱۸۲' مسند ابویعلیٰ:۴۴۳۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۰' مسند احمد:۲۴۱۲۰ ۔ ج ۲ ص ۱۴۶' جامع المسانید لابن الجوزی:۷۴۷۲' مسند الطحاوی:۹۲۸۹)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر نماز کی اقامت کے وقت کھانا آ جائے تو کھانے کو نماز پر مقدم کیا جائے۔

کھانے کو نماز پر مقدم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث کی تشریح میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت عمر بن الخطاب اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھانے کو نماز پر مقدم کرنا مستحب ہے' فقہاء شافعیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اگر اس کو کھانے کی احتیاج ہو تو پہلے کھانا کھائے ورنہ پہلے نماز پڑھے' امام غزالی نے کہا: اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ اتنی دیر میں کھانا خراب ہو جائے گا تو پہلے کھانا کھالے اور بعض فقہاء نے کوئی قید نہیں لگائی اور مطلقاً کہا کہ پہلے کھانا کھائے' پھر نماز پڑھے' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ شیخ ابن حزم کا قول بہت افراط پر مبنی ہے' انہوں نے کہا: اگر اس نے کھانے سے پہلے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز باطل ہے' امام مالک نے کہا: اگر کھانا کم مقدار میں ہو تو پہلے کھانا کھالے اور امام مالک کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کا دل کھانے میں لگا رہے اور نماز میں بھی اس کو کھانے کا خیال آئے تو پہلے کھانا کھالے ورنہ پہلے نماز پڑھے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کا حق اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم ہے' لیکن اس طرح نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق اچھی طرح ادا کیا جائے اور اس کا حق ادا کرتے وقت کسی اور چیز کا بالکل خیال نہ آئے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۶۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کا جواب جس میں نماز کو مؤخر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نماز کو کھانے کی وجہ سے مؤخر کیا جائے نہ کسی اور وجہ سے۔ (سنن ابوداؤد:۳۷۵۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ حدیث سنن کی ہے' لہٰذا یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی' ثانیاً اس کا محمل یہ ہے کہ جب نماز کا وقت تنگ ہو اور کھانے کے بعد نماز کا وقت باقی نہ رہے' تو پہلے نماز پڑھی جائے یا نماز کا وقت کافی ہو لیکن اس کو شدید بھوک نہ ہو اور کھانے کے ضائع ہونے یا کسی اور کے کھا لینے کا خطرہ نہ ہو' تب بھی پہلے نماز پڑھ لی جائے' ورنہ حدیث مذکور کے مطابق پہلے کھانا کھایا جائے۔

۶۷۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُوْا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوْا صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ، وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ. [طرف الحدیث:۵۴۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب الزہری از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا کھانا لایا جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے کھانے سے ابتداء کرو اور اس سے پہلے نماز

مغرب نہ پڑھو اور رات کے کھانے سے اس میں عجلت نہ کرو۔

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو حدیث: ٦٧١ کی تخریج ہے۔

٦٧٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَلَا يَأْتِيهَا حَتّٰى يَفْرُغَ وَإِنَّهُ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ. [اطراف الحدیث: ٦٧٤۔ ٥٤٦٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کا رات کا کھانا رکھا جائے اور (اسی وقت) نماز کی اقامت پڑھی جائے تو تم کھانے سے ابتداء کرو اور نماز کے لیے جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے کھانا رکھا جاتا اور اسی وقت نماز کی اقامت پڑھی جاتی تو وہ اس وقت تک نماز کے لیے نہ جاتے حتیٰ کہ کھانے سے فارغ ہو جاتے اور وہ اس وقت امام کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہے ہوتے تھے۔

٦٧٤ - وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ وَإِنْ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ وَهْبِ بْنِ عُثْمَانَ وَوَهْبٌ مَدِينِيٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور زہیر اور وہب بن عثمان نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانے پر موجود ہو تو جلدی نہ کرے حتیٰ کہ کھانے سے اپنی حاجت پوری کرے خواہ نماز کی اقامت پڑھی جائے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اس حدیث کو ابراہیم بن المنذر نے از وہب بن عثمان روایت کیا اور وہب مدنی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦٧١ کا مطالعہ فرمائیں۔

* اس باب کی احادیث شرح صحیح مسلم ج ٢ ص ١٢٧ پر بیان کی گئی ہیں اور ان کی شرح کا عنوان ہے: کھانے کو نماز پر مقدم کرنا۔

٤٣ - بَابُ إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى الصَّلٰوةِ وَبِيَدِهِ مَا يَأْكُلُ

جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کو وہ کھا رہا ہو

اس باب کو ان احادیث کے بعد ذکر کیا ہے جن میں طعام کو نماز پر مقدم کرنے کا حکم ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ طعام کو نماز پر مقدم کرنے کا حکم استحباب کے لیے ہے کیونکہ اگر یہ حکم وجوب کے لیے ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھری سے کاٹ کر گوشت کھاتے رہتے اور چھری نہ پھینکتے اور کھانا مکمل کر کے نماز پڑھاتے۔

٦٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان

جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ اَبَاهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا، فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ، فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّيْنَ، فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ.

کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کی ایک دستی دانتوں سے کھا رہے تھے' پھر آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا' آپ کھڑے ہو گئے اور چھری کو پھینک دیا' پھر آپ نے نماز پڑھائی اور (نیا) وضو نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے بکری کا گوشت اور ستو کھا کر وضو نہیں کیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کو وہ کھا رہا ہو اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٤٤ - بَابُ مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَهْلِهٖ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَخَرَجَ

جو شخص گھر کے کام کاج میں مشغول ہو' پھر نماز کی اقامت کہی جائے تو وہ گھر سے نکل جائے

گزشتہ ابواب میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جب کھانے کے وقت نماز کی اقامت کہی جائے تو مستحب یہ ہے کہ اگر وقت تنگ نہ ہو تو پہلے کھانا کھائے' پھر نماز کو جائے اور اس کے برخلاف اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر انسان گھر کے کام کاج میں مشغول ہو اور اس وقت نماز کی اقامت کہی جائے تو کام چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لیے جائے۔

٦٧٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ؟ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ، تَعْنِيْ خِدْمَةَ اَهْلِهٖ، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ.

[اطراف الحدیث: ۵۳۶۳-۶۰۳۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ گھر کے کام کاج اور گھر والوں کی خدمت میں مشغول رہتے تھے' پھر جب نماز کا وقت آتا تو نماز کی طرف چلے جاتے۔

(سنن ترمذی: ۲۴۸۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۸۳' شرح السنۃ: ۳۶۷۸' الادب المفرد: ۵۳۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۱۵' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۲۷' الآداب للبیہقی: ۸۳۶' مسند احمد ج ۶ ص ۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۲۶-ج ۴۰ ص ۲۷۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید' ابن الجوزی: ۷۲۵۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

کام کاج کے کپڑوں میں اور آستینوں کو اڑس کر مالکیہ کے نزدیک نماز پڑھنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علماء اور صالحین اپنے گھر میں اپنے ذاتی کام اور اپنے اہل وعیال کے کام از خود انجام دیتے تھے' اور انسان کام کاج کے وقت اپنی شلوار کے پائنچے اور آستین اوپر چڑھا لیتا ہے اور چونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نماز کے لیے جاتے وقت اپنے کپڑوں کو ٹھیک کر لیتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے' اور شلوار کے پائنچوں کو اور آستینوں کو اڑسنا' اس وقت مکروہ ہے جب آدمی نماز کے لیے آستینوں کو اور پائنچوں کو چڑھائے اور اس ہیئت کے ساتھ نماز کا قصد

کرے اسی طرح امام مالک نے کہا ہے کہ گھر کے کام کے کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ردی اور معمولی کپڑوں میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے گھر کے کام کاج کے کپڑوں میں نماز پڑھی ہے ورنہ جب انسان ردی کپڑے پہنے ہوئے دنیا کے بڑے لوگوں کے سامنے جانا پسند نہیں کرتا تو ایسے کپڑے پہن کر اللہ کے سامنے کھڑے ہونا کب پسندیدہ ہوسکتا ہے' اور یہ ثابت نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو قسم کے کپڑے تھے' ایک کام کاج کے لیے اور دوسرے نماز پڑھنے کے۔

حضرت عمر نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔ (صحیح البخاری: ۳۶۵)

امام ابن عبد البر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نافع کو دیکھا کہ وہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہے ہیں' حضرت عمر نے پوچھا: کیا تم دو کپڑے نہیں پہنتے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت عمر نے پوچھا: اگر تمہیں کسی گھر میں بلایا جائے تو کیا تم ایک کپڑا پہن کر چلے جاؤ گے؟ انہوں نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے فرمایا: یہ بتاؤ! اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کے لیے زینت والا لباس پہنا جائے یا لوگ؟ نافع نے کہا: اللہ عزوجل زیادہ حق دار ہے۔ قاضی نے کہا: عام لوگوں کی بہ نسبت امام کے لیے یہ حکم زیادہ مؤکد ہے کہ وہ نماز پڑھاتے وقت عمدہ اور مکمل لباس پہنے۔ (المغنی ج ۲ ص ۷ ۱۳-۶ ۱۳' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

نیز علامہ ابن بطال مالکی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پائنچے چڑھا کر اور آستینوں کو چڑھا کر نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے آستینیں اور پائنچے چڑھائے ہوئے تھے اور گھر کے کام کے لیے یہ لازم نہیں ہے اور گھر کے بعض کام اس کے بغیر بھی ہو سکتے ہیں اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں کپڑا چڑھانے یا موڑنے سے منع فرمایا ہے تو وہ خود کیسے کپڑا موڑ سکتے ہیں یا چڑھا سکتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ کپڑے کو موڑیں اور نہ بالوں کو۔ (صحیح البخاری: ۸۱۰' صحیح مسلم: ۴۹۰' سنن ابوداؤد: ۸۸۹' سنن ترمذی: ۲۷۳' سنن ابن ماجہ: ۸۸۴' سنن دارمی: ۱۲۹۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۵)

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی ممانعت آستینوں کے چڑھانے کو بھی شامل ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۴۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں: اسی طرح یہ ممانعت شلوار کے پائنچے چڑھانے کو بھی شامل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے: بالوں اور کپڑوں کو موڑنے کی ممانعت تنزیہی ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۶۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے: علامہ خیر الدین رملی کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع' سادگی اور محاسنِ اخلاق

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادگی اور تواضع کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے کام کر لیتے تھے اور گھر والوں کی خدمت میں

مشغول رہتے تھے اس کی زیادہ تفصیل اس حدیث میں ہے:

عمرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں کیا عمل کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ بشروں میں سے ایک بشر تھے اپنے کپڑے کو صاف کرتے تھے اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنی خدمت کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی: ۳۴۳)

اور دوسری روایات میں اس طرح ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جوتی کی مرمت کر لیتے تھے اپنا (پھٹا ہوا) کپڑا سی لیتے تھے اور گھر میں اس طرح کام کرتے تھے جس طرح تم میں سے کوئی ایک شخص کام کرتا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۰۴۹۲ مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۷-۱۲۱-۱۰۶ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۸۴ مسند ابویعلیٰ: ۴۶۵۳ صحیح ابن حبان: ۲۱۳۳ شرح السنۃ: ۳۶۷۸-۳۶۷۵)

ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں لیکن ہمیں اپنے گھر کے اس طرح کے کاموں سے عار محسوس ہوتا ہے اور ہم یہ کام اپنے نوکروں سے کراتے ہیں سو ہمارا یہ طرز معاشرت سنت کی اتباع سے محروم اور قابل صد ملامت ہے۔

٤٥ - بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيْدُ اِلَّا اَنْ يُّعَلِّمَهُمْ صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُنَّتَهٗ

جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس کا ارادہ صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز اور اس کے طریقہ کی تعلیم دے

٦٧٧ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ قَالَ جَاءَ نَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فِىْ مَسْجِدِنَا هٰذَا، فَقَالَ اِنِّىْ لَاُصَلِّىْ بِكُمْ وَمَا اُرِيْدُ الصَّلٰوةَ، اُصَلِّىْ كَيْفَ رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ. فَقُلْتُ لِاَبِىْ قِلَابَةَ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّىْ؟ قَالَ مِثْلَ شَيْخِنَا هٰذَا. وَكَانَ شَيْخًا، يَجْلِسُ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْهَضَ فِى الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى.

[اطراف الحدیث: ۸۰۲-۸۱۸-۸۲۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ انہوں نے کہا: ہمارے پاس حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ ہماری اس مسجد میں آئے انہوں نے کہا: میں تمہیں نماز پڑھا رہا ہوں اور میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے (میں صرف یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ تمہیں دکھاؤں کہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے میں نے ابوقلابہ سے پوچھا: وہ کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: جس طرح ہمارے یہ شیخ نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے یہ شیخ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اس سے پہلے کہ وہ رکعت اولیٰ میں کھڑے ہوتے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۴۲ سنن نسائی: ۱۱۵۰ سنن ترمذی: ۲۸۷ سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۶-۳۴۵ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۶ السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۳۹ صحیح ابن خزیمہ: ۶۸۷ صحیح ابن حبان: ۱۹۳۵ المعجم الکبیر: ۶۴۲ ج ۱۹ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۲۴ المنتقیٰ: ۲۰۴ شرح السنۃ: ۶۶۸ مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۵۹۹ ج ۲۴ ص ۳۶۵ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۱۳۸ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ مسند طحاوی: ۲۶۶۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ التبوذکی (۲) وہیب بن خالد صاحب الکرابیسی (۳) ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی (۴) ابوقلابہ

عبداللہ بن زید الجرمی (۵) حضرت مالک بن الحویرث اللیثی رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے (میں صرف یہ ارادہ کرتا ہوں کہ تمہیں دکھلاؤں کہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے۔

نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے لوگوں کو نماز پڑھانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسروں کو نماز کی اور اس طرح وضوء کی تعلیم دے نماز پڑھ کر دکھائے اور اسی طرح وضوء کر کے دکھائے اور اسی حدیث سے امام شافعی نے جلسہ استراحت کے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے یعنی پہلی رکعت کے دو سجدے کرنے کے بعد بیٹھ جائے اور پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

جلسہ استراحت میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

پہلی رکعت پڑھ کر بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے اس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: یہ مستحب ہے بعض شافعیہ نے کہا ہے: اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ پہلی رکعت کے دو سجدے کرنے کے بعد نہ بیٹھے امام ابوحنیفہ امام مالک اور ایک قول کے مطابق امام احمد کا بھی یہ مؤقف ہے حضرت ابن عمر حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس حضرت عمر حضرت علی رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے علامہ ابن قدامہ نے کہا: امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ جلسہ استراحت کے بعد بیٹھ جائے اور ایک قول ہے کہ کمزور آدمی بیٹھ جائے اور صحت مند آدمی دوسرا سجدہ کرتے ہی کھڑا ہو جائے امام احمد نے کہا: جلسہ استراحت کو ترک کرنے کے متعلق بہت احادیث ہیں اور النعمان بن ابی عیاش نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعدد اصحاب کو پایا جو پہلی رکعت کے بعد نہیں بیٹھتے تھے امام ترمذی نے کہا: اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔

ابوالزناد نے کہا: سنت یہ ہے کہ ایک رکعت کے بعد نہ بیٹھا جائے اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ ضعف کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک رکعت پڑھ کر بیٹھ جاتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۸۸)

جلسہ استراحت کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے فقہاء احناف کے نزدیک عذر کی حالت میں جب انسان بوڑھا ہو یا ضعیف ہو تو جلسہ استراحت مستحب ہے اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً جلسہ استراحت مستحب ہے۔

٤٦ - بَابٌ اَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ

اصحابِ علم و فضل نماز پڑھانے کے زیادہ حق دار ہیں

٦٧٨ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از

حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيقٌ، إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. قَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ. فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحديث: ٣٣٨٥]

(صحیح مسلم: ٤٢٠، الرقم المسلسل: ٩٢٣، مسند احمد ج ٤ ص ٤١٢ طبع قدیم)

زائدہ از عبد الملک بن عمیر' انہوں نے کہا: مجھے ابو بردہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے' پس آپ کا مرض زیادہ ہو گیا' آپ نے فرمایا: ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ رقیق القلب شخص ہیں' جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے' آپ نے فرمایا: ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات دہرائی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو' پھر حضرت ابو بکر کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام دینے والا آیا' پس حضرت ابو بکر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں نمازیں پڑھائیں۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ تمام صحابہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا علم اور فضل سب سے زیادہ تھا' اس لیے آپ نے ان کو امام بنانے کا حکم دیا' اس حدیث کے باقی فوائد اور مسائل' صحیح البخاری: ٦٦٤ میں بیان کیے جا چکے ہیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مریض کی وہ حد جب تک وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: اصحاب علم و فضل نماز پڑھانے کے زیادہ حق دار ہیں' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٧٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں فرمایا: ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ اپنے رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے' لہٰذا آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پھر حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت حفصہ سے کہا کہ تم آپ سے کہو کہ حضرت ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے' پس آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' تو حضرت حفصہ نے ایسا ہی کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو! بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں (کی مثل) ہو' ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں

تب حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: میں تم سے کبھی خیر حاصل نہیں کر سکتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٨٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيُّ، وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ وَجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ، حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ، وَهُمْ صُفُوْفٌ فِي الصَّلٰوةِ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ، يَنْظُرُ اِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ، كَاَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ، ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ، فَهَمَمْنَا اَنْ نَّفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَكَصَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ، وَظَنَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ اِلَى الصَّلٰوةِ، فَاَشَارَ اِلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ. وَاَرْخَى السِّتْرَ، فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ٦٨١-٧٥٤-١٢٠٥-٤٤٤٨]

(صحیح مسلم: ٤١٩، الرقم المسلسل: ٩١٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی، آپ کی خدمت کی اور آپ کی مجلس میں رہے (انہوں نے بیان کیا:) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس درد میں وفات ہو گئی تھی، اس درد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھا رہے تھے حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور مسلمان نماز میں صفیں باندھے ہوئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ کھولا، آپ کھڑے ہوئے ہماری طرف دیکھ رہے تھے اور آپ کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح تھا، پھر آپ ہنستے ہوئے مسکرائے، پس ہم نے خیال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی خوشی کی زیادتی کی وجہ سے ہم فتنہ میں پڑ جائیں گے، سو حضرت ابوبکر نے اپنی ایڑیوں کو پیچھے کیا تا کہ وہ صف سے مل جائیں اور انہوں نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے تشریف لا رہے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز پوری کرو اور پردہ گرا دیا اور آپ اسی دن فوت ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٨١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا، فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَذَهَبَ اَبُوْ بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ، فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهٗ، فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا، فَاَوْمَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يَّتَقَدَّمَ، وَاَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ تین دن تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے نہیں نکلے، سو نماز کی اقامت کہی گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہمارے لیے ظاہر ہوا تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے زیادہ خوب صورت کوئی منظر نہیں دیکھا تھا، جب آپ کا چہرہ ہمارے لیے ظاہر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حضرت ابوبکر

وَسَلَّمَ الْحِجَابَ، فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ.

کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھیں اور نبی ﷺ نے پردہ گرادیا' پھر آپ نماز پر قادر نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آخر حیات تک رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تھے' اور آپ نے ان کو معزول نہیں کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ سے اشارہ کرنا کلام کے قائم مقام ہے۔

٦٨٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِيهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، قِيلَ لَهُ فِي الصَّلٰوةِ، فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ، اِذَا قَرَاَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ، قَالَ مُرُوْهُ فَيُصَلِّي. فَعَاوَدَتْهُ قَالَ مُرُوْهُ فَيُصَلِّي، اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ. تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ، وَابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ، وَاِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَقَالَ عُقَيْلٌ، وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَمْزَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمزہ بن عبد اللہ کہ ان کو ان کے والد سے خبر ملی کہ جب رسول اللہ ﷺ کا درد زیادہ ہو گیا تو آپ سے نماز کے متعلق کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ نے کہا: ابوبکر رقیق القلب ہیں' جب وہ قرآن پڑھیں گے تو وہ رونا شروع کر دیں گے' آپ نے فرمایا: ان ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دو' حضرت عائشہ نے پھر دوبارہ کہا' آپ نے فرمایا: ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دو بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں (کی مثل) ہو۔ یونس بن یزید کی زبیدی نے متابعت کی ہے اور الزہری کے بھتیجے نے اور اسحاق بن یحییٰ الکلبی نے از الزہری' اور عقیل اور معمر نے کہا از الزہری از حمزہ از نبی ﷺ۔

ان تمام احادیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٧ - بَابُ مَنْ قَامَ اِلٰى جَنْبِ الْاِمَامِ لِعِلَّةٍ جو شخص کسی سبب کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی سبب عارض کی وجہ سے نمازیوں میں سے کوئی شخص امام کے پہلو میں کھڑا ہو تو یہ جائز ہے' ایک سبب عارض تو اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ اثناء نماز میں تشریف لے آئے' دوسرا سبب عارض یہ ہے کہ جگہ تنگ ہو اور امام کے لیے اگلی صف میں کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو اور تیسرا سبب یہ ہے کہ مقتدی ایک ہی ہو جیسے تہجد کی نماز میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' نبی ﷺ کی دائیں جانب کھڑے تھے۔

٦٨٣ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ، فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ. قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ آپ کی بیماری میں نماز پڑھائیں تو حضرت ابوبکر

وَسَلَّمَ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ فَإِذَا أَبُوْ بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ، فَلَمَّا رَآهُ أَبُوْ بَكْرٍ اسْتَأْخَرَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ. فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَ أَبِي بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ، فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ أَبِي بَكْرٍ.

لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے عروہ نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ کو اپنی طبیعت میں افاقہ محسوس ہوا' پس آپ حجرہ سے نکلے' پس اس وقت حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' پھر جب حضرت ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹ گئے' پس آپ نے اشارہ کیا کہ تم اسی طرح رہو' پھر رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے' پس حضرت ابوبکر' رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کے ساتھ (ان کی تکبیرات پر) نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٨ - بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ، فَجَاءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ، فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ، جَازَتْ صَلٰوتُهُ

جو شخص لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے داخل ہوا' پھر پہلا (اصل) امام آ گیا تب امام پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے نماز جائز ہے

اس عنوان میں امام اوّل سے مراد ہے جو اصل امام ہو اور نماز پڑھانے کے لیے مقرر ہو اور بعد میں جو امام اوّل ذکر کیا ہے' اس سے مراد وہ امام ہے' جو کسی عارضہ کی وجہ سے نماز پڑھا رہا ہے۔ اگرچہ قاعدہ یہ ہے کہ جب معرفہ مکرر ہو تو ثانی عین اوّل ہوتا ہے' مگر یہ اس وقت ہے' جب وہاں پر کوئی ایسا قرینہ نہ ہو جو تعیین مراد پر دلالت کرے۔

فِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس عنوان کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: از نبی ﷺ۔

یعنی اس کے متعلق کہ ایک امام نماز پڑھا رہا تھا' پھر وہ امام آ گیا جو اصل امام تھا' پھر وہ امام پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے' نماز پوری ہو جائے گی۔

٦٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ، فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ أَتُصَلِّي لِلنَّاسِ فَأُقِيْمَ؟ قَالَ نَعَمْ، فَصَلَّى أَبُوْ بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ، فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلٰوتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ، فَرَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی حازم بن دینار از سہل بن سعد الساعدی کہ رسول اللہ ﷺ' بنی عمرو بن عوف کی طرف ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے گئے' پس نماز کا وقت آ گیا' پھر مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' پس کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں نماز کی اقامت پڑھوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! پھر حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے' اور لوگ اس وقت نماز پڑھنے میں مشغول تھے' نبی ﷺ صفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے آئے' حتیٰ کہ (پہلی) صف میں آ کر کھڑے ہو گئے' پس لوگوں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ . فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا اَمَرَهُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ، ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى اسْتَوٰى فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِيْ رَاَيْتُكُمْ اَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيْقَ؟ مَنْ رَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ، فَاِنَّهٗ اِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ اِلَيْهِ، وَاِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ. [اطراف الحدیث: ١٢٠١-١٢٠٤-١٢١٨-١٢٣٤-٢٦٩٠-٢٦٩٣-٧١٩٠]

نے تالیاں بجائیں اور حضرت ابوبکر نماز میں ادھر اُدھر التفات نہیں کرتے تھے' جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو انہوں نے توجہ کی' پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں' حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا' پھر حضرت ابوبکر پیچھے ہو گئے' حتیٰ کہ صف کے برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم کو اپنی جگہ برقرار رہنے سے کس چیز نے منع کیا جب میں نے تمہیں (نماز پڑھاتے رہنے کا) حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھائے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں نے تم کو بہت زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا؟ جس شخص کی نماز میں کوئی امر پیش آ جائے' وہ سبحان اللہ کہے' جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف التفات کیا جائے گا' تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم: ٤٢١' الرقم المسلسل: ٩٢٤' سنن ابوداؤد: ٩٤٠' سنن نسائی: ٧٨٣' سنن ابن ماجہ: ١٠٣٥' سنن دارمی: ١٣٦٤' مسند ابویعلیٰ: ٧٥٢٤' صحیح ابن خزیمہ: ٨٥٣' صحیح ابن حبان: ٢٢٦١' المعجم الکبیر: ٥٩٣٢' سنن بیہقی ج ٣ ص ١٢٣' مسند احمد ج ٥ ص ٣٣١ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٨١٦- ج ٣٧ ص ٣٧٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٤١٥' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن یوسف التنیسی القاتی (٢) امام مالک بن انس اصبحی (٣) ابوحازم سلمہ بن دینار (٤) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٠٤)

بنوعمرو بن عوف کا تعارف اور ان کی طرف جانے کا وقت اور جانے کی وجہ

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' بنوعمرو بن عوف کی طرف گئے' یہ لوگ مالک بن اوس کی اولاد سے تھے' اور یہ قبا میں رہتے تھے' انصار کے دو قبیلے تھے: اوس اور الخزرج اور بنوعمرو بن عوف' اوس کی شاخ تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں جانے کا سبب یہ تھا کہ اہل قباء آپس میں لڑ پڑے تھے' حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر مارے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا: چلو! ہم ان کے درمیان صلح کرائیں' امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ آپ ظہر کی اذان کے بعد وہاں گئے تھے' اور امام ابوداؤد نے اس طرح روایت کیا ہے:

بنوعمرو بن عوف کی طرف جانے کے متعلق حدیث

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو عمرو بن عوف کے درمیان لڑائی ہوگئی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ ظہر کے بعد ان کے درمیان صلح کرانے گئے' پس آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر عصر کی نماز کا وقت آ جائے اور میں تمہارے پاس نہ آؤں تو پھر ابو بکر کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس جب عصر کا وقت آ گیا تو حضرت بلال نے اذان دی' پھر اقامت کہی' پھر حضرت ابو بکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہا' سو انہوں نے نماز پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۹۴۱' سنن نسائی: ۷۹۲)

نماز میں حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ کیوں بلند کیے تھے' اس سلسلہ میں حدیث

اس حدیث میں ہے: حضرت ابو بکر نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا' اس کی تفصیل امام احمد کی اس روایت میں ہے:

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے پوچھا: تم نے اپنے دونوں ہاتھ کیوں بلند کیے تھے؟ اور جب میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا تھا کہ اسی جگہ قائم رہو تو تمہیں کس چیز نے منع کیا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس لیے بلند کیے کہ میں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے مجھے اسی جگہ قائم رہنے کا اشارہ کیا اور ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھائے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۸' مسند احمد: ۲۲۸۶۳۔ ج ۳۷ ص ۵۰۸۔ ۵۰۷' مؤسسة الرسالة' بیروت)

دو فریقوں کے درمیان صلح کرانا' ایک نماز کو دو اماموں کا پڑھانا اور امام مسجد وقت پر موجود نہ ہو تو دوسرے کا نماز پڑھا دینا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے ہاں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے درمیان صلح کرانی چاہیے اور فتنہ کے مادہ کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہیے اور تمام مسلمانوں کو ایک بات پر متفق کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(۲) سربراہ ملک کو چاہیے کہ عوام کی اصلاح کرنے کے لیے وہ خود سعی کرے اور یہ چیز امام کی مصلحت پر مقدم ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی امامت چھوڑ کر امت کی اصلاح کے لیے تشریف لے گئے۔

(۳) نماز عصر کا کچھ حصہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور باقی حصہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھایا' اس سے معلوم ہوا کہ ایک نماز کو دو اماموں کی اقتداء میں پڑھنا جائز ہے' اسی حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے امام نماز کے دوران کسی کو اپنا خلیفہ بنا کر نماز سے نکل جائے تو یہ جائز ہے' غیر مقلدین کا اس میں اختلاف ہے اور ان کا مسلک اس حدیث سے باطل ہے۔

(۴) نمازوں کا جو امام مقرر ہو' اگر کسی وجہ سے وہ نماز کے وقت موجود نہ ہو تو نمازیوں کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی اہل شخص کو امام بنا کر اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لیں' بہ شرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت پر تشریف نہیں لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ نماز پڑھا دیں۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے پر حضرت ابو بکر پیچھے ہٹ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا اور حضرت ابو بکر کا افضل امت ہونا

امام ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ نماز میں آپ کی تعظیم کی جائے

آپ کے آنے کے بعد کوئی اور شخص نماز نہ پڑھائے' اگر مسجد کے امام کے علاوہ کوئی اور شخص نماز پڑھا رہا ہو اور اثناء نماز میں مسجد کا امام آ جائے تو اس کی تعظیم کے لیے نماز کے دوران اس امام کا پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ حالت نماز میں کسی اور شخص کی تعظیم کرنا جائز نہیں ہے۔

(٦) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا جائز ہے۔

(٧) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا تھا: اگر میں نماز کے وقت پر نہ آؤں تو ابوبکر کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی سب سے افضل تھے اور وہی آپ کے نزدیک امامت اور خلافت کے لائق تھے۔

نماز میں کسی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

(٨) جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں تو انہوں نے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا جائز ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے لیکن جب کسی شخص نے الحمد للہ کہہ کر کسی کو جواب دینے کا ارادہ کیا تو اس کی نماز کے فاسد ہونے کے متعلق مشائخ کا اختلاف ہے' اور المحیط میں مذکور ہے کہ کسی شخص کو چھینک آئی اور اس نے دل میں الحمد للہ کہا اور زبان کو حرکت نہیں دی تو امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس نے زبان کو حرکت دی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی' اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امام کو لقمہ دینا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو نماز میں کوئی امر پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ یہ تعلیم اور تلقین ہے۔

السفاقسی نے کہا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ جس شخص نے نماز میں اپنی خوشی کی خبر دینے کے لیے الحمد للہ کہا تو اس سے اس کی نماز میں کوئی ضرر نہیں ہوگا اور ابن القاسم نے کہا: جس نے مصیبت کی خبر دینے کے لیے نماز میں ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا یا کسی بات کی خبر دینے کے لیے کہا: ''الحمد للّٰہ علٰی کل حال'' تو اس کی نماز جائز ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب نمازی کو یہ خطرہ ہو کہ نابینا کنویں میں گر جائے گا یا سانپ پر اس کا پیر پڑ جائے گا تو اس کو متنبہ کرنے کے لیے وہ سبحان اللہ کہے تو یہ جائز ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک ان تمام صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

بلاضرورت نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی ممانعت اور بہ وقت ضرورت مڑ کر دیکھنے کے متعلق احادیث

(٩) جب لوگوں نے بہ کثرت تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا' جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ اگر نماز میں ادھر ادھر معمولی سا التفات کیا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ اس صورت میں ہے جب ضرورت کے موقع پر التفات کیا جائے' اور بلاضرورت ادھر اُدھر نماز میں التفات کرنا ممنوع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن ابی شیبہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور وہاں دیکھا کہ لوگ آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: لوگ آسمان کی طرف نظریں اٹھانے سے باز آ جائیں' ورنہ ان کی طرف ان کی آنکھیں واپس نہیں لوٹیں گی۔ (سنن ابوداؤد: ٩١٢' صحیح مسلم: ٤٢٨' سنن نسائی: ١١٨٣)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں نظریں

اوپر اٹھاتے ہیں، پھر اس میں سختی کرتے ہوئے فرمایا: یہ لوگ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی بصارت سلب کر لی جائے گی۔
(صحیح البخاری:۷۵۰، سنن ابوداؤد:۹۱۳، سنن نسائی:۱۱۹۲، سنن ابن ماجہ:۱۰۴۴)

ضرورت کے موقع پر نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

سہل بن الحنظلیہ بیان کرتے ہیں: صبح کی نماز کے لیے تثویب کی گئی، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ گھاٹی کی طرف مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد:۹۱۶)

امام ابوداؤد نے کہا: آپ نے رات کو ایک گھوڑے سوار کو گھاٹی کی طرف حفاظت کے لیے بھیجا تھا، آپ اس کو مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں دائیں بائیں مڑ کر دیکھتے تھے اور اپنی گردن کو پیچھے موڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ (سنن نسائی:۱۱۹۷، سنن ترمذی:۵۸۷)

نماز میں کسی کو اپنا خلیفہ بنانے کے متعلق مذاہب ائمہ

(۱۰) اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب نماز میں امام کو کوئی عذر پیش آ جائے تو وہ کسی کو اپنا خلیفہ بنا کر نماز سے باہر نکل سکتا ہے، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما، اور حسن بصری، علقمہ، النخعی اور ثوری سے اسی طرح مروی ہے اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام کے لیے صفوں کے درمیان سے گزرنے کا جواز، عمل قلیل کا مفسد صلوٰۃ نہ ہونا اور دینی وجاہت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

(۱۱) اس حدیث میں امام کے لیے صفوں کے درمیان سے اگلی صف میں پہنچنے کا جواز ہے اور دوسروں کے لیے یہ مکروہ ہے۔
(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے معلوم کیا کہ آپ میرے حکم دینے کے باوجود نماز پڑھانے پر برقرار کیوں نہیں رہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر تابع امیر کے کسی حکم پر عمل نہ کرے تو اس کو زجر و توبیخ کرنے سے پہلے اس کے عمل نہ کرنے کا سبب معلوم کرنا چاہیے۔
(۱۳) حضرت ابوبکر اپنی جگہ سے پچھلی صف میں آ گئے، اس سے معلوم ہوا کہ عمل قلیل مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔
(۱۴) دین میں وجاہت عطا فرمانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس پر شکر ادا کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی امامت کو قبول فرما لیا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۰۹۔۳۰۷ ملخصا بحر جاومفیضا، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ادب کا حکم پر مقدم ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو یہ حکم دیا تھا کہ نماز پڑھاتے رہو لیکن حضرت ابوبکر کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کرانا ادب کے خلاف تھا، اس لیے انہوں نے آپ کے ادب کو آپ کے حکم پر مقدم کیا، اسی طرح جب حدیبیہ میں صلح نامہ لکھا جا رہا تھا اور اس میں یہ لکھا گیا: یہ محمد رسول اللہ کی جانب سے عظماء قریش کی طرف ہے تو اس پر قریش نے اعتراض کیا کہ ہم اس کو نہیں مانتے، اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو عمرہ کرنے سے منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبد اللہ ہیں، آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی ہوں، پھر آپ نے حضرت علی سے فرمایا: "رسول اللہ" کے الفاظ مٹا دو، انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں آپ کے نام کو کبھی نہیں مٹاؤں گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مکتوب لے کر یہ لکھ دیا: یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے صلح کی ہے۔ (صحیح البخاری:۲۶۹۹)

یہاں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ محمد رسول اللہ جولکھا ہوا ہے اس کو مٹا دو لیکن چونکہ اس کو مٹانا ادب کے خلاف تھا' اس لیے حضرت علی نے اس نام کو نہیں مٹایا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے نزدیک ادب حکم پر مقدم ہے اور حدیث قرطاس میں حضرت عمر نے آپ کی محبت اور بیماری میں آپ کو زحمت سے بچانے کے لیے آپ کے حکم کو مؤخر کیا تھا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کے وقت پر نہ پہنچنے کی وجہ سے خود نماز پڑھا دی تھی۔ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے جنگل میں گئے' میں بھی نماز فجر سے پہلے آپ کے ساتھ پانی لے کر گیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف واپس آئے تو میں مشکیزہ سے پانی لے کر آپ کے ہاتھوں پر ڈالنے لگا' آپ نے تین بار اپنے ہاتھ دھوئے' پھر اپنا چہرہ دھویا' پھر اپنے جبہ سے اپنے ہاتھ نکالنے لگے' جبہ کی آستینیں تنگ تھیں تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ جبہ میں داخل کیے حتیٰ کہ جبہ کے نیچے سے اپنی دونوں کلائیوں کو نکال لیا اور اپنی کلائیوں کو کہنیوں تک دھویا' پھر اپنے موزوں پر مسح کیا' پھر آپ نماز کی طرف گئے' حضرت مغیرہ نے کہا: میں آپ کے ساتھ گیا' حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ لوگوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا تھا اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں میں سے ایک رکعت کو پالیا اور آپ نے لوگوں کے ساتھ دوسری رکعت پڑھی' جب حضرت عبدالرحمان بن عوف نے سلام پھیرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھی' یہ ماجرا دیکھ کر مسلمان بہت گھبرا گئے اور انہوں نے بہت زیادہ بار سبحان اللہ کہا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز پوری کر لی تو آپ نے لوگوں کی طرف مڑ کر فرمایا: تم نے اچھا کیا' یا فرمایا: تم نے درست کیا' اور اس بات پر ان کی تحسین کی کہ انہوں نے وقت پر نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم: ۱۰۵' الرقم المسلسل: ۴۰۷)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۵۳۔ ج ۱ ص ۱۲۱۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: باب مذکور کی حدیث کے مسائل۔

۴۹ - بَابٌ إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَاءَةِ فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ

جب سب قراءت میں برابر ہوں تو جوان میں بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے

۶۸۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِنْ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى بِلَادِكُمْ فَعَلَّمْتُمُوهُمْ مُرُوهُمْ فَلْيُصَلُّوا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم سب جوان تھے' ہم آپ کے پاس تقریباً بیس راتیں ٹھہرے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت مہربان تھے' پس آپ نے فرمایا: اگر تم اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو حکم دو کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں اس وقت میں' اور اس وقت میں' اور پس جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۲۸ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس شخص نے کہا: سفر میں ایک

مؤذن اذان دے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جو بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۰ - بَابٌ اِذَا زَارَ الْاِمَامُ قَوْمًا فَاَمَّهُمْ

جب امام کچھ لوگوں کی زیارت کرے پھر ان کو نماز پڑھائے

۶۸۶ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ اَسَدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ اِسْتَاْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهُ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ ؟ فَاَشَرْتُ لَهُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِي اُحِبُّ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبردی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع نے خبردی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ میں جس جگہ چاہتا تھا میں نے اس کی طرف اشارہ کیا' پس آپ (نماز کے لیے) کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں' پھر آپ نے سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۵ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: گھروں میں مساجد' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جب امام کچھ لوگوں کی زیارت کرے' پھر ان کو نماز پڑھائے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

۵۱ - بَابٌ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ

امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے

وَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ.

اور جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی' اس مرض میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۶۶۴ میں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْاِمَامِ يَعُوْدُ فَيَمْكُثُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ ثُمَّ يَتْبَعُ الْاِمَامَ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: جب کوئی شخص امام سے پہلے (سجدہ سے) سر اٹھالے تو اتنی دیر ٹھہرے' جتنی دیر میں امام نے سر اٹھایا ہے' پھر امام کی اتباع کرے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

ابوحیان الاشجعی' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رکوع اور سجود میں اپنے اماموں پر سبقت نہ کرو اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنا سر اٹھالے اور امام ابھی سجدہ میں ہو تو وہ سجدہ کرے اور اتنی دیر ٹھہرا رہے جتنی دیر اس نے امام پر سبقت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۰)

وَقَالَ الْحَسَنُ فِيمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَلَا يَقْدِرُ عَلَى السُّجُودِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الْأُولَى بِسُجُودِهَا، وَفِيمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتَّى قَامَ يَسْجُدُ.

اور الحسن البصری نے کہا: جو شخص امام کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے اور سجدہ پر قادر نہ ہو تو وہ آخری رکعت میں دو سجدے کرے پھر پہلی رکعت کو اس کے سجدہ کے ساتھ قضاء کرے اور جو شخص سجدہ کرنا بھول گیا' حتیٰ کہ کھڑا ہو گیا' وہ شخص سجدہ کرے۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: امام سعید بن منصور اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: جو شخص جمعہ کے دن رکوع کرے اور لوگوں کے رش کی وجہ سے سجدہ پر قادر نہ ہو تو جب وہ نماز سے فارغ ہو تو پہلی رکعت کے دو سجدے کر لے' پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت نماز پڑھے اور دو سجدے کر لے۔ حسن بصری نے جمعہ کا ذکر اس لیے کیا کہ اس نماز میں رش بہت ہوتا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حسن بصری نے کہا: جو شخص نماز کی پہلی رکعت میں سجدہ کرنا بھول جائے اور کھڑا ہو جائے تو وہ اس رکعت کو لغو قرار دے اور دوبارہ رکعت پڑھے اور اس میں دو سجدے کرے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اس سے زیادہ مکمل بیان کیا ہے کہ جو شخص نماز کی پہلی رکعت میں ایک سجدہ کرنا بھول جائے اور اس کو یاد نہ آئے حتیٰ کہ آخری رکعت آ جائے تو وہ اس رکعت میں تین سجدے کر لے اور اگر اس کو سلام سے پہلے یاد آ جائے تو وہ ایک سجدہ کر لے اور اگر اس کو نماز مکمل کرنے کے بعد یاد آئے تو دوبارہ نماز پڑھے۔

رش کے مسئلہ میں امام مالک نے کہا ہے کہ کسی کی پشت پر سجدہ نہ کرے اور ہمارے اصحاب اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر رش ہو تو وہ کسی کی پشت پر سجدہ کرے اور اس نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۱۳۔ ۳۱۲)

ان تمام تعلیقات میں امام کی متابعت پر تفریع ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

٦٨٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ أَلَا تُحَدِّثِينِي عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ بَلَى، ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ. قَالَتْ فَفَعَلْنَا، فَاغْتَسَلَ، فَذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ. قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ فَقُلْنَا لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن ابی عائشہ از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ' انہوں نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا' پس میں نے کہا: کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے متعلق حدیث نہیں بیان کریں گی؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بوجھل ہو گئی' آپ نے پوچھا: آیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: میرے لیے ایک لگن (ٹب) میں پانی ڈالو' حضرت عائشہ نے بیان کیا: ہم نے ایسا کر لیا' آپ نے اس میں غسل کیا' پھر آپ مشقت سے اٹھنے لگے' پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر آپ کو ہوش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا: نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: میرے لیے ٹب میں پانی رکھو' آپ ٹب میں بیٹھ گئے' پھر آپ نے غسل کیا' پھر آپ اٹھنے لگے' پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر آپ ہوش

وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ، يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ، فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ، بِاَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَقِيْقًا يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ، فَصَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامَ، ثُمَّ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ، اَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ، لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ، وَاَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْ بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ، فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنْ لَّا يَتَاَخَّرَ، قَالَ اَجْلِسَانِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ. فَاَجْلَسَاهُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ بَكْرٍ، قَالَ فَجَعَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ وَهُوَ يَاْتَمُّ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ، عَنْ مَّرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ هَاتِ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثَهَا، فَمَا اَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا، غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ هُوَ عَلِيٌّ.

میں آئے تو آپ نے پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا: نہیں! یارسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' پس آپ نے فرمایا: میرے لیے ٹب میں پانی رکھو' آپ ٹب میں بیٹھ گئے' پھر آپ نے غسل کیا' پھر آپ اٹھنے لگے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا: نہیں! یارسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' اور اس وقت لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے عشاء کی نماز کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس حضرت ابوبکر کے پاس قاصد گیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت ابوبکر رقیق القلب تھے' انہوں نے کہا: اے عمر! تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ' حضرت عمر نے ان سے کہا: آپ امامت کے زیادہ حق دار ہیں' پھر ان ایام میں حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت میں افاقہ محسوس کیا تو آپ ظہر کی نماز کے لیے دو آدمیوں کے درمیان نکلے' ان میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تھا' وہ پیچھے ہٹنے لگے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ پیچھے نہ ہوں' آپ نے فرمایا: مجھے ابوبکر کے پہلو کی طرف بٹھا دو' انہوں نے آپ کو حضرت ابوبکر کے پہلو کی طرف بٹھا دیا' پھر حضرت ابوبکر نماز پڑھ رہے تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ عبیداللہ نے کہا: پھر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا' میں نے ان سے کہا: کیا میں آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کے متعلق بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا: سناؤ' پھر میں نے ان کو حضرت عائشہ کی بیان کی ہوئی حدیث سنائی' انہوں نے اس میں سے کسی چیز کا انکار نہیں کیا' سوا اس کے کہ انہوں نے پوچھا: کیا حضرت عائشہ نے

اس دوسرے شخص کا نام لیا تھا' جو حضرت عباس کے ساتھ تھا؟ میں نے کہا: نہیں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ١٩٨ اور ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٨٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ' فَصَلّٰى جَالِسًا' وَصَلّٰى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا' فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا . فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ' فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا' وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا' وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ' فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ' وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ.

[اطراف الحدیث: ١١١٣-١٢٣٦-٥٦٥٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے گھر میں نماز پڑھی' اس وقت آپ بیمار تھے' سو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائیں' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم کہو: "ربنا ولك الحمد" اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ٤١٢' الرقم المسلسل: ٩٠١' سنن ابوداؤد: ٦٠٥' سنن ترمذی: ٣٦١' سنن نسائی: ٨٢٨' سنن ابن ماجہ: ١٢٣٧' السنن الکبریٰ للنسائی: ٧٥١٤' صحیح ابن خزیمہ: ١٦١٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٣٢٥' مسند ابویعلیٰ: ٤٨٠٧' شرح معانی الآثار: ٢٣٠٨-٢٣٠٢' نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ٣ ص ١٢٩' موطأ امام مالک: ٣١٠' مسند احمد ج ٦ ص ١٥١ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٢٥٠-ج ٤٠ ص ٢٩٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٤٧٧٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٩٣٦٣)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا سبب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھوڑے سے گر گئے' آپ کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا' سو ہم آپ کی عیادت کرنے کے لیے گئے' پھر نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی' لہٰذا ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی' جب آپ نے نماز ادا کر لی تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے تو تم بھی سجدہ سے سر اٹھاؤ' اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا ولك الحمد" کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری: ٦٨٩)

جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام احمد بن حنبل اور امام اوزاعی نے اس حدیث کے ظاہر کے مطابق کہا ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو لوگ بھی اس کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھیں خواہ ان کو کوئی عذر ہو یا نہ ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ نے ایک روایت میں یہ کہا ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کی نماز اس شخص کے پیچھے جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو خواہ مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھے یا کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔

امام ابوحنیفہ امام شافعی اور جمہور متقدمین رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کی نماز بیٹھنے والے کے پیچھے صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرضِ وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اگرچہ بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ امام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی اقتداء کر رہے تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی امام تھے اور امام مسلم نے اس باب کے بعد صراحۃً اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۵۸۹ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

مرضِ وفات میں جو نماز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی اس میں آپ کے امام ہونے پر دلائل

امام جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المصری التوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اسود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور یہ امام کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور اگر حضرت ابوبکر امام ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی دائیں جانب بیٹھتے پس جب آپ حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھے اور حضرت ابوبکر آپ کی دائیں جانب تھے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے اور حضرت ابوبکر مقتدی تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے جس جگہ قراءت ختم کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ سے قراءت شروع کی۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر نے قراءت منقطع کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قراءت شروع کر دی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امام ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر آپ امام نہ ہوتے تو آپ قراءت نہ کرتے کیونکہ یہ وہ نماز تھی جس میں جہراً قراءت کی جاتی تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم نہ ہوتا حضرت ابوبکر نے قراءت کہاں ختم کی ہے اور نہ حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو اس کا علم ہوتا اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ جہری نماز تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نماز میں جہراً قراءت کی تھی اور تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ اس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی امام تھے۔

نظر صحیح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر مقتدی کو عذر نہ ہو تو اس سے قیام ساقط نہیں ہوگا کیونکہ جب مقتدی امام کی نماز میں داخل ہو تو جو چیز مقتدی پر فرض ہو وہ امام کی نماز میں داخل ہونے سے اس سے ساقط نہیں ہوتی جب مقیم مثلاً ظہر کی نماز مسافر امام کی اقتداء میں

پڑھے تو اس پر چار رکعت نماز پڑھنی فرض ہیں' اور مسافر امام دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دیتا ہے اور اس کی اقتداء کرنے سے مقیم پر لازم نہیں آتا کہ وہ بھی دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ دو رکعت نماز اور پڑھے اور اس پر جو چار رکعت نماز ظہر فرض تھی' اس کو پورا کرے۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ مقتدی پر جو چیز فرض ہے' وہ امام کی اقتداء کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی' پس جو مقتدی تندرست ہو اس پر نماز میں قیام فرض ہے اور بیمار امام جو قیام پر قادر نہ ہو' اس کی اقتداء کرنے کی وجہ سے تندرست مقتدی سے نماز میں قیام ساقط نہیں ہوگا' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے اور آپ قیام پر قادر نہ تھے تو آپ کی اقتداء کرنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر اور دوسرے نمازیوں سے قیام ساقط نہیں ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر نے اور باقی نمازیوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ (شرح معانی الآثار ج۱ ص۵۲۵۔۵۲۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس قاعدہ پر سب کا اتفاق ہے کہ جب مقتدی امام کی نماز میں داخل ہو تو جو چیز اس پر پہلے فرض نہ ہو تو امام کی نماز میں داخل ہونے سے وہ چیز اس پر فرض ہو جاتی ہے جیسے مسافر مثلاً مقیم امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھے تو پہلے اس پر چار رکعت نماز پڑھنی فرض نہیں تھی' مگر اب مقیم امام کی اقتداء کرنے کی وجہ سے اس پر بھی چار رکعت پڑھنا فرض ہو گئی' اس طرح جو چیز اس پر پہلے فرض تھی اب امام کی اقتداء سے وہ فرض اس سے ساقط نہیں ہوگا' مثلاً مقیم نے مسافر امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی' تو پہلے اس پر چار رکعت نماز فرض تھی اور مسافر امام نے دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا تو مقیم مقتدی سے دو رکعت پڑھنے کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی' اسی طرح جب صحت مند شخص بیمار کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو امام کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی وجہ سے صحت مند شخص سے قیام کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج۴ ص۱۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اس باب کی حدیث' صحیح البخاری: ۶۸۸ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھی اور فرمایا: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اور یہ حدیث اس تحقیق کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض قدیم کا ذکر ہے اور مرض وفات میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر اور تمام صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور اس سے پہلا حکم منسوخ ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۲۵۔ ج۱ ص۱۱۹۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے کی حکمتیں ② امام کے لیے "ربنا ولك الحمد" کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ ③ جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ۔

۶۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہوئے' آپ اس گھوڑے سے گر گئے اور آپ کی دائیں جانب زخمی ہو گئی' سو آپ نے نمازوں میں سے کوئی نماز بیٹھ کر پڑھی' لہٰذا ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' سو جب وہ

وَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا، وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهٗ اِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا هُوَ فِيْ مَرَضِهِ الْقَدِيْمِ، ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا، وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ قِيَامًا، لَمْ يَاْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ، وَاِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ فَالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ ''سمع اللّٰه لمن حمده'' کہے تو تم ''ربنا ولك الحمد'' کہو اور جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: حمیدی نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو' آپ کا یہ ارشاد آپ کے مرضِ قدیم میں تھا' اس کے بعد نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اور ہمیشہ آخری حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور آخری حدیث نبی ﷺ کا یہ عمل ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' گزشتہ حدیث: ۶۸۸ کے تحت کی جا چکی ہے۔

۵۲ - بَابٌ مَتٰى يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ

جو لوگ امام کے پیچھے ہیں وہ کب سجدہ کریں

قَالَ اَنَسٌ فَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب امام سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۷۳۲ ''باب ایجاب التکبیر'' میں ہے' اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ جب امام سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

۶۹۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ، حَتّٰى يَقَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا، ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں تھے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ''سمع اللّٰه لمن حمده'' فرماتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنی پشت کو ٹیڑھا نہ کرتا حتیٰ کہ نبی ﷺ سجدہ کر لیتے' پھر اس کے بعد ہم سجدہ کرتے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، نَحْوَهٗ بِهٰذَا. [اطراف الحدیث: ۷۴۷-۸۱۱]

امام بخاری نے کہا: اس حدیث کو ہمیں ابونعیم نے بیان کیا از سفیان از ابی اسحاق' اسی حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم:۴۷۲'الرقم المسلسل:۱۰۴۳'سنن ابوداؤد:۶۲۰'سنن ترمذی:۲۸۱'سنن نسائی:۸۲۹'مسند ابوداؤد الطیالسی:۷۱۸'صحیح ابن حبان: ۲۲۲۶'المعجم الصغیر:۷۹'سنن بیہقی ج۲ص۹۲'شرح السنۃ:۸۴۷'مسند ابویعلی:۱۶۷۶'مسند احمد ج۴ص۲۸۴ طبع قدیم'مسند احمد:۱۸۵۱۱-ج۳۰ ص۴۷۲'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت'جامع المسانید لابن الجوزی:۶۵۵'مکتبۃ الرشد'ریاض'۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱)مسدد بن مسرھد (۲) یحیٰی بن القطان (۳) سفیان الثوری (۴) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی (۵) عبد اللہ بن یزید الخطمی ' ان کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا (۶) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج۵ص۳۲۲)

متابعت کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نماز کے افعال میں امام کی اتباع کرنا واجب ہے'اور متابعت کا معنی یہ ہے کہ کسی رکن کو امام کے شروع کرنے کے بعد اور اس رکن سے امام کے فارغ ہونے سے پہلے' مقتدی اس رکن کو شروع کرے' حتیٰ کہ متابعت کا معنی محقق ہو' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی کو چاہیے کہ وہ امام کی طرف دیکھتا رہے حتیٰ کہ اس کو پتا چل جائے کہ امام ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف کس طرح منتقل ہو رہا ہے۔

۵۳- بَابُ اِثْمِ مَنْ رَفَعَ رَاْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ

اس شخص کا گناہ جس نے امام سے پہلے سر اٹھایا

۶۹۱- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ' اَوْ لَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ' اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ' اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهُ رَاْسَ حِمَارٍ' اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ؟ (صحیح مسلم:۴۲۷'الرقم المسلسل:۹۳۸'سنن ترمذی:۵۸۲' سنن ابوداؤد:۶۲۳'سنن نسائی:۸۲۷'سنن ابن ماجہ:۹۶۱' جامع المسانید لابن الجوزی:۳۸۶۱'مکتبۃ الرشد'ریاض'۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی'انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد'انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس سے نہیں ڈرتا کہ جب وہ امام سے پہلے سر اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنادے یا اللہ تعالیٰ اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنادے؟

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال السلمی الاغاطی البصری ابومحمد (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) محمد بن زیاد الجمی المدنی ساکن البصرہ (۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج۵ص۳۲۵)

اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق علماء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنادے یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنادے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں گدھے کے سر یا گدھے کی صورت سے مجازاً یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو انتہائی بے وقوف بنادے کیونکہ اس امت میں مسخ کا وقوع جائز نہیں ہے۔

قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا: اس امت میں گدھے کی صورت میں مسخ ہونے کا وجود نہیں ہے کیونکہ یہ امت مسخ سے مامون اور محفوظ ہے اور گدھے کی صورت میں مسخ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس شخص میں بصیرت کم ہوگی اور عناد زیادہ ہوگا' لیکن ان علماء کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ یہ امت مسخ سے مامون اور محفوظ ہے' کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت کے آخر میں بھی مسخ کا وقوع ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۰)

اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق احادیث

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو اس پر عذاب کا نزول حلال ہو جائے گا' آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) جب مالِ غنیمت کو (ذاتی) دولت بنالیا جائے (۲) اور امانت کو مالِ غنیمت بنالیا جائے (۳) اور زکوٰۃ کو جرمانہ بنالیا جائے (۴) اور کوئی شخص اپنی بیوی کی اطاعت کرے (۵) اور ماں کی نافرمانی کرے (۶) اور دوست کے ساتھ نیکی کرے (۷) اور باپ کے ساتھ بدی کرے (۸) اور مساجد میں آوازیں بلند کی جائیں (۹) اور قوم کا سردار رذیل ترین شخص ہو (۱۰) اور کسی شخص کے شر کے خوف سے اس کی عزت کی جائے (۱۱) اور شرابیں پی جائیں (۱۲) اور ریشم پہنا جائے (۱۳) اور گانے والیاں رکھی جائیں (۱۴) اور آلاتِ غنا استعمال کریں (۱۵) اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں' پس اس وقت تم سرخ آندھیوں کا' اور زمین میں دھنسنے کا اور صورتوں کے مسخ ہونے کا انتظار کرو۔ (سنن ترمذی: ۲۲۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مالِ غنیمت کو دولت بنالیا جائے' اور امانت کو مالِ غنیمت بنالیا جائے' اور زکوٰۃ کو جرمانہ کہا جائے اور غیر دین کا علم حاصل کیا جائے' ایک شخص اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے' اپنے دوست کو قریب کرے اور اپنے باپ کو دور رکھے' مساجد میں آوازوں کا ظہور ہو' سب سے بڑے فاسق کو قبیلہ کا سردار بنایا جائے اور سب سے رذیل شخص کو قوم کا سردار بنایا جائے اور کسی شخص کے شر کے خوف سے اس کی عزت کی جائے' گانے والیوں کا اور آلاتِ غنا کا ظہور ہو' اور شرابیں پی جائیں' اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں' اس وقت تم سرخ آندھیوں اور زلزلہ کا اور زمین میں دھنسنے کا اور شکلوں کے مسخ ہونے کا اور سنگ ریزوں کے برسنے کا اور دیگر نشانیوں کا انتظار کرو' یہ نشانیاں اس طرح پے بہ پے آئیں گی جیسے کسی ہار کے دانے ٹوٹ کر گرنے لگیں۔ (المسند الجامع: ۱۵۲۳۸' سنن ترمذی: ۲۲۱۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں زمین میں دھنسنا بھی ہے' صورتوں کا مسخ ہونا بھی ہے اور سنگ ریزوں کا برسنا بھی ہے' ایک مسلمان شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب گانے والیوں کا' آلاتِ غنا کا اور شراب نوشی کا ظہور ہو۔ (سنن ترمذی: ۲۲۱۲)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۶۶۔ ج ۱ ص ۱۲۲۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ گدھے کی صورت سے مراد اس کی صفت ہے۔

٥٤ - بَابُ اِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلٰى
غلام اور آزاد شدہ غلام کی امامت

مصحف (قرآن مجید) سے دیکھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق

• وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امامت ان کے غلام ذکوان مصحف سے دیکھ کر کراتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابوبکر بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے ایک غلام کو بہ طور مدبر آزاد کیا' وہ ان کی رمضان میں مصحف سے دیکھ کر امامت کراتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۷۲۱۶)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن سیرین' الحکم بن عتیبہ' عطاء اور حسن بصری نے مصحف سے (دیکھ کر) نماز پڑھانے کی اجازت دی ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے اور ان کا غلام ان کے پیچھے مصحف لے کر کھڑا ہوتا تھا اور جب کسی آیت میں ان کو اشتباہ ہوتا تو وہ ان کو مصحف کھول کر وہ جگہ دکھا دیتا' امام مالک نے مصحف سے دیکھ کر تراویح کی امامت کی اجازت دی ہے اور ابراہیم النخعی' سعید بن المسیب' شعبی اور حسن بصری نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح نصاریٰ عبادت کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کی روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نمازی کا مصحف سے دیکھ کر نماز میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے اور دوسرے فقہاء نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ یہ نماز میں عمل کثیر ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اگر مصحف سے قرآن پڑھا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی خواہ اس کو قرآن یاد ہو یا نہ یاد ہو' بلکہ جب اس کو سورۃ الفاتحہ حفظ نہ ہو تو اس پر مصحف سے دیکھ کر پڑھنا واجب ہے اور اگر اس نے کبھی کبھی نماز میں ورق پلٹے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اگر اس نے قرآن مجید کے علاوہ کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھا اور اس کو دل میں دہرایا تو اس سے بھی نماز باطل نہیں ہوگی' خواہ وہ طویل عبارت ہو' اس کی امام شافعی نے تصریح کی ہے اور ہمارے اصحاب اس پر متفق ہیں' اور ہمارے نزدیک تلقین سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(شرح المہذب ج ۵ ص ۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی المتوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

نماز میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے' خواہ وہ حافظ ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے غلام ذکوان ان کو رمضان میں مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھاتے تھے' الزہری نے کہا: ہمارے عمدہ لوگ مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھتے تھے خواہ وہ حافظ ہوں۔ (کشاف القناع ج ۱ ص ۴۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ

حافظ عبداللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

یہود کی مشابہت کی وجہ سے اس کو مکروہ کہنا بھی ٹھیک نہ ہوا کیونکہ اگر ان کی مخالفت شارع کو مقصود ہوتی تو اس کے لیے ہدایت ہوتی' علاوہ ازیں جواز کے قائلین میں حضرت عائشہ ہیں' جو صحابیہ ہیں اور مانعین میں صرف تابعین ہیں۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۴۹۰ ' ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا' ۱۴۰۴ھ)

مصحف سے دیکھ کر امامت کرانے کی ممانعت میں فقہاء تابعین کے آثار

العیاش العامری بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن حنظلہ البکری ایک شخص کے پاس سے گزرے' وہ لوگوں کو مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھا رہا تھا' انہوں نے اس کو ٹانگ سے مارا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۳)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ ابوعبدالرحمان مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھانے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۴)

الاعمش بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی اس کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ ایک شخص مصحف سے پڑھتے ہوئے امامت کرائے' وہ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۵' مصنف عبدالرزاق: ۳۹۳۹) مغیرہ' ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ فقہاء تابعین اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص مصحف سے پڑھتے ہوئے امامت کرائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۶)

لیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص مصحف سے پڑھتے ہوئے امامت کرائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۷' مصنف عبدالرزاق: ۳۹۴۰)

قتادہ نے کہا: حسن بصری اس کو مکروہ کہتے تھے اور انہوں نے کہا: اس طرح نصاریٰ کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۹)

حماد اور قتادہ اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص رمضان میں مصحف کو دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۳۰)

عامر نے کہا: مصحف سے امامت نہ کرائی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۳۱)

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کے لیے اس طرح امامت کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ مصحف میں دیکھ کر پڑھ رہا ہو' فرض میں نہ نفل میں' اگر اس کو یہ علم ہو کہ یہ جائز نہیں ہے' پھر بھی وہ اس طرح نماز پڑھائے تو اس کی نماز باطل ہے اور جن نمازیوں کو یہ علم ہو کہ یہ جائز نہیں ہے' ان کی نماز بھی باطل ہے۔

شیخ ابن حزم نے کہا: جس شخص کو قرآن حفظ نہیں ہے' اس کو اللہ نے اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ اس کو نماز میں پڑھے جو اس کو حفظ نہیں ہے کیونکہ یہ اس کی طاقت میں نہیں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ: ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا۔

اور جس چیز کا وہ مکلف نہیں ہے اس کو نماز میں کرنا باطل ہے' اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنا ایسا عمل ہے کہ نماز میں اس کے جواز کے متعلق شارع علیہ السلام کی کوئی تصریح نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک نماز میں مشغولیت ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے' وہ مردود ہے' اور سعید بن المسیب اور حسن بصری اور دوسرے فقہاء تابعین کا یہی قول ہے۔ (المحلیٰ بالآثار ج ۳ ص ۱۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب امام نے مصحف سے دیکھ کر قراءت کی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا: یہ نماز مکمل ہے کیونکہ اس نماز کے ساتھ ایک اور عبادت مل گئی ہے البتہ یہ نماز مکروہ ہے کیونکہ یہ اہل کتاب کی عبادت کے مشابہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ مصحف کو اٹھانا' اس کو پڑھنا اور اس کے ورق پلٹنا عمل کثیر ہے اور اس لیے کہ اس میں مصحف سے استفادہ ہے اور اس سے لقمہ لینا ہے' پس یہ اس طرح ہے جس طرح خارج از نماز سے نماز میں لقمہ لیا جائے۔ دوسری دلیل کے اعتبار سے اس میں کوئی فرق نہیں ہے' خواہ مصحف کو اٹھایا ہوا یا رکھا ہوا ہو۔

(ھدایہ اولین ص ۱۱۸۔۱۱۷' کارخانہ اسلامی کتب' کراچی' ۳۸)

علامہ کمال الدین عبدالواحد بن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ سے جو یہ روایت ہے کہ ذکوان ان کو مصحف سے نماز پڑھاتے تھے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ وہاں مصحف کسی چیز پر رکھا ہوا تھا اور ذکوان مصحف کو ہاتھ میں اٹھاتے تھے نہ اس کے ورق پلٹتے تھے' بلکہ کسی چیز پر مصحف شریف رکھا ہوا تھا اور وہ اس پر نظر ڈال لیتے تھے اور اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ ذکوان نماز شروع کرنے سے پہلے مصحف سے مطلوبہ سورت نکال کر پڑھ لیتے تھے اور اس کو حضرت عائشہ نے مجازاً مصحف سے امامت کرانا فرمایا۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْاَعْرَابِيِّ' وَالْغُلَامِ الَّذِيْ لَمْ يَحْتَلِمْ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّهُمْ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ. وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ.

اور طوائف کے بیٹے اور دیہاتی اور نابالغ لڑکے کی امامت' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کتاب اللہ کی زیادہ قراءت کرنے والا ہو' وہ ان کی امامت کرے اور غلام کو بغیر کسی علت کے جماعت کرانے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

اس تعلیق میں جن کی امامت کا ذکر کیا گیا ہے' ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

غلام کو امام بنانے کے متعلق احادیث

ابوسفیان بیان کرتے ہیں کہ وہ بنوعبد الاشہل کی امامت کراتے تھے' اور وہ مکاتب تھے (یعنی غلام تھے اور ان کی آزادی کی قیمت مقرر تھی) اور ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی تھے' ان میں محمد بن مسلمہ اور سلمہ بن سلامہ بھی تھے' انہوں نے اس غلام کو امامت سے مؤخر کرنے کا ارادہ کیا' لیکن جب انہوں نے اس کی قراءت سنی تو کہا: اس جیسے شخص کو مؤخر نہیں کیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۰۴)

الضحاک نے کہا: غلام آزاد لوگوں کی امامت نہ کرائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۱۴)

غلام کی امامت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کے علاوہ حضرت ابوذر' حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود صحابہ میں سے اور تابعین میں سے حسن بصری' ابن سیرین' النخعی' الشعبی' الحکم اور فقہاء میں سے الثوری' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق غلام کی اقتداء میں نماز کو جائز قرار دیتے ہیں' ابومجلز نے غلام کی امامت کو مکروہ کہا ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ آزاد لوگوں کو غلام نماز نہ پڑھائے' سوائے اس صورت کے کہ غلام قاری ہو اور آزاد لوگ قراءت پر قادر نہ ہوں' البتہ جمعہ اور عید میں اس کی امامت جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ اور عیدین اس پر واجب نہیں ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سنو! اور اطاعت کرو خواہ تم پر حبشی کو حاکم بنا دیا جائے' جس کا سر انگور کی مثل ہو۔ (صحیح البخاری: ۷۱۴۲' صحیح مسلم: ۱۸۳۷' سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۲)

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حبشی غلام کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

غلام کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ مرغینانی حنفی نے لکھا ہے: غلام کو امام بنانا مکروہ (تنزیہی) ہے کیونکہ وہ احکام نماز کی تعلیم کے لیے فارغ نہیں ہوتا۔

(ھدایہ اولین ص ۱۰۱' کارخانہ اسلامی کتب' کراچی' ۳۸)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ غلام کی امامت مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ وہ اپنے مولیٰ کی خدمت میں مشغول رہتا ہے۔ المبسوط میں مذکور ہے کہ غلام کی امامت جائز ہے اور اس کے غیر کی امامت مستحب ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آزاد اس سے اولیٰ ہے کیونکہ امامت بہت عظیم منصب ہے اور آزاد اس کے زیادہ لائق ہے' جو غلام فقیہ ہو' وہ امامت کے زیادہ لائق ہے کیونکہ حضرت ابو حذیفہ کے آزاد شدہ غلام سالم' مسجد قباء میں مہاجرین اولین کی امامت کراتے تھے اور ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے کیونکہ ان کو ان سب سے زیادہ قرآن حفظ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

طوائف کے بیٹے کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات

وکیع نے کہا: ہمیں امام ابوحنیفہ نے حدیث بیان کی کہ میں نے عطاء سے ولد الزنا کی امامت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' کیا ان میں ایسے لوگ نہیں ہیں جو ہم سے زیادہ روزے رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۹۱)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابراہیم النخعی' شعبی' عطاء' اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ولد الزناء جب نیکوکار ہو تو اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کے ماں باپ کا اس پر بالکل گناہ نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی. (الانعام: ۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

ثوری' امام ابوحنیفہ' اوزاعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

عمر بن عبد العزیز اور مجاہد نے کہا ہے کہ ولد الزناء کی امامت مکروہ ہے' امام مالک نے کہا: میرے نزدیک اس کو مستقل امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ لوگ اس کی مذمت کرتے ہیں اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو گناہ سمجھتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ولد الزناء کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہے کیونکہ اس کا کوئی باپ نہیں ہے جو شفقت سے اس کو ادب سکھائے' پس اس پر جہل غالب رہے گا اور اس کو امام بنانے سے لوگ نفرت کریں گے۔ (ھدایہ اولین ص ۱۰۱' کارخانہ اسلامی کتب' کراچی' ۳۸)

امام شافعی نے کہا: میرے نزدیک اس کو امام بنانا مکروہ ہے جس کا باپ معروف نہ ہو' ابن حزم نے کہا: نابینا' خصی' غلام اور ولد

الزناء اور ان کی اضداد اور قرشی سب برابر ہیں اُن کے درمیان صرف قراءت کے اعتبار سے فضیلت ہے اور ہمارے اصحاب حنفیہ نے کہا ہے کہ غلام اور ولد الزناء کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہے کیونکہ ان کی تکریم نہیں کی جاتی لیکن اگر ان کو امام بنا دیا جائے تو جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۰ فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۶)

دیہاتی کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات

عباس جریری بیان کرتے ہیں کہ ابو مجلز اعرابی کی امامت کو مکروہ کہتے تھے اور حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۸۱)

دارم بیان کرتے ہیں: میں نے سالم سے پوچھا: کیا اعرابی مہاجر کو امام بنایا جائے انہوں نے کہا: جب وہ نیک ہو تو پھر اس میں کیا حرج ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۸۲)

حماد بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی نے کہا: اعرابی کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۸۴)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اعرابی کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۸۵)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر اعرابی (دیہاتی) عالم ہو تو وہ اور شہری برابر ہیں لیکن زیادہ تر دیہاتی نماز کے احکام سے جاہل ہوتے ہیں ابو مجلز اور امام مالک نے ان کی امامت کو مکروہ کہا ہے انہوں نے کہا: دیہاتی کو امام نہ بنایا جائے خواہ وہ سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو کیونکہ وہ نماز کے احکام سے جاہل ہوتے ہیں امام ابوحنیفہ امام شافعی ثوری اور اسحاق نے ان کی امامت کو جائز کہا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

دیہاتی کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہے کیونکہ دیہاتیوں پر جہل کا غلبہ ہوتا ہے اور اگر غلام ولد الزنا اور اعرابی کو امام بنا دیا جائے تو جائز ہے کیونکہ حدیث میں ہے: ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۳۳)

(ھدایہ اولین ص ۱۰۱ کارخانہ اسلامی کتب کراچی ۳۸)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کراہت کے ساتھ ان کی امامت کو جائز کہا ہے کیونکہ ان پر جہل کا غلبہ ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق احادیث اور آثار

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ نابالغ لڑکے کو امام نہ بنایا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۸۵۶)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنایا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۳۸۵۷)

عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سوید لڑکے تھے اور ان کو طائف کے لوگوں نے تراویح میں امام بنا دیا پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر اس کے متعلق مشورہ طلب کیا حضرت عمر ناراض ہوئے اور ان کو جواب لکھا: جب تک کوئی لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنایا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۸۵۹)

معمر بیان کرتے ہیں کہ ضحاک بن قیس نے ایک نابالغ لڑکے کو امام مقرر کر دیا' اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی' ان سے کہا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا: اس لڑکے کو مجھ سے زیادہ قرآن یاد ہے' میں نے اس کو اس لیے امام بنایا ہے' معمر نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک نابالغ لڑکا نماز پڑھاتا تھا اور اس کو سب سے زیادہ قرآن یاد تھا۔

(مصنف عبدالرزاق:۳۸۶۰)

معمر' ایوب سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو آپ کے پاس لوگوں کے وفود آئے' ایک لڑکا قبیلہ جرم سے تھا' جس کا نام عمرو بن سلمہ تھا' جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے والوں میں سے کوئی شخص ان کے پاس سے گزرتا' وہ اس سے قرآن مجید سن کر یاد کر لیتے تھے' اس کو اپنی قوم میں سب سے زیادہ قرآن یاد تھا' وہ اپنی قوم کی امامت کراتے تھے اور وہ اس وقت نابالغ تھے' انہوں نے پرانا تہبند باندھا ہوا تھا' قبیلہ کی ایک بوڑھی عورت نے کہا: تم اپنے امام کو کپڑے کیوں نہیں پہناتے؟ پھر ان کی قوم نے ان کے لیے تین درہم کا تہ بند خریدا' انہوں نے کہا: مجھے اس سے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ (مصنف عبدالرزاق:۳۸۶۱)

نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حسن بصری نے نابالغ لڑکے کی امامت کو جائز کہا ہے' امام شافعی' اسحاق اور ابوثور کا یہی قول ہے' عطاء اور شعبی نے اس کو مکروہ کہا ہے' امام مالک' ثوری اور امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے غزوہ فتح مکہ کے باب میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سات سال کی عمر میں اپنی قوم کی امامت کراتے تھے' اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے وہ نوافل کی جماعت کراتے ہوں نہ کہ فرائض کی' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرائض کی جماعت کراتے تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد سے فرمایا: تم فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو' پس جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو' وہ امامت کرائے' حضرت عمرو بن سلمہ نے کہا: پس انہوں نے تلاش کیا تو کسی کو مجھ سے زیادہ قرآن یاد نہیں تھا تو انہوں نے مجھے امام بنا دیا اور اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی۔ (صحیح البخاری: ۴۳۰۲) اس حدیث میں فرائض کی امامت کی تصریح ہے۔

نیز حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں (قبیلہ) جرم کے جس مجمع میں ہوتا تو میں ہی ان کا امام ہوتا تھا اور میں اس وقت سے لے کر آج تک ان کے جنازوں کی امامت کراتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۵۸۷)

اس حدیث میں فرائض اور نوافل دونوں کی امامت کی تصریح ہے۔

ابن حزم نے اس پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو' وہ امامت کرائے اور یہ حکم بالغوں کی طرف متوجہ ہے' حضرت عمرو بن سلمہ کی طرف یہ حکم متوجہ نہیں ہے کیونکہ وہ نابالغ تھے اور نابالغ سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا ہے' ابن حزم کی یہ دلیل فاسد ہے کیونکہ حضرت عمرو بن سلمہ خود امام نہیں بنے تھے' ان کے قبیلہ کے لوگوں نے ان کو امام بنایا تھا اور وہ سب بالغ تھے۔

حسن بصری اور امام شافعی نے کہا ہے کہ بچے کی امامت جائز ہے' اور امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام

احمد سے اس کے متعلق دو روایتیں ہیں اور ان کی مشہور روایت یہ ہے کہ نوافل میں اس کی امامت جائز ہے اور فرائض میں اس کی امامت جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۷-۲۸۶ 'دارالمعرفۃ' بیروت'۱۴۲۶ھ)

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی متوفی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

سمجھ دار نابالغ لڑکے کا فرائض میں بالغوں کی امامت کرنا صحیح نہیں ہے اور نوافل میں امامت کرنا صحیح ہے (الی قولہ) ولد الزناء اور اعرابی کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الاقناع ج ۱ ص ۵۸۸-۵۸۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۱۸ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نابالغ لڑکے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے' امام احمد کا بھی یہی قول ہے' داؤد نے کہا ہے کہ نفل کے متعلق امام ابوحنیفہ سے دو روایتیں منقول ہیں' امام احمد نے بھی کہا ہے کہ اس کی اقتداء میں نفل جائز ہیں' حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو' وہ امامت نہ کرائے' اسی طرح حضرت ابن مسعود نے کہا ہے: ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ نابالغ لڑکے کو اگر تراویح میں امام بنا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

٦٩٢ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعٌ بِقُبَاءٍ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ، مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا. [طرف الحدیث:۷۱۷۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن منذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں آنے سے پہلے مہاجرین اولین کی جماعت قباء میں آئی تو وہاں حضرت ابوحذیفہ کے آزاد شدہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ ان کی امامت کرتے تھے اور ان کو سب سے زیادہ قرآن یاد تھا۔

(سنن ابوداؤد:۵۸۸' صحیح ابن خزیمہ:۱۵۱۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر ابواسحاق الحزامی المدنی (۲) انس بن عیاض (۳) عبید اللہ العمری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۱)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اور حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ کا تعارف

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی توجیہ یہ ہے کہ کبار قریشی صحابہ کا حضرت سالم کو امام بنانے پر اتفاق تھا اور حضرت سالم انصار کی ایک عورت کے غلام تھے جس نے ان کو آزاد کر دیا تھا' اور ان کے آزاد کیے جانے سے پہلے ان کو امام بنایا گیا تھا اور اس سے امام بخاری کے اس قول کی مناسبت ظاہر ہو گئی اور غلام کو بغیر کسی علت کے جماعت کرانے سے منع نہیں کیا جائے گا' ان کو انصار کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا' اس کے باوجود ان کو کہا جاتا: حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آزاد ہونے کے بعد حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ ملازم رہے اور ان کو حضرت ابوحذیفہ نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور جب باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنے سے ممانعت کر دی گئی تو سالم بن ابوحذیفہ کے بجائے سالم مولیٰ ابوحذیفہ کہا جانے لگا' حضرت سالم' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۷)

٦٩٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا، وَاِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ، كَاَنَّ رَاْسَهُ زَبِيْبَةٌ.

[اطراف الحدیث:۶۹۶-۷۱۴۲]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کسی حبشی کو حاکم بنا دیا جائے جس کا سر انگور کی طرح ہو۔

(سنن ابن ماجہ:۲۸۶۰، سنن کبریٰ ج۸ ص۱۵۵، مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۰۸۷، تاریخ بغداد ج۴ ص۱۲۵، شرح السنۃ:۲۴۵۲، شعب الایمان: ۷۳۴۶، مسند احمد ج۳ ص۱۱۴ طبع قدیم، مسند احمد:۱۲۱۲۶۔ ج۱۹ ص۱۷۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:۱۵۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابوالتیاح ان کا نام یزید بن حمید الضبعی ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۵ ص۳۳۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حبشی غلام کے احکام سننے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تو یہ نماز میں بھی اس کی اقتداء کرنے کو مستلزم ہے اور جب اس کو امیر اور والی بنانا جائز ہے تو نماز میں بھی امام بنانا جائز ہے۔

غلام کے حاکم بننے کی توجیہ اور جو اپنی طاقت سے اقتدار پر قبضہ کرے اس کی اطاعت کا وجوب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غلام کو امام بنانے کی صحت پر دلیل ہے علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ غلام کو عمال اور حکام میں سے بنانا جائز ہے اور اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ غلام کو ائمہ اور خلفاء سے بنانا جائز ہے کیونکہ خلافت قریش کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں دوسروں کا دخل نہیں ہے علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ غلام کو والی بنانا کس طرح جائز ہے جب کہ ولایت کی شرط حریت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کو بعض ائمہ والی بنا دیں یا وہ غلام خود اپنی طاقت سے غالب ہو کر والی بن جائے نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر سلاطین ظلم بھی کریں پھر بھی ان کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ایسا فتنہ پیدا ہوگا جس سے بہت سی جانیں اور مال ضائع ہوں گے اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ باغی کی اطاعت کرنا واجب ہے کیونکہ آپ نے حبشی کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ حبشی غلبہ سے اقتدار پر قابض ہوا ہوگا اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ متغلب جب تک جمعہ جماعت عید اور جہاد کو قائم کرتا رہے اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج۵ ص۳۳۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵ - بَابُ اِذَا لَمْ يُتِمَّ الْاِمَامُ وَاَتَمَّ مَنْ خَلْفَهُ

جب امام کی نماز مکمل نہ ہو اور مقتدی کی نماز مکمل ہو جائے

امام بخاری نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آیا یہ صورت درست ہے یا نہیں امام شافعی کے نزدیک یہ ہو سکتا ہے کہ امام کی نماز فاسد ہو جائے اور مقتدی کی نماز فاسد نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک اقتداء فقط متابعت کا نام ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی کیونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے امام بخاری نے عنوان میں یہ ذکر

نہیں کیا کہ یہ صورت درست ہے یا نہیں تاکہ اس حدیث کا عنوان دونوں مذہبوں کو شامل ہو جائے۔

٦٩٤ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ، وَإِنْ أَخْطَؤُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ. (سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۷۔ ۳۹۶' شرح السنۃ: ۸۳۹' مسند ابو یعلیٰ: ۵۸۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۶۶۳۔ ج ۱۴ ص ۲۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن سہل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن بن موسیٰ الاشیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ائمہ) تمہاری نمازیں پڑھائیں گے' اگر انہوں نے صحیح نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہارے لیے ہے اور اگر انہوں نے خطا کی تو تمہارے لیے اس کا ثواب ہے اور ان کے لیے اس کا عذاب ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الفضل بن سہل بن ابراہیم الاعرج البغدادی' یہ امام بخاری کے کم سن اساتذہ میں سے ہیں' امام بخاری سے پہلے فوت ہوئے تھے' امام بخاری عید الفطر کی شب ۲۵۶ھ میں فوت ہوئے تھے اور الفضل بن سہل بغداد میں پیر کے دن ۲۷ صفر ۲۵۵ھ میں فوت ہوئے تھے (۲) الحسن بن موسیٰ الاشیب ابوعلی الکوفی' یہ خراسان کے رہنے والے تھے اور بغداد میں رہے' حمص' موصل' پھر طبرستان میں قاضی رہے اور ۲۰۹ھ میں فوت ہو گئے (۳) عبدالرحمان بن عبد اللہ بن دینار مدنی' یہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے (۴) زید بن اسلم ابو اسامہ' یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (۵) عطاء بن یسار ابو محمد' یہ حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب امام کی نماز مکمل نہیں ہوئی اور مقتدی کی نماز مکمل ہو گی تو مقتدی پر کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا' جب تم پر ایسے حاکم ہوں گے جو نماز کو فوت کریں گے یا نماز کو مؤخر کریں گے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم نماز اپنے وقت پر پڑھنا اور اگر تم اس نماز کو ان کے ساتھ پالو تو اس کو پڑھ لینا' وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۶۴۸' سنن ابو داؤد: ۴۳۱' سنن ترمذی: ۱۷۶' سنن نسائی: ۷۷۴)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میرے بعد تم پر ایسے حکمران ہوں گے جن کو نماز اپنے وقت پر پڑھنے سے کچھ چیزیں روک لیں گی' پس تم اپنے وقت پر نماز پڑھنا' ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں ان کے ساتھ نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگر تم چاہو۔ (سنن ابو داؤد: ۴۳۳' سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۸۹)

حضرت قبیصہ بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد تم پر ایسے حکمران ہوں گے جو نمازوں کو مؤخر کریں گے' پس تمہارے لیے ان نمازوں کا ثواب ہوگا اور ان کے لیے ان نمازوں کا عذاب ہوگا' پس جب تک وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں' تم ان کے ساتھ نماز پڑھتے رہو۔ (سنن ابو داؤد: ۴۳۴)

تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے پہلے لوگ گھروں میں وقت پر اپنی نماز پڑھیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام کا رکوع اور سجود ناقص ہو تو اس کی اقتداء میں پڑھنے والوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی' ماسوا اس صورت کے کہ نماز کے فرائض میں نقص ہو' پھر اس کی اقتداء جائز نہیں ہے' (علامہ ابن بطال کی اس عبارت میں خدشہ ہے کیونکہ رکوع اور سجود نماز کے فرائض میں سے تو ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) اگر اس کو اس امام سے خطرہ ہو تو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے بعد اس کی اقتداء میں بھی نماز پڑھ لے' اور اس امام کی اقتداء میں نماز نفل ہو جائے گی' آپ نے جو فرمایا ہے: اگر انہوں نے صحیح نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہارے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر انہوں نے نماز اس کے وقت میں پڑھائی تو اس کا ثواب تمہارے لیے ہے اور اگر انہوں نے خطاء کی یعنی نماز کا وقت نکلنے کے بعد نماز پڑھی تو تمہارے لیے اس کا ثواب ہے اور ان کے لیے اس کا عذاب ہے' بنوامیہ اسی طرح نماز میں بہت زیادہ تاخیر کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو نمازوں کو ان کا وقت نکلنے کے بعد پڑھیں گے' پس جب تم ایسے لوگوں کو پاؤ تو نمازوں کو ان کے اوقات میں اپنے گھروں میں پڑھو' پھر ان کے ساتھ بھی نماز پڑھو اور اس کو نفل قرار دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۰)

اس حدیث کو حضرت ثوبان اور حضرت ابوذر نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تفسیر ہے' جس میں آپ نے فرمایا: اگر وہ خطاء کریں تو تمہارے لیے اس کا ثواب ہے اور ان کے لیے اس کا عذاب ہے' یعنی تمہارے لیے اس نماز کا ثواب ہوگا جو تم نے وقت کے اندر گھر میں پڑھی ہے اور سلف صالحین کی جماعت اسی طرح کرتی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجاج نے عرفات میں نماز کو مؤخر کر دیا تو حضرت ابن عمر نے اپنے خیمہ میں نماز پڑھ لی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۵)

حجاج جمعہ کی نماز کو مؤخر کرتا تھا اور حضرت ابووائل ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیں' پھر مسجد جائیں۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۷)

ابراہیم النخعی اپنے گھر میں نماز پڑھتے' پھر جا کر حجاج کے ساتھ نماز پڑھتے اور مسروق' زیاد کے ساتھ اسی طرح کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۲)

تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں لوگ نماز پڑھیں اور گھروں میں اپنی نماز نہ پڑھیں

امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ بسام نے ابوجعفر محمد بن علی سے اُمراء کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: ان کے ساتھ نماز پڑھو اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما مروان کی اقتداء میں نماز کو شمار کرتے تھے' میں نے کہا: لوگوں کا گمان ہے کہ وہ تقیہ کرتے تھے' انہوں نے کہا: یہ تقیہ کیسے ہو سکتا ہے بے شک حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مروان کو اس کے منہ پر بُرا کہتے تھے اور وہ اس وقت منبر پر ہوتا تھا' حتیٰ کہ وہ پیٹھ پھیر لیتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۶۷)

جعفر بن محمد سے کہا گیا کہ آپ کے والد گھر جا کر نماز پڑھتے تھے' تو انہوں نے کہا: نہیں' خدا کی قسم! وہ امام کی نمازوں پر زیادہ نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۹)

ابراہیم نے کہا: جب ائمہ نماز کو وقت سے تھوڑا سا مؤخر کرتے تھے تو حضرت عبداللہ بن مسعود ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے

تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۷۵۶۵)(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۴۔۳۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۴ھ)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقتدی کی نماز صحت اور فساد میں امام کی نماز کے تابع ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہیں

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ' صحیح البخاری:۶۹۴' شرح السنۃ:۸۳۹ کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کسی شخص نے ایک قوم کو بے وضوء یا جنبی ہو کر نماز پڑھائی تو جن لوگوں نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے' ان کی نماز صحیح ہے اور امام پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے خواہ امام نے عمداً نماز پڑھائی ہو یا بھول کر۔

(شرح السنۃ ج ۳ ص ۴۰۵' المکتب الاسلامی' بیروت'۱۴۰۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ تفریع امام شافعی کے مذہب پر مبنی ہے کیونکہ ان کے نزدیک مقتدی کی نماز میں محض امام کی موافقت ہے اور نماز کی صحت اور اس کا فساد امام کی نماز پر موقوف نہیں ہے' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقتدی کی نماز کی صحت امام کی نماز کی صحت پر اور مقتدی کی نماز کا فساد امام کی نماز کے فساد کے اوپر موقوف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے' اے اللہ! ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔(سنن ترمذی:۲۰۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے' پس امام کی نماز کی صحت مقتدی کی نماز کی صحت کو مستلزم ہوگی اور امام کی نماز کا فساد مقتدی کی نماز کے فساد کو مستلزم ہوگا اور اعلیٰ ادنیٰ کو متضمن ہوتا ہے اور ادنیٰ اعلیٰ کو متضمن نہیں ہوتا' اس لیے امام اگر فرض پڑھ رہا ہو تو اس کی اقتداء میں نفل پڑھنے والے کی نماز ہو جائے گی اور اگر امام نفل پڑھ رہا ہو تو اس کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوگی' اسی وجہ سے نابالغ کی اقتداء میں تراویح نہیں ہوگی کیونکہ نابالغ کی نماز نفل ہے اور جو بالغ تراویح پڑھ رہے ہیں' ان کی نماز شروع کرنے کے بعد واجب ہوگئی' اور نفل واجب کو مستلزم نہیں ہوتا' اسی طرح امام مثلاً ظہر پڑھ رہا ہو اور مقتدی عصر پڑھ رہا ہو تو مقتدی کی نماز نہیں ہوگی یا امام ادا پڑھ رہا ہو اور مقتدی قضاء پڑھ رہا ہو تو مقتدی کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ ان صورتوں میں امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن نہیں ہوگی' اور ان تمام صورتوں میں امام شافعی کے نزدیک مقتدی کی نماز ہو جائے گی کیونکہ ان کے نزدیک مقتدی کی نماز میں محض امام کی نماز کی موافقت ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۵' مع زیادۃ' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

۵۶- بَابُ إِمَامَةِ الْمَفْتُوْنِ وَالْمُبْتَدِعِ "المفتون" اور "المبتدع" کی امامت

"مفتون" سے مراد وہ شخص ہے جو فتنہ میں مبتلا ہو لیکن اس باب کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے' اس سے مراد "مفتون" نہیں بلکہ "فاتن" ہے یعنی جو شخص فتنہ میں مبتلا کرنے والا ہو اور امام کے خلاف خروج کرنے والا ہو' اس کی امامت کا کیا حکم ہے' آیا اس کی اقتداء میں نماز ہوگی یا نہیں؟ سو امام بخاری کو اس حدیث کے عنوان میں "مفتون" کے بجائے "فاتن" لکھنا چاہیے تھا۔

بدعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

"المبتدع" سے مراد وہ شخص ہے جو بدعت کا ارتکاب کرے' بدعت کا لغوی معنی ہے: ہر وہ کام جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور

اس کا اصطلاحی معنی ہے: ہر وہ نیا کام جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کوئی مثال نہ ہو اس کی دو قسمیں ہیں اول بدعت ضلالہ ہے یہ وہ نیا کام ہے جو سنت کے مخالف اور اس کا مغیر ہو اور اس کو دین میں داخل کر لیا جائے اور ثانی بدعت حسنہ ہے یہ وہ نیا کام ہے جس کو مؤمنین نیک قرار دیں اور وہ کام کتاب یا سنت یا آثار صحابہ یا اجماع کے خلاف نہ ہو اور یہاں بدعت سے مراد بدعت ضلالہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: بدعت سے مراد وہ اعتقاد ہے جو اہل السنت والجماعت کے خلاف ہو۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بدعت سے مراد بدعت قبیحہ ہے اور بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: الواجبہ المندوبہ المحرمہ المکروھہ اور المباحہ امام شافعی نے فرمایا: المحدثات (نئے کاموں) کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم ہے جو کتاب یا سنت یا آثار صحابہ یا اجماع کے خلاف ہو اور یہی بدعت ضلالہ ہے اور دوسری وہ قسم ہے جو ان اُمور کے مخالف نہ ہو اور یہ قسم غیر مذموم ہے۔

(شرح الکرمانی جز ۵ ص ۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ ھ لکھتے ہیں:

بدعت وہ نیا کام ہے جس کی شریعت میں اصل نہ ہو اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: حسنہ اور قبیحہ اور اس جگہ بدعت سے مراد بدعت قبیحہ ہے۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۲۴۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ. اور حسن بصری نے کہا: نماز پڑھو اور اس کی بدعت اس کے اوپر ہے۔

حسن بصری سے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس کی اقتداء میں نماز پڑھو اور اس کی بدعت کا گناہ اس کے اوپر ہے اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۶)

محمد یحییٰ کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

درمختار میں مذکور ہے کہ بدعتی کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے اور بدعت کی تعریف یہ ہے: جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معروف ہو اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اور یہ خلاف کسی عناد سے نہ ہو بلکہ شبہ سے ہو اور جو ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی حتیٰ کہ خوارج کی بھی نہیں کیونکہ ان کی بدعت تاویل اور شبہ سے ہے اور جو چیز ضروریات دین سے ہو اس کا انکار کفر ہے جیسے کوئی کہے: اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور حضرت ابوبکر صدیق کی صحابیت کا انکار کرے سو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا اصلاً صحیح نہیں ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶) (حاشیہ لامع الدراری ج ۱ ص ۲۶۹ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین حنفی دمشقی متوفی ۱۲۵۲ ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) بدعت واجبہ جیسے گمراہ فرقوں کا رد کرنا اور کتاب و سنت کو سمجھنے کے لیے علم نحو کو پڑھنا (۲) بدعت مستحبہ جیسے سرائے اور دینی مدارس کو بنانا اور ہر وہ نیک کام جو عہد رسالت اور عہد صحابہ میں نہیں تھا (۳) بدعت مباحہ جیسے عمدہ پوشاک پہننا اور لذیذ کھانے کھانا (۴) بدعت مکروہہ جیسے مساجد کو مزین کرنا (۵) بدعت محرمہ یا ضلالہ یہ وہ نیا کام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے خلاف اور اس کا مغیر ہو اور اس کی بنیاد کسی شبہ پر ہو اور اس کو دین قویم اور صراط مستقیم بنا لیا جائے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۲۵۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نواب صدیق حسن بھوپالی کا اقسام بدعت کا انکار کرنا اور مصنف کا ان پر ردّ

شیخ محمد صدیق بن حسن بھوپالی المتوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے بدعت کی واجبہ' مستحبہ' محرمہ' مکروہہ اور مباحہ کی طرف تقسیم کی ہے اور ان کے علاوہ دیگر نے حسنہ اور سیئہ کی طرف تقسیم کی ہے جیسا کہ اہل بدعت کی اس جماعت نے کہا ہے جن کے دلوں میں بچھڑے (شرک) کی محبت پلادی گئی اور اس تقسیم کے ثبوت میں کتاب ہے نہ سنت صحیحہ ہے' ان لوگوں نے اس تقسیم کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور اہل حق نے ان کا شدید ردّ کیا ہے۔

(حالانکہ یہ تقسیم امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے جیسا کہ علامہ کرمانی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

(السراج الوھاج ج ۲ ص ۱۲۹' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۵ھ)

نواب صدیق حسن خان کے ممدوح ابن تیمیہ اور شوکانی کا بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم کرنا

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

دین میں بدعت نکالنا اگرچہ اصل میں مذموم ہے' جیسا کہ کتاب اور سنت کی اس پر دلالت ہے' اور اس میں بدعاتِ قولیہ اور فعلیہ برابر ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طریق عموم فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم:۸۶۷' سنن نسائی:۱۵۷۸' سنن ابن ماجہ:۴۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۰) اور اس حدیث کے عموم پر عمل کرنا واجب ہے' اور جس نے بدعت کی دو قسمیں کی ہیں: حسن اور قبیح' اس نے خطا کی ہے' جیسا کہ فقہاء متکلمین اور صوفیاء نے کیا ہے اور ہر وہ طریقہ جو نص نبوت کے خلاف ہو وہ گمراہی ہے۔

اور جس کام کا نام بدعت حسنہ رکھا گیا ہے اور اس کا حسن دلائل شرعیہ سے ثابت ہے تو اس کے لیے دو چیزوں میں سے ایک لازم ہے:

(۱) یا تو یہ کہا جائے گا کہ وہ کام دین میں بدعت نہیں ہے' اگرچہ اس کو لغت کے اعتبار سے بدعت کہا جائے گا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نعم البدعۃ ھذہ''۔ (صحیح البخاری:۲۰۱۰)

(۲) یا یہ کہا جائے کہ یہ حدیث: ہر بدعت گمراہی ہے' اس کا حکم عام ہے' مگر اس سے بعض بدعات خاص کر لی گئی ہیں کیونکہ اس عموم کا معارض راجح ہے اور جیسا کہ کتاب اور سنت کے اور عموماتِ تخصیص کے بعد اپنے عموم پر باقی رہتے ہیں' اسی طرح یہ حکم عام بھی ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۱۰ ص ۲۱۵۔۲۱۴' دارالجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

نیز شیخ ابن تیمیہ بدعاتِ سیئہ کا ذکر کرتے ہیں:

اسی معنی کی وجہ سے شطرنج اور جوئے کی دیگر اقسام مکروہ ہیں کیونکہ یہ آپس میں عداوت اور بغض پیدا کرتی ہیں۔ اسی طرح غنا ہے کیونکہ یہ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے اور زنا کی طرف ابھارتا ہے اور قلب کو علم نافع اور عمل صالح سے روکتا ہے اور برائیوں کی دعوت دیتا ہے اور نیکیوں سے منع کرتا ہے۔

اسی طرح بدعاتِ اعتقادیہ اور عملیہ ہوتی ہیں' جو کلماتِ طیبہ اور اعمالِ صالحہ سے روکتی ہیں اور وہ حق کے ترک کو متضمن ہوتی ہیں اور ان میں اعتقاد اور عمل کا فساد ہوتا ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۱۰۷' دارالجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

شیخ ابن تیمیہ بدعتِ حسنہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

جو علماء بدعت کی حسنہ اور سیئہ کی طرف تقسیم کے قائل ہیں' ان کے نزدیک بدعتِ حسنہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ جن اہل علم کی

اقتداء کی جاتی ہے' انہوں نے اس کو مستحب قرار دیا ہو اور اس کے استحباب پر دلیل شرعی قائم ہو۔
(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۸۷' دار الجلیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

شیخ ابن تیمیہ بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی مزید مثالیں دیتے ہوئے لکھتے ہیں:
یہ کام جس کو حضرت عمر رضی اللہ نے کیا (تراویح کی جماعت) یہ سنت ہے' لیکن انہوں نے کہا: ''نعم البدعة هذه'' (صحیح البخاری: ۲۰۱۰) یہ اچھی بدعت ہے کیونکہ یہ لغت کے اعتبار سے بدعت ہے اور صحابہ نے وہ کام کیا جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں نہیں کرتے تھے' یعنی اس کی مثل کے لیے مجتمع ہونا اور یہ شریعت میں سنت ہے۔
اسی طرح یہود اور نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکالنا اور یہ حجاز' یمن اور یمامہ ہے اور ہر وہ شہر جس پر فارس اور روم نہیں پہنچا وہ جزیرۂ عرب ہے اور شہروں میں سے ایک شہر ہے' جیسے کوفہ اور بصرہ اور قرآن کو مصحف واحد میں جمع کرنا اور وظائف مقرر کرنا اور جمعہ کے دن پہلی اذان دینا' اور عید کے دن شہر سے باہر نماز پڑھانے کے لیے امام مقرر کرنا اور اس قسم کے اور بہت کام جن کو خلفاء راشدین نے سنت قرار دیا' کیونکہ ان کاموں کو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے سنت بنایا' لہٰذا یہ تمام کام سنت ہیں' اگرچہ لغت کے اعتبار سے ان کاموں کو بدعت کہا جاتا ہے۔
رہا بہ آواز بلند نیت کرنا اور اس کو بار بار دہرانا تو وہ بدعت سیئہ ہے اور اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے نہ خلفاء راشدین نے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۲ ص ۴۲' دار الجلیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

بدعت کی تقسیم کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات

مشہور غیر مقلد عالم محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:
حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: ''نعم البدعة''۔ (صحیح البخاری: ۲۰۱۰) حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ''فتح الباری'' (ج ۴ ص ۸۲۷' دار الفکر' بیروت) میں کہا: بدعت اصل میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور شریعت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جو سنت کے مقابل ہو' پس بدعت مذموم ہوتی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ نیا کام اگر اس اصول کے تحت درج ہو' جو شریعت میں مستحسن ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ نیا کام اس اصول کے تحت درج ہو' جو شریعت میں قبیح ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہے ورنہ وہ مباح کی قسم سے ہے اور بدعت پانچ احکام کی طرف منقسم ہوتی ہے۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۱۲' دار الوفاء' ۱۴۲۱ھ)
ایک اور غیر مقلد شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:
بدعت لغویہ کی یہ قسمیں ہیں: مباحہ' مکروہہ' حسنہ اور سیئہ۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۶ طبع قدیم' میور پریس' دہلی' ۱۳۲۵ھ)
شیخ ابو الحسن عبید اللہ بن محمد عبد السلام مبارک پوری لکھتے ہیں:
بدعت ضلالہ سے مراد وہ بدعت ہے' جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو اور جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو' جو اس پر دلالت کرے وہ بدعت لغوی ہے اور سلف صالحین کے کلام میں جس بدعت کو حسن کہا گیا ہے' اس سے مراد یہی بدعت ہے' جیسے حضرت عمر رضی اللہ نے تراویح کے متعلق کہا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۶۴' مکتبۃ الرحمان سلفیہ' سرگودھا' طبع ثانی)
نواب صدیق حسن خان نے بدعت کی تقسیم کرنے والوں کے متعلق کہا ہے: ان کے دلوں میں شرک کی محبت پلا دی گئی ہے' نواب صاحب کے نزدیک شیخ ابن تیمیہ' قاضی شوکانی' شیخ وحید الزمان اور شیخ مبارک پوری ایسے صنادید غیر مقلدین بھی شرک کے ... ہیں!

* ہم نے تبیان القرآن میں الحدید: ۲۷ کی تفسیر میں تمیں فقہاء اسلام کی عبارات اور ان کے دلائل پیش کیے ہیں' جو بدعت کی تقسیم کرتے ہیں' کیا یہ سب شرک کے مجیبن ہیں۔

٦٩٥ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ خِيَارٍ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ! فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا نَرٰى اَنْ يُّصَلّٰى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور ہم سے محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو الزہری نے حدیث بیان کی از حمید بن عبدالرحمٰن از عبیداللہ بن عدی بن خیار کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ کے پاس گئے' اس وقت وہ اپنے گھر میں مقید تھے' انہوں نے کہا: بے شک آپ تمام مسلمانوں کے سربراہ ہیں اور آپ پر وہ افتاد ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور ہمیں فتنہ برپا کرنے والا امام نماز پڑھا رہا ہے اور ہم حرج میں مبتلا ہیں' حضرت عثمان نے فرمایا: نماز لوگوں کا بہترین نیک عمل ہے' سو جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو اور جب وہ بُرا کام کریں تو ان کی بُرائی سے اجتناب کرو' اور زبیدی نے کہا: زہری نے بیان کیا کہ ہم بغیر شدید ضرورت کے مخنث کی اقتداء میں نماز جائز نہیں سمجھتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن یوسف الفریابی (۲) عبدالرحمان بن عمرو الاوزاعی (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حمید بن عبدالرحمان بن عوف (۵) عبیداللہ بن عدی النوفلی المدنی التابعی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا' لیکن یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کی زیارت کی' یہ قریش کے فقہاء اور ثقات سے تھے اور یہ الولید بن عبدالملک کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۷)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمیں فتنہ برپا کرنے والا امام نماز پڑھا رہا ہے۔

حضرت عثمان کے ایام فتنہ میں امام فتنہ کا مصداق کون تھا؟

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ ابن وضاح نے کہا ہے کہ امام فتنہ عبدالرحمان بن عدیس البلوی تھا' یہی وہ شخص تھا جس نے اہل مصر کو حضرت عثمان رضی اللہ کے خلاف بھڑکایا تھا' علامہ ابن الجوزی نے کہا کہ کنانہ بن بشر نمازیں پڑھاتا تھا اور یہ خوارج کے سرداروں میں سے ایک تھا' جب ان لوگوں نے مدینہ پر یورش کی تو اس وقت حضرت عثمان ایک ماہ تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے تھے' پھر جب وہ ایک دن نماز پڑھانے کے لیے نکلے تو انہوں نے آپ پر کنکر مارے حتیٰ کہ آپ منبر پر گر پڑے اور اس دن آپ نماز نہ پڑھا سکے' پھر اس دن حضرت ابوامامہ سہل بن حنیف رضی اللہ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے ان کو نماز پڑھانے سے منع کر دیا' پھر کبھی عبدالرحمان بن عدیس نماز پڑھاتا تھا اور کبھی کنانہ بن بشر نماز پڑھاتا تھا' پھر اسی حالت پر دس دن گزر گئے۔

اگر تم سوال کرو کہ مسلمانوں کو حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے بھی نماز پڑھائی ہے تو ان کے متعلق کیسے کہا جائے گا کہ یہ امام فتنہ تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے' اس سے مراد ہے: ایام فتنہ میں ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے۔

آیا حضرت عثمان نے باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی یا نہیں!

حضرت عثمان نے فرمایا: نماز لوگوں کا بہترین عمل ہے' سو جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو۔
حضرت عثمان کے اس قول سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان ان باغیوں کو بُرا نہیں کہتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے بہترین نیک عمل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس وقت وہ کوئی بُرائی کریں تو ان کی مذمت نہ کی جائے۔
دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس جواب سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تھی' ابن المنیر نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عثمان کے نزدیک ان باغیوں کی اقتداء میں نماز جائز نہ تھی اور ہوسکتا ہے ان کے کلام کا یہ معنی ہو کہ جو نماز صحیح ہو لوگوں کا بہترین نیک عمل ہے اور خروج کرنے والوں اور باغیوں کی نماز صحیح نہیں ہے' کیونکہ وہ کافر ہیں یا فاسق ہیں' لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ سہل بن یوسف انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تھا' لوگ ان کی اقتداء میں نماز کو مکروہ جانتے تھے سوا حضرت عثمان کے' کیونکہ انہوں نے کہا: جو نماز کی دعوت دے اس کی دعوت پر عمل کرو۔

متغلب فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا اور جمعہ کو ترک نہ کرنا خواہ جمعہ عادل پڑھائے یا ظالم

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے' ان کی اقتداء میں نماز پڑھ لینا اس سے بہتر ہے کہ تنہا نماز پڑھی جائے اور جماعت کو معطل کر دیا جائے۔
امام محمد بن الحسن نے کہا ہے کہ اگر شہر میں کوئی شخص اپنی قوت سے غالب آ جائے اور لوگوں کو جمعہ پڑھائے تو یہ جائز ہے اور حسن بصری سے منقول ہے کہ ان ایام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازیں' جمعہ اور عید پڑھائی' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے زیادہ لائق تھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے راضی تھے اور انہوں نے ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں' خواہ انہوں نے حضرت عثمان کی اجازت سے یہ نمازیں پڑھائیں یا ان کی اجازت کے بغیر۔
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس میں یہ بھی فرمایا: یاد رکھو! میں نے اس مقام میں اور اس دن میں اور اس مہینہ میں اور اس سال میں اب سے لے کر قیامت تک جمعہ کو فرض کر دیا ہے' پس جس نے میری حیات میں یا میرے بعد جمعہ کو ترک کر دیا حالانکہ اس کے لیے امام عادل یا امام ظالم موجود تھا اور اس کے ترک کرنے کا سبب جمعہ کی تخفیف کرنا تھا یا جمعہ کا انکار کرنا تو اللہ اس کے متفرق اُمور کو جمع نہ کرے اور اس کے کام میں برکت نہ دے' سنو! اس کی نماز مقبول ہے نہ زکوٰۃ نہ حج' نہ روزہ' نہ کوئی اور نیکی حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے اور جو توبہ کرے' اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ الحدیث (سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۱)
اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جمعہ صرف سلطان قائم کرے گا (یعنی ملک کا سربراہ) یا جس کو وہ حکم دے مثلاً سلطان کا نائب قاضی اور خطیب۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کی سند میں عبد اللہ بن محمد ہے اور وہ مجروح راوی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی متعدد سندیں ہیں' جن کی وجہ سے اس کو قوت حاصل ہوگئی ہے اور اس سے استدلال کرنا صحیح ہے۔
رہا باغیوں اور بدعتیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا' تو اس میں علماء کا اختلاف ہے' ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے' ان میں سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں کیونکہ وہ حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے' اسی طرح ابن ابی لیلیٰ اور سعید بن جبیر تھے بعد میں ان دونوں نے اس کے خلاف خروج کیا' النخعی نے کہا: وہ حکام کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے وہ جیسے بھی ہوں' اور ابووائل

بن ابی عبید کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے' میمون بن مہران سے سوال کیا گیا کہ باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: تم ان کے لیے نماز نہیں پڑھتے' تم اللہ کے لیے نماز پڑھتے ہو اور ہم حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور وہ حروری ازرقی تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۹ 'ملخصاً ومخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عثمان کے ایام فتنہ میں نماز پڑھانے والے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عبید اللہ بن عدی بن خیار نے کہا: ہمیں امام فتنہ نماز پڑھا رہے ہیں' اس کی تشریح میں دو قول ہیں: ابن وضاح نے کہا: امام فتنہ عبدالرحمان بن عدیس بلوی ہے' جس نے اہل مصر کو حضرت عثمان کے خلاف بغاوت پر اکسایا تھا۔

دوسرا قول ابوجعفر داؤدی کا ہے' انہوں نے کہا: ایام فتنہ میں کوئی باغی نماز نہیں پڑھاتا تھا کیونکہ حضرت عثمان نے کہا: نماز لوگوں کا بہترین عمل ہے' پس جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب حضرت عثمان محصور تھے تو فضلاء صحابہ نے نمازیں پڑھائیں' ان میں حضرت ابوایوب انصاری' حضرت سہل بن حنیف اور ان کے بیٹے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم تھے۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

عقبہ بن مسلم مزنی بیان کرتے ہیں کہ آخری بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن نکلے' انہوں نے سرخ حلہ پہنا ہوا تھا' ان کے سر اور ڈاڑھی پر زرد رنگ کا خضاب لگا ہوا تھا' جب حضرت عثمان منبر تک پہنچے تو لوگوں نے ان کو کنکر مارنے شروع کر دیئے' پھر حضرت عثمان نماز نہ پڑھا سکے اور لوگوں کو حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے نماز پڑھائی۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس وقت حضرت عثمان محصور تھے۔

حضرت عثمان سے روایت ہے کہ انہوں نے اس رات خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی' آپ نے حضرت عثمان سے فرمایا: اللہ نے تمہیں ایک قمیص پہنائی ہے' اگر لوگ تم سے یہ ارادہ کریں کہ تم اس قمیص کو اتار دو تو تم اس کو مت اتارنا' آپ کی اس سے مراد خلافت تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ حضرت عثمان اس بلوئی کی مصیبت میں شہید ہوں گے' اس لیے وہ خلافت سے سبک دوش نہیں ہوئے اور انہوں نے اپنے نفس پر شدت برداشت کی تاکہ انہیں شہادت اور عظیم اجر حاصل ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۶۴۳' سنن سعید بن منصور: ۲۹۴۶)

ابوجعفر داؤدی نے کہا ہے کہ جب محاصرہ طویل ہو گیا تو ایک مدت تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے' پھر حضرت ابوایوب رک گئے اور حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف نماز پڑھاتے رہے' پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی کیونکہ جمعہ اور عید کی نماز وہی پڑھا سکتے ہیں جو ائمہ میں سے ہوں اور امامت کے مستحق ہوں' حضرت علی نے یہ اس لیے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں آپ کی سنت ضائع نہ ہو۔

مخنث کی اقتداء میں نماز اس وقت جائز ہے' جب وہ برسر اقتدار ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۶۔ ۳۸۴ 'ملخصاً ومخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فساق فجار اور باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان کی اقتداء میں تم پر فرض نماز پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو خواہ وہ گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۳۳۔ ۵۹۴ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲۱)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں حضرت ابن الزبیر اور حجاج کی لڑائی سے الگ رہے اور حجاج منیٰ میں نماز پڑھاتا تھا اور حضرت ابن عمر حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما مروان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے کسی نے پوچھا: وہ گھر جا کر نماز کو دہراتے نہیں تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! وہ ائمہ کی نماز پر اضافہ نہیں کرتے تھے۔

عبدالکریم البکاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس اصحاب کو دیکھا وہ سب ظالم حکام کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۲۲۔ ۱۲۱ نشر السنۃ ملتان)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

باغیوں اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ ان کی اقتداء میں نماز جائز ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھی اور ابن ابی لیلیٰ نے بھی حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھی اور سعید بن جبیر نے بھی اس کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

النخعی نے کہا: امراء کے جو بھی عقائد ہوں لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور ابووائل مختار کی اقتداء میں جمعہ پڑھتے تھے۔

اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ میں اباضیہ اور واصلیہ کی اقتداء میں نماز کو پسند نہیں کرتا۔

ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اگر مسجد کا امام قدری (منکر تقدیر) ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ دوسرے امام کی اقتداء میں نماز پڑھے۔

ابن القاسم مالکی نے کہا: امام مالک سے اہل بدعت کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز کو دہرانے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے توقف کیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۷۔ ۳۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ ھ)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا موقف

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے تنہا نماز پڑھنے کی بہ نسبت ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز صحیح ہے حرام نہیں ہے لیکن وہ مکروہ ہے اسی طرح اس بدعتی کی اقتداء مکروہ ہے جس کی بدعت کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کی جاتی امام شافعی نے یہ تصریح کی ہے کہ فاسق اور بدعتی کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے اور اگر پڑھ لی تو صحیح ہے۔ (شرح المہذب ج ۵ ص ۳۳۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ ھ)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موسیٰ بن احمد الحجاوی الحنبلی المتوفی ۹۶۰ھ اور علامہ البہوتی الحنبلی المتوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

فاسق مثلاً شرابی یا زانی اور بدعتی مثلاً خارجی یا رافضی کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت مرد کی امامت نہ کرے' نہ اعرابی مہاجر کی اور نہ فاجر مومن کی' سوا اس کے کہ سلطان اس کو کوڑوں اور تلوار سے ڈرا کر مجبور کرے۔ (سنن ابن ماجہ:۱۰۸۱) خواہ اس کے فسق کا ابتداء علم ہو یا بعد ہو اور علم کے بعد نماز دہرائے' اور جمعہ اور عید بغیر اعادہ کے جائز ہے' بہ شرطیکہ اس کے غیر کی اقتداء میں نماز پڑھنا مشکل ہو اور اس کو ان کی ایذاء رسانی کا خطرہ ہو تو ان کی اقتداء میں نماز پڑھ کر دہرائے۔

(الاقناع وکشاف القناع ج ۱ ص ۵۷۷-۵۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (سنن دار قطنی:۱۷۴۴-ج ۲ ص ۵۷' دار المعرفۃ' بیروت) اور اس لیے کہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے نہیں رُکے' حالانکہ وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق شخص تھا' اس کے باوجود فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ اس سے جماعت کم ہو گی' اور بہت کم لوگ فاسق کی اقتداء میں رغبت کریں گے۔

شیخ الاسلام نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا ہے کہ اہل بدعت کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے' اس سے مراد وہ اہل بدعت ہیں' جن کی بدعت کی وجہ سے ان کی تکفیر نہ کی گئی ہو اور جن کی بدعت کی وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی ہو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' جیسے منکر تقدیر اور غالی رافضی' جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر ہو۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۱۷۸' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی المتوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

جہمیہ' قدریہ اور رافضی غالی وغیرھم کے سوا دیگر کی اقتداء جائز اور مکروہ (تنزیہی) ہے' اسی طرح اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے جو سود خوری میں معروف ہو یا فاسق معلن ہو' امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے مروی ہے: جو شخص فاسق یا بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھے' وہ جماعت کا ثواب پالے گا۔ (فتاوی قاضی خاں علی ھامش الھندیہ ج ۱ ص ۹۲-۹۱' مطبعہ امیریہ کبری بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

امام محمد نے فرمایا: نابینا' دیہاتی' غلام' ولد الزناء اور فاسق کی امامت جائز ہے اور دوسروں کی امامت میرے نزدیک مستحب ہے۔

علامہ سرخسی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: معظم شخص کو امام بنانے میں جماعت کی کثرت ہو گی' اس لیے وہ اولیٰ ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم یہ کہتے ہیں کہ فاسق کو امامت کے لیے مقدم کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور مکروہ (تنزیہی) ہے' ہماری دلیل یہ احادیث ہیں: ہر امام کی اقتداء میں نماز واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ (سنن ابوداؤد:۲۵۳۳' سنن دار قطنی:۱۷۴۴) اور صحابہ اور تابعین حجاج کی اقتداء میں جمعہ اور دیگر نمازیں پڑھتے تھے اور وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق تھا حتیٰ کہ حسن بصری نے کہا: اگر ہر امت اپنے تمام خبیثوں کو لائے اور ہم صرف حجاج کو لائیں تو ہم غالب رہیں گے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۱۴۳-۱۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فاسق وغیرہ کی اقتداء میں نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۲۵۸-۲۵۷ 'داراحیاء التراث العربی بیروت'۱۴۱۹ھ)

شیخ تھانوی کی صحیح بخاری اور مشکوٰۃ کی معروف حدیث سے بے خبری

شیخ اشرف علی تھانوی سے سوال کیا گیا:

ہماری کتب فقہ میں ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے لیکن جب حضرت عثمان کے زمانہ میں بلوہ ہوا اور حضرات صحابہ نے بلوائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حضرت عثمان سے پوچھا تو آپ نے اجازت دی اور یہ نہیں فرمایا کہ پڑھ کر پھر اعادہ کر لیا کرو حالانکہ بلوائیوں سے زیادہ اور کون فاسق اور بدعتی ہوگا خصوصاً ایسے بلوائی جنہوں نے خلیفہ برحق امیر المومنین دامادِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' داخل عشرہ مبشرہ پر بلوہ کیا۔

الجواب: یہ روایت مجھ کو نہیں ملی' اگر حوالہ لکھا جاوے تو تحقیق کی جاوے۔ (بوادر النوادر ص ۲۰۱' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور' ۱۹۶۲ء)

یہ روایت صحیح البخاری ج ۱ ص ۹۶' طبع ھند اور مشکوٰۃ ص ۶۲ طبع ھند پر مذکور ہے' یہ دونوں متداول درسی حدیث کی کتابیں ہیں اور موقوف علیہ اور درجہ حدیث کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہیں' حیرت ہے کہ تھانوی صاحب جو حکیم الامت کہلاتے تھے' ان کو اس معروف حدیث کی خبر نہ تھی!!

٦٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِى ذَرٍّ اِسْمَعْ وَاَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ، كَاَنَّ رَاْسَهُ زَبِيبَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی التیاح' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو' خواہ حبشی کے لیے' جس کا سر انگور کی مثل ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۹۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

٥٧ - بَابٌ يَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْاِمَامِ بِحِذَائِهِ سَوَاءً اِذَا كَانَا اثْنَيْنِ

جب دو نمازی ہوں تو مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو

٦٩٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ ابْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ فِىْ بَيْتِ خَالَتِىْ مَيْمُوْنَةَ، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَجَعَلَنِىْ عَنْ يَمِيْنِهِ، فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهُ، اَوْ قَالَ خَطِيْطَهُ، ثُمَّ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم' انہوں نے بیان کیا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی' پھر آ کر آپ نے چار رکعات نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے پھر آپ اٹھے' پس میں آ کر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا' آپ نے مجھے دائیں جانب کر دیا' پھر آپ نے پانچ رکعات نماز

إِلَى الصَّلٰوةِ.

پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے' حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے' پھر آپ نماز کی طرف چلے گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١١٧ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو علم کی باتیں کرنا۔

٥٨ - بَابٌ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْإِمَامِ فَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ إِلٰى يَمِيْنِهٖ' لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهُمَا

جب نمازی امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو ان دونوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی

٦٩٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو' عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ سَعِيْدٍ' عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ' عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ' وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ' فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ' فَقُمْتُ عَلٰى يَسَارِهٖ' فَأَخَذَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ' فَصَلّٰى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً' ثُمَّ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ' وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ' ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ' فَخَرَجَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قَالَ عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهٖ بُكَيْرًا فَقَالَ حَدَّثَنِيْ كُرَيْبٌ بِذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امام احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عبد ربہ بن سعید از مخرمہ بن سلیمان از کریب مولی ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس سویا' اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے' آپ نے وضوء کیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پس میں آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا' آپ نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا' پھر آپ نے تیرہ رکعات نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے حتیٰ کہ آپ نے خراٹے لیے اور جب آپ سوتے تو خراٹے لیتے تھے' پھر آپ کے پاس مؤذن آیا' پس آپ حجرہ سے باہر نکلے' پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ عمرو نے کہا: میں نے یہ حدیث بکیر کو بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے یہ حدیث اسی طرح بیان کی۔

اس کی شرح بھی صحیح البخاری: ١١٧ میں مطالعہ فرمائیں۔

٥٩ - بَابٌ إِذَا لَمْ يَنْوِ الْإِمَامُ أَنْ يَّؤُمَّ' ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَأَمَّهُمْ

جب امام نمازیوں کی امامت کی نیت نہ کرے پھر نمازی آئیں تو ان کی نیت کرے

٦٩٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ' عَنْ أَيُّوْبَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ' عَنْ أَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ' فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ' فَقُمْتُ أُصَلِّيْ مَعَهٗ' عَنْ يَّسَارِهٖ' فَأَخَذَ بِرَأْسِيْ' فَأَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ایوب از عبداللہ بن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پھر میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا تو آپ نے مجھے میرے سر سے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۷۱۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٦٠ - بَابٌ إِذَا طَوَّلَ الْإِمَامُ، وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ، فَخَرَجَ فَصَلَّى

جب امام لمبی نماز پڑھائے اور نمازی کو کوئی کام ہو تو وہ اقتداء چھوڑ کر نماز پڑھے

٧٠٠ - **حَدَّثَنَا** مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ. [اطراف الحدیث: ۷۰۱-۷۰۵-۷۱۱-۶۱۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نماز پڑھتے تھے پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے۔

٧٠١ - **قَالَ** وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ، فَصَلَّى الْعِشَاءَ، فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ، فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ، فَكَأَنَّ مُعَاذًا تَنَاوَلَ مِنْهُ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ فَتَّانٌ، فَتَّانٌ، فَتَّانٌ ثَلَاثَ مِرَارٍ، أَوْ قَالَ فَاتِنًا، فَاتِنًا، فَاتِنًا. وَأَمَرَهُ بِسُورَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ. قَالَ عَمْرٌو لَا أَحْفَظُهُمَا.

امام بخاری نے کہا: اور ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے سو انہوں نے عشاء کی نماز پڑھائی پس اس میں سورۂ بقرہ پڑھی تو ایک شخص نماز سے نکل گیا پس گویا کہ حضرت معاذ نے اس کو بُرا کہا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے تین بار فرمایا: تم بہت فتنہ ڈالتے ہو تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو یا فرمایا: تم فتنہ ڈالنے والے ہو تم فتنہ ڈالنے والے ہو تم فتنہ ڈالنے والے ہو اور ان کو حکم دیا کہ اوساط مفصل کی دو سورتیں پڑھو عمرو نے کہا: مجھے وہ یاد نہیں ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۶۵ الرقم المسلسل: ۱۰۲۲ سنن ابوداؤد: ۷۹۰ سنن نسائی: ۹۹۸ سنن ترمذی: ۵۸۳ سنن ابن ماجہ: ۹۸۶ سنن کبریٰ: ۱۶۷۴ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۲۸ شرح معانی الآثار: ۲۳۱۸ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۶ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۷ مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۸ طبع قدیم مسند احمد: ۱۴۱۹۰ ج ۲۲ ص ۹۹ مؤسسة الرسالة بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں ان کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

اوساط مفصل کی دو سورتوں کا بیان

اس حدیث میں اوساط مفصل کی دو سورتوں کا ذکر ہے اوساط مفصل سورۃ التکویر سے سورۃ الضحیٰ تک ہیں طوال مفصل سورۃ الحجرات سے ''والسماء ذات البروج'' تک ہیں اور قصار مفصل سورۃ الضحیٰ سے آخر قرآن تک ہیں۔ راوی عمرو نے کہا: مجھے وہ دو سورتیں یاد نہیں ہیں۔ ابوالزبیر نے عمرو کو بتایا: ہمیں حضرت جابر نے بتایا کہ آپ نے فرمایا تھا: تم ''والشمس وضحها'' اور ''والضحیٰ'' پڑھو'' والليل اذا يغشى'' اور ''سبح اسم ربك الاعلىٰ'' پڑھو۔ (صحیح مسلم: ۴۶۵ الرقم المسلسل: ۱۰۲۲ مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۸)

جماعت سے نماز شروع کرنے کے بعد اس سے نکلنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے تخفیف کے ساتھ نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے' سو جس نے طویل نماز پڑھائی' اس نے آپ کی معصیت کی اور معصیت کرنے والے کی مخالفت کرنا جائز ہے کیونکہ صرف نیکی کی اطاعت کی جاتی ہے۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ جو شخص حضرت معاذ کی نماز سے نکل گیا تھا' نبی ﷺ نے اس پر انکار نہیں کیا اور نہ اس کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا' ابن القصار نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ ایک شخص امام کی نماز میں داخل ہوا' پس اس نے کچھ نماز پڑھ لی' آیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس نماز سے نکل کر تنہا اپنی نماز پوری کرے' امام شافعی نے کہا: اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے خواہ اس کا عذر ہو یا نہ ہو اور امام ابوحنیفہ نے کہا: اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ حضرت معاذ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے امام کی اقتداء کی' پھر امام سے الگ ہونے کی اور کسی عذر کی وجہ سے تنہا نماز پوری کرنے کی نیت کی تو یہ جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس شخص کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور نہ اس کے فعل پر انکار کیا اور جن اعذار کی وجہ سے کوئی شخص امام کی اقتداء سے نکل سکتا ہے' وہ یہ ہیں: (۱) امام کی لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے اس کو مشقت ہو (۲) وہ بیمار ہو (۳) اس پر نیند کا غلبہ ہو (۴) اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز ہو جس کے خراب ہونے کا خطرہ ہو۔

اور اگر بغیر کسی عذر کے وہ اقتداء سے نکل جائے تو اس میں امام احمد کے دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی' دوسرا قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہو گی کیونکہ کبھی مقتدی تنہا نماز پڑھتا ہے جیسے مسبوق۔

(المغنی ج ۲ ص ۴۴۹-۴۴۸' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

عذر کی حالت میں جماعت سے نکلنے کا جواز اور بغیر عذر کے جماعت سے نکلنے کا عدم جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ مقتدی کے لیے کسی صورت میں امام کی اقتداء سے نکلنا جائز نہیں ہے خواہ اس کو عذر ہو یا نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اپنے عمل کو باطل کرنا ہے اور قرآن مجید نے اپنے اعمال کو باطل کرنے سے منع کیا ہے:

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۔ (محمد: ۳۳) اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ بغیر عذر کے جماعت سے نکل کر تنہا نماز پڑھنا جماعت سے نماز پڑھنے کے عمل کو باطل کرنا ہے اور یہ صحیح نہیں اور جمہور ائمہ بھی اس کے قائل ہیں' لیکن اگر کسی شخص کو نماز میں شدید کھانسی اٹھ رہی ہو یا دمہ کی وجہ سے سانس لینے میں شدید تکلیف ہو رہی ہو اور امام نماز میں غیر معمولی تطویل کر رہا ہو تو جمہور ائمہ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ جماعت سے نکل کر اپنی نماز تنہا پوری کرے اور اپنے مرض کا تدارک کرے' کیونکہ اسلام نے ہر مشکل کا حل رکھا ہے اور جب اس نے جماعت سے نکل کر اپنی نماز پوری کر لی تو اس نے اپنے عمل کو باطل نہیں کیا' اور حدیث میں ہے:

جب حضرت معاذ نے سورۃ البقرۃ پڑھنی شروع کی تو وہ شخص سلام پھیر کے جماعت سے نکل گیا اور تنہا نماز پوری کی اور واپس چلا گیا' لوگوں نے اس سے کہا: اے فلاں! کیا تم منافق ہو گئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! بلکہ میں ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس

جا کر اس واقعہ کی خبر دوں گا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اونٹوں پر پانی لاد کر لاتے ہیں اور اپنے کھیتوں اور باغوں کو پانی دیتے ہیں' ہم دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت معاذ آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے ہیں' پھر وہ یہاں آئے اور انہوں نے نماز میں سورۃ البقرہ شروع کر دی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا: اے معاذ! تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو' تم یہ سورتیں نماز میں پڑھو: '' والشمس وضحها' والضحٰی' واللیل اذا یغشٰی' وسبح اسم ربك الاعلٰی ''۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۲۔۱۰۲۲ ۴۶۵' سنن ابوداؤد: ۷۹۰۔۶۰۰' سنن نسائی: ۹۹۸' سنن ابن ماجہ: ۹۸۶)

اس حدیث میں امام کی تطویل کی وجہ سے دن بھر کے تھکے ہارے اس شخص کو مشقت اور تھکاوٹ ہو رہی تھی' اس لیے اس نے جماعت سے نکل کر الگ پوری نماز پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ عذر صحیح کی وجہ سے جماعت سے نکلنا جائز ہے اور جب عذر کی وجہ سے ابتداء جماعت کو ترک کرنا جائز ہے تو عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز شروع کرنے کے بعد بھی اس سے نکلنا جائز ہے اور اسلام میں ہر مشکل کا حل موجود ہے اور یہ صحیح اور صریح حدیث ہمارے اصحاب کے اقوال پر مقدم ہے' جب کہ ہمارے اصحاب کی طرف سے اس حدیث کی کوئی توجیہ بھی منقول نہیں ہے۔

حضرت معاذ کی نماز سے نکلنے والے صحابی کے نام کے متعلق دو روایتیں

جو شخص حضرت معاذ کی نماز سے نکل گیا' اس کے نام کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام حرام بن ملحان تھا اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ماموں تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام سلیم تھا اور وہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا۔ حرام نام کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' پس حضرت حرام ان کی نماز میں داخل ہوئے' اس وقت ان کا ارادہ اپنی کھجوروں کے باغ کو سیراب کرنا تھا' جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت معاذ لمبی نماز پڑھا رہے ہیں تو انہوں نے اپنی مختصر نماز پڑھی اور اپنے باغ میں پانی دینے چلے گئے' حضرت معاذ نے کہا: یہ منافق ہے' اپنی کھجوروں کو پانی دینے کے لیے اس نے جلدی نماز پڑھی' پس حرام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت حضرت معاذ کی شکایت کی' جب حضرت معاذ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے' انہوں نے کہا: میں اپنی کھجوروں کو پانی دینا چاہتا تھا' میں مسجد میں داخل ہوا تا کہ قوم کے ساتھ نماز پڑھوں' جب انہوں نے لمبی نماز شروع کر دی تو میں نے اپنی مختصر نماز پڑھی اور اپنی کھجوروں کو پانی دیا' اس پر انہوں نے مجھے منافق کہا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو کہا: تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو' لوگوں کو لمبی نماز نہ پڑھاؤ'' سبح اسم ربك الاعلٰی '' پڑھو اور '' والشمس وضحها '' اور ان کی مثل پڑھو۔

(مسند البزار: ۴۸۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۷۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۷۳۔ ج ۱۹ ص ۲۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو کوئی ضروری کام ہو اور امام لمبی نماز پڑھانے لگے تو وہ امام کی نماز سے نکل کر اپنی الگ مختصر نماز پڑھ لے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لمبی نماز پڑھانے پر حضرت معاذ کو ڈانٹا اور حضرت حرام پر ان کی نماز سے نکلنے پر انکار یا عتاب نہیں فرمایا۔

اس شخص کا نام سلیم ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

معاذ بن رفاعہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ کے ایک شخص کا نام سلیم تھا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! ہمارے سو جانے کے بعد ہمارے پاس حضرت معاذ آتے ہیں اور ہم دن بھر کام کرتے رہتے ہیں' پھر یہ اذان دیتے ہیں' ہم ان کے پاس جاتے ہیں' پھر یہ ہم کو لمبی نماز پڑھاتے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! تم بہت فتنہ ڈالنے

والے نہ بنو یا تو صرف میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ۔ الحدیث

(المعجم الکبیر:۹۱' ۶۳ مسند احمد ج ۵ ص ۷۴ طبع قدیم' مسند احمد:۲۰۶۹۹۔ ج ۳۴ ص ۳۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے کے جواز میں مذاہب ائمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز صحیح ہے' کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں عشاء کی فرض نماز کی نیت کرتے تھے اور بعد میں اپنی قوم کو جو امامت کراتے تھے' اس میں نفل کی نیت کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں' ایک روایت یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور ہمارے اکثر اصحاب کا یہی مختار ہے' الزہری' امام مالک اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ (صحیح البخاری:۶۸۹) اور اس لیے کہ مقتدی کی نماز امام کی نیت سے ادا کی جاتی ہے' اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز جائز ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۴۳۷۔ ۴۳۶' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز کا عدم جواز

علامہ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

اگر نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض نماز جائز ہو تو صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ یہ ہوسکتا تھا کہ آپ ایک فریق کو مکمل فرض نماز پڑھا دیتے اور دوسرا فریق فرض پڑھنے کے لیے آپ کی اقتداء کرتا اور آپ اس کو نفل نماز پڑھاتے اور پھر اس کی کوئی ضرورت نہ رہتی کہ ایک فریق دشمن کے سامنے کھڑا رہتا اور دوسرا فریق آپ کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھ کر دشمن کے سامنے چلا جاتا اور پہلا فریق آپ کے پیچھے آ کر دوسری رکعت نماز پڑھتا اور دوسری رکعت مسبوق کی طرح پڑھتا اور پہلا فریق باقی ماندہ ایک رکعت لاحق کی طرح پڑھتا اور اس طرح ہر ایک کی نماز میں عمل کثیر لازم آتا' جو دوسری نمازوں میں جائز نہیں ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۶۷۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ)

امام ابو حنیفہ کی قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔

(سنن ترمذی:۲۰۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

یہ حدیث حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۶۵' مسند ابو یعلیٰ:۴۵۶۲' صحیح ابن حبان:۱۶۷۱' صحیح ابن خزیمہ:۱۵۳۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۱۔ ۱۲۵' شرح مشکل الآثار:۲۱۹۵)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک امام کے ضامن ہونے کا معنی یہ ہے کہ مقتدی کی نماز صحت' فساد اور سہو میں امام کی نماز کے ضمن میں ہوتی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر امام بے وضوء یا جنبی ہو کر نماز پڑھائے اور مقتدی پاک اور باوضوء ہوں' یا امام کی شرم گاہ کھلی ہو اور مقتدی کی شرم

گاہ مستور ہو تو اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مقتدی کی نماز نہیں ہوگی۔

(شرح مشکل الآثار ج ۵ ص ۴۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' الطبعۃ الثانیۃ' ۱۴۲۷ھ)

جب یہ واضح ہو گیا کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ضمن میں ہوتی ہے تو فرض پڑھنے والے کی اقتداء میں تو نفل پڑھنے والے کی نماز ہو جائے گی کیونکہ اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ اور فرض کے ضمن میں نفل ہوتا ہے لیکن نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ اور نفل کے ضمن میں فرض نہیں ہوتا۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۸' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں عشاء کی فرض نماز پڑھتے تھے' پھر اپنی قوم بنو سلمہ میں جا کر عشاء کی نفل نماز پڑھاتے تھے حتیٰ کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز کا جواز ثابت ہو۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک سند سے حدیث مروی ہے کہ وہ نفل نماز پڑھاتے تھے:

از ابن جریج از عمرو بن دینار' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے' پھر اپنی قوم کو جا کر عشاء کی نماز پڑھاتے اور یہ حضرت معاذ کی نفل نماز ہوتی اور ان کی قوم کی فرض نماز ہوتی۔

(سنن دار قطنی: ۱۰۶۱۔۱۰۶۰' دار المعرفۃ' مسند امام شافعی ص ۵۷' دار الکتب العلمیہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عیینہ نے بھی اس حدیث کو عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے جیسا کہ ابن جریج نے روایت کیا ہے اور ابن عیینہ کی روایت ابن جریج سے زیادہ تام اور زیادہ حسن ہے اور اس روایت میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ یہ حضرت معاذ کی نفل نماز تھی اور ان کی قوم کی فرض نماز تھی' پس یہ ہو سکتا ہے کہ یہ اضافہ ابن جریج کا قول ہو یا عمرو بن دینار کا قول ہو یا حضرت جابر کا قول ہو' لہٰذا یہ ان تین میں سے جس کا بھی قول ہو' اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت معاذ ان کو جو نماز پڑھاتے وہ نفل نماز تھی' کیونکہ انہوں نے اس قول کو حضرت معاذ سے نقل نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنی طرف سے ایک بات کہی ہے اور ہو سکتا ہے حقیقت اس کے خلاف ہو' اور اگر یہ ثابت ہو کہ حضرت معاذ اپنی قوم کو نفل پڑھاتے تھے تو یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان کو نفل پڑھاتے تھے اور نہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے نفل پڑھانے کی خبر دی گئی اور آپ نے ان کو اس عمل پر برقرار رکھا۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۷۔۵۲۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ زیادہ مستند روایات میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ عشاء کی نماز حضرت معاذ کے لیے نفل تھی اور ان کی قوم کے لیے فرض تھی کیونکہ ابوالبرکات ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ امام احمد نے اس اضافہ کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ محفوظ نہیں ہے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس اضافہ کے صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ نے اس اضافہ کے بغیر اس حدیث کو روایت کیا ہے' اسی طرح امام مسلم نے اس اضافہ کے بغیر اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۶۵) اسی طرح امام بخاری نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۱)

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۵۷۔۱۵۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے وہ از خود یہ عمل کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ایسا نہیں کرتے تھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت معاذ بن رفاعہ الزرقی بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ کے ایک شخص جن کا نام سلیم تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم دن بھر کام کرتے رہتے ہیں' پھر شام کو ہمارے پاس حضرت معاذ آتے ہیں' پھر اذان دیتے ہیں اور لمبی نماز پڑھاتے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! بہت فتنہ ڈالنے والے نہ بنو یا تو صرف میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۷۴)

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ دو کاموں میں سے ایک کام کریں یا صرف میرے ساتھ عشاء کی نماز پڑھیں یا صرف اپنی قوم کو نماز پڑھائیں اور حضرت معاذ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد جو اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے نہیں پڑھاتے تھے بلکہ آپ نے اس سے منع فرما دیا تھا۔

اگر بالفرض نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو یہ حکم دیا ہو کہ تم میرے ساتھ عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد اپنی قوم کو عشاء کی فرض نماز پڑھاؤ تو یہ ابتداء کی بات ہے' جب ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھا جاتا تھا' بعد میں آپ نے اس سے منع فرما دیا اور یہ عمل منسوخ ہو گیا' اور ہم نے اس حدیث کو اس کی سند کے ساتھ باب صلوٰۃ الخوف میں ذکر کیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۸ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام طحاوی نے جن احادیث کا حوالہ دیا ہے' وہ درج ذیل ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ایک دن میں ایک نماز کو دوبارہ نہ پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۵۷۹ 'مسند احمد ج ۲ ص ۴۱_۱۹ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۳ 'سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۱۶_۴۱۵ 'صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۴۱ 'شرح السنۃ ج ۳ ص ۴۳۱ 'حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۸۵ 'مشکوٰۃ: ۱۱۵۷)

حضرت میمونہ کے غلام سلیمان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو البلاط (مدینہ منورہ کا معروف مقام) میں بیٹھے ہوئے دیکھا' اس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے' میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! آپ نماز نہیں پڑھ رہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن میں ایک نماز کو دوبارہ نہیں پڑھا جاتا۔ (سنن نسائی: ۸۵۶ 'سنن دارقطنی: ۱۵۲۵ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۸ 'صحیح ابن حبان: ۲۳۸۹)

خلاصہ بحث

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو جو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے' اس سے فقہاء شافعیہ نے جو یہ استدلال کیا تھا کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز جائز ہے' امام طحاوی نے اس کے متعدد جواب دیئے' ایک جواب یہ دیا کہ حضرت معاذ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت معاذ کی وہ نماز نفل تھی اور جس روایت میں اس کا نفل ہونا مذکور ہے' مستند احادیث میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ حضرت معاذ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان کو نماز نہیں پڑھاتے تھے' تیسرا جواب یہ دیا کہ اگر آپ نے حکم دیا بھی ہو تو یہ ابتداء کی بات ہے اور چوتھا قوی جواب دیا کہ امام کی نماز مقتدی کو متضمن ہوتی ہے اور نفل فرض کو متضمن نہیں ہوتا۔ امام طحاوی کی یہ تحقیق بہت کافی اور وافی ہے' تاہم علامہ ابن العربی مالکی نے بھی اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے ہیں' مزید شرح صدر کے لیے ہم ان جوابات کا بھی خلاصہ ذکر کر رہے ہیں:

حضرت معاذ کی حدیث سے فقہاء شافعیہ کے موقف کا رد

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی المتوفی ٥٤٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' اس کے پانچ محامل ہیں:

(١) حضرت معاذ نفل پڑھتے تھے اور ان کی قوم فرض پڑھتی تھی' یہ امام شافعی کا قول ہے' اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے اس کا انکار کیا ہے (امام احمد کا بھی مختار قول یہی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور حدیث میں حضرت معاذ کی کیفیت کا ذکر نہیں ہے' اور حضرت جابر کا یہ قول ہے کہ ان کی نماز نفل تھی اور ان کی قوم کی نماز فرض تھی' حضرت جابر کا یہ قول غیب کی خبر ہے' حضرت جابر کو حضرت معاذ کی نیت کی کس نے خبر دی' اگر یہ کہا جائے کہ حضرت معاذ بہت بڑے فقیہ تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں فرض چھوڑ کر دوسروں کو فرض کی امامت کیسے کرا سکتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ مدینہ کی تمام مساجد کے ائمہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں فرض چھوڑ کر اپنی اپنی مساجد میں فرض نماز پڑھاتے تھے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کر کے وہاں نماز پڑھانے سے فضیلت حاصل ہوتی تھی اور حضرت معاذ کو اس سے زیادہ فضیلت حاصل ہوتی تھی کیونکہ وہ آپ کی اقتداء میں نفل پڑھ کر پھر اپنی قوم کو عشاء کے فرض پڑھاتے تھے۔

(٢) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں دن کی نمازیں پڑھتے تھے اور ان سے رات کی نماز رہ جاتی تھی' کیونکہ ان کی قوم دن میں کام کرتی تھی' اور راوی نے حضرت معاذ کی دو وقتوں کی نماز کی خبر دی ہے' نہ کہ ایک وقت کی نماز کی۔

(٣) اس حدیث میں صرف حضرت معاذ کے نماز پڑھانے کا ذکر ہے' اس نماز کی کیفیت کا ذکر نہیں ہے' اس لیے اس حدیث پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

(٤) حدیث میں ہے کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ (صحیح البخاری: ٦٨٩) اور رکوع' سجود وغیرہ ارکان میں امام کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے اور سب سے بڑا رکن نماز کی نیت ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ جو امام تھے' وہ عشاء کے نفل کی نیت کریں اور ان کے مقتدی عشاء کے فرض کی نیت کریں' یہ نماز اس وقت صحیح ہوسکتی تھی کہ حضرت معاذ عشاء کے فرض پڑھانے کی نیت کریں۔

(٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے (سنن ترمذی: ٢٠٧) یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے' اور نفل فرض کو متضمن نہیں ہوتا۔ (عارضۃ الاحوذی ج ٣ ص ٥٦۔٥٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

واضح رہے کہ اکثر فقہاء حنبلیہ بھی اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے ساتھ ہیں کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٩٤٣۔ ج ١ ص ١٢٥٤ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی ممانعت میں مذاہب ائمہ اور جمہور فقہاء کے دلائل۔

٦١ - بَابُ تَخْفِيفِ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ، وَإِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

قیام' رکوع اور سجود پورا کرنے میں امام کا تخفیف کرنا

٧٠٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّىْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ، مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا، فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِّنْهُ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ، فَاَيُّكُمْ مَا صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قیس سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! میں ایک شخص کی وجہ سے صبح کی نماز چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ وہ ہم کو بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے' پس میں نے اس دن سے پہلے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنے غضب سے نصیحت کرتے ہوئے نہیں دیکھا' پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے کچھ آدمی لوگوں کو متنفر کرتے ہیں' تم میں سے جو شخص بھی لوگوں کو نماز پڑھائے' وہ اختصار کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ لوگوں میں کم زور بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث' صحیح البخاری: ۹۰ میں بھی مذکور ہے' وہاں اس کا عنوان ہے: کوئی ناپسندیدہ بات دیکھ کر غضب سے نصیحت کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: قیام اور رکوع اور سجود پورا کرنے میں امام کا تخفیف کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔ اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۹۰ میں کی گئی ہے۔

٦٢ - بَابُ اِذَا صَلّٰى لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ

جب کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تخفیف کا جو حکم دیا گیا ہے' وہ ائمہ کو دیا گیا ہے کیونکہ ان کے پیچھے ایسے نمازی بھی ہوتے ہیں جو لمبی نماز کی طاقت نہیں رکھتے اور جب کوئی انسان صرف اپنی نماز پڑھے تو وہ چاہے لمبی نماز پڑھے' چاہے مختصر پڑھے۔

٧٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِى الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ، وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور' بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھے۔

ہمارے دور کا المیہ یہ ہے کہ جب امام نماز پڑھاتے ہیں تو لمبی نماز پڑھاتے ہیں اور جب اپنی نماز پڑھتے ہیں تو نہایت مختصر اور سرعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

٦٣ - بَابُ مَنْ شَكَا اِمَامَهٗ اِذَا طَوَّلَ

جس شخص نے اپنے امام کی لمبی نماز پڑھانے کی شکایت کی

وقال اَبُوْ اُسَیْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا یَا بُنَیَّ.

اور ابواسید نے کہا: اے میرے بیٹے! تم نے ہمارے ساتھ لمبی نماز کر دی۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے از وکیع از عبدالرحمان بن سلیمان بن الغسیل' انہوں نے کہا: مجھے المنذر بن ابی اسید الانصاری نے بیان کیا کہ میرے والد میرے پیچھے نماز پڑھتے تھے' بعض اوقات وہ مجھ سے کہتے: اے میرے بیٹے! تم نے آج نماز لمبی پڑھائی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۱۶)

ابواسید کا نام مالک بن ربیعہ الانصاری الساعدی المدنی ہے' یہ تمام غزوات میں حاضر رہے تھے اور یہ بدریین میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے تھے' ۳۰ ھ کا ایک قول ہے' ۶۰ ھ کا دوسرا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۴)

۷۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ' عَنْ قَيْسِ ابْنِ اَبِیْ حَازِمٍ' عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنِ الصَّلٰوةِ فِی الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فُلَانٌ فِيْهَا' فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مَا رَاَيْتُهٗ غَضِبَ فِیْ مَوْضِعٍ كَانَ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ' ثُمَّ قَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ' اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ' فَمَنْ اَمَّ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ' فَاِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے بیان کیا: یارسول اللہ! میں فجر کی جماعت چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ فلاں شخص بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت سخت غضب ناک ہوئے' میں نے آپ کو اس دن سے زیادہ کسی جگہ اتنے غضب میں نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے بعض شخص لوگوں کو متنفر کرنے والے ہیں' پس جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے' وہ اختصار کرے کیونکہ اس کے پیچھے کم زور' بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۰ میں گزر چکی ہے۔

۷۰۵ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَيْنِ وَقَدْ جَنَحَ اللَّيْلُ' فَوَافَقَ مُعَاذًا يُصَلِّیْ' فَتَرَكَ نَاضِحَهٗ' وَاَقْبَلَ اِلٰى مُعَاذٍ' فَقَرَاَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ' اَوِ النِّسَاءِ' فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ' وَبَلَغَهٗ اَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ' فَاَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَا اِلَيْهِ مُعَاذًا' فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ ؟ اَوْ اَفَاتِنٌ؟ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَلَوْ لَا صَلَّيْتَ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ' وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا' وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ فَاِنَّهٗ يُصَلِّیْ وَرَآءَكَ الْكَبِيْرُ وَالضَّعِيْفُ وَذُو الْحَاجَةِ. اَحْسِبُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی دو پانی لادنے والے اونٹوں کو لے کر آیا' اس وقت رات اپنے بازو پھیلا چکی تھی' اس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے ہوئے پایا' اس نے اپنے اونٹ کو چھوڑ دیا اور حضرت معاذ کی طرف بڑھا' حضرت معاذ نے سورۃ البقرہ یا سورۃ النساء شروع کر دی' وہ شخص (واپس) چلا گیا' حضرت معاذ کو یہ خبر پہنچی تو وہ اس شخص پر ناراض ہوئے' وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور حضرت معاذ کی شکایت کی' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

هٰذَا فِی الْحَدِیْثِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَتَابَعَهُ سَعِیْدُ بْنُ مَسْرُوْقٍ، وَمِسْعَرٌ، وَالشَّیْبَانِیُّ قَالَ عَمْرٌو وَعُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مِقْسَمٍ، وَاَبُو الزُّبَیْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَرَاَ مُعَاذٌ فِی الْعِشَاءِ بِالْبَقَرَةِ. وَتَابَعَهُ الْاَعْمَشُ، عَنْ مُحَارِبٍ.

فرمایا: اے معاذ! کیا تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو؟ یا فرمایا: تم فتنہ ڈالنے والے ہو؟ یہ آپ نے تین بار فرمایا' تم نے یہ سورتیں کیوں نہ پڑھیں: ''سبح اسم ربك الاعلٰی' والشمس وضحها' واللیل اذا یغشی'' کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے' کم زور اور ضرورت مند بھی نماز پڑھتے ہیں' (شعبہ نے کہا:) میں گمان کرتا ہوں کہ یہ (آخری جملہ) بھی اس حدیث میں ہے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: سعید بن مسروق' مسعر اور شیبانی نے شعبہ کی متابعت کی ہے۔ عمرو اور عبید اللہ بن مقسم اور ابوالزبیر نے جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت معاذ نے عشاء میں سورۂ بقرہ پڑھی۔ اس حدیث میں شعبہ نے الاعمش کی از محارب متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۷۰۰ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ الْاِیْجَازِ فِی الصَّلٰوةِ وَاِكْمَالِهَا

نماز میں اختصار اور اس کو مکمل کرنا

٧٠٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْجِزُ الصَّلٰوةَ وَیُكْمِلُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختصر نماز پڑھتے تھے اور اس (کے ارکان) کو مکمل کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۴۶۹' الرقم المسلسل: ۱۰۳۴' سنن ابن ماجہ: ۹۸۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۹۰۔ ج ۱۹ ص ۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت واضح ہے۔

٦٥ - بَابُ مَنْ اَخَفَّ الصَّلٰوةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِیِّ

جس نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کی

٧٠٧ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا الْوَلِیْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ، عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ كَثِیْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِیْهِ اَبِیْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَقُوْمُ فِی الصَّلٰوةِ اُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْهَا، فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِیِّ، فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ، كَرَاهِیَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود ابوقتادہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور لمبی نماز پڑھانے کا ارادہ کرتا ہوں' پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں'

تَابَعَهُ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَبَقِيَّةُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ. [طرف الحدیث:۸۶۸]

اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کی ماں کو طول دشوار ہوگا۔ بشر بن بکر اور ابن المبارک اور بقیہ نے ولید بن مسلم کی متابعت کی ہے از الاوزاعی۔

(صحیح مسلم:۴۷۰، الرقم المسلسل:۱۰۳۷، سنن ابوداؤد:۷۸۹، سنن ابن ماجہ:۹۸۹، سنن نسائی:۸۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۷، مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۵ طبع قدیم، مسند احمد:۲۲۶۰۲۔ ج ۳۷ ص ۲۸۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفراء ابو اسحاق الرازی (۲) الولید بن مسلم (۳) عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی (۴) یحییٰ بن ابی کثیر (۵) عبداللہ بن ابی قتادہ ابو یحییٰ الانصاری اسلمی (۶) ان کے والد حضرت الحارث بن ربعی الانصاری رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۸)

آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

شعبی، حسن بصری اور عبدالرحمن بن لیلیٰ نے کہا ہے کہ جب امام رکوع میں ہو اور وہ کسی کے آنے کی آہٹ سنے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ رکوع کی تسبیحات کو معمول سے کچھ زیادہ کر دے تاکہ آنے والے اس کی نماز میں شامل ہو جائیں کیونکہ جب بچہ کے رونے کی آواز سن کر نماز کی تسبیحات میں اختصار کیا جا سکتا ہے تو آنے والوں کی آہٹ سن کر تسبیحات کو بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔

امام احمد ابوثور اور اسحاق نے کہا ہے: جب تک نمازیوں پر دشوار نہ ہو ان کا انتظار کر سکتا ہے۔

امام مالک نے کہا: ان کا انتظار نہ کرے کیونکہ اس سے دوسرے نمازیوں کو ضرر ہوگا۔

امام شافعی اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ وہ اپنے معمول کے مطابق رکوع کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مسئلہ مذکور میں فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اختصار کا معنی یہ ہے کہ آپ قراءت کو کم کر دیتے تھے، وکیع نے اپنی سند کے ساتھ ابوسابط سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی رکعت میں تقریباً ساٹھ آیات پڑھیں، پھر آپ نے بچے کے رونے کی آواز سنی تو دوسری رکعت میں تین آیات پڑھیں، اور آنے والے نمازیوں کے انتظار میں تسبیحات زیادہ پڑھنے میں اختلاف ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۶۷۴، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب کی کتب میں سے الذخیرہ میں مذکور ہے کہ امام رکوع میں جوتیوں کی آہٹ سنے تو کیا وہ آنے والے نمازیوں کا انتظار کرے؟ امام ابو یوسف نے کہا: میں نے یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ اور امام ابن ابی لیلیٰ سے پوچھا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ قرار دیا اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا: مجھے اس پر شرک کا خطرہ ہے، اور ہشام نے امام محمد سے اس کی کراہت کو روایت کیا ہے، شعبی نے کہا: اگر ایک یا دو تسبیح کی مقدار زیادہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں، ابوالقاسم الصغار نے کہا ہے: اگر آنے والا غنی ہو تو پھر انتظار کرنا جائز نہیں ہے

اگر وہ فقیر ہو تو پھر جائز ہے' ابواللیث نے کہا ہے کہ اگر امام آنے والے کو پہچانتا ہو تو پھر تسبیحات زیادہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو پہچانتا نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عبادت پر اعانت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے خصوصیت کے ساتھ رکوع کو لمبا کرنا مکروہ ہے' جب کہ رکوع لمبا کرنے سے اس کا ارادہ اللہ عزوجل کا تقرب نہ ہو' ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ ظالم کے ظلم اور اس کے شر کو دفع کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرے تو پھر یہ مکروہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۶۰-۳۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

رکوع کو لمبا کرنا یا قراءت کو لمبا کرنا تا کہ آنے والے نمازی کو رکعت مل جائے' اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ آنے والے کو پہچانتا ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے ورنہ کوئی حرج نہیں ہے' اور اگر وہ اس فعل سے اللہ تعالیٰ کے حصول قرب کا ارادہ کرے تو یہ بالاتفاق مکروہ نہیں ہے لیکن یہ بہت نادر ہے اور اس کو مسئلۃ الریاء کہا جاتا ہے' اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں ایسے فعل کو ترک کرنا افضل ہے جو عدم اخلاص کا شبہ پیدا کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کام کو چھوڑ دو جو شک پیدا کرے اور وہ کام کرو جس میں شک نہ ہو۔ (سنن ترمذی: ۲۵۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰) اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس میں عبادت پر اعانت ہے تو اس سے نمازی کی سستی اور نماز کے لیے جلدی نہ آنے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی تیاری نہ کرنے پر بھی اعانت ہے' لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ اس کو ترک کر دیا جائے۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج ۲ ص ۱۷۶-۱۷۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۵۹- ج ۱ ص ۱۲۶۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا حکم۔

۷۰۸- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلٰوةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ، مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریک بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی امام کے پیچھے خفیف اور مکمل نماز نہیں پڑھی' اور اگر آپ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اس خوف سے نماز میں تخفیف کر دیتے کہ اس کی ماں فتنہ میں پڑ جائے گی۔

۷۰۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ وَأَنَا أُرِيدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلٰوتِي، مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں نماز میں

شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَائِهٖ. [طرف الحدیث: ٧١٠]

داخل ہوتا ہوں اور میرا ارادہ نماز لمبی کرنے کا ہوتا ہے' پس میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں بہت مضطرب ہوگی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٧٠٧ ملاحظہ فرمائیں۔

٧١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّىْ لَاَدْخُلُ فِى الصَّلٰوةِ، فَاُرِيْدُ اِطَالَتَهَا، فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ، مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَائِهٖ. وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں نماز میں داخل ہوتا ہوں' پس اس کو لمبی پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں' پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز کو مختصر کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں بہت مضطرب ہوگی' اور موسیٰ نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٧٠٧ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٦ - بَابُ اِذَا صَلّٰى ثُمَّ اَمَّ قَوْمًا
جب کسی شخص نے نماز پڑھی' پھر اپنی قوم کو نماز پڑھائی

یعنی جب کسی شخص نے امام کے ساتھ نماز پڑھی' پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھائی تو اس کا کیا حکم ہے؟

٧١١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَاَبُو النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّىْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَاْتِىْ قَوْمَهٗ فَيُصَلِّىْ بِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب اور ابو النعمان نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از عمرو بن دینار از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پھر اپنی قوم کے پاس جاتے تھے' پھر ان کو نماز پڑھاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٧٠٠ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٧ - بَابُ مَنْ اَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيْرَ الْاِمَامِ
جس نے نمازیوں کو امام کی تکبیر سنائی

٧١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم

مرضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، أَتَاهُ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلوٰةِ، فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ. قُلْتُ إِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيفٌ، إِنْ يَقُمْ مَقَامَكَ يَبْكِيْ، فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ، قَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ. فَقُلْتُ مِثْلَهُ، فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ. فَصَلّٰى، وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ الْاَرْضَ، فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْ بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَاَخَّرُ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ اَنْ صَلِّ. فَتَاَخَّرَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَقَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جَنْبِهِ، وَاَبُوْ بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيْرَ. تَابَعَهُ مُحَاضِرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ.

الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی تو آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے آئے' آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں' میں نے کہا: حضرت ابوبکر بہت نرم دل ہیں' جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رو پڑیں گے' پس قرآن نہیں پڑھ سکیں گے' آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں' میں نے پھر اسی طرح کہا' آپ نے پھر تیسری یا چوتھی بار فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو' ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں' پس حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے گویا کہ میں آپ کی طرف دیکھ رہی تھی' آپ پیر گھسیٹ کر زمین پر چل رہے تھے' جس سے زمین پر نشان پڑ رہے تھے' جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے' آپ نے اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر نمازیوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔ عبداللہ بن داؤد نے اس حدیث میں محاضر کی متابعت کی ہے از الاعمش۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦٦٥-٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس حد تک مریض جماعت میں حاضر ہو' اور اس حدیث میں اس کا عنوان ہے: جس نے نمازیوں کو امام کی تکبیر سنائی' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٨ - بَابُ الرَّجُلِ يَاْتَمُّ بِالْاِمَامِ، وَيَاْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَاْمُوْمِ

ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور نمازی مقتدی کی اقتداء کریں

یعنی جو شخص امام کی اقتداء کر رہا ہے' نمازی اس شخص کی اقتداء کریں اور اس کی تکبیرات سن کر رکوع اور سجود کریں۔

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِئْتَمُّوْا بِيْ، وَلْيَاْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث ذکر کی جاتی ہے: تم میری اقتداء کرو اور تمہارے بعد کے لوگ تمہاری اقتداء کریں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو پیچھے دیکھا تو ان سے فرمایا: آگے آؤ اور میری اقتداء کرو اور تمہارے بعد کے لوگ تمہاری اقتداء کریں گے اور ایک قوم ہمیشہ پیچھے ہوتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ ان کو پیچھے کر دے گا۔

(صحیح مسلم: ۴۳۸٬۸ سنن ابوداؤد: ۶۸۰ سنن نسائی: ۷۹۵ سنن ابن ماجہ: ۹۷۸ مسند احمد ج ۳ ص ۳۴ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۳ کنز العمال: ۸۔۲۰)

حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المنذری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد منافقین کے متعلق ہے اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ علم میں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مرتبہ میں پیچھے ہیں وہ آگے بڑھیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: صف اول میں اعرابی٬ عجمی اور نابالغ لڑکا آگے نہ آئے۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۸۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کامل عقل والوں کو اگلی صف میں نماز پڑھنے کا حکم دیا تاکہ اگر نماز میں خلیفہ بنانے کی ضرورت پڑے تو ان کو خلیفہ بنایا جائے یا وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث سن کر پہنچائیں اور وہ آپ کی احادیث سن کر منضبط کر سکیں اور وہ اگلی صف میں بیٹھنے کے مستحق ہیں اور تاکہ بعد والے ان کی اقتداء کریں۔ (شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۶۵۹۔۱۶۵۸ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۲۴ھ)

۷۱۳- **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ، فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، وَإِنَّهُ مَتٰى مَا يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ، فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ، فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، وَإِنَّهُ مَتٰى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ، فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ، قَالَ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ، وَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً، فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، وَرِجْلَاهُ يَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ، حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمَّا سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ، ذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَأَخَّرُ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَاعِدًا، يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ بِصَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ مُقْتَدُونَ بِصَلٰوةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی٬ انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت بوجھل ہو گئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو اذان کی اطلاع دینے آئے٬ آپ نے فرمایا: ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں٬ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حضرت ابوبکر نرم دل آدمی ہیں اور بے شک وہ جب بھی آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے٬ لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے٬ کاش آپ حضرت عمر کو یہ حکم دے دیتے٬ آپ نے فرمایا: ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں٬ پس میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ کہیے کہ حضرت ابوبکر نرم دل آدمی ہیں اور جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو سنا نہیں سکیں گے تو کاش آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیتے٬ آپ نے فرمایا: بے شک تم سب حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو٬ ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں٬ پھر جب حضرت ابوبکر نماز پڑھانے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری میں تخفیف محسوس کی٬ پس آپ دو آدمیوں کے درمیان کھڑے ہو کر (ان کے سہارے سے) چلنے لگے اور آپ کے دونوں پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے٬ حتیٰ کہ آپ مسجد میں داخل ہو گئے٬ جب حضرت ابوبکر نے آپ کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا (کہ نماز پڑھاتے رہو) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آ کر حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے' پس حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے' حضرت ابوبکر' رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۶۶۵۔ ۶۶۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٩ - بَابٌ هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ؟

جب امام کو شک ہو تو کیا وہ لوگوں کے قول پر عمل کر سکتا ہے؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ مثلاً جب مقتدی امام کو یہ بتائے کہ اس سے ایک رکعت رہ گئی ہے تو کیا وہ اس کے قول کی طرف رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک کے اس میں مختلف قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے قول کی طرف رجوع کرے' اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے' اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور ان کے قول کی طرف رجوع نہ کرے' اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے' علامہ ابن التین نے کہا: یہ بھی احتمال ہے کہ جب حضرت ذوالیدین نے یہ کہا تھا: کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں یارسول اللہ! تو آپ کو اس سے شک ہوا ہو' پھر آپ نے باقی نمازیوں سے یقین حاصل کرنے کے لیے سوال کیا' پھر جب باقی نمازیوں نے حضرت ذوالیدین کے قول کی تصدیق کر دی تو آپ کو حضرت ذوالیدین کے قول کی صحت کا یقین ہو گیا اور اسی کے موافق امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۶۶۔ ۳۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جب امام کو نماز کی رکعات میں شک ہو تو وہ اقتداء کرنے والے نمازیوں سے رجوع کرے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے یہ صحیح نہیں لکھا کیونکہ یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب نہیں ہے بلکہ کسی بھی امام کا مذہب نہیں ہو سکتا کیونکہ نماز میں مقتدی کا امام سے کلام کرنا اور امام کا دوسرے نمازیوں سے اس کی تصدیق کرنا' اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام کرنا جائز تھا' پھر یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے کیونکہ نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب کیسے ہو سکتا ہے' جب کہ ان کے نزدیک نماز میں کلام کرنا جائز نہیں ہے اور حدیث میں ہے: حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہماری اس نماز میں لوگوں کے کلام کی صلاحیت نہیں ہے' اس نماز میں تسبیح' تکبیر اور قرآن کا پڑھنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۳۷' سنن ابوداؤد: ۹۳۰' سنن نسائی: ۱۲۱۸) اگر امام قراءت میں غلطی کرے تو اس کو لقمہ دینا جائز ہے اور اگر کسی چیز پر امام کو متنبہ کرنا ہو تو مقتدی سبحان اللہ کہے کیونکہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تمہاری نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو سبحان اللہ کہو۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴' صحیح مسلم: ۴۲۱' سنن ابوداؤد: ۹۴۰' سنن دارمی: ۹۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۰)

٧١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک بن انس از ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ دو رکعت نماز پڑھ کر مڑ گئے تو آپ سے حضرت ذوالیدین نے کہا: یارسول اللہ!

ذُو الْيَدَيْنِ اَقَصُرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ.

کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں' تب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ تو نمازیوں نے کہا: جی ہاں! پھر رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت مزید پڑھیں' پھر آپ نے سلام پھیرا اور اللہ اکبر کہا' پھر آپ نے اپنے سجدہ کی مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس نے مسجد اور غیر مسجد میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

٧١٥ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، فَقِيْلَ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ! فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھائی' آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی ہے' پس آپ نے (مزید) دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے سلام پھیرا اور (سہو کے) دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۸۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

٧٠ - بَابٌ اِذَا بَكَى الْاِمَامُ فِى الصَّلٰوةِ

جب امام نماز میں روئے

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ، وَاَنَا فِىْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ، يَقْرَاُ ﴿اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّىْ وَ حُزْنِىْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ (یوسف:٨٦).

اور عبداللہ بن شداد نے کہا: میں نے آخری صف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی' آپ اس وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے: میں اپنے غم اور پریشانی کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔ (یوسف:٨٦)

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: امام بیہقی روایت کرتے ہیں' علقمہ بن وقاص نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز میں سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے' اس وقت میں آخری صف میں تھا' حتیٰ کہ جب حضرت یوسف کا ذکر آیا تو میں نے حضرت عمر کے رونے کی آواز سنی۔ (سنن بیہقی ج ٢ ص ٢٥١) اس حدیث میں ''نشیج'' کا لفظ ہے' ''نشیج'' کا معنی ہے: رونے کی ایسی آواز جو سینہ میں گھٹ کر رہ جائے' جیسے بچہ سسکیاں لے کر روتا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

السفاقسی نے کہا ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے فقہاء نے رونے کی اجازت دی ہے' اور آواز سے رونے میں اختلاف ہے' ابن المبارک نے کہا: اگر وہ اکثر آواز سے روتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر رونے سے اس کی آواز بلند ہو جائے تو اگر جنت اور دوزخ کے ذکر سے ایسا ہوا ہے تو وہ نماز منقطع نہ کرے اور اگر درد یا کسی مصیبت کی وجہ سے ایسا ہوا تو نماز منقطع کر دے۔ امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے کہ آواز سے رونے میں کوئی حرج نہیں ہے' ہاں! اگر اس کی آواز سے بامعنی کلام بن جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی اور شعبی اور نخعی نے کہا ہے کہ وہ نماز دہرائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٦٨-٣٦٧)

٧١٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ، إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ، فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ، إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ، فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ، إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. قَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری میں فرمایا: ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے نمازیوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے' پس آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ نماز پڑھائیں' آپ نے فرمایا: ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہیں کہ حضرت ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے' پس آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس حضرت حفصہ نے ایسا کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چپ کرو' بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو' ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: میں آپ سے خیر حاصل نہیں کر سکتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦٦٥ - ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٧١ - بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا

اقامت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا

٧١٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن مرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سالم بن ابی الجعد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے النعمان بن بشیر سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور اپنی صفوں کو برابر رکھو' ورنہ اللہ تمہارے چہروں کو گدی کے پیچھے لگا دے گا۔

(صحیح مسلم: ٤٣٦' الرقم المسلسل: ٩٥٣' سنن ابوداؤد: ٦٦٥ - ٦٦٣' سنن ترمذی: ٢٢٧' سنن نسائی: ٨١٠' سنن ابن ماجہ: ٩٩٤' سنن ابوداؤد الطیالسی: ٧٩٩' سنن بیہقی ج ٣ ص ١٠٠' مسند احمد ج ٤ ص ٢٧١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٣٨٩ - ج ٣٠ ص ٣٣٨' جامع المسانید لابن الجوزی: ٦٥٢٠' مکتبۃ الرشد

ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں، جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم ضرور اپنی صفوں کو برابر رکھو۔

صفوں کو برابر کرنے کے متعلق مزید احادیث اور اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء

حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس عبارت سے بھی مروی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں جو صفوں کو متصل رکھتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۹۹۹، مسند احمد ج ۶ ص ۶۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۱، المستدرک ج ۱ ص ۲۱۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۵۰، شرح السنۃ ج ۳ ص ۳۷۲، صحیح ابن حبان: ۲۱۶۴، کنز العمال: ۲۰۵۵۴)

اس حدیث کے یہ الفاظ بھی ہیں:

اپنی صفوں کو قائم رکھو اور کندھوں کو ملا کر رکھو اور خلل کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کو ملائم رکھو اور شیاطین کے لیے کشادگی کو نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا، اللہ اس کو ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا، اللہ اس کو قطع کرے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۶۶، مصنف عبد الرزاق: ۲۴۴۱، الترغیب ج ۱ ص ۳۱۹، مشکوٰۃ: ۱۱۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو نماز میں اپنے کندھوں کو ملائے رکھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۶۷۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۱، صحیح ابن حبان: ۱۷۹۳، المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۴۰۵، مصنف عبد الرزاق: ۲۴۸۰، الترغیب ج ۱ ص ۳۲۲، مشکوٰۃ: ۱۰۹۹، تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۵۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو متصل رکھو اور ان کے درمیان مقاربت کرو اور گردنوں کو متوازی رکھو، پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور دیکھ رہا ہوں کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح تمہاری صفوں کے خلل کے درمیان داخل ہو رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۰، صحیح ابن حبان: ۲۳۸۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۴۵، شرح السنۃ ج ۳ ص ۳۶۹، الترغیب ج ۱ ص ۳۱۸، مشکوٰۃ: ۱۰۹۳)

ابن حزم نے کہا ہے کہ صفوں کو متصل رکھنا فرض ہے اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک یہ سنت ہے۔ اس حدیث میں فرمایا: ورنہ اللہ تمہارے چہروں کے درمیان مخالفت کر دے گا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت کو واقع کر دے گا، کیونکہ ان کا صفوں میں مخالفت کرنا صفوں کے ظاہر میں اختلاف ہے اور ظاہر کا اختلاف باطن کے اختلاف کا سبب ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۶۸۰-۱۶۷۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۲۴ھ)

صفوں کو برابر رکھنے اور چہروں کے درمیان مخالفت کرنے کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صفوں کے برابر کرنے کا معنی یہ ہے کہ نمازی صف میں ایک سمت پر (متوازی) کھڑے ہوں اور درمیان میں خلل اور خالی جگہ نہ ہو۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: اللہ تمہارے چہروں کے درمیان مخالفت کر دے گا' اس کے کئی معانی ہیں:

(١) اگر تم نے صفیں متصل نہ رکھیں تو اللہ تمہارے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا۔

(٢) اللہ تمہارے دلوں میں عداوت اور بغض پیدا کر دے گا۔

(٣) اللہ تمہارے چہروں کو تمہاری گدی کے پیچھے لگا دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۷۰۔۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۸۱۔ ج ۱ ص ۱۲۳۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① ارباب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان ② عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کی توجیہ۔

٧١٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ، فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ. [اطراف الحدیث: ۷۱۹۔۷۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صفیں قائم رکھو اور مل کر کھڑے ہو' کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ میں تم کو پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس پشت دیکھنے کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پس پشت دیکھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اور آپ کی خصوصیت ہے' مختار بن محمد نے اپنے رسالہ الناصریہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی مثل دو آنکھیں تھیں' جن سے آپ دیکھتے تھے اور آپ کے کپڑے آپ کی نظر کے لیے حاجب اور رکاوٹ نہیں ہوتے تھے' ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے' جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے' بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد علم ہے یعنی آپ کو پیٹھ کے پیچھے کا بھی علم ہوتا تھا' یہ تاویل بلا ضرورت ہے' بلکہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا اولیٰ ہے' علامہ قرطبی نے کہا: یہ شارع علیہ السلام کی کرامات میں سے ہے' امام احمد اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ کا یہ دیکھنا حقیقتاً آنکھ سے دیکھنا ہے اور از روئے عقل اس میں کوئی مانع نہیں ہے اور شریعت میں یہ وارد ہے' لہٰذا اس کے موافق کہنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرنا ضروری ہے اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ابن الملک نے کہا: یہ ان معجزات میں سے ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے تھے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ ان کشوف میں سے ہے' جو ان دلوں کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں جن پر علوم غیب ظاہر ہوتے ہیں۔ (مرقات ج ۲ ص ۵۹۱' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

علامہ حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے اور اس کے منکشف کرنے سے تھا۔

(شرح الطیبی ج ۲ ص ۳۲۶' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام المازری نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ کی پشت میں ادراک پیدا کیا تھا' جس سے آپ پس پشت دیکھتے تھے' آپ کو اس سے بہت زیادہ معجزات عطا کیے گئے تھے' اس لیے اس کا انکار نہ کیا جائے' اور بقی بن محمد قرطبی متوفی ۲۷۳ھ نے کہا ہے کہ آپ اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے' جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے اور امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ یہ آپ کی آنکھ سے حقیقی رؤیت تھی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے' بعض علماء نے کہا: اس سے مراد علم ہے اور ظاہر احادیث اس قول کا رد کرتی ہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ زیادتی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج میں عطا فرمائی تھی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۳۶' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ نے بھی اس حدیث کی یہی تقریر کی ہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۵۸۔۵۷' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی مالکی اندلسی متوفی ۸۲۸ھ نے بھی اس حدیث کی یہی تقریر کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۱۷۔۳۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے سے اور پس پشت یکساں دیکھتے تھے' یہ آپ کا معجزہ تھا' یہ وحی اور الہام سے کبھی کبھی ہوتا تھا دائمی نہیں تھا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی اور یہ پتا نہ چلا کہ وہ کہاں گئی ہے' تو منافقوں نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ کہتے ہیں کہ میرے پاس آسمانوں کی خبر پہنچتی ہے اور وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بغیر کسی چیز کو نہیں جانتا اور مجھے ابھی میرے رب نے خبر دی ہے کہ وہ اونٹنی فلاں جگہ پر ہے اور اس کی مہار فلاں درخت کے ساتھ بندھی ہوئی ہے' نیز آپ نے فرمایا: میں بشر ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے اور نماز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افضل و ارفع حالات سے ہے اور نماز میں آپ کو حقائق اشیاء کا انکشاف اور موجوداتِ خارجیہ کی اطلاع بہت اکمل اور اتم طریقہ سے ہوتی ہے اور نماز میں آپ کا استغراق کائنات سے بے خبری کا سبب نہیں ہوتا اور مشائخ قدست اسرارھم کہتے ہیں کہ نماز مقام کشف وحضور ہے اور کسی چیز سے بے خبری اور اضمحلال کا سبب نہیں ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ آپ کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی مانند دیکھنے کا آلہ پیدا کیا گیا تھا' لیکن یہ قول کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۹۲' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

نیز شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دیکھنے کی حقیقت کیا ہے' اس کی اور آپ کے تمام احوال کی حقیقت کوئی نہیں جانتا' تاہم قیاس اور عقل سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا یہ دیکھنا آنکھ سے تھا یا دل سے تھا' اور ہر صورت میں یہ حالت نماز کے ساتھ مخصوص تھی کیونکہ نماز مکمل انکشاف کا محل ہے اور نور کی زیادتی کا موجب ہے اور یا یہ دیکھنا عام احوال اور اوقات کو محیط ہے۔ اگر رویت بصری ہو تو ان ہی آنکھوں سے ہے جو سر میں ہیں یا اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ قوتِ بصریہ کو بدن کے ہر جز میں پیدا کر دے یا بہ طور معجزہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی چیز کو دیکھنے میں اس کے سامنے ہونے کی شرط نہ ہو۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی طرح دو آنکھیں تھیں اور آپ ان آنکھوں سے دیکھتے تھے' اور کپڑے دیکھنے سے مانع نہیں تھے یا قبلہ کی دیوار میں پیچھے کی چیزیں آئینہ کی طرح منعکس

ہو جاتی تھیں' سو آپ ان چیزوں کا مشاہدہ کرتے تھے لیکن یہ قول بہت عجیب ہے اگر صحیح حدیث سے اس کا ثبوت ہو تو ''امنا و صدقنا'' ورنہ اس میں توقف ہے اور اگر اس سے رؤیت قلبی مراد ہو تو پھر یہ وحی اور خبر دینے کی قسم سے ہے اور کشف اور الہام ہے' اور علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جس طرح آپ کے قلب شریف میں علم معقولات کا احاطہ اور وسعت عطا کی گئی تھی' اسی طرح آپ کے حواس میں بھی محسوسات کا احاطہ اور وسعت عطا کی گئی تھی اور چھ جہات (سامنے' پیچھے' دائیں' بائیں' اوپر اور نیچے) آپ کے لیے ایک جہت کے حکم میں کر دی گئی تھیں اور آپ بہ یک وقت تمام جہات کا مشاہدہ کرتے تھے اور اس جگہ یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں بندہ ہوں' میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ روایت صحیح نہیں ہے اور اگر ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ سامنے اور پیچھے کی چیزوں کا منکشف ہونا نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر عام ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے بتانے اور خبر دینے پر موقوف ہے جیسا کہ تمام مغیبات کا یہی حکم ہے کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی پر موقوف ہے جیسا کہ آپ کو گم شدہ اونٹنی کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے بتانے سے ہوا۔

(مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۷' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا ہے: میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں' اس سے مراد حقیقی دیکھنا ہے اور وہ ان ہی آنکھوں کے ساتھ تھا اور کسی چیز کو دیکھنے کے لیے اس کے سامنے ہونے کی شرط عادی ہے اور یہ عادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں نہیں تھی اور یہ بھی علماء نے کہا ہے کہ آپ کی پشت میں سوئی کی نوک کی مثل دو سوراخ تھے اور ان سے آپ پس پشت دیکھتے تھے اور کپڑے اس دیکھنے میں مانع نہیں تھے اور آپ کا یہ دیکھنا بھی از قبیل معجزات تھا۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۱۵۸' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پس پشت کس طرح دیکھتے تھے' اس کی تفصیل اور تحقیق میں ہم نے بہت علماء کی عبارات ذکر کی ہیں' لیکن سب سے جامع اور کامل عبارت ملا علی قاری ھروی کی ہے' جس کو ہم اس بحث کے آخر میں پیش کر رہے ہیں:

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر مکی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پس پشت دیکھنا حالت نماز میں تھا' نماز کی حالت میں آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی تھی' جس کی وجہ سے آپ پر انتہائی قرب کا فیضان کیا جاتا تھا اور آپ پر بہ طور معجزہ تجلیات کا نزول ہوتا تھا' جس کی وجہ سے آپ پر حقائق موجودات منکشف ہو جاتے تھے' سو آپ پیچھے کی چیزوں کا بھی اسی طرح ادراک کرتے تھے جس طرح سامنے کی چیزوں کا ادراک کرتے تھے' ہر چند کہ آپ عالم الغیب میں مستغرق اور منہمک ہوتے تھے تب بھی عالم شہادت کی کوئی چیز آپ سے مخفی نہیں ہوتی تھی' اور وہ جو حدیث میں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے' اگر یہ حدیث صحیح ہو تو آپ کے اس دیکھنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس میں علم کی نفی نماز سے باہر ہے اور آپ کے اس دیکھنے کا عموم حالت نماز میں ہے' اور علماء نے کہا ہے کہ آپ کے دو کندھوں کے درمیان دو آنکھیں تھیں' جو سوئی کی نوک کے برابر تھیں اور ان سے آپ اسی طرح دیکھتے تھے' جس طرح سر کی آنکھوں سے دیکھتے تھے' علاوہ ازیں اس دیکھنے کی اس حدیث کے ساتھ کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ صحیح البخاری کی اس حدیث میں آنکھ سے پس پشت دیکھنے کا ثبوت ہے اور دیوار کے پیچھے والی حدیث میں علم غیب کی نفی ہے' لہٰذا ثبوت اور نفی کا تعلق ایک چیز کے ساتھ نہیں ہے' اور عام مخلوق کا دیکھنا اس طرح ہوتا ہے کہ شعاع بصری سامنے کی چیز پر پڑتی ہے تو وہ دیکھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ دیکھنا بہ طور معجزہ تھا' اور آنکھ کو پیدا کرنے والا اس پر قادر ہے کہ وہ پس پشت بھی دیکھنے کو پیدا کر دے۔ بعض علماء نے کہا کہ پس پشت

جو صورتیں تھیں وہ دیوار قبلہ میں نقش ہو جاتی تھیں' سو آپ ان کو دیکھ لیتے تھے لیکن یہ قول اس لیے مردود ہے کہ اس کے ثبوت میں کوئی حدیث نہیں ہے' بعض نے کہا: آپ کو وحی اور الہام سے پس پشت کی خبر دی جاتی تھی' یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ آپ مشاہدہ فرماتے تھے اور وہ حدیث جو ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے' وہ اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپ نے بے شمار غیوب کی خبر دی ہے اور وہ جو گم شدہ اونٹنی کا واقعہ ہے جس پر منافقوں نے طعن کیا تھا تو بعد میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے مطلع فرما دیا تھا کہ وہ اونٹنی کس جگہ ہے اور آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے اسی چیز کا علم ہوتا ہے جس کا علم مجھے اللہ عطا کرتا ہے اور مجھے میرے رب نے مطلع کیا ہے کہ وہ اونٹنی فلاں جگہ پر ہے اور اس کی مہار فلاں درخت میں پھنسی ہوئی ہے' پھر صحابہ گئے تو اس اونٹنی کو آپ کی خبر کے مطابق پالیا' خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے احوال مختلف ہوتے ہیں' اسی وجہ سے ایک وقت میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں نہیں دیکھا حالانکہ وہ کنواں آپ کے شہر کے قریب تھا اور دوسرے وقت میں آپ نے فرمایا: مجھے یوسف کی قمیص کی خوشبو آ رہی ہے جب کہ وہ قافلہ ابھی مصر سے روانہ ہوا تھا اور ابھی ان کے شہر نہیں پہنچا تھا۔

(مرقات ج ۲ ص ۵۲۶' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

"میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے" اس حدیث کی تحقیق

علامہ محمد عبد الرحمان السخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ) نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے' لیکن انہوں نے تخریج رافعی کی تلخیص میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں یہ حدیث ذکر کی ہے: آپ جس طرح سامنے دیکھتے تھے' اسی طرح پس پشت بھی دیکھتے تھے' پھر کہا ہے: یہ خصوصیت حالت نماز میں ہے تا کہ اس حدیث سے تعارض نہ ہو' جس حدیث میں ہے: میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث وارد ہے لیکن دونوں حدیثوں کے محل الگ الگ ہیں' پہلی حدیث میں آنکھ سے دیکھنے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں علم غیب کی نفی ہے اور آپ نے بہ کثرت غیوب کی خبر دی ہے' پس اس کی نظیر یہ حدیث ہے: میں کسی چیز کو نہیں جانتا سوا ان چیزوں کے جن کا مجھے اللہ عزوجل نے علم عطا کیا ہے' اور ابن ملقن نے کہا ہے: اور ہمارے شیخ نے بھی ان کی موافقت کی ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے: مجھے دیوار کے پیچھے دکھائی نہیں دیتا لیکن اس کا صحیح بخاری کی حدیث سے تعارض نہیں ہے کیونکہ اس میں پس پشت دیکھنے کا ثبوت حالت نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں خارج از نماز کی نفی ہے۔

(المقاصد الحسنہ: ۹۳۴-ص ۳۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے بھی من وعن یہی عبارت نقل کی ہے۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۲ ص ۱۷۸' مکتبۃ الغزالی' دمشق)

علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ ج ۲ ص ۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن ملقن وغیرہما نے اس حدیث پر درایۃً بحث کی ہے اور روایۃً بحث نہیں کی' یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ یہ حدیث کتب حدیث میں سے کس کتاب میں ہے' یہ حدیث صرف لوگوں کی زبان پر ہے' کتب حدیث میں سے کسی کتاب میں یہ حدیث نہیں ہے' اسی لیے محققین نے کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت کے ثبوت میں یہ حدیث کافی ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں ایک جگہ کھڑے ہوئے' پھر ہم کو مخلوق کی ابتداء سے خبریں دینی شروع

کیں حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح البخاری: ٣١٩٢)

علماء دیوبند نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت کے ثبوت میں جو صحیح احادیث وارد ہیں' ان سے صرف نظر کر کے آپ کے علم کی وسعت کی نفی میں ایسی بے سند اور بے اصل احادیث کو پیش کر کے خوش ہوتے ہیں' چنانچہ شیخ خلیل احمد سہارن پوری متوفی ١٣٤٦ھ لکھتے ہیں:

ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت دی' اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا' اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔ الیٰ قولہ۔ اور شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (براھین قاطعہ ص ٥١' مطبع بلالی' ھند)

حالانکہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا بلکہ اس کو ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (مدارج النبوت ج ١ ص ٧' سکھر)

صحیح البخاری: ٤١٨ میں ہم نے اس حدیث کی مختصر شرح کی تھی اور یہاں اس حدیث پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔

٧٢ - بَابُ اِقْبَالِ الْاِمَامِ النَّاسَ، عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

صفیں برابر کرتے ہوئے امام کا نمازیوں کی طرف متوجہ ہونا

٧١٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ، وَتَرَاصُّوْا، فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ بن قدامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نماز کی اقامت پڑھی گئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے سے ہماری طرف متوجہ ہوئے' پھر آپ نے فرمایا: تم اپنی صفوں کو قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو' پس بے شک میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٧١٨ کا مطالعہ فرمائیں۔

٧٣ - بَابُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ

صفِ اوّل (کی فضیلت)

٧٢٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَاءُ الْغَرِقُ، وَالْمَطْعُوْنُ، وَالْمَبْطُوْنُ، وَالْهَدِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء (یہ ہیں:) غرق ہونے والا' طاعون میں فوت ہونے والا' پیٹ کی بیماری میں فوت ہونے والا' دب کر فوت ہونے والا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۵۳ کا مطالعہ کریں۔

۷۲۱ - وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَاسْتَهَمُوْا.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر لوگ جان لیں کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کتنا اجر ہے تو وہ ان کو پڑھنے ضرور آئیں گے خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں اور اگر وہ جان لیں کہ صف اوّل میں نماز پڑھنے کا کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کے لیے قرعہ اندازی کریں گے۔

اس عنوان کے مطابق دوسری حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۶۵۳ کا مطالعہ کریں، وہاں اس کا عنوان تھا: دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی فضیلت۔

۷۴ - بَابٌ إِقَامَةُ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ

صف کو قائم کرنا نماز کے اتمام سے ہے

۷۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ، فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا، فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ، وَاَقِيْمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلٰوةِ، فَاِنَّ اِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوةِ. [طرف الحدیث: ۷۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، سو تم اس سے اختلاف نہ کرو، پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے تو تم کہو: ''ربنا لک الحمد'' اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو، نماز میں صف کو قائم رکھو کیونکہ صف کو قائم رکھنا نماز کے حسن (میں) سے ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۰۴۔ ۶۰۳، سنن نسائی: ۹۲۰، سنن ابن ماجہ: ۸۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۷، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۲۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۸۸۹۔ ج ۱۴ ص ۳۶۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۶۸۹ میں گزر چکی ہے۔

۷۲۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: تم اپنی صفوں کو برابر رکھو کیونکہ صفوں کو برابر رکھنا بھی اقامت نماز (میں) سے ہے۔

اس سے پہلے حدیث: ۷۲۲ میں حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ نماز کو قائم کرنا نماز کے حسن (میں) سے ہے، اس سے معلوم

ہوا کہ صف کو قائم کرنا سنت ہے' اور اس حدیث میں فرمایا ہے کہ صفوں کو قائم رکھنا اقامت (میں) سے ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ صفوں کو قائم رکھنا مستحب ہے۔

۷۵ - بَابُ اِثْمِ مَنْ لَّمْ يُتِمَّ الصُّفُوْفَ

۷۲۴ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ اَسَدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدِ الطَّائِيُّ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارِ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، فَقِيْلَ لَهُ مَا اَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمِ عَهِدْتَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ مَا اَنْكَرْتُ شَيْئًا اِلَّا اَنَّكُمْ لَا تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوْفَ. وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ قَدِمَ عَلَيْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْمَدِيْنَةَ بِهٰذَا.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲ ۵۷۲ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

جو صفوں کو قائم نہ رکھیں' ان کا گناہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن موسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبید الطائی نے خبر دی از بشیر بن یسار الانصاری از حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مدینہ میں آئے' ان سے پوچھا گیا کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عہد گزرا ہے' آپ کس چیز کا انکار کر رہے ہیں (خلافِ معمول پا رہے ہیں)؟ انہوں نے کہا: میں کسی چیز کا انکار نہیں کر رہا (کسی چیز کو خلافِ معمول نہیں پا رہا) سوا اس کے کہ تم صفوں کو قائم نہیں کرتے' اور عقبہ بن عبید نے کہا از بشیر بن یسار: ہمارے پاس حضرت انس بن مالک اس قول کے ساتھ آئے۔

نمازوں کی صفوں کو برابر رکھنے کا وجوب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث باب کے اس طرح مطابق ہے کہ حضرت انس نے صفوں کو برابر نہ رکھنے پر ناگواری کا اظہار کیا ہے اور ان کی یہ ناگواری اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے نزدیک صفوں کو برابر رکھنا واجب ہے اور واجب کا تارک گناہ گار ہے' امام بخاری نے جو اس حدیث کے عنوان میں گناہ کا لفظ لکھا ہے' اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ صفوں کے برابر رکھنے کو واجب قرار دیتے ہیں' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صفوں کو برابر نہ رکھنے پر شدید وعید آئی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ ترکِ سنت پر بھی انکار کیا جاتا ہے' اس لیے اس کو ترک کرنے والے کا گناہ ثابت نہیں ہوا اور قاعدہ یہ ہے کہ جب وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو تو وہ وجوب پر دلالت کرتا ہے اور جب کہ صفوں کے برابر نہ کرنے پر وعید بھی ہے اور حضرت انس کا ناگواری ظاہر کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں صفوں کو برابر رکھا جاتا تھا اور جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں نے اس طریقہ کی مخالفت کی ہے تو انہوں نے اس پر انکار فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقہ کی مخالفت گناہ کو واجب کرتی ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص صف سے باہر پیر رکھتا تھا' حضرت عمر اس کے پیر پر ضرب لگاتے تھے' اور حضرت سوید بن غفلہ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ حضرت بلال ہمارے کندھوں کو برابر کرتے تھے اور نماز میں ہمارے پیروں پر ضرب لگاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نماز کی صفوں کو برابر رکھنا واجب ہے' البتہ صفوں کو برابر رکھنا چونکہ نماز کی حقیقت سے خارج ہے' اس لیے اگر کسی کی نماز میں صف برابر نہ ہو تو اس سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۷۶-۳۷۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے صفوں کو برابر کرنے کا وجوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صیغہ امر سے مستنبط کیا ہے: "سوّوا صفوفکم" اپنی صفوں کو برابر کرو اور آپ کے اس ارشاد کے عموم سے "صلّو کما رایتمونی اصلی" اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور اس کے ترک پر وعید قائم ہونے سے کہ ورنہ اللہ تمہارے سروں کو گدی کے پیچھے لگا دے گا' ان ہی قرائن کی وجہ سے حضرت انس نے ان لوگوں پر ناگواری کا اظہار کیا تھا' جو صفوں کو برابر نہیں رکھتے تھے ہر چند کہ ترک سنت مؤکدہ پر بھی انکار کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۷۶ - بَابُ اِلْصَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ، وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ، فِي الصَّفِّ

صف میں کندھے کو کندھے کے ساتھ ملانا اور قدم کو قدم سے

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ، يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ.

اور النعمان بن بشیر نے کہا: میں نے ہم میں سے ایک شخص کو دیکھا' وہ اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ملاتا تھا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابو القاسم الجدلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے سے نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے' پھر تین مرتبہ فرمایا: اپنی صفوں کو قائم کرو اور اللہ کی قسم! اگر تم نے اپنی صفوں کو قائم نہیں کیا تو اللہ تمہارے دلوں میں مخالفت پیدا کر دے گا' حضرت النعمان نے کہا: پھر میں نے دیکھا' ایک شخص اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے ملاتا تھا اور اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی کے گھٹنے سے ملاتا تھا اور اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملاتا تھا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ٹخنہ وہ ہڈی ہے' جو پنڈلی کی جڑ اور جوڑ میں دونوں طرف ہوتی ہے' نہ کہ وہ ایک ہڈی جو وسط قدم میں ہوتی ہے۔

صفوں کو برابر رکھنے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفیں قائم رکھو اور کندھوں کو برابر رکھو اور خالی جگہ کو پُر کرو اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا' اللہ اس کو ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا' اللہ اس کو قطع کرے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۶۶' سنن نسائی: ۸۱۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفوں کو ملاؤ اور ان کے درمیان قرب رکھو اور گردنوں کو متوازی رکھو' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! پس بے شک میں دیکھتا ہوں کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح صف کی خالی جگہوں میں داخل ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۷' سنن نسائی: ۸۱۴)

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی تو انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکڑی کیوں بنائی گئی تھی؟ میں نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لکڑی پر ہاتھ رکھ کر فرماتے: برابر برابر کھڑے ہو اور صفیں سیدھی رکھو۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۹)

جماعت میں اپنا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے سے ملانا چاہیے

علامہ محمد امین عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قیام میں دو پیروں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کا فاصلہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملاؤ' اس سے جماعت میں ملانا مراد ہے یعنی ہر شخص دوسرے شخص کی جانب میں کھڑا ہو' اسی طرح فتاویٰ سمرقند میں ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۷۲۵- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي. وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم اپنی صفیں قائم رکھو کیونکہ میں تم کو اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں اور ہم میں سے ایک شخص اپنا کندھا اپنے صاحب کے کندھے سے اور اپنا قدم اپنے صاحب کے قدم سے ملاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۱۸ کا مطالعہ کریں' وہاں اس کا عنوان تھا: اقامت کے وقت اور اقامت کے بعد صفوں کو قائم رکھنا۔

جماعت کی صف میں کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کی تحقیق

علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''کعبه بکعب صاحبه'' یعنی وہ اپنا ٹخنہ اپنے صاحب کے ٹخنے سے ملا رہا تھا جو اس کے برابر میں تھا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۷۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں: اور معمر نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص آج اس طرح کرے (یعنی اپنا ٹخنہ اپنے صاحب کے ٹخنے سے ملائے) تو وہ شخص اس طرح بھاگے گا جیسے سرکش خچر بھاگتا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۷۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۰۸' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت)

شیخ نور الحق بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

کہ حدیث میں قدم کو قدم کے ساتھ ملانے سے مراد صفوں کو برابر کرنے میں اور صف کے بیچ میں کشادگی اور خلل کو ختم کرنے میں مبالغہ ہے۔ (تیسیر القاری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۱' مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز الشامی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور وہ جو حدیث میں مذکور ہے (کہ ٹخنوں کو ٹخنوں سے چپکاؤ) اس سے مراد جماعت ہے' یعنی (ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کا مطلب یہ ہے) کہ ہر ایک دوسرے کی جانب میں کھڑا ہو جیسا کہ فتاویٰ سمرقندی میں ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۶' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانے سے مراد صف کی درستگی اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۰۸' دار المعرفہ' بیروت)

شیخ ظفر احمد العثمانی التھانوی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانے میں بعض لوگوں نے اس حدیث پر اس طرح عمل کیا ہے کہ تم ان کو دیکھو گے کہ وہ اپنے قدموں کو اپنے قریب صف میں کھڑے ہوئے لوگوں کے قدموں کے ساتھ ملاتے ہیں اور پوری نماز میں تکلف سے یہ کام کرتے ہیں اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کے ساتھ اگر ٹخنوں کو بھی ٹخنوں کے ساتھ ملایا جائے تو اس میں بہت بھاری مشقت ہے' خصوصاً اسی حالت پر نماز کے آخر تک برقرار رہتے ہوئے جیسا کہ مشاہدہ ہے' اور قرآن و حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حرج اور تنگی کو اٹھا لیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں تمام اعضاء کو دوسرے آدمی کے تمام اعضاء کے ساتھ ملانا ممکن نہیں ہے کیونکہ نمازی مختلف قد اور قامت کے ہوتے ہیں' لہٰذا جس حدیث میں ٹخنوں سے ٹخنوں کو ملانے کا حکم ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے کے بالمقابل اور متوازی ہو' اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی تشریح میں کہا ہے کہ اس سے مراد صفوں کو برابر رکھنے اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ ہے' اور عون المعبود میں حضرت ابن عمر کی حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ اپنے کندھے دوسرے کے کندھے کے متوازی رکھو اور اپنے قدم دوسرے کے قدم کے متوازی رکھو۔

اور شیخ نے کہا ہے کہ اگر کندھوں سے کندھے اور ٹخنوں سے ٹخنے حقیقتاً چپکانا یا ملانا مراد ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کے شروع میں ایسا کیا جائے' یہ مراد نہیں ہے کہ پوری نماز اس طرح پڑھ لی جائے۔

اور معمر کی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں: اور اگر آج میں کسی کے ساتھ ایسا کروں تو وہ اس طرح بھاگے گا جیسا سرکش خچر بھاگتا ہے' پس اگر یہ نماز کی سنتوں میں سے سنت مقصودہ ہوتی تو صحابہ میں سے کوئی متنفر نہ ہوتا اور نہ بھاگتا' پس صحیح وہ ہے جو ہم نے کہا ہے کہ اقامت کے وقت صفوں کو برابر رکھنے کے لیے فرمایا ہے نہ کہ اقامت کے بعد نماز کے اندر۔

(اعلاء السنن ج ۴ ص ۳۴۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

شیخ انور شاہ کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

''الزاق المنکب بالمنکب'' حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس قول سے مراد صف کو برابر کرنے اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء اربعہ کے نزدیک بھی یہی مراد ہے کہ درمیان میں اتنی کشادگی نہ ہو کہ اس میں تیسرے آدمی کی گنجائش ہو' اور دو آدمیوں کے درمیان فاصلہ باقی رہے۔ شرح وقایہ میں ہے کہ دونوں کے درمیان چار انگل کے برابر فاصلہ ہو' اور یہی شافعیہ کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک بالشت کا فاصلہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے متقدمین میں نہیں پایا کہ وہ جماعت اور اکیلے نماز پڑھنے کے حال میں ٹخنوں کو متصل رکھنے میں فرق کرتے ہوں' بایں معنی کہ وہ اپنے قدموں کے درمیان جماعت کی حالت میں اکیلے نماز پڑھنے سے زیادہ فاصلہ رکھتے ہوں اور یہ مسئلہ فقط غیر مقلدین نے ایجاد کیا ہے اور ان کے پاس سوائے لفظ ''الزاق'' کے کوئی دلیل نہیں ہے۔ الی قولہ

اور حاصل یہ ہے کہ ہم نے صحابہ اور تابعین کو جماعت اور اکیلے نماز پڑھنے کے قیام میں کوئی فرق کرتے ہوئے نہیں پایا۔ اسی سے ہمیں معلوم ہوا کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کا قول صف کی برابری اور کشادگی کو بند کرنے کے بارے میں وارد ہوا ہے۔

پھر سوچو اور جلدی مت کرو کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کے ساتھ قدموں کو قدموں سے ملانا سخت مشقت کے بغیر ممکن نہیں ہے' اور نہ ہی اس کے بعد ممکن ہے' پس یہ (غیر مقلدین کی) من گھڑت بات ہے' متقدمین میں اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ الی قولہ اور خلاصہ یہ ہے کہ فاصلہ دونوں قدموں کے درمیان سنت ہے' اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے اس لیے کہ وہ اس کے علاوہ کا نہ ذکر کر

ہیں اور نہ در پے ہوتے ہیں' پس ان ہی متقدمین کی قیادت کافی ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۲۴۷-۲۳۶ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

غیر مقلدین نے (ٹخنوں کو ٹخنوں سے چپکانے کا قول) یہاں سے لے لیا اور وہ قدموں کو پھیلا پھیلا کر ایک دوسرے سے چپکاتے ہیں' حالانکہ جس طرح قدم کا قدم کے ساتھ ''الزاق'' مذکور ہے' اسی طرح ''منکب'' کا ''منکب'' کے ساتھ بھی منقول ہے اور دونوں کا ''الزاق'' ایک ساتھ نہیں ہو سکتا' جب قدم کو قدم کے ساتھ ملائیں گے تو ''منکب'' کو ''منکب'' کے ساتھ نہیں ملا سکتے معلوم ہوا کہ حقیقت میں محاذات مراد ہے' نہ یہ کہ بالکل چپکا دیئے جائیں۔ (انعام الباری دروس بخاری ج ۳ ص ۴۲۰ مکتبۃ الحراء' کراچی)

مصنف کہتا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں کندھوں کو کندھوں کے ساتھ اور ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملانے کا جو حکم ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جماعت میں نمازی اپنے ٹخنے دوسرے نمازی کے ٹخنوں کے متوازی اور متقابل رکھے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک نمازی اپنے ٹخنے دوسرے نمازی کے ساتھ چپکائے رکھے جب کہ پوری نماز میں اس طرح کرنا عملاً سخت دشوار ہے اور دین میں سہولت ہے' تنگی نہیں ہے اور صحابہ اور تابعین کے دور میں اس پر عمل نہیں کیا جاتا تھا جیسا کہ معمر کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ صحیح بخاری کے تمام متقدمین اور متاخرین شارحین نے اسی طرح لکھا ہے' صرف غیر مقلدین نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے اجتماعی مؤقف سے الگ رکھا ہے۔

۷۷ - بَابٌ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْإِمَامِ وَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ خَلْفَهُ إِلَى يَمِينِهِ' تَمَّتْ صَلٰوتُهُ

جب کوئی شخص امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی

۷۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ' عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ كُرَيْبٍ' مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ' فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ' فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَاْسِيْ مِنْ وَّرَائِيْ' فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ' فَصَلّٰى وَرَقَدَ' فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ' فَقَامَ وَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں داؤد نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از کریب مولیٰ حضرت ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنے پیچھے سے اپنی دائیں جانب کر دیا' پھر آپ نے نماز پڑھی اور سو گئے' پس آپ کے پاس مؤذن آیا' پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۷ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد علم کی باتیں کرنا۔

۷۸ - بَابُ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا تَكُوْنُ صَفًّا

تنہا ایک عورت کی بھی صف ہوتی ہے

۷۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ إِسْحَاقَ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيْمٌ فِيْ بَيْتِنَا' خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَأُمِّيْ أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسحاق از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اور یتیم نے ہمارے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی

اور میری والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۸۰ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان ہے: چٹائی پر نماز پڑھنا۔

٧٩ - بَابُ مَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ
مسجد اور امام کی دائیں جانب

٧٢٨ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قُمْتُ لَيْلَةً اُصَلِّيْ عَنْ يَّسَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخَذَ بِيَدِيْ، اَوْ بِعَضُدِيْ، حَتّٰى اَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ، وَقَالَ بِيَدِهٖ مِنْ وَّرَائِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از شعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا' آپ نے میرا ہاتھ یا میرا بازو پکڑ کر مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا اور اپنے ہاتھ سے میرے پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۷ کا مطالعہ کریں' وہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد علم کی باتیں کرنا۔

٨٠ - بَابُ اِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ اَوْ سُتْرَةٌ
جب امام اور نمازیوں کے درمیان دیوار یا سترہ ہو

قَالَ الْحَسَنُ لَا بَاْسَ اَنْ تُصَلِّيَ، وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ نَهْرٌ.

حسن بصری نے کہا: جب تمہارے اور امام کے درمیان (بڑا یا چھوٹا) دریا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

علامہ بدرالدین عینی نے کہا: اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۸۳)

وَقَالَ اَبُوْ مِجْلَزٍ يَاْتَمُّ بِالْإِمَامِ، وَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيْقٌ اَوْ جِدَارٌ، اِذَا سَمِعَ تَكْبِيْرَ الْإِمَامِ.

اور ابومجلز نے کہا: امام کی اقتداء کرے خواہ ان کے درمیان راستہ ہو یا دیوار ہو' جب وہ امام کی تکبیر سنے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

لیث بیان کرتے ہیں کہ جو عورت نماز پڑھتی ہے اور اس کے اور امام کے درمیان دیوار ہو' اگر وہ امام کی تکبیر سنتی ہے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۵۹)

٧٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهٖ، وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ، فَرَاَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ، فَاَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْا بِذٰلِكَ، فَقَامَ لَيْلَةَ الثَّانِيَةِ، فَقَامَ مَعَهٗ اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ، صَنَعُوْا ذٰلِكَ لَيْلَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً، حَتّٰى اِذَا كَانَ بَعْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از یحییٰ بن سعید الانصاری از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو حجرہ میں نماز پڑھتے تھے اور حجرہ کی دیوار چھوٹی تھی' پس لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا' پھر لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے لگے' پس صبح کو انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رات بھی قیام کیا' لوگوں نے پھر آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' اس طرح انہوں نے دو راتیں یا تین راتیں کیا' حتیٰ کہ

ذٰلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَخْرُجْ، فَلَمَّا اَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ النَّاسُ فَقَالَ اِنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ. اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے پس نماز کے لیے نہیں نکلے پھر جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ خوف ہوا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔

[اطراف الحدیث: ٧٣٠_ ٩٢٤_ ١١٢٩_ ٢٠١١_ ٢٠١٢_ ٥٨٦١] (صحیح مسلم: ٧٨١' الرقم المسلسل: ١٧٩٤' سنن ابوداؤد: ١٤٤٧' سنن ترمذی: ٤٥٠' سنن نسائی: ١٦٠٠_ ١٥٥٨' صحیح ابن خزیمہ: ١٢٠٤' شرح مشکل الآثار: ٦١٣' صحیح ابن حبان: ٢٤٩١' سنن بیہقی: ٤٨٩٢' المعجم الاوسط: ٤١٩٠' شرح السنۃ: ٩٩٥' السنن الکبریٰ: ١٢٩٣' شرح معانی الآثار: ٢٠١٤' مسند احمد ج ٥ ص ١٨٢ طبع قدیم' مسند احمد ج ٣٥ ص ٤٥٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٢١٧' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن سلام (٢) عبدہ بن سلام الکلابی العامری الکوفی' ان کا نام عبد الرحمان ہے اور عبدہ ان کا لقب ہے اور لقب زیادہ مشہور ہے' ان کی کنیت ابو محمد ہے (٣) یحییٰ بن سعید الانصاری (٤) عمرہ بنت عبد الرحمان الانصاریہ المدنیہ (٥) حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٨٣)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر لوگ کھڑے ہو کر آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔

نوافل کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنا افضل ہے

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفل نماز مسجد کی بہ نسبت گھر میں پڑھنا افضل ہے خواہ وہ مسجد نبوی ہو' مسجد اقصیٰ ہو یا کعبہ ہو۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ٢ ص ٤٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' الطبعۃ الثانیۃ' ١٤٢٧ھ)

نوافل کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنے کی افضلیت پر مزید بحث و تحقیق حدیث: ٧٣١ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

اگر امام اور نمازیوں کے درمیان راستہ یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب امام اور نمازیوں کے درمیان راستہ ہو یا دیوار ہو تو پھر نماز جائز ہے یا نہیں' ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے' حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے۔ سالم اور ابن سیرین کا بھی یہی نظریہ ہے۔

عروہ اپنے گھر میں امام کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ان کے گھر اور مسجد کے درمیان راستہ تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦١٦٣)

امام مالک نے کہا: نمازی اور امام کے درمیان راستہ ہو یا چھوٹا دریا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح جو کشتیاں قریب قریب ہوں اور امام ان میں سے کسی ایک کشتی میں ہو تو اس کی اقتداء میں باقی کشتیوں میں نماز جائز ہے۔

عطاء نے کہا: جب نمازی کو امام کا علم ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نمازی اور امام کے درمیان راستہ ہو یا دریا ہو یا دیوار ہو تو پھر نمازی' امام کی نماز کے

ساتھ شریک نہیں ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦١٥٣)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز اس وقت تک جائز نہیں ہے، جب تک راستہ میں صفیں متصل نہ ہوں اور یہی لیث، اوزاعی اور اشہب مالکی کا قول ہے۔

اسی طرح جب کوئی شخص کسی گھر میں قید ہو اور امام کی آواز اس تک پہنچ رہی ہے تو پانچ نمازیں اور جمعہ اس کی اقتداء میں پڑھنا جائز ہے، امام ابوحنیفہ نے جمعہ اور پانچ نمازیں پڑھنے کی اجازت دی ہے اور امام مالک نے صرف جمعہ کی اجازت دی ہے۔

امام شافعی نے کہا: جس شخص کو کسی جگہ قید کر دیا گیا ہو تو اس کا امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا صرف اسی صورت میں جائز ہے، جب کہ اس جگہ تک صفیں متصل ہوں۔

جو فقہاء اس طرح نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں، ان کی دلیل حضرت عائشہ کی یہ حدیث، صحیح البخاری: ٧٢٩ اور حضرت زید بن ثابت کی حدیث، صحیح البخاری: ٧٣٠ ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے حجرہ میں نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی، اگر یہ جائز نہ ہوتا تو نبی ﷺ صحابہ کو اس کی تعلیم دیتے کیونکہ آپ کو معلم بنا کر بھیجا گیا تھا۔

ابن القصار نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج اپنے اپنے حجروں میں نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتی تھیں اور آپ مسجد میں نماز پڑھاتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے اصحاب کی اقتداء میں نماز پڑھتی تھیں، جب کہ امام اور نمازیوں کے درمیان تکبیرات کو سننے سے کوئی چیز حائل نہیں تھی اور اس کی دلیل نابینا نمازی کی اقتداء کرنا ہے اور جن نمازیوں کے اور ان کے امام کے درمیان بہت کثیر صفیں حائل ہوتی ہیں اور ستون حائل ہوتا ہے، لہٰذا ان کی اقتداء سے منع کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣١٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک اگر امام اور مقتدی کے درمیان اونچی دیوار، شارع عام یا دریا حائل ہو تو اقتداء جائز نہیں

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں:

جب امام اور مقتدی کے درمیان دیوار ہو تو اقتداء جائز ہے، حاکم شہید نے کہا ہے کہ چھوٹی دیوار ہو تو اقتداء جائز ہے اور چھوٹی دیوار کا مصداق ایسی دیوار ہے جس پر چڑھنے میں عام آدمی کو مشقت نہ ہو، اور بڑی دیوار میں اس لیے اقتداء جائز نہیں ہے کہ مقتدی پر امام کا حال مخفی رہے گا۔

اگر مقتدی اور امام کے درمیان بڑا راستہ ہو یا بڑا دریا ہو تو ہمارے نزدیک اقتداء جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص امام کے ساتھ نہیں ہے جس کے اور امام کے درمیان دریا ہو یا راستہ ہو یا عورتوں کی صف ہو، کیونکہ ان دونوں کا مکان (مقام) مختلف ہو گیا اور اختلاف مکان صحت اقتداء سے مانع ہے، اور جو راستہ اقتداء سے مانع ہے، اس کی تفسیر میں فقہاء نے کہا ہے کہ جس راستہ سے بیل گاڑی (تانگہ یا کار) گزر سکے یا اونٹ گزر سکے یا وہ عام گزرگاہ ہو تو اگر امام اور مقتدی کے درمیان ایسا راستہ ہو تو وہ اقتداء سے مانع ہے، اسی طرح وہ بڑا دریا جو صحت اقتداء سے مانع ہے، اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ جس دریا میں چھوٹی بڑی کشتیاں چلتی ہوں۔ (المحیط البرہانی ج ٢ ص ١٩١-١٩٢، ادارۃ القرآن، کراچی، ١٤٢٤ھ)

حاکم شہید نے لکھا ہے: جب کسی شخص نے مسجد کی چھت پر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی تو اس کی نماز ہو جائے گی اور اگر مسجد کے پہلو میں سطح پر نماز پڑھی اور اس کے اور امام کے درمیان عام راستہ نہیں ہے، پھر بھی نماز ہو جائے گی۔ علامہ سرخسی نے اس کی شرح میں

لکھا: کیونکہ اس شخص پر اپنے امام کا حال مشتبہ نہیں ہے اور ان کے درمیان اقتداء سے کوئی مانع نہیں ہے' اس لیے ہم نے اس کو جائز کہا ہے۔ (المبسوط ج ۱ص ۷۳۔ ۳۷۲ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو نماز کے جواز میں دو قول ہیں

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں اقتداء صحیح نہیں ہے' یہی ہمارے اصحاب کا مختار ہے اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کیونکہ شارع عام نماز کی جگہ نہیں ہے اور یہ اس صورت کے مشابہ ہے جو صفوں کے اتصال سے مانع ہو' دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں اقتداء جائز ہے اور یہی قول میرے نزدیک صحیح ہے اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے' کیونکہ اس صورت میں اقتداء سے ممانعت کی کوئی تصریح نہیں ہے' اور نہ اس کی ممانعت پر اجماع ہے' نیز اقتداء سے مانع وہ چیز ہے' جو امام کو دیکھنے اور اس کی آواز سننے سے مانع ہے اور اس صورت میں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ (المغنی ج ۲ص ۲۳ ' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی المتوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

اگر مقتدی امام کو نہ دیکھے اور اس کی صرف آواز سن لے' پھر بھی اقتداء جائز ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو نماز پڑھتے تھے اور حجرہ کی دیوار نیچی تھی' پس نمازیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا اور انہوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۷۲۹' مسند احمد ج ۶ص ۳۰) (کشاف القناع ج ۱ص ۵۹۸ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو نماز کے جواز میں دو قول

علامہ ابوالعباس احمد بن حمزہ الشافعی المتوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

اقتداء کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ مقتدی کو امام کے انتقالات کا علم ہو' بایں طور کہ وہ امام کو یا کسی صف کو دیکھ رہا ہو یا تکبیرات کو سن رہا ہو' (الی قولہ) اور اگر امام اور مقتدی کے درمیان شارع عام اور دریا حائل ہو تو اس میں دو قول ہیں۔

(نہایۃ المحتاج ج ۲ص ۲۰۱۔ ۱۹۸ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

مسلمانوں پر رات کی نماز فرض کی جانے کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: (میں نے رات کو اس لیے نماز نہیں پڑھی) کہ مجھے یہ خوف تھا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔ علامہ خطابی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم پر رات کی نماز فرض کر دی جائے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرائض مکمل کر دیئے ہیں اور پچاس نمازوں کو پانچ نمازوں کی طرف راجع کر دیا ہے' اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ رات کی نماز آپ پر واجب تھی اور آپ کی امت پر بھی آپ کی اقتداء کرنا واجب ہے اور آپ کے اصحاب جب دیکھتے کہ آپ دائماً کوئی کام کر رہے ہیں تو وہ اس کی اتباع کرتے اور اس کو واجب سمجھتے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوتھی رات نماز کے لیے نہیں نکلے اور اس رات نماز کو ترک کر دیا' تاکہ آپ کا یہ فعل ان افعال میں داخل نہ ہو جن کو فرض کی مثل کرنا واجب ہے' تو یہ نماز ان پر اس وجہ سے واجب ہوتی ہے کہ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کی

اتباع کرنا واجب ہے' نہ کہ اس وجہ سے کہ ان پر اصالۃً رات کی نماز واجب ہوتی' اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی نماز کو پڑھنے کی نذر مان لیتا ہے تو وہ اس پر واجب ہو جاتی ہے اور یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ نماز اس پر اصالۃً واجب ہے۔

اس حدیث سے جو دیگر مسائل مستنبط ہوتے ہیں' وہ درج ذیل ہیں:

(۱) اگر امام نے نمازیوں کی امامت کی نیت نہ کی ہو' پھر بھی اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے' کیونکہ صحابہ نے اچانک حجرہ کی دیوار کے پیچھے سے نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنی شروع کر دی تھی اور نبی ﷺ نے علم ہونے کے بعد اس کا رد نہیں فرمایا۔ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

(۲) اس حدیث میں نفل کو جماعت سے پڑھنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ نفل گھر میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فرائض کے علاوہ مرد کی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۱' صحیح مسلم: ۷۸۱' سنن ابوداؤد: ۱۰۴۴' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۷)۔

(۳) اس حدیث میں نبی ﷺ کی شفقت کا بیان ہے' آپ نے اس خدشہ سے رات کی نماز نہیں پڑھی کہ پھر امت پر یہ نماز واجب ہو جائے گی اور امت کی اکثریت اس کو پڑھنے سے عاجز ہو گی۔

(۴) امام اور مقتدی کے درمیان دیوار ہو تو وہ اقتداء سے مانع نہیں ہے' بہ شرطیکہ نمازیوں پر امام کے افعال مشتبہ نہ ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۸۵۔ ۳۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے نماز تراویح کی مشروعیت پر بھی استدلال کیا جاتا ہے' اس پر ہم ان شاء اللہ "کتاب صلوٰۃ التراویح" صحیح البخاری: ۲۰۰۸ میں مفصل بحث کریں گے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۶۸۱۔ ۱۶۸۰۔ ج ۲ ص ۴۹۳۔ ۴۹۲ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) قیام رمضان (۲) کرم رسالت (۳) عبادت سے گناہوں کی بخشش (۴) رکعاتِ تراویح میں مذاہب (۵) بیس رکعات تراویح پر دلائل (۶) تراویح میں ختم قرآن (۷) رمضان میں ختم قرآن کا نذرانہ (۸) غیر مقلدین سے گزارش (۹) تنہا عشاء پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے۔

۸۱ - بَابُ صَلٰوةِ اللَّيْلِ

رات کی نماز

۷۳۰ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ حَصِيرٌ، يَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ، فَثَابَ اِلَيْهِ نَاسٌ، فَصَلَّوْا وَرَاءَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی فدیک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از المقبری از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ کے پاس ایک چٹائی تھی' جس کو آپ دن میں بچھاتے تھے اور رات کو آپ اس کو حجرہ کی مثل بنا لیتے تھے' پس آپ کی طرف کچھ لوگ آئے اور انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۲۹ میں تفصیل سے کی جا چکی ہے۔

٧٣١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً، قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ حَصِيرٍ، فِي رَمَضَانَ، فَصَلَّى فِيهَا لَيَالِيَ، فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ صَنِيعِكُمْ، فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ. قَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ، عَنْ بُسْرٍ، عَنْ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ٦١١٣ـ ٧٢٩٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم ابی النضر از بسر بن سعید از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ نے حجرہ بنایا' انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ رمضان میں چٹائی سے بنایا تھا' آپ نے اس حجرہ میں کئی راتیں نمازیں پڑھیں' پس آپ کے اصحاب نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پس جب آپ کو ان کے نماز پڑھنے کا علم ہوا تو آپ گھر بیٹھنے لگے' پھر آپ ان کی طرف نکلے اور فرمایا: میں نے تمہارے فعل کو دیکھ لیا' پس اے لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو' پس بہترین نماز' وہ نماز ہے جو فرض کے علاوہ مرد اپنے گھر میں پڑھے۔ عفان نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو النضر سے سنا از بسر از زید از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٧٢٩ میں کی جا چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں:

نوافل کو گھر میں پڑھنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں (فرض) نماز پڑھ لے تو اپنی نماز کا ایک حصہ اپنے گھر کے لیے رکھ لے' اللہ اس کی نماز کے سبب سے اس کے گھر میں خیر رکھنے والا ہے۔
(صحیح مسلم: ٧٧٨' الرقم المسلسل: ١٧٩١)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نماز میں سے کچھ اپنے گھروں میں رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ (صحیح البخاری: ١١٨٧' صحیح مسلم: ٧٧٧' الرقم المسلسل: ١٧٨٩' سنن ابو داؤد: ١٤٤٨ـ ١٠٤٣' سنن ابن ماجہ: ١٣٧٧)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ کیا جاتا ہو' ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (صحیح مسلم: ١٧٩٢ـ ٧٧٩' صحیح البخاری: ٦٤٠٧)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا نور ہے' پس تم اپنے گھروں کو منور کرو۔ (سنن ابن ماجہ: ١٣٧٥) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: میرا اپنے گھر میں نماز پڑھنا یا مسجد میں نماز پڑھنا' ان میں سے کون سی نماز پڑھنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم میرا گھر نہیں دیکھتے' وہ مسجد سے کس قدر قریب ہے' اور میں اپنے گھر میں نماز پڑھوں یہ مجھے مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے' سوا اس کے کہ وہ فرض نماز ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ١٣٧٨) اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں۔

حضرت صہیب بن النعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے' اس کی اس

نماز پر فضیلت جس کو لوگ دیکھ رہے ہوں' اس طرح ہے جیسے فرض کی فضیلت نفل پر ہے۔ (المعجم الکبیر: ۷۳۲۲) حافظ الہیثمی نے کہا ہے: اس کی سند میں ایک راوی محمد بن مصعب القرقسانی ہے' اس کو ابن معین وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور امام احمد نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں بھی نماز پڑھنے سے افضل ہے ماسوا فرض نماز کے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۴' سنن ترمذی: ۴۵۰' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲)

مسجد نبوی اور مسجد حرام کی بھی بہ نسبت گھر میں نوافل پڑھنے کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد کی مذکور الصدر حدیث (۱۰۴۴) کی بناء پر اگر کوئی شخص مسجد نبوی میں نفل پڑھے تو اس کو ایک ہزار نوافل کا ثواب ہو گا' جس قول کے مطابق نوافل بھی اجر کو دگنا چوگنا کرنے میں داخل ہیں اور جب وہ نفل گھر میں پڑھے گا تو اس کا اجر ہزار نمازوں سے افضل ہو گا' بلکہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اجر کو دگنا چوگنا کرنا تمام حرم میں حاصل ہوتا ہے' اور انہوں نے حدیث کے عموم سے چند نوافل کو مستثنیٰ کیا ہے' اور کہا ہے کہ ان کو گھر سے باہر (میدان یا مسجد میں) پڑھنا زیادہ کامل ہے اور یہ وہ نوافل ہیں جن میں جماعت مشروع ہے جیسے عیدین' استسقاء اور سورج گرہن کی نمازیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۸۹۔۳۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اس روایت (صحیح البخاری: ۷۳۱) سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں نوافل پڑھنے کو مسجد میں نوافل پڑھنے پر فضیلت دی ہے خواہ وہ آپ کی مسجد (نبوی) ہو۔

(شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۴۷' موسسۃ الرسالۃ' ۱۴۲۷ھ' شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۵۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں نوافل پڑھنے کی جو ترغیب دی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لوگوں سے پوشیدگی اور ریاکاری سے حفاظت ہے اور اس لیے تاکہ گھر عبادت سے متبرک ہو اور اس میں رحمت کا اور فرشتوں کا نزول ہو اور شیاطین اس سے دور بھاگیں۔

صحیح البخاری کی ''کتاب الاذان'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۸ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ/ ۳۰ دسمبر ۲۰۰۶ء بہ روز ہفتہ صحیح البخاری کی ''کتاب الاذان'' ختم ہوگئی' اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب صفۃ الصلوٰۃ'' شروع ہوگی۔

''کتاب الاذان'' میں ۱۲۲' احادیث مرفوعہ تھیں' جن میں ۹۶' احادیث موصولہ تھیں اور ۲۶' احادیث معلقہ تھیں۔

اللہ العلمین! میری اس کاوش کو قبول فرمانا' میری خطاؤں سے درگزر فرمانا' نعمۃ الباری کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمانا اور اپنی رحمت سے اس کو مکمل فرما دینا اور اپنی رحمت سے میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب کی' اس کتاب کے ناشر' معاونین اور قارئین کی مغفرت فرما دینا۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

اَبْوَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ

نماز کی صفت کے ابواب

امام بخاری ''کتاب الاذان'' سے فارغ ہو گئے' جس میں جماعت' اقامت اور صفوں کو برابر کرنے کے متعلق احادیث تھیں' اس کے بعد اب نماز کی صفت کے ابواب اور اس کی تمام انواع اور تفاصیل کے متعلق احادیث کی روایت کو شروع کیا۔

۸۲- بَابُ اِیْجَابِ التَّکْبِیْرِ' وَافْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ

تکبیر پڑھنے کا وجوب اور نماز کا افتتاح

اس باب میں ''تکبیرۃ الاحرام'' کا بیان ہے' ''تکبیرۃ الاحرام'' میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے فرمایا: یہ نماز کی شرط ہے اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے فرمایا: یہ نماز کا رکن ہے۔

نماز میں اللہ اکبر سے نماز کے افتتاح میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تکبیرۃ الاحرام کے وجوب میں فقہاء کا اختلاف ہے' جمہور فقہاء کے نزدیک یہ واجب ہے اور بعض علماء کے نزدیک یہ سنت ہے' سعید بن المسیب' الحسن البصری' الحکم' الزہری اور الاوزاعی نے یہ کہا ہے کہ رکوع کی تکبیر' تکبیر تحریمہ سے کفایت کرتی ہے۔ ابن القاسم نے المدونہ میں امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ اگر مقتدی تکبیر تحریمہ پڑھنا بھول گیا اور اس نے رکوع کی تکبیر پڑھ لی اور اس سے تکبیر تحریمہ کی نیت کر لی تو یہ اس کے لیے جائز ہے (الیٰ قولہ) اور جو فقہاء تکبیر تحریمہ کو واجب کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۸) اس حدیث میں آپ نے تکبیر تحریمہ کا ذکر فرمایا اور کسی تکبیر کا ذکر نہیں فرمایا اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کی تحریم تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل تسلیم (سلام پھیرنا) ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۸۲۷) (اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۴)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک نماز صرف اللہ اکبر کہنے سے منعقد ہوتی ہے اور حضرت ابن مسعود' طاؤس' ایوب' امام مالک' ثوری اور امام شافعی یہ کہتے تھے کہ نماز کا افتتاح تکبیر سے ہوتا ہے' عام متقدمین اور متاخرین اہل علم کا یہی قول ہے' مگر امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نماز ''اللّٰہ الاکبر'' سے بھی منعقد ہو جاتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم کو بھی تعظیم سے کہا

جائے' اس سے نماز منعقد ہو جاتی ہے جیسے اللہ عظیم' یا کبیر' یا جلیل اور سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الٰہ الا اللہ کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں اور بہ لحاظ تعظیم ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نماز کی تحریم تکبیر ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۱' سنن ترمذی: ۲۳۸' سنن ابن ماجہ: ۲۷۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۳' سنن دارمی: ۶۸۷) اور نبی ﷺ نے اعرابی سے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔

(صحیح البخاری: ۷۵۷' صحیح مسلم: ۳۹۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷) (المغنی ج ۲ ص ۹-۸' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

امام ابوحنیفہ ''تکبیرۃ الاحرام'' کو شرط فرماتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى O (الاعلیٰ: ۱۵) اور اس نے اپنے رب کے نام کا ذکر کیا' پس نماز پڑھی O

اور رب کا نام عام ہے' وہ اللہ اکبر اور دوسرے اسماء کو شامل ہے۔

۷۳۲ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ' قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلّٰى لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ' وَهُوَ قَاعِدٌ' فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهٗ قُعُوْدًا' ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ' فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا' وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا' وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا' وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا' وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ' فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے' پس آپ کی دائیں جانب زخمی ہوگئی' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن آپ نے ہمیں نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی' اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے' پس ہم نے بھی آپ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی' پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سب سجدہ کرو اور جب وہ ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہے تو تم کہو: ''ربنا ولک الحمد''۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۶۸۹' اور ۳۷۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا۔

مرض یا کمزوری کی وہ حد' جس میں نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی' اس لیے ہم بیٹھ کر نماز پڑھنے کی تفصیل بیان کر رہے ہیں:

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: اگر اتنا کمزور ہے کہ مسجد میں جماعت کے لیے جانے کے بعد کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے' جماعت میسر ہو تو جماعت سے ورنہ تنہا۔ (درمختار وردالمحتار)

مسئلہ: کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے یا چوتھائی ستر کھلتا ہے یا قراءت سے مجبور محض ہو جاتا ہے۔ یوں ہی کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے یا دیر میں اچھا ہوگا یا ناقابل برداشت تکلیف ہوگی تو بیٹھ کر پڑھے۔ (غنیہ)

مسئلہ: اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔ (غنیہ)

مسئلہ: اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔ (غنیہ)

تنبیہ ضروری: آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا' یا خفیف سی تکلیف ہوئی' بیٹھ کر نماز شروع کر دی' حالانکہ وہی لوگ اس حالت میں دس دس' پندرہ پندرہ منٹ بلکہ اس سے بھی زیادہ دیر کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں' ان کو چاہیے کہ ان مسائل سے متنبہ ہوں اور جتنی نمازیں باوجود قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی ہوں ان کا اعادہ فرض ہے۔ یوں ہی اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا تو وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں' ان کا پھیرنا فرض' اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۳۹۔۳۸' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم

ہمارے دور میں مسجد کے ہال کی دونوں جانبوں میں کرسیاں رکھی جاتی ہیں اور بوڑھے لوگ جن میں سے بعض اچھے خاصے صحت مند بھی ہوتے ہیں' وہ کرسیوں پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں' بعض کرسیوں کے ساتھ میز بھی پیوست ہوتی ہے اور یہ لوگ اس پر بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھتے ہیں' یہ لوگ بہرحال اتنے صحت مند اور توانا ہوتے ہیں کہ اپنے گھروں سے خود چل کر آتے ہیں اور جماعت کے بعد یہ لوگ کھڑے ہو کر دوسرے لوگوں سے باتیں بھی کرتے رہتے ہیں اور اگر یہ کبھی اتنی دیر سے آئیں کہ جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو پچھلی صفوں میں کھڑے ہو کر صحت مند لوگوں کی طرح نماز بھی پڑھتے ہیں۔

صدر الشریعہ نے فقہاء کے حوالہ جات کے ساتھ کمزور یا بیمار آدمی کے زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کے جواز کی جو حد اور صورت لکھی ہے' اس کے موافق ان لوگوں کا زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے چہ جائے کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا۔

نماز ایسی عبادت ہے' جس میں بدنی مشقت ہوتی ہے اور اس میں اللہ کے سامنے عجز و تذلل ہوتا ہے' جب کہ کرسی پر انسان کر و فر اور شان و شوکت سے بیٹھتا ہے' کرسی اقتدار کی علامت ہے اور نماز میں اللہ کے سامنے تذلل' افتقار اور احتیاج کا اظہار ہوتا ہے اور یہ اس وقت بہت ہی معیوب لگتا ہے جب یہ لوگ کرسی صف کے درمیان رکھ لیتے ہیں اور اس کرسی کی وجہ سے صف متصل نہیں رہتی اور صف کو متصل نہ رکھنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید وعید سنائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا نماز کی حقیقت اور اس کی روح کے خلاف ہے۔ اگر کوئی آدمی ایسا معذور ہے کہ وہ زمین پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا یا ڈاکٹر اسے گھٹنے موڑنے سے منع کر دے تو وہ ٹانگیں پھیلا کر زمین پر بیٹھ جائے' اور اگر اس کے کولہے کی ہڈی نرم ہے تو وہ اپنے کولہوں کے نیچے فوم کی گدی بچھا کر زمین پر بیٹھ جائے۔ معروف طریقہ سے تشہد میں نہیں بیٹھ سکتا تو چار زانو زمین پر بیٹھ جائے' بہرحال زمین پر بیٹھے۔ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے زمانہ میں بھی بوڑھے اور کمزور آدمی ہوتے تھے لیکن کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھی ہو' حالانکہ اس زمانے میں بھی کرسیاں موجود تھیں۔ کرسی پر انسان آرام اور آسانی کے لیے بیٹھتا ہے اور نماز بدنی مشقت کا نام ہے یا انسان کرسی پر اقتدار اور تکبر کے اظہار کے لیے بیٹھتا ہے اور نماز اللہ کے سامنے عجز اور افتقار کا نام ہے اور یا انسان کرسی پر اپنے مرتبہ اور امتیاز کو

دکھانے کے لیے بیٹھتا ہے اور نماز اللہ کے سامنے انکسار کا نام ہے۔ انسان نے آج کے دور میں سہولت اور تعیش کی بہت راہیں اور صورتیں نکال لی ہیں' خدارا نماز اور عبادت کو تو اپنی سہولت اور تعیش کا ذریعہ نہ بنائیں!!!

٧٣٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ خَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ، فَصَلّٰى لَنَا قَاعِدًا، فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُوْدًا، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے' پس آپ زخمی ہو گئے' پھر آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی' ہم نے بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی' پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا لك الحمد" کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٣٧٨ اور ٧٢٢ کا مطالعہ کریں۔

٧٣٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ کہے: "سمع اللہ لمن حمدہ" تو تم کہو: "ربنا ولك الحمد" اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٣٧٨ کا مطالعہ کریں۔

امام صرف "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے اور مقتدی صرف "ربنا لك الحمد" کہے

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

پھر امام رکوع سے سر اٹھائے اور کہے: "سمع اللہ لمن حمدہ" اور مقتدی کہے: "ربنا لك الحمد"۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام "ربنا لك الحمد" نہ کہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک امام اس کو دل میں پڑھے' کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں ذکروں کو جمع کرتے تھے۔

(صحیح البخاری:۷۳۶_۷۳۸_۷۳۹_۷۹۵_۸۳۵، صحیح مسلم:۲۰۱_۲۰۲، سنن ابوداؤد:۸۳۶، سنن ترمذی:۲۶۶، سنن نسائی:۱۰۶۵)

اور اس لیے کہ امام دوسروں کو اللہ کی حمد کرنے کی ترغیب دے رہا ہے تو اپنے آپ کو نہ بھولے اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام کہے: "سمع اللہ لمن حمدہ" تو تم کہو: "ربنا لك الحمد"۔

(صحیح البخاری:۳۷۸_۷۳۲_۷۳۳_۸۰۵_۱۱۱۴_۱۱۹۱_۲۴۶۹_۵۲۰۱، صحیح مسلم:۴۱۱_۴۰۹، سنن ابوداؤد:۸۴۸، سنن ترمذی:۲۶۷، سنن نسائی:۱۰۶۲، شرح معانی الآثار:۱۳۹۱)

یہ تقسیم ہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے اسی وجہ سے ہمارے نزدیک مقتدی "سمع اللہ لمن حمدہ" نہ کہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے اور امام اعظم کی یہ بھی دلیل ہے کہ جب امام بھی "ربنا لك الحمد" کہے گا تو امام کی حمد مقتدی کی حمد کے بعد واقع ہوگی اور یہ موضوع کے خلاف ہے اور امام شافعی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے ہمارے نزدیک وہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص تنہا نماز پڑھے یعنی اس وقت وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" بھی کہے اور "ربنا لك الحمد" بھی کہے۔

(ھدایہ اولین ص۸۹، اسلامی کارخانہ کتب کراچی)

"ربنا لك الحمد" کی جگہ "اللهم ربنا ولك الحمد" کہنا افضل ہے

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

افضل یہ ہے کہ مقتدی کہے: "اللهم ربنا ولك الحمد"۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۱۷۸، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم کہو: "اللهم ربنا لك الحمد" پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے تمام گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(صحیح البخاری:۷۹۶، صحیح مسلم:۴۰۹، سنن ترمذی:۲۶۷، سنن نسائی:۱۰۶۲)

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم کہو: "اللهم ربنا ولك الحمد"۔

(شرح معانی الآثار، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸_۲۲۰_۲۱۱_۳۸۷_۳۷۶_۳۲۱_۳۱۴_۲۳۰)

۸۳- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مَعَ الْاِفْتِتَاحِ سَوَاءً

تکبیرہ اولیٰ میں افتتاحِ نماز کے ساتھ رفع یدین کرنا

یعنی جب آدمی نماز شروع کرے تو اس کے ساتھ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک بلند کرے۔

۷۳۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ أَيْضًا، وَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُودِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے کندھوں تک رفع یدین کرتے (ہاتھ بلند کرتے) اور جب رکوع کے لیے تکبیر پڑھتے اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے اور فرماتے: "سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا ولك الحمد" اور سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۷۳۶_۷۳۸_۷۳۹] [صحیح مسلم: ۳۹۰' الرقم المسلسل: ۷۸۳' سنن ابوداؤد: ۷۲۱' سنن ترمذی: ۲۵۵' سنن نسائی: ۸۷۶' سنن ابن ماجہ: ۸۵۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۴_۲۳۳' المنتقی: ۱۷۷' مسند ابویعلیٰ: ۵۴۲۰' صحیح ابن حبان: ۱۸۶۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۹' مصنف عبد الرزاق: ۲۵۱۸' صحیح ابن خزیمہ: ۴۵۶' شرح معانی الآثار: ۱۳۰۴' مسند احمد ج ۲ ص ۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۴۰_ ج ۸ ص ۱۴۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۳۹۵۱)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے کندھوں تک رفع یدین کرتے۔

رفع یدین کے وقت کانوں یا کندھوں تک ہاتھ بلند کرنے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کندھوں کے متوازی رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ اور علامہ عبدالرحمان بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ لکھتے ہیں: ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نماز کے افتتاح کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا افتتاح کیا اور کندھوں کے متوازی رفع یدین کیا۔ (صحیح بخاری: ۷۳۵' صحیح مسلم: ۳۹۰) اور نمازی کو اس میں اختیار ہے کہ وہ کانوں کی لَو تک ہاتھ بلند کرے یا کندھوں کے متوازی تک' اس میں اختیار اس وجہ سے ہے کہ یہ دونوں صورتیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں' کندھوں کے متوازی ہاتھ بلند کرنے کی حدیث حضرت ابوحمید' حضرت ابن عمر' حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہ امام شافعی اور اسحاق کا قول ہے' اور کانوں کی لَو تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث' حضرت وائل بن حجر اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں داخل ہوئے تو آپ نے کانوں کے متوازی ہاتھوں کو بلند کر کے اللہ اکبر کہا۔ (صحیح مسلم: ۴۰۱' سنن ابوداؤد: ۷۲۶_۷۲۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۷_۳۱۶' شرح معانی الآثار: ۱۱۳۲)

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ اکبر کہتے تو ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرتے۔ (صحیح مسلم: ۳۹۱' سنن ابوداؤد: ۷۴۵' سنن نسائی: ۸۷۹' سنن ابن ماجہ: ۸۵۹' شرح معانی الآثار: ۱۱۳۴)

اکثر اہل علم نے حضرت ابووائل اور حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث پر عمل کیا ہے اور امام احمد کا میلان پہلی حدیث کی طرف زیادہ ہے' اثرم نے کہا: میں نے امام ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کہاں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں؟ انہوں نے کہا: رہا میں! تو میں کندھوں تک اٹھاتا ہوں جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے اور جو شخص کانوں کے متوازی تک ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ بھی مستحسن ہے اور میری وجہ ترجیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث کے راوی اکثر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں اور دوسری حدیث پر عمل کرنے کو میں اس لیے جائز کہتا ہوں کہ وہ حدیث بھی صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور کبھی کانوں تک۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۷_۱۶' الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۷_۱۶' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے' اسی طرح رفع یدین کرے جس طرح تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کیا

تھا خواہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے خواہ کانوں تک۔ حضرت ابن عمر‘ حضرت ابن عباس‘ حضرت جابر‘ حضرت ابوہریرہ‘ حضرت ابن الزبیر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے‘ اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری‘ عطاء‘ طاؤس‘ مجاہد‘ سالم‘ سعید بن جبیر اور دیگر کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی اور ایک روایت کے موافق امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے‘ اور ثوری اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ صرف تکبیرہ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے‘ ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے‘ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پس انہوں نے نماز پڑھی اور صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کیا۔ (سنن ابوداؤد: ٧٤٨‘ سنن ترمذی: ٢٥٧‘ مسند احمد ج ا ص ٣٨٨)

امام ترمذی نے کہا: حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے افتتاح کے وقت کانوں تک رفع یدین کرتے تھے‘ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ٧٤٩‘ سنن ترمذی: ٢٤٠‘ سنن نسائی: ٨٨٢)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ان دو حدیثوں پر عمل کرنا اولیٰ ہے‘ کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فقیہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اور آپ کے احوال کے اور آپ کے ظاہر اور باطن کے عالم تھے‘ اس لیے حضرت ابن مسعود کی روایت کو ان کی روایت پر مقدم کیا جائے گا‘ جن کا حال اس طرح نہیں ہے‘ ایک شخص نے رفع یدین کے متعلق حضرت وائل بن حجر کی روایت کی تو اس سے ابراہیم النخعی نے کہا: شاید حضرت وائل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف ایک بار نماز پڑھی ہو‘ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم ان کی روایت پر عمل کریں اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کو چھوڑ دیں‘ جن کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی نماز نہیں چھوٹی۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ از الزہری از سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو کندھوں تک ہاتھ بلند کر کے رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھانے کا ارادہ کرتے اور سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ٧٣٥‘ صحیح مسلم: ٣٩٠)

حضرت عمر‘ حضرت علی‘ حضرت وائل بن حجر‘ حضرت مالک بن الحویرث‘ حضرت انس‘ حضرت ابوہریرہ‘ حضرت ابوسعید‘ حضرت سہل بن سعد‘ حضرت محمد بن مسلمہ‘ حضرت ابوموسیٰ اور حضرت جابر بن عمر اللیثی سے رفع یدین کے متعلق احادیث مروی ہیں اور حدیث متواتر کے حکم میں ہیں‘ ان کے بہ کثرت راوی ہیں اور ان کی سند صحیح ہے اور ان پر صحابہ اور فقہاء تابعین نے عمل کیا ہے اور جنہوں نے اس پر عمل نہیں کیا‘ ان پر انہوں نے رد کیا ہے۔ (المغنی ج ٢ ص ٤٩-٤٨‘ دار الحدیث‘ قاہرہ‘ ١٤٢٥ھ)

ترک رفع یدین کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

ان آثار کی طرف بعض ائمہ گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور قیام کے وقت رفع یدین کرنا واجب ہے اور دوسرے ائمہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ صرف تکبیرہ اولیٰ کے وقت رفع یدین واجب ہے اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کا افتتاح کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو دونوں ہاتھ کانوں کی لَو تک بلند کرتے‘ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ٧٥٢-٧٥٠-٧٤٩‘ سنن ترمذی: ٢٤٠‘ سنن نسائی: ٨٨٢‘ شرح معانی الآثار: ١٣١٣‘ مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٤٤٠‘ مصنف عبدالرزاق: ٢٥٣٤)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے' پھر نہیں کرتے تھے۔
(سنن ابوداؤد: ۷۴۸' سنن ترمذی: ۲۵۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸' شرح معانی الآثار: ۱۳۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۱)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے افتتاح نماز کے وقت اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا' انہوں نے کہا کہ اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ آپ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت ابن مسعود نے پچاس مرتبہ آپ کو ترک رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۳۱۸)

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے' پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۳۲۰' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۲) (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۱' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب صرف نماز کے افتتاح میں رفع یدین کرتے تھے' پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۶' شرح معانی الآثار: ۱۳۲۱)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سات مقامات کے سوا رفع یدین نہ کیا جائے: (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے (۳'۴) صفا اور مروہ پر (۵) عرفات میں (۶) مزدلفہ میں اور (۷) شیطان کو کنکریاں مارتے وقت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۰)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۲)

اسود اور علقمہ صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے' پھر نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۳)

اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی' انہوں نے صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کیا' اور عبدالملک نے کہا: میں نے شعبی' ابراہیم اور ابواسحاق کی اقتداء میں نماز پڑھی' وہ سب صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۴)

رکوع کے ساتھ ثبوتِ رفع یدین کی روایات کے جوابات اور ترکِ رفع یدین کی قیاس سے تائید

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جب کہ صحیح سند سے ثابت ہے تو یہ رفع یدین ترک کرنے والوں کی نہایت قوی دلیل ہے' اور رہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تو ان سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے رفع یدین نہیں کیا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی' انہوں نے صرف تکبیرۂ اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۲' شرح معانی الآثار: ۱۳۲۳)

یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رفع یدین کو ترک کر دیا اور یہ اسی وقت ممکن ہوا جب ان کے نزدیک رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا اور ان کے نزدیک اس پر دلیل قائم ہو چکی تھی۔

نیز حضرت عمر بن الخطاب سے بھی مروی ہے کہ وہ صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۴)

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر یہ مخفی رہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود میں رفع یدین کرتے تھے اور

کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی مخالفت کرتے تھے اور ہمارے نزدیک یہ محال ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے وہ از اسماعیل بن عیاش از صالح بن کیسان روایت کرتے ہیں اور ان کے نزدیک غیر شامیین میں اسماعیل کی روایت حجت نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق ان کا زعم یہ ہے کہ وہ خطاء ہے اور اس کو صرف عبد الوہاب الثقفی نے مرفوع روایت کیا ہے باقی ائمہ نے اس کو موقوف روایت کیا ہے۔

عبد الحمید بن جعفر کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ عبد الحمید کو ضعیف قرار دیتے تھے تو اس متنازعہ معاملہ میں اس کی روایت کیسے معتبر ہوگی۔

اگر نظر اور قیاس سے اس مسئلہ کو دیکھیں تو اس پر اتفاق ہے کہ تکبیرۃ اولیٰ میں رفع یدین ہے اور دو سجدہ کے درمیان کی تکبیر میں رفع یدین نہیں ہے اور رکوع کی تکبیر میں اختلاف ہے کہ اس میں رفع یدین ہے یا نہیں اب یہ دیکھیں کہ رکوع کی تکبیر تکبیرۃ تحریمہ کی مثل ہے یا دو سجدوں کی تکبیر کی مثل ہے سو ہم دیکھتے ہیں کہ تکبیرۃ تحریمہ فرض ہے اور رکوع اور سجدہ کی تکبیر سنت ہے پس رکوع کی تکبیر سجدہ کی تکبیر کی مثل ہے نہ کہ تکبیرۃ تحریمہ کی پس جس طرح سجدہ کی تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں ہے اسی طرح رکوع کے ساتھ کی تکبیر میں بھی رفع یدین نہیں ہوگا سو یہی نظر اور قیاس کا تقاضا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ا ص ۲۹۵۔۲۹۱ ملخصا قدیمی کتب خانہ کراچی)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۶۵۔ ج ا ص ۱۱۰۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① رفع یدین کی حکمتیں ② رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء ③ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار ④ رفع یدین کی تعداد میں مذاہب فقہاء ⑤ رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل ⑥ تکبیرۃ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار ⑦ ثبوت رفع یدین اور اس کے ترک میں مذاہب فقہاء کا خلاصہ ⑧ حضرت البراء کی حدیث میں یزید کے تفرد اور ضعف کا جواب ⑨ ثبوت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں ⑩ حضرت ابوحمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب ⑪ حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب ⑫ حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب ⑬ حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب ⑭ نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء ⑮ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار ⑯ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث ونظر۔

٨٤ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ

(نمازی) جب اللہ اکبر کہے جب رکوع کرے اور رکوع سے سر اٹھائے تو رفع یدین کرے

۷۳٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ، رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَا حَذْوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خبر دی انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کھڑے ہوتے تو

مَنْكِبَيْهِ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ، وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ، وَيَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ.

رفع یدین کرتے حتیٰ کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے متوازی ہوتے' اور جب آپ رکوع کے لیے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے' تب بھی اسی طرح کرتے اور آپ فرماتے: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" اور آپ سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۳۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

۷۳۷ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّهُ رَاٰى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ اِذَا صَلّٰى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَحَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هٰكَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از خالد از ابی قلابہ' انہوں نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا' جب وہ نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۷۳۵ کا مطالعہ کریں۔

۸۵ - بَابٌ اِلٰى اَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ؟

کہاں تک ہاتھوں کو بلند کرے؟

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ اَصْحَابِهٖ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ.

اور ابوحمید نے اپنے اصحاب میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کندھوں کے متوازی ہاتھ بلند کیے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

محمد بن عمرو بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' پس ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا تو حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز یاد ہے' میں نے آپ کو دیکھا جب آپ اللہ اکبر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے متوازی رکھتے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۸۲۸' سنن ابوداؤد: ۷۴۴)

۷۳۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَتَحَ التَّكْبِيْرَ فِي الصَّلٰوةِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ، حَتّٰى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَعَلَ مِثْلَهُ وَقَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يَسْجُدُ، وَلَا حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا تکبیر سے افتتاح کیا' پس انہوں نے تکبیر پڑھتے ہوئے کندھوں کے متوازی رفع یدین کیا اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہی تو اس کی مثل کیا اور جب کہا: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" تو اس کی مثل کیا اور کہا: "ربنا ولک الحمد" اور سجدہ کے وقت اس طرح نہیں کیا اور نہ سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اس طرح کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٧٣٥ کا مطالعہ کریں۔

٨٦ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ

جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع الیدین کرنا

یعنی جب دو رکعت کے بعد تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو رفع الیدین کرنا۔

٧٣٩ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ . رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ مُخْتَصَرًا. (مسند الطحاوی: ٥٥٩٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت ابن عمر جب نماز میں داخل ہوتے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہے اور اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے اور اس حدیث کو ابن طہمان نے از ایوب اور از موسیٰ بن عقبہ اختصار سے روایت کیا ہے۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا شرعی حکم

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا جو ذکر ہے وہ زائد ہے اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے اس کے لیے اس حدیث کو قبول کرنا واجب ہے اور امام احمد بن حنبل دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو کر رفع یدین کرتے تھے حالانکہ وہ ہر جھکتے وقت اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور ممکن ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے ان پر رد کیا ہو۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣٢٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

مسئلہ مذکور میں فقہاء شافعیہ کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں اور اہل علم کے نزدیک زیادتی مقبول ہوتی ہے علامہ ابن بطال نے کہا: جو رفع یدین کا قائل ہے اس پر اس زیادتی کو قبول کرنا واجب ہے علامہ خطابی نے کہا: امام شافعی نے اس پر عمل نہیں کیا اور ان کے قاعدہ کے مطابق حدیث میں جو الفاظ زائد ہوں ان کا قبول کرنا لازم ہے امام ابن خزیمہ نے کہا: دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا سنت ہے اگر چہ امام شافعی نے اس کا ذکر نہیں کیا پس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ سنت پر عمل کرو اور میرے قول کو چھوڑ دو ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس حدیث کے موافق عمل امام شافعی کا مذہب نہیں ہے اور انہوں نے جو کہا ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے اس کا محمل یہ ہے کہ جب انہیں کسی مسئلہ پر حدیث نہ ملے اور جب حدیث مل جائے اور وہ اس کو قبول نہ کریں یا اس کی

تاویل کر دیں تو پھر وہ حدیث ان کا مذہب نہیں ہے اور یہاں اسی طرح ہے کیونکہ امام شافعی نے کہا ہے کہ نماز میں صرف تین جگہ رفع یدین ہے نماز کے افتتاح کے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۱۷-۳۱۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

مسئلہ مذکورہ میں فقہاء حنبلیہ کی تحقیق

حافظ زین الدین عبد الرحمن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع یدین نہ کرے امام احمد نے کہا: میں اس پر عمل نہیں کرتا اور نہ یہ میرا مذہب ہے اور انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر نماز میں ان تین مقامات کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا آپ نے پہلی تکبیر کے بعد رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا اس کے بعد آپ تکبیر پڑھتے تھے اور رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۴ ص ۳۲۱ دار ابن الجوزی ۱۴۱۷ھ)

مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے خلاف منقول ہے کیونکہ عاصم بن کلیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۳۲۰)
اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور وہ اس کو ترک کر دیں سوا اس صورت کے کہ ان کے نزدیک ان کا منسوخ ہونا ثابت ہو چکا ہو اور یہ روایت جس میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کا ذکر ہے اس کا ضعف اس طرح ثابت ہے کہ یہ حدیث ایک اور سند سے ثابت ہے اور اس میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا ذکر نہیں ہے علامہ النووی نے الروضۃ میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے کتاب الام میں اس حدیث کو ذکر کر کے اس پر کلام کیا ہے اور لکھا ہے کہ نماز میں رفع یدین صرف تین جگہ کیا جائے پہلی تکبیر کے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۰۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

غیر مقلدین کے نزدیک دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا سنت ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۵۱)

۸۷- بَابُ وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ
نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی حالت قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے۔

۷۴۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ. قَالَ أَبُوْ حَازِمٍ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَنْمِي ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ إِسْمَاعِيْلُ يُنْمٰى ذٰلِكَ، وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی حازم از سہل بن سعد انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ایک شخص نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھے ابو حازم نے کہا کہ سہل نے اس قول کو صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔ اسماعیل نے کہا: اس قول کو منسوب کیا جاتا ہے اور یہ نہیں کہا کہ سہل نے اس قول کو منسوب کیا ہے۔

(موطأ امام مالک: ۳۸۵، المعجم الکبیر: ۵۷۷۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۸۴۹۔ ج ۳۷ ص ۴۹۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور فریقین کے دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک نماز کی حالت قیام میں ہاتھ باندھنے چاہئیں' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور عام اہل علم کا یہی مذہب ہے' حضرت علی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے' ابن المنذر نے اس قول کو امام مالک سے بھی نقل کیا ہے' سعید بن جبیر' ابی مجلز' ابی ثور' ابی عبید' ابن جریر' داؤد کا بھی یہی مذہب ہے' حضرت ابوبکر' حضرت عائشہ اور جمہور فقہاء کا یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نماز کی حالت قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہیے' ان میں حضرت ابوبکر صدیق' اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہیں اور یہی ثوری اور فقہاء احناف کا قول ہے' ابن حبیب نے کہا: میں نے مطرف اور ابن ماجشون سے اس کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: فرض اور نفل میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے اس قول کو امام مالک سے روایت کیا ہے' اشہب' ابن نافع اور ابن وہب نے بھی اس قول کو امام مالک سے روایت کیا ہے' اور یہی امام شافعی' امام احمد اور اسحٰق کا قول ہے اور یہ باب خشوع سے ہے۔

عطاء نے کہا: جو چاہے اس کو کرے اور جو چاہے اس کو ترک کر دے اور یہ امام اوزاعی کا قول ہے۔

ایک جماعت کا نظریہ ہے کہ نماز کی حالت قیام میں ہاتھ چھوڑ دینے چاہئیں' یہ قول حضرت ابن الزبیر' الحسن البصری اور سعید بن المسیب سے مروی ہے' سعید بن جبیر نے ایک شخص کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' انہوں نے جا کر اس کے ہاتھ کھول دیئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵۳۔ ۳۹۵۲۔ ۳۹۵۰۔ ۳۹۴۹)

ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ میں فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو پسند نہیں کرتا اور نوافل میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں طویل قیام ہوتا ہے۔

ہاتھ باندھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سہل بن سعد' حضرت ابن مسعود اور حضرت وائل بن حجر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہاتھ باندھنے کو روایت کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سنت ہے۔

ابن القصار نے کہا: جنہوں نے ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ نماز میں عمل ہے اور نمازی اس میں مشغول ہوتا ہے اور بعض اوقات اس میں ریا داخل ہوتا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو نماز کی تعلیم دی اور اس کو ہاتھ باندھنے کا حکم نہیں دیا' اگر یہ کہا جائے کہ ہاتھ باندھنا خشوع کی علامت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خشوع اللہ کے لیے ہے اور وہ نماز میں اخلاص ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۲۶۔ ۳۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آثار مختلف نہیں ہیں' صرف حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ہاتھ چھوڑ

کر نماز پڑھتے تھے' اور اس کے خلاف یہ حدیث ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے' جمہور فقہاء تابعین اور اکثر فقہاء مسلمین جو اہل الرائے اور اہل الاثر سے ہیں ان کا یہی مؤقف ہے' لیکن ابن القاسم نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ نماز میں ہاتھ چھوڑنے چاہئیں' امام مالک نے کہا: نماز میں ہاتھ باندھنے کی حدیث کا تعلق صرف نوافل سے ہے کیونکہ ان میں طویل قیام ہوتا ہے' اور ہاتھ باندھنے کو ترک کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے' ابن القاسم کے علاوہ دوسروں نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ فرض اور نفل دونوں میں ہاتھ باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیث بن سعد نے کہا: ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے' ہاں! اگر نماز میں قیام لمبا ہو اور وہ تھک جائے تو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام عبد الرزاق نے کہا: میں نے ابن جریج کو دیکھا وہ چادر اور تہبند باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے ہاتھ چھوڑے ہوئے تھے۔

اوزاعی نے کہا: جو چاہے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے اور جو چاہے اس کو ترک کر دے۔

سفیان ثوری' امام ابو حنیفہ' امام شافعی اور ان کے اصحاب اور الحسن بن صالح اور امام احمد بن حنبل' ابو ثور' داؤد بن علی اور طبری نے کہا ہے کہ فرض اور نفل میں نمازی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے اور ان سب نے کہا: یہ سنت مسنونہ ہے' امام شافعی نے کہا کہ سینہ کے پاس ہاتھ رکھے اور حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انہوں نے سینہ کے پاس ہاتھ رکھے۔

طاؤس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے' پھر نماز میں ان کو سینہ پر باندھتے تھے۔

(سنن ابو داؤد: ۷۵۹' مصنف عبد الرزاق: ۳۳۱۷' المعجم الکبیر: ۱۰۳۵۸)

ثوری' امام ابو حنیفہ اور اسحاق نے کہا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے۔ یہ حدیث حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنت سے یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے۔

(سنن ابو داؤد: ۷۵۶)

عبد الرحمان بن اسحاق کوفی سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: نماز میں ناف کے نیچے ہتھیلی سے ہتھیلی کو پکڑا جائے۔

(سنن ابو داؤد: ۷۵۸)

امام احمد بن حنبل نے کہا: ناف کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں اور اگر ناف کے نیچے بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا: ہم ذکر کر چکے ہیں کہ صحابہ میں سے کسی کا بھی نماز کی حالت قیام میں ہاتھ باندھنے کے متعلق اختلاف نہیں ہے' لیکن حسن بصری اور ابراہیم نخعی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے اور یہ کوئی خاص اختلاف نہیں ہے' اختلاف اس کو مکروہ کہنے میں ہے' اور کئی دفعہ عالم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتا ہے تاکہ ہاتھ باندھنے کو واجب نہ سمجھا جائے۔ (تمہید ج ۸ ص ۱۹۲-۱۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ) (فتح المالک تبویب التمہید لابن عبد البر علی موطأ امام مالک ج ۳ ص ۱۹۹-۱۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار

ابو معشر بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی نماز میں ناف کے نیچے بائیں ہاتھ کے اوپر دایاں ہاتھ رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۶۹)

حجاج بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابومجلز سے سوال کیا کہ نمازی نماز میں ہاتھ کس طرح رکھے؟ انہوں نے کہا: دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا اندرونی حصہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے بیرونی حصہ پر ناف کے نیچے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۲)

ابوجحیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کی سنت سے یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ کے اوپر ہاتھ رکھا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۵' سنن ابوداؤد: ۷۵۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۰)

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے متعلق آثار

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ اور ابراہیم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۹)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵۰)

عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن المسیب کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵۲)

سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی' آپ نے اپنے سینہ کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۶۴۱)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے' پھر ان کو سینہ پر باندھ لیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الکوثر: ۲ کی تفسیر میں فرمایا: دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر سینہ کے اوپر رکھا جائے۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱' نشر السنۃ' ملتان)

سینہ پر اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کون سا طریقہ افضل ہے؟

ایک قول یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے میں زیادہ خشوع ہے کیونکہ اس میں نماز میں نور ایمان کی حفاظت ہے' لہٰذا یہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر شرم گاہ کی طرف اشارہ کرنے سے افضل ہے' ہم کہتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور شرم گاہ کو چھپانے اور تہبند کو پھسل کر گرنے سے محفوظ رکھنے کا سبب ہے' اور یہ ایسے ہے جیسے بادشاہوں کے سامنے لوگ ادب کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور سینہ پر ہاتھ باندھنے میں عورتوں کے ساتھ تشبہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۸ - بَابُ الْخُشُوْعِ فِی الصَّلٰوۃِ
نماز میں خشوع کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ (المؤمنون: ۲-۱)

بے شک وہ مؤمن کامیاب ہیں ۝ جو اپنی نماز میں اللہ سے عاجزی کرتے ہیں ۝

اس سے پہلے باب میں نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر کیا تھا' جو خشوع پر دلالت کرتا ہے اور ادب کا طریقہ ہے اور عبث سے مانع ہے' پس اس باب میں خشوع پر ترغیب کا ذکر کیا۔

۷۴۱ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَاهُنَا؟ وَاللّٰهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلَا خُشُوعُكُمْ وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي.

از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میرا قبلہ یہاں ہے؟ اور اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا رکوع مخفی ہے اور نہ تمہارا خشوع (پوشیدہ ہے) اور بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی ضرور دیکھتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

٧٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: رکوع اور سجود کو طمانیت سے ادا کرو، پس اللہ کی قسم! میں تم کو اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں اور بعض اوقات فرمایا: اپنی پشت کے پیچھے سے، جب تم رکوع کرتے ہو اور سجدہ کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

٨٩ - بَابُ مَا يَقُولُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ — نمازی تکبیر کے بعد کیا کہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نمازی تکبیر افتتاح کے بعد کیا کہے۔

٧٤٣ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از انس کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کا افتتاح "الحمد للّٰہ رب العٰلمین" سے کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۸۲، مسند ابویعلیٰ: ۲۹۸۳، سنن دارمی: ۱۲۴۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۱۳۵۔ ج ۱۹ ص ۱۸۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۷۴، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۲۳۶)

نماز میں بسم اللہ کو جہراً نہ پڑھنے کی دلیل

اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ نماز میں بسم اللہ کو جہراً نہیں پڑھا جاتا تھا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز نہیں ہے۔

٧٤٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ هُنَيَّةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ بن القعقاع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوزرعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ

فَقُلْتُ بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ، مَا تَقُولُ؟ قَالَ أَقُولُ اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ، كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ. (صحیح مسلم:٥٩٨' الرقم المسلسل:١٣٣٠' سنن نسائی:٨٩١-٦٠' سنن ابن ماجہ:٨٠٥' سنن ابوداؤد:٧٨١' کتاب الدعاء:٥٢١' مصنف ابن ابی شیبہ ج١٠ ص ٢١٤-٢١٣' مسند ابو یعلیٰ:٦١٩' صحیح ابن خزیمہ:١٥٧٩' صحیح ابن حبان:١٧٧٥' المنتقیٰ:٣٢٠' سنن دار قطنی ج١ ص٣٣٦' سنن بیہقی ج٢ ص١٩٥' مسند احمد ج٢ ص٢٣١ طبع قدیم' مسند احمد:٧١٦٤-ج١٢ ص٨١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان خاموشی کا ایک وقفہ کرتے تھے' ابوزرعہ نے کہا: حضرت ابوہریرہ نے خاموشی کے وقفہ کی جگہ میرا گمان ہے' ''ھنیۃ'' کہا' یعنی تھوڑا سا' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں آپ تکبیر اور قراءت کے درمیانی وقفہ میں کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں یہ دعا کرتا ہوں: اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری کردے' جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے' اے اللہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح پاک کردے جس طرح سفید کپڑا میل سے پاک ہو جاتا ہے' اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی سے' برف اور اولوں سے دھو دے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (٢) عبد الواحد بن زیاد العبدی ابو بشر البصری (٣) عمارہ بن القعقاع بن شبرمہ الضبی الکوفی (٤) ابوزرعہ اور وہ عمرو بن جریر البجلی ہیں' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے: ان کا نام ھرم ہے' دوسرا قول ہے: ان کا نام عبد اللہ ہے اور عبد الرحمان' جریر اور عمرو کے بھی اقوال ہیں (٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج٥ ص٤٢٨)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان اس دعا کو پڑھتے تھے۔

خطاء کا معنی اور خطاؤں سے پاک کرنے کی دعا سے کیا مراد ہے

اس حدیث میں ''خطایای'' کا لفظ ہے' یہ ''خطیئۃ'' کی جمع ہے' ''خطاء'' کا معنی ہے: ذنب اور ''اثم'' اس سے مراد یہ ہے کہ جب بھی میرا کوئی گناہ مقدر کیا جائے تو میرے اور اس گناہ کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی دوری مشرق اور مغرب کے درمیان ہے' ایک تاویل یہ ہے کہ جو خطاء پہلے ہو چکی ہے اس کو معاف فرمادے اور آئندہ کے لیے مجھے خطاء سے بچا' مشرق اور مغرب سے مراد یہ ہے کہ چونکہ مشرق اور مغرب کا ملنا محال ہے' اسی طرح میرا گناہ سے متصف ہونا محال کردے' پانی اور برف سے دھونے سے مراد یہ ہے کہ مجھے کامل طریقہ سے پاک کردے۔

علامہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی المتوفی ٦٦١ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک کرنے والی ان متعدد چیزوں کا ذکر فرمایا' جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں تاکہ آپ کو طہارت کاملہ حاصل ہو اور اس کے ضمن میں مغفرت کی ان اقسام کا حصول مراد ہے' جن سے گناہوں سے مغفرت حاصل ہوتی ہے یعنی اپنی مغفرت کی انواع اور اقسام سے خطاؤں کو دھو ڈال' جس طرح حدث اور جنابت پانی سے زائل ہوتی ہے' اسی طرح خطاؤں کو پانی سے زائل فرمادے۔

(کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج١ ص٢٣٣' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤٢٢ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں' آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے' صغیرہ نہ کبیرہ' سہواً نہ عمداً' صورۃً نہ حقیقۃً' اور اس جگہ خطاؤں سے مراد بہ ظاہر

خلافِ اولیٰ کام ہیں اور آپ یہ دعا تعلیم امت کے لیے کرتے تھے تاکہ آپ کی امت کے افراد نماز کے شروع میں ہی اپنی مغفرت کی دعا کیا کریں۔

حدیث میں مذکور افتتاح نماز کی دعا بعض اوقات پر محمول ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اس دعا کو نہیں پڑھا' ورنہ اہل مدینہ اس کو بہ کثرت نقل کرتے اور اس پر عمل کرتے' ہوسکتا ہے آپ نے کسی وقت یہ دعا پڑھی ہو' پھر اس کو ترک کر دیا ہو تاکہ آپ کی امت کے لیے تخفیف اور آسانی ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کے افتتاح کی وہ دعا جس پر آپ نے دوام کیا

امام بخاری نے جو اس حدیث کو ذکر کیا ہے' اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت یہ دعا کرنی چاہیے' اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد نماز کے شروع میں درج ذیل دعا کے قائل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا کرتے: ''سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰى جدك ولا اله غيرك''۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۶' سنن ترمذی: ۲۴۳' سنن ابن ماجہ: ۸۰۶' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۴۔۲۳۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۵' سنن ترمذی: ۲۴۲' سنن نسائی: ۸۹۸' سنن ابن ماجہ: ۸۰۴)

یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس کے تمام راوی ثقات ہیں۔ (سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۰۰)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

سلف صالحین نے ان احادیث پر عمل کیا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے درمیان اس دعا کے ساتھ نماز کو شروع کرتے تھے' اسود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر کی اقتداء میں نماز پڑھی' حضرت عمر نے اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ دعا پڑھی: ''سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰى جدك ولا اله غيرك''۔ امام احمد بن حنبل نے اس دعا کو اختیار کیا ہے اور دوسری دعاؤں کے ساتھ نماز کے افتتاح کو بھی جائز قرار دیا ہے کیونکہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے: ''وجهت وجهى للذى فطر السموات والارض حنيفا وما انا من المشركين' ان صلوٰتى ونسكى ومحياى ومماتى لله رب العٰلمين' لا شريك له وبذلك امرت وانا اول المسلمين' انت الملك لا اله الا انت انت ربى وانا عبدك ظلمت نفسى واعترفت بذنبى فاغفرلى ذنوبى جميعا' لا يغفر الذنوب الا انت واهدنى لاحسن الاخلاق لا يهدى لاحسنها الا انت واصرف عنى سيّئها لا يصرف عنى سيّئها الا انت لبيك وسعديك والخير كله فى يديك والشر ليس اليك' انا بك واليك تباركت ربنا وتعاليت استغفرك واتوب اليك''۔

(صحیح مسلم: ۷۷۱' الرقم المسلسل: ۱۷۸۱' سنن ابوداؤد: ۷۶۰۔۷۴۴' سنن ترمذی: ۳۴۲۲' سنن نسائی: ۸۹۳)

دعاء مذکورہ کا ترجمہ: ''میں ہر باطل سے جدا ہوتے ہوئے اپنا منہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو

ٹھیک ٹھیک بنایا' اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں' بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ رب العٰلمین کے لیے ہے' جس کا کوئی شریک نہیں' مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے' اور میں مسلمانوں میں سے ہوں' اے اللہ! تو بادشاہ ہے' تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں' تو میرا رب ہے اور میں تیرہ بندہ ہوں' میں نے اپنی جان پر ظلم کیا' میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں' میرے تمام گناہوں کو بخش دے' کیونکہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے' مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے اور اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا' بُرے اخلاق مجھ سے دور کر دے' اور مجھ سے بُرے اخلاق کو تیرے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے' میں تیری اطاعت کے لیے حاضر اور فرماں بردار ہوں' ہر خیر تیرے دست قدرت میں ہے اور کوئی بُرائی تیری طرف منسوب نہیں' میں تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں' تو برکت والا اور بلند ہے' میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں''۔

(صحیح مسلم (مترجم): ١٨٠٩' فرید بک سٹال' لاہور)

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے متعلق بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ تہجد کی نماز کے متعلق ہے اور اس پر عمل کو ترک کر دیا گیا ہے' ہمارے علم کے مطابق کوئی شخص اس دعا سے نماز کو شروع نہیں کرتا' نماز کو صرف پہلی دعا سے شروع کیا جاتا ہے۔ (المغنی ج ٢ ص ٢٣-٢٢' دار الحدیث' قاہرہ' ١٤٢٥ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح میں ''سبحانك اللهم وبحمدك الخ'' پڑھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو دعاء افتتاح منقول ہے' وہ ابتداء امر پر یا نفل نماز پر محمول ہے اور سنن نسائی: ٨٩٥ میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٤٣٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٧٥٥۔ ج ٢ ص ٢٠٥ پر ہے۔ اس کے تحت وہاں دو عنوانات پر بحث کی گئی ہے:

(١) دعاء استفتاح میں مذاہب اربعہ (٢) عصمت کی تحقیق۔

٩٠ - بَابٌ

٧٤٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ' عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوةَ الْكُسُوْفِ' فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ' ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ' ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ' ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ' ثُمَّ رَفَعَ' ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ' ثُمَّ رَفَعَ' ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ' ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ' ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ' ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ' ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ' ثُمَّ رَفَعَ' فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ' ثُمَّ رَفَعَ' ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ' ثُمَّ انْصَرَفَ' فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّی الْجَنَّةُ' حَتّٰی لَوِ اجْتَرَاْتُ عَلَیْهَا'

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھی' پھر آپ نے قیام کیا' پس بہت طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا' پس بہت طویل رکوع کیا' پھر آپ نے قیام کیا' پس بہت طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا' پس بہت طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر سجدہ کیا' پس بہت طویل سجدہ کیا' پھر سجدہ سے سر اٹھایا' پھر سجدہ کیا' پس بہت طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے قیام کیا' پس طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا' پس بہت طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا'

لَجِئْتُكُمْ بِقِطَافٍ مِّنْ قِطَافِهَا، وَدَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتّٰى قُلْتُ أَيْ رَبِّ، وَأَنَا مَعَهُمْ ؟ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ، قُلْتُ مَا شَأْنُ هٰذِهِ؟ قَالُوا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوعًا، لَا أَطْعَمَتْهَا، وَلَا أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ خَشِيْشِ الْأَرْضِ أَوْ خِشَاشِ. [طرف الحدیث: ٢٣٦٤]

(صحیح مسلم: ٩٠٧ 'الرقم المسلسل: ٢٠٧٤ 'سنن ابوداؤد: ١١٨٩ 'سنن نسائی: ١٤٩٣ 'مصنف عبدالرزاق: ٤٩٢٥ 'سنن دارمی: ١٥٢٨ 'صحیح ابن حبان: ٢٨٥٣ ـ ٢٨٣٢ 'سنن بیہقی ج ٣ ص ٣٢١ 'شرح السنۃ: ١١٤٠ 'مسند احمد ج ١ ص ١٩٨ طبع قدیم 'مسند احمد: ٢٧١١ ـ ج ٣ ص ٤٤٤ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٦٩٨٣ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

پس طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس سجدہ کیا' پس طویل سجدہ کیا' پھر آپ نماز سے فارغ ہو کر نمازیوں کی طرف مڑے' پس فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جنت میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ اگر میں جرأت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا اور دوزخ میرے قریب کر دی گئی' حتیٰ کہ میں نے کہا: اے میرے رب! کیا میں ان کے ساتھ ہوں؟ پس اس وقت ایک عورت تھی جس کو ایک بلی نوچ رہی تھی' میں نے کہا: اس کو بلی کیوں نوچ رہی ہے؟ فرشتوں نے کہا: اس نے اس بلی کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ وہ بھوک سے مر گئی' اس عورت نے بلی کو کچھ کھلایا نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ کچھ کھا لیتی۔ نافع نے کہا: میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا: وہ زمین کے کوڑے کرکٹ سے کچھ کھا لیتی۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) سعید بن محمد بن الحکم ابن ابی مریم الجمحی (٢) نافع بن عمر بن عبداللہ الجمحی القرشی' یہ اہل مکہ سے تھے' طبری نے ذکر کیا ہے کہ یہ مکہ میں ١٦٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ملیکہ' ابوملیکہ کا نام زہیر بن عبداللہ التیمی ہے' یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں قاضی تھے (٤) حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما' ان ہی کو ذات النطاقین کہا جاتا تھا یعنی دو کمر بند والی' یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں' یہ مکہ میں ٧٣ھ میں فوت ہو گئی تھیں' اس وقت ان کی عمر ایک سو سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٣٦)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مناسبت

اس باب کا عنوان ہے: نمازی تکبیر کے بعد کیا کہے' اور اس حدیث میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے اور بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اس نماز میں لمبا قیام کیا' اور طویل قیام تکبیر تحریمہ پڑھنے' دعاء افتتاح اور قرآن مجید پڑھنے کو مستلزم ہے اور اس اعتبار سے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے رب! میں ان کے ساتھ ہوں' ہر چند کہ اس میں دعا نہیں' لیکن اس میں مناجات ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ہر طرح کے عاجزانہ کلمات سے دعا کرنا جائز ہے اور دعا قرآن مجید کے الفاظ کے ساتھ خاص نہیں اور اس میں بعض حنفیہ کا اختلاف ہے۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٣٢٣) میں کہتا ہوں کہ اس میں فقہاء احناف کا اختلاف نہیں ہے' انہوں نے بھی ایسے کلمات کے ساتھ دعا کو جائز کہا ہے۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آخر میں یہ دعا کرتے تھے: "اللھم انی اعوذ بك من المغرم والمأثم ومن فتنة المحيا والممات" اے اللہ! میں قرض اور گناہ سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ٨٣٢) (المبسوط ج ١ ص ١٢٤ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

سورج گہن کی نماز کے راویوں کی تعداد

سورج گہن کی نماز چوبیس صحابہ سے مروی ہے: (۱) حضرت اسماء بنت ابی بکر (۲) حضرت ابن عباس (۳) حضرت علی بن ابی طالب (۴) حضرت عائشہ (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو (۶) حضرت النعمان بن بشیر (۷) حضرت المغیرہ بن شعبہ (۸) حضرت ابومسعود (۹) حضرت ابوبکرہ (۱۰) حضرت سمرہ بن جندب (۱۱) حضرت ابن عمر (۱۲) حضرت قبیصہ الھلالی (۱۳) حضرت جابر (۱۴) حضرت ابوموسیٰ (۱۵) حضرت عبد الرحمان بن سمرہ (۱۶) حضرت ابی بن کعب (۱۷) حضرت بلال (۱۸) حضرت حذیفہ (۱۹) حضرت محمود بن لبید (۲۰) حضرت ابو الدرداء (۲۱) حضرت ابوہریرہ (۲۲) حضرت ام سفیان (۲۳) حضرت عقبہ بن عامر (۲۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم۔

صلوٰۃ کسوف کا معنی

''کسوف'' کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور ''خسوف'' کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا' اور توسعاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے' سورج گہن کا معنی ہے: سورج کا نور اور اس کی روشنی چھپ جائے اور یہ اس وقت ہوتا ہے' جب سورج اور زمین کے درمیان چاند حائل ہو جائے' اسی طرح چاند گہن کا معنی ہے: چاند کا نور اور اس کی روشنی چھپ جائے' اور سورج یا چاند کا کچھ حصہ سیاہ پڑ جائے' اگر سورج مکمل سیاہ ہو جائے تو پھر یہ مکمل سورج گہن ہوتا ہے' چند سال پہلے پاکستان میں عصر کے بعد مکمل سورج گہن ہو گیا تھا اور گہرا اندھیرا چھا گیا تھا۔

سورج گہن کی نماز کے ثبوت میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورج گہن کی نماز واجب نہیں ہے' تاہم یہ نماز سنت اور مستحب ہے اور اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کی دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم یہ گہن دیکھو تو اللہ عزوجل کے ذکر اور اس کی نماز کی پناہ میں آؤ۔ (سنن نسائی: ۱۴۸۲)

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ○ (بنی اسرائیل: ۵۹) اور ہم صرف ڈر پیدا کرنے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیں ○

سورج اور چاند کو گہن لگنا' اللہ کی ان نشانیوں میں سے ہے' جن سے اللہ عزوجل بندوں کو ڈراتا ہے تاکہ وہ گناہوں کو چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور یہ سوچ کر ڈریں کہ اس دنیا میں سب سے بڑی چیز سورج ہے' جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بے نور کر دیا تو وہ ہماری آنکھوں سے بصارت کا نور اور ہمارے دلوں سے ایمان کا نور زائل کرنے پر اس سے زیادہ قادر ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہیے اور توبہ اور استغفار کر کے اور عبادت کر کے اس کو راضی کرنا چاہیے۔

سورج گہن کی نماز میں مذاہب ائمہ

امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک سورج گہن کی نماز عام معمول کی نمازوں کی طرح ادا کی جائے گی اور ایک رکعت میں ایک ہی رکوع کیا جائے گا۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور علماء حجاز کے نزدیک سورج گہن کی نماز کی دو رکعت ہیں اور ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہیں۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ہر رکعت میں تین رکوع ہیں' ائمہ ثلاثہ نے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں ایک رکعت میں دو رکوع کا ذکر کیا ہے' یہ حدیث صحاح ستہ میں مذکور ہے۔

فقہاء احناف کے مسلک کے موافق احادیث

ہمارا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں قیام کیا اور لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے' پھر آپ نے رکوع کیا اور لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے سجدہ کیا' پھر لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا' پھر لگتا تھا کہ آپ (دوسرا) سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے سجدہ کیا' پھر لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا' پھر آپ نے اسی کی مثل دوسری رکعت پڑھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں ہانپ رہے تھے اور اُف اُف کر رہے تھے' پھر آپ نے فرمایا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ تو میرے ہوتے ہوئے ان کو عذاب نہیں دے گا' کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ جب یہ استغفار کر رہے ہوں گے' تو ان کو عذاب نہیں دے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس نماز میں خوف زدہ ہوئے' پھر سورج منکشف ہو گیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۹۴' سنن نسائی: ۱۴۹۲)

نیز ہمارا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' آپ خوف زدہ ہوئے اور تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نکلے' حتیٰ کہ مسجد میں آئے' پھر آپ ہم کو نماز پڑھاتے رہے حتیٰ کہ سورج منکشف ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ کسی عظیم آدمی کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگتا ہے' حالانکہ اس طرح نہیں ہے' سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن یہ اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' بے شک اللہ عزوجل جب اپنی مخلوق میں سے کسی کے لیے ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس کے حکم کے تابع ہوتی ہے' پس جب تم اس کو دیکھو تو اس طرح نماز پڑھو جیسے نئی فرض نماز پڑھتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۲' سنن نسائی: ۱۴۸۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۲)

اس حدیث سے بھی ہمارا استدلال ہے:

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرائے ہوئے اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نکلے اور میں اس دن آپ کے ساتھ مدینہ میں تھا' آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں بہت طویل قیام کیا' پھر آپ نماز سے فارغ ہو کر نمازیوں کی طرف مڑے اور اس وقت سورج روشن ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اللہ ان نشانیوں سے ڈراتا ہے' پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اس طرح نماز پڑھو جیسے تم نئی فرض نماز پڑھتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۸۵' سنن نسائی: ۱۴۸۳)

نیز ہمارا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' پس سورج کو گہن لگ گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے اٹھے حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہو گئے' پھر ہم داخل ہوئے' پس آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی حتیٰ کہ سورج روشن ہو گیا' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن لگا ہے وہ کھل جائے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۷' المعجم الاوسط: ۸۷۲' سنن نسائی: ۱۴۹۸)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۱' صحیح مسلم: ۹۱۱' سنن نسائی: ۱۴۵۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۲' صحیح مسلم: ۹۱۴)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' اس دن آپ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی' لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم اس کو دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۳' صحیح مسلم: ۹۱۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۸۴۳)

ان تمام احادیث میں سورج گہن کی نماز میں دو یا دو سے زائد رکوع کرنے کا ذکر نہیں ہے صرف نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور اس سے متبادر وہی نماز ہے' جو معمول کے مطابق پڑھی جاتی ہے' جس میں صرف ایک رکوع ہوتا ہے۔

سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں ایک سے زائد رکوع کی روایات مضطرب ہیں

سورج گہن کی جن حدیثوں میں ایک سے زائد رکوع کا ذکر کیا گیا ہے وہ مضطرب ہیں' ان میں ایک رکعت میں دو سے پانچ رکوع تک کا ذکر کیا گیا ہے' ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۰۴' سنن ابو داؤد: ۱۱۷۹' سنن نسائی: ۱۴۷۴)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۶' صحیح مسلم: ۹۰۱' سنن ابو داؤد: ۱۱۸۰' سنن نسائی: ۱۴۶۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۳)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(سنن ابو داؤد: ۱۱۸۱' سنن نسائی: ۱۴۶۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک رکعت میں تین رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۰۲' سنن ابو داؤد: ۱۱۷۷' سنن نسائی: ۱۴۶۶)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی ایک رکعت میں تین رکوع کی حدیث مروی ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۰۴' سنن ابو داؤد: ۱۱۷۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک رکعت میں چار رکوع کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۰۸' سنن ترمذی: ۵۶۰' سنن ابو داؤد: ۱۱۸۳' سنن نسائی: ۱۴۶۴۔ ۱۴۶۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک رکعت میں پانچ رکوع کی حدیث مروی ہے۔ (سنن ابو داؤد: ۱۱۸۲)

یہ تمام احادیث مضطرب ہیں' ان میں ایک رکعت میں ۲' ۳' ۴ اور ۵ رکوع تک کی روایات ہیں اور مضطرب احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' اس لیے اصل اور معمول کے مطابق ایک رکعت میں ایک رکوع کی روایت پر عمل کیا جائے گا اور یہی امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

سورج گہن کی نماز کے مسائل

امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سورج گہن کی نماز کو چپکے چپکے پڑھا جائے گا اور چاند گہن کی نماز کو بلند آواز سے پڑھا جائے گا' سورج گہن کی نماز کو جماعت سے پڑھا جائے گا اور اس کے بعد خطبہ بھی دیا جائے گا' ہمارے اور امام مالک کے نزدیک چاند گہن کی نماز کو جماعت سے نہیں پڑھا جائے گا' ہر شخص انفرادی طور پر نماز پڑھے گا اور دعا کرے گا اور امام شافعی کے نزدیک چاند گہن کی نماز سورج گہن کی نماز کی طرح پڑھی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۴۴۔ ۴۴۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عنقریب ''باب صلوٰۃ الکسوف'' آئے گا' نماز کسوف میں ائمہ اربعہ کے مذاہب اور فقہاء احناف کے مذہب کی مؤید احادیث اور ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات ہم نے یہاں ذکر کر دیئے ہیں' مزید تفصیل ان شاء اللہ ہم وہاں بیان کریں گے۔

٩١ - بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں امام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا

باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ نمازی جب تکبیرۃ تحریمہ سے نماز کا افتتاح کر کے دعا افتتاح پڑھتا ہے تو پھر اپنی نماز کی اصلاح کے لیے امام کی طرف دیکھتا ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ فَرَاَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِي تَاَخَّرْتُ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز میں فرمایا: پس میں نے دیکھا کہ دوزخ کی بعض آگ بعض کو توڑ رہی تھی' جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۱۲۱۲ میں ہے۔

٧٤٦ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ اَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

[اطراف الحدیث: ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عمارہ بن عمیر از ابی معمر' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں' ہم نے کہا: تم کس چیز سے اس کو پہچانتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۰۱' سنن ابن ماجہ: ۸۲۶' صحیح ابن خزیمہ: ۵۰۶' مسند الحمیدی: ۱۵۶' صحیح ابن حبان: ۱۸۲۶' المعجم الکبیر: ۳۶۸۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۴ ص ۵۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۵۹۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۸۶۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) سلیمان الاعمش (۴) عمارہ بن عمیر التیمی بن تیم اللہ الکوفی (۵) ابو معمر عبد اللہ بن سخبرہ الازدی (۶) حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ' ابو عبد اللہ التیمی' زمانۂ جاہلیت میں یہ قیدی تھے' ایک خزاعی

عورت نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا' یہ سابقین اسلام میں سے تھے' اور ان مسلمانوں میں سے چھٹے تھے جن کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا' یہ غزوات میں حاضر ہوتے تھے' ان سے ٣٢ احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان کی پانچ احادیث روایت کی ہیں' ٣٧ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے لوٹے تو یہ پہلے شخص تھے' جن کی نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ٣٤٥)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے کی وجہ سے' کیونکہ صحابہ آپ کو نماز میں دیکھتے رہتے تھے حتیٰ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی کو ہلتا ہوا دیکھتے تھے۔

نماز میں نمازی کی طرف دیکھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ نمازی اپنی نماز میں کس طرف نظر رکھے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' اور اسحاق نے کہا ہے کہ نمازی اپنے سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے' ابراہیم نخعی اور ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی نے کہا: یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اور امام مالک نے کہا: نمازی اپنے امام کی طرف دیکھے اور اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ حالت قیام میں اپنے سجدہ کی جگہ کو دیکھے اور اس کے دیکھنے کی جگہ کے لیے کوئی حد معین نہیں ہے اور اس باب کی احادیث امام مالک کے لیے حجت ہیں۔

المہلب نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دوزخ پیش کی گئی اور آپ پیچھے ہٹے تو صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہیں دیکھا' اور نہ انہوں نے آپ کی ڈاڑھی کو ہلتے ہوئے دیکھا اور نہ انہوں نے اس سے آپ کی قراءت پر استدلال کیا' اور نہ اس کو نقل کیا' اور نہ انہوں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے دیکھا جب آپ کو جنت دکھائی گئی تھی' اس حدیث کی مثل وہ حدیث ہے جس میں آپ کا یہ ارشاد ہے: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے کیونکہ امام کی اتباع اس وقت کی جائے گی جب امام کے جھکنے اور اٹھنے میں اس کی حرکات کا مشاہدہ کیا جائے۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣٦٣)

میں کہتا ہوں کہ المہلب کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ صحابہ نے آپ کی ڈاڑھی کو ہلتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ آپ کو دوزخ دیکھنے کے بعد پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا اور نہ جنت دیکھ کر اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا' اور تمام احادیث اس کے خلاف ہیں۔

المہلب کے علاوہ دوسرے شارحین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگور کے خوشے کو اس لیے نہیں پکڑا تھا کہ وہ جنت کا طعام ہے اور جنت کا طعام فنا نہیں ہوتا اور دنیا میں صرف اسی طعام کو کھانا جائز ہے جو فنا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو فنا کے لیے بنایا ہے' اس لیے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوگی' جس کا تعلق بقا سے ہو۔

ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت کرنے کے متعلق احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

جو علماء نماز میں امام کی قراءت کو ناجائز کہتے ہیں' ان کے خلاف دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعت میں جہراً قراءت کرتا ہے اور بعد کی رکعات میں آہستہ قراءت کرتا ہے اور جہر کے ساقط ہونے سے مطلقاً قراءت ساقط نہیں ہوتی تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں بھی قراءت کی جاتی ہو اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اس کی تائید حسب ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ظہر اور عصر کی نمازوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ "ق والقرآن المجید"

پڑھ رہے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵۶۔۳۵۳ 'شرح معانی الآثار:۱۲۰۸)

ابورافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حکم دیتے تھے یا اس کو پسند کرتے تھے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملا کر پڑھی جائے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۲ 'شرح معانی الآثار:۱۲۰۹)

یزید الفقیر نے بیان کیا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۶۱ 'شرح معانی الآثار:۱۲۱۶)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملایا کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۶۲ 'شرح معانی الآثار:۱۲۱۷)(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۷۱-۲۷۲ 'قدیمی کتب خانہ کراچی)

٧٤٧ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَنْبَاَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يَخْطُبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ، وَكَانَ غَيْرَ كَذُوْبٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ، قَامُوْا قِيَامًا، حَتّٰى يَرَوْنَهٗ قَدْ سَجَدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن یزید سے خطبہ میں سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں تھے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پس آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو وہ سب کھڑے رہتے حتیٰ کہ وہ آپ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری:۶۹۰ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جو نمازی امام کے پیچھے ہے وہ کب سجدہ کرے۔

٧٤٨ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلُ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ، ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ قَالَ اِنِّيْ اُرِيْتُ الْجَنَّةَ، فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا، وَلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس آپ نے نماز پڑھی' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ اپنی جگہ سے کسی چیز کو پکڑ رہے تھے' پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ رہے تھے' آپ نے فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی' پس میں نے جنت کے ایک خوشہ کو پکڑنے کا ارادہ کیا اور اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے' جب تک یہ دنیا قائم رہتی۔

اس حدیث کی تخریج' صحیح البخاری:۷۴۵ میں کی جا چکی ہے۔

٧٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ، فَأَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْآنَ، مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ، الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، مُمَثَّلَتَيْنِ فِي قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ. ثَلَاثًا.

ہمیں حلال بن علی نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی' پھر آپ منبر پر چڑھے' پھر آپ نے اپنے ہاتھوں سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کیا' پھر آپ نے فرمایا: ابھی جب میں نے تمہیں نماز پڑھائی تھی تو قبلہ کی اس دیوار میں' میں نے جنت اور دوزخ کی مثالیں دیکھیں' آپ نے تین بار فرمایا: میں نے آج کی مثل خیر اور شر کو نہیں دیکھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصل جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال کو؟

اس سے پہلے صحیح البخاری: ۷۴۵ میں مذکور ہے کہ جنت میرے قریب کر دی گئی تھی' حتیٰ کہ اگر میں جراءت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا' اور صحیح البخاری: ۷۴۸ میں مذکور ہے: پس میں نے جنت کے ایک خوشہ کو پکڑنے کا ارادہ کیا اور اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک یہ دنیا قائم رہتی۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آپ نے بنفسہٖ جنت کو دیکھا تھا' اور اسی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ دوزخ کو دیکھ کر پیچھے ہٹے' اور اس حدیث: ۷۴۹ میں مذکور ہے: میں نے قبلہ کی اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی مثالیں دیکھیں' اس سے بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ آپ نے جنت اور دوزخ کو نہیں دیکھا تھا بلکہ ان کی مثالوں اور تصویر کو قبلہ کی دیوار میں دیکھا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت یہ دو واقعات ہیں' ایک واقعہ میں آپ نے خود جنت کو دیکھا اور اس کے خوشوں کو توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا' ورنہ جنت کی تصویر سے خوشہ توڑنا تو غیر معقول ہے' اسی طرح آپ نے خود دوزخ کو دیکھا اور اگر آپ نے دوزخ نہ دیکھی ہوتی اور صرف اس کی تصویر دیکھی ہوتی تو اس کی تصویر دیکھ کر اس سے پیچھے ہٹنا غیر معقول ہے' ہاں! دوسری مرتبہ آپ کو قبلہ کی دیوار میں جنت اور دوزخ کی تصویر دکھائی گئی تھی۔

سید احمد رضا بجنوری دیو بندی لکھتے ہیں:

حضرت علامہ عثمانی نے فتح الملہم ج ۲ ص ۴۵۶ میں فتح الباری کے حوالے سے علامہ قرطبی کا قول نقل کیا کہ بہ موجب مذہب اہل سنت جنت و دوزخ اس وقت موجود ہیں اور حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک خاص ادراک کی قوت عطا فرمائی تھی جس سے آپ نے ان دونوں کا ادراک حقیقۃً فرمایا ہے۔ (انوار الباری ج ۱۶ ص ۳۴۶' ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا' اس سے مراد جنت کا علم نہیں ہے

علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: میں نے اپنی اس نماز میں ہر اس چیز کو دیکھ لیا' جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۰۴' الرقم المسلسل: ۲۰۶۷) اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم نہیں ہے بلکہ حقیقت میں آپ کا آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے جنت میں معین اور مخصوص لوگوں کو دیکھا اور جنت کی نعمتوں کو دیکھا اور انگور کے خوشوں کو دیکھا اور ان کو توڑنے کا ارادہ کیا' اور ان چیزوں کو اپنے ظاہر پر باقی رکھنا محال نہیں ہے' خصوصاً اہل سنت کے مذہب پر' کیونکہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں اور موجود ہیں' جیسا کہ کتاب اور سنت میں اس پر دلیل ہے' اور یہ اس کی طرف راجع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مخصوص ادراک پیدا کیا ہے' جس سے آپ نے جنت اور دوزخ کا حقیقت میں ادراک کیا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے

لیے بیت المقدس کا ادراک پیدا کیا تھا اور آپ بیت المقدس کو دیکھ کر مشرکین کو اس کی نشانیاں بتا رہے تھے۔

اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیوار قبلہ کے عرض میں جنت اور دوزخ کی مثال اور تصویر بنادی تھی' جیسے آئینہ میں چیزوں کی مثال اور تصویر دکھائی دیتی ہے۔ صحیح البخاری: ۷۴۹ میں ہے: میں نے قبلہ کی اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی مثالیں دیکھیں اور دوسری حدیث میں ہے: ابھی اس دیوار کے عرض میں میرے سامنے جنت اور دوزخ کو پیش کیا گیا' جب میں نماز پڑھا رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۴۰) اور شفاف اجسام میں کسی چیز کا دکھائی دینا محال نہیں ہے' جس طرح آئینہ میں ہوتا ہے اور دکھائی دینے کے لیے آئینہ کی طرح شفاف جسم کی شرط عادی ہے عقلی نہیں ہے' خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ شرط عقلی ہے تو ہو سکتا ہے' یہ امور اس دیوار کے جسم میں موجود ہوں اور ان کا ادراک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہو (اور یہ آپ کا معجزہ ہو)۔

(المفہم ج ۲ ص ۵۵۴۔ ۵۵۳' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

صحیح یہ ہے کہ آپ کے جنت اور دوزخ کو دیکھنے کے متعدد واقعات ہیں' جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور دوزخ کو متعدد بار دیکھا تھا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھ سے جنت اور دوزخ کو دیکھا تھا' بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کے اور جنت و دوزخ کے درمیان جو حجابات ہیں' ان حجابات کو اٹھا دیا گیا تھا' پس آپ نے ان کی حقیقت کو دیکھ لیا تھا اور آپ کے اور جنت و دوزخ کے درمیان جو مسافت ہے' اس مسافت کو لپیٹ دیا گیا تھا' حتیٰ کہ آپ کے لیے یہ ممکن ہو گیا تھا کہ آپ جنت کے خوشوں کو پکڑ سکیں' ظاہر حدیث کے اعتبار سے یہ قول بہت مطابقت رکھتا ہے' اور اس کی تائید حضرت اسماء کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو (صحیح البخاری: ۷۴۵ میں) گزر چکی ہے' جس میں یہ تصریح ہے کہ جنت میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ اگر میں جراءت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا اور بعض علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ قبلہ کی دیوار میں جنت کی مثال بنا دی گئی تھی جیسے آئینہ میں کسی چیز کی صورت دکھائی دیتی ہے' پس آپ نے تمام چیزوں کو قبلہ کی دیوار میں دیکھ لیا اور اس کی تائید حضرت انس کی اس حدیث سے ہوتی ہے: بے شک ابھی اس دیوار کے وسط میں میرے سامنے جنت اور دوزخ کی مثال پیش کی گئی۔ (صحیح البخاری: ۷۴۹۔ ۵۴۰) اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آئینہ کی مثل کسی چیز میں صورت تب نظر آتی ہے' جب وہ جسم صیقل اور شفاف ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط عادی ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خلافِ عادت اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی صورتیں دکھائی گئی ہوں' لیکن یہ اور قصہ ہے جو ظہر کی نماز میں پیش آتا تھا' اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ نے جنت اور دوزخ کو دو بار دیکھا ہو (ایک بار اصل جنت اور دوزخ کو اور دوسری بار ان کی مثالوں کو جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ہے۔ سعیدی غفرلہ) بلکہ آپ نے مختلف صورتوں میں متعدد بار جنت اور دوزخ کو دیکھا' اور اس شخص کا قول بہت بعید ہے' جس نے کہا: جنت اور دوزخ کو دیکھنے سے مراد ان کا علم ہے' علامہ قرطبی نے اس کا بہت رد کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

جنت کے خوشوں کو توڑنے کا ارادہ بدلنے کی وجوہ

نیز حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اور بے شک میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میرا ارادہ تھا کہ میں جنت کے پھلوں میں سے کچھ پکڑ لوں تا کہ تم جنت کے پھلوں کو دیکھو' پھر مجھے یہ خیال آیا کہ میں ایسا نہ کروں۔ (صحیح مسلم: ۹۰۴' الرقم المسلسل: ۲۰۶۷)

آپ کے ارادہ بدلنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ دنیا کے پھل فانی ہیں اور جنت کے پھل غیر فانی ہیں' دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر صحابہ جنت کے پھلوں کو دیکھ لیتے تو پھر ان کا جنت پر ایمان بالغیب نہ رہتا بلکہ ایمان بالشہادت ہو جاتا' تیسری وجہ یہ ہے کہ جنت اعمال کی جزاء ہے اور جزاء آخرت میں ملتی ہے اور یہ دنیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: اگر میں جنت کے خوشے کو پکڑ لیتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے' جب تک یہ دنیا قائم رہتی۔ (صحیح البخاری:۷۴۸)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ جب تک تم زندہ رہتے' اس کا ذائقہ تمہارے منہ میں باقی رہتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۹۲ - بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟ اس باب کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ ہے' اور خارج نماز میں دعا کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنا جائز ہے' جیسا کہ نماز کا قبلہ کعبہ ہے' اسی طرح دعا کا قبلہ آسمان ہے اور جس طرح نماز میں کعبہ کی طرف دیکھنا جائز ہے' اسی طرح دعا کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

۷۵۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَرُوْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فِي صَلٰوتِهِمْ؟ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذٰلِكَ' حَتّٰى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ' اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عروبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف اپنی نظریں اٹھاتے ہیں؟ پھر آپ نے اس میں سختی کی حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: لوگ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی بصارت چھین لی جائے گی۔

(سنن ابوداؤد:۹۱۳' سنن نسائی:۱۱۹۲' سنن ابن ماجہ:۱۰۴۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۰' سنن دارمی:۱۳۰۲' مسند ابویعلیٰ:۲۹۱۸' سنن ترمذی:۱۰۴۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۰ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۴۲۶' ج ۱۹ ص ۴۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۴۶۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف اپنی نظریں اٹھاتے ہیں۔

نماز میں آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے کا مکروہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا مکروہ ہے۔ ابن سیرین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز

میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ O (المومنون:٢) جو لوگ اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں O

اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے نماز میں اپنا سر جھکا لیا۔ (المستدرک ج ٢ ص ٣٩٣)

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣٣٤ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

خارج از نماز آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم اور آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنے کا حکم

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا بالاتفاق مکروہ ہے ابن حزم نے کہا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے البتہ خارج از نماز دعا کرتے وقت آسمان کی طرف دیکھنے میں اختلاف ہے شریح نے دیکھا ایک شخص ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا انہوں نے کہا: تم اپنی نظر نیچی رکھو تم اس کو دیکھ سکتے ہو نہ اس کو پا سکتے ہو اگر تم یہ کہو کہ اگر کوئی شخص نماز میں اپنی آنکھیں بند کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام طحاوی کہتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے امام مالک نے کہا: فرض اور نفل دونوں میں اس میں کوئی حرج نہیں علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی ضرر نہ ہو تو پھر یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس سے نماز میں خشوع بھی ہے اور آنکھوں کو ادھر ادھر پھیرنے اور ذہن کے بھٹکنے سے روکنا بھی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نماز شروع کرتے تو صرف اپنی سجدہ گاہ پر نظر رکھتے۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٤٥٣-٤٥٢ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٩٣ - بَابُ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ — نماز میں التفات کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز میں ادھر اُدھر التفات کرنے کا کیا حکم ہے بہ ظاہر یہ مکروہ ہے۔

٧٥١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ بْنُ سُلَیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُهُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ. [طرف الحدیث:٣٢٩١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اشعث بن سلیم نے حدیث بیان کی از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں التفات کرنے کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا: یہ بندہ کی نماز کا ایک حصہ اچک لیتا ہے جو شیطان اچک لیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٩١٠ سنن ترمذی: ٥٩٠ سنن نسائی: ١١٩٥ السنن الکبریٰ: ١١١٩ مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٤٠ مسند ابویعلیٰ: ٤٦٣٤ صحیح ابن خزیمہ: ٤٨٤ حلیۃ الاولیاء ج ٩ ص ٣٠ سنن بیہقی ج ٢ ص ٢٨١ شرح السنۃ: ٣٢٧ صحیح ابن حبان: ٢٢٨٧ مسند احمد ج ٦ ص ١٠٥ طبع قدیم مسند احمد: ٢٤٢٧٦ ج ٤١ ص ٢٦٦ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد بن مسرہد (٢) ابو الاحوص سلام بن سلیم حافظ کوفی (٣) اشعث بن سلیم (٤) ان کے والد سلیم بن الاسود الکوفی (٥) مسروق بن الاجدع الھمد انی الکوفی (٦) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٤٥٣)

نماز کے حصہ کو شیطان کے اچکنے کا معنی

شیطان کے اچکنے کا معنی یہ ہے کہ جب نمازی نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرتا ہے تو اس وقت شیطان کامیاب ہو جاتا ہے' اور اس کو عبادت سے دور رکھتا ہے' جس سے بسا اوقات نمازی کو سہو ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے کوئی رکن چھوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ حضورِ قلب کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ نہیں رہتا اور اس کا ذہن غیر مقصود چیزوں میں مستغرق ہو جاتا ہے' اور جب کہ یہ فعل ناپسندیدہ ہے' اس لیے اس کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا' اسی وجہ سے فقہاء نے کہا ہے کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے۔

علامہ شرف الدین محمد بن عبد اللہ الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرتا ہے' اس کی نماز سے خشوع نکل جاتا ہے' اس وجہ سے اس کو شیطان کا اچکنا کہتے ہیں' کیونکہ یہ قبیح اور بُرا کام ہے' یا اس لیے کہ نمازی اس وقت اپنے رب سے مناجات میں مستغرق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے' اور شیطان اس کی طرف گھات لگائے ہوتا ہے کہ کب اس کو موقع ملے' پس جب نمازی اِدھر اُدھر متوجہ ہوتا ہے تو شیطان اس کو غنیمت جانتا ہے اور اس کی نماز سے اتنا حصہ اچک لیتا ہے یعنی اتنے حصہ میں اس کی نماز میں خشوع نہیں رہتا۔

اچکنے کا معنی یہ ہے کہ جب نمازی دائیں بائیں سینہ موڑے بغیر دیکھتا ہے تو اس وقت اس کی نماز میں خشوع نہیں رہتا' جو نماز میں مطلوب ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ○ (المومنون: ۲) وہ لوگ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں○

اس سے نماز باطل نہیں ہوتی لیکن کامل نہیں ہوتی اور اگر قبلہ سے اس کا سینہ پھر جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

(الکاشف عن حقائق السنن ج ۲ ص ۳۹۹' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرنے کا حکم

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن بزیزہ نے کہا ہے کہ اس کو شیطان کا اچکنا اس لیے کہتے ہیں کہ نماز کے اتنے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ منقطع ہو جاتی ہے' پھر اس پر اجماع ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے' بعض شوافع نے کہا ہے کہ یہ حرام ہے۔

علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ نے لکھا ہے: جو التفات مکروہ ہے' اس کی تعریف یہ ہے کہ نمازی اپنی گردن کو موڑے حتیٰ کہ وہ سمتِ قبلہ سے نکل جائے اور وہ اپنے جسم کے بعض حصہ سے قبلہ کی دائیں یا بائیں جانب منحرف ہو جائے' اور اگر وہ اپنے تمام بدن کے ساتھ قبلہ سے منحرف ہو جائے تو پھر اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس نے گردن کو موڑے بغیر اپنی آنکھوں کی طرف سے دائیں یا بائیں جانب دیکھا تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۱۱۵۔ ۱۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۵۵۔ ۴۵۴' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نماز میں التفات کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نماز میں (کسی طرف) التفات کرنے سے بچو کیونکہ نماز میں التفات کرنا ہلاکت ہے۔ (سنن ترمذی: ۵۸۹)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمیشہ بندہ کی نماز میں اس کی طرف متوجہ

رہتا ہے جب تک وہ کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور جب وہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے توجہ ہٹا لیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٩٠٩ 'سنن نسائی: ١١٩٥ 'مسند احمد ج ۵ ص ١٧٢)

حضرت الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے' پس جب تم نماز پڑھو تو (کسی اور طرف) التفات نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے چہرے کو اپنے بندہ کی نماز میں اس کے سامنے رکھتا ہے جب تک وہ کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ (سنن ترمذی: ٢٨٦٣)

علامہ سرخسی متوفی ٤٨٣ھ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ نمازی حالت قیام میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے اور حالت رکوع میں اپنے قدموں کی پشت پر نظر رکھے اور سجدہ میں اپنی ناک کے نرم گوشوں پر نظر رکھے اور قعدہ میں اپنی گود پر نظر رکھے اور جب پہلا سلام پھیرے تو اپنے دائیں کندھے پر نظر رکھے اور جب دوسرا سلام پھیرے تو بائیں کندھے پر نظر رکھے۔

(المبسوط ج ١ ص ١١٤ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٧٥٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ، فَقَالَ شَغَلَتْنِيْ هٰذِهٖ، اِذْهَبُوْا بِهَا اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ، وَاْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَّةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نقش ونگار والی چادر میں نماز پڑھی' پھر آپ نے فرمایا: اس چادر کے نقش ونگار نے مجھے اپنی طرف مشغول کر دیا' اس کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور مجھ کو سادہ چادر لا دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٣ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب کسی شخص نے نقش ونگار والے کپڑے میں نماز پڑھی اور اس کے نقوش کی طرف التفات کیا اور یہاں اس کا عنوان ہے: نماز میں التفات کرنا' اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٩٤ - بَابٌ هَلْ يَلْتَفِتُ لِاَمْرٍ يَّنْزِلُ بِهٖ، اَوْ يَرٰى شَيْئًا، اَوْ بُصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ؟

کیا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھے؟ کسی چیز یا قبلہ کی جانب بلغم کو دیکھے (تو کیا کرے)

وَقَالَ سَهْلٌ اِلْتَفَتَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَرَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور سہل نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں مڑے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ٦٨٤ میں ہے' یہ حدیث مفصل شرح کے ساتھ گزر چکی ہے۔

٧٥٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، وَهُوَ يُصَلِّيْ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ، فَحَتَّهَا، ثُمَّ قَالَ حِيْنَ انْصَرَفَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ، فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ اَحَدٌ قِبَلَ وَجْهِهٖ فِي الصَّلٰوةِ. وَرَوَاهُ مُوْسٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے قبلہ کی جانب بلغم پڑا ہوا دیکھا' اس وقت آپ لوگوں کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے' پس آپ نے اس کو کھرچا' پھر آپ نے لوگوں کی طرف مڑ کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو تو اس کے

بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ اَبِيْ رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ.

چہرے کے سامنے اللہ تعالیٰ ہوتا ہے' پس تم میں سے کوئی شخص نماز میں اپنے چہرے کے سامنے نہ تھوکے' اور اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ اور ابن ابی رواد نے نافع سے روایت کیا ہے۔

نماز میں عمل قلیل کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے قبلہ کی جانب سے بلغم کو کھرچا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھتے ہوئے بلغم کو قبلہ کی جانب سے کھرچا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز کی حالت میں قبلہ کی جانب سے بلغم کو کھرچنا کیا ایسا عمل نہیں ہے جس سے نماز فاسد ہو جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل قلیل ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنی چادر میں بلغم کو تھوک کر پھر اس کو چادر میں مل کر لپیٹ لے' اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں نماز پڑھ رہے تھے اور دروازہ بند تھا' پھر آپ چلے حتیٰ کہ آپ نے دروازہ کھول دیا' پھر آپ اپنی جگہ لوٹ گئے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔

(سنن ترمذی:٦٠١' سنن ابوداؤد: ٩٢٢' سنن نسائی:١٢٠٥' مسند احمد ج ٦ ص ٣١)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ آپ دروازہ کھولنے کے لیے تین قدم سے کم چلے کیونکہ دروازہ آپ کے مصلے کے قریب تھا' اور دروازہ آپ نے ایک ہاتھ سے کھولا' اس لیے کہ تین قدم سے زیادہ نماز میں چلنا اور دونوں ہاتھوں سے دروازہ کھولنا عمل کثیر ہے' اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر نمازی نے دروازہ بند کیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس نے دروازہ کھولا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ عموماً دروازہ کھولنے کے لیے دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنا پڑتا ہے اور یہ عمل کثیر ہے اور دروازہ کو بند کرنا اس طرح نہیں ہے' حتیٰ کہ اگر اس نے ایک ہاتھ سے دروازہ کھولا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

یہ حدیث' صحیح البخاری:٤٠٦ میں گزر چکی' اس کی باقی شرح کا مطالعہ وہاں فرمائیں۔

٧٥٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ' لَمْ يَفْجَاْهُمْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ' فَنَظَرَ اِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوْفٌ' فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ' وَنَكَصَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى عَقِبَيْهِ' لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَّ' فَظَنَّ اَنَّهُ يُرِيْدُ الْخُرُوْجَ' وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يَّفْتَتِنُوْا فِيْ صَلٰوتِهِمْ' فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ. فَاَرْخٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے' تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے پردہ اٹھایا اور صحابہ کی طرف دیکھا وہ صفیں باندھے ہوئے تھے' سو آپ ہنستے ہوئے مسکرائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہوئے تاکہ وہ صف سے مل جائیں' انہوں نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکلنے کا ارادہ کر رہے ہیں اور صحابہ

السِّتْرَ، وَتُوُفِّيَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

نے یہ ارادہ کیا کہ وہ (خوشی کے غلبہ سے) نماز توڑ دیں گے آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم نماز پوری کرو پس آپ نے پردہ گرا دیا اور اس دن کے آخر میں آپ وصال فرما گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اہل علم وفضل امامت کے زیادہ حق دار ہیں' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھنا اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا تو تمام صحابہ نے مڑ کر آپ کی طرف دیکھا۔

۹۵ - بَابُ وُجُوْبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُوْمِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافَتُ

امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب خواہ حضر میں ہوں یا سفر میں اور کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ آواز سے

یعنی تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنا واجب ہے' حضر میں بھی اور سفر میں بھی' خواہ نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے خواہ آہستہ آواز سے اور خواہ نمازی امام ہو یا مقتدی ہو' امام بخاری نے مقتدی کے قرآن پڑھنے کی قید اپنے مذہب کے موافق لگائی ہے' کیونکہ فقہاء احناف کے نزدیک مقتدی پر قرآن پڑھنا واجب نہیں ہے' امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے' امام بخاری نے تنہا نماز پڑھنے والے کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ امام کے حکم میں ہے۔

۷۵۵ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ شَكَا أَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا إِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ، إِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ! قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ أَمَّا أَنَا، وَاللّٰهِ فَإِنِّيْ كُنْتُ أُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا، أُصَلِّيْ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ، فَأَرْكُدُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ، وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ. قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ. فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رِجَالًا، إِلَى الْكُوْفَةِ، فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوْفَةِ، وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُوْنَ عَلَيْهِ مَعْرُوْفًا، حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِيْ عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ، يُكْنٰى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ أَمَّا إِذْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک بن عمیر نے حدیث بیان کی از جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی' حضرت عمر نے حضرت سعد کو معزول کر دیا اور اہل کوفہ پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو عامل بنا دیا' اہل کوفہ نے اپنی شکایت میں یہ ذکر کیا کہ حضرت سعد اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے' حضرت عمر نے ان کو بلوایا' پھر کہا: اے ابواسحاق! یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے' حضرت ابواسحاق نے کہا: سنیں! اللہ کی قسم! میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے نماز پڑھاتا ہوں' میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا' میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں' میں پہلی دو رکعتوں میں لمبا قیام کرتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں' حضرت عمر نے کہا: اے ابواسحاق! تمہارے متعلق یہی گمان تھا' پھر حضرت عمر نے حضرت سعد کے ساتھ ایک شخص کو یا کئی اشخاص کو کوفہ کی طرف بھیجا' پھر

نَشَدْتَنَا، فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ. قَالَ وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ، قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ.

[اطراف الحدیث: ۷۵۸-۷۷۰]

(صحیح مسلم: ۴۵۳، الرقم المسلسل: ۹۹۸، سنن ابوداؤد: ۸۰۳، سنن نسائی: ۱۰۰۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۷، مصنف عبدالرزاق: ۳۷۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۰۲، مسند البزار: ۱۰۶۲، مسند ابویعلیٰ: ۶۹۳، صحیح ابن خزیمہ: ۵۰۸، المعجم الکبیر: ۳۰۸، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۶۱، سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۵، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۴۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۱۸- ج ۳ ص ۱۰۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت سعد کے متعلق اہل کوفہ سے پوچھا اور ہر مسجد والوں سے حضرت سعد کے متعلق سوال کیا، سب ان کی تعریف اور تحسین کرتے تھے حتیٰ کہ وہ بنو عبس کی ایک مسجد میں گئے تو ان میں سے اسامہ بن قتادہ نام کا ایک شخص کھڑا ہوا، جس کی کنیت ابوسعدہ تھی، اس نے کہا: بہرحال جب تم نے ہمیں قسم دی ہے تو سنو! بے شک حضرت سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتے، اور برابر برابر (مالِ غنیمت) تقسیم نہیں کرتے اور مقدمات میں عدل نہیں کرتے، حضرت سعد نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! میں (اس کے خلاف) تین دعائیں کرتا ہوں: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے، اور دکھانے اور سنانے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کے فقر کو زیادہ کر، اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دے، حضرت جابر بن سمرہ نے کہا: بعد میں جب اس شخص کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ کہتا تھا: میں بہت بوڑھا اور فتنہ میں مبتلا ہوں، مجھے حضرت سعد کی دعا سے فتنہ کا سامنا ہے۔ عبدالملک نے کہا: میں نے بعد میں اس شخص کو دیکھا، بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں اس کی آنکھوں پر گر گئی تھیں اور وہ راستے میں لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) ابوعوانہ اور ان کا نام الوضاح بن عبد اللہ الیشکری ہے، یہ ربیع الاول ۱۷۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبدالملک بن عمیر بن سوید الکوفی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں اور یہ ذوالحجہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے اور یہ کوفہ کے قاضی تھے (۴) حضرت جابر بن سمرہ بن جنادہ العامری اسوائی، ان کی کنیت ابوخالدہ یا ابوعبد اللہ ہے، ان کے والد صحابی تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۴۶ احادیث روایت کی ہیں، جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام مسلم ۲۶ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے، ان کی کوفہ میں سکونت تھی اور انہوں نے وہیں گھر بنا لیا تھا اور بشر بن مروان کی حکومت میں ان کی وفات ہو گئی تھی، ایک قول یہ ہے کہ یہ مختار کے ایام میں ۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ابی وقاص کا نام مالک بن اھیب ہے، یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں، جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی، مدینہ منورہ سے دس میل دور عقیق میں ان کا محل تھا، وہیں ان کی وفات ہوئی تھی، پھر لوگ ان کے جنازہ کو مدینہ میں لے کر آئے اور ۵۵ھ میں ان کو البقیع میں دفن کیا گیا، عشرہ مبشرہ میں سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی ہے، ان کی عمر میں اختلاف ہے، آخری قول یہ ہے کہ ان کی عمر ۸۳ سال تھی (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما یہ ۳۷ھ میں جنگ صفین میں شہید کیے گئے، اس وقت ان کی عمر ۹۳ سال تھی، حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی (۸) اسامہ بن قتادہ (۹) جس شخص کو حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ بھیجا

تھا' ان کا نام محمد بن مسلمہ انصاری تھا' ابن التین نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ نے ان کے ساتھ عبداللہ بن ارقم کو بھیجا تھا' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے ان کے ساتھ تین آدمی بھیجے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۷-۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو اپنے مخالف کے لیے دعاضرر کی' اس کی تفصیل

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: اے اللہ! اس کی عمر لمبی کر' حضرت سعد کی مراد یہ تھی کہ اس کی عمر بہت لمبی ہوحتیٰ کہ وہ "ارذل العمر" اور "اسفل السافلین" تک پہنچ جائے اور اس کے تمام اعضاء ضعیف ہو جائیں' اور کہا: اس کا فقر لمبا کر یعنی اس کے پاس مال کم ہو اور اس کے عیال اور مصارف زیادہ ہوں اور تیسری دعا یہ کی کہ اس کو فتنوں میں مبتلا کر۔

حضرت سعد نے اس کے لیے یہ تین دعائیں اس لیے کی تھیں کہ اس مخالف یعنی اسامہ بن قتادہ نے حضرت سعد سے تین ایسے فضائل کی نفی کی تھی' جو تمام کمالات اور فضائل کی اصل ہیں' اس نے کہا: یہ لشکر کے ساتھ نہیں جاتے اور اس طرح حضرت سعد سے شجاعت کی نفی کی اور اس نے کہا: یہ برابر برابر تقسیم نہیں کرتے اور اس طرح حضرت سعد سے حکمت کی نفی کی' پھر کہا: یہ مقدمات میں عدل نہیں کرتے اور اس سے حضرت سعد کی عدالت کی نفی کی' ان تین عیوب کے مقابلہ میں حضرت سعد نے اس کے لیے تین دعائے ضرر کیں' حضرت سعد نے دعا کی: اس کی عمر لمبی کرتا کہ اس کے جسم کو ضرر پہنچے اور دعا کی: اس کے فقر کو لمبا کرتا کہ یہ دنیا میں ذلیل و خوار ہو اور یہ فتنوں میں مبتلا ہوتا کہ اس کی آخرت خراب ہو' اس نے حضرت سعد کو جو رسوا کرنے کا ارادہ کیا تھا' اس میں ناکام ہوا اور خود رسوائی اس کا مقدر بن گئی۔

جو شخص مظلوم ہو اس کی دعا قبول ہوتی ہے' حضرت سعد بن ابی وقاص مظلوم تھے' اسامہ بن قتادہ نے ان پر جھوٹے الزام لگائے تھے اور وہ مستجاب الدعوات تھے' حدیث میں ہے:

حضرت سعد رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! جب سعد دعا کرے تو اس کی دعا کو قبول فرمانا۔

(سنن ترمذی: ۳۷۵۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ کی حدیث سے امام ابوحنیفہ کا اپنے موقف پر استدلال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں کم قراءت کرتا ہوں۔

حدیث کے اس قطعہ سے ہمارے اصحاب نے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر استدلال کیا ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قراءت واجب ہے اور بعد کی دو رکعتوں میں قراءت واجب نہیں ہے۔

صاحب الہدایہ وغیرہ نے کہا ہے: اگر چاہے تو بعد کی دو رکعتوں میں قرآن مجید پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے اور اگر چاہے تو خاموش رہے' حضرت علی' حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے' مگر افضل یہ ہے کہ وہ قرآن پڑھے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ نمازی کو قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (المزمل: ۲۰) پس جتنا قرآن تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو اس کو پڑھو۔

اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا' پس قرآن پڑھنے کے لیے پہلی رکعت متعین ہوگئی اور دوسری رکعت میں ہم نے قرآن مجید کے پڑھنے کو پہلی رکعت سے استدلال کرتے ہوئے واجب کہا ہے کیونکہ یہ دونوں رکعتیں ہر اعتبار سے ایک دوسرے کے متشابہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نماز کی پہلی دو رکعت میں قراءت کے وجوب اور دوسری دو رکعت میں قراءت کے استحباب کے متعلق آثار

اس حدیث میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں' اس کا معنی ہے: میں ان میں قرآن نہیں پڑھتا' جیسا کہ صحیح البخاری: ۷۷۰ میں اس کی تصریح ہے یا ان میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے یا تسبیح پڑھتے تھے۔

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے اور جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکیں' اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۲)

الشعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے شریح کی طرف لکھا کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی جائے اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۳)

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء یہ کہتے تھے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور آخری دو رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھو اور مغرب کی آخری رکعت میں اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۵)

یزید الفقیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۸)

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دن کی نمازوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتی تھیں اور آخری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۳۶)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۲)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی دو رکعت میں قرآن پڑھتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں میں تسبیح پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۳)

ابن الاسود نے کہا: پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی جائے اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح اور تکبیر کو پڑھا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی توجیہ اور ظالم کے خلاف دعا کرنے کا جواز

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی تھی' پھر بھی حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا تھا' اس میں یہ دلیل ہے کہ مصلحت کی وجہ سے بے قصور عامل کو بھی معزول کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا کہ حضرت عمر نے حضرت سعد کو معزول کر دیا حالانکہ قیامت تک ان سے زیادہ نیک عامل آنے والا نہیں تھا' حضرت عمر نے فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے ایسا کیا تھا' حضرت عمر نے فرمایا: میں نے احتیاط کی وجہ سے ایسا کیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس لیے ایسا کیا کہ وہ کسی عامل کو چار سال سے زیادہ اس کے منصب پر برقرار نہیں رکھتے تھے۔

ہمارے دور میں معمول یہ ہے کہ جس افسر کے خلاف کوئی ماتحت شکایت کرے' اس کی شکایت اس افسر کے پاس بھیج دی جاتی ہے' جس کے نتیجہ میں وہ افسر اس ماتحت کے خلاف انتقامی کارروائی کرتا ہے' حضرت عمر نے جس افسر کے خلاف شکایت تھی' اس کو

معزول کر کے اس کے خلاف تفتیش اور تحقیق کی تا کہ عدل کے تقاضے پورے ہو جائیں اور یہ نہ کہا جائے کہ اس افسر کے اقتدار کی وجہ سے لوگوں نے اس کے خلاف زبان نہیں کھولی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن قتادہ کے خلاف تین دعاء ہائے ضرر کیں اس میں یہ دلیل ہے کہ ظالم کے خلاف دعاء ضرر کرنا جائز ہے اور یہ دعاء ضرر اس کو مستلزم نہیں ہے کہ حضرت سعد اس سے معصیت کے وقوع کو طلب کر رہے تھے اس کے ثبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم کے خلاف یہ دعاء ضرر ہے:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ O (یونس:۸۸)

اے ہمارے رب! ان کے اموال کو نیست و نابود کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے سو یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں O

انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کی توجیہ

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو اپنی قوم کے لیے ہدایت کی دعا کرتے ہیں نہ کہ ان کے خلاف ہلاکت کی دعا کرتے ہیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعاء ضرر کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر طرح سے قوم کو دعوت اور تبلیغ کر دی جائے اور ان پر حجت تمام کر دی جائے اور قوم پھر بھی ایمان نہ لائے اور اس کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہے تو پھر آخری چارہ کار یہ رہ جاتا ہے کہ اس قوم کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق نبی کی زبان سے اس قوم کے خلاف ہلاکت کی دعا جاری ہو جاتی ہے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو تبلیغ کی اس کے باوجود جب معدودے چند لوگوں کے سوا وہ ایمان نہیں لائے تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے خلاف یہ دعا کی:

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا O اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا O (نوح:۲۷-۲۶)

اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! تو زمین پر کسی بسنے والے کافر کو نہ چھوڑنا O اگر تو انہیں چھوڑے گا تو یہ ضرور ہٹ دھرم کافروں کو جنم دیں گے O

انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز

ان آیات کے ترجمہ اور تفسیر میں اردو مترجمین نے بددعا کا لفظ استعمال کیا ہے:

یونس:۸۸ کی تفسیر میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

اگر چہ پیغمبر کا کام پیغام حق سنانا ہوتا ہے بددعا کرنا نہیں ہوتا لیکن جب کسی قوم کی ہدایت کا امکان ہی باقی نہ رہے تو باذن الٰہی وہ بددعا کرتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص ۳۲۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۰۲ھ)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

آپ نے بددعا کی کہ اے خداوندا! ان کے اموال کو تباہ اور ملیامیٹ کر دے۔

(حاشیہ شبیر احمد عثمانی بر ترجمہ شیخ محمود الحسن دیوبندی ص ۲۸۲ طبع کراچی)

نوح:۲۷-۲۶ کی تفسیر میں غیر مقلد عالم صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

یہ بددعا اس وقت کی جب حضرت نوح علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے بالکل مایوس ہو گئے۔

(شیخ جوناگڑھی کے ترجمہ پر شیخ صلاح الدین کا حاشیہ ص ۱۶۳۷ شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس)

سید مودودی نے لکھا ہے: حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بددعا کسی بے صبری کی بناء پر نہ تھی' حضرت موسیٰ نے بھی فرعون اور قوم فرعون کے حق میں یہ بددعا کی تھی۔ (تفہیم القرآن ج۶ ص ۱۰۴)

ہمارے نزدیک کسی بھی نبی علیہ السلام کا کیا ہوا کوئی بھی کام بدنہیں ہوتا' نبی کا ہر کام نیک اور حسن ہوتا ہے اور اس کا کام امت کے لیے لائق اتباع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو کام بد ہو' اس سے اجتناب واجب ہوتا ہے اور نبی کے کسی بھی کام کو بد کہنا' اس نبی کی ایک گونہ توہین ہے' اس سے احتراز کرنا اور اس پر توبہ کرنا واجب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' صحیح مسلم: ۹۱۹۔ ج۱ ص ۱۲۴۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۵۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ مَحْمُوْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از محمود بن الربیع از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورہ فاتحہ کو نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہوتی۔

(صحیح مسلم: ۳۹۴' الرقم المسلسل: ۸۵۰' سنن ابوداؤد: ۸۲۲' سنن ترمذی: ۲۴۷' سنن نسائی: ۹۱۱' سنن ابن ماجہ: ۸۳۷' مسند الحمیدی: ۳۸۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص ۳۶۰' المنتقی: ۱۸۵' صحیح ابن خزیمہ: ۴۸۸' صحیح ابن حبان: ۱۷۸۲' سنن دار قطنی ج۱ ص ۳۲۲۔۳۲۱' المستدرک ج۱ ص ۲۳۸' سنن بیہقی ج۲ ص ۳۸' مسند احمد ج۵ ص ۳۱۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۶۷۷۔ ج۳۷ ص ۳۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۶۸۸' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۸۷۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر المدینی البصری (۲) سفیان بن عیینہ (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) محمود بن الربیع بن سراقہ الخزرجی الانصاری' یہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے داماد تھے' ان کو یاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کے کنویں سے ڈول میں پانی لے کر ان کے چہرے پر کلی کی تھی' اس وقت ان کی عمر پانچ سال تھی (۵) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج۶ ص ۱۴)

حدیث مذکور کا باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونا

اس حدیث کا عنوان ہے: امام اور مقتدیوں کا سفر اور حضر کی تمام نمازوں میں قرآن پڑھنا خواہ جہری نماز ہو یا سرّی' اور یہ عنوان اس سے عام ہے کہ امام اور مقتدی سورہ فاتحہ پڑھیں یا کوئی اور سورت پڑھیں' اور چونکہ باب کے عنوان میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں ہے' اس لیے یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن المبارک' اوزاعی' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور' داؤد بن علی وغیرہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ تمام نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کو پڑھنا واجب ہے۔

علامہ ابن العربی مالکی نے احکام القرآن میں کہا ہے کہ ہمارے علماء کے اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں: (۱) ابن القاسم مالکی نے

کہا ہے: جب امام آہستہ قراءت کرے اس وقت اس کے پیچھے قراءت کرے (۲) ابن وہب اور اشہب نے کہا ہے: وہ سورہ فاتحہ نہ پڑھے (۳) محمد بن عبد الحکم نے کہا ہے: امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے اور اگر وہ نہیں پڑھے گا تب بھی کافی ہے گویا کہ ان کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۸۔۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

ابو عمرو ابن عبد البر نے تمہید میں کہا ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک کا قول مختلف نہیں ہے کہ جو شخص دو رکعت کی نماز میں سے کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور جو شخص تین رکعت نماز یا چار رکعت نماز کی کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو اس مسئلہ میں امام مالک کے اقوال مختلف ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ نماز دہرائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے تو نماز ہو جائے گی۔

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ جب تک وہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان بن ابی العاص اور خوات بن جبیر سے مروی ہے انہوں نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا متعین نہیں ہے وہ قرآن مجید میں سے کہیں سے بھی ایک آیت پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ (المغنی ج ۲ ص ۳۲ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

ابن حزم نے محلّی میں کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کا ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا فرض ہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو اس میں فرض اور نفل برابر ہیں۔ الثوری اور اوزاعی نے ایک روایت میں اور امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف امام محمد اور امام احمد نے ایک روایت میں کہا ہے اور عبد اللہ بن وہب اور اشہب مالکی نے کہا ہے کہ مقتدی ہرگز قرآن نہ پڑھے نہ سورہ فاتحہ نہ کسی اور سورت کو کسی نماز میں اور یہی ابن المسیب اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے اور فقہاء حجاز اور شام نے کہا ہے کہ جہری نمازوں میں نمازی قراءت نہ کرے اور سری نمازوں میں قراءت کرے اور امام شافعی نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کے بغیر جنس نماز کی نفی کر دی ہے۔ (المحلی ج ۲ ص ۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۳ء)

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر ہمارا قرآن مجید سے استدلال اور فقہاء ثلاثہ کے اعتراضات کے جوابات

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (المزمل: ۲۰) پس جتنا قرآن تم آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اس کو پڑھو۔

اللہ تعالیٰ نے مطلقاً آسانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس کو سورۃ الفاتحہ کے ساتھ مقید کرنا نص قرآن پر زیادتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کے عموم کو منسوخ کرتا ہے پس جس کم سے کم آیت پر قرآن کریم کا اطلاق ہو اس کو پڑھنا فرض ہے کیونکہ قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کے علاوہ قرآن مجید پڑھنا فرض نہیں ہے پس متعین ہو گیا کہ اس آیت میں نماز میں قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ یہ آیت تہجد کی نماز کے متعلق ہے اور تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے تو اس آیت سے استدلال کیسے صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز کا رکن ہونا مشروع ہو چکا ہے وہ منسوخ نہیں ہوگا تہجد کی نماز کا صرف وجوب منسوخ ہوا ہے نہ کہ نماز کے فرائض اس کی شرائط اور باقی احکام اس کی دلیل یہ ہے کہ تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کے بعد یہ حکم دیا گیا: "فاقرءوا

مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ'' (المزمل:۲۰) اور تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہونے کے بعد تہجد کا نفل ہونا باقی رہا اور جن فقہاء نے فرض میں سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کو شرط کہا ہے انہوں نے نفل میں بھی سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کو فرض کہا ہے اور جن فقہاء نے اس کو فرض نماز میں شرط نہیں کہا' انہوں نے اس کو نفل نماز میں بھی فرض نہیں کہا اور یہ آیت نفل نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی نفی کرتی ہے' پس فرض نماز میں بھی اس کے پڑھنے کی نفی ہو جائے گی کیونکہ ان میں فرق کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں لفظ ''ما'' مجمل ہے اور حدیث سے اس کی تفصیل اور تعیین ہو گئی ہے اور وہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ آیت مجمل ہوتی تو بیان سے پہلے اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوتا جب کہ ایسا نہیں ہے' درحقیقت اس آیت میں لفظ ''ما'' عام ہے اور ہمارے نزدیک عام کو خاص پر محمول نہیں کیا جاتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث مشہور ہے اور علماء امت نے اس کو قبول کیا ہے اور حدیث مشہور سے قرآن مجید پر زیادتی کرنا جائز ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ حدیث مشہور ہے' کیونکہ حدیث مشہور وہ ہوتی ہے جس کو فقہاء تابعین نے قبول کیا ہو اور فقہاء تابعین کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے' اور اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ یہ حدیث مشہور ہے تو حدیث مشہور کے ساتھ قرآن مجید پر زیادتی اس وقت جائز ہوتی ہے جب وہ حدیث محکم ہو اور یہ حدیث محکم نہیں ہے' اس حدیث کا قطعی طور پر یہ معنی نہیں ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز جائز نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی جیسا کہ درج ذیل حدیث کا یہ معنی کیا جاتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔

(سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۱' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۲۰' المستدرک ج ۱ ص ۲۴۶' کنز العمال: ۲۰۷۳۷)

اس حدیث کی بھی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے بغیر کامل نہیں ہوتی۔

فقہاء احناف نے امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۵۰' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۵ ـ ۳۲۳' شرح معانی الآثار: ۱۲۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۱۱' کنز العمال: ۱۹۶۸۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۶۱)

علامہ عینی کا امام ابوحنیفہ کے دفاع میں امام دارقطنی پر رد کرنا

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق ازرق نے حدیث بیان کی از امام ابوحنیفہ از موسیٰ بن ابی عائشہ از عبد اللہ بن ابی شداد از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے امام ابوحنیفہ اور الحسن بن عمارہ کے سوا اور کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۶۶۹' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ عینی' امام دارقطنی پر رد کرتے ہیں:

اگر دارقطنی میں ادب ہوتا اور وہ حیا کرتا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے متعلق ایسے الفاظ نہ کہتا کیونکہ وہ اہل مشرق اور اہل مغرب کے امام ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: وہ ثقہ مامون ہیں' میں نے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے ان کو ضعیف کہا ہو' شعبہ نے کہا: وہ اہل دین میں ثقہ اور صادق ہیں' عبد اللہ بن مبارک اور دیگر ائمہ نے ان کی تحسین کی ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد سے ان کے محامد اور

مناقب منقول ہیں' یہ دار قطنی کا تعصب ہے جو اس نے امام اعظم کو ضعیف کہا ہے' درحقیقت دار قطنی خود ضعیف کہلانے کا مستحق ہے' اس نے اپنی سنن میں ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کی اسانید سقیمہ (ضعیفہ) معلولہ' منکرہ' غریبہ اور موضوعہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حیرت ہے کہ امام دار قطنی' امام شافعی کے مقلد ہیں اور امام شافعی' امام ابوحنیفہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

کاش! امام دار قطنی' امام اعظم ابوحنیفہ کو ضعیف کہتے وقت کم از کم اپنے امام کے قول کی لاج رکھ لیتے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا نماز میں پوری سورہ فاتحہ نہ پڑھنا

ہمارا استدلال اس حدیث سے بھی ہے' جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وفات میں پڑھائی ہوئی نماز کے متعلق بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے قراءت شروع کی' جہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوری سورۃ الفاتحہ پڑھی تھی نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے' کیونکہ جہاں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قراءت چھوڑی تھی' وہیں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قراءت کی ابتداء کی تھی' لہٰذا پوری سورۃ الفاتحہ کسی نے بھی نہیں پڑھی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ کو نماز میں پڑھنا واجب نہیں ہے۔

امام کے پیچھے قراءت ترک کرنے کے متعلق احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی العبسی المتوفی ۲۳۵ھ اور امام عبد الرزاق بن ہمام المتوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی' ان کا گمان تھا کہ وہ صبح کی نماز تھی' آپ نے نماز پڑھانے کے بعد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے قرآن پڑھا ہے؟ ایک شخص نے کہا: جی! میں نے پڑھا ہے' آپ نے فرمایا: میں (دل میں) کہہ رہا تھا: کیا ہوا جو قرآن مجھ سے کھینچ رہا ہے (یعنی میری زبان پر نہیں آ رہا)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۷۶' مصنف عبد الرزاق: ۲۷۹۸)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی' پھر سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى O'' (الاعلیٰ: ۱) پڑھی ہے؟ نمازیوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے پڑھی ہے' آپ نے فرمایا: میں نے جان لیا تھا کہ تم میں سے کسی نے مجھے خلل میں ڈالا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۷۷' مصنف عبد الرزاق: ۲۸۰۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرآن پڑھا کرتے تھے' تو آپ نے فرمایا: تم میرے قرآن پڑھنے میں خلل ڈالتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۷۸' مصنف عبد الرزاق: ۲۸۰۳-۲۸۰۲)

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۷۹' مصنف عبد الرزاق: ۲۸۰۰)

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: آیا میں امام کے پیچھے قرآن پڑھوں؟ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: نماز میں مشغولیت ہے اور تمہاری قراءت کے لیے امام کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۸۰۷۲'مصنف عبدالرزاق:۲۸۰۶)

ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا' اس نے فطرت سے خطاء کی۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۸۱۷۲'مصنف عبدالرزاق:۲۸۰۴)

ابونجاد نے حضرت سعد سے روایت کیا کہ میری خواہش ہے کہ جو امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں انگارے ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۸۲۷۲)

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن کو پڑھنا نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۸۳۷۲)

نافع اور ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے فرمایا: تمہیں امام کا قرآن پڑھنا کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۸۴۷۲)

اسود نے کہا: اگر میں انگارے چباؤں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں امام کے پیچھے قرآن کو پڑھوں' جب کہ مجھے معلوم ہو کہ امام قرآن پڑھ رہا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۸۵۷۲)

حضرت جابر رضی اللہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھا جائے گا۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۸۶۷۲)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھا جائے گا' خواہ امام جہراً پڑھے یا سرًا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۸۷۷۲)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا' اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۸۸۷۲'مصنف عبدالرزاق:۲۸۰۵)

الاسود بن یزید نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۸۹۷۲'مصنف عبدالرزاق:۲۸۱۰)

ابو ہارون نے حضرت ابوسعید رضی اللہ سے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے فرمایا: اس کے لیے امام کافی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۱۷۲)

سعید بن جبیر سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ امام کے پیچھے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۲۷۲)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ابن المسیب نے کہا: امام کے لیے خاموش رہو۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۳۷۲)

محمد نے کہا: میرے علم کے مطابق امام کے پیچھے قرآن پڑھنا سنت نہیں ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۴۷۲)

ابراہیم النخعی امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کو مکروہ کہتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۵۷۲)

ضحاک' امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۷۷۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے تمام اصحاب امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۸۷۲'مصنف عبدالرزاق:۲۸۱۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے' جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۹۷۲)

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کا امام ہو تو امام کا قرآن پڑھنا' اس کا قرآن پڑھنا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۲)

ابو اسحاق شیبانی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے یہ عہد لیا کہ تم امام کے ساتھ قرآن نہیں پڑھو گے' اور عبد اللہ بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: امام کے ساتھ قرآن پڑھنا فطرت میں سے نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۸۰۷)

حضرت عمر نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں پتھر بھر دو۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۸۰۹)

علقمہ بن قیس نے کہا: میری خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۸۱۱)

اسود نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں انگارے بھر دیئے جائیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۸۱۲)

عبد الرحمن بن زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع فرمایا اور ہمارے شیوخ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی' اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۸۱۳)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جو شخص امام کے پیچھے ہو کیا اس کے لیے امام کی قراءت کافی ہے؟ خواہ سری نماز ہو یا جہری؟ انہوں نے کہا: ہاں! (مصنف عبد الرزاق: ۲۸۲۱)

ان کثیر احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین سے واضح ہو گیا کہ نماز میں امام کے پیچھے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث اور آثار میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا بھی حکم ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک حدیث میں کسی کام کی اباحت ہو اور دوسری میں ممانعت ہو تو ممانعت کی احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے' خصوصاً جب کہ ممانعت کی احادیث میں اس قدر شدید وعید ہو کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں مٹی بھر دو یا پتھر بھر دو یا آگ بھر دو۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۷۷۔ ج ۱ ص ۱۱۲۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) قراءت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۲) قراءت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۳) قراءت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۴) قراءت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ (۵) سورہ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید' احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال (۶) امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث و نظر (۷) قراءت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات۔

۷۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی از والد خود

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ، وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. فَرَجَعَ فَصَلّٰى كَمَا صَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. ثَلَاثًا، فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ! فَعَلِّمْنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلٰوتِكَ كُلِّهَا.

[اطراف الحدیث: ٧٩٣-٦٢٥١-٦٢٥٢-٦٦٦٧]

از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے پھر ایک شخص داخل ہوا، پس اس نے نماز پڑھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا، پس آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: لوٹ جاؤ، پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، سو وہ لوٹ گیا، پھر اس نے اس طرح نماز پڑھی جس طرح پہلے نماز پڑھی تھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے فرمایا: لوٹ جاؤ، پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ تین مرتبہ ہوا، پھر اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اس سے بہتر طریقہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا، سو آپ مجھے تعلیم دیجئے، پس آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو، پس اللہ اکبر کہو، پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو، پھر تم رکوع کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کرو، پھر تم رکوع سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر تم سجدہ کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے سجدہ کرو، پھر تم سجدہ سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی پوری نماز میں اسی طرح کرو۔

(صحیح مسلم: ٣٩٧، الرقم المسلسل: ٨٦٠، سنن ابوداؤد: ٨٥٦، سنن ترمذی: ٣٠٣، سنن نسائی: ٨٨٤، سنن ابن ماجہ: ١٠٦٠، مسند ابویعلیٰ: ٦٥٧٧، صحیح ابن خزیمہ: ٤٦١، صحیح ابن حبان: ١٨٩٠، سنن بیہقی ج ٢ ص ٨٨، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٨٧، شرح معانی الآثار: ١٣٥٨، مسند احمد ج ٢ ص ٤٣٧ طبع قدیم، مسند احمد: ٩٦٣٥- ج ١٥ ص ٤٠٠، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ٦٠٨٤، مکتبۃ الرشد، ریاض، مسند الطحاوی: ٦٠٦٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن بشار (٢) یحییٰ بن سعید القطان (٣) عبید اللہ بن عمر العمری (٤) سعید المقبری (٥) ان کے والد ابوسعید، ان کا نام کیسان اللیثی الجندعی ہے (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٣)

اس حدیث کا عنوان ہے: امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو۔

سلام کا جواب دینے کی اہمیت اور اعرابی کو نماز دہرانے کے حکم کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اس اعرابی کے سلام کا جواب دیا اور بعد میں اس کو نماز کی تعلیم دی، اس سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب دینا واجب ہے اور جو چیز زیادہ اہم ہو اس کو مقدم کیا جائے۔

آپ نے فرمایا: لوٹ جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ ھ نے اس حدیث کی شرح میں کہا: جو شخص علم نہ ہونے کی وجہ سے غلط طریقہ سے نماز پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ نبی ﷺ کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوئی' کیونکہ از القعنبی از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم نے اس طرح کیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی۔

(سنن ابوداؤد: ۸۵۶)

نبی ﷺ نے اس اعرابی کی پڑھی ہوئی نماز کو نماز فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوئی۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اس اعرابی کی نفس نماز ہوگئی تھی تو آپ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا منشاء یہ تھا کہ اس کی نماز کامل طرح سے ہو جائے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ وہ رکوع کرے تو سیدھا رکوع کرے اور سجدہ کی مقدار یہ ہے کہ وہ اطمینان سے سجدہ کرے اور اس مقدار کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اور یہ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۳۰۱)

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو اللہ اکبر سے شروع کرنا فرض ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: پھر تم قرآن پڑھو' اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرآن مجید پڑھنا فرض ہے۔

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے کی دلیل اور رکوع اور سجود میں طمانیت کے وجوب کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو' آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ نماز میں مطلقاً قرآن پڑھنا فرض ہے کیونکہ یہ تعلیم کا مقام ہے' اگر سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر کر دیتے' پس اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔

اس حدیث میں آپ نے رکوع اور سجود دونوں میں اطمینان سے رکوع کرنے اور اطمینان سے سجدہ کرنے کا ذکر کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود دونوں میں طمانیت واجب ہے۔

آخری دو رکعت میں قرآن پڑھنے کے وجوب پر علامہ خطابی کا استدلال

اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: اپنی تمام نماز میں اس طرح کرو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا فرض ہے' جس طرح ہر رکعت میں رکوع اور سجود فرض ہے' اس کے برخلاف فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو آخری دو رکعت میں قرآن پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے اور اگر اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا' پھر بھی اس کی نماز ہو جائے گی اور اس کے ثبوت میں انہوں نے از حارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ حدیث ذکر کی ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۳) حالانکہ متقدمین اور متاخرین نے الحارث پر جرح کی ہے' شعبی نے حارث پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے اور اگر بالفرض حضرت علی کی یہ روایت صحیح بھی ہو' پھر بھی حجت نہیں ہے کیونکہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے' ان میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اتباع کے زیادہ لائق ہے' بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور

کوئی سورت پڑھی جائے اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔ (معالم السنن ج ١ ص ١٨٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

فرض کی آخری دو رکعت میں قرآن مجید پڑھنے کا واجب نہ ہونا

علامہ عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اگر ہم یہ مان لیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا واجب ہے تو دوسری حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پہلی دو رکعت کی قراءت ہی بعد کی دو رکعت کی قراءت ہے کیونکہ حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ جب اہل کوفہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی امامت کی شکایت کی تو حضرت سعد نے کہا:

ارکد فی الاولیین واحذف فی الاخریین. (صحیح البخاری: ٧٧٠) میں پہلی دو رکعتوں میں طویل قراءت کرتا ہوں اور بعد کی دو رکعتوں میں قراءت کو حذف (ترک) کر دیتا ہوں۔

اور اگر انہوں نے از حارث از حضرت علی کی روایت پر اعتراض کیا ہے تو امام عبد الرزاق نے از معمر از الزہری از عبید اللہ بن ابی رافع روایت کی ہے کہ حضرت علی ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن نہیں پڑھتے' اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ٢٦٥٨) اسی طرح علقمہ نے آخری دو رکعت میں ایک حرف بھی نہیں پڑھا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ٢٦٥٩) اور یہ صحیح حدیث علامہ خطابی کے قول کے منافی ہے بلکہ از عبید اللہ از حضرت علی بھی یہ حدیث ثابت ہے' اور علامہ خطابی نے جو کہا ہے کہ متعدد صحابہ سے حضرت علی کے قول کے خلاف ثابت ہے یہ بھی درست نہیں کیونکہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بھی بعد کی دو رکعت میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ٧٧٠) نیز حدیث میں ہے:

حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو اور بعد کی دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو۔ (ابن ابی شیبہ: ٣٧٤٢) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے (عبد الرزاق: ٢٦٦٥) اور ابراہیم نخعی سے بھی مروی ہے (ابن ابی شیبہ: ٣٧٤٥) اور ابن الاسود سے بھی مروی ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ٣٧٤٦)

التہذیب میں مذکور ہے: امام ابن جریر طبری نے از حماد از ابراہیم از ابن مسعود روایت کی کہ وہ ظہر اور عصر کی آخری دو رکعت میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے اور حلال بن سنان نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن یزید کے پاس نماز پڑھی' میں نے سنا وہ تسبیح پڑھ رہے تھے اور منصور نے از جریر از ابراہیم روایت کی کہ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں قراءت نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو' اور سفیان ثوری نے کہا: پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھو یا سورہ فاتحہ کے برابر تسبیح پڑھو اور اگر تم صرف تسبیح پڑھو تو وہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

اعرابی کی حدیث میں دیگر واجبات کو ذکر نہ کرنے کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں بعض دوسرے واجبات کو نہیں بیان کیا گیا' مثلاً نیت' قعدہ اخیرہ اور ترتیب ارکان' اسی طرح بعض وہ افعال جن کے وجوب میں اختلاف ہے جیسے تشہد اخیر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور لفظ سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرنا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ تمام افعال اس اعرابی کو معلوم ہوں' اسی لیے آپ نے ان کو بیان نہیں فرمایا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اشیاء کا ذکر کیا ہو لیکن راوی نے اختصار کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیا ہو۔

اس جگہ یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اعرابی کو تین بار فرمایا: نماز دوبارہ پڑھو' تو آپ نے پہلی بار ہی اس کو نماز کا طریقہ کیوں نہ بتا دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس اعرابی نے یہ نہیں کہا تھا: مجھے تعلیم دیجئے' جب اس نے یہ کہا: میں اس سے بہتر طریقہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا' سو آپ مجھے تعلیم دیجئے' تب آپ نے اس کو نماز کا طریقہ بتایا کیونکہ طلب کے بعد جو چیز حاصل ہو' وہ یاد

رہتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۰۔۲۵ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۹۷۔ ج ۱ ص ۱۲۸ پر ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

٩٦ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ

ظہر کی نماز میں قرآن پڑھنا

٧٥٨ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ سَعْدٌ كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلوٰةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلوٰتَيِ الْعَشِيِّ لَا أَخْرِمُ عَنْهَا، كُنْتُ أَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأَحِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن عمیر از حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اہل کوفہ کو اس طرح نماز پڑھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر یا عصر کی نماز پڑھاتے تھے میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا میں پہلی دو رکعت میں طویل قیام کرتا ہوں اور بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے متعلق یہی گمان ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۵۵ کا مطالعہ فرمائیں اس حدیث میں جو فرمایا کہ بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں اس کا معنی ہے: میں بعد کی دو رکعت میں قرآن نہیں پڑھتا یا صرف سورہ فاتحہ پڑھتا ہوں یا صرف تسبیح پڑھتا ہوں جیسا کہ ہم صحیح البخاری: ۷۵۵ میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں نیز اس کی تائید میں یہ آثار ہیں:

آخری دو رکعت میں قرآن مجید نہ پڑھنے کے متعلق مزید آثار

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

علقمہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جہری اور سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھتے تھے پہلی دو رکعت میں اور نہ آخری دو رکعت میں اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے اور آخری دو رکعت میں بالکل قرآن نہ پڑھتے۔ (موطأ امام محمد ص ۹۸۔۹۷ نور محمد اصح المطابع کراچی)

قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری متوفی ۱۸۲ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے اصحاب پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ قرآن مجید پڑھتے تھے اور آخری دو رکعت میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ (کتاب الآثار لابی یوسف: ۱۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت)

٧٥٩ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلوٰةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، يُطَوِّلُ فِي الْأُولٰى، وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ، وَيُسْمِعُ الْآيَةَ أَحْيَانًا، وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُولٰى، وَكَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے پہلی رکعت میں طویل قراءت کرتے تھے اور دوسری رکعت میں کم پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں آیت سناتے تھے اور نماز عصر میں (بھی) سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آپ پہلی رکعت طویل پڑھتے تھے اور

يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ. [اطراف الحدیث: ۷۶۲-۷۷۶-۷۷۸-۷۷۹] نمازِ فجر کی پہلی رکعت بھی طویل پڑھتے تھے اور دوسری رکعت قصیر (مختصر) پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۴۵۱' الرقم المسلسل: ۹۹۴' سنن ابوداؤد: ۸۰۰-۷۹۹-۷۹۸' سنن نسائی: ۹۷۸' سنن ابن ماجہ: ۸۲۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۵۶-ج ۲ ص ۴۰۳' صحیح ابن حبان: ۱۸۵۷' سنن کبریٰ: ۱۰۴۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۸۸' شرح مشکل الآثار: ۳۶۲۳' شرح معانی الآثار: ۱۱۸۸' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۵۲۰-ج ۳۷ ص ۱۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۶۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' مسند الطحاوی: ۳۷۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) شیبان بن عبدالرحمان (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) عبداللہ بن ابی قتادہ (۵) ان کے والد ابوقتادہ الحارث بن ربعی۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۱)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔

نماز کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نصف قراءت پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی بہ نسبت زیادہ قراءت کرتے تھے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام محمد بن الحسن کا مذہب اس حدیث کے موافق ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا مذہب یہ ہے کہ ظہر کی پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت برابر ہونی چاہیے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ فجر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قراءت ہونی چاہیے' پھر ہم نے اس مسئلہ میں حسب ذیل احادیث دیکھیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قیام کرتے تھے اور ہر رکعت میں تیس آیات پڑھنے کی مقدار کے برابر قیام کرتے تھے' اور آخری دو رکعتوں میں اس مقدار کی نصف کے برابر قیام کرتے تھے' اور عصر کی پہلی دو رکعت میں پندرہ آیات پڑھنے کی مقدار کے برابر قیام کرتے تھے' اور آخری دو رکعت میں اس مقدار کی نصف کے برابر قیام کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۴۵۲' شرح السنۃ: ۵۹۳' سنن دارمی: ۱۲۸۸' صحیح ابن حبان: ۱۸۲۵' شرح مشکل الآثار: ۳۶۲۵)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں کے قیام میں برابر برابر قرآن مجید پڑھتے تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: اہل کوفہ نے آپ کی ہر چیز میں شکایت کی ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی' حضرت سعد نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں طول دیتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنے کو حذف (ترک) کر دیتا ہوں اور جس چیز میں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی ہے اس کو ترک نہیں کرتا' حضرت عمر نے کہا: آپ کے ساتھ یہی گمان ہے۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۶' مسند احمد: ۱۵۱۰' صحیح البخاری: ۷۷۰' مسند ابویعلیٰ: ۶۹۲' شرح السنۃ: ۶۱۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۵' صحیح مسلم: ۴۵۳' شرح مشکل الآثار: ۳۶۲۹)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد نے حضرت عمر کو یہ خبر دی کہ وہ نماز کی پہلی دو رکعتوں میں طویل قراءت کرتے ہیں اور

بعد کی دو رکعتوں میں قراءت کو حذف کر دیتے ہیں اور حضرت عمر نے اس طریقہ پر ان کی تعریف کی۔

(شرح مشکل الآثار ج ١٢ ص ٥٠-٤١ موسسۃ الرسالۃ بیروت ١٤٢٧ھ)

نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن نہ پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

نماز کی آخری دو رکعتوں کی قراءت میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ ثوری اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ نمازی کو اختیار ہے کہ ان رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھے تسبیح پڑھے یا کچھ بھی نہ پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن ابی رافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ الزہری نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھتے تھے اور دوسری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے الزہری نے کہا: نمازی اپنے امام کی اقتداء کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ٢٦٥٨ شرح معانی الآثار: ج ١ ص ٥٢ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتی تھیں اور فرماتی تھیں: ان دو رکعتوں میں دعا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ٢٦٦٥ شرح مشکل الآثار ج ١ ص ٥٣)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنا تسبیح پڑھنے سے زیادہ مستحب ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ١٢ ص ٥٨-٥١ موسسۃ الرسالۃ بیروت ١٤٢٧ھ)

اس کا خلاصہ کہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں کیا پڑھا جائے

آخری دو رکعتوں کے متعلق آثار مختلف ہیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نصف قراءت ہوتی تھی اور امام محمد بن حسن شیبانی کا یہی مذہب ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت علی سے منقول ہے کہ وہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن بالکل نہیں پڑھتے تھے تسبیح پڑھتے یا سورہ فاتحہ بہ طور دعا پڑھتے تھے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور حضرت ابن مسعود حضرت عمر اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ٩١٥- ج ١ ص ١٢٤٧ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

٧٦٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ سَأَلْنَا خَبَّابًا أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمارہ نے حدیث بیان کی از ابی معمر انہوں نے کہا: ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! ہم نے کہا: آپ اس کو کیسے پہچانتے تھے؟ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی ہلنے کی

وجہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۴۶ میں گزر چکی ہے۔

٩٧ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعَصْرِ

عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا

٧٦١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قِرَاءَتَهُ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عمارہ بن عمیر از ابی معمر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: آپ کو کس طرح معلوم ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے سے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۷۴۶ میں مطالعہ کریں۔

٧٦٢ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُورَةٍ سُورَةٍ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے یہ حدیث بیان کی از ہشام از یحییٰ بن ابی کثیر از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں سناتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۵۹ میں گزر چکی ہے۔

٩٨ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ

مغرب کی نماز میں قرآن پڑھنا

٧٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ، وَهُوَ يَقْرَأُ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ (المرسلات:۱) فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ، وَاللّٰهِ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَةِ تِلْكَ هٰذِهِ السُّورَةَ، إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ.

[طرف الحدیث: ۴۴۲۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ان سے سنا' جب کہ وہ "والمرسلات عرفا" (المرسلت:۱) پڑھ رہے تھے' انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کی قسم! تم نے اپنی اس سورت کی قراءت سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی اس آخری سورت کی قراءت کی یاد دلادی' آپ اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۴۶۲' الرقم المسلسل: ۱۰۱۵' سنن ابوداؤد: ۸۱۰' سنن ترمذی: ۳۰۸' سنن نسائی: ۹۸۶' سنن ابن ماجہ: ۸۳۱' السنن الکبریٰ: ۱۱۶۴' المعجم الکبیر: ۲۵-ج ۲۵' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۹' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۸۱۷-ج ۴۴ ص ۴۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی ﷺ مغرب کی نماز میں سورہ المرسلت کو پڑھا کرتے تھے۔

نبی ﷺ کی پڑھی ہوئی آخری نماز کا مصداق

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اس وقت آپ نے اپنے مرض کی وجہ سے اپنے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی' آپ نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس میں آپ نے سورۃ المرسلت پڑھی' اس کے بعد آپ نے کوئی نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آپ اللہ عزوجل سے واصل ہو گئے۔ (سنن ترمذی:۳۰۸' سنن نسائی:۹۸۵' صحیح البخاری:۴۴۲۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں جو آخری نماز پڑھی وہ مغرب کی نماز تھی اور اس کے معارض یہ حدیث ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مرضِ وفات میں جو آخری نماز پڑھی وہ ظہر کی نماز تھی۔

(صحیح البخاری:۶۸۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام الفضل نے جو روایت کی ہے کہ آپ نے زندگی میں آخر میں جو نماز پڑھی' وہ مغرب کی نماز تھی' یہ وہ نماز ہے جو آپ نے گھر میں پڑھی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو بتایا ہے کہ آپ کی آخری نماز ظہر کی نماز تھی' یہ وہ نماز تھی جو آپ نے مسجد میں پڑھی تھی۔

۷۶۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِيْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ، وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِطُوْلَى الطُّوْلَيَيْنِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از عروہ بن الزبیر از مروان بن الحکم' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ مغرب میں قصار مفصل (چھوٹی چھوٹی سورتیں) پڑھتے ہیں' حالانکہ میں نے سنا ہے کہ نبی ﷺ بڑی سے بڑی سورتیں بھی (نماز مغرب میں) پڑھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد:۸۱۲' سنن نسائی:۹۸۹' صحیح ابن خزیمہ:۵۱۵' المعجم الکبیر:۴۸۱۲' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۸ طبع قدیم' مسند احمد:۲۱۶۴۱۔ ج ۳۵ ص ۵۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی:۲۰۰۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم الضحاک بن مخلد النبیل البصری (۲) عبدالملک بن جریج (۳) عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ' ان کا نام زہیر بن عبداللہ المکی ہے (۴) عروہ بن الزبیر العوام (۵) مروان بن الحکم بن العاص ابوالحکم المدنی' علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ اس نے نبی ﷺ کی زیارت نہیں کی کیونکہ یہ بچپن میں اپنے والد کے ساتھ طائف چلا گیا تھا (۶) حضرت زید بن ثابت بن ضحاک الانصاری۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۴)

حضرت زید بن ثابت نے مروان سے جس وقت سوال کیا تھا' اس وقت وہ مدینہ کا گورنر تھا۔

مفصل کا معنی اور اس کی اقسام

طوال مفصل سورہ محمد سے لے کر سورہ ''والسماء ذات البروج'' تک ہیں اور اوساط مفصل سورہ ''والسماء ذات البروج'' سے لے کر سورۃ ''البینۃ'' تک ہیں اور قصار مفصل سورۃ ''البینۃ'' سے لے کر آخر قرآن تک ہیں۔ ''المفصل'' کا معنی ہے: ایک آیت کا دوسری آیت سے فصل طوال مفصل کا معنی ہے: جس سورت میں بڑی بڑی آیات ہوں اور قصار مفصل کا معنی ہے: جس سورت میں چھوٹی چھوٹی آیات ہوں اس حدیث میں ''طول الطولیین'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بڑی بڑی سورتیں اور مطلقاً مفصل سورۃ الحجرات سے لے کر آخر قرآن تک کی سورتیں ہیں۔

مغرب کے کم وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سورۃ الاعراف پڑھ لینا

بعض احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھی اور اس کو دو رکعتوں میں تقسیم کیا۔ (سنن نسائی: ۹۸۷، سنن ابوداؤد: ۸۱۲)

سورۃ الاعراف میں دو سو چھ آیات اور چوبیس رکوع ہیں اور یہ سوا پارہ پر مشتمل ہے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر ترتیل کے ساتھ مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھی جائے تو خدشہ ہے کہ مغرب کا وقت نکل جائے گا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرح نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ آپ کا معاملہ یہ تھا کہ آپ زیادہ آیات پڑھتے تھے اور آپ کی نماز پھر بھی خفیف ہوتی تھی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کی اقتداء میں اتنی خفیف نماز نہیں پڑھی جو تمام ہو۔ (المعجم الاوسط: ۵۴۸۸، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں: مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۳)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساٹھ سے لے کر سو آیات تک پڑھتے تھے اور وہ نماز نہایت خفیف ہوتی تھی اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر قراءت کو بہت آسان کر دیا گیا تھا وہ اپنی سواری پر زین بچھانے کا حکم دیتے اور زین بچھانے سے پہلے قراءت ختم کر لیتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۱۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۴)

اور جب حضرت داؤد علیہ السلام پر قراءت اتنی خفیف کر دی گئی تھی تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس کے بہت زیادہ لائق ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرآن پڑھنے سے صحابہ کو اس قدر کیف اور سرور حاصل ہوتا تھا کہ ان کو وقت کا پتا ہی نہیں چلتا تھا اور ان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ کاش! یوں ہی آپ سے قرآن سنتے سنتے ان کی عمر تمام ہو جائے۔

۹۹ - بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ

مغرب کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

۷۶۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود انہوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورہ الطور پڑھتے ہوئے سنا۔

[اطراف الحدیث: ۳۰۵۰-۴۰۲۳-۴۸۵۴]

١٠٠ - بَابُ الْجَهْرِ فِي الْعِشَاءِ
عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

٧٦٦ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ اَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ، فَقَرَاَ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق:١). فَسَجَدَ، فَقُلْتُ لَهُ؟ قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى اَلْقَاهُ. [اطراف الحدیث:٧٦٨-١٠٧٤-١٠٧٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والدخود از بکر از ابورافع' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: جب آسمان کو شق کر دیا جائے گا (الانشقاق:١) پس انہوں نے سجدہ کیا' میں نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے اس آیت پر سجدہ کیا ہے تو میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا' حتیٰ کہ آپ سے ملاقات کروں۔

(صحیح مسلم:٥٧٨-١٢٧٦' سنن ابوداؤد:١٤٠٨' سنن نسائی:٩٦٧' سنن دارمی:١٤٦٨' مسند احمد ج ٢ ص ٤١٣ طبع قدیم' مسند احمد:٩٣٤٨- ج ١٥ ص ٢٠٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سورت الانشقاق کے سجدہ کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا ہے کہ سورۃ الانشقاق میں سجدہ تلاوت نہیں ہے' اور یہ حدیث ان کے خلاف دلیل ہے کہ سورۃ الانشقاق میں سجدہ ہے' خواہ اس سورت کو فرض میں پڑھا جائے یا نفل میں پڑھا جائے' نماز میں پڑھا جائے یا خارج از نماز پڑھا جائے' اس سورت میں کس آیت پر سجدہ کیا جائے' اس میں بھی اختلاف ہے' اس حدیث میں الانشقاق:١ کا ذکر ہے' ایک قول ہے کہ اس آیت پر سجدہ ہے:

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ O (الانشقاق:٢١)

اور جب ان (کافروں) پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے O

اور ایک قول یہ ہے کہ اس سورت کے آخر میں سجدہ ہے۔

اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ابوالقاسم کہا ہے' سو اس میں آپ کا ذکر کنیت سے کرنے کا جواز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ہمارے نزدیک سورۃ الانشقاق کی آیت:٢١ کے تحت ہی سجدہ کیا جائے گا' کیونکہ آیت کا مضمون اسی کی تائید کرتا ہے۔ حدیث میں جو پہلی آیت مذکور ہے' اُس سے سورت کا نام مراد ہے۔

٧٦٧ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ، فَقَرَاَ فِي الْعِشَاءِ فِي اِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ. [اطراف الحدیث:٧٦٩-٤٩٥٢-٧٥٤٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر میں تھے تو آپ نے عشاء کی نماز کی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں "والتین والزیتون" پڑھی۔

(صحیح مسلم: ٤٦٤، الرقم المسلسل: ١٠١٩، سنن ابوداؤد: ١٢٢١، سنن ترمذی: ٣١٠، سنن: ١٠٠٠، سنن ابن ماجہ: ٨٣٥-٨٣٤، سنن بیہقی ج ٢ ص ٣٩٣، تاریخ بغداد ج ٢ ص ٣٩٣، مسند احمد ج ٣ ص ٣٠٣ طبع قدیم، مسند احمد: ١٨٦٩٨-ج ٣٠ ص ٦٢٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ٦٢٩، مسند الطحاوی: ٧٢٢)

فجر، ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں قراءت کی مقدار اور سفر میں قراءت کم کرنا

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کرنی چاہیے اور سفر میں نماز میں تخفیف کرنی چاہیے کیونکہ سفر میں نمازیوں پر سفر کی مشقت کی وجہ سے تھکاوٹ کا غلبہ ہوتا ہے، اس سے پہلے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی حدیث گزری ہے، وہ حضر کے حال پر محمول ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ نے عشاء کی نماز میں النجم پڑھی، حضرت ابن عمر نے سورۃ البینہ پڑھی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے سورۃ العادیات پڑھی، اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فجر کی نماز میں سورۃ الفاتحہ کے علاوہ چالیس آیات پڑھی جائیں، ایک روایت ہے: پچاس آیات پڑھی جائیں، ایک اور روایت میں ہے: ساٹھ سے لے کر سو آیات تک پڑھی جائیں، مشائخ نے کہا ہے: یہ سب سے واضح روایت ہے، بعض نے کہا ہے: سردیوں میں سو آیات پڑھے اور گرمیوں میں چالیس آیات پڑھے، اصیلی نے کہا ہے کہ ظہر میں فجر سے کم پڑھنا چاہیے اور عصر میں سورہ فاتحہ کے علاوہ بیس آیات پڑھنی چاہئیں۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٣-٤٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

رہا مغرب کی نماز میں قراءت کی مقدار تو اس کا ذکر اس سے پہلے باب میں آچکا ہے کہ مغرب کی نماز میں قصار مفصل یعنی چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھنی چاہئیں۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ٩٤٠-ج ١ ص ١٢٥٤ پر ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٠١ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ بِالسَّجْدَةِ

عشاء کی نماز میں آیت سجدہ کو پڑھنا

٧٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ، عَنْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق: ١) فَسَجَدَ، فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ؟ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتَّى أَلْقَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں التیمی نے حدیث بیان کی از بکر از ابی رافع، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: جب آسمان کو شق کر دیا جائے گا (الانشقاق: ١) پھر انہوں نے سجدہ کیا، میں نے کہا: یہ کیسا سجدہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس آیت پر سجدہ کیا، پس میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میں آپ سے ملاقات کرلوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٧٦٦ میں گزر چکی ہے۔

١٠٢ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز میں قرآن پڑھنا

٧٦٩ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ (التین:١) فِي الْعِشَاءِ، وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ اَوْ قِرَاءَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: پس ہمیں خلاد بن یحیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عشاء میں یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے: انجیر اور زیتون کی قسم (التین:١) اور میں نے آپ سے زیادہ حسین آواز یا حسین قراءت اور کسی سے نہیں سنی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٧٦٧ میں گزر چکی ہے۔

١٠٣ - بَابٌ يُطَوِّلُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ، وَيَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ

پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنے کو ترک کردے

٧٧٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَكَوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلٰوةِ! قَالَ اَمَّا اَنَا، فَاَمُدُّ فِي الْاُوْلَيَيْنِ، وَاَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ، وَلَا اٰلُوْ مَا اقْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ صَدَقْتَ! ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ، اَوْ ظَنِّيْ بِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی عون، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: اہل کوفہ نے آپ کی ہر چیز میں شکایت کی ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی! حضرت سعد نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھتا ہوں، اور آخری دو رکعتوں میں قرآن نہیں پڑھتا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں جس چیز کی اقتداء کی ہے اس کو میں ترک نہیں کرتا۔ حضرت عمر نے کہا: آپ نے سچ کہا اور آپ کے ساتھ یہی گمان تھا یا آپ کے ساتھ میرا یہی گمان تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٧٥٥ میں گزر چکی ہے۔

١٠٤ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ

نماز فجر میں قرآن پڑھنا

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ قَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطُّوْرِ.

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ الطور پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں، آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر طواف کرو، پس میں نے طواف کیا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ یہ آیات پڑھ رہے تھے: "وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝" (الطور:١-٢)۔ (صحیح البخاری: ١٦١٩، صحیح مسلم: ١٢٧٦، سنن ابوداؤد: ١٨٨٢، سنن نسائی: ٢٩٢٥، سنن ابن ماجہ: ٢٩٦١)

۷۷۱- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِىْ عَلٰى اَبِىْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ، فَسَاَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ؟ فَقَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ اِلٰى اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِى الْمَغْرِبِ، وَلَا يُبَالِىْ بِتَاْخِيْرِ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا، وَيُصَلِّى الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيْسَهُ، وَكَانَ يَقْرَاُ فِى الرَّكْعَتَيْنِ، اَوْ اِحْدَاهُمَا، مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں اور میرے والد حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ہم نے ان سے نمازوں کے وقت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سورج کے زوال کے وقت پڑھتے تھے' اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے' جب کوئی شخص مدینہ کے آخر سے لوٹ آتا تھا اور اس وقت سورج چمک رہا ہوتا تھا اور میں بھول گیا کہ مغرب کے متعلق انہوں نے کیا کہا تھا اور آپ عشاء کی نماز میں تہائی رات تک کی تاخیر میں کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور فجر کی نماز آپ اس وقت پڑھتے تھے جب کوئی شخص نماز سے مڑتا تو اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا اور آپ دو رکعتوں میں یا دو میں سے ایک رکعت میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۱ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کے باب کا عنوان تھا: نماز ظہر کا وقت زوالِ آفتاب ہے' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نمازِ فجر میں قرآن پڑھنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۷۷۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَطَاءٌ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ فِىْ كُلِّ صَلٰوةٍ يُقْرَاُ، فَمَا اَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْمَعْنَاكُمْ، وَمَا اَخْفٰى عَنَّا اَخْفَيْنَا عَنْكُمْ، وَاِنْ لَّمْ تَزِدْ عَلٰى اُمِّ الْقُرْاٰنِ اَجْزَاَتْ، وَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے: ہر وہ نماز جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے' پس جس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا' ہم اس میں تم کو قرآن سناتے ہیں اور جس نماز میں آپ نے ہمارے سامنے آہستہ قرآن پڑھا' ہم اس نماز میں تمہارے سامنے آہستہ قرآن پڑھتے ہیں اور اگر تم (نماز میں) سورہ فاتحہ سے زیادہ قراءت نہ کرو تو تمہارے لیے کافی ہے اور اگر تم اس سے زیادہ قراءت کرو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔

(سنن نسائی: ۹۶۶-۹۶۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۶۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۰' صحیح ابن حبان: ۱۷۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۵۰۳-ج ۱۲ ص ۱۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۷۷۹۸)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: نمازِ فجر میں قرآن پڑھنا' بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں فجر کی نماز میں قرآن مجید پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' تاہم اس میں یہ ذکر ہے کہ ہر وہ نماز جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور اس میں نماز فجر بھی داخل ہے' جس میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے' اور اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

اس حدیث میں ان نمازوں کا ذکر ہے' جن میں بلند آواز سے قراءت کی جائے اور جن میں آہستہ قراءت کی جائے۔

ان نمازوں کی تفصیل جن میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے اور جن میں آہستہ قرآن پڑھا جائے۔۔

اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نماز میں قرآن مجید کا پڑھنا واجب ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے تھے' آپ بلند آواز سے بھی قرآن کریم پڑھتے تھے اور آہستہ آواز سے بھی' بعض نمازوں میں آپ بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے' جیسے مغرب' عشاء' فجر' جمعہ اور نماز عیدین اور بعض نمازوں میں آپ آہستہ آواز سے قرآن پڑھتے تھے' جیسے ظہر' عصر اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں' امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نماز استسقاء میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور چاند گہن اور سورج گہن کی نمازوں میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھا جائے گا اور امام ابو یوسف نے کہا: ان نمازوں میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے گا' امام شافعی نے کہا: سورج گہن کی نماز میں آہستہ قرآن پڑھا جائے گا اور چاند گہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا' اور رہے باقی نوافل تو دن کی نمازوں میں ان میں آہستہ قرآن پڑھا جائے گا اور رات کی نمازوں میں نمازی کو اختیار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر تم سورہ فاتحہ سے زیادہ قراءت نہ کرو تو تمہارے لیے کافی ہے اور اگر تم اس سے زیادہ قراءت کرو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی' اس کی نماز (کامل) نہیں ہوئی۔

(صحیح البخاری: ٧٥٦' صحیح مسلم: ٣٩٤' سنن ابو داؤد: ٨٢٢' سنن ترمذی: ٣١١' سنن نسائی: ٩١٠' سنن ابن ماجہ: ٨٣٧' مسند احمد ج ٥ ص ٣١٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی وہ نماز قبول نہیں کی جاتی۔ (صحیح ابن خزیمہ: ٤٨٩' صحیح ابن حبان: ١٧٨١' المستدرک ج ١ ص ٢٣٩' مسند احمد ج ٥ ص ٧٨)

حضرت انس رضی اللہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٩٩' سنن ترمذی: ٣١١)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابو داؤد: ٧٩٨' سنن نسائی: ٩٧٥)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ٨٤١)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابو داؤد: ٨١٨' سنن ابن ماجہ: ٨٣٩' مسند احمد ج ٣ ص ٤٥)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن نسائی: ۹۲۳ سنن ابن ماجہ: ۸۴۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۴۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۶۸)

۱۰۵ - بَابُ الْجَهْرِ بِقِرَاءَةِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ

نماز فجر میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ طُفْتُ وَرَاءَ النَّاسِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَيَقْرَاُ بِالطُّوْرِ.

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے لوگوں کے پیچھے طواف کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور سورۃ الطور کی قراءت کر رہے تھے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۶۱۹ میں ہے اور اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۱۷۰۷ میں درج ہے۔

۷۷۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَائِفَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، عَامِدِيْنَ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ، وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَاُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ، فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ اِلٰى قَوْمِهِمْ، فَقَالُوْا مَا لَكُمْ؟ فَقَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَاُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ! قَالُوْا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ اِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ، فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ. فَانْصَرَفَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ، اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةَ، عَامِدِيْنَ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ، وَهُوَ يُصَلِّيْ بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْفَجْرِ، فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اِسْتَمَعُوْا لَهٗ، فَقَالُوْا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، فَهُنَالِكَ حِيْنَ رَجَعُوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ، وَقَالُوْا يَا قَوْمَنَا ﴿اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًاo يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا﴾ (الجن: ۲-۱). فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ﴾ (الجن: ۱). وَاِنَّمَا اُوْحِيَ اِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار کا ارادہ کر کے روانہ ہوئے اور ان دنوں آسمان کی خبر اور شیاطین کے درمیان کوئی چیز حائل ہو چکی تھی اور ان کے اوپر آگ کے گولے پھینکے گئے تھے' پس شیاطین اپنی قوم کی طرف گئے اور ان سے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہمارے اوپر آگ کے گولے پھینکے گئے ہیں' انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی نئی چیز حائل ہوئی ہے' پس زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور تفتیش کرو کہ تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے' پھر وہ لوگ روانہ ہوئے اور تہامہ کی طرف گئے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عکاظ کے بازار کا قصد کر کے گئے تھے اور کھجور کے ایک درخت کے پاس اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے' جب ان جنات نے قرآن سنا تو اس کی طرف کان لگائے' پس انہوں نے کہا: یہ ہے وہ چیز' اللہ کی قسم! تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان جو چیز حائل ہوئی ہے وہ یہی چیز ہے' پس یہیں سے وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے' پس کہا: اے ہماری قوم!'' ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہ نمائی

[طرف الحدیث:۴۹۲۱] (صحیح مسلم:۴۴۹' الرقم المسلسل:۹۸۹' سنن ترمذی:۳۳۲۳' السنن الکبریٰ:۱۱۶۲۵_۱۱۶۲۴' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۶۹' صحیح ابن حبان:۶۵۲۶' المستدرک ج ۲ ص ۵۰۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۹' مؤسسة الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۳۱۲۰)

کرتا ہے پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہیں کریں گے''۔ (الجن:۲-۱) تب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل کی: ''آپ کہیے: میری طرف وحی کی گئی ہے'' (الجن:۱) حالانکہ آپ کی طرف صرف جن کے قول کی وحی کی گئی تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) ابوعوانہ الوضاح الیشکری (۳) جعفر بن ابی وحشیہ' ان کی کنیت ابوبشر ہے اور ان کے والد کا نام وحشیہ ایاس ہے (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے' جب جنات نے قرآن سنا تو اس کی طرف کان لگائے۔

عکاظ کا لغوی اور عرفی معنی اور اس کا محل وقوع

اس حدیث میں عکاظ کے بازار کا لفظ ہے۔ یہ عرب کے بازار کا نام ہے' عرب اس بازار میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اپنے فخر کا اظہار کرتے تھے' شعراء اس میں آ کر اپنا تازہ کلام سناتے تھے' بعض نے کہا: ''عکظ'' کا معنی ہے: کسی جگہ ٹھہر کر باہم مشورہ کرنا۔

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری المتوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں:

عکاظ عرب کے بازار کا نام ہے' جو مکہ کی جانب تھا' عرب اس بازار میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اس میں ایک ماہ قیام کرتے تھے' اس میں خرید و فروخت کرتے تھے' شعراء اس میں اپنے اشعار پڑھتے تھے اور عرب اس میں فخر کا اظہار کرتے تھے۔

(الصحاح ج ۳ ص ۱۱۷۴' دارالعلم للملایین' ۱۴۰۷ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

''عکظ دابته'' کا معنی ہے: اس نے اپنی سواری کو ٹھہرایا' ''تعکظ القوم'' کا معنی ہے: لوگوں نے کسی جگہ ٹھہر کر اپنے معاملات پر غور و فکر کیا' عکاظ عرب کا ایک بازار ہے جس میں لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اپنے فخر کا اظہار کرتے تھے' اس بازار کا ذکر حدیث میں ہے' الازہری نے کہا ہے: یہ عرب کے ایک بازار کا نام ہے' عرب کے مختلف قبائل اس میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور شعراء اس میں اپنا تازہ کلام سناتے تھے' یہ بازار مکہ کے قریب ہے' عرب اس میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اس میں ایک مہینہ ٹھہرتے تھے' خرید و فروخت کرتے تھے اور فخر کا اظہار کرتے تھے' جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس بازار کو منہدم کر دیا گیا۔

(لسان العرب ج ۱۰ ص ۲۴۲' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی المتوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

''عُکاظ'' کا تلفظ' ''غُراب'' کی طرح ہے' یہ نخلہ اور طائف کے درمیان صحراء میں ایک بازار ہے' عرب یکم ذوالقعدۃ کو یہاں آتے تھے اور بیس دن تک یہاں ٹھہرتے تھے' اس میں قبائل عرب جمع ہوتے تھے' اس میں خرید و فروخت ہوتی تھی اور شعر و شاعری ہوتی تھی۔ (القاموس المحیط ص ۶۹۶' مؤسسة الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

جاہلیت میں عربوں کا یہ دستور تھا کہ وہ ہر سال ایک نخلستان میں جمع ہوتے تھے جو طائف سے اندازاً ۱۵ میل اور مکہ سے تین دن کی مسافت پر واقع تھا' اس میں عرب جمع ہو کر فخریہ قصائد پڑھتے تھے اور جو قصیدہ بہترین قرار دیا جاتا تھا' اس کو دیوارِ کعبہ پر لٹکا دیتے تھے۔ یہ مقام سوق عکاظ کہلاتا تھا۔ (معجم البلدان ص ۲۴۴' شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور کراچی)

اس اعتراض کا جواب کہ فجر کی نماز تو معراج میں فرض ہوئی تھی اور یہ قصہ معراج سے پہلے کا ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ قصہ معراج سے پہلے کا ہے اور صبح کی نماز باقی نمازوں کے ساتھ شب معراج میں فرض ہوئی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ راجح قول یہ ہے کہ معراج ہجرت سے دو یا تین سال پہلے ہوئی ہے' لہٰذا یہ قصہ معراج کے بعد ہوا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح آپ کے اصحاب معراج سے پہلے بھی فجر کی نماز پڑھتے تھے' البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی کوئی نماز فرض تھی یا نہیں؟ پس یہ حدیث اس قول کے مطابق ہے کہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز فرض تھی' پس اس حدیث میں نماز فجر کا اطلاق اس اعتبار سے ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ فجر کی نماز پانچ فرض نمازوں میں سے ایک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۱)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث پر یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے' حالانکہ وہ اس قصہ کے وقت پیدا بھی نہیں ہوئے ہوں گے کیونکہ وہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور یہ ہجرت سے کافی پہلے کا واقعہ ہے' تاہم اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ قصہ کسی اور صحابی سے سنا ہو اور یہ حدیث مرسل ہو۔

شیاطین اور جنات کے معانی اور محامل

اس حدیث میں ''شیاطین'' کا لفظ ہے' نافرمان جنات کو ''شیاطین'' کہتے ہیں اور یہ ابلیس کی اولاد ہیں اور یہاں اس سے مراد بہت سرکش جنات ہیں' یہ ابلیس کے مددگار ہیں اور لوگوں کو گم راہ کرنے میں اس کی مدد کرتے ہیں' الجوہری نے کہا ہے کہ جنات' انسانوں اور چوپایوں میں سے جو بھی سرکش ہو اس کو شیطان کہتے ہیں' اور قاضی ابویعلیٰ نے کہا ہے کہ سرکش جنات کو شیاطین کہتے ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جب صرف ''الجن'' کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد جن ہی ہوتا ہے اور اگر اس سے مراد وہ جن ہو جو انسانوں کے ساتھ رہتا ہو تو اس کو ''عامر'' کہتے ہیں اور اس کی جمع ''عمار'' ہے' اور اگر اس سے مراد وہ ہو جو بچوں کو عارض ہوتا ہے تو ان کو ارواح کہا جاتا ہے' پس اگر وہ خبیث ہو تو وہ شیطان ہے اور اگر اس کی خباثت زیادہ ہو تو پھر وہ عفریت ہے اور اس کی جمع عفاریت ہے۔

اس حدیث میں جن اور شیطان کا ذکر ہے' لیکن ان دونوں کی نوع واحد ہے اور ان کی اصناف مختلف ہیں' ان میں سے کافر کو ''شیطان'' کہا جاتا ہے اور مومن کو ''الجن'' کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۲)

''شہاب ثاقب'' کا معنی

اس حدیث میں ''شہاب'' کا ذکر ہے' وہ آگ کا چمک دار شعلہ ہے' گویا کہ ایک ستارہ ٹوٹتا ہے' اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے بھی شیاطین پر آگ کے گولے مارے جاتے تھے یا نہیں' قرآن مجید میں ہے:

أَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ (الجن: ۸)	(جنات نے کہا:) ہم نے آسمان کو چھو کر دیکھا تو ہم نے اس کو سخت محافظوں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا ۝

شیاطین نے ان شہابوں کو بہت عجیب وغریب اور ایک نئی چیز پایا تو انہوں نے تمام دنیا میں گھوم پھر کر دیکھا تو انہوں نے یہ جانا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد ان کو آسمانوں پر جانے سے روکنے کا ایک ذریعہ ہے' ظاہر قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٥٢)

اُردو لغت بورڈ کے مرتبین نے لکھا ہے:

وہ چھوٹے چھوٹے اجرام یا شہاب جن کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے' زمین کی حرکت سے مخالف سمت میں حرکت کرتے ہوئے زمین کے کرہ ہوائی سے متصادم ہوتے ہیں تو ان کی رفتار اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ ہوا کی مزاحمت سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ ان کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ نظام شمسی کے جن مختلف ارکان کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ان کے علاوہ بے شمار اور چھوٹے چھوٹے اجرام ہیں' جن کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔ (علم ہیئت ص ١١٠) (اردو لغت ج ١٢ ص ٥٠٧ 'اُردو لغت بورڈ' کراچی' جنوری ١٩٩١ء)

* شہاب ثاقب کی مزید تحقیق کے لیے تفسیر تبیان القرآن میں الجن: ٨ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جنات کے وفد کے آنے کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس قصہ کا ذکر کیا گیا ہے' وہ ہجرت سے تین سال پہلے کا ہے۔ علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٢٧ شوال کو طائف کی طرف گئے تھے اور ٢٣ ذوالقعدہ کو مکہ میں واپس آئے تھے اور مکہ میں تین ماہ ٹھہرے تھے اور آپ کے پاس الحجون کے جنات' نبوت کے گیارھویں سال میں آئے تھے۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ جنات صرف ایک رات میں آپ کے پاس آئے تھے' یہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ جنات کا وفد آپ کے پاس متعدد بار آیا تھا۔

جنات کی پیدائش' ان کی موت اور ان کی جزاء اور سزا کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے جنات کو پیدا کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جنات زمین کے رہنے والے ہیں اور فرشتے آسمان کے رہنے والے ہیں۔

جنات پر موت آتی ہے اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں' ان پر موت نہیں آتی' وہ ابلیس کے ساتھ ہی مریں گے' جنات کے انجام کے متعلق بھی اختلاف ہے' جنہوں نے کہا: جنات شیطان کی اولاد نہیں ہیں' انہوں نے کہا: ان میں سے مؤمنین جنت میں داخل ہوں گے اور جنہوں نے کہا: وہ شیطان کی اولاد ہیں' انہوں نے کہا: وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے' حسن بصری کے نزدیک جنات جنت میں داخل ہوں گے اور مجاہد کے نزدیک وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے' انہوں نے کہا: جنات میں سے جو مؤمنین ہیں ان کی جزا اس کے سوا نہیں ہے کہ ان کو دوزخ سے نجات مل جائے گی' قرآن مجید میں ہے:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو جنات کا وفد آیا تھا' اس نے اپنی قوم سے جا کر کہا:)

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (الاحقاف: ٣١)

اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ' اللہ تمہارے بعض گناہوں کو بخش دے گا اور تم کو دردناک عذاب سے پناہ میں رکھے گا۝

اس آیت میں ایمان لانے کی وجہ سے جنات کی مغفرت اور ان کو عذاب سے نجات دینے کا وعدہ فرمایا ہے جنت میں داخل کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا' اس وجہ سے مجاہد نے کہا کہ مؤمنین جنات کی جزاء صرف یہ ہے کہ ان کی عذاب سے نجات ہو جائے گی۔

امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے' آخرت میں جنات سے کہا جائے گا: مٹی ہو جاؤ' جس طرح جانوروں سے کہا جائے گا' ایک روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ اس مسئلہ میں متردد تھے اور ان کو جزم اور یقین نہیں تھا۔

دوسرے علماء کا مذہب یہ ہے کہ جنات کے بُرے کاموں پر ان کو سزا دی جائے گی اور ان کے نیک کاموں پر ان کو جزا دی جائے گی' جس طرح انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے' امام مالک' امام شافعی اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج۶ ص۵۵)

کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں سے خطاب کیا: اے جنات اور انسانوں کی جماعت! (الانعام:۱۳۰) پھر فرمایا:

لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۝ (الانعام:۱۳۲)

ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے سبب سے درجات ہیں' اور آپ کا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے۝

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' جنات اور انسانوں کے رسول ہیں

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کی جاتی ہے اور اسی کے موافق امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' جنات اور انسانوں دونوں کے رسول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے' مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے' اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو طہارت کا آلہ اور مسجد بنا دیا گیا ہے اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور تمام نبیوں کو مجھ پر ختم کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم:۵۲۳' سنن ابن ماجہ:۵۶۷' سنن ترمذی:۱۵۵۳' مسند ابویعلیٰ:۶۴۹۱' مشکل الآثار:۱۰۳۵' صحیح ابن حبان:۲۳۱۳' سنن بیہقی ج۲ ص۴۳۳' شرح السنۃ:۳۶۱۷' مسند احمد ج۲ ص۴۱۲ طبع قدیم' مسند احمد:۹۳۳۷۔ ج۱۵ ص۱۹۵۔۱۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے انسانوں اور جنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور ہر گورے اور کالے کی طرف۔ الحدیث (دلائل النبوۃ لابی نعیم:۲۵)

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں' سوا ان کے جو جنات اور انسانوں میں سے کافر ہیں۔ (المعجم الکبیر:۶۷۲' البدایۃ والنہایۃ ج۴ ص۵۳۴)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۹۰۹۔ ج۱ ص۱۲۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں جنات سے آپ کی ملاقات کا بیان ہے۔

۷۷۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا أُمِرَ' وَسَكَتَ فِيْمَا أُمِرَ ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ (مریم:۶۴)' ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱). (مسند الطحاوی:۳۱۲۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان رکعات میں قرآن پڑھا جن میں آپ کو حکم دیا گیا تھا اور ان رکعات میں سکوت کیا جن میں آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ ''اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے''

(مریم: ۶۴) اور "تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
میں عمدہ نمونہ ہے" (الاحزاب: ۲۱)۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) اسماعیل بن ابراہیم المعروف بن ابن علیہ (۳) ایوب السختیانی (۴) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۶)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان رکعات میں قرآن پڑھا جن میں آپ کو (قرآن پڑھنے کا) حکم دیا گیا تھا' کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جن رکعات میں آپ کو بلند آواز سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا' اور اس باب کا عنوان ہے: نماز فجر میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا' نیز اس حدیث میں ہے کہ آپ ان رکعات میں خاموش رہتے جن رکعات میں آپ کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا تھا' اس جملہ کا یہ معنی نہیں کہ ان رکعات میں قراءت نہیں کرتے تھے' کیونکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آپ نماز میں قرآن پڑھتے تھے' بعض رکعات میں بلند آواز سے قراءت کرتے تھے اور بعض رکعت میں آہستہ آواز سے قراءت کرتے تھے جیسے مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعات میں بلند آواز سے قراءت کرتے تھے' اسی طرح ظہر اور عصر کی رکعات میں آہستہ آواز سے قراءت کرتے تھے۔

اس حدیث میں مریم: ۶۴ اور الاحزاب: ۲۱ کو ذکر کرنے کی توجیہ

امام بخاری نے اس حدیث میں یہ آیت ذکر کی: "وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا" (مریم: ۶۴) اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔
اس کی توجیہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ نماز کے مفصل احوال قرآن مجید میں نازل فرمائے تو وہ ان کو نازل فرما دیتا حتیٰ کہ قرآن مجید میں ایسی آیات نازل ہو جاتیں کہ فلاں نماز میں بلند آواز سے قراءت کی جائے اور فلاں نماز میں آہستہ قراءت کی جائے اور فلاں نماز کی پہلی رکعات میں بلند آواز سے قراءت کی جائے اور آخری رکعات میں آہستہ قراءت کی جائے' اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ نے نسیان کی وجہ سے ان احکام کے نازل کرنے کو ترک نہیں کیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان احکام کی تفصیل اور جہر اور اخفاء کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ نماز پر چھوڑ دیا یعنی قرآن مجید میں جو چیزیں مجمل چھوڑ دی گئی ہیں' ان کی تفصیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں ہے' اسی لیے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الاحزاب: ۲۱) — تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں عمدہ نمونہ ہے۔

یعنی تم ان نمازوں میں بلند آواز سے قراءت کرو جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے قراءت کی ہے اور ان نمازوں میں آہستہ قراءت کرو جن میں آپ نے آہستہ قراءت کی ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۶۳۱)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ. (النحل: ۴۴) — اور ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو وضاحت سے بیان کر دیں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کیے گئے ہیں۔

یعنی اس کتاب میں جو احکام مجمل نازل کیے گئے ہیں' آپ اپنے قول اور عمل سے ان کی تفصیل بیان کر دیں' قرآن مجید میں پانچ نمازیں بیان کی ہیں' ان کی رکعات کی تعداد بیان نہیں کی' وہ آپ نے بیان فرمائی ہیں' قیام' رکوع اور سجود کی ترتیب بیان نہیں کی' قیام' رکوع اور سجود میں کیا پڑھا جائے گا یہ بیان نہیں کیا' قعدہ' جلسہ اور تشہد کو بیان نہیں کیا' یہ سب آپ نے اپنے قول اور عمل سے بیان فرمایا ہے' قرآن پڑھنے کا حکم دیا لیکن یہ نہیں بیان فرمایا کہ کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ قرآن پڑھا جائے گا' ان سب چیزوں کی تفصیل نبی ﷺ کے قول اور عمل اور آپ کے نمونہ میں ہے۔

١٠٦ - بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ فِي الرَّكْعَةِ. وَالْقِرَاءَةِ بِالْخَوَاتِيمِ وَبِسُوْرَةٍ قَبْلَ سُوْرَةٍ، وَبِاَوَّلِ سُوْرَةٍ

نماز کی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھنا' اور سورت کی آخری آیات کو پڑھنا اور ایک سورت سے پہلی سورت کو پڑھنا اور سورت کے اوّل حصہ کو پڑھنا

امام بخاری نے اس عنوان میں چار صورتوں کا ذکر کیا' اس باب کی حدیث میں تین صورتوں کا ذکر تو آ گیا ہے' ایک صورت کا ذکر نہیں آیا اور وہ ہے: کسی سورت کی آخری آیات کو پڑھنا' تاہم وہ بھی جائز ہے کیونکہ ان چاروں صورتوں میں بہر حال قرآن مجید ہی کو پڑھا جائے گا۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ فِي الصُّبْحِ، حَتّٰى اِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ' اَوْ ذِكْرُ عِيْسٰى' اَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ.

اور حضرت عبداللہ بن السائب سے اس روایت کو ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز فجر میں سورۃ المؤمنون پڑھی حتیٰ کہ جب موسیٰ اور ہارون کا ذکر آیا یا عیسیٰ کا ذکر آیا تو آپ کو کھانسی آئی' پس آپ نے رکوع کر لیا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مکہ میں ہمیں نماز فجر پڑھائی' آپ نے سورۃ المؤمنون کو شروع کیا حتیٰ کہ موسیٰ اور ہارون کا ذکر آیا' یا عیسیٰ کا ذکر آیا تو نبی ﷺ کو کھانسی آئی' پس آپ نے رکوع کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن السائب اس موقع پر حاضر تھے۔ (صحیح مسلم: ٤٥٥' الرقم المسلسل: ١٠٠٤' سنن ابوداؤد: ٦٤٩' سنن نسائی: ١٠٠٧' سنن ابن ماجہ: ٨٢٠)

نماز میں قرآن کریم پڑھنے کی جو چار صورتیں عنوان میں ذکر کی گئی تھیں' یہ ان میں سے چوتھی صورت ہے یعنی سورت کے اوّل حصہ کو پڑھنا' اور یہ تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں اگر مکمل سورت نہ پڑھی جائے بلکہ اس کے بعض حصہ کو پڑھ لیا جائے تو یہ جائز ہے' اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے' نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز فجر میں لمبی سورت پڑھنی چاہیے اور اگر کسی عذر کی وجہ سے سورت کو قطع کر لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَقَرَاَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى بِمِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ اٰيَةً مِّنَ الْبَقَرَةِ، وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمَثَانِيْ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ کی ایک سو بیس آیات پڑھیں اور دوسری رکعت میں مثانی کی کوئی سورت پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٥٦٣ میں ہے' عنوان میں جو چار صورتیں ذکر کی گئی ہیں' یہ ان میں سے کوئی صورت نہیں لیکن یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قراءت کی جا سکتی ہے۔ اس تعلیق میں "مثانی"

کا لفظ ہے اور مثانی کی تعریف حسب ذیل ہے:

مثانی کی تعریفات

(۱) قرآن مجید میں مثانی وہ سورتیں ہیں جن میں ایک جیسی آیات کا بار بار ذکر ہو جیسے سورۂ رحمن۔

(۲) ایک قول ہے کہ مثانی سورہ فاتحہ ہے کیونکہ اس کا دو بار نزول ہوا ہے۔

(۳) سورۃ البقرہ سے لے کر سورۃ التوبہ تک ہر سورت مثانی ہے۔

(۴) تمام قرآن کریم مثانی ہے کیونکہ اس میں قصص اور امثال کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔

(۵) جن سورتوں میں آیات کی تعداد سو سے کم ہو وہ مثانی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٥٩)

وَقَرَاَ الْاَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْاُولٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوْسُفَ اَوْ يُوْنُسَ وَذَكَرَ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الصُّبْحَ بِهِمَا.

اور حضرت الاحنف نے نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ الکہف پڑھی اور دوسری میں سورہ یوسف یا سورہ یونس پڑھی اور انہوں نے ذکر کیا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز میں یہ دو سورتیں پڑھیں۔

یہ عنوان کی تیسری صورت کے مطابق ہے کہ پہلی رکعت میں ایک سورت پڑھے اور دوسری رکعت میں اس سے پہلے والی سورت پڑھے۔ اس تعلیق کو امام ابونعیم نے المستخرج میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٦٠)

وَقَرَاَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِاَرْبَعِيْنَ اٰيَةً مِّنَ الْاَنْفَالِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ الانفال کی چالیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں المفصل کی سورت پڑھی۔

یہ عنوان کی چوتھی صورت کے موافق ہے یعنی پہلی رکعت میں سورۃ الانفال کی چالیس آیتیں پڑھیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ الانفال کی چالیس آیات پڑھنے سے یہ تو لازم نہیں ہے کہ وہ اس سورت کا اوّل حصہ ہو وہ درمیانی یا آخری حصہ بھی ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سنن سعید بن منصور میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن مسعود نے سورۃ الانفال سے قراءت کا افتتاح کیا تھا اور افتتاح اوّل سے ہوتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبد الرزاق: ۲۶۷۰ میں ہے۔

سورۃ الحجرات سے لے کر آخر قرآن مجید تک کی سورتوں کو "المفصل" کہتے ہیں۔

وَقَالَ قَتَادَةُ فِيْمَنْ يَقْرَاُ سُوْرَةً وَّاحِدَةً فِيْ رَكْعَتَيْنِ اَوْ يُرَدِّدُ سُوْرَةً وَّاحِدَةً فِيْ رَكْعَتَيْنِ كُلٌّ كِتَابُ اللّٰهِ.

اور قتادہ نے کہا: جو شخص ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھتا ہے یا ایک سورت کو دو رکعتوں میں مکرر پڑھتا ہے تو یہ سب کتاب اللہ ہیں۔

یہ صورت عنوان میں ذکر کی ہوئی صورتوں میں سے ایک بھی نہیں ہے علامہ عینی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب نے اس تعلیق سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک سورت کو دو رکعتوں میں مکرر پڑھنا مکروہ نہیں ہے ایک قول ہے کہ مکروہ ہے علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ نے لکھا ہے: ایسا کرنا نہیں چاہیے اور اگر کر لیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور افضل یہ ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھے اور فرض نماز میں مکمل سورت پڑھے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٦١ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٧٧٤م - وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ، وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ افْتَتَحَ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا، ثُمَّ يَقْرَأُ سُوْرَةً أُخْرٰى مَعَهَا، وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ، فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالُوْا إِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ، ثُمَّ لَا تَرٰى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰى تَقْرَأَ بِأُخْرٰى؟ فَإِمَّا أَنْ تَقْرَأَ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرٰى، فَقَالَ مَا أَنَا بِتَارِكِهَا، إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ، وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ، وَكَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ، وَكَرِهُوْا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ، فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوْهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ يَا فُلَانُ، مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ؟ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلٰى لُزُوْمِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ؟ فَقَالَ إِنِّيْ أُحِبُّهَا، فَقَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ.

(سنن ترمذی: ٢٩٠١، سنن بیہقی ج ٢ ص ٦١-٦٠، المعجم الاوسط: ٨٩٨، جامع المسانید لابن الجوزی: ٥٤٠، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

امام بخاری ذکر کرتے ہیں: اور عبید اللہ بن عمر نے کہا از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص مسجد قبا میں ان کو نماز پڑھاتے تھے وہ جب بھی نماز میں ان کے لیے کسی سورت کو پڑھنا شروع کرتے تو اپنی قراءت کا افتتاح ''قل ھو اللّٰہ احد'' سے کرتے حتیٰ کہ اس سورت سے فارغ ہو جاتے پھر اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے ان کے اصحاب نے ان سے یہ کہا: آپ اس سورت سے افتتاح کرتے ہیں پھر آپ یہ نہیں سمجھتے کہ اس سورت کا پڑھنا کافی ہے حتیٰ کہ آپ دوسری سورت پڑھتے ہیں پس (آئندہ) آپ یا تو اسی سورت کو پڑھیں یا اس کو چھوڑ دیں اور دوسری سورت پڑھیں انہوں نے کہا: میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں اگر تم چاہتے ہو کہ میں تم کو اسی طرح نماز پڑھاؤں تو میں پڑھاؤں گا اور اگر تم اس کو ناپسند کرو تو میں تم کو چھوڑ دوں گا اور وہاں کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ ان سب سے افضل ہیں اور انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ انہیں کوئی اور شخص نماز پڑھائے جب ان لوگوں کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی آپ نے فرمایا: اے فلاں! تمہیں اپنے اصحاب کی بات ماننے سے کیا چیز مانع ہے؟ اور اس سورت کو ہر رکعت میں لازماً پڑھنے پر کیا چیز برانگیختہ کرتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا: اس سورت سے تمہاری محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (٢) ثابت البنانی (٣) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٦٢)

تعلیق مذکور کی یہ حدیث بھی عنوان کے جز اوّل کے موافق ہے اور وہ ہے: دو رکعتوں میں دو سورتوں کو جمع کرنا کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ امام ''قل ھو اللّٰہ احد'' سے سورت کو شروع کرتے تھے اور پھر اس کی قراءت سے فارغ ہونے کے بعد کوئی اور سورت پڑھتے تھے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے اور یہی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا ہے۔

مسجد قبا کے امام مذکور کا تعارف

اس حدیث میں مذکور ہے: انصار کے ایک شخص مسجد قبا میں ان کو نماز پڑھاتے تھے۔ ان کا نام کلثوم بن ہدم تھا ان کا تعلق بنو عمرو

بن عوف سے تھا اور وہ قباء کے رہنے والے تھے اور نبی ﷺ جب ہجرت کر کے قباء کی طرف آئے تو ان ہی کے پاس ٹھہرے تھے
ایک قول ہے کہ وہ قتادہ بن نعمان تھے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۶۲)

ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ فقہاء تابعین میں سے سعید بن جبیر' عطاء بن ابی رباح' علقمہ' سوید بن غفلہ' ابراہیم النخعی اور سفیان الثوری کا یہی مسلک ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان' حضرت حذیفہ' حضرت ابن عمر اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہم کا بھی یہ مؤقف ہے۔

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے پر دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ اپنی قراءت کا افتتاح ''قل هو الله احد'' سے کرتے تھے' پھر اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت کلثوم بن ہِدم نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے اور بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس طریقہ کی تصویب کر دی' اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کو پڑھنا فرض نہیں ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے' جو کہتے ہیں: نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا شرط نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ راوی نے اس حدیث میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا شرط ہے' پس اس حدیث کی یہ تاویل ہے کہ حضرت کلثوم بن ہِدم نے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد ''قل هو الله احد'' سے افتتاح کیا' یا اس حدیث میں سورہ فاتحہ کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ مذکور ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۴۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تاویل ظاہر حدیث کے خلاف ہے اور اس پر کوئی قرینہ نہیں ہے' نیز اہل قباء نے حضرت کلثوم پر یہ اعتراض کیا تھا کہ وہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرتے ہیں' جس سے ان کی نماز میں کوئی ضرر نہیں ہوتا تھا' پس اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا شرط ہوتا تو وہ اس سے بہت زیادہ انکار کرتے اور اُن کے خلاف Hot Issue بنا لیتے اور اپنی نماز دُہراتے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت کلثوم بن ہِدم کی حدیث کی تائید میں یہ حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی' آپ نے سورۃ البقرہ سے نماز کا افتتاح کیا' میں نے (دل میں) کہا: آپ اس سورت کو ختم کر کے رکوع کریں گے' پھر آپ نے آل عمران سے افتتاح کیا' میں نے (دل میں) کہا: آپ اس کو ختم کر کے رکوع کریں گے' پھر آپ نے سورۃ النساء کو شروع کیا' میں نے (دل میں) کہا: آپ اس پر رکوع کریں گے' آپ نے اس سورت کو پڑھا حتیٰ کہ اس کو ختم کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۰۴' صحیح مسلم: ۷۷۲' سنن نسائی: ۱۱۳۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۴)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کا افتتاح سورۃ البقرہ سے کیا یعنی آپ نے نماز کے شروع میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔

جب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کے کرنے پر جنت کی بشارت ہے تو صاحب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کا خیر ہونا زیادہ لائق ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کلثوم بن ہِدم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے نماز کی ہر رکعت میں سورۃ ''قل ھو اللّٰہ احد'' پڑھنے کو کیوں لازم کرلیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں' تو آپ نے فرمایا: اس سورت کی محبت نے تمہیں جنت میں داخل کردیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کے دل کا کسی سورت کی طرف میلان ہو اور وہ اس کو نماز میں پڑھنے پر دوام کرے تو یہ جائز ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کلثوم بن ہدم کو جنت کی بشارت دی اور جنت میں وہی شخص داخل ہوگا' جس کا ایمان پر خاتمہ ہو' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ حضرت کلثوم تاحیات ایمان پر قائم رہیں گے۔

حضرت کلثوم نے سورۃ ''قل ھو اللّٰہ احد'' سے محبت کی وجہ سے اس کو نماز میں پڑھنا لازم کرلیا اور آپ نے ان کو جنت کی بشارت دی' تو اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی وجہ سے اذان کے بعد آپ پر بغیر لزوم کے درود شریف پڑھیں یا آپ کی تعظیم کے قصد سے کھڑے ہو کر آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھیں یا آپ کی تعظیم کے اظہار کے لیے محافل میلاد میں آپ کے فضائل بیان کریں یا آپ کی محبت سے یارسول اللہ کہیں تو کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بشارت کے مستحق نہیں ہوں گے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی ہر رکعت کے آغاز میں سورۃ ''قل ھو اللّٰہ احد'' پڑھنے کا حکم نہیں دیا' حضرت کلثوم محض اس سورت سے محبت کی وجہ سے اس کو پڑھتے تھے اور وہ اس سے بدعتی نہیں ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی وجہ سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے اور یارسول اللہ کہنے والے بدعتی کیوں ہوں گے! واضح رہے کہ محبت کی وجہ سے یارسول اللہ کہنا مخالفین کے نزدیک بھی جائز ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل اعتقاد کرے ورنہ شرک نہیں' مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا' یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے' جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو' محبت میں یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ' پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۶۸' محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب' کراچی)

مخالفین نے اہل سنت پر جو شرک اور بدعت کے فتوے عائد کیے ہیں' حضرت کلثوم کی حدیث مذکور اور شیخ گنگوہی کی مذکور الصدر عبارت سے ان تمام فتاویٰ کا باطل اور مردود ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

۷۷۵ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ قَرَاْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ فِيْ رَكْعَةٍ فَقَالَ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ؟ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِيْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرِنُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ' انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سنا' انہوں نے کہا: ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' اس نے کہا: میں نے آج مفصل (سورہ محمد سے آخر قرآن تک کی کوئی سورت) کو ایک رات

عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ، سُوْرَتَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ. [اطراف الحدیث:۴۹۹۶_۵۰۴۳]

میں پڑھا' حضرت ابن مسعود نے کہا: تم نے اس کو شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا' میں ان سورتوں کی نظائر کو جانتا ہوں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ملا کر پڑھتے تھے' پھر انہوں نے مفصل سے بیس سورتیں پڑھیں' ہر رکعت میں دو سورتیں۔

(صحیح مسلم:۸۲۲'الرقم المسلسل:۱۸۷۷'سنن ترمذی:۶۰۲'سنن نسائی:۱۰۰۵'مسند ابویعلیٰ:۵۲۲۲'صحیح ابن خزیمہ:۵۳۸'مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۹'السنن الکبریٰ:۱۰۷۶'المعجم الکبیر:۹۸۶۴'مسند احمد ج۱ص ۳۸۰ طبع قدیم' مسند احمد:۳۶۰۷_ج۶ص ۹۷_۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی:۵۰۷۲)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے پہلے جز کے ساتھ مطابقت ہے یعنی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا۔

ان دو سورتوں کی نظائر جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک رکعت میں جمع کرتے تھے

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا' اس نے کہا: میں ایک رکعت میں مفصل کو پڑھتا ہوں' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: کیا تم شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھتے ہو' یا جیسے درخت سے سوکھی ہوئی کھجوریں جھڑتی ہیں' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک رکعت میں دو ایسی سورتوں کو پڑھتے تھے جو ایک دوسرے کی نظیر تھی: (۱) ''والنجم'' اور ''الرحمٰن'' ایک رکعت میں (۲) اور ''اقتربت'' اور ''الحاقہ'' ایک رکعت میں (۳) ''والطور'' اور ''والذاریات'' ایک رکعت میں (۴) ''اذا وقعت'' اور ''النون'' ایک رکعت میں (۵) ''سال سائل'' اور ''النّٰزعٰت'' ایک رکعت میں (۶) ''ویل للمطففین'' اور ''عبس'' ایک رکعت میں (۷) ''المدثر'' اور ''المزمل'' ایک رکعت میں (۸) ''ھل اتی'' اور ''لا اقسم بیوم القیامۃ'' ایک رکعت میں (۹) ''عم یتساء لون'' اور ''المرسلٰت'' ایک رکعت میں (۱۰) ''الدخان'' اور ''اذا الشمس کوّرت'' ایک رکعت میں۔

(سنن ابوداؤد:۱۳۹۶)

مفصل کی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا آپ کا معمول تھا اور بعض اوقات آپ سورہ بقرہ اور دوسری لمبی سورتوں کو بھی جمع کرتے تھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قرآن مجید کو جلدی جلدی اور تیز تیز پڑھنے کی ممانعت ہے اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر تدبر سے پڑھنے کی ترغیب ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے تھوڑی مقدار میں تیز تیز پڑھنے کی اجازت دی ہے' نیز اس سے معلوم ہوا کہ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبا کر کے پڑھنا جائز ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ دونوں رکعتیں برابر ہوں ماسوا فجر کی نماز کے' فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے لمبا کرنا افضل ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دو سے زیادہ سورتوں کو بھی پڑھنا جائز ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ عبد اللہ بن شقیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کئی سورتوں کو جمع کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں! مفصل کی کئی سورتوں کو جمع کرتے تھے' بعض احادیث میں آیا ہے کہ آپ سورۃ البقرہ اور دوسری لمبی سورتوں کو تہجد کی رکعت میں جمع کرتے تھے' وہ مفصل کی سورتوں کو جمع کر کے پڑھنے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ وہ نادراً ہوتا تھا' قاضی عیاض نے حضرت ابن مسعود کی حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ آپ جو ایک رکعت میں مفصل کی دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے' وہ آپ کا اکثر

اوقات میں معمول تھا اور وہ جو بعض احادیث میں سورہ بقرہ وغیرہا کو ایک رکعت میں پڑھنے کا ذکر ہے وہ بہت نادر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٦٦۔ ٦٥ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید کی پہلی سات سورتوں کو طوال کہتے ہیں اس کے بعد جن سورتوں میں سو کے قریب آیات ہوں ان کو ذوات المئین کہتے ہیں اور جن میں سو سے کم آیات ہوں ان کو مثانی کہتے ہیں اور سورۃ الحجرات سے آخر قرآن تک کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۰۹۔ ج ۲ ص ۵۹۹ پر مذکور ہے اس کی وہاں بغیر عنوان کے مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۰۷ - بَابٌ يَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

آخری دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب کو پڑھا جائے

۷۷٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ، وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَهَكَذَا فِي الْعَصْرِ، وَهَكَذَا فِي الصُّبْحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور ہمیں سناتے تھے اور پہلی رکعت اتنی لمبی پڑھتے تھے جتنی لمبی دوسری رکعت نہیں پڑھتے تھے اور اسی طرح عصر میں اور اسی طرح صبح میں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۵۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۰۸ - بَابُ مَنْ خَافَتَ الْقِرَاءَةَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ قرآن پڑھا

۷۷۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قُلْتُ لِخَبَّابٍ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ. قُلْنَا مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از عمارہ بن عمیر از ابی معمر وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہم نے پوچھا: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ۷۴۶ میں مطالعہ کریں۔

۱۰۹ - بَابٌ إِذَا أَسْمَعَ الْإِمَامُ الْآيَةَ

جب امام آیت کو سنائے

۷۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مَّعَهَا، فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ، وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا، وَكَانَ يُطِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى.

عبداللہ بن ابی قتادہ نے حدیث بیان کی از والد خود کہ نبی ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھتے اور کبھی کبھی ہمیں آیت سناتے اور آپ پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ۷۵۹ میں مطالعہ کریں۔

۱۱۰ - بَابٌ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى

پہلی رکعت کو لمبا کرے

۷۷۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ، وَيُقَصِّرُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود کہ نبی ﷺ ظہر کی پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے اور دوسری رکعت کو کم کرتے تھے اور یہ آپ نماز فجر میں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ۷۵۹ میں مطالعہ کریں۔

۱۱۱ - بَابُ جَهْرِ الْاِمَامِ بِالتَّاْمِيْنِ

بلند آواز سے آمین کہنا

آمین کا وزن کلام عرب کے اوزان میں سے نہیں ہے اور یہ ہابیل اور قابیل کی مثل ہے اور اس کی اصل ہے: ''یا اللہ استجب دعاءنا'' اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما، اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اس میں سے حرف ندا کو ساقط کر دیا گیا ہے اور مد کو اس کا قائم مقام کر دیا گیا، امام عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: آمین اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، اور ھلال بن یساف سے مروی ہے کہ جس طرح ''صہ'' کا معنی ''اسکت'' ہے اور یہ اسم فعل ہے، اسی طرح یہ بھی اسم فعل ہے۔

آمین کے معنی کی تحقیق

اس کے معنی میں ایک قول یہ ہے کہ چاہیے اس طرح ہو جائے، دوسرا قول ہے: قبول فرما، تیسرا قول ہے: ہماری امید کو نامراد نہ کر، چوتھا قول ہے: اس پر تیرے سوا اور کوئی قادر نہیں ہے، پانچواں قول ہے: یہ اللہ کی اپنے بندوں پر مہر ہے جس کے سبب سے وہ ان سے آفات کو دور کرتا ہے، چھٹا قول ہے: یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، اس کی تاویل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ابوزہیر نمیری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بہت گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا، نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی دعا کی مقبولیت واجب ہے اگر اس نے اس پر مہر لگا دی، لوگوں میں سے ایک شخص نے پوچھا: وہ کس چیز سے مہر لگائے؟ آپ نے فرمایا: آمین سے، پس اگر اس نے اپنی دعا آمین پر ختم کی تو اس کا مقبول ہونا واجب ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۳۸)

جو شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو یا امام ہو یا مقتدی ہو یا خارج از نماز دعا کر رہا ہو، ان سب کے لیے آمین کہنا سنت ہے، اسی طرح نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد اور سورت ملانے سے پہلے آمین کہنا سنت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۶۹ - ۶۸)

وَقَالَ عَطَاءٌ اٰمِيْنَ دُعَاءٌ، اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَّرَاءَهٗ، حَتّٰى اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً.

اور عطاء نے کہا: آمین دعا ہے، حضرت ابن الزبیر نے آمین کہی اور ان کے پیچھے والوں نے آمین کہی حتیٰ کہ مسجد گونج اٹھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

ابن جریج عطاء سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن جریج سے پوچھا: کیا حضرت ابن الزبیر سورہ فاتحہ کے بعد آمین پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور جو ان کے پیچھے نمازی تھے' وہ بھی آمین پڑھتے تھے حتیٰ کہ مسجد گونج جاتی تھی' پھر عطاء نے کہا: آمین دعا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۲)

وَكَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يُنَادِي الْإِمَامَ لَا تَفُتْنِي بِاٰمِيْنَ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بہ آوازِ بلند امام سے کہتے تھے: ہماری آمین کو چھوڑ نہ دینا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۲ کا آخری حصہ ہے۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهُ' وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِيْ ذٰلِكَ خَيْرًا.

اور نافع نے کہا: حضرت ابن عمر آمین کو نہیں چھوڑتے تھے اور آمین کہنے پر برانگیختہ کرتے تھے اور میں نے ان سے اس کے متعلق اچھی بات سنی ہے۔

اس تعلیق کی اصل میں درج ذیل حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سورہ فاتحہ ختم کرتے تو آمین پڑھتے اور اس کو ختم کرنے کے بعد آمین کو نہیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کو اس کے پڑھنے پر برانگیختہ کرتے تھے اور میں نے ان سے اس کے متعلق اچھی بات سنی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۳)

۷۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' وَاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُمَا اَخْبَرَاهُ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَاْمِيْنُهُ تَاْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ' غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ.

[طرف الحدیث: ۶۴۰۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن مسیب و ابی سلمہ بن عبد الرحمان' ان دونوں نے ان کو خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو' پس بے شک جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی' اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' اور ابن شہاب نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تھے۔

مُطَابَقَتُهُ لِلتَّرْجَمَةِ ظَاهِرَةٌ لِاَنَّهُ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَرَ الْقَوْمَ بِالتَّاْمِيْنِ عِنْدَ تَاْمِيْنِ الْاِمَامِ.

یہ عنوان کے مطابق ظاہر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ جب امام آمین کہے تو وہ آمین کہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۱۰' الرقم المسلسل: ۸۹۰' سنن ابوداؤد: ۹۳۶' سنن ترمذی: ۲۵۰' سنن نسائی: ۹۲۸' موطأ امام مالک: ۱۹۸' دار المعرفۃ' المنتقی: ۳۲۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۵' شرح السنۃ: ۵۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۸۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵۹ ۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۲۱۔ ج ۱۶ ص ۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

باب کا عنوان ہے: جب امام بلند آواز سے آمین کہے اور اس حدیث کی اس سے مطابقت اس جملہ میں ہے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔

آمین کہنے والے فرشتوں کے مصداق میں متعدد اقوال

آمین کہنے والے فرشتوں کے مصداق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ فرشتے کراماً کاتبین ہیں' جو اس کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں جو صبح اور شام باری باری آتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ آسمان کے فرشتے ہیں کیونکہ امام بیہقی کی روایت میں ہے: جب پڑھنے والا ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' (الفاتحہ:۷) کہتا ہے اور اس کے پیچھے نمازی آمین کہتے ہیں اور ان کا آمین کہنا آسمان کے فرشتوں کے قول کے موافق ہو جاتا ہے تو ان کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۵' نشر السنۃ' ملتان) ایک قول ہے: تمام فرشتے آمین کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٧)

امام کے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام کے آمین کہنے میں اختلاف ہے' مطرف اور ابن الماجشون نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ امام بھی مقتدی کی مثل آمین کہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق وغیرہ کا مذہب ہے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام آمین نہ کہے' آمین صرف اس کے پیچھے نمازی کہیں' امام مالک کا یہ قول ''مدونہ'' میں ہے اور ان کے مصری اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: جب امام کہے: ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' (الفاتحہ:۷) تو تم آمین کہو۔ (مسند احمد: ۹۹۲۲) اگر امام کے لیے بھی آمین کہنا مشروع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرماتے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو' اور ہم نے دیکھا کہ سورۃ الفاتحہ دعا ہے' پس امام دعا کرنے والا ہے اور مقتدی آمین کہنے والا ہے اور اسی طرح لوگوں کا معمول ہے کہ ایک شخص دعا کرتا ہے اور سننے والا آمین کہتا ہے۔

جو فقہاء امام کے آمین کہنے کے قائل ہیں' وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو۔ (صحیح البخاری: ۷۸۰) اور یہ اس کی دلیل ہے کہ امام آمین کہے گا اور یہ معلوم ہے کہ مقتدی آمین کہتا ہے تو امام کو بھی آمین کہنا چاہیے' اور اسی طرح حضرت ابوہریرہ کا یہ قول بھی دلیل ہے کہ وہ امام سے کہتے تھے کہ تم ہماری آمین کو چھوڑ نہ دینا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۶۴۲) اس سے معلوم ہوا کہ امام آمین کہتا ہے اور ابن شہاب الزہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمین کہتے تھے۔

بلند آواز سے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء

بلند آواز سے آمین کہنے میں بھی اختلاف ہے' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق وغیرہ نے کہا ہے کہ امام بلند آواز سے آمین کہے اور ابن وہب اور ابومصعب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ امام آہستہ آمین کہے اور یہی فقہاء احناف کا قول ہے اور حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے بھی یہی مروی ہے' اور النخعی' الشعبی اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مذہب ہے۔

بلند آواز سے آمین کہنے والوں کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو (صحیح البخاری: ۷۸۰) اگر امام آہستہ آمین کہے گا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہوگا کہ وہ اس کے آمین کہنے کے بعد آمین کہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ضرور ممکن ہوگا کیونکہ آمین کہنے کا وقت اور محل متعین ہے' جب امام ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' (الفاتحہ:۷) کہے گا اور اس کے بعد خواہ وہ آہستہ آمین کہے' اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے آمین کہہ لیں گے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: عطاء نے کہا: میں اماموں سے سنتا ہوں' وہ سورۃ الفاتحہ کے بعد آمین کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازی بھی آمین کہتے ہیں حتیٰ کہ مسجد گونج اٹھتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بلند آواز سے آمین کہنا ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔عطاء نے جن اماموں کا بلند آواز سے آمین کہنا نقل کیا ہے وہ لوگ آہستہ آمین کہنے کے دلائل پر مطلع نہیں ہوئے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: آمین آہستہ کہنے والوں کی دلیل یہ آیت ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً. (الاعراف:۵۵) اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو۔

یعنی آمین دعا ہے' لہٰذا اس کو بھی چپکے چپکے مانگنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی اس پر مدح فرمائی کہ انہوں نے چپکے چپکے دعا کی:

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا O (مریم:۳) جب زکریا نے اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی O

نیز قرآن مجید میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے متعلق ہے:

قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا. (یونس:۸۹) تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔

امام ابن جریر نے کہا: حضرت موسیٰ دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون آمین کہتے تھے۔

(جامع البیان جز ١١ ص ١٨٥' داراحیاء التراث العربی بیروت)

اور دعا میں اصل یہ ہے کہ آہستہ آواز سے کی جائے۔

ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ امام کے بلند آواز سے آمین کہنے کے متعلق میں نے ابن شہاب کی روایت کے علاوہ اور کوئی حدیث نہیں دیکھی۔

علامہ ابن بطال مزید لکھتے ہیں: حضرت ابوہریرہ نے جو بہ آواز بلند امام سے کہا: مجھ پر آمین کہنے میں سبقت نہ کرنا' اس کا معنی یہ ہے کہ میری اقامت ختم کرنے سے پہلے سورہ فاتحہ نہ پڑھ لینا حتیٰ کہ مجھے تمہارے ساتھ آمین کہنے کا موقع نہ مل سکے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تم بلند آواز سے آمین کہو۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣٧٣-٤٧٤' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٤ھ)

آہستہ آمین کہنے کے متعلق احادیث اور آثار

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "غیر المغضوب علیهم ولا الضالین" پڑھا' پھر کہا: آمین' اور اپنی آواز آہستہ رکھی۔ (سنن ترمذی: ٢٤٨)

ابراہیم نخعی نے کہا: چار چیزوں کو امام آہستہ پڑھے: (١) "بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم" (٢) "اعوذ باللّٰه" (٣) "آمین" (٤) جب امام "سمع اللّٰه لمن حمده" کہے تو وہ کہے: "ربنا لك الحمد"۔ (مصنف عبدالرزاق: ٢٥٩٨)

ابراہیم نے کہا: پانچ چیزوں کو آہستہ پڑھا جائے: (١) "سبحانك اللهم وبحمدك" (٢) "اعوذ باللّٰه" (٣) "بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم" (٤) "آمین" (٥) جب امام "سمع اللّٰه لمن حمده" کہے تو نمازی کہے: "ربنا لك الحمد"۔

(مصنف عبدالرزاق: ٢٥٩٩)

منصور نے بیان کیا کہ ابراہیم آہستہ آمین کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ٢٦٣٦)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے دعا کی تو حضرت ہارون نے ان کی دعا پر آمین

کہی۔ (اور دعا میں اصل اخفاء ہے) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کہتے تھے کہ آمین اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔
(مصنف عبدالرزاق: ۲۶۵۳)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جب امام مغرب کی آخری رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھے اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ پڑھے تو کیسے آمین پڑھے؟ انہوں نے کہا: آہستہ سے آمین پڑھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۵۵)

۱۱۲ - بَابُ فَضْلِ التَّأْمِيْنِ
آمین کہنے کی فضیلت

۷۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ اَحَدُكُمْ 'اٰمِيْنَ' وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ 'اٰمِيْنَ'، فَوَافَقَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (سنن نسائی: ۹۲۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے اور فرشتے بھی آسمان میں آمین کہتے ہیں اور دونوں میں سے ایک کا قول دوسرے کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی تخریج' حدیث سابق میں گزر چکی ہے۔

فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہنے کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں موافقت کا معنی یہ ہے کہ جب فرشتے آمین کہتے ہیں تو اسی وقت نمازی آمین کہتے ہیں یعنی نمازیوں اور فرشتوں کا آمین کہنا ایک ہی وقت میں ہوتا ہے۔

فرشتوں کے آمین کہنے کا معنی یہ ہے کہ وہ نمازیوں کے لیے استغفار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نمازیوں کی دعا کو قبول فرمائے' قرآن مجید میں فرشتوں کے استغفار کا ذکر ہے:

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا۔ (المؤمن: ۷)

وہ ایمان والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو اپنی رحمت اور علم کے احاطہ میں لیا ہوا ہے' سو تو ان مؤمنوں کو بخش دے جو توبہ کرتے ہیں۔

پس جب بندہ فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہے گا تو ایک وقت میں دونوں کی دعا اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گی اور فرشتوں کی آمین مقبول ہوتی ہے اور جن کے لیے وہ شفاعت کرتے ہیں' قیامت کے دن ان کے حق میں ان کی شفاعت بھی مقبول ہوگی' اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ توقع ہے کہ وہ فرشتوں کی آمین کے ساتھ بندوں کی آمین کو بھی قبول فرمالے گا کیونکہ جب ایک وقت میں دونوں کی آمینیں اس کے پاس پہنچیں اور وہ ایک کی آمین قبول کرے اور دوسرے کی آمین قبول نہ کرے تو یہ اس کے فضل سے بعید ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۱۳ - بَابُ جَهْرِ الْمَامُوْمِ بِالتَّأْمِيْنِ
مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا

۷۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلٰى اَبِي بَكْرٍ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی مولیٰ ابی بکر از ابی صالح از

هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَنُعَيْمُ الْمُجْمِرُ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. [طرف الحدیث: ۴۴۷۵]

ابوہریرہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا' اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ سمی کی متابعت محمد بن عمرو نے کی ہے از ابی سلمہ از حضرت ابی ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اور نعیم المجمر نے بھی سمی کی متابعت از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۳۵' سنن نسائی: ۹۲۶' سنن ابن ماجہ: ۸۵۲' سنن دارمی: ۱۲۴۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۸۰۴۔ج ۱۵ص ۵۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۳۸۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت اور آہستہ آمین کہنے کی دلیل

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا' جب کہ اس حدیث میں مقتدی کے بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر نہیں ہے' صرف یہ ذکر ہے کہ جب امام "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ" (الفاتحہ: ۷) کہے تو تم آمین کہو' یہ نہیں فرمایا کہ تم بلند آواز سے آمین کہو' آپ نے مطلقاً آمین کہنے کا حکم دیا ہے' خواہ مقتدی آہستہ آمین کہے یا بلند آواز سے آمین کہے' بلکہ یہ حدیث آہستہ آمین کہنے کی دلیل ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو جائے گا اس کے پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے گا اور فرشتوں کے قول کی موافقت آہستہ آمین کہنے میں ہے کیونکہ فرشتے بلند آواز سے آمین نہیں کہتے۔

آمین کہنے میں بہ ظاہر دو حدیثوں کے تعارض میں تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی ایک روایت میں ہے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔ (صحیح البخاری: ۷۸۰) اور اس باب کی حدیث میں ہے: "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ" (الفاتحہ: ۷) کہے تو تم آمین کہو۔ (صحیح البخاری: ۷۸۲) بہ ظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے' امام طبری نے ان دو حدیثوں میں تطبیق دی ہے' انہوں نے کہا: یہ دونوں حدیثیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں' پس حدیث: ۷۸۲ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جب مقتدی امام کے فاتحۃ الکتاب سے فارغ ہونے کے بعد آمین کہے گا تو اس کے سابقہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی اور حدیث: ۷۸۰ میں یہ خبر دی ہے کہ جب مقتدی امام کے آمین کہنے کے بعد آمین کہے گا تب بھی اس کو یہی اجر ملے گا اور یہ معلوم ہے کہ امام سورۃ الفاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے' لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

حدیث مذکور کو عنوان کے مطابق کرنے کی علامہ ابن بطال کی سعی لا حاصل

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث کا عنوان ہے: مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا' اور اس عنوان کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے اس میں مقتدی کے بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر نہیں ہے' لیکن جب امام بلند آواز سے آمین کہے گا اور مقتدی کو امام کی اتباع کرنے کا حکم ہے تو وہ بھی بلند آواز سے آمین کہے گا' اس وجہ سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہو جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ اس

حدیث کوعنوان کے مطابق کرنے کے لیے علامہ ابن بطال کی یہ کوشش فضول ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ کب ذکر ہے کہ امام بلند آواز سے آمین کہے حتیٰ کہ اس کی اتباع میں مقتدی بھی بلند آواز سے آمین کہے' بہرحال یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

آمین بالجہر اور آمین بالسر کی دونوں حدیثیں صحیح اور معمول بہ ہیں

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مقتدی آہستہ آمین کہے' امام طبری نے کہا ہے کہ بلند آواز سے آمین کہنے اور آہستہ آمین کہنے کی دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ہر دو حدیثوں پر امت کے فقہاء نے عمل کیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو اختیار دیا ہے کہ وہ جس طریقہ پر چاہیں عمل کر لیں اور اکثر صحابہ اور فقہاء تابعین کا مختار آہستہ آمین پڑھنا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سورہ فاتحہ کو بلند آواز سے پڑھنے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند آواز سے آمین پڑھنے کے تعارض کا جواب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ایک روایت میں امام مالک نے کہا ہے کہ آمین کو آہستہ کہنا سنت ہے کیونکہ یہ دعا ہے تو اس کو تشہد کی طرح آہستہ پڑھنا چاہیے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آمین پڑھی اور آواز بلند کی۔ (سنن ابوداؤد: ۹۳۲)

نیز سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو بلند آواز سے بھی پڑھا جاتا ہے' اسی طرح آمین کو بھی بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۷۳' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کی دو حیثیتیں ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بھی ہے' قرآن مجید بھی ہے' اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے اور چونکہ اس میں دو حیثیتیں ہیں' اس لیے اس کو قرآن مجید کی تلاوت کی حیثیت سے بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے اور دعا کی حیثیت سے اس کو نماز کی آخری رکعت میں آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء میں آمین کو بلند آواز سے پڑھا تاکہ مسلمانوں کو آمین پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے اور جب مسلمانوں کو تعلیم ہوگئی تو پھر آپ نے آمین کو آہستہ پڑھا' اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہوگئی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۱۹۔ ج ۱ ص ۱۱۸۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۲) آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۳) آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۴) آمین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ (۵) آمین بالسر پر دلائل۔

۱۱٤ - بَابٌ إِذَا رَكَعَ دُونَ الصَّفِّ

جب کسی شخص نے صف میں واصل ہونے سے پہلے رکوع کر لیا

۷۸۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنِ الْأَعْلَمِ، وَهُوَ زِيَادٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ، فَذَكَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از الاعلم اور وہ زیاد ہے از الحسن از ابی بکرہ' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک گئے' اس وقت آپ رکوع میں تھے' انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع

ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ. کرلیا' پھر انہوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تمہاری حرص زیادہ کرے دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۸۴۔ ۶۸۳' سنن نسائی: ۸۷۰' المنتقی: ۳۱۸' مسند البزار: ۳۶۵۱' السنن الکبریٰ: ۹۴۳' صحیح ابن حبان: ۲۱۹۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۶' کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۲۱۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۷۶' المعجم الصغیر: ۱۰۳۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۴۰۵۔ ج ۳۴ ص ۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۵۵۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ' مسند الطحاوی: ۱۰۰۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (۲) ھمام بن یحییٰ (۳) الاعلم' ان کا نام زیاد بن حسان ہے (۴) الحسن البصری (۵) ابوبکرہ' ان کا نام نفیع بن الحارث ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۷۹۔ ۷۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت ابوبکرہ نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلیا۔

ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کا جواز

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اکیلے آدمی کی صف کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ نماز کا ایک جز جب صف کے پیچھے جائز ہے تو پوری نماز بھی جائز ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا: تم دوبارہ ایسا نہ کرنا' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مستقبل میں افضل طریقہ سے نماز پڑھنے کی ہدایت دی ہے اور اگر یہ نماز جائز نہ ہوتی تو آپ ان کو اس نماز کے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیتے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں نماز پڑھائی' آپ کے پیچھے حضرت انس اور ان کے بھائی تھے اور ان کے پیچھے صرف ایک بوڑھی عورت تھی' جو تنہا کھڑی تھیں اور اس مسئلہ میں عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں ہے اور حضرت وابصہ کی حدیث میں جو آپ نے نماز دہرانے کا حکم دیا تھا' وہ بہ طور وجوب نہیں تھا بلکہ بہ طور استحباب تھا۔

زہری اور اوزاعی یہ کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلے تو اگر وہ صف کے قریب ہے تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر صف سے بعید ہے تو پھر اس کی نماز جائز نہیں ہے۔ (معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۶۱۔ ۱۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت وابصہ کی وہ حدیث جس میں آپ نے اس صورت میں نماز دہرانے کا حکم دیا تھا' وہ درج ذیل ہے:

حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا' ایک شخص صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھ رہا ہے' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ نماز دہرائے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۸۲' سنن ترمذی: ۲۳۱' مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۸)

جب نمازی رکوع میں ہوں اور کوئی شخص جماعت میں شامل ہونے کے لیے رکوع کرے تو وہ دو مرتبہ اللہ اکبر کہے' ایک بار تکبیرۃ تحریمہ کے لیے اور ایک بار رکوع کرنے کے لیے۔

عروہ بن الزبیر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ آتے اور امام رکوع میں ہوتا تو وہ دو تکبیریں پڑھتے' نماز کے افتتاح کی تکبیر اور رکوع کرنے کی تکبیر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۲۱' مجلس علمی بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: دو تکبیریں پڑھنا مستحب ہے اگر اس کو جلدی ہو یا وہ بھول جائے تو ایک تکبیر بھی کافی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۲۸' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلے' اس کے متعلق اختلاف ہے' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ انہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کیا اور حالت رکوع میں چلتے ہوئے صف تک پہنچے' سعید بن جبیر' عروہ بن الزبیر' ابو سلمہ اور عطاء نے بھی اس طرح کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم آؤ اور امام رکوع میں ہو اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے تم نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دیے تو تم نے جماعت کو پالیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۳۴' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

امام مالک اور لیث نے کہا: اگر کوئی شخص تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلے اور چلتا ہوا صف تک پہنچے تو اگر وہ صف کے قریب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور امام ابو حنیفہ اور ثوری نے کہا ہے کہ ایک شخص تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلے اور پھر آگے جائے تو یہ مکروہ ہے اور اگر ایک جماعت ایسا کرے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ اس کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے کہا: امام مالک' فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا: جو شخص تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے نماز نہ پڑھے اس کی نماز جائز ہے' امام مالک نے کہا: وہ کسی شخص کو اپنی طرف نہ کھینچے' امام اوزاعی' امام احمد' اسحاق اور اہل الظاہر نے کہا: اگر ایک شخص نے تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تمہاری حرص کو زیادہ کرے' لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا' پس اس میں یہ دلیل ہے کہ ان کی نماز صحیح نہ تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۲۶۔۴۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہم کہتے ہیں کہ اگر حضرت ابو بکرہ کی نماز صحیح نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نماز دہرانے کا حکم دیتے حالانکہ آپ نے ان کو نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص تنہا صف کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے' یہ امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۱۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

۱۱۵ - بَابُ اِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي الرُّكُوْعِ — رکوع میں تکبیر کو مکمل پڑھنا

تکبیر کو مکمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ تکبیر کو مد کے ساتھ اور کھینچ کر پڑھا جائے۔

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے بیان کیا ہے۔

اس باب میں اور اس کے قریب والے باب میں یہ روایت ہے۔

فِيْهِ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ.

اس سلسلہ میں حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۸۱۸ میں مذکور ہے۔

٧٨٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِالْبَصْرَةِ، فَقَالَ ذَكَّرَنَا هٰذَا الرَّجُلُ صَلٰوةً كُنَّا نُصَلِّيهَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ.

[اطراف الحدیث: ۷۸۶-۸۲۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق الواسطی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از الجریری از ابی العلاء از مطرف از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر انہوں نے کہا کہ اس شخص نے ہمیں وہ نماز یاد دلا دی' جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے' پس انہوں نے ذکر کیا کہ آپ جب بھی اوپر اٹھتے یا نیچے جھکتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(صحیح مسلم: ۳۹۳' الرقم المسلسل: ۸۴۹' سنن ابوداؤد: ۸۳۵' سنن نسائی: ۱۰۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱' المعجم الکبیر: ۲۵۹- ج ۱۸' صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۱' مسند البزار: ۳۵۳۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۸۴۰- ج ۳۳ ص ۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۲۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن شاہین ابوبشر الواسطی (۲) خالد بن عبد اللہ الطحان (۳) سعید بن ایاس الجریری (۴) ابوالعلاء یزید بن عبد اللہ بن الشخیر (۵) مطرف' یہ یزید بن عبد اللہ کے بھائی ہیں (۶) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۸۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ جب بھی اوپر اٹھتے یا نیچے جھکتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ہر بار اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیرات کو پڑھنا صحابہ کرام کا معمول نہیں تھا' اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیر پڑھتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیر پڑھ کر یہ نہ فرماتے کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھا رہا ہوں' اس میں یہ دلیل ہے کہ تکبیرۂ تحریمہ کے علاوہ نماز میں تکبیر پڑھنا نماز کا رکن نہیں ہے' سلف صالحین کی ایک جماعت نے یہ تکبیرات پڑھی ہیں اور ایک جماعت نے ان تکبیرات کو ترک کر دیا ہے' اور جنہوں نے نماز میں ان تکبیرات کو نہیں پڑھا' ان سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان تکبیرات کے بغیر تمہاری نماز مکمل نہیں ہوئی۔

جو صحابہ نماز میں ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات پڑھتے تھے' ان کے اسماء یہ ہیں: حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر' حضرت جابر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے مکحول اور النخعی اور ائمہ میں سے امام مالک' اوزاعی' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' ابوثور اور دیگر فقہاء۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۰-۴۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب رکوع سے پشت اوپر اٹھاتے تو فرماتے: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" پھر کھڑے ہوتے فرماتے: "ربنا لک الحمد" پھر سجدہ میں جاتے ہوئے فرماتے: اللہ اکبر پھر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے فرماتے: اللہ اکبر پھر تمام نماز اسی طرح پڑھتے اور دو رکعت کے جلسہ کے بعد اٹھتے تو فرماتے: اللہ اکبر۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۴۹۹، صحیح مسلم: ۳۹۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۰)

شقیق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے اللہ اکبر پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۵۰۳)

عبدالرحمٰن الاصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان جب اٹھتے اور جھکتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۵۰۴، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲۔ ۱۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۹۲، مجلس علمی بیروت)

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ سالم بن عبداللہ بن عمر جب بھی جھکتے یا اٹھتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۵۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۶، مجلس علمی بیروت، ۱۴۲۷ھ)

وہب بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۵۰۵)

نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات نہ پڑھنے کے متعلق آثار

سعید بن عبدالرحمان بن ابزیٰ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، آپ تمام تکبیرات نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۳، مجلس علمی بیروت، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۸۷، التاریخ الکبیر: ۲۵۴۰، سنن ابوداؤد: ۸۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۷۔ ۴۰۶)

الحسن بن عمران بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز تمام تکبیرات نہیں پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۴، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۹۸، دار الکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۲، ادارۃ القرآن)

ابراہیم بیان کرتے ہیں: جس نے سب سے پہلے تکبیرات پڑھنے میں کمی کی، وہ زیاد تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۵، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۰، دار الکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۲، ادارۃ القرآن)

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے تکبیرات میں کمی کی، وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے اپنے بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے کمی کی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۲، المطالب العالیہ: ۵۱۳)

یزید الفقیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نماز میں کم تکبیرات پڑھتے تھے مسعر نے کہا: جب وہ رکوع کرنے کے بعد سجدہ کی طرف جاتے ہوئے جھکتے تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے اور جب دوسرے سجدہ کا ارادہ کرتے تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۹، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۴، دار الکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۲، ادارۃ القرآن)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ القاسم بن محمد نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور جب وہ اوپر اٹھے اور سجدہ میں گئے تو انہوں نے

تکبیر نہیں پڑھی' نماز کے بعد میں نے ان سے کہا: مجھے نافع نے خبر دی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ کے پیچھے نماز پڑھی تو جب وہ اوپر اٹھتے اور سجدہ کرتے تو تکبیر پڑھتے تھے تو القاسم ناراض ہوئے اور کہا: تمہارا باپ مر جائے' کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر ہر وہ کام واجب ہے جو حضرت ابو ہریرہ کرتے تھے؟ کیا تم نے نافع سے پوچھا نہیں؟ کیا حضرت عبداللہ بن عمر بھی اس طرح کرتے تھے؟

(مصنف عبدالرزاق: ۲۵۱۵)

سب سے پہلے تکبیرات کو ترک کرنے والے کا مصداق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مطرف بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ سے پوچھا: ان تکبیرات کو سب سے پہلے کس نے ترک کیا؟ انہوں نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ جب بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو انہوں نے ان کو ترک کر دیا تھا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنا ترک کر دیا ہو اور امام طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے یہ روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ نے تکبیرات کو ترک کیا تھا' اور ابو عبید نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے زیاد نے تکبیرات کو ترک کیا تھا اور یہ پہلی روایت کے منافی نہیں ہے کیونکہ زیاد نے حضرت معاویہ کے ترک کرنے کی وجہ سے ترک کیا تھا اور حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کے ترک کرنے کی وجہ سے ترک کیا تھا' بعض اہل علم نے کہا ہے کہ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنے کو ترک کر دیا تھا اور وہ آہستہ تکبیر پڑھتے تھے اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر اور دیگر اسلاف تکبیرۃ تحریمہ کے علاوہ اور کوئی تکبیر نہیں پڑھتے تھے اور بعض نے یہ فرق کیا ہے کہ امام تو تمام تکبیرات پڑھے تا کہ اس کے انتقالات کا پتا چلے اور جب وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو' اسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

تکبیرات انتقال کو ترک کرنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھنی چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ اور فقہاء تابعین نے جو بعض اوقات نماز کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے ہوئے تکبیرات نہیں پڑھیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو پڑھنا لازم نہیں ہے اور ان کو ترک کرنا جائز ہے یا راویوں نے ان تکبیرات کو نہیں سنا' اور یہ کہہ دیا کہ انہوں نے یہ تکبیرات نہیں پڑھیں' شرح المہذب میں مذکور ہے کہ ارکان سے منتقل ہوتے وقت ان تکبیرات کو پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ابتداء میں نمازی کو تکبیر پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا تو نماز کے درمیان میں بھی تکبیرات پڑھنے کا حکم دیا تا کہ نماز میں یکسانیت ہو مگر پہلی تکبیرۃ تحریمہ لازم ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۸۵۔ ۸۴ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تکبیرات انتقال کے حکم شرعی میں مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر نے کہا: تکبیرات انتقال سے نماز کو مزین کیا جاتا ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے: یہ تکبیرات اس لیے ہیں تا کہ امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کا پتا چلتا رہے اور یہ صرف جماعت میں سنت ہیں اور جو شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو' وہ اگر یہ تکبیرات نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مالک کے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے ابن القاسم نے کہا: جس نے نماز میں تین تکبیرات کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی' اور اصبغ بن الفرج' ابن طواز اور ابن حبیب نے کہا: اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء کا مختار یہ ہے کہ تکبیرۂ تحریمہ کے علاوہ نماز کی تکبیرات انتقالات سنت ہیں' ان کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی خواہ ان کو عمداً ترک کیا جائے یا سہواً۔

امام احمد اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک تکبیر کو بھی عمداً ترک کیا' اس پر اس نماز کو دوبارہ پڑھنا لازم ہے اور اگر سہواً ترک کیا تو اس پر اعادہ نہیں ہے' نیز امام احمد نے کہا: نماز کے افعال کی فرض اور سنت کی طرف تقسیم کرنا باطل ہے' انہوں نے کہا: نماز کے تمام افعال واجب ہیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۳۴' دار ابن الجوزی' الدمام' ۱۴۱۷ھ)

۷۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ' فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ' فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّيْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۷۸۹-۷۹۵-۸۰۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور جب بھی نماز میں جھکتے یا اٹھتے تو تکبیر پڑھتے اور جب وہ نماز پڑھ کر مڑے تو انہوں نے کہا: میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھاتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۳۹۲' الرقم المسلسل: ۸۳۴' سنن نسائی: ۱۱۵۵' مصنف عبد الرزاق: ۲۴۹۵' صحیح ابن خزیمہ: ۵۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۵۳-ج ۱۳ ص ۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی مفصل شرح' حدیث: ۷۸۴ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۷۱-ج ۱ ص ۱۱۲۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں نماز کی تکبیرات میں مذاہب ائمہ بیان کیے گئے ہیں۔

۱۱۶ - بَابُ اِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي السُّجُوْدِ

سجدہ میں تکبیر کو مکمل پڑھنا

۷۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ' عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ' عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' اَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ' فَكَانَ اِذَا سَجَدَ كَبَّرَ' وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ كَبَّرَ' وَاِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ' فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ' اَخَذَ بِيَدِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از غیلان بن جریر از مطرف بن عبد اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی' وہ جب سجدہ کرتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب دو رکعت کے بعد اٹھتے تو اللہ اکبر پڑھتے' جب انہوں نے نماز پوری کر لی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

وَسَلَّمَ، اَوْ قَالَ لَقَدْ صَلّٰی بِنَا صَلٰوۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: انہوں نے مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی یا انہوں نے کہا: انہوں نے ہمیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۷۸۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ، يُكَبِّرُ فِیْ كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ، وَاِذَا قَامَ وَاِذَا وَضَعَ، فَاَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، قَالَ اَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُمَّ لَكَ؟[طرف الحدیث: ۷۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عوف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از ابی بشر از عکرمہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو مقام (مقام ابراہیم) کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھتا تھا اور جب وہ کھڑا ہوتا اور جب نیچے جاتا، تو میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر دی تو انہوں نے کہا: تمہاری ماں مر جائے، کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہیں ہے؟

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۱۱۷ - بَابُ التَّكْبِيْرِ اِذَا قَامَ مِنَ السُّجُوْدِ

سجدہ سے اٹھ کر تکبیر پڑھنا

۷۸۸ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ، فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ اَحْمَقُ، فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ! سُنَّةُ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے خبر دی از قتادہ از عکرمہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مکہ میں ایک شیخ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے نماز میں بائیس بار تکبیر پڑھی، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ شخص احمق ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہاری ماں تمہیں روئے، یہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور موسیٰ نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۷۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابو بکر بن عبد الرحمان بن الحارث نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو قیام کے وقت اللہ اکبر پڑھتے، جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر پڑھتے، پھر

الرَّكْعَةِ . ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ قَالَ عَبْدُ اللهِ وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ.

جب رکوع سے پشت سیدھی کر کے کھڑے ہوتے تو "سمع اللہ لمن حمده" کہتے' پھر کھڑے ہوتے تو "ربنا لك الحمد" کہتے۔عبداللہ نے کہا: "ولك الحمد" کہتے' پھر جب جھکتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر جب (سجدہ سے) اپنا سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر جب (دوبارہ) سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر جب (سجدہ سے) سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر پوری نماز میں اسی طرح کرتے حتیٰ کہ اس کو ختم کر لیتے اور جب دو رکعت پڑھ کر بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ٧٨٤ کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

١١٨ - بَابُ وَضْعِ الْأَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ فِي الرُّكُوعِ

رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا جائے اور دونوں ہتھیلیاں جوڑ کر ان کو رانوں کے درمیان رکھنا' جس کو تطبیق کہتے ہیں' یہ عمل اب منسوخ ہو چکا ہے۔

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ أَمْكَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ.

اور ابوحمید نے اپنے اصحاب میں کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر جما کر رکھا۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ٨٢٨ میں مذکور ہے۔

٧٩٠ - **حَدَّثَنَا** أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ صَلَّيْتُ إِلٰى جَنْبِ أَبِي فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ، ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ، فَنَهَانِي أَبِي وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِينَا عَنْهُ، وَأُمِرْنَا أَنْ نَضَعَ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از ابی یعفور' انہوں نے کہا: میں نے مصعب بن سعد سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی' میں نے اپنی دونوں ہتھیلیاں جوڑ کر اپنی رانوں کے درمیان رکھیں تو مجھے میرے والد نے منع کیا اور بتایا کہ ہم پہلے اس طرح کرتے تھے' پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور ہم کو یہ حکم دیا گیا کہ ہم اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھیں۔

(صحیح مسلم: ٥٣٥' الرقم المسلسل: ١١٧٤' سنن ابوداؤد: ٨٦٧' سنن ترمذی: ٢٥٩' سنن نسائی: ١٠٣٢' سنن ابن ماجہ: ٨٧٣' مسند البزار: ١١٦٤' صحیح ابن خزیمہ: ٥٩٦' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢٠٧' مصنف عبد الرزاق: ٢٨٦٤' مسند الحمیدی: ٧٩' سنن داری: ١٣٠٣' صحیح ابن حبان: ١٨٨٢' سنن بیہقی ج ٢ ص ٨٣' مسند احمد ج ١ ص ١٨١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٧٠۔ ج ٣ ص ١٣٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) ابو یعفور' ان کا نام وقدان العبدی الکوفی ہے

(۴) مصعب بن سعد بن ابی وقاص' ابوزرارہ المدنی' یہ ۱۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ 'یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۹۱)

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ثوری' اوزاعی' ابن سیرین' حسن بصری' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ نمازی جب رکوع کرے تو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے اور اپنی انگلیوں کو کھلا رکھے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے متعلق احادیث

عطاء بن السائب بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سالم البراء نے حدیث بیان کی اور وہ میرے نزدیک مجھ سے زیادہ ثقہ ہیں' انہوں نے کہا: ہم سے حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ نے کہا: کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پھر انہوں نے طویل حدیث ذکر کی' پھر انہوں نے رکوع کیا اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو متفرق رکھا۔

(سنن ابوداؤد: ۸۶۳' شرح معانی الآثار: ۱۳۳۷)

عمرو بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوحمید الساعدی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دس اصحاب رضی اللہ عنہم کے سامنے کہا' جن میں سے ایک حضرت ابوقتادہ بھی تھے' حضرت ابوحمید نے کہا: میں آپ سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے طریقہ کو جانتا ہوں' ان اصحاب نے کہا: اچھا! آپ ہمیں نماز پڑھ کر دکھائیں' پھر حضرت ابوحمید نماز پڑھنے کھڑے ہوئے' انہوں نے اپنے کندھوں تک رفع یدین کیا' پھر اللہ اکبر کہا' پھر قرآن پڑھا' پھر اللہ اکبر کہا' پھر اپنے کندھوں تک رفع یدین کیا' پھر اللہ اکبر کہہ کر زمین کی طرف جھکے اور جب انہوں نے رکوع کیا تو انہوں نے اپنے گھٹنوں پر اس طرح ہاتھ رکھے جیسے ان کو پکڑ رہے ہوں' تو سب نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

(سنن ابوداؤد: ۷۳۴' سنن ترمذی: ۲٦۰' شرح معانی الآثار: ۱۳۳۸)

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت ابوحمید نے رفع یدین کیا اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ قرار دیا' وہ ابتداء زمانہ پر محمول ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب نے بعد میں رفع یدین ترک کر دیا تھا۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۳۹-۸۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۴' شرح معانی الآثار: ۱۳۴۰)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے بیان کیا کہ ہم پہلے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر رانوں کے درمیان رکھتے تھے' پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور گھٹنوں کے اوپر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ (صحیح البخاری: ۷۹۰)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ نماز کے باقی تمام ارکان میں اعضاء کو ملایا نہیں جاتا بلکہ کھلا کھلا رکھا جاتا ہے' جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

(سنن ابوداؤد: ۸۹۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۸' شرح معانی الآثار: ۱۳۴۵)

پس جب نماز میں سنت یہ ہے کہ اعضاء کو کشادہ رکھا جائے نہ کہ اعضاء کو ملایا جائے تو پھر تطبیق کے منسوخ ہونے کی تائید ہوگی اور یہی امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثارج اص ٣٠٠-٢٩٦ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ١٠٩٣- ج ٢ ص ٨٩ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١١٩ - بَابٌ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوعَ — جب کوئی نمازی پورا رکوع نہ کرے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی نمازی رکوع میں پوری طرح کمر نہ جھکائے تو اس کا کیا حکم ہے اس باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے گا' اسی طرح اگر کوئی اعتدال سے سجدہ نہ کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے امام بخاری نے اس کے لیے الگ باب قائم کیا ہے۔

٧٩١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ رَأَى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ قَالَ مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا' اس نے نماز میں پوری طرح رکوع اور سجدہ نہیں کیا' انہوں نے اس سے کہا: تم نے (کامل) نماز نہیں پڑھی' اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) مر گئے تو تم اس طریقہ کے خلاف مرو گے جس طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا ہے۔

(سنن نسائی: ١٣١١' السنن الکبریٰ: ٦٠٨' مصنف عبد الرزاق: ٣٢٧٣' مسند البزار: ٢٨١٩' صحیح ابن حبان: ١٨٩٤' سنن بیہقی ج ٢ ص ٣٨٦' شرح السنۃ: ٦١٦' مسند احمد ج ٥ ص ٣٨٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٢٥٨- ج ٣٨ ص ٢٩٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ١٣٣٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث سے امام ابو یوسف اور امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ رکوع' قومہ' سجود اور جلسہ میں طمانیت فرض ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ان میں طمانیت واجب ہے' اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم صحیح البخاری: ٧٩٣ میں بیان کریں گے۔

١٢٠ - بَابُ اسْتِوَاءِ الظَّهْرِ فِي الرُّكُوعِ — رکوع میں پشت کو سیدھا رکھنا

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ.

اور حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا' پھر اپنی کمر کو جھکایا۔

اس تعلیق کی مفصل حدیث' امام بخاری نے صحیح البخاری: ٨٢٨ میں روایت کی ہے۔

اس باب کے ثبوت میں امام بخاری نے کوئی حدیث اپنی سند سے روایت نہیں کی۔

١٢١ - بَابُ حَدِّ إِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالْاِعْتِدَالِ فِيهِ وَالْاِطْمَانِينَةِ — رکوع پورا کرنے کی حد اور رکوع میں اعتدال اور طمانیت

٧٩٢ - حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن المحبر نے حدیث

قَالَ اَخْبَرَنِی الْحَکَمُ، عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ کَانَ رُکُوْعُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُہٗ، وَبَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ، وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّکُوْعِ مَا خَلَا الْقِیَامَ وَالْقُعُوْدَ، قَرِیْبًا مِنَ السَّوَاءِ.

[اطراف الحدیث: ۸۰۱۔۸۲۰]

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے خبردی از ابن ابی لیلیٰ از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجود اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ (یعنی بیٹھنا) اور رکوع سے سر اٹھا کر قومہ (کھڑے ہونا) سوا قیام اور قعود کے سب برابر تھے۔

(صحیح مسلم: ۴۷۱، الرقم المسلسل: ۱۰۳۹، سنن ابوداؤد: ۸۵۴۔۸۵۲، سنن ترمذی: ۲۸۰۔۲۷۹، صحیح ابن خزیمہ: ۶۱۰، صحیح ابن حبان: ۱۸۸۴، سنن دارمی: ۱۳۳۳، شرح السنۃ: ۶۲۸، شرح مشکل الآثار: ۵۰۳۹، مسند ابویعلیٰ: ۱۶۸۱، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۴۶۹۔ ج ۳۰ ص ۴۱۵۔ ۴۱۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۲۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۷۲۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بدل بن المحبر التیمی الیربوعی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الحکم بن عتیبہ الکوفی (۴) عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ الانصاری الکوفی، ان کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے تھے، انہوں نے ۱۲۰ صحابہ کو پایا تھا، عبد الملک بن عمیر کہتے ہیں: میں نے ایک حلقہ میں ابن ابی لیلیٰ کو پایا، اس میں متعدد صحابہ بیٹھے ہوئے ان سے حدیث سن رہے تھے، یہ ۸۳ھ میں بصرہ کے دریا میں ڈوب کر فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۹۶)

رکوع اور سجود کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مقدار اور رکوع میں اعتدال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے: اس حدیث میں جو رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ کی صفات بیان کی گئی ہیں، یہ نماز باجماعت کی اکمل صفات ہیں اور جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ رکوع اور سجدہ کو قیام سے دگنا لمبا کرے اور اس میں کم از کم مقدار یہ ہے کہ رکوع میں اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر جمالے۔

ابو الجوزاء نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو اپنے سر کو نہ اوپر اٹھاتے اور نہ نیچے جھکاتے اور سر کو درمیان میں رکھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۱، مجلس علمی بیروت، صحیح مسلم: ۲۴۰)

عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا: اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے اوپر پانی ڈالا جاتا تو وہ ٹھہر جاتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۷، مجلس علمی، بیروت، مصنف عبد الرزاق: ۲۸۷۲، سنن ابن ماجہ: ۸۷۲، المعجم الکبیر: ۱۲۷۸۱۔ ج ۱۲، مسند ابویعلیٰ: ۲۴۴۱)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

رکوع میں اعتدال اور پشت کو سیدھا رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ثقیف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: رکوع میں کمر کو ٹیڑھا کرنے سے بچو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۲، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۸۷، دار الکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۲، ادارۃ القرآن)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب نے کہا: جب تم رکوع کرو تو اپنا چہرہ قبلہ کے سامنے رکھو اور اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھو اور گدھے کی طرح ٹیڑھے اور کبڑے نہ بنو یعنی سر کو بہت نیچے نہ جھکاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۳، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی

شیبہ: ۲۵۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۵۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

مغیرہ نے بیان کیا کہ جو شخص رکوع میں سر اوپر کرے یا نیچے کرے' اس کو ابراہیم نخعی مکروہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۴' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۸۹' دار الکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۵۲' ادارۃ القرآن)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۶۰۔ ج ا ص ۱۲۶۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں رکوع اور سجود کی تسبیحات کی مقدار کا بیان ہے۔

۱۲۲ - بَابُ اَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِىْ لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهٗ بِالْاِعَادَةِ

جس نے رکوع صحیح نہیں کیا' اس کو نبی ﷺ نے نماز دہرانے کا حکم دیا

۷۹۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنِىْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِىُّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. فَصَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. ثَلَاثًا، فَقَالَ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، فَمَا اُحْسِنُ غَيْرَهٗ، فَعَلِّمْنِىْ، قَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِىْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مسجد میں داخل ہوئے' پھر ایک شخص مسجد میں داخل ہوا' پس اس نے نماز پڑھی' پھر وہ آیا اور اس نے نبی ﷺ کو سلام کیا' نبی ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا' پھر فرمایا: واپس جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی' پس اس نے نماز پڑھی' پھر آیا پس اس نے سلام کیا' پس آپ نے فرمایا: واپس جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی' یہ مکالمہ تین بار ہوا' پھر اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس سے زیادہ اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا' پس آپ مجھے نماز سکھایئے' آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو' پھر تم آسانی سے جتنا قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھو' پھر تم رکوع کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کر لو' پھر رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہو حتیٰ کہ اعتدال سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اعتدال سے سجدہ کر لو' پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ' پھر (دوسرا) سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کر لو' پھر اپنی پوری نماز اس طرح پڑھو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس شخص نے اطمینان کے ساتھ رکوع اور سجدہ اور قومہ (رکوع کے بعد کھڑے ہونا) اور جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) اطمینان اور اعتدال کے ساتھ نہیں کیا تھا' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

تعدیل ارکان کی فرضیت میں اختلاف فقہاء

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

رکوع اور سجدہ کو اطمینان اور اعتدال کے ساتھ کرنا امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک واجب ہے' اور امام ابویوسف اور امام شافعی نے کہا: ایک تسبیح کی مقدار طمانیت اور اعتدال فرض ہے' حتیٰ کہ اگر طمانیت کو ترک کر دیا تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک نماز جائز ہے' اور امام ابویوسف اور امام شافعی کے نزدیک نماز جائز نہیں ہے' قومہ اور جلسہ میں بھی یہی اختلاف ہے۔ اس مسئلہ کا عنوان یہ ہے کہ تعدیل ارکان امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک فرض نہیں ہے اور امام ابویوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے۔

امام شافعی اور امام ابویوسف نے اعرابی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس میں مذکور ہے کہ اس نے طمانیت سے رکوع اور سجود نہیں کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز دہرانے کا حکم دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۷۹۳) اور نماز کو اسی وقت دہرایا جاتا ہے جب نماز فاسد ہو' دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس نمازی سے فرمایا: تم نے نماز نہیں پڑھی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس کو طمانیت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا اور یہ حکم فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا. (الحج:۷۷) اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو۔

اس آیت میں مطلق رکوع اور سجدہ کرنے کا حکم دیا اور طمانیت کی قید نہیں لگائی اور رکوع کا معنی لغت میں ''جھکنا'' ہے اور سجدہ کا معنی لغت میں ''رکھنا'' ہے اور طمانیت کا معنی ہے: اصل فعل پر دوام کرنا۔

اور رہی اعرابی کی حدیث تو وہ خبر واحد ہے اور وہ قرآن مجید کے اطلاق کو منسوخ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی لیکن وہ مکمل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' پس رکوع اور سجود کو اعتدال سے کرنا واجب ہوگا اور آپ نے جو فرمایا تھا: تم نے نماز نہیں پڑھی' اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے کامل نماز نہیں پڑھی' امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک رکوع میں طمانیت واجب ہے حتیٰ کہ اگر نمازی نے بھولے سے طمانیت کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو کرنا واجب ہے' یہ کرخی کے نزدیک ہے اور ابوعبداللہ جرجانی کے نزدیک طمانیت سنت ہے اور اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا' لیکن کرخی کا قول صحیح ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۶۸۷۔۶۸۶۔ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ رکوع اور سجود میں طمانیت فرض ہے' یہ ثوری' امام ابویوسف' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابن وہب مالکی کا مذہب ہے اور ابن القاسم مالکی اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ رکوع اور سجود میں طمانیت واجب ہے۔ علامہ ابن بطال نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۵' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۲۳ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوْعِ

رکوع میں دعا کرنا

۷۹۴- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ اَبِي الضُّحٰی' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ

اللّٰـهُ عَلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ يَـقُـوْلُ فِي رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ ' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي.

[اطراف الحدیث: ۸۱۷_ ۴۲۹۳_ ۴۹۶۷_ ۴۹۶۸]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں دعا کرتے تھے: پاک ہے تو اے اللہ! ہمارے رب اور تیری حمد کے ساتھ یہ دعا ہے کہ اے اللہ! تو مجھے بخش دے۔

(صحیح مسلم: ۴۸۴' الرقم المسلسل: ۱۰۶۶' سنن ابوداؤد: ۸۷۷' سنن نسائی: ۱۰۴۶' سنن ابن ماجہ: ۸۸۹' صحیح ابن خزیمہ: ۶۰۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۹' شرح السنۃ: ۱۶۱۸' صحیح ابن حبان: ۱۹۳۰' کتاب الدعاء للطبرانی: ۶۰۲' صحیح ابن حبان: ۱۹۲۹' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۶۳۔ ج ۴۰ ص ۴۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۴۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ' مسند الطحاوی: ۹۳۴۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابوالضحیٰ' ان کا نام مسلم بن صبیح الکوفی العطار ہے' یہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت میں فوت ہوگئے تھے (۴) مسروق بن الاجدع الہمدانی الکوفی (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۹۹)

رکوع اور سجود میں دعائیں اور تسبیحات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

رکوع اور سجود میں ذکر کرنا سنت ہے' لیکن اس میں اختلاف ہے' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ جن دعاؤں کا حدیث میں ذکر ہے' نمازی ان میں سے جو دعائیں چاہے ان کو مانگے' خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل ہو۔

رکوع اور سجود میں جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں' ان کے شرعی حکم میں اختلاف ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کا پڑھنا سنت ہے' اگر ان کو ترک کر دیا تو گناہ گار نہیں ہوگا اور اس کی نماز صحیح ہے' خواہ اس نے ان کو سہواً ترک کیا ہو یا عمداً' لیکن ان تسبیحات کو عمداً ترک کرنا مکروہ ہے' امام احمد اور اسحاق نے کہا: ان تسبیحات کو پڑھنا واجب ہے' پس اگر ان کو عمداً ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر ان کو بھول گیا تو نماز باطل نہیں ہوگی اور امام احمد نے کہا ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ ان تسبیحات کو پڑھنا سنت ہے' ابن حزم نے کہا: ان تسبیحات کو پڑھنا فرض ہے' پس اگر ان کو پڑھنا بھول گیا تو سجدہ سہو کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رکوع اور سجود میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ کھولا' لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں صفوں میں نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے لوگو! نبوت کی بشارتوں میں سے اب صرف نیک خواب باقی بچے ہیں جن کو مسلمان خود دیکھتا ہے یا کوئی اس کے لیے دیکھتا ہے اور مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں رکوع یا سجدہ میں قرآن پڑھوں' لیکن رکوع میں تم "سبحان ربی العظیم" پڑھو اور سجدہ میں تم دعا میں کوشش کرو' پس امید ہے کہ تمہاری دعا مقبول ہوگی۔

(صحیح مسلم: ۴۷۹' سنن ابوداؤد: ۸۷۶' سنن نسائی: ۱۰۴۴' سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں بہ کثرت پڑھتے تھے: "سبحانک اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی" اس دعا میں آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے (کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ النصر: ۳)۔

(صحیح البخاری: ۷۹۴' صحیح مسلم: ۴۸۴' سنن ابوداؤد: ۸۷۷' سنن نسائی: ۱۰۴۶' سنن ابن ماجہ: ۸۸۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میرے تمام گناہوں کو بخش دے چھوٹے گناہ اور بڑے گناہ پہلے اور آخری گناہ ظاہر گناہ اور پوشیدہ گناہ۔ (صحیح مسلم: ۴۸۳ سنن ابوداؤد: ۸۷۸)

آپ کا کوئی گناہ نہیں تھا آپ اظہارِ عبودیت اور تعلیم امت کے لیے یہ دعا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا میں نے سجدہ گاہ کو چھوا تو اس وقت آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں پیر نصب تھے اور آپ اس وقت یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں تیری ایسی حمد نہیں کرسکا جیسی تو نے خود اپنی حمد کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۸۶ سنن ابوداؤد: ۸۷۹ سنن نسائی: ۱۶۹ سنن ابن ماجہ: ۳۸۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں یہ دعا کیا کرتے تھے: "سبوح قدوس رب الملائکة والروح"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۸۹ صحیح مسلم: ۲۲۴ سنن ابوداؤد: ۸۶۸ سنن نسائی: ۶۳۶ مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۵۔ ۹۴۔ ۳۵)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۹۸۸۔ ج ۱ ص ۱۲۷۵ پر مذکور ہے اس کی شرح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی ستر توجیہات ہیں۔

۱۲۴ - بَابُ مَا يَقُوْلُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ

امام اور مقتدی جب رکوع سے سر اٹھائیں تو کیا کہیں

۷۹۵ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يُكَبِّرُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید مقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ انہوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم "سمع الله لمن حمده" پڑھتے تو کہتے: "ربنا ولك الحمد" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۸۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۵ - بَابُ فَضْلِ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

"اللهم ربنا ولك الحمد" کی فضیلت

۷۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُوْلُوْا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام "سمع الله لمن حمده" کہے تو تم کہو: "اللهم ربنا لك الحمد" کیونکہ جس شخص کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

[اطراف الحدیث: ۳۲۲۸] (صحیح مسلم: ۴۰۹ الرقم المسلسل: ۸۸۸ سنن ابوداؤد: ۸۴۸ سنن ترمذی: ۲۶۷ سنن نسائی: ۱۰۶۳ السنن الکبریٰ: ۶۵۰)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۳۵ میں گزر چکی ہے۔

١٢٦ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس حدیث کے باب کا عنوان ذکر نہیں کیا اور جس باب کے بعد عنوان ذکر نہ ہو تو وہ باب ابوابِ سابقہ کا تتمہ ہوتا ہے سو یہ باب بھی ابوابِ سابقہ کا تتمہ ہے۔

٧٩٧ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِى سَلَمَةَ، عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ لَاُقَرِّبَنَّ صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ اَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرٰى مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ، وَصَلٰوةِ الْعِشَاءِ، وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ، بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَيَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ. [اطراف الحدیث: ۸۰۴۔ ۱۰۰۶۔ ۲۹۳۲۔ ۳۳۸۱۔ ۴۵۶۰۔ ۴۵۹۸۔ ۶۲۰۰۔ ۶۳۹۳۔ ۶۹۴۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے قریب نماز پڑھوں گا' پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر کی دوسری رکعت میں اور عشاء کی نماز میں اور صبح کی نماز میں ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کے بعد دعائے قنوت پڑھتے تھے' اس میں مؤمنوں کے لیے دعائے خیر کرتے اور کفار پر لعنت کرتے۔

(صحیح مسلم: ۶۷۶' الرقم المسلسل: ۱۵۱۶' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۰' سنن نسائی: ۱۰۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۱۷۔ ۳۱۶' مسند الحمیدی ج ۲ ص ۲۰۱' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۷۳' صحیح ابن خزیمہ: ۶۱۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۹۷۔ ۲۲۴' شرح السنۃ: ۶۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۴۶۰۔ ج ۱۲ ص ۲۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ ابوزید البصری (۲) ہشام الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمان (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۴)

اس حدیث میں ظہر کی دوسری رکعت کا ذکر ہے اور سنن ابوداؤد اور دوسری احادیث میں ظہر کی آخری رکعت کا ذکر ہے۔

رکوع کے بعد دعا پڑھنے میں مذاہب فقہاء

حافظ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو لانے سے امام بخاری کا مقصود دعائے قنوت کو بیان کرنا نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے دعائے قنوت کے اثبات کے لیے ابواب الوتر کے آخر میں مستقل باب ذکر کیا ہے اور قنوت کے متعلق وہاں ان شاء اللہ مستقل بحث آئے گی' امام بخاری کا یہاں مقصود یہ ہے کہ جب نمازی ''سمع اللہ لمن حمدہ'' اور ''ربنا ولک الحمد'' کہے تو اسی پر اقتصار نہ کرے بلکہ دیگر اذکار اور دعائیں بھی مانگے' اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صریحہ مروی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ''سمع اللہ لمن حمدہ'' اور ''ربنا ولک الحمد'' کے بعد دیگر اذکار بھی پڑھتے تھے اور دعائیں بھی کرتے تھے' امام بخاری نے ان احادیث کی روایت اس لیے نہیں کی کہ وہ احادیث ان کی شرط کے مطابق نہیں تھیں' امام مسلم اور دیگر محدثین نے ان احادیث کی روایت کی ہے' ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ.

اے اللہ ہمارے رب! تیرے لیے ایسی حمد ہے جس سے آسمان بھر جائیں اور زمین بھر جائے اور ان کے درمیان کی چیزیں

بھر جائیں اور جس چیز کو تو چاہے وہ بھر جائے۔

(صحیح مسلم: ۴۷۷، سنن ابوداؤد: ۸۴۷، سنن ترمذی: ۲۶۶، سنن نسائی: ۸۹۶، سنن ابن ماجہ: ۸۶۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۶_۲۷۵_۲۰۷_۹۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۴، تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۷، مشکوٰۃ: ۸۱۳)

امام شافعی اور اسحاق نے "سمع الله لمن حمده" اور "ربنا ولك الحمد" کے بعد ان اذکار کے پڑھنے کو نماز میں مستحب قرار دیا ہے، خواہ نماز فرض ہو یا نفل اور فقہاء احناف نے "سمع الله لمن حمده" اور "ربنا ولك الحمد" کے علاوہ کسی اور دعا یا ذکر پڑھنے کو مستحب نہیں قرار دیا ہے، البتہ انہوں نے کہا کہ یہ اذکار نوافل میں پڑھنے پر محمول ہیں، امام احمد نے کہا: "ملء ما شئت" تک یہ دعا پڑھی جائے اور اس سے زائد نہ پڑھی جائے اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ دعا فرائض میں بھی پڑھنی مستحب ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۸۰_۷۷ ملخصا، دار ابن الجوزیہ ریاض، ۱۴۱۷ھ)

دعاء قنوت کو رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ ظہر، عشاء اور صبح کی نمازوں میں دعاء قنوت پڑھنا مستحب ہے اور ظاہریہ (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ دعاء قنوت تمام نمازوں میں پڑھنی مستحسن ہے، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھی جائے، ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے، امام مالک اور ایک روایت میں امام احمد سے یہ منقول ہے کہ دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دعاء قنوت صرف وتر میں پڑھی جائے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت البراء بن عازب، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے، اور تابعین میں سے عمر بن عبد العزیز، عبیدۃ السلمانی، حمید الطویل اور عبد اللہ بن المبارک کا بھی یہی موقف ہے، علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک اس میں نمازی کو اختیار ہے، خواہ وہ رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھے یا رکوع کے بعد اور یہ امام احمد سے منقول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۹۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ اَبِی قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ. [طرف الحدیث: ۱۰۰۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہوں نے کہا: مغرب اور فجر میں قنوت پڑھی جاتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۶۷۸، سنن ترمذی: ۴۰۱، سنن نسائی: ۱۰۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۱، مسند الطحاوی: ۲۵۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن ابی الاسود، ابوالاسود کا نام ہے: حمید بن الاسود ابوبکر البصری، یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) اسماعیل بن علیہ (۳) خالد بن مہران الحذاء (۴) ابوقلابہ (۵) عبد اللہ بن زید بن عمرو الجرمی (۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۶)

فجر اور مغرب کی نمازوں میں دعاء قنوت کا منسوخ ہونا اور علامہ خطابی کے اعتراض کا جواب

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے مغرب اور فجر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی جاتی تھی' پھر اس کو ترک کر دیا گیا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہینہ دعاء قنوت پڑھی' پھر اس کو ترک کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۶۷۷' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۵)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے قبیلہ رِعْل اور ذکوان وغیرہ مخصوص قبائل کے خلاف دعا کو ترک کر دیا تھا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ نے مطلقاً قنوت کو ترک کر دیا تھا' یا آپ نے چار نمازوں میں قنوت کو ترک کر دیا تھا اور فجر کی نماز میں قنوت کو ترک نہیں کیا تھا۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: یہ کلام بلا دلیل ہے اور محض تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے کیونکہ اس حدیث میں ضمیر قنوت کی طرف راجع ہے اور یہ عام ہے اور تمام نمازوں کے قنوت کی طرف راجع ہے' اس حدیث میں یہ کہنا کہ آپ نے فجر کی نماز کے علاوہ قنوت کو ترک کر دیا تھا' یہ بھی بلا دلیل ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فجر کی نماز کی تخصیص کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۹۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۲)

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے العلل المتناھیہ میں لکھا ہے کہ سنداً یہ حدیث صحیح نہیں ہے' اس کی سند میں ابوجعفر رازی ہے' ابن المدینی نے کہا: اس کا حافظہ مختلط ہو گیا تھا' یحییٰ نے کہا: وہ خطاء کرتا تھا' امام احمد نے کہا: وہ حدیث میں قوی نہیں ہے' ابن حبان نے کہا: وہ مشاہیر سے مناکیر کی روایت میں منفرد تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۷۔۱۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فجر کی نماز میں قنوت نہ پڑھنے کے متعلق آثار

میں کہتا ہوں کہ امام عبد الرزاق نے اس حدیث کے معارض متعدد آثار روایت کیے ہیں:

اسود بن یزید اور عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھی' انہوں نے دعاء قنوت نہیں پڑھی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۹۹۲)

علقمہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۹۶۳)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۹۶۶)

ابن ابی نجیح بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ سے پوچھا: کیا حضرت عمر بن الخطاب صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! یہ لوگوں نے بعد میں بدعت نکالی ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۹۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۵۳۔ ج ۲ ص ۳۱۸ پر بیان کی گئی ہے' اس کی شرح میں قنوت فجر میں مذاہب اور

شافعیہ اور مالکیہ کے جوابات کا ذکر ہے۔

٧٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى ابْنِ خَلَّادٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّيْ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟ قَالَ اَنَا، قَالَ رَاَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا اَوَّلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نعیم بن عبداللہ المجمر از علی بن یحییٰ بن خلاد الزرقی از والد خود از رفاعہ بن رافع الزرقی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپ نے فرمایا: ''سمع اللہ لمن حمدہ'' تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے کہا: ''ربنا ولک الحمد حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ'' جب آپ نماز پڑھ کر مڑے تو آپ نے پوچھا: یہ (کلمات) کون پڑھ رہا تھا؟ اس نے کہا: میں' آپ نے فرمایا: میں نے دیکھا تیس سے زیادہ فرشتے ان کلمات کی طرف سبقت کر رہے تھے کہ ان میں سے کون ان کلمات کو پہلے لکھتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٧٧٠' سنن نسائی: ١٠٦١' السنن الکبریٰ: ٦٤٩' صحیح ابن خزیمہ: ٦١٤' صحیح ابن حبان: ١٩١٠' المعجم الکبیر: ٤٥٣١' المستدرک ج ١ ص ٢٢٥' سنن بیہقی ج ٢ ص ٢٩٥' سنن ابوداؤد: ٧٧٣' سنن ترمذی: ٤٠٤' مسند احمد ج ٤ ص ٣٤٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٩٩٦۔ ج ٣١ ص ٣٣٢' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ١٦٧٧' مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن مسلمۃ القعنبی (٢) امام مالک بن انس (٣) نعیم بن عبداللہ المجمر (٤) علی بن یحییٰ بن خلاد الانصاری المدنی' یہ ١٢٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) ان کے والد یحییٰ بن خلاد بن رافع' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھٹی دی تھی (٦) ان کے چچا حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک زرقی رضی اللہ عنہ تھے' یہ تمام غزوات میں حاضر رہے اور ان سے چوبیس احادیث مروی ہیں' جن میں سے امام بخاری نے تین احادیث روایت کی ہیں' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٠٧)

حمد مذکور کے دیگر کلمات

اس حدیث میں ذکر ہے: ''حمدًا طیبًا'' اس کا معنی ہے: ایسی حمد جو دکھانے اور سنانے سے پاک ہو' اور ''مبارکًا فیہ'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: جس میں بہت زیادہ خیر ہو' سنن نسائی کی روایت میں ہے: ''مبارکًا علیہ'' اس کا معنی ہے: ایسی حمد جو باقی رہے' اس حمد کے یہ کلمات بھی منقول ہے:

''الحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ مبارکًا علیہ کما یحب ربنا ویرضٰی''۔

(سنن ابوداؤد: ٧٧٣' سنن ترمذی: ٤٠٤' سنن نسائی: ٩٣٠)

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اس صحابی نے بلند آواز سے حمد کے کلمات کہے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بہ آواز بلند ذکر کرنا جائز ہے جب کہ اس سے کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ ہو۔

(۲) اپنے اجتہاد سے ذکر ماثور میں اضافہ کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۱۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح نہیں کیونکہ یہ اضافہ صرف ان کے اجتہاد سے نہیں تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے تھا کیونکہ آپ نے اس اضافہ کو سن کر رد نہیں فرمایا بلکہ اس اضافہ کی تحسین فرمائی تھی لہٰذا یہ بھی ذکر ماثور ہو گیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۲۷ - بَابُ الْاِطْمَانِيْنَةِ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ

رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان سے کھڑے ہونا

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَوٰى جَالِسًا' حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهٗ.

اور حمید نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے سر اٹھایا' پھر سیدھے بیٹھ گئے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۸۲۸ میں ہے۔

۸۰۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ اَنَسٌ يَنْعَتُ لَنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَكَانَ يُصَلِّيْ' وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ نَسِيَ. [طرف الحدیث: ۸۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ثابت' انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی صفت بیان کرتے تھے' آپ نماز پڑھتے تھے' پس جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے حتیٰ کہ ہم کہتے: شاید آپ بھول گئے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۷۲' الرقم المسلسل: ۱۰۴۲' مسند ابویعلیٰ: ۳۳۶۳' صحیح ابن خزیمہ: ۶۰۹' صحیح ابن حبان: ۱۸۸۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۳۶۹۔ ج ۲۱ ص ۷۵۔ ۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

قومہ میں آپ کا طویل قیام

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ نیچے جھک کر سجدہ میں جانا بھول گئے' علامہ ابن حجر نے کہا: یہ احتمال ہے کہ حضرت انس کی مراد یہ ہو کہ آپ یہ بھول گئے کہ آپ نماز میں ہیں یا آپ نے یہ گمان کیا کہ یہ قنوت کا وقت ہے اور آپ اعتدال سے کھڑے رہے یا جب آپ بیٹھے ہوتے تو یہ گمان کرتے کہ یہ تشہد کا وقت ہے اور ہم یہ کہتے کہ آپ قیام کے طول کی وجہ سے بھول گئے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۶۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ تمام گمان آپ کی شان کے لائق نہیں ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ کا منشاء صرف اتنا ہے کہ آپ رکوع سے سر اٹھا کر بہت طویل قیام کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۱۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۶۲۔ ج ۱ ص ۱۲۶۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۸۰۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث

الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسُجُودُهُ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابن ابی لیلیٰ از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجود اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے اور دو سجدوں کے درمیان ان سب کا وقت برابر برابر ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٧٩٢ کا مطالعہ فرمائیں۔

٨٠٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِينَا كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَاكَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلٰوةٍ، فَقَامَ فَأَمْكَنَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَمْكَنَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَانْصَبَّ هُنَيَّةً، قَالَ أَبُو قِلَابَةَ فَصَلّٰى بِنَا صَلٰوةَ شَيْخِنَا هٰذَا أَبِي بُرَيْدٍ، وَكَانَ أَبُو بُرَيْدٍ، إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ اسْتَوٰى قَاعِدًا، ثُمَّ نَهَضَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت مالک بن الحویرث ہمیں دکھا رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کس طرح تھی اور یہ نماز کا وقت نہیں تھا سو وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے جم کر قیام کیا پھر رکوع کیا پس جم کر رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سیدھے کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا ابوقلابہ کہتے ہیں: پھر ہم کو اس بوڑھے ابی برید کی طرح نماز پڑھائی (اس سے حضرت عمرو بن سلمہ کی طرف اشارہ کیا) جب انہوں نے دوسرے سجدہ سے اپنا سر اٹھایا تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے پھر کھڑے ہوئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٦٧٧ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جس شخص نے نماز پڑھائی اور نماز سے اس کا قصد صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی تعلیم دینا تھا اور یہاں اس کا عنوان ہے: رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان سے کھڑے ہونا اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

١٢٨ - بَابٌ يَهْوِي بِالتَّكْبِيرِ حِينَ يَسْجُدُ — سجدہ کے وقت اللہ اکبر کہتے ہوئے جھکنا

اس عنوان میں "یھوی" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: گرتے ہوئے جس طرح پانی اوپر سے نیچے گرتا ہے اور اس کا معنی جلدی کرتے ہوئے بھی ہے اور اگر واؤ پر زبر ہو "یھوَی" تو اس کا معنی ہے: محبت کرتے ہوئے۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھوں کو رکھتے۔

اس تعلیق کی اصل شرح معانی الآثار: ١٤٧٦، سنن دار قطنی ج ١ ص ٣٤٤، سنن کبریٰ ج ٢ ص ٩٩ اور مسند احمد ج ٢ ص ٣٨١ میں ہے۔

سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے یا اپنے گھٹنوں کو؟

بعض احادیث میں ہے کہ سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور بعض احادیث میں ہے: پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھے ہاتھوں کو پہلے رکھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو اس طرح نہ بیٹھے

جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے لیکن پہلے ہاتھ رکھے پھر گھٹنے رکھے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۴۰' سنن ترمذی: ۲۶۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۱' شرح معانی الآثار: ۱۴۷۸)

امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا یہی مسلک ہے۔

پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار

اور سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھنے کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھتے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۳۸' سنن ترمذی: ۲۶۸' سنن ابن ماجہ: ۸۸۲' شرح معانی الآثار: ۱۴۸۱)

امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا یہی مذہب ہے اور اکثر صحابہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں پر گرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۱۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳' ادارۃ القرآن' کراچی)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سجدہ میں جاتے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۰' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۵' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳)

عبداللہ بن مسلم بن یسار اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ سجدہ میں جاتے تو پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے' پھر ہاتھوں کو' پھر سر کو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۱' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۶' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳' ادارۃ القرآن)

مہدی بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین کو دیکھا' وہ اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۴' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۹' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳' ادارۃ القرآن)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۶۔۲۷۱۱' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۴' ادارۃ القرآن)

۸۰۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ، فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَقُوْلُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، قَبْلَ اَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہر نماز میں تکبیر پڑھتے خواہ فرض نماز ہو یا غیر فرض ہو' رمضان ہو یا غیر رمضان ہو' پس جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تو تکبیر پڑھتے' پھر رکوع کے وقت تکبیر پڑھتے' پھر سجدہ سے پہلے کہتے: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" پھر کہتے: "ربنا ولک الحمد" پھر سجدہ میں گرتے ہوئے اللہ اکبر کہتے' پھر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے

حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْجُلُوْسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ، وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ، حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، اِنِّيْ لَاَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِنْ كَانَتْ هٰذِهٖ لَصَلٰوتَهٗ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا.

کہتے' پھر دوسجدوں کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے' اور ہر رکعت میں اسی طرح کرتے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہو جاتے' پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ کہتے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز تمہارے قریب کر رہا ہوں' بے شک ضرور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۷۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۸۰۴- قَالَا وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. يَدْعُوْ لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيْهِمْ بِاَسْمَائِهِمْ، فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ. وَاَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِّنْ مُّضَرَ مُخَالِفُوْنَ لَهٗ.

ابوبکر بن عبد الرحمان اور ابوسلمہ دونوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے: ''سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد'' کچھ لوگوں کا نام لے کر ان کے حق میں دعاء خیر کرتے' سو آپ کہتے: اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ربیعہ کو اور کمزور مؤمنوں کو' اے اللہ! مضر کو شدت سے روند ڈال اور ان پر ایسے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے اور ان دنوں میں مضر اہل مشرق تھے' جو آپ کے مخالف تھے۔

جن مسلمانوں کے حق میں آپ نے دعائے خیر کی

ولید سے مراد ہے: الولید بن الولید بن المغیرہ بن عبد اللہ مخزومی' یہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ غزوۂ بدر کے دن ان کو حالت کفر میں گرفتار کیا گیا تھا' جب انہوں نے فدیہ دیا تو یہ اسلام لے آئے' ان سے کہا گیا کہ آپ فدیہ دینے سے پہلے اسلام کیوں نہیں لائے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میرے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ قید سے گھبرا کر اسلام لائے ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے یہ کفار سے رہائی پا گئے۔

علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ جنگ بدر کے دن ان کو حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا اور ان کو مکہ لے گئے تھے' وہاں جا کر یہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء قنوت میں ان کا نام لے کر ان کے لیے دعا کرتے تھے تو یہ ان سے نجات پا کر مدینہ منورہ پہنچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں وہیں فوت ہو گئے۔

سلمہ بن ہشام بن المغیرہ' یہ ابوجہل کے بھائی تھے' یہ بہت پہلے اسلام لائے تھے' اسلام لانے کی پاداش میں ان کو تکلیفیں دی جاتی تھیں' ان کو قریش نے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کرنے دی' پھر انہوں نے غزوۂ خندق کے بعد ہجرت کی اور غزوۂ موتہ میں حاضر ہوئے اور یہ مرج الصفر یا اجنادین میں شہید ہوئے۔

عیاش بن ابی ربیعہ' ابی ربیعہ کا نام عمرو بن المغیرہ ہے' یہ ابوجہل کے اخیافی (ماں شریک) بھائی تھے اور بہت پہلے اسلام لا چکے تھے' ابوجہل نے ان کو مکہ میں باندھ کر رکھا ہوا تھا' یہ ملک شام میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے۔

جن لوگوں کے لیے آپ نے دعاء ضرر کی

مضر بن نزار بن معد بن عدنان' یہ بہت بڑا خاندان ہے اور اس میں بہت قبائل ہیں' جیسے قریش' اسد اور تمیم وغیرہ' آپ کا ارشاد ہے: جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے' اس میں مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جیسے ان پر بہت لمبے عرصہ تک قحط رہا اور وہ کئی سالوں تک مشقت اور مصیبت کو برداشت کرتے رہے' اسی طرح مضر بھی لمبے عرصہ تک مصائب کا شکار رہے۔

اس حدیث کے باقی فوائد' صحیح البخاری: ۷۹۷ میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

٨٠٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ، قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ، وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ، فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا وَقَعَدْنَا. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً صَلَّيْنَا قُعُوْدًا، فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا. قَالَ سُفْيَانُ كَذَا جَاءَ بِهٖ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ لَقَدْ حَفِظَ كَذَا، قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ. حَفِظْتُ مِنْ شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَاَنَا عِنْدَهٗ فَجُحِشَ سَاقُهُ الْاَيْمَنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے کئی مرتبہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر گئے' پس آپ کی دائیں جانب زخمی ہوگئی' ہم آپ کے پاس آپ کی عیادت کے لیے آئے' پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ سفیان نے کہا: ہم نے بیٹھ کر نماز پڑھی' جب آپ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' سو جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو' اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم کہو: "ربنا ولک الحمد" اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔ سفیان نے کہا: اسی طرح معمر نے روایت کی ہے' میں نے کہا: ہاں! اس نے اس کو اسی طرح یاد رکھا' الزہری نے کہا ہے: "ولک الحمد" میں نے دائیں جانب کو یاد رکھا ہے' جب ہم الزہری کے پاس سے نکلے تو ابن جریج نے کہا: اور میں ان کے پاس تھا کہ آپ کی دائیں پنڈلی زخمی ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۳۷۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

١٢٩ - بَابُ فَضْلِ السُّجُوْدِ

سجدہ کی فضیلت

٨٠٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُمَا اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ هَلْ تُمَارُوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَيْسَ دُوْنَهٗ سَحَابٌ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور عطاء بن یزید اللیثی نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا:

قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ فَهَلْ تُمَارُوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذٰلِكَ، يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الْقَمَرَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيْتَ، وَتَبْقٰى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيْهَا مُنَافِقُوْهَا، فَيَأْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا، فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ، فَيَأْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ أَنْتَ رَبُّنَا، فَيَدْعُوْهُمْ فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ، فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ، وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ، وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَفِيْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ، تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يُوْبَقُ بِعَمَلِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْ، حَتّٰى إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، أَمَرَ اللّٰهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ، فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِآثَارِ السُّجُوْدِ، وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُوْدِ، فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ، فَكُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ إِلَّا أَثَرَ السُّجُوْدِ، فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا، فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ، فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ، ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ، وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ، مُقْبِلًا بِوَجْهِهِ قِبَلَ النَّارِ، فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِيْ عَنِ النَّارِ، قَدْ قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا، وَأَحْرَقَنِيْ ذَكَاؤُهَا، فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فُعِلَ ذٰلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ، فَيُعْطِي

کیا تمہیں پورے چاند کی رات کو چاند کو دیکھنے میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے جب اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ صحابہ نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں رکاوٹ ہوتی ہے جب اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ صحابہ نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پس تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے' قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا' پس اللہ فرمائے گا: جو شخص جس کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے پیچھے جائے' پس ان میں سے بعض سورج کی اتباع کریں گے اور ان میں سے بعض چاند کی اتباع کریں گے اور ان میں سے بعض بتوں کی اتباع کریں گے اور یہ امت باقی رہے گی' اس امت میں اس کے منافقین بھی ہوں گے' پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ آ کر فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' پس وہ کہیں گے: ہم یہیں رہیں گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آ جائے' پس جب ہمارا رب آ جائے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے' پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ آئے گا' پس فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' سو وہ کہیں گے: تو ہمارا رب ہے' پس وہ ان کو بلائے گا' پھر جہنم کے وسط کے اوپر ایک پل بچھا دیا جائے گا' پس رسولوں میں سے میں پہلا رسول ہوں گا جو اپنی امت کے ساتھ اس پر سے گزرے گا اور اس دن رسولوں کے سوا کوئی بات نہیں کرے گا اور اس دن رسولوں کا کلام یہ ہوگا: اے اللہ! سلامت رکھ' سلامت رکھ! اور جہنم میں درخت سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکڑے (ہک) ہوں گے' کیا تم نے درخت سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس بے شک وہ آنکڑے درخت سعدان کے کانٹوں کی مثل ہوں گے لیکن اللہ کے سوا ان کے عظیم ہونے کی مقدار کو کوئی نہیں جانتا' وہ ان کو ان کے گناہوں کی مقدار کے حساب سے اچک (پکڑ) لیں گے' سو ان میں سے بعض اپنے گناہ کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے اور ان میں سے بعض کٹ جائیں گے' پھر نجات پا جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے جن پر رحمت کا ارادہ فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اس کو نکال دیں' پھر فرشتے ان کو نکال دیں گے اور وہ

اللّٰهَ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ، فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ، فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ، رَأَى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ، ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِي عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُودَ وَالْمِيْثَاقَ، أَنْ لَّا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنْتَ سَأَلْتَ؟ فَيَقُولُ يَا رَبِّ لَا أَكُونُ أَشْقَى خَلْقِكَ، فَيَقُولُ فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيْتَ ذٰلِكَ أَنْ لَّا تَسْأَلَ غَيْرَهُ؟ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ، لَا أَسْأَلُ غَيْرَ ذٰلِكَ، فَيُعْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ، فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَأَى زَهْرَتَهَا، وَمَا فِيهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُورِ، فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ، فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى وَيْحَكَ يَا ابْنَ آدَمَ، مَا أَغْدَرَكَ! أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُودَ وَالْمِيْثَاقَ، أَنْ لَّا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيْتَ؟ فَيَقُولُ يَا رَبِّ! لَا تَجْعَلْنِي أَشْقَى خَلْقِكَ، فَيَضْحَكُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُ، ثُمَّ يَأْذَنُ لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ لَهُ تَمَنَّ فَيَتَمَنَّى، حَتَّى إِذَا انْقَطَعَتْ أُمْنِيَّتُهُ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ زِدْ مِنْ كَذَا وَكَذَا، أَقْبَلَ يُذَكِّرُهُ رَبُّهُ، حَتَّى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَمْ أَحْفَظْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَوْلَهُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ ذٰلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ. [اطراف الحدیث: ۶۵۷۳-۷۴۳۷]

(صحیح مسلم: ۱۸۲، الرقم المسلسل: ۴۴۴، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۵۶، السنۃ لابن ابی عاصم: ۴۵۵، صحیح ابن حبان: ۷۴۲۹، سنن نسائی: ۱۱۳۹، السنن الکبریٰ: ۱۱۶۳۷، سنن دارمی: ۲۸۰۱، صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۵، مسند

ان کو سجدہ کی نشانیوں سے پہچانیں گے اور اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی نشانیوں کو کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے' سو ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا' وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے' پھر ان پر حیات کا پانی انڈیلا جائے گا' پس وہ اس طرح اُگیں گے جس طرح دانہ سیلاب کی مٹی میں اُگتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی ہوگا اور وہ دوزخ سے نکلنے والوں میں سے آخری شخص ہوگا اور جنت میں داخل ہونے والوں میں بھی آخری شخص ہوگا' اس وقت اس کا چہرہ دوزخ کی طرف ہوگا' وہ کہے گا: اے میرے رب! میرا چہرہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے' اس کی بدبو نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور اس کی تیزی نے مجھے جلا ڈالا ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہارے ساتھ ایسا کر دیا گیا تو شاید تم پھر اس کے علاوہ اور کوئی سوال کرو گے' پس وہ کہے گا: نہیں' تیری عزت کی قسم! پھر اللہ تعالیٰ اس سے پختہ عہد اور میثاق لے گا' پس اللہ اس کے چہرے کو دوزخ سے پھیر دے گا' پس جب وہ جنت کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کی تروتازگی دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ اس کو خاموش رکھنا چاہے گا وہ خاموش کھڑا رہے گا' پھر کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت کے دروازہ پر پہنچا دے' پس اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تم نے پختہ عہد اور میثاق نہیں کیا تھا کہ تم پہلے سوال کے علاوہ اور کوئی سوال نہیں کرو گے؟ پس وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے بدنصیب نہ ہو جاؤں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہارا یہ سوال پورا کر دیا گیا تو پھر توقع ہے کہ تم کوئی اور سوال تو نہیں کرو گے' وہ کہے گا: نہیں' تیری عزت کی قسم! میں اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کروں گا' پھر اللہ تعالیٰ جو عہد اور میثاق چاہے گا اس سے لے گا' پھر وہ اس کو جنت کے دروازہ پر لے جائے گا' پس جب وہ جنت کے دروازہ پر پہنچے گا اور جنت کی رونق اور تروتازگی اور خوش نمائی دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ تعالیٰ اس کو خاموش رکھنا چاہے گا وہ خاموش رہے گا' پھر وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھ کو جنت میں داخل کر دے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! تم پر افسوس ہے' تم کتنے

احمد ج ۲ ص ۲۷۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۷۱۷۔ ج ۱۳ ص ۱۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۹۳۴۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

عہد شکن ہو! کیا تم نے پختہ عہد اور میثاق نہیں کیے تھے کہ تم کو جو کچھ دیا گیا ہے تم اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کرو گے؟ پس وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ بنا' پس اللہ عزوجل اس سے ہنسے گا' پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے گا' پھر اس سے فرمائے گا: اب تم تمنا کرو' پس وہ تمنا کرے گا' حتیٰ کہ جب اس کی تمنا پوری ہو جائے گی تو اللہ اسے فرمائے گا: اور فلاں فلاں چیز کو زیادہ کرو اور اس کا رب عزوجل اس کو چیزیں یاد دلائے گا' حتیٰ کہ جب اس کی تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ اس سے فرمائے گا: تم یہ چیزیں بھی لے لو اور ان کے ساتھ ان کی ایک مثل اور لے لو۔ حضرت ابوسعید خدری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: تمہارے لیے یہ چیزیں بھی ہیں اور ان کی دس مثالیں اور ہیں' حضرت ابوہریرہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صرف یہ قول یاد ہے: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے یہ چیزیں ہیں اور ان کے ساتھ ان کی ایک مثل ہے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ سے یہ سنا تھا: تمہارے لیے یہ ہیں اور ان کی دس مثالیں ہیں۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں اور ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی نشانیوں کو کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔

''طواغیت'' کا معنی اور اس کی تفصیل

اس حدیث میں ''طواغیت'' کا لفظ ہے' یہ ''طاغوت'' کی جمع ہے' یہ ''طغیان'' کا مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ سرکشی کرنے والا' ابن سیدہ نے کہا کہ اللہ عزوجل کو چھوڑ کر جس کی عبادت کی جائے' اس کو ''طاغوت'' کہتے ہیں' واحد جمع' مذکر اور مؤنث سب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ''طاغوت'' شیطان ہے' ایک قول ہے: جس پتھر کی عبادت کی جائے وہ ''طاغوت'' ہے' الصحاح میں مذکور ہے: جو گمراہ کرنے والوں کا سردار ہو' وہ ''طاغوت'' ہے' المغیث میں ہے: شیطان نے جس کی عبادت کو مزین کر دیا ہو' وہ ''طاغوت'' ہے' ابن جریر نے کہا: ساحر ''طاغوت'' ہے' ابوالعالیہ نے کہا: کاہن ''طاغوت'' ہے۔ (واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ' حضرت عزیر علیہما السلام' سیدہ مریم اور فرشتوں کی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی ہے مگر ان پر ''طاغوت'' کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کس صفت میں آئے گا جو مسلمان اس کو نہیں پہچانیں گے اور اس سلسلہ میں بحث ونظر

اس حدیث میں مذکور ہے: اس امت کے پاس اللہ تعالیٰ آ کر فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' پس وہ کہیں گے: ہم یہیں رہیں

گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آ جائے۔

اللہ تعالیٰ کے آنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعض فرشتے آئیں گے اور اس فرشتے کے اوپر حدوث کی علامتیں ہوں گی' اس وجہ سے وہ اس کے رب ہونے کا انکار کر دیں گے' یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایسی صورت میں آئے گا' جو صفات الوہیت کے مشابہ نہیں ہوگی' تا کہ امت مسلمہ کا امتحان لے اور یہ مؤمنین کا آخری امتحان ہوگا' اور جب وہ فرشتہ یا اس صورت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' تو وہ اس پر مخلوق کی علامات دیکھ کر کہیں گے کہ وہ ان کا رب نہیں ہے۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صورت کا ذکر ہے اور صورت کیفیت ہے اور اللہ تعالیٰ کیفیت سے منزہ ہے' سو اس میں صورت بہ معنی صفت ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر فرشتہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو یہ جھوٹ ہے اور فرشتے معصوم ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے بہ طور امتحان کہیں گے اور یہ گناہ نہیں ہے' دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا ذکر ہے اور اس امت میں منافقین بھی ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس امت کے مجموعہ میں منافقین بھی ہیں اور مسلمین بھی ہیں اور جب مجموعہ پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مجموعہ کے ہر ہر فرد پر وہ حکم ہو' اس لیے اس امت کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ منافقین بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھیں' دوسری بار اللہ تعالیٰ ان صفات کے ساتھ تجلی فرمائے گا' جن میں علامات حدوث نہیں ہوں گی' اس لیے مسلمان ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہاں! تو ہمارا رب ہے۔

"یوبق" اور "یخردل" کا معنی اور مرجئہ' معتزلہ اور خوارج کا ردّ

اس حدیث میں "یوبق" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ ہلاک کر دیئے جائیں گے اور اس میں "یخردل" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کٹ جائیں گے۔ ابن قرقول نے کہا: "خردلۃ" کا معنی ہے: گوشت کو کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دینا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: فرشتے ان کو سجدہ کی نشانیوں سے پہچانیں گے' یہ سات اعضاء ہیں: پیشانی' یا چہرہ' دو ہاتھ' دو گھٹنے اور دو پیر' اور بعض نے کہا: صرف پیشانی' نیز اس حدیث میں ہے: وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے' بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حقیقۃً جل کر کوئلہ ہو جائیں گے اور اس میں مرجئہ کا ردّ ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ مؤمن خواہ کوئی گناہ کریں ان کو عذاب نہیں ہوگا' اور بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ صورۃً جل کر کوئلہ ہو جائیں گے لیکن ان کا ادراک سلب کر لیا جائے گا' اس لیے ان کو درد کا احساس نہیں ہوگا اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا. (الزمر: ۵۳) تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

تاہم یہ قطعی اور لازمی امر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے عموم اور شمول کی وجہ سے ایک ظنی امر ہے اور حدیث میں ہے کہ میں اپنے بندہ کے اس ظن کے موافق ہوتا ہوں' جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵۔ ج ۳ ص ۱۰۶' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۹۳)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا' اس حدیث میں معتزلہ اور خوارج کا ردّ ہے' جو کہتے ہیں کہ جو شخص گناہ کبیرہ کر کے بغیر توبہ کے مر گیا' اس کو دائمی عذاب ہوگا اور اس کو دوزخ سے نکالا نہیں جائے گا۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر اہل سنت کے دلائل اور معتزلہ کی دلیل کے جوابات

اس حدیث میں دلیل ہے کہ آخرت میں مؤمنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے' قرآن مجید میں ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌO اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌO بعض چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گےO اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گےO (القیامۃ: ۲۳-۲۲)

معتزلہ اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا انکار کرتے ہیں' اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ. آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک فرماتا ہے۔ (الانعام: ۱۰۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ ادراک سے مراد یہاں پر احاطہ ہے اور جب مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکیں گے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں دنیا میں انسانوں کی آنکھیں مراد ہیں یا آخرت میں کفار کی آنکھیں مراد ہیں یا آخرت کے بعض احوال میں مسلمانوں کی آنکھیں مراد ہیں۔

سجدہ کی فضیلت میں دیگر احادیث

اس حدیث میں سجدہ کی فضیلت کا ذکر ہے' سجدہ کی فضیلت کے متعلق دیگر یہ احادیث ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: آپ مجھے وہ عمل بتائیں جس کو میں کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے' آپ نے فرمایا: تم بہ کثرت اللہ تعالیٰ کے لیے سجدے کرو کیونکہ جب بھی تم اللہ کے لیے سجدہ کرو گے' اللہ اس سجدہ سے تمہارا ایک درجہ بلند کر دے گا اور تمہارا ایک گناہ گرا دے گا۔

(صحیح مسلم: ۴۸۸' سنن ترمذی: ۳۸۹-۳۸۱' سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۳)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رات گزارتا تھا' میں آپ کے وضوء اور طہارت کے لیے پانی لے کر آیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: سوال کرو' میں نے کہا: میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: یا اس کے سوا کوئی اور سوال؟ میں نے کہا: مجھے یہ کافی ہے' آپ نے فرمایا: پھر تم بہ کثرت سجدے کر کے میری مدد کرو۔ (صحیح مسلم: ۴۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۳۲۰' سنن ترمذی: ۳۴۱۶' سنن نسائی: ۱۱۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قریب حالت سجدہ میں ہوتا ہے' پس تم (سجدہ میں) بہ کثرت دعا کرو۔ (صحیح مسلم: ۴۸۲' سنن ابوداؤد: ۸۷۵' سنن نسائی: ۱۱۳۷)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۵۹-ج ۱ ص ۷۸۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① اللہ تعالیٰ کی رؤیت میں اہل قبلہ کے مذاہب ② اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان۔

۱۳۰ - بَابٌ يُبْدِيْ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِيْ فِي السُّجُوْدِ

سجدہ میں بازوؤں کو کشادہ رکھے اور (پیٹ سے) دور رکھے

۸۰۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ' عَنْ جَعْفَرٍ' عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ' حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر از ابن ہرمز از حضرت عبداللہ ابن مالک ابن بحینہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی' اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے اس

حدیث کی مثل بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۹۰ کا مطالعہ فرمائیں وہاں بھی اس حدیث کا یہی عنوان تھا۔

۱۳۱ - بَابٌ يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ

انگلیوں کی اطراف کا منہ قبلہ کی طرف رکھے

یعنی نماز میں پیروں کی انگلیوں کا منہ قبلہ کی طرف رکھے۔

قَالَهُ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

یعنی حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نماز میں پیروں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف رکھے یہ حدیث صحیح البخاری: ۸۲۸ میں آئے گی، سجدہ میں انگلیوں کے پیٹ کا زمین پر رکھنا فرض یا واجب نہیں ہے، سنت یا مستحب ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹۱ پر بیان کردی ہے۔

۱۳۲ - بَابٌ إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُودَ

جب نمازی پورا سجدہ نہ کرے

۸۰۸ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلٰوتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ، قَالَ وَأَحْسَبُهُ قَالَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از واصل از ابی وائل از حذیفہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ نماز میں رکوع اور سجود مکمل نہیں کر رہا تھا، جب اس نے نماز پڑھ لی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم نے (کامل) نماز نہیں پڑھی اور اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) مرگئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف پر مرو گے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۹ میں گزر چکی ہے وہاں بھی اس حدیث کا یہی عنوان تھا۔

۱۳۳ - بَابُ السُّجُودِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ

سجدہ سات ہڈیوں پر ہے

سات ہڈیوں سے مراد سات اعضاء ہیں۔

۸۰۹ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ، وَلَا يَكُفَّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا الْجَبْهَةِ، وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَالرِّجْلَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۸۱۰-۸۱۲-۸۱۵-۸۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از طاوس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ آپ بالوں کو موڑیں نہ کپڑے کو موڑیں، (وہ سات اعضاء یہ ہیں:) پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں پیر۔

(صحیح مسلم: ۴۹۰، الرقم المسلسل: ۱۰۶۷، سنن ابوداؤد: ۸۸۹، سنن ترمذی: ۲۷۳، سنن نسائی: ۱۰۹۲، سنن ابن ماجہ: ۸۸۳، المعجم الکبیر: ۱۰۸۵۸، مسند الحمیدی: ۴۹۳، مسند ابویعلیٰ: ۲۳۸۹، المنتقیٰ: ۱۹۹، صحیح ابن خزیمہ: ۶۳۴، مصنف عبدالرزاق: ۲۹۷۱، شرح السنۃ: ۱۸۸، صحیح ابن حبان: ۱۹۲۳، مسند احمد

ج۱ص ۱۲۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳ص ۳۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۳۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۱۰۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قبیصہ بن عقبہ بن عامر الکوفی (۲) سفیان ثوری (۳) عمرو بن دینار (۴) طاؤس بن کیسان (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲۸)

جن اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے' ان میں مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' عطاء' طاؤس' الحسن' ابن سیرین' قاسم' سالم' شعبی اور زہری نے کہا: جب کسی شخص نے پیشانی پر سجدہ کیا اور اس کی ناک زمین پر نہیں لگی تو یہ کافی ہے' امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے' اور ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ پیشانی کے ساتھ ناک پر بھی سجدہ کرے' امام ابو حنیفہ نے کہا: اگر نمازی پیشانی کے بغیر صرف ناک پر سجدہ کرے تو یہ بھی کافی ہے' طاؤس' ابن سیرین اور ابن القاسم نے بھی اس کی مثل کہا ہے۔

ابراہیم النخعی' عکرمہ' ابن ابی لیلیٰ اور سعید بن جبیر نے کہا: پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے اپنی ناک زمین پر نہیں رکھی' اس نے سجدہ نہیں کیا۔

امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ ان سات اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے' جس نے ان میں سے بعض اعضاء پر سجدہ کیا' اس کا سجدہ ادا نہیں ہوا۔

چہرے کے علاوہ باقی چھ اعضاء پر سجدہ فرض نہ ہونے کے دلائل

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ بعض احادیث میں ہے: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے' پیشانی پر اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا۔

ابن القصار نے کہا: تمام زمانوں کا اجماع حجت ہے اور ہم نے تابعین کے زمانہ میں دو قول پائے ہیں: (۱) بعض نے کہا: پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے (۲) بعض نے کہا: صرف پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے' اور جس نے کہا: صرف ناک پر سجدہ کرنا فرض ہے' وہ ان کے اجماع سے خارج ہے' اور جس نے کہا: ان سات اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد جگہ سجدہ کا ذکر کیا ہے' لیکن چہرے کے سوا اور کسی عضو کا ذکر نہیں کیا۔

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ. (بنی اسرائیل:۱۰۹) وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. (الفتح:۲۹) ان کے چہروں پر ان کے سجدوں کے اثر سے نشان ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سجدہ کی آیات میں سجدہ میں بار بار یہ پڑھتے:

سجد وجھی للذی خلقہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ. میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا' جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی سماعت اور بصارت کو کھول کر ان میں ادراک پیدا کیا اور ان کو اپنی قوت اور طاقت سے بنایا۔

(سنن ابوداؤد: ١٤١٤ 'سنن ترمذی: ٥٨٠ 'سنن نسائی: ١١٢٨ 'سنن بیہقی ج ٢ ص ١٠٩ 'دارقطنی ج ١ ص ٢٩٧ 'مسند احمد ج ٦ ص ٢١٧ 'کنز العمال: ١٩٨١٢ 'مشکوٰۃ: ١٠٣٥)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعرابی سے فرمایا:

فیسجد فیمکن وجھہ وربما قال جبھتہ من الارض. (سنن ابوداؤد: ٨٥٨ 'اتحاف ٣ ص ٣٨١ 'المعجم الکبیر: ٤٥٢٥) پس سجدہ کرے پس اپنے چہرہ کو اور بعض اوقات فرمایا: اپنی پیشانی کو زمین سے لگا کر رکھے۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سجدہ کے لیے چہرہ یا پیشانی کے لیے اور کسی عضو کا ذکر نہیں کیا۔

اور جب نمازی سجدہ سے عاجز ہو تو وہ سجدہ کے لیے صرف سر سے اشارہ کر سکتا ہے' اور ہاتھوں' گھٹنوں اور پیروں کے لیے اشارہ نہیں کرتا' اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کا تعلق صرف چہرے سے ہے اور باقی چھ اعضاء میں سے اور کسی عضو سے سجدہ کا تعلق نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ان تمام اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممتنع نہیں ہے کہ کسی فعل کا حکم دیا جائے اور اس فعل کی بعض چیزوں کو کرنا فرض ہو اور بعض چیزوں کو کرنا فرض نہ ہو' (جیسے نماز میں تکبیرۃ تحریمہ پڑھنا فرض ہے اور انتقالاتِ ارکان کی تکبیرات پڑھنا سنت ہے اور تسبیحات کو پڑھنا مستحب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اسی طرح سجدہ میں چہرہ کو زمین پر رکھنا فرض ہے اور باقی چھ اعضاء کو زمین پر رکھنا فرض نہیں ہے اور ہم نے ان چھ چیزوں کی تخصیص کتاب اور سنت کی دلالت سے کی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٠٥-٥٣ 'دارالکتب العلمیہ 'بیروت '١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے اس حدیث کی بہت عمدہ شرح کی ہے' لیکن اس میں انہوں نے جو لکھا ہے کہ جس نے سجدہ میں صرف ناک کو زمین پر رکھنے کو کافی کہا ہے' اس کا قول اجماع سے خارج ہے' اس میں انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس کا جواب حسب ذیل ہے:

امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کا اعتراض امام ابوحنیفہ پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ حدیث سے صرف چہرہ کو زمین پر لگانا فرض ہے اور اس سے مراد پورے چہرہ کو زمین پر لگانا نہیں ہے ورنہ صرف پیشانی کو زمین پر لگانا کافی نہ ہوتا' بلکہ چہرے کے بعض اجزاء کو زمین پر لگانا فرض ہے اور ناک زمین پر رکھنے سے بھی چہرے کا بعض حصہ زمین پر لگ جاتا ہے' اس لیے صرف ناک کا زمین پر لگ جانا بھی سجدہ کے لیے کافی ہے' امام اعظم کا دوسرا قول یہ ہے کہ بغیر عذر کے صرف ناک پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتح القدیر ج ١ ص ٣١٠)

ناک پر سجدہ کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام اعظم کے مذہب کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو اپنی ناک کو زمین کے ساتھ لگائے' کیونکہ اللہ نے اس کو طلب کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٠٣ 'مجلس علمی بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦٨٨ 'دارالکتب العلمیہ 'بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٦٢ 'ادارۃ القرآن 'کراچی)

عبداللہ بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں: میرے پاس سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ گزرے' اس وقت میں سجدہ کر رہا تھا' انہوں نے کہا:

اے عیسیٰ کے بیٹے! اللہ کے لیے اپنی ناک زمین پر رکھو۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' کراچی)
وقاء بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا: کسی شخص کی نماز اس وقت تک کامل نہیں ہوگی' جب تک کہ وہ اپنی ناک زمین پر نہ لگائے جس طرح وہ اپنی پیشانی زمین پر لگاتا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' کراچی)
ایوب بیان کرتے ہیں کہ طاؤس سے ناک پر سجدہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: کیا وہ چہرہ کا مکرم جز نہیں ہے!
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' کراچی)
عاصم بیان کرتے ہیں کہ جب ابن سیرین ایسی جگہ نماز پڑھتے' جہاں ناک نہ لگ سکتی تو وہ دوسری جگہ چلے جاتے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' کراچی)
ثابت بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع بن جبیر کو دیکھا' وہ زمین پر اپنی ناک لگاتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' کراچی)
عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انسان کے پاس سے گزرے' جو سجدہ میں اپنی ناک کو زمین پر نہیں رکھ رہا تھا' آپ نے فرمایا: جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں اپنی ناک کو زمین پر نہیں لگایا' اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۱۰' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۹۵ دار الکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' مراسیل ابوداؤد: ۴۴' مصنف عبد الرزاق: ۲۹۸۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۴' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۸' المستدرک ج ۱ ص ۲۷۱-۲۷۰)
اگر علامہ ابن بطال ان آثار کا مطالعہ کر لیتے تو صرف ناک پر سجدہ کو کافی قرار دینے کی وجہ سے امام اعظم پر یہ طعن نہ کرتے کہ ان کا یہ قول فقہاء تابعین کے اجماع سے خارج ہے۔
تاہم امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کیا جائے' اس پر دلیل یہ حدیث ہے:
عبد الجبار بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیشانی اور اپنی ناک پر سجدہ کر رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۲' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۸۷' دار الکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۵-۳۱۷' المعجم الکبیر: ۶۵-ج ۲۲' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۲۶)

بالوں یا کپڑوں کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ بالوں کو موڑیں نہ کپڑوں کو موڑیں۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بالوں اور کپڑوں کو موڑنا مکروہ ہے' ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ صرف حالت نماز میں مکروہ ہے' قاضی عیاض نے اس کا رد کیا ہے کہ یہ جمہور کے خلاف ہے' انہوں نے کہا ہے کہ نماز ہو یا غیر نماز' یہ ہر حال میں مکروہ ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی' تلویح میں مذکور ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے' اگر اس نے اسی حال میں نماز پڑھی تو اس نے اچھا نہیں کیا' لیکن اس کی نماز صحیح ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ (بالوں اور کپڑوں کو نہ موڑنا) استحباب پر مبنی ہے' جس نے ایسا کیا اور جماعت کھڑی ہو گئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے۔

بال موڑنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے بالوں کو سر کے وسط میں اکٹھا کر کے دھاگے سے باندھ لے اس سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ اس کو ایسی حالت میں نماز پڑھنی چاہیے کہ اس کے بال بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۳۱ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ خیر الدین رملی نے لکھا ہے کہ نماز میں کپڑے کو اٹھانا مکروہ تحریمی ہے' جیسے کپڑے کو موڑنا۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر مٹی سے بچانے کے لیے کپڑے کو اٹھایا جائے تو پھر حرج نہیں ہے۔

خلاصہ اور منیہ میں مذکور ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک موڑا جائے تو پھر مکروہ ہے' اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کہنیوں سے کم آستینوں کو موڑا جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے' لیکن البحر الرائق میں مذکور ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ہر صورت میں کپڑا موڑنا مکروہ ہے کیونکہ کپڑا موڑنا ہر صورت میں صادق آتا ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۰ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی یا دامن سمیٹے' نماز پڑھنا بھی مکروہ تنزیہی ہے خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔ (بہار شریعت حصہ ۳ ص ۸۴ 'ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

علامہ عینی حنفی نے تلویح اور علامہ ابن التین کے حوالے سے لکھا ہے کہ کپڑا موڑنا مکروہ تنزیہی ہے' علامہ شامی اور صاحب البحر الرائق کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی نے مکروہ تحریمی کی تصریح کی ہے' قوت دلیل سے بہر حال یہی راجح ہے لیکن یہ وہ مکروہ تحریمی نہیں ہے جس سے نماز واجب الاعادہ ہو۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۹۸۔ ج ۱ ص ۱۲۸۷ پر مذکور ہے' اس شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) اعضاء سجود کے بیان میں مذاہب ائمہ (۲) سجدہ میں پیر زمین پر رکھنے کی فرضیت کی تحقیق (۳) سجدہ میں کسی ایک انگلی کے پیٹ لگانے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق (۴) نماز میں کپڑا موڑنے یا اڑسنے اور بال سنوارنے کا شرعی حکم۔

یہ شرح ۱۰۵ صفحات پر محیط ہے' اور کسی کتاب میں ایسی تحقیق نہیں ہے۔

۸۱۰- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْنَا أَنْ نَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، وَلَا نَكُفَّ ثَوْبًا وَلَا شَعَرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از طاوس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ ہم کپڑا موڑیں اور نہ بال۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۸۰۹ میں گزر گئی ہے۔

۸۱۱- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ، قَالَ كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا قَالَ سَمِعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عبد اللہ بن یزید الخطمی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء بن عازب نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں ہیں' انہوں نے کہا:

اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ حَتّٰى يَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْاَرْضِ.

ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے پس جب آپ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ کو نہیں موڑتا تھا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ دیتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۹۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جو امام کے پیچھے نمازی ہیں وہ کب سجدہ کریں۔

۱۳۴ - بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ

ناک پر سجدہ کرنا

۸۱۲- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ عَلٰى اَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ' وَالرُّكْبَتَيْنِ' وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ' وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں' پیشانی پر اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک پر اشارہ کیا اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور قدموں کی اطراف پر اور ہم کپڑوں اور بالوں کو نہ موڑیں۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۸۰۹ میں گزر گئی ہے۔

۱۳۵ - بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ' فِي الطِّيْنِ

مٹی یا کیچڑ میں ناک پر سجدہ کرنا

اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود' ناک پر سجدہ کرنے کی تاکید ہے' کیونکہ جب آپ نے مٹی یا کیچڑ کے باوجود ناک پر سجدہ کرنے کو ترک نہیں کیا تو جب مٹی یا کیچڑ نہ ہو تو ناک پر سجدہ کرنا زیادہ لائق ہے۔

۸۱۳- حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ اِنْطَلَقْتُ اِلٰى اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ فَقُلْتُ اَلَا تَخْرُجُ بِنَا اِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ؟ فَخَرَجَ' فَقَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِيْ مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ؟ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ الْاُوَلِ مِنْ رَمَضَانَ' وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ' فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِيْ تَطْلُبُ اَمَامَكَ' فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ' فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِيْ تَطْلُبُ اَمَامَكَ' فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا' صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ' فَقَالَ مَنِ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' پس میں نے کہا: کیا آپ ہمارے ساتھ کھجوروں کے باغ کی طرف نہیں چلتے وہاں ہم باتیں کریں؟ سو وہ نکلے' ابوسلمہ نے کہا: پس میں نے کہا: آپ ہمیں وہ حدیث بیان کریں جو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں سنی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا' اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا' پس آپ کے پاس حضرت جبریل آئے اور انہوں نے کہا: آپ جس چیز کو طلب کر رہے ہیں وہ آگے ہے' پھر آپ نے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' سو ہم نے بھی آپ کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ، فَإِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نُسِّيتُهَا، وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ، وَإِنِّي رَأَيْتُ كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِينٍ وَمَاءٍ. وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيدَ النَّخْلِ، وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا، فَجَاءَتْ قَزَعَةٌ فَأُمْطِرْنَا، فَصَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ وَالْمَاءِ عَلٰى جَبْهَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْنَبَتِهِ، تَصْدِيقَ رُؤْيَاهُ.

ساتھ اعتکاف کیا' آپ کے پاس پھر حضرت جبریل آئے اور کہا: آپ جس چیز کو طلب کر رہے ہیں وہ آپ کے آگے ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رمضان کی صبح کو کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ لوٹ جائے کیونکہ میں نے لیلۃ القدر کو دیکھ لیا اور بے شک مجھے وہ بھلا دی گئی اور وہ آخری عشرہ کی طاق رات میں ہے اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں اور مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی بنی ہوئی تھی اور ہم آسمان میں کوئی چیز نہیں دیکھ رہے تھے' پھر بادل آیا اور ہم پر بارش ہوئی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ میں نے مٹی اور پانی کا نشان آپ کی پیشانی اور ناک پر دیکھا' یہ آپ کے خواب کی تصدیق تھی۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ الْحُمَيْدِيُّ يَحْتَجُّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ يَقُوْلُ لَا يَمْسَحُ.

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: گویا کہ حُمیدی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں: مسح نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٦٩ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے۔

پیشانی اور ناک پر سجدہ کرنے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ سجدہ صرف پیشانی اور ناک پر فرض ہے' اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس حدیث میں سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد ساتوں اعضاء پر سجدہ کی فرضیت نہیں ہے بلکہ صرف پیشانی اور ناک پر سجدہ کی فرضیت ہے۔

زیادہ کیچڑ میں نماز پڑھنے کا عدم جواز

اس حدیث میں کیچڑ پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے' لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ جب بہت معمولی کیچڑ ہو' لیکن جب زیادہ کیچڑ ہو جس سے چہرہ اور کپڑے کیچڑ میں لتھڑ جائیں تو اس پر نماز پڑھنی جائز نہیں ہے' ایسی صورت میں آپ نے سواری پر نماز پڑھی ہے۔

حضرت یعلیٰ بن مُرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' وہ ایک تنگ جگہ پر پہنچے' پس نماز کا وقت آ گیا' اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے کیچڑ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اذان اور اقامت کہی (یعنی اس کا حکم دیا) پھر اپنی سواری پر آگے بڑھ کر ان کو نماز پڑھائی' آپ اشارے سے نماز پڑھ رہے تھے اور سجدہ کو رکوع سے زیادہ جھکا ہوا کرتے تھے۔ (سنن ترمذی: ٤١١' مسند احمد ج ٤ ص ١٧٣)

اور یہ دین میں آسانی کے مشابہ ہے اور اپنے کپڑوں کو کیچڑ میں لتھیڑنا کوئی عبادت نہیں ہے اور سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے جب اور کوئی خشک جگہ نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٠٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

١٣٦ - بَابُ عَقْدِ الثِّيَابِ وَشَدِّهَا، وَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ، إِذَا خَافَ أَنْ تَنْكَشِفَ عَوْرَتُهُ

جب شرم گاہ کھل جانے کا خطرہ ہو تو کپڑے کو گرہ لگانا اور باندھنا

سجود کے ابواب میں اس حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے بعض اوقات ستر کھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے' خصوصاً جب نمازی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہا ہو۔

٨١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمْ عَاقِدُو أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ، حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابی حازم از سہل بن سعد' انہوں نے کہا: لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور چادروں کے چھوٹی ہونے کی وجہ سے انہوں نے ان چادروں کو اپنی گردنوں میں گرہ لگا کر باندھا ہوا ہوتا تھا' پس خواتین سے کہا گیا: تم اس وقت تک اپنے سروں کو نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب کپڑا تنگ ہو۔

١٣٧ - بَابُ لَا يَكُفُّ شَعَرًا

نمازی بال نہ موڑے

٨١٥ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، وَلَا يَكُفَّ ثَوْبَهُ وَلَا شَعَرَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں از عمرو بن دینار از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ کپڑوں کو موڑیں اور نہ بالوں کو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٠٩ میں گزر چکی ہے۔

١٣٨ - بَابُ لَا يَكُفُّ ثَوْبَهُ فِي الصَّلٰوةِ

نمازی نماز میں اپنے کپڑے کو نہ موڑے

٨١٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةٍ لَا أَكُفُّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں' نہ بالوں کو موڑوں اور نہ کپڑے کو۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ٨٠٩ میں گزر چکی ہے۔

١٣٩ - بَابُ التَّسْبِيْحِ وَالدُّعَاءِ فِي السُّجُوْدِ

سجدہ میں تسبیح پڑھنا اور دعا کرنا

٨١٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْصُوْرٌ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ. يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدہ میں اکثر یہ پڑھتے تھے: ''سبحانك الله ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی'' آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے۔

النصر: ٣ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کریں اور اپنے رب سے مغفرت طلب کریں' اس لیے آپ رکوع اور سجود میں تسبیح پڑھتے اور مغفرت کی دعا کرتے تھے۔

اس حدیث کی باقی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٤ میں گزر چکی ہے۔

١٤٠ - بَابُ الْمُكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا

٨١٨ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ وَذَاكَ فِيْ غَيْرِ حِيْنِ صَلٰوةٍ، فَقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ، فَقَامَ هُنَيَّةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ هُنَيَّةً، فَصَلّٰى صَلٰوةَ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا. قَالَ اَيُّوْبُ كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ اَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهٗ، كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ کہ حضرت مالک بن الحویرث نے اپنے اصحاب سے کہا: کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز (کے طریقہ) کی خبر نہ دوں اور اس وقت کسی نماز کا وقت نہیں تھا' پھر انہوں نے قیام کیا' پھر رکوع کیا' پھر اللہ اکبر کہا' پھر اپنا سر اٹھایا' پھر تھوڑی دیر کھڑے رہے' پھر سجدہ کیا' پھر اپنا سر اٹھایا' تھوڑی دیر (بیٹھے) رہے' پھر انہوں نے ہمارے اس بوڑھے حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب نے کہا: انہوں نے ایسا فعل کیا جیسے میں نے اوروں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا' وہ تیسری اور چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٧٧ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے طریقہ کی تعلیم دینے کے لیے نماز پڑھنا۔

٨١٩ - قَالَ فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ، فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى اَهْلِيْكُمْ، صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا، صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ.

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پھر ہم آپ کے پاس ٹھہرے' پھر آپ نے فرمایا: اگر تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا' اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور تم میں سے بڑی عمر کا تمہیں نماز پڑھائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۲۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: سفر میں ایک مؤذن اذان دے۔

۸۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ، مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرِيُّ، قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ سُجُوْدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوْعُهٗ، وَقُعُوْدُهٗ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو احمد محمد بن عبد اللہ الزبیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از الحکم از عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سجود' اور رکوع اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا سب تقریباً برابر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۸۲۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنِّيْ لَا اٰلُوْ اَنْ اُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِنَا. قَالَ ثَابِتٌ كَانَ اَنَسٌ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ اَرَكُمْ تَصْنَعُوْنَهٗ! كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ، وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: بے شک میں تمہیں نماز پڑھانے میں اس طریقہ سے بالکل کمی نہیں کرتا جس طریقہ سے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ ثابت نے کہا: حضرت انس اپنی نماز میں وہ کام کرتے تھے جس کو میں نے تمہیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا' جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو کھڑے رہتے حتیٰ کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ یہ بھول گئے ہیں اور دو سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھتے کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ یہ بھول گئے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۱ - بَابٌ لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُوْدِ

نمازی سجدہ میں اپنی کلائیاں نہ بچھائے

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِهِمَا.

حضرت ابوحمید نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا' نہ ان کو بچھایا اور نہ اُن کو پہلوؤں سے دور رکھا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۸۲۸ میں ہے' جس کا ذکر تین ابواب کے بعد آ رہا ہے۔

۸۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ، وَلَا يَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: سجدہ میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنی کلائیوں کو اس طرح نہ بچھائے' جس طرح کتا بچھاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۹۳' الرقم المسلسل: ۱۰۸۲' سنن ابوداؤد: ۸۹۷' سنن نسائی: ۱۱۰۹' سنن ابن ماجہ: ۸۹۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۸۵۳' صحیح ابن حبان: ۱۹۲۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۶۶۔ ج ۱۹ ص ۱۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۰' مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۷ھ)

کتے کی طرح ہاتھ بچھانے کا معنی یہ ہے کہ ہتھیلیوں کے ساتھ کہنیوں کو زمین پر رکھے' یعنی نمازی اپنے ہاتھوں کو بچھانے اور ہتھیلیوں کو زمین پر رکھنے اور کہنیوں کو زمین سے اٹھانے کے درمیان رکھے اور پیٹ کو رانوں سے نہ ملائے۔

حافظ علاء الدین مغلطائی حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

عبدالرحمن بن شبل بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوے کی طرح چونچ مارنے اور درندہ کی طرح ہاتھ بچھانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۷' المستدرک ج ۱ ص ۲۲۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۱۸)

اس کے معارض یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے آپ سے شکایت کی کہ جب وہ ہاتھوں کو کشادہ کر کے سجدہ کرتے ہیں تو ان کو مشقت ہوتی ہے' تب آپ نے ان سے فرمایا: تم گھٹنوں سے مدد لو۔

(سنن ابوداؤد: ۹۰۲' سنن ترمذی: ۲۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۱۷' المستدرک ج ۱ ص ۲۲۹' صحیح ابن حبان: ۵۰۷' کنز العمال: ۱۹۷۹۴)

ابن عجلان نے کہا: یعنی جب سجدہ میں مشقت ہو تو اپنی کہنیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۵۲۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درندہ کی طرح کلائیوں کو بچھانے سے منع فرمایا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ہیئت مکروہ ہے اور اس کی ضد مستحب ہے' یعنی سجدہ میں بازوؤں کو زمین سے اٹھا کر کشادہ رکھے' اور اس میں حکمت یہ ہے کہ جب وہ اپنے بازوؤں کو کشادہ رکھے گا تو چہرے پر اس کا اعتماد کم ہوگا اور اس کی ناک پر اثر نہیں ہوگا' اور زمین پر چہرہ رکھنے سے اس کو تکلیف نہیں ہوگی اور نماز میں اس کو تشویش نہیں ہوگی اور جب وہ اپنے بازوؤں کو زمین پر بچھائے گا تو اس کا اعتماد اور سہارا چہرے پر ہوگا اور اس وقت اس کو تکلیف اور خلل ہوگا' یہ مردوں کے سجدہ کرنے کا حکم ہے اور عورتوں کے لیے سجدہ کرنے کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے بازوؤں کو زمین پر بچھا کر اور رانوں کو پیٹ سے ملا کر رکھیں۔ (المفہم ج ۲ ص ۹۶' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

مردوں کے لیے سجدہ میں بازو کشادہ رکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے بازوؤں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔ (صحیح مسلم: ۴۹۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۵)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ پیچھے سے آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی اور جب آپ بیٹھتے تو بائیں ران پر بیٹھتے۔

(صحیح مسلم: ۴۹۷' سنن ابوداؤد: ۸۹۸' سنن نسائی: ۱۱۰۸' سنن ابن ماجہ: ۸۸۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۳)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کے ہاتھوں کے درمیان سے بکری کا بچہ گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۴۹۶' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵۔ ۳۳۲)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۰۴۔ ج ۱ ص ۱۳۰۳ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

١٤٢ - بَابٌ مَنِ اسْتَوٰی قَاعِدًا فِیْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ، ثُمَّ نَهَضَ

جونمازی نماز کی طاق رکعت میں بیٹھ کر پھر کھڑا ہوا

٨٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِیُّ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ، فَاِذَا كَانَ فِیْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ، لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِیَ قَاعِدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد حذاء نے خبر دی از ابی قلابہ' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن الحویرث اللیثی نے خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' پس جب آپ نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو اس وقت کھڑے نہیں ہوتے تھے حتیٰ کہ سیدھے بیٹھ جاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ٨٤٣' سنن ترمذی: ٢٨٧' سنن نسائی: ١١٥١' مسند الطحاوی: ٦٦٦٩' جامع المسانید لابن الجوزی: ٦١٣٨' ملتبة الرشد ریاض' ١٤٢٧ھ)

جلسہ استراحت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جلسہ استراحت کا ثبوت ہے' یعنی پہلی رکعت کے دوسجدوں کے بعد بیٹھ جائے' پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو' اسی طرح تیسری رکعت کے دوسجدوں کے بعد بیٹھ جائے' پھر چوتھی رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

جمہور علماء نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرنے کو ترک کر دیا اور انہوں نے کہا: جب پہلی رکعت یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو اپنے پیروں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے اور بیٹھ کر کھڑا نہ ہو۔ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے اسی طرح مروی ہے۔ النعمان بن ابی عیاش بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد اصحاب کو دیکھا کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد بغیر بیٹھے دوسری اور چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے' النخعی طاق رکعت کے بعد جلدی کھڑے ہوتے تھے' الزہری نے کہا: ہمارے شیوخ اسی طرح کرتے تھے۔

ابوالزناد نے کہا: یہی سنت ہے' امام مالک' ثوری' فقہاء احناف' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے' امام احمد بن حنبل نے کہا: اکثر احادیث میں اسی طرح ہے' حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔

امام شافعی نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ آدمی اپنی نماز کی طاق رکعت کے بعد بیٹھ جائے' اس کے بعد اگلی رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

جلسہ استراحت کے ترک پر جمہور فقہاء کے دلائل

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کے خلاف جمہور فقہاء کی حجت یہ ہے:

عباس بن سہل الساعدی بیان کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں ان کے والد' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابواُسید اور حضرت ابوحمید الساعدی انصاری بیٹھے ہوئے نماز کے متعلق مذاکرہ کر رہے تھے' حضرت ابوحمید نے کہا: میں نماز کے متعلق تم سب سے زیادہ جانتا ہوں' انہوں نے کہا: آپ ہمیں نماز پڑھ کر دکھائیں' پس حضرت ابوحمید نے اللہ اکبر پڑھ کر قیام کیا اور اس میں رفع یدین کیا' پھر طویل حدیث ذکر کی اور اس میں ذکر ہے کہ جب انہوں نے پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا

تو بغیر بیٹھے دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے۔

یہ حدیث حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث کے خلاف ہے تو پھر اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عذر کی وجہ سے جلسہ استراحت کیا تھا' جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں چار زانو بیٹھتے تھے اور جب ان سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میرے دونوں پیر میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے' اسی طرح یہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کسی عذر کی وجہ سے جلسہ استراحت کرتے ہوں۔

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت ابوحمید جب رکوع کا ارادہ کرتے تو تکبیر پڑھتے اور جب رکوع میں جاتے تو تکبیر پڑھتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو تکبیر پڑھتے اور جب سجدہ میں جاتے تو تکبیر پڑھتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر پڑھتے' اور جب دوسرا سجدہ کرتے تو تکبیر پڑھتے اور جب دوسرے سجدہ سے کھڑے ہوتے تو تکبیر پڑھتے' اور اس حدیث میں دوسرے سجدہ اور کھڑے ہونے کے درمیان بیٹھنے کا ذکر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ طاق رکعت کے بعد جلسہ استراحت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام معمول نہیں تھا۔ (شرح معانی الآثار: ۱۵۰۶۔ ج ۱ ص ۷ ۳۳' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۰۹۔ ۵۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کی طاق رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھے بغیر دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیروں کے سروں پر نماز میں اٹھتے تھے (یعنی دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر نہیں کھڑے ہوتے تھے)۔ (سنن ترمذی: ۲۸۸)

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن یزید کو نماز میں غور سے دیکھا' وہ دو سجدوں کے بعد کھڑے ہوتے تھے اور بیٹھتے نہیں تھے' انہوں نے کہا: وہ پہلی اور دوسری رکعت میں اپنے پیروں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۹۷۲۔ ۲۹۷۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۴' ادارۃ القرآن' کراچی)

ابن عطیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اسی طرح کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۹۷۳)

عبدالرحمن ابن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے پیروں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے (یعنی دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھتے نہیں تھے)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۹۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عبید بن ابی الجعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے پیروں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۰' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر' حضرت علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم نماز میں اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وہب بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما جب دوسرا سجدہ کرتے تو اسی طرح اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں اپنے پیروں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی اور تیسری رکعت میں جب اٹھنے کا ارادہ کرتے تو بیٹھتے نہیں تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

الزہری بیان کرتے ہیں کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ کے بعد جب کھڑے ہوتے تو اسی طرح کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زبیر بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم پہلی رکعت کے آخری سجدہ کے بعد جلدی کھڑے ہوتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۱۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نعمان بن ابی عیاش بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سے زیادہ اصحاب کو دیکھا' وہ جب پہلی اور تیسری رکعت کا دوسرا سجدہ کرتے تو اسی طرح کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۱۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵' ادارۃ القرآن' کراچی)

جلسہ استراحت کے مسنون نہ ہونے پر مزید دلائل

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب' امام مالک اور ثوری نے کہا ہے کہ اپنے قدموں کے سروں پر بغیر بیٹھے کھڑا ہو اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب نمازی سجدہ سے سر اٹھائے تو بیٹھ جائے' پھر زمین پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس کے سہارے سے سیدھا کھڑا ہو۔

امام ابوجعفر نے کہا: حضرت ابوحمید الساعدی کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ سے سر اٹھا کر بغیر بیٹھے کھڑے ہو جاتے تھے اور حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث میں ہے کہ آپ بیٹھ کر کھڑے ہوتے تھے' ہوسکتا ہے کہ آپ کا بیٹھنا کسی عذر کی وجہ سے ہو اور حضرت رفاعہ بن رافع کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: پھر سجدہ کرو' پس اعتدال سے سجدہ کرو' پھر کھڑے ہو۔ اس حدیث میں آپ نے اس اعرابی کو دو سجدوں کے بعد بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نمازی اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے اور اسی کے ساتھ اگلی رکعت کے لیے کھڑا ہو اور یہ نہیں ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور پھر دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو' اگر یہ جلسہ استراحت مسنون ہوتا تو پھر اس کے بعد کھڑے ہونے کے لیے بھی تکبیر پڑھی جاتی' جیسے نماز کے تمام انتقالات میں تکبیر پڑھی جاتی ہے۔
(مختصر اختلاف العلماء ج ۱ ص ۲۱۴-۲۱۳' دار البشائر الاسلامیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

۱۴۳ - بَابٌ كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ

نمازی زمین پر کس طرح ٹیک لگائے جب کسی رکعت کے لیے کھڑا ہو

۸۲۴- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ ابْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هٰذَا فَقَالَ إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلٰوةَ وَلٰكِنْ أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي. قَالَ أَيُّوبُ فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلٰوتُهُ؟ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ' انہوں نے کہا: ہمارے پاس حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے ہم کو ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی' پھر انہوں نے کہا: میں تم کو نماز پڑھا رہا ہوں اور میرا ارادہ نماز پڑھانے کا نہیں ہے' لیکن میرا ارادہ یہ ہے کہ میں تم کو یہ دکھاؤں کہ

مِثْلَ صَلٰوةِ شَيْخِنَا هٰذَا' يَعْنِي عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَ . قَالَ اَيُّوْبُ وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيْرَ' وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ' وَاعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ.

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایوب نے کہا: پس میں نے ابوقلابہ سے پوچھا: اوران کی نماز کس طرح تھی؟ انہوں نے کہا: ہمارے اس بوڑھے شخص کی نماز کی طرح اوران کی اس سے مراد حضرت عمرو بن سلمہ تھے۔ ایوب نے کہا: اور وہ بوڑھے شخص پوری تکبیر پڑھتے تھے اور جب وہ دوسرے سجدہ سے سراٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر ٹیک لگاتے' پھر کھڑے ہوتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۷۷ میں گزرچکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جوشخص لوگوں کونماز پڑھائے اور اس کا ارادہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ سکھانا ہو' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نمازی زمین پر کس طرح ٹیک لگائے جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو' اوراس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۱۴۴ - بَابٌ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ

نمازی دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت تکبیر پڑھے

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جب نمازی پہلا تشہد پڑھنے کے بعد دوسجدے کر کے تیسری رکعت کے لیے اٹھنے لگے تو تکبیر پڑھے۔

وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِي نَهْضَتِهٖ.

اور حضرت ابن الزبیر سجدہ سے اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۴۲)

۸۲۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ' فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ' وَحِيْنَ سَجَدَ' وَحِيْنَ رَفَعَ' وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ' وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۹۱' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از سعید بن الحارث' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی' جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو بلند آواز سے تکبیر کہی اور جب سجدہ کیا اور جب سر اٹھایا اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوئے' اور کہا: میں نے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن صالح ابوزکریا الوحاظی الحمصی (۲) فلیح بن سلیمان بن ابی المغیرۃ' ان کا نام عبدالملک ہے اوران کا لقب فلیح ہے' ان کا لقب ان کے نام سے زیادہ مشہور ہے (۳) سعید بن الحارث بن المعلی الانصاری المدنی (۴) حضرت ابوسعید الخدری' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۴۴-۱۴۳)

۸۲۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ' عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَعِمْرَانُ صَلٰوةً خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ اَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی

طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ، أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي، فَقَالَ لَقَدْ صَلّٰى بِنَا هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ لَقَدْ ذَكَّرَنِي هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مطرف وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور عمران نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ کے پیچھے نماز پڑھی، پس جب وہ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے، پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: انہوں نے ہمیں اسی طرح نماز پڑھائی ہے جس طرح سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے تھے، یا کہا: انہوں نے مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۵ - بَابُ سُنَّةِ الْجُلُوْسِ فِي التَّشَهُّدِ

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ

وَكَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِي صَلٰوتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ، وَكَانَتْ فَقِيْهَةً.

اور حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ فقیہہ تھیں۔

ام الدرداء کا نام خیرہ بنت ابی حدرد ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام جہیمہ ہے، جن کا نام خیرہ ہے، وہ ام الدرداء کبیرہ صحابیہ ہیں اور جس کا نام جہیمہ ہے، وہ ام الدرداء صغیرہ تابعیہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۴۲)

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

مکحول بیان کرتے ہیں کہ ام الدرداء نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۱، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۵، دار الکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰، ادارۃ القرآن، کراچی)

نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں اختلاف ہے، ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ عورت مرد کی طرح بیٹھے، جیسے حضرت ام الدرداء کا فعل تھا، النخعی اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔

دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ وہ جس طرح چاہے بیٹھے، یہ عطاء، شعبی، فقہاء احناف اور امام شافعی کا مذہب ہے اور صفیہ چار زانو بیٹھتی تھیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خواتین بھی اسی طرح بیٹھتی تھیں، اور بعض متقدمین نے کہا ہے کہ عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں چار زانو بیٹھیں اور مردوں کی طرح نہ بیٹھیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ تشہد میں مردوں کی طرح بیٹھے اور وہ یہ ہے کہ دایاں پیر کھڑا کر دے اور بایاں پیر بچھا دے ابراہیم النخعی، امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے اسی طرح کہا ہے، حضرت انس سے بھی اسی طرح مروی ہے، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے اور اپنی طاقت کے مطابق اپنے جسم کے اجزاء کو ایک دوسرے کے ساتھ ملائے اور رکوع، سجدہ اور جلسہ (بیٹھنے) میں اپنے اعضاء کو کشادہ نہ رکھے، بہ خلاف مردوں کے اور ایک قوم نے کہا: وہ جس طرح چاہے بیٹھے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۴۵، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ)

عورت کے بیٹھنے کے متعلق علامہ عینی نے جو فقہاء احناف کا مذہب لکھا ہے' وہ صحیح نہیں ہے۔ تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

عورت کے نماز میں بیٹھنے اور سجدہ کرنے کے طریقہ میں فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ لکھتے ہیں:

عورت اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے اور اپنے دونوں پیروں کو دائیں جانب سے نکالے' اس میں اس کے لیے زیادہ ستر ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ بدرالدین حنفی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ فرض ستر کی رعایت کرنا سنیت قعدہ سے اولیٰ ہے۔ (البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۲ ص ۳۰۵' مکتبہ حقانیہ' ملتان)

علامہ ابوبکر محمد بن احمد السرخسی متوفی ۴۸۳ ھ لکھتے ہیں:

عورت سجدہ میں اپنے جسم کو سمیٹے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے اور بازوؤں کو پہلوؤں سے ملائے' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے سجدہ کے طریقہ میں مروی ہے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ عورت میں اصل ستر ہے' سو جو طریقہ عورت کے ستر کے زیادہ موافق ہو' وہ اولیٰ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: عورت مستورہ ہے یعنی چھپائی جانے والی ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۱۷۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۵) (المبسوط ج ۱ ص ۱۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ متوفی ۶۱۶ ھ لکھتے ہیں:

عورت قعدہ میں اس طرح بیٹھے' جس میں اس کے لیے زیادہ ستر ہو۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۸۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ عثمان بن علی الزیلعی الحنفی التوفی ۷۴۳ ھ لکھتے ہیں:

عورت جھکے اور سجدہ میں اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملائے کیونکہ یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے' جو نماز پڑھ رہی تھیں' آپ نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت کو ایک دوسرے سے ملاؤ کیونکہ عورت اس میں مرد کی طرح نہیں ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۳۹۴' مراسیل ابوداؤد: ۸۷' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳)

(مزید لکھتے ہیں:) عورت نماز کی دس چیزوں میں مرد کے خلاف ہے' عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے گی اور اپنے سینہ کے نیچے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے گی' اور اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر گھٹنوں تک رکھے گی' سجدہ میں اپنی بغلوں کو ظاہر نہیں کرے گی' تشہد میں اپنے کولہے کے اوپر بیٹھے گی' رکوع میں اپنی انگلیوں کو متفرق نہیں رکھے گی' مردوں کی امامت نہیں کرے گی' ان کی جماعت مکروہ ہے اور ان کی امام ان کے وسط میں کھڑی ہوگی۔ (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۰۷' ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی' کراچی' ۱۴۲۱ ھ)

نیز علامہ زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ ھ نے لکھا ہے: عورت تشہد میں اپنے کولہے پر بیٹھے کیونکہ اس کا زیادہ ستر اس میں ہے۔

(تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۱۳' ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی' کراچی' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ نے الخزائن کے حوالہ سے چند مزید چیزوں کا اضافہ کیا ہے' جن میں عورت کی نماز کے احکام مردوں کے خلاف ہیں' انہوں نے کہا ہے: عورت کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جانا مکروہ ہے' اور وہ جماعت میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوگی' عورت پر جمعہ فرض نہیں ہے' لیکن پڑھے گی تو جمعہ ادا ہو جائے گا' نہ عورت پر عید اور تکبیرات تشریق ہیں' اور نہ اس پر صبح کی نماز سفیدی میں مستحب ہے' نہ وہ جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے' خلاصہ یہ ہے کہ نماز کے احکام میں عورت چھبیس (۲۶) چیزوں میں مرد کے احکام کے خلاف ہے' البحر الرائق اور غنیۃ

المستملی میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۸۷-۱۸۶ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

عورتوں کی نماز کے طریقہ کے متعلق احادیث اور آثار

علقمہ' حضرت وائل بن حجر سے راوی ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے وائل بن حجر! جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے مقابل اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ اپنے سینہ کے مقابل اٹھائے۔

(معجم کبیر ج ۲۲ ص ۲۰ 'مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۳ - ج ۹ ص ۳۷۴)

خالد بن الحجاج بیان کرتے ہیں کہ عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں چارزانو (آلتی پالتی مار کر) بیٹھیں اور مردوں کی طرح سرین پر نہ بیٹھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

نافع بیان کرتے ہیں کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نماز میں چارزانو بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۰ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۴ 'دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

اس حدیث میں جس صفیہ کا ذکر ہے' یہ ابوعبید کی بیٹی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زوجہ ہیں۔

قتادہ نے کہا: عورت کو جس طرح آسانی ہو' اس طرح بیٹھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۳ 'مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۷ 'دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰ 'ادارۃ القرآن)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ازواج نماز میں چارزانو بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۹ 'دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰ 'ادارۃ القرآن)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا عورت دو رکعت کے بعد اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ میرے نزدیک دائیں کولہے پر بیٹھنے کی بہ نسبت مستحسن ہے۔ الحدیث

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۷ 'مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

نماز میں عورت کے سجدہ کرنے کا طریقہ

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنے جسم کو سمیٹے اور اپنی رانوں کو (اپنے پیٹ کے ساتھ) ملائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۳ 'مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۷۷ 'دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰ 'ادارۃ القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عورت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: وہ اپنے اعضاء کو جمع کرے اور سمیٹے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۴ 'مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۷۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ابراہیم النخعی نے کہا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو ملائے اور اپنا پیٹ ان پر رکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۷۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم نے کہا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے اور اپنے کولہوں کو اوپر نہ اٹھائے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے دور نہ رکھے' جس طرح مرد دور رکھتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۸۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلٰوةِ اِذَا جَلَسَ، فَفَعَلْتُهُ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ، فَنَهَانِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَقَالَ اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى، وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰى، فَقُلْتُ اِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ اِنَّ رِجْلَيَّ لَا تَحْمِلَانِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبدالرحمان بن القاسم از عبداللہ بن عبداللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں چارزانو (آلتی پالتی مارکر) بیٹھتے تھے سو میں نے بھی اس طرح کیا اور اس وقت میں کم سن تھا' تو حضرت عبداللہ بن عمر نے مجھے منع کیا اور بتایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ تم اپنا دایاں پیر کھڑا کرو اور بایاں پیر موڑو میں نے کہا: آپ تو اس طرح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میرے پیر میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۵۹-۹۵۸' صحیح ابن خزیمہ: ۶۷۸' سنن نسائی: ۱۱۵۶' السنن الکبریٰ: ۷۵۷' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۶۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۹۵۹)

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

ائمہ مذاہب کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نمازی اپنا دایاں پیر کھڑا کرلے اور بایاں پیر موڑے نمازی کے بیٹھنے کے طریقہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک کے نزدیک یہ طریقہ ہے کہ دایاں پیر کھڑا کرلے اور بائیں پیر کو موڑ لے اور پہلے اور دوسرے قعدہ میں زمین پر بیٹھ جائے' امام مالک سے جو تورک منقول ہے' اس کی یہی صفت ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ اس میں امام مالک کے نزدیک مرد اور عورت برابر ہیں' اور امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ نمازی پہلے قعدہ میں اس طرح بیٹھے اور دوسرے قعدہ میں بائیں پیر پر بیٹھے اور دائیں پیر کو کھڑا کرلے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۴۶' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام مالک' یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ قاسم بن محمد نے ان کو دکھایا کہ تشہد میں کس طرح بیٹھتے ہیں' انہوں نے اپنا دایاں پیر کھڑا کیا اور بایاں پیر موڑ لیا اور وہ بائیں کولہے پر بیٹھ گئے اور اپنے پیر پر نہیں بیٹھے' پھر کہا: مجھے عبداللہ بن عبداللہ بن عمر نے اس طرح کر کے دکھایا تھا اور کہا تھا کہ ان کے والد اسی طرح کرتے تھے۔

(موطأ امام مالک: ۲۰۷- ج ۱ ص ۱۰۰' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ زین الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا ہے کہ عورت چارزانو بیٹھے یا دائیں جانب ٹانگیں نکال کر بیٹھے اور دائیں جانب ٹانگیں نکال کر بیٹھنا افضل ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے ام الدرداء کے فعل کو اسی طریقہ پر محمول کیا ہے اور امام احمد نے تصریح کی ہے کہ ام الدرداء کے فعل کی طرف کوئی نہ جائے۔

سنن سعید بن منصور میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کولہوں پر بیٹھتی تھیں اور اپنی رانوں کو ملاتی تھیں اور بعض اوقات چارزانو بیٹھتی تھیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۱۵۳-۱۵۲' دار ابن الجوزی' ۱۴۱۷ھ)

٨٢٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ.

وَحَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، وَيَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى، حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا، وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى، وَنَصَبَ الْيُمْنَى، وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَنَصَبَ الْأُخْرَى، وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ. وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ، وَيَزِيدُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَلْحَلَةَ، وَابْنُ حَلْحَلَةَ مِنِ ابْنِ عَطَاءٍ. قَالَ أَبُو صَالِحٍ، عَنِ اللَّيْثِ كُلُّ فَقَارٍ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو حَدَّثَهُ كُلُّ فَقَارٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از خالد از سعید از محمد بن عمرو بن حلحلہ از محمد بن عمرو بن عطاء۔

اور ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب و یزید بن محمد' از محمد بن عمرو بن حلحلہ از محمد بن عمرو بن عطاء' انہوں نے بیان کیا کہ وہ نبی ﷺ کے اصحاب کی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' پس ہم نے نبی ﷺ کی نماز کا ذکر کیا' تو حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے آپ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ یاد ہے' میں نے آپ کو دیکھا جب آپ اللہ اکبر کہتے تو آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے متوازی اٹھاتے' اور جب آپ رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر جما کر رکھتے' پھر آپ اپنی کمر کو جھکاتے' اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ جاتا' پھر جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھتے' نہ ان ہاتھوں کو بچھاتے نہ سمیٹتے اور اپنے پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھتے' پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر پر بیٹھتے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے' اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر کو آگے نکال لیتے اور دوسرے پیر کو کھڑا کر لیتے اور اپنی مقعد پر بیٹھتے۔ اس حدیث کو لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید نے محمد بن حلحلہ سے' اور ابن حلحلہ نے عطاء سے سنا ہے اور ابو صالح نے لیث سے اس طرح سنا ہے کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ جاتا' اور ابن المبارک نے یحییٰ بن ایوب سے روایت کی ہے کہ مجھ کو یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی کہ محمد بن عمرو نے ان سے حدیث بیان کی' اس میں ہر جوڑ کا ذکر ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٩٦٤-٩٦٣' سنن ترمذی: ٣٠٥-٣٠٤' سنن نسائی: ١١٠٠' سنن ابن ماجہ: ٨٦٢' مسند البزار: ٣٧١١' صحیح ابن خزیمہ: ٥٨٧' صحیح ابن حبان: ١٨٦٥' شرح السنۃ: ٥٥٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٨٨-٢٣٥' سنن دارمی: ١٣٥٦' شرح معانی الآثار ج ١ ص ٣٣٥' سنن بیہقی ج ٢ ص ٨٤' شرح مشکل الآثار: ٦٠٧١' مسند احمد ج ٥ ص ٤٢٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٥٩٩- ج ٣٩ ص ١٠-٧' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) یحییٰ بن بکیر بن عبد اللہ بن بکیر ابوزکریا المصری (٢) اللیث بن سعد (٣) خالد بن یزید الجمحی المصری (٤) سعید بن ابی ہلال اللیثی المدنی (٥) محمد بن عمرو بن حلحلہ الدیلی المدنی (٦) یزید بن ابی حبیب ابورجاء المصری' ابوحبیب کا نام سوید ہے (٧) یزید بن

محمد القرشی (۸) ابوحمید الساعدی الانصاری المدنی' ان کا نام عبدالرحمن ہے' ایک قول ہے: ان کا نام المنذر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۴۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر جب آپ دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر پر بیٹھتے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر کو آگے نکال لیتے اور دوسرے پیر کو کھڑا کر لیتے اور اپنی مقعد پر بیٹھتے۔

دونوں تشہد میں بیٹھنے کا ایک طریقہ ہونے کا ثبوت

امام احمد بن محمد الطحاوی مصری حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوحمید الساعدی کی حدیث کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی' میں نے (دل میں) کہا: میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے طریقہ کو محفوظ رکھوں گا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشہد کے لیے بیٹھے تو آپ نے بایاں پیر بچھا لیا' پھر اس پر بیٹھ گئے اور اپنی بائیں ہتھیلی اپنی بائیں ران پر رکھی اور اپنی دائیں کہنی دائیں ران پر رکھی اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنایا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا' پھر آپ نے دوسری رکعت میں دعا کرنی شروع کی۔

(سنن ابوداؤد: ۷۲۶' سنن نسائی: ۸۸۸' سنن ابن ماجہ: ۸۶۷' شرح معانی الآثار: ۱۵۰۳)

اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے' پھر اپنا سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک کہ سیدھے نہیں بیٹھ جاتے تھے' آپ اپنا بایاں پیر بچھا لیتے اور سیدھا پیر کھڑا کر لیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۴۱' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابووائل کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: پھر آپ اپنی انگلیوں کا عقد بنا کر دعا کرتے' اس میں دلیل ہے کہ یہ نماز کا آخری قعدہ تھا۔

یہ ایک سوال کا جواب ہے' سوال یہ ہے کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ قعدہ اخیرہ تھا' ہوسکتا ہے کہ یہ قعدہ اولیٰ ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تشہد میں دعا کی اور دعا قعدہ اخیرہ میں کی جاتی ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ دونوں قعدوں میں آپ کے بیٹھنے کا ایک ہی طریقہ تھا' آپ بایاں پیر بچھا لیتے تھے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے تھے۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۹۸' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں: اس پر اتفاق ہے کہ قعدہ اولیٰ میں دایاں پیر کھڑا کیا جائے گا اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھا جائے گا اور قعدہ اخیرہ میں اختلاف ہے' ہم کہتے ہیں کہ قعدہ اخیرہ سنت ہوگا یا فرض ہوگا' اگر وہ سنت ہے تو اس کا حکم قعدہ اولیٰ کی مثل ہوگا اور اگر وہ فرض ہے تو اس کا حکم دو سجدہ کے درمیان والے قعدہ کی مثل ہوگا' پس اس سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ثابت ہوگئی اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۳۸' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث سے امام شافعی اور ان کے موافقین نے یہ استدلال کیا ہے کہ پہلے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ دوسرے تشہد میں بیٹھنے کے طریقہ سے مختلف ہے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ دونوں تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ واحد ہے اور اس کو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۴۶ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ التَّشَهُّدَ الْاَوَّلَ وَاجِبًا لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ

جن فقہاء کے نزدیک تشہد اول واجب نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے رجوع نہیں کیا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' اسحاق' لیث' ابوثور اور تمام شہروں کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ پہلا تشہد واجب نہیں ہے سوا امام احمد کے کیونکہ انہوں نے پہلے تشہد کو واجب قرار دیا ہے' ابن القصار اور ابن التین نے اسی طرح نقل کیا ہے اور شرح الہدایہ میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قعدہ اولیٰ میں پہلے تشہد کو پڑھنا واجب ہے اور یہی مختار اور صحیح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور یہی قیاس کے موافق ہے لیکن یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے' امام احمد کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائما تشہد میں بیٹھے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے اور تشہد کی طرف رجوع نہیں کیا' اگر یہ واجب ہوتا تو آپ اس کے ترک کا تدارک کرنے کے لیے سجدہ سہو کرتے' علامہ طبری نے تشہد اول کے وجوب پر اس سے استدلال کیا ہے کہ پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی اور اس میں تشہد واجب تھا' پھر جب نماز میں اضافہ کیا گیا تو اس اضافہ سے اس تشہد کا وجوب زائل نہیں ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۳۔ ۱۵۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۲۹- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ' مَوْلٰى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ' وَقَالَ مَرَّةً مَوْلٰى رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنَ بُحَيْنَةَ' وَهُوَ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ' وَهُوَ حَلِيْفٌ لِبَنِي عَبْدِ مَنَافٍ' وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ' فَقَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ' لَمْ يَجْلِسْ' فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ' حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ' وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهٗ' كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ' فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ' ثُمَّ سَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۸۳۰۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۳۰۔ ۶۶۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن ھرمز نے حدیث بیان کی جو بنو عبد المطلب کے آزاد شدہ غلام ہیں اور مرہ نے کہا جو بنو ربیعہ بن الحارث کے آزاد شدہ غلام ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ جو ازد شنوءۃ سے ہیں اور وہ بنو عبد مناف کے حلیف ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیوں کو ظہر کی نماز پڑھائی' پھر آپ پہلی دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوئے اور نہیں بیٹھے پس نمازی بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جب آپ نے نماز پوری کر لی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور آپ بیٹھے ہوئے تھے' پھر آپ نے سلام پھیرنے سے پہلے دو سہو کے سجدے کیے' پھر آپ نے سلام پھیرا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۶۔ ۵۷۰' سنن ابوداؤد: ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۴' سنن ترمذی: ۳۹۱' سنن نسائی: ۱۲۱۸۔ ۱۱۷۳' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۹۳' مکتبۃ

الرشد ریاض ۱۴۲۷ھ مسند الطحاوی: ۱۹۹۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ ابوحمزہ کا نام دینار ہے (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عبدالرحمان بن ہرمز وہ اعرج ہیں (۵) عبداللہ بن مالک ابن بُحَینہ "بحینہ" عبداللہ کی ماں کا نام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۳)

تشہد اوّل کے فرض ہونے کی نفی اور نماز میں سجدہ سہو کرنے کا محل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے اور واپس لوٹ کر نہیں بیٹھے لیکن آپ نے سجدہ سہو کیا' اس سے معلوم ہوا کہ دو رکعت کے بعد بیٹھنا فرض نہیں ہے' البتہ واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا' اور امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں جو لکھا ہے: جن فقہاء کے نزدیک تشہد اول واجب نہیں ہے' اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ فرض نہیں ہے' بلکہ واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا تھا' امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کرنے کی جگہ نماز کا سلام پھیرنے سے پہلے ہے اور جن فقہاء نے یہ فرق کیا ہے کہ اگر نماز میں کسی کمی کی وجہ سے سجدہ سہو کیا جائے تو وہ نماز کے سلام سے پہلے کیا جائے اور اگر نماز میں کسی زیادتی کی وجہ سے سجدہ سہو کیا جائے تو وہ نماز کے سلام کے بعد کیا جائے' انہوں نے اس فرق پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔

میں کہتا ہوں: یہ فرق کرنا امام مالک کا مذہب ہے کیونکہ کمی کی صورت میں آپ نے پہلے سجدہ کیا اور زیادتی کی صورت میں آپ نے بعد میں سجدہ کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: سجدہ سہو کرنے کی جگہ نماز کے سلام سے پہلے ہے' یہی امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ سجدہ سہو ہر صورت میں نماز کے سلام سے پہلے ہے' الا یہ کہ جس صورت میں یہ تصریح ہو کہ سجدہ سہو نماز کے سلام کے بعد کیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۴۷ - بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْأُولٰى

پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا

۸۳۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ رَبِيْعَةَ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ، فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ، فَلَمَّا كَانَ فِيْ اٰخِرِ صَلٰوتِهٖ، سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر نے حدیث بیان کی از جعفر بن ابی ربیعہ از الاعرج از عبداللہ بن مالک ابن بحینہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی' پس آپ کھڑے ہو گئے حالانکہ آپ پر بیٹھنا تھا' جب نماز کا آخر ہوا تو آپ نے بیٹھے ہوئے دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۸۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۸ - بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْاٰخِرَةِ

آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا

۸۳۱- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ، فَإِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوْهَا، أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.

[اطراف الحدیث: ۸۳۵_۱۲۰۲_۶۲۳۰_۶۲۶۵_۶۳۲۸_۷۳۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق بن سلمہ' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم کہتے تھے: ''السلام علی جبریل ومیکائیل'' اور'' السلام علی فلان و فلان'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے' پس فرمایا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو وہ کہے: تمام قولی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں' اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں' اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں' ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر' پس جب تم یہ کہہ لوگے تو آسمان اور زمین میں اللہ کے ہر نیک بندہ پر یہ رحمت پہنچ جائے گی' (اور یہ کہو:) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۰۲' الرقم المسلسل: ۸۷۲' سنن ابوداؤد: ۹۶۸' سنن نسائی: ۱۱۶۴_۱۲۹۷_۱۲۷۸_۱۲۷۶_۱۲۶۸_۱۱۶۹' سنن ابن ماجہ: ۸۹۹' صحیح ابن خزیمہ: ۷۰۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۱' السنن الکبریٰ: ۱۲۰۲' المنتقی: ۲۰۵' مسند ابویعلیٰ: ۵۰۸۲' شرح مشکل الآثار ج ۳ ص ۷۶' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۵۰' صحیح ابن حبان: ۱۹۵۵' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۱۴' المعجم الکبیر: ۹۸۸۵' شرح السنۃ: ۶۷۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۲۲_ج ۶ ص ۱۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۱۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۵۰۷۷)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

تشہد کے الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے' پس فرمایا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے۔ اس حدیث سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے دوران ہمارا سلام سن کر یہ فرمایا' لیکن دوسری حدیث میں ہے: آپ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پھر یہ فرمایا۔

''التحیات للّٰہ'' یہ ''تحیۃ'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: عظمت' آفات اور نقائص سے سلامتی اور ملک۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ کلمات مخصوصہ ہیں' جن سے عرب بادشاہوں کو تعظیم دیتے تھے' اس کا معنی ہے: تعظیم کی تمام انواع اللہ کے لیے ہیں' جن کا وہ مستحق ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ''السلام' المومن' المهيمن' العزيز' الجبار' الاحد' الصمد'' ان کلمات کے ساتھ تعظیم دینا صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے' کسی اور کی ان کلمات کے ساتھ تعظیم کرنا جائز نہیں ہے۔

''والصلوات'' اس سے مراد پانچ نمازیں ہیں' الازہری نے کہا: اس سے مراد ہے: عبادات' نیز اس کا معنی رحمت بھی ہے یعنی

رحمت تامہ کاملہ کو عطا کرنا صرف اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔

''والطیبات'' یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء صرف پاکیزہ کلمات سے ہوتی ہے نہ کہ ان کلمات کے ساتھ جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں' حافظ نسفی نے کہا ہے کہ ''التحیات'' سے مراد ہے: عبادات قولیہ''الصلوٰت'' سے مراد ہے: عبادات بدنیہ اور ''الطیبات'' سے مراد ہے: عبادات مالیہ۔

''السلام علیك ایها النبی'' اس کا معنی ہے: آپ ہر عیب' آفت' نقص اور فساد سے سلامت رہیں' اور ''سلام'' کا لفظ اس لیے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم ''سلام'' کی برکتیں آپ کو حاصل ہوں' اور غائب کے صیغہ سے خطاب کے صیغہ کی طرف عدول کیا ہے اور یوں نہیں کہا: نبی پر سلام ہو' بلکہ یوں کہا ہے: اے نبی! آپ پر سلام ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرفان نے کہا ہے: جب نمازیوں نے ''التحیات'' پیش کر کے ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو ان کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مل گئی اور اس مناجات کے واسطے سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں' تب ان پر یہ منکشف ہوا کہ یہ نعمت نبی رحمت کے واسطے اور آپ کی اتباع کی برکت سے حاصل ہوئی ہے' پھر جب انہوں نے توجہ کی تو دیکھا کہ حبیب حرم حبیب میں حاضر ہیں' پس انہوں نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر بے ساختہ کہا: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبر كاته''۔

''السلام'' میں الف لام عہد کا ہے یعنی جو سلام انبیاء سابقین علیہم السلام پر پڑھا گیا تھا وہی سلام آپ پر پڑھا جائے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی. (النمل:۵۹) اور اللہ کے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے پسند کر لیا ہے۔

اور آپ پر جو سلام بھیجا ہے' اس سے اسی سلام کی طرف اشارہ ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے شب معراج آپ پر جو سلام پڑھا تھا وہی سلام آپ پر نازل ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں' ''السلام علیك ایها النبی'' میں آپ کی نبوت کا ذکر ہے اور ''عبده ورسوله'' میں آپ کی رسالت کا ذکر ہے۔

''ورحمة الله'' اس سے مراد ہے: آپ پر اللہ تعالیٰ کا انعام۔

''وبر كاته'' یہ ''بر كة'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: ہر چیز میں خیر کثیر' الطیبی نے کہا: کسی چیز میں اللہ کی طرف سے خیر ہو تو اس کو برکت کہتے ہیں۔

''وعلى عباد الله الصالحين'' صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اوپر اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کو ادا کرے' اور ''صلاح'' کا معنی ہے: کسی چیز کا اپنی حالت کمال پر قائم رہنا اور فساد اس کی ضد ہے' اور صلاح حقیقی صرف آخرت میں حاصل ہو گی' کیونکہ دنیا میں اگرچہ بعض اوقات صلاح حاصل ہوتی ہے لیکن اس میں فساد اور خلل کا شائبہ ہوتا ہے اور صلاح کامل صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ (البقرہ:۱۳۰) اور بے شک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں○

اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ○ (یوسف:۱۰۱) حالت اسلام میں میری روح قبض کرنا اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دینا○

نیز اس حدیث میں ہے: ''اشهد ان محمدًا عبده ورسوله''، ''محمد'' اور ''محمود'' اس شخص کو کہتے ہیں جس میں ایسے اوصاف بہ کثرت ہوں جن کی تعریف اور تحسین کی جائے' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام محمد رکھا۔

متعدد صحابہ سے تشہد کے الفاظ مروی ہیں لیکن ان سب میں تشہد کے وہ الفاظ افضل ہیں جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' امام ترمذی نے کہا: تشہد میں سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے اور صحابہ اور تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ معمر نے خصیف سے روایت کی ہے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا' میں نے عرض کیا: لوگوں کا تشہد میں اختلاف ہے' آپ نے فرمایا: تم ابن مسعود کے تشہد کو لازم کرلو۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٦٤۔ ١٥٨ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٨٠١۔ ج ١ ص ١١٦٣ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:
(١) تشہد میں مذاہب ائمہ (٢) تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قصداً سلام عرض کرنے کی تحقیق۔

١٤٩ - بَابُ الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ
سلام سے پہلے دعا کرنا

٨٣٢ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ. فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ مَا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ، حَدَّثَ فَكَذَبَ، وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں عروہ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں' پھر کسی کہنے والے نے آپ سے عرض کیا: آپ قرض سے بہت زیادہ پناہ طلب کرتے ہیں! آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص مقروض ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ سَمِعْتُ خَلَفَ بْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ فِي الْمَسِيْحِ وَالْمَسِّيْحِ مُشَدَّدٌ لَيْسَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ اَحَدُهُمَا عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْاٰخَرُ الدَّجَّالُ.

محمد بن یوسف نے کہا: میں نے خلف بن عامر سے سنا' وہ کہتے تھے کہ ''المَسیح'' اور ''المَسِّیح'' مشدد میں کوئی فرق نہیں ہے' دونوں کا ایک معنی ہے' ان میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرا دجال ہے۔

[اطراف الحدیث: ٨٣٣۔ ٢٣٩٧۔ ٦٣٦٨۔ ٦٣٧٥۔ ٦٣٧٦۔ ٦٣٧٧۔ ٧١٢٩] (صحیح مسلم: ٥٨٩' الرقم المسلسل: ١٣٠٤' سنن ابوداؤد: ٨٨٠' سنن نسائی: ١٣٠٨' سنن بیہقی ج ٢ ص ١٥٤' شرح السنۃ: ٦٩١' السنن الکبریٰ: ١٢٣٢' صحیح ابن حبان: ١٩٦٨' مصنف عبدالرزاق: ١٩٦٣٠' المعجم الاوسط: ٤٦١٠' مسند احمد ج ٦ ص ٨٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٥٧٨۔ ج ٤١ ص ١٢٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٤١٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: سلام سے پہلے دعا کرنا' اور اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نماز میں یہ امور ہیں: قیام اور رکوع اور سجود اور قعود' پس قیام قرآن پڑھنے کا محل ہے' اور رکوع اور سجود تسبیحات مخصوصہ کا محل ہیں اور قعود تشہد کا محل ہے' لہٰذا دعا کے لیے جو محل بچا ہے وہ صرف تشہد کے بعد سلام سے پہلے ہے۔

فتنہ کا معنی اور حضرت مسیح ابن مریم اور مسیح الدجال کا معنوی فرق

اس حدیث میں مسیح دجال کے فتنہ کا ذکر ہے' فتنہ کا معنی امتحان' ابتلاء اور آزمائش ہے' پھر اس کا اکثر استعمال گناہ اور کفر میں ہوتا ہے' مسیح کا اطلاق حضرت عیسیٰ ابن مریم پر بھی ہوتا ہے اور مسیح الدجال پر بھی ہوتا ہے' حضرت عیسیٰ پر مسیح کا اطلاق بہ معنی ماسح ہوتا ہے یعنی وہ بیماروں پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ تندرست ہو جاتے تھے اور دجال پر جو مسیح کا اطلاق ہوتا ہے وہ بہ معنی ممسوح ہے یعنی اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی تھی۔

''فتنة الحیات'' سے مراد ہے: زندگی میں جہالت اور شہوت کا غلبہ اور ''فتنة الممات'' سے مراد ہے: قبر کا عذاب۔

قرض لینے کے جواز اور عدم جواز کے محامل

اس حدیث میں قرض کے فتنہ سے بھی پناہ کا ذکر ہے' اس حدیث کے معارض درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ قرض لیا کرتی تھیں' ان سے کہا گیا کہ آپ کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے مال تو ہے نہیں' پھر آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کی بھی یہ نیت ہو کہ وہ قرض ادا کرے گا' اس کی اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے' پس میں اس مدد کو طلب کرتی ہوں۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اس کی سند میں ابن مجبر ہے' اس کو امام نسائی نے متروک کہا ہے اور امام احمد نے اس کی توثیق کی ہے۔

(المستدرک: ۲۲۰۲' کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۱)

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرض لیتی تھیں' ان سے کہا گیا کہ آپ کو قرض کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس بندہ کی بھی نیت قرض کو ادا کرنا ہو' اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے' سو میں اس مدد کی طلب کرتی ہوں۔ (المستدرک: ۲۲۰۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴' مسند احمد ج ۶ ص ۹۹-۷۲' کنز العمال: ۱۵۴۲۶)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بہ کثرت قرض لیتی تھیں' ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں قرض لینا نہیں چھوڑوں گی' کیونکہ مقروض کے لیے اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے' سو میں اس مدد کو طلب کرتی ہوں۔

(المستدرک: ۲۲۰۴' مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۳۲۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴' سنن ابن ماجہ: ۲۴۰۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۲)

حضرت عبداللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ مقروض کے ساتھ ہے حتیٰ کہ وہ قرض ادا کر دے جب تک کہ اس کا قرض کسی مکروہ کام کے لیے نہ ہو۔ (المستدرک: ۲۲۰۵' الترغیب ج ۳ ص ۳۶' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۴)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرض لیا اور اس کی نیت اس قرض کو ادا کرنا تھی' پھر وہ فوت ہو گیا تو اللہ اس سے درگزر فرمائے گا اور اس کے قرض خواہ کو جس طرح چاہے گا راضی کر دے گا اور جس نے قرض لیا اور اس کی نیت ادائیگی کی نہ تھی' پھر وہ مر گیا تو اللہ قرض خواہ کی طرف سے اس کا بدلہ لے گا۔

(المستدرک: ۲۲۰۶' الترغیب ج ۳ ص ۳۳' کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۴)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ قرض لینا صرف اس وقت مذموم ہے جب کوئی شخص کوئی گناہ کرنے کے لیے قرض لے یا جس کا ارادہ قرض کو ادا کرنا نہ ہو۔

۸۳۳- وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيذُ فِي صَلٰوتِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.

اور از الزہری روایت ہے انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' وہ اپنی رات کی نماز میں دجال کے فتنہ سے پناہ طلب کر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۸۳۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُوْ بِهٖ فِي صَلٰوتِي، قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيْرًا، وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. [اطراف الحدیث: ۶۳۲۶-۷۳۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از عبداللہ بن عمرو از حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: مجھے کوئی دعا سکھا دیجئے جسے میں اپنی نماز میں پڑھا کروں' آپ نے فرمایا: یہ کہو: اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشے گا' پس تو اپنے پاس سے میرے لیے مغفرت کر دے اور مجھ پر رحم فرما' بے شک تو بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۰۵' الرقم المسلسل: ۶۷۴۳' سنن ترمذی: ۳۵۳۱' سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۵' سنن نسائی: ۱۲۹۸' مسند ابویعلیٰ: ۳۰' شرح السنۃ: ۶۹۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۶۹' مسند البزار: ۲۹' صحیح ابن خزیمہ: ۸۴۵' صحیح ابن حبان: ۱۹۷۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۸- ج ۱ ص ۱۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۲۹۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

نماز کی دعا کا طریقہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے نماز کی دعا کی تعلیم دیں' اس سے معلوم ہوا کہ متعلم کو عالم سے ہر اس چیز کو سیکھنا چاہیے جس میں خیر ہو' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا میں اپنی تقصیر کا اعتراف کرنا چاہیے اور اپنی طرف ظلم کی نسبت کرنی چاہیے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا میں اپنے کسی عمل کا ذکر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی وجہ سے سوال کرنا چاہیے' یہی زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے۔ رہی وہ حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار میں پھنسنے والے تین نوجوانوں کا تذکرہ فرمایا ہے جنہوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا نیک عمل پیش کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول فرمائی تھی (صحیح بخاری: ۲۲۱۵' صحیح مسلم: ۲۷۴۳) تو وہ فقط بیان جواز کے لیے ہے۔ افضل یہی ہے کہ آدمی صرف اللہ کے فضل سے اپنی حاجت کا سوال کرے' نیز زیر بحث حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں وہ دعا مانگنی چاہیے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہو یا وہ دعا مانگنی چاہیے جو قرآن مجید کے الفاظ سے مشابہ ہو' حدیث میں ہے:

حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہماری اس نماز میں لوگوں کے ساتھ کلام کی گنجائش نہیں ہے اس میں صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن مجید کا پڑھنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۳۷)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۶۷۴۴۔ ج ۷ ص ۴۸۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۰ - بَابٌ مَا يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ، وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

تشہد سے فراغت کے بعد نمازی کون سی دعا کو اختیار کرے اور یہ واجب نہیں ہے

۸۳۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنِیْ شَقِيْقٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا اِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلٰوةِ، قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ، فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمْ اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِی السَّمَآءِ، اَوْ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ اَعْجَبَهٗ اِلَيْهِ فَيَدْعُوْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم کہتے تھے: اللہ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو فلاں پر سلام ہو اور فلاں پر، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ اللہ پر سلام ہو کیونکہ اللہ تو خود سلام ہے لیکن تم یہ کہو کہ تمام قولی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور تمام بدنی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر، کیونکہ جب تم (یہ سلام پڑھو گے) تو یہ (سلام) آسمان میں اور زمین میں ہر بندہ تک پہنچ جائے گا، (اور یہ کہنا کہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (سیدنا) محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں، پھر اس کے نزدیک جو اچھی دعا ہو اس کو اختیار کرے۔

اس حدیث کی مکمل شرح، صحیح البخاری: ۸۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۱ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهٗ وَاَنْفَهٗ حَتّٰى صَلّٰى

جس نے اپنی پیشانی اور ناک سے مٹی نہیں پونچھی حتیٰ کہ نماز پڑھی

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَاَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، اَنْ لَّا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِی الصَّلٰوةِ.

امام ابو عبداللہ بخاری نے کہا: میں نے الحمیدی کو دیکھا وہ اس حدیث یہ استدلال کرتے تھے کہ نماز میں پیشانی (سے مٹی) کو نہ پونچھا جائے۔

۸۳۶ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا سَعِيْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از

الْخُدْرِيَّ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِي جَبْهَتِهٖ.

ابوسلمہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ سے (اس کا) سوال کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے حتیٰ کہ میں نے مٹی کا نشان آپ کی پیشانی پر دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۲ - بَابُ التَّسْلِيْمِ نماز کا سلام پھیرنا

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں امام بخاری نے حدیث لا کر یہ بیان کیا ہے کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے' اور اس طرف اشارہ نہیں کیا کہ سلام پھیرنے کا کیا حکم ہے' آیا یہ سنت ہے یا واجب ہے' کیونکہ اس مسئلہ میں دلائل متعارض ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ سلام پھیرتے تو عورتیں کھڑی ہو جاتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ آپ ہمیشہ نماز کے آخر میں سلام پھیرتے تھے اور کسی کام کو ہمیشہ کرنا وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

اور آپ نے فرمایا ہے: اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو (صحیح البخاری: ۶۳۱) اور فرمایا: نماز کی تحلیل سلام پھیرنا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸) یعنی تکبیرۃ تحریمہ سے جو افعال نماز میں حرام ہو جاتے ہیں' وہ سلام پھیرنے سے حلال ہو جاتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۷' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس پر دلیل قائم ہے کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرنا واجب نہیں ہے اور سلام کو ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز کی پانچ رکعات پڑھا دیں اور جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ کو یہ بتایا گیا' آپ نے اپنا پیر موڑا اور سہو کے دو سجدے کیے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۶)

امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے سلام پھیرنے سے پہلے نماز میں ایک ایسی رکعت کو داخل کر دیا جو اس نماز میں نہ تھی اور آپ نے اس فعل کو مفسدِ نماز نہیں قرار دیا اور یہ اس پر دلیل ہے کہ نماز میں سلام پھیرنا واجب نہیں ہے' اگر یہ واجب ہوتا جیسے نماز میں سجدہ واجب ہے تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہوتا۔

لیکن اس کا حکم نماز کے سجدہ کے خلاف ہے' پس نماز کے آخر میں سلام پھیرنا سنت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۷۳)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی اور امام طحاوی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے' کیونکہ نماز کا سجدہ فرض ہے' لہٰذا اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرنا فرض نہیں ہے لیکن اس سے وجوب کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ نبی ﷺ نے بتلائے جانے پر سہو کے دو سجدے کیے اور سجدہ سہو ترک واجب پر ہی کیا جاتا ہے' سو علامہ عینی اور امام طحاوی کی پیش کردہ حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرنا واجب ہے اور اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

لفظ "سلام" سے نماز ختم کرنے میں مذاہب ائمہ اور ان کی دلیل پر علامہ عینی کا اعتراض اور مصنف کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' امام شافعی اوران کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب نمازی لفظ "سلام" کہے بغیر نماز سے فارغ ہو کر چلا جائے تو اس کی نماز باطل ہے' حتیٰ کہ علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ اگر اس نے "السلام علیکم" کے بجائے کوئی اور لفظ کہا تب بھی اس کی نماز باطل ہو جائے گی' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کی چابی وضوء ہے اور نماز کی تحریم تکبیر ہے' اور نماز کی تحلیل تسلیم ہے یعنی سلام پھیرنا۔ (سنن ترمذی:٢٣٨' سنن ابن ماجہ:٢٧٦)

علامہ عینی نے کہا: اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن محمد بن عقیل ہے' امام محمد بن سعد نے کہا: وہ اہل مدینہ کے طبقہ رابعہ سے ہے اور وہ منکر الحدیث ہے' محدثین اس کی حدیث سے استدلال نہیں کرتے' ابن المدینی نے کہا: امام مالک اس سے روایت نہیں کرتے تھے' امام ترمذی نے کہا: یہ صدوق ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: اس کی حدیث حجت نہیں ہے اور انہوں نے کہا: وہ ضعیف الحدیث ہے' امام نسائی نے کہا: وہ ضعیف ہے اور بعض اہل علم نے اس کے حافظہ پر جرح کی ہے' اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ سلام کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے' اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب آپ اس حدیث سے سلام پھیرنے کی فرضیت ثابت نہیں کرتے تو پھر اس حدیث سے تکبیرۃ تحریمہ کی فرضیت کیوں ثابت کرتے ہیں' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تکبیر تحریمہ کی فرضیت اس حدیث سے ثابت نہیں کرتے بلکہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے ثابت کرتے ہیں:

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ○ (الاعلیٰ:١٥) اور اس نے اپنے رب کے اسم کا ذکر کیا' پھر نماز پڑھی ○

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ (المدثر:٣) اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے (اللہ اکبر کہیے) ○

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں ان آیتوں کی مُراد بیان کی گئی ہے یعنی نماز کے افتتاح میں اللہ اکبر پڑھنے سے نماز میں غیر نماز کے افعال حرام ہو جاتے ہیں اور آخر میں سلام پڑھنے سے وہ افعال حلال ہو جاتے ہیں۔

عطاء بن ابی رباح' سعید بن المسیب' ابراہیم' قتادہ' امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام ابن جریر طبری کا یہی مذہب ہے کہ نماز میں سلام پھیرنا فرض نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے اس کو ترک کر دیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج٦ ص ١٧٤۔١٧٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی اس تقریر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے آخر میں سلام کے ساتھ نماز ختم کرنا فرض نہیں ہے اور یہ سلام کے واجب ہونے کے منافی نہیں ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آخر میں سلام نہیں پڑھا تو سہو کے دو سجدے کیے۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

نماز میں سلام کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے' فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ سلام پھیرنا فرض ہے' بغیر سلام پھیرے نماز سے نکلنا جائز نہیں ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کی چابی تکبیر ہے اور نماز کا اختتام سلام پھیرنا ہے' اس کو الطبری نے ذکر کیا ہے اور عطاء اور الزہری کا بھی یہی قول ہے' امام مالک اور امام شافعی وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابو حنیفہ' ثوری اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ سلام پھیرنا سنت ہے اور بغیر سلام پھیرے نماز سے نکلنا صحیح ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد کی تعلیم دی تو فرمایا: جب تم نے یہ ذکر کر لیا تو

تمہاری نماز مکمل ہو گئی۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی یہ توجیہ ہے کہ جب تم تشہد پڑھ کر سلام پھیر لو تو تمہاری نماز مکمل ہو گئی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز میں سلام پھیرتے تھے اور آپ نے امت کو اس کی تعلیم دی ہے۔ ثانیاً اس حدیث میں یہ اضافہ مدرج ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلام پھیرنا سنت ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلام پھیرنا واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

پھر لفظ سلام پڑھنا ہمارے نزدیک واجب ہے اور فرض نہیں ہے اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے وہ اس کو فرض کہتے ہیں ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: نماز کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل تسلیم ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو تشہد کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا: پھر اس کے بعد وہ دعا کرو جو تم کو اچھی لگے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۲۸) اور یہ اختیار دینا فرضیت اور وجوب کے منافی ہے تاہم ہم نے اس روایت کی بناء پر سلام پھیرنے کو احتیاطاً واجب کہا ہے۔

(ھدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

۸۳۷ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَقْضِي تَسْلِيمَهُ وَمَكَثَ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأُرَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّ مُكْثَهُ لِكَيْ يَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ. [اطراف الحدیث: ۸۴۹-۸۵۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ھند بنت الحارث کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو خواتین اسی وقت کھڑی ہو جاتیں جب آپ سلام پھیرتے اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرتے۔ ابن شہاب نے کہا: واللہ اعلم! میری رائے یہ ہے کہ آپ اس لیے ٹھہرتے تھے تاکہ نمازیوں کے واپس جانے سے پہلے خواتین گزر جائیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۴۰ سنن نسائی: ۱۳۳۲ سنن ابن ماجہ: ۹۳۲ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۶۰۴ مسند ابویعلیٰ: ۷۰۱۰ صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۱۹ حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۴ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۲ شرح السنۃ: ۷۰۸ مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۶ طبع قدیم مسند احمد ج ۴۴ ص ۱۶۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) ابراہیم بن عبد الرحمان بن سعد بن ابراہیم بن عوف (۳) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۴) ھند بنت الحارث (۵) حضرت ام سلمہ ھند بنت امیہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۷۴)

نماز ختم ہونے کے بعد امام اپنے مصلیٰ پر کھڑا رہے

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ خواتین مسجد میں نماز پڑھتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتی تھیں اور وہ مسجد سے نکلنے میں سبقت کرتی تھیں تاکہ ان کا مردوں سے اختلاط نہ ہو اور امام کو چاہیے کہ وہ اس حال میں اپنے مصلیٰ پر ٹھہرا رہے تاکہ عورتیں نکل جائیں اور اگر عورتیں نہ ہوں تو پھر نماز کے بعد امام اپنے مصلیٰ پر کھڑا ہو جائے۔

امام غزالی نے کہا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۷۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۳ - بَابُ يُسَلِّمُ حِينَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ

نمازی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرتا ہے

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ' أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو مستحب کہتے تھے کہ جب امام سلام پھیرے تو اس کے پیچھے نمازی بھی سلام پھیریں۔

۸۳۸ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ مَحْمُودِ ابْنِ الرَّبِيعِ' عَنْ عِتْبَانَ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از محمود بن الربیع از عتبان' انہوں نے بیان کیا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے سلام پھیرا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۴ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرُدُّ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ' وَاكْتَفٰى بِتَسْلِيمِ الصَّلٰوةِ

جو نمازی نماز کے سلام پر اکتفاء کر کے امام کو الگ سے سلام نہ کرے

۸۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ' وَزَعَمَ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَ فِي دَارِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع نے خبر دی' انہوں نے کہا: انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد ہیں اور یہ یاد ہے کہ آپ نے ان کے گھر میں ڈول سے پانی لے کر ان پر کلی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۴۰ - قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ' ثُمَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ' قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ' فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي' وَإِنَّ السُّيُولَ تَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي' فَلَوَدِدْتُ أَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِي بَيْتِي مَكَانًا' حَتّٰى أَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا' فَقَالَ أَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ. فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ' بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ' فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ' فَلَمْ يَجْلِسْ

امام بخاری ذکر کرتے ہیں کہ محمود بن الربیع نے کہا: میں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' پھر بنو سالم کے ایک شخص سے' حضرت عتبان نے کہا: میں اپنی قوم کو بنو سالم میں نماز پڑھاتا تھا' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ میری بینائی کم زور ہو چکی ہے اور میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان ندی حائل ہے' پس میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں ایک جگہ نماز پڑھا دیں حتیٰ کہ میں اس جگہ کو مسجد بنالوں' آپ نے فرمایا: میں ان شاء اللہ ایسا کروں گا' پھر صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے جب دن چڑھ چکا

حَتّٰی قَالَ اَیْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّیَ مِنْ بَیْتِكَ؟ فَاَشَارَ اِلَیْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِیْ اَحَبَّ اَنْ یُّصَلِّیَ فِیْهِ، فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِیْنَ سَلَّمَ.

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' آپ اس وقت تک نہیں بیٹھے حتیٰ کہ آپ نے پوچھا: تم اپنے گھر میں کس جگہ مجھ سے نماز پڑھوانا چاہتے ہو؟ انہوں نے اس جگہ اشارہ کیا جہاں وہ نماز پڑھوانا چاہتے تھے' پھر آپ کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی' پھر آپ نے سلام پھیرا اور جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۴ میں گزر چکی ہے۔

١٥٥ - بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا

٨٤١ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ اَبَا مَعْبَدٍ، مَوْلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ، اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ، حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ، كَانَ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُهٗ.

[طرف الحدیث: ٨٤٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ ان کو ابومعبد حضرت ابن عباس کے آزاد شدہ غلام نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں لوگوں کا معمول تھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے' حضرت ابن عباس نے کہا: جب میں اس ذکر کو سنتا تو میں جان لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۵۸۳' الرقم المسلسل: ۱۲۹۳' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۷' المعجم الکبیر: ۱۲۲۱۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۴۷۸۔ ج ۵ ص ۴۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن نصر' اور وہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر ہیں جو ابراہیم السعدی البخاری کے والد ہیں' امام بخاری کبھی ان کو ان کے والد کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کبھی ان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں (۲) عبدالرزاق بن ہمام (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۴) عمرو بن دینار (۵) ابومعبد' ان کا نام نافذ ہے (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۸۰)

نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار

صلہ بن زفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: "اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام" حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ ذکر کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کا سلام پھیرتے تھے تو کون سا ذکر کرتے

تھے؟ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیر کر یہ ذکر کرتے تھے:

لَا اِلٰه الا اللّٰه وَحْدَه لا شَرِيْكَ لَهٗ' له الملكُ وَلَهُ الحَمْدُ' وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شىءٍ قَدِير' اَللّٰهم لَا مَانِعَ لما اَعْطَيْتَ ولا معطى لما مَنَعْتَ ولا يَنْفَعُ ذَالْجِدِّ منك الجَد.

اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اے اللہ! جس کو تو عطا فرمائے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے اور تیرے مقابلہ میں کسی کوشش کرنے والے کی کوشش نفع نہیں دے سکتی۔

(صحیح البخاری: ٨٤٤' صحیح مسلم: ٥٩٣' سنن ابوداؤد: ١٥٠٠' سنن نسائی: ١٢٦٤' کتاب الدعا للطبرانی: ٦٨٦' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١١٣' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٠٩٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سلام پھیرنے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ''لا اله الا اللّٰه ولا نعبد الا اياه''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١١٦' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٠٩٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عمر بن عبدالعزیز یہ کہتے تھے کہ نماز کی تکمیل سے یہ ہے کہ تم نماز سے فارغ ہو کر تین بار یہ پڑھو: ''لا الـه الا اللّٰـه وحده لا شريك له' له الملك وله الحمد وهو على كل شىء قدير''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١٢٤' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١٠٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نماز کے بعد ذکر کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو نماز کے بعد اللہ اکبر کہتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ امراء اور حکام فرض نماز کی جماعت کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازی بھی کہتے ہیں' یہ ذکر جائز ہے۔

ابن حبیب نے کہا: صبح کی نماز کے بعد اور عشاء کی نماز کے بعد لشکر والے اور سرحد کے محافظین تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں' یہ ذکر قدیم زمانہ سے مستحب ہے۔

ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ دشمن کی سرزمین میں پانچ نمازوں کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا' المسورہ کی نکالی ہوئی بدعت ہے۔

یعنی دشمن کے علاقہ میں ایسا نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ اس سے دشمن کو مسلمانوں کی نقل و حرکت کا پتا چل جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٢٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نماز کے بعد ذکر بالجہر جائز ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام شافعی نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ صحابہ نے تھوڑا عرصہ ذکر بالجہر کیا تھا تا کہ لوگوں کو ذکر کا طریقہ معلوم ہو جائے نہ یہ کہ وہ ہمیشہ ذکر بالجہر کرتے تھے' اور مختار یہ ہے کہ امام اور مقتدی آہستہ آواز سے ذکر کریں سوا اس کے کہ انہیں تعلیم کی ضرورت ہو۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٣٩٩' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث میں اور دیگر احادیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے کہ یہ ذکر بالجہر تھوڑے عرصہ کے لیے کیا گیا تھا یا تعلیم کے لیے کیا گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد جو ذکر کرتے تھے اس کو صحابہ نے سنا اور اس کی روایت کی اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آپ بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اللہ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے' حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ''لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کل شیء قدیر الخ''۔

(صحیح البخاری: ۸۴۴' صحیح مسلم: ۵۹۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۵) (المغنی ج ۲ ص ۱۱۲' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے ذکر کیا تھا' تب ہی تو حضرت مغیرہ نے آپ سے اس ذکر کو سن کر اس کی روایت کی۔

علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۱۲' القاہرہ)

حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں:

قاضی ابویعلیٰ نے ''الجامع الکبیر'' میں لکھا ہے کہ امام احمد کا ظاہر کلام یہ ہے کہ امام کے لیے نمازوں کے بعد اتنی بلند آواز سے ذکر کرنا اور دعا کرنا سنت ہے جس کو مقتدی سن سکیں' اور امام احمد کی تصریحات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ذکر بالجہر امام کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نمازی بھی ذکر بالجہر کرتے تھے۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ''لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کل شیء قدیر الخ'' اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے' اور اس میں ''یھلل'' کا لفظ ہے' اور ''اھلال'' کا معنی ہے: آواز بلند کرنا۔ (صحیح مسلم: ۵۹۴)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے حتیٰ کہ ان کے قریب والے سنتے تھے' اور جس حدیث میں بلند آواز سے ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ آواز بلند کرنے میں مبالغہ نہ کرو اور حد سے زیادہ نہ چلاؤ۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۲۳۷۔۲۳۶ ملخصاً' دار ابن جوزی' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے بعض متقدمین نے یہ استدلال کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا اور ذکر کرنا مستحب ہے' (الیٰ قولہ) ایسا نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر یہ ذکر کرتے رہے ہوں اور اس سے آپ کے اصحاب نے یہ سمجھا کہ یہ ذکر لازم نہیں ہے' اس لیے انہوں نے اس کو ترک کر دیا تاکہ بعد کے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی' اسی وجہ سے بعض فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ احمد الطحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے: ''لا الٰه الا الله وحده لا شريك له ' له الملك وله الحمد' وهو على كل شيء قدير الخ'' (صحیح البخاری: ٨٤٤' صحیح مسلم: ٥٩٣)۔اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے' بلکہ بعض متقدمین نے اس کو مستحب لکھا ہے۔(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ١ ص ٣٢٢' المکتبۃ الغوثیہ' کراچی)

٨٤٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ مَعْبَدٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ. قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ كَانَ اَبُوْ مَعْبَدٍ اَصْدَقَ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيٌّ وَاسْمُهٗ نَافِذٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابومعبد نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اختتام کو تکبیر سے پہچانتا تھا۔علی بن مدینی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: ابومعبد حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلاموں میں سب سے زیادہ صادق ہیں۔علی نے کہا: ان کا نام نافذ ہے۔

* باب مذکور کی حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ١٢١٩۔١٢١٨۔١٢١٧۔ ج ٢ ص ١٨١ پر مذکور ہیں' ان کی شرح کا عنوان ہے: ذکر بالجہر۔ ہم نے اس موضوع پر ''ذکر بالجہر'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے' زیادہ تفصیل اور تحقیق کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ فرمائیں۔

٨٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ سُمَيٍّ' عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ الْفُقَرَاءُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ مِنَ الْاَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلَا وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ' وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ' وَلَهُمْ فَضْلٌ مِّنْ اَمْوَالٍ' يَحُجُّوْنَ بِهَا وَيَعْتَمِرُوْنَ' وَيُجَاهِدُوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ! قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ اِنْ اَخَذْتُمْ' اَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ' وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ اَحَدٌ بَعْدَكُمْ' وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ اَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِ' اِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهٗ؟ تُسَبِّحُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ' خَلْفَ كُلِّ صَلٰوةٍ' ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ. فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا' فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ' وَنَحْمَدُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ' وَنُكَبِّرُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ' فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ' فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ' وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ' وَاللّٰهُ اَكْبَرُ' حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از سمی از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فقراء آئے' انہوں نے کہا: مال دار لوگ اپنے مال کی وجہ سے بلند درجات کو اور دائمی جنت کو لے گئے' وہ اس طرح نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور اس طرح روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اور مال کی وجہ سے ان کی زائد عبادت یہ ہے کہ وہ حج کرتے ہیں اور عمرہ کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو وہ عمل نہ بتاؤں کہ اگر تم نے وہ عمل کیا تو تم ان کا درجہ پالو گے جنہوں نے تم پر سبقت کی ہے اور تمہارے بعد تمہارے درجہ کو کوئی نہیں پاسکے گا اور تم اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہو گے' مگر وہ لوگ جو تمہاری طرح وہ عمل کریں' تم ہر نماز کے بعد تینتیس (٣٣) بار سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھو' پھر ہمارے درمیان اختلاف ہوا' ہم نے کہا: ہم تینتیس' تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہیں

ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ. [طرف الحدیث:٦٣٢٩]

گے اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہیں گے' پھر میں نے ان کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا: تم سبحان اللہ' الحمد للہ اور اللہ اکبر' ان میں سے ہر ایک کو تینتیس بار پڑھو۔

(صحیح مسلم:٥٩٥' الرقم المسلسل:١٣٢٢' سنن ابوداؤد:١٥٠٤' سنن ابن ماجہ:٨٥١' صحیح ابن حبان:٢٠١٥' صحیح ابن خزیمہ:٧٤٩' سنن بیہقی ج ٢ ص ١٨٦' شرح السنۃ:٧١٧' مسند الحمیدی:٩٣٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٢٤٤' المنتقی:١٩٠' مسند ابویعلیٰ:٥٨٧٤' مسند احمد ج ٢ ص ٢٣٨ طبع قدیم' مسند احمد:٧٢٤٣۔ج ١٢ ص ١٨٦' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:٦٣٣٦' مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم ابوعبداللہ المقدمی البصری (٢) معتمر بن سلیمان بن طرخان البصری (٣) عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب المدنی (٤) سمی مولیٰ ابوبکر بن عبدالرحمن (٥) ابوصالح ذکوان الزیات المدنی (٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٨٣)

اس حدیث میں "اهل الدثور" کا لفظ ہے۔ "دثور"' "دثر" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: مال کثیر۔

فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون افضل ہے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب غنی اور فقیر کے فرائض برابر ہوں تو غنی نے جو صدقات کیے' مسافروں کی مدد کی اور قیدیوں کو چھڑایا اور جہاد کیا اور دیگر ایسے کام کیے جن پر فقراء کو قدرت نہیں تھی تو ان کاموں کی وجہ سے اغنیاء کو فقراء پر فضیلت حاصل ہو گئی۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٢٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ساتھ ایک مشہور مسئلہ متعلق ہے کہ غنی شاکر اور فقیر صابر ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ جمہور صوفیاء فقیر صابر کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ فقیر صابر اپنے نفس پر ایسی مشقت برداشت کرتا ہے جو غنی نہیں کرتا' لہٰذا وہ غنی شاکر سے افضل ہے' اور اس مسئلہ میں احادیث متعارض ہیں' اور میرے نزدیک وہ حال افضل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے اختیار کیا ہے اور وہ ایسا فقر ہے جس میں ذلت نہ ہو اور اس مسئلہ میں تمہارے لیے یہ حدیث کافی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فقراء مہاجرین اغنیاء سے پانچ سو سال کی مقدار پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (سنن ترمذی:٢٣٥٨' سنن ابن ماجہ:٤١٢٣' حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ٩٩' کنز العمال:١٦٦٢٠)

اگر اس کی تفصیل ثواب کی زیادتی سے کی جائے کہ جو عبادات مالیہ فقراء نہیں کر سکتے' اغنیاء وہ عبادات کر لیتے ہیں' تو اس اعتبار سے اغنیاء افضل ہیں اور اگر اس کی تفصیل میں یہ کہا جائے کہ فقراء کو نفس کی ریاضت حاصل ہوتی ہے تو اس لحاظ سے فقراء افضل ہیں۔

نیز حدیث میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقراء کو تسبیحات مذکورہ بتائیں تو پھر فقراء دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اغنیاء اور مال داروں کو جب یہ علم ہوا کہ ہم یہ تسبیحات پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے بھی یہ تسبیحات پڑھنی شروع کر دیں (اور وہ اپنی مالی عبادات کے ذریعہ پھر ہم سے بڑھ گئے' تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا کر دے)۔ (صحیح مسلم:٥٩٥)

اس سے معلوم ہوا کہ انسان ثواب کا مستحق نہ اذکار سے ہوتا ہے نہ مالی عبادات سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے' انسان صرف اللہ

تعالیٰ کے فضل سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۹۰۔۱۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون افضل ہے؟ توانہوں نے فرمایا: افضل صرف فقیر شاکر ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۲۹' مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۴۸۔ ج ۲ ص ۲۰۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: غنی اور فقیر۔

۸۴۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ وَرَّادٍ، كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ أَمْلَى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوبَةٍ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ. وَقَالَ شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، بِهٰذَا. عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ، عَنْ وَرَّادٍ، بِهٰذَا. وَقَالَ الْحَسَنُ اَلْجَدُّ غِنًى. [اطراف الحدیث: ۱۴۷۷۔۲۴۰۸۔۵۹۷۵۔ ۶۳۳۰۔۶۴۷۳۔۶۶۱۵۔۷۲۹۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن عمیر از وراد کاتب المغیرہ بن شعبہ' انہوں نے کہا کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حضرت معاویہ کی طرف خط لکھوایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: (ترجمہ:) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اسی کی سلطنت ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' اے اللہ! جو چیز تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز کو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش تیرے مقابلہ میں نفع نہیں دے گی' اور شعبہ نے اس حدیث کو عبدالملک سے روایت کیا ہے' الحسن نے کہا: ''جد'' کا معنی غنی ہے' الحکم نے اس کو از القاسم بن مخیمرہ از وراد روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۹۳' الرقم المسلسل: ۱۳۱۴' سنن ابوداؤد: ۱۵۰۵' سنن نسائی: ۱۳۴۰' مصنف عبد الرزاق: ۳۲۲۴' المعجم الکبیر: ۹۲۴۔ ج ۲۰' کتاب الدعاء: ۶۹۴' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۱۳۹۔ ج ۳۰ ص ۷۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۰۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن یوسف الفریابی (۲) سفیان ثوری (۳) عبدالملک بن عمیر (۴) وراد (۵) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۹۰)

نماز کے بعد اذکار پڑھنے کا مستحب ہونا

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازوں کے بعد یہ ذکر کرنا مستحب ہے کیونکہ اس میں توحید کے الفاظ ہیں اور دینے' روکنے اور تمام قدرت کے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۹۳)

میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ میں مزید اذکار کا ذکر ہے:

کعب بن عجرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کے بعد پڑھے جانے والے کچھ اذکار ہیں' ان کو پڑھنے والا ناکام اور نامراد نہیں ہوتا' ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہے اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہے اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے۔

(صحیح مسلم:۵۹۶' سنن ترمذی:۳۴۱۲' سنن نسائی:۱۳۴۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کی نماز کے بعد سومرتبہ سبحان اللہ کہا اور سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہا' اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (سنن نسائی:۱۳۵۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا' اس کو موت کے سوا کوئی چیز جنت میں داخل ہونے سے مانع نہیں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:۱۰۰' مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۲۳۹۔ ج ۲ ص ۱۹۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۶ - بَابٌ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ

امام جب سلام پھیرے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے

۸۴۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلوٰةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ. [اطراف الحدیث:۱۱۴۳۔ ۱۳۸۶۔ ۲۰۸۵۔ ۲۷۹۱۔ ۳۲۳۶۔ ۳۳۵۴۔ ۴۶۷۴۔ ۶۰۹۶۔ ۷۰۴۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از سمرہ بن جندب' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف منہ کر کے بیٹھتے۔

(صحیح مسلم:۲۲۷۵' الرقم المسلسل:۵۸۲۷' سنن ترمذی:۲۲۹۴)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو اپنے چہرے کو ہماری طرف متوجہ کرتے۔

نماز کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرنے کی حکمت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف اس لیے منہ کرتے تھے کہ لوگوں کو آپ سے مسائل پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی' نیز آپ قبلہ سے منہ پھیر کر بیٹھ جاتے تاکہ کوئی نیا آنے والا یہ نہ گمان کرے کہ آپ نماز کے تشہد میں بیٹھے ہیں۔

علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ اور ابراہیم النخعی بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۵۸۲۰۔ ج ۶ ص ۶۵۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۸۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلوٰةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ، عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از صالح بن کیسان از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از زید بن خالد جہنی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی' اس وقت رات کی بارش کے آسمان پر آثار تھے' نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ

مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ' قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَ كَافِرٌ' فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ' فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ' وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ' وَاَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا' فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِیْ وَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

[اطراف الحدیث:۱۰۳۸۔۴۱۴۷۔۷۵۰۳]

تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: اللہ ارشاد فرماتا ہے: میرے کچھ بندے صبح کو ایمان لانے والے ہوئے اور کچھ بندے کافر ہوئے' جنہوں نے کہا: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور ستاروں کا کفر کرنے والے ہیں اور جنہوں نے کہا: فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے وہ میرا کفر کرنے والے ہیں اور ستاروں پر ایمان لانے والے ہیں۔

(صحیح مسلم:۷۱' الرقم المسلسل:۲۲۷' سنن ابوداؤد:۳۹۰۶' سنن نسائی:۱۵۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۰۷۶۱' عمل الیوم واللیلۃ:۹۲۵' صحیح ابن حبان:۱۸۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۵۷' شرح السنۃ:۱۱۶۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۷۰۶۱۔ج ۲۸ ص ۲۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۱۸۰۱' مکتبۃ الرشد' ریاض)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ مملکت کا عوام سے سوال کرنا جائز ہے تاکہ وہ سوال کے جواب میں غور کریں' نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ظہور کے لیے اسباب بنائے اور ان اسباب کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرنی جائز ہے' لیکن حقیقت میں ہر چیز کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

محکمہ موسمیات کا بارش کی پیشگی اطلاع دینے کا حکم

محکمہ موسمیات والے برسانے والی ہواؤں کا رخ دیکھ کر پہلے سے بتادیتے ہیں کہ فلاں دن فلاں علاقہ میں بارش ہوگی یا نہیں ہوگی یا فلاں دن مطلع ابر آلود ہوگا یا دھوپ نکلے گی' ان کے پاس ایسے آلات ہوتے ہیں جن سے وہ ہواؤں کا اور بادلوں کا رخ جان لیتے ہیں اور اکثر و بیشتر ان کی اطلاع صحیح ہوتی ہے' لیکن وہ صرف علامات سے پیشگی خبر دیتے ہیں اور ان علامات کو حقیقی سبب نہیں قرار دیتے' اس لیے اُن کا خبر دینا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۳۹۔ج ۱ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) ستاروں کے مؤثر ہونے کا قرآن مجید سے ابطال (۲) کواکب سیارگان اور بروج کا بیان (۳) ستارہ پرستوں کا نظریہ (۴) اسباب کی تاثیر کا بیان۔

۸۴۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ سَمِعَ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَخَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ' ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا' فَلَمَّا صَلّٰى اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ' فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے یزید سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کر دی' پھر ہمارے

إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَرَقَدُوْا، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ.

پاس تشریف لائے' پس جب نماز پڑھالی تو ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: بے شک لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تم اس وقت تک نماز میں رہے جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٧٢ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔

١٥٧ - بَابُ مُكْثِ الْإِمَامِ فِيْ مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ

امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنا

٨٤٨ - وَقَالَ لَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ الْفَرِيْضَةَ. وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ. وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الْإِمَامُ فِيْ مَكَانِهِ. وَلَمْ يَصِحَّ.

(سنن ابوداؤد: ١٠٠٦' سنن ابن ماجہ: ١٤٢٧)

امام بخاری ذکر کرتے ہیں: ہم سے آدم نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر اسی جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں انہوں نے فرض نماز پڑھائی تھی۔ قاسم نے بھی اسی طرح کیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ امام اپنی جگہ میں نوافل نہ پڑھے اور اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے۔

سلام پھیرنے کے بعد امام کا اپنی جگہ بیٹھے رہنے میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ امام نے جس جگہ فرض نماز پڑھائی ہے وہاں پر نفل نہ پڑھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: امام اس وقت تک نفل نہ پڑھے حتیٰ کہ اپنی جگہ سے منتقل ہو جائے یا فرض اور نفل کے درمیان کوئی کلام کر کے فصل کر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٠٧٦' مجلس علمی' بیروت)

حضرت ابن عمر نے اس فعل کو امام کے لیے مکروہ کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ غیر امام کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٠٧٦' مجلس علمی' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: امام کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اسی جگہ نفل پڑھے جہاں اس نے فرض پڑھے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٠٧٨' مجلس علمی' بیروت)

بعض آثار میں اس کی رخصت بھی دی گئی ہے:

عبید اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم اور سالم کو دیکھا کہ وہ فرض نماز پڑھاتے' پھر اسی جگہ نفل پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٠٧٢' مجلس علمی' بیروت' ١٤٢٧ھ)

رہا امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنا تو اس کو اکثر علماء نے مکروہ کہا ہے' یہ اس صورت میں ہے جب وہ امام مقرر ہو' لیکن اگر کوئی سبب ہو تو پھر امام کا اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مصلیٰ پر اس لیے ٹھہرے کہ مردوں سے پہلے عورتیں گزر جائیں۔

یہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے اور امام مالک نے کہا ہے: جب کہ وہ مسجد میں نماز باجماعت کا امام ہو تو وہ مصلیٰ پر کھڑا ہو جائے اور نماز کے لیے نہ بیٹھے اور اگر وہ سفر میں امام ہو تو چاہے تو کھڑا ہو اور چاہے تو بیٹھ جائے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ ہر وہ نماز جس کے بعد نفل ہوں تو امام نفل پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جائے اور جس نماز کے بعد نفل نہ ہوں جیسے عصر اور فجر کی نماز ہے تو اگر وہ چاہے تو کھڑا ہو اور چاہے تو بیٹھ جائے۔

امام محمد نے کہا ہے کہ وہ تمام نمازوں میں اپنی جگہ سے منتقل ہو جائے تا کہ مقتدی کو یقین ہو جائے کہ اب امام کی نماز سے کوئی سجدہ سہو وغیرہ باقی نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سلام پھیرتے تو صرف اتنی مقدار ٹھہرتے جتنی مقدار میں آپ اتنی دعا پڑھتے: ''اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام''۔

نیز حضرت ابن مسعود نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو یا تو کھڑے رہتے یا مڑ جاتے۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا: سلام پھیرنے کے بعد امام کا بیٹھا رہنا بدعت ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب امام سلام پھیر دے تو نمازیوں کو اس کے کھڑے ہونے سے پہلے کھڑا ہونا جائز ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک امام نماز سے فارغ ہو کر نہ کھڑا ہو نہ مڑے اور تم کو جانے کی ضرورت ہو تو چلے جاؤ اور امام کو اس کے حال پر چھوڑ دو' تمہاری نماز پوری ہو چکی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۳۱۔ ۵۳۰' دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۴ھ)

۸۴۹ - **حَدَّثَنَا** اَبُوْ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَلَّمَ يَمْكُثُ فِيْ مَكَانِهٖ يَسِيْرًا. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لِكَيْ يَنْفُذَ مَنْ يَّنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ھند بنت الحارث از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام پھیرتے تو اپنی جگہ پر تھوڑی دیر ٹھہرتے۔ ابن شہاب نے کہا: ہماری رائے یہ ہے واللہ اعلم (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا اس لیے کرتے تھے) تا کہ نماز سے فارغ ہونے والی عورتیں گزر جائیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۸۳۷ کا مطالعہ کریں۔

۸۵۰ - **وَقَالَ** ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ اِلَيْهِ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةُ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا، قَالَتْ كَانَ يُسَلِّمُ، فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ، فَيَدْخُلْنَ بُيُوْتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّنْصَرِفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں نافع بن یزید نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے خبر دی کہ ابن شہاب نے ان کی طرف لکھا: مجھے ھند بنت الحارث الفراسیہ نے خبر دی از حضرت ام سلمہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ اور وہ ان کی سہیلیوں میں سے تھیں' انہوں نے بیان کیا کہ آپ سلام پھیرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مڑنے سے پہلے عورتیں نماز سے مڑ کر اپنے گھروں میں داخل ہو جاتیں۔

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَتْنِيْ هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ.

اور ابن وہب نے کہا: از یونس از شہاب مجھے ھند الفراسیہ نے خبر دی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عورتیں جب نماز کا سلام پھیرتیں تو کھڑی ہو جاتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جو مرد آپ کے ساتھ نماز پڑھتے' جتنی دیر اللہ چاہتا ٹھہرے رہتے' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو وہ لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔ (سنن نسائی: ١٣٢٩' سنن ابوداؤد: ١٠٤٠' سنن ابن ماجہ: ٩٣٢)

وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ.

اور عثمان بن عمر نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری کہ مجھے ھند الفراسیہ نے خبر دی۔

اس تعلیق کی اصل عنقریب' صحیح البخاری: ٨٦٤ میں آ رہی ہے۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ اَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ اَنَّ هِنْدَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْقُرَشِيَّةَ اَخْبَرَتْهُ' وَكَانَتْ تَحْتَ مَعْبَدِ بْنِ الْمِقْدَادِ' وَهُوَ حَلِيْفُ بَنِيْ زُهْرَةَ' وَكَانَتْ تَدْخُلُ عَلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور الزبیدی نے کہا: مجھے الزہری نے خبر دی کہ ھند بنت الحارث القرشیہ نے خبر دی اور وہ معبد بن المقداد کے نکاح میں تھیں اور وہ بنو الزھرہ کے حلیف تھے اور ھند' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتی رہتی تھیں۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتی تھیں' پس جب آپ سلام پھیرتے تو مردوں کے کھڑے ہونے سے پہلے عورتیں کھڑی ہو جاتیں اور اپنے گھروں کو چلی جاتیں۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے مسند الشامیین میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٠٢)

وَقَالَ شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ الْقُرَشِيَّةُ. وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ عَتِيْقٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ هِنْدِ الْفِرَاسِيَّةِ.

اور شعیب نے کہا از الزہری: مجھے ھند القرشیہ نے حدیث بیان کی' اور ابن ابی عتیق نے کہا از الزہری از ھند الفراسیہ۔

اس تعلیق کا محمد بن یحییٰ نے الزہریات میں ذکر کیا ہے۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنِ امْرَاَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ حَدَّثَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور لیث نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' ان کو حدیث بیان کی از ابن شہاب از خاتون قریش' انہوں نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی۔

یہ حدیث متصل نہیں ہے کیونکہ ھند بنت الحارث تابعیہ ہیں' صحابیہ نہیں ہیں۔ اس میں خاتون قریش سے مراد ھند بنت الحارث ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٠٣)

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ٨٣٧ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨ - بَابُ مَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ' فَذَكَرَ حَاجَةً فَتَخَطَّاهُمْ

جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پھر اسے کوئی کام یاد آیا تو وہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا چلا گیا

یعنی اس سے پہلے باب میں جو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے بعد اپنے مصلی پر بیٹھے رہتے تھے' وہ اس وقت تھا جب آپ کو کوئی کام درپیش نہ ہو اور جب آپ کو کوئی کام یاد آتا تو آپ اٹھ کر چلے جاتے۔

٨٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ' عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از

مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ إِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهٖ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَاٰى أَنَّهُمْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ فَقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِيْ فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۱۲۲۱۔ ۱۴۳۰۔ ۶۲۷۵] (سنن نسائی: ۱۳۶۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۴۹' الآحاد والمثانی: ۷۷۴' المعجم الکبیر: ۹۷۹۔ ج ۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۸۔ ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۵۱۔ ج ۲۶ ص ۷۴۔ ۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عمر بن سعید' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی' پس آپ نے سلام پھیرا' پھر آپ جلدی سے اٹھے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی ازواجِ مطہرات کے کسی حجرہ کی طرف چلے گئے' لوگ آپ کی جلدی کی وجہ سے گھبرا گئے' پس آپ لوگوں کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ آپ کے جلدی جانے کی وجہ سے تعجب کر رہے ہیں' تو آپ نے فرمایا: مجھے یاد آیا کہ ہمارے پاس کچھ سونا ہے' پس مجھے ناپسند ہوا کہ وہ سونا مجھے روکے رکھے' سو میں نے اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبید بن میمون' یہ محمد بن عباد قرشی کے نام سے مشہور ہیں (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی' یہ ایک سال حج کرتے تھے اور ایک سال جہاد کرتے تھے۔ یہ ۱۸۷ھ میں شام کی سرحد کے قریب حدث نامی شہر میں فوت ہوئے (۳) عمر بن سعید بن ابی حسین مکی (۴) عبداللہ بن ابی ملیکہ (۵) حضرت عقبہ بن الحارث النوفلی رضی اللہ عنہ' ان کی کنیت ابو سروعہ ہے' یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالِ دنیا سے بے رغبتی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کی وجہ سے جلدی میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو' نمازی لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جا سکتا ہے' جیسے آدمی کی اچانک نکسیر پھوٹ جائے یا اس کو قضاء حاجت کی شدید ضرورت ہو۔

آپ کو نماز میں سونے کا ٹکڑا یاد آیا' اور آپ نے اس کو لوگوں میں تقسیم کرنا چاہا اور یہ عبادت ہے' پس معلوم ہوا کہ نماز میں کسی عبادت کے متعلق غور و فکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے ناپسند ہوا کہ وہ سونا مجھے روکے رکھے یعنی آخرت میں' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ صدقہ کرنے میں تاخیر صدقہ کرنے والے کو آخرت میں روک لیتی ہے' علامہ عینی نے کہا ہے: جو شخص زکوٰۃ ادا کرنے میں تاخیر کرے یا مسلمانوں کے صدقہ کو ادا کرنے میں تاخیر کرے' یا وصیت پوری کرنے میں تاخیر کرے تو یہ خدشہ ہے کہ یہ تاخیر قیامت کے دن اس کو دخولِ جنت سے روک لے گی' یعنی وہ جلدی جنت میں نہیں جا سکے گا۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے پاس کچھ مال نہیں رکھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۹ - بَابُ الْاِنْفِتَالِ وَالْاِنْصِرَافِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشِّمَالِ

نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں طرف اور بائیں طرف مڑ کر بیٹھنا

یعنی نماز پڑھانے کے بعد امام پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ کسی ایک جانب مڑ کر بیٹھے' وہ دائیں طرف بھی مڑ کر بیٹھ سکتا ہے اور بائیں طرف بھی۔

وَكَانَ اَنَسٌ يَنْفَتِلُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ يَسَارِهٖ' وَيَعِيْبُ عَلٰى مَنْ يَتَوَخّٰى' اَوْ مَنْ يَعْمِدُ الْاِنْفِتَالَ عَنْ يَمِيْنِهٖ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ دائیں طرف بھی مڑ کر بیٹھتے تھے اور بائیں طرف بھی اور اس کی مذمت کرتے تھے جو دائیں طرف مڑ کر ہی بیٹھنے کا قصد کرے۔

(اس تعلیق کی اصل امام مسدد کی مسند کبیر میں ہے۔ عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٠٥)

تاہم اس تعلیق کی تائید میں درج ذیل احادیث اور آثار ہیں:

سلام پھیرنے کے بعد دائیں اور بائیں جانب مڑ کر بیٹھنے کے متعلق احادیث اور آثار

اسود بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کوئی شخص شیطان کے لیے اپنی طرف سے حصہ نہ بنائے اور وہ یہ اعتقاد کرے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ صرف دائیں طرف مڑ کر بیٹھے' کیونکہ میں نے اکثر مرتبہ دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بائیں طرف مڑ کر بیٹھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١٢٥' مجلس علمی' بیروت' ١٤٢٧ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١٠٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

قبیصہ بن حلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے دیکھا کہ آپ دونوں طرف مڑ کر بیٹھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١٢٧' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١٠٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مڑ کر دائیں طرف بیٹھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١٢٧' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١١٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: جب تم اپنی نماز ادا کر لو اور اپنی ضرورت پوری کرنا چاہو تو تمہاری حاجت دائیں جانب ہو یا بائیں جانب ہو' اسی جانب مڑ جاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١٢٨' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١١١' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

غزوان بن جریر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سلام پھیرتے تو اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ دائیں طرف مڑیں یا بائیں طرف۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١٢٩' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١١٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ناجیہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو بائیں طرف مڑ کر بیٹھا تو انہوں نے کہا: اس شخص نے سنت کو پا لیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١٣١' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١١٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم النخعی نے کہا: تم جس طرف مڑ کر بیٹھنا چاہو' مڑ کر بیٹھ جاؤ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١٣٤' مجلس علمی' بیروت' ١٤٢٧ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣١١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٨٥٢- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ سُلَيْمَانَ' عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ' عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَجْعَلَنَّ اَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ' يَرٰى اَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ يَمِيْنِهٖ' لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا يَنْصَرِفُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از عمارہ بن عمیر از الاسود' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا کوئی حصہ نہ بنائے کہ وہ یہ اعتقاد کرے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ

عَنْ يَسَارِهِ. صرف دائیں طرف مڑ کر بیٹھے کیونکہ میں نے بہت دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں طرف مڑے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۰۷، الرقم المسلسل: ۱۶۰۹، سنن ابوداؤد: ۱۰۴۲، سنن نسائی: ۱۳۵۹، سنن ابن ماجہ: ۹۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۵-۳۰۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۲۸۳، مسند ابویعلیٰ: ۵۱۷۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۱۴، المعجم الکبیر: ۱۰۱۶۱، شرح السنۃ: ۷۰۲، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۳۱۔ ج ۶ ص ۱۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۳۲، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان الاعمش (۴) عمارہ بن عمیر (۵) الاسود بن یزید النخعی (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۶)

ایک تعارض کا جواب اور احکام شرعیہ میں ترمیم کرنے کی مذمت

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث کے معارض ایک حدیث ہے:

سُدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: جب میں نماز پڑھ کر مڑوں تو دائیں طرف مڑوں یا بائیں طرف مڑوں؟ حضرت انس نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر دائیں طرف مڑتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۰۸، الرقم المسلسل: ۱۵۲۵)

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر بائیں طرف مڑتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور حضرت انس نے کہا: میں نے آپ کو اکثر دائیں طرف مڑتے ہوئے دیکھا ہے اور اکثر تو ایک ہی فعل ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طرف مڑتے تھے' جس نے آپ کو جس طرف مڑتے ہوئے دیکھا' اس نے اسی کی روایت کر دی۔

اس حدیث سے یہ ضابطہ معلوم ہوا کہ ہر حکم شرعی کو اپنے محل میں رکھنا چاہیے اور اپنی طرف سے کسی حکم شرعی میں ترمیم کرنا شیطان کی اتباع اور گم راہی ہے' اس لیے کسی سنت یا مستحب کو اپنی طرف سے واجب نہیں کہنا چاہیے اور نہ کسی مکروہ کو حرام کہنا چاہیے' ہم احکامِ شرعیہ کے مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں' بعض لوگ اپنے تقویٰ کے اظہار کے لیے سنن اور مستحبات کو واجب کا درجہ دیتے ہیں اور مکروہات کو حرام کا درجہ دیتے ہیں' ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۵۳۵۔ ج ۲ ص ۴۱۷ پر ہے' اس کی شرح میں یہ عنوان ہیں: تطبیق' فرق مراتب قائم رکھنا۔

١٦٠ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الثُّومِ النِّيْءِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ الثُّومَ أَوِ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوعِ أَوْ غَيْرِهِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا

کچے لہسن' پیاز اور گندنا کے متعلق جو احادیث وارد ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جس نے بھوک یا بغیر بھوک کے لہسن یا پیاز کھایا' وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے

اس عنوان میں "کراث" کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے ایسی سبزی جس میں بدبو ہو' اس کا معنی گندنا ہے' اس سلسلہ میں احادیث کا خلاصہ

یہ ہے کہ کوئی شخص بدبودار چیز کھا کر یا پی کر مسجد میں نہ آئے کیونکہ اس سے فرشتوں اور نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے بیڑی' سگریٹ' حقہ اور نسوار وغیرہ بھی اس ممانعت میں داخل ہیں' تاہم کچا لہسن اور پیاز کھانا ان اوقات میں جائز ہے جن اوقات میں مسجد میں نہ جانا ہو اور بیڑی' سگریٹ اور حقہ وغیرہ کا پینا صحت کے لیے مضر ہیں' اس لیے یہ ہر حال میں مکروہ ہیں' یہ ایسا زہر ہے جو بہ تدریج صحت کو نقصان پہنچاتا ہے۔

۸۵۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّوْمَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر میں فرمایا: جس نے اس درخت سے کھایا یعنی لہسن سو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

[اطراف الحدیث:۴۲۱۵_۴۲۱۷_۴۲۱۸_۵۵۲۱_۵۵۲۲] (صحیح مسلم:۵۶۱' الرقم المسلسل:۱۲۲۶' سنن ابوداؤد:۳۸۲۵' سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج۸ ص۲۶۶' سنن بیہقی ج۳ ص۷۵' صحیح ابن خزیمہ:۱۶۶۱' صحیح ابن حبان:۲۰۸۸' مسند احمد ج۲ ص۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۷۱۹_ج۸ ص۲۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۸۵۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيْدُ الثُّوْمَ فَلَا يَغْشَانَا فِيْ مَسَاجِدِنَا. قُلْتُ مَا يَعْنِيْ بِهٖ؟ قَالَ مَا اُرَاهُ يَعْنِيْ اِلَّا نِيْئَهٗ . وَقَالَ مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اِلَّا نَتْنَهٗ. [اطراف الحدیث:۸۵۵_۵۴۵۲_۷۳۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس درخت سے کھایا' آپ کی مراد لہسن تھا' وہ ہماری مساجد کو نہ ڈھانپے۔ عطاء نے کہا: میں نے پوچھا: اس سے آپ کی کیا مراد تھی؟ حضرت جابر نے کہا: میرا صرف یہ گمان ہے کہ آپ کی مراد کچا لہسن تھی' اور مخلد بن یزید نے کہا از ابن جریج: صرف اس کی بدبو۔

(صحیح مسلم:۵۶۴' الرقم المسلسل:۱۲۳۲' سنن ترمذی:۱۸۰۶' سنن نسائی:۷۰۶' مصنف عبد الرزاق:۱۷۳۶' السنن الکبریٰ:۷۸۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۶۵' صحیح ابن حبان:۱۶۴۴' سنن بیہقی ج۳ ص۷۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۵۱۰' مسند ابویعلیٰ:۱۸۸۹' مسند احمد ج۳ ص۳۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۰۶۹_ج۲۳ ص۳۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۱۰۳۰)

۸۵۵- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ زَعَمَ عَطَاءٌ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ زَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا . اَوْ قَالَ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا' وَلْيَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهٖ . وَاَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' عطاء نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے لہسن یا پیاز کھایا وہ ہم سے دور رہے' یا فرمایا: وہ ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِقِدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِّنْ بُقُوْلٍ، فَوَجَدَ لَهَا رِيْحًا، فَسَاَلَ فَاُخْبِرَ بِمَا فِيْهَا مِنَ الْبُقُوْلِ، فَقَالَ قَرِّبُوْهَا. اِلٰى بَعْضِ اَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ، فَلَمَّا رَاٰهُ كَرِهَ اَكْلَهَا، قَالَ كُلْ فَاِنِّيْ اُنَاجِيْ مَنْ لَا تُنَاجِيْ. وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ اُتِيَ بِبَدْرٍ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِيْ طَبَقًا فِيْهِ خَضِرَاتٌ. وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَاَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ قِصَّةَ الْقِدْرِ، فَلَا اَدْرِيْ هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ اَوْ فِي الْحَدِيْثِ.

(سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲ 'سنن ترمذی: ۱۸۰۶ 'سنن نسائی: ۷۰۶)

میں بیٹھے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیگچی لائی گئی جس میں کچھ سبزیاں تھیں' آپ کو ان سے بدبو آئی' آپ نے ان کے متعلق سوال کیا' آپ کو بتایا گیا کہ ان میں فلاں فلاں سبزیاں ہیں' آپ نے فرمایا: ان کو ان بعض اصحاب کے قریب کر دو جو اس وقت آپ کے ساتھ تھے' جب آپ نے ان کو دیکھا تو ان کے کھانے کو ناپسند کیا' آپ نے فرمایا: تم کھاؤ' میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے' اور احمد بن صالح نے کہا از ابن وہب: آپ کے پاس طباق (تھال) لایا گیا' ابن وہب نے کہا: یعنی آپ کے پاس ایسا تھال لایا گیا جس میں سبزیاں تھیں اور لیث نے اور ابوصفوان از یونس نے دیگچی کا قصہ ذکر نہیں کیا' پس مجھے معلوم نہیں کہ وہ الزہری کا قول ہے یا حدیث میں ہے۔

٨٥٦- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ اَنَسًا مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثُّوْمِ؟ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبْنَا. اَوْ لَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا. [طرف الحدیث: ۵۴۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز' انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لہسن کے متعلق کیا سنا ہے؟ پس انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس درخت سے کھایا وہ ہمارے قریب نہ آئے' یا فرمایا: ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

بدبو کی وجہ سے لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت اور اس سلسلہ میں دیگر مسائل

علامہ ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث کی فقہ یہ ہے کہ لہسن کھانا مباح ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: جس نے (کچا) لہسن کھایا وہ ہماری مساجد میں نہ آئے' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض نہیں ہے' برخلاف اہل ظاہر کے' وہ جماعت سے نماز پڑھنے کو فرض کہتے ہیں اور لہسن کھانے کو حرام کہتے ہیں اور متقدمین کی ایک جماعت نے کچا لہسن کھایا ہے' فقہاء کا اس حدیث کی توجیہ میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: آپ نے صرف مسجد نبوی میں کچا لہسن کھا کر آنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہاں پر وحی لانے والے فرشتے آتے ہیں۔

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حکم میں مسجد نبوی اور باقی مساجد برابر ہیں اور وحی لانے والے فرشتے اور دوسرے فرشتے برابر ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اس سے بنو آدم کو ایذاء ہوتی ہے اور فرمایا: کچے لہسن کی بو سے ہمیں ایذاء ہوتی ہے اور جو شخص مسلمان کے ساتھ بیٹھا ہوا اس کو ایذاء پہنچانا جائز نہیں ہے۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے: جس آدمی نے جمعہ کے دن (کچا) لہسن کھایا' میری رائے ہے کہ وہ مسجد میں جمعہ کے لیے حاضر نہ ہو اور جس شخص پر جمعہ فرض ہے' اس نے (کچا) لہسن کھایا تو اس نے بہت برا کام کیا۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص سے ایذاء پہنچے جیسے جذامی یا جن کی ناک بہت بہتی ہو یا بہت زیادہ چھینکنے والے یا اس جیسے دیگر

لوگ وہ مسجد سے دور رہیں۔

اس حدیث میں بدبودار سبزیوں کا ذکر ہے یہ سبزیاں مدینہ میں ہوتی تھیں اور اس پر اہل مدینہ کا اجماع ہے کہ ان سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سبزیوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کی اور اگر آپ نے ان سبزیوں میں زکوٰۃ لی ہوتی تو یہ بات فقہاء سے مخفی نہ رہتی اور یہ بات منقول ہوتی' امام مالک' امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے کسی کھانے کو اس لیے ترک کر دیا کہ وہ اس کو پسند نہیں تو اس کو ملامت نہیں کی جائے گی' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ کو نہیں کھایا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں نہ اس کو کھاتا ہوں نہ اس کو حرام کہتا ہوں۔ (سنن ترمذی:۱۷۹۰' سنن نسائی:۴۳۲۵' مسند احمد ج ۲ ص ۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ کچا لہسن کھا سکتے ہو' اور اپنے نہ کھانے کی وجہ بیان فرمائی: میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے۔ المہلب نے اس جملہ کی شرح میں کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے بنو آدم سے افضل ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ المہلب کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا اور مسجد میں جس طرح فرشتے ہوتے ہیں' بنو آدم میں سے نمازی بھی ہوتے ہیں اور جس طرح فرشتوں کو بدبو سے ایذاء پہنچتی ہے' بنو آدم کو بھی ایذاء پہنچتی ہے' نیز جب بنو آدم کو اس سے ایذاء پہنچے گی تو وہ اپنی مجلس میں اس شخص کی مذمت کریں گے اور غیبت میں مبتلا ہوں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرما دیا' لہٰذا اس حکم سے فرشتوں کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ امام مالک نے کہا ہے کہ مسجد میں کچا لہسن کھا کر آنا ممنوع ہے اور بازاروں میں کچا لہسن کھا کر جانا ممنوع نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۳۶-۵۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہم نے ان احادیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ کچے لہسن کو کھا کر مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ لہسن کو پکا کر کھانے کے بعد مسجد میں آنا منع نہیں ہے' اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

معدان بن ابی طلحہ الیعمری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم ان دو درختوں سے کھاتے ہو یعنی اس لہسن اور اس پیاز کو' اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک شخص کو دیکھا' جس کے منہ سے بدبو آ رہی تھی' اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو (مسجد سے) بقیع کی طرف نکال دیا گیا' پس جو شخص اس لہسن اور اس پیاز کو کھائے' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کو پکا کر ان کی بدبو کو زائل کر دے۔

(صحیح مسلم:۵۶۷' سنن نسائی:۷۰۴' سنن ابن ماجہ:۲۷۲۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۵' مسند ابویعلیٰ:۲۵۱' صحیح ابن حبان:۲۰۹۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۷۴۹' مجلس علمی بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ:۶۶۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اگر کسی شخص نے کچا لہسن کھایا' اس کے بعد اس کی بدبو زائل ہو گئی تو اب اس کے لیے مسجد میں جانا جائز ہے' اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے لہسن کھایا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں گیا' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رکعت نماز پڑھ چکے تھے' پھر جب میں بقیہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تو میرے منہ سے بدبو آ رہی تھی' پس آپ نے فرمایا: جس شخص نے اس سبزی کو کھایا وہ ہماری مسجد میں نہ آئے حتیٰ کہ اس کی بدبو چلی جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۷۲' المعجم الکبیر: ۱۰۰۳' ج ۲۰' صحیح ابن حبان: ۲۰۹۵' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۹' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۴۷۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۶۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۵۰۔ ج ۲ ص ۱۲۹ پر مذکور ہے' وہاں پر اس حدیث کی شرح کا عنوان ہے: بدبودار اشیاء کو کھا کر مسجد میں جانا۔

۱۶۱ - بَابُ وُضُوْءِ الصِّبْيَانِ، وَمَتٰى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُوْرُ وَحُضُوْرِهِمُ الْجَمَاعَةَ وَالْعِيْدَيْنِ وَالْجَنَائِزَ، وَصُفُوْفِهِمْ

بچوں کا وضوء کرنا اور ان پر غسل اور وضوء اور جماعت اور عیدین اور جنازوں میں حاضر ہونا کب واجب ہوتا ہے اور ان کی صفوں کا بیان

اس باب میں بچوں کے وضوء کا بیان ہے اور یہ ذکر نہیں کیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ واجب ہے یا مستحب ہے' اگر امام بخاری کہتے: یہ واجب ہے تو اگر بچہ اس کو ترک کرتا تو وہ عذاب کا مستحق ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اگر وہ کہتے: یہ مستحب ہے' تو اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اگر بچہ بغیر وضوء کے نماز پڑھے تو وہ نماز بھی صحیح ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے' اس لیے امام بخاری نے بچوں کے وضوء کرنے کا حکم نہیں بیان کیا۔ بچوں کو نماز سکھانے کے متعلق یہ حدیث ہے:

عبد الملک بن الربیع بن سبرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچہ کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور ان کو دس سال کی عمر میں (نماز نہ پڑھنے پر) مارو۔

(سنن ترمذی: ۴۰۷' سنن ابوداؤد: ۴۹۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۴' المستدرک ج ۱ ص ۲۵۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۰۲' کنز العمال: ۴۵۳۲۷)

بچوں پر غسل کب واجب ہوتا ہے' اس کے متعلق عنقریب یہ حدیث آئے گی:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے (یعنی ثابت ہے)۔

(صحیح البخاری: ۸۵۸' سنن ابوداؤد: ۳۴۱' صحیح مسلم: ۸۴۶' سنن نسائی: ۱۳۷۶' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۹)

۸۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيَّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَنْ مَّرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَّنْبُوْذٍ فَاَمَّهُمْ وَصَفُّوْا عَلَيْهِ. فَقُلْتُ يَا اَبَا عَمْرٍو! مَنْ حَدَّثَكَ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. [اطراف الحدیث: ۱۲۴۷۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۴۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سلیمان الشیبانی سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک منفرد قبر پر سے گزرا' آپ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی اور انہوں نے صف بنائی' میں نے کہا: اے ابو عمرو! آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

(صحیح مسلم: ۹۵۴' الرقم المسلسل: ۲۱۷۶' سنن ابوداؤد: ۳۱۹۶' سنن ترمذی: ۱۰۳۷' سنن نسائی: ۲۰۲۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۳۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۵۹۔ ۳۶۰' صحیح ابن حبان: ۳۰۹۱' المعجم الکبیر: ۱۲۵۸۲' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۷۶۔ ۷۷' سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۵۔ ۴۶' شرح السنۃ: ۱۴۹۸' مسند احمد

ج ۱ ص ۲۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۳۔ ج ۳ ص ۴۳۰ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۵۱ 'مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ اور وہ محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ بن عبداللہ بن مالک الانصاری البصری ہیں (۲) غندر اور یہ محمد بن جعفر البصری کا لقب ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) سلیمان بن ابی سلیمان اور ان کا نام فیروز ابواسحاق الشیبانی الکوفی ہے (۵) عامر الشعبی (۶) ایک صحابی ہیں' جن کا نام نہیں لیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۱۷)

دفن کیے جانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی مدت اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر لوگوں کو نماز پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر نماز پڑھنا جائز ہے' ہمارے اصحاب (احناف) نے کہا ہے کہ اگر میت کو دفن کر دیا جائے اور اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کو قبر سے نکالا نہیں جائے گا' اس پر نماز اس وقت پڑھی جائے گی جب تک یہ یقین نہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہے' اسی طرح المبسوط میں مذکور ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر اس میں شک ہے کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہوگا' پھر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کی ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے۔

امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' حضرت ابن عمر' حضرت ابوموسیٰ' حضرت عائشہ' ابن سیرین اور اوزاعی نے بھی اسی طرح کہا ہے' جسم کے پھٹنے سے پہلے نماز پڑھنے کے جواز میں غلبہ ظن کا اعتبار ہے' پس اگر ظن غالب یہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ چکا ہوگا تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی ورنہ پڑھی جائے گی اور امام ابویوسف سے یہ روایت ہے کہ تین دن تک اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے' دوسرا قول ہے: ایک ماہ تک اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی' امام احمد کا بھی یہی قول ہے' تیسرا قول ہے: جب تک اس کا جسم بوسیدہ نہ ہو جائے اور چوتھا قول ہے: ہمیشہ اس کی قبر پر نماز پڑھنا جائز ہے' اس قول کی بناء پر صحابہ کی قبروں پر بھی ان کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے لیکن اس قول کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے' امام مالک نے کہا: قبر پر نماز جنازہ پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو جن صحابہ نے آپ کے پیچھے صف باندھی تھی' آپ انہیں منع فرمادیتے۔

تین دن کے بعد قبر پر نماز پڑھنے کے عدم جواز پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد بھی قبر پر نماز پڑھی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد شہداء احد کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ (الحدیث)
(صحیح البخاری: ۴۰۴۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ شہداء کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے' اسی طرح تروتازہ رہتے ہیں' حدیث میں ہے:

امام مالک' عبدالرحمن بن ابی صعصعہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمرو بن الجموح الانصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہما' ان دونوں کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا تھا اور یہ دونوں صحابی جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک قبر میں مدفون تھے' ان کی قبر کھودی گئی تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جاسکے' جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر نہیں ہوئے تھے' یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں' ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور

اس کا ہاتھ اب بھی اس کے زخم پر تھا' جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑ ا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آ گیا۔ غزوہ احد اور اس قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔ (موطأ امام مالک: ۱۰۴۴' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ شہداء کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے' لہٰذا شہداء احد کے دفن ہونے کے آٹھ سال بعد ان کی نماز جنازہ پڑھنے کی حدیث فقہاء کے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۵۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ' عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن سلیم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

[اطراف الحدیث: ۸۷۹-۸۸۰-۸۹۵-۲۶۶۵] (صحیح مسلم: ۸۴۶' الرقم المسلسل: ۱۹۲۵' سنن ابوداؤد: ۳۴۱' سنن نسائی: ۱۳۷۳' مصنف عبد الرزاق: ۵۳۰۷' مسند الحمیدی: ۷۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۲' المنتقی: ۲۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۹۷۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۴۲' مسند احمد ج ۳ ص ۶' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۲۷-ج ۱۷ ص ۴۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۶۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ بن جعفر' ان کو ابو الحسن ابن المدینی البصری کہا جاتا ہے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) صفوان بن سلیم' یہ بہت بڑے امام تھے' ان کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی تھی' یہ بادشاہ کے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے' سجدہ کی کثرت سے ان کی پیشانی متاثر ہو گئی تھی' یہ ۱۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عطاء بن محمد یسار ابو محمد الھلالی' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے (۵) حضرت ابو سعید سعد بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۰)

آیا جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے' اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے کہا ہے: میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ اہل ظاہر کے سوا کسی نے جمعہ کے غسل کو واجب کہا ہو' انہوں نے اس غسل کو واجب کہا ہے' ابن وہب نے بیان کیا کہ امام مالک سے سوال کیا گیا: آیا جمعہ کا غسل واجب ہے؟ انہوں نے کہا: جمعہ کا غسل مستحب ہے' واجب نہیں ہے' نیز جمعہ کے غسل کا وجوب اس حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضوء کیا تو یہ اچھا اور عمدہ کام ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل کرنا افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۴' سنن ترمذی: ۴۹۷' سنن نسائی: ۱۳۷۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۹۵' مسند احمد ج ۵ ص ۸)

نیز صحیح بخاری کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس میں واجب بہ معنی ثابت ہے اور تاکید کے لیے اس کو واجب فرمایا ہے۔

۸۵۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ اَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از عمرو' انہوں نے کہا:

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَۃَ لَیْلَۃً فَنَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا کَانَ فِیْ بَعْضِ اللَّیْلِ، قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَتَوَضَّاَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِیْفًا، یُخَفِّفُہٗ عَمْرٌو وَیُقَلِّلُہٗ جِدًّا، ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ، فَقُمْتُ فَتَوَضَّاْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّاَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ یَّسَارِہٖ، فَحَوَّلَنِیْ فَجَعَلَنِیْ عَنْ یَّمِیْنِہٖ، ثُمَّ صَلّٰی مَا شَاءَ اللّٰہُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ، فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ، فَاَتَاہُ الْمُنَادِیْ یَاْذِنُہٗ بِالصَّلٰوۃِ، فَقَامَ مَعَہٗ اِلَی الصَّلٰوۃِ، فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّاْ، قُلْنَا لِعَمْرٍو اِنَّ نَاسًا یَقُوْلُوْنَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَیْنُہٗ وَلَا یَنَامُ قَلْبُہٗ؟ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَیْدَ بْنَ عُمَیْرٍ یَقُوْلُ اِنَّ رُؤْیَا الْاَنْبِیَاءِ وَحْیٌ، ثُمَّ قَرَاَ ﴿اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ﴾ (الصّٰفّٰت:١٠٢).

مجھے کریب نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے' پھر جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے' پس آپ نے ایک لٹکی ہوئی مشک سے خفیف وضوء کیا' عمرو نے کہا: وہ بہت خفیف اور قلیل وضوء تھا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پس میں بھی اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے بھی آپ کے وضوء کی مثل وضوء کیا' پھر میں آیا اور آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا' پھر آپ نے مجھے پھیر کر اپنی دائیں جانب کر دیا' پھر جتنی دیر اللہ نے چاہا آپ نے نماز پڑھی' پھر آپ کروٹ لے کر لیٹ گئے' حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے' پھر آپ کے پاس مؤذن آیا اور اس نے آ کر آپ کو نماز کی اطلاع دی' آپ اس کے ساتھ نماز کی طرف کھڑے ہو گئے' آپ نے نماز پڑھائی اور وضوء نہیں کیا' ہم نے عمرو سے کہا: لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں اور آپ کا دل نہیں سوتا' عمرو نے کہا: میں نے عبید بن عمرو کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ (الصّٰفّٰت:١٠٢)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١١٧ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو باتیں کرنا۔

٨٦٠- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَدَّتَہٗ مُلَیْکَۃَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْہُ، فَاَکَلَ مِنْہُ، فَقَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّیَ بِکُمْ. فَقُمْتُ اِلٰی حَصِیْرٍ لَّنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِثَ، فَنَضَحْتُہٗ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْیَتِیْمُ مَعِیَ، وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا، فَصَلّٰی بِنَا رَکْعَتَیْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ان کی دادی حضرت ملیکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی' جو کھانا انہوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا' آپ نے اس کو کھایا' پھر فرمایا: اٹھو! میں تم کو نماز پڑھاؤں' پس میں ایک چٹائی کی طرف اٹھا جو کثرتِ استعمال سے میلی ہو چکی تھی' میں نے اس چٹائی کو پانی سے دھویا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور یتیم میرے ساتھ تھا اور بڑی بی ہمارے پیچھے تھیں' آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی۔

صحیح البخاری:٨٥٩ میں حضرت ابن عباس کے وضوء کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں یتیم کے وضوء کرنے کا ذکر ہے اور یہ دونوں نابالغ تھے اور یہ دونوں حدیثیں عنوان کے اس جز کے مطابق ہیں' جس میں بچوں کے وضوء کرنے کا ذکر ہے' اس حدیث کے

باقی مضامین کی شرح' صحیح البخاری:۳۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۸۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ' وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ' وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ' فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ' فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ' وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ' فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں گدھے (بلکہ) گدھی پر سوار ہو کر آیا اور میں ان دنوں بلوغت کے قریب تھا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر دیوار کی اوٹ کے منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' میں صف کے بعض حصہ کے سامنے سے گزرا' پس میں اترا اور میں نے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا' پھر کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا۔

اس حدیث میں عنوان کے تیسرے جز کے ساتھ مطابقت ہے' یعنی بچوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا' اس حدیث کے دیگر اُمور کی شرح' صحیح البخاری:۷۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: بچوں کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے۔

۸۶۲ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعِشَاءِ' حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهُ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ. وَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّيْ غَيْرُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندھیرا کر دیا' اور عیاش نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں اندھیرا کر دیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو آواز دے کر کہا: عورتیں اور بچے سو گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرے سے نکلے' پھر آپ نے فرمایا: اس وقت روئے زمین پر تمہارے سوا کوئی بھی نماز نہیں پڑھ رہا اور اس وقت اہل مدینہ کے سوا کوئی بھی نماز نہیں پڑھتا تھا۔

اس حدیث میں حضرت عمر نے بچوں کا بھی ذکر کیا ہے' امام بخاری کی اس سے مراد یہ ہے کہ بچے بھی مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہوتے تھے اور اس میں عنوان کے چوتھے جز کے ساتھ مطابقت ہے' اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری:۵۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۸۶۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَابِسٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَهٗ رَجُلٌ شَهِدْتَّ الْخُرُوْجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمن بن عابس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَعْنِي مِنْ صِغَرِهِ أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَهْوِي بِيَدِهَا إِلَى حَلْقِهَا تُلْقِي فِي ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ أَتَى هُوَ وَبِلَالٌ الْبَيْتَ.

عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' ان سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (حجرے سے) نکلے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اگر میری عمر اتنی نہ ہوتی یعنی میرا بچپن نہ ہوتا تو میں اس موقع پر حاضر نہ ہوتا' آپ اس پہاڑی پر آئے جو کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس ہے' پھر آپ نے خطبہ دیا' پھر آپ خواتین کے پاس گئے' پھر آپ نے ان کو نصیحت کی اور خطبہ دیا اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا' پس عورت اپنا ہاتھ اپنے حلق کی طرف لے جاتی اور اپنے زیور اتار کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں ڈال دیتی' اس کے بعد آپ اور حضرت بلال گھر چلے جاتے۔

اس حدیث میں جس خطبہ کا ذکر ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کی نماز کے بعد دیا تھا' اس نماز میں حضرت ابن عباس بھی موجود تھے اور انہوں نے خود تصریح کی ہے کہ میں اس وقت بچہ تھا اور اس حدیث میں عنوان کے پانچویں جز کے ساتھ مطابقت ہے کہ بچوں کا عید کی نماز میں جانا۔ اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: امام کا خواتین کو نصیحت کرنا اور تعلیم دینا۔

۱۶۲ - بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ

رات کو اور اندھیرے میں خواتین کا مساجد کی طرف جانا

امام بخاری نے اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ خواتین نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں جاتی تھیں' امام بخاری نے یہ نہیں بیان کیا کہ شرعاً اس کا کیا حکم ہے کیونکہ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

۸۶۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ غَيْرُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ. وَلَا يُصَلَّى يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ وَكَانُوا يُصَلُّونَ الْعَتَمَةَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں اندھیرا کر دیا' حتیٰ کہ حضرت عمر نے آپ کو آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکلے اور فرمایا: روئے زمین میں اس نماز کا تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا اور اس وقت مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور وہ عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے کے بعد سے تہائی رات کے اوّل حصہ تک پڑھتے تھے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۲۰۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند یا سرپرست کی اجازت کے بغیر مسجد میں جائے اور خاوند کو چاہیے کہ وہ عورت

کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانے سے اور جس کام میں اس کی دینی منفعت ہو اس سے اس کو منع نہ کرے' یہ اس صورت پر محمول ہے جب عورت پر فتنہ کا خطرہ نہ ہو اور اس زمانہ کے حالات میں فتنہ اور فساد کا غلبہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب فتنہ اور فساد کا غلبہ ہو تو خواتین کو مسجد کی طرف نہیں جانا چاہیے۔

اس حدیث میں جو عورتوں کے مسجد میں جانے کا ذکر ہے' امام مالک کے نزدیک اس سے مراد بوڑھی عورتیں ہیں' اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ بوڑھی عورتیں مسجد میں جائیں' لیکن بہ کثرت آنا جانا نہ رکھیں اور جوان عورتیں ایک دو مرتبہ چلی جائیں اور وہ اپنے گھر والوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جاسکتی ہیں۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: میں عورتوں کے نمازِ جمعہ اور فرض نمازوں کے لیے مسجد میں جانے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور بوڑھی عورتوں کے لیے فجر اور عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے کی اجازت دیتا ہوں' اس کے علاوہ نہیں۔

امام ابو یوسف نے کہا: بوڑھی عورتوں کے لیے تمام نمازوں کے لیے مسجد میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جوان عورت کے نکلنے کو میں مکروہ قرار دیتا ہوں' الثوری نے کہا: عورت خواہ بوڑھی ہو' اس کے گھر سے نکلنے میں کوئی خیر نہیں ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: عورت چھپائی جانے والی چیز ہے' اللہ کے نزدیک اس کی مقرب نماز گھر کی کوٹھڑی میں ہے' جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانک کر دیکھتا ہے۔

ابراہیم النخعی اپنے گھر کی خواتین کے جمعہ اور جماعت کے لیے مسجد میں جانے کو مکروہ کہتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ زین الدین بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

مردوں کے ساتھ جماعت میں خواتین کے مسجد میں نماز پڑھنے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء نے اس کو ہر حال میں مکروہ کہا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی مؤقف ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: میں اس زمانہ میں عورتوں کے نکلنے کو مکروہ کہتا ہوں کیونکہ وہ فتنہ اور آزمائش ہیں۔

امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ عیدین کے سوا گھروں سے نہ نکلیں۔

بعض فقہاء نے بوڑھی عورتوں کو نکلنے کی اجازت دی ہے اور جوان عورتوں کو منع کیا ہے' یہ امام مالک کا قول ہے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی' امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے اور ہمارے اصحاب حنبلیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۳۰۹' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

عورتوں پر جماعت فرض نہیں ہے' فرض عین نہ فرض کفایہ لیکن ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے' پھر اس میں دو صورتیں ہیں' ان کے حق میں مردوں کی طرح جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کے حق میں مردوں کی طرح جماعت سے نماز پڑھنا مؤکد نہیں ہے' اس لیے ان کا جماعت کو ترک کرنا مکروہ نہیں ہے اور مردوں کے حق میں جماعت کو ترک کرنا مکروہ ہے' اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ان کے حق میں جماعت سے نماز پڑھنا سنت ہے اور گھروں میں ان کا جماعت سے نماز

پڑھنا افضل ہے اور اگر وہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کریں تو جوان عورتوں کے لیے مکروہ ہے اور بوڑھی عورتوں کے لیے مکروہ نہیں ہے۔ (روضۃ الطالبین ج۱ ص ۴۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صاحب ھدایہ نے کہا ہے کہ عورتوں کے حق میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور شارحین نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہے: جوان عورتوں کا جانا مکروہ ہے' اس سے تمام جماعات مراد ہیں' خواہ جمعہ کی جماعت ہو' عید کی جماعت ہو' نماز کسوف کی جماعت ہو یا نماز استسقاء کی جماعت ہو۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کا گھر سے نکلنا مباح ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ان کے گھر سے نکلنے میں فتنہ کا خوف ہے اور حرام کا سبب ہے اور جو حرام کا سبب ہو وہ حرام ہے اور خاص طور پر اس زمانہ میں جب کہ فساد اور بے راہ روی عام ہو چکی ہے' صاحب ھدایہ نے کہا ہے کہ بوڑھی عورت فجر' مغرب اور عشاء میں گھر سے نکلے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس وقت امن ہوتا ہے' یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ بوڑھی عورت تمام نمازوں کے لیے گھر سے نکلے کیونکہ اس کی طرف رغبت کم ہوتی ہے' اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے ایک یہ روایت بیان کی ہے کہ خواتین نماز کے لیے گھر سے نکلیں اور آخری صفوں میں کھڑی ہوں اور مردوں کے ساتھ نماز پڑھیں کیونکہ وہ جماعت کی اہل ہیں اور مردوں کی تابع ہیں اور امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ خواتین نمازیوں کی تعداد میں اضافہ کے لیے مسجد میں آئیں اور مسجد کے ایک کونے میں کھڑی ہوں اور نماز نہ پڑھیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حائضہ عورتوں کو اسی طرح کا حکم دیا ہے (یعنی نماز نہ پڑھنے کا) کیونکہ وہ نماز کی اہل نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۶۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَآؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوْا لَهُنَّ. تَابَعَهُ شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از حنظلہ از سالم بن عبد اللہ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم سے تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو ان کو اجازت دے دو۔ شعبہ نے اس حدیث کی متابعت کی ہے از الاعمش از مجاہد از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[اطراف الحدیث: ۸۷۳-۸۹۹-۹۰۰-۵۲۳۸] (صحیح مسلم: ۴۴۲' الرقم المسلسل: ۹۷۱' سنن نسائی: ۷۰۶' مسند ابو یعلیٰ: ۵۵۵۹' مسند ابو حنیفہ: ۱۳۴' المعجم الکبیر: ۱۳۲۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۲۲۔ ج ۸ ص ۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۲۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۸ھ' مسند الطحاوی: ۳۸۹۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی (۲) حنظلہ بن ابی سفیان الجمحی' یہ اہل مکہ سے ہیں' اور ابو سفیان کا نام اسود بن عبد الرحمان ہے (۳) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۴) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۵)

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ عورتوں کو اجازت دینا واجب نہیں ہے کیونکہ اگر مردوں پر اجازت دینا واجب ہوتا تو مردوں سے اجازت طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عورتوں کے مسجد میں جانے کے متعلق حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

عورتوں کے مسجد میں جانے کی اجازت کے متعلق احادیث اور آثار

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی صبح اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتی تھیں۔ ان سے کہا گیا: آپ کیوں گھر سے نکلتی ہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا نکلنا حضرت عمر کو ناپسند ہے اور ناگوار ہے' انہوں نے کہا: پھر حضرت عمر کو مجھے منع کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تو لوگوں نے کہا: ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مانع ہے' آپ نے فرمایا ہے: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو۔

(صحیح البخاری: ۹۰۰' مسند احمد ج ۲ ص ۷' حضرت عمر کی اس زوجہ کا نام عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل ہے مصنف عبد الرزاق: ۵۱۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو' ان کو چاہیے کہ وہ بغیر بناؤ سنگھار کے گھر سے نکلیں۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۸' سنن ابو داؤد: ۵۶۶' سنن دارمی: ۱۲۷۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۷۹' صحیح ابن حبان: ۲۲۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم النخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی عشاء کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۴' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

عورتوں کے مسجد میں جانے کی کراہت کے متعلق احادیث اور آثار

ابو عمر شیبانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جس عورت نے اپنے گھر میں نماز پڑھی ہے' اس سے افضل کسی عورت نے نماز نہیں پڑھی' ماسوا اس عورت کے جس نے مسجد حرام میں نماز پڑھی یا وہ بوڑھی عورت جس نے اپنے پرانے موزوں میں نماز پڑھی ہو۔ (المعجم الکبیر: ۹۴۷۱۔ ج ۹' مجلس علمی' بیروت' المعجم الکبیر: ۷۶۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت نے مسجد میں جمعہ پڑھنے کے متعلق سوال کیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہاری کوٹھڑی میں نماز پڑھنا تمہارے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور تمہارا گھر میں نماز پڑھنا تمہارے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور تمہارا حجرہ میں نماز پڑھنا تمہارا محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو عمرو شیبانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان عورتوں کو کنکر مار رہے تھے' جو جمعہ کے دن مسجد سے نکل رہی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ام حمید بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے خاوند ہمیں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے محبت کرتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا گھروں میں نماز پڑھنا تمہارے حجروں میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور تمہارا حجروں میں نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۹' صحیح ابن حبان: ۲۲۱۷' المعجم الکبیر: ۳۵۶۔ ج ۲۵' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٦٣ - بَابُ اِنْتِظَارِ النَّاسِ قِيَامَ الْإِمَامِ الْعَالِمِ

نمازیوں کا امام عالم کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا

٨٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهَا اَنَّ النِّسَاءَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ اِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ قُمْنَ، وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلّٰى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللّٰهُ، فَاِذَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ الرِّجَالُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں ہند بنت الحارث نے خبر دی کہ حضرت ام سلمہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں جب عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرتیں تو کھڑی ہو جاتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جو مرد نماز پڑھتے' وہ جب تک اللہ چاہتا اپنی جگہ برقرار رہتے' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے تو لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٣٧ میں گزر چکی ہے۔

٨٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ، فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ، مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک' ح (امام بخاری دوسری سند کی طرف متحول ہوئے) اور ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھاتے' پھر عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی مڑتیں' اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

حدیث مذکور کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٢ میں گزر چکی ہے۔

٨٦٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى ابْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ، وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا، فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلَاتِيْ، كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مسکین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ از والد خود' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نماز کی طرف قیام کا ارادہ کرتا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ میں نماز میں لمبا قیام کروں' پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں اپنی نماز میں تخفیف کرتا ہوں' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کی ماں پر طویل قیام دشوار ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٠٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہ تین احادیث اس لیے روایت کی ہیں کہ ان سب

میں مذکور ہے کہ عورتیں مسجد میں نماز پڑھتی تھیں۔

٨٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ. قُلْتُ لِعَمْرَةَ اَوَ مُنِعْنَ؟ قَالَتْ نَعَمْ. (صحیح مسلم:۴۴۵، الرقم المسلسل:۹۸۹، سنن ابوداؤد:۵۶۹، مسند الطحاوی:۱۲،۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو انہوں نے اب ایجاد کیا ہے تو ان کو (مسجد میں آنے سے) منع فرما دیتے، جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا، میں نے عمرہ سے پوچھا: کیا ان کو منع کر دیا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں!

عورتوں کے نت نئے فیشن کی وجہ سے حضرت عائشہ کا ان کو مسجد میں جانے سے منع کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتیں جو انہوں نے ہمارے زمانہ میں ایجاد کر لیا ہے اور اپنی زیبائش اور نمائش میں غیر شرعی طریقے اور مذموم بدعات نکال لی ہیں، خاص طور پر شہر کی عورتوں نے تو وہ عورتوں کی بہت زیادہ مذمت کرتیں۔

(عمدۃ القاری ج۶ ص۲۲۷)

میں کہتا ہوں: اگر علامہ عینی ہمارے زمانہ کی فیشن زدہ عورتوں کو دیکھ لیتے تو حیران رہ جاتے، اب اکثر عورتوں نے برقع لینا چھوڑ دیا ہے، سر کو دوپٹہ سے نہیں ڈھانپتیں، تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں، بیوٹی پارلر میں جا کر جدید طریقوں سے میک اپ کراتی ہیں، مردوں کے ساتھ مخلوط اجتماعات میں شرکت کرتی ہیں، مراتھن دوڑ میں حصہ لیتی ہیں، بسنت میں پتنگ اڑاتی ہیں، ویلنٹائن ڈے مناتی ہیں، اس قسم کی آزادروش میں عورتوں کے مسجد میں جانے کا تو خیر کوئی امکان ہی نہیں ہے، البتہ چند اللہ سے ڈرنے والی خواتین ضرور مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے یا رمضان کے مہینہ میں تراویح کی نماز پڑھنے جاتی ہیں، جہاں ان کی نماز کے لیے باپردہ جگہ بنائی جاتی ہے سو جو خواتین پردہ کی حدود و قیود سے مسجدوں میں جائیں تا کہ وہ درسِ قرآن و حدیث، وعظ اور نصیحت سن سکیں تو میری رائے ہے کہ ان کو منع نہیں کرنا چاہیے، جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ایک قول میں اس کی گنجائش بھی ہے، جس کو ہم صحیح البخاری: ۸۶۴ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے، کیونکہ اب عورتیں سینماؤں، بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں، مسجدوں میں آ کر کچھ دین کے احکام سن لیں گی۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج۲ ص۱۵۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۹۰۳۔ ج۱ ص۱۲۳۷ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:
مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل۔

١٦٤ - بَابُ صَلٰوةِ النِّسَآءِ خَلْفَ الرِّجَالِ

عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو

٨٧٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از

اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِيْ تَسْلِيْمَهٗ، وَيَمْكُثُ هُوَ فِيْ مَقَامِهٖ يَسِيْرًا قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ. قَالَ نَرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ اَنْ يُّدْرِكَهُنَّ الرِّجَالُ.

الزہری از ھند بنت الحارث از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام پھیرتے تھے تو آپ کے سلام پھیرنے کے وقت عورتیں کھڑی ہو جاتی تھیں اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر کھڑے رہتے تھے' الزہری نے کہا: اللہ زیادہ جانتا ہے! ہمارا گمان یہ ہے کہ آپ اس لیے کھڑے رہتے تھے کہ عورتیں مردوں کے اختلاط سے پہلے گزر جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

٨٧٢،٨٧١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ اُمِّ سُلَيْمٍ، فَقُمْتُ وَيَتِيْمٌ خَلْفَهٗ، وَاُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از اسحاق از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز پڑھی' پھر میں اور یتیم آپ کے پیچھے نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور ام سلیم ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۰ میں گزر چکی ہے۔

١٦٥ - بَابُ سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَاءِ مِنَ الصُّبْحِ، وَقِلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ

صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی مڑنا اور مسجد میں کم ٹھہرنا

٨٧٤،٨٧٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، فَيَنْصَرِفْنَ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ، لَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ، اَوْ لَا يَعْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن قاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھاتے' پس مؤمنات مڑ جاتیں' اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا' نہ وہ خود ایک دوسرے کو پہچانتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲ میں گزر چکی ہے۔

١٦٦ - بَابُ اِسْتِئْذَانِ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا بِالْخُرُوْجِ اِلَى الْمَسْجِدِ

عورت کا اپنے خاوند سے مسجد کی طرف جانے کی اجازت طلب کرنا

٨٧٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَاْذَنَتِ امْرَاَةُ اَحَدِكُمْ فَلَا يَمْنَعْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از معمر از الزہری از سالم بن عبداللہ از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی بیوی اجازت

طلب کرے تو وہ اس کو منع نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٦٥ میں گزر چکی ہے۔

یہ ''کتاب الاذان'' کی آخری حدیث ہے اس کے بعد کتاب الجمعہ شروع ہو رہی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۱ - كِتَابُ الْجُمُعَةِ

جمعہ کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس دن کا نام جمعہ رکھنے میں کئی اقوال ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس دن کا نام جمعہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی بناوٹ کو مکمل کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۱)

امام ابن خزیمہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے' آپ نے فرمایا: اے سلمان! تم کو جمعہ کے متعلق کیا علم ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے' فرمایا: اس دن میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کی بناوٹ کو جمع کیا۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۳۲' مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۵ھ)

امام عبدالرزاق نے ابن سیرین سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں آنے سے پہلے لوگ مدینہ میں جمع ہوئے اور ان ہی لوگوں نے اس دن کا نام جمعہ رکھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ انصار نے کہا: یہودی ہر ہفتہ کے دن جمع ہوتے ہیں اور نصاریٰ ہر اتوار کے دن جمع ہوتے ہیں تو کیوں نہ ہم بھی ایک دن جمع ہوں اور اس دن اللہ کا ذکر کریں اور نماز پڑھیں اور اس کا شکر ادا کریں' پس انہوں نے یوم عروبہ کا نام جمعہ رکھ دیا' پھر وہ حضرت اسعد کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور نصیحت کی' پس انہوں نے اس دن کا نام جمعہ رکھا' حضرت اسعد نے ان کے لیے بکری ذبح کی' پس انہوں نے صبح اور شام اس بکری کا گوشت کھایا' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ'' (الجمعہ:۹) جب جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۱۵۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱ - بَابُ فَرْضِ الْجُمُعَةِ — جمعہ کی نماز کی فرضیت

اس باب میں نمازِ جمعہ کی فرضیت کا بیان کیا گیا ہے' امام بخاری نے اس پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الجمعہ:۹).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب جمعہ کے دن (نماز) جمعہ کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو' یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ (الجمعہ:۹)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ اس اذان سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد خطبہ سے

پہلے دی جاتی ہے' کیونکہ السائب بن یزید نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک مؤذن تھا' اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ جاتے تو وہ مسجد میں اذان دیتا اور جب منبر سے اتر جاتے تو وہ اقامت کہتا' پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی اسی طرح ہوتا رہا حتیٰ کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے اور گھر دور دور ہو گئے تو حضرت عثمان نے ایک اذان کو زیادہ کر دیا اور یہ حکم دیا کہ پہلے الزوراء نامی بازار میں اذان دی جائے' پھر وہاں اذان دی جاتی اور جب حضرت عثمان منبر پر بیٹھ جاتے تو دوسری اذان دی جاتی اور جب وہ منبر سے اتر جاتے تو پھر اقامت کہی جاتی۔

نمازِ جمعہ کی فرضیت کتاب' سنت اور اجماع سے ثابت ہے' کتاب اللہ سے اس کی فرضیت کا ثبوت' الجمعہ: ۹ سے ہے' اور سنت سے اس کی فرضیت کا ثبوت اس حدیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے' جس نے اذان کو سنا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۵۶)

اور اجماع سے اس کا ثبوت اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ فرض ہے اور اس کے فرض ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۸۷۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ هُرْمُزَ الْاَعْرَجَ' مَوْلٰى رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ' حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ' بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا' ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِيْ فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ' فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ' فَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ اَلْيَهُوْدُ غَدًا وَالنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی کہ بے شک عبدالرحمان بن ہرمز الاعرج جو ربیعہ بن الحارث کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ ہم (بعثت میں) آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے' البتہ ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی' پھر یہ وہ دن ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا تھا' انہوں نے اس دن (کی تعیین) میں اختلاف کیا' تو اللہ نے ہمیں اس دن کی ہدایت دے دی' پس لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں' یہود کل کے دن (ہفتہ) کی تعظیم کرتے ہیں اور نصاریٰ کل کے بعد کے دن (اتوار) کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ٹھہرا ہوا پانی۔

یہود اور نصاریٰ کا ہفتہ اور اتوار کو معظم دن قرار دینا اور مسلمانوں کا جمعہ کو مقدس دن قرار دینا

امام عبدالرحمن بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۵ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ. ہفتہ کا دن صرف ان لوگوں پر فرض کیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ (النحل: ۱۲۴)

سدی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اللہ تعالیٰ نے یہود پر جمعہ کا دن فرض کیا تھا' انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا: اے موسیٰ علیہ السلام

نے ہفتہ کے دن کوئی چیز پیدا نہیں کی' سو ہمارے لیے (بہ طور تعظیم) ہفتہ کا دن مقرر کر دیں' تو ان کے لیے ہفتہ کا دن مقرر کر دیا گیا' پھر جب ان پر ہفتہ کا دن فرض کر دیا گیا تو انہوں نے اس میں حرام کام حلال کر لیے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۲۶۸۶' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

یہود نے ہفتہ کا دن اس لیے اختیار کیا تھا کہ یہ فراغت کا دن ہے' اس دن اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہو گیا تھا' سو انہوں نے کہا: ہم بھی اس دن دنیا کے کاموں سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اس لیے اختیار کیا تھا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کی ابتداء کی تھی' سو یہی دن اللہ کی تعظیم اور اس کی عبادت کے لائق ہے' ہم اس دن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کا شکر ادا کریں گے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی ہدایت دی جس کو اس نے فرض کیا تھا اور ہم کو اس دن کی ہدایت ہمیں اجتہاد میں صحیح دن تک پہنچنے کی توفیق سے دی' جیسا کہ امام عبد الرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت السعد بن زرارہ نے مدینہ میں صحابہ کو اکٹھا کر کے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۵۱۵۸)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ جمعہ کے دن اذان سنتے تو حضرت السعد بن زرارہ کے لیے رحمت کی دعا کرتے' عبد الرحمن بن کعب کہتے ہیں: میں نے ان سے پوچھا: آپ جب بھی جمعہ کی اذان سنتے ہیں تو حضرت اسعد بن زرارہ کے لیے دعا کرتے ہیں' اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت کعب نے کہا: سب سے پہلے انہوں نے ہی ہم کو حزم النبیت میں نقیع کے اندر بنو بیاضہ کی پتھریلی زمین میں جمعہ پڑھایا تھا' میں نے پوچھا: آپ اس روز کتنے افراد تھے؟ انہوں نے بتایا: چالیس۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۶۹' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۲)

۲ - بَابُ فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُوْدُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، اَوْ عَلَى النِّسَاءِ؟

جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت اور آیا بچوں اور عورتوں پر بھی جمعہ کے دن حاضر ہونا واجب ہے؟

۸۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن آئے تو وہ غسل کرے۔

[اطراف الحدیث: ۸۹۴-۹۱۹]

(سنن نسائی: ۱۳۷۵' السنن الکبریٰ: ۱۶۸۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۹۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۶۱' صحیح ابن حبان: ۱۲۳۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۰۵۸ - ج ۵ ص ۱۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۶۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۹۷۴)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' اس سے غیر مقلدین نے یہ استدلال کیا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ امر استحباب کے لیے ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن وضوء کیا تو بہت اچھا کیا اور جس نے غسل کیا تو وہ افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۴)

۸۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد بن اسماء

أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، بَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُ عُمَرُ أَيَّةُ سَاعَةٍ هٰذِهِ؟ قَالَ إِنِّي شُغِلْتُ، فَلَمْ أَنْقَلِبْ إِلٰى أَهْلِي حَتّٰى سَمِعْتُ التَّأْذِيْنَ، فَلَمْ أَزِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ. فَقَالَ وَالْوُضُوْءُ أَيْضًا؟ وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ؟

[طرف الحدیث:۸۸۲]

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے خبر دی از امام مالک از الزہری از سالم بن عبد اللہ بن عمر از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اور مہاجرین اولین میں سے ایک شخص مسجد میں داخل ہوئے پس حضرت عمر نے ان کو نداء کر کے فرمایا: یہ کون سا وقت ہے؟ انہوں نے کہا: میں مشغول تھا میں اس وقت اپنے گھر پہنچ سکا جب میں نے اذان سنی میں نے وضوء کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ حضرت عمر نے کہا: اور وضوء بھی (تو قابل ملامت ہے!) حالانکہ آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے۔

(صحیح مسلم:۸۴۵ الرقم المسلسل: ۱۹۲۳ السنن الکبریٰ:۱۶۷۰ سنن ترمذی:۴۹۵ صحیح ابن حبان:۱۲۳۰ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۹ مسند احمد ج ۱ ص ۲۹ طبع قدیم مسند احمد:۱۹۹۔ ج ۱ ص ۳۲۸ موسسة الرسالة بیروت جامع المسانید لابن الجوزی:۵۶۹۵ مکتبة الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی:۶۰۳۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن اسماء الضبعی البصری یہ جویریہ بن اسماء کے بھتیجے ہیں ۲۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) جویریہ بن اسماء بن عبید الضبعی البصری یہ ۱۷۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) امام مالک بن انس (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب (۶) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۳۹)

کھڑے ہو کر خطبہ دینا' سربراہ ملک کا عوام کی عبادات کی تفتیش کرنا' جمعہ کے دن کے غسل کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر خطبہ دینا سنت ہے۔

حضرت عمر نے آنے والے مہاجر صحابی (وہ حضرت عثمان رضی اللہ تھے) سے تفتیش کی کہ وہ دیر سے کیوں آئے اس سے معلوم ہوا کہ سربراہ ملک کو عوام کے احوال کی تفتیش کرنی چاہیے اور ان کے دینی کاموں سے باخبر رہنا چاہیے اور اگر وہ کسی افضل کام کو ترک کر دیں تو ان سے باز پرس کرنی چاہیے۔

حضرت عمر نے خطبہ کے دوران حضرت عثمان کو ٹوکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے دوران نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جائز ہے۔

حضرت عثمان جمعہ کے دن اذان سے پہلے اپنے کاروبار میں مشغول رہے حتیٰ کہ اذان ہو گئی اور ان کو غسل کرنے کا وقت نہیں ملا اور وہ صرف وضوء کر کے مسجد میں آ گئے اور حضرت عمر نے ان سے یہ نہیں کہا کہ جائیں غسل کر کے آئیں اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا فرض نہیں ہے اور نہ ہی یہ حکم دیا کہ آپ اتنی دیر تک کاروبار میں مشغول نہ رہا کریں اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن

کاروبار میں مشغول رہنا مباح ہے خواہ انسان افضل وقت میں مسجد میں نہ پہنچ سکے۔

حضرت عمر کے ملامت کرنے پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عثمان نے افضل کام کو ترک کیا تھا اور ترک افضل پر ملامت نہیں کی جاتی' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کا منشاء یہ تھا کہ حضرت عثمان ان لوگوں میں سے ہیں جو لوگوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں' تو ان ایسے لوگوں کو افضل اور مستحب کو ترک نہیں کرنا چاہیے ورنہ عام لوگ فرائض اور واجبات میں بھی تساہل کریں گے۔

فقہاء احناف کے نزدیک جمعہ کی طرف سعی اس اذان سے واجب ہوتی ہے' جو خطیب اور منبر کے سامنے دی جاتی ہے اور اسی اذان کے بعد جمعہ کے دن بیع اور شراء حرام ہوتی ہے' کیونکہ یہی اذان اصل ہے' امام شافعی' امام احمد اور شہروں کے اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے' پھر اگر اس وقت خرید وفروخت کی جائے تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک وہ مکروہ تنزیہی ہے' اور امام مالک' امام شافعی اور غیر مقلدین کے نزدیک وہ خرید وفروخت باطل ہے۔

٨٧٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ' عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

٣ - بَابُ الطِّيْبِ لِلْجُمُعَةِ
جمعہ کے دن خوشبو لگانا

٨٨٠ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰى اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ' وَاَنْ يَّسْتَنَّ' وَاَنْ يَّمَسَّ طِيْبًا اِنْ وَّجَدَ. قَالَ عَمْرٌو اَمَّا الْغُسْلُ فَاَشْهَدُ اَنَّهٗ وَاجِبٌ' وَاَمَّا الْاِسْتِنَانُ وَالطِّيْبُ فَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَوَاجِبٌ هُوَ اَمْ لَا؟ وَلٰكِنْ هٰكَذَا فِى الْحَدِيْثِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ اَخُوْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ' وَلَمْ يُسَمَّ اَبُوْ بَكْرٍ هٰذَا' رَوَاهُ عَنْهُ بُكَيْرُ بْنُ الْاَشَجِّ' وَسَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ هِلَالٍ وَّ عِدَّةٌ. وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يُكْنٰى بِاَبِىْ بَكْرٍ وَّاَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حرمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن المنکدر' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن سلیم الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے اور وہ مسواک کرے اور اگر اس کو خوشبو میسر ہو تو وہ خوشبو لگائے' عمرو نے کہا: رہا غسل تو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے اور رہی مسواک اور خوشبو تو اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ واجب ہے یا نہیں' لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: وہ محمد بن المنکدر کے بھائی ہیں اور ابوبکر کا نام نہیں لیا گیا' اور اس حدیث کو ان سے بکیر بن الاشج اور سعید بن ابی ھلال اور متعدد نے روایت کیا ہے' اور محمد بن المنکدر کی کنیت ابوبکر اور ابوعبداللہ ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کی فضیلت

٨٨١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی مولیٰ ابوبکر بن عبدالرحمان از ابوصالح سمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے دن اس طرح غسل کیا' جس طرح وہ غسل جنابت کرتا ہے' پھر وہ (جمعہ پڑھنے) چلا گیا تو گویا اس نے اونٹ کا صدقہ کیا' اور جو دوسری ساعت میں گیا' اس نے گویا گائے کا صدقہ کیا اور جو تیسری ساعت میں گیا اس نے گویا سینگھ والے مینڈھے کا صدقہ کیا اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے گویا مرغی کا صدقہ کیا اور جو پانچویں ساعت میں گیا اس نے گویا انڈے کا صدقہ کیا' پس جب امام نکل آئے تو فرشتے آ جاتے ہیں اور وعظ سنتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ٨٥٠' الرقم المسلسل: ١٩٣٢' سنن ابوداؤد: ٣٥١' سنن ترمذی: ٤٩٩' سنن نسائی: ١٣٨٢' صحیح ابن حبان: ٢٧٧٥' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٢٦' شرح السنۃ: ١٠٦٣' مصنف عبدالرزاق: ٥٥٦٥' مسند احمد ج ٢ ص ٤٦٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٩٩٢٦۔ ج ١٦ ص ٢٠' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ٧٧٦٢)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے' اس حدیث کا عنوان ہے: جمعہ کی فضیلت' اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جانے میں بدن کو بھی مشقت ہوتی ہے اور اس میں صاف کپڑے پہننے' نہانے دھونے اور خوشبو وغیرہ لگانے میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور اس میں صدقہ کا بھی ثواب ہے تو اس میں بدنی عبادت اور مالی عبادت دونوں جمع ہیں اور یہ جمعہ کی فضیلت ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جمعہ کے دن غسل کرنے اور نماز جمعہ کے لیے پہلی ساعت میں جانے کا ذکر ہے اور یہ دونوں امر مستحب ہیں۔

اس میں اونٹ' گائے' مینڈھے' مرغی اور انڈے کے صدقہ کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ قلیل اور کثیر دونوں کا مقبول ہوتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گائے اور مینڈھے کی بہ نسبت اونٹ کی قربانی کرنا افضل ہے کیونکہ اونٹ کا ذکر ان دونوں سے پہلے فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٤٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نیز اس حدیث میں جانوروں کے ساتھ ساتھ انڈا صدقہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انڈا کھانا حلال ہے کیونکہ صدقہ حلال چیز کا کیا جاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٨٥١۔ ج ٢ ص ٦٢٢ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥ - بَابٌ

باب

۸۸۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ لِمَ تَحْتَبِسُوْنَ عَنِ الصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ اِلَّا سَمِعْتُ النِّدَاءَ تَوَضَّأْتُ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاحَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے' ایک صحابی مسجد میں داخل ہوئے' حضرت عمر نے فرمایا: آپ اپنی نماز میں کیوں تاخیر کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: بس اتنا وقت لگا ہے کہ میں نے اذان سنتے ہی وضوء کیا' حضرت عمر نے فرمایا: کیا آپ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے لیے جائے تو غسل کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۷۸ میں گزرچکی ہے۔

٦ - بَابُ الدُّهْنِ لِلْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن تیل لگانا

۸۸۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ عَنِ ابْنِ وَدِيْعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ اَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّىْ مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى. [طرف الحدیث: ۹۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از ابن ودیعہ از حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی جمعہ کے دن غسل کرے گا اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی حاصل کرے گا اور اپنا تیل لگائے گا یا اپنے گھر سے خوشبو لگائے گا' پھر (جمعہ کے لیے) نکلے گا' اور دو آدمیوں کے درمیان تفرقہ نہیں کرے گا' پھر اتنی نماز پڑھے گا جتنی اس کے لیے مقدر کر دی گئی ہے' پھر جب امام خطبہ دے گا تو وہ خاموش بیٹھا رہے گا تو اس شخص کے لیے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہوں کی مغفرت کردی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۲' سنن دارمی: ۱۵۴۱' صحیح ابن حبان: ۲۷۷۶' المعجم الکبیر: ۶۱۹۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۴' شرح السنۃ: ۱۰۵۸' سنن ابوداؤد الطیالسی: ۹۵۶' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۷۱۰۔ ج ۳۹ ص ۱۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۲۹۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۵۲۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) محمد بن عبد الرحمان بن المغیرہ بن الحارث بن ابی ذئب' ان کا نام ہشام القرشی العامری ابوالحارث المدنی ہے (۳) سعید بن ابی سعید' ان کا نام کیسان المقبری ابوسعید المدنی ہے۔ المقبری میں مدینہ کے ایک مقبرہ کی طرف نسبت ہے' ان کے یہ مجاور تھے (۴) ابوسعید المقبری (۵) عبد اللہ بن ودیعہ بن حرام ابو ودیعہ الانصاری المدنی' ان کو حرہ میں شہید کر دیا گیا تھا (۶) حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۵۱)

جمعہ کے دن تیل لگانے اور خوشبو لگانے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن تیل لگانا' خوشبو لگانے کی طرح مستحب ہے' اور تمام علماء اس کے استحباب پر متفق ہیں۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جس ثواب کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے' وہ اس وقت ملے گا جب نمازی اس طرح جمعہ پڑھے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور خاموشی سے اپنے امام کا خطبہ اور نماز میں اس کی قراءت سنے اور جو شخص اس دوران خاموش نہیں رہا اس کو یہ ثواب نہیں ملے گا' اگر امام کی آواز اس تک نہ پہنچ رہی ہو اور اس کا سننا ممکن نہ ہو لیکن وہ اس دوران خاموش رہا ہو' پھر بھی اللہ تعالیٰ کریم ہے' وہ اس کو یہ ثواب عطا فرمائے گا۔

اس حدیث میں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا ہے' یہ حکم بھی تیل لگانے اور خوشبو لگانے کی طرح استحباب کے لیے ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۵۹۔۵۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خطبہ کے دوران کلام کرنے کی ممانعت میں اختلافِ فقہاء اور معصیت کے وقوع سے پہلے اس کی مغفرت کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ خطبہ کے دوران کلام کرنا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے' امام شافعی کے اس کے متعلق دو قول ہیں' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک خطبہ سننے کے لیے خاموش رہنا واجب ہے' ابراہیم النخعی' امام احمد اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کے نزدیک خطبہ کے دوران خاموش رہنا لازم نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ دوسرے جمعہ کے گناہوں کی جو مغفرت ہوگی اس سے مراد پچھلا جمعہ ہے یا آنے والا جمعہ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس کے پچھلے جمعہ میں گناہ تھے تو ان کی مغفرت کر دی جائے گی اور اگر اس کے پچھلے جمعہ میں گناہ نہیں تھے یا گناہ تھے' لیکن وہ کسی اور سبب سے معاف ہو چکے تھے مثلاً توبہ سے' تو پھر آنے والے جمعہ کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ گزشتہ گناہوں کی معافی تو نیکیوں سے بھی ہو سکتی ہے اور توبہ سے بھی وہ سکتی ہے لیکن آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی کس طرح متصور ہوگی؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حدیث میں آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی کی بھی تصریح ہے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس روزہ کو پچھلے سال کے گناہوں کا بھی کفارہ بنا دے گا اور اس کے بعد والے سال کے گناہوں کا بھی کفارہ بنا دے گا اور یومِ عاشورہ کا روزہ رکھنے سے بھی مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کو اس کے گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۲۵' صحیح مسلم: ۱۱۶۲' سنن ترمذی: ۷۴۹' سنن نسائی: ۲۳۸۲' سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶)

اعتراضِ مذکور کا دوسرا جواب دیتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے: ''لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ'' (الفتح: ۲) اس میں ''ماتاخر'' کے لفظ سے اعتراض ساقط ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ گناہوں کی مغفرت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ گناہوں کے وقوع سے پہلے ان کو معاف فرما دے۔

۸۸۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ طَاوُسٌ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ ذَكَرُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوا رُؤُوسَكُمْ، وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا جُنُبًا وَأَصِيبُوا مِنَ الطِّيبِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ، وَأَمَّا الطِّيبُ فَلَا أَدْرِي. [طرف الحدیث:۸۸۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبردی از الزہری' انہوں نے بیان کیا کہ طاؤس نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ لوگوں نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرو اور اپنے سروں کو دھوؤ خواہ تم جنبی نہ ہو اور خوشبو لگاؤ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: رہا غسل تو وہ آپ کا ارشاد ہے اور خوشبو کے متعلق مجھے علم نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جمعہ کے دن خوشبو لگانے کی حدیث مروی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ (جمعہ) عید کا دن ہے' اس کو اللہ نے مسلمانوں کے لیے (عید) بنادیا ہے' پس جو شخص جمعہ تک پہنچا وہ غسل کرے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو وہ اس کو لگائے اور تم پر مسواک کرنا لازم ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ علامہ احمد بن ابی بکر البوصیری المتوفی ۸۴۰ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی صالح بن ابی الاخضر ہے' اس کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

(زوائد ابن ماجہ ص ۱۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

زیر بحث حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کیا' وہ غسل اس کے جمعہ کے غسل کا بدل ہوگا۔

۸۸۵- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ أَيَمَسُّ طِيبًا أَوْ دُهْنًا إِنْ كَانَ عِنْدَ أَهْلِهِ؟ فَقَالَ لَا أَعْلَمُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبردی کہ ابن جریج نے ان کو خبردی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن میسرہ نے خبردی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے جمعہ کے دن غسل کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا ذکر کیا' طاؤس نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس سے کہا: اگر وہ اپنی بیوی کے پاس ہو تو کیا وہ خوشبو لگائے اور تیل لگائے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۷- بَابٌ يَلْبَسُ أَحْسَنَ مَا يَجِدُ

جمعہ کے دن سب سے اچھا دستیاب لباس پہنے

۸۸۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهٖ، فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوْا عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ. ثُمَّ جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ، فَاَعْطٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْهَا حُلَّةً، فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَسَوْتَنِيْهَا وَقَدْ قُلْتَ فِيْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا. فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخًا لَّهٗ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا. [اطراف الحدیث: ۹۴۸-۲۱۰۴-۲۶۱۲-۲۶۱۹-۳۰۵۴-۵۸۴۱-۵۹۸۱-۶۰۸۱]

الخطاب رضی اللہ عنہ نے ریشم کا سنہری دھاریوں والا حلہ مسجد کے دروازے پر بکتے ہوئے دیکھا' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کاش! آپ اس کو خرید لیتے اور جمعہ کے دن اس کو پہنتے اور جس دن آپ سے کوئی وفد ملنے کے لیے آتا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند حلّے آئے' آپ نے ان میں سے ایک حلّہ حضرت عمر بن الخطاب کو عطا کر دیا' تو حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے یہ حلہ پہننے کے لیے دیا ہے حالانکہ آپ عطارد کے حلّہ کے متعلق مجھ سے وہ ارشاد فرما چکے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو وہ حلّہ خود پہننے کے لیے نہیں دیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے وہ حلّہ مکہ میں اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۶۸' الرقم المسلسل: ۵۳۰۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۷۶' سنن نسائی: ۱۳۸۲' صحیح ابن حبان: ۵۱۱۳' مسند ابویعلیٰ: ۵۵۱۵' شرح مشکل الآثار: ۴۸۳۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۸۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۹۷۸۔ ج ۹ ص ۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کا عنوان ہے: جمعہ کے دن سب سے اچھا لباس پہنے' جو اسے میسر ہو اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جمعہ کے دن عمدہ اور حسین لباس پہننا چاہیے۔

جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمدہ لباس پہننا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا: آپ اس حلّہ کو خرید لیں اور جمعہ کے دن پہنیں' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ذہنوں میں یہ مقرر تھا کہ مرد کو جمعہ کے دن سب سے افضل اور سب سے احسن لباس پہننا چاہیے۔ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے کام کاج کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے تیار کر لے۔

اور اہل سیرت نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن سرخ چادر اوڑھتے تھے اور اچھے کپڑے پہنتے تھے اور خوشبو لگاتے تھے اور اسی طرح عیدین میں بھی۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا: میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو پایا' اصحاب بدر کو اور اصحاب شجرہ کو' وہ سب جمعہ کے دن عمدہ اور حسین لباس پہنتے تھے اور اگر ان کے پاس خوشبو ہوتی تو خوشبو لگاتے تھے اور پھر جمعہ کے لیے روانہ ہوتے۔ اس حدیث میں ''سیراء'' کا لفظ ہے' یہ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس میں ریشم ملا ہوا ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

کفار کا احکام فرعیہ کا مخاطب نہ ہونا' اور جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے۔

حضرت عمر نے ریشم کا وہ حلّہ اپنے مشرک بھائی کو پہنا دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کفار احکام فرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں اور اس میں ان فقہاء احناف کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ کفار احکامِ شرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں۔

فقہاء شافعیہ نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمر نے اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت نہیں لی تھی' دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے مشرک بھائی کو اس حلّہ کا ہدیہ کیا تھا' اسے پہننے کے لیے نہیں کہا تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ حلّے حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کی طرف بھیجے تھے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے ان کے لیے ان حلّوں کے پہننے کو مباح کر دیا ہو بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تصریح کی تھی کہ آپ نے ان کو وہ حلّے پہننے کے علاوہ دیگر منافع کے حصول کے لیے عطا فرمائے تھے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جمعہ کے دن افضل اور احسن لباس پہننا چاہیے۔

محمد بن یحییٰ بن حبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا کہ اپنے کام کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے دو اور کپڑے بنا لے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۷۸' سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۵)

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب جمعہ کا دن ہو تو وہ مسواک کرے اور عمدہ لباس پہنے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو وہ خوشبو لگائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۸۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت) (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸ - بَابُ السِّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن مسواک کرنا

وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ.

اور حضرت ابوسعید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ آپ مسواک کر رہے تھے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۸۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۸۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ' اَوْ عَلَى النَّاسِ' لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا' یا فرمایا: لوگوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۵ میں گزر چکی ہے۔

مسواک کی احادیث کو "کتاب الجمعہ" میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ ہر نماز میں مسواک کرنا سنت ہے اور جمعہ کی نماز ایک اہم نماز ہے' لہٰذا اس میں مسواک کرنا اہم سنت ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن اس لیے غسل کیا جاتا ہے کہ کام کاج کرنے کی وجہ سے جسم پر پسینہ آتا ہے تو اس کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے اس لیے اس دن مسواک کر کے منہ کو بھی اچھی طرح صاف کیا جائے تاکہ منہ کی بدبو سے فرشتوں اور نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔

۸۸۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان

قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبَابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ. (سنن ابوداؤد: ۳۴۰، سنن نسائی: ٦، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲٦ھ)

کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن الحباب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مسواک کرنے کے متعلق تم سے بہت زیادہ کہا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابومعمر عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج، ان کا نام میسرہ التیمی البصری ہے (۲) عبدالوارث بن سوید (۳) شعیب بن الحباب ابوصالح البصری (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۲٦۳)

اس حدیث کا معنی ہے: میں نے تم کو مسواک کا حکم دینے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

مسواک کے متعلق احکام

(۱) مسواک کرنا واجب ہے یا سنت: اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ مسواک کرنا واجب نہیں ہے بلکہ بعض کا دعویٰ یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے، اسحاق بن راھویہ نے کہا: ہر نماز کے لیے مسواک کرنا واجب ہے، جس نے اس کو عمداً ترک کیا، اس کی نماز باطل ہے، امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں مسواک کرنے کا حکم دیتا، یہ مسواک کرنے کے مستحب ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر مسواک کرنا واجب ہوتا تو آپ لازماً مسواک کرنے کا حکم دیتے خواہ امت پر دشوار ہو یا نہ ہو۔ صاحب ھدایہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے کہا: مسواک کرنا سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً مسواک کی ہے اور انہوں نے ایک حدیث بھی ایسی ذکر نہیں کی جو مسواک کرنے کے دوام پر دلالت کرتی ہو۔

(۲) مسواک کرنے کا وقت: ہمارے اکثر اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مسواک کرنے کا وقت کلی کرنا ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ مسواک نماز کی سنت ہے، مسواک اس وقت کی جائے جب نمازی نماز کے لیے کھڑا ہو۔

(۳) مسواک کس طرح کی جائے: ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مسواک عرضاً کی بجائے طولاً نہ کی جائے، امام ابونعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرضاً مسواک کرتے تھے طولاً نہیں کرتے تھے۔

(۴) مسواک کتنی بار یا کتنی دیر کی جائے: اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، لہٰذا اس وقت تک مسواک کی جائے جب تک انسان کا دل مطمئن نہ ہو جائے۔

(۵) جس شخص کو مسواک نہ ملے وہ انگلی سے دانتوں کو ملے: کیونکہ امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک سے کفایت کرتی ہیں اور اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۰) اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک شخص اپنے منہ پر تیل لگاتا ہے تو کیا وہ مسواک کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کس طرح؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی انگلی اپنے منہ میں داخل کرے۔ (حافظ عینی نے اس حدیث کو المعجم الاوسط کے حوالے سے لکھا ہے، میرے پاس المعجم الاوسط کے دو نسخے ہیں، ان دونوں میں یہ حدیث نہیں ہے۔)

(٦) کس چیز سے مسواک کرے؟: مستحب یہ ہے کہ وہ پیلو کی جڑ سے مسواک کرے۔ ابوخیرہ الصباحی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک

وفد میں تھا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیلو کی جڑ پیش کی' آپ نے فرمایا: اس سے مسواک کیا کرو۔ (تاریخ کبیر: ۱۳۲۲۵)

(۷) مسواک کرنے کی حکمت: بندہ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرے تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے منہ سے بدبو نہ آئے۔ امام قشیری نے بغیر سند کے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے' انہوں نے کہا: مسواک کو لازم رکھو' اس میں چوبیس خصلتیں ہیں' ان میں سب سے افضل یہ ہے کہ رحمٰن راضی ہوتا ہے' اور نماز کا ستر (۷۷) درجہ زیادہ ثواب ہوتا ہے اور اس سے خوش حالی آتی ہے' اس سے خوشبو آتی ہے' سر کے درد میں آرام آتا ہے' ڈاڑھ کا درد دور ہوتا ہے' اس کے چہرے کے نور اور دانتوں کی چمک کی وجہ سے فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔

(۸) مسواک کی فضیلت میں متعدد احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۷' مسند ابو یعلیٰ: ۴۵۹۸' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۵۹' مسند الحمیدی: ۱۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کر کے جس نماز کو پڑھا گیا اس کی اس نماز پر ستر (۷۰) درجہ فضیلت ہے جس کو بغیر مسواک کے پڑھا گیا ہے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۱۴۶۔۱۴۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷' مسند ابو یعلیٰ: ۴۷۳۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲)

(۹) یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت ہے کہ آپ نے مسواک کو امت پر واجب نہیں کیا۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر مشقت کے خطرہ سے مسواک کو امت پر واجب نہیں کیا' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی دلیل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۶۳۔۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۸۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ وَحُصَيْنٍ، عَنْ اَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور و حصین از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھتے تو اپنے منہ میں مسواک ملتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ''السواك'' یعنی مسواک کرنا۔

٩ - بَابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهٖ

جس شخص نے دوسرے کی مسواک کو استعمال کیا

۸۹۰ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِي اَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي بَكْرٍ، وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهٖ، فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَهُ اَعْطِنِي هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، فَاَعْطَانِيهِ، فَقَصَمْتُهُ، ثُمَّ مَضَغْتُهُ، فَاَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهٖ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰى صَدْرِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر آئے اور ان کے پاس مسواک تھی' جس سے وہ دانت صاف کر رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا' میں نے کہا: اے عبد الرحمٰن! مجھے یہ مسواک دے دو' سو انہوں نے مجھے وہ مسواک دے دی' میں نے اس کا (اگلا حصہ) کاٹا' پھر میں نے

[اطراف الحدیث:۸۹۰-۱۳۸۹-۳۱۰۰-۳۷۷۴-۴۴۳۸-۴۴۴۶-۴۴۴۹-۴۴۵۰-۴۴۵۱-۵۲۱۷-۶۵۱۰]

اس کو چبایا' پس میں نے وہ مسواک رسول اللہ ﷺ کو دے دی' آپ نے اس مسواک کو استعمال کیا' اس وقت آپ میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۷' صحیح ابن حبان:۶۶۱۷' الکامل لابن عدی' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۲۰۶' مسند ابویعلیٰ: ۴۶۰۴' المعجم الکبیر: ۷۸۔ج ۲۳' شرح السنۃ:۳۸۲۶' مسند احمد ج ۶ ص ۴۸ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۲۱۶۔ج ۴۰ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) سلیمان بن بلال (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۶۵)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بنو آدم کا لعاب پاک ہوتا ہے' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ کوئی شخص اپنے محارم کے گھر میں داخل ہوسکتا ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص دوسرے کی مسواک کرسکتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسواک کا اگلا حصہ ادبا کاٹ دیا تھا' پھر اس کو نرم کرنے کے لیے اپنے دانتوں سے چبایا۔

١٠ - بَابٌ مَا يُقْرَأُ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کس سورت کو پڑھا جائے

٨٩١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، هُوَ ابْنُ هُرْمُزَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ﴿الٓمّٓ. تَنْزِيْلُ﴾ وَ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عبدالرحمٰن بن ھرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں ''الم تنزیل السجدۃ'' اور ''ھل اتی علی الانسان'' پڑھا کرتے تھے۔

[طرف الحدیث:۱۰۶۸]

(صحیح مسلم:۸۸۰' الرقم المسلسل:۲۰۰۱' سنن ترمذی:۵۲۰' سنن نسائی:۹۵۵' سنن ابن ماجہ:۸۲۳' سنن ابوداؤد:۱۰۷۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۷۵' المعجم الکبیر:۱۲۳۷۵' صحیح ابن خزیمہ:۵۳۳' مصنف عبدالرزاق:۵۲۴۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۶ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۹۳۔ج ۳ ص ۴۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۵۹۶۴' مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

سجدہ والی سورت کو نماز میں پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء نے اس حدیث کے مطابق عمل کیا ہے اور یہ اجازت دی ہے کہ فجر کی نماز میں اس سورت کو پڑھا جائے جس میں سجدہ ہو' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے' ابراہیم النخعی' ابن سیرین اور فقہاء احناف نے اس کو مستحب کہا ہے' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ یہ سنت ہے' امام مالک کے اس میں اقوال مختلف ہیں' ابن وہب نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ فرض میں اس سورت کو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں سجدہ ہو اور اشہب نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ

مکروہ ہے ماسوا اس صورت کے جب لوگوں پر التباس کا خوف نہ ہو۔

المہلب نے کہا: تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنا' اس آیت کے موافق ہونا چاہیے:

فَاقْرَءُ وْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (المزمل:۲۰) پس تم اتنا قرآن (نماز میں) پڑھو جس کو تم آسانی سے پڑھ سکو۔

امام مالک نے سجدہ والی سورت کو نماز میں پڑھنا اس لیے مکروہ کہا ہے کہ اس سے لوگوں میں التباس اور اشتباہ ہوگا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر حیات میں مفصل کی سجدہ والی سورتوں کو پڑھنا ترک کر دیا تھا' کیونکہ مفصل کی سورتیں پانچوں نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ السجدۃ اور سورۃ الدھر کو پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں کو پڑھنا امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک کسی نماز میں کسی سورت کے پڑھنے کو معین کرنا مکروہ ہے کہ ہر جمعہ کو فجر کی نماز میں ان سورتوں کو پڑھے۔

امام طحاوی نے کہا: یہ اس صورت میں مکروہ ہے جب وہ یہ سمجھے کہ اس نماز میں اس سورت کو پڑھنا لازم اور واجب ہے' اور کسی اور سورت کو پڑھنا جائز نہیں ہے یا مکروہ ہے' لیکن اگر جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی نیت سے پڑھے یا اس وجہ سے کہ اس کو یہ سورتیں اچھی طرح یاد ہیں اور وہ ان کو سہولت سے پڑھ سکتا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

محیط میں مذکور ہے: پھر بھی اس کو چاہیے کہ کبھی کبھی کوئی اور سورت پڑھ لے تاکہ ناواقف شخص یہ گمان نہ کرے کہ فجر کی نماز میں ان ہی سورتوں کو پڑھنا لازم ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان دو سورتوں کے پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ ان میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت اور قیامت کے احوال کا ذکر ہے یعنی انسان کی ابتداء اور انتہاء کا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۶۸۔۲۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۳۱۔ ج ۲ ص ۶۴۴ پر بیان کی گئی ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱ - بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرٰى وَالْمُدُنِ بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی نماز

''القری''، ''القریۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بستی' گاؤں اور دیہات' اور ''المدن''، ''المدینۃ'' کی جمع ہے اور اس کا معنی شہر ہے۔

۸۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ، بَعْدَ جُمُعَةٍ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ، بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ. [طرف الحدیث: ۴۳۷۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر العقدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ الضبعی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ کے بعد جو سب سے پہلا جمعہ پڑھا گیا وہ بحرین کے شہر جواثی کی مسجد عبد القیس میں پڑھا گیا تھا۔

(سنن ابوداؤد:١٠٦٨)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن المثنیٰ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٢) ابو عامر العقدی' ان کا نام عبد الملک بن عمرو ہے' العقدی' العقد کی طرف منسوب ہے' یہ قیس کی قوم ہے' جواز دکی قسم ہے (٣) ابراہیم بن طہمان' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٤) ابو جمرہ نصر بن عمران الضبعی' ضبیعہ کی طرف نسبت ہے (٥) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٦٩)

''بحرین'' اور ''جُوَاثی'' کے معانی اور مصادیق

اس حدیث میں ''مسجد عبد القیس'' کا ذکر ہے' عبد القیس ایک قبیلہ کا نام ہے جو بحرین چلے گئے تھے۔

''بحرین'' یہ القطیف اور الاحساء کے قرب میں عمان کے قریب ایک جگہ ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: بحرین خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے' جس کا رقبہ اندازاً سو مربع میل ہے اور ١٩٧٢ء میں اس کی آبادی دو لاکھ کے قریب تھی۔ (معجم البلدان اردو ص ٦١)

''جواثی'' یہ بحرین کی ایک بستی ہے' زمخشری نے لکھا ہے: یہ بحرین کا قلعہ ہے' ابو عبید البکری نے کہا ہے: یہ بحرین کا شہر ہے۔

یہاں پر تجارتی سامان اور شکار بہت تھا' اس لیے یہاں پر تاجر بہ کثرت آتے تھے اور تاجروں کا بہ کثرت آنا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ جواثی شہر تھا' کیونکہ گاؤں اور دیہات میں بہ کثرت تاجر نہیں جاتے اور اس پر ''قریۃ'' کا اطلاق ہونا اس کے شہر ہونے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں مکہ اور طائف پر بھی ''قریۃ'' کا اطلاق ہے کیونکہ ان کا شہر ہونا مسلم ہے' اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کا قول نقل فرمایا ہے:

وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ○ (الزخرف:٣١)

اور انہوں نے کہا: یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا ○

ان دو بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہیں اور اکثر مفسرین کے نزدیک بڑے آدمی سے مراد مکہ کا ولید بن مغیرہ اور طائف کا عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔

مکہ اور طائف شہر ہیں اور ان پر ''قریۃ'' کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: ''جواثی'' بحرین میں ایک جگہ' عبد القیس کا قلعہ۔ (معجم البلدان ص ١٠٢)

گاؤں اور دیہات میں جمعہ قائم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

فقہاء شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس بستی میں چالیس آزاد مسلمان رہتے ہوں' اس میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے حتیٰ کہ امام بیہقی نے بستی میں جمعہ قائم کرنے کے اوپر اس حدیث کو پیش کیا ہے' ہم کہتے ہیں کہ جواثی بستی یا گاؤں نہیں ہے بلکہ شہر ہے اور اگر ہم یہ مان لیں کہ وہ بستی ہے تو اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر مطلع ہو گئے تھے کہ جواثی گاؤں ہے' اس کے باوجود آپ نے وہاں جمعہ قائم کرنے کو برقرار رکھا۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٧٠)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کس جگہ جمعہ قائم کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا: ہر وہ جگہ جہاں مسجد ہو اور بازار ہو' وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ قائم کرنا واجب ہے اور خانہ بدوشوں پر جمعہ قائم کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ وہ مسافروں کے حکم میں ہیں۔ امام

مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۶۸)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

ابو القاسم عمر بن حسین المرقی نے کہا:

جب کسی بستی میں چالیس عقل والے مرد نہ ہوں تو ان پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمعہ سات شرائط سے واجب ہوتا ہے: (۱) وہ جگہ گاؤں یا دیہات ہو (۲) وہاں چالیس آدمی ہوں (۳) مرد ہوں (۴) بالغ ہوں (۵) صاحب عقل ہوں (۶) مسلمان ہوں (۷) وہ جگہ ان کا وطن ہو۔

گاؤں یا دیہات ایسے ہوں کہ ان کے مکان پتھروں' مٹی' اینٹوں' سرکنڈوں اور درختوں سے بنے ہوئے ہوں' خیموں میں رہنے والے خانہ بدوشوں پر جمعہ واجب نہیں ہے' اسی وجہ سے مدینہ کے گرد جو قبائل عرب رہتے تھے' وہ جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔

(المغنی ج ۳ ص ۳۸' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۲۵ ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہے یا شہر کی عیدگاہ میں اور منیٰ میں بھی جائز ہے جب کہ امام حج کا امیر ہو یا خلیفہ مسافر ہو' امام محمد نے کہا: منیٰ میں جمعہ جائز نہیں ہے اور نہ عرفات میں۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ ھ روایت کرتے ہیں:

الحارث' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: جمعہ اور تشریق صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۵۱۸۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

ابو عبد الرحمٰن سلمی' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ اور تشریق صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہیں' حضرت علی بصرہ' کوفہ' مدینہ' بحرین' مصر' شام اور الجزیرہ کو شہروں میں شمار کرتے تھے۔ (المصنف: ۵۱۹۱)

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جامع بستی کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: جہاں جماعت ہو اور امیر ہو' وہاں قصاص لیا جاتا ہو اور وہاں اکٹھے مکان ہوں' اور انہوں نے کہا: جب تم جامع بستی میں ہو اور جمعہ کی اذان دی جائے تو تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو خواہ تم اذان سنو یا نہ سنو۔ (مصنف: ۵۱۹۳)

فقہاء احناف کے نزدیک شہر کی تعریفات

علامہ عینی حنفی نے کہا: ہمارے فقہاء نے شہر کی مختلف تعریفیں کی ہیں:

امام ابو یوسف سے یہ تعریف منقول ہے: ہر وہ جگہ جس میں ہر قسم کے پیشے ہوں اور لوگوں کے معاش کی ہر چیز وہاں میسر ہو اور وہاں پر قاضی ہو' جو حدود کو قائم کرتا ہو وہ شہر ہے' ایک قول یہ ہے کہ جس جگہ کی آبادی دس ہزار نفوس پر مشتمل ہو وہ شہر ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ وہاں دس ہزار جنگ جو ہوں' تیسرا قول یہ ہے کہ وہاں کے رہنے والوں پر اگر کوئی حملہ کرے تو وہ اس کا دفاع کر سکیں وہ شہر ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ وہاں امیر ہو اور حدود قائم کرنے کے لیے قاضی ہو' پانچواں قول یہ ہے کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کی آبادی نہ سما سکے۔

امام محمد سے یہ تعریف منقول ہے کہ جس جگہ امیر ہو' جس کا نائب حدود اور قصاص قائم کر سکے۔

امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جمعہ' تشریق' عیدالفطر کی نماز اور عیدالاضحیٰ کی نماز' شہر کی جامع مسجد کے سوا اور کہیں جائز نہیں۔

نیز امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جمعہ اور تشریق شہر کی جامع مسجد کے سوا اور کہیں جائز نہیں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت علی کی حدیث ضعیف ہے اور اس کے ضعف پر اتفاق ہے اور یہ سند ضعیف منقطع پر موقوف ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ نووی اس اثر پر مطلع نہیں ہیں جس میں حجاج بن ارطاہ ہے اور نہ اس سند پر مطلع ہیں جو جریر از منصور ہے اور وہ سند صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٧١)

علامہ علاء الدین سمرقندی متوفی ۵۲۹ ھ' شہر کی تعریف میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ وہ بڑا شہر جس میں گلیاں اور بازار ہوں اور اس کے مضافات ہوں اور وہاں حاکم ہو جو مظلوم کا انصاف ظالم سے لینے پر قادر ہو' خواہ اپنے علم سے خواہ دوسرے کے علم سے اور لوگ اپنی پیش آمدہ مشکلات اور حوادث میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں' یہ تعریف زیادہ صحیح ہے۔

(تحفۃ الفقہاء ج ۲ ص ۱۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ ھ' علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ ھ نے بھی اسی تعریف پر اعتماد کیا ہے' بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۹۰' اسی طرح علامہ شامی نے بھی اسی تعریف پر اعتماد کیا ہے۔ ردالمحتار ج ۳ ص ۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

گاؤں میں جمعہ قائم کرنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

جمعہ اہل دیہات پر لازم نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جمعہ' تکبیراتِ تشریق' عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز صرف جامع شہر یا بہت بڑے شہر میں ہی ہو سکتی ہیں۔ فتح القدیر میں ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: پس تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بھاگو۔ ائمہ کے ہاں بالاتفاق مطلق نہیں کیونکہ جمعہ کا قیام جنگلوں میں بالاتفاق جائز نہیں اور امام شافعی کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہو سکتا' تو یہاں بالاتفاق جگہ کی تخصیص کرنا ہوگی۔ امام شافعی نے دیہات کی تحقیق کی اور ہم نے شہر کی' اور شہر حدیث علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اولیٰ ہے اور اس کا معارضہ اگر دوسرے کے عمل سے ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر تقدیم ہوگی اور یہ تقدیم کیوں نہ ہو کہ ہمارے مذکور معنی کے خلاف معارضہ ثابت ہی نہیں' اسی لیے صحابہ سے یہی منقول ہے کہ جب انہوں نے علاقے فتح کیے تو فقط شہروں میں جامع مسجد اور منبر بنائے نہ کہ دیہاتوں میں' اور اگر وہ دیہاتوں میں بناتے تو ان کا یہ عمل منقول ہوتا خواہ کوئی ایک ہی روایت ہوتی' اور یہ بھی مسلّم ہے کہ جمعہ حضور علیہ السلام پر مکہ میں قبل از ہجرت فرض ہوا جیسا کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے' لیکن وہاں کفار کی وجہ سے آپ نے جمعہ قائم نہ فرمایا' جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چودہ دن تک قبیلہ بنوعمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے رہے مگر آپ نے وہاں جمعہ قائم نہ فرمایا' یہ دلیل ہے اس پر کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں جمعہ قائم فرماتے اور باوجودیکہ امام بخاری نے صحیح میں روایت کیا کہ لوگ جمعہ پاتے تھے' اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھر اور عوالی سے جمعہ کے لیے آتے' پس وہ غبار میں آتے تو انہیں غبار پہنچتی اور پسینہ آتا' اور قدوری میں ہے کہ جمعہ کے لیے شہر کی جامع مسجد یا شہر کی عیدگاہ کا ہونا ضروری ہے دیہاتوں میں جمعہ جائز نہیں۔ مولانا بحرالعلوم' ارکان الاسلام میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کی نداء دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ آؤ اور بیع ترک کر دو' کے

تحت لکھتے ہیں: یعنی اذان کے بعد بیع حرام ہے اور جمعہ کی طرف سعی لازم ہے' پھر بیع میں گفتگو طویل ہو جانے کی وجہ سے جمعہ اور خطبہ فوت ہو جاتا ہے' کیونکہ اس دور کے تاجروں میں ایسی صفات متروک نہیں اور اسی لیے نداءِ اول کے وقت ہی سے اس سے منع کر دیا گیا' پس بیع و شراء کا شہر میں ہونا ظاہر ہے' اور وہاں یہ بھی فرمایا کہ مریض اور دیگر معذور لوگوں کے لیے جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ ہے' البتہ دیہاتی لوگوں کے لیے ظہر کی جماعت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ شہر میں جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہوتا ہے' اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وجوبِ جمعہ کے لیے شہر کا شرط ہونا مشروع ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک یہی متوارث ہے کہ اہل دیہات جمعہ نہیں پڑھتے' تو صاحب قدوری کے قول پر مقلدین کے لیے عمل لازم ہے کیونکہ ان کا قول مذہب حنفی کے مطابق ہے اور جمہور فقہاء محققین نے اسی کی اتباع کرتے ہوئے اسے ہی راجح قرار دیا ہے اور علماء احناف میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا جیسا کہ ردالمحتار میں ہے تو ہم پر اس کی اتباع لازم ہے' جسے انہوں نے راجح کہا اور اس کی تصحیح کی' جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں اس پر ہمیں فتویٰ دیتے تو اسی کی اتباع کی جاتی اور حق ہی اتباع کے لائق ہے اور وہ مقلد جو اس کی مخالفت کرے اس کا حکم جائز نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے' بہر حال اپنے مذہب کے خلاف مقلد کی قضا اصلاً نافذ نہ ہوگی' صحت جمعہ کے لیے شہر کا شرط ہونا جمہور احناف کے ہاں ثابت ہے اور اس میں کسی کو انکار نہیں' ہاں! تعریف شہر میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر وہ جگہ جہاں نہ منتقل ہونے والی آبادی ہو اور وہاں چالیس مکلف آدمی مقیم ہوں تو وہاں جمعہ لازم ہو جاتا ہے' ہمارے مذہب میں اس بارے میں روایات مختلف ہیں' ظاہر الروایت میں ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں کوئی ایسا امام یا قاضی ہو جو اقامتِ حدود کی طاقت رکھتا ہو۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: شہر وہ ہوگا جس میں محلے اور بازار ہوں اور ایسا والی ہو جو مظلوم کی فریاد رسی کر سکے اور ایسا عالم ہو جس کی طرف لوگ مختلف پیش آنے والے واقعات میں رجوع کر سکیں' امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شہر وہ جگہ ہے جہاں کے رہائشی اتنے ہوں کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد ان کے لیے ناکافی ہو۔ ہدایہ میں ہے: یہ امام بلخی کا مختار ہے اور فساد زمانہ اور امراء کا فتنہ دیکھتے ہوئے اکثر مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا' اور امام ابو یوسف سے یہ روایت بھی ہے کہ ہر وہ جگہ شہر ہے جہاں دس ہزار مرد مقیم ہوں' یہ بھی روایت ہے کہ ہر وہ مقام جہاں ایسا امیر یا قاضی ہو جو احکام کو نافذ اور اقامت حدود کا اختیار رکھتا ہو' امام کرخی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ (ہدایہ) بعض کی رائے یہ ہے کہ وہاں ہر صاحب صنعت سالہا سال سے اس طرح رہتا ہو کہ اسے دوسری صنعت کی محتاجی نہ ہو' بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر وہاں دشمن حملہ آور ہو تو ان سے دفاع ممکن ہو' بعض نے کہا کہ وہاں ہر روز کوئی نہ کوئی پیدا ہو اور کوئی نہ کوئی مرے' بعض نے کہا کہ وہاں کے رہائشی لوگوں کی تعداد کا علم بغیر مشقت کے نہ ہو سکے۔

ہمارے زمانے کی ضرورت کے پیش نظر تعریف شہر میں اکثر فقہاء کا مختار اور متاخرین کا مفتی بہ قول وہی روایت ہے جو امام بلخی کی مختار ہے کہ وہ مقام شہر ہے جس کی سب سے بڑی مسجد وہاں کے مکلف لوگوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو۔ شیخ ابوشجاع کہتے ہیں کہ ان تعریفات میں یہی حسن ہے' ولوالجیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ بحر' وقایہ' متن مختار اور اس کی شرح میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے' اور متن درر میں اسے ہی دوسرے قول پر مقدم کیا اور ظاہر ترجیح اسی کو ہے' صدر الشریعہ نے اپنے اس قول سے تائید کی ہے کیونکہ احکامِ شرع خصوصاً اقامت حدود میں سستی واقع ہو چکی ہے' ہر وہ جگہ جس پر تعریف صادق آ رہی ہو وہ شہر ہے اور وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ لازم ہوگا اور اگر تعریف صادق نہ آئے تو وہاں جمعہ نہیں ہوگا خواہ وہ قریہ کے نام سے متعارف ہو یا کسی اور نام سے' تو اب وہ مقام متاخرین کی تعریف کے مطابق حکم مصر میں شرعاً ہوگا نہ کہ عرفاً اور یہی احسن ہے' اور جس پر تعریف مذکور صادق نہ ہو' وہ نہ شرعاً شہر ہے نہ عرفاً' لفظ قریہ میں شرعاً دو اعتبار ہیں: ایک وہ جس کی یہ تعریف کی گئی' دوسرا وہ جس کی یہ تعریف نہ ہو سکے' پس پہلے میں جمعہ صحیح ہے اور بڑا شہر یا قصبہ ہے

اور دوسرے میں جمعہ صحیح نہیں اور یہ دیہات ہے اور جنگل کا بھی یہی حکم ہے' جیسا کہ اس پر قہستانی کی عبارت دال ہے کہ قصبات اور بڑے دیہاتوں جن میں بازار ہوں جمعہ فرض ہوتا ہے' اور بحر میں ہے کہ قریہ اور جنگل میں جمعہ نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جمعہ' تکبیراتِ تشریق' نمازِ عید الفطر اور اضحیٰ مصر جامع یا بڑے شہر کے سوا نہیں ہو سکتیں' پھر کہا: اہل شہر کے علاوہ یہ کسی پر لازم نہیں طحطاوی میں اسی طرح ہے' تو ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے تو دلائل مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ بالاتفاق فرضیت جمعہ مخصوص ہے تو اگر ایسے اہلِ دیہات جمعہ قائم کریں جسے شرعاً شہر نہیں کہا جا سکتا تو ان کے ذمے سے ظہر ساقط نہ ہوگی' اور اگر وہ ظہر تنہا ادا کریں گے تو انہوں نے کبیرہ کا ارتکاب کیا کیونکہ واجب کا ترک ہوا' یعنی نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے ظہر کی جماعت ترک کر دی اور یہ عظیم قباحت ہے' واضح رہے کہ جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہے' ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کی جماعت کو متفرق اور کم کرنا ہے' بہ خلاف اہل دیہات کے کہ وہاں جمعہ لازم نہیں تو وہاں ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کے لیے تفریق و تقلیل کا سبب نہیں' ان کے لیے تو یہ دن جماعت کے ساتھ بلا کراہت ظہر ادا کرنے کے لحاظ سے دیگر دنوں کی طرح ہی ہے۔ (مجالس الابرار) تو وہ شخص جو کہتا ہے کہ جمعہ اور ظہر کے درمیان خطبوں کے علاوہ کوئی فرق نہیں' جمعہ ہر جگہ ظہر کی طرح ادا ہو جاتا ہے خواہ شہر ہو یا دیہات یا اور کوئی مقام ہو' اس کا تارک فاسق اور مردود ہے تو ایسے قول کا قائل گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے اور اس کا تعلق مقلدین سے نہیں' اس کے اقوال و افعال' اس کی محبت و مخالطت سے مقلدین کو احتراز کرنا لازم ہے' اللہ تعالیٰ کا علم کامل و اکمل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۲۸-۴۳۳' رضا فاؤنڈیشن لاہور' ۱۴۱۶ھ)

نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہ گاؤں اور دیہات میں جمعہ اور عید کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

مسئلہ: ہادی حسن خاں از کان پور نئی سڑک' ۱۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً پانچ سو کے ہے اور اس میں ایک ایسی مسجد ہے کہ اگر اس گاؤں کے مکلفین اس میں جمع ہوں تو مسجد پُر نہ ہوگی اور اس کے قریب دو دو کوس پر کئی قصبے ہیں تو اُس گاؤں میں از روئے مذہب حنفی نمازِ جمعہ و عیدین جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: باجماع جملہ ائمہ حنفیہ اس میں جمعہ و عیدین باطل ہیں اور پڑھنا گناہ۔ تمام متون و شروح و فتاویٰ میں ہے: ''شرط صحتها المصر'' جمعہ کی صحت کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے۔ درمختار میں ہے:

صلوة العيد في القرى تكره تحريما لانه اشتغال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة.

دیہاتوں میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں کیونکہ اس کی صحت کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے۔

خود نہ پڑھیں گے' حکم پوچھا جائے گا تو فتویٰ یہ دیں گے' جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے بااین ہمہ اگر عوام پڑھتے ہوں' منع نہ کریں گے۔ درمختار:

كره تحريما صلوة مطلقا او نفلا مع شروق الا العوام فلا يمنعون من فعلها لانهم يتركونها والاداء الجائز عند البعض اولى من الترك (ملخصًا).

طلوع آفتاب کے بعد ہر نماز مکروہ تحریمی ہے خواہ نفل ہو لیکن عوام کو نماز پڑھنے سے روکا نہیں جائے گا کیونکہ وہ بالکل ترک کر دیں گے' اور جو بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے اولیٰ ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۳۹' رضا فاؤنڈیشن لاہور' ۱۴۱۶ھ)

گاؤں اور دیہات میں جمعہ نہ ہونے کے متعلق احادیث اور آثار

ابوعبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق (فرض) نہیں ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٠٩٨، مجلس علمی بیروت ١٤٢٧ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٠٩٨، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٦ھ)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہر کی جامع مسجد یا کسی بڑے شہر کے سوا جمعہ، تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ فرض نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٠٩٩، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٠٥٩، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ گاؤں دیہات والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے جمعہ صرف شہر والوں پر فرض ہے، جیسے اہل مدائن۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٠٠، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٠٦٠، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور محمد بن سیرین نے کہا: جمعہ شہروں میں فرض ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٠١، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٠٦١، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق فرض نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٠٥، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٠٦٦، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابوعبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق فرض نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٠٦، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٠٦٧، دار الکتب العلمیہ بیروت)

٨٩٣ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ. وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ يُونُسُ كَتَبَ رُزَيْقُ بْنُ حُكَيْمٍ إِلَى ابْنِ شِهَابٍ، وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقُرٰى هَلْ تَرٰى أَنْ أُجَمِّعَ؟ وَرُزَيْقٌ عَامِلٌ عَلٰى أَرْضٍ يَعْمَلُهَا، وَفِيهَا جَمَاعَةٌ مِّنَ السُّودَانِ وَغَيْرِهِمْ، وَرُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلٰى أَيْلَةَ، فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ، وَأَنَا أَسْمَعُ يَأْمُرُهُ أَنْ يُجَمِّعَ، يُخْبِرُهُ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد المروزی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور لیث نے یہ اضافہ کیا کہ یونس نے کہا: رزیق بن حکیم نے ابن شہاب کی طرف لکھا اور اس دن میں ان کے ساتھ وادی القریٰ میں تھا، آپ کی کیا رائے ہے میں جمعہ قائم کروں؟ اور رزیق اس زمین پر عامل تھے اور اس میں عمل کرتے تھے اور اس میں حبشیوں اور دوسرے لوگوں کی جماعت تھی اور رزیق ان دنوں ایلہ پر حاکم تھے، پس ابن شہاب نے جواب لکھا اور میں سن رہا تھا، انہوں نے ان کو جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا اور ان کو یہ خبر دی کہ سالم نے ان کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے، سربراہ ملک نگہبان ہے اور وہ اپنے ماتحت لوگوں

عَنْ رَّعِيَّتِهِ. قَالَ وَحَسِبْتُ اَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ اَبِيهِ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ. [اطراف الحدیث: ۲۴۰۹_ ۲۵۵۴_ ۲۵۵۸_ ۲۷۵۱_ ۵۱۸۸_ ۵۲۰۰_ ۷۱۳۸] (صحیح مسلم: ۱۸۲۹، الرقم المسلسل: ۴۶۴۳، سنن ترمذی: ۱۷۰۵، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۶۴۹، صحیح ابن حبان: ۴۴۸۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۱، شعب الایمان: ۷۳۶۰، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۹۰۸۱، مسند احمد ج ۲ ص ۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۴۹۵۔ ج ۸ ص ۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۸، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۲ھ)

کی طرف سے جواب دہ ہے مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے اور وہ اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور نوکر اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اور وہ اپنے زیر تصرف چیزوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اور اپنے زیر تصرف چیزوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد بجستانی المروزی، یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) ابن یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب (۶) ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ (۷) رزیق بن حکیم الفزاری، یہ بنو فزارہ ایلی کے آزاد کردہ غلام تھے اور عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے ایلہ کے والی اور حاکم تھے، ابن الحذاء نے کہا: یہ مدینہ کے حاکم تھے، امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۴۔ ۲۷۳)

اس باب کا عنوان ہے: بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی نماز، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رزیق لوگوں پر حاکم تھے، سو ان کے فرائض میں سے جمعہ کو قائم کرنا تھا، خواہ وہ کسی بستی کے حاکم ہوں، یہ امام بخاری کا مقصود ہے لیکن اس حدیث میں یہ ثبوت نہیں ہے کہ گاؤں اور دیہات میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔

''ایلہ'' کا معنی اور مصداق

اس حدیث میں ''ایلہ'' کا لفظ ہے، ابو عبید نے کہا: یہ مصر، مکہ اور تبوک کے درمیان سمندر کے کنارے ایک شہر ہے، صاحب ایلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کو جزیہ ادا کیا۔

البکری نے کہا: مدین بن ابراہیم کی بیٹی کا نام ایلہ رکھا گیا تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایلہ سمندر کے کنارے ایک بستی تھی۔ الیعقوبی نے کہا: ایلہ بہت بڑا شہر ہے جو سمندر کے کنارے ہے، یہاں شام، مصر اور اندلس کے حجاج جمع ہوتے ہیں اور یہاں بہت زیادہ تجارت ہوتی ہے، بحر قلزم سے لے کر ایلہ تک چھ مراحل کا فاصلہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۵۔ ۲۷۴)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں: بحر شام کے ساحل پر یہود کا شہر، انہیں ہفتہ (سبت) کے دن مچھلی کے شکار سے روکا گیا تھا لیکن نہ رکے اور مسخ کر دیئے گئے۔ (معجم البلدان، اردو، ص ۵۳)

ہر شخص کی نگہبانی کا دائرہ کار

اس حدیث میں ''راعی'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: چرواہا، نگہبان اور محافظ، اس لفظ کے مفہوم میں امام، مرد، عورت، خادم اور بیٹا مشترک ہیں لیکن ان کے معانی مختلف ہیں، پس امام اور سربراہ کے لیے ملک کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ حدود قائم کرے اور حدود شرع کو نافذ کرے اور مرد کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے افراد خانہ کی کفالت کرے اور ان کی معاشی ضروریات کو پورا کرے، ان کے حقوق ادا کرے

اور ان کے لباس اور علاج معالجہ کا انتظام کرے اور ان سے عبادت کرائے اور عورت کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر کے معاملات چلانے کے لیے اچھی تدبیر کرے اور خاوند کے مال اور اپنی عفت کی حفاظت کرے اور خادم کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے مال کی اچھی طرح خدمت کرے اور جو چیزیں اس کے تصرف میں ہیں ان کی دیکھ بھال کرے' اور کسی شخص کی اپنے باپ کے مال کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے مال کو نقصان سے بچائے اور اس میں اضافے کی کوشش کرے۔

عامل اور والی خواہ سلطان کا مقرر کیا ہوا ہو یا عوام نے مقرر کیا ہو' وہ جمعہ پڑھا سکتا ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رزیق وادی القریٰ کے عامل اور والی تھے اور ابن شہاب زہری نے ان کو خط لکھا کہ وہ وہاں پر جمعہ قائم کریں' اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ شہر کا حاکم یا اس کا نائب جمعہ کو قائم کرے' حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس مقام میں تم پر جمعہ فرض کیا ہے' میرے آج کے دن' میرے اس مہینہ میں اور میرے اس سال سے لے کر قیامت تک کے لیے جمعہ فرض کر دیا ہے' پس جس نے جمعہ کو میری زندگی میں ترک کیا یا میرے بعد ترک کیا' حالانکہ اس کے پاس امام تھا خواہ عادل خواہ ظالم' جمعہ کو معمولی گردانتے ہوئے یا اس کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے تو اللہ اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع نہ کرے اور اس کے کاموں میں برکت نہ دے۔ الحدیث (سنن ابن ماجہ:١٠٨١)

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جمعہ کو امام قائم کرے گا' خواہ وہ امام عادل ہو یا ظالم ہو' فقہاء نے لکھا ہے کہ جمعہ کو سلطان یا اس کا نائب قائم کرے گا یا اس کے اذن سے علماء جمعہ کو قائم کریں گے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے لکھا ہے کہ اگر سلطان نہ ہو تو عوام جس عالم کو مقرر کر دیں وہ جمعہ قائم کر سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

فان نصب امام الجمعة لوالی الاسلام فان لم یکن فللعامة لا للخطیب وحدہ۔

امامِ جمعہ کا مقرر کرنا والیٔ اسلام کا کام ہے اور اگر والی نہ ہو تو عوام' خطیب تنہا نہیں کر سکتا۔

جمعہ اسی مسجد میں ہوگا اور وہاں دوسری جگہ بلاضرورت جمعہ قائم نہ ہوگا ''فان بقیة العامة مقید بالضرورة'' کیونکہ باقی عوام کا تقرر ضرورت کے ساتھ مقید ہے۔ ہاں! اگر وہاں کوئی عالمِ دین فقیہ معتمد' افقہ اہل بلد ہو تو وہ حسبِ مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۵۷' رضاء فاؤنڈیشن لاہور' ١٤١٦ھ)

نیز اعلیٰ حضرت اس مسئلہ پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثانیاً: جہاں سلطنتِ اسلام نہیں وہاں یہ امامتِ عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔

ثالثاً: جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بہ مجبوری عام مسلمان جسے مقرر کر لیں' بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ' اُس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں' اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی' جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا' ان شہروں میں کہ سلطانِ اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے' اعلم علمائے بلد کہ اُس شہر کے سُنّی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو' نماز کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں اُن کا امام عام ہے اور بہ حکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اُس کے ارشاد پر عمل فرض ہے' جمعہ و عیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے' اُس کے خلاف پر عوام بہ طور خود اگر کسی کو امام بنا لیں گے' صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بہ مجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے' جب امام عام موجود نہ ہو' اُس کے

ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں۔تنویر الابصار و درمختار باب الجمعہ میں ہے:

یشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر وفناءه والثانی السلطان او مامورہ باقامتها.

صحتِ جمعہ کے لیے سات چیزیں شرط ہیں: ایک یہ شہر اور فناءِ شہر' دوسری سلطان یا اقامت جمعہ پر اس کی طرف سے کوئی مامور ہو۔ (ج ا ص ۱۰۹ ' طبع ہند)

فتاویٰ امام عتابی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ' مطبوعہ مصر' جلد ا ص ۳۴۰ میں ہے:

اذا خلا الزمان من سلطان ذی كفاية فالامور موكلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم ويصيرون ولاة فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل قطر باتباع علمائه فان كثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بينهم. (الحدیقۃ الندیۃ ج ا ص ۳۵۱)

جب کامل سلطان سے زمانہ خالی ہو تو معاملات علماء کے سپرد ہوں گے اور امت پر لازم ہے کہ وہ علماء کی طرف رجوع کرے اور اس وقت علماء ہی والی ہو جائیں گے اور جب ان کا کسی معاملہ پر جمع ہونا مشکل ہو جائے تو ہر علاقہ کے لوگ اپنی طرف کے علماء کی اتباع کر لیں' اور اگر اس علاقہ میں علماء زیادہ ہوں تو ان میں زیادہ علم والے کی اتباع کریں اور اگر وہ برابر ہوں تو قرعہ ڈال لیا جائے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ. (النساء:۵۹)

اللہ کی اطاعت کرو' رسول اللہ کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں۔

ائمہ دین فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں ''اولی الامر'' سے مراد علمائے دین ہیں۔ ''نص عليه العلامة الزرقانی فی شرح المواهب وغيره فی غيره'' علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں اس پر تصریح کی ہے۔

درمختار میں ہے:

نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر اما مع عدمهم فيجوز للضرورة. (درمختار ج ا ص ۱۱۰ ' طبع ہند)

مذکور لوگ (سلطان وغیرہ) ہوں تو لوگوں کا خطیب کو مقرر کرنا درست نہ ہوگا اور ان کی عدم موجودگی میں ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا۔

فتاویٰ قاضی خاں و ردالمحتار وغیرہما میں ہے:

خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم يجز الا ان يكون الامام امره بذلك. والله تعالى اعلم (ردالمحتار ج ا ص ۵۹۴ ' مصر)

اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر خطبہ دیا' حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب امام نے اسے اجازت دی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۸۶-۳۸۵ ' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۶۱۰- ج ۵ ص ۶۹۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۲ - بَابُ هَلْ عَلَى مَنْ لَّمْ يَشْهَدِ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ، مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ؟

عورتیں اور بچے جن پر جمعہ میں حاضر ہونا فرض نہیں ہے آیا ان پر غسل ہے یا نہیں؟

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلَى مَنْ تَجِبُ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غسل اس پر ہے جس پر

عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ.

جمعہ فرض ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں اور عورتوں میں سے جو جمعہ کے لیے آیا وہ غسل کرے اور مردوں اور عورتوں میں سے جو جمعہ پڑھنے نہیں آیا اس پر غسل نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۸ نشر السنۃ ملتان)

٨٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو شخص جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۷۷ میں گزر چکی ہے۔

٨٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

٨٩٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ فَغَدًا لِلْيَهُودِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰى. فَسَكَتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بعثت میں آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے (لیکن) ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہم کو ان کے بعد کتاب دی گئی پس یہ (جمعہ کا) دن وہ ہے جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا پس اللہ نے ہم کو ہدایت دی یہود نے (تعظیم کے لیے) کل کا دن (یعنی ہفتہ کا) مقرر کیا اور نصاریٰ نے کل کے بعد کا (یعنی اتوار کا) پھر آپ خاموش ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۷۶ میں گزر چکی ہے۔

٨٩٧ - ثُمَّ قَالَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي

پھر آپ نے فرمایا: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ہر سات

كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا' يَغْسِلُ فِيهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ.

دن میں ایک دن غسل کرے اس میں اپنا سر اور جسم دھوئے۔

[اطراف الحدیث: ٨٩٨-٣٤٨٧]

اس حدیث میں سر کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ تمام جسم میں سر بھی داخل ہے اور جب تمام جسم کو دھویا جائے گا تو سر بھی دھل جائے گا' اس کی وجہ سر کا تمام اعضاء میں مشرف ہونا ہے۔

٨٩٨- رَوَاهُ اَبَانُ بْنُ صَالِحٍ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنْ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ اَنْ يَّغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا.

امام بخاری نے کہا: اس حدیث کو ابان بن صالح نے روایت کیا ہے از مجاہد از طاؤس از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ سات دن میں ایک دن غسل کرے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ٨٩٧ میں گزر چکی ہے۔

١٣- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ ابواب سابقہ کا تتمہ ہے اور ان کے ساتھ لاحق ہے۔

٨٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ' عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ائْذَنُوْا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسَاجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: عورتوں کو رات میں مساجد کی طرف جانے کی اجازت دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٦٥ میں گزر چکی ہے۔

٩٠٠- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' قَالَ كَانَتِ امْرَاَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ' فَقِيْلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِيْنَ' وَقَدْ تَعْلَمِيْنَ اَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذٰلِكَ وَيَغَارُ؟ قَالَتْ وَمَا يَمْنَعُهُ اَنْ يَّنْهَانِيْ؟ قَالَ يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر کی بیوی صبح کی اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتی تھیں' ان سے کہا گیا: آپ گھر سے کیوں نکلتی ہیں' جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمر کو آپ کا نکلنا ناگوار ہے اور ان کو اس پر غیرت آتی ہے؟ انہوں نے کہا: پھر ان کو مجھے منع کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ان کو منع کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مانع ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٦٥ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابُ الرُّخْصَةِ اِنْ لَّمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةَ فِي الْمَطَرِ

بارش میں جمعہ نہ پڑھنے کی رخصت

٩٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ، صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ، اِبْنُ عَمِّ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ اِذَا قُلْتَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ فَلَا تَقُلْ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قُلْ صَلُّوْا فِي بُيُوْتِكُمْ، فَكَاَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوْا، قَالَ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّي، اِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَاِنِّي كَرِهْتُ اَنْ اُحْرِجَكُمْ، فَتَمْشُوْنَ فِي الطِّيْنِ وَالدَّحْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید صاحب الزیادی نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن الحارث محمد بن سیرین کے عم زاد نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے کہا: جب تم ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' کہہ لو تو ''حی علی الصلوٰۃ'' نہ کہنا (بلکہ) کہنا: اپنے گھروں میں نماز پڑھو تو گویا لوگوں نے اس کو ناپسند کیا' حضرت ابن عباس نے کہا: اس کام کو انہوں نے کیا ہے جو مجھ سے افضل تھے' جمعہ پڑھنے کی تاکید ہے اور میں نے تمہیں حرج میں ڈالنا ناپسند کیا کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦١٦ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابٌ مِنْ اَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ، وَعَلٰى مَنْ تَجِبُ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (الجمعہ:٩)

کہاں سے جمعہ پڑھنے کے لیے آنا چاہیے اور کس پر جمعہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ (الجمعہ:٩)

وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ، فَحَقٌّ عَلَيْكَ اَنْ تَشْهَدَهَا، سَمِعْتَ النِّدَاءَ اَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ.

اور عطاء نے کہا: جب تم کسی جامع بستی میں ہو' پھر جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو پھر تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو خواہ تم نے اذان سنی ہو یا نہ سنی ہو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جامع بستی کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: جہاں جماعت ہو اور امیر ہو' وہاں قصاص لیا جاتا ہو اور وہاں اکٹھے مکان ہوں' اور انہوں نے کہا: جب تم جامع بستی میں ہو اور جمعہ کی اذان دی جائے تو تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو خواہ تم اذان سنو یا نہ سنو۔ (مصنف عبدالرزاق: ١٠٥١٩٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَكَانَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي قَصْرِهِ، اَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَاَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ، وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلٰى فَرْسَخَيْنِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے محل میں کبھی جمعہ کی نماز پڑھاتے اور کبھی نہ پڑھاتے اور ان کا محل زاویہ (ان کی زمین سے بصرہ تک تین میل کے فاصلہ پر ایک جگہ) کے مقام پر دو فرسخ کے فاصلے پر تھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس کو دیکھا' وہ زاویہ سے جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور وہ بصرہ سے دوفرسخ پر تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۱۱۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۵۰۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۹۰۲- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهٗ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِیْ' فَيَاْتُوْنَ فِی الْغُبَارِ يُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ' فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ' فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْسَانٌ مِّنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِیْ' فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الحارث نے خبردی از عبیداللہ بن ابی جعفر کہ محمد بن جعفر بن الزبیر نے ان کو حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ زوجہ نبی ﷺ' وہ بیان کرتی ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کے اطراف میں بلند آبادیوں سے باری باری نماز جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے' وہ گردوغبار میں چل کر آتے تھے' ان پر غبار اور پسینہ بہت آتا تھا' پھر ان کے جسم سے پسینہ نکلتا تھا' پس ان میں سے ایک انسان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' اس وقت آپ میرے پاس تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: کاش! تم لوگ اس دن کے لیے غسل کرلیا کرتے۔

(صحیح مسلم:۸۴۷' الرقم المسلسل:۱۹۲۶' سنن ابوداؤد:۱۰۵۵' مصنف عبدالرزاق:۵۳۱۵' مسند الحمیدی:۱۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۹' مسند احمد ج ۶ ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۳۳۹۔ج ۴۰ ص ۳۹۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی:۹۳۶۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن ابی صالح المصری (۲) عبداللہ بن وہب المصری (۳) عمرو بن الحارث (۴) عبیداللہ بن ابی جعفر الاموی القرشی' ابوجعفر کا نام یسار ہے' یہ مصر کے معززین میں سے ایک ہیں' یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہوگئے تھے (۵) محمد بن جعفر بن الزبیر بن العوام القرشی (۶) عروہ بن الزبیر بن العوام (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۸۵)

اس حدیث کا عنوان ہے: جمعہ پڑھنے کے لیے کہاں سے آنا چاہیے اور اس کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کے اطراف میں بلند آبادیوں سے باری باری نماز جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے۔

''العوالی'' کا معنی

اس حدیث میں ''العوالی'' کا لفظ ہے' یہ ''عالیۃ'' کی جمع ہے' یہ رسول اللہ ﷺ کے قرب وجوار کی جگہیں ہیں' یہ آبادیاں مشرق کی جانب میں دو میل سے آٹھ میل تک ہیں۔

گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جولوگ شہر سے باہر رہتے ہیں' ان پر جمعہ کے وجوب میں اختلاف ہے' حضرت ابوہریرہ' حضرت انس' حضرت ابن عمر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کا یہ مسلک ہے کہ ان پر جمعہ واجب ہے۔ نافع' حسن' عکرمہ' حکم اور ابراہیم نخعی وغیرہ کا بھی یہی موقف ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

اہل قباء میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قباء سے جمعہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔

(سنن ترمذی:٥٠١ 'سنن ابوداؤد:١٠٥٢ 'سنن نسائی:١٣٦٧ 'سنن ابن ماجہ:١١٢٥)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو اپنے اہل میں پہنچ جائے' اس پر جمعہ فرض ہے۔

(سنن ترمذی:٥٠٢ 'امام ترمذی نے کہا: امام احمد نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔)

اور ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ جو شخص اذان کو سنے' اس پر جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہونا واجب ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جس نے اذان کو سنا۔

(سنن ابوداؤد:١٠٥٦)

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ گاؤں اور دیہات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے جب تک کہ وہ شہر میں نہ ہوں' الینابیع میں مذکور ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے باہر ہے تو اس پر جمعہ واجب نہیں ہے' امام ابویوسف سے ایک روایت ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے تین فرسخ (ایک فرسخ تقریباً آٹھ کلومیٹر کا ہوتا ہے) کے فاصلہ پر ہے اور وہ جمعہ پڑھ کر رات کو اپنے گھر پہنچ سکتا ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے اور امام محمد سے روایت ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے دو تین میل کے فاصلہ پر ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے اور یہی امام مالک اور لیث کا مذہب ہے۔ الذخیرہ میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کی ظاہر روایت یہ ہے کہ جمعہ صرف شہر میں رہنے والوں پر فرض ہے اور شہر کے مضافات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٨٧۔٢٨٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ زین الدین بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ٧٩٥ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ شہر سے باہر ہوں اگر ان کے لیے جمعہ کی اذان کو سننا ممکن ہے تو پھر ان پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے ورنہ نہیں۔ یہ امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا قول ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جمعہ اس پر واجب ہے جو اذان سنے۔ (سنن ابوداؤد:١٠٥٦) اور ان کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

عبید اللہ بن کعب بن مالک اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ جمعہ کے دن اذان سنتے ہیں اور پھر جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے وہ باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے یا اہل دوزخ میں سے ہو جائیں گے۔ (المعجم الکبیر:٩٩۔ج١٩)

(فتح الباری لابن رجب ج ٥ ص ٤٠٥۔٤٠٤ 'ملخصاً' مطبوعہ دار ابن الجوزی' ریاض' ١٤١٧ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے کہ جو مدینہ سے دور آبادیوں میں رہتے تھے' وہ باری باری نماز جمعہ پڑھنے مدینہ آتے تھے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں امام ابوحنیفہ پر رد ہے کیونکہ وہ شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ کو واجب نہیں کہتے' حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ علامہ قرطبی کا یہ رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ واجب ہوتا تو وہ سب کے سب جمعہ پڑھنے آتے' باری باری نہ آتے' سو یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے مذہب کے موافق ہے۔ (فتح الباری لابن حجر ج ٢ ص ٤٤٧ 'دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٨٥٤۔ ج ٢ ص ٦٢٥ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٦ - بَابٌ وَقْتُ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ

زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت ہوتا ہے

وَكَذٰلِكَ يُرْوٰى عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ، وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

اور اسی طرح حضرت عمر' حضرت علی' حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ جمعہ کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہوتا ہے' چار تعلیقات ذکر کی ہیں:

حضرت عمر کی تعلیق یہ ہے:

حدیث السقیفہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب جمعہ کا دن تھا اور زوال آفتاب ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ نکلے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٨٧)

حضرت علی کی تعلیق یہ ہے:

عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب زوال آفتاب ہو جاتا تو ہم حضرت علی رضی اللہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٨١' مجلس علمی' بیروت' ١٤٢٧ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٣٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ کی یہ تعلیق ہے:

سماک بیان کرتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ ہمیں سورج کے زوال کے بعد جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٨٧' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٤٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

الولید بن العیزار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن حریث سے بہتر کسی امام کو جمعہ کی نماز پڑھاتے ہوئے نہیں دیکھا' وہ زوالِ آفتاب کے بعد نماز پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٨٩' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٤٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٩٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَاَلَ عَمْرَةَ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ اَنْفُسِهِمْ، وَكَانُوْا اِذَا رَاحُوْا اِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوْا فِيْ هَيْئَتِهِمْ، فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ!

[طرف الحدیث: ٢٠٧١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے عمرہ سے جمعہ کے دن غسل کرنے کے متعلق سوال کیا' پس انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگ گھر کا کام کاج کرتے تھے اور جب وہ جمعہ پڑھنے کے لیے جاتے تو اسی ہیئت میں چلے جاتے تھے تو ان سے کہا گیا: کاش! تم غسل کر لیا کرو۔

(صحیح مسلم: ٨٤٧' الرقم المسلسل: ١٩٢٦' سنن ابوداؤد: ٣٥٢' اس حدیث کی بھی وہی تخریج ہے جو صحیح البخاری: ٩٠٢ میں بیان کی گئی ہے۔)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبدان' ان کا نام عبد اللہ بن عثمان بن جبلہ الازدی ابو عبد الرحمان المروزی ہے' یہ ٢٢١ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) عبد اللہ بن المبارک (٣) یحییٰ بن سعید الانصاری (٤) عمرہ بنت عبد الرحمان بن سعد الانصاریہ المدنیہ (٥) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٨٨)

اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ جمعہ کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد ہے اور یہی وقت ظہر ہے اور جمعہ کی نماز سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے تاکہ جسم کی بدبو زائل ہو جائے اور فرشتوں اور نمازیوں کو ایذاء نہ پہنچے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۵۵۔ ج ۲ ص ۶۲۵ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۹۰۴ - حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سریج بن النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از عثمان بن عبد الرحمان بن عثمان التیمی' از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زوالِ آفتاب کے وقت جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۸۴' سنن ترمذی: ۵۰۴۔ ۵۰۳' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۸۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۹۰۳ کا مطالعہ کریں۔

۹۰۵ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. [طرف الحدیث: ۹۴۰]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری نے کہا: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم جمعہ کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور اس کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔

نماز جمعہ کے وقت میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جمعہ کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد ہوتا ہے مگر مجاہد نے یہ کہا ہے کہ جمعہ کی نماز کو عید کی نماز کے وقت میں بھی پڑھنا جائز ہے کیونکہ جمعہ کی نماز بھی عید کی نماز ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ جمعہ کی نماز کو زوال سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے' یہ قول حضرت انس کی اس حدیث سے مردود ہے جس کو امام بخاری نے اس باب میں روایت کیا ہے اور یہ قول خلفاء راشدین کے عمل سے بھی مردود ہے۔

ابن القصار نے کہا: جمعہ دو حال سے خالی نہیں' یا تو وہ ظہر ہے' تو اس کا وقت وہی زوالِ آفتاب ہے اور یا وہ ظہر کا بدل ہے تو بھی اس کا وقت زوالِ آفتاب ہے کیونکہ ابدال مبدلات کے وقت کو تبدیل نہیں کرتا' جیسے نماز کو قصر کرنے کی وجہ سے نماز کے اوقات تبدیل نہیں ہوتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم جمعہ کی نماز جلدی پڑھتے تھے' اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ آفتاب کے زوال کے فوراً بعد نماز جمعہ پڑھ لیتے تھے۔

نیز حضرت انس نے فرمایا: ہم نماز کے بعد قیلولہ کرتے تھے' یعنی نماز جمعہ جلدی پڑھنے کی وجہ سے کیونکہ وہ اول وقت قیلولہ نہیں کر سکتے تھے' اس لیے نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کر لیتے تھے۔ (قیلولہ کا معنی ہے: دوپہر کو سونا)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۷۷۔ ۵۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

زوال کے وقت جمعہ پڑھنے کے متعلق مزید احادیث اور آثار

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے' پھر واپس آ کر اپنے پانی لانے والے اونٹوں کو آرام پہنچاتے' حسن بیان کرتے ہیں: میں نے جعفر سے پوچھا: یہ کون سا وقت تھا؟ انہوں نے کہا: زوالِ آفتاب۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٧٩ 'مجلس علمی' بیروت' ١٤٢٧ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧ ٥١٣ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب زوالِ آفتاب ہو جاتا تو ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے' پھر ہم واپس سائے میں لوٹتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٨٠ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٣٨ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' صحیح مسلم: ٨٥٩' صحیح البخاری: ٤١٦٨' سنن ابوداؤد: ١٠٨٧' سنن نسائی: ١٢٩٨' سنن ابن ماجہ: ١١٠٠)

منصور بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جمعہ کا وقت زوالِ آفتاب کے وقت ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٨٥ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٤٣ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم النخعی نے کہا: جمعہ کا وقت وہ ہے جو ظہر کا وقت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٨٩ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٤٧ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

١٧ - بَابٌ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جب جمعہ کے دن سخت گرمی ہو

٩٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَلْدَةَ، هُوَ خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ، قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ، وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ، يَعْنِي الْجُمُعَةَ. قَالَ يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَلْدَةَ فَقَالَ بِالصَّلٰوةِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ. وَقَالَ بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَلْدَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا اَمِيْرُ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ قَالَ لِاَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حرمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوخلدہ نے حدیث بیان کی' وہ خالد بن دینار ہیں' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب سخت سردی ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی نماز پڑھتے اور جب سخت گرمی ہوتی تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے یعنی جمعہ کو۔ یونس بن بکیر نے کہا: ہمیں ابوخلدہ نے خبر دی: انہوں نے نماز کا لفظ کہا اور جمعہ کا ذکر نہیں کیا اور بشر بن ثابت نے کہا: ہمیں ابوخلدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امیر جمعہ نے نماز پڑھائی' پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح ظہر پڑھتے تھے؟

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو حدیث سابق کی ہے۔

نیز اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

زوال سے پہلے جمعہ پڑھنے کا عدم جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس باب سے بھی وہی مقصود ہے جو پچھلے باب سے مقصود تھا' اور وہ یہ ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے اور یہ کہ جمعہ ظہر کے بعد پڑھا جائے گا اور سخت گرمی میں ٹھنڈا کر کے پڑھا جائے گا اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے تو پھر جمعہ کو زوال کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے جیسے مجاہد کا اور امام احمد بن حنبل کا زعم ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٧٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

١٨ - بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ وَقَوْلِ اللّٰهِ

جمعہ کی طرف چل کر جانا' اور اللہ عزوجل کا

جَلَّ ذِکْرُهٗ ﴿فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ﴾ (الجمعہ:٩)

ارشاد: پس دوڑو اللہ کے ذکر کی طرف۔ (الجمعہ:٩)

وَمَنْ قَالَ السَّعْیُ الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿وَسَعٰی لَهَا سَعْیَهَا﴾ (الاسراء:١٩)

اور جس نے کہا: اس آیت میں سعی کا معنی عمل کرنا اور جانا ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور اس نے اس کے لیے اس کی کوشش کی۔ (بنی اسرائیل:١٩)

الجمعہ:٩ میں سعی کے معنی کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کے ذکر کی طرف سعی کرو۔ (الجمعہ:٩) لسان العرب میں سعی کا معنی ہے: جلدی جلدی چلنا اور دوڑنا' اور المحکم میں مذکور ہے کہ سعی کا معنی کسب کرنا ہے او ہر عمل خواہ وہ خیر ہو یا شر ہو' وہ سعی ہے۔ علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: چلنا اور جانا' یہ دونوں سعی ہیں کیونکہ یہ دونوں عمل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج٦ ص ٢٩٣)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَحْرُمُ الْبَیْعُ حِیْنَئِذٍ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس وقت (یعنی اذان جمعہ کے وقت) بیع حرام ہو جاتی ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جمعہ کے دن جب نماز کی اذان دی جائے' اس وقت خرید و فروخت جائز نہیں ہے اور جب تم نماز پڑھ لو تو پھر خرید و فروخت کرو۔ (المحلی بالآثار ج ٣ ص ٢٩٢' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٥ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ تَحْرُمُ الصِّنَاعَاتُ کُلُّهَا.

اور عطاء نے کہا: اس وقت ہر قسم کی کارگیری حرام ہے۔

یہ تعلیق عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے اور اس کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر کبیر میں روایت کیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج٦ ص ٢٩٥)

وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَیْهِ اَنْ یَّشْهَدَ.

اور ابراہیم بن سعد نے کہا از الزہری: جب مؤذن جمعہ کی اذان دے اور وہ مسافر ہو تو اس پر جمعہ میں حاضر ہونا لازم ہے۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس تعلیق کی اصل مراسیل ابوداؤد میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج٦ ص ٢٩٥)

٩٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَایَةُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ اَدْرَکَنِیْ اَبُوْ عَبْسٍ وَاَنَا اَذْهَبُ اِلَی الْجُمُعَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ. [طرف الحدیث:٢٨١١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبایہ بن رفاعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ابوعبس نے مجھے پا لیا اور اس وقت میں جمعہ کی طرف جا رہا تھا' پس انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے' اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔

(سنن ترمذی: ١٦٣٢' سنن نسائی: ٣١١٦' الآحاد والمثانی: ١٩٧٣' صحیح ابن حبان: ٤٦٠٥' حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٨' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٢٩' شرح

السنة: ۲۶۱۸ مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۹ طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۹۳۶۔ ج ۲۵ ص ۲۸۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جو خوف خدا سے رویا ہو حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۳۳، سنن نسائی: ۳۱۰۸۔ ۳۱۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۴، المستدرک ج ۲ ص ۷۲۔ ج ۴ ص ۲۶۰، سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۱، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۶، صحیح ابن حبان: ۱۵۹۹، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۷۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۶ طبع قدیم)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں پڑنے والے غبار سے ناک پر کپڑا نہ رکھو کیونکہ منتشر غبار اہل جنت کی مشک ہے۔ (کنز العمال: ۱۰۶۹۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کے چہرے پر اللہ کی راہ میں غبار پڑا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخ کے دھوئیں سے محفوظ رکھے گا اور ہر وہ شخص جس کے پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے اللہ اس کے پیروں کو قیامت کے دن دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ (المعجم الکبیر: ۷۴۸۲، حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی متروک ہے، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۷، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۷۳، کنز العمال: ۱۰۷۰۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس شخص کے دونوں پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔ (صحیح البخاری: ۹۰۷، المعجم الکبیر: ۲۹۷۔ ج ۱۹، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۶، مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶، صحیح ابن حبان: ۴۶۰۵)

۹۰۸ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید وابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وَحَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ، وَاْتُوْهَا تَمْشُوْنَ، عَلَیْكُمُ السَّكِیْنَةُ، فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا.

ح، اور ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم دوڑتے ہوئے نہ آؤ لیکن تم چلتے ہوئے آؤ اور تم اطمینان کو لازم رکھو پس جو نماز تم پالو اس کو پڑھو اور جو نماز تم سے فوت ہو جائے اس کو پورا کرلو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۹۰۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ قُتَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ یَحْیَی ابْنِ اَبِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوقتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے

كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ.

کہا: ہمیں علی بن المبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: میں اس حدیث کو صرف ان کے والد کی روایت سے پہچانتا ہوں از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو حتیٰ کہ تم مجھے دیکھ لو اور تم اطمینان کو لازم رکھو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان تفرقہ نہ کرے

۹۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ وَدِيعَةَ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيبٍ، ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے خبر دی از سعید المقبری از والد خود از ابن ودیعہ از حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی حاصل کی، پھر تیل لگایا یا خوشبو لگائی، پھر (جمعہ کے لیے) چلا، پس دو آدمیوں کے درمیان فرق نہیں کیا، پھر جتنی نماز اس کے لیے مقدر تھی اس نے اتنی نماز پڑھی، پھر جب امام حجرے سے باہر نکل آیا تو وہ خاموش رہا تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان جو گناہ ہیں ان کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - بَابُ لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِي مَكَانِهِ

جمعہ کے دن کوئی شخص اپنے بھائی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے

۹۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ أَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ. قُلْتُ لِنَافِعٍ الْجُمُعَةَ؟ قَالَ الْجُمُعَةَ وَغَيْرَهَا. [طرف الحدیث: ۶۲۶۹ - ۶۲۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھ جائے۔ میں نے نافع سے پوچھا: جمعہ کے دن؟ انہوں نے کہا: جمعہ ہو یا کوئی اور دن ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۱۷۷، الرقم المسلسل: ۵۵۷۹، مسند الحمیدی: ۶۶۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۲۲، صحیح ابن حبان: ۵۸۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۳۲، شرح السنۃ: ۳۳۳۲، مصنف عبدالرزاق: ۵۵۹۲، المعجم الکبیر: ۱۳۶۳۷، مسند احمد ج ۲ ص ۱۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۶۵۹۔ ج ۸ ص ۲۸۴، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کا عنوان جمعہ کے دن کے ساتھ مقید ہے اور حدیث مطلق ہے یعنی کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے خواہ جمعہ کا دن ہو یا کوئی اور دن ہو اور عنوان اور حدیث میں وہ مناسبت ہے جو مقید اور مطلق میں ہوتی ہے۔

کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں خود بیٹھنے کی خرابیاں

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں بیٹھنا مکروہ ہے کراہت کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھے اس کا یہ فعل تکبر کی وجہ سے ہوگا یا دوسرے کو حقیر جاننے کی وجہ سے ہوگا اور قرآن مجید میں اس کی ممانعت ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو دوسرے سے برتر اور اس کو فروتر سمجھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ○ (القصص: ۸۳)

آخرت کا یہ عمدہ گھر ہم صرف ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں تکبر کرنے اور فساد کرنے کا ارادہ نہیں کرتے اور نیک انجام صرف اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے○

اور کسی شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا تکبر بھی ہے اور فساد بھی ہے اس لیے عبادت کے کاموں میں خود پسندی اور اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دینا ممنوع ہے۔ جب کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھایا تو اگر وہ خاموشی سے اٹھ گیا تو یہ اس پر ظلم ہے اور اگر وہ نہیں اٹھا اور اس نے انکار کیا حتیٰ کہ ان دونوں کے درمیان تکرار اور جھگڑا ہوا تو یہ فساد ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۵۶۹۔ ج ۶ ص ۵۴۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: علم اور ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب اور احکام۔

۲۱ - بَابُ الْاَذَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن کی اذان کا حکم

۹۱۲ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، اَوَّلُهُ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ، عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَكَثُرَ النَّاسُ، زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوْقِ بِالْمَدِيْنَةِ.

[اطراف الحدیث: ۹۱۳۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو حضرت عثمان نے مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کر دیا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: الزوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ ہے۔

(سنن ترمذی: ۵۱۶، سنن ابوداؤد: ۱۰۹۰۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۷، سنن نسائی: ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۲، سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۷۴۔ ۱۷۷۳، المنتقیٰ: ۲۹۰، صحیح ابن حبان: ۱۶۷۳، المعجم الکبیر: ۶۶۴۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۲، شرح السنۃ: ۱۰۷۱، مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۰ طبع قدیم، مسند احمد:

۱۵۷۲۸ ج ۲۴ ص ۵۰۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت عثمان کا مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن اذان کی صفت میں امام مالک کے اقوال مختلف ہیں' ابن عبدالحکم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دے چکے تو لوگوں کو اس وقت خرید وفروخت سے منع کر دیا جائے گا اور ان کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک اذان واحد ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث مذکور میں ہے' امام شافعی سے بھی اسی طرح منقول ہے' اور المدونۃ میں امام مالک نے کہا ہے: جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دینا شروع کر دے تو اس وقت خرید وفروخت حرام ہو جاتی ہے' فقہاء کوفہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ابن شہاب زہری نے سائب سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تو حضرت عثمان نے دوسری اذان دینے کا حکم دیا' اس باب کی حدیث میں اس کو تیسری اذان جو کہا ہے وہ اقامت کے اعتبار سے ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۸۴ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کے نزدیک کون سی اذان پر سعی واجب ہوتی ہے

اس مسئلہ میں میرا مختار یہ ہے کہ جب خطیب منبر پر بیٹھ جاتا ہے اور اس کے سامنے جو اذان دی جاتی ہے جس کو آج کل کے حساب سے اذانِ ثانی کہا جاتا ہے' اس اذان کے بعد سعی واجب ہوتی ہے' یعنی مسجد کی طرف چل کر جانا واجب ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دورِ اوّل میں صرف یہی اذان ہوتی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ آج کل اس سے پہلے جو اذان ہوتی ہے اس اذان سے مسجد کی طرف چل کر جانا واجب ہوتا ہے تو یہ اذان تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں تھی ہی نہیں' تو اس وقت گویا مسجد کی طرف جانے کے حکم پر عمل نہیں ہوتا تھا؟ اور جب اُس وقت اس اذان سے سعی واجب ہوتی تھی جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اس کے سامنے دی جاتی ہے تو آج بھی اُسی اذان کے بعد سعی واجب ہونی چاہیے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آج کل جو پہلی اذان دی جاتی ہے' اُس کے دس پندرہ منٹ بعد خطیب وعظ شروع کرتا ہے اور آدھے پون گھنٹے تک اس کی تقریر جاری رہتی ہے اور اس دوران لوگ آتے رہتے ہیں' حتیٰ کہ جب خطیب کے سامنے دوسری اذان دی جاتی ہے اس وقت تک تقریباً تمام لوگ آ چکے ہوتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ پہلی اذان سے سعی واجب ہو جاتی ہے تو یہ تمام بعد میں آنے والے لوگ واجب کے تارک قرار پائیں گے' اور یہ بلاوجہ لوگوں کو مشکل میں ڈالنا ہے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ "یسروا ولا تعسروا" آسان احکام بیان کرو' لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو۔ (صحیح البخاری: ۶۹) اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے عمل کے مطابق اور عوام مسلمین کی آسانی کے اعتبار سے صحیح یہ ہے کہ سعی اُس اذان کے بعد واجب ہوتی ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد خطبہ کے لیے دی جاتی ہے۔

۲۲ - بَابُ الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ — جمعہ کے دن مؤذن واحد ہوگا

امام بخاری نے اس عنوان سے ان علماء کے قول کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ کر بیٹھ جاتے تو تین مؤذن باری باری اذان دیتے' جب ایک مؤذن اذان دے چکتا تو دوسرا اذان شروع کرتا اور اس کے بعد پھر

تیسرا موذن اذان شروع کرتا۔

٩١٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِىْ سَلَمَةَ الْمَاجِشُوْنَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ الَّذِىْ زَادَ التَّاذِيْنَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، حِيْنَ كَثُرَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ، وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنٌ غَيْرَ وَاحِدٍ، وَكَانَ التَّاذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ، يَعْنِىْ عَلَى الْمِنْبَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ الماجشون نے حدیث بیان کی از الزہری از السائب بن یزید انہوں نے کہا: جس شخص نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا اضافہ کیا وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تھے جب اہل مدینہ کی کثرت ہوگئی اور ایک کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کوئی موذن نہیں تھا اور جمعہ کے دن اذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ٩١٢ میں گزر چکی ہے۔

٢٣ - بَابٌ يُجِيْبُ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ

جب امام منبر پر اذان سنے تو اس کا جواب دے

٩١٤ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِىْ سُفْيَانَ، وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ، اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَاَنَا، فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَاَنَا، فَلَمَّا اَنْ قَضَى التَّاْذِيْنَ، قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا الْمَجْلِسِ، حِيْنَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، يَقُوْلُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّىْ مِنْ مَّقَالَتِىْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی از ابی امامہ بن سہل بن حنیف انہوں نے کہا: میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے منبر پر سنا جب موذن کہتا: "اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر" تو حضرت معاویہ کہتے: "اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر" جب وہ کہتا: "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" تو حضرت معاویہ کہتے: اور میں (بھی کہتا ہوں) اور جب وہ کہتا: "اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ" تو حضرت معاویہ کہتے: اور میں (بھی کہتا ہوں)، اور جب اس نے اذان ختم کر لی تو حضرت معاویہ نے کہا: اے لوگو! بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مجلس میں سنا ہے: جب موذن اذان دے تو تم نے مجھ سے جو کلمات ابھی سنے ہیں وہ کہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦١٢ میں گزر چکی ہے۔

٢٤ - بَابُ الْجُلُوْسِ عَلَى الْمِنْبَرِ عِنْدَ التَّاْذِيْنِ

اذان کے وقت (خطیب کا) منبر پر بیٹھنا

٩١٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ السَّائِبَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از

يَزِيدَ اَخْبَرَهُ اَنَّ التَّاذِيْنَ الثَّانِيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَرَ بِهٖ عُثْمَانُ، حِيْنَ كَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ التَّاْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ.

ابن شہاب کہ حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کا حضرت عثمان نے حکم دیا تھا' جب مسجد میں لوگ بہت زیادہ ہو گئے تھے' جس وقت امام (منبر پر) بیٹھتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٥ - بَابُ التَّاْذِيْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

خطبہ کے وقت اذان دینا

٩١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ اِنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهُ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ، فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَثُرُوْا، اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ، فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَاءِ، فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: میں سنا حضرت السائب بن یزید یہ کہتے تھے کہ جمعہ کے دن اذان اول اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں' جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا اور لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو حضرت عثمان نے تیسری اذان دینے کا حکم دیا' پس یہ اذان مقام الزرواء پر دی جاتی تھی' پھر یہی معمول برقرار رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ

منبر پر خطبہ دینا

وَقَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کی اصل ''کتاب الفتن'' کے ''باب الاعتصام'' میں ذکر کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ''باب الاستسقاء'' میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

٩١٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ الْقُرَشِيُّ الْاِسْكَنْدَرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ رِجَالًا اَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّا عُوْدُهٗ؟ فَسَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ مِمَّا هُوَ، وَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ اَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ، وَاَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فُلَانَةَ، امْرَاَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ مُرِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمان بن محمد بن عبداللہ بن عبد القاری القرشی الاسکندرانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحازم بن دینار نے حدیث بیان کی کہ بعض لوگ حضرت سہل بن سعد الساعدی کے پاس آئے اور وہ اس میں میں بحث کر رہے تھے کہ منبر کون سی لکڑی کا تھا' انہوں نے حضرت سہل سے اس کے متعلق سوال کیا' حضرت سہل نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور پہچانتا ہوں وہ کس چیز کا بنا ہوا تھا اور بے شک میں نے اس کو دیکھا جب پہلے دن اس کو رکھا گیا اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

غُلَامَكِ النَّجَّارَ، اَنْ يَّعْمَلَ لِيْ اَعْوَادًا، اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ اِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ، فَاَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَاَرْسَلَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هَا هُنَا، ثُمَّ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرٰى، فَسَجَدَ فِيْ اَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ، فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَاْتَمُّوْا بِيْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلٰوتِيْ.

تشریف فرما ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کے پاس کسی کو بھیجا' سہل نے اس عورت کا نام لیا تھا (آپ نے اس سے فرمایا:) تم اپنے بیٹے کو حکم دو جو بڑھئی ہے کہ وہ میرے لیے سیڑھیوں پر مشتمل منبر بنا دے' جس پر میں اس وقت بیٹھوں جب میں لوگوں سے کلام کروں' اس عورت نے اپنے بیٹے کو حکم دیا' پس اس نے طرفاء الغابہ (ساگوان) کی لکڑی سے وہ منبر بنا دیا' پس اس عورت نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا' آپ نے حکم دیا تو اس کو اس جگہ رکھ دیا گیا' پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منبر پر نماز پڑھائی' آپ نے تکبیر پڑھی اور آپ اس منبر پر تھے' پھر آپ نے اس منبر پر رکوع کیا' پھر آپ منبر سے اتر کر پچھلے پیروں پر لوٹے' پھر آپ نے منبر کی جڑ میں سجدہ کیا' پھر آپ نے اسی طرح (دوسری رکعت پڑھائی) پھر جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہو گئے تو آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو! میں نے یہ نماز اس لیے پڑھائی ہے تا کہ تم میری اقتداء کرو اور تم میرے نماز کے طریقہ کو جان لو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٧ میں گزر چکی ہے۔

٩١٨ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَنَسٍ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ، سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ اَصْوَاتِ الْعِشَارِ، حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ. قَالَ سُلَيْمَانُ، عَنْ يَحْيَى اَخْبَرَنِيْ حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن انس نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کے سہارے کھڑے ہوتے تھے' جب آپ کے لیے منبر رکھ دیا گیا تو ہم نے اس تنے سے ایسی آوازیں سنیں جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی آوازیں ہوتی ہیں حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے' پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس تنے کے اوپر رکھ دیا۔ سلیمان نے کہا از یحییٰ: مجھے حفص بن عبید اللہ بن انس نے خبر دی کہ انہوں نے اس کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٤٩ میں گزر چکی ہے۔

٩١٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے

أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ.

خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے' آپ نے فرمایا: جو شخص جمعہ پڑھنے کے لیے آئے تو اس کو غسل کرنا چاہیے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٧٧ میں گزر چکی ہے۔

٢٧ - بَابُ الْخُطْبَةِ قَائِمًا — کھڑے ہو کر خطبہ دینا

وَقَالَ أَنَسٌ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا.

اور حضرت انس نے کہا: جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔

اس تعلیق کی اصل الاستقاء میں ہے' اور ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

٩٢٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَقْعُدُ، ثُمَّ يَقُومُ، كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ.

[طرف الحدیث: ٩٢٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن عمر القواریری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' پھر بیٹھتے تھے' پھر کھڑے ہوتے تھے جیسا کہ تم اب کرتے ہو۔

(صحیح مسلم: ٨٦١' الرقم المسلسل: ١٩٦١' سنن ترمذی: ٥٠٦' سنن ابن ماجہ: ١١٠٣' السنن الکبری: ٢١٧١' المنتقی: ٢٩٥' المعجم الکبیر: ١٣٢٩٦' سنن دار قطنی ج ٢ ص ٢٠' شرح السنۃ: ١٠٧٢' مسند احمد ج ٢ ص ٣٥' مسند احمد: ٤٩١٩۔ ج ٨ ص ٥١٧' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٣٦٨' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبید اللہ بن عمر بن میسرہ البصری ابوسعید القواریری' القواریری کا معنی ہے: جو شیشہ کا کام کرتا ہو یا ان کو فروخت کرتا ہو (٢) خالد بن الحارث بن سلیم الہجیمی البصری' یہ ١٨٦ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب القرشی (٤) نافع مولی ابن عمر (٥) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣١٥)

سنت یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جائے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

کھڑے ہو کر خطبہ دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا جائے' اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ چاہے کھڑا ہو کر خطبہ دے چاہے بیٹھ کر' یہ ابن القصار نے ان سے نقل کیا ہے۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور امام مالک کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' پھر بیٹھ جاتے تھے' پھر کھڑے ہوتے تھے' یہ خطبہ دینے کے فعل کے تکرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فعل کے خلاف نہیں کیا اور بیٹھ کر خطبہ نہیں دیا' امام ابن ابی شیبہ نے طاؤس

سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' اور سب سے پہلے جس نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی نے کہا: حضرت معاویہ نے بیٹھ کر اس وقت خطبہ دیا' جب ان کے پیٹ پر بہت زیادہ گوشت چڑھ گیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۳۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام شافعی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص بیٹھ کر خطبہ دے اور اس کے بیمار ہونے کا علم نہ ہو تو اس کے فعل کو عذر پر محمول کیا جائے گا اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر خطبہ دیا ہے تو ان سب کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا'' (الجمعہ: ۱۱) اور یہ آپ کو (خطبہ میں) کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ جو چیز میرے دل میں ہے' وہ یہ ہے کہ خطبہ میں قیام واجب ہے اور یہ سنت سے وجوب کا ثبوت ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اگر خطبہ میں قیام کو ترک کر دیا تو خطبہ فاسد ہو جائے گا اور نہ یہ اس کی دلیل ہے کہ خطبہ میں قیام مباح ہے' اگر چاہے تو قیام کرے اور اگر چاہے تو قیام نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

عذر کی صورت میں منبر پر بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینے کا جواز

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' ہمارے شیخ نے شرح ترمذی میں یہ لکھا ہے کہ جمعہ کے دونوں خطبوں میں قیام شرط ہے' سوا اس کے کہ کسی کو عذر ہو' امام شافعی کا اور ایک روایت میں امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: احادیث اس پر دلالت نہیں کرتیں کہ خطبہ میں قیام شرط ہے' زیادہ سے زیادہ قیام کے سنت ہونے پر دلالت کرتی ہیں' توضیح میں مذکور ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو' اس کے لیے خطبہ میں کھڑا ہونا شرط ہے' اسی طرح امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا بھی شرط ہے' اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ دیا تو یہ بھی جائز ہے' جس طرح نماز میں ہوتا ہے' اور اس کی اقتداء صحیح ہے اور ہمارے نزدیک اس طرح ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو' اس کا بھی بیٹھ کر خطبہ دینا جائز ہے اور یہ شاذ ہے' ہاں! یہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد کا مذہب ہے جیسا کہ علامہ نووی نے نقل کیا ہے' اور اس کا قیاس اذان پر کیا ہے' اور علامہ ابن بطال نے امام مالک کا مذہب امام شافعی کی طرح نقل کیا ہے اور ابن القصار سے امام ابوحنیفہ کی طرح نقل کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس باب کی حدیث خطبہ میں قیام کے شرط ہونے پر دلالت نہیں کرتی' بعض علماء نے خطبہ میں قیام کے شرط ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: حضرت کعب بن عجرہ مسجد میں داخل ہوئے اور اس وقت عبد الرحمن بن ابی الحکم بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے' انہوں نے کہا: اس خطیب کو دیکھو یہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے' حالانکہ قرآن مجید میں ہے: ''وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا'' (الجمعہ: ۱۱)۔ (صحیح مسلم: ۸۶۴' الرقم المسلسل: ۱۹۶۸' سنن نسائی: ۱۳۹۳) نیز حضرت کعب نے کہا: میں نے آج کے سوا کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ مسلمانوں کا امام ہو اور بیٹھ کر خطبہ دے۔ (صحیح ابن خزیمہ) اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' پھر بیٹھ جاتے' پھر کھڑے ہو کر

خطبہ دیتے' سو جو شخص تم کو یہ حدیث بیان کرے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ بولا' پس بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۸۶۲' الرقم المسلسل: ۱۹۶۳' سنن ابوداؤد: ۱۰۹۳)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت کعب بن عجرہ اور حضرت جابر بن سمرہ کے یہ اقوال مبالغہ پر محمول ہیں' اور نبی ﷺ کے منبر پر بیٹھنے کے ثبوت میں ہمارے اصحاب کی سب سے قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے گرد بیٹھ گئے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۶۵)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کے پاس پیغام بھیجا' تم اپنے بیٹے کو حکم دو کہ وہ میرے لیے سیڑھوں پر مشتمل منبر بنادے جس پر میں اس وقت بیٹھوں جب میں لوگوں سے کلام کروں۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۹۱۷۔ ۳۷۷)

ان حدیثوں میں نبی ﷺ کے منبر پر بیٹھنے کی تصریح ہے اور یہ حدیثیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۱۶۔ ۳۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا ان احادیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ منبر پر مطلقاً بیٹھنے کے جواز میں کلام نہیں ہے بلکہ کلام اس میں ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر بیٹھ کر دینا جائز ہے یا نہیں ہے' سو امام ابو حنیفہ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جائے اور اگر خطیب کسی عذر کی وجہ سے جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر دے تو یہ بھی جائز ہے جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب پُر گوشت ہو گئے تو بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے' اور امام مالک اور امام شافعی کا مذہب بھی اسی طرح ہے۔

۲۸ - بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ الْقَوْمَ وَاسْتِقْبَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ إِذَا خَطَبَ وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمُ الْإِمَامَ

امام جب خطبہ دے تو نمازیوں کی طرف منہ کرے اور نمازی امام کی طرف منہ کریں' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے امام کی طرف منہ کیا

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بیہقی نے نافع سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن امام کے نکلنے سے پہلے اپنے نوافل سے فارغ ہو جاتے' پھر جب وہ مسجد سے نکلتے تو امام اس وقت تک نہیں نکلتا تھا جب تک کہ اس کا منہ ان کی طرف نہ ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۱۷)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے امام کی طرف منہ کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

المستمر بن الریان بیان کرتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن حضرت انس رضی اللہ عنہ کو باب اوّل کے پاس دیکھا' انہوں نے منبر کی طرف منہ کیا ہوا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۷ ۵۲' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

۹۲۱ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ. [اطراف الحدیث: ۱۴۶۵۔ ۲۸۴۲۔ ۶۴۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ہلال بن ابی میمونہ انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابو سعید الخدری سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے گرد

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۴۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ) بیٹھ گئے۔

جمعہ کے دن دورانِ خطبہ امام کی طرف منہ کرنے کی حکمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا سنت ہے، جو اس کے بالمقابل بیٹھے ہوں، اور جو اس کے بالمقابل نہ ہوں وہ اپنا منہ امام کی طرف کر لیں، اس کی دلیل حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: ہم آپ کے گرد بیٹھے تھے، اور ان کا آپ کے گرد بیٹھنا اسی وقت ہوگا جب وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہوں اور جو آپ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوں وہ آپ کا کلام سن رہے ہوں گے نہ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے، اور صحابہ کے آپ کی طرف منہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ کے کلام کو اچھی طرح سن سکیں اور اس پر غور کر سکیں۔

الشعبی نے کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ جمعہ کے دن امام کی طرف منہ کیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۷۲) اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب امام خطبہ دے تو لوگ امام کی طرف منہ کریں، امام مالک، فقہاء کوفہ، امام اوزاعی، امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے اور یہ اجماع کی مثل ہے۔ عدی بن ثابت نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو آپ کے اصحاب آپ کی طرف متوجہ ہوتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۶۹، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ) (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۸۹-۵۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۹ - بَابُ مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ اَمَّا بَعْدُ

جس نے خطبہ میں حمد وثناء کے بعد اما بعد (یعنی حمد وثناء کے بعد) کہا

رَوَاهُ عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عکرمہ نے اس کی روایت از حضرت ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

اس باب کے آخر میں امام بخاری نے اس تعلیق کو موصولاً روایت کیا ہے۔

۹۲۲ - وَقَالَ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ، قُلْتُ مَا شَاْنُ النَّاسِ؟ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اِلَى السَّمَاءِ، فَقُلْتُ اٰيَةٌ؟ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اَيْ نَعَمْ، قَالَتْ فَاَطَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِدًّا حَتّٰى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ، وَاِلٰى جَنْبِيْ قِرْبَةٌ فِيْهَا مَاءٌ، فَفَتَحْتُهَا فَجَعَلْتُ اَصُبُّ مِنْهَا عَلٰى رَاْسِيْ، فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ قَالَتْ وَلَغَطَ نِسْوَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَانْكَفَاْتُ اِلَيْهِنَّ لِاُسَكِّتَهُنَّ، فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ؟ قَالَتْ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: محمود نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے فاطمہ بنت منذر نے خبر دی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، اس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا: لوگ کیوں نماز پڑھ رہے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج کو گہن لگ گیا ہے)، میں نے پوچھا: کیا یہ کوئی علامت ہے؟ حضرت عائشہ نے اپنے سر سے اشارہ کیا، یعنی ہاں۔ حضرت اسماء نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لمبی نماز پڑھی، حتیٰ کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی اور میرے پہلو میں پانی کی ایک مشک تھی جس میں پانی تھا، میں نے اس کو کھولا اور اس میں سے پانی نکال کر اپنے سر پر ڈالنے لگی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے مڑے اور اس وقت سورج کا گہن دور ہو

أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَإِنَّهُ قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ، مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ، أَوْ قَالَ الْمُوقِنُ شَكَّ هِشَامٌ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ، هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَآمَنَّا وَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا، فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا، قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنْ كُنْتَ لَتُؤْمِنُ بِهِ، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ، أَوْ قَالَ الْمُرْتَابُ شَكَّ هِشَامٌ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ. قَالَ هِشَامٌ فَلَقَدْ قَالَتْ لِي فَاطِمَةُ فَأَوْعَيْتُهُ، غَيْرَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يُغَلِّظُ عَلَيْهِ.

گیا تھا' پھر آپ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کی جس کے وہ لائق ہے' پھر آپ نے فرمایا: اما بعد (بعد حمد وثناء کے)' اور انصار کی عورتوں کا شور تھا' میں ان کی طرف مڑی تا کہ میں ان کو چپ کراؤں' پس میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے فرمایا ہے کہ جو چیز بھی پہلے مجھے نہیں دکھائی گئی تھی اس چیز کو میں نے اس مقام میں دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا ہے' اور بے شک میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ بے شک تم قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیے جاؤ گے جو مسیح دجال کے فتنہ کی مثل یا اس کے قریب ہوگی' تم میں سے ہر ایک کے پاس کسی کو لایا جائے گا' پھر کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ پس جو مومن ہوگا یا یقین کرنے والا ہوگا' (ہشام کو شک ہے' حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) وہ کہے گا: یہ رسول اللہ ہیں' یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' یہ ہمارے پاس معجزات اور ہدایت کے ساتھ آئے تھے' سو ہم ان پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور ہم نے ان کی پیروی کی اور ان کی تصدیق کی' پس اس سے کہا جائے گا: تم اپنے اعمال کے نفع کے ساتھ سو جاؤ' بے شک ہم جانتے تھے کہ تم ان پر ایمان لانے والے ہو' اور رہا منافق یا کہا: شک کرنے والا (اس میں ہشام کو شک ہے)' اس سے کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ وہ کہے گا: میں نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے کہہ دیا۔ ہشام نے کہا: مجھ سے فاطمہ نے یہ حدیث بیان کی' پس میں نے اس حدیث کو محفوظ رکھا' سوا اس کے جس میں شدت کی گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۹۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمَالٍ، أَوْ سَبْيٍ، فَقَسَمَهُ، فَأَعْطَى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا، فَبَلَغَهُ أَنَّ الَّذِينَ تَرَكَ عَتَبُوا، فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ أَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَوَاللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از جریر بن حازم' انہوں نے کہا: میں نے حسن سے سنا' وہ کہتے ہیں: ہمیں حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال آیا یا قیدی آئے' آپ نے اس مال کو تقسیم فرمایا' آپ نے چند لوگوں کو عطا کیا اور چند کو چھوڑ دیا' پھر آپ کو یہ خبر پہنچی کہ جن

اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ، وَالَّذِیْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الَّذِیْ اُعْطِیْ، وَلٰکِنْ اُعْطِیْ اَقْوَامًا لِمَا اَرٰی فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ، وَاَکِلُ اَقْوَامًا اِلٰی مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْغِنٰی وَالْخَیْرِ، فِیْهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ. فَوَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِکَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ. تَابَعَهٗ یُوْنُسُ. [اطراف الحدیث:٣١٤٥-٧٥٣٥]

لوگوں کو آپ نے چھوڑ دیا ہے وہ ناراض ہیں تو آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثناء کی' پھر فرمایا: امابعد (حمد وثناء کے بعد) پس اللہ کی قسم! میں ایک شخص کو عطا کرتا ہوں اور دوسرے شخص کو چھوڑ دیتا ہوں' اور جس شخص کو میں چھوڑ دیتا ہوں وہ مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں عطا کرتا ہوں' لیکن میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کے دلوں میں سخت حرص اور بے صبری دیکھتا ہوں اور جن کے دلوں میں اللہ نے استغناء اور خیر کو رکھا ہے' ان لوگوں کو میں ان کے استغناء کے سپرد کر دیتا ہوں' ان ہی میں عمرو بن تغلب ہیں' حضرت عمرو بن تغلب نے کہا: پس اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بدلہ میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جائیں تو وہ مجھے پسند نہیں ہیں۔ اس حدیث کی یونس نے متابعت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن معمر ابوعبداللہ البصری العبسی (٢) ابوعاصم النبیل' ان کا نام الضحاک بن مخلد ہے (٣) جریر بن حازم (٤) الحسن البصری (٥) حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ العبدی التیمی البصری' ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں مروی ہیں' جن کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٢٤)

٩٢٤ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ، عَنْ عُقَیْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ لَیْلَةٍ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ، فَصَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ، فَصَلّٰی رِجَالٌ بِصَلَاتِهٖ، فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا، فَاجْتَمَعَ اَکْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهٗ، فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا، فَکَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّیْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهٖ، فَلَمَّا کَانَتِ اللَّیْلَةُ الرَّابِعَةُ، عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ، حَتّٰی خَرَجَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَی الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَتَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّهٗ لَمْ یَخْفَ عَلَیَّ مَکَانُکُمْ لٰکِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ، فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا. تَابَعَهٗ یُوْنُسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ ایک رات کو آدھی رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے' پھر چند لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر انہوں نے صبح (لوگوں کے سامنے) یہ بات کی' (پھر دوسری رات کو) ان میں سے بہت لوگ جمع ہو گئے' پس انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر صبح کو لوگوں نے یہ بات کی' پھر تیسری رات کو مسجد والے لوگ بہت ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' جب چوتھی رات آئی تو مسجد اہل مسجد کو سمانے سے عاجز ہو گئی تھی حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لیے نکلے' جب آپ نے فجر کی نماز ادا فرمائی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے' آپ نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر فرمایا: امابعد (یعنی توحید و رسالت کی گواہی کے بعد) مجھ پر تمہاری جگہ مخفی نہیں ہے (یعنی تمہارا نماز کا

شوق) لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم پر یہ نماز فرض کر دی جائے گی' پھر تم اس کو پڑھنے سے عاجز ہو جاؤ گے۔اس حدیث کی یونس نے متابعت کی ہے۔یحییٰ بن بکیر کی متابعت یونس نے کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۲۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ هُوَ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَشِيَّةً بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَتَشَهَّدَ وَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ. تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَّا بَعْدُ. تَابَعَهُ الْعَدَنِيُّ. عَنْ سُفْيَانَ، فِي أَمَّا بَعْدُ. [اطراف الحدیث: ۱۵۰۰_۲۵۹۷_۲۶۳۶_۶۹۷۹_۷۱۷۴_۷۱۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از ابی حمید جو الساعدی ہیں' انہوں نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے پہر نماز کے بعد کھڑے ہوئے' پھر آپ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ کی ایسی حمد کی جس کا وہ اہل ہے' پھر فرمایا: اما بعد (حمد وثناء کے بعد)۔ابو معاویہ اور ابو اسامہ نے عروہ کی متابعت کی ہے از ہشام از والد خود از ابوحمید از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اما بعد' العدنی نے عروہ کی متابعت کی ہے از سفیان' آپ کے ارشاد اما بعد میں۔

۹۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ يَقُولُ أَمَّا بَعْدُ. تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [اطراف الحدیث: ۳۱۱۰_۳۷۱۴_۳۷۲۹_۳۷۶۷_۵۲۳۰_۵۲۷۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے حدیث بیان کی از المسور بن مخرمہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے' پس جب آپ نے کلمہ شہادت پڑھا تو میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اما بعد (شہادت کے بعد)۔زبیدی نے شعیب کی متابعت کی ہے از الزہری۔

۹۲۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ، وَكَانَ اٰخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ، مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَةً عَلٰى مَنْكِبَيْهِ، قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعِصَابَةٍ دَسِمَةٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِلَيَّ. فَثَابُوا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْأَنْصَارِ، يَقِلُّونَ وَيَكْثُرُ النَّاسُ، فَمَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَضُرَّ فِيهِ أَحَدًا أَوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن الغسیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور یہ آخری مجلس تھی جس میں آپ بیٹھے' اس وقت آپ نے ایک بڑی چادر اپنے کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی اور اپنے سر پر عمامہ باندھا ہوا تھا جو تیل سے چکنا ہو چکا تھا' آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثناء کی' پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! میرے قریب آ جاؤ' سو لوگ آپ کی طرف آ گئے' پھر آپ نے فرمایا: اما بعد (حمد وثناء کے بعد) انصار کا

يَنْفَعَ فِيهِ اَحَدًا، فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ. [اطراف الحدیث: ٣٦٢٨-٣٨٠٠] (شمائل ترمذی: ١١١)

یہ قبیلہ کم ہوتا جائے گا اور (دوسرے) لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے پس (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے جو شخص کسی منصب کا والی ہو اور وہ کسی کو ضرر پہنچانے یا کسی کو نفع دینے کا اختیار رکھتا ہو تو وہ انصار میں سے نیکوں کی نیکی کو قبول کرے اور ان میں سے خطا کاروں کی خطاء سے درگزر کرے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسماعیل بن ابان ابو اسحاق الوراق الازدی الکوفی (٢) عبد الرحمن بن الغسیل، وہ عبد الرحمان بن سلیمان بن عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر الراہب ہیں، جو ابن الغسیل الانصاری المدنی کے نام سے معروف ہیں، اور حضرت حنظلہ وہ ہیں جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا، یہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے، ان کی بیوی سے صحابہ نے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے دشمن کی آواز سنی، اس وقت وہ جنبی تھے تو انہوں نے غسل کرنے کی تاخیر نہیں کی اور جہاد کے لیے چلے گئے اور جاتے ہی شہید ہو گئے، ان کے بیٹے عبد الرحمان بن الغسیل ١٧١ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عکرمہ، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں (٤) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٢٨)

مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "متعطفًا" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: چادر کو موڑ کر اوڑھے ہوئے، اور "ملحفة" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: بڑی چادر، اور "عصابة دسمة" کا لفظ ہے، اس میں "عصابة" کا معنی ہے: پٹی یہاں اس سے مراد عمامہ ہے، عمامہ کو "عصابة" سے اس لیے تعبیر فرمایا کیونکہ عمامہ کو بھی پٹی کی طرح سر کے گرد لپیٹ لیا جاتا ہے، اور "دسمة" کا معنی ہے: سیاہ یعنی سر پر لگے ہوئے زیتون کے تیل سے اس عمامہ پر کثرتِ استعمال کی وجہ سے سیاہی کے آثار ظاہر ہو گئے تھے، اور اس حدیث میں ہے: "فثابوا الیه" یعنی وہ سب آپ کی طرف جمع ہو گئے "ثاب یثوب" کا معنی ہے: کسی کام کی طرف لوٹنے میں سبقت کرنا، نیز اس حدیث میں ہے: آپ نے فرمایا: یہ انصاری دن بہ دن کم ہوتے رہیں گے، یہ آپ کا معجزہ ہے کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نصیحت کرنے میں مبالغہ کرنا چاہیے کیونکہ آپ نے منبر پر چڑھ کر نصیحت کی اور وعظ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے والے حکمرانوں کو انصار کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کی، اس میں انصار کی فضیلت ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انصار میں سے کوئی خلیفہ نہیں ہوگا کیونکہ آپ نے انصار کے متعلق وصیت کی، ورنہ انصار کو وصیت فرماتے۔

اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جامع ارشاد کا ثبوت ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا: انصار میں جو نیک ہوں ان کی نیکی کو قبول کرنا اور جو بُرے کام کرنے والے ہوں ان سے درگزر کرنا، کیونکہ انسان کا صرف ان ہی دو خصلتوں میں حصر ہے، یا وہ نیکوکار ہوتا ہے یا بدکار ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٢٩-٣٢٨، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

''امـا بعد'' کا معنی اور سب سے پہلے ''امـا بعد'' کا استعمال کس نے کیا ------------
اور خطبہ جمعہ میں کس قدر کلام لانا چاہیے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں امابعد فرمایا' یعنی حمد وثناء کے بعد' یہ بات بیان کرنی ہے۔''امـا بعد'' کلام فصیح ہے' اس کو خطیب حمد وثناء اور اپنے جس مقصود کی خبر دینی ہو' اس کے درمیان فصل کرنے کے لیے لاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِO (ص:۲۰) اور ہم نے داؤد کو حکمت دی تھی اور فصل خطابO

''فصل خطاب'' سے مراد ہے: مقدمات کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت' اور بعض مفسرین نے کہا ہے: اس سے مراد امابعد کا کلمہ ہے۔

یعنی سب سے پہلے خطبہ میں امابعد کا کلمہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا' کیونکہ امابعد کا کلمہ حمد وثناء اور اپنے کلام مقصود کے درمیان فصل کے لیے آتا ہے' اس لیے ''فصل خطاب'' سے مراد امابعد ہے۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں کتنے کلام کی مقدار ضروری ہے' ابن حبیب مالکی نے کہا: جس کلام میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہو' وہ خطبہ کے لیے کافی ہے۔

مطرف نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جس نے سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی' اس کا یہ کلام خطبہ کے لیے کافی ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: جس نے ایک تسبیح بھی پڑھ لی تو یہ اس کے خطبہ کے لیے کافی ہے' امام شافعی نے کہا: جمعہ کے دونوں خطبوں کی جو کم از کم مقدار ضروری ہے' وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی جائے' اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کی جائے۔ پہلے خطبہ میں قرآن مجید کی آیات پڑھی جائیں اور دوسرے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور اس کو دعا پر ختم کیا جائے۔ (شرح ابن بطال ج۲ ص ۵۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۰ - بَابُ الْقَعْدَةِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا

۹۲۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جمعہ کے دن) دو خطبے دیتے تھے' جن کے درمیان بیٹھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۰ میں گزر چکی ہے' تاہم جو اُمور پہلے ذکر نہیں کیے گئے' وہ ذکر کیے جارہے ہیں:

جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھنے اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے متعلق احادیث

جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث بھی مروی ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے دن سیدھے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد کے دروازہ پر تھے' انہوں نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو اسی وقت وہیں مسجد کے دروازہ پر بیٹھ گئے' پس ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: اے عبد اللہ بن مسعود! آؤ۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۹۱)

اس حدیث سے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی اطاعت شعاری معلوم ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو خطبے دیتے تھے' جب آپ منبر پر چڑھتے تو بیٹھ جاتے تھے حتیٰ کہ مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا' پھر آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے' پھر بیٹھ جاتے' پھر کوئی بات نہیں کرتے تھے' پھر کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۹۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' پھر آپ کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ دیتے' پس جس نے تم سے یہ حدیث بیان کی کہ آپ نے بیٹھ کر خطبہ دیا اس نے جھوٹ بولا' پس اللہ کی قسم! میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۸۶۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۹۳' سنن نسائی: ۱۴۱۶' سنن ابن ماجہ: ۱۱۰۵)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے دو خطبے تھے' ان دونوں کے درمیان آپ بیٹھ کر قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۸۶۲' سنن نسائی: ۱۴۱۹' سنن ابن ماجہ: ۱۱۰۶)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' پھر آپ بیٹھتے تھے (اور ان کے درمیان) کلام نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۹۵' سنن نسائی: ۱۵۸۲)

سنن ابوداؤد کی ان احادیث میں بعض میں یہ ذکر ہے کہ آپ دو خطبوں کے درمیان کلام نہیں کرتے تھے اور بعض میں یہ ذکر ہے کہ آپ ان خطبوں کے درمیان قرآن مجید پڑھتے تھے اور بعض میں ہے کہ آپ ان میں نصیحت کرتے تھے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ کا عام معمول یہ تھا کہ آپ ان دو خطبوں کے درمیان کلام نہیں کرتے تھے' اور بعض اوقات ان کے درمیان آپ قرآن مجید پڑھتے تھے اور اگر کبھی وعظ اور نصیحت کی ضرورت ہوتی تو وعظ و نصیحت فرماتے تھے' غرض آپ نے دین میں آسانی رکھی ہے اور امت کے لیے گنجائش ہے کہ وہ جیسا موقع ہو ویسا عمل کرے۔

جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں یہ ثبوت ہے کہ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا مشروع ہے' لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ بیٹھنا واجب ہے یا مستحب ہے' امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ یہ بیٹھنا واجب ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا یہ مذہب ہے کہ یہ بیٹھنا سنت ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے یہ کہا ہے کہ امام مالک' فقہاء عراق اور تمام شہروں کے فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے سوائے امام شافعی کے' انہوں نے اس کو واجب کہا ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ اتباع سنت کی وجہ سے یہ بیٹھنا مستحب ہے اور اکثر اہل علم کے قول کے موافق یہ بیٹھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں بیٹھنے کے وقت کوئی مخصوص ذکر مشروع نہیں ہے' لہٰذا یہ بیٹھنا واجب نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱- بَابُ الْاِسْتِمَاعِ اِلَی الْخُطْبَۃِ خطبہ کو بہ غور سننا

۹۲۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ، عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِکَةُ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ، یَکْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ، وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ کَمَثَلِ الَّذِیْ یُهْدِیْ بَدَنَةً، ثُمَّ کَالَّذِیْ یُهْدِیْ بَقَرَةً، ثُمَّ کَبْشًا، ثُمَّ دَجَاجَةً، ثُمَّ بَیْضَةً، فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ، وَیَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ. [طرف الحدیث:۳۲۱۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عبداللہ الاغر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر ٹھہر جاتے ہیں اور (آنے والوں کو) لکھتے ہیں' جو پہلے آئے اس کو پہلے لکھتے ہیں' جو جلدی آئے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی اونٹ کی قربانی کرے' پھر جو اس کے بعد آئے وہ گائے کی قربانی کرنے والے کی مثل ہے' پھر مینڈھے کی مثل ہے' پھر مرغی کی' پھر انڈے کی' پھر جب امام (حجرہ سے) نکل آئے تو فرشتے اپنے صحائف کو لپیٹ دیتے ہیں اور وعظ کو سنتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۸۵۰' الرقم المسلسل: ۱۹۵۱' سنن نسائی: ۱۳۸۵' سنن ابوداؤد: ۳۵۱' سنن ترمذی: ۴۹۹' صحیح ابن حبان: ۲۷۷۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۲۶' شرح السنۃ: ۱۰۶۳' مصنف عبدالرزاق: ۵۵۶۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۲۶۔ ج ۱۶ ص ۲۰' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۸۵۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) محمد بن عبدالرحمان ابن ابی ذئب (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) ابوعبداللہ' ان کا نام سلمان الجہنی ہے' ان کے موالی کا شمار اہل مدینہ میں ہے اور یہ اصل میں اصفہان کے ہیں' ان کا لقب الاغر ہے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۲۰)

خطبہ سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے خطبہ کا سننا واجب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک اس کا وجوب سنت ہے' اور بعض علماء نے اس کو فرض کہا ہے' مجاہد سے مروی ہے کہ قرآن کا سننا صرف دو جگہوں پر واجب ہے نماز میں اور جمعہ کے خطبہ میں۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ فرشتے خطبہ کو سنتے ہیں' یہ خطبہ سننے کی ترغیب کے لیے فرمایا ہے اور خطبہ کے وقت خاموش رہنے کے لیے امام مالک نے کہا ہے کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا واجب ہے خواہ اس کو خطبہ سنائی دے یا نہیں' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے خواہ اس کی آواز نہ سنائی دے اس کو بھی اتنا اجر ملتا ہے جتنا خطبہ سننے والے کو اجر ملتا ہے۔ عروہ بن الزبیر یہ کہتے تھے کہ جس کو خطبہ نہ سنائی دے اس کے باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور ابراہیم النخعی نے کہا: جب مجھے خطبہ سنائی نہیں دیتا تو میں اپنا وظیفہ پڑھتا رہتا ہوں' امام احمد نے کہا: جس شخص کو خطبہ سنائی نہیں دیتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اللہ کا ذکر کرتا رہے اور قرآن پڑھتا رہے۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ نمازی کس وقت خاموش رہے' امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جب امام حجرہ سے نکل آئے تو نمازی اس وقت باتیں کرنا بند کر دیں اور اس وقت نماز بھی منقطع کر دیں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر جب امام (حجرہ سے) نکل

آئے تو فرشتے اپنے صحائف کو لپیٹ دیتے ہیں اور وعظ کو سنتے ہیں' اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ خاموش ہونا صرف خطبہ کی ابتداء میں واجب ہے اور اس سے پہلے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ امام مالک' الثوری' امام ابو یوسف' امام محمد' الاوزاعی اور امام شافعی کا قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام کلام کرے تو نمازی خاموش ہو جائیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو اپنے موقف پر حدیث ذکر کی ہے' اس کی سند ضعیف ہے اور فقہاء احناف نے جو کہا ہے کہ جب امام حجرہ سے نکل آئے تو پھر خاموش ہونا واجب ہے' اس کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث مذکور ہے۔

دورانِ خطبہ کلام کرنے یا سلام کا اور چھینک کا جواب دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

خطبہ کے دوران کلام نہ کرنے کے مسئلہ میں فقہاء تابعین کا اختلاف ہے' شعبی' سعید بن جبیر' النخعی اور ابن بردہ خطبہ کے دوران کلام کرتے تھے' اور علامہ ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیر' ابراہیم بن مہاجر' ابو بردہ' النخعی اور شعبی حجاج کے خطبہ کے دوران باتیں کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک ان کا یہ فعل قابل رد ہے اور ان کی طرف سے یہ توجیہ ہے کہ ان کو اس مسئلہ میں یہ حدیث نہیں پہنچی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کے دن تم نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو اور امام اس وقت خطبہ دے رہا تھا تو تم نے لغو کام کیا۔ (صحیح البخاری: ۹۳۴' صحیح مسلم: ۸۵۱' سنن ترمذی: ۵۱۲' سنن نسائی: ۱۴۰۱)

اور جب اس طرح ہے تو خطبہ سننے والے کے لیے سلام کا جواب دینا اور چھینک کے جواب میں "یرحمك الله" کہنا بھی مکروہ ہے' البتہ امام شافعی نے اپنے قول جدید میں کہا ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دے گا اور چھینک کا جواب بھی دے گا۔

امام ابو حنیفہ سے یہ روایت ہے کہ جب خطبہ سننے والے کو سلام کیا جائے تو وہ دل میں اس کے سلام کا جواب دے گا اور امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دے گا اور چھینک کا جواب بھی دے گا' اور امام محمد سے یہ روایت ہے کہ وہ سلام کا جواب تو اسی وقت دے گا اور چھینک کا جواب خطبہ کے بعد دے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود دل میں پڑھے گا۔

نصر بن یحییٰ نے کہا: وہ تسبیح بھی پڑھے گا اور قرآن مجید بھی' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ خطبہ کے دوران باتیں نہیں کرے گا' ایک قول یہ ہے کہ ذکر میں اور قرآن مجید پڑھنے میں مشغول رہنا خاموش رہنے سے افضل ہے' رہا فقہ کا تکرار کرنا اور کتب فقہ کا مطالعہ کرنا اور لکھنا' اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۳۲-۳۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲ - بَابُ اِذَا رَاَی الْاِمَامُ رَجُلًا جَاءَ وَ هُوَ يَخْطُبُ، اَمَرَهٗ اَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ

جب امام خطبہ دینے کے دوران یہ دیکھے کہ ایک شخص آیا ہے تو اسے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دے

۹۳۰ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ اَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ؟ قَالَ لَا، قَالَ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ. [اطراف الحدیث: ۹۳۱-۱۱۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص اس وقت آیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' آپ نے اس سے فرمایا: اے فلاں! کیا تم نے نماز پڑھ

لی ہے؟ اس نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۸۷۵' الرقم المسلسل: ۱۹۸۵' سنن ابوداؤد: ۱۱۱۵' سنن ترمذی: ۵۱۰' سنن نسائی: ۱۴۱۰_۱۴۰۹' سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۲' مسند الحمیدی: ۱۲۲۳' مسند ابویعلیٰ: ۱۹۷۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۳۲' المعجم الکبیر: ۶۷۰۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۳' السنن الکبریٰ: ۱۹۰۵' مسند احمد ج ۳ ص ۶۳ ۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۹۰۶_ ج ۲۳ ص ۱۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی ۹۰۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۰۵۷)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

خطبہ جمعہ کے دوران نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے مؤقف پر دلائل اور باب مذکور کی حدیث کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے معنی میں فقہاء کا اختلاف ہے' ایک قوم نے اس کے ظاہر کے اعتبار سے اس کا معنی کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو خفیف رکعتیں پڑھے' یہ وہ سنت ہے جس پر عمل کیا گیا ہے' یہ قول حسن بصری اور مکحول سے مروی ہے' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور اور غیر مقلدین کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔

اوزاعی نے کہا ہے: جس شخص نے اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھ لی ہے' پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اور امام اس وقت خطبہ دے رہا تھا وہ بیٹھ جائے اور اگر اس نے اپنے گھر میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی ہے تو وہ مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ لے کیونکہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا کہ اس نے گھر میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی اس کو آپ نے یہ حکم دیا کہ وہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔

اس سلسلہ میں تیسرا قول ابومجلز کا ہے کہ اگر تم چاہو تو دو رکعت نماز پڑھ لو اور اگر چاہو تو بیٹھ جاؤ۔

اور چوتھا قول جمہور کا ہے کہ اگر تم مسجد میں اس وقت آؤ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو آ کر بیٹھ جاؤ اور دو رکعت نماز نہ پڑھو' صحابہ میں سے حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے عطاء' النخعی' ابن سیرین' شریح' عروہ اور سعید بن المسیب کا یہی مؤقف ہے اور امام مالک' امام ابوحنیفہ اور لیث کا یہی مذہب ہے' اور ان کا استدلال درج ذیل آثار سے ہے:

الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' سفیان' ابن جریج اور عطاء یہ کہتے تھے کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۱۰' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ثعلبہ بن ابی مالک القرظی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان کو پایا' وہ کہتے تھے: جب امام (حجرہ سے) نکل آئے تو ہم نماز کو ترک کر دیتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۱۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۱۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

خطبہ کے وقت نماز پڑھنا منع ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کی توجیہ میں جمہور یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ کیا کہ نمازی اس کی اس ہیئت کو دیکھ لیں اور اس پر صدقہ کریں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۹۶_۵۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ جمہور کی اس توجیہ کی تائید میں یہ حدیث روایت کرتے ہیں:

عیاض بن عبداللہ' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں: ایک شخص (سلیک الغطفانی) مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت منبر پر تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نداء کی اور فرمایا: قریب آؤ اور اس کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا' اس شخص نے مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور اس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے' وہ شخص دوسرے جمعہ پھر دورانِ خطبہ آیا' آپ نے پھر اس کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا' وہ شخص تیسرے جمعہ پھر دورانِ خطبہ آیا' آپ نے پھر اس کو اسی طرح حکم دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیوں سے فرمایا: اس پر صدقہ کرو' نمازیوں نے کپڑے پھیلا دیئے' آپ نے اس شخص کو کپڑے اٹھانے کا حکم دیا' اس کے بعد پھر آپ نے نمازیوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اس شخص نے بھی ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا ڈال دیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے اور اس کو حکم دیا کہ وہ اس کپڑے کو لے لے۔

(سنن ترمذی:۵۱۱' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۷۱۹' سنن ابن ماجہ:۱۱۱۳' شرح معانی الآثار:۲۱۱۴)

امام ابوجعفر طحاوی نے کہا: بعض فقہاء نے ان آثار کی وجہ سے یہ کہا ہے کہ جو شخص مسجد میں اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ دو خفیف رکعت پڑھ لے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جب کوئی شخص جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آئے تو وہ آ کر مسجد میں بیٹھ جائے اور نماز نہ پڑھے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت سلیک کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا تو آپ نے اس کے نماز پڑھنے کے دوران خطبہ کو منقطع کر دیا تھا اور اس سے آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوں تو ان کو کیا کرنا چاہیے' پھر آپ نے دوبارہ خطبہ پڑھا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اسی خطبہ پر بناء کی ہو اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام کرنا منسوخ نہیں ہوا تھا' پھر نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوگیا اور خطبہ میں بھی کلام کرنا منسوخ ہوگیا۔ اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

خطبہ جمعہ کے دوران نماز نہ پڑھنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

ابوالزاہر یہ بیان کرتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا' پھر ایک شخص لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: بیٹھ جاؤ' تم نے (نمازیوں کو) ایذاء پہنچائی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۱۸' سنن نسائی:۱۳۹۸' سنن ابن ماجہ:۱۱۱۵' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۸۔۱۹۰' شرح معانی الآثار:۲۱۱۵) ابوالزاہریہ نے کہا: ہم باتیں کرتے رہتے حتیٰ کہ امام نکل آتا۔ (امام طحاوی کہتے ہیں:) کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو بیٹھنے کا حکم دیا اور اس کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا' لہٰذا یہ حدیث حضرت سلیک کی حدیث کے خلاف ہے اور حضرت ابوسعید کی حدیث جس کو ہم نے اس سے پہلے روایت کیا ہے کہ پہلے خطبہ کے دوران اس قسم کے افعال مباح تھے اور بعد میں ان افعال سے منع کیا گیا تھا' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ لوگوں نے اپنے کپڑے لا کر ڈالے' حالانکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس وقت امام خطبہ دے رہا ہو' اس وقت کپڑے اتارنا اور کنکریوں کو چھونا اور اپنے صاحب کو کہنا: چپ کرو' یہ تمام کام مکروہ ہیں' اور یہ اس پر دلیل ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلیک کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا' اس وقت خطبہ کے دوران بات کرنا مباح تھا' بعد میں اس سے منع کر دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام خطبہ دے رہا ہو اور تم اپنے صاحب سے کہو: چپ کرو' تو تم نے لغو کام کیا۔ (صحیح البخاری:۹۳۴' صحیح مسلم:۸۵۱' سنن ترمذی:۵۱۲' سنن نسائی:۱۴۰۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۰۔۲۷۲۔۲۴۴)

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ تبارک پڑھی اور ہم کو اللہ کے ایام سے نصیحت کی' حضرت ابوالدرداء یا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مجھے اشارہ کر رہے تھے اور پوچھ رہے تھے: یہ سورت کب نازل ہوئی ہے' میں نے اس کو اب تک نہیں سنا' میں نے ان کو اشارہ کیا کہ چپ کریں' جب لوگ جمعہ سے چلے گئے تو انہوں نے مجھ سے کہا: میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہے تو آپ نے مجھے نہیں بتایا' حضرت ابی نے کہا: آپ نے جو آج نماز پڑھی ہے اس سے آپ کو صرف یہی لغو کام حاصل ہوا ہے' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو یہ واقعہ بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابی نے سچ کہا یعنی خطبہ کے دوران بات کرنا لغو کام ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۱' شرح معانی الآثار: ۲۱۱۹)

خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کی ممانعت میں یہ آثار بھی وارد ہیں:

خالد الحذاء بیان کرتے ہیں کہ ابوقلابہ جمعہ کے دن اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا تھا' وہ آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ (شرح معانی الآثار: ۲۱۳۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت امام منبر پر ہو اس وقت نماز پڑھنا معصیت ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۱۳۲)

ثعلبہ بن مالک قرظی بیان کرتے ہیں: امام کا منبر پر بیٹھنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے اور اس کا خطبہ دینا کلام کو منقطع کر دیتا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۱۳۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ہم نے جو آثار روایت کیے ہیں' ان میں یہ تصریح ہے کہ امام کا نکلنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے' عبد اللہ بن صفوان آئے' اس وقت حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما خطبہ دے رہے تھے' پس وہ آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی' حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان پر انکار نہیں کیا اور نہ دیگر صحابہ اور فقہاء تابعین میں سے کسی نے ان پر اعتراض کیا' اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۴' صحیح مسلم: ۷۱۴)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو' جب مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہو اور جب کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو' جب مسجد میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے تو اس وقت اس کو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور جب امام خطبہ دے رہا ہو' اس وقت اس کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو جب سورج طلوع ہو یا سورج غروب ہو یا سورج بالکل اس کے سر پر ہو تو اس وقت اس کا اس نماز کو پڑھنا جائز نہیں ہے' بس اسی طرح جب وہ مسجد میں داخل ہو اور اس وقت امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کا بھی اس وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

اور یہ جو میں نے ذکر کیا ہے یہ امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۱۔ ۳۷۴ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۱۵۔ ج ۲ ص ۶۴۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: خطبہ جمعہ کے دوران تحیۃ المساجد پڑھنے میں مذاہب۔ یہ بحث ص ۶۵۴۔ ۶۵۱ پر مذکور ہے۔

٣٣ - بَابُ مَنْ جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

جو شخص اس وقت مسجد میں داخل ہوا جب امام خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا تو وہ دو خفیف رکعت پڑھ لے

٩٣١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ أَصَلَّيْتَ؟ قَالَ لَا، قَالَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک شخص جمعہ کے دن اس وقت داخل ہوا جب نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے' آپ نے اس سے فرمایا: کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٤ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ

خطبہ کے دوران دونوں ہاتھ بلند کرنا

٩٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ. وَعَنْ يُونُسَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلَكَ الْكُرَاعُ، وَهَلَكَ الشَّاءُ، فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَسْقِيَنَا. فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا.

[اطراف الحدیث: ٩٣٣-١٠١٣-١٠١٤-١٠١٥-١٠١٦-١٠١٧-١٠١٨-١٠١٩-١٠٢١-١٠٢٩-١٠٣٣-٣٥٨٢-٦٠٩٣-٦٣٤٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز از حضرت انس اور از یونس از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! گھوڑے ہلاک ہو گئے اور بکریاں ہلاک ہو گئیں' سو آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور دعا کی۔

(سنن ابوداؤد: ١١٧٤' سنن ابن ماجہ: ١٢٦٩' المنتقی: ٢٥٦' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ٣٧٠' سنن کبریٰ ج ٣ ص ٣٥٤' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ١٣٩' شرح السنۃ: ١١٦٧' مسند احمد ج ٣ ص ٢٥٦ طبع قدیم' مسند احمد: ١٣٦٩٣- ج ٢١ ص ٢٥٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں رفع یدین سے وہ مراد نہیں ہے جو نماز میں رفع یدین ہے بلکہ اس سے مراد ہاتھوں کو لمبا کرنا' اور بڑھانا ہے۔ ''کتاب الدعوات'' میں ان شاء اللہ دعا میں رفع یدین کی صفت کا ذکر آئے گا۔

٣٥ - بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن خطبہ میں بارش کے نزول کی دعا کرنا

٩٣٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن عبداللہ بن طلحہ نے حدیث بیان کی از حضرت

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ، قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا، فَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَمَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، مَا وَضَعَهُمَا حَتّٰى ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰى رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ، وَمِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ، وَالَّذِيْ يَلِيْهِ، حَتَّى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى، وَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِيُّ، اَوْ قَالَ غَيْرُهٗ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا. فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهٖ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّحَابِ اِلَّا انْفَرَجَتْ، وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ، وَسَالَ الْوَادِيْ قَنَاةُ شَهْرًا، وَلَمْ يَجِیْءْ اَحَدٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

(صحیح مسلم: ۸۹۷ الرقم المسلسل: ۲۰۴۴ سنن ابوداؤد: ۱۵۱۵۔ ۱۵۱۴۔ ۱۵۱۲۔ ۱۱۷۵ اس حدیث کی باقی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری: ۹۳۲ میں بیان کی۔)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگوں پر قحط آ گیا' پس جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بچے بھوکے ہیں' سو آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' ہم اس وقت آسمان میں کوئی بادل کا ٹکڑا بھی نہیں دیکھ رہے تھے' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! ابھی آپ نے اپنے ہاتھوں کو نیچے نہیں کیا تھا حتیٰ کہ پہاڑوں کی مثل بادل امڈ آئے' پھر ابھی آپ منبر سے نہیں اترے تھے حتیٰ کہ میں نے دیکھا بارش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی پر ٹپک رہی ہے' پھر اس دن ہم پر بارش ہوئی اور اس کے اگلے دن بارش ہوئی' اور اس کے بعد والے دن بارش ہوئی اور اس کے قریب والے دن بارش ہوئی' حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی اور وہ دیہاتی کھڑا ہوا یا کوئی اور' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مکان گر گئے اور مال غرق ہو گیا' سو آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش برسا' ہم پر نہ برسا' پھر آپ بادل کی جس سمت بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے تو بادل ہٹ جاتے تھے اور پورا مدینہ حوض کی طرح ہو گیا اور وادی قناۃ کا نالہ ایک ماہ تک بہتا رہا اور جس طرف سے کوئی شخص آتا تھا وہ بارش کی کثرت کی خبر دیتا تھا۔

امام مالک کا خطبہ میں ہاتھ بلند کرنے کا انکار کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

خطبہ میں دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو پھیلانا اور بلند کرنا' اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانے اور تذلل کا اظہار کرنے کے لیے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان ہاتھوں کو ناکام اور نامراد نہیں لوٹاتا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں اپنے ہاتھوں کو پھیلایا۔

بعض لوگوں نے جمعہ کے خطبہ میں ہاتھوں کے بلند کرنے کا انکار کیا ہے' مسروق نے بیان کیا کہ امام نے جمعہ کے دن ہاتھوں کو منبر پر بلند کیا تو لوگوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو بلند کیا' پس مسروق نے کہا: ان لوگوں کو کیا ہوا ہے' اللہ ان لوگوں کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالے' الزہری نے کہا: جمعہ کے دن ہاتھوں کو بلند کرنا بدعت ہے' ابن سیرین نے کہا: سب سے پہلے جس نے جمعہ کے دن اپنے ہاتھوں کو بلند کیا وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن معمر تھے۔

امام مالک نماز استسقاء کے خطبہ کے سوا ہاتھوں کو بلند کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے' اس کی پوری تفسیر ان شاء اللہ تعالیٰ ''کتاب الاستسقاء'' میں آئے گی۔

اس حدیث میں ''قناۃ'' کا لفظ ہے' یہ وادی کا نام ہے اور غیر منصرف ہے اور ''جودۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زیادہ بارش۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰۰-۵۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دعا میں ہاتھ بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور بارش کی دعا کے لیے نماز استسقاء کے پڑھنے کا لازم نہ ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کے نزول کی دعا کی تو فوراً بارش ہوگئی' پھر ایک ہفتہ بعد آپ نے یہ دعا کی کہ مدینہ سے دور دور بارش ہو تو فوراً بادل چھٹ گئے اور مدینہ سے باہر بارش ہونے لگی' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ آپ کی دونوں دعائیں فوراً قبول ہوگئیں۔

اس حدیث میں دعا کے اندر ہاتھوں کو بلند کرنے کا ثبوت ہے' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے ایک روایت میں اس کو مکروہ کہا ہے اور دوسرے فقہاء نے تمام دعاؤں میں ہاتھوں کے بلند کرنے کو جائز کہا ہے اور بعض علماء نے صرف نماز استسقاء کی دعا میں ہاتھوں کے بلند کرنے کو جائز کہا ہے اور علماء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب کسی آفت اور مصیبت کو دور کرنے کی دعا کی جائے تو ہاتھوں کو بلند کیا جائے اور ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف رکھا جائے اور جب کسی چیز کے حصول کی دعا کی جائے تو ہاتھوں کے بطن کو آسمان کی طرف رکھا جائے۔

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ سے کسی چیز کا سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے بطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۸۶' المستدرک ج ۱ ص ۵۳۶' مشکوٰۃ: ۲۲۴۵' کنز العمال: ۳۲۵۴-۳۲۳۲' المطالب العالیہ: ۳۳۴۶' شرح السنۃ ج ۱ ص ۵۸۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ حیا فرمانے والا کریم ہے' جب بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۴۳۸' المستدرک ج ۱ ص ۴۹۷' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۳۶-ج ۸ ص ۳۱۸' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹' کنز العمال: ۳۱۳۵' کامل ابن عدی ج ۷ ص ۲۶۱۳)

صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر نماز استسقاء پڑھے بارش کی دعا کی اور اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تائید ہے کہ بارش کی دعا کے لیے نماز استسقاء پڑھنا مشروع اور سنت تو ہے لیکن سنت لازمہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۶- بَابُ الْاِنْصَاتِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ وَاِذَا قَالَ لِصَاحِبِهٖ اَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا

جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو خاموش رہنا اور جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو تو اس نے لغو کام کیا

اس باب میں خطبہ کے دوران چپ رہنے کا حکم بیان کیا گیا ہے' حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کسی شخص سے کہا: چپ کرو تو اس نے لغو اور بے فائدہ کام کیا' لغو کا معنی ہے: صحیح کام کے خلاف' جس کام پر کوئی اجر اور ثواب نہ ہو' بعض نے کہا: اس

کا معنی ہے: باطل یا ناجائز کام۔

وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام کلام کرے تو خاموش رہا جائے۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح البخاری: ۸۸۳ اور ۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

۹۳۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَقَدْ لَغَوْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی، انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو اور امام خطبہ دے رہا ہو تو تم نے لغو کام کیا۔

(صحیح مسلم: ۸۵۱، الرقم المسلسل: ۱۹۳۳، سنن ترمذی: ۵۱۲، سنن نسائی: ۱۴۰۱، مسند الحمیدی: ۹۶۶، المنتقیٰ: ۲۹۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۰۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹، مصنف عبد الرزاق: ۵۴۱۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۳۳۳۔ ج ۱۲ ص ۲۸۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۲۷۷۷)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے علقمہ سے پوچھا کہ جمعہ کے دن باتیں کرنا کس وقت مکروہ ہے؟ انہوں نے کہا: جب امام خطبہ دے اور امام کلام کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۳۶، مجلس علمی بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

ثعلبہ بن ابی مالک القرظی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا، جب جمعہ کے دن امام نکل آتا تو ہم نماز کو ترک کر دیتے اور جب وہ کلام کرتا تو ہم کلام کو ترک کر دیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۳۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

زہری نے بیان کیا کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ امام کا نکلنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے اور امام کا کلام کرنا کلام کو منقطع کر دیتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۴۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علقمہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن مدینہ آئے، میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ اب روانہ ہوں، پھر میں مسجد میں آیا پس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قریب بیٹھا، پھر میرے اصحاب میں سے ایک شخص آیا، وہ مجھ سے باتیں کر رہا تھا اور امام خطبہ دے رہا تھا، ہم اس طرح اور اس طرح کرتے رہے، جب اس نے بہت باتیں کیں تو میں نے اس سے کہا: چپ کرو، جب ہم نے نماز پڑھ لی تو میں نے حضرت ابن عمر سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: رہے تم تو تمہارا جمعہ نہیں ہوا اور رہا تمہارا ساتھی تو وہ گدھا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۴۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر یا حضرت الزبیر بن العوام ان دونوں میں سے کسی ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ جمعہ کے دن منبر پر ایک آیت تلاوت کر رہے تھے، ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے صاحب سے کہا: یہ آیت کب نازل ہوئی

تھی؟ جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تمہارا جمعہ نہیں ہوا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: عمر نے سچ کہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۴۷ 'مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس وقت باتیں کیں جب امام خطبہ دے رہا تھا تو وہ اس گدھے کی طرح ہے جس نے کتابوں کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے اور جس نے اس سے یہ کہا: چپ کرو' اس کا جمعہ نہیں ہوا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۱ 'مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۸۔ ۱۴۳ 'صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۰۷ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۴۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک شخص سے کہا: تمہاری نماز نہیں ہوئی' اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا' پس کہا: یا رسول اللہ! سعد کہتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! کس وجہ سے؟ انہوں نے کہا: جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو یہ باتیں کر رہا تھا' تب آپ نے فرمایا: سعد نے سچ کہا۔

(مسند البزار: ۶۴۲ 'مسند ابویعلیٰ: ۲۰۴۔ ۲۰۷ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۴۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم السکسکی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جو شخص تین چیزوں سے محفوظ رہا' اس کے اس جمعہ اور آنے والے جمعہ کے درمیان گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے: (۱) وہ جمعہ کے دوران وضوء نہ توڑے (۲) خطبہ کے دوران باتیں نہ کرے (۳) خطبہ کے دوران کسی سے یہ نہ کہے کہ چپ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۵۰ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت اور رخصت کے محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ائمہ فتویٰ کی جماعت نے یہ کہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے دوران خاموش رہنا واجب ہے' اور اس کی دلیل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور میں ہے' اس کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بھی مذکور ہیں۔ حدیث میں ہے: جو جمعہ کے درمیان باتیں کرتا رہا' اس کا جمعہ نہیں ہوا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا جمعہ کامل نہیں ہوا' جس طرح اس شخص کا جمعہ ہوتا ہے جو جمعہ کے خطبہ کے دوران خاموش رہا اور فقہاء کی جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کا جمعہ ادا ہو جائے گا اور وہ ظہر نہ پڑھے۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں یا خطبہ کے دوران کلام کیا تو آیا اس پر ظہر پڑھنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے کہ جب ظالم حکام جمعہ کا خطبہ دیں یا خطبہ میں ناجائز اُمور بیان کریں تو ان کے خطبہ کے دوران خاموش رہنا واجب نہیں ہے۔

ابراہیم النخعی' شعبی' ابو بردہ اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ حجاج بن یوسف کے خطبہ کے دوران باتیں کرتے رہتے تھے اور بعض نے کہا: ہم کو ان کا خطبہ سننے کا حکم نہیں دیا گیا' لیث نے کہا: جب امام خطبہ میں اللہ کا ذکر اور نصیحت نہ کرے تو اس کے خطبہ کے دوران باتیں کرنا اور اس کا خطبہ نہ سننا جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۲۰ 'مجلس علمی' بیروت)

ابن وہب مالکی نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ جب امام خطبہ میں لغو باتیں کرے اور لوگوں کو بُرا کہے' شب بھی لوگوں پر

واجب ہے کہ وہ خاموش رہیں اور باتیں نہ کریں اور امام مالک سے یہ بھی روایت ہے کہ جب امام خطبہ میں ایسے اُمور ذکر کرے جن کا خطبہ سے تعلق نہیں ہے نہ نماز سے اور نہ کتاب اللہ سے تو پھر لوگوں پر دورانِ خطبہ خاموش رہنا واجب نہیں ہے۔

خطبہ کے دوران اگر کوئی سلام کرے یا کسی کو چھینک آئے تو اس کا جواب دینا واجب نہیں ہے' ابراہیم نخعی' شعبی اور حسن بصری نے اس کی اجازت دی ہے اور یہی ثوری' اوزاعی اور امام احمد کا قول ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اسی کا خلاصہ بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۴۷۔۳۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۶۴۔ج ۲ ص ۶۲۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں اختصار کے ساتھ مذاہب فقہاء بیان کیے گئے ہیں۔

۳۷ - بَابُ السَّاعَةِ الَّتِیْ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت

۹۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ اَبِی الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ' فَقَالَ فِيْهِ سَاعَةٌ' لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ' وَّهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّیْ' يَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى شَيْئًا' اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ' وَاَشَارَ بِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا. [اطراف الحدیث: ۵۲۹۴۔۶۴۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا' پس فرمایا: اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو مسلمان بندہ اس ساعت کو پالے اور وہ اس ساعت میں کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ اس کو وہ چیز عطا فرما دیتا ہے اور آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی ہے۔

(صحیح مسلم: ۸۵۲' الرقم المسلسل: ۱۹۳۶' سنن نسائی: ۱۴۳۰' السنن الکبریٰ: ۱۷۵۱' صحیح ابن حبان: ۲۷۹۵' مصنف عبد الرزاق: ۵۴۱۶' سنن دارمی: ۱۵۴۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۶۴۔ج ۱۳ ص ۱۸۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا اس ساعت میں اختلاف ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک ہوتی ہے (یہ وقت تقریباً ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ تک رہتا ہے) اور عصر کی نماز کے بعد سے غروبِ آفتاب تک رہتا ہے۔

حسن بصری اور ابو العالیہ نے کہا: یہ ساعت زوالِ آفتاب کے وقت ہوتی ہے' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت زوالِ آفتاب سے لے کر ایک ہاتھ سائے تک ہوتی ہے' حضرت عائشہ نے کہا: اس ساعت کا وقت وہ ہے جب مؤذن نماز کی اذان دیتا ہے' حضرت ابن عمر نے کہا: اس ساعت کا وہ وقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے اختیار کر لیا ہے' حضرت ابو بردہ اور ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے' حضرت ابوامامہ نے کہا: مجھے امید ہے کہ یہ وہ ساعات ہیں جب مؤذن اذان دیتا ہے' یا جب امام منبر پر

بیٹھتا ہے یا جب اقامت ہوتی ہے۔

شعبی نے کہا: یہ وقت خرید و فروخت حرام ہونے سے لے کر حلال ہونے تک ہے' اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم نے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ جمعہ کی ساعت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے' انہوں نے کہا: ہاں! میں نے سنا ہے' وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام تک ہے۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت عصر سے لے کر غروب آفتاب تک ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اور مجاہد اور طاؤس سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ ساعت عصر کے بعد ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں' پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری ہے' وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں' یہ عروج کا وقت ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کرنے کا وقت ہے' سو اس وقت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے نمازیوں کی مغفرت واجب کر دیتا ہے' یہی وجہ ہے کہ جس شخص نے سودا بیچنے کے لیے یہ قسم کھائی کہ اس کو یہ چیز اتنے کی ملی ہے اور وہ اس قسم میں جھوٹا تھا تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدید وعید سنائی ہے اور یہ اس ساعت کی تعظیم کی وجہ سے وعید ہے۔

حضرت عبد اللہ بن السلام نے حضرت ابو ہریرہ سے اس حدیث کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو' اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں! یہ وضاحت اس لیے کی کہ عصر کے بعد تو نوافل پڑھنا منع ہیں اور حدیث میں یہ ہے کہ یہ ساعت اس وقت ہوتی ہے جب بندہ نماز پڑھ رہا ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ جب بندہ عصر کی نماز پڑھ کر مغرب کی نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو تو اس کا شمار نماز میں ہی ہوتا ہے' اس لیے اس ساعت کا عصر کے بعد ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے' اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے وہ عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰۶۔۶۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق احادیث اور آثار

عوف بن حصیرہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جس قبولیت کی ساعت کی امید کی جاتی ہے' وہ امام کے نکلنے سے لے کر اختتام نماز تک ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ساعت عصر اور غروب آفتاب کے درمیان ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جس ساعت کا ذکر کیا جاتا ہے' وہ عصر سے غروب آفتاب کے درمیان ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے پاس تھا' ان سے جمعہ کی ساعت کے متعلق سوال کیا گیا' میں نے کہا: یہ وہ ساعت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کر لیا ہے یا جس وقت میں نماز ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے برکت کی دعا دی' ان کو میرا جواب پسند آیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ نے کہا: مجھے امید ہے کہ جمعہ کے دن یہ ساعت ان اوقات میں ہوگی: جب مؤذن اذان دے' جب امام منبر پر ہو یا اقامت کے وقت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۸' مجلس علمی' بیروت)

حسن بصری نے کہا: یہ ساعت زوالِ آفتاب کے وقت نماز کے وقت میں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۹' مجلس علمی' بیروت)

شعبی نے کہا: یہ خرید و فروخت حرام ہونے کے وقت سے لے کر اس کے حلال ہونے کے درمیان ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۱۰' مجلس علمی' بیروت)

سلامہ بنت الحر بیان کرتی ہیں: میں عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھی' میں نے سنا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی تھیں: جمعہ کا دن یوم عرفہ کی مثل ہے اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' ہم نے پوچھا: وہ کون سی ساعت ہے؟ انہوں نے فرمایا: جب مؤذن اذان دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۱۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

دوسری روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب مؤذن فجر کی اذان دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۱۴' مجلس علمی' بیروت)

جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے' اس کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ساعت کا حقیقی معنی ہے: ایک گھنٹہ' یعنی دن اور رات کا چوبیس واں جز' اور کبھی ساعت کا اطلاق زمانہ کے ایک جز پر ہوتا ہے جس کی مقدار غیر معین ہے اور کبھی ساعت کا اطلاق آن حاضر پر ہوتا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ وہ ساعت اب بھی باقی ہے یا اٹھالی گئی' صحیح یہ ہے کہ وہ ساعت اب بھی باقی ہے اور ہر جمعہ میں آتی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے غلام صالح بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: لوگوں کا یہ زعم ہے کہ شب قدر کو اٹھالیا گیا ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا' میں نے پوچھا: پس یہ ہر رمضان میں آئے گی؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: لوگوں کا یہ زعم ہے کہ جمعہ کی وہ ساعت جس میں ہر مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے وہ ساعت اٹھالی گئی ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا' میں نے پوچھا: یہ ساعت ہر آنے والے جمعہ میں آئے گی؟ انہوں نے کہا: ہاں! (مصنف عبدالرزاق: ۵۶۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ساعت جمعہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں' ایک قول ہے کہ اس کو لیلۃ القدر کی طرح مخفی رکھا گیا ہے اور اس کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کو تلاش کرنے کے لیے محنت اور جدوجہد کریں اور جمعہ کے روز سارا دن اس ساعت کو تلاش کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔

ساعت جمعہ کے متعلق چالیس اقوال ہیں' محب طبری نے کہا ہے کہ ان میں سب سے زیادہ صحیح حدیث' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ساعت امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام

تک ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۵۳' الرقم المسلسل: ۱۹۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۴۹)

ان میں سب سے زیادہ مشہور حدیث' حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن السلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: ہم کتاب اللہ (تورات) میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں ایک ساعت ہے جو بندہ مومن اس ساعت میں نماز پڑھے اور اس ساعت میں اللہ سے کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اشارہ سے بتایا کہ وہ ساعت تھوڑی سی ہے' میں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا' میں نے پوچھا: وہ کون سی ساعت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ دن کی آخری ساعت ہے' میں نے عرض کیا: وہ نماز کا وقت تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! بے شک جب بندہ مومن نماز پڑھتا ہے' پھر بیٹھ جاتا ہے اور وہ صرف نماز ہی کے انتظار میں ہوتا ہے تو وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۹' اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں۔)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر فرمایا' پس فرمایا: اس میں ایک ساعت ہے' جو بندہ مومن اس ساعت میں نماز پڑھتا ہے' وہ اللہ سے جس چیز کا سوال کرتا ہے اللہ اس کو وہ چیز عطا فرما دیتا ہے' آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۹۳۵' صحیح مسلم: ۸۵۲' سنن نسائی: ۱۴۳۰)

میں کہتا ہوں کہ اس ساعت کا مصداق عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کو قرار دیا جائے تو اس صورت میں یہ تینوں حدیثیں جمع ہو جاتی ہیں' لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اس وقت میں ضرور دعا کریں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۶۵۔ ج ۲ ص ۶۲۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: ساعت جمعہ۔

۳۸ - بَابٌ اِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الْاِمَامِ فِیْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ، فَصَلٰوةُ الْاِمَامِ وَمَنْ بَقِیَ جَائِزَةٌ

جب جمعہ کی نماز میں بعض لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں اور بعض امام کے ساتھ باقی رہیں تو امام اور باقی ماندہ لوگوں کی نماز جائز ہے

۹۳۶ - حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذْ اَقْبَلَتْ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا، فَالْتَفَتُوْا اِلَيْهَا حَتّٰى مَا بَقِیَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا اِنْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا﴾ (الجمعہ: ۱۱)۔ [اطراف الحدیث: ۲۰۵۸-۲۰۶۴-۴۸۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از حصین از سالم بن ابی الجعد' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے' اس وقت غلہ لے کر ایک قافلہ آیا' سب نمازی اس کی طرف متوجہ ہو گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا کوئی کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ (الجمعہ: ۱۱)

(صحیح مسلم: ۸۶۳' الرقم المسلسل: ۱۹۶۴' سنن ترمذی: ۳۳۱۱' السنن الکبریٰ: ۱۱۵۹۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۳' المنتقیٰ: ۲۹۲' مسند ابو یعلیٰ: ۱۸۸۸'

صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۲۳' صحیح ابن حبان: ۶۸۷۶' سنن دار قطنی ج ۲ص ۵' سنن بیہقی ج ۳ص ۱۸۱' مسند احمد ج ۳ص ۳۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۶ ۱۴۳۰ ۔ ج ۲۲ ص ۲۵۶ 'موسسة الرسالة' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاویہ بن عمرو بن المہلب الازدی البغدادی' یہ ۲۱۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) زائدہ بن قدامہ ابو الصلت الکوفی (۳) حصین بن عبد الرحمان الواسطی (۴) سالم بن ابی الجعد' ابو الجعد کا نام رافع الکوفی ہے (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ الکوفی الانصاری رضی اللہ ۔
(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: غلہ لے کر ایک قافلہ آیا تو سب نمازی اس کی طرف متوجہ ہو گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے۔

جمعہ کی صحت کے لیے نماز کی کتنی مقدار میں امام کے ساتھ مقتدیوں کی مشارکت ضروری ہے' اس میں مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے' اس کا معنی یہ ہو گا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ جمعہ سن رہے تھے' جیسا کہ حسن بصری نے بیان کیا ہے کیونکہ جو شخص نماز کا انتظار کر رہا ہو' وہ نماز میں ہی ہوتا ہے اور صحابہ کے ساتھ صرف نیک گمان ہی کرنا چاہیے۔

علماء نے کہا ہے کہ جب امام نے جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ شروع کی ہو اور پھر لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں' ثوری نے کہا ہے کہ اگر اس کے ساتھ صرف دو آدمی باقی رہ جائیں تو وہ جمعہ کی نماز پڑھائے اور اگر صرف ایک آدمی باقی رہ گیا ہو تو پھر وہ ظہر کی چار رکعت پڑھائے۔

ابو ثور نے کہا ہے: جب اس کے ساتھ ایک آدمی رہ جائے تب بھی وہ جمعہ کی نماز پڑھائے' کیونکہ اس نے اس نماز کو شروع کیا تھا جو اس کے لیے اور نمازیوں کے لیے جمعہ کی نماز تھی' امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ جب اس نے جمعہ کی نماز کو شروع کیا اور تکبیرۂ تحریمہ پڑھ لی اور سب نمازی اس کو چھوڑ کر چلے گئے تو وہ تنہا جمعہ کی نماز پڑھے گا' اور امام ابو حنیفہ نے کہا: جب اس کے رکوع اور ایک سجدہ کرنے سے پہلے نمازی اس کو چھوڑ کر چلے گئے تو وہ ظہر کی نماز پڑھے گا اور اگر اس نے رکوع اور ایک سجدہ کر لیا' اس کے بعد نمازی اس کو چھوڑ گئے تو پھر وہ جمعہ کی نماز پر بنا کرے گا۔

ابن القصار نے امام مالک سے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے اور یہی مزنی کا قول ہے' اور امام شافعی سے دو روایتیں ہیں:
ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھ دو آدمی رہ گئے ہیں تو وہ جمعہ کی نماز پڑھے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا ان کے ساتھ جمعہ کافی نہیں ہو گا حتیٰ کہ اس کے ساتھ چالیس آدمی ہوں۔

اسحاق نے کہا ہے کہ اگر اس کے ساتھ بارہ آدمی رہ گئے ہیں تو وہ جمعہ کی دو رکعت نماز پڑھائے گا' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے کیونکہ آپ کے ساتھ بارہ آدمی رہ گئے تھے اور آپ نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔

صحیح قول ان فقہاء کا ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر امام کے رکوع اور سجدہ کرنے کے بعد اس کے مقتدی اس کو چھوڑ کر چلے جائیں تو وہ جمعہ کی دو رکعت پڑھائے گا' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز کی ایک رکعت کو پایا' اس نے نماز کو پالیا۔ (صحیح البخاری: ۵۸۰' صحیح مسلم: ۶۰۷' سنن ابوداؤد: ۱۱۲۱' سنن نسائی: ۱۴۲۲' سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۹) اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں اور امام کا اشتراک جس کم از کم مقدار میں ہے وہ ایک رکعت ہے' پس اگر امام نے تکبیرۂ تحریمہ پڑھی اور نمازیوں نے اس کے ساتھ تکبیرۂ تحریمہ نہیں پڑھی تو پھر امام کا جمعہ پر بناء کرنا صحیح نہیں ہے' اسی طرح اگر وہ امام کے تکبیرۂ تحریمہ پڑھنے کے بعد امام کو چھوڑ کر چلے گئے' پھر بھی امام کا جمعہ پر بناء کرنا صحیح نہیں ہے۔

امام طحاوی نے اپنے اصحاب کے لیے اس سے استدلال کیا ہے کہ جمعہ کی صحت کے لیے امام اور مقتدی دونوں شرط ہیں' پس جب مقتدی امام کے ساتھ نماز کا بعض حصہ پالے تو اس کا جمعہ صحیح ہوتا ہے خواہ وہ امام کے ساتھ تمام نماز نہ پائے' اسی طرح جب مقتدیوں کی نماز کے بعض حصہ میں امام کی مشارکت ہو جائے تو اس کا بھی جمعہ صحیح ہونا چاہیے۔

جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر نہ جانے والے صحابہ کے اسماء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ قتادہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقی رہ جانے والے نمازیوں سے پوچھا: تم کتنے ہو؟ تو انہوں نے گن کر بتایا: بارہ مرد اور ایک عورت ہے۔

(جامع البیان جز ۲۸ ص ۱۱۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

عقیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی ہے کہ ان میں خلفاء اربعہ تھے' حضرت ابن مسعود تھے اور کچھ انصار تھے اور سہیلی نے سند منقطع کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ ان میں عشرہ مبشرہ تھے اور حضرت بلال اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم تھے۔

خطبہ چھوڑ کر چلے جانے والے صحابہ کی طرف سے توجیہ

مقاتل بن حیان بیان کرتے ہیں کہ ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کی طرح پہلے نماز جمعہ پڑھاتے تھے پھر خطبہ دیتے تھے' حتیٰ کہ ایک جمعہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے' اس وقت آپ نماز جمعہ پڑھا چکے تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے کہا: حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ مال تجارت لے کر آ گئے ہیں اور جب حضرت دحیہ آتے تھے تو ان کے گھر والے دف بجا کر ان کا استقبال کرتے تھے' پس نمازی قافلہ کی طرف نکلے' ان کا یہ گمان تھا کہ خطبہ کو ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا إِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا. (الجمعہ: ۱۱)

اور جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا کوئی تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

(مراسیل ابوداؤد ص ۷' اصح المطابع' کراچی)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اگرچہ سند صحیح کے ساتھ ثابت نہیں ہے لیکن صحابہ کے ساتھ حسن ظن یہ واجب کرتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

انعقادِ جمعہ کے لیے کم از کم نمازیوں کی تعداد میں مذاہب ائمہ

جمعہ کے انعقاد کے لیے کتنے آدمیوں کا ہونا ضروری ہے' اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمی ضروری ہیں (۲) صاحبین کے نزدیک دو آدمی ضروری ہیں (۳) النخعی اور ظاہریہ کے نزدیک ایک آدمی ضروری ہے (۴) عکرمہ کے نزدیک سات آدمی ضروری ہیں (۵) ربیعہ کے نزدیک نو یا بارہ آدمی ضروری

ہیں(۶)امام مالک کے نزدیک تیرہ یا بیس یا تیس آدمی ضروری ہیں(۷)عمر بن عبد العزیز کے نزدیک چالیس آدمی ضروری ہیں (۸)امام شافعی کے نزدیک چالیس آزاد عاقل بالغ مقیم آدمی ضروری ہیں(۹)امام احمد کے نزدیک پچاس آدمی ضروری ہیں' تاہم راجح قول امام اعظم کا ہے۔(ہدایہ)(عمدۃ القاری ج۶ ص ۳۶۰-۳۵۶ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث:۱۸۹۶۔ج ۲ ص ۶۳۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں دورانِ خطبہ بعض صحابہ کے چلے جانے کی توجیہ بیان کی گئی ہے۔

۳۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلَهَا

جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی نماز کی مقدار

۹۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث:۱۱۶۵-۱۱۷۲-۱۱۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے اور مغرب کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں پڑھتے تھے اور عشاء کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے اور آپ جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ (اپنے گھر) لوٹ آتے' پھر آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد:۱۲۵۲' سنن نسائی:۱۴۲۶-۸۷۲' السنن الکبریٰ:۳۴۴' مصنف عبد الرزاق:۴۸۱۰' صحیح ابن خزیمہ:۱۸۷۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۴۰' شرح السنۃ:۸۶۸' مسند احمد ج ۲ ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد:۵۲۹۶۔ج ۹ ص ۲۲۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ جمعہ کے بعد گھر آ کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

جمعہ کی سنتوں کی تفصیل

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھتے تھے' ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات نماز پڑھتے تھے۔(مصنف عبد الرزاق:۵۴۱۵' دارالکتب العلمیہ بیروت'۱۴۲۱ھ)

ابو عبد الرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھیں اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعت پڑھیں' حتیٰ کہ ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت پڑھیں اس کے بعد چار رکعت پڑھیں۔(مصنف عبد الرزاق:۵۴۲۵' دارالکتب العلمیہ بیروت'۱۴۲۱ھ)

۴۰ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (الجمعہ:۱۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جب نماز ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ' اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔(الجمعہ:۱۰)

اس آیت کی تفسیر حسب ذیل ہے:

نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد کاروبار کرنا واجب نہیں' مباح ہے

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد خرید وفروخت کرنا واجب ہے' کیونکہ اس سے پہلی آیت میں نمازِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت سے منع فرمایا تھا اور کسی کام کی ممانعت کے بعد جب اس کا امر کیا جائے تو وہ امر وجوب کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اباحت کے لیے ہوتا ہے' جیسے حالت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا' پھر شکار کرنے کا امر فرمایا تو یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے' اباحت کے لیے ہے۔قرآن مجید میں ہے:

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ. (المائدہ:۱) تمہارے لیے مویشی چوپائے حلال کیے گئے ہیں ماسوا ان کے جن کی تلاوت کی جائے گی مگر حالت احرام میں شکار کرنے والے نہ بننا۔

اس آیت میں حالت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا اور دوسری آیت میں احرام کھولنے کے بعد شکار کرنے کا حکم دیا ہے:

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا. (المائدہ:۲) اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو۔

اس آیت میں بھی چونکہ شکار کرنے کا حکم ممانعت کے بعد ہے' اس لیے یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ اجازت اور اباحت کے لیے ہے۔

اللہ کا فضل طلب کرنے کے محامل

عراک بن مالک جب جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں نے تیرے حکم پر عمل کیا اور تیرے فرض کو پڑھا اور تیرے حکم کے مطابق زمین میں پھیل گیا' اب تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔

جعفر بن محمد نے ''وابتغوا من فضل اللّٰہ'' کی تفسیر میں کہا: اس سے مراد ہفتہ کے دن کام کرنا ہے۔

حسن بصری اور سعید بن مسیب نے کہا: اس سے مراد علم کو طلب کرنا اور نفل نماز پڑھنا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں دنیا کو طلب کرنے کا حکم نہیں دیا' اس سے مراد بیماروں کی عیادت کرنا ہے' جنازوں پر حاضر ہونا ہے اور مسلمان بھائیوں کی زیارت کرنا ہے۔(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۹۷-۹۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مقاتل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نماز کے بعد رزق کے طلب کرنے کو مباح کر دیا ہے' جو چاہے رزق کو طلب کرے اور جو چاہے نہ طلب کرے۔

ضحاک نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے وہ چاہے تو نماز کے بعد مسجد سے چلا جائے اور چاہے تو بیٹھا رہے' اور اللہ کے فضل کی طلب میں افضل یہ ہے کہ وہ رزق کو طلب کرے یا نیک اولاد کو یا علم نافع کو یا دوسرے عمدہ کاموں کو۔

اور اس آیت میں بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔مجاہد نے کہا: بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا تب ہوگا جب چلتے ہوئے' کھڑے ہوئے' بیٹھے ہوئے' لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۴۳-۵۴۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مصنف کے نزدیک فضل اللہ کے طلب کرنے کے تین محمل ہیں: (۱) فضل کے معنی ہیں: زیادتی' لہٰذا نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد مزید نماز پڑھنے کی توفیق کو طلب کرے (۲) رزقِ حلال میں زیادتی کو طلب کرے (۳) اللہ تعالیٰ سے کسی عبادت کی وجہ سے

نہیں بلکہ اس کے فضل کی وجہ سے جنت اور اللہ کی رضا کو طلب کرے۔

اس آیت کے مزید مباحث تبیان القرآن ج ١١' الجمعہ: ١٠ میں مطالعہ فرمائیں۔

٩٣٨ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ، تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ، ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا، فَتَكُونُ أُصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ، وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَرِّبُ ذٰلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ، وَكُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ٩٣٩-٩٤١-٢٣٤٩-٥٤٠٣-٦٢٤٨-٦٢٧٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی' از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم میں ایک خاتون رہتی تھیں' انہوں نے نہر کے کنارے ایک کیاری بنائی ہوئی تھی جس میں چقندر بوئے ہوئے تھے' جمعہ کے دن وہ چقندر کی جڑیں نکال کر ایک دیگچی میں ڈالتیں اور اس میں ایک مٹھی جو پیس کر ڈال دیتیں اور وہ چقندر کی جڑیں گوشت کے قائم مقام ہو جاتیں' ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آتے تو ان کو سلام کرتے' وہ خاتون ہم کو وہ طعام پیش کرتیں' ہم اس کو چاٹ چاٹ کر کھاتے' ہم اس طعام کی وجہ سے جمعہ کے دن کی تمنا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ٨٥٩' الرقم المسلسل: ١٩٥٨' سنن ترمذی: ٥٢٥' سنن ابوداؤد: ١٠٨٦' سنن ابن ماجہ: ١٠٩٩' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ١٠٦' صحیح ابن خزیمہ: ١٨٧٥' المعجم الکبیر: ٥٧٨٧' مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٥٦١- ج ٢٤ ص ٣٣٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) سعید بن ابی مریم' یہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجمحی ہیں (٢) ابوغسان' یہ محمد بن مطرف المدنی ہیں (٣) ابوحازم' وہ سلمہ بن دینار ہیں (٤) سہیل بن سعید بن مالک الانصاری الساعدی۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٦٤)

بڑی عمر کی اجنبی عورت سے سلام اور کلام کرنے اور اس کی دعوت کھانے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ جا کر اس خاتون کو سلام کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اجنبی عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ وہ خاتون معمر ہوں گی ورنہ جوان اجنبی عورت کے گھر جانا اور اس کو سلام کرنا اور اس سے باتیں کرنا اور اس کی دعوت طعام کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بہرحال کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نماز پڑھ کر اس خاتون کے گھر جاتے تھے' اس حدیث میں عبادت کو مقدم کرنے کا بیان ہے۔

٩٣٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ بِهٰذَا، وَقَالَ مَا كُنَّا نَقِيلُ، وَلَا نَتَغَدّٰى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ یہی حدیث بیان کی' اور انہوں نے کہا: ہم جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے اور کھانا کھاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ٩٣٨ میں بیان کی جا چکی ہے۔

٤١ - بَابُ الْقَائِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا

٩٤٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كُنَّا نُبَكِّرُ اِلَى الْجُمُعَةِ، ثُمَّ نَقِيْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عقبہ الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الفزاری نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم جمعہ کے لیے جلدی جاتے تھے' پھر ہم قیلولہ کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۹۰۵ میں گزر چکی ہے۔

٩٤١ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ، ثُمَّ تَكُوْنُ الْقَائِلَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے' پھر اس کے بعد قیلولہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۹۳۸ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۸۸۷۔ ج ۲ ص ۴۳۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

اختتامی کلمات

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۶ صفر ۱۴۲۸ھ/ ۶ مارچ ۲۰۰۷ء بہ روز منگل قبل العصر ''نعمۃ الباری فی شرح البخاری'' کی جلد ثانی کی تکمیل ہوگئی' یہ جلد ''کتاب الجمعۃ'' کے اختتام پر ختم ہوئی ہے اور اس کی آخری حدیث کا نمبر ۹۴۱ ہے' اس کے بعد ''نعمۃ الباری'' کی تیسری جلد ان شاء اللہ ''کتاب صلوۃ الخوف'' سے شروع ہوگی۔

فالحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ مبارکًا علیہ کما یحب ربنا ویرضی.

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے' ''نعمۃ الباری'' کی باقی جلدیں بھی مکمل کرا دے' اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرما' میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور میرے احباب کی اور میرے تلامذہ کی اور اس کتاب کے قارئین کی' اس کتاب کے مصحح کی اور ناشر کی اور جملہ اہل اسلام کی مغفرت فرما اور ہمیں دارین کی سعادتیں اور کامرانیاں عطا فرما' ہمیں ناگہانی آفتوں اور مصائب سے محفوظ اور مامون رکھ' ایمان پر ہمارا خاتمہ فرما' ہماری لغزشوں اور گناہوں کو معاف فرما' قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما اور محض اپنے فضل سے جنت الفردوس عطا فرما۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
موبائل: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد ثانی کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۱۱ اگست ۲۰۰۶ء	۱۶ رجب ۱۴۲۷ھ	جمعہ			۳۴۹
یکم ستمبر ۲۰۰۶ء	۷ شعبان ۱۴۲۷ھ	جمعہ	۸۶	۸۶	۴۰۱
یکم اکتوبر ۲۰۰۶ء	۸ رمضان ۱۴۲۷ھ	پیر	۱۴۴	۲۳۰	۴۸۳
یکم نومبر ۲۰۰۶ء	۸ شوال ۱۴۲۷ھ	بدھ	۱۰۹	۳۳۹	۵۹۵
یکم دسمبر ۲۰۰۶ء	۹ ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ	جمعہ	۱۰۰	۴۳۹	۶۶۱
یکم جنوری ۲۰۰۷ء	۱۰ ذوالحج ۱۴۲۷ھ	پیر	۹۳	۵۳۲	۷۳۵
یکم فروری ۲۰۰۷ء	۱۲ محرم ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۸۸	۶۲۰	۸۰۲
یکم مارچ ۲۰۰۷ء	۱۱ صفر ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۰۶	۷۲۶	۹۲۴
اختتام ۶ مارچ ۲۰۰۷ء	۱۶ صفر ۱۴۲۸ھ	منگل	۲۰	۷۴۶	۹۴۱

ماخذ ومراجع

کتب الہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبداللہ بن مبارک، متوفی ۱۸۱ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

۷- امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۳ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، المسند، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۰ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود، المتوفی ۲۰۴ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ

۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۴ھ

۱۳- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۴- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی، متوفی ۲۱۹ھ، المسند، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت

۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی، مکی، متوفی ۲۲۷ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

۱۶- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، المصنف، مطبوعہ ادارہ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ

۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ دارالوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ

۱۹- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، المسند، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۲۰- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی، مطبوعہ دارالکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ، دارالمعرفۃ، بیروت،

۱۴۲۰ھ

۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ' دار ارقم' بیروت

۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ کرمہ' ۱۴۱۷ھ

۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دار الجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء

۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ

۲۹- امام علی بن عمر دار قطنی' متوفی ۲۸۵ھ سنن دار قطنی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۰- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دار الرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ

۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت

۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلہ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ

۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳' سنن کبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ

۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۶- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابویعلیٰ موصلی' مطبوعہ دار المامون التراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ' المنتقی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ

۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ دار بلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ھ

۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ

۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' مسند الطحاوی' مطبوعہ مکتبۃ الحرمین' الدبئی' ۱۴۲۶ھ

۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۷ھ

۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی'

بیروت ۱۴۰۵ھ

۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت

۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالنفائس' بیروت

۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت

۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ

۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ

۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ

۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ

۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ

۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ

۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

۶۹- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۷۰- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ

۷۲- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت

۷۳- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۷۶- امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ

۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ

۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ

۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۶- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۱ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر' بیروت

۸۷- امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ

۸۸- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۸۹- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۲- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع، مصر
۹۳- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، پشاور
۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ، بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مکتبہ الرشید، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، الاستذکار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ دار الوفا، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۰۱- علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ
۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ، مختصر سنن ابو داؤد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت
۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی، متوفی ۶۶۱ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۴۲۲ھ
۱۰۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ، المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ
۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض، ۱۴۱۷ھ
۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ
۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار، دار ابن کثیر، بیروت
۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، دار الکتب

العلمیہ ١٤٢١ھ

١١٢- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ١٤٢٠ھ

١١٣- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ٨٩٥ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٥ھ

١١٤- علامہ احمد قسطلانی متوفی ٩١١ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ١٣٠٦ھ

١١٥- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٠ھ

١١٦- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ١٤١٢ھ

١١٧- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ تنویر الحوالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٨ھ

١١٨- علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ٩٢٦ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٥ھ

١١٩- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ١٠٠٣ھ فیض القدیر مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ١٣٩١ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ١٤١٨ھ

١٢٠- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ١٠٠٣ھ شرح الشمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

١٢١- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

١٢٢- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٠٥ھ

١٢٣- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ١٣٩٠ھ مکتبہ حقانیہ پشاور

١٢٤- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٠٥ھ

١٢٥- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ١٣٢٣ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید کمپنی

١٢٦- شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو

١٢٧- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ١٢٥٠ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ١٣٥٠ھ

١٢٨- شیخ عبد الرحمٰن مبارک پوری متوفی ١٣٢٥ھ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنہ ملتان دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤١٩ھ

١٢٩- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ١٣٥٢ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ١٣٥٧ھ

١٣٠- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ١٣٦٩ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی

١٣١- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی مؤطا مالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٠ھ

١٣٢- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبہ الحراء

١٣٣- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

کتب اسماء الرجال

١٣٤- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ التاریخ الکبیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٢ھ

١٣٥- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ٣٠٣ھ منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل دار الاحیاء التراث العربی بیروت ١٤٢٤ھ

۱۳۶- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۵- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۲ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ
۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۰- ابو نعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۱- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ ' سیرت وفضائل

۱۶۲- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ 'الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۶۳- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ

۱۶۴- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم' بیروت

۱۶۵- حافظ ابوعمر و یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۶۷- علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد

۱۶۸- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت

۱۶۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران

۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۱۷۲- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۷۳- علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ

۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الھدیٰ والرشاد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۱- علامہ محمد عبدالباقی زرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ، افغانستان، ۱۴۰۵ھ
۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، شرح الزیارات، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ
۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین وآخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ، ملتان
۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ
۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۱ھ
۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۱- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۱۲ھ
۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۱۹۵- ملابن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴، فتح باب العنایۃ، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ
۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدرالمختار، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت
۱۹۷- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی، کوئٹہ
۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ
۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ
۲۰۴- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۹۳ھ
۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۰۷- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' المغنی' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ
۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' الکافی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

وان تعدوا نعمت الله لا تحصوها

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو ان کو شمار نہ کرسکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

کتاب بدء الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الوضوء، کتاب الغسل، کتاب الحیض، کتاب التیمم

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

ارشد برادرس

۱۵۷۱۔ کوتانہ اسٹریٹ سوئیوالان نئی دہلی

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جلد سوم

الاحادیث: ۱۶۰۶ ——— ۹۴۲

کتاب الخوف، کتاب العیدین، کتاب الوتر، کتاب الاستسقاء، کتاب الکسوف، کتاب سجود القرآن، کتاب تقصیر الصلاۃ، کتاب التہجد، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، کتاب العمل فی الصلاۃ، کتاب السہو، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ارشد برادرس

۱۵۶۱ گلی کوتانا۔ سوئیوالان۔ نئی دہلی ۲

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

تصنیف : مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی

تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد سید عمیر الحسن برنی

جلد : سوم

الطبع الاوّل : جنوری 2010ء بمطابق محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

طبع : گلشن پرنٹرس، دہلی

ناشر : ارشد برادرس، نئی دہلی۔۲

ATC™ Trial Buy Now!

ARSHAD BROTHERS

PUBLISHER, BOOK SELLERS & JOB WORKS ETC.

1561, Gali Kotana, Sulwalan, New Delhi-2

Phone: 23276879, 42797862

23266879, 42797863

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد سوئم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	**خطبة الكتاب**	49
	۱۲ - كتاب الخوف	51
	باب: ۱	
1	نماز خوف کے ابواب	51
2	نماز خوف کا طریقہ اس کی رکعت کی تعداد اور اس کا حکم	51
3	حدیث مذکور کے رجال	53
4	نجد کا محل وقوع اور اس کا حدود اربعہ	53
5	نماز خوف کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث	54
6	نماز خوف پڑھنے والی دو جماعتوں کی تعداد اور ان کا مسافر یا مقیم ہونا	54
	باب: ۲	
7	نماز خوف کو پیدل یا سواری پر پڑھنا' کھڑے ہوئے چلتے ہوئے	55
8	شدتِ خوف میں پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	55
9	حدیث مذکور کے رجال	56
10	شدت قتال میں پیدل اور سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ کے مذاہب	56
11	لڑائی کے دوران نماز کا وقت آ جائے تو آیا مجاہد سواری پر نماز پڑھے یا نہیں؟	57
	باب: ۳	
12	نماز خوف میں مسلمان ایک دوسرے کی حفاظت کریں	58

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
13	حدیث مذکور کے رجال	58
14	فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنفیہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث مذکور پر عمل نہ کرنا	58
15	حضرت ابن عباس کی اس حدیث مذکور کی تحقیق	59
16	فقہاء حنبلیہ کا حضرت ابن عباس کی حدیث مذکور پر عمل کرنا	60
17	حافظ ابن حجر کا اس حدیث کی تحقیق سے گریز	60
	باب: ۴	
18	قلعوں پر چڑھائی اور دشمن کے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنا	61
19	جنگ خندق کے دن نماز قضاء ہونے کا سبب	62
20	حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور حالت نماز میں قتال کے متعلق مذاہب ائمہ	63
	باب: ۵	
21	مسلمان دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں یا دشمن مسلمانوں کا تعاقب کر رہا ہو تو نماز خوف سواری پر اور پیادہ پڑھی جائے	63
22	حدیث مذکور کے رجال	64
23	بنو قریظہ کی طرف روانگی کا پس منظر اور پیش منظر	64
24	فقہاء کا اس میں اختلاف کہ آیا تعاقب کرنے والے کا سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟	65

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
25	نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت نکل جائے' یہ کفر نہیں	65
26	حدیث کے ظاہر الفاظ اور اس کے مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا' ہر دو طریقے صحیح ہیں	65
27	صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں میں تطبیق	66
	باب:۶	
28	حملہ کے وقت اور جنگ میں صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگانا	66
	۱۳- کتاب العیدین	68
	باب:۱	
1	عیدین اور ان دنوں میں زینت کو اختیار کرنا	68
	باب:۲	
2	عید کے دن برچھیوں اور ڈھالوں سے جنگی مشق کرنا	69
3	حدیث مذکور کے رجال	69
4	جنگ بعاث' "مزمار' غناء" کا معنی اور عید کے دن "غناء" کا دف کے ساتھ مباح ہونا	69
5	عید کے دن دف کے ساتھ غناء کے مباح ہونے پر فقہاء مالکیہ کی تصریح	70
	باب:۳	
6	اہل اسلام کے لیے عیدین کی سنت	71
7	حدیث مذکور کے رجال	71
8	عیدین کی نماز کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	71
9	آلات موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق ائمہ مذاہب اور فقہاء اسلام کی آراء	73
10	آلات موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق علماء غیر مقلدین کی آراء	76

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۴	
11	عید الفطر کے دن (نماز کے لیے) نکلنے سے پہلے کچھ کھانا	76
12	حدیث مذکور کے رجال	77
13	عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کچھ کھانے کے متعلق صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات	77
14	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	78
	باب:۵	
15	قربانی کے دن کھانا	78
16	بعض الفاظ کے معانی	79
17	شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کرنے کا عدم جواز' قربانی کے جواز کی شرط میں مذاہب ائمہ اور قربانی کے وجوب پر دلیل	79
	باب:۶	
18	بغیر منبر کے عید گاہ کی طرف نکلنا	80
19	عید گاہ میں منبر لے جانا اور نہ لے جانا ہر دو صورتیں جائز ہیں	81
20	سب سے پہلے عید کی نماز پر خطبہ کو کس نے مقدم کیا	82
21	عیدین کی نماز پر خطبہ کو مقدم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار	83
	باب:۷	
22	عید کی نماز کے لیے پیدل اور سواری پر جانا اور اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز کو خطبہ سے پہلے پڑھنا	83
23	حدیث مذکور کے رجال	84
24	حدیث مذکور کے رجال	85
25	عید کی نماز پڑھنے کے لیے پیدل یا سوار ہو کر جانے میں مذاہب فقہاء	85

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۸	
26	نماز عید کے بعد خطبہ دینا	86
27	عید کی نماز دو رکعت ہے	86
28	نماز عید سے پہلے اور بعد نفل پڑھنے کے متعلق اختلاف فقہاء	87
29	نماز عید پڑھنے کے لیے عورتوں کے عیدگاہ میں جانے کے متعلق اختلاف فقہاء اور صدقہ کے مسائل	87
	باب:۹	
30	عید کے دن اور حرم میں ہتھیار اٹھانا مکروہ ہے	88
31	حدیث مذکور کے رجال	89
32	حضرت ابن عمر کے تلوے میں نیزہ کی نوک چبھونے میں حجاج بن یوسف کا کردار	89
33	ہتھیار لے کر چلنے کی ممانعت کے باوجود مسلمانوں کی موجودہ روش	90
	باب:۱۰	
34	عید کی نماز کے لیے جلدی روانہ ہونا	90
35	"الجذع" کے لغوی معانی	91
	باب:۱۱	
36	ایام تشریق میں عمل کی فضیلت	92
37	حدیث مذکور کے رجال	94
38	ایام تشریق میں تکبیرات پڑھنا نفل عبادات سے افضل ہے نہ کہ فرائض سے اور جان اور مال کو خطرہ میں ڈالنے کا معنی	94
39	جہاد کا افضل اعمال ہونا اور بعض ایام کی بعض دوسرے ایام پر فضیلت	94
	باب:۱۲	
40	ایام منیٰ میں جب صبح کو عرفہ کی طرف جانا ہو تو تکبیر پڑھنا	95
41	ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق پڑھنے کا حکم	95
42	ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق کی ابتداء اور انتہاء کا وقت	95
43	تلبیہ میں تکبیر کو داخل کر دینا	96
44	عیدین میں تکبیرات پڑھنے کی تفصیل اور مذاہب ائمہ	97
	باب:۱۳	
45	عید کے دن نیزے کی طرف نماز پڑھنا	97
46	نمازی کے سامنے سترہ قائم کرنا سنت ہے فرض یا واجب نہیں	98
	باب:۱۴	
47	عید کے دن نیزہ یا برچھی کو امام کے سامنے گاڑنا	98
	باب:۱۵	
48	خواتین اور حیض والی عورتوں کا عیدگاہ کی طرف جانا	98
	باب:۱۶	
49	بچوں کا عیدگاہ کی طرف جانا	98
	باب:۱۷	
50	عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا	99
	باب:۱۸	
51	عیدگاہ میں جھنڈا لگانا	100
	باب:۱۹	
52	عید کے دن امام کا خواتین کو نصیحت کرنا	100
	باب:۲۰	
53	جب عید کے دن کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو	101
	باب:۲۱	
54	حیض والی عورتوں کا نماز کی جگہوں سے الگ رہنا	102

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۲	
55	قربانی کے دن عیدگاہ میں نحر اور ذبح کرنا	103
	باب:۲۳	
56	عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں سے کلام کرنا اور جب امام سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ اس وقت خطبہ دے رہا ہو	103
57	حدیث مذکور کے رجال	105
58	قربانی کے وجوب کے متعلق دیگر احادیث	105
	باب:۲۴	
59	جس نے نماز عید کے بعد راستہ تبدیل کیا	105
	باب:۲۵	
60	جب کسی شخص کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے	106
61	عید کی نماز قضاء پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف	106
	باب:۲۶	
62	نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد نماز پڑھنا	107
	۱۴ - کتاب الوتر	109
	باب:۱	
1	وتر کا بیان	109
2	ایک رکعت نماز وتر کے رد میں احادیث	109
3	تین رکعت نماز وتر کے ثبوت میں احادیث	110
4	ایک رکعت وتر پڑھنے کی حدیث کا جواب	111
5	ایک رکعت وتر کے رد میں مزید احادیث اور صحابہ اور فقہاء تابعین کے آثار	111
6	تین رکعت وتر کے ثبوت میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار	112
	باب:۲	
7	وتر پڑھنے کے اوقات	114
8	حدیث مذکور کے رجال	115
9	رات کے مختلف اوقات میں وتر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	115
	باب:۳	
10	نبی ﷺ کا اپنے گھر والوں کو وتر کے لیے بیدار کرنا	116
	باب:۴	
11	(رات کو) اپنی آخری نماز وتر کو بنانا چاہیے	116
12	وتر کے واجب یا سنت ہونے میں ائمہ مذاہب کا اختلاف اور علامہ ابن بطال کے وجوب کے خلاف دلائل	116
13	علامہ ابن بطال کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات	117
14	وتر کے وجوب پر احادیث اور آثار	117
	باب:۵	
15	سواری پر وتر پڑھنا	119
16	حدیث مذکور کے رجال	119
17	سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کے دلائل	119
18	سواری پر وتر پڑھنے کے منسوخ ہونے کا بیان	120
19	سواری پر وتر پڑھنے کے عدم جواز کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار	121
	باب:۶	
20	سفر میں وتر پڑھنا	122
	باب:۷	
21	رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا	122
22	حدیث مذکور کے رجال	123
23	حدیث مذکور کی تفصیل	123
24	رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے میں مذاہب فقہاء	123

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
25	رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	125
26	دعاء قنوت کے متعلق احادیث	126
27	صبح کی نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھنے کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	127
28	فجر اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ	128
29	"کتاب الوتر" کا اختتام	128
	۱۵- کتاب الاستسقاء	130
	باب:۱	
1	بارش کو طلب کرنا اور نبی ﷺ کا بارش طلب کرنے کے لیے نکلنا	130
2	حدیث مذکور کے رجال	130
3	نماز استسقاء پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	131
4	بارش کی دعا کے وقت چادر پلٹنے کا طریقہ اور اس کی حکمت	131
5	استسقاء میں باجماعت نماز کے متعلق مذاہب فقہاء	131
6	استسقاء میں نماز نہ پڑھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار	132
7	نماز استسقاء کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی وضاحت	132
	باب:۲	
8	نبی ﷺ کی کفار کے متعلق یہ دعا: اے اللہ! ان پر ایسے سال ڈال دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کفار پر ڈالے تھے	133
9	اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا تو آپ کی رحمت کے خلاف ہے	133
10	مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کا خلاصہ	135

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳	
11	جب قحط پڑ جائے تو لوگوں کا امام سے بارش طلب کرنے کا سوال کرنا	136
12	اس اعتراض کا جواب کہ ابوطالب کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے؟	136
13	رسول اللہ ﷺ اور دیگر ذوات قدسیہ کے وسیلہ کا جواز	137
14	رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ سے استمداد کا ثبوت	138
	باب:۴	
15	استسقاء میں چادر کو پلٹنا	139
16	نماز استسقاء کے طریقہ کے متعلق احادیث اور دیگر مسائل	139
	باب:۵	
17	جب اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے تو رب عزوجل کا قحط جاری کرکے اپنی مخلوق سے انتقام لینا	140
	باب:۶	
18	جامع مسجد میں بارش طلب کرنا	140
19	راستے منقطع ہونے کی توجیہ اور دیگر مسائل	142
	باب:۷	
20	جمعہ کے خطبہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا جب کہ خطیب کا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو	142
	باب:۸	
21	منبر پر بارش کی طلب کی دعا کرنا	143
	باب:۹	
22	جس نے نماز استسقاء کے لیے نماز جمعہ پر اکتفاء کی	144

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۰	
23	جب بارش کی کثرت سے راستے منقطع ہو جائیں تو اس وقت دعا کرنا	144
	باب:۱۱	
24	وہ جو کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے دن بارش کی طلب میں چادر کو نہیں پلٹا	145
	باب:۱۲	
25	جب لوگ امام سے یہ سفارش کریں کہ وہ ان کے لیے بارش کے نزول کی دعا کرے اور وہ ان کی سفارش رد نہ کرے	145
	باب:۱۳	
26	جب قحط کے وقت مشرکین مسلمانوں سے دعا کی درخواست کریں	146
	باب:۱۴	
27	جب زیادہ بارش ہو تو یہ دعا کرنا: ہمارے ارد گرد برسا! ہم پر نہ برسا!	147
	باب:۱۵	
28	بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہو کر دعا کرنا	147
	باب:۱۶	
29	نماز استسقاء میں بلند آواز سے قراءت کرنا	148
30	نماز استسقاء میں خطبہ نماز کے بعد پڑھنا چاہیے یا پہلے؟	148
	باب:۱۷	
31	نبی ﷺ لوگوں کی طرف پشت کس طرح پھیرتے تھے	149
	باب:۱۸	
32	نماز استسقاء دو رکعت ہے	149
33	نماز استسقاء میں دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے اور خطبہ کے وقت لوگوں کی طرف اور نماز استسقاء کی تکبیرات میں اختلاف ائمہ	149
	باب:۱۹	
34	عیدگاہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا	150
35	نماز استسقاء میں نماز کو خطبہ پر مقدم کرنے کی دلیل اور چادر پلٹنے کا طریقہ	150
	باب:۲۰	
36	استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا	151
	باب:۲۱	
37	نماز استسقاء میں لوگوں کا امام کے ساتھ ہاتھ بلند کرنا	151
38	قحط اور دیگر مصائب میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ	152
39	حدیث مذکور کے رجال	152
	باب:۲۲	
40	نماز استسقاء میں امام کا اپنا ہاتھ بلند کرنا	152
41	اس اشکال کا جواب کہ حضرت انس نے استسقاء کے علاوہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کی نفی کی ہے حالانکہ دیگر دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھانا ثابت ہے	153
42	نماز استسقاء کے علاوہ دیگر مقامات پر دعا میں ہاتھ اٹھانے کا استحباب	153
	باب:۲۳	
43	جب بارش ہو تو کیا کہا جائے؟	154
44	حدیث مذکور کے رجال	154
	باب:۲۴	
45	جو شخص بارش میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اس کی داڑھی سے پانی ٹپکنے لگا	154
	باب:۲۵	
46	جب آندھی چلے تو کیا کیا جائے؟	155

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
47	آندھی کو دیکھ کر نبی ﷺ کے خوف زدہ ہونے کا سبب	155
48	آندھی اور بارش کے متعلق دیگر احادیث	156
	باب:۲۶	
49	نبی ﷺ کا ارشاد کہ صبا سے میری مدد کی گئی ہے	157
50	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل	158
51	باد صبا سے رسول اللہ ﷺ کی مدد فرمانا اور باد دبور سے قوم عاد کو ہلاک فرمانا	158
	باب:۲۷	
52	زلزلوں اور علامات قیامت کے متعلق جو کہا گیا ہے	159
53	حدیث مذکور کے رجال	159
54	صحیح بخاری کے اس نسخہ میں نبی ﷺ کا ذکر نہیں ہے	160
55	نجد کے لیے دعا نہ کرنے کا سبب	160
56	شیخ حسین احمد مدنی کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات	160
57	علامہ سلیمان بن عبد الوہاب کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات	164
58	علامہ سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ	164
59	توحید و رسالت کی گواہی سے مسلمانوں کی تکفیر پر رد	164
60	سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا رد	164
61	تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث	164
62	تکفیر مسلمین کے رد پر دوسری حدیث	165
63	تکفیر مسلمین کے رد پر تیسری حدیث	165
64	تکفیر مسلمین کے رد پر چوتھی حدیث	167
65	تکفیر مسلمین کے رد پر پانچویں حدیث	168
66	تکفیر مسلمین کے رد پر چھٹی حدیث	168
67	علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ	169

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۸	
68	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (قرآن میں) تم اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ تم اس کو جھٹلاتے ہو○ (الواقعہ:۸۲)	169
	باب:۲۹	
69	اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی	170
70	کاہنوں اور نجومیوں کی خبروں کا جھوٹا ہونا	171
71	علوم خمسہ اور علم غیب کی تحقیق	171
72	''کتاب الاستسقاء'' کا اختتام	173
	۱۶- کتاب الکسوف	174
	باب:۱	
1	سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان	174
2	حدیث مذکور کے رجال	175
3	سورج گرہن کی نماز میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کی دلیل	175
4	حدیث مذکور کے رجال	176
5	حدیث مذکور کے رجال	177
6	حدیث مذکور کے رجال	178
7	حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ	178
	باب:۲	
8	سورج گہن کے دن صدقہ کرنا	178
9	نماز کسوف میں قراءت کی مقدار	179
10	نماز کسوف کی ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوع کرنے کی احادیث	179
11	ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق احادیث	179
12	زنا سے ڈرانا، صدقہ کرنے سے عذاب کا دور ہونا اور کھیل کود کی مذمت	180
	باب:۳	
13	سورج گہن کے دن یہ ندا کرنا کہ جماعت تیار ہے	180

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
14	حدیث مذکور کے رجال	181
	باب:٤	
15	سورج گہن کی نماز میں امام کا خطبہ	181
	باب:٥	
16	سورج گہن کے لیے "کسفت الشمس" کہا جائے یا "خسفت الشمس" کہا جائے	183
	باب:٦	
17	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ اللہ اپنے بندوں کو "کسوف" (گہن) سے ڈراتا ہے	184
	باب:٧	
18	سورج گہن میں عذاب قبر سے پناہ مانگنا	184
19	عذاب قبر کا برحق اور سنگین ہونا	185
	باب:٨	
20	نماز کسوف میں طویل سجدہ کرنا	185
	باب:٩	
21	سورج گرہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا	186
22	ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق مزید احادیث	186
23	حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں ان کے جوابات	187
24	نبی ﷺ نے نماز کسوف میں سراً قراءت کی یا جہراً	189
25	اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ نے نماز کسوف میں عین جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال اور تصویر کو؟	189
26	جنت کو دیکھنے کی توجیہ اور جنت کا طعام نہ لانے کی وجوہ	190
	باب:١٠	
27	سورج گہن کی نماز کو عورتوں کا مردوں کے ساتھ پڑھنا	191
28	عورتوں کے مردوں کے ساتھ نماز کسوف پڑھنے میں مذاہب فقہاء	191
	باب:١١	
29	جو شخص سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کو پسند کرتا ہے	193
	باب:١٢	
30	سورج گہن کی نماز مسجد میں پڑھنا	193
	باب:١٣	
31	کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے سورج کو گہن نہیں لگتا	194
	باب:١٤	
32	سورج گہن میں ذکر کرنا	195
33	حدیث مذکور کے رجال	195
34	اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ اس طرح خوف زدہ ہوئے جیسے قیامت آگئی ہو حالانکہ ابھی قیامت کی علامات نہیں آئیں	196
	باب:١٥	
35	سورج گہن کی نماز میں دعا کرنا	197
	باب:١٦	
36	امام کا نماز کسوف کے خطبہ میں اما بعد کہنا	197
	باب:١٧	
37	چاند گہن میں نماز پڑھنا	197
38	اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے	198
	باب:١٨	
39	جب نماز کسوف میں پہلی رکعت لمبی پڑھی جائے	198
	باب:١٩	
40	چاند گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا	199

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
41	حدیث مذکور کے رجال	199
42	"کتاب الکسوف" کا اختتام	200
	۱۷ - کتاب سجود القران	201
	باب:۱	
1	سجود القرآن یعنی سجدۂ تلاوت کی احادیث کے ابواب	201
2	حدیث مذکور کے رجال	201
3	سورۃ النجم اور المفصل (النجم الانشقاق اور العلق) کے سجدات میں مذاہب فقہاء اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کی احادیث سے تقویت اور تائید	201
4	المفصل کی تین آیات میں سجدۂ تلاوت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت	203
5	دس آیات سجدہ متفق علیہا ہیں	203
6	سورۂ ص کے سجدے میں مذاہب فقہاء	204
7	سورۃ الحج کے آخری سجدہ میں مذاہب فقہاء	204
8	سجدات تلاوت کے متعلق ائمہ کے مذاہب کا خلاصہ	205
9	سجدۂ تلاوت کا شرعی حکم	205
10	سجدۂ تلاوت کے وجوب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	205
11	سجدۂ تلاوت کے ثبوت میں آثار صحابہ اور فقہاء تابعین کے اقوال	206
	باب:۲	
12	سورۃ تنزیل السجدہ میں سجدۂ تلاوت	206
	باب:۳	
13	سورۂ ص کا سجدہ	207
14	سورۂ ص کے سجدہ میں صحابہ، تابعین اور ائمہ کا اختلاف، نیز مؤکد سجدات کی تعداد میں صحابہ اور ائمہ کا اختلاف	207

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
15	سورۂ ص کے سجدہ کے ثبوت میں احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	208
	باب:۴	
16	سورۃ النجم کا سجدہ	209
	باب:۵	
17	مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ سجدہ کرنا اور مشرک نجس ہے اس کا وضوء نہیں ہوتا	209
18	بے وضوء سجدۂ تلاوت کرنے کی تحقیق	210
19	امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ ابن بطال کا تبصرہ	210
20	امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ عینی کا تبصرہ	212
	باب:۶	
21	جس نے آیت سجدہ کو پڑھا اور سجدہ نہیں کیا	212
22	حدیث مذکور کے رجال	213
23	علامہ ابن بطال کا حدیث مذکور سے سجدۂ تلاوت کے عدم وجوب پر استدلال اور مصنف کے جوابات	213
	باب:۷	
24	سورۃ "اذا السماء انشقت" کا سجدہ	213
	باب:۸	
25	جس نے آیت سجدہ پڑھنے والے کی وجہ سے سجدہ کیا	214
26	سجدۂ تلاوت کرنے کے وجوب پر مزید دلائل	214
	باب:۹	
27	جب امام آیت سجدہ کو پڑھے تو لوگوں کا رش	215
	باب:۱۰	
28	جس کا یہ نظریہ تھا کہ اللہ عزوجل نے سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کیا	215
29	حدیث مذکور میں وجوب کے خلاف الفاظ کے جوابات	217

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
30	سجدۂ تلاوت کے وجوب کے خلاف حافظ ابن حجر کی تاویلات اور مصنف کے جوابات	217
	باب:11	
31	جس نے نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی پس اس پر سجدہ کیا	218
	باب:12	
32	جس نے رش کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہیں پائی	219
33	''ابواب سجود القرآن'' کی تکمیل	219
	۱۸- کتاب تقصیر الصلوٰۃ	220
	باب:1	
1	نمازوں کو قصر کرنا' اور نمازوں کو قصر کرنے کے لیے مسافر کتنے دن ٹھہرے	220
2	حدیث مذکور کے رجال	220
3	سفر میں مدتِ اقامت کے متعلق مختلف احادیث	220
4	مدتِ قصر کی احادیث میں علامہ عینی حنفی کے بیان کردہ محامل	221
5	مدتِ قصر کی احادیث میں علامہ ابن بطال مالکی کے بیان کردہ محامل	221
6	مدتِ قصر میں ائمہ مجتہدین کے مذاہب	223
7	مدتِ قصر میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تصریح	223
8	مدتِ قصر میں امام ابوحنیفہ کی تائید میں آثار اور اقوالِ تابعین	224
9	نمازِ قصر کی مشروعیت کی ابتداء	224
10	حدیث مذکور کے رجال	225
11	حدیث میں مذکور مکہ میں دس دن قیام کا محمل	225
12	ائمہ ثلاثہ کی چار دن اقامت کی دلیل کا رد اور اقامت کی شرائط	226

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:2	
13	منیٰ میں نماز کا بیان	227
14	اہل مکہ کے لیے منیٰ میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	227
15	قصر کرنے کے لیے مسافت کی مقدار	228
16	حضرت عثمان نے منیٰ میں جو چار رکعت نماز پڑھی' اس کی توجیہات اور بحث و نظر	229
17	حدیث مذکور کے رجال	231
18	حدیث مذکور کے رجال	231
19	قصر کے واجب یا سنت ہونے میں فقہاء کا اختلاف	231
20	قصر کے واجب ہونے کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	232
	باب:3	
21	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں کتنے دن قیام کیا	234
22	حدیث مذکور کے رجال	234
23	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں دس دن قیام اور ارکانِ حج کی ادائیگی کی تفصیل	234
24	حج کے احرام کو منسوخ کر کے عمرہ قرار دینے میں اختلاف فقہاء	235
	باب:4	
25	نماز کو قصر کرنے کی کم سے کم مدت	235
26	حدیث مذکور کے رجال	236
27	بغیر محرم کے عورت کے سفرِ حج میں مذاہب فقہاء	236
28	بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں علامہ ابن بطال کی تطبیق	238
29	بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں مصنف کی تطبیق	238
30	متعدد خواتین کے ساتھ عورت کے سفرِ حج پر علامہ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ابن بطال کا استدلال اور مصنف کا جواب	238
	باب:۵	
31	جب کوئی شخص اپنی جگہ (حدود شہر) سے نکلے تو قصر کرے	239
32	حدیث مذکور کے رجال	240
33	شہر کی حدود اور مضافات سے نکلنے کے بعد نماز کو قصر کیا جائے گا	240
	باب:۶	
34	سفر میں مغرب کی تین رکعت پڑھی جائیں گی	241
35	حدیث مذکور کے رجال	241
36	سفر میں نمازوں کو صورۃً جمع کرنے کے متعلق احادیث	241
	باب:۷	
37	سواری پر نفل نماز پڑھنا خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو	243
38	حدیث مذکور کے رجال	243
39	سفر اور حضر میں سواری پر نفل پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	243
	باب:۸	
40	سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا	244
	باب:۹	
41	فرض پڑھنے کے لیے سواری سے اترنا	244
	باب:۱۰	
42	نفل نماز دراز گوش پر پڑھنا	245
43	حدیث مذکور کے رجال	246
44	گدھے پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اجماع	246
	باب:۱۱	
45	جو سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد کی سنتیں نہ پڑھے	246
46	حدیث مذکور کے رجال	247
47	سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول اور فعل کے تعارض کا جواب	247
48	سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	247
	باب:۱۲	
49	جس نے فرض سے پہلے اور بعد کے علاوہ سفر میں نفل پڑھے	248
50	سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد سنتیں پڑھنے کے ثبوت میں احادیث	249
	باب:۱۳	
51	سفر میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا	250
52	ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی طرف سے حافظ ابن حجر کے دلائل	251
53	حافظ ابن حجر کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات	252
	باب:۱۴	
54	جب مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے تو پہلے اذان دے یا اقامت کہے؟	253
55	ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے پر فقہاء شافعیہ کا استدلال اور اس کا جواب	254
	باب:۱۵	
56	جب زوال سے پہلے سفر کرے تو نماز ظہر کو نماز عصر تک مؤخر کرے	255
57	حدیث مذکور کے رجال	256
58	دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے والوں کے نزدیک اس کی تفصیل	256

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۶	
59	جب مسافر زوال آفتاب کے بعد روانہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھے پھر سوار ہو	256
60	ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی روایت پر بحث ونظر	257
	باب:۱۷	
61	بیٹھ کر نماز پڑھنا	257
62	جس بیماری کی وجہ سے نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس بیماری کا سبب اور اس کی کیفیت	257
63	حدیث مذکور کے رجال	259
64	''بواسیر'' کا معنی	259
65	بیٹھ کر نماز پڑھنے پر آدھے اجر کی حدیث نوافل سے متعلق ہے	259
66	بیمار کی نماز کے احکام	259
	باب:۱۸	
67	بیٹھ کر اشاروں سے نماز	260
	باب:۱۹	
68	جب نمازی میں بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ لیٹ کر پڑھ لے	260
	باب:۲۰	
69	جب کسی شخص نے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس نے تخفیف محسوس کی تو پھر وہ باقی نماز پوری کرے	261
70	حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت اور جو شخص بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز شروع کرے' پھر اس میں کھڑے ہونے کی قوت آجائے تو وہ کیا کرے؟	262
71	''ابواب التقصیر'' کی تکمیل	263

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۹ - کتاب التہجد	264
	باب:۱	
1	رات کو تہجد پڑھنا	264
2	تہجد کی فضیلت میں احادیث	264
3	حدیث مذکور کے رجال	266
4	نبی ﷺ کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی	266
	باب:۲	
5	رات کے قیام کی فضیلت	267
6	صالحین کے سامنے خواب بیان کرنا' مسجد میں سونے کی تحقیق' فرشتوں کو خواب میں دیکھنا' رات کو زیادہ سونے کی کراہت اور دیگر مسائل	268
	باب:۳	
7	رات کے قیام میں طویل سجدہ کرنا	268
8	تہجد میں نبی ﷺ کے طویل سجدہ کا سبب	269
	باب:۴	
9	بیمار کے لیے قیام کو ترک کرنے کی رخصت	269
10	حدیث مذکور کے رجال	270
11	جس شخص کی کوئی عبادت مرض یا سفر کی وجہ سے رہ جائے' اسے اس عبادت کا اجر دیا جاتا ہے	270
	باب:۵	
12	نبی ﷺ کا بغیر فرض قرار دیئے ہوئے رات کی نماز اور نوافل کی ترغیب دینا	271
13	حدیث مذکور کے رجال	272
14	تہجد کی ترغیب دینے پر حضرت نے نبی ﷺ کو جو جواب دیا' اس کی وضاحت	272
15	نوافل کی ادائیگی پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے	273
16	نبی ﷺ سے چاشت کی نماز پڑھنے کا ثبوت	274
17	نبی ﷺ سے چاشت کی نماز کی نفی کے متعلق	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	علامہ ابن بطال کی بیان کردہ توجیہات	275
18	علامہ ابن بطال کی پہلی توجیہ پر مصنف کا تبصرہ اور یہ بتانا کہ نماز کے جمیع احکام میں امت اور نبی مساوی نہیں ہیں	275
19	علامہ ابن بطال کی دوسری توجیہ	277
20	نبی ﷺ سے چاشت کی نماز کی نفی کرنے کی علامہ عینی کی بیان کردہ توجیہات	277
	باب: ٦	
21	نبی ﷺ کا اس قدر قیام کرنا حتی کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے	278
22	حدیث مذکور کے رجال	278
23	نبی ﷺ کی طرف مغفرت ذنوب کی نسبت اور اس کی وضاحت	278
	باب: ٧	
24	جو شخص سحر کے وقت سو جائے	280
25	حدیث مذکور کے رجال	280
26	رات کے نصف تہائی اور چھٹے حصہ کی تمثیل	280
27	حدیث مذکور کے رجال	281
28	دائمی عمل کی فضیلت خواہ وہ کم ہو	281
29	حدیث مذکور کے رجال	282
30	نبی ﷺ کے سحری کے وقت سونے کا معنی	282
	باب: ٨	
31	جس نے سحری کی پھر نماز پڑھنے کھڑا ہوا پھر نہیں سویا حتی کہ صبح کی نماز پڑھی	282
	باب: ٩	
32	رات کی نماز میں لمبا قیام کرنا	282
33	حدیث مذکور کے رجال	283
34	نبی ﷺ کو کھڑا چھوڑ کر خود بیٹھ جانے کے ناروا ہونے کی توجیہ	283
35	آیا طول قیام افضل ہے یا کثرت رکوع اور سجود؟	283
36	طول قیام کے باب میں مسواک کرنے کی حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر اعتراض اور اس کے جوابات	284
	باب: ١٠	
37	رات کی نماز کس طرح تھی اور نبی ﷺ رات کی نماز کس طرح پڑھتے تھے؟	285
38	رات کی نماز کی مختلف رکعات میں تطبیق	286
	باب: ١١	
39	نبی ﷺ کا رات کو قیام کرنا اور سونا اور رات کے قیام (کی فرضیت) کا منسوخ ہونا	287
40	آیا نبی ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی یا نفل؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال اور قول راجح کا بیان	288
41	نبی ﷺ کی تہجد اور دیگر نفل عبادات کے معمولات مختلف تھے	289
	باب: ١٢	
42	جو شخص رات کی نماز نہ پڑھے اس کی گدی پر شیطان کا گرہ لگانا	289
43	جس کی گدی پر شیطان گرہیں لگاتا ہے' اس کے ضمن میں مسائل اور بعض اعتراضات کے جوابات	290
	باب: ١٣	
44	جو شخص سو جائے اور نماز نہ پڑھے' شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے	292
45	کان میں شیطان کے پیشاب کرنے کے متعدد محامل	292
	باب: ١٤	
46	رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھ کر دعا کرنا	293

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
47	حدیث مذکور کے رجال	293
48	اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کے مسئلہ میں فقہاء اسلام کے نظریات اور حدیث مذکور کے محامل	293
	باب:۱۵	
49	جو شخص رات کے اوّل حصہ میں سویا اور رات کے آخری حصہ میں اس نے نماز پڑھی	294
50	حدیث مذکور کے رجال	294
51	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تہجد کے لیے اخیر شب میں اٹھنا	294
	باب:۱۶	
52	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو قیام کرنا	295
53	بیس رکعات تراویح کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات	295
54	رات کی نماز چار چار رکعات پڑھی جائے گی یا دو دو رکعت	297
55	نیند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء ٹوٹنے کی تحقیق	297
	باب:۱۷	
56	رات اور دن میں وضوء کرنے کی فضیلت اور رات اور دن میں وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت	298
57	حدیث مذکور کے رجال	298
58	حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت کے حصول کی وجوہ اور دیگر فوائد	298
59	حضرت بلال کی جوتیوں کی آہٹ سننے کا قصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا واقعہ ہے' بحث و نظر اور دیگر فوائد	299
60	معمولات اہل سنت کی دلیل	300
	باب:۱۸	
61	عبادت میں شدت اختیار کرنا مکروہ ہے	301
62	حدیث مذکور کے رجال	301
63	عبادت میں میانہ روی کی تلقین' تمام رات عبادت کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل	301
	باب:۱۹	
64	جو شخص رات کو قیام کرتا ہو اس کا رات کے قیام کو ترک کرنا مکروہ ہے	302
	باب:۲۰	303
65	حدیث مذکور کے رجال	304
66	اللہ تعالیٰ کی عبادت کو شروع کر کے اس کو ترک کرنے کی مذمت	304
67	دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرنا اور عبادت میں اعتدال سے کام لینا	305
	باب:۲۱	
68	اس شخص کی فضیلت جو رات کو بیدار ہو پس نماز پڑھے	305
69	حدیث مذکور کے رجال	306
70	حدیث مذکور کے رجال	307
71	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرمائیں اس کا واقع ہو جانا	307
	باب:۲۲	
72	فجر کی دو سنتوں کو دوام پڑھنا	308
	باب:۲۳	
73	صبح کی دو سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا	309
	باب:۲۴	
74	جس نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد باتیں کیں اور نہیں لیٹا	309

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۵	
75	دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق احادیث	309
76	حدیث مذکور کے رجال	310
77	استخارہ کرنے کا شرعی حکم	310
78	استخارہ کرنے کا شرعی طریقہ	310
79	استخارہ کرنے میں مشائخ کا معمول	311
	باب:۲۶	
80	صبح کی دو رکعت سنت کے بعد باتیں کرنا	313
	باب:۲۷	
81	فجر کی دو رکعت سنت کی حفاظت کرنا اور جس نے ان کو نفل کہا	313
	باب:۲۸	
82	فجر کی دو رکعت سنت میں کتنی قراءت کی جائے	314
83	سنت فجر میں قرآن پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات	314
84	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کے جوابات	316
	ابواب التطوع	317
	باب:۲۹	
85	فرض کے بعد نفل پڑھنا	317
86	ظہر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق احادیث	318
87	عصر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق حدیث	318
	باب:۳۰	
88	جس نے فرض کے بعد نفل نہیں پڑھے	318
	باب:۳۱	
89	سفر میں چاشت کی نماز	319
90	چاشت کی نماز کی رکعات کے متعلق مختلف احادیث اور آثار	319
91	آثار مختلفہ میں تطبیق	320
	باب:۳۲	
92	جس نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور اس میں گنجائش کا اعتقاد کیا	320
	باب:۳۳	
93	چاشت کی نماز حضر میں	320
94	حدیث مذکور کے رجال	321
95	خلیل کا معنی	321
96	حدیث میں مذکور وصیت کی حکمت	321
	باب:۳۴	
97	ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا	322
98	حدیث مذکور کے رجال	322
	باب:۳۵	
99	مغرب سے پہلے نماز پڑھنا	323
100	حدیث مذکور کے رجال	323
101	حدیث مذکور کے رجال	323
102	نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز میں اختلاف فقہاء	323
	باب:۳۶	
103	نوافل کی نماز جماعت سے پڑھنا	324
104	حضرت معاویہ کی خلافت میں یزید کا امیر لشکر ہونا، صرف کلمہ پڑھنے سے دوزخ کے حرام ہونے کی تحقیق اور دیگر مسائل	327
105	حدیث مذکور سے علامہ عینی کے استنباط کردہ پچپن مسائل	328
	باب:۳۷	
106	گھر میں نفل پڑھنا	330

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۰- کتاب فضل الصلوٰة فی مسجد مکة والمدینة	331
	باب:۱	
1	مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت	331
2	مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ اور کسی	
3	مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر ماننا جائز نہیں	332
4	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کون سی مسجد زیادہ افضل ہے؟	332
5	دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے	333
6	نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ	334
7	حافظ ابن حجر عسقلانی کا شیخ ابن تیمیہ کے نظریہ کا رد کرنا	335
8	شیخ مبارک پوری کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے	336
9	حدیث مذکور کے رجال	337
10	مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نمازوں کی فضیلت میں اختلاف فقہاء اور مسجد نبوی کی فضیلت پر دلیل	337
	باب:۲	
11	مسجد قباء	338
12	حدیث مذکور کے رجال	338
13	مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے	339
14	مسجد قباء کی فضیلت اور ہفتہ کے دن مسجد قباء جا کر نماز پڑھنے کی توجیہ	339
	باب:۳	
15	جو ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء آیا	340

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۴	
16	مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جانا	340
	باب:۵	
17	قبر اور منبر کے درمیان فضیلت کا بیان	340
18	آپ کے گھر، آپ کے حجرہ اور آپ کی قبر کی فضیلت کے متعلق احادیث	341
19	آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ قرار دینے کی توجیہ	342
	باب:۶	
20	بیت المقدس کی مسجد	342
	۲۱- کتاب العمل فی الصلوٰة	343
	باب:۱	
1	نماز میں ہاتھ سے مدد لینا جب کہ اس عمل کا تعلق نماز سے ہو	343
	باب:۲	
2	نماز میں کلام کرنے کی ممانعت	344
3	حدیث مذکور کے رجال	345
4	نماز میں اصلاح نماز کے لیے کلام کرنے پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل پر اعتراض	345
5	فقہاء احناف کے موقف پر امام نووی کے دلائل اور مخالفین کے جوابات	346
	باب:۳	
6	نماز میں مردوں کے لیے سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے کا جواز	348
	باب:۴	
7	جس نے نماز میں کسی کا نام لیا یا کسی کو بالمشافہ سلام کیا اور جس کو سلام کیا اس کو علم نہ ہو	349

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۵	
8	تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے	349
	باب:٦	
9	جو شخص نماز میں پچھلے پیروں پر لوٹا یا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے آگے بڑھا	350
	باب:۷	
10	جب ماں اپنے بیٹے کو نماز میں بلائے	351
11	حدیث مذکور کے رجال	351
12	جریج کے قصہ کے متعلق دیگر احادیث	352
13	اگر نمازی کو نماز میں رسول اللہ ﷺ یا والدین بلائیں تو وہ کیا کرے؟	353
14	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	354
	باب:۸	
15	نماز میں کنکریوں کو ہاتھ سے ہٹانا	355
16	حدیث مذکور کے رجال	355
17	سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء	356
18	سجدہ گاہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق احادیث	356
	باب:۹	
19	نماز میں سجدہ کے لیے کپڑا بچھانا	356
	باب:۱۰	
20	نماز میں جو عمل کرنا جائز ہے	357
	باب:۱۱	
21	جب نماز میں سواری بھاگ جائے	358
22	حدیث مذکور کے رجال	358
23	"الاهواز" اور "الحرورية" کا معنی	359
24	نمازی کو اپنے مال یا سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز ہے	359
	باب:۱۲	
25	نماز میں تھوکنے اور پھونک مارنے کا جواز	360
	باب:۱۳	
26	جس مرد نے ناواقفیت سے اپنی نماز میں تالی بجائی تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی	361
	باب:۱۴	
27	جب نمازی سے کہا گیا: آگے بڑھو یا انتظار کرو اور اس نے انتظار کیا تو کوئی حرج نہیں ہے	361
	باب:۱۵	
28	نمازی نماز میں سلام کا جواب نہ دے	361
	باب:۱٦	
29	کسی پیش آمدہ امر پر نماز میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا	362
	باب:۱۷	
30	نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا	363
31	حدیث اول کے رجال	364
32	نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہ	364
	باب:۱۸	
33	کسی شخص کا نماز میں غور وفکر کرنا	364
	۲۲- کتاب السهو	367
	باب:۱	
1	سہو کے متعلق احادیث جب آدمی فرض کی دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو جائے	367
2	سہو اور نسیان کی تحقیق	367
3	فقہاء احناف کے موقف کے ثبوت میں سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کے متعلق احادیث	368
4	سلام سے پہلے یا بعد سجدۂ سہو کرنے میں مذاہب فقہاء	369

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
5	جن صورتوں میں نبی ﷺ نے سجدۂ سہو کیا	369
	باب:۲	
6	جب پانچ رکعات نماز پڑھیں	370
	باب:۳	
7	جب دو رکعت میں سلام پھیر دیا یا تین رکعت میں، پھر نماز کے سجدے کی طرح دو سجدے کیے یا زیادہ طویل	370
	باب:۴	
8	جس نے سہو کے دو سجدوں میں تشہد نہیں پڑھا	371
	باب:۵	
9	سجدۂ سہو میں تکبیر پڑھے	372
	باب:۶	
10	جب یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں، تین یا چار تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے	373
	باب:۷	
11	فرض اور نفل میں سہو ہونا	373
	باب:۸	
12	جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس سے بات کی گئی تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور بات سنی	374
13	حدیث مذکور سے دس مسائل کا استخراج	375
	باب:۹	
14	نماز میں اشارہ کرنا	376
15	''کتاب السہو'' کا اختتام	378
	۲۳- کتاب الجنائز	379
	باب:۱	
1	جس کا آخری کلام ہو: ''لا الٰہ الا اللہ''	379
2	حدیث مذکور کے رجال	380
3	مرتکب کبیرہ کے متعلق اہل سنت کا موقف	380

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
4	حدیث مذکور کے رجال	381
	باب:۲	
5	جنازے کے ساتھ جانے کا حکم	381
6	حدیث مذکور کے رجال	381
7	جنازہ کے فقہی احکام	382
8	جنازہ کے آگے یا پیچھے چلنے کے متعلق احادیث اور مذاہب فقہاء	382
9	دعوت کو قبول کرنے، قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، چھینک والے کو دعا دینے اور سلام کا جواب دینے، سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے اور ریشم پہننے کے فقہی احکام	383
	باب:۳	
10	جب میت کو کفن میں لپیٹ دیا جائے تو پھر اس کے پاس آنا	384
11	حدیث مذکور کے رجال	385
12	میت کا چہرہ کھولنا، میت کو بوسہ دینا اور میت پر آنسوؤں سے رونا	385
13	حضرت ابوبکر کے اس قول کی توجیہ: اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا	386
14	حضرت ابوبکر کے اس قول کا آیت سے تعارض کا جواب	387
15	نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق محدثین کی تصریحات	387
16	نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق فقہاء کی تصریحات	388
17	نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق علماء دیوبند کی تصریحات	389
18	نبی ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق علماء غیر	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مقلدین کی تصریحات	389
19	قرآن مجید کی آیات سے نبی ﷺ کی بعد از وفات حیات پر استدلال	390
20	رسول اللہ ﷺ کی حیات کے ثبوت میں احادیث	391
21	نبی ﷺ کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات اور مزید احادیث	392
22	سلام کے وقت آپ کی روح کو لوٹانے کی حدیث کے اشکال کے جوابات	394
23	رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر	396
24	حدیث مذکور کے رجال	398
25	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا	398
26	حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ میں مماثلت	398
27	علامہ آلوسی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی طرف سے حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ پر اعتراض کے جوابات	399
28	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرف سے الاحقاف: ۹ اور حدیث مذکور پر اعتراض کا جواب	400
29	حضرت جابر کے والد کی تکریم	401
	باب: ۴	
30	کوئی شخص میت کے گھر والوں کو اس کی موت کی خبر دے	401
31	غائبانہ نماز جنازہ کی تحقیق	402
32	غائبانہ نماز جنازہ میں فقہاء کا اختلاف	403
33	مصنف کی طرف سے علامہ ابن قدامہ کے دلائل کے جوابات	403
34	غزوہ موتہ کی تاریخ	404
35	حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کا تعارف	404
36	رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی دلیل، میت پر رونے کا جواز اور ضرورت کے وقت از خود لشکر کا امیر بننے کا جواز	404
	باب: ۵	
37	جنازہ کی خبر دینا	405
	باب: ۶	
38	اس شخص کی فضیلت جس کا بیٹا فوت ہو گیا اور اس نے ثواب کی نیت سے صبر کیا	405
39	حدیث مذکور کے رجال	406
40	حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت پر اعتراض کا جواب	406
41	''الحنث'' کا معنی اور نابالغ بچوں کی موت پر صبر کی تخصیص کی توجیہ	406
42	ہر شخص کا دوزخ پر سے گزر ہوگا اس آیت کی متعدد تفاسیر	407
	باب: ۷	
43	مرد کا قبر کے پاس کسی عورت سے یہ کہنا: صبر کرو	408
44	خواتین کے لیے زیارت قبر کا ثبوت	409
	باب: ۸	
45	میت کو بیری کے پانی سے غسل دینا اور وضوء کرانا	409
46	آیا میت کو غسل دینے سے وضوء واجب ہوتا ہے یا نہیں؟	409
47	حدیث مذکور کے رجال	411
48	نبی ﷺ کی صاحب زادی کا تذکرہ اور آثار صالحین سے تبرک کا حصول	411

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۹	
49	طاق مرتبہ غسل دینے کا استحباب	411
	باب:۱۰	
50	میت کی دائیں طرف سے غسل کی ابتداء کی جائے	412
	باب:۱۱	
51	میت کی وضوء کی جگہیں	412
	باب:۱۲	
52	کیا عورت کو مرد کے تہبند میں کفن دیا جا سکتا ہے؟	412
	باب:۱۳	
53	کافور کو آخر میں رکھا جائے	413
	باب:۱۴	
54	عورت کے بالوں کو کھولنا	414
	باب:۱۵	
55	میت کے بدن کے ساتھ کپڑا اس طرح لپیٹا جائے	414
	باب:۱۶	
56	کیا عورت کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں	415
	باب:۱۷	
57	عورت کے بالوں کو پیچھے ڈال دیا جائے	415
	باب:۱۸	
58	کفن کے لیے سفید کپڑا	416
59	حدیث مذکور کے رجال	416
60	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے متعلق دیگر احادیث	416
61	حدیث مذکور کے مسائل اور کفن میں عمامہ کے متعلق مختلف روایات	416
	باب:۱۹	
62	دو کپڑوں میں کفن	417
63	حدیث مذکور کے رجال	417
64	محرم کو کفن پہنانے کے متعلق مذاہب ائمہ	417
	باب:۲۰	
65	میت کو خوشبو لگانا	419
	باب:۲۱	
66	محرم کو کیسے کفن دیا جائے؟	419
	باب:۲۲	
67	اس قمیص میں کفن دینا جس کا حاشیہ سلا ہوا ہو یا بے سلا اور بغیر قمیص کے کفن دینا	420
68	قمیص کو کفن بنانے پر علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	421
69	مصنف کی طرف سے امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب	421
70	کافر کو غسل دینے، کفن پہنانے اور دفن کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	421
71	حضرت جابر کی اس روایت کا حضرت ابن عمر کی روایت سے تعارض کا جواب اور عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطا فرمانے کی وجوہ	423
72	دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنے اور قبر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں مذاہب فقہاء	423
	باب:۲۳	
73	بغیر قمیص کے کفن دینا	424
74	سنت کے مطابق کفن میں مذاہب	424
	باب:۲۴	
75	بغیر عمامہ کے کفن دینا	425
	باب:۲۵	
76	تمام مال سے کفن دینا	425
77	حدیث مذکور کے رجال	426
78	جمیع مال سے کفن دینے کی دلیل، دنیا سے بے رغبتی اور جنت کی بشارت کے باوجود خوف آخرت کی توجیہ	426

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۶	
79	جب ایک کپڑے کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے	427
	باب:۲۷	
80	جب اس کے سوا کفن نہ ملے جو سر کو چھپائے یا قدموں کو تو پھر سر کو ڈھانپا جائے	427
81	حدیث مذکور کے رجال	428
82	کفن کی مقدار کم ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ اور حدیث مذکور سے مستنبط دیگر مسائل	428
83	میت کی شرم گاہ کو دھونے کا طریقہ	428
	باب:۲۸	
84	جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفن تیار کیا تو اس پر انکار نہیں کیا گیا	429
85	حدیث مذکور کے رجال	429
86	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور دیگر فوائد	430
	باب:۲۹	
87	عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا	430
88	جنازوں کے ساتھ عورتوں کے جانے میں صحابہ، فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف	431
	باب:۳۰	
89	خاوند کے غیر پر عورت کا سوگ کرنا	431
90	حدیث مذکور کے رجال	432
91	سوگ کا معنی	432
92	شام سے حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر آنے کے ذکر میں امام بخاری کا تسامح	432
93	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات پر سوگ کیا تھا' وہ کافر تھا اور کافر کی موت پر سوگ کرنا جائز نہیں	433
	باب:۳۱	
94	قبروں کی زیارت کا بیان	434
95	زیارتِ قبور کی تحقیق	434
96	زیارتِ قبور کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	434
97	عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کی اجازت	436
98	عورتوں کے مزارات پر جانے کے متعلق مذاہب فقہاء	437
	باب:۳۲	
99	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: میت کے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے جب کہ میت پر نوحہ کرنا اس کا طریقہ ہو	438
100	حدیث مذکور کے رجال	440
101	تعزیت اور عیادت کے لیے اصحاب فضل کو بلانا' بغیر نوحہ کے رونا اور دیگر مسائل	440
102	حدیث مذکور کے رجال	441
103	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	441
104	اس کی توجیہ کہ حضرت ام کلثوم کو وہ شخص قبر میں اتارے جس نے گزشتہ رات جماع نہ کیا ہو	441
105	بغیر آواز کے رونے کا جواز اور قبر پر بیٹھنے کی ممانعت	441
106	گھر والوں کے میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کی توجیہات	443
107	حافظ ابن حجر کی بیان کردہ توجیہات	444
	باب:۳۳	
108	میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے	445
109	حدیث مذکور کے رجال	446
110	بغیر نوحہ کے میت پر رونے کا جواز	446
	باب:۳۴	446

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۵	
111	وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنا گریبان پھاڑا	447
112	حدیث مذکور کے رجال	448
113	اس حدیث کی توجیہات کہ منہ پر طمانچے لگانے والا ہم میں سے نہیں ہے	448
	باب:۳۶	
114	نبی ﷺ کا سعد بن خولہ کی موت پر افسوس کرنا	448
115	حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات	449
116	تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کا عدم جواز' وارثوں کو غنی چھوڑنے کی ترجیح' علم غیب کا ثبوت اور دیگر مسائل	450
	باب:۳۷	
117	مصیبت کے وقت بال مونڈنے کی ممانعت	451
118	چیخ و پکار کرنے والی عورتوں سے بری ہونے کا محمل	452
	باب:۳۸	
119	جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے وہ ہم میں سے نہیں ہے	452
	باب:۳۹	
120	مصیبت کے وقت واویلا کہنے اور جاہلیت کی چیخ و پکار کرنے کی ممانعت	452
	باب:۴۰	
121	جو شخص مصیبت کے وقت اس طرح بیٹھا کہ اس کے چہرے سے غم ظاہر ہو	453
122	بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مصیبت سے پہلے اور مصیبت کے بعد آدمی کی کیفیت ایک جیسی ہو تو یہ صبر ہے	453
123	غمگین ہونا اور آنسوؤں کا نکلنا صبر کے اعلیٰ درجہ کے منافی نہیں	454
124	پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور اس میں بحث ونظر	456
	باب:۴۱	
125	جو مصیبت کے وقت اپنے غم کو ظاہر نہ کرے	458
126	حضرت ام سلیم کا بے مثال صبر جمیل اور ان کی ناقابل فراموش شجاعت	459
	باب:۴۲	
127	صبر اس وقت معتبر ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے	460
	باب:۴۳	
128	نبی ﷺ کا ارشاد بے شک ہم تمہاری وجہ سے غم زدہ ہیں	461
129	حدیث مذکور کے رجال	462
130	مشکل الفاظ کے معانی اور سیدنا ابراہیم کا تذکرہ	462
131	کس قسم کا رونا جائز ہے اور کس قسم کا رونا ممنوع ہے	463
	باب:۴۴	
132	مریض کے پاس رونا	463
133	حدیث مذکور کے رجال	464
134	عیادت کا ثبوت اور زبان کی وجہ سے عذاب یا ثواب کا محمل	464
	باب:۴۵	
135	نوحہ کرنے اور رونے کی ممانعت اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ	464
136	نوحہ کی ممانعت اور تحریم کی وجوہ	465
	باب:۴۶	
137	جنازہ کے لیے کھڑا ہونا	466
138	جنازہ کے لیے قیام کی حدیث کا منسوخ ہونا	466

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
139	جنازہ کے لیے قیام میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	467
	باب:٤٧	
140	جب جنازہ کے لیے کھڑا ہو تو کس وقت بیٹھے؟	468
141	اس کی دلیل کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے	468
	باب:٤٨	
142	جو جنازہ کے ساتھ گیا وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو مردوں کے کندھوں سے اتار کر رکھ دیا جائے' اگر کوئی بیٹھ جائے تو اسے کھڑے ہونے کا حکم دیا جائے	469
	باب:٤٩	
143	جو شخص یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑا ہو	469
144	باب مذکور کی دیگر احادیث	470
145	یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کے محامل	470
	باب:٥٠	
146	جنازوں کو مردوں کا اٹھانا نہ کہ عورتوں کا	471
147	عورتوں کے جنازہ نہ اٹھانے کی توجیہ انسان کے سوا سننے والوں کے مصادیق اور جنازہ کے کلام کرنے کی توجیہ	472
	باب:٥١	
148	جنازہ کو جلدی لے جانا	472
149	جنازہ کے ساتھ کس کیفیت کے ساتھ چلنا چاہیے؟	473
	باب:٥٢	
150	میت کا جنازہ پر کہنا: مجھے جلدی لے جاؤ	474
	باب:٥٣	
151	جس نے امام کے پیچھے جنازہ کی دو یا تین صفیں بنائیں	474

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:٥٤	
152	نماز جنازہ کی صفیں	474
153	کتنے مسلمان نماز جنازہ پڑھیں تو میت کی مغفرت ہو جاتی ہے؟	475
154	نماز جنازہ کی چار تکبیروں کے ثبوت میں احادیث' آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال	475
	باب:٥٥	
155	جنازہ میں بچوں کی مردوں کے ساتھ صفیں	476
	باب:٥٦	
156	نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ	477
	باب:٥٧	
157	جنازوں کے ساتھ جانے کی فضیلت	481
	باب:٥٨	
158	جس نے دفن تک میت کا انتظار کیا	482
	باب:٥٩	
159	بچوں کا لوگوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا	483
	باب:٦٠	
160	عیدگاہ اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا	483
161	حدیث مذکور کے رجال	484
162	حدیث مذکور کی مفصل روایت	484
163	تورات میں رجم کے حکم کا نبی ﷺ کو کیسے علم ہوا؟	484
164	اگر اہل ذمہ زنا کریں تو ان کو رجم کرنے میں مذاہب ائمہ	485
165	مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی تحقیق	486
	باب:٦١	
166	قبروں پر سجدہ گاہ بنانے کی کراہت	487
	باب:٦٢	
167	نفاس میں مرنے والی عورت کی نماز جنازہ	487

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:٦٣	
168	میت عورت ہو یا مرد تو نمازی کس جگہ کھڑا ہو	488
	باب:٦٤	
169	جنازہ پر چار تکبیریں پڑھنا	488
	باب:٦٥	
170	نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو پڑھنا	489
171	حدیث مذکور کے رجال	490
172	نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث	490
173	صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے سے منع کرنا	491
174	نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں خصوصی احادیث اور آثار	491
175	نماز جنازہ کے بعد دعا سے ممانعت کے دلائل اور ان کے جوابات	495
	باب:٦٦	
176	دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا	496
	باب:٦٧	
177	مردہ جوتوں کی آواز (بھی) سنتا ہے	497
178	حدیث مذکور کے رجال	498
179	منکر نکیر کا معنی اور فرشتوں کا آپ کا نام لینا اور وصف رسالت کا ذکر نہ کرنا اور اس کی توجیہ	498
180	فرشتوں کے سوال کے وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرنے کی تحقیق	498
181	قبر والا آپ کے متعلق قبر میں وہی کہے گا جو دنیا میں کہتا تھا	499
182	قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے کی تحقیق	499
183	فرشتوں کے سوال کے بعد قبر والے کا حال اور	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	نیک مسلمانوں کی روحوں کا قبروں پر آنا	500
184	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	500
185	مُردوں کے سننے کا ثبوت	501
	باب:٦٨	
186	جو ارض مقدسہ یا اس کی مثل جگہ میں دفن ہونے کو پسند کرے	501
187	حدیث مذکور کے رجال	502
188	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ملک الموت کو تھپڑ مارنا' کیا کوئی معیوب کام تھا؟	502
189	ارض مقدسہ سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر روح قبض کرنے کی دعا کی توجیہ	504
190	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	505
	باب:٦٩	
191	رات کو دفن کرنا	505
	باب:٧٠	
192	قبر پر مسجد کو بنانا	506
	باب:٧١	
193	عورت کی قبر میں کون داخل ہوگا؟	506
	باب:٧٢	
194	شہید پر نماز جنازہ پڑھنا	507
195	حدیث مذکور کے رجال	507
196	ضرورت کی وجہ سے دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا	507
197	شہید کو غسل نہ دیا جانا	507
198	شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ اور سید الشہداء حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق احادیث	508
199	شہید پر نماز جنازہ کی نفی پر علامہ ابن بطال کے دلائل	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
228	موت کے وقت کلمہ پڑھنا ابو طالب کی خصوصیت تھی	533
229	اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ نے صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے لیے فرمایا اور محمد رسول اللہ پڑھنے کے لیے نہیں فرمایا	534
230	ابو طالب کے ایمان کے متعلق بعض علماء کے شبہات اور ان کے جوابات	534
231	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مشاہیر علماء اہل سنت کی تصریحات	536
	باب: ۸۱	
232	قبر پر درخت کی شاخ رکھنا	537
233	قبر پر بیٹھنے کے مکروہ ہونے کی تحقیق	538
234	حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	539
	باب: ۸۲	
235	محدث کا قبر کے پاس نصیحت کرنا اور اس کے اصحاب کا اس کے پاس بیٹھنا	541
236	حدیث مذکور کے رجال	543
237	''بقیع الغرقد'' کا معنی	543
238	اس اعتراض کا جواب کہ جب سعادت اور شقاوت کو تقدیر میں لکھ دیا ہے تو عمل کی کیا ضرورت ہے؟	543
	باب: ۸۳	
239	اپنی جان کے قاتل کے متعلق جو حکم ہے	544
240	''ملت'' کا معنی غیر ملت اسلام کی قسم کھانے والے کا شرعی حکم اور اس میں مذاہب فقہاء	545
241	خودکشی کرنے والے پر جنت حرام کرنے کی توجیہ	546
242	حدیث مذکور کی موافق حدیث	547
243	حدیث مذکور کی مخالف حدیث	547
244	خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق امام طحاوی کی توجیہ	548
245	خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق علامہ نووی اور حافظ ابن حجر کی توجیہ	548
	باب: ۸۴	
246	منافقین کی نماز جنازہ اور مشرکین کے لیے استغفار کا مکروہ ہونا	549
247	حدیث مذکور کے رجال	550
248	منافقین کی قبر پر کھڑے ہونے کی ممانعت صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے تھی	550
249	اصاغر کا اکابر کی رائے کے خلاف اپنی رائے دینے اور اس پر اصرار کرنے کا جواز	550
	باب: ۸۵	
250	لوگوں کا میت کی تحسین کرنا	551
251	باب مذکور کی موافق احادیث	551
252	جن فوت شدہ لوگوں کی مسلمان تحسین کریں' ان کے جنتی ہونے اور جن کی مذمت کریں' ان کے دوزخی ہونے کا سبب	552
253	زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ کس قسم کے مسلمان ہیں اور مرے ہوئے لوگوں کو برا کہنا ممنوع ہے پھر ان کی مذمت کرنے کی توجیہ	552
	باب: ۸۶	
254	عذاب قبر کے متعلق جو احادیث ہیں	553
255	عنوان میں درج آیات کی عذاب قبر پر دلالت	554
256	حدیث مذکور کے رجال	555
257	عذاب قبر کے متعلق دیگر احادیث	555
258	حدیث مذکور کے رجال	558
259	حدیث مذکور میں عذاب قبر کی دلیل	558

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
260	حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	558
	باب: ۸۷	
261	عذاب قبر سے پناہ طلب کرنا	560
262	حدیث مذکور کے رجال	561
263	نبی ﷺ کا عذاب کے وقت مردہ کی چیخ وپکار کو سننا آپ کی خصوصیت ہے	561
264	حدیث مذکور کے رجال	561
265	نبی ﷺ کے عذاب قبر سے پناہ طلب کرنے کی توجیہ	56[illegible]
266	نبی ﷺ مغفور ہونے کے باوجود قبر اور دوزخ کے عذاب سے کیوں پناہ طلب کرتے تھے؟	562
	باب: ۸۸	
267	غیبت کرنے اور پیشاب کی آلودگی سے نہ بچنے کی وجہ سے قبر کا عذاب	563
268	قبر پر پھولوں کے رکھنے کا جواز اور نواب صاحب کے حافظہ کی خرابی	564
	باب: ۸۹	
269	میت پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام کو پیش کیا جاتا ہے	564
270	صبح اور شام جن پر ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے وہ ارواح ہیں اور ارواح قبروں میں ہوتی ہیں اور فنا نہیں ہوتیں	565
271	ٹھکانا مردے کی روح پر پیش کیا جاتا ہے یا اس کے اجزاء اصلیہ پر؟	566
272	روحیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں مگر لوٹ کر قبروں میں آجاتی ہیں	566
273	قبر میں مردے پر اس کا ٹھکانا پیش کرنے کی زیادہ تفصیل	566
	باب: ۹۰	
274	میت کا جنازہ اٹھانے کے بعد کلام کرنا	568
	باب: ۹۱	
275	مسلمانوں کی اولاد کے (ٹھکانے کے) متعلق کیا کہا گیا ہے؟	568
276	حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	569
	باب: ۹۲	
277	مشرکین کی نابالغ اولاد کے ٹھکانے کے متعلق جو اقوال ہیں	569
278	کفار کی نابالغ اولاد کے متعلق علماء اسلام کے اقوال	570
279	نابالغ بچوں کی آخرت میں آزمائش پر اس اعتراض کا جواب کہ یہاں حشر تو دار تکلیف نہیں ہے تو وہاں کیوں امتحان ہوگا؟	572
	باب: ۹۳	573
	باب: ۹۴	
280	پیر کے دن کی موت	575
281	پیر کے دن وفات کی تمنا کی فضیلت	576
282	پیر کے دن کی فضیلت	577
283	جمعہ کے دن وفات کی فضیلت	577
284	عمدہ کپڑوں میں کفن دینے کے متعلق احادیث اور آثار	577
285	حضرت ابوبکر نے پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی جو وصیت کی تھی اس کی توجیہ	578
	باب: ۹۵	
286	اچانک موت کا آجانا	578
287	حدیث مذکور کے رجال	579
288	مشکل الفاظ کے معانی	579

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اوران کے جوابات	509
200	بالعموم شہید کی نماز جنازہ اور بالخصوص سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پر حافظ ابن حجر کا اعتراض	511
201	حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات	511
202	شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی حضرت عقبہ کی حدیث پر حافظ ابن حجر کے اعتراضات	512
203	حافظ ابن حجر کے اعتراضات کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات	513
204	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	514
	باب:۷۳	
205	دو یا تین مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا	514
	باب:۷٤	
206	جس کے نزدیک شہداء کو غسل دینا جائز نہیں ہے	515
	باب:۷۵	
207	جس کو لحد میں پہلے رکھا جائے	515
	باب:۷٦	
208	قبر میں اذخر اور الحشیش (گھاس) کو رکھنا	516
209	حضرت ابراہیم کا مکہ کو حرم بنانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کو حرم بنانا	517
	باب:۷۷	
210	کیا کسی سبب کی وجہ سے میت کو قبر اور لحد سے نکالا جائے گا	517
211	شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی	518
	باب:۷۸	
212	قبر کو لحد اور شق کی صورت میں بنانا	519
	باب:۷۹	
213	جب بچہ اسلام لے آئے پس فوت ہو جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ اور کیا بچے کے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اوپر اسلام کو پیش کیا جائے گا؟	520
214	مشرکین کی اولاد کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	520
215	حدیث مذکور کے رجال	522
216	مشکل الفاظ کے معانی اور ابن صیاد کے دعویٰ نبوت کا بطلان	523
217	ابن صیاد کے دجال ہونے یا نہ ہونے کے متعلق علماء کے اقوال اور ان کے دلائل	523
218	ابن صیاد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کیوں نہیں کیا جب کہ اس نے آپ کے سامنے دعویٰ نبوت کیا تھا؟	524
219	آیت دخان کو دل میں چھپانے کی توجیہ	524
220	بعض الفاظ کے معانی	526
221	کافر سے اور نو عمر لڑکوں سے خدمت لینا اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا اور ان کو اسلام کی تبلیغ کرنا	526
222	حدیث مذکور کے رجال	527
223	حدیث مذکور میں فطرت کے متعدد معانی اور ان پر حافظ ابن عبد البر کے اعتراضات اور مصنف کے نزدیک فطرت کا محمل	528
	باب:۸۰	
224	جب مشرک موت کے وقت لا الٰہ الا اللہ پڑھے	530
225	حدیث مذکور کے رجال اور اس حدیث کی سند کی تحقیق	531
226	مشکل الفاظ کے معانی اور ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کا تذکرہ	532
227	جب موت کے وقت کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے کے لیے کیوں فرمایا؟	532

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
289	اچانک موت کی کراہت کے متعلق احادیث	579
290	ایصال ثواب کے متعلق احادیث	580
291	ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء	581
	باب: ۹۶	
292	وہ احادیث جو نبی ﷺ کی قبر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کے متعلق ہیں	582
293	حدیث مذکور کے رجال	583
294	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت	583
295	حدیث مذکور کے رجال	584
296	قبر کو کوہان کی صورت میں بنانا مستحب ہے یا مسطح اور نبی ﷺ کی قبر کس طرح تھی؟	584
297	فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات	585
298	حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت	586
299	حضرت عمر کا قدم ظاہر ہونے کا سبب	587
300	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع	588
301	حدیث مذکور کے رجال	589
302	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ	589
	باب: ۹۷	
303	مُردوں کو بُرا کہنے کی ممانعت	590
304	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی خطاؤں کا ذکر کیا گیا ہے	590
305	انبیاء علیہم السلام کی ظاہری خطاؤں کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے	591
306	اس اعتراض کا جواب کہ اسماء رجال کی کتب میں مُردہ راویوں کے عیوب بیان کیے جاتے ہیں	591
	باب: ۹۸	
307	بدترین مُردوں کا ذکر کرنا	591
308	اس عنوان کے تحت امام بخاری پر حدیث مرسل لانے کا طعن	592
309	ابولہب کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کرنے کی توجیہ	592
310	"کتاب الجنائز" کی تکمیل	593
	۲۴- کتاب الزکوٰۃ	594
1	زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی، زکوٰۃ کے وجوب کا سبب اور زکوٰۃ کی حکمتیں	594
	باب: ۱	
2	زکوٰۃ کا وجوب	594
3	حدیث مذکور کے رجال	595
4	حضرت معاذ کو یمن بھیجنے کی تاریخ	595
5	ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل نہ کرنے پر فقہاء شافعیہ کی دلیل اور اس کا جواب	596
6	ائمہ ثلاثہ کا یتیم کے مال میں زکوٰۃ کو واجب کرنا اور امام ابوحنیفہ کا اس کے مال سے وجوب زکوٰۃ کو ساقط کرنا	596
7	اشعث بن الصباح کا ضعف	597
8	توحید و رسالت کی گواہی کو مقدم رکھنا، کفار کا فروع شریعت کا مخاطب نہ ہونا اور روزے اور حج کے ذکر نہ کرنے کی توجیہ	598
9	حدیث مذکور کے رجال	599
10	"مالہ، مالہ" اور "ارب" کے معانی	599
11	حدیث مذکور کے رجال	600
12	حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح	600
13	عشرہ مبشرہ کے علاوہ جن صحابہ کا نام لے کر جنت کی بشارت دی	600
14	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	601
15	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کفار عرب کی	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اقسام	603
16	اس سوال کا جواب کہ حضرت ابوبکر کے عہد میں منکرین زکوٰۃ کو کافر نہیں قرار دیا گیا تو کیا اب بھی یہی حکم ہے؟	603
	باب:۲	
17	زکوٰۃ کی ادائیگی پر بیعت کرنا	604
	باب:۳	
18	زکوٰۃ نہ دینے والے کا گناہ	604
19	حدیث مذکور کے رجال	606
20	حدیث مذکور کے فوائد	606
21	حدیث مذکور کے رجال	607
22	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل اور سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب	607
	باب:۴	
23	جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز (خزانہ) نہیں ہے	608
24	حدیث مذکور کے رجال	608
25	زکوٰۃ کی فرضیت کی تاریخ	609
26	زکوٰۃ ادا کرنے سے مال اور مال دار کا پاک ہونا	609
27	حدیث مذکور کے رجال	610
28	مشکل الفاظ کے معانی	610
29	زمین کی پیداوار میں عشر کے وجوب کے متعلق اختلاف فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	610
30	حدیث مذکور کے رجال	613
31	ربذہ کا معنی اور حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف	614
32	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو شہر بدر کرنے کی توجیہ اور دیگر مسائل	614

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
33	حدیث مذکور کے رجال	616
34	جمہور صحابہ کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نظریہ سے مزاحمت نہ کرنے کی توجیہ	616
	باب:۵	616
35	مال کو اس کے مصرف میں خرچ کرنا	616
	باب:۶	
36	صدقہ میں ریاء	617
37	ریاء کاری کی مذمت میں احادیث	618
	باب:۷	
38	اللہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا اور اللہ صرف پاکیزہ کمائی سے صدقہ قبول کرتا ہے	619
39	پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنا	620
40	حدیث مذکور کے رجال	621
41	مشکل الفاظ کے معانی	621
	باب:۹	
42	رد کیے جانے سے پہلے صدقہ کرنا	622
43	حدیث مذکور کے رجال	622
44	حدیث مذکور کے رجال	623
45	مشکل الفاظ کے معانی	624
46	حدیث مذکور کے رجال	624
47	چالیس عورتیں جو ایک مرد کے زیر کفالت ہوں گی ان کی تفصیل' اس دور کا بیان اور پچاس عورتوں کی حدیث سے تعارض کا جواب	624
	باب:۱۰	
48	دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا صدقہ کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے	625
49	اللہ کی رضا جوئی کے لیے صدقہ دینے کی صورتیں	625
50	صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتا کر اس کا اجر	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	ضائع کرنے کی مثال	626
51	حدیث مذکور کے رجال	627
52	منافقین کے استہزاء کا بیان	627
	باب:۱۱	
53	کون سا صدقہ افضل ہے اور مال کے خواہش مند	
	اور تندرست آدمی کا صدقہ	628
54	حدیث مذکور کے رجال	629
55	افضل صدقہ کا مصداق اور صحت اور مال کی خواہش	
	کے وقت صدقہ کی فضیلت کی توجیہ	629
	باب:۰۰۰	630
56	امام بخاری کا اپنی روایت میں حضرت زینب کی	
	جگہ حضرت سودہ کو ذکر کرنا	630
	باب:۱۲	
57	دکھا کر صدقہ دینا	632
58	علانیہ صدقہ کے ثبوت میں احادیث	632
	باب:۱۳	
59	خفیہ طور پر صدقہ کرنا	634
60	خفیہ طور پر صدقہ دینے کی فضیلت میں دیگر احادیث	634
	باب:۱۴	
61	جب لاعلمی میں کسی غنی پر صدقہ کیا گیا	634
62	حدیث میں مذکور بعض جملوں کی وضاحت اور لاعلمی	
	میں غیر مستحق کو زکوٰۃ ادا کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	635
	باب:۱۵	
63	جب کسی شخص نے لاعلمی میں اپنے بیٹے کو زکوٰۃ	
	دے دی	636
64	حدیث مذکور کے رجال	636
65	رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کے متعلق مذاہب فقہاء	637

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۶	
66	دائیں ہاتھ سے زکوٰۃ دینا	637
	باب:۱۷	
67	جس نے اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور خود	
	صدقہ نہیں دیا	638
	باب:۱۸	
68	وہی صدقہ مقبول ہے جس کے بعد صدقہ دینے والا	
	غنی رہے	639
69	تمام مال صدقہ کرنے کی تحقیق	639
70	اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی تحقیق	642
71	عیال پر خرچ کرنے کی ترتیب اور تفصیل	643
72	حدیث مذکور کے رجال	644
73	اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی مزید تفصیل	644
	باب:۱۹	
74	دے کر احسان جتانے والا	645
	باب:۲۰	
75	جس نے اپنے دن سے پہلے صدقہ دینے کو پسند کیا	645
	باب:۲۱	
76	صدقہ کی ترغیب دینا اور اس میں شفاعت کرنا	646
77	حدیث مذکور کے رجال	646
78	سفارش کرنے کی فضیلت	647
79	حدیث مذکور کے رجال	648
80	تھیلی کو باندھ کر رکھنے کا معنی	648
	باب:۲۲	
81	استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا	648
	باب:۲۳	
82	صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے	649

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۲۴	
83	جس نے حالت شرک میں صدقہ کیا' پھر اسلام قبول کرلیا	650
84	حدیث مذکور کے رجال	650
85	زمانہ کفر میں کی ہوئی نیکیوں کی جزاء کی تحقیق	650
	باب: ۲۵	
86	جب نوکر مالک کے حکم سے صدقہ کرے اور اس کی نیت مالک کا مال برباد کرنا نہ ہوتو اس کا ثواب	651
87	حدیث مذکور کے رجال	651
88	حدیث میں مذکور خزانچی کی قیود کے فوائد	651
	باب: ۲۶	
89	جب کوئی عورت صدقہ کرے یا خاوند کے گھر سے کھلائے اور اس کا مال برباد کرنے کی نیت نہ ہوتو اس کا ثواب	652
	باب: ۲۷	
90	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہاO اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہاO پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گےO اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہاO اور نیک باتوں کی تکذیب کیO پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گےO (الیل: ۱۰۔۵)	653
91	حدیث مذکور کے رجال	654
92	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے فرشتوں کی دعا	654
	باب: ۲۸	
93	صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال	654
94	مال خرچ کرنے کی وجہ سے دنیا میں عیوب کی پردہ پوشی اور آخرت میں اجر وثواب	655
	باب: ۲۹	
95	کمائی اور تجارت سے صدقہ کرنا	655
96	ناپسندیدہ اور ناکارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کی ممانعت کے متعلق احادیث	656
	باب: ۳۰	
97	ہر مسلمان پر صدقہ کرنا فرض ہے' جس کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو وہ کوئی نیک کام کرے	656
98	حدیث مذکور کے رجال	657
99	صدقہ کی صورتیں	657
	باب: ۳۱	
100	زکوۃ اور صدقہ میں سے کتنی مقدار دی جائے اور جس آدمی نے بکری دی	658
101	حدیث مذکور کے رجال	658
102	فقیر کو اپنی زکوۃ کی کتنی مقدار دی جائے؟ اس کے متعلق مذاہب ائمہ	658
	باب: ۳۲	
103	چاندی کی زکوۃ	659
	باب: ۳۳	
104	زکوۃ میں چیزوں کا لینا	660
105	حدیث مذکور کے رجال	661
106	زکوۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوۃ ادا کرنے کا جواز	661
107	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی دلیل کا جواب	661
108	حافظ ابن حجر اور غیر مقلدین کا آثار صحابہ اور حدیث رسول کو مسترد کرنا اور مصنف کے جوابات	662

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۴	
109	متفرق جانوروں کو جمع نہ کیا جائے اور جو جانور جمع ہوں ان کو متفرق نہ کیا جائے	663
	باب:۳۵	
110	اگر دو شخص شریک ہوں تو زکوٰۃ کا خرچ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں	664
	باب:۳۶	
111	اونٹوں کی زکوٰۃ	664
112	حدیث مذکور کے رجال	665
113	دیہاتیوں کے اوپر ہجرت کا سخت ہونا	665
	باب:۳۷	
114	جس کی زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو	665
	باب:۳۸	
115	بکریوں کی زکوٰۃ	666
	باب:۳۹	
116	زکوٰۃ میں بوڑھا اور عیب والا اور نر جانور نہیں دیا جائے گا مگر جب عامل اس کا لینا مناسب سمجھے	668
	باب:۴۰	
117	بکری کے بچے کو زکوٰۃ میں دینا	668
	باب:۴۱	
118	زکوٰۃ میں لوگوں کا عمدہ مال نہ وصول کیا جائے	669
	باب:۴۲	
119	پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے	669
	باب:۴۳	
120	گایوں کی زکوٰۃ	669
121	گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار	671
	باب:۴۴	
122	رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا	671
123	حدیث مذکور کے مسائل اور حضرت ابوطلحہ کی دریا دلی اور نبی ﷺ کی بے نفسی	672
124	مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء	673
125	مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق احادیث مطلقہ	674
126	مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق خصوصی احادیث	675
127	جب زیورات بہ مقدار نصاب ہوں تو ان میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق فقہاء تابعین کے آثار	676
128	زیورات میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کے جوابات	676
	باب:۴۵	
129	مسلمان پر اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے	677
130	گھوڑوں میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل	677
	باب:۴۶	
131	کسی مسلمان پر اس کے غلام میں صدقہ واجب نہیں ہے	678
	باب:۴۷	
132	یتیموں پر صدقہ کرنا	679
133	حدیث مذکور کے رجال	680
134	کبھی کبھار اچھی چیز سے بری چیز کا ظاہر ہونا	680
	باب:۴۸	
135	خاوند اور گود میں زیر پرورش یتیم بچوں پر زکوٰۃ کو خرچ کرنا	681

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
136	حدیث مذکور کے رجال	682
137	حضرت زینب کے زیر کفالت یتیم بچوں کا مصداق اور حضرت بلال کا رسول اللہ ﷺ کو حضرت زینب کی خبر دینا	682
138	حدیث مذکور کے رجال	683
139	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابوسلمہ سے اولاد	683
140	شوہر پر زکوۃ خرچ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	683
141	اس پر دلیل کہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ان پر جو مال خرچ کرتی تھیں وہ زکوۃ نہیں تھا	684
142	شافعی مالکی اور غیر مقلد علماء کا شوہر کو زکوۃ دینے کے عدم جواز میں امام اعظم کے موقف کی تائید کرنا	685
	باب: ۴۹	
143	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور مقروضوں کو اور اللہ کی راہ میں زکوۃ دی جائے۔ (التوبہ:۶۰)	686
144	رسول اللہ ﷺ کا غنی کرنا حضرت خالد کے زکوۃ نہ دینے کی توجیہ اور حضرت عباس پر صدقہ کرنے کی توجیہ	688
145	جس جنس میں زکوۃ واجب ہو اس جنس کے بجائے اس کی قیمت ادا کرنے کا جواز امام کے لیے زکوۃ کو مؤخر کرنے کا جواز اور وقت سے پہلے زکوۃ کی ادائیگی میں مذاہب	689
	باب: ۵۰	
146	سوال کرنے سے رُکنا	689
147	ضرورت کے وقت سوال کرنے کا جواز تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے	690
148	سوال کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث	691
149	حدیث مذکور کے رجال	693
150	مقتدر اعلیٰ سے سوال کرنے کا جواز زیادہ سوال کرنے کی کراہت اپنی اجرت کے سوال کرنے کا جواز اور بیت المال میں مسلمانوں کے حق کے متعلق فقہاء کے مذاہب	694
	باب: ۵۱	
151	جس کو اللہ تعالیٰ نے بغیر سوال کے اور بغیر نفس کے جھکانے کے عطا کیا" اور ان کے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا حق ثابت تھا"	694
152	"اشراف نفس" کا معنی	695
153	رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو جو مال عطا کیا تھا وہ صدقہ نہیں تھا	695
154	جب کسی شخص کو کوئی مال عطا کرے تو اس کو وہ لے لینا چاہیے	696
155	بعض فقہاء کے نزدیک حاکم اور سلطان کا عطیہ قبول کرنا حرام یا مکروہ ہے	696
156	بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک حاکم کا عطیہ قبول کرنا مستحب ہے	696
157	حاکم کا عطیہ قبول کرنے پر بعض اعتراضات کے جوابات	697
158	حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض کے نزدیک ناجائز ہونا	697
159	حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک جائز ہونا	697
160	مقتدر اعلیٰ کا کسی ترجیح کی بناء پر خوش حال لوگوں کو عطا کرنا	698
	باب: ۵۲	
161	جس نے اپنے مال کو زیادہ کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کیا	699

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
162	حدیث مذکور کے رجال	700
163	بلاضرورت سوال کرنے والے کی قیامت کے دن سزا	700
	باب:۵۳	
164	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔ (البقرہ:۲۷۳) اور خوش حالی کی کتنی مقدار ہے	700
165	مسکین اور فقیر کے معنی کی تحقیق	702
166	آدمی کے پاس کس قدر مال ہو تو اس کے لیے سوال کرنا اور صدقہ لینا جائز نہیں ہے	703
167	حدیث مذکور کے رجال	704
168	''قیل وقال'' کا معنی	704
169	کثرت سوال کی متعدد صورتیں	705
170	مال ضائع کرنے کی متعدد صورتیں	706
	باب:۵۴	
171	درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو دیکھ کر اتری ہوئی کھجوروں کا اندازہ کرنا	708
172	حدیث مذکور کے رجال	710
173	حجر کی وادی القریٰ اور ایلہ کا مصداق	710
174	احد پہاڑ کا نبی ﷺ سے محبت کرنا حقیقت پر مبنی ہے اور اس کی بہ کثرت نظائر اور شواہد	710
175	آپ پہاڑ کی محبت کا جواب بھی محبت سے دیتے تھے	711
176	''خرص'' کے متعلق مذاہب فقہاء	712
177	''خرص'' کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی مؤید احادیث اور ان کے جوابات	712
178	''خرص'' کی ممانعت کے متعلق احادیث	713
	باب:۵۵	
179	جس زمین کو بارش کے پانی یا جاری پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے	715
180	شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء	716
181	شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار	716
	باب:۵۶	
182	پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے	717
	باب:۵۷	
183	جب درختوں سے کھجوروں کو اتارا جائے اس وقت صدقہ (عشر) لیا جائے اور کیا بچوں کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کو ہاتھ لگائیں؟	718
184	حدیث مذکور کے رجال	718
185	درختوں سے پھل اتارنے کے بعد ان میں سے کچھ پھلوں کو صدقہ کرنا	719
186	سادات پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب فقہاء	720
187	جن سادات پر صدقہ حرام ہے ان کے مصادیق	720
188	مسجد میں اور سلطان کے پاس صدقات جمع کرانے اور جن کاموں میں عام لوگوں کا مفاد ہو ان کو مسجد میں انجام دینے کا جواز اور دیگر مسائل	721
	باب:۵۸	
189	جس نے اپنے پھل فروخت کیے یا کھجور کے درخت یا زمین یا کھیت حالانکہ اس میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا پس اس نے کسی اور مد میں سے زکوۃ ادا کر دی یا اس نے اپنے وہ پھل فروخت کیے جن میں صدقہ واجب نہیں ہوا تھا	721
190	امام شافعی کا پکے ہوئے پھلوں کی بیع کو ناجائز قرار دینا اور امام بخاری کا ان پر رد کرنا کہ یہ حدیث کے خلاف ہے	722

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
191	امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر کا بے جا قید کا اضافہ کرنا	723
192	حافظ ابن حجر کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید	723
	باب: ۵۹	
193	کیا انسان اپنے صدقہ کو خرید سکتا ہے؟	725
194	صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء	726
195	جہاد کے لیے صدقہ کرنے کی فضیلت اور ہبہ کر کے واپس لینے کی کراہت	727
	باب: ۶۰	
196	نبی ﷺ کے لیے صدقہ کا ذکر	727
197	نبی ﷺ اور آپ کی آل پر کون سا صدقہ حرام ہے؟ آیا صرف فرض یا نفلی صدقہ بھی حرام ہے؟	728
198	نبی ﷺ پر زکوۃ حرام ہونے کے متعلق احادیث	729
	باب: ۶۱	
199	نبی ﷺ کی ازواج کی باندیوں پر صدقہ	730
200	حدیث مذکور کے رجال	731
201	نبی ﷺ اور ان کی باندیوں پر صدقہ کا حرام نہ ہونا	731
202	بنو ہاشم کے غلاموں پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب	731
203	مردار کی رنگی ہوئی کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء	732
	باب: ۶۲	
204	جب صدقہ منتقل ہو جائے	732
205	حدیث مذکور کے رجال	733
	باب: ۶۳	
206	مال داروں سے صدقہ لے کر فقراء کی طرف لوٹانا خواہ وہ کہیں ہوں	733
	باب: ۶۴	
207	زکوۃ دینے والے کے لیے امام کی صلوٰۃ اور دعا	734
208	صلوٰۃ کا معنی	734
209	علامہ عینی کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے	735
210	علامہ ابن بطال کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد نماز جنازہ ہے	735
211	التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ کی تفسیر میں علامہ عینی اور علامہ ابن بطال کے نزاع میں مصنف کا محاکمہ	735
212	امام پر زکوۃ دینے والے کے لیے دعا کرنا واجب ہے یا مستحب؟	736
213	حدیث مذکور کے رجال اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کا تذکرہ اور امام اعظم کا انہیں پانا	737
214	غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں مذاہب فقہاء	737
215	غیر انبیاء علیہم السلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں علماء اہل سنت اور علماء شیعہ کا موقف	737
216	انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں جمہور علماء کا موقف	738
217	انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے غیر کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات	738
218	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی ممانعت کے دلائل	739
	باب: ۶۵	
219	جو چیزیں سمندر سے نکالی جاتی ہیں	740
220	عنبر کے معنی کی تحقیق	740
221	حدیث مذکور کا مکمل متن	741

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
222	حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور امام بخاری کا مقصود	742
223	سمندر سے نکالے گئے موتیوں اور عنبر میں وجوب زکوۃ کے متعلق اختلاف فقہاء	742
	باب:٦٦	
224	رکاز میں خمس (پانچواں حصہ) ہے	743
225	امام بخاری کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کہ وہ کان میں خمس ادا کرنے کو واجب بھی کہتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں	744
226	امام بخاری کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور کان کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل	745
227	کان کے حکم کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	746
228	امام بخاری کے امام اعظم پر اعتراض اور مصنف کے جواب کا خلاصہ	746
229	علامہ ابن بطال، علامہ ابن حجر اور شیخ وحید الزمان کا اس مقام پر امام بخاری کے مقابلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کی تائید کرنا	747
230	تنبیہات	747
231	جانور کے کیے ہوئے نقصان کی ضمانت میں مذاہب فقہاء	748
232	کنویں میں اور کان میں گرنے والے کا تاوان نہ ہونا	748
233	رکاز کا مصداق	748
234	رکاز میں نصاب کی شرط کے متعلق مذاہب فقہاء	749
	باب:٦٧	
235	اللہ عزوجل کا ارشاد: اور زکوۃ کی وصول یابی پر مامور لوگ (التوبہ:٦٠) اور امام کا عاملین کا محاسبہ کرنا	749
236	حدیث مذکور کا مکمل متن	750
237	عاملین زکوۃ سے حساب لینا اور دیگر فقہی مسائل	750
	باب:٦٨	
238	صدقہ کی اونٹنیوں اور ان کے دودھ کو مسافروں کے لیے استعمال کرنا	751
	باب:٦٩	
239	صدقہ کے اونٹوں پر امام کا اپنے ہاتھ سے داغ لگانا	752
240	حدیث مذکور کے رجال	752
241	گھٹی دینے کا بیان	752
242	علامت کے لیے جانوروں کے جسم پر داغ لگانے کے جواز یا استحباب میں مذاہب فقہاء	752
243	شوافع کا فقہاء احناف پر یہ افتراء کہ وہ داغ لگانے سے منع کر کے حدیث کی مخالفت کرتے ہیں	753
244	جانوروں پر داغ لگانے کے ثبوت میں فقہاء احناف کی عبارات	753
245	غیر مقلدین کا فقہاء احناف پر افتراء کہ وہ جانوروں پر داغ لگانے سے منع کرتے ہیں	753
246	صحابہ کا رسول اللہ ﷺ کے لعاب سے برکت حاصل کرنا	754
	باب:٧٠	
247	صدقہ فطر کا فرض ہونا	754
248	صدقہ فطر کی تعریف، حکم، شرط، رکن اور مسائل	754
249	صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب ائمہ اور امام اعظم کے مذہب پر دلیل	755
250	حدیث مذکور کے رجال	756
251	احکام شرعیہ کا رسول اللہ ﷺ کی طرف مفوض ہونا اور صدقہ فطر کے وجوب کی دلیل	756
252	جو بچہ عید کے دن پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	فطر ادا کرنے کے وجوب میں مذاہب فقہاء	756
253	کتنے مال کی ملکیت پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے' اس میں مذاہب فقہاء	757
254	بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر لازم ہونے میں مذاہب فقہاء	757
	باب:۷۱	
255	صدقہ فطر کا تمام مسلمانوں پر واجب ہونا حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں پر بھی	757
	باب:۷۲	
256	جَو سے چار کلوگرام صدقہ فطر ادا کرنا	758
	باب:۷۳	
257	چار کلوگرام طعام یا دوسرے اناج سے صدقہ فطر ادا کرنا	758
	باب:۷۴	
258	چار کلوگرام کھجوروں سے صدقہ فطر ادا کرنا	758
259	گندم سے صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار چار کلوگرام ہے یا دو کلوگرام؟	759
260	ایک صاع (چار کلو) گندم صدقہ فطر دینے کی تائید میں ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کے جواب	759
261	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نصف صاع (دو کلو گندم) صدقہ فطر کے متعلق احادیث	760
	باب:۷۵	
262	ایک صاع (چار کلو) کشمش سے	761
	باب:۷۶	
263	عید سے پہلے صدقہ دینا	762
	باب:۷۷	
264	آزاد اور غلام پر صدقہ فطر کا وجوب	762

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۷۸	
265	چھوٹے اور بڑے کو صدقہ فطر دینا	763
266	قربانی کے جانوروں اور صدقہ فطر میں تنوع	764
267	''کتاب الزکوٰۃ'' کا اختتام	765
	۲۵-کتاب الحج	766
1	''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الحج'' درج کرنے کی توجیہ' حج کا لغوی اور شرعی معنی اور حج کی مشروعیت کی تاریخ	766
	باب:۱	
2	حج کا وجوب اور اس کی فضیلت	767
3	بیت اللہ کے اسماء	767
4	حج کی استطاعت کی تفصیل	767
5	استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید	768
6	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کیے؟	768
7	حلال آمدنی سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام آمدنی سے حج کرنے کی مذمت	768
8	حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ' حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے اور عورت کو منع نہ کرنے کی توجیہ	769
9	حج بدل کرنے میں فقہاء اسلام کے مذاہب	769
10	حج بدل میں حج کس کا ہوگا؟ حج کرنے والے کا یا حج کروانے والے کا؟	770
11	حج بدل کرنے کے ثبوت میں دیگر احادیث	770
	باب:۲	
12	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے) وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے O تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حاضر ہوں۔ (الحج: ۲۸۔۲۷)	771
13	قیامت تک وہی حج کر سکیں گے جنھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار پر لبیک کہا تھا	771
14	حدیث مذکور کے رجال	772
15	سواری پر سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے یا پیدل چل کر؟	772
16	سواری پر حج کرنے کی فضیلت میں احادیث	772
17	پیدل حج کرنے کی فضیلت میں احادیث	773
18	سواری پر حج کرنے والوں کو ملال نہیں کرنا چاہیے	773
	باب: ۳	
19	پالان پر سوار ہو کر حج کرنا	774
20	حدیث مذکور کے رجال	775
	باب: ۴	
21	حج مقبول کی فضیلت	775
22	حدیث مذکور کے رجال	776
23	حج کے جہاد سے افضل ہونے کی توجیہ	776
24	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلنے پر روافض کا اعتراض اور اس کا جواب	776
25	حدیث مذکور کے رجال	777
26	''رفث'' اور ''فسوق'' کا معنی	777
27	ملا علی قاری کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ حقوق العباد معاف ہوتے ہیں	778
28	مصنف کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں	778
29	حج کرنے والے کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دینا	779
30	حج کرنے والے کے ذمہ حقوق العباد کو معاف فرما دینا	779
31	اس حدیث سے استدلال کہ حج کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو	780
32	اس اعتراض کا جواب کہ پھر تو قاتلوں اور زانیوں کے لیے معاملہ آسان ہے وہ قتل اور زنا کریں اور حج کر کے اپنی مغفرت کرا لیں	780
	باب: ۱۸	
33	حج اور عمرہ کے مواقیت کا تقرر	780
34	قرن، ذوالحلیفہ اور الجحفہ کا بیان	781
35	مواقیت مذکورہ سے احرام باندھنے کا وجوب اور جو شخص بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو اس کا شرعی حکم	782
	باب: ۶	
36	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور سفر خرچ تیار کرو اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے (البقرہ: ۱۹۷)	782
37	حدیث مذکور کے رجال	783
38	اشیاء پر توکل کرنے کا شدید حرام ہونا	783
39	توکل کی صحیح تعریف	783
	باب: ۷	
40	حج اور عمرہ میں اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ	783
41	یلملم کی تعیین اور پاکستان کے کسی شہر سے احرام باندھنے کی جگہ	784
	باب: ۸	
42	اہل مدینہ کا میقات اور وہ لوگ ذوالحلیفہ پہنچنے سے پہلے احرام نہ باندھیں	785
	باب: ۹	
43	اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ	785

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۱۰	
44	اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ	786
	باب: ۱۱	
45	جو لوگ مواقیت کے ماوراء رہتے ہوں ان کے احرام باندھنے کی جگہ	786
	باب: ۱۲	
46	اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ	787
	باب: ۱۳	
47	اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے	787
48	حدیث مذکور کے رجال	788
49	اس اعتراض کا جواب کہ بصرہ اور کوفہ حضرت عمر کے عہد میں فتح نہیں ہوئے تھے اور حدیث میں مذکور ہے: جب یہ دونوں شہر فتح ہو گئے تھے	788
50	اس پر دلیل کہ ذات عرق کو نبی ﷺ نے ہی میقات بنایا تھا' حضرت عمر نے صرف اس حکم کی تبلیغ کی تھی	788
51	ذات عرق کو میقات قرار دینے کے متعلق نبی ﷺ کی احادیث	789
52	حافظ ابن حجر کی امام شافعی کی تائید میں ان احادیث کو مشکوک قرار دینے کی لاحاصل سعی اور مصنف کا امام ابوحنیفہ کی تائید میں متعدد احادیث صحیحہ کو درج کرنا	789
53	ان احادیث پر امام شافعی کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ کے عہد میں تو عراق آباد نہیں ہوا تھا	790
	باب: ۱۴	791
	باب: ۱۵	
54	نبی ﷺ کا راستہ کے درخت سے نکلنا	791

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۱۶	
55	نبی ﷺ کا ارشاد کہ عقیق مبارک وادی ہے	792
56	حدیث مذکور کے رجال	792
57	آپ کے پاس آنے والے کا مصداق' آپ نے وادی عقیق میں کون سی نماز پڑھی تھی؟ اور عمرہ کا حج میں ہونے کا معنی	793
58	وادی عقیق کی فضیلت اور اس پر دلیل کہ آپ کا حج' حج قران تھا	793
59	رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کے قیام کی جگہوں پر خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا نازل ہونا	794
	باب: ۱۷	
60	اگر کپڑوں پر خوشبو کا لیپ ہو تو احرام باندھنے سے پہلے اس کو تین بار دھونا چاہیے	794
61	حدیث مذکور کے رجال	795
62	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کے جواز میں امام بخاری کے دلائل اور مانعین کے جوابات	795
63	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے میں اختلاف ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر احادیث سے دلائل	796
64	وحی خفی کا ثبوت اور کسی مسئلہ کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے' عالم کو چاہیے کہ وہ یقین حاصل کرنے کے بعد جواب دے اور دیگر مسائل	797
	باب: ۱۸	
65	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا' اور جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو کیا پہنے؟ اور وہ کنگھی کرے اور تیل لگائے	797
66	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا استحباب	799
	باب: ۱۹	
67	جس نے بال جما کر احرام باندھا	799

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
68	حدیث مذکور کے رجال	800
69	تلبیہ کے کلمات اور تلبید کا معنی	800
70	محرم کے لیے بالوں کو چپکانے میں مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل	800
	باب:۲۰	
71	مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ پڑھنا	800
72	نبی ﷺ کے احرام باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف	801
73	نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کا منشاء	802
74	نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں مذاہب ائمہ	802
	باب:۲۱	
75	محرم کون سے کپڑے نہ پہنے	803
	باب:۲۲	
76	حج میں سواری پر بیٹھنا اور کسی کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا	803
77	سواری پر بیٹھ کر حج کرنے کی فضیلت	804
	باب:۲۳	
78	محرم کپڑوں چادروں اور تہبندوں پر مشتمل جو لباس پہنے	804
79	نبی ﷺ کے حج قران کا ثبوت	806
80	رنگ دار کپڑے کا احرام پہننے کی تحقیق	806
	باب:۲٤	
81	جس نے صبح تک رات ذوالحلیفہ میں گزاری	807
	باب:۲۵	
82	بلند آواز سے تلبیہ (اللّٰھم لبیك) پڑھنا	808
	باب:۲٦	
83	تلبیہ ("اللّٰھم لبیك" کہنا)	808

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
84	تلبیہ کا معنی	808
85	تلبیہ پڑھنے کا شرعی حکم	809
86	تلبیہ میں اضافہ کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء	809
	باب:۲۷	
87	سواری پر بیٹھتے وقت احرام باندھنے سے پہلے "الحمد للّٰہ" "سبحان اللّٰہ" اور "اللّٰہ اکبر" پڑھنا	810
	باب:۲۸	
88	جس نے اس وقت احرام باندھا جب اس کی سواری سیدھی کھڑی ہوگئی	810
	باب:۲۹	
89	قبلہ کی طرف منہ کرکے احرام باندھنا	811
	باب:۳۰	
90	وادی میں اترتے وقت تلبیہ کہنا	812
91	حدیث مذکور کے رجال	812
92	نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا اور المہلب کا اس حدیث کو غلط قرار دینا	812
93	حافظ ابن حجر عسقلانی کا المہلب پر رد کرنا اور اس حدیث کی متعدد توجیہات کرنا اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح کرنا	812
94	دیگر شارحین کا حافظ ابن حجر کی تقریر کو نقل کرنا	814
95	علامہ طیبی، محدث دہلوی اور دیگر علماء اسلام کی یہ تصریح کہ نبی ﷺ اپنے زمانہ میں ہر زمانہ کے احوال دیکھتے ہیں اور دیگر جوابات کا ذکر کرنا	814
96	غیر مقلد علماء کا نبی ﷺ کے کمالات بصر کا ذکر کرنا	816
	باب:۳۱	
97	حیض اور نفاس والی عورت کس طرح احرام باندھے	816

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
98	''اھلال'' کے متعدد معانی	816
99	''وما اھل بہ لغیر اللہ'' کے معنی کی تحقیق	817
100	علماء دیوبند کا مطلقاً غیر اللہ کے تقرب کو حرام قرار دینا	817
101	مصنف کے نزدیک بہ طور عبادت غیر اللہ کے تقرب کا حصول حرام ہونا اور دیگر صورتوں میں غیر اللہ کے تقرب کا حصول جائز ہونا	818
102	حجۃ الوداع کا معنی 'تنعیم کا محل وقوع' احناف کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حج قران ہونا اور قران میں دو سعی اور دو طواف ہونے کے دلائل	819
103	حج قران میں دو طواف اور دو سعی کرنے کے ثبوت میں احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	820
	باب: ۳۲	
104	جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے احرام کی مثل احرام باندھا	822
105	حدیث مذکور کے رجال	823
106	حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	823
107	حدیث مذکور کے رجال	825
108	حضرت ابوموسیٰ کو یمن بھیجنے کی تاریخ' حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی توجیہ' حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ دونوں کے پاس ھدی نہیں تھا' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنے احرام پر برقرار رہنے کا حکم دیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو احرام کھولنے کا حکم دیا؟	825
	باب: ۳۳	
109	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حج کے مہینے معروف ہیں اور جو شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو لازم کرلے تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں نہ گناہ اور نہ جھگڑا۔ (البقرہ: ۱۹۷)	826
	باب: ۳۴	
110	حج میں تمتع اور قران اور افراد اور جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اس کا حج کے احرام کو فسخ کرنا	829
111	حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان حج تمتع کرنے کے متعلق مباحثہ کے فوائد	830
112	عمرہ اور حج کو جمع کرنے یعنی قران اور تمتع کے جواز کے متعلق دیگر احادیث	831
113	حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما جو حج تمتع سے منع کرتے تھے اس کے متعلق شارحین کی آراء	832
114	زمانہ جاہلیت میں عربوں کا مہینوں کو موخر کرنا اور اسلام کا اس غلط رسم کو مٹانا	834
115	حرمت والے مہینے	835
116	مشرکین کا حرمت والے مہینوں کو موخر کرنے کی وجہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو رد فرمانا	835
117	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران کی دلیل اور دیگر مسائل	836
118	نیک عالم کے خواب سے شرعی مسئلہ پر استدلال' اپنے موقف کی تائید پر انعام دینا اور عالم کا علم پر نذرانہ لینا	837
	باب: ۳۵	
119	جس نے لبیک پڑھتے ہوئے حج کا نام لیا	838
	باب: ۳۶	
120	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حج تمتع کرنا	838
121	حدیث مذکور کے رجال	839
122	تمتع یا قران کی تائید میں قرآن مجید کی آیت اور حدیث میں مذکور شخص کا مصداق	839
	باب: ۳۷	
123	اس آیت کی تفسیر: یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ)	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶)	839
124	اہل حرم کے مصداق میں اختلاف فقہاء اور اہل مکہ کے لیے تمتع اور قران کے بلاکراہت جواز میں اختلاف ائمہ	839
125	حدیث مذکور کے رجال	841
126	مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی اور تفصیل	841
127	تمتع کی تعریف' شرائط اور تمتع کی قربانی میسر نہ ہونے کی صورت میں دس روزوں کے رکھنے کے مقام میں مذاہب ائمہ	841
	باب:۳۸	
128	مکہ میں دخول کے وقت غسل کرنا	842
	باب:۳۹	
129	دن یا رات کے وقت مکہ میں داخل ہونا	842
	باب:۴۰	
130	مکہ میں کہاں سے داخل ہو؟	843
131	الثنیۃ العلیاء اور الثنیۃ السفلیٰ کا معنی اور مکہ میں دخول اور خروج کے وقت راستہ بدلنے کی حکمتیں	843
	باب:۴۱	
132	مکہ سے کہاں سے باہر نکلے؟	844
	باب:۴۲	
133	مکہ کی فضیلت اور کعبہ کی تعمیر کا بیان	846
134	"مثابۃ" کا معنی	846
135	"امنا" کا معنی	846
136	مقام ابراہیم کی تعیین	847
137	کعبہ کی تعمیر کتنی بار کی گئی؟	847
138	کعبہ کی دیوار کے چار کونوں اور ان میں سے صرف دو کونوں کی تعظیم کا بیان	849
139	فقہاء احناف کے نزدیک کعبہ کے صرف دو کونوں	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کی تعظیم ہے اور اس کے ثبوت میں احادیث	849
140	رکن یمانی کو بوسہ دینے کی ممانعت	850
141	باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی کعبہ کی دیوار کے صرف دو کونوں کی تعظیم ہے	850
	باب:۴۳	
142	حرم کی فضیلت	852
	باب:۴۴	
143	مکہ کے گھروں میں وراثت جاری ہوگی اور ان کا بیچنا اور خریدنا جائز ہے' اور لوگ بالخصوص مسجد حرام میں برابر ہیں	854
144	حدیث مذکور کے رجال	855
145	آیت مذکور الصدر کی تاویل	855
146	مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرایہ پر دینے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء	855
147	مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرایہ پر دینے کی ممانعت کے دلائل اور ان کا ضعف	856
148	مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرایہ پر دینے کے جواز میں قرآن مجید اور احادیث وآثار سے استدلال	857
149	مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرایہ پر دینے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	858
	باب:۴۵	
150	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں اترنا	859
151	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں لکھے ہوئے صحیفہ کو دیمک کا کھالینا	860
	باب:۴۶	
152	اللہ عزوجل کا ارشاد	860
153	باب مذکور میں حدیث ذکر کرنے کی توجیہ	861

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
154	ابراہیم: ۳۵-۳۷ کی مختصر تفسیر	861
	باب: ۴۷	
155	اللہ تعالیٰ کا ارشاد	862
156	المائدہ: ۹۷ کی باب میں درج تین حدیثوں کی مناسبت کے اشارات	862
157	المائدہ: ۹۷ میں درج بعض اہم الفاظ کی شرح	862
158	چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کی شرح	863
159	کعبہ کی تخریب کے متعلق احادیث	863
160	اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو مامون قرار دیا ہے "پھر حجاج" قرامطہ اور حبشی کعبہ کی تخریب پر کس طرح قادر ہوئے؟	864
161	حدیث مذکور کے رجال	865
162	غلاف کعبہ کی تاریخ	865
163	حدیث مذکور کے رجال	866
164	یاجوج اور ماجوج کی تعریف	866
	باب: ۴۸	
165	کعبہ پر غلاف چڑھانا	866
166	حدیث مذکور کے رجال	866
167	اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے	867
168	کرسی کا مسئلہ اور کعبہ کے غلاف کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل	867
169	کعبہ کے پردوں کو کعبہ پر برقرار رکھنا اور پرانے پردوں کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا جواز	868
	باب: ۴۹	
170	کعبہ کو منہدم کرنا	868
171	آخر زمانہ میں کعبہ کو گرائے جانے کی حکمت	869
	باب: ۵۰	
172	حجر اسود کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے	869
173	حدیث مذکور کے رجال	870
174	حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع اس کے متعلق شارحین کی توجیہات	870
175	حضرت عمر کے اس قول سے حضرت علی کا اختلاف اور حضرت عمر کا رجوع کرنا	871
176	حجر اسود کے فضائل میں احادیث	872
	باب: ۵۱	
177	بیت اللہ کے دروازہ کو اندر سے بند کرنے کا جواز اور بیت اللہ کے اندر ہر جہت میں نماز پڑھنے کا جواز	872
178	کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	873
	باب: ۵۲	
179	کعبہ کے اندر نماز پڑھنا	873
	باب: ۵۳	
180	جو شخص کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوا	874
181	کعبہ کی تصویروں کو مٹانا	874
	باب: ۵۴	
182	جس نے کعبہ کی اطراف میں اللہ اکبر کہا	875
183	مشرکین کا تیروں سے فال نکالنا	875
	باب: ۵۵	
184	رمل کی ابتداء کس طرح ہوئی	875
185	طواف میں رمل کے متعلق مذاہب فقہاء	876
186	حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا بیان	876
	باب: ۵۶	
187	جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے طواف میں حجر اسود کی تعظیم کرے اور تین چکروں میں رمل کرے	876

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
188	طواف قدوم طواف زیارت اور طواف وداع کا بیان	877			
	باب:٥٧				
189	حج اور عمرہ میں رمل کرنا	877			
190	علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں غلط توجیہ کرنا	878			
191	مصنف کا علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کی غلطی کو واضح کرنا	879			
192	نعمۃ الباری کی تیسری جلد کا اختتام	879			
193	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد ثالث کی ڈائری	881			
194	ماخذ و مراجع	883			

AJCTM Trial Buy Now!

خطبة الکتاب

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم

الحمد للّٰه ربّ العالمین' الّذی جعلنا من المسلمین' ووصفنا بخیر امّة من الامم الماضین' وانعم علینا بتنزیل القرآن الکریم وهدانا به الی الصراط المستقیم. والصلوٰة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین' الذی شرح الفرقان باحادیثه وبیانه القویم' وکشف عن اسراره وغوامضه لهدایة الناس اجمعین' وانقذنا بحسن سیرته من الظلمات والضلال المبین. وعلی اله الطیبین واصحابه الطاهرین الذین قاموا باشاعة الدین المتین مع کمال الخلوص والجهد العظیم' وعلی ازواجه الطاهرات امهات المومنین' وعلی جمیع الائمة التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین.

وبعد فیقول العبد الفقیر الی مولاه القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربه السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیه نعمة الباری) توکلا علی رحمة اللّٰه وفضله العمیم. ولا یکون تحریره وتقریره وتکمیله الا بنعمته العظمٰی. فلذا سمیته بنعمة الباری فی شرح صحیح البخاری. (تقبله اللّٰه بلطفه وتغمدنی بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک له واشهد ان سیدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ باللّٰه من شرور نفسی ومن سیئات اعمالی. من یهده اللّٰه فلا مضل له ومن یضلل فلا هادی له. اللهم ارنی الحق حقًا وارزقنی اتباعه. اللهم ارنی الباطل باطلًا وارزقنی اجتنابه. اللهم اجعلنی فی تصنیف هذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدین. اللهم اجعله خالصا لوجهک الکریم ومقبولًا عندک وعند رسولک الرؤف الرحیم واجعله شائعًا ومستفیضًا ومفیضًا مرغوبًا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعله لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقة جاریة الی یوم القیمة وارزقنی زیارة النبی الکریم ﷺ فی الدنیا وشفاعته فی الاخرة واحینی علی الاسلام بالسلامة وامتنی علی الایمان بالکرامة. اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عهدک ووعدک ما استطعت. اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمین یا رب العالمین بجاه سید المرسلین ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار ورموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت وگمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایہ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف وعنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اُس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور ومقبول' مرغوب ومحبوب اور اثر آفریں بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقہ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

١٢ - كِتَابُ الْخَوْفِ

نمازِ خوف کا بیان

١ - بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنَّ الْكَافِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا۝ وَإِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى أَنْ تَضَعُوْا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ (النساء: ١٠٢-١٠١).

نمازِ خوف کے ابواب

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو (اس میں) کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرلو اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے' بے شک کافر تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں۝ اور (اے رسول مکرم!) جب آپ ان مسلمانوں کے درمیان ہوں اور آپ (حالتِ جنگ میں) نماز کے لیے کھڑے ہوں تو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کرلیں تو تمہارے پیچھے چلے جائیں اور مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ کر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) نماز پڑھے اور (وہ بھی) اپنے اسلحہ کے ساتھ مسلح رہیں' کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے اسلحہ اور سازوسامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ یک بارگی ٹوٹ کر تم پر حملہ کردیں' اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو اور (ضروری) سامان لیے رہو' بے شک اللہ نے کافروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۝ (النساء: ١٠٢-١٠١)

نمازِ خوف کا طریقہ' اس کی رکعت کی تعداد اور اس کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

النساء: ١٠١ میں فرمایا: '' وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ ''۔'' ضرب في الارض '' کا معنی ہے: زمین میں سفر کرنا' اور '' ضرب '' کے اور بھی کئی معانی ہیں۔

'' جناح '' اس کا معنی ہے: گناہ

''ان تقصروا'' اس آیت کا بہ ظاہر یہ معنی ہے کہ نماز کو قصر کرنے اور نماز پوری پڑھنے میں بندوں کو اختیار ہے اور نماز پوری پڑھنا افضل ہے اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ سفر میں قصر کرنا عزیمت (اصل) ہے رخصت نہیں ہے اور سفر میں پوری نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ قرآن مجید کی نص صریح سے حالت جنگ میں نماز کو قصر کرنا ثابت ہے' جیسا کہ النساء: ۱۰۲-۱۰۱ میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے اور حالت امن میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے یہ بتائیں کہ اب لوگ نماز میں قصر کرتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرلو اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے' اب وہ ایام نہیں رہے' حضرت عمر نے کہا: جس طرح تمہیں تعجب ہوا ہے اس طرح مجھے بھی تعجب ہوا تھا' سو میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے جس کا اللہ عزوجل نے تم پر صدقہ کیا ہے' سو تم اللہ عزوجل کا صدقہ قبول کر لو۔ (صحیح مسلم: ۶۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹' سنن ترمذی: ۳۰۳۴' سنن نسائی: ۱۴۳۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱' مشکوٰۃ: ۱۳۳۵' شرح السنۃ: ۵۸۵' کنز العمال: ۲۰۱۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۳۷' المنتقی: ۱۴۶)

اور دیگر یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ نے جب نماز فرض کی تو حضر اور سفر میں دو دو رکعت نماز فرض کی' پھر سفر میں یہ نماز برقرار رکھی گئی اور حضر میں نماز زیادہ کردی گئی۔ (صحیح البخاری: ۳۵۰' صحیح مسلم: ۶۸۵' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۸' سنن نسائی: ۴۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حضر میں چار رکعت نماز فرض کی اور سفر میں دو رکعت اور حالت خوف میں ایک رکعت۔ (صحیح مسلم: ۶۸۷' سنن ابوداؤد: ۱۲۴۷' سنن نسائی: ۴۵۵' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں' جمعہ دو رکعتیں ہیں اور عید (بھی) دو رکعتیں ہیں۔ (جمعہ اور عید کی) یہ کل نماز ہے' جو کہ بلا قصر ہے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہی ثابت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۳' سنن نسائی: ۱۴۱۹)

اس سے پہلے حضرت یعلیٰ بن امیہ کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: یہ اللہ کا صدقہ ہے' سو تم اس کو قبول کرو' یہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' پس اس سے معلوم ہوا کہ قصر کرنا واجب ہے۔

''ان یفتنکم'' یہ لفظ ''فتنہ'' سے بنا ہے اور ''فتنہ'' سے مراد یہاں پر جنگ اور قتال ہے۔

''واذا کنت فیھم'' اے رسول مکرم! جب آپ مسلمانوں کے درمیان ہوں۔ امام ابو یوسف نے آیت کے اس حصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نماز خوف مشروع نہیں ہے' امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز خوف کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے درمیان ہوں' دوسرے فقہاء نے امام ابو یوسف کے اس قول کو رد کر دیا ہے کیونکہ صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نماز خوف پڑھی ہے' اور نماز خوف کا سبب حالت جنگ ہے اور حالت جنگ آپ کے بعد بھی ہوتی رہی ہے۔ صحیح مسلم وغیرہا میں حالت جنگ میں ایک رکعت کا ذکر ہے' حضرت ابن عباس' حسن بصری اور طاؤس کا یہی مذہب ہے' اور حضرت ابن عمر' النخعی' ثوری' امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور باقی تمام فقہاء کے نزدیک نماز خوف دو رکعت ہے اور وہ ایک رکعت نماز کو جائز نہیں قرار دیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۶۸-۳۶۷' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹۴۲- حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال سالتہ ھل صلی النبی صلی اللہ علیہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں

وَسَلَّمَ يَعْنِي صَلٰوةَ الْخَوْفِ؟ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تعالى عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ، فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ، فَصَافَفْنَا لَهُمْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَنَا، فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ تُصَلِّي، وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ، وَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِي لَمْ تُصَلِّ، فَجَاءُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۹۴۳_۴۱۳۲_۴۱۳۳_۴۵۳۵]

نے کہا: میں نے شعیب سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کے غزوہ میں گیا' پس ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا' پھر ہم نے ان کے لیے صفیں بنائیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہمیں نماز پڑھائی' پس ایک جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے رہی' جو جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اس کے ساتھ آپ نے رکوع کیا اور دو سجدے کیے' پھر وہ لوگ اس جماعت کی جگہ چلے گئے جو دشمن کے سامنے تھی اور اس نے نماز نہیں پڑھی تھی' پھر وہ لوگ آگئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے' پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پھر ان میں سے ہر جماعت کھڑی ہوئی اور اس نے اپنا اپنا رکوع کیا اور دو سجدے کیے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۹' الرقم المسلسل: ۱۹۱۰' سنن ابوداؤد: ۱۲۴۳' سنن ترمذی: ۵۶۴' سنن نسائی: ۱۵۳۹_۱۵۳۸_۱۵۳۷' سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۸' صحیح ابن حبان: ۲۸۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۶۷_۱۳۶۶_۹۸۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۵۶' شرح السنۃ: ۱۰۹۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۱۵۹۔ ج ۱۰ ص ۲۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۶۲۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۰۳۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان' الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۵) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۶۸)

اس حدیث کا عنوان ہے: نماز خوف کا بیان' اور اس حدیث میں نماز خوف کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

نجد کا محل وقوع اور اس کا حدود اربعہ

تہامہ سے عراق کی طرف جو اونچی زمین ہے اس کا نام نجد ہے' ڈاکٹر غلام جیلانی نے لکھا ہے: نجد کا لغوی معنی سطح مرتفع ہے' اس سے مراد عرب کا وسطی علاقہ ہے' اس کا مرکزی شہر ریاض ہے' اس کی حدود بدلتی رہی ہیں' ایک زمانہ میں یمن' تہامہ' عراق اور شام بھی نجد میں شامل تھے' لیکن ۱۹۷۱ء کے بعد اس کی حدود یہ ہیں: مشرق میں بحرین' مغرب میں حجاز' شمال میں عراق' جنوب میں صحراء۔

(معجم البلدان ص ۳۳۹)

اس حدیث میں جس غزوہ کا ذکر ہے وہ غزوہ ذات الرقاع ہے' یہ غزوہ ۴ھ میں ہوا تھا' اسی سال غزوہ بنی نضیر بھی ہوا تھا' یہی وہ غزوہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر کو نازل فرمایا تھا۔

اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ کون سے سن میں پہلی مرتبہ نماز خوف پڑھی گئی ہے' جمہور نے کہا: پہلی مرتبہ غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف پڑھی گئی ہے' غزوہ ذات الرقاع کے سن میں بھی اختلاف ہے اور اس میں یہ اقوال ذکر کیے گئے ہیں: ۴ھ' ۵ھ' ۶ھ' ۷ھ

امام ابن اسحاق اور علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ غزوہ شعبان ۴ھ میں ہوا ہے اور یہی قول معتمد ہے۔

یہ حدیث ہمارے اصحاب احناف کی دلیل ہے' ہمارے اصحاب نے نماز خوف کا یہی طریقہ بیان کیا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے نماز خوف کے حسب ذیل چھ طریقے ذکر کیے ہیں: (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۷۔۲۷۰)

نمازِ خوف کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث

حافظ ابن عبد البر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

(۱) باب مذکور کی حدیث میں جو طریقہ مذکور ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔

(۲) صالح بن خوات نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات الرقاع کے دن نماز خوف پڑھی' ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف بنائی اور دوسری جماعت نے دشمن کے سامنے صف بنائی' جو جماعت آپ کے ساتھ تھی آپ نے اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ کھڑے رہے اور اس جماعت نے اپنی نماز پوری کر لی' پھر وہ واپس گئے اور دشمن کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے' پھر دوسری جماعت آئی تو آپ نے اس جماعت کو دوسری رکعت پڑھائی جو کہ آپ کی باقی رہ گئی تھی' پھر آپ بیٹھے رہے اور انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی' پھر آپ نے ان کے ساتھ سلام پھیر دیا۔

(صحیح البخاری: ۴۱۲۹' صحیح مسلم: ۸۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۲۳۸' موطا امام مالک' صلوۃ الخوف: ۱)

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب اسی حدیث کے مطابق ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو نماز خوف پڑھائی اور ایک جماعت دشمن کے سامنے تھی' پس جو آپ کے پیچھے تھے آپ نے ان کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائی' وہ واپس گئے اور انہوں نے سلام نہیں پھیرا' پس وہ دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے' پھر دوسری جماعت آئی اور وہ ان کی جگہ کھڑی ہو گئی' آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی' پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پھر یہ لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنی بقیہ ایک رکعت پڑھی' پھر انہوں نے سلام پھیر دیا اور چلے گئے اور جا کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پہلی جماعت اپنی جگہ پر لوٹ آئی' پھر انہوں نے اپنی اپنی رکعت پڑھی اور سلام پھیر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۴۴)

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے' ماسوا امام ابو یوسف کے۔

(۴) ابوعیاش الزرقی کی حدیث ہے اور وہ حضرت ابن مسعود کی حدیث کی مثل ہے اور وہ امام ابوحنیفہ کا موقف ہے۔

(۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت حاضر تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور اس جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور انہوں نے اس کو قضاء نہیں کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۴۶)

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ عزوجل نے تمہارے نبی کی زبان پر حضر میں چار رکعت نماز فرض کی اور سفر میں دو رکعت نماز فرض کی اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۴۷)

علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے: یہ قول جمہور علماء کے خلاف ہے۔

(تمہید ج ۹ ص ۱۸۲۔۱۷۳ ملتقطاً و مختصراً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نمازِ خوف پڑھنے والی دو جماعتوں کی تعداد اور ان کا مسافر یا مقیم ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور یہ ذکر نہیں ہے کہ اس جماعت میں کتنے افراد تھے' اسی طرح پھر دوسری جماعت کا آ کر آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور اس کی تعداد کا بھی ذکر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ دونوں جماعتوں کی تعداد مساوی ہو یا کم وبیش ہو کیونکہ جماعت کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر آتا ہے' حتیٰ کہ ایک پر بھی ہوتا ہے' تین آدمی ہوں اور ان پر خوف واقع ہو تو جائز ہے کہ امام ایک شخص کو نماز پڑھا دے اور دوسرے دو شخصوں کو بعد میں پڑھا دے' لیکن امام شافعی نے کہا: ہر دو جماعتوں کا کم از کم تین افراد پر مشتمل ہونا ضروری ہے اور تین سے کم ہونا مکروہ ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں جس جماعت کا ذکر ہے وہ مسافر تھے' لیکن اگر وہ مقیم ہوں تب بھی خوف کے وقت وہ مسافروں کے حکم میں ہیں' امام شافعی' امام احمد اور امام مالک کا مشہور قول یہی ہے' اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ نماز خوف حضر میں جائز نہیں ہے' علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان سے اس قول کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مشہور قول کے خلاف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۳۹۔ ج ۲ ص ۶۱۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) نماز خوف کا قرآن مجید سے ثبوت (۲) احناف کے نزدیک نماز خوف کا طریقہ (۳) ائمہ اربعہ کے مآخذ (۴) امام ابو یوسف کا نظریہ

۲- بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ رِجَالًا وَّرُكْبَانًا رَاجِلٌ قَائِمٌ

نماز خوف کو پیدل یا سواری پر پڑھنا کھڑے ہوئے' چلتے ہوئے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز خوف کو پیدل اور سوار ہو کر دونوں طرح پڑھنا جائز ہے' اور یہ اس صورت میں ہے جب فوجیں ایک دوسرے کے ساتھ مخلط اور گتھم گتھا ہو جائیں اور گھمسان کا رن ہو اور خوف کی شدت ہو اور امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جب مسلمان سواری سے اترنے سے عاجز ہوں تب بھی ان سے نماز ساقط نہیں ہوگی' وہ سوار ہونے کی حالت میں الگ الگ نماز پڑھیں گے اور رکوع اور سجود اشارے سے کریں گے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو۔

شدت خوف میں پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

الذخیرہ میں مذکور ہے کہ جب خوف شدید ہو جائے تو مسلمان پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھیں یا سواری پر نماز پڑھیں' خواہ ان کا منہ کسی طرف ہو۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قبلہ کی طرف منہ کرنے کو ترک کرنا شدت خوف میں بھی جائز نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۲۲۷' دار الوفاء) لیکن یہ صحیح نہیں ہے' پیدل یا سواری پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے' امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے' اور جب وہ پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے پر بھی قادر نہ ہوں تو پھر وہ نماز خوف کو مؤخر کر دیں اور نماز کو غیر شرعی طریقہ سے نہ پڑھیں' مجاہد' طاؤس' حسن بصری' قتادہ اور ضحاک نے کہا ہے کہ وہ بغیر اشارے کے ایک رکعت پڑھیں' ضحاک نے کہا ہے کہ اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہوں تو تکبیریں پڑھیں' خواہ ان کا منہ جس طرف بھی ہو' اسحاق نے کہا ہے کہ اگر وہ ایک رکعت پڑھنے پر قادر نہ ہوں تو وہ ایک سجدہ کر لیں ورنہ صرف ایک بار تکبیر پڑھ لیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

"راجل" کا معنی ہے: کھڑے ہوئے۔

امام بخاری نے اس قول سے یہ اشارہ کیا ہے کہ باب کے عنوان میں جو "رجالا" کا لفظ ہے وہ "راجل" کی جمع ہے نہ کہ "رجل" کی دوسرا اس طرف اشارہ کیا ہے کہ "راجل" کا معنی ہے: پیدل چلتے ہوئے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يَأْتُوكَ رِجَالًا. (الحج: ۲۷) وہ آپ کے پاس پیدل چلتے ہوئے آئیں۔

۹۴۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوًا مِنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوا قِيَامًا. وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَلْيُصَلُّوا قِيَامًا وَرُكْبَانًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید القرشی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از ابن عمر انہوں نے مجاہد کے قول کی مثل روایت کیا ہے کہ جب وہ کھڑے ہوئے گتھم گتھا ہو جائیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر کفار تعداد میں اس سے زیادہ ہو تو وہ پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھیں یا سوار ہو کر۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن یحییٰ بن سعید بن ابان بن سعید بن العاص القرشی ان کی کنیت ابو عثمان البغدادی ہے یہ ۱۵ ذوالقعدہ ۲۹۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد یحییٰ بن سعید امام بخاری نے کہا: مجھے سعید بن یحییٰ نے بتایا کہ ان کے والد ۱۵ شعبان ۱۹۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۴) موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیاش یہ حضرت الزبیر بن العوام کے آزاد شدہ غلام ہیں یہ ۱۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) نافع مولیٰ ابن عمر (۶) مجاہد بن جبیر۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۳)

شدت قتال میں پیدل اور سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ کے مذاہب

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

پیدل اور سواری پر نماز خوف اس وقت پڑھنا جائز ہے جب خوف بہت شدید ہو اور ایک دوسرے کے ساتھ قتال میں گتھم گتھا ہو جائیں اس نماز کا نام "صلوة المسايفة" رکھا گیا ہے ("مسايفة" کا معنی ہے: ایک دوسرے پر تلواروں سے حملہ کرنا) اس وقت نمازی سے جس طرح بھی ممکن ہو اشاروں سے نماز پڑھے اس کے قائل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں حدیث میں ہے:

امام مالک از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ نماز خوف میں امام آگے بڑھ جائے اور لوگوں کی ایک جماعت کو امام ایک رکعت نماز پڑھائے اور دوسری جماعت ان کے اور دشمن کے درمیان کھڑی ہو وہ نماز نہ پڑھے پس جب پہلی جماعت امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے تو وہ دوسری جماعت کی جگہ پیچھے آ جائے جس نے نماز نہیں پڑھی تھی اور پہلی جماعت سلام نہ پھیرے اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آگے بڑھ جائے اور وہ امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھے پھر امام لوٹ جائے اور وہ دو رکعت نماز پڑھ چکا ہے پھر دونوں جماعتوں میں سے ہر جماعت کھڑی ہو کر اپنی اپنی ایک رکعت پڑھے اور ہر دو جماعتوں کی دو دو رکعت ہو جائیں گی پھر اگر خوف اس سے زیادہ شدید ہو تو پھر وہ پیدل اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے نماز پڑھیں یا سواریوں پر نماز پڑھیں خواہ ان کا منہ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو۔

امام مالک نے کہا: نافع نے بیان کیا ہے کہ میرا یہی گمان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت کی ہے۔ (موطا امام مالک' کتاب صلوٰۃ الخوف: ۳' صحیح البخاری: ۴۵۳۵)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: مجاہد' طاؤس' ابراہیم النخعی' حسن بصری' زہری اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد نے کہا: شدت قتال میں اشاروں سے نماز پڑھنا کافی ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر کی رائے ہے اور یہی امام مالک' ثوری اور امام شافعی کا مذہب ہے۔

امام بخاری نے کہا: حضرت ابن عمر نے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر قتال اس سے زیادہ شدید ہو تو پھر پیدل اور سواریوں پر نماز پڑھیں' امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے یہ اضافہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر کیا ہے' محض اپنی رائے سے نہیں کیا' سو یہ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں ہے اور امام مالک نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۱۸۔ ۹۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

لڑائی کے دوران نماز کا وقت آ جائے تو آیا مجاہد سواری پر نماز پڑھے یا نہیں؟

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: انہوں نے ہمیں عصر کی نماز سے مشغول کر دیا' آپ نے اس دن غروب آفتاب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی' اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے اور ان کے دلوں کو آگ سے بھر دے اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے۔

(صحیح البخاری: ۴۱۱۱' صحیح مسلم: ۶۲۷' مسند احمد ج ۱ ص ۷۹' شرح معانی الآثار: ۱۸۳۲)

امام ابوجعفر نے کہا: ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ کوئی شخص سواری پر نماز نہ پڑھے خواہ اس کا سواری سے اترنا ممکن نہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر فرض نہیں پڑھے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ سوار قتال کر رہا ہو تو سواری پر نماز نہ پڑھے اور اگر وہ سوار قتال نہ کر رہا ہو اور اس کا سواری سے اترنا ممکن نہ ہو تو وہ نماز پڑھ لے اور ہو سکتا ہے کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اس لیے نہ پڑھی ہو کہ آپ قتال کر رہے تھے' کیونکہ قتال ایک عمل ہے اور نماز میں نماز کے علاوہ دوسرا عمل نہیں ہوتا اور ہو سکتا ہے کہ اس دن آپ نے اس لیے نماز نہ پڑھی ہو کہ اس وقت تک آپ کو سواری پر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا' پس ہم نے اس پر غور کیا تو اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن خندق کھودنے نے نماز پڑھنے سے روک لیا حتیٰ کہ مغرب کے بعد اندھیرا چھا گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا' پس انہوں نے ظہر کی اقامت کہی' پس آپ نے نہایت عمدہ طریقہ سے نماز پڑھائی جیسا کہ آپ نماز کو اپنے وقت میں پڑھاتے تھے' پھر آپ نے حکم دیا تو انہوں نے عصر کی اقامت کہی' پھر آپ نے اسی طرح نماز پڑھی' پھر آپ نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے مغرب کی اقامت کہی' پھر آپ نے اسی طرح مغرب کی نماز پڑھائی' اس وقت تک نماز خوف کے متعلق یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی:

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ (البقرہ: ۲۳۹) اور اگر تمہیں (جان کا) خطرہ ہو تو پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔

پس حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی ہے کہ صحابہ کا اس دن سواری پر نماز کو ترک کرنا اس وجہ سے تھا کہ اس وقت ان کے لیے سواری پر نماز پڑھنا مباح نہیں ہوا تھا' اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب مسلمان مجاہد میدان جنگ میں ہو اور اس کے لیے سواری

سے اترنا ممکن نہ ہو تو اس کا سواری پر اشاروں سے نماز پڑھنا جائز ہے' اسی طرح اگر کوئی شخص زمین پر ہو اور اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر اس نے زمین پر سجدہ کیا تو اس پر کوئی درندہ حملہ کر دے گا یا کوئی شخص اس کو تلوار سے قتل کر دے گا تو اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر اس کو کھڑے ہونے سے خطرہ ہو تو وہ اشاروں سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

اور یہ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔(شرح معانی الآثار ج۱ ص ۳۱۸۔۳۱۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام طحاوی کی اس پوری عبارت کو علامہ ابن بطال مالکی اور علامہ عینی حنفی نے اپنی شرحوں میں نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔(دیکھئے: شرح ابن بطال ج۲ ص ۶۱۹۔۶۱۸' عمدۃ القاری ج۶ ص ۳۷۳)

۳- بَابٌ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلٰوةِ الْخَوْفِ

نمازِ خوف میں مسلمان ایک دوسرے کی حفاظت کریں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازِ خوف میں نمازی ایک دوسرے کی حفاظت کریں۔

۹۴۴ - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَكَبَّرَ وَكَبَّرُوْا مَعَهُ، وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ، ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوْا مَعَهُ، ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوْا وَحَرَسُوْا إِخْوَانَهُمْ، وَأَتَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرٰى، فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوْا مَعَهُ، وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِيْ صَلٰوةٍ، وَلٰكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.

(سنن نسائی: ۱۵۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حیوۃ بن شریح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی از الزبیدی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا' آپ نے تکبیر پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر پڑھی' آپ نے رکوع کیا اور بعض لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ رکوع کیا' پھر آپ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا' پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو جن لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا تھا وہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی حفاظت کی اور دوسری جماعت آئی' پس انہوں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور سجدہ کیا اور تمام لوگ نماز میں تھے لیکن ایک دوسرے کی حفاظت بھی کر رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حیوۃ بن شریح ابوالعباس الحمصی الحضرمی' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن حرب الخولانی الحمصی' یہ ۱۹۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) محمد بن الولید الزبیدی ابوالہذیل الشامی الحمصی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ ابن مسعود الہذلی ابوعبد اللہ المدنی الفقیہ' یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔(عمدۃ القاری ج۶ ص ۳۷۵)

فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنفیہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث مذکور پر عمل نہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب دشمن مسلمانوں کے قبلہ کی جانب ہو' اس وقت آپ کے

پیچھے نمازیوں کی دو صفیں بنائی گئیں' پس جو صف آپ کے قریب تھی' آپ نے اس کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا اور دوسری صف نے کھڑے ہو کر ان کی حفاظت کی' پس جب آپ سجدہ کر کے دوسری رکعت کی طرف کھڑے ہوئے تو دوسری صف آگے بڑھ گئی اور پہلی صف پیچھے چلی گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اور سجدہ کیا اور دوسری صف ان کی حفاظت کر رہی تھی اور وہ سب نماز میں تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذی قرد میں ان کو نماز خوف پڑھائی اور مشرکین ان کے اور قبلہ کے درمیان تھے اور اس کی مثل حضرت ابو عیاش الزرقی اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طریقہ سے نماز پڑھی جائے' یہ ابن ابی لیلیٰ کا مذہب ہے اور ابن القصار نے امام شافعی سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام ابو یوسف کا یہ مذہب ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے جس طرح حضرت ابن عباس نے کہا ہے اور جب وہ غیر قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے' انہوں نے کہا: اس طرح احادیث میں تطبیق ہو جائے گی اور یہ طریقہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف نہیں ہے: اور چاہیے کہ دوسری جماعت آئے جس نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے۔ (النساء: ۱۰۲) کیونکہ یہ آیت اس صورت پر محمول ہے جب دشمن غیر قبلہ کی جانب ہو' پھر اس کے بعد آپ پر یہ وحی نازل کی گئی کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے' سو آپ نے دونوں طریقوں پر عمل کیا جیسا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر کی حدیثوں میں ہے۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے اس حدیث پر عمل کرنے کو ترک کر دیا ہے کیونکہ یہ حدیث کتاب اللہ کے اس قول کے خلاف ہے: اور چاہیے کہ دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہ پڑھی ہو' پس وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے (النساء: ۱۰۲) اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ دوسری جس جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی اسی نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور قرآن مجید میں یہ ذکر ہے کہ دوسری جماعت جس نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے' اور اس کے مطابق وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ اشہب اور سحنون مالکی نے کہا ہے: اس صورت میں نماز خوف نہ پڑھے بلکہ اس کے مشابہ نماز پڑھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۲۰-۹۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی عبارت کو من وعن ذکر فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس کی اس حدیث مذکور کی تحقیق

حافظ ابو الفرج عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ نے اس حدیث کو اس متن کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا' آپ نے تکبیر پڑھی اور لوگوں نے بھی تکبیر پڑھی' آپ نے رکوع کیا اور ان لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ رکوع کیا' پھر آپ نے سجدہ کیا اور بعض لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا' پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے' پس جن لوگوں نے سجدہ کیا تھا وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی حفاظت کی اور دوسری وہ جماعت آئی جس نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا تھا اور تمام لوگ نماز میں تھے لیکن ایک دوسرے کی حفاظت کر رہے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۵۳۳)

امام دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اور امام بیہقی متوفی ۴۵۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ دونوں جماعتوں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور زبیدی کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعض نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور بعض نے رکوع نہیں کیا۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۵۹۔۵۸ 'سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۵۸)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کا متن اس طرح ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذی قرد میں بنو سلیم کی زمین میں نماز خوف پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے دو صفیں بنائیں' ایک صف دشمن کے سامنے تھی اور ایک صف آپ کے پیچھے تھی' پس جو صف آپ کے قریب تھی آپ نے اس کو نماز پڑھائی' پھر یہ لوگ ان لوگوں کی جگہ چلے گئے اور وہ لوگ ان لوگوں کی جگہ آ گئے' پس آپ نے ان کو دوسری رکعت پڑھائی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۲)

امام احمد کی دوسری روایت اس طرح ہے: پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو رکعتیں ہو گئیں اور ہر جماعت کے لیے ایک رکعت ہو گئی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷)

یہ اضافہ مدرج ہے' اسی طرح امام بیہقی کی روایت میں ہے۔ (سنن بیہقی ۳ ص ۲۶۲)

امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ایسی ہے کہ اہل علم اس حدیث کی مثل کو ثابت نہیں کرتے اور ہم نے اس حدیث کو اس لیے ترک کر دیا کہ دوسری احادیث اس کے خلاف پر مجتمع ہیں اور اس لیے کہ اس حدیث کی بعض سندیں ثابت نہیں ہیں۔

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۹۲)

اور جب ابوبکر بن جہم اور زہری میں اختلاف ہو تو زہری کا قول معتبر ہوتا ہے اور شاید امام مسلم نے اس حدیث کو اس لیے روایت نہیں کیا کہ اس کے متن میں اختلاف ہے اور امام احمد نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۶ ص ۲۷۔۲۵ 'دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

فقہاء حنبلیہ کا حضرت ابن عباس کی حدیث مذکور پر عمل کرنا

علامہ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی المتوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جہت میں ہو اور اس کے حملہ کرنے کا خوف ہو تو امام ان کو اس طرح نماز پڑھائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عسفان (مکہ سے دو مرحلہ دور ایک شہر) میں نماز پڑھائی تھی' پھر امام اپنے پیچھے دو یا دو سے زیادہ صفیں بنائے خواہ وہ مسافر ہوں یا مقیم ہوں' امام تکبیر تحریمہ پڑھے' رکوع کرے اور سجدہ کرے' اس کے قریب والی صف اس کے ساتھ سجدہ کرے اور دوسری صف ان کی حفاظت کرے حتیٰ کہ امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے' پھر دوسری صف سجدہ کرے اور پہلی صف اس سے مل جائے' پھر پہلی صف پیچھے چلی جائے اور دوسری صف آگے آ جائے' پھر دوسری رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد امام تشہد کے لیے بیٹھ جائے' پھر حفاظت کرنے والے سجدہ کریں اور امام کے ساتھ مل جائیں' پھر امام ان کے ساتھ سلام پھیر دے۔

(کشاف القناع ج ۲ ص ۱۱۔۱۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے اور ثابت نہیں اور امام احمد کے نزدیک اس حدیث کی سند صحیح ہے اور وہ اس حدیث کے موافق عمل کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کا اس حدیث کی تحقیق سے گریز

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس روایت میں مذکور ہے کہ اس نماز میں ہر فریق نے ایک ایک رکعت پڑھی اور زہری کی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آیا انہوں نے اس رکعت کے ساتھ دوسری رکعت ملا کر اس نماز کو مکمل کیا یا نہیں' تاہم امام نسائی کی روایت میں مذکور ہے: ''ولم یقضوا'' انہوں نے اس نماز کو پورا نہیں کیا' اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ نماز خوف ایک رکعت ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا محمل یہ ہو کہ جب بہت شدید خوف ہو تو نماز خوف ایک رکعت پڑھی جائے اور جمہور چونکہ ایک رکعت نماز خوف کے قائل نہیں ہیں' اس لیے انہوں نے ''لم یقضوا'' کا یہ معنی کیا ہے کہ انہوں نے بعد میں اس نماز کو قضاء نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٤٨٦' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

حافظ عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں الگ مسئلہ چھیڑ دیا' انہیں اس حدیث کی شرح میں یہ لکھنا چاہیے تھا کہ آیا یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں؟ اور امام شافعی نے اس حدیث پر عمل کیا ہے یا نہیں؟

٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ الْحُصُوْنِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ

قلعوں پر چڑھائی اور دشمن کے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنا

اس عنوان میں ''مناهضة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جنگ میں ہر شخص کا اپنے مخالف کے سامنے کھڑا ہونا' اور ''الحصون'' کا لفظ ہے' یہ ''الحصن'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: قلعہ' اور ''لقاء العدو'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دشمن سے مقابلہ۔

وَقَالَ الْاَوْزَاعِيُّ اِنْ كَانَ تَهَيَّاَ الْفَتْحُ وَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ صَلَّوْا اِيْمَاءً كُلُّ امْرِيءٍ لِنَفْسِهٖ' فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْاِيْمَاءِ اَخَّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ اَوْ يَاْمَنُوْا' فَيُصَلُّوْا رَكْعَتَيْنِ' فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا صَلَّوْا رَكْعَةً وَّسَجْدَتَيْنِ' فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا فَلَا يُجْزِئُهُمُ التَّكْبِيْرُ وَيُؤَخِّرُوْنَهَا حَتّٰى يَاْمَنُوْا' وَبِهٖ قَالَ مَكْحُوْلٌ. وَقَالَ اَنَسٌ حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ اِضَاءَةِ الْفَجْرِ' وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ فَلَمْ نُصَلِّ اِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ' فَصَلَّيْنَاهَا مَعَ اَبِيْ مُوْسٰى فَفُتِحَ لَنَا' وَقَالَ اَنَسٌ وَمَا يَسُرُّنِيْ بِتِلْكَ الصَّلٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

اور اوزاعی نے کہا: اگر فتح قریب ہو اور مسلمان نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوں' تو ہر شخص اشارہ سے اپنی اپنی نماز پڑھے اور اگر وہ اشارہ پر بھی قادر نہ ہو تو نماز کو مؤخر کر دیں یہاں تک کہ جنگ ختم ہو جائے یا لوگ محفوظ ہو جائیں' پھر وہ دو رکعت نماز پڑھیں' پس اگر وہ دو رکعت پڑھنے پر قادر نہ ہوں تو وہ ایک رکعت پڑھیں اور دو سجدے کریں' پھر اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہوں تو صرف تکبیر پڑھنا ان کے لیے کافی نہیں ہے' پھر وہ نماز کو مؤخر کر دیں حتیٰ کہ وہ محفوظ ہو جائیں اور مکحول کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں فجر کی سفیدی پھیلنے کے وقت تستر کے قلعہ پر چڑھائی کے وقت حاضر تھا' جنگ بہت شدید ہو گئی' پس مسلمان نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوئے' پھر ہم نے دن چڑھنے کے بعد نماز پڑھی' پھر ہم نے حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ نماز پڑھی' پس ہم کو فتح حاصل ہو گئی' حضرت انس نے کہا: اگر اس نماز کے بدلہ میں مجھے دنیا اور مافیہا بھی مل جائے تو مجھے خوشی نہیں ہو گی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تستر کی فتح کے موقع پر حاضر تھا' اس دن میں صبح کی نماز اس وقت پڑھ سکا جب آدھا دن گزر چکا تھا اور اس نماز کے بدلہ میں مجھے تمام دنیا بھی مل جاتی تو مجھے اس سے

خوشی نہ ہوتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۱۴ مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۸۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۹ کراچی)

٩٤٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ. قَالَ فَنَزَلَ إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از علی بن المبارک از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے' پس وہ کفار قریش کی مذمت کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ! میں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے' حتیٰ کہ سورج غروب ہونے لگا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی' پھر آپ مدینہ کی ایک وادی میں پہنچے' پس آپ نے وضوء کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی' پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۹۶ میں گزر چکی ہے۔

جنگ خندق کے دن نماز قضاء ہونے کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

قلعہ پر حملہ کے وقت اور دشمن سے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنا' یہ وہ نماز ہے جو تلواروں سے لڑائی کے دوران پڑھی جاتی ہے اس کو "صلوۃ المسایفۃ" کہتے ہیں' اس کا ذکر باب صلوۃ الخوف میں ہو چکا ہے اور اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اوزاعی اور مکحول کی حجت ہے کہ جو شخص اشاروں سے بھی نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو وہ نماز کو مؤخر کر دے حتیٰ کہ وہ کامل نماز پڑھے اور صرف "سبحان اللہ" پڑھنا یا "لا الہ الا اللہ" پڑھنا اس نماز کا بدل نہیں ہوگا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن نماز کو مؤخر کر دیا تھا اور یہ نماز خوف کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اور اس سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نماز کو مؤخر کرنے پر ملامت نہیں کی کیونکہ آپ جنگ میں مشغول تھے اسی طرح اگر اس سے زیادہ جنگ کا خطرہ ہو پھر بھی نماز کو مؤخر کرنا جائز ہے' مگر یہ ضعیف استدلال ہے کیونکہ نماز خوف پڑھنے کا طریقہ جنگ خندق کے بعد نازل ہوا تھا۔

رہا امام اوزاعی کا یہ قول کہ اگر وہ دو رکعت نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو وہ ایک رکوع اور دو سجدے کر لیں' اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ نماز خوف ایک رکعت ہے' سو یہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔

النساء: ۱۰۲ میں یہ بیان ہے کہ آپ حالت جنگ میں نماز کے لیے کھڑے ہوں تو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کر لیں تو پیچھے چلے جائیں اور مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ کر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) پڑھے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز خوف پڑھائی ہے اور یہ کہنا کہ نماز خوف ایک رکعت ہے اس آیت کے بھی خلاف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بھی خلاف ہے۔

جہاں تک تکبیر پڑھنے کا تعلق ہے تو مجاہد سے روایت ہے کہ "صلوۃ المسایفۃ" (تلواروں سے لڑائی کے دوران نماز) ایک تکبیر ہے اور سعید بن جبیر اور ابوعبد الرحمان نے کہا: "صلوۃ المسایفۃ" تہلیل' تسبیح' تحمید اور تکبیر ہے اور علامہ ابن المنذر نے امام اسحاق سے روایت کیا ہے کہ تمہارے لیے ایک رکعت کافی ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو ایک سجدہ کافی ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو ایک تکبیر کافی ہے کیونکہ وہ بھی اللہ کا ذکر ہے اور حسن بن حی نے کہا: ہر رکعت کی جگہ ایک تکبیر پڑھ لے۔

اور رہے شہر کے ائمہ فتویٰ تو ان کے نزدیک تکبیر رکوع اور سجود کا بدل نہیں ہے' کیونکہ تکبیر کو رکوع اور سجود نہیں کہا جاتا اور رکوع اور سجود کا بدل صرف اشارہ ہے جو خشوع سے کیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ وہ نماز پر قادر نہیں ہوئے' اس کا معنی یہ ہے کہ قتال کی شدت کی وجہ سے ان کو وضوء کرنے کا موقع نہیں ملا اس لیے پانی کے حصول تک نماز کو مؤخر کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن نماز کو مؤخر کیا تھا' اس کی بھی یہی وجہ ہو حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ کو پانی نہیں حاصل ہو سکا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۱-۶۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور حالت نماز میں قتال کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جنگ خندق کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں جو تاخیر کی تھی' علامہ ابن حجر نے کہا کہ آپ بھول گئے تھے یا آپ نے عمداً تاخیر کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ قتال میں مشغول تھے یا آپ کے لیے وضوء کرنا مشکل تھا یا یہ آیت خوف کے نزول سے پہلے کا واقعہ تھا۔

(فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۴۸۷' دار المعرفہ' بیروت)

علامہ بدر الدین عینی' حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس مقام پر ادب سے گفتگو کرنی چاہیے جیسا کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن نماز اس لیے نہیں پڑھی تھی کہ آپ قتال کر رہے تھے' پس قتال عمل ہے اور نماز میں عمل نہیں ہوتا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس لیے نماز نہ پڑھی ہو کہ اس وقت تک سوار ہونے کی حالت میں قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور رہا حالت نماز میں قتال کرنا تو ہمارے نزدیک اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک حالت نماز میں قتال کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵- بَابُ صَلٰوةِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ رَاكِبًا وَّإِيْمَاءً

مسلمان دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں یا دشمن مسلمانوں کا تعاقب کر رہا ہو تو نماز خوف سواری پر اور پیادہ پڑھی جائے

وَقَالَ الْوَلِيْدُ ذَكَرْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ صَلٰوةَ شُرَحْبِيْلَ بْنِ السِّمْطِ وَأَصْحَابِهِ عَلٰى ظَهْرِ الدَّابَّةِ فَقَالَ كَذٰلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا إِذَا تُخُوِّفَ الْفَوْتُ. وَاحْتَجَّ الْوَلِيْدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

ولید نے کہا: میں نے اوزاعی سے ذکر کیا کہ شرحبیل بن السمط اور ان کے اصحاب نے سواری کی پشت پر نماز پڑھی' انہوں نے کہا: ہمارے نزدیک جب نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو تو اسی طرح حکم ہے اور ولید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال

يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ.

کیا: کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر عصر کی نماز نہ پڑھے۔

ولید بن مسلم نے دلالت النص سے استدلال کیا تھا کہ جن صحابہ نے نماز کو مؤخر کر دیا تھا حتیٰ کہ وہ بنو قریظہ میں پہنچ گئے تو نبی ﷺ نے ان کو ملامت نہیں کی' حالانکہ نماز کا وقت نکل چکا تھا تو جن لوگوں نے نماز کا وقت نکلنے سے پہلے نماز پڑھ لی خواہ اشارے سے یا جس طرح بھی ان سے پڑھی جاسکی تو ان کی نماز تو بہ طریق اولیٰ جائز ہونی چاہیے' اور شرحبیل نے سواری کی پشت پر اس لیے نماز پڑھی تھی کہ ان کو قلعہ فتح کرنے کی توقع تھی' پس انہوں نے اشارہ سے نماز پڑھی' پھر قلعہ فتح کر لیا۔

٩٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ. فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي، لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذَلِكَ، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ.

[طرف الحدیث: ۴۱۱۹] [صحیح مسلم: ۱۷۷۰، الرقم المسلسل: ۴۵۱۲، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۳۱، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ غزوۃ الاحزاب سے لوٹے تو آپ نے ہم سے فرمایا: کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر عصر کی نماز نہ پڑھے' پس بعض صحابہ نے راستہ میں عصر کا وقت پایا' لہٰذا بعض نے کہا: ہم عصر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھیں گے حتیٰ کہ ہم بنو قریظہ میں پہنچ جائیں اور بعض نے کہا: بلکہ ہم عصر کی نماز پڑھیں گے' آپ نے ہم سے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا' پھر انہوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن اسماء بن عبید بن مخراق الضبعی البصری' یہ جویریہ کے بھتیجے تھے' یہ ۲۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) جویریہ بن اسماء' ان کی کنیت ابو مخراق البصری تھی (۳) نافع مولیٰ ابن عمر (۴) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۸۱)

بنو قریظہ کی طرف روانگی کا پس منظر اور پیش منظر

اس حدیث میں ''الاحزاب'' کا ذکر ہے اس سے مراد غزوۂ خندق ہے' یہ غزوہ شوال ۵ ھ میں ہوا تھا' اس غزوہ میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب نازل فرمائی تھی' اس کو غزوۂ خندق اس لیے کہتے ہیں کہ اس غزوہ میں مدینہ کی اطراف میں خندق کھودی گئی تھی' اور اس کو غزوۃ الاحزاب اس لیے کہتے ہیں کہ کفار نے تمام قبائل عرب کو اپنے ساتھ ملا کر دس ہزار نفوس کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی ﷺ غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف لوٹے تو مسلمانوں نے اپنے ہتھیار اتار دیئے' پھر ظہر کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا: فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوں' میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں' پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو مسلمان حکم سننے والا اور اس کی اطاعت کرنے والا ہے وہ بنو قریظہ میں پہنچ کر نماز پڑھے' امام محمد بن سعد نے کہا: پھر آپ تین ہزار صحابہ کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے' یہ ۲۱ ذوالقعدہ بدھ کے دن کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء کا اس میں اختلاف کہ آیا تعاقب کرنے والے کا سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی کافر مسلمان کا تعاقب کر رہا ہو تو اس مسلمان کا سواری پر نماز پڑھنا فقہاء کے نزدیک جائز ہے لیکن اگر مسلمان کافر کا تعاقب کر رہا ہو تو اس کے سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تعاقب کرنے والا سواری پر نماز نہ پڑھے۔ یہ عطاء' حسن بصری اور ثوری کا قول ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' امام شافعی نے ایک صورت کا استثناء کیا ہے کہ تعاقب کرنے والا اپنے اصحاب سے منقطع ہو جائے اور اس کو اب یہ خطرہ ہو کہ جن کفار کا وہ تعاقب کر رہا ہے اب وہ پلٹ کر اس پر حملہ کر دیں گے تو اس صورت میں وہ سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

ابن حبیب نے ابن عبد الحکم سے روایت کیا ہے کہ تعاقب کرنے والے کا سواری پر نماز پڑھنے کی بہ نسبت زمین پر نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور ابن حبیب کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے سواری سے نہ اترنا اور اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس کے ساتھ دشمن ہے اور اس کو امن کی حقیقت حاصل نہیں ہے' یہی امام مالک کا قول ہے اور اوزاعی اور شرحبیل کا مذہب ہے۔

ولید بن مسلم نے بنو قریظہ کے قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ تعاقب کرنے والے کا سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے' پس اگر کسی روایت میں یہ مل جائے کہ جن صحابہ نے راستہ میں نماز پڑھی انہوں نے سواری پر نماز پڑھی تھی تو یہ استدلال بہت واضح ہے اور اگر یہ نہ ملے' تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ عصر کی نماز کو بنو قریظہ میں پہنچنے تک مؤخر کر دیں حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ غروب آفتاب کے بعد بنو قریظہ میں پہنچیں گے اور نماز کے لیے عصر کا وقت فرض ہے تو ولید بن مسلم نے یہ استدلال کیا کہ جن صحابہ نے بنو قریظہ میں نماز پڑھی جب ان کے لیے عصر کے وقت کو ترک کرنا جائز تھا حالانکہ وہ فرض ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرض کے ترک کرنے پر ان کو ملامت نہیں کی تو اسی طرح تعاقب کرنے والے کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نماز کے وقت میں سواری پر اشارے سے نماز پڑھے اور رکوع اور سجود جو فرض ہے اس کو ترک کر دے جیسے بنو قریظہ میں نماز پڑھنے والے صحابہ نے وقت کو ترک کر دیا تھا حالانکہ وقت پر نماز پڑھنا بھی فرض ہے اور یہ واقعہ نماز خوف کے نازل ہونے سے پہلے کا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۳ _ ۶۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت نکل جائے' یہ کفر نہیں

بعض ائمہ اور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص عمداً نماز میں اتنی تاخیر کر دے کہ نماز کا وقت نکل جائے تو یہ کفر ہے' اس حدیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ وہ بنی قریظہ میں پہنچ کر عصر پڑھیں تو آپ کو وحی کے ذریعہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جب وہ بنی قریظہ پہنچیں گے تو عصر کا وقت نکل چکا ہو گا تو گویا آپ نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ عصر کا وقت نکلنے کے بعد عصر کی نماز پڑھیں پس کسی نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس نماز کو پڑھنا کفر کیسے ہو سکتا ہے۔

حدیث کے ظاہر الفاظ اور اس کے مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا' ہر دو طریقے صحیح ہیں

بعض صحابہ نے عصر کا وقت آنے سے پہلے راستہ میں عصر کی نماز پڑھ لی تھی' ان کی رائے یہ تھی کہ اس ارشاد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ تھا کہ بنو قریظہ میں جلدی پہنچو' آپ کا یہ منشاء نہیں تھا کہ بنو قریظہ میں ہی عصر پڑھنا خواہ نماز قضاء ہو جائے' سو انہوں نے اس حدیث کے منشاء اور مفہوم پر عمل کیا اور دوسرے صحابہ نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا کہ نماز عصر بہر حال بنو قریظہ میں پہنچ کر پڑھنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فریق کو ملامت نہیں کی' اس سے معلوم ہوا کہ اجتہاد میں وسعت ہے' قرآن اور حدیث کے ظاہر الفاظ

پر عمل کرنا بھی صحیح ہے اور قرآن اور حدیث کے معنی اور مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا بھی صحیح ہے۔

اور اس حدیث میں اجتہاد کی بھی اصل اور دلیل ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں میں تطبیق

یہ حدیث صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۃ الاحزاب سے لوٹنے کے بعد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر ظہر کی نماز نہ پڑھے' پس بعض صحابہ کو نماز کا وقت نکلنے کا خوف ہوا تو انہوں نے بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز پڑھ لی' اور دوسرے صحابہ نے کہا: ہم وہیں نماز پڑھیں گے جہاں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے خواہ نماز کا وقت فوت ہو جائے' حضرت ابن عمر نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو بھی ملامت نہیں کی۔

(صحیح مسلم: ۱۷۷۰' الرقم المسلسل: ۴۵۲۱)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ظہر کی نماز کا ذکر ہے اور صحیح البخاری: ۹۴۶ میں عصر کی نماز کا ذکر ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد پیش آیا تھا' بعض صحابہ نے مدینہ میں ظہر کی نماز پڑھ لی تھی اور بعض نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی' پس جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی ان سے آپ نے فرمایا: تم بنو قریظہ میں پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھنا اور جنہوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی ان سے آپ نے فرمایا: تم بنو قریظہ میں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھنا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸ ص ۴۸۹۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

۶- بَابُ التَّكْبِيرِ وَالْغَلَسِ بِالصُّبْحِ، وَالصَّلٰوةِ عِنْدَ الْإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ

۹۴۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، وَثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ. فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ وَيَقُولُونَ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ. قَالَ وَالْخَمِيسُ الْجَيْشُ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذَّرَارِيَّ، فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا، وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِتْقَهَا. فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ

حملہ کے وقت اور جنگ میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن صہیب و ثابت البنانی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھی' پھر آپ سوار ہوئے اور آپ نے نعرہ لگایا: اللہ اکبر' خیبر کی خرابی آ گئی' ہم جب کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا ہے ان کی صبح کو بُری حالت ہوتی ہے' پھر خیبر کے لوگ گلیوں میں دوڑتے ہوئے نکلے' وہ کہہ رہے تھے: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور "خمیس" اور "خمیس" کا معنی لشکر ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر غالب آ گئے' آپ نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور (عورتوں اور) بچوں کو قید کر لیا' حضرت دحیہ کلبی نے

لِثَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، آنْتَ سَأَلْتَ أَنَسًا مَا أَمْهَرَهَا؟ قَالَ أَمْهَرَهَا نَفْسَهَا، فَتَبَسَّمَ.

حضرت صفیہ کو لے لیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے حضرت صفیہ کو لے لیا' پھر ان سے نکاح کر لیا اور انہیں آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دے دیا' پس عبد العزیز نے ثابت سے کہا: اے محمد! کیا آپ نے حضرت انس سے سوال کیا تھا کہ ان کا مہر کیا تھا؟ انہوں نے کہا: ان کا مہر خود ان کا نفس تھا' پھر وہ مسکرائے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

یہاں پر نمازِ خوف کا بیان ختم ہو گیا اور اب ان شاء اللہ عیدین کا بیان شروع ہوگا۔

AJC™ Trial Buy Now!

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۳ - كِتَابُ الْعِيدَيْنِ

عیدین کا بیان

عیدین سے مراد ہے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ' عید کا معنی ہے: لوٹنا' اس کو عید نیک شگون کے لیے کہا جاتا ہے یعنی یہ دن ہماری زندگی میں بار بار لوٹ کر آئے۔

۱ - بَابٌ فِي الْعِيدَيْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِيهِ

۹۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوقِ، فَأَخَذَهَا فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْتَعْ هٰذِهِ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَلْبَثَ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبَّةِ دِيبَاجٍ، فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ؟ وَأَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهٰذِهِ الْجُبَّةِ! فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبِيعُهَا وَتُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ.

عیدین اور ان دنوں میں زینت کو اختیار کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر نے ایک موٹا ریشمی جبہ لیا' جو بازار میں بک رہا تھا' وہ اس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! اس کو خرید لیجئے اور عید کے دن اور جب کوئی وفد ملنے کے لیے آئے تو اس کو زینت کے لیے پہن لیں' تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: یہ لباس تو ان لوگوں کا ہے جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر جب تک اللہ نے چاہا حضرت عمر ٹھہرے رہے' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف ایک ریشمی جبہ بھیجا' حضرت عمر اس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے پس کہا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا: یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' حالانکہ آپ نے میری طرف یہ جبہ بھیجا ہے! تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو فروخت کر دو اور اس سے اپنی ضرورت کو پورا کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے درج فرمایا ہے کہ اس میں عید کا لفظ آیا ہے۔

۲ - بَابُ الْحِرَابِ وَالدَّرَقِ يَوْمَ الْعِيدِ — عید کے دن برچھیوں اور ڈھالوں سے جنگی مشق کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عید کا دن خوشی کا دن ہے اور اس دن میں ان کاموں کی اجازت ہوتی ہے جن کی دوسرے ایام میں اجازت نہیں ہوتی۔

۹۴۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَسَدِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْهُمَا. فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا.

ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی کہ محمد بن عبد الرحمن اسدی نے ان کو حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے کہا: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کے قصہ کو گا رہی تھیں' آپ بستر پر لیٹ گئے اور آپ نے اپنا منہ پھیر لیا' اور حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شیطان کے آلات! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو' پھر جب ان کی توجہ ہٹی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا' وہ چلی گئیں۔

[اطراف الحدیث: ۹۵۲-۹۸۷-۲۹۰۷-۳۵۳۰-۳۹۳۱] [صحیح مسلم: ۸۹۲' الرقم المسلسل: ۲۰۲۷' سنن نسائی: ۱۵۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۹' السنن الکبریٰ: ۱۷۹۵' مصنف عبد الرزاق: ۱۹۷۳۵' صحیح ابن حبان: ۵۸۶۹' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۳۹- ج ۴۰ ص ۵۳-۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۹۳۷' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن حسان ابو عبد اللہ القستری مصری الاصل' یہ ۲۳۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' یحییٰ بن معین نے ان کے متعلق کلام کیا ہے (۲) عبد اللہ بن وہب المصری (۳) عمرو بن الحارث (۴) محمد بن عبد الرحمان بن نوفل بن الاسود الاسدی القرشی المدنی' یہ بنو امیہ کے زمانہ میں مصر میں داخل ہوئے اور ۱۱۷ھ میں فوت ہو گئے (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۸۶-۳۸۸)

جنگ بعاث' ''مزمار' غناء'' کا معنی اور عید کے دن ''غناء'' کا دف کے ساتھ مباح ہونا

''بعاث'' یہ اوس کے قلعہ کا نام ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یوم بعاث ایام عرب میں سے مشہور دن ہے' اس دن میں اوس اور خزرج کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی' یہ جنگ ایک سو بیس سال تک جاری رہی حتیٰ کہ زمانہ اسلام آ گیا۔

''مزمار'' مزمار غناء کے اس آلہ کو کہتے ہیں جو منہ سے بجایا جاتا ہے جیسے بانسری' اس کی جمع ''مزامیر'' ہے اور ''معزف'' اس آلہ کو کہتے ہیں جو ہاتھ سے بجایا جاتا ہے جیسے ستار' بینجو اور ہارمونیم وغیرہ' اس کی جمع ''معازف'' ہے' ان دونوں کا توسعاً ایک دوسرے پر اطلاق کیا جاتا ہے' یہاں اس سے مراد دف ہے' اس کو ''مزمار الشیطان'' فرمایا کیونکہ اس میں مشغول ہونا دل کو اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے غافل کر دیتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو رہنے دو' یعنی ان کو گانے دو' ہشام کی روایت میں ہے: اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری

عید کا دن ہے' اس قول سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو منع کرنے کی وجہ بیان فرمائی' حضرت ابوبکر نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ لڑکیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں گا رہی ہیں کیونکہ جب حضرت ابوبکر داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھے ہوئے سو رہے تھے اور ان کے نزدیک گانے بجانے اور لہو ولعب سے ممانعت ثابت اور مقرر تھی' اس لیے حضرت ابوبکر نے اس سے منع کرنے میں جلدی کی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صورتِ حال کی وضاحت کی اور فرمایا: ہر قوم کی عید ہوتی ہے (جیسے نیروز اور مہرجان ہے) اور یہ دن ہماری عید کا دن ہے' اور یہ دن شرعاً خوشی کا دن ہے' سو اس دن اس طرح کے غناء پر انکار نہیں کرنا چاہیے اور یہ وہ غناء نہیں ہے جو دلوں میں بُری خواہشوں کو اُبھارتا ہے (اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھنا بھی اسی میں داخل ہے' اگر وہ آلاتِ موسیقی کے بغیر ہو) اور ایک روایت میں ہے: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں' امام نسائی نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت کے لیے ہر سال میں دو دن ایسے ہوتے تھے جن میں وہ کھیل کود کرتے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو فرمایا: اللہ نے ان دو دنوں کے بدلہ میں تمہیں ان سے بہتر دن عطا فرما دیئے ہیں: یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ۔ (سنن نسائی: ۱۵۵۲' دار الفکر' بیروت) (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۱-۳۸۹ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عید کے دن دَف کے ساتھ غناء کے مباح ہونے پر فقہاء مالکیہ کی تصریح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عید کا دن راحت' خوشی اور دنیا کی حلال چیزوں سے استمتاع' پاکیزہ رزق اور جن حلال چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے' کھیل کود اور جماع کے لیے بنایا ہے' ان سے فائدہ حاصل کرنے کا دن ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن کے عذر کی وجہ سے غناء کو مباح کر دیا' اور فرمایا: اے ابوبکر! ان کو چھوڑ دو یہ عید کے ایام ہیں اور اہل مدینہ غناء اور لہو کے طریقہ پر تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اس کے خلاف تھے' اسی وجہ سے حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ان گانے والی لڑکیوں پر انکار کیا' کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے ان لڑکیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا' پس عید کی وجہ سے گانے کی اجازت دی گئی اور اسی طرح اعلانِ نکاح کی دعوت کے موقع پر۔

وہ لڑکیاں بلند آواز سے جنگ بعاث کے قصہ کو گا رہی تھیں اور ہر وہ شخص جو اپنی آواز کو بلند کرے اور بار بار ایک بات کو دہرائے تو اس کی آواز کو اہل عرب غناء کہتے ہیں' جو لوگ اس جنگ میں مارے گئے تھے وہ لڑکیاں ان کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں اور دشمن سے انتقام لینے پر ابھار رہی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن اس نوع کے غناء کو مباح کر دیا تھا۔

حضرت عائشہ نے فرمایا: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں جو اپنے گانوں میں فواحش کی ترغیب دیتی ہیں۔

مہلب نے اس قسم کے غناء سے منع کیا ہے جو نفوس میں ہیجان پیدا کرے اور اس قسم کے غناء سے منع نہیں کیا جو اس طرح نہ ہو' کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب نے اعراب (دیہاتی اور اونٹ چرانے والوں) کے غناء کی اجازت دی ہے۔

کتاب الاستیذان کے آخر میں یہ بحث آئے گی کہ جو لہو اللہ کی اطاعت سے غافل کر دے' وہ باطل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۸-۶۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۹۵۰- وَكَانَ يَوْمَ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ' فَإِمَّا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَإِمَّا قَالَ أَتَشْتَهِيْنَ تَنْظُرِيْنَ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ' فَأَقَامَنِيْ

اور عید کے دن حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے جنگی مشقیں کرتے تھے' پس یا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا یا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو' میں نے عرض کیا: جی

وَرَاءَهُ، خَدِّي عَلَى خَدِّهِ، وَهُوَ يَقُولُ دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ، حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ، قَالَ حَسْبُكِ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَاذْهَبِي.

ہاں! پس آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا' میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے بنی ارفدہ! کھیلتے رہو' حتیٰ کہ جب میں اکتا گئی تو آپ نے پوچھا: یہ تمہیں کافی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر جاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

٣- بَابُ سُنَّةِ الْعِيدَيْنِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ

٩٥١- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ، فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا.

[اطراف الحدیث: ۹۵۵-۹۶۵-۹۶۸-۹۷۶-۹۸۳-۵۵۴۵-۵۵۵۶-۵۵۵۷-۵۵۶۰-۵۵۶۳-۶۶۷۳]

اہل اسلام کے لیے عیدین کی سنت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زبید نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے خطبہ میں فرمایا: پہلی چیز جس سے ہم اس دن کی ابتداء کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں' پھر ہم گھر لوٹ کر قربانی کرتے ہیں' سو جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۸۰۰' سنن ترمذی: ۱۵۰۸' سنن نسائی: ۱۵۶۳-۱۵۶۹' السنن الکبریٰ: ۱۷۶۲' شرح مشکل الآثار: ۳۸۷۲' صحیح ابن حبان: ۵۹۰۷' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۳۷' سنن ابوداؤد طیالسی: ۷۳۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶۹' مسند ابویعلیٰ: ۱۶۶۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۰ ص ۴۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۹۳۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۷۹۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال السلمی الانماطی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) زبید بن الحارث الیامی الکوفی (۴) عامر بن شراحیل الشعبی (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۵)

عیدین کی نماز کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا: عیدین کی نماز تمام اہل اسلام کے لیے ایسی سنت ہے کہ اس کو ترک نہیں کیا جائے گا' اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ عید کی نماز اسی پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ عبد الرحمٰن بن شہاب الدین الدمشقی ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

نماز عید کے حکم میں فقہاء کے تین اقوال ہیں:

(۱) امام مالک' ثوری' امام شافعی' اسحاق اور امام ابویوسف کا قول یہ ہے کہ عید کی نماز سنت مسنونہ ہے۔

(۲) امام احمد بن حنبل اور فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ عید کی نماز فرض کفایہ ہے' اگر تمام شہر والے اس کو ترک کر دیں تو وہ گناہ گار ہوں گے اور ان سے اس کے ترک پر قتال کیا جائے گا۔

(۳) امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ عید کی نماز جمعہ کی طرح واجب ہے لیکن وہ اس کو فرض نہیں کہتے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ عید کی نماز فرض عین ہے اور مختصر المزنی میں مذکور ہے امام شافعی نے کہا: جس پر جمعہ واجب ہے اس پر عیدین میں حاضر ہونا واجب ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۷۵ دار ابن الجوزی ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور ان کے اصحاب میں سے الاصطخری نے کہا: عید کی نماز فرض کفایہ ہے۔ امام احمد امام مالک اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام مالک کا قول امام شافعی کی طرح ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عید کی نماز واجب ہے صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ عید کی نماز ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر جمعہ کی نماز واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری الحنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں یہ ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ عید کی نماز سنت (مؤکدہ) ہے سنت کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں اور وہ تمہارے لیے سنت ہیں: (۱) وتر (۲) چاشت کی نماز (۳) اور عید کی نماز کیونکہ اگر یہ نمازیں واجب ہوتیں تو ان میں اذان اور اقامت بھی مشروع ہوتی جیسے باقی نماز واجب ہیں اور جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ. (البقرہ: ۱۸۵) اور تاکہ تم اللہ کی کبریائی بیان کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔

اس سے مراد نماز عید کی تکبیرات ہیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز عید کی تکبیرات پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور جس حدیث سے مشائخ نے عید کی نماز کا سنت ہونا بیان کیا ہے اس میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ چاشت کی نماز تمام ایام میں سنت ہے اور یہ جو کہا ہے کہ اس میں اذان اور اقامت نہیں ہے اس لیے عید کی نماز سنت ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر کی نماز واجب ہے اور اس میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہے اسی طرح نماز جنازہ بھی واجب ہے اور اس میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہے۔

عامۃ المشائخ کا مذہب یہ ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے الجامع الصغیر میں یہ مذکور ہے کہ عیدین کی نماز سنت ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے نہ کہ کتاب سے علامہ سرخسی نے کتاب الصلوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ عیدین کی نماز سنت ہے کیونکہ یہ دین کے ان معالم سے ہے جن کو لینا ہدایت ہے اور ان کو ترک کرنا گمراہی ہے اور نوادر البشر میں امام ابویوسف سے یہ منقول ہے کہ یہ سنت واجبہ ہے اس کی تاویل بھی یہی کی گئی ہے کہ عید کی نماز کا وجوب صرف سنت سے معلوم ہے۔

(المحیط البرہانی ج ۲ ص ۷۷۔۷۶ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۲۴ھ)

مصنف کا مؤقف یہ ہے کہ عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے کیونکہ اگر یہ واجب ہوتی تو اس کی قضاء واجب ہوتی جیسا کہ دیگر واجبات میں ہے لیکن اس کی قضاء واجب نہیں ہے۔

۹۵۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے

أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَبِمَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَذٰلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهٰذَا عِيدُنَا.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (گھر میں) آئے اور اس وقت میرے پاس انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں یوم بعاث کے متعلق انصار کا بیان کردہ قصہ گا رہی تھیں' حضرت عائشہ نے بتایا وہ پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں' پس حضرت ابوبکر نے فرمایا: کیا شیطان کے مزامیر (آلات غناء) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہیں' اور وہ عید کا دن تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہر قوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

آلات موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق ائمہ مذاہب اور فقہاء اسلام کی آراء

قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا ہے کہ آلات موسیقی کے ساتھ گانے سے منع کیا جائے گا اور بغیر آلات کے گانے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے اس سے منع کیا ہے' اور امام شافعی اور امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے (الیٰ قولہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح اور عید کے موقع پر اور دیگر خوشی کے ایام میں دف بجانا جائز ہے' جب کہ اس میں زیادہ اشتغال نہ ہو اور دف وہ ہوتا ہے جس کو صرف ایک طرف سے بجایا جاتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۳۰۸۔۳۰۶ ملخصاً' دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں یعنی وہ ایسے اشعار نہیں پڑھتی تھیں جن میں عورتوں کے محاسن کا' شراب کا اور دیگر محرمات کا ذکر ہوتا ہے کیونکہ وہ مذموم لہو ولعب ہیں اور ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور جو اشعار ان محرمات سے خالی ہوں ان کی قلیل مقدار کو شادی' عید اور دیگر خوشی کے ایام میں پڑھنا جائز ہے' آج کل صوفیاء نے اشعار کو آلات موسیقی کے ساتھ سماع کا جو رواج بنالیا ہے' ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے' ہم بدعات اور فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اس سے توبہ کا اور سنت پر چلنے کا سوال کرتے ہیں۔ (المفہم ج ۲ ص ۵۳۴' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ عبد الرحمن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرب گانے گاتے تھے اور دف بجاتے تھے' لیکن ان کے گانے اشعار جاہلیت پر مشتمل ہوتے تھے' جن میں جنگوں کا ذکر ہوتا تھا اور ان میں مرنے والوں کے مرثیے ہوتے تھے اور سند ضعیف کے ساتھ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح کا اعلان کرو اور اس کو مساجد میں منعقد کرو اور اس پر دف بجاؤ۔ (سنن ترمذی: ۱۰۸۹' سنن نسائی: ۳۳۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۸)

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کے ایام میں مسلمانوں کو اس قسم کے اشعار پڑھنے کی اجازت دیتے تھے' جیسے عید کا دن اور نکاح کا دن ہے' اور جس دن کوئی گم شدہ شخص لوٹ آئے اور دف بجانے کی اجازت بھی دیتے تھے' لیکن عجمیوں نے جو آلات موسیقی ایجاد کر لیے ہیں'

یہ وہ غناء نہیں ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے اور جن اشعار میں شراب کی اور حسین عورتوں کی تعریف ہو یہ وہ غناء ہے جس کے سننے کا صحابہ نے انکار کیا ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا: غناء دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ حدیث لائق توجہ ہے:

عبد الرحمن اشعری کہتے ہیں کہ مجھے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم! انہوں نے جھوٹ نہیں کہا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا' ریشم اور باجوں (آلات موسیقی) کو حلال قرار دیں گے اور کچھ ایسے لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر واپس آئیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ اس سے کہیں گے: کل آنا' اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (شراب اور آلات موسیقی کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۰) (فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۷۷-۷۹ ملخصاً' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صوفیہ کی ایک جماعت نے اس باب کی حدیث سے غناء اور اس کے سننے کی اباحت پر استدلال کیا ہے خواہ آلات موسیقی کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو اور اس کا رد کرنے کے لیے اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تصریح کافی ہے کہ وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں اور حضرت عائشہ نے معنوی طور پر اس چیز کی نفی کر دی جس کا لفظی طور پر انہوں نے اثبات کیا تھا' کیونکہ غناء کا اطلاق آواز کو بلند کرنے اور ترنم سے گانے دونوں پر ہوتا ہے اور مغنی کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس کی آواز میں زیر و بم ہوتا ہے اور وہ شوق کو ابھارتا ہے اور اس میں بے حیائی کی باتوں کی تعریض اور تصریح ہوتی ہے اس کے بعد انہوں نے علامہ قرطبی کی عبارت نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ شادی وغیرہ کے موقع پر دف بجانے کی اباحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ موسیقی کے دیگر آلات بھی مباح ہو جائیں۔ (فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۴۹۳-۴۹۲ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی سے گانا سننا جائز ہے خواہ وہ مملوک نہ ہو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کے سننے پر انکار نہیں کیا بلکہ حضرت ابو بکر کے انکار پر انکار کیا اور وہ باندیاں مسلسل گاتی رہیں حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں جانے کا اشارہ کیا' لیکن یہ مخفی نہ رہے کہ جواز اس وقت ہے جب فتنہ سے امن ہو۔ المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکر نے ترنم سے گانے پر انکار کیا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ انہوں نے اشعار پڑھنے پر انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے مزامیر کی مشابہت پر انکار کیا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس میں خطرہ ہے اور فتنہ کا سد باب کرنا احسن ہے اور صرف بلند آواز سے نیک اشعار پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۴-۳۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے اہل سماع' آلات موسیقی کے ساتھ غناء کی اباحت پر استدلال کرتے ہیں اور جو چیز انصاف سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک گانا اور دف بجانا ممنوع تھا' اس لیے انہوں نے منع کیا کیونکہ ان کے نزدیک وہ حرام اور مکروہ تھا' اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس لیے منع نہیں فرمایا کہ آپ کو نیند میں غافل ہونے کی وجہ سے ان کے گانے کا علم نہیں تھا' اور حضرت ابو بکر نے یہ نہیں جانا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن تھوڑی مقدار میں گانے اور دف بجانے کو مقرر

رکھا ہے اسی لیے آپ نے فرمایا: یہ ایام عید ہیں اور حضرت ابوبکر کو اس فرق اور تفصیل کا علم نہیں تھا' پس یہ حدیث عید کے دن اور دیگر خوشی کے ایام میں اتنی مقدار میں گانے اور دف بجانے کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ یہ اباحت مخصوص ایام میں اور مخصوص مقدار میں ہے اور اس سے علی الاطلاق اباحت لازم نہیں آتی' مگر اس پر قیاس کر کے اور وہ جائز ہے بہ شرطیکہ اس کی ممانعت کی تصریح نہ ہو اور وہ محل نزاع ہے اور انصاف یہ ہے کہ جس طرح زنا اور شراب نوشی کی حرمت پر نص قطعی وارد ہے اس طرح حرمت غناء پر نص قطعی نہیں ہے' اور بعض متاخرین نے تصریح کی ہے کہ حرمت غناء پر کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ (یہ صحیح نہیں ہے' ہم صحیح بخاری: ۵۵۹۰ کو پیش کر چکے ہیں جس میں آلات موسیقی کو حلال قرار دینے والوں کو بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کرنے کی وعید ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آلات موسیقی کے ساتھ غناء کی حرمت پر کوئی دلیل قطعی پائی گئی نہ اس کی اباحت پر اور اصل اشیاء میں اباحت ہے (اس کی حرمت پر قطعی الثبوت دلیل تو نہیں ہے مگر ظنی الثبوت اور قطعی الدلالہ حدیث موجود ہے جیسے صحیح بخاری کی حدیث مذکور اور اس کے ہوتے ہوئے اباحت اصلیہ سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اس کے باوجود اس میں شک نہیں ہے کہ آلات موسیقی کے سماع پر دوام کرنا اور اس کو عادت بنا لینا اتباع سنت کے طریقہ کے خلاف ہے' فقہاء نے اس باب میں بہت شدت کی ہے مگر ان کا مقصود فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنا ہے اور اس کا سد باب کرنا ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم نے اس کو مکروہ (تحریمی) کہا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۳۱' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

روایت ترمذی میں واقع ہے کہ وہ لڑکیاں دف بجا رہی تھیں۔

میں کہتا ہوں: یہ غلط ہے بلکہ یہ روایت سنن نسائی میں ہے' امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے' اس وقت ان کے پاس دو لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور گا رہی تھیں۔ الحدیث (سنن نسائی: ۱۵۹۳۔ ۱۵۸۹' دار الفکر بیروت)

شیخ نور الحق لکھتے ہیں: چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گانا اور دف بجانا جائز ہے کیونکہ آں حضرت باطل کو جائز نہیں رکھتے تھے لیکن اہل اتباع کو چاہیے کہ جتنی مقدار میں گانے اور دف بجانے کی تصریح ہے' اس سے تجاوز نہ کریں اور لہو ولعب میں زیادتی نہ کریں کیونکہ اہل دین کا اس سے احتراز کرنا واجب ہے۔

(تیسیر القاری ج ۱ ص ۳۰۹۔ ۳۱۹' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ وہ لڑکیاں جو اشعار پڑھ رہی تھیں' وہ جنگ اور بہادروں کے وصف سے متعلق تھے لیکن وہ اشعار جن میں فواحش کا اور حرام کاموں کا ذکر ہو ان کا گانا ممنوع ہے' اور یہ بہت بعید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ان کو پڑھا جائے اور عیدین میں خوشی کا اظہار کرنا اہل دین کا شعار ہے کیونکہ یہ دن عام دنوں کی طرح نہیں ہیں' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گانا اور دف بجانا ممنوع نہیں ہے لیکن بعض اوقات میں اس کو دواماً کرنا مکروہ ہے' یہ عدالت کو ساقط کر دیتا ہے اور نیکی کو مٹا دیتا ہے۔

(شرح الطیبی ج ۳ ص ۲۳۹' ادارۃ القرآن' کراچی)

فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: لہو ولعب کو سننا معصیت ہے اور اس پر بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۲' مطبع امیریہ کبریٰ بولاق' مصر)

ملا علی قاری فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بہ طور تشدید ہے اگر کبھی کبھی اس کو سنا تو کوئی حرج نہیں ہے انسان پر واجب ہے کہ اس سے بچنے کی پوری کوشش کرے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں۔
(مرقات ج ۳ ص ۵۳۸ المکتبہ الحقانیہ پشاور)

آلات موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق علماء غیر مقلدین کی آراء

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر نے غناء اور دف بجانے پر انکار کیا تھا' لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے انکار پر انکار کیا تو انہوں نے اپنے انکار سے رجوع کر لیا۔ (المحلیٰ بالآثار ج ۳ ص ۳۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

نواب محمد صدیق بن حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ سماع میں فقہاء اور صوفیہ میں شروع سے اب تک نزاع چلا آ رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اقوال اور دلائل کے اختلاف کی وجہ سے سماع امور مشتبہ میں سے ہے اور متقی اور محتاط لوگ شبہات سے اجتناب کرتے ہیں اور صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جس شخص نے شبہات کو ترک کر دیا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شخص سرکاری چراگاہ کے گرد اپنے جانور چرائے گا عنقریب وہ جانور اس چراگاہ میں داخل ہو جائیں گے۔ (صحیح البخاری: ۵۲' صحیح مسلم: ۱۵۹۹)

خصوصاً جب ایسے اشعار کا سماع کیا جائے جن میں رخسار اور قد و قامت کا اور حسن و جمال کا اور ہجر و وصال کا ذکر ہو کیونکہ ان امور کو سننے والا کسی آزمائش میں ضرور مبتلا ہو گا' خصوصاً جب گانے والی حسین عورت اور خوش آواز ہو یا خوب صورت بے ریش لڑکا ہو' عرب جو اشعار سنتے تھے' ان میں جنگ کا اور شجاعت کا اور سخاوت کے اوصاف کا ذکر ہوتا تھا' سو جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرنا چاہتا ہو اور اپنے اسلام میں رغبت رکھتا ہو' اس کو سماع سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ شیطان نے مسلمانوں کو اپنے جال میں گرفتار کرنے کے لیے پھندے تیار کیے ہیں۔ (السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۳ ص ۲۰۷۔ ۲۰۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۵۸۔ ج ۲ ص ۶۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) عید کے دن حضرت عائشہ کے سامنے بچیوں کا گانا (۲) گانے کا شرعی حکم (۳) غناء اور آلات موسیقی کے شرعی احکام کی تفصیل (۴) احادیث اور آثار سے آلات غنا کی حرمت (۵) نکاح اور عید کے موقع پر صرف دف بجانے کی اجازت (۶) فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۷) فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۸) فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۹) فقہاء احناف کا نظریہ (۱۰) ہمارا موقف (۱۱) مجوزین موسیقی کے دلائل کا ضعف (۱۲) مجوزین موسیقی کا موقف (۱۳) مجوزین کے اہم دلائل کا ایک جائزہ (۱۴) مجوزین موسیقی کی دلیل (۱۵) علامہ شامی کی عبارت سے موسیقی پر استدلال (۱۶) قرآن کریم سے موسیقی پر استدلال (۱۷) شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی عبارت سے مغالطہ آفرینی (۱۸) جواز موسیقی کے دلائل پر علامہ آلوسی کا تبصرہ (۱۹) ریڈیو' وی سی۔ آر اور سینما دیکھنے کا حکم۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۷۶ سے ص ۲۰۳ تک پھیلی ہوئی ہے۔

٤ - بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوجِ

عید الفطر کے دن (نماز کے لیے) نکلنے سے پہلے کچھ کھانا

٩٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث

عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ. وَقَالَ مُرَجَّى بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن جب تک چند کھجوریں نہ کھا لیتے نماز کے لیے نہیں جاتے تھے' مرجّی بن رجاء نے کہا: مجھے عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۴' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲۹' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۸۲' شرح السنۃ: ۱۱۰۵' صحیح ابن حبان: ۲۸۱۳' المستدرک ج ۱ ص ۲۹۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۰' سنن دارمی: ۱۶۰۱' مسند البزار: ۶۵۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۶۸۔ ج ۱۹ ص ۲۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۷۰۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبد الرحیم' یہ صاعقہ کے لقب سے مشہور ہیں (۲) سعید بن سلیمان' آپ کا لقب سعدویہ ہے (۳) ہشیم بن بشیر بن قاسم بن دینار سلمی الواسطی (۴) عبید اللہ بن ابی بکر بن انس (۵) ان کے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۸)

عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کچھ کھانے کے متعلق صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے کچھ کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے فقہاء کے نزدیک سنت مستحبہ ہے۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا: سنت یہ ہے کہ عید الفطر کے دن کچھ کھائے بغیر گھر سے نہ نکلے' یہ عام فقہاء کا قول ہے' اور بعض تابعین راستہ میں کھانے کا حکم دیتے تھے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ اگر وہ چاہے تو کھائے اور چاہے تو نہ کھائے' ابراہیم النخعی نے بھی اسی کی مثل کہا ہے۔ حضرت ابن عمر سے نہ کھانے کی رخصت منقول ہے' امام ابن ابی شیبہ نے از نافع از ابن عمر یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر کچھ کھائے بغیر عید گاہ کی طرف جاتے تھے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اکثر فقہاء کا اس پر عمل ہے کہ کچھ کھانا مستحب ہے۔

المہلب نے کہا ہے: عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے اس لیے کچھ کھایا جاتا ہے تاکہ کوئی گمان کرنے والا یہ نہ گمان کرے کہ عید الفطر کے دن نماز عید تک روزہ رکھنا لازم ہے' سو آپ کو یہ خوف ہوا کہ اللہ کی حدود میں کوئی زیادتی نہ کی جائے' اس لیے آپ نے کچھ کھا کر اس کی اصلاح کی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھانے کا حکم نہیں دیا۔

طاق عدد کھجور آپ اس لیے کھاتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف اشارہ ہو اور آپ تمام کاموں میں اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۳۰۔۶۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

عید الفطر کے دن روزہ افطار کرنے اور کچھ کھانے کا حکم ہے' اس لیے آپ پہلے کچھ کھاتے' پھر نماز عید کے لیے جاتے اور عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنے کا حکم ہے' اس لیے آپ کچھ کھائے بغیر نماز عید پڑھ کر قربانی کرتے' پھر قربانی کا گوشت پکا کر کھاتے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن گھر سے اس وقت تک نہیں نکلتے تھے حتیٰ کہ کچھ کھا لیتے اور عید الاضحیٰ کے دن کچھ نہیں کھاتے تھے حتیٰ کہ نماز پڑھ لیتے۔

(سنن ترمذی: ۵۴۲ ' سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۶ ' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۲ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن چند کھجوروں سے افطار کرتے تھے' پھر عید گاہ کی طرف جاتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۵۴۳ ' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶)

مرجیٰ نے بیان کیا ہے: آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ ' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲۹ ' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۵)

حضرت انس رضی اللہ تین یا پانچ کھجوریں کھاتے تھے اور اگر چاہتے تو اس سے زیادہ کھاتے مگر طاق عدد کھاتے تھے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲)

عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ عید الفطر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک عید گاہ نہیں جاتے تھے حتیٰ کہ تین یا پانچ یا سات کھجوریں کھا لیں یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ طاق عدد۔

(صحیح ابن حبان: ۲۸۱۴)

عکرمہ نے کہا: لوگ اس پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۸۹ ' دار ابن جوزی ریاض' ۱۴۱۷ ھ)

۵ - بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ قربانی کے دن کھانا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن کھانے کا وقت نماز کے بعد ہے جیسے عید الفطر کے دن کھانے کا وقت نماز سے پہلے ہے۔

٩٥٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ. فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ يُشْتَهٰى فِيْهِ اللَّحْمُ وَذَكَرَ مِنْ جِيْرَانِهِ، فَكَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَّقَهُ قَالَ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَا أَدْرِيْ أَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ أَمْ لَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت انس رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کیا وہ دوبارہ ذبح کرے' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اس دن گوشت کی خواہش کی جاتی ہے اور اس نے اپنے پڑوسی کا ذکر کیا' پس گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی اس شخص نے کہا: میرے پاس چھ ماہ کا ایک بکری کا بچہ ہے جو میرے نزدیک دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ پسندیدہ ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی' پس میں نہیں جانتا کہ اس کے علاوہ دوسروں کو بھی یہ رخصت پہنچی ہے یا نہیں۔

[اطراف الحدیث: ۹۸۳_۵۵۴۶_۵۵۴۹_۵۵۶۱][صحیح مسلم: ۱۹۶۲' الرقم المسلسل: ۴۹۸۹' سنن نسائی: ۴۴۰۸_۴۴۰۰' ۵۸۷' سنن بیہقی

ج ۹ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۳ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۲۰۱۴۔ ج ۱۹ ص ۱۷ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت 'مسند الطحاوی: ۲۹۷)

اس حدیث کے رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس دن گوشت کی خواہش کی جاتی ہے۔

بعض الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا' یہ شخص حضرت ابو بردہ بن نیار تھے اور یہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے' جیسا کہ عنقریب دوسری حدیث میں آ رہا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اور اس نے اپنے پڑوسی کا ذکر کیا یعنی ان کے فقر اور ان کی حاجت کا ذکر کیا۔

اس حدیث میں ''جذعۃ'' کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: چھ ماہ کا بکرا یا مینڈھا۔ اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کرنے کا عدم جواز' قربانی کے جواز کی شرط میں مذاہب ائمہ۔۔۔۔۔۔ اور قربانی کے وجوب پر دلیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نماز عید سے پہلے اپنی قربانی کو ذبح کر لیا تو یہ جائز نہیں ہے' قربانی کا وقت قربانی کے دن طلوع آفتاب کے بعد داخل ہوتا ہے۔ اسحاق' امام احمد اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب عید کے دن' اتنا وقت گزر جائے جس میں نماز اور دو خطبے ہو سکیں تو پھر قربانی کرنا جائز ہے' خواہ امام نے نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو اور خواہ وہ جگہ شہر ہو یا بستی ہو۔

ہمارے نزدیک شہر والوں کے لیے اس وقت تک قربانی کرنا جائز نہیں ہے جب تک امام عید کی نماز نہ پڑھ لے اور رہے گاؤں اور دیہات کے لوگ تو وہ نماز فجر کے بعد قربانی کر سکتے ہیں اور ان کے لیے امام کے نماز عید پڑھنے کی شرط نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ امام نماز عید اور خطبہ سے فارغ ہو جائے۔

امام مالک کے نزدیک یہ شرط ہے کہ امام اپنی قربانی کو نحر یا ذبح کر کے فارغ ہو جائے۔ اصحاب مالک کا اس امام کے مصداق میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: اس سے مراد امیر المومنین ہے' اور بعض نے کہا: اس سے مراد شہر کا امیر ہے' اور بعض نے کہا: اس سے مراد نماز عید پڑھانے والا امام ہے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیار نے اپنے پڑوسی کے فقر اور اس کی ضرورت کی وجہ سے جلدی قربانی کر لی' اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کی ضرورت کا خیال رکھنا مستحسن ہے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کا جواز حضرت ابو بردہ بن نیار کے ساتھ مخصوص ہے' اور اجماع اس پر منعقد ہے کہ ایک سال سے کم عمر بکرے کی قربانی جائز نہیں ہے اور ایک سال سے کم عمر کے مینڈھے اور دنبہ کی قربانی کرنا جائز ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال سے کم عمر کی قربانی نہ کرو مگر یہ کہ تم پر دشوار ہو تو ایک سال سے کم عمر کے دنبہ کی قربانی کر لو۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۳' سنن ابوداؤد: ۲۷۹۷' سنن نسائی: ۴۳۷۸' سنن ابن ماجہ: ۳۱۴۱)

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کرنا واجب ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے

قربانی کی وہ دوبارہ قربانی کرے اگر قربانی کرنا واجب نہ ہوتا تو جس نے غیر وقت میں قربانی کی آپ اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم نہ دیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۰۲۔ ۳۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۹۵۴۔ ج ۶ ص ۱۳۳ پر مذکور ہے اس کی شرح میں قربانی کا وجوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کا ذکر ہے۔

٩٥٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَضْحٰى بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَا نُسُكَ لَهُ. فَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالُ الْبَرَاءِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَإِنِّي نَسَكْتُ شَاتِي قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَكُونَ شَاتِي أَوَّلَ مَا يُذْبَحُ فِي بَيْتِي فَذَبَحْتُ شَاتِي وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ آتِيَ الصَّلٰوةَ قَالَ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ. قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَإِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذَعَةً هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ أَفَتَجْزِي عَنِّي؟ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ. (سنن الطحاوی: ۶۹۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از شعبی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیا پس فرمایا: جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی اس نے صحیح عبادت کر لی اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی وہ نماز سے پہلے ذبح کرنا ہے اور اس کی عبادت (صحیح) نہیں ہے پھر حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کہا: جو حضرت البراء کے ماموں ہیں یا رسول اللہ! میں نے اپنی بکری کو نماز سے پہلے ذبح کر لیا اور مجھے یہ معلوم تھا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے اور میں یہ پسند کرتا تھا کہ میرے گھر میں میری بکری سب سے پہلے ذبح کی جائے سو میں نے اپنی بکری کو ذبح کر لیا اور نماز سے پہلے اس سے ناشتہ کر لیا' آپ نے فرمایا: تمہاری بکری' بکری کا گوشت ہے (یعنی قربانی نہیں ہے) انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جو چھ ماہ کا ہے اور وہ مجھے دو بکریوں سے زیادہ پسند ہے کیا وہ میری طرف سے (قربانی میں) کفایت کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور تمہارے بعد اور کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(۱) عید کے دن نماز کے بعد خطبہ دینا مسنون ہے۔

(۲) عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد کھانا کھانا مستحب ہے۔

(۳) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے عید کے دن اپنے پڑوسیوں کو کھانا کھلانے کے لیے اپنی قربانی جلد کر لی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ملامت نہیں کی کہ تم نے پڑوسیوں کو گوشت کھلانے کے لیے کیوں نماز سے پہلے قربانی کی' بلکہ یہ مسئلہ بتایا کہ نماز سے پہلے قربانی نہیں ہوتی اور ان پر دوبارہ قربانی کرنا واجب ہے۔

٦ - بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلّٰى بِغَيْرِ مِنْبَرٍ

بغیر منبر کے عیدگاہ کی طرف نکلنا

٩٥٦ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلٰى صُفُوفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ فِي أَضْحٰى أَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلّٰى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيدُ أَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهِ فَجَبَذَنِي فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهُ غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ فَقَالَ أَبَا سَعِيدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا أَعْلَمُ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِمَّا لَا أَعْلَمُ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَجْلِسُونَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی از عیاض بن عبد اللہ بن ابی سرح از حضرت ابوسعید الخدری وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف نکل کر جاتے تھے سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے پھر مڑ کر نمازیوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور نمازی اپنی صفوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے آپ ان کو وعظ اور نصیحت کرتے اور ان کو حکم دیتے، پس اگر آپ کوئی لشکر بھیجنا چاہتے تو اس کو تیار کرتے یا کسی اور چیز کا حکم دینا چاہتے تو اس کا حکم دیتے پھر آپ گھر لوٹ جاتے۔ حضرت ابوسعید نے کہا: پھر لوگوں کا ہمیشہ یہی معمول رہا حتیٰ کہ میں مروان کے ساتھ نکلا اور وہ اس وقت مدینہ کا امیر تھا اور یہ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کا دن تھا جب ہم عید گاہ میں آئے تو کثیر بن الصلت نے منبر بنا کر رکھ دیا پھر مروان نماز پڑھانے سے پہلے منبر کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا میں نے اس کے کپڑے کو پکڑ کر کھینچا اس نے مجھے کھینچا حتیٰ کہ وہ منبر پر چڑھ گیا پس اس نے نماز سے پہلے خطبہ دیا میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے (عید کا) طریقہ بدل دیا ہے اس نے کہا: اے ابوسعید! وہ طریقہ جاتا رہا جو تم جانتے ہو پس میں نے کہا: اللہ کی قسم! جس کو میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کو میں نہیں جانتا تب اس نے کہا: بات یہ ہے کہ نماز کے بعد لوگ ہمارے لیے بیٹھتے نہیں ہیں اس لیے میں نے خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۸۸۹، الرقم المسلسل: ۲۰۲۰، سنن نسائی: ۱۵۷۵، سنن ابن ماجہ: ۱۲۸۸، اس حدیث کی بقیہ تخریج صحیح البخاری: ۹۵۳ میں گزر چکی ہے جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۵۸، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

عید گاہ میں منبر لے جانا اور نہ لے جانا ہر دو صورتیں جائز ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اشہب نے کہا ہے کہ منبر کو عید گاہ میں لے جانے میں وسعت ہے اگر چاہے تو منبر کو لے جائے اور اگر چاہے تو نہ لے جائے۔

ابن حبیب نے کہا ہے کہ منبر کو عید گاہ میں نہ لے جائے کیونکہ منبر پر چڑھ کر خطبہ دینا خلفاء کا طریقہ ہے۔

المہلب نے کہا: کثیر بن الصلت کا منبر بنانا اس کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے منبر نہیں تھا۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھی جائے گی اور یہ کہ خطیب کو نمازیوں کی طرف منہ کرنا چاہیے اور نمازیوں کو خطیب کے سامنے بیٹھنا چاہیے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ خطیب کا عید گاہ کی طرف نکل کر جانا عید کی سنت ہے اہل مکہ کے سوا کیونکہ ان کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ حرم شریف میں نماز پڑھیں۔

سب سے پہلے عید کی نماز پر خطبہ کو کسی نے مقدم کیا

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عیدین کی نماز میں سب سے پہلے خطبہ کو مقدم کس نے کیا' ابن نافع نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو عیدین میں مقدم کیا تا کہ لوگ نماز میں شامل ہو جائیں' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے' ابن شہاب الزہری نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا ہے' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے' طارق بن شہاب نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو عیدین کی نماز پر مقدم کیا وہ مروان تھا۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اجتہاد سے لوگوں کے لیے نئے طریقے وضع کرنے چاہئیں جب کہ ان میں لوگوں کی مصلحت ہو اور اس کی اصل اور دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ دیا' پھر حضرت عثمان وغیرہ نے عید کے دن نماز کی تقدیم کو ترک کر دیا اور خطبہ کو مقدم کر دیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کو نماز پر مقدم کرتے تھے اور یہ کوئی خاص تغیر نہیں ہے بلکہ ایک فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے فعل کے مطابق کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۳-۱۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے عید کے دن کس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا' امام ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ پہلے عید کی نماز پڑھتے تھے' پھر خطبہ دیتے تھے حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور ان کے دور خلافت میں لوگ بہت زیادہ ہو گئے' پس جب وہ خطبہ دینے کے لیے جاتے تو شقی لوگ اٹھ کر چلے جاتے تو پھر حضرت عمر نے خطبہ کو مقدم کر دیا اور نماز کو اختتام پر کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۳' دد' مجلس علمی بیروت' ۱۴۲۲ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ عینی نے اس روایت کو شاذ قرار دیا ہے۔

ایک قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا' لیکن اس قول کی کوئی اصل نہیں ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا' نیز قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے زیاد نے بصرہ میں خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تھا اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کیا تھا بلکہ صحیح یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مروان نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا' جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

اس حدیث میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی اصل ہے' خواہ والی اور حاکم کو برائی سے روکا جائے کیونکہ مروان اس وقت مدینہ کا والی اور حاکم تھا اور حضرت ابوسعید خدری نے حاکم کو نیکی کا حکم دیا اور خلاف سنت کام سے روکا۔

حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت المغیرہ' حضرت ابو مسعود اور حضرت ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ نماز عید خطبہ پر مقدم ہے اور ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۰۶-۴۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عیدین کی نماز پر خطبہ کو مقدم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نماز عید پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (صحیح البخاری: ۹۸، صحیح مسلم: ۸۸۴، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۲-۱۱۴۷-۱۱۴۳، سنن نسائی: ۱۵۷۰-۱۵۶۹، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۰، سنن دارمی: ۱۶۰۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۱۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن پہلے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۹۶۳، صحیح مسلم: ۸۸۸، سنن ترمذی: ۵۳۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۶، سنن نسائی: ۱۶۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عید کے دن کثیر ابن الصلت کے گھر کے پاس خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کے بعد خطبہ دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ عید کے دن حاضر ہوا، انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔ (صحیح مسلم: ۲۹، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۰، سنن ترمذی: ۲۷۰۴، سنن نسائی: ۵۰۳۳، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے ہوتی تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۵۰۔ ج ۲ ص ۶۶۳ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷- بَابُ الْمَشْيِ وَالرُّكُوْبِ إِلَى الْعِيْدِ وَالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَبِغَيْرِ أَذَانٍ وَّلَا إِقَامَةٍ

عید کی نماز کے لیے پیدل اور سواری پر جانا اور اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز کو خطبہ سے پہلے پڑھنا

۹۵۷- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ، ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از عبد اللہ بن عمر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۹۶۳] (صحیح مسلم: ۸۸۸، الرقم المسلسل: ۲۰۱۹، سنن ترمذی: ۵۳۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۹، سنن بیہقی

ج ٣ ص ٢٩٦ شرح السنۃ: ١١٠١ السنن الکبریٰ: ١١٩٨ مسند احمد ج ٣ ص ١٢ طبع قدیم مسند احمد ج ٨ ص ٢٠٩ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابراہیم بن المنذر بن عبد اللہ ابو اسحاق الحزامی (٢) انس بن عیاض ابو ضمرہ' یہ یزید بن عیاض کے بھائی نہیں ہیں اور ان کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے (٣) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (٤) نافع مولیٰ ابن عمر (٥) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٠٧)

٩٥٨ - **حَدَّثَنَا** إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ، فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا: مجھ کو عطاء نے خبر دی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے پس آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔

[اطراف الحدیث: ٩٦١۔٩٧٨] [صحیح مسلم: ٨٨٣، الرقم المسلسل: ٢٠١١، سنن النسائی: ١٥٦١، مسند ابو یعلیٰ: ٢٥٦٩، المعجم الکبیر: ١٣٠١٦، مسند البزار: ٢٩٠، سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٩٢، مسند احمد ج ١ ص ٢٣٣ طبع قدیم، مسند احمد ج ٣ ص ٢٦٠ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

٩٥٩ - **قَالَ** وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي أَوَّلِ مَا بُويِعَ لَهُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ، وَإِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے عطاء نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن الزبیر کے پاس اس وقت پیغام بھیجا جب ان کے ہاتھ پر پہلی بیعت کی گئی تھی کہ عید الفطر کے دن اذان نہیں دی جاتی تھی اور خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا۔

٩٦٠ - **وَأَخْبَرَنِي** عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحٰى.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت ابن عباس اور از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم' ان دونوں نے کہا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اذان نہیں دی جاتی تھی۔

٩٦١ - **وَعَنْ** جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدُ، فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ، فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ، وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ، يُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً. قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَتَرٰى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ الْآنَ أَنْ يَأْتِيَ النِّسَاءَ فَيُذَكِّرَهُنَّ حِينَ يَفْرُغُ؟ قَالَ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ، وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يَفْعَلُوا.

اور از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے نماز سے ابتداء کی' پھر اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا' پھر جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ منبر سے اترے' پھر خواتین کے پاس گئے' پس ان کو نصیحت کی اور اس وقت آپ نے حضرت بلال کے ہاتھ پر ٹیک لگائی ہوئی تھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلایا ہوا تھا' اور خواتین اس میں صدقہ ڈال رہی تھیں' ابن جریج کہتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: کیا اب بھی امام پر واجب ہے کہ وہ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد

خواتین کے پاس جائے اور ان کو نصیحت کرے؟ عطاء نے کہا: بے شک یہ ان پر واجب ہے اور ان کو کیا ہوا جو وہ ایسا نہیں کرتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التمیمی الفراء ابو اسحاق الرازی (٢) ہشام بن یوسف ابو عبد الرحمان الصنعانی الیمانی' یہ ١٩٧ھ میں یمن میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (٤) عطاء بن ابی رباح (٥) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (٦) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (٧) حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٠٨)

حدیث: ٩٥٩ میں مذکور ہے: جب پہلی بار حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی۔ یزید بن معاویہ کی موت کے بعد ٦٤ھ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی' اور ٧٣ھ میں حضرت عبد اللہ بن الزبیر کو شہید کر دیا گیا تھا' حضرت ابن الزبیر کی خلافت نو سال رہی۔

عید کی نماز پڑھنے کے لیے پیدل یا سوار ہو کر جانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علماء کے نزدیک عیدین کی نماز میں سنت یہ ہے کہ پیدل جائیں کیونکہ اس میں تواضع ہے اور سوار ہو کر جانا مباح ہے' اس باب کی احادیث میں ایسی کسی حدیث کا ذکر نہیں ہے جس میں عید گاہ کی طرف سوار ہو کر جانے کا ذکر ہو اور زہری نے حضرت عمر بن الخطاب سے نقل کیا ہے کہ وہ عید الفطر کو پیدل جاتے تھے اور حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ عید کے دن پیدل عید گاہ کی طرف جائیں' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ مستحب ہے۔

امام مالک نے کہا: ہم پیدل جاتے ہیں جب ہمارے مکان قریب ہوتے ہیں اور جس کا مکان بعید ہے اگر وہ سوار ہو کر جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے' حسن بصری عید کے دن سوار ہو کر جاتے تھے' اور ابراہیم النخعی نے عیدین اور جمعہ کے دن سوار ہو کر جانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

رہا نماز عید کو خطبہ سے پہلے پڑھنا تو اس پر متقدمین اور متاخرین علماء کا اجماع ہے' ماسوا بنو امیہ کے' وہ خطبہ نماز سے پہلے پڑھتے ہیں اور اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عید کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوتی اور یہ فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے اور شعبی اور حکم اور ابن سیرین نے کہا: عیدین کے دن اذان دینا بدعت ہے۔

سعید بن المسیب نے کہا: جس نے سب سے پہلے عید کے دن اذان دی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے' حصین نے کہا: سب سے پہلے عید کے دن زیاد نے اذان دی تھی۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ کام سب سے پہلے ہشام نے کیا' داؤدی نے کہا: یہ کام مروان نے کیا تھا' امام شافعی نے کہا: صرف یہ ندا کی جائے کہ نماز تیار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٠٩)

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٧-٦٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی احادیث' شرح صحیح مسلم: ١٩٣٩-١٩٣٢ - ج ٢ ص ٦٦٣-٦٦٢ پر مذکور ہیں' وہاں ان احادیث کی شرح نہیں کی گئی۔

٨ - بَابُ الْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيْدِ نمازِ عید کے بعد خطبہ دینا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے پہلی احادیث میں یہ ذکر آ چکا ہے کہ عید کے دن نماز کے بعد خطبہ دیا جائے گا' پھر امام بخاری نے اس کا دوبارہ ذکر کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے زیادہ تاکید کے لیے ایسا کیا ہے ویسے بھی امام بخاری احادیث کا تکرار بہت کرتے ہیں۔

٩٦٢ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الحسن بن مسلم نے خبر دی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: میں عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پاس حاضر تھا' وہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٩٥٢ کو ملاحظہ فرمائیں۔

٩٦٣ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

ابوعاصم نے بیان کیا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٩٥٦ کا مطالعہ فرمائیں۔

٩٦٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ تُلْقِي الْمَرْأَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا.

ابوعاصم نے بیان کیا: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھائی اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی' پھر آپ خواتین کے پاس گئے اس وقت آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے' آپ نے خواتین کو صدقہ کرنے کا حکم دیا' پھر خواتین کپڑے میں ڈالتی تھیں' خواتین اس میں اپنی بالیاں اور ہار ڈالتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٩٦١ کا مطالعہ فرمائیں۔

عید کی نماز دو رکعت ہے

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نمازِ عید دو رکعت ہے' ابن بزیزہ نے کہا: اس پر اجماع منعقد ہے کہ نمازِ عید دو رکعت ہے' اس سے

زیادہ نہیں ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز عید چار رکعت ہے اگر نماز عید' عید گاہ میں پڑھی جائے تو جمہور کا قول ہے کہ وہ دو رکعت ہے۔

نماز عید سے پہلے اور بعد نفل پڑھنے کے متعلق اختلاف فقہاء

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نفل نہیں پڑھے جائیں گے۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ثوری کا مذہب یہ ہے کہ نماز عید کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا جائز نہیں ہے' اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور ابن وہب اور اشہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ نماز عید سے پہلے نفل نہ پڑھے جائیں اور نماز عید کے بعد نفل پڑھنا مباح ہے۔

الذخیرہ میں مذکور ہے: نماز عید سے پہلے کوئی نماز نہ پڑھی جائے' کرخی نے تصریح کی ہے کہ یہ مکروہ ہے' شرح الہدایہ میں مذکور ہے کہ محمد بن مقاتل المروزی یہ کہتے تھے کہ عید گاہ کی طرف نکل کر جانے سے پہلے چاشت کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عامۃ المشائخ نے کہا ہے کہ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت جابر اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہم نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نوافل کو جائز نہیں سمجھتے تھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ' مسروق' شعبی' ضحاک' سالم' قاسم' الزہری' معمر' ابن جریج اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

نماز عید پڑھنے کے لیے عورتوں کے عید گاہ میں جانے کے متعلق اختلاف فقہاء اور صدقہ کے مسائل

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے بعد خواتین کے پاس جاتے تھے اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیتے تھے' اور اس حدیث میں خواتین کو وعظ کرنے کا اور ان کو صدقہ دینے کی ترغیب کا استحباب ہے اور یہ اس وقت مستحب ہے جب وعظ کرنے والے عالم اور وعظ سننے والی خواتین پر کسی فساد یا گناہ کا خطرہ نہ ہو' نیز اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نفلی صدقہ میں ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس میں یہ کافی ہے کہ بغیر کچھ کہے صدقہ وصول کرنے والے کی جھولی میں صدقہ کا مال ڈال دیا جائے کیونکہ وہ خواتین حضرت بلال کی جھولی میں صدقہ کے زیورات ڈال دیتی تھیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عید پڑھنے کے لیے خواتین کا عید گاہ میں جانا جائز ہے' اس میں سلف صالحین کا اختلاف ہے' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ خواتین پر عید کی نماز پڑھنے کے لیے جانا واجب ہے' ابوقلابہ نے بیان کیا کہ ہم عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں عید الفطر اور عید الاضحی کی نماز پڑھنے کے لیے جاتی تھیں اور علقمہ اور اسود اپنی خواتین کو نماز عید کے لیے عید گاہ میں لے جاتے اور نماز جمعہ میں جانے سے منع کرتے تھے۔ ابن نافع نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ عیدین اور جمعہ کی نماز کے لیے عورتوں کے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان نمازوں کے لیے جانا ان پر واجب نہیں ہے' اور بعض فقہاء تابعین نے عورتوں کے جانے سے منع کیا ہے' ان میں عروہ' القاسم' النخعی' یحییٰ الانصاری اور امام ابویوسف شامل ہیں' امام ابوحنیفہ نے ایک مرتبہ اس کی اجازت دی اور ایک مرتبہ منع کیا' اور جن فقہاء نے نماز عید کے لیے عورتوں کو جانے کی اجازت دی ہے' ان کا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ وہ سنت ثابتہ کے مطابق ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں فتنہ اور فساد غالب ہے' اس لیے اب عورتوں کو مطلقاً منع کرنا چاہیے اور جب عورتیں جائیں تو مردوں سے الگ جگہ میں کھڑی ہوں تاکہ فتنہ اور فساد کا خطرہ نہ رہے۔

(میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں عورتیں اپنی ضروریات' سیر و تفریح اور تعیش کے لیے گھر سے باہر نکلتی ہیں تو صرف نماز کے لیے ان

کو گھر سے نکلنے سے منع کرنا مناسب نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ عورت اپنے ذاتی مال سے کسی کو صدقہ دے سکتی ہے' البتہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ وہ شوہر کی رضامندی کے بغیر تہائی مال سے زیادہ صدقہ نہ کرے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٣-١٢ ۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

٩٦٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُّصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهٖ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ. فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، يُقَالُ لَهُ أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ذَبَحْتُ، وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّسِنَّةٍ، فَقَالَ اجْعَلْهُ مَكَانَهُ، وَلَنْ تُوْفِيَ، أَوْ تَجْزِيَ، عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم آج کے اس دن جس کام کو سب سے پہلے کرتے تھے وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں' پھر ہم لوٹ جاتے ہیں' پھر ہم نحر (قربانی) کرتے ہیں' سو جس نے یہ کام کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تو وہ صرف گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے پیش کیا ہے' اس کا عبادت میں کوئی حصہ نہیں ہے' پھر انصار میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے جن کا نام حضرت ابوبردہ بن نیار تھا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں ذبح کر چکا ہوں اور میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے' جو ایک سال کے بکرے سے زیادہ بہتر (فربہ) ہے' آپ نے فرمایا: اسے اس کی جگہ ذبح کر دو' اور تمہارے بعد وہ اور کسی کے لیے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٩٥١ کا مطالعہ کریں۔

٩ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ فِي الْعِيْدِ وَالْحَرَمِ

عید کے دن اور حرم میں ہتھیار اٹھانا مکروہ ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ نُهُوْا أَنْ يَّحْمِلُوا السِّلَاحَ يَوْمَ عِيْدٍ إِلَّا أَنْ يَّخَافُوْا عَدُوًّا.

اور حسن بصری نے کہا: مسلمانوں کو اس سے منع کیا گیا تھا کہ وہ عید کے دن ہتھیار اٹھائیں سوا اس کے کہ انہیں دشمن کا خطرہ ہو۔

اس تخریج کی اصل یہ حدیث ہے:

ضحاک بن مزاحم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن ہتھیار نکالنے سے منع فرمایا' سوا اس صورت کے کہ تمہیں کسی دشمن کا خطرہ ہو' پھر تم ہتھیار نکال لو۔

(مصنف عبدالرزاق: ٥٦٦٥-٥٦٦٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ' سنن ابن ماجہ: ١٣١٤' اس میں ایک ضعیف راوی ہے)

٩٦٦ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى، أَبُو السُّكَيْنِ، قَالَ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْقَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحییٰ ابو السکین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محاربی نے حدیث

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِيْنَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِي أَخْمَصِ قَدَمِهِ فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا وَذٰلِكَ بِمِنًى فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَعَلَ يَعُوْدُهُ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَنْتَ أَصَبْتَنِي قَالَ وَكَيْفَ؟ قَالَ حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيْهِ وَأَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ الْحَرَمَ. [طرف الحدیث:۹۶۷]

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سوقہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر' انہوں نے بیان کیا: میں اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا' جب نیزہ کی نوک ان کے پیر کے تلوے میں چبھوئی گئی' ان کا پیر رکاب کے ساتھ چپک گیا' پس میں سواری سے اترا اور ان کے پیر کو رکاب سے نکالا' یہ واقعہ منیٰ میں ہوا تھا' حجاج کو یہ خبر پہنچی تو وہ ان کی عیادت کے لیے آیا' پس حجاج نے کہا: کاش! ہم کو پتا چل جاتا کہ کس نے آپ کو نیزہ چبھویا ہے' حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے چبھویا ہے' حجاج نے پوچھا: کیسے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے اس دن ہتھیار اٹھائے جس دن ہتھیار اٹھائے نہیں جاتے اور تم نے حرم میں ہتھیاروں کو داخل کیا حالانکہ حرم میں ہتھیار داخل نہیں کیے جاتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) زکریا بن یحییٰ بن عمر الطائی الکوفی' ان کی کنیت ابو السکین ہے (۲) المحاربی' ان کا نام عبد الرحمان بن محمد ہے' ان کی کنیت ابو محمد ہے' یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) محمد بن سوقہ ابو بکر الغنوی الکوفی (۴) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۱۵)

حضرت ابن عمر کے تلوے میں نیزہ کی نوک چبھونے میں حجاج بن یوسف کا کردار

اس حدیث میں حجاج کا ذکر ہے' اس کا نام حجاج بن یوسف الثقفی ہے' یہ اس وقت حجاز کا امیر تھا' یہ واقعہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے ایک سال بعد کا ہے' یہ بیس سال عراق پر حاکم رہا' اس نے اس عرصہ میں بہت خون ریزی کی' اور اللہ کے حرم میں الحاد کیا' اور اس نے بہت فتنہ اور فساد کیا' یہ ۹۵ھ میں واسط میں مر گیا تھا' اور وہیں دفن کیا گیا' اس کی قبر کا نشان مٹ گیا اور اس کو پانی بہا کر لے گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر نے حجاج سے کہا: تم نے یہ نیزہ چبھویا ہے' اس جملہ میں حضرت ابن عمر نے سبب کی طرف اسناد کیا ہے' کتاب الانساب میں مذکور ہے کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان نے حجاج کی طرف لکھا تھا کہ تم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کسی بات میں مخالفت نہ کرنا' یہ حکم حجاج پر شاق گزرا' اس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ نیزہ کو زہر آلود کرے اور اس کو حضرت ابن عمر کے پیر کے تلوے میں چبھو دے' اس زہر آلود زخم کی وجہ سے حضرت ابن عمر کئی دن تک بیمار رہے' بالآخر ۷۴ھ میں فوت ہو گئے۔

حجاج نے کہا: کیسے؟ یعنی میں نے آپ کے تلوے میں نیزہ کی نوک کیسے چبھوئی؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے عید کے دن لوگوں کو حرم میں ہتھیار لے جانے کی اجازت دی' جس کی وجہ سے کسی کو یہ موقع ملا کہ وہ میرے تلوے میں نیزہ چبھوئے تو اس کا سبب تم بنے ہو اور تم نے دو وجہ سے سنت کی مخالفت کی' تم نے عید کے دن اور حرم میں ہتھیار لے جانے کی اجازت دی حالانکہ اس دن اور اس جگہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار لے جانے سے منع فرمایا ہے۔

جس طرح عید کے دن اور حرم میں ہتھیار لے جانا منع ہے' اسی طرح جس دن اور جس جگہ میں لوگوں کا اژدحام ہو وہاں بھی

ہتھیار لے جانا منع ہے یعنی بغیر غلاف کے تاکہ کھلا ہوا ہتھیار کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دے ہاں! اگر ہتھیار غلاف اور میان میں ہوں تو پھر ان کو لے جانا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہتھیار لے کر چلنے کی ممانعت کے باوجود مسلمانوں کی موجودہ روش

آج کل نیزوں' تلواروں اور تیروں کا دور تو نہیں ہے لیکن پستول اور بندوق کا اور ٹی ٹی اور کلاشنکوف کا دور ہے اور لوگ برسر عام ان ہتھیاروں کو لے کر گھومتے ہیں۔ شادی بیاہ کے مواقع پر اور تہواروں پر اور نئے سال کی آمد پر بے تحاشا فائرنگ کرتے ہیں' جس کی زد میں آ کر کئی بے قصور لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اور لوگ اپنے سیاسی مخالفوں کو برسر عام قتل کرتے ہیں' حکومت کی طرف سے اس کے خلاف کارروائی کے اعلانات کیے جاتے ہیں لیکن ان اعلانات پر عمل نہیں ہوتا' کیونکہ فائرنگ کرنے والے بہت اثر و رسوخ والے اور مضبوط پارٹی سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں اور اب فائرنگ تو معمولی بات ہے' مساجد' مدارس اور بڑے بڑے جلسہ گاہوں میں بم دھماکے کیے جاتے ہیں اور سینکڑوں لوگ لقمۂ اجل بن جاتے ہیں اور کوئی مجرم پکڑا نہیں جاتا۔ چند دن اس ظلم کے خلاف کارروائی کی بازگشت سنائی دیتی رہتی ہے پھر سب کچھ طاق نسیان کی نذر ہو جاتا ہے۔ ہاں! اگر صدر مملکت یا وزیر اعظم کے خلاف دہشت گردی کی کارروائی ہو تو پھر مجرم پکڑ لیے جاتے ہیں اور ان کو سزا بھی ہوتی ہے' پچھلے سال کے بارہ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ کو نشتر پارک' کراچی میں عید میلاد النبی کے عظیم جلسۂ عام میں اسٹیج پر بم دھماکہ کیا گیا جس میں پچاس ساٹھ جلیل القدر علماء شہید ہو گئے۔ ان میں میرا بھانجا سید کاشف علی بھی شہید ہو گیا اور سینکڑوں زخمی ہو گئے' لیکن کوئی مجرم گرفتار نہیں ہوا' نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھو کہیں اس سے کوئی مسلمان زخمی نہ ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۷۵-۴۵۱' صحیح مسلم: ۲۶۱۴-۱۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۸)

جب کہ اب مسلمان کھلے عام دوسرے مسلمانوں کو ناحق قتل کر رہے ہیں۔

۹۶۷- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ ابْنِ الْعَاصِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَأَنَا عِنْدَهُ' فَقَالَ كَيْفَ هُوَ؟ فَقَالَ صَالِحٌ' فَقَالَ مَنْ أَصَابَكَ؟ قَالَ أَصَابَنِيْ مَنْ أَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِيْ يَوْمٍ لَا يَحِلُّ فِيْهِ حَمْلُهُ' يَعْنِي الْحَجَّاجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: جس وقت حجاج حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' اس وقت میں بھی ان کے پاس تھا' پس اس نے پوچھا: وہ کیسے ہیں؟ حضرت ابن عمر نے کہا: وہ ٹھیک ہیں' اس نے پوچھا: آپ کو یہ نیزہ کس نے چبھویا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: مجھے یہ نیزہ اس شخص نے چبھویا ہے جس نے اس دن ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا جس دن ہتھیار اٹھانا جائز نہیں ہے' یعنی حجاج نے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۶۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۰- بَابُ التَّبْكِيْرِ إِلَى الْعِيْدِ

عید کی نماز کے لیے جلدی روانہ ہونا

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ إِنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ' وَذٰلِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ.

اور حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اس وقت ہم (نماز عید) سے فارغ ہو جاتے تھے اور یہ چاشت کی نماز پڑھنے کا وقت تھا۔

حضرت عبد اللہ بن بسر ابو صفوان السلمی المازنی صحابی ابن صحابی ہیں' یہ ٨٨ھ میں حمص میں اچانک فوت ہو گئے تھے اس وقت یہ وضوء کر رہے تھے' ملک شام میں فوت ہونے والے یہ آخری صحابی ہیں' یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣١٧)

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

یزید بن خمیر الرحبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن بسر جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے رضی اللہ عنہ' وہ لوگوں کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن (نماز عید کے لیے) نکلے' انہوں نے امام کی تاخیر پر انکار کیا اور کہا: بے شک اس ساعت میں تو ہم (نماز عید سے) فارغ ہو جاتے تھے اور یہ چاشت کی نماز کا وقت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١١٣٥' سنن ابن ماجہ: ١٣١٧)

٩٦٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ. فَقَامَ خَالِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَنَا ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ، وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُسِنَّةٍ قَالَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا، أَوْ قَالَ اذْبَحْهَا، وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از زبید از الشعبی از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ دیا' آپ نے فرمایا: ہم اپنے اس دن میں جس کام سے ابتداء کرتے ہیں' وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر ہم لوٹ کر جاتے ہیں اور نحر (قربانی) کرتے ہیں پس جس نے یہ کام کیے اس نے ہماری سنت کو پا لیا اور جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا' تو وہ صرف گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کر لیا ہے' اس میں عبادت کی کوئی چیز نہیں ہے' پھر میرے ماموں حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر دیا اور میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے اور وہ ایک سال کے بکرے سے زیادہ فربہ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اس کی جگہ ذبح کر دو یا فرمایا: اس کو ذبح کر دو اور تمہارے بعد چھ ماہ کا بکری کا بچہ (قربانی میں) کسی کے لیے کافی نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٥٥ میں گزر چکی ہے۔

''الجذع'' کے فقہی معانی

اس حدیث میں ''الجذع'' کا لفظ ہے' اونٹ کے لیے جب ''الجذع'' کا لفظ استعمال ہو تو فقہاء احناف' شوافع' حنابلہ' ظاہریہ اور جعفریہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: وہ اونٹ جو چار سال پورے کر کے پانچویں سال میں داخل ہوا ہو' اور جب بیل کے لیے ''الجذع'' مستعمل ہو تو اس کا معنی ہے: وہ بیل جو دو سال پورے کرے' تیسرے سال میں داخل ہو اور فقہاء احناف کے نزدیک اس کا معنی ہے: ایک سال کا بیل' اور جب گھوڑوں کے لیے یہ لفظ مستعمل ہو تو فقہاء احناف کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو چوتھے سال

میں داخل ہوا اور جب ذنب کے لیے مستعمل ہو تو حنفیہ' شافعیہ اور ظاہریہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو پورے ایک سال کا ہو اور حنفیہ اور شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ چھ ماہ کا ہو' اور جب بکرے کے لیے یہ لفظ بولا جائے تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو ایک سال سے کم ہو یا چھ ماہ کا ہو۔ (القاموس الفقہی ص ۵۹' ادارۃ القرآن' کراچی)

١١ - بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ — ایام تشریق میں عمل کی فضیلت

تشریق کا لفظ "شرق اللحم" سے ماخوذ ہے' جب گوشت کو دھوپ میں سوکھنے کے لیے پھیلا دیا جائے تو اس کو "شرق اللحم" کہتے ہیں کیونکہ قربانی کے گوشت کو منیٰ میں سکھایا جاتا تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ تشریق کا معنی ہے: سورج کا چمکنا۔ ھدی اور قربانی کی اونٹنیوں کو اس وقت تک نحر نہیں کیا جاتا تھا جب تک سورج طلوع ہو کر چمکنے نہ لگتا ہو' ایک قول یہ ہے کہ "التشریق" سے مراد عید کی نماز ہے کیونکہ عید کی نماز اس وقت ادا کی جاتی تھی جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے جیسا کہ امام ابوعبید نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علی سے روایت کی ہے کہ جامع شہر کے سوا جمعہ اور تشریق جائز نہیں ہے یعنی نماز جمعہ اور نماز عید جائز نہیں ہے۔ الخلاصہ میں مذکور ہے: قربانی کے ایام تین دن ہیں اور تشریق کے ایام بھی تین ہیں اور تشریق چار دن تک جاری ہے اور دس ذی الحج کا دن نحر کے ساتھ خاص ہے اور تیرہ ذی الحج تشریق کے ساتھ خاص ہے اور ان کے درمیان کے دو دن نحر اور تشریق دونوں کے لیے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤١٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ (البقرہ: ٢٠٣) اَيَّامُ الْعَشْرِ' وَالْاَيَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور ایام معدودات میں اللہ کا ذکر کرو (البقرہ: ٢٠٣) "ایام العشر" اور "ایام معدودات" ایام تشریق ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ. (الحج: ٢٨) — اور مقررہ دنوں میں (ذبیحہ پر) اللہ کا نام ذکر کریں۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ. (البقرہ: ٢٠٣) — اور گنتی کے دنوں میں اللہ کو یاد کرو۔

قرآن مجید میں ہے: "وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ" (الحج: ٢٨) اور حضرت ابن عباس نے کہا ہے: "وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ" اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے اس سے قرآن مجید کے الفاظ کا ارادہ نہیں کیا بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ ایام معلومات سے مراد ذی الحج کے پہلے دس دن ہیں اور "اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ" (البقرہ: ٢٠٣) سے مراد گیارہ' بارہ اور تیرہ ذی الحج کے تین دن ہیں۔

متقدمین کا "ایام معدودات" اور "ایام معلومات" کی تفسیر میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک "ایام معلومات" ذی الحج کے دس ہیں اور "ایام معدودات" دس' گیارہ اور بارہ ذی الحج کے تین دن ہیں' اور یہی حسن اور قتادہ کا قول ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: "ایام معلومات" نحر (قربانی) کے تین دن ہیں اور "ایام معدودات" "ایام تشریق" ہیں' اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے' ان کو "معدودات" اس لیے فرمایا ہے کہ ان کی تعداد کم ہے' اور قربانی کے ایام کو "معلومات" اس لیے فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ قربانی کے ایام ہیں۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ "ایام معلومات" قربانی کے ایام ہیں اور حضرت علی اور حضرت عمر سے مروی ہے کہ اس سے قربانی کا دن اور اس کے بعد کے دو دن مراد ہیں اور یہی امام

مالک کا قول ہے' امام طحاوی نے کہا: الحج: ۲۸ میں ''اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ'' سے مراد قربانی کے ایام ہیں اور ان ہی کو البقرہ: ۲۰۳ میں ''اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ'' فرمایا ہے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ ذی الحج کے دس دنوں میں بازار کی طرف نکلتے' وہ دونوں تکبیر پڑھتے تھے اور ان کی تکبیر کے ساتھ لوگ تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ میں تکبیر پڑھتے تھے' اہل مسجد اس تکبیر کو سن کر تکبیر پڑھتے تھے' پھر بازار والے اس کو سن کر تکبیر پڑھتے تھے حتیٰ کہ تکبیر کی آواز سے منیٰ گونج جاتا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ان ایام میں منیٰ میں تکبیر پڑھتے تھے اور نمازوں کے بعد اور اپنے بستر پر اور اپنے خیمہ میں اور اپنی مجلس میں اور اپنے چلنے کی جگہوں میں' ان تمام ایام میں۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۲' نشر السنۃ' ملتان)

وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ.

اور محمد بن علی نے نفل نماز کے بعد تکبیر پڑھی۔

اس سے مراد ہیں: محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب جو امام باقر کے نام سے معروف ہیں' اس تعلیق کو امام دارقطنی نے المؤتلف میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہمیں ابو وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے سنا' وہ ایام تشریق میں منیٰ میں نوافل کے بعد تکبیر پڑھ رہے تھے۔ السفاقسی نے کہا ہے کہ اس پر محمد بن علی کی کسی نے متابعت نہیں کی' بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ نوافل اور جنائز کے بعد تکبیر پڑھی جائے' یہی زیادہ صحیح قول ہے' امام مالک کے اس میں دو قول ہیں اور مشہور قول یہ ہے کہ یہ تکبیرات فرائض کے ساتھ مختص ہیں' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام شافعی اور باقی فقہاء کا بھی یہی قول ہے' وہ صرف فرائض کے بعد تکبیرات کو جائز کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۲) جماعت کے بعد تکبیر پڑھنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہی امام احمد کی مشہور روایت ہے اور امام ابو یوسف' امام محمد' امام مالک اور امام شافعی نے کہا: تنہا نماز پڑھنے والا بھی تکبیر پڑھے' اور صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تکبیر پڑھنا واجب ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ یہ سنت ہے' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۰)

۹۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِي هَذِهِ. قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از مسلم البطین از سعید بن جبیر از ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ذی الحج کے ان دس دنوں میں ان تکبیرات کے پڑھنے سے کوئی عمل افضل نہیں ہے' صحابہ نے پوچھا: جہاد بھی نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: اور نہ جہاد' سوا اس کے کسی شخص نے اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈال دیا اور کچھ واپس نہ لایا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۳۸' سنن ترمذی: ۷۵۷' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۳۸' صحیح ابن حبان: ۳۲۴' شرح السنۃ: ۱۱۲۵' مصنف عبدالرزاق: ۸۱۲۱' المعجم الکبیر: ۱۳۲۶' شعب الایمان: ۳۴۷۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۸۔ ج ۳ ص ۳۴۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عرعرہ (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان الاعمش (۴) مسلم بن ابی عمران الکوفی (۵) سعید بن جبیر (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۱)

ایام تشریق میں تکبیرات پڑھنا نفلی عبادات سے افضل ہے نہ کہ فرائض سے اور جان اور مال کو خطرہ میں ڈالنے کا معنی

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ ایام تشریق میں عمل تکبیر مسنون ہے اور یہ نفل نماز سے افضل ہے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ یہ فرض نماز اور فرض روزے سے بھی افضل ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ ایام تشریق کھانے اور پینے کے ایام ہیں اور ان ایام میں آپ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان ایام کو کھانے اور پینے کے لیے فارغ رکھنا چاہیے لہٰذا جب ان ایام میں عمل سے مراد تکبیر کو لیا جائے تو پھر کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کے سوا جو اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈال دے اس کا معنی ہے: وہ اپنی جان اپنے ہتھیار اور اپنے گھوڑے کے ساتھ جہاد کرے پھر وہ قتل ہونے سے محفوظ رہے گا یا دشمن کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا اور یہی جان اور مال کو خطرہ میں ڈالنے کا معنی ہے اور یہ عمل ان ایام میں بھی افضل ہے اور دوسرے ایام میں بھی افضل ہے حالانکہ اس صورت میں وہ تکبیرات تشریق نہیں پڑھ رہا ہوگا نیز آپ نے فرمایا: اور وہ کچھ واپس نہ لایا یعنی اس کا مال وغیرہ میدان جہاد میں خرچ ہو جائے اور وہ تنہا واپس آئے یا وہ خود بھی واپس نہ آئے اور اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۲۔ ۱۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

جہاد کا افضل اعمال ہونا اور بعض ایام کی بعض دوسرے ایام پر فضیلت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد بہت عظیم عبادت ہے اور اس کے درجات مختلف ہیں اور اس کا سب سے بڑا درجہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی جان اور مال دونوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانہ کا کوئی حصہ دوسرے زمانہ سے افضل ہوتا ہے جیسے بعض مقامات دوسرے بعض مقامات سے افضل ہوتے ہیں اور ذی الحج کے دس دن سال کے دوسرے دنوں سے افضل ہیں اور ان دس دنوں میں سے یوم عرفہ سب سے افضل ہے اور ہفتہ کے تمام دنوں میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل دن جس میں سورج طلوع ہوا وہ جمعہ کا دن ہے اسی دن میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا اور اسی دن میں ان کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن میں ان کو جنت سے باہر لایا گیا۔ (صحیح مسلم: ۸۵۴ سنن نسائی: ۱۳۷۳)

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ ایام تشریق جمعہ سے افضل ہیں کیونکہ ایام تشریق میں کبھی جمعہ بھی ہوتا ہے ورنہ ایک چیز کی اپنے اوپر فضیلت لازم آئے گی لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ اس باب کی حدیث سے مراد یہ ہے کہ ذی الحج کے دس دن سال کے دوسرے دنوں سے افضل ہیں خواہ ان میں جمعہ ہو یا نہ ہو اور ان ایام میں جمعہ کا دن دوسرے دنوں میں جمعہ کے

دن سے افضل ہے کیونکہ اس میں ایام تشریق کی فضیلت بھی ہوگی اور جمعہ کی فضیلت بھی ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۳-۴۲۲)

۱۲ - بَابُ التَّكْبِيرِ أَيَّامَ مِنًى، وَإِذَا غَدَا إِلَى عَرَفَةَ

ایام منیٰ میں اور جب صبح کو عرفہ کی طرف جانا ہو تو تکبیر پڑھنا

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمِنًى، فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُونَ، وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ حَتَّى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيرًا.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ کے اندر تکبیر پڑھتے تھے' اس تکبیر کو اہل مسجد سن کر تکبیر پڑھتے تھے اور بازار والے بھی تکبیر پڑھتے تھے حتیٰ کہ منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا تھا۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۳)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الْأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ، وَعَلَى فِرَاشِهِ وَفِي فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ تِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيعًا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں ان ایام میں نمازوں کے بعد تکبیر پڑھتے تھے اور اپنے بستر پر اور اپنے خیمہ میں اور اپنی مسجد میں اور اپنے راستوں میں ان تمام ایام میں تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۲ میں ہے' باب: ۱۱ میں اس کا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔

وَكَانَتْ مَيْمُونَةُ تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ، وَكُنَّ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ.

اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا عید الاضحیٰ کے دن تکبیر پڑھتی تھیں اور خواتین ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے پیچھے ایام تشریق کی راتوں میں مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیر پڑھتی تھیں۔

اس تعلیق کی اصل سنن کبریٰ (ج ۳ ص ۳۱۶) میں مذکور ہے۔

ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق پڑھنے کا حکم

ہمارے اصحاب کے نزدیک تکبیر تشریق واجب ہے' لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض نمازوں کے بعد شہر کی جماعت مستحبہ میں تکبیر مشروع ہے' لہٰذا وتر' نماز عید اور سنن اور نوافل کے بعد تکبیر تشریق پڑھنی واجب نہیں ہے اور نہ مسافروں پر واجب ہے' اور نہ تنہا نماز پڑھنے والوں پر' یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی ثوری کا قول ہے اور یہی امام احمد کا مشہور مذہب ہے' امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا: ہر اس شخص پر تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے جو فرض نماز پڑھے خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر ہو' تنہا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ' اوزاعی اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نوافل اور جنازہ کے بعد بھی تکبیر تشریق پڑھے اور مسافروں پر تکبیر تشریق نہیں ہے جب ان کے ساتھ مقیم نہ ہوں۔

ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق کی ابتداء اور انتہاء کا وقت

ہمارے اصحاب کے نزدیک یوم عرفہ کو نماز فجر کے بعد تکبیر تشریق شروع کی جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یوم نحر کو عصر کے بعد تکبیر ختم کر دی جائے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' علقمہ اور اسود اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز کے بعد تکبیر ختم کر دے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے' سفیان ثوری' سفیان بن عیینہ' ابوثور اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' امام مالک اور امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ یوم النحر کی ظہر سے تکبیر شروع کرے اور آخر ایام تشریق کی صبح کو ختم کر دے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبد العزیز کا بھی یہی مذہب ہے' امام ابو یوسف سے بھی ایک ہی روایت ہے اور امام احمد کے نزدیک مستحسن یہ ہے کہ یوم نحر کی ظہر

سے تکبیر شروع کرے اور جس دن منیٰ سے روانگی ہو اس دن ظہر تک تکبیر پڑھے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۵-۴۲۴ ملخصاً 'دارالکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۲۱ھ)

۹۷۰- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ، قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا، وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ، عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّي لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ. [طرف الحدیث: ۱۶۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابی بکر الثقفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تلبیہ کے متعلق سوال کیا اور اس وقت ہم دونوں صبح کو منیٰ سے عرفات کی طرف جا رہے تھے (سوال یہ کیا:) آپ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس طرح کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ پڑھتا تو اس پر کوئی انکار نہیں کرتا تھا اور تکبیر پڑھنے والا تکبیر پڑھتا تو کوئی اس پر انکار نہیں کرتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۸۵ 'الرقم المسلسل: ۳۰۳۲ 'سنن نسائی: ۳۰۰۰ 'سنن ابن ماجہ: ۳۰۰۸ 'سنن دارمی: ۱۸۷۷ 'صحیح ابن حبان: ۳۸۴۷ 'سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۳ 'ج ۵ ص ۱۱۲ 'شرح السنۃ: ۲۲۳ 'المعجم الاوسط: ۴۷۳ 'مسند الطیالسی: ۲۱۱ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۲۰۹۹ 'ج ۱۹ ص ۱۲۹ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت)

تلبیہ میں تکبیر کو داخل کر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس تکبیر کا ذکر کیا گیا ہے وہ ذکر کی ایک قسم ہے اور تلبیہ بھی ذکر کی قسم ہے' اسی لیے تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ کے درمیان تکبیر کو داخل کر دیتا تھا اور تلبیہ کو منقطع نہیں کرتا تھا' کیونکہ شارع علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے تلبیہ کو منقطع نہیں کیا حتیٰ کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں' اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے' امام مالک نے کہا: جب زوال آفتاب ہو جائے تو تلبیہ کو منقطع کر دے اور یہ بھی کہا: جب مسجد عرفہ کی طرف جائے تو تلبیہ کو منقطع کر دے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۶ 'دارالکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۲۱ھ)

۹۷۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ، حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا، حَتَّى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ، فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ، فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ، وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ، يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از عاصم از حفصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن نکلیں حتیٰ کہ ہم کنواری لڑکی کو بھی اس کے پردہ میں نکالتے حتیٰ کہ ہم حائض عورتوں کو بھی نکالتے' پس وہ لوگوں کے پیچھے رہتیں اور وہ لوگوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیر پڑھتیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعا کرتیں اور اس دن کی برکت اور طہارت کی توقع رکھتیں۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح 'صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔

عیدین میں تکبیرات پڑھنے کی تفصیل اور مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ان ایام میں تکبیر پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کفار اپنے بتوں کے لیے جانور ذبح کرتے تھے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ کے لیے تکبیر پڑھیں تاکہ ان ایام میں قربانی کرتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا بیان کیا جائے اور صرف اس کا نام بلند کیا جائے۔

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس دن عورتیں بھی تکبیرات پڑھیں اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں شریک ہوں۔

عید کے دن عورتیں بھی گھروں سے نکل کر عیدگاہ میں جائیں' پردہ دار خواتین بھی اور حائض عورتیں بھی لیکن حائض نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔ عید کے دن اور عید کی رات کو تکبیرات پڑھنا مستحب ہے' حضرت ابوقتادہ عید کے دن تکبیرات پڑھتے ہوئے عیدگاہ پہنچتے تھے' اور حضرت ابن عمر بلند آواز سے تکبیرات پڑھتے ہوئے عیدگاہ کی طرف جاتے تھے' یہ امام مالک کا مذہب ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ عیدگاہ میں تکبیر پڑھتا رہے حتیٰ کہ امام آ جائے اور امام کے آنے کے بعد تکبیر کو منقطع کر دے اور عیدگاہ سے واپسی میں تکبیرات نہ پڑھے۔ امام شافعی نے کہا: مستحب یہ ہے کہ عیدالاضحیٰ کی رات میں تکبیرات پڑھے' اور صبح عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے حتیٰ کہ عیدالفطر کی صبح کو امام نکل آئے اور نمازوں کے بعد بھی تکبیرات پڑھے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ عیدالاضحیٰ کے دن اور نماز کو جاتے ہوئے تکبیرات پڑھے اور عیدالفطر کو تکبیرات نہ پڑھے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ جس نے عید کے دن تکبیرات پڑھیں' اس نے اس آیت پر عمل کیا ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (البقرہ:۱۸۵) اور اس طور پر اللہ کی کبریائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔

اس آیت کی یہ تفسیر زید بن اسلم نے کی ہے' انہوں نے کہا: اپنے اقوال اور افعال سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرے۔

اور قیاس یہ ہے کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دونوں میں تکبیرات پڑھے کیونکہ عیدین کی نماز میں تکبیرات پڑھنے کا اختلاف نہیں ہے' اسی طرح ان کی نمازوں کے بعد خطبہ پڑھنے میں اور باقی سنتوں میں اسی طرح عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے تکبیرات پڑھتے ہیں۔

(معالم السنن ج ۱ ص ۱۱' شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۰۲۔ ۹۰۵' عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۰۸۔ ۳۰۷)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۹۱۔ ج ۳ ص ۵۱۳ میں بیان کی گئی ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْحَرْبَةِ يَوْمَ الْعِيْدِ
عید کے دن نیزے کی طرف نماز پڑھنا

۹۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ تُرْكَزُ الْحَرْبَةُ قُدَّامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ثُمَّ يُصَلِّي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا' پھر آپ نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

نمازی کے سامنے سترہ قائم کرنا سنت ہے فرض یا واجب نہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سترہ اس لیے گاڑا جاتا تھا تاکہ وہ نماز میں آپ کے لیے سترہ ہو جائے جب آپ صحراء میں نماز پڑھا رہے ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ بغیر سترہ کے نماز نہ پڑھی جائے خواہ امام ہو یا منفرد اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں بغیر دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ٤٩٣)

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے بغیر سترہ قائم کیے ہوئے اس لیے نماز پڑھائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ سترہ قائم کرنا فرض یا واجب نہیں ہے محض سنت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٣٦، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢٤ھ)

١٤ - بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ أَوِ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ

عید کے دن نیزہ یا برچھی کو امام کے سامنے گاڑنا

٩٧٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلَّى، وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ، وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح عیدگاہ جاتے تھے اور نیزہ آپ کے سامنے اٹھایا جاتا تھا اور آپ کے سامنے عیدگاہ میں گاڑ دیا جاتا تھا' پس آپ اس کی طرف نماز پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٩٣' اور ٤٧٢ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ وَالْحُيَّضِ إِلَى الْمُصَلَّى

خواتین اور حیض والی عورتوں کا عیدگاہ کی طرف جانا

٩٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ. وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنَحْوِهِ، وَزَادَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ قَالَ أَوْ قَالَتِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، وَيَعْتَزِلْنَ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم بالغہ اور پردہ دار عورتوں کو (نماز عید کے لیے) گھروں سے نکالیں' اور از ایوب از حفصہ بھی اسی کی مثل روایت ہے اور حفصہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: یا کہا: بالغہ اور پردہ دار عورتیں اور حائض عورتیں عیدگاہ سے الگ رہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٤ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابُ خُرُوجِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلَّى

بچوں کا عیدگاہ کی طرف جانا

۹۷۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحٰى، فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا' آپ نے عید کی نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا' پھر آپ خواتین کے پاس گئے' پس آپ نے ان کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۷ - بَابُ اسْتِقْبَالِ الْإِمَامِ النَّاسَ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ

عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا

قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَابِلَ النَّاسِ.

حضرت ابو سعید نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے بالمقابل کھڑے ہوئے۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۹۵٦ میں مکمل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۹۷٦ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْحٰى إِلَى الْبَقِيْعِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ وَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلٰوةِ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَّلَهٗ لِأَهْلِهٖ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ. فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ ذَبَحْتُ، وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّسِنَّةٍ؟ قَالَ اذْبَحْهَا، وَلَا تَفِيْ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن طلحہ نے حدیث بیان کی از زبید از شعبی از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ کے دن البقیع کی طرف گئے' پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نے چہرے کو ہماری طرف متوجہ کیا اور فرمایا: ہمارے اس دن میں ہماری پہلی عبادت یہ ہے کہ ہم نماز سے ابتداء کرتے ہیں' پھر ہم لوٹ جاتے ہیں پس ہم نحر (قربانی) کرتے ہیں' سو جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کی موافقت کی اور جس نے اس سے پہلے ذبح کر لیا تو یہ صرف وہ چیز ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی تیار کر لیا اور یہ قربانی میں سے کوئی چیز نہیں ہے' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میں ذبح کر چکا ہوں اور میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکرا ہے' جو ایک سال کے بکرے سے زیادہ فربہ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو ذبح کر لو اور تمہارے بعد وہ کسی اور سے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابُ الْعَلَمِ الَّذِيْ بِالْمُصَلّٰى

٩٧٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قِيْلَ لَهُ أَشَهِدْتَ الْعِيْدَ مَعَ النَّبِيِّ؟ قَالَ نَعَمْ، وَلَوْ لَا مَكَانِيْ مِنَ الصِّغَرِ مَا شَهِدْتُهُ، حَتّٰى أَتَى الْعَلَمَ الَّذِيْ عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ، فَصَلّٰى، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ، وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَرَأَيْتُهُنَّ يُهْوِيْنَ بِأَيْدِيْهِنَّ يَقْذِفْنَهُ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلٰى بَيْتِهِ.

عیدگاہ میں جھنڈا لگانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمان بن عابس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' ان سے پوچھا گیا: کیا آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اگر میں اتنا کم عمر نہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ حاضر نہ ہوتا' (میں آپ کے ساتھ گیا) حتیٰ کہ آپ اس جھنڈے کے پاس گئے جو کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس گاڑا ہوا ہے' آپ نے نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا' پھر آپ خواتین کے پاس آئے اور آپ کے پاس حضرت بلال بھی تھے' آپ نے ان خواتین کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا' پھر میں نے ان عورتوں کو دیکھا وہ ہاتھ بڑھاتیں اور حضرت بلال کے کپڑے میں (زیورات اتار کر) ڈالتیں' پھر آپ اور حضرت بلال اپنے گھر چلے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٨ میں گزر چکی ہے۔

١٩ - بَابُ مَوْعِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيْدِ

٩٧٨ - حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى، فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ، ثُمَّ خَطَبَ، فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ، فَذَكَّرَهُنَّ، وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ، يُلْقِيْ فِيْهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ زَكٰوةُ يَوْمِ الْفِطْرِ؟ قَالَ لَا، وَلٰكِنْ صَدَقَةً يَتَصَدَّقْنَ حِيْنَئِذٍ، تُلْقِيْ فَتَخَهَا، وَيُلْقِيْنَ. قُلْتُ أَتُرٰى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ ذٰلِكَ وَيُذَكِّرُهُنَّ؟ قَالَ إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ، وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُوْنَهُ؟

عید کے دن امام کا خواتین کو نصیحت کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عطاء نے کہا: میں نے حضرت جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کھڑے ہوئے' پھر آپ نے نماز پڑھائی' پھر آپ نے خطبہ دیا' پس جب آپ فارغ ہو گئے تو (منبر سے) اترے' پھر آپ خواتین کے پاس گئے' پس ان کو نصیحت کی' اس وقت آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے' اور حضرت بلال نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا اور خواتین اس کپڑے میں صدقہ ڈال رہی تھیں' میں نے عطاء سے پوچھا: کیا وہ عید الفطر کا فطرہ تھا؟

انہوں نے کہا: نہیں! لیکن وہ صدقہ تھا جس کا وہ خواتین صدقہ کر رہی تھیں' وہ عورتیں اپنا چھلا (بغیر نگ کی انگوٹھی) اتارتیں اور (کپڑے میں) ڈال دیتیں' میں نے پوچھا: کیا امام پر یہ نصیحت کرنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! یہ ان پر واجب ہے' ان کو کیا ہوا وہ ایسا کیوں نہیں کرتے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٥٨ میں گزر چکی ہے۔

٩٧٩ - قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، يُصَلُّونَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ يُخْطَبُ بَعْدُ، خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجْلِسُ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ، حَتَّى جَاءَ النِّسَاءَ مَعَهُ بِلَالٌ، فَقَالَ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ الْآيَةَ (الممتحنہ: ١٢)، ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَغَ مِنْهَا: آنْتُنَّ عَلَى ذَلِكِ؟ قَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ، لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا: نَعَمْ. لَا يَدْرِي حَسَنٌ مَنْ هِيَ، قَالَ: فَتَصَدَّقْنَ. فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ، ثُمَّ قَالَ: هَلُمَّ، لَكُنَّ فِدَاءٌ أَبِي وَأُمِّي. فَيُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: الْفَتَخُ الْخَوَاتِيمُ الْعِظَامُ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے حسن بن مسلم نے خبر دی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: میں عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ حاضر ہوا' وہ سب خطبہ دینے سے پہلے نماز پڑھتے تھے پھر خطبہ دیتے تھے' اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے' گویا کہ میں آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں' آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے تھے' پھر آپ صفوں کو چیرتے ہوئے خواتین کے پاس آئے' حضرت بلال آپ کے ساتھ تھے' آپ نے یہ آیت پڑھی: اے رسول مکرم! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس بیعت کے لیے آئیں۔ (الممتحنہ: ١٢) پھر آپ نے فرمایا: کیا تم ان باتوں پر قائم رہو گی؟ کسی عورت نے کوئی جواب نہیں دیا' صرف ایک عورت نے کہا: جی ہاں! حسن بن مسلم کو معلوم نہیں تھا وہ عورت کون تھی' آپ نے فرمایا: اچھا! تو پھر تم صدقہ دو' حضرت بلال نے کپڑا بچھایا اور کہا: لاؤ! ڈالو تم پر میرے ماں اور باپ قربان ہوں' وہ عورتیں حضرت بلال کے کپڑے میں چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔ امام عبدالرزاق نے کہا: اس حدیث میں جو "فتخ" کا لفظ ہے اس سے بڑے چھلے مراد ہیں جو زمانہ جاہلیت میں عورتیں پہنتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٨ میں گزر چکی ہے۔

٢٠ - بَابٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيدِ

جب عید کے دن کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو

٩٨٠ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيدِ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین'

فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ، فَأَتَيْتُهَا، فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ، فَقَالَتْ: فَكُنَّا نَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى وَنُدَاوِي الْكَلْمَى، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ؟ فَقَالَ: لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، فَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَتْ حَفْصَةُ: فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أَتَيْتُهَا فَسَأَلْتُهَا: أَسَمِعْتِ فِي كَذَا وَكَذَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ بِأَبِي، وَقَلَّمَا ذَكَرَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَتْ: بِأَبِي، قَالَ: لِيَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ، أَوْ قَالَ: الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ، شَكَّ أَيُّوبُ، وَالْحُيَّضُ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى، وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَتْ: فَقُلْتُ لَهَا: الْحُيَّضُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَلَيْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَفَاتٍ، وَتَشْهَدُ كَذَا، وَتَشْهَدُ كَذَا؟

انہوں نے کہا: ہم اپنی لڑکیوں کو عید کے دن باہر نکلنے سے منع کیا کرتے تھے' پھر ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں ٹھہری' میں اس سے ملنے گئی' اس نے بیان کیا کہ اس کے بہنوئی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی ہے اور اس کی بہن چھ غزوات میں اس کے ساتھ رہی ہے' اس کی بہن نے کہا: ہم بیماروں کو دوا دیتے تھے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے تھے' پھر اس نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم میں سے کسی پر کوئی حرج ہے کہ اگر اس کے پاس چادر نہ ہو تو وہ باہر نہ نکلے؟ آپ نے فرمایا: اس کی سہیلی کو چاہیے کہ وہ اس کو چادر اوڑھائے اور انہیں چاہیے کہ وہ نیکی کے مقامات اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں' حفصہ نے کہا: پھر جب حضرت ام عطیہ آئیں تو میں ان کے پاس گئی اور ان سے سوال کیا: کیا آپ نے اس اس طرح کی حدیث سنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میرے باپ کی قسم! اور وہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں تو کہتی تھیں: میرے باپ کی قسم! آپ نے فرمایا تھا: جوان عورتیں نکلیں یا فرمایا تھا: جوان اور پردہ دار عورتیں نکلیں' اس میں راوی ایوب کو شک ہے' اور حیض والی عورتیں نکلیں اور نماز کی جگہ سے الگ رہیں' اور وہ نیکی کے مقامات اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں' وہ کہتی ہیں: میں نے ان سے پوچھا: کیا حیض والی عورتیں بھی باہر نکلیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیا حیض والی عورت میدان عرفات میں حاضر نہیں ہوتی اور فلاں! فلاں! جگہ حاضر نہیں ہوتی (یعنی منیٰ اور مزدلفہ میں نہیں جاتی)؟

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٤ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابُ اعْتِزَالِ الْحُيَّضِ الْمُصَلَّى

حیض والی عورتوں کا نماز کی جگہوں سے الگ رہنا

٩٨١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أُمِرْنَا أَنْ نَخْرُجَ، فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ، وَالْعَوَاتِقَ، وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، قَالَ ابْنُ عَوْنٍ أَوِ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُورِ، فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعْوَتَهُمْ، وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی' از ابن عون از محمد' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم باہر نکلیں' پس ہم حیض والی عورتوں کو اور جوان عورتوں کو اور پردہ دار عورتوں کو باہر نکالتی تھیں' ابن عون نے کہا: یا جوان پردہ دار عورتوں کو' رہیں حیض والی عورتیں تو وہ مسلمانوں

کی جماعت میں اور ان کی دعا میں حاضر ہوں اور ان کی نماز کی جگہوں سے الگ رہیں۔

اس حدیث کی شرح بھی 'صحیح البخاری: ۳۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلّٰى

قربانی کے دن عیدگاہ میں نحر اور ذبح کرنا

اونٹ میں صرف نحر کیا جاتا ہے اور باقی جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے' اونٹ کو کھڑا کر کے اس کے سینہ کے بالائی حصہ اور حلق کے درمیان نیزہ مارا جاتا ہے' اس کو نحر کہتے ہیں اور حلقوم اور شاہ رگ کے درمیان چھری سے کاٹنے کو ذبح کہتے ہیں' اس طور پر کہ حلقوم اور شاہ رگ کے دائیں بائیں کی دو رگیں بھی کٹ جائیں' جن کو ودجان کہتے ہیں۔

۹۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْحَرُ أَوْ يَذْبَحُ بِالْمُصَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کثیر بن فرقد نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں نحر کرتے تھے یا ذبح کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۱۷۱۰ـ ۱۷۱۱ـ ۵۵۵۱ـ ۵۵۵۲]

(سنن نسائی: ۱۵۸۸' سنن ابوداؤد: ۲۸۱۱' سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۱' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۷۸' مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۸۷۶' ج ۱۰ ص ۱۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عیدگاہ میں قربانی کے جانور کو اس لیے ذبح کیا جاتا ہے تاکہ کوئی شخص امام سے پہلے نہ ذبح کر لے اور جب کہ عیدین اور جماعت کے افعال امام کے ساتھ ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ امام مقدم ہو اور لوگ اس کے تابع ہوں' اسی لیے امام مالک نے کہا ہے کہ جب تک امام ذبح نہ کرے اس وقت تک کوئی شخص ذبح نہ کرے اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے جمرہ پر کنکریاں مار لیں اس کے لیے قربانی کے جانور کو ذبح کرنا اور سر منڈانا جائز ہو گیا خواہ اس وقت تک امام نے قربانی ذبح نہ کی ہو اور اس پر اجماع ہے کہ اگر امام نے بالکل قربانی نہ کی ہو اور ذبح کا وقت داخل ہو گیا ہو تو قربانی کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۳ - بَابُ كَلَامِ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ، وَإِذَا سُئِلَ الْإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ

عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں سے کلام کرنا اور جب امام سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ اس وقت خطبہ دے رہا ہو

۹۸۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن المعتمر نے حدیث بیان کی از الشعبی از حضرت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَقَالَ مَنْ صَلَّى صَلٰوتَنَا، وَنَسَكَ نُسُكَنَا، فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ. فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الصَّلٰوةِ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ، فَتَعَجَّلْتُ وَأَكَلْتُ، وَأَطْعَمْتُ أَهْلِي وَجِيرَانِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ، قَالَ فَإِنَّ عِنْدِي عَنَاقَ جَذَعَةٍ هِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَهَلْ تَجْزِي عَنِّي؟ قَالَ نَعَمْ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر کو نماز کے بعد خطبہ دیا' پس فرمایا: جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی تو اس نے صحیح عبادت کر لی' اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو یہ بکری کا گوشت ہے' پھر حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے نماز عید کی طرف جانے سے پہلے قربانی کر لی اور مجھے معلوم تھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے' پس میں نے جلدی قربانی کی اور خود بھی کھایا' اپنے گھر والوں کو بھی کھلایا اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلایا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بکری کا گوشت ہے' انہوں نے کہا: میرے پاس بکری کا بچہ ہے اور اس میں دو بکریوں سے زیادہ گوشت ہے کیا وہ میری طرف سے کفایت کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن تمہارے بعد اور کسی سے ہرگز کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۹۸٤ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ، فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ أَنْ يُعِيدَ ذَبْحَهُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، جِيرَانٌ لِي، إِمَّا قَالَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ، وَإِمَّا قَالَ بِهِمْ فَقْرٌ، وَإِنِّي ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلٰوةِ، وَعِنْدِي عَنَاقٌ لِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَرَخَّصَ لَهُ فِيهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از حماد بن زید از ایوب از محمد کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر کو نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا' پس آپ نے حکم دیا کہ جس نے نماز سے پہلے (قربانی کو) ذبح کر لیا وہ دوبارہ ذبح کرے' پس انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پڑوسی ہیں' یا تو اس نے یہ کہا کہ وہ بہت بھوکے تھے یا یہ کہا: ان کو بہت احتیاج تھی' اور میں نے نماز سے پہلے قربانی ذبح کر لی' اور میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے' جس میں دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ پسندیدہ گوشت ہے' پس آپ نے اس کو اس (کی قربانی) میں اجازت دے دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۵۴ میں گزر چکی ہے۔

۹۸۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ جُنْدَبٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ ذَبَحَ، فَقَالَ مَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاسود از جندب' انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے یوم نحر کو نماز پڑھائی' پھر خطبہ

ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ اُخْرٰى مَكَانَهَا، وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ.

دیا' پھر ذبح کیا' پھر فرمایا: جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا وہ اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا' وہ اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

[اطراف الحدیث: ٥٥٠٠۔ ٥٥٦٢۔ ٦٦٧٤۔ ٧٤٠٠]

(صحیح مسلم: ١٩٦٠' الرقم المسلسل: ٤٩٧٠۔ ٤٩٦٨۔ ٤٩٧٣' سنن ابن ماجہ: ٣١٥٢' مسند الحمیدی: ٧٧٩' المعجم الکبیر: ١٦٩٣' مسند احمد ج ٣ ص ٣١٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٨١٢۔ ج ٣١ ص ١١٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراہیدی (٢) شعبہ بن حجاج (٣) الاسود بن قیس العبدی الکوفی (٤) حضرت جندب بن عبد اللہ بن سفیان البجلی العلقی رضی اللہ عنہ' جس سال حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ ہوا' یہ اسی سال فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٣٢)

قربانی کے وجوب کے متعلق دیگر احادیث

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی' وہ دوبارہ قربانی کرے اس حدیث میں آپ نے اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنا واجب ہے' اس کی مؤید دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ (سنن ابن ماجہ: ٣١٢٣' تاریخ بغداد ج ٨ ص ٣٣٨' کنز العمال: ١٢١٥٩)

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قربانیوں کے متعلق سوال کیا: کیا یہ واجب ہیں؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور ان کے بعد مسلمانوں نے قربانی کی اور اسی کے ساتھ یہ سنت جاری ہے۔

(سنن ترمذی: ١٥١١' سنن ابن ماجہ: ٣١٢٤)

حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفات میں وقوف کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال میں قربانی واجب ہے اور عتیرہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٢٧٨٨' سنن ترمذی: ١٥٢٣' سنن نسائی: ٤٢٣١' سنن ابن ماجہ: ٣١٢٥)

پہلے رجب میں ایک جانور ذبح کیا جاتا تھا' اس کو رجبیہ اور عتیرہ کہتے تھے' قربانی سے اس کا وجوب منسوخ کر دیا گیا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٤٩٦٢۔ ج ٦ ص ١٣٥ میں مذکور ہے' اس کی شرح میں قربانی کا وجوب بیان کیا گیا ہے۔

٢٤ - بَابُ مَنْ خَالَفَ الطَّرِيْقَ إِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيْدِ

جس نے نماز عید کے بعد راستہ تبدیل کیا

٩٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ تُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ، عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ، خَالَفَ الطَّرِيْقَ. تَابَعَهُ يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ فُلَيْحٍ، عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَحَدِيْثُ جَابِرٍ أَصَحُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو تمیلہ یحییٰ بن واضح نے خبر دی از فلیح بن سلیمان از سعید بن الحارث از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (واپسی میں) راستہ بدل دیتے تھے۔ ابو تمیلہ کی یونس بن محمد نے متابعت کی ہے از فلیح از سعید از حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

* شرح صحیح مسلم ۱۹۳۱: ج ۲ ص ٦٦١۔ ٦٦٠ میں ہم نے راستہ تبدیل کرنے کی بیس وجوہ بیان کی ہیں۔

٢٥- بَابٌ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

جب کسی شخص کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے

اس عنوان سے دو باتیں معلوم ہوئیں: (١) جب کسی شخص کی عید کی نماز جماعت کے ساتھ فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے خواہ اس کی نماز کسی عارض کی وجہ سے فوت ہوئی ہو یا بغیر عارض کے (٢) وہ اصل کے مطابق دو رکعت قضاء کرے گا اور ان میں سے ہر ایک وجہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

عید کی نماز قضاء پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف

پہلی وجہ میں یہ اختلاف ہے کہ بعض فقہاء نے کہا ہے: اس پر عید کی نماز کی بالکل قضاء نہیں ہے' امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے' مزنی شافعی کا بھی یہی قول ہے' ہمارے اصحاب احناف کا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر وہ امام کے ساتھ نماز عید نہیں پڑھ سکا تو وہ اس کی قضاء نہیں کرے گا اور اگر اس کی اور امام کی دونوں کی نماز فوت ہوئی ہے تو دوسرے دن وہ امام کے ساتھ نماز عید پڑھے گا' فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے: اگر اس نے بغیر عذر کے نماز عید کو ترک کیا ہے تو وہ اس کی بالکل قضاء نہیں کرے گا اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے نماز عید کو ترک کیا ہے تو دوسرے دن اپنے وقت میں اس کو قضاء کرے گا' امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری وجہ میں اختلاف یہ ہے کہ جب اس سے نماز عید فوت ہو گئی تو وہ دو رکعت نماز پڑھے گا' یہ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے' مگر امام مالک نے اس کو مستحب کہا ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو چار رکعت پڑھے' یہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو نماز پڑھے اور اگر وہ چاہے تو نماز نہ پڑھے' اگر وہ چاہے تو چار رکعت پڑھے اور اگر وہ چاہے تو دو رکعت پڑھے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٤٥)

وَكَذٰلِكَ النِّسَاءُ. اور عورتیں بھی اسی طرح کریں۔

یعنی جو عورتیں عید گاہ میں امام کے ساتھ نماز عید نہ پڑھ سکیں' وہ بھی اسی طرح کریں۔

وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوْتِ وَالْقُرٰى. اور جو لوگ گھروں میں اور بستیوں میں ہوں۔

یعنی وہ لوگ بھی اسی طرح نماز عید گھروں اور بستیوں میں پڑھیں جو عید گاہ میں حاضر نہ ہو سکیں۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عِيْدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ. کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: یہ ہم اہل اسلام کی عید ہے۔

یہ ان تینوں باتوں کی دلیل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے یہ تفریق نہیں کی کہ وہ امام کے ساتھ ہوں یا نہ ہوں۔

وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُمُ ابْنَ أَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ' فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَنِيهِ' وَصَلّٰى كَصَلٰوةِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيرِهِمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو زاویہ میں حکم دیا' اس نے حضرت انس کے تمام گھر والوں اور بیٹوں کو جمع کیا اور حضرت انس نے شہر والوں کی طرح انہیں عید کی نماز پڑھائی اور ویسی ہی تکبیریں پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸۵۳ (مجلس علمی' بیروت) اور سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۰۵ میں مذکور ہے۔ زاویہ بصرہ سے دو فرسخ کی مسافت پر ہے۔

قَالَ عِكْرِمَةُ أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ، يُصَلُّونَ رَكْعَتَيْنِ، كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ. وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

عکرمہ نے کہا: شہر کے مضافات والے عید کے دن جمع ہوں اور اس طرح دو رکعت نماز پڑھیں جس طرح امام پڑھتا ہے اور عطاء نے کہا: جس شخص سے نماز عید فوت ہو جائے وہ دو رکعت نماز پڑھے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸۵۲ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

۹۸۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ، فِي أَيَّامِ مِنًى، تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ، وَالنَّبِيُّ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ، فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ، فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ، وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنًى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے' اس وقت ان کے پاس دو لڑکیاں ایام منیٰ میں دف بجا رہی تھیں اور اس پر ضرب لگا رہی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے تھے' حضرت ابوبکر نے ان لڑکیوں کو ڈانٹا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں اور وہ ایام' ایام منیٰ تھے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: جب کسی کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے۔ اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۸۸ - وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ، وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ، أَمْنًا بَنِي أَرْفِدَةَ. يَعْنِي مِنَ الْأَمْنِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھپا رہے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی اور وہ مسجد میں جنگ کی مشق کر رہے تھے' حضرت عمر نے ان کو ڈانٹا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو امن سے رہنے دو' اے بنو ارفدہ!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۶ - بَابُ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْعِيدِ وَبَعْدَهَا — نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد نماز پڑھنا

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا ممنوع ہے۔

وَقَالَ أَبُو الْمُعَلَّى سَمِعْتُ سَعِيدًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلٰوةَ قَبْلَ الْعِيدِ.

اور ابو المعلیٰ نے کہا: میں نے سعید سے سنا' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی کہ نماز عید سے پہلے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۹۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں

يَوْمَ الْفِطْرِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا، وَمَعَهٗ بِلَالٌ.

نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے' پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' اس سے پہلے نماز پڑھی نہ اس کے بعد نماز پڑھی' اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔

الحمد للہ رب العلمین! اس حدیث پر ''کتاب العیدین'' ختم ہو گئی اور اب ان شاء اللہ ''کتاب الوتر'' شروع ہو گی' الٰہ العلمین! میری مغفرت فرما دینا اور اس کتاب کو مکمل فرما دینا۔

❁❁❁❁❁

AJC™
Trial
Buy Now!

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الكريم

١٤ - كِتَابُ الْوِتْرِ

وتر کا بیان

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ — وتر کا بیان

ان ابواب میں وتر کے احکام کا بیان ہے عیدین کے بعد وتر کا بیان شروع کیا ہے اور ان دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا ثبوت سنت سے ہے قرآن مجید میں وتر کا ذکر ہے:

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ○ (الفجر: ٣)

اور جفت اور طاق کی قسم ○

٩٩٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع و عبد اللہ بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت پڑھو پس جب تم میں سے کسی کو صبح کی نماز کا خوف ہو تو وہ (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت پڑھے تو وہ اس کی تمام رکعت کو طاق کر دے گی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٤٧٣ میں گزر چکی ہے۔

ایک رکعت نماز وتر کے رد میں احادیث

امام شافعی رحمہ اللہ ایک رکعت نماز وتر کے قائل ہیں اور وہ اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دُم کٹی نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اس لیے صرف ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اس لیے ہم اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ آپ آخری دوگانہ کے ساتھ ایک رکعت کو ملا کر اس نماز کو وتر کرتے تھے۔

امام ابن عبد البر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُم کٹی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایک رکعت وتر پڑھے۔ (تمہید ج ٥ ص ٢٥٧ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٩ھ)

اور امام نسائی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(سنن نسائی: ۱۶۹۳، دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

تین رکعت نماز وتر کے ثبوت میں احادیث

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے کہا: رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعات پڑھتے ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو پھر چار رکعات پڑھتے ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو، پھر تین رکعات پڑھتے، حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۱۳، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱، سنن ترمذی: ۴۳۹، سنن نسائی: ۱۶۹۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں سورۃ "سبح اسم ربك الاعلى" پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں سورۃ "قل يا ايها الكافرون" پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں سورۃ "قل هو الله احد" پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے اور وتر سے فارغ ہو کر تین مرتبہ "سبحان الملك القدوس" پڑھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۲۳، سنن نسائی: ۱۶۹۹، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں سورۃ "سبح اسم ربك الاعلى" پڑھتے تھے، دوسری رکعت میں سورۃ "قل يا ايها الكافرون" پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں سورۃ "قل هو الله احد" پڑھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۴۶۲، سنن نسائی: ۱۶۹۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲)

از محمد بن علی از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے کہ آپ رات کو کھڑے ہوئے، آپ نے مسواک کی، پھر دو رکعت نماز پڑھی، پھر آپ سو گئے، پھر کھڑے ہوئے، پھر مسواک کی، پھر وضوء کیا، پس دو رکعت نماز پڑھی حتیٰ کہ چھ رکعت نماز پڑھی، پھر تین رکعات وتر پڑھے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم: ۷۶۳، سنن ابوداؤد: ۵۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، آپ کھڑے ہوئے، پس آپ نے وضوء کیا اور مسواک کی اور اس وقت آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے حتیٰ کہ آپ اس کی قراءت سے فارغ ہو گئے:

"إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ" (آل عمران: ۱۹۰) پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر آپ لوٹ کر سو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے، پھر آپ کھڑے ہوئے، پس آپ نے وضوء کیا اور مسواک کی، پھر دو رکعت نماز پڑھی، پھر آپ سو گئے، پھر آپ کھڑے ہوئے، پس وضوء کیا اور مسواک کی، پھر دو رکعت نماز پڑھی اور تین رکعت وتر پڑھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۰۲-۱۷۰۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھ کر آٹھ رکعات نماز پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۰۳)

٩٩١ - وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ، حَتّٰى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک رکعت اور دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے تھے حتیٰ کہ اپنی کسی ضرورت کا حکم دیتے تھے۔

ایک رکعت وتر پڑھنے کی حدیث کا جواب

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وتر کی ایک رکعت اور دو رکعت کے درمیان فصل کرتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا فعل ہے اور حضرت ابن عمر کا قول اس کے خلاف ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے' وہ قول یہ ہے:

عقبہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے وتر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: کیا تم دن کے وتر پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! وہ مغرب کی نماز ہے' انہوں نے فرمایا: تم نے سچ کہا' یا اچھا کہا' پھر کہا: ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کے متعلق یا تہجد کی نماز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے' جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت ملا کر نماز کو وتر کر لو۔

(شرح معانی الآثار: ۱۶۲۷ ج ۱ ص ۳۶۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر نے فرمایا: کیا تم دن کے وتر کو پہچانتے ہو؟ اس کا معنی یہ ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی مثل ہے اور مغرب کی نماز ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے' حضرت ابن عمر کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک وتر بھی ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے جس طرح مغرب کی نماز ہے' پھر اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ جب تم کو صبح ہونے کا خوف ہو تو نماز کو ایک رکعت کے ساتھ وتر کر لو یعنی اس ایک رکعت سے پہلے جو دوگانہ پڑھا ہے' اس کے ساتھ اس ایک رکعت کو ملا کر اس کو وتر کر لو اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

عامر شعبی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کتنی نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: تیرہ رکعات' آٹھ رکعت (تہجد) اور تین رکعت وتر پڑھتے اور فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد دو رکعت (سنت فجر) پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۱' موطا امام مالک' صلوٰۃ اللیل: ۱۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۔ ۲۷)

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۳۱۰' قدیمی کتب خانہ کراچی)

ایک رکعت وتر کے رد میں مزید احادیث' اور صحابہ اور فقہاء تابعین کے آثار

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور ان کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۳' مجلس علمی بیروت' ۲' حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۳' دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہشام بن الغاز بیان کرتے ہیں کہ مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۶' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۶' دار الکتب العلمیہ بیروت)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرا جاتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۷' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۷' دار الکتب العلمیہ بیروت)

حماد بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابراہیم النخعی نے وتر کی دو رکعتوں میں سلام پھیرنے سے منع کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۸' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۸' دار الکتب العلمیہ بیروت)

زیاد بن ابی مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ اور خلاس سے وتر کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: اس کو اس طرح پڑھو

جس طرح مغرب کی نماز پڑھتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۹ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۹ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعت نماز وتر پڑھی اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۰ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۰ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۱ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۱ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۲ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۲ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

تین رکعت وتر کے ثبوت میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

عبد الرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: وتر مغرب کی نماز کی مثل تین رکعت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۸۹ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۲ ' دار الکتب العلمیہ بیروت ' مصنف عبد الرزاق: ۴۶۳۵ ' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۸)

ابن سباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا پھر مسجد میں داخل ہوئے پس تین رکعات وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۱ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۰ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۳ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۳ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

عبد الرحمان بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تین رکعت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۳ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۳ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

زاذان ابی عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۵ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۵ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو غالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۶ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۶ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

عثمان بن غیاث بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن زید کہتے تھے کہ وتر تین رکعت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۹ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۹ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

طلق بن معاویہ بیان کرتے ہیں کہ علقمہ نے کہا: وتر تین رکعت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۰ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۰ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسماعیل بن عبد الملک نے کہا کہ سعید بن جبیر تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۵ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۵ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۳ ' مجلس علمی بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۳ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۴ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)

٩٩٢ - حدثنا عبد الله بن مسلمة، عن مالك، عن مخرمة بن سليمان، عن كريب أن ابن عباس أخبره أنه بات عند ميمونة، وهي خالته، فاضطجعت في عرض الوسادة، واضطجع رسول الله صلى الله عليه وسلم وأهله في طولها، فنام حتى انتصف الليل، أو قريبا منه، فاستيقظ يمسح النوم عن وجهه، ثم قرأ عشر آيات من آل عمران، ثم قام رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى شن معلقة، فتوضأ فأحسن الوضوء، ثم قام يصلي، فصنعت مثله، فقمت إلى جنبه، فوضع يده اليمنى على رأسي، وأخذ بأذني يفتلها، ثم صلى ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم أوتر، ثم اضطجع حتى جاءه المؤذن، فقام فصلى ركعتين، ثم خرج فصلى الصبح.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از مخرمہ بن سلیمان از کریب وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزاری اور وہ ان کی خالہ تھیں (حضرت ابن عباس نے کہا:) پس میں بستر کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلیہ بستر کی لمبائی میں لیٹ گئے پس آپ سو گئے حتیٰ کہ آدھی رات یا اس کے قریب ہو گئی پس آپ بیدار ہوئے اور آپ چہرے پر ہاتھ پھیر کر نیند کو دور کر رہے تھے پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی دس آیات پڑھیں ایک مشک لٹکی ہوئی تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف کھڑے ہوئے تھے پس آپ نے اس سے اچھی طرح وضوء کیا پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی پس میں نے بھی اسی طرح کیا پس میں آپ کے پہلو کی طرف کھڑا ہو گیا آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے کان کو ملنے لگے پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے وتر پڑھے پھر آپ لیٹ گئے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا پس آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت (سنت فجر) پڑھیں پھر آپ نے باہر نکل کر فجر کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۷' میں گزر چکی ہے۔

٩٩٣ - حدثنا يحيى بن سليمان قال حدثني ابن وهب قال أخبرني عمرو أن عبد الرحمن بن القاسم حدثه عن أبيه عن عبد الله بن عمر قال قال النبي صلى الله عليه وسلم صلوة الليل مثنى مثنى، فإذا أردت أن تنصرف فاركع ركعة توتر لك ما صليت.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ ان کو عبدالرحمان بن القاسم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے پس جب تم نماز سے مڑنے کا ارادہ کرو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ ملا کر) ایک رکعت پڑھ لو وہ تمہاری تمام نماز کو وتر کر دے گا۔

قال القاسم ورأينا أناسا منذ أدركنا يوترون بثلاث، وإن كلا لواسع، أرجو أن لا يكون بشيء

قاسم نے کہا: جب سے ہماری عقل پختہ ہوئی ہم نے لوگوں کو دیکھا ہے وہ تین رکعت وتر پڑھتے ہیں اور بے شک ہر طرح

فِيهِ بَأْسٌ.

گنجائش ہے اور مجھے امید ہے ان میں سے کسی میں حرج نہیں ہے (یعنی خواہ ایک رکعت پڑھی جائے خواہ تین رکعت پڑھی جائے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٧٢ اور ٩٩١ میں گزر چکی ہے۔

٩٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتَهُ، تَعْنِي بِاللَّيْلِ، فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلَاةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری از عروہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات پڑھتے تھے' ان کی مراد تھی رات کو' آپ اتنی دیر تک سجدہ کرتے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی شخص پچاس آیتیں پڑھتا ہے' اس سے پہلے کہ آپ سجدہ سے سر اٹھاتے اور آپ نماز فجر سے پہلے دو رکعت پڑھتے' پھر آپ دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس نماز کے لیے مؤذن آتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٢٦ میں گزر چکی ہے۔

٢ - بَابُ سَاعَاتِ الْوِتْرِ

وتر پڑھنے کے اوقات

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی ہے کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے: (١) ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا (٢) چاشت کی نماز پڑھنا (٣) اور یہ کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھوں۔ (صحیح البخاری: ١٩٨١۔ ١١٧٨)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت اس لیے کی تھی کہ مبادا رات کو آنکھ نہ کھلے اور وتر رہ جائیں' اس لیے بہتر ہے کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیے جائیں' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کو یہ خطرہ ہو کہ رات کے آخر میں وہ بیدار نہیں ہو سکے گا' وہ اول رات میں وتر پڑھ لے پھر سو جائے اور تم میں سے جس کو یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخر میں بیدار ہو گا وہ رات کے آخر میں وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخر میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ وقت افضل ہے۔

(صحیح مسلم: ٧٥٥' سنن ترمذی: ٤٥٥' سنن ابن ماجہ: ١١٨٧' مسند احمد ج ٣ ص ٣٨٩)

٩٩٥ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، أُطِيلُ فِيهِمَا الْقِرَاءَةَ؟ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ، وَيُصَلِّي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ بتایئے کہ ہم صبح کی نماز سے پہلے کی دو رکعت (سنت فجر) میں لمبی قراءت کر لیا کریں؟

الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ، وَكَانَ الْأَذَانُ بِأُذُنَيْهِ. قَالَ حَمَّادٌ أَيْ بِسُرْعَةٍ.

تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت (کو ملا کر) وتر پڑھتے تھے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور اذان آپ کے کانوں میں ہوتی تھی۔ حماد نے کہا: یعنی جلدی جلدی پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۲ اور ۹۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۹۹۶ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اور آپ کے وتر کی انتہاء سحری کے وقت میں تھی۔

(صحیح مسلم: ۷۴۵ الرقم المسلسل: ۱۷۰۵ سنن ابو داؤد: ۱۴۳۵ سنن ترمذی: ۴۵۶ سنن نسائی: ۱۶۸۰ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۶ مسند الحمیدی: ۱۸۸ المنتقی: ۲۶۸ سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۵ مسند احمد ج ۶ ص ۴۶ طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۱۸۸ ج ۴۰ ص ۲۲۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت مسند الطحاوی: ۹۳۲۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص النخعی الکوفی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ ابو عمرو النخعی الکوفی (۳) سلیمان الاعمش (۴) مسلم بن صبیح ابو الضحیٰ الکوفی (۵) مسروق بن عبد الرحمان ان کو ابن الاجدع کہا جاتا ہے اور یہ عبد الرحمٰن الکوفی کا لقب ہے (۶) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳)

رات کے مختلف اوقات میں وتر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

وتر کا کوئی مقرر اور معین وقت نہیں ہے کہ اس وقت کے سوا دوسرے وقت میں وتر پڑھنا جائز نہ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔

متقدمین کا وتر کے وقت میں اختلاف رہا ہے' حضرت ابو بکر صدیق' حضرت عثمان بن عفان' حضرت ابو ہریرہ اور حضرت رافع بن خدیج رات کے اول حصہ میں وتر پڑھتے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن مسعود' حضرت ابو الدرداء' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھتی تھی' امام مالک' ثوری' فقہاء احناف اور جمہور علماء نے اسی کو مستحب قرار دیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھنا مستحب ہے تو اس حدیث کی کیا توجیہ ہوگی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں۔ (صحیح البخاری: ۱۹۸۱) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ کو یہ اختیار دیا ہے کہ جب ان کو یہ خطرہ ہو کہ ان پر نیند غالب آ جائے گی تو وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں تاکہ ان کے وتر یقینی طور پر ادا ہو جائیں' حضرت ابو قتادہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: اے ابوبکر! تم وتر کس وقت پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے اول حصہ میں' اور حضرت عمر سے فرمایا: تم وتر کب پڑھتے ہو' انہوں نے کہا: رات کے آخری حصہ میں' آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم نے یقینی چیز پر عمل کیا ہے اور حضرت عمر سے فرمایا: تم نے اپنی قوت پر عمل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۳۴)(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۳۳- ج ۲ ص ۵۷۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٣ - بَابُ اِيقَاظِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَهُ بِالْوِتْرِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گھر والوں کو وتر کے لیے بیدار کرنا

٩٩٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِيْ فَاَوْتَرْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے بستر کی چوڑائی میں سو رہی تھی' پس جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بیدار کر دیتے' پھر میں وتر پڑھتی۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اپنی بیوی کو وتر کی نماز کے لیے بیدار کرنا مستحب ہے جب کہ وہ وتر پڑھنے سے پہلے سو گئی ہو اور اس میں وتر کی نماز کی تاکید کا ثبوت ہے اور اس آیت پر عمل ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ. (طٰہٰ: ۱۳۲) اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے۔

اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عورتوں پر بھی وتر کی نماز پڑھنا واجب ہے' اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۸۴ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابٌ لِيَجْعَلْ اٰخِرَ صَلٰوتِهٖ وِتْرًا

(رات کو) اپنی آخری نماز وتر کو بنانا چاہیے

٩٩٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از عبد اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے فرمایا: رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔

(صحیح مسلم: ۷۵۱' الرقم المسلسل: ۱۷۲۳' سنن ابوداؤد: ۱۴۳۸' سنن نسائی: ۱۶۸۰' مسند الحمیدی: ۳۰۴۰)

وتر کے واجب یا سنت ہونے میں ائمہ مذاہب کا اختلاف اور علامہ ابن بطال کے وجوب کے خلاف دلائل

اس حدیث میں امر کا صیغہ ہے: رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ' اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وتر کے واجب ہونے میں متقدمین کا اختلاف ہے' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ وتر سنت ہے' سعید بن المسیب' حسن بصری' شعبی اور ابن شہاب سے بھی اسی کی مثل مروی ہے اور یہی امام مالک' ثوری' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی اور عامۃ الفقہاء کا مذہب ہے۔

اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: اے اہل القرآن اوتر پڑھو۔
(سنن ابوداؤد: ۱۴۱۶)

حضرت ابن مسعود اور حضرت حذیفہ سے بھی یہی مروی ہے اور یہی النخعی کا قول ہے' اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وتر واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے کیونکہ نبی ﷺ نے وتر کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: وتر حق ہے اور جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ ان فقہاء کا قول صحیح ہے جنہوں نے وتر کی نماز کو سنت کہا ہے کیونکہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ فرض نمازیں صرف پانچ ہیں' اگر وتر بھی فرض ہوں تو فرض نمازیں چھ ہو جائیں گی۔

نبی ﷺ نے جو فرمایا: وتر حق ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وتر کا سنت ہونا برحق ہے اور آپ نے یہ جو فرمایا ہے: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' یہ ترغیب کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہے اور ہماری اقتداء کرنے والا نہیں ہے' جیسے آپ نے فرمایا: جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور آپ نے اس کلام سے اس کو اسلام سے نکالنے کا ارادہ نہیں کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۵۰۔ ۵۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات

علامہ ابن بطال مالکی نے علامہ طبری سے یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ فرض نمازیں پانچ ہیں' اگر وتر کو بھی فرض کہا جائے تو فرض نمازیں چھ ہو جائیں گی' یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم وتر کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں۔

اور حدیث میں ہے: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' اس کا علامہ ابن بطال نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اس طرح ہے جس طرح آپ نے فرمایا ہے: جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' علامہ ابن بطال کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے آپ نے فرمایا ہے: وتر حق ہے یعنی واجب ہے اور خوش الحانی کے متعلق آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ حق ہے یعنی واجب ہے' نیز آپ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' اور اس تقریر سے علامہ ابن بطال کے جوابات ساقط ہو گئے۔

وتر کے وجوب پر احادیث اور آثار

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھو۔
(صحیح مسلم: ۷۵۴' سنن ترمذی: ۴۶۷' سنن نسائی: ۱۶۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۹)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اہل قرآن! وتر پڑھو کیونکہ اللہ وتر ہے' وتر کو پسند فرماتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۱۶' سنن ترمذی: ۱۶۷۴۔ ۴۵۳' مسند احمد ج ۱ ص ۸۶)

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے:

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: وتر حق ہے'

جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' وتر حق ہے جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' وتر حق ہے جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۱۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۷۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۷)

اس حدیث سے وتر کے وجوب پر اس طرح استدلال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید تاکیدات کے ساتھ فرمایا' جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وتر سے سو گیا یا بھول گیا تو جب اس کو یاد آئے پس وہ وتر پڑھے یا جب وہ بیدار ہو تو وتر پڑھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۳۱' سنن ترمذی: ۴۶۵' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز کی قضاء کرنے کا حکم دیا ہے اور قضاء واجب کی ہوتی ہے' سنت کی قضاء نہیں ہوتی۔

حضرت ابو الولید العدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر ہمارے پاس آئے اور فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تم پر ایک نماز بڑھا دی ہے اور وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے اور وہ وتر ہے اور اس کو تمہارے لیے عشاء سے طلوع فجر تک کے وقت میں کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۱۸' سنن ترمذی: ۴۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۸' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۲۸' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تمہاری ایک نماز زیادہ کر دی ہے اور وہ وتر کی نماز ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸-۱۸۰' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۲۹' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۶۳' سنن الدارقطنی ج ۲ ص ۳۱)

عطاء بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ابو ایوب نے کہا: وتر حق ہے یا واجب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۳۰' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا کہ وتر واجب ہے اور وہ تم پر فرض نہیں کیا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۳۱' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۳' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۳۲' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جائیں تو میں وتر کو ترک کرنا پسند نہیں کرتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۳۳' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۴۵۷۸' کتاب الآثار لابی یوسف: ۳۳۲' کتاب الآثار لامام محمد: ۱۲۳' الحجۃ علی اہل المدینہ: ۲۶۰)

عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وتر حق ہے' جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۱۹' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۳۴' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' المستدرک ج ۱ ص ۳۰۵' تاریخ کبیر للبخاری: ۱۲۳۵' الکامل لابن عدی: ج ۳ ص ۱۴۳۶' التلخیص الحبیر ج ۲ ص ۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ وتر ہے' وتر سے محبت کرتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۳۵' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۱-۲۹۰' سنن دارمی:

١٥٨٠' صحیح ابن خزیمہ: ١٠٧١' صحیح البخاری: ٩٣١٠' صحیح مسلم: ٢٠٦٢' سنن نسائی: ٦٩٥٩' سنن ابن ماجہ: ٣٨٦١)

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ١٦٥٣۔ ج ٢ ص ٣٦٣ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥ - بَابُ الْوِتْرِ عَلَى الدَّابَّةِ

سواری پر وتر پڑھنا

٩٩٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَقَالَ سَعِيدٌ فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ لَحِقْتُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَيْنَ كُنْتَ؟ فَقُلْتُ خَشِيتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ فَقُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ.

[اطراف الحدیث: ١٠٠٠۔ ١٠٩٥۔ ١٠٩٦۔ ١٠٩٨۔ ١١٠٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابوبکر بن عمر بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب از سعید بن یسار' انہوں نے بیان کیا کہ میں رات کو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستہ میں جا رہا تھا' پس سعید نے کہا: جب مجھے صبح ہونے کا خوف ہوا تو میں سواری سے اترا' پھر میں نے وتر پڑھے پھر میں ان سے مل گیا' پس حضرت عبد اللہ بن عمر نے پوچھا: تم کہاں تھے؟ میں نے کہا: مجھے صبح ہونے کا خوف ہوا تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھے' پس حضرت عبد اللہ نے کہا: کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ نہیں ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! انہوں نے کہا: پس بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر وتر پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ٧٠٠' الرقم المسلسل: ١٥٨٦' سنن ترمذی: ٤٧٢' سنن نسائی: ١٦٨٣' سنن ابن ماجہ: ١٢٠٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٢٩٣' صحیح ابن خزیمہ: ١٢٦٧' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤' السنن الکبریٰ: ١٠٩٩٤' مسند ابویعلیٰ: ٥٦٣٧' مسند احمد ج ٢ ص ٥٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٤٥٣٢۔ ج ٨ ص ٣٣٤' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' مسند الطحاوی: ١٣٠١١)

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسماعیل بن ابی اویس' ابو اویس کا نام عبد اللہ ہے' یہ امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں (٢) امام مالک بن انس (٣) ابوبکر بن عمر' ابن حبان نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابو حاتم نے کہا: ان میں کوئی حرج نہیں (٤) سعید بن یسار ابو الحباب' یہ علماء مدینہ میں سے ہیں' یہ ١١٧ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٩)

سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے: یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ وہ وتر کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ بغیر عذر کے فرض نماز کو سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے' اور اگر وتر فرض ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر عذر کے وتر سواری پر نہ پڑھتے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ مجاہد نے یہ نقل کیا ہے کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا' وہ سفر میں دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور سواری کی پشت پر نوافل پڑھتے تھے اور فجر سے پہلے زمین پر اتر کر وتر پڑھتے تھے اور ابراہیم النخعی نے کہا: وہ اپنے اونٹ

پر نماز پڑھتے تھے اونٹ کا منہ جس طرف بھی ہو سوا فرض اور وتر کے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کے فعل میں امام ابوحنیفہ کی کوئی دلیل نہیں ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے فضیلت کے حصول کے لیے زمین پر اتر کر وتر پڑھے ہوں' نہ اس لیے کہ وتر ان کے نزدیک واجب تھے کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمر نے اپنے اونٹ پر وتر پڑھے ہیں' حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی اسی کی مثل کرتے تھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کے سواری سے اتر کر وتر پڑھنے کی کیا وجہ تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کے علم میں یہ مقرر تھا کہ نفل سواری پر پڑھنا بھی جائز ہے اور سواری سے اتر کر زمین پر پڑھنا افضل ہے اور یہ فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے۔

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اتباع میں سواری پر وتر پڑھنے چاہئیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سواری پر وتر پڑھنے کے منسوخ ہونے کا بیان

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سواری پر وتر پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۳۲۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ مسافر کے لیے سواری پر وتر پڑھنا جائز ہے جیسا کہ باقی نوافل کا سواری پر پڑھنا جائز ہے' اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ فرائض کو سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے اور وتر کو سواری سے اتر کر زمین پر پڑھنا چاہیے اور ان کی دلیل یہ احادیث ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سواری پر نماز پڑھتے تھے اور وتر زمین پر پڑھتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۳۲۶)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سفر میں اپنے اونٹ پر نماز پڑھتے تھے' وہ جس طرف بھی منہ کرے اور سحری کے وقت سواری سے اتر کر وتر پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۳۲۸)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سواری پر وتر پڑھتے تھے اور بعض اوقات سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھتے تھے۔
(شرح معانی الآثار: ۲۳۳۱)

امام طحاوی فرماتے ہیں: یہ ہو سکتا ہے کہ مجاہد نے حضرت ابن عمر کو زمین پر وتر پڑھتے ہوئے دیکھا ہو اور یہ نہ جانا ہو کہ سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق ان کا مذہب کیا ہے' لہٰذا انہوں نے یہ روایت کر دی کہ حضرت ابن عمر نے سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھے اور اس سے ان کے سواری پر وتر پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی اور ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وتر کو مؤکد اور واجب قرار دینے سے پہلے سواری پر وتر پڑھے ہوں اور جب آپ نے وتر کو واجب قرار دے دیا تو پھر اس کو ترک کرنے کی اجازت نہیں دی اور اس کی دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے سامنے بستر کے عرض میں لیٹی ہوئی تھیں' جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو آپ ان کو ایک طرف ہونے کا اشارہ کرتے اور فرماتے: یہ وہ نماز ہے جس کو (میرے کہنے سے) تم نے زیادہ کر دیا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۳۳۲)

خارجہ بن حذافہ العدوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے ایک نماز کے ساتھ تمہاری امداد کی ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے عشاء کی نماز سے طلوع فجر تک وہ وتر ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۴۳۴)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ نے تمہاری ایک نماز زیادہ کر دی ہے پس اس کو عشاء سے صبح تک پڑھو وہ وتر ہے وتر ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۳۶)

امام طحاوی فرماتے ہیں: پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کو مؤکد فرما دیا اور کسی کو اس کے ترک کرنے کی اجازت نہیں دی اور اس سے پہلے اس کی اس طرح تاکید نہیں تھی پس ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے جو روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر وتر پڑھے وہ اس کو مؤکد کرنے اور واجب قرار دینے سے پہلے کا واقعہ ہو پھر بعد میں آپ نے اس کو مؤکد کر دیا اور سواری پر وتر پڑھنے کو منسوخ کر دیا پس جس طرح جو شخص قیام کی طاقت رکھتا ہو وہ زمین پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا اسی طرح جو شخص سواری سے اترنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اور اس جہت سے میرے نزدیک سواری پر وتر پڑھنا منسوخ ہو گیا اور یہ امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۵۵۴۔ ۵۵۳ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

سواری پر وتر پڑھنے کے عدم جواز کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم سے پوچھا کہ ایک شخص سواری پر وتر پڑھتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۷ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بکر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی نے کہا کہ وہ لوگ سواریوں پر نماز پڑھتے تھے خواہ ان کا منہ کسی طرف ہو سوائے فرض اور وتر کے وہ ان کو زمین پر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۹ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ عروہ اپنی سواری پر نماز پڑھتے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو اور جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۰ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو الھزاز نے کہا: ضحاک جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۱ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہارون بن ابراہیم کہتے ہیں: میں نے حسن البصری سے سوال کیا: کیا میں سواری پر نماز پڑھوں؟ انہوں نے کہا: سواری پر نماز پڑھو میں نے سوال کیا: سواری پر وتر بھی پڑھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں اور کہا: ابن سیرین زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۲ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

✻ شرح صحیح مسلم میں اس بحث کے یہ عنوان ہیں: (۱) وتر کے حکم میں مذاہب ائمہ (۲) وجوب وتر پر احناف کے مؤید دلائل (۳) ائمہ

ثلاثہ کے دلائل کا جواب۔ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۹ ۴۔ ۷۴۳۔

٦ - بَابُ الْوِتْرِ فِي السَّفَرِ

سفر میں وتر پڑھنا

١٠٠٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ، يُومِئُ إِيمَاءً، صَلٰوةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ، وَيُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے خواہ اس کا منہ جس طرف بھی ہو' آپ اشارے سے رات کی نماز پڑھتے تھے' سوا فرائض کے اور وتر اپنی سواری پر پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَبَعْدَهُ

رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا

١٠٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ أَقَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصُّبْحِ؟ قَالَ نَعَمْ. فَقِيلَ لَهُ أَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ؟ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا.

[اطراف الحدیث: ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۳۰۰۔ ۲۸۰۱۔ ۲۸۱۴۔ ۳۰۶۴۔ ۳۱۷۰۔ ۴۰۸۸۔ ۴۰۸۹۔ ۴۰۹۰۔ ۴۰۹۱۔ ۴۰۹۲۔ ۴۰۹۳۔ ۴۰۹۴۔ ۴۰۹۵۔ ۴۰۹۶۔ ۶۳۹۴۔ ۷۳۴۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان سے کہا گیا: کیا رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: رکوع کے بعد تھوڑے دن دعائے قنوت پڑھی ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۷۷' الرقم المسلسل: ۱۵۱۸' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۴' سنن نسائی: ۱۰۷۱' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۴' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۷۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الحمیدی: ۱۲۵۶)

امام بخاری نے اس باب میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق چار حدیثیں روایت کی ہیں۔

حافظ عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی المتوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے اور یہ دعا آپ نے رکوع کے بعد پڑھی ہے اور تھوڑا عرصہ پڑھی ہے یعنی ہمیشہ نہیں پڑھی نہ زیادہ عرصہ پڑھی ہے' آپ نے اس طرح صرف تھوڑا عرصہ پڑھی ہے۔ اس کی تفصیل اس کے بعد والی حدیث میں آ رہی ہے۔

١٠٠٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ، فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ. قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ قَبْلَهُ. قَالَ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ، فَقَالَ كَذَبَ، إِنَّمَا قَنَتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: قنوت (مشروع) ہے' میں نے پوچھا: رکوع سے پہلے یا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا، أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ، زُهَاءَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا، إِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ دُوْنَ أُولٰئِكَ، وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ، فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْا عَلَيْهِمْ.

رکوع کے بعد؟ انہوں نے کہا: رکوع سے پہلے۔ عاصم نے کہا: فلاں شخص نے مجھے آپ سے یہ خبر نقل کی ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد کہا ہے' حضرت انس نے کہا: اس نے جھوٹ بولا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے' میرا گمان ہے کہ آپ نے ایک قوم کو مشرکین کی طرف بھیجا تھا جن کو قراء کہا جاتا تھا' وہ تقریباً ستر شخص تھے' یہ مشرک ان مشرکین کے علاوہ تھے جن کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صلح کا معاہدہ تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلاف ایک ماہ تک دعائے ضرر کرتے رہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵)

حدیث مذکور کی تفصیل

امام بخاری نے اس حدیث کی زیادہ تفصیل درج ذیل روایت میں کی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رعل' ذکوان' عصیہ اور بنولحیان (قبائل عرب) نے اپنے دشمن کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی' آپ نے ستر انصار کو ان کی مدد کے لیے بھیجا' ہم ان کو ان کے زمانہ میں القراء کہتے تھے' وہ دن میں لکڑیاں کاٹتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب وہ قراء بیر معونہ میں پہنچے تو ان قبائل نے ان کو قتل کر دیا اور عہد شکنی کی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھی' آپ بعض قبائل عرب کے خلاف دعائے ضرر کرتے رہے' رعل' ذکوان' عصیہ اور بنولحیان کے خلاف۔ حضرت انس نے کہا: ہم نے قرآن مجید میں ان کے متعلق یہ آیت پڑھی' پھر اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی' وہ یہ آیت ہے:

بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا إِنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا.

ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھی' آپ بعض قبائل عرب کے خلاف دعا ضرر کرتے رہے رعل' ذکوان' عصیہ اور بنولحیان کے خلاف۔

ایک سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: یہ ستر انصار بیر معونہ میں قتل کر دیئے گئے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۹۰)

رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ قنوت میں اختلاف ہے' فقہاء صحابہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی' یہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابوموسیٰ' حضرت البراء' حضرت انس اور حضرت ابن عباس کا مذہب ہے' ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔

فقہاء صحابہ کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی جائے گی' یہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی کا مذہب ہے' اور حضرت انس نے کہا: دعاء قنوت رکوع سے پہلے بھی پڑھی جاتی تھی اور رکوع کے بعد بھی' اور یہی امام احمد کا قول ہے اور ''المدونۃ'' میں مذکور ہے کہ صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھنے میں وسعت ہے اور امام مالک کے نزدیک خصوصیت کے ساتھ رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنا مستحب ہے' امام شافعی کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا سنت ہے اور جب مسلمانوں کو حاجت ہو تو تمام نمازوں میں قنوت پڑھی جائے۔

امام طحاوی نے کہا: ان سے پہلے کسی نے اس طرح نہیں کہا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخر حیات تک کفار سے جہاد کرتے رہے اور آپ نے نمازوں میں قنوت نہیں پڑھی۔

فقہاء صحابہ کی ایک اور جماعت نے یہ کہا ہے کہ کسی فرض نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی' یہ حضرت عمر' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کا مذہب ہے اور حضرت ابن عمر نے کہا: یہ بدعت ہے' اور قتادہ اور ابراہیم نے کہا: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے فرائض میں قنوت نہیں پڑھی حتیٰ کہ وہ دنیا سے چلے گئے۔

علقمہ نے کہا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی' طاؤس کا بھی اسی کی مثل قول ہے اور یہی فقہاء کوفہ اور لیث کا قول ہے' فقہاء کوفہ نے کہا: دعاء قنوت صرف وتر میں پڑھی جائے گی' ان کی دلیل یہ ہے کہ ابومالک اشجعی نے کہا: میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی کے پیچھے نماز پڑھی ہے' کیا یہ لوگ قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اے میرے بیٹے! یہ بدعت ہے۔

امام طبری نے کہا: صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراء کی شہادت پر ایک ماہ یا اس سے زیادہ ہر فرض نماز میں قنوت پڑھی' پھر اس کو ترک کر دیا' اور صبح کی نماز میں آپ کا قنوت پڑھنا ثابت ہے' اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ دنیا سے چلے گئے۔

ربیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قنوت کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

ہمارے نزدیک ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جب بھی مسلمانوں پر ایسی مصیبت آئی جیسے بیر معونہ میں قراء پر مصیبت آئی تھی تو اس وقت قنوت پڑھنا مستحب ہے حتیٰ کہ مسلمانوں سے وہ مصیبت دور ہو جائے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت قنوت پڑھی تھی اور حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب ان لوگوں نے آ کر توبہ کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا ترک کر دی تھی اور حضرت انس نے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی تھی۔

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی کے حق میں دعا کرتے یا کسی کے خلاف دعا کرتے تو قنوت پڑھتے' اور اسود نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر جب جنگ کرتے تو قنوت پڑھتے اور جب جنگ نہیں کرتے تو قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

امام طبری نے کہا: اگرچہ ہم یہ کہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت قنوت پڑھنا مستحب ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ اگر کسی نے عمداً قنوت کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا اس پر سجدۂ سہو لازم آئے گا' کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس نے قنوت کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی اگر اس نے قنوت پڑھی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے موافق عمل کیا اور اگر اس

نے قنوت ترک کی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی رخصت پر عمل کیا کیونکہ آپ بعض اوقات قنوت پڑھتے تھے اور بعض اوقات قنوت کو ترک کر دیتے تھے اور اس میں نبی ﷺ نے امت کو تعلیم دی ہے کہ انہیں قنوت کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختیار ہے۔ جس طرح نبی ﷺ نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بعض اوقات رفع یدین کیا ہے اور بعض اوقات رفع یدین نہیں کیا اور جس صحابی نے نبی ﷺ کو جس وقت جو کرتے ہوئے دیکھا اس کے مطابق خبر دی اور ہر صحابی صادق ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ امام مالک نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے کو اختیار کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نیند سے بیدار ہونے والے اس رکعت کو پالیں جس سے ان کو نماز مل جاتی ہے اسی وجہ سے صبح کی نماز میں قیام طویل ہوتا ہے۔

دوسروں نے کہا: حضرت انس نے جو اس شخص کو جھوٹا کہا' جس نے ان سے یہ روایت کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ رکوع کے بعد قنوت نہیں پڑھی تھی' صرف ایک ماہ پڑھی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے۔

المہلب نے کہا: نبی ﷺ سے یہ محفوظ نہیں ہے کہ آپ مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے ہیں بلکہ آپ نے اس کو مغرب میں نہیں پڑھا' اگر آپ نے مغرب کی نماز میں قنوت کو پڑھا ہوتا تو اس کو بہت لوگ نقل کرتے' حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ وہ مغرب کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد قنوت پڑھتے تھے' امام شافعی نے اس کو مستحب کہا ہے' امام مالک نے کہا: ہمارا اس پر عمل نہیں ہے کیونکہ یہ روایت ہے کہ لوگ رمضان کے وتر میں کفار پر لعنت کرتے تھے' امام مالک نے المدونہ میں کہا ہے کہ ہمارا اس روایت پر عمل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۶-۶۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق متعارض اقوال نقل کیے ہیں' یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی جائے گی اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک کسی فرض نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی' ہو سکتا ہے ان میں اس طرح تطبیق ہو کہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی جائے گی اور جب وہ مصیبت دور ہو جائے تو پھر دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔

رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' اتحاف الخیرۃ: ۲۳۲۰' المطالب العالیہ: ۶۲۱' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۱)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکوع سے پہلے وتر میں دعاء قنوت پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبد الرحمان بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسود وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسماعیل بن عبد الملک بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ وتر کے بعد قنوت پڑھتے تھے۔ (۶۹۷۳) اس کا محمل یہ ہے کہ فجر کی نماز کے متعلق اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا وتر کے متعلق ہے۔

دعاء قنوت کے متعلق احادیث

عن الحسن بن علی قال علمنی جدی صلی اللہ علیہ وسلم کلمات اقولهن فی قنوت الوتر اللهم اهدنی فیمن هدیت' وعافنی فیمن عافیت' وتولنی فیمن تولیت' وبارك لی فیما اعطیت' وقنی شر ما قضیت' فانك تقضی ولا یقضی علیك' انه لا یذل من والیت' تبارکت ربنا وتعالیت.

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میرے نانا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات کی تعلیم دی' جن کو میں وتر کے قنوت میں پڑھتا ہوں: اے اللہ! مجھے ان میں ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت دی ہے اور مجھے ان میں عافیت سے رکھ جن کو تو نے عافیت سے رکھا ہے' اور مجھے ان میں محبت سے رکھ جن سے تو نے محبت کی ہے' اور تو نے مجھ کو جو عطا کیا ہے اس میں مجھے برکت دے اور جن چیزوں کو تو نے مقدر کیا ہے مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھ' بے شک تو حکم دیتا ہے اور تجھ پر حکم نہیں کیا جاتا' اور جس کا تو والی ہو وہ رسوا نہیں ہوتا' اے ہمارے رب! تو بابرکت ہے اور تو بلند ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۱ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۸' الآحاد والمثانی: ۴۱۷' مسند ابو یعلیٰ: ۶۷۷۳' المعجم الکبیر: ۲۷۰۳' کتاب الدعا: ۷۴۳' مصنف عبد الرزاق: ۴۹۸۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰' سنن ابوداؤد: ۱۴۲۵' سنن ترمذی: ۴۶۴' المستدرک ج ۳ ص ۱۷۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۱۷۹' سنن دارمی: ۱۵۹۱)

دعاء قنوت کی دوسری حدیث یہ ہے:

"حدثنا ابن فضیل' عن عطاء بن السائب' عن ابی عبد الرحمن قال علمنا ابن مسعود ان نقرأ فی القنوت اللهم انا نستعینك ونستغفرك ونثنی علیك الخیر ولا نکفرك' ونخلع ونترك من یفجرك' اللهم ایاك نعبد' ولك نصلی ونسجد' والیك نسعی ونحفد' نرجو رحمتك' ونخشی عذابك' ان عذابك الجد بالکفار ملحق"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یہ دعا اس عبارت سے بھی مروی ہے:

عن عبید بن عمیر قال صلیت خلف عمر بن الخطاب الغداة' فقال فی قنوته اللهم انا نستعینك'

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی' انہوں نے اپنے قنوت میں پڑھا:

ونستغفرك ونثني عليك الخير ولا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك اللهم اياك نعبد ولك نصلي ونسجد واليك نسعى ونحفد نرجو رحمتك ونخشى عذابك ان عذابك بالكفار ملحق. (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۰ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پڑھا: اے اللہ! ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور نیکی کے ساتھ تیری تعریف کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور جو تیری نافرمانی کرے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں اور اس کو چھوڑتے ہیں اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لیے ہی نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں اور تیری ہی اطاعت کرتے ہیں اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

یہ قنوت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۲ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت)

١٠٠٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از تیمی از ابی مجلز از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی آپ رعل اور ذکوان کے خلاف دعا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

١٠٠٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ الْقُنُوتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: قنوت مغرب اور فجر میں تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۹۸ میں گزر چکی ہے۔

صبح کی نماز میں دعاء قنوت نہ پڑھنے کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابو مالک اشجعی روایت کرتے ہیں: میں نے اپنے والد سے کہا: اے میرے والد! آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کیا آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا کہ وہ نماز میں دعاء قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! یہ بدعت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۳۲ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۱ المعجم الکبیر: ۸۱۷۹)

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۳۵ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عرفجہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۳ ج ۲ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۰۳ ج ۲ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھائی اور قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۰۳ ج ۲ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۳۰ ج ۲ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی آپ ان لوگوں کے خلاف دعا کرتے تھے جنہوں نے آپ کے ان اصحاب کو قتل کر دیا تھا جن کو قراء کہا جاتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۵۰ ج ۲ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو بشر نے کہا: سعید بن جبیر صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۵۸ ج ۲ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبید اللہ اور سلیمان نے کہا: ابراہیم التیمی امام تھے اور وہ فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۶۱ ج ۲ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

فجر اور مغرب کی نماز میں دعاءِ قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام عبد اللہ بن المبارک' امام احمد' اسحاق اور لیث بن سعد فرض نماز میں قنوت پڑھنے کو جائز نہیں قرار دیتے تھے اور جن احادیث میں فجر اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے وہ اس آیت سے منسوخ ہیں:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۲۸)

اس میں آپ کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں ○

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* اس بحث میں شرح صحیح مسلم کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① قنوت نازلہ پڑھنے کا محل اور اس کا استحباب ② قنوت نازلہ ③ قنوت نازلہ میں مذاہب ④ احناف کا مذہب ⑤ احناف کے دلائل ⑥ بعض شارحین کا تسامح ⑦ قنوت نازلہ اجتہادی ہے ⑧ متاخرین احناف ⑨ زندہ کافروں کے لیے لعنت کا عدم جواز ⑩ قنوت فجر میں مذاہب ⑪ شافعیہ اور مالکیہ کا استدلال اور اس کا جواب ⑫ "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ" (آل عمران: ۱۲۸) کی تحقیق ⑬ اصحاب بیر معونہ ⑭ علم رسالت پر اعتراض کا جواب ⑮ منکرین حدیث کے اعتراض کا جواب۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۴ سے لے کر ۳۳۲ پر مذکور ہے۔

"کتاب الوتر" کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ

وذریتہ وامتہ اجمعین.

آج ۳ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ/ ۲۳ مارچ ۲۰۰۷ء کو ''کتاب الوتر'' ختم ہوگئی' الٰہ العٰلمین! اس تحریر کو قبول فرما اور اس کتاب کو مکمل فرمادے اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور تلامذہ کی' میرے محبین اور قارئین کی مغفرت فرما۔

❁❁❁❁❁

AJC™ Trial Buy Now!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

١٥ - کِتَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ
بارش طلب کرنے کا بیان

یہ ابواب بارش طلب کرنے کے احکام کے بیان میں ہیں'' الاستسقاء'' کا معنی ہے: پینے کا پانی طلب کرنا یعنی شہروں اور بندوں پر بارش کے نزول کو طلب کرنا۔

١ - بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ وَخُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

بارش کو طلب کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بارش طلب کرنے کے لیے نکلنا

١٠٠٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ . [اطراف الحدیث: ١٠١١ـ ١٠١٢ـ ١٠٢٣ـ ١٠٢٤ـ ١٠٢٥ـ ١٠٢٦ـ ١٠٢٧ـ ١٠٢٨ـ ٦٣٤٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر از عباد بن تمیم از عم خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے آپ بارش کو طلب کرنے کی دعا کرتے تھے اور آپ نے اپنی چادر کو پلٹا۔

(صحیح مسلم: ٨٩٤' الرقم المسلسل: ٢٠٣٦' سنن ابوداؤد: ١١٦٧' سنن ترمذی: ٥٥٦' سنن نسائی: ١٥١٠' سنن ابن ماجہ: ١٢٦٧' السنن الکبریٰ: ١٨٢٥' صحیح ابن خزیمہ: ١٤٠٧' مصنف عبد الرزاق: ٤٨٩٠' سنن بیہقی ج ٣ ص ٣٥٠' سنن دار قطنی ج ٢ ص ٦٧' الاستذکار: ٩٩٢٨' مسند الحمیدی: ٤١٦' موطأ امام مالک' العمل فی الاستسقاء: ١' مسند احمد ج ٣ ص ٣٩ طبع قدیم' مسند احمد: ١٦٤٣٢' ج ٢٦ ص ٣٩٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابونعیم' یہ الفضل بن دکین ہیں (٢) سفیان ثوری (٣) عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم قاضی المدینہ (٤) عباد بن تمیم بن زید بن عاصم الانصاری المازنی (٥) ان کے چچا حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٥)

حافظ صفی الدین متوفی ٩٢٣ھ نے حضرت عبد اللہ بن زید کے متعلق لکھا ہے: یہ صحابی ہیں' ان سے متعدد احادیث مروی ہیں' ان کی آٹھ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری صرف ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں' ان کو واقعہ حرہ میں شہید کر دیا گیا تھا۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ٦٩' تہذیب التہذیب ج ٥ ص ٢٢٣' تقریب التہذیب: ٣٣٤٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

نمازِ استسقاء پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب بارش نازل نہ ہو اور مسلمان قحط کا شکار ہوں تو بارش کی طلب کے لیے گھروں سے نکل کر عیدگاہ کی طرف جانا اور بارش کی دعا کرنا جائز ہے اور نمازِ استسقاء میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: مسلمانوں پر بارش کے نہ ہونے سے جو مصیبت آئی ہے اس کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور تضرع سے اور گڑ گڑا کر دعا کرنی چاہیے اور اگر امام نے مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرانے کے لیے خطبہ دیا تو یہ بھی جائز ہے اور بارش کی طلب کے لیے نماز پڑھنا معروف نہیں ہے' امام ابوحنیفہ نے باب مذکور کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' مغیرہ نے ابراہیم النخعی سے نقل کیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ بارش کی طلب کے لیے نکلے' جب وہ دعا سے فارغ ہو گئے تو لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' ابراہیم نے نماز نہیں پڑھی اور لوٹ آئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۳۰)

اور باقی فقہاء اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ استسقاء میں دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو رکعت نمازِ استسقاء پڑھنا ثابت ہے اور جن راویوں نے اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں کیا' وہ حجت نہیں ہے بلکہ جن راویوں نے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے ان کی روایت اولیٰ ہے کیونکہ یہ حدیث میں وہ زیادتی ہے جس کو قبول کرنا واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

بارش کی دعا کے وقت چادر پلٹنے کا طریقہ اور اس کی حکمت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو پلٹا۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

چادر پلٹنے کی صفت میں اختلاف ہے' امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ چادر کا اوپر کا حصہ نیچے کر دے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دے اور چادر کا جو حصہ دائیں کندھے پر ہے اس کو بائیں کندھے پر کر دے اور جو حصہ بائیں کندھے پر ہے اس کو دائیں کندھے پر کر دے' اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ چادر کی دائیں جانب کو بائیں جانب کر دے اور بائیں جانب کو دائیں جانب کر دے اور امام مالک کا قول بھی اس کے قریب ہے۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چادر کے پلٹنے میں حکمت یہ ہے کہ چادر کو پلٹ کر مسلمان اپنے حالات کو بدلنے کی نیک فال لیں تاکہ اللہ تعالیٰ قحط کو مسلمانوں سے پلٹ دے' اور گویا کہ مسلمان یوں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! جس چیز کو پلٹنا ہمارے اختیار میں ہے ہم اس کو پلٹ رہے ہیں اور چادر کو پلٹ رہے ہیں' سو جس چیز کو پلٹنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے اس کو تو پلٹ دے اور ہماری خشک سالی کو اور قحط کو بارش' زرخیزی اور خوش حالی سے بدل دے اور ہم اپنے گناہوں پر توبہ کرتے ہیں اور معصیت اور گناہ آلود زندگی کو اطاعت اور فرماں برداری اور نیکی سے بدلتے ہیں' اللہ العٰلمین! ہمیں توفیق دے کہ ہم اس عزم پر قائم رہیں اور ہماری توبہ کو قبول فرما اور بارش نازل کر کے ہماری خشک سالی کو خوش حالی سے بدل دے! (آمین)

استسقاء میں باجماعت نماز کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ استسقاء میں استغفار اور دعا ہے اور اس میں جماعت کے ساتھ

نماز پڑھنا مسنون نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں ہے' صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھیں پھر بھی جائز ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک سنت یہ ہے کہ امام دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ اس طرح پڑھائے جس طرح عید کی نماز پڑھی جاتی ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' المحیط میں امام ابو یوسف کا قول امام ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے سوا کسی نے یہ نہیں کہا کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز سنت نہیں ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ ابراہیم النخعی نے بھی امام ابو حنیفہ کے قول کی مثل کہا ہے' چادر کو پلٹنے کا وقت ہمارے نزدیک خطبہ کے شروع میں ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک دونوں خطبوں کے بعد امام چادر کو پلٹے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۶-۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

استسقاء میں نماز نہ پڑھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

ابو مروان اسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارش کو طلب کر رہے تھے' حضرت عمر نے استغفار کرنے پر کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۲۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بارش کو طلب کرنے کے لیے نکلے' پس انہوں نے یہ آیت پڑھی:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ (نوح: ۱۰-۱۲)

تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بہت مغفرت کرنے والا ہے ۝ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا ۝ اور تمہارے مال اور بیٹوں سے مدد فرمائے گا اور وہ تمہارے لیے (بارش سے) باغات اُگائے گا اور تمہارے لیے دریا جاری کر دے گا ۝

یہ آیت پڑھ کر حضرت عمر منبر سے اتر گئے' پس لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کاش! آپ بارش کی دعا کرتے' حضرت عمر نے کہا: میں نے آسمان کے ان آلات سے بارش کو طلب کیا ہے جن سے بارش نازل کی جاتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسلم العجلی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ لوگ بارش کی طلب کے لیے نکلے' ابراہیم بھی ان کے ساتھ نکلے' جب لوگ دعا سے فارغ ہو گئے تو وہ نماز پڑھنے لگے اور ابراہیم واپس آ گئے اور انہوں نے ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۳۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم ان کے ساتھ بارش کو طلب کرنے کے لیے گئے' مغیرہ نے نماز پڑھی' ابراہیم نے جب ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو واپس آ گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نماز استسقاء کے متعلق امام ابو حنیفہ کے موقف کی وضاحت

امام ابو حنیفہ نے نوح: ۱۱ سے استدلال کیا ہے کہ بارش کو طلب کرنے کے لیے اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر معافی طلب کی جائے کیونکہ بندوں کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے بارش کو روک لیتا ہے اور جب وہ اپنے گناہوں کی معافی

مانگ لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر موسلا دھار بارش نازل فرما دے گا اور ان احادیث سے استدلال کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ جمعہ کے دوران ایک اعرابی نے بارش کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی تو آپ نے صرف بارش کے نزول کی دعا کی اور با جماعت نماز استسقاء نہیں پڑھائی' سو اسی وقت بارش شروع ہو گئی اور اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی اور تمام ندی نالے بھر گئے اور جل تھل ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۳-۱۰۲۹-۱۰۲۱-۱۰۱۸-۱۰۱۵-۱۰۱۳)

اس کے علاوہ دیگر احادیث میں بھی تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے صرف دعا کی اور نماز استسقاء نہیں پڑھائی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۱-۱۰۲۲)

اس لیے امام ابوحنیفہ کے نزدیک بارش طلب کرنے کے لیے نماز استسقاء پڑھنا سنت لازمہ نہیں ہے' لازم صرف دعا اور استغفار کرنا ہے البتہ نماز استسقاء پڑھنا سنت مشروعہ ہے جیسا کہ اس باب کی احادیث میں ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔

٢ - بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار کے متعلق یہ دعا: اے اللہ! ان پر ایسے سال ڈال دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کفار پر ڈالے تھے

یعنی جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کفار پر شدت ڈالی تھی اور ان سے بارش روک لی تھی اور ان پر قحط نازل کیا تھا ایسی شدت اس زمانہ کے کافروں پر بھی نازل فرما' پھر جب کفار کے خلاف دعاء ضرر کا ذکر کیا تو مسلمانوں کے حق میں دعاء خیر کا بھی ذکر فرمایا۔

١٠٠٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ. وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ. قَالَ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ اَبِيْهِ هٰذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آخری رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے' اے اللہ! اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے' اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے' اے اللہ! کمزور مومنوں کو نجات دے' اے اللہ! مضر پر اپنی گرفت کو سخت کر' اے اللہ! ان پر ایسے سال مسلط کر دے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! قبیلہ غفار کی مغفرت کر دے اور اے اللہ! قبیلہ اسلم کو سلامت رکھ۔ ابن ابی الزناد نے اپنے والد سے روایت کی کہ یہ سب صبح کی نماز میں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۷ میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا تو آپ کی رحمت کی خلاف ہے

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو رؤف رحیم اور رحمۃ للعالمین ہیں تو کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا اور ان پر قحط کے

سال مسلط کرنے کی دعا کرنا تو آپ کی شان کے موافق نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے' پس جب قحط کے سال نازل کرنا اللہ تعالیٰ کے رحمٰن ہونے کے خلاف نہیں ہے تو قحط کی دعا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی کو نعمت دینا بھی اس پر رحمت ہے اور کسی کو نعمت کا سبب فراہم کر دینا بھی اس پر رحمت ہے' جن تمام کافروں کے لیے آپ نے دعاء ضرر کی ہے' ان سب کو پہلے آپ نے جنت کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی دائمی نعمتوں کی طرف بلایا اور مکہ مکرمہ میں مسلسل تیرہ سال ان کو اللہ تعالیٰ کی دائمی نعمتوں اور اس کی رحمت اور رضوان کی طرف بلاتے رہے' لیکن وہ اپنی سرکشی اور تکبر میں غرق رہے اور رسول اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کیا' اور انہوں نے مسلمانوں کو اپنی مدد کے لیے اور دین سیکھنے کے لیے بلایا اور ان کو شہید کر دیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی کیونکہ آپ نے نور نبوت سے جان لیا تھا کہ یہ لوگ اسلام لانے والے نہیں ہیں' بس جیسے کوئی شخص سورج کے سامنے آنکھیں بند کر لے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ سورج مجھے روشنی نہیں پہنچا رہا' اسی طرح ان لوگوں نے آپ کی نعمتوں اور رحمت سے اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا' سو اب یہ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں آپ کی رحمت سے کوئی حصہ نہیں ملا۔

١٠٠٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ' عَنْ مَنْصُورٍ' عَنْ أَبِي الضُّحٰى' عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ' فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاٰى مِنَ النَّاسِ إِدْبَارًا' قَالَ اَللّٰهُمَّ سَبْعٌ كَسَبْعِ يُوسُفَ. فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ' حَتّٰى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجِيَفَ' وَيَنْظُرُ أَحَدُهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوعِ. فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ' إِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ' وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا' فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ' قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الدخان: ١٠) إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿عَائِدُوْنَ ○ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى﴾ (الدخان: ١٦-١٥). فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ' وَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ' وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَاٰيَةُ الرُّوْمِ. [اطراف الحدیث: ١٠٢٠- ٤٦٩٣- ٤٧٦٧- ٤٧٧٣- ٤٨٠٩- ٤٨٢٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق' انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی اسلام سے روگردانی دیکھی تو آپ نے ان کے لیے یہ دعا ضرر کی: اے اللہ! ان کو سات سال تک کے لیے قحط میں مبتلا کر دے' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال قحط پڑا تھا' پس قحط نے ان کو اس طرح پکڑا کہ ہر چیز فنا ہو گئی' حتیٰ کہ ان لوگوں نے چمڑا' مردار اور مرے ہوئے جانور تک کھا لیے' ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے بھوک کی شدت سے دھواں نظر آتا' پھر ابو سفیان نے آپ کے پاس آ کر کہا: اے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اللہ کی اطاعت اور اقرباء پروری کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے' سو آپ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے نبی! اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان سے ایک واضح دھواں ظاہر ہو گا ○ (الدخان: ١٠) (الیٰ قولہ) (کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو ○ جس دن ہم انہیں سختی سے پکڑیں گے۔ (الدخان: ١٦-١٥) حضرت ابن مسعود نے بتایا کہ سخت پکڑ تو بدر کے دن تھی اور دھواں'

بطشہ لزام اور آیت روم گزر چکی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹۸ ' الرقم المسلسل: ۲۹۳۲ ' سنن ترمذی: ۳۲۵۴ ' السنن الکبریٰ: ۱۱۴۸۱ ' المعجم الکبیر: ۹۰۴۷ ' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۹۳ ' مسند الحمیدی: ۱۱۶ ' مشکل الآثار: ۳۲۰-۳۱۹ ' صحیح ابن حبان: ۶۵۸۵ ' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۳۶۹ ' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۲۵-۳۲۴ ' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱ طبع قدیم مسند احمد: ۳۶۱۳- ج ۶ ص ۱۰۷-۱۰۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کا خلاصہ

اس حدیث میں ''ادبارًا'' کا لفظ مذکور ہے اس کا معنی ہے: پیٹھ پھیرنا' یعنی جب رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھا کہ قریش اسلام قبول کرنے میں تاخیر کر رہے ہیں اور آپ کی دعوت سے منہ موڑ رہے ہیں۔

''سبعًا'' یعنی ان کے اوپر شدت اور قحط کے ایسے سات سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں شدت اور قحط کے سات سال تھے۔

''حصت کل شیء'' یعنی زمین کا سبزہ اور اس کی پیداوار جڑ سے اکھڑ گئی اور خالی زمین نظر آنے لگی۔

''الجیف'' یہ ''الجیفۃ'' کی جمع ہے اس کا معنی ہے: مردہ کا جسم۔

الدخان: ۱۲ میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے پاس ایسا دھواں آئے گا جس سے عام لوگوں کا دم گھٹ جائے گا اور مؤمنوں کی ایسی حالت ہو جائے گی جیسی زکام میں ہوتی ہے۔ یہ دھواں مشرق اور مغرب کو بھر لے گا اور چالیس دن تک رہے گا' اس دھوئیں سے کافر بے ہوش ہو جائیں گے' اور ان کے نتھنوں' کانوں اور مقعد سے دھواں خارج ہوگا اور مؤمنوں کی زکام کی سی کیفیت ہو گی' اس دھوئیں کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ گزر چکا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ان علامات میں سے ہے جو قرب قیامت میں ظاہر ہوں گی۔

''اللزام'' اس کی تفسیر میں اختلاف ہے' امام ابن ابی حاتم نے کہا: اس سے مراد غزوہ بدر میں کفار کو قتل کرنا ہے' علامہ قرطبی نے کہا: ''البطشۃ'' اور ''اللزام'' کا معنی واحد ہے۔ حسن بصری نے کہا: ''اللزام'' سے مراد قیامت کا دن ہے' ایک قول یہ ہے کہ تمہارے گناہ تم پر لازم رہیں گے' مسروق نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں: ''الدخان' اللزام' روم' البطشۃ'' اور ''القمر''۔

''ایۃ الروم'' اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب فارس اور روم میں جنگ ہوئی تو مسلمان یہ پسند کرتے تھے کہ رومی فارس پر غالب ہوں کیونکہ رومی اہل کتاب تھے' اور کفار یہ پسند کرتے تھے کہ فارس رومیوں پر غالب ہوں کیونکہ فارس مجوسی تھے اور کفار بت پرست تھے' پھر حضرت ابوبکر اور ابوجہل نے باہم شرط لگائی اور انہوں نے آپس میں سات سال کی مدت طے کی' قرآن مجید میں ہے:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ. (الروم: ۳-۲)

رومی مغلوب ہو گئے ہیں ۝ نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے ۝ چند سال میں ہی۔

حضرت ابوبکر نے ''بضع'' (چند) سے مراد سات سال لیے تھے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''بضع'' کا لفظ نو تک مراد لیا جاتا ہے' تم مدت اور رقم دونوں کو زیادہ کر دو' حضرت ابوبکر نے ایسا کر دیا' پھر رومی غالب آ گئے اور اس سے مسلمان خوش ہوئے' شعبی نے کہا: اس وقت جوا حلال تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۳-۳۲ ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہماری تحقیق کے مطابق یہ روایت صحیح نہیں ہے' اس کی تفصیل سورۃ الروم کی ابتدائی آیتوں کی تفسیر میں تبیان القرآن میں دیکھیں۔

٣ - بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الْإِسْتِسْقَاءَ إِذَا قُحِطُوْا

جب قحط پڑ جائے تو لوگوں کا امام سے بارش طلب کرنے کا سوال کرنا

١٠٠٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ قُتَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِيْ طَالِبٍ.

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

[طرف الحدیث: ۱۰۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ ابو طالب کے اس شعر کو پڑھتے تھے: وہ گورے شخص جن کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے' جو یتیموں کا سہارا ہیں اور بیواؤں کے سرپرست ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۲' مسند احمد ج ۲ ص ۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۶۷۳۔ ج ۹ ص ۳۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جن کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ ابو طالب کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے؟

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابو طالب نے یہ کیسے کہا کہ آپ کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے' حالانکہ ابو طالب نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ آپ سے بارش طلب کی گئی' آپ سے صرف ہجرت کے بعد بارش طلب کی گئی تھی' پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ابو طالب نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت عبد المطلب نے قریش کے لیے بارش کی دعا کی تھی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے اور اس وقت آپ کم سن تھے' اس اعتراض کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابو طالب نے اس شعر سے آپ کی مدح کی ہے کیونکہ ان کے خیال میں آپ اس شان کے تھے کہ آپ کے چہرے کے وسیلہ سے بارش کے حصول کی دعا کی جاتی' ہر چند کہ انہوں نے اس کے وقوع کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ابو طالب کے اس شعر میں یہ دلیل ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کی نبوت کو پہچانتے تھے کیونکہ شام کے سفر میں ابو طالب نے دیکھا تھا کہ بحیرا راہب نے آپ کے متعلق پیش گوئی کی تھی' لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابو اسحاق نے یہ کہا ہے کہ ابو طالب نے یہ شعر آپ کی بعثت کے بعد کہا تھا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب ابو طالب کو آپ کی بعثت سے پہلے بحیرا راہب کی پیش گوئی سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں تو انہوں نے آپ کی بعثت کے بعد یہ شعر کہا ہو تو اس میں کون سا استبعاد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

١٠٠٩ - وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ أَبِيْهِ رُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلٰى وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ، فَمَا يَنْزِلُ حَتّٰى يَجِيْشَ كُلُّ مِيْزَابٍ

اور عمر بن حمزہ نے کہا: ہمیں سالم نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے کہا: بسا اوقات مجھے شاعر کا یہ قول یاد آتا جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھتا آپ بارش طلب کرتے اور ابھی آپ منبر سے نہیں اترتے تھے حتیٰ کہ ہر پرنالہ زور و شور سے

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ
وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ طَالِبٍ.

بہہ رہا ہوتا تھا' اور وہ شعر یہ تھا: وہ گورے شخص جن کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے' جو یتیموں کا سہارا ہیں اور بیواؤں کے سرپرست ہیں۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۰۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۱۰ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ.

[طرف الحدیث: ۳۷۱۰] (صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد عبد اللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی از ثمامہ بن عبد اللہ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ جب لوگوں پر قحط پڑا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش طلب کی اور یہ دعا کی: اے اللہ! ہم تیری طرف اپنے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا کے وسیلہ کو پیش کر رہے ہیں' سو تو ہم پر بارش نازل فرما' پھر ان پر بارش نازل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر ذواتِ قدسیہ کے وسیلہ کا جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے: ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس کہنے لگا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس آئے ہیں' ہمارا اونٹ بھوک سے بلبلا رہا ہے اور بچے بھوک سے رو رہے ہیں' پھر یہ شعر پڑھا:

ولیس لنا الا الیک فرارنا — واین فرار الناس الا الی الرسل

ہم بھاگ کر صرف آپ کے پاس ہی آسکتے ہیں — اور لوگ بھاگ کر صرف رسولوں کے پاس ہی آسکتے ہیں

امام عبد الرزاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے عیدگاہ میں نماز پڑھائی' پھر حضرت عباس سے کہا: آپ کھڑے ہو کر بارش کی طلب کے لیے دعا کریں' پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر دعا کی۔

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ مالک الداری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں پر قحط پڑ گیا' پس ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں' پھر اس شخص سے خواب میں یہ کہا گیا کہ تم عمر کے پاس جاؤ۔ (الحدیث)

سیف نے الفتوح میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے' جو صحابی ہیں۔

الزبیر بن بکار نے ''الانساب'' میں اس واقعہ کو اپنی سند سے روایت کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس وقت حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی تھی' حضرت عمر نے دعا میں کہا: اے اللہ! ہر مصیبت کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے اور ہر مصیبت صرف توبہ سے دور ہوتی ہے اور یہ قوم اس مصیبت میں میرے پاس آئی ہے کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ میرا تیرے نبی کے نزدیک کیا

مقام تھا' اور ہم نے تیری طرف اپنے گناہ گار ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور توبہ کے ساتھ اپنی پیشانیاں تیرے حضور جھکائی ہوئی ہیں' تو ہم پر بارش نازل فرما' پھر پہاڑوں کی مثل آسمان پر بادل اُمڈ آئے اور اتنی بارش ہوئی کہ زمین سرسبز ہوگئی اور لوگ خوش حال ہو گئے۔

زید بن اسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قحط کے سال میں حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی اور حضرت عمر نے خطبہ میں کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت عباس کا اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح اولاد اپنے والد کا احترام کرتی ہے' پس اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم کے بارے میں آپ کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس وسیلہ بناؤ' پس وہ ابھی وہاں سے روانہ نہ ہوئے تھے کہ بارش ہوگئی۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ قحط کا یہ سال ۱۸ ھ میں تھا۔ حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ اہل صلاح' اہل خیر اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنا مستحب ہے اور اس حدیث میں حضرت عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے اور حضرت عمر کا حضرت عباس کے لیے تواضع کرنا ہے اور ان کے حق کا اعتراف کرنا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۳۷۔۵۳۶ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۲۶ ھ)

اس حدیث سے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جس طرح نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرنا مستحب ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک حضرات کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز اور مستحب ہے' بعض بدعقیدہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا نہیں کی بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں تھے ورنہ وہ آپ کے وسیلہ سے دعا کرتے۔ ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ ہونے پر تو بہت دلائل ہیں' جس کو ہم متعدد بار پیش کر چکے ہیں' حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی تھی تا کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے' اسی طرح آپ کے اہل بیت اور اقرباء کے وسیلہ سے بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

چنانچہ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۳ ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا' جب کہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا۔ تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی' اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت عمر نے حضرت عباس سے توسل کیا' نہ اس لیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا' جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسل پر کسی صحابی سے نکیر منقول نہیں' اس لیے اس میں اجماع کے معنی آ گئے۔

(نشر الطیب ص ۳۰۳۔۳۰۲' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ سے استمداد کا ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ ہونے پر یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت بلال بن حارث مزنی آپ کی قبر پر گئے اور آپ سے خطاب کیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں' پھر خواب میں حضرت بلال بن حارث سے یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ اور ان پر میرا اسلام پڑھو اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر عنقریب بارش ہوگی' اور ان سے کہو کہ تم فہم سے کام لو' پھر حضرت بلال بن حارث' حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی تو حضرت عمر نے کہا: اے میرے رب! میں صرف اسی کام کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۶۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۲' ادارۃ القرآن)

امام بخاری متوفی ۲۵۶ ھ نے بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ کبیر: ۱۲۹۳۔ ج ۷ ص ۱۸۲' کتاب الجرح والتعدیل:

٩٤٣' امام ابن عساکر متوفی ٥٧١ھ نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے' ج ٢٠ ص ٣' دار احیاء التراث العربی' بیروت' حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٣ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے' البدایہ والنہایہ ج ٥ ص ١٦٧' دار الفکر' بیروت' ١٤١٩ھ' حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو امام بیہقی کی روایت سے بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

٤ - بَابُ تَحْوِيلِ الرِّدَاءِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

استسقاء میں چادر کو پلٹنا

١٠١١ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى فَقَلَبَ رِدَاءَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از محمد بن ابی بکر از عباد بن تمیم از عبد اللہ بن زید' بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دعا کی اور چادر کو پلٹا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٠٠٥ میں گزر چکی ہے۔

١٠١٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ يُحَدِّثُ أَبَاهُ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى، فَاسْتَسْقَى، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَقَلَبَ رِدَاءَهُ، وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُولُ هُوَ صَاحِبُ الْأَذَانِ، وَلٰكِنَّهُ وَهْمٌ، لِأَنَّ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ، الْأَنْصَارِيُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا' وہ اپنے والد سے حدیث بیان کرتے ہیں از اپنے عم حضرت عبد اللہ بن زید کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف نکلے' پس آپ نے بارش طلب کی' پس قبلہ کی طرف منہ کیا اور چادر کو پلٹا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ ابو عبد اللہ نے کہا: ابن عیینہ یہ کہتے تھے کہ یہ عبد اللہ بن زید صاحب الاذان ہیں' لیکن یہ وہم ہے کیونکہ یہ عبد اللہ بن زید بن عاصم المازنی الانصاری ہیں۔

نماز استسقاء کے طریقہ کے متعلق احادیث اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز استسقاء پڑھنے کے لیے نکلنا رمضان ٦ھ میں تھا۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش طلب کی' قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل مفصل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز استسقاء کے متعلق بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کاج کے کپڑے پہنے ہوئے عاجزی اور گڑگڑا کر دعا کرتے ہوئے گھر سے نکلے حتیٰ کہ عیدگاہ پر آئے' پھر منبر پر چڑھے اور تمہارے اس خطبہ کی طرح خطبہ نہیں دیا لیکن آپ مسلسل دعا کرتے رہے' گڑگڑا کر دعا کرتے رہے اور تکبیر پڑھتے رہے' پھر اس طرح دو رکعت نماز پڑھائی جس طرح نماز عید پڑھائی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١١٦٥' سنن ترمذی: ٥٥٨' سنن نسائی: ١٥٢٠' سنن ابن ماجہ: ١٢٦٦' مسند احمد ج ١ ص ٢٣٠)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بارش کی دعا کرتے تھے' پھر انہوں نے ہاتھ بلند کیے اور اپنی ہتھیلیوں کو زمین کی جانب رکھا حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ (صحیح مسلم: ٨٩٥' سنن ابوداؤد: ١١٧١)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ بارش نہیں ہو رہی ہے اور قحط پڑ رہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم دیا اور لوگوں سے وعدہ کر لیا کہ وہ فلاں دن عیدگاہ جائیں' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نکلے جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو چکا تھا' پس آپ منبر پر بیٹھ گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر پڑھا اور اللہ عزوجل کی حمد کی' پھر فرمایا: تم لوگوں نے اپنے شہروں کی قحط سالی کی اور بارش میں تاخیر کی شکایت کی ہے' حالانکہ اللہ عزوجل نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ تم اللہ سے دعا کرو اور تم سے اس نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول فرمائے گا' پھر آپ نے تلاوت کی: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے' حساب کے دن کا مالک ہے' اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ جو ارادہ کرتا ہے سو کرتا ہے' اے اللہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' تو غنی ہے اور ہم فقراء ہیں' تو ہم پر بارش نازل فرما اور جو تو ہمارے لیے نازل کرے اس کو ہمارے لیے قوت اور ایک مدت تک زندہ رہنے کا ذریعہ بنا دے' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور ان کو بلند کیے رکھا حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو گئی' پھر آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ کی' اور اپنی چادر کو پلٹا اور اس وقت آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے' پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھائی' پھر اللہ نے اپنے اذن سے ایک بادل پیدا کیا' وہ کڑکا اور چمکا' پھر برسا' آپ ابھی اپنی مسجد تک نہیں پہنچے تھے کہ تمام نالے بہنے لگے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی اس جلدی کو دیکھا تو آپ ہنسنے لگے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں' پھر آپ نے فرمایا: بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۷۳)

نماز استسقاء کا وقت وہی ہے جو عیدین کی نماز کا وقت ہے' نماز استسقاء کی پہلی رکعت میں سورۃ ''سبح اسم ربك الأعلى'' پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ ''هل اتاك حديث الغاشية'' پڑھے اور اس میں بلند آواز سے قراءت کرے' حدیث میں ہے:

عباد بن تمیم اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز استسقاء پڑھانے کے لیے لے گئے' آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں بلند آواز سے قراءت کی' اپنی چادر کو پلٹا' طلب بارش کی دعا کی اور قبلہ کی طرف منہ کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۶۱' سنن ترمذی: ۵۵۶' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک صلوٰۃ استسقاء میں نماز سنت مسنونہ نہیں ہے کیونکہ بہت احادیث میں ہے کہ آپ نے استسقاء میں صرف استغفار کیا اور دعا کی اور نماز نہیں پڑھی اور جن احادیث میں آپ کے نماز استسقاء پڑھنے کا ذکر ہے' ان کا جواب یہ ہے کہ آپ نے کئی مرتبہ نماز پڑھی اور کئی مرتبہ نماز نہیں پڑھی اور اس سے کسی فعل کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت نہیں ہوتا' اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ استسقاء کے لیے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵- بَابُ اِنْتِقَامِ الرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ بِالْقَحْطِ اِذَا انْتُهِكَتْ مَحَارِمُهُ
جب اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے تو رب عزوجل کا قحط طاری کر کے اپنی مخلوق سے انتقام لینا

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے لیکن اس کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی' ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کو اس عنوان کے تحت اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا مانع پیش آیا ہو کہ وہ اس باب کے مناسب کوئی حدیث نہ ذکر کر سکے ہوں۔

٦- بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ
جامع مسجد میں بارش طلب کرنا

اس باب سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ نماز استسقاء پڑھنے کے لیے عیدگاہ میں جانا ضروری نہیں ہے' کیونکہ اصل مقصود

تو صحرا میں نماز پڑھنا ہے تا کہ زیادہ لوگ شریک ہو سکیں اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی یہ مقصود پورا ہو جاتا ہے۔

۱۰۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وِجَاهَ الْمِنْبَرِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْمَوَاشِي، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيثُنَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا. قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللّٰهِ، مَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ، وَلَا قَزَعَةٍ، وَلَا شَيْئًا، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ. قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ، فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ. قَالَ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا. ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالْجِبَالِ، وَالْآجَامِ وَالظِّرَابِ، وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ. قَالَ شَرِيكٌ فَسَأَلْتُ أَنَسًا أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ قَالَ لَا أَدْرِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ انس بن عیاض نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ ذکر کر رہے تھے کہ جمعہ کے دن ایک شخص منبر کے سامنے والے دروازہ سے داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے' وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے' حضرت انس نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' پھر دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر' اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر' اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر۔ حضرت انس نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم آسمان میں اکٹھے بادل دیکھ رہے تھے نہ متفرق بادل اور نہ کوئی اور چیز' اور نہ ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان (کوئی بادل چھپا ہوا تھا) اور نہ کسی حویلی اور گھر کے درمیان' پس اچانک سلع پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کی طرح بادل اُمڈ آئے اور جب وہ آسمان کے وسط میں پہنچے تو منتشر ہو گئے' پھر برسنے لگے' حضرت انس نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم نے چھ دن تک سورج کو نہیں دیکھا' پھر اگلے جمعہ کو ایک شخص اسی دروازہ سے داخل ہوا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے' پس وہ آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اب بارش کو روک لے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا' پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش نازل کر ہم پر نہ نازل کر' اے اللہ! ٹیلوں پر' پہاڑوں پر' میدانوں پر' پہاڑیوں پر' وادیوں پر اور درختوں کے اگنے کے مقامات پر بارش نازل فرما۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ پھر بارش فوراً بند ہو گئی اور ہم دھوپ میں چلنے پھرنے لگے۔ شریک نے

کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا یہ وہی پہلا شخص تھا؟
انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۹۳۲' میں گزر چکی ہے۔

راستے منقطع ہونے کی توجیہ اور دیگر مسائل

بارش نہ ہونے کی جس نے شکایت کی تھی' اس نے بھی کہا تھا: راستے منقطع ہو گئے' اور جس نے بارش زیادہ ہونے کی شکایت کی' اس نے بھی کہا: راستے منقطع ہو گئے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ جس نے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تھی' اس کا مطلب تھا کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے چراگاہیں سوکھ گئیں' سبزہ ختم ہو گیا' جانوروں کے کھانے کے لیے کچھ نہیں رہا' اب جانوروں اور سواریوں پر سوار ہو کر سفر کرنا ممکن نہیں رہا' اس لیے اس نے کہا: راستے منقطع ہو گئے اور جس نے بارش زیادہ ہونے کی شکایت کی تھی' اس نے بھی کہا: راستے منقطع ہو گئے یعنی بارش کی کثرت سے راستوں میں پانی بھر گیا' ندی نالے اُبلنے لگے اور اب سفر کرنا ممکن نہیں رہا' اس لیے اس نے کہا: راستے منقطع ہو گئے۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی ناگہانی افتاد اور مصیبت کے وقت امام سے دوران خطبہ کلام کرنا جائز ہے۔

اہل خیر اور اہل صلاح سے اور جن کی دعا کے مقبول ہونے کی توقع ہو ان سے دعا کی درخواست کرنی چاہیے۔

طلب بارش کی دعا کو خطبہ میں داخل کرنا جائز ہے۔ دفع ضرر کی دعا کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کو نازل کرنے کی دعا کی اور نماز استسقاء نہیں پڑھی' اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی واضح دلیل ہے کہ استسقاء میں اصل استغفار اور دعا ہے اور اس کے لیے نماز پڑھنا سنت مسنونہ نہیں ہے۔

* یہ حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۹۷۵۔ ج ۲ ص ۷۱۲' پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷- بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِی خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَیْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ

جمعہ کے خطبہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا جب کہ خطیب کا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو

۱۰۱۴- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِیْكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ یَوْمَ جُمُعَةٍ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ یَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ یُغِیْثُنَا. فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَیْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا. قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نَرٰى فِی السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةٍ وَمَا بَیْنَنَا وَبَیْنَ سَلْعٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از شریک از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں اس دروازہ سے داخل ہوا جو دار القضاء کی طرف ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے' اس نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کیا' پھر کہا: یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا' پھر دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما! اے اللہ! ہم پر بارش نازل

مِنْ بَيْتٍ وَّلَا دَارٍ. قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَائِهِ سَحَابَةٌ مِّثْلُ التُّرْسِ، فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ، ثُمَّ أَمْطَرَتْ، فَلَا وَاللّٰهِ، مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا، ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَّخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا. فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ، وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. قَالَ فَأَقْلَعَتْ، وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ. قَالَ شَرِيْكٌ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ فَقَالَ مَا أَدْرِيْ.

فرما! اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما! حضرت انس نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم آسمان پر اکٹھے بادل دیکھ رہے تھے نہ متفرق بادل اور نہ ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان (کوئی بادل کسی اوٹ میں تھا) اور نہ کسی حویلی اور کسی گھر کے درمیان، پھر سلع پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کی طرح بادل امڈ آئے اور جب وہ بادل آسمان کے وسط میں پہنچے تو منتشر ہو گئے، پھر برسنے لگے، اور اللہ کی قسم! ہم نے چھ دن تک سورج نہیں دیکھا، پھر جمعہ کے دن ایک شخص اسی دروازہ سے داخل ہوا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، پس وہ آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے، پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش کو ہم سے روک لے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا، پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا، ہم پر نہ برسا، اے اللہ! ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور وادیوں کے بطن میں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر برسا، حضرت انس نے کہا: پھر بارش رک دی گئی اور ہم دھوپ میں چل رہے تھے۔ شریک نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک سے پوچھا: کیا یہ وہی پہلا شخص تھا؟ حضرت انس نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۸ - بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ

منبر پر بارش کی طلب کی دعا کرنا

۱۰۱۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَحَطَ الْمَطَرُ، فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّسْقِيَنَا. فَدَعَا، فَمُطِرْنَا، فَمَا كِدْنَا أَنْ نَّصِلَ إِلَى مَنَازِلِنَا، فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ. قَالَ فَقَامَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّصْرِفَهُ عَنَّا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، اچانک ایک شخص آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! بارش کا قحط پڑ گیا، لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش نازل کرے، سو آپ نے دعا کی، سو ہم پر بارش نازل کی گئی، پس قریب نہ تھا کہ ہم اپنے گھروں کو پہنچتے، سو اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی، پھر وہی شخص کھڑا ہوا یا دوسرا شخص، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے دور کر دے، سو

يَمِينًا وَ شِمَالًا، يُمْطَرُوْنَ وَلَا يُمْطَرُ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ.

رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا، ہم پر نہ برسا۔ حضرت انس نے کہا: پس میں نے تحقیق سے دیکھا کہ بادل برستے ہوئے دائیں بائیں پھٹ رہے تھے اور اہل مدینہ پر بارش نہیں ہو رہی تھی۔

اس کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۹ - بَابُ مَنِ اكْتَفٰى بِصَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

جس نے نماز استسقاء کے لیے نماز جمعہ پر اکتفاء کی

١٠١٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ. فَدَعَا، فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ، فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا. فَقَامَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ، وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از شریک بن عبد اللہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے، تو آپ نے دعا کی، پھر ہم پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی، پھر وہ شخص آیا، پس اس نے کہا: مکانات گر گئے اور راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے، پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو روک لے، پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، پس دعا کی: اے اللہ! ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور وادیوں پر اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں پر بارش نازل فرما، پس بارش مدینہ سے اس طرح منقطع ہو گئی جیسے کپڑا منقطع ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ دوسرا سائل وہی پہلا شخص تھا۔

١٠ - بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ

جب بارش کی کثرت سے راستے منقطع ہو جائیں، اس وقت دعا کرنا

١٠١٧ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ نَمِرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ. فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمُطِرُوْا مِنْ جُمُعَةٍ إِلَى جُمُعَةٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے، پس رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی، پھر ایک شخص رسول اللہ

اللّٰهِ، تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلٰى رُؤُوسِ الْجِبَالِ وَالْآكَامِ، وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ، وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

ﷺ کے پاس آیا پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مکانات گر گئے راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! پہاڑوں کے سروں پر اور ٹیلوں پر اور وادیوں کے بطن میں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں میں' پس مدینہ (بارش سے) اس طرح منقطع ہو گیا جس طرح کپڑا منقطع ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۱۱ - بَابُ مَا قِيلَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحَوِّلْ رِدَاءَهُ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

وہ جو کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے دن بارش کی طلب میں چادر کو نہیں پلٹا

۱۰۱۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا شَكَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَاكَ الْمَالِ، وَجَهْدَ الْعِيَالِ، فَدَعَا اللّٰهَ يَسْتَسْقِي، وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ حَوَّلَ رِدَاءَهُ، وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معافی بن عمران نے حدیث بیان کی از اوزاعی از اسحاق بن عبد اللہ از انس بن مالک' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے مال کے ہلاک ہونے اور بیوی بچوں کی مشقت کی شکایت کی تو آپ نے اللہ سے بارش کے نزول کی دعا کی اور حضرت انس نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ نے چادر کو پلٹا اور نہ یہ ذکر کیا کہ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۱۲ - بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعُوا إِلَى الْإِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ لَمْ يَرُدَّهُمْ

جب لوگ امام سے یہ سفارش کریں کہ وہ ان کے لیے بارش کے نزول کی دعا کرے اور وہ ان کی سفارش رد نہ کرے

۱۰۱۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْمَوَاشِي، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ، فَدَعَا اللّٰهَ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكَتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے' سو آپ نے اللہ سے دعا کی' پھر ہم پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی' پھر ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مکانات گر گئے'

الْمَوَاشِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ عَلَى ظُهُورِ الْجِبَالِ وَالْآكَامِ، وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے' پس رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! پہاڑوں کی پشتوں پر اور ٹیلوں پر اور وادیوں کے بطن میں اور درختوں کے پیدا ہونے کی جگہوں پر (بارش نازل فرما)' سو مدینہ بارش سے کپڑے کی طرح کٹ گیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۱۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ جب امام سے یہ کہا جائے کہ وہ اللہ سے دعا کرے تو اس کو اللہ سے دعا کرنی چاہیے کیونکہ اس میں اللہ کی طرف احتیاج ہے' اس کے سامنے گڑگڑانا ہے اور لوگوں کے حالات کی اصلاح کرنا ہے۔

۱۳ - بَابٌ إِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُونَ بِالْمُسْلِمِينَ عِنْدَ الْقَحْطِ

جب قحط کے وقت مشرکین' مسلمانوں سے دعا کی درخواست کریں

۱۰۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ أَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَقَالَ إِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَؤُوا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا، وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ، فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ، فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ، جِئْتَ تَأْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ، وَإِنَّ قَوْمَكَ هَلَكُوا، فَادْعُ اللَّهَ، فَقَرَأَ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ﴾ (الدخان: ۱۰). ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى﴾ (الدخان: ۱۶) يَوْمَ بَدْرٍ. قَالَ وَزَادَ أَسْبَاطٌ، عَنْ مَنْصُورٍ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُقُوا الْغَيْثَ، فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا، وَشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ، فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَأْسِهِ، فَسُقُوا النَّاسُ حَوْلَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: ہمیں منصور اور اعمش نے حدیث بیان کی از ابی الضحیٰ از مسروق' انہوں نے کہا: میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' پس انہوں نے کہا کہ قریش نے اسلام لانے میں تاخیر کروی تو نبی ﷺ نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی' سو ان کو خشک سالی نے پکڑ لیا' حتیٰ کہ وہ اس میں ہلاک ہو گئے اور انہوں نے مُردوں کو اور ہڈیوں کو کھایا' پس آپ کے پاس ابوسفیان آئے اور کہا: اے محمد (ﷺ)! آپ یہ حکم دینے آئے ہیں کہ رشتہ داروں سے ملاپ رکھو اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے' لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے' پس آپ نے یہ آیت پڑھی: سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان کھلم کھلا دھواں لائے گا○ (الدخان: ۱۰) پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے' اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: جس دن ہم ان کی زبردست گرفت کریں گے۔ (الدخان: ۱۶) اس سے مراد یوم بدر ہے۔ اسباط نے از منصور یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی' پھر ان کو بارش سے سیراب کیا گیا' پھر سات دن ان پر مسلسل بارش ہوتی رہی اور لوگوں نے بارش کی کثرت کی شکایت کی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا' پھر بادل بالکل چھٹ گئے' پس اس سال لوگوں کو سیراب کیا گیا۔

امام بخاری نے اسباط کی روایت کا جو اضافہ ذکر کیا ہے' اس کی وجہ سے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ امام بخاری نے

اہل مدینہ کے قصہ اور بارش کی کثرت کی شکایت کو قریش کے قصہ میں داخل کر کے گڈمڈ کر دیا اور یہ غلط ہے' اس حدیث کے باقی مضامین کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠٧ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا

جب زیادہ بارش ہو تو یہ دعا کرنا: ہمارے اردگرد برسا' ہم پر نہ برسا

١٠٢١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ، فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوا، فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَحَطَ الْمَطَرُ، وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ، وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ، فَادْعُ اللّٰهَ يَسْقِينَا. فَقَالَ اللّٰهُمَّ اسْقِنَا. مَرَّتَيْنِ، وَايْمُ اللّٰهِ، مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً مِنْ سَحَابٍ، فَنَشَأَتْ سَحَابَةٌ وَأَمْطَرَتْ، وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلَّى، فَلَمَّا انْصَرَفَ، لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا، فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ صَاحُوا إِلَيْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يَحْبِسْهَا عَنَّا. فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَكُشِطَتِ الْمَدِينَةُ، فَجَعَلَتْ تُمْطِرُ حَوْلَهَا، وَلَا تُمْطِرُ بِالْمَدِينَةِ قَطْرَةً، فَنَظَرْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ وَإِنَّهَا لَفِي مِثْلِ الْإِكْلِيلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' تو لوگ کھڑے ہو کر بہ آواز بلند کہنے لگے: یا رسول اللہ! بارش کا قحط پڑ گیا اور درخت سرخ ہو گئے اور جانور ہلاک ہو گئے' پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما' یہ آپ نے دو بار کہا' اور اللہ کی قسم! ہم آسمان پر کوئی بادل کا ٹکڑا نہیں دیکھ رہے تھے' پس بادل امڈ آئے اور برسنے لگے اور آپ منبر سے اترے' پھر آپ نے نماز پڑھائی' پھر جب آپ نماز پڑھا کر مڑے تو اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے تو لوگوں نے بلند آواز سے کہا: مکانات گر گئے اور راستے منقطع ہو گئے' سو آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے روک لے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے' پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا' ہم پر نہ برسا' پھر مدینہ بارش کے پانی سے خالی ہو گیا' پھر مدینہ کے اردگرد بارش ہوتی تھی اور مدینہ پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں گرتا تھا' پھر میں نے مدینہ کی طرف نظر کی تو وہ تاج کی طرح تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی' صحیح البخاری: ١٠١٣ کا مطالعہ کریں۔

١٥ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ قَائِمًا

بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہو کر دعا کرنا

١٠٢٢ - وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ، وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، فَاسْتَسْقَى، فَقَامَ بِهِمْ عَلَى رِجْلَيْهِ عَلَى غَيْرِ مِنْبَرٍ، فَاسْتَغْفَرَ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ،

اور ابو نعیم نے ہم سے کہا از زہیر از ابو اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن یزید انصاری بارش طلب کرنے کے لیے نکلے اور ان کے ساتھ حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم نکلے' انہوں نے بارش کی طلب کی دعا کی تو وہ بغیر منبر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے' پس انہوں نے استغفار کیا' پھر دو

وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ. قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ وَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رکعت نماز پڑھائی اور بلند آواز سے قراءت کی اور نہ اذان دی اور نہ اقامت کہی۔ ابو اسحاق نے کہا کہ عبد اللہ بن یزید نے نبی ﷺ کی زیارت کی تھی یعنی وہ صحابی تھے۔

١٠٢٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ تَمِيمٍ أَنَّ عَمَّهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِي لَهُمْ، فَقَامَ فَدَعَا اللَّهَ قَائِمًا ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ، فَأُسْقُوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عباد بن تمیم نے حدیث بیان کی کہ ان کے چچا' اور وہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ لوگوں کو نماز استسقاء کے لیے لے کر گئے تو آپ نے قیام کیا' پھر اللہ سے کھڑے ہو کر دعا کی' پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی چادر کو پلٹا تو ان پر بارش ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠٥ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

استسقاء میں سنت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر دعا کی جائے کیونکہ یہ خشوع اور خضوع کا حال ہے' اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اس نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

١٦ - بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْاسْتِسْقَاءِ

نماز استسقاء میں بلند آواز سے قراءت کرنا

١٠٢٤ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي، فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عباد بن تمیم از عم خود' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ بارش طلب کرنے کے لیے نکلے' آپ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی اور اپنی چادر کو پلٹا' پھر دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں بلند آواز سے قراءت کی۔

نماز استسقاء میں خطبہ نماز کے بعد پڑھنا چاہیے یا پہلے؟

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس پر اتفاق ہے کہ نماز استسقاء سے بلند آواز سے قراءت کی جائے گی۔

نیز یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ خطبہ نماز استسقاء میں نماز سے پہلے ہے' کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی' اپنی چادر کو پلٹا' پھر دو رکعت نماز پڑھی اور ''پھر'' کا لفظ تاخیر کے لیے آتا ہے اور کلام عرب میں پھر کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ثانی اول کے بعد ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن الزبیر' حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور عمر بن

عبد العزیز اور لیث کا بھی یہی قول ہے کہ خطبہ نماز استسقاء سے پہلے ہے۔

امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ پہلے نماز استسقاء پڑھی جائے اور پھر خطبہ دیا جائے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی طلب کے لیے نکلے' آپ نے بغیر اذان اور اقامت کے دو رکعت نماز پڑھائی' پھر ہم کو خطبہ دیا اور دعا کی اور نماز پڑھی۔

امام ابو جعفر طحاوی نے کہا: جب کہ اس مسئلہ میں آثار مختلف ہیں تو ہم نے غور کیا تو ہم نے دیکھا کہ جمعہ میں خطبہ ہے اور وہ نماز سے پہلے ہے اور ہم نے دیکھا کہ عیدین میں خطبہ ہے اور وہ نماز کے بعد ہے' پس ہم نے ارادہ کیا کہ ہم غور کریں کہ نماز استسقاء کا خطبہ کس خطبہ کے زیادہ مشابہ ہے' پس ہم نے دیکھا کہ جمعہ کا خطبہ فرض ہے اور عیدین کا خطبہ فرض نہیں ہے' اور اسی طرح استسقاء میں بھی خطبہ دینا فرض نہیں ہے' لہٰذا استسقاء کی نماز عیدین کی نماز کے مشابہ ہے' اس لیے اس میں بھی خطبہ نماز کے بعد ہونا چاہیے۔

۱۷ - بَابٌ كَيْفَ حَوَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ إِلَى النَّاسِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف پشت کس طرح پھیرتے تھے

۱۰۲۵ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ' عَنْ عَمِّهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي قَالَ فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ' وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو' ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَهُ' ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ' جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عباد بن تمیم از عم خود' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک دن دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش طلب کرنے کے لیے نکلے' آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ پھیری اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنے گئے' پھر آپ نے اپنی چادر پھیری' پھر ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قراءت کی۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۰۲۴ میں گزر گئی ہے۔

۱۸ - بَابُ صَلٰوةِ الْاِسْتِسْقَاءِ رَكْعَتَيْنِ

نماز استسقاء دو رکعت ہے

۱۰۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ' عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ' عَنْ عَمِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى' فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ' وَقَلَبَ رِدَاءَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر از عباد بن تمیم از عم خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش طلب کی' پس دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر کو پلٹا۔

نماز استسقاء میں دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے اور خطبہ کے وقت لوگوں کی طرف' اور نماز استسقاء کی تکبیرات میں اختلاف ائمہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بارش طلب کرنے کے لیے نکلے اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنی بعض دعاؤں میں قبلہ کی طرف منہ کرے اور جو شخص

لوگوں کو خطبہ دے' وہ ان کو مسائل کی تعلیم دے اور وعظ اور نصیحت کرے اور لوگوں کی طرف منہ کرے پھر جب بارش کو طلب کرنے کی دعا کرے تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرے کیونکہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنا افضل ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش طلب کرنے کے لیے نکلے' پس آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی اور اپنی چادر پھیری' پھر دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں عیدین کی نمازوں کی طرح تکبیروں کا ذکر نہیں کیا اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ استسقاء کی تکبیر عیدین کی تکبیر کی مثل ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس کو ہشام بن اسحاق نے اپنے والد سے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی طلب کے لیے نہایت عجز اور تواضع کے ساتھ نکلے اور دعا کی اور دو رکعت نماز پڑھی جیسے عیدین میں نماز پڑھتے ہیں' امام طحاوی نے کہا: ہشام بن اسحاق اور ان کے والد دونوں علم میں غیر مشہور ہیں اور ان کی روایت سے حجت ثابت نہیں ہوتی۔

نیز ان کی روایت میں جو مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء عیدین کی نماز کی مثل پڑھی' اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے عیدین کی مثل دو رکعت نماز پڑھی' اس کا یہ معنی ضروری نہیں ہے کہ آپ نے نماز استسقاء میں عیدین کی نماز کی مثل تکبیرات بھی پڑھیں کیونکہ تشبیہ تمام اوصاف میں نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا طَيْرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ. (الانعام: ٣٨) ہر پرندہ جو اپنے پروں سے اڑتا ہے وہ تمہاری مثل گروہ ہے۔

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ پرندے ہماری مثل عبادت بھی کرتے ہیں اور بولتے بھی ہیں بلکہ صرف اس وصف میں مماثلت ہے کہ وہ بھی ہماری طرح گروہ ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٧-١٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

١٩ - بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِي الْمُصَلّٰى

عید گاہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا

١٠٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِيْ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ. قَالَ سُفْيَانُ فَاَخْبَرَنِي الْمَسْعُوْدِيُّ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ جَعَلَ الْيَمِيْنَ عَلَى الشِّمَالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر' وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا از عم خود' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش کو طلب کرنے عید گاہ کی طرف گئے اور آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا' پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر الٹی' سفیان نے کہا: مجھے مسعودی نے خبر دی از ابی بکر' انہوں نے بتایا آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

نماز استسقاء میں نماز کو خطبہ پر مقدم کرنے کی دلیل اور چادر پہننے کا طریقہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں پہلے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور پھر چادر پلٹنے کا ذکر ہے اور اس میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ چادر خطبہ میں پلٹی جاتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ پہلے آپ نے نماز پڑھی' پھر خطبہ دیا اور یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا مذہب بھی یہی ہے' جیسا کہ امام طحاوی نے بیان فرمایا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چادر اس طرح پہنتے تھے جس طرح ہم اندلس میں چادر پہنتے ہیں اور مصر اور بغداد والے پہنتے ہیں اور یہ ایسا طریقہ ہے جس میں چادر کو لپیٹا نہیں جاتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کو دائیں طرف سے بائیں طرف پلٹا کیونکہ اگر آپ نے چادر کو لپیٹا ہوتا تو یوں کہا جاتا کہ آپ نے اس کے نیچے والے حصہ کو اوپر کر دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۲۰ - بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا

۱۰۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى يُصَلِّيْ، وَاَنَّهُ لَمَّا دَعَا اَوْ اَرَادَ اَنْ يَدْعُوَ، اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنُ زَيْدٍ هٰذَا مَازِنِيٌّ، وَالْاَوَّلُ كُوْفِيٌّ، هُوَ ابْنُ يَزِيْدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن محمد نے خبر دی کہ عباد بن تمیم نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن زید انصاری نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے لیے عیدگاہ کی طرف نکلے اور جب آپ دعا کرتے یا دعا کا ارادہ کرتے تو قبلہ کی طرف منہ کرتے اور اپنی چادر پلٹتے۔ امام ابو عبد اللہ نے کہا: یہ ابن زید مازنی ہے اور پہلا کوفی ہے اور وہ ابن یزید ہے۔

امام بخاری نے عبد اللہ بن زید انصاری اور عبد اللہ بن یزید انصاری کا فرق بیان کیا ہے' اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن زید انصاری کا ذکر ہے اور باب: ۱۴ ''الدعاء فی الاستسقاء قائما'' میں عبد اللہ بن یزید انصاری کا ذکر تھا۔ باقی اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۲۶' اور ۱۰۲۷ کی مثل ہے۔

۲۱ - بَابُ رَفْعِ النَّاسِ اَيْدِيَهُمْ مَعَ الْاِمَامِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

نماز استسقاء میں لوگوں کا امام کے ساتھ ہاتھ بلند کرنا

۱۰۲۹ - وَقَالَ اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اَتَى رَجُلٌ اَعْرَابِيٌّ مِنْ اَهْلِ الْبَدْوِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ، هَلَكَ الْعِيَالُ، هَلَكَ النَّاسُ. فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ يَدْعُوْ، وَرَفَعَ النَّاسُ اَيْدِيَهُمْ مَعَهُ يَدْعُوْنَ. قَالَ فَمَا خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى مُطِرْنَا، فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتّٰى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْاُخْرٰى، فَاَتَى الرَّجُلُ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَشِقَ الْمُسَافِرُ وَمُنِعَ الطَّرِيْقُ.

اور ایوب بن سلیمان نے کہا: مجھے ابوبکر بن اویس نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال یحییٰ بن سعید نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن دیہات والوں میں سے ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس کہنے لگا: یارسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے' بال بچے ہلاک ہو گئے' لوگ ہلاک ہو گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ اپنے ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: ہم ابھی مسجد سے نہیں نکلے تھے حتیٰ کہ بارش نازل ہو گئی' پھر ہم پر مسلسل بارش ہوتی رہی حتیٰ کہ دوسرا جمعہ آ گیا' پھر وہی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مسافر سفر کرنے سے عاجز ہو

گئے اور راستے روک دیئے گئے۔

قحط اور دیگر مصائب میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء نے کہا ہے کہ نمازِ استسقاء میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب ہے' حدیث میں ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارا رب تبارک وتعالیٰ حیاء دار کریم ہے' جب اس کا بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۸۸' سنن ترمذی: ۳۵۵۶' سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۹' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸)

امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ استسقاء میں دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ پشت اپنی طرف ہو اور ہتھیلیاں زمین کی طرف ہوں اور یہ طریقہ اس وقت ہے جب خوفِ خدا کا غلبہ ہو اور جب اللہ کی طرف رغبت کرتے ہوئے دعا کرے تو ہتھیلیاں اپنی طرف رکھے'

قرآن مجید میں ہے:

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا. (الانبیاء: ۹۰)

وہ ہم سے رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ہر وہ دعا جو قحط جیسی کسی مصیبت کو دور کرنے کے لیے کی جائے' اس میں وہ اپنے دونوں ہاتھ بلند کرے اور ہتھیلیوں کی پشت کو آسمان کی طرف کرے اور جب وہ کسی چیز کا سوال کرنے کے لیے اور کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے دعا کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف رکھے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۳۰ - وَقَالَ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ وَشَرِيْكٍ سَمِعَا أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ.

اور اویسی نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید وشریک' ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) دیکھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اویسی سے مراد عبدالعزیز بن عبد اللہ ہیں (۲) محمد بن جعفر بن ابی کثیر المدنی (۳) شریک بن عبد اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۷)

۲۲ - بَابُ رَفْعِ الْإِمَامِ يَدَهُ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

نمازِ استسقاء میں امام کا اپنا ہاتھ بلند کرنا

۱۰۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَائِهِ إِلَّا فِي الْإِسْتِسْقَاءِ وَإِنَّهُ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ اور ابن عدی نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ استسقاء کے سوا کسی دعا میں اپنے ہاتھوں کو بلند نہیں کرتے تھے اور آپ ہاتھ (اس قدر) بلند کرتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

(صحیح مسلم: ۸۹۶' الرقم المسلسل: ۲۰۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۱۷۰' سنن نسائی: ۱۵۱۳' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۰)

اس اشکال کا جواب کہ حضرت انس سے استسقاء کے علاوہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کی نفی کی ہے ------ حالانکہ دیگر دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھانا ثابت ہے

حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کی دعا کے علاوہ کسی اور دعا میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ نماز استسقاء کے علاوہ دیگر دعاؤں میں بھی ہاتھ بلند کرتے تھے:

امام بخاری نے ''کتاب الدعاء' باب رفع الایدی فی الدعاء'' میں تعلیقاً یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی' پھر اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) کو دیکھا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کی: اے اللہ! میں اس کام سے بری ہوتا ہوں جو خالد نے کیا ہے۔ (صحیح البخاری ص ۱۳۵۳' دار ارقم' بیروت)

اور دیگر احادیث یہ ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سوال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک بلند کرو۔
(سنن ابوداؤد: ۱۴۸۹)

عباس بن عبد اللہ بن معبد بن عباس نے بیان کیا: ''ابتہال'' (گڑگڑا کر دعا کرنا) اس طرح ہوتا ہے: انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور ان کی پشت کو اپنے چہرے کے سامنے رکھا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۹۰)

السائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے اور ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۹۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے تو اس وقت تک اپنے ہاتھوں کو نیچے نہیں جھکاتے تھے حتیٰ کہ ان کو اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۸۶)

جب بہ کثرت احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے علاوہ دیگر دعاؤں کے مواقع پر بھی اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے تھے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس قول پر اشکال ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے سوا کسی دعا میں اپنے ہاتھوں کو بلند نہیں کرتے تھے' اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف اپنے مشاہدہ کے اعتبار سے یہ کہا ہے اور واقع اور نفس الامر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا میں ہاتھ اٹھانے کی نفی نہیں کی۔

نماز استسقاء کے علاوہ دیگر مقامات پر دعا میں ہاتھ اٹھانے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ نماز استسقاء اور دیگر نمازوں کی دعا میں ہاتھوں کو اٹھانا مستحب ہے کیونکہ ہاتھوں کو اٹھانے میں خضوع اور خشوع ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انکسار اور تذلل ہے' حدیث میں ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حیادار ہے' جب اس کا بندہ اس کی طرف دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۵۶)

امام مالک نے کہا ہے کہ نماز استسقاء کی دعا میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانا مستحسن ہے' انہوں نے باب مذکور کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ابن القاسم نے ''المدونہ'' میں کہا ہے کہ نماز استسقاء میں اور دیگر دعاؤں کے مقامات پر ہاتھ اٹھائے اور صفا اور مروہ میں' اور جمرتین میں اور میدان عرفات میں اور مشعر حرام میں' اور تھوڑی مقدار میں ہاتھ بلند کرے' زیادہ بلند نہ کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۷۳۔ ج ۲ ص ۷۱۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٢٣ - بَابُ مَا يُقَالُ إِذَا مَطَرَتْ

جب بارش ہو تو کیا کہا جائے؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿كَصَيِّبٍ﴾ (البقرۃ: ۱۹) الْمَطَرُ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''کصیب'' سے مراد بارش ہے۔

یعنی قرآن مجید میں ہے: ''أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ'' (البقرۃ: ۱۹) حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی ہے: یا اس کی مثل آسمان سے بارش۔

وَقَالَ غَيْرُهُ صَابَ وَأَصَابَ يَصُوبُ.

اور دوسروں نے کہا: ''صاب و اصاب یصوب''

یعنی یہ لفظ اجوف واوی ہے' اس کا مجرد ''صاب یصوب'' ہے اور مزید فیہ ''اصاب'' ہے اور ''صیب'' کی اصل ''صیوب'' ہے یاء اور واؤ ایک کلمہ میں جمع ہوئے' واؤ کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کر دیا تو ''صیب'' ہو گیا جیسے سید اور میت ہے۔

١٠٣٢ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا. تَابَعَهُ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ. وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ وَعُقَيْلٌ عَنْ نَافِعٍ. (سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' اور وہ ابن مقاتل ابو الحسن المروزی ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش کو دیکھتے تو فرماتے: اے اللہ! اس کو نفع والی بارش بنا دے۔ قاسم بن محمد نے عبید اللہ کی متابعت کی ہے از عبید اللہ اور اس کو اوزاعی اور عقیل نے نافع سے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل ابو الحسن المروزی (۲) عبد اللہ ابن المبارک (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) نافع مولی ابن عمر (۵) قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق (۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۶۷)

٢٤ - بَابُ مَنْ تَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ حَتَّى يَتَحَادَرَ عَلَى لِحْيَتِهِ

جو شخص بارش میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اس کی ڈاڑھی سے پانی ٹپکنے لگا

١٠٣٣ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلَكَ الْمَالُ، وَجَاعَ الْعِيَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا أَنْ يَسْقِيَنَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ، قَالَ فَثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتّٰى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ. قَالَ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ، وَفِي الْغَدِ، وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ، وَالَّذِي يَلِيهِ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى. فَقَامَ ذٰلِكَ الْأَعْرَابِيُّ، أَوْ رَجُلٌ غَيْرُهُ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ، وَغَرِقَ الْمَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا. فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. قَالَ فَمَا جَعَلَ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّمَاءِ إِلَّا تَفَرَّجَتْ، حَتّٰى صَارَتِ الْمَدِينَةُ فِي مِثْلِ الْجَوْبَةِ، حَتّٰى سَالَ الْوَادِي، وَادِي قَنَاةَ شَهْرًا. قَالَ فَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے عہد میں لوگوں پر خشک سالی آ گئی' پس جس وقت رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے' ایک دیہاتی کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بال بچے بھوکے ہیں' لہٰذا آپ اللہ سے ہمارے لیے یہ دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے' حضرت انس نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس وقت آسمان پر بادل نہیں تھے' سو پہاڑوں کی شکل بادل امڈ آئے' پھر آپ منبر پر ہی رہے' حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ بارش آپ کی داڑھی پر گر رہی تھی' پس اس دن ہم پر بارش ہوتی رہی اور اس کے دوسرے دن اور اس کے تیسرے دن اور اس کے بعد والے دن دوسرے جمعہ تک' پھر وہی دیہاتی کھڑا ہوا یا کوئی اور شخص تھا' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مکان گر گیا اور مال غرق ہو گیا' لہٰذا آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا' اور ہم پر نہ برسا' پس آپ اپنے ہاتھ سے آسمان کی جس طرف بھی اشارہ کرتے وہیں سے بادل پھٹ جاتے' حتیٰ کہ مدینہ حوض کی طرح ہو گیا' حتیٰ کہ قناۃ نام کی وادی ایک ماہ تک بہتی رہی' پس جو شخص جس طرف سے بھی آیا اس نے یہی خبر دی کہ خوب بارش ہو رہی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۵- بَابٌ إِذَا هَبَّتِ الرِّيحُ

جب آندھی چلے تو کیا کیا جائے

۱۰۳۴- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ كَانَتِ الرِّيحُ الشَّدِيدَةُ إِذَا هَبَّتْ، عُرِفَ ذٰلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(سنن ابوداؤد: ۵۰۹۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب بہت شدید آندھی چلتی تو نبی ﷺ کے چہرے پر خوف کے آثار دکھائی دیتے۔

آندھی کو دیکھ کر نبی ﷺ کے خوف زدہ ہونے کا سبب

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: نبی ﷺ اس بات سے خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں مسلمانوں پر عام لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے عذاب نہ آ

جائے جیسے (گزشتہ امتوں میں) ان لوگوں پر عذاب آ گیا تھا جنہوں نے ابر کو دیکھ کر کہا تھا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (الاحقاف: ۲۴)

پھر جب انہوں (قوم عاد) نے عذاب کو بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے' (نہیں!) بلکہ دراصل یہ وہ عذاب ہے جس کا تم جلد تقاضا کر رہے تھے' یہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے ۝

اس آیت سے ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو اللہ کے عذاب کو بھولے ہوئے تھے اور جو لوگ نافرمانی میں اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے ان کو سرزنش کی ہے کہ وہ اپنی روش سے باز آ جائیں۔ قرآن مجید میں ہے:

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (الاعراف: ۹۷۔۹۹)

تو کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آ جائے جب وہ سو رہے ہوں ۝ اور کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب چاشت کے وقت آ جائے جب وہ کھیل کود میں مشغول ہوں ۝ تو کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں حالانکہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو تباہ و برباد ہونے والے ہوں ۝

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادل یا آندھی کو دیکھتے تو آپ کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آتے' حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! لوگ جب بادل کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کو یہ امید ہوتی ہے کہ اس میں بارش ہوگی اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ جب آپ بادل کو دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ہوتے ہیں' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر اس بادل میں عذاب ہو تو مجھے اس سے کون امان دے گا' ایک قوم کو آندھی سے عذاب دیا گیا تھا اور ایک قوم نے عذاب کو دیکھ کر کہا تھا: یہ ابر ہم پر برسنے والا بادل ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۸۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چونکہ اللہ کی خشیت کا غلبہ تھا' اس لیے آپ کی اس طرف توجہ نہیں رہی کہ جب تک آپ ان میں موجود ہیں ان پر آسمانی عذاب نہیں آئے گا اور اس میں ہمیں بھی یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہ رہیں۔

آندھی اور بارش کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آندھی اللہ کے حکم سے ہے' سلمہ نے کہا: اللہ کا حکم کبھی رحمت لاتا ہے اور کبھی عذاب لاتا ہے' پس جب تم آندھی کو دیکھو تو اس کو بُرا نہ کہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۹۷' سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۶۱' المستدرک ج ۳ ص ۲۸۵' صحیح ابن حبان: ۱۹۸۹' مشکوٰۃ: ۱۵۱۶' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۰۰۴' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۸۔۴۰۹۔۲۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آندھی چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس پر تو نے یہ بھیجی ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور جو اس میں شر ہے اور جس پر تو نے یہ بھیجی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور جب آسمان ابر آلود ہوتا تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا' آپ گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے اور آگے جاتے اور پیچھے آتے' پس جب بارش ہو جاتی تو آپ کی گھبراہٹ دور ہو جاتی' حضرت عائشہ نے آپ کی اس کیفیت کو جان کر آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہو سکتا ہے: اے عائشہ! یہ ایسا ہو جیسے قوم عاد نے کہا تھا: پھر جب انہوں عذاب کو بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تو کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔ (الاحقاف:۲۴) (صحیح البخاری:۳۲۰۵' صحیح مسلم:۸۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آندھی پر لعنت کی تو آپ نے فرمایا: آندھی پر لعنت نہ کرو' کیونکہ یہ (اللہ کے) حکم کے تابع ہے' اور جس نے کسی ایسی چیز پر لعنت کی جو لعنت کا اہل نہیں تھا تو وہ لعنت اس پر لوٹ آئے گی۔ (سنن ابوداؤد:۴۹۰۸' سنن ترمذی:۱۹۷۸)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آندھی کو برا نہ کہو' پس جب تم کسی ناگوار چیز کو دیکھو تو دعا کرو: اے اللہ! ہم اس آندھی کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس میں جو خیر ہے اس کا سوال کرتا ہوں اور جس چیز کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس آندھی کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اس شر سے جو اس میں ہے اور اس شر سے جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔ (سنن ترمذی:۲۲۵۲' مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب بھی آندھی چلتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھٹنوں پر دو زانو بیٹھ جاتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! اس کو رحمت بنا' اس کو عذاب نہ بنا' اے اللہ! اس کو ریاح بنا اور اس کو ریح نہ بنا (ریاح رحمت کی ہواؤں کو کہتے ہیں اور ریح عذاب کی آندھیوں کو کہتے ہیں)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ کی کتاب میں ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا. (حم السجدہ:۱۶) — ہم نے ان پر تند و تیز آندھی بھیجی۔

أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ○ (الذاریات:۴۱) — ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی○

وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ. (الحجر:۲۲) — اور ہم نے پانی سے بوجھل ہوائیں بھیجیں۔

أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ. (الروم:۴۶) — (اس کی نشانیوں میں) خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجنا ہے۔

(مسند الشافعی ص ۱۸۱' مشکوٰۃ:۱۵۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمان میں بادل کو دیکھتے تو اپنا کام چھوڑ دیتے اور اس کے سامنے کھڑے ہوتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! اس میں جو شر ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں' اگر وہ بادل چلا جاتا تو آپ اللہ کا شکر ادا کرتے اور اگر وہ بادل برستا تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! اس کو نفع والی بارش بنا دے!

(سنن ابوداؤد:۵۰۹۹' سنن نسائی:۱۵۲۳' سنن ابن ماجہ:۳۸۸۹' مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۰)

۲۶ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ صبا سے میری مدد کی گئی ہے

صبا وہ ہوا ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے اور دَبُور وہ ہوا ہے جو اس کے برعکس ہے۔

۱۰۳۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ. [اطراف الحدیث: ۳۲۰۵-۳۳۴۳-۴۱۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری صبا سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو دَبُور سے ہلاک کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۹۰۰ الرقم المسلسل: ۲۰۵۳ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۱۷ جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۳۶ مکتبۃ الرشد ریاض)

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بعض مخلوقات کی بعض دوسری مخلوقات پر فضیلت کا ذکر ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو خصوصی نعمت اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس نعمت کا اظہار کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ یہ اظہار اعتراف نعمت کے طور پر ہو فخر اور اترانے کے لیے نہ ہو اور اس میں پچھلی امتوں کی ہلاکت کی بھی خبر ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

بادِ صبا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمانا اور بادِ دَبُور سے قوم عاد کو ہلاک فرمانا

اس حدیث میں صبا (مشرق سے چلنے والی آندھی) کے ذریعہ مدد کرنے کا ذکر ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ خندق کے دن انتہائی سرد رات میں مشرکین کے اوپر سرد آندھی بھیجی جس نے ان کے چولہے بجھا دیئے اور ان کے خیموں کی رسیاں اور میخیں اکھاڑ دیں ان کے اوپر ان کے خیمے اور ہتھیار گر گئے اور وہ بغیر جنگ کے راتوں رات بھاگ گئے قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ○ (الاحزاب: ۹)

اے ایمان والو! اللہ نے تم پر جو احسان کیا ہے اس کو یاد کرو جب تم سے لڑنے کے لیے فوجوں کے لشکر آئے تو ہم نے ان پر تیز اور تند آندھی بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے ○

نیز زیر بحث حدیث میں فرمایا کہ قوم عاد کو بادِ دبور (مغرب سے چلنے والی آندھی) سے ہلاک کر دیا گیا۔

عاد سے مراد عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ اس کی اولاد تیرہ قبیلوں پر مشتمل تھی' یہ لوگ الاحقاف (ریت کے بلند ٹیلے یا پہاڑوں میں بنائے ہوئے غار' یہ مقام حضر موت' یمن کے قریب تھا) میں رہتے تھے' جب انہوں نے حضرت ھود علیہ السلام کی نافرمانی کی اور ان کی مسلسل تبلیغ کے باوجود اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل سخت تند و تیز آندھی بھیجی' جس نے ان کو ہلاک کر دیا' یہ لوگ اپنی قوت پر بہت تکبر کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سامنے کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح پڑے رہ گئے' اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان پر آندھی کے عذاب کا ذکر فرمایا ہے:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ○ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ○ فَهَلْ

اور رہے عاد تو ان کو گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا ○ (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا' پس (اے مخاطب!) تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین

تَرٰی لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ۝ (الحاقہ: ۸-۶)

پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے ۝ کیا اب تمہیں ان میں سے کوئی باقی نظر آرہا ہے ۝

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۸۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۹۸۴-ج ۲ ص ۷۱۶' پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۷ - بَابُ مَا قِيْلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالْاٰيَاتِ

زلزلوں اور علاماتِ قیامت کے متعلق جو کہا گیا ہے

۱۰۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ، وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ، وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ، وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ، حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے خبر دی از عبد الرحمان الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ علم کو اٹھالیا جائے اور بہ کثرت زلزلے آئیں اور زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو اور فتنوں کا ظہور ہو اور ھرج زیادہ ہو اور وہ قتل ہے قتل' اور تم میں مال بہت زیادہ ہوگا' پس وہ لوگوں میں پھیل جائے گا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۸۵' میں گزر چکی ہے۔

۱۰۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا. قَالَ قَالُوْا وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا. قَالَ قَالُوْا وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ. [طرف الحدیث: ۷۰۹۴]

(صحیح ابن حبان: ۷۳۰۱' شرح السنۃ: ۴۰۰۴' مسند احمد ج ۲ ص ۹۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۶۴۲- ج ۹ ص ۴۲۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے' حضرت ابن عمر نے بیان کیا: صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں' حضرت ابن عمر نے کہا: آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت دے' حضرت ابن عمر نے بیان کیا: صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں' آپ نے فرمایا: وہاں پر زلزلے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ بن عبید ابو موسیٰ' یہ اہل بصرہ سے ہیں (۲) حسین بن الحسن بن یسار' یہ آل مالک بن یسار سے ہیں اور البصری ہیں' یہ ۱۸۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد اللہ بن عون بن ارطبان البصری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۸۳)

صحیح بخاری کے اس نسخہ میں نبی ﷺ کا ذکر نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے اور انھوں نے نبی ﷺ کا ذکر نہیں کیا' علامہ القابسی نے کہا ہے کہ اس نسخہ سے نبی ﷺ کا لفظ ساقط ہو گیا اور اس کا ہونا ضروری تھا کیونکہ اس قسم کا کلام اپنی رائے سے نہیں کہا جا سکتا "کتاب الفتن" کی حدیث میں اس کا ذکر صراحتاً ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۵۷ 'دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے "کتاب الفتن" کی جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ذکر کیا: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۷۰۹۴)

نجد کے لیے دعا نہ کرنے کا سبب

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے اہل مشرق کے لیے دعا اس لیے ترک کی تا کہ وہ شر کمزور ہو جائے جو ان کی طرف تھا اور دوسرا اس لیے کہ وہاں پر شیطان فتنوں کو برپا کرتا تھا' جس طرح آپ نے اہل مکہ کے خلاف سات سال قحط کی دعا کی تھی اور جس طرح آپ نے دعا کی تھی کہ مدینہ کا بخار جحفہ کی طرف منتقل کر دیا جائے کیونکہ آپ نے وحی سے جان لیا تھا کہ وہاں کے لوگ اس بلاء کے مستحق ہیں تا کہ وہ اہل جحفہ لوگوں کو ایذاء پہنچانے سے باز آ جائیں' اور شیطان کے سینگ سے مراد اس کی جماعت ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

شیخ حسین احمد مدنی کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اہل نجد کو اپنی دعا سے محروم رکھا' نجد کی جنوبی وادی حنیفہ کے ایک مقام عیینہ میں مسیلمہ کذاب پیدا ہوا تھا' اور اسی جگہ محمد بن عبد الوہاب نجدی پیدا ہوا' اور اس کی پھیلائی ہوئی بدعقیدگیوں سے مسلمانوں کے عقائد میں زلزلہ اور زبردست فتنہ پیدا ہوا۔

شیخ حسین احمد مدنی متوفی ۱۳۷۷ھ محمد بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کے متعلق لکھتے ہیں:

صاحبو! محمد بن عبد الوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا' اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا' اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا' ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا' ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے' بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا' اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۲ 'میر محمد کتب خانہ' کراچی)

شیخ حسین احمد مدنی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند' فرقہ وہابیہ کے عقائد کے متعلق لکھتے ہیں:

(۱) محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانانِ دیار مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا' ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے' چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۳ میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے' بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخ میں ہے جو آحاد امت کو ثابت ہے' بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں' دربارۂ حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے۔

(الشہاب الثاقب ص ۴۳)

(۳) زیارتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وحضوری آستانۂ شریفہ وملاحظۂ روضۂ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت' حرام وغیرہ لکھتا ہے' اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور وممنوع جانتا ہے' "لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد" ان کا مستدل ہے' بعض ان میں کہ سفر زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں' اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ وسلام ذاتِ اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۶)

(۴) شانِ نبوت وحضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذاتِ سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں' ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں' ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔ (الشہاب الثاقب: ۴۷)

(۵) وہابیہ اشغال باطنیہ واعمال صوفیہ' مراقبہ' ذکر وفکر وارادت ومشیخت وربط القلب بالشیخ وفناء وبقاء وخلوت وغیرہ اعمال کو فضول ولغو بدعت وضلالت شمار کرتے ہیں اور ان اکابر کے اقوال وافعال کو شرک وغیرہ کہتے ہیں اور ان سلاسل میں داخل ہونا بھی مکروہ و مستقبح بلکہ اس سے زائد شمار کرتے ہیں' چنانچہ جن لوگوں نے دیارِ نجد کا سفر کیا ہوگا یا ان سے اختلاط کیا ہوگا' ان کو بخوبی معلوم ہو گا کہ فیوض روحیہ ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں' وشمل طغراء۔ (الشہاب الثاقب ص ۶۰)

(۶) وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت والجماعت کے مخالف ہو گئے' چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں' وہابیہ نجد' عرب اگرچہ بوقت اظہار دعویٰ حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عمل درآمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے' بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہ حنابلہ خیال کرتے ہیں' اس کی وجہ سے حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں' ان کا بھی مثل غیر مقلدین کے اکابر امت کی شان میں الفاظ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا معمول بہ ہے۔ (الشہاب الثاقب: ۶۳-۶۲)

1

(۷) مثلاً "علی العرش استوی" وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استواء ظاہری اور جہات وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے (اللہ کے لیے) ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے..... علی ھذا القیاس مسئلہ نداء رسول میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں اور یہ حضرات (علماء دیوبند) نہایت تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لفظ یا رسول اللہ! اگر بلحاظ معنی اسی طرح نکلا ہے جیسے لوگ بوقت مصیبت و تکلیف ماں اور باپ کو پکارتے ہیں تو بلاشک جائز ہے علی ھذا القیاس اگر بلحاظ معنی درود شریف کے ضمن میں کہا جاوے گا تو بھی جائز ہوگا علی ھذا القیاس اگر کسی سے غلبہ وشدت وجد و فرط عشق میں نکلا ہے تب بھی جائز ہے اور اگر اس عقیدہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ تک اپنے فضل و کرم سے ہماری ندا کو پہنچا دے گا اگرچہ ہر وقت پہنچا دینا ضروری نہ ہوگا' مگر اس امید پر وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں' چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفریں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں۔
وہابیہ نجدیہ' یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں استعانت بغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے اور یہ وجہ بھی ان کے نزدیک سبب مخالفت کی ہے حالانکہ یہ اکابر مقدسان دین متین اس کو ان اقسام استعانت میں سے شمار نہیں کرتے جو کہ مستوجب شرک یا باعث ممانعت ہو' البتہ اگر وہ چیزیں سوال کی جاویں جن کا اعطاء مخصوص بجناب باری عزاسمہ ہے تو البتہ ممنوع اسی وجہ سے ہے' ندا بلفظ یا رسول اللہ اور خطاب حاضرین مسجد نبوی و بارگاہ مصطفوی کو جائز و مستحب فرماتے ہیں اور وہابیہ وہاں پر بھی منع کرتے ہیں' دو وجہ سے اولاً یہ کہ یہ استعانت بغیر اللہ تعالیٰ ہے اور دوم یہ کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے حیات فی القبور ثابت نہیں بلکہ وہ بھی مثل دیگر مسلمین کے متصف بالحیوۃ البرزخیہ سے ہیں پس جو حال دیگر مومنین کا ہے وہی ان کا ہوگا' یہ جملہ عقائد ان کے ان لوگوں پر بخوبی ظاہر و باہر ہیں جنہوں نے دیار نجد عرب کا سفر کیا ہو۔ یہ لوگ جب مسجد شریف نبوی میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام و دعا وغیرہ پڑھنا مکروہ و بدعت شمار کرتے ہیں' ان ہی افعال خبیثہ و اقوال واہیہ کی وجہ سے اہل عرب کو ان سے نفرت بے شمار ہے۔

(الشہاب الثاقب ص ۶۶۔۶۳ ملخصاً)

(۸) وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ وسلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام اور قراءت دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے و ورد بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں اور بعض اشعار کو قصیدہ بردہ میں شرک وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں' مثلاً:

یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ — سواک عند حلول الحادث العمم

اے افضل المخلوقات! میرا کوئی نہیں جس کی میں پناہ پکڑوں — بجز تیرے بروقت نزول حوادث

حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اپنے متعلقین کو دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت دیتے رہے ہیں اور ان کو شرف درود وسلام وقراءت دلائل الخیرات کا امر فرماتے رہے ہیں' اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مثل شعر بردہ فرماتے ہیں:

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا — بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار

(الشہاب الثاقب ص ۶۶)

(۹) وہابیہ تمباکو کھانے اور اس کے پینے کو حقہ میں ہو یا سگار میں یا چرٹ میں اور اس کے ناس لینے کو حرام اور اکبر الکبائر میں سے شمار کرتے ہیں' ان جہلاء کے نزدیک معاذ اللہ' زنا اور سرقہ کرنے والا اس قدر ملامت نہیں کیا جاتا جس قدر تمباکو استعمال کرنے والا ملامت کیا جاتا ہے۔ جملہ بزرگان دین تمباکو کے استعمال پر سوائے کراہت تنزیہی و خلاف اولیٰ کے دوسرا کوئی حکم نہیں فرماتے اور بعض بعض حضرات بوجہ ضرورت خود استعمال فرماتے ہیں۔ (شہاب الثاقب ص ٦٦)

(۱۰) وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم کے پہنچا دیتے ہیں حالانکہ یہ اکابر ظاہراً و باہراً تحقیق اور ثبوت شفاعت کے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قائل ہیں اور اقسام خمسہ مذکورہ کتب کلامیہ سب آپ کے واسطے خصوصاً اور عموماً ثابت مانتے ہیں اور زائر کو حکم کرتے ہیں کہ بوقت حضوری بارگاہ مصطفوی اس کا سوال کرے۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۰)

(۱۱) وہابیہ سوائے علم احکام شرائع جملہ علوم اسرار حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں اور یہ حضرات (علماء دیوبند) یہ فرماتے ہیں کہ علم احکام و شرائع و علم ذات و صفات و افعال جناب باری عز اسمہ' و اسرار حقانی کونیہ وغیرہ وغیرہ میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ رتبہ ہے کہ نہ کسی مخلوق کو نصیب ہوا' نہ ہوگا۔ علم اور اس کے ماسوا اس کے جتنے کمالات ہیں سب میں بعد خداوند اکرم عز اسمہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے' علوم اولین و آخرین سے آپ مالا مال فرمائے گئے ہیں' کوئی بشر کوئی ملک کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ علوم اور دیگر کمالات میں نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ افضل ہو' ہاں! البتہ احاطہ جملہ جزئیات و کلیات کو یہ کا منحصر جناب باری عز اسمہ ہے وہی علام الغیوب والشہادات ہے' پس دیکھئے کس قدر فرق ان حضرات کے عقائد اور وہابیہ کے عقائد میں ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ٦٧)

(۱۲) وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبیح و بدعت کہتے ہیں اور علی ہذا القیاس اذکار اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی برا سمجھتے ہیں اور یہ جملہ حضرات (علماء دیوبند) نفس ولادت شریفہ کو جب کہ بروایات معتبرہ ہو' مندوب اور مستوجب برکت فرماتے ہیں' البتہ ان قیود کو منع کرتے ہیں جن کو جہلاء زمانہ نے زیادہ کر کے لازم ٹھہرا لیا ہے اور ان کی وجہ سے شرعاً کوئی قباحت پیدا ہو۔

صاحبان! آپ حضرات کے ملاحظہ کے واسطے یہ چند امور ذکر کر دیئے ہیں جن میں وہابیہ نے علماء حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے جب کہ انہوں نے غلبہ کر کے حرمین شریفین پر حاکم ہو گئے تھے' ہزاروں کو تہ تیغ کر کے شہید کیا اور ہزاروں کو سخت ایذائیں پہنچائیں' بار بار ان سے مباحثے ہوئے' ان سب امور میں ہمارے اکابر ان کے سخت مخالف ہیں۔ (الشہاب الثاقب ص ٦٨ تا ٦٦ میر محمد کتب خانہ کراچی)

نجد' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کیوں محروم رہا' یہ بتانے کے لیے ہم نے شیخ حسین احمد مدنی متوفی ۱۳۷۷ھ کے اقتباسات پیش کیے تھے اور اب شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ کی رائے پیش کر رہے ہیں' وہ لکھتے ہیں:

اور رہا محمد بن عبد الوہاب نجدی تو وہ پلید شخص تھا' کم علم تھا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۱-۱۷۰ مطبعہ حجازی' قاہرہ' ۱۳۵۷ھ)

اور آخر میں ہم محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بھائی علامہ سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کی اس کے متعلق آراء لکھ رہے ہیں:

علامہ سلیمان بن عبدالوہاب کی محمد بن عبدالوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات

شیخ نجدی نے جو اپنے خانہ ساز عقائد کی عالم اسلام کو دعوت دی اور اس دعوت کے انکار کو وجہ کفر قرار دے کر تمام مسلمانوں کو واجب القتل قرار دیا اور جہاں جہاں اس کا بس چلا اس نے اپنے ان مذموم مقاصد کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ شیخ نجدی کی اس تکفیر عام' بیمانہ قتل و غارت گری کے خلاف اس وقت سے لے کر آج تک کے علماء اس کی تحریک کے بطلان پر کتابیں لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم قارئین کے سامنے ان بے شمار کتابوں میں سے چند کتابوں کے اقتباسات پیش کر رہے ہیں اور ابتداء میں شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب متوفی ١٢٠٦ھ کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ١٢٠٨ھ کی شہرۂ آفاق کتاب "الصواعق الالٰہیۃ" کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

علامہ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ١٢٠٨ھ

علامہ سلیمان بن عبدالوہاب شیخ نجدی کی تکفیر مسلمین پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

توحید و رسالت کی گواہی سے مسلمانوں کی تکفیر پر رد

تمہارے عقائد اور تکفیر کے صحیح نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ توحید و رسالت کی گواہی کے بعد اسلام کا سب سے عظیم رکن نماز ہے' اس کے باوجود جو شخص ریا کاری کے طور پر نماز پڑھتا ہے اس کے بارے میں فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرمائے گا' بلکہ فرمائے گا: میں دوسرے شرکاء کی نسبت اپنے شرک سے زیادہ بے پرواہ ہوں جس شخص نے اپنے کسی عمل میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کر لیا' میں اس کے عمل اور شرک کو چھوڑ دیتا ہوں اور قیامت کے دن ریا کار سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا' جا کر اپنا اجر اس شخص سے طلب کر جس کے لیے تو نے عمل کیا تھا۔ ایسے شخص کے بارے میں فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ اس کا عمل باطل ہے اور یہ نہیں کہا کہ اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا جائز ہے' جب کہ تم اس سے بہت ہلکی اور معمولی بات کو کفر قرار دیتے ہو۔

سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا رد

اسی طرح نماز کے تمام ارکان میں سب سے اہم رکن سجدہ ہے اور نذر و نیاز اور غیر اللہ کو پکارنے کی بہ نسبت سجدہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے' حالانکہ فقہاء اسلام نے سجدہ کے احکام میں بھی فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص سورج' چاند' ستارے یا بت کو سجدہ کرے وہ کافر ہے اور جو شخص ان کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرے وہ کافر نہیں' گناہ کبیرہ ہے' لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ تم فقہاء اسلام اور ان کی عبارات کی تقلید نہیں کرتے بلکہ جو کچھ تم نے بطور خود سمجھا ہے اسی میں حق کو منحصر سمجھتے ہو اور اس کو ضروریات دین سے قرار دے کر اس کے منکر کو کافر قرار دیتے ہو اور جن مشتبہ عبارات سے تم استدلال کرتے ہو وہ محض تمہاری مغالطہ آفرینی ہے' ہمارا تم سے مطالبہ یہ ہے کہ تم اپنے خود ساختہ مذہب کی تائید میں فقہاء اسلام میں سے کسی مسلم فقیہ کی نص صریح پیش کرو' اور اگر تم ایسی کسی عبارت کے پیش کرنے کے بجائے محض سب و شتم اور تکفیر پر اکتفاء کرتے ہو' تو ہم تمہارے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔

تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث

مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں تمہارا موقف اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا اور نذر و نیاز قطعاً کفر نہیں' حتیٰ کہ اس کے مرتکب مسلمان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے' کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شبہات کی بناء پر حدود ساقط کر دو۔ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۰۳) اور حاکم نے اپنی صحیح میں اور ابوعوانہ اور بزار نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی شخص کی سواری کسی بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو جائے تو وہ تین بار کہے: اے

عباد اللہ! (اے اللہ کے بندو!) مجھ کو اپنی حفاظت میں لے لو' تو اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔ (مسند البزار: ۳۱۲۸' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۵۵۸) اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ اگر وہ شخص مدد چاہتا ہو تو یوں کہے کہ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۵۱۸) اس حدیث کو فقہاء اسلام نے اپنی کتب جلیلہ میں ذکر کیا ہے اور اس کی اشاعت عام کی ہے اور معتمد فقہاء میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' چنانچہ امام نووی نے ''کتاب الاذکار'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (کتاب الاذکار: ۸۰۷) اور ابن القیم نے اپنی کتاب ''الکلم الطیب'' میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن مفلح نے ''کتاب الآداب'' میں اور ابن مفلح نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحب زادے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (یعنی امام احمد بن حنبل) سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ میں نے پانچ بار حج کیے ہیں' ایک بار میں پیدل جا رہا تھا اور راستہ بھول گیا' میں نے کہا: اے عباد اللہ! مجھے راستہ دکھاؤ' میں یوں ہی کہتا رہا' حتیٰ کہ میں صحیح راستہ پر آ گیا۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص کسی غائب یا فوت شدہ بزرگ کو پکارتا ہے اور تم اس کی تکفیر کرتے ہو' بلکہ تم محض اپنے قیاس فاسد سے یہ کہتے ہو کہ اس شخص کا شرک ان مشرکین کے شرک سے بھی بڑھ کر ہے' جو بحر و بر میں عبادت کی غرض سے غیر اللہ کو پکارتے تھے اور اس کے رسول کی علی الاعلان تکذیب کرتے تھے۔ کیا تم اس حدیث اور اس کے مقتضیٰ پر علماء اور ائمہ کے عمل کو اس شخص کے لیے اصل نہیں قرار دیتے جو بزرگوں کو پکارتا ہے اور محض اپنے فاسد قیاس سے اس کو شرک اکبر قرار دیتے ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں' تو اس مضبوط اصل کی بناء پر ایسے شخص سے تکفیر کو بطریق اولیٰ ساقط ہونا چاہیے۔ نیز مختصر الروضہ میں کہا ہے: جو شخص توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہو' اس کو کسی بدعت کی بناء پر کافر نہیں کہا جائے گا اور ابن تیمیہ نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے (جب کہ جو شخص فوت شدہ بزرگوں کو پکارتا ہے' وہ کسی بدعت کا مرتکب بھی نہیں ہے' کیونکہ اس کا یہ فعل ایک مضبوط اصل یعنی حدیث صحیح (جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) اور سلف کے عمل پر مبنی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۳۳-۳۵' مکتبہ ایشیق' استنبول)

تکفیر مسلمین کے رد پر دوسری حدیث

ایک اور مقام پر شیخ نجدی کی تکفیر کا رد کرتے ہوئے علامہ سلیمان بن عبد الوہاب لکھتے ہیں:

تم نے جو مسلمانوں کی تکفیر کی بنیاد پر اپنے مذہب کو قائم کیا ہے' اس کے باطل ہونے پر صحیح بخاری کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جس کو حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے' اس کو دین میں فقیہ بنا دیتا ہے اور یہ امت ہمیشہ صحیح دین پر قائم رہے گی' یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔ (صحیح البخاری: ۷۱) اس حدیث کی ہمارے مطلوب پر اس طرح دلالت ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک امت کے دین پر مستقیم رہنے کی خبر دی ہے اور یہ حقیقت واقعیہ ہے کہ جن امور کو تم وجہ کفر قرار دیتے ہو۔ یہ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک تمام دنیائے اسلام میں مروج اور معمول ہیں' پس اگر اولیاء اللہ کے مقابر بڑے بڑے بت ہوتے اور ان سے استمداد اور استغاثہ کرنے والے کافر ہوتے تو تمام امت صحیح دین پر قائم نہ ہوتی' بلکہ اس کے برعکس ساری امت کافر اور تمام بلاد اسلام بلاد کفر بن جاتے' جن میں علی الاعلان بتوں کی پوجا ہو رہی ہوتی یا بتوں کی عبادت پر اسلام کے احکام جاری ہوتے' پھر حضور کے فرمان کے مطابق اس امت کی دین صحیح پر استقامت کی حدیث کس طرح صحیح ہوتی اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۴۰' مکتبہ ایشیق' استنبول)

تکفیر مسلمین کے رد پر تیسری حدیث

شیخ نجدی کا تکفیر مسلمین پر رد کرتے ہوئے علامہ سلیمان بن عبد الوہاب لکھتے ہیں:

تمہارے مذہب کے بطلان پر بخاری اور مسلم کی یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفر کا گڑھ مشرق کی طرف ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایمان یمانی ہے اور فتنہ وہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۰۲ صحیح مسلم: ۵۱)

نیز بخاری اور مسلم میں حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور مشرق کی طرف تھا' فتنہ اسی جانب سے ظاہر ہوگا۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۱۸۷)

اور بخاری کی روایت میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان) اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے نجد میں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے نجد میں۔ آپ نے تیسری بار فرمایا: وہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔
(صحیح البخاری: ۷۰۹۴)

اور امام احمد بن حنبل نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے: اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت نازل فرما' ہمارے صاع اور ہمارے مد میں اور ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں' پھر مشرق کی طرف منہ کر کے فرمایا: یہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا اور فرمایا: یہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاریب صادق القول ہیں اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں آپ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر نازل ہوں' آپ نے حق امانت ادا کر دیا اور فرائض رسالت کی تبلیغ مکمل کر دی۔

شیخ تقی الدین نے کہا: مدینہ کی جانب شرقی (نجد) سے مسیلمہ کذاب کا ظہور ہوا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے بعد سب سے پہلے جس فتنے کا ظہور ہوا' وہ مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت تھا جس کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مکمل استیصال کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث شیخ نجدی کی دعوت اور تکفیر مسلمین پر کئی وجوہ سے دلالت کرتی ہے' ہم ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یمانی ہے اور فتنہ مشرق سے نکلے گا اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ذکر فرمایا۔

(۲) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حجاز اور اہل حجاز کے لیے بار بار دعا فرمائی اور اہل مشرق خصوصاً اہل نجد کے لیے دعا کرنے سے انکار کر دیا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو سرزمین نجد میں پہلا فتنہ واقع ہوا' وہ شیخ نجدی کا فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کے درمیان صدیوں سے رائج معمولات کو کفر اور مسلمانوں کو کافر بنا دیا' بلکہ شیخ نجدی نے ان لوگوں کو بھی کافر بنا دیا جو ان مسلمانوں کو کافر نہ کہے' حالانکہ مکہ اور مدینہ اور یمن کے علاقوں میں صدیوں سے یہ معمولات رائج ہیں' بلکہ ہم کو تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اولیاء کا وسیلہ' ان کی قبروں سے توسل اور استمداد اور اولیاء اللہ کا پکارنا' یہ تمام اُمور دنیا میں سب سے زیادہ یمن اور حرمین شریفین میں کیے جاتے ہیں اور یہ بھی ہم کو معلوم ہوا کہ جس قدر عظیم فتنہ سرزمین نجد میں واقع ہوا' وہ کسی دور میں بھی کسی اور جگہ وقوع پذیر نہیں ہوا اور (اے شیخ نجدی!) تمہارا کہنا یہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمانوں پر تمہاری اتباع واجب ہے اور جو شخص تمہارے مذہب کی اتباع کرے اور وہ مذہب کے اظہار اور دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کی طاقت نہ رکھے اس پر واجب ہے کہ وہ تمہارے شہر کی طرف ہجرت کرے اور یہ کہ تم ہی طائفہ منصورہ ہو اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ

نے قیامت تک کے ہونے والے واقعات کا علم عطا فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے امت پر گزرنے والے تمام واقعات کو بتلا دیا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو علم ہوتا کہ سرزمین مسیلمہ یعنی شہر نجد آل کار دارالایمان بنے گا اور طائفہ منصورہ اسی شہر میں ہوگا اور ایمان کے فوارے اسی شہر سے چھوٹے جائیں گے اور حرمین شریفین اور یمن بلاد کفر بن جائیں گے جن میں بت پرستی ہوگی اور وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوگا تو رسول اللہ ﷺ ضرور اس بات کی خبر دیتے اور اہل مشرق اور خصوصاً نجد کے لیے ضرور دعا فرماتے اور حرمین شریفین اور اہل یمن کے لیے دعائے ضرر فرماتے اور رسول اللہ (ﷺ) یہ خبر دیتے کہ وہاں کے باشندے بت پرستی کریں گے اور ان متبرک علاقوں کے لوگوں سے بیزاری کا اظہار فرماتے' لیکن جب ایسا نہیں ہوا' بلکہ اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ نے اہل مشرق کے لیے بالعموم اور نجد کے بارے میں بالخصوص خبر دی ہے کہ وہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا اور اس شہر میں اور اس شہر سے فتنے نمودار ہوں گے اور نجد کے لیے دعا کرنے سے آپ نے انکار فرمایا اور یہ بات تمہارے زعم کے بالکل برعکس ہے۔ تمہارے نزدیک جن لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی' وہ کفار ہیں اور جس علاقہ کے لوگوں کے لیے رسول اللہ (ﷺ) نے دعا کرنے سے انکار کر دیا اور خبر دی تھی کہ وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۷) تمہارے عقیدے کے مطابق وہ علاقہ دارالایمان ہے اور اس کی طرف ہجرت واجب ہے۔

تکفیر مسلمین کے رد پر چوتھی حدیث

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو بخاری اور مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ تم سب (مسلمان) میرے بعد شرک کرنے لگو گے' لیکن مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم کو مال دنیاوی بہ کثرت حاصل ہوگا اور تم مال دنیاوی کی محبت میں مستغرق ہو جاؤ گے اور مال و دولت کی وجہ سے تم لوگ آپس میں لڑو گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے' جس طرح اس سے پہلی امتیں ہلاکت میں مبتلا ہوگئی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۴) عقبہ بن عامر کہتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ آخری وعظ سنا تھا۔ (آج سعودی عرب میں سیال تیل کے چشموں اور سونے کی کانوں سے روپیہ کی ریل پیل حضور ﷺ کے اس فرمان کی تصدیق ہے کہ اس وقت مرکز فتنہ سعودی عربیہ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

یہ حدیث شریف بھی تمہارے مذہب کے بطلان پر اسی طرح دلالت کرتی ہے کہ قیامت تک رسول اللہ ﷺ کی امت پر جس قدر احوال گزرنے تھے حضور (ﷺ) نے وہ تمام احوال بیان فرما دیئے اور اس حدیث صحیح میں حضور نے یہ بتلا دیا ہے کہ آپ کی امت بت پرستی سے محفوظ رہے گی اور نہ حضور کو اپنی امت سے بت پرستی کا خطرہ تھا اور نہ اس بات کی آپ نے خبر دی ہے اور جس چیز کا خطرہ تھا اور جس چیز سے رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا' وہ مال و دولت کی کثرت اور فراوانی ہے (اور مملکت سعودی عربیہ آج اسی فتنہ میں مبتلا ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔

اور یہ حدیث تمہارے مذہب کے برعکس ہے' کیونکہ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام امت نے بت پرستی کی اور تمام اسلامی ممالک بت پرستی سے بھر گئے اور اگر تمام دنیا میں کسی جگہ میں اسلام کی کوئی رمق ہے' تو وہ نجد میں ہے' یہاں تک کہ تمہارے خیال میں روم' یمن اور مغرب کے تمام علاقے (حرمین شریفین وغیرہ) بت پرستی سے بھرے ہوئے ہیں اور تم کہتے ہو کہ جو شخص ان لوگوں کو کافر نہ کہے' وہ خود کافر ہے' پس تمہارے عقیدے کے مطابق تمام بلاد اسلام کے مسلمان کافر ہیں' سوا نجد شہر کے اور جو نیا دین تم لائے ہو اس کی عمر

صرف دس سال ہے۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۵- ص ۳۳ مکتبہ ایشیق 'استنبول)

(گویا اس سے پہلے گیارہ سو سال تک کے تمام مسلمان العیاذ باللہ کافر تھے۔ سعیدی غفرلہ)

اس کے بعد علامہ سلیمان لکھتے ہیں:

تکفیر مسلمین کے رد پر پانچویں حدیث

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے' جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش کی جائے' لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۲) اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور ابو یعلیٰ اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی کی جائے' لیکن اس سے کم بات یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں پر راضی ہو گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۱۵۹) اور امام احمد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن ماجہ نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت پر شرک کا خوف کرتا ہوں' میں نے عرض کیا: حضور! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج' چاند یا کسی بت کی پوجا نہیں کرے گی' لیکن اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۵' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴)

ان احادیث کی تمہارے مذہب کے بطلان پر دلالت اس طرح ہے کہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر چاہا اپنے غیب سے مطلع فرمایا' اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے' اس کی خبر دے دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے اور شداد کی روایت میں آپ نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی نہیں ہوگی اور یہ چیزیں تمہارے مذہب کے برعکس ہیں' کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بصرہ اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں' اسی طرح سارے یمن اور حجاز میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے اور یہاں کے مسلمان بت پرست اور کفار ہیں' حالانکہ یہ تمام شہر اس جزیرۂ عرب کے وہ تمام علاقے ہیں جن کی سلامتی ایمان اور کفر سے براءت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور تم کہتے ہو کہ یہاں کے لوگ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے' لہٰذا تمام احادیث تمہارے مذہب کا رد کرتی ہیں۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۳۶-۳۵' مکتبہ ایشیق 'استنبول)

علامہ سلیمان مزید لکھتے ہیں:

تکفیر مسلمین کے رد پر چھٹی حدیث

اور تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے' جس کو امام احمد اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور اس کو صحیح قرار دیا اور امام نسائی نے اور ابن ماجہ نے عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شیطان اس بات سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش کی جائے' البتہ تمہاری آپس کی لڑائیوں میں اس کی پیروی ہوتی رہے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵) اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے' لیکن اس کے علاوہ دوسری باتوں میں پیروی کی جانے پر راضی ہو چکا ہے' ان چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کے اعمال کو حقیر جانو گے' پس اس بات سے احتراز کرنا' اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر

تم نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔

ان احادیث میں تمہارے مذہب کے بطلان پر اس طرح دلالت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصاً مکہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بت پرستی نہ ہونے کی خبر دی ہے اور حضور کبھی خلاف واقع خبر نہیں دیتے' نیز اس میں حضور نے امت کو بشارت دی ہے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشارت کبھی غلط نہیں ہوتی' البتہ اس حدیث میں حضور نے بت پرستی کے علاوہ دوسری غلط باتوں مثلاً لڑائی جھگڑوں سے ڈرایا ہے اور یہ بات حدیث سے بالکل ظاہر ہے اور جن چیزوں کا نام تم شرک اکبر رکھتے ہو اور ان کے کرنے والوں کو (اولیاء سے وسیلہ' شفاعت طلب کرنا اور ان کی قبروں سے فیضان طلب کرنا۔ سعیدی) بت پرستی کا مرتکب کہتے ہو' ان تمام امور پر تمام اہل مکہ' ان کے عوام' امراء اور علماء چھ سو سال سے زیادہ عرصہ سے عمل پیرا ہیں' اس کے باوجود یہ تمام لوگ اب تمہارے دشمن ہیں' تم کو سب و شتم کرتے ہیں اور تمہاری اس بدعقیدگی کی وجہ سے تم پر لعنت بھیجتے ہیں اور مکہ مکرمہ کے علماء اور شرفاء ان تمام اُمور پر احکام اسلام جاری کرتے ہیں' جن کو تم شرک اکبر قرار دیتے ہو' اگر تمہارا گمان حق ہے' تو یہ لوگ علی الاعلان کافر ہیں' لیکن یہ احادیث تمہارے زعم فاسد کا رد کرتی ہیں اور تمہارے مذہب کو باطل کرتی ہیں۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۴۷' مکتبہ ایشیق' استنبول)

علامہ ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ

علامہ شامی' شیخ نجدی کی تحریک کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں محمد بن عبد الوہاب کے پیروکار جو نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے اور وہ اپنے آپ کو حنبلی المذہب کہتے تھے' لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہ ہیں جو ان کے موافق ہیں اور جو عقائد میں ان کے مخالف ہیں' وہ مسلمان ہی نہیں ہیں بلکہ مشرک ہیں' اس بناء پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کے قتل کو جائز رکھا۔

(رد المحتار ج ۶ ص ۳۱۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۲۸ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ (الواقعۃ: ۸۲)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شُكْرَكُمْ.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (قرآن میں) تم اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ تم اس کو جھٹلاتے ہو ○ (الواقعہ: ۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "رزقکم" کی تفسیر میں فرمایا: "شکرکم"۔

سورۃ الواقعہ کی زیر بحث آیت میں رزق کا جو ذکر ہے اس سے مراد اس کا لازم ہے' یعنی شکر' لہٰذا جب اللہ کے فضل و کرم سے بارش ہو تو تم کو اس کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن تم اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اس کو جھٹلاتے ہو' اور بجائے اس کے کہ تم یہ کہو کہ اللہ نے پانی برسایا' تم کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے (اس تفسیر کی وجہ سے اس حدیث کی کتاب الاستسقاء سے مناسبت ظاہر ہو گئی)۔

۱۰۳۸ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ' عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ اَنَّهٗ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ' عَلٰى اِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از زید بن خالد الجہنی' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی' اس وقت آسمان پر رات کی بارش کا اثر تھا' جب

فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مڑ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں (آپ نے بتایا:) اللہ سبحانہ نے فرمایا: میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ بعض مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور بعض میرا کفر کرنے والے تھے سو جنہوں نے کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور ستاروں کا کفر کرنے والے تھے اور جنہوں نے کہا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرا کفر کرنے والے تھے اور ستاروں پر ایمان لانے والے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۹ - بَابٌ لَا يَدْرِيْ مَتٰى يَجِيْءُ الْمَطَرُ إِلَّا اللّٰهُ

اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی

چونکہ اس سے پہلے باب میں یہ ذکر کیا تھا کہ بارش صرف اللہ کے حکم اور اس کی قضاء اور قدر سے ہوتی ہے اور ستاروں کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے' اس لیے اس باب میں یہ بیان فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے کہ بارش کب ہوگی۔

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۰ میں ذکر کیا ہے۔

۱۰۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ، لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُوْنُ فِيْ غَدٍ، وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُوْنُ فِي الْأَرْحَامِ، وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ، وَمَا يَدْرِيْ أَحَدٌ مَتٰى يَجِيْءُ الْمَطَرُ.

[اطراف الحدیث: ۴۶۲۷-۴۶۹۷-۴۷۷۸-۴۳۷۹-۷۳۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیب کی پانچ چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ زمین پر کس جگہ مرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔

(جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۵۳' مکتبۃ الرشد الریاض ۱۴۲۶ھ)

اس باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی موافقت اس جملہ میں ہے: غیب کی پانچ چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

کاہنوں اور نجومیوں کی خبروں کا جھوٹا ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پانچ چیزوں کے علم کی اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے نفی کی ہے' ان کا ذکر لقمان: ۳۴ میں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جو کاہن اور نجومی مستقبل کی اور غیب کی خبریں بیان کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کو اس چیز کا علم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ منفرد ہے' اس نے اس دعویٰ سے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی' اور یہ کفر ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علوم خمسہ اور علم غیب کی تحقیق

حافظ عبدالرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں قیامت کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ یہ ذکر ہے کہ بارش کب ہوگی' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جو علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں' ان کی تعداد پانچ میں منحصر نہیں ہے بلکہ وہ اس سے بہت زیادہ ہے جتنا اس کی مخلوق کی تعداد ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ (الانعام: ۵۹)

اور اللہ ہی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اور وہی جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ سمندر میں ہے اور جو (درخت کا) پتا گرتا ہے اور جو دانہ زمین کی تاریکیوں میں گرتا ہے اس کو وہی جانتا ہے' اور ہر تر اور خشک چیز کا ذکر لوح محفوظ میں ہے○

ان پانچ چیزوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ لوگوں کو ان پانچ چیزوں کے جاننے کی ضرورت پیش آتی تھی اور وہ کاہنوں سے اور نجومیوں سے ان کے متعلق دریافت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان پانچ چیزوں کا اور ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے (یعنی بالاستقلال اور بالذات اور اس کے بتائے بغیر کسی کو کسی غیب کا علم نہیں ہوسکتا۔ سعیدی غفرلہ)۔

اور اللہ تعالیٰ ان پانچ چیزوں کے افراد میں کسی فرد کی کسی کو اطلاع فرمائے تو اس کی نفی اور یہ اطلاع اس آیت میں داخل ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ. (الجن: ۲۶-۲۷)

وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے' سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا○ ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرمالیا ہے' جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اس آیت کی بھرپور تفصیل اور تحقیق تبیان القرآن (ج ۱۲) الجن: ۲۶ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ (سعیدی غفرلہ)

ایک لڑکی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شعر پڑھا:

وفینا نبی یعلم ما فی غد

ہم میں وہ نبی موجود ہیں جن کو کل کی بات کا علم ہے

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور وہ اشعار پڑھو جو پہلے پڑھ رہی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۵۱۴۷)

اس شعر کو پڑھنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے منع فرمایا کہ کوئی ناواقف حال یہ نہ سمجھ لے کہ آپ کو بالذات کل کا علم ہے کیونکہ جب علم کو مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے متبادر ذاتی علم ہوتا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

رحم ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے؟ سو اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ منفرد ہے' اس سے قبل کہ وہ رحم میں بچہ کی تخلیق کا حکم دے اور اس کی موت' حیات' اس کے رزق' اس کے عمل اور اس کے اخروی انجام کو لکھنے کا حکم دے' پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ''ما فی الارحام'' کا علم عطا فرما دیتا ہے' جس طرح اس فرشتے کو مطلع فرماتا ہے۔

میں کہتا ہوں: آج کل الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ پیٹ میں بچہ مذکر ہے یا مؤنث' اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ صحت مند ہوگا یا اس میں کوئی مہلک بیماری ہوگی' اسی طرح آلات کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بارش کب ہوگی اور محکمہ موسمیات والے پیش گوئی کر دیتے ہیں کہ فلاں دن بارش ہوگی اور یہ پیش گوئی ۷۰ فی صد درست ہوتی ہے' اسی طرح آلات رصدیہ سے اس کا بھی علم ہو جاتا ہے کہ دنیا میں کس تاریخ کو کس جگہ اور کس وقت سورج یا چاند گرہن ہوگا اور یہ پیش گوئی ۱۰۰ فی صد درست ہوتی ہے' اور اس سے اللہ تعالیٰ کے علم غیب پر اور اس کے ان چیزوں کے علم میں منفرد ہونے پر اعتراض نہیں ہوگا' کیونکہ ان کو یہ علم آلات اور اسباب سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو جو علم ہے وہ ذاتی ہے اور کسی سبب' آلہ اور کسی کی تعلیم کے بغیر ہے اور ان کے علوم میں خطاء کا بھی احتمال ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی خطاء کا احتمال نہیں ہے۔

علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں: اگر ''ما فی الارحام'' وغیرہ کی اطلاع رسولوں کو دی جائے تو وہ علم یقینی ہے اور اگر رسولوں کے غیر کو ہو مثلاً صدیقین اور صالحین کو ہو تو وہ علم ظنی ہے' کیونکہ ان کو بھی بھی اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے علم پر مطلع فرما دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: تمہارے دو بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں' میں نے کہا: میرے دو بھائی تو ہیں' میری دو بہنیں کون سی ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: (ان کی بیوی) بنت خارجہ حاملہ ہیں اور میرا گمان ہے کہ ان سے ایک بیٹی پیدا ہوگی' ہشام کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا: میری بہن تو صرف حضرت اسماء ہیں' حضرت ابوبکر نے فرمایا: بنت خارجہ حاملہ ہیں اور ان سے لڑکی پیدا ہوگی۔

کل کیا ہوگا' اور کون کہاں مرے گا اور بارش کب ہوگی' اس کا (کلی) علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بعض رسولوں کو ان چیزوں کے بعض افراد کا علم عطا فرماتا ہے' جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کو بہ کثرت غیوب مستقبلہ کا علم عطا فرمایا' اور آپ نے ان کی خبریں دیں' جس طرح آپ نے امیہ بن خلف کے قتل کی خبر دی اور حضرت سعد بن معاذ نے مکہ میں امیہ کو خبر دی تو امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد (ﷺ) جھوٹ نہیں بولتے' اور آپ نے تبوک میں یہ خبر دی کہ آج رات بہت سخت آندھی آئے گی اور اسی طرح ہوا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۸۱)

اسی طرح آپ نے اپنی صاحب زادی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دی کہ آپ اس بیماری میں وصال فرمائیں گے' اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے حجرہ اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۶۴) نیز آپ نے فرمایا: نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے' اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۸)

اور اولیاء کرام جو غیب کی خبریں دیتے ہیں' وہ قطعی اور یقینی نہیں ہوتیں' ظن غالب پر مبنی ہوتی ہیں۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۳۳۳۔ ۳۳۲' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن رجب حنبلی نے نبی ﷺ کی غیب کی خبروں کے متعلق دو تین حدیثیں ذکر کی ہیں' ہم نے تبیان القرآن میں نبی ﷺ کے علم قیامت کے متعلق الاعراف: ۱۸۷ کی تفسیر میں پچیس (۲۵) احادیث مفصل حوالہ جات کے ساتھ بیان کی ہیں اور نبی ﷺ کی غیب کی خبروں کے متعلق الاعراف: ۱۸۸ کی تفسیر میں اکیاون (۵۱) احادیث مفصل حوالہ جات کے ساتھ بیان کی ہیں' نیز

آپ کے علمِ قیامت اور علم "ما کان وما یکون" کے متعلق مستند اور مسلّم مفسرین محدثین ائمہ کرام کے مفصل حوالہ جات دیئے ہیں اور علم غیب کی تحقیق کی ہے۔ قارئین اس بحث کو وہاں ضرور ملاحظہ کریں۔

کتاب الاستسقاء کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

آج گیارہ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ/ ۳۱ مارچ ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ "کتاب الاستسقاء" مکمل ہو گئی۔ الٰہ العلمین! صحیح البخاری کی باقی کتب بھی مکمل کرا دینا اور میری اور میرے قارئین اور محبین اور جمیع مسلمین کی مغفرت فرما دینا۔

"کتاب الاستسقاء" میں چالیس احادیث مرفوعہ ہیں' جن میں سے نو تعلیقات ہیں' باقی احادیث موصولہ ہیں' اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز "کتاب الکسوف" شروع ہو گی۔

AJC™ Trial Buy Now!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

١٦ - كِتَابُ الْكُسُوْفِ

سورج گہن اور چاند گہن کا بیان

''الکسوف'' کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور ''الخسوف'' کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا اور مجازاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے' ان ابواب میں سورج گہن اور چاند گہن کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

١ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ — سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان

اس باب میں سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان کیا گیا ہے' اس کی اصل قرآن مجید' سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن میں یہ آیت ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا۝ (بنی اسرائیل: ۵۹) — اور ہم صرف لوگوں کو ڈرانے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیں۝

اللہ تعالیٰ سورج کو گہن لگا کر بندوں کو ڈراتا ہے کہ اس کائنات میں سب سے عظیم مخلوق سورج ہے' جب اللہ تعالیٰ ایک آن میں سورج کو بے نور کر دیتا ہے تو وہ انسان کی آنکھوں سے بصارت کا نور اور اس کے دل سے ایمان کا نور سلب کرنے پر تو بہت زیادہ قادر ہے' تو بندوں کو چاہیے کہ وہ گناہوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی طرف رجوع کریں' اسی میں ان کی کامیابی ہے۔ سنت سے اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم سورج اور چاند گرہن کو دیکھو تو نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰)

اور اجماع امت اس طرح ہے کہ تمام امت اس پر متفق ہیں کہ سورج گرہن کے وقت نماز پڑھی جائے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔

یہ نماز سنت ہے' واجب نہیں ہے اور اس کی وہی شرائط ہیں جو باقی نماز کی شرائط ہیں' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں' اس کی مفصل تحقیق ہم صحیح البخاری: ۵۳۷ میں بیان کر چکے ہیں۔

١٠٤٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ الْحَسَنِ' عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ' فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از یونس از الحسن از ابی بکرہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے' پس سورج کو گہن لگ گیا تو نبی ﷺ اپنے تہبند کو

BUY NOW

رِدَاءَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلْنَا، فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ حَتَّى انْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ.

گھسیٹتے ہوئے اٹھے' آپ مسجد میں داخل ہوئے' پس ہم بھی داخل ہوئے' پس آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی حتیٰ کہ سورج منکشف ہو گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا' پس جب تم دونوں کو (گہنایا ہوا) دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن ہے وہ منکشف ہو جائے۔

[اطراف الحدیث: ۱۰۴۸۔۱۰۶۲۔۱۰۶۳۔۵۷۸۵] (سنن نسائی: ۱۴۹۱۔۱۴۹۰' مسند البزار: ۳۶۶۰' شرح السنۃ: ۱۳۸۶۔۱۳۸۴۔۱۳۸۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۳۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۶۸' السنن الکبریٰ: ۵۰۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷۴' صحیح ابن حبان: ۲۸۳۳' مسند الطیالسی: ۸۷۲' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۶۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۹۰۔ ج ۳۴ ص ۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن عون (۲) خالد بن عبد اللہ الطحان الواسطی (۳) یونس بن عبید (۴) الحسن البصری (۵) حضرت ابو بکرہ نفیع بن الحارث۔
(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹۰)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

سورج گرہن کی نماز میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کی دلیل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت المغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا: جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ (آپ کے صاحب زادے) فوت ہو گئے تو لوگوں نے کہا: ان کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰' صحیح مسلم: ۹۱۵)

جمہور علماء کے نزدیک سورج گہن کی نماز دو رکعت ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ ہر رکعت میں دو رکوع ہیں اور یہ وہ اضافہ ہے جس کا قبول کرنا واجب ہے۔ (دوسری احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

فقہاء احناف نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ سورج گرہن کی نماز صبح کی نماز کی طرح دو رکعت ہے' اور صحیح بخاری: ۱۰۴۰ میں حضرت ابو بکرہ کی حدیث مذکور فقہاء احناف کی حجت ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ایک رکعت میں دو رکوع ہیں' اس میں صرف یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز لمبی پڑھانی چاہیے حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے' اگر لوگوں کا یہ گمان ہو کہ عنقریب سورج منکشف ہونے والا ہے اور اس کا نور معمول کے مطابق آنے والا ہے' تب بھی ان کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس نماز میں دو رکعت زیادہ کر دیں (یعنی دو کی جگہ چار پڑھ لیں)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ جب تم سورج کو گہنایا ہوا دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن لگا ہے وہ منکشف ہو جائے' اس سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب تک سورج منکشف نہ ہو جائے اس وقت تک نماز ختم نہیں کرنی چاہیے۔

امام طحاوی نے کہا: اس حدیث میں وارد ہے کہ نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ سورج کھل جائے اور امام بخاری نے حضرت ابو موسیٰ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت دعا مانگنے اور استغفار کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح

البخاری: ۱۰۵۹) جیسے آپ نے نماز کا حکم دیا ہے' پس آپ کا یہ حکم اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے سورج گرہن کی نماز کے لیے کسی مخصوص نماز کا ارادہ نہیں کیا' لیکن آپ نے یہ ارادہ کیا کہ مسلمان نماز' دعا اور استغفار سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

حضرت ابوبکرہ نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے اٹھے' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ کا کتنا خوف تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی طرف کتنی سبقت کرتے تھے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نماز کی طرف اٹھے تاکہ اللہ کا جو حکم نازل ہوا ہے' اس کو بجالانے میں مشغول ہوں' اس سے معلوم ہوا کہ تہبند کو گھسیٹنا مطلقاً مذموم نہیں ہے' صرف اس شخص کے لیے مذموم ہے جو قصداً تہبند کو گھسیٹے۔

اس حدیث میں زمانہ جاہلیت کے اس عقیدہ کا رد ہے کہ کسی بڑے آدمی کے فوت ہونے سے سورج یا چاند کو گہن لگ جاتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۔۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے موقف پر مزید دلائل' صحیح البخاری: ۷۴۵ کی شرح میں ملاحظہ فرمائیں' خلاصہ یہ ہے کہ جو حدیث عورتوں سے مروی ہے' اس میں ایک رکعت میں دو رکوع کا ذکر ہے اور جو حدیث مردوں سے مروی ہے' اس میں ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کا ذکر ہے' نیز ایک رکعت میں زیادہ رکوع کرنے کی روایت میں اضطراب ہے' بعض احادیث میں دو رکوع کرنے کا ذکر ہے' بعض میں تین رکوع کرنے کا ذکر ہے اور بعض میں چار رکوع کرنے کا ذکر ہے اور بعض میں پانچ رکوع کرنے کا ذکر ہے اور حدیث مضطرب لائق استدلال نہیں ہوتی' ایسی صورت میں اس نماز کو اصل کی طرف لوٹانا چاہیے جیسے صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث ہے' اس میں رکوع کی زیادتی کا ذکر نہیں ہے۔

۱۰۴۱ - حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَقُومُوا فَصَلُّوا.

[اطراف الحدیث: ۱۰۵۷۔ ۳۲۰۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں شہاب بن عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن حمید نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۱۱' الرقم المسلسل: ۲۰۷۹' سنن نسائی: ۱۴۶۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) شہاب بن عباد الکوفی العبدی (۲) ابراہیم بن عباس الرواسی' یہ ۱۸۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) اسماعیل بن ابی خالد (۴) قیس بن ابی حازم (۵) حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی البدری رضی اللہ عنہ' یہ بدر کے رہنے والے تھے لیکن غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے' یہ کوفہ میں رہنے لگے تھے اور حضرت علی بن ابی طالب کے دور خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹۸۔۹۷)

قاضی ابوبکر بن العربی المتوفی ۵۴۳ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز میں چھ چیزوں کا حکم دیا ہے: (۱) اللہ کا

ذکر کرو (۲) دعا کرو (۳) تکبیر پڑھو (۴) نماز پڑھو (۵) صدقہ کرو (۶) غلام آزاد کرو۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۳۰' دار الکتب العربیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں آپ نے سورج گہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ سورج اور چاند کو گہن لگنے کا سبب کسی کی موت اور حیات نہیں ہے بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جو بندوں کو ڈرانے کے لیے ہے تاکہ وہ گناہوں سے باز آئیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کریں اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے۔

۱۰۴۲ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا.

[اطراف الحدیث: ۳۲۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از عبد الرحمن بن القاسم' ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ یہ خبر دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان دونوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۱۳' الرقم المسلسل: ۲۰۸۶' سنن نسائی: ۱۴۶۱' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۱۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج ابوعبد اللہ المصری (۲) عبد اللہ بن وہب المصری (۳) عمرو بن الحارث المصری (۴) عبد الرحمان بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم (۵) ان کے والد القاسم (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی سورج گہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۰۴۱' میں گزر چکی ہے۔

۱۰۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوا وَادْعُوا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ. [اطراف الحدیث: ۱۰۶۰، ۶۱۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از زیاد بن علاقہ از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' جس دن (آپ کے صاحب زادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے تو لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس

جب تم (گہن) دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ عزوجل سے دعا کرو۔

(صحیح مسلم: ۹۱۵ 'الرقم المسلسل: ۲۰۸۷ 'سنن نسائی: ۱۴۶۱ 'مسند ابوداود الطیالسی: ۶۹۳ 'المعجم الکبیر: ۱۰۱۹ ۔ ج ۲۰ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۷۱ 'السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۸۳۳ 'کتاب الدعاء للطبرانی: ۲۲۱۳ 'صحیح ابن حبان: ۲۸۴۷ 'سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۲۱ 'مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۹ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۸۱۷۸ ۔ ج ۳۰ ص ۱۱۳ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت 'جامع المسانید لابن جوزی: ۶۳۰۷ 'مکتبۃ الرشد 'ریاض '۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ ابو جعفر البخاری المسندی (۲) ہاشم بن القاسم ابوالنضر اللیثی الکنانی 'خراسانی' یہ بغداد میں رہے اور وہیں یکم ذی القعدہ ۲۰۷ھ میں وفات پائی (۳) شیبان بن معاویہ النحوی (۴) زیاد بن علاقہ (۵) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹۹)

حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ

حضرت ابراہیم 'نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے ۱۰ھ میں فوت ہو گئے تھے' ایک قول ہے: ربیع الاول میں اور ایک قول ہے: رمضان میں 'اور ایک قول ہے: ذی الحجہ میں 'ان کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں' یہ ذی الحج ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے' وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی' یہی مشہور قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۰۰)

* صحیح البخاری: ۱۰۴۳ اور ۱۰۳۲ کی احادیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۰۱۸ ۔ ۲۰۱۷ ۔ ج ۲ ص ۳۳۷ پر مذکور ہیں' وہاں ان کی شرح نہیں کی گئی 'البتہ کتاب الکسوف کے شروع میں سورج گہن پر تفصیل مذکور ہے 'اس کے عنوان یہ ہیں:

① امام ابوحنیفہ کی دلیل ② ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب ③ امام ابوحنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث۔

۲ - بَابُ الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن کے دن صدقہ کرنا

۱۰۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُوْلٰى ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی 'پس آپ نے بہت لمبا قیام کیا 'پھر رکوع کیا تو بہت لمبا رکوع کیا 'پھر آپ نے قیام کیا 'پس لمبا قیام کیا اور یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے رکوع کیا 'پس لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے سجدہ کیا 'پس لمبا سجدہ کیا' پھر آپ نے دوسری رکعت پہلی رکعت کی مثل پڑھی' پھر آپ مڑے' اور سورج منکشف ہو چکا تھا' پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا 'پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو نہ کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم سورج گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور تکبیر پڑھو اور نماز

وَتَصَدَّقُوْا. ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، وَاللّٰهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ، يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا.

پڑھو اور صدقہ کرو پھر فرمایا: اے امت محمد! اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص اللہ سے زیادہ غیرت والا نہیں ہے جب اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے اور اے امت محمد! اللہ کی قسم! اگر تم ان چیزوں کو جان لیتے جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

[اطراف الحدیث: ١٠٣٦۔١٠٣٧۔١٠٥٠۔١٠٥٦۔١٠٥٨۔١٠٦٣۔١٠٦٥۔١٠٦٦۔١٢١٢۔٣٢٠٣۔٣٢٢٣۔٥٢٢١۔٦٣١] (صحیح مسلم: ٩٠١، الرقم المسلسل: ٢٠٦١، سنن نسائی: ١٤٧٢، سنن دارمی: ١٥٢٩، سنن ابوداؤد: ١١٩١۔١١٨٧، السنن الکبریٰ للنسائی: ١٨٥٩، صحیح ابن حبان: ٢٨٤٥، سنن بیہقی ج ٣ ص ٣٣٨، شرح السنۃ: ١١٣٢، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٤٦٧، المنتقیٰ: ٢٥٠، مسند الطیالسی: ١٨٠، صحیح ابن خزیمہ: ١٣٩١، المستدرک ج ١ ص ٣٣٢۔٣٣٣، مسند احمد ج ٦ ص ٣٢، طبع قدیم مسند احمد ج ٤٠ ص ٣٩، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ٥٠٨٧، المسند الجامع: ٧٤٩٣)

نمازِ کسوف میں قراءت کی مقدار

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا قیام کیا، حضرت ابن عباس سے مروی ہے: آپ نے تقریباً سورۃ البقرہ کے برابر قراءت کی۔ (صحیح البخاری: ١٠٥٢) اور عروہ سے روایت ہے کہ آپ نے دوسری رکعت میں تقریباً سورۂ آل عمران کے برابر قراءت کی۔ (سنن ابوداؤد: ١١٨٧)

نمازِ کسوف کی ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوع کرنے کی احادیث

باب مذکور کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے، اسی حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ سورج گرہن کی نماز میں ایک رکعت میں دو رکوع ہیں، اس کے برخلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے سورج گہن کی نماز کی ہر رکعت میں تین رکوع کیے۔ (سنن ابوداؤد: ١١٧٧، صحیح مسلم: ٩٠٢، سنن نسائی: ١٣٩٩) اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (صحیح مسلم: ٩٠٤، سنن ابوداؤد: ١١٧٨) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نمازِ کسوف کی ہر رکعت میں چار رکوع کی بھی حدیث ہے۔ (صحیح مسلم: ٩٠٨، سنن ابوداؤد: ١١٨٣، سنن ترمذی: ٥٦٠، سنن نسائی: ١٤٦٧) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سورج گہن کی نماز کی ہر رکعت میں پانچ رکوع کی بھی حدیث ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١١٨٢)

ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق احادیث

ظاہر ہے کہ ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوع کی احادیث متعارض اور مضطرب ہیں اور ان سب پر عمل نہیں کیا جا سکتا، اس اصل کے مطابق اس حدیث پر عمل کرنا لازم ہے جس میں ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کرنے کا ذکر ہے اور وہ احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت قبیصہ ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا، آپ تہبند کو گھسیٹتے ہوئے گھبرائے ہوئے نکلے اور میں بھی اس دن مدینہ میں آپ کے ساتھ تھا آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں لمبا قیام کیا، پھر آپ مڑے اور سورج منکشف ہو چکا تھا، پس آپ نے فرمایا: یہ نشانیاں ہیں اور ان سے اللہ ڈراتا ہے، پس جب تم ان کو دیکھو تو اتنی نماز پڑھو جتنی نماز تم قریب ترین پڑھتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ١١٨٥، سنن نسائی: ١٤٨٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے، پس آپ

نے لوگوں کو نماز پڑھائی' آپ کھڑے ہوئے تو میں نے آپ کی قراءت کا اندازہ کیا' پس میں نے دیکھا کہ آپ نے سورۃ البقرہ پڑھی' پھر آپ نے دو سجدے کیے' پھر آپ کھڑے ہوئے' پھر آپ نے لمبی قراءت کی' پس میں نے آپ کی قراءت کا اندازہ کیا' پس میں نے دیکھا کہ آپ نے سورۃ آل عمران پڑھی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۸۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے' آپ نے سورۃ البقرہ کی قراءت کے لگ بھگ طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا اور حدیث پوری کی۔

(صحیح البخاری: ۱۰۵۲' صحیح مسلم: ۹۰۷' سنن نسائی: ۱۴۹۳' سنن ابوداؤد: ۱۱۸۹)

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کیا اور یہی حدیث اصل کے مطابق ہے اور امام ابوحنیفہ کا ان ہی احادیث سے استدلال ہے۔

زنا سے ڈرانا' صدقہ کرنے سے عذاب کا دور ہونا اور کھیل کود کی مذمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز کے خطبہ میں فرمایا: اللہ کو اس سے بہت زیادہ غیرت آتی ہے کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی دکھائی دے تو امام پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو نصیحت کرے اور مسلمانوں کو نیک کاموں کا حکم دے اور ان کو گناہوں سے منع کرے اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس جب تم سورج گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور تکبیر پڑھو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔

اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ صدقہ اور نماز اور استغفار کرنے سے اللہ کا عذاب دور ہوتا ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے عورتوں سے فرمایا تھا: تم صدقہ کیا کرو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ تم میں سے اکثر اہل نار ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۰۴)

آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم ان چیزوں کو جان لیتے جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ وہ لوگ کھیل کود میں مشغول رہتے تھے' اسی طرح انصار شروع سے گانے بجانے کے دلدادہ تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شادی کے موقع پر فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی کھیل ہے کیونکہ انصار کھیل سے محبت کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۱۶۲) یہ اس کی دلیل ہے کہ کھیل کود کے پیچھے لگنا ان گناہوں سے ہے جن پر نشانیوں سے ڈرایا جاتا ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے آلات موسیقی کو حلال کرنے پر مسخ کیے جانے کی وعید سنائی ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۰)

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی یہ عبارت صحابہ کرام کی شان میں بہت سخت معلوم ہوتی ہے' انہیں یہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۹۳۔ ج ۲ ص ۷۴۳ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی' البتہ ''کتاب الکسوف'' کے شروع میں ص ۷۱۸ پر یہ عنوان ہیں:

(۱) امام ابوحنیفہ کی دلیل (۲) ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب (۳) امام ابوحنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث۔

٣ - بَابُ النِّدَاءِ بِالصَّلٰوةِ جَامِعَةٌ فِي الْكُسُوفِ

سورج گہن کے دن یہ نداء کرنا کہ جماعت تیار ہے

١٠٤٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامِ ابْنِ أَبِي سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ إِنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ.

[طرف الحدیث:١٠٥١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن سلام بن ابی سلام الحبشی الدمشقی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان بن عوف الزہری نے خبردی از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو یہ ندا کی گئی کہ جماعت تیار ہے۔

(صحیح مسلم:٩١٠' الرقم المسلسل:٢٠٧٨' سنن نسائی:١٤٧٨' صحیح ابن خزیمہ:١٣٧٦' شرح السنۃ:١١٣٩' سنن بیہقی ج ٣ ص ٣٢٣' مسند احمد ج ٢ ص ١٧٥ طبع قدیم' مسند احمد:٦٦٣١- ج ١١ ص ٢٠٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسحاق بن منصور' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام اسحاق بن راھویہ ہے (٢) یحییٰ بن صالح الوحاظی (٣) معاویہ بن سلام بن ابی سلام' یہ ١٦٣ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) یحییٰ بن ابی کثیر (٥) ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف الزہری (٦) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٠٦)

سورج گہن کی نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہے' اس میں لوگوں کو جمع کرنے کے لیے صرف یہ ندا کی جاتی ہے: ''الصلٰوۃ جامعۃ'' یا ''جماعت تیار ہے''۔

٤ - بَابُ خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن کی نماز میں امام کا خطبہ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت عائشہ اور حضرت اسماء نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔

اس تعلیق کی اصل باب:١٦ میں آرہی ہے' جس کا عنوان ہے: سورج گہن کے خطبہ میں امام کا کہنا: اما بعد۔

١٠٤٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ (ح). وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَكَبَّرَ، فَاقْتَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب (ح) اور مجھے احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سورج کو گہن لگ گیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے' پس مسلمانوں نے آپ کے پیچھے صف بنائی' پس آپ نے اللہ اکبر کہا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل

وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَالَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ، وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ، ثُمَّ قَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ هُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلٰوةِ.

قراءت کی' پھر آپ نے اللہ اکبر کہا' پس طویل رکوع کیا' پھر آپ نے ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہا' پس آپ کھڑے ہو گئے اور سجدہ نہیں کیا اور طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی' پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد'' کہا' پھر سجدہ کیا' پھر دوسری رکعت پہلی رکعت کی مثل پڑھی' پس چار سجدوں میں چار رکوع مکمل کر دیے اور آپ کے مڑنے سے پہلے سورج منکشف ہو گیا' پھر آپ کھڑے ہوئے اور اللہ کی ایسی حمد و ثناء کی جو اس کے شایانِ شان ہے' پھر فرمایا: یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۳ میں گزر چکی ہے۔

وكان يُحَدِّثُ كَثِيرُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ. فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ إِنَّ أَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِينَةِ لَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ؟ قَالَ أَجَلْ لِأَنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ.

اور کثیر بن عباس بہ کثرت یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جس دن سورج کو گہن لگ جاتا' اس حدیث کی مثل بیان کرتے از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' پس میں نے عروہ سے کہا کہ جس دن مدینہ میں گہن لگتا تھا اس دن تمہارے بھائی صبح کی نماز کی دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' عروہ نے کہا: ہاں! لیکن انہوں نے سنت میں خطاء کی۔

اس قول کے قائل الزہری ہیں اور عروہ کے بھائی حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ہیں' عروہ بن الزبیر کی مراد یہ تھی کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سورج گرہن کی نماز میں ہر رکعت میں ایک رکوع کرتے تھے اور عروہ کے نزدیک سنت یہ تھی کہ سورج گرہن کی ہر رکعت میں دو رکوع کیے جائیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابن الزبیر سنت کے مطابق پڑھتے تھے اور سورج گہن کی نماز کی ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کرتے تھے' جس طرح حضرت قبیصہ بن المخارق' حضرت ابوبکرہ نے سورج گہن کی نماز کو بغیر رکوع کے اضافہ کے روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰) اور عروہ نے جو اپنے بھائی کو خطاء پر قرار دیا ہے اس میں ان کو خطاء ہوئی ہے' جس طرح دو رکوع کی روایت میں ان کو خطاء ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عروہ تابعی ہیں اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور سنت کا حال تابعی کی بہ نسبت صحابی پر زیادہ منکشف ہوتا ہے' پھر کیا وجہ ہے کہ عروہ نے کہا: حضرت ابن الزبیر نے سنت میں خطاء کی' اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن الزبیر تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو کہ سورج گہن کی نماز میں ہر رکعت میں دو رکوع ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۶۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کو بھی اس مسئلہ میں خطاء ہوئی ہے کیونکہ اصل اور سنت یہی ہے کہ سورج گہن کی ہر رکعت

میں ایک ہی رکوع ہوتا ہے ایک سے زیادہ رکوع نہیں ہوتا جیسے حضرت ابوبکرہ کی روایت میں ہے۔ (صحیح البخاری: ١٠٤٠) اور دیگر متعدد احادیث میں ایک رکوع کی تصریح ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور یہی اصل نماز کے طریقہ کے مطابق ہے اور ایک سے زائد رکوع کی روایات متعارض اور مضطرب ہیں کیونکہ ان میں دو رکوع سے لے کر پانچ رکوع تک کرنے کا ذکر ہے۔

٥ - بَابٌ هَلْ يَقُوْلُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ اَوْ خَسَفَتْ

سورج گہن کے لیے ''کسفت الشمس'' کہا جائے یا ''خسفت الشمس'' کہا جائے

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سورج گہن کے لیے ''کسوف شمس'' کا لفظ آتا ہے اور چاند گہن کے لیے ''خسوف القمر'' کا لفظ آتا ہے لیکن توسعًا اور مجازًا سورج گہن کے لیے ''خسوف'' کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے اور چاند گہن کے لیے ''کسوف'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ (القیامۃ: ٨).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وخسف القمر'' (القیامۃ: ٨) یعنی چاند کو گہن لگ گیا۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اگرچہ ''کسف القمر'' کا استعمال بھی جائز ہے لیکن زیادہ فصیح اور عمدہ ''خسف القمر'' ہے۔

١٠٤٧ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَقَامَ كَمَا هُوَ ثُمَّ قَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً وَهِيَ اَدْنٰى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهِيَ اَدْنٰى مِنَ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ جس دن ''خسوف شمس'' ہوا (سورج کو گہن لگا) اس دن آپ نے کھڑے ہو کر اللہ اکبر پڑھا پھر بہت طویل قراءت کی پھر بہت طویل رکوع کیا پھر اپنا سر اٹھایا پس پڑھا: ''سمع اللہ لمن حمدہ'' اور اسی طرح کھڑے رہے پھر آپ نے طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلی رکعت سے کم تھا پھر آپ نے طویل سجدہ کیا پھر آپ نے دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی مثل پڑھی پھر آپ نے سلام پھیر دیا اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا پس سورج اور چاند کے گہن میں فرمایا: یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم ان دونوں کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح ''صحیح البخاری: ١٠٤٤'' میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ عِبَادَهُ بِالْكُسُوفِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اللہ اپنے بندوں کو ''کسوف'' (گہن) سے ڈراتا ہے

قَالَهُ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ١٠٥٩ میں ہے۔

١٠٤٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یونس از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ، وَشُعْبَةُ، وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُونُسَ يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ، وَتَابَعَهُ أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ، وَتَابَعَهُ مُوسَى، عَنْ مُبَارَكٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ.

اور ابو عبد اللہ نے کہا: عبد الوارث اور شعبہ اور خالد بن عبد اللہ اور حماد بن سلمہ نے از یونس ذکر نہیں کیا کہ اللہ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور یونس کی متابعت اشعث نے کی ہے از الحسن' اور اس کی متابعت موسیٰ نے کی ہے از مبارک از الحسن انہوں نے کہا: مجھے ابوبکرہ نے خبر دی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

٧ - بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْكُسُوفِ

سورج گہن میں عذاب قبر سے پناہ مانگنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سورج گہن میں عذاب قبر سے پناہ طلب کرنی چاہیے خواہ نماز میں یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورج گہن میں بھی سورج تاریک ہو جاتا ہے اور قبر میں بھی تاریکی ہوتی ہے سو جس طرح سورج کے روشن ہونے کی دعا کی جاتی ہے اسی طرح قبر میں بھی روشنی کی دعا کرنی چاہیے اور اس کے اندھیرے سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔

١٠٤٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا، فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبد الرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ایک یہودی عورت نے آ کر سوال کیا' پس آپ سے

عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِيْ قُبُوْرِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ.

کہا: اللہ آپ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے‘ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: آیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ طلب کرتے ہوئے فرمایا۔

[اطراف الحدیث: ۱۰۵۵۔۱۰۴۹۔۱۳۷۲۔۶۳۶۶] (سنن نسائی: ۱۳۹۵۔۱۴۷۲، سنن کبریٰ: ۲۱۹۳، لآجری فی الشریعہ ص ۳۵۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۱۷۸۔ ج ۴۰ ص ۲۰۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۷۵۰۸، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، المسند الجامع: ۹۳۷۸)

عذابِ قبر کا برحق اور سنگین ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عذابِ قبر برحق ہے‘ اس پر ایمان اور اس کی تصدیق پر اہل سنت کا اجماع ہے‘ اس کا انکار صرف جاہل اور بدعتی کرتا ہے‘ البتہ جس کو اس کا علم نہ ہو وہ گناہ گار نہ ہوگا‘ اور جس نے اس کو سنا اس پر واجب ہے کہ وہ ثقہ علماء سے اس کے متعلق معلوم کر کے اس کی تصدیق کرے‘ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عذاب قبر بہت سنگین ہے‘ حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ طلب کی۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۱۳‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت)

۱۰۵۰- ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا، فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَرَجَعَ ضُحًى، فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانَي الْحُجَرِ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ، فَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُوْلَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت ایک سواری پر سوار ہوئے‘ پھر سورج کو گہن لگ گیا‘ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت واپس آئے‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ازواج کے) حجروں کے درمیان سے گزرے‘ پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور مسلمان آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے‘ پس آپ نے بہت طویل قیام کیا‘ پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا‘ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا‘ پھر آپ نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا‘ پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا‘ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر سجدہ کیا‘ پھر آپ نے کھڑے ہو کر طویل قیام کیا‘ پھر طویل رکوع کیا‘ پھر رکوع سے سر اٹھایا‘ پھر طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا‘ پھر طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا‘ پھر رکوع سے سر اٹھایا‘ پس سجدہ کیا اور آپ نماز سے مڑے‘ پھر جو اللہ نے چاہا‘ وہ آپ نے کہا‘ پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔

اس حدیث کی شرح ’صحیح البخاری: ۱۰۴۴‘ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ طُوْلِ السُّجُوْدِ فِي الْكُسُوْفِ

نمازِ کسوف میں طویل سجدہ کرنا

١٠٥١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ اِنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ فَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ. قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا سَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از عبداللہ بن عمرو انہوں نے بیان کیا: جب رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو یہ ندا کی گئی کہ نماز تیار ہے پھر نبی ﷺ نے ایک سجدہ کے ساتھ دو رکوع کیے پھر آپ کھڑے ہوئے پھر ایک سجدہ کے ساتھ دو رکوع کیے پھر آپ بیٹھ گئے پھر سورج منکشف ہو گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: میں نے اس سے پہلے کبھی اتنا طویل سجدہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٤٥ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ جَمَاعَةً سورج گرہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ سورج گہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔

ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق مزید احادیث

علامہ ابوالمعالی برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری المتوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ سورج گہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے' لیکن اس کی ادائیگی کے طریقہ میں اختلاف ہے' ہمارے علماء رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ دو رکعت نماز پڑھیں' ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں' جس طرح باقی نمازیں پڑھی جاتی ہیں' خواہ اس نماز کو طول دیں یا اختصار کے ساتھ پڑھیں اور جو سورت ان کو پسند ہو اس کو پڑھیں اس میں قرآن مجید کی کسی سورت کا پڑھنا معین نہیں ہے' پھر دعا مانگیں حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے۔

نماز کسوف دو رکعت پڑھنے پر ہماری دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس رسول اللہ ﷺ نے اتنا طویل قیام کیا کہ لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے' پھر آپ نے رکوع کیا اور اتنا طویل رکوع کیا کہ لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر سر اٹھا کر آپ اتنی دیر کھڑے رہے کہ لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت پڑھی' پھر آخری سجدہ میں آپ نے سرد آہ لی اور اف اف کہا' پھر دعا کی کہ اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ تو ان کو اس وقت عذاب نہیں دے گا جب تک میں ان میں ہوں! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ تو ان کو اس وقت عذاب نہیں دے گا جب وہ استغفار کر رہے ہوں' پھر رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ١١٩٤' سنن نسائی: ١٤٩٧۔١٤٨١)

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگا' پس آپ دو دو رکعت نماز پڑھ رہے تھے اور اللہ سے دعا کر رہے تھے حتیٰ کہ سورج منکشف ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد: ١١٩٣' سنن نسائی: ١٤٨٣' سنن ابن ماجہ: ١٢٦٢)

امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس میں ایک رکوع ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں اور انصار کا ایک لڑکا نشانہ لگانے کی مشق کر رہے تھے' اس وقت دیکھنے والے کی نظر میں سورج افق سے دو یا تین نیزے پر تھا اور اس وقت سورج سیاہ پڑ چکا تھا حتیٰ کہ وہ سیاہی مائل پودے کی طرح ہو گیا' پس ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: چلو! مسجد کی طرف چلیں' پس اللہ کی قسم! سورج کی اس نئی حالت کی ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی نہ کوئی بات ہوگی (یعنی امت کے لیے کوئی نیا شرعی حکم ہوگا) پس ہم گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر تھے' پس آپ نے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی' پس آپ نے ہمارے ساتھ اتنا طویل قیام کیا کہ کسی نماز میں آپ نے اتنا طویل قیام نہیں کیا تھا' ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے' پھر آپ نے ہمارے ساتھ اتنا لمبا رکوع کیا کہ کسی نماز میں ہمارے ساتھ اتنا لمبا رکوع نہیں کیا تھا' ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے' پھر آپ نے بہت طویل سجدہ کیا' اتنا طویل سجدہ آپ نے کبھی ہمارے ساتھ نہیں کیا تھا اور ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے' پھر آپ نے اسی کی مثل دوسری رکعت پڑھی' پھر جب آپ دوسری رکعت میں بیٹھے ہوئے تھے' اسی وقت سورج منکشف ہو گیا' پھر آپ سلام پھیر کر کھڑے ہو گئے' پس اللہ کی حمد و ثناء کی اور یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ شہادت دی کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۸۴' سنن ترمذی: ۵۶۲' سنن نسائی: ۱۴۸۳' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۴)

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں' ان کے جوابات

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں' ان کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں صورۃً دو رکوع کیے ہیں نہ کہ حقیقۃً' کیونکہ اس نماز میں جنت اور دوزخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کر دی گئی اور اس نماز میں آپ اپنے ہاتھ سے کسی چیز سے بچ رہے تھے اور آگے ہو رہے تھے اور پیچھے ہٹ رہے تھے' اور ان نمازوں میں آپ نے کئی بار کہا: اف اف' اور کہا: کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ جب میں ان کے درمیان ہوں تو تو ان کو عذاب نہیں دے گا' اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: دوزخ میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ میں اپنے ہاتھ سے اس کی چنگاریوں سے بچ رہا تھا اور جنت میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ اگر میں اس کے پھلوں کو لینا چاہتا تو لے لیتا اور ایک روایت میں ہے کہ اگر میں اس کے خوشوں کو توڑنا چاہتا تو توڑ لیتا۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۳۲۲' صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۷۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۵۲' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۴)

اور جب آپ کے دوزخ قریب کر دی گئی تو آپ نے گھبرا کر رکوع سے سر اٹھایا اور آپ کا رکوع سے یہ سر اٹھانا صورۃً تھا حقیقۃً نہیں تھا' پھر جب آپ دوزخ سے مامون ہو گئے تو دوبارہ رکوع کی طرف لوٹ گئے تاکہ پہلے رکوع میں جو کمی ہوئی تھی وہ کمی پوری ہو جائے' تو یہ وجہ تھی کہ آپ نے دوسرا رکوع کیا تھا اور آپ نے ایک قیام میں صرف ایک ہی رکوع کیا تھا جیسا کہ دوسری نمازوں میں معروف ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص اپنی نماز کے رکوع میں ہو' پھر اس کو یاد آئے کہ اس نے رکوع سے پہلے سجدۂ تلاوت کرنا ہے تو وہ رکوع سے سر اٹھائے اور سجدہ میں گر جائے' پھر دوبارہ رکوع پورا کرنے کے لیے رکوع کی طرف لوٹے تو یہ اس کی نماز میں دوسرا رکوع نہیں ہوگا۔

شمس الائمہ الحلوانی نے کہا ہے کہ استاذ ابو علی النسفی نے دوسرا جواب دیا ہے اور وہی معتمد ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز میں بہت طویل رکوع کیا تھا' پس بعض نمازی تھک گئے اور انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو ان سے پیچھے نمازیوں نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھا لیا ہے تو انہوں نے اپنے سروں کو اوپر اٹھا لیا' پھر پہلی صف والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں رکوع کی

طرف لوٹ گئے' اور ان کے پیچھے نمازی بھی ان کی اتباع میں رکوع کی طرف لوٹ گئے اور دوسرے نمازیوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے ہیں اور اس قسم کا اشتباہ ان لوگوں کو ہو جاتا ہے جو آخری صف میں ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آخری صف میں نماز پڑھ رہی تھیں اور اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی بچوں کے ساتھ آخری صف میں تھے لہٰذا ان دونوں نے اسی کو نقل کیا جو ان کے نزدیک واقع ہوا تھا اور اگر یہ صحیح ہوتا تو یہ ایسا امر ہوتا جو نماز کے معروف طریقہ کے خلاف تھا' پھر اس کو بڑے بڑے صحابہ بھی نقل کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے ہو کر اگلی صفوں میں نماز پڑھتے تھے' اور جب بڑے بڑے صحابہ نے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کو روایت نہیں کیا تو معلوم ہو گیا کہ صحیح وہی ہے جس کو حضرت ابوبکرہ اور دوسرے کبار صحابہ نے نقل کیا ہے۔

نماز کسوف کو جماعت کے ساتھ صرف وہی امام پڑھائے جو جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۱۸۔ ۱۵ ملتقطاً المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَصَلّٰى ابْنُ عَبَّاسٍ لَهُمْ فِيْ صُفَّةِ زَمْزَمَ.

علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مسلمانوں کو زمزم کے چبوترے میں سورج گہن کی نماز پڑھائی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو انہوں نے زمزم کے چبوترے پر دو رکعت نماز پڑھائی' ہر رکعت میں چار سجدے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۹۳' مجلس علمی' بیروت' ۸۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَجَمَعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ' وَصَلّٰى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

اور علی بن عبد اللہ بن عباس نے سورج گہن کی نماز پڑھنے کے لیے لوگوں کو جمع کیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھائی۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کی معنًی روایت کی ہے اور امام بخاری نے ان دونوں اثروں سے یہ استدلال کیا ہے کہ سورج گہن کی نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۱۸)

۱۰۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا' نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ' ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا' ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ' ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ' ثُمَّ سَجَدَ' ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ' ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ' ثُمَّ رَفَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی' سو آپ نے سورۃ البقرہ کی قراءت کے لگ بھگ قیام کیا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر سجدہ کیا' پھر طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر آپ نے طویل

فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَعْكَعْتَ؟ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُوْدًا، وَلَوْ أَصَبْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا، وَأُرِيْتُ النَّارَ، فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ. قَالُوْا بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ. قِيلَ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.

قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے سجدہ کیا' پھر آپ لوگوں کی طرف مڑے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم اس کو دیکھو تو اللہ کو یاد کرو' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ نے اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑا ہے' پھر ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا' پس میں نے ایک خوشہ کو پکڑا' اگر میں اس کو لے لیتا تو تم اس کو جب تک دنیا باقی رہتی کھاتے رہتے اور مجھے دوزخ دکھائی گئی اور میں نے آج جیسا قبیح منظر کبھی نہیں دیکھا اور میں نے دوزخ والوں میں اکثر عورتوں کو دیکھا' صحابہ نے پوچھا: وہ کیوں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ان کے کفر کی وجہ سے' کہا گیا کہ وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور اس کی نیکی کا انکار کرتی ہیں' اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ تمام عمر میں نیکی کرتے رہو' پھر وہ کبھی تم سے تھوڑی سی کمی دیکھے تو وہ کہے گی: میں نے تم سے کبھی کوئی اچھائی نہیں دیکھی۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۷۴۸ - ۴۳۱ اور ۲۹ میں بھی گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف میں سرًا قراءت کی یا جہرًا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے سورۃ البقرہ کے لگ بھگ قیام کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں سرًا (آہستہ) قراءت کر رہے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ جہرًا قراءت کر رہے ہوں لیکن چونکہ حضرت ابن عباس کم عمر ہونے کی وجہ سے آخری صف میں تھے اس لیے آپ کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔

اس کی تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف میں عین جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال اور تصویر کو؟

اس حدیث میں ذکر ہے: آپ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا۔

بہ ظاہر اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھا' یعنی آپ کے اور جنت کے درمیان جو حجابات تھے اللہ تعالیٰ نے ان حجابات کو اٹھا دیا اور آپ کے اور جنت کے درمیان جو مسافت تھی اس کو لپیٹ دیا' حتیٰ کہ آپ کے لیے جنت سے

خوشہ کو پکڑنا ممکن ہو گیا' اس کی تائید حضرت اسماء کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جنت میرے قریب ہو گئی حتیٰ کہ اگر میں جراءت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا۔ (صحیح البخاری: ٧٤٥) نیز آپ کا ارشاد ہے: مجھے جنت دکھائی گئی پس میں نے اس کا خوشہ پکڑا اور اگر میں اس کو لے آتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا باقی رہتی۔ (صحیح البخاری: ٧٤٨)

بعض علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ جنت کی مثال قبلہ کی دیوار میں ثبت کر دی گئی تھی' جس طرح آئینہ میں کسی چیز کی صورت ثبت ہوتی ہے' پس آپ نے تمام چیزوں کو اس دیوار میں دیکھ لیا۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

مجھ پر ابھی اس دیوار کی چوڑائی میں جنت اور دوزخ کو پیش کیا گیا۔ (صحیح البخاری: ٥٤٠) نیز آپ کا ارشاد ہے: ابھی جب میں نے تم کو نماز پڑھائی ہے تو میں نے ضرور جنت اور دوزخ کو دیکھا' ان کی مثالیں اس قبلہ کی دیوار میں ثبت کر دی گئی تھیں' پس میں نے آج کی طرح خیر اور شر کو نہیں دیکھا' یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (صحیح البخاری: ٧٤٩)

ایک حدیث میں اس طرح فرمایا: بے شک میرے لیے جنت اور دوزخ کی تصویر بنا دی گئی' پس میں نے ان دونوں کو اس دیوار میں دیکھا۔ (صحیح مسلم۔ فضائل: ٧٤٣١' رقم بلا تکرار: ٢٣٥٩' الرقم المسلسل: ٦٠٠٨)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ صورت تو آئینہ کی طرح شفاف اجسام میں منطبع اور مرتسم (قائم) ہوتی ہے' جب کہ دیوار ایسی نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک عادت اسی طرح ہے لیکن یہ واقعہ خلاف عادت اور آپ کا معجزہ تھا' علاوہ ازیں یہ ایک اور قصہ ہے جو ظہر کی نماز میں پیش آیا تھا اور اس باب کی حدیث: ١٠٥٢ میں جو واقعہ ہے وہ سورج گہن کی نماز میں پیش آیا تھا یعنی آپ نے جنت کی مثال اور تصویر کو ظہر کی نماز میں دیکھا اور عین جنت کو سورج گہن کی نماز میں دیکھا۔

نیز میں کہتا ہوں کہ صحیح البخاری: ٧٤٨۔ ٧٤٥' اور ١٠٥٢ میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے اور ان میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ کو پکڑنے کا ارادہ کیا اور خوشہ کی تصویر اور مثال کو دیکھ کر تو کوئی اس کو پکڑنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاتا اور اس میں مذکور ہے کہ آپ دوزخ کو دیکھ کر پیچھے ہٹے اور دوزخ کی تصویر دیکھ کر تو کوئی اس سے پیچھے نہیں ہٹتا' اس سے معلوم ہوا کہ ان احادیث میں جو جنت اور دوزخ کو دیکھنے کا ذکر ہے تو اس سے قطعی طور پر یہی مراد ہے کہ آپ نے عین جنت اور دوزخ کو دیکھا۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جنت کی مثال اور اس کی تصویر کو دیکھنے کا واقعہ دوسری بار ظہر کی نماز میں پیش آیا تھا اور اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ نے دو بار جنت کو دیکھا ہو' ایک بار عین جنت کو دیکھا اور دوسری بار جنت کی مثال اور تصویر کو دیکھا۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ١١٩' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اس حدیث کی شرح میں بعینہٖ یہی تقریر کی ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٧٤٥' دار المعرفۃ بیروت)

جنت کو دیکھنے کی توجیہ اور جنت کا طعام نہ لانے کی وجوہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے سامنے جنت اور دوزخ کی مثال رکھ دی گئی ہو اور آپ نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو' جیسے معراج کے موقع پر جب کفار نے آپ کی تکذیب کی تو آپ کے سامنے بیت المقدس کی مثال رکھ دی گئی تھی' آپ اس کو دیکھ دیکھ کر

کفار کو بیت المقدس کی نشانیوں کی خبر دے رہے تھے۔ حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا' پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا' پس میں بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر ان کو اس کی نشانیوں کی خبر دے رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ٣٨٨٦' صحیح مسلم: ١٧٠' سنن ترمذی: ٣١٣٣' مسند احمد ج ٣ ص ٣٧٧' مصنف عبد الرزاق: ٩٧١٩)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی مثال کو بھی دیکھا ہے اور عین جنت کو بھی دیکھا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: پس میں نے ایک خوشہ پکڑا' اگر میں اس کو لے آتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا قائم رہتی۔

یہ حدیث اس طرح ہے جس طرح آپ نے فرمایا: اگر میرے بعد نبی ہوتا تو ضرور عمر نبی ہوتے۔

(سنن ترمذی: ٣٦٨٦' مسند احمد ج ٤ ص ١٥٤)

اور آپ کے بعد نبی کا ہونا ممکن نہیں ہے' اسی طرح حضرت عمر کا نبی ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔

اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشہ کو لے آتے تو آپ اس کو دنیا میں نہ کھاتے کیونکہ جنت کا طعام ہمیشہ باقی رہتا ہے' فنا نہیں ہوتا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ دار البقاء کی کوئی چیز دار الفناء میں ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ دنیا میں رزق صرف مشقت اور تھکاوٹ سے حاصل ہوتا ہے اور اللہ کے کلام میں تبدیلی نہیں ہوتی' نیز اللہ تعالیٰ نے جنت کے طعام کا بندوں کے دلوں میں شوق پیدا کیا ہے اور ان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ طعام بندوں کے اعمال صالحہ کی جزاء میں ان کو جنت میں ملے گا اور دنیا دار الجزاء نہیں ہے' اس لیے بندوں کو دنیا میں اس طعام کا ملنا ممکن نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٣١' دار الکتب العلمیہ' بیروت ١٤٢٤ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں نے جنت کو دیکھا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھا' سو آپ نے حقیقۃً جنت کو دیکھا اور آپ کے لیے جنت کی مسافت کو لپیٹ دیا گیا تھا' جیسے بیت المقدس کی مسافت کو لپیٹ دیا گیا تھا' جب آپ نے بیت المقدس کو دیکھ کر قریش کو اس کی نشانیاں بتائیں۔

جنت کے خوشہ کو رہتی دنیا تک کھاتے رہنے کی توجیہ یہ ہے کہ جنت کے پھلوں کو جب کھایا جاتا ہے تو ایک پھل کو کھاتے ہی اس کی جگہ دوسرا پھل پیدا ہو جاتا ہے۔ صاحب المظہر نے جنت کے خوشہ کو نہ لانے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ صحابہ کا جنت پر بالغیب (بن دیکھے) ایمان تھا' اگر وہ جنت کے خوشہ کو دیکھ لیتے اور اس کو کھا لیتے تو ان کا اس پر ایمان بالغیب نہ رہتا۔

(ارشاد الساری ج ٣ ص ١٠٣' دار الفکر بیروت ١٤٢١ھ)

١٠ - بَابُ صَلٰوةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن کی نماز کو عورتوں کا مردوں کے ساتھ پڑھنا

عورتوں کے مردوں کے ساتھ نماز کسوف پڑھنے میں مذاہب فقہاء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے ان فقہاء کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو مردوں کے ساتھ عورتوں کے نماز کسوف پڑھنے کو منع

کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عورتیں الگ الگ نماز کسوف پڑھیں' یہ قول ثوری اور بعض کوفیین سے منقول ہے۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٥٧٥ 'دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اگر حافظ ابن حجر نے کوفیین سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا ارادہ کیا ہے تو ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ امام ابوحنیفہ نماز کسوف بوڑھی عورتوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہوں اور امام ابویوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ عورتیں تمام نمازوں میں جائیں کیونکہ سورج گہن کی مصیبت سب کو شامل ہے اور توضیح میں مذکور ہے کہ امام مالک اور فقہاء کوفہ نے بوڑھی عورتوں کو اجازت دی ہے اور جوان عورتوں کو منع کیا ہے' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جو عورتیں بناؤ سنگھار نہ کریں وہ جماعت کے ساتھ نماز کسوف پڑھنے جائیں اور جو عورتیں بناؤ سنگھار کرتی ہوں' وہ اپنے گھروں میں نماز کسوف پڑھیں۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٣٣ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

١٠٥٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ. فَقُلْتُ آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ لَا أَدْرِي أَيَّتَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ يُؤْتٰى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوقِنُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوقِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّتَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از زوجہ خود فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ جب سورج کو گہن لگ گیا تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی' اس وقت لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ بھی کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں' میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی نشانی ہے؟ حضرت عائشہ نے اشارہ کیا: ہاں! حضرت اسماء نے کہا: میں کھڑی رہی حتیٰ کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر میں اپنے سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے لوگوں کی طرف مڑے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کی' پھر فرمایا: میں نے جس چیز کو بھی پہلے نہیں دیکھا تھا اس کو میں نے اپنی اس جگہ دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا ہے' اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ عنقریب قبروں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی' جو دجال کے فتنہ کی مثل یا قریب ہو گی۔ (راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) تم میں سے کسی ایک کے پاس (فرشتہ) کو لایا جائے گا' پھر اس سے کہا جائے گا: اس شخص (کریم) کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ پس رہا مؤمن یا یقین کرنے والا (راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں حضرت اسماء

أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ.

نے کیا کہا تھا) حضرت اسماء نے کہا: وہ شخص کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، یہ ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لے کر آئے تھے پس ہم نے ان کے پیغام کو قبول کیا اور ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی، تو اس سے کہا جائے گا: تم آرام سے سو جاؤ، ہمیں معلوم تھا کہ بے شک تم یقین کرنے والے ہو اور رہا منافق یا شک کرنے والا (مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) وہ کہے گا: میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تو میں نے بھی کہہ دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٨٦ میں گزر چکی ہے۔

١١ - بَابُ مَنْ اَحَبَّ الْعَتَاقَةَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ

جو شخص سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کو پسند کرتا ہے

١٠٥٤ - حَدَّثَنَا رَبِيعُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ربیع بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٨٦ میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ صَلٰوةِ الْكُسُوفِ فِي الْمَسْجِدِ

سورج گہن کی نماز مسجد میں پڑھنا

١٠٥٥ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْاَلُهَا، فَقَالَتْ اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبد الرحمن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس سوال کرنے آئی تو اس نے کہا: اللہ آپ کو عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے پناہ مانگتے ہوئے فرمایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٠٤٩ میں گزر چکی ہے۔

١٠٥٦ - ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا، فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَرَجَعَ ضُحًى، فَمَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانَي الْحُجَرِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ،

پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار ہوئے، پس سورج کو گہن لگ گیا، پھر چاشت کے وقت رسول اللہ ﷺ لوٹ کر آئے، پھر رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات کے حجروں کے درمیان سے گزرے، پھر آپ کھڑے ہوئے، پس آپ نے نماز پڑھی اور صحابہ

فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُونَ السُّجُودِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' پس آپ نے طویل قیام کیا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر آپ نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے سر اٹھایا' پس آپ نے طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے قیام کیا' پس طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے سجدہ کیا اور یہ پہلے سجدہ سے کم تھا' پھر آپ نمازیوں کی طرف مڑے' پس جو اللہ نے چاہا وہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' پھر آپ نے نمازیوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابٌ لَا تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ

کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے سورج کو گہن نہیں لگتا

رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ وَالْمُغِيرَةُ وَأَبُو مُوسَى وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

اسے حضرت ابوبکرہ' حضرت مغیرہ' حضرت ابوموسیٰ' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کیا۔

۱۰۵۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از ابومسعود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں' پس جب تم ان دو نشانیوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۵۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری و ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' تو نبی ﷺ نے کھڑے

فَصَلّٰى بِالنَّاسِ، فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ، وَهِيَ دُوْنَ قِرَاءَتِهِ الْأُوْلٰى، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ دُوْنَ رُكُوعِهِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ، فَصَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ يُرِيْهِمَا عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلٰوةِ.

ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائی' پس آپ نے طویل قراءت کی' پھر آپ نے رکوع کیا' پس طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی' پھر رکوع کیا' پس طویل رکوع کیا' یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر رکوع سے سر اٹھایا' پس دو سجدے کیے' پھر کھڑے ہوئے' پس پہلی رکعت کی مثل دوسری رکعت پڑھائی' پھر کھڑے ہوئے' پس فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' اللہ انہیں اپنے بندوں کو دکھاتا ہے' پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح' حدیث: ۱۰۴۳ میں گزر چکی ہے۔

١٤- بَابُ الذِّكْرِ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن میں ذکر کرنا

رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اس کو دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۰۵۲)

١٠٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسٰى قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا يَخْشٰى أَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ فَأَتَى الْمَسْجِدَ، فَصَلّٰى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَّرُكُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ، وَقَالَ هٰذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِ عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ، فَافْزَعُوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ.

(صحیح مسلم: ۹۱۲' الرقم المسلسل: ۲۰۲۲' سنن نسائی: ۱۴۹۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷۱' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۵۵۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ سورج کو گہن لگ گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے' آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آ گئی ہے' پس آپ مسجد میں آئے' سو آپ نے بہت طویل قیام اور رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھائی' جو میں نے آپ کو کبھی پڑھاتے ہوئے نہیں دیکھی تھی' اور آپ نے فرمایا: یہ وہ نشانیاں ہیں جن کو اللہ عزوجل بھیجتا ہے جو کسی کی موت کی وجہ سے ہوتی ہیں نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن اللہ ان کے سبب سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے' پس جب تم ان میں سے کسی چیز کو دیکھو تو اللہ کے ذکر اور اس سے دعا اور استغفار کی پناہ میں آؤ۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء بن کریب الہمدانی الکوفی (۲) ابواسامہ حماد بن زید القرشی الکوفی (۳) برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابوموسیٰ الاشعری الکوفی (۴) ان کے دادا ابوبردہ' ان کا نام الحارث بن ابی موسیٰ ہے اور ان کو عامر بن ابی موسیٰ کہا جاتا ہے (۵) عبد اللہ

بن قیس الاشعری۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۲۷-۱۲۶)

اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ اس طرح خوف زدہ ہوئے جیسے قیامت آ گئی ہو حالانکہ ابھی قیامت کی علامات نہیں آئیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس نبی ﷺ گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے' آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آ گئی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ راوی نے تمثیل بیان کی ہے گویا کہ اس نے یوں کہا: آپ اس شخص کی طرح گھبرا کر کھڑے ہوئے جو ڈر رہا ہو کہ قیامت آ گئی ہے ورنہ نبی ﷺ کو علم یقینی تھا کہ جب آپ صحابہ کے درمیان ہیں تو قیامت نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو تمام ادیان پر سربلند فرمائے گا اور ابھی کتاب اپنی مدت کو نہیں پہنچی ہے۔

(شرح الکرمانی ج ٦ ص ۱۴۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ نووی نے کہا ہے: اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے تو چند چیزوں کا وقوع ضروری ہے' مثلاً سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' دابۃ الارض کا خروج' دجال کا ظہور' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور آپ کا دجال کو قتل کرنا' اور یاجوج ماجوج کا نکلنا وغیرہا تو آپ کو سورج کے گہن لگنے سے کیسے یہ خوف ہوا کہ قیامت آ گئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ سورج گہن اس سے پہلے لگا ہو جب آپ کو قیامت کی یہ علامات بتائی گئی تھیں یا یہ صرف راوی کا گمان ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آ گئی ہے اور واقع میں آپ کو قیامت کے آنے کا خوف نہیں تھا' بلکہ بعض اوقات آپ کو یہ خوف ہوتا کہ امت پر عذاب آ رہا ہے اور راوی نے یہ گمان کر لیا کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ قیامت آ گئی ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۵۶۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ امت پر عذاب آ رہا ہے کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ آپ کے ہوتے ہوئے امت پر عذاب نہیں آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ وعدہ فرما چکا ہے کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ. (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ آپ ان کے درمیان ہوں اور وہ ان پر عذاب نازل فرما دے۔

علامہ کرمانی کا جواب ان کے جواب سے بہتر ہے' یا اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ قیامت کا وقوع بعد میں ہونا تھا لیکن نبی ﷺ نے سورج گہن کے واقعہ کو تعظیم قرار دیتے ہوئے قیامت کو بہ منزلہ واقعہ قرار دے دیا' اپنی امت کو اس پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ جب آپ کے بعد سورج کو گہن لگے تو وہ اس سے اس طرح خوف زدہ ہوں جیسے قیامت آ گئی ہے' اور اس وقت وہ اللہ عزوجل کا ذکر کریں' اس سے مغفرت طلب کریں' نماز پڑھیں اور صدقہ دیں کیونکہ ان کاموں سے اللہ کا عذاب ٹل جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بعض اوقات نبی ﷺ کو کسی چیز کا علم تو ہوتا ہے لیکن شدت خوف یا کسی اور کیفیت کے غلبہ سے اس علم سے آپ کی توجہ ہٹ جاتی ہے' آپ کو علم تھا کہ وقوع قیامت سے پہلے خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام ہو گا' یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا ظہور ہو گا لیکن شدت خوف کی وجہ سے ان امور کی طرف سے آپ کی توجہ ہٹ گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''رأيته قط يفعله'' اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ کلام عرب میں ''قط'' کا لفظ ماضی منفی پر آتا ہے اور یہاں نفی کا لفظ مذکور نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی حرف نفی مقدر ہوتا ہے' جیسے اس آیت میں ہے:

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوسُفَ. (یوسف:٨٥) اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے۔

یا اصل میں "لا تفتؤ" ہے اس کا معنی "لا یزال" ہے یعنی ہمیشہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٢٧ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ١٤٢١ھ)

* یہ حدیث 'شرح صحیح مسلم: ٢٠١٣- ج ٢ ص ٣٣٧ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٥ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْخُسُوفِ

سورج گہن کی نماز میں دعا کرنا

قَالَهُ أَبُو مُوسٰى وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابو موسیٰ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورج گہن کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی روایت کی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ کی دعا سے متعلق حدیث 'صحیح البخاری: ١٠٥٩ میں ہے' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث 'صحیح البخاری: ١٠٤٤ میں ہے۔

١٠٦٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُولُ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ، فَقَالَ النَّاسُ اِنْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوا حَتّٰى تَنْجَلِيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن علاقہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: میں نے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس دن حضرت ابراہیم (آپ کے صاحب زادے) رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا ہے 'تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں 'ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے 'پس جب تم ان کو دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور نماز پڑھو حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ١٠٤٣ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ فِي خُطْبَةِ الْكُسُوفِ أَمَّا بَعْدُ

امام کا نماز کسوف کے خطبہ میں اما بعد کہنا

١٠٦١ - وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ.

اور ابو اسامہ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: مجھے فاطمہ بنت المنذر نے خبر دی از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے مڑے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا 'پھر آپ نے خطبہ دیا اور اللہ کی شان کے لائق حمد کی 'پھر فرمایا: اما بعد (یعنی حمد و ثناء کے بعد)۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ٨٦ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي كُسُوفِ الْقَمَرِ

چاند گہن میں نماز پڑھنا

١٠٦٢ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عامر نے حدیث بیان کی از شعبہ از یونس از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۰۴۰' میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے

اس باب کا عنوان ہے: چاند گہن کی نماز' اور حدیث میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے۔ علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چاند گہن اور سورج گہن کی نمازوں کا طریقہ ایک ہے' اس پر تنبیہ کرنے کے لیے امام بخاری نے عنوان چاند گہن کا قائم کیا اور اس کے تحت سورج گہن کی نماز کا ذکر کیا۔ (شرح الکرمانی ج ۶ ص ۱۲۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے علامہ ابن التین سے نقل کیا ہے کہ اصیلی کے نسخہ میں اس حدیث میں سورج کے گہن لگنے کے بجائے چاند کے گہن لگنے کا ذکر ہے' پھر حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٠٦٣ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْمَسْجِدِ، وَثَابَ النَّاسُ إِلَيْهِ، فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، وَإِنَّهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَإِذَا كَانَ ذَاكَ فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ. وَذَاكَ أَنَّ ابْنًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ، فَقَالَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الحسن از حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس آپ اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نکلے حتیٰ کہ مسجد کی طرف پہنچے اور لوگ بھی جھپٹ کر آپ کی طرف پہنچے' آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی' پس سورج منکشف ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا اور جب ایسا ہو جائے تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ وہ تم پر منکشف ہو جائے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے فوت ہو گئے تھے جن کا نام (حضرت) ابراہیم (رضی اللہ عنہ) تھا' پس لوگوں نے ان کے متعلق کہا تھا (کہ ان کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا)۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۰۴۰' میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابُ الرَّكْعَةُ الْأُولَى فِي الْكُسُوفِ أَطْوَلُ

جب نماز کسوف میں پہلی رکعت لمبی پڑھی جائے

١٠٦٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ سَجْدَتَيْنِ، اَلْاَوَّلُ وَالْاَوَّلُ اَطْوَلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سورج گہن میں نماز پڑھائی' اس میں چار رکوع' دو سجدوں میں کیے' پہلی رکعت دوسری رکعت سے زیادہ طویل تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٤٤ میں گزر چکی ہے۔

١٩ - بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْكُسُوْفِ

چاند گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

١٠٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ مُسْلِمٍ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا جَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَتِهِ، فَاِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَتِهِ كَبَّرَ فَرَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. ثُمَّ يُعَاوِدُ الْقِرَاءَةَ فِيْ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ، اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ، وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ.

(صحیح مسلم: ٩٠١' الرقم المسلسل: ٢٠٥٩' سنن نسائی: ١٤٩٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مہران نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمر نے خبر دی' انہوں نے ابن مسلم بن شہاب سے سنا از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند گرہن کی نماز میں بہ آواز بلند قراءت کی' پس جب آپ قراءت سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ اکبر کہا' پس رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو کہا: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد" پھر آپ چاند گرہن کی نماز اسی طرح پڑھتے رہے' چار رکوع' دو رکعتوں اور چار سجدوں میں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن مہران ابو جعفر الجمال الرازی' یہ ٢٣٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) الولید بن مسلم القرشی الاموی الدمشقی' یہ ١٩٣ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبد الرحمان بن نمر الدمشقی (٤) محمد بن مسلم بن شہاب (٥) عروہ بن الزبیر بن عوام (٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٠٣)

١٠٦٦ - وَقَالَ الْاَوْزَاعِيُّ وَغَيْرُهُ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ مُنَادِيًا بِالصَّلٰوةِ جَامِعَةً فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ.

قَالَ الْوَلِيْدُ وَاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهُ.

قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ مَا صَنَعَ اَخُوْكَ ذٰلِكَ، عَبْدُ

اوزاعی وغیرہ نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس آپ نے ایک منادی بھیجا کہ نماز تیار ہے' پھر آپ نے آگے بڑھ کر دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

الولید نے کہا: اور مجھے عبد الرحمان بن نمر نے خبر دی کہ انہوں نے ابن شہاب سے اس کی مثل حدیث سنی۔

الزہری نے کہا: میں نے کہا: تمہارا یہ بھائی عبد اللہ بن الزبیر

اللّٰہِ بْنُ الزُّبَیْرِ، مَا صَلّٰی إِلَّا رَکْعَتَیْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ إِذْ صَلّٰی بِالْمَدِیْنَۃِ؟ قَالَ اَجَلْ إِنَّہٗ اَخْطَاَ السُّنَّۃَ.

کیا کرتا ہے' وہ جب مدینہ میں (نماز کسوف) پڑھتا ہے تو صبح کی نماز کی طرح صرف دو رکعت پڑھتا ہے؟ (عروہ نے) کہا: ہاں! اس نے سنت میں خطا کی ہے۔

یعنی الزہری نے عروہ بن الزبیر سے کہا کہ تمہارا بھائی عبد اللہ بن الزبیر کیا کرتا ہے' وہ نماز کسوف میں ایک رکعت میں دو رکوع نہیں کرتا اور نماز کسوف کو صبح کی نماز کی طرح صرف دو رکعت بغیر تکرار رکوع کے پڑھتا ہے۔

ہم صحیح البخاری: ۱۰۴۶ میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور عروہ بن الزبیر تابعی ہیں اور تابعی کی بہ نسبت صحابی سنت کو زیادہ جاننے والے ہیں' اس لیے دراصل عروہ بن الزبیر کو سنت میں خطا ہوئی ہے نہ کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو۔

تَابَعَہٗ سُفْیَانُ بْنُ حُسَیْنٍ وَ سُلَیْمَانُ بْنُ کَثِیْرٍ، عَنِ الزُّہْرِیِّ فِی الْجَہْرِ.

سفیان بن حسین اور سلیمان بن کثیر نے الزہری سے جہراً قراءت کرنے میں عبد الرحمن بن نمر کی متابعت کی ہے۔

''کتاب الکسوف'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین.

آج ۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ/ ۱۳ اپریل ۲۰۰۷ء بروز جمعہ ''کتاب الکسوف'' مکمل ہو گئی' اس میں چالیس احادیث ہیں جن میں سے نصف موصول ہیں اور نصف معلق ہیں۔

الٰہ العلمین! جس طرح اپنے فضل وکرم سے اس کتاب کو مکمل فرمایا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب کو بھی مکمل فرما دے اور میری' میرے والدین اور میرے قارئین کی اور جملہ محبین کی مغفرت فرما دے۔ آمین یا رب العلمین۔

Trial
Buy Now!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۷ - كِتَابُ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

سجود القرآن کا بیان

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

سجود القرآن یعنی سجدۂ تلاوت کی احادیث کے ابواب

١٠٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَسْوَدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَهُ غَيْرَ شَيْخٍ أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ وَقَالَ يَكْفِينِي هٰذَا فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ قُتِلَ كَافِرًا.

[اطراف الحدیث: ۱۰۷۰-۳۸۵۳-۳۹۷۲-۴۸۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے از اسود از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سورۃ النجم کی تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ جو لوگ تھے انہوں نے بھی سجدہ کیا سوائے ایک بوڑھے شخص کے اس نے اپنے ہاتھ میں کچھ کنکریاں لیں یا مٹی لی' پھر اس کو اپنی پیشانی پر رکھ لیا اور کہا: مجھے یہ کافی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا: میں نے بعد میں دیکھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۵۷۶' الرقم المسلسل: ۱۲۷۳' سنن ابوداؤد: ۱۴۰۶' سنن نسائی: ۹۵۹' السنن الکبریٰ: ۱۰۳۱' مسند ابو یعلیٰ: ۵۲۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۸۲' ج ۶ ص ۲۰۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۱۹۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۵۱۲۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار' ان کا لقب بندار بصری ہے (۲) غندر' یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابو اسحاق السبیعی' ان کا نام عمرو بن عبد اللہ الکوفی ہے (۵) الاسود بن یزید النخعی (۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۳۶)

سورۃ النجم اور المفصل (النجم' الانشقاق اور العلق) کے سجدات میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی احادیث سے تقویت اور تائید

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سورۃ النجم کے سجدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' کیونکہ ان کا المفصل کے سجدوں میں اختلاف ہے' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ' سورۃ النجم اور المفصل میں سجدہ کرتے تھے' اور یہی امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام مالک کے اصحاب میں سے ابن وہب اور ابن حبیب کا مذہب ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ سورۃ النجم میں سجدہ نہیں ہے' صحابہ میں سے حضرت ابی بن کعب' حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب' حسن بصری' عطاء' طاؤس اور مجاہد کا یہی قول ہے' جو فقہاء سورۃ النجم میں سجدہ کو جائز نہیں سمجھتے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سورۃ النجم کی تلاوت کی اور آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۷۳' صحیح مسلم: ۵۷۷)

(میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے علامہ ابن بطال کا سورۃ النجم کے سجدہ کی نفی پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ سجدۂ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا ہے اور اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت سے سورۃ النجم کی تلاوت سن کر سجدہ نہیں کیا تاکہ امت کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ سجدۂ تلاوت آیت سجدہ سن کر فوراً واجب نہیں ہوتا۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں:

امام طبری نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے کہ ممکن ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے سجدہ نہ کیا ہو کہ حضرت زید بن ثابت نے خود اس سورت میں سجدہ نہیں کیا تھا اور جب آیت پڑھنے والا سجدہ کرے تب سننے والا بھی سجدہ کرتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس لیے سجدہ کرنے کو ترک کیا ہو تاکہ اس پر دلیل قائم ہو کہ سجدۂ تلاوت فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے' امام طحاوی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے آیت سجدہ کو اس وقت تلاوت کیا ہو' جس وقت میں سجدہ کرنا جائز نہ ہو' یا اس وقت آپ باوضوء نہ ہوں۔

علامہ ابن القصار نے امام مالک کے مذہب کی تائید میں یہ کہا ہے کہ سورۃ النجم میں سجدہ کی آیت یہ ہے:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝ (النجم: ۶۲) اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو ۝

اس سے مراد سجدۂ تلاوت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز میں اللہ کے لیے سجدہ کرو۔

نیز امام طحاوی نے بھی کہا ہے کہ نظر کا تقاضا یہ ہے کہ جس آیت میں سجدہ کرنے کا امر اور حکم ہے اس سے مراد نماز کا سجدہ ہے اور جس آیت میں سجدہ کی خبر دی ہے' اس سے مراد سجدۂ تلاوت ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۸' قدیمی کتب خانہ کراچی' شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام طحاوی کی پوری عبارت نہیں لکھی' امام طحاوی اس قاعدہ کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اگر ہم نظر اور قیاس سے کام لیں تو جہاں سجدہ کا امر ہو ہم وہاں سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کرتے اور جہاں سجدہ کی خبر ہو ہم وہاں سجدۂ تلاوت کو واجب کرتے ہیں لیکن جس آیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سجدہ کرنا ثابت ہے' وہاں آپ کے فعل کی اتباع کرنا اولیٰ ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۹' قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس کے بعد امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ہم المفصل میں سورۃ النجم اور سورۃ ''اذا السماء انشقت'' اور سورۃ ''اقرأ باسم ربك الذي خلق'' میں دیکھتے ہیں کہ ان میں سجود تلاوت احادیث سے ثابت ہیں کہ ان آیات پر نبی ﷺ نے سجدات کیے ہیں۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۰۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

لہٰذا امام طحاوی کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند کہ ان سورتوں میں سجدہ کرنے کا حکم ہے اور نظر اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان سورتوں میں سجدہ سے مراد نماز کا سجدہ ہو اور سجدۂ تلاوت مراد نہ ہو لیکن چونکہ احادیث سے ان سورتوں میں نبی ﷺ کا سجدۂ تلاوت کرنا ثابت ہے لہٰذا ہم نظر اور قیاس کو ترک کرتے ہیں اور نبی ﷺ کی احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

المفصل کی تین آیات میں سجدۂ تلاوت کا نبی ﷺ سے ثبوت

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں:

تحقیق تواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے المفصل میں سجود تلاوت کیے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ''اذا السماء انشقت'' (الانشقاق:۲۱) اور ''اقرأ باسم ربك الذي خلق'' کی آیت:۱۹ میں دو سجدے کیے ہیں۔

(صحیح مسلم، سجود التلاوۃ:۱۰۹، رقم الحدیث بلا تکرار:۵۷۸، الرقم المسلسل:۱۲۷۹، شرح معانی الآثار:۲۰۹۳)

نعیم المجمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مسجد کے اوپر نماز پڑھی انہوں نے ''اذا السماء انشقت'' کو پڑھا اور اس میں سجدہ کیا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سورت میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷، شرح معانی الآثار:۲۰۹۴)

ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے ''اذا السماء انشقت'' (الانشقاق:۲۱) کو پڑھا اور اس میں سجدہ کیا' نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ان سے پوچھا: آپ اس سورت میں سجدہ کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سورت میں سجدہ تلاوت کرتے ہوئے دیکھا ہے' سو میں اس میں سجدہ کو ہرگز ترک نہیں کروں گا۔ (صحیح البخاری:۱۰۷۸، صحیح مسلم:۵۷۸، الرقم المسلسل:۱۲۸۱، سنن ابوداؤد:۱۴۰۸، سنن نسائی:۹۶۸، شرح معانی الآثار:۲۰۹۶)

عبداللہ بن منیر الحمصی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ''اذا السماء انشقت'' میں اور ''اقرأ باسم ربك الذي خلق'' کی آیت:۱۹ میں سجدے کیے۔ (سنن ابوداؤد:۱۴۰۱، سنن ابن ماجہ:۱۰۵۷۔۱۰۵۵، شرح معانی الآثار:۲۰۷۸)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے المفصل میں سجدہ کرنے کے متعلق متواتر آثار ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۶۹۔۳۰۳ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

دس آیات سجدہ متفق علیہا ہیں

امام طحاوی فرماتے ہیں: دس سجود تلاوت میں فقہاء کا اتفاق ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ''إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ O''۔ (الاعراف:۲۰۶)

(۲) ''وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ O''۔ (الرعد:۱۵)

(۳) ''وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ''۔ (النحل:۵۰)

(۴) ''يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا O''۔ (بنی اسرائیل:۱۰۹)

(۵) ''اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا○''۔(مریم:۵۸)

(۶) ''اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ''۔(الحج:۱۸)

(۷) ''وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ''۔(الفرقان:۶۰)

(۸) ''اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ''۔(النمل:۲۶)

(۹) ''اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ''۔(الم تنزیل السجدہ:۱۵)

(۱۰) ''فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ○''۔(حم السجدہ:۳۸)

(شرح معانی الآثار ج۱ ص ۳۶۷۔۳۶۶ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

المفصل کی تین آیتوں کے سجدہ میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں: النجم:۶۲' الانشقاق:۲۱' اور العلق:۱۹۔

فقہاء احناف کے نزدیک ان آیات میں سجدۂ تلاوت کرنا سنت سے ثابت ہے اور امام مالک کے نزدیک نہیں ہے۔

سورۂ ص کے سجدے میں مذاہب فقہاء

اسی طرح سورۂ ص کے سجدہ میں اختلاف ہے' فقہاء احناف کے نزدیک یہ سجدہ ثابت ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ سجدہ شکر ہے۔ فقہاء احناف کے دلائل حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ ص میں سجدہ کیا۔

(سنن ابوداؤد:۱۴۱۰' شرح معانی الآثار:۲۰۸۸)

العوام بن حوشب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ ص کے سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ. (الانعام:۸۴) اور ابراہیم کی ذریت میں سے داؤد اور سلیمان ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ. (الانعام:۹۰) یہ وہ نبی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے' سو آپ ان کی ہدایت کی اتباع کیجئے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۂ ص میں سجدہ کرتے تھے' سو تمہارے نبی کو حضرت داؤد کی اتباع کا حکم دیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری:۴۸۰۶' شرح معانی الآثار:۲۰۸۹)

عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ ص کے سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے یہی آیت پڑھی: ''اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ'' (الانعام:۹۰)۔

(سنن ترمذی:۵۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۹' شرح معانی الآثار:۲۰۹۰)

سورۃ الحج کے آخری سجدہ میں مذاہب فقہاء

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں:

الحج کے آخر میں یہ آیت ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا. (الحج:۷۷) اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔

یہ سجدۂ تلاوت کی آیت نہیں ہے کیونکہ یہ آیت تعلیم کے لیے ہے اس میں خبر نہیں ہے اور تعلیم کے مقامات میں سجدۂ تلاوت نہیں ہوتا۔ اس میں متقدمین کا اختلاف ہے۔

عبد اللہ بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۃ الحج کی تلاوت کی اور اس میں دونوں سجدے کیے۔ (سنن ترمذی: ٥٧٨ مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ١١ شرح معانی الآثار: ٢٠٩١)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۃ الحج کا پہلا سجدہ عزیمت ہے اور دوسرا سجدہ تعلیم کے لیے ہے اور ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ٢٠٩٥)

امام طحاوی فرماتے ہیں:

ہم نے اس باب میں جو آثار بیان کیے ہیں وہ امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد کے اقوال ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ١ ص ٤٠٧۔ ٣٦٣ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

سجدات تلاوت کے متعلق ائمہ کے مذاہب کا خلاصہ

امام مالک کے نزدیک گیارہ سجدۂ تلاوت ہیں ان میں المفصل یعنی النجم الانشقاق اور العلق کے تین سجدے شامل نہیں ہیں۔

(موطا امام مالک۔ باب ماجاء فی سجود القرآن ج ١ ص ١٣٣ المکتبۃ التوفیقیہ)

امام شافعی کے قول جدید کے مطابق چودہ سجدے ہیں ان میں سورۂ ص کا سجدہ نہیں ہے اور الحج کا دوسرا سجدہ شامل ہے۔

(المہذب ج ١ ص ٨٥ دار الفکر بیروت)

امام احمد کے نزدیک بھی اسی طرح چودہ سجدے ہیں۔ (الکافی ج ١ ص ٢٠٧ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی چودہ سجدے ہیں ان میں سورۂ ص کا سجدہ شامل ہے اور سورۃ الحج کا دوسرا سجدہ شامل نہیں ہے اس کی تفصیل امام طحاوی کی عبارت میں آچکی ہے۔

امام ابوحنیفہ امام شافعی اور امام احمد تینوں کے نزدیک المفصل کے تینوں سجدے شامل ہیں صرف امام مالک کے نزدیک یہ شامل نہیں ہیں ان کے نزدیک کل گیارہ سجدے ہیں۔

سجدۂ تلاوت کا شرعی حکم

اس میں اختلاف ہے کہ آیا سجدۂ تلاوت سنت ہے یا واجب ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت سجدہ کی آیت پڑھنے والے پر اور اس کو سننے والے دونوں پر واجب ہے خواہ اس نے اس آیت کو سننے کا قصد کیا ہو یا نہیں۔

اس پر صاحب ہدایہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: جس نے آیت سجدہ کی تلاوت کی یا اس کو سنا اس پر سجدہ کرنا واجب ہے علامہ ابن ہمام نے کہا: اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(فتح القدیر ج ٢ ص ١٣ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت عنقریب آرہی ہے)

سجدۂ تلاوت کے وجوب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

سجدۂ تلاوت کے وجوب پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان آیات سے استدلال کیا ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝ (الانشقاق: ٢٠۔ ٢١)

انہیں کیا ہوا وہ کیوں ایمان نہیں لاتے ۝ اور جب ان پر قرآن کی تلاوت کی جائے تو وہ سجدہ کیوں نہیں کرتے ۝

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں سجدہ تلاوت نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت ادا کرنا واجب ہے۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا. (النجم: ۶۲) اللہ کے لیے سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں سجدہ کرنے کا حکم ہے اور حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ (العلق: ۱۹) اور سجدہ کریں اور اللہ کے قریب ہو جائیں ۝

اس آیت میں بھی امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

سجدۂ تلاوت کے ثبوت میں آثار صحابہ اور فقہاء تابعین کے اقوال

عطیہ بیان کرتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت اس پر ہے جس نے آیت سجدہ کو سنا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۲ مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

ابراہیم نافع اور سعید بن جبیر نے کہا: جس نے آیت سجدہ کو سنا اس پر واجب ہے کہ وہ سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۴۹ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا جب کوئی شخص بے وضوء ہو اور وہ آیت سجدہ کو سنے تو وہ وضوء کرے پھر آیت سجدہ کو پڑھے پس سجدہ کرے۔ (الحدیث) (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۴۵ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جو شخص آیت سجدہ کو سنے اور وہ بے وضوء ہو تو اگر اس کے پاس پانی ہو تو وہ وضوء کرے اور سجدۂ تلاوت کرے اور اگر اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ تیمم کرے اور سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت)

۲ - بَابُ سَجْدَةِ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةُ

سورۃ تنزیل السجدہ میں سجدۂ تلاوت

۱۰۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ ﴿الٓمٓ ۚ تَنْزِيْلُ﴾ (السجدہ: ۱) وَ ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾ (الدہر: ۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۃ ”الم تنزیل السجدۃ“ اور ”هل اتى على الانسان“ پڑھا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۹۱ میں گزر چکی ہے تاہم مزید شرح کی جارہی ہے۔

بہ ظاہر یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ سورۃ حم السجدہ میں سجدۂ تلاوت ادا کرتے تھے اس سورت میں سجدۂ تلاوت کرنے کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حم السجدہ کی آخری آیت میں سجدۂ تلاوت کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۹ دار الکتب العلمیہ بیروت شرح معانی الآثار: ۲۰۷۹)

بنو سلیم کے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حم کی پہلی آیت میں سجدہ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۱۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابووائل حٰم کی آخری آیت میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین حٰم کی آخری آیت میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

٣ - بَابُ سَجْدَةِ صٓ

سورۂ صٓ کا سجدہ

١٠٦٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ ﴿صٓ﴾ لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُودِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيهَا. [طرف الحدیث: ۳۴۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب اور ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ سورۂ صٓ کا سجدہ مؤکد سجدوں میں سے نہیں ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سجدہ کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۰۹' سنن ترمذی: ۵۷۸' سنن نسائی: ۹۶۷' صحیح ابن خزیمہ: ۵۵۲' صحیح ابن حبان: ۲۷۶۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱۹' مصنف عبدالرزاق: ۵۸۶۴' سنن کبریٰ: ۱۱۴۹' المعجم الکبیر: ۱۱۰۳۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۳۸۰ ۔ ج ۵ ص ۲۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۳۲۰۷)

سورۂ صٓ کے سجدہ میں صحابہ' تابعین اور ائمہ کا اختلاف' نیز مؤکد سجدات کی تعداد میں صحابہ اور ائمہ کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سورۂ صٓ کے سجدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' ایک جماعت نے کہا: اس میں سجدۂ تلاوت نہیں ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: یہ ایک نبی کی توبہ ہے' عطاء کا بھی یہی قول ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۰' مجلس علمی' بیروت' ۴۲۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت) امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

اور دوسری جماعت نے کہا ہے کہ اس میں سجدۂ تلاوت ہے' یہ قول حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت ابن عمر اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم کا ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب' حسن بصری اور طاؤس کا ہے اور امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں روایت کی ہے کہ مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا میں سورۂ صٓ میں سجدۂ تلاوت کروں؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ (الٰی قوله تعالٰی) فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ. (الانعام: ۹۰-۸۴)

ابراہیم کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان ہیں' (اس کے بعد فرمایا:) آپ ان کی ہدایت کی پیروی کیجئے۔

پس حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان نبیوں کی پیروی کریں' پس حضرت ابن عباس کا یہ قول کہ سورۂ صٓ کا سجدہ مؤکد سجدوں سے نہیں ہے' اس سے راجح ان کا وہ استدلال ہے' جو قرآن مجید سے ہے۔

امام مالک نے کہا کہ سورۂ صٓ کا سجدہ مؤکد سجدات میں سے ہے۔

امام طحاوی نے کہا: ہمارے نزدیک نظر کا تقاضا یہ ہے کہ سورۂ ص کا سجدہ ان مواضع میں سے ہے جو خبر کے موضع میں ہے نہ کہ حکم کے موضع میں' پس واجب ہے کہ اس کو ان امثال کی طرف لوٹایا جائے جو خبر کے موضع میں ہیں' لہٰذا سورۂ ص کا سجدہ واجب ہوگا۔

مؤکد سجدات میں اختلاف ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: مؤکد سجدات چار ہیں: ''الم تنزیل' حٰم تنزیل' النجم'' اور ''اقرأ باسم ربک''۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مؤکد سجدات پانچ ہیں: الاعراف' بنواسرائیل' النجم'' اقراء باسم ربک'' اور'' اذا السماء انشقت''۔

ابن جبیر نے کہا: مؤکد سجدات تین ہیں: ''الم تنزیل' النجم'' اور'' اقرأ باسم ربک''۔

امام مالک نے کہا: مؤکد سجدات گیارہ ہیں' ان میں مفصل کے تین سجدے اور الحج کا دوسرا سجدہ نہیں ہیں۔

امام ابو یوسف نے کہا: سجدے چودہ ہیں' ان میں الحج کا پہلا سجدہ نہیں ہے اور امام شافعی نے بھی کہا: سجدے چودہ ہیں' ان میں ص کا سجدہ نہیں ہے کیونکہ یہ شکر کا سجدہ ہے اور ان کے نزدیک حج کے دونوں سجدے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۲-۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سورۂ صٓ کے سجدہ کے ثبوت میں احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ ص کا سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۳)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سورۂ ص کا سجدہ کرتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے: ''اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ'' (الانعام: ۹۰)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۸۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام بخاری نے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔ (دیکھئے صحیح البخاری: ۴۸۰۷، ۴۸۰۶، ۳۴۲۱) اور دوسری روایت میں اس حدیث میں یہ اضافہ ہے: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی پیروی کریں' پس حضرت داؤد نے بھی اس پر سجدہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر سجدہ کیا' لہٰذا یہ بھی مرفوع حدیث ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۴۲۲، ۱۰۶۹، سنن ابوداؤد: ۱۴۰۹، سنن دارمی: ۱۴۶۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۰، ۲۷۹)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ صٓ پڑھی' اس وقت آپ منبر پر تھے' جب آپ آیت سجدہ پر آئے تو منبر سے اتر کر سجدہ کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ طاؤس بھی سورۂ ص میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سفیان بن حسین کہتے ہیں: میں اس وقت موجود تھا جب حسن بصری نے سورۂ ص کی آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو الضحیٰ بیان کرتے ہیں کہ مسروق سورۂ ص میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں نے ضحاک بن قیس کو دیکھا' وہ سورۂ ص میں سجدہ کرتے تھے' میں نے اس کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس سورت میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٤ - بَابُ سَجْدَةِ النَّجْمِ

سورۃ النجم کا سجدہ

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ النجم کے سجدہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول اگلے باب میں آ رہی ہے۔

۱۰۷۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ' عَنِ الْأَسْوَدِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ سُوْرَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا' فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ مِّنَ الْقَوْمِ إِلَّا سَجَدَ' فَأَخَذَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِّنْ حَصًى' أَوْ تُرَابٍ' فَرَفَعَهُ إِلٰى وَجْهِهٖ' فَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا' فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق از الاسود از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم پڑھی' پس آپ نے سجدہ کیا اور اس میں قوم کے ہر شخص نے سجدہ کیا' پھر قوم میں سے ایک شخص نے مٹھی میں کنکریاں یا مٹی پکڑی اور اس کو اپنے چہرے کی طرف بلند کیا اور کہا: مجھے یہ کافی ہے' پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے اس کو بعد میں دیکھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے صحیح البخاری: ۱۰۶۷ میں گزر چکی ہے' رہا وہ شخص جس نے کنکریاں اٹھا کر اپنے چہرے تک بلند کی تھیں' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ وہ شخص ولید بن مغیرہ تھا' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور آپ کا مذاق اڑایا' وہ شخص کافر تھا۔ اس کو دنیا اور آخرت میں سزا دی جائے گی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖٓ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ○ (النور: ۶۳)

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی مصیبت آئے یا ان پر دردناک عذاب آئے ○

چنانچہ اس بوڑھے شخص پر بھی مصیبت آئی اور وہ کافر ہو گیا اور آخرت کے دردناک عذاب کا مستحق ہو گیا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٥ - بَابُ سُجُوْدِ الْمُسْلِمِيْنَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ' وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لَيْسَ لَهٗ وُضُوْءٌ

مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ سجدہ کرنا اور مشرک نجس ہے اس کا وضوء نہیں ہوتا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْجُدُ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ.

اور حضرت ابن عمر بغیر وضوء کے سجدۂ تلاوت کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سواری سے اتر کر پیشاب کرتے' پھر سواری پر سوار ہوتے' پھر آیت سجدہ کو پڑھتے اور وضوء نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زکریا بیان کرتے ہیں کہ الشعبی نے کہا: جس شخص نے بے وضوء آیت سجدہ کی تلاوت کی وہ جس طرف چاہے منہ کر کے سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

بے وضوء سجدۂ تلاوت کرنے کی تحقیق

تاہم بے وضوء سجدہ نہ کرنے کی ممانعت میں یہ آثار ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی شخص بغیر طہارت کے سجدۂ تلاوت نہ کرے۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۵ 'نشر السنہ' ملتان)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کا بے وضوء سجدۂ تلاوت کرنا ان کے اپنے اس قول کے خلاف ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے ان کی مراد طہارت سے طہارت کبریٰ ہو یعنی کوئی شخص حالت جنابت میں بغیر غسل کے سجدۂ تلاوت نہ کرے یا ان کی مراد یہ ہو کہ کوئی شخص حالت اختیار میں بغیر وضوء کے سجدۂ تلاوت نہ کرے اور انہوں نے جو پیشاب کر کے سجدۂ تلاوت کیا تھا وہ حالت اضطرار تھی۔

بے وضوء سجدۂ تلاوت کی ممانعت میں دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

ابو بشر بیان کرتے ہیں کہ حسن البصری نے کہا: جو شخص آیت سجدہ کو سنے اور اس کا وضوء نہ ہو تو اس پر کوئی سجدہ نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جب کوئی شخص آیت سجدہ کو سنے اور اس کا وضوء نہ ہو تو وہ وضوء کرے اور آیت سجدہ کو پڑھ کر سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جو شخص سجدۂ تلاوت کی آیت سنے اور اس کا وضوء نہ ہو اگر اس کے پاس پانی ہو تو وہ وضوء کر کے سجدہ کرے اور اگر اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ تیمم کر کے سجدۂ تلاوت کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ ابن بطال کا تبصرہ

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے فقہاء نے کہا ہے کہ بغیر وضوء کے سجدۂ تلاوت کرنا جائز نہیں ہے' اگر امام بخاری کا اس تعلیق سے یہ مقصد ہے کہ چونکہ مشرکین نے والنجم کو سن کر سجدہ کیا تھا تو اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مشرکین نجس ہیں' بغیر اسلام لانے کے ان کا وضوء اور ان کا سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے' اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تعظیم کے لیے سجدہ نہیں کیا تھا' انہوں نے اس لیے سجدہ کیا تھا کہ شیطان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ان کے بتوں کا ذکر جاری کر دیا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ (النجم: ۲۰-۲۱)

تو کیا تم نے لات اور عزیٰ (دیویوں) کو دیکھا ۝ اور اس تیسری ایک اور (دیوی) منات کو ۝

پس آپ نے کہا: یہ اونچی اڑان والے پرندے بے شک ان کی شفاعت ضرور قبول کی جائے گی۔

پھر جب مشرکین نے اپنے بتوں کی تعظیم سنی تو انہوں نے سجدہ کیا' پھر جب رسول اللہ ﷺ کو یہ علم ہوا کہ شیطان نے آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری کرا دیے ہیں تو آپ بہت خوف زدہ اور غم زدہ ہوئے' تب اللہ تعالیٰ نے آپ کا خوف اور غم دور کرنے کے لیے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ. (الحج:۵۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی رسول اور نبی بھیجا تو جب بھی اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت کے دوران اس میں کچھ اپنی طرف سے ڈال دیا' پس اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے' پھر اپنی آیتوں کو خوب پختہ کر دیتا ہے۔

تنبیہ: یہ ترجمہ علامہ ابن بطال کی ذکر کردہ روایت کے مطابق کیا گیا ہے' اس کا صحیح ترجمہ ہم عنقریب ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

(سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: یعنی جب آپ نے تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی تلاوت میں بتوں کی مذکور الصدر تعریف بھی ڈال دی' لہٰذا مشرکین کے سجدہ کرنے سے یہ استدلال کرنا جائز نہیں ہے کہ بے وضو سجدہ کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۵۔ ۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث امام طبرانی نے عروہ ابن الزبیر سے المعجم الکبیر: ۸۳۱۶ میں مرسلاً روایت کی ہے اور اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۷۱۔۷۰) اور یہ حدیث امام بزار نے مسند البزار: ۲۲۶۳ میں روایت کی ہے اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر: ۱۲۴۵۰' میں حضرت ابن عباس سے مرسلاً روایت کی ہے' یہ حدیث از الکلبی از ابی صالح از ابن عباس مروی ہے۔ علامہ الہیثمی نے کہا ہے: یہ بہت ضعیف سند ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۱۵) ہمارے نزدیک یہ روایت من گھڑت اور موضوع ہے' اس روایت میں ہے کہ شیطان نے نبی ﷺ کی زبان سے یہ کفریہ کلمات کہلوا دیے تو حضرت جبریل نے آپ سے آ کر کہا: آپ نے وہ بات کہی جس کو میں لے کر نہیں آیا اور نہ اللہ تعالیٰ نے نازل کی' سو آپ رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن و ملال کو زائل کرنے کے لیے الحج: ۵۲ نازل کی' اور یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ سورۃ الحج مدنی ہے اور سورۃ النجم سن کر مشرکین کے سجدہ کرنے کا واقعہ ہجرت سے کئی سال پہلے کا ہے' تو گویا کئی سال بعد آپ کے حزن و ملال کو زائل کیا گیا اور کئی سال تک مشرکین اور عام مسلمان یہ سمجھتے رہے کہ آپ نے بتوں کی تعریف کی تھی جس سے خوش ہو کر مشرکین نے النجم کا سجدہ کیا تھا' حالانکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ قرآن مجید کو پہنچانے میں رسول اللہ ﷺ سے عمداً' نسیاناً' خطاءً کسی طرح کی غلطی نہیں ہو سکتی' پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بہ قول اس روایت کے نبی ﷺ سے العیاذ باللہ یہ کفریہ کلمات صادر ہو گئے' اور نبی ﷺ پر شیطان کا جبر کرنا کسی مسلمان کے نزدیک متصور نہیں ہے' پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان نے آپ سے یہ کلمات کہلوا لیے ہوں' ہم اس روایت سے ہزار بار اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

الحج: ۵۲ کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے:

ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی نبی اور رسول کو بھیجا تو جب بھی اس نے (اپنی امت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں (شبہات پیدا کر کے) خلل ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسہ کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم ج: ۱۱۹۸۔ ج ۲ ص ۱۵۱ کی شرح میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے اور یہ تحقیق ص ۱۶۳۔۱۵۵ تک پھیلی

ہوئی ہے۔ اور اس کی مزید شرح ہماری تفسیر تبیان القرآن' النجم: ۶۲' ج ۷ ص ۷۷۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نیز علامہ ابن بطال' امام بخاری کی تعلیق مذکور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر امام بخاری نے اس تعلیق سے حضرت ابن عمر اور شعبی پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے جو بے وضوء سجدۂ تلاوت کرنے کو جائز کہتے ہیں تو پھر صحیح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۵۔ ۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ عینی کا تبصرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا اس تعلیق کو لانے سے مقصود یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت کی مشروعیت کو مؤکد کیا جائے حتی کہ مشرکین نے بھی سورۃ النجم کو سن کر سجدہ کیا (اور ان کے سجدہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید میں ان کے بتوں' لات' مناۃ اور عزیٰ کا ذکر آ گیا ہے' نہ یہ وجہ تھی کہ آپ کی زبان سے شیطان نے یہ کہلوایا تھا: ''تلک الغرانیق العلٰی فان شفاعتھن لترتجی'' سعیدی غفرلہ) اور صحابہ نے ان کے اس فعل کو سجدہ قرار دیا' اگرچہ وہ سجدہ کرنے کے اہل نہیں تھے اور جس نے سجدہ نہیں کیا تھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا اور جس کو سجدہ کی توفیق دی گئی تھی' ان کو اس سجدہ کی برکت سے بعد میں اسلام لانے کی توفیق دی گئی اور ان کا نیکی پر خاتمہ ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۷۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ. وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ.

[طرف الحدیث: ۴۸۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے والنجم کا سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکوں اور جن اور انس نے سجدہ کیا' اور اس حدیث کی ابن طہمان نے ایوب سے روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح تفصیل کے ساتھ گزشتہ حدیث: ۱۰۷۰ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ

جس نے آیت سجدہ کو پڑھا اور سجدہ نہیں کیا

۱۰۷۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَزَعَمَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا. [طرف الحدیث: ۱۰۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن خصیفہ نے خبر دی از ابن قسیط از عطاء بن یسار' انہوں نے یہ خبر دی کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' انہوں نے کہا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ والنجم پڑھی تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ۵۷۷' الرقم المسلسل: ۱۲۷۵' سنن ابوداؤد: ۱۴۰۳' سنن ترمذی: ۵۷۶' سنن نسائی: ۹۵۹' صحیح ابن خزیمہ: ۵۶۸' صحیح ابن حبان: ۲۷۶۹' سنن دارمی: ۱۴۷۳' المعجم الکبیر ۴۸۴۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۳' شرح السنۃ: ۷۶۹' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۹' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۳ طبع قدیم'

مسند احمد: ۲۱۵۹۱، ج ۳۵ ص ۳۶۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۷۵۵۱، المکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۷ھ مسند الطحاوی: ۲۰۱۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو الربیع سلیمان بن داؤد الزہرانی البصری (۲) اسماعیل بن جعفر ابو ابراہیم الانصاری المدنی (۳) یزید بن عبد اللہ بن خصیفہ (۴) ابن قسیط' یہ یزید بن عبد اللہ بن قسیط ہیں (۵) عطاء بن یسار (۶) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۳۹)

علامہ ابن بطال کا حدیث مذکور سے سجدۂ تلاوت کے عدم وجوب پر استدلال اور مصنف کے جوابات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام مالک اور امام شافعی کی حجت ہے کہ سجدۂ تلاوت سنت ہے اور اگر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا جیسا کہ فقہاء احناف کا زعم ہے تو اس سجدہ کو حضرت زید بن ثابت ترک کرتے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ترک کرتے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں جو آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سورۃ النجم کا سجدہ کیا تھا' تو اس کی وضاحت زیر بحث حدیث (۱۰۷۲) سے ہو گئی کہ آپ نے اس فعل سے امت کو یہ خبر دی ہے کہ آیت سجدہ پڑھنے والے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کو پڑھ کر سجدہ کرے اور چاہے تو سجدہ نہ کرے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سورۃ النحل پڑھ کر سجدہ کیا' اور دوسری مرتبہ سجدہ نہیں کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ سجدہ واجب نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۷۷)(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۶۔ ۵۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہم اس سے پہلے صحیح البخاری: ۱۰۶۷ کی شرح میں سجدۂ تلاوت کے وجوب پر قرآن مجید کی تین آیات اور آثار صحابہ اور فقہاء تابعین کو پیش کر چکے ہیں اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت عمر کے اثر کا جواب یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا' بعد میں کرنا بھی جائز ہے' اور ہم اس سے پہلے اس حدیث کے جواب میں امام طحاوی سے یہ نقل کر چکے ہیں کہ ممکن ہے حضرت زید بن ثابت نے اس وقت آیت سجدہ پڑھی ہو جب سجدہ کرنا جائز نہ ہو اس لیے آپ نے اس وقت سجدہ نہیں کیا یا آپ اس وقت باوضوء نہ ہوں' لہٰذا اس باب کی حدیث سے امام مالک اور امام شافعی کا یہ موقف ثابت نہیں ہوتا کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے اور سجدۂ تلاوت ہمارے پیش کردہ دلائل سے بہر حال واجب ہے۔

۱۰۷۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَیْطٍ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ' عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَاْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ فَلَمْ یَسْجُدْ فِیْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن عبد اللہ بن قسیط نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے النجم پڑھی تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح ابھی گزشتہ حدیث: ۱۰۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابُ سَجْدَةِ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق: ۱)

سورۃ ''اذا السماء انشقت'' کا سجدہ

۱۰۷۴ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَ مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَا اَخْبَرَنَا هِشَامٌ' عَنْ یَحْیٰی' عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم اور معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ہشام

قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق:۱). فَسَجَدَ بِهَا. فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ؟! قَالَ لَوْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ لَمْ أَسْجُدْ.

نے خبر دی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے "اذا السماء انشقت" (الانشقاق:۱) کو پڑھا پس اس کا سجدہ کیا' پس میں نے کہا: اے ابو ہریرہ! کیا میں آپ کو سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھ رہا؟! انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں سجدہ نہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۶۶ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ مَنْ سَجَدَ لِسُجُوْدِ الْقَارِئِ

جس نے آیت سجدہ پڑھنے والے کی وجہ سے سجدہ کیا

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لِتَمِيْمِ بْنِ حَذْلَمٍ' وَهُوَ غُلَامٌ' فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً' فَقَالَ اُسْجُدْ' فَإِنَّكَ إِمَامُنَا.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمیم بن حذلم سے کہا' اس وقت وہ نو عمر لڑکے تھے' انہوں نے حضرت ابن مسعود کے سامنے آیت سجدہ پڑھی تو حضرت ابن مسعود نے ان سے کہا: تم سجدہ کرو کیونکہ اس میں تم ہمارے امام ہو۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے اور اس کے مناسب یہ حدیث ہے:

سلیم بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے سورۂ بنی اسرائیل پڑھی' جب میں آیت سجدہ پر پہنچا تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس کو پڑھو پس بے شک تم اس میں ہمارے امام ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۷۵ ' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۶۳ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۰۷۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّوْرَةَ فِيْهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ' حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهِ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۷۶-۱۰۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے سجدہ کی کوئی سورت پڑھتے' پس آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے کسی شخص کو سجدہ کرنے کی جگہ بھی نہ ملتی۔

سجدۂ تلاوت کرنے کے وجوب پر مزید دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جب تلاوت کرنے والا آیت سجدہ کی تلاوت کرے تو جو اس کے پاس بیٹھا ہوا آیت سجدہ کو سن رہا ہو اس پر واجب ہے کہ اس کے سجدہ کے ساتھ وہ بھی سجدہ کرے' حضرت عثمان نے کہا: جو آیت سجدہ کو سنے' اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۹ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے اس عبارت میں یہ اعتراف کر لیا ہے کہ آیت سجدہ کو سننے سے سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے۔

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت سجدہ کی تلاوت سے تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ نماز میں ہوں یا خارج از نماز ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۵۲)

المہلب نے کہا: اس حدیث میں ہے: پس آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے' حتیٰ کہ ہم میں سے کسی شخص کو سجدہ کرنے کی جگہ بھی نہیں ملتی' اس سے معلوم ہوا کہ نیکی پر حرص کرنی چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی کامل متابعت واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۹ - بَابُ ازْدِحَامِ النَّاسِ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ السَّجْدَةَ

۱۰۷۶ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ' فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ' فَنَزْدَحِمُ' حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا لِجَبْهَتِهِ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ.

جب امام آیت سجدہ کو پڑھے تو لوگوں کا رش

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ کو پڑھتے اور ہم آپ کے پاس ہوتے تھے آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے' پھر رش ہو جاتا حتیٰ کہ کسی کو اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہ ملتی جس پر وہ سجدہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُوجِبِ السُّجُودَ

وَقِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا؟ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا؟ كَأَنَّهُ لَا يُوجِبُهُ عَلَيْهِ.

جس کا یہ نظریہ تھا کہ اللہ عزوجل نے سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کیا

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص آیت سجدہ کو سنتا ہے اور اس کے لیے بیٹھتا نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ بیٹھ گیا تو پھر؟ گویا کہ انہوں نے اس پر سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کیا۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ ابو العلاء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مطرف سے پوچھا: ایک شخص کو یہ شک ہے کہ اس نے آیت سجدہ کو سنا ہے یا نہیں سنا' مطرف نے کہا: اگر اس نے سن بھی لیا تو پھر کیا ہے' پھر مطرف نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: ایک شخص نہیں جانتا کہ آیا اس نے آیت سجدہ کو سنا ہے یا نہیں؟ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اس نے سن بھی لیا ہے تو پھر کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ سَلْمَانُ مَا لِهٰذَا غَدَوْنَا.

اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے اس کے لیے صبح نہیں کی۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ اپنی سند کے ساتھ ابوعبد الرحمان سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور اس مسجد میں لوگ قرآن مجید پڑھ رہے تھے' انہوں نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کیا تو حضرت سلمان سے ان کے ساتھی نے کہا: اے ابوعبد اللہ! کیوں نہ ہم ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوں (یعنی سجدہ کریں) حضرت سلمان نے کہا: ہم نے اس لیے صبح نہیں کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٤٢٥٠' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٤٢٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰى مَنِ اسْتَمَعَهَا.

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سجدۂ تلاوت صرف اس شخص پر واجب ہے' جس نے آیت سجدہ کو بہ غور سنا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ٢١١ھ اپنی سند کے ساتھ ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک قصہ گو کے پاس سے گزرے' اس نے آیت سجدہ پڑھی تاکہ وہ سجدہ کرے' اس کے ساتھ حضرت عثمان تھے' پس حضرت عثمان نے کہا: سجدہ اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو آیت سجدہ کو بہ غور سنے' پھر حضرت عثمان چلے گئے اور انہوں نے سجدہ نہیں کیا۔

(مصنف عبد الرزاق: ٥٩٤٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا تَسْجُدْ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ طَاهِرًا فَإِذَا سَجَدْتَ وَأَنْتَ فِيْ حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ.

اور الزہری نے کہا: بغیر طہارت کے سجدہ نہ کرو' پس جب تم شہر میں سجدہ کرو تو قبلہ کی طرف منہ کرو اور اگر تم سواری پر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے خواہ تمہارا منہ کسی طرف ہو۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کو عبد اللہ بن وہب نے از یونس سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' اس میں مذکور ہے کہ بغیر طہارت کے سجدہ نہ کرو' اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ عدم وجوب پر دلالت نہیں کرتا' کیونکہ مخالف یہ کہے گا کہ قاری اور سامع کے سجدہ کو طہارت کی شرط کے اوپر معلق کیا گیا ہے اور جب طہارت کی شرط پائی جائے گی تو سجدہ واجب ہوگا' لیکن عنوان کے موافق یہ جملہ ہے کہ اگر تم سوار ہو تو کوئی حرج نہیں خواہ تمہارا منہ کسی طرف ہو کیونکہ یہ نفل کی دلیل ہے اور واجب کو حالت امن میں سواری پر ادا نہیں کیا جاتا۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٥٨٧' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

وَكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ لَا يَسْجُدُ لِسُجُوْدِ الْقَاصِّ.

اور السائب بن یزید قصہ گو کی آیت سجدہ پر سجدہ نہیں کرتے تھے۔

اس تعلیق کے مناسب یہ حدیث ہے:

الزہری نے کہا کہ ابن المسیب مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ جاتے اور قصہ گو آیت سجدہ پڑھتا تو وہ اس کے ساتھ سجدہ نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے: میں اس لیے نہیں بیٹھا تھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ٥٩٢٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٤٢٢٨' مجلس علمی' بیروت)

١٠٧٧ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ بے شک ابن جریج نے انہیں خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر

التَّيْمِيِّ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهُدَيْرِ التَّيْمِيِّ، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَكَانَ رَبِيْعَةُ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ، عَمَّا حَضَرَ رَبِيْعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِسُوْرَةِ النَّحْلِ، حَتّٰى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ، حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا، حَتّٰى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ، قَالَ يَآ أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّا نَمُرُّ بِالسُّجُوْدِ، فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ. وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. وَزَادَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُوْدَ إِلَّا أَنْ نَشَاءَ.

بن ابی ملیکہ نے خبر دی از عثمان بن عبد الرحمان التیمی از ربیعہ بن عبد اللہ بن الہدیر التیمی' ابوبکر نے کہا: ربیعہ ان تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ ربیعہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے' انہوں نے جمعہ کے دن منبر پر سورۃ النحل پڑھی' حتیٰ کہ آیت السجدہ آ گئی' پھر حضرت عمر نے منبر سے اتر کر سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا حتیٰ کہ جب اگلا جمعہ آیا تو حضرت عمر نے پھر اس سورت کو پڑھا حتیٰ کہ جب آیت السجدہ آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! ہم سجدہ سے گزر رہے ہیں' پس جس نے سجدہ کیا تو اچھا کیا اور جس نے سجدہ نہیں کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا' اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ اضافہ کیا ہے کہ بے شک اللہ نے سجدۂ تلاوت کو فرض نہیں کیا سوا اس کے کہ ہم چاہیں۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور میں وجوب کے خلاف الفاظ کے جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عمر نے فرمایا: جس نے سجدہ نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سجدۂ تلاوت آیت پڑھنے کے فوراً بعد واجب نہیں ہوتا' سو حضرت عمر کے اس قول کا معنی یہ ہے کہ جس نے فوراً سجدہ نہیں کیا' اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے سجدہ نہیں کیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عمر کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب نہیں تھا' ہو سکتا ہے حضرت عمر نے اس لیے فوراً سجدہ نہیں کیا تاکہ ان نمازیوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ سجدۂ تلاوت بعد میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب تھا' اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبد اللہ بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھائی' پس سورۃ الحج کی تلاوت کی اور اس میں دو سجدے کیے۔ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱، شرح معانی الآثار: ۲۰۹۲)

سجدۂ تلاوت کے وجوب کے خلاف حافظ ابن حجر کی تاویلات اور مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے قول "فَاسْجُدُوْا" (النجم: ۶۲) کو استحباب پر محمول کیا جائے گا' یا اس سے مراد نماز کا سجدہ مراد لیا جائے یا اس کو فرض نماز میں وجوب پر محمول کیا جائے گا اور سجدۂ تلاوت میں اس کو استحباب پر محمول کیا جائے گا' جیسا کہ امام شافعی کا قاعدہ ہے کہ وہ لفظ مشترک سے دونوں معنی مراد لیتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۶' دار المعرفہ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی یہ عبارت اس سوال کا جواب ہے کہ امام بخاری کا یہ عنوان کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے' جب کہ قرآن مجید میں سجدۂ تلاوت کرنے کا صریح امر موجود ہے "فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا" (النجم: ۶۲) اور

فرمایا: "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۝" (العلق: ١٩) ان دونوں آیتوں میں سجدہ کرنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' لہٰذا سجدۂ تلاوت کرنا از روئے قرآن واجب ہے اور امام بخاری کا یہ عنوان صریح قرآن کے خلاف ہے' اس کا حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ یہاں امر استحباب کے لیے ہے' لیکن حافظ ابن حجر کا یہ جواب غلط ہے کیونکہ امر میں اصل وجوب ہے اور جب تک وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو' اس کو کسی اور معنی پر محمول کرنا باطل ہے' غالباً حافظ ابن حجر کو خود بھی اپنے اس جواب کے باطل ہونے کا احساس تھا' اس لیے انہوں نے دوسرا جواب دیا کہ: یا اس سے مراد نماز کا سجدہ ہے' لیکن ان کا یہ جواب بھی باطل ہے کیونکہ ان آیتوں کے سیاق اور سباق میں نماز کا کوئی ذکر نہیں ہے' اس لیے ان کا یہ جواب بھی باطل ہے اور سب سے زیادہ غلط بات یہ کہی ہے کہ فرض نماز میں "اسجدوا" کا لفظ وجوب کے لیے ہے اور سجدۂ تلاوت میں استحباب کے لیے ہے اور اس پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے' اس کے دلائل میں سے یہ ہے کہ امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ سجدۂ تلاوت کا صیغہ امر سے بھی ذکر ہے اور صیغہ خبر سے بھی ذکر ہے' اور جہاں صیغہ امر سے ذکر ہے' وہاں اختلاف ہے جیسے الحج کا دوسرا سجدہ' النجم اور العلق' پس اگر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا تو جہاں اس کا ذکر صیغہ امر سے ہے تو وہ اس کے زیادہ لائق تھا کہ وہاں اس کے وجوب پر اتفاق ہوتا۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٥٨٦' دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام طحاوی کی پوری عبارت نقل نہیں کی' امام طحاوی نے کہا ہے کہ جہاں سجدہ کا ذکر امر کے صیغہ سے ہے' وہاں اختلاف ہے کہ اس سے مراد سجدۂ تلاوت ہے یا نہیں' اس لیے اس سے یقینی طور پر سجدۂ تلاوت مراد نہیں ہے لیکن چونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے النجم میں سجدہ کیا ہے' اس لیے ہم نے یہاں پر قیاس کو چھوڑ دیا اور احادیث کی اتباع میں یہاں سجدۂ تلاوت کو واجب کہا ہے۔ (دیکھئے: شرح معانی الآثار ج ١ ص ٢٦٩' قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح سجدۂ تلاوت کے وجوب پر قطعی دلیل الانشقاق: ٢١۔ ٢٠ ہے' جس میں اللہ تعالیٰ نے سجدۂ تلاوت نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور فرمایا ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ۝ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ۝ (الانشقاق: ٢١۔ ٢٠)

ان کو کیا ہوا یہ ایمان کیوں نہیں لاتے۝ اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو یہ سجدہ کیوں نہیں کرتے۝

قرآن مجید کی ان قطعی آیات کے مقابلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی تمام تاویلات بے سود ہیں' اسی طرح امام بخاری نے سجدۂ تلاوت کے وجوب کے خلاف اپنی تعلیقات میں جو آثار پیش کیے ہیں' وہ بھی ان آیات سے متصادم اور مزاحم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے' نیز اس کے علاوہ ان آثار کے مزاحم وہ آثار ہیں جو سجدۂ تلاوت کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں' جن کو ہم صحیح البخاری: ١٠٦٧ میں پیش کر چکے ہیں اور یہ سجدۂ تلاوت کے وجوب پر بہت قوی دلیل ہے۔ والحمد للّٰہ رب العلمین.

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول جو پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدۂ تلاوت کو فرض نہیں کیا' یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم سجدۂ تلاوت کو فرض نہیں کہتے' واجب کہتے ہیں۔

١١ - بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ فِي الصَّلٰوةِ فَسَجَدَ بِهَا

جس نے نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی' پس اس پر سجدہ کیا

١٠٧٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق:١) فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ؟ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ فِيهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے بکر نے حدیث بیان کی از ابی رافع' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی' پس انہوں نے یہ آیت پڑھی: ''اذا السماء انشقت'' (الانشقاق:۱) پس سجدہ کیا' میں نے کہا: یہ کیسا سجدہ ہے' انہوں نے کہا: میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس آیت پر سجدہ کیا تھا' پس میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ ان سے مل جاؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۶۶ میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ مَنْ لَمْ يَجِدْ مَوْضِعًا لِلسُّجُودِ مِنَ الزِّحَامِ

جس نے رش کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہیں پائی

١٠٧٩ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کو پڑھتے تھے جس میں سجدہ تھا' پس آپ سجدہ کرتے اور ہم سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی ایک اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہیں پاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۷۵ میں گزر چکی ہے۔

''ابواب سجود القرآن'' کی تکمیل

یہاں پر ''ابواب سجود القرآن'' کی تکمیل ہو گئی۔ ان ابواب میں چودہ احادیث ہیں' جن میں سے دو معلق ہیں اور باقی موصول ہیں اور ۸ احادیث مکرر ہیں اور چھ خالص ہیں۔

الٰہ العٰلمین! نعمۃ الباری کو مکمل فرما دے اور میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما دے۔

فالحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین

وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین.

۱۹ ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ/۸ اپریل ۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۸ - كِتَابُ تَقْصِيرِ الصَّلٰوةِ

نمازوں میں قصر کرنے کا بیان

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّقْصِيرِ، وَكَمْ يُقِيمُ حَتّٰى يَقْصُرَ

نمازوں کو قصر کرنا، اور نمازوں کو قصر کرنے کے لیے مسافر کتنے دن ٹھہرے

اس باب میں نماز کو قصر کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے "قصر" کا معنی ہے: چار رکعت کی نماز کو دو رکعت کرنا' اور اس پر اجماع ہے کہ مغرب اور فجر کی نماز میں قصر نہیں ہے۔

١٠٨٠ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ وَحُصَيْنٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ، فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا، وَإِنْ زِدْنَا أَتْمَمْنَا.

[اطراف الحدیث: ۴۲۹۸-۴۲۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' از عاصم و حصین از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ انیس دن ٹھہرے قصر کرتے رہے' پس جب ہم سفر کرتے تو انیس دن ٹھہر کر قصر کرتے (چار رکعت کی نماز دو رکعت پڑھتے) اور اس سے زیادہ ٹھہرتے تو نماز کو مکمل کرتے۔

(سنن ابوداود: ۱۲۳۰، سنن ترمذی: ۵۴۹، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۵، صحیح ابن خزیمہ: ۹۵۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۰-۱۵۱، شرح السنۃ: ۱۰۲۸، مصنف عبد الرزاق: ۴۳۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۳، صحیح ابن حبان: ۲۷۵۰، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۸۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۵۸ - ج ۳ ص ۴۲۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الحمیدی: ۱۳۹۰، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۷۳، مکتبہ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (۲) ابوعوانہ الوضاح الیشکری (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) حصین بن عبد الرحمان السلمی (۵) عکرمہ (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶۹)

سفر میں مدت اقامت کے متعلق مختلف احادیث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تبوک میں بیس دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے (یہ حدیث مرسل ہے)۔ (سنن ابوداود: ۱۲۳۵)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ کے

موقع پر حاضر تھا' آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں ٹھہرے اور صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور فرماتے تھے: اے شہر والو! چار رکعت نماز پڑھو ہم مسافر ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۲۹' سنن ترمذی: ۵۴۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں سترہ دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: جو مکہ میں سترہ دن ٹھہرے وہ قصر کرے اور جو زیادہ دن ٹھہرے وہ نماز پوری پڑھے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۸۰' سنن ابوداؤد: ۱۲۳۰' سنن ترمذی: ۵۴۹' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۵)

امام ابوداؤد نے کہا: عباد بن منصور نے کہا: عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ انیس دن ٹھہرے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پندرہ دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۳۱' سنن نسائی: ۱۴۵۳)

امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کو عبدہ بن سلیمان اور احمد بن خالد الوہبی اور سلمہ بن الفضل نے ابواسحاق سے روایت کیا ہے اور اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں سترہ روز ٹھہرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۸۱' صحیح مسلم: ۶۹۳' سنن ابوداؤد: ۱۲۳۳' سنن نسائی: ۱۴۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف گئے' آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ ہم مدینہ کی طرف لوٹ آئے' پس ہم نے کہا: کیا تم نے وہاں کچھ دن قیام کیا تھا' حضرت انس نے کہا: ہم نے دس دن قیام کیا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۳۳)

مدت قصر کی احادیث میں علامہ عینی حنفی کے بیان کردہ محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مدت اقامت دراصل پندرہ دن ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد اور سنن نسائی کی روایت میں اس کی تصریح ہے' جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سترہ دن اقامت کی روایت بھی بیان کی' اس میں ایک دن میں داخل ہونے کا اور ایک دن مکہ سے خارج ہونے کا بھی شامل کر لیا ہے' یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن میں ہے اور حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں ہے کہ آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں ٹھہرے تھے' اس حدیث میں تین دن ایام منیٰ میں کنکریاں مارنے کے بھی شامل کر لیے گئے ہیں' اور جو انیس دن کی روایت ہے' اس کو امام ابوداؤد نے بغیر سند کے ذکر کیا ہے اور بیس دن کی روایت مرسل ہے' اور حضرت انس سے جو دس دن کی روایت ہے' اس میں صرف مکہ میں اقامت کے ایام مراد ہیں' تین دن ایام منیٰ میں قیام کے اور دو دن آنے اور جانے کے مراد نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶۹۔۱۶۸' ملخصاً و زیادۃً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مدتِ قصر کی احادیث میں علامہ ابن بطال مالکی کے بیان کردہ محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

باب مذکور کی حدیث: ۱۰۸۰ میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انیس دن ٹھہرے اور قصر کرتے رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم انیس دن ٹھہر کر اس لیے قصر کرتے رہے کہ آپ نے طائف کا محاصرہ کیا ہوا تھا یا آپ ہوازن کی جنگ میں مشغول تھے' پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مدت کو نماز کے قصر اور اتمام کے درمیان حد بنا دیا اور کہا: جب ہم سفر کرتے تو انیس دن ٹھہر

کر قصر کرتے اور اس سے زیادہ ٹھہرتے تو نماز کو مکمل کرتے۔

المہلب نے کہا ہے کہ فقہاء اس حدیث کی اس طرح تاویل نہیں کرتے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تاویل کی ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مدت میں قیام کا عزم نہیں کیا تھا کیونکہ آپ فتح کا انتظار کر رہے تھے' پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ انیس دنوں تک قصر کرنا لازم ہے' پھر اس کے بعد آدمی جتنے دن ٹھہرے ان میں پوری نماز پڑھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اور ان دنوں میں نماز قصر کرتے رہے' اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۳۳۷) اور امام ابن عیینہ نے ابن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سالم بن عبد اللہ سے سوال کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کس طرح قصر کرتے تھے' انہوں نے کہا: جب وہ قیام کا پختہ ارادہ کر لیتے تو نماز پوری پڑھتے تھے اور جب وہ یہ کہتے کہ میں آج روانہ ہوں گا اور کل روانہ ہوں گا تو نماز کو قصر کرتے خواہ وہ بیس راتیں ٹھہرتے۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی فقہاء نے یہ تاویل بھی کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں انیس دن ٹھہرنا اس کو وطن بنانے کے لیے نہیں تھا تاکہ مکہ سے ہجرت سے رجوع نہ ہو جائے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ جس نے دس راتیں اقامت کی نیت کی' وہ پوری نماز پڑھے گا' یہ ان کا دوسرا قول ہے جو حدیث میں ان کی تاویل کے خلاف ہے اور مجھے ائمہ فتویٰ میں سے کسی کے قول کا علم نہیں ہے جس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق کہا ہو اور انیس دنوں کو قصر کی حد قرار دیا ہو' سو یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا منفرد موقف ہے' اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سترہ دن قیام کیا اور نماز کو قصر کرتے رہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: جس نے سترہ دن قیام کیا وہ نماز کو قصر کرے اور جس نے اس سے زیادہ قیام کیا وہ نماز پوری پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۵' مجلس علمی بیروت)

اور باب مذکور کی اس حدیث کو عباد بن تمیم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے' جس میں انیس دنوں کا ذکر ہے جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے اور سترہ دنوں کا قول بھی فقہاء میں سے صرف امام شافعی کا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص خصوصیت سے دار الحرب میں سترہ راتیں قیام کرے وہ قصر کرے اور میں اس باب میں ان شاء اللہ اس کا ذکر کروں گا۔

رہی حضرت انس کی حدیث کہ جو دس راتیں قیام کرے وہ پوری نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۸۱) تو عنقریب اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلاف کا ذکر آئے گا اور اس کی شرح میں' میں فقہاء کے اقوال اور ان کے دلائل کا ذکر کروں گا۔

فقہاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی یہ تاویل بھی کی ہے کہ آپ مکہ میں جو دس دن ٹھہرے تو روانہ ہونے کی نیت سے ٹھہرے تھے اور جوان عورتیں آپ کو روانہ ہونے سے مانع تھیں اور جس شخص کی روانہ ہونے کی نیت ہو' وہ بہر حال قصر کرے گا خواہ وہ طویل مدت تک قیام کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث (۱۰۸۰) سے یہ فقہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان دشمن کی سرزمین میں ہوں اور اس میں ایک مدت تک اقامت کی نیت کریں تو وہ اس پوری مدت میں نماز کو قصر کریں گے کیونکہ ان کو یہ علم نہیں ہوگا کہ ان کو کب روانہ ہونا ہے۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ ابن القصار نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر مسلمان دار الحرب میں ٹھہریں اور ہر روز روانہ ہونے کا انتظار کریں تو ان کے لیے سترہ یا اٹھارہ دنوں تک نماز کو

قصر کرنا جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ دن ٹھہریں تو وہ نماز پوری پڑھیں اور اس قول پر ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن میں اتنی مدت تک ٹھہر کر قصر کرتے رہے تھے اور امام شافعی نے اپنے اس قول میں دوسرے فقہاء کی مخالفت کی ہے اور ان کا پہلا قول جو دوسرے فقہاء کے موافق ہے وہ صحیح ہے کیونکہ جو شخص دارالحرب میں ٹھہرتا ہے اس کی اقامت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اقامت اس پر موقوف ہے کہ اس کو کب فتح حاصل ہوگی اور دشمن کی سرزمین مسلمانوں کے لیے دار اقامت نہیں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اور نمازوں میں قصر کرتے رہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۳ مجلس علمی) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آذربائی جان میں چھ مہینے جہاد کرتے رہے اور قصر کرتے رہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نیشاپور میں دو سال تک نماز میں قصر کرتے رہے اور صحابہ کی ایک جماعت نے اسی طرح کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۸۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۴ دارالکتب العلمیہ بیروت) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۷-۶۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

مدت قصر میں ائمہ مجتہدین کے مذاہب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سفر میں قصر کی جس مدت کے بعد نماز پوری پڑھنا فرض ہے وہ اکیس (۲۱) نمازوں کی مدت ہے جب نمازیں اکیس سے زیادہ ہو جائیں تو پھر پوری نماز پڑھی جائے گی۔ امام مالک امام شافعی اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے کہ جب کوئی شخص چار دن اقامت کی نیت کرے گا تو وہ پوری نماز پڑھے گا اور جب چار دن سے زیادہ اقامت کرے گا تو پوری نماز پڑھے گا کیونکہ تین دن قلت کی حد ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجر حج کے افعال مکمل کرنے کے بعد مکہ میں تین دن رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۳۵۲ سنن ترمذی: ۹۴۹ سنن نسائی: ۱۴۵۴ سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۳ مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹)

اور سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل الذمہ سے حجاز کو خالی کرا لیا تو ان میں سے جو تجارت کے لیے آئے ان کے لیے تین دن مقرر کیے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۸ نشر السنہ ملتان)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تین دن سفر کے حکم میں ہیں اور جو اس سے زائد دن ہوں وہ اقامت کے حکم میں ہیں اور سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے پندرہ دن قیام کیا تو وہ پوری نماز پڑھے گا اور اگر اس سے کم قیام کیا تو وہ قصر کرے گا یہ مذہب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر اور لیث بن سعد سے مروی ہے کیونکہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس دونوں نے کہا ہے کہ جب تم آؤ اور تمہارے دل میں یہ ہو کہ تم پندرہ دن ٹھہرو گے تو نماز پوری پڑھو گے اور اس قول کا کوئی مخالف معروف نہیں ہے اور سعید بن المسیب سے بھی اس قول کی مثل مروی ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۵۲۹ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

مدت قصر میں امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تصریح

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

سفر کا حکم اس وقت تک رہے گا حتیٰ کہ وہ کسی شہر یا بستی میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن اقامت کی نیت کرے اور اگر اس نے اس سے کم مدت اقامت کی نیت کی تو وہ قصر کرے گا اور یہ مدت حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔

(ہدایہ مع البنایہ ج ۳ ص ۲۵۷-۲۵۵ مکتبہ حقانیہ ملتان)

مدت قصر میں امام ابوحنیفہ کی تائید میں آثار اور اقوال تابعین

مجاہد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: جب تم مسافر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن قیام کرو تو نماز پوری پڑھو اور جب تمہیں روانگی کا پتا نہ ہو تو نماز پوری پڑھتے رہو؛ امام محمد نے کہا: ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار امام محمد: ۱۸۸، ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرتے تو اپنی سواری کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتے اور چار رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، مصنف عبد الرزاق: ۴۳۵۵)

ابوبشر بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا: جب تم پندرہ دن سے زیادہ اقامت کی نیت کرو تو نماز پوری پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وکیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان سے سنا کہ جب تم کسی جگہ پر پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرو تو پوری نماز پڑھو جب تم اس جگہ داخل ہو اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کب روانہ ہو گے تو دو رکعت نماز پڑھتے رہو خواہ ایک سال قیام کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۲۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

داؤد بن ابی ھند بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا: جب کوئی شخص پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرلے تو پوری نماز پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، مصنف عبد الرزاق: ۴۳۶۰)

نماز قصر کی مشروعیت کی ابتداء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ضحاک نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی ابتداء میں ظہر اور عصر کی نماز دو دو رکعت پڑھتے تھے اور مغرب کی تین رکعت پڑھتے تھے اور عشاء اور فجر کی دو دو رکعت پڑھتے تھے پھر جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اشارہ کیا کہ آپ ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور عصر اور عشاء کی چار رکعت پڑھیں اور فجر کی دو رکعت پڑھیں اور انہوں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رہا پہلا فریضہ تو وہ آپ کی امت کے مسافروں اور مجاہدوں کے لیے ہے۔

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: تاجروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! ہم زمین میں سفر کرتے ہیں ہم کیسے نماز پڑھیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ. (النساء: ۱۰۱)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

پھر وحی منقطع ہو گئی، پھر اس کے ایک سال بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں گئے، پس آپ نے ظہر کی نماز پڑھی، تو مشرکین نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب نے اپنی سواریوں پر تمہیں قدرت دی پس تم ان پر حملہ کیوں نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے دو نمازوں کے درمیان یہ آیت نازل فرمائی:

إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا. (النساء: ۱۰۱)

اگر تم کو یہ خوف ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کریں گے۔

سلیمان یشکری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نماز کو قصر کرنے کا حکم کس دن نازل ہوا تو انہوں نے بتایا کہ ہم شام سے آنے والے قریش کے قافلہ کے مقابلہ کے لیے نکلے، حتیٰ کہ جب ہم کھجور کے درختوں کے پاس

پہنچے تو قصر کی آیت نازل ہوگئی۔ (جامع البیان جز ۵ ص ۳۸۶ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن الاثیر نے شرح المسند میں لکھا ہے کہ ۴ ھ میں نماز کو قصر کرنے کا حکم نازل ہوا۔

تفسیر الثعلبی میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سب سے پہلے نماز عصر کو قصر کیا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذی انمار میں عسفان میں نماز عصر کو قصر کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تمام دلائل کو جمع کرنے سے مجھ پر یہ منکشف ہوا ہے کہ شب معراج کو دو' دو رکعت نماز فرض ہوئی' ماسوا مغرب کے' پھر ہجرت کے بعد صبح کی نماز کے علاوہ نمازوں میں اضافہ کر دیا گیا' جیسا کہ امام ابن خزیمہ' امام ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ذکر کی ہے' فجر کی نماز کو اس لیے ترک کر دیا گیا کہ اس میں لمبی قراءت کی جاتی ہے اور مغرب کی نماز کو اس لیے ترک کر دیا گیا کہ وہ دن کے وتر ہیں' پھر جب چار رکعت نماز مقرر ہوگئی تو سفر میں اس آیت (النساء: ۱۰۱) کے نزول کے وقت اس میں تخفیف کر دی گئی اور اس کی تائید علامہ ابن اثیر کے اس قول سے ہوتی ہے کہ ۴ ھ میں نماز کو قصر کیا گیا تھا اور اس کی مزید تائید دوسروں کے اس قول سے ہوتی ہے کہ نماز خوف ۴ ھ میں فرض کی گئی تھی اور اس آیت کا نزول نماز خوف میں ہوا ہے' الدولابی نے ذکر کیا ہے کہ ربیع الثانی ۴ ھ میں نماز قصر ہوئی' اور علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ ہجرت کے ایک سال بعد ہوئی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ہجرت کے چالیس دن بعد نماز کو قصر کیا گیا۔ (روح المعانی جز ۵ ص ۱۹۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

۱۰۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ. قُلْتُ أَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا؟ قَالَ أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا. [طرف الحدیث: ۴۲۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف گئے' آپ دو' دو رکعت نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ واپس آ گئے' میں نے پوچھا: آپ لوگوں نے مکہ میں کتنے دن قیام کیا تھا؟ انہوں نے بتایا: ہم نے دس دن قیام کیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۹۳' الرقم المسلسل: ۱۵۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۲۳۳' سنن ترمذی: ۵۴۸' سنن نسائی: ۱۴۳۸' سنن کبریٰ: ۱۸۹۹' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۷' مصنف عبد الرزاق: ۴۳۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۳' سنن دارمی: ۱۵۱۰' صحیح ابن خزیمہ: ۹۵۶' صحیح ابن حبان: ۲۷۵۳' المعجم الاوسط: ۵۰۰۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۶' شرح السنۃ: ۱۰۲۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۹۳۵' ج ۲۰ ص ۲۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۲۷۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمرو المنقری المقعد (۲) عبد الوارث بن سعید ابو عبیدہ (۳) یحییٰ بن ابی اسحاق الحضرمی' یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۴)

حدیث میں مذکور مکہ میں دس دن قیام کا محمل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ ہفتہ کے دن ۴ ذی الحج کی صبح کو مکہ میں داخل ہوئے اور بدھ کی رات آپ نے وادی المحصب میں گزاری اور اسی رات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کیا تھا' اور اس کی صبح ۱۴ ذی الحج کو مکہ سے نکل گئے تھے' آپ دو' دو رکعت نماز پڑھ رہے تھے یعنی ظہر' عصر اور عشاء' اور فجر اور مغرب کی نماز آپ نے معمول کے مطابق تین رکعت پڑھی تھیں' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے مکہ اور اس کے گرد و نواح میں دس دن گزارے تھے نہ کہ فقط مکہ میں' کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سابق کے معارض نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث فتح مکہ کے موقع کی تھی اور یہ حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے' آپ ۱۴ ذی الحج کو مکہ سے نکل گئے تھے اور مکہ اور اس کے گرد و نواح میں آپ دس دن ٹھہرے تھے جیسا کہ حضرت انس نے بیان کیا ہے' اور مکہ میں آپ چار دن ٹھہرے تھے کیونکہ آپ ۸ ذی الحج کو مکہ سے نکلے تھے' اور آپ نے ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی تھی۔

ائمہ ثلاثہ کی چار دن اقامت کی دلیل کا رد اور اقامت کی شرائط

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب مسافر کسی شہر میں چار دن قیام کرے تو وہ قصر کرے گا کیونکہ نبی ﷺ مکہ میں چار دن ٹھہرے تھے' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام شافعی کا قول اجماع کے خلاف ہے کیونکہ ان سے پہلے یہ کسی سے منقول نہیں ہے کہ مسافر چار دن اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے اور ہمارے نزدیک اگر مسافر نے پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت کی تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ پندرہ دن حضر کی مدت ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جب تم مسافر ہو اور کسی شہر میں آؤ اور تمہارے دل میں یہ ہو کہ تم پندرہ دن ٹھہرو گے تو تم پوری نماز پڑھو اور اگر تم کو علم نہیں ہے کہ تم کب سفر کرو گے تو پھر نماز کو قصر کرو۔

(شرح معانی الآثار: ۲۳۵۷-۲۳۵۹' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اور امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرتے تو پوری نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۸۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

پھر یاد رہے کہ ہم نے جو کہا ہے کہ مسافر پندرہ دن اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے' یہ اس وقت ہے جب وہ تین دن کی مسافت کا سفر کرے' رہا وہ شخص جو تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے اور وہ رجوع کا ارادہ کرے یا وہ اقامت کی نیت کرے تو وہ مقیم ہی رہے گا' خواہ وہ جنگل میں ہو' اسی طرح فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے اور المجتبیٰ میں مذکور ہے کہ سفر صرف اقامت کی نیت سے باطل ہوتا ہے یا وطن میں داخل ہونے سے یا تین دن سے پہلے وطن کی طرف واپس ہونے سے' امام شافعی کا بھی زیادہ ظاہر قول یہی ہے' اور اقامت کی نیت درج ذیل چار شرائط سے مؤثر ہوتی ہے:

(۱) سفر کو ترک کر دیا حتیٰ کہ اگر وہ دوران سفر اقامت کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔

(۲) وہ مقام اقامت کی صلاحیت رکھتا ہو حتیٰ کہ اگر وہ جنگل میں یا سمندر میں یا جزیرہ میں اقامت کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔

(۳) پندرہ دن اقامت کی نیت کرے۔

(۴) وہ اپنی رائے میں مستقل ہو' حتیٰ کہ اگر وہ کسی دوسرے کی رائے کے تابع ہو تو اس کی اقامت کی نیت صحیح نہیں ہے' جیسے لشکر کا سپاہی ہو یا بیوی ہو یا نوکر ہو یا شاگرد ہو یا مقروض ہو جو قرض خواہ کے ساتھ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۰-۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۴۸۳-ج ۲ ص ۳۵۸ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ بِمِنًى — منیٰ میں نماز کا بیان

منیٰ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں خصوصیت کے ساتھ قربانی کی جاتی ہے' منیٰ کا لفظ ''المنیۃ'' سے ماخوذ ہے' ''المنیۃ'' کا معنی ہے: تمنا اور آرزو کرنا' کیونکہ اس جگہ اس مینڈھے کی آرزو کی گئی تھی جس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ بنایا گیا تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ منیٰ مکہ کا ایک معروف پہاڑ ہے۔

۱۰۸۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَأَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِّنْ إِمَارَتِهٖ ثُمَّ أَتَمَّهَا. [طرف الحدیث: ۱۶۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء میں' پھر انہوں نے نماز پوری پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۶۹۴' الرقم المسلسل: ۱۵۹۱' سنن نسائی: ۱۴۴۹' المنتقی: ۱۴۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۳' صحیح ابن حبان: ۳۸۹۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۵۲-ج ۸ ص ۲۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۲۲۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

اہل مکہ کے لیے منیٰ میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حج کرنے والا جب مکہ میں آئے گا تو وہ مکہ میں اور منیٰ میں اور تمام مشاہد میں نماز کو قصر کرے گا کیونکہ ان کے نزدیک وہ سفر میں ہے اور مکہ صرف ان کے لیے دار اقامت ہے جو مکہ کے رہنے والے ہوں یا جو مکہ میں رہائش کا ارادہ کریں اور مہاجرین پر مکہ میں رہائش کے ترک کرنے کو فرض کر دیا گیا تھا' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اقامت کی نیت نہیں کی اور نہ منیٰ میں۔

فقہاء کا مکہ کے رہنے والے کے لیے منیٰ میں نماز پڑھنے میں اختلاف ہے' امام مالک نے کہا: وہ مکہ میں پوری نماز پڑھے اور منیٰ میں قصر کرے' اسی طرح اہل منیٰ' منیٰ میں پوری نماز پڑھیں اور مکہ میں اور میدان عرفات میں قصر کریں' اور ان مقامات کو ان احکام کے ساتھ خاص کیا گیا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میدان عرفات میں نماز قصر کی تو اس کے ماسوا کو متمیز نہیں کیا اور یہ نہیں فرمایا: اے اہل مکہ! پوری نماز پڑھو' اور یہ بیان کرنے کا مقام تھا' اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد کہا تھا: اے اہل مکہ! اپنی نماز پوری کرو کیونکہ ہم مسافر لوگ ہیں اور جن سے یہ مروی ہے کہ مکی منیٰ میں قصر کرے گا وہ حضرت ابن عمر' سالم' قاسم اور طاؤس ہیں اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ اہل مکہ منیٰ اور عرفات میں نماز قصر نہ کریں کیونکہ مکہ اور منیٰ میں اتنی مسافت نہیں ہے جس کی وجہ سے نماز قصر کی جائے' عطاء اور زہری سے اسی طرح مروی ہے اور یہی الثوری' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا

قول ہے۔

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ حج قصر کا موجب نہیں ہے کیونکہ اہل منیٰ اور عرفات جب حج کرتے ہیں تو نماز پوری پڑھتے ہیں اور قصر کرنے کا حکم کسی مخصوص جگہ کے ساتھ متعلق نہیں ہے بلکہ یہ سفر کے ساتھ متعلق ہے' اور اہل مکہ یہاں کے رہنے والے ہیں' لہٰذا وہ قصر نہیں کریں گے اور اس لیے بھی کہ اگر عمرہ کرنے والا منیٰ چلا جائے تو وہ قصر نہیں کرتا' اسی طرح اگر حج کرنے والا بھی منیٰ چلا جائے تو وہ بھی قصر نہیں کرے گا۔

جو منیٰ میں قصر کرنے کے قائل ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حارثہ بن وہب کی روایت ہے کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی اور ہم اس وقت بہت بڑی تعداد میں اور بہت امن میں تھے اور حضرت حارثہ کی والدہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں' ان سے عبید اللہ پیدا ہوئے اور حضرت حارثہ کا گھر مکہ میں تھا اور اگر اہل مکہ کے لیے منیٰ میں نماز کو قصر کرنا جائز نہ ہوتا تو حضرت حارثہ کہتے کہ ہم نے منیٰ میں پوری نماز پڑھی یا روایت کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز پوری پڑھو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھا کہ آپ اپنی امت کے لیے شرعی حکم بیان فرماتے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

قصر کرنے کے لیے مسافت کی مقدار

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس مسافت کو قطع کرنے کے بعد نماز کو قصر کرنا واجب ہے' اس کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور فقہاء کوفہ نے کہا ہے کہ جس مسافت کے بعد نماز کو قصر کیا جاتا ہے' وہ اونٹ کی رفتار سے یا پیدل چلنے کی رفتار سے تین دن کی مسافت ہے' اور اس میں ان کے نزدیک تسلسل سے چلنا مراد نہیں ہے بلکہ انہوں نے کہا: وہ دن میں سفر کریں اور رات کو آرام کریں (اور اس میں نمازوں اور کھانے پینے کے اوقات بھی داخل ہیں) اور اگر اس کے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ اتنی مسافت کو کسی اور راستہ سے ایک دن میں قطع کرلے گا پھر بھی نماز کو قصر کرے' پھر انہوں نے اس مسافت کا فراسخ کے ساتھ اعتبار کیا ہے' ایک قول اکیس فرسخ کا ہے' دوسرا قول اٹھارہ فرسخ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے' اور تیسرا قول پندرہ فرسخ کا ہے اور ایک فرسخ تین (شرعی) میل کا ہے۔

تین دن کی مسافت کی مقدار حضرت عثمان بن عفان' حضرت ابن مسعود اور حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور الشعبی' النخعی' الثوری' ابن حی' ابوقلابہ' شریک بن عبد اللہ' سعید بن جبیر اور محمد بن سیرین کا بھی یہی موقف ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اہل مکہ! چار برید سے کم مسافت میں قصر نہ کرو' اور ایک برید بارہ میل کا ہے یعنی ۴۸ میل سے کم مسافت میں نماز کو قصر نہیں کیا جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبد الوہاب ضعیف راوی ہے اور بعض محدثین نے اس کو کاذب قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا مفتیٰ بہ قول ۱۸ فرسخ ہے' جس کے ۵۴ شرعی میل ہوتے ہیں اور یہ انگریزی میل کے حساب سے ۶۱ میل' ۲ فرلانگ' ۲۰ گز اور ۹۸' اعشاریہ ۷۳۴ کلومیٹر ہے' اس سے کم مسافت میں نمازوں کو قصر کرنا جائز نہیں ہے۔

* اس کی پوری تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۷۲۔۳۶۲ میں درج ذیل عنوانات کے تحت مرقوم ہے:

(۱) تین ایام کی مسافت پر احناف کے دلائل (۲) امام مالک کے دلائل (۳) علامہ ابن رشد مالکی کی دلیل کا جواب (۴) علامہ ابن

قدامہ حنبلی کے استدلال کا جواب ⑤ علامہ نووی کا استدلال ⑥ علامہ نووی کی دلیل کا جواب ⑦ مسافت قصر کا اندازہ بہ حساب انگریزی میل وکلومیٹر ⑧ مسافت کا تفصیلی خاکہ۔

حضرت عثمان نے منیٰ میں جو چار رکعت نماز پڑھی اس کی توجیہات اور بحث ونظر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منیٰ میں پوری نماز پڑھتے تھے اس کی توجیہ میں علماء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مباح پر عمل کیا ہے کیونکہ مسافر کے لیے جائز ہے کہ وہ نماز کو قصر کرے یا نماز پوری پڑھے جیسے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ سفر میں روزہ رکھے یا روزہ نہ رکھے۔

الزہری نے کہا: حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت نماز اس لیے پڑھی کہ اس سال مکہ میں دیہاتی اور اعرابی بہت زیادہ آئے ہوئے تھے تو حضرت عثمان نے پسند کیا کہ ان کو یہ بتائیں کہ نماز چار رکعت ہے۔

معمر نے الزہری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت اس لیے پڑھیں کیونکہ انہوں نے حج کے بعد وہیں رہائش کی نیت کر لی تھی۔

یونس نے الزہری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے جب طائف کے اموال حاصل کیے اور وہیں رہائش کا ارادہ کیا تو چار رکعت نماز پڑھی۔

مغیرہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت اس لیے پڑھیں کہ انہوں نے منیٰ کو وطن بنا لیا تھا۔

امام بیہقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر حضرت عثمان اس وجہ سے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھتے تو یہ حضرات صحابہ سے مخفی نہ رہتا اور وہ حضرت عثمان کے ترک سنت پر انکار نہ کرتے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گھر پر نماز نہ پڑھتے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ زہری سے جو توجیہات منقول ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

پہلی توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ اعراب اور دیہاتی لوگ شارع علیہ السلام کے زمانہ میں نماز کے احکام سے زیادہ ناواقف تھے اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم کے لیے منیٰ میں چار رکعت نماز نہیں پڑھی اور حضرت عثمان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اس چیز کا خوف کریں جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف نہیں کیا تھا کیونکہ آپ مسلمانوں پر بہت شفیق اور مہربان ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن دو رکعت نماز جمعہ پڑھاتے تھے حالانکہ مدینہ کے گرد ونواح سے اعراب اور دیہاتی جمعہ پڑھنے کے لیے آتے تھے اور آپ نے کبھی جمعہ کی نماز چار رکعت نہیں پڑھائی تاکہ دیہاتیوں کو یہ تعلیم ہو کہ ظہر کی نماز چار رکعت ہے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منیٰ میں تعلیم کے لیے دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھنے کی کیا ضرورت تھی۔

دوسری توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ مہاجرین پر مکہ میں قیام کے ترک کرنے کو فرض کر دیا گیا ہے اور یہ صحت سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان مکہ سے نکلنے میں جلدی کرتے تھے' اس خوف سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو ہجرت کی تھی کہیں اس سے رجوع نہ ہو جائے' پس حضرت عثمان حج کرنے کے بعد مکہ میں رہائش کیسے کر سکتے تھے۔ ابن التین نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اگر حضرت عثمان کو کوئی ناگزیر وجہ پیش آ جائے جو مکہ میں ان کے قیام کو واجب کر دے تو یہ محال نہیں ہے۔

تیسری توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ جب مسافر کا گزر اپنی مملوکہ زمین پر ہو اور وہاں اس کے بیوی بچے نہ رہتے ہوں تو اس کا حکم وہ ہے جو مقیم کا ہے' لہٰذا طائف کے اموال والا جواب درست نہیں ہے۔

حضرت عثمان کی طرف سے یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں اس لیے پوری نماز پڑھی کہ اس وقت ان کے اہل

وعیال ان کے ساتھ منیٰ میں تھے' اس توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج مطہرات تھیں' اس کے باوجود آپ نے منیٰ میں نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ عبد اللہ بن الحارث کی روایت ہے کہ حضرت عثمان نے ہمیں چار رکعت نماز پڑھائی' پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: میں نے مکہ میں اپنے اہل کا گھر بنا لیا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کسی شہر میں اپنے اہل کا گھر بنا لیا' وہ اس شہر کا رہنے والا ہے' پس وہ وہاں چار رکعت نماز پڑھے۔ علامہ ابن التین نے بھی ابن شخیر کی روایت سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی سند منقطع ہے' امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی عکرمہ بن ابراہیم ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے سفر میں پوری نماز اس لیے پڑھی ہے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں مسافر کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ پوری نماز پڑھے یا قصر کرے' اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھتے تھے تاکہ امت کو آپ کی سنت پر عمل کرنے میں چار رکعت کی مشقت نہ اٹھانی پڑے اور آپ نے امت کے لیے آسانی کو اختیار کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس چیز کو اختیار کرتے جو زیادہ آسان ہو بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۳۵۶۰) پس حضرت عائشہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اپنے نفسوں پر شدت کو اختیار کیا اور رخصت کو ترک کر دیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ امر مباح تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے چار رکعت نماز پڑھنے پر اعتراض کیا' اس کے باوجود ان کے پیچھے چار رکعت نماز پڑھی' جب حضرت ابن مسعود سے کہا گیا کہ آپ حضرت عثمان کی پوری نماز پڑھنے پر اعتراض بھی کرتے ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز بھی پڑھتے ہیں' تو انہوں نے جواب دیا کہ امام کی مخالفت کرنے میں زیادہ شر ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۷۰-۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یہ تمام تقریر علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۲-۱۷۳ میں بیان کی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۸۷- ج ۲ ص ۳۵۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح ص ۳۸۱ پر ہے اور اس کا عنوان ہے: منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ' وہاں اس کی صرف ایک توجیہ مذکور ہے۔

١٠٨٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، آمَنَ مَا كَانَ، بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ. [طرف الحدیث: ۱۶۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حارثہ بن وہب سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت امن کے زمانہ میں منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی۔

(صحیح مسلم: ۶۹۶' الرقم المسلسل: ۱۵۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۹۶۵' سنن ترمذی: ۸۸۲' سنن نسائی: ۱۴۴۵' الآحاد والمثانی: ۲۲۳۷' المعجم الکبیر: ۳۲۵۳' السنن الکبریٰ: ۱۹۰۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۰' مسند ابویعلیٰ: ۱۴۷۳' المعجم الکبیر: ۳۲۴۳' صحیح ابن حبان: ۲۷۵۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۷۷۷- ج ۳۱ ص ۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۴۰۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' مسند الحمیدی: ۱۶۵۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو الولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی (۴) حضرت حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ' یہ عبید اللہ بن عمر بن الخطاب کے اخیافی بھائی ہیں' ان کی والدہ بنت عثمان بن مظعون ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۳)

اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے' جن کا یہ زعم ہے کہ نماز قصر صرف جنگ اور خوف کے زمانہ میں جائز ہے' اور رد کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت امن کے زمانہ میں بھی نماز قصر کی ہے' اس کی مزید تفصیل اگلی حدیث میں آ رہی ہے۔

۱۰۸٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ' عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ صَلّٰى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ' فَقِيلَ فِي ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ' ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ' وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ' وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ' فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمان بن یزید سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی' حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا گیا تو انہوں نے کہا: "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" (البقرہ: ۱۵۶) پھر حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے' اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے' پس کاش! ان چار رکعات کے بجائے میرا حصہ دو رکعتیں ہوتیں' جو مقبول ہیں۔

(سنن ابو داؤد: ۱۹۶۰' سنن نسائی: ۱۴۴۸-۱۴۴۷' مسند ابو یعلیٰ: ۵۱۹۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۲' المعجم الکبیر: ۱۰۱۳۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۳' سنن کبریٰ: ۱۹۰۷-۱۹۰۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۹۳- ج ۶ ص ۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۱۲۳ مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الحمیدی: ۵۱۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ (۲) عبد الواحد بن زیاد العبدی ابو عبیدہ (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابراہیم النخعی (۵) عبد الرحمان بن یزید (۶) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۶)

قصر کے واجب یا سنت ہونے میں فقہاء کا اختلاف

بعض علماء نے اس حدیث سے اور اس سے پہلے والی حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک سفر میں نماز کو قصر کرنا لازم نہیں ہے' سنت تو نماز کو قصر کرنا ہے' لیکن اگر سفر میں نماز چار رکعت بھی پڑھ لی جائے' تب بھی جائز ہے' اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ منیٰ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں چار رکعت پڑھ لیتے تھے لیکن اس کو خلاف سنت قرار دیتے تھے اور اس پر افسوس کرتے تھے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رہا سفر میں پوری نماز پڑھنا تو متقدمین فقہاء کا اس میں اختلاف ہے' فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ سنت ہے' حضرت عائشہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سفر میں پوری نماز پڑھتے تھے' اس کو عطاء بن ابی رباح نے ان سے روایت کیا ہے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے' عبد الرحمان بن الاسود' سعید بن المسیب اور ابوقلابہ کا بھی یہی قول ہے' ابومصعب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک نے کہا ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا سنت ہے اور یہی امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کو قصر کرنے کا اختیار ہے لیکن پوری نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام مالک کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ مسافر کو اختیار ہے لیکن قصر کرنا افضل ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ مسافر پر نماز کو قصر کرنا واجب ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھے' حضرت عمر' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور محمد بن سحنون کا قول ہے اور امام مالک کے اصحاب میں سے اسماعیل بن اسحاق کا مختار ہے۔

قصر کے واجب ہونے کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

یعلی بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ (النساء:۱۰۱)

اگر تم کو یہ خطرہ ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے تو تم نماز کو قصر کرو تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اور اب تو لوگ امن میں آ چکے ہیں' حضرت عمر نے کہا: جس بات پر تم کو تعجب ہوا ہے اس سے مجھ کو بھی تعجب ہوا تھا' پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ (انعام) ہے اللہ نے اس کا تم پر صدقہ کیا ہے' سو تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (صحیح مسلم: ۶۸۶' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵' سنن نسائی: ۱۴۳۳' صحیح ابن خزیمہ: ۹۴۵' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۹' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹' سنن ترمذی: ۳۰۳۴' مسند احمد ج۱ ص۲۵' ج۱ ص۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۲۳' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۵۹' دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر کا حکم دیا اور اس کو صدقہ قرار دیا اور اس کو قبول کرنے کا امر فرمایا اور امر وجوب کے لیے آتا ہے پس اس سے واضح ہو گیا کہ نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

سعید بن شفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب ہم لوگ سفر کرتے ہیں تو ہمارے ساتھ ایسے لڑکے ہوتے ہیں جو ہماری خدمت کے لیے کافی ہیں' پس ہم کیسے نماز پڑھیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے تھے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ سفر سے لوٹ آتے' سعید نے کہا: میں نے دوبارہ سوال کیا تو حضرت ابن عباس نے پھر وہی جواب دیا' میں نے پھر سوال کیا تو بعض لوگوں نے کہا: کیا تمہیں عقل نہیں ہے' کیا تم نے سنا نہیں کہ حضرت ابن عباس نے تمہیں کیا جواب دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۲۱' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۵۷' دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں تاجر ہوں اور سمندروں میں آتا جاتا ہوں' آپ نے اس کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۲۶' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۲' دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن صہیب سے نماز کے متعلق سوال کیا اور اس وقت ہم بجستان میں تھے' تو انہوں نے کہا کہ دو دو رکعت پڑھو حتیٰ کہ تم اپنے گھر لوٹ جاؤ' اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۹۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے مکہ اور مدینہ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی ہے حالانکہ اس وقت ہم امن میں تھے اور ہم کو کسی چیز کا خوف نہیں تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۹۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۵ 'مصنف عبد الرزاق: ۴۲۷۱-۴۲۷۰ 'سنن ترمذی: ۵۴۷ 'سنن نسائی: ۱۸۹۴-۱۸۹۳)

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر آپ مسلسل دو رکعت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ مدینہ لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷' صحیح مسلم: ۲۵۳-۲۴۹ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴۹ 'مجلس علمی' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۹ 'المعجم الکبیر: ۲۵۱-ج ۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے نماز دو رکعت فرض کی گئی' پھر اس میں اضافہ کیا گیا اور مقیم کے لیے نماز چار رکعت کر دی گئی۔ (صحیح البخاری: ۳۵۰' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۸ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۰ 'مجلس علمی' بیروت)

سماک الحنفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سفر میں دو رکعت نماز ہے' ان دو رکعت میں قصر نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۱ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۹۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر میں گئے تو وہ دو رکعت پڑھتے رہے' حتیٰ کہ لوٹ آئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۹۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حرب بن ابی الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے تو انہوں نے ظہر کی چار رکعت پڑھیں' پھر کہا: جب ہم ان مکانات (شہر کی اطراف) سے تجاوز کریں گے تو دو رکعت نماز پڑھیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۹۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبد الرحمان بن حرملہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سعید بن المسیب سے سوال کر رہا تھا: آیا میں سفر میں پوری نماز پڑھوں اور روزے رکھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: میں اس کی طاقت رکھتا ہوں' انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے زیادہ طاقت رکھتے تھے' آپ سفر میں نماز قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو سفر میں نماز کو قصر کرے اور روزہ افطار کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۴ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن طاؤس نے کہا: میرے والد جب گھر سے نکلتے تھے تو اپنے اہل میں واپس آنے تک نماز کو قصر کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہماری مجلس میں تھے' لوگوں میں سے ایک نوجوان نے اٹھ کر ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج' عمرہ اور جہاد میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عمران نے کہا: اس نے جس چیز کے متعلق سوال کیا ہے' اس کا جواب تم بھی سن لو' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے' آپ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا ہے' آپ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے ساتھ فتح مکہ میں حاضر تھا' آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں ٹھہرے' آپ صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور شہر کے رہنے والوں سے فرماتے تھے: تم چار رکعت نماز پڑھو' میں مسافر ہوں اور میں نے آپ کے ساتھ تیرہ عمرے کیے ہیں' آپ صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور

میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا اور عمرہ کیا' وہ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے' اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کئی حج کیے' وہ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے' پھر حضرت عمران نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی ہے' ممکن ہے انہوں نے اسی تاویل سے چار رکعت نماز پڑھی ہو' جس تاویل سے حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی تھی۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابتداء میں دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی' پھر شہر کی نماز میں اضافہ کیا گیا' اور سفر کی نماز برقرار رہی' الزہری نے کہا: میں نے عروہ سے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں پوری نماز پڑھتی تھیں؟ عروہ نے کہا: انہوں نے وہی تاویل کی تھی جو حضرت عثمان نے تاویل کی تھی' الزہری نے کہا: پھر میں نے عروہ سے نہیں پوچھا کہ انہوں نے کیا تاویل کی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۶۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس تاویل کا ذکر ہم اس عنوان کے تحت ذکر کر چکے ہیں: حضرت عثمان نے جو منیٰ میں چار رکعات نماز پڑھی' اس کی توجیہات۔

٣ - بَابٌ كَمْ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں کتنے دن قیام کیا

١٠٨٥ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ يُلَبُّوْنَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوْهَا عُمْرَةً، إِلَّا مَنْ مَعَهُ الْهَدْيُ. تَابَعَهُ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۶۴ـ ۲۵۰۵ـ ۳۸۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی العالیہ البراء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب چار ذی الحج کی صبح کو حج کا تلبیہ پڑھتے ہوئے آئے' آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو عمرہ قرار دیں' سوا ان کے جن کے پاس قربانی کا جانور ہے۔ عطاء نے ابوالعالیہ کی متابعت کی ہے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۰' الرقم المسلسل: ۲۹۵۷' سنن نسائی: ۲۸۱۳' المعجم الکبیر: ۱۰۹۰۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۲۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۷۴ـ ج ۴ ص ۱۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطیالسی: ۲۲۵۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ (۲) وہیب بن خالد ابوبکر (۳) ایوب السختیانی (۴) ابوالعالیہ زیاد (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں دس دن قیام اور ارکان حج کی ادائیگی کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج کے دوران مکہ میں دس دن ٹھہرے تھے' اور اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ آپ ۴ ذی الحج کو مکہ میں آئے تھے' یہ اتوار کا دن تھا' آپ نے صبح کی نماز ذی طویٰ میں پڑھی' اس

سال ذی الحج کی پہلی تاریخ اور جمعرات کی شب تھی اور آپ کا یہ قیام اتوار کے دن سے جمعرات کی شب تک تھا' پھر جمعرات کے دن آپ منیٰ کے لیے روانہ ہوئے' پھر تمام دن اور جمعہ کی رات تک آپ منیٰ میں ٹھہرے' پھر جمعہ کے دن زوال کے بعد آپ عرفات کی طرف روانہ ہوئے' پھر عرفات کے قریب آپ نے مسجد نمرہ میں خطبہ دیا اور غروب آفتاب تک آپ وہاں رہے' پھر ہفتہ کی شب کو آپ مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے اور صبح کی نماز تک آپ وہاں ٹھہرے' پھر ہفتہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت آپ وہاں سے روانہ ہوئے' اور وہ عید الاضحیٰ کا دن تھا اور منیٰ کی طرف روانگی کا دن تھا' پھر چاشت کے وقت آپ نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں' پھر اس دن آپ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے' پھر آپ نے زوال سے پہلے بیت اللہ کا طواف کر لیا' پھر اسی دن آپ منیٰ کی طرف لوٹ آئے' پھر ہفتہ کے بقیہ دن اور اتوار' پیر اور منگل کو وہیں رہے' پھر منگل کے دن ظہر کے بعد آپ وادی محصب کی طرف روانہ ہوئے اور وہ ایام تشریق کا آخری دن تھا' پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور وہیں بدھ کی رات گزاری اور اسی رات کو آپ نے حضرت عائشہ کو عمرہ کے لیے تنعیم کی طرف روانہ کیا' پھر آپ نے سحر کے وقت فجر کی نماز سے پہلے طواف وداع کیا اور یہ بدھ کا دن تھا اور چودہ ذی الحج کی صبح تھی اور آپ نے مکہ اور اس کے گرد دس دن قیام کیا' جیسا کہ حضرت انس کی حدیث میں گزر چکا ہے' پھر آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے' آپ ٢٦ ذوالقعدہ کو مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور ظہر کی نماز آپ نے ذوالحلیفہ میں پڑھی تھی' اس کے بعد آپ نے احرام باندھا تھا' اور ٤ ذوالحج کو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ پہنچ گئے تھے اور یوم عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا تھا' اور اسی دن "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" (المائدہ: ٣) نازل ہوئی تھی۔

حج کے احرام کو منسوخ کر کے عمرہ قرار دینے میں اختلاف فقہاء

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث سے امام احمد' داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب نے یہ حکم مستنبط کیا ہے کہ حج کو فسخ کر کے اس کو عمرہ قرار دینا جائز ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن مسلمانوں کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے لیں' جمہور علماء اور صحابہ وغیرہم کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔

جمہور نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ خاص ہے اور آج کل یہ جائز نہیں ہے اور اس خصوصیت کی دلیل یہ حدیث ہے:

سلیم بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: جس نے حج کا احرام باندھا' پھر اس کو فسخ کر کے عمرہ کر دیا' یہ صرف ان سواروں کے لیے جائز تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ (سنن ابوداؤد: ١٨٠٧)

الحارث بن بلال اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حج کو فسخ کر کے عمرہ قرار دینا صرف ہمارے ساتھ خاص ہے یا ہمارے بعد والوں کے لیے بھی جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ یہ صرف تمہارے ساتھ خاص ہے۔

(سنن ابوداؤد: ١٨٠٨' سنن نسائی: ٢٨٠٧' سنن ابن ماجہ: ٢٩٨٤)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم نے اس مسئلہ میں تمام صحابہ سے اختلاف کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٨٠-١٧٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤ - بَابٌ فِيْ كَمْ يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ

نماز کو قصر کرنے کی کم سے کم مدت

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّفَرَ يَوْمًا وَّلَيْلَةً.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کو بھی سفر فرمایا۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَهِيَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم چار برد کی مسافت میں بھی نماز کو قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے اور چار بُرد سولہ فرسخ ہیں یعنی ۴۸ شرعی میل۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور چار برد یا اس سے زائد مسافت میں روزہ افطار کرتے تھے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷ نشر السنۃ ملتان)

١٠٨٦ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ؟ [طرف الحدیث: ۱۰۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: میں نے ابو اسامہ سے کہا: تمہیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی ہے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۸' الرقم المسلسل: ۳۲۰۰' سنن ابوداؤد: ۱۷۲۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۲۷' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۱۵' ج ۸ ص ۲۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۲۷' مکتبہ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحق بن راھویہ (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامہ اللیثی (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) نافع مولی ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۳-۱۸۲)

بغیر محرم کے عورت کے سفر حج میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اور فقہاء اصحاب حدیث نے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت پر حج کے واجب ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم ہو جب کہ اس عورت اور مکہ کے درمیان تین دن اور تین راتوں کی مسافت ہو۔ النخعی' حسن بصری' ثوری اور الاعمش کا بھی یہی قول ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث ان سفروں پر محمول ہے جو فرض نہ ہوں اس لیے حج کا سفر اس میں داخل نہیں ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے الفاظ عام ہیں اور اس میں محرم کے بغیر ہر اس سفر سے منع فرمایا ہے جو تین دن اور تین راتوں کی مسافت پر مشتمل ہو۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ رہے' مگر اس کے ساتھ (اس کا) محرم ہو اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۴۱' الرقم المسلسل: ۳۲۱۳)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت شوہر یا محرم کے بغیر حج کے لیے نہ جائے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے: اس کو تمہارے ساتھ کی کیا ضرورت ہے وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہے' تم اس غزوہ میں جاؤ' جس میں تمہارا نام لکھا ہوا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غزوہ میں جانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کو اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جانے کا حکم دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت بغیر خاوند یا محرم کے حج کے لیے نہیں جا سکتی۔

امام شافعی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ عورت فرض حج کے لیے بغیر شوہر یا محرم کے جا سکتی ہے' خواہ اس کے اور مکہ کے درمیان سفر ہو یا نہ ہو' وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جو بغیر محرم کے سفر کی ممانعت ہے' وہ ان سفروں کے لیے ہے جو واجب نہ ہوں۔

ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ عورت ایک برید (بارہ شرعی میل) سے کم کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے اور ایک برید یا اس سے زائد کا سفر بغیر محرم کے نہیں کر سکتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بغیر محرم کے سفر کرتی تھیں اور ایک جماعت نے اس سے استدلال کر کے یہ کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ تمام لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے کیونکہ وہ تمام مومنین کی ماں تھیں' وہ جس مومن کے ساتھ بھی سفر کرتیں' وہ ان کا محرم ہوتا اور دوسری عورتوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۵۔۱۸۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۵۹۔ ج ۳ ص ۶۵۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں شوافع کا نظریہ ② زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں مالکیہ کا نظریہ ③ زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں حنابلہ کا نظریہ ④ عورت کے سفر حج میں احناف کا نظریہ ⑤ عورت کے سفر کے بارے میں متعارض روایات کے جوابات ⑥ زمانہ امن میں عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحقیق ⑦ بذریعہ ہوائی جہاز عورت کے بغیر محرم کے حج پر جانے کی تحقیق۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۷۲۔۶۵۲ پر مذکور ہے۔

۱۰۸۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى' عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَهَا ذِي مَحْرَمٍ. تَابَعَهُ أَحْمَدُ' عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ' عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ عبید اللہ کی امام احمد نے متابعت کی ہے از عبد اللہ بن المبارک از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸۸ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ' عَنْ أَبِيهِ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ پر اور یوم

أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ. تَابَعَهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، وَسُهَيْلٌ، وَمَالِكٌ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کا سفر کرے۔ ابن ابی ذئب کی یحییٰ بن ابی کثیر اور سہیل اور مالک نے متابعت کی ہے از المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۹، الرقم المسلسل: ۳۲۰۹، سنن ابوداؤد: ۱۷۲۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۱۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۱۳، ج ۱۳ ص ۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں علامہ ابن بطال کی تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت میں احادیث مختلف ہیں' ایک دن اور ایک رات کے سفر کی بھی ممانعت ہے' اور بعض روایات میں دو دن کے سفر کی بھی ممانعت ہے اور تین دن کے سفر کی بھی ممانعت ہے' ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ احادیث مختلف سائلین کے جواب میں ہیں' ایک سائل نے سوال کیا کہ کیا عورت ایک دن اور ایک رات کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں' پھر دوسرے سائل نے سوال کیا: کیا عورت دو دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں' پھر تیسرے شخص نے سوال کیا: کیا عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں' پس ہر صحابی نے اس حدیث کو روایت کیا جو اس نے سنی تھی' ان میں کوئی تعارض ہے نہ کوئی حدیث منسوخ ہے' کیونکہ اصل یہ ہے کہ عورت بالکل سفر نہ کرے اور نہ کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں رہے کیونکہ کسی شخص کا اجنبی عورت کے پاس ایک رات میں داخل ہونا یا تین راتوں میں داخل ہونا برابر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے جو اس کا محرم نہ ہو۔

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں مصنف کی تطبیق

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں بہر حال تعارض ہے' یہ اور بات ہے کہ علامہ ابن بطال اس تعارض کو اٹھا نہیں سکے' اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے یہ کہتا ہوں کہ ابتداء اسلام میں مدینہ میں مسلمان کم تعداد میں تھے اور مسلمان ضعیف تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو بغیر محرم کے ایک دن کے سفر سے منع کر دیا' پھر جب مسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ ہوئی اور وہ بہ نسبت پہلے کے قوی ہو گئے اور خطرات بھی کم ہو گئے تو آپ نے عورت کو بغیر محرم کے دو دن کے سفر سے منع فرما دیا' پھر فتح مکہ کے بعد جب مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور مسلمانوں کو شوکت اور غلبہ حاصل ہو گیا تو آپ نے عورت کو محرم کے بغیر تین دن کی مسافت کے سفر سے منع فرما دیا۔

متعدد خواتین کے ساتھ عورت کے سفر حج پر علامہ ابن بطال کا استدلال اور مصنف کا جواب

اس کے بعد علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: فقہاء احناف نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے حج کے سفر کے لیے جائے اور امام مالک (اور امام شافعی) وغیرہ نے کہا ہے کہ جب عورت کے ساتھ متعدد خواتین ہوں تو وہ بغیر محرم کے بھی حج کے سفر پر جا سکتی ہے اور المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے کہ کوئی عورت بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کا سفر نہ کرے۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر سے منع کیا ہے جو ان پر لازم نہیں ہے اور ان کے لیے اس سفر کو ترک کرنا جائز ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے متعدد

خواتین کے ساتھ جا سکتی ہے کیونکہ جب متعدد خواتین اس کے ساتھ ہوں گی تو پھر خطرہ کم ہو جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۷۶۔۷۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہم بغیر محرم کے حج کی ممانعت میں باب سابق میں یہ صریح حدیث پیش کر چکے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا ہوا ہے آپ نے فرمایا: جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۴۱)

اگر سفر حج بغیر محرم کے کرنا جائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کے شوہر کو جہاد پر جانے دیتے اور اسے اس کی بیوی کے ساتھ حج پر نہ بھیجتے اور جب آپ نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ کسی عورت کا اپنے محرم کے بغیر حج پر جانا جائز نہیں ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی نے جو کہا ہے کہ جب کوئی عورت متعدد عورتوں کے ساتھ جائے گی تو پھر اس کو خطرہ نہیں ہوگا انہوں نے صریح حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کیا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا عمل صحیح اور صریح حدیث پر ہے۔

۵ - بَابٌ يَقْصُرُ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَّوْضِعِهِ

جب کوئی شخص اپنی جگہ (حدود شہر) سے نکلے تو قصر کرے

وَخَرَجَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَصَرَ وَهُوَ يَرَى الْبُيُوتَ، فَلَمَّا رَجَعَ قِيلَ لَهُ هَذِهِ الْكُوفَةُ، قَالَ لَا، حَتَّى نَدْخُلَهَا.

اور حضرت علی علیہ السلام نکلے تو انہوں نے نماز قصر کی حالانکہ وہ مکانوں کو دیکھ رہے تھے جب وہ واپس آئے تو ان سے کہا گیا: یہ کوفہ ہے انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

علی بن ربیعہ الاسدی بیان کرتے ہیں: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ (کوفہ سے) نکلے اور ہم کوفہ کی طرف دیکھ رہے تھے حضرت علی نے دو رکعت نماز پڑھی پھر واپس آئے پھر دو رکعت نماز پڑھی اور وہ بستی کی طرف دیکھ رہے تھے ہم نے ان سے کہا: کیا آپ چار رکعت نماز نہیں پڑھتے انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۳۳۳)

ابوحرب بن ابی الاسود الدیلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بصرہ سے نکلے تو انہوں نے جھونپڑیاں دیکھیں پس انہوں نے کہا: اگر یہ جھونپڑیاں نہ ہوتیں تو ہم دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۳۳۱)

ابوحرب بن ابی الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے پس ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی پھر فرمایا: جب ہم ان جھونپڑیوں سے نکل جائیں گے تو دو رکعت نماز پڑھیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۳ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے ہم شام کا قصد کر رہے تھے پس حضرت علی نے دو دو رکعت نماز پڑھی حتیٰ کہ جب ہم واپس آئے اور ہم نے کوفہ کی طرف دیکھا اور نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے کہا: اے امیر المومنین! یہ کوفہ ہے اب ہم پوری نماز پڑھیں؟ حضرت علی نے فرمایا: نہیں! حتیٰ کہ ہم کوفہ میں داخل ہو جائیں۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۶ نشر السنۃ ملتان)

ان آثار کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان اپنے شہر سے نکل کر کسی دوسرے شہر جانے کا قصد کرے تو جب تک اپنے شہر کی حدود

سے نہیں نکلے گا' پوری نماز پڑھے گا اور جب اپنے شہر واپس آئے گا تو جب تک اپنے شہر میں داخل نہیں ہوگا' نماز کو قصر کرے گا۔

۱۰۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ الظُّهْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر و ابراہیم بن میسرہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی۔

[اطراف الحدیث: ۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۵۱-۱۷۱۲-۱۷۱۴-۱۷۱۵-۲۹۵۱-۲۹۸۶] (صحیح مسلم: ۶۹۰' الرقم المسلسل: ۱۵۵۲' سنن ابوداؤد: ۱۲۰۲' سنن ترمذی: ۵۴۶' سنن نسائی: ۴۶۸' مسند الحمیدی: ۱۱۹۳' مصنف عبدالرزاق: ۴۳۱۵' مسند ابویعلیٰ: ۲۸۹۳' صحیح ابن حبان: ۲۷۴۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۰' المنتقیٰ: ۱۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۸۳- ج ۳ ص ۱۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۳۵' مکتبہ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۷۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) سفیان الثوری (۳) محمد بن المنکدر بن عبد اللہ القرشی التیمی المدنی' یہ ۱۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابراہیم بن میسرہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹۱)

شہر کی حدود اور مضافات سے نکلنے کے بعد نماز کو قصر کیا جائے گا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مسافر اس وقت نماز کو قصر کرے گا جب وہ شہر کے مضافات اور اس کی حدود سے نکل جائے گا' بعض تابعین نے کہا ہے کہ شہر کے مکانات سے نکلنے سے پہلے نماز کو قصر کرے' ان کے اس قول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے رد کیا گیا ہے' کیونکہ آپ نے مدینہ میں ظہر کی نماز پوری پڑھی اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر نماز کو قصر کیا اور نماز کو قصر کرنا اس وقت لازم ہے جب انسان شہر یا بستی کے مکانوں سے نکل جائے' اس سے پہلے نماز کو قصر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سفر میں عمل اور نیت کی ضرورت ہے اور یہ اقامت کی طرح نہیں ہے جس میں صرف نیت کافی ہے عمل کی ضرورت نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۰۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ الصَّلٰوةُ أَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَانِ، فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ، وَأُتِمَّتْ صَلٰوةُ الْحَضَرِ، قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ؟ قَالَ تَأَوَّلَتْ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے نماز دو رکعت فرض کی گئی' پس سفر کی نماز برقرار رہی' اور حضر کی نماز پوری پڑھی گئی۔ الزہری نے کہا: میں نے عروہ سے پوچھا: حضرت عائشہ جو (منیٰ میں) نماز پوری پڑھتی تھیں اس کا کیا سبب تھا؟ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہی تاویل کی تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تاویل کی تھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۰۸۲ اور ۳۵۰ کا مطالعہ کریں۔

٦ - بَابٌ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِي السَّفَرِ

سفر میں مغرب کی تین رکعت پڑھی جائیں گی

۱۰۹۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ، يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' جب آپ کو سفر میں جلدی روانہ ہونا ہوتا تو آپ مغرب کو مؤخر کر دیتے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔ سالم نے کہا: اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو جب سفر میں جلدی روانہ ہونا ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتے۔

[اطراف الحدیث: ۱۰۹۲-۱۱۰۶-۱۱۰۹-۱۶۶۸-۱۶۷۳-۱۸۰۵-۳۰۰۰] (صحیح مسلم: ۷۰۳' الرقم المسلسل: ۱۵۴۳' سنن نسائی: ۵۹۲' سنن ترمذی: ۵۵۵' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۹۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۹' صحیح ابن حبان: ۱۵۹۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۷۲' ج ۸ ص ۷ ۲' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۷۱' مسند الطحاوی: ۳۰۹۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع البہرانی (۲) شعیب بن ابی حمزہ (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۵) اللیث بن سعد (۶) یونس بن یزید (۷) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۹۷)

سفر میں نمازوں کو صورۃً جمع کرنے کے متعلق احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح سنت مروی ہے' اور یہ ہر سفر مباح میں جائز ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے دیکھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں جلدی جانا ہوتا تو مغرب کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔ یہ حکم ہر سفر میں عام ہے' اور جو یہ دعویٰ کرے کہ یہ حکم بعض سفروں کے ساتھ مخصوص ہے' اسے اس پر دلیل پیش کرنا لازم ہے' اور اس سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی طلب میں اور دشمن اسلام سے جہاد کے احوال ایک ساتھ ذکر فرمائے ہیں اور ان سے تہجد کی نماز کے وجوب کو ساقط کر دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

عَلِمَ أَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (المزمل: ۲۰)

اللہ کو علم ہے کہ تم تہجد کی نماز کو ہرگز نہ نبھا سکو گے سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی' سو جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لیے آسان ہو اتنا قرآن پڑھا کرو' اس کو علم ہے کہ تم میں سے بعض بیمار ہوں گے اور بعض زمین میں سفر کر کے اللہ کے فضل کو تلاش کریں گے اور بعض اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے تہجد کی نماز کو ساقط کرنے میں زمین میں سفر کرنے اور جہاد کو مساوی قرار دیا ہے' پس اس سے معلوم ہوا کہ سفر

میں قصر کی رخصت لازم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۸۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنے میں امام شافعی کی دلیل ہے کہ مغرب کی نماز کو عشاء کی نماز تک مؤخر کیا جائے اور یہ حکم تمام سفروں کے لیے عام ہے۔ (شرح الکرمانی جز ۶ ص ۱۶۷-۱۶۶ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت '۱۴۰۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر صفیہ بنت ابی عبید کی تعزیت کو جا رہے تھے' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں گیا' وہ اپنی زمین پر جانے کا ارادہ کر رہے تھے' وہ بہت جلدی جا رہے تھے' ان کے ساتھ قریش کا ایک آدمی تھا جو ان کو لے جا رہا تھا' سورج غروب ہو گیا اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی' وہ نماز کی حفاظت کرتے تھے' جب انہوں نے نماز میں تاخیر کر دی تو میں نے کہا: نماز پڑھیے' اللہ آپ پر رحم کرے' انہوں نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور سفر جاری رکھا' حتیٰ کہ جب شفق کا آخری وقت ہو گیا تو وہ سواری سے اترے' پھر مغرب کی نماز پڑھی' پھر عشاء کی اقامت کہی اس وقت شفق غائب ہو چکی تھی' پس ہم کو نماز پڑھائی' پھر ہماری طرف مڑ کر کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جلدی جانا ہوتا تھا تو آپ اسی طرح کرتے تھے۔ (سنن نسائی: ۵۹۱' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۳)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ ایک اور قصہ ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۹۸ 'دار المعرفہ' بیروت '۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ان احادیث میں جمع صوری کا ذکر ہے کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور دوسری نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا جائے' جیسا کہ صحیح بخاری' سنن نسائی اور سنن ابوداؤد کی حدیثوں میں ہے' رہا ایک نماز کے وقت دوسری نماز کو جمع کر کے پڑھنا سو یہ جمع حقیقی ہے اور یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے' اس پر تفصیلی بحث ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

※ یہ حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۵۱۸-ج ۲ ص ۴۰۱' پر مذکور ہے' اس کی شرح میں دو نمازوں کے جمع کرنے میں مذاہب اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات مذکور ہیں۔

۱۰۹۲ - وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' قَالَ سَالِمٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ. قَالَ سَالِمٌ وَأَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ' وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلٰى امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ' فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ' فَقَالَ سِرْ' فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ' فَقَالَ سِرْ' حَتّٰى سَارَ مِيلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً' ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى' ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلَاثًا' ثُمَّ يُسَلِّمُ' ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيمَ الْعِشَاءَ' فَيُصَلِّيهَا

اور لیث نے یہ اضافہ کیا: انہوں نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ سالم نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھتے تھے' سالم نے کہا کہ حضرت ابن عمر نے مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیا' انہیں ان کی بیوی صفیہ بنت عبید کی موت کی خبر دی گئی تھی' (وہ ان کی تعزیت کو جا رہے تھے) میں نے ان سے کہا: نماز پڑھیے' انہوں نے کہا: چلتے رہو' میں نے ان سے کہا: نماز پڑھیے' انہوں نے کہا: چلتے رہو' میں نے ان سے کہا: نماز پڑھیے' انہوں نے کہا: چلتے رہو' حتیٰ کہ انہوں نے دو یا تین میل سفر کیا' پھر سواری سے اترے' پس انہوں نے نماز پڑھی' پھر کہا: میں نے اسی طرح دیکھا ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلدی جانا ہوتا تو آپ اسی طرح کرتے تھے

رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يُسَلِّمُ، وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ، حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

اور حضرت عبد اللہ نے کہا: میں نے دیکھا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلدی جانا ہوتا تو آپ مغرب کی اقامت کہلواتے' پھر اس کی تین رکعت پڑھتے' پھر سلام پھیر دیتے' پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی اقامت کہلواتے' پھر اس کی دو رکعت نماز پڑھتے' پھر سلام پھیر دیتے اور عشاء کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ آدھی رات کو اٹھتے۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث:١٠٩١ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ صَلٰوةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَابِّ، حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ

سواری پر نفل نماز پڑھنا خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو

١٠٩٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ.

[اطراف الحدیث:١٠٩٧-١١٠٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت عبد اللہ بن عامر از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سواری پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اس کا منہ جس طرف بھی تھا۔

(صحیح مسلم:٧٠١' الرقم المسلسل:١٥٩٠' مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٥ طبع قدیم' مسند احمد:١٥٦٧٣- ج ٢٤ ص ٤٣٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ' یہ ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں (٢) عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ ابو محمد الشامی (٣) معمر بن راشد (٤) محمد بن مسلم الزہری (٥) حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بہت کم سنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی (٦) ان کے والد حضرت عامر بن ربیعہ العنزی ہیں' یہ آل عمر بن الخطاب کے حلیف تھے' یہ مہاجرین اولین میں سے تھے اور بدر میں حاضر ہوئے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٠٠-١٩٩)

سفر اور حضر میں سواری پر نفل پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں "راحلہ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹنی اور اس کا استعمال مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے ہوتا ہے' اس سے مراد وہ قوی اونٹ ہے جس پر سواری کی جا سکے اور جس پر بوجھ لادا جا سکے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کا منہ جس طرف بھی تھا' اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا منہ خواہ قبلہ کی طرف تھا یا کسی اور طرف۔

امام ترمذی نے کہا: اس حدیث پر عام اہل علم کا عمل ہے' ہمیں ان کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے' وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ وہ جب سواری پر نفل نماز پڑھیں تو خواہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو یا کسی اور طرف ہو۔

سفر میں سواری پر نماز پڑھنے کے مسئلہ میں تو فقہاء کا اجماع ہے اور حضر (شہر) میں سواری پر نماز پڑھنے میں اختلاف ہے' امام ابو یوسف' ابو سعید الاصطخری الشافعی' غیر مقلدین اور بعض دیگر شافعی علماء کہتے ہیں کہ حضر (شہر) میں بھی سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے' جب کہ سواری کا منہ قبلہ کی طرف ہو' امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے حضر (شہر) میں سواری پر نماز پڑھنے کو ناجائز کہا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

١٠٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِي غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن عبد الرحمان انہوں نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نفل پڑھتے تھے اور اس وقت آپ سوار ہوتے تھے اور قبلہ رخ نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری ۱۰۹۳ اور ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

١٠٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع، انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے اور اسی پر وتر پڑھتے تھے اور وہ بتاتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ الْإِيمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا

١٠٩٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ يُومِئُ. وَذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری مڑے وہ اشارہ کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوبَةِ

فرض پڑھنے کے لیے سواری سے اترنا

١٠٩٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيعَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ يُومِئُ بِرَأْسِهِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ کہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ سواری پر سر کے اشارہ سے نماز پڑھ رہے تھے، جس طرح بھی سواری کا رخ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز میں اس طرح نہیں کرتے

الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوبَةَ.

تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۹۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۹۸ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمٌ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّي عَلٰى دَابَّتِهِ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ، مَا يُبَالِي حَيْثُ مَا كَانَ وَجْهُهُ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رات کو سواری پر نماز پڑھتے تھے اور وہ اس وقت مسافر تھے اور وہ یہ پرواہ نہیں کرتے تھے کہ سواری کا کس طرف منہ ہے' اور حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: رسول اللہ ﷺ سواری پر نفل پڑھتے تھے جس طرف بھی اس کا منہ ہو' اور اس پر وتر پڑھتے تھے' البتہ آپ اس پر فرض نہیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۹۹ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن عبدالرحمان بن ثوبان' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ مشرق کی طرف منہ کیے ہوئے سواری پر نماز پڑھ رہے تھے' پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ صَلٰوةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الْحِمَارِ

نفل نماز دراز گوش پر پڑھنا

ہر چند کہ اس سے پہلے باب میں سواری پر نفل پڑھنے کی احادیث گزر چکی ہیں' لیکن امام بخاری نے چاہا کہ خصوصیت کے ساتھ دراز گوش (گدھے) پر سواری کے جواز کا حکم بیان کریں اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گدھے کا پسینہ پاک ہوتا ہے کیونکہ اس پر سواری کرنے سے سوار کے جسم اور کپڑوں پر اس کا پسینہ لگتا ہے اگر اس کا پسینہ ناپاک ہوتا تو اس پر سواری کرتے ہوئے نماز جائز نہ ہوتی۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ گدھے کا پسینہ مشکوک ہونا چاہیے' کیونکہ ہر جانور کے پسینہ کو اس کے گوشت پر قیاس کیا جاتا ہے لیکن چونکہ نبی ﷺ نے اس پر سواری کی ہے اس لیے خلاف قیاس اس کے پسینہ کو پاک قرار دیا گیا ہے۔

۱۱۰۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ ابْنُ سِيرِينَ قَالَ اسْتَقْبَلْنَا أَنَسًا حِينَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ، فَلَقِينَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ، فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلٰى حِمَارٍ، وَوَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَعْنِي عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ؟ فَقَالَ لَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ شام سے آئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا' ہم ان سے عین التمر کے مقام پر ملے' پس میں نے ان کو دیکھا وہ گدھے پر نماز

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ لَمْ أَفْعَلْهُ. رَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح مسلم: ۷۰۲، الرقم المسلسل: ۱۵۹۱)

پڑھ رہے تھے اور ان کا منہ اس طرف تھا یعنی قبلہ کی بائیں طرف تھا، میں نے ان سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہیں، انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں نماز نہ پڑھتا۔ ابن طہمان نے اس حدیث کو از حجاج از انس بن سیرین از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن سعید بن صخر بن سلیمان بن سعید بن قیس بن عبد اللہ ابو جعفر الداری المروزی، یہ ۲۵۳ھ میں نیشاپور میں فوت ہو گئے تھے (۲) حبان ابو حبیب بن ہلال الباہلی (۳) ہمام بن یحییٰ العوذی (۴) حضرت انس بن سیرین، یہ محمد بن سیرین کے بھائی ہیں (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۶-۲۰۵)

گدھے پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اجماع

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

گدھے، خچر، اونٹ اور کسی بھی سواری پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے، خواہ کم سفر ہو یا زیادہ سفر ہو، امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ انہوں نے شہر میں سواری پر اشارے سے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے گدھے پر مدینہ کی گلیوں میں اشارے سے نماز پڑھی ہے اور تمام فقہاء نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۹۲-۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۵۱۱ - ج ۲ ص ۳۹۴ پر مذکور ہے، وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

١١ - بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ دُبُرَ الصَّلٰوةِ وَقَبْلَهَا

جو سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد کی سنتیں نہ پڑھے

١١٠١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُ قَالَ سَافَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ، وَقَالَ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

(الاحزاب: ٢١). [طرف الحدیث: ١١٠٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد نے حدیث بیان کی کہ حفص بن عاصم نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سفر کیا، انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ مصاحبت کی ہے، میں نے آپ کو سفر میں نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اللہ جل ذکرہ نے فرمایا ہے: تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

(صحیح مسلم: ۶۸۹، الرقم المسلسل: ۱۵۵۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۲۳، سنن ترمذی: ۵۴۴، سنن نسائی: ۱۴۵۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ

ج۱ ص۸۰، ۳۸۰، مصنف عبد الرزاق: ۴۴۴۳، مسند ابو یعلیٰ: ۵۷۷۸، سنن بیہقی ج۳ ص۱۵۸، شرح السنۃ: ۱۰۳۲، صحیح ابن خزیمہ: ۹۴۷، مسند احمد ج۲ ص۲۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۷۶۱ ج۸ ص۳۷۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن سلیمان بن یحییٰ ابوسعید الجعفی الکوفی' ان کی رہائش مصر میں تھی اور یہ ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) عمر بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب العسقلانی' یہ ثقہ اور جلیل تھے' ۱۴۵ھ کے بعد فوت ہوئے تھے (۴) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۷ ص۲۰۸)

سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول اور فعل کے تعارض کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سفر میں اپنی سواری پر اشارے سے نماز پڑھتے تھے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو اور وہ خود بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۹۶۔۹۹۹) اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں زمین پر فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے اور اس حدیث میں سواری پر نفل پڑھنے کا ذکر ہے لہٰذا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول اور فعل میں تعارض نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر کے علاوہ علی بن الحسین' سعید بن المسیب' سعید بن جبیر بھی فرض نماز سے پہلے اور بعد سفر میں سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عمر نے جو کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' یہ ان صحابہ کے خلاف حجت نہیں ہے جنہوں نے آپ کو فرض سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کیونکہ جو کسی چیز کی نفی کرے وہ دیکھنے والا نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ آپ نے سفر میں فرض کے ساتھ نفل پڑھے ہیں اور عامۃ العلماء کا یہی قول ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں نفل پڑھنے کو اس لیے ترک کر دیا ہو جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے تاکہ آپ امت کو یہ تعلیم دیں کہ سفر میں ان کو اختیار ہے خواہ وہ سفر میں سنن مؤکدہ پڑھیں یا نہ پڑھیں۔

(شرح ابن بطال ج۳ ص۹۵۔۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے چاہئیں' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے' جو سفر میں نفل نہیں پڑھتے تھے' وہ رخصت کو قبول کرتے تھے اور جو نفل پڑھتے تھے ان کے لیے زیادہ فضیلت ہے اور اکثر اہل علم سفر میں نفل پڑھنے کو اختیار کرتے تھے۔

علامہ سرخسی اور علامہ المرغینانی نے کہا ہے کہ سفر میں نفل کو ترک کرنے کی رخصت ہے اور نفل پڑھنے میں فضیلت ہے' علامہ الہندوانی نے کہا ہے کہ جب سواری سے اتر جائے تو نفل پڑھنا افضل ہے اور جب سواری پر سوار ہو تو نفل کو ترک کرنے کی رخصت ہے' ہشام نے کہا: میں نے امام محمد کو دیکھا وہ اکثر سفر میں ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد کی سنتوں کو نہیں پڑھتے تھے اور صبح کی اور مغرب

کی سنتوں کو ترک نہیں کرتے تھے اور میں نے ان کو سفر میں عصر اور عشاء سے پہلے کی سنتوں کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' وہ عشاء پڑھتے تھے پھر وتر پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۷۷۔ ج ۲ ص ۳۷۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: سنن کا حکم۔ یہ دو سطروں کی شرح ہے ص ۳۸۳ پر۔

۱۱۰۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عِيسَى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ لَا يَزِيدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذَلِكَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عیسیٰ بن حفص بن عاصم' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کی ہے' آپ سفر میں دو رکعت (فرض) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' اسی طرح حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث کا مطالعہ کریں۔

۱۲ - بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ، فِي غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا

جس نے فرض سے پہلے اور بعد کے علاوہ سفر میں نفل پڑھے

وَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي السَّفَرِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے سفر میں تھے' صحابہ نماز فجر تک سوتے رہے' پس ان کو سورج کی گرمی نے بیدار کیا' وہ تھوڑی دیر اٹھے حتیٰ کہ سورج مستقل ہو گیا' پھر آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو اس نے اذان دی' پس آپ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت (سنت فجر) پڑھیں' پھر آپ نے اقامت کہلوائی' پھر نماز فجر پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳)

دوسری حدیث میں ہے:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: اس جگہ سے دور چلو' پھر آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا' پس انہوں نے اذان دی' پھر سب نے وضوء کیا اور دو رکعت (سنت) فجر پڑھی' پھر آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے نماز کی اقامت کہی' پس آپ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۴)

ان دونوں حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے سفر میں نماز فجر کی سنتیں پڑھیں۔

۱۱۰۳ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ مَا أَنْبَأَ أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ، ذَكَرَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابن ابی لیلیٰ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے' ماسوا

فَتْحِ مَكَّةَ اِغْتَسَلَ. فِيْ بَيْتِهَا، فَصَلّٰى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، فَمَا رَأَيْتُهُ صَلّٰى صَلٰوةً أَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ. [اطراف الحدیث: ۱۱۷۶۔ ۴۲۹۲]

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں غسل کیا' پھر آٹھ رکعات پڑھیں' پس میں نے آپ کو اس سے خفیف نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا' البتہ آپ رکوع اور سجود پورا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۳۳۶' الرقم المسلسل: ۱۶۸۰' سنن ترمذی: ۴۷۴' سنن نسائی: ۲۲۳' سنن کبریٰ: ۲۲۹' سنن ابن ماجہ: ۴۶۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۳۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۶۲۰' سنن دارمی: ۱۴۵۲' المعجم الکبیر: ۱۰۶۶' ج ۲۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۸' شرح السنۃ: ۱۰۰۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۹' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۰۰' ج ۴۴ ص ۴۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد سنتیں پڑھنے کے ثبوت میں احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ سفر کیے ہیں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے ظہر سے پہلے کی دو رکعت سنت کبھی چھوڑی ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جو آٹھ رکعات چاشت کی نماز پڑھی' یہ بھی آپ نے سفر کے موقع پر زمین پر پڑھی اور سواری پر نہیں پڑھی' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں زمین پر نماز پڑھنی بھی جائز ہے۔

بے شک آپ نے سفر میں زمین پر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے' اسی طرح آپ نے سفر میں دو رکعت سنت فجر پڑھی ہے' اور آپ نے سواری پر دن اور رات میں نوافل پڑھے ہیں' اور یہ بھی سفر میں زمین پر نفل پڑھنے کی دلیل ہے کیونکہ جب سواری پر نفل پڑھنے جائز ہیں تو زمین پر نفل پڑھنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوں گے' اور حضرت ابن عمر کا قول اس کے خلاف ہے اور الحسن البصری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سفر کرتے تھے اور فرض سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے تھے اور یہ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت جابر' حضرت ابن مسعود' حضرت انس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم اور بہ کثرت تابعین سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نوافل پڑھتے تھے اور یہ امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے' کیونکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد زمین پر نوافل پڑھتے تھے۔

ابن ابی لیلیٰ نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت ام ہانی کے علاوہ اور کسی نے یہ روایت نہیں کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز پڑھی ہے' یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے' ان میں سے ایک چاشت کی نماز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۹۸۔ ۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ ابن ابی لیلیٰ کے قول کے خلاف درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرہ بنو معاویہ کی طرف نکلا' آپ نے آٹھ رکعات چاشت کی نماز پڑھی اور ان میں طویل قیام کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی دو رکعت پڑھنے کی وصیت کی۔

عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ. وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ وَحَرْبٌ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ حَفْصٍ، عَنْ أَنَسٍ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

از انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب اور عشاء کی نمازوں کو سفر میں جمع کرتے تھے۔ حسین کی متابعت علی بن المبارک اور حرب نے کی ہے از یحییٰ از حفص از حضرت انس کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کو جمع کیا۔

(جامع المسانید لابن جوزی: ۲۸۲' المسند الجامع: ۲۸۲)

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی طرف سے حافظ ابن حجر کے دلائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے نمازوں کو جمع کرنے کے متعلق یہ تین حدیثیں ذکر کی ہیں' ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ جب آپ کو کہیں جلدی جانا ہوتا تو آپ دو نمازوں کو جمع کر لیتے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ جب آپ سواری پر سوار ہوتے تو دو نمازوں کو جمع کر لیتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مطلق ہے' اس میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے ساتھ کوئی قید نہیں ہے' امام بخاری نے اس باب کا عنوان مطلق رکھا ہے کیونکہ مقید مطلق کے افراد میں سے ہے' اور گویا کہ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے' خواہ وہ سواری پر سفر کر رہا ہو یا نہیں اور خواہ اس کو کسی کام کی جلدی ہو یا نہیں' اور اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے' اکثر صحابہ' تابعین اور فقہاء میں سے امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور اشہب نے یہ کہا ہے کہ سفر میں مطلقاً نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ عرفہ اور مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے' الحسن البصری' النخعی' امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کا یہی قول ہے' علامہ نووی نے لکھا ہے کہ صاحبین نے اپنے استاذ کی مخالفت کی ہے اور علامہ سروجی نے شرح الہدایہ میں ان کا رد کیا ہے اور وہی اپنے مذہب کے زیادہ جاننے والے ہیں۔ عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی بحث کتاب الحج میں آئے گی' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جن احادیث میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے' ان کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ جمع صوری پر محمول ہیں اور وہ یہ ہے کہ مثلاً مغرب کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے' علامہ خطابی نے اس پر یہ تعاقب کیا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے' اگر ایسا ہی ہو جیسے انہوں نے ذکر کیا ہے تو پھر اس میں ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی بہ نسبت زیادہ تنگی ہو گی' کیونکہ نماز کے اوقات کے اول اور آخر کو اکثر خواص بھی نہیں جانتے چہ جائے کہ عام لوگ۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۲۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس پر دلیل کہ دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کی امت حرج میں مبتلا نہ ہو۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۱۹۰۰) نیز احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کیا ہے جیسا کہ اس کے متصل باب میں حدیث آ رہی ہے' اور جمع کے لفظ سے ذہن میں یہی معنی متبادر ہوتا ہے' اور جمع صوری پر جمع تقدیم سے نقض وارد ہوتا ہے' جس کا ذکر ایک باب کے بعد آ رہا ہے اور لیث نے کہا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا اس کے ساتھ خاص ہے جس کو اپنی مہم پر جلدی روانہ ہونا ہو اور امام مالک کا مشہور قول بھی یہی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا مسافر کے ساتھ خاص ہے' مقیم کے ساتھ خاص نہیں ہے اور یہ ابن حبیب کا قول ہے اور اوزاعی نے کہا ہے کہ یہ اس کے ساتھ خاص ہے جس کا کوئی عذر حکمی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جمع تاخیر جائز ہے اور جمع تقدیم جائز نہیں ہے اور یہ قول امام مالک اور امام احمد سے مروی ہے اور ابن

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱-۴۰۱۷ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۸۱۶۷' دار الکتب العلمیہ بیروت)

١١٠٤ - **وَقَالَ** اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن عامر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت سواری کی پشت پر نفل پڑھ رہے تھے' سواری کا منہ جس طرف بھی ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۹۳ میں گزر چکی ہے۔

١١٠٥ - **حَدَّثَنَا** أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ، يُومِئُ بِرَأْسِهِ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری کی پشت پر نفل پڑھتے تھے' جس طرف بھی سواری کا رخ ہو اور سر سے اشارہ کرتے تھے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

سفر میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا

١١٠٦ - **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از سالم از والد خود' انہوں نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد جانا ہوتا تو آپ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

١١٠٧ - **وَقَالَ** إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ، وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا از الحسین المعلم از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سفر کرتے تو ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرتے اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے۔

١١٠٨ - **وَعَنْ** حُسَيْنٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ،

اور از حسین از یحییٰ بن ابی کثیر از حفص بن عبید اللہ بن انس

حزم کا بھی یہی مختار ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۰۵-۷۰۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات

یہ درست ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے لیکن ہم اس جمع کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں کیونکہ دو نمازوں کو جمع کرنے کی تمام احادیث اخبار آحاد ہیں اور قرآن مجید کی نصوص قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھا جائے‘ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ. (البقرہ: ۲۳۸) تمام نمازوں کی حفاظت کرو۔

یعنی ہر نماز کو اس کے وقت میں ادا کرو‘ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۝ (البقرہ: ۲۳۸) بے شک مومنوں پر نماز کو اس کے وقت میں فرض کیا گیا ہے۔

اگر دو نمازوں کو ایک نماز کے وقت میں پڑھا جائے تو نماز اپنے وقت میں ادا نہیں ہوگی اور یہ ان آیات قطعیہ کے خلاف ہے‘ اس لیے ہم ان احادیث کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں کہ مثلاً ظہر کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے‘ اس طرح ان احادیث پر بھی عمل ہو جائے گا اور قرآن مجید کی کسی آیت کی مخالفت بھی لازم نہیں آئے گی‘ نیز رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بھی یہی ثابت ہے کہ ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں نہ پڑھا جائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی نماز کو اس کے وقت کے علاوہ پڑھا ہو‘ سوا دو نمازوں کے‘ آپ نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور فجر کی نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھا۔
(صحیح البخاری: ۱۶۸۲‘ صحیح مسلم: ۱۲۸۹)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سونے (نیند) میں تقصیر نہیں ہے۔ تقصیر صرف اس شخص کی ہے جس نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۶۸۱‘ سنن ابوداؤد: ۴۴۳‘ سنن ابن ماجہ: ۶۹۸‘ سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۶‘ صحیح ابن خزیمہ: ۹۸۹‘ سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۸۶‘ کنز العمال: ۲۰۱۳۹)

سو جس نے دو نمازوں کو ایک نماز کے وقت میں جمع کیا تو اس پر ان دونوں حدیثوں کی مخالفت لازم آئے گی۔

علامہ خطابی نے جو یہ کہا ہے کہ نماز کے اول وقت اور آخر وقت کا علم تو خواص کو بھی نہیں ہوتا‘ چہ جائیکہ عوام کو‘ سو یہ بداہۃً باطل ہے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے اور اہم ارکان اسلام میں سے ہے‘ اس کا کسی مسلمان سے یہ کیسے متصور ہوگا کہ اس کو نماز کے اول اور آخر وقت کا علم نہ ہو‘ اور جس کو نماز کے اول اور آخر وقت کا علم نہ ہو‘ ہو سکتا ہے کہ وہ نماز کو وقت سے پہلے پڑھ لے یا وقت نکلنے کے بعد پڑھے‘ اور نماز کی حفاظت وہی شخص کر سکتا ہے جس کو نماز کے اول اور آخر وقت کا علم ہو اور اللہ نے ہر شخص کو نماز کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے‘ سو علامہ خطابی نے یہ بہت نادانی کی بات کی ہے‘ اور حیرت ہے کہ علامہ ابن حجر نے اس باطل قول کو بڑے طمطراق سے پیش کیا ہے۔

ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے رد میں اور جمع صوری کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کے خلاف قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر جمع کر کے پڑھی اور مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھی‘ بغیر خوف کے اور بغیر سفر کے۔ (صحیح مسلم: ۷۰۵‘ الرقم المسلسل: ۱۵۹۹‘ سنن ابوداؤد: ۱۲۱۰‘ سنن نسائی: ۶۰۱)

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا بغیر خوف اور بغیر سفر کے'ابوالزبیر نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا: آپ نے کس وجہ سے ایسا کیا تھا؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا' حضرت ابن عباس نے کہا: آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کی امت حرج میں مبتلا نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۷۰۵ الرقم المسلسل: ۱۶۰۰ ' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۱ ' سنن ترمذی: ۱۸۷ ' سنن نسائی: ۶۰۱ ' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۳)

سنن ترمذی میں ہے: بغیر سفر اور بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کیا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو جمع صوری پر محمول کرنا واجب ہے ورنہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ بغیر سفر کے اور بغیر کسی خوف کے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھا جائے اور یہ فقہاء احناف کی بہت قوی دلیل ہے۔

علامہ نووی نے اس حدیث کی ایک یہ تاویل کی کہ آپ نے بارش کی وجہ سے ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کیا' پھر اس تاویل کو خود یہ کہہ کر رد کر دیا کہ سنن ترمذی میں ہے: آپ نے بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کیا۔

دوسری تاویل یہ کی: مطلع ابر آلود تھا اور آپ نے ظہر کے وقت میں عصر پڑھ لی تھی' اس کا بعد میں پتا چلا تھا' لیکن اس تاویل کو بھی انہوں نے رد کر دیا کہ یہ بات ظہر اور عصر میں تو چل سکتی ہے مغرب اور عشاء میں نہیں۔

تیسری تاویل یہ کی ہے کہ آپ نے پہلی نماز آخری وقت میں پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو پتا چلا کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو چکا تھا' اس کو بھی انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ تاویل خلاف ظاہر ہے اور باطل ہے۔

چوتھی تاویل جس پر ان کا اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے بیماری کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۱۵۰-۲۱۴۹ ' مکتبہ نزار مصطفیٰ ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ نووی کی یہ تاویل بھی باطل ہے کیونکہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: آپ نے بغیر سفر کے اور بغیر خوف کے دو نمازوں کو جمع کیا' اگر آپ نے بیماری کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کیا تھا تو وہ مرض بڑھنے کے خوف میں داخل ہے حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں: آپ نے بغیر خوف کے ظہر اور عصر' اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا' نیز آپ کی بیماری کے ایام معروف ہیں اور ان ایام میں آپ کے نماز پڑھنے کی تفصیل کا احادیث میں ذکر ہے اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے بیماری کی وجہ سے ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا' علاوہ ازیں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا بہرحال قرآن مجید کی نصوص قطعیہ کے خلاف ہے تو پھر کیا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو قرآن مجید کی مخالفت پر محمول کیا جائے اور یہ کیوں نہ کہا جائے کہ آپ نے ظہر کو آخری وقت میں اور عصر کو اول وقت میں پڑھا اور مغرب کو آخری وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں پڑھا اور دو نمازوں کو صورۃً جمع کیا تاکہ بیماری کے ایام میں امت حرج میں مبتلا نہ ہو اور شہر میں دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں صورۃً جمع کر کے پڑھ لے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک نماز کے وقت دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں اس کے متصل باب کا ذکر کیا ہے' سو ہم اس باب کی حدیث کی شرح میں اس پر ان شاء اللہ گفتگو کریں گے۔

۱۴ - بَابٌ هَلْ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ إِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

جب مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے تو پہلے اذان دے یا اقامت کہے؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب مسافر مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے گا تو آیا وہ اذان دے گا یا نہیں؟ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس باب کے تحت امام بخاری نے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے اس میں اذان کا ذکر نہیں ہے اور نہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اذان کا ذکر ہے اور نہ اقامت کا ذکر ہے۔

اس کے جواب میں علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں: شاید کہ راوی اذان اور اقامت کے ترک کے ذکر کے درپے نہیں ہوا اور اس نے دونوں نمازوں کا مطلقاً ذکر کیا اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ دونوں نمازیں اپنے ارکان' شرائط اور سنن کے ساتھ مراد ہیں اور اقامت اور اذان نماز کی سنتوں میں سے ہیں۔ (شرح الکرمانی ج ۶ ص ۱۷۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

۱۱۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَيُقِيْمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيْهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيْمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيْهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرَكْعَةٍ وَلَا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسَجْدَةٍ حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ ہونے میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے' سالم نے کہا: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے' جب ان کو روانہ ہونے میں جلدی ہوتی تو وہ مغرب کی اقامت کہتے' پھر اس کی تین رکعت پڑھتے' پھر سلام پھیرتے' پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی اقامت کہتے' پس اس کی دو رکعت پڑھتے' پھر سلام پھیر دیتے' پھر ان کے درمیان ایک رکعت بھی نفل نہیں پڑھتے تھے اور نہ عشاء کے بعد کوئی سجدہ کرتے حتیٰ کہ آدھی رات کو قیام کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔ مزید شرح درج ذیل ہے۔

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے پر فقہاء شافعیہ کا استدلال اور اس کا جواب

اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مغرب کی نماز کو کتنی دیر مؤخر کرتے تھے لیکن صحیح مسلم میں اس کا بیان ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو جب روانگی میں جلدی ہوتی تو وہ شفق کے غائب ہونے کے بعد مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے اور وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب روانگی میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۷۰۳' الرقم المسلسل: ۱۵۹۲)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فقہاء احناف کی تاویل کا ابطال ہے کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ پہلی نماز کو آخری وقت میں پڑھنا اور دوسری نماز کو اول وقت میں پڑھنا (الی قولہ) کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ پہلی نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۱۳۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جو دو نمازوں کے جمع کرنے کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۶ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ نووی شافعی اور علامہ عسقلانی شافعی دونوں کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب پڑھ کر تھوڑی دیر ٹھہرتے اور شفق کے غائب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے ہم کہتے ہیں کہ شفق کا معنی سرخی بھی ہے اور سفیدی بھی ہے اور سرخی جلد غائب ہوتی ہے اور سفیدی دیر سے غائب ہوتی ہے' ہو سکتا ہے کہ یہاں شفق کی سرخی مراد ہو اور آپ نے شفق کی سرخی غائب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھی ہو' تاہم چونکہ قرآن مجید میں ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' اس لیے اگر اس پر اصرار کیا جائے کہ آپ نے عشاء کا وقت شروع ہونے سے پہلے عشاء کی نماز پڑھی تھی تو ہم صریح قرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو ترک کر دیں گے' جب کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ آپ نے دو نمازوں کے سوا کوئی نماز دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقصیر اس شخص کی ہے جس نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا۔

١١١٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا حَرْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ، يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حفص بن عبید اللہ بن انس نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ان دو نمازوں کو جمع کرتے تھے یعنی مغرب اور عشاء کو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۰۸ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابٌ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى الْعَصْرِ، إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ

جب زوال سے پہلے سفر کرے تو نمازِ ظہر کو نمازِ عصر تک مؤخر کرے

فِيهِ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کے ثبوت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

١١١١ - حَدَّثَنَا حَسَّانُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ، أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا، وَإِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

[طرف الحدیث: ۱۱۱۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان الواسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المفضل بن فضالہ نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم زوال آفتاب سے پہلے روانہ ہوتے تو ظہر کی نماز کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے' پھر ان دونوں کو جمع کرتے' اور جب سورج ڈھل ہو جاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے' پھر سوار ہوتے۔

(صحیح مسلم: ۷۰۳' الرقم المسلسل: ۱۵۹۶' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۸' سنن نسائی: ۵۸۶' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۹۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۵ طبع قدیم' مسند

احمد: ۹۹ ۱۳- ج ۲ ص ۳۱۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۱۹۷ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی: ۱۴۸۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حسان بن عبد اللہ بن سہل الکندی المصری' یہ ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) المفضل بن الفضالہ ابو معاویہ القتبانی' یہ مصر کے قاضی تھے اور مجاب الدعوۃ تھے' یہ ۱۸۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۳)

دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے والوں کے نزدیک اس کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو فقہاء ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز کہتے ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' جو شخص ظہر کی نماز کے وقت میں کسی جگہ ٹھہرا' اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز کو ظہر کے ساتھ ملا کر دو نمازوں کو جمع کرے اور جب وہ سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھے' جب اس کو اپنے ٹھہرنے پر اعتماد ہو اور عصر کا وقت باقی ہو اور جب وہ ان دونوں نمازوں کے وقت میں سفر کر رہا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ جس نماز کو چاہے مقدم یا مؤخر کر کے دو نمازوں کو جمع کرے' لیکن افضل یہ ہے کہ پہلی نماز کو دوسری نماز کے ساتھ ملائے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمع کرنے کے وقت میں اختلاف ہے' اگر چاہے تو پہلی نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرے اور اگر چاہے تو دوسری نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرے' یہ جمہور کا قول ہے' پھر انہوں نے امام ابوحنیفہ کے قول کو نقل کر کے کہا: یہ قول احادیث اور آثار کے خلاف ہے' حالانکہ امام ابوحنیفہ کا قول احادیث اور آثار کے خلاف نہیں ہے بلکہ ائمہ ثلاثہ کا قول قرآن مجید کی آیات' احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کے خلاف ہے جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں' امام اعظم ابوحنیفہ نے قرآن مجید' سنت' آثار صحابہ اور قیاس سے استدلال کیا ہے اور جن احادیث اور آثار میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے' ان کو جمع صوری پر محمول کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶ - بَابٌ إِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ

جب مسافر زوال آفتاب کے بعد روانہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھے' پھر سوار ہو

۱۱۱۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ' أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ' ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا' فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ' صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المفضل بن فضالہ نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال آفتاب سے پہلے روانہ ہوتے تو ظہر کی نماز کو عصر کی نماز کے وقت تک مؤخر کر دیتے' پھر سواری سے اتر کر دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے اور اگر آپ کے روانہ ہونے سے پہلے سورج زائل ہو جاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے' پھر سوار ہوتے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۱۱ میں گزر چکی ہے۔

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی روایت پر بحث ونظر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسری نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۷)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کا یہ تقاضا نہیں ہے بلکہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ زوال آفتاب کے بعد روانہ ہوتے تو آپ دونوں نمازوں کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ ظہر کو اپنے وقت میں پڑھتے' پھر سوار ہوتے اور عصر کو ظہر کی نماز کے بعد متصل نہیں پڑھتے تھے بلکہ عصر کی نماز کو ظہر کی نماز کے بعد اپنے وقت میں پڑھتے تھے' کیونکہ اصول کا تقاضا اسی طرح ہے' اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے یہ کہا ہے کہ نماز کو وقت سے پہلے پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام اسحاق بن راھویہ نے حضرت انس سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور سورج زائل ہو جاتا تو آپ ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے' پھر روانہ ہوتے اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اسحاق کو منکر قرار دیا ہے۔ اسماعیلی نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اسحاق شبابہ سے اس حدیث کی روایت میں منفرد ہے اور شبابہ لوگوں کو ارجاء کی طرف دعوت دیتا تھا اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ شبابہ مرجئی تھا' اس لیے دو نمازوں کو جمع کرنے کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۶ دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ)

۱۷- بَابُ صَلٰوةِ الْقَاعِدِ بیٹھ کر نماز پڑھنا

امام بخاری نے اس عنوان کو عموم کے ساتھ ذکر کیا ہے' خواہ نفل بیٹھ کر پڑھے یا فرض' اور عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے یا بغیر عذر کے اور بیٹھ کر نماز پڑھنے والا خواہ امام ہو یا مقتدی ہو۔

۱۱۱۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ أَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا' وَصَلّٰى وَرَاءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا' فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا' فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ' فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا' وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں نماز پڑھی' اس وقت آپ بیمار تھے' سو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو آپ نے ان کو اشارے سے فرمایا کہ بیٹھ جائیں' پھر جب آپ ان کی طرف مڑے تو فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو رکوع سے سر اٹھاؤ۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۸۸ میں گزر چکی ہے۔

جس بیماری کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی' اس بیماری کا سبب اور اس کی کیفیت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں گھوڑے پر سوار ہوئے' اس نے آپ کو کھجور کے درخت کے 1

تنے پر گرا دیا' اس سے آپ کے پیر کی ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۶-۳۲۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰' سنن ابوداؤد: ۶۰۲' مسند ابویعلیٰ: ۱۸۹۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۱۵' مشکل الآثار للطحاوی: ۵۶۳۸' صحیح ابن حبان: ۲۱۱۳' المعجم الاوسط: ۳۳۸۱' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۴۲۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۰-۷۹) (انیس الساری ج ۵ ص ۳۲۱۸' موسسۃ الریان' ۱۴۲۶ھ)

١١١٤ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَقَطَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَرَسٍ، فَخُدِشَ، أَوْ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُودُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَصَلَّى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُودًا، وَقَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے' اس سے آپ کی بائیں جانب کی کھال چھل گئی' سو ہم آپ کی عیادت کے لیے آپ کے پاس گئے' پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی' سو ہم نے بھی بیٹھ کر پڑھی' اور آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے اٹھے تو تم رکوع سے اٹھو اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا ولک الحمد" کہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۸ میں گزر چکی ہے۔

١١١٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَكَانَ مَبْسُورًا قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ. [اطراف الحدیث: ۱۱۱۶-۱۱۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے خبر دی از عبداللہ بن بریدہ از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور ہم کو اسحاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہم کو عبدالصمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں الحسین نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت عمران بن حصین نے حدیث بیان کی اور ان کو بواسیر تھی' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اگر اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا اور جس نے سو کر نماز پڑھی تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۹۵۲' سنن ترمذی: ۳۷۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۱' صحیح ابن خزیمہ: ۹۷۹' مسند البزار: ۳۵۱۵' المنتقیٰ: ۲۳۱' مشکل الآثار: ۱۶۹۳' سنن

دارقطنی ج ۱ ص ۳۸۰' المستدرک ج ۱ ص ۳۱۵' شرح السنۃ: ۹۸۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۸۱۹۔ ج ۳۳ ص ۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۸۱۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۳۳۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام الکوسج ابو یعقوب (۲) روح بن عبادہ (۳) حسین بن ذکوان المعلم (۴) عبد اللہ بن بریدہ (۵) اسحاق بن ابراہیم الکلابازی (۶) عبد الصمد بن عبد الوارث (۷) ان کے والد عبد الوارث بن سعید التنوری (۸) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۹۔۲۲۸)

"بواسیر" کا معنی

اس حدیث میں "بواسیر" کا لفظ ہے' یہ ایک بیماری ہے جو انسان کی مقعد میں پیدا ہو جاتی ہے' اس کو ناسور بھی کہتے ہیں' جسم کے اندر جو زخم ہوتا ہے اس کو ناسور کہتے ہیں' اور اس کو ناصور بھی کہتے ہیں' یہ جسم کے اندر ایک پھوڑا ہوتا ہے جو عام طور پر ٹھیک نہیں ہوتا اور ناسور کی وجہ سے مقعد میں ورم ہو جاتا ہے اور اس سے مواد نکلتا رہتا ہے۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے پر آدھے اجر کی حدیث نوافل سے متعلق ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث صرف نوافل سے متعلق ہے' کیونکہ جو شخص فرض نماز بیٹھ کر پڑھے گا' اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہوگی یا اس سے عاجز ہوگا' اگر اس کو کھڑے ہونے کی طاقت ہے پھر اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو تمام فقہاء کے نزدیک اس کی نماز جائز نہیں ہوگی اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس نماز کو دوبارہ پڑھے تو اس کی نماز کا نصف اجر کیسے ملے گا' اور اگر وہ کھڑے ہونے سے عاجز ہے تو اس سے قیام کی فرضیت ساقط ہو جائے گی اور اس کی فرضیت بیٹھنے کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اب جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا اس سے افضل نہیں ہوگا' اور جب وہ بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہوگا تو اس پر لازم ہے کہ وہ لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھے' اور اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اس سے افضل نہیں ہوگا کیونکہ جو آثار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں' وہ یہ ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مرض یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے کسی نیک عمل سے روک لے تو اس کے لیے اس نیک عمل کا اجر لکھا جاتا رہتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

بیمار کی نماز کے احکام

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے سوئے ہوئے نماز پڑھی اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ملے گا' اس میں سوئے ہوئے سے مراد ہے: جس نے لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھی' امام ترمذی نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیمار کی نماز کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو پس اگر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکو تو پھر پہلو کے بل پڑھو۔

(سنن ابو داؤد: ۹۵۲' سنن ترمذی: ۳۷۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۶)

نیز امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ اس باب میں حسن بصری کے اس قول کی روایت کی ہے: اگر انسان چاہے تو نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر چاہے تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر چاہے تو لیٹ کر پڑھے۔

سفیان ثوری نے اس حدیث میں کہا ہے کہ جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی' اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا' انہوں نے کہا: یہ تندرست شخص کے لیے ہے' جس کا کوئی عذر نہ ہو یعنی نوافل میں اور جس کا کوئی عذر ہو اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا اجر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کو ملتا ہے۔ (سنن ترمذی ص ۱۸۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

۱۸ - بَابُ صَلٰوةِ الْقَاعِدِ بِالْإِيْمَاءِ

بیٹھ کر اشاروں سے نماز

۱۱۱٦ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ' وَكَانَ رَجُلًا مَبْسُوْرًا' وَقَالَ أَبُوْ مَعْمَرٍ مَرَّةً عَنْ عِمْرَانَ' قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ' فَقَالَ مَنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ' وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ' وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ نَائِمًا عِنْدِيْ مُضْطَجِعًا هٰهُنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن بریدہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو بواسیر تھی اور ابو معمر نے ایک مرتبہ حضرت عمران سے روایت کی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا اور جس نے سو کر نماز پڑھی تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: سو کر نماز پڑھنے سے یہاں مراد لیٹ کر نماز پڑھنا ہے۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ إِذَا لَمْ يُطِقْ قَاعِدًا صَلّٰى عَلٰى جَنْبٍ

جب نمازی میں بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ لیٹ کر پڑھ لے

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ لَّمْ يَقْدِرْ أَنْ يَّتَحَوَّلَ إِلَى الْقِبْلَةِ صَلّٰى حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ.

اور عطاء نے کہا: جب نمازی قبلہ کی طرف پھرنے پر قادر نہ ہو تو جس طرف اس کا منہ ہو اسی طرف پڑھ لے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن جریج سے کہا: کبھی مریض لیٹا ہوا ہوتا ہے اور وہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ انہوں نے کہا: پھر وہ قبلہ سے منحرف ہو کر نماز پڑھ لے' اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ چت لیٹ کر نماز پڑھے' اپنے سر سے اشارہ کرے' عطاء نے کہا: جب وہ رکوع اور سجدہ کرے تو کیا اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے؟ ابن جریج نے کہا: نہیں! لیکن وہ اپنے سر سے اور ہاتھوں سے اشارہ کرے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۱۳۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مریض کو طاقت ہو تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے' اگر وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے' اگر وہ سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اشارہ کرے اور اپنے سجدہ کو اپنے رکوع سے نیچا رکھے' اگر وہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور اگر وہ دائیں کروٹ پر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ چت لیٹ کر نماز پڑھے اور اس کے دونوں پیر قبلہ کی جانب ہوں۔

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۳-۴۴، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۸-۳۰۷)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ نے بھی بیمار کی نماز پڑھنے کا یہی طریقہ بیان کیا ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۵-۳)

١١١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ، فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن المبارک از ابراہیم بن طہمان انہوں نے کہا: مجھے الحسین المکتب نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: مجھے بواسیر تھی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر تمہیں اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو، پس اگر تم کو اس کی طاقت نہ ہو تو کروٹ کے بل نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ١١١٥ میں گزر چکی ہے۔

٢٠ - بَابٌ إِذَا صَلّٰى قَاعِدًا، ثُمَّ صَحَّ، أَوْ وَجَدَ خِفَّةً، تَمَّمَ مَا بَقِيَ

جب کسی شخص نے بیٹھ کر نماز پڑھی، پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس نے تخفیف محسوس کی تو پھر وہ باقی نماز پوری کرے

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں کہ جب بیمار نے بیٹھ کر فرض نماز پڑھی، پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس میں کھڑے ہونے کی قوت آ گئی تو وہ بقیہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے گا اور امام محمد بن حسن شیبانی یہ فرماتے ہیں کہ وہ از سر نو نماز پڑھے گا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ شَاءَ الْمَرِيضُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَائِمًا وَرَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا.

اور حسن بصری نے کہا: اگر مریض چاہے تو دو رکعت کھڑے ہو کر پڑھے اور دو رکعت بیٹھ کر پڑھے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث میں ہے:

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ یونس اور حسن بصری نے کہا: مریض اس حالت کے موافق نماز پڑھے جس پر وہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۳۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اشعث بن عبدالملک بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: اگر انسان چاہے تو نفل کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر چاہے تو بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲)

١١١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلٰوةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى أَسَنَّ، فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا، حَتّٰى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ قَامَ، فَقَرَأَ نَحْوًا مِّنْ ثَلَاثِينَ آيَةً أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً، ثُمَّ رَكَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی رات میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ کی عمر زیادہ ہو گئی، پس آپ بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے حتیٰ کہ جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے، پھر تیس یا چالیس کے قریب آیات

پڑھتے' پھر رکوع کرتے۔ [اطراف الحدیث: ۱۱۱۹۔۱۱۴۸۔۱۱۶۱۔۴۸۳۷]

(صحیح مسلم: ۷۳۱' الرقم المسلسل: ۱۶۷۳' سنن ابوداؤد: ۹۵۳' سنن ترمذی: ۳۷۴' سنن نسائی: ۱۶۴۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۸۲۶' ج ۴۳ ص ۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت اور جو شخص بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز شروع کرے پھر اس میں کھڑے ہونے کی قوت آجائے تو وہ کیا کرے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا عنوان فرض نماز کے ساتھ متعلق ہے اور امام بخاری نے اس عنوان کے اثبات کے لیے جو حدیث روایت کی ہے وہ نفل کے متعلق ہے اور اس سے امام بخاری نے فرض نماز کا بھی حکم مستنبط کیا ہے کہ جب بغیر کسی ایسے سبب کے جو قیام سے مانع ہو نفل کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے تو فرض نماز جس میں بغیر کسی سبب مانع کے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے اس میں بھی اگر قیام سے مانع کوئی سبب پایا جائے تو اس کو بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام زفر اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر مریض لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہو یا بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو' پھر اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قوت آجائے تو وہ بقیہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور اس نماز کو پہلی نماز پر مبنی کرے۔

اور امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ اگر اس نے لیٹ کر نماز پڑھی تھی' پھر اس میں قوت آگئی تو اب وہ از سر نو نماز پڑھے گا اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع اور سجود کر رہا تھا تو قوت آنے کے بعد اسی نماز پر بناء کرے گا۔

اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی اور ایک رکعت پڑھ لی تھی' پھر وہ قیام سے عاجز ہو گیا اور اشاروں سے نماز پڑھنے پر قادر ہوا تو امام مالک کے نزدیک وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور اسی نماز پر بناء کرے' امام ابوحنیفہ' ثوری اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک نے کہا: جس نے کھڑے ہو کر نفل پڑھنے شروع کیے' پھر اگر وہ بیٹھ کر پڑھنا چاہے تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۰۸-۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

✻ باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۶۰۱- ج ۲ ص ۴۳۸ پر مذکور ہے' اس باب کی احادیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① سنن اور نوافل کا گھر میں پڑھنا ② نوافل کی حکمت ③ بیٹھ کر نوافل پڑھنے کا جواز۔

۱۱۱۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ وَأَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ نَحْوٌ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ أَوْ أَرْبَعِيْنَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن یزید و ابی النضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے' پس آپ بیٹھے ہوئے قرآن مجید پڑھتے تھے' پس جب آپ کی قراءت سے تیس یا چالیس آیات رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہوئے ان آیات کو پڑھتے' پھر آپ رکوع کرتے' پھر سجدہ کرتے' دوسری رکعت بھی آپ اسی طرح پڑھتے' پھر

فَإِذَا قَضَى صَلوتَهُ نَظَرَ، فَإِنْ كُنْتُ يَقْظَى تَحَدَّثَ مَعِيَ، وَإِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ.

جب آپ نماز پوری کر لیتے تو دیکھتے پس اگر میں بیدار ہوتی تو میرے ساتھ باتیں کرتے اور اگر میں سوئی ہوئی ہوتی تو آپ لیٹ جاتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۱۸ کا مطالعہ کریں۔

''ابواب التقصیر'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ آج یکم ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ/۲۰ اپریل ۲۰۰۷ء بہ روز جمعہ قبل از نماز عصر ''نماز کو قصر کرنے کے ابواب'' مکمل ہو گئے' اے مالک ارض وسماء ان ابواب کی اور اب تک کی شرح بخاری کو قبول فرما اور اس شرح کو مکمل فرما دے اور مجھے اس کی تکمیل کے لیے صحت اور توانائی عطا فرما اور میری' میرے والدین کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دے۔ (آمین)

''ابواب التقصیر'' میں ۵۲' احادیث مرفوعہ ہیں' جن میں سولہ معلق احادیث ہیں اور بقیہ احادیث موصول ہیں۔

ABC™ Trial Buy Now!

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

۱۹ - كِتَابُ التَّهَجُّدِ

تہجد کا بیان

۱ - بَابُ التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ

رات کو تہجد پڑھنا

وَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ﴾ (الاسراء: ۷۹).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھئے جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔ (الاسراء: ۷۹)

''تہجد'' کا معنی ہے: نیند کو ترک کر کے اٹھنا اور پھر نماز پڑھنا۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا ہے کہ ''نافلۃً لک'' کا معنی ہے: خاص آپ کے لیے کیونکہ آپ کی حکم کی تعمیل میں کسی حال میں غفلت نہیں کرتے اور لوگ بہت سے احکام میں غفلت کرتے ہیں۔

دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ تہجد آپ کے لیے نفل ہے یعنی زائد ہے کیونکہ آپ کی مغفرت ہو چکی ہے لہٰذا آپ جو عمل بھی کریں گے وہ زائد ہوگا اور دوسرے مسلمان جو بھی نیک عمل کرتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے پس ان کا عمل زائد نہیں ہوگا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۹۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

تہجد کی فضیلت میں احادیث

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم رات کو اٹھ کر قیام کرنے کو لازم رکھو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کو قیام کرنا اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب ہے اور گناہوں سے روکنے کا اور برے کاموں کو مٹانے کا اور جسم کی بیماریوں کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۵۴۹، موسوعہ ابن ابی الدنیا ج ۱ ص ۲۴۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۰۲، المستدرک ج ۱ ص ۳۰۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں فضیلت والے لوگ حاملین قرآن ہیں اور تہجد گزار ہیں۔ (المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۱۲۵، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۲۴، ج ۸ ص ۸۰، موسوعہ ابن ابی الدنیا ج ۱ ص ۲۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں مجھے ایسے کام کی خبر دیجئے کہ جب میں وہ کام کر لوں تو میں جنت میں داخل ہو جاؤں' آپ نے فرمایا: کھانا کھلاؤ' بہ کثرت سلام کرو' رات کو اٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اور جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۳۔۲۹۵ المستدرک ج ۳ ص ۱۲۹ ابن ابی الدنیا ج ا ص ۲۳۶)

مرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رات کی نماز کی فضیلت دن کی نماز پر اس طرح ہے جس طرح خفیہ صدقہ دینے والے کی فضیلت ظاہراً صدقہ دینے والے پر ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۹ ص ۳۲ کتاب الزہد لابن المبارک: ۲۲۳ ابن ابی الدنیا ج ا ص ۲۴۷)

۱۱۲۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ اَبِي مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَوْ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيمِ اَبُوْ اُمَيَّةَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ اَبِي مُسْلِمٍ سَمِعَهُ مِنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۶۳۱۷۔ ۷۳۸۵۔ ۷۴۴۲۔ ۷۴۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن ابی مسلم نے حدیث بیان کی از طاؤس، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے اٹھتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرے لیے ہی حمد ہے، تو ہی آسمانوں کا اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا قائم کرنے والا ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے، آسمانوں اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا تو ہی مالک ہے، اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمینوں کو منور کرنے والا ہے، اور تیرے لیے ہی حمد ہے اور تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تجھ سے ملاقات حق ہے اور تیرا قول حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور انبیاء حق ہیں اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق ہیں اور قیامت حق ہے اے اللہ! میں تیرے لیے اسلام لایا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر توکل کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی وجہ سے لڑا اور تیری ہی طرف مقدمہ کیا سو تو میرے ان (بظاہر خلاف اولیٰ) کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے، جو بعد میں کیے اور جن کو میں نے چھپا کر کیا اور جن کو میں نے دکھا کر کیا، تو ہی مقدم کرنے والا ہے اور تو ہی مؤخر کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یا تیرے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔ سفیان نے کہا: عبدالکریم ابوامیہ نے اضافہ کیا: "ولا حول ولا قوۃ الا باللہ" سفیان نے کہا: سلیمان بن ابی مسلم نے کہا: اس کو انہوں نے طاؤس سے سنا ہے از حضرت ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۷۶۹ الرقم المسلسل: ۱۷۷۷ سنن ابوداؤد: ۷۷۱ سنن ترمذی: ۳۴۱۸ سنن نسائی: ۱۶۱۸ سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۵ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۵۹ الادب المفرد: ۶۹۷ صحیح ابن حبان: ۲۵۹۸ کتاب الدعاء للطبرانی: ۷۵۶ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۷۶۰ شرح السنۃ: ۹۵۰ المعجم الکبیر: ۱۰۹۹۳ مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۸ طبع قدیم مسند احمد: ۲۷۱۰ ج ۳ ص ۲۳۱۔ ۲۳۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) سلیمان بن ابی مسلم المکی' یہ ابن ابی نجیح کے ماموں ہیں (۴) طاؤس بن کیسان الیمانی (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں ہے: تو آسمانوں اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا قیم ہے یعنی تو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور ان کو قائم رکھنے والا ہے اور ان میں موجود چیزوں کو ان کی مدت تک باقی رکھنے والا ہے اور ان کے اعمال کو پیدا کرنے والا ہے اور ان کو رزق دینے والا ہے اور ''قیوم'' کا معنی ہے: جو ہمیشہ رہنے والا ہو' جس پر کبھی فنا نہ آئے۔

تو آسمانوں اور زمینوں کا منور کرنے والا ہے: یعنی تو آسمانوں اور زمینوں میں ہر عیب اور ہر نقص سے بری ہے اور تو آسمانوں کو سورج' چاند اور ستاروں سے مزین کرنے والا ہے اور زمین کو انبیاء' علماء اور اولیاء سے مزین کرنے والا ہے

تو حق ہے: یعنی تو ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا' تجھ پر کبھی زوال کا آنا ممکن نہیں ہے۔

تیرا وعدہ حق ہے: یعنی تو نے مومنین سے جس ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کا خلاف ممکن نہیں ہے اور تیرے کلام میں کذب ممکن نہیں ہے۔

تجھ سے ملاقات حق ہے: یعنی مرنے کے بعد انسان کا دوبارہ زندہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا حق ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں: آپ کے تمام اوصاف کمالیہ برحق ہیں' آپ کی بعثت اس لیے ضروری تھی کہ آپ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے انسانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچ جائے اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے۔

قیامت حق ہے: اس کو ''ساعت'' کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ایک لحظہ میں قیامت واقع ہوگی' اور قیامت کا ہونا اس لیے ضروری ہے تاکہ جن لوگوں کو ان کے کفر اور ظلم پر دنیا میں عذاب نہیں دیا گیا ان کو عذاب دیا جائے اور جن لوگوں کو دنیا میں ان کے نیک اعمال اور مظلومیت کی جزاء نہیں ملی ان کو ان کے نیک اعمال پر جزاء مل جائے۔

اے اللہ! میں تجھ پر اسلام لایا: اسلام لانے کا معنی یہ ہے کہ جن کاموں کا تو نے حکم دیا ہے میں ان تمام پر عمل کرتا ہوں اور جن کاموں سے تو نے منع کیا ہے ان تمام سے اجتناب کرتا ہوں۔

میں تجھ پر ایمان لایا: یعنی میں نے تیرے واحد لاشریک ہونے کی تصدیق کی اور تمام صفات کمالیہ سے متصف ہونے اور عیوب اور نقائص سے تیرے بری ہونے کی تصدیق کی۔

تجھ پر توکل کیا: میں نے اسباب عادیہ سے قطع نظر کر کے اپنے تمام معاملات کو تجھ پر چھوڑ دیا۔

تیری ہی طرف رجوع کیا: میں نے اپنی تمام تدبیروں میں تیری طرف رجوع کیا اور تیری عبادت کرنے اور تجھ سے ہی دعا کرنے اور سوال کرنے میں مشغول رہا۔

اور تیری ہی وجہ سے لڑا: یعنی جو معاندین تیری توحید کا انکار کرتے ہیں' ان کے سامنے دلائل پیش کیے' جہاں زبانی بحث کی ضروری تھی وہاں زبانی بحث کی اور جہاں تلوار سے جہاد کی ضرورت تھی وہاں جہاد کیا۔

اور تیری ہی طرف مقدمہ کیا: یعنی جس نے کسی معاملہ میں حق کا انکار کیا تو اس معاملہ میں' میں نے صرف تجھ کو حاکم بنایا ہے'

سو تو میرے (ان بہ ظاہر خلاف اولیٰ) کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے اور جو بعد میں کیے اور جن کو میں نے چھپا کر کیا اور جن کو میں نے دکھا کر کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مغفرت کی دعا کی حالانکہ آپ مغفور ہیں' اس کی متعدد وجوہ ہیں: (۱) اپنی تواضع اور انکسار کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کو ظاہر کرنے کے لیے (۲) امت کی تعلیم کے لیے تاکہ وہ بھی آپ کی اقتداء کریں (۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ (النصر: ۳) اس حکم پر عمل کرنے کے لیے (۴) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (البقرہ: ۲۲۲) اس کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے (۵) مغفرت کا معنی ہے: گناہوں کو ڈھانپنا اور جس کے گناہ نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ استغفار کرنے سے اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے' سو آپ استغفار کرتے تھے تاکہ آپ کے درجات بلند کر دیے جائیں۔

تو ہی مقدم کرنے والا ہے اور تو ہی مؤخر کرنے والا ہے: دنیا میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو مؤخر فرمایا اور آخرت میں آپ کی شان کو تمام نبیوں اور رسولوں پر مقدم فرمائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۳۔۲۲۱ ملخصاً وموضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲ - بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ

رات کے قیام کی فضیلت

۱۱۲۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. وَحَدَّثَنِي مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرٰى رُؤْيَا، فَأَقُصَّهَا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا، وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ، وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ، وَإِذَا فِيهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ، قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي لَمْ تُرَعْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی اور ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات (ظاہرہ) میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتا' پس میں نے یہ تمنا کی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کروں اور میں تو جوان لڑکا تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد میں سوتا تھا' پس میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے' پس دوزخ کنویں کی طرح پیچ دار بنی ہوئی تھی اور اس کی دو چرخیاں تھیں اور اس میں کچھ لوگ تھے جن کو میں پہچانتا تھا' پس میں دل میں کہہ رہا تھا کہ میں دوزخ کی آگ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں' انہوں نے بیان کیا: پھر ہمیں ایک اور فرشتہ ملا' اس نے مجھ سے کہا: تم ڈرو نہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۲۲ - فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

پس میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بیان کیا' حضرت حفصہ نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا' آپ نے فرمایا:

فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ. فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا.

عبداللہ کیا ہی اچھا آدمی ہے' کاش! وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا۔ اس کے بعد وہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ١١٥٧ ۔ ٣٧٣٩ ۔ ٣٧٤١ ۔ ٧٠١٦ ۔ ٧٠٢٩ ۔ ٧٠٣١]

صالحین کے سامنے خواب بیان کرنا' مسجد میں سونے کی تحقیق' فرشتوں کو خواب میں دیکھنا' رات کو زیادہ سونے کی کراہت اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے خواب بیان کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔

نیز اس سے معلوم ہوا کہ اچھا خواب دیکھنے کی تمنا کرنی چاہیے تاکہ انسان اس خواب کو کسی مرد صالح کے سامنے بیان کرے اور خیر کی اور علم کی تمنا کرنی چاہیے اور اس کی حرص کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں مسجد میں سونے کا بیان ہے' امام شافعی کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں ہے' امام ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کی ایک قوم نے اس کی اجازت دی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: مسجد کو رات کے سونے کی اور دن کے قیلولہ کی جگہ نہیں بنانا چاہیے' اور بعض اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ جس کا گھر ہو اس کو مسجد میں نہیں سونا چاہیے اور مسافر کے لیے مسجد ہی گھر ہے اور معتکف کا گھر بھی مسجد ہے' اور اگر امام یا ملک کا سربراہ کسی بیمار شخص کو مسجد میں ٹھہرائے تو جائز ہے' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو مسجد میں ٹھہرایا تھا' تاکہ آپ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں' اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بے گھر مسلم خاتون کو مسجد میں ٹھہرایا تھا' امام مالک نے شہر کے تندرست آدمی کے لیے مسجد میں سونے کو مکروہ کہا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواب میں فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ثبوت ہے کہ نیک آدمی کو خواب میں ڈرانا ممکن ہے' اور اس میں یہ بھی ثبوت ہے کہ مسلمانوں کا پردہ رکھنا چاہیے اور ان کی غیبت کو ترک کرنا چاہیے' کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے دوزخ میں ان لوگوں کو دیکھا جن کو میں پہچانتا تھا' ان کا اجمالی طور پر ذکر کیا تاکہ وہ متنبہ ہوں اور ان کا بیان نہیں کیا تاکہ ان کی غیبت نہ ہو' اور یہ وہ لوگ نہیں ہوں گے جن کا خاتمہ کفر پر ہوا ہو۔

اس میں اپنی بہن کے سامنے خواب کے بیان کرنے کا ذکر ہے' اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک یہ خواب پہنچایا اور اس حدیث میں رات کو نماز میں قیام کرنے کی فضیلت ہے اور اس کا امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے اور اس میں نوجوان کی عبادت کرنے کی فضیلت ہے اور حضرت ابن عمر کی مدح ہے' اور رات کو زیادہ سونے کی کراہت ہے' اور اس میں ان کو نیک کام پر متنبہ کرنا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ام سلیمان نے سلیمان سے کہا: اے میرے بیٹے! رات کو زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ رات کو سونے کی کثرت قیامت کے دن مرد کو فقیر بنا دے گی اور حقیقت حال کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٣٣۔ ٢٣٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣- بَابُ طُولِ السُّجُودِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ

رات کے قیام میں طویل سجدہ کرنا

١١٢٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلٰوتَهُ، يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات نماز پڑھتے تھے' یہ آپ کی نماز تھی' اس میں آپ سر اٹھانے سے پہلے اتنی مقدار کا سجدہ کرتے تھے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی شخص پچاس آیات پڑھتا ہے اور آپ نماز فجر پڑھنے سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے' پھر آپ دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے تھے حتیٰ کہ آپ کے پاس نماز (کی اطلاع دینے) کے لیے مؤذن آتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۲۶ میں گزر چکی ہے' جن اُمور کی شرح وہاں نہیں کی گئی' وہ درج ذیل ہیں:

تہجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل سجدہ کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

آپ تہجد کی نماز میں طویل سجدہ اس لیے کرتے تھے کہ آپ اس سجدہ میں دعا کی بہت کوشش کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے تھے اور سجدہ اللہ کے سامنے تواضع اور تذلل کرنے کا بہت بلیغ حال ہے اور سجدہ کرنے کا ابلیس نے انکار کیا تھا اور وہ لعنت کا مستحق ہو گیا تھا اور قیامت تک اس لعنت میں رہے گا اور بعد ازاں ہمیشہ کے لیے دوزخ کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم خلوت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے اور اس سے مناجات کرنے کے لیے طویل سجدہ کرتے تھے۔

مسلمانوں کے لیے اس میں اسوۂ حسنہ ہے' ان کو چاہیے کہ وہ تہجد کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اقتداء کریں اور جس کو تہجد کی نماز میسر ہو وہ سجدہ میں گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کرے اور سلف صالحین ایسا کرتے تھے' ابواسحاق نے کہا: میں نے حضرت ابن الزبیر سے زیادہ کسی کو عظیم سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن وثاب نے کہا: حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سجدہ میں پڑے رہتے تھے اور چڑیاں آ کر ان کی کمر پر بیٹھ جاتی تھیں' وہ سمجھتی تھیں یہ کسی دیوار کا کوئی حصہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۱۹۔۱۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٤ - بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ لِلْمَرِيْضِ

بیمار کے لیے قیام کو ترک کرنے کی رخصت

١١٢٤ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُوْلُ اِشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۹۵۰ ا۔ ۴۹۵۱۔ ۴۹۸۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاسود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے' پھر آپ نے ایک رات یا دو راتیں قیام نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۹۷' الرقم المسلسل: ۴۵۷۶' سنن ترمذی: ۳۳۴۵' السنن الکبریٰ: ۱۱۶۸۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴' صحیح ابن حبان: ۶۵۶۶' المعجم الکبیر: ۱۷۰۹' مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۸۰۰۔ ج ۳۱ ص ۱۰۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الفضل بن دکین (۲) سفیان الثوری (۳) الاسود بن قیس (۴) جندب بن عبد اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۳۸)

جس شخص کی کوئی عبادت مرض یا سفر کی وجہ سے رہ جائے‘ اسے اس عبادت کا اجر دیا جاتا ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس شخص کا عبادت میں کوئی حصہ ہو اور اللہ اس کو اس مرض کی وجہ سے اس عبادت سے روک دے تو اللہ عزوجل اس کو اپنے فضل سے اس عبادت کا ثواب عطاء فرماتا ہے۔

امام بخاری‘ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ بیمار ہو یا سفر کرے تو اس کے لیے اس عمل کی مثل لکھی جاتی ہے جو وہ اقامت اور صحت کی حالت میں کرتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۹۶‘ سنن ابوداؤد: ۳۰۹۱‘ مصنف عبدالرزاق: ۲۰۵۳۴‘ مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۰)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جو بندہ کوئی نماز پڑھتا ہو اور اس پر نیند غالب آ جائے تو اس کو اس نماز کا اجر دیا جاتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۲۹‘ دارالکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۲۴ھ)

۱۱۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ احْتَبَسَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَبْطَأَ عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ فَنَزَلَتْ ﴿وَالضُّحٰى ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝﴾ (الضحیٰ: ۳-۱)۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴‘ جامع المسانید لابن جوزی: ۱۳۳۲‘ مکتبہ الرشد ریاض‘ ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس از جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل (چند روز) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے رک گئے تو قریش کی ایک عورت نے کہا: ان کے شیطان نے ان کے پاس آنے میں تاخیر کر دی تو یہ آیات نازل ہوئیں: روشن دن کی قسم! ۝ اور رات کی قسم جب اس کی سیاہی پھیل جائے! ۝ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ۝ (الضحیٰ: ۳-۱)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: جب کئی دن وحی نازل نہیں ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے رہے تو ابولہب کی بیوی نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا یہی گمان ہے کہ آپ کا شیطان آپ سے ناراض ہو چکا ہے‘ اس عورت کا نام ام جمیل تھا‘ یہ کانی تھی‘ یہ حرب بن امیہ کی بیٹی اور ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی اور ابولہب کی بیوی تھی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۸‘ دارالمعرفۃ بیروت‘ ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی پوری تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سورۃ ”تبت یدا ابی لھب وتب“ نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی سے کہا گیا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہاری ہجو کی ہے‘ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی‘ اس وقت آپ لوگوں کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اور کہنے لگی: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے کس وجہ سے میری ہجو کی ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تمہاری ہجو نہیں کی‘ تمہاری ہجو اللہ نے کی ہے‘ اس نے کہا: کیا آپ نے مجھے لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے دیکھا ہے‘ کیا آپ نے میرے گریبان میں

کھجور کے چھلکے کی بٹی ہوئی رسی دیکھی ہے' پھر وہ چلی گئی' پس کئی روز تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نہیں ہوئی' پھر وہ آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا یہی گمان ہے کہ آپ کے صاحب نے آپ کو چھوڑ دیا ہے اور وہ آپ سے ناراض ہو گیا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَالضُّحٰى ○ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○ (الضحیٰ: ۳-۱)

روشن دن کی قسم! ○ اور رات کی قسم جب اس کی سیاہی پھیل جائے! ○ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ○

(المستدرک: ۳۹۴۵ ۔ ج ۲ ص ۵۲۷ طبع قدیم' السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۳۲۸' الاحسان ج ۱۴ ص ۴۴۱)

حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر اس کی سند میں یزید بن زید کے متعلق ابن المدینی نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے' اس سے ابو اسحاق کے سوا اور کوئی روایت نہیں کرتا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۵۳۲ ۔ ج ۵ ص ۵۶۱ ۔ ۵۶۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

اس حدیث کی مزید تفصیل تبیان القرآن ج ۱۲ "سورۃ" تبت یدا ابی لھب" میں مطالعہ کریں۔

۵ - بَابُ تَحْرِيضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَلٰوةِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ اِيْجَابٍ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر فرض قرار دیئے ہوئے رات کی نماز اور نوافل کی ترغیب دینا

وَطَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَيْلَةً لِلصَّلٰوةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو حضرت فاطمہ اور حضرت علی علیہما السلام کے پاس ایک رات نماز کے لیے گئے۔

اس تعلیق کی اصل عنقریب صحیح البخاری: ۱۱۲۷ میں آ رہی ہے۔

۱۱۲۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ لَيْلَةً فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ! مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ! مَنْ يُّوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ؟ يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْاٰخِرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ہند بنت الحارث از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس رات خزانوں سے کیا کیا آزمائشیں نازل کی گئی ہیں' کوئی ہے جو حجروں والیوں کو بیدار کرے' دنیا میں بہت سی ملبوس عورتیں آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۲۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے خبر دی کہ ان کو حضرت حسین بن

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ؟ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَّبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِيْنَ قُلْنَا ذٰلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ (الکہف: ٥٤).

[اطراف الحدیث: ٤٧٢٤، ٧٣٤٧، ٧٤٦٥]

علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی' ان کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس اور حضرت فاطمہ بنت النبی ﷺ کے پاس ایک رات آئے' آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں' پس جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں' سو جب ہم نے یہ کہا تو نبی ﷺ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا' آپ پیٹھ موڑ کر اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے جارہے تھے اور یہ فرمارہے تھے: انسان سب سے زیادہ بحث کرنے والا ہے۔ (الکہف: ٥٤)

(صحیح مسلم: ٧٧٥، الرقم المسلسل: ١٧٨٧، سنن نسائی: ١٦١١، السنن الکبریٰ للنسائی: ١٣٠٥، ١١٣، مسند البزار: ٧٠٥، مسند ابویعلیٰ: ٥٦٦، صحیح ابن خزیمہ: ١١٣٩، مسند احمد ج ١ ص ٩١ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٠٥، ج ٢ ص ١١٣، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابوالیمان الحکم بن نافع (٢) شعیب بن ابی حمزہ (٣) محمد بن مسلم الزہری (٤) علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب' یہ زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں (٥) ان کے والد حضرت الحسین بن علی رضی اللہ عنہما (٦) ان کے دادا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔
(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٥٣)

تہجد کی ترغیب دینے پر حضرت علی نے نبی ﷺ کو جو جواب دیا' اس کی وضاحت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال' مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو کام مستحب ہو اور واجب نہ ہو' اس کام کے نہ کرنے میں انسان پر کوئی حرج نہیں ہے اور امام اور عالم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نوافل پڑھوانے میں شدت کریں۔

حضرت علی نے جو کہا کہ ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں' یہ کلام صحیح ہے' نبی ﷺ نے اس پر قناعت کرلی اور نفل نہ پڑھنے میں ان کے عذر کو قبول فرمالیا' اور فرض کو ترک کرنے میں اس عذر کو قبول نہیں کیا جاسکتا' حضرت علی نے جو کہا: ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں' اس جواب کی مثال اس حدیث میں ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خیبر سے واپس آرہے تھے' حتیٰ کہ جب رات کا آخری حصہ رہ گیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ہماری صبح کی نماز کی حفاظت کرنا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سو گئے' اور جب تک حضرت بلال کے لیے مقدر تھا' وہ بھی جاگ کر حفاظت کرتے رہے' انہوں نے سواری کی طرف ٹیک لگائی اور اس وقت وہ فجر کے مقابل تھے' پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آگئی' پس رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے نہ حضرت بلال اور نہ سواروں میں سے کوئی' حتیٰ کہ ان پر دھوپ آگئی' پس رسول اللہ ﷺ گھبرا کر اٹھے' پھر حضرت بلال نے کہا: یارسول اللہ! میری جان کو بھی اسی نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کی جان کو پکڑ لیا تھا۔ (الحدیث) (موطا امام مالک: ٢٥، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٠ھ)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی اس آیت سے بھی اقتباس کیا تھا:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ. (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن روحوں کو موت نہیں آئی ان کو نیند میں (قبض کرتا ہے) پھر جن روحوں کی موت کا فیصلہ کر لیا ہے ان کو روک لیتا ہے۔

یعنی سونے والے کی روح اللہ کے ہاتھ میں رکی ہوئی ہوتی ہے اور جو بیدار ہے اس کی روح اس کے جسم کی طرف چھوڑی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہوتی' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب پر قناعت کر لی اور واپس چلے گئے۔

نوافل کی ادائیگی پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے

دوبارہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے گئے اور یہ فرماتے ہوئے گئے:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا. (الکہف: ۵۴) اور انسان سب سے زیادہ بحث کرنے والا ہے۔

آپ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ان کو حرج میں ڈالا اور آپ کو انہیں متنبہ کرنے پر افسوس ہوا اور اسی طرح علماء کو چاہیے کہ جب وہ لوگوں کو نوافل کی ترغیب دیں تو ان کو حرج میں اور تنگی میں نہ ڈالیں' ان کو صرف یاد دلائیں اور مشورہ دیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۲۴۔۱۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطال کی تائید کی ہے اور اس کو مقرر رکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطال کی شرح سے اختلاف کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تہجد کی نماز کی فضیلت کا علم نہ ہوتا تو آپ اپنی صاحب زادی کو اور اپنے عم زاد کو اس وقت جگانے کے لیے نہ جاتے' جس وقت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے آرام اور سکون کے لیے بنایا' لیکن آپ نے ان کے آرام اور سکون کے اوپر تہجد کی فضیلت کو ترجیح دی اور قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کیا:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ. (طٰہٰ: ۱۳۲) اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مختار معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بہ سرعت جواب دینے پر تعجب ہوا اور انہوں نے جو عذر پیش کیا تھا' آپ نے ان کے اس عذر کو قبول نہیں کیا' اسی لیے افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے گئے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۲۸۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے جو گئے' اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی امر منکر پر تنبیہ کے لیے زانو پر ہاتھ مارنا جائز ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۱۲۱' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

✻ یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۵۔ ج ۲ ص ۵۳۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱۲۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ، خَشْيَةَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ، وَمَا سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحٰى قَطُّ، وَإِنِّيْ لَأُسَبِّحُهَا. [طرف الحدیث: ١١٧٧]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی کام کو چھوڑ دیتے تھے حالانکہ آپ اس عمل کو پسند کرتے تھے اس خدشہ سے کہ لوگ اس پر عمل کرنے لگیں گے تو ان پر وہ کام فرض ہو جائے گا اور رسول اللہ ﷺ نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور بے شک میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔

(صحیح مسلم: ٧١٨، الرقم المسلسل: ١٦٣٢، سنن ابو داؤد: ١٢٩٣، السنن الکبریٰ للنسائی: ١٩٥٩٠، مسند احمد ج ٦ ص ٣٤ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٤٠٥٦، ج ٤٠ ص ٦٢، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے رجال کا ذکر اس سے پہلے کئی بار ہو چکا ہے۔

امام بخاری نے جس باب کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے اس کا عنوان ہے: "نبی ﷺ کا بغیر فرض قرار دیئے ہوئے رات کی نماز اور نوافل کی ترغیب دینا" اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور حضرت عائشہ نے کہا: میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔ بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے عنوان میں نوافل کا ذکر ہے اور چاشت کی نماز بھی نفل ہے اس جہت سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے یعنی عنوان کے دوسرے جزء کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت ہے

نبی ﷺ سے چاشت کی نماز پڑھنے کا ثبوت

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی حالانکہ متعدد صحابہ سے ثابت ہے کہ آپ چاشت کی نماز پڑھتے تھے وہ احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے میں نے آپ کے غسل کے لیے پانی رکھا سو آپ نے غسل کیا، پھر آپ نے چاشت کی آٹھ رکعات نماز پڑھی اس سے پہلے آپ نے یہ رکعات پڑھی تھیں اور نہ اس کے بعد پڑھیں۔ (المعجم الکبیر: ١٠٠٣، ج ٢٤، مسند احمد ج ٦ ص ٣٤٢، مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٨٩٠، مجلس علمی، بیروت)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حرہ بنو معاویہ کی طرف گیا، پس آپ نے چاشت کی آٹھ رکعات نماز پڑھی اور ان میں طول دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٩٠٠، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٨١٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کنز العمال: ٢٣٨٨٣)

اس حدیث میں حرہ بنو معاویہ کا ذکر ہے، یہ مسجد نبوی کے مشرق میں ہے اور مسجد بنو معاویہ اب بھی موجود ہے اور اب وہ مسجد الاجابۃ کے نام سے معروف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صرف ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٨٧١، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٨٧، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مسند احمد ج ٢ ص ٤٤٦، ٣٤٩، سنن نسائی: ٧٧٤، مسند البزار: ٦٩٩، مجمع الزوائد ج ٢ ص ٢٣٤)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چاشت کی نماز کی نفی کے متعلق علامہ ابن بطال کی بیان کردہ توجیہات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چاشت کی نماز پڑھنے کی نفی کی ہے' اس کی دو توجیہات ہیں' پہلی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اس وقت فرمایا ہو' جب صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض تھی اور آپ کی امت پر فرض نہیں تھی' کیونکہ حدیث میں ہے: مجھے رات کو نماز پڑھنے کے لیے نکلنے سے اس کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ مجھے یہ خوف تھا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی' اور یہ رمضان کا واقعہ تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۱۲۹) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کی نماز صرف آپ پر فرض تھی' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رات کا قیام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھا۔

اس حدیث کو ابن الاوقی نے ذکر کیا ہے' اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کو چھوڑ دیتے تھے حالانکہ آپ اس کو پسند کرتے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی امت کی وجہ سے کسی عمل کا اظہار کرنے اور اس عمل کی طرف دعوت دینے کو چھوڑ دیتے تھے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اس عمل کو بالکل ترک کر دیتے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس عمل کو فرض کیا تھا یا آپ کے لیے اس عمل کو مستحب قرار دیا تھا' کیونکہ آپ اپنی امت سے بہت زیادہ متقی تھے اور ان کی بہ نسبت عمل میں بہت زیادہ کوشش کرنے والے تھے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ رمضان میں تیسری یا چوتھی رات کو جب بہت زیادہ مسلمان نماز پڑھنے کے لیے جمع ہو گئے تو آپ ان کی طرف نہیں نکلے' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دن بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معمول کے مطابق نماز پڑھی تھی۔

پس آپ کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر آپ ان کی طرف نکلے اور انہوں نے بھی آپ کے ساتھ رات کی نماز کا التزام کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کے اور ان کے درمیان رات کی نماز کے حکم کو مساوی کر دے گا اور ان پر بھی آپ کی طرح رات کی نماز فرض ہو جائے گی' کیونکہ شریعت میں معروف یہ ہے کہ نماز میں امام اور مقتدی کا داخل مساوی ہو' فرض نماز میں امام اور مقتدی مساوی ہیں اور اسی طرح سنن اور نوافل میں بھی مساوی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۲۵ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابن بطال کی پہلی توجیہ پر مصنف کا تبصرہ اور یہ بتانا کہ نماز کے جمیع احکام میں امت اور نبی مساوی نہیں ہیں

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ توجیہ اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ تہجد کی نماز آپ پر فرض تھی حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے' تحقیق یہ ہے کہ نبوت کے پہلے سال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو گئی تھی' اس کی تفصیل ہم نے تبیان القرآن کی بارہویں جلد میں سورۃ المزمل کی تفسیر میں بیان کر دی ہے' نیز درج ذیل آیت بھی اس پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض نہیں تھی:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ. (بنی اسرائیل: ۷۹) اور آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھیے جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔

نیز علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ نماز پڑھنے کے حکم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتی مساوی ہیں کیونکہ اگر امتی بیٹھ کر نفل پڑھیں تو ان کو آدھا ثواب ہوتا ہے اور اگر آپ بیٹھ کر نفل پڑھیں تو آپ کو پورا ثواب ہوتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بیٹھ کر نماز پڑھنے

سے انسان کو نصف نماز کا اجر ملتا ہے' انہوں نے کہا: پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے' میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا' آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے یہ حدیث بیان کی گئی تھی کہ آپ نے فرمایا ہے: بیٹھ کر نماز پڑھنے سے انسان کو نصف اجر ملتا ہے' اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن میں تم میں سے کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہوں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۱۷' صحیح مسلم: ۷۳۵' سنن نسائی: ۱۶۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۳)

اسی طرح امت کے لیے عصر کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہیں اور آپ ہمیشہ عصر کے بعد نفل پڑھتے تھے' امت کے لیے عصر کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت کی یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی اور سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۱' صحیح مسلم: ۸۲۶' سنن ابوداؤد: ۱۲۷۶' سنن ترمذی: ۱۸۳' سنن نسائی: ۵۶۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد نفل پڑھتے تھے' اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کو کبھی ترک نہیں کیا' حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو گئے۔

(صحیح البخاری: ۵۹۱' صحیح مسلم: ۲۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۲۷۹' سنن ترمذی: ۱۸۴' سنن نسائی: ۵۷۳' مسند احمد ج ۶ ص ۱۲۹)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو اس حال میں بلائیں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ آپ کے بلانے پر آ جائے جب کہ کوئی اور شخص کسی نمازی کو نماز میں بلائے تو اس کے لیے اس کے بلانے پر نماز چھوڑ کر جانا جائز نہیں ہے:

حضرت ابو سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا' پس میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے' سو آپ نے مجھے بلایا' میں آپ کے پاس نہیں گیا' حتیٰ کہ میں نے نماز پڑھ لی' پھر میں آپ کے پاس گیا' تو آپ نے فرمایا: تمہیں میرے پاس آنے سے کس چیز نے منع کیا تھا' کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ. (الانفال: ۲۴) اے ایمان والو! جب تمہیں اللہ اور رسول بلائیں تو چلے آؤ۔

(صحیح البخاری: ۴۶۴۷)

امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے ساتھ بھی یہ واقعہ ہوا اور جب آپ نے یہ آیت پڑھی تو انہوں نے کہا: ضرور یا رسول اللہ! اب آپ جب بھی مجھے بلائیں گے تو میں ضرور آؤں گا' خواہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔

(جامع البیان جز ۹ ص ۲۵۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اگر ہم نماز میں قبلہ کی طرف پیٹھ کر لیں تو ہماری نماز فاسد ہو جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قبلہ سے پیٹھ پھیر لیں اور آپ صرف دو سہو کے سجدے کر لیں تو آپ کی نماز ہو جاتی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی' آپ نے اس میں کچھ زیادتی یا کمی کر دی' جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟

صحابہ نے بتایا: آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی ہے' آپ نے اپنے پیروں کو موڑا اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کیے' پھر سلام پھیرا' اور فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تم کو بتا دیتا لیکن میں تمہاری مثل بشر ہوں' میں بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو' پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔

(صحیح البخاری: ۱۲۰۱' صحیح مسلم: ۵۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۲۰' سنن نسائی: ۱۲۳۹' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے حکم میں اور ہماری نماز کے حکم میں اتنی وجوہ سے فرق ہے تو علامہ ابن بطال کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ نماز کے حکم میں آپ اور آپ کی امت مساوی ہیں۔

علامہ ابن بطال کی دوسری توجیہ

علامہ ابن بطال نے دوسری توجیہ یہ کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف تھا کہ اگر صحابہ دوام کے ساتھ رات کی نماز پڑھتے رہے تو وہ ضعف کی وجہ سے پھر نہیں پڑھ سکیں گے اور جو اس کو ترک کرے گا' وہ گناہ گار ہوگا کیونکہ وہ آپ کی اتباع کو ترک کرنے کی وجہ سے اور آپ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے عذاب کا مستحق ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اتباع کو فرض کر دیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ○ (الاعراف: ۱۵۸) اور نبی کی اتباع کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ○

سو آپ کو یہ خوف ہوا کہ جس نے رات کی نماز کو ترک کیا وہ فرض کا تارک ہوگا' اس لیے پھر آپ نماز پڑھانے کے لیے باہر نہیں نکلے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چاشت کی نماز کی نفی کرنے کی علامہ عینی کی بیان کردہ توجیہات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز بالکل نہیں پڑھی اور میں پڑھتی ہوں' علامہ خطابی نے کہا: حضرت عائشہ نے اس چیز کی خبر دی ہے جس کا انہیں علم تھا' اس کی خبر نہیں دی جس کا انہیں علم نہیں تھا' جب کہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چاشت کی نماز پڑھی تھی' اور آپ نے حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو چاشت کی نماز پڑھنے کی وصیت کی ہے اور علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں: حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز بالکل نہیں پڑھی' اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کو سنن کا بالخصوص علم ہو' اس سے بعض اہل علم' علم حاصل کر لیتے ہیں' اور صحابہ میں سے کسی نہ کسی سے ضرور کسی نہ کسی سنت کا علم رہ جاتا ہے اور یہ محال ہے کہ تمام صحابہ کو تمام سنتوں کا علم ہو' اور متاخرین کو یہ علم کتابوں کے ذریعہ حاصل ہوا اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوں' آپ اس وقت سفر میں ہوتے یا مسجد میں ہوتے تھے یا کسی اور جگہ ہوتے تھے' یا دوسری ازواج مطہرات کے پاس ہوتے تھے اور نو دن کے بعد آپ کی باری حضرت عائشہ کے پاس آتی تھی لہٰذا حضرت عائشہ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ میں نے آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' یا حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ میں نے آپ کو دوام کے ساتھ چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' پس حضرت عائشہ نے چاشت کی نماز پر دوام کی نفی کی ہے نفس چاشت کی نماز کی نفی نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١١٢٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ ابن الزبیر از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی'

الْمَسْجِدِ، فَصَلّٰى بِصَلَاتِهٖ نَاسٌ، ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ، فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَاَيْتُ الَّذِيْ صَنَعْتُمْ، وَلَمْ يَمْنَعْنِيْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَيْكُمْ اِلَّا اَنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ. وَذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ.

پس لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر اگلی رات بھی آپ نے نماز پڑھی' پس بہت لوگ ہو گئے' پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی لوگ جمع ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی طرف نہیں نکلے' پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: بے شک میں نے دیکھ لیا جو تم نے کیا تھا اور تمہاری طرف نکل کر آنے کے لیے مجھے صرف اس چیز نے منع کیا تھا کہ مجھے یہ خوف تھا کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی' اور یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۷۲۹ میں گزر چکی ہے' تراویح پر مفصل بحث ہم ان شاء اللہ' صحیح البخاری: ۲۰۰۸ میں کریں گے۔

٦ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ

نبی ﷺ کا اس قدر قیام کرنا حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حَتّٰى تَفَطَّرَ قَدَمَاهُ. وَالْفُطُوْرُ الشُّقُوْقُ. ﴿اِنْفَطَرَتْ﴾ (الانفطار: ۱) اِنْشَقَّتْ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ نے اتنا قیام کیا حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم پھٹ گئے۔ ''الفطور'' کا معنی ہے: پھٹنا' ''انفطرت'' (الانفطار: ۱) کا معنی ہے: پھٹ گیا۔

١١٣٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُوْمُ اَوْ لَيُصَلِّيْ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ اَوْ سَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ فَيَقُوْلُ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.

[اطراف الحدیث: ۴۸۳۶۔ ۶۴۷۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از زیاد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ بے شک نبی ﷺ قیام کرتے تھے یا نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پاؤں سوج جاتے تھے یا آپ کی پنڈلیاں' پس آپ سے کہا جاتا تو آپ فرماتے: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۸۱۹، الرقم المسلسل: ۶۹۹۹، سنن ترمذی: ۴۱۲، سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۹، السنن الکبریٰ: ۱۱۵۰۰، مصنف عبد الرزاق: ۴۷۴۶، المعجم الکبیر: ۱۰۱۰۔ ج ۲۰، مسند الحمیدی: ۷۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۸۳، صحیح ابن حبان: ۳۱۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶، شعب الایمان: ۴۵۲۳، مسند ابو داؤد طیالسی: ۶۹۳، شمائل ترمذی: ۲۵۹، شرح السنۃ: ۹۳۱، مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۱۹۸۔ ج ۳۰ ص ۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۶۳۳۱، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۶۹۰۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) مسعر بن کدام (۳) زیاد بن علاقہ الثعلبی (۴) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۶۰)

نبی ﷺ کی طرف مغفرت ذنوب کی نسبت اور اس کی وضاحت

اس حدیث میں مذکور ہے: پس آپ سے کہا جاتا' کیا کہا جاتا اور کون کہتا' اس کا ذکر نہیں ہے۔ امام بزار نے حضرت ابو ہریرہ

سے روایت کیا ہے: آپ سے کہا جاتا: یارسول اللہ! آپ ایسا کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ تمام کاموں) کو معاف فرما دیا ہے۔

(شمائل ترمذی: ۲۳۹ 'صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۸۴ 'شعب الایمان: ۱۳۱۳ 'سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۰ 'حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۸۶)

محمد بن عمرو سے روایت ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" (الفتح: ۲-۱) تو آپ نے کھڑے ہو کر اتنی نماز پڑھی کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے اور آپ نے اتنی عبادت کی کہ آپ کا جسم پرانی مشک کی طرح ہو گیا' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ یہ کر رہے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کو معاف فرما دیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

(شعب الایمان: ۱۳۱۵)

اس مضمون کی حدیث 'حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قیام کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر پھٹ جاتے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کو معاف فرما دیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا میں اس سے محبت نہیں کرتا کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ بن جاؤں!

(صحیح البخاری: ۴۸۳۷ 'صحیح مسلم: ۲۸۲۰ 'الرقم المسلسل: ۶۹۹۳)

قرآن مجید کی آیت 'الفتح: ۲ میں اور صحابہ کرام کے اقوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو ذنب کی نسبت کی گئی ہے اس سے مراد ذنب کا حقیقی معنی نہیں ہے کیونکہ ذنب کا حقیقی معنی اثم اور گناہ ہے 'اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ سے کبھی کوئی گناہ خواہ نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد صادر نہیں ہوا 'عمداً نہ سہواً' اور آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے نہ حقیقۃً نہ صورۃً 'لہٰذا الفتح: ۲ 'اور صحابہ کے اقوال مجاز پر محمول ہیں اور ذنب سے مراد مجازاً خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی کام ہیں اور خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی گناہ نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

نیکوں کے جو نیک کام ہیں 'مقربوں کے حق میں گناہ ہیں' وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۷ 'دار العلوم امجدیہ کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ بھی ہمارے اختیار کردہ قول کراہت تنزیہہ کی صراحت کرتا ہے کیونکہ مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا' وہ صرف خلاف اولیٰ ہے 'نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۵۰ 'ص ۳۴۹ 'رضا فاؤنڈیشن' جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

* اس بحث کی زیادہ تفصیل 'شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۹۰-۶۸۶ 'اور شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۳۳۵-۳۱۸ 'اور تبیان القرآن ج ۱۱ 'الاحقاف: ۹ 'اور الفتح: ۲ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں' یہاں پر ہم نے جو لکھا ہے وہ ان مباحث کا خلاصہ ہے۔

اس بحث میں یہ عبارت بھی حل طلب ہے:

حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

جواب نمبر ۶: انبیاء ورسل ان انواع ذنوب وخطایا سے جو شانِ نبوت کے منافی ہوں معصوم و مامون ہیں۔

(سیف چشتیائی ص ٧٥-٣٥٧ طبع چہارم ١٩٦٣ء مہر منیر ص ٢٠٩ طبع سوم ١٩٧٣ء)

علامہ سید محمد امین بن عمر شامی متوفی ١٢٥٨ھ نے لکھا ہے کہ کتابوں اور تصانیف میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔

(رد المحتار ج ٦ ص ٥٠٨ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤١٩ھ)

لہٰذا حضرت پیر صاحب گولڑوی رحمہ اللہ کی اس عبارت کا معنی یہ ہوگا کہ جو ذنوب اور خطایا شان نبوت کے منافی نہیں ہوتے تو ان سے انبیاء اور رسل علیہم السلام معصوم نہیں ہوتے' لہٰذا ضروری ہوا کہ ان ذنوب اور خطایا سے مراد ان کاموں کو لیا جائے جو خلاف اولیٰ ہوں یا مکروہ تنزیہی ہوں تاکہ عصمت انبیاء کا عقیدہ محفوظ رہے اور یہی وہ بات ہے جو ہم شروع سے کہہ رہے ہیں۔

٧- بَابُ مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ

جو شخص سحر کے وقت سو جائے

١١٣١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَحَبُّ الصَّلٰوةِ إِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.

[اطراف الحدیث: ١١٥٢-١١٥٣-١١٧٣-١٩٧٥-١٩٧٦-١٩٧٧-١٩٧٨-١٩٧٩-١٩٨٠-٣٤١٨-٣٤١٩-٣٤٢٠-٥٠٥٢-٥٠٥٣-٥١٩٩-٦١٣٤-٦٢٧٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی کہ ان کو عمرو بن اوس نے خبر دی کہ ان کو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' حضرت داؤد آدھی رات تک سوتے تھے اور تہائی رات میں قیام کرتے تھے (پھر) رات کے چھٹے حصے میں سوتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ١١٥٩' الرقم المسلسل: ٢٦٨٣' سنن ابوداؤد: ٢٤٤٧' سنن نسائی: ٢٣٩٤' مصنف عبد الرزاق: ٧٨٦٢' سنن کبریٰ: ٢٧٠٠' صحیح ابن حبان: ٣٦٦٠' حلیۃ الاولیاء ج ١ ص ٢٨٣' مسند احمد ج ٣ ص ٨٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٧٦٠' ج ١١ ص ٧٣-٣٧١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (٢) سفیان بن عیینہ (٣) عمرو بن دینار (٤) عمرو بن اوس الثقفی' یہ ٩٣ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٩٣)

رات کے نصف' تہائی اور چھٹے حصہ کی تمثیل

اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام رات کے نصف حصے میں سوتے تھے' اور رات کے تہائی حصہ میں قیام کرتے تھے اور پھر رات کے چھٹے حصہ میں سوتے تھے' فرض کیجئے کہ رات چھ گھنٹے کی ہو تو اس کا نصف تین گھنٹے ہوا' اس کا تہائی دو گھنٹے ہوا اور اس کا چھٹا حصہ ایک گھنٹا ہوا' اگر رات مثلاً ٩ گھنٹے کی ہو تو اس کا نصف ساڑھے چار گھنٹے ہوا اور اس کا تہائی تین گھنٹے ہوا اور اس کا چھٹا حصہ ڈیڑھ گھنٹا ہوا' باقی راتوں کو اسی حساب سے قیاس کر لیا جائے۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز' حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے' اس سے مراد سیدنا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ماسوا دیگر نبیوں کی نمازیں ہیں۔

١١٣٢ - حَدَّثَنِي عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَشْعَثَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوقًا قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ مَتَى كَانَ يَقُومُ؟ قَالَتْ يَقُومُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبردی از شعبہ از اشعث' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا عمل زیادہ محبوب تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: جو دائمی ہو' میں نے پوچھا: آپ (صبح) کس وقت اٹھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: جب مرغ اذان دیتا تھا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنِ الْأَشْعَثِ قَالَ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلَّى. [اطراف الحدیث: ٦٤٦١ - ٦٤٦٢]

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن سلام نے' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے خبردی از الاشعث' انہوں نے کہا: جب آپ مرغ کی اذان سنتے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔

(صحیح مسلم: ٧٤١' الرقم المسلسل: ١٦٩٩' سنن ابوداؤد: ١٣١٧' سنن نسائی: ١٦١٦' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٤٠٧' سنن بیہقی ج ٣ ص ٣' صحیح ابن حبان: ٢٤٤٤' کامل ابن عدی ج ١ ص ٣١٥' مسند احمد ج ٦ ص ٩٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٢٩٨۔ ج ٤١ ص ٦٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٨٨٧٤' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبدان' ان کا نام عبداللہ ہے اور عبدان ان کا لقب ہے' جو نام پر غالب ہے (٢) ان کے والد' ان کا نام عثمان بن جبلہ ہے (٣) شعبہ بن الحجاج (٤) اشعث (٥) ان کے والد ابو الشعثاء' ان کا نام سلیم بن اسود المحاربی ہے (٦) مسروق بن الاجدع (٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٦٣)

دائمی عمل کی فضیلت خواہ وہ کم ہو

اس حدیث میں دائمی عمل کی ترغیب دی ہے' کیونکہ جو عمل کثیر ہو اور وہ کبھی کبھی ہو' اس سے وہ عمل بہتر ہے جو دائمی ہو خواہ قلیل ہو' کیونکہ جو عمل بغیر مشقت اور تھکاوٹ کے دائمی کیا جائے' اس سے انسان کا دل خوش اور مطمئن رہتا ہے' اس کے برخلاف جو زیادہ کام کیا جائے اور اس میں مشقت اور تھکاوٹ ہو' اس کو انسان بے دلی اور بے رغبتی سے کرتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٧٢٥۔ ج ٢ ص ٥٣٦ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مفصل اور مبسوط شرح کی گئی ہے' اس کے عنوان یہ ہیں:

① اکتانے اور استہزاء کا اللہ پر اطلاق ② نفلی عبادت میں دوام کا معنی ③ نفلی عبادات اور بدعات کے درمیان حد فاصل ④ جس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ترک کیا ہو وہ علی الاطلاق بدعت نہیں ہے ⑤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کو ترک کرنے کی وجہ سے بدعت کا ضابطہ ⑥ نفلی عبادات کے ساتھ فرض یا واجب کا معاملہ کرنے کی ممانعت ⑦ بدعت سیئہ کی تعریف ⑧ بدعت کا شرعی معنی اور اقسام ⑨ بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ ⑩ بدعات حسنہ کی وجہ اختراع اور بدعت سیئہ کا مصداق ⑪ ایک شبہ کا ازالہ ⑫ قرون ثلاثہ پر بدعت اور سنت کا مدار۔

١١٣٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِي إِلَّا نَائِمًا، تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میرے والد نے ذکر کیا از ابوسلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سحری کے وقت سوتے ہوئے ہی پایا۔

(صحیح مسلم: ۷۴۲، الرقم المسلسل: ۱۷۰۰، سنن ابوداؤد: ۱۳۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۹۷، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۸۹۷، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ابواسحاق الزہری' یہ بغداد کے قاضی تھے (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم (۴) ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۶۵)

نبی ﷺ کے سحری کے وقت سونے کا معنی

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی ﷺ سحری تک نماز پڑھتے رہتے تھے' پھر سحری کے وقت سو جاتے تھے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ وقت رات کا چھٹا حصہ ہوتا تھا' جس میں حضرت داؤد علیہ السلام سو جاتے تھے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ نبی ﷺ لمبی راتوں میں سحر کے وقت سوتے تھے اور یہ غیر رمضان کا واقعہ ہے کیونکہ نبی ﷺ تاخیر سے سحری کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۰)

٨ - بَابُ مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ حَتّٰى صَلَّى الصُّبْحَ

جس نے سحری کی پھر نماز پڑھنے کھڑا ہوا' پھر نہیں سویا حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھی

١١٣٤ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَسَحَّرَا، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى. قُلْنَا لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ؟ قَالَ كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کی' جب وہ دونوں اپنی سحری سے فارغ ہو گئے تو نبی ﷺ نماز کی طرف کھڑے ہوئے' پس آپ نے نماز پڑھائی' ہم نے حضرت انس سے پوچھا: ان کے سحری سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انہوں نے بتایا: جتنی مقدار میں ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ طُولِ الصَّلٰوةِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ

رات کی نماز میں لمبا قیام کرنا

١١٣٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ، قُلْنَا وَمَا هَمَمْتَ؟ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

الاعمش از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' آپ مسلسل کھڑے رہے حتیٰ کہ میں نے ایک بُری بات کا ارادہ کیا' ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا رہنے دوں۔

(صحیح مسلم: ۷۷۳' الرقم المسلسل: ۱۷۸۳' شمائل ترمذی: ۱۷۰۸۰' سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۸' مسند ابویعلیٰ: ۵۱۹۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۵۴' صحیح ابن حبان: ۲۱۳۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۹۳۶۔ ج ۶ ص ۱۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۴۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سلیمان بن حرب ابوایوب الواشحی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابووائل' ان کا نام ہے: شقیق بن سلمہ الاسدی (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۶۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا چھوڑ کر خود بیٹھ جانے کے بُرا ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹھنے کو بُری بات کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت بُری بات ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ. (النور: ۶۳) جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے۔

اسی طرح جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور آپ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے (الی قولہ) پس جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری: ۶۸۸) پس جو شخص نماز کے کسی عمل میں اپنے امام کی مخالفت کرے اس کا وہ عمل بُرے کاموں میں سے شمار ہونا چاہیے۔

حضرت ابن مسعود کی اس حدیث میں رات کی نماز میں طول قیام کی دلیل ہے' کیونکہ حضرت ابن مسعود نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر کھڑے رہے کہ انہوں نے بیٹھنے کا ارادہ کیا اور ان کا یہ ارادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل قیام کی وجہ سے تھا۔

آیا طول قیام افضل ہے یا کثرت رکوع اور سجود؟

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ نفل نماز میں طول قیام افضل ہے یا کثرت رکوع اور سجود افضل ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ طویل قیام نہیں کرتے تھے اور رکوع اور سجود کی کثرت کرتے تھے' ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے رکوع کیا اور سجدہ کیا' اللہ تعالیٰ اس کے درجہ کو بلند کرتا ہے اور اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۸۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک نوجوان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' جو لمبی نماز پڑھ رہا تھا' جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں جانتا ہوں' حضرت ابن عمر نے فرمایا: اگر میں اس کو جانتا ہوتا تو میں اس کو حکم دیتا کہ یہ لمبے رکوع اور سجود کرے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب بندہ

کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہوں کو اس کے سر کے اور کندھوں کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے اور وہ جب بھی رکوع اور سجدہ کرتا ہے تو اس کے گناہ گر جاتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۱:۲۶۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ لمبا قیام کرنا افضل ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس میں لمبا قیام ہو۔ (صحیح مسلم: ۷۵۶)

ابراہیم نخعی ابومجلز حسن بصری کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد کا یہی موقف ہے۔

اشہب مالکی نے کہا ہے: میرے نزدیک یہ قول زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ لمبے قیام میں زیادہ قرآن پڑھا جائے گا۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابوذر کی حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے رکوع اور سجدہ کرے اللہ اس کا درجہ بلند کرے اور اس کا گناہ مٹائے اور اگر اس نے اس کے ساتھ لمبا قیام کیا تو وہ افضل ہوگا اسی طرح حضرت ابن عمر کی حدیث میں بھی رکوع اور سجود کی لیے قیام پر فضیلت نہیں ہے اس میں تو صرف یہ بیان ہے کہ رکوع اور سجود کرنے سے گناہ گر جاتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ لمبا قیام کرنے کی وجہ سے اس کو اس سے افضل اجر عطا کیا جائے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث (صحیح بخاری: ۱۱۳۵) میں اس قول کی صحت پر شہادت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۳-۱۳۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال نے یہ بحث شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۱۱-۱۰۹ سے اخذ کی ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۲-ج ۲ ص ۵۳۱ پر مذکور ہے اس کی شرح میں تعظیم رسول کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۳۶- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حصین از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے ملتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۵ میں گزر چکی ہے یہاں پر ہم یہ بیان کر رہے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے: رات کو لمبا قیام کرنا اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے اس کی کیا توجیہ ہوگی۔

طول قیام کے باب میں مسواک کرنے کی حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر اعتراض اور اس کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ کی اس حدیث کا اس باب میں کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز پڑھنے کے لیے منہ کو مسواک سے صاف کرنے کی رات کی نماز کے طول پر کوئی دلالت نہیں ہے اور نہ اس کی رات کی نماز کے اختصار پر کوئی دلالت ہے ہو سکتا ہے کہ صحیح بخاری کو نقل کرنے والے ناقلین اور کاتبین نے اس حدیث کو غلط جگہ پر درج کر دیا ہو اور اگر اس طرح نہیں ہوا تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کو قضاء نے اتنی مہلت نہ دی ہو کہ وہ اپنی کتاب پر نظر ثانی کر کے اس کی تہذیب کر لیتے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن المنیر نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہو کہ مسواک کا استعمال کرنا عمدہ حالت بنانے اور نماز کی تیاری پر

دلالت کرتا ہے اور یہ طول قیام کی دلیل ہے کیونکہ اگر نماز تخفیف کے ساتھ پڑھنی ہو تو پھر اس کے لیے مکمل تیاری کی ضرورت نہیں ہوتی' اور ابن رشید نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے داخل کیا ہے کہ اس حدیث میں ہے: جب آپ تہجد کے لیے کھڑے ہوتے یعنی جب آپ اپنی عادت کے مطابق تہجد کے لیے کھڑے ہوتے' اور تہجد کا لفظ نیند ترک کرنے اور بیدار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسواک کرنے سے نیند کو دور کرنے میں مدد حاصل ہوتی ہے اور اس سے لمبی نماز پڑھنے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے' اور بدر بن جماعہ نے کہا: مجھ پر یہ منکشف ہوا ہے کہ اس حدیث کو اس باب میں داخل کرنے سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ طول صلوٰۃ کے متعلق حضرت حذیفہ کی اس دوسری حدیث کو مستحضر کیا جائے جس کو امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' آپ نے سورۃ البقرہ پڑھنی شروع کی' میں نے دل میں کہا: آپ سو آیات پڑھنے کے بعد رکوع کر لیں گے' پھر میں نے کہا: آپ سورۃ البقرہ کے بعد رکوع کر لیں گے' پھر آپ نے سورۃ النساء پڑھی' پھر سورۃ آل عمران پڑھی' آپ ترتیل سے پڑھتے رہے' جب آپ ایسی آیت سے گزرتے جس میں تسبیح کا حکم ہوتا تو آپ تسبیح پڑھتے اور کسی جگہ دعا کا ذکر ہوتا تو آپ دعا کرتے اور جب کسی آیت میں پناہ طلب کرنے کا ذکر ہوتا تو آپ پناہ طلب کرتے' پھر آپ نے رکوع کیا اور "سبحان ربی العظیم" پڑھتے رہے' آپ نے قیام کی مقدار میں رکوع کیا' پھر آپ نے فرمایا: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" پھر کافی طویل قومہ کیا' جو رکوع کے قریب تھا' پھر آپ نے سجدہ کیا' آپ کے سجدہ کی مقدار بھی آپ کے قیام کے قریب تھی۔ (صحیح مسلم: ۷۷۲، الرقم المسلسل: ۱۷۸۳، سنن ابوداؤد: ۸۷۱، سنن ترمذی: ۲۶۳-۲۶۲، سنن نسائی: ۱۰۰۷، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۱-۸۹۷) امام بخاری نے اس حدیث کو خود اس لیے روایت نہیں کیا کہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے حضرت حذیفہ کی اس حدیث کے عنوان کے لیے خالی جگہ چھوڑ دی ہو اور بعد میں کاتبین نے اس خالی جگہ کو حذف کر دیا ہو اور حضرت حذیفہ کی اس حدیث کی جگہ حضرت حذیفہ کی دوسری حدیث کو لکھ دیا' جس میں رات کی نماز کے وقت مسواک کرنے کا ذکر ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۸ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے تو امام بخاری پر اعتراض کیے ہیں اور طول صلوٰۃ اللیل کے باب میں مسواک کی حدیث ذکر کرنے کی کوئی توجیہ نہیں کی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن المنیر' علامہ ابن رشید اور علامہ بدرالدین جماعہ کی طرف سے جو توجیہات ذکر کیں' وہ سب دور از کار اور بعید تاویلات ہیں' البتہ اس کی قریب ترین توجیہ یہ ہے کہ اس باب کے عنوان میں رات کی نماز میں طول قیام کا ذکر ہے اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں تہجد کے لیے قیام کا ذکر ہے اور عموماً تہجد میں لمبی نماز پڑھی جاتی ہے اور لمبی نماز میں لمبا قیام ہوتا ہے' اگرچہ اس میں رکوع اور سجود بھی طویل ہوتا ہے مگر طول قیام بھی ہوتا ہے اور یہ عنوان کے ساتھ مناسبت کے لیے کافی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٠ - بَابُ كَيْفَ صَلوٰةُ اللَّيْلِ، وَكَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ

رات کی نماز کس طرح تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز کس طرح پڑھتے تھے

١١٣٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں

اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ؟ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ.

نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! رات کی نماز کس طرح (پڑھوں)؟ آپ نے فرمایا: دو دو رکعت، پس جب تم کو صبح کا خوف ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت ملا کر نماز کو وتر کر لو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۷۲ میں گزر چکی ہے۔

١١٣٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِيْ بِاللَّيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے ابوجمرہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے۔

١١٣٩ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ حُصَيْنٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَإِحْدٰى عَشْرَةَ سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی از ابی حصین از یحییٰ بن وثاب از مسروق' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا' انہوں نے بتایا کہ آپ صبح کی دو سنتوں کے علاوہ سات' نو اور گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

١١٤٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ نے خبر دی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے' ان میں وتر تھے اور دو رکعت فجر کی۔

ان احادیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۹۳ - ۹۹۵ میں گزر چکی ہے' مزید شرح کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

رات کی نماز کی مختلف رکعات میں تطبیق

ان احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سات رکعات بھی پڑھتے تھے اور نو رکعات بھی پڑھتے تھے' سات رکعات کے متعلق یہ حدیث ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہو گئی اور آپ پر گوشت چڑھ گیا تو آپ سات رکعات پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں بیٹھتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۱۳)

اور نو رکعات کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعات کے ساتھ وتر پڑھتے تھے پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے' پھر جب آپ کمزور ہو گئے تو سات رکعات کے ساتھ وتر پڑھتے تھے پھر آخر میں بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۱۸)

اور صحیح البخاری: ۱۱۳۹-۱۱۳۸ میں یہ تصریح ہے کہ آپ صبح کی دو سنتوں کے علاوہ رات کی نماز گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور عنقریب باب: ۲۸ "ما یقرء بعد الفجر" میں یہ تصریح آئے گی کہ آپ تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور اس کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے تھے اس طرح رات کی نماز پندرہ رکعت ہو گئیں' اس میں عشاء کی دو سنتیں بھی شامل ہیں' اس طرح تین رکعت وتر ملا کر رات کی نماز کی تعداد گیارہ رکعات ہیں' اور صبح کی دو سنتیں ملا کر تیرہ رکعات ہیں اور صرف رات کی نماز گیارہ رکعات ہیں' جس میں تین رکعات وتر شامل ہیں۔

ابوسلمہ بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی کتنی رکعات نماز پڑھتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رمضان ہو یا اس کا غیر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' پھر چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت وتر پڑھتے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶)

۱۱ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَنَوْمِهٖ وَمَا نُسِخَ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کو قیام کرنا اور سونا اور رات کے قیام (کی فرضیت) کا منسوخ ہونا

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ○ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ○ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ○ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ○ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾ (المزمل: ۷-۱). وَقَوْلُهٗ ﴿عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (المزمل: ۲۰).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے چادر لپیٹنے والے ○ رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا ○ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں ○ یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں ○ بے شک ہم آپ پر بھاری کلام نازل فرمائیں گے ○ بے شک رات کو اٹھنا (نفس پر) سخت بھاری ہے اور کلام کو درست رکھنے والا ہے ○ بے شک دن میں آپ کی بہت مصروفیات ہیں ○ (المزمل: ۷-۱) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے' سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی' پس تم جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو' اللہ کو علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہوئے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال کر رہے ہوں گے' پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو' اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور تم اپنی بھلائی کے لیے جو کچھ آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس اس

سے بہتر اور زیادہ ثواب میں پاؤ گے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (المزمل:۲۰)

ان آیات کی تفصیل کے لیے تبیان القرآن ج ۱۲ میں سورۃ المزمل کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''نشأ'' کا معنی حبشی زبان میں ہے: قیام کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے سند صحیح کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔

﴿وِطَاءً﴾ قَالَ مُوَاطَاةَ الْقُرْاٰنِ اَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهٖ وَبَصَرِهٖ وَقَلْبِهٖ. ﴿لِيُوَاطِـُٔوْا﴾ (التوبہ:۳۷). لِيُوَافِقُوْا.

حضرت ابن عباس نے کہا: ''وطاء'' کا معنی ہے: جو سننے دیکھنے اور دل سے غور کرنے میں قرآن مجید کے بہت زیادہ موافق ہو۔ ''لیواطئوا'' کا معنی ہے: تاکہ وہ موافقت کریں۔

اس تعلیق کو بھی امام عبد بن حمید نے سند موصول کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۲۹ 'دار المعرفہ بیروت '۱۴۲۶ھ)

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا قرآن مجید میں کوئی غیر عربی لفظ ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں جیسے ''سجیل' فردوس ''اور'' ناشئۃ'' اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی غیر عربی لفظ نہیں ہے اور جو اس قسم کے الفاظ ہیں ان میں دو لغتوں کا توافق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۷۷ 'دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۲۱ھ)

آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض تھی یا نفل؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال اور قول راجح کا بیان

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے: رات کے قیام کو جو منسوخ کیا گیا۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ رات کا قیام آپ پر فرض نہیں تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا○ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا○ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ. (المزمل:۲-۴)

رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا○ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں○ یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں۔

جب کہ فرض اس طرح نہیں ہوتا' بلکہ فرض میں حتمی طور پر کچھ معین کیا جاتا ہے' یہ مستحب کی شان ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ رات کا قیام صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھا' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری طرف نکلنے سے صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔ (صحیح البخاری:۱۱۲۹) اس حدیث میں آپ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ رات کی نماز صحابہ پر فرض نہیں تھی۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ کب معلوم ہوا کہ رات کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی' جب کہ قرآن مجید کی صریح آیت یہ ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ. (بنی اسرائیل:۷۹)

اور آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھیے جو خاص آپ کے لیے نفل ہے۔

علامہ ابن بطال نے اس سلسلہ میں تیسرا قول یہ ذکر کیا ہے:

رات کا قیام آپ پر بھی فرض تھا اور آپ کی امت پر بھی فرض تھا' پھر سورۃ المزمل کی اس آیت سے رات کا قیام منسوخ کر دیا گیا:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ. (المزمل: ٢٠)

اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔

جمہور علماء کا یہی موقف ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

سعد بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: یا ام المومنین! مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (رات کے) قیام کے متعلق خبر دیجئے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم یہ سورت نہیں پڑھتے؟ (یاایھا المزمل) میں نے عرض کیا، کیوں نہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے اس سورت کے اوّل میں آپ پر رات کا قیام فرض فرمایا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ایک سال تک (رات کو) قیام کیا حتیٰ کہ ان کے قدم سوج گئے اور اللہ عزوجل نے اس سورت کے آخری حصہ (المزمل: ٢٠) کو بارہ مہینے تک روکے رکھا' پھر اللہ عزوجل نے اس سورت کے آخر میں قیام لیل میں تخفیف نازل فرمائی' پھر رات کے قیام کی فرضیت کے بعد اس کو نفل کر دیا۔ (الحدیث) (صحیح مسلم: ٧٤٦' الرقم المسلسل: ١٧٠٨' سنن ابوداؤد: ١٣٤٢' سنن نسائی: ١٦٠١' السنن الکبریٰ: ١٣٣٥)

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٣٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم' سنن ابوداؤد' سنن نسائی اور سنن کبریٰ کی اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحیح قول یہی ہے کہ شروع کے ایک سال میں آپ پر اور آپ کے اصحاب پر تہجد فرض تھی' پھر ایک سال بعد اس کی فرضیت کو منسوخ کر کے اس کو نفل کر دیا گیا۔

١١٤١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ شَيْئًا وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهُ. تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ وَاَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ. [اطراف الحدیث: ١٩٧٢-١٩٧٣-٣٥٦١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ روزے چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ بالکل روزے نہیں رکھیں گے اور کسی مہینہ آپ روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ بالکل روزے نہیں چھوڑیں گے اور تم آپ کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لو گے اور تم آپ کو رات میں سوتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ کو سوتے ہوئے دیکھ لو گے' محمد بن جعفر کی سلیمان اور ابو خالد الاحمر نے از حمید متابعت کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد اور دیگر نفلی عبادات کے معمولات مختلف تھے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کو نفل نماز پڑھنے اور سونے کے معمولات مختلف تھے اسی طرح نفلی روزے رکھنے کے معمولات بھی مختلف تھے۔

١٢ - بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلٰى قَافِيَةِ جو شخص رات کی نماز نہ پڑھے اس کی گدی

الرَّأْسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ

١١٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ. [اطراف الحدیث: ۳۲۶۹]

پر شیطان کا گرہ لگانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے' ہر گرہ پر یہ پڑھ کر پھونک دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے لہٰذا تم سو جاؤ' پس جب وہ (بندہ) بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو پہلی گرہ کھل جاتی ہے' پھر اگر وضوء کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے' پھر اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے' پھر صبح کو وہ خوش اور تر و تازہ اٹھتا ہے' ورنہ وہ صبح کو نحوست اور سستی کے ساتھ اٹھتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۰۶' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۹۹۷' مکتبہ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الحمیدی: ۱۰۰۳)

جس کی گدی پر شیطان گرہیں لگاتا ہے' اس کے ضمن میں مسائل اور بعض اعتراضات کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان میں ہے: جو شخص رات کو نماز نہ پڑھے اس کی گدی پر شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے' رات کو نماز نہ پڑھنے سے مراد عام ہے' اس نے عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو یا رات کو اٹھ کر تہجد نہ پڑھی ہو' اس حدیث میں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس سے عشاء کی نماز نہ پڑھنا مراد ہے' ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سوتے وقت شیطان اس کی گدی پر یہ گرہیں لگا دیتا ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے: جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کی تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ خوش خوش تر و تازہ اٹھتا ہے' وہ خوش اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی عبادت کی توفیق دی اور تر و تازہ اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے نفس میں اور اس کے تصرفات میں برکت رکھی اور شیطان کی گرہیں اس سے زائل ہو گئیں اور اگر وہ ساری رات سوتا رہا اور نماز پڑھنے کے لیے نہیں اٹھا تو وہ نحوست اور سستی سے اٹھتا ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رات کے اوّل حصے میں وتر پڑھ لیتے تھے اور آخر رات تک سوتے رہتے تھے تو کیا وہ بھی اس وعید کے مصداق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد وہ شخص ہے جو رات کو سو جائے اور آخر رات میں اس کے اٹھنے کی نیت نہ ہو' اور جس شخص کی رات کو تہجد پڑھنے کی نیت ہو اور وہ نہ اٹھ سکے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس وعید میں وہ شخص داخل ہے جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جائے اور رات بھر سوتا رہے اور اس کی یہ نیت نہ ہو کہ وہ رات کے کسی وقت میں اٹھ کر عشاء کی نماز پڑھ لے گا۔

پہلے جواب کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی دل میں یہ ارادہ کرے کہ وہ رات کو کسی وقت اٹھ کر نماز پڑھے گا' پھر وہ سوتا رہ جائے تو اس کی نیند کو اللہ اس پر صدقہ کر دے گا اور اسے اس عبادت کا اجر ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ٢٥٨٨' سنن بیہقی ج ٣ ص ١٥' مصنف عبد الرزاق: ٣٢٢٣)

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں فرمایا: وہ صبح کو خبیث النفس اٹھے گا' حالانکہ ایک حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے۔

(مسند الحمیدی: ٢٩٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٩ ص ٦٧' صحیح البخاری: ٦١٧٩' صحیح مسلم: ٢٢٥٠' سنن ابوداؤد: ٤٩٧٩' صحیح ابن حبان: ٥٧٢٢' المعجم الاوسط: ٢٦٣٣' شعب الایمان: ٥٢١٠' شرح السنۃ: ٣٣٩٠' السنن الکبریٰ: ١٠٨٨٩' مسند احمد ج ٦ ص ٥١ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٢٤٣۔ ج ٣٠ ص ٢٨٩)

اس کا جواب یہ ہے کہ خبیث کے دو معنی ہیں: ایک دین میں فساد ہے' دوسرا سستی اور نحوست ہے' ان احادیث میں دین میں فساد کے اعتبار سے خبیث کہنے کی ممانعت ہے اور اس باب کی حدیث میں جو خبیث فرمایا ہے' وہ سستی اور نحوست کے معنی میں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں کسی شخص کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ خود اپنے نفس کو خبیث کہے اور اس باب کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ خود اپنے نفس کو خبیث کہے بلکہ شارع علیہ السلام نے اس کے نماز پڑھے بغیر ساری رات سوتے رہنے کی وجہ سے اس کو ڈرانے کے لیے اس کی مذمت کے طور پر اس کو خبیث فرمایا ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ شیطان گدی کے پیچھے گرہ کیوں لگاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گدی کے پیچھے وہم کا محل ہوتا اور وہم شیطان کے وسوسوں کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ احادیث میں ہے: جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ کر سو جائے' وہ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت آیۃ الکرسی پڑھی' وہ شام تک محفوظ رہتا ہے اور جس نے شام کو پڑھی وہ صبح تک محفوظ رہتا ہے۔ (سنن ترمذی: ٢٨٧٩)

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبریل میرے پاس آئے اور کہا: ایک بہت بڑا جن آپ کے ساتھ مکر کرتا ہے' لہٰذا جب آپ بستر پر جائیں تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کریں۔ (موسوعہ ابن ابی الدنیا ج ٣ ص ٥٢٨' المکتبۃ العصریہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

پھر شیطان کو گدی میں گرہ لگانے کا موقع کس طرح ملتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو سونے سے پہلے آیۃ الکرسی نہیں پڑھتے۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ جو شخص جنبی ہو اس کی گرہ کھلنے کے لیے وضوء کرنا کافی ہے یا اس کو غسل کرنا پڑے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو غسل کرنا پڑے گا۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٨٢۔ ٢٨١' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٧٦١' ج ٢ ص ٥٣٣۔ ٥٣٢ پر مذکور ہے' وہاں اس کی دو سطروں میں شرح کی گئی ہے۔

١١٤٣ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّؤْيَا' قَالَ أَمَّا الَّذِي يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ' فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفِضُهُ' وَيَنَامُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خواب کی

عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ.

تعبیر کے سلسلہ میں فرمایا: رہا وہ شخص جس کے سر کو پتھر سے کچلا جاتا تھا' یہ وہ شخص تھا جو قرآن کو حاصل کرتا تھا پھر اس کو چھوڑ دیتا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابٌ إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ

جو شخص سو جائے اور نماز نہ پڑھے' شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے

١١٤٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى أَصْبَحَ' مَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ' فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از ابو وائل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا' پس بتایا گیا کہ وہ شخص صبح تک سوتا رہتا ہے' نماز کے لیے نہیں اٹھتا' آپ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۷۴' الرقم المسلسل: ۱۷۸۶' سنن نسائی: ۱۶۰۷' سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۰' مسند ابو یعلیٰ: ۵۱۰۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۳۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۱' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۳۲۰' صحیح ابن حبان: ۲۵۶۲' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۵۷۔ ج ۶ ص ۲۲-۲۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۱۱۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۵۰۵۰)

کان میں شیطان کے پیشاب کرنے کے متعدد محامل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس کی حقیقت سے کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی محال نہیں ہے' یہ ثابت ہے کہ شیطان کھاتا اور پیتا ہے' جو شخص کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان اس کے کھانے اور پینے میں شریک ہو جاتا ہے' تو اس کے پیشاب کرنے سے بھی کوئی چیز مانع نہیں ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے: جس شخص کی گہری نیند ہو اور وہ نماز سے غافل ہو' اس کے حال کو اس شخص کے حال سے تشبیہ دی ہے جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہو' امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ اس سے استعارہ ہے کہ شیطان اس پر حکومت کرتا ہے اور وہ اس کی اطاعت کرتا ہے اور علامہ تورپشتی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کے کانوں میں باطل باتوں کو بھر دیتا ہے اور اذان اور حق کی باتوں کو سننے سے اس کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتا ہے اور اس چیز کو اس کے کانوں میں پیشاب کرنے سے تعبیر کیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کی توہین کرتا ہو اور اس کا استخفاف کرتا ہو اور جس چیز کی توہین کی جاتی ہے' اس کو پیشاب کرنے سے تعبیر کرتے ہیں جیسے بیت الخلاء کو پیشاب کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے اور کسی چیز کے فاسد کرنے کو بھی پیشاب کرنے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی شیطان نے اس کی سماعت کو فاسد کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۷۷۱۔ ج ۲ ص ۵۳۲ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

١٤ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ

رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھ کر دعا کرنا

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ اَيْ مَا يَنَامُوْنَ ﴿وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (الذاریات: ۱۸ ۔ ۱۷).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: وہ رات کو بہت کم سوتے تھے O اور سحری کے وقت مغفرت طلب کرتے تھے O (الذٰریٰت: ۱۸ ۔ ۱۷)

١١٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ وَاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ، يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ ؟ مَنْ يَّسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهٗ ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَاَغْفِرَ لَهٗ ؟

[اطراف الحدیث: ۶۳۲۱ ۔ ۷۴۹۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ و ابی عبداللہ الاغر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے وہ فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں اور کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اس کو عطاء کروں اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کر دوں؟

(صحیح مسلم: ۷۵۸ 'الرقم المسلسل: ۱۷۳۱ 'سنن ابوداؤد: ۱۳۱۳ 'سنن ترمذی: ۳۴۹۸ 'السنن الکبریٰ: ۷۷۶۸ 'سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۶ 'عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۴۸۰ 'صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۱۹۹ 'سنن دارمی: ۱۴۷۹ 'مسند ابویعلیٰ: ۶۱۵۵ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۵ طبع قدیم 'مسند احمد: ۷۵۹۲ ۔ ج ۱۳ ص ۳۵ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 'جامع المسانید لابن جوزی: ۶۵۴۹ 'مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن (۵) ابوعبد اللہ الاغر ان کا نام سلمان الجہنی ہے اور الاغر ان کا لقب ہے (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۸۵)

اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کے مسئلہ میں فقہاء اسلام کے نظریات اور حدیث مذکور کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

معتزلہ نے اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کو ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علو اور اوپر کی جہت ثابت ہے۔ الزہری 'الاوزاعی 'ابن المبارک 'مکحول 'سفیان ثوری 'سفیان بن عیینہ و دیگر فقہاء تابعین 'ائمہ اربعہ 'امام مالک 'امام ابوحنیفہ 'امام شافعی اور امام احمد وغیرہم جمہور علماء نے کہا ہے کہ ہمارا ان احادیث پر ایمان ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے ساتھ مشابہ نہیں مانتے' وہ اس سے منزہ ہے اور وہ کس کیفیت سے نازل ہوتا ہے' اس کا اسی کو علم ہے۔

بعض دوسرے علماء نے اس حدیث کی تاویل کی انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کا حکم نازل ہوتا ہے یا اس کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رات کے آخری تہائی حصہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے' اور یہ اہل اخلاص کی عبادت کا وقت ہے۔

١٥ - بَابُ مَنْ نَامَ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَأَحْيَا آخِرَهُ

جو شخص رات کے اوّل حصہ میں سویا اور رات کے آخری حصہ میں اس نے نماز پڑھی

وَقَالَ سَلْمَانُ لِأَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ قُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ.

حضرت سلمان نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: سو جاؤ' پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو کہا: اٹھو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۱۹۶۸ میں ہے

١١٤٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ؟ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ وَيَقُومُ آخِرَهُ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ فَإِنْ كَانَ بِهِ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی اور مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ رات کے اوّل حصہ میں سوتے اور آخری حصہ میں قیام کرتے' پس نماز پڑھتے' پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ آتے' پھر جب مؤذن اذان دیتا تو آپ جلدی سے اٹھتے' پس اگر آپ کو حاجت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضوء کر کے گھر سے نکل جاتے۔

(صحیح مسلم: ۷۳۹' الرقم المسلسل: ۱۶۹۷' سنن ابوداؤد: ۱۳۳۳' السنن الکبریٰ: ۳۲۲' سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۵' صحیح ابن حبان: ۲۵۸۹' مسند احمد ج ۶ ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۳۶۲' ج ۴۰ ص ۳۰۱' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۸۸۱۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبدالملک الطیالسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان بن حرب الواشحی (۴) ابواسحاق السبیعی عمرو بن عبداللہ (۵) الاسود بن یزید (۶) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۹۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تہجد کے لیے اخیر شب میں اٹھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ چونکہ رات کے آخری حصہ میں جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے' اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اٹھ کر نماز پڑھتے تھے' اور یہی سلف صالحین کا طریقہ ہے' عبدالرحمٰن بن عبد القاری سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس وقت میں تم سو جاتے ہو' وہ وقت میرے نزدیک اس وقت سے افضل ہے جس وقت میں تم اٹھتے ہو (یعنی تراویح پڑھنے سے تہجد پڑھنا افضل ہے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تراویح کے متعلق فرمایا: جس نماز کو تم چھوڑ دیتے ہو (یعنی تہجد) وہ اس سے افضل ہے جس کے لیے تم قیام کرتے ہو (یعنی تراویح)۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھنے کے بعد اپنے بستر کی طرف لوٹتے تھے اور جماع کرتے تھے اور صبح کو جنبی اٹھتے تھے پھر غسل کرتے تھے اور بعض اوقات اس طرح نہیں کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے کہا ہے کہ اسود نے اس حدیث کی روایت میں غلطی کی ہے، اس باب میں عمدہ احادیث یہ ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونے کا ارادہ کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو آپ وضوء کرتے اور جو آپ سے اس کے متعلق سوال کرتا اس کو بھی آپ یہی حکم دیتے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو قیام کرنا

١١٤٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. [اطراف الحدیث: ۲۰۱۳-۳۵۶۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سعید بن ابی سعید المقبری از ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو پھر آپ تین رکعت (وتر) پڑھتے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱، سنن ترمذی: ۴۳۹، سنن نسائی: ۱۶۹۶، حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۳۸۳، مصنف عبد الرزاق: ۴۷۱۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۶۶، شرح مشکل الآثار: ۴۴۳۳، صحیح ابن حبان: ۲۴۳۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۲۲، ج ۲ ص ۴۹۵، ج ۳ ص ۶، ج ۷ ص ۶۲، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۷۱، شرح السنۃ: ۸۹۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۰۷۳، ج ۴۰ ص ۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۷۳۸۸، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۹۳۹۱)

بیس رکعات تراویح کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا رمضان کی نماز کے عدد میں اختلاف ہے:

امام ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۴ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۳۹۳ 'ادارۃ القرآن' کراچی 'المعجم الکبیر: ۱۲۱۰۲ 'المعجم الاوسط: ۸۰۲ 'الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۴۰ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

میں کہتا ہوں کہ بیس رکعت تراویح کے متعلق مزید یہ روایات ہیں:

شتیر بن شکل کے بارے میں مروی ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۲ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۳۹۳ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

ابو الحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ان کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۳ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت 'الترغیب والترہیب: ۵۸۹ 'مختصر اختلاف العلماء للجصاص ج ۱ ص ۳۱۲ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۷ 'الجوہر النقی ج ۲ ص ۴۹۶)

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۵ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ان کو بیس رکعت پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۴ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عبد العزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں مدینہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۶ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابو البختری بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں پانچ ترویحات (یعنی ۲۰ رکعت تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۸ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

الحارث بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت اور تین وتر پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۷ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا' وہ وتر کو ملا کر تیئیس (۲۳) رکعت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۰ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن عبید بیان کرتے ہیں کہ علی بن ربیعہ ان کو رمضان میں پانچ ترویحات اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۲ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

بیس رکعت تراویح کی احادیث حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے' مگر حضرت ابن عباس کی حدیث کی سند میں بنی شیبہ کا دادا ابراہیم ضعیف راوی ہے' اس لیے ان کی حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے' اور حضرت عمر اور حضرت علی سے بیس رکعات تراویح معروف ہے۔ عطاء نے کہا: میں نے دیکھا لوگ وتر سمیت تیئیس رکعات پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے' اور ابن مہدی نے از داؤد بن قیس روایت کی ہے کہ میں نے عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں دیکھا کہ لوگ مدینہ میں چھتیس رکعت اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۱ 'مجلس

علمیہ بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت) اور یہ امام مالک اور اہل مدینہ کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صرف حضرت ابن عباس کی مرفوع روایت کی سند میں ضعف ہے اور حضرت عمر اور حضرت علی کے آثار میں کوئی ضعف نہیں ہے۔

رات کی نماز چار چار رکعات پڑھی جائے گی یا دو دو رکعت

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز چار چار رکعت پڑھتے تھے۔ یہ حدیث مجمل ہے اور ابواب الوتر میں حضرت عائشہ کی مفصل روایت اس کے خلاف ہے وہ روایت یہ ہے:

از ابن ابی ذئب از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات وتر کے ساتھ پڑھتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

یہ روایت مُفَسَّر ہے اور مفصل روایت مجمل پر راجح ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ رات کی نماز دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت پڑھو پس جب تم میں سے کسی شخص کو صبح کا خوف ہو تو وہ (آخری دو رکعت کے ساتھ ملا کر) ایک رکعت پڑھ لے تو وہ اس کی تمام نماز کو طاق کر دے گی۔ (صحیح البخاری: ۹۹۳ - ۹۹۰)

نیند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء نہ ٹوٹنے کی تحقیق

نیز اس باب کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا بہت اعلیٰ مرتبہ ہے' اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے' کیونکہ وہ دل کے سونے میں تمام لوگوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور آنکھوں کے سونے میں تمام لوگوں کے مساوی ہوتے ہیں۔

از ایوب از عکرمہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ انہوں نے آپ کے خراٹے سنے پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا' عکرمہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے اٹھ کر وضو کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور یہ بعید نہیں ہے کہ جب نیند آپ کے قلب پر غالب آ جائے تو آپ وضو کریں اور یہ بہت نادر ہے جیسا کہ ایک سفر میں صبح کی نماز کے وقت آپ کو نیند تھی تاکہ آپ کی امت کے لیے یہ نمونہ ہو کہ وقت نکلنے کی وجہ سے نماز ساقط نہیں ہوتی خواہ آپ پر نیند کا غلبہ ہو یا آپ بھول گئے ہوں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۱۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِّنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ جَالِسًا حَتّٰى إِذَا كَبِرَ قَرَأَ جَالِسًا فَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی نماز میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ جب آپ کی

السُّوْرَةِ ثَلَاثُوْنَ اَوْ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَاَهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ.

عمر زیادہ ہو گئی تو آپ بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے' پس جب آپ کی تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان آیات کو پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۱۸' میں گزر چکی ہے۔

۱۷ - بَابُ فَضْلِ الطُّهُوْرِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ' وَفَضْلِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

رات اور دن میں وضوء کرنے کی فضیلت اور رات اور دن میں وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

۱۱۴۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ' عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ' عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَا بِلَالُ' حَدِّثْنِيْ بِاَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِي الْاِسْلَامِ' فَاِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰى عِنْدِيْ اَنِّيْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِيْ سَاعَةِ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ' اِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِيْ اَنْ اُصَلِّيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ابوحیان از ابوزرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اسلام میں جو عمل کیے ہیں ان میں تم کو کس عمل پر اجر کی زیادہ توقع ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتیوں سے چلنے کی آہٹ سنی ہے' حضرت بلال نے کہا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس پر مجھے زیادہ اجر ملنے کی توقع ہو' بے شک میں جب بھی دن یا رات کے کسی وقت میں وضوء کرتا ہوں تو اس وضوء سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۴۵۸' الرقم المسلسل: ۶۲۰۰' السنن الکبری للنسائی: ۸۲۳۴' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۰۸' صحیح ابن حبان: ۷۰۸۵' شرح السنۃ: ۱۰۱۱' مسند ابویعلی: ۶۱۰۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۴۰۳' ج ۱۳ ص ۱۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۶۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن نصر' یہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر ہیں' امام بخاری ان کی نسبت کبھی ان کے والد کی طرف کرتے ہیں اور کبھی ان کے دادا کی طرف (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ (۳) ابوحیان' ان کا نام یحییٰ بن سعید ہے (۴) ابوزرعہ' ان کا نام ہرم بن جریر بن عبد اللہ البجلی ہے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۹۹)

حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت کے حصول کی وجوہ اور دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال نے کہا: میں ہر وضوء کے بعد اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کی گئی ہے۔

اس نماز سے مراد عام ہے خواہ فرض ہو یا نفل' علامہ ابن التین نے کہا: حضرت بلال نے یہ اعتقاد اس لیے کیا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے سن کر انہیں یہ علم تھا کہ تمام اعمال میں افضل عمل نماز ہے اور پوشیدہ عمل ظاہر عمل سے افضل ہوتا ہے۔

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان سے سوال کیا تھا کہ تمہیں کس عمل پر زیادہ اجر کی توقع ہے اس سے آپ کی مراد نفلی عمل تھی ورنہ فرائض قطعی طور پر نوافل سے افضل ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اپنے اجتہاد سے نفلی عبادت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت بلال نے اپنے اجتہاد سے ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنا مقرر کیا تھا اور اس پر ان کو جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلنے کی سعادت حاصل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کی تصویب کی۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: اس حدیث میں وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ وضوء اپنے مقصود سے خالی نہ رہے۔

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ جو پوشیدہ عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بہت عظیم جزاء دیتا ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین سے پوچھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کون سے نیک عمل کی توفیق دی ہے تاکہ اس کو سن کر دوسرے بھی ان کی اقتداء کریں' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ کو اپنے شاگرد کے عمل کے متعلق پوچھنا چاہیے تاکہ اگر اس کا عمل نیک ہو تو وہ دوسروں کو اس کی ترغیب دے اور اگر اس کا عمل بُرا ہو تو وہ شاگرد کو اس عمل سے منع کرے۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ جن اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے' حضرت بلال اگر ان اوقات میں وضوء کرتے ہوں گے تو وہ نماز کو مؤخر کر دیتے ہوں گے۔

مگر اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ سنن ترمذی میں ہے: حضرت بلال نے کہا: میرا جب بھی وضوء ٹوٹتا تو میں نے اسی وقت وضوء کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۹) اور مسند احمد میں ہے: میں نے جب بھی وضوء توڑا تو اس کے بعد وضوء کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۴)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال جس وقت بھی وضوء کرتے تھے تو اس وضوء سے نماز پڑھتے تھے خواہ جو بھی وقت ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت بلال مکروہ اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت سے پہلے ایسا کرتے ہوں' دوسرا جواب یہ ہے کہ سنن ترمذی اور مسند احمد کی حدیثوں میں جو عموم ہے وہ مخصوص عنہ البعض ہے یعنی مکروہ اوقات کے علاوہ جب بھی ان کا وضوء ٹوٹتا یا وہ وضوء توڑتے تو وہ وضوء کر کے دو رکعت نماز پڑھتے۔ (سعیدی غفرلہ)

حضرت بلال کی جوتیوں کی آہٹ سننے کا قصہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا واقعہ ہے' بحث ونظر اور دیگر فوائد

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کی جوتیوں کی جو آواز سنی تھی یہ خواب میں سنی تھی' کیونکہ جنت میں موت سے پہلے کوئی شخص داخل نہیں ہوگا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج جنت میں داخل ہوئے تھے' جہاں تک حضرت بلال کا معاملہ ہے تو اس قصہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بھی جنت میں داخل ہوئے تھے' کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میں نے جنت میں تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنی اور اس وقت حضرت بلال جنت سے خارج تھے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یہ احتمال بہت بعید ہے کیونکہ اس حدیث کا سیاق وسباق یہ بتاتا ہے کہ حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ وہ جنت کے اندر دکھائی دیئے نہ کہ جنت سے باہر' اور اس حدیث میں یہ جملہ ہے کہ اے

بلال! تم نے کس عمل کی وجہ سے جنت میں مجھ پر سبقت کی' اور یہ جملہ اس مفہوم میں ظاہر ہے کہ آپ نے حضرت بلال کو جنت کے اندر دیکھا' اور یہ واقعہ خواب کا تھا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عنقریب حضرت عمر کے فضائل میں یہ حدیث آئے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا' پس میں نے جوتیوں کی آہٹ سنی تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت بلال ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک باندی تھی' مجھے بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر کا ہے۔ (صحیح البخاری: ٣٦٧٩' مسند احمد ج ٣ ص ٣٧٢)

اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا' میں نے اپنے آپ کو دیکھا میں جنت میں ہوں' پس ناگاہ ایک عورت محل کی ایک جانب میں وضوء کر رہی تھی' پس بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر کا ہے۔ (صحیح البخاری: ٣٦٨٠)

اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت بلال کا یہ قصہ خواب کا تھا اور اس سے حضرت بلال کی فضیلت ثابت ہو گئی' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں' رہا حضرت بلال کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلنا' تو یہ بیداری میں ان کی عادت کے موافق تھا تو خواب میں بھی اسی طرح دکھایا گیا (یعنی وہ بیداری میں خادم کی حیثیت سے آگے چلتے تھے) اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت بلال جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے داخل ہوئے ہوں' کیونکہ یہ ان کے تابع ہونے کا مقام تھا' اور گویا کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشارہ کیا کہ حضرت بلال کا زندگی میں جو مقام ہے اور بلند مرتبہ ہے وہ بعد میں بھی ان کو حاصل رہے گا اور اس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے۔

اس حدیث میں دائماً باوضوء رہنے کا استحباب ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس کی جزاء جنت میں دخول ہے' کیونکہ جس شخص نے ہمیشہ باوضوء رہنے کو لازم کر لیا وہ رات بھی باوضوء گزارے گا اور جس نے باوضوء رات گزاری' اس کی روح عروج کرتی ہوئی عرش کے نیچے سجدہ کرے گی' جیسا کہ امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے۔ (الجامع لشعب الایمان: ٢٥٢٧) اور عرش جنت کی چھت ہے' جیسا کہ عنقریب اس کتاب میں آئے گا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال اپنے اس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے' حالانکہ صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ (صحیح مسلم: ٢٨١٧)

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں اصل دخول عمل کی وجہ سے نہیں ہو گا' بلکہ اللہ کے فضل کی وجہ سے ہو گا لیکن جنت میں درجات انسان کو اس کے عمل کی وجہ سے حاصل ہوں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جنت اب بھی موجود ہے اور اس میں معتزلہ کا رد ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ کوئی شخص بھی مرنے سے پہلے جنت میں نہیں جائے گا' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں اور بیداری میں جنت میں گئے اور بہ ظاہر ان میں تعارض ہے لیکن علامہ کرمانی کے قول کی یہ توجیہ کی جائے گی کہ غیر انبیاء میں سے کوئی شخص بھی مرنے سے پہلے جنت میں نہیں جائے گا یا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ عالم دنیا سے نکل کے عالم ملکوت میں داخل ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٣٩-٣٨' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

معمولات اہل سنت کی دلیل

حضرت بلال نے اپنے اجتہاد سے نفل عبادت کا وقت معین کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب کر دی' اس سے معلوم ہوا کہ نفل عبادت کا اپنے اجتہاد سے وقت معین کرنا جائز ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ معمولات اہل سنت صحیح ہیں کیونکہ اہل سنت نے اپنے اجتہاد

سے عید میلاد النبی اور گیارھویں شریف' سوئم' چہلم اور عرس کا وقت معین کیا ہے' جس طرح حضرت بلال نے ہر وضوء کے بعد دو رکعت پڑھنے کا وقت معین کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اُن کا رد نہیں کیا' اس لیے ان ایام کے معین کرنے میں شرعاً حرج نہیں ہے۔

١٨ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيْدِ فِي الْعِبَادَةِ

عبادت میں شدت اختیار کرنا مکروہ ہے

١١٥٠ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ' عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ' فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ' فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا' حُلُّوْهُ' لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ' فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لگی ہوئی ہے' آپ نے پوچھا: یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے' پس جب وہ تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اس کو کھول دو' تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک عبادت کرے' جب تک اس میں فرحت ہو' پس جب وہ تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

(صحیح مسلم: ۷۸۴' الرقم المسلسل: ۱۷۱۵' سنن ابوداؤد: ۱۳۱۲' السنن الکبریٰ: ۱۳۰۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۸۰' صحیح ابن حبان: ۲۴۹۲' شرح السنۃ: ۹۳۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۸۶ ج ۱۹ ص ۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۵' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۹۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر ان کا نام عبد اللہ بن عمرو المنقری المقعد ہے (۲) عبد الوارث بن سعید التنوری ابو عبیدہ (۳) عبد العزیز بن صہیب البنانی الاعمی (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۳)

عبادت میں میانہ روی کی تلقین' تمام رات عبادت کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں شدت کو اختیار کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ شدت کی وجہ سے انسان تھک جاتا ہے اور اُکتا جاتا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین عمل وہ ہے جس پر عمل کرنے والا دوام کرے خواہ وہ عمل تھوڑا ہو۔ (صحیح البخاری: ۱۹۷۰) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ: ۲۸۶)　اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنی اس کی طاقت ہو۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج: ۷۸)　اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت میں افراط کو ناپسند کیا تاکہ لوگ عبادت سے منقطع نہ ہو جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ اس وقت تک نہیں اُکتاتا جب تک تم نہ اُکتا جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۹۷۰' صحیح مسلم: ۱۱۵۶)

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو ثواب دینا اس وقت تک منقطع نہیں کرتا جب تک تم عمل کرنے سے منقطع نہ ہو جاؤ۔

متقدمین کا نفلی عبادات میں رسّی سے لٹکنے میں اختلاف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ابو حازم سے روایت کی ہے کہ ان کی باندی اصحاب الصفہ سے تھی' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسّی تھی' جب ہم نماز سے تھک جاتے اور نیند آنے لگتی تو ہم اس رسّی سے لٹک جاتے' سو ہمارے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے' انہوں نے کہا: ان رسّیوں کو کاٹ دو اور زمین پر بیٹھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت حذیفہ نے نماز میں رسّی سے لٹکنے کے متعلق کہا: اس طرح یہود کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۳' مجلس علمی' بیروت)

دوسرے علماء نے اس کی اجازت دی ہے' عراک بن مالک نے کہا: میں نے رمضان میں لوگوں کو دیکھا ان کے لیے رسّیاں باندھی جاتی تھیں اور وہ لمبے قیام کی وجہ سے ان کا سہارا لیتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۹-۱۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت میں میانہ روی کی ترغیب دی ہے اور عبادت میں تعمق (سختی) سے منع فرمایا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ جب تک تم خوشی سے عبادت کر سکتے ہو اس وقت تک عبادت کرو اور جب تم کھڑے کھڑے تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے لٹکنے والی رسّی کو کاٹ دیا' اس میں یہ بتایا کہ کسی برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹانا چاہیے' نیز اس میں یہ دلیل ہے کہ خواتین کا مسجد میں نفل پڑھنا جائز ہے کیونکہ حضرت زینب مسجد میں نفل پڑھتی تھیں' آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا' اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ نماز کے دوران رسّی سے لٹکنا مکروہ ہے' اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ تمام رات نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے' متقدمین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' امام مالک سے بھی یہی روایت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۴-۳۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✻ حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۱۷۲۸- ج ۲ ص ۷۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: نفلی عبادات میں دوام کا معنی۔

۱۱۵۱- قَالَ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ. قُلْتُ فُلَانَةُ، لَا تَنَامُ اللَّيْلَ، فَذُكِرَ مِنْ صَلَاتِهَا، فَقَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور عبد اللہ بن مسلمہ نے کہا از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت تھی' پس میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے بتایا کہ یہ فلاں عورت ہے' یہ رات بھر نہیں سوتی' اس کی نماز کا بہت چرچا ہے' آپ نے فرمایا: چھوڑو! تم اتنا عمل کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ اس وقت تک نہیں اُکتاتا جب تک تم نہ اُکتاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۹- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُومُهُ

جو شخص رات کو قیام کرتا ہو اس کا رات کے قیام کو ترک کرنا مکروہ ہے

۱۱۵۲ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ، لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ. وَقَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْعِشْرِينَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ مِثْلَهُ. وَتَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عباس بن الحسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مبشر نے حدیث بیان کی از الاوزاعی (ح) اور مجھے محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا' وہ رات کو قیام کرتا تھا' پھر اس نے رات کا قیام ترک کر دیا' اور ہشام نے کہا: ہمیں ابن ابی العشرین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمر بن الحکم بن ثوبان' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے اس حدیث کی مثل بیان کی اور ابن ابی العشرین کی عمرو بن ابی سلمہ نے متابعت کی ہے از الاوزاعی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۳۱ کا مطالعہ کریں۔

۲۰ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا کیونکہ یہ باب بھی باب سابق کے ساتھ ملحق ہے۔

۱۱۵۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ؟ قُلْتُ إِنِّي أَفْعَلُ ذٰلِكَ. قَالَ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ، وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ حَقًّا، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی العباس' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم رات بھر قیام کرتے ہو اور دن کو روزے سے رہتے ہو' میں نے کہا: بے شک میں ایسا کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو تمہاری آنکھیں اندر دھنس جائیں گی اور تمہارا بدن لاغر ہو جائے گا' بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے' پس تم روزہ رکھو اور روزہ چھوڑو اور رات کو قیام کرو اور سوؤ۔

(صحیح مسلم: ۱۱۵۹' الرقم المسلسل: ۲۶۸۳' سنن ابوداؤد: ۲۴۲۷' سنن نسائی: ۲۳۹۲' مصنف عبدالرزاق: ۷۸۶۲' السنن الکبریٰ: ۲۷۰۰' صحیح ابن حبان: ۳۶۶۰' مسند حمید ج ۲ ص ۱۸۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۷۶۰ - ج ۱۱ ص ۳۴۲' ۳۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) ابو العباس' ان کا نام سائب بن فروخ ہے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۷)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کو شروع کر کے اس کو ترک کرنے کی مذمت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی عبادت کو شروع کر کے اس کو منقطع کر دے تو یہ مذموم ہے' اس وجہ سے اللہ نے ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے' پس فرمایا:

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا. (الحدید: ۲۷)

رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود ایجاد کی' ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا' یہ بدعت انہوں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے ایجاد کی تھی' پھر انہوں نے اس کی پوری رعایت نہیں کی۔

پس وہ لوگ اس وجہ سے مذمت کے مستحق ہوئے کہ انہوں نے ترک دنیا کی جس عبادت کو شروع کیا تھا اس کو پورا نہیں کیا اور نہ اس کی مکمل رعایت کی' اس وجہ سے کسی عبادت کو شروع کر کے اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے بلکہ انسان کو یہ چاہیے کہ وہ نیک عمل میں ہر روز ترقی کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اس کے عمل کا اختتام خیر پر کرے' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کو پسند کرتے تھے جو دائمی ہو خواہ تھوڑا ہو۔

اگر کسی شخص نے کسی نیک عمل کو بیماری کی وجہ سے یا کسی کام میں مشغولیت کی وجہ سے یا کمزوری کی وجہ سے ترک کر دیا تو اس کو ملامت نہیں ہوگی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی نیک کام کرتا تھا' پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ نیک کام نہیں کر سکا تو اسے اس نیک کام کا اجر ملتا رہے گا جو وہ صحت اور قیام کے ایام میں کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۲۹۹۶)

قرآن مجید میں اس معنی کی شہادت ہے:

ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ○ (التین: ۵)

پھر ہم اس کو سب سے نچلی حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں ○

یعنی بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے' اس میں انسان کی ارذل عمر کی طرف اشارہ ہے' جس میں جوانی اور قوت کے بعد بڑھاپا اور کمزوری آجاتی ہے اور انسان کی عقل اور ذہن بچوں کی طرح ہو جاتا ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ○ (التین: ۶)

سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' سو ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا ○

یعنی ان کا اجر کبھی منقطع نہیں ہوگا خواہ وہ کمزوری یا بیماری کی وجہ سے عمل نہ کر سکیں' انہوں نے جوانی اور صحت کے ایام میں جو نیک عمل کیے تھے' ان کا اجر ان کے صحیفۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ شرح باب سابق کے مناسب ہے' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا' وہ رات کو قیام کرتا تھا' پھر اس نے رات کو قیام ترک کر دیا۔

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔

اس کی شرح میں علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو مباح راحت اور لذت پیدا کی ہے وہ حرام نہیں ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی قوت اور نشاط حاصل ہوتی ہے' اسی طرح اس کی بیوی کا اس پر حق ہے' سو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کی ضروریات کو پورا کرے اور اس کے جسمانی حقوق کو ادا کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۵۰۔۱۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرنا اور عبادت میں اعتدال سے کام لینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر بتایا کہ وہ رات کو قیام کرتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا اپنے نیک اعمال کی دوسروں کو خبر دینا جائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تھا: کیا تم ایسا کرتے ہو؟ اس سے معلوم ہوا کہ استاذ اور شیخ کو اور ملک کے سربراہ کو اپنے متعلقین کے احوال کی تفتیش کرنی چاہیے اور ان کی اصلاح کرنی چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت کی کہ اگر تم اسی طرح عبادت میں مشقت اٹھاتے رہے تو تمہارا بدن کمزور ہو جائے گا' تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت میں واجبات کو مستحبات پر مقدم رکھنا چاہیے اور اس حدیث میں آپ نے یہ بتایا کہ اپنی طاقت اور طبیعت کے خلاف مشقت اٹھانے سے عموماً صحت خراب ہو جاتی ہے اور بعض اوقات انسان کام کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اور اس میں آپ نے یہ ترغیب دی ہے کہ انسان کو اتنی عبادت کرنی چاہیے جس سے اس کو غیر معمولی مشقت نہ اٹھانی پڑے کیونکہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو کے طریقہ کو سخت ناپسند کیا اور ان کو میانہ روی کی تلقین کی' گویا کہ آپ نے فرمایا: تم دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرو' عبادت کے حق میں بھی کمی نہ کرو اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے حقوق میں بھی کمی نہ کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢١ - بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى

اس شخص کی فضیلت جو رات کو بیدار ہو' پس نماز پڑھے

اس باب کے عنوان میں "تعارّ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رات کو بیدار ہو کر بستر پر کروٹ بدلنا اور کلام کرنا' اور ظاہر حدیث میں اس کا معنی ہے: بیدار ہونا۔

١١٥٤ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ ابْنُ هَانِيءٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی از الاوزاعی' انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن ھانیء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جنادہ بن ابی امیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا پڑھے: اللہ کے

شَيْءٍ قَدِيرٌ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ، أَوْ دَعَا، اُسْتُجِيبَ لَهٗ، فَإِنْ تَوَضَّأَ قُبِلَتْ صَلَاتُهٗ.

سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اللہ سبحان ہے (ہر عیب سے پاک ہے) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اللہ کی مدد کے بغیر گناہ سے بچنا ممکن ہے نہ نیکی کی طاقت پھر کہے: اے اللہ! میری مغفرت فرما' یا کوئی اور دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوگی' پھر اگر وضوء کرے تو اس کی نماز قبول ہوگی۔

(سنن ترمذی: ۳۴۱۴' سنن ابوداؤد: ۵۰۶۰' سنن ابن ماجہ: ۳۸۷۸' سنن دارمی: ۲۶۸۷' صحیح ابن حبان: ۲۵۹۶' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۷۵۱' حلیۃ الاولیاء ج۵ ص ۱۵۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۵' شرح السنۃ: ۹۵۳' کتاب الدعاء للطبرانی: ۷۶۳' مسند الشامیین: ۴۴۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۶۷۳۔ ج ۳۷ ص ۳۳۷' موسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۶۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صدقہ بن الفضل ابوالفضل المروزی (۲) الولید بن مسلم ابوالعباس القرشی الدمشقی (۳) عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی (۴) عمیر بن ہانی' عمیر بن ہانی' ہر روز ایک ہزار رکعات پڑھتے تھے' ایک لاکھ بار سبحان اللہ پڑھتے تھے' ۱۲۷ھ میں ان کو شہید کر دیا گیا (۵) جنادہ بن ابی امیہ الازدی' الزہرانی' الدوسی' یہ کبار تابعین میں سے ہیں' ۸۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۹)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبادہ کی یہ حدیث بہت عظیم القدر ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ جو شخص نیند سے بیدار ہوا اور اس نے صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ربوبیت کی گواہی دی اور اس کی ملکیت کی تصدیق کی اور اس کی غیر متناہی نعمتوں کا اعتراف کیا اور اس کی قدرت کا اقرار کیا اور اس کی حمد کی اور صفات نقص سے اس کی تنزیہ کی اور یہ اعتراف کیا کہ اللہ کی مدد کے بغیر وہ کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کی دعا کو قبول کرے گا اور اس کے بعد جو وہ نماز پڑھے گا اس کو بھی وہ قبول فرمائے گا اور وہ کریم اور وہاب ہے پس ہر وہ مومن جس کو یہ حدیث پہنچے وہ اس پر عمل کرنے کو غنیمت جانے اور اخلاص نیت کے ساتھ یہ دعا کرے کہ اس کو اللہ تعالیٰ رات کے قیام سے حصہ عطا فرمائے اور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی گردن کو دوزخ سے آزاد کر دے اور اس کو نیک لوگوں کے اعمال کی توفیق دے اور اسلام پر اس کا خاتمہ کرے انبیاء علیہم السلام نے یہ دعائیں کی ہیں جو اللہ کے پسندیدہ بندے اور تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں' سو جس کو اللہ تعالیٰ رات کے قیام سے حصہ عطا فرمائے' وہ اللہ کا بہت شکر ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ نعمت دائماً عطا فرمائے اور نیک اعمال پر اس کا خاتمہ فرمائے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۵۲۔۱۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی علامہ ابن بطال کی اس شرح کو نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۲۳' دار المعرفۃ' عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۱۰' دار الکتب العلمیہ)

۱۱۵۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از

الْهَيْثَمُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَهُوَ يَقْصُصُ فِي قَصَصِهِ، وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخًا لَكُمْ لَا يَقُولُ الرَّفَثَ. يَعْنِي بِذَلِكَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ:

وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُو كِتَابَهُ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ
أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا
بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ
يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِينَ الْمَضَاجِعُ

تَابَعَهُ عُقَيْلٌ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدٍ وَالْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

[طرف الحدیث:١١٥١] [... ج ٣ ص ٣٥٥]

ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے الہیثم بن ابی سنان نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ اپنے قصوں کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے لگے' آپ نے فرمایا: تمہارے بھائی عبد اللہ بن رواحہ کوئی فضول بات نہیں کہتے' وہ یہ شعر کہتے ہیں:

ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں' جب صبح پو پھٹ کر روشن ہوتی ہے' انہوں نے ہماری گمراہی کے بعد ہمیں ہدایت دکھائی' سو ہمارے دل ان پر ایمان لانے والے ہیں' انہوں نے جو کہا وہ ہو گیا' وہ رات اسی حال میں گزارتے ہیں کہ ان کا پہلو بستر سے دور ہوتا ہے' جب کہ نیند کی وجہ سے مشرکین پر بستر بھاری ہوتے ہیں۔ یونس کی عقیل نے متابعت کی ہے' اور زبیدی نے کہا: مجھے زہری نے خبر دی از سعید اور الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) یحییٰ بن بکیر' یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ابوزکریا ہیں (٢) الیث بن سعد (٣) یونس بن یزید (٤) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (٥) الہیثم بن ابی سنان (٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣١١)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرمائیں' اس کا واقع ہو جانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھی اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا' اس نعت کے ایک شعر میں ہے: انہوں نے جو کہا وہ ہو گیا۔ اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان کیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: تو ابوخیثمہ ہو جا' سو وہ شخص ابوخیثمہ انصاری ہو گیا۔ (صحیح مسلم:٢٧٦٩ 'الرقم المسلسل:٦٨٨٣)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا: میرے نزدیک حق کے قریب بات یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا: ہو جا' یہ تحقق اور وجود کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اے شخص! تو حقیقۃً ابوخیثمہ ہو جا! علامہ نووی فرماتے ہیں: قاضی عیاض نے جو کہا ہے وہی صحیح ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ١١ ص ٦٩١٠' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ ١٤١٧ھ)

١١٥٦ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ بِيَدِي قِطْعَةَ إِسْتَبْرَقٍ، فَكَأَنِّي لَا أُرِيدُ مَكَانًا مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ، وَرَأَيْتُ كَأَنَّ اثْنَيْنِ أَتَيَانِي، أَرَادَا أَنْ يَذْهَبَا بِي إِلَى النَّارِ، فَتَلَقَّاهُمَا مَلَكٌ فَقَالَ لَمْ تُرَعْ، خَلِّيَا عَنْهُ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں خواب دیکھا گویا میرے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا ہے' پس گویا کہ میں جنت کی جس جگہ میں بھی جانا چاہتا ہوں وہ ریشم کا ٹکڑا اڑ کر وہاں چلا جاتا ہے اور میں نے دیکھا گویا کہ دو آدمی میرے پاس آئے' انہوں نے ارادہ کیا کہ مجھے دوزخ کی طرف لے جائیں' پس ان دونوں کو ایک فرشتہ ملا' پس اس نے کہا: تم کو نہیں ڈرایا گیا' (ان دونوں سے کہا:) اس کو چھوڑ دو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٤٤٠ کا مطالعہ کریں۔

١١٥٧ - فَقَصَّتْ حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى رُؤْيَايَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ. فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میرے دو خوابوں میں سے ایک خواب کو بیان کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد اللہ اچھا آدمی ہے' کاش! یہ رات کو نماز پڑھتا' پس حضرت عبد اللہ رات کو نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٢٢ میں گزر چکی ہے۔

١١٥٨ - وَكَانُوا لَا يَزَالُونَ يَقُصُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا أَنَّهَا فِي اللَّيْلَةِ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ.

[اطراف الحدیث: ٢٠١٥-٦٩٩١]

امام بخاری بیان کرتے ہیں: اور صحابہ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خواب بیان کرتے تھے کہ یہ رمضان کے آخری عشرہ کی ساتویں رات ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارا خواب دیکھا اور وہ رمضان کے آخری دس دنوں کے موافق ہے' پس جو شب قدر کو ڈھونڈنے والا ہے وہ اس کو آخری دس دنوں میں ڈھونڈے۔

اس حدیث کی مفصل شرح ''کتاب الصیام'' (روزوں کے بیان) کے آخر میں آئے گی۔

٢٢ - بَابُ الْمُدَاوَمَةِ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

فجر کی دو سنتوں کو دائماً پڑھنا

١١٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، وَرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا، وَرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا أَبَدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عراک بن مالک از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی' پھر آٹھ رکعات پڑھیں اور دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھیں اور دو رکعتیں (صبح کی) اذان اور اقامت کے درمیان پڑھیں اور آپ ان دو رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۱۹ میں گزر چکی ہے۔

٢٣ - بَابُ الضِّجْعَةِ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

١١٦٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ.

صبح کی دو سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو الاسود نے حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو سنتیں پڑھ لیتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۲۶ میں گزر چکی ہے۔

٢٤ - بَابُ مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَضْطَجِعْ

١١٦١ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلّٰى فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ حَتّٰى يُؤْذَنَ بِالصَّلٰوةِ.

جس نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد باتیں کیں اور نہیں لیٹا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سالم ابو النضر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ آپ لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کو نماز کی اطلاع دی جاتی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۱۸ میں گزر چکی ہے۔

٢٥ - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنٰى مَثْنٰى

قَالَ مُحَمَّدٌ وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عَمَّارٍ وَأَبِي ذَرٍّ وَأَنَسٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعِكْرِمَةَ وَالزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ مَا أَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُوْنَ فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ.

دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق احادیث

امام محمد (بخاری) نے کہا: حضرت عمار' حضرت ابوذر' حضرت انس رضی اللہ عنہم اور جابر بن زید' عکرمہ اور زہری نے اس کا ذکر کیا' اور یحییٰ بن سعید انصاری نے کہا: میں نے اپنی سرزمین کے فقہاء کو دن کی ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہوئے دیکھا۔

١١٦٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کاموں میں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح ہمیں قرآن مجید کی کسی سورت کی

يَقُولُ إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ، فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ، فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي. قَالَ وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ.

[اطراف الحدیث: ۶۳۸۲-۷۳۹۰]

تعلیم دیتے تھے آپ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ فرض کے علاوہ دو رکعت پڑھے' پھر یوں دعا کرے: اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے طاقت طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں' کیونکہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا' اور تو ہی علام الغیوب ہے' اے اللہ! اگر تجھے یہ علم ہے کہ یہ کام میرے دین اور دنیا اور میرے کام کے آغاز اور انجام میں بہتر ہے تو تُو اس کام کو میرے لیے مقدر فرما دے اور اس کام کو میرے لیے آسان فرما دے' پھر اس کام میں میرے لیے برکت رکھ اور اگر تجھے یہ علم ہے کہ یہ کام میرے دین اور دنیا میں اور میرے کام کے آغاز اور انجام میں نقصان دینے والا ہے تو تُو اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس کام سے دور کر دے اور میرے لیے خیر کو مقدر کر دے' وہ جہاں کہیں بھی ہو' پھر مجھے راضی کر دے' پھر اپنے اس کام کا نام لے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۳۸ 'سنن ترمذی: ۴۸۰ 'سنن نسائی: ۳۲۵۳ 'سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۳ 'الادب المفرد: ۷۰۳ 'مسند ابویعلیٰ: ۲۰۸۶ 'صحیح ابن حبان: ۸۸۷ 'سنن بیہقی ج ۳ ص ۵۲ 'کتاب الاسماء والصفات ص ۱۲۵-۱۲۴ 'شرح السنۃ: ۱۰۱۹ 'مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۴ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۴۷۰۷ ج ۲۳ ص ۵۶-۵۵ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 'جامع المسانید لابن جوزی: ۱۳۹۱ 'مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) عبد الرحمان بن ابی الموالی' ابو محمد یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (۳) محمد بن المنکدر یہ ۱۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۲۳)

استخارہ کرنے کا شرعی حکم

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز استخارہ پڑھنا مستحب ہے' اور جن چیزوں کا خیر ہونا معلوم نہیں ہے ان کے خیر ہونے کو معلوم کرنے کے لیے وہ دعا کرنی چاہیے جس کا اس حدیث میں ذکر ہے' اور جن چیزوں کا خیر ہونا معلوم ہے جیسے عبادات اور جائز پیشہ ورانہ کام' اور جائز ملازمت وغیرہ ان میں استخارہ کی ضرورت نہیں ہے' البتہ عبادت کے اوقات کے لیے استخارہ کرنا درست ہے' جیسے اس سال حج کیا جائے یا نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۲۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

استخارہ کرنے کا شرعی طریقہ

اگر تم یہ سوال کرو کہ آیا استخارہ کو بار بار کرنا مستحب ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! اس کے لیے بار بار نماز پڑھنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کرو' پھر یہ دیکھو کہ تمہارے دل میں کیا بات آتی ہے' پس بے شک اسی بات میں خیر ہے۔

(عمل الیوم واللیلۃ للدینوری: ۵۹۸' مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ' ۱۴۰۸ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

نماز پڑھ کر اس دعا کے ساتھ استخارہ کرنا مستحب ہے' یہ نماز دو رکعت نفل ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ دو رکعت سنت مؤکدہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور تحیۃ المسجد اور دیگر نوافل سے بھی' پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ ''قل یایھا الکافرون'' پڑھے اور دو رکعت میں سورۃ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھے اور (صحیح البخاری میں مذکور) دعا کو ''الحمد للہ'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھ کر ختم کرے' پھر استخارہ کرنا تمام کاموں میں مستحب ہے جیسا کہ اس صحیح حدیث میں اس کی تصریح ہے' استخارہ کرنے کے بعد اس کام کو کرے جس کے لیے اس کا شرح صدر ہو جائے۔

حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے:

اللھم خرلی واخترلی. (شعب الایمان: ۲۰۳) اے اللہ! اس کام کو میرے لیے پسند فرمالے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام دینوری نے جو سات بار استخارہ کرنے کی حدیث روایت کی ہے اس کی سند غریب ہے۔

(کتاب الاذکار ج ۱ ص ۳۹۸-۳۹۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر امام دینوری کی حدیث کی سند ضعیف بھی ہو' پھر بھی فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث پر عمل کرنا مستحب ہے۔ خود علامہ نووی لکھتے ہیں:

محدثین' فقہاء اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ فضائل اور ترغیب اور ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز اور مستحب ہے جب تک کہ وہ موضوع نہ ہو۔ (کتاب الاذکار ج ۱ ص ۱۰-۱۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)۔

علاوہ ازیں تین بار دعا کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تو تین مرتبہ دعا کرتے اور جب آپ سوال کرتے تو تین مرتبہ سوال کرتے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۹۴)

استخارہ کرنے میں مشائخ کا معمول

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض حنفیین سے منقول ہے کہ پہلی رکعت میں اس آیت کا اضافہ کرے: ''وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ'' (''یعلنون'' تک) (القصص: ۶۹-۶۸) اور دوسری رکعت میں اس کا اضافہ کرے: ''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ'' (الاحزاب: ۳۶) اور استخارہ کا سات بار تکرار کرنا چاہیے جیسا کہ امام دینوری کی روایت ہے اور ''شرح الشرعۃ'' میں مذکور ہے کہ مشائخ سے یہ سنا گیا ہے کہ آدمی با وضو قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھ کر سو جائے' اگر اس کو خواب میں سفید یا سبز چیز نظر آئے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کام میں خیر ہے اور اگر اس کو سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو وہ اس کام کے شر ہونے کی علامت ہے' پھر اس کام سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۴۱۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

واضح رہے کہ ہر شخص اپنے لیے خود استخارہ کرے' کوئی شخص دوسرے کے لیے استخارہ نہیں کر سکتا' جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث

میں متکلم کے صیغوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ آج کل بعض لوگ مسجد کے امام سے کہتے ہیں: آپ ہمارے فلاں کام کے لیے استخارہ کر دیں یا بعض پیر کوئی صاحب دوسروں کے لیے استخارہ کر کے مسئلہ کا حل بتاتے ہیں' یہ دونوں طریقے غلط اور خلاف حدیث ہیں۔

١١٦٣ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ' عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ' عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ' فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن سعید از عامر بن عبد اللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی' انہوں نے حضرت ابوقتادہ بن ربعی الانصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ دو رکعت پڑھ لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۴ میں گزر چکی ہے۔

١١٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی' پھر مڑ کر چلے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۰ میں گزر چکی ہے۔

١١٦٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ' عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ' وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ' وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ' وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ' وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور ظہر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور جمعہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور عشاء کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۳۷ میں گزر چکی ہے۔

١١٦٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ أَوْ قَدْ خَرَجَ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو یا امام حجرہ سے نکل آئے تو وہ دو رکعت نماز

پڑھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۱٦۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ اُتِيَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِيْ مَنْزِلِهٖ' فَقِيْلَ لَهٗ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ. قَالَ فَاَقْبَلْتُ' فَاَجِدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ' وَاَجِدُ بِلَالًا عِنْدَ الْبَابِ قَائِمًا' فَقُلْتُ يَا بِلَالُ اَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ نَعَمْ' قُلْتُ فَاَيْنَ؟ قَالَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْاُسْطُوَانَتَيْنِ' ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِيْ وَجْهِ الْكَعْبَةِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَكْعَتَيِ الضُّحٰى. وَقَالَ عِتْبَانُ غَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' بَعْدَ مَا امْتَدَّ النَّهَارُ' وَصَفَفْنَا وَرَاءَهٗ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ.

ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر آئے' انہیں بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ کعبہ میں داخل ہوئے ہیں' حضرت ابن عمر نے کہا: میں آگے بڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے نکل چکے تھے اور میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا' میں نے پوچھا: اے بلال! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: کہاں پر؟ انہوں نے کہا: ان دو ستونوں کے درمیان' پھر آپ کعبہ سے نکل گئے' پھر اس کے دروازہ پر دو رکعت نماز پڑھی۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے کی وصیت کی' اور حضرت عتبان رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما صبح کو دن چڑھنے کے بعد میرے ہاں آئے' اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

٢٦ - بَابُ الْحَدِيْثِ يَعْنِيْ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

صبح کی دو رکعت سنت کے بعد باتیں کرنا

۱۱٦۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ' فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِيْ' وَاِلَّا اضْطَجَعَ. قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَاِنَّ بَعْضَهُمْ يَرْوِيْهِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ؟ قَالَ سُفْيَانُ هُوَ ذَاكَ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' ابوالنضر نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' از ابی سلمہ' از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے تھے اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ آپ لیٹ جاتے۔ میں نے سفیان سے کہا: بعض اس کو یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ صبح کی دو رکعت سنت پڑھتے تھے' سفیان نے کہا: اسی طرح ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱۸ میں گزر چکی ہے۔

٢٧ - بَابُ تَعَاهُدِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ' وَمَنْ سَمَّاهُمَا تَطَوُّعًا

فجر کی دو رکعت سنت کی حفاظت کرنا اور جس نے ان کو نفل کہا

۱۱۶۹ - حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از عبید بن عمیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سے زیادہ کسی نفل کی حفاظت نہیں کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۷۲۴، الرقم المسلسل: ۱۶۵۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۵۴، سنن کبریٰ: ۴۵۶ ۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۰۹، صحیح ابن حبان: ۲۴۵۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۱، ۲۴۰، مسند ابو یعلیٰ: ۴۴۴۳، مسند احمد ج ۶ ص ۴۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۱۶۷ ج ۴۰ ص ۱۹۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۸ - بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

فجر کی دو رکعت سنت میں کتنی قراءت کی جائے

۱۱۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے پھر جب آپ صبح کی اذان سنتے تو جلدی جلدی دو رکعت پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمَّتِهِ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى إِنِّي لَأَقُولُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْكِتَابِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن عبد الرحمٰن وہ اپنی پھوپھی عمرہ سے روایت کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ح) اور ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سعید ہیں از محمد بن عبد الرحمٰن از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے پہلے تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے حتیٰ کہ میں سوچتی تھی کہ آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔

اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے

سنت فجر میں قرآن پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

صبح کی دو رکعت سنت فجر میں قرآن پڑھنے کی مقدار میں چار مذاہب ہیں:

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے: ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ صبح کی دو رکعت سنت میں قرآن نہ پڑھے اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ خصوصیت کے ساتھ سورۂ فاتحہ کو تخفیف کے ساتھ پڑھے' یہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' ابن وہب کی روایت کے متعلق یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ اس میں تخفیف کے ساتھ قرآن پڑھے اور سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے' ابن القاسم کی روایت کے مطابق یہی امام مالک کا مذہب ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے' امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم نخعی اور مجاہد سے روایت ہے کہ اگر ان دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۱۸' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ بعض اوقات میں فجر کی دو رکعت سنت میں قرآن مجید کی اپنی منزل پڑھتا ہوں اور یہی ان کے اصحاب کا قول ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کی دو رکعت سنت دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

(صحیح مسلم: ۷۲۵' سنن ترمذی: ۴۱۶' شرح معانی الآثار: ۱۷۳۲)

لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ نوافل میں جب لمبی قراءت کی جاتی ہے تو ان میں سب سے افضل قراءت کی جائے اور یہ ہمارے نزدیک کم قراءت کرنے سے افضل ہے' کیونکہ اس میں لمبے قیام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر نوافل کی بہ نسبت افضل قرار دیا ہے۔ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ سنت فجر میں قرآن نہ پڑھا جائے' انہوں نے اس باب کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی فرض نماز سے پہلے تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے حتیٰ کہ میں سوچتی تھی کہ آپ نے سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷۱) یہ حدیث حضرت عائشہ کی دیگر روایات کے خلاف ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں حضرت عائشہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے۔

لہٰذا یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے جو سنت فجر میں قرآن پڑھنے کی نفی کرتے ہیں اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ آپ سنت فجر میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس میں سورۃ الفاتحہ بھی پڑھی ہو اور کوئی اور سورت بھی پڑھی ہو اور بہت تخفیف کے ساتھ قراءت کی ہو حتیٰ کہ حضرت عائشہ نے کہا: کیا آپ نے ان میں سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت بھی پڑھتے تھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے پہلے دو رکعت سنت فجر میں اور مغرب کے بعد دو رکعت سنت میں سورۃ ''قل یایہا الکافرون'' اور سورۃ ''قل ہو اللہ احد'' پڑھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۴۳۱' شرح معانی الآثار: ۱۷۳۵)

اس حدیث کی مثل سنت فجر میں حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۹۵' مجلس علمی' بیروت) اور سعید بن جبیر اور ابن سیرین اور دیگر فقہاء تابعین سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۰۲۔ ۶۴۰۰۔ ۶۳۹۹' مجلس علمی' بیروت)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

یہ آثار امام ابوحنیفہ اور ان فقہاء کے خلاف حجت ہیں جو سنت فجر میں لمبی قراءت کو جائز کہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان آثار

کے خلاف حدیث محفوظ نہیں ہے اور سنت ثابتہ کے خلاف کسی کا قیاس دلیل نہیں ہے اور ابن سیرین کے سامنے ابراہیم نخعی کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ سنت فجر میں لمبی قراءت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۷) تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا یہ کیا ہے اور حضرت ابن مسعود کے اصحاب اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر کی ان حدیثوں پر عمل کرتے تھے جن میں تخفیف قراءت کا ذکر ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں اس لیے تخفیف کے ساتھ قراءت کرتے تھے کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت پڑھنے کے لیے آتا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۶۵-۱۶۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیے ہیں وہ ان کے کلام کو سمجھے بغیر کیے ہیں امام ابوحنیفہ نے یہ نہیں کہا کہ سنت فجر میں کم قراءت کرنا جائز نہیں ہے نہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ سنت فجر میں لازماً طویل قراءت کی جائے۔

امام طحاوی نے جو ان کی عبارت نقل کی ہے وہ یہ ہے:

حسن بن زیاد نے کہا: میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بعض اوقات میں سنت فجر کی دو رکعت میں قرآن مجید کے دو جز (دو پارے) پڑھتا ہوں اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور ان دو رکعت میں لمبی قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور عمل میں کم قراءت کرنے کے بجائے لمبی قراءت کرنا افضل ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

پہلا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے لوگوں کو سنت فجر میں طویل قراءت کرنے کے لیے نہیں کہا انہوں نے صرف اپنا عمل بیان کیا ہے کہ وہ اس میں قرآن مجید کے دو جز پڑھتے ہیں اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ ان میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۳، صحیح مسلم: ۴۶۷، سنن ترمذی: ۲۳۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۱)

پس اگر امام ابوحنیفہ خود نماز پڑھتے ہیں اور سنت فجر میں زیادہ قراءت کرتے ہیں تو وہ مذکور الصدر حدیث کے مطابق کرتے ہیں اور ان پر اعتراض کرنا دراصل رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرنا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سنت فجر میں طویل قراءت اس لیے کرتے تھے کہ حدیث میں ہے: افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

(صحیح مسلم: ۷۵۶، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۵، شرح معانی الآثار: ۱۶۳۷-۱۶۳۸)

لہٰذا اگر امام ابوحنیفہ نے زیادہ قراءت کر کے لمبا قیام کر کے سنت فجر پڑھی تو یہ اعتراض بھی دراصل رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے: میں بعض اوقات سنت فجر میں قرآن کے دو جز پڑھتا ہوں، یہ تو نہیں فرمایا کہ میں ہمیشہ ایسا کرتا ہوں جب کہ خود رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہ و تابعین بھی بعض اوقات سنت فجر میں زیادہ قراءت کرتے تھے پھر امام ابوحنیفہ پر کیا اعتراض ہے اس سلسلہ میں احادیث اور آثار حسب ذیل ہیں:

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات نبی ﷺ دو رکعت سنت فجر لمبی پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۶۴۳۰، عکسی ایڈیشن مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۶۴۵۳، دار الکتب العلمیہ بیروت مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۳، ادارۃ القرآن کراچی سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۳)

سو امام ابوحنیفہ کا بعض اوقات سنت فجر کو لمبا پڑھنا رسول اللہ ﷺ کے عمل کے عین مطابق ہے تو پھر یہ امام اعظم پر اعتراض نہیں ہے بلکہ رسول اعظم پر ہے۔

اس مسئلہ میں دیگر فقہاء تابعین کے آثار حسب ذیل ہیں:

حسن بصری نے کہا: دو رکعت سنت فجر کو لمبا پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے نمازی کی قرآن کی جو منزل تہجد میں پڑھنے سے رہ گئی وہ اس کو ان سنتوں میں پڑھ لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۶۴۲۱، عکسی ایڈیشن مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۶۴۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مجاہد نے کہا: فجر کی دو رکعت سنت میں لمبا قیام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۶۴۱۸، عکسی ایڈیشن مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۶۴۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

چوتھا جواب یہ ہے کہ امام اعظم نے فرمایا: میں بعض اوقات سنت فجر میں قرآن کے دو جز پڑھتا ہوں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اکثر اوقات میں سنت فجر میں کم قراءت کرتے ہیں جیسا کہ اکثر احادیث میں ہے کیونکہ کتابوں اور علماء کے قول میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔

علامہ ابن بطال بہت ذہین اور محقق عالم ہیں لیکن فقہی تعصب کی بناء پر وہ ان امور کی طرف توجہ نہ کر سکے جن کی ہم نے نشان دہی کی ہے۔

أَبْوَابُ التَّطَوُّعِ

نوافل کے ابواب

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ عنوان نہیں ہے۔

۲۹ - بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

فرض کے بعد نفل پڑھنا

۱۱۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَفِي بَيْتِهِ. قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ. تَابَعَهُ كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ وَأَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھیں اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھیں اور مغرب کے بعد دو رکعت پڑھیں اور عشاء کے بعد دو رکعت پڑھیں اور جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھیں رہی مغرب اور عشاء تو وہ آپ نے اپنے گھر میں پڑھیں۔ ابن ابی الزناد نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافع: آپ نے عشاء کے بعد اپنے اہل میں نماز پڑھی۔ موسیٰ بن عقبہ کی کثیر بن فرقد اور ایوب نے متابعت کی ہے از نافع۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۳۷ میں گزر چکی ہے۔

ظہر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت ام حبیبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعات اور ظہر کے بعد چار رکعات کی حفاظت کی اس پر دوزخ حرام ہو جائے گی۔

(سنن ابو داؤد: ۱۲۶۹، سنن ترمذی: ۴۲۷، سنن نسائی: ۱۸۱۳، سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۰، مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۵)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظہر سے پہلے چار رکعات جن کے درمیان سلام نہ ہو ان کے پڑھنے والوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (سنن ابو داؤد: ۱۲۷۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۴۲۴، مسند احمد ج ۱ ص ۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار سنتیں نہ پڑھتے تو ان کو ظہر کے بعد پڑھتے۔

(سنن ترمذی: ۴۲۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۸)

عصر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق حدیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھیں۔ (سنن ابو داؤد: ۱۲۷۱، سنن ترمذی: ۴۳۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۷)

۱۱۷۳ - وَحَدَّثَتْنِي أُخْتِي حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ، وَكَانَتْ سَاعَةً لَا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا. تَابَعَهُ كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ وَأَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ.

(حضرت ابن عمر نے کہا:) اور مجھے میری بہن حفصہ نے حدیث بیان کی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد دو خفیف رکعت پڑھتے تھے اور اس وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل نہیں ہوتی تھی۔ عبد اللہ کی متابعت کثیر بن فرقد اور ایوب نے کی ہے از نافع اور ابن ابی الزناد نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافع: عشاء کے بعد اپنے گھر میں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۰ - بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

جس نے فرض کے بعد نفل نہیں پڑھے

۱۱۷۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الشَّعْثَاءِ جَابِرًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا. قُلْتُ يَا أَبَا الشَّعْثَاءِ أَظُنُّهُ أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ؟ قَالَ وَأَنَا أَظُنُّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو انہوں نے کہا: میں نے ابو الشعثاء جابر سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ رکعات (ظہر اور عصر) اکٹھی پڑھیں اور سات رکعات (مغرب اور عشاء) اکٹھی پڑھیں۔ میں نے کہا: اے ابو الشعثاء! میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو جلدی پڑھا اور عشاء کو جلدی پڑھا اور مغرب کو

سوال کیا؟ انہوں نے کہا: میں بھی یہی گمان کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۱ - بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰى فِي السَّفَرِ — سفر میں چاشت کی نماز

جب دن کے اوّل وقت میں سورج چوتھائی آسمان تک بلند ہو جائے تو اس وقت کو اور اس کے بعد کے وقت کو چاشت کا وقت کہتے ہیں۔

۱۱۷۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ تَوْبَةَ عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَتُصَلِّي الضُّحٰى؟ قَالَ لَا. قُلْتُ فَعُمَرُ؟ قَالَ لَا. قُلْتُ فَأَبُوْ بَكْرٍ؟ قَالَ لَا. قُلْتُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ لَا إِخَالُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از توبہ از مورّق انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا حضرت عمر پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا حضرت ابوبکر پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: میرے گمان میں نہیں۔

۱۱۷۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ أَبِي لَيْلٰى يَقُوْلُ مَا حَدَّثَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ فَإِنَّهَا قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ أَرَ صَلٰوةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہمیں کسی نے یہ حدیث نہیں بیان کی کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، سوا ام ہانی کے، بے شک انہوں نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں داخل ہوئے، پس آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعات نماز پڑھی، پس میں نے اس سے زیادہ خفیف نماز کبھی نہیں دیکھی مگر آپ رکوع اور سجود پورا پورا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۷ اور ۱۱۰۳ میں گزر چکی ہے۔

چاشت کی نماز کی رکعات کے متعلق مختلف احادیث اور آثار

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

چاشت کی نماز کے متعلق مختلف آثار مروی ہیں، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے آٹھ رکعات چاشت کی نماز کی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷۶)

محمد نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے چاشت کی بارہ رکعات پڑھیں

اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنا دے گا۔ (سنن ترمذی: ۴۷۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۰)

حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی چھ رکعات پڑھتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۱۲۹۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی چار رکعات پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۰)

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۵۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو چاشت کی دو رکعت کی وصیت کی اور فرمایا: جس نے ان کی حفاظت کی اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کی مثل ہوں۔

(سنن ترمذی: ۴۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۶۸)

آثار مختلفہ میں تطبیق

امام طبری نے کہا ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث دوسری حدیث کے معارض نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس نے چار رکعت کی روایت کی ہے اس نے آپ کو چار رکعت ہی پڑھتے دیکھا ہو اور دوسرے نے آپ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو آٹھ رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی اور نے آپ کو چھ رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور دوسرے نے آپ کو دس رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو بارہ رکعات پڑھتے دیکھا ہو سو جس نے آپ کو جتنی رکعات پڑھتے دیکھا اس نے اتنی رکعات کی خبر دی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۶۹-۱۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

٣٢ - بَابُ مَنْ لَمْ يُصَلِّ الضُّحٰى وَرَآهُ وَاسِعًا

جس نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور اس میں گنجائش کا اعتقاد کیا

١١٧٧ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰى، وَإِنِّي لَأُسَبِّحُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی، از زہری، از عروہ، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور بے شک میں اس کو پڑھتی ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۲۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٣ - بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰى فِي الْحَضَرِ

چاشت کی نماز حضر میں

قَالَهُ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو حضرت عتبان بن مالک نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۵۰)

١١٧٨ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْجُرَيْرِيُّ هُوَ ابْنُ فَرُّوْخَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہوں نے

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِيْلِیْ بِثَلَاثٍ لَا اَدَعُهُنَّ حَتّٰی اَمُوْتَ صَوْمِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلٰوةِ الضُّحٰی وَنَوْمٍ عَلٰی وِتْرٍ. [اطراف الحدیث: ۱۹۸۱]

کہا: ہمیں عباس الجریری نے خبر دی' وہ ابن فروخ ہیں از ابی عثمان النہدی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے میرے خلیل نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے' جن کو میں نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ میں فوت ہو جاؤں: ہر ماہ میں تین دن کے روزے اور چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔

(صحیح مسلم: ۷۲۱' الرقم المسلسل: [illegible]' سنن نسائی: [illegible]' السنن الکبریٰ: [illegible]' مصنف عبد الرزاق: [illegible]' مسند احمد ج ۲ ص [illegible] طبع قدیم' مسند احمد ج [illegible] ص [illegible]' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: [illegible]' منتخب از مسند عبد بن حمید: [illegible])

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی القصاب (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عباس بن فروخ الجریری (۴) ابوعثمان بن عبد الرحمان بن مل النہدی (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۵۲)

اس حدیث کا عنوان ہے: حضر میں چاشت کی نماز پڑھنا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں سفر کا ذکر ہے نہ حضر کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے اور سفر اور حضر دونوں کو شامل ہے۔

خلیل کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے خلیل نے' اس سے حضرت ابوہریرہ کی مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا' کیونکہ ممتنع یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیل بنائیں اور اگر کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل بنائے تو یہ ممتنع نہیں ہے' خلیل کا معنی ہے: ایسا خالص دوست جس کی محبت دل میں حلول کر جائے اور رچ بس جائے۔

حدیث میں مذکور وصیت کی حکمت

ہر مہینہ کے تین دن میں روزے رکھنے کی وصیت کی دلالت میں یہ حکمت ہے تا کہ شخص کو روزے رکھنے کا عادی بنایا جائے اور چاشت کی نماز کی وصیت اس لیے ہے کہ نفس کو نماز کا عادی بنایا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صبح کی نماز اور ظہر کی نماز میں کافی وقفہ ہوتا ہے تو درمیان میں بھی ایک نماز پڑھ لی جائے' اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت میں یہ حکمت ہے کہ اگر وتر کو تہجد کے ساتھ پڑھا جائے تو ہو سکتا ہے کہ تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلے اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ وتر کو سونے سے پہلے پڑھ لیا جائے۔

۱۱۷۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ' وَكَانَ ضَخْمًا' لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِيْعُ الصَّلٰوةَ مَعَكَ' فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا' فَدَعَاهُ اِلٰی بَيْتِهٖ' وَنَضَحَ لَهٗ طَرَفَ حَصِيْرٍ بِمَاءٍ' فَصَلّٰی عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ' وَقَالَ فُلَانُ بْنُ فُلَانِ بْنِ جَارُوْدٍ لِاَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از انس بن سیرین' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ ایک انصاری کا بھاری جسم تھا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر بلایا اور آپ کے لیے چٹائی کی ایک طرف کو پانی سے دھو کر صاف کیا' پس آپ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی اور فلاں بن فلاں بن

21

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى؟ فَقَالَ مَا رَأَيْتُهُ صَلّٰى غَيْرَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

جارود نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: میں نے اس دن کے علاوہ آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۷۰ میں گزر چکی ہے۔

٣٤ - بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ

ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا

١١٨٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، كَانَتْ سَاعَةً لَا يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دس رکعات محفوظ کر رکھی ہیں دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اپنے گھر میں' اور دو رکعت عشاء کے بعد اپنے گھر میں' اور دو رکعت صبح سے پہلے اور اس وقت میں کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۳ میں گزر چکی ہے۔

١١٨١ - حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، وَطَلَعَ الْفَجْرُ، صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

(حضرت ابن عمر نے کہا:) مجھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جب مؤذن اذان دیتا اور فجر طلوع ہو جاتی تو آپ دو رکعت نماز پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۱۸ میں گزر چکی ہے۔

١١٨٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَعَمْرٌو، عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابراہیم بن محمد بن المنتشر از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت سنت کو اور فجر سے پہلے دو رکعت سنت کو نہیں چھوڑتے تھے۔ یحییٰ بن سعید کی متابعت ابن ابی عدی اور عمرو نے کی ہے از شعبہ۔

(صحیح مسلم: ۷۳۰' الرقم المسلسل: ۱۶۹۸' سنن ابوداؤد: ۱۲۵۱' سنن ترمذی: ۴۳۶' سنن نسائی: ۱۷۵۳' السنن الکبریٰ: ۳۳۶ جامع المسانید لابن جوزی: ۱۳۱/۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابراہیم بن محمد المنتشر' یہ مسروق ھمدان کے بھتیجے ہیں (۵) ان کے والد محمد بن المنتشر الاجدع (۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۵۵)

۳۵ - بَابُ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

مغرب سے پہلے نماز پڑھنا

۱۱۸۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ . قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً.

[طرف الحدیث: ۷۳۶۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از الحسین از ابن بریدہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ المزنی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مغرب سے پہلے نماز پڑھو' تیسری مرتبہ فرمایا: جو چاہے' اس کو ناپسند فرمایا کہ لوگ اس کو سنت بنالیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۸۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۹' مسند احمد ج ۵ ص ۵۵ طبع قدیم)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابومعمر عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المنقری (۲) عبدالوارث بن سعید' ابوعبیدہ (۳) حسین بن ذکوان المعلم (۴) عبداللہ بن بریدہ (۵) حضرت عبداللہ بن المغفل رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۵۷)

۱۱۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ ابْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيَّ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ، فَقُلْتُ اَلَا اُعْجِبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ؟ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْاٰنَ؟ قَالَ الشُّغْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مرثد بن عبداللہ الیزنی سے سنا' انہوں نے کہا: میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' پس میں نے کہا: کیا آپ ابوتمیم پر تعجب نہیں کرتے' وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں' پس حضرت عقبہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم بھی پڑھتے تھے' میں نے کہا: پھر آپ کو اب کیا چیز مانع ہے؟ انہوں نے کہا: شغل۔

(سنن نسائی: ۵۸۱' المعجم الکبیر: ۷۰۶ ج ۱۷' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۷۵' مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۳۱۹' ج ۲۸ ص ۶۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یزید المقری' ابوعبدالرحمان (۲) سعید بن ابی ایوب الخزاعی' ابوایوب کا نام مقلاص ہے (۳) یزید بن ابی حبیب' ان کی کنیت ابورجاء ہے' ابوحبیب کا نام سوید ہے (۴) مرثد بن عبداللہ الیزنی' ان کی نسبت یزن کی طرف ہے جو حمیر کی شاخ ہے (۵) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۹)

نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا نمازِ مغرب سے پہلے نفل پڑھنے میں اختلاف ہے' حضرت ابی بن کعب' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد

ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہم مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھتے تھے' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مؤذن اذان دیتا تھا تو صحابہ ستونوں کی طرف سبقت کرتے تھے پس نماز پڑھتے تھے' عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہر اذان کے وقت نماز پڑھتے تھے اور حسن بصری اور ابن سیرین نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

ابراہیم النخعی نے کہا: حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مغرب سے پہلے دو رکعت نماز نہیں پڑھتے تھے' ابراہیم نے کہا: یہ دو رکعت پڑھنا بدعت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیار صحابہ میں سے حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت حذیفہ' حضرت عمار اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہم کوفہ میں تھے' پس جس نے ان صحابہ کو دیکھا ہے اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی مغرب سے پہلے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہی امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔ المہلب نے کہا کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز ابتداء اسلام میں پڑھی جاتی تھی تاکہ یہ اس پر دلالت کرے کہ عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کی جو ممانعت تھی' مغرب کے بعد اس کا وقت ختم ہو گیا اور اب نفل پڑھنے کی اجازت ہے' پھر لوگوں نے نماز مغرب کے فرض پڑھنے میں سبقت کر لی تاکہ افضل وقت میں مغرب کی نماز میں تاخیر نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنے کے جواز میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھیں' المختار بن فلفل نے کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا آپ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: ہاں! ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا' پس ہم کو نماز کا حکم دیا نہ نماز سے منع کیا۔ (صحیح مسلم: ۸۳۶' سنن ابوداؤد: ۱۲۸۲)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر دو اذانوں (یعنی اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے' ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' جو چاہے۔ (صحیح البخاری: ۶۲۷' صحیح مسلم: ۸۳۸' سنن ترمذی: ۱۸۵' سنن نسائی: ۶۸۰' سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۲)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کہتے ہیں کہ حسب ذیل حدیث سے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز کو ابن شاہین نے منسوخ قرار دیا ہے:

امام ابوداؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو شعیب از طاؤس' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی کو یہ دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور انہوں نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۸۴) (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۵۸)

میں کہتا ہوں کہ ابن شاہین کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ اس نماز کو پڑھتے تھے جیسا کہ صحیح البخاری: ۱۱۸۴ میں گزر چکا ہے' علاوہ ازیں یہ حدیث معلول ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کی اجازت دی حالانکہ عصر کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے۔

* (مغرب سے پہلے دو رکعت نہ پڑھنے کے متعلق احناف کی تائید میں دلائل کے لیے' شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۴۳-۴۴۴ ملاحظہ فرمائیں)۔

٣٦ - بَابُ صَلٰوةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً

نوافل کی نماز جماعت سے پڑھنا

ذَكَرَهُ أَنَسٌ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی ملیکہ نے کھانا تیار کر کے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی' آپ نے اس سے کھایا' پھر فرمایا: کھڑے ہو پس میں تم کو نماز پڑھاؤں' حضرت انس نے کہا: پھر میں ایک چٹائی کی طرف کھڑا ہوا جو زیادہ استعمال سے میلی ہو چکی تھی' پس میں نے اس کو پانی سے دھویا' پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بوڑھی خاتون ہمارے پیچھے تھی' پس رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی' پھر آپ لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۰' صحیح مسلم: ۶۵۸' سنن ابوداؤد: ۶۱۲' سنن ترمذی: ۲۳۴' سنن نسائی: ۸۰۰)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۱۰۴۴' صحیح مسلم: ۹۰۱)

۱۱۸۵ - حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِيْ وَجْهِهِ مِنْ بِئْرٍ كَانَتْ فِيْ دَارِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت محمود بن الربیع الانصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ ان کو رسول اللہ ﷺ یاد ہیں اور ان کو یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر ان کے چہرے پر کلی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۸۶ - فَزَعَمَ مَحْمُوْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُنْتُ أُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ بِبَنِيْ سَالِمٍ، وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ، فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّيْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ، وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ قَوْمِيْ يَسِيْلُ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِيْ فَتُصَلِّيْ مِنْ بَيْتِيْ مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ. فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَعْدَ

پس حضرت محمود نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے تھے کہ میں اپنی قوم بنو سالم کو نماز پڑھاتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان ایک وادی حائل تھی اور جب بارشیں ہوتیں تو میرا اس وادی سے مسجد کی طرف جانا مشکل ہو جاتا' پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ بے شک میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور جو وادی میرے اور میری قوم کے درمیان ہے جب بارش آتی ہے تو وہ بہنے لگتی ہے' سو میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر آئیں اور میرے گھر میں ایک جگہ نماز پڑھائیں اور میں اس جگہ کو مصلیٰ بنا لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا' پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب

مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ، وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ، فَحَبَسْتُهُ عَلٰى خَزِيرٍ يُصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي، فَثَابَ رِجَالٌ مِنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ مَا فَعَلَ مَالِكٌ؟ لَا أَرَاهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ ذَاكَ مُنَافِقٌ، لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَاكَ، أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ. فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ أَمَّا نَحْنُ، فَوَاللّٰهِ لَا نَرٰى وُدَّهُ وَلَا حَدِيثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِينَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ. قَالَ مَحْمُودٌ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيهِمْ أَبُو أَيُّوبَ، صَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَتِهِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا، وَيَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِأَرْضِ الرُّومِ، فَأَنْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُو أَيُّوبَ، وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَظُنُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ. فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَيَّ، فَجَعَلْتُ لِلّٰهِ عَلَيَّ إِنْ سَلَّمَنِي حَتّٰى أَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِي أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِنْ وَجَدْتُهُ حَيًّا فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ، فَقَفَلْتُ، فَأَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ أَوْ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ سِرْتُ حَتّٰى قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَأَتَيْتُ بَنِي سَالِمٍ، فَإِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ أَعْمٰى يُصَلِّي لِقَوْمِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ، وَأَخْبَرْتُهُ مَنْ أَنَا، ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثَنِيهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ.

خوب دن چڑھ گیا تھا' پس رسول اللہ ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' پس آپ نہیں بیٹھے' حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھ جاؤں؟ میں نے آپ کو اشارے سے بتایا کہ میں اس جگہ نماز پڑھنا چاہتا ہوں' پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے تکبیر پڑھی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی' پس آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں' پھر سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیر دیا' میں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا تھا' سو میں نے آپ کو وہ کھانا کھلانے کے لیے روک لیا' حویلی والوں نے سن لیا کہ آپ میرے گھر تشریف لائے ہیں' پس حویلی کے لوگ بہت تیزی سے آئے حتیٰ کہ گھر میں بہت زیادہ لوگ آگئے' پس ان میں سے ایک شخص نے کہا: مالک کو کیا ہوا میں اس کو نہیں دیکھ رہا' ان ہی میں سے ایک شخص نے جواب دیا: وہ منافق ہے' اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیا تم اس کو نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے' اس شخص نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' رہے ہم تو اللہ کی قسم! ہم اس کی دوستی اور اس کی بات چیت صرف منافقین کے ساتھ دیکھتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دیا جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا۔ حضرت محمود نے کہا: میں نے یہ حدیث ان لوگوں کے سامنے بیان کی جن میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابوایوب انصاری بھی تھے' جو اس غزوہ میں فوت ہو گئے تھے جو ارض روم میں ہوا تھا اور یزید بن معاویہ ان پر امیر تھا' تو حضرت ابوایوب نے میری بات کا انکار کیا' اور کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں گمان کرتا کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ بات کہی ہو گی جو تم نے بیان کی ہے' یہ بات مجھ پر شاق گزری' پس میں نے اللہ سے یہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے مجھے اس غزوہ سے سلامتی کے ساتھ لوٹا دیا تو اگر حضرت عتبان بن مالک اپنی قوم کی مسجد میں زندہ ہوئے تو میں ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کروں گا' پھر میں لوٹ آیا' میں نے حج یا عمرہ کا احرام

باندھا' پھر میں روانہ ہوا حتیٰ کہ میں مدینہ پہنچ گیا' پھر میں بنو سالم میں گیا' اس وقت حضرت عتبان بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے اور وہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' جب انہوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے ان کو سلام کیا اور بتایا کہ میں کون ہوں' پھر میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث اسی طرح سنائی جس طرح پہلی بار سنائی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۴ میں گزر چکی ہے' بعض نئے اور اہم فوائد کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے:

حضرت معاویہ کی خلافت میں یزید کا امیر لشکر ہونا' صرف کلمہ پڑھنے سے دوزخ کے حرام ہونے کی تحقیق اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ یزید بن معاویہ کو ان پر امیر بنا دیا گیا تھا۔ یہ ۵۰ھ یا ۵۲ھ کا واقعہ' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے' اس غزوہ میں اس لشکر نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

حضرت ابو ایوب انصاری نے حضرت محمود کی حدیث کا انکار کیا تھا' انکار کی وجہ یہ تھی کہ اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا' کیونکہ اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی گناہ گار مسلمان دوزخ میں نہیں داخل ہوگا اور یہ کثیر آیات اور احادیث صحیحہ مشہورہ کے خلاف ہے لیکن ان میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ جس نے اللہ کی رضا کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا' وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور اپنی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا یا ابتداءً جنت میں نہیں جائے گا' شفاعت کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عتبان کو جماعت سے نماز پڑھائی اور یہ نفل کی جماعت تھی۔ امام بخاری نے اسی کے ثبوت کے لیے باب کا عنوان قائم کیا ہے' تاہم نفل کی جماعت کا اعلان نہیں کرنا چاہیے اور اس کے لیے لوگوں کو جمع نہیں کرنا چاہیے' تاکہ جس کو اس نماز کے نفل ہونے کا علم نہ ہو وہ اس کو فرض نہ سمجھ لے' اس سے تراویح کی جماعت مستثنیٰ ہے' کیونکہ بعد میں صحابہ نے تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھا ہے' نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب وادی میں پانی بھر جاتا تو حضرت عتبان مسجد میں نماز پڑھانے نہیں جاتے تھے اور ان کی نظر بھی کمزور تھی' اس سے معلوم ہوا کہ بیماری کے عذر کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور اس میں مذکور ہے کہ حضرت مالک بن دخشن' رسول اللہ سے ملنے نہیں آئے تو صحابہ نے ان کی مذمت کی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی بزرگ کے تشریف لانے پر اس سے ملنے نہ آئے' اس کی مذمت کرنا جائز ہے' چونکہ ان کا منافقین سے ملنا جلنا تھا' اس لیے صحابہ نے ان کی مذمت کی' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کا جو کام ظاہر ہو' اس کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے اور کلمہ شہادت پڑھنا اجراء احکام مسلمین کے لیے کافی ہے' حضرت محمود دوبارہ حضرت عتبان کے پاس اس حدیث کے سماع کے لیے گئے' کیونکہ حضرت ابو ایوب نے اس حدیث کا انکار کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو یہ خطرہ ہو کہ وہ حدیث بھول گیا ہے یا اس پر تہمت ہو تو وہ اپنے شیخ سے دوبارہ حدیث کا سماع کرے اور اس میں سماع حدیث کے لیے سفر کرنے کا ثبوت ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۶۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور سے علامہ عینی کے استنباط کردہ پچپن مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ذکر کیے ہیں:

(۱) جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا آپ کے کسی فعل کو یاد رکھے اس کا صحابہ میں شمار ہوتا ہے جیسے حضرت محمود نے پانچ سال کی عمر میں یہ یاد رکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر کلی کی تھی۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کی اولاد پر شفقت فرماتے تھے جیسے آپ نے شفقت سے محمود بن ربیع کے چہرے پر کلی کی تھی۔

(۳) آپ بچوں سے ان کے آباء کی وجہ سے الفت کرتے تھے اور ان سے مزاح کرتے تھے۔

(۴) اس میں بچوں کے ساتھ آپ کے مزاح کرنے کا ثبوت ہے جیسے آپ نے پانچ سالہ حضرت محمود کے چہرے پر کلی کی۔

(۵) آپ بعض اوقات آرام فرماتے تھے تاکہ اس سے عبادت کرنے پر مدد حاصل ہو جیسے نماز پڑھانے کے بعد آپ کا حضرت عتبان کے گھر میں ٹھہرنا۔

(۶) نفس کے حقوق کو ادا کرنا اور اس کو ہر وقت مشقت میں نہ ڈالنا۔

(۷) کنویں سے پانی نکالنے کے لیے ڈول رکھنا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمود کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر کلی کی۔

(۸) منہ سے کلی کرنا۔

(۹) بچے کے چہرے پر کلی کرنا' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ سال کی عمر کے حضرت محمود بن ربیع کے چہرے پر کلی کی۔

(۱۰) مدینہ کے گرد رہنے والے قبیلوں کا اپنی مساجد میں نماز پڑھنا۔

(۱۱) کمزور آدمی کا امامت کرانا اور اندھیرے اور کیچڑ پانی میں مسجد میں نہ جانا' جیسے حضرت عتبان اپنی مسجد میں امامت کراتے تھے۔

(۱۲) مرد کا فرض نماز اپنے گھر میں پڑھنا' اسی طرح نوافل بھی گھر میں پڑھنا' جیسے حضرت عتبان بارش کے ایام میں گھر میں نمازیں پڑھتے تھے۔

(۱۳) کسی بزرگ سے یہ سوال کرنا کہ وہ ان کے گھر آ کر کسی جگہ نماز پڑھائیں تاکہ وہ اس جگہ کو نماز پڑھنے کے لیے معین کر لے۔

(۱۴) کسی شخص کا اپنا عذر بتانے کے لیے اپنا مرض بیان کرنا شکوہ اور شکایت نہیں ہے' جیسے حضرت عتبان نے اپنی بصارت کی کمزوری بیان کی۔

(۱۵) شارع علیہ السلام کا اپنے امتی کی درخواست کو قبول کرنا' جیسے آپ نے حضرت عتبان کے گھر جانے کی دعوت قبول کی۔

(۱۶) امام کا کسی جگہ اپنے تابع کو ساتھ لے کر جانا' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت عتبان کے گھر حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر گئے۔

(۱۷) صحابہ میں سے حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر جانا ان کے افضل الصحابہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(۱۸) صرف حضرت ابوبکر کا نام لینا کیونکہ وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔

(۱۹) آپ نے حضرت عتبان سے پوچھا: کس جگہ نماز پڑھوں' کیونکہ گھر والا ہی اپنے گھر کی جگہوں کو زیادہ جانتا ہے۔

(۲۰) حضرت عتبان نے کہا: جس جگہ آپ نماز پڑھیں گے میں اس کو مصلیٰ بنا لوں گا' اس میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے۔

(۲۱) یقین کو طلب کرنا' اجتہاد پر مقدم ہے کیونکہ جس جگہ شارع علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے اس کا قبلہ رخ ہونا یقینی تھا جب کہ باقی جگہوں کا قبلہ رخ ہونا اجتہاد سے معلوم کیا جاتا ہے۔

(۲۲) کسی معین جگہ پر نماز کو طلب کرنا تاکہ اس جگہ نماز پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے نماز با جماعت کے قائم مقام ہو۔

(٢٣) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتبان سے نماز کی جگہ کے متعلق پوچھا تاکہ ان کے گھر کی اطراف میں تجسس نہ کرنا پڑے۔

(٢٤) گھروں میں باجماعت نوافل پڑھنے کا ثبوت کیونکہ آپ نے دن چڑھنے کے بعد جماعت کرائی۔

(٢٥) نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ نماز پڑھیں اس کی فضیلت' کیونکہ حضرت عتبان نے اسی لیے آپ سے نماز پڑھوائی تھی۔

(٢٦) دن کے نوافل بھی رات کے نوافل کی طرح دو دو رکعت پڑھے جائیں کیونکہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

(٢٧) گھر کے اندر جس جگہ نماز پڑھی جائے اور اس جگہ کو نماز کے لیے مختص کر لیا جائے' اس جگہ کی ملکیت برقرار رہتی ہے۔

(٢٨) نماز کے لیے کسی جگہ کو خاص کرنے کی ممانعت مساجد میں ہے' گھروں میں نہیں ہے' کیونکہ آپ نے حضرت عتبان کو گھر میں نماز کی جگہ معین کرنے سے منع نہیں فرمایا۔

(٢٩) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دن چڑھنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھائی اور یہی چاشت کی نماز ہے' اس کا استحباب۔

(٣٠) کسی بزرگ کے آنے پر اس کی کھانے کی دعوت کرنا خواہ اس کو پہلے اس کی اطلاع نہ دی جائے۔

(٣١) دعوت میں غیر معمولی تکلف کا اہتمام نہ کرنا اور سادگی سے ماحضر پیش کرنا۔

(٣٢) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کھانا بھی پیش کیا جاتا آپ تناول فرما لیتے اور کسی کھانے کی مذمت نہ فرماتے۔

(٣٣) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کے کاموں پر دوام فرماتے تھے' جیسے آپ نے حضرت عتبان کے گھر میں بھی چاشت کی نماز پڑھی۔

(٣٤) حضرت عتبان نے اشارے سے وہ جگہ بتائی جہاں وہ نماز پڑھوانا چاہتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اشارے پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔

(٣٥) حضرت عتبان نے اشارے کے ساتھ تصریح بھی کی' اس سے معلوم ہوا کہ اشارہ کے ساتھ الفاظ سے تصریح بھی کرنا چاہیے۔

(٣٦) جس حویلی میں لوگوں کے متعدد گھر ہوں' اس حویلی کو دار سے تعبیر کرنا جائز ہے' جیسے آپ نے فرمایا: انصار کے گھروں میں بنو النجار کے گھر سب سے بہتر ہیں اور اس حدیث میں ہے کہ اہل الدار نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیت میں ہیں۔

(٣٧) مختلف گھروں سے لوگوں کا اس گھر میں آنا جس میں کوئی صالح بزرگ آیا ہو تاکہ اس کی زیارت سے مستفید ہوں اور اس سے برکت حاصل کریں جیسے اس حویلی کے گھر والے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ سے فیض حاصل کرنے آئے۔

(٣٨) جو شخص اس بزرگ کی زیارت کے لیے نہ آئے تو اس کی مذمت کرنا جیسے صحابہ کا حضرت مالک بن دخشن کی مذمت کرنا۔ حضرت مالک بن دخشن رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں' عقبہ میں ان کے حاضر ہونے میں اختلاف ہے' انہوں نے اسلام میں ایسے نیک اعمال کیے ہیں جو ان سے نفاق کی تہمت کو دور کر دیتے ہیں۔

(٣٩) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منافقوں اور بدمذہبوں سے میل جول اور بات چیت نہیں رکھنی چاہیے۔

(٤٠) منافقوں کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے جو شخص کسی مسلمان پر نفاق کی تہمت لگائے' اس کو سزا دی جائے گی نہ یہ کہا جائے گا: تم نے گناہ کیا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کی مذمت نہیں کی جنہوں نے حضرت مالک پر نفاق کی تہمت لگائی تھی۔

(٤١) نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے دلوں کے حال پر مطلع تھے کیونکہ آپ نے حضرت مالک کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہے یا آپ کو وحی سے مطلع کیا گیا تھا۔

(٤٢) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو منع کیا کہ وہ حضرت مالک کو منافق کہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی بزرگ کے سامنے کسی مسلمان کو منافق کہا جائے تو وہ اس سے منع کرے۔

(٤٣) اگر کوئی شخص دلیل کی بناء پر کسی کو عیب لگائے تو یہ غیبت نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت مالک کو منافق کہا

گیا اور آپ نے اس کو غیبت نہیں قرار دیا۔

(۴۴) جس شخص نے کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے حق ہونے کا اعتقاد کیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور جنت میں داخل ہو گا کیونکہ آپ نے اسی طرح فرمایا۔

(۴۵) جس شخص نے کسی شیخ کے صاحب سے حدیث سنی اس کو اس کی توثیق کرنی چاہیے۔

(۴۶) اگر کوئی حدیث ظاہر قرآن مجید اور احادیث مشہورہ کے خلاف ہو تو اس پر اعتراض کرنا درست ہے' جیسے حضرت ابو ایوب نے اس حدیث پر اعتراض کیا تھا' کیونکہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو اس کے گناہ پر سزا نہیں ملے گی۔

(۴۷) جب کسی حدیث پر اعتراض کیا جائے تو اس کی تحقیق کی جائے جیسا کہ حضرت محمود دوبارہ حضرت عتبان کے پاس اس حدیث کے سماع کے لیے گئے۔

(۴۸) علم کی طلب کے لیے سفر کرنا' جیسے حضرت محمود اس حدیث کے دوبارہ سماع کے لیے سفر کر کے مدینہ طیبہ گئے۔

(۴۹) حضرت محمود نے بتایا کہ حضرت عتبان نابینا ہو گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی پہچان کے لیے اس کو نابینا کہنا غیبت نہیں ہے۔

(۵۰) نابینا کی امامت کرانا جائز ہے کیونکہ حضرت عتبان نابینا ہونے کے بعد امامت کراتے تھے۔

(۵۱) نوافل کو خفیہ طریقہ سے پڑھنا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نفل کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔

(۵۲) جب کوئی شخص کسی کے گھر کسی کام سے جائے تو اجازت طلب کرے' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتبان سے اجازت طلب کی تھی۔

(۵۳) نماز کے لیے قبلہ کو طلب کرنا کیونکہ آپ نے پوچھا: کہاں نماز پڑھوائی ہے؟

(۵۴) امام کسی شخص کو لشکر کا امیر مقرر کرے' جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کا امیر یزید بن معاویہ کو بنایا تھا۔

(۵۵) ایک سفر میں حج یا عمرہ کو اور طلب علم کے لیے سفر کرنے کو جمع کرنا' جیسے حضرت محمود جب حج یا عمرہ کے لیے گئے تو حضرت عتبان سے دوبارہ اس حدیث کا سماع کرنے کے لیے سفر کر کے مدینہ منورہ گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۶۳' مع التوضیح والزیادۃ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۷ - بَابُ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

گھر میں نفل پڑھنا

۱۱۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا. تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب وعبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں میں بھی اپنی نمازوں سے حصہ رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ وہیب کی متابعت عبد الوہاب نے کی ہے از ایوب۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۲ میں گزر چکی ہے۔

الحمد للّٰه علی احسانه! اس حدیث پر "کتاب التہجد" مکمل ہو گئی اب اس کے بعد ان شاء اللہ مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز کی فضیلت کا بیان شروع ہو گا۔ اے مالک ارض وسماء! اس شرح کو قبول فرما اور اس کو مکمل فرما دے۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۰ - كِتَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ فِيْ مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

١ - بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ فِيْ مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت

اس عنوان میں اگرچہ مطلقاً نماز کا ذکر ہے مگر اس سے مراد نفل نماز ہے۔

١١٨٨ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَرْبَعًا قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً. (ح).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد الملک نے خبر دی از قزعہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے چار حدیثیں سنیں انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں رہے تھے۔ (ح)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸٦ میں گزر چکی ہے۔

١١٨٩ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى.

امام بخاری نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کے لیے کجاوے کسے جائیں: مسجد حرام' مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۷' الرقم المسلسل: ۳۳۴۳' سنن ابوداؤد: ۲۰۳۳' سنن نسائی: ۶۹۹' سنن ترمذی: ۳۲۵' سنن ابن ماجہ: ۱۴۰۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۷' مشکل الآثار: ۵۹۳۔ ۵۸۷' صحیح ابن حبان: ۱۶۳۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۴' مصنف عبد الرزاق: ۹۱۷۱۔ ۹۱۶۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۹۱۔ ج ۱۲ ص ۱۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۹۳۷' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۶۲۸۷)

مسجد حرام' مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ اور کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر ماننا جائز نہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کے نزدیک یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جو ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے' امام مالک نے کہا: جس نے کسی ایسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی جس میں کسی سواری پر سفر کیے بغیر نہیں پہنچ سکتا' تو وہ اپنے شہر کی مسجد میں نماز پڑھے سوا اس کے کہ وہ مکہ' مدینہ یا بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو اس پر سفر کر کے وہاں جانا لازم ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: جس نے صالحین کی مسجد میں نماز پڑھنے اور ان سے تبرک حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے لیے یہ مباح ہے' خواہ وہ سواری پر سفر کر کے جائے یا نہیں اور اس حدیث کی ممانعت اس کے لیے نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سفر کر کے پہاڑ طور پر گئے' جب وہ واپس آئے تو ان کی ملاقات حضرت بصرہ بن ابی بصرہ سے ہوئی' اور انہوں نے ان کے اس سفر پر ناگواری کا اظہار کیا اور ان سے کہا: اگر میں آپ کے نکلنے سے پہلے آپ سے ملاقات کر لیتا تو آپ نہ نکلتے' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین مساجد کے سوا سواری پر سفر نہ کیا جائے۔ (مسند احمد: ۲۳۸۵۰۔ ج ۶ ص ۷' المعجم الکبیر: ۲۱۶۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۰۶۔ ۱۳۴۸) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بصرہ کا مذہب یہ تھا کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اور ان تین مساجد کے سوا کسی مسجد کی طرف کسی حال میں سفر نہ کیا جائے اور اس میں نذر ماننے والا اور نفلی طور پر سفر کرنے والا دونوں داخل ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں ہے' حضرت بصرہ نے حضرت ابوہریرہ پر اس لیے اعتراض کیا تھا کہ حضرت ابوہریرہ مدینہ سے گئے تھے' جہاں پر ان تین مساجد میں سے ایک مسجد ہے' جس کی طرف سفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جو شخص اس طرح ہو' اس پر لازم ہے کہ وہ اس مسجد میں نماز پڑھے اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے طور پر جانے کی نذر مانی تھی اور ظاہر یہ ہے کہ وہ نفلی طور پر طور گئے تھے اور مدینہ میں جو ان کی مسجد تھی وہ طور سے افضل تھی۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو مدینہ میں ہو اور وہ بیت المقدس کی طرف جانے کی نذر مانے' امام مالک نے کہا: وہ پیدل بھی جا سکتا ہے اور سوار بھی ہو سکتا ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا: وہ مدینہ یا مکہ کی مسجد میں نماز پڑھے' امام ابویوسف نے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنا بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے افضل ہے' اس لیے اس کی مکہ یا مدینہ کی مسجد میں نماز بیت المقدس کی نماز سے کفایت کرے گی۔

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ اور امام محمد سے یہ نقل کیا ہے کہ جس نے یہ نذر مانی کہ وہ فلاں جگہ نماز پڑھے گا' پھر اس نے کسی اور جگہ نماز پڑھ لی تو یہ جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوا مسجد حرام کے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۹۰) اس سے مراد فرض نماز ہے نہ کہ نفل کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرض کے سوا مرد کی بہترین نماز اس کے گھر میں ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۱' صحیح مسلم: ۷۸۱' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۷' سنن ترمذی: ۴۵۰' سنن نسائی: ۱۵۵۸۰' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲)

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کون سی مسجد زیادہ افضل ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوا مسجد حرام کے' تو فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ مکہ میں نماز پڑھنا مدینہ سے افضل ہے یا مدینہ میں نماز پڑھنا مکہ سے افضل ہے؟ ایک جماعت کا یہ

مذہب ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے اور یہی امام مالک کا اور اکثر اہل مدینہ کا قول ہے۔

دوسری جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مکہ' مدینہ سے افضل ہے' یہ علماء' اہل مکہ' فقہاء احناف اور امام شافعی کا مذہب ہے' امام شافعی نے کہا کہ روئے زمین کا سب سے افضل ٹکڑا مکہ مکرمہ ہے' ابن وہب مالکی اور ابن حبیب اندلسی کا بھی یہی مذہب ہے' یہ دونوں جماعتیں حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے استدلال کرتی ہیں۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں کسی فریق کی دلیل نہیں ہے' حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا اس کے سوا باقی مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے' اس میں مسجد حرام کا استثناء کیا گیا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ مسجد حرام' مسجد نبوی کے مساوی ہو یا اس سے افضل ہو یا اس سے مفضول ہو۔

جو مسجد نبوی کی نماز کو افضل کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: مسجد حرام کی ایک نماز اس کے ماسوا کی سو نمازوں سے افضل ہے' ابوعبداللہ بن ابی صفرہ نے کہا: حضرت عمر کا یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی تفسیر ہے: میری اس مسجد کی ایک نماز اس کے ماسوا کی ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔

اسی تاویل کی مثل عبداللہ بن نافع مالکی نے حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں کی ہے' وہ کہتے تھے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز باقی تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے کیونکہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے مگر اس کی ہزار نمازوں سے افضل نہیں ہے۔

اور جو مسجد حرام کو افضل قرار دیتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے کی سو نمازوں سے افضل ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۹۲۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بہ طریق نظر ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر زندگی میں ایک بار مسجد حرام کا قصد کرنے (یعنی حج) کو فرض قرار دیا ہے اور ان پر مسجد نبوی کے قصد کرنے کو فرض قرار نہیں دیا' انہوں نے امام مالک کے قول سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس نے نذر مانی کہ وہ پیدل جا کر مسجد نبوی میں نماز پڑھے گا' اس پر پیدل جانا لازم نہیں ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ سوار ہو کر جائے اور جس نے مکہ میں پیدل جانے کی نذر مانی وہ مکہ تک پیدل جائے گا اور سوار نہیں ہوگا اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ مکہ افضل ہے کیونکہ امام مالک نے مکہ کی طرف پیدل جانے کو اسی وجہ سے لازم کیا ہے کہ اس کی حرمت اور فضیلت بہت زیادہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۳-۱۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے کعبہ میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں دو احادیث ذکر کی ہیں' جن میں یہ ذکر ہے کہ دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں سے افضل ہے مگر بعض احادیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا اس کے سوا دوسری مساجد میں ایک لاکھ

نمازوں کے پڑھنے سے افضل ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۴۰۶ 'شرح مشکل الآثار: ۵۹۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۳ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۵۲۷۱۔ ج ۱۴۶۹۴ ج ۲۳ ص ۴۶ 'موسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ شعیب الارنؤط اور ان کے شرکاء نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور اس کا قبائل (محلہ) کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازیں ہیں اور اس کا جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازیں ہیں اور اس کا مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازیں ہیں اور اس کا میری مسجد میں نماز پڑھنا (بھی) پچاس ہزار نمازیں ہیں' اور اس کا مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازیں ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۳)

علامہ بوصیری متوفی ۸۴۰ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابو الخطاب الدمشقی ہے' یہ مجہول ہے اور زریق ہے' ابوزرعہ نے کہا: اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور ضعفاء میں بھی اور کہا: اس کی روایت سے استدلال صحیح نہیں جب یہ منفرد ہو۔ (زوائد ابن ماجہ ص ۲۰۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

میں کہتا ہوں: اگر اس حدیث کی سند ضعیف ہو پھر بھی فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث معتبر ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز ایک لاکھ نمازیں ہیں اور میری مسجد میں نماز دس ہزار نمازیں ہیں اور سرحدوں کی مسجد میں نماز ایک ہزار نمازیں ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۶' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ طبع قدیم' حلیۃ الاولیاء: ۱۲۳۲۷' طبع جدید' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۲۱۶' کنز العمال: ۳۴۹۳۳-۳۴۹۳۲' تاریخ دمشق الکبیر: ۵۸۳۱۔ ج ۲۸ ص ۱۷۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ

شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

واما اذا كان قصده بالسفر زيارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم دون الصلوة فی مسجده فهذه المسالة فيها خلاف فالذی عليه الائمة واكثر العلماء ان هذا غير مشروع ولا مامور به لقوله صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الى ثلثة مساجد المسجد الحرام ومسجدی هذا والمسجد الاقصى ولهذا لم يذكر العلماء ان مثل هذا السفر اذا نذره يجب الوفاء به. (مجموع الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۱۹' مطبوعہ دار الجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کوئی شخص محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے قصد سے سفر کرے نہ کہ مسجد نبوی میں نماز کے قصد سے تو یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اس بارے میں علماء کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ یہ سفر جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا گیا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کجاوے صرف تین مساجد کی طرف باندھے جائیں: مسجد حرام کی طرف' میری اس مسجد کی طرف اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے یہ ذکر نہیں کیا کہ جب کوئی شخص اس جیسے سفر کی نذر مان لے تو اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

واما اذا قدر ان من اتى المسجد فلم يصل فيه ولكن اتى القبر ثم رجع فهذا هو الذی انكره الائمة كمالك وغيره وليس هذا مستحبا عند احد

جو شخص مسجد نبوی میں آ کر نماز ادا نہ کرے' بلکہ فقط قبر پر حاضری دے کر چلا جائے تو امام مالک اور دیگر ائمہ نے اس کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور کسی بھی عالم کے نزدیک یہ ارادہ مستحب

من العلماء وهو محل النزاع هل هو حرام او مباح وما علمنا احدا من علماء المسلمين استحب مثل هذا بل انكروا اذا كان مقصوده بالسفر مجرد القبر من غير ان يقصد الصلوة فى المسجد و جعلوا هذا من السفر المنهى عنه.

نہیں ہے بلکہ اختلاف ہے کہ آیا ایسا ارادہ حرام ہے یا جائز۔ ہمیں تو کسی عالم کے بارے میں نہیں معلوم کہ اس نے اس طرح کے سفر کو مستحب قرار دیا ہو بلکہ جب کسی شخص کا مقصد فقط قبر کی زیارت کرنا ہو اور مسجد نبوی میں نماز کا قصد نہ ہو تو اس سفر کو علماء نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور اسے ممنوع سفر میں شمار کیا ہے۔

(مجموعۃ الفتاوی ج ۲۷ ص ۱۸۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا شیخ ابن تیمیہ کے نظریہ کا رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں بہ کثرت مناظرے ہوئے ہیں اور طرفین سے رسائل لکھے گئے ہیں (حافظ عسقلانی کہتے ہیں:) اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ شیخ تقی الدین السبکی وغیرہ نے شیخ تقی الدین بن تیمیہ اور ان کے حامی شمس الدین عبد الہادی کے رد میں جو کتابیں لکھیں اور وہ ہمارے شہروں میں مشہور ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ نے شد رحال کی ممانعت کی حدیث سے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے سفر سے منع کیا' ابن تیمیہ سے جو قبیح مسائل منقول ہیں یہ ان میں سے قبیح مسئلہ ہے' اس کے رد میں اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ افضل اعمال سے ہے اور اللہ عزوجل کے قرب کا سب سے بزرگ ذریعہ ہے اور بغیر کسی اختلاف کے اس کے جواز پر اجماع ہے۔

شد رحال کی حدیث میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے یا مقدر ہے' مستثنیٰ منہ یا تو عام مقدر ہے اور اب معنی ہوگا: ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کے سفر کے لیے اونٹنیوں پر کجاوے نہ کسے جائیں' عام تو ہو نہیں سکتا' ورنہ لازم آئے گا کہ تجارت کے لیے' رشتہ داروں سے ملنے کے لیے اور طلب علم کے لیے بھی سفر نہ کیا جائے' پس یہاں خاص مستثنیٰ منہ مقدر مانا جائے گا' جس کی مقام کے ساتھ زیادہ مناسبت ہو' اور وہ یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر نہ کیا جائے' پس اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف اور دیگر صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کی ممانعت پر استدلال کرنا باطل ہو گیا۔ علامہ سبکی نے کہا ہے کہ روئے زمین پر کسی جگہ میں ذاتی فضیلت نہیں ہے کہ اس کی زیارت کے لیے سفر کیا جائے سوائے ان تین شہروں کے' بلکہ وہاں کسی کی زیارت کے لیے یا جہاد کے لیے یا طلب علم وغیرہ کے لیے سفر کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۶۳ ملخصاً' دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کے جواب میں فرمایا ہے: اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ مطلقاً سفر سے منع نہیں فرمایا بلکہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کے لیے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کی جنس سے ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۵' مطبوعہ لاہور)

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے' امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے کسی سواری کا کجاوہ نہ کسا جائے سوائے مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۶۴ طبع قدیم' دارالفکر' مسند احمد: ۱۱۵۵۲' ج ۱۰' طبع دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

شیخ عبدالرحمان مبارک پوری متوفی ١٣٥٢ھ نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث شہر بن حوشب سے مروی ہے اور وہ کثیر الاوحام ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے التقریب میں لکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ٢ ص ٢٧١ طبع ملتان)

شیخ مبارک پوری کے اعتراض کا جواب' مصنف کی طرف سے

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے التقریب میں لکھا ہے کہ شہر بن حوشب' بہت صادق ہے اور یہ بہت ارسال کرتا ہے اور اس کے بہت وہم ہیں۔ (تقریب التہذیب ج ١ ص ٤٢٣ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی' شہر بن حوشب کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں:

امام احمد نے اس کے متعلق کہا: اس کی حدیث کتنی حسین ہے اور اس کی توثیق کی' اور کہا کہ عبدالحمید بن بہرام کی وہ حدیث جس میں امام ترمذی نے کہا: امام بخاری نے فرمایا: شہر حسن الحدیث ہے اور اس کا امر قوی ہے' ابن معین نے کہا: یہ ثقہ ہے' ان کے علاوہ اور بہت ناقدین فن نے شہر کی توثیق کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ٤ ص ٣٣٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ جمال الدین مزی متوفی ٧٤٢ھ' اور علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ٧٤٨ھ نے بھی شہر بن حوشب کی تعدیل میں یہ' اور بہت ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ٨ ص ٢٠٩' میزان الاعتدال ج ٣ ص ٣٩٠' طبع بیروت)

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے خصوصیت سے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٦٦) اور شیخ احمد شاکر متوفی ١٣٧٧ھ نے بھی اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' کیونکہ امام احمد اور امام ابن معین نے شہر بن حوشب کی توثیق کی ہے۔ (مسند احمد ج ١٠ ص ١٠١' طبع قاہرہ)

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث میں مستثنیٰ منہ مسجد کو نہ مانا جائے' بلکہ عام مانا جائے اور یہ معنی کیا جائے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی جگہ کا بھی سفر کا قصد نہ کیا جائے تو پھر نیک لوگوں کی زیارت' رشتہ داروں سے ملنے' دوستوں سے ملنے' علوم مروجہ کو حاصل کرنے' تلاش معاش' حصول ملازمت' سیر و تفریح' سیاحت اور سفارت کے لیے سفر کرنا بھی ناجائز' حرام اور سفر معصیت ہوگا۔

شیخ مبارک پوری نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے: رہا تجارت یا طلب علم یا کسی اور غرض صحیح کے لیے سفر کرنا تو ان کا جواز دوسرے دلائل سے ثابت ہے (اس لیے یہ ممانعت عموم پر محمول ہے)۔ (تحفۃ الاحوذی ج ٢ ص ٢٧١' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان)

میں کہتا ہوں کہ ہم نے جو سفر کی انواع ذکر کی ہیں' وہ سب غرض صحیح پر مبنی ہیں اور ان کے جواز پر کون سے دلائل ہیں' جو صحاح ستہ کی اس حدیث کی ممانعت کے عموم کے مقابلہ میں راجح ہوں؟ خصوصاً نیک لوگوں' رشتہ داروں' دوستوں کی زیارت اور ان سے ملاقات کے لیے سفر کرنے' اسی طرح سائنسی علوم کے حصول' تلاش معاش' حصول ملازمت اور سیر و تفریح کے لیے سفر کرنے کے جواز پر کون سے دلائل ہیں؟ جو اس حدیث کی ممانعت پر راجح یا اس کے لیے ناسخ ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے جواز پر اور بھی بہت دلائل ہیں اور ممانعت کی اس حدیث کی ہم نے ان مذکور توجیہات کے علاوہ اور بھی کئی توجیہات ذکر کی ہیں' اس کے لیے شرح صحیح مسلم ج ٣ ص ٦٣٧۔ ٦٣٠ ملاحظہ فرمائیں' شیخ ابن تیمیہ نے جو اس سفر کو حرام کہا ہے' حافظ ابن حجر نے فرمایا: یہ ان کا انتہائی مکروہ قول ہے۔

اور ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے' کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہا ہے' بعض علماء

نے اس مسئلہ میں افراط کیا ہے اور اس سفر کے منکر کو کافر کہا ہے اور یہ دوسرا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہوگا۔

(شرح الشفاء علی هامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴ مطبوعہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۸۰۔ ج ۳ ص ۷۶۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا حکم ② شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر ③ قبر انور کی زیارت کے ثبوت میں روایات۔

۱۱۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلٰوةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن رباح وعبید اللہ بن ابی عبد اللہ الاغر از ابی عبد اللہ الاغر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۴، الرقم المسلسل: ۳۳۱۵، سنن ترمذی: ۳۲۵، سنن نسائی: ۲۸۹۹۔ ۲۶۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۴۰۴، مسند ابویعلیٰ: ۶۱۲۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۸۱۔ ج ۱۲ ص ۱۵۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۳۹۳ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الحمیدی: ۹۴۱۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف ابومحمد التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) زید بن رباح یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبید اللہ بن عبد اللہ (۵) ابوعبد اللہ ان کا نام سلمان الاغر ہے یہ اہل مدینہ کے وارث تھے (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۷۰)

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نمازوں کی فضیلت میں اختلاف فقہاء اور مسجد نبوی کی فضیلت پر دلیل

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک روئے زمین کی سب سے افضل جگہ ہے اور مکہ اور مدینہ روئے زمین پر سب سے افضل ہیں، پھر اس میں اختلاف ہے کہ قبر مبارک کی جگہ کے علاوہ ان میں سے کون افضل ہے، پس حضرت عمر، بعض صحابہ، امام مالک اور اکثر اہل مدینہ اس کے قائل ہیں کہ مدینہ منورہ افضل ہے اور انہوں نے کہا کہ مسجد حرام کے سوا باقی مساجد سے مسجد نبوی میں نماز ہزار نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام سے ہزار نمازوں سے کم افضل ہے، حضرت عمر نے کہا: مسجد حرام میں ایک نماز اس کے ماسوا سو نمازوں سے افضل ہے پس مسجد نبوی کی فضیلت نو سو نمازیں ہیں اور مسجد حرام کے غیر پر ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

اہل مکہ اور فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے اور ہمارے اصحاب میں سے ابن حبیب اور ابن وہب کا بھی یہی موقف ہے اور الساجی نے امام شافعی سے بھی اسی کی حکایت کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ مکہ میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۵۱۱، دار الوفاء، ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت پر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو نے مکہ میں جتنی برکتیں رکھی ہیں اس کی دوگنا برکتیں

مدینہ میں نازل فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۳۶۹)

اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ مدینہ میں مکہ سے چار گنا برکتیں نازل فرما لیکن شارحین نے اس کو تین مثل پر محمول کیا ہے' ہم پہلے مسند احمد اور سنن ابن ماجہ کی احادیث سے یہ بتا چکے ہیں کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا کم از کم تین لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۷۰۔ ج ۳ ص ۷۵۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر زیادہ ہے یا مسجد حرام میں؟ ② کیا مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ میں بھی ثواب زیادہ ہوتا ہے؟
③ کیا مسجد نبوی میں ثواب کے اضافہ سے قضاء نمازوں کی تلافی ہو جاتی ہے؟ ④ آخر المساجد پر قادیانیوں کے ایک اشکال کا جواب۔

٢ - بَابُ مَسْجِدِ قُبَاءٍ

مسجد قبا

اس باب میں مسجد قباء کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے' یاقوت حموی نے کہا ہے کہ جو شخص مدینہ سے مکہ کی طرف جا رہا ہو اس کی بائیں جانب دو میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے' جس کا نام قباء ہے وہیں پر مسجد التقویٰ ہے۔

الرشاطی نے کہا ہے کہ قباء اور مدینہ کے درمیان چھ میل ہیں' ابن قرقول نے کہا: یہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۷۵)

١١٩١ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ لَا يُصَلِّي مِنَ الضُّحَى إِلَّا فِي يَوْمَيْنِ يَوْمَ يَقْدَمُ بِمَكَّةَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْدَمُهَا ضُحًى فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ وَيَوْمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَأْتِيهِ كُلَّ سَبْتٍ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُ حَتَّى يُصَلِّيَ فِيهِ. قَالَ وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُهُ رَاكِبًا وَمَاشِيًا.

[أطراف الحديث: ١١٩٣، ١١٩٤، ٧٣٢٦]

(صحیح مسلم: ۱۳۹۹، الرقم المسلسل: ۳۳۳۰، سنن ابوداؤد: ۲۰۴۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ چاشت کی نماز صرف دو دنوں میں پڑھتے تھے جس دن وہ مکہ آتے تھے کیونکہ وہ مکہ میں چاشت کے وقت آتے تھے' پس وہ بیت اللہ کا طواف کرتے' پھر وہ مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتے اور جس دن وہ مسجد قباء میں آتے تھے اور وہ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں آتے تھے' پس جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تو وہ نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنے کو ناپسند کرتے اور حضرت ابن عمر یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر اور پیدل مسجد قباء کی زیارت کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یعقوب بن ابراہیم بن کثیر' ان کی کنیت ابو یوسف ہے (۲) ابن علیہ' ان کا نام اسماعیل بن ابراہیم بن سہم ہے' یہ ابن علیہ سے معروف ہیں' علیہ ان کی ماں کا نام ہے (۳) ایوب بن کیسان السختیانی (۴) نافع مولی ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔
(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۷۶)

١١٩٢ - قَالَ وَكَانَ يَقُولُ لَهُ إِنَّمَا أَصْنَعُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يَصْنَعُونَ وَلَا أَمْنَعُ أَحَدًا أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَيِّ

حضرت ابن عمر کہتے تھے: میں اس طرح کرتا ہوں جس طرح میں نے اپنے اصحاب کو کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میں کسی کو نماز

سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، غَيْرَ أَنْ لَا تَتَحَرَّوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا.

پڑھنے سے منع نہیں کرتا خواہ وہ دن اور رات کو کسی وقت بھی نماز پڑھے مگر طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز کا قصد نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابوجعفر الداؤدی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد قباء میں جانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو فضیلت والی مسجد شہر کے قریب ہو اس میں پیدل اور سوار ہو کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ تین مسجدوں کے علاوہ کجاوے کسنے کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے

امام ابن ابی شیبہ نے از ابی امامہ بن سہل از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کی مثل ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۰، مجلس علمی بیروت، سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۱، الآحاد والمثانی: ۱۹۸۹، سنن ترمذی: ۳۲۴، المستدرک ج ا ص ۴۸۷، ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۱۴۸۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا: اس میں نماز پڑھنا عمرہ کی مثل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۳، مجلس علمی بیروت)

وکیع سے روایت ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: دو آدمیوں کی اس میں بحث ہوئی کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: وہ مسجد نبوی ہے دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۳، مجلس علمی بیروت، صحیح ابن حبان: ۱۶۰۵، ۱۶۰۳، المعجم الکبیر: ۶۰۲۵، ج ۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱)

وکیع نے حضرت ابوسعید خدری سے بھی اس کی مثل روایت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۲، مجلس علمی، بیروت، المستدرک ج ۲ ص ۳۳۴، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۶۲، سنن ترمذی: ۳۰۹۹، سنن نسائی: ۶۹۷، صحیح ابن حبان: ۱۶۰۷)

امام دار قطنی نے کثیر بن ولید سے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مثل روایت کی ہے اور یہ حضرت ابن عمر، سعید بن المسیب اور امام مالک بن انس کا قول ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں مسجدوں کی بنیاد تقویٰ پر ہو۔

اس میں فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے کہ جس نے مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی وہ وہاں جا کر نماز پڑھے یا اپنی جگہ پر پڑھ لے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۲-۱۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مسجد قباء کی فضیلت اور ہفتہ کے دن مسجد قباء جا کر نماز پڑھنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث میں قباء کی فضیلت ہے اور قباء کی مسجد کی فضیلت ہے اور وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے۔

(۲) اس میں مسجد قباء کی زیارت کا استحباب ہے اور اس مسجد میں نماز پڑھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے، اسی طرح ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت مستحب ہے۔

(۳) ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ہجرت کی ابتداء میں سب سے پہلے اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی تھی، پھر اس کے بعد مدینہ میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تھی اور جمعہ کے دن مسجد نبوی میں جمعہ کی نماز پڑھی

جاتی تھی اور جمعہ کے دن اہل قباء مدینہ میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے آتے تھے اور جمعہ کے دن جمعہ کے وقت میں مسجد قباء نماز سے معطل ہو جاتی تھی تو اس کے تدارک کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اتباع میں صحابہ ہفتہ کے دن مسجد قباء میں آ کر چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔

(۴) اس حدیث میں بعض ایام کو بعض نفلی عبادات کے ساتھ خاص کرنے کی دلیل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۸۷۔ ۳۷۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ سوئم، چہلم اور عرس میں دنوں کی تعیین کی اصل بھی یہی حدیث ہے، شیخ تھانوی نے اس حدیث سے عرس کے لیے دن کی تعیین کی اصل نکالی ہے۔ (دیکھئے: الہوادر النوادر ص ۵۸ ۳ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۲ء)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۸۵۔ ج ۳ ص ۷۶۸ پر مذکور ہے اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① مسجد قباء اور اس کے فضائل ② ہفتہ کے دن مسجد قباء جانے کی خصوصیت ③ اعمال صالحہ کی بعض ایام میں تخصیص۔

٣ - بَابُ مَنْ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ

١١٩٣ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَفْعَلُهُ.

جو ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء آیا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء پیدل اور سوار ہو کر آتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۹۱ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ إِتْيَانِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا

١١٩٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي قُبَاءً رَاكِبًا وَمَاشِيًا. زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ.

مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء سوار ہو کر اور پیدل آتے تھے۔ ابن نمیر نے یہ اضافہ کیا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع پس وہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۹۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٥ - بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ

١١٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ

قبر اور منبر کے درمیان فضیلت کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر از عباد بن تمیم از حضرت عبداللہ بن زید المازنی رضی اللہ عنہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ. [طرف الحدیث: ۷۳۳۵]

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۹۱۵، المعجم الصغیر: ۱۱۱۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۲۳۔ ج ۱۲ ص ۱۵۹)

آپ کے گھر، آپ کے حجرہ اور آپ کی قبر کی فضیلت کے متعلق احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے گھر اور منبر کے درمیان۔ اس کے دو معنی ہیں: پہلا معنی یہ ہے:

(۱) میرے اس گھر کے درمیان جس میں میں رہتا ہوں اور یہ معنی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ متعارف یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص اپنے گھر میں ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اس گھر میں ہے جس میں وہ رہتا ہے اور ایک روایت میں ہے: میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲، مسند احمد: ۹۳۳۸۔ ج ۱۵ ص ۱۹۶)

(۲) دوسرا معنی یہ ہے: زید بن اسلم نے کہا: اس حدیث میں "بیت" سے مراد آپ کی قبر ہے اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۱۳۴۱، مشکل الآثار ج ۴ ص ۷۰، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۰۲، المعجم الکبیر: ۱۵۶ ۳، المعجم الاوسط: ۹۱۳، الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۷۳، حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۳۲۴، شرح مشکل الآثار: ۲۸۷۲، مسند البزار: ۱۱۹۴، مسند احمد ج ۳ ص ۶۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۶۱۰۔ ج ۱۸ ص ۱۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام طبری نے کہا ہے کہ جب کہ آپ کی قبر انور آپ کے گھروں میں سے ایک گھر میں ہے تو یہ حدیث اس سے مؤید ہے اس حدیث کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں لیکن اس کا معنی متفق ہے کیونکہ آپ کا وہ گھر جس میں آپ کی قبر ہے وہ آپ کے حجروں میں سے ایک حجرہ ہے اور آپ کے گھروں میں سے ایک گھر ہے اور وہی آپ کی قبر ہے اور آپ کی وفات کے بعد وہی آپ کا گھر ہے پس آپ کا وہ گھر اور آپ کا وہ حجرہ جس میں آپ کی قبر ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور "روضۃ" کلام عرب میں اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں خشک اور تر گھاس ہو۔

نبی ﷺ کی مراد یہ ہے کہ جس جگہ کوئی نفلی نماز پڑھتا ہو یا کوئی ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو یا کوئی شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہو تو یہ چیزیں اس کو جنت کی طرف لے جائیں گی، اسی طرح جو شخص نبی ﷺ سے ایمان اور دین کی باتیں سنتا ہو تو وہ چیزیں بھی اس کی جنت کی طرف قیادت کریں گی، جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو ان میں چر لیا کرو، صحابہ نے پوچھا: جنت کے باغات کیا ہیں؟ فرمایا: ذکر کے حلقے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۱۰، سنن دارمی: ۲۷۸۰، مسند احمد ج ۵ ص ۴۳)

اس حدیث کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو، پس جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرو اور یاد رکھو کہ جنت تلواروں کے سایوں کے نیچے ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۶۶، ۳۰۲۶، صحیح مسلم: ۱۷۴۱، سنن کبریٰ للنسائی: ۸۶۳۴)

یعنی جہاد ایسا عمل ہے جو جنت تک پہنچاتا ہے، اسی طرح اللہ کا ذکر بھی بندہ کو جنت کی طرف پہنچا دیتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے، اس کا ایک معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ بعینہٖ اسی منبر کو حوض پر لوٹا دے گا اور اس کو بلند کر کے حوض پر رکھ دے گا، دوسرا معنی یہ ہے کہ حوض پر بھی نبی ﷺ کا ایک منبر ہوگا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۵-۱۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ قرار دینے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

آپ کے حجرہ اور منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ اس لیے فرمایا ہے کہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنے والے فرشتے اور انسان اور جنات سر جھکائے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی مدینہ منورہ کی فضیلت پر دلالت ہے خصوصاً اس جگہ پر جو آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کے درمیان ہے اور جو شخص اس جگہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو لازم رکھے گا تو یہ اطاعت اس کو جنت کے باغات میں سے کسی باغ کی طرف پہنچا دے گی اور جس شخص نے آپ کے منبر کے پاس عبادت کو لازم رکھا تو اس عبادت کی وجہ سے اس کو جنت کے حوض سے پلایا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۱۹٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلٰى حَوْضِي.

[اطراف الحدیث: ۱۸۸۸-٦۵۸۸-۷۳۳۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے خبیب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۱۱۹۵ کا مطالعہ کریں۔

٦ - بَابُ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

بیت المقدس کی مسجد

۱۱۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ مَوْلٰى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا مَعَهَا زَوْجُهَا، أَوْ ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى، وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى، وَمَسْجِدِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک، انہوں نے کہا: میں نے زیاد کے آزاد شدہ غلام قزعہ سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار حدیثوں کی روایت کرتے تھے جو مجھے بہت اچھی اور دلکش لگیں، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت اپنے خاوند یا محرم کے بغیر دو دن کا سفر نہ کرے، اور دو دن روزہ نہ رکھے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اور دو نمازوں کے بعد نماز نہ پڑھے: صبح کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے، اور تین مسجدوں کے سوا اونٹنیوں پر کجاوے نہ کسے جائیں: مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸٦ کا مطالعہ کریں۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۱ - كِتَابُ الْعَمَلِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کوئی عمل کرنے کا بیان

١ - بَابُ اِسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِي الصَّلٰوةِ إِذَا كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلٰوةِ

نماز میں ہاتھ سے مدد لینا جب کہ اس عمل کا تعلق نماز سے ہو

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَعِينُ الرَّجُلُ فِي صَلٰوتِهِ بِمَا شَاءَ مِنْ جَسَدِهِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کوئی شخص نماز میں اپنے جسم سے جو چاہے مدد لے جب کہ اس عمل کا تعلق نماز سے ہو۔

اس تعلیق پر یہ اعتراض ہے کہ عنوان میں ہاتھ سے مدد لینے کا ذکر ہے اور اس تعلیق میں جسم سے مدد لینے کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھ بھی جسم کا ایک حصہ ہے۔

وَوَضَعَ أَبُو إِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهُ فِي الصَّلٰوةِ وَرَفَعَهَا.

اور ابو اسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اٹھایا۔

ابو اسحاق کا نام عمرو بن عبد اللہ السبیعی کوفی ہے' یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے مشائخ میں سے ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ۳۸ اصحاب کی زیارت کی تھی۔

وَوَضَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَفَّهُ عَلٰى رُصْغِهِ (رُسْغِهِ) الْأَيْسَرِ إِلَّا أَنْ يَحُكَّ جِلْدًا أَوْ يُصْلِحَ ثَوْبًا.

حضرت علی نے اپنی ہتھیلی بائیں کلائی پر رکھی سوا اس کے کہ وہ جلد کو کھجائیں یا اپنے کپڑے کو ٹھیک کریں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

غزوان بن جریر الضبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھتے' پھر اسی طرح رکھے رہتے حتیٰ کہ رکوع کرتے یا اپنے کپڑے کو ٹھیک کرتے یا جسم پر کہیں کھجاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۶۱' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ۱: ۳۹۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰' کراچی)

١١٩٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از مخرمہ بن سلیمان از کریب مولیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام المؤمنین میمونہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَهِيَ خَالَتُهُ، قَالَ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰى عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا، فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ، اَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ، اَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَرَاَ الْعَشْرَ اٰيَاتٍ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ، وَاَخَذَ بِاُذُنِيَ الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا بِيَدِهِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ اَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی اور وہ ان کی خالہ تھیں' انہوں نے بیان کیا کہ پس میں بستر کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلیہ بستر کے طول میں لیٹ گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ وقت گزر گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھ سے چہرے سے نیند دور کرنے لگے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں' پھر آپ ایک لٹکی ہوئی مشک کے پاس کھڑے ہوئے' پس آپ نے اس سے اچھی طرح وضوء کیا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس میں نے بھی آپ کی مثل کیا' پھر میں گیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر مروڑا' پس آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے' پھر آپ کے پاس مؤذن آیا تو آپ نے اٹھ کر تخفیف کے ساتھ دو رکعت (سنت) پڑھیں' پھر آپ گھر سے نکل گئے اور فجر کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: [illegible] میں گزر چکی ہے' اس باب کے تحت امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں نماز کی حالت میں عمل کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ حضرت ابن عباس کے سر پر رکھا اور ان کا' کان مروڑا' نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے علاوہ تہجد کی بارہ رکعات پڑھیں۔

٢ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْكَلَامِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کلام کرنے کی ممانعت

١١٩٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ، سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا، وَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا.

[اطراف الحدیث: ١٢١٦-٣٨٧٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے اور آپ نماز میں ہوتے تھے تو آپ ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے جب ہم النجاشی کے پاس سے لوٹے' ہم نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ہم کو سلام کا جواب نہیں دیا (اور بعد میں بتایا کہ) نماز کی مشغولیت تھی۔

(صحیح مسلم: ۸-۵۳۸' الرقم المسلسل: ۱۱۸۱' سنن ابوداؤد: ۹۲۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۹' سنن کبریٰ: ۵۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۳' مسند ابویعلیٰ: ۵۱۸۸' صحیح ابن خزیمہ: ۸۵۵' المعجم الکبیر: ۱۰۱۲۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۸' شرح السنۃ: ۷۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۶۳۔ ج ۶ ص ۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۱۱۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۵۰۳۴)

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ' عَنِ الْأَعْمَشِ' عَنْ إِبْرَاهِيمَ' عَنْ عَلْقَمَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

اس حدیث کی دوسری سند: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھریم بن سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی مثل مروی ہے۔

۱۲۰۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسٰى هُوَ ابْنُ يُونُسَ' عَنْ إِسْمَاعِيلَ' عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ' عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ' عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' يُكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ' حَتّٰى نَزَلَتْ ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾ الْآيَةَ (البقرۃ: ۲۳۸) فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ. [اطراف الحدیث: ۴۵۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی اور وہ ابن یونس ہیں از اسماعیل از الحارث بن شبیل از ابی عمرو الشیبانی' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نماز میں کلام کرتے تھے' ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت کی بات کرتا تھا' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی: تم (تمام) نمازوں کی حفاظت کرو اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے خاموشی سے کھڑے رہو (البقرہ: ۲۳۸) پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۵۳۹' الرقم المسلسل: ۱۱۸۳' سنن ابوداؤد: ۹۴۹' سنن ترمذی: ۴۰۵' سنن نسائی: ۱۲۱۹' السنن الکبریٰ: ۱۱۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۷۵۶۔۷۵۷' صحیح ابن حبان: ۲۲۴۶' المعجم الکبیر: ۵۰۶۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۸' شرح السنۃ: ۷۲۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۲۷۸۔ ج ۳۲ ص ۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۷۴۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الحمیدی: ۱۹۷۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید بن زاذان التیمی الفراء ابو اسحاق (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی (۳) اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی البجلی' ابو خالد کا نام سعد ہے (۴) الحارث بن شبیل (۵) ابو عمرو شیبانی' ان کا نام سعید بن ایاس ہے (۶) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ الانصاری الخزرجی' یہ ۶۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۳)

نماز میں اصلاح نماز کے لیے کلام کرنے پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل پر اعتراض

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام اوزاعی نے نماز کی مصلحت کے لیے نماز میں کلام کرنے کی اجازت دی ہے' اور فقہاء احناف نے اس سے منع کیا ہے' امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز دو رکعت پڑھا دی تو حضرت ذوالیدین نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اب نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا: آیا جو یہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے دو رکعت اور پڑھیں اور سہو کے دو سجدے کیے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۷)

فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت ذوالیدین کے قصہ کے لیے ناسخ ہے اور ہم عنقریب حضرت ذوالیدین کی حدیث کی شرح میں اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ذکر کریں گے' اور یہاں پر فقہاء احناف کا رد کرنے کے لیے کچھ دلائل کا ذکر کریں گے۔

تواتر کے ساتھ آثار سے یہ ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود حبشہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے' جب آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا اور فرمایا تھا: بے شک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے' اور یہ مکہ کا واقعہ ہے' اور حضرت ابوہریرہ مدینہ میں فتح خیبر کے سال (۷ھ) میں اسلام لائے تھے تو پہلے کا واقعہ بعد والے واقعہ کو کیسے منسوخ کرے گا۔

اگر وہ یہ کہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کے لیے ناسخ ہے' جس میں حضرت ذوالیدین کا قصہ ہے' کیونکہ حضرت زید بن ارقم انصار میں سے ہیں اور وہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بنے اور سورۃ البقرہ بھی مدنی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی تاریخ نہیں ہے کہ کون سی حدیث دوسری حدیث سے پہلی ہے' البتہ حضرت زید بن ارقم' حضرت ابوہریرہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور حضرت ابوہریرہ فتح خیبر کے سال اسلام لائے تھے' اور پانچ سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب رہے' اور جب یہ معلوم نہیں ہے کہ کون سا صحابی دوسرے سے پہلے ہے تو ان میں سے کسی کی بھی حدیث کے منسوخ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت زید بن ارقم نے جو کہا ہے کہ ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا' اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس کلام کا تعلق نماز کی اصلاح سے نہ ہو' اس کلام سے ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور اصلاح نماز کے لیے کلام برقرار رہا تاکہ حضرت زید بن ارقم اور حضرت ابوہریرہ کی حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔

حضرت زید بن ارقم کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ خاص قسم کے کلام سے نماز میں منع کیا گیا تھا کیونکہ انہوں نے کہا ہے: ہم ایک دوسرے سے اپنی ضروریات کے متعلق کلام کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۰۰) اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس قسم کا کلام نماز میں حرام ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے: ہم نماز میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے اور جب ہم حبشہ سے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا اور فرمایا: نماز میں مشغولیت ہوتی ہے' اس سے معلوم ہوگیا کہ نماز میں اس قسم کے کلام سے منع کیا گیا ہے' جس کا اصلاح نماز سے تعلق نہ ہو اور حضرت ذوالیدین کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جس کلام کا تعلق اصلاح نماز سے ہو وہ کلام نماز میں جائز ہے اور یہ دلیل زیادہ لائق ہے تاکہ احادیث میں تضاد نہ ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۹۔۱۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے مؤقف پر امام طحاوی کے دلائل اور مخالفین کے جوابات

علامہ ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ حضرت ذوالیدین کی حدیث بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ اگر مقتدیوں میں سے کوئی شخص امام کو اس کے سہو پر مطلع کرنے کے لیے اس سے کلام کرے تو یہ جائز ہے کیونکہ حضرت ذوالیدین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا: کیا نماز کی مقدار کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں اور آپ نے ان کو جواب دیا کہ نماز کی مقدار کم ہوئی ہے نہ میں بھولا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۸۸)

فقہاء احناف نے اس کے خلاف کہا ہے کہ نماز میں سوائے تکبیر پڑھنے' تسبیح پڑھنے' لا الٰہ الا اللہ پڑھنے اور قرآن پڑھنے کے اور

کوئی کلام کرنا جائز نہیں ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

معاویہ بن الحکم سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا' اچانک ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا: "یرحمک اللہ" تو نمازی مجھے آنکھوں سے گھورنے لگے' میں نے کہا: تمہاری ماں تمہیں روئے! تم مجھے کیوں گھور رہے ہو' تو نمازیوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیئے' جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے مجھے بلایا' پس آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں! میں نے آپ سے بہتر معلم اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد' اللہ کی قسم! آپ نے مجھے مارا نہ ڈانٹا' نہ بُرا کہا لیکن مجھ سے یہ فرمایا: بے شک ہماری اس نماز میں لوگوں سے کلام کرنا جائز نہیں ہے' اس میں صرف تکبیر اور تسبیح ہے اور تلاوت قرآن ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۷ 'الرقم المسلسل: ۱۱۷۹ 'سنن ابوداؤد: ۹۳۰ 'سنن نسائی: ۱۲۱۸ 'السنن الکبریٰ: ۱۱۴۱)

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں تسبیح اور تکبیر کے علاوہ کوئی اور کلام کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے' تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے' اور مرد سبحان اللہ کہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۸۴' صحیح مسلم: ۴۲۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۰)

امام ابوجعفر فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حضرت ذوالیدین کی نماز میں کلام کرنے کی روایت ہے' وہ نماز میں کلام کو منع فرمانے سے پہلے کا واقعہ ہے اور وہ اب منسوخ ہو چکا ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ تو فتح خیبر کے سال ۷ ھ میں اسلام لائے تھے اور انہوں نے حضرت ذوالیدین کے نماز میں کلام کرنے کی حدیث روایت کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ۷ ھ تک نماز میں کلام کرنا جائز تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کا نام خرباق ہے' وہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ امام محمد بن اسحاق وغیرہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ شہداء بدر میں سے ہیں' اور حضرت ابوہریرہ نے جو ان کا واقعہ بیان کیا ہے' وہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے یہ واقعہ کسی اور سے سنا ہے۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھ کر مسجد کے ایک ستون کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ (صحیح البخاری: ۴۲۹) اور حضرت عمران کی حدیث میں ہے: پھر آپ حجرہ کی طرف چلے گئے۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۱۲۷۱)

یہ حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ نے قبلہ سے منہ پھیر لیا تھا اور آپ نماز میں چلے بھی تھے' اگر ان حدیثوں کو منسوخ نہ مانا جائے تو کیا نماز میں کلام کرنے کے علاوہ قبلہ سے منہ پھیرنا اور چلنا بھی جائز ہے' اور کیا نمازی اثناء نماز میں اپنے حجرے میں چلا جائے اور وہاں جو چاہے کرتا رہے' پھر بھی اس کی نماز باقی رہے گی! (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۷۵' قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت ذوالیدین کی حدیث کے منسوخ ہونے پر قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کی روایت والے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے' پھر ان کے زمانہ خلافت میں بھی ایسا ہوا تو انہوں نے نماز دوبارہ پڑھی۔

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا' پھر نمازیوں کی طرف مڑے تو ان کو بتایا گیا' پس انہوں نے کہا: میں نے عراق سے ایک سامان سے لدا ہوا قافلہ تیار کیا تھا حتیٰ کہ وہ مدینہ میں آ گیا' میں اس کے خیال میں مستغرق تھا' پھر انہوں نے ان کو چار رکعت نماز پڑھائی (یعنی اس خیال کی وجہ سے دو رکعت نماز پڑھا دی)۔ (شرح معانی الآثار: ۲۵۳۱)

حضرت عمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا علم تھا کہ آپ نے ایسی صورت میں دو رکعت مزید پڑھ کر سجدۂ سہو کیا تھا' اس کے باوجود جب ان کو بتایا گیا کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی ہے تو انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور یہ واقعہ جب پیش آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب بھی موجود تھے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ نے حضرت ذوالیدین کی حدیث کے خلاف عمل کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت ذوالیدین کی حدیث پر عمل منسوخ ہو چکا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۵۷۵ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ کراچی)

* باب مذکور کی دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۳۔ ج ۲ ص ۹۳ پر مذکور ہیں' ان کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) منسوخیت کلام کی تاریخ (۲) اباحت اصل ہے (۳) فقہی احکام (۴) بقیہ فوائد۔

۳ - بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالْحَمْدِ فِي الصَّلٰوةِ لِلرِّجَالِ

نماز میں مردوں کے لیے سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے کا جواز

۱۲۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ حُبِسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَؤُمُّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ، اِنْ شِئْتُمْ، فَاَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ، فَتَقَدَّمَ اَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَصَلّٰى، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ يَشُقُّهَا شَقًّا، حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ الْاَوَّلِ، فَاَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيحِ، قَالَ سَهْلٌ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا التَّصْفِيحُ؟ هُوَ التَّصْفِيقُ، وَكَانَ اَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلٰوتِهِ، فَلَمَّا اَكْثَرُوْا اِلْتَفَتَ، فَاِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّفِّ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ مَكَانَكَ، فَرَفَعَ اَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهُ، وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے درمیان صلح کرانے کے لیے گھر سے نکلے اور نماز کا وقت آ گیا' پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پس کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں مصروف ہو گئے' کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں اگر تم چاہو' پس حضرت بلال نے نماز کی اقامت کہی' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے پس نماز پڑھائی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو چیرتے ہوئے چلتے ہوئے آئے' حتیٰ کہ آپ صف اوّل میں کھڑے ہو گئے' پس نمازیوں نے تالیاں بجانی شروع کیں' حضرت سہل نے کہا: کیا تم تالی بجانا جانتے ہو؟ وہ ہاتھ پر ہاتھ مارتے تھے اور حضرت ابوبکر اپنی نماز میں ادھر ادھر توجہ نہیں کرتے تھے' پس جب نمازیوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر متوجہ ہوئے تو دیکھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم صف میں کھڑے ہوئے تھے آپ نے حضرت ابوبکر کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ نماز پڑھاتے رہو' حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا' پھر الٹے پاؤں پیچھے لوٹ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کے عنوان میں مردوں کے

لیے سبحان اللہ کہنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہاں پر اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں اس حدیث کے آخر میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے نمازیوں سے فرمایا: تم اتنی زیادہ تالیاں کیوں بجا رہے تھے' جب کسی شخص کو نماز میں کوئی چیز بتانی ہو تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا' تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے' سو امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ اس مکمل حدیث کے اعتبار سے ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں بھی فقہاء احناف کی دلیل ہے کیونکہ اگر اصلاح نماز کے لیے نماز میں امام سے کلام کرنا جائز ہوتا تو صحابہ تالیاں نہ بجاتے بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہتے: آپ پیچھے آجائیں کیونکہ نبی ﷺ آچکے ہیں اور نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ مرد سبحان اللہ کہیں اس میں بھی یہ دلیل ہے کہ وہ نماز میں امام سے کلام نہ کریں صرف سبحان اللہ کہیں۔

٤ - بَابُ مَنْ سَمّٰى قَوْمًا' اَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى غَيْرِهٖ مُوَاجَهَةً' وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

جس نے نماز میں کسی کا نام لیا یا کسی کو بالمشافہ سلام کیا' اور جس کو سلام کیا اس کو علم نہ ہو

١٢٠٢ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ' عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ التَّحِيَّةَ فِي الصَّلٰوةِ' وَنُسَمِّيْ' وَيُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ' فَسَمِعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُوْلُوْا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ' وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ' اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ' اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ' فَاِنَّكُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عبد الصمد عبد العزیز بن عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابو وائل از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں سلام کرتے تھے اور نام لیتے تھے اور ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے' اس کو رسول اللہ ﷺ نے سن لیا تو آپ نے فرمایا: تم کہا کرو: تمام قولی عبادتیں اور بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں' اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں' ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' پس جب تم نے ایسا کر لیا تو تم نے آسمان اور زمین میں اللہ کے ہر نیک بندہ کو سلام کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں بھی یہ دلیل ہے کہ مسلمان نماز میں پہلے ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے' پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا اور یہ عمل منسوخ کر دیا گیا۔

٥ - بَابُ التَّصْفِيْقِ لِلنِّسَاءِ

تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے

١٢٠٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے' یعنی اگر امام کو اصلاح نماز کے لیے کسی بات پر متوجہ کرنا ہو تو نمازی کلام نہ کریں صرف سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔

۱۲۰۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از ابی حازم از سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تسبیح پڑھنا مردوں کے لیے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فِي صَلٰوتِهِ، أَوْ تَقَدَّمَ بِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ

جو شخص نماز میں پچھلے پیروں پر لوٹا یا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے آگے بڑھا

رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۰۵ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ يُونُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَمَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يُصَلِّي بِهِمْ، فَفَجَأَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ، فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ، فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى عَقِبَيْهِ، وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلٰوةِ، وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلٰوتِهِمْ، فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ أَتِمُّوا، ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ، وَأَرْخَى السِّتْرَ، وَتُوُفِّيَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' یونس نے کہا: الزہری نے بیان کیا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ مسلمان پیر کے دن فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے' پس اچانک انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ کھول دیا تھا' آپ نے مسلمانوں کی طرف دیکھا' وہ نماز کی صفوں میں تھے' آپ ہنستے ہوئے مسکرائے' حضرت ابوبکر اپنی ایڑیوں کی طرف لوٹے اور انہوں نے گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف نکلنے کا ارادہ فرما رہے ہیں اور مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سے جو خوشی ہوئی ہے اس میں وہ نماز کو توڑ دیں' آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو' پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے اور پردہ ڈال دیا اور اسی دن آپ وصال فرما گئے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۸۰ میں گزر چکی ہے' اس باب کی ابواب سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور ان سے کلام نہیں فرمایا۔

۷ - بَابُ إِذَا دَعَتِ الْأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلٰوةِ

جب ماں اپنے بیٹے کو نماز میں بلائے

۱۲۰۶ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَتِ امْرَأَةٌ ابْنَهَا وَهُوَ فِي صَوْمَعَةٍ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّي وَصَلٰوتِي قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّي وَصَلٰوتِي قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّي وَصَلٰوتِي قَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا يَمُوْتُ جُرَيْجٌ حَتّٰى يَنْظُرَ فِي وَجْهِ الْمَيَامِيْسِ. وَكَانَتْ تَأْوِي إِلٰى صَوْمَعَتِهِ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ فَقِيْلَ لَهَا مِمَّنْ هٰذَا الْوَلَدُ؟ قَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ قَالَ جُرَيْجٌ أَيْنَ هٰذِهِ الَّتِي تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِي؟ قَالَ يَا بَابُوْسُ مَنْ أَبُوْكَ؟ قَالَ رَاعِي الْغَنَمِ.

[اطراف الحدیث: ۲۴۸۲۔ ۳۴۳۶۔ ۳۴۶۶]

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن ھرمز' انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو ندا کی اور وہ اس وقت اپنے گرجے میں تھا' اس نے کہا: یا جریج! جریج نے (دل میں) کہا: اے اللہ! (ایک طرف) میری ماں ہے اور (دوسری طرف) میری نماز ہے' اس کی ماں نے کہا: یا جریج! جریج نے کہا: اے اللہ! میری ماں ہے اور میری نماز ہے' اس کی ماں نے کہا: یا جریج! اس نے کہا: میری ماں ہے اور میری نماز ہے' اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! جریج اس وقت تک نہ مرے حتیٰ کہ فاحشہ عورتوں کے چہرے (اس فتنہ کو) دیکھ لے' اور اس کے گرجے میں ایک چرواہی آتی تھی جو بکریوں کو چراتی تھی' اس نے بچہ جن دیا' اس سے پوچھا گیا: یہ کس کا بچہ ہے؟ اس نے کہا: یہ جریج سے ہے' جریج گرجے سے اترا' جریج نے کہا: وہ عورت کہاں ہے' جس کا یہ زعم ہے کہ اس کا بیٹا میرا ہے' جریج نے کہا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: بکریوں کا چرواہا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۵۰' الرقم المسلسل: ۶۳۸۸' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۹' شعب الایمان: ۷۸۷۹' مسند ابویعلیٰ: ۶۲۸۹' الادب المفرد: ۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۰۷۱۔ ج ۱۳ ص ۳۳۷۔ ۳۳۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) لیث بن سعد (۲) جعفر بن ربیعہ بن شرحبیل بن حسنہ القرشی (۳) عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۰۹)

اس سے پہلے کی احادیث میں یہ ذکر تھا کہ نماز میں دنیاوی باتیں کرنا جائز نہیں ہے' اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر ماں نماز میں اپنے بیٹے کو بلائے تو ماں کے بلانے پر نماز توڑ کر جانا جائز ہے یا نہیں۔

امام بخاری نے کتاب المظالم میں اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کا نام جریج تھا' وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں نے اس کو بلایا' اس نے آنے سے انکار کیا اور (دل میں) کہا: میں اس کے بلانے پر جاؤں یا نماز پڑھوں' اس کی ماں پھر آئی اور کہا: اے اللہ! اس وقت تک اس کی روح نہ قبض کرنا حتیٰ کہ یہ فاحشہ عورتوں کا منہ دیکھ لے اور جریج اپنے

گرجے میں عبادت کرتا تھا' ایک عورت نے کہا: میں ضرور جریج کو فتنہ میں ڈالوں گی' اس نے جریج کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرکے گناہ کے لیے کہا' جریج نے انکار کیا' وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے نفس پر قادر کیا' پس اس نے ایک بچے کو جنم دیا' اور لوگوں سے کہا: یہ جریج سے ہے' لوگ جریج کے پاس آئے اور اس کے گرجے کو توڑ ڈالا اور اس کو گرجے سے نکال کر اس کی مذمت کی' پھر جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھی' پھر اس نومولود بچے کے پاس جاکر کہا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے کہا: چرواہا ہے' لوگوں نے کہا: ہم تمہارا گرجا سونے کا بنا دیتے ہیں' جریج نے کہا: نہیں' تم صرف مٹی کا بنا دو۔ (صحیح البخاری: ۲۴۸۲)

جریج کے قصہ کے متعلق دیگر احادیث

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہد (پالنا یا پنگوڑہ) میں صرف تین (بچوں) نے کلام کیا ہے' (ایک) حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں' (دوسرا) بنی اسرائیل کا عابد تھا جس کا نام جریج تھا' اس نے گرجا بنایا جس میں وہ عبادت کرتا تھا' پس بنی اسرائیل میں جریج کی عبادت کا بہت چرچا ہوا' ان میں سے ایک فاحشہ عورت نے کہا: اگر تم چاہو تو میں اس کو فتنہ میں ڈال دوں' انہوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں' پس وہ عورت جریج کے پاس گئی اور اس کے در پے ہوئی' جریج نے اس کی طرف توجہ نہیں کی' پھر اس عورت نے ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قادر کیا' جو جریج کے گرجے کے پاس بکریاں چراتا تھا' وہ حاملہ ہوگئی اور اس نے ایک بچہ جن دیا' لوگوں نے پوچھا: یہ بچہ کس سے ہوا؟ اس نے کہا: جریج سے' پھر لوگ جریج کے پاس آئے' اس کو گرجے سے نکالا' اس کو گالیاں دیں اور زدوکوب کیا اور اس کے گرجے کو منہدم کر دیا' جریج نے پوچھا: تم نے یہ سب کیوں کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ تم نے اس فاحشہ عورت سے زنا کیا ہے اور اس نے بچہ جن دیا ہے' جریج نے پوچھا: وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ یہ ہے' پھر جریج کھڑا ہوا' اس نے نماز پڑھی اور دعا کی' پھر وہ بچہ کی طرف گیا اور اس کو انگلی چبھوئی' پھر کہا: اللہ کی قسم! اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: میں چرواہے کا بیٹا ہوں' پھر وہ لوگ تیزی سے جریج کی طرف آئے اور اس کو بوسے دینے لگے اور کہنے لگے: ہم آپ کے لیے سونے کا گرجا بنا دیتے ہیں' جریج نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے میرے لیے پہلے جیسا مٹی کا گرجا بنا دو۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۳۴۳۶' صحیح مسلم: ۲۵۵۰' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۹' شعب الایمان: ۷۸۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۰۷۱۔ ج ۱۳ ص ۲۳۵۔ ۲۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد المعروف بابن ابی الدنیا المتوفی ۲۸۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے' اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے: پھر وہ لوگ جریج کی طرف بڑھے' اس کو بوسے دینے لگے اور اس کے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

(موسوعہ ابن ابی الدنیا ج ۲ ص ۳۰۷' المکتبۃ العصریہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ بیان کرتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیکی کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بتایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جو اپنے گرجے میں عبادت کرتا تھا' اس کا نام جریج تھا' اس کی ماں تھی جو اس کے پاس آتی تھی' وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس سے باتیں کرتا تھا' ایک دن وہ اس کے پاس آئی تو وہ نماز پڑھ رہا تھا' اس نے اس کو آواز دی' اس نے اپنا سر اوپر اٹھا کر اور اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ کر اس کو اے جریج! اے جریج! کہہ کر تین مرتبہ آواز دی' ہر بار جریج یہ کہتا: اے میرے رب! میری ماں ہے اور میری نماز ہے' پس اس کی ماں غضب ناک ہوئی اور اس نے بددعا دی: اے اللہ! جریج اس وقت تک نہ مرے

جب تک فاحشہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے' اس شہر کے بادشاہ کی بیٹی بالغہ ہو کر حاملہ ہو گئی اور اس نے ایک بچہ جن دیا' لوگوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کس نے یہ کام کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ گرجے والا ہے جس کا نام جریج ہے' پھر جریج نے اپنے گرجے کی بنیاد میں پھاوڑے مارنے کی آوازیں سنیں' اس نے پوچھا: تم پر افسوس ہے یہ تم کیا کر رہے ہو؟ جب جریج نے یہ دیکھا تو وہ رسی پکڑ کر نیچے لٹک گیا' لوگوں نے اس کو زدوکوب کرنا شروع کیا اور کہا: تم ریاکار ہو اور لوگوں کو اپنے عمل سے دھوکا دیتے ہو' جریج نے کہا: تم پر افسوس ہے تمہیں کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس بستی کے بادشاہ کی بیٹی کو تم نے حاملہ کر دیا ہے' جریج نے پوچھا: اس لڑکی کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس نے بچہ جن دیا ہے' جریج نے پوچھا: کیا وہ بچہ زندہ ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! جریج نے کہا: اچھا میرے پاس سے جاؤ' لوگ چلے گئے' جریج نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر ایک درخت کے پاس گیا اور اس کی ایک شاخ توڑی' پھر اس نوزائیدہ بچے کے پاس آیا جو اپنے پالنے میں تھا' اور اس سے کہا: تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا باپ فلاں چرواہا ہے' لوگوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے لیے سونے کا گرجا بنا دیں اور اگر آپ چاہیں تو چاندی کا گرجا بنا دیں' جریج نے کہا: اس کو پہلے کی طرح بنا دو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۲۵۔ ۲۲۴' المعجم الکبیر: ۷۳۹۳' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۹' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی المفضل بن فضالہ ہے اس کی امام ابن حبان نے توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے' بہر حال اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۴۵)

اگر نمازی کو نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا والدین بلائیں تو وہ کیا کرے؟

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جریج کی شریعت میں نماز میں باتیں کرنا ممنوع نہیں تھا' اسی وجہ سے جب اس نے اپنی ماں کے بلانے پر جواب نہیں دیا تو اس کے خلاف اس کی ماں کی دعا قبول کی گئی' پہلے ہماری شریعت میں بھی نماز میں باتیں کرنا جائز تھا' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ○ (البقرۃ: ۲۳۸) اور اللہ کے لیے خاموش کھڑے رہو○

امام بخاری نے حضرت سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا' پس مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا' میں نے آپ کو جواب نہیں دیا' میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا:

اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ (الانفال: ۲۴) تم اللہ اور رسول کے بلانے پر چلے آؤ جب وہ تمہیں حیات آفریں چیز کی طرف بلائیں۔

(صحیح البخاری: ۴۶۴۷)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سعید بن المعلی کو نہ آنے پر زجر کرنا اسی وقت جائز تھا' جب نماز میں کلام مباح تھا' اور جب نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا تو کسی نماز کے لیے نماز توڑنا جائز نہیں ہے خواہ نماز میں اس کی ماں بلائے یا کوئی اور کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۵۴۶) اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کا حق ماں باپ کے حق پر مقدم ہے' لیکن فقہاء نے کہا ہے کہ وہ نماز میں تخفیف کرے اور ماں باپ کے بلانے پر چلا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث مرسل اس کے خلاف مروی ہے:

محمد بن المنکدر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہاری ماں تمہیں نماز میں بلائے تو اس کو جواب دو' اور

جب تمہارا باپ تمہیں بلائے تو اس کو جواب نہ دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۹۷ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محمد بن المنکدر کی جو حدیث ہے' فقہاء اس کے خلاف ہیں اور میرے علم میں مکحول کے سوا اس کا کوئی قائل نہیں ہے' اور ہو سکتا ہے اس کا یہ معنی ہو کہ جب تمہاری ماں تم کو نفل نماز میں بلائے تو سبحان اللہ کہہ کر اس کو جواب دو' اور جب تمہارا باپ تمہیں نفل نماز میں بلائے تو نماز کو مختصر کر کے سلام پھیرو' پھر اس سے کلام کرو اور جب تمہاری ماں تمہیں بلائے تو جلدی سے سبحان اللہ پڑھو اور سلام پھیر دو۔

المہلب نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص میں قوت ہو اور وہ عبادت میں شدت کو اختیار کرے تو یہ افضل ہے کیونکہ جریج نے اللہ کے حق کی رعایت کی اور عبادت میں خشوع کو لازم رکھا' اور اپنی ماں کو جواب دینے پر نماز کو ترجیح دی اور ماں کو جواب نہ دینے پر اللہ نے اس کو سزا دی اور اس کی بددعا کا اسے سامنا کرنا پڑا' پھر اللہ سے مناجات کرنے اور اس کے خشوع کا اس کو یہ صلہ دیا کہ بچہ کو کلام کرنے سے اس کی کرامت ظاہر فرمائی۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۹۷۔۱۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے اچھی شرح کی ہے' لیکن ان کا مطلقاً یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ جب نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا تو کسی کے لیے نماز کو توڑنا جائز نہیں خواہ اس کی ماں بلائے یا کوئی اور کیونکہ اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر بھی نماز چھوڑ کر آنا جائز نہیں ہے' حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اور الانفال: ۲۴ میں اس کا ذکر موجود ہے اور عام مسلمانوں کے بلانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ذکر کیے ہیں:

(۱) والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی بہت اہمیت ہے اور ماں کی دعا اور بددعا دونوں قبول ہوتی ہیں۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کسی مشکل میں مبتلا ہوں تو اللہ ان کے لیے مشکل سے نکلنے کی راہ پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا . (الطلاق: ۲) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے لیے نجات کی راہ بنا دیتا ہے۔

اور ان پر جو شدت اور سختی طاری ہوتی ہے اس سے ان کا اجر زیادہ ہوتا ہے۔

(۳) جب کوئی مشکل پیش آئے تو وضوء کر کے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

(۴) وضوء کرنا ہماری امت سے پہلی امتوں میں بھی مشروع اور معمول تھا۔

(۵) اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے' اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے' معتزلہ اس کے مخالف ہیں۔

(۶) بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں' یہی صحیح مذہب ہے۔

(علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۳ میں اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری ج ۴ ص ۶۱۵ میں اس کو نقل کیا ہے)۔

(۷) کرامات ہر قسم کے خوارق کو شامل ہیں' بعض لوگوں نے کہا: اس کا تعلق صرف دعا قبول ہونے کے ساتھ ہے' یہ غلط ہے اور

مشاہدہ کے خلاف ہے' بلکہ کرامات سے حقائق بدل جاتے ہیں اور کوئی چیز عدم سے وجود میں آ جاتی ہے۔

(صحیح مسلم بشرح نووی ج ۱۰ ص ۶۵۵۱' ۶۵۵۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

※ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۳۸۵-۶۳۸۵۔ ج ۷ ص ۳۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) نماز میں والدین کے بلانے پر نماز توڑ کر آنے کے متعلق فقہاء کے نظریات (۲) اولیاء اللہ کی کرامات کی تحقیق (۳) اولیاء اللہ پر مصائب اور مشکلات طاری ہونے کی حکمتیں (۴) وسیلہ کا لغوی معنی (۵) انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات (۶) حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سائلین کے وسیلہ سے دعا کی تلقین فرمانا (۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت دینا (۱۰) بعض ناشرین کا جامع ترمذی کے نسخوں سے "یا محمد" کو حذف کر دینا (۱۱) حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا (۱۲) حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا (۱۳) شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید' توثیق اور تصحیح (۱۴) طبرانی کی روایت مذکورہ کا دوسری روایت سے تعارض کا جواب (۱۵) توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات (۱۶) توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ (۱۷) توسل بعد وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ (۱۸) توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ (۱۹) انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست استمداد کے متعلق احادیث (۲۰) رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات (۲۱) امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر کے حوالوں سے عہد صحابہ میں ندائے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رواج (۲۲) ندائے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور توسل میں علماء دیو بند کا موقف (۲۳) ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف۔

۸ - بَابُ مَسْحِ الْحَصَا فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کنکریوں کو ہاتھ سے ہٹانا

۱۲۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُعَيْقِيْبٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ إِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو اپنے سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرتا ہے: اگر تم یہ کرنے والے ہو تو ایک دفعہ کرو۔

BUY NOW!

(صحیح مسلم: ۵۳۶' الرقم المسلسل: ۱۱۹۹' سنن ابوداؤد: ۹۴۶' سنن ترمذی: ۳۸۰' سنن نسائی: ۱۱۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۶' المنتقی: ۲۱۸' مسند ابوداؤد طیالسی: ۱۱۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۸۹۵' مشکل الآثار: ۱۳۳۱' المعجم الکبیر: ۸۲۶۔ ج ۲۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸۵۔ ۲۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۵۰۹۔ ج ۲۳ ص ۲۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۹۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' مسند الطحاوی: ۶۸۷۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) شیبان بن عبد الرحمان (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمان بن عوف (۵) معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی' یہ بنو عبد شمس کے حلیف ہیں' قدیم الاسلام ہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے محافظ تھے' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے ان کو بیت المال کا محافظ بنایا' ان کو جذام کا مرض ہو گیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اطباء کو جمع کیا تو مرض رک

گیا' یہ وہی ہیں جن کے ہاتھ سے حضرت عثمان رضی اللہ کے دورِ خلافت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۱۵)

سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق اختلافِ فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سجدہ کی جگہ سے نماز میں ایک مرتبہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کی رخصت دی گئی ہے' حضرت ابوذر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہم نے یہ رخصت دی ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نماز میں ایسا کرتے تھے' فقہاء تابعین میں سے ابراہیم نخعی اور ابوصالح کا یہی قول ہے۔

علامہ خطابی نے معالم السنن میں لکھا ہے کہ بہت سے علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے' صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت جابر رضی اللہ نے اس کو مکروہ کہا ہے اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری نے اور بعد کے علماء نے۔ (معالم السنن ج۱ ص ۲۰۱)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کی کراہت میں علماء کا اتفاق ہے کیونکہ یہ تواضع کے خلاف ہے اور نمازی کی نماز سے توجہ ہٹانے کا سبب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کی کراہت پر اتفاق نہیں ہے کیونکہ امام مالک اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور وہ نماز میں ایسا کرتے تھے اور تلویح میں مذکور ہے کہ متقدمین کی ایک جماعت اپنے سجدہ کی جگہ پر ایک مرتبہ کنکریوں پر ہاتھ پھیر کر ہٹاتی تھی اور ایک مرتبہ سے زیادہ کو وہ مکروہ کہتے تھے اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) ایک مرتبہ سے زیادہ ہاتھ پھیرنے کو حرام کہتے ہیں' ابن حزم نے کہا ہے کہ نمازی پر فرض ہے کہ وہ کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرے اور اس کو ترک کرنا افضل ہے لیکن نماز شروع کرنے سے پہلے سجدہ کی جگہ کو صاف کر لے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۱۶)

سجدہ گاہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ابوذر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے لہٰذا وہ کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۴۵' سنن ترمذی: ۳۷۹' سنن نسائی: ۱۱۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۹)

حضرت معیقیب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرو' اگر تم نے ضرور ایسا کرنا ہو تو ایک مرتبہ کنکریوں کو ہموار کر لو۔ (سنن ابوداؤد: ۹۴۶' سنن نسائی: ۱۱۹۱' سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۵)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے بلاضرورت کنکریوں کو چھوا یا ایک مرتبہ سے زیادہ کنکریوں کو چھوا تو اس نے لغو کام کیا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۲۱۔ ج ۲ ص ۱۱۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① حضرت معیقیب رضی اللہ ② حدیث سے حاصل شدہ فقہی احکام۔

۹ - بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِي الصَّلٰوةِ لِلسُّجُوْدِ

نماز میں سجدہ کے لیے کپڑا بچھانا

۱۲۰۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا غَالِبٌ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسٍ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ، فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ، بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ.

ہمیں غالب نے حدیث بیان کی از بکر بن عبد اللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت گرمی میں نماز پڑھتے تھے' جب ہم میں سے کوئی شخص زمین پر اپنا چہرہ نہ رکھ سکتا تو وہ (زمین پر) کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۳۸۵' میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں جو عمل کرنا جائز ہے

۱۲۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَمُدُّ رِجْلِي فِي قِبْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَرَفَعْتُهَا، فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو النضر از ابو سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ کی طرف ٹانگیں پھیلا لیتی تھی اور آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے' پس جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے اشارہ کرتے تو میں اپنی ٹانگیں سمیٹ لیتی' پس جب آپ کھڑے ہوتے تو میں ٹانگیں پھیلا لیتی۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۳۸۲' میں گزر چکی ہے۔

۱۲۱۰ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى صَلٰوةً، قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِي، فَشَدَّ عَلَيَّ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ عَلَيَّ، فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ فَذَعَتُّهُ، وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُوثِقَهُ إِلٰى سَارِيَةٍ حَتّٰى تُصْبِحُوا فَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي، (ص: ۳۵) فَرَدَّهُ اللّٰهُ خَاسِئًا. ثُمَّ قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ فَذَعَتُّهُ، بِالذَّالِ، أَيْ خَنَقْتُهُ، وَفَدَعَتُّهُ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يَوْمَ يُدَعُّونَ﴾ (الطور: ۱۳) أَيْ يُدْفَعُونَ، وَالصَّوَابُ فَدَعَتُّهُ، إِلَّا أَنَّهُ كَذَا قَالَ، بِتَشْدِيدِ الْعَيْنِ وَالتَّاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے نماز پڑھا کر فرمایا: بے شک شیطان میرے پاس آیا' پس مجھ پر حملہ کیا تاکہ میری نماز توڑ دے' پس اللہ نے مجھ کو اس پر قدرت دی' سو میں نے اس کو دھکا دیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کو (مسجد کے) کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ تم صبح کو اٹھ کر اس کو دیکھتے' پھر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی: "اے اللہ! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لیے سزاوار نہ ہو" (ص: ۳۵) پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ناکام لوٹا دیا' پھر النضر بن شمیل نے کہا ہے کہ یہ لفظ "فذعتہ" ذال کے ساتھ ہے یعنی میں اس کا گلا گھونٹ دوں اور "فدعتہ" اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے: "یوم یدعون" (الطور: ۱۳) یعنی جس دن ان کو دور کیا جائے گا اور صحیح لفظ "فدعتہ" یعنی عین اور تا پر تشدید ہے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۱ ۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابٌ إِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلٰوةِ جب نماز میں سواری بھاگ جائے

اس عنوان میں ''انفلتت'' کا لفظ ہے اس کا مصدر ''انفلات'' ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز سے چھٹکارا پانا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب نماز میں سواری رسی چھڑا کر بھاگ جائے تو نمازی کیا کرے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلٰوةَ.

اور قتادہ نے کہا: اگر چور نمازی کا کپڑا چرا لے تو وہ نماز چھوڑ دے۔

اس تعلیق کے مقارب یہ حدیث ہے:

معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے پوچھا: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ایک بچہ کنویں پر ہے اور اس کو خطرہ ہے کہ وہ کنویں میں گر جائے گا' کیا وہ نماز سے پھر جائے؟ قتادہ نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: وہ ایک چور کو دیکھتا ہے جو اس کا تیجر لے جانا چاہتا ہے؟ قتادہ نے کہا: وہ نماز سے پھر جائے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۳۲۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۱۱ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرُوْرِيَّةَ' فَبَيْنَا أَنَا عَلٰى جُرُفِ نَهَرٍ' إِذَا رَجُلٌ يُصَلِّي' وَإِذَا لِجَامُ دَابَّتِهِ بِيَدِهِ' فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهُ' وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا' قَالَ شُعْبَةُ هُوَ أَبُوْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ' فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ افْعَلْ بِهٰذَا الشَّيْخِ' فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ إِنِّيْ سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ' وَإِنِّيْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ غَزَوَاتٍ' أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ' أَوْ ثَمَانَ' وَشَهِدْتُ تَيْسِيْرَهُ' وَإِنِّيْ إِنْ كُنْتُ أَنْ أُرَاجِعَ مَعَ دَابَّتِيْ' أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا تَرْجِعُ إِلٰى مَأْلَفِهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازرق بن قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم الاھواز میں خوارج کے خلاف جہاد کر رہے تھے' جس وقت میں دریا کے کنارے پر تھا' اس وقت ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی سواری کی لگام اس کے ہاتھ میں تھی' سواری اس سے بھاگ رہی تھی اور وہ سواری کا پیچھا کر رہا تھا' شعبہ نے کہا: وہ شخص حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے' خوارج میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس بوڑھے کے ساتھ ایسا کر' جب وہ بوڑھا نماز سے فارغ ہو گیا تو اس نے کہا: میں نے تمہاری بات سن لی ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ غزوات میں شریک رہا ہوں اور آپ کی دی ہوئی آسانی اور سہولت پر میں حاضر تھا اور میں اپنی سواری کے ساتھ واپس جاؤں' یہ مجھ کو اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اپنی سواری کو چھوڑ کر جاؤں' یہ اپنی چراگاہ میں چرتی پھرے' یہ مجھ پر دشوار ہے۔

[طرف الحدیث: ۶۱۲۷] (صحیح ابن خزیمہ: ۸۶۲' المستدرک ج ۱ ص ۲۵۵' مسند ابو یعلیٰ: ۷۴۳۵' صحیح ابن حبان: ۲۳۱۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۷۷۰۔ ج ۳۳ ص ۱۷۔ ۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ازرق بن قیس الحارثی البصری (۴) حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ' ان کا نام

نضلہ بن عبید ہے' یہ قدیم الاسلام ہیں' یہ بصرہ چلے گئے تھے اور نیشاپور میں فوت ہو گئے تھے' ایک روایت ہے کہ یہ بجستان اور حرات کے درمیان جنگل میں فوت ہوئے تھے' خلیفہ بن خیاط نے کہا: یہ ۶۳ ھ میں خراسان میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۹)

''الاھواز'' اور ''الحروریۃ'' کا معنی

اس حدیث میں ''الاھواز'' کا ذکر ہے' یہ بصرہ اور فارس کے درمیان ایک جگہ ہے۔

اس میں ''الحروریۃ'' کا ذکر ہے' یہ حروراء کی طرف نسبت ہے' یہ ایک بستی کا نام ہے' الرشاطی نے کہا: یہ کوفہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے' محمد بن قدامہ الجوہری نے اپنی کتاب میں لکھا: یہ جنگ ۶۵ ھ میں ہوئی تھی' خوارج نے اہل بصرہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

نمازی کو اپنے مال یا سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی سواری بھاگ جائے تو وہ نماز کو توڑ دے اور سواری کا پیچھا کرے' امام مالک نے المختصر میں لکھا ہے: جس شخص کو اپنی سواری کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو یا کسی بچہ کو مرتا ہوا دیکھے وہ اپنی نماز توڑ دے' ابن القاسم نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ مسافر کی سواری بھاگ گئی اور اس کو اس کے گم ہونے کا خطرہ ہو یا بچہ کا خطرہ ہو یا کسی نابینا کے متعلق یہ خوف ہو کہ وہ کنویں میں یا آگ میں گر جائے گا یا اس کو یاد آیا کہ اس کا سامان ضائع ہو جائے گا تو یہ ایسا عذر ہے جس کی وجہ سے وہ نماز توڑ سکتا ہے' اور اگر وہ امام ہو تو نماز میں کسی کو خلیفہ بنا کر اپنی مہم پر چلا جائے۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے جو نماز توڑ کر اپنی سواری کا پیچھا کیا' اس میں فقہاء کے لیے یہ دلیل ہے کہ جس کو اپنے سامان یا اپنے مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو' اس کے لیے نماز کو توڑنا جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

١٢١٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ خَسَفَتِ الشَّمْسُ' فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ سُورَةً طَوِيلَةً' ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ' ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ' ثُمَّ اسْتَفْتَحَ بِسُورَةٍ أُخْرَى' ثُمَّ رَكَعَ حَتّٰى قَضَاهَا وَسَجَدَ' ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ فِي الثَّانِيَةِ' ثُمَّ قَالَ إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ' فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوا' حَتّٰى يُفْرَجَ عَنْكُمْ' لَقَدْ رَأَيْتُ فِي مَقَامِي هٰذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُهُ' حَتّٰى لَقَدْ رَأَيْتُ أُرِيدُ أَنْ آخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ حِينَ رَأَيْتُمُونِي جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ' وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا' حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ' وَرَأَيْتُ فِيهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ' وَهُوَ الَّذِي سَيَّبَ السَّوَائِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عروہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سورج کو گہن لگ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لمبی سورت پڑھی' پھر رکوع کیا' پس لمبا رکوع کیا' پھر رکوع سے سر اٹھایا' پھر دوسری سورت شروع کر دی' پھر رکوع کیا حتیٰ کہ اس کو پورا کر لیا اور سجدہ کیا' پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا' پھر فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم اس (گہن) کو دیکھو تو نماز پڑھو حتیٰ کہ تم سے کشادگی ہو جائے اور میں نے اپنی اس جگہ میں ہر اس چیز کو دیکھ لیا جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میں جنت کے انگور کے خوشہ کو پکڑے ہوئے ہوں' یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا اور میں نے جہنم کو دیکھا جس کا بعض اس کے بعض کو کھا رہا تھا اور میں نے عمرو بن لحی کو جہنم

میں دیکھا' اس نے عرب میں بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں (کو حرام قرار دینے) کی رسم نکالی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کا ذکر ہے اور اس کی عنوان سے قدرے مناسبت ہے۔

۱۲ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْبُزَاقِ وَالنَّفْخِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں تھوکنے اور پھونک مارنے کا جواز

وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُجُوْدِهٖ فِي كُسُوْفٍ.

اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف کے سجدہ میں پھونک ماری۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں قیام کیا۔ لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے' پھر آپ نے رکوع کیا' پس لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے سجدہ کیا اور لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی' پھر آپ نے سجدہ کے آخر میں پھونک ماری اور فرمایا: اُف اُف۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۴' سنن نسائی: ۱۴۸۱)

۱۲۱۳ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَيَّظَ عَلٰى اَهْلِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ اَحَدِكُمْ فَاِذَا كَانَ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَا يَبْزُقَنَّ اَوْ قَالَ لَا يَتَنَخَّعَنَّ. ثُمَّ نَزَلَ فَحَتَّهَا بِيَدِهٖ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا بَزَقَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْزُقْ عَلٰى يَسَارِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ میں بلغم پڑا ہوا دیکھا تو آپ مسجد والوں پر ناراض ہوئے اور فرمایا: بے شک اللہ تم میں سے ہر ایک کے سامنے ہوتا ہے' پس جب وہ (شخص) نماز میں ہو تو نہ تھوکے یا فرمایا: وہ بلغم نہ تھوکے' پھر آپ اترے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اس بلغم کو کھرچا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص تھوکے تو اپنی بائیں جانب تھوکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ شِمَالِهٖ تَحْتَ قَدَمِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے' پس وہ اپنے

الیُسْرٰی.

سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف لیکن اپنی بائیں طرف اپنے بائیں قدم کے نیچے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۲۱ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابُ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِنَ الرِّجَالِ فِي صَلٰوتِهٖ لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهٗ

جس مرد نے ناواقفیت سے اپنی نماز میں تالی بجائی تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی

فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کے ثبوت میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق مفصل حدیث صحیح البخاری: ۱۲۳۴ میں ہے۔

١٤ - بَابُ إِذَا قِيلَ لِلْمُصَلِّي تَقَدَّمْ أَوِ انْتَظِرْ فَانْتَظَرَ فَلَا بَأْسَ

جب نمازی سے کہا گیا: آگے بڑھو یا انتظار کرو اور اس نے انتظار کیا تو کوئی حرج نہیں ہے

١٢١٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ عَاقِدُوْا أُزْرِهِمْ عَلٰى رِقَابِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھتے تھے کہ انہوں نے اپنے تہ بند چھوٹے ہونے کی وجہ سے اپنی گردنوں پر باندھے ہوئے ہوتے تھے تو عورتوں سے کہا گیا کہ تم اس وقت تک اپنے سروں کو نہ اٹھایا کرو حتیٰ کہ مرد سیدھے بیٹھ جائیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۲ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابُ لَا يَرُدُّ السَّلَامَ فِي الصَّلٰوةِ

نمازی نماز میں سلام کا جواب نہ دے

١٢١٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کرتا تھا آپ مجھے سلام کا جواب دیتے تھے پس جب ہم (حبشہ سے) لوٹے تو میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا اور فرمایا: بے شک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۹۹ میں گزر چکی ہے۔

١٢١٧ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شِنْظِيرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ لَهُ، فَانْطَلَقْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مَا اللّٰهُ أَعْلَمُ بِهِ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي لَعَلَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَيَّ أَنِّي أَبْطَأْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي أَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الْأُولَى، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ، فَقَالَ إِنَّمَا مَنَعَنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ أَنِّي كُنْتُ أُصَلِّي، وَكَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، مُتَوَجِّهًا إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں کثیر بن شنظیر نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام سے بھیجا' میں گیا' پھر واپس آیا اور میں وہ کام کر چکا تھا' پس میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا' اس سے میرے دل میں اتنا رنج ہوا کہ اللہ ہی اس کو زیادہ جانتا ہے' میں نے دل میں کہا: شاید رسول اللہ ﷺ مجھ پر اس وجہ سے ناراض ہوئے ہیں کہ میں نے کام میں دیر کر دی۔ میں نے آپ کو پھر سلام کیا' آپ نے پھر مجھے جواب نہیں دیا' میرے دل میں اب پہلی مرتبہ سے زیادہ رنج ہوا' میں نے پھر سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب دیا' پھر فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ میں نماز پڑھ رہا تھا' اور آپ اپنی سواری پر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث میں کلام نفسی کا ثبوت ہے' کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دل میں کہا: شاید رسول اللہ ﷺ مجھ پر ناراض ہیں' اور اس حدیث میں غیر قبلہ کی طرف سواری پر نفل پڑھنے کا ثبوت ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ نمازی کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

١٦ - بَابُ رَفْعِ الْأَيْدِي فِي الصَّلَاةِ، لِأَمْرٍ نَزَلَ بِهِ

کسی پیش آمدہ امر پر نماز میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا

١٢١٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَلَغَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَاءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَحُبِسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ، وَقَدْ حَانَتِ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ، وَتَقَدَّمَ أَبُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ قباء میں بنو عمرو بن عوف کے درمیان کچھ رنجش ہے' آپ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے اپنے چند اصحاب کے ساتھ نکلے' پس رسول اللہ ﷺ کو تاخیر ہو گئی اور نماز کا وقت آ گیا' پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پس کہا: اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ کو تاخیر ہو گئی ہے اور نماز کا وقت آ چکا ہے تو آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو' پھر حضرت بلال

بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ، وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْحِ، قَالَ سَهْلٌ: التَّصْفِيْحُ هُوَ التَّصْفِيْقُ، قَالَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ يَأْمُرُهُ أَنْ يُصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدَهُ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهُ، حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ. وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيْحِ؟ إِنَّمَا التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ. ثُمَّ الْتَفَتَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ؟ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ أَبِيْ قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے نماز کی اقامت کہی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے اور لوگوں کے لیے اللہ اکبر کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کے درمیان چلتے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آئے' حتیٰ کہ (پہلی) صف میں کھڑے ہو گئے' پس لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں' حضرت سہل نے کہا: "تصفیح" کا معنی ہے: "تصفیق" (تالی بجانا)۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو وہ متوجہ ہوئے' پس ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا' پھر وہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے آ گئے حتیٰ کہ صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے' آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پس جب آپ نے نماز پڑھا دی تو آپ نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے' سو آپ نے فرمایا: اے لوگو! تمہیں کیا ہوا تھا جب تمہیں نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئی تو تم نے تالیاں بجانی شروع کر دیں' تالیاں بجانا تو صرف عورتوں کے لیے جائز ہے' جب کسی شخص کو نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئے تو وہ کہے: سبحان اللہ! پھر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے' پس فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں اشارہ کیا تھا تو تم کو نماز پڑھاتے رہنے سے کس نے منع کیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھانی شروع کر دیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا

١٢١٩ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نُهِيَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ. وَقَالَ هِشَامٌ وَأَبُوْ هِلَالٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ١٢٢٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے' اور ہشام اور ابوہلال نے کہا از ابن سیرین از حضرت ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

Buy Now!

۱۳۲۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نُهِيَ أَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: کسی (بھی) شخص کو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث اوّل کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) ہشام بن حسان ابوعبد اللہ القردوسی' یہ ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) ابوحلال محمد بن سلیم الراسبی' یہ ۱۶۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۷) عمرو بن علی الصیرفی الفلاس (۸) یحییٰ بن سعید القطان (۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۳۲-۴۳۱)

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہ

یہود اکثر اپنی کوکھ پر ہاتھ رکھتے تھے اس لیے مسلمانوں کو نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا تاکہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں اہل دوزخ اور شیطان کی مشابہت ہے' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ کہتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اس طرح یہود کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اسی طرح اہل دوزخ' دوزخ میں کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۹۱' دار الفکر' بیروت)

صالح مولیٰ التوأمہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو نماز میں مکروہ کہتے تھے اور کہتے تھے کہ شیطان اس پر حاضر ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسحاق بن عویمر بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: کوکھ پر ہاتھ رکھنا اہل دوزخ کے آرام کا طریقہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حمید بن ہلال نے کہا: نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا اس لیے مکروہ ہے کہ جب ابلیس کو جنت سے اتارا گیا تو وہ کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ قرار دیتی تھیں اور فرماتی تھیں: یہود کی مشابہت نہ کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۳۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۸ - بَابُ تَفَكُّرِ الرَّجُلِ الشَّيْءَ فِي الصَّلٰوةِ

کسی شخص کا نماز میں غور و فکر کرنا

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِنِّي لَأُجَهِّزُ جَيْشِي وَأَنَا فِي الصَّلٰوةِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک میں لشکر کو تیار کرتا ہوں اور اس وقت میں نماز میں ہوتا ہوں۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ ابو عثمان النہدی سے روایت کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۵۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسی کے موافق یہ اثر ہے:

عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بحرین کا جزیہ گنتا رہتا ہوں اور میں اس وقت نماز میں ہوتا ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۵۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عیاض الاشعری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں قراءت نہیں کی' حضرت ابوموسیٰ نے ان سے کہا: آپ نے قراءت نہیں کی' حضرت عمر نے حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: انہوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ نے سچ کہا ہے' حضرت عمر نے نماز دوبارہ پڑھائی' پھر فرمایا: جس نماز میں قرآن نہ پڑھا جائے وہ نماز نہیں ہوتی' میں نے شام کی طرف قافلہ بھیجا تھا' میں اس کے متعلق غور کر رہا تھا' اس وجہ سے مجھ سے قراءت رہ گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے قراءت کو ترک کرنے کی وجہ سے نماز دہرائی' نہ اس وجہ سے کہ وہ غور و فکر میں مستغرق ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۳۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۲۱ - حدثنا إسحاق بن منصور قال حدثنا روح قال حدثنا عمر' هو ابن سعيد' قال أخبرني ابن أبي مليكة' عن عقبة بن الحارث رضي الله تعالى عنه قال صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم العصر' فلما سلم قام سريعا' فدخل على بعض نسائه' ثم خرج' ورأى ما في وجوه القوم من تعجبهم لسرعته' فقال ذكرت وأنا في الصلوة تبرا عندنا' فكرهت أن يمسي' أو يبيت عندنا' فأمرت بقسمته.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر نے حدیث بیان کی جو ابن سعید ہیں' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی' پس جب آپ نے سلام پھیرا تو جلدی سے کھڑے ہو گئے اور اپنی بعض ازواج کے حجرے میں داخل ہوئے' پھر آپ نکل آئے' آپ نے جلدی کی وجہ سے نمازیوں کے چہروں پر تعجب کے آثار دیکھے تو آپ نے فرمایا: مجھے نماز میں یاد آیا کہ ہمارے پاس (کچھ) سونا ہے' سو مجھے ناپسند ہوا کہ وہ ہمارے پاس شام یا رات گزارے' پس میں نے اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۲۲ - حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث' عن جعفر' عن الأعرج قال قال أبو هريرة رضي الله تعالى عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أذن بالصلوة أدبر الشيطان له ضراط حتى لا يسمع التأذين' فإذا سكت المؤذن أقبل' فإذا ثوب أدبر' فإذا سكت أقبل' فلا يزال بالمرء

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر از الاعرج' انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے حتیٰ کہ وہ اذان نہیں سنتا' پس جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے' پھر جب اقامت

يَقُوْلُ لَهُ اذْكُرْ، مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتّٰى لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى. قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ. وَسَمِعَهُ أَبُوْ سَلَمَةَ مِنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر لیتا ہے' پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے' پھر مسلسل انسان سے کہتا رہتا ہے کہ فلاں چیز کو یاد کر' جس کو وہ یاد نہیں رکھتا تھا' حتیٰ کہ انسان کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی ہیں' ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص اس طرح کرے تو وہ بیٹھے ہوئے سہو کے دو سجدے کرے' اور ابوسلمہ نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ النَّاسُ أَكْثَرَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ، فَلَقِيْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَا قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ؟ فَقَالَ لَا أَدْرِيْ فَقُلْتُ أَلَمْ تَشْهَدْهَا؟ قَالَ بَلٰى، قُلْتُ لٰكِنْ أَنَا أَدْرِيْ، قَرَأَ سُوْرَةَ كَذَا وَكَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری' انہوں نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت احادیث بیان کرتے ہیں' میں ایک شخص سے ملا' میں نے اس سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ رات عشاء کی نماز میں کون سی سورت پڑھی تھی؟ اس نے کہا: مجھے پتا نہیں' میں نے کہا: تم عشاء کی نماز میں حاضر نہیں تھے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں' میں نے کہا: لیکن مجھے علم ہے آپ نے فلاں فلاں سورت پڑھی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کو یہ حدیث ''العمل فی الصلوٰۃ'' کے ابواب کے بجائے ''صلوٰۃ اللیل'' کے ابواب میں ذکر کرنی چاہیے تھی' بہر حال ''العمل فی الصلوٰۃ'' کے ابواب میں ۳۲ احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے ۶ معلق ہیں اور باقی موصول ہیں۔

الحمد للّٰہ رب العٰلمین! آج ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ/ ۱۱ مئی ۲۰۰۷ء' بروز جمعہ بعد نماز جمعہ ''العمل فی الصلوٰۃ'' کے ابواب مکمل ہو گئے' اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب السھو'' شروع ہو گی۔ الٰہ العٰلمین! جس طرح یہاں تک لکھوا دیا ہے' پوری کتاب مکمل کرا دے۔ (آمین)

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

۲۲ - كِتَابُ السَّهْوِ

سہو کا بیان

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ إِذَا قَامَ مِنْ رَكْعَتَيِ الْفَرِيضَةِ

سہو کے متعلق احادیث' جب آدمی فرض کی دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو جائے

سہو اور نسیان کی تحقیق

سہو کا معنی ہے: کسی چیز سے غفلت اور ذہن کا دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: بعض علماء نے سہو اور نسیان میں فرق کیا ہے اور یہ "لیس بشیء" (کچھ نہیں) ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۸۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: انہوں نے جو کہا ہے وہ "لیس بشیء" ہے' حقیقت یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں باریک فرق ہے' اور وہ یہ ہے کہ سہو میں شعور معدوم ہو جاتا ہے اور نسیان میں انسان کو شعور رہتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۳۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے سہو اور نسیان میں صحیح فرق نہیں لکھا' صحیح فرق یہ ہے:

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ لغت کے اعتبار سے سہو اور نسیان میں کوئی فرق نہیں ہے اور اصطلاح کے اعتبار سے ان میں فرق ہے' سہو کا معنی ہے: ضرورت کے وقت کسی چیز کا ذہن میں مستحضر نہ ہونا' جمع الجوامع میں مذکور ہے: سہو کا معنی ہے: معلوم سے غفلت' اور معمولی توجہ سے ذہن اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے' اور نسیان میں معلوم زائل ہو جاتا ہے' اور حکماء نے کہا ہے کہ سہو میں معلوم کی صورت حافظہ میں موجود ہوتی ہے اور مدرکہ سے زائل ہو جاتی ہے اور نسیان میں معلوم کی صورت حافظہ اور مدرکہ دونوں سے زائل ہو جاتی ہے اور اس کے حصول کے لیے دوبارہ کسب کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۷۱' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۱۲۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ' عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از ابن شہاب از عبد الرحمٰن الاعرج از حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کسی نماز کی دو

وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ، ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ، فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيمَهُ، كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ سَلَّمَ.

رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں' پس نمازی بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے' جب آپ نے اپنی نماز پوری کر لی تو ہم آپ کے سلام کے منتظر تھے' آپ نے سلام پھیرنے سے پہلے اللہ اکبر کہا' پھر بیٹھے ہوئے دو سہو کے سجدے کیے' پھر سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٢٩ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں:

فقہاء احناف کے مؤقف کے ثبوت میں سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کے متعلق احادیث

اس حدیث کے ظاہر سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز میں زیادتی ہو یا کمی' سجدۂ سہو نماز میں مطلقاً سلام سے پہلے کیا جائے گا' یہی امام شافعی کا صحیح مذہب ہے' اور امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور ثوری کا یہ مذہب ہے کہ نماز میں زیادتی ہو یا کمی سجدۂ سہو سلام کے بعد کیا جائے گا' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابن مسعود' حضرت عمار' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے' اور فقہاء تابعین میں سے النخعی' ابن ابی لیلیٰ اور حسن بصری کا یہی مؤقف ہے۔ ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی' اس میں کچھ زیادتی یا کمی کی' جب آپ نے سلام پھیر دیا تو آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ نمازیوں نے کہا: آپ نے اس طرح اس طرح نماز پڑھائی ہے' آپ نے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سہو کے سجدے کیے' پھر سلام پھیر دیا۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۴۰۱' صحیح مسلم: ۵۷۲)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی' پس تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا' پھر آپ اپنے گھر چلے گئے' پھر ایک شخص کھڑے ہوئے جن کا نام خرباق تھا اور ان کے ہاتھوں میں طول تھا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! پھر آپ کے نماز پڑھانے کی رکعات کا ذکر کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب میں اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے نکلے حتیٰ کہ نمازیوں تک پہنچے' پس آپ نے پوچھا: کیا یہ سچ کہہ رہے ہیں؟ نمازیوں نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے ایک رکعت پڑھائی' پھر سلام پھیر دیا' پھر آپ نے دو سجدے کیے' پھر سلام پھیر دیا۔ (صحیح مسلم: ۵۷۴' سنن ابوداؤد: ۱۰۱۸)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

الشعبی بیان کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی' پس وہ دو رکعت پڑھانے کے بعد کھڑے ہو گئے' پس نمازیوں نے سبحان اللہ کہا' اور انہوں نے بھی سبحان اللہ کہا' پس جب انہوں نے باقی نماز پڑھا دی تو سلام پھیرا' پھر بیٹھ کر دو سجدۂ سہو کیے' پھر ان کو یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طرح کیا تھا جس طرح انہوں نے کیا تھا۔

(سنن ترمذی: ۳۶۴' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۸)

اس حدیث میں بھی یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا۔

صالح بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک نماز پڑھی' اس میں ان

کو سہو ہو گیا' انہوں نے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا' پھر ہماری طرف مڑ کر کہا: سنو! میں نے اسی طرح کیا ہے جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (المعجم الاوسط: ٩٥١٢' مکتبۃ المعارف' ریاض' ١٤١٥ھ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس کو اپنی نماز میں شک ہو وہ صحیح چیز پر غور کر کے اپنی نماز پوری کرے' پھر سلام پھیر دے اور دو سجدۂ سہو کرے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ١٠٢٨' صحیح البخاری: ٤٠١' صحیح مسلم: ٥٧٢' سنن نسائی: ١٢٣٩' سنن ابن ماجہ: ١٢١١)

اس حدیث میں آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرنے کا حکم دیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو وہ سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔ (سنن ابوداؤد: ١٠٣٣' سنن نسائی: ١٢٣٧)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر سہو کے لیے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں

(المعجم الکبیر: ١٤١٢' سنن ابوداؤد: ١٠٣٨' سنن ابن ماجہ: ١٢١٩' مصنف عبد الرزاق: ٣٥٣٣' مسند احمد ج ٥ ص ٢٨٠)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صریح حکم ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیے جائیں۔

سلام سے پہلے یا بعد سجدۂ سہو کرنے میں مذاہب فقہاء

(١) فقہاء احناف کے نزدیک مطلقاً سلام کے بعد سجدۂ سہو کیے جائیں اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک مطلقاً سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیے جائیں۔

(٢) امام مالک کے نزدیک اگر نماز میں کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیے جائیں اور اگر نماز میں زیادتی ہو تو سلام کے بعد سجدۂ سہو کیے جائیں۔

(٣) امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جن صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیے ہیں' وہاں سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیے جائیں اور جن صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کے بعد سجدۂ سہو کیے ہیں' وہاں سلام کے بعد سجدۂ سہو کیے جائیں۔

(٤) ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف ان ہی صورتوں میں سجدۂ سہو کیا جائے جن صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدۂ سہو کیا ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف صرف اولویت میں ہے' اگر سلام سے پہلے بھی سجدہ کر لیا جائے تو فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٣٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

جن صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدۂ سہو کیا

(١) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے جیسا کہ حضرت ابن بحینہ کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ١٢٢٥)

(٢) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ حضرت ذوالیدین کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ١٢٢٧)

(٣) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں ہے۔ (صحیح مسلم: ٥٧٤)

(٤) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ رکعات پڑھیں جیسا کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ١٢٢٦)

(٥) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شک کی صورت میں سجدۂ سہو کیا جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری کی حدیث میں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٠٢٤)

١٢٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ

الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنِ اثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ، لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا قَضَى صَلوٰتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ.

بن سعید از عبد الرحمان الاعرج از حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور دو رکعت کے بعد نہیں بیٹھے جب آپ نے نماز پڑھ لی تو دو سجدے کیے پھر اس کے بعد سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۸۲۹' اور گزشتہ حدیث: ۱۲۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۲ - بَابٌ إِذَا صَلّٰى خَمْسًا

جب پانچ رکعات نماز پڑھیں

۱۲۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقِيلَ لَهُ أَزِيدَ فِي الصَّلوٰةِ؟ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ صَلَّيْتَ خَمْسًا، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعات پڑھا دیں' آپ سے پوچھا گیا: کیا اب نماز میں اضافہ ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: آپ نے پانچ رکعات نماز پڑھائی ہے' آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۴۰۱' میں گزر چکی ہے۔

۳ - بَابٌ إِذَا سَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْنِ، أَوْ فِي ثَلَاثٍ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ مِثْلَ سُجُودِ الصَّلوٰةِ أَوْ أَطْوَلَ

جب دو رکعت میں سلام پھیر دیا یا تین رکعت میں' پھر نماز کے سجدے کی طرح دو سجدے کیے یا زیادہ طویل

۱۲۲۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ الصَّلوٰةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَقَصَتْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ أَحَقٌّ مَا يَقُولُ؟ قَالُوا نَعَمْ. فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، قَالَ سَعْدٌ وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلّٰى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ، ثُمَّ صَلّٰى مَا بَقِيَ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، وَقَالَ هٰكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہمیں نبی ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی' پس سلام پھیر دیا' پھر آپ سے حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی؟ پس نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: آیا جو یہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے دو اور رکعت پڑھائیں' پھر (سہو کے) دو سجدے کیے' سعد نے کہا: اور میں نے عروہ بن الزبیر کو دیکھا' انہوں نے مغرب کی دو رکعت پڑھائیں' پھر سلام پھیر دیا اور کلام کیا' پھر باقی نماز پڑھائی اور (سہو کے) دو سجدے کیے اور کہا: اسی طرح نبی ﷺ نے کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے' رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کرنا تو یہ آپ کی خصوصیت تھی یا اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام مباح تھا۔

٤ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَشَهَّدْ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

جس نے سہو کے دو سجدوں میں تشہد نہیں پڑھا

وَسَلَّمَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدَا.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اور حسن بصری نے سلام پھیرا اور تشہد نہیں پڑھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور حضرت انس نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے' پھر وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور سلام نہیں پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۹۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ قَتَادَةُ لَا يَتَشَهَّدُ.

اور قتادہ نے کہا: تشہد نہ پڑھے۔

اس تعلیق کے موافق یہ اثر ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: سہو کے دو سجدوں میں نہ تشہد ہے نہ سلام ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۹۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٢٢٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ أَبِي تَمِيْمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ أَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھانے کے بعد (نمازیوں کی طرف) مڑ گئے تو آپ سے حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے' آپ نے دو اور رکعت پڑھائیں' پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پھر آپ نے اللہ اکبر کہا' پس آپ نے سجدہ کیا پہلے سجدہ کی مثل یا اس سے طویل' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ تَشَهُّدٌ؟ قَالَ لَيْسَ فِي حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ.

ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از سلمہ بن علقمہ' انہوں نے کہا: میں نے محمد سے پوچھا: کیا سہو کے دو سجدوں میں تشہد ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں نہیں ہے۔

٥ - بَابُ مَنْ يُكَبِّرُ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

١٢٢٩ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدٰى صَلٰوتَيِ الْعَشِيِّ، قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَكْثَرُ ظَنِّي الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ إِلٰى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا، وَفِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ، فَقَالُوْا أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ؟ وَرَجُلٌ يَدْعُوهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا الْيَدَيْنِ، فَقَالَ أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتْ؟ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ. قَالَ بَلٰى، قَدْ نَسِيتَ. فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ.

سجدۂ سہو میں تکبیر پڑھے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی' محمد نے کہا: میرا زیادہ گمان یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز تھی' آپ نے دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا' پھر آپ لکڑی کے ایک ستون کی طرف کھڑے ہو گئے جو مسجد کے اگلے حصہ میں تھا' آپ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا' اور نمازیوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے' وہ آپ سے کلام کرتے ہوئے ڈرے اور لوگ جلدی جلدی نکلے' پس لوگوں نے کہا: کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ اور ایک شخص جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذوالیدین کہتے تھے' انہوں نے کہا: کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کم ہوئی ہے' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! بے شک آپ بھول گئے ہیں' پس آپ نے دو رکعت پڑھائیں' پھر سلام پھیر دیا' پھر آپ نے اللہ اکبر کہا' پھر پہلے سجدہ کی مثل یا اس سے طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا' پھر آپ نے اپنا سر مبارک سجدہ میں رکھ دیا اور تکبیر کہی اور اپنے سجود کی مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا' پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور تکبیر کہی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٨٢ میں گزر چکی ہے۔

١٢٣٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسَدِيِّ، حَلِيفِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ، فَلَمَّا أَتَمَّ صَلٰوتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، فَكَبَّرَ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ، مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از الاعرج از حضرت عبد اللہ ابن بحینہ الاسدی' جو بنو عبد المطلب کے حلیف ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں کھڑے ہو گئے حالانکہ آپ کو بیٹھنا تھا' پس جب آپ نے نماز مکمل کی تو سہو کے دو سجدے کیے' پس ہر سجدہ کے لیے بیٹھے ہوئے تکبیر پڑھی سلام پھیرنے سے پہلے' اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دو سجدے کیے' آپ کو جو بیٹھنا تھا جس کو آپ بھول گئے تھے' اس کے لیے یہ دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۲۲۹ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ إِذَا لَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا، سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

١٢٣١ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الدَّسْتَوَائِيُّ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلٰوةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ الْأَذَانَ، فَإِذَا قُضِيَ الْأَذَانُ أَقْبَلَ، فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ، فَإِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ، حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُولُ اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا، مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ إِنْ يَدْرِي كَمْ صَلَّى، فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَحَدُكُمْ كَمْ صَلَّى، ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا، فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

جب یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں، تین یا چار تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے' حتیٰ کہ وہ اذان نہ سنے' پس جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے' پس جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر لیتا ہے' پس جب اقامت مکمل ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ انسان کے دل میں باتیں ڈالتا ہے اور کہتا ہے: فلاں چیز یاد کر اور فلاں چیز یاد کر جو اس کو یاد نہیں ہوتی' حتیٰ کہ آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی ہیں' پس جب تم میں سے کسی کو پتا نہ چلے کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت پڑھی ہیں تو وہ بیٹھے ہوئے (سہو کے) دو سجدے کرے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ السَّهْوِ فِي الْفَرْضِ وَالتَّطَوُّعِ

فرض اور نفل میں سہو ہونا

وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وِتْرِهِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وتر کے بعد دو سجدے کیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وتر کو سنت قرار دیتے تھے' اس کے باوجود انہوں نے وتر میں سہو ہونے پر سجدۂ سہو کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نفل میں بھی سجدۂ سہو کا وہی حکم تھا جو فرض میں تھا۔ اس تعلیق کے ثبوت میں حسب ذیل آثار ہیں:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

شعبی اور سعید بن جبیر نے کہا: نفل میں سجدۂ سہو ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۵' مجلس علمی' بیروت)

ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن المسیب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نوافل میں بھی اسی طرح دو سجدۂ سہو ہیں جس طرح فرائض میں ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٢٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّيْ ' جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ ' حَتّٰى لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى ' فَإِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ ' فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس پر اشتباہ ڈال دیتا ہے' حتیٰ کہ اس کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں' پس جب تم میں سے کوئی شخص اس کیفیت کو پائے تو وہ بیٹھے ہوئے دو (سہو کے) سجدے کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ إِذَا كُلِّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَأَشَارَ بِيَدِهٖ وَاسْتَمَعَ

جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس سے بات کی گئی تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور بات سنی

۱۲۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو ' عَنْ بُكَيْرٍ ' عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ ' وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ ' وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَزْهَرَ ' رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَرْسَلُوْهُ إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ' فَقَالُوْا اِقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا ' وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا إِنَّا اُخْبِرْنَا اَنَّكِ تُصَلِّيْنَهُمَا ' وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُمَا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ اَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا. قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ' فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِيْ بِهٖ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ ' فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ ' فَاَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا ' فَرَدُّوْنِيْ إِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا اَرْسَلُوْنِيْ بِهٖ إِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا ' ثُمَّ رَاَيْتُهُ يُصَلِّيْهِمَا حِيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ ' ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِيْ نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِيْ حَرَامٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ ' فَاَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ ' فَقُلْتُ قُوْمِيْ بِجَنْبِهٖ ' قُوْلِيْ لَهٗ تَقُوْلُ لَكَ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ ' وَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا؟ فَإِنْ اَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَاْخِرِيْ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از کریب کہ حضرت ابن عباس' حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا' پس انہوں نے کہا کہ تم حضرت عائشہ کو ہم سب کی طرف سے سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے متعلق سوال کرنا' اور ان سے کہنا کہ ہمیں معلوم ہوا کہ آپ یہ دو رکعت پڑھتی ہیں اور ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ ان دو رکعتوں سے منع کرتے تھے اور حضرت ابن عباس نے کہا: میں حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ مل کر لوگوں کو ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر مارتا تھا' کریب نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور جو پیغام دے کر انہوں نے مجھے بھیجا تھا' میں نے حضرت عائشہ کو وہ پیغام سنایا' حضرت عائشہ نے فرمایا: تم حضرت ام سلمہ سے پوچھو' میں نے ان حضرات کے پاس جا کر حضرت عائشہ کے جواب کی خبر دی' پھر انہوں نے مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہی پیغام دے کر بھیجا' جو پیغام دے کر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا تھا' پس حضرت ام سلمہ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے' پھر میں نے دیکھا کہ جب آپ عصر کی نماز پڑھتے تھے تو یہ دو رکعت بھی پڑھتے تھے' پھر آپ میرے پاس اس وقت آئے جب میرے

فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ، فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ، فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ. [طرف الحدیث: ۴۳۷۰]

پاس انصار میں سے بنی حرام کی خواتین بیٹھی تھیں‘ میں نے آپ کے پاس ایک باندی بھیجی‘ میں نے اس سے کہا کہ تم آپ کے پہلو میں کھڑی ہو جانا اور آپ سے کہنا: یا رسول اللہ! ام سلمہ آپ سے یہ عرض کرتی ہیں کہ میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور میں نے آپ کو یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے‘ پس اگر آپ اپنے ہاتھ سے اشارہ کریں تو تم پیچھے ہٹ جانا‘ پس اس باندی نے ایسا کیا‘ آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ باندی پیچھے ہٹ گئی‘ پس جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابو امیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد کی دو رکعت کے متعلق سوال کیا ہے‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس عبد القیس کا وفد آیا تھا‘ انہوں نے مجھے ظہر کے بعد دو رکعت پڑھنے سے مشغول رکھا‘ سو یہ وہ دو رکعت ہیں۔

حدیث مذکور سے دس مسائل کا استخراج

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی نے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل کا استخراج کیا ہے:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں حضرت ام سلمہ کی بات سنی‘ اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے لیے اثناء نماز میں کسی کی بات سننا جائز ہے۔

(۲) آپ نے نماز میں اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا‘ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عصر کے بعد کی دو رکعت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے سائل کو حضرت ام سلمہ کے پاس بھیج دیا کہ انہیں اس مسئلہ کا زیادہ علم ہے‘ اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی عالم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور اس کو علم ہو کہ دوسرے عالم کو اس کا زیادہ علم ہے تو وہ سائل کو اس کے پاس بھیج دے اور اس میں اہل علم کی فضیلت کا اعتراف ہے۔

(۴) کریب از خود حضرت ام سلمہ کے پاس نہیں گئے بلکہ ان کے پاس گئے جنہوں نے ان کو بھیجا تھا‘ اس سے معلوم ہوا کہ جس کو کسی کے پاس بھیجا جائے وہ از خود تصرف نہ کرے بلکہ وہ دیکھے کہ بھیجنے والے اسے دوسرے کے پاس بھیجتے ہیں یا نہیں۔

(۵) جب مصالح اور مہمات میں تعارض ہو جائے تو جو مصلحت اہم ہو اس کو مقدم کرے‘ آپ کے پاس عبد القیس کا وفد آیا جن کو اسلام کے احکام کی تعلیم دینی تھی اور آپ نے ظہر کی سنتیں بھی پڑھنی تھیں‘ لیکن اسلام کے احکام کی تعلیم زیادہ اہم تھی‘ اس لیے آپ نے اس کو مقدم کیا اور ظہر کی سنتوں کو مؤخر کر دیا۔

(۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی سے کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھنا‘ اس سے معلوم ہوا کہ سائل کو عالم کے آگے یا پیچھے نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ پہلو (جانب) میں بیٹھنا چاہیے‘ آگے اس لیے نہ بیٹھے کہ وہ ادب کے خلاف ہے اور پیچھے اس لیے نہ بیٹھے کہ پھر عالم کو اس کی طرف مڑنا پڑے گا۔

(۷) اس حدیث میں سنتوں کو قضاء کرنے کا ثبوت ہے‘ مگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنتیں گھر میں پڑھی تھیں‘ اس سے معلوم ہوا کہ سنن اور نوافل گھر میں پڑھنے چاہئیں۔

(۹) چند خواتین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے آئیں اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر میں تشریف فرما تھے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی خاتون سے ملنے کے لیے دیگر خواتین اس وقت بھی آ سکتی ہیں جب اس کا شوہر گھر پر ہو۔

(۱۰) حضرت ام سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا سبب دریافت کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی مسائل دریافت کرتی تھیں' اور حضرت ابن عباس وغیرہ نے اس مسئلہ کو معلوم کرنے کے لیے کریب کو حضرت عائشہ کے پاس پھر حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا' اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ازواج مطہرات سے دینی مسائل معلوم کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب عالم کا عمل اس کے قول کے خلاف ہو تو اس سے اس کا سبب معلوم کرنا چاہیے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا تھا اور آپ خود عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے' اس لیے حضرت ام سلمہ نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹۳- ۳۶۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹- بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں اشارہ کرنا

قَالَهُ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس کا ذکر کریب نے کیا از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس تعلیق کے موافق حدیث باب سابق میں گزر چکی ہے۔

۱۲۳۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مَعَهُ فَحُبِسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ بِلَالٌ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلٰوةُ فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ بِلَالٌ وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيقِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلٰوتِهِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ بنو عمرو بن عوف کے درمیان کچھ رنجش ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے نکلے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں تاخیر ہو گئی اور ادھر نماز کا وقت آ گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پس انہوں نے کہا: اے ابوبکر! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں تاخیر ہو گئی اور نماز کا وقت آ گیا ہے' پس آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو' پس حضرت بلال نے اقامت کہی' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے' پس لوگوں کے لیے اللہ اکبر کہا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے' آپ صفوں میں چلتے ہوئے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں کھڑے ہو گئے' پھر لوگ تالیاں بجانے لگے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں ادھر ادھر التفات نہیں کرتے تھے' پھر جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں

وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُهُ أَنْ يُصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللهَ، وَرَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيقِ، إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللهِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِينَ يَقُولُ سُبْحَانَ اللهِ إِلَّا الْتَفَتَ، يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِينَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بجائیں تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہیں' پس رسول اللہ ﷺ نے ان کو اشارہ سے یہ حکم دیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے پس اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے لوٹے' حتیٰ کہ صف میں کھڑے ہو گئے' پھر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھ گئے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پس جب آپ فارغ ہو گئے تو نمازیوں کی طرف مڑے پس فرمایا: اے لوگو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں نماز میں کوئی چیز اچانک پیش آ جائے تو تم تالیاں بجاتے ہو' تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے جائز ہے' جس شخص کو اس کی نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آ جائے تو اس کو سبحان اللہ کہنا چاہیے' کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ متوجہ ہوگا' اے ابوبکر! جب میں نے تم کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تھا تو تم کو نماز پڑھاتے رہنے سے کس نے منع کیا تھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھاتا رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۳۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ تُصَلِّي قَائِمَةً وَالنَّاسُ قِيَامٌ فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ آيَةٌ؟ فَقَالَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثوری نے حدیث بیان کی از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' انہوں نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور وہ کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں اور نمازی کھڑے ہوئے تھے' میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ تو حضرت عائشہ نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا' میں نے پوچھا: یہ کوئی علامت ہے؟ تو انہوں نے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۳۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ بیمار تھے تو آپ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر

جَالِسٌ، وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا.

نماز پڑھی' اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائیں' پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۸ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب السہو'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین! آج ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ/ ۱۳ مئی ۲۰۰۷ء بہ روز اتوار بعد از نماز ظہر ''کتاب سجود السہو'' مکمل ہو گئی اس کتاب میں ۱۹ احادیث مرفوعہ ہیں اور ۲ احادیث معلقہ ہیں۔ الٰہ العلمین! اس شرح نعمۃ الباری کو مکمل فرما' اس کو قبول عام عطاء فرما اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور احباب کی' قارئین اور جملہ مؤمنین کی مغفرت فرما۔ (آمین)

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

۲۳- كِتَابُ الْجَنَائِزِ

جنائز کا بیان

یہ کتاب جنائز کے احکام میں ہے' جنائز' جنازہ کی جمع ہے' جنازہ اس تخت کو کہتے ہیں جس پر میت ہو' امام بخاری نے نماز اور زکوٰۃ کے احکام کے درمیان میت کے احکام بیان کیے ہیں' اس کتاب میں میت کو غسل دینے' اس کو کفن پہنانے' اس کی نماز جنازہ پڑھنے اور اس کو دفن کرنے کے احکام کے متعلق احادیث کو ذکر کیا جائے گا۔

اسلام میں نماز جنازہ کا آغاز ہجرت کے پہلے سال ماہ شوال میں ہوا۔ حافظ ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ اور حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں ہجرت کے سات مہینے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۵' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۲۹) امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسعد بن زرارہ کی نماز جنازہ پڑھائی' اور ان کو سب سے پہلے بقیع میں دفن کیا گیا۔ (طبقات کبریٰ ج ۳ ص ۴۵۹) حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ امام بغوی نے کہا ہے: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ہجرت کے بعد صحابہ میں جو سب سے پہلے فوت ہوئے' وہ حضرت اسعد بن زرارہ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۱- بَابٌ فِي الْجَنَائِزِ' وَمَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

جس کا آخری کلام ہو: ''لا الہ الا اللہ''

یعنی جس کا دنیا سے نکلتے وقت آخری کلام ہو: ''لا الہ الا اللہ'' اس عنوان کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا آخری کلام ''لا الہ الا اللہ'' ہو' وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۱۶' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۳' المستدرک ج ۱ ص ۳۵۱)

امام ابن حبان کی روایت میں ہے: جس کا موت کے وقت آخری کلام ''لا الہ الا اللہ'' ہو' وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح ابن حبان: ۷۱۹-۷۱۹)

الٰہ العٰلمین! موت کے وقت ہماری زبان پر کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' جاری فرما دینا۔ (آمین)

وَقِيلَ لِوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَلَيْسَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ بَلَىٰ' وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ' فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ' وَإِلَّا

اور وہب بن منبہ سے کہا گیا: کیا ''لا الہ الا اللہ'' جنت کی چابی نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں' اگر تم دندانے والی چابی لائے تو (جنت کا تالا)

لَمْ يُفْتَحْ لَكَ. کھول دیا جائے گا ورنہ نہیں کھولا جائے گا۔

اس تعلیق کی اصل امام بیہقی کی کتاب میں ہے' وہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وہب بن منبہ سے کہا: کیا ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' جنت کی چابی نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! اے میرے بھتیجے! لیکن (یہ بات یاد رکھو کہ) ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں' پس جو شخص دندانے والی چابی لائے گا' اس کے لیے دروازہ کھلے گا اور جو ایسی چابی نہیں لائے گا' اس کے لیے دروازہ نہیں کھلے گا۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۱۱۰-۱۰۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اس چابی کے دندانے فرائض اور واجبات کو ادا کرنا ہے' اور اللہ تعالیٰ کی معصیت سے اجتناب کرنا ہے' تاہم اگر کسی نے اس میں کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کی مغفرت ہو جائے گی' ورنہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا۔

۱۲۳۷ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ' عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ' عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِيْ آتٍ مِنْ رَبِّيْ' فَأَخْبَرَنِيْ' أَوْ قَالَ بَشَّرَنِيْ' أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِيْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قُلْتُ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ.

[اطراف الحدیث: ۱۲۳۷-۲۳۸۸-۳۲۲۲-۵۸۲۷-۶۲۶۸-۶۴۴۳-۶۴۴۴-۷۴۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں واصل الاحدب نے حدیث بیان کی از المعرور بن سوید از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کی طرف سے آنے والا آیا' پس اس نے مجھے خبر دی یا فرمایا: مجھے بشارت دی کہ جو شخص میری امت میں سے اس حال میں مرا کہ وہ اللہ سے بالکل شرک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا' میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔

(صحیح مسلم: ۹۴' الرقم المسلسل: ۲۶۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۳۶۶' ج ۳۵ ص ۳۰۷' مؤسسة الرسالة' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۳۹۳' مکتبة الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۷۳۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابو سلمہ المنقری التبوذکی (۲) مہدی بن میمون المعولی الازدی (۳) واصل بن حیان (۴) المعرور بن سوید (۵) حضرت ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵)

مرتکب کبیرہ کے متعلق اہل سنت کا موقف

اس حدیث میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ مرتکب کبیرہ کی مغفرت ہو سکتی ہے اور مسلمان بہر حال جنت میں داخل ہوں گے' اگر ان کے گناہوں کی ابتداءً مغفرت نہیں ہوئی تو بعد میں مغفرت ہو جائے گی اور وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۰- ج ۱ ص ۵۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: کیا صرف لا الٰہ الا اللہ کہہ لینا نجات کے لیے کافی ہے۔

١٢٣٨ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ. وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

[اطراف الحدیث: ٤٤٩٧-٦٦٨٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک کرتے ہوئے مر گیا وہ دوزخ میں داخل ہوگا' اور میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کیا' وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح ابن حبان: ٢٥١' حلیۃ الاولیاء ج ٤ ص ٢٢٨' مسند الحمیدی ج ١ ص ٦٤' ٣٧٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٥٥٢' ج ٦ ص ١٢' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عمر بن حفص النخعی (٢) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق (٣) سلیمان الاعمش (٤) شقیق بن سلمہ (٥) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٧)

٢ - بَابُ الْأَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

جنازے کے ساتھ جانے کا حکم

١٢٣٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ ابْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ، وَرَدِّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَنَهَانَا عَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ، وَخَاتَمِ الذَّهَبِ، وَالْحَرِيْرِ، وَالدِّيْبَاجِ، وَالْقَسِّيِّ، وَالْإِسْتَبْرَقِ.

[اطراف الحدیث: ٢٤٤٥-٥١٧٥-٥٦٣٥-٥٦٥٠-٥٨٣٨-٥٨٤٩-٥٨٦٣-٦٢٢٢-٦٢٣٥-٦٦٥٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث' انہوں نے کہا: میں نے معاویہ بن سوید بن مقرن سے سنا از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا: ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے کا' مریض کی عیادت کرنے کا' دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا' مظلوم کی مدد کرنے کا' قسم پوری کرنے کا' سلام کا جواب دینے کا اور چھینک لینے والے کو دعا دینے کا حکم دیا' اور ہم کو چاندی کے برتن استعمال کرنے سے' سونے کی انگوٹھی پہننے سے' ریشم' دیباج' قسی اور استبرق پہننے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ٢٠٦٦' الرقم المسلسل: ٥٢٩٠' سنن ترمذی: ٢٨٠٩' سنن نسائی: ١٩٣٩' سنن ابن ماجہ: ٢١١٥' سنن نسائی: ١٩٣٩' مشکل الآثار: ٦٧٧' سنن کبریٰ ج ١ ص ٣٧٧' شعب الایمان: ٨٧٥٦' شرح السنۃ: ١٤٠٦' مسند احمد ج ٤ ص ٢٨٤ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٥٠٤' ج ٣٠ ص ٤٩٣' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٦٥٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٧٣٣)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابو الولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) الاشعث بن سلیم بن الاسود المحاربی' یہ ١٢٥ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) معاویہ بن سوید بن مقرن (٥) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٨)

جنازہ کے فقہی احکام

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو پہلا حکم دیا گیا ہے وہ جنازوں کے ساتھ جانا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے' جنازہ کے ساتھ جانے کا معنی ہے: جنازہ کو اٹھانا اور ایک دوسرے سے کندھا بدلنا' یہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں پر واجب ہے' جنازہ کی اتباع کرنے کی تین اقسام ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ فقط اس کی نماز پڑھی جائے' اس پر ایک قیراط اجر ملتا ہے' جو میزان میں احد پہاڑ کے برابر ہوگا' دوسری قسم یہ ہے کہ وہ جنازہ کے ساتھ جائے اور دفن تک اس کے ساتھ رہے' اس میں دو قیراط اجر ملتا ہے' اور تیسری قسم یہ ہے کہ اس کی موت کے وقت خود کلمہ پڑھے تاکہ مرنے والے کا ذہن بھی کلمہ پڑھنے کی طرف متوجہ ہو' اسی طرح ہمارے نزدیک جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱)

جنازہ کے آگے یا پیچھے چلنے کے متعلق احادیث اور مذاہب فقہاء

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' وہ اس وقت اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے' حضرت ابو سعید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلام کیا' انہوں نے ان کے سلام کا جواب دیا' حضرت ابو سعید نے کہا: اے ابو الحسن! مجھے یہ بتایئے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے یا جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے؟ حضرت علی نے اپنی آنکھوں کے درمیان اپنے ماتھے پر شکن ڈال کر کہا: سبحان اللہ! تم جیسا شخص اس مسئلہ کو پوچھ رہا ہے؟ حضرت ابو سعید نے کہا: ہاں! مجھ جیسا شخص آپ جیسے شخص سے یہ مسئلہ معلوم کر رہا ہے' حضرت علی نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! جنازہ کے پیچھے چلنے والے کی فضیلت جنازہ کے آگے چلنے والے پر ایسی ہے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر ہے' حضرت ابو سعید نے کہا: اے ابو الحسن! کیا آپ اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں یا آپ نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' حضرت علی غضب ناک ہوئے اور فرمایا: سبحان اللہ! اے ابو سعید! کیا اس قسم کی بات میں اپنی رائے سے کہوں گا؟ نہیں! بلکہ میں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد بار سنا ہے' ایک دفعہ یا دو دفعہ یا تین دفعہ نہیں بلکہ سات مرتبہ سنا ہے' حضرت ابو سعید نے کہا: اللہ کی قسم! میں ایک انصاری کے جنازہ میں حاضر ہوا' اس کے جنازہ میں حضرت ابو بکر' حضرت عمر اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تھے' میں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ جنازہ کے آگے چل رہے تھے' حضرت علی ہنسے اور پوچھا: تم نے خود ان کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا؟ حضرت ابو سعید نے کہا: ہاں! حضرت علی نے کہا: اگر تمہارے علاوہ کوئی اور مجھ سے یہ کہتا تو میں اس کی تصدیق نہ کرتا' لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ جھوٹ بولنا تمہاری شان نہیں ہے! اللہ ان دونوں کی مغفرت فرمائے' اس امت میں سب سے افضل ابو بکر بن ابی قحافہ اور عمر بن الخطاب تھے' پھر اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ اب کہاں ہیں' اور اگر میں ان کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھ لیتا تو ان کو منع کرتا' وہ دونوں خوب جانتے تھے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا جنازہ کے آگے چلنے سے اس طرح افضل ہے جس طرح فرض نماز نفل نماز سے افضل ہے اور ان دونوں نے اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا تھا جس طرح میں نے سنا تھا' لیکن انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ لوگ جمع ہوں اور تنگ ہوں' پس انہوں نے جنازہ کے آگے چلنے کو اختیار کیا تاکہ وہ لوگوں کو آسانی مہیا کریں' اور وہ جانتے تھے کہ ان کی اقتداء کی جاتی ہے' اس وجہ سے وہ جنازہ کے آگے چلے' حضرت ابو سعید نے کہا: اے ابو الحسن! یہ بتایئے کہ اگر میں جنازہ پر حاضر ہوں تو کیا میرا جنازہ کو اٹھانا واجب ہے؟ حضرت علی نے کہا: نہیں! یہ بہتر ہے' جو چاہے اس کو اٹھائے اور جو چاہے ترک کر دے۔ الحدیث

(مصنف عبد الرزاق: ۶۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

العزیز اور نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جنازہ کے آگے چلنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: تم جنازہ کو رخصت کرنے والے ہو' خواہ تم اس کے آگے چلو خواہ پیچھے چلو خواہ اس کی دائیں طرف چلو خواہ اس کی بائیں طرف چلو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: جنازہ متبوع ہے تابع نہیں' جو جنازہ کے آگے چلا وہ جنازہ کے ساتھ نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۶۲۹۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸' سنن ابوداؤد: ۳۱۸۴' سنن ترمذی: ۱۰۱۱' سنن ابن ماجہ: ۱۴۸۴)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اہل علم اور دیگر کا یہ مذہب ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے' سفیان ثوری اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ جنازہ کے آگے چلتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۷۹' سنن ترمذی: ۱۰۰۷' سنن نسائی: ۱۹۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۸)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

جنازہ کے آگے چلنے میں اہل علم کا اختلاف ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم اور دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۲۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس حدیث کا وہی محمل ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

دعوت کو قبول کرنے' قسم پوری کرنے' مظلوم کی مدد کرنے' چھینک والے کو دعا دینے اور سلام کا جواب دینے' سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے اور ریشم پہننے کے فقہی احکام

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رہا دعوت کو قبول کرنے کا حکم تو اگر وہ دعوت ولیمہ ہو تو جمہور علماء اس کے قبول کرنے کو فرض قرار دیتے ہیں اور جو شخص روزہ دار نہ ہو اس پر اس طعام کے کھانے کو واجب قرار دیتے ہیں بہ شرطیکہ وہ کھانا جائز آمدنی سے ہو اور اس تقریب میں کوئی غیر شرعی امر نہ ہو' اس کے علاوہ جو دعوات ہوں ان کے قبول کرنے کو علماء حسن معاشرت کی وجہ سے مستحب قرار دیتے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے لکھا ہے کہ ولیمہ کو قبول کرنا سنت ہے اور اس کو قبول کرنا افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: رہا مظلوم کی مدد کرنا تو وہ انسان کی قدرت اور طاقت کے مطابق اس پر فرض ہے۔

کسی کی قسم کو پورا کرنا مستحب ہے جب کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ اس کا بھائی فلاں کام کرے گا اور اس کام میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ کام کرے تاکہ وہ شخص اپنی قسم میں سچا ہو جائے' اور یہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔

سلام کا جواب دینا امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک فرض عین ہے۔ (واضح رہے کہ احناف کے نزدیک سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ ائمہ ثلاثہ چونکہ فرض اور واجب میں عموماً فرق نہیں کرتے اس لیے علامہ ابن بطال نے فرض عین لکھ دیا۔ سعیدی غفرلہ)

جس شخص کو چھینک آئے تو اس کو دعا دینا سنت ہے' یعنی جب کسی کو چھینک آئے اور وہ "الحمد للہ" کہے تو اس کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا سنت ہے۔

چاندی اور سونے کے برتنوں میں پانی پینا اور ان کو استعمال کرنا مردوں اور عورتوں پر حرام ہے اور سونے کی انگوٹھی پہننا خاص طور پر مردوں پر حرام ہے۔

خالص ریشم مردوں پر حرام ہے البتہ جنگ اور دواء کے طور پر مردوں کے لیے جائز ہے اور عورتوں کے لیے ریشم حلال ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۳۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۲۴۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ. تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. وَرَوَاهُ سَلَامَةُ عَنْ عُقَيْلٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از الاوزاعی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا' مریض کی عیادت کرنا' جنازوں کے ساتھ جانا' دعوت کو قبول کرنا اور چھینک لینے والے کو جواب دینا۔ عمرو بن سلمہ کی متابعت عبد الرزاق نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' اور اس حدیث کو سلامہ نے عقیل سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث: ۱۲۳۹' شرح صحیح مسلم: ۵۲۷۳۔ ج ۶ ص ۳۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں: (۱) کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ (۲) مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل (۳) سونے' چاندی کے بٹن اور دیگر مسائل۔

۳ - بَابُ الدُّخُولِ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ إِذَا أُدْرِجَ فِي كَفَنِهِ

جب میت کو کفن میں لپیٹ دیا جائے تو پھر اس کے پاس آنا

۱۲۴۱' ۱۲۴۲ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ وَيُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى فَرَسِهِ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ، حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ، فَكَشَفَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے معمر اور یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سنح میں واقع اپنے گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے' حتیٰ کہ مسجد میں ٹھہرے' پھر کسی شخص سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا' اس وقت آپ ایک سوتی چادر میں لپٹے ہوئے تھے' حضرت ابوبکر نے آپ کے چہرے کو کھولا' پھر آپ پر

وَجْهِهٖ، ثُمَّ اَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهٗ، ثُمَّ بَكٰى فَقَالَ بِاَبِیْ اَنْتَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ، لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، اَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِیْ كُتِبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا. قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ فَاَخْبَرَنِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَرَجَ وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُكَلِّمُ النَّاسَ، فَقَالَ اجْلِسْ، فَاَبٰى فَقَالَ اجْلِسْ فَاَبٰى فَتَشَهَّدَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَمَالَ اِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَا يَمُوْتُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ. اِلٰى. الشّٰكِرِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۴۴) وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الْاٰيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ، فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ اِلَّا يَتْلُوْهَا.

[اطراف الحدیث: (حدیث: ۱۲۴۱) ۳۶۶۷-۳۴۵۳-۴۴۵۵-۵۷۱۰، (حدیث: ۱۲۴۲) ۳۶۶۸-۳۶۷۰-۴۴۵۳-۴۴۵۴-۴۴۵۷-۵۷۱۱]

جھک کر آپ کے چہرے کو بوسا دیا' پھر رونے لگے' پس کہا: آپ پر میرے باپ فدا ہوں' اے اللہ کے نبی! اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' رہی وہ موت جو اللہ نے آپ کے لیے لکھ دی تھی سو اس موت کو آپ پا چکے ہیں۔ ابوسلمہ نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نکل گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے' حضرت ابوبکر نے کہا: بیٹھ جائیں' پس انہوں نے انکار کیا' انہوں نے پھر کہا: بیٹھ جائیں' انہوں نے انکار کیا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا' تو لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور حضرت عمر کو چھوڑ دیا' پس حضرت ابوبکر نے کہا: بعد حمد وصلوٰۃ کے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم میں سے جو شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو موت آ گئی اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے' اس کو موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں' "الشّٰکرین" تک۔ (آل عمران: ۱۴۴) اور اللہ کی قسم! لوگوں کو یوں لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ابھی نازل کیا ہے حتیٰ کہ اس آیت کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تلاوت کی اور لوگوں نے حضرت ابوبکر سے سن کر اس آیت کو یاد کیا' پس جس بشر نے بھی اس آیت کو سنا وہ اس کی تلاوت کر رہا تھا۔

(سنن نسائی: ۱۸۴۰' سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۷' صحیح ابن حبان: ۶۶۲۰' مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۸۶۴۔ ج ۴۱ ص ۳۵۶ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

BUY NOW

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد السختیانی المروزی' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) معمر بن راشد (۴) یونس بن یزید (۵) محمد بن مسلم الزہری (۶) ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمان بن عوف (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹)

میت کا چہرہ کھولنا' میت کو بوسا دینا اور میت پر آنسوؤں سے رونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ میت کے چہرے سے کپڑا کھولنا جائز ہے' بہ شرطیکہ اس میں کوئی ناگوار چیز نہ ہو اور اس میں میت کے چہرے کو بوسا دینے کا ثبوت ہے' امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ

ﷺ حضرت عثمان بن مظعون پر داخل ہوئے' ان پر جھکے' پس ان کو بوسا دیا' پھر روئے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آنسو آپ کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۷۰۵)

اور اس حدیث میں میت پر رونے کا ثبوت ہے جب کہ آواز بلند نہ کی جائے۔

رہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' واللہ اعلم! اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب وغیرہ نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو موت نہیں آئی' وہ عنقریب اٹھیں گے اور لوگوں کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ ڈالیں گے' پس حضرت ابوبکر نے یہ ارادہ کیا کہ اللہ آپ پر دنیا میں دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا بایں طور کہ اس موت کے بعد پھر آپ کو زندہ کرے اور پھر آپ پر موت کو طاری کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابوبکر کے اس قول کی توجیہ: اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

زیادہ شدید اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا' اس اشکال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر نے اپنے اس قول سے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جن کا یہ زعم تھا کہ آپ عنقریب زندہ ہو کر لوگوں کے ہاتھ کاٹ دیں گے کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو لازم آئے گا کہ آپ پر دوسری بار موت آتی تو حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ تعالیٰ اس سے بہت کریم ہے کہ آپ کے اوپر دو موتوں کو جمع کرے جیسا کہ ان لوگوں پر دوبار موت آئی جن کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ. (البقرہ: ۲۴۳)

کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ' پھر ان کو زندہ کر دیا۔

یہ گزشتہ کسی امت کا واقعہ ہے جو جہاد میں موت کے ڈر سے یا وبائی طاعون کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی' پھر ان کے نبی کی دعا سے زندہ کر دیا' پھر دوبارہ اپنے وقت پر ان کو طبعی موت آئی' اس طرح ان پر دوبارہ موت آئی' اسی طرح ایک اور آیت میں ہے:

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ. (البقرہ: ۲۵۹)

یا اس شخص کی مثل جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی' اس نے کہا: اس موت کے بعد اللہ اس کو کیسے زندہ کرے گا' تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سو سال کے لیے موت طاری کر دی' پھر اس کو زندہ کر دیا۔

اس شخص کے متعلق تفسیروں میں متعدد اقوال ہیں' مشہور قول یہ ہے کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے' ان پر سو سال موت طاری رہی' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا' پھر اپنے وقت پر ان کو دوبارہ طبعی موت آئی' اس طرح ان پر بھی دوبار موت آئی۔

سو جس طرح ان لوگوں پر دوبار موت آئی تھی اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' اور یہ سب سے واضح اور صحیح جواب ہے۔

(۲) داؤدی نے یہ جواب دیا ہے کہ عام مسلمانوں کو قبر میں فرشتوں کے سوالات کے جوابات دینے کے لیے زندہ کیا جاتا ہے' پھر ان پر موت طاری کی جاتی ہے' اس طرح ان پر دو بار موت آتی ہے' اللہ تعالیٰ اس طرح آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا (یعنی آپ قبر میں قیامت تک زندہ رہیں گے)۔

(۳) اللہ تعالیٰ اس طرح آپ کو دوبارہ موت نہیں دے گا کہ آپ کے نفس پر بھی موت آئے اور آپ کی شریعت پر بھی موت آئے۔

(۴) موت سے مجازاً سکرات الموت کی تکلیف مراد ہے یعنی آپ پر دوبارہ یہ تکلیف نہیں آئے گی' ایک بار تو آپ نے سکرات الموت کی تکلیف اٹھائی اب دوبارہ آپ پر یہ تکلیف نہیں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۰۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے بھی ان ہی جوابات کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰)

حضرت ابوبکر کے اس قول کا آیت سے تعارض کا جواب

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' حالانکہ قرآن مجید میں ہے: قیامت کے دن لوگ کہیں گے:

أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ. (المؤمن: ۱۱) تو نے دو بار ہم پر موت طاری کی اور دو بار زندہ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور مفسرین کے مطابق پہلی موت سے مراد وہ نطفہ ہے جو باپ کی پشت میں ہوتا ہے اور وجود سے پہلے انسان کے عدم کو موت سے تعبیر فرمایا' دوسری موت سے مراد حسی موت ہے جو وقت مقرر پر آتی ہے' سو اس معنی میں دو موتیں حضرت ابوبکر کے قول کے معارض نہیں ہے اور دو زندگیوں میں سے پہلی زندگی دنیا کی زندگی اور دوسری زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق محدثین کی تصریحات

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے جو شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو موت آگئی اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے' اس کو موت نہیں آئے گی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بعض گم راہ فرقے یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب زندہ نہیں ہیں اور عام لوگوں کی طرح معاذ اللہ آپ اپنی قبر میں مردہ ہیں' ہمارے ہاں کراچی میں غیر مقلدین ہر سال عید میلاد النبی کے موقع پر بڑے بڑے اشتہار چھاپ کر چسپاں کرتے ہیں' جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ لکھا ہوتا ہے اور وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اب آپ زندہ نہیں ہیں' اس لیے ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے علماء امت نے کیا سمجھا ہے:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو قبر میں حیات ہے اس پر موت نہیں آئے گی بلکہ آپ مسلسل زندہ رہیں گے اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۰۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر نے جو کہا تھا: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا' اس سے وہ دو موتیں مراد ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر شخص پر آتی ہیں' پس بے شک انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبروں میں موت نہیں آتی بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں اور باقی مخلوق پر قبر میں موت آتی ہے اور وہ قیامت کے دن زندہ کیے جائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۵۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شمس الدین محمد عبد الرحمان السخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائماً زندہ ہیں اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور امام بیہقی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں' وہ نماز پڑھتے ہیں۔

(القول البدیع ص ۳۳۳' مکتبہ المؤید)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء زندہ ہیں' اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں' امام بیہقی نے کہا: انبیاء علیہم السلام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر ہونا عقلاً جائز ہے جیسا کہ خبر صادق میں وارد ہے۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۶۰' المکتبہ الحقانیہ پشاور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حیات انبیاء متفق علیہ ہے' کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے' یہ حیات جسمانی' دنیاوی' حقیقی ہے نہ کہ حیات معنوی روحانی' جیسا کہ شہداء کی ہے' نیز آپ نے فرمایا: اللہ نے انبیاء کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ' مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۲۷)

نیز شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ اس موت کے طاری ہونے کے بعد آپ پر دوسری بار موت نہیں آئے گی اور اس کے بعد اللہ آپ کو زندہ کر دے گا' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے چالیس روز تک قبر میں چھوڑے رکھے' اس کے بعد دائمی حیات ہوگی اور موت طاری نہیں ہوگی۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۳۲' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

قول مختار و مقرر جمہور یہ ہے کہ انبیاء موت کو چکھنے کے بعد دنیاوی حیات کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں۔

(تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۶۲' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یعنی اس موت کے بعد اللہ آپ کو حیات ابدی کے ساتھ زندہ کر دے گا' اس کے برخلاف تمام مسلمانوں کو منکر نکیر کے سوال کے وقت زندہ کیا جاتا ہے پھر مار دیا جاتا ہے۔ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۵-۲۲۲' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق فقہاء کی تصریحات

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

محققین کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ تمام لذتوں اور عبادات کے ساتھ نفع پاتے ہیں' البتہ کوتاہ بینوں کی نظروں سے آپ حجاب میں ہیں۔ (نور الایضاح مع مراقی الفلاح ج ۲ ص ۳۲۸' المکتبہ الغوثیہ کراچی)

علامہ سید احمد الطحطاوی المتوفی ۱۲۳۱ھ اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص قریب سے آپ پر درود شریف پڑھے تو آپ خود سنتے ہیں اور جب دور سے پڑھے تو فرشتے آپ کو پہنچا دیتے ہیں۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۲ ص ۳۲۸' المکتبہ الغوثیہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۸ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (رد المحتار ج ٦ ص ١٨٦، دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤١٩ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے' کھاتے پیتے ہیں' جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں' تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے ایک آن کے لیے ان پر موت طاری ہوئی' پھر بدستور زندہ ہو گئے' ان کی حیات' حیات شہداء سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے' فلہٰذا شہید کا ترکہ تقسیم ہوگا' اس کی بی بی بعد عدت نکاح کر سکتی ہے' بخلاف انبیاء کے کہ وہاں یہ جائز نہیں۔

(بہار شریعت ج ا ص ١٠' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق علماء دیوبند کی تصریحات

بانی مدرسہ دیوبند شیخ محمد قاسم نانوتوی متوفی ١٢٩٧ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کی موت میں بھی مثل حیات فرق ہے' ہاں الفرق ذاتیت و عرضیت مقصود نہیں' وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے' یعنی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مؤمنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے' اس لیے وقت موت حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زائل نہ ہوگی' ہاں مستور ہو جائے گی اور حیات مؤمنین ساری یا آدھی زائل ہو جاوے گی۔ سو در صورت تقابل عدم و ملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مرحوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے' زائل نہیں ہوتا' یا مثل شمع چراغ خیال فرمائیے کہ جب اس کو کسی ہنڈیا یا مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے' زائل نہیں ہو جاتا اور دوبارہ زوال حیات مؤمنین کو مثل قمر خیال فرمائیے کہ وقت خسوف اس کا نور زائل ہو جاتا ہے یا مثل چراغ سمجھئے کہ گل ہو جانے کے بعد اس میں نور باطل نہیں رہتا۔

(آب حیات ص ١٨٥-١٨٣' مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان' ١٣١٣ھ)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر موت آنے سے آپ کی حیات زائل نہیں ہوئی' لوگوں کی نگاہوں سے چھپ گئی تھی اور عام مسلمانوں پر موت آنے سے ان کی حیات ساری یا آدھی زائل ہو جاتی ہے۔

شیخ محمد یوسف لدھیانوی متوفی ٢٠٠٠ء لکھتے ہیں:

الغرض! میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں' یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے قوی تر ہے' جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں' ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں' اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا' اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ١٠ ص ٥١٣' مکتبہ لدھیانوی' کراچی' ٢٠٠٢ء)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات

قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی ١٢٥٠ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین ص ٣٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٨ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی موت کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں' اس حدیث کو امام

بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے اور اس مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا ہے۔

استاذ ابو منصور بغدادی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین متکلمین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبروں میں رزق دیا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہداء میں سے ہیں۔ (السراج الوہاج ج ۳ ص ۳۲۹-۳۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۵ھ)

نیز نواب صاحب نے لکھا ہے:

قبر میں آپ کو ضغطہ نہ ہوا وکذالک الانبیاء حالانکہ اس ضغطہ سے کوئی صالح وغیرہ سالم نہیں رہتا اور نہ سباع آپ کا جسد کھا سکتے ہیں' وکذالک الانبیاء' اور کسی مضطر کو میت نبی کا کھانا جائز نہیں ہے اور آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں' اندر اوس کے اذان و اقامت کے ساتھ' وکذالک الانبیاء' ولہذا یہ بات کہی ہے کہ آپ کی ازواج پر عدت نہیں ہے اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلوۃ مصلین آپ کو پہنچاتا ہے'' اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آلہ وبارک وسلم'' اعمال امت آپ پر عرض کیے جاتے ہیں آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص ۵۲، ۱۳۰۵ھ)

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی متوفی ۱۹۰۳ء لکھتے ہیں:

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں' چنانچہ مشکوۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہوتا ہے' لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اوروں کو اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۲، مکتبہ ثنائیہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ)

قرآن مجید کی آیات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد از وفات حیات پر استدلال

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ○ (البقرہ: ۱۵۴)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے جاتے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے ○

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہیں آپ کو جو خیبر میں زہر دیا گیا تھا اسی کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جس مرض میں آپ کی موت ہوئی' اس میں آپ فرما رہے تھے: اے عائشہ! میں مسلسل اس طعام کا درد محسوس کر رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور یہ وقت ہے کہ اس زہر کے اثر سے میں اپنے دل کی رگ کے کٹنے کو پا رہا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸)

اس سے معلوم ہوا آپ شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتے ہیں بلکہ آپ افضل الشہداء ہیں اور آپ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل ہے نیز قرآن مجید میں ہے:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ (البقرہ: ۱۴۳)

اور ہم نے اسی طرح تمہیں افضل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے اعمال پر گواہ ہیں اور گواہی دینا بغیر حیات کے متصور نہیں ہے' سو اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ قبر انور میں زندہ ہیں اور اعمال امت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

اور قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ (الانعام: ۱۶۲)

آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۝

شہید وہ ہوتا ہے جس کی موت اللہ کے لیے ہو اور وہ زندہ ہوتا ہے اور آپ کی تو موت اور حیات دونوں اللہ کے لیے ہیں تو آپ تو بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ثبوت میں احادیث

امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے کتاب حیات الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۳۴۲۵' حیاۃ الانبیاء للبیہقی ص ۳' سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی: ۶۲۱' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱' المطالب العالیہ: ۳۴۵۲' تاریخ دمشق الکبیر: ۵۱۱۱ ج ۱۵ ص ۱۵۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے کہ ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا: کیا تمہیں یہ علم ہے کہ انبیاء کے سوا بھی کوئی اپنی قبروں میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! (حلیۃ الاولیاء: ۲۵۶۷' طبع جدید دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے' تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت صلوٰۃ پڑھا کرو' کیونکہ تمہاری صلوٰۃ (درود شریف) مجھ پر پیش کی جاتی ہے' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر ہماری صلوٰۃ کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے کھانے کو حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۴۷' سنن نسائی: ۱۳۷۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۵' مسند احمد ج ۴ ص ۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۹' المستدرک ج ۴ ص ۵۶۰' کنز العمال: ۲۲۳۰۱' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۸۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ' سنن ابن ماجہ اور البدایہ والنہایہ میں اس حدیث کے بعد یہ بھی مذکور ہے: اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۷' البدایہ ج ۳ ص ۲۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا' اس کو میں خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے (اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ دور سے خود نہیں سن سکتے کیونکہ یہ بھی حدیث میں ہے کہ کوئی شخص کہیں سے بھی درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ (جلاء الافہام) فرشتہ کا درود پہنچانا آپ کے یا درود کے اعزاز و اکرام کے لیے ہے جیسے فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس اعمال پہنچاتے ہیں)۔

(شعب الایمان: ۱۵۸۳' مشکوٰۃ: ۹۳۴' کنز العمال: ۲۱۹۵' جمع الجوامع: ۲۲۳۵۹)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے' وہ میری قبر پر کھڑا ہوا ہے۔ (التاریخ الکبیر للبخاری: ۸۹۰۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا' اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرتا ہے' ستر آخرت کی حاجتیں اور تیس دنیا کی حاجتیں اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں داخل کرتا ہے جیسے تمہارے پاس ہدیے اور تحفے داخل ہوتے ہیں اور میری وفات کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے جس طرح میری حیات میں تھا۔ (کنز العمال: ۲۲۲۴۰' جمع الجوامع: ۲۲۳۵۵' اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۲۲۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کو چالیس راتوں کے بعد ان کی قبروں میں نہیں چھوڑا جاتا لیکن وہ اللہ سبحانہ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور میں پھونکا جائے۔ (جمع الجوامع: ۴۹۹۰، کنز العمال: ۳۲۲۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے! عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے' درآں حالیکہ وہ امام عادل ہوں گے' وہ ضرور صلیب کو توڑ دیں گے اور وہ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائیں گے اور وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا' سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے' پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں: یا محمد! تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۶۵۸۳' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵' المطالب العالیہ: ۴۵۷۳۔ ج ۴ ص ۲۳)

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تین دن تک اذان نہیں دی گئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد سے نہیں نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتا چلتا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے آتی تھی۔

(سنن الدارمی: ۹۳' مشکوٰۃ: ۵۹۵۱)

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: یہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر بھی' اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو' بلکہ وہ زندہ ہیں' ان کو ان کے رب کے پاس سے روزی دی جاتی ہے ۝

اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام جو ان سے بہت افضل اور اجل ہیں وہ بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں اور بہت کم کوئی نبی ایسا ہوگا جس میں وصف شہادت نہ ہو' لہٰذا شہداء کی حیات کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر میں نو بار یہ قسم کھاؤں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا گیا تو میرے نزدیک اس سے بہتر یہ ہے کہ میں ایک بار یہ قسم کھاؤں کہ آپ کو قتل نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۵۲۰۷' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵۰۔ ۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱' المستدرک ج ۳ ص ۵۸' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود: ۶۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس بیماری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تھے' اس میں آپ فرما رہے تھے: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کا درد محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا (اس طعام میں زہر ملا ہوا تھا) اور اس زہر کی وجہ سے اب میری رگ حیات کے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ: ۱۵۰۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات اور مزید احادیث

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: پس قرآن مجید کی صریح عبارت سے یا مفہوم موافق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں' امام بیہقی نے ''کتاب الاعتقاد'' میں کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو قبض کرنے کے بعد ان کی روحوں کو لوٹا دیا جاتا ہے' پس وہ اپنے رب کے سامنے شہداء کی طرح زندہ ہیں۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے اپنے شیخ احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ ھ سے نقل کر کے کہا ہے کہ موت عدم محض نہیں ہے' وہ صرف ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل ہونے اور اپنی موت کے بعد زندہ

ہوتے ہیں اور وہ خوش و خرم ہوتے ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے اور جب شہداء کو حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے زیادہ حیات کے حق دار ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی اور معراج کی شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے اور آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر بھی دی ہے کہ جو شخص بھی آپ کو سلام کرتا ہے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں اور ان تمام احادیث کے مجموعہ سے یہ قطعی یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا یہ معنی ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں' ہر چند کہ وہ زندہ ہیں اور موجود ہیں اور ان کا حال فرشتوں کی طرح ہے' وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور ہماری نوع انسان میں سے کوئی شخص ان کو نہیں دیکھتا ماسوا اولیاء اللہ کے' جن کو اللہ تعالیٰ نے کرامت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ (التذکرہ ج ۱ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴' مطبوعہ دار البخاری' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر قرطبی متوفی ۶۶۸ھ کے شیخ علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ ہیں اور ان کی یہ مذکور الصدر عبارت ''المفہم شرح مسلم'' ج ۶ ص ۲۳۲۔ ۲۳۳' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ میں موجود ہے۔

اس کے بعد حافظ سیوطی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے ناخوش ہوتے ہیں اور آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر درود پڑھتا ہے آپ اس کو سنتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کا جسم بوسیدہ نہیں ہوتا اور زمین اس میں سے کسی چیز کو نہیں کھاتی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ نے پہلے آسمان میں حضرت آدم کو' دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کو اور تیسرے آسمان میں حضرت یوسف کو اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس کو اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون کو اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ کو اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲) ان وجوہ سے ہمارے لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔

اور اصحاب نے جو یہ کہا ہے کہ آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے رنجیدہ ہوتے ہیں' اس کی اصل یہ احادیث ہیں:

بکر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے' تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی' مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' جب میں نیک عمل دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب برا عمل دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴' دار صادر' بیروت' ۱۳۸۸ھ' المطالب العالیہ ج ۴ ص ۲۳۔ ۲۲' کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۷' الجامع الصغیر ج ۱ ص ۵۸۲' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۵۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ' مسند احمد: ۳۶۶۶' دار الفکر' مسند البزار: ۸۴۵' حافظ الہیثمی نے کہا: مسند البزار کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

خراش بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے' حیات اس لیے بہتر ہے کہ میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں اور میری وفات اس لیے بہتر ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں' سو جو نیک عمل ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو برے عمل ہوتے ہیں تو میں تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۹۳۵' دار الفکر' الوفاء لابن الجوزی ص ۸۱۰' مطبوعہ مصر' ۱۳۹۶ھ)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: حافظ ابوبکر بیہقی نے "کتاب الاعتقاد" میں کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام روحوں کے قبض کیے جانے کے بعد اپنے رب کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہوتے ہیں' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی ایک جماعت کو دیکھا ہے اور ان کی امامت کی ہے اور آپ نے یہ خبر دی ہے کہ ہمارا درود اور سلام ان تک پہنچایا جاتا ہے اور آپ کی خبر صادق ہے۔ (انباء الاذکیاء ص ۷)

حافظ بیہقی نے جو کہا ہے کہ ہمارا درود اور سلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے' اس کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے کچھ زمین میں سیاحت کرنے والے فرشتے ہیں تاکہ وہ میری اُمت کا سلام مجھے پہنچائیں۔

(سنن نسائی: ۱۲۸۱' مسند احمد: ۴۲۱۰ ج ۴' دار الفکر' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۹۲' دار الفکر' ۱۴۱۸ھ' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود: ۹۹)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں مجھ پر فرشتے پیش کیے جاتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے' اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو' ہم نے پوچھا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: میری وفات کے بعد بھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (جلاء الافہام ص ۹۳' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن احد یسلم علی الا رد اللّٰہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔

جو شخص بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۵' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲' مشکوٰۃ: ۹۲۵' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۹۹' کنز العمال: ۲۲۰۰۰)

سلام کے وقت آپ کی روح کو لوٹانے کی حدیث کے اشکال کے جوابات

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی آپ کسی سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے بدن میں روح کو لوٹا دیتا ہے اور پھر روح کو نکال لیا جاتا ہے اور چونکہ آپ کو بار بار سلام کیا جاتا ہے تو گویا بار بار آپ کے جسم سے روح نکالی جاتی ہے اور بار بار داخل کی جاتی ہے اور یہ عمل آپ کے لیے شدید تکلیف کا موجب ہے اور روح کا نکالنا موت کے معنی میں ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو بار بار موت آتی ہے اور یہ ان احادیث کے خلاف ہے جن سے آپ کی حیات مستمر ثابت ہے' جن کو ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں' اس اشکال کے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حسب ذیل جوابات منکشف کیے ہیں:

(۱) "الا رد اللّٰہ علی روحی" جملہ حالیہ ہے اور عربی قواعد کے مطابق اس سے پہلے "قد" کا لفظ محذوف ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے: "حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ" (النساء: ۹۰) اس سے پہلے بھی لفظ "قد" محذوف ہے اور اس کا معنی ہے: یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تم سے لڑنے کے لیے بھی ان کے دل تنگ ہوں۔ اسی طرح اس حدیث کا بھی معنی ہے: جو شخص بھی مجھے سلام کرتا ہے وہ اس حال میں سلام کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ روح لوٹا چکا ہوتا ہے' اور اب یہاں پر "رد اللّٰہ" کا جملہ ماضی کے معنی میں ہے کیونکہ اشکال اس وقت ہوتا جب "رد اللّٰہ" حال یا استقبال کے معنی میں ہوتا اور اس سے بار بار روح کا لوٹانا لازم آتا' اس سے ایک تو یہ لازم آتا کہ جسم سے بار بار روح کے نکلنے سے آپ کو بار بار درد ہوتا اور یہ آپ کی تکریم کے خلاف ہے' نیز یہ حیات شہداء کے خلاف ہے' کیونکہ شہداء کی حیات مستمر ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کی حیات مستمر ہو

اور تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ معنی قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ صرف دو بار موت اور دو بار حیات ہے اور اس صورت میں بہ کثرت موتیں اور حیاتیں لازم آئیں گی اور چوتھی خرابی یہ ہے کہ یہ معنی ان احادیث صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے جن سے آپ کی حیات مستمر ثابت ہے اور جو معنی قرآن مجید اور احادیث متواترہ کے خلاف ہو اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔

(۲) اس حدیث میں لفظ "رد" "صیرورۃ" کے معنی میں ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: "قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ" (الاعراف:۸۹) "عدنا" کا لفظ "عود" سے بنا ہے اور "عود" کا معنی ہے: لوٹنا' اگر یہاں عود اپنے معنی میں ہو تو اس کا معنی ہوگا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کفار سے فرمایا: اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اور کفار کے دین میں لوٹ جانا اس کو مستلزم ہے کہ حضرت شعیب پہلے بھی ان کے دین میں تھے اور یہ معنی باطل ہے' اس لیے اس آیت میں "عدنا" کا لفظ "صرنا" کے معنی میں ہے یعنی اگر ہم تمہارے دین میں ہو جائیں تو پھر ہم اللہ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے' اسی طرح اس حدیث کا معنی ہے: جب کوئی شخص مجھ کو سلام کرتا ہے تو اس وقت میری روح مجھ میں ہوتی ہے۔

(۳) روح کو لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ آپ کی روح کو سلام کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احوال برزخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے رب کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں تو آپ کو سلام کرنے والے کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

(۴) روح کو لوٹانا آپ کی حیات کے دوام اور استمرار سے کنایہ ہے کیونکہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ سے کوئی نہ کوئی شخص آپ کو سلام عرض کر رہا ہوتا ہے تو آپ ہر وقت کسی نہ کسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں تو ہر وقت آپ کو حیات حاصل ہوتی ہے۔

(۵) رد روح سے مراد یہ ہے کہ سلام کے وقت اللہ تعالیٰ آپ کے نطق کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(۶) رد روح سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آپ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو غیر معمولی سماعت عطا فرماتا ہے اور کوئی شخص کہیں سے بھی سلام کرے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(۷) رد روح سے مراد یہ ہے کہ آپ عالم ملکوت کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے جواب کی طرف فارغ کر دیتا ہے۔

(۸) روح سے خوشی اور فرحت مراد ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: "فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ" (الواقعہ:۸۹) یعنی جو شخص مقرب ہو اس کے لیے راحت اور خوشی ہے' اسی طرح اس حدیث کا معنی ہے: جب کوئی شخص آپ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی فرحت اور راحت کو تازہ کر دیتا ہے۔

(۹) رد روح سے مراد ہے: صلوٰۃ کے ثواب کو آپ کی طرف لوٹانا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور انعامات کو آپ پر لوٹاتا رہتا ہے۔

(۱۰) امام راغب نے "رد" کا ایک معنی تفویض بھی لکھا ہے' اس صورت میں حدیث کا معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے سلام کے جواب کو آپ کی طرف مفوض کر دیا ہے یعنی اس کی طرف رحمت کے لوٹانے کو' جیسا کہ حدیث میں ہے: جو شخص مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ اس پر دس صلوات بھیجتا ہے' یعنی اس پر دس رحمتیں بھیجنے کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف مفوض کر دیا ہے اور آپ کی اس پر رحمت یہ ہے کہ آپ اس کی شفاعت فرمائیں۔

(۱۱) روح سے مراد وہ رحمت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں آپ کی امت کے لیے ہے یعنی آپ کو آپ کی اس رحمت کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(۱۲) ردِ روح سے مراد یہ ہے کہ آپ اعمال برزخ میں مشغول ہوتے ہیں مثلاً اعمال امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں' ان کے نیک اعمال پر اللہ کی حمد کرتے ہیں اور ان کے بُرے اعمال پر استغفار فرماتے ہیں' ان سے مصائب دور ہونے کی دعا کرتے ہیں' اطراف زمین میں برکت پہنچانے کے لیے آمد و رفت جاری رکھتے ہیں' اور امت کے جو صالحین فوت ہو جاتے ہیں ان کے جنازوں پر تشریف لے جاتے ہیں' یہ تمام امور اشغال برزخ سے ہیں' جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں' تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان اشغال برزخ سے ہٹا کر سلام کے جواب دینے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(انباء الاذکیاء ص ۱۳' حافظ سیوطی کی ترتیب سے اس جواب کا نمبر دس ہے' ہم نے تخلیص کی سہولت سے جوابات کی ترتیب بدل دی ہے)

(۱۳) روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر انور پر مقرر کر دیا ہے جو امت کا سلام آپ تک پہنچاتا ہے۔

(۱۴) ہو سکتا ہے کہ آپ کو ابتداء میں یہی بتایا گیا ہو کہ جواب کے وقت آپ کی روح جسد میں لوٹائی جائے گی' بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات میں ترقی فرمائی اور آپ پر وحی فرمائی کہ آپ کو حیات ہمیشہ حاصل رہے گی۔

حافظ سیوطی نے پندرہ جوابات ذکر فرمائے ہیں' ان میں سے پہلے جواب کو انہوں نے بہت کمزور قرار دیا تھا' یعنی راویوں کو اس حدیث کی عبارت میں وہم ہوا ہے' ہم نے اس جواب کا ذکر نہیں کیا اور دوسرے جواب سے ابتداء کی' اس لیے چودہ جواب ذکر کیے ہیں اور جوابات کی ترتیب بھی ہم نے اپنی سہولت سے قائم کی ہے اور یہ جوابات انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء میں ص ۱۶-۸ میں درج ہیں۔ واضح رہے کہ یہ حافظ سیوطی کی عبارت کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ ان کی عبارت کا خلاصہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے' شیخ سراج الدین بن الملقن نے "طبقات الاولیاء" میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی' آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں عجمی شخص ہوں' فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو' میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور آپ نے فرمایا: لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو' پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا' میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا' پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی' جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے' آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا' آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو' میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا' میں نے کہا: آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے' پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ کی

ستره مرتبہ زیارت کی' ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ نے فرمایا: اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قرار نہ ہوا کرو' کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے "لطائف المنن" میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابو العباس مرسی سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے' انہوں نے کہا: میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا' اور شیخ مرسی نے کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا' اس قول کی مثل اور بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۱-۵۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

۱۲۴۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ، امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ اقْتُسِمَ الْمُهَاجِرُونَ قُرْعَةً فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ، فَأَنْزَلْنَاهُ فِي أَبْيَاتِنَا، فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ وَغُسِّلَ وَكُفِّنَ فِي أَثْوَابِهِ، دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ، فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللَّهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيكِ أَنَّ اللَّهَ أَكْرَمَهُ؟ فَقُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللَّهُ؟ فَقَالَ أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ، وَاللَّهِ مَا أَدْرِي، وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ، مَا يُفْعَلُ بِي. قَالَتْ فَوَاللَّهِ لَا أُزَكِّي أَحَدًا بَعْدَهُ أَبَدًا. حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ مِثْلَهُ. وَقَالَ نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عُقَيْلٍ مَا يُفْعَلُ بِهِ. وَتَابَعَهُ شُعَيْبٌ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، وَمَعْمَرٌ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۸۷-۳۹۲۹-۷۰۰۳-۷۰۰۴-۷۰۱۸]

(الاحاد والمثانی: ۳۳۲۳' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۳۳۸' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۰۳' مسند الشامیین: ۳۲۱۲' المستدرک ج ۱ ص ۳۷۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۶' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۴۵۷- ج ۴۵ ص ۵۰۳-۴۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا انصار کی ایک خاتون تھیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی' وہ بیان کرتی ہیں کہ مہاجرین کو قرعہ اندازی سے تقسیم کیا گیا' پس ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے' پس ہم نے ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا' پس ان کو بہت شدید درد ہو گیا' جس میں وہ فوت ہو گئے' پس جب وہ فوت ہو گئے تو ان کو غسل دیا گیا اور انہیں ان کے کپڑوں میں کفن پہنایا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابو السائب! تم پر اللہ کی رحمت ہو' میری تمہارے متعلق یہ شہادت ہے کہ بے شک اللہ نے تمہاری تکریم کی ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس نے بتایا کہ اللہ نے ان کی تکریم کی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ فدا ہوں! پھر اللہ کس کی تکریم کرے گا؟ پس آپ نے فرمایا: رہے وہ تو ان کے پاس یقینی بات آ چکی ہے' اور اللہ کی قسم! میں ان کے لیے خیر کی توقع رکھتا ہوں اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا' حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں اس کے بعد کبھی بھی کسی کی تعریف نہیں کرتی۔ ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے اس کی مثل حدیث بیان کی' اور نافع بن یزید نے کہا از عقیل "ما یفعل به" اور شعیب اور عمرو بن دینار اور معمر نے اس حدیث کی متابعت کی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ابوزکریا المخزومی (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) خارجہ بن زید بن ثابت الانصاری' یہ مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک ہیں' ۱۰۰ ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ام العلاء بنت الحارث بن ثابت بن خارجہ الانصاریہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام العلاء کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل قبلہ میں سے کسی شخص کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ وہ جنت میں ہے یا دوزخ میں ہے لیکن نیک مسلمان کے لیے حسن عاقبت کی توقع رکھی جائے اور بدکار کے متعلق عذاب کا خوف رکھا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ازخود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ کی مغفرت کے متعلق تو الفتح: ۲ میں مغفرت کی بشارت آ چکی ہے' پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہو' جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت فرما دی ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بغیر اللہ کی وحی کے علم نہیں تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۳۔ ۲۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ میں مماثلت

جس طرح حضرت ام العلاء کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اللہ کی قسم! میں ازخود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا' اسی طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ . (الاحقاف: ۹)

آپ کہیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور نہ میں ازخود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا (اور نہ میں ازخود یہ جانتا ہوں کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اکثر اور جمہور مفسرین کا مختار قول یہ ہے کہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں ازخود یہ نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور اس آیت کا حکم درج ذیل آیات سے منسوخ ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ○ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ○ (الفتح: ۲۔ ۱)

(اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطاء فرمائی ○ تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام' اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر برقرار رکھے ○

چونکہ الفتح: ۲ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کی کلی مغفرت کر دی گئی ہے' اس لیے تمام مستند اور محقق مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اب الاحقاف: ۹ کا یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے کہ آپ یہ کہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا کیونکہ اب آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور آپ کی امت کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

علامہ آلوسی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی طرف سے حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ پر اعتراض کے جوابات

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جس چیز کو میں اختیار کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس آیت سے اس درایت کی نفی کرنا مراد ہے جو بغیر وحی کے ہو (یعنی میں از خود نہیں جانتا) عام ازیں کہ وہ درایت تفصیلی ہو یا اجمالی ہو اور خواہ اس کا تعلق دنیاوی امور سے ہو یا اخروی امور سے ہو اور میرا اعتقاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے منتقل نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور تمام شانوں کا علم دے دیا گیا اور جن چیزوں کے علم کو کمال قرار دیا جاتا ہے، ان تمام چیزوں کا علم آپ کو دے دیا گیا اور آپ کو اتنا علم دیا گیا ہے کہ تمام جہانوں میں کسی کو اتنا علم نہیں دیا گیا اور میرا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ دنیا کے **بعض جزوی حوادث کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے علم کا کمال نہیں رہے گا**، مثلاً یہ کہ زید آج اپنے گھر میں کیا کر رہا ہے اور کل کیا کرے گا؟ اور میں کسی قائل کے اس قول کو اچھا نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں، اس کو اس کے بجائے یہ کہنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا ہے یا اللہ سبحانہ نے آپ کو غیب کا علم عطا فرما دیا ہے یا اس طرح کی کوئی اور بات کہنی چاہیے۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۷-۱۶، دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

حضرت ام العلاء کی حدیث کا علامہ آلوسی نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا "مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ" فرمانا اس آیت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے یعنی "لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" (الفتح: ۲)۔

(روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۹، دار الفکر)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آپ کا "ما ادری" فرمانا الاحقاف: ۹ کے موافق ہے کیونکہ اس میں بھی "مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ" ہے اور یہ واقعہ "لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" (الفتح: ۲) سے پہلے کا ہے کیونکہ سورۃ الاحقاف مکی ہے اور سورۃ الفتح بالاتفاق مدنی ہے اور یہ چیز ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا، اس کے علاوہ اور صریح احادیث ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اخروی احوال اور مقامات کا علم تھا، سو جن احادیث سے آپ کے اخروی علم کا ثبوت ہے وہ آپ کے علم اجمالی پر محمول ہیں اور جن آیات اور احادیث میں آپ کے علم اخروی کی نفی ہے وہ علم محیط اور علم تفصیلی پر محمول ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۵، دار المعرفہ بیروت)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عثمان بن مظعون غزوۂ بدر کے بعد فوت ہوئے اور انہوں نے اس غزوہ میں شرکت کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی مغفرت فرما دی، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس حدیث میں جو "ما ادری" فرمایا ہے وہ پہلے کا واقعہ ہے اور اہل بدر کے جنتی ہونے کی خبر آپ کو بعد میں دی گئی، دوسرا اعتراض یہ ہے کہ غزوۂ احد میں آپ نے حضرت جابر کے والد رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا: فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایا کر رہے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کے والد کا حال آپ کو صرف وحی سے معلوم ہوا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اخروی احوال کی جو خبر دی ہے اس کا علم آپ کو وحی سے ہوا اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بغیر وحی کے از خود تو آپ کو بھی اپنے اخروی حال کا علم نہیں ہے تو حضرت ام العلاء قطعیت کے ساتھ حضرت عثمان بن مظعون کے نیک انجام کی بشارت کیسے دے سکتی ہیں؟

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲ ـ ۲۳ ملخصاً 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام العلاء کی حدیث میں جو آپ نے "ما ادری" فرمایا ہے وہ "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" (الفتح: ۲) کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے کیونکہ الاحقاف مکی ہے اور الفتح مدنی ہے اور آپ کو پہلے اپنی مغفرت کلی کا علم نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم نہیں دیا تھا' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا فرمایا تو آپ نے اس کو جان لیا۔ (الی ان قال)

علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ دنیا اور آخرت کا پہلے آپ کو تفصیلی علم نہ تھا۔ علامہ برماوی نے کہا ہے کہ بعض تفاصیل آپ سے مخفی تھیں۔ (ارشاد الساری ج ۳ ص ۳۲۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرف سے الاحقاف: ۹' اور حدیث مذکور پر اعتراض کا جواب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ۱۳۴۰ھ نے بھی الاحقاف: ۹ کو الفتح: ۲ سے منسوخ قرار دیا ہے' چنانچہ وہ رشید احمد گنگوہی کے رد میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہی مولوی رشید احمد صاحب پھر لکھتے ہیں:

خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: "واللّٰہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم" الحدیث' اور شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

قطع نظر اس کے کہ حدیث اول خود احاد ہے' سلیم الحواس کو سدلائی تھی تو وہ مضمون خود آیت میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت و حدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم و احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود ہے کہ جب آیت کریمہ:

"لیغفر لک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" تاکہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ (نازل ہوئی)۔

صحابہ نے عرض کی: "ھنیئا لک یا رسول اللّٰہ لقد بین اللّٰہ لک ماذا یفعل بک فما ذا یفعل بنا" یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو' خدا کی قسم اللہ عزوجل نے یہ تو صاف بیان فرما دیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔ اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔

اس پر یہ آیت اتری: "لیدخل المؤمنین (الی قولہ تعالیٰ) فوزا عظیما" تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں ان میں اور مٹا دے ان سے ان کے گناہ اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔

یہ آیت اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل و شہیر ایسوں کو کیوں سجھائی دیتیں۔

(انباء المصطفیٰ ص ۹ ـ ۸ 'نوری کتب خانہ' لاہور)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے "انباء الحی" ص ۳۸۸ (مرکز اہل سنت برکات رضا) میں بھی متعدد احادیث کے حوالوں سے اسی طرح لکھا ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ نے بھی الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔

۱۲۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قُتِلَ اَبِيْ جَعَلْتُ اَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ اَبْكِيْ وَيَنْهَوْنِيْ عَنْهُ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِيْ، فَجَعَلَتْ عَمَّتِيْ فَاطِمَةُ تَبْكِيْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْكِيْنَ اَوْ لَا تَبْكِيْنَ، مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهٗ بِاَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رَفَعْتُمُوْهُ. تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۲۹۳۔ ۲۸۱۶۔ ۴۰۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے محمد بن المنکدر سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا: جب میرے والد کو شہید کر دیا گیا تو میں ان کے چہرے سے کپڑا کھول کر رو رہا تھا' اور لوگ مجھے اس سے منع کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس سے منع نہیں فرما رہے تھے' پھر میری پھوپھی فاطمہ رونے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم روؤ یا نہ روؤ فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایا کر رہے ہیں حتیٰ کہ تم نے ان (کے جنازہ) کو اٹھا لیا۔ شعبہ کی متابعت ابن جریج نے کی ہے' انہوں نے کہا: مجھے ابن المنکدر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ سے سنا۔

(صحیح مسلم: ۲۴۷۱' الرقم المسلسل: ۶۲۴۳' سنن نسائی: ۱۸۴۲' جامع المسانید لابن جوزی: ۹۷۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت جابر کے والد کی تکریم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے حضرت جابر رضی اللہ کے والد کے اوپر اپنے پروں سے سایا کر رہے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ فرشتے ان کے والد کی تکریم کر رہے ہیں اور ان کی روح کو اوپر لے کر جا رہے ہیں۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۲۳۳۔ ج ۶ ص ۱۱۳۰ پر ذکر کی گئی ہے' اس کی شرح میں حضرت جابر رضی اللہ کے والد کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

۴ - بَابُ الرَّجُلِ يَنْعَى اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهٖ

کوئی شخص میت کے گھر والوں کو اس کی موت کی خبر دے

۱۲۴۵ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ، خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى، فَصَفَّ بِهِمْ، وَكَبَّرَ اَرْبَعًا. [اطراف الحدیث: ۱۳۱۸۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۳۳۔ ۳۸۸۰۔ ۳۸۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ جس دن النجاشی فوت ہوئے' اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت کی خبر دی' آپ عید گاہ کی طرف نکلے' آپ نے مسلمانوں کی صفیں بنائیں اور چار تکبیریں پڑھیں۔

(صحیح مسلم: ۹۵۱' الرقم المسلسل: ۲۱۹۹' سنن ابوداؤد: ۳۲۰۴' سنن نسائی: ۱۹۷۱' مصنف عبد الرزاق: ۶۳۹۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۷۷۔ ج ۱۳ ص ۱۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۱۳۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۶۸۷۹)

غائبانہ نماز جنازہ کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو نجاشی کی موت کی خبر دی اور خصوصاً اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی کیونکہ عام مسلمانوں کے علم میں اس کا اسلام لانا نہیں تھا' تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ تمام مسلمانوں کو اس کے اسلام کی خبر دیں اور تمام مسلمانوں کے ساتھ اس کے حق میں دعا کریں تاکہ اسے تمام مسلمانوں کی دعا کی برکت حاصل ہو'اس کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ ان مہاجرین اور انصار کی جو مختلف شہروں میں فوت ہو گئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی پر مسلمانوں کا عمل رہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے علاوہ کسی کی بھی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی' نماز جنازہ فرض کفایہ ہے' جو شخص جس شہر میں فوت ہو جائے صرف اس شہر کے لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھیں' اور غائبانہ نماز جنازہ صرف نجاشی کی خصوصیت ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نجاشی کی روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھی' سو آپ نے اس پر نماز پڑھی تھی اور آپ کے لیے جنازہ کو اٹھا کر لایا گیا تھا' جیسا کہ آپ کے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا گیا تھا' جب کفار قریش نے آپ سے بیت المقدس کی صفات کے متعلق سوال کیا تھا آپ کو نجاشی کی موت کا علم تھا اور آپ نے اپنے اصحاب کو اس کی موت کی خبر دی تھی' آپ گھر سے نکلے اور آپ نے مسلمانوں کو اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ اس کی خصوصیت کی دلیل ہے' اسی وجہ سے امت نے غائبانہ نماز جنازہ کو ترک کر دیا ہے اور میں نے امت میں سے کسی کو نہیں پایا' جس نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۲۵۔ ۲۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اور مسلمانوں کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے اور وہ بھی آپ کی خصوصیت ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام' نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور کہا کہ معاویہ بن معاویہ اللیثی فوت ہو گئے ہیں' کیا آپ ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت جبریل نے اپنے پیر زمین پر مارے پس جو درخت اور ٹیلہ تھا' وہ زمین کے برابر ہو گیا اور ان کا جنازہ اٹھا کر لایا گیا حتیٰ کہ آپ نے اس کو دیکھا اور اس پر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے پوچھا: اے جبریل! ان کو اللہ کی جناب سے یہ مرتبہ کس وجہ سے حاصل ہوا؟ حضرت جبریل نے کہا: یہ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھنے سے محبت کرتے تھے اور آتے جاتے' کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے ہر حال میں اس کو پڑھتے رہتے تھے۔

(المعجم الکبیر رقم: ۱۰۴۰' ج ۱۹ ص ۴۲۸' مسند ابو یعلیٰ ج ۲ ص ۱۹۷' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۸' علامہ الہیثمی نے کہا ہے: یہ حدیث بہت ضعیف ہے اور علامہ الذہبی نے کہا ہے: یہ حدیث منکر ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۸)

علامہ عبداللہ بن یوسف الزیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ضعیف سندوں سے مروی ہے کہ آپ نے دو اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی ہیں اور وہ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی نمازیں ہیں اور حدیث میں ہے کہ ان کے جنازوں کو بھی آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا تھا' امام واقدی نے اپنی سند کے ساتھ کتاب المغازی میں عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ جب لوگ غزوۂ موتہ میں گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور آپ کے لیے شام کو منکشف کر دیا گیا' آپ ان کے میدان جنگ دیکھ رہے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب جھنڈا زید بن حارثہ نے لیا' پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے' پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا

کی اور فرمایا: ان کے لیے استغفار کرو اور وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہ دوڑ رہے ہیں' پھر جھنڈا جعفر بن ابی طالب نے لیا' پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا کی اور فرمایا: ان کے لیے استغفار کرو اور وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہ اپنے دو پروں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہیں اُڑ رہے ہیں۔

(نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۹۲۔۲۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی المتوفی ۲۰۷ھ نے ان حدیثوں کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۷۱۱۔۷۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

غائبانہ نماز جنازہ میں فقہاء کا اختلاف

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

دوسرے شہر میں غائب کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے' خواہ وہ شہر قریب ہو یا بعید' پس امام قبلہ کی طرف منہ کرے اور اس پر اس طرح نماز پڑھائے جس طرح حاضر پر پڑھاتا ہے خواہ میت قبلہ کی جہت میں ہو یا نہ ہو' امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ غائب کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ جس دن نجاشی فوت ہوئے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ مسلمانوں کو پڑھائی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہو اور آپ کو جنازہ دکھا دیا گیا ہو تو ہم کہیں گے کہ یہ منقول نہیں ہے اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو آپ اس کی خبر دیتے۔ (المغنی ج ۳ ص ۳۶۰' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن قدامہ کے دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے پر بہت حریص تھے اور مدینہ کے قریب اور بعید شہروں میں مسلمان طبعی موت سے اور شہادت سے فوت ہوتے رہتے تھے لیکن نجاشی کے علاوہ اور کسی کے متعلق صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی ہو' حتیٰ کہ بیر معونہ میں جب ستر قاریوں کو شہید کیا گیا تو آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ ایک ماہ تک ان کے قاتلوں کے خلاف دعاء ضرر فرماتے رہے لیکن آپ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی' اگر آپ کے نزدیک غائب کی نماز جنازہ بالعموم جائز ہوتی تو آپ ان کی نماز جنازہ ضرور پڑھتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی' حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور وہ اس وقت شام میں تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات کی سند ضعیف ہے' علاوہ ازیں ان روایات میں "صلّٰی" کا لفظ ہے اور وہ نماز جنازہ پڑھنے کے معنی میں قطعی نہیں ہے' اس کا معنی دعا بھی ہوتا ہے۔ اس لیے ان ضعیف السند روایات اور محتمل لفظ سے معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۹۹۔ ج ۲ ص ۷۶۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں: (۱) غائبانہ نماز جنازہ (۲) حدیث نجاشی کے جوابات (۳) غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر احناف کے دلائل۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۰۷۔۸۰۵ پر مذکور ہے۔

۱۲۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ' عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی'

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيْبَ. وَإِنَّ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ. ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ. [اطراف الحدیث: ۲۷۹۸-۳۰۶۳-۳۶۳۰-۳۷۵۷-۴۲۶۲] (سنن نسائی: ۱۸۷۷، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۵۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۵ھ)

انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زید (بن حارثہ) نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر جعفر (بن ابی طالب) نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے' پھر بغیر کسی کے مشورہ کے خالد بن ولید نے جھنڈا پکڑا' پس ان کو فتح حاصل ہو گئی۔

غزوہ موتہ کی تاریخ

یہ قصہ غزوۂ موتہ کا ہے' یہ شام کے علاقے البلقاء میں پیش آیا تھا' اس کا سبب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ایک لشکر بھیجا تھا' اور اس لشکر کا امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا' اور آپ نے فرمایا تھا: اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب لوگوں کے امیر ہوں گے' پھر اگر جعفر شہید ہو جائیں تو پھر عبد اللہ بن رواحہ لوگوں کے امیر ہوں گے' پس وہ تین ہزار نفوس پر مشتمل لشکر روانہ ہو گیا' انہوں نے کفار سے مقابلہ کیا' پس حضرت زید بن حارثہ شہید ہو گئے' پھر حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا لیا اور قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے' پھر حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا اور قتال کیا' حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے' پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرما دی۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو ان کو مقتولین میں پایا اور ان کے جسم پر ستر سے زیادہ نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۲۶۱)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جنگ موتہ میں میرے ہاتھوں میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں' پس میرے ہاتھوں میں صرف صحیفہ یمانیہ (یمنی خنجر) باقی رہ گیا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۶۵)

حضرت زید' حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کا تعارف

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے' آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا' حضرت زید بن حارثہ کے سوا اللہ تعالیٰ نے صحابہ میں سے کسی کا بھی قرآن مجید میں نام ذکر نہیں کیا' صرف ان کا نام ذکر فرمایا ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا. (الاحزاب: ۳۷) پس جب زید نے اپنی بیوی سے اپنی حاجت پوری کر لی۔

حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ' ان کو شہادت کے بعد اللہ عزوجل کی وجہ سے دو پر عطا کیے گئے تھے اور یہ جنت میں اڑتے تھے' ان کو الطیار کہا جاتا ہے' انہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتیں کیں' یہ حبشہ میں مہاجرین کے امیر تھے۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ الخزرجی المدنی' یہ ان میں سے تھے جو مکہ کی گھاٹیوں میں آ کر اسلام لائے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل' میت پر رونے کا جواز اور ضرورت کے وقت از خود لشکر کا امیر بننے کا جواز

اس حدیث میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اس واقعہ کی خبر دی جو موتہ میں ہوا تھا اور یہ غیب کی خبر تھی۔

اس حدیث میں میت پر رونے کا جواز ہے' کیونکہ جب آپ نے ان صحابہ کی شہادت کی خبر دی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے' جس کے دل میں رحمت ہو اسی کی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں اور یہ اچھی صفت ہے۔

حضرت خالد بن ولید کو کسی نے اس لشکر کا امیر نہیں بنایا تھا' وہ از خود امیر بن گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جب قوم کا کوئی امیر نہ رہے اور بغیر امیر کے قوم کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو جو شخص اہل ہو اس کا از خود امیر بننا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ' حضرت خالد کے اس اقدام سے راضی ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۔ ۳۳ ملخصاً وموضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵ - بَابُ الْإِذْنِ بِالْجَنَازَةِ

جنازہ کی خبر دینا

وَقَالَ اَبُوْ رَافِعٍ 'عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِىْ.

اور ابو رافع نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام مرد تھا جو مسجد کی صفائی کرتا تھا' وہ فوت ہو گیا' نبی ﷺ نے اس کے متعلق دریافت کیا' پس لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی! مجھے اس کی قبر بتاؤ' پھر آپ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۴۵۸' صحیح مسلم: ۹۵۶' سنن ابو داؤد: ۳۲۰۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۷)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۱۱۰۔ ج ۲ ص ۶۹۷۔ ۶۹۸ پر ذکر کی گئی ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: قبر پر نماز جنازہ۔

۱۲۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ' عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ الشَّيْبَانِىِّ' عَنِ الشَّعْبِىِّ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَاتَ اِنْسَانٌ' كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ' فَمَاتَ بِاللَّيْلِ فَدَفَنُوْهُ لَيْلًا' فَلَمَّا اَصْبَحَ اَخْبَرُوْهُ' فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ اَنْ تُعْلِمُوْنِىْ؟ قَالُوْا كَانَ اللَّيْلُ' فَكَرِهْنَا وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ اَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ' فَاَتٰى قَبْرَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی از ابی اسحاق الشیبانی از شعبی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انسان فوت ہو گیا جس کی رسول اللہ ﷺ عیادت کرتے تھے' وہ رات کو فوت ہوا تھا تو صحابہ نے رات کو اسے دفن کر دیا' جب صبح ہوئی تو انہوں نے آپ کو خبر دی' آپ نے فرمایا: تمہیں کس چیز نے مجھے اس کی اطلاع دینے سے باز رکھا تھا؟ صحابہ نے کہا: وہ رات کا وقت تھا' ہم نے اس کو ناپسند کیا کہ اندھیرے میں آپ کو آنے میں مشکل پیش آئے' پس آپ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهٗ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ

اس شخص کی فضیلت جس کا بیٹا فوت ہو گیا اور اس نے ثواب کی نیت سے صبر کیا

یعنی اس نے اللہ کی تقدیر پر راضی ہو کر صبر کیا اور اس کی رحمت اور مغفرت کی امید رکھی۔

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: آپ صبر کرنے والوں کو بشارت

(البقرہ:۱۵۵). دیجئے۔(البقرہ:۱۵۵)

اس پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے: آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے' جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں○ اور مصیبت کا لفظ عام ہے' بیٹے کی موت کی مصیبت بھی اس میں شامل ہے۔

١٢٤٨ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُّسْلِمٍ يُتَوَفّٰى لَهٗ ثَلَاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ إِيَّاهُمْ.

[طرف الحدیث:۱۳۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے بھی تین ایسے بیٹے فوت ہو جائیں جو بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں تو اس شخص کی ان بچوں پر رحمت کے فضل کی وجہ سے اللہ اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا۔

(سنن نسائی:۱۸۷۳' سنن ابن ماجہ:۱۶۰۵' سنن ترمذی:۱۰۶۱' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۰۹' شعب الایمان:۹۷۳۹' مسند احمد ج ۱ ص ۷۵ ۳ طبع قدیم' مسند احمد:۳۵۵۴' ج ۶ ص ۱۵' موسسۃ الرسالہ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:۵۰۱' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمر (۲) عبد الوارث بن سعید (۳) عبد العزیز بن صہیب (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲)

حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت پر اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث کے عنوان میں ہے: جو شخص اپنے فوت شدہ بیٹے پر ثواب کی نیت سے صبر کرے اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا اگرچہ صراحۃً ذکر نہیں ہے لیکن التزاماً ذکر ہے' کیونکہ وہ جنت میں اسی وقت داخل ہو گا جب ثواب کی نیت سے اپنے بیٹوں کی موت پر صبر کرے گا۔

"الحنث" کا معنی اور نابالغ بچوں کی موت پر صبر کی تخصیص کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ تین بیٹے "الحنث" کو نہ پہنچے ہوں' "الحنث" کا معنی ہے: گناہ اور انسان کا کوئی فعل اسی وقت گناہ قرار دیا جاتا ہے جب وہ بالغ ہو چکا ہو' اس لیے اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

نابالغ بچوں کی موت پر صبر کرنے کی وجہ سے جنت میں دخول کی بشارت اس لیے ہے کہ نابالغ بچوں سے محبت اور شفقت اور ان پر رحمت بہت زیادہ ہوتی ہے اور بالغ بچوں پر اتنی شفقت اور رحمت نہیں ہوتی کیونکہ عموماً اولاد بالغ ہونے کے بعد ماں باپ کی نافرمانیاں بہت زیادہ کرتی ہے' اس لیے اس سے محبت کا وہ جذبہ نہیں رہتا۔

١٢٤٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النِّسَاءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن الاصبہانی نے حدیث بیان کی از ذکوان از

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْ لَنَا يَوْمًا، فَوَعَظَهُنَّ، وَقَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ، كَانُوْا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ. قَالَتِ امْرَاَةٌ وَّاثْنَانِ؟ قَالَ وَاثْنَانِ.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہ عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر کر دیں' پس آپ نے ان کو وعظ کیا کہ جس عورت کے بھی تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے' ایک عورت نے کہا: اگر دو فوت ہوں؟ آپ نے فرمایا: اور دو بھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۰ - وَقَالَ شَرِيْكٌ عَنِ ابْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ.

اور شریک نے کہا از ابن الاصبہانی' انہوں نے کہا: مجھے ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ بچے بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۱ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَيَلِجَ النَّارَ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ (مریم: ۷۱)

[طرف الحدیث: ۶۶۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوں تو وہ صرف قسم کو پورا کرنے کے لیے دوزخ میں داخل ہوگا۔ امام ابوعبد اللہ نے کہا: اللہ کی قسم! تم میں سے ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مریم: ۷۱)

(صحیح مسلم: ۲۶۳۲' الرقم المسلسل: ۶۵۵۳' سنن ابوداؤد: ۲۲۹۰' سنن ترمذی: ۱۰۶۰' سنن نسائی: ۱۸۷۵' مسند الحمیدی: ۱۰۸۳' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۹۹' صحیح ابن حبان: ۲۰۰۶' سنن بیہقی ج ۷ ص ۷۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۶۵۔ ج ۱۲ ص ۲۰۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۲۱۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

ہر شخص کا دوزخ پر سے گزر ہوگا' اس آیت کی متعدد تفاسیر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہوگی اور یہ جمہور علماء کا قول ہے' اس پر اس جماعت کا اجماع ہے' جس کا قول ہو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے فضل سے ان کے آباء کو معاف فرما دے اور ان کی اولاد پر رحمت نہ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کی قسم! تم میں سے ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مریم: ۷۱)

علماء کا اس دخول میں اختلاف ہے' حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا: ہر نیک اور ہر بد دوزخ میں داخل ہوگا' سو مومن پر دوزخ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی' جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بن گئی تھی' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

اور کعب احبار نے کہا: اس دخول سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے۔

حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ اس آیت میں کفار سے خطاب ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ آیات ہیں:

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا○ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا○ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا○ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا○ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا○ (مریم: ۶۸-۷۲)

سو آپ کے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب کو اور شیطانوں کو جمع کریں گے، پھر ہم انہیں ضرور جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے ○ پھر ہم ہر گروہ سے اس کو ضرور باہر نکالیں گے جو رحمن پر سب سے زیادہ اکڑنے والا ہوگا ○ پھر بے شک ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں ○ اور بے شک تم میں سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا، یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے ○ پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے ○

ایک جماعت نے کہا ہے کہ مؤمن کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا، وہ اس کو دیکھے گا نہ اس پر وارد ہوگا اور دنیا میں جو اس کو بخار آیا تھا وہی اس کے حق میں دوزخ پر ورود ہوگا، عثمان بن اسود نے کہا: دوزخ کی آگ سے مؤمن کا حصہ دنیا میں بخار آنا ہے، سو وہ آخرت میں دوزخ پر وارد نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بخار والے مریض کی عیادت کی، میں بھی آپ کے ساتھ تھا، آپ نے اس سے فرمایا: تمہیں خوش خبری ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میری آگ ہے جس کو میں بندۂ مؤمن کے اوپر مسلط کرتا ہوں تاکہ دنیا اس کے لیے آخرت کی آگ کا حصہ ہو جائے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۰۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۲۹، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۰، المستدرک ج ۱ ص ۳۴۵)

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ صرف کفار دوزخ میں داخل ہوں گے، مسلمان داخل نہیں ہوں گے، دوسرا قول یہ ہے کہ مؤمن اور کافر سب دوزخ میں داخل ہوں گے، تیسرا قول یہ ہے کہ دوزخ میں دخول سے مراد سب کا پل صراط سے گزرنا ہے، چوتھا قول یہ ہے کہ سب دوزخ کے قریب سے دوزخ کو دیکھیں گے اور پانچواں قول یہ ہے کہ مسلمانوں پر جو دنیا میں بخار آتا ہے یا دیگر مصائب آتے ہیں وہ ان کے دوزخ میں داخل ہونے کے عوض ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۸-۲۴۷، ملخصاً و زیادۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

※ اس آیت کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۷ ص ۳۰۷، سورۂ مریم: ۷۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۷- بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِلْمَرْاَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ اِصْبِرِيْ

مرد کا قبر کے پاس کسی عورت سے یہ کہنا: صبر کرو

۱۲۵۲- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ وَهِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ

تَبْكِيْ، قَالَ اِتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے نزدیک ایک عورت کے پاس سے گزرے' وہ اس وقت رو رہی تھی' آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۸۳-۱۳۰۲-۷۱۵۴]

(صحیح مسلم: ۹۲۶' الرقم المسلسل: ۲۱۰۵' سنن ابوداؤد: ۳۱۲۴' سنن ترمذی: ۹۸۸' سنن نسائی: ۱۸۷۰-۱۸۶۹' مسند ابویعلیٰ: ۳۴۵۸' عمل الیوم واللیلۃ: ۱۰۶۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۳۰' شرح السنۃ: ۱۳۱۱' صحیح ابن حبان: ۲۸۹۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۵' شعب الایمان: ۹۷۰۲' المعجم الاوسط: ۹۲۳۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۱' سنن داری: ۶۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۴۵۸-ج ۱۹ ص ۴۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

خواتین کے لیے زیارتِ قبور کا ثبوت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیارتِ قبور جائز ہے اور خواتین کے لیے بھی زیارتِ قبور جائز ہے لیکن پردے کی پابندی بہر حال ضروری ہوگی' ورنہ آپ نے جس طرح اس عورت کو آواز سے رونے سے منع فرمایا' آپ اس کو قبر کی زیارت سے بھی منع فرماتے' نیز اس حدیث میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا ثبوت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے اس کو ڈانٹا نہیں اور اس میں کسی کے مرنے پر آواز سے رونے کی ممانعت کا ثبوت ہے اور اس رونے والی کو صبر کرنے کی نصیحت کا ثبوت ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۳۶-ج ۲ ص ۳۲۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی

۸- بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَوُضُوْئِهٖ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ

میت کو بیری کے پانی سے غسل دینا اور وضوء کرانا

وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ابْنًا لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ، وَحَمَلَهٗ وَصَلّٰى، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت سعید بن زید کے بیٹے کو خوشبو لگائی' ان کے جنازہ کو اٹھایا' نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت سعید بن زید کے بیٹے کو خوشبو لگائی' اور ان کا جنازہ اٹھایا' پھر مسجد میں داخل ہوئے' پس نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (موطا امام مالک: ۱۸- باب: ۳- ج ۱ ص ۱۹' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک میت کو کفن دیا اور اس کو خوشبو لگائی' پھر وضوء نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۵۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

آیا میت کو غسل دینے سے وضوء واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت کو غسل دینے سے غسل واجب ہوتا ہے اور میت کا جنازہ اٹھانے سے وضوء واجب ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۹۹۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۵۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۲)

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ کی حدیث حسن ہے' اہل علم کا میت کو غسل دینے والے پر غسل کے وجوب میں اختلاف ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص میت کو غسل دے تو اس پر غسل ہے اور بعض نے کہا: اس پر وضوء ہے' امام مالک بن انس نے کہا: میرے نزدیک غسل میت کی وجہ سے غسل کرنا مستحب ہے' واجب نہیں ہے' اور اسی طرح امام شافعی نے کہا ہے' امام احمد بن حنبل نے کہا: جس نے میت کو غسل دیا مجھے امید ہے اس پر غسل واجب نہیں ہے' رہا وضوء تو اس کے متعلق بہت کم کہا گیا ہے اور عبد اللہ بن المبارک سے مروی ہے: غسل میت سے غسل واجب ہوتا ہے نہ وضوء۔

(سنن ترمذی ص ۲۲۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے: امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ میت کو غسل دینے والے پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۳)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَّلَا مَيِّتًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مسلمان نجس نہیں ہوتا خواہ زندہ ہو یا مردہ۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اپنے مُردوں کو نجس نہ قرار دو' کیونکہ مؤمن نجس نہیں ہوتا خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۳۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ سَعْدٌ لَوْ كَانَ نَجِسًا مَا مَسِسْتُهُ.

اور حضرت سعد نے کہا: اگر مردہ نجس ہوتا تو میں اس کو نہ چھوتا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عائشہ بنت سعد بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد کو حضرت سعید بن زید کے جنازہ کی خبر دی گئی اس وقت وہ بقیع میں تھے' پس حضرت سعد آئے اور انہوں نے حضرت سعید کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور ان کو خوشبو لگائی' پھر ان کے گھر گئے اور ان پر نماز جنازہ پڑھی' پھر پانی منگا کر غسل کیا' پھر کہا: میں نے ان کو غسل دینے کی وجہ سے غسل نہیں کیا اور اگر وہ نجس ہوتے تو میں ان کو غسل نہ دیتا لیکن میں نے گرمی کی وجہ سے غسل کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۵۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن نجس نہیں ہوتا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے اس وقت میں جنبی تھا' آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں آپ کے ساتھ چلنے لگا' حتیٰ کہ آپ بیٹھ گئے' پس میں کھسک گیا' پھر میں گھر گیا اور میں نے غسل کیا' پھر میں آیا تو آپ بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے پوچھا: اے ابوہریرہ! تم کہاں تھے؟ میں نے آپ کو بتایا' آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اے ابوہریرہ! بے شک مؤمن نجس نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۲۸۵' صحیح مسلم: ۳۷۱)

۱۲۵۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ' عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ' عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' حِينَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ' فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا' أَوْ خَمْسًا' أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ' بِمَاءٍ وَسِدْرٍ' وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا' أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ' فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي. فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ایوب السختیانی از محمد بن سیرین از حضرت ام عطیہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی فوت ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' پس آپ نے فرمایا: اس کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ دفعہ غسل دو' اگر تم اس کو مناسب سمجھو' پانی اور بیری کے پتوں سے اور اس کے آخر میں کافور یا کچھ کافور رکھ دینا' پس جب تم فارغ ہو جاؤ

فَاَعْطَانَا حِقْوَهٗ' فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ. تَعْنِیْ اِزَارَهٗ.

تو مجھے بتانا' پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو بتایا' پس آپ نے ہم کو اپنا تہبند دیا اور فرمایا: اس تہبند کو اس کا ازار بنا دینا۔

(صحیح مسلم: ۹۳۹' الرقم المسلسل: ۲۱۳۳' سنن ابوداؤد: ۳۱۴۲' سنن نسائی: ۱۸۸۵-۱۸۸۰' سنن ابن ماجہ: ۱۴۵۸' سنن ترمذی: ۹۹۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۴۳' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۱۵' مسند الحمیدی: ۳۶۰' مسند احمد ج ۵ ص ۸۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۷۹۵- ج ۳۴ ص ۳۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) امام مالک بن انس (۳) ایوب السختیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ام عطیہ الانصاریہ' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دینے کے موقع پر حاضر تھیں' میت کو غسل دینے کے متعلق ان سے اعلیٰ کسی کی حدیث نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کا تذکرہ اور آثار صالحین سے تبرک کا حصول

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی فوت ہو گئیں' ان کا نام حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھا' یہ ابو العاص بن الربیع کی زوجہ تھیں' اور حضرت امامہ کی والدہ تھیں' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اٹھایا ہوا تھا' جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے' حضرت زینب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں' ان کا نکاح ابو العاص بن الربیع سے ہوا' ان سے حضرت علی اور حضرت امامہ پیدا ہوئے' حضرت زینب ۸ھ میں فوت ہوئیں' بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ صاحب زادی حضرت ام کلثوم تھیں' جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں' اور صحیح یہ ہے کہ یہ قصہ حضرت زینب کا ہے کیونکہ جب حضرت ام کلثوم فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں گئے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس تہبند کو ان کا شعار بنا دینا' یعنی ان کے جسم کے ساتھ لپیٹ دینا تاکہ انہیں آپ کے آثار شریفہ کا تبرک حاصل ہو' آپ نے ان کو ابتداءً یہ تہبند نہیں دیا بلکہ آخر میں دیا تاکہ زیادہ دیر تک یہ آپ کے جسم مبارک کے ساتھ لگا رہے اور یہ حدیث آثار صالحین سے تبرک کے حصول کی اصل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دینا چاہیے اور اس کے کفن میں کافور یا اور کسی قسم کی خوشبو لگانی چاہیے' اور طاق مرتبہ غسل دینا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ اَنْ يُغْسَلَ وِتْرًا

طاق مرتبہ غسل دینے کا استحباب

۱۲۵٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ' عَنْ اَيُّوْبَ' عَنْ مُحَمَّدٍ' عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ' فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا' اَوْ خَمْسًا' اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ' بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ' وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا' فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ. فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ' فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهٗ' فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب الثقفی نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' ہم اس وقت آپ کی صاحب زادی کو غسل دے رہی تھیں' آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو' اور اس کے آخر میں کافور رکھنا اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع

إِيَّاهُ. فَقَالَ أَيُّوبُ وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ، وَكَانَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا. وَكَانَ فِيهِ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا. وَكَانَ فِيهِ أَنَّهُ قَالَ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا، وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا. وَكَانَ فِيهِ أَنَّ أُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ وَمَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

دینا' پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع دی' آپ نے ہم کو اپنا تہبند دیا اور فرمایا: اس کو ان کے بدن سے ملا دینا' پس ایوب نے کہا: مجھے حفصہ نے محمد کی مثل حدیث بیان کی اور حفصہ کی حدیث میں مذکور تھا: ان کو طاق مرتبہ غسل دینا اور اس میں تین یا پانچ یا سات مرتبہ کا ذکر تھا' اور اس میں یہ ذکر تھا کہ ان کی دائیں جانب سے ابتداء کرنا اور وضوء کے اعضاء سے غسل شروع کرنا اور اس میں یہ ذکر تھا کہ حضرت ام عطیہ نے کہا: اور ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ يُبْدَأُ بِمَيَامِنِ الْمَيِّتِ

میت کی دائیں طرف سے غسل کی ابتداء کی جائے

۱۲۵۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کے غسل کے متعلق فرمایا: ان کی دائیں جانب سے اور وضوء کے اعضاء سے غسل کی ابتداء کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَيِّتِ

میت کی وضوء کی جگہیں

۱۲۵٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا غَسَّلْنَا بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا، وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از سفیان از خالد الحذاء از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: جب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کو غسل دیا تو جس وقت ہم غسل دے رہی تھیں' آپ نے ہم سے فرمایا: ان کی دائیں جانب سے اور وضوء کے اعضاء سے غسل کی ابتداء کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ هَلْ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي إِزَارِ الرَّجُلِ

کیا عورت کو مرد کے تہبند میں کفن دیا جا سکتا ہے

۱۲۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي. فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَنَزَعَ مِنْ حِقْوِهِ إِزَارَهُ فَأَعْطَانَاهُ. وَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحمٰن بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی فوت ہو گئیں' پس آپ نے ہم سے فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ' اگر تم مناسب سمجھو' پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا' پھر جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو مطلع کیا' آپ نے اپنا تہبند اتار کر ہمیں عطاء کیا اور فرمایا: اس کو ان کے جسم سے ملا دینا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو مرد کے کپڑے میں کفن دینا جائز ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے: قمیص' تہبند' دوپٹہ' لفافہ اور وہ کپڑا جس کے ساتھ اس کے پستانوں کو باندھا جائے' پہلے قمیص پہنائی جائے' پھر اس کے سر پر دوپٹہ رکھا جائے' جو قمیص کے اوپر ہو اور تہبند اور لفافہ کے نیچے ہو' اور اس کپڑے کو سینہ کے پاس باندھا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۶۳)

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۶۳- ج ۲ ص ۵۶۷ پر ذکر کی گئی ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳ - بَابٌ يُجْعَلُ الْكَافُوْرُ فِي اٰخِرِهٖ

کافور کو آخر میں رکھا جائے

۱۲۵۸ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ إِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ، بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا، أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي. قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَلْقٰى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ. وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِنَحْوِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحب زادی فوت ہو گئیں' آپ گھر سے نکلے' پس فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو' پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخر میں کافور رکھ دینا' یا کچھ کافور' پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا' حضرت ام عطیہ نے کہا: پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع دی' آپ نے اپنا تہبند ہم کو عطا کیا اور فرمایا: اس کو ان کے جسم سے ملا دینا۔ اور ایوب نے حدیث بیان کی از حفصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا اس کی مثل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۹ - وَقَالَتْ إِنَّهُ قَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ سَبْعًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ. قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَجَعَلْنَا

اور انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ غسل دو یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو' حفصہ نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اور ہم نے ان

رَأْسِهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

کے سر میں تین چوٹیاں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابُ نَقْضِ شَعَرِ الْمَرْأَةِ

عورت کے بالوں کو کھولنا

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ أَنْ يُّنْقَضَ شَعَرُ الْمَرْأَةِ.

اور ابن سیرین نے کہا: عورت کے بالوں کو کھولنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا: جب عورت کو غسل دیا جائے تو اس کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں' پھر ان کو اس کے پیچھے ڈال دیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۹۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٢٦٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَيُّوْبُ وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيْرِيْنَ قَالَتْ حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهُنَّ جَعَلْنَ رَأْسَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ، نَقَضْنَهُ ثُمَّ غَسَلْنَهُ، ثُمَّ جَعَلْنَهُ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' ایوب نے کہا: اور میں نے حفصہ بنت سیرین سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کے سر میں تین مینڈھیاں بنائیں' ان کو کھول دیا' پھر ان کو دھویا' پھر ان کی تین مینڈھیاں بنا دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابٌ كَيْفَ الْإِشْعَارُ لِلْمَيِّتِ

میت کے بدن کے ساتھ کپڑا کس طرح لپیٹا جائے

وَقَالَ الْحَسَنُ الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ تَشُدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ' تَحْتَ الدِّرْعِ.

اور حسن بصری نے کہا: پانچویں کپڑے کے ساتھ میت کی رانیں اور اس کے کولہے قمیص کے نیچے باندھے جائیں۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیثیں ہیں:

ابن سیرین نے کہا: عورت کے پیٹ کے اوپر کپڑا رکھا جائے اور اس کے ساتھ اس کی رانوں کو باندھا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۰۴ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن سیرین نے کہا: پانچویں کپڑے میں قمیص کے نیچے اس کی رانوں کو لپیٹا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۰۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٢٦١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ أَيُّوْبَ أَخْبَرَهُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ يَقُوْلُ جَاءَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' إِمْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِيْ بَايَعْنَ' قَدِمَتِ الْبَصْرَةَ' تُبَادِرُ ابْنًا لَهَا فَلَمْ تُدْرِكْهُ' فَحَدَّثَتْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ ان کو ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابن سیرین سے سنا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ، بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي. قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا أَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ. وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ، وَلَا أَدْرِي أَيُّ بَنَاتِهِ. وَزَعَمَ أَنَّ الْإِشْعَارَ أَلْفِفْنَهَا فِيهِ. وَكَذٰلِكَ كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ.

ﷺ سے بیعت کی تھی' وہ اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے سبقت کر کے بصرہ آئیں اور اس کو نہ دیکھ سکیں' انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی کہ ہم آپ کی صاحب زادی کو غسل دے رہی تھیں' آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کے آخر میں کافور رکھو' پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا۔ حضرت ام عطیہ نے کہا: پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو آپ نے ہمیں اپنا تہبند عطا کیا' پس فرمایا: اس کو ان کے بدن کے ساتھ ملا دو' اور اس پر اضافہ نہ کیا جائے اور مجھے نہیں معلوم وہ آپ کی کون سی صاحب زادی تھیں' اور ان کا زعم تھا کہ تہبند کو لپیٹا جائے اور اسی طرح ابن سیرین عورت کے بارے میں حکم دیتے تھے کہ اس کے بدن پر کپڑا لپیٹ دیا جائے اور اس کو تہبند نہ پہنایا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابٌ هَلْ يُجْعَلُ شَعَرُ الْمَرْأَةِ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ

کیا عورت کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں

١٢٦٢ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ ضَفَرْنَا شَعَرَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَعْنِي ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ. وَقَالَ وَكِيعٌ قَالَ سُفْيَانُ نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا.

قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از ام الہذیل از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم نے نبی ﷺ کی صاحب زادی کی تین مینڈھیاں بنائیں اور وکیع نے کہا کہ سفیان نے کہا کہ اس کی پیشانی اور کنپٹیوں کے بالوں کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابٌ يُلْقَى شَعَرُ الْمَرْأَةِ خَلْفَهَا

عورت کے بالوں کو پیچھے ڈال دیا جائے

١٢٦٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وِتْرًا، ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ، وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا، أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام بن حسان' انہوں نے کہا: ہمیں حفصہ نے حدیث بیان کی از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کی صاحب زادیوں میں سے ایک فوت ہو گئیں' پس ہمارے پاس نبی ﷺ آئے پس فرمایا: اس کو بیری کے پتوں سے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ غسل دو' اگر تم اس کو مناسب سمجھو اور اس کے آخر

فَاٰذِنِّيْ. فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ، فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهٗ، فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ، وَاَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا.

میں کافور رکھنا یا کچھ کافور' پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا' پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو مطلع کیا' آپ نے ہم کو اپنا تہبند عطا کیا' پس ہم نے ان کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائیں اور ان کو ان کے پیچھے ڈال دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۸ - بَابُ الثِّيَابِ الْبِيْضِ لِلْكَفَنِ

کفن کے لیے سفید کپڑا

۱۲٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سُحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيْهِنَّ قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ.

[اطراف الحدیث: ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۳۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو یمنی حول روئی سے بنے ہوئے تھے' ان میں قمیص تھی نہ عمامہ تھا۔

(صحیح مسلم: ۹۴۱' الرقم المسلسل: ۲۱۳۳' المستدرک ج ۳ ص ۶۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۰۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵۸' السنن الکبریٰ: ۲۰۲۶' صحیح ابن حبان: ۳۰۳۷' المعجم الاوسط: ۸۳۹۹' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۴۶' شرح السنۃ: ۱۴۷۶' مسند احمد ج ۶ ص ۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۱۹۔ ج ۴۰ ص ۱۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل ابو الحسن' مجاور مکہ' یہ ۲۲۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا' ان میں قمیص تھی نہ عمامہ تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۲۶۴' صحیح مسلم: ۹۴۱' سنن ترمذی: ۹۹۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴۶۹' سنن نسائی: ۱۸۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا' دو کپڑے حلہ تھا اور ایک وہ قمیص تھی جس میں آپ فوت ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۱)

حدیث مذکور کے مسائل اور کفن میں عمامہ کے متعلق مختلف روایات

اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد کے حق میں کفن میں سنت یہ ہے کہ تین کپڑوں میں کفن دیا جائے: ازار' قمیص اور لفافہ' امام شافعی نے کہا ہے کہ میت کو تین لفافوں سے کفن دیا جائے' امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے' ہمارے اصحاب کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص' ازار اور لفافہ۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۱، المکتبۃ الاثریہ پاکستان)

اس حدیث میں عمامہ کا ذکر نہیں ہے' المبسوط میں مذکور ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے عمامہ کو مکروہ کہا ہے کیونکہ پھر کفن کے کپڑے جفت ہو جائیں گے اور بعض مشائخ نے عمامہ کو مستحسن کہا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے واقد کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا: قمیص' عمامہ اور تین لفافے اور عمامہ کا شملہ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا' اس حدیث کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی ذکر کردہ حدیث یہ ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ واقد بن عبد اللہ فوت ہو گئے تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا: قمیص' تین لفافے اور عمامہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۹' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۵۹' دار الکتب العلمیہ بیروت)

جابر بن زید نے کہا ہے کہ میت کو عمامہ نہ پہنایا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۷' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۶۷' دار الکتب العلمیہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۷۳۔ ج ۲ ص ۷۵۹۔ ۷۵۸ پر بیان کی گئی ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
① تکفین میں مذاہب ② احناف کے دلائل ③ عورت کا کفن۔

١٩ - بَابُ الْكَفَنِ فِي ثَوْبَيْنِ

دو کپڑوں میں کفن

١٢٦٥ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ' عَنْ أَيُّوبَ' عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ' إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ' أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ' قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ' وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ' وَلَا تُحَنِّطُوْهُ' وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ' فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا. [اطراف الحدیث: ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۸۳۹۔ ۱۸۴۹۔ ۱۸۵۰۔ ۱۸۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص میدان عرفہ میں کھڑا ہوا تھا' اچانک وہ اپنی اونٹنی سے گر گیا' پس اونٹنی نے اس کو ہلاک کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو' اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۶' الرقم المسلسل: ۲۸۳۳' سنن ترمذی: ۹۵۱' سنن نسائی: ۲۷۱۳' سنن ابوداؤد: ۳۲۳۸' سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۴' مسند الحمیدی: ۴۶۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۰۶' المنتقیٰ: ۵۰۶' شرح مشکل الآثار: ۳۵۶' المعجم الکبیر: ۱۲۵۲۳' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۹۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۹۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۳۔ ج ۳ ص ۳۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' مسند الطحاوی: ۳۳۵۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) ایوب السختیانی (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۳)

محرم کو کفن پہنانے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کو تین کپڑوں سے کم میں کفن پہنانا ہمارے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے اور اگر کسی شخص کو دو کپڑوں میں کفن دیا گیا تو وہ اس حدیث کے ظاہر کے اعتبار سے مستحب ہے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ محرم کو کس طرح کفن پہنایا جائے' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ محرم کو کفن پہنایا جائے اور اس کے سر کو نہ ڈھانپا جائے اور نہ اس کو خوشبو لگائی جائے کیونکہ اس کے احرام کا حکم باقی ہے' حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے جو کہ ظاہر حدیث کے مطابق ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ محرم کو اسی طرح کفن پہنایا جائے گا جس طرح عام مسلمان کو کفن پہنایا جاتا ہے اور حضرت عثمان' حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ اس قول کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے' ماسوا تین کے: صدقہ جاریہ' وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور وہ نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۰' سنن نسائی: ۳۶۵۱' سنن ترمذی: ۱۳۷۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت سے عبادت منقطع ہو جاتی ہے' لہٰذا احرام کی عبادت بھی منقطع ہو گئی اور سر کو نہ ڈھانپنا اور خوشبو نہ لگانا احرام کی عبادات سے متعلق ہیں اور موت سے اس کا احرام منقطع ہو چکا ہے۔

حضرت عمر کے بیٹے کو جب موت آئی تو وہ محرم تھے اور حضرت ابن عمر نے ان کا سر ڈھانپا تھا اور حضرت ابن عمر نے کہا: اگر ہم محرم نہ ہوتے تو اس کو خوشبو بھی لگاتے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث خاص اس محرم کے متعلق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا' جیسا کہ آپ نے شہداء کے متعلق فرمایا ہے: بے شک شہید قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے خون کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی (سنن ترمذی: ۱۶۵۶) پس ہر وہ شخص جو شہید ہے وہ اس بشارت کا مستحق ہے' پھر حضرت جعفر کو اس عموم سے خاص کر لیا گیا' آپ نے فرمایا: اس کے دو پر ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں اڑ رہا ہے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۲۰۹) آپ نے کسی اور شہید کے متعلق اس طرح نہیں فرمایا' جس شہید کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے ہوں پس اسی طرح اس محرم کو بھی عام فوت ہونے والے مسلمانوں کے حکم سے خاص کر لیا گیا۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس محرم کی اس وجہ سے خصوصیت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حج قبول فرمایا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی شخص نہیں بیان سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حج قبول فرمالیا ہے یا نہیں اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے کو ان کو غسل دیا اور ان کے سر اور چہرے کو ڈھانپا کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا حج قبول کیا ہے یا نہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے' مگر وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہ رہا ہوگا' اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۱۸۷۶' فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ: ۱۰۵)

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس کا حج خاص اللہ کے لیے ہے' سو اسی کا حج قبول ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سر کھلا رکھنے اور خوشبو نہ لگانے کا حکم دیا تھا' وہ بھی اسی محرم کے لیے تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۳-۲۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۷- ج ۳ ص ۳۶۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① محرم کی تکفین میں مذاہب اور مؤقف احناف کی وضاحت ② امام شافعی اور امام احمد کی پیش کردہ حدیث کا جواب ③ تکفین میں محرم کا سر ڈھانپنے کی بحث ④ مردہ محرم کا سر ڈھانپنے میں امام شافعی اور امام احمد کا نظریہ ⑤ علامہ نووی کے اعتراض کا جواب ⑥ محرم کی وفات کے بعد بھی اجر کی توقع۔

٢٠ - بَابُ الْحَنُوطِ لِلْمَيِّتِ

میت کو خوشبو لگانا

١٢٦٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَأَقْصَعَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان عرفہ میں کھڑا ہوا تھا' اچانک وہ اپنی سواری سے گرا جس نے اس کو ہلاک کر دیا' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابٌ كَيْفَ يُكَفَّنُ الْمُحْرِمُ

محرم کو کیسے کفن دیا جائے

١٢٦٧ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا وَقَصَهُ بَعِيرُهُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُمِسُّوهُ طِيبًا وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص کو اس کے اونٹ نے گرا دیا اور ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور وہ شخص محرم تھا' پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن پہناؤ اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

١٢٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو وَأَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَوَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ قَالَ أَيُّوبُ فَوَقَصَتْهُ وَقَالَ عَمْرٌو فَأَقْصَعَتْهُ فَمَاتَ فَقَالَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو و ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص میدان عرفہ میں نبی ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا' وہ اپنی سواری سے گر پڑا' ایوب نے کہا: "فوقصته" اور عمرو نے کہا: "فاقصعته" (پس اس کو سواری نے گرا دیا) پس وہ فوت ہو

ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوْهُ، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ، فَإِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ أَيُّوْبُ يُلَبِّيْ، وَقَالَ عَمْرٌو مُلَبِّيًا.

گیا' پس آپ نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو' اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ' اور نہ اس کا سر ڈھانپو' کیونکہ اس کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا' ایوب نے کہا: اس حال میں کہ وہ تلبیہ پڑھ رہا ہو گا' عمرو نے کہا: وہ تلبیہ پڑھنے والا ہو گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ الْكَفَنِ فِي الْقَمِيْصِ الَّذِيْ يُكَفُّ، أَوْ لَا يُكَفُّ، وَمَنْ كُفِّنَ بِغَيْرِ قَمِيْصٍ

اس قمیص میں کفن دینا جس کا حاشیہ سلا ہوا ہو یا بے سلا اور بغیر قمیص کے کفن دینا

۱۲۶۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ، جَاءَ ابْنُهٗ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَعْطِنِيْ قَمِيْصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيْهِ، وَصَلِّ عَلَيْهِ، وَاسْتَغْفِرْ لَهٗ. فَأَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَهٗ، فَقَالَ آذِنِّيْ أُصَلِّيْ عَلَيْهِ. فَآذَنَهٗ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهٗ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقَالَ أَلَيْسَ اللّٰهُ نَهَاكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ؟ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ (التوبہ: ۸۰) فَصَلّٰى عَلَيْهِ، فَنَزَلَتْ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا﴾ (التوبہ: ۸۴).

[اطراف الحدیث: ۴۶۷۰۔۴۶۷۲۔۵۷۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ عبد اللہ بن ابی جب مر گیا تو اس کا بیٹا رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اپنی قمیص مجھے عطا کریں' میں اس کو کفن پہناؤں گا' اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کے لیے استغفار کریں' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی قمیص عطا فرمائی اور فرمایا: مجھے مطلع کرنا میں اس کی نماز پڑھاؤں گا' پس انہوں نے آپ کو مطلع کیا' پس جب آپ نے اس کی نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کھینچا' پس کہا: کیا اللہ نے آپ کو منافقین کی نماز پڑھانے سے منع نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ نے دو چیزوں کا اختیار دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں' اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ (بھی) استغفار کریں تو اللہ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ (التوبہ: ۸۰) آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو پھر یہ آیت نازل ہوئی: اور ان میں سے جو کوئی مر جائے تو آپ اس کی کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (التوبہ: ۸۴)

(صحیح مسلم: ۲۴۰۰۔۲۷۷۴' سنن ترمذی: ۳۰۹۸' سنن نسائی: ۱۹۰۰' السنن الکبریٰ: ۱۱۲۲۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۳' صحیح ابن حبان: ۳۱۷۵' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۹۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۸۰۔ ج ۸ ص ۳۰۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۲۰' مکتبہ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۰۴۳)

قمیص کو کفن بنانے پر علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قمیص میں کفن دینا جائز ہے' امام مالک کے اصحاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے لیے اپنی قمیص اس لیے عطا فرمائی تھی کہ عبداللہ بن ابی نے غزوۂ بدر کے دن آپ کے ساتھ ایک نیکی کی تھی اور وہ یہ تھی کہ آپ کے چچا عباس اس وقت قیدیوں میں تھے اور ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا' پس نبی ﷺ نے ان کے لیے قمیص تلاش کی' ان کا قد لمبا تھا اور کسی کی قمیص ان کو پوری نہیں آ رہی تھی' عبداللہ بن ابی کی قمیص ان کو پوری تھی' اس نے اپنی قمیص ان کے لیے دے دی' پس رسول اللہ ﷺ نے اس کا بدلہ اتارنے کے لیے اپنی قمیص اس کے لیے عطا فرمادی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے یہ غلط لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قمیص میں کفن دینا چاہیے بلکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا استدلال ان حدیثوں سے ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص' ازار اور لفافہ۔
(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۱' المکتبۃ الاثریہ' پاکستان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا' دو کپڑے حلہ تھے اور ایک وہ قمیص تھی جس میں آپ فوت ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۱)

کافر کو غسل دینے' کفن پہنانے اور دفن کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں مردہ کافر کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو آیا مردہ کافر کو غسل دینا' کفن پہنانا اور اس کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں! علامہ ابن الحسین نے کہا ہے کہ جس شخص کا کافر باپ مرگیا' اس کا مسلمان بیٹا اس کو غسل نہ دے اور نہ اس کی قبر میں داخل ہو' ہاں! اگر اس کو اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کو کسی گڑھے میں چھپا دے۔ امام مالک نے اس کی المدونہ میں تصریح کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ خبر دی کہ ان کے والد فوت ہوگئے' تو آپ نے فرمایا: جاؤ! ان کو زمین میں چھپا دو اور ان کو اسے غسل دینے کا حکم نہیں دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں اسے غسل دینے کا حکم دیا لیکن اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اپنے کافر باپ کی قبر کو درست کرانے کے لیے اس کی قبر پر کھڑا ہونا جائز ہے اور اس کو دفن کرنے کے لیے اس کے متعلق حدیث صحیح ہے اور اہل علم نے اس پر عمل کیا ہے۔

صاحب الہدایہ نے کہا ہے کہ اگر کافر مر جائے اور اس کا بیٹا مسلمان ہو تو وہ اس کو غسل دے اور کفن پہنائے اور اس کو دفن کرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے والد ابوطالب کے متعلق اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

امام محمد بن سعد نے الطبقات میں یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو ابوطالب کی وفات کی خبر دی تو آپ روئے' پھر مجھ سے فرمایا: ان کو غسل دو' کفن پہناؤ اور ان کو زمین میں چھپا دو'

سو میں نے ایسا کیا' پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ! جا کر غسل کرو۔ (سنن نسائی: ۱۹۰)

امام محمد بن سعد نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کئی دن تک ابو طالب کے لیے مغفرت طلب کرتے رہے اور اپنے گھر سے نہیں نکلے' حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ. (التوبہ: ۱۱۳)

نبی اور مومنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت طلب کریں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

صاحب ہدایہ نے کہا ہے: لیکن کافر کو اس طرح غسل دے جس طرح نجس کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ دے اور اس کے کفن پہنانے کے عذر میں سنت کی رعایت نہ کرے اور نہ اس کو خوشبو لگائے' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے کہ کافر کے ولی (وارث) کے لیے اس کو غسل دینا اور اس کو کفن پہنانا جائز نہیں ہے' لیکن امام مالک نے کہا ہے کہ اس کو زمین میں چھپا دے۔

اس حدیث میں حضرت عمر کی فضیلت ہے کہ ان کی رائے کے موافق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہو گئی' جس میں منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے' لیکن رسول اللہ ﷺ پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ جس وقت آپ نے عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھی تھی اس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۸۹۹۔ ج ۷ ص ۵۷۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① عبد اللہ بن ابی کی مختصر سوانح ② ابن ابی کو قمیص مبارک عطا فرمانے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق ③ ابن ابی کو کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے ایک ہزار منافقوں کا اسلام قبول کرنا ④ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق احادیث ⑤ رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی کے نفاق کے باوجود اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ ⑥ مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ ⑦ "استغفر لهم او لا تستغفر لهم" سے استغفار کا اختیار مراد لینے پر بعض علماء کا اضطراب ⑧ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق امام رازی کا تسامح ⑨ کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم میں ج ۷ ص ۵۸۰ سے ۵۹۱ تک مکمل ہوئی ہے۔

ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں بھی "اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ" (التوبہ: ۸۰) کی تفسیر میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا شان نزول (۲) عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطاء فرمانے کی وجوہ (۳) اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود عبد اللہ بن ابی کے لیے استغفار کی توجیہات (۴) ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق امام رازی کا تسامح۔

چونکہ شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن میں اس بحث کے تمام پہلو آ گئے ہیں اس لیے ہم نے یہاں نعمۃ الباری میں اس کی زیادہ تفصیل نہیں کی' جو قارئین اس بحث کو زیادہ تفصیل سے پڑھنا چاہیں' وہ شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کا مطالعہ کریں۔

۱۲۷۰ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی

قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ بَعْدَ مَا دُفِنَ، فَاَخْرَجَهُ، فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِيْقِهِ، وَاَلْبَسَهُ قَمِيْصَهُ. [اطراف الحدیث: ۱۳۵۰-۳۰۰۸-۵۷۹۵]

از عمرو انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی کے دفن ہونے کے بعد اس کے پاس گئے آپ نے اس کو قبر سے نکالا پھر اس میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی۔

(صحیح مسلم: ۲۷۷۳، الرقم المسلسل: ۶۸۹۲، سنن نسائی: ۲۰۱۹-۱۹۰۱، جامع المسانید لابن جوزی: ۸: ۹۳، مکتبہ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی: ۱۰۸۲)

حضرت جابر کی اس روایت کا حضرت ابن عمر کی روایت سے تعارض کا جواب اور عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطا فرمانے کی وجوہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی یہ روایت: ۱۲۷۰ اس سے پہلی روایت: ۱۲۶۹ کے معارض ہے روایت: ۱۲۶۹ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کو قمیص عطا کی اور اس روایت میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن ابی کو دفن کر دیا گیا تھا' پھر آپ نے اس کو قبر سے نکالا اور اس کو قمیص پہنائی' پہلی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور دوسری روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' ان دو روایتوں میں تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کو قمیص عطا کر دی تھی' پھر اس کے گھر والوں نے سوچا کہ آپ کو آنے میں مشقت ہو گی' اس لیے آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی عبد اللہ بن ابی کو دفن کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے پہنچ گئے' اس وقت عبد اللہ بن ابی دفن کیا جا چکا تھا' پھر آپ نے حکم دیا: اس کو قبر سے نکالا جائے' اور آپ نے اس کو اپنی قمیص پہنائی اور اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام ابن الجوزی نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے اس کو دو قمیصیں عطا کی ہوں' ایک قمیص اس کے کفن کے لیے اس کے بیٹے کو دی اور دوسری قمیص اس کو قبر سے نکال کر پہنائی اور ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو اور حضرت ابن عمر نے اس واقعہ کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ (کشف المشکل ج ۲ ص ۱۹۳)

اگر یہ اعتراض ہو کہ عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطا کرنے میں کیا حکمت تھی' حالانکہ وہ منافقین کا سردار تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا بیٹا مخلص مؤمن اور صحابی تھا' آپ نے اس کی دل جوئی اور تکریم کے لیے قمیص عطا فرمائی' دوسرا جواب یہ ہے: آپ سے جب بھی کوئی سائل سوال کرتا تو آپ اس کے جواب میں "نہ" نہیں فرماتے تھے اور اس کے سوال کو مسترد نہیں کرتے تھے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: بے شک میری قمیص اس سے اللہ کے کسی عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے یہ امید ہے کہ اس سبب سے اس کی قوم اسلام لے آئے گی چنانچہ روایت ہے کہ خزرج نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قمیص عطا کی اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو خزرج کے ایک ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنے اور قبر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عبد اللہ بن ابی کو دفن کرنے کے بعد قبر سے نکالا گیا' اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد کسی ضرورت یا مصلحت سے اس کو قبر سے نکالنا جائز ہے۔

رہا دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا' اس کو بعض فقہاء نے مکروہ (تحریمی) کہا ہے اور دوسروں نے جائز قرار دیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اگر ایک میل یا دو میل تک منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں' ایک قول یہ ہے کہ اگر مسافت سفر سے کم فاصلہ تک منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مسافت قصر کے فاصلہ تک بھی منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا تھا کہ جو قبریں مسجد کے پاس ہیں ان کو بقیع کی طرف منتقل کر دیا جائے اور فرمایا: اپنی مسجد کو وسیع کرو اور امام محمد نے کہا ہے کہ یہ فعل معصیت اور گناہ ہے۔

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ ہمارے مذہب میں ظاہر یہ ہے کہ میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا جائز ہے' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید العقیق میں فوت ہوئے اور ان کو مدینہ میں دفن کیا گیا۔

الحاوی میں مذکور ہے: امام شافعی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک میت کو منتقل کرنا پسندیدہ نہیں ہے' تاہم مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ اور بیت المقدس کا قرب حاصل کرنے اور اس جگہ کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے میت کو منتقل کیا جائے تو جائز ہے' علامہ بغوی اور البندنیجی نے کہا ہے کہ میت کو منتقل کرنا مکروہ تحریمی ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک میت کو اس کی قبر سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت معاذ نے اپنی بیوی کی قبر کھود کر اس کو وہاں سے نکالا اور حضرت طلحہ نے قبر کو منتقل کیا اور جماعت کی مخالفت کی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۲۔۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل اور فقہاء احناف کی تصریحات' شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۱۰۔۸۰۸ میں بیان کی گئی ہیں۔

۲۳- بَابُ الْكَفَنِ بِغَيْرِ قَمِيصٍ

بغیر قمیص کے کفن دینا

۱۲۷۱- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سُحُولٍ كُرْسُفٍ' لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سوتی سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا' ان میں قمیص تھی نہ عمامہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''سحول'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وہ کپڑا سحول نامی یمن کی بستی کا بنا ہوا تھا۔

۱۲۷۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ' لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا' ان میں قمیص تھی نہ عمامہ۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۴ میں گزر چکی ہے۔

سنت کے مطابق کفن میں مذاہب

اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ کفن میں سنت یہ ہے کہ صرف تین لفافے ہوں' نہ ان میں قمیص ہو نہ عمامہ ہو' امام مالک کے نزدیک کفن میں عمامہ بھی سنت ہے' ان کے نزدیک اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ یہ تین لفافے قمیص اور عمامہ پر زائد تھے' ہمارا مذہب دلائل کے ساتھ حدیث: ۱۲۶۴ میں گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۴ - بَابُ الْكَفَنِ بِلَا عِمَامَةٍ

بغیر عمامہ کے کفن دینا

۱۲۷۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ کو یمن کے بنے ہوئے تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا' ان میں قمیص تھی نہ عمامہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ

تمام مال سے کفن دینا

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَقَتَادَةُ.

اور عطاء' الزہری' عمرو بن دینار اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے کہ الزہری اور قتادہ نے کہا کہ کفن جمیع مال سے ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۳۷)

اسی طرح عطاء کا قول ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۳۸) اور عمرو بن دینار کا قول ہے۔

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ الْحَنُوطُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ.

اور عمرو بن دینار نے کہا کہ خوشبو بھی تمام مال سے ہے۔

اس تعلیق کی اصل بھی مصنف عبدالرزاق: ۶۲۳۸ میں ہے۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ الْقَبْرِ وَالْغَسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ.

اور ابراہیم نے کہا: کفن سے ابتداء کی جائے گی پھر قرض سے پھر وصیت سے اور سفیان نے کہا: قبر کھودنے کی اور غسل کی اجرت کفن سے شمار کی جائے گی۔

اس تعلیق کی اصل بھی مصنف عبدالرزاق: ۶۲۵۰ میں ہے۔

۱۲۷۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أُتِيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَوْمًا بِطَعَامِهِ فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَكَانَ خَيْرًا مِنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ وَقُتِلَ حَمْزَةُ أَوْ رَجُلٌ آخَرُ خَيْرٌ مِنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ تَكُونَ قَدْ عُجِّلَتْ لَنَا طَيِّبَاتُنَا فِي حَيَاتِنَا الدُّنْيَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي.

[اطراف الحدیث: ۱۲۷۵-۴۰۴۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد مکی نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از سعد از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے ان کو کفن پہنانے کے لیے صرف ایک چادر مل سکی اور حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا اور ایک اور شخص کو جو مجھ سے افضل تھے ان کو کفن دینے کے لیے بھی صرف ایک چادر مل سکی مجھے اس کا خطرہ ہے کہ ہماری پسندیدہ چیزیں ہمیں دنیا کی زندگی میں ہی دے دی گئی ہیں'

پھر وہ رونے لگے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد المکی الازرقی ابو محمد (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم مدینہ کے قاضی تھے' ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوسعید ابراہیم بن عبد الرحمٰن (۵) حضرت عبد الرحمٰن بن عوف' یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں' یہ قدیم الاسلام ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے' انہوں نے دو ہجرتیں کیں اور تمام مشاہد میں حاضر رہے' غزوۂ احد میں ثابت قدم رہے اور بیس سے زیادہ زخم کھائے' جنگ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے نماز پڑھی' یہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے تھے اور البقیع میں مدفون ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۵۔ ۸۴)

جمیع مال سے کفن دینے کی دلیل' دنیا سے بے رغبتی اور جنت کی بشارت کے باوجود خوف آخرت کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ میت کے تمام مال سے اس کا کفن دیا جائے گا' اگر اس کے خلاف کسی کا کوئی شاذ قول ہے تو اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور وہ یہ ہے کہ میت کے تہائی مال سے اس کا کفن دیا جائے گا' ایک اور شاذ قول خلاس بن عمرو اور طاؤس کا ہے' انہوں نے کہا: اگر اس کا مال بہت زیادہ ہے تو اس کے اصل مال سے کفن دیا جائے گا اور اگر اس کا مال کم ہے تو اس کے تہائی مال سے کفن دیا جائے گا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۵۲-۶۲۵۱)

اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ جمہور کے قول پر واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما ان میں سے ہر ایک کے پاس اتنا مال نہیں تھا' جس سے ان کو کفن دیا جاتا' صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کفن دیا اور آپ نے کسی قرض خواہ کی طرف التفات کیا اور نہ کسی مقروض کی طرف اور نہ کسی وارث کی طرف' پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام اصل مال سے کفن دیا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب اور کوئی کپڑا نہ ملے تو ایک چادر سے بھی کفن دیا جا سکتا ہے' جیسے امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے اور اس میں اصل شرم گاہ کو چھپانا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لیے اس چادر میں کفن دینے کو پسند کیا حتیٰ کہ ان کو مکمل ڈھانپنے والی نہیں تھی کیونکہ وہ اسی چادر میں شہید کیے گئے تھے اور اسی چادر میں ان شاء اللہ اٹھائے جائیں گے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالم کو صالحین کی سیرت پر عمل کرنا چاہیے اور دنیا سے بہت کم حصہ لینا چاہیے اور دنیا میں کم رغبت کرنا چاہیے اور صالحین کے طریقہ کے نہ ملنے پر رونا چاہیے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف روئے اور انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔

اور انسان کو چاہیے کہ اس کے پاس جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو یاد کرے اور ان کے شکر کی ادائیگی میں کمی کا اعتراف کرے اور اس سے ڈرے کہ وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو جائے گا اور اس نے جو نیک اعمال کیے ہیں ان کا صلہ صرف یہی دنیا کی نعمتیں ہو جائیں گی جن کا اس نے شکر ادا نہیں کیا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی ضمانت دی ہے اور وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں تو پھر ان کو آخرت کا اس قدر خوف کیوں تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قیامت کے دن کے طول حساب

سے ڈرتے تھے اور وہ بلند درجات کی تمنا کرتے تھے اگرچہ ان کو جنت کی بشارت مل چکی تھی لیکن ان کو یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ بلند درجات سے محروم نہ ہو جائیں اور ان سے زیادہ دیر تک حساب نہ لیا جائے' اور وہ اللہ کے جلال اور اس کی بے نیازی سے ڈرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۶-۲۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٦ - بَابٌ إِذَا لَمْ يُوجَدْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ

١٢٧٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ. وَأُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ أَوْ قَالَ أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ.

جب ایک کپڑے کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعد بن ابراہیم از والد خود ابراہیم' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا' وہ اس وقت روزہ دار تھے' پس انہوں نے کہا: حضرت مصعب بن عمیر کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے' ان کو ایک ایسی چادر میں کفن دیا گیا تھا کہ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے تھے اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا اور ان کو دفن کر دیا' اور انہوں نے کہا کہ حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے' پھر ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی جیسا کہ کشادہ کر دی گئی اور ہم کو دنیا سے وہ دیا گیا جو دیا گیا اور ہم کو یہ ڈر ہے کہ ہماری نیکیوں کا اجر ہمیں جلدی دے دیا گیا ہے' پھر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کھانا ترک کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۷۴ میں گزر چکی ہے۔

٢٧ - بَابٌ إِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا إِلَّا مَا يُوَارِي رَأْسَهُ أَوْ قَدَمَيْهِ غُطِّيَ بِهِ رَأْسُهُ

١٢٧٦ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهُ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ

جب اس کے سوا کفن نہ ملے جو سر کو چھپائے یا قدموں کو تو پھر سر کو ڈھانپا جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی' ہم اللہ کی رضا ڈھونڈتے تھے' پس ہمارا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہو گیا' پس بعض ہم میں سے وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ حاصل نہیں کیا'

وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ وَاَنْ نَّجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ. [اطراف الحدیث: ۳۸۹۷۔ ۳۹۱۳۔ ۳۹۱۴۔ ۴۰۴۷۔ ۴۰۸۲۔ ۶۴۳۲۔ ۶۴۴۸]

ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر ہیں اور ہم میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جن کے لیے ان کا پھل پک گیا اور وہ اسے چن چن کر کھاتے ہیں' حضرت مصعب بن عمیر غزوۂ احد میں شہید ہو گئے' ہمیں ان کے کفن کے لیے کچھ نہ ملا' بس ایک چادر تھی جس سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے تھے' پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر اذخر (گھاس) ڈال دیں۔

(صحیح مسلم: ۹۴۰' الرقم المسلسل: ۲۱۳۲' سنن ابوداؤد: ۲۸۷۶' سنن ترمذی: ۳۸۵۳' سنن نسائی: ۱۹۰۰' المعجم الکبیر: ۳۶۶۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۶۰۔ ج ۱۳ ص ۴۹۳' المنتقی: ۵۲۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۰۱' شرح السنۃ: ۱۴۷۹' مصنف عبد الرزاق: ۶۱۹۵' مسند الحمیدی: ۱۵۵' شرح مشکل الآثار: ۳۰۳۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۰۵۸۔ ج ۳۴ ص ۵۳۸' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۹۰۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۸۶۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ ابو حفص النخعی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث (۳) سلیمان الاعمش (۴) شقیق بن سلمہ الاسدی ابووائل (۵) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۷)

کفن کی مقدار کم ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ اور حدیث مذکور سے مستنبط دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کپڑے کی مقدار کم ہو تو پیر ڈھانپنے کی بجائے اولیٰ یہ ہے کہ سر کو ڈھانپا جائے۔

المہلب نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ میت کا سر ڈھانپنے کے بعد اس کے افضل اعضاء کو ڈھانپا جائے اور اگر پھر پیر کھلے رہیں تو ان پر گھاس ڈال دی جائے اور موت اور زندگی میں ستر کو ڈھانپنا واجب ہے اور اجنبی آدمی کو اسے دیکھنا اور چھونا حرام ہے' ماسوا زوجین کے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک دوسرے کے لیے حلال کر دیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کے پہلے لوگ صدق وصفا کے اعلیٰ درجہ پر تھے وہ دنیا سے اپنی لذت کے لیے کچھ نہیں رکھتے تھے اور اپنے نفس کو شہوات سے روک کر رکھتے تھے تاکہ آخرت میں تمام لذات کو حاصل کریں' وہ فقر پر صبر کرتے تھے اور مشقتوں کو برداشت کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۸۔ ۲۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میت کی شرم گاہ کو دھونے کا طریقہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ آدمی کا پورا جسم محترم ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ' پس مردوں کے لیے عورتوں کو غسل دینا جائز نہیں ہے اور عورتوں کے لیے اجنبی مردوں کو وفات کے بعد غسل دینا جائز نہیں ہے' حسن نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ذکر کی ہے: جب میت کو غسل دیا ہو تو اس کو بڑا تہبند پہنایا جائے اور ظاہر الروایہ میں مذکور ہے کہ اگر غسل دینے والے پر تہبند کے نیچے غسل دینا دشوار ہو تو اس

کی شرم گاہ پر کپڑے کا ٹکڑا ڈال دیا جائے اور البدائع میں مذکور ہے کہ غسل دینے والا اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر کپڑے کے نیچے سے اس کی شرم گاہ کو دھوئے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو استنجاء کرائے اور صاحبین کے نزدیک اس کو استنجاء نہ کرائے' مردہ کی شرم گاہ وہی ہے جو زندہ کی شرم گاہ ہے اور وہ ناف سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنا ہمارے نزدیک شرم گاہ ہے' لیکن اس کی غلیظ شرم گاہ کو ڈھک دینا کافی ہے اور وہ اس کا اگلا اور پچھلا حصہ ہے' ہمارا اور امام مالک کا یہی صحیح مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۸ - بَابُ مَنِ اسْتَعَدَّ الْكَفَنَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ

۱۲۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ' عَنْ أَبِيهِ' عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ' فِيهَا حَاشِيَتُهَا' أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالُوا الشَّمْلَةُ' قَالَ نَعَمْ. قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِي فَجِئْتُ لِأَكْسُوَكَهَا' فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا' فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ' فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ اكْسُنِيهَا' مَا أَحْسَنَهَا' قَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ' لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا' ثُمَّ سَأَلْتَهُ' وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ' قَالَ إِنِّي وَاللّٰهِ' مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهَا' إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي. قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۹۳-۵۸۱۰-۶۰۳۶]

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفن تیار کیا تو اس پر انکار نہیں کیا گیا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چادر لے کر آئی' جس کے کناروں پر بُنائی کی ہوئی تھی' کیا تم جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ چادر ہے' انہوں نے کہا: ہاں! اس عورت نے کہا: میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ میں یہ آپ کو پہناؤں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چادر لے لی' اس وقت آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی' آپ ہمارے پاس وہ چادر پہن کر آئے' فلاں شخص نے اس کی تعریف کی' پس کہنے لگا: یہ کتنی اچھی چادر ہے' یہ آپ مجھے پہنا دیجئے' لوگوں نے اس سے کہا: یہ تم نے اچھا نہیں کیا' اس چادر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا تھا اور اس وقت آپ کو اس کی ضرورت تھی' پھر تم نے اس کو مانگ لیا اور تم کو معلوم ہے کہ آپ سوال کو مسترد نہیں کرتے' اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے پہننے کے لیے اس چادر کا سوال نہیں کیا' میں نے اس لیے سوال کیا ہے تاکہ یہ میرا کفن ہو جائے۔ حضرت سہل نے کہا: پس یہ چادر اس شخص کا کفن ہوگئی۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۵' المعجم الکبیر: ۵۸۸۷' شعب الایمان: ۶۲۳۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۲۵- ج ۳۷ ص ۳۸۲- ۳۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۳۰۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) عبد العزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد ابو حازم سلمہ بن دینار الاعرج' یہ اہل مدینہ کے قاضی تھے (۴) حضرت سہل بن سعد بن مالک الساعدی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۹)

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور دیگر فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو وقت سے پہلے تیار کر کے رکھنا جائز ہے' بہت سے صالحین نے اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کو کھود کر رکھا' اور اس میں آخرت کی تیاری کی فکر کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ان مومنین کا ایمان افضل ہے جو موت کو زیادہ یاد رکھتے ہیں اور اس کی اچھی تیاری کرتے ہیں۔ (مجھے اس حدیث کا حوالہ نہیں مل سکا)

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان کو فقیر کا ہدیہ قبول کرنا چاہیے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ فقیر کو اس ہدیہ کے بدلہ میں کچھ نہ دینا بھی جائز ہے اور اس میں یہ دلیل بھی کہ سلطان اور عالم سے تبرک کے لیے کسی قیمتی چیز کا سوال کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۹۔ ۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بعض فوائد مذکور میں علامہ ابن بطال سے اختلاف کیا ہے' علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ ہدیہ کے بدلا میں کچھ نہ دینا بھی جائز ہے کیونکہ جس عورت نے آپ کو ہدیہ میں وہ چادر پیش کی' آپ نے اس کو کچھ نہیں دیا تھا' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ آپ کی عادت کریمہ مستمرہ یہ تھی کہ آپ ہدیہ دینے والے کو کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے۔ اس موقع پر آپ کے جواباً کچھ عطا فرمانے کا ذکر نہیں ہے اور ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے واقع میں کچھ عطا نہ فرمایا ہو' نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس خاتون نے آپ کو وہ چادر بہ طور ہدیہ نہ دی ہو بلکہ خریدنے کے لیے پیش کی ہو' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ سائل کو رد نہیں فرماتے تھے خواہ آپ کو خود ضرورت ہو اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ جو کپڑا آپ کے جسم کے ساتھ لگ جائے' صحابہ اس سے تبرک حاصل کرتے تھے' لہٰذا اس میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے' اور جو کام بہ ظاہر خلاف ادب ہو' اس پر انکار کرنا چاہیے جیسے صحابہ نے چادر مانگنے کی وجہ سے اس شخص پر انکار کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی کہ لکھا ہے بلکہ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابو غسان کی روایت میں ہے: اس شخص نے اپنا عذر بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کو پہن لیا تو مجھے اس کی برکت کی امید ہو گئی تاکہ میں اس کو اپنا کفن بناؤں۔ (صحیح البخاری: ۶۰۳۰) اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام طبرانی نے زمعہ بن صالح سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ آپ کے لیے اور چادر بنائی جائے' پھر آپ اس چادر کے بننے سے پہلے وصال فرما گئے۔ (المعجم الکبیر: ۵۹۲۰) اور اس میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے اور آپ کے حسن خلق کا بیان ہے کہ آپ عورت سے بھی ہدیہ قبول فرما لیتے تھے اور آپ کی سخاوت کا بیان ہے' علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ بہت سے صالحین نے اپنی قبر کو کھودا' علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی اس طرح نہیں کیا' اگر یہ کام مستحب ہوتا تو اس کو بہ کثرت کیا جاتا اور بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ جس چیز میں کسی کو صلاح اور برکت کا اعتقاد ہو' اسے اس کو حاصل کرنے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۸۷۔ ۲۷۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۲۹ - بَابُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا

۱۲۷۸ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از خالد از ام الہذیل از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا' ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا تھا اور ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے کی زیادہ ترغیب

نہیں دی گئی تھی یا ہم کو زیادہ تاکید سے منع نہیں کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۳۱۳' میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کا ذکر کیا جا رہا ہے:

جنازوں کے ساتھ عورتوں کے جانے میں صحابہ' فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا مکروہ تنزیہی ہے اور جمہور اہل علم کا یہی قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر' حضرت عائشہ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم عورتوں کے جنازوں کے ساتھ جانے کو مکروہ کہتے تھے اور فقہاء تابعین میں سے ابراہیم' حسن بصری' مسروق' ابن سیرین' اوزاعی' امام احمد اور اسحاق اس کو مکروہ کہتے تھے' ثوری نے کہا: عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا بدعت ہے اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ عورتوں کو جنازوں کے ساتھ نہیں جانا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قاسم' سالم' الزہری' ربیعہ اور ابوالزناد نے عورتوں کو جنازوں کے ساتھ جانے کی اجازت دی ہے اور امام مالک نے بھی اس میں رخصت دی ہے اور جوان عورتوں کے لیے مکروہ کہا ہے' امام شافعی نے بھی کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۰ - بَابُ حَدِّ الْمَرْأَةِ عَلَى غَيْرِ زَوْجِهَا

خاوند کے غیر پر عورت کا سوگ کرنا

١٢٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ تُوُفِّيَ ابْنٌ لِأُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهِ وَقَالَتْ نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوْجٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: سلمہ بن علقمہ نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا فوت ہو گیا' جب تیسرا دن آیا تو انہوں نے پیلا رنگ منگایا اور اس کو اپنے جسم پر لگایا اور کہا کہ ہمیں اس سے منع کیا گیا تھا کہ ہم اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کریں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۳۱۳' میں گزر چکی ہے۔

١٢٨٠ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ مِنَ الشَّامِ دَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ إِنِّي كُنْتُ عَنْ هَذَا لَغَنِيَّةً لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حمید بن نافع نے خبر دی از زینب بنت ابی سلمہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر شام سے آئی تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن پیلا رنگ منگایا اور اپنے رخساروں اور کلائیوں پر ملا اور کہا: بے شک میں اس سے مستغنی

لِامْرَاَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ' اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ' اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ' فَاِنَّہَا تُحِدُّ عَلَیْہِ اَرْبَعَۃَ اَشْہُرٍ وَّعَشْرًا.

ہوں' اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ جو عورت بھی اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو' اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے پس بے شک وہ خاوند کے اوپر چار ماہ اور دس دن سوگ کرے۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۸۱- ۵۳۳۴- ۵۳۳۹- ۵۳۴۵]

(صحیح مسلم: ۱۴۹۰- ۱۴۸۹' الرقم المسلسل: ۳۶۶۵- ۳۶۶۳' سنن ابوداؤد: ۲۲۹۹' سنن ترمذی: ۱۱۹۷- ۱۱۹۵' سنن نسائی: ۳۵۰۰' سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۴' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۰۹۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ القریشی الاسدی ابوبکر (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ایوب بن موسیٰ بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی' یہ فقہاء میں سے ایک ہیں' یہ ۱۳۳ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حمید الطویل بن نافع ابوافلح (۵) زینب بنت ابی سلمہ' ان کا نام عبد اللہ بن عبد الاسد ہے' یہ المخزومیہ تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک تھیں' عمر بن ابی سلمہ کی بہن تھیں' ان کی ماں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں۔

سوگ کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: ''احداد المرأۃ'' یعنی عورت کا سوگ کرنا' سوگ کا معنی ہے: عورت زینت کو اور بناؤ سنگھار کو ترک کر دے' خوب صورت کپڑے نہ پہنے' خوشبو نہ لگائے' زیور نہ پہنے' سرمہ نہ لگائے' اور ہر اس چیز سے پرہیز کرے جو عمل ازدواج کا محرک ہو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت دی ہے کہ عورت اپنے خاوند کے علاوہ محارم کی موت پر تین دن سوگ کرے اور یہ اس پر واجب نہیں ہے اور تین دن سے زیادہ سوگ کرنا اس پر حرام ہے' اور قرآن مجید میں یہ حکم ہے کہ خاوند کی موت کے اوپر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

شام سے حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر آنے کے ذکر میں امام بخاری کا تسامح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس روایت میں کہا ہے کہ شام سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر آئی' یہ غلط ہے' کیونکہ مؤرخین اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابوسفیان کی وفات مدینہ میں ہوئی ہے' اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی ہے اور ایک قول ۳۳ھ کا ہے' اور شام سے ابوسفیان کی وفات کی خبر آنے کا ذکر صرف سفیان بن عیینہ کی اس روایت میں ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہم ہے' اور یہاں ''ابن'' کا لفظ چھوٹ گیا ہے یعنی شام سے حضرت ابوسفیان کے بیٹے کی موت کی خبر آئی تھی' جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے' جن کا نام یزید بن ابی سفیان تھا' یہ شام کے گورنر تھے' امام بخاری نے امام مالک اور سفیان ثوری کی سند سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ام حبیبہ کے والد ابوسفیان بن حرب فوت ہو گئے۔ الحدیث' اور ان میں سے کسی نے بھی شام کا ذکر نہیں کیا' اور مجھے یہ حدیث مسند ابن ابی شیبہ میں مل گئی' اس میں ذکر ہے کہ جب حضرت ام حبیبہ کے بھائی کی موت کی خبر آئی تو انہوں نے بناؤ سنگھار ترک کر دیا اور زرد رنگ اپنی کلائیوں پر لگایا۔ (مجھے مسند ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث نہیں ملی۔ سعیدی غفرلہ)

اس روایت سے یہ متعین ہو گیا کہ شام سے حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر نہیں آئی تھی' ان کے بیٹے یزید بن ابوسفیان کی

موت کی خبر آئی تھی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۰-۲۹۷ ' دار المعرفہ بیروت ' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس تقریر کا ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے مسند ابن ابی شیبہ کی روایت کا ذکر نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۵ ' دار الکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۸۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از حمید بن نافع از زینب بنت ابی سلمہ' انہوں نے خبر دی کہ وہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو عورت اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے شوہر کے' اس پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸۲ - ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ، ثُمَّ قَالَتْ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

[اطراف الحدیث: ۵۳۳۵] [جامع المسانید لابن جوزی: ۷۰۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ]

پھر وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں' جب ان کے بھائی فوت ہو گئے تھے' پھر انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی' پھر کہا: مجھے اب خوشبو کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو' اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوا اپنے شوہر کے' اس پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات پر سوگ کیا تھا' وہ کافر تھا اور کافر کی موت پر سوگ کرنا جائز نہیں

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ زین الدین نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تین بھائی تھے: عبد اللہ' عبید اللہ اور ابو احمد' حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات کا ذکر کیا ہے' وہ عبد اللہ تو ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے اور اس وقت حضرت زینب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہیں آئی تھیں' اور نہ عبید اللہ ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ حبشہ میں اس حال میں فوت ہوئے تھے کہ وہ نصرانی تھے' یہ ۵ھ یا ۶ھ کا واقعہ ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے اس کے بعد نکاح کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح ۶ھ یا ۷ھ میں کیا تھا اور زینب بنت ابی سلمہ اس وقت چھوٹی تھیں اگرچہ یہ ممکن ہے کہ وہ اس

وقت سمجھدار ہوں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ان کے وہ بھائی ابو احمد ہوں کیونکہ حضرت زینب بنت جحش ان سے پہلے فوت ہو گئی تھیں' پس زیادہ قریب احتمال یہ ہے کہ ان کے وہ بھائی عبید اللہ ہوں جو نصرانی ہونے کی حالت میں فوت ہوئے تھے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ کافر کی موت پر تو اہل بیت نبوت کو افسوس نہیں کرنا چاہیے تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ رنج اور افسوس بشری تقاضے سے طبعی طور پر تھا۔

اس حدیث سے فقہاء احناف نے اس پر استدلال کیا ہے کہ شوہر کی وفات پر سوگ کرنا واجب ہے۔

۳۱ - بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

قبروں کی زیارت کا بیان

۱۲۸۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي. قَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھی' آپ نے اس سے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو' اس نے کہا: تم مجھ سے ایک طرف ہٹو' تم پر وہ مصیبت نہیں آئی جو مجھ پر آئی ہے' اور اس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' اس کو بتایا گیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے' تب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئی' اس نے وہاں دربان نہیں دیکھے' اس نے کہا: میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' آپ نے فرمایا: صبر اس وقت شمار ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۵۲ میں گزر چکی ہے' تاہم "زیارۃ القبور" کی تفصیل لکھی جا رہی ہے۔

زیارتِ قبور کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کا زیارت القبور میں اختلاف ہے' المازری نے کہا ہے کہ تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ مردوں کے لیے زیارت قبور جائز ہے' علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ زیارت القبور بالعموم مباح ہے جیسا کہ پہلے بالعموم زیارت القبور سے منع کیا گیا تھا' پس مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے اور اس کی اباحت میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے اس لیے منع کیا گیا تھا کہ وہ زمانہ بت پرستی اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے قریب تھا' پھر جب اسلام مستحکم ہو گیا اور لوگوں کے دلوں میں قوی ہو گیا اور قبروں کی عبادت اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے مسلمان مامون ہو گئے تو قبروں کی زیارت کی ممانعت کو منسوخ کر دیا' کیونکہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

زیارتِ قبور کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو (پہلے) زیارت قبور سے منع

کرتا تھا' سواب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (صحیح مسلم: ۹۷۷' سنن ترمذی: ۱۰۵۴' سنن نسائی: ۲۰۳۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۶' المستدرک ج ۱ ص ۳۷۶' مشکوٰۃ: ۱۷۶۹' کنز العمال: ۴۲۵۵۵' موطا امام مالک۔ کتاب الضحایا: ۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی' پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت دے دی۔

(صحیح مسلم: ۹۷۶' سنن ابوداؤد: ۳۲۳۴' سنن نسائی: ۲۰۳۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۲)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان کی طرف جائیں تو ان میں سے ایک کہنے والا یہ کہے: ''السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللّٰه بکم للاحقون انتم لنا فرطٌ ونحن لکم تبعٌ ونسال اللّٰه لنا ولکم العافیة'' (ترجمہ:) السلام علیکم! اے مومنین اور مسلمین کے گھر والو! ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں' تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں اور ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے معافی کا سوال کرتے ہیں۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳' سنن ابوداؤد: ۳۲۳۰' صحیح ابن حبان: ۳۱۷۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۴۷' سنن نسائی: ۲۰۴۰' ۱۰۹۳۰-۲۱۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۹' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۷' دار الکتب العلمیہ بیروت)

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: ''السلام علی من فی هذه الدیار من المؤمنین والمسلمین انتم لنا فرطٌ ونحن لکم تبع وانا بکم للاحقون فانا للّٰه وانا الیه راجعون''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۲' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۳' دار الکتب العلمیہ بیروت)

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ جب اپنی زمین سے واپس آتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو کہتے: ''السلام علیکم وانا بکم للاحقون'' پھر اپنے اصحاب سے کہتے: کیا تم شہداء پر سلام نہیں کرتے کہ وہ بھی تم کو سلام کا جواب دیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۰' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۸' دار الکتب العلمیہ بیروت)

عبد اللہ بن سعد جاری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے کہا: اے عبد اللہ! جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم پہچانتے ہو تو کہو: ''السلام علیکم اصحاب القبور'' اور جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم نہیں پہچانتے تو کہو: ''السلام علی المسلمین''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۱' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۹' دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابومویہبہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب آپ بقیع کی طرف جائیں تو ان پر صلوٰۃ پڑھیں یا ان کو سلام کریں۔ (المعجم الکبیر: ۸۷۲-ج ۲۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۹' سنن دارمی: ۷۸' مسند البزار: ۸۶۳' المستدرک ج ۳ ص ۵۶-۵۵' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۳' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۹۰' دار الکتب العلمیہ بیروت)

محمد بن ابراہیم التیمی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سال کی ابتداء میں شہداء (احد) کی قبروں پر جاتے تھے' پس فرماتے تھے: تم پر سلام ہو کیونکہ تم نے صبر کیا اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے' ایک روایت میں ہے: آپ اور حضرت ابوبکر وغیرہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: (۱۸۲۸)۔ ۶۷۳۵' کتاب المغازی للواقدی ج ۱ ص ۳۱۳' عالم الکتب' دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۰۸' شرح الصدور ص ۲۱۰)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ جب کہیں جانے کا ارادہ کرتے تو مسجد (نبوی) میں داخل ہوتے' پس نماز پڑھتے' پھر نبی ﷺ کی قبر (مبارک) پر آتے' پس کہتے: ''السلام علیک یا رسول اللّٰه! السلام علیک یا ابابکر! السلام علیک یا

ابتاہ! ''(اے ابا جان!) پھر جہاں جانا ہوتا جاتے اور جب سفر سے واپس آتے تب بھی مسجد میں آ کر اسی طرح کرتے اور وہ اپنے گھر جانے سے پہلے اسی طرح کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۹۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی قبر کی ہر جمعہ زیارت کی یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور یہ لکھ دیا جائے گا کہ یہ نیکی ہے۔ (المعجم الصغیر: ۹۵۵' الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں عبد الکریم ابو امیہ ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰' مگر فضائل اعمال میں احادیث ضعیف السند معتبر ہوتی ہیں)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد سے لوٹے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (کی قبر) اور دیگر اصحاب (کی قبروں) پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو' پس تم ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کرو' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم قیامت تک ان میں سے جس پر بھی سلام کرو گے وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی کسی ایسے مسلمان کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا' پھر اس کو سلام کرتا ہے تو وہ قبر والا اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۲۵۲۳۔ ۲۵۲۳۔ ج ۱۰ ص ۲۹۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اسماعیل بن عبد الاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرتا تھا' ایک دن وہ اس کی قبر کی زیارت کے لیے گیا تو اس کو نیند آ گئی' خواب میں اس کی والدہ نے کہا: اس قبرستان میں اس قبر والے سے زیادہ عظیم اجر کسی کو نہیں ملا' اس نے پوچھا: اس کا کیا عمل تھا؟ اس کی والدہ نے کہا: اس پر بہت مصائب آئے اور اس نے ان پر صبر کیا۔

(موسوعہ امام ابن ابی الدنیا: ۱۳۶۔ ج ۶ ص ۸۵' المکتبۃ العصریہ' بیروت)

عبد اللہ بن نافع المدنی بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص فوت ہو گیا' اس کو دفن کر دیا گیا' ایک شخص نے خواب میں اس کو دیکھا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے' وہ بہت مغموم ہوا' سات آٹھ دن بعد اس کو دکھایا گیا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے' اس نے کہا: کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ اہل دوزخ میں سے ہے' اس نے کہا: یہ اہل دوزخ میں سے تھا مگر ہمارے ساتھ ایک صالح شخص دفن کیا گیا' اس نے اپنے چالیس پڑوسیوں کے لیے شفاعت کی اور یہ بھی ان میں سے تھا۔

(موسوعہ امام ابن ابی الدنیا: ۱۳۹۔ ج ۶ ص ۸۶' المکتبۃ العصریہ' بیروت)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا' پس تحقیق (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی والدہ کی قبر کی اجازت دی گئی ہے' پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو' کیونکہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۴' صحیح مسلم: ۹۷۷' سنن نسائی: ۵۶۹۳' سنن ابن ماجہ: ۳۴۰۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۶)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' اہل علم کا اس پر عمل ہے' عبد اللہ بن المبارک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کی اجازت

بعض علماء نے عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔

(سنن ترمذی: ۱۰۵۶' سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۷)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' آپ نے یہ لعنت قبروں کی زیارت کی اجازت دینے سے پہلے فرمائی تھی' جب آپ نے قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی تو اس اجازت میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی داخل ہو گئیں۔

(سنن ترمذی ص ۳۳۵' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

جمہور علماء جو عورتوں کو قبروں کی زیارت کی اجازت دیتے ہیں' ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

عبد اللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حبشی میں فوت ہو گئے' ان کی میت کو مکہ لا کر وہاں دفن کر دیا گیا' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبد الرحمن کی قبر پر آئیں اور یہ اشعار پڑھے:

وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ　　من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

''ہم بادشاہ جذیمہ کے دو صاحبوں کی طرح ہمیشہ اکٹھے رہے' یہاں تک کہ کہا گیا: یہ کبھی جدا نہیں ہوں گے''۔

فلما تفرقنا کان ومالکا　　لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا

''پس جب ہم جدا ہو گئے تو گویا مدت دراز تک اکٹھا رہنے کے باوجود میں نے اور مالک نے ایک رات بھی اکٹھے نہیں گزاری''۔

پھر حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں تمہاری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو تم کو وہیں دفن کیا جاتا جہاں تم فوت ہو گئے تھے' اور اگر میں وہاں حاضر ہوتی تو اب تمہاری زیارت کے لیے نہ آتی۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۵)

وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کے لیے مدینہ سے مکہ گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے اس حجرے میں داخل ہوتی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد مدفون تھے' پس میں اپنے (زائد) کپڑے اتار دیتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ میرے خاوند اور میرے والد ہی تو ہیں' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ دفن کر دیا تو اللہ کی قسم! میں اس حال میں داخل ہوتی تھی کہ میں نے اپنے کپڑوں کو باندھا ہوا ہوتا تھا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۰۳' موطا امام مالک ج ۱ ص ۲۳۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹۲' مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۶۶۰۔ ج ۴۳ ص ۴۱۳' مشکوٰۃ: ۱۷۷۱)

حافظ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں:

عبد اللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قبرستان سے آئیں' میں نے ان سے کہا: اے ام المؤمنین! آپ کہاں سے آ رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اپنے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر کی قبر سے آ رہی ہوں' میں نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع نہیں فرمایا؟ حضرت عائشہ نے کہا: ہاں! آپ نے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا' پھر آپ نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۷۳۰)

جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' سیدنا حمزہ بن عبد المطلب کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرتی تھیں اور آپ نے ایک پتھر کو اس کی علامت کے طور پر رکھ دیا تھا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۷۱۳)(تمہید ج ۳ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ بیروت)

عورتوں کے مزارات پر جانے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا: کیا عورتیں قبر کی زیارت کر سکتی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان شاء اللہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کی ہے' لیکن حضرت ابن عباس کی حدیث ہے کہ قبر کی بہت زیادہ زیارت کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے' امام احمد نے فرمایا: یہ ابو صالح کی روایت ہے' وہ کیا چیز ہے! گویا انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار

دیا۔ (تمہید ج ۲ ص ۱۳۵۔ ۱۳۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کے زیارت قبر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اجازت کے عموم میں عورتیں بھی داخل ہیں اور یہ اکثر کا قول ہے اور یہ اس وقت ہے جب عورتیں فتنہ سے مامون ہوں اور جواز کی تائید اس باب کی حدیث سے ہوتی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ایک عورت کو قبر کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس کو منع نہیں فرمایا اور آپ کا کسی کام کو مقرر رکھنا حجت ہے اور جنہوں نے زیارت قبور کی اجازت کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے عام قرار دیا ہے ان میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں وہ اپنے بھائی عبدالرحمان کی قبر کی زیارت کے لیے گئیں اور جب ان سے کہا گیا: کیا اس سے منع نہیں کیا گیا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی ﷺ نے پہلے اس سے منع فرمایا تھا پھر آپ نے قبر کی زیارت کا حکم دیا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۷۳ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی مالکی نے لکھا ہے کہ جوان عورتوں کے لیے قبرستان کے لیے نکلنا حرام ہے اور بوڑھی عورتوں کے لیے مباح ہے نیز کہا ہے کہ ان سب کے لیے مباح ہے جب یہ مردوں کے بغیر اکیلی جائیں انہوں نے کہا: اس میں ان شاء اللہ اختلاف نہیں ہوگا نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حدیث ترمذی میں زوّرات پر لعنت کی گئی ہے یعنی جو قبروں کی زیارت کے لیے بہت زیادہ جاتی ہوں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عورتوں کو زیادہ جانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس سے مردوں کے حقوق ضائع ہوں گے اور وہ بناؤ سنگھار کر کے نکلیں گی اور یہ اس کے مشابہ ہوگا جو قبروں کی تعظیم کے لیے قبروں کے پاس لازم ہو جاتا ہے نیز اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ عورتیں قبروں پر چیخ و پکار کر کے روئیں گی اور اس میں اور بھی مفاسد ہیں یہ اس صورت میں ہے جب عورتیں قبروں پر بہت زیادہ جائیں اور جو عورتیں کبھی کبھی جائیں اس میں حرج نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ زوّرات پر لعنت کی گئی ہے نہ کہ زائرات پر۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۰۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہماری اس تحریر میں چاروں فقہ کے ائمہ اور علماء کے اس مسئلہ میں نظریات کی تفصیل آ گئی ہے۔

* شرح صحیح مسلم میں مذاہب فقہاء کو زیادہ تفصیل سے لکھا گیا ہے اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) زیارت قبور کا بیان (۲) عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق احادیث (۳) فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم (۴) فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم (۵) فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم (۶) فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم (۷) خلاصہ بحث۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۲۳۷۔ ۲۳۴ پر مذکور ہے۔

۳۲ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم: ٦) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی ﷺ کا ارشاد: میت کے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے جب کہ میت پر نوحہ کرنا اس کا طریقہ ہو

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ (التحریم: ٦) اور نبی ﷺ نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے۔

فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ' فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ (الانعام:١٦٤).

اور اگر نوحہ کرنا میت کی سنت نہ ہو تو پھر یہ اس طرح ہے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(الانعام:۱۶۴' بنی اسرائیل:۱۵' فاطر:۱۸' الزمر:۷)

وَهُوَ كَقَوْلِهِ ﴿وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ﴾ ذُنُوْبًا ﴿إِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ﴾ (الفاطر:١٨).

اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مثل ہے: اور اگر کوئی بوجھ والا دوسرے کو بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو اس سے کچھ بھی اٹھایا نہیں جائے گا۔ (فاطر:۱۸)

وَمَا يُرَخَّصُ مِنَ الْبُكَاءِ فِيْ غَيْرِ نَوْحٍ.

اور وہ جو بغیر نوحہ کے رونے کی اجازت دی گئی ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رونا آنکھ سے ہو اور دل سے ہو وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور رحمت سے ہے اور جو ہاتھ سے ہو اور زبان سے ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (المعجم الکبیر:۸۳۱۷)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا' إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا. وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نفس کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا تو پہلے ابن آدم پر اس کے خون کے گناہ کا حصہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے سب سے پہلے قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۳۳۳۵' اور ۶۸۶۷ میں ہے۔

١٢٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ وَمُحَمَّدٌ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ' عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ إِنَّ ابْنًا لِيْ قُبِضَ فَأْتِنَا' فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ' وَيَقُوْلُ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى' وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى' فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ. فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا' فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ' وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ' وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ' وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ' وَرِجَالٌ فَرُفِعَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ' قَالَ حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ كَأَنَّهَا شَنٌّ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان اور محمد نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن سلیمان نے خبر دی از ابی عثمان' انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا فوت ہو رہا ہے' آپ ہمارے پاس آئیں' آپ نے جوابی پیغام میں سلام کہا اور فرمایا: بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لیا اور اسی کے لیے ہے جو اس نے عطا کیا اور ہر چیز کی اس کے پاس مدت مقرر ہے' پس تم صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو' انہوں نے پھر آپ کی طرف پیغام بھیجا اور آپ کو قسم دی کہ آپ ان کے پاس ضرور آئیں' سو آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد

فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ، وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ.

[اطراف الحدیث: ۵۶۵۵۔ ۶۶۰۲۔ ۶۶۵۵۔ ۷۳۷۷۔ ۷۴۴۸]

(صحیح مسلم: ۹۲۳، الرقم المسلسل: ۲۱۰۰، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۵، سنن نسائی: ۱۸۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۸، جامع المسانید لابن جوزی: ۹۱۷، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

بن عبادہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور دوسرے مرد تھے اس بچے کو اٹھا کر آپ کے پاس لایا گیا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا، راوی نے کہا: میرے گمان میں اس کا جسم پرانی مشک کی طرح تھا، پس آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ اللہ کی رحمت ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے دل میں کر دیا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے صرف رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان، ان کا نام عبد اللہ بن عثمان ابو عبد الرحمن ہے (۲) محمد بن مقاتل (۳) عبد اللہ بن المبارک (۴) عاصم بن سلیمان الاحول (۵) ابوعثمان النہدی، ان کا نام عبد الرحمن بن مل ہے (۶) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور آزاد کردہ غلام تھے، ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا تھیں، ان کا نام برکہ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۰۵)

تعزیت اور عیادت کے لیے اصحاب فضل کو بلانا، بغیر نوحہ کے رونا اور دیگر مسائل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صاحب زادی کا نام حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھا اور ان کے بیٹے کا نام علی بن ابی العاص بن الربیع تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت کے وقت اصحاب فضل کو بلانا چاہیے تاکہ ان کی دعا اور ان کی برکت حاصل ہو۔

افاضل صحابہ آپ کے ساتھ بغیر بلائے چلے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ تعزیت اور عیادت کے لیے بغیر بلائے بھی چلے جانا چاہیے، اس کے برخلاف ولیمہ اور شادی کے کھانے میں بلانے کے بعد جانا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو صبر اور ثواب کی امید رکھنے کی تلقین کی، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مصیبت میں بے قرار ہو، اس کو صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی بار بلانے پر نہیں گئے اور دوسری بار چلے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ اہل فضل کو کسی کی امید نہیں توڑنی چاہیے اور عیادت اور تعزیت کے لیے جانا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہے، اس میں بغیر نوحہ کے رونے کا ثبوت ہے اور اس میں دل کی نرمی کا بیان ہے، اور ایسے مواقع پر نہ رونا دل کی سختی اور شقاوت کی علامت ہے۔

حضرت زینب نے آپ کو قسم دے کر بلایا، اس میں یہ ثبوت ہے کہ نہایت ادب سے سوال کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

✻ باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۳۱۔ ج ۲ ص ۷۳۵۔ ۷۳۴ پر مذکور ہے، اس حدیث کی وہاں شرح نہیں کی گئی۔

۱۲۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ہلال

قَالَ شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، قَالَ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ. فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَا، قَالَ فَانْزِلْ، قَالَ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا.

[طرف الحدیث:۱۳۴۲] [جامع المسانید لابن جوزی:۴۴۴۲، مکتبہ الرشد ریاض،۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی:۳۱۵]

بن علی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کی ایک جانب بیٹھے ہوئے تھے، پس میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے، پس آپ نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں! آپ نے فرمایا: تم قبر میں اترو، پس وہ آپ کی صاحب زادی کی قبر میں اترے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد المسندی (۲) ابو عامر عبد الملک بن عمرو العقدی (۳) فلیح بن سلیمان، ان کا نام عبد الملک ہے اور فلیح ان کا لقب ہے (۴) ھلال بن علی بن اسامہ العامری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۰۹)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس صاحب زادی کے جنازہ کا ذکر ہے، ان کا نام حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھا، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں ان کی وفات ۹ ھ میں ہوئی تھی، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جس وقت فوت ہوئی تھیں اس وقت آپ بدر میں تھے اور ان کے جنازہ پر حاضر نہیں ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۰)

اس کی توجیہ کہ حضرت ام کلثوم کو وہ شخص قبر میں اتارے جس نے گزشتہ رات جماع نہ کیا ہو

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو؟ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس کی حکمت یہ تھی کہ آپ کی صاحب زادی کو قبر میں اتارنا تھا تو جس شخص نے رات کو جماع کیا ہوتا اس میں شہوت کے آثار تازہ ہوتے اور جس شخص نے رات کو جماع نہ کیا ہوتا وہ گویا شہوت کو بھول چکا ہوتا تو آپ نے چاہا کہ آپ کی صاحب زادی کو وہ شخص قبر میں اتارے جو شہوت کو بھولا ہوا ہو، اس کی یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس رات حضرت عثمان نے اپنی باندی سے جماع کیا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو گیا اور آپ کو یہ پسند نہ آیا کہ وہ آپ کی بیمار بیٹی کو چھوڑ کر دوسری میں مشغول ہوں، انہیں چاہیے تھا کہ ان کے آخری وقت میں وہ ان کے پاس ہوتے اور ان کی خدمت کرتے، اس لیے ان پر عتاب فرماتے ہوئے آپ نے چاہا کہ وہ ان کی قبر میں نہ اتریں۔ (میں کہتا ہوں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ حضرت ام کلثوم بہت طویل عرصہ سے بیمار تھیں۔ اس لیے حضرت عثمان اپنے طبعی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے باندی کے پاس چلے گئے، جب کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ آج حضرت ام کلثوم کا انتقال ہو جائے گا۔ سعیدی غفرلہ)

بغیر آواز کے رونے کا جواز اور قبر پر بیٹھنے کی ممانعت

اس حدیث میں بغیر آواز کے آنسوؤں سے رونے کا ذکر ہے اور یہ بیان ہے کہ مردوں کو چاہیے کہ وہ عورت کو قبر میں اتاریں کیونکہ وہ عورتوں سے قوی ہوتے ہیں اور ایسے مردوں کو قبر میں عورت کو اتارنا چاہیے جس نے زمانہ قریب میں جماع نہ کیا ہو اور اس حدیث میں قبر کی ایک جانب بیٹھنے کا ثبوت ہے، اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے تھے، حضرت زید

بن ثابت' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام مالک نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' عطاء' امام شافعی اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز نہیں' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص انگارے پر بیٹھ جائے' پس وہ اس کے کپڑے جلا دے پھر وہ آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔

(صحیح مسلم: ۹۷۱' الرقم المسلسل: ۲۱۲۱)

ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲' الرقم المسلسل: ۲۲۱۳' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹' سنن ترمذی: ۱۰۵۰' سنن نسائی: ۷۶۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۵)

المحاملی نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا حرام ہے' امام مالک اور خارجہ بن زید نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو' اس کا معنی یہ ہے کہ قبر پر قضاء حاجت نہ کرو' لیکن یہ تاویل بہت بعید ہے' توضیح میں مذکور ہے کہ قبر پر ٹیک لگانا مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۱۔۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ ابْنَةٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمَكَّةَ وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا' وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ' وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا' أَوْ قَالَ جَلَسْتُ إِلٰى أَحَدِهِمَا' ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ فَجَلَسَ إِلٰى جَنْبِي' فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ' أَلَا تَنْهٰى عَنِ الْبُكَاءِ؟ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی مکہ میں فوت ہو گئی' ہم ان کے جنازہ میں آئے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بھی ان کے جنازے میں آئے تھے اور بے شک میں ان دونوں کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا' یا کہا: میں ان میں سے کسی ایک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دوسرا بھی آ گیا' پس وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا' پس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عثمان سے کہا: کیا آپ ان کو رونے سے نہیں روکتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک گھر والوں کے رونے سے میت کو ضرور عذاب دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۲۸' الرقم المسلسل: ۲۱۱۳' سنن نسائی: ۱۸۵۸' مسند الحمیدی: ۲۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۴۱)

۱۲۸۷ - فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَدْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ بَعْضَ ذٰلِكَ' ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ مَكَّةَ' حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ' إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ' فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ؟ قَالَ فَنَظَرْتُ' فَإِذَا صُهَيْبٌ' فَأَخْبَرْتُهُ'

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس قسم کی بات کہتے تھے' پھر انہوں نے حدیث بیان کی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے لوٹا' حتیٰ کہ جب ہم مقام بیداء پر پہنچے تو اس وقت سواروں کی جماعت کیکر کے درخت کے سائے میں تھی' حضرت عمر نے فرمایا: جاؤ! دیکھو یہ کون سوار ہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے دیکھا تو وہ حضرت

فَقَالَ ادْعُهُ لِيْ، فَرَجَعْتُ إِلٰى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَلَمَّا أُصِيْبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِيْ يَقُوْلُ وَا أَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِيْ عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ١٢٩٠ - ١٢٩٢] (صحیح مسلم: ٩٢٨، الرقم المسلسل: ٢١١٣)

صہیب رضی اللہ عنہ تھے میں نے حضرت عمر کو بتایا تو حضرت عمر نے فرمایا: ان کو میرے پاس بلا کر لاؤ، میں واپس حضرت صہیب کے پاس گیا اور ان سے کہا: چلیے! پس وہ امیر المومنین سے ملے، پھر جب حضرت عمر زخمی ہو گئے تھے تو حضرت صہیب روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے: ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب! پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے صہیب! کیا تم مجھ پر رو رہے ہو؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میت پر اس کے بعض گھر والوں کے رونے سے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

١٢٨٨ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَتْ رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ، وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ. وَقَالَتْ حَسْبُكُمُ الْقُرْاٰنُ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ (الانعام: ١٦٤). قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ ﴿هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكٰى﴾ (النجم: ٤٣). قَالَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ وَاللّٰهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا شَيْئًا.

[اطراف الحدیث: ١٢٨٩ - ٣٩٧٨] [مسند الحمیدی: ٩٣-٩٣]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں نے حضرت عمر کے اس قول کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے کہا: اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ بے شک مومن میت کے گھر والوں کے اس پر رونے سے اللہ اس کو عذاب دیتا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا: بے شک کافر کے گھر والوں کے اس پر رونے سے اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ عذاب دیتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تمہارے لیے قرآن کافی ہے: اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (الانعام: ١٦٤) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت کہا: اللہ کی قسم! وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے○ (النجم: ٤٣) ابن ابی ملیکہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ سن کر حضرت ابن عمر نے کچھ نہیں کہا۔

گھر والوں کے میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کی توجیہات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے: میت کے گھر والوں کے اس کے اوپر رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، اس کی تشریح میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر میت نے یہ وصیت کی ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اس پر رویا جائے تو اس کو عذاب ہوگا اور اس صورت میں اس کو اس کے اپنے فعل کی وجہ سے عذاب ہوگا نہ کہ دوسرے کے فعل کی وجہ سے اور اب یہ فاطر: ١٨ کے خلاف نہیں ہے، امام بخاری نے بھی اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا: جب کہ میت پر رونا میت کے جاری کردہ طریقہ کی وجہ سے ہو تو پھر میت پر گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اس کو عذاب ہوگا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا کہ اگر میت کی ان باتوں سے مدح کی جائے، جن باتوں سے زمانہ جاہلیت میں میت کی مدح کی جاتی

تھی' مثلاً تو اس طرح لوٹ مار کرتا تھا اور ڈاکے ڈالتا تھا اور ناحق خون بہاتا تھا اور یوں بے دریغ پیسہ لٹاتا تھا اور یہ افعال اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ ہیں' پس میت کے قبر میں جانے کے بعد اس کے گھر والے ان افعال کو یاد کر کے روئیں گے اور اس کو قبر میں ان افعال پر عذاب ہو رہا ہوگا۔

دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے اور وہ اپنے گھر والوں کے رونے سے غم زدہ ہوتا ہے اور اس کے گھر والے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں' وہ اس کو ناگوار ہوتی ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ میت پر زندہ کا رونا' زندہ کی طرف سے میت کو عذاب دینا ہے نہ کہ اللہ کی طرف سے عذاب دینا ہے' اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے مردہ رشتہ داروں پر پیش کیے جاتے ہیں' اگر وہ نیک اعمال دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ بُرے اعمال دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور جب ان کے پاس کوئی نئی میت آتی ہے تو وہ اس سے بعد میں مرنے والے کا حال پوچھتے ہیں حتیٰ کہ انسان اپنی بیوی کے متعلق پوچھتا ہے کہ اس نے شادی کر لی ہے یا نہیں۔ (المعجم الکبیر: ٣٨٨٧' کنز العمال: ٤٢٧٩٠)

ہر وہ حدیث جس میں رونے سے منع کیا گیا ہے' علماء کے نزدیک اس کا محمل رونے سے منع کرنا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے جس سے رب ناراض ہوتا ہے اور جب حضرت عمر نے عورتوں کو رونے سے منع کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ان کو رہنے دو' کیونکہ نفس مصیبت زدہ ہے اور آنکھ رو رہی ہے اور (مصیبت کا) زمانہ قریب ہے' اور آپ نے نوحہ سے منع فرمایا ہے اور نوحہ کرنے والی وہ ہے جو گریبان چاک کرتی ہے' منہ پر تھپڑ لگاتی ہے اور جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرتی ہے' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٢٧٧-٢٧٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

حافظ ابن حجر کی بیان کردہ توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی درج ذیل توجیہات ہیں:

(١) میت کو گھر والوں کے اس پر رونے سے اس وقت عذاب ہوگا جب اس نے رونے کی وصیت کی ہو۔

(٢) جب میت پر نوحہ کرنے اور رونے کی رسم اس نے ڈالی ہو۔

(٣) جب گھر والے اس کے سامنے کسی میت پر نوحہ کرتے ہوں اور وہ ان کو منع نہ کرتا ہو اور یہ نہ بتاتا ہو کہ یہ فعل حرام ہے۔

(٤) جب اس کے گھر والے اس کے کیے ہوئے ناجائز کاموں پر اس کی مدح کر رہے ہوں اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہو۔

(٥) جب گھر والے میت کے ایسے اوصاف بیان کر رہے ہوں جو اس میں نہ ہوں تو قبر میں فرشتے اس کو جھڑکتے ہیں' کیا تو ایسا تھا مثلاً جب نوحہ کرنے والے کہیں: ہائے! تم پہاڑ تھے' تم دریا تھے تو فرشتے میت کو ڈانٹ کر کہیں گے: کیا تم پہاڑ تھے' کیا تم دریا تھے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٥٣٦' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم و فضل میں مرتبہ حضرت عائشہ سے زیادہ ہے' اس کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر سے اختلاف کیا اور ان کے قول کو خطاء پر قرار دیا اور اپنے قول پر فاطر: ١٨ سے استدلال کیا' اس سے معلوم ہوا کہ دلائل کے ساتھ اکابر سے اختلاف کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے فقہی مسائل میں تقریباً اپنے تمام اکابر سے حتیٰ کہ ائمہ اربعہ سے بھی دلائل کے ساتھ

اختلاف کیا ہے اس میں اکابر کی بے ادبی نہیں ہے بلکہ علم اور اجتہاد کی وسعت اور ہمہ گیری کا اظہار ہے۔

۱۲۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يَبْكِيْ عَلَيْهَا اَهْلُهَا. فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا، وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ بن ابی بکر از والد خود از عمرہ بنت عبد الرحمان انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ کے پاس سے گزرے جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے آپ نے فرمایا: یہ اس پر رو رہے ہیں حالانکہ اس کو اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۹۰ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ، وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا اُصِيْبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَعَلَ صُهَيْبٌ يَقُوْلُ وَااَخَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی اور وہ الشیبانی ہیں از ابی بردہ از والد خود انہوں نے بیان کیا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہائے میرے بھائی! پس حضرت عمر نے کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۸۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۳ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ

میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعْهُنَّ يَبْكِيْنَ عَلٰى اَبِيْ سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ اَوْ لَقْلَقَةٌ. وَالنَّقْعُ التُّرَابُ عَلَى الرَّاْسِ، وَاللَّقْلَقَةُ الصَّوْتُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان عورتوں کو ابوسلیمان پر رونے دو جب تک یہ بالوں میں مٹی نہ ڈالیں اور نہ چلائیں۔ "نقع" کا معنی ہے: بالوں میں مٹی ڈالنا "لقلقۃ" کا معنی ہے: چلانا۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

شقیق بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید فوت ہو گئے تو بنو مغیرہ کی عورتیں جمع ہو کر ان پر رونے لگیں' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ان عورتوں کے پاس کسی کو بھیج کر انہیں رونے سے منع کریں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو ابوسلیمان پر آنسو بہانے دو جب تک یہ بالوں میں مٹی نہ ڈالیں اور آواز نہ نکالیں۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۱' نشر السنۃ' ملتان)

۱۲۹۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى اَحَدٍ، مَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبید نے حدیث بیان کی از علی بن ربیعہ از حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مجھ پر جھوٹ باندھنا تم میں سے

كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ.

کسی ایک پر جھوٹ باندھنے کی مثل نہیں ہے' جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا' وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنا لے' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس پر نوحہ کیا گیا' اس کو قیامت کے دن اس سے عذاب دیا جائے گا' جس سے نوحہ کیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۳۳' الرقم المسلسل: ۲۱۲۳' سنن ترمذی: ۱۰۰۰' مسند الحمیدی: ۲۲۱' سنن نسائی: ۱۸۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۹۵۳' مسند الطحاوی: ۹۸۹۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) سعید بن عبید الطائی ابوالہذیل (۳) علی بن ربیعہ ابوالمغیرہ (۴) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۲۱)

بغیر نوحہ کے میت پر رونے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نوحہ کرنا حرام ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا طریقہ ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو بیعت کرتے تھے تو اس بات پر بیعت کرتے تھے کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی اور اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کا میت پر رونا اس وقت ممنوع ہے جب وہ نوحہ کریں اور بغیر نوحہ کے رونے پر حضرت عمر کا یہ قول دلیل ہے کہ ان کو رونے دو' جب تک یہ بالوں میں خاک نہ ڈالیں اور چلائیں نہیں' پس انہوں نے بغیر نوحہ کے رونے کو مباح کر دیا اور حضرت المغیرہ کی حدیث میں ہے کہ جس سے نوحہ کیا گیا ہے اس سے عذاب دیا جائے گا' اس میں یہ دلیل ہے کہ بغیر نوحہ کے رونے میں عذاب نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٢٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ.

تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ. وَقَالَ آدَمُ عَنْ شُعْبَةَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از قتادہ از سعید بن المسیب از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: میت کو قبر میں اس چیز سے عذاب دیا جاتا ہے جس سے اس پر نوحہ کیا جائے۔

اس حدیث کی روایت میں عبدان کی متابعت عبد الاعلیٰ نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی اور آدم نے کہا از شعبہ: زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

٣٤ - بَابٌ

باب

اس باب کا کوئی عنوان نہیں ہے اور یہ ابواب سابقہ کا تتمہ ہے۔

١٢٩٣ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ جِیْءَ بِأَبِیْ یَوْمَ أُحُدٍ قَدْ مُثِّلَ بِهٖ، حَتّٰی وُضِعَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ سُجِّیَ ثَوْبًا، فَذَهَبْتُ أُرِیْدُ أَنْ أَكْشِفَ عَنْهُ، فَنَهَانِیْ قَوْمِیْ، ثُمَّ ذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْهُ، فَنَهَانِیْ قَوْمِیْ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرُفِعَ، فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ، فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ؟ فَقَالُوْا ابْنَةُ عَمْرٍو، أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو، قَالَ فَلِمَ تَبْكِیْ؟ أَوْ لَا تَبْكِیْ، فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهٗ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰی رُفِعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد کو جنگ احد کے دن اس حال میں لایا گیا کہ ان کو مثلہ کیا جا چکا تھا' حتیٰ کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لا کر رکھ دیا گیا اور ان کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا گیا' میں ارادہ کر رہا تھا کہ ان کی نعش سے چادر کھولوں تو مجھے میری قوم نے منع کیا' پھر میں دوبارہ ان سے چادر کھولنے کے لیے گیا تو میری قوم نے پھر مجھے منع کر دیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو ان کے جنازہ کو اٹھایا گیا' پھر آپ نے کسی چلانے والی کی آواز سنی' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے' آپ نے فرمایا: یہ کیوں رو رہی ہے؟ یا فرمایا: یہ نہ روئے' فرشتے اس پر مسلسل سایہ کیے ہوئے تھے حتیٰ کہ اس کا جنازہ اٹھا لیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٤٤ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں "مثلة" کا لفظ ذکر ہے اس کا معنی ہے: کسی شخص کو قتل کرنے کے بعد اس کی ناک' کان یا اس کی شرم گاہ کے اعضاء اور دیگر اعضاء کاٹ دیے جائیں۔

٣٥ - بَابٌ لَیْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُیُوْبَ

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنا گریبان پھاڑا

١٢٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَیْدٌ الْیَامِیُّ، عَنْ إِبْرَاهِیْمَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُیُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِیَّةِ.

[اطراف الحدیث: ١٢٩٧-١٢٩٨-٣٥١٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زبید الیامی نے حدیث بیان کی از ابراہیم از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے رخساروں پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کرے۔

(صحیح مسلم: ١٠٣' الرقم المسلسل: ٢٧٩' سنن نسائی: ١٨٦٠' سنن ابن ماجہ: ١٥٨٤' سنن ترمذی: ٩٩٩' المنتقیٰ: ٥١٩' حلیۃ الاولیاء ج ٥ ص ٣٩' سنن بیہقی ج ٣ ص ٦٣' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٥٨۔ ج ٦ ص ١٧٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٤٠٢٣' مکتبۃ الرشد' ریاض ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٥١٢٩)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) سفیان الثوری (۳) زبید بن الحارث بن عبد الکریم الیامی' یہ بنو یام بن رافع بن مالک کی اولاد سے ہیں' جو ہمدان سے تھے (۴) ابراہیم النخعی (۵) مسروق بن الاجدع (۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۳۹)

اس حدیث کی توجیہات کہ منہ پر طمانچے لگانے والا ہم میں سے نہیں ہے

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: وہ ہم میں سے نہیں ہے یعنی وہ ہماری سنت پر عمل کرنے والوں میں سے نہیں ہے' اور نہ ہماری سیرت پر عمل کرنے والوں میں سے ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دین سے بالکل خارج ہو گیا ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک کوئی شخص معصیت کے ارتکاب سے دین سے خارج نہیں ہوتا' ہاں اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ معصیت حلال اور جائز ہے تو پھر وہ دین سے خارج ہو جائے گا' سفیان ثوری اس حدیث کو اپنے ظاہر پر جاری کرتے تھے اور اس میں کوئی تاویل نہیں کرتے تھے کیونکہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا زجر و توبیخ کے زیادہ لائق ہے' اسی طرح ان تمام احادیث کو جن میں یہ جملہ ہے: وہ ہم میں سے نہیں ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ جملہ تغلیظ کے لیے ہے۔ ہاں! اگر زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار میں کوئی شخص ایسے الفاظ بولے جو کفریہ ہوں مثلاً وہ حرام کو حلال کرے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر راضی نہ ہو' پس اس وقت اس سے اسلام کی نفی حقیقۃً ہو گی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ ہماری اقتداء کرنے والا نہیں ہے اور ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ہماری سیرت کاملہ پر عمل کرنے والا نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس شخص پر محمول ہے جو منہ پر طمانچے لگانے' گریبان پھاڑنے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کو جائز سمجھتا ہو۔

زمانہ جاہلیت سے مراد ہے: اسلام کے ظہور سے پہلے کا زمانہ فترت' یعنی زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرنا اور مردے کے متعلق کہنا: ہائے پہاڑ! ہائے میرے بازو! یہ اہل جاہلیت کا طریقہ ہے' شریعت اسلام میں جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۶- بَابُ رَثَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سعد بن خولہ کی موت پر افسوس کرنا

اس عنوان میں ''رثاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مرنے والے کے محاسن بیان کرنا' اس کو مرثیہ بھی کہتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور وہ اصحاب الشجرہ میں سے تھے کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی اور وہ ایک خچر پر ان کے جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے' پس عورتیں رونے لگیں تو انہوں نے کہا: تم مرثیہ نہ پڑھنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (کتاب الدعا للطبرانی: ۵۶۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۲۵' کامل ابن عدی ج ۱ ص ۲۱۵' المستدرک ج ۱ ص ۳۶۰-۳۵۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۳-۳۲' مصنف عبد الرزاق: ۶۴۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۹۲-۱۵۰۳' المعجم الصغیر: ۲۶۸' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۳۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۴۰-ج ۳۱ ص ۳۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس عنوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرثیہ کی جو نسبت کی گئی ہے' اس سے مراد ہے: صرف کسی کی موت پر اظہار افسوس کرنا' اور مرثیہ کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔

١٢٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِي عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي، فَقُلْتُ إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ، وَأَنَا ذُوْ مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ لَا. فَقُلْتُ بِالشَّطْرِ؟ فَقَالَ لَا. ثُمَّ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيْرٌ، أَوْ كَثِيْرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ، خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا، حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ. فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي؟ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً، ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ، وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُوْنَ، اَللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ، لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ. يَرْثِي لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے سال مجھے شدید درد تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے کے لیے آئے' تب میں نے کہا: مجھے انتہا درد ہو رہا ہے اور میں مال دار ہوں اور میری وراثت صرف میری ایک بیٹی ہے' کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر میں نے پوچھا: میں آدھا مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر آپ نے فرمایا: تہائی مال صدقہ کر دو' تہائی مال (بھی) بہت زیادہ ہے' بے شک اگر تم اپنے وارثوں کو خوش حال چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑ دو' وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں اور بے شک تم جو بھی خرچ کرو گے جس سے تم اللہ کی رضا جوئی کا ارادہ کرو گے تو تم کو اس پر اجر ملے گا حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے (اس پر بھی تم کو اجر ملے گا)' پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب کے پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: تم بے شک ہرگز پیچھے نہیں چھوڑے جاؤ گے' تم جو بھی نیک کام کرو گے اس سے تمہارا درجہ زیادہ اور بلند ہو گا' پھر شاید کہ تم پیچھے چھوڑے جاؤ گے حتیٰ کہ ایک قوم تم سے نفع حاصل کرے گی اور دوسری قوم تم سے نقصان اٹھائے گی' اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھنا اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا' لیکن بے چارے سعد بن خولہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے افسوس کر رہے تھے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۸' الرقم المسلسل: ۴۱۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۶۴' سنن ترمذی: ۲۱۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۸' السنن الکبریٰ: ۶۳۵۳' سنن نسائی: ۳۶۲۶' مسند الحمیدی: ۶۷' مسند البزار: ۱۰۸۳' المنتقیٰ: ۸۸۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۱۹۹' الآحاد والمثانی: ۲۱۷' مسند ابویعلیٰ: ۷۴۷' مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۵۵' صحیح ابن حبان: ۴۲۴۹' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۴۶- ج ۳ ص ۱۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۸۶۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد بن خولہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکہ میں فوت ہونے پر افسوس کر رہے تھے' حضرت

سعد بن خولہ سبیعہ الاسلمیہ کے شوہر تھے ان کے ورد انھا اور وہ مکہ کی اس زمین میں فوت ہو گئے جس سے وہ ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے حالانکہ وہ چاہتے یہ تھے کہ مدینہ میں فوت ہوں جہاں کے لیے انہوں نے ہجرت کی تھی اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تھی: اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول کے شہر میں وفات عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۹۰) کیونکہ مہاجر پر اپنے اس وطن میں لوٹنا حرام ہے جس سے اس نے اللہ کے لیے ہجرت کی تھی اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کے افعال کرنے کے بعد کوئی مہاجر مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ جب طواف کرتے تھے تو ان کی سواریاں کوچ کے لیے تیار ہوتی تھیں اور امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ بدر میں حاضر ہوئے تھے پھر مکہ واپس گئے اور وہیں فوت ہو گئے انہوں نے دوسری ہجرت حبشہ کی طرف کی تھی وہ پچیس سال کی عمر میں بدر میں حاضر ہوئے تھے اور احد اور خندق اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے وہ اپنی بیوی کے ساتھ حجۃ الوداع میں مکہ گئے اور وہیں فوت ہو گئے اس وقت ان کی بیوی حاملہ تھیں اور ان کے فوت ہونے کے بعد ان کا وضع حمل ہوا امام مسلم نے از ابن شہاب یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت سعد بن خولہ حجۃ الوداع میں فوت ہوئے تھے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ ۷ھ میں مکہ میں فوت ہوئے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مکہ کے درمیان حدیبیہ کے سال کے بعد صلح ہو چکی تھی حضرت سعد بن خولہ مکہ گئے نہ حج کے لیے اور نہ جہاد کے لیے کیونکہ حج اس وقت تک فرض نہیں ہوا تھا اور رہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وہ مکہ حج کرنے کے لیے گئے تھے اور اگر وہ مکہ میں فوت ہو جاتے تو وہ حضرت سعد بن خولہ کے حکم میں نہیں تھے جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے افسوس کیا تھا کیونکہ جو شخص کسی فرض کو ادا کرنے کے لیے نکلے پھر اس کو موت آ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے نہ کوئی گناہ اور نہ اس کے متعلق یہ کہا جائے گا: بے چارا! اور نہ یہ کہا جائے گا کہ وہ دار ہجرت کو ترک کرنے والا ہے اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں کے بل نہ لوٹا یعنی ان کو زیادہ در جے کرکی نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۱۔ ۲۸۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات ذکر کی ہیں امام بخاری کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ غزوہ بدر کے بعد مکہ گئے اور وہیں فوت ہو گئے دوسری روایت امام مسلم کے حوالے سے ذکر کی ہے کہ وہ حجۃ الوداع میں مکہ گئے اور وہاں فوت ہو گئے اور تیسری روایت امام طبری کے حوالے سے ذکر کی کہ وہ صلح حدیبیہ کے ایام میں مکہ گئے اور وہاں فوت ہو گئے اور اسی کو ترجیح دی ہے کہ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت پر افسوس کیا۔

تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کا عدم جواز وارثوں کو غنی چھوڑنے کی ترجیح علم غیب کا ثبوت اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابو عمر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند کی صحت پر تمام اہل علم متفق ہیں اور جمہور فقہاء نے اس حدیث کو وصیت کی مقدار میں اصل قرار دیا ہے اور یہ کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

امام مالک امام شافعی امام احمد امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیمار آدمی کا تہائی مال سے زیادہ کو ہبہ کرنا صدقہ کرنا اور آزاد کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

امام کا مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے اور مال کو جمع کرنا جائز ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہے جیسا کہ بعض جعلی صوفیاء کہتے ہیں بہ شرطیکہ اس مال کی زکوۃ ادا کی جاتی رہے اور مستحقین کی مدد کی جاتی رہے۔

اس حدیث میں وارثوں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی ترغیب ہے اور یہ کہ جب کسی مباح کام میں اللہ تعالیٰ کی رضاء کے حصول کی نیت کی جائے تو وہ بھی کار ثواب ہے حتیٰ کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنا بھی۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا ہے کیونکہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرمایا کہ تم اس بیماری سے فوت نہیں ہو گے' تمہاری عمر طویل ہو گی حتیٰ کہ ایک قوم تم سے نفع حاصل کرے گی اور دوسری قوم نقصان اٹھائے گی یعنی مسلمانوں کو تم سے فائدہ ہو گا اور کفار کو نقصان ہو گا' اور اس میں لمبی عمر کی فضیلت ہے۔

اگرچہ فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی لیکن مہاجرین پر لازم تھا کہ وہ مدینہ میں رہیں تا کہ نبی ﷺ کی مدد کریں اور آپ سے احکام شرعیہ کا علم حاصل کریں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر مہاجر کسی ضرورت کی وجہ سے مکہ میں رہے' پھر وہیں فوت ہو جائے تو اس کی ہجرت کا اجر ضائع نہیں ہو گا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ مکہ میں رہنے سے ہر صورت میں ہجرت کا اجر ضائع ہو جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورثاء کو خوش حال اور غنی چھوڑنا ان کو تنگ دست اور فقراء چھوڑنے پر راجح ہے بلکہ واجب ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ غنی فقیر سے افضل ہے۔

قرآن مجید میں مطلقاً وصیت کرنے کا حکم ہے اور اس حدیث میں تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے سے منع فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے عموم کی حدیث سے تخصیص کرنا جائز ہے' اس کی اور بہت مثالیں ہیں جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دینا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں دوسری شادی سے منع فرما دینا' حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کو آپ کے ترکہ سے حصہ نہ دینا وغیرہا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۰۹۶-۴۰۹۷ ج ۴ ص ۳۹۶ پر ذکر کی گئی ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① وصیت کا لغوی اور شرعی معنی ② وصیت کی اقسام ③ کیا مطلقاً وصیت کرنا فرض ہے؟ ④ ثلث مال تک وصیت کی تحقیق ⑤ امور مباحہ پر اجر ملنے کی تحقیق ⑥ لمبی عمر کی فضیلت ⑦ اہل مکہ کی ہجرت کا حکم۔

۳۷ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْحَلْقِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

۱۲۹۶ - قَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرٍ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَجِعَ اَبُوْ مُوسٰى وَجَعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِ امْرَاَةٍ مِّنْ اَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ اَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّنْ بَرِيْءَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْءٌ مِّنَ

مصیبت کے وقت بال مونڈنے کی ممانعت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: الحکم بن موسیٰ نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن جابر کہ القاسم بن مخیمرہ نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو موسیٰ کو بہت شدید درد ہو گیا' پس وہ بے ہوش ہو گئے اور ان کا سر ان کے گھر والوں سے ان کی بیوی کی گود میں تھا اور وہ ان کے کسی کام کو مسترد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے' پس جب ان کو ہوش آیا تو انہوں نے کہا: میں ان سے بری ہوں' جن سے رسول

الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بَری تھے اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چیخ و پکار کرنے والی، بال مونڈنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بَری تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۴، الرقم المسلسل: ۲۸۱، سنن نسائی: ۱۸۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۶، السنن الکبریٰ: ۱۹۹۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۴، شعب الایمان: ۱۰۱۵۷، مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۵۴۷، ج ۳۲ ص ۳۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

چیخ و پکار کرنے والی عورتوں سے بَری ہونے کا محمل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چیخ و پکار کرنے والی، بال مونڈنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بَری تھے، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ان افعال سے راضی نہیں تھے اور ان عورتوں سے ان افعال کے وقت راضی نہیں تھے، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ ان کے اسلام سے بَری تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳۸ - بَابٌ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ

جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے وہ ہم میں سے نہیں ہے

۱۲۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنے رخساروں پر مارا اور گریبانوں کو پھاڑا اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۹ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

مصیبت کے وقت واویلا کہنے اور جاہلیت کی چیخ و پکار کرنے کی ممانعت

۱۲۹۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے چہروں پر مارا اور گریبانوں کو پھاڑا اور جاہلیت کی چیخ و پکار کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٠ - بَابُ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ

١٢٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ، وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ، شَقِّ الْبَابِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ، وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ، فَقَالَ انْهَهُنَّ. فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ. فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَكَ، لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ. [اطراف الحدیث: ۱۳۰۵ـ ۴۲۶۳] [صحیح مسلم: ۹۳۵، الرقم المسلسل: ۲۰۹۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۲، سنن نسائی: ۱۸۴۷]

جو شخص مصیبت کے وقت اس طرح بیٹھا کہ اس کے چہرے سے غم ظاہر ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابن حارثہ اور حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بیٹھے کہ آپ کے چہرے سے غم ظاہر ہو رہا تھا' اور میں دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی' پس آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خواتین کا اور ان کے رونے کا ذکر کیا' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ ان عورتوں کو (آواز سے رونے سے) منع کرے' وہ چلا گیا' پھر دوسری بار آیا کہ وہ عورتیں اس کی بات نہیں مانتیں' آپ نے فرمایا: ان کو منع کرو' وہ تیسری بار آیا' پس کہا: اللہ کی قسم! وہ ہم پر غالب آ گئیں یا رسول اللہ! حضرت عائشہ نے گمان کیا کہ آپ نے فرمایا: ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو' میں نے (دل میں) کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے تو نے وہ نہیں کیا' جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے حکم دیا تھا اور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنجیدہ کرنا بھی نہیں چھوڑتا۔

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مصیبت سے پہلے اور مصیبت کے بعد آدمی کی کیفیت ایک جیسی ہو تو یہ صبر ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صبر میں لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں' بعض لوگوں کا چہرہ مصیبت کے وقت متغیر ہو جاتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے ہیں اور وہ زبان سے کوئی صبر کے خلاف بات نہیں کہتے اور بعض لوگوں کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے اور وہ زبان سے آہ و فغاں کرتے ہیں اور بے قراری کا اظہار کرتے ہیں' اور بعض لوگوں کے آنسو بھی بہتے ہیں اور وہ آہ و زاری بھی کرتے ہیں اور وہ کھانا پینا ترک کر دیتے ہیں اور سوگ والے کپڑے پہنتے ہیں اور بعض لوگوں کا حال مصیبت پڑنے سے پہلے اور مصیبت کے بعد یکساں ہوتا ہے' سو ان میں سے کون سے لوگ صبر کرنے والوں میں شمار کیے جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم سے پہلے متقدمین کا بھی اس میں اختلاف ہے' پس بعض نے یہ کہا کہ صبر کے اسم کے مستحق وہ لوگ ہیں جن کا حال مصیبت پڑنے سے پہلے اور مصیبت کے بعد یکساں ہو' اور ان کی زبان اور دیگر اعضاء سے بے قراری کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو' اور صوفیاء نے

یہ کہا ہے کہ ولی ولایت پر اس وقت فائز ہوتا ہے جب وہ اللہ کی تقدیر پر راضی ہو اور کسی چیز پر غم زدہ نہ ہو اور اس حال میں لوگوں کے مراتب مختلف ہیں' پس بعض وہ ہیں جن کی طبیعت میں سکون ہوتا ہے اور وہ مصائب کی پرواہ بہت کم کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کی طبیعت میں بے صبری اور بے قراری ہوتی ہے' اس کے باوجود وہ اپنی طبیعت پر قابو اور کنٹرول رکھتے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ صبر کا بہت زیادہ اجر ہوتا ہے۔

علامہ طبری نے کہا کہ روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی عتبہ کی موت کی خبر دی گئی تو انہوں نے کہا: وہ مجھے بہت عزیز تھے اور مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ اب وہ تمہارے درمیان زندہ ہوتے' لوگوں نے پوچھا: وہ کیسے آپ کو بہت عزیز تھے؟ تو حضرت ابن مسعود نے کہا: مجھے ان کی وجہ سے اجر دیا جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اور ثابت نے بیان کیا کہ صلہ بن اشیم کے بھائی فوت ہو گئے' ان کے پاس ایک شخص اس وقت آیا جب وہ کھانا کھا رہے تھے اور کہا: اے ابو الصہباء! تمہارے بھائی فوت ہو گئے' انہوں نے کہا: آؤ! کھانا کھاؤ! بے شک ہمیں ان کی موت کی خبر مل گئی ہے' تو اب کھانا کھاؤ! اس شخص نے کہا: مجھ سے پہلے تو آپ کو کسی نے اس کی موت کی خبر نہیں دی تھی' انہوں نے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ (الزمر: ۳۰) بے شک آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں ○

الشعبی نے کہا کہ شریح رات میں جنازوں کو دفن کرتے تھے اور اس کو غنیمت جانتے تھے' پس ان کے پاس کوئی شخص آتا اور بیمار کے متعلق سوال کرتا تو وہ کہتے: اللہ کا شکر ہے' وہ آرام سے ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کو راحت مل گئی ہے' انہوں نے اس طریقہ کو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے طریقہ سے اخذ کیا اور ابن سیرین مصیبت کے وقت میں پہلے کی طرح رہتے تھے' باتیں کرتے رہتے تھے اور ہنستے رہتے تھے مگر جس دن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو اس دن غم کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر تھے' اور ربیعہ سے سوال کیا گیا کہ صبر کی انتہاء کیا ہے؟ انہوں نے کہا: تم مصیبت آنے کے بعد بھی پہلے کی طرح رہو۔

غمگین ہونا اور آنسوؤں کا نکلنا' صبر کے اعلیٰ درجہ کے منافی نہیں

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ پسندیدہ صبر یہ ہے کہ جب بندہ پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اپنے رب کی قضاء پر راضی رہے اور اس کے حکم کو تسلیم کرے' رہا دل کا غمگین ہونا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا تو اس سے بندہ صابرین کے مصداق سے نہیں نکلتا' جب تک وہ اس سے تجاوز کر کے شکوہ' شکایت اور آہ وزاری نہ کرے کیونکہ انسانوں کے نفوس مصائب میں رنج و ملال پر پیدا کیے گئے ہیں' انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی مدح کی ہے اور ان کو عظیم ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان نیک کاموں کے کرنے پر ثواب عطا فرماتا ہے' جو ان کے اختیار میں ہوتے ہیں اور مصیبت کے وقت چہروں سے افسردگی اور غم کا اظہار نہ کرنا اور آنسوؤں کا نہ بہنا یہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے' اس پر انسان قادر نہیں ہے' اس پر صرف انسان کو پیدا کرنے والا ہی قادر ہے' اور محمود صبر وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مصیبت نازل ہو تو بندہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو اور اس کے حکم کو تسلیم کرے نہ یہ کہ اپنے چہرے سے غم کے آثار ظاہر نہ ہونے دے اور آنسوؤں کو نہ بہنے دے۔

ربیعہ بن کلثوم نے کہا: ہم حسن بصری کے پاس گئے' ان کی ڈاڑھ میں تکلیف تھی' انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب میں اپنے مومن بندہ کو کسی

تکلیف میں مبتلا کرتا ہوں' پس وہ اپنی عیادت کرنے والوں سے شکایت نہیں کرتا تو میں اس کو بیماری سے نکال لیتا ہوں اور اس کے گوشت کو پہلے سے بہتر گوشت سے بدل دیتا ہوں اور اس کے خون کو پہلے سے بہتر خون سے بدل دیتا ہوں اور اس کو از سرِ نو کام کے قابل بنا دیتا ہوں۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۴۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۷۵)

طلحہ بن مصرف نے کہا: تم اپنی بیماری اور مصیبت کی شکایت نہ کرو اور مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت یعقوب بن اسحاق علیہم السلام کے پاس ان کا پڑوسی آیا' اس نے کہا: اے یعقوب! کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور تم تقریباً فنا ہو چکے ہو حالانکہ تم ابھی اپنے والد کی عمر کو نہیں پہنچے! حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: یوسف کی جدائی کے غم نے میری ہڈیوں کو کمزور کر دیا' تب اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی: کیا تم مخلوق سے میری شکایت کر رہے ہو' تب حضرت یعقوب نے کہا: اے میرے رب! یہ میری خطاء ہے' تو اس کو معاف فرما دے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تم کو معاف کر دیا' پھر اس کے بعد جب ان سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا:

إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ. (یوسف: ۸۶) میں اپنی پریشانی اور رنج کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے صالحین کو بہت شدید رنج ہوا' طاؤس نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرنے والا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بہت رنج ہوا' اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے تھے' اور میں نے دیکھا کہ جب حضرت عمر بن الخطاب کے پاس النعمان بن مقرن کی وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور رونے لگے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۵۷)

جب سعید بن ابی الحسن فوت ہوئے تو حسن بصری ایک سال تک روتے رہے' ان سے کہا گیا: اے ابو سعید! آپ صبر کا حکم دیتے ہیں اور خود روتے ہیں تو انہوں نے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے مؤمنین کے دلوں میں یہ رحمت رکھی ہے' آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور یہ بے صبری نہیں ہے' بے صبری وہ ہے جس کا اظہار زبان اور ہاتھ سے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحب زادی سیدہ زینب کے فوت ہونے پر روئے اور اپنے صاحب زادے حضرت ابراہیم کے فوت ہونے پر آنسوؤں سے روئے اور فرمایا: یہ وہ رحمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۵۱۔ ۱۲۲۵۰' مجلس علمی' بیروت) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم افاضل صحابہ حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے پر آنسوؤں سے روئے لہٰذا کسی مصیبت پر غمگین ہونا اور آنسوؤں سے رونا صبر کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ صبر محمود ہے اور صبر کا اعلیٰ درجہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۵۔ ۲۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے علامہ ابن بطال کی صبر کے متعلق اس پوری تقریر کو نقل کر دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۳۰۔ ۱۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اگر وہ عورتیں رونا بند نہیں کرتیں تو) ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو' علامہ قرطبی نے اس کی شرح میں کہا ہے: یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ عورتیں بلند آواز سے رو رہی تھیں اور جب انہوں نے آپ کے حکم کے باوجود رونا بند نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: ان کا منہ مٹی سے بند کر دو' اور منہ کی اس لیے تخصیص کی کہ وہ نوحہ کرنے کا محل ہے' اس کے برخلاف آنکھوں سے آنسوؤں کا بہانا ممنوع نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ڈانٹ ڈپٹ میں مبالغہ کے لیے یہ فرمایا ہو کہ ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو یا اس کا یہ معنی ہو کہ ان کو یہ بتاؤ کہ آواز کے ساتھ رونے کی وجہ سے وہ صبر کے اجر سے محروم ہو گئیں جیسے ناکام اور نامراد شخص کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں خاک اور دھول کے سوا کچھ نہیں آیا ایک قول یہ ہے کہ آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ حقیقۃً ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دی جائے' قاضی عیاض نے کہا: آپ کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ یہ اس وقت تک چپ نہیں ہوں گی جب تک ان کے مونہوں میں مٹی نہ ڈال دی جائے' سو اگر تم ان کے مونہوں میں مٹی ڈال سکتے ہو تو مٹی ڈال دو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص کے رونے سے منع کرنے کے باوجود ان عورتوں نے رونا اس لیے نہ بند کیا ہو کہ اس شخص نے یہ تصریح نہیں کی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو رونے سے منع کر رہے ہیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے یا انہوں نے یہ سمجھ تو لیا تھا لیکن غم کی شدت ان پر غالب آ گئی' پھر زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اگر ان کا رونا' رونے کی اس مقدار سے زیادہ تھا جو مباح ہے تو پھر آپ کا منع فرمانا تحریم کے لیے تھا کیونکہ آپ نے مکرر منع فرمایا اور اگر وہ چپ نہ کریں تو اس پر وعید بھی فرمائی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس قدر زیادہ نہ رو رہی ہوں اور آپ نے تنزیہ کے لیے منع فرمایا ہو اور اگر یہ منع فرمانا تحریم کے لیے ہوتا تو پھر آپ منع کرنے کے لیے کسی اور شخص کو بھیجتے کیونکہ آپ کسی ناجائز کام کو مقرر اور ثابت نہیں رکھتے تھے' اور صحابیات کا کسی حرام کام سے ممانعت کے باوجود اس کو کیے جانا بہت بعید ہے اور جب ان کا رونا مباح کی حد میں تھا تو پھر آپ کا اس سے منع فرمانا اس لیے تھا کہ اگر اس میں ڈھیل دی جائے تو پھر ان کا رونا حرام کی حد میں داخل ہو جائے گا کیونکہ عورتوں میں صبر کم ہوتا ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی مباح کام کے کرنے میں یہ خطرہ ہو کہ وہ حرام تک پہنچ جائے گا تو سد ذرائع کے لیے اس مباح کام سے بھی منع کر دینا چاہیے۔ (واضح رہے کہ پست اور دھیمی آواز سے رونا مباح ہے اور اونچی اور بلند آواز سے رونا یا چلا چلا کر واویلا کرنا حرام ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کے متعلق دل میں کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلودہ کرے' تو نے وہ نہیں کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے حکم دیا تھا۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کو یہ کیسے علم ہوا کہ اس شخص نے آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا' علامہ نووی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ کے نزدیک اس پر قرینہ قائم ہو چکا تھا کہ اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل نہیں کیا اور ان عورتوں کو رونے سے چپ نہیں کرایا' یا حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ اگر وہ شخص ان عورتوں کو چپ کرانے سے قاصر اور عاجز تھا تو وہ جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتا کہ میں ان کو چپ نہیں کرا سکا' آپ کسی اور کو بھیج دیں۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ تعزیت کے لیے سکون اور وقار کے ساتھ بیٹھنا چاہیے اور یہ کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ (ان فوائد کو علامہ عینی نے بھی نقل کیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

(فتح الباری ج ۳ ص ۸-۴۳۷ 'دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن حجر کا یہ لکھنا صحیح نہیں کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور علامہ عینی کا اس کو بلا رد نقل کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔

پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور اس میں بحث ونظر

قرآن مجید میں ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ۔ اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

(النور: ۳۱)

اور حدیث میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور آپ کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں' پس حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے' یہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں ان سے پردہ کرو' ہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہے؟ نہ ہم کو دیکھ رہا ہے نہ ہم کو پہچانتا ہے! آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو' کیا تم اس کو دیکھ نہیں رہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۱۱۲' سنن ترمذی: ۲۷۷۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۶)

امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزاریں' وہ نابینا شخص ہیں' تم ان کے پاس اپنے کپڑے اتار سکتی ہو۔

(سنن ابوداؤد ص ۵۶۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوداؤد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسلمان عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے بہ شرطیکہ وہ شہوت سے مامون ہو' اور اگر وہ شہوت سے مامون نہ ہو یا اس کو شہوت کا خطرہ ہو یا شک ہو تو پھر اس کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا استحساناً حرام ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۹ ص ۵۲۴' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

ھدایہ میں مذکور ہے کہ عورتوں پر شہوت غالب ہوتی ہے اور یہ اعتبار کیا جائے گا کہ ان میں شہوت محقق ہے۔

(رد المحتار ج ۹ ص ۵۲۴' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے' اور ظاہر قرآن اور حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے' پھر یہ اعتراض ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو حضرت ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارنے کی جو اجازت دی تھی اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ ان کی خصوصیت ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نبوت سے یہ علم ہو کہ وہ شہوت سے مامون ہیں۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہوگا کہ حضرت عائشہ دروازہ کی جھری سے اس شخص کی طرف دیکھ رہی تھیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو رونے سے منع کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس سے علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عائشہ نے اس شخص کے چہرے کی طرف دیکھا اور ممنوع صرف چہرے کی طرف دیکھنا ہے۔ حضرت عائشہ نے اس کے جسم اور اس کے ڈھانچے کی طرف دیکھا تھا اور اس سے پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کے چہرہ کی طرف دیکھنا لازم نہیں آتا' ہر چند کہ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے اجنبی مرد کے چہرے کی طرف دیکھنے کی تصریح نہیں کی' لیکن ان کی عبارت سے متبادر چہرے کی طرف دیکھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ اجنبی مرد کے جسم اور اس کے ڈھانچے کی طرف دیکھنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۱۳۰۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ' عَنْ اَنَسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی'

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا حِيْنَ قُتِلَ الْقُرَّاءُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ.

انہوں نے کہا: ہمیں عاصم احول نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک قنوت پڑھتے رہے جب (ستر) قاریوں کو شہید کیا گیا' پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ غم زدہ کبھی نہیں دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

٤١ - بَابُ مَنْ لَّمْ يُظْهِرْ حُزْنَهُ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

جو مصیبت کے وقت اپنے غم کو ظاہر نہ کرے

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ اَلْجَزَعُ الْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ.

اور محمد بن کعب القرظی نے کہا: الجزع "برا قول ہے اور برا گمان ہے۔

برے قول سے مراد ایسا قول ہے جو غم پر ابھارے اور برے گمان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے پر جو وعدہ کیا ہے اس کو بعید سمجھے۔

وَقَالَ يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿إِنَّمَا أَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ﴾ (یوسف: ۸۶).

اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنی پریشانی اور غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔ (یوسف: ۸۶)

۱۳۰۱ - **حَدَّثَنَا** بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اشْتَكَى ابْنٌ لِأَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ وَأَبُوْ طَلْحَةَ خَارِجٌ فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِيْ جَانِبِ الْبَيْتِ فَلَمَّا جَاءَ أَبُوْ طَلْحَةَ قَالَ كَيْفَ الْغُلَامُ؟ قَالَتْ قَدْ هَدَأَتْ نَفْسُهُ وَأَرْجُوْ أَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اسْتَرَاحَ. وَظَنَّ أَبُوْ طَلْحَةَ أَنَّهَا صَادِقَةٌ. قَالَ فَبَاتَ فَلَمَّا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ أَعْلَمَتْهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّبَارِكَ لَكُمَا فِيْ لَيْلَتِكُمَا. قَالَ سُفْيَانُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَرَأَيْتُ لَهُمَا تِسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ.

[طرف الحدیث: ۵۴۷۰] [صحیح مسلم: ۲۱۴۴' الرقم المسلسل: ۵۵۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار ہو گیا' پس وہ فوت ہو گیا اور حضرت ابوطلحہ گھر سے نکلے ہوئے تھے' جب ان کی بیوی نے یہ دیکھا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے تو انہوں نے اس کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور اس کو گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا' جب حضرت ابوطلحہ آئے اور پوچھا: بچہ کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے وہ راحت پا چکا ہے' اور حضرت ابوطلحہ نے گمان کیا کہ وہ سچی ہیں' حضرت انس نے کہا: انہوں نے رات گزاری' جب صبح ہوئی تو غسل کیا' جب وہ گھر سے باہر نکلنے لگے تو ان کی بیوی نے انہیں بتایا کہ بچہ فوت ہو چکا ہے' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ان دونوں کے ساتھ رات کو کیا ہوا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رات کے معاملہ میں برکت دے گا' سفیان نے کہا: پس انصار کے

ایک شخص نے کہا: میں نے دیکھا کہ ان کے نو بیٹے ہوئے اور وہ سب قرآن مجید کے قاری تھے۔

حضرت ام سلیم کا بے مثال صبر جمیل اور ان کی ناقابل فراموش شجاعت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے رنج کو ظاہر نہیں کیا اور اس کے لیے غم کا اظہار کرنا جو مباح تھا اس کو ترک کر دیا' اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ناراضگی نہیں ہے اور اس نے صبر کو اختیار کیا جس طرح حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کیا تھا' تو وہ اس آیت کا مصداق ہے:

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ (النحل: ۱۲۶) اور اگر تم نے صبر کیا تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے ۝

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص عزیمت اور شدت کے عمل پر قادر ہو اس کے لیے رخصت کو ترک کرنا جائز ہے' اس میں بہت عظیم اجر و ثواب ہوتا ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ام سلیم نے کہا: اس کا نفس پر سکون ہو گیا اور مجھے امید ہے کہ وہ آرام پا چکا ہے' اس میں تعریض ہے یعنی اس کلام کے دو معنی تھے' قریب معنی یہ ہے کہ وہ بیماری سے شفاء پا کر پر سکون ہو گیا اور اب اس کو آرام ہے' یہ معنی قریب ہے جو انہوں نے اپنے شوہر حضرت ابو طلحہ کے ذہن میں ڈالا اور اس کا بعید معنی یہ ہے کہ وہ فوت ہو کر پر سکون ہو گیا اور دنیا کے آلام سے آرام پا چکا ہے' حضرت ام سلیم نے اسی معنی کا ارادہ کیا اور وہ اپنے کلام میں سچی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر انہوں نے کچھ تیاری کی' اس کے بھی دو معنی ہیں یعنی انہوں نے بچے کو غسل دے کر اور کفن پہنا کر تیار کیا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ انہوں نے بناؤ سنگھار کر کے اپنے آپ کو اپنے شوہر سے جماع کے لیے تیار کیا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا اپنے آپ کو جماع کے لیے تیار کرنا جائز ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کی رضا کے لیے بے صبری اور بے قراری کو ترک کرے اور صبر جمیل کو اختیار کرے' اللہ تعالیٰ اس کو بہترین جزاء عطا فرماتا ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ان کے نو بیٹے ہوئے اور وہ سب قرآن مجید کے قاری تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو طلحہ اپنی بیوی سے جماع کر چکے تو ان کی بیوی نے ان سے کہا: یہ بتایئے کہ اگر کوئی شخص آپ کو کوئی چیز عاریۃً دے' پھر وہ اس چیز کو واپس لے لے تو کیا آپ اس پر غم و غصہ اور بے قراری کا اظہار کریں گے؟ حضرت ابو طلحہ نے کہا: نہیں' حضرت ام سلیم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو عاریۃً بیٹا دیا تھا اور اب اس نے اس کو واپس لے لیا' پس اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس کے فعل سے راضی ہوں اور وہ بیٹا اس کے سپرد کر دیں' پھر حضرت ابو طلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیوی کی اس بات کی خبر دی تو آپ نے ان دونوں کو دعا دی: اے اللہ! ان کے رات کے اس فعل میں برکت عطا فرما' پھر ان کے ہاں ایک لڑکا ہوا جس کا نام عبد اللہ تھا اور وہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں میں سب سے افضل تھا۔

(مسند البزار: ۲۶۷۰' اس حدیث کے رجال صحیح ہیں' تاریخ دمشق: ۱۶۱۱۔۳۔۲۶۱۰۔ ج ۲۱ ص ۲۸۵۔ ۲۸۳' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۶۱)

حضرت ام سلیم صبر کے سب سے بلند مرتبہ پر فائز تھیں حالانکہ عورتیں بہت رقیق القلب ہوتی ہیں' حضرت ام سلیم کی عورتوں میں کوئی مثال نہیں ہے اور مردوں میں بھی ان جیسے کم ہوئے ہیں' وہ جہاد میں بڑے بڑے بہادروں پر فائق ہوتی تھیں' حضرت ام سلیم غزوۂ احد میں حاضر ہوئیں' پیاسوں کو پانی پلا رہی تھیں اور زخمیوں کی دوا دارو کر رہی تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ام سلیم غزوۂ حنین میں اس وقت ثابت قدم رہیں جب بہت سے مردوں کے قدم اکھڑ گئے تھے اور صفیں ٹوٹ گئی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے' اس وقت ان کے ہاتھ میں خنجر تھا اور وہ کہہ رہی تھیں: یا رسول اللہ! ان لوگوں کو قتل کر دیں جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں جیسے آپ ان لوگوں کو قتل کر رہے ہیں جو آپ سے جنگ کر رہے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: اللہ مجھے کافی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۳۱۲) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۶۔۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

※ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۳۹۸۔ ج ۶ ص ۵۰۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ام سلیم کی ذہانت اور راضی بہ رضاء الٰہی ہونے کا بیان۔ مختصر شرح کی گئی ہے' تہائی صفحہ پر مشتمل ہے۔

٤٢ - بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى

صبر اس وقت معتبر ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نِعْمَ الْعِدْلَانِ' وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ ﴿اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۵۷۔۱۵۶).

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا خوب دو ایک جیسے الفاظ ہیں ("صلوات" اور "رحمت") اور کیا خوب اس کے علاوہ ہے: یعنی "اولئك هم المهتدون" وہ لوگ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے بہ کثرت درود ہیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں○ (البقرہ: ۱۵۷۔۱۵۶)

اس تعلیق میں "عدلان" کا لفظ ہے' اونٹ کی پیٹھ پر دائیں بائیں جو بوریاں لدی ہوئی ہوتی ہیں ان کو "عدلان" کہتے ہیں' یعنی وہ دونوں بوریاں ایک دوسرے کی مثل ہیں اسی طرح اس آیت میں بھی "صلوات" اور "رحمت" ایک جیسے لفظ ہیں اس لیے حضرت عمر نے ان کو "عدلان" کہا' ان لوگوں کو "صلوات" اور "رحمت" کا یہ خصوصی اجر اس لیے ملا کہ جب ان کو پہلی بار صدمہ پہنچا تو انہوں نے اس پر صبر کیا۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ (البقرہ: ٤٥).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بے شک نماز اللہ سے ڈرنے والوں کے سوا سب پر دشوار ہے○ (البقرہ: ۴۵)

مفسرین نے کہا ہے: اس آیت میں صبر سے مراد روزہ ہے' صبر کا معنی نفس کو بے قراری کے اظہار اور جزع اور فزع سے روکنا ہے اور روزہ میں نفس کو طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے' پینے اور عمل ازدواج سے روک کر رکھا جاتا ہے' اور نماز سے مدد حاصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے اور دعا ہوتی ہے اور اللہ کے سامنے جھکنا ہوتا ہے' سو ان امور سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مدد حاصل ہوتی ہے' جو شخص مصیبت نازل ہونے پر اپنے نفس کو بے قراری کے اظہار سے روک لے تو وہ اپنے نفس پر قہر کرنے کا عادی ہو جاتا ہے' پھر اس پر روزے رکھنا اور نماز پڑھنا دشوار نہیں ہوتا کیونکہ نفس دن میں کھانا پینا چاہتا ہے اور نماز کے اوقات میں آرام کرنا چاہتا ہے اور جب انسان اپنے نفس پر قہر کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لیے روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ اس کے لیے تمام پر مشقت عبادتیں آسان ہو جاتی ہیں۔

۱۳۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ثابت انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر اس وقت شمار ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۲ میں کی جا چکی ہے۔

۴۳ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: بے شک ہم تمہاری وجہ سے غم زدہ ہیں

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی: آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل غم زدہ ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میرے گھر بیٹا پیدا ہوا' جس کا نام میں نے اپنے باپ ابراہیم کے نام پر رکھا ہے' پھر آپ نے اس بیٹے کو لوہار کی بیوی ام سیف کو دے دیا' اس لوہار کا نام ابوسیف تھا' ایک روز آپ اس کے پاس گئے' میں بھی آپ کے ساتھ تھا' جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ بھٹی دھونک رہا تھا اور گھر دھوئیں سے بھرا ہوا تھا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے ہاں جلدی جلدی گیا اور اس سے کہا: اے ابوسیف ذرا ٹھہر جاؤ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں' وہ ٹھہر گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو منگوایا اور اس کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ فرمایا' حضرت انس نے کہا: میں اس بچہ کو دیکھ رہا تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جان دے رہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' آپ نے فرمایا: آنکھیں رو رہی ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اللہ کی قسم! اے ابراہیم! ہم تمہاری وجہ سے غم زدہ ہیں۔ (صحیح مسلم: [illegible] الرقم المسلسل: [illegible] سنن ابوداؤد: [illegible])

۱۳۰۳ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَيْشٌ هُوَ ابْنُ حَيَّانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَيْفٍ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَأَنْتَ يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن عبد العزیز نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حسان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قریش نے حدیث بیان کی اور وہ ابن حیان ہیں از ثابت از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسیف لوہار کے پاس گئے اور وہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رضاعی باپ تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو اٹھایا' پس ان کو بوسہ دیا اور سونگھا' پھر اس کے بعد ہم ان کے پاس گئے اور حضرت ابراہیم اس وقت اپنی جان کی سخاوت کر رہے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں سخاوت کرنے لگیں' پھر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ، إِنَّهَا رَحْمَةٌ. ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرٰى، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ. رَوَاهُ مُوْسٰى، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! آپ (بھی رو رہے ہیں!) آپ نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ آنسو رحمت ہیں' پھر دوبارہ آنسو بہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک آنکھ رو رہی ہے اور دل غم گین ہے اور ہم صرف وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہے اور اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غم زدہ ہیں۔ اس حدیث کو موسیٰ نے از سلیمان بن المغیرہ واز ثابت از انس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۱۵' الرقم المسلسل: ۵۹۱۱' سنن ابوداؤد: ۳۱۲۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۵' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۹۳' مسند ابویعلیٰ: ۳۴۸۸' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۳۰' شعب الایمان: ۱۰۱۶۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۰۱۴' ج ۲۰ ص ۳۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحسن بن عبد العزیز ابن الوزیر' یہ ۲۵۷ھ میں عراق میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن حسان ابوزکریا' امام الرئیس (۳) قریش ابن حیان ابوبکر العجلی (۴) ثابت بن اسلم البنانی (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۷)

مشکل الفاظ کے معانی اور سیدنا ابراہیم کا تذکرہ

اس حدیث میں "قین" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: لوہار' یہ ابوسیف کی صفت ہے' ان کا نام البراء بن اوس ہے۔

نیز اس حدیث میں "ظئر" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دودھ پلانے والی کا شوہر' ان کی بیوی کا نام خولہ بنت المنذر ہے' یہ ام بردہ کے نام سے مشہور تھیں' یہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے والی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد آٹھ ہیں: (۱) القاسم' ان ہی کے نام کے ساتھ آپ کی کنیت تھی (۲) طاہر (۳) طیب' ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں' اور (۴) ابراہیم اور (۵) زینب (۶) رقیہ (۷) ام کلثوم اور (۸) سیدہ فاطمہ۔ حضرت ابراہیم کے علاوہ آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہوئی' حضرت ابراہیم' حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

(تحفۃ الباری ج ۳ ص ۱۳۰-۱۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

حضرت زینب ابوالعاص کے بیٹے کے نکاح میں تھیں' حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم' حضرت عثمان کے نکاح میں تھیں اور سیدہ فاطمہ حضرت علی کے نکاح میں تھیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم ذوالحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے' واقدی کو جزم ہے کہ وہ ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ میں فوت ہوئے' ابن حزم نے کہا: ان کی عمر ۱۶ ماہ اور آٹھ دن تھی' محمود بن لبید سے روایت ہے کہ ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۹)

ان کی فضیلت میں یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو اپنی اولاد پر شفیق نہیں دیکھا' حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ کی بالائی بستی میں دودھ پیتے تھے' آپ وہاں تشریف لے جاتے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے حالانکہ وہاں دھواں ہوتا تھا کیونکہ ان کی دایہ کا خاوند لوہار تھا' آپ بچے کو بوسہ دیتے اور لوٹ آتے' جب حضرت ابراہیم فوت ہو گئے تو آپ

نے فرمایا: ابراہیم میرا بیٹا ہے اور وہ دودھ پینے کے ایام میں فوت ہو گیا اور اس کے لیے دو دودھ پلانے والیاں ہیں جو جنت میں مدت رضاعت تک اس کو دودھ پلائیں گی۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۶-۶۲، الرقم المسلسل: ۵۹۱۲)

کس قسم کا رونا جائز ہے اور کس قسم کا رونا ممنوع ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے ابواب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آواز سے رونا' بال نوچنا' منہ پر طمانچے مارنا اور گریبان پھاڑنا حرام ہے اور غمگین ہونا اور آنسو بہانا جائز ہے اور اس کے روکنے پر کوئی شخص قادر نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا جس پر کوئی رو رہا تھا' میں اور حضرت عمر بن الخطاب بھی آپ کے پاس تھے' حضرت عمر نے ان عورتوں کو ڈانٹا' جو رو رہی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن الخطاب! ان کو رہنے دو' کیونکہ نفس مصیبت زدہ ہے' آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور زمانہ مرگ قریب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۶۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں غم میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں اور چونکہ ان میں عقل کم ہوتی ہے' اس لیے وہ حد سے تجاوز کر جاتی ہیں اور جو شاہی چراگاہ کے قریب اپنے جانور چرائے گا' اس کے جانور اس چراگاہ میں منہ ماریں گے۔

حدیث میں ہے:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں' جن کو وہ ترک نہیں کریں گے: (۱) خاندانی شرافت پر فخر کرنا (۲) دوسرے کے نسب پر طعن کرنا (۳) ستاروں سے بارش کو طلب کرنا (۴) نوحہ کرنا' نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس کو تپش کی قمیص اور خارش کی زرہ پہنائی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۴۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حسن بصری درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً. (الروم: ۲۱)   اور اللہ نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی ہے۔

اس آیت میں "مودة" سے مراد جماع ہے اور "رحمة" سے مراد اولاد ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۹۰۵- ج ۶ ص ۷۶۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۴- بَابُ الْبُكَاءِ عِنْدَ الْمَرِيضِ

۱۳۰۴- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو' عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ' عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ اشْتَكَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوَى لَهُ' فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ' مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ' وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ' وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ

مریض کے پاس رونا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی از ابن وہب' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از سعید بن الحارث الانصاری از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے' پس ان کی عیادت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' آپ کے ساتھ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهُ فِي غَاشِيَةِ أَهْلِهِ، فَقَالَ قَدْ قَضٰى؟ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، فَقَالَ أَلَا تَسْمَعُوْنَ، إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا، وَأَشَارَ إِلٰى لِسَانِهِ أَوْ يَرْحَمُ، وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ. وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَضْرِبُ فِيْهِ بِالْعَصَا وَيَرْمِيْ بِالْحِجَارَةِ، وَيَحْثِيْ بِالتُّرَابِ.

(صحیح مسلم: ۹۲۴، الرقم المسلسل: ۲۱۰۲، المسند الجامع: ۳۰۳۹)

تھے پس جب آپ ان کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کو اپنے گھر والوں کے درمیان بے ہوشی میں پایا' آپ نے پوچھا: کیا یہ فوت ہو گئے؟ گھر والوں نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے' جب لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے' آپ نے فرمایا: کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں پر عذاب نہیں دیتا اور نہ دل کے غم پر عذاب دیتا ہے' آپ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے' اور میت پر میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے پر لاٹھی سے مارتے تھے اور پتھر مارتے تھے اور منہ میں مٹی ڈال دیتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج ابوعبد اللہ' یہ ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) عمرو بن الحارث (۴) سعد بن الحارث الانصاری' یہ مدینہ کے قاضی تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۰)

عیادت کا ثبوت اور زبان کی وجہ سے عذاب یا ثواب کا محمل

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ فاضل کو مفضول کی عیادت کرنی چاہیے اور مریض کی بیمار پرسی کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں مریض کے پاس رونے کا ثبوت ہے اور یہی اس حدیث کا عنوان ہے۔

اگر استاذ یا شیخ روئے تو اس کی اتباع میں تلامذہ اور مریدین کو بھی رونا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زبان کی وجہ سے اللہ عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے یعنی اگر زبان سے نوحہ کیا یا اللہ تعالیٰ کا شکوہ کیا تو عذاب دیتا ہے اور اگر زبان سے یہ کہا کہ ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں یا اور کوئی نیک کلمہ کہا تو اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ گھر والوں کے میت پر رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ جب مرنے والے نے یہ وصیت کی ہو کہ اس پر رویا جائے' اس پر مفصل بحث 'صحیح البخاری: ۱۲۸۸' میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۱' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۵ - بَابُ مَا يُنْهٰى عَنِ النَّوْحِ وَالْبُكَاءِ، وَالزَّجْرِ عَنْ ذٰلِكَ

نوحہ کرنے اور رونے کی ممانعت اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ

۱۳۰۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب

قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ وَاَنَا اَطَّلِعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَاَمَرَهُ بِاَنْ يَّنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتٰى فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ اَنَّهُنَّ لَمْ يُطِعْنَهُ فَاَمَرَهُ الثَّانِيَةَ اَنْ يَّنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ اَتٰى فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنِيْ اَوْ غَلَبْنَنَا اَلشَّكُّ مِنْ مُّحَمَّدِ ابْنِ حَوْشَبٍ فَزَعَمَتْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاحْثُ فِيْ اَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَكَ فَوَاللّٰهِ مَا اَنْتَ بِفَاعِلٍ وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے آپ کے چہرے سے غم ظاہر ہو رہا تھا اور میں دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی' پس آپ کے پاس ایک شخص آیا' اس نے کہا: یا رسول اللہ! حضرت جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں' آپ نے حکم دیا کہ وہ ان کو منع کرے' وہ شخص گیا اور پھر آیا' پس اس نے کہا: میں نے ان کو منع کیا تھا' انہوں نے میری بات نہیں مانی' آپ نے اس کو دوبارہ حکم دیا کہ وہ ان کو منع کرے' وہ پھر آیا' پس کہا: اللہ کی قسم! وہ مجھ پر غالب آ گئیں' یا کہا: وہ ہم پر غالب آ گئیں' اس میں محمد بن حوشب کو شک ہے' پس میں نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس تم ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو' میں نے دل میں کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے تو یہ کرنے والا نہیں ہے اور تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانا نہیں چھوڑا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ اَنْ لَّا نَنُوْحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَاَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ اُمِّ سُلَيْمٍ وَاُمِّ الْعَلَاءِ وَابْنَةِ اَبِيْ سَبْرَةَ امْرَاَةِ مُعَاذٍ وَامْرَاَتَيْنِ. اَوِ ابْنَةِ اَبِيْ سَبْرَةَ وَامْرَاَةِ مُعَاذٍ وَامْرَاَةٍ اُخْرٰى.

[اطراف الحدیث: ۴۸۹۲-۷۲۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی' پس پانچ عورتوں کے سوا ہم میں سے کسی نے یہ عہد پورا نہیں کیا' حضرت ام سلیم' حضرت ام العلاء' ابوسبرہ کی بیٹی' معاذ کی بیوی اور دو عورتیں' یا کہا: ابوسبرہ کی بیٹی اور معاذ کی بیوی اور ایک اور عورت۔

(صحیح مسلم: ۹۳۶' الرقم المسلسل: ۲۱۳۸' سنن نسائی: ۴۱۸۰' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۳۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۳' مسند احمد ج ۵ ص ۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۷۹۱' ج ۳۴ ص ۳۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۱۰۳۲۵)

نوحہ کی ممانعت اور تحریم کی وجوہ

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ نوحہ کرنا زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار ہے اور یہ حرام ہے کیونکہ آپ نے ان عورتوں سے صرف

فرائض پر بیعت لی تھی' حضرت ام عطیہ نے کہا: صرف پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا' اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول صادق ہے کہ عورتیں دین اور عقل میں ناقص ہیں اور یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور جس کی یہ صفت ہو اس کا حق کی طرف رجوع کرنا اور اس پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا بہت قبیح کام ہے' اس کے انکار کا اور اس کی مذمت کا اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ یہ غم کو ابھارتا ہے' اللہ تعالیٰ نے مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور نوحہ کرنا صبر کی ضد اور اس کے منافی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قضاء اور اس کی تقدیر کو تسلیم کرنے کی مخالفت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٦ - بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

جنازہ کے لیے کھڑا ہونا

١٣٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ أَبِيهِ' عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ. قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ' عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. زَادَ الْحُمَيْدِيُّ حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ

[طرف الحدیث: ۱۳۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود از عامر بن ربیعہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ جنازہ تم کو پیچھے چھوڑ دے' سفیان نے کہا: الزہری نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از والد خود' انہوں نے کہا: ہمیں عامر بن ربیعہ نے خبر دی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حمیدی نے یہ اضافہ کیا: حتیٰ کہ جنازہ تمہیں پیچھے چھوڑ دے یا رکھ دیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۹۵۸' الرقم المسلسل: ۲۱۸۲' سنن ابوداؤد: ۳۱۷۲' سنن ترمذی: ۱۰۴۲' سنن نسائی: ۱۹۱۹' سنن ابن ماجہ: ۱۵۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۶۵' مسند الحمیدی: ۱۴۲' الآحاد والمثانی: ۳۳۰' مسند ابویعلیٰ: ۷۲۰۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵' شرح السنہ: ۱۴۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۶۸۵' ج ۲۴ ص ۴۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' المسند الجامع: ۲۸۵۳)

جنازہ کے لیے قیام کی حدیث کا منسوخ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

موت کی تعظیم کے سبب سے جنازہ کے لیے قیام کرنے کا معمول ہے کیونکہ موت دہشت اور خوف کا سبب ہے' اس لیے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرنا چاہیے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے' ان سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ کیونکہ موت سے دہشت ہوتی ہے اور اس کا خوف ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۲۔۱۳۱' سنن نسائی: ۲۰۳۶)

حضرت ابوموسیٰ نے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا اور کہا: جنازہ کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں' تم ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ایک جماعت صحابہ اور فقہاء تابعین نے ان حدیثوں پر عمل کیا ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ جب جنازہ گزرے تو قیام نہ کیا جائے اور انہوں نے کہا ہے کہ جنازہ دیکھ کر بیٹھ جائے

خواہ ابھی جنازہ کو کندھوں سے اتار کر نہ رکھا گیا ہو ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

ابو معمر' حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے' پس ایک جنازہ گزرا تو ہم کھڑے ہو گئے' حضرت علی نے کہا: یہ کیا ہے ؟ ہم نے کہا: یہ ابو موسیٰ کا حکم ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ کھڑے ہوئے تھے' پھر دوبارہ نہیں کھڑے ہوئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۱ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۹ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۲ ' مسند ابو یعلیٰ: ۲۶۱)

عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھے' پس ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو ایک شخص کھڑا ہو گیا' پس حضرت علی نے کہا: یہ کیا ہے؟ یہ یہود کا طریقہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۲ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۲۰ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے پاس سے جنازہ گزرتا تو وہ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۴۴ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۲۲ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنازہ کے لیے قیام کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازہ کو دیکھ کر بیٹھ گئے تھے' سعید بن المسیب' عروہ بن الزبیر' امام مالک بن انس' امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: صحیح البخاری: ۱۳۰۷ ' میں حضرت عامر بن ربیعہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ' اس کے برخلاف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب جنازے کو رکھنے سے پہلے بیٹھ جاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عامر بن ربیعہ کی حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔

قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اہل جاہلیت جنازہ کے لیے قیام کرتے تھے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنازہ کے لیے قیام کا اصلاً انکار کرتی تھیں اور یہ خبر دیتی تھیں کہ یہ افعال جاہلیت میں سے ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۳۔۲۹۲ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جنازہ کے لیے قیام میں مذاہب فقہاء اور امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اسود بن یزید' علقمہ' قتادہ' محمد بن سیرین' شعبی' نخعی' اسحاق بن ابراہیم اور عمرو بن میمون نے کہا ہے کہ جب جنازہ کسی شخص کے پاس سے گزرے تو وہ اس جنازہ کے لیے کھڑا ہو جائے' امام احمد اور محمد بن الحسن کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ دوسروں نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جس کے پاس سے جنازہ گزرے اس کا کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے اور جو لوگ جنازے کے پیچھے آ رہے ہوں ان کے لیے بھی جنازہ کو اتارنے سے پہلے بیٹھنا جائز ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: دوسروں سے امام طحاوی کی مراد یہ حضرات ہیں: عروہ ابن الزبیر' سعید بن المسیب' علقمہ' الاسود' نافع' سعید بن جبیر' امام ابو حنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام ابو یوسف اور امام محمد اور یہی عطاء بن ابی رباح' مجاہد اور ابو اسحاق کا قول ہے' حضرت علی بن ابی طالب' ان کے بیٹے حضرت حسن' حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جنازہ کے لیے قیام کا حکم منسوخ ہے اور اس پر ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے پھر آپ بیٹھ گئے۔

(صحیح مسلم: ۹۶۲ سنن ابوداؤد: ۳۱۷۵ سنن ترمذی: ۱۰۴۴ سنن نسائی: ۱۹۹۹ سنن ابن ماجہ: ۱۵۴۴)

مسعود بن الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں لوگوں سے فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جنازہ میں کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے پھر اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور آپ نے بیٹھنے کا حکم دیا۔

(صحیح ابن حبان: ۳۰۵۶ مسند احمد ج ۱ ص ۸۲ مسند ابویعلیٰ: ۲۷۳ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۷)

ابومعمر بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ ایک جنازہ گزرا' لوگ اس کے لیے کھڑے ہو گئے' حضرت علی نے پوچھا: تمہیں اس کا فتویٰ کس نے دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ نے' حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ایک مرتبہ کیا تھا' اس وقت آپ اہل کتاب سے مشابہت کرتے تھے' پس جب آپ کو منع کیا گیا تو آپ رک گئے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۶۲۶۱ مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۱)(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۹-۱۵۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٧ - بَابٌ مَتٰى يَقْعُدُ إِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ

جب جنازہ کے لیے کھڑا ہو تو کس وقت بیٹھے

١٣٠٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأٰى أَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتّٰى يُخَلِّفَهَا، أَوْ تُخَلِّفَهُ، أَوْ تُوْضَعَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُخَلِّفَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جنازہ کو دیکھے' پس اگر وہ اس کے ساتھ چل نہ رہا ہو تو کھڑا ہو جائے حتیٰ کہ جنازہ اس کو پیچھے چھوڑ دے' یا تم اس کو پیچھے چھوڑ دو یا تمہارے چھوڑنے سے پہلے جنازہ کو رکھ دیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۰۷ میں گزر چکی ہے۔

١٣٠٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ فَأَخَذَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِيَدِ مَرْوَانَ فَجَلَسَا قَبْلَ أَنْ تُوْضَعَ فَجَاءَ أَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَأَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ صَدَقَ. [طرف الحدیث: ۱۳۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از حضرت سعید مقبری از والد خود' انہوں نے کہا: ہم ایک جنازہ میں تھے' پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا' پس وہ دونوں جنازے کو رکھنے سے پہلے بیٹھ گئے' پس حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ آئے' انہوں نے مروان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: کھڑے ہو! پس اللہ کی قسم! ان کو خوب علم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس سے منع کرتے تھے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: انہوں نے سچ کہا ہے۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس کی دلیل کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ اور مروان کا بیٹھنا اس کی دلیل ہے کہ ان کو یہ علم تھا کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے اور یہ کہ اس حکم پر عمل ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کو یہ علم ہو کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب ہے اور پھر وہ بیٹھ جائیں اور اگر جنازہ کے لیے کھڑے ہونا واجب ہوتا تو یہ مروان ایسے شخص سے مخفی نہ ہوتا کیونکہ ان کے سامنے اکثر جنازے آتے تھے' حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کا اسی پر عمل ہے کہ وہ جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھ جاتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابوسعید کی تصدیق کی تھی' اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اس لیے تصدیق کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ گزرنے کے وقت بیٹھنے سے منع فرمایا تھا اور ان کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں خود بیٹھ گئے تھے' تو حضرت ابوہریرہ نے پہلے حکم کے اعتبار سے تصدیق کی تھی اور بعد میں وہ اور مروان اس حکم کے اعتبار سے بیٹھ گئے تھے' جس کے مطابق آپ کا آخری عمل تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۹۔۱۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٨ - بَابُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَقْعُدُ حَتّٰى تُوْضَعَ عَنْ مَنَاكِبِ الرِّجَالِ فَإِنْ قَعَدَ أُمِرَ بِالْقِيَامِ

١٣١٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا، فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدْ حَتّٰى تُوْضَعَ.

جو جنازہ کے ساتھ گیا وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو مردوں کے کندھوں سے اتار کر رکھ دیا جائے' اگر کوئی بیٹھ جائے تو اسے کھڑے ہونے کا حکم دیا جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم یعنی ابن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابوسلمہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ' پس جو جنازہ کے ساتھ گیا ہے وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو رکھ دیا جائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۳۰۹ کا مطالعہ کریں۔

٤٩ - بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُودِيٍّ

١٣١١ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ، فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا بِهِ، فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ؟ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا.

جو شخص یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑا ہوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ بن مقسم از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے ساتھ ایک جنازہ گزرا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے' پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ یہودی کا جنازہ تھا؟ آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

(صحیح مسلم: ۹۶۰' الرقم المسلسل: ۲۱۸۷' سنن ترمذی: ۱۰۳۴' سنن ابوداؤد: ۳۱۷۴' سنن نسائی: ۱۹۲۱-۱۹۱۷' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۱۷'
مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۴۲۷- ج ۲۲ ص ۳۱۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۰۹۹' مکتبۃ الرشد' ریاض'
۱۴۲۶ھ' المسند الجامع: ۱۰۹۱)

باب مذکور کی دیگر احادیث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے' پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ یہودی کا جنازہ ہے' تو آپ نے فرمایا: موت خوف اور وحشت کی چیز ہے' پس جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔ (صحیح مسلم: ۹۶۰' سنن ابوداؤد: ۳۱۷۴' سنن نسائی: ۱۹۲۲)

قیس بن سعد اور سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے' آپ کو بتایا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے' آپ نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں ہے؟ (صحیح مسلم: ۹۶۱' سنن نسائی: ۱۹۲۱)

یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کے محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان احادیث پر عمل منسوخ ہو چکا ہے۔ ابن معمر بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنازہ کے انتظار میں بیٹھے تھے تو ایک جنازہ گزرا تو ہم کھڑے ہو گئے' حضرت علی نے فرمایا: یہ کیسا قیام ہے' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم جنازہ دیکھو خواہ وہ مسلمان کا ہو یا یہودی کا ہو یا نصرانی کا ہو' پس تم کھڑے ہو جاؤ کیونکہ تم اس کی تعظیم کے لیے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ اس کے ساتھ جو فرشتے ہوتے ہیں ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہو' حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح صرف ایک مرتبہ کیا تھا' اس وقت آپ اہل کتاب کی مشابہت کرتے تھے' جب آپ کو اس سے منع کیا گیا تو آپ نے اس کو ترک کر دیا' پس حضرت علی نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام میں صرف ایک مرتبہ جنازہ کو دیکھ کر قیام کیا تھا۔ اہل کتاب سے مشابہت کی وجہ سے اور انبیاء سابقین کی اقتداء کرنے کی وجہ سے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف حکم دیا اور وہ جنازہ دیکھ کر بیٹھے رہتا تھا۔

(شرح معانی الآثار: ۲۷۳۵- ج ۲ ص ۱۷' قدیمی کتب خانہ کراچی)

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے از ابن جریج از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا: اس کی بدبو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔

(الناسخ لابن شاہین: ۳۴۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۵۸' معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۵ ص ۲۷۹)

نیز علامہ ابن بطال نے امام طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ جب یہودی کا جنازہ آپ کے پاس سے گزرا تو آپ اس لیے کھڑے ہو گئے تھے کہ آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ اس کا جنازہ آپ کے سر سے بلند ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۶-۲۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں مزید احادیث حسب ذیل ہیں:

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا' حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نہیں کھڑے ہوئے تو حضرت حسن نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے جنازہ کے

لیے نہیں کھڑے ہوئے تھے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: ہاں! اس کے بعد آپ بیٹھ گئے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۳۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۵۸، المعجم الکبیر: ۱۰۲۳۳، السنن الکبریٰ: ۲۰۶۲، مسند احمد: ۱۷۲۹)

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا پس لوگ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جنازہ گزر گیا، پس حضرت الحسن نے کہا: ایک یہودی کا جنازہ گزر رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے راستہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ یہودی کا جنازہ آپ کے سر سے اونچا ہو پس آپ کھڑے ہو گئے۔ (مسند احمد: ۱۷۲۲، السنن الکبریٰ: ۲۰۶۵)

١٣١٢ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوْا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ أَلَيْسَتْ نَفْسًا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے سنا انہوں نے کہا کہ حضرت سہل بن حنیف اور حضرت قیس بن سعد دونوں قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے پس ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے، ان سے کہا گیا کہ یہ اہل ذمہ کا جنازہ ہے تو ان دونوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، پس آپ کھڑے ہو گئے، پس آپ سے کہا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں ہے؟

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳۱۱ کا مطالعہ کریں۔

١٣١٣ - وَقَالَ أَبُوْ حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كُنْتُ مَعَ قَيْسٍ وَسَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ زَكَرِيَّاءُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى كَانَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ وَقَيْسٌ يَقُوْمَانِ لِلْجَنَازَةِ.

اور ابو حمزہ نے کہا از الاعمش از عمرو از ابن ابی لیلیٰ انہوں نے کہا کہ میں قیس اور سہل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، پس ان دونوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور زکریاء نے کہا از الشعبی از ابن ابی لیلیٰ: حضرت ابو مسعود اور قیس رضی اللہ عنہ جنازہ کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔

ان آثار کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۳۱۱ کا مطالعہ کریں۔

٥٠ - بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ الْجِنَازَةَ دُوْنَ النِّسَاءِ

جنازوں کو مردوں کا اٹھانا نہ کہ عورتوں کا

اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں سے قوی ہوتے ہیں اور اگر عورتیں جنازہ کو اٹھائیں گی تو ان کا حجاب کھل جائے گا، اور ان کا مردوں کے ساتھ اختلاط ہوگا اور یہ محل فتنہ ہے اور اس میں فساد کا احتمال ہے اگر یہ سوال کیا جائے کہ جہاں مرد بالکل میسر نہ ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروریات شرع میں مستثنیٰ ہوتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۶۱)

١٣١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا، أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا، يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهُ لَصَعِقَ.

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از والد خود انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں پس اگر وہ جنازہ نیک ہو تو وہ کہتا ہے: مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں اس کی آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سنتا تو وہ بے ہوش ہو جاتا۔

[اطراف الحدیث: ١٣١٦-١٣٨٠]

(سنن نسائی: ١٩٠٨، مسند ابویعلیٰ: ١٢٩٥، صحیح ابن حبان: ٣٠٣٨، السنن الکبریٰ: ٢٠٣٩، سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٢-٢١، شرح السنۃ: ١٤٨٢، مسند احمد ج ٣ ص ٤١ طبع قدیم مسند احمد: ١١٣٧٢- ج ١٧ ص ٣٦٦-٣٦٥، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ٢١٩٧، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

عورتوں کے جنازہ نہ اٹھانے کی توجیہ انسان کے سوا سننے والوں کے مصادیق اور جنازہ کے کلام کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: "جنازوں کو مردوں کا اٹھانا نہ کہ عورتوں کا" اس پر اس حدیث کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں اس میں یہ دلیل ہے کہ عورتیں جنازوں کو نہ اٹھائیں کیونکہ جو مشقت والے کام مردوں پر لازم ہیں وہ عورتوں پر لازم نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے ضعف کی وجہ سے ان سے یہ کثرت احکام ساقط کر دیے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ. (النساء: ٩٨)

ماسوا کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے: اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے: ہائے افسوس! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں! اس کی آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا اس کی آواز کو پتھر اور درخت بھی سنتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں صرف انسان کا استثناء ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہاں پر الفاظ عام ہیں لیکن اس سے مراد خصوص ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی آواز کو تمام اہل علم سنتے ہیں اور وہ ملائکہ اور جنات ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کلام کون کرتا ہے کیونکہ صاحب جنازہ تو فوت شدہ ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنازہ کی روح یہ کلام کرتی ہے کیونکہ روح نکلنے کے بعد جنازہ کلام نہیں کرتا سوا اس کے کہ اللہ اس میں روح کو لوٹا دے اور روح کی بات وہی سنتا ہے جو اس کی مثل ہو اور وہ ملائکہ اور جنات ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٢٩٧، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

٥١ - بَابُ السُّرْعَةِ بِالْجَنَازَةِ

جنازہ کو جلدی لے جانا

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنْتُمْ مُشَيِّعُونَ، فَامْشُوا بَيْنَ يَدَيْهَا، وَخَلْفَهَا، وَعَنْ يَمِينِهَا، وَعَنْ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جنازہ کو رخصت کر رہے ہو پس تم اس کے آگے چلو اور پیچھے چلو اور دائیں چلو اور بائیں چلو۔

شِمَالِهَا.

اس تعلیق کی اصل مصنف عبد الرزاق: ٦٢٤٨ میں ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ قَرِيبًا مِنْهَا.

اور دوسروں نے کہا: جنازہ کے قریب چلے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

ابو العالیہ نے کہا: جنازہ کے پیچھے قریب ہے اس کے آگے قریب ہے اس کے دائیں قریب ہے اور اس کے بائیں قریب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١١٣٣٦ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ١١٣٣٣ دار الکتب العلمیہ بیروت)

١٣١٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ وَإِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نے اس کو الزہری سے محفوظ رکھا ہے از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جنازہ کو جلدی لے جاؤ پس اگر وہ نیک ہے تو تم اس کی طرف نیکی کو جلدی پہنچا رہے ہو اور اگر وہ اس کے سوا ہے تو تم شر کو اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

(صحیح مسلم: ٩٣٤ الرقم المسلسل: ٢١٥١ سنن ابوداؤد: ٣١٨١ سنن ترمذی: ١٠١٥ سنن نسائی: ١٩١٠ سنن ابن ماجہ: ١٤٧٧ مسند الحمیدی: ١٠٢٢ مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٢٨١ المنتقی: ٥٢٧ صحیح ابن حبان: ٣٠٤٢ سنن بیہقی ج ٣ ص ٢١ شرح السنۃ: ١٤٨١ مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٠ طبع قدیم مسند احمد: ٧٢٦٧ ج ١٢ ص ٢٠٨ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ٣٨٩٣ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ المسند الطحاوی: ٨٦٣)

جنازہ کے ساتھ کس کیفیت کے ساتھ چلنا چاہیے؟

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ لوگ جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے تھے تو ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے ڈانٹا اور کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چلتے تھے تو ایک قوم نے اس پر عمل کیا اور کہا: جنازہ کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چلنا افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٣١٨٢ شرح معانی الآثار: ٢٦٦٨)

نوٹ: امام طحاوی نے یہ حدیث حضرت ابوبکرہ سے روایت کی ہے نہ کہ حضرت ابو ہریرہ سے۔

دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنا افضل ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا وہ اس کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چل رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو سکون کے ساتھ چلنا چاہیے۔

(سنن ابن ماجہ: ١٤٧٩ مسند احمد ج ٤ ص ٤٠٦ شرح معانی الآثار: ٢٦٧٣)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: بھاگنے کی رفتار سے کم چلو پس اگر وہ مومن ہے تو اس کے لیے جتنی عجلت کی گئی ہے وہ بہتر ہے اور اگر وہ کافر ہے تو اہل دوزخ کے لیے دوری ہو۔ (سنن ابوداؤد: ٣١٨٤ سنن ترمذی: ١٠١١ مسند احمد ج ١ ص ٣٩٤ شرح معانی الآثار: ٢٦٧٦)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت بھاگنے سے کم ہونی چاہیے' سو ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۔ ۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: اور یہی جمہور علماء کا قول ہے کہ جنازہ کے ساتھ متوسط رفتار کے ساتھ چلنا چاہیے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۸۔ ۲۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٥٢ - بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى الْجَنَازَةِ قَدِّمُوْنِي

میت کا جنازہ پر کہنا: مجھے جلدی لے جاؤ

١٣١٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِي' وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا' اَيْنَ يَذْهَبُوْنَ بِهَا' يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ' وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ سے سنا کہ نبی ﷺ فرماتے تھے: جب جنازہ رکھ دیا جائے' پس لوگ اس کو اپنی گردنوں پر اٹھالیں' پس اگر وہ جنازہ نیک ہو تو کہتا ہے: مجھے آگے لے جاؤ اور اگر نیک نہ ہو تو لے جانے والوں سے کہتا ہے: ہائے افسوس! اس کو کہاں لے جا رہے ہو' انسان کے سوا اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سنتا تو بے ہوش ہو جاتا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳۱۴ کا مطالعہ کریں۔

٥٣ - بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ

جس نے امام کے پیچھے جنازہ کی دو یا تین صفیں بنائیں

١٣١٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ' عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ عَطَاءٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ' فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ اَوِ الثَّالِثِ.

[اطراف الحدیث: ۱۳۲۰۔ ۱۳۳۴۔ ۳۸۷۷۔ ۳۸۷۸۔ ۳۸۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از ابوعوانہ از قتادہ از عطاء از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی' پس میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کی امام کے پیچھے دو یا تین صفیں بنانا مستحب ہے۔

٥٤ - بَابُ الصُّفُوْفِ عَلَى الْجَنَازَةِ

نماز جنازہ کی صفیں

۱۳۱۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوْا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نجاشی کی موت کی خبر دی پھر آپ آگے بڑھ گئے پس صحابہ نے آپ کے پیچھے صف بنائی پس آپ نے چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری امور کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

کتنے مسلمان نماز جنازہ پڑھیں تو میت کی مغفرت ہو جاتی ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میت کی نماز جنازہ مسلمانوں کا ایک گروہ پڑھے جن کی تعداد سو افراد ہو اور وہ سب اس کی شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۹۴۷ سنن ترمذی: ۱۰۲۹ سنن نسائی: ۱۹۸۷ مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مسلمان فوت ہو اور اس کے جنازہ میں چالیس افراد ہوں اور وہ اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرتے ہوں تو اللہ اس شخص کے متعلق ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: ۹۴۸ سنن ابوداؤد: ۳۱۷۰ سنن ابن ماجہ: ۱۴۸۹)

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان فوت ہو اور مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نماز جنازہ پڑھیں تو اس کی مغفرت واجب ہو جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۶۶ سنن ترمذی: ۱۰۲۸ سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۰)

نماز جنازہ کی چار تکبیروں کے ثبوت میں احادیث آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال

اس حدیث میں نماز جنازہ کی چار تکبیروں کا ذکر ہے حضرت عمر بن الخطاب حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت زید بن ثابت حضرت جابر حضرت ابن ابی اوفی حضرت الحسن بن علی حضرت البراء بن عازب حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے محمد بن حنفیہ عطاء بن ابی رباح محمد بن سیرین النخعی سوید بن غفلہ اور ثوری کا یہی مسلک ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۶۸)

اس سلسلہ میں احادیث حسب ذیل ہیں:

یزید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی قبر پر چار تکبیرات پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۳ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو امامہ بن سہل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی قبر پر چار تکبیرات پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۵ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۷ مجلس علمی بیروت)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ النجاشی پر نماز جنازہ پڑھی اور اس میں چار تکبیرات پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۶ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات فرض ہیں۔

علامہ علاء الدین الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے لکھا ہے کہ نماز میں یہ چار تکبیرات فرض ہیں اور قیام فرض ہے اور بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (الدر المختار مع رد المختار ج ۳ ص ۱۰۰۔۹۹ 'داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۱۳۱۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ، فَصَفَّهُمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا. قُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از الشعبی' انہوں نے کہا: مجھے انہوں نے خبر دی جنہوں نے اس کی شہادت دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک منفرد قبر پر آئے' پس آپ نے مسلمانوں کی صف بنائی اور چار تکبیریں پڑھیں' میں نے پوچھا: اے ابو عمرو! آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ إِنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ، فَهَلُمَّ فَصَلُّوا عَلَيْهِ. قَالَ فَصَفَفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَنَحْنُ صُفُوفٌ. قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج حبش کا ایک نیک شخص فوت ہو گیا' آؤ اس کی نماز جنازہ پڑھیں' راوی نے کہا: پس ہم نے صفیں بنائیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور ہماری کئی صفیں تھیں' ابو الزبیر نے حضرت جابر سے روایت کی کہ میں دوسری صف میں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۵ - بَابُ صُفُوفِ الصِّبْيَانِ مَعَ الرِّجَالِ عَلَى الْجَنَائِزِ

جنازہ میں بچوں کی مردوں کے ساتھ صفیں

۱۳۲۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا، فَقَالَ مَتَى دُفِنَ هٰذَا؟ قَالُوا الْبَارِحَةَ. قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُونِي. قَالُوا دَفَنَّاهُ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ، فَكَرِهْنَا أَنْ نُوقِظَكَ، فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَا فِيهِمْ، فَصَلَّى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس میں رات کو دفن کیا گیا تھا' آپ نے پوچھا: اس کو کب دفن کیا گیا؟ مسلمانوں نے کہا: گزشتہ رات' آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی' مسلمانوں نے کہا: ہم نے اس کو رات کے اندھیرے میں دفن کر دیا تھا' ہم نے آپ کو بیدار کرنا

پسند نہیں کیا تھا' پس آپ کھڑے ہوئے' ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی' حضرت ابن عباس نے کہا: میں بھی ان میں تھا' پس آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۶ - بَابُ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

نماز جنازہ پڑھنے کے طریقہ سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نماز جنازہ کی جو شرائط اور ارکان مقرر کیے ہیں' اور نماز جنازہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نماز جنازہ بغیر طہارت کے جائز نہیں ہے اور نہ برہنہ پڑھنا جائز ہے اور نہ قبلہ کی طرف منہ کیے بغیر پڑھنا جائز ہے' اور نماز جنازہ کے ارکان میں چار تکبیرات ہیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نماز جنازہ پر صلوٰۃ کا اطلاق کرنا جائز ہے اور یہ مشروع ہے' اگرچہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہے' امام بخاری نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نماز جنازہ پر صلوٰۃ کے اسم کا اطلاق ہے اور اس کا حکم دیا گیا اور اس میں نماز کے خصائص ہیں کیونکہ یہ اللہ اکبر پڑھنے سے شروع ہوتی ہے اور مکروہ وقت میں نہیں پڑھی جاتی اور لفظ سلام سے اس کو ختم کیا جاتا ہے اور اس کی صفیں بنائی جاتی ہیں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ. اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے جنازہ پر نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جنازہ پر نماز پڑھی اور اس کے ساتھ نہیں گیا' اس کو ایک قیراط اجر ملے گا' پس اگر وہ اس کے ساتھ گیا تو اس کو دو قیراط اجر ملیں گے' پوچھا گیا کہ قیراط کیا ہیں؟ تو حضرت ابوہریرہ نے کہا: چھوٹا قیراط اُحد پہاڑ جتنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۴۵' الرقم المسلسل: ۲۱۵۷)

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق کیا ہے۔

وَقَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ. اور آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی' پھر دوسرا جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ کہا گیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار' آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی' پھر تیسرا جنازہ لایا گیا' آپ سے مسلمانوں نے کہا: اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں' آپ نے پوچھا: اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار (قرض ہے)' آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز (جنازہ) پڑھو' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے' پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔

(صحیح البخاری: ۲۲۸۹' سنن نسائی: ۱۹۶۰)

اس حدیث سے بھی امام بخاری کا مقصد یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق کیا ہے۔

وَقَالَ صَلُّوْا عَلَى النَّجَاشِيِّ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: النجاشی پر نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو النجاشی کی موت کی خبر دی' پھر آپ آگے بڑھ گئے' پس مسلمانوں نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں' پھر آپ نے چار تکبیرات پڑھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۱۸)

سَمَّاهَا صَلٰوةً لَيْسَ فِيْهَا رُكُوْعٌ وَّلَا سُجُوْدٌ. نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کو نماز فرمایا حالانکہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہے۔

یعنی اس ہیئت مخصوصہ کو بھی آپ نے نماز فرمایا ہے۔

وَلَا يُتَكَلَّمُ فِيْهَا' وَفِيْهَا تَكْبِيْرٌ وَّتَسْلِيْمٌ. اور نماز جنازہ میں کلام نہیں کیا جاتا اور اس میں اللہ اکبر پڑھنا ہے اور سلام پھیرنا ہے۔

یعنی نماز جنازہ میں کلام نہیں کیا جاتا اور یہ چیز نماز کے لوازم سے ہے اور نماز کے شروع میں اللہ اکبر پڑھا جاتا ہے' اس میں سب کا اتفاق ہے اور سلام میں اختلاف ہے' امام مالک' امام احمد اور اسحاق کے نزدیک نماز جنازہ میں صرف ایک سلام ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۷۸)

امام مالک اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھتے تو دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ اکبر پڑھتے اور جب فارغ ہوتے تو دائیں طرف ایک سلام پھیرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۱۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

حریث بیان کرتے ہیں کہ میں نے عامر کو دیکھا' انہوں نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی' پھر انہوں نے دائیں جانب اور بائیں جانب سلام پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابی الہیثم بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے نماز جنازہ کے بعد اپنی دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۲۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین کام ایسے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کرتے تھے اور لوگوں نے ان کو ترک کر دیا' ان میں سے ایک یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اس طرح سلام پھیرا جائے جس طرح دیگر نمازوں کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳' معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۱۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

ابراہیم الہجری' حضرت ابن ابی اوفیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے چار تکبیرات پڑھیں' پھر دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳' معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۱۷۳)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّيْ إِلَّا طَاهِرًا' وَلَا يُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبِهَا' وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ. اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ صرف طہارت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھتے تھے اور طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز نہیں پڑھتے تھے اور اس میں رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصد شعبی کا رد کرنا ہے کیونکہ انہوں نے بغیر وضوء کے نماز جنازہ کو جائز قرار دیا ہے' انہوں نے کہا کہ نماز جنازہ صرف دعا ہے' اس میں رکوع ہے نہ سجود اور تمام متقدمین اور متاخرین کا اس کے خلاف پر اجماع ہے' سو یہ قول شاذ ہے' اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس تعلیق کے پہلے جز کی اصل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: کوئی شخص بغیر طہارت کے نماز جنازہ نہ پڑھے۔

(موطا امام مالک' الجنائز: ۲۶- ج ۱ ص ۱۳۹' المکتبۃ التوفیقیہ)

قاسم نے کہا: بغیر وضوء کے نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز جنازہ نہ پڑھنے کی تعلیق کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابو یحییٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنازہ رکھا گیا' پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے' پھر پوچھا: اس جنازہ کا ولی کہاں ہے؟ تاکہ وہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھ لے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۳۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابی حفص بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جنازہ لایا گیا تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور فرمایا: اس کی نماز جنازہ میں جلدی کرنا سورج غروب ہونے سے پہلے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۳۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ان تعلیقات سے بھی امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق آتا ہے۔

اور نماز جنازہ میں رفع یدین کی تعلیق کے متعلق یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے یعنی ہاتھ اٹھا کر بلند کرتے تھے۔

فقہاء احناف نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے ہیں' ان کا استدلال درج ذیل آثار سے ہے:

عبد اللہ بن شریح الخزری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم النخعی کو دیکھا' وہ نماز جنازہ میں رفع یدین کر کے اللہ اکبر پڑھتے' پھر باقی تکبیرات میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہ چار تکبیرات پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سفیان بیان کرتے ہیں کہ الحسن بن عبید اللہ نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نخاعہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ سوید ہمارے جنازوں میں تکبیرات پڑھتے تھے اور وہ صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ الْحَسَنُ اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَاَحَقُّهُمْ عَلٰى جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَضُوْهُمْ لِفَرَائِضِهِمْ.

اور الحسن (البصری) نے کہا: میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ ان کے جنازے پڑھانے کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جن

کی اقتداء میں وہ فرائض پڑھنے پر راضی تھے۔

اس تعلیق کے متعلق یہ حدیثیں ہیں:
الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار امام (مسجد) ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵' ۱۱۳۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)
منصور بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم کے ساتھ ایک جنازہ پر گیا اور وہ اس جنازہ کے ولی تھے' انہوں نے محلہ کے امام کو بلایا' اس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَاِذَا اَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيْدِ اَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَلَا يَتَيَمَّمُ.

اور جب کوئی شخص عید کے دن بے وضوء ہو یا جنازہ کے وقت تو وہ پانی کو طلب کرے اور تیمم نہ کرے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیثیں ہیں:
حسن بصری نے کہا: تیمم نہ کرے اور بغیر وضوء کے نماز نہ پڑھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵' ۱۱۳۷۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)
عطاء نے کہا: ایک شخص جنازہ پڑھنے جائے اور اس کو نماز فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ تیمم نہ کرے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶' ۱۱۳۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَاِذَا انْتَهٰى اِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيْرَةٍ.

اور جب کوئی شخص جنازہ میں پہنچے اور وہ نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ تکبیر پڑھ کر ان میں شامل ہو جائے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:
اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جو شخص جنازہ تک پہنچے اور وہ اس پر نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ تکبیر پڑھ کر ان میں شامل ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ اَرْبَعًا.

اور ابن المسیب نے کہا: رات اور دن اور سفر اور حضر میں چار تکبیرات پڑھے۔

اس تعلیق میں یہ دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہیں اور یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

وَقَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَعَالٰى التَّكْبِيْرَةُ الْوَاحِدَةُ اِسْتِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک تکبیر سے نماز جنازہ کو شروع کرتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور کی یہ حدیث ہے:
زریق بن کریم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: ایک آدمی نے نماز جنازہ پڑھی' پس تین تکبیرات پڑھیں' حضرت انس نے کہا: کیا تین تکبیرات نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اے ابوحمزہ! تکبیرات چار ہیں' حضرت انس نے کہا: ہاں! ایک تکبیر نماز کے افتتاح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۸۲)
اس تعلیق سے بھی امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

وَقَالَ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور آپ ان میں سے کسی ایک

(التوبہ: ۸۴). پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (التوبہ: ۸۴)

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

وَفِيهِ صُفُوفٌ وَإِمَامٌ.

اور نماز جنازہ میں صفیں بھی ہیں اور اس میں امام بھی ہوتا ہے۔

نماز جنازہ میں صفوں کا ہونا اور امام کا ہونا' اس پر دلالت کرتا ہے کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

۱۳۲۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ فَأَمَّنَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ. فَقُلْنَا يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الشیبانی از الشعبی' انہوں نے بیان کیا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک منفرد قبر کے پاس سے گزر رہا تھا' پس آپ نے ہماری امامت کی' پس ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں' پس ہم نے کہا: اے ابو عمرو! تم کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۷ - بَابُ فَضْلِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

جنازوں کے ساتھ جانے کی فضیلت

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِذَا صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ.

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم نے نماز پڑھ لی تو تم نے اس حق کو ادا کر دیا جو تم پر تھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم نے جنازہ پر نماز پڑھ لی تو تم نے وہ حق ادا کر دیا جو تم پر تھا' اب جنازے اور اس کے گھر والوں کے درمیان تخلیہ کر دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۳۲' المجلس العلمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنًا وَلَكِنْ مَنْ صَلَّى ثُمَّ رَجَعَ فَلَهُ قِيرَاطٌ.

اور حمید بن ہلال نے کہا: ہمیں علم نہیں کہ جنازہ پڑھ کر جانے کی اجازت دی جاتی ہے لیکن جس نے جنازہ پڑھ لیا' پھر لوٹ آیا' اس کو ایک قیراط اجر ملتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اور اس نے جنازہ کو اوپر سے اٹھایا اور اس کی قبر میں مٹی ڈالی اور بیٹھا رہا حتیٰ کہ اس کو اجازت دی گئی تو وہ دو قیراط اجر کے ساتھ لوٹے گا' ہر قیراط احد پہاڑ جتنا ہوگا۔

(مسند احمد: ۱۰۸۷۵' ج ۲ ص ۵۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۱۳۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُولُ حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ أَبَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی'

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ يَقُوْلُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ. فَقَالَ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا.

انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اس کو ایک قیراط اجر ملے گا' پس انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ نے اس حدیث کو ہم سے بہت مرتبہ بیان کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۴۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۴ - فَصَدَّقَتْ يَعْنِي عَائِشَةَ اَبَا هُرَيْرَةَ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهُ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ. ﴿فَرَّطْتُ﴾ (الزمر: ۵۶) ضَيَّعْتُ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ.

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک ہم نے بہت کثیر قراریط میں کمی کر دی۔ "فرطت" کا معنی ہے: میں نے اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں تقصیر کی۔

۵۸ - بَابُ مَنِ انْتَظَرَ حَتّٰى يُدْفَنَ

جس نے دفن تک میت کا انتظار کیا

۱۳۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَاْتُ عَلَى ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ سَاَلَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح. وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ح. وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّيَ فَلَهُ قِيرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيرَاطَانِ. قِيلَ وَمَا الْقِيرَاطَانِ؟ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ذئب پر قراءت کی از سعید بن ابی سعید المقبری از والد خود' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' پس انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' (ح) اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' انہوں نے کہا: اور ہمیں احمد بن شبیب بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی' ابن شہاب نے کہا (ح) اور مجھے عبدالرحمن الاعرج نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنازہ پر حاضر ہوا حتیٰ کہ اس نے نماز پڑھ لی پس اس کے لیے ایک قیراط اجر ہے اور جو شخص جنازہ پر حاضر ہوا حتیٰ کہ اس کو دفن کر دیا جائے' اس کے لیے دو قیراط اجر ہے' پوچھا گیا: دو قیراط کتنے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: دو بڑے پہاڑوں جتنے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۴۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۹ - بَابُ صَلٰوةِ الصِّبْيَانِ مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَائِزِ

بچوں کا لوگوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا

١٣٢٦ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَتَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرًا، فَقَالُوا هٰذَا دُفِنَ أَوْ دُفِنَتِ الْبَارِحَةَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الشیبانی نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر آئے' پس مسلمانوں نے کہا: اس شخص کو رات کو دفن کیا گیا ہے یا اس عورت کو رات کو دفن کیا گیا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں' پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٦٠ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلّٰى وَالْمَسْجِدِ

عید گاہ اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا

١٣٢٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَعَى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ، يَوْمَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سعید بن المسیب وابی سلمہ' ان دونوں نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے النجاشی کی موت کی خبر دی' جو حبشہ کے بادشاہ تھے' جس دن وہ فوت ہو گئے تھے' آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

١٣٢٨ - وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلّٰى، فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید گاہ میں مسلمانوں کی صف بنائی' پس آپ نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

١٣٢٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے

اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاؤُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِّنْهُمْ وَامْرَاَةٍ زَنَيَا، فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْبًا مِّنْ مَّوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے' جنہوں نے زنا کیا تھا' آپ کے حکم سے ان دونوں کو جنازہ گاہ کی جگہ میں مسجد کے پاس رجم کیا گیا۔

[اطراف الحدیث:۳۶۳۵_۴۵۵۶_۶۸۱۹_۶۸۴۱_۷۳۳۲_۷۵۴۳]

(صحیح مسلم:۱۶۹۹' الرقم المسلسل:۴۳۵۸' سنن ابوداؤد:۴۴۴۶' سنن ترمذی:۱۴۳۶' شرح مشکل الآثار:۴۵۴۲' صحیح ابن حبان:۴۴۳۴' سنن بیہقی ج۸ ص ۲۱۴' شرح السنۃ:۲۵۸۳' مسند احمد ج ۲ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد:۴۵۲۹۔ ج۸ ص ۱۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر بن عبد اللہ الحزامی (۲) ابوضمرہ (۳) موسیٰ بن عقبہ (۴) نافع مولی ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۸ ص ۱۹۱)

حدیث مذکور کی مفصل روایت

امام بخاری نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ اس روایت میں بیان کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے' جنہوں نے زنا کیا تھا' آپ نے ان سے پوچھا: تم میں سے جو زنا کرے تم اس کے ساتھ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اس کا منہ کالا کرتے ہیں اور اس کو مارتے ہیں' آپ نے پوچھا: کیا تم تورات میں رجم کا حکم نہیں پاتے' انہوں نے کہا: ہم تورات میں یہ حکم بالکل نہیں پاتے' پس ان سے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا' تم تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو اگر تم سچے ہو' پس ان کے مدرس نے جو ان کو پڑھاتا تھا' آیت رجم کے اوپر اپنی ہتھیلی رکھ دی' پس وہ اپنے ہاتھ کے نیچے سے اور ہاتھ کے پیچھے سے پڑھنے لگا اور وہ آیت رجم کو نہیں پڑھتا تھا' حضرت عبد اللہ بن سلام نے آیت رجم کے اوپر سے اس کا ہاتھ کھینچا' پس فرمایا: یہ کیا ہے؟ جب انہوں نے اس آیت کو دیکھا تو کہا: یہ آیت رجم ہے' پھر آپ نے اس یہودی مرد اور عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا' انہیں جنازوں کی جگہ میں مسجد کے قریب رجم کر دیا گیا' پس میں نے دیکھا اس عورت کا ساتھی اس پر جھکا ہوا تھا اور اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

(صحیح البخاری:۴۵۵۶)

تورات میں رجم کے حکم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے علم ہوا؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان سے پوچھا تھا کہ تم زنا کرنے والوں کے ساتھ کیا کرتے ہو؟ یہ ان سے مسئلہ معلوم کرنے کے لیے سوال نہیں کیا تھا اور نہ ان کی تقلید کرنے کے لیے سوال کیا تھا بلکہ آپ نے ان پر الزام اور حجت قائم کرنے کے لیے سوال کیا تھا اور شاید کہ آپ پر یہ وحی نازل کی گئی تھی کہ جو تورات ان کے ہاتھوں میں ہے' اس میں رجم کا حکم موجود ہے' جس کو انہوں نے اب تک تبدیل نہیں کیا ہے' جیسا کہ اور احکام کو تبدیل کر دیا ہے یا ان میں سے جو مسلمان ہو چکا تھا' اس نے آپ کو خبر دی تھی' اس لیے جب انہوں نے

اس آیت کو چھپایا تو آپ سے اس کا حکم مخفی نہیں رہا۔

اگر اہل ذمہ زنا کریں تو ان کو رجم کرنے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کافر پر بھی زنا کی حد واجب ہے اور اس کا نکاح صحیح ہے' علامہ نووی نے کہا ہے: کیونکہ رجم صرف محصن پر واجب ہے اگر اس کا نکاح صحیح نہ ہو تو اس کا احصان ثابت نہیں ہوگا اور اس کو رجم نہیں کیا جائے گا۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ احصان کی جملہ شرائط میں سے اسلام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔ (سنن دار قطنی: ۳۲۵۱' دار المعرفۃ بیروت) اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مسلمان ہونا احصان کی شرط نہیں ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے' ہم کہتے ہیں کہ زانیوں کو کوڑے مارنے کی سزا کا حکم نازل ہونے سے پہلے جب آپ ابتداءً مدینہ میں داخل ہوئے تھے' یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ تورات کے موافق حکم دیتے تھے' پھر جب سورۂ نور میں حد کا حکم نازل ہوا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا' پھر محصن کے حق میں حد کا یہ حکم منسوخ ہو گیا اور کافر محصن نہیں ہے' (محصن سے مراد شادی شدہ مسلمان ہے اور سورۂ نور میں کنواروں کے متعلق حد نازل ہوئی ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور یہ حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر اور امام مالک رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے حکم لو' مجھ سے حکم لو' اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے حکم بیان فرما دیا ہے: اگر کنوارہ مرد کنواری لڑکی سے زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور رجم کر دو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۰' سنن ابوداؤد: ۴۴۱۵' سنن ترمذی: ۱۴۳۴' سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۰)

نبی ﷺ نے ان کے درمیان شادی شدہ ہونے کے اعتبار سے فرق کیا ہے' پس جس نے ان کے درمیان مسلم اور غیر مسلم ہونے کے اعتبار سے فرق کیا اس نے نص پر اضافہ کیا' میں کہتا ہوں کہ یہ حکم منسوخ ہے کیونکہ نبی ﷺ نزول قرآن کے بعد قرآن سے حکم فرماتے تھے اور قرآن مجید میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جب یہ لوگ عقد ذمہ کو قبول کر لیں تو ان کے لیے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے حقوق ہیں اور ان پر وہی فرائض ہیں جو مسلمانوں پر فرائض ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۷۳۱) اور رجم شادی شدہ مسلمان پر فرض ہے' اسی طرح شادی شدہ کافر پر بھی رجم فرض ہوگا تو میں کہوں گا کہ تمام مسلمانوں پر رجم فرض نہیں ہے' بلکہ یہ اس کی دلیل ہے کہ رجم صرف شادی شدہ مسلمانوں پر فرض ہے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کنوارے زانی کی حد سو کوڑے ہے اور شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا اور کنوارے مرد سے مراد یہ ہے کہ جس نے نکاح صحیح کے ساتھ جماع نہ کیا ہو اور وہ آزاد عاقل بالغ شخص ہے اور شادی شدہ سے مراد ہے: جس نے نکاح صحیح کے ساتھ زندگی میں ایک مرتبہ جماع کیا ہو اور وہ آزاد عاقل بالغ شخص ہے' اور اس میں مرد اور عورت برابر ہیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان تمام احکام میں مسلمان اور کافر برابر ہیں' خواہ ان کی عقل پوری ہو یا کم ہو' نیز رسول اللہ ﷺ نے کنوارے کے متعلق فرمایا: اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو' اس میں امام شافعی اور جمہور کی دلیل ہے کہ کنوارے کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت' اور الحسن البصری نے کہا کہ شہر بدر کرنا واجب نہیں ہے اور امام مالک اور اوزاعی نے کہا: عورتوں کو شہر بدر کرنا واجب نہیں

ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے' کیونکہ عورت کو شہر بدر کرنے میں اس کو ضائع کرنا ہے اور اس کو فتنہ پر پیش کرنا ہے اور اسی وجہ سے عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان یہودیوں کو جو رجم کیا گیا تھا تو آیا گواہوں کی وجہ سے رجم کیا گیا تھا یا ان کے اقرار کی وجہ سے؟ میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ ان کے اقرار کی وجہ سے رجم کیا گیا تھا اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے خلاف چار مردوں نے گواہی دی تھی کہ انہوں نے اس یہودی کا آلہ اس عورت کی فرج میں دیکھا تھا' جس طرح سلائی سرمہ دانی میں ہوتی ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۵۲' سنن ابن ماجہ: ۲۳۷۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اگر یہ گواہ مسلمان تھے' پھر تو ظاہر ہے اور اگر یہ گواہ کافر تھے تو ان کی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں ہے' پھر متعین ہو گیا کہ ان کے اقرار کی وجہ سے ان کو رجم کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۳۔ ۱۹۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر ذمی کافر زنا کریں تو فقہاء احناف کے نزدیک ان کو رجم نہیں کیا جائے گا اور باقی ائمہ کے نزدیک ان کو رجم کیا جائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۳۲۲۔ ج ۴ ص ۸۷۷ پر درج ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی تحقیق

اس باب کے عنوان میں یہ بھی ذکر ہے: "اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا" مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حکم دیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں لے جایا جائے' پس ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے' پس مسلمانوں نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کتنی جلدی لوگ بھول گئے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہل بن بیضاء کے دو بیٹوں کی نماز جنازہ صرف مسجد میں ہی پڑھی تھی۔

(صحیح مسلم: ۹۷۳' الرقم المسلسل: ۲۲۱۸۔ ۲۲۱۹' سنن ترمذی: ۱۰۳۳' سنن نسائی: ۱۹۶۷' سنن ابوداؤد: ۳۱۸۹' سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۸)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک قوم (امام شافعی اور امام احمد) کا یہ مذہب ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے اور دوسرے فقہاء (امام ابوحنیفہ اور امام مالک) نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسجد میں رکھے ہوئے جنازہ پر نماز پڑھی اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۹۱' سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے لیے ناسخ ہے' اسی لیے صحابہ نے مسجد میں سہل بن بیضاء کے بیٹوں پر نماز پڑھنے کا انکار کیا تھا۔

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے' تاہم امام ابویوسف نے یہ کہا ہے کہ اگر مسجد میں جنازہ کے لیے الگ جگہ بنائی گئی ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۲۰۔ ۳۲۲' قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ حدیث' شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۲۶۔ ۱۰۳۲ کے ضمیمہ میں مذکور ہے' وہاں ہم نے فقہ حنفی کی متعدد کتب کے حوالوں سے لکھا ہے کہ اگر جنازہ مسجد سے باہر ہو جیسے آج کل محراب کے آگے جگہ بنائی ہوتی ہے تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں

ہے کراہت صرف اس صورت میں ہے جب جنازہ کو مسجد کے اندر رکھا جائے۔

٦١ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ

قبروں پر سجدہ گاہ بنانے کی کراہت

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلٰى قَبْرِهِ سَنَةً ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعُوْا صَائِحًا يَقُوْلُ أَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا فَأَجَابَهُ الْآخَرُ بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا.

اور جب حضرت الحسن بن الحسن بن علی فوت ہو گئے تو ان کی زوجہ نے ان کی قبر پر ایک خیمہ لگا دیا' جس کو ایک سال کے بعد اٹھا لیا' پھر لوگوں نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی: سنو! کیا انہوں نے جس کو گم پایا تھا اس کو پا لیا' پس دوسرے نے جواب دیا: بلکہ وہ مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: یہ پکارنے والا مؤمنین جنوں میں سے تھا یا ملائکہ میں سے تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٣٣٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ هِلَالٍ هُوَ الْوَزَّانُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا. قَالَتْ وَلَوْ لَا ذٰلِكَ لَأَبْرَزُوْا قَبْرَهُ غَيْرَ أَنِّيْ أَخْشٰى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از شیبان از ھلال اور وہ الوزان ہیں از عروہ از حضرت عائشہ از النبی آپ نے اس مرض میں فرمایا جس میں آپ کی وفات ہوئی: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے' جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا' حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو صحابہ آپ کی قبر کو ظاہر کر دیتے' لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ اس کو مسجد بنا لیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۵ میں گزر چکی ہے۔

٦٢ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النُّفَسَاءِ إِذَا مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا

نفاس میں مرنے والی عورت کی نماز جنازہ

١٣٣١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از حضرت سمرہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کے پیچھے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھی جو نفاس میں فوت ہو گئی تھی' آپ اس عورت کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۲ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ أَيْنَ يَقُومُ مِنَ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ

١٣٣٢ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

میت عورت ہو یا مرد تو نمازی کس جگہ کھڑا ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھی' جو نفاس میں فوت ہو گئی تھی' آپ اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٢ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا

وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلَّى بِنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَكَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقِيلَ لَهُ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ، ثُمَّ سَلَّمَ.

جنازہ پر چار تکبیریں پڑھنا

اور حمید نے کہا: ہم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی' پس انہوں نے تین تکبیریں پڑھیں' پھر سلام پھیر دیا' پھر ان کو بتایا گیا تو انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کیا' پھر چوتھی تکبیر پڑھی' پھر سلام پھیر دیا۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے' اور نماز جنازہ کی چار تکبیریں ظہر کی چار رکعات کی طرح ہیں' حتیٰ کہ اگر نمازی نے ایک تکبیر ترک کر دی تو اس کی نماز جائز نہیں ہے' اور جو نمازی ایک یا اس سے زائد تکبیرات کے بعد نماز جنازہ میں ملا تو وہ سلام پھیرنے کے بعد باقی تکبیرات پڑھے گا۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ١٩٩)

١٣٣٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى، فَصَفَّ بِهِمْ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جس دن نجاشی فوت ہوئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت کی خبر دی اور مسلمانوں کو لے کر عید گاہ گئے' پس ان کی صفیں بنائیں اور جنازہ پر چار تکبیرات پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٤٥ میں گزر چکی ہے۔

١٣٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ، فَكَبَّرَ أَرْبَعًا. وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، وَعَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ سَلِيمٍ أَصْحَمَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن حیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ النجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی' پس چار تکبیرات پڑھیں' اور یزید بن ہارون اور عبد الصمد نے کہا: از

سلیم احمد۔

اس حدیث کی شرح "صحیح البخاری: ۱۳۱۷" میں گزر چکی ہے۔

۶۵ - بَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ
نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کو پڑھنا جائز ہے' اس میں صحابہ' فقہاء' تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے: حضرت ابن مسعود' حضرت الحسن بن علی' حضرت ابن الزبیر اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ جائز ہے' امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی موقف ہے' اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قراءت نہیں ہے اور یہی امام مالک اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۱)

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: اور جو نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قراءت کا انکار کرتے' ان میں حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں اور فقہاء تابعین میں سے عطاء' طاؤس' سعید بن المسیب' ابن سیرین' سعید بن جبیر' الشعبی اور الحکم ہیں' اور مجتہدین میں سے امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ہیں' امام مالک نے کہا: نماز جنازہ صرف دعا ہے اور ہمارے شہروں میں اس میں سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی جاتی۔

امام طحاوی نے کہا: یہ ہو سکتا ہے کہ جن صحابہ نے نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھی ہو انہوں نے اس کو بہ طور دعا پڑھا ہو نہ کہ بہ طور تلاوت' اور جب کہ صحابہ اور فقہاء تابعین نے نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ کو پڑھنے کا انکار کیا ہے اور دوسری تکبیر کے بعد اس کو نہیں پڑھا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کو پہلی تکبیر کے بعد بھی نہیں پڑھا جائے گا کیونکہ ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اور جب کہ نماز جنازہ کے آخر میں تشہد کو بھی نہیں پڑھا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس میں قرآن مجید کی قراءت بھی نہیں کی جاتی۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ' وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّسَلَفًا وَّاَجْرًا.

اور الحسن البصری نے کہا: بچے پر سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے گی اور نمازی یہ دعا کرے: اے اللہ! اس کو ہمارے لیے پیش رو اور جنت تک لے جانے والا اور باعث اجر بنا دے۔

اس تعلیق کو ابو نصر عبد الوہاب بن عطاء نے کتاب الجنائز میں روایت کیا ہے' سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا ہے کہ ان سے بچے کی نماز جنازہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے ان کو خبر دی کہ از قتادہ از حسن بصری روایت ہے کہ وہ پہلے تکبیر پڑھتے' پھر سورۃ الفاتحہ پڑھتے' پھر یہ دعا کرتے: "اللھم اجعلہ لنا سلفاً وفرطاً واجراً"۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۱)

۱۳۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ سَعْدٍ' عَنْ طَلْحَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا. (ح). حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ' عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ' عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از طلحہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی' (ح) ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از سعد بن ابراہیم از طلحہ بن عبد اللہ بن عوف' انہوں نے بیان

عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، قَالَ لِيَعْلَمُوْا أَنَّهَا سُنَّةٌ.

(سنن ابوداؤد: ۳۱۹۸، سنن ترمذی: ۱۰۲۷، سنن نسائی: ۱۹۸۳)

کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازہ پر نماز پڑھی' پس انہوں نے سورۃ الفاتحہ پڑھی اور فرمایا: تاکہ لوگ جان لیں کہ سورۃ الفاتحہ پڑھنا سنت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار' ان کا تذکرہ کئی بار ہو چکا ہے (۲) غندر اور یہ محمد بن جعفر البصری ہیں (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف' یہ ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) طلحہ بن عبداللہ بن عوف' یہ عبدالرحمان کے بھتیجے تھے' یہ فقیہ اور سخی تھے' ان کو طلحہ اسدی کہا جاتا تھا' یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) محمد بن کثیر (۷) سفیان الثوری (۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۱)

نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث

طلحہ بن عبداللہ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جنازہ پر نماز پڑھائی' پس سورۃ الفاتحہ پڑھی' پس میں نے ان سے (سوال کیا) تو انہوں نے کہا: یہ سنت سے ہے یا تمام سنت سے ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۰۲۶، سنن ابوداؤد: ۳۱۹۸، سنن نسائی: ۱۹۸۳)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے' ان کا مختار یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے اور یہ امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔

اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نماز جنازہ میں بالکل قرآن مجید کی تلاوت نہ کی جائے' نماز جنازہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہے اور میت کے لیے دعا ہے' یہ فقہاء احناف اور الثوری کا قول ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

طلحہ بن عبداللہ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی' پس انہوں نے بلند آواز سے سورۃ الفاتحہ پڑھی اور ایک سورت پڑھی حتیٰ کہ ہم کو سنایا' جب وہ فارغ ہو گئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ سنت اور حق ہے۔ (سنن نسائی: ۱۹۸۳)

اس حدیث میں جو سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے کا ذکر ہے' اس کے متعلق امام بیہقی نے کہا ہے: یہ غیر محفوظ ہے یعنی شاذ ہے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۸)

حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے' پھر تین تکبیریں پڑھی جائیں اور آخر میں سلام پھیرا جائے۔ (سنن نسائی: ۱۹۸۵)

حضرت ام شریک الانصاریہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۶)

علامہ عبدالرحمان بن اسماعیل الکنانی البوصیری المتوفی ۸۳۹ھ اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کو شہر بن حوشب نے حضرت ام شریک سے روایت کیا ہے' اس کی توثیق میں اختلاف ہے' امام احمد اور ابن معین وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے اور ابن عون نے اس کو ترک کر دیا ہے' امام بیہقی' امام نسائی اور حماد بن جعفر نے اس کو ضعیف اور لین قرار دیا ہے۔ (زوائد ابن ماجہ ص ۲۱۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے سے منع کرنا

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۲ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو المنہال بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے گی؟ انہوں نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ صرف اس نماز میں پڑھی جائے گی جس میں رکوع اور سجود ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۵ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں قرآن پڑھا جائے گا؟ انہوں نے کہا: نہیں! (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۶ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن ابی بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے ان سے پوچھا: میں نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھوں؟ انہوں نے کہا: مت پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۷ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو حصین نے الشعبی سے روایت کیا کہ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی تلاوت نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۸ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

طاؤس اور عطاء نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے کا انکار کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۹ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

بکر بن عبد اللہ نے کہا: مجھے نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے کا علم نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۰ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

محمد بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے سالم سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں قرآن پڑھا جائے گا؟ انہوں نے کہا: نماز جنازہ میں قرآن نہیں پڑھا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۱ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ابن المسیب نے کہا: ہمیں علم نہیں کہ نماز جنازہ میں قرآن کی تلاوت ہے نہ کسی معین دعا کی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۴۳۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز جنازہ میں ہمارے لیے قراءت معین کی گئی ہے اور نہ کوئی اور قول امام کی تکبیر پر تکبیر کہو اور اچھی طرح دعا اور ثناء کرو۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۲ 'حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں)

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں خصوصی احادیث اور آثار

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میت پر نماز (جنازہ) پڑھ لو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو۔

(سنن ابو داؤد: ۳۱۹۹ 'سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۷ 'صحیح ابن حبان: ۳۰۷۶ 'سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۴۰)

اس حدیث میں "فاخلصوا" پر "فا" ہے اور یہ تعقیب علی الفور کے لیے آتی ہے اس کا معنی ہے: میت پر نماز جنازہ پڑھنے

کے فوراً بعد اس کے لیے اخلاص سے دعا کرو۔

مانعین اور مخالفین اس استدلال پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ (النحل:۹۸)

پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

اس آیت میں ''فاستعذ'' پر ''فا'' ہے جو تعقیب علی الفور کے لیے آتی ہے اور اس صورت میں اس کا معنی ہوگا: جب تم قرآن مجید پڑھو تو اس کے فوراً بعد ''اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم'' پڑھو حالانکہ ''اعوذ باللّٰہ'' قرآن مجید پڑھنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس آیت کا ظاہر معنی متعذر ہے اس لیے اس میں مجاز بالحذف ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے: ''اذا اردت ان تقرا القراٰن'' جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو ''اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم'' پڑھو اس کے برخلاف جس حدیث سے ہم نے استدلال کیا ہے اس کے معنی میں کوئی تعذر نہیں ہے اور اس کو کسی مجاز پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں دوسری صحیح حدیث یہ ہے:

عن عبد اللّٰہ بن ابی اوفی وکان من اصحاب الشجرة فماتت ابنة له وكان يتبع جنازتها على بغلة خلفها فجعل النساء يبكين فقال لا ترثين فان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نهى عن المراثى فتفيض احداكن من عبرتها ما شاءت ثم كبر عليها اربعا ثم قام بعد الرابعة قدر ما بين التكبيرتين يدعوا ثم قال كان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يصنع فى الجنازة هكذا۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی وہ اس کے جنازہ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت عبد اللہ نے کہا: تم مرثیہ مت پڑھو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے پھر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۳۰ ج ۳۲ ص ۳۸۰' مؤسسة الرسالة' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مصنف عبد الرزاق: ۶۴۰۳' مسند الحمیدی: ۷۱۸' سنن ابن ماجہ: ۱۵۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۲' المعجم الصغیر: ۲۶۸' المستدرک ج ۱ ص ۳۶۰۔ ۳۵۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۲۔ ۴۳)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن ابی اوفی نے چوتھی تکبیر کے بعد دعا کی اور نماز جنازہ کے اندر جو دعا ہے وہ تیسری تکبیر کے بعد کی جاتی ہے اور حضرت ابن ابی اوفی نے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے اور یہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا واضح ثبوت ہے' باقی رہا یہ کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پڑھا جاتا ہے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ راوی سلام کا ذکر کرنا بھول گیا ہو یا اس نے یہ سوچ کر اس کا ذکر ترک کر دیا ہو کہ یہ تو ویسے ہی معروف اور مشہور ہے۔

نماز جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت میں یہ حدیث بھی اس کی مثل ہے:

یزید بن رکانہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تو چار تکبیریں پڑھتے' پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا' تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کو عذاب دینے سے غنی ہے' پس اگر یہ نیک ہے تو تو اس کی نیکی میں زیادہ کر

اور اگر یہ بُرا ہے تو اس کی برائی سے درگزر فرما' پھر جو اللہ چاہتا آپ اس کے لیے وہ دعا کرتے۔

(المعجم الکبیر: ۷۳ ج ۲۲ ص ۲۹۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی یعقوب بن حمید ہے اس میں کلام کیا گیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۴)

اس حدیث میں بھی چار تکبیروں کے بعد دعا کا ذکر ہے' اس لیے اس دعا سے مراد بھی وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے بعد پڑھی جاتی ہے کیونکہ جو دعا نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے وہ تین تکبیروں کے بعد پڑھی جاتی ہے اور اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ دعا چار تکبیروں کے بعد پڑھی گئی ہے اور اگر کوئی مخالف اس پر اصرار کرے کہ چار تکبیروں کے بعد یہ دعا نماز جنازہ کے اندر پڑھی گئی تھی اور اس کے بعد سلام پڑھا گیا تو لازماً سلام سے پہلے بھی ایک تکبیر پڑھی جائے گی اور اس طرح نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں ہو جائیں گی اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔ رہا یہ کہ ان دونوں حدیثوں میں چار تکبیروں کے بعد سلام کا ذکر نہیں ہے تو ہوسکتا ہے کہ راوی نے اس کا ذکر اس لیے نہ کیا ہو کہ چار تکبیروں کے سلام کا پڑھنا مسلمانوں میں بالکل ظاہر اور معروف تھا' اس لیے اس نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ بہر حال چار تکبیروں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا دعا کرنا ہمارے مطلوب پر بہت واضح دلیل ہے۔

اور یہ حدیث بھی ہمارے مطلوب پر بہت واضح اور صریح دلیل ہے:

عن جبیر بن نفیر سمعه يقول سمعت عوف بن مالك يقول صلى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم على جنازة فحفظت من دعائه وهو يقول اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار قال حتى تمنيت ان اكون انا ذلك الميت.

(صحیح مسلم: ۹۶۳' سنن ترمذی: ۱۰۲۵' سنن نسائی: ۱۹۸۳)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے کی نماز پڑھی' میں نے اس جنازے میں آپ کی دعا کے الفاظ یاد رکھے' وہ یہ ہیں: (ترجمہ:) اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اس پر رحم فرما' اس کو عافیت میں رکھ اور اس کو معاف فرما' اس کی عزت کے ساتھ مہمانی کر' اس کے مدخل کو وسیع کر' اس کو پانی' برف اور اولوں سے دھو ڈال' اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کے میل کو صاف کر دیا' اس کے (دنیاوی) گھر کے بدلہ میں اس سے بہتر گھر عطا فرما' اس کے (دنیاوی) گھر والوں کے بدلہ میں بہتر گھر والے عطا فرما' اس کی (دنیاوی) بیوی کے بدلہ میں اس سے بہتر بیوی عطا فرما' اس کو جنت میں داخل فرما' اس کو عذاب قبر اور عذاب نار سے محفوظ رکھ۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! وہ مرنے والا میں ہوتا (تاکہ یہ دعا مجھے مل جاتی)۔

نماز جنازہ کے اندر جو دعا ہو' اس کو سراً (آہستہ) پڑھا جاتا ہے اور اس دعا کو حضرت عوف بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کیا تھا' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ دعا جہراً پڑھی تھی اور جہراً دعا نماز جنازہ کے بعد پڑھی جاتی ہے' لہٰذا یہ وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے بعد پڑھی گئی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ محدثین نے اس دعا کو نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا کے باب میں ذکر کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتا ہو کہ یہ وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے بلکہ حضرت عوف بن مالک کا اس دعا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کرنا اس پر ظاہر اور واضح قرینہ ہے کہ یہ دعا نماز جنازہ کے بعد پڑھی گئی تھی اور محدثین کا اس دعا کو نماز جنازہ کے اندر پڑھنے پر محمول کرنا محض ان کی رائے ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کو نہیں

فرمایا تھا کہ تم اس حدیث کو اس باب میں درج کرو۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں احادیث کا ذکر کرنے کے بعد اب ہم آثار صحابہ کا ذکر کر رہے ہیں:

امام ابوبکر عبد اللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمیر بن سعید قال صلیت مع علی علی یزید بن المکفف فکبر علیه اربعا ثم مشی حتی اتاه فقال اللهم عبدك وابن عبدك نزل بك اليوم فاغفرله ذنبه ووسع عليه مدخله ثم مشی حتی اتاه وقال اللهم عبدك وابن عبدك نزل بك اليوم فاغفرله ذنبه ووسع عليه مدخله فانا لا نعلم منه الا خيرا وانت اعلم به. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

عمیر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید بن المکفف کی نماز جنازہ پڑھی انہوں نے اس پر چار تکبیریں پڑھیں پھر کچھ چلے حتیٰ کہ جنازہ کے پاس آئے اور یہ دعا کی: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندہ کا بیٹا ہے آج اس پر موت طاری ہوئی ہے تو اس کے گناہ کو بخش دے اور اس کی قبر کو اس کے لیے کشادہ کر دے پھر کچھ چل کر اس کے پاس آئے اور دعا کی: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندہ کا بیٹا ہے آج اس پر موت طاری ہوئی ہے تو اس کے گناہ کو بخش دے اور اس کی قبر کو کشادہ کر دے کیونکہ ہمیں اس کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ علم نہیں ہے اور اس کا خوب علم تجھ کو ہی ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک نماز جنازہ رہ گئی جب وہ اس جنازہ پر آئے تو انہوں نے میت پر صرف استغفار کیا اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی جب وہ ان کے جنازہ پر آئے تو کہا: اگر تم نے نماز جنازہ پڑھنے میں مجھ پر سبقت کر لی ہے تو ان کے لیے دعا کرنے میں تو مجھ پر سبقت نہ کرو۔

(المبسوط ج ۲ ص ۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھائی جب آپ نماز جنازہ پڑھ چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ آئے اور یہ ارادہ کیا کہ ان پر نماز جنازہ پڑھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز جنازہ دو بار نہیں پڑھی جاتی لیکن تم میت کے لیے دعا کرو اور استغفار کرو اور یہ حدیث اس باب میں نص (صریح) ہے اور روایت ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ایک جنازہ پر نماز رہ گئی جب وہ آئے تو انہوں نے میت کے لیے صرف استغفار کیا اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی جب وہ آئے تو انہوں نے کہا: اگر تم نے ان کی نماز جنازہ میں مجھ پر سبقت کر لی ہے تو ان کے لیے دعا کرنے میں مجھ پر سبقت نہ کرو۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۸-۳۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن احمد البخاری المتوفی ۶۱۶ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز جنازہ دو بار نہیں پڑھی جاتی لیکن تم میت کے لیے دعا کرو اور استغفار کرو۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۳۳۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۴ھ)

ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا عہد رسالت اور عہد صحابہ میں معمول اور مشروع تھا۔ اس تفصیل اور تحقیق کے بعد ہم فقہاء کی ان عبارات کی تنقیح کرنا چاہتے ہیں جن سے مخالفین نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے عدم جواز پر

استدلال کرتے ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا سے ممانعت کے دلائل اور ان کے جوابات

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ کرے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۱۷۰' مکتبہ حقانیہ پشاور)

ہم نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے ثابت کیا ہے اور ملا علی قاری کی یہ عبارت نہ قرآن کی آیت ہے' نہ حدیث ہے' نہ اثر ہے تو اس میں اتنی قوت کہاں سے آ گئی کہ یہ احادیث صحیحہ کے مزاحم ہو سکے' تاہم اس کی توجیہ یہ ہے کہ ملا علی قاری نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو اس لیے منع کیا ہے کہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے اور زیادتی کا شبہ اس وقت ہو گا جب سلام پھیرنے کے بعد اسی طرح صفیں قائم رہیں اور لوگ اسی طرح اپنی جگہوں پر ہاتھ باندھے کھڑے رہیں' پھر اسی حال میں میت کے لیے دعا کریں تو یہ شبہ ہو گا کہ یہ دعا بھی نماز جنازہ کا جز ہے' لیکن جب سلام پھیرنے کے بعد صفیں ٹوٹ جائیں اور لوگ منتشر ہو کر جنازہ کے گرد جمع ہوں اور ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر میت کے لیے ایصال ثواب کریں اور ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعا کریں تو پھر کوئی عقل و خرد سے عاری شخص ہی ہو گا جو یہ سمجھے گا کہ یہ دعا نماز جنازہ کا جز ہے۔

اسی طرح بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ظاہر الروایہ میں ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے' اور نوادر میں ہے: یہ دعا جائز ہے۔

علامہ محمود بن احمد البخاری متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا کے لیے کھڑا نہ ہو کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعا ہے' اور نوادر کی روایت میں ہے کہ یہ دعا جائز ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۳۳۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد دعا نہ کرے' اسی طرح خلاصۃ الفتاویٰ (ج ۱ ص ۲۲۵) میں ہے اور امام فضلی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳' مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد کوئی دعا نہ کرے' یہ ظاہر مذہب ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ دعا کرے: "ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ" اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے: "اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ" اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے: "ربنا لا تزغ قلوبنا..... الی اخرہ"۔ (النہر الفائق ج ۱ ص ۳۹۳' قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ اور علامہ شیخ زادہ داماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۵۸۶-۵۸۵' سہیل اکیڈمی لاہور' مجمع الانہر ج ۱ ص ۲۷۱' مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

فقہاء کی ان عبارات سے واضح ہوا کہ اگر نماز جنازہ کے سلام پھیرنے کے متصل بعد وہیں کھڑے کھڑے صفیں توڑے بغیر میت کے لیے دعا کی تو یہ ظاہر الروایہ میں ممنوع ہے لیکن نوادر کی عبارت میں' امام فضلی اور دیگر متاخرین کی عبارات میں مذکور ہے کہ اس کیفیت سے بھی نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے اور اگر نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر میت کے لیے دعا کی جائے جیسا کہ مروجہ طریقہ ہے تو پھر یہ کسی کے اعتبار سے بھی ممنوع نہیں ہے اور اس کے جواز اور استحسان میں کوئی کلام نہیں ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی ممانعت میں لکھا ہے:

سوال (۳۰۷): نماز جنازہ کے بعد جماعت کے ساتھ وہیں ٹھہر کر دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: درست نہیں! "لما فی البزازیہ لا یقوم بالدعا بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ لان اکثرھا دعا"۔

(بزازیہ علی حاشیہ العالمگیریہ ج ۴ ص ۹۰) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ (امداد المفتین کامل) ص ۴۴۳ 'دارالاشاعت' کراچی '۱۹۷۷ء)

دراصل بزازیہ کی یہ عبارت عالمگیری ج ۴ ص ۸۰ پر ہے' اس کا ترجمہ یہ ہے: نماز جنازہ کے لیے بعد دعا کے لیے کھڑا نہ رہے کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعا پر مشتمل ہے۔

اس ممانعت کا بھی وہی محمل ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اسی جگہ صفیں توڑے بغیر دعا نہ کرے' صفیں توڑنے اور لوگوں کے منتشر ہونے کے بعد ممانعت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر فصل کیے بغیر اسی جگہ دعا کرے گا تو اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ ہوگا۔

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اوّل مفتی عزیز الرحمن لکھتے ہیں:

سوال (۳۱۳۴): بعد نماز جنازہ قبل دفن چند مصلیین (نمازیوں) کا ایصال ثواب کے لیے سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے لیکن اس کو رسم کر لینا اور التزام کرنا مثل واجبات کے اس کو بدعت بنا دے گا' "کما صرح بہ الفقھاء فقط"۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مکمل ج ۵ ص ۴۳۵-۴۳۴' دارالاشاعت' کراچی)

اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد کچھ فصل کر کے دعا کرنا جائز ہے بلکہ مستحب اور مسنون ہے۔ مثل واجبات کے التزام کرنا ہمارے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے۔

اس بحث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں الزمر: ۳۰ کی تفسیر میں لکھا ہے' یہاں پر ہم نے چند اقتباس درج کیے ہیں' جو حضرات اس کو پوری تفصیل سے سمجھنا چاہتے ہوں' وہ اصل تفسیر کا مطالعہ کریں۔

٦٦ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ

دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا

١٣٣٦ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ فَأَمَّهُمْ وَصَلَّوْا خَلْفَهُ. قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ هٰذَا يَا أَبَا عَمْرٍو؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الشعبی سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک منفرد قبر کے پاس سے گزرا تھا' آپ نے مسلمانوں کی امامت کی اور انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی' میں نے پوچھا: اے ابو عمرو! آپ کو کس نے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أَسْوَدَ رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ وَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهِ فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ ذٰلِكَ الْإِنْسَانُ؟ قَالُوْا مَاتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُوْنِي. فَقَالُوْا إِنَّهُ كَانَ كَذَا وَكَذَا قِصَّتُهُ. قَالَ فَحَقَرُوْا شَأْنَهُ قَالَ فَدُلُّوْنِي عَلٰى قَبْرِهِ. فَأَتٰى قَبْرَهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام مرد یا عورت جو مسجد کی صفائی کرتا تھا' پس وہ فوت ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وفات کا علم نہیں ہوا' پس ایک دن آپ نے اس کا ذکر کیا' پس فرمایا: اس انسان کو کیا ہوا؟ مسلمانوں نے بتایا: یارسول اللہ! وہ فوت ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی' پس مسلمانوں نے کہا: اس کا اس طرح اور اس طرح قصہ ہے' انہوں نے اس کو کم حیثیت کا سمجھا تھا' آپ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر بتاؤ' پھر آپ اس کی قبر پر آئے اور اس پر نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۴۵۸' میں گزر چکی ہے۔

۶۷ - بَابُ الْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ

مردہ جوتوں کی آواز (بھی) سنتا ہے

۱۳۳۸ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ ح. وَقَالَ لِي خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتّٰى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُوْلَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ فَيُقَالُ انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ. فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ. [طرف الحدیث: ۱۳۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی (ح) انہوں نے کہا: مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے' پھر اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیتے ہیں' پس وہ اس سے کہتے ہیں: تم اس شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' پھر اس سے کہا جائے گا: دیکھو! تمہارے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں تھی' اللہ نے اس کو تمہارے لیے جنت میں بیٹھنے کی جگہ سے تبدیل کر دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ ان دونوں جگہوں کو دیکھے گا' رہا کافر یا منافق تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا' میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے' پس اس سے کہا جائے گا: تو نے عقل سے جانا نہ قرآن مجید کی تلاوت کی' پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی

(صحیح مسلم: ۲۸۷۰، الرقم المسلسل: ۷۰۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۷۵۲، ۳۲۳۱، سنن نسائی: ۲۰۴۹، السنۃ لابن ابی عاصم: ۸۶۳، صحیح ابن حبان:

۳۱۲۰ الشریعہ للآجری ص ۳۶۶-۳۶۵ مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۷۱-ج ۱۹ ص ۲۹۰-۲۸۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۲۵۵ مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

جائے گی جس سے وہ چلائے گا اور اس کے چلانے کو جن اور انس کے علاوہ اس کے قریب کی تمام چیزیں سنیں گی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عیاش بن الولید (۲) عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ السامی (۳) خلیفہ بن خیاط (۴) یزید بن زریع (۵) سعید بن ابی عروبہ (۶) قتادہ بن دعامہ (۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۶)

منکر نکیر کا معنی اور فرشتوں کا آپ کا نام لینا اور وصف رسالت کا ذکر نہ کرنا اور اس کی توجیہ

اس حدیث میں "قرع نعالھم" کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: جو لوگ میت کو دفن کر کے واپس جا رہے تھے مردہ ان کے جوتوں کے چلنے کی آواز کو سنتا ہے۔

اس میں ذکر ہے: اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں ان کو منکر نکیر کہا جاتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خلقت اور بناوٹ آدمیوں کی طرح ہوتی ہے نہ فرشتوں کی طرح ہوتی ہے نہ جانوروں کی طرح' نہ حشرات الارض کی طرح بلکہ ان کی بناوٹ بالکل عجیب و غریب ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کو ان کی شکل سے کوئی انس نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمانوں کی تکریم کے لیے بنایا تا کہ وہ ان کو ثابت قدم رکھیں اور کافر کی اہانت کے لیے تا کہ اس کو قیامت سے پہلے عذاب دیا جائے۔ فرشتے اس سے کہیں گے: تم اس شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ فرشتے آپ کا تعظیم اور تکریم سے ذکر نہیں کریں گے' مثلاً یوں نہیں کہیں گے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے؟ کیونکہ یہ امتحان کا موقع ہے تا کہ تعظیم اور توقیر سے میت کو جواب کی طرف نہ اشارہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۸-۲۰۷)

فرشتوں کے سوال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرنے کی تحقیق

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

فرشتے کہیں گے: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ فرشتے آپ کی طرف لفظ "ھذا" سے اشارہ کریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی شخصیت مشہور ہے اور اگرچہ آپ ہم سے غائب ہیں مگر ہمارے ذہنوں میں حاضر ہیں یا آپ کی ذات شریف خارج میں حاضر ہوگی' اس طرح کہ قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال حاضر کی جائے گی تا کہ آپ کے جمال جہاں آرا کے مشاہدہ سے فرشتوں کے سوال کی گرہ کھل جائے' اور آپ کی ملاقات کے نور سے فراق کی ظلمت دور ہو جائے اور اس میں مشتاقان زیارت کے لیے یہ بشارت ہے کہ اگر وہ قبر میں آپ کی زیارت کی امید سے خوشی سے موت کا استقبال کریں تو اس کی گنجائش ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۳' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مصنف کے نزدیک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خواص مقربین اور اولیاء اللہ کی قبروں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے جائیں اور فرشتے آپ کی طرف اشارہ کر کے کہیں کہ تم اس شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے تھے اور عام مسلمانوں اور آپ کی قبر انور کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا کر قبر والے سے سوال کیا جائے' اور کفار کو آپ کی مثال دکھا کر سوال کیا جائے کہ جن کی یہ مثال ہے ان کے متعلق تم دنیا میں کیا کہتے تھے؟ اور چونکہ آپ کی زیارت نعمت ہے' اس لیے کفار کو اس نعمت سے محروم رکھا جائے گا۔

قبر والا آپ کے متعلق قبر میں وہی کہے گا' جو دنیا میں کہتا تھا

فرشتے یہ نہیں پوچھیں گے کہ تم اب ان کے متعلق کیا کہتے ہو؟ بلکہ یہ پوچھیں گے کہ تم ان کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے؟ سو آپ کے متعلق جو شخص جو کہتا ہو گا وہی قبر میں کہہ دے گا۔

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ نے لکھا ہے:

پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کا تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائے کہ زیادہ ہو۔ (براہین قاطعہ ص ۵۲ 'مطبع بلال ڈھور ہند)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

بندہ مسکین یہ کہتا ہے کہ مومن عارف' سید المرسلین وامام العارفین سے حقیقت روح کے علم کی نفی کیسے کر سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور آپ پر اولین اور آخرین کا علم کھول دیا ہے' روح انسان کا علم آپ کے علوم کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے' وہ آپ کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے اور آپ کے بیضاء علم کا ایک ذرہ ہے۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۱۔۴۰ 'مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

سو اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ علماء دیوبند اور غیر مقلدین قبر میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق وہی کہیں گے جو دنیا میں کہتے تھے اور علماء اہل سنت قبر میں فرشتوں کے جواب میں وہی کہیں گے جو دنیا میں آپ کے متعلق کہتے تھے۔

اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں: جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان (کلاں) ص ۲۸ 'مطبع لاہور)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں — حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہیں عبد الٰہ اور عالم امکاں کے شاہ — برزخ ہیں وہ سرِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(حدائق بخشش ج ۱ ص ۳۹ 'فرید بک سٹال لاہور)

حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے کہ قبر میں میت سے اس کے اعتقاد اور نظریہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(شرح الصدور ص ۱۳۲)

قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے کی تحقیق

اس حدیث میں ذکر ہے کہ مردہ قبر میں جوتیوں کی آواز سنتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا جائز ہے' تاہم اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

بشیر مولیٰ رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جاہلیت میں ان کا نام زحم بن معبد تھا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی تو آپ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: زحم' آپ نے فرمایا: بلکہ تم بشیر ہو' انہوں نے بیان کیا کہ میں چل رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ مشرکین کی قبروں کے پاس سے گزرے' آپ نے تین بار فرمایا: ان لوگوں نے خیر کثیر پر سبقت کی ہے' پھر مسلمانوں کی قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے خیر کثیر کو پالیا' پھر آپ نے نظر اٹھائی تو ایک آدمی قبروں کے درمیان سے جوتے پہنے ہوئے چل رہا تھا' تو آپ نے فرمایا: اے جوتوں والے! تجھ پر افسوس ہے! اپنے جوتے اتار دے' اس شخص نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا' پھر اس نے جوتے اتار کر پھینک دیے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۳۰ سنن نسائی: ۲۰۴۷ سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۸)

علامہ شمس الدین عبد الرحمان بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ ھ نے لکھا ہے:

جب کوئی شخص قبرستان میں داخل ہو تو مستحب یہ ہے کہ جوتے اتار دے۔ (الشرح الکبیر ج ۳ ص ۲۸۰ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء نے لکھا ہے کہ قبرستان میں جوتے پہن کر جانا جائز ہے فقہاء تابعین میں سے حسن بصری ابن سیرین النخعی اور ثوری کا یہی موقف ہے امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی اور ان کے بعد کے جمہور فقہاء کا یہی مختار ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ آپ نے اس شخص کو جوتے اتارنے کا اس لیے نہیں فرمایا تھا کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا ممنوع ہے بلکہ آپ نے اس لیے منع فرمایا تھا کہ اس کے جوتوں پر گندگی لگی ہوئی تھی۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ آپ نے جوتے پہن کر چلنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ جوتے پہن کر چلنا امیر آدمیوں کا طریقہ ہے اور قبرستان میں تواضع اور خضوع اور خشوع سے چلنا چاہیے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں صرف ایک واقعہ کی حکایت کی ہے اور یہ اباحت کا تقاضا کرتی ہے نہ کہ تحریم کا اور آپ نے قبروں کے احترام کی وجہ سے جوتے اتارنے کا حکم دیا جس طرح آپ نے قبروں پر ٹیک لگانے اور ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۳۔ ۲۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

فرشتوں کے سوال کے بعد قبر والے کا حال اور نیک مسلمانوں کی روحوں کا قبروں پر آنا

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب فرشتے سوال سے فارغ ہو جاتے ہیں تو پھر میت کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میت سعید ہو تو اس کی روح جنت میں ہوتی ہے اور اگر شقی ہو تو پھر اس کی روح سجین میں ہوتی ہے وہ ساتویں زمین میں دوزخ کے کنارے ایک پتھر ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک قوم برزخ میں ہوتی ہے وہ جنت میں ہے نہ دوزخ میں اور اس کی دلیل اصحاب الاعراف کا قصہ ہے۔

جو مسلمان مرتکب کبیرہ ہیں ان کے متعلق کیا کہا جاتا ہے کیا ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ تم صالح کی طرح سو جاؤ یا ان سے سکوت کیا جاتا ہے۔ (ان کے متعلق حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

ایک قول یہ ہے کہ نیک مسلمانوں کی روحیں قبروں پر مطلع ہوتی ہیں اور ان میں سے اکثر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو مطلع ہوتی ہیں اور ہفتہ کی رات کو طلوع آفتاب تک وہ زندوں کے اعمال کو دیکھتی ہیں اور نیک مسلمانوں میں سے جو فوت ہو جائیں ان سے سوال کرتی ہیں کہ فلاں شخص نے کیا کیا اگر اس کے نیک اعمال کا ذکر کیا جائے تو وہ کہتے ہیں: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھنا اور اگر اس کے خلاف ہو تو وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو رجوع کی توفیق دینا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ اپنی قبروں میں ہوتے ہیں تو جو ان کو سلام کرتا ہے وہ اس کا سلام سنتے ہیں اور اگر ان کو اجازت دی جائے تو وہ اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے اور یہ عذاب کفار کو ہوگا اور ان فساق مسلمانوں کو ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ عذاب دینا چاہے گا۔ فرشتوں کا سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے یا پچھلی امتوں سے بھی فرشتے سوال کرتے تھے؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقائد میں تقلید مذموم ہے کیونکہ منافق یہ کہے گا کہ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی کہہ دیا۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ فرشتوں کے سوالوں کا جواب دینے کے لیے میت میں روح لوٹائی جائے گی' پھر دوبارہ وہ مر جائیں گے تو ان کو عارضی حیات دی جائے گی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۰۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مُردوں کے سننے کا ثبوت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب لوگ مردہ کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے' اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں' ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں الانفال: ۱۴ کی تفسیر میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ یہ بحث تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۹۰۔ ۵۷۷ پر پھیلی ہوئی ہے' جن قارئین کو اس موضوع سے دلچسپی ہے' وہ اس بحث کا ضرور مطالعہ کریں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۰۸۱۔ ج ۷ ص ۶۹۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث ② آیا قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟ ③ آیا پچھلی امتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس امت کے ساتھ مخصوص ہے؟ ④ آیا انبیاء علیہم السلام اور نابالغ بچوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں؟ ⑤ قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق ⑥ قبر کے سوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق ⑦ قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا؟ ⑧ ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا ⑨ قبر میں مردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق ⑩ قبروں کی زیارت کرنا اور قبر والوں کا زائرین کو پہچاننا' ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا ⑪ روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق ⑫ روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا ⑬ زیارت قبور کا بیان ⑭ زیارت قبور کے متعلق احادیث ⑮ فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ⑯ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ⑰ فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ⑱ فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ⑲ کون کہاں مرے گا اور کل کیا ہوگا؟ اس کے علم کی تحقیق ⑳ سماع موتی کی تحقیق ㉑ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتی سے انکار اور اس کا جواب۔

۶۸- بَابُ مَنْ اَحَبَّ الدَّفْنَ فِى الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ اَوْ نَحْوِهَا

جو ارضِ مقدسہ یا اس کی مثل جگہ میں دفن ہونے کو پسند کرے

۱۳۳۹- حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ' فَرَجَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

إِلَى رَبِّهِ، فَقَالَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ! فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ، وَقَالَ ارْجِعْ، فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ، فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ. قَالَ أَيْ رَبِّ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ. قَالَ فَالْآنَ. فَسَأَلَ اللّٰهَ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ. قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ. [طرف الحدیث: ۳۴۰۷]

کی طرف ملک الموت کو بھیجا گیا' جب ان کے پاس ملک الموت آیا تو انہوں نے اس کو ایک تھپڑ مارا' وہ اپنے رب کی طرف لوٹ گیا' پس کہا: تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو موت کا ارادہ ہی نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا: جاؤ ان سے کہنا: آپ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں' آپ کے ہاتھ سے جتنے بال چھپیں گے تو ہر بال کے بدلے میں آپ کی ایک سال عمر ہو گی' حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے میرے رب! پھر کیا ہو گا؟ فرمایا: پھر موت ہو گی! حضرت موسیٰ نے کہا: پھر ابھی ہو جائے' پھر اللہ سے سوال کیا کہ وہ ان کو ارض مقدسہ سے اتنی دور کر دے' جتنی دور پتھر پھینکنے سے جاتا ہے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تم کو ان کی قبر دکھاتا' وہ راستہ کی جانب سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۷۲' الرقم المسلسل: ۶۰۳۳' سنن نسائی: ۲۰۸۹' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۵۳۰' صحیح ابن حبان: ۶۲۲۳' الاسماء والصفات ص ۴۹۲' السنۃ لابن ابی عاصم: ۵۹۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۳۶' ج ۱۳ ص ۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۶۱' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان (۲) عبد الرزاق بن ہمام (۳) معمر بن راشد (۴) عبد اللہ بن طاؤس (۵) طاؤس بن کیسان (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ملک الموت کو تھپڑ مارنا' کیا کوئی معیوب کام تھا؟

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے کہا: بعض اہل بدعت اور جہمیہ نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو پہچانا تھا یا نہیں؟ اگر انہوں نے ان کو پہچان لیا تھا تو پھر ان پر ظلم کیا اور وہ اللہ کے رسول ہیں تو ان کی توہین کی اور اللہ کے رسول کی توہین کرنا اللہ تعالیٰ کی توہین کرنا ہے اور اگر انہوں نے ملک الموت کو نہیں پہچانا تھا تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ سے بعید ہے' اور حشویہ نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ملک الموت کے تھپڑ مارا تھا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا قصاص نہیں لیا اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

امام ابن خزیمہ نے اس کے جواب میں کہا: یہ ان لوگوں کا اعتراض ہے جو بصیرت سے محروم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ان کی روح قبض کرنے کے ارادہ سے نہیں بھیجا تھا بلکہ حضرت موسیٰ کے امتحان اور ان کی آزمائش کے لیے ان کی طرف ملک الموت کو بھیجا تھا' جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو قتل کر دیں بلکہ ان کو آزمانے کے لیے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا' پس اللہ تعالیٰ نے

ان کے بیٹے کا فدیہ بھیج دیا اور ایک دنبہ کو ذبح کرا دیا اور فرمایا:

وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا. (الصّٰفّٰت: ۱۰۵۔۱۰۴) اور ہم نے ان کو ندا کی کہ اے ابراہیم!○ آپ نے اپنا خواب سچا کر دیا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح کو قبض کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ ضرور ان کی روح کو قبض فرما لیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کو کر گزرتا ہے اس نے فرمایا ہے:

وَإِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ○ (النحل: ۴۰) اور جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ہو جا' سو وہ ہو جاتی ہے○

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھپڑ مارنا مباح تھا کیونکہ انہوں نے آدمی کی صورت میں ایک شخص کو دیکھا جو ان کے پاس آیا اور ان کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ ملک الموت ہے' اور جو شخص کسی مسلمان کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر دیکھ رہا ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی آنکھ پھوڑنے کو مباح کر دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے' پس وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو اس میں دیت ہے نہ قصاص ہے۔

(مشکل الآثار: ۹۳۹' المحلی: ۲۰۰۹' صحیح ابن حبان: ۶۰۰۴' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۹۱' سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۵)

اور یہ محال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم ہو کہ یہ حضرت ملک الموت ہیں اور ان کی آنکھ پھوڑ دیں۔ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے اور انہوں نے ابتداء میں نہیں پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں حتیٰ کہ خود فرشتوں نے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابتداء میں پتا چل جاتا کہ یہ فرشتے ہیں تو محال تھا کہ وہ ان کے پاس بھنا ہوا بچھڑا لے کر آتے' کیونکہ فرشتے طعام نہیں کھاتے' اور جب حضرت ابراہیم کو ان سے خطرہ ہوا تو انہوں نے کہا: آپ مت ڈریں' بے شک ہمیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجا گیا ہے' اور فرشتہ حضرت مریم کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو نہیں پہچانا اور ان سے پناہ طلب کی اور اگر حضرت مریم کو ابتداء' پتا ہوتا کہ یہ فرشتہ ہے اور انہیں ایسے بیٹے کی بشارت دینے آیا ہے جو مادرزاد اندھوں کو بینا کرے گا اور کوڑھیوں کو تندرست کرے گا اور وہ اللہ کا نبی ہو گا تو وہ اس فرشتہ سے پناہ طلب نہ کرتیں' اور حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو آدمیوں کی صورتوں میں لڑتے ہوئے دو فرشتے آئے اور حضرت داؤد نے ان کو نہیں پہچانا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے بھیجا تھا کہ ان میں سے ایک کا دوسرے کے خلاف جو دعویٰ ہے اس سے حضرت داؤد علیہ السلام نصیحت حاصل کریں اور وہ یہ جان لیں کہ انہوں نے جو کام کیا ہے وہ درست نہیں ہے' پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور نادم ہوئے' قرآن مجید میں ہے:

وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا. (ص: ۲۴) اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے ان کو آزمائش میں مبتلا کیا ہے پس انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں جھک گئے۔

تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اچانک ملک الموت آئے اور انہوں نے ان کو نہیں پہچانا تو اس میں کون سے تعجب کی بات ہے۔

رہا جہمیوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو لگائے ہوئے تھپڑ کا بدلا نہیں لیا تو یہ ان کی جہالت کی دلیل ہے' ان کو کس نے یہ

خبر دی کہ فرشتوں اور آدمیوں کے درمیان قصاص ہوتا ہے اور ان کو کس نے یہ خبر دی کہ ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قصاص طلب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا قصاص نہیں لیا' حالانکہ اللہ تعالیٰ۔ نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اس قتل کا قصاص نہیں لیا۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے سامنے جب دو عورتوں نے ایک بچہ کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کا بچہ ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ اس بچہ کو چھری سے کاٹ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں اور ہر عورت کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا جائے' حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حکم اس لیے نہیں دیا تھا کہ اس پر عمل کیا جائے بلکہ انہوں نے یہ حکم آزمانے کے لیے دیا تھا تاکہ ان پر منکشف ہو جائے کہ حقیقت میں یہ بچہ کون سی عورت کا ہے کیونکہ ماں اپنے بچہ پر شفیق ہوتی ہے' وہ کبھی اس بچے کے ٹکڑے کرنے پر راضی نہیں ہوگی' سو ایک عورت نے کہا: ٹھیک ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیں' اور دوسری نے کہا: اس کے دو ٹکڑے نہ کریں اور بچہ اس مدعیہ کو دے دیں' وہ زندہ تو رہے گا' پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ یہی عورت اس بچہ کی حقیقی ماں ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت کو آزمائش کے لیے بھیجا تھا نہ کہ حقیقۃً ان کی روح کو قبض کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کتنی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ بے شک اللہ کسی نبی کی روح کو قبض نہیں فرماتا حتیٰ کہ اس کو اختیار دے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱۹۹۰)

اور حتیٰ کہ اس کو جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دے تو جب تک حضرت موسیٰ کو جنت میں ان کا مقام نہیں دکھایا تھا تو ملک الموت کو ان کی روح قبض کرنے کا حکم دینا جائز نہ تھا' پس حضرت ملک الموت کو صرف آزمائش کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ سوال کیا تھا کہ ان کو ارض مقدسہ کے قریب کر دیا جائے تو یہ سوال اس جگہ کی فضیلت کی وجہ سے تھا کیونکہ اس زمین میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبریں تھیں' پس حضرت موسیٰ نے اپنی وفات کے بعد صالحین کے قرب اور جوار کو پسند فرمایا کیونکہ نیک مسلمان ایسی جگہوں کا قصد کرتے ہیں اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور وہاں دعا کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۳۔ ۳۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی نے بھی علامہ ابن بطال کی اس تقریر کو بعینہٖ نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۵۔ ۲۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ارض مقدسہ سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر روح قبض کرنے کی دعا کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ جب وہ ارض مقدسہ یعنی بیت المقدس سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر ہوں' اس وقت ان کی روح قبض کر لی جائے' ہو سکتا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں دخول سے منع فرما دیا تھا اور چالیس سال تک ان کو میدان تیہ میں چھوڑے رکھا یہاں تک کہ موت نے ان کو فنا کر دیا' پس حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ صرف ان کی اولاد ارض مقدسہ میں گئی' اور جن لوگوں پر پہلے ارض مقدسہ میں دخول ممتنع کر دیا گیا تھا' ان میں سے کوئی بھی داخل نہیں ہوا' اور ارض مقدسہ کی فتح سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام فوت ہوئے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے' پس جبارین کے غلبہ کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ارض مقدسہ میں داخل ہونا ممکن نہیں ہوا اور نہ ہی تدفین کے بعد ان کی قبر کو وہاں سے منتقل کرنا ممکن تھا اور جب وہ ارض مقدسہ کے قریب دفن ہوئے تو گویا ارض مقدسہ میں ہی مدفون ہوئے' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارض

مقدسہ سے پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر تدفین کو اس لیے پسند فرمایا نہ کہ ارضِ مقدسہ میں کیونکہ ان کی زندگی میں جبارین کے تسلط کی وجہ سے ان کا ارضِ مقدسہ میں دخول ممکن نہ تھا۔

میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنے کے متعلق اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ اس وجہ سے دفن میں تاخیر ہوتی ہے اور میت کے احترام میں کمی ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر کوئی غرض راجح ہو جیسے میت کے لیے صالحین کا قرب مطلوب ہو تو اس کو منتقل کرنا مستحب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر مکروہ تحریمی ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ فضیلت والی زمین جیسے مکہ ہے' اس میں دفن کرنے کے لیے میت کو منتقل کرنا مستحب ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۷۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے حافظ ابن حجر کی اس شرح کو بھی من وعن نقل کر دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کے دیگر فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کی بارگاہ میں بہت بڑا مرتبہ تھا کیونکہ انہوں نے حضرت ملک الموت علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل عتاب نہیں فرمایا۔

اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ فضیلت والی جگہوں اور صالحین کے مزارات کے قرب میں دفن کرنا مستحب ہے۔

حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ آپ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے تو ہر بال کے بدلہ میں ایک سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی' اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عمر بہت طویل ہے اور قیامت ابھی بہت دور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۰۲۷۔ ج ۶ ص ۸۳۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
① حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ملک الموت کو تھپڑ مارنے کی وجہ ② صالحین کے قرب میں دفن کرنے کا استحباب۔

٦٩ - بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ
رات کو دفن کرنا

وَدُفِنَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَيْلًا.

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات میں دفن کیا گیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن السباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات میں دفن کیا' پھر مسجد میں داخل ہو کر تین رکعات وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۵۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۸۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

١٣٤٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بِلَيْلَةٍ، قَامَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، وَكَانَ سَأَلَ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوْا فُلَانٌ دُفِنَ الْبَارِحَةَ، فَصَلَّوْا عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الشیبانی از الشعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ایک شخص کے دفن کیے جانے کے بعد رات کو اس کی نماز جنازہ پڑھی' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے' مسلمانوں نے کہا: یہ فلاں شخص ہے' جسے رات کو دفن کر دیا گیا تھا'

پس مسلمانوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۷۰ - بَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ

قبر پر مسجد کو بنانا

۱۳۴۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهِ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو آپ کی بعض ازواج نے ایک گرجے کا ذکر کیا‘ جس کو انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھا تھا‘ جس کا نام ماریہ تھا اور حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ حبشہ کی سرزمین میں گئی تھیں‘ پس انہوں نے اس کی خوب صورتی اور اس میں لگی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا‘ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا‘ پھر فرمایا: جب ان لوگوں میں سے کوئی نیک آدمی مر جاتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں‘ پھر اس میں یہ تصویریں بنا دیتے ہیں‘ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے۔

۷۱ - بَابُ مَنْ يَدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ

عورت کی قبر میں کون داخل ہوگا؟

۱۳۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَنَا، قَالَ فَانْزِلْ فِي قَبْرِهَا. فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا فَقَبَرَهَا. قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ فُلَيْحٌ أُرَاهُ يَعْنِي الذَّنْبَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ﴿لِيَقْتَرِفُوا﴾ (الانعام: ۱۱۳) أَيْ لِيَكْتَسِبُوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پس میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے‘ آپ نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو‘ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں‘ آپ نے فرمایا: تم ان کی قبر میں اترو‘ پس حضرت ابو طلحہ آپ کی صاحب زادی (حضرت رقیہ) کی قبر میں اترے‘ پس ان کو قبر میں اتارا۔ ابن المبارک نے بیان کیا: فلیح نے کہا: اس کا معنی یہ ہے: جس نے رات کو گناہ نہ کیا ہو‘ امام بخاری نے کہا: قرآن مجید میں "لیقترفوا" کا معنی ہے: تاکہ وہ گناہ کریں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۷۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

شہید پر نماز جنازہ پڑھنا

۱۳۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلٰى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا، وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ. [اطراف الحدیث: ۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۵۳-۴۰۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبدالرحمن بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد میں سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کر رہے تھے، پھر آپ پوچھتے: ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد تھا؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو لحد میں مقدم رکھتے اور فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں پر گواہ ہوں گا اور آپ نے حکم دیا کہ ان کو ان کے خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے اور ان کو غسل نہ دیا جائے اور نہ ان پر نماز پڑھی جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۳۹-۳۱۳۸، سنن ترمذی: ۱۰۳۶، سنن نسائی: ۱۹۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۴، جامع المسانید لابن جوزی: ۹۹۶، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ المسند الجامع: ۱۰۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) لیث بن سعد (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عبدالرحمان بن کعب بن مالک ابو الخطاب الانصاری السلمی (۵) حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۰)

ضرورت کی وجہ سے دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ضرورت کی وجہ سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنا جائز ہے اور ان میں سے جس کو قرآن مجید زیادہ یاد ہو اس کو لحد میں مقدم رکھا جائے اور اس میں قرآن مجید کی فضیلت کی دلیل ہے نیز اگر ضرورت ہو تو دو سے زیادہ آدمیوں کو بھی ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔

شہید کو غسل نہ دیا جانا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا، اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

عامر نے کہا: جس شخص کو چوروں نے قتل کر دیا ہو اس کو اس کے کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۱۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

نعیم بن قیس کہتے تھے کہ شہید کو اس کے کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۱۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو غسل دیا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۱۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۱۹۵)

حضرت حمزہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما کی خصوصیت ہے کہ ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا کیونکہ وہ دونوں حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۶)

شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ اور سید الشہداء حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان شہیدوں پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام ترمذی باب مذکور کی حضرت جابر کی روایت کردہ حدیث کو روایت کر کے لکھتے ہیں:

شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' یہ اہل مدینہ کا قول ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور بعض نے کہا کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے' یہ ثوری' فقہاء احناف اور اسحاق کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۴۷، دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

امام ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی اور اس میں سات تکبیریں پڑھیں' پھر آپ کے پاس جو شہید بھی لایا گیا آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی پڑھی' حتیٰ کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی' نیز امام ابن الاثیر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں چار تکبیرات پڑھتے تھے اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر آپ نے ستر تکبیرات پڑھیں۔

ابو احمد العسکری نے کہا: سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شہید تھے جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن عمر نے بیان کیا کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا: فرشتے حمزہ کو غسل دے رہے تھے کیونکہ وہ اس دن جنبی تھے' اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہداء میں سے وہ پہلے شخص تھے' جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن نماز جنازہ پڑھی' اور ان پر چار تکبیرات پڑھیں' پھر شہداء کو آپ کے پاس جمع کیا گیا' پھر جس شہید کو بھی لایا جاتا' اس کو سیدنا حمزہ کے پہلو میں رکھا جاتا' آپ سیدنا حمزہ پر نماز پڑھتے اور اس شہید پر نماز پڑھتے حتیٰ کہ آپ نے ستر مرتبہ حضرت سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۷، دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دس شہیدوں کو رکھا گیا تو آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی اور سیدنا حمزہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۱۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شہداء کو غسل نہیں دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' اور یہی امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد کے دن حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضرت حمزہ کی بہن) ان کو ڈھونڈ رہی تھیں' ان کو پتا نہیں تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو چکا ہے' پھر وہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ملیں' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اپنی والدہ کو بتائیں کہ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں)' حضرت زبیر نے حضرت علی سے کہا: آپ اپنی پھوپھی کو بتائیں' حضرت صفیہ نے کہا: حضرت حمزہ کو کیا ہوا؟ ان دونوں نے کہا: ہم کو پتا نہیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے' پس آپ نے فرمایا: مجھے صفیہ کی عقل پر خطرہ ہے' پھر آپ نے حضرت صفیہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور ان کے لیے دعا کی' پس حضرت صفیہ نے کہا: "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون" اور رونے لگیں' پھر آپ آ کر حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوئے اور ان کے اعضاء کاٹے جا چکے تھے' پس آپ نے فرمایا: اگر مجھے عورتوں کی چیخ و پکار کا خطرہ نہ ہوتا تو میں حمزہ کو یوں ہی چھوڑ دیتا حتیٰ کہ پرندوں کے پوٹوں اور درندوں کے پیٹوں سے ان کا حشر کیا جاتا' پھر آپ نے شہداء کو لانے کا حکم دیا' پھر آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنے لگے' پس نو دیگر شہداء تھے اور ایک سیدنا حمزہ تھے' آپ نے ان پر سات تکبیرات پڑھیں اور باقی شہداء کو اٹھا لیا گیا اور سیدنا حمزہ کو رہنے دیا گیا' پھر نو دیگر شہداء بلائے اور ان پر سات تکبیرات پڑھیں حتیٰ کہ آپ ان کی نماز جنازہ سے فارغ ہو گئے۔

(المعجم الکبیر: ۲۹۳۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' المستدرک: ۲۸۹۵۔ ج ۳ ص ۱۹۸)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر بار نماز جنازہ پڑھانے کی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۲' نشر السنہ' ملتان)

شہید پر نماز جنازہ کی نفی پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور ان کے جوابات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں' پس امام مالک نے کہا: میں نے اہل علم سے یہ سنا ہے کہ سنت یہ ہے کہ شہداء کو غسل نہیں دیا جائے اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور ان کو ان ہی کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا جن میں وہ شہید ہوئے تھے' یہ عطاء' النخعی' الحکم' اللیث' امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے' عکرمہ نے کہا: شہید کو اس لیے غسل نہیں دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پاک کر دیا ہے' لیکن اس پر نماز پڑھی جائے گی اور سعید بن المسیب اور حسن بصری نے کہا ہے کہ شہید کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی کیونکہ ہر مردہ جنبی ہوتا ہے۔

امام مالک اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ شہداء احد کو غسل دیا گیا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۳' المستدرک: ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۱' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ غزوۂ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے' اگر ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہوتی تو مسلمانوں سے نقل نہ رہتی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۹۔ ۳۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

میں کہتا ہوں: یہ غلط نقل ہے' صحیح حدیث میں ہے کہ تمام شہداء احد پر ایک ایک بار نماز جنازہ پڑھی گئی اور حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ پر ان کی تکریم اور تعظیم کی وجہ سے ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی جیسا کہ امام ابن الاثیر' امام محمد بن سعد' امام طحاوی' امام ابن ماجہ' امام طبرانی' حاکم اور بیہقی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

نیز علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ (آل عمران:۱۶۹)

اور جو مسلمان اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جارہا ہے ○

اللہ تعالیٰ نے ان سے موت کی نفی کی ہے اور ان کے لیے حیات کو واجب کیا ہے' پس ان پر نماز جنازہ واجب نہیں ہوگی کیونکہ زندہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل بہت کمزور ہے' اگر شہید کی نماز جنازہ پڑھنا اس لیے ناجائز ہے کہ وہ زندہ ہے اور نماز جنازہ مردہ کی پڑھی جاتی ہے تو پھر شہید کو دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا' اور اس کی میراث بھی تقسیم نہیں کرنی چاہیے کیونکہ زندہ کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا' اور اس کی بیوہ کا کہیں نکاح بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ شخص کی بیوی کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے' یہ لوگ فقہی تعصب میں اپنی عقل سے فارغ ہو گئے ہیں' ان کو یہ خبر نہیں کہ شہید کے زندہ ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دنیاوی احکام کے اعتبار سے زندہ ہے حتیٰ کہ اس کی نماز جنازہ ناجائز ہو بلکہ شہید برزخی حیات کے ساتھ زندہ ہوتا ہے' اس لیے اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس کی حیات کے منافی نہیں ہے' اور شہید کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے حق میں دعا کرنا ہے اور اس کی تکریم ہے' سو یہ لوگ شہید کو اس کے حق سے کیوں محروم کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا اور کون شہید ہے اور تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔

١٣٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ' عَنْ اَبِي الْخَيْرِ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا' فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ' ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّيْ فَرَطٌ لَّكُمْ' وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ' وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِي الْاٰنَ' وَاِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ' اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ' وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ' وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا.

[اطراف الحدیث: ۳۵۹۶-۴۰۴۲-۴۰۸۵-۶۴۲۶-۶۵۹۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی از ابوالخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھر سے نکلے اور آپ نے اہل احد پر اس طرح نماز پڑھی' جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر آپ منبر کی طرف مڑے' پس فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کی طرف ضرور دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں یا فرمایا: روئے زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں' اور اللہ کی قسم! بے شک مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(صحیح مسلم: ۲۲۹۶ ' الرقم المسلسل: ۵۸۶۳ ' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۳ ' سنن نسائی: ۱۹۵۴ ' شرح مشکل الآثار: ۳۹۰۸ ' صحیح ابن حبان: ۳۱۹۸ ' المعجم الکبیر: ۶۷۶ ۔ ج ۱۷ ' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۴ ' شرح السنۃ: ۳۸۲۳ ' الاحاد والمثانی: ۲۵۸۳ ' مسند ابویعلیٰ: ۱۷۳۸ ' البعث والنشور ص ۱۶۷ ' مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۹ طبع قدیم ' مسند احمد: ۱۷۳۴۴ ۔ ج ۲۸ ص ۵۷۸ ' مسند الطحاوی: ۵۵۸۰ ' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۳۷۹ ' مکتبۃ الرشد ریاض ' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا تذکرہ پہلے کئی بار ہو چکا ہے۔

بالعموم شہید کی نماز جنازہ اور بالخصوص سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پر حافظ ابن حجر کا اعتراض

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے "الام" میں لکھا ہے کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر نماز جنازہ نہیں پڑھی' اور وہ جو حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر بار حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور جو ان احادیث صحیحہ سے ان کا معارضہ کرتا ہے' اس کو اپنے نفس سے حیاء کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۸۰ ' دار المعرفہ بیروت ' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل احد پر اس طرح نماز پڑھی' جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اور یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب صحاح میں بھی مذکور ہے' جس کے حوالے ہم نے تخریج میں ذکر کیے ہیں' سو اب ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو اس صحیح اور صریح حدیث کا انکار کرے' اس کو اپنے نفس سے حیاء کرنی چاہیے' رہا حضرت سیدنا حمزہ پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھنے پر حافظ ابن حجر کا یہ اعتراض کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے' اس کے علامہ عینی نے متعدد جوابات ذکر کیے ہیں:

حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی ستر بار نماز پڑھانے کی حدیث اس سند سے مروی ہے:

از یزید بن ابی زیاد از مقسم از حضرت ابن عباس۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۳ ' شرح معانی الآثار: ۲۸۱۲ ' المعجم الکبیر: ۲۹۳۵ ' المستدرک ج ۳ ص ۱۹۸ ' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۲)

یزید بن ابی زیاد ان رجال میں سے ہیں' جن کے ضعف کے باوجود ان کی حدیث لکھی جاتی ہے' امام مسلم اور اصحاب السنن (امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ) نے ان کی حدیث روایت کی ہے' امام ابوداؤد نے کہا: میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے ان کی حدیث کو ترک کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۳)

میں کہتا ہوں کہ حافظ مزی متوفی ۷۴۲ھ نے ان کے متعلق لکھا ہے:

العجلی نے کہا: یہ جائز الحدیث ہیں' اپنے بھائی یزید سے ان کا حافظہ زیادہ قوی تھا' جریر نے کہا: عطاء بن السائب سے ان کا حافظہ زیادہ اچھا تھا۔

عبد اللہ بن المبارک نے کہا: یہ کیا خوب کریم تھے۔

ابوعبید الآجری نے امام ابوداؤد سے روایت کی ہے کہ میرے علم میں کسی نے ان کی حدیث کو ترک نہیں کیا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح (بخاری) کی "کتاب اللباس" میں یزید بن ابی زیاد سے القسیہ کے متعلق روایت ذکر کی ہے' اور اپنی کتاب "رفع الیدین" اور "الادب المفرد" میں ان سے روایت کی ہے اور امام مسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۲۰ ص ۳۱۷۔۳۱۹ ' دار الفکر بیروت ' ۱۴۱۴ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

یزید بن ابی زیاد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ نے یزید بن ابی زیاد کی حدیث کو اس عبارت کے ساتھ لکھا ہے:

امام ابن اسحاق نے کہا: مجھے اس نے حدیث بیان کی جس پر میں کوئی تہمت نہیں لگاتا' از مقسم مولیٰ عبد اللہ بن الحارث از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ کو لانے کا حکم دیا' پھر ان کو چادر سے ڈھانپ دیا' پھر آپ نے ان پر نماز پڑھائی' پس سات تکبیرات پڑھیں' پھر دیگر شہیدوں کو لایا گیا اور ان کو حضرت حمزہ کے پاس رکھا' پھر ان پر اور حضرت حمزہ پر ایک ساتھ نماز پڑھائی حتیٰ کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر بہتر مرتبہ نماز پڑھائی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۳ ص ۱۰۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز اس حدیث کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی نے یہ حدیث بھی روایت کی ہے:

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن حضرت حمزہ کو لانے کا حکم دیا' پس ان کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا' پھر ان پر نماز جنازہ پڑھی' پس نو تکبیرات پڑھیں' پھر دوسرے شہداء کی صفیں بنائیں اور ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے ساتھ حضرت حمزہ کی بھی نماز جنازہ پڑھی۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۱۳)

اس حدیث کی مثل حضرت ابو مالک الغفاری سے بھی مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نو شہداء احد کو لایا جاتا اور ان کے ساتھ دسویں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوتے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کی نماز جنازہ پڑھتے' پھر ان کو اٹھایا جاتا' پھر دوسرے نو شہداء لائے جاتے اور حضرت حمزہ اسی جگہ ہوتے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کی نماز جنازہ پڑھتے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۸۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۸۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۳' ادارۃ القرآن' کراچی' سنن دارقطنی: ۱۸۲۴' ج ۲ ص ۳۳۳' دار المعرفۃ' بیروت' اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں بھی روایت کیا ہے' حدیث: ۴۳۵۔۴۲۷)

ان احادیث سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ ہر چند کہ نماز جنازہ مکرر نہیں پڑھائی جاتی مگر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی تکریم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ستر یا بہتر مرتبہ پڑھی اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کی سند صحیح ہے' ہم نے کثیر طرق اور اسانید سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی صحت کو واضح کیا ہے اور ان دلائل کے سامنے اس حدیث پر حافظ ابن حجر کا اعتراض کچھ وقعت نہیں رکھتا اور امام بخاری نے اس باب کی حدیث: ۱۳۴۴ میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہداء احد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اور یہ ہم احناف کے موقف پر صحیح اور صریح حدیث ہے۔

شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی حضرت عقبہ کی حدیث پر حافظ ابن حجر کے اعتراضات

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۴ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت جابر کی حدیث: ۱۳۴۳' میں شہید پر نماز جنازہ کی نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۴ میں شہید کی نماز جنازہ کا اثبات ہے (الی قولہ) رہی حضرت عقبہ کی حدیث تو صحیح البخاری: ۴۰۴۲ میں خود حضرت عقبہ نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی' اور مخالف خود یہ کہتا ہے کہ جب زیادہ مدت گزر جائے تو قبر پر نماز نہیں پڑھی جاتی تو گویا

نماز سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ان کے لیے دعا کی تھی اور استغفار کیا تھا اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم منسوخ ہو گیا' پھر امام شافعی کا اس مسئلہ میں اختلاف استحباب میں ہے یعنی ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور فقہاء حنبلیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے' الماوردی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھنا عمدہ ہے اور اگر نماز نہ پڑھیں تب بھی کافی ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۰-۷۰۷' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے اعتراضات کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات

حضرت جابر کی حدیث: ۱۳۴۳ میں شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۴ میں شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کا اثبات ہے۔

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے حسب ذیل وجوہ سے حضرت عقبہ کی حدیث کو حضرت جابر کی حدیث پر ترجیح دی ہے:

(۱) حضرت جابر کی حدیث میں نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث میں اثبات ہے اور اثبات کی حدیث نفی کی حدیث پر راجح ہوتی ہے۔

(۲) حضرت جابر اپنے والد اور اپنے چچا کی تجہیز و تکفین کے کاموں میں مشغول تھے اور اس سلسلے میں مدینہ بھی گئے تھے' پھر جب انہوں نے یہ اعلان سنا کہ شہداء کو وہیں دفن کیا جائے جہاں ان کی لاشیں گری ہیں تو انہوں نے ان کی تدفین میں جلدی کی' اس سے معلوم ہوا کہ وہ شہداء کی تدفین کے وقت حاضر نہیں تھے' علاوہ ازیں الاکلیل میں یہ حدیث مذکور ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی' پھر دیگر شہداء کو لایا گیا اور ان کو حضرت حمزہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا تو آپ نے ان سب کی نماز جنازہ پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۴۹۶' مجلس علمی بیروت' المستدرک ج ۳ ص ۱۹۹)

(۳) ہمارے اصحاب نے جن روایات سے شہید کی نماز جنازہ پر استدلال کیا ہے' ان کی تعداد شہید پر نماز کی نفی کی روایات سے بہت زیادہ ہے۔

(۴) فوت شدہ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنا دین میں اصل ہے اور فرض کفایہ ہے اور یہ کسی کے فعل کے تعارض کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

(۵) اگر شہید کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان فرما دیتے' جس طرح آپ نے شہید کو غسل دینے سے منع فرما دیا۔

(۶) بر تقدیر تنزل' ہم یہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ غزوۂ احد کے دن آپ نے شہداء کی نماز نہ پڑھی ہو اور دیگر صحابہ نے پڑھی ہو۔

(۷) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس دن شہداء احد کی نماز نہ پڑھی ہو کیونکہ آپ کا چہرۂ مبارک زخمی اور خون آلود تھا اور آپ کو حضرت حمزہ کی شہادت کا بہت رنج تھا اور کسی اور دن آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہو' جیسا کہ صحیح البخاری: ۴۰۴۳ میں تصریح ہے کہ آپ نے آٹھ سال بعد شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی۔

(۸) یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے شہداء احد کے علاوہ دوسرے شہداء کی نماز جنازہ پڑھی ہے' کیونکہ آپ نے حضرت جعفر' حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ (کتاب المغازی للواقدی ج ۲ ص ۲۱۱' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۳۵' دارالفکر' ملا علی قاری نے لکھا ہے: یہ غائبانہ نماز ان کی خصوصیت تھی' مرقات ج ۳ ص ۱۳۱' مکتبہ حقانیہ) نیز حضرت ابوبکر نے

حضرت عمرو بن العاص کی قیادت میں ایک لشکر فلسطین بھیجا' وہاں ۱۳۰ مسلمان شہید ہوئے' ان کی نماز جنازہ حضرت عمرو بن العاص نے پڑھائی۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۱۹)

(۹) حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت عقبہ کی حدیث میں "صلّٰی" کا معنی ہے: آپ نے ان کے لیے دعا کی اور استغفار کیا' کیونکہ حضرت عقبہ نے فرمایا: آپ نے ان کی اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔

(۱۰) شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں زیادہ احتیاط ہے اور مخالفین کے نزدیک بھی اس کو ترک کرنا واجب نہیں ہے' بلکہ مستحب ہے اور پڑھنا جائز ہے' اور شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں اجر کے حصول کی توقع ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز جنازہ پڑھی اس کو ایک قیراط اجر ملے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۲۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم بالعموم دیا ہے اور اس میں شہید کا استثناء نہیں فرمایا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ شہید اس سے مستغنی ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے کیونکہ اس کی مغفرت کی بشارت ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ خیر سے کوئی مستغنی نہیں ہوتا' نابالغ بچے بھی مغفور ہیں اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور سب کو چھوڑیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو شہید نماز جنازہ سے کیسے مستغنی ہوسکتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے یہ اعتراض کیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک دفن کے تین دن بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے' تو دفن کے آٹھ سال بعد شہداء احد کی نماز جنازہ کیسے جائز ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف کا مذہب اس طرح نہیں ہے بلکہ جب تک یہ یقین نہ ہو کہ قبر میں میت کا جسم سلامت ہے اور پھولا پھٹا نہیں ہے' اسی وقت تک قبر پر اس کی نماز پڑھنا جائز ہے اور شہداء کا جسم قبر میں خراب نہیں ہوتا بلکہ سلامت ہوتا ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال بعد ان کی قبروں پر نماز جنازہ پڑھی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۵۔۲۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارا حوض پر پیش رو ہوں' یعنی میں حوض پر تمہیں پانی پلانے کا انتظام کروں گا۔

آپ نے فرمایا: میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں یعنی اس وقت میں آپ کے لیے حوض کو منکشف کر دیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حوض اب بھی حقیقۃً موجود ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے دنیا میں حوض کو دیکھ لیا' اور اس کی خبر دی۔

آپ نے فرمایا: مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں یعنی آپ کے بعد آپ کی امت ان خزانوں کی مالک ہوگی اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم مجموعی طور پر مشرک ہو جاؤ گے اگرچہ بعض مسلمان مشرک ہو گئے۔ العیاذ باللہ!

آپ نے فرمایا: مجھے تم سے یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے اسی طرح بعض مسلمان حسد اور بغض میں مبتلا ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۷۔۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۳ - بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ

دو یا تین مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا

١٣٤٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن کعب کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ نبی ﷺ شہداء احد میں سے دو مردوں کو (ایک قبر میں) جمع کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح "صحیح البخاری: ۱۳۴۳" میں گزر چکی ہے۔

٧٤ - بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ غُسْلَ الشُّهَدَاءِ

جس کے نزدیک شہداء کو غسل دینا جائز نہیں ہے

١٣٤٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْفِنُوهُمْ فِي دِمَائِهِمْ. يَعْنِي يَوْمَ أُحُدٍ، وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبد الرحمان بن کعب از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو ان کے خونوں میں دفن کر دو یعنی غزوۂ احد کے دن اور ان کو غسل نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی "صحیح البخاری: ۱۳۴۳" میں گزر چکی ہے۔

٧٥ - بَابُ مَنْ يُقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ

جس کو لحد میں پہلے رکھا جائے

وَسُمِّيَ اللَّحْدُ لِأَنَّهُ فِي نَاحِيَةٍ.

اور "اللحد" کو لحد اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جانب (بغلی قبر) ہوتی ہے۔

بعض لحد کو لحد اس لیے کہتے ہیں کہ قبر کی ایک جانب گڑھا کھودا جاتا ہے اور اس گڑھے میں میت کو رکھ دیا جاتا ہے۔

وَكُلُّ جَائِرٍ مُلْحِدٌ.

اور ہر ظالم الحاد کرنے والا ہے۔

"الحاد" کا معنی ہے: ایک جانب سے عدول کر کے دوسری جانب کی طرف میلان کرنا اور ظالم بھی حق سے عدول کر کے باطل کی طرف میلان کرتا ہے۔

﴿مُلْتَحَدًا﴾ (الکہف: ۲۷) مَعْدِلًا.

"ملتحدا" کا معنی ہے: "معدلا" (عدول کی جگہ)۔

اس تعلیق میں قرآن مجید کے اس لفظ کے معنی کی طرف اشارہ ہے:

وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۝ (الجن: ۲۲)

اور میں اللہ کو چھوڑ کر کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاتا۝

وَلَوْ كَانَ مُسْتَقِيمًا كَانَ ضَرِيحًا.

اور اگر قبر سیدھی ہوتی تو وہ ضریح ہوتی۔

یعنی اگر قبر میں ایک جانب گڑھا نہ ہو اور وہ بالکل سیدھی ہو تو اس کو شق اور ضریح کہا جاتا ہے۔

١٣٤٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے

عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ. وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

حدیث بیان کی از عبد الرحمن بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد میں سے دو مردوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے' پھر پوچھتے تھے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد میں پہلے رکھا جاتا' اور آپ نے فرمایا: میں ان پر گواہ ہوں اور ان کو ان کے خونوں میں دفن کرنے کا حکم دیا اور ان میں سے کسی کی نماز نہیں پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۴۸ - قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَاَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِقَتْلٰى اُحُدٍ اَيُّ هٰؤُلَاءِ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى رَجُلٍ قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهٖ. وَقَالَ جَابِرٌ فَكُفِّنَ اَبِيْ وَعَمِّيْ فِيْ نَمِرَةٍ وَّاحِدَةٍ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

ابن المبارک نے کہا: اور ہمیں الاوزاعی نے خبر دی از الزہری از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد کے متعلق پوچھتے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟ پس جب کسی مرد کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو اس کے ساتھی سے پہلے لحد میں رکھتے' اور حضرت جابر نے کہا: پس میرے والد اور میرے چچا کو ایک چادر میں کفن دیا گیا' اور سلیمان بن کثیر نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۷۶ - بَابُ الْاِذْخِرِ وَالْحَشِيْشِ فِي الْقَبْرِ

قبر میں اذخر اور الحشیش (گھاس) کو رکھنا

۱۳۴۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا لِاَحَدٍ بَعْدِيْ اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُعَرِّفٍ. فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَّا الْاِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا؟ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ. وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا. وَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے مکہ کو حرم بنا دیا' پس مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں (قتال) جائز نہ تھا' نہ میرے بعد جائز ہے' میرے لیے دن کی ایک ساعت میں اس کو حلال کیا گیا' اس کی گھاس کاٹی جائے نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ وہاں کے جانور (شکار) کو بھگایا جائے اور نہ وہاں کی پڑی ہوئی چیز اٹھائی جائے ماسوا اعلان کرنے والے کے' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: سوائے اذخر (گھاس) کے کیونکہ

أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوتِهِمْ.

[اطراف الحدیث: ١٥٨٧ـ ١٨٣٣ـ ١٨٣٤ـ ٢٠٩٠ـ ٢٤٣٣ـ ٢٧٨٣ـ ٢٨٢٥ـ ٣٠٧٧ـ ٣١٨٩ـ ٤٣١٣]

وہ ہمارے سناروں کے کام آتی ہے اور ہماری قبروں میں رکھی جاتی ہے تو آپ نے فرمایا: سوائے اذخر کے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری قبروں اور ہمارے گھروں کے لیے اور ابان بن صالح نے کہا از الحسن بن مسلم از صفیہ بنت شیبہ روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل سنی ہے اور مجاہد نے کہا از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ: ان کے لوہاروں کے لیے اور ان کے گھروں کے لیے۔

(سنن ابوداؤد: ٢٠١٨ـ ٢٠١٨ـ ٢٣٨٠ سنن ترمذی: ١٥٩٠ سنن نسائی: ٢١٨١ـ ٢٨٧٥ـ ٢٨٧٤ سنن ابن ماجہ: ٣١٠٩ الادب المفرد: ٨١٣ المعجم الکبیر: ١٢٦٢١ صحیح ابن حبان: ٣٦٧٨ مسند احمد ج١ ص٢٥٩ طبع قدیم مسند احمد: ٢٣٥٣ـ ج٣ ص١٨٣ موسسة الرسالة بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ٣١٢١)

اس حدیث کے رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

حضرت ابراہیم کا مکہ کو حرم بنانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کو حرم بنانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ حرم ہے یعنی جو کام دوسرے شہروں میں حلال ہیں وہ مکہ میں حرام ہیں حدیث میں ہے:

حضرت زید بن عاصم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے دعا کی اور میں نے مدینہ کو حرم بنایا جیسے حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ٢١٢٩ صحیح مسلم: ١٣٦٠)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تبلیغ اور اشاعت کی' اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ مکہ شروع سے حرم تھا' لیکن اس کی تحریم مخفی تھی' پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تحریم کو ظاہر فرمایا۔

مکہ میں جو پودے از خود پیدا ہوتے ہیں ان کو کاٹنا حرام ہے اور جن سبزیوں کو لوگ کاشت کرتے ہیں' ان کا کاٹنا جائز ہے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذخر گھاس کو قبروں میں استعمال کرنا جائز ہے اسی طرح سناروں کے لیے بھی اس کو استعمال کرنا جائز ہے۔

(عمدة القاری ج٨ ص ٢٣٥ـ ٢٣٤ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٧٧ - بَابُ هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ؟

کیا کسی سبب کی وجہ سے میت کو قبر اور لحد سے نکالا جائے گا

١٣٥٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهُ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، فَوَضَعَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ سے سنا کہ عبد اللہ بن ابی کی تدفین کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے' پھر آپ کے حکم سے اس کو قبر سے نکالا گیا' آپ نے اس کو اپنے گھٹنوں

وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ، فَاللّٰهُ أَعْلَمُ، وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيصًا. قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَكَانَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَانِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلْبِسْ أَبِي قَمِيصَكَ الَّذِي يَلِي جِلْدَكَ. قَالَ سُفْيَانُ فَيُرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسَ عَبْدَ اللّٰهِ قَمِيصَهُ، مُكَافَأَةً لِمَا صَنَعَ.

پر رکھا اور اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی' پس اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے' ابن ابی نے حضرت عباس کو قمیص پہنائی تھی (جب غزوۂ بدر میں حضرت عباس کو کسی کی قمیص پوری نہیں آ رہی تھی)' سفیان نے کہا: اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر دو قمیصیں تھیں' تو عبد اللہ کے بیٹے نے کہا: یا رسول اللہ! میرے باپ کو وہ قمیص پہنچا دیں جو آپ کے جسم کے ساتھ ملی ہوئی ہے' سفیان نے کہا: مسلمانوں کا یہ گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ کو اس لیے قمیص پہنائی کہ اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو قمیص پہنائی تھی اس کا بدلہ ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۰ میں گزر چکی ہے۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ عبد اللہ بن ابی کی تدفین کے بعد اس کو قمیص پہنانے اور لعاب دہن عطا فرمانے کے لیے قبر سے نکالا گیا۔

۱۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا، فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا. فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ، وَدُفِنَ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرٍ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الْآخَرِ، فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهِ.

[طرف الحدیث: ۱۳۵۲] (سنن نسائی: ۲۰۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ احد پیش آیا تو میرے والد نے مجھے رات کو بلایا اور کہا: میرا یہی گمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو شہید ہوں گے' میں ان میں سب سے پہلے شہید ہو جاؤں گا اور میں جن کو چھوڑ کر جاؤں گا' ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز تم ہو' پس مجھ پر قرض ہے' سو تم میرا قرض ادا کر دینا اور تم اپنی بہنوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا' پھر صبح ہوئی تو وہ سب سے پہلے شہید تھے' اور ان کے ساتھ ایک اور شخص کو بھی قبر میں دفن کیا گیا' پھر میرا دل اس سے خوش نہیں ہوا کہ میں ان کو دوسرے شخص کے ساتھ رکھوں' پس میں نے چھ مہینے بعد ان کو اس قبر سے نکال لیا' پس وہ اسی طرح تھے جیسے اس وقت ان کو رکھا تھا' البتہ کان تھوڑا سا متغیر ہوا تھا۔

شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی

امام مالک نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمرو بن الجموح اور حضرت عبد اللہ بن عمرو انصاری سلمی' ان دونوں کی قبروں کو سیلاب نے کھود ڈالا اور ان دونوں کی قبریں سیلاب کے قریب تھیں اور وہ دونوں ایک قبر میں تھے اور وہ دونوں غزوۂ اُحد میں شہید

ہوئے تھے' پس ان کی قبروں کو کھودا گیا تا کہ انہیں دوسری جگہ منتقل کیا جائے' پس ان دونوں میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا اور گویا کہ وہ دونوں کل فوت ہوئے تھے' ان میں سے ایک کے زخم تھا اور اس کا ہاتھ اس کے زخم کے اوپر تھا' جس وقت اس کو دفن کیا گیا تو وہ اسی طرح تھا' اس کا ہاتھ اس کے زخم سے ہٹا کر پھر چھوڑا گیا تو پھر وہ لوٹ کر اپنی جگہ آ گیا' غزوۂ اُحد اور اس کی کھدائی کے دن کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔ (موطا امام مالک: ۱۰۴۳۔ کتاب الجہاد۔ باب: ۲۱' دار المعرفۃ بیروت)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عمرو بن جموح کا ذکر ہے' یہ حضرت جابر کے والد کے دوست اور بہنوئی تھے' حضرت جابر ان کو تعظیماً چچا کہتے تھے' موطأ امام مالک کی اس حدیث میں ہے کہ ان کو چھیالیس سال کے بعد ان کی قبر سے منتقل کیا گیا اور صحیح بخاری: ۱۳۵۱ میں ہے' چھ ماہ بعد حضرت جابر نے اس قبر سے اپنے والد کو نکال لیا تھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ دو مختلف واقعات ہیں' ہو سکتا ہے کہ پہلے حضرت جابر نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد قبر سے نکالا ہو اور بعد میں چھیالیس سال بعد نکالا ہو' لیکن علامہ عینی نے کہا ہے کہ حافظ ابن عبد البر کی یہ توجیہ صحیح نہیں ہے' صحیح جواب یہ ہے کہ موطأ امام مالک کی حدیث بلاغات میں سے ہے اور یہ حدیث منقطع ہے اور امام بخاری کی حدیث متصل ہے' اس لیے وہ راجح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ زمین شہداء کے اجسام کو نہیں کھاتی' ہو سکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ شہداء اُحد کی خصوصیت ہے مگر ایسے آثار بھی ثابت ہیں' جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ شہداء اُحد کے علاوہ دوسرے شہداء کے اجسام کو بھی زمین نہیں کھاتی اور اس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے۔ (الاستذکار ج ۱۴ ص ۲۴۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

۱۳۵۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ' عَنْ شُعْبَةَ' عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ' عَنْ عَطَاءٍ' عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دُفِنَ مَعَ أَبِيْ رَجُلٌ' فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ حَتّٰى أَخْرَجْتُهُ' فَجَعَلْتُهُ فِيْ قَبْرٍ عَلٰى حِدَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عامر نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابن ابی نجیح از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا' پس میرا دل اس سے خوش نہیں ہوا' حتیٰ کہ میں نے اپنے والد کو نکال لیا' پس میں نے ان کو الگ قبر میں رکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۷۸ - بَابُ اللَّحْدِ وَالشَّقِّ فِي الْقَبْرِ — قبر کو لحد اور شق کی صورت میں بنانا

لحد کا معنی ہے: بغلی قبر' اور شق کا معنی ہے: ضریح' یعنی جو سیدھی قبر ہو اور قبر کی ایک جانب گڑھا نہ ہو' حدیث میں شق کا ذکر نہیں ہے اور اس عنوان کی حدیث کے ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

۱۳۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث بن سعد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے

اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ؟ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهٗ إِلٰى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ، فَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہداء اُحد میں سے دو مردوں کو ایک قبر میں جمع کرتے تھے پھر آپ فرماتے: ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد ہے؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو پہلے لحد میں رکھتے' پھر فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں گا' پھر آپ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو ان کے خونوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے اور ان کو غسل نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

٧٩ - بَابٌ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ، هَلْ يُصَلّٰى عَلَيْهِ، وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الْإِسْلَامُ؟

جب بچہ اسلام لے آئے' پس فوت ہو جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ اور کیا بچہ کے اوپر اسلام کو پیش کیا جائے گا؟

امام بخاری نے اس باب میں دو عنوان قائم کیے ہیں' پہلا عنوان یہ ہے کہ جب بچہ مسلمان ہو جائے اور بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائے تو آیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو بچہ اسلام میں پیدا ہوا' اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ وہ اپنے ماں باپ کے دین پر ہے' اور دوسرا عنوان ہے: کیا بچہ پر اسلام پیش کیا جائے گا؟

مشرکین کی اولاد کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

المدونہ میں مذکور ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' سوا اس صورت کے کہ اس کا صاحب عقل ہونا معروف ہو اور وہ اسلام کو قبول کرے اور یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے اور الہدایہ کی شرح میں مذکور ہے کہ جب کوئی بچہ قید کر لیا جائے اور اس کے ساتھ اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک ہو پھر وہ مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی حتیٰ کہ وہ شعور کی حالت میں اسلام کو قبول کرے یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی اسلام لے آئے اور امام شافعی کے نزدیک اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا اور بچہ ماں باپ کے اچھے دین کے تابع ہوتا ہے اور المغنی میں مذکور ہے کہ مشرکین کی اولاد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی سوائے اس صورت کے کہ اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۳۳ ملخصاً)

امام بخاری نے دوسرا عنوان یہ قائم کیا ہے کہ کیا بچے پر اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر بچہ بلوغت کے قریب ہو تو اس پر اسلام کو پیش کرنا صحیح ہے' امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ، وَشُرَيْحٌ، وَإِبْرَاهِيْمُ، وَقَتَادَةُ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ.

اور حسن بصری اور شریح اور ابراہیم اور قتادہ نے یہ کہا ہے کہ جب ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو بچہ مسلمان

کے ساتھ ہوگا۔

یہ تعلیق امام بخاری کے دوسرے عنوان کے موافق ہے' حسن بصری اور قاضی شریح کا قول سنن بیہقی میں مذکور ہے اور ابراہیم اور قتادہ کا قول مصنف عبدالرزاق میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۳)

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَعَ أُمِّهٖ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ' وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيْهِ عَلٰى دِيْنِ قَوْمِهٖ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ضعیف لوگوں میں اپنی ماں کے ساتھ تھے اور اپنی قوم کے دین پر اپنے باپ کے ساتھ نہیں تھے۔

اس تعلیق کی اصل عنقریب' صحیح البخاری: ۱۳۵۷ میں آرہی ہے۔

اس تعلیق میں "المستضعفین" (ضعیف لوگوں) سے مراد وہ ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا۝ (النساء: ۹۸)

مگر جو مرد' عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہوں' ہجرت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں' نہ وہ کسی تدبیر پر عمل کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ انہیں کسی راستہ کا علم ہو (ان پر ہجرت فرض نہیں ہے)۝

اس آیت میں ان مردوں' عورتوں اور بچوں کو ہجرت سے مستثنیٰ کرنے کا بیان ہے' جو ہجرت کے وسائل سے محروم ہوں اور راستہ سے بھی بے خبر ہوں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اور میری ماں "مستضعفین" میں سے تھے' میں بچوں میں سے تھا اور میری ماں عورتوں میں سے تھیں' یہ وہ لوگ تھے جو مکہ میں اسلام لائے تھے اور مشرکین نے ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا' پس وہ بہت ضعیف تھے اور مشرکین کی شدید اذیت کو برداشت کرتے تھے' اور حضرت ابن عباس اپنے والد کے ساتھ نہ تھے کیونکہ وہ اس وقت اپنی قوم کے مشرکین کے دین پر تھے' یہ امام بخاری کا کلام ہے اور یہ کلام اس پر مبنی ہے کہ حضرت عباس غزوۂ بدر کے بعد اسلام لائے تھے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابن سعد نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عباس ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے اور کسی مصلحت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ میں ٹھہرے رہے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں الکلبی ہے اور وہ متروک ہے' نیز یہ روایت اس وجہ سے بھی مسترد کی گئی ہے کہ حضرت عباس بدر میں قید کیے گئے تھے اور انہوں نے اپنا فدیہ دیا تھا' جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب کتاب المغازی میں آئے گا' نیز اس روایت کا رد اس آیت سے بھی ہوتا ہے' جو "مستضعفین" کے متعلق نازل ہوئی ہے' کیونکہ یہ آیت غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے' حضرت عباس بدر میں قید کیے گئے تھے اور اس کے بعد اسلام لائے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۴)

وَقَالَ الْإِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى.

اور آپ نے فرمایا: اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

عائذ بن عمرالمزنی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

(سنن دارقطنی: ۳۵۹۳' ج ۳ ص ۱۸۱' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

١٣٥٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان

يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ، حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ، وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ، فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ تَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الْأُمِّيِّيْنَ. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَرَفَضَهُ وَقَالَ 'اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهِ. فَقَالَ لَهُ مَاذَا تَرٰى؟ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَأْتِيْنِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِّطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ. ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ. فَقَالَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعْنِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ. [اطراف الحدیث: ۳۰۵۵-۶۱۷۳-۶۶۱۸]

کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از یونس از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چند مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے حتیٰ کہ اس کو اس حال میں دیکھا کہ وہ بچوں کے ساتھ بنی مغالہ کے مکانوں کے پاس کھیل رہا تھا' اور اس وقت ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا' اس کو پتا نہیں چلا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ مارا' پھر آپ نے ابن صیاد سے فرمایا: کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا' پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیین (ان پڑھ لوگوں) کے رسول ہیں' پھر ابن صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا' اور فرمایا: میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اس کے تمام رسولوں پر' پھر آپ نے اس سے پوچھا: تم کیا دیکھتے ہو؟ تو ابن صیاد نے کہا: میرے پاس صادق اور کاذب (خبریں) آتی ہیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے (بتاؤ وہ کیا ہے) ابن صیاد نے کہا: وہ الدخ ہے' آپ نے فرمایا: دور ہو جا! تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے (یعنی دجال) تو تم اس پر مسلط نہیں ہو' اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو پھر اس کو قتل کرنے میں تمہارے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳۰' الرقم المسلسل: ۷۲۲۱' سنن ابوداؤد: ۴۳۲۹' سنن ترمذی: ۲۲۳۵' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۸۱۷' صحیح ابن حبان: ۶۷۸۵' الادب المفرد: ۹۵۸' شرح السنۃ: ۴۲۷۰' المعجم الکبیر: ۱۳۱۳۸-۱۳۱۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۳۶۰- ج ۱۰ ص ۳۲۹-۳۲۸' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۰۴۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان' یہ عبد اللہ بن عثمان کا لقب ہے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۳۵)

مشکل الفاظ کے معانی اور ابن صیاد کے دعویٰ نبوت کا بطلان

اس حدیث میں ''رھط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تین سے لے کر دس تک لوگ۔

اس حدیث میں ''ابن صیّاد'' کا لفظ ہے' یہ یہود سے تھا اور یہ بنو النجار کے حلفاء میں سے تھا۔

اس میں ''اطم'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: قلعہ کی طرح پتھر سے بنے ہوئے مضبوط مکان' اس کی جمع ''اطام'' ہے۔

''بنو مغالۃ'' مغالہ ایک عورت کا نام ہے' جس کی طرف یہ لوگ منسوب تھے' یہ عدی بن عمرو بن مالک بن النجار کی بیوی تھی۔

''الامیین'' جو لوگ ام العرب کی طرف منسوب ہوں' یہ لوگ لکھتے پڑھتے نہیں تھے' ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ اپنی ماں سے ولادت کے طریقہ پر ہوں اور لکھتے نہ ہوں' ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ ام القریٰ کے رہنے والے ہوں۔

تم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے' تم پر جو جھوٹی باتیں القاء کی جاتی ہیں' وہ تمہاری طرف شیطان القاء کرتا ہے۔

میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے: میں نے تمہیں آزمانے کے لیے یا تمہارے بطلان کو ظاہر کرنے کے لیے سورۃ الدخان کی یہ آیت چھپائی ہے: ''یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ O'' (الدخان: ۱۰) الداؤدی نے کہا: آپ کے ہاتھ میں سورۃ الدخان لکھی ہوئی تھی۔ ابن قرقول نے کہا: ابن الصیاد اس آیت تک نہیں پہنچ سکا یا اس پر پورا لفظ ''الدخان'' منکشف نہیں ہو سکا' اس لیے اس نے کہا: وہ ''الدخ'' ہے۔ اس پر اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو اپنے دل میں چھپایا تھا' تو ابن صیاد کو ''دخ'' کا بھی کیسے پتا چل گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو چپکے سے بتایا تھا کہ میں نے یہ آیت چھپائی ہے تاکہ ان کو بھی شرح صدر ہو جائے کہ ابن صیاد کو اس کا پتا نہیں چل سکا' شیطان نے اس آیت میں سے ''دخ'' کا لفظ سن لیا اور وہ ابن صیاد کو بتا دیا' تو ابن صیاد نے کہا: آپ نے ''الدخ'' کو چھپایا ہے اور جب وہ آپ کے دل کی بات پر مطلع نہ ہو سکا تو اس کو اپنی نبوت کا جو زعم تھا وہ باطل ہو گیا' اس لیے آپ نے فرمایا: ذلیل ہو جا تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۶-۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن صیاد کے دجال ہونے یا نہ ہونے کے متعلق علماء کے اقوال اور ان کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ دجال ابن صیاد ہے یا کوئی اور ہے' بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' ہم چند بچوں کے پاس سے گزرے' جن میں ابن صیاد بھی تھا' بچے بھاگ گئے اور ابن صیاد بیٹھا رہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں' کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں' اس نے کہا: نہیں! بلکہ آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے جو تمہارا خیال ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۴' الرقم المسلسل: ۷۲۱۱)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کا قصہ مشکل ہے اور اس کا معاملہ مشتبہ ہے' آیا یہ وہی مشہور مسیح دجال ہے یا اس کا غیر ہے' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔

علماء نے کہا ہے کہ اس باب کی ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ ابن صیاد مسیح

الدجال ہے نہ اس کا غیر ہے' آپ کی طرف صرف دجال کی صفات کی وحی کی گئی تھی اور ابن صیاد میں قرائن محتملہ تھے اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی طور پر یہ نہیں کہا کہ یہ دجال ہے نہ یہ کہا کہ یہ اس کا غیر ہے اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ اگر یہ وہی ہے تو تم اس کے قتل کی طاقت نہیں رکھتے۔

رہا یہ استدلال کہ ابن صیاد مسلمان تھا اور دجال کافر ہے اور یہ کہ دجال کی اولاد نہیں ہوگی اور اس کی اولاد ہوئی' اور یہ کہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور ابن صیاد مدینہ میں داخل ہوا اور وہ مکہ کی طرف متوجہ ہوا' سو اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فتنہ کے وقت اور اس کے زمین میں نکلنے کے وقت اس کی خبر دی ہے' اور ابن صیاد کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے۔

ابن صیاد کا اسلام کا اظہار کرنا اور اس کا حج کرنا اور اس کا جہاد کرنا' اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال کا غیر ہے۔ الخطابی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کے بڑے ہونے کے بعد متقدمین کا اس کے متعلق اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس نے نبوت کے قول سے توبہ کر لی تھی اور مدینہ میں مر گیا تھا۔

الخطابی نے کہا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے' اور وہ اس میں شک نہیں کرتے تھے' حضرت جابر سے کہا گیا کہ وہ اسلام لے آیا تھا' انہوں نے کہا: خواہ وہ اسلام لے آیا ہو' ان سے کہا گیا: وہ مدینہ میں تھا اور مکہ میں داخل ہوا' انہوں نے کہا: خواہ وہ مکہ میں داخل ہو گیا ہو۔

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سند صحیح کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ یوم حرہ میں ہم نے ابن صیاد کو گم پایا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۲)

اس سے وہ روایت باطل ہو جاتی ہے کہ ابن صیاد مدینہ میں مرا تھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی۔

امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے: اللہ کی قسم! مجھے یہ شک نہیں ہے کہ ابن صیاد ہی مسیح دجال تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۰)

امام بیہقی نے اپنی کتاب "البعث والنشور" میں کہا ہے کہ لوگوں کا ابن صیاد کے معاملہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے کہ آیا وہ دجال تھا یا نہیں؟

ابن صیاد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کیوں نہیں کیا جب کہ اس نے آپ کے سامنے دعویٰ نبوت کیا تھا؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابن صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا تو پھر آپ نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا؟ امام بیہقی وغیرہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں:

(۱) وہ اس وقت بالغ نہیں تھا اس جواب کو قاضی عیاض نے بھی اختیار کیا ہے۔

(۲) ابن صیاد اس زمانہ میں تھا' جب یہودیوں سے آپ کی صلح تھی اور وہ آپ کے حلیف تھے۔

علامہ خطابی نے معالم السنن میں اسی جواب پر اعتماد کیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو آپ کے اور یہودیوں کے درمیان صلح نامہ لکھا گیا کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کو نہیں بھڑکائیں گے اور ان کے معاملات کو ان پر چھوڑ دیں گے اور ابن صیاد ان ہی میں سے تھا۔

آیت دخان کو دل میں چھپانے کی توجیہ

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں آیت دخان کو چھپا کر اس کا امتحان لیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس یہ خبریں پہنچی تھیں کہ وہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے' تو آپ نے اس کا امتحان لیا تاکہ آپ پر حقیقت حال منکشف ہو جائے' اور آپ صحابہ کرام پر یہ ظاہر کر دیں کہ اس کا غیب جاننے کا دعویٰ باطل ہے اور وہ کاہن اور ساحر ہے' اس کے پاس شیطان آتا ہے اور اس کی زبان پر وہ باتیں ڈالتا ہے جو شیطان اپنے کاہنوں کی طرف ڈالتے ہیں' پس آپ نے اپنے دل میں یہ آیت چھپائی: "فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ○" (الدخان: ١٠) اور فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے' اس نے کہا: وہ "الدخ" ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دفع ہو' تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا' یعنی تو کاہنوں کے درجہ سے نہیں بڑھ سکتا' جس طرح شیاطین لمبی چوڑی بات کا صرف ایک لفظ کاہنوں کے دل میں ڈال دیتے ہیں' سو تیرا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ اس کے برخلاف انبیاء علیہم السلام کی طرف اللہ تعالیٰ علم غیب کی وحی نازل فرماتا ہے اور وہ وحی واضح اور کامل ہوتی ہے' اسی طرح اولیاء اللہ کی طرف بھی اللہ تعالیٰ غیب کا الہام فرماتا ہے اور ان کو بھی غیب کا مکمل کشف ہو جاتا ہے' پس ابن صیاد' انبیاء علیہم السلام کے درجہ تک تو کیا پہنچتا وہ تو اولیاء اللہ کے درجہ تک بھی نہیں پہنچا تھا' وہ صرف کاہن تھا' اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔ (معالم السنن ج ٣ ص ٣٢٣۔ ٣٢٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے حلف اٹھا کر جو کہا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ آدمی اپنے گمان پر قسم کھا سکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گمان یہ تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور انہوں نے اس پر قسم کھائی۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ١١ ص ٧٤٦٩۔ ٧٤٧١' ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٧٢٣٦۔ ج ٧ ص ٨٠٣ پر مذکور ہے۔ اس کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:
① ابن صیاد کا بیان ② ابن صیاد کے متعلق علماء اسلام کی آراء ③ دعویٰ نبوت کے باوجود ابن صیاد کو قتل نہ کرنے کی وجہ ④ ابن صیاد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتحان کی وضاحت ⑤ ابن صیاد کی اصلیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشتباہ کی تحقیق ⑥ دجال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات۔

١٣٥٥ - وَقَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى النَّخْلِ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ يَعْنِيْ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَهٗ فِيْهَا رَمْزَةٌ أَوْ زَمْرَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ يَا صَافِ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ هٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ. وَقَالَ شُعَيْبٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَرَفَصَهٗ رَمْرَمَةٌ أَوْ زَمْزَمَةٌ. وَقَالَ عُقَيْلٌ رَمْرَمَةٌ. وَقَالَ مَعْمَرٌ رَمْزَةٌ.

اور سالم نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کھجور کے درختوں کی طرف گئے' جن میں ابن صیاد تھا اور آپ یہ حیلہ کر رہے تھے کہ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کوئی بات سن لیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا' وہ ایک چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا تھا' اس میں اس کی گنگناہٹ کی آواز آ رہی تھی' ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا' اس وقت آپ کھجور کے درختوں کی آڑ میں چھپے ہوئے تھے' اس نے ابن صیاد سے کہا: "یا صاف" اور یہ ابن صیاد کا نام ہے' اس کی ماں نے کہا: یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' پس ابن صیاد فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ابن صیاد کو چھوڑ دیتی تو اس کا معاملہ منکشف ہو جاتا' اور شعیب نے اپنی حدیث میں کہا: پس آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ "رمرمۃ" یا "زمزمۃ" اور عقیل نے کہا:

''زمزمۃ'' اور معمر نے کہا: ''رمزۃ''۔ [اطراف الحدیث: ۲۶۳۸_۳۰۳۲_۳۰۵۶_۶۱۷۳]

حدیث کے اس ٹکڑے کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

بعض الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی گئی تھی' یہ اس کا تتمہ ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد حضرت ابی بن کعب کے ساتھ گئے' یعنی پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر چند اصحاب کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے تھے' اس کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھجور کے درختوں کی طرف گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت یہ حیلہ کر رہے تھے کہ چپکے سے ابن صیاد کا کلام سنیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ ساحر ہے یا کاہن ہے' اس وقت ابن صیاد ایک چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا تھا۔

اس حدیث میں ''رمزۃ'' یا ''زمرۃ'' کا لفظ ہے' اور عقیل نے کہا: ''زمزمۃ'' اس کا معنی ہے: کلام خفی' یعنی اس کے ہونٹوں اور نتھنوں سے گنگناہٹ کی آواز نکل رہی تھی۔

۱۳۵٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ. [طرف الحدیث: ۵۶۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں' از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' پس وہ بیمار ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کرنے کے لیے گئے' پس آپ اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے' آپ نے اس سے فرمایا: اسلام قبول کر لو' اس کا باپ بھی اس کے پاس تھا' سو اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا' اس کے باپ نے کہا: ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو' سو وہ اسلام لے آیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے' اس وقت آپ فرما رہے تھے: اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دے دی۔

(مسند ابو یعلیٰ: ۳۳۵۰' صحیح ابن حبان: ۲۹۶۰' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۷۹۲' ج ۲۰ ص ۱۸۷۔ ۱۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۳۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

کافر سے اور نو عمر لڑکوں سے خدمت لینا اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا اور ان کو اسلام کی تبلیغ کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کے باپ کے سامنے اس کو اسلام کی دعوت دی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ فرض کیا ہے کہ آپ اللہ کے بندوں کو اسلام کی دعوت دیں' اور اس فرض کی ادائیگی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں۔

اس حدیث میں اہل ذمہ کی عیادت کا ثبوت ہے' خصوصاً جب وہ ذمی پڑوسی ہو' کیونکہ اس میں محاسن اسلام کا اظہار ہے اور ان کے ساتھ زیادہ الفت کا اظہار ہے تاکہ وہ اسلام کے قبول کرنے میں رغبت کریں۔

اس حدیث میں کافر سے اور لڑکوں سے خدمت لینے کا ثبوت ہے اور اس میں بچوں اور لڑکوں پر اسلام پیش کرنے کا ثبوت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دی' اس سے معلوم ہوا کہ جس کو کفر اور اسلام کا پتا ہو' اس کے باوجود وہ کفر پر برقرار رہے تو وہ دوزخ کی آگ کا مستحق ہوتا ہے۔

١٣٥٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كُنْتُ أَنَا وَأُمِّيْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ، أَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ وَأُمِّيْ مِنَ النِّسَاءِ.

[اطراف الحدیث: ۴۵۸۷-۴۵۸۸-۴۵۹۷] (صحیح مسلم: ۱۲۹۳' الرقم المسلسل: ۳۰۶۸' سنن ابوداؤد: ۱۹۳۹' سنن نسائی: ۳۰۳۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عبید اللہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور میری والدہ ضعیف لوگوں میں سے تھے' میں بچوں میں سے تھا اور میری والدہ عورتوں میں سے تھیں۔

اس سے پہلے امام بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا تھا اور وہاں اس کی شرح گزر چکی ہے۔ (دیکھئے چند صفحات قبل' باب: ۷۹)

١٣٥٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ، يُصَلّٰى عَلٰى كُلِّ مَوْلُوْدٍ مُتَوَفًّى وَإِنْ كَانَ لِغَيَّةٍ، مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلٰى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ، يَدَّعِيْ أَبَوَاهُ الْإِسْلَامَ، أَوْ أَبُوْهُ خَاصَّةً، وَإِنْ كَانَتْ أُمُّهُ عَلٰى غَيْرِ الْإِسْلَامِ، إِذَا اسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّيَ عَلَيْهِ، وَلَا يُصَلّٰى عَلٰى مَنْ لَا يَسْتَهِلُّ، مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ سِقْطٌ، فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ أَوْ يُنَصِّرَانِهٖ أَوْ يُمَجِّسَانِهٖ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ. ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ (الروم: ۳۰) الْاٰيَةَ.

[اطراف الحدیث: ۱۳۵۹-۱۳۸۵-۴۷۷۵-۶۵۹۹]

(اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب ہر فوت شدہ بچہ کی نماز جنازہ پڑھتے تھے خواہ وہ کسی طوائف کا بچہ ہو کیونکہ وہ بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہے' اس کے ماں باپ اسلام کے مدعی ہیں یا خصوصاً اس کا باپ' خواہ اس کی ماں اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر ہو' جب بچہ پیدا ہونے کے بعد آواز سے روئے گا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور جو پیدا ہونے کے بعد آواز سے نہیں روئے گا' اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ نا تمام بچہ ہو کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں' جیسے چوپائے ہیں سب مکمل جسم کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں کیا تم ان میں سے کسی کو کن کٹا یا نکٹا دیکھتے ہو' پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: اللہ نے جس فطرت (بناوٹ) پر لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ (الروم: ۳۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۸)

حدیث مذکور میں فطرت کے متعدد معانی اور ان پر حافظ ابن عبد البر کے اعتراضات اور مصنف کے نزدیک فطرت کا محمل

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے کہا ہے کہ فطرت سے مراد یہاں پر وہ خلقت ہے جس پر مولود پیدا ہوتا ہے' انہوں نے اس کا انکار کیا ہے کہ مولود کو کفر یا ایمان پر یا معرفت اور انکار پر پیدا کیا جائے اور مولود کو غالباً اس کے اعضاء کی سلامتی کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے' اس میں ایمان ہوتا ہے نہ کفر اور نہ انکار اور نہ معرفت' پھر جب ان میں تمیز آ جاتی ہے تو پھر وہ ایمان وغیرہ کا اعتقاد رکھتے ہیں' انہوں نے حدیث کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: جیسے چوپائے' پس بچے ولادت کے وقت ان چوپایوں کی مثل ہوتے ہیں جن کے اعضاء سلامت ہوتے ہیں' پس جب وہ بالغ ہو جاتے ہیں تو شیاطین ان پر غالب ہو جاتے ہیں' پس ان میں سے اکثر کافر ہو جاتے ہیں ماسوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ بچائے اور اگر وہ اپنی پیدائش کے وقت ایمان یا کفر پر پیدا کیے جاتے تو وہ اس سے کبھی بھی منتقل نہیں ہو سکتے تھے حالانکہ تم ان کو اس حال میں پاتے ہو کہ وہ ایمان لاتے ہیں پھر کفر کرتے ہیں' پھر ایمان لاتے ہیں اور یہ محال ہے کہ بچے کو اپنی ولادت کے وقت ذرا سی بھی عقل ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس حال میں اپنی ماؤں کے پیٹ سے نکالا ہے کہ ان کو کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (النحل: ۷۸)

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا' اس وقت تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اس نے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے دل بنائے تاکہ تم (اللہ کا) شکر ادا کرو ○

پس جس کو کسی چیز کا علم نہ ہو اس کو کفر یا ایمان یا معرفت یا انکار کا علم ہونا محال ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ فطرت کے جتنے معانی بیان کیے گئے ہیں' ان میں یہ سب سے صحیح معنی ہے۔

ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' یہ آپ نے فرائض کے نازل ہونے سے پہلے فرمایا تھا کیونکہ اگر ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا' پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنانے سے پہلے مر جاتے تو وہ اپنے ماں باپ کا وارث نہ ہوتا (کیونکہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا حالانکہ وہ ان کا وارث ہوتا ہے) پس جب فرائض نازل ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے ماں باپ کے دین پر پیدا ہوتا ہے۔

دوسری قوم نے یہ کہا ہے کہ فطرت سے مراد یہاں پر اسلام ہے' قرآن مجید میں ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ۔ (الروم: ۳۰) اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔

سلف کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں "فطرت" سے مراد دین اسلام ہے۔ عکرمہ' مجاہد' الحسن' ابراہیم' ضحاک اور قتادہ نے کہا ہے کہ "لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ" کا معنی ہے: اللہ کے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عیاض بن حمار مجاشعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن لوگوں سے فرمایا: کیا میں تم کو وہ حدیث نہ بیان کروں جو مجھ سے اللہ نے کتاب میں بیان فرمائی ہے کہ اللہ نے آدم کو اور اس کی اولاد کو حنفاء مسلمین پیدا فرمایا' الحدیث بطولہ۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۳۶۳) اور "حنیف" کا معنی مسلمان ہے' قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا. (آل عمران: ۶۷)

ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی لیکن وہ حنیف مسلم تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حنیف کی تفسیر مسلم کے ساتھ کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ حنیف وہ ہے جو دین ابراہیم پر ہو پھر اس شخص کا نام ''الحنیف'' رکھا گیا ہے جو ختنہ کراتا ہو اور زمانہ جاہلیت میں حج کرتا ہو اور اس زمانہ میں حنیف مسلمان ہے۔

جن علماء نے کہا کہ فطرت سے مراد اسلام ہے انہوں نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں فطرت ہیں یا فرمایا: پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: ختنہ کرانا' زیر ناف بال کاٹنا' ناخن تراشنا' بغل کے بال نوچنا اور مونچھیں کم کرانا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۹' صحیح مسلم: ۲۵۷' سنن ابوداؤد: ۴۱۹۸' سنن نسائی: ۱۱' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۲۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹)

اور یہ اسلام کی سنتیں ہیں۔

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب الزہری سے سوال کیا کہ ایک شخص پر مسلمان غلام کو آزاد کرنا واجب ہے اگر وہ بچہ کو یا دودھ پیتے کو آزاد کر دے تو آیا اس کا واجب ادا ہو جائے گا؟ ابن شہاب نے کہا: ہاں! کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوا ہے یعنی اسلام پر۔ اس قول کی بناء پر حدیث میں جو الفاظ ہیں: جیسے چوپائے ہیں سب مکمل جسم کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں' کیا تم ان میں کوئی کن کٹا یا نکٹا دیکھتے ہو' اس کا معنی یہ ہوگا کہ بچہ کو کفر سے سلامت اور مومن و مسلمان پیدا کیا گیا ہے' اس میثاق پر جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی اولاد سے لیا تھا جب ان کو حضرت آدم کی پشت سے نکالا تھا اور ان کو ان کے نفسوں پر گواہ کر کے فرمایا تھا:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى. (الاعراف: ۱۷۲)

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں!

علامہ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے: ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے' اس ارشاد میں فطرت سے اسلام کو مراد لینا محال ہے' کیونکہ اسلام اور ایمان' اقرار باللسان' تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان ہے اور یہ معنی تو مولود بچہ میں پایا نہیں جاتا اور کلام عرب میں فطرت کے کئی معانی ہیں اور دودھ پیتے بچے کو آزاد کرنا مومن کو آزاد کرنے سے اس لیے کافی ہوتا ہے کہ اس کے ماں باپ مومن ہوتے ہیں۔ (التمہید ج ۷ ص ۲۲۲۔۲۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مصنف کے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے ذہن میں اسلام کو قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے اور یہی اس حدیث میں فطرت کا معنی ہے' اس کے ماں باپ اس کو یہودی' عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں پھر بھی اس کے ذہن میں اسلام کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے' یہی وجہ ہے کہ بعد میں جب اس کو اسلام کی تبلیغ کی جاتی ہے تو وہ اسلام کو قبول کر لیتا ہے' اگر اس کے ذہن میں قبول اسلام کی استعداد نہ ہوتی تو وہ بعد میں کیسے مسلمان ہو جاتا' اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر چمک دار ہیرے کو کیچڑ میں ڈال دیا جائے تو اس کی چمک چھپ جاتی ہے ختم نہیں ہے' پھر اگر اس کو پانی سے دھو دیا جائے تو اس کی چمک پھر لوٹ آتی ہے' پس جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بے شک اس میں اقرار باللسان' تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان کا مصداق نہیں پایا جاتا لیکن اس میں اللہ کی توحید کا اقرار کرنے اور اس کی توحید کی تصدیق کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس میں یہ صلاحیت ساری زندگی باقی رہتی ہے' خواہ وہ عملی طور پر یہودی ہو عیسائی ہو یا مجوسی ہو اور جو علماء کہتے ہیں کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کی صلاحیت پر پیدا ہوتا ہے اور اس تعریف پر علامہ ابن عبد البر کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

فللّٰہ الحمد علی ذالک.

١٣٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ. ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ (الروم: ٣٠).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں' جس طرح چوپایا صحیح سالم بچہ جنتا ہے' کیا تم اس میں کان یا ناک کٹی ہوئی دیکھتے ہو' پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: اللہ کی وہ فطرت (بناوٹ) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا' اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے' یہی صحیح دین ہے۔ (الروم: ٣٠)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٥٨ میں گزر چکی ہے۔

٨٠ - بَابُ إِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

جب مشرک موت کے وقت لا الٰہ الا اللہ پڑھے

اس سے مراد یہ ہے کہ مشرک اپنی زندگی میں موت کے معائنہ کے وقت لا الٰہ الا اللہ پڑھے تو اس سے اس کو نفع نہیں ہوگا' قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ. (الانعام: ١٥٨)

جس دن آپ کے رب کی کوئی (بڑی) نشانی آ پہنچے گی اس دن کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو۔

١٣٦٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي طَالِبٍ يَا عَمِّ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ. فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ جب ابو طالب پر موت کا وقت آیا تو اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گئے' پس آپ نے اس کے پاس ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ کو پایا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا: اے میرے چچا! آپ یہ کلمہ پڑھیں: لا الٰہ الا اللہ' تو میں اللہ کے پاس آپ کے حق میں شہادت دوں گا' پس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابو طالب! کیا تم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ، وَيَعُوْدَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ أَبُوْ طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبٰى أَنْ يَقُوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ (التوبہ:۱۱۳) الْآيَةَ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۸۴-۴۶۷۵-۴۷۷۲-۶۶۸۱]

عبد المطلب کی ملت سے اعراض کرو گے؟ رسول اللہ ﷺ ابوطالب پر مسلسل کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے حتیٰ کہ ابوطالب نے ان سے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے اور اس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنیں! اللہ کی قسم! میں آپ کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہیں کیا جائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل کی: نبی کے لیے اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں۔ (التوبہ: ۱۱۳)

(صحیح مسلم: ۲۴' الرقم المسلسل: ۱۳۱' سنن نسائی: ۲۰۳۵' السنن الکبریٰ: ۱۳۸۳' مصنف عبد الرزاق: ۹۶۷۵-۳۸۸۴' الآحاد والمثانی: ۷۲۰' المعجم الکبیر: ۸۲۰-ج ۲۰ ص ۳۴۹' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۳-۳۴۲' الاسماء والصفات ص ۹۸-۹۷' مسند الشامیین: ۳۰۳۳' شرح السنہ: ۱۲۷۴' صحیح ابن حبان: ۹۸۲' شرح مشکل الآثار: ۲۳۸۶-۲۳۸۵-۲۲۸۳' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۶۷۴-ج ۳۹ ص ۷۹-۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۶۲۲' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۳۴)

حدیث مذکور کے رجال اور اس حدیث کی سند کی تحقیق

(۱) اسحاق سے مراد اسحاق بن راھویہ ہے یا اسحاق بن منصور' یہ دونوں امام بخاری کی شرط کے مطابق ہیں (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم' یہ شوال ۲۰۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد القرشی' یہ بغداد میں قاضی تھے اور ۱۸۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) صالح بن کیسان' یہ ۱۴۰ھ کے بعد فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۶) سعید بن المسیب (۷) ان کے والد المسیب بن حزن القرشی المخزومی' یہ دونوں صحابی ہیں' ان دونوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی' المسیب ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی' یہ تاجر تھے' انہوں نے سات احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے امام بخاری نے تین روایت کی ہیں۔ علامہ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ المسیب بن حزن صحابی ہیں' ان سے ان کے بیٹے روایت کرتے ہیں' وہ فتح خیبر کے بعد اسلام لائے تھے' انہوں نے کہا کہ حزن بن ابی وہب المخزومی نے بھی ہجرت کی تھی اور وہ طلقاء میں سے ہیں' وہ ۱۰ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس سند میں تین اہم چیزیں ہیں:

(۱) یہ حدیث صحیح البخاری کی افراد میں سے ہے کیونکہ المسیب سے صرف ان کا بیٹا سعید روایت کرتا ہے۔

(۲) المسیب اور ان کا بیٹا فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے اور ابو احمد العسکری کے قول کے مطابق بیعت رضوان میں شریک تھے' ہر دو صورت میں وہ ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے' لہٰذا یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے' ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وفات تین متقارب دنوں میں ہوئی' اس لیے اس سال کا نام عام الحزن رکھا گیا' اس وقت نبی ﷺ کی عمر ۴۹ سال آٹھ ماہ گیارہ دن تھی' ایک قول یہ ہے کہ ان کی وفات نصف شوال نبوت کے دسویں سال ہوئی' ابن جزار نے کہا ہے کہ ان کی وفات

ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی' ۴ سال اور ۵ سال پہلے کا بھی قول ہے۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل حقیقی ہے کیونکہ امام ابن حبان نے المسیب کا ذکر ثقات تابعین میں کیا ہے' لیکن یہ قول غریب ہے۔(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۱۔۲۶۰)

مشکل الفاظ کے معانی اور ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا۔ اس سے مراد موت کی علامات ہیں اور یہ نزع کے وقت سے پہلے کا واقعہ ہے' ورنہ اس کو ایمان لانے سے نفع نہ ہوتا' ابوطالب کا نام عبد مناف تھا' یہ اکثرین کا قول ہے' حاکم نے کہا: اس کا نام اور کنیت واحد ہے' ابوالقاسم مغربی نے کہا: اس کا نام عمران تھا۔

ابوجہل: اس کی کنیت ابوالحکم تھی اور اس کا نام عمرو بن ہشام المغیرہ والمخزومی ہے' یہ بھینگا تھا اور مقتول تھا۔

عبداللہ بن ابی امیہ: ان کی ماں کا نام عاتکہ تھا' جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں' یہ طائف میں شہید ہوئے تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت عداوت رکھتے تھے اور مسلمانوں کے شدید مخالف تھے' یہ اور ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔

امام ابن ابی اسحاق نے لکھا ہے کہ عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے بھتیجے! آپ نے جو کلمہ اپنے چچا پر پیش کیا تھا' میں نے سنا وہ اس کلمہ کو پڑھ رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں سنا' علامہ سہیلی نے کہا: آپ نے اس کو اس لیے رد کر دیا کیونکہ عباس نے کفر کی حالت میں یہ شہادت دی تھی' اگر انہوں نے اسلام کی حالت میں یہ شہادت دی ہوتی تو ان کی شہادت قبول کر لی جاتی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۳۔۲۶۱' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جب موت کے وقت کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے کے لیے کیوں فرمایا؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ کلمہ توحید پڑھنا اس کو نفع دیتا ہے جو فرشتوں کے روح قبض کرنے کے معائنہ اور مشاہدہ سے پہلے کلمہ پڑھ لے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ. (النساء:۱۸)	ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برے کام کرتے رہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی ایک کے پاس موت آئے تو وہ کہے کہ میں نے اب توبہ کر لی۔

یعنی جب ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آ جائے اور وہ اس کا مشاہدہ کرے اور موت کے فرشتوں کو کوئی شخص اسی وقت دیکھ سکتا ہے جب وہ دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہو رہا ہو۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے موت کے وقت کہا: آپ لا الٰہ الا اللہ پڑھیں' میں اس کلمہ کی وجہ سے اپنے رب کے سامنے آپ کی شفاعت کروں گا' اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ موت کے وقت کلمہ پڑھنا تو معتبر نہیں ہوتا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے فرمایا: میں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کی شفاعت کروں گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی ابوطالب نے موت کے فرشتوں کو نہیں دیکھا تھا لیکن اس کا اعتقاد یہ تھا کہ اس نے کوئی عمل صالح نہیں کیا تھا' نماز پڑھی تھی نہ روزہ رکھا تھا نہ زکوٰۃ ادا کی تھی

نزع کیا تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بتلایا کہ جس نے موت سے پہلے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا' وہ مؤمنین میں داخل ہو جائے گا خواہ اس نے اس کے سوا اور کوئی عمل نہ کیا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ابو طالب نے آخرت کا معائنہ کر لیا تھا اور اس کو موت کا یقین ہو چکا تھا اور وہ اس حالت میں تھا کہ اگر وہ اس وقت ایمان لے آتا تو اس کو ایمان نفع نہ دیتا' اس لیے اس نے روح نکلتے وقت کہا: وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ امید ہوئی کہ اگر اس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا اور آپ کی نبوت پر یقین کر لیا تو آپ اس کے لیے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ وہ اس سے درگزر فرمائے اور اس حال میں اس کے ایمان کو قبول فرمالے اور یہ ابو طالب کی خصوصیت ہوگی کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرتا تھا اور آپ کا دفاع کرتا تھا' اس امید کی وجہ سے آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ کلمہ پڑھ لیں' میں آپ کی شفاعت کروں گا۔ اس قسم کا جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نفع پہنچایا ہے خواہ وہ اسلام پر فوت نہیں ہوا کیونکہ اس کو تمام اہل دوزخ میں سب سے کم عذاب ہوگا' تو اگر وہ اس حال میں کلمہ پڑھ لیتا تو آپ اس کو ضرور نفع پہنچاتے' خواہ اس نے موت کے فرشتوں کو دیکھ لیا ہوتا۔

اس اعتراض کا ایک اور جواب یہ ہے کہ ابو طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل دیکھے تھے اور آپ کے معجزات کی تصدیق کی تھی اور اس کو آپ کی نبوت کی صحت میں کوئی شک نہیں تھا' اگرچہ غیرت اور جاہلیت کا تعصب اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر ابھارتا تھا' اور باقی مشرکین اپنے سرداروں کی طرف دیکھ رہے تھے اور ان کے قول کی پیروی کر رہے تھے' پس ابو طالب اور اس جیسے لوگ بہت بڑے گناہ کے مستحق تھے کیونکہ ان کے پیروکاروں کے کفر اور ان کی تکذیب کا بوجھ بھی ان کے اوپر تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس توقع پر اس کو کلمہ پڑھنے کے لیے کہا کہ جب آپ اس سے کہیں گے کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس تمہاری شفاعت کروں گا تو اس کا عناد زائل ہو جائے گا اور وہ ایمان لانے میں تردد اور توقف نہیں کرے گا لیکن اس کے برخلاف ظاہر ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی نبوت کی تصدیق نہیں کی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۳۰-۳۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

موت کے وقت کلمہ پڑھنا ابو طالب کی خصوصیت تھی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے وقت ابو طالب کو کلمہ پڑھنے کے لیے کہا' یہ اس کی خصوصیت تھی کیونکہ ابو طالب کے علاوہ کوئی اور شخص موت کے وقت کلمہ پڑھے تو اس وقت کلمہ پڑھنا اس کو نفع نہیں دے گا۔ سورۃ التوبہ: ۱۱۳ کی تفسیر میں ہم اس بحث کو زیادہ تفصیل سے لکھیں گے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۹۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

سورۃ التوبہ: ۱۱۳ کی تفسیر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ہم اس کی شرح ''کتاب الجنائز'' میں ابو طالب کی وفات کے قصہ میں لکھ چکے ہیں اور سورۃ القصص کی تفسیر میں ان شاء اللہ ہم اس پر کچھ کلام کریں گے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۲۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

القصص: ۵۶ کی تفسیر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

صحیح البخاری: ۱۳۶۰ میں مذکور ہے: آپ نے موت کے وقت ابو طالب سے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے لیے فرمایا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ موت کے وقت تو کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوتا' علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے: اس سے مراد ہے: جب ابو طالب پر موت کی علامات وارد ہوئیں' ورنہ اگر وہ ملک الموت کا مشاہدہ کر لیتا تو پھر اس کا ایمان لانا مفید نہ ہوتا خواہ وہ کلمہ پڑھ لیتا'

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ اس سے بار بار کلمہ پڑھنے کے لیے فرماتے رہے اور ابوجہل وغیرہ اس کو منع کرتے رہے۔

حافظ ابن حجر اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ کو یہ امید ہو کہ اگر اس نے ملک الموت کو دیکھنے کے بعد بھی کلمہ پڑھ لیا تو یہ اس کو مفید ہو گا' اگرچہ دوسروں کو اس حال میں کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوتا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مرنے کے بعد آپ اس کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت کرتے رہے اور بالآخر اس کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی اور اس تخفیف کو اس کے خصائص میں سے شمار کیا گیا ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث کو مراسیل صحابہ میں شمار کیا ہے کیونکہ المسیب بیعت رضوان کے موقع پر اسلام لائے تھے اور ابوطالب کی وفات ہجرت سے پہلے ہوئی تھی لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ المسیب کے بعد میں اسلام لانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حالت کفر میں ابوطالب کی وفات کے موقع پر حاضر نہ ہوں' جیسے عبد اللہ بن ابی امیہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے حالانکہ وہ ابوطالب کی وفات کے موقع پر موجود تھے۔

حضرت ابوہریرہ نے یہ حدیث روایت کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا: آپ لا الٰہ الا اللہ پڑھیے' میں آپ کے حق میں گواہی دوں گا تو ابوطالب نے کہا: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ قریش مجھے ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ اس کو کلمہ توحید پڑھنے پر موت کی گھبراہٹ نے برانگیختہ کیا تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ (القصص:۵۶)

بے شک آپ جس کو چاہیں ہدایت پیدا نہیں کر سکتے لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت پیدا فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۵' الرقم المسلسل: ۳۳' سنن ترمذی: ۳۱۸۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۴) (فتح الباری ج ۵ ص ۶۳ ـ ۶۷ ـ ۶۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ نے صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے لیے فرمایا اور محمد رسول اللہ پڑھنے کے لیے نہیں فرمایا

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے ابوطالب سے فرمایا کہ وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے اور محمد رسول اللہ پڑھنے کے لیے نہیں فرمایا' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں جملے کمال اتصال کی وجہ سے ایک جملہ کے حکم میں ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو اللہ کا رسول تو مانتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کرتا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ابوطالب کے ایمان کے متعلق بعض علماء کے شبہات اور ان کے جوابات

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد اور والدہ اور آپ کے چچا ابوطالب کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔

(روح البیان ج ۱ ص ۲۷۳' ج ۳ ص ۶۶۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ کے والدین کا ایمان تو اہل سنت کے نزدیک اتفاقی ہے لیکن ابوطالب کے متعلق اکثر اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ ان کا ایمان لانا ثابت نہیں ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

بہت عجیب و غریب باتوں میں سے ایک یہ عبارت ہے جس کو بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے

والدین کی طرح ابوطالب کو بھی نبی ﷺ کے لیے زندہ کیا کہ وہ موت کے بعد زندہ ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے۔ میرا گمان ہے کہ یہ شیعوں کی من گھڑت روایت ہے۔ (نسیم الریاض ج ۱ ص ۲۱۰ مرکز اہل سنت گجرات، دارالفکر بیروت)

حافظ ابن کثیر الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

بعض غالی شیعہ کہتے ہیں کہ ابوطالب اسلام میں فوت ہوئے' عباس بن عبدالمطلب نے کہا: اے میرے بھتیجے! میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کو پڑھنے کا انہیں حکم دیا تھا یعنی لا الٰہ الا اللہ' اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

اولاً یہ کہ اس کی سند میں کئی مبہم راوی ہیں' جن کا حال معلوم نہیں۔ ثانیاً یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔ ثالثاً یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک مجھے منع نہیں کیا جائے گا میں آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا' پھر یہ آیت نازل ہو گئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ○ (التوبہ: ۱۱۳)

نبی کے لیے اور مومنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت طلب کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں' ان پر یہ واضح ہونے کے بعد کہ ان کے رشتہ دار دوزخی ہیں ○

(صحیح البخاری: ۳۸۸۴' صحیح مسلم: ۲۴)

اگر ابوطالب اسلام پر فوت ہوئے تھے تو نبی ﷺ ان کے لیے استغفار کیوں کرتے رہے اور پھر اس آیت کے نازل ہونے کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔

نیز اگر وہ اسلام پر فوت ہوئے تھے تو پھر وہ دوزخ میں داخل نہ ہوتے' حالانکہ حدیث میں ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوئے:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: آپ نے اپنے چچا سے کیا بُرائی دور کی' وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لیے غضب ناک ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ دوزخ کے گڑھے میں تھے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸۳' صحیح مسلم: ۲۰۹)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے چچا کا ذکر کیا اور فرمایا: شاید اس کو قیامت کے دن میری شفاعت سے نفع ہوگا' پس اس کو دوزخ کے گڑھے میں داخل کر دیا جائے گا' آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۳۸۸۵' صحیح مسلم: ۲۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ والوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا' اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۶۵۶۴' صحیح مسلم: ۲۱۲)

یہ تمام احادیث حافظ ابن کثیر نے شیعہ کی مذکورہ موضوع روایت کے رد میں ذکر کی ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۹۳-۳۹۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اس موضوع روایت کے رد میں لکھتے ہیں:

اگر حضرت عباس کی طرف منسوب یہ روایت صحیح بھی ہوتی تب بھی اس کے معارض یہ احادیث صحیحہ ہیں' چہ جائے کہ یہ روایت صحیح بھی نہیں ہے' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا بوڑھا گم راہ چچا فوت ہو گیا' آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھپا دو' میں نے کہا: وہ مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھپا دو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۱۴' سنن نسائی: ۱۹۰)

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۴۳' دارالمعرفہ بیروت' عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳' دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مشاہیر علماء اہل سنت کی تصریحات

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا کفر پر انتقال ہوا۔ (الفقہ الاکبر مع شرح الفقہ الاکبر ص ۱۰۸ مطبعہ مصطفی البابی مصر)
علامہ علی ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:
جب کافر مر جائے اور اس کا کوئی مسلمان رشتہ دار موجود ہو تو وہ اس کو غسل دے' کفن پہنائے اور دفن کرے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ ابوطالب کے متعلق اسی طرح حکم دیا گیا' لیکن اس کو غسل اس طرح دیا جائے جیسے ناپاک کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے لیے گڑھا کھودا جائے' کفن پہنانے اور لحد بنانے کی سنت کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور نہ ہی اس کو گڑھے میں رکھا جائے بلکہ پھینکا جائے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۹۲-۱۹۱' المکتبۃ العربیہ دستگیر کالونی' کراچی)
علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ ہدایہ کی مذکورہ عبارت کی مثل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:
جب ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا ہے۔
(غنیۃ المستملی ص ۶۰۳' سہیل اکیڈمی لاہور)

علامہ سید احمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ اور علامہ زین الدین ابن نجیم مصری نے بھی اس کے متقارب لکھا ہے۔
(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۲ ص ۲۲۶ مکتبہ غوثیہ کراچی' البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۰ مصر)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
ہمیں امید ہے کہ عبد المطلب اور ان کے تمام اہل بیت نجات پائیں گے' ماسوا ابوطالب (اس استثناء میں ابولہب کو بھی شامل کرنا ضروری تھا۔ سعیدی غفرلہ) کے' ان کے متعلق حدیث میں ہے کہ وہ پاؤں تک آگ میں ہے' یہ اس کا حال ہے جو کفر پر مرا اور اگر وہ توحید پر مرا ہوتا تو ضرور دوزخ سے نجات پاتا۔ (الاصابہ ج۷ ص ۲۰۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)
نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار چچاؤں نے اسلام کا زمانہ پایا' ان میں سے دو مسلمان نہیں ہوئے' ابوطالب' ان کا نام عبد مناف ہے اور ابولہب' اس کا نام عبد العزیٰ ہے' اور دو مسلمان ہوئے: حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:
ابوطالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کی مدد کرتا تھا اور آپ سے طبعی محبت کرتا تھا نہ کہ شرعی محبت' پس اس پر تقدیر غالب آ گئی اور وہ ہمیشہ کفر پر رہا اور اللہ ہی کے لیے قوی حجت ہے۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۳۹۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)
علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ حدیث: ۳۸۸۴' التوبہ: ۱۱۳' اور القصص: ۵۶ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
اس سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوطالب غیر اسلام پر مرا' اگر تم یہ کہو کہ سہیلی نے لکھا ہے کہ وہ اسلام لے آیا تھا تو میں کہوں گا کہ ان کا یہ قول حدیث صحیح کے معارض نہیں ہو سکتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)
ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:
اہل سنت کے نزدیک ابوطالب مسلمان نہیں ہے۔ (مرقات ج ۹ ص ۳۶۰' مکتبہ حقانیہ پشاور)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث صحیح نے ابوطالب کے کفر کو ثابت کر دیا ہے۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۸' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کے کفر پر مرنے کی احادیث لائی گئی ہیں۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۹' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

علماء کا جابجا کفر ابوطالب پر اجماع نقل فرمانا اور اسلام ابوطالب کا قول مزعوم روافض فرمانا' جس کے نقول اگلے قصوں میں مذکور و منقول اس حکایت بے سروپا کے رد کو بس ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۷۱۳' رضا فاؤنڈیشن' جامعہ رضویہ' لاہور' پاکستان)

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰- ج ۱ ص ۳۸۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① غرغرہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث ② ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات ③ ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث ④ ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف۔

✻ یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۹۸-۳۸۶' آٹھ صفحات پر محیط ہے۔

۸۱ - بَابُ الْجَرِيْدِ عَلَى الْقَبْرِ
قبر پر درخت کی شاخ رکھنا

وَأَوْصَى بُرَيْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ يُّجْعَلَ فِي قَبْرِهٖ جَرِيْدَانِ.

اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجور کے درخت کی دو شاخیں رکھی جائیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

مورق نے بیان کیا کہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجور کے درخت کی دو شاخیں رکھی جائیں اور حضرت بریدہ بن الحصیب خراسان میں یزید بن معاویہ کی خلافت میں ۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قبر پر کھجور کی دو شاخیں رکھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اتباع ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر کھجور کی شاخ کے دو ٹکڑے رکھے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۶' صحیح مسلم: ۲۹۲) اور کھجور کے درخت کی برکت حاصل کرنا ہے۔

وَرَاٰى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فُسْطَاطًا عَلٰى قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ انْزِعْهُ يَا غُلَامُ، فَإِنَّمَا يُظِلُّهٗ عَمَلُهٗ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر خیمہ لگا ہوا دیکھا' تو فرمایا: اے غلام! اس کو اکھاڑ لو اس شخص پر اس کے عمل کا سایا ہوگا۔

اس تعلیق کی اصل بھی الطبقات الکبریٰ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۳)

وَقَالَ خَارِجَةُ ابْنُ زَيْدٍ رَاَيْتُنِيْ وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَإِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِيْ يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ، حَتّٰى يُجَاوِزَهٗ.

اور خارجہ بن زید نے کہا: اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہم جوان تھے اور ہم میں سب سے بڑی چھلانگ وہ شخص لگاتا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر کو چھلانگ لیتا تھا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی اصل تاریخ صغیر میں ہے' نیز انہوں نے لکھا ہے:

اگر قبر پر خیمہ لگانا کسی صحیح وجہ سے ہو تو پھر جائز ہے مثلاً زندہ لوگوں پر دھوپ سے سایہ کرنے کی وجہ سے ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۵)

قبر پر بیٹھنے کے مکروہ ہونے کی تحقیق

وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ أَخَذَ بِيَدِيْ خَارِجَةُ فَأَجْلَسَنِيْ عَلٰى قَبْرٍ وَأَخْبَرَنِيْ عَنْ عَمِّهِ يَزِيْدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ إِنَّمَا كُرِهَ ذٰلِكَ لِمَنْ أَحْدَثَ عَلَيْهِ.

اور عثمان بن حکیم نے کہا: خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قبر پر بٹھایا اور مجھے یہ خبر دی کہ میرے چچا یزید بن ثابت نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا اس کے لیے منع ہے جو قبر پر بیٹھ کر وضو توڑے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی اصل مسدد کی مسند کبیر میں ہے اس کا متن یہ ہے:

عبد اللہ بن سرجس اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ اگر میں انگارے پر بیٹھوں اور وہ میرے گوشت کے نچلے حصہ کو جلا دے تو وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں قبر پر بیٹھوں' عثمان نے کہا: میں نے خارجہ بن زید کو قبرستان میں دیکھا پس میں نے ان سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قبر پر بٹھایا اور بتایا کہ میرے چچا حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا اس کے لیے ممنوع ہے جو قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے (یعنی قضاء حاجت کرے)۔

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا دے اور آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو وہ اس کے لیے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱)

ابو مرثد الغنوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹' سنن ترمذی: ۱۰۵۰' سنن نسائی: ۷۶۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر چونا لگانے سے' اس پر بیٹھنے سے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۵' سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۲)

علامہ عینی نے امام طحاوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے' اور اس پر بیٹھنا صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب کوئی شخص قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے یعنی قضاء حاجت کرے اور فقہ حنفی کی جن کتابوں میں اس کے خلاف ہے' ان کو اسی پر محمول کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۷۔ ۲۶۵' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہر چند کہ امام طحاوی اور علامہ عینی کی احادیث اور عبارات فقہاء پر بہت گہری نظر ہے' لیکن ان دونوں بزرگوں نے احادیث صحیحہ اور صریحہ کے برخلاف قبر پر بیٹھنے کو جو جائز کہا ہے' وہ صحیح نہیں ہے جب کہ خود امام اعظم اور اکابر فقہاء احناف نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے:

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے فرمایا: قبر کو روندنا یا قبر پر بیٹھنا یا قبر پر سونا یا قبر پر قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۵' سنن ترمذی: ۱۰۵۸) (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

قبر کو پیروں سے روندنا یا اس پر بیٹھنا یا اس پر قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۹۳ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۲۴ھ)

علامہ عثمان بن الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

قبر پر عمارت بنانا یا اس پر بیٹھنا یا اس کو پیروں سے روندنا یا اس پر سونا یا اس پر قضائے حاجت کرنا یا اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۵۸۷ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۲۱ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم المتوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ قبر پر بیٹھنا اور قبر کو روندنا مکروہ ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۳ المکتبۃ الماجدیہ کوئٹہ)

فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۱۶۶ پر بھی اسی طرح مذکور ہے۔ (مطبعہ امیریہ کبریٰ ۱۳۱۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ خود علامہ عینی نے صحیح بخاری کی حدیث: ۱۳۸۵ کی شرح میں لکھا ہے:

امام مالک حضرت زید بن ثابت اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عطاء نے کہا ہے کہ قبر پر نہ بیٹھا جائے اور یہی امام شافعی اور جمہور کا قول ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱) اور محاملی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا حرام ہے اور اس کو علامہ نووی نے اصحاب سے نقل کیا ہے اور امام مالک اور خارجہ بن زید نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد قضاء حاجت کے لیے قبر پر بیٹھنا ہے اور یہ بہت بعید تاویل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حیرت ہے کہ جس مذہب کو علامہ عینی حدیث: ۱۳۸۵ کی شرح میں رد کر چکے ہیں اسی مذہب کو حدیث: ۱۳۶۱ کی شرح میں اپنا مختار قرار دے رہے ہیں!

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُوْرِ.

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھتے تھے۔

حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی اصل یہ ہے:

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۸۸۱۔ ج ۲ ص ۳۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ حدیث امام ابن شیبہ کی سند صحیح کے ساتھ اس روایت کے معارض نہیں ہے کہ اگر میں گرم پتھر پر چلوں تو یہ میرے نزدیک قبر پر چلنے سے زیادہ بہتر ہے اور یہ ان مسائل میں سے ہے جن میں اختلاف ہے۔

ابو مرثد الغنوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲)

امام مالک نے کہا کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ قبر پر قضاء حاجت نہ کرو علامہ نووی نے کہا کہ یہ تاویل ضعیف ہے یا باطل ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک اس قول میں منفرد ہیں اسی طرح امام ابن جوزی کے کلام سے یہ وہم ہوتا ہے

انہوں نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے اور اس میں امام مالک کا اختلاف ہے علامہ نووی نے شرح المہذب میں یہ تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب جمہور کی مثل ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب امام مالک کی مثل ہے جیسا کہ امام طحاوی نے ان سے نقل کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر مذکور سے استدلال کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت علی بھی قبروں پر بیٹھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۸۰) اور حضرت زید بن ثابت کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر صرف قضاء حاجت کے لیے بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۷۷)

جمہور کے قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ امام احمد نے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو۔ (کنز العمال: ۴۲۵۶۷) اور اس حدیث سے:

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: قبر سے اترو اور صاحب قبر کو ایذاء نہ دو تاکہ وہ تمہیں ایذاء نہ دے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۷۱)

امام مسلم نے اپنی سند سے روایت کی ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑوں کو جلا دے اور آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو وہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ تاویل بہت بعید ہے کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ قبر پر بیٹھ کر قضاء حاجت نہ کرو کیونکہ قبر پر بیٹھ کر قضاء حاجت کرنا بہت قبیح فعل ہے اور یہ مکروہ ہونے سے بہت بڑھ کر ہے اور یہاں پر بیٹھنے سے مراد عرف کے مطابق بیٹھنا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۹۲ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس قائل (حافظ ابن حجر) نے کہا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ بیٹھنے سے مراد قضاء حاجت کے لیے بیٹھنا ہے اور یہ تاویل ضعیف ہے یا باطل ہے' (علامہ عینی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ شدت تعصب کی وجہ سے آدمی اس سے زیادہ کہتا ہے اور علامہ نووی نے کیسے کہا کہ امام مالک کی تاویل باطل ہے' حالانکہ امام مالک علامہ نووی سے بڑے عالم ہیں اور وہ ان سے زیادہ احادیث اور آثار کو جاننے والے ہیں' پھر اس قائل نے کہا کہ جمہور فقہاء قبر پر بیٹھنے کو مکروہ کہتے ہیں اور اس میں امام مالک کا اختلاف ہے اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی جمہور کی مثل ہے' میں کہتا ہوں کہ اس طرح نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب امام مالک کی مثل ہے' جیسا کہ امام طحاوی نے نقل کیا ہے' پھر اس قائل نے جمہور کی تائید میں چند احادیث نقل کی ہیں' جن پر قبر پر بیٹھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے' (علامہ عینی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد قضاء حاجت کے لیے بیٹھنا ہے اور قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے جیسا کہ امام طحاوی نے کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس بحث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا موقف اور علامہ نووی کی نقل صحیح ہے اور علامہ عینی اور امام طحاوی کو اس مسئلہ میں خطا ہوئی ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب وہ نہیں ہے جو علامہ عینی اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے بلکہ ان کے نزدیک قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے' جیسا کہ ہم اس سے پہلے فقہاء احناف کی مشہور اور متداول کتب بدائع الصنائع' محیط برہانی' تبیین الحقائق' البحر الرائق اور فتاویٰ عالم گیری کے حوالوں سے بلکہ خود علامہ عینی کی عمدۃ القاری کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

فالحمد للہ علی ذالک۔

۱۳۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ. ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟ فَقَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ ایسی دو قبروں کے پاس سے گزرے جن کو عذاب دیا جارہا تھا' آپ نے فرمایا: بے شک ان کو عذاب دیا جارہا ہے اور ان کو کسی ایسی چیز میں عذاب نہیں دیا جارہا جس سے بچنا دشوار ہو۔ رہا ان دونوں میں سے ایک تو وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور رہا دوسرا تو وہ چغلی کرتا تھا' پھر آپ نے کھجور کے درخت کی ایک تر شاخ لی پس اس کے دو ٹکڑے کیے' پھر ہر ایک کی قبر میں ایک ٹکڑا گاڑ دیا' پس مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی' ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۶ میں گزر چکی ہے۔

۸۲ - بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ' وَقُعُوْدِ اَصْحَابِهٖ حَوْلَهٗ

محدث کا قبر کے پاس نصیحت کرنا اور اس کے اصحاب کا اس کے پاس بیٹھنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اگر زندہ لوگوں یا قبر والے کی کسی مصلحت کا تقاضا ہو تو قبر کے گرد لوگوں کا بیٹھنا جائز ہے' زندہ لوگوں کی مصلحت یہ ہے کہ ان کو موت اور آخرت کی یاد دلائی جائے اور قبر والے کی مصلحت یہ ہے کہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کی جائے اور اللہ کا ذکر کیا جائے تو اس سے میت کو نفع ہوگا۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے مُردوں پر (سورۃ) یٰس پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۲۱' سنن ابن ماجہ: ۱۴۴۸)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مُردے کے پاس قرآن مجید کی تلاوت سے اس کو فائدہ ہوتا ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت سے میت کو فائدہ نہیں ہوتا۔

﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ﴾ (المعارج: ٤٣) اَلْاَجْدَاثُ الْقُبُوْرُ.

جس دن لوگ "الاجداث" سے نکالے جائیں گے۔ (المعارج: ۴۳) "الاجداث" کا معنی قبور ہے۔

جس دن لوگ قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ○ (یٰس: ۵۱)

اور صور میں پھونکا جائے گا' پس اس وقت وہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے○

﴿بُعْثِرَتْ﴾ (الانفطار: ٤) اُثِيْرَتْ' بَعْثَرْتُ حَوْضِيْ اَيْ جَعَلْتُ اَسْفَلَهٗ اَعْلَاهُ.

"بعثرت" اکھاڑ دی جائیں گی یا ان کو الٹ پلٹ کر دیا جائے گا۔ "بَعْثَرْتُ حَوْضِيْ" کا معنی ہے: میں نے اس کے نچلے

حصہ کو اوپر کر دیا۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَإِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ○ (الانفطار: ۴)

اور جب قبروں کو پلٹ دیا جائے گا○

اَلْاِيْفَاضُ اَلْاِسْرَاعُ.

''الایفاض'' کا معنی ہے: جلدی جلدی بھاگتے ہوئے جانا۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ○ (المعارج: ۴۳)

جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ بتوں کی طرف بھاگتے ہوئے جا رہے ہیں○

وَقَرَاَ الْاَعْمَشُ ﴿اِلٰى نَصْبٍ﴾ (المعارج: ۴۳) اِلٰى شَيْءٍ مَّنْصُوْبٍ يَسْتَبِقُوْنَ اِلَيْهِ وَالنُّصُبُ وَاحِدٌ وَالنَّصْبُ مَصْدَرٌ.

الاعمش نے اس آیت میں ''الی نَصْب'' پڑھا ہے: یعنی جو چیز نصب کی گئی ہو اور لوگ اس کی طرف سبقت کر رہے ہوں' ''نُصُب'' واحد ہے اور ''نَصْب'' مصدر ہے۔

''نُصُب'' کا معنی ہے: ایک جھنڈا نصب کر دیا گیا ہے اور لوگ اس کی طرف بھاگ رہے ہیں اور جس نے ''نَصْب'' پڑھا اس کا معنی ہے: وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑ رہے ہیں' ''نَصْب'' کا معنی ہے: پتھر سے تراشے ہوئے بت' ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ پتھر جس کی عبادت کی جاتی ہے اور اس پر ذبح شدہ جانوروں کا خون بہایا جاتا ہے اور ایک قول ہے کہ وہ ایک جھنڈا ہے جس کو لوگوں کے لیے گاڑ دیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۹-۲۷۰)

﴿يَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾ (ق: ۴۲) مِنَ الْقُبُوْرِ ﴿يَنْسِلُوْنَ﴾ (یٰس: ۵۱) يَخْرُجُوْنَ.

''یوم الخروج'' قبروں سے نکلنے کے دن۔ ''ینسلون'' نکلیں گے۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ○ (ق: ۴۲)

جس روز وہ اس زبردست چنگھاڑ کو یقین کے ساتھ سنیں گے' یہی (قبروں سے) نکلنے کا دن ہوگا○

اور یہ اشارہ کیا ہے کہ یٰس: ۵۱ میں جو ''ینسلون'' کا لفظ ہے اس کا معنی نکلنا ہے۔

۱۳۶۲ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فَاَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ اِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَاِلَّا قَدْ كُتِبَ شَقِيَّةً اَوْ سَعِيْدَةً. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از سعد بن عبیدہ از ابو عبد الرحمان از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازے کے ساتھ تھے' ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے پس بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے' آپ کے پاس چھڑی تھی' آپ نے سر جھکایا اور اپنی چھڑی کے ساتھ زمین کریدنے لگے' پھر فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا جنت میں یا دوزخ میں ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے' ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے

فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ؟ قَالَ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ. ثُمَّ قَرَأَ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى﴾ (اللیل: ۵) الآیۃ. [اطراف الحدیث: ۴۹۴۵۔ ۴۹۴۶۔ ۴۹۴۷۔ ۴۹۴۸۔ ۶۲۱۷۔ ۶۶۰۵۔ ۷۵۵۲]

متعلق لکھے ہوئے پر اعتماد نہ کر لیں اور عمل کرنے کو چھوڑ دیں' پس جو شخص ہم میں سے نیک بخت ہوگا پس وہ عنقریب نیک بختوں کے عمل کی طرف رجوع کرے گا اور رہا وہ جو ہم میں سے بدبخت ہوگا پس وہ بدبختوں کے عمل کی طرف رجوع کرے گا؟ آپ نے فرمایا: رہے وہ جو اہل سعادت ہیں ان کے لیے سعادت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے اور جو اہل شقاوت ہیں ان کے لیے شقاوت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: پس رہا وہ جس نے (اللہ کی راہ میں) عطا کیا اور (اللہ سے) ڈرا○ اور نیکی کی تصدیق کی○ تو ہم اس کے لیے نیکی کے راستے آسان کر دیں گے○ (اللیل: ۷۔۵)

(صحیح مسلم: ۲۶۴۷' الرقم المسلسل: ۶۶۰۷' سنن ابوداؤد: ۴۶۹۴' سنن ترمذی: ۲۱۳۶' سنن ابن ماجہ: ۷۸' السنن الکبریٰ: ۱۱۶۷۸' مسند البزار: ۵۸۳' الادب المفرد: ۹۰۳' صحیح ابن حبان: ۳۳۴' مسند ابویعلیٰ ج ۱ ص ۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۱۔ ج ۳ ص ۵۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۵۰۶' مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عثمان بن محمد بن ابی شیبہ' ان کا نام ابراہیم ابوالحسن العبسی ہے (۲) جریر بن عبدالحمید الضبی (۳) منصور بن المعتمر (۴) سعد بن عبیدہ (۵) ابوعبدالرحمان اور یہ عبداللہ بن حبیب ہیں (۶) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷)

• اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔

"بقیع الغرقد" کا معنی

اس حدیث میں "بقیع الغرقد" کا لفظ ہے "بقیع" اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں مختلف اقسام کے درخت ہوں اور "الغرقد" کانٹوں والے درخت کو کہتے ہیں "بقیع الغرقد" اہل مدینہ کا قبرستان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷)

اس اعتراض کا جواب کہ جب سعادت اور شقاوت کو تقدیر میں لکھ دیا ہے تو عمل کی کیا ضرورت ہے؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب بندے کے اعمال کو ازل میں لکھ دیا گیا ہے تو پھر نیک اعمال پر اس کی مدح کیوں کی جاتی ہے اور بُرے اعمال پر اس کی مذمت کیوں کی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی مدح اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ نیک اعمال کا محل ہے نہ کہ اس لیے کہ وہ ان کا فاعل ہے اور بُرے اعمال پر اس کی مذمت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ بُرے اعمال کا محل ہے نہ کہ اس لیے کہ وہ بُرے اعمال کا فاعل ہے' یہ اشاعرہ کی طرف سے مشہور جواب ہے' جیسے جب کسی حسین چیز کی مدح کی جاتی ہے اور قبیح چیز کی مذمت کی جاتی ہے اور اسی لحاظ سے اس کو ثواب اور عذاب ہوتا ہے' جس طرح ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کہ کہا جائے کہ آگ کو چھونے کے بعد جلنے کی کیفیت کیوں ہوتی ہے' اسی طرح یہ بھی کہنا صحیح نہیں ہے کہ بُرے اعمال کے بعد عذاب کیوں ہوتا ہے۔

علامہ طیبی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تقدیر پر تکیہ کرنے سے اور عمل کو ترک کرنے سے منع کیا ہے اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ بندہ پر لازم ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے اور اللہ کے کاموں میں تصرف کرنے سے اجتناب کرے'

پس عبادت کرنے کو جنت کے دخول کا مستقل سبب نہ بنایا جائے اور عبادت کے ترک کرنے کو دوزخ میں دخول کا مستقل سبب نہ بنایا جائے بلکہ عبادت کا کرنا اور اس کو ترک کرنا جنت اور دوزخ میں دخول کی علامات ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سعادت اور شقاوت کو کتاب میں لکھ دیا ہے تو مسلمانوں نے قصد کیا کہ اس لکھے ہوئے کو حجت قرار دے کر عمل کرنے کو ترک کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ بتلایا کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں اور ایک چیز کی وجہ سے دوسری چیز باطل نہیں ہوتی' ایک ظاہری چیز ہے اور ایک باطنی چیز ہے اور وہی علت موجبہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوسری ظاہری چیز ہے اور وہ بندہ کے حق میں تمہ لازمہ ہے اور وہ خیالی علامت ہے اور آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ نے جو پیدا کیا ہے ان میں سے ہر ایک میسر ہے اور دنیا میں اس کا عمل آخرت کے انجام کی دلیل ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی○ (اللیل: ۷-۵)

پس رہا وہ جس نے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (اللہ سے) ڈرا○ اور نیکی کی تصدیق کی○ تو ہم اس کے لیے نیکی کے راستے آسان کر دیں گے○

اس کی نظیر یہ ہے کہ انسان کی قسمت میں رزق لکھ دیا ہے لیکن اس کو کمانے کا حکم دیا ہے اور اس کی زندگی کی میعاد مقرر ہے لیکن اس کو بیماری کا علاج کرنے کا حکم دیا ہے' اسی طرح سعادت اور شقاوت مقرر ہے لیکن اس کو نیکی کرنے اور برائی کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے' پس جس طرح وہ تقدیر میں لکھے ہوئے رزق پر تکیہ کر کے کمانے کو ترک نہیں کرتا اور تقدیر میں لکھی ہوئی زندگی کی مدت پر تکیہ کر کے بیماری میں علاج کو ترک نہیں کرتا' اسی طرح تقدیر میں لکھی ہوئی سعادت اور شقاوت پر تکیہ کر کے نیک اعمال کے کرنے اور بُرے اعمال کے نہ کرنے کو ترک نہ کرے' پس تقدیر میں لکھا ہوا امر باطنی علت موجبہ اور اللہ کا حکم ہے' اور انسان کے اعمال تمہ لازمہ ہیں اور خیالی علامت ہیں اور امر باطنی کی وجہ سے امر ظاہری کو ترک نہیں کیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۰۷۔ ج ۷ ص ۳۶۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے؟ (۲) جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب۔

۸۳ - بَابُ مَا جَاءَ فِیْ قَاتِلِ النَّفْسِ — اپنی جان کے قاتل کے متعلق جو حکم ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنی جان کو قتل کرے اس کا شریعت میں کیا حکم ہے۔

حضرت ابن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو چوڑے تیر سے قتل کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ (صحیح مسلم: ۹۷۸' سنن نسائی: ۱۹۶۰)

خود کشی کرنا گناہ کبیرہ ہے' اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے لیکن کسی بڑے عالم کو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہیے۔

۱۳۶۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ' عَنْ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا' فَهُوَ كَمَا قَالَ' وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِيْدَةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے غیر ملت اسلام کی عمداً جھوٹی قسم کھائی پس وہ اس طرح ہے' اور جس

عُذِّبَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ. نے لوہے کے ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کیا' اس کو اسی ہتھیار سے دوزخ میں عذاب ہوتا رہے گا۔

[اطراف الحدیث: ۱۳۷۱۔ ۴۱۷۱۔ ۴۸۴۳۔ ۶۰۴۷۔ ۶۱۰۵۔ ۶۶۵۲]

(صحیح مسلم: ۱۱۰' الرقم المسلسل: ۲۹۵' سنن ابوداؤد: ۳۲۵۷' سنن ترمذی: ۱۵۴۳' سنن نسائی: ۳۷۷۹' سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۸' الاحاد والمثانی: ۲۳۳۰' المعجم الکبیر: ۱۳۳۵' مسند ابویعلیٰ: ۱۵۳۵' جامع المسانید لابن جوزی: ۸۵۱۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۹۱۱)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جس نے لوہے کے ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کیا۔ الحدیث

''ملت'' کا معنیٰ' غیر ملت اسلام کی قسم کھانے والے کا شرعی حکم اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''ملت'' کا لفظ ہے' ''ملت'' کا معنیٰ ہے: دین جیسے ملت اسلام' یا یہودیت یا نصرانیت' ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنیٰ ہے: دین کے عظیم ارکان۔

نیز اس حدیث میں ہے: جس نے غیر ملت اسلام کی عمداً جھوٹی قسم کھائی پس وہ اسی طرح ہے۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس نے یہودیت یا عیسائیت کی تعظیم کی وجہ سے قسم کھائی خواہ وہ قسم جھوٹی کھائی ہو یا سچی کھائی ہو' بہر حال اس نے غیر ملت اسلام کی تعظیم کی کیونکہ قسم اسی کی کھائی جاتی ہے جس کی دل میں تعظیم ہوتی ہے اور غیر ملت اسلام کی تعظیم حرام اور ممنوع ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ چونکہ اس نے غیر ملت اسلام کی جھوٹی قسم کھائی ہے' اس وجہ سے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا' کافر نہیں ہوگا۔

علامہ کرمانی نے بھی کہا: وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا' کافر نہیں ہوگا' اور حدیث میں جو فرمایا ہے: پس وہ اسی طرح ہے' یہ تغلیظ کے لیے ہے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا: اس کا غیر ملت اسلام کی قسم کھانا کفر کے مشابہ ہے' کیونکہ اس نے قسم کھا کر غیر ملت اسلام کی تعظیم کی اور غیر ملت اسلام کی تعظیم کفر ہے' لہٰذا اس کا یہ قسم کھانا کفر کے مشابہ فعل ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا: جس نے عمداً غیر ملت اسلام کی تعظیم کی وہ حقیقۃً کافر ہو گیا اور حدیث میں یہی فرمایا ہے کہ جس نے عمداً غیر ملت اسلام کی قسم کھائی' وہ اسی طرح ہے' پس ایسا شخص حقیقۃً کافر ہے۔

علامہ عینی نے کہا: میں کہتا ہوں کہ وہ حقیقۃً کافر ہے اور کافروں کے مشابہ ہونا کم درجہ کی چیز ہے۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس شخص نے اس طرح قسم کھائی اس کی قسم منعقد ہو جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہے' کیونکہ ظہار کرنے والا بُری اور جھوٹی بات کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر کفارہ لازم کیا ہے اور یہ بھی بُری اور جھوٹی بات ہے' امام مالک' امام شافعی اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ اس پر توبہ کرنا اور تجدید اسلام کرنا لازم ہے کیونکہ حدیث میں ہے: جس نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی وہ کہے: لا الٰہ الا اللہ۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۴۷' سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۹) اور حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس پر صرف توبہ اور تجدید اسلام لازم ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے' ہم کہتے ہیں کہ کفارہ کا ذکر نہ ہونے سے اس کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۶۔ ۲۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٣٦٤ - وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ، فَمَا نَسِينَا، وَمَا نَخَافُ أَنْ يَكْذِبَ جُنْدَبٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ قَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بَدَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ، حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

[طرف الحدیث: ۳۴۶۳] (صحیح مسلم: ۱۱۳، الرقم المسلسل: ۳۰۰)

اور حجاج بن منہال نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از الحسن' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے اس مسجد میں یہ حدیث بیان کی' سو ہم اس کو نہیں بھولے اور ہمیں یہ خوف نہیں ہے کہ حضرت جندب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹی بات روایت کی ہو گی' آپ نے فرمایا: ایک شخص زخمی تھا اس نے خود کو قتل کر لیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان نکالنے میں مجھ پر سبقت کی' میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔

خودکشی کرنے والے پر جنت حرام کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال' مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان کو ہلاک کرنے میں مجھ پر سبقت کی' میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے' اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کی وجہ سے جنت حرام نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ. (النساء: ۱۱۶۔۴۸)

بے شک اللہ اس کو نہیں معاف فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا معاف فرما دے گا۔

حضرت عتبان بن مالک انصاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے دوزخ پر اس شخص کو حرام کر دیا ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور وہ اس سے اللہ کی رضا جوئی کا ارادہ کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۵' صحیح مسلم: ۳۳)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" کی شہادت دی' اللہ نے اس پر دوزخ کو حرام کر دیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۹' سنن ترمذی: ۲۶۳۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ کبیرہ کرنے والے کو جو وعید سنائی ہے وہ چاہے گا تو اس کو معاف کر دے اور چاہے گا تو اس پر وعید نافذ کرے گا' اس کو دوزخ میں ڈال دے گا' پھر کچھ عرصہ کے بعد اس کو دوزخ سے نکال لے گا' پھر اس کو اس کے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا' اور اس کو دائماً دوزخ میں نہیں رکھے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

چونکہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ اہل اسلام دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے' اس لیے یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ جو شخص خودکشی کو حلال جان کر خودکشی کرے گا' اس پر اللہ عزوجل جنت کو حرام کر دے گا کیونکہ وہ خودکشی کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اور کافر یقیناً ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے اعتبار سے فرمایا ہے' اس کی حقیقت مراد نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کو دوزخ میں داخل کرنے سے پہلے میں نے اس پر جنت کے دخول کو حرام کر دیا ہے یا کسی خاص جنت کو اس پر حرام کر دیا ہے کیونکہ جنتیں بہت سی ہیں یا یہ وعید اس کے لیے ہے جو حلال اور جائز سمجھ کر خودکشی کرے یا اس کو محض تغلیظ کے لیے فرمایا ہے اور اس کو خودکشی کرنے سے ڈرایا ہے اس کی حقیقت مراد نہیں یا مراد یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی سزا یہ ہے کہ اس پر جنت کو حرام کر دیا جائے لیکن اس پر اس سزا کو نافذ کرنا ضروری نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۳۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ، وَالَّذِي يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ. [طرف الحدیث: ۵۷۷۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا گلا گھونٹے گا اس کا دوزخ میں گلا گھونٹا جاتا رہے گا، اور جو شخص اپنے آپ کو نیزہ یا تیر مارے گا وہ دوزخ میں بھی اپنے آپ کو نیزہ یا تیر مارتا رہے گا۔

(صحیح ابن حبان: ۵۹۸۷، شرح مشکل الآثار: ۱۹۵، مسند الحمیدی ج ۲ ص ۵۰۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۶۱۸، ج ۱۵ ص ۳۸۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۵۷۷۵، ج ۶، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی موافق حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا، دوزخ میں اس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہوگا اور وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اس ہتھیار کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کیا، وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اپنے آپ کو گرا کر ہلاک کرتا رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو زہر سے ہلاک کیا، وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ زہر چاٹتا رہے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۷۸، صحیح مسلم: ۱۰۹، سنن ترمذی: ۲۰۴۳، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۱۶، شرح السنۃ: ۲۵۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۸-۴۷۸-۲۳۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان جس طریقہ سے خودکشی کرے گا اسی کی مثل طریقہ سے اس کو دائماً عذاب ہوتا رہے گا اور اس کی مغفرت نہیں ہوگی، لیکن ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خودکشی کرنے والے کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔

حدیث مذکور کی مخالف حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ کو مضبوط قلعہ کی ضرورت ہے؟ ان کے پاس زمانہ جاہلیت میں دوس کا قلعہ تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار کیا جو انصار کے لیے ذخیرہ تھا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت طفیل بن عمرو نے بھی ہجرت کی اور ان کے ساتھ ایک اور شخص نے بھی ہجرت کی، ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی، پس وہ شخص بیمار ہو گیا سو وہ صبر نہ کر سکا، اس نے چوڑے پھل کے تیر سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کے ہاتھوں سے خون بہنے لگا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا، حضرت طفیل بن عمرو نے اس کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا اور اس کے ہاتھوں پر پٹی دیکھی، حضرت طفیل نے پوچھا: تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا: میں

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو ہجرت کی تھی' اس وجہ سے اللہ نے میری مغفرت کر دی' انہوں نے پوچھا: میں تمہارے ہاتھوں پر پٹی کیسی دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: مجھ سے کہا گیا کہ جس چیز کو تم نے خود خراب کیا ہے ہم اس کو ہرگز ٹھیک نہیں کریں گے۔ حضرت طفیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ خواب بیان کیا تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے ہاتھوں کی بھی مغفرت فرما!

(صحیح مسلم:۱۱۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۱۔ ۳۷۰' مسند ابو یعلیٰ: ۲۱۷۵)

خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق امام طحاوی کی توجیہ

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ ان دونوں حدیثوں کے تعارض کے جواب میں لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے چوڑے تیر سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کو اس لیے کاٹا ہو کہ اس کے نزدیک اس بیماری کا یہی علاج تھا کہ فاسد خون کو نکال دیا جائے اور اس کا یہ خیال ہو کہ اگر اس فاسد خون کو نہ نکالا گیا تو اس سے اس کے پورے جسم میں یہ بیماری سرایت کر جائے گی (جیسا کہ آج کل بھی اگر کسی عضو میں زہر سرایت کر جائے اور اس سے پورے جسم کے فاسد ہونے کا خطرہ ہو تو ڈاکٹر اس عضو کو کاٹ دیتے ہیں۔ سعیدی غفرلہ) سو اس نے پورے جسم کی اصلاح کے لیے اپنی انگلیوں کے جوڑوں کو کاٹا' لیکن قضاء الٰہی سے اتنا خون بہ گیا کہ وہ فوت ہو گیا' سو اس صورت میں اس پر کوئی ملامت نہیں ہے اور نہ وہ آخرت میں کسی سزا کا مستحق ہے' کیونکہ اس کا ارادہ خودکشی کرنے کا نہ تھا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھوں کے لیے مغفرت کی دعا کی' اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی تقصیر ہوئی تھی جبھی تو آپ نے اس کے ہاتھوں کے لیے مغفرت کی دعا کی؛ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو خوف خدا کا غلبہ تھا' اس کی وجہ سے آپ نے یہ دعا کی۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱ ص ۱۸۷۔ ۱۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق علامہ نووی اور حافظ ابن حجر کی توجیہ

اس حدیث میں دو احتمال ہیں: ایک احتمال وہ ہے جس کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ شخص اپنی بیماری کی تکلیف پر صبر نہیں کر سکا اور اس نے خودکشی کے ارادہ سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے پھر اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ پہلی حدیث کے مطابق تو اس کو دائمی عذاب ہونا چاہیے تھا اور اس کی مغفرت نہیں ہونی چاہیے تھی' علامہ نووی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں اہل سنت کے ایک عظیم قاعدہ پر دلیل ہے کہ جس نے خودکشی کی یا کوئی اور معصیت کی اور بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کو قطعی طور پر دوزخی کہا جائے گا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے' وہ چاہے تو اس کو کچھ عرصہ سزا دے' اور چاہے تو معاف کر دے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۷۰۲۔ ۸۰۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ کہا ہے کہ خودکشی کرنے والے کے لیے دائمی عذاب کی وعید اس صورت میں ہے جب وہ جائز سمجھ کر خودکشی کرے' اس وقت وہ کافر ہو گا اور اس کو دائمی عذاب ہو گا' دوسرا جواب یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی سزا تو یہی ہے کہ اس کو دائمی عذاب دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کرم فرماتا ہے اور ان کو کچھ عرصہ کے بعد ان کی توحید کی وجہ سے دوزخ سے نکال لیتا ہے یا اصلاً عذاب نہیں دیتا یا اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر اور ڈرانے کے لیے فرمایا کہ خودکشی کرنے سے دائمی عذاب ہو گا تاکہ مسلمان خودکشی کرنے سے باز رہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۹۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۱۳۔ ۲۱۲۔ ج ۱ ص ۵۷۱۔ ۵۷۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① خودکشی پر دائمی عذاب کی وعید کی توجیہ ② غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل۔

٨٤ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ وَالْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ

رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۲۶۹ میں گزر چکی ہے۔

١٣٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيِّ ابْنُ سَلُولَ، دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ، وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا؟ أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ. فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ، قَالَ إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ، لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ يُغْفَرْ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا. قَالَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتّٰى نَزَلَتِ الْآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةٍ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا﴾ إِلٰى ﴿وَهُمْ فَاسِقُونَ﴾ (التوبہ: ۸۴) قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِي عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ، وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. [طرف الحدیث: ۴۶۷۱]

منافقین کی نماز جنازہ اور مشرکین کے لیے استغفار کا مکروہ ہونا

اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر نماز پڑھنے کے لیے بلایا گیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جانے کے لیے) کھڑے ہوئے تو میں جلدی سے آگے بڑھا پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ ابن ابی کی نماز پڑھا رہے ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن یہ کہا تھا اور فلاں دن یہ کہا تھا؟ میں اس کی سب باتیں گنواتا رہا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: اے عمر! مجھے چھوڑ دو جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا تھا پس میں نے اختیار کر لیا، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں نے ستر دفعہ سے زیادہ مغفرت طلب کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ مغفرت طلب کرتا، حضرت عمر نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز پڑھائی، پھر آپ واپس آ گئے پھر آپ تھوڑی دیر ٹھہرے تھے کہ سورۃ توبہ کی یہ آیت نازل ہو گئی: اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھیں، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اسی حالت میں مر گئے اور وہ فاسق ہیں ۝ (التوبہ: ۸۴) پھر بعد میں مجھے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی اس جراءت پر بہت تعجب ہوا اور اللہ اور رسول کو ہی زیادہ علم ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۰۹۷، سنن نسائی: ۱۹۶۵_۲۳۵، مسند البزار: ۹۳، صحیح ابن حبان: ۳۱۷۶، سنن کبریٰ: ۱۱۲۲۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۳_ ج ۱ ص ۲۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۵۶۹۸، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۶۰۶۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود' یہ سات فقہاء میں سے ایک ہیں (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۸)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت آیت (التوبہ: ۸۴) میں ہے' اگر اس پر اعتراض کیا جائے کہ عنوان میں مشرکین کے لیے استغفار کی کراہت کا بھی ذکر ہے اور اس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں التوبہ: ۸۴ کا ذکر ہے اور التوبہ: ۸۰ میں یہ آیت ہے: "فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ" "پس اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا" اور اس میں مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کا اشارہ ہے۔

منافقین کی قبر پر کھڑے ہونے کی ممانعت' صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھی

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ التوبہ: ۸۴ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی نماز پڑھانے سے منع فرمادیا ہے' اگرچہ وہ اسلام کو ظاہر کرتے تھے تاکہ ان کی جانیں محفوظ رہیں' رہا ان کی قبروں پر کھڑا ہونا تو وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممنوع تھا اور دیگر مسلمانوں کے لیے جائز تھا کہ وہ اپنے کافر آباء کی تدفین کے لیے ان کی قبروں پر کھڑے ہوں' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہوگئے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپ کا گمراہ چچا فوت ہوگیا' تو آپ نے فرمایا: جاؤ' اس کو زمین میں چھپادو' پھر کسی سے کوئی بات ذکر نہ کرنا حتیٰ کہ میرے پاس آنا' پس میں گیا اور میں نے اس کو زمین میں چھپادیا اور میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا اور میرے لیے دعا کی۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۱۴' سنن نسائی: ۱۹۰)

سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ ایک یہودی فوت ہوگیا' اس کا بیٹا مسلمان تھا' اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا' تو انہوں نے کہا کہ اس کو چاہیے کہ اس کے ساتھ جائے اور اس کو دفن کرے اور جب تک وہ زندہ ہے اس کے لیے ہدایت کی دعا کرتا رہے اور جب وہ مر جائے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کردے اور التوبہ: ۱۱۳ کی تلاوت کی۔

ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ حارث بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ کی ماں فوت ہوگئی اور وہ نصرانی تھی' حارث کی تکریم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس کے جنازہ کے ساتھ گئے اور ان کی ماں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

اصاغر کا اکابر کی رائے کے خلاف اپنی رائے دینے اور اس پر اصرار کرنے کا جواز

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کیا کہ آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں' اس میں یہ فقہ ہے کہ خیرخواہ وزیر کے لیے جائز ہے کہ سلطان کو اپنی رائے بتائے خواہ اس کی رائے سلطان کی رائے کے خلاف ہو' جب کہ سلطان کو علم ہو کہ اس وزیر کی نیت نیک ہے اور وہ اس کا خیرخواہ ہے اور اس کے اعمال صالحہ ہیں تو اس وزیر کے اجتہاد پر ملامت نہیں کی جائے گی اور اس کے ساتھ بدگمانی نہیں کی جائے گی اور سلطان کا اس کے اصرار اور اس کی ضد پر صبر کرنا سلطان کے اعلیٰ اخلاق کی علامت ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے اصرار پر سکوت کیا اور انکار نہیں فرمایا اور اپنی رائے کی موافقت میں قرآن مجید کی آیت پیش کی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بہت بڑا نمونہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید میں التوبہ: ۸۴ نازل ہوئی' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا معاذ اللہ غلط تھا' کیونکہ التوبہ: ۸۴ آپ کے نماز پڑھانے کے بعد نازل ہوئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت وہی صحیح عمل تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف تھا۔

٨٥ - بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ

لوگوں کا میت کی تحسین کرنا

١٣٦٧ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ. ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ' اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِى الْاَرْضِ. [طرف الحدیث: ۲۶۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ایک جنازہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کی تحسین کی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ واجب ہو گئی' پھر وہ دوسرے جنازہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کی مذمت کی' پس آپ نے فرمایا: یہ واجب ہو گئی' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا واجب ہو گئی؟ تو آپ نے فرمایا: یہ جنازہ جس کی تم نے تحسین کی ہے اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور یہ جنازہ جس کی تم نے مذمت کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہو گئی' تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۹۴۹' الرقم المسلسل: ۲۱۶۵' سنن نسائی: ۱۹۳۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶۸-۳۶۷' شرح السنۃ: ۱۴۹۰' شرح مشکل الآثار: ۳۳۰۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۹۳۸' ج ۲۰ ص ۲۶۹' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' مسند الطحاوی: ۷۸۹۳)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: مسلمانوں نے اس جنازہ کی تحسین کی۔

باب مذکور کی موافق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا پس ایک جنازہ گزرا' آپ نے پوچھا: یہ کیسا جنازہ ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہو گئی' واجب ہو گئی' واجب ہو گئی' اور ایک اور جنازہ گزرا تو صحابہ نے کہا: یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے' جو اللہ اور اس کے رسول سے بغض رکھتا ہے اور اللہ کی نافرمانی میں عمل کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے' آپ نے فرمایا: واجب ہو گئی' واجب ہو گئی' واجب ہو گئی' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! پہلے جنازہ کی تحسین کی گئی اور دوسرے جنازہ کی مذمت کی گئی اور آپ نے فرمایا: واجب ہو گئی' واجب ہو گئی' واجب ہو گئی' آپ نے فرمایا: ہاں! اے ابوبکر! جب ہم آدم کسی کی تحسین یا مذمت کرتے ہیں تو فرشتے ان کی زبان سے کلام کرتے ہیں۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے موافق ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔

(المستدرک: ۱۳۳۷ ـ ج ۱ ص ۳۷۷ 'مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جو مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے پڑوس میں سے چار زیادہ قریب گھر والے یہ شہادت دیں کہ وہ اس شخص کے متعلق سوا خیر کے اور کچھ نہیں جانتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میں نے تمہارا قول قبول کر لیا ہے یا فرماتا ہے: میں نے تمہاری شہادت قبول کر لی' اور اس کے متعلق جن کاموں کا تمہیں علم نہیں ہے' ان کو میں نے معاف کر دیا۔ یہ حدیث بھی امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور شیخین نے اس کی روایت نہیں کی۔ (المستدرک: ۱۳۳۸ ـ ج ۱ ص ۳۷۷ 'المطالب العالیہ: ۷۵۰ 'مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۲ 'تاریخ بغداد ج ۷ ص ۳۵۵ 'صحیح ابن حبان: ۳۰۲۶ 'مسند ابویعلیٰ: ۳۴۹۱)

ابو الاسود الدؤلی بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا' وہاں ایک بیماری پھیلی ہوئی تھی جس سے لوگ بہ کثرت مر رہے تھے' پس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا تو ایک جنازہ گزرا پس اس کی تحسین کی گئی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہو گئی' پھر دوسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی' حضرت عمر نے کہا: واجب ہو گئی' پھر تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی' حضرت عمر نے کہا: واجب ہو گئی' ابو الاسود نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! یہ آپ نے کیوں کہا ہے؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کے لیے بھی چار مسلمان نیکی کی گواہی دیں' اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے' ہم نے پوچھا: اور تین؟ آپ نے فرمایا: اور تین' ہم نے پوچھا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو' پھر ہم نے ایک کے متعلق سوال نہیں کیا۔ (شرح مشکل الآثار: ۳۰۸۰ 'مسند احمد ج ۱ ص ۲۰ ص ۳۰ 'صحیح البخاری: ۲۶۴۳ 'سنن ترمذی: ۱۰۵۹ 'صحیح ابن حبان: ۳۰۲۸ 'سنن نسائی ج ۴ ص ۵۰ ۵۱ 'شرح السنہ: ۱۵۰۶)

جن فوت شدہ لوگوں کی مسلمان تحسین کریں' ان کے جنتی ہونے اور جن کی مذمت کریں' ان کے دوزخی ہونے کا سبب

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس فوت شدہ شخص کے متعلق مسلمان نیکی کی گواہی دیں' اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کے گناہوں پر پردہ رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ جس پر دنیا میں پردہ رکھے اس کو آخرت میں رسوا نہیں کرتا۔ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں جس بندہ کا پردہ رکھتا ہے اس کا آخرت میں بھی پردہ رکھتا ہے۔ (شرح مشکل الآثار: ۵۱۸ 'مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۵ ـ ۱۶۰ 'مسند ابویعلیٰ: ۴۵۶۶ 'الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۹ 'مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۷۳ 'المعجم الکبیر: ۸۷۹۹ ـ ۸۹۸ ـ ۱۰۲۳)

جس شخص کی دنیا میں تحسین کی گئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے آخرت میں اس کا پردہ رکھا ہے اور جس شخص کی دنیا میں مذمت کی گئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا آخرت میں پردہ نہیں رکھا' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان احادیث سے استنباط ہے اور بہت عمدہ استنباط ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۸ ص ۳۵۸ ـ ۳۵۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۷ ھ)

زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ کس قسم کے مسلمان ہیں اور مرے ہوئے لوگوں کو بُرا کہنا ممنوع ہے' پھر ان کی مذمت کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں فوت شدہ کی تحسین یا مذمت کرنے والے جن لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو' اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں یا جو لوگ قوت ایمان اور اعمال صالحہ میں ان کی صفات پر ہوں یعنی متقین' صالحین اور علماء ربانیین اور

جن لوگوں کی صحابہ نے مذمت کی تھی' ان سے مراد منافقین ہیں یا وہ لوگ جو کھلے عام بُرائی کرنے والے ہوں۔ واضح رہے کہ احادیث میں مرنے والے کی برائی بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرے ہوئے لوگوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال کی جزاء پانے کے لیے جا چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۳' صحیح ابن حبان: ۳۰۲۱' سنن نسائی: ۱۹۳۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مُردوں کے محاسن کا ذکر کرو اور ان کی بُرائیوں سے درگزر کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۰' سنن ترمذی: ۱۰۱۹' المعجم الصغیر: ۴۶۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۵' المستدرک: ۱۳۶۱)

اور ان احادیث میں جن مُردوں کی مذمت کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد کافر اور منافق ہیں یا فاسق معلن اور بدعتی لوگ اور مرنے کے بعد ان کی مذمت اس لیے کی جاتی ہے کہ مسلمان ان کی روش پر نہ چلیں اور ان کی اتباع اور ان کی اقتداء نہ کریں۔

۱۳۶۸ - حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ' عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ' وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ' فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ' فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ' فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا' فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَجَبَتْ' ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا' فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا' فَقَالَ وَجَبَتْ. فَقَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ' شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ' أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ. فَقُلْنَا وَثَلَاثَةٌ' قَالَ وَثَلَاثَةٌ. فَقُلْنَا وَاثْنَانِ' قَالَ وَاثْنَانِ. ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی' از عبد اللہ بن بریدہ از ابی الاسود' انہوں نے بیان کیا کہ میں مدینہ میں آیا اور وہاں ایک بیماری پھیلی ہوئی تھی' پس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا' پھر وہاں سے ایک جنازہ گزرا' پس اس کی تحسین کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہو گئی' پھر دوسرا جنازہ گزرا تو اس کی بھی تحسین کی گئی' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہو گئی' پھر تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی' پس حضرت عمر نے کہا: واجب ہو گئی' ابو الاسود نے کہا: میں نے پوچھا: اے امیر المومنین! کیا چیز واجب ہو گئی؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کے حق میں بھی چار مسلمان نیکی کی گواہی دیں' اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا' ہم نے کہا: اور تین؟ آپ نے فرمایا: اور تین' پس ہم نے کہا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو' پھر ہم نے ایک کے متعلق آپ سے سوال نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۳۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۶ - بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ

عذاب قبر کے متعلق جو احادیث ہیں

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ﴾ (الانعام: ۹۳). الْهُوْنُ هُوَ الْهَوَانُ' وَالْهَوْنُ الرِّفْقُ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور کاش آپ اس وقت دیکھتے جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور موت کے فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (اور کہہ رہے ہوں گے:) اپنی جانیں نکالو! آج تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔ (الانعام:

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾ (التوبہ: ۱۰۱). وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ○ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (المومن: ٤٦-٤٥).

۹۳) ''ھُون'' کا معنی ذلت ہے اور ''ھَون'' کا معنی ملائمت ہے' اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ہم عنقریب ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر ان کو عظیم عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا○ (التوبہ: ۱۰۱) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور آلِ فرعون کا سخت عذاب نے احاطہ کر لیا○ ان کو ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور (اس دن بھی پیش کیا جائے گا) جب قیامت قائم ہوگی' (ارشاد ہوگا کہ) آلِ فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں جھونکو○ (المومن: ۴۶-۴۵)

عنوان میں درج آیات کی عذابِ قبر پر دلالت

الانعام: ۹۳ میں ظالم لوگوں سے مراد کفار ہیں اور اس میں ''غمرات'' کا لفظ ہے' اس سے مراد موت کی سختیاں ہیں' اس میں مذکور ہے کہ موت کے فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے' ''الیوم'' سے مراد ہے: روح قبض کرنے کا دن اور یہی عذاب کی ابتداء کا وقت ہے اور اس کی ابتداء عذابِ قبر سے ہوگی' اس سے واضح ہوا کہ عذابِ قبر برحق ہے' ورنہ ہاتھ بڑھا کر جان نکالنے کا حکم دینے کے ساتھ اس بات کا کوئی معنی نہیں ہے کہ آج تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا' واضح رہے کہ قبر سے مراد برزخ کی زندگی ہے' برزخ کا معنی ہے: دنیا کی زندگی کے بعد اور آخرت کی زندگی سے پہلے کا زمانہ' یہ اس درمیانی وقت کی زندگی ہے جس کی مدت انسان کی موت سے لے کر قیامت کے وقوع تک ہے' اس کو برزخی حیات کہتے ہیں' خواہ انسان کسی درندہ کے پیٹ میں ہو یا اس کی لاش دریا یا سمندر میں ہو یا وہ جل کر راکھ ہو چکا ہو یا قبر میں مدفون ہو' ہر صورت میں اس کے اجزاء اصلیہ کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے باقی رکھتا ہے اور روح کا ان اجزاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور عذاب اور ثواب کی کیفیات کا ترتب ان ہی اجزاء پر ہوتا ہے' اس آیت میں عذابِ قبر کا واضح ثبوت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۸۱ ملخصاً' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

التوبہ: ۱۰۱ میں فرمایا: ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے' ایک مرتبہ ان کو دنیا میں ذلت اور رسوائی کا عذاب دیا گیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے لے کر چھتیس منافقوں کو مسجد نبوی سے نکال دیا' اور فرمایا: اے فلاں شخص! مسجد سے نکل جا' تو منافق ہے' اور دوسری مرتبہ ان کو قبر میں عذاب دیا گیا' سو اس آیت میں بھی عذابِ قبر کا ثبوت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۳۰ ملخصاً' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

المومن: ۴۵ میں فرمایا: آلِ فرعون کا سخت عذاب نے احاطہ کر لیا' آلِ فرعون کو دنیا میں سمندر میں غرق کر دیا اور آخرت میں ان کے لیے دوزخ کا سخت ترین عذاب ہے۔

المومن: ۴۶ میں فرمایا: ان کو ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے: اس سے مراد آخرت کا عذاب نہیں ہے کیونکہ صبح اور شام کا تحقق دنیا میں ہے اور ان کو قبر میں ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہی عذابِ قبر ہے اور یہ عذاب ان کو قیامت سے پہلے قبر میں دیا جاتا ہے' پھر اس پر عطف کر کے فرمایا: اور اس دن بھی ان کو آگ پر پیش کیا جائے گا جب قیامت قائم ہوگی' اور عطف تغایر کا تقاضا کرتا ہے یعنی قیامت سے پہلے کا عذاب اور ہے اور قیامت کے دن کا عذاب اور ہے' اور پہلے جو عذاب ہوگا وہ قبر میں ہوگا' اس کے بعد فرمایا: (فرشتوں سے کہا جائے گا کہ:) آلِ فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں جھونکو' زیادہ سخت عذاب کے الفاظ میں بھی یہ اشارہ ہے کہ اس سے پہلے ان کو دنیا میں بھی عذاب دیا گیا تھا لیکن وہ زیادہ سخت عذاب نہیں تھا اور اب قیامت کے دن جو عذاب دیا جائے گا

وہ زیادہ سخت عذاب ہوگا اور اس میں بھی عذاب قبر کا ثبوت ہے یعنی قیامت سے پہلے جو عذاب دیا گیا تھا وہ عذاب قبر تھا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۸۹۔۸۸ ملخصاً دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

۱۳۶۹ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أُتِيَ ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (ابراہیم: ۲۷). [طرف الحدیث: ۴۶۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از علقمہ بن مرثد از سعد بن عبیدہ از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب مومن کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے لائے جاتے ہیں' پھر وہ گواہی دیتا ہے: ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' پس یہ اس آیت کا مصداق ہے: اللہ ایمان والوں کو قول ثابت پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷)

(سنن ترمذی: ۱۰۵۹' سنن نسائی: ۲۰۵۳' سنن ابوداؤد: ۴۷۵۰' سنن ترمذی: ۳۱۲۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۴۵' صحیح ابن حبان: ۲۰۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۷' المعجم الاوسط: ۳۶۷۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۴۸۲' ج ۳۰ ص ۴۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۰۳۹ مکتبۃ الرشد ریاض)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ سورۂ ابراہیم: ۲۷' عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر الحارث الحوضی النمری الازدی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) علقمہ بن مرثد (۴) سعد بن عبیدہ (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۸۹)

حافظ ابن کثیر نے سورۂ ابراہیم: ۲۷ کی تفسیر میں یہ روایت درج کی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قبر میں فرشتے مسلمان سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے' وہ پھر پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے' وہ پوچھتے ہیں: تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' وہ اللہ کے پاس سے معجزات اور دلائل لے کر آئے تو میں ان پر ایمان لایا اور میں نے ان کی تصدیق کی' پھر اس سے کہا جائے گا: تو نے سچ کہا' تو اسی دین پر زندہ رہا اور اسی پر مرا اور اسی پر تجھ کو اٹھایا جائے گا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۹۵ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا وَزَادَ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے یہ حدیث بیان کی اور یہ اضافہ کیا: اللہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷) یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

عذاب قبر کے متعلق دیگر احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو یا تم میں سے کسی ایک کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ فام نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں' جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے' وہ کہتے ہیں: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ وہی کہے گا جو کہتا تھا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں'' اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدا عبدہ ورسولہ'' فرشتے کہیں گے: ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے' پھر اس کی قبر میں ستر ضرب ستر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی' پھر اس کے لیے قبر کو منور کر دیا جائے گا' پھر اس سے کہا جائے گا: سو جا' وہ قبر والا کہے گا: میں اپنے گھر جاؤں اور ان کو خبر دوں؟ فرشتے کہیں گے: تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو صرف وہی بیدار کرتا ہے جو اس کو اپنے گھر میں سے زیادہ محبوب ہو' حتیٰ کہ اس کو اللہ اس کی اس جگہ سے اٹھائے گا اور اگر وہ مردہ منافق ہو تو وہ کہے گا: میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا' میں نہیں جانتا' فرشتے کہیں گے: ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے' پھر زمین سے کہا جائے گا: تو اس پر مل جا' سو وہ زمین اس پر مل جائے گی' پس اس کی پسلیاں ادھر سے اُدھر ہو جائیں گی' پھر اس کو قبر میں اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ اس کو اس جگہ سے اٹھائے گا۔ (سنن ترمذی:۱۰۷۱' صحیح ابن حبان:۳۱۱۷)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس باب میں حضرت علی سے' حضرت زید بن ثابت سے اور حضرت ابن عباس اور حضرت البراء بن عازب سے اور حضرت ابو ایوب سے اور حضرت انس سے اور حضرت جابر سے اور حضرت عائشہ سے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں' ان میں سے ہر ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق حدیث روایت کی ہے۔

(سنن ترمذی ص ۲۵۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی کی روایت مجھے نہیں مل سکی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت' صحیح مسلم:۲۸۶۷ میں ہے اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت' سنن ابوداؤد:۴۷۵۰ میں ہے اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی روایت مجھے نہیں ملی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت' صحیح البخاری:۱۳۳۸' اور صحیح مسلم:۲۸۷۰' اور سنن ابوداؤد:۳۲۳۱' سنن نسائی:۲۰۵۱' اور مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ میں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت' مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲۔ ۲۳۳' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت' صحیح البخاری:۱۳۷۲' اور صحیح مسلم:۵۸۴ میں ہے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت' سنن ترمذی:۲۴۶۰ میں ہے۔

قارئین کے استفادہ کے لیے بعض اہم احادیث کے متن کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے پس وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی: '' یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ '' (ابراہیم:۲۷)۔

(المعجم الکبیر:۹۱۴۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۳' بیروت' الشریعہ للآجری:۸۱۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے' ہم قبر تک پہنچے

جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے' گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں' آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے' آپ نے اپنا سر (اقدس) اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو' اور فرمایا: جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا' جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ھناد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے' پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے' پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پھر وہ کہیں گے: تم کو کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی' میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی' اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے: ''یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ'' (ابراہیم: ۲۷) پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا' اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو' پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی' اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی' پھر آپ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: اس نے جھوٹ بولا' اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو' پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی' حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی' پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا' اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے' پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا' جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔

امام عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ' امام احمد متوفی ۲۴۱ھ' امام آجری متوفی ۳۶۰ھ اور امام ابو عبد اللہ حاکم نیشا پوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۵۳' مصنف عبد الرزاق: ۶۷۳۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۵۳۴' الشریعہ للآجری: ۸۱۳' المستدرک ج ۱ ص ۳۷)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوتے تو آپ اس کی قبر پر کھڑے رہتے اور فرمایا: اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۲۱' المستدرک ج ۱ ص ۳۷۰' شرح السنۃ: ۱۵۲۳' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۵۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے ڈوبتے ہوئے سورج کی شکل دکھائی جاتی ہے تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: مجھے نماز پڑھنے دو۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۲۷۲' موارد الظمآن: ۷۷۹' صحیح ابن حبان: ۳۱۱۶)

ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن' ابراہیم: ۲۷ کی تفسیر میں اس بحث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے' جو قارئین اس بحث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہوں' وہ اس مقام کا مطالعہ کریں۔

۱۳۷۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ اِطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَهْلِ الْقَلِيْبِ فَقَالَ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَقِيْلَ لَهُ أَتَدْعُوْ أَمْوَاتًا؟ فَقَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ. [اطراف الحدیث: ۳۹۸۰-۴۰۲۶]

(صحیح مسلم: ۹۳۲، الرقم المسلسل: ۲۱۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۷، المعجم الکبیر: ۱۳۲۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۹۵۸۔ ج ۹ ص ۲۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بدر کے جس کنویں میں بدر کے دن جن کافروں کو ڈال دیا گیا تھا' نبی ﷺ نے اس کنویں میں جھانکا اور فرمایا: تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا تم نے اس کو سچا پالیا؟ آپ سے کہا گیا: کیا آپ مُردوں کو پکار رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف القرشی الزہری (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد (۴) صالح بن کیسان ابو محمد (۵) نافع مولی ابن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۹۰)

حدیث مذکور میں عذابِ قبر کی دلیل

آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اس میں یہ دلیل ہے کہ مُردوں کو قبر میں حیات حاصل ہوتی ہے اور جب ان میں حیات ہوتی ہے تو وہ درد اور اذیت کا ادراک کر سکتے ہیں لہٰذا قبر میں ان کے عذاب پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

۱۳۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُوْلُ حَقٌّ. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل: ۸۰). [اطراف الحدیث: ۳۹۷۹-۳۹۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا: وہ اب اس بات کو جان رہے ہیں کہ بے شک میں ان سے حق کہتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل: ۸۰)

اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے اور اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ اب اس بات کو جان رہے ہیں کہ میں ان سے حق کہتا تھا۔

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث: ۱۳۷۰' اور حضرت عائشہ کی حدیث: ۱۳۷۱' عذابِ قبر کے متعلق متعارض ہیں' حضرت ابن عمر کی حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ مُردے سنتے ہیں اور دوسری احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جب مردوں

سے سوال کیا جاتا ہے اور کفار جواب نہیں دیتے تو ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور جب فرشتے مُردوں سے سوال کرتے ہیں تو ان میں روح لوٹادی جاتی ہے اور جب وہ زندہ ہوتے ہیں تو ان کو قبر میں عذاب بھی ہوسکتا ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جب مردے میں روح نہ لوٹائی گئی ہو اس لیے انہوں نے مُردوں کے سننے کی نفی کی۔

١٣٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ سَمِعْتُ الْأَشْعَثَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا، فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ، فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ؟ فَقَالَ نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ' انہوں نے کہا: میں نے اشعث سے سنا از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک یہودی عورت حضرت عائشہ کے پاس آئی' پھر اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا' اس نے کہا: اللہ آپ کو عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھے' پھر حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں! عذاب قبر ہوتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: پھر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو عذاب قبر سے پناہ طلب کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٤٣ میں گزر چکی ہے۔

١٣٧٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا تَقُولُ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا، فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يَفْتَتِنُ فِيهَا الْمَرْءُ، فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً. زَادَ غُنْدَرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' پھر آپ نے قبر کے اس فتنہ کا ذکر کیا جس میں ہر شخص مبتلا ہوگا' جب آپ نے یہ ذکر کیا تو مسلمانوں نے سن کر چیخ و پکار کی' غندر نے عذاب قبر کا اضافہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٦ میں گزر چکی ہے۔

١٣٧٤ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ، وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو بے شک وہ ضرور ان کی

الرَّجُلِ؟ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ، فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا. قَالَ قَتَادَةُ وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ فِيْ قَبْرِهِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى حَدِيْثِ أَنَسٍ، قَالَ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِيْ، كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ، فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ.

جوتیوں کی آواز سنتا ہے' اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پس وہ اس کو بٹھا دیتے ہیں' پھر وہ کہتے ہیں: تم اس شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس رہا مومن تو وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' پھر اس سے کہا جائے گا: دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ' اللہ نے اس کو جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے' پس وہ دونوں ٹھکانوں کی طرف دیکھے گا قتادہ نے کہا: ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی قبر میں وسعت کر دی جائے گی' پھر انہوں نے حضرت انس کی حدیث کی طرف رجوع کیا اور کہا: رہا منافق اور کافر پس اس سے کہا جائے گا: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا: میں نہیں جانتا! لوگ جو کہتے تھے میں بھی وہی کہہ دیتا تھا۔ اس سے کہا جائے گا: تم نے عقل سے جانا نہ قرآن سے تلاوت کی' اور اس کو لوہے کے ہتھوڑوں سے ضرب لگائی جائے گی' پھر وہ زور سے چیخے گا جس کو جن اور انسان کے علاوہ سب قریب والے سنیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۳۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۷ - بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

عذاب قبر سے پناہ طلب کرنا

۱۳۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَوْنُ بْنُ أَبِيْ جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا، فَقَالَ يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِيْ قُبُوْرِهَا. وَقَالَ النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عون بن ابی جحیفہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت البراء بن عازب از ابی ایوب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے' اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا' پس آپ نے آواز سنی تو فرمایا: یہود کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے' اور النضر نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عون نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا از ابی ایوب رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۹' الرقم المسلسل: ۷۰۸۲' سنن نسائی: ۲۰۵۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۵' صحیح ابن حبان: ۳۱۲۴' المعجم الکبیر: ۳۸۵۶' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۷' مسند احمد: ۲۳۵۳۹۔ ج ۳۸ ص ۵۲۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ بن عبید یہ العنزی کے نام سے معروف ہیں (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) عون بن ابی جحیفہ (۵) ان کے والد ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ یہ صحابی ہیں' ان کا نام وہب بن عبد اللہ السوائی ہے (۶) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام خالد بن زید ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۹۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب کے وقت مردہ کی چیخ و پکار کو سننا آپ کی خصوصیت ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے آواز سنی' ہوسکتا ہے یہ فرشتوں کے عذاب دینے کی آواز ہو یا ان یہودیوں کی آواز ہو جن کو عذاب ہو رہا تھا یا یہ عذاب واقع ہونے کی آواز ہو' اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورج غروب ہو گیا یا غروب ہونے کے لیے زرد پڑ گیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا اور میرے ساتھ لوٹے میں پانی تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے اور میں آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا حتیٰ کہ آپ آ گئے' پس میں نے آپ کو وضوء کرایا' پھر آپ نے پوچھا: اے ابوایوب! کیا تم وہ آواز سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' آپ نے فرمایا: میں یہودیوں کی آوازیں سن رہا ہوں جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۳۸۵۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عذاب کے وقت مردہ جو چیخ و پکار کرتا ہے' اس کے متعلق حدیث میں گزر چکا ہے کہ اس کو کوئی جن یا انسان نہیں سن سکتا تو آپ نے ان کی آواز کیسے سن لی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام انسان ان کو نہیں سن سکتا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام انسان تو نہیں ہیں' آپ کے تمام حواس کی قوت عام انسانوں سے زیادہ تھی یا پھر یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۱۳۷٦ - حَدَّثَنَا مُعَلًّى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِي أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [طرف الحدیث: ۶۳٦۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ' انہوں نے کہا: خالد بن سعید بن العاص کی بیٹی نے مجھ سے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے سنا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۳۷۳' السنن الکبریٰ: ۷۰۴۰' الآحاد والمثانی: ۳۱۷۲' شرح مشکل الآثار: ۵۱۸۳' صحیح ابن حبان: ۱۰۰۱' المعجم الکبیر: ۲۲۴ ج ۲۵' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۰۵۶' ج ۴۴ ص ۶۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معلّی بن اسد (۲) وہیب بن خالد (۳) خالد بن سعید بن العاص کی بیٹی' ان کا نام ام خالد الامویہ ہے' یہ حبشہ میں پیدا ہوئیں' ان سے زبیر نے نکاح کیا' پھر ان سے خالد اور عمر پیدا ہوئے' علامہ ذہبی نے کہا ہے: یہ صحابیہ ہیں' ان سے موسیٰ بن ابراہیم کے دو بیٹوں عقبہ اور کریب بن سلیمان نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۹۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عذاب قبر سے پناہ طلب کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر سے پناہ طلب کی' حالانکہ آپ معصوم' مطہر اور مغفور ہیں' تو جو عام مسلمان معصوم ہیں نہ گناہوں سے مطہر ہیں اور نہ ان کی مغفرت کی بشارت ہے' ان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل کریں اور گناہوں سے

اجتناب کریں اور عذابِ قبر سے بلکہ ہر قسم کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر کے عذاب سے پناہ طلب کرنا' اس لیے تھا کہ مسلمان آپ کے اس فعل کی اتباع کریں اور آپ کے تمام احکام پر عمل کریں اور آپ کے اسوہ کی اقتداء کریں حتیٰ کہ وہ دنیا اور آخرت کی سختیوں سے نجات پائیں۔

١٣٧٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ' وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ' وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ' وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۵۸۸' الرقم المسلسل: ۱۳۰۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۳۹' صحیح ابن حبان: ۱۰۱۹' المستدرک ج ۱ ص ۵۳۴' کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۳۷۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۷۶۸۔ ج ۱۶ ص ۳۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغفور ہونے کے باوجود قبر اور دوزخ کے عذاب سے کیوں پناہ طلب کرتے تھے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں اس کی دلیل ہے کہ عذابِ قبر برحق ہے جیسا کہ اہلِ سنت کا مذہب ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم بنایا اور گناہوں سے پاک رکھا اور آپ کے اگلے اور پچھلے تمام بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کو معاف فرما دیا' سو جو شخص معصوم ہو نہ گناہوں سے پاک ہو' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے کیونکہ نبی اکرم ہی اس کے لیے نمونہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دے دی تھی کہ اس نے آپ کی اگلی اور پچھلی مغفرت فرما دی ہے تو پھر آپ کے عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کی کیا توجیہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر کے عذاب سے اور ہر اس چیز کے عذاب سے جس سے آپ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی' اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کا اظہار ہے اور اس کی نعمتوں کا اقرار ہے اور یہ اعتراف ہے کہ اس کی بے پایاں نعمتوں کا کماحقہ شکر نہیں ادا ہو سکتا' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اتنا زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے دونوں قدم سوج جاتے تھے پس حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلافِ اولیٰ تمام کاموں) کی مغفرت فرما دی ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بنوں!

(صحیح البخاری: ۴۸۳۷' صحیح مسلم: ۲۸۲۰)

پس جس شخص کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت عظیم ہوں' اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کرے' خصوصاً انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے عبادِ صالحین' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عذابِ قبر اور دیگر انواع کے عذاب سے پناہ طلب کی ہے' اس میں امت کے لیے تعلیم ہے اور ان کے عمل کے لیے نمونہ ہے اور آپ کی اقتداء کرنے اور آپ کی سنت کی اتباع کرنے کی ترغیب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۹ ۳-۵۸ ۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے فتنہ سے پناہ طلب کی ہے' زندگی کے فتنہ سے مراد یہ ہے کہ آفات اور مصائب کے واقع ہونے پر صبر نہ کیا جائے اور بندہ اللہ کی تقدیر پر راضی نہ ہو اور بُرے کاموں پر اصرار کرے۔

اور موت کے فتنہ سے پناہ طلب کی ہے' اور موت کے فتنہ سے مراد ہے: منکر اور نکیر کے سوال کے وقت حیرت اور خوف' عذاب قبر اور قبر کی دوسری سختیاں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بہ طور عبادت اور تعلیم کی ہے۔

اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے اور اس سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۳۰۷' دار الرشید' حلب' سوریا)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ان جاہل اور بناوٹی صوفیوں کا رد ہے' جو دوزخ سے پناہ طلب کرنے کو اپنے مرتبہ سے کم تر خیال کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کس کا مرتبہ ہو سکتا ہے اور آپ نے دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کی ہے' امام ابو حنیفہ کو دیکھ کر کسی شخص نے کہا: یہ جنتی شخص ہے تو امام اعظم رو پڑے اور کہا: میں جنت کے کب لائق ہوں' اگر اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالے تو یہ اس کا بڑا کرم ہوگا۔ وہ امام اعظم تھے جو اپنے آپ کو جنت کے لائق نہیں سمجھتے تھے' یہ آج کل کے صوفیاء ہیں جو جنت کو اپنے لائق نہیں سمجھتے!

۸۸- بَابُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْغِيبَةِ وَالْبَوْلِ — غیبت کرنے اور پیشاب کی آلودگی سے نہ بچنے کی وجہ سے قبر کا عذاب

غیبت کا معنی ہے: کسی انسان کے پیچھے اس کی وہ بُرائی بیان کرنا جو اس میں ہو' اگر وہ بُرائی اس میں نہ ہو تو پھر وہ بہتان ہے' غیبت اس وقت ممنوع ہے جب کسی انسان کا عیب اس کی اہانت کے لیے بیان کیا جائے' اور اگر کسی جائز غرض کے حصول کے لیے کسی کا پس پشت عیب بیان کیا جائے تو وہ ممنوع نہیں ہے اور اس کی حسب ذیل چار صورتیں ہیں:

(۱) مظلوم اپنی دادرسی کے لیے قاضی کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے۔ قرآن مجید میں ہے:

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ. (النساء: ۱۴۸) — اللہ مظلوم کے سوا بلند آواز سے بُرائی کے ذکر کو پسند نہیں فرماتا۔

(۲) کسی مسلمان کو کسی دوسرے شخص کے ضرر سے بچانے کے لیے اس کی بُرائی بیان کرنا' مثلاً یہ کہا کہ فلاں شخص کو قرض نہ دو' وہ قرض لے کر واپس نہیں کرتا سو یہ غیبت ممنوع نہیں ہے۔

(۳) جو شخص لوگوں کے سامنے بُرے اور ناجائز کام کرتا ہو اس کی بُرائی کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

(۴) تعریف اور تعیین کے لیے کسی کا عیب بیان کرنا' مثلاً یہ رقم فلاں لنگڑے کو دے دو' جب کہ اور کسی طریقہ سے اس کی تعیین نہ ہو سکے۔

٭ شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۹۱-۱۰۹۰ میں اس کی زیادہ تفصیل مذکور ہے۔

۱۳۷۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنْ طَاوُسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد از طاؤس' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرَيْنِ، فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيرٍ. ثُمَّ قَالَ بَلٰى، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعٰى بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ. قَالَ ثُمَّ أَخَذَ عُودًا رَطْبًا فَكَسَرَهُ بِاثْنَتَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰى قَبْرٍ، ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.

(جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۶۳ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا: ان دونوں کو ضرور عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا' پھر فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا' پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ توڑی اور اس کے دو ٹکڑے کیے' پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا' پھر فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

اس حدیث کے عنوان میں غیبت کا ذکر ہے اور حدیث میں چغلی کا ذکر ہے کیونکہ ان کا معنی متقارب ہے' غیبت کا معنی عنوان کی شرح میں گزر گیا اور چغلی کا معنی ہے: دو آدمیوں میں فساد ڈالنے کے لیے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا۔

قبر پر پھولوں کے رکھنے کا جواز اور نواب صاحب کے حافظہ کی خرابی

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کھجور کی تر شاخ آپ نے اس لیے رکھی تھی کہ جب تک وہ تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی اور اس کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی اور اس کا حکم ہر اس درخت کی شاخ کے لیے عام ہے جس میں رطوبت ہو' اسی طرح جس چیز میں ذکر کی برکت ہو اور تلاوت قرآن سے عذاب میں تخفیف زیادہ اولیٰ ہے۔ (اس کے بعد لکھتے ہیں:) یہ قضیہ شخصیہ ہے اور فعل مخصوص ہے اس میں عموم نہیں ہے' پس اس حدیث سے قبر پر پھولوں کے رکھنے کو قیاس نہیں کیا جائے گا' جیسا کہ اس زمانہ میں اہل بدعت کرتے ہیں اور اہل مکہ و اہل مدینہ کا معمول ہے۔ (عون الباری ج ۱ ص ۴۰۳' دار الرشید حلب' سوریا)

یہ نواب صاحب کے وہابیانہ تعصب کی زہر آفرینی ہے جو اتنی جلدی انہوں نے خود اپنی بات کا رد کر دیا' ابھی تو انہوں نے کہا تھا کہ تخفیف عذاب میں کھجور کی تر شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے' تخفیف عذاب کا یہ حکم ہر اس درخت کی شاخ کے لیے عام ہے' جس میں رطوبت ہو اور اس کو بھی عام ہے جس میں ذکر کی برکت ہو اور تلاوت قرآن سے عذاب میں تخفیف زیادہ اولیٰ ہے' اور فقہاء اہل سنت چونکہ قبروں پر پھول بھی رکھتے ہیں تو ان کا رد کرنے کے لیے کہہ دیا کہ یہ فعل مخصوص ہے' اس میں عموم نہیں ہے اور تعصب کی وجہ سے علماء اہل سنت کو نوراً اہل بدعت کہہ دیا' کیا پھولوں میں رطوبت نہیں ہوتی اور کیا تر پھول ذکر نہیں کرتے تو جب ہر تر شاخ اور ذکر کرنے والی چیز کا قبروں پر رکھنا جائز ہے تو پھولوں کا قبروں پر رکھنا کیوں ناجائز ہوگا' چند سطر پہلے نواب صاحب نے کہا: اس فعل میں عموم ہے اور چونکہ جھوٹوں کا حافظہ نہیں ہوتا' اس لیے چند سطر بعد کہہ دیا' اس میں عموم نہیں ہے!

اس حدیث کے باقی مضامین' صحیح البخاری: ۲۱۶ میں ذکر کیے جا چکے ہیں۔

۸۹ - بَابُ الْمَيِّتِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

میت پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام کو پیش کیا جاتا ہے

۱۳۷۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

إِذَا مَاتَ، عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [اطراف الحدیث: ۳۲۴۰۔ ۶۵۱۵]

نے فرمایا: بے شک جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ جنتی ہو تو جنت والوں میں اور اگر وہ دوزخی ہو تو دوزخ والوں میں (اس کا ٹھکانا ہوتا ہے) پس کہا جاتا ہے: یہ تمہارا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن تم کو اٹھایا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۶، الرقم المسلسل: ۷۰۷۸، سنن ابن ماجہ: ۴۲۷۰، سنن ترمذی: ۱۰۷۲، سنن کبریٰ: ۲۱۹۸، سنن نسائی: ۲۰۷۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۳۷، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۳۲، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۳۰، المعجم الصغیر، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۹۔ ۳۸، مصنف عبد الرزاق: ۶۷۴۵، مسند احمد ج ۲ ص ۱۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۶۵۸، ج ۸ ص ۲۸۲۔ ۲۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۰۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

صبح اور شام جن پر ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے وہ ارواح ہیں اور ارواح قبروں میں ہوتی ہیں اور فنا نہیں ہوتیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شہر کے علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر والوں کو یہ خبر دے گا کہ ان کے اعمال کی جگہ اور جزاء اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ہر صبح اور شام خبر دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ بات یاد دلاتا رہے گا اور ہم کو اس میں شک نہیں ہے کہ موت اور فرشتوں کے سوال کے بعد بہ تدریج اجسام کو مٹی کھا جاتی ہے اور اجسام فنا ہو جاتے ہیں اور ان پر کوئی چیز پیش نہیں کی جاتی اور قیامت تک صبح اور شام قبر والوں پر جو ان کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے وہ صرف ان کی ارواح پر پیش کیا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ارواح فنا نہیں ہوتیں اور وہ باقی رہتی ہیں حتیٰ کہ بندے جنت یا دوزخ میں پہنچ جاتے ہیں۔

قاضی ابن الطیب نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آخرت میں صبح اور شام نہیں ہوتے، صبح اور شام کا تو ارد صرف دنیا میں ہے اور آل فرعون کے متعلق جو قرآن میں ہے: وہ ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ (المؤمن: ۴۶) اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ان کو قبر میں ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن ان کو زیادہ شدید عذاب پر پیش کیا جائے گا اور جب قبر والوں پر ہر صبح اور شام ان کا ٹھکانا پیش کیا جائے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ مردے کلام سنتے ہیں ورنہ ان پر ان کے ٹھکانے کو پیش کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

(سماع موتی کی مفصل تحقیق ہم نے اپنی تفسیر میں سورۃ الانفال: ۱۳ کے تحت بیان کی ہے، تفسیر تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۸۳۔ ۵۷۶)

دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ روحیں قبر میں ہوتی ہیں کیونکہ ان پر ہی ان کے ٹھکانے پیش کیے جاتے ہیں، اجسام کو تو مٹی کھا چکی ہوتی ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ داؤدی نے کہا ہے کہ جو چیز روح اور نفس کی حیات پر اس کے فنا نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے، وہ یہ آیت ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى. (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت (قبض کرتا ہے) اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض فرما لیتا ہے، پھر ان روحوں کو روک لیتا ہے جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نفس اور روح ایک ہی چیز ہے اور اس پر دلیل ہے کہ روح فنا نہیں ہوتی کیونکہ جو چیز فنا ہو چکی ہو اس کو روکا نہیں جاتا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

ٹھکانا مردے کی روح پر پیش کیا جاتا ہے یا اس کے اجزاء اصلیہ پر؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ مردہ کے جسم کا ایک جزء اصلی یا اس کے اجزاء اصلیہ کو باقی رکھا جاتا ہے اور اس میں حیات لوٹائی جاتی ہے اور اس سے خطاب کر کے اس کو اس کا ٹھکانا بتایا جاتا ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ٹھکانا صرف اس کی روح پر پیش کیا جاتا ہو یا جسم کے ساتھ اس کا کوئی جز بھی ہو اور یہ غیر شہداء کے متعلق ہے کیونکہ شہداء کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں۔

اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے' اور اس کا ثبوت ہے کہ جسم کے فنا ہونے سے روح فنا نہیں ہوتی کیونکہ ٹھکانا کسی زندہ پر پیش کیا جاتا ہے' علامہ ابن عبد البر نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ روحیں قبروں کے صحن میں ہوتی ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۶' دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

روحیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں' مگر لوٹ کر قبروں میں آ جاتی ہیں

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر کی عبارات نقل کرنے کے بعد یہ اضافہ کیا ہے:

علامہ ابن عبد البر نے یہ کہا ہے کہ میرے نزدیک روحیں بھی قبروں کے صحن میں ہوتی ہیں ایسا نہیں ہے کہ وہ قبروں کے صحن سے کبھی جدا نہیں ہوتیں' بلکہ جیسا کہ امام مالک نے کہا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ روحیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں' میں کہتا ہوں کہ روحوں کا جہاں چاہیں پھرنا اس سے مانع نہیں ہے کہ وہ قبروں کے صحن میں ہوں کیونکہ روحیں گھوم پھر کر' پھر قبروں میں آ جاتی ہیں۔ مجاہد نے کہا ہے کہ میت کے دفن ہونے کے سات دن تک ارواح قبروں سے جدا نہیں ہوتیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۰۳' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قبر میں مردے پر اس کا ٹھکانا پیش کرنے کی زیادہ تفصیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جب لوگ اس سے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے' پھر اگر وہ مومن ہو تو نماز اس کے سر کی طرف ہوتی ہے اور روزہ اس کے دائیں طرف ہوتا ہے اور زکوٰۃ اس کے بائیں طرف ہوتی ہے اور صدقہ' صلہ رحم اور لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اس کے پاؤں کی طرف ہوتا ہے' پھر اس کے سر کی طرف سے فرشتے آتے ہیں تو نماز کہتی ہے: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے' پھر وہ دائیں طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے کہ میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے' پھر وہ بائیں طرف سے آتے ہیں تو زکوٰۃ کہتی ہے: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے' پھر وہ پیروں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ' صلہ رحم اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی نیکیاں کہتی ہیں: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے' پھر مردے سے کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جاؤ' تو وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس کو دکھایا جاتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہے' پھر اس سے کہا جاتا ہے: یہ بتاؤ! یہ شخص تم میں تھے تو تم ان کے متعلق کیا کہتے تھے؟ اور کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ کہے گا: مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں نماز پڑھ لوں' فرشتے کہیں گے: تم عنقریب نماز پڑھ لو گے' ہمارے سوال کا جواب دو' تم ان کے متعلق کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ کہے گا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' یہ اللہ کے پاس سے حق

لے کر آئے تھے اس سے کہا جائے گا: تم اسی (عقیدہ) پر زندہ رہے اسی پر تم کو موت آئی اور اسی پر تم کو اٹھایا جائے گا ان شاء اللہ' پھر اس کے لیے جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی' پھر اس سے کہا جائے گا: یہ تمہارا ٹھکانا ہے اور تمہارے لیے جو اللہ نے تیار کیا ہے وہ اس میں ہے۔ اس کی خوشی اور سرور میں اضافہ ہوگا' پھر اس کے لیے دوزخ کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور کہا جائے گا: یہ تمہارا ٹھکانا تھا اور جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کیا تھا وہ اس میں ہے' اگر تم اللہ کی نافرمانی کرتے' پھر اس کی خوشی اور سرور میں مزید اضافہ ہوگا' پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ وسعت کردی جائے گی اور اس کی قبر منور کردی جائے گی اور اس کے جسم کو پھر پہلے کی طرح لوٹا دیا جائے گا اور اس کی روح پاکیزہ روحوں میں کردی جائے گی اور وہ ایسے پرندوں (کی صورت میں) ہوں گے جو جنت کے درختوں میں لٹکے ہوئے ہوں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ. (ابراہیم: ۲۷)

ایمان والوں کو اللہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ توحید) پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

اور کافر کے پاس جب سر کی جانب سے فرشتے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی' پھر جب اس کے دائیں طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی' پھر جب اس کے بائیں طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی' پھر جب اس کے پیروں کی طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی' پھر اس سے کہا جاتا ہے: بیٹھ جاؤ! تو وہ مرعوب اور خوف زدہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے' پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: یہ بتاؤ! یہ شخص جو تم میں رہا تھا تم اس کے متعلق کیا کہتے تھے' اور تم اس کے متعلق کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ پوچھے گا: کون شخص؟ پس کہا جائے گا: وہ جو تم میں رہا تھا' وہ اس شخص کے نام کو نہیں بوجھ سکے گا حتیٰ کہ کہا جائے گا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)' وہ کہے گا: میں نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہ بات کہہ دی' اس سے کہا جائے گا: تم اسی (عقیدہ) پر زندہ رہے' اسی پر مرے اور اسی پر تم کو اٹھایا جائے گا۔ ان شاء اللہ' پھر اس کے لیے دوزخ کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: یہ دوزخ میں تمہارا ٹھکانا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس میں تیار رکھا ہے' پس اس کی حسرت اور افسوس میں اضافہ ہوگا' پھر اس کے لیے جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: یہ تمہارا جنت میں ٹھکانا تھا' اور اس میں وہ چیزیں ہیں جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کی تھیں بہ شرطیکہ تم اللہ کی اطاعت کرتے' پھر اس کی حسرت اور افسوس میں مزید اضافہ ہوگا' پھر اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ادھر سے اُدھر نکل جائیں گی' سو یہ اس کی زندگی کی تنگی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى. (طٰہٰ: ۱۲۴)

پس اس کے لیے تنگی کی زندگی ہے اور ہم قیامت کے دن اس کو اندھا اٹھائیں گے۔

(صحیح ابن حبان: ۳۱۱۳' مصنف عبد الرزاق: ۶۷۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۳۔ ۳۸۳' المستدرک ج ۱ ص ۳۸۰۔ ۳۷۹' المعجم الاوسط: ۲۶۵۱' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۲۔ ۵۱)

✻ صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۰۸۳۔ ج ۷ ص ۶۹۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① میت پر اس کا ٹھکانا پیش کیے جانے کا بیان ② قرآن مجید کی آیات سے عذاب قبر پر دلائل ③ احادیث سے عذاب قبر پر دلائل ④ عذاب قبر کی نفی پر قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات ⑤ عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات ⑥ آیا قبر میں عذاب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسم دونوں کو؟ ⑦ قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث ⑧ آیا قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟ ⑨ آیا پچھلی امتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس امت کے ساتھ مخصوص ہے؟ ⑩ آیا انبیاء علیہم السلام اور

نابالغ بچوں سے بھی سوال ہوتا ہے یا نہیں؟ ⑪ قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق ⑫ قبر کے سوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق ⑬ قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا ⑭ ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا ⑮ قبر میں مُردے کو جسد کے حوالے کرنے کی تحقیق ⑯ قبروں کی زیارت کرنا اور قبر والوں کا زائرین کو پہچاننا' ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا ⑰ روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق ⑱ روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا ⑲ زیارت قبور کا بیان ⑳ عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق احادیث ㉑ فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ㉒ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ㉓ فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ㉔ فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ㉕ کون کہاں مرے گا اور کل کیا ہوگا؟ اس کے علم کی تحقیق ㉖ سماع موتی کی تحقیق ㉗ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتی سے انکار اور اس کا جواب۔

۹۰ - بَابُ كَلَامِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ

میت کا جنازہ اٹھانے کے بعد کلام کرنا

۱۳۸۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ' عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ' فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ قَدِّمُوْنِيْ' وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا' أَيْنَ يَذْهَبُوْنَ بِهَا' يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ' وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید از والد خود' انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنازہ رکھ دیا جاتا ہے' پھر لوگ اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں' پھر اگر وہ جنازہ نیک ہو تو وہ کہتا ہے: مجھے آگے لے جاؤ' مجھے آگے لے جاؤ' اور اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! اس کو کہاں لے جا رہے ہیں' انسان کے سوا اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان اس آواز کو سنتا تو وہ بے ہوش ہو جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۱۴ میں گزر چکی ہے۔

۹۱ - بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ أَوْلَادِ الْمُسْلِمِيْنَ

مسلمانوں کی اولاد کے (ٹھکانے کے) متعلق کیا کہا گیا ہے؟

یعنی مسلمانوں کی نابالغ اولاد کے ٹھکانے کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔

قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ' لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ' كَانَ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ' أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس شخص کے تین ایسے بچے فوت ہو گئے جو ابھی گناہ کی عمر کو نہیں پہنچے تھے' وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے یا جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۱۲۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَمُوْتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ.

کی' انھوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو گئے اس کو اللہ جنت میں داخل کر دے گا' ان پر اپنی رحمت کے فضل کی وجہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۵۵-۶۱۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انھوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت' انھوں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی ہے۔

(مسند ابو داؤد الطیالسی: ۷۴۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۹' صحیح ابن حبان: ۶۹۴۹' المستدرک ج ۴ ص ۳۸' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۳۱-۴۳۰' مسند ابو یعلیٰ: ۱۶۶۵' مصنف عبد الرزاق: ۱۴۰۱۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۴' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۹۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۵۰۲-ج ۳۰ ص ۴۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۵۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے' اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی' اور حضرت ابراہیم' حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے' ان کی ولادت ذی الحجہ ۸ھ میں ہوئی' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم منگل کے دن ۱۰ ربیع الاوّل ۱۰ھ میں فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹۲ - بَابُ مَا قِيْلَ فِي أَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ

مشرکین کی نابالغ اولاد کے ٹھکانے کے متعلق جو اقوال ہیں

۱۳۸۳ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ اللّٰهُ إِذْ خَلَقَهُمْ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.

[اطراف الحدیث: ۶۵۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انھوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انھوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ نے ان کو پیدا کیا تھا تو اس کو علم تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۶۶۰' الرقم المسلسل: ۶۶۳۱' سنن ابوداؤد: ۴۷۱۱' سنن نسائی: ۱۹۵۲' مسند ابو یعلیٰ: ۲۴۷۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۵ طبع قدیم' مسند

احمد: ۵۱۸۳، ج ۳ ص ۳۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

کفار کی نابالغ اولاد کے متعلق علماء اسلام کے اقوال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس مسئلہ میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) کفار کی نابالغ اولاد کا حکم اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، یہ قول ابن المبارک اور اسحاق سے منقول ہے، امام بیہقی نے الاعتقاد میں اس قول کو امام شافعی سے نقل کیا ہے، علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ امام مالک کے طریقہ کا بھی یہی مقتضیٰ ہے اور ان کے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے اور کفار کے بچے اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں اور اس کی دلیل باب مذکور کی یہ حدیث ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تھا تو اس کو علم تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸۳)

(۲) نابالغ اولاد اپنے آباء کے تابع ہے پس مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہے اور کفار کی اولاد دوزخ میں ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے بچوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ہیں اور مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انہوں نے تو اعمال کا زمانہ نہیں پایا! آپ نے فرمایا: تمہارا رب خوب جاننے والا ہے وہ کیا کرنے والے تھے اگر تم چاہو تو میں دوزخ میں ان کے رونے کی آواز سنا دوں۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(۳) وہ جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ میں ہیں، کیونکہ انہوں نے نیک کام کیے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوں نہ بُرے کام کیے ہیں کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں۔

(۴) وہ اہل جنت کے خدام ہیں اس کے ثبوت میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے اہل جنت کے خدام ہیں۔

(مسند ابو یعلیٰ: ۴۰۹۰، مسند البزار: ۲۱۷۰، تمہید ج ۷ ص ۲۵۵)

یزید رقاشی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو حمزہ! آپ کے نزدیک مشرکین کے نابالغ بچوں کا کیا حکم ہے؟ حضرت انس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے گناہ نہیں ہیں کہ ان کو عذاب دیا جائے اور نہ ان کی نیکیاں ہیں کہ ان کو ثواب دیا جائے، پس وہ اہل جنت کے خدام ہوں گے۔

(مسند ابو داؤد الطیالسی: ۲۸۲۳، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۰۸)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: وہ اہل جنت کے خدام ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۶۹۹۳، مسند البزار: ۲۱۷۲)

(۵) ان کو قیامت کے دن مٹی بنا دیا جائے گا۔

(۶) وہ دوزخ میں ہیں، یہ امام احمد کے بعض اصحاب کا قول ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸، تاہم اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

(۷) ان کی آخرت میں آزمائش کی جائے گی ان کے سامنے آگ پیش کی جائے گی پس جو اس آگ میں داخل ہو جائے گا اس کے لیے وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی اس کے ثبوت میں یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن چار آدمیوں کو لایا جائے گا' نابالغ بچہ' کم عقل' جو فترت میں مرگیا اور شیخ فانی' اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ' تو جن کے اوپر بدبختی لکھ دی گئی ہے وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو ہم کو اس آگ میں داخل کر رہا ہے حالانکہ ہم اس سے ڈرتے تھے اور جن کے لیے نیک بختی لکھ دی گئی ہے وہ اس میں دوڑتے ہوئے داخل ہو جائیں گے' پس یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور پہلا فریق دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مسند البزار: ۲۱۷۷' مسند ابو یعلیٰ: ۴۲۲۴)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ان کو لایا جائے گا جو زمانہ فترت میں مر گئے اور کم عقل کو اور نابالغ بچے کو' جو زمانہ فترت میں مرگیا' وہ کہے گا: میرے پاس کتاب آئی تھی نہ رسول آیا تھا' اور کم عقل کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے ایسی عقل نہیں دی جس سے میں خیر اور شر کا ادراک کرتا اور نابالغ بچہ کہے گا: میں نے عمل کرنے کا زمانہ نہیں پایا' آپ نے فرمایا: پھر ان کے لیے آگ پیش کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: اس میں داخل ہو جاؤ' پس ان میں سے جو لوگ اللہ کے علم میں نیک بخت ہوں گے وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور جو اللہ کے علم میں بدبخت ہوں گے وہ اس میں داخل نہیں ہوں گے' پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے میرے سامنے میری نافرمانی کی ہے' پس تم میرے غیاب میں میرے رسولوں کی نافرمانی بھی کرتے۔ (مسند البزار: ۲۱۷۶)

یہ حدیث حضرت معاذ سے بھی مروی ہے۔

(المعجم الکبیر: ۸۳۔ ۸۳۔ ج ۲۰' المعجم الاوسط: ۹۵۱۷' مسند الشامیین: ۲۲۰۵' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۷)

یہ حدیث الاسود بن سریع سے بھی مروی ہے: (صحیح ابن حبان: ۷۳۵۷' المعجم الکبیر: ۸۴۱' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴' مسند البزار: ۲۱۷۴)

(۸) وہ جنت میں ہیں' علامہ نووی نے کہا کہ یہی مذہب صحیح اور مختار ہے' جس پر محققین ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ رسول بھیج دیں ۝

(بنی اسرائیل: ۱۵)

اور نابالغ بچوں کے حق میں رسالت متحقق نہیں ہے' کیونکہ جب عاقل کو اس لیے عذاب نہیں دیا جائے گا کہ اس کے پاس رسول نہیں آیا تو غیر عاقل کو بہ درجہ اولیٰ عذاب نہیں دیا جائے گا' اور اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا' جس کی آپ کو یہ تعبیر بتائی گئی: جو باغ میں طویل القامت شخص تھے' وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو ان کے گرد بچے تھے' وہ ہر پیدا ہونے والا بچہ تھا جو فطرت پر پیدا ہوا' پس بعض مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! اور مشرکین کی اولاد؟ آپ نے فرمایا: اور مشرکین کی اولاد۔

(صحیح البخاری: ۷۰۴۷' صحیح مسلم: ۲۲۷۵)

(۹) توقف

(۱۰) امساک۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۰۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

توقف سے مراد یہ ہے کہ چونکہ دلائل متعارض ہیں' اس لیے کسی قول کو ترجیح نہ دی جائے اور امساک سے مراد یہ ہے کہ اس بحث میں پڑنے سے گریز کیا جائے۔

علامہ بدر الدین عینی نے چھ اقوال ذکر کیے ہیں اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ دس اقوال ذکر کیے ہیں اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مشرکین کے نابالغ بچے جنت میں ہوں گے۔

(شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ج ۲ ص ۱۲۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نابالغ بچوں کی آخرت میں آزمائش پر اس اعتراض کا جواب کہ میدانِ حشر تو دار تکلیف نہیں ہے' وہاں کیوں امتحان ہوگا؟

علامہ محمد التاؤدی بن محمد الطالب متوفی ۱۲۰۹ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان اقوال میں ساتواں قول یہ ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین کے نابالغ بچوں' کم عقل شخص اور زمانہ فترت میں مرنے والی کی آزمائش کی جائے گی اور ان کو آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا' جو اس میں داخل ہو جائے گا' وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی اور جو داخل نہیں ہوگا اس کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قیامت کا دن اور میدانِ حشر دار تکلیف تو نہیں ہے' دار تکلیف تو صرف دنیا ہے' پھر حشر کے دن ان کا امتحان کیوں لیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت یا دوزخ میں استقرار کے بعد ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا لیکن اس سے پہلے میدانِ حشر میں ان کا امتحان لینے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے' بلکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں وہاں بھی امتحان لینے کا ذکر ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ○ (القلم: ۴۲)	جس دن پنڈلی کھول جائے گی اور ان کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے ○

اس آیت میں پنڈلی سے مراد اللہ کی پنڈلی ہے' جو اس کی شان کے مطابق ہے' اس وقت ہر مؤمن مرد اور عورت اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے' ماسوا ریا کاروں کے' وہ سجدہ نہ کر سکیں گے' اس آیت میں حشر کے دن لوگوں کو مکلف کرنے کا ذکر ہے۔

نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے ایسا خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا اس کو (قیامت کے دن) دو جَو کے درمیان گرہ لگانے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ ہرگز ان میں گرہ نہیں لگا سکے گا اور جو تصویر بنائے گا اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس میں روح پھونکنے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔ (صحیح البخاری: ۷۰۴۲' سنن ابو داؤد: ۵۰۲۴' سنن ترمذی: ۱۷۵۱' سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۹) (حاشیہ التاؤدی ج ۲ ص ۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

۱۳۸٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.	امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید اللیثی نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی نابالغ اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۶۵۹۸-۶۶۰۰]

(صحیح مسلم: ۲۶۵۹' الرقم المسلسل: ۶۶۳۸' سنن نسائی: ۱۹۳۸' مسند ابو یعلیٰ: ۶۱۲۰' مسند الحمیدی ج ۲ ص ۴۷۱' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۰۸۳- ج ۱۲ ص ۱۰۳)

اس حدیث کی شرح 'گزشتہ حدیث: ۱۳۸۳ میں گزر چکی ہے۔

※ باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۶۶۳۸ - ج ۷ ص ۳۵۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

کافروں کے نابالغ بچوں کے اخروی انجام کا حکم۔

۱۳۸۵ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَثَلِ الْبَهِيمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيمَةَ، هَلْ تَرَى فِيهَا جَدْعَاءَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے چوپائے سے چوپایہ پیدا ہوتا ہے' کیا تم اس کو نکٹا یا کن کٹا دیکھتے ہو؟

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۳۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۹۳ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان ذکر نہیں کیا' سو یہ ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہے۔

۱۳۸۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلٰوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَقَالَ مَنْ رَأَى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟ قَالَ فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا، فَيَقُولُ مَا شَاءَ اللّٰهُ. فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا؟ قُلْنَا لَا، قَالَ لٰكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخَذَا بِيَدِي، فَأَخْرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ، وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهِ قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوسَى كَلُّوبٌ مِنْ حَدِيدٍ. إِنَّهُ يُدْخِلُهُ فِي شِدْقِهِ حَتّٰى يَبْلُغَ قَفَاهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هٰذَا، فَيَعُودُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ. قُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰى قَفَاهُ، وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِهِ بِفِهْرٍ، أَوْ صَخْرَةٍ، فَيَشْدَخُ بِهِ رَأْسَهُ، فَإِذَا ضَرَبَهُ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ، فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ، فَلَا يَرْجِعُ إِلٰى هٰذَا، حَتّٰى يَلْتَئِمَ رَأْسُهُ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تو ہماری طرف متوجہ ہوتے' پس پوچھتے: تم میں سے آج رات کس نے خواب دیکھا ہے؟ پس اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا' پس جو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ آپ فرماتے' سو ایک دن آپ نے ہم سے سوال کیا' پس فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہم نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: لیکن میں نے آج رات خواب دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے' پس وہ دونوں میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ارض مقدسہ میں لے گئے' پس وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور دوسرا آدمی لوہے کا آنکڑا (ٹک) لے کر کھڑا ہوا تھا' راوی نے کہا: ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰ سے روایت کیا: وہ کھڑا ہوا شخص اس بیٹھے ہوئے آدمی کے جبڑے میں اس آنکڑے کو داخل کرتا حتیٰ کہ وہ جبڑا اس کی گدی تک چیر دیتا' پھر اس کے دوسرے جبڑے میں اسی طرح آنکڑے کو داخل کرتا اور اس کا پہلا

وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ، فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ، قُلْتُ مَنْ
هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا إِلَى ثَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّورِ،
أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ، يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا، فَإِذَا
اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا، حَتَّى كَادَ أَنْ يَخْرُجُوا، فَإِذَا خَمَدَتْ
رَجَعُوا فِيهَا، وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ، فَقُلْتُ مَنْ
هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ
فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، عَلَى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ
حِجَارَةٌ قَالَ يَزِيدُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ
حَازِمٍ. وَعَلَى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي
فِي النَّهَرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ
فِي فِيهِ، فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ
رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ مَا
هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ
خَضْرَاءَ، فِيهَا شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ، وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ
وَصِبْيَانٌ، وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ، بَيْنَ يَدَيْهِ
نَارٌ يُوقِدُهَا، فَصَعِدَا بِي فِي الشَّجَرَةِ، وَأَدْخَلَانِي
دَارًا لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، فِيهَا رِجَالٌ شُيُوخٌ
وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ، ثُمَّ أَخْرَجَانِي مِنْهَا، فَصَعِدَا
بِي الشَّجَرَةَ، فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ،
فِيهَا شُيُوخٌ وَشَبَابٌ، قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ،
فَأَخْبِرَانِي عَمَّا رَأَيْتُ، قَالَا نَعَمْ، أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ
شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ، يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ، فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى
تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهِ مَا رَأَيْتَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ،
وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ، فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ،
فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ، وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ، يُفْعَلُ بِهِ إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ،
وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ آكِلُوا الرِّبَا، وَالشَّيْخُ فِي
أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَالصِّبْيَانُ
حَوْلَهُ فَأَوْلَادُ النَّاسِ، وَالَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ

جبڑا ٹھیک ہو چکا ہوتا' پھر وہ اس جبڑے میں اسی طرح آنکڑا داخل کرتا' میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم چل پڑے حتیٰ کہ ہم ایک شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص اس کے سر کے پاس پتھر لیے کھڑا ہے اور اس کا سر پھوڑ رہا ہے' پس جب وہ اس کے سر پر ضرب لگاتا تو وہ پتھر لڑھکتا ہوا چلا جاتا' پھر وہ اس پتھر کو لینے کے لیے چلا جاتا' جب وہ واپس آتا تو اس کا سر پہلے کی طرح ٹھیک ہو چکا ہوتا' وہ پھر لوٹ کر اس کا سر پھوڑتا' میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے تو تنور کی طرح ایک سوراخ تھا' وہ اوپر سے تنگ تھا اور نیچے سے فراخ تھا' اس کے نیچے آگ جل رہی تھی' پھر جب وہ آگ اوپر اٹھتی تو اس میں جو لوگ تھے تو وہ اس تنور سے نکلنے کے قریب ہوتے اور جب وہ آگ بجھ جاتی تو پھر وہ لوگ نیچے چلے جاتے' اس میں برہنہ مرد اور عورتیں تھیں' میں نے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے' حتیٰ کہ ہم خون کے دریا پر آئے' دریا کے وسط میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا' یزید نے اور وہب بن جریر نے کہا از جریر بن حازم: دریا کے کنارے ایک اور شخص تھا جس کے سامنے پتھر تھے' پھر وہ شخص آگے بڑھا جو دریا میں تھا جب وہ (دریا سے) نکلنے کا ارادہ کرتا تو دوسرا شخص اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا اور اس کو اسی جگہ لوٹا دیتا' پس جب بھی وہ نکلنے کے لیے آتا تو وہ دوسرا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا' پھر وہ اسی جگہ لوٹ جاتا' میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے حتیٰ کہ ہم ایک سرسبز باغ کے پاس پہنچے اس میں بہت بڑا درخت تھا' اس کی جڑ میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا تھا اور بچے بیٹھے تھے اور ایک شخص درخت کے قریب تھا' وہ اپنے سامنے آگ جلا رہا تھا' ان دونوں نے مجھے اس درخت پر چڑھایا اور مجھے ایک گھر میں داخل کر دیا' اس سے زیادہ حسین گھر میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا' اس میں بوڑھے مرد تھے اور جوان مرد تھے اور عورتیں تھیں اور بچے تھے' پھر ان دونوں نے مجھے

النَّارِ، وَالدَّارُ الْأُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ، وَأَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ، وَأَنَا جِبْرِيلُ، وَهٰذَا مِيكَائِيلُ، فَارْفَعْ رَأْسَكَ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ، قَالَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ، قُلْتُ دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي، قَالَا إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ.

اس گھر سے نکالا' پھر مجھے اس درخت پر چڑھایا' پھر مجھے ایک اور گھر میں داخل کیا جو اس سے زیادہ حسین اور افضل تھا' اس میں بوڑھے اور جوان تھے' میں نے کہا: تم دونوں نے مجھے ساری رات گھمایا ہے' اب مجھے بتاؤ کہ میں نے کیا کچھ دیکھا ہے' ان دونوں نے کہا: ہاں! رہا وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے جبڑے کو توڑا جا رہا تھا' یہ بہت جھوٹا تھا' یہ جھوٹی خبریں دیتا تھا' جو اس سے نقل کی جاتی تھیں حتیٰ کہ ساری دنیا میں پھیل جاتی تھیں' سو اس کے ساتھ قیامت تک وہی کیا جاتا رہے گا' جو آپ نے دیکھا ہے اور جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر پھوڑا جا رہا تھا' یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ نے قرآن کا علم دیا تھا' یہ رات کو سو جاتا تھا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا' اس کے ساتھ قیامت تک اسی طرح کیا جاتا رہے گا' اور جن لوگوں کو آپ نے تنور میں دیکھا' وہ زنا کرنے والے تھے اور جن لوگوں کو آپ نے خون کے دریا میں دیکھا' وہ سود کھانے والے تھے' اور جس بوڑھے شخص کو آپ نے درخت کی جڑ میں دیکھا' وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور جو بچے ان کے گرد تھے وہ لوگوں کی (نابالغ) اولاد ہیں اور جو شخص آگ جلا رہا تھا' وہ دوزخ کا داروغہ مالک ہے اور پہلا گھر جو آپ نے دیکھا جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے اور رہا یہ گھر تو یہ شہداء کا گھر ہے' اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں' آپ اپنا سر اٹھائیں' پس میں نے اپنا سر اٹھایا تو میرے اوپر بادل کی طرح تھا' ان دونوں نے کہا: یہ آپ کا ٹھکانا ہے' میں نے کہا: مجھے چھوڑو! میں اپنے گھر میں داخل ہوں' ان دونوں نے کہا: ابھی آپ کی عمر باقی ہے جس کو آپ نے مکمل نہیں کیا' پس اگر آپ نے اپنی عمر کی تکمیل کر لی تو آپ اپنے ٹھکانے میں جائیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

٩٤ - بَابُ مَوْتِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

پیر کے دن کی موت

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیر کے دن مرنا تو کسی کے اختیار میں نہیں ہے' پھر امام بخاری نے یہ باب کیوں قائم کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کو یہ خواہش کرنی چاہیے کہ اس کو پیر کے دن موت آئے۔

١٣٨٧ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث

عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ فِي كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. وَقَالَ لَهَا فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ. قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالَتْ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ. قَالَ أَرْجُوْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ. فَنَظَرَ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيهِ، بِهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ، فَقَالَ اغْسِلُوا ثَوْبِي هٰذَا، وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ، فَكَفِّنُونِي فِيهَا. قُلْتُ إِنَّ هٰذَا خَلَقٌ؟ قَالَ إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ الْمَيِّتِ، إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ. فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتّٰى أَمْسٰى مِنْ لَيْلَةِ الثُّلَاثَاءِ، وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ.

(جامع المسانید لابن جوزی: ۱۸۹۰۷، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی: ۹۳۰۷)

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی' انہوں نے پوچھا: آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ حضرت عائشہ نے بتایا: تین سفید یمن کے بنے ہوئے کپڑوں میں' ان میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا' اور انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس دن فوت ہوئے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: پیر کے دن' پھر حضرت ابوبکر نے پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: پیر کا دن ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: مجھے اس وقت سے لے کر آج رات تک امید ہے' پھر حضرت ابوبکر نے اپنے ان کپڑوں کو دیکھا جن میں وہ بیمار ہوئے تھے' ان میں زعفران کا اثر تھا' پس انہوں نے کہا: میرے اس کپڑے کو دھو دو' اور اس کے ساتھ دو کپڑوں کا اور اضافہ کرنا' پھر ان میں مجھے کفن دینا۔ (حضرت عائشہ نے بتایا:) میں نے کہا: یہ پرانا کپڑا ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: زندہ آدمی کو مُردے کی بہ نسبت نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے' مُردے کا کپڑا خون اور پیپ کے لیے ہے' پھر حضرت ابوبکر نہیں فوت ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے منگل کی رات گزار لی اور صبح سے پہلے ان کو دفن کر دیا گیا۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

پیر کے دن وفات کی تمنا کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سے یہ سوال کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس دن ہوئی تھی؟ تا کہ ان کو بھی اس دن فوت ہونے کی برکت حاصل ہو جائے اور ہمیشہ سے لوگ صالحین کے کپڑوں سے تبرک حاصل کرنے اور ان کی ولادت اور وفات کے دن سے موافقت کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں رغبت کرتے ہیں اور اس کی حرص کرتے ہیں' سو جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی' اس دن وفات کی تمنا کرنی چاہیے اور اگر وہ شخص اس دن فوت نہیں ہوا تو اسے پیر کے دن وفات کی تمنا کرنے کا ان شاء اللہ ثواب ملے گا' جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان آثار کی اتباع کرتے تھے' جن کی اتباع کرنا سنت اور عبادت نہیں ہے' پس وہ اس جگہ کھڑے ہوتے تھے جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے اور اس جگہ اپنی اونٹنی کو گھماتے تھے جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو گھمایا تھا' ان تمام کاموں کو کرنا اگرچہ عبادت نہیں ہے لیکن حضرت ابن عمران کاموں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اور آپ کے آثار کی حفاظت کی وجہ سے کرتے تھے اور جو شخص آپ کے ان آثار کی اتباع کرے گا جن کی اتباع کرنا لازم اور عبادت نہیں ہے تو

وہ ان آثار کی بہ طریق اولیٰ اتباع کرے گا جن کی اتباع کرنا لازم اور عبادت ہے۔

پیر کے دن کی فضیلت

امام بخاری نے جمعہ کے دن وفات کا باب قائم نہیں کیا' کیونکہ جمعہ کے دن وفات کی فضیلت کی احادیث ان کی شرائط کے مطابق نہیں اور پیر کے دن وفات کا باب قائم کیا ہے' کیونکہ اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن آپ پر قرآن نازل ہوا اور پیر کے دن آپ نے اعلانِ نبوت کیا اور پیر کے دن آپ مدینہ میں داخل ہوئے اور پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی اسی لیے آپ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے۔

امام مالک نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے اعمال ہر جمعہ کو دو مرتبہ پیش کیے جاتے ہیں' پیر کے دن اور جمعرات کے دن' پس ہر مومن بندہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے سوا اس بندہ کے جس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان بغض ہو' ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: ان کو چھوڑ دو! حتیٰ کہ یہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں۔ (موطا امام مالک۔حسن الخلق:۱۸)

جمعہ کے دن وفات کی فضیلت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کے دن کی وفات کی فضیلت کے سلسلہ میں بھی احادیث مروی ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہو' اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۰۷۴' مصنف عبدالرزاق: ۵۵۹۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹' مشکوٰۃ: ۱۳۶۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن فوت ہو جائے' اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔(المعجم الصغیر: ۱۷۱' ۲' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۵۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہو یا جمعہ کی شب فوت ہو' اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر ہوگی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۸۱' تقریب البغیہ: ۱۲۱۶' ج ۲ ص ۳۳۳' شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۶۹' ۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

عمدہ کپڑوں میں کفن دینے کے متعلق احادیث اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پرانے کپڑے میں کفن دینے کے لیے کہا اور فرمایا: زندہ آدمی کو مردے کی بہ نسبت نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے' لیکن دیگر احادیث اور آثار میں نئے اور اچھے کپڑے میں کفن دینے کا ذکر کیا گیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنو' یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور ان ہی کپڑوں میں تم اپنے مُردوں کو کفن دو۔

(سنن ترمذی: ۹۹۴' سنن ابوداؤد: ۳۰۶۱' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا ولی ہو تو اس کو اچھا کفن دے۔(سنن ترمذی: ۹۹۵' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۴)

سلمہ بن علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین عمدہ کفن پسند کرتے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ کہا جاتا ہے کہ مردے اپنے کفنوں

میں ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۴۳' المجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۰' دار الکتب العلمیہ بیروت)

عمیر بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کے متعلق وصیت کی اور نکل گئے' پھر ان کی بیوی فوت ہو گئی' ہم نے اس کو اس کے پرانے کپڑوں میں کفن پہنایا' وہ اس وقت آئے جب ہم ان کی بیوی کو دفن کر کے فارغ ہو چکے تھے' انہوں نے پوچھا: تم نے اس کو کیسے کپڑوں میں کفن پہنایا؟ ہم نے کہا: ہم نے ان کو ان کے پرانے کپڑوں میں کفن پہنایا' انہوں نے ان کی قبر کو کھودا اور ان کو نئے کپڑوں میں کفن دیا' اور فرمایا: اپنے مردوں کو اچھے کپڑوں میں کفن دیا کرو' کیونکہ وہ ان ہی کپڑوں میں میدان حشر میں جاتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۴۴' المجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۱' دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابوبکر نے پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی جو وصیت کی تھی' اس کی توجیہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابونصر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مردوں کو عمدہ کپڑوں میں کفن دو کیونکہ وہ اس پر فخر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔

اب یہ سوال ہوگا کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے پرانے کپڑوں میں کفن پہنانے کی کیوں وصیت کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے ان کپڑوں کو پہنے ہوئے عبادت کی تھی اور جہاد کیا تھا' اس لیے ان کپڑوں کی برکت حاصل کرنے کے لیے انہوں نے یہ وصیت کی کہ ان کو ان ہی کپڑوں میں کفن دیا جائے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام محمد بن سعد نے قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا: مجھے میرے ان دو کپڑوں میں کفن دینا جن میں' میں نماز پڑھتا تھا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس میں ایک اور وجہ کا بھی احتمال ہے کہ انہوں نے ان کپڑوں کو اس لیے ترجیح دی کہ انہوں نے ان کپڑوں کو پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تھی تو آپ کی برکت حاصل کرنے کے لیے انہوں نے ان کپڑوں کو ترجیح دی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۱۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوبکر کو اللہ تعالیٰ سے یہ امید تھی کہ ان کی اسی دن وفات ہو جائے گی' جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی تاہم پیر کا دن گزار کر منگل کی رات کو مغرب اور عشاء کے درمیان آپ کی وفات ہوئی اور یہ ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ کا دن تھا۔

حضرت ابوبکر کی وفات کے سبب میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں نے آپ کو زہر آلود کھانا کھلا دیا تھا' اس سبب سے حضرت ابوبکر کی وفات ہو گئی' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر میں ایک یہودی عورت نے زہر آلود گوشت کھلایا تھا اور اسی کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی' یوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی وفات کا سبب بھی ایک تھا اور ایک ہی دن دونوں کی وفات ہوئی اور ایک ہی جگہ دونوں مدفون ہیں اور ایک ہی وقت میں دونوں قبر سے اٹھیں گے اور ایک ہی وقت میں دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔

۹۵ - بَابُ مَوْتِ الْفَجْأَةِ الْبَغْتَةِ

اچانک موت کا آجانا

۱۳۸۸ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَکَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ. [طرف الحدیث: ۲۷۶۰]

عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: بے شک میری ماں اچانک فوت ہو گئی اور میرا اس کے متعلق گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو کچھ صدقہ کرتی' پس کیا اس کو اجر ملے گا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۱۰۰۴، الرقم المسلسل: ۲۲۸۹' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۱' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۷' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۳۴' صحیح ابن حبان: ۳۳۵۳' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷۸' شرح السنۃ: ۱۶۹۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۹۹' مسند احمد ج ۶ ص ۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۵۱۔ ج ۴۰ ص ۲۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۵۰۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم اور وہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم ہیں (۲) محمد بن ابی جعفر بن ابی کثیر (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۱۹)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک مرد نے کہا: میری ماں اچانک فوت ہو گئی' اس مرد کا نام حضرت سعد بن عبادہ تھا اور ان کی ماں کا نام حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا تھا۔

نیز اس حدیث میں "افتلتت" مذکور ہے' اس کا معنی ہے: وہ اچانک فوت ہو گئی۔ صحیح البخاری: ۲۷۶۰ میں مرد کی جگہ حضرت سعد بن عبادہ کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۰۔ ۳۱۹)

اچانک موت کی کراہت کے متعلق احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچانک موت غضب ہے یعنی غضب کا سبب ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۱۰)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات موتوں سے پناہ طلب کی: (۱) اچانک موت (۲) سانپ کے ڈسنے سے (۳) درندہ کے پھاڑنے سے (۴) آگ میں جلنے سے (۵) پانی میں ڈوبنے سے (۶) کسی چیز کے اوپر گرنے سے (۷) جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے۔

(مسند البزار: ۶۸۲۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۱' مسند احمد: ۶۵۹۳۔ ج ۱۱ ص ۱۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے پاس سے گزرے جو گرنے کے لیے جھک رہی تھی' تو آپ وہاں سے تیزی کے ساتھ گزرے' آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی' تو آپ نے فرمایا: میں اچانک موت کو ناپسند کرتا ہوں۔

(مسند ابویعلیٰ: ۶۶۱۲' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۹۱' الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۴۲' شعب الایمان: ۱۳۵۹' المعجم الکبیر: ۷۶۰۳۔ ۷۶۰۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۶۶۶۔ ج ۱۴ ص ۳۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک موت کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: یہ مومن کے لیے راحت اور فاجر کے لیے غضب ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۶)

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص

ایسی چیز کے پاس سے گزرے جو گرنے والی ہو تو وہ تیزی سے گزرے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۰۶ 'شعب الایمان: ۱۳۶۱)

فائدہ: ضرر کے اسباب سے احتراز کرنا توکل اور تقدیر پر اعتقاد کے منافی نہیں ہے ورنہ بیماریوں کا علاج مشروع نہ ہوتا۔ امام مالک' یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کو (اچانک) موت آ گئی' تو ایک شخص نے کہا: اس کو مبارک ہو یہ کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تمہیں کیا پتا اگر اللہ اس کو کسی مرض میں مبتلا کرتا تو وہ مرض اس کے گناہوں کو مٹا دیتا۔ (موطا امام مالک۔ کتاب العین: ۸' اس حدیث کی روایت میں امام مالک منفرد ہیں)

اچانک موت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے ناپسند فرمایا ہے کہ اس صورت میں آدمی وصیت نہیں کر سکتا اور آخرت کی تیاری نہیں کر سکتا کہ اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور توبہ کرے' اور اس موقع پر جس قدر اعمال صالحہ کر سکتا ہو' وہ کرے۔

ایصالِ ثواب کے متعلق احادیث

اس حدیث میں ایصالِ ثواب کا بھی ثبوت ہے اور ایصالِ ثواب کے متعلق دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں کا انتقال ہو گیا' وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور میں اس وقت موجود نہیں تھا' اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو اس کا نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پس بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا "المخراف" نام کا کھجوروں کا باغ ان پر صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۶۲-۲۷۵۶ 'سنن ترمذی: ۶۶۹' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۲)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی ماں فوت ہو گئی' اور انہوں نے ایک نذر مانی ہوئی تھی' آپ نے فرمایا: تم ان کی طرف سے ان کی نذر ادا کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۷۶۱' صحیح مسلم: ۱۶۳۸' سنن ابوداؤد: ۳۳۰۷' سنن نسائی: ۳۸۱۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۲)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کر دیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے' وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا موقع تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۱۳' صحیح مسلم: ۱۳۳۴' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹' سنن نسائی: ۲۶۳۱)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اب وہ فوت ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ کا قرض ادا کرو' وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹' مسند الحمیدی: ۵۰۷' سنن دارمی: ۱۸۳۰)

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی' پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی' آیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کرو' یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم

اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۵۲' موطا امام مالک: ۲۳۶' مسند احمد: ۲۲۶۶' عالم الکتب' بیروت)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا' وہ مینڈھا لایا گیا تاکہ آپ اس کی قربانی کریں' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ' پھر فرمایا: اس چھری کو پتھر سے تیز کرو' انہوں نے اس چھری کی دھار تیز کی' پھر آپ نے اس چھری کو پکڑ کر اس مینڈھے کو گرایا' پھر اس کو ذبح کرنے لگے' پھر یہ دعا کی: بسم اللہ! اے اللہ! اس کو محمد اور آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما' پھر اس کو قربان کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۷' الرقم المسلسل: ۵۰۰۱' سنن ابوداؤد: ۲۷۹۲)

امام احمد نے اس حدیث کو تین مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان سندوں کے ساتھ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۶ طبع قدیم۔ ج ۲۳ ص ۱۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' المستدرک ج ۴ ص ۲۲۹' مسند ابویعلیٰ: ۱۷۹۲' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۳ ص ۱۷۱' مؤسسۃ الرسالۃ' سنن الدارقطنی ج ۴ ص ۲۸۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۳ ص ۲۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' المستدرک ج ۴ ص ۲۴۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۹۹' سنن دارمی: ۱۹۴۶' سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۱' الطحاوی ج ۴ ص ۱۷۷)

ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن ج ۱۱ ' میں ایصال ثواب کی بحث' النجم: ۳۹ کی تفسیر میں کی ہے' یہ بہت مفصل بحث ہے اور ص ۵۶۶۔ ۵۳۲ میں یہ بحث ۳۴ ۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے' اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ میت کے لیے جو دعا کی جائے اور میت کی طرف سے جو قرض ادا کیا جائے اس سے میت کو نفع ہوتا ہے اور اس کے ثبوت میں قرآن مجید اور احادیث کی نصوص ہیں' اسی طرح میت کی طرف سے فرض اور نفل حج کرنا بھی صحیح ہے' ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے' جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھنے میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ وہ بھی صحیح ہے (فقہاء احناف کے نزدیک روزوں کا اور دیگر عبادات بدنیہ کا ثواب بھی پہنچتا) اور باقی عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا اور امام احمد کے نزدیک تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۷۸۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' پس میں نے کہا: ہم اپنے مُردوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں' کیا یہ ان کی طرف پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ان کی طرف پہنچتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص ہدیہ سے خوش ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٩٦ - بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

وہ احادیث جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کے متعلق ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی وہ فضیلت بیان کریں' جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے' کیونکہ یہ دونوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ کے وزیر تھے' اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے ساتھ قبر میں ہیں۔ یہ وہ فضیلت ہے جو خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہے' یہ ان دونوں کی محبت کی کرامت ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے حجرے میں مدفون ہونے کی اجازت طلب کی۔

اس حدیث میں فقہ یہ ہے کہ صالحین کی قبروں کے جوار میں دفن ہونے کی حرص کرنی چاہیے' تاکہ صالحین پر جو رحمت نازل ہو اس سے ان کو بھی حصہ مل جائے اور صالحین کے لیے جب مسلمان آ کر دعا کریں تو اس دعا سے بھی ان کو حصہ ملے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۶۵-۳۶۷ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

وَقَوْلُ اللَّهِ ﴿فَأَقْبَرَهُ﴾ (عبس: ۲۱) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: پس اس کو دفن کیا۔

یہ پوری آیت اس طرح ہے: پھر اسے موت دی اور پھر اسے قبر میں دفن کیا۔ (عبس: ۲۱)

أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا جَعَلْتَ لَهُ قَبْرًا وَقَبَرْتُهُ دَفَنْتُهُ. ''اقبرت الرجل'' یہ اس وقت کہا جائے گا جب تم اس کے لیے قبر بناؤ اور ''قبرتہ'' یہ اس وقت کہا جائے گا جب تم اس کو دفن کر دو۔

امام بخاری اس تعلیق سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قبر کا مادہ ثلاثی مزید فیہ سے باب افعال سے آتا ہے اور ثلاثی مجرد سے بھی آتا ہے' پہلی صورت میں اس کا معنی ہے: قبر بنانا اور دوسری صورت میں اس کا معنی ہے: دفن کرنا۔

﴿كِفَاتًا﴾ (المرسلات: ۲۵) يَكُونُونَ فِيهَا أَحْيَاءً وَيُدْفَنُونَ فِيهَا أَمْوَاتًا. ''کفاتا'' یعنی حفاظت کی جگہ' اس زمین میں زندہ لوگ بھی ہوتے ہیں اور اس میں مُردوں کو بھی دفن کیا جاتا ہے۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: کیا ہم نے زمین کو حفاظت کی جگہ نہیں بنایا' زندوں کے لیے بھی اور مُردوں کے لیے بھی۔ (المرسلات: ۲۶-۲۵) یعنی زمین زندوں کو اپنی پشت پر رکھ کر اور مُردوں کو اپنے پیٹ میں رکھ کر ان کی حفاظت کرتی ہے۔ الفراء نے کہا ہے کہ ''نکفتهم'' کا معنی ہے: ہم ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

١٣٨٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ هِشَامٍ ح. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از ہشام ح' اور مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از

إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَتَعَذَّرُ فِي مَرَضِهِ أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ؟ أَيْنَ أَنَا غَدًا؟ اسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي، قَبَضَهُ اللّٰهُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَدُفِنَ فِي بَيْتِي. [طرف الحدیث: ۳۷۷۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیماری کی (ابتداء) میں دوسری ازواج سے بہ طور معذرت فرماتے تھے: میں آج کہاں ہوں؟ اور میں کل کہاں ہوں گا؟ حضرت عائشہ کی باری کو آپ دور گمان کرتے تھے' پس جس دن اللہ نے آپ کی روح کو قبض فرمایا' اس دن آپ میرے پہلو اور میرے سینہ کے درمیان تھے اور میرے حجرے میں آپ کو دفن کیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۲۴۴۳' الرقم المسلسل: ۶۱۷۵' المعجم الکبیر: ۸۱' ج ۲۳' تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۷۵' المعجم الاوسط: ۶۸۸۳' المستدرک ج ۴ ص ۱۳۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس' ان کا نام عبد اللہ ہے' یہ امام مالک کے بھانجے ہیں (۲) سلیمان بن بلال ابو ایوب (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر (۴) محمد بن حرب' ابو عبد اللہ المشائی' یہ ۲۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا' الغسانی' یہ ۱۸۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) عروہ بن الزبیر بن العوام (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: میں آج کہاں ہوں؟ میں کل کہاں ہوں گا؟ حضرت عائشہ کی باری کو آپ دور گمان کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی متعدد ازواج ہوں اس کا کسی ایک سے زیادہ محبت کرنا جائز ہے جب کہ وہ باریوں کی تقسیم میں اور خرچ مہیا کرنے میں ان کے درمیان عدل کرتا ہو۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج میں حضرت عائشہ سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے اور یہ ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۱۷۰۔ ج ۶ ص ۱۰۰۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

۱۳۹۰- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. لَوْلَا ذَلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ، أَوْ خُشِيَ، أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا. وَعَنْ هِلَالٍ قَالَ كَنَّانِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَلَمْ يُولَدْ لِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ہلال از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں فرمایا جس سے آپ صحت یاب نہیں ہوئے: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا' اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں آپ کی قبر کو ظاہر کر دیتی لیکن یہ خطرہ ہے کہ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا' اور ہلال نے کہا کہ عروہ بن الزبیر نے میری کنیت رکھی حالانکہ میری اولاد نہیں ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۵ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی شخص کی کنیت رکھنی جائز ہے' خواہ

اس کی اولاد ہو یا نہ ہو۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا.

ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عیاش نے خبر دی از سفیان التمار' انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا' وہ کوہان کی طرح تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل ابو الحسن المروزی' یہ مکہ میں مجاور تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک المروزی (۳) ابوبکر بن عیاش المحدث' یہ ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) سفیان بن دینار الکوفی التمار' یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور عصر صحابہ سے متصل تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۳)

قبر کو کوہان کی صورت میں بنانا مستحب ہے یا مسطح اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کس طرح تھی؟

علامہ التاذ دی بن سودہ متوفی ۱۲۰۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کوہان کی طرح تھی یعنی زمین سے اٹھی ہوئی اور بلند تھی' امام ابونعیم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر کی قبریں بھی اسی طرح تھیں' اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قبروں کو کوہان کی طرح بنانا مستحب ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام احمد' مزنی اور اکثر فقہاء شافعیہ کا یہی مذہب ہے' امام شافعی کا قول یہ ہے کہ قبر کو مسطح یعنی ہموار اور چپٹی بنانا مستحب ہے' الماوردی اور دوسرے شافعی فقہاء کا یہی مذہب ہے' امام بیہقی نے کہا کہ سفیان التمار کے قول میں قبر کو کوہان کی شکل میں بنانے کی کوئی دلیل نہیں ہے' اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی قبر ابتداء میں ہموار اور مسطح ہو' اور بعد میں اس کو کوہان کی طرح بنا دیا گیا ہو' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' میں نے عرض کیا: اے میری ماں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور ان کے دو صاحبوں رضی اللہ عنہما کی قبریں دکھائیں' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے لیے تین قبریں کھول دیں' یہ قبریں نہ بلند تھیں نہ زمین سے ملی ہوئی تھیں' ان کے اوپر میدان کی سرخ کنکریاں ڈالی ہوئی تھیں۔ ابوعلی نے بتایا کہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر آگے ہے اور حضرت ابوبکر کی قبر آپ کے سر مبارک کے پاس ہے اور حضرت عمر کی قبر آپ کے پیروں کے پاس ہے' ان کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۲۰)

انہوں نے یہ مشاہدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کیا تھا گویا کہ ابتداء میں یہ قبریں مسطح تھیں' پھر جب عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں مدینہ میں ولید بن عبد الملک کے حکم سے قبر کی دیوار بنائی گئی تو انہوں نے ان قبروں کو کوہان کی صورت میں بلند کر دیا۔

ابوبکر الآجری نے غنیم بن بسطام سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو عمر بن عبد العزیز کی امارت میں دیکھا' پس میں نے اس کو زمین سے چار انگل بلند دیکھا' اور حضرت ابوبکر کی قبر کو آپ کی قبر کے پیچھے دیکھا اور حضرت عمر کی قبر کو حضرت ابوبکر کی قبر کے پیچھے اور نیچے دیکھا' پھر اختلاف اس میں ہے کہ کوہان کی طرح قبر بنانا مستحب ہے یا مسطح بنانا مستحب ہے' اصل جواز میں اختلاف نہیں ہے اور مزنی شافعی نے قبر کو کوہان کی طرح بنانے کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ اگر قبر مسطح ہو تو وہ اس طرح ہو گی جیسے بیٹھنے کے لیے کوئی چیز (مثلاً بینچ وغیرہ) بنائی جاتی ہے اور وہ دنیاوی چیزوں کے مشابہ ہو گی۔

(حاشیہ السندی علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو الہیاج الاسدی سے کہا: میں تمہیں اس کام کے لیے بھیج رہا ہوں جس کام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا کہ تم جس قبر کو بھی بلند دیکھو اس کو ہموار کر دو اور جس مجسمہ کو بھی دیکھو اس کو مٹا دو۔

(صحیح مسلم: ۹۶۹، سنن ابو داؤد: ۳۲۱۸، سنن ترمذی: ۱۰۴۹، سنن نسائی: ۲۰۳۰، مسند احمد ج ۱ ص ۸۹)

فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے سنن ابو داؤد: ۳۲۳۰ کے جواب میں کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے اور وہ حدیث مرسل ہے اور امام شافعی حدیث مرسل کو حجت نہیں مانتے اور صحیح مسلم: ۹۶۹ کے جواب میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ قبریں ہیں جن کو فخر اور مباہات کے لیے بلند بنایا گیا ہو یا اس کو ایک بالشت سے زیادہ بلند بنایا گیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۴)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

قبر کو کوہان کی طرح بنانا مسطح بنانے سے افضل ہے امام مالک امام ابو حنیفہ امام احمد اور ثوری کا یہی مذہب ہے امام شافعی نے کہا کہ قبر کو مسطح بنانا افضل ہے انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کو مسطح بنایا تھا اور قاسم نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کو مسطح دیکھا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ سفیان تمار نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو کوہان کی مثل دیکھا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰) حسن بصری سے بھی اسی طرح مروی ہے نیز اس لیے کہ قبر کو مسطح بنانا اہل دنیا کی عمارتوں کے مشابہ ہے اور یہ اہل بدعت کا شعار ہے اس لیے مکروہ ہے اور ہماری دلیل بخاری کی روایت ہے اس لیے وہ ان کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے اس لیے اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ (المغنی ج ۳ ص ۱۶۷ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

قبر کو کوہان کی طرح بنایا جائے مربع نہ بنایا جائے کیونکہ النخعی نے بیان کیا ہے کہ مجھے اس نے حدیث بیان کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کو دیکھا تھا کہ ان کی قبریں کوہان کی طرح تھیں اور ان پر سفید مٹی سے لپائی کی گئی تھی اور اس لیے بھی کہ مربع بنانا دنیاوی طرز تعمیر ہے اور قبروں کو دنیاوی طرز تعمیر سے مختلف بنانا چاہیے نیز قبر کو مربع بنانا روافض کا (اور اہل کتاب کا) شعار ہے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

قبر کو کوہان کی طرز پر بنانا چاہیے وہ زمین سے ایک بالشت یا کچھ زیادہ اونچی ہو اس سے زیادہ اونچی نہ بنائی جائے امام شافعی نے کہا کہ قبر کو مربع اور مسطح بنانا چاہیے کوہان کی طرح نہیں بنانا چاہیے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کو مسطح بنایا تھا۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۵۰)

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرشتوں کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر کو کوہان کی مثل بنایا اور اس پر خیمہ نصب کیا۔

ابراہیم النخعی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں کوہان کی مثل تھیں۔

(کتاب الآثار لامام محمد ص ۴۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما طائف میں فوت ہوئے' محمد بن الحنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر کوہان کی مثل بنائی اور اس پر خیمہ نصب کیا۔

قبر کو مربع کی مثل نہ بنایا جائے کیونکہ یہ اہل کتاب کے طریقہ کے مشابہ ہے اور اہل کتاب کی مشابہت مکروہ ہے۔

نیز دنیاوی عمارتیں مربع بنائی جاتی ہیں اور قبر کا تعلق آخرت سے ہے' اس کو اس سے مختلف ہونا چاہیے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس کو مسطح بنایا گیا تھا' پھر اس کو کوہان کی مثل بنا دیا گیا۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۹۳۔ ۹۲' ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ فقہاء احناف کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سفیان التمار نے جو کہا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو کوہان کی مثل دیکھا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰۔ ۲) اس میں کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے' وہ پہلے کوہان کی مثل نہ ہو' جیسے امام بیہقی نے کہا ہے' پھر اس پر انہوں نے امام ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں دکھائیں' وہ زمین سے بلند تھیں نہ زمین سے ملی ہوئی تھیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۱۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ہمیشہ امام بخاری کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں' اور اس مسئلہ میں فقہی تعصب کی بناء پر اپنے طریقہ سے انحراف کر رہے ہیں' باقی انہوں نے امام ابوداؤد اور امام مسلم کی جن روایات سے استدلال کیا ہے' ان کا جواب ہم ذکر کر چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے شیخین کی فضیلت پر استدلال کیا ہے' کیونکہ ان کی قبریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ متصل ہیں اور حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کی قبر کی مٹی اس کے نطفہ پر چھڑکی جاتی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۵۸' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰)

ابوعاصم نے کہا: تم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت پر اس کی مثل کوئی اور دلیل نہیں پاؤ گے کیونکہ ان دونوں کی مٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی سے ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲۳۸۹۔ ج ۲ ص ۳۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حکیم ابوعبداللہ ترمذی نے نوادر الاصول میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو فرشتہ رحم میں مقرر ہوتا ہے' وہ نطفہ کو لے کر اس جگہ کی مٹی کے ساتھ گوندھتا ہے' جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے اور یہ اس آیت کا مصداق ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ (طٰہٰ: ۵۵)

ہم نے اسی مٹی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے ۝

حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے عطاء الخراسانی سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرشتہ جا کر اس جگہ سے مٹی لیتا ہے'

جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے' پھر اس مٹی کو نطفہ پر چھڑکتا ہے' پھر اس مٹی اور نطفہ سے اس شخص کی تخلیق کی جاتی ہے' اس کے بعد انہوں نے بھی اس کی تائید میں طٰہٰ: ۵۵ کو ذکر کیا ہے۔ (التمہید ج ۱۰ ص ۷۷۵)

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جگہ مدفون ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ ان سب کی مٹی ایک جگہ سے لی گئی ہے' اور یہ وہ جگہ ہے جہاں یہ مدفون ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حَدَّثَنَا فَرْوَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ' أَخَذُوا فِي بِنَائِهِ' فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوا' وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذٰلِكَ' حَتّٰى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللّٰهِ' مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

ہمیں فروہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود' جب الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ان پر دیوار گر گئی اور وہ اس کو بنانے لگے تو ان کے سامنے ایک قدم ظاہر ہوا' پس وہ خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم ہے' پس انہیں اس کو جاننے والا کوئی نہیں ملا' حتیٰ کہ ان سے عروہ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہیں ہے' یہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

حضرت عمر کا قدم ظاہر ہونے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ان پر دیوار گر گئی' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کی دیوار گر گئی' عروہ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ لوگ آپ کی قبر کی طرف نماز پڑھتے تھے تو عمر بن عبد العزیز نے یہ حکم دیا کہ یہاں دیوار بنا دی جائے تاکہ قبر مبارک کی طرف منہ کر کے کوئی نماز نہ پڑھ سکے' پھر جب وہ دیوار گر گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم اور گھٹنا ظاہر ہو گیا تو عمر بن عبد العزیز خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہ ہو' پھر ان کے پاس عروہ آئے اور بتایا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم اور ان کا گھٹنا ہے' تب عمر بن عبد العزیز کا خوف دور ہو گیا۔

مالک بن مغول نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں اس نے مدینہ کے عامل عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ ازواج مطہرات کے حجرے گرا کر مسجد نبوی کی توسیع کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو بلند کر دو تاکہ نماز میں اس کی طرف منہ نہ ہو' عمر بن عبد العزیز نے حجرے گرانے شروع کیے' اس وقت ایک پاؤں لحد سے ظاہر ہوا' جس کے متعلق عمر بن عبد العزیز کو یہ خدشہ ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں ہے تو عروہ نے بتایا کہ یہ حضرت عمر کا پاؤں ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۳۹۱ - وَعَنْ هِشَامٍ' عَنْ أَبِيهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا تَدْفِنِّي مَعَهُمْ' وَادْفِنِّي مَعَ صَوَاحِبِي بِالْبَقِيعِ' لَا أُزَكّٰى بِهِ أَبَدًا.

[طرف الحدیث: ۷۳۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی کہ مجھے ان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن نہ کرنا اور مجھے میری سوکنوں کے ساتھ بقیع میں دفن کر دینا' میں یہ نہیں چاہتی کہ ان کے ساتھ دفن ہونے کی وجہ سے بعد میں میری (خصوصی) تعظیم کی جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اس لیے کہا تھا کہ اب ان کے حجرہ میں صرف ایک قبر کی جگہ تھی۔

حضرت عائشہ نے اس کو ناپسند کیا کہ یہ کہا جائے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہیں اور اس وجہ سے ان کی زیادہ تعظیم کی جائے۔ یہ آپ کا اعلیٰ درجہ کا انکسار اور تواضع تھی۔

۱۳۹۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونِ الْأَوْدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ اذْهَبْ إِلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقُلْ يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ ثُمَّ سَلْهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ قَالَتْ كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي فَلَأُوثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِي فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَهُ مَا لَدَيْكَ؟ قَالَ أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعِ فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي ثُمَّ سَلِّمُوا ثُمَّ قُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَادْفِنُونِي وَإِلَّا فَرُدُّونِي إِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَمَنِ اسْتَخْلَفُوا بَعْدِي فَهُوَ الْخَلِيفَةُ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا فَسَمّٰى عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِبُشْرَى اللّٰهِ كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هٰذَا كُلِّهِ فَقَالَ لَيْتَنِي يَا ابْنَ أَخِي وَذٰلِكَ كَفَافًا لَا عَلَيَّ وَلَا لِي أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ خَيْرًا أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن عبد الحمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از عمرو بن میمون الاودی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے کہا: اے عبد اللہ بن عمر! تم ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ' پس ان سے کہو کہ عمر بن الخطاب آپ کو سلام کہتے ہیں' پھر ان سے سوال کرنا کہ میں اپنے دو صاحبوں کے ساتھ دفن کر دیا جاؤں؟ حضرت عائشہ نے کہا: میں اس جگہ کا اپنے لیے ارادہ رکھتی تھی' پس میں آج ان کو ضرور اپنے اوپر ترجیح دوں گی' پھر جب حضرت عبد اللہ بن عمر آئے تو حضرت عمر نے پوچھا: تمہارے پاس کیا جواب ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! حضرت ام المؤمنین نے آپ کے لیے اجازت دے دی ہے' حضرت عمر نے کہا: اس جگہ سے زیادہ میرے نزدیک اور کوئی جگہ اہم نہیں تھی' پس جب میری روح قبض کر لی جائے تو مجھے وہاں اٹھا کر لے جانا' پھر سلام عرض کرنا' پھر کہنا: عمر بن الخطاب اجازت طلب کرتا ہے' پس اگر وہ میرے لیے اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا' بے شک میرے علم میں اس خلافت کا ان لوگوں سے زیادہ حق دار کوئی نہیں ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے' پس وہ میرے بعد جس کو خلیفہ بنا دیں وہی خلیفہ ہوگا' تم اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا' پھر انہوں نے حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت الزبیر' حضرت عبد الرحمان بن عوف اور سعد بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے نام لیے اور ان کے پاس انصار کا ایک جوان آیا اور اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو مبارک ہو! آپ کو اللہ کی بشارت ہے' آپ

وَأُوْصِيْهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا، الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ، أَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَيُعْفٰى عَنْ مُسِيْئِهِمْ، وَأُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يُوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ، وَأَنْ لَّا يُكَلَّفُوْا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ.

[اطراف الحدیث: ۱۳۹۲۔۳۰۵۲۔۳۱۶۲۔۳۷۰۰۔۴۸۸۸۔ ۷۲۰۷] (اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے)

پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل کیا' پھر اس کے بعد آپ کو شہادت ملی: حضرت عمر نے کہا: کاش! اے میرے بھتیجے! یہ سب برابر سرابر ہو جائے' نہ مجھے عذاب ہو اور نہ مجھے ثواب ملے' میرے بعد جو خلیفہ ہو میں اس کو مہاجرین اولین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور وہ ان کے حق کو پہچانے اور ان کی حرمت کی حفاظت کرے اور میں اسے انصار کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں' جنہوں نے گھروں میں ٹھکانا دیا اور مہاجروں کی ہجرت سے پہلے ایمان لائے' ان کی نیکیوں کو قبول کیا جائے اور ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا جائے اور میں اسے یہ وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے ذمہ کو اور اس کے رسول کے ذمہ کو پورا کرے اور ان کے عہد کو مکمل کیا جائے اور ان کے پیچھے جنگ کی جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہ کیا جائے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) جریر بن عبد الحمید (۳) حصین بن عبد الرحمان (۴) عمرو بن میمون الاودی' یہ ابن صعب بن سعد کی طرف منسوب ہیں' انہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں کی اور صحابہ کی ایک جماعت سے انہوں نے احادیث کا سماع کیا ہے' یہ ۷۵ھ میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۴۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان کی شہادت کے قصہ میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابولؤلؤ فیروز نے شہید کیا تھا' یہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا' اور یہ اسلام کا مدعی تھا' اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہہ کر اس کی خراج کی رقم کم کرا دیں' (مولی اپنے غلام سے کہے کہ تم مجھے روزانہ اتنی رقم کما کر لا کے دیا کرو' اس کو خراج کہتے ہیں) حضرت عمر نے پوچھا: تمہارا خراج کتنا ہے؟ اس نے کہا: ایک دینار' حضرت عمر نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' تم عمدہ کام کر سکتے ہو اور یہ رقم زیادہ نہیں ہے' یہ جواب سن کر وہ غضب ناک ہو گیا' جب حضرت عمر صبح کی نماز پڑھانے کے لیے گئے تو یہ اللہ کا دشمن نکلا اور زہر آلود دو دھاری چھری سے آپ پر پے در پے کئی وار کیے۔ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بہ روز بدھ اس نے آپ پر حملہ کیا تھا اور اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی' ایک قول ۶۱ کا اور ایک قول ۶۳ کا بھی ہے' آپ کی خلافت ۱۰ سال' ۵ ماہ' ۲۱ دن رہی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فقہاء شافعیہ کے قول کے مطابق شہید وہ ہے جس کو کفار قتل کریں اور فقہاء احناف کے قول کے مطابق شہید وہ ہے جس کو ظلماً قتل کیا جائے اور اس کے قتل سے دیت واجب نہ ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ کے قول پر حضرت عمر

آخرت کے حق میں شہید ہیں اور ہمارے قول کے مطابق وہ حقیقۃً شہید ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۳۱-۳۳۰ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کے قرب میں مدفون ہونے کی تمنا کرنی چاہیے' تاکہ صالحین پر جو رحمت نازل ہو' اس سے ان کے قرب میں دفن ہونے والے کو بھی حصہ مل جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلیفہ مقرر کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک مجلس شوریٰ بنادی جائے اور وہ اپنی صواب دید سے کسی کو خلیفہ نامزد کردے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قریب الموت ہو اس کے نیک اعمال کا تذکرہ کر کے اس کی تعزیت کرنی چاہیے' جیسے اس انصاری جوان نے حضرت عمر سے تعزیت کی' حضرت عمر نے وفات کے وقت تواضع کی اور کہا: کاش! میرا معاملہ برابر سرابر ہو جائے' مجھے نیک کاموں پر اجر ملے نہ میری خطاؤں پر گرفت ہو' اس کے برخلاف آج کل کے نام نہاد پیر اپنے لیے مقام وجاہت کی مسند سجائے بیٹھے ہیں' موت کب آئے گی مگر میری آرزو یہ ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادے' اللہ تعالیٰ میری اس دعا کو قبول فرمائے۔ (آمین) قارئین سے درخواست ہے کہ وہ بھی میری اس دعا پر آمین کہیں۔

٩٧ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنْ سَبِّ الْاَمْوَاتِ

١٣٩٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ' فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا. وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ' عَنِ الْاَعْمَشِ. وَمُحَمَّدُ بْنُ اَنَسٍ' عَنِ الْاَعْمَشِ. تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ' وَابْنُ عَرْعَرَةَ' وَابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ' عَنْ شُعْبَةَ

مُردوں کو برا کہنے کی ممانعت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مُردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال کی جزاء تک پہنچ گئے' اور اس حدیث کو عبد اللہ بن عبد القدوس نے روایت کیا ہے از الاعمش و محمد بن انس از الاعمش' علی بن الجعد نے اور ابن عرعرہ نے اور ابن عدی نے اس حدیث کی روایت میں آدم کی متابعت کی ہے از شعبہ۔

[طرف الحدیث: ۶۵۱۶]

(سنن دارمی: ۲۵۱۱' سنن کبریٰ: ۲۰۶۳' مساوی الاخلاق للخرائطی: ۹۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۵' شعب الایمان: ۶۶۷۸' شرح السنۃ: ۱۵۰۹' صحیح ابن حبان: ۳۰۲۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۴۷۰' ج ۴۲ ص ۲۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی خطاؤں کا ذکر کیا گیا ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو مؤمنین وفات پاچکے ہیں' ان کے برے اعمال کا ذکر ممنوع ہے' پس جس نے وفات شدہ مؤمنین کے برے کاموں کا ذکر کیا' وہ گنہ گار ہوگا۔

عبد الواحد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انبیاء علیہم السلام کی لغزشوں کا ذکر فرمایا ہے اور وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے معارضہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزشوں کا ذکر اپنی مخلوق کو نصیحت کرنے کے لیے کیا ہے تاکہ لوگ جان لیں کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب بندے ہیں اور ان سے جو اجتہادی خطاء یا نسیان سے ظاہری خطائیں سرزد ہو گئیں' اس پر بھی انہوں نے توبہ کی تو عام لوگ جو قصداً گناہ کرتے ہیں انہیں اپنے گناہوں پر توبہ کرنا

کس قدر ضروری ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کی توبہ کا اور ان کی مغفرت کا ذکر فرما دیا ہے' اس لیے اب کوئی شخص ان کو ملامت نہیں کر سکتا اور نہ ان کی ظاہری خطاؤں سے یہ استدلال کر سکتا ہے کہ جب انہوں نے بھی خطائیں کر لیں تو ہم نے گناہ کر لیے تو کون سی بڑی بات ہے۔ بعض نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہری خطاء پر سختی فرمائی' جیسے حضرت یونس علیہ السلام چند راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہے تو یہ سختی ان کو طاہر اور مطہر کرنے کے لیے اور ان کے درجات بلند کرنے کے لیے تھی' سو کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کا ذکر بغیر تعظیم اور ادب اور احترام کے کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

انبیاء علیہم السلام کی ظاہری خطاؤں کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی تلاوت اور احادیث صحیحہ کی قراءت کے دوران انبیاء علیہم السلام کی زلات کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کے علاوہ ان کی زلات کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ امام ابن الحاج مالکی نے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس کو کفر لکھا ہے۔ علامہ ابن الحاج کی عبارت المدخل ج ۲ ص ۱۴ پر ہے' اور اعلیٰ حضرت کی عبارت فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۳۲۔۲۳۳' طبع کراچی پر ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے: جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا' اس کو محض اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے' محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔ آگے چل کر لکھا ہے: اور تڑپ کر بیٹے کی معافی کے لیے درخواست کرتا ہے لیکن دربار خداوندی سے الٹی اس پر ڈانٹ پڑ جاتی ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۳۵۔۳۴۳' سولہواں ایڈیشن' ۱۴۰۲ھ)

غور فرمائیے! فوت شدہ عام مسلمانوں کی خطاؤں کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں تو حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق جاہلیت کا جذبہ اور ان پر الٹی ڈانٹ پڑنے کے الفاظ لکھنا' کس قدر باعث افسوس ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ۝ (الصّٰفّٰت: ۷۹) سلام ہو نوح پر تمام جہان والوں میں۝

اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کس قدر تکریم سے فرما رہا ہے اور سید مودودی نے ان کا ذکر کس طرح کیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ اسماء رجال کی کتب میں مُردہ راویوں کے عیوب بیان کیے جاتے ہیں

اس جگہ یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ فوت شدہ مسلمانوں کو بُرا کہنا ممنوع ہے تو پھر اسماء رجال کی کتابوں میں ضعیف اور موضوع راویوں کی بہ کثرت برائیاں مذکور ہیں حالانکہ وہ بھی فوت شدہ مسلمان ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی برائیوں کا ذکر ان کی اہانت کے لیے نہیں کیا جاتا بلکہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ ان کی روایت سے احتراز کیا جائے' ان کی روایت سے کسی عقیدہ کا اثبات نہ کیا جائے اور نہ کسی چیز کی حلت یا حرمت پر استدلال کیا جائے۔

۹۸ - بَابُ ذِكْرِ شِرَارِ الْمَوْتٰى

بدترین مُردوں کا ذکر کرنا

١٣٩٤ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ فَنَزَلَتْ ﴿تَبَّتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ابولہب لعنۃ اللہ علیہ نے نبی

یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ﴾۔ [اطراف الحدیث: ۳۵۲۵-۳۵۲۶-۴۷۷۰-۴۸۰۱-۴۹۷۱-۴۹۷۲-۴۹۷۳]

ﷺ سے کہا: تمہارے لیے سارا دن ہلاکت ہو' تب یہ آیت نازل ہوئی: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود ہلاک ہو جائے۔ (اللہب: ۱)

(صحیح مسلم: ۲۰۸، الرقم المسلسل: ۴۹۷، سنن ترمذی: ۳۳۶۳، السنن الکبریٰ: ۱۰۸۱۹، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۸۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۵۴۴، ج ۴ ص ۳۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ابولہب لعنۃ اللہ علیہ نے کہا۔

اس عنوان کے تحت امام بخاری پر حدیث مرسل لانے کا طعن

یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر ہجرت کے وقت تین سال تھی اور یہ آیت مکہ میں نبوت کے ابتدائی سالوں میں نازل ہوئی ہے' اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا بھی نہیں ہوئے تھے' اس عنوان کے مطابق یہ حدیث تھی: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ایک اور جنازہ گزرا تو مسلمانوں نے اس کی مذمت کی' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہو گئی' حضرت عمر بن الخطاب نے پوچھا: کیا واجب ہو گئی؟ تو آپ نے فرمایا: یہ جنازہ جس کی تم نے مذمت کی ہے اس کے حق میں دوزخ واجب ہو گئی' تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۷)

امام بخاری کو چاہیے تھا کہ اس عنوان کے تحت اس حدیث کو لاتے کیونکہ اس حدیث میں بدترین مردوں کا ذکر ہے اور یہ حدیث متصل ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور جو حدیث انہوں نے ذکر کی ہے' وہ مرسل ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور سورۃ الشعراء کی تفسیر میں اس کی تفصیل سے روایت کی ہے' وہاں اس حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ○ (الشعراء: ۲۱۴) اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرایئے○

تو نبی ﷺ نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر یہ ندا کی: اے بنو فہر! اے بنو عدی! یہ قریش کی شاخیں ہیں' حتیٰ کہ سب جمع ہو گئے' جو شخص خود نہیں آ سکا اس نے اپنے نمائندہ کو بھیج دیا تاکہ معلوم ہو کون بلا رہا ہے؟ اور کیوں بلا رہا ہے' پس ابولہب اور دیگر قریش آئے' آپ نے فرمایا: اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے جب بھی تجربہ کیا تو تمہاری خبر سچ تھی' آپ نے فرمایا: پس میں تم کو اس سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں جو تمہارے سامنے ہے' ابولہب نے کہا: تمہارے لیے سارا دن ہلاکت ہو' کیا تم نے اس لیے ہم کو جمع کیا تھا' تب یہ آیات نازل ہوئیں:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ○ (اللہب: ۲-۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود ہلاک ہو جائے○ اس کے مال نے اس کو (عذاب سے) نہیں بچایا اور نہ اس کی کمائی نے (یعنی اس کے بیٹے نے)○

ابولہب کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کرنے کی توجیہ

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا' اس کا نام ذکر نہیں کیا' اس کی کنیت ذکر کی کیونکہ وہ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور تھا اور دوسری وجہ یہ ہے

کیونکہ اس کا نام عبد العزیٰ تھا یعنی عزیٰ نام کے درخت کا بندہ جس کی قریش پرستش کرتے تھے سو اس کا نام اس لائق نہ تھا کہ اس کا قرآن مجید میں ذکر کیا جاتا' تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کا ٹھکانا جہنم تھا' وہ شعلے مارنے والی آگ اس کو لازم تھی' اس میں یہ کنایہ ہے کہ آگ کے شعلوں کی لپٹ اس کو لازم رہے گی۔

اس آیت کی مکمل تفصیل ہماری تفسیر تبیان القرآن میں الشعراء: ۲۱۴ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری نے بدترین مردوں کے عنوان میں ابولہب کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ مشرک تھا اور اس کو دائمی عذاب لازم تھا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۱۶۔ ج ۱ ص ۸۲۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا بیان (۲) گستاخانِ رسول پر شدت کا بیان۔

ابولہب کا مکمل تعارف اور اللہب: ۱ کی تفسیر ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۱۲ میں سورۃ اللہب میں ملاحظہ فرمائیں۔

''کتاب الجنائز'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین! آج بہ روز جمعرات ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ/ ۲۸ جون ۲۰۰۷ء ''کتاب الجنائز'' مکمل ہوگئی' اس میں ۲۱۰ احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں تعلیقات اور متابعات کی تعداد ۵۶ ہے' بقیہ احادیث موصولہ ہیں اور مکررات کی تعداد ۱۰۹ ہے اور خالص احادیث کی تعداد ۱۰۰ ہے' جن احادیث کی موافقت امام مسلم نے کی ہے ان کی تعداد ۴۳ ہے۔ ''کتاب الجنائز'' کی تکمیل کے ساتھ ہی ''کتاب الصلوٰۃ'' کی بھی تکمیل ہوگئی' اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب الزکوٰۃ'' شروع ہوگی۔

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے اپنے کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی احادیث کی بھی شرح کی تکمیل کرا دیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب اور تلامذہ کی مغفرت فرما دیں اور اس شرح کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے سبب ہدایت بنا دیں۔ آمین یا رب العلمین!

Trial
Buy Now!

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٢٤ - كِتَابُ الزَّكٰوةِ

زکوۃ کا بیان

امام بخاری نے ''کتاب الصلوۃ'' کے بعد ''کتاب الزکوۃ'' کو شروع کیا ہے اور اس میں قرآن اور سنت کی اتباع کی ہے' قرآن مجید کی اتباع اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ○ (البقرہ:٣)

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے بعض کو خرچ کرتے ہیں○

اور سنت کی اتباع اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی شہادت دینا' نماز قائم کرنا' زکوۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح البخاری:٨' صحیح مسلم:١٦)

زکوۃ کا لغوی اور شرعی معنی' زکوۃ کے وجوب کا سبب اور زکوۃ کی حکمتیں

زکوۃ کا لغت میں معنی ہے: بڑھنا' کہا جاتا ہے: ''زکا الزرع'' کھیتی بڑھ گئی اور اس کا معنی پاکیزہ کرنا بھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى○ (الاعلیٰ:١٤)

جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ کر لیا وہ کامیاب ہو گیا○

زکوۃ کا شرعی معنی ہے: جب نصاب کی مقدار پر ایک سال گزر جائے تو اس مال میں سے ایک حصہ غیر ہاشمی فقیر کو دے دیا جائے' اگر سونا چاندی یا نقد روپیہ ہو تو اس میں سے چالیسواں حصہ دیا جائے' سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے اور نقد روپیہ جو چاندی کے نصاب کے برابر ہو' چونکہ چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے' اس لیے نقد روپیہ کا نصاب بھی بدلتا رہتا ہے۔

زکوۃ کے وجوب کا سبب نصاب کی مقدار کا مالک ہونا ہے اور وہ شخص عاقل' بالغ اور آزاد ہو۔

زکوۃ کی حکمتیں یہ ہیں: مسلمان گناہوں کے میل سے اور بخل سے پاک ہو جاتا ہے' اس کا آخرت میں درجہ اور قرب بلند ہوتا ہے اور ضرورت مندوں کے ساتھ حسن سلوک ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢٣٥)

١ - بَابُ وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ

زکوۃ کا وجوب

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (البقرہ:٤٣).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔ (البقرہ:٤٣)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے حضرت

حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ.

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی پس نبی ﷺ کی حدیث ذکر کی، پھر ذکر کیا کہ آپ ہمیں نماز پڑھنے، زکوۃ ادا کرنے، صلہ رحم کرنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ ادْعُهُمْ إِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ، تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ. [اطراف الحدیث: ۱۴۵۸-۱۴۹۶-۲۴۴۸-۴۳۴۷-۷۳۷۱-۷۳۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی از زکریا بن اسحاق از یحییٰ بن عبد اللہ ابن صیفی از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا، پس فرمایا: ان کو دعوت دو کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، پس اگر وہ اس کی اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دو کہ اللہ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پس اگر وہ اس کی اطاعت کر لیں تو پھر ان کو خبر دو کہ بے شک اللہ نے ان کے مالوں میں ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۱۹، الرقم المسلسل: ۱۲۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۸۴، سنن ترمذی: ۶۲۵، سنن نسائی: ۲۴۳۵، سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۴۶، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۳۶-۱۳۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۸، شرح السنۃ: ۱۵۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱۴، سنن دارمی: ۱۶۱۴، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۰۷۱، ج ۳ ص ۴۹۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم الضحاک بن مخلد (۲) زکریا بن اسحاق (۳) یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی مولیٰ عثمان رضی اللہ عنہ (۴) ابومعبد مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۳۷)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں زکوۃ کی فرضیت بیان کی گئی ہے۔

حضرت معاذ کو یمن بھیجنے کی تاریخ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا۔ جب نبی ﷺ ۹ھ میں تبوک سے واپس آئے تو آپ نے حضرت معاذ کو اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا، نبی ﷺ نے ان کو یمن کا والی اور قاضی بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی تاریخ میں ربیع الثانی ۱۰ھ اور ربیع الثانی ۹ھ کے بھی اقوال ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۳۸)

یمن کے لوگ اہل کتاب تھے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: تم اہل کتاب کی

ایک قوم کی طرف جاؤ گے تم پہلے ان کو اللہ کی عبادت کی دعوت دینا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۵۸)

ایک شہر کی زکوۃ دوسرے شہر میں منتقل نہ کرنے پر فقہاء شافعیہ کی دلیل اور اس کا جواب

اس حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ان کے مال دار لوگوں سے زکوۃ لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ ایک شہر کی زکوۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل نہیں کی جاتی' جس شہر کے مال دار لوگوں سے زکوۃ وصول کی گئی ہے وہ اسی شہر کے فقراء پر خرچ کی جائے گی' اور یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ (اعلام السنن ج ۱ ص ۷۹۳' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۸ھ)

ہم کہتے ہیں کہ "فقرائهم" کی ضمیر اس شہر کے فقراء کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ فقراء مسلمین کی طرف راجع ہے' خواہ وہ اس شہر کے فقراء ہوں یا کسی اور شہر کے فقراء ہوں۔

قرآن مجید میں التوبہ: ۶۰ میں مصارف زکوۃ میں مطلقاً فقراء کا ذکر فرمایا ہے اور یہ قید نہیں لگائی کہ ایک شہر کی زکوۃ کو اسی شہر کے فقراء پر صرف کیا جائے

ائمہ ثلاثہ کا یتیم کے مال میں زکوۃ کو واجب کرنا اور امام ابوحنیفہ کا اس کے مال سے وجوب زکوۃ کو ساقط کرنا

نیز علامہ خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نابالغ بچہ جب مال دار ہو تو اس کے مال میں زکوۃ واجب ہوگی جس طرح جب وہ بچہ فقیر ہو تو اس کے لیے زکوۃ کا لینا جائز ہے۔ (اعلام السنن ج ۱ ص ۷۹۳)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک یتیم کے مال پر بھی زکوۃ واجب ہوتی ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

از المثنی بن الصباح از عمرو بن شعیب' وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا' سو اس میں فرمایا: جو شخص ایسے یتیم کا والی ہو جس کا مال ہو' تو وہ اس مال میں تجارت کرے اور اس کو ترک نہ کرے حتیٰ کہ اس کو صدقہ کھا جائے۔ امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کی سند میں کلام ہے کیونکہ مثنی بن الصباح حدیث میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۶۴۱)

امام ترمذی اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس باب میں اختلاف ہے' نبی ﷺ کے متعدد اصحاب نے کہا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوۃ واجب ہے' ان میں حضرت عمر' حضرت علی' حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم ہیں' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے اور اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی' سفیان ثوری' عبد اللہ بن المبارک (اور امام ابوحنیفہ) کا یہی مذہب ہے۔

عمرو بن شعیب' یہ محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے بیٹے ہیں' شعیب نے اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو سے حدیث سنی ہے' یحییٰ بن سعید نے عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ہمارے نزدیک ضعیف ہے اور جس نے ان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو کے صحیفہ سے حدیث کو روایت کرتے ہیں اور اکثر اہل علم عمرو بن شعیب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں' ان میں امام احمد اور اسحاق وغیرہ ہیں۔ (سنن ترمذی ص ۲۹۱' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

المثنی بن الصباح کا ضعف

امام ترمذی نے خود اعتراف کرلیا ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے یتیم کے مال میں زکوٰۃ کے وجوب پر جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کو یحییٰ بن سعید نے ضعیف کہا ہے۔

اس حدیث کی سند میں المثنی بن الصباح راوی ہے اس کے متعلق علامہ جمال الدین یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل اس کے متعلق کہتے ہیں: اس کی حدیث کسی چیز کے مساوی نہیں ہے یہ مضطرب الحدیث ہے۔

یحییٰ بن معین نے کہا: مثنی بن الصباح ضعیف ہے۔

عبد الرحمان بن ابی حاتم نے کہا: میں نے اپنے والد اور ابوزرعہ سے اس کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا: یہ ضعیف الحدیث ہے' الجوزجانی نے کہا: اس کی حدیث پر قناعت نہیں کی جاتی۔

امام ترمذی نے کہا: اس کی حدیث ضعیف ہے' امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ نہیں ہے' ایک اور مقام پر کہا: یہ متروک الحدیث ہے' ابواحمد بن عدی نے کہا: ائمہ متقدمین نے اس کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے۔

عمرو بن علی نے کہا: یحییٰ اور عبد الرحمان اس سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔

علی بن الحسین بن الجنید نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے' الدار قطنی نے کہا: یہ ضعیف ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۷ ص ۳۲۰۔۳۲۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ تین وجہ سے ضعیف ہے: ایک محمد بن عمرو بن شعیب کی وجہ سے اور دوسرے المثنی بن الصباح کی وجہ سے اور تیسرے اس وجہ سے کہ اسلام کا مسلم اصول ہے کہ نابالغ مکلف نہیں ہوتا اور یتیم چونکہ نابالغ بچے کو کہتے ہیں' اس لیے اس کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

یتیم کے مکلف نہ ہونے کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین لوگوں سے قلم (تکلیف) اٹھالیا گیا ہے: سونے والے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے' مجنون سے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے اور بچے سے حتیٰ کہ وہ بڑا ہو جائے۔ امام ابوداؤد کی دوسری روایات میں مذکور ہے کہ نابالغ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۰۳۔۴۴۰۲۔۴۴۰۱۔۴۳۹۸' سنن ترمذی: ۱۴۲۳' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱' صحیح ابن حبان: ۱۴۲' ۱۴۹۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۰' المستدرک ج ۲ ص ۵۹' ج ۴ ص ۳۸۹' سنن کبریٰ ج ۶ ص ۸۴' ۵۷' المنتقیٰ: ۸۰۸۔۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۸' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۴۸' مسند ابو یعلیٰ: ۴۴۰۰' کنز العمال: ۱۰۳۲۲)

علاوہ ازیں علامہ خطابی نے صحیح البخاری: ۱۳۹۵ کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں: اس حدیث میں کہیں یہ نہیں لکھا ہوا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے' اس میں صرف یہ لکھا ہوا ہے کہ ان کے مال داروں سے زکوٰۃ لی جائے گی اور ان کے فقراء میں لوٹا دی جائے گی اس جملہ سے یتیم کے مال میں زکوٰۃ کے وجوب کو کشید کرنا محض تحکم اور سینہ زوری ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی علامہ خطابی وغیرہ کی طرح لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ اسی شہر میں خرچ کی جائے گی اور دوسرے شہروں میں نہیں لوٹائی جائے گی۔ (عون الباری ج ۲ ص ۳۹۰' دار الرشید حلب' سوریا)

اس کا جواب ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ اس سے مراد فقراء مسلمین ہیں خواہ وہ فقراء اسی شہر کے ہوں یا کسی دوسرے شہر کے۔

قرآن مجید کی سورۂ توبہ: ۶۰ میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں اور اس حدیث میں صرف فقراء کی طرف زکوٰۃ لوٹانے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ آٹھوں مصارف میں زکوٰۃ کو خرچ کرنا ضروری نہیں ہے۔

توحید و رسالت کی گواہی کو مقدم رکھنا' کفار کا فروع شریعت کا مخاطب نہ ہونا اور روزے اور حج کے ذکر نہ کرنے کی توجیہ

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: سب سے پہلے تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینی چاہیے۔

عبادت کی اصل تذلل اور خضوع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت اور عجز کا اظہار کرنا' اور یہاں عبادت سے مراد "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی گواہی دینا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو پھر ان کو خبر دینا' یعنی اگر وہ زبان سے توحید اور رسالت کا اقرار کر لیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ کسی قوم سے جہاد کرنے سے پہلے اسے اسلام کی دعوت دی جائے۔ ائمہ اربعہ اور حنفیین کا اس پر اتفاق ہے کہ مکلف پر سب سے پہلے یہ واجب ہے کہ وہ توحید اور رسالت کا اقرار کرے' جن فقہاء کا یہ قول ہے کہ کفار فروع شریعت کے مخاطب نہیں ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا: تم سب سے پہلے ان کو توحید و رسالت کی گواہی دینا اور جب وہ اس کا اقرار کر لیں اور مسلمان ہو جائیں تو پھر ان کو نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کی خبر دینا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے اور حج کا ذکر نہیں کیا' اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ اس وقت تک روزے اور حج فرض نہیں ہوا تھا کیونکہ حضرت معاذ کو نو ہجری میں یمن بھیجا تھا اور روزے ۲ھ میں فرض ہوئے تھے اور حج ۸ھ میں فرض ہو گیا تھا' ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ اہم عبادات کا ذکر فرمایا ہو' ہر چند کہ روزے اور حج بھی فرض ہیں لیکن نماز اور زکوٰۃ ان سے زیادہ اہم فرائض میں سے ہیں۔ (المفہم ج ۱ ص ۱۸۳-۱۸۱' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹- ج ۱ ص ۳۷۱ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل ② آیا کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں؟

۱۳۹۶ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ. قَالَ مَا لَهٗ مَا لَهٗ؟ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَبٌ مَا لَهٗ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ. وَقَالَ بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابن عثمان بن عبد اللہ بن موہب از موسیٰ بن طلحہ از ابی ایوب رضی اللہ عنہ' ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے ایسے عمل کی خبر دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے' (لوگوں نے کہا:) اسے کیا ہوا' یہ بات پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سوال کی ضرورت ہے' تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھو اور

مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ بِهٰذَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ أَخْشَى أَنْ يَكُونَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مَحْفُوظٍ إِنَّمَا هُوَ عَمْرٌو. [اطراف الحدیث: ۵۹۸۲۔ ۵۹۸۳]

بہز نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عثمان نے حدیث بیان کی اور ان کے والد عثمان بن عبد اللہ ان دونوں نے موسیٰ بن طلحہ از ابو ایوب اس حدیث کو سنا۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: مجھے خدشہ ہے کہ محمد کا نام غیر محفوظ ہے اس کا نام عمرو ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳، الرقم المسلسل: ۱۰۳، سنن نسائی: ۴۶۸، السنن الکبریٰ: ۵۸۸۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۵۱۵۔ ج ۱۳ ص ۲۰۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر بن الحارث بن سخبرہ ابو عمر الحوضی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) محمد بن عثمان بن عبد اللہ بن موہب (۴) موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ القرشی، یہ ۱۰۳ھ میں فوت ہوئے (۵) حضرت ابو ایوب انصاری، ان کا نام خالد بن زید بن کلیب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۳۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم زکوۃ کو ادا کرو، اس میں زکوۃ کو نماز کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جس طرح رسالت کو توحید کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

''مالہ، مالہ'' اور ''ارب'' کے معانی

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مکرر لکھا ہے: ''مالہ مالہ'' ۔ یہ کلمہ استفہام ہے اور اس کی تکرار تاکید کے لیے ہے اس کا معنی ہے: اس کو کیا ہوا؟

نیز اس حدیث میں ''ارب'' لکھا ہوا ہے اس کو کئی طرح پڑھا گیا ہے:

(۱) ''أَرِبٌ'' اس کا معنی ہے: یہ ضرورت مند ہے یعنی اس کو اس سوال کے جواب کی ضرورت ہے۔

(۲) ''أَرَبٌ'' اس کا معنی ہے: حاجت یعنی یہ سوال اس کی ضرورت ہے۔

(۳) ''أَرِبَ'' اس کا معنی ہے: اس کو ضرورت پیش آئی تو اس نے اپنی ضرورت کا سوال کیا۔

(۴) ''أَرِبَ'' اس کا معنی بھی وہی اول الذکر ہے۔

النضر بن شمیل نے کہا: ''أَرِبَ'' اس موقع پر کہا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی کام میں اپنی انتہائی کوشش صرف کر دے۔

ابن الانباری نے کہا: یہ لفظ اصل میں ہے: ''سقط آرابہ'' اور ''آراب'' کا معنی اعضاء ہے یعنی اس کے اعضاء ساقط ہو جائیں لیکن یہ معنی مراد نہیں ہوتا جیسے کہا جاتا ہے: ''تربت یداک'' تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہو جائیں اور اس لفظ کو تعجب کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

※ باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۔ ج ۱ ص ۵۹۳ پر مذکور ہے اس کی شرح میں توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔

۱۳۹۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث

يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ حَيَّانَ' عَنْ أَبِي زُرْعَةَ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ. قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا' وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوبَةَ' وَتُؤَدِّي الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوضَةَ' وَتَصُومُ رَمَضَانَ. قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ' لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا. فَلَمَّا وَلَّى' قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ' عَنْ يَحْيَى' عَنْ أَبِي حَيَّانَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

(صحیح مسلم: ۱۴' الرقم المسلسل: ۱۰۷)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید بن حیان از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' اس نے کہا: آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے کہ جب میں اس عمل کو کر لوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں' آپ نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس میں کسی کو شریک نہ کرو اور فرض نماز پڑھو اور فرض زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو' اس اعرابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا' جب وہ اعرابی پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ اس حدیث کو ہمیں مسدد نے بیان کیا از یحییٰ از ابی حیان' انہوں نے کہا: مجھے ابو زرعہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی خبر دی۔

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبد الرحیم ابو یحییٰ (۲) عفان بن مسلم الصفار الانصاری (۳) وہیب بن خالد بن عجلان صاحب الکرابیس (۴) یحییٰ بن سعید بن حیان ابو حیان تیمی (۵) ابو زرعہ' ان کا نام ہرم ہے' عمرو' عبد الرحمان اور عبد اللہ کے بھی ان کے نام میں اقوال ہیں (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد الرحمان بن صخر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۴۷)

حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اعرابی نے کہا: میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا' یعنی فرائض پر اضافہ نہیں کروں گا' جتنی نمازیں فرض ہیں اتنی ہی نمازیں پڑھوں گا' اس جملہ میں یا تو فرائض میں اضافہ کی نفی ہے یا اس کا معنی ہے: میں اپنی قوم کو جا کر اتنے ہی فرائض بیان کروں گا جتنے آپ نے فرمائے ہیں' میں اس میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔

عشرہ مبشرہ کے علاوہ جن صحابہ کا نام لے کر جنت کی بشارت دی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ آپ نے جو کچھ اس شخص کو بتایا ہے وہ اس پر عمل کرے گا اور تا حیات اس پر عمل کرتا رہے گا اور موت کے بعد جنت میں داخل ہو جائے گا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن صحابہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ تو معین ہیں اور وہ صرف دس صحابہ ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے ان کی تعداد میں اضافہ کیا جائے گا کیونکہ آپ نے اس صحابی کے جنتی ہونے کی تصریح کی ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ دس عدد کی تصریح اس میں اضافہ کے منافی نہیں ہے' نیز اس طرح اہل جنت کی بشارت دس صحابہ کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی دی گئی ہے' مثلاً آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۶۸' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳) حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: میں نے جعفر کو جنت

میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے دیکھا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۶۳) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے لیے جنت میں محل کی بشارت دی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۲۰، صحیح مسلم: ۲۴۳۲، سنن ترمذی: ۳۸۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: حضرت مریم بنت عمران کے سوا یہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۷۳) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے اس میں ابوطلحہ کی بیوی کو دیکھا' اور اپنے آگے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے چلنے کی آہٹ سنی۔ (صحیح مسلم: ۲۴۵۷، مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۰) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: جنت میں ان کے رومال ریشم سے زیادہ ملائم ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۸۰۲، صحیح مسلم: ۲۴۶۸، سنن ترمذی: ۳۸۴۷، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۹، مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۹) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۱۹) آپ نے فرمایا: جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے: حضرت علی' حضرت عمار اور حضرت سلمان۔ (سنن ترمذی: ۳۷۹۷) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ جنت کے دسویں شخص ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۰۴، مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۳) حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے وہ بدر اور حدیبیہ میں حاضر تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۵، سنن ترمذی: ۳۸۶۵، مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۵) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: مجھے حضرت جبریل نے بتایا: یہ جنت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ (المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۳۶۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میری ازواج جنت میں ہوں گی تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ (صحیح ابن حبان: ۷۰۹۶)

تیسرا جواب یہ ہے کہ عشرہ مبشرہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان دس صحابہ کو یک بارگی جنت کی بشارت دی اور یہ اس کے منافی نہیں ہے جن کے جنتی ہونے کی بشارت مختلف اوقات میں دی ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

آپ نے فرمایا: رمضان کے روزے رکھو یہ نہیں فرمایا کہ رمضان کے مہینہ کے روزے رکھو اس سے معلوم ہوا کہ بغیر مہینہ کے ذکر کے بھی رمضان کا ذکر کرنا جائز ہے' مثلاً یہ کہا جائے کہ رمضان آیا یا رمضان گیا' اور بعض علماء نے کہا ہے: اس طرح کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کا نام ہے اس لیے کہنا چاہیے کہ رمضان کا مہینہ آیا' رمضان کا مہینہ گیا۔

جس اعرابی نے کہا: میں ان فرائض پر عمل کروں گا' آپ نے اس کو جنت کی بشارت دی' اس سے معلوم ہوا کہ جس نے توحید اور رسالت کی گواہی دی' پانچ نمازیں پڑھیں' رمضان کے روزے رکھے اور زکوۃ ادا کی اور بہ شرط استطاعت حج کیا' وہ شخص جنت میں داخل ہوگا' جب کہ ان ہی اعمال پر اس کو موت آئی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل علم سے اپنے اعمال کا سوال کرنا چاہیے جو دخول جنت کا سبب ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۔ ج ۱ ص ۳۶۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔

١٣٩٨ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوجمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ عبدالقیس

هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ، قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ، وَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُوْا إِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَنَا. قَالَ: آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ، وَشَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَعَقَدَ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ. وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالنَّقِيْرِ، وَالْمُزَفَّتِ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ وَأَبُو النُّعْمَانِ، عَنْ حَمَّادٍ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ ربیعہ کا قبیلہ ہے' ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آ سکتے ہیں' سو آپ ہمیں ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کریں اور اس کی طرف ان کو دعوت دیں جو ہمارے پیچھے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں' اللہ پر ایمان لانے کا اور وہ یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور آپ نے اپنی انگلی سے ایک کا اشارہ کیا' اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا اور یہ کہ تم مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو' اور میں تم کو کھوکھلے کدو' سبز گھڑوں' کھوکھلی لکڑی اور روغنی برتنوں (میں پینے) سے منع کرتا ہوں' اور سلیمان اور ابو النعمان نے حماد سے روایت میں کہا ہے: ایمان باللہ یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۹۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عرب میں سے جس نے کفر کرنا تھا اس نے کفر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگوں سے کس طرح قتال کریں گے' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ یہ کہیں: لا الٰہ الا اللہ' پس جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا' اس نے مجھ سے اپنے مال اور اپنی جان کو محفوظ کر لیا سوا اس کے جو اس پر اسلام کا حق ہو اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

۱۴۰۰ - فَقَالَ وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ، فَإِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

پس حضرت ابو بکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے' کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے اس بکری کے بچے کو

وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا. قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

[اطراف الحدیث: ١٤٥٧۔ ١٩٢٤۔ ٧٢٨٤]

دینے سے بھی انکار کیا جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو میں اس کو نہ دینے کی وجہ سے ضرور ان سے قتال کروں گا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! یہ وہی چیز تھی جس کے لیے اللہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ کو کھول دیا تھا' پس میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٠' الرقم المسلسل: ١٣٣' سنن ابوداؤد: ١٥٥٦' سنن ترمذی: ٢٦٠٧' سنن نسائی: ٢٤٤٣' سنن بیہقی ج ٤ ص ١٠٤' صحیح ابن حبان: ٢١٦' مسند احمد ج ١ ص ١٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٧' ج ١ ص ٢٧٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اللہ کی قسم! میں اس شخص سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کفار عرب کی اقسام

اس حدیث میں مذکور ہے: اور عرب میں سے جس نے کفر کرنا تھا اس نے کفر کیا' کفر کرنے والے دو فریق تھے: (۱) مسیلمہ کذاب کے اصحاب' جن کا تعلق بنو حنیفہ وغیرہ سے تھا' اور جنہوں نے مسیلمہ کے دعاءِ نبوت کی تصدیق کی تھی (۲) اسود عنسی کے اصحاب' جنہوں نے اس کی تصدیق کی تھی' ان کا تعلق اہل یمن سے تھا' یہ فرقہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا منکر تھا اور آپ کے غیر کی نبوت کا مدعی تھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسیلمہ کو یمامہ میں قتل کر دیا اور العنسی کو الصنعاء میں قتل کر دیا اور ان کی جمعیت ٹوٹ گئی اور ان میں سے اکثر ہلاک ہو گئے۔

دوسرا فریق وہ تھا جو دین سے مرتد ہو گیا' انہوں نے شریعت کا انکار کیا اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہا اُمورِ دین کو ترک کر دیا' اور زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر لوٹ گئے' اس وقت روئے زمین میں صرف تین مساجد تھیں: مسجد مکہ' مسجد مدینہ اور بحرین میں مسجد عبدالقیس جس کو جواثی کہا جاتا تھا۔

کفار کی ایک اور قسم وہ تھی جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کر رہے تھے' وہ نماز کا اقرار کرتے تھے اور زکوٰۃ کی فرضیت کا اور امام کی طرف زکوٰۃ ادا کرنے کے وجوب کا انکار کرتے تھے' یہ لوگ حقیقت میں باغی تھے' اس زمانہ میں ان کو باغی اس لیے نہیں کہا گیا کیونکہ ان پر مرتدین کے نام کا غلبہ ہو گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٥٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس سوال کا جواب کہ حضرت ابوبکر کے عہد میں منکرین زکوٰۃ کو کافر نہیں قرار دیا گیا تو کیا اب بھی یہی حکم ہے؟

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن لوگوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا' نماز کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا' ان کو حقیقۃً کافر نہیں قرار دیا گیا اور ان کے ساتھ باغیوں کا سا معاملہ کیا گیا تو اگر اس زمانہ میں بھی کوئی نماز کا اقرار کرے اور زکوٰۃ کا انکار کرے تو کیا اس کو بھی صرف باغی قرار دیا جائے گا اور کافر نہیں کہا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا' اس کے کفر پر اب اجماع ہو چکا ہے' اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں منکرین زکوٰۃ کو کافر اس لیے نہیں قرار دیا گیا کیونکہ ان کا زمانہ نزولِ شریعت کے قریب تھا اور اس زمانہ میں احکام تبدیل ہوتے رہتے تھے اور اس زمانہ کے عام لوگ دین کے احکام سے جاہل

تھے پس زکوۃ کی ادائیگی کے متعلق ان کو یہ شبہ ہو گیا کہ زکوۃ کا وصول کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تھا اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف زکوۃ کا ادا کرنا واجب تھا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. (التوبہ:۱۰۳)

آپ ان کے مالوں میں سے زکوۃ لیجئے' جس سے آپ ان کو پاک کریں اور ان کے باطن کو صاف کریں اور ان کے لیے دعا کیجئے' بے شک آپ کی دعا ان کے لیے موجب طمانیت ہے۔

ان کا شبہ یہ تھا کہ زکوۃ کو وصول کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تھا اور حضرت ابوبکر کا منصب نہیں ہے' اس لیے انہوں نے حضرت ابوبکر کو زکوۃ دینے سے انکار کر دیا' لیکن اب چونکہ احکام واضح ہو چکے ہیں اور مسلمانوں کا زکوۃ کی فرضیت پر اجماع ہو چکا ہے' اس لیے اب منکر زکوۃ کو مطلقاً کافر قرار دیا جائے گا۔ (اعلام السنن ج ۱ص ۳۸۵۔۳۸۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۔ ج ۱ص ۳۷۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوۃ کا بیان (۲) مانعین زکوۃ کا شبہ (۳) مانعین زکوۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب (۴) قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام (۵) ضروریات دین کا انکار کفر ہے (۶) حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث (۷) باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔

۲ - بَابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى اِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ

زکوۃ کی ادائیگی پر بیعت کرنا

بیعت کا معنی ہے: کسی کے ہاتھ پر اس کی اطاعت کا عہد کرنا' عرف اسلام میں بیعت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مرد صالح کے سامنے اپنے گناہوں سے تائب ہو اور اس کے سامنے یہ عہد کرے کہ وہ آئندہ اسلام کے احکام پر عمل کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ﴾ (التوبہ:۱۱).

پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ (التوبہ:۱۱)

دین میں بھائی وہ شخص بن سکتا ہے جو نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے' اور اسلام کی بیعت اسی وقت مکمل ہو گی جب کوئی شخص زکوۃ ادا کرے گا۔

۱۴۰۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَايَعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس' انہوں نے کہا کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے' زکوۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۳ - بَابُ اِثْمِ مَانِعِ الزَّكٰوةِ

زکوۃ نہ دینے والے کا گناہ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع

وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴾ (التوبہ: ۳۵-۳۴).

کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں انہیں خرچ نہیں کرتے' آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے ○ جس دن ان کے جمع کردہ سونے اور چاندی کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا' پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی' (پس ان سے کہا جائے گا:) یہ ہے وہ جس کو تم نے جمع کیا تھا' سو اپنے جمع کیے ہوئے کا مزا چکھو ○ (التوبہ: ۳۵-۳۴)

اس آیت میں "کنز" (خزانہ) کا لفظ ہے "کنز" اس مال کو کہتے ہیں جس کو جمع کیا جائے' جو مال مدفون ہو اس کو بھی "کنز" کہتے ہیں' جس جمع شدہ مال پر یہ وعید ہے کہ یہ وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو اور جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ "کنز" نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب التوبہ: ۳۴ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت شاق گزری' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چلو! میں تمہارے لیے اس معاملہ کو کشادہ کراتا ہوں' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کے اصحاب پر یہ آیت بہت شاق گزری ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ صرف اس لیے فرض کی ہے کہ تمہارا مال پاکیزہ ہو جائے اور وراثت تمہارے بعد والوں کے لیے فرض کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۶۴' مسند ابویعلیٰ: ۲۴۹۹' المستدرک ج ۲ ص ۳۳۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کی پازیب پہنتی تھی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ کنز ہے؟ آپ نے فرمایا: جو مال زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۴' الاستذکار: ۱۲۳۰۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تم نے اس حق کو ادا کر دیا جو تم پر واجب تھا۔ (سنن ترمذی: ۶۱۸' سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۴' معرفۃ الآثار: ۷۸۴۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا کر دی ہو تو خواہ وہ مال سات زمینوں کے نیچے ہو وہ کنز نہیں ہے اور جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو خواہ وہ ظاہر ہو وہ پھر بھی کنز ہے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۱۰۶' الاستذکار: ۱۲۷۰۳)

ان احادیث میں ہے کنز سے مراد وہ جمع شدہ مال ہے جس کو دوزخ کی آگ میں تپا کر زکوٰۃ نہ دینے والوں کی پیشانیوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔

۱۴۰۲ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ هُرْمُزَ الْاَعْرَجَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَاْتِي الْاِبِلُ عَلٰى صَاحِبِهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ اِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ فِيْهَا حَقَّهَا' تَطَؤُهُ بِاَخْفَافِهَا' وَتَاْتِي الْغَنَمُ عَلٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اونٹ والے نے اونٹ کا حق ادا نہیں کیا ہو گا تو (قیامت کے دن) اس

صَاحِبِهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ، إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا، تَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، قَالَ وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ. قَالَ وَلَا يَأْتِيْ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلٰى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارٌ، فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتُ، وَلَا يَأْتِيْ بِبَعِيرٍ يَحْمِلُهُ عَلٰى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ، فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتُ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۷۸-۳۰۷۳-۶۹۵۸]

(صحیح مسلم: ۹۸۷، الرقم المسلسل: ۲۲۵۶، سنن ابوداؤد: ۱۶۵۸، سنن نسائی: ۲۴۴۸-۲۴۸۲، سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۳ طبع قدیم مسند احمد: ۸۹۷۷، ج ۱۴ ص ۵۳۳-۵۳۲، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

کے اونٹ انتہائی فربہ جسامت اس کے پاس آ کر اس کو اپنے پیروں سے روندیں گے اور جب بکریوں والے نے بکریوں کا حق ادا نہیں کیا ہوگا تو اس کی بکریاں اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گی اور اس کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ پانی پلانے کی جگہ پر اس کا دودھ دوہا جائے اور تم میں سے کوئی شخص قیامت کے دن اس حال میں نہ آئے کہ اس کی بکری اس کی گردن پر سوار ہو اور ممیا رہی ہو، پس وہ شخص کہے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، تحقیق میں تبلیغ کر چکا ہوں، اور تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نہ آئے کہ اس کا اونٹ اس کی گردن پر سوار ہو اور وہ بلبلا رہا ہو، پس وہ کہے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، تحقیق میں تبلیغ کر چکا

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحکم بن نافع ابوالیمان البہرانی الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) ابوالزناد ان کا نام عبد اللہ بن ذکوان ہے (۴) عبد الرحمان بن ہرمز (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۶۰)

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ اس حدیث میں قیامت کے دن زکوٰۃ نہ دینے والوں کا گناہ بیان کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اونٹوں اور بکریوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، باقی رہا یہ کہ ان کی زکوٰۃ کی کیا مقدار ہے، اس کا بیان دوسری احادیث میں آئے گا۔

مویشیوں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ جب مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے لے جائیں تو گزرنے والوں کو ان کا دودھ نکال کر پلائیں، اور ضرورت مندوں کو ان پر سوار کریں، تاہم اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ ان حقوق کو ادا کرنا مستحب ہے۔

۱۴۰۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زَکٰوتَهٗ، مُثِّلَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ، لَهٗ زَبِيبَتَانِ، يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ. يَعْنِي شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلَا ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ﴾ (آل عمران: ١٨٠) الْآيَةَ.

[اطراف الحدیث: ٤٥٦٥-٤٦٥٩-٦٩٥٧]

(صحیح مسلم: ٩٨٨، الرقم المسلسل: ٢٢٥٩، السنن الکبریٰ: ١١٦٣١، مسند احمد ج ٢ ص ٣٧٩ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٧٥٦، ج ١٣ ص ١٢٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

جس شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوۃ ادا نہ کرے وہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنا دیا جائے گا' اس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے' اس سانپ کو اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا' پھر وہ اس شخص کو اپنے جبڑوں سے پکڑے گا' پھر کہے گا: میں تیرا مال ہوں' میں تیرا خزانہ ہوں' پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں' وہ اس کو بہتر گمان نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے بدتر ہے۔ (آل عمران: ١٨٠)

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (٢) ہاشم بن القاسم ابو النضر التمیمی اللیثی الکنانی' یہ بغداد میں ٢٠٧ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبد الرحمان بن عبد اللہ (٤) ان کے والد عبد اللہ بن دینار مولیٰ عبد اللہ بن عمر (٥) ابو صالح' ان کا نام ذکوان ہے (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٢)

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل اور سونے اور چاندی کی زکوۃ کا نصاب

اس حدیث میں زکوۃ نہ دینے پر شدید وعید ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ زکوۃ دینا فرض ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مال اور خزانہ کو قیامت کے دن سانپ بنا دیا جائے گا' اس میں یہ ثبوت ہے کہ خارجی چیزیں ایک حقیقت سے دوسری حقیقت میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں آسان ہے' اس لیے اس کا انکار کرنا درست نہیں ہے' نمک کی کان میں مرا ہوا گدھا نمک بن جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ لفظ مال سونے اور چاندی اور دیگر ان اجناس کو شامل ہے جن میں زکوۃ ہوتی ہے۔

المہلب نے لکھا ہے کہ سونے کی زکوۃ کے نصاب کی مقدار میں اس طرح حدیث ثابت نہیں ہے جس طرح چاندی کے نصاب کی مقدار میں حدیث ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٣٨٩-٣٨٨)

میں کہتا ہوں کہ چاندی کے نصاب کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمن کی طرف فرضیت زکوۃ کے متعلق مکتوب بھیجا' اس کے آخر میں یہ مذکور تھا' اس میں چاندی کے نصاب کی صراحت ہے:

اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوۃ ہے' اگر اس کے پاس صرف ایک سو نوے درہم ہوں تو ان میں زکوۃ نہیں ہے سوا اس کے کہ زکوۃ دینے والا چاہے۔ (صحیح ابن حبان: ٣٢٦٦)

درج ذیل حدیث میں سونے کے نصاب کی مقدار کی صراحت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لیے جو مکتوب لکھوایا' اس میں درج ہے:

پس جب سونے کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوۃ ہے۔

(المستدرک: ١٣٨٦' دار المعرفۃ بیروت' ١٤٢٧ھ)

سونے اور چاندی دونوں کے نصاب کے متعلق یہ حدیث ہے:
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس دو سو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم زکوۃ ہے اور سونے میں تم پر زکوۃ فرض نہیں ہے حتیٰ کہ تمہارے پاس بیس دینار ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے پس اس میں نصف دینار زکوۃ ہے اور جو اس سے زائد مقدار ہو تو اس میں اسی حساب سے زکوۃ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٥٧٣)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب سونا بیس مثقال ہو اور اس کی قیمت دو سو درہم ہو تو اس میں نصف مثقال زکوۃ فرض ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٥)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:
سونے کا نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے یعنی ساڑھے باون تولے۔
(بہار شریعت حصہ ۵ ص ١٩ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٢١٩٣-٢١٨٦- ج ٧ ص ٩١٢-٩٠٧ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: گھوڑوں پر زکوۃ میں مذاہب۔

٤ - بَابٌ مَا أُدِّيَ زَكٰوتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

جس مال کی زکوۃ ادا کر دی گئی وہ کنز (خزانہ) نہیں ہے

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: پانچ اواق (دو سو درہم) سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ١٤٠٥ میں آ رہی ہے۔

١٤٠٤ - **وَقَالَ** أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ أَخْبِرْنِيْ قَوْلَ اللّٰهِ ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (التوبۃ: ٣٤). قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهَا فَوَيْلٌ لَّهُ إِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكٰوةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ. [طرف الحدیث: ٤٦٦١] (سنن ابن ماجہ: ١٧٨٧)

اور احمد بن شبیب بن سعید نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از خالد بن اسلم انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلے تو ایک اعرابی نے کہا: مجھے اس آیت کے متعلق خبر دیجئے: وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ (التوبہ: ٣٤) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جس نے ان کو جمع کیا اور ان کی زکوۃ ادا نہیں کی سو اس کے لیے عذاب ہے اس آیت کا حکم اس وقت تھا جب زکوۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا پس جب زکوۃ کا حکم نازل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کو اموال کی پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن شبیب الحبطی' ابن قانع نے کہا: یہ ٢٢٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) ان کے والد شبیب بن سعید ابو سعید الحبطی' یہ ٢٨٦ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) یونس بن یزید الایلی (٤) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) خالد بن اسلم' یہ زید بن اسلم کے بھائی

ہیں' یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں (٦) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٧)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت مفہوم مخالف کے اعتبار سے ہے' کیونکہ عنوان ہے: جس مال کی زکوٰۃ ادا کردی گئی وہ کنز نہیں ہے اور حدیث میں ہے: جس نے مال جمع کیا اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی سو اس کے لیے عذاب ہے' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس نے زکوٰۃ ادا کردی اس کو عذاب نہیں ہوگا۔

زکوٰۃ کی فرضیت کی تاریخ

اس حدیث میں مذکور ہے: جب زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' جس اوّل وقت میں زکوٰۃ فرض ہوئی' اس کی تعیین میں اختلاف ہے' اکثر علماء کے نزدیک زکوٰۃ ہجرت کے بعد فرض ہوئی ہے' ایک قول یہ ہے کہ زکوٰۃ ٢ھ میں روزے فرض ہونے سے پہلے فرض ہوئی تھی۔ علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ زکوٰۃ ٩ھ میں فرض ہوئی تھی۔

ان کے اس قول پر رد کیا گیا ہے کیونکہ متعدد احادیث میں اس سے پہلے زکوٰۃ کا ذکر ہے' حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا ہرقل کے ساتھ جو مکالمہ ہوا تھا' اس میں مذکور ہے کہ آپ ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ٧) اور یہ ٧ھ کے اوائل کا واقعہ ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے سے مال اور مال دار کا پاک ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اموال کی پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا۔

کیونکہ زکوٰۃ لوگوں کا میل ہے اسی لیے یہ بنی ہاشم کے لیے جائز نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ربیعہ بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ صرف لوگوں کا میل ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد کے لیے جائز نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ١٠٧٢' سنن ابوداؤد: ٢٩٨٥' سنن نسائی: ٢٦٠٨)

پس جب زکوٰۃ ادا کردی جائے گی تو مال پاک ہو جائے گا اور زکوٰۃ دینے والا رذائل اخلاق اور بخل سے پاک ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٨-٣٦٧' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

١٤٠٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی' اوزاعی نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے خبر دی' ان کو عمرو بن یحییٰ بن عمارہ نے خبر دی از والد خود' یحییٰ بن عمارہ بن ابی الحسن کہ انہوں نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اواق (دو سو درہم) سے کم میں صدقہ (زکوٰۃ) نہیں ہے' اور پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ وسق (تیس من) سے کم غلہ میں صدقہ نہیں ہے۔

[اطراف الحدیث: ١٤٤٧-١٤٥٩-١٤٨٤] (صحیح مسلم: ٩٧٩' الرقم المسلسل: ٢٢٨٧' سنن ابوداؤد: ١٥٥٨' سنن ترمذی: ٦٢٧-٦٢٦' سنن نسائی: ٢٤٤٥' سنن ابن ماجہ: ١٧٩٣' مسند الحمیدی: ٧٣٥' السنن الکبریٰ: ٢٢٢٥' المنتقیٰ: ٣٣٠' مسند ابو یعلیٰ: ٩٧٩' الکامل لابن عدی ج ٥ ص ١٧٨٩' سنن بیہقی ج ٤ ص ١٣٣' مصنف عبد الرزاق: ٧٢٥٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ١١٧' صحیح ابن حبان: ٣٢٦٨' سنن دار قطنی ج ٢ ص ٩٣-٩٢' مسند احمد

ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۳۰ - ج ۱۷ ص ۷۶ ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' موطا امام مالک' الزکوۃ: ۲-۱ ' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۱۵۳ ' مکتبہ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۱۷۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن یزید' یہ اصل میں اسحاق بن ابراہیم بن یزید ہیں' ان کی کنیت ابوالنضر السامی ہے (۲) شعیب بن اسحاق' یہ ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمن بن عمرو الاوزاعی (۴) یحییٰ بن ابی کثیر (۵) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ (۶) ان کے والد یحییٰ بن عمارہ بن ابی الحسن المازنی الانصاری (۷) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعید بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۶۹)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "اوقیہ" کا لفظ ہے' اس کی جمع "اواقی" اور یاء کے حذف کے ساتھ "اواق" ہے' محدثین' فقہاء اور ائمہ لغت کا اس پر اجماع ہے کہ اوقیہ شرعیہ چالیس درہم ہے۔

نیز اس حدیث میں "ذود" کا لفظ ہے' اس کا اطلاق تین سے لے کر دس اونٹوں پر ہوتا ہے۔

اس میں "اوسق" کا لفظ ہے' یہ "وسق" کی جمع ہے' ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع چار کلوگرام کا ہے' لہٰذا پانچ وسق تقریباً ۳۰ من وزن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۷۲-۳۶۹)

زمین کی پیداوار میں عشر کے وجوب کے متعلق اختلاف فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے: پانچ وسق سے کم غلہ میں صدقہ نہیں ہے' اور صدقہ سے مراد ہے: عشر (پیداوار کا دسواں حصہ)۔ امام شافعی' امام ابویوسف اور امام محمد کہتے ہیں کہ اگر زمین کی پیداوار پانچ وسق کو پہنچ جائے تب تو اس میں عشر واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ زمین کی پیداوار جتنی بھی ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر' اس میں عشر دینا واجب ہے' بہ شرطیکہ وہ زمین بارش یا چشموں کے پانی سے سیراب ہوتی ہو۔

علامہ نووی نے لکھا ہے: یہ مذہب باطل ہے' احادیث صحیحہ کے منابذ ہے' یعنی ان کو ساقط کرنے والا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۹۹۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور آثار قویہ سے ثابت ہے اور علامہ نووی کا قول باطل ہے۔

قرآن مجید کی آیات درج ذیل ہیں:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ. (الانعام: ۱۴۱)

درخت جب پھل دے تو اس پھل سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پھلوں کی کسی مقدار کو بیان نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ درخت کے پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے خواہ ان کی مقدار قلیل ہو یا کثیر۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ. (البقرہ: ۲۶۷)

اے ایمان والو! اپنی کمائی سے پاکیزہ چیزوں کو خرچ کرو اور جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اس میں سے (خرچ کرو)۔

اس آیت میں فرمایا ہے: جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اور اس کی کسی مقدار کو بیان نہیں فرمایا یعنی زمین سے ہم نے جو کچھ پیدا کیا ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو۔

ان دونوں آیتوں کا مفاد یہ ہے کہ زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر' اس میں عشر واجب ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور رہیں احادیث صحیحہ تو وہ درج ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کھیت بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا وہ کھیت قریب کے پانی سے سیراب ہو' اس سے عشر لیا جائے گا اور جو کھیت کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے' اس میں سے نصف (پیداوار کا بیسواں حصہ) لیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۸۳' سنن ابوداؤد: ۱۵۹۶' سنن ترمذی: ۶۴۰' سنن نسائی: ۲۴۸۷' سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۰۷' مصنف عبدالرزاق: ۷۲۰۷۔ ۷۲۶۵)

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس کھیت کو بارش یا قریبی پانی یا دریا سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا جائے' اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۵۱۔ ج ۳ ص ۱۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کھیت کو چشموں سے سیراب کیا جائے یا بارش کے پانی سے' اس میں عشر ہے اور جس کھیت کو کنویں سے سیراب کیا جائے' اس میں نصف عشر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۲۳۳۔ ج ۴ ص ۱۰۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے سیراب کیا یا چشموں نے' اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں سے سیراب کیا گیا' اس میں نصف عشر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۲۳۰۔ ۷۲۳۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۳۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۶۶۶۔ ج ۲۳ ص ۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن کھیتوں کو دریاؤں اور چشموں نے سیراب کیا ہو' ان میں عشر ہے اور جن کھیتوں کو کنوؤں سے سیراب کیا گیا ہو' ان میں نصف عشر ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۱' سنن ابوداؤد: ۱۵۹۷' سنن نسائی: ۲۴۸۹' المنتقی: ۳۴۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۰۹' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۳۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۰' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۶۶۷۔ ج ۲۳ ص ۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اپنی سند کے ساتھ اس باب میں بہ کثرت احادیث و آثار کو روایت کیا ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: جس کھیت کو جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس کھیت کو کنویں کے ڈول سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ج ۳ ص ۱۳۴' ادارۃ القرآن' کراچی)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف مکتوب لکھا: جس زمین کی گندم' جو' کھجور اور انگور کو بارش سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر ہے اور جس کو کنویں سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۱۳۵' ادارۃ القرآن' کراچی)

الحکم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: جس زمین کو بارش نے یا جاری پانی

نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۵ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو الخلیل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت قرار دیا کہ جس زمین کو یا کھجور کو بارش نے یا چشموں نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کی رسی اور ڈول نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۶ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت علی نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو' اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۷ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت قرار دیا' جس زمین یا کھجور کو بارش نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو' اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کی رسی اور ڈول سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۸ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف لکھا: جس زمین کو چشمے نے یا بارش نے سیراب کیا ہو' اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۹ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۱۳۶ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جو کھجور یا کھیت پانی کے قریب ہو اس میں کیا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: عشر' میں نے کہا: اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا جائے' اس میں؟ انہوں نے کہا: نصف عشر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۸۲ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

معمر بیان کرتے ہیں کہ الزہری پھلوں میں وقت مقرر نہیں کرتے تھے اور عشر اور نصف عشر کا فتویٰ دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۸۳ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۳۶ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

ہم نے بہ کثرت احادیث صحیحہ اور آثار قویہ نقل کیے ہیں' جن میں یہ مذکور ہے کہ جس زمین یا کھیت کو بارش نے یا چشموں نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو' اس میں عشر ہوگا اور ان میں سے کسی حدیث میں زمین کی پیداوار کی مقدار کا تعین نہیں کیا کہ وہ پانچ وسق ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہو' پس یہ تمام احادیث اور آثار اس پر ناطق اور شاہد ہیں کہ زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو' اس میں عشر واجب ہے' متعدد صحابہ اور فقہاء تابعین کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اس میں منفرد نہیں ہیں' اگر علامہ نووی کو ان احادیث اور آثار کا علم ہوتا تو وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب باطل ہے اور احادیث صحیحہ کو ساقط کرنے والا ہے' علامہ نووی جن کے مقلد ہیں' وہ کہتے ہیں کہ تمام فقہاء امام ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۸۹) امام شافعی' امام ابوحنیفہ کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ منہاج کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ امام شافعی نے امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس صبح کی نماز پڑھی تو اس میں دعاء قنوت نہیں پڑھی' ان سے پوچھا گیا کہ آپ کا مذہب ہے کہ نماز فجر میں دعاء قنوت پڑھی جائے تو پھر آپ نے کیوں دعاء قنوت نہیں پڑھی؟ تو انہوں نے کہا: امام ابوحنیفہ کے ادب کی وجہ سے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۹ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

باب مذکور کی حدیث جس میں یہ ارشاد ہے کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے' وہ حدیث اموال تجارت پر محمول ہے کیونکہ

اس وقت پانچ وسق' دو سو درہم کے برابر ہوتے تھے اس لیے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔

* شرح صحیح مسلم: ۲۱۶۲۔ ج ۲ ص ۸۸۹۔۸۸۶ کی شرح میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے اس شرح کے عنوان ہیں:

(۱) زرعی پیداوار کے نصاب زکوۃ میں فقہاء کے نظریات (۲) ائمہ ثلاثہ کا نظریہ (۳) امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔

ہم نے اپنی اس شرح 'نعمۃ الباری' میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں جس قدر احادیث صحیحہ اور آثار قویہ کو پیش کیا ہے' کسی اور کتاب میں اس قدر احادیث اور آثار کو جمع نہیں کیا گیا۔ وللّٰہ الحمد علٰی ذالک.

١٤٠٦ - حَدَّثَنَا عَلِیٌّ سَمِعَ هُشَيْمًا قَالَ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقُلْتُ لَهُ مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هٰذَا؟ قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِي ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ (التوبۃ:٣٤) قَالَ مُعَاوِيَةُ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُلْتُ نَزَلَتْ فِينَا وَفِيهِمْ فَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذٰلِكَ وَكَتَبَ إِلٰى عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَشْكُونِي فَكَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنْ اقْدَمِ الْمَدِينَةَ فَقَدِمْتُهَا فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتّٰى كَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِي قَبْلَ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ ذَاكَ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لِي إِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ فَكُنْتَ قَرِيبًا فَذَاكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هٰذَا الْمَنْزِلَ وَلَوْ أَمَّرُوا عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ

[طرف الحدیث: ٤٦٦٠] [السنن الکبریٰ: ١١٩١٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے ہشیم سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے خبر دی از زید بن وہب' انہوں نے بیان کیا کہ میں ربذہ کے پاس سے گزرا' پس اس وقت میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا' میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو اس جگہ کس چیز نے ٹھہرایا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں شام میں تھا' پس میرا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس آیت میں اختلاف ہو گیا: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ (التوبہ:۳۴)' حضرت معاویہ نے کہا: یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور میں نے کہا: یہ آیت ہمارے متعلق بھی نازل ہوئی ہے اور ان کے متعلق بھی نازل ہوئی ہے' پس میرا اور ان کا اس آیت میں اختلاف ہو گیا' اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب بھیج کر میری شکایت کی' پس حضرت عثمان نے میری طرف لکھا کہ میں مدینہ میں آ جاؤں' پس میں مدینہ میں گیا تو بہت لوگ میرے گرد جمع ہو گئے' گویا کہ انہوں نے مجھے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا' میں نے حضرت عثمان سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو حضرت عثمان نے مجھ سے کہا: اگر آپ چاہیں تو مدینہ کے قریب کسی الگ جگہ رہیں' پس اس وجہ سے میں اس جگہ آ کر ٹھہرا' اور اگر مجھ پر کسی حبشی کو امیر بنا دیا جاتا تو میں اس کا بھی حکم سنتا اور اس کی اطاعت کرتا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ ان کا نام علی بن ابی ہاشم بن عبد اللہ بن الطبراخ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام ابو الحسن علی بن مسلم بن سعید الطوسی ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام علی بن عبد اللہ المدینی ہے (۲) ہشیم بن بشیر ابن القاسم بن دینار ہے (۳) حصین بن عبد الرحمان السلمی' ان کی کنیت ابو الہذیل ہے (۴) زید بن وہب ابو سلیمان الہمدانی الجہنی (۵) حضرت ابوذر جندب بن جنادہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۷۷)

ربذہ کا معنی اور حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف

ربذہ مدینہ سے تین مراحل دور ایک جگہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جگہ کو صدقہ کے اونٹوں کے لیے مقرر کیا تھا۔

حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف حضرت معاویہ کا نظریہ یہ تھا کہ یہ آیت ان احبار اور رہبان کے متعلق نازل ہوئی ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس آیت کے عموم سے استدلال کرتے تھے کہ جو شخص بھی یہ مانتا ہو کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب ہے اور پھر وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کو یہ شدید وعید لاحق ہوگی اس وقت حضرت معاویہ حضرت عثمان کی طرف سے دمشق کے گورنر تھے امام ابویعلیٰ کی روایت کے مطابق حضرت ابوذر کے شام جانے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کے مکان سلع پہاڑ تک پہنچ جائیں تو شام چلے جانا' امام ابویعلیٰ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوذر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت عثمان سے کہا کہ حضرت معاویہ ہمیں ایذاء پہنچاتے ہیں' حضرت عثمان نے کہا: کیا آپ کا یہ گمان ہے کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں؟ حضرت ابوذر نے کہا: لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ مقرب وہ شخص ہے جو مجھ سے کیے ہوئے عہد پر قائم رہے' اور میں آپ سے کیے ہوئے عہد پر قائم ہوں' پھر حضرت عثمان نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ شام چلے جائیں' پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہاں یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اس حال میں رات نہ گزارے کہ اس کے پاس ایک دینار یا ایک درہم ہو سوا اس صورت کے کہ اس نے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہو یا کسی قرض خواہ کو دینا ہو' پھر حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ اگر آپ کو کوئی کام ہو تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بلا لیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۷۸-۳۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو شہر بدر کرنے کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کی طرف حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت لکھ کر بھیجی' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوذر' حضرت معاویہ پر بہت اعتراضات کرتے تھے اور ان سے بہت اختلاف کرتے تھے اور ان کے لشکر کے لوگ حضرت ابوذر کی باتوں کی طرف میلان رکھتے تھے تو جب حضرت عثمان کو یہ خطرہ ہوا کہ حضرت ابوذر کے شام میں رہنے کی وجہ سے وہاں فتنہ ہوگا تو حضرت عثمان نے حضرت ابوذر کو مدینہ بلا لیا' کیونکہ حضرت ابوذر اپنے موقف میں بہت متشدد تھے اور کلمہ حق سنانے میں کسی کی ملامت کی پروا نہیں کرتے تھے۔

المہلب نے کہا ہے کہ یہ حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت ابوذر کی بہت تعظیم اور توقیر تھی کہ انہوں نے خلیفہ مسلمین سے کہا کہ آپ انہیں بلا لیں اور از خود ان سے یہ نہیں کہا کہ آپ شام سے چلے جائیں۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جب لوگوں نے مدینہ میں حضرت عثمان سے بہ کثرت سوال کیے کہ حضرت ابوذر کو شام سے کیوں بلایا ہے؟ تو حضرت عثمان نے حضرت ابوذر سے کہا: آپ مدینہ کے قریب کسی جگہ چلے جائیں تو حضرت ابوذر ربذہ چلے گئے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں شدت اختیار کرے۔

نیز امام اور سربراہ مملکت کے لیے یہ جائز ہے کہ جس شخص کے شہر میں رہنے سے فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو اس کو شہر بدر کر دے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی عالم کا امیر شہر سے کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو وہ اس کے خلاف بغاوت نہ کرے اور اس کی اطاعت

کرتا رہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسائل میں اجتہاد اور آراء میں اختلاف جائز ہے' کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت عثمان اور ان کے حامی دیگر صحابہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں کہا کہ آپ اپنے موقف سے پیچھے ہٹ جائیں اور نہ ان سے یہ کہا کہ آپ کا اعتقاد جائز نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کرتے تھے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں وہ سب (اللہ کی راہ میں) خرچ کر دوں سوا تین دینار کے (یعنی تین دینار بھی میرے پاس رہیں' میں اسے پسند نہیں کرتا)' اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت تک مسائل میں اختلاف ہوتا رہے گا اور وہ صرف اجماع سے اٹھ سکتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۹۶-۳۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٤٠٧ - **حَدَّثَنَا** عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَسْتُ. ح. وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشِّخِّيرِ أَنَّ الْأَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ جَلَسْتُ إِلٰى مَلَإٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعَرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ، حَتّٰى قَامَ عَلَيْهِمْ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَشِّرِ الْكَانِزِينَ بِرَضْفٍ يُحْمٰى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، ثُمَّ يُوضَعُ عَلٰى حَلَمَةِ ثَدْيِ أَحَدِهِمْ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفِهِ، وَيُوضَعُ عَلٰى نُغْضِ كَتِفِهِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهِ، يَتَزَلْزَلُ. ثُمَّ وَلّٰى فَجَلَسَ إِلٰى سَارِيَةٍ، وَتَبِعْتُهُ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ، وَأَنَا لَا أَدْرِي مَنْ هُوَ، فَقُلْتُ لَهُ لَا أُرَى الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَرِهُوا الَّذِي قُلْتَ؟ قَالَ إِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریری نے حدیث بیان کی از ابی العلاء از الاحنف بن قیس' انہوں نے کہا: میں بیٹھا ہوا تھا' (ح) اور مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو العلاء بن الشخیر نے حدیث بیان کی کہ الاحنف بن قیس نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا' پس ایک شخص آیا جس کے بال سخت اور کپڑے موٹے تھے اور اس کی شکل معمولی تھی' حتیٰ کہ وہ اس جماعت کے پاس کھڑا ہو گیا' اور ان کو سلام کیا اور کہا: مال جمع کرنے والوں کو یہ خوش خبری سنا دو کہ دوزخ کی آگ میں ایک پتھر گرم کیا جائے گا' پھر اس کو ان میں سے کسی ایک کے پستان کے سر پر رکھ دیا جائے گا' حتیٰ کہ وہ اس کے کندھے کی اوپر والی ہڈی کے پار ہو جائے گا' پھر وہ پتھر اس کے کندھے کی اوپر والی ہڈی پر رکھ دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے پستان کے سر سے نکل جائے گا' پھر وہ پتھر اسی طرح لرزتا رہے گا' پھر اس نے پیٹھ پھیری اور ایک ستون کی طرف بیٹھ گیا' میں اس کے پیچھے آیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے' میں نے اس سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تمہاری بات سن کر ناراض ہوئے ہیں' اس نے کہا: یہ بے عقل لوگ ہیں۔

رَجُلٍ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٍ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

ہوئے سنا ہے کہ حسد (یعنی رشک کرنا) صرف دو چیزوں میں مستحب ہے: ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور اسے (اس کے صحیح مصارف میں) خرچ کرنے پر مسلط کر دیا ہو اور ایک وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور تعلیم دیتا ہو۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۷۳ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ الرِّيَاءِ فِي الصَّدَقَةِ

صدقہ میں ریاء

ریاء کا معنی ہے: دکھانے کے لیے کوئی کام کرنا' قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ (الماعون: ٦)

وہ لوگ جو دکھاوا کرتے ہیں ۝

یعنی جب مسلمان نماز پڑھتے ہیں تو منافقین بھی ان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کو یہ دکھاتے ہیں کہ وہ بھی مسلمانوں کے طریقہ پر ہیں۔ المغرب میں ہے: جو ریاء کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ریاء کرے گا' یعنی جو شخص کوئی عمل اس لیے کرتا ہے کہ لوگ اس کے عمل کو دیکھیں تو قیامت کے دن اللہ اس کی ریاء کاری کو مشہور کر دے گا۔ ابو حامد نے کہا ہے کہ ریاء کا لفظ رؤیت سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: کوئی شخص لوگوں کو اپنے نیک کام دکھا کر ان کے دلوں میں اپنی قدر و منزلت پیدا کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۸۳)

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرۃ: ٢٦٤).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر اپنے صدقات ضائع نہ کرو' اس شخص کی طرح جو اپنا مال ریاکاری کے لیے خرچ کرتا ہے' وہ نہ اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نہ قیامت پر' اس کی مثل اس چکنے پتھر کی طرح ہے' جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زور کی بارش ہوئی جس نے اس پتھر کو بالکل صاف کر دیا' وہ (ریاکار) اپنی کمائی سے کسی چیز پر قدرت نہیں پا سکیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ۝ (البقرۃ: ۲۶۴)

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور طعنے دے کر برباد کرنے سے منع فرمایا ہے' جس طرح کوئی شخص ریاکاری اور دکھاوے کے لیے عمل کرتا ہے تو آخرت میں اسے اپنے عمل کا کوئی اجر نہیں ملتا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿صَلْدًا﴾ (البقرۃ: ٢٦٤) لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "صلدا" کا معنی ہے: جس پر کوئی چیز نہ ہو۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿وَابِلٌ﴾ (البقرۃ: ٢٦٥) مَطَرٌ شَدِيْدٌ وَالطَّلُّ النَّدٰى.

عکرمہ نے کہا: "وابل" کا معنی ہے: شدید بارش اور "الطل" کا معنی ہے: شبنم۔

امام بخاری نے اس باب میں ریاء کاری کی مذمت میں صرف قرآن مجید کی آیت پیش کرنے پر اقتصار کیا ہے' جس میں احسان جتانے اور طعنے دینے کو ریاء کاری کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاء کاری' احسان

جتانے اور طعنے دینے سے بھی بڑا گناہ ہے' امام بخاری نے ریاء کاری کی مذمت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ امام بخاری کو ریاء کی مذمت میں اپنی شرائط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو' اور امام بخاری نے صدقہ میں ریاء کا عنوان قائم کر کے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اس عنوان کے تحت بہر حال احادیث ہیں' ہم ریاء کی مذمت میں چند احادیث پیش کر رہے ہیں:

ریاء کاری کی مذمت میں احادیث

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے جہاد کے متعلق خبر دیجئے' آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! اگر تم نے صبر کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے جہاد کیا تو اللہ تم کو (قیامت کے دن) اس حال میں اٹھائے گا کہ تم صبر کرنے والے اور ثواب کی نیت کرنے والے ہوگے اور اگر تم نے ریاء اور بڑائی کے حصول کے لیے جہاد کیا تو اللہ تمہیں اس حال میں اٹھائے گا کہ تم ریاء کرنے والے اور بڑائی کو طلب کرنے والے ہوگے' اے عبد اللہ! تم جس حال میں بھی قتال کرو گے' اللہ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٥١٩' المستدرک ج ٢ ص ٨٦_٨٥)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب الحزن (غم کا کنواں) سے اللہ کی پناہ طلب کرو' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! جب الحزن کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جہنم کی ایسی وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ طلب کرتی ہے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اسے قرآن کے ان قاریوں کے لیے تیار کیا گیا ہے' جو ریاء کاری کے لیے عمل کرتے ہیں اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض قاری وہ ہیں' جو ظالم حکام سے ملنے کے لیے جاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ٢٥٦' سنن ترمذی: ٢٣٨٣)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر کا خطرہ ہے' میں نے یہ عرض کیا: یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ریاء (دکھانے کے لیے عمل کرنا)' اللہ تبارک وتعالیٰ جس دن بندوں کو ان کے اعمال کی جزاء دے گا' اس دن فرمائے گا: جاؤ ان سے جزاء لو جن کو دکھانے کے لیے تم دنیا میں عمل کرتے تھے' پس دیکھو! کیا تم ان کے پاس کوئی جزاء پاتے ہو۔ (مسند احمد ج ٥ ص ٤٢٩' شعب الایمان: ٦٨٣١' مجمع الزوائد ج ١ ص ١٠٢)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد کی دو قسمیں ہیں' جس نے اللہ کی رضا جوئی اور امام کی اطاعت کے لیے جہاد کیا' عمدہ مال خرچ کیا' ساتھی سے نرمی برتی اور فساد سے اجتناب کیا' تو اس کی نیند اور بیداری میں بھی اجر ہے اور جس نے فخر کے لیے اور دکھانے اور سنانے کے لیے جہاد کیا اور امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد کیا' اس کا معاملہ برابر سرابر بھی نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٥١٥' المستدرک ج ٢ ص ١٥)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ کا خطرہ ہے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج یا چاند کی یا پتھر یا بت کی پرستش نہیں کرے گی' بلکہ وہ اپنے اعمال میں ریاء کریں گے۔

(مسند احمد ج ٤ ص ١٢٤' شعب الایمان ج ٥ ص ٣٣١)

شہوت خفیہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص صبح کو روزے سے اٹھے گا' پھر اس کو خواہش ہوگی تو وہ روزہ توڑ دے گا۔ (مسند احمد ج ٤ ص ١٢٤) حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہوت خفیہ سے مراد دنیا میں عورتوں کی خواہش ہے۔

(مسند احمد ج ٤ ص ١٢٦)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے ریاء کاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے ریاء کاری سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے ریاء کاری سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن جس شخص کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا' وہ مرد ایک شہید ہوگا' اس کو لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کو گنوائے گا جن کا وہ اعتراف کرے گا' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری خاطر قتال کیا حتیٰ کہ میں شہید ہو گیا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا لیکن تم نے اس لیے قتال کیا تھا کہ تم کو بہادر کہا جائے' سو وہ کہا گیا' پھر اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اور ایک شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو پڑھایا اور قرآن پڑھا' اس کو لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتیں گنوائے گا' پس وہ ان کا اعتراف کرے گا' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تم نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس کو پڑھایا اور میں نے تیرا قرآن پڑھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا لیکن تم نے اس لیے علم حاصل کیا تھا کہ تم کو عالم کہا جائے اور تم نے قرآن پڑھا تاکہ کہا جائے: یہ قاری ہے' سو کہا گیا' پھر اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے بہت وسعت دی تھی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا کیا تھا' اس کو لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتیں گنوائے گا' جن کا وہ اعتراف کرے گا' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تم نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے ہر اس راستے میں مال خرچ کیا جس میں تجھ کو مال خرچ کرنا پسند ہے' میں نے تیری رضا کے لیے خرچ کیا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا' لیکن تو نے اس لیے خرچ کیا تھا تاکہ یہ کہا جائے کہ یہ بہت سخی ہے' سو وہ کہا گیا' پھر یہ حکم دیا جائے گا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹا جائے' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۰۵' سنن نسائی: ۳۱۳۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲' المستدرک ج ۱ ص ۲۰۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو سنانے سے پہلے تین بار بے ہوش ہو گئے تھے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں تمام شرکاء کے شرک سے مستغنی ہوں' جس نے کسی عمل میں میرے غیر کو شریک کیا' میں اس عمل کو اور اس کے شریک کو چھوڑ دوں گا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۸۵' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۶۹)

۷- بَابٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ، وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

اللہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا اور اللہ صرف پاکیزہ کمائی سے صدقہ قبول کرتا ہے

لِقَوْلِهٖ ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ أَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾ (البقرۃ: ۲۶۳).

کیونکہ قرآن مجید میں ہے: (لوگوں سے) اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچے اور اللہ بے نیاز اور بہت بردبار ہے ○ (البقرۃ: ۲۶۳)

اس آیت کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نماز بغیر وضوء کے قبول نہیں ہوتی' اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱' صحیح مسلم: ۲۲۴' سنن ابن ماجہ: ۲۷۲)

سود' رشوت اور کسی بھی حرام مال سے صدقہ اور خیرات کرنا' حج کرنا یا کوئی بھی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے مال حرام سے فقیر کو کچھ دیا اور اس میں ثواب کی نیت کی تو وہ کافر ہو گیا اور اگر فقیر کو علم ہو کہ دینے والے نے حرام مال سے اس کو دیا ہے اور اس دینے والے کو دعا دی اور دینے والے نے آمین کہی تو دونوں کافر ہو گئے۔

(رد المحتار ج ٣ ص ٢٠٢' دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤١٩ھ)

ملا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (مرقات ج ٢ ص ٣٢' مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

امام بخاری نے اس باب کے تحت بھی کوئی حدیث روایت نہیں کی' جس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں مل سکی' بہر حال اس حدیث کی شرح میں ہم نے سنن ترمذی کے حوالے سے اس کے مناسب حدیث لکھ دی ہے۔

٨ - بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنا

لِقَوْلِهِ ﴿وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ○اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرہ: ٢٧٦-٢٧٧).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوۃ دیتے رہے ان کے لیے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ (البقرہ: ٢٧٦-٢٧٧)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود اگرچہ بہت زیادہ ہو لیکن اس کا انجام مال کی کمی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ٢٢٧٩)

امام ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی المتوفی ٣٣٣ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں "یمحق" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ہلاک کرنا' باطل کرنا' کو مٹا دینا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ مال جمع کرنے کا قصد کرتے ہیں اور ان پر بخل غالب ہوتا ہے تاکہ ان کے بعد ان کی اولاد اس مال سے نفع اٹھائے اور اسی وجہ سے وہ لوگوں کو مال کا صدقہ نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور ان کو سود نہ لینے اور صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ٢ ص ٢٠٧' دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٦ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنین کی تعریف کی ہے جو نیک عمل کرتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں' زکوۃ ادا کرتے ہیں کہ ان کو آخرت میں کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا۔

١٤١٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ اَبَا النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ' هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ' وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ' وَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ' ثُمَّ يُرَبِّيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے ابو النضر سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان نے حدیث بیان کی اور وہ عبد اللہ بن دینار ہیں از والد خود از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پاکیزہ کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ صرف پاکیزہ چیز کو قبول کرتا ہے اور بے شک

لِصَاحِبِهٖ، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ، حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ.

اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے' پھر اس صدقہ کرنے والے کے لیے اس کو بڑھاتا رہتا ہے جیسا کہ کوئی شخص تم میں سے اپنے گھوڑے کے بچہ کو پالتا ہے حتیٰ کہ اس کا وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

تَابَعَهٗ سُلَيْمَانُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ، وَقَالَ وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، وَسُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عبد الرحمان کی متابعت سلیمان نے کی ہے ابن دینار سے اور ورقاء نے کہا از ابن دینار از سعید بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کو مسلم بن ابی مریم نے اور زید بن اسلم نے اور سہیل نے از ابو صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔

[اطراف الحدیث: ۷۴۳۰] (صحیح مسلم: ۱۰۱۴، الرقم المسلسل: ۲۳۰۵، سنن ترمذی: ۶۶۱، سنن نسائی: ۲۵۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۲، السنن الکبریٰ: ۲۳۰۴، صحیح ابن خزیمہ ج۴ ص ۱۳۲۔۱۳۳، الشریعۃ للآجری ص ۳۲۰۔۳۲۱، کتاب الاسماء والصفات ص ۳۳۸، شرح السنہ: ۱۶۳۲، مسند احمد ج۲ ص ۵۳۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۹۳۵۔ ج۱۶ ص ۵۵۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن منیر (۲) ابو النضر' ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے' یہ عمر بن عبید اللہ بن معمر کے آزاد کردہ غلام ہیں' القرشی التیمی ہیں (۳) عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار مولیٰ عبد اللہ بن عمر (۴) ان کے والد عبد اللہ بن دینار ہیں (۵) ابو صالح ذکوان الزیات السمان (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۸ ص ۳۸۸)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جس نے پاکیزہ کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: "بعدل تمرة"۔ "عدل" کا معنی ہے: جو چیز کسی اور جنس کے برابر ہو' علامہ خطابی نے کہا: جس چیز کی قیمت کھجور کے برابر ہو۔

"کسب طیب" جو چیز حلال کمائی سے حاصل ہو اس کو طیب کہتے ہیں اور جو چیز فی نفسہٖ نجس نہ ہو اس کو طاہر کہتے ہیں۔

اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے: اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں' اللہ تعالیٰ کے لیے دائیں ہاتھ کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت ہوتی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اچھی طرح قبول فرماتا ہے۔

"فلوہ" گھوڑی کا ایک سال کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ کر چارا وغیرہ کھانے لگے۔

حتیٰ کہ وہ صدقہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے: یعنی میزان میں بہت ثقیل ہوتا ہے۔

(اعلام السنن ج۱ ص ۷۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

* حدیث مذکور' شرح صحیح مسلم: ۲۲۳۸۔ ج۲ ص ۹۳۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مال حرام سے صدقہ کرنے کا حکم۔

۹ - بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الرَّدِّ

ردّ کیے جانے سے پہلے صدقہ کرنا

اس باب سے یہ مقصود ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہیے' ایسا نہ ہو کہ انسان اس وقت صدقہ کرے جب فقراء کو ضرورت نہ ہو اور وہ لینے سے انکار کر دیں۔

١٤١١ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَصَدَّقُوا' فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ' يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا' يَقُولُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا' فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي بِهَا.

[اطراف الحدیث: ۱۴۲۴-۷۱۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معبد بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حارثہ بن وہب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم صدقہ کیا کرو کیونکہ تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تم میں سے کوئی شخص صدقہ لے کر جائے گا اور اس کو کوئی صدقہ قبول کرنے والا نہیں ملے گا' اور وہ آدمی کہے گا: اگر تم کل آتے تو میں یہ صدقہ قبول کر لیتا' رہا آج کا دن تو مجھے اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱۱' الرقم المسلسل: ۲۳۰۰' سنن نسائی: ۲۵۵۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۳۹' صحیح ابن حبان: ۶۶۷۸' السنن الکبریٰ: ۲۳۳۶' المعجم الکبیر: ۳۲۵۹' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۷۲۶' ج ۳۱ ص ۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۳۰۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) معبد بن خالد الجدلی کوفی' قصہ گو اور عابد' یہ رات کو قیام کرنے والے تھے' ۱۱۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حارثہ بن وہب الخزاعی' یہ عبید اللہ بن عمر بن الخطاب کے اخیافی بھائی تھے' ان کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۹۱)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ آدمی کہے گا: اگر تم کل آتے تو میں صدقہ قبول کر لیتا۔

اس حدیث میں صدقہ دینے کی ترغیب ہے اور حدیث میں جو ذکر ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا جب صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا' ظاہر یہ ہے کہ یہ زمانہ قیامت کے قریب آئے گا۔

١٤١٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ' فَيَفِيضَ' حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ' وَحَتّٰى يَعْرِضَهُ' فَيَقُولَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا أَرَبَ لِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تمہارے پاس بہ کثرت مال ہو جائے' پس آدمی مال بہائے گا حتیٰ کہ مال دار سوچے گا: کون اس کے صدقہ کو قبول کرے گا حتیٰ کہ وہ کسی پر مال پیش کرے گا تو وہ شخص کہے گا:

مجھے اس مال کی حاجت نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُجَاهِدٍ حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ الطَّائِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَجَاءَهُ رَجُلَانِ' أَحَدُهُمَا يَشْكُو الْعَيْلَةَ' وَالْآخَرُ يَشْكُو قَطْعَ السَّبِيلِ' فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا قَطْعُ السَّبِيلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكَ إِلَّا قَلِيلٌ' حَتّٰى تَخْرُجَ الْعِيرُ إِلٰى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيرٍ' وَأَمَّا الْعَيْلَةُ فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ' حَتّٰى يَطُوفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ' لَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ' ثُمَّ لَيَقِفَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ' لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ' وَلَا تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ' ثُمَّ لَيَقُولَنَّ لَهُ أَلَمْ أُوتِكَ مَالًا؟ فَلَيَقُولَنَّ بَلٰى' ثُمَّ لَيَقُولَنَّ أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُولًا؟ فَلَيَقُولَنَّ بَلٰى' فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ' ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ' فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ' فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

[اطراف الحدیث:۱۴۱۷_۳۵۹۵_۶۰۲۳_۶۵۳۹_۶۵۴۰_۶۵۶۳_۷۴۴۳_۷۵۱۲] [صحیح مسلم: ۱۰۱۶' الرقم المسلسل:۲۳۱۰' سنن ترمذی:۲۴۱۵' سنن ابن ماجہ:۱۸۴۳_۱۸۵' جامع المسانید لابن جوزی:۵۳۰۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم النبیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعدان بن بشر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومجاہد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محل بن خلیفہ الطائی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا' آپ کے پاس دو مرد آئے' ان میں سے ایک تنگ دستی کی شکایت کر رہا تھا اور دوسرا راستہ میں ڈاکے کی شکایت کر رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہا راستہ میں ڈاکے پڑنا تو تمہارے اوپر تھوڑے عرصہ کے بعد ایسا وقت آئے گا کہ ایک قافلہ مکہ سے بغیر کسی محافظ اور ضامن کے روانہ ہوگا' اور رہی تنگ دستی تو قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے ایک شخص اپنے صدقہ کو لے کر گھومتا پھرے گا اور اسے اس صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا' پھر تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوگا اور نہ کوئی ترجمانی کرنے والا ہوگا' پھر اللہ اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تم کو مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں! پھر اللہ فرمائے گا: کیا میں نے تمہاری طرف رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ شخص کہے گا: کیوں نہیں! پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو صرف آگ کو دیکھے گا' پھر وہ بائیں طرف دیکھے گا تو صرف آگ کو دیکھے گا' پس تم میں سے ہر شخص کو دوزخ کی آگ سے بچنا چاہیے خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے اور اگر کھجور بھی دستیاب نہ ہو تو کوئی نیک بات کہنے سے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر الجعفی المسندی (۲) ابوعاصم الضحاک بن مخلد النبیل (۳) سعدان بن بشر الجہنی (۴) ابومجاہد' ان کا نام سعد الطائی ہے (۵) محل بن خلیفہ الطائی (۶) حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۹۳)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے ایک شخص

اپنے صدقہ کو لے کر گھومتا پھرے گا اور اسے اس صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "العیلۃ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی شخص کا تنگ دست اور محتاج ہونا' جو شخص اپنے یتیم بچوں کو چھوڑ کر مر جائے اس کو "عائل" کہتے ہیں۔

"قطع السبیل" ڈاکوؤں کی وجہ سے راستہ کا منقطع ہو جانا۔ ڈاکو وہ ہوتا ہے جو دن دہاڑے ڈاکے ڈالتا ہے اور چور وہ ہوتا ہے جو رات کو چھپ کر مال چراتا ہے' ہمارے زمانہ میں اب چوریاں تقریباً متروک ہو گئی ہیں' اب سرعام شاہراہوں' بھرے پڑے بازاروں' مارکیٹوں اور گلیوں میں ٹی ٹی اور کلاشنکوف دکھا کر لٹیرے لوٹ لیتے ہیں اور مزاحمت کرنے پر فوراً گولی مار دیتے ہیں۔

"العیر" تجارتی قافلہ' یہ پہلے زمانہ میں اونٹوں اور بیلوں پر مشتمل ہوتا تھا' اب ٹرک اور کنٹینرز پر اور بحری جہازوں کے ذریعہ تجارتی مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔

"خفیر" قافلہ کو ڈاکوؤں سے محفوظ رکھنے کے لیے جو محافظ جاتے ہیں' آج کل کنٹینرز کے ساتھ پولیس کے دستے ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں بھی صدقہ کرنے کی ترغیب ہے' اور یہ کہ نیکی کی بات یا نیکی کا کام خواہ کم ہو' اس کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۲۲۳۔ ج ۲ ص ۹۳۰۔۹۳۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں:
(۱) مسجد میں چندہ کرنا (۲) بدعت حسنہ پر استدلال۔

١٤١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ' ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ' وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ' مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ' وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: لوگوں کے اوپر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک شخص سونے کو صدقہ کرنے کے لیے گھومتا پھرے گا' پھر اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس سے وہ سونا لے اور ایسا شخص دکھائی دے گا کہ اس ایک شخص کی پناہ میں چالیس عورتیں ہوں گی کیونکہ مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱۲' الرقم المسلسل: ۲۳۰۱' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۹۵۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء' ابو کریب' یہ ۲۴۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامہ اللیثی (۳) برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری (۴) ابو بردہ' ان کا نام عامر ہے اور ایک قول کے مطابق الحارث بن ابی موسیٰ الاشعری ہے (۵) حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۹۵)

چالیس عورتیں جو ایک مرد کے زیر کفالت ہوں گی' ان کی تفصیل' اس دور کا بیان ----------

اور پچاس عورتوں کی حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد کی پناہ میں چالیس عورتیں ہوں گی۔ ان چالیس عورتوں میں اس کی بیویاں' اس کی باندیاں'

اس کی محرم عورتیں اور رشتہ دار عورتیں ہوں گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں لوگوں کے پاس بہت مال ہوگا اور انہیں زکوٰۃ قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا' اور یہ اس وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو اور کفار کو قتل کر چکے ہوں گے' اور روئے زمین پر کوئی کافر نہیں ہوگا' اور اس زمانہ میں آسمان سے زمین کی طرف برکتیں نازل ہوں گی اور لوگ بہت کم ہوں گے اور وہ کسی مال کا ذخیرہ نہیں کریں گے کیونکہ ان کو علم ہوگا کہ عنقریب قیامت آنے والی ہے اور اس وقت زمین کی پیداوار میں بھی برکت ہوگی حتیٰ کہ ایک انار کھا کر پورا گھر سیر ہو جائے گا' اور پہلے بادشاہوں نے زمین میں جو خزانے دفن کیے ہوں گے' زمین ان خزانوں کو اُگل دے گی اور مال اتنا زیادہ ہوگا کہ لوگ اس میں بالکل رغبت نہیں کریں گے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے پہلے صحیح البخاری: ۸۱ میں یہ حدیث گزری ہے کہ پچاس عورتوں کا ایک منتظم ہوگا' اور اس حدیث میں ہے کہ چالیس عورتوں کا ایک کفیل ہوگا اور یہ تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چالیس عورتوں کے عدد کی تخصیص سے زائد کی نفی نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰ - بَابٌ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالْقَلِيْلِ مِنَ الصَّدَقَةِ

دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا صدقہ کرکے اور تھوڑا صدقہ کرکے

﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ﴾ (البقرۃ: ۲۶۶-۲۶۵).

اور جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ کرتے ہیں' ان کی مثال اونچی زمین پر ایک باغ کی طرح ہے جس پر زوردار بارش ہو تو وہ اپنا پھل دگنا لائے' پھر اگر اس پر زوردار بارش نہ ہو تو اسے شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے ○ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا بہ رہے ہوں' اس کے لیے اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں۔ (البقرۃ: ۲۶۶-۲۶۵)

اللہ کی رضا جوئی کے لیے صدقہ دینے کی صورتیں

(۱) البقرۃ: ۲۶۵ میں اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو اسلام پر مضبوط رکھنے کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو احکام شرع پر عمل کرنے کا عادی بنائیں اور اپنے نیک اعمال کو ایسی نیتوں اور ایسے کاموں سے محفوظ رکھیں جن سے وہ نیک اعمال فاسد ہو جائیں' ایسی نیتوں میں ریاکاری اور دکھاوے کی نیت ہے اور ایسے کاموں میں صدقہ لینے والے پر احسان جتانا اور طعنہ دے کر اسے تکلیف پہنچانا ہے۔

(۲) دل کا ثابت قدم رہنا صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے' جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے' اس کا دل اس وقت تک مطمئن اور مضبوط نہیں ہوتا' جب تک اس کا خرچ کرنا محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے نہ ہو' جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا اور مشرکوں نے کہا کہ ضرور بلال نے ابوبکر پر کوئی احسان کیا ہوگا' جس کا بدلہ اتارنے کے لیے اتنی بھاری قیمت ادا کر کے بلال کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کی مدح میں فرمایا:

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ○ (اللیل: ۲۱۔۱۹)

اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ○ وہ صرف اپنے رب کی رضا کے لیے (اپنا مال خرچ کرتا ہے) جو سب سے بلند ہے ○ اور ضرور وہ عنقریب (اپنے رب سے) راضی ہو گا ○

(۳) جب انسان بار بار اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتا ہے تو اللہ کی رضا جوئی اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے اور اگر کبھی اس سے کسی نیک کام میں غفلت بھی ہو جائے تو اس کا دل فوراً اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یہی اسلام پر ثابت قدم رہنے کا وہ مرتبہ ہے' جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔

(۴) مخلصین جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو ان کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے عمل کو ضائع نہیں کرے گا اور ان کو جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید ہے وہ پوری ہو گی اور مخلصین کا آخرت پر یقین رکھنا ہی اسلام پر ثابت قدمی سے عبارت ہے۔

(۵) مخلصین جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اپنے مال کو صحیح مصارف میں خرچ کرتے ہیں اور نیکی کے راستہ میں لگاتے ہیں اور خوب چھان بین کر کے اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کا مال کہیں اللہ کی نافرمانی اور کسی گناہ کے کام میں نہ لگ جائے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اسلام پر ثابت قدمی کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتا کر اس کا اجر ضائع کرنے کی مثال

البقرہ: ۲۶۶ میں فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا بہ رہے ہوں' اس کے لیے اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں' اس کو بڑھاپا آ جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو (اچانک) اس باغ میں گرم ہوا کا ایک بگولا آئے' جس میں آگ ہو اور وہ جل جائے۔

اس آیت میں صدقہ و خیرات کرکے اس پر احسان جتانے یا طعنہ دے کر اس کے اجر سے محرومی کی مثال ہے کہ جس شخص کا بہت پھل دار باغ ہو وہ جب بوڑھا اور کمانے سے عاجز ہو اور اس پر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کا بھی بوجھ ہو تو اس وقت اس کو اس باغ کی بہت سخت ضرورت ہو گی' ایسے میں اگر وہ باغ کسی آگ والے بگولے سے جل جائے تو اس کے نقصان اور محرومی کا کیا عالم ہو گا۔ اسی طرح انسان اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے اور فقراء اور مساکین کو صدقہ و خیرات دے اور اس کو یہ امید ہو کہ آخرت میں جب وہ نیک عمل کرنے سے بالکل عاجز ہو گا اور اس کو نیکیوں پر اجر و ثواب کی سخت ضرورت ہو گی اور کہیں اور کسی ذریعہ سے کسی نیکی کے ملنے کا امکان نہیں ہو گا اور اس کی واحد امید وہ صدقہ و خیرات ہوں' جو اس نے دنیا میں کیے تھے' پھر اس کو اچانک معلوم ہو کہ اس نے جو ان صدقات پر احسان جتایا تھا اور فقراء کو طعنے دے کر اذیت پہنچائی تھی' اس سے وہ تمام صدقات ضائع ہو چکے ہیں تو اس شخص کی محرومی اور مایوسی کا کیا عالم ہو گا۔ (تبیان القرآن ج ۱ ص ۹۹۹۔۹۹۸' فرید بک اسٹال' لاہور۔ ۲)

۱۴۱۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ' هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ سُلَيْمَانَ' عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ' عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو النعمان الحکم نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عبد اللہ البصری ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از ابو وائل از حضرت ابو مسعود رضی اللہ

الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ، فَقَالُوا مُرَائِي، وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوا إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هَذَا، فَنَزَلَتْ ﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ (التوبہ: ۷۹) الْآيَةَ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۱۶۔ ۴۶۶۸۔۴۶۶۹ ۔۲۲۷۳]

(صحیح مسلم: ۱۰۱۸، الرقم المسلسل: ۲۳۱۷، سنن نسائی: ۲۵۲۷، سنن کبریٰ: ۲۳۲۳، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۵)

وہ بیان کرتے ہیں کہ جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی تو ہم بوجھ اٹھا کر (اُجرت حاصل کرتے) پس ایک شخص آیا اور اس نے بہت زیادہ صدقہ کیا' تو منافقین نے کہا: یہ ریاکار ہے پھر ایک شخص آیا جس نے ایک صاع (چار کلوگرام) صدقہ کیا' تو انہوں نے کہا: اللہ اس صاع سے مستغنی ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی: جو لوگ ان مسلمانوں کو طعنہ دیتے ہیں جو دل کھول کر صدقہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو جن کو سوائے اپنی محنت مزدوری کے کچھ میسر ہی نہیں۔ (التوبہ: ۷۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید اللہ بن سعید بن یحییٰ بن بُرد ابوقدامہ الیشکری' یہ ۲۴۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابوالنعمان الحکم بن عبد اللہ الانصاری (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) سلیمان بن مہران الاعمش (۵) ابووائل شقیق بن سلمہ (۶) حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عقبہ الانصاری البدری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۹۸)

منافقین کے استہزاء کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس اوقیہ سونا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ایک انصاری مرد ایک صاع غلہ لے کر آئے تو بعض منافقین نے کہا: عبد الرحمان بن عوف تو صرف ریاءکاری اور دکھاوے کے لیے سونا لے کر آئے ہیں اور اس انصاری نے کہا: اللہ اور اس کا رسول اس ایک صاع سے مستغنی ہیں۔

۱۴۱۶ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَيُحَامِلُ، فَيُصِيبُ الْمُدَّ، وَإِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیتے تو ہم میں سے ایک شخص بازار کی طرف چلا جاتا' اور محنت مزدوری کرتا تو اسے ایک کلوگرام غلہ ملتا' اور آج ان میں سے ایک کے پاس ایک لاکھ درہم ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۱۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن معقل سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے

یَقُوْلُ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ.

بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقہ) سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱۳ میں گزر چکی ہے۔

١٤١٨ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتِ امْرَاَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْاَلُ' فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ' فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا' فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا' وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا' ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ' فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَاَخْبَرْتُهُ' فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ. [طرف الحدیث: ۵۹۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت داخل ہوئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں' اس نے سوال کیا' پس میرے پاس ایک کھجور کے سوا کوئی چیز نہیں تھی' پس میں نے وہ کھجور ہی اس کو دے دی' اس عورت نے اس کھجور کو اپنی دو بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود اس سے نہیں کھایا' پھر وہ کھڑی ہو کر چلی گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے' پس میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: جو کوئی ان بیٹیوں کی کفالت میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جاتی ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۹' الرقم المسلسل: ۶۵۷۰' سنن ترمذی: ۱۹۱۵' الادب المفرد: ۱۳۲' مسند ابن حنبل ج ۷ ص ۴۷۸' شعب الایمان: ۱۱۰۱۹' شرح السنۃ: ۱۶۸' مسند احمد ج ۶ ص ۸۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۰۳۵' ج ۴۲ ص ۲۰' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو اپنی بیٹیوں میں تقسیم کر دیا۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

١١ - بَابٌ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ' وَصَدَقَةُ الشَّحِيْحِ الصَّحِيْحِ

کون سا صدقہ افضل ہے اور مال کے خواہش مند اور تندرست آدمی کا صدقہ

لِقَوْلِهٖ ﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ (المنافقون: ۱۰) الْاٰيَةَ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے۔ (المنافقون: ۱۰)

اس آیت میں اس سے ڈرایا ہے کہ انسان صدقہ و خیرات کرنے میں اتنی تاخیر کرے کہ اس کو موت آ جائے اور اس باب کا عنوان ہے: جو انسان تندرست ہو اور مال کا خواہش مند ہو' وہ اپنے نفس سے جہاد کر کے اس خوف سے صدقہ و خیرات کرے کہ کہیں اس کو اچانک موت نہ آ جائے تو ایسے شخص کا صدقہ و خیرات کرنا افضل ہے اور یہ اس آیت اور باب کے عنوان میں مناسبت ہے۔

وَقَوْلِهِ ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ﴾ (البقرۃ: ۲۵۴) الْآيَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہوگی۔ (البقرۃ: ۲۵۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ مسلمان اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کریں تاکہ وہ اپنے رب کے پاس اپنے اجر کا ذخیرہ کریں' اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے کہ جس میں کسی چیز کا کوئی بدل نہیں لیا جائے گا نہ کسی کی دوستی کام آئے گی نہ کسی کے لیے شفاعت کام آئے گی' یعنی کافروں سے عذاب کے بدلہ نہ کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کسی سے دوستی اور شفاعت ان کے کام آئے گی اور کافر ہی ظالم ہیں۔ اس آیت کی مزید تفسیر ہماری تفسیر تبیان القرآن' البقرۃ: ۲۵۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۱۹ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَيُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰى' وَلَا تُمْهِلَ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ' قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا' وَلِفُلَانٍ كَذَا' وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.

[طرف الحدیث: ۲۷۴۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ بن القعقاع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوزرعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! کون سے صدقہ کا سب سے زیادہ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو' تمہیں تنگ دستی کا خطرہ ہو اور تم خوش حالی کی اُمید رکھتے ہو اور صدقہ کرنے میں اتنی ڈھیل نہ دو حتیٰ کہ روح تمہارے حلقوم تک پہنچ جائے تو پھر تم اس وقت کہو کہ فلاں کے لیے اتنا ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے اور اب تو فلاں کے لیے ہو ہی جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۲' الرقم المسلسل: ۲۳۳۳' سنن ابوداؤد: ۲۸۶۵' سنن نسائی: ۲۵۴۲' سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۶' الادب المفرد: ۷۷۸' مسند ابویعلیٰ: ۶۰۹۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۵۹' ج ۱۲ ص ۱۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۷۹۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری (۲) عبد الواحد بن زیاد ابوبشر (۳) عمارہ بن القعقاع ابن شبرمہ (۴) ابوزرعہ' ان کا نام ہرم ہے اور عبد الرحمن اور عمرو کے بھی اقوال ہیں (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۰۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو سو اس حال میں صدقہ کرنے کا زیادہ اجر ہے اور یہی صدقہ دوسرے صدقات سے افضل ہے۔

افضل صدقہ کا مصداق اور صحت اور مال کی خواہش کے وقت صدقہ کی فضیلت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص آیا' یہ شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں' کیونکہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ انہوں نے

سوال کیا تھا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: پانی پلانا' تو انہوں نے کہا: یہ مدینہ میں آل سعد کی سبیل ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۷' المعجم الکبیر: ۹۸۱۳)

آپ نے فرمایا: اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو کیونکہ ان دونوں حالتوں میں صدقہ کرنا نفس پر بہت دشوار ہوتا ہے' اسی لیے اس حالت میں صدقہ کرنا سب سے افضل ہے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت صدقہ کرنا سب سے افضل ہے جب تم زندہ اور تندرست ہو اور تمہیں مال کی ضرورت ہو' نہ اس وقت جب تم بیمار ہو اور موت کی دہلیز پر ہو کیونکہ اس وقت تو مال تمہاری ملکیت سے نکل جائے گا اور دوسروں کے متعلق ہو جائے گا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انسان اپنی زندگی میں ایک درہم خیرات کرے تو وہ موت کے وقت سو درہم خیرات کرنے سے افضل ہے' اس لیے صدقہ کی فضیلت کی یہ شرط ہے کہ انسان صحت مند ہو اور اسے اس مال کی ضرورت ہو' اس وقت اسے اس مال کو خرچ کرنے سے قلق ہو گا کیونکہ اس کو لمبی زندگی کی امید ہو گی اور وہ فقر سے ڈرتا ہو گا۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۹۳۴' شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۰۳ ملخصاً)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۲۷۸۔ ج ۲ ص ۹۵۵ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۰۰۰ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور ہر ایسا باب' ابواب سابقہ کے ساتھ مناسب ہوتا ہے۔

۱۴۲۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ' عَنْ فِرَاسٍ' عَنِ الشَّعْبِيِّ' عَنْ مَسْرُوقٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا؟ قَالَ أَطْوَلُكُنَّ يَدًا. فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا' فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا' فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُولَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ' وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوقًا بِهِ' وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ.

(صحیح مسلم: ۲۴۵۲' الرقم المسلسل: ۶۱۹۹' جامع المسانید لابن جوزی: ۸۲۳۸' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از فراس از الشعبی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملاقات کرے گی؟ آپ نے فرمایا: جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے' پھر ازواج سرکنڈے سے اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے لگیں تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے تھے' پھر ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد صدقہ کرنا تھی' اور وہ آپ سے سب سے پہلے واصل ہوئی تھیں اور وہ صدقہ کرنے سے محبت کرتی تھیں۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری کا اپنی روایت میں حضرت زینب کی جگہ حضرت سودہ کا ذکر کرنا

علامہ ابوالحسن علی خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام بخاری سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر ساقط ہو گیا' صحیح مسلم کی عبارت اس طرح ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پس حضرت زینب کے ہاتھ سب سے لمبے تھے اور وہ صدقہ کرنے سے محبت کرتی تھیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۰۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ علامہ نووی کی عبارت اس طرح ہے: امام بخاری نے "کتاب الزکوۃ" میں ایسی عبارت لکھی ہے جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ سے ملنے والی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں اور یہ وہم بالاجماع باطل ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۰ ص ۳۳۸۶)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوئی تھیں، امام بخاری کی روایت اس کے خلاف ہے، اہل علم کے درمیان معروف ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش کی وفات ہوئی، علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں بعض راویوں سے غلطی ہوئی اور امام بخاری پر تعجب ہے کہ وہ اس غلطی پر کیسے متنبہ نہیں ہوئے اور نہ شارحین متوجہ ہوئے اور نہ علامہ خطابی متوجہ ہوئے کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ سب سے پہلے مجھ سے سودہ ملیں گی، اس میں علوم نبوت ہیں اور یہ ان کا وہم ہے کیونکہ سب سے پہلے حضرت زینب فوت ہوئیں اور حضرت سودہ زندہ رہیں حتیٰ کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں ۵۴ھ میں فوت ہوگئیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۴۵، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۰۶)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح معجزہ ہے اور حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۹۳۔ ج ۲ ص ۱۰۱۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت زینب بنت جحش کی خصوصیات (۲) حضرت زینب بنت جحش کی سوانح (۳) کفو کا لغوی معنی (۴) کفو کا اصطلاحی معنی (۵) کفو کی تحقیق (۶) غیر کفو میں نکاح کی بحث (۷) قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کے جواز کا بیان (۸) جمہور فقہاء کے نزدیک عام مخصوص منہ البعض کا حجت ہونا (۹) "احل لکم ما وراء ذالکم" میں "ما" کا عموم (۱۰) "احل لکم ماوراء ذالکم" کے عموم سے فقہاء کا استدلال (۱۱) "فانکحوا ما طاب لکم من النساء" میں "ما" کے عموم سے فقہاء کا استدلال (۱۲) "وانکحوا الایامٰی منکم" (الآیۃ) سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (۱۳) غیر کفو میں نکاح کا جواز سادات کرام کی تعظیم و تکریم کے منافی نہیں ہے (۱۴) "ولا جناح علیکم ان تنکحوھن" سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (۱۵) آیت تحلیل سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (۱۶) "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (۱۷) استدلال مذکور پر ایک اعتراض کا جواب (۱۸) "وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ" سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (۱۹) "ولعبد مؤمن خیر من مشرک" سے غیر کفو میں نکاح کے جواز کا جزئیہ (۲۰) "افنجعل المسلمین کالمجرمین" سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (۲۱) "وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین" سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (۲۲) عہد رسالت میں غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں میں سے چند نکاحوں کا بیان (۲۳) غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی ایک توجیہ کا جواب (۲۴) اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر احادیث (۲۵) اسلام اور اچھے اخلاق کی بناء پر رشتہ دینے کا حکم عام ازیں کہ کفو ہو یا غیر کفو (۲۶) سیدات کا غیر فاطمیوں کے ساتھ نکاح کا بیان (۲۷) حضرت سیدہ ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کا بیان (۲۸) حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین اور حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین کے غیر فاطمی جوانوں سے نکاح کا بیان (۲۹) حسن مثنیٰ کی صاحب زادیوں کے نکاحوں کا بیان (۳۰) سیدات کے غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی توجیہ کا بیان (۳۱) نکاح کی وجہ سے عورت کی تذلیل کی تحقیق (۳۲) غیر کفو میں نکاح کے انعقاد کے لیے صرف ولی اقرب کا

راضی ہونا کافی ہے (٢٢) اعتبار کفو کی روایات کی فنی حیثیت (٢٣) تحریم کا مدار اس دلیل پر ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو (٢٤) نکاح غیر کفو میں مذاہب اربعہ (٢٥) ہاشمیہ کا غیر ہاشمی سے نکاح کا جزئیہ (٢٦) نکاح غیر کفو اور حلالہ کا جزئیہ (٢٧) نکاح غیر کفو اور علامہ ابن ہمام (٢٨) نکاح غیر کفو میں مصنف کا موقف اور حرف آخر۔

* نکاح غیر کفو کی یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ١١٠٥۔١٠٢٠ تک پھیلی ہوئی ہے شرح صحیح مسلم کے چودہ سے زیادہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور مخالفین اس میں مذکور دلائل کے جواب دینے سے الحمد للہ آج تک عاجز رہے ہیں۔

١٢ - بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ
دکھا کر صدقہ دینا

امام بخاری نے اس عنوان کے ثبوت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی صرف درج ذیل آیت پیش کرنے پر اکتفاء کیا ہے:

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (البقرۃ: ٢٧٤).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں تو ان کے رب کے پاس ان کے لیے اجر ہے نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ (البقرۃ: ٢٧٤)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس عنوان کے تحت صرف آیت لکھ کر یہ اشارہ کیا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٢٧٠ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

حافظ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: یہ باب اعلانیہ صدقہ کے ذکر میں ہے امام بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق اس موضوع کی کوئی حدیث نہیں ملی اس لیے انہوں نے اس آیت پر قناعت کر لی۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤٠٨ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

جو صدقہ فرض ہو اس کو علانیہ اور دکھا کر دینا افضل ہے اور جو صدقہ نفل ہو اس کو خفیہ طور پر دینا افضل ہے اور جائز دونوں طرح ہے امام بخاری نے دکھا کر صدقہ دینے کے متعلق احادیث روایت نہیں کیں کیونکہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں تھیں۔

علانیہ صدقہ کے ثبوت میں احادیث

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ناگاہ آپ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت آئی' جو ننگے پیر' ننگے بدن' گلے میں چمڑے کی عبائیں پہنے ہوئے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے' ان میں سے اکثر بلکہ سب قبیلہ مضر سے متعلق تھے' ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا' آپ اندر گئے' پھر باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی' پھر اقامت کہی' آپ نے نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو' جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا۔ (النساء: ١) آپ نے یہ آیت پوری پڑھی' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کل قیامت کے لیے کیا بھیج رہا ہے۔ (الحشر: ١٨) لوگ درہم' دینار' اپنے کپڑے' گندم اور جو' ایک صاع (جو چار کلو گرام کے اندازہ کے موافق ہوں) صدقہ کریں' خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو' انصار میں سے ایک شخص تھیلی لے کر آئے' جس کے اٹھانے سے ان کا ہاتھ تھک رہا تھا' اس کے بعد لوگوں کا تانتا بندھ گیا' یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا' یوں لگتا تھا جیسے آپ کا چہرہ سونے کا ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرے اسے اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اور

ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی' اور جس نے اسلام میں کسی برے عمل کی ابتداء کی' اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا' اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱۷' سنن نسائی: ۲۵۵۳' سنن ابن ماجہ: ۲۰۳)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے نفلی صدقہ کی اپیل کی اور مسلمانوں نے سب کے سامنے صدقہ وخیرات میں مال دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نفلی صدقہ دکھا کر دینا جائز بلکہ مستحب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار درہم تھے' انہوں نے ایک درہم رات کو صدقہ کیا اور ایک درہم دن کو صدقہ کیا' ایک درہم چھپا کر صدقہ کیا اور ایک درہم علانیہ صدقہ کیا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً. (البقرۃ: ۲۷۴) جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ صدقہ کرتے ہیں۔

(المعجم الکبیر: ۱۱۱۶۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے' جس کا نام عبد الوہاب بن مجاہد ہے' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۲۴' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

علامہ ابو الحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

صدقہ فرضیہ کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مختار ہے' امام طبری نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور قاضی ابو یعلیٰ کا بھی یہی مختار ہے نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ نفلی صدقہ کو خفیہ طریقہ سے دینا افضل ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ نفلی صدقہ کو خفیہ طریقہ سے دینا علانیہ طریقہ سے دینے سے ستر درجہ افضل ہے اور صدقہ فرضیہ کو علانیہ دینا خفیہ طریقہ سے دینے سے پچیس درجہ افضل ہے' زجاج نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زکوٰۃ کو خفیہ طور پر دینا بھی احسن تھا لیکن اب لوگ بدگمانی کرتے ہیں' اس لیے زکوٰۃ کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے' علامہ ابن عربی نے کہا ہے کہ خفیہ اور علانیہ صدقہ کرنے کی ایک دوسرے پر فضیلت کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۶۸۹۔ ۶۸۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خفیہ عمل' علانیہ سے افضل ہے اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی اقتداء کی جائے' اس کے لیے علانیہ عمل افضل ہے۔ (شعب الایمان: ۷۰۱۳)

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہر وہ چیز جو اللہ نے تم پر فرض کی ہے اس کا اعلانیہ کرنا افضل ہے۔ (شعب الایمان: ۷۰۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا' اور اگر میں کم عمر نہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ نہ ہوتا' آپ اس جھنڈے کے پاس گئے جو کثیر بن الصلت کے گھر پر لگا ہوا ہے' پھر آپ نے خطبہ دیا' پھر آپ خواتین کے پاس گئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے' آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا' پس میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے حضرت بلال کے کپڑے میں صدقہ ڈال رہی تھیں۔ صحیح البخاری: ۹۸ میں ہے کہ عورتیں اس کپڑے میں اپنے کانوں کی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈال رہی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۹۷۸۔ ۹۷۷۔ ۹۸' صحیح مسلم: ۸۸۴' سنن ابو داؤد: ۱۱۴۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ خواتین نے عید کے اجتماع میں سب کے سامنے صدقہ دیا اور یہ علانیہ صدقہ کرنے کی واضح دلیل ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو نمبر: ۷۳۲۴۔ ۵۸۸۳۔ ۵۸۸۱۔ ۵۸۸۰۔ ۴۸۹۵۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۳۱۔ ۹۸۹۔ ۹۷۹۔ ۹۷۷۔

۹۷۵، ۹۶۳، ۹۶۲ اور ۸۶۳ پر بھی روایت کیا ہے اور کسی جگہ اس حدیث سے علانیہ صدقہ کرنے پر استدلال نہیں کیا حالانکہ یہ استنباط بالکل ظاہر ہے اور امام بخاری بہت مخفی مسئلہ کا بھی حدیث سے استنباط کر لیتے ہیں' نہ جانے اس طرف ان کی توجہ کیوں نہیں گئی اور نہ بخاری کے مشہور شارحین میں سے علامہ خطابی' علامہ ابن بطال' علامہ ابن جوزی' علامہ عسقلانی اور علامہ عینی نے اس طرف توجہ کی' یہ اللہ تعالیٰ کا اس گناہ گار' کم علم اور ناکارہ پر خصوصی کرم ہے کہ اس نے میرے ذہن کو علانیہ صدقہ پر استدلال کرنے کے لیے اس حدیث کی طرف متوجہ کیا۔ وللہ الحمد.

١٣ - بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ
خفیہ طور پر صدقہ کرنا

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو ثابت کرنے کے لیے ایک حدیث معلق اور قرآن مجید کی ایک آیت کا ذکر کیا ہے:

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا' حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا صَنَعَتْ يَمِيْنُهُ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور وہ شخص جس نے خفیہ طریقہ سے صدقہ کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا کیا ہے۔

اس تعلیق کے موافق متصل حدیث' صحیح البخاری: ۱۴۲۳ میں عنقریب آرہی ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (البقرۃ: ۲۷۱).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم ان (صدقات) کو علانیہ دو تو یہ کتنی ہی اچھی بات ہے اور اگر ان کو مخفی رکھو اور فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (البقرۃ: ۲۷۱)

خفیہ طور پر صدقہ دینے کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ ہلنے لگی' پھر اللہ نے پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور ان کو زمین کے اوپر نصب کر دیا تو پھر زمین ٹھہر گئی' فرشتوں کو پہاڑوں کی تخلیق پر تعجب ہوا اور پوچھا: یا اللہ! کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! لوہا' فرشتوں نے پوچھا: کیا کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! پانی' فرشتوں نے پوچھا: کیا کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے' فرمایا: ہاں! ہوا' فرشتوں نے پوچھا: کیا کوئی چیز ہوا سے بھی سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! وہ ابن آدم جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اسے بائیں ہاتھ سے بھی چھپا کر رکھتا ہے (یہ عمل ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے)۔ (سنن ترمذی: ۳۳۶۹، شعب الایمان: ۳۴۴۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوشیدہ طریقہ سے صدقہ دینا رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور صلہ رحم (رشتہ داری نبھانا) عمر میں اضافہ کرتا ہے اور نیکی کا فعل بُری موت سے بچاتا ہے۔ (شعب الایمان: ۳۴۴۲)

١٤ - بَابٌ إِذَا تَصَدَّقَ عَلٰى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ
جب لاعلمی میں کسی غنی پر صدقہ کیا گیا

١٤٢١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْأَعْرَجِ' عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں

وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ عَلَى سَارِقٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ؟ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَةٍ وَعَلَى غَنِيٍّ فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ.

نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی نے کہا: میں ضرور صدقہ کروں گا' وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا' پھر اس کو ایک چور کے ہاتھ پر رکھ دیا' صبح کو لوگوں نے کہا: ایک چور پر صدقہ کیا گیا ہے' اس آدمی نے کہا: اللہ کے لیے حمد ہے' میں ضرور صدقہ کروں گا' پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا' پھر اس کو ایک زانیہ کے ہاتھوں پر رکھ دیا' پھر صبح کو لوگوں نے کہا: زانیہ پر صدقہ کیا گیا ہے' اس نے کہا: اے اللہ! زانیہ پر صدقہ کی وجہ سے تیرے لیے حمد ہے' میں ضرور صدقہ کروں گا' پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا اور اس کو ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ دیا' پھر صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ غنی پر صدقہ کیا گیا ہے' اس نے کہا: چور پر اور زانیہ پر اور غنی پر صدقہ کی وجہ سے تیرے لیے حمد ہے' پھر اس نے غیب سے آواز سنی: تم نے جو چور پر صدقہ کیا تھا تو ہوسکتا ہے کہ وہ چوری سے باز آ جائے اور تم نے جو زانیہ پر صدقہ کیا تھا تو ہوسکتا ہے کہ وہ زنا سے باز آ جائے اور تم نے جو غنی پر صدقہ کیا تھا تو ہوسکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کرے اور وہ اس مال سے صدقہ کرے جو اللہ نے اس کو عطا کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۲، الرقم المسلسل: ۲۳۵۱، صحیح ابن حبان: ۳۳۵۶، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۱، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۲۸۲، ج ۱۴ ص ۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۲۰۲۵، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا تو اس کو ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ دیا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں تین قسم کے لوگوں کو صدقہ دینے کا ذکر ہے' پھر غنی کی کیا خصوصیت ہے کہ عنوان میں اس کا ذکر کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غنی پر صدقہ کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اس نے غنی کو فقیر گمان کر کے اس کو زکوٰۃ دے دی' پھر اس کو معلوم ہوا کہ یہ شخص غنی تھا تو بعض فقہاء کے نزدیک وہ اپنی زکوٰۃ دہرائے گا اور جو فقیر چور ہو یا زانیہ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا بالاتفاق جائز ہے۔

حدیث میں مذکور بعض جملوں کی وضاحت اور لاعلمی میں غیر مستحق کو زکوٰۃ ادا کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس نے چور کے ہاتھ پر زکوٰۃ رکھ دی: یہ اس پر محمول ہے کہ اس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ چور ہے۔

صبح کو لوگوں نے کہا کہ چور پر صدقہ کیا گیا ہے: یعنی ان لوگوں نے کہا جن کے درمیان وہ شخص رہتا تھا۔

اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے: اس نے یہ جملہ یا تو بہ طور انکار کہا یا بہ طور تعجب کہا' اس نے اس وجہ سے اللہ کا شکر ادا کیا کہ لاعلمی میں اس نے چور سے بدتر شخص کے ہاتھ پر صدقہ نہیں رکھا یا اس کو تعجب ہوا کہ میں نے کس کے ہاتھ میں لاعلمی میں صدقہ رکھ دیا اور اللہ کی حمد کی کہ وہ لاعلمی کے عیب سے پاک ہے۔

اے اللہ! زانیہ پر صدقہ کرنے کی وجہ سے تیری حمد ہے: اس کو تعجب ہوا کہ میں نے لاعلمی میں زانیہ کے ہاتھ پر صدقہ رکھ دیا اور اس نے اللہ کی حمد اس لیے کی کہ یہ میرا ارادہ نہیں تھا کہ میں زانیہ کو صدقہ دوں' یہ اللہ کا ارادہ تھا اور اللہ کا ہر کام محمود اور قابل تعریف ہوتا ہے' وہ کفار اور فساق اور فجار کا بھی رب ہے' ان کو بھی روزی دیتا ہے۔

اس نے غیب سے آواز سنی: ہوسکتا ہے' اس نے خواب میں یہ آواز سنی ہو یا بیداری میں ہاتف کی آواز سنی ہو یا اس کو اس زمانے کے نبی نے خبر دی ہو یا کسی عالم نے فتویٰ دیا ہو۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی کو فقیر سمجھ کر اس کو زکوٰۃ دی ہو' بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص غنی تھا تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو گئی اور اس پر اعادہ واجب نہیں ہے' حسن بصری اور ابراہیم النخعی کا بھی یہی موقف ہے' امام ابو یوسف اور امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اور اس پر دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم ہے اور حدیث سے امام اعظم کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۱۳-۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵ - بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

جب کسی شخص نے لاعلمی میں اپنے بیٹے کو زکوٰۃ دے دی

۱۴۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْجُوَيْرِيَةِ أَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَبِي وَجَدِّي، وَخَطَبَ عَلَيَّ فَأَنْكَحَنِي، وَخَاصَمْتُ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبِي يَزِيدُ أَخْرَجَ دَنَانِيرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا، فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا، فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُ، فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ، وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالجویریہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ میں نے اور میرے باپ اور دادا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور آپ نے میری منگنی کی اور میرا نکاح کر دیا اور میں نے آپ کے پاس یہ مقدمہ کیا کہ میرے باپ یزید چند دینار لے کر صدقہ کرنے کے لیے نکلے' انہوں نے مسجد کے پاس ایک شخص کے ہاتھ پر وہ دینار رکھ دیئے' پس میں آیا تو میں نے وہ دینار لے لیے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تمہارا ارادہ نہیں کیا تھا' پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش کیا تو آپ نے میرے والد سے فرمایا: اے یزید! تم کو اس کا اجر ملے گا جس کی تم نے نیت کی ہے اور اے معن! تم نے جو لے لیا' وہ تمہارا ہے۔

(سنن دارمی: ۱۵۳۵' مشکل الآثار: ۲۵۳۳' المعجم الکبیر: ۱۰۷۰ ج ۱۹' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۸۶۰ ج ۲۵ ص ۱۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند البزار: ۹۸۶۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن یوسف الفریابی (۲) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی (۳) ابوالجویریہ حطان بن خفاف الجرمی (۴) معن بن یزید۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۱۳)

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیٹے اور باپ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے' جب کہ زکوٰۃ دینے والے پر ان کا نفقہ لازم ہو' البتہ ان کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اور اس حدیث میں نفلی صدقہ مراد ہے۔

باقی ضرورت مند رشتہ دار جن کا خرچ زکوٰۃ دینے والے پر لازم نہیں ہے' ان کے متعلق اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے' عطاء' قاسم' سعید بن المسیب' امام ابوحنیفہ' الثوری' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے' حسن بصری اور طاؤس نے کہا ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو بالکل زکوٰۃ نہ دے' امام مالک نے کہا ہے کہ اپنے کسی رشتہ دار کو زکوٰۃ کے ساتھ مخصوص کرنا مکروہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٦ - بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِيْنِ

١٤٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَدْلٌ' وَشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ' وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ' وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ' اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ' وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ' وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ' فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ' وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

دائیں ہاتھ سے زکوٰۃ دینا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ' انہوں نے کہا: مجھے خبیب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد میں معلق رہا (۴) وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں اکٹھے ہوئے اور اس کی محبت میں الگ ہوئے (۵) وہ آدمی جس کو ایک مقتدر اور حسین وجمیل عورت نے گناہ کی دعوت دی' تو اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ آدمی جس نے چھپا کر صدقہ دیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہیں چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) جس شخص نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۰ میں گزر چکی ہے۔

١٤٢٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا' فَسَيَاْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهٖ' فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے معبد بن خالد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: صدقہ کرو' پس عنقریب تم پر ایسا زمانہ

لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْكَ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهَا.

آئے گا کہ ایک آدمی اپنا صدقہ لے کر کسی کے پاس جائے گا تو وہ شخص کہے گا: اگر تم کل آتے تو میں اس کو قبول کر لیتا' رہا آج کا دن تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱۱ میں گزر چکی ہے' تاہم یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس میں دائیں ہاتھ سے صدقہ دینے کا ذکر نہیں ہے۔

۱۷ - بَابُ مَنْ أَمَرَ خَادِمَهُ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاوِلْ بِنَفْسِهِ

جس نے اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور خود صدقہ نہیں دیا

وَقَالَ أَبُو مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ.

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث متصل' صحیح البخاری: ۱۴۳۸ میں عنقریب آ رہی ہے۔

۱۴۲۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا، غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

[اطراف الحدیث: ۱۴۳۷۔۱۴۳۹۔۱۴۴۰۔۱۴۴۱۔۲۰۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از شقیق از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے گھر کا طعام خرچ کرے' اس حال میں کہ وہ خاوند کا گھر برباد کرنے والی نہ ہو' تو جو کچھ وہ خرچ کرے گی اسے بھی اس کا اجر ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی کمانے کا اجر ملے گا اور طعام کی حفاظت کرنے والے کو بھی اس کا اجر ملے گا اور کسی کے اجر کی وجہ سے دوسرے کا اجر کم نہیں ہو گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۴' الرقم المسلسل: ۲۳۳۶' سنن ابوداؤد: ۱۶۸۵' سنن ترمذی: ۶۷۲' سنن کبریٰ: ۹۱۹۷' سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج۶ ص ۵۸۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۲' مسند الحمیدی: ۲۷۹' شرح السنۃ: ۱۶۹۲' مسند ابویعلیٰ: ۴۳۵۸' صحیح ابن حبان: ۳۳۵۸' المعجم الاوسط: ۲۷۱۰' مسند احمد ج۶ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۱ ص ۱۰۱' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۵۰۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: طعام کی حفاظت کرنے والے (یعنی خادم) کو بھی اس کا اجر ملے گا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عنوان میں یہ قید ہے کہ جس نے اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور حدیث میں حکم دینے کی قید کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ خادم اور خازن امین ہوتا ہے اور اس کو مالک کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرنے کی ممانعت ہوتی ہے اور یہ چیز مسلمانوں کے دستور اور عرف سے معلوم ہے' اسی طرح عورت بھی خاوند کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرنے کی مجاز نہیں ہے۔

۱۸ - بَابٌ لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى

وہی صدقہ مقبول ہے جس کے بعد صدقہ دینے والا غنی رہے

وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ، أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ، أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَالدَّيْنُ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ وَالْهِبَةِ، وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ، لَيْسَ لَهُ أَنْ يُتْلِفَ أَمْوَالَ النَّاسِ.

اور جس آدمی نے اس حال میں صدقہ دیا کہ وہ ضرورت مند تھا یا اس کے گھر والے ضرورت مند تھے یا وہ مقروض تھا تو قرض اس کا مستحق ہے کہ صدقہ کرنے کے بجائے قرض ادا کیا جائے اور اگر اس نے اس حال میں غلام آزاد کیا یا کسی کو کچھ ہبہ کیا تو وہ اس کو واپس دیا جائے گا اور اس کو لوگوں کا مال ضائع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس تعلیق میں اس حدیث کے عنوان کی امام بخاری نے شرح کی ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ضائع کرنے کے لیے لوگوں کے مال لیے اللہ اس کو ضائع کر دے گا۔

امام بخاری نے اس عنوان کی شرح کے لیے پانچ احادیث معلقہ ذکر کی ہیں اور یہ ان میں سے پہلی معلق حدیث ہے اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ادائیگی کی نیت سے لوگوں کے اموال لیے اللہ اس کی طرف سے ادا کر دے گا اور جس نے ضائع کرنے کے لیے لوگوں کے اموال لیے اللہ اس کو ضائع کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸۷، سنن ابن ماجہ: ۲۴۱۱)

إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعْرُوفًا بِالصَّبْرِ، فَيُؤْثِرَ عَلَى نَفْسِهِ، وَلَوْ كَانَ بِهِ خَصَاصَةٌ، كَفِعْلِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ حِينَ تَصَدَّقَ بِمَالِهِ.

سوا اس صورت کے کہ وہ شخص صبر کرنے میں مشہور ہو پس وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دے خواہ اس کو خود ضرورت ہو جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیا تھا۔

تمام مال صدقہ کرنے کی تحقیق

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیا تھا' کیونکہ وہ اپنے توکل کی قوت سے غنی تھے' حضرت ابوبکر کا اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کا واقعہ سیرت کی کتب میں مشہور ہے اور اس مسئلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس مال تھا' میں نے دل میں کہا: اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت کر سکتا ہوں تو آج سبقت کر لوں گا' میں آپ کے پاس آدھا مال لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ پس میں نے کہا: میں نے ان کے لیے اتنا ہی مال باقی رکھا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لے کر آ گئے' تو آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو باقی رکھا ہے' تب میں نے اپنے دل میں کہا: میں ان سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۷۸، سنن ترمذی: ۳۶۷۵، سنن دارمی: ۱۶۶۰، المستدرک ج ۱ ص ۴۱۴، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۱، مشکوۃ: ۶۰۲۱، کنز العمال: ۳۵۶۱۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

جمہور نے کہا ہے کہ جب انسان تندرست ہو اور اس کی عقل صحیح ہو اور اس پر قرض نہ ہو اور وہ صبر کرنے والا ہو اس کے اہل و عیال نہ ہوں یا اگر ہوں تو وہ بھی صبر کرنے والے ہوں اور پھر وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کر دے تو جائز ہے اور اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو پھر اس کا تمام مال صدقہ کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کا کل مال قبول فرمالیا تھا اور ان پر انکار نہیں کیا اور نہ ان کے مال کو رد کیا۔

اور یہ امام مالک کا' امام ابوحنیفہ کا' امام شافعی کا اور جمہور کا قول ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ قول مردود ہے' اس میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے غیلان بن سلمہ پر ان کی ان ازواج کو لوٹا دیا تھا جن کو انہوں نے طلاق دے دی تھی اور اپنے مال کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کر دیا تھا' حضرت عمر نے ان سب کو رد کر دیا تھا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ تہائی مال تک صدقہ کرنا جائز ہے اور باقی دو تہائی کو واپس کیا جائے گا' اور انہوں نے حضرت کعب بن مالک کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ان کے صدقہ میں سے تیسرے حصہ کو قبول کیا تھا اور باقی کو مسترد کر دیا تھا۔

امام طبری نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جب انسان کا بدن تندرست ہو اور اس کی عقل صحیح ہو تو اس کا تمام مال کو صدقہ کرنا صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو ان کے تمام مال کے صدقہ کرنے کی اجازت جو دی تھی تو اس میں آپ نے اپنی امت کو یہ خبر دی ہے کہ تمام مال کو صدقہ کرنا جائز ہے اور مذموم نہیں ہے' اور آپ نے حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابولبابہ کے تمام مال کے صدقہ کو جو رد کر دیا تھا اور ان کو صرف تہائی مال کے صدقہ کرنے کا جو حکم دیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے یہ تعلیم دی تھی کہ تمام مال کو صدقہ کرنا مستحب ہے' ممنوع نہیں ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کے پاس مال ہو' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی تمام ضروریات میں اور اپنی جائز خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے تمام مال کو خرچ کرے لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس کی راہ میں اپنا تمام مال خرچ کرنا اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے تمام مال کو خرچ کرنے سے بہتر اور افضل ہے۔

جو شخص اپنے نفس کے ساتھ ایثار کر سکتا ہو اور اس کو معلوم ہو کہ فقر و فاقہ پر صبر کرے گا اور اس کے اہل بھی صبر کر لیں گے' اس کے لیے اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دینا مباح ہے اور اس کے لیے خود محتاج ہونے کے باوجود صدقہ کرنا جائز ہے' جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے کیا تھا اور انصار نے مہاجرین کے لیے ایثار کیا تھا اور اگر اس کو معلوم ہو کہ اس میں اور اس کے اہل میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اپنی ضروریات کو ترک کریں تو پھر ان کے لیے اپنے مال کو بچا کر رکھنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۱۲۔ ۴۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

وَكَذٰلِكَ اٰثَرَ الْاَنْصَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ. اور اسی طرح انصار نے مہاجرین کے لیے ایثار کیا تھا۔

یہ اس سلسلہ میں احادیث معلقہ کی تیسری حدیث ہے اور اس کی اصل حدیث متصل درج ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ میں آئے تو ان کے ہاتھوں میں کوئی چیز نہیں تھی'

اور انصار زمینوں اور کھیتوں کے مالک تھے' پس انصار نے مہاجرین کو یہ پیش کش کی کہ وہ ان کو ہر سال اپنے درختوں کے پھل دیں گے اور مہاجرین اس کے بدلہ میں کاشت کاری کریں' اور حضرت انس کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا' عبداللہ بن ابی طلحہ کی بھی ماں تھیں' پس حضرت انس کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجوروں کے وہ درخت دیئے جو آپ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دیے تھے' جو آپ کی باندی اور حضرت اسامہ بن زید کی ماں تھیں۔ ابن شہاب نے کہا: مجھ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ جب آپ اہل خیبر کے قتال سے فارغ ہوئے اور آپ مدینہ لوٹ گئے تو مہاجرین نے انصار کو ان کی ہبہ کی ہوئی چیزیں واپس کر دیں جو انصار نے مہاجرین کو پھل وغیرہ دیئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کی والدہ کو وہ کھجور کے درخت واپس کر دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن کو ان درختوں کی جگہ اپنا باغ دے دیا۔ (صحیح البخاری: ٢٦٣٠' صحیح مسلم: ١٧٧١)

وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ. فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَيِّعَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے' پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ صدقہ کا بہانا کر کے لوگوں کا مال ضائع کرے۔

یہ تعلیق حضرت مغیرہ کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے' جو ''صفة الصلوٰة'' کے آخر میں گزر چکا ہے۔

حافظ عسقلانی اور حافظ عینی نے جو اس حدیث کی نشاندہی کی ہے' اس کے اعتبار سے اس کا نمبر: ٨٣٣ ہے۔

وَقَالَ كَعْبٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ' إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ. قُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ.

اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال کو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف صدقہ کر دوں' آپ نے فرمایا: تم اپنے کچھ مال کو اپنے پاس رکھو' پس وہ تمہارے لیے بہتر ہے' پس میں نے کہا: میں اپنا وہ حصہ رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے۔

یہ تعلیق ان احادیث معلقہ میں سے پانچویں حدیث ہے اور یہ اس حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو سورۂ توبہ کی تفسیر میں آئے گی۔ اس کی تفصیل صحیح البخاری: ٤٦٧٦ میں ہے۔

١٤٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ' عَنْ يُونُسَ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى' وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ.

[اطراف الحدیث: ١٤٢٨-٥٣٥٥-٥٣٥٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی از یونس از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے دینے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور دینے کی ابتداء اپنے عیال (گھر والوں سے) کرو۔

(سنن دارمی: ١٦٥٨' جامع المسانید لابن جوزی: ٥٦٩٨' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٧ھ)

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اتنا صدقہ دینا چاہیے کہ صدقہ کے بعد آدمی مال دار رہے اور اسی اعتبار سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے۔

١٤٢٧ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ.

(جامع المسانید لابن جوزی: ١٥٢١' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور دینے کی ابتداء اپنے عیال (گھر والوں) سے کرو اور بہترین صدقہ وہ ہے جس کے دینے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور جو شخص سوال کرنے سے رُکے گا' اللہ اسے روک کر رکھے گا' اور جو شخص مستغنی رہے گا' اللہ اس کو غنی کر دے گا۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال کا تعارف کیا جا چکا ہے۔

اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی تحقیق

اوپر والے ہاتھ کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(١) اوپر والے ہاتھ سے مراد صدقہ دینے والے کا ہاتھ ہے۔

(٢) اوپر والے ہاتھ سے مراد لینے والے کا ہاتھ ہے۔

(٣) اوپر والے ہاتھ سے مراد اس شخص کا ہاتھ ہے جو سوال کرنے سے باز رہتا ہو۔

(٤) اوپر والے ہاتھ سے مراد اللہ کا ہاتھ ہے یا کسی بھی دینے والے کا ہاتھ ہے اور نیچے والے ہاتھ سے مراد مانگنے والے کا ہاتھ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اوپر والے ہاتھ کے مصداق کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

بنو یربوع میں سے ایک شخص نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ اس وقت لوگوں سے کلام فرما رہے تھے' آپ نے فرمایا: دینے والے کا ہاتھ اوپر ہے وہ تمہاری ماں' تمہارا باپ اور تمہاری بہن اور تمہارا بھائی ہے' پھر جو تمہارا قریبی ہو' پھر جو تمہارا زیادہ قریبی ہو۔ (الآحاد والمثانی: ١١٧٥' مسند احمد ج ٤ ص ٦٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٦٦١٣۔ ج ٢٧ ص ١٥٩)

حضرت مالک بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ تین ہیں' پس اللہ کا ہاتھ اوپر والا ہے اور دینے والے کا ہاتھ اس کے قریب ہے اور مانگنے والے کا ہاتھ نیچے والا ہاتھ ہے' پس تم زائد چیز کو عطا کرو اور اپنے نفس سے عاجز نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: ١٦٤٩' المستدرک ج ١ ص ٤٠٨' صحیح ابن حبان: ٣٣٦٢' مسند احمد ج ٣ ص ٤٧٣)

محمد بن عطیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دینے والے کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ٢٠١٦٣' الآحاد والمثانی: ١٢٩٣' المعجم الاوسط: ٣٠١٦' مسند احمد ج ٣ ص ٢٢٦)

عدی الجزامی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! جان لو کہ ہاتھ تین ہیں' پس اللہ کا ہاتھ سب سے اوپر ہے اور دینے والے کا ہاتھ درمیان والا ہے اور مانگنے والے کا ہاتھ سب سے نیچے ہے' پس تم سوال کرنے سے احتراز کرو' خواہ لکڑیوں کا گٹھا (کاٹ کر)' سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے' سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ (المعجم الکبیر: ٢٦٩۔ ج ١٧ ص ١١٠)

عیال پر خرچ کرنے کی ترتیب اور تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے: دینے کی ابتداء اپنے عیال سے کرو۔ اس کی تفصیل میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرو! ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنے اوپر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس کے متعلق زیادہ بصیرت رکھتے ہو۔ (سنن نسائی: ۲۵۳۵' سنن ابوداؤد: ۱۶۹۱)

سنن ابوداؤد کی روایت میں بیوی سے پہلے اولاد پر خرچ کرنے کا ذکر ہے۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

جب تم اس ترتیب پر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الاولیٰ فالاولیٰ اور الاقرب فالاقرب کو بیان کیا ہے' یعنی ہر نزدیک والے پر خرچ کرنے کو مقدم کیا ہے' سب سے پہلے انسان اپنے اوپر خرچ کرے' پھر اپنی اولاد پر خرچ کرے' کیونکہ اس کی اولاد اس کے جز کے حکم میں ہے' جب وہ اولاد کو خرچ نہیں دے گا تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور ہلاک ہو جائیں گے اور کوئی اور ان کا قائم مقام نہیں ہوگا اور اولاد کے بعد خرچ کرنے میں اس کی بیوی کا نمبر ہے کیونکہ اگر وہ اپنی بیوی پر خرچ نہیں کرے گا تو اس کی بیوی اس سے طلاق لے کر الگ ہو جائے گی یا عدالت ان کے درمیان تفریق کر دے گی' اس کے بعد اس کے خادم کا ذکر فرمایا کیونکہ اگر وہ اپنے خادم پر خرچ نہیں کرے گا تو وہ اس کی نوکری چھوڑ دے گا اور چوتھے نمبر پر خرچ کرنے کو آپ نے انسان کی صواب دید پر چھوڑ دیا۔

(معالم السنن ج ۲ ص ۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

عیال پر خرچ کرنے کی تاکید اس حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی آدمی کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کر دے جن کی روزی اس کے ذمہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۹۲)

سنن نسائی کی حدیث میں بیوی پر خرچ کرنے کو اولاد کے خرچ پر مقدم کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ بیوی پر خرچ کرنا اولاد پر خرچ کرنے سے زیادہ لازم ہے کیونکہ اولاد جب بالغ ہو جائے تو اس پر خرچ کرنا لازم نہیں رہتا اور بیوی کا خرچ اس وقت تک لازم رہتا ہے جب تک بیوی کے ساتھ نکاح کا رشتہ قائم رہتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم سوال کرنے سے احتراز کرو' اس کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ تم لوگوں سے سوال کرنے سے احتراز کرو اور دوسرا یہ کہ تم حرام چیز کا سوال کرنے سے احتراز کرو۔

١٤٢٨ - وَعَنْ وُهَيْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِهٰذَا.

اور وہیب سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' ان سے یہی حدیث مروی ہے۔

اس کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۴۲۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

١٤٢٩ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے (ح) اور ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: آپ نے صدقہ کا ذکر کیا اور سوال کرنے سے احتراز کرنے کا اور سوال کرنے کا (آپ نے فرمایا:) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے پس اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٠٣٣ 'الرقم المسلسل: ٢٣٤٧ 'سنن ابوداؤد: ١٦٤٨ 'سنن نسائی: ٢٥٣٣ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٢١١ 'المعجم الکبیر: ١٣٠٩١ 'سنن بیہقی ج ٤ ص ١٧٧ 'مسند احمد ج ٢ ص ٤ طبع قدیم 'مسند احمد: ١٥٣٢٦ 'ج ٢٤ ص ٣٣ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٣٣٧٣ 'مکتبۃ الرشد ریاض '١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (٢) حماد بن زید (٣) ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی (٤) نافع مولی ابن عمر (٥) عبداللہ بن مسلمہ (٦) حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ (٧) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤٢٦)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے صدقہ کا ذکر فرمایا۔

اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی مزید تفصیل

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے' لیکن حماد بن زید سے ایک روایت ہے کہ اوپر والا ہاتھ سوال سے احتراز کرنے والا ہے۔ (معالم السنن ج ٢ ص ٦٠ 'دارالکتب العلمیہ 'بیروت '١٤٢٦ھ بیروت)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اوپر والے ہاتھ کی اور بھی کئی تفسیریں ہیں' امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکیم بن حزام کو دوسرے اصحاب کی بہ نسبت کم دیا' حضرت حکیم نے کہا: یارسول اللہ! میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ آپ مجھے دوسروں سے کم دیں گے' پھر آپ نے ان کو زیادہ دیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے' حضرت حکیم نے کہا: یارسول اللہ! آپ سے بھی؟ آپ نے فرمایا: مجھ سے بھی' حضرت حکیم نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں آپ کے بعد کسی کا مال کم نہیں کروں گا' پھر حضرت حکیم کوئی مال قبول نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤١٣ 'دارالکتب العلمیہ 'بیروت '١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ مجھے سنن ابوداؤد میں یہ روایت نہیں ملی۔

علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ علامہ خطابی نے اس حدیث کو ترجیح دی ہے' جس میں ذکر ہے کہ اوپر والا ہاتھ سوال سے احتراز

کرنے والے کا ہے لیکن صحیح وہی ہے جو امام بخاری اور امام مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۸۴۱' ۲۸۴۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۲۸۱- ج ۲ ص ۹۵۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۹ - بَابُ الْمَنَّانِ بِمَا أَعْطٰى

دے کر احسان جتانے والا

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى﴾ (البقرۃ: ۲۶۲) الآیۃ.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں' پھر جو کچھ خرچ کیا اس پر نہ احسان جتاتے ہیں نہ تکلیف پہنچاتے ہیں' ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور ان پر نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے O (البقرۃ: ۲۶۲)

جو شخص صدقہ دے کر احسان جتاتا ہے' اس کی وجہ بخل اور تکبر ہوتی ہے اور وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کتنے احسانات کیے ہیں۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت کسی حدیث کو روایت نہیں کیا' صرف احسان جتانے کی مذمت میں قرآن مجید کی آیت کو ذکر کرنے پر اکتفاء کر لیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غالباً ان کو اپنی شرط کے مطابق اس باب میں لانے کے لیے کوئی حدیث نہیں ملی' تاہم اس سلسلہ میں یہ حدیث صحیح ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا: (۱) احسان جتانے والا' جو ہر چیز دے کر اس پر احسان جتاتا ہے (۲) جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا (۳) (ٹخنوں سے نیچے ازراہِ تکبر) اپنا تہبند لٹکانے والا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۶' الرقم المسلسل: ۲۸۸' سنن ابوداؤد: ۴۰۸۷' سنن ترمذی: ۱۲۱۱' سنن نسائی: ۴۴۵۸_۲۵۶۲' سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۸)

* زیر بحث حدیث' شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۶۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مکروہ ہونے کی وجہ ② بوڑھے زانی' جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر کے زیادہ مبغوض ہونے کی وجہ۔

۲۰ - بَابُ مَنْ أَحَبَّ تَعْجِیْلَ الصَّدَقَةِ مِنْ یَوْمِهَا

جس نے اپنے دن سے پہلے صدقہ دینے کو پسند کیا

اس عنوان میں صدقہ سے مراد عام ہے خواہ صدقہ فرض ہو یا نفل۔

۱۴۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ' عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِیْدٍ' عَنِ ابْنِ أَبِیْ مُلَیْكَةَ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ' فَأَسْرَعَ ثُمَّ دَخَلَ الْبَیْتَ' فَلَمْ یَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ' فَقُلْتُ' أَوْ قِیْلَ لَهٗ' فَقَالَ كُنْتُ خَلَّفْتُ فِی الْبَیْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ' فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَیِّتَهٗ' فَقَسَمْتُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت عقبہ بن الحارث نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ جلدی سے اپنے گھر گئے' پھر تھوڑی دیر بعد آپ آ گئے' پس میں نے پوچھا یا آپ سے کہا گیا (کہ اس کی کیا وجہ ہے؟) تو آپ نے فرمایا: میں اپنے گھر میں صدقہ کا سونا چھوڑ آیا تھا' پس میں نے

اس کو رات بھر گھر میں رکھنا ناپسند کیا تو میں نے اس کو تقسیم کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۱ - بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِيْهَا

صدقہ کی ترغیب دینا اور اس میں شفاعت کرنا

یعنی صدقہ کرنے کے ثواب کو بیان کرنا اور صدقہ کا سوال کرنا۔

۱۴۳۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيٌّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيْدٍ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ، ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ، وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عدی نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلے' پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' اس سے پہلے آپ نے نماز پڑھی نہ اس کے بعد نماز پڑھی' پھر آپ عورتوں کی طرف گئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے' آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور انہیں صدقہ دینے کا حکم دیا' پھر عورتیں اپنے کنگن اور بالیاں اتار کر ڈال رہی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۳۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ أَبِيْ مُوْسٰى، عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ، أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا، وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۲۷-۶۰۲۸-۷۴۷۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن ابو موسیٰ نے حدیث بیان کی از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو آپ فرماتے: تم (اس کی سفارش کرو) تمہیں اجر دیا جائے گا اور اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا' فیصلہ فرمائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۷' الرقم المسلسل: ۶۵۶۸' سنن ابوداؤد: ۵۱۳۱' سنن ترمذی: ۲۶۷۲' سنن نسائی: ۲۵۵۶' مسند ابو یعلیٰ: ۷۲۹۶' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۶۷' شعب الایمان: ۷۶۱۳' مسند الحمیدی: ۷۷۱' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۵۸۴۔ ج ۳۲ ص ۳۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) ابو بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابو موسیٰ الاشعری (۴) ابو بردہ' ان کا نام عامر یا حارث ہے (۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۹)

سفارش کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت (سفارش) کی ترغیب دی ہے اور جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے کسی کام کی سفارش کرتا ہے تو اس کا کام ہو یا نہ ہو اسے سفارش کرنے کا اجر ملتا ہے قرآن مجید میں ہے:

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا. جو شخص کسی نیک کام کے لیے سفارش کرتا ہے اسے بھی اس نیکی سے کچھ حصہ ملتا ہے۔ (النساء:۸۵)

حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ (کتاب الاذکار:۳۰۹) کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے آدمی کے پاس سفارش کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے یہ سفارش کی تھی کہ وہ اپنے سابق شوہر مغیث سے نکاح کر لیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے (سابق) خاوند غلام تھے ان کا نام مغیث تھا' گویا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں' وہ حضرت بریرہ کے پیچھے روتے ہوئے چکر لگاتے رہتے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہتے رہتے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عباس! کیا تم کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنا بغض ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے کہا: کاش! تم اس سے رجوع کر لیتیں' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے یہ حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں صرف شفاعت کر رہا ہوں' حضرت بریرہ نے کہا: مجھے مغیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۸۳' سنن دار قطنی: ۳۷۱۸' دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت بریرہ' حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو آزاد کیا تو حضرت بریرہ نے خیار عتق کے سبب سے اپنے آپ کو حضرت مغیث کے نکاح سے آزاد کر لیا اور حضرت مغیث کو حضرت بریرہ سے بہت محبت تھی' وہ ان کے فراق میں روتے رہتے تھے۔ (ہدایہ ج۹ ص ۲۵۲ ملخصاً' مکتبہ حقانیہ ملتان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر غلام تھے' پس جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کا معاملہ ان کے اختیار میں دے دیا۔ (سنن دار قطنی: ۳۷۰۵' دار المعرفہ بیروت' سنن بیہقی ج۷ ص ۲۲۱' ملتان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا تو وہ بنو مغیرہ کے سیاہ فام غلام کے نکاح میں تھیں اور اللہ کی قسم! ان کے شوہر مدینہ کی گلیوں میں پھرتے تھے اور ان کی ڈاڑھی پر ان کے آنسو بہتے رہتے تھے وہ حضرت بریرہ کو راضی کرنے کے لیے ان کے پیچھے پھرتے تھے تاکہ وہ ان کو اختیار کر لیں لیکن حضرت بریرہ نے ان کو اختیار نہیں کیا۔ (سنن دار قطنی: ۳۷۱۹)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۵۶۷۔ ج۷ ص ۲۴۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۴۳۳ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوْكِيْ فَيُوْكٰى عَلَيْكِ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۳۴-۲۵۹۰-۲۵۹۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو ورنہ تم پر بھی ذخیرہ کیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۹'الرقم المسلسل: ۲۳۳۹'سنن نسائی: ۲۵۴۹'السنن الکبریٰ: ۹۱۹۵'المعجم الکبیر: ۳۳۸ ۔ ۳۳۷ ج ۲۴'مکارم الاخلاق ص ۵۷'
سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۷ ۔ ۱۸۶'شعب الایمان: ۳۳۴۶'صحیح ابن حبان: ۳۲۰۹'مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۵ طبع قدیم'مسند احمد: ۲۶۹۲۲ ۔ ج ۴۴ ص ۴۹۱'
موسسۃ الرسالۃ'بیروت)

اس باب کا عنوان ہے: صدقہ کی ترغیب دینا اور اس کی مناسبت حدیث کے اس جملہ میں ہے: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صدقہ بن الفضل ابوالفضل (۲) عبدہ بن سلیمان (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر (۴) فاطمہ بنت المنذر بن الزبیر (۵) حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۳۰)

تھیلی کو باندھ کر رکھنے کا معنی

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو یعنی اپنے مال کو جمع نہ کرو اور صدقہ دینے سے منع نہ کرو ورنہ اللہ بھی اپنے رزق کو تم پر بند کردے گا۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ عَبْدَةَ، وَقَالَ لَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی از عبدہ' آپ نے فرمایا: تم گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا۔

اس حدیث کی تخریج حسب سابق ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم جو اللہ کی راہ میں دیتی ہو اس کو شمار نہ کرو ورنہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کے منقطع ہونے کا سبب بن جائے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گننے اور تھیلی کو بند کرنے کی ممانعت اس وجہ سے فرمائی ہو کہ اس طرح کرنے سے برکت زائل ہو جائے گی۔

۲۲ - بَابُ الصَّدَقَةِ فِيمَا اسْتَطَاعَ

استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا

۱۴۳۴ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ، ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' اور مجھے محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی از حجاج بن محمد از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از عباد بن عبد اللہ بن الزبیر' انہوں نے خبر دی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: تم (اپنے پیسوں کا) ذخیرہ نہ کرو ورنہ اللہ بھی تم پر ذخیرہ کرے گا' تم جتنا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر سکتی ہو' کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۳۳ میں گزر چکی ہے۔

٢٣ - بَابٌ اَلصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيْئَةَ

١٤٣٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِتْنَةِ؟ قَالَ قُلْتُ أَنَا أَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ. قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيْءٌ، فَكَيْفَ قَالَ؟ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ، تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوْفُ. قَالَ سُلَيْمَانُ قَدْ كَانَ يَقُوْلُ الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ هٰذِهِ أُرِيْدُ، وَلٰكِنِّيْ أُرِيْدُ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ، قَالَ قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ بِهَا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَأْسٌ، بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مُغْلَقٌ، قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَوْ يُفْتَحُ؟ قَالَ قُلْتُ لَا، بَلْ يُكْسَرُ قَالَ فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا. قَالَ قُلْتُ أَجَلْ. فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ؟ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ، قَالَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. قَالَ قُلْنَا فَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ تَعْنِيْ؟ قَالَ نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً، وَذٰلِكَ أَنِّيْ حَدَّثْتُهُ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيْطِ.

صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کس شخص کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے وہ حدیث اسی طرح یاد ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی' حضرت عمر نے فرمایا: تم اس کی ہمت رکھتے ہو' پس آپ نے کس طرح فرمایا تھا؟ میں نے کہا: آدمی اپنی بیوی' اپنی اولاد اور اپنے پڑوسی کی وجہ سے جن فتنوں میں مبتلا ہوتا ہے' نماز پڑھنے' صدقہ کرنے اور نیک کام کرنے سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سلیمان نے کہا: کبھی وہ یوں کہتے تھے کہ نماز' صدقہ' نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے کی وجہ سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے' حضرت عمر نے فرمایا: میری یہ مراد نہیں ہے لیکن میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح امڈ کر آئے گا' حضرت حذیفہ نے بیان کیا: میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے' آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے' حضرت عمر نے پوچھا: اس دروازہ کو توڑا جائے گا یا اس کو کھولا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: نہیں! بلکہ اس دروازہ کو توڑا جائے گا' حضرت عمر نے کہا: جب اس دروازہ کو توڑ دیا جائے گا تو پھر وہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا' حضرت حذیفہ نے کہا: جی ہاں! پھر ہم حضرت حذیفہ سے اس دروازہ کے متعلق پوچھنے سے ڈرے' ہم نے مسروق سے کہا: تم ان سے پوچھو' مسروق نے حضرت حذیفہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: دروازہ سے مراد خود حضرت عمر کی ذات تھی' ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر جانتے تھے آپ کی کیا مراد تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں! جس طرح وہ یہ جانتے تھے کہ آج دن کے بعد رات آئے گی' اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی تھی جس میں بجھارت نہیں تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٢٥ میں گزر چکی ہے۔

٢٤ - بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ

جس نے حالت شرک میں صدقہ کیا' پھر اسلام قبول کر لیا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ حالت شرک میں کیا ہوا صدقہ قبول کیا جائے گا یا نہیں۔

١٤٣٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ' كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ' أَوْ عَتَاقَةٍ' وَصِلَةِ رَحِمٍ' فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَجْرٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۲۰-۲۵۳۸-۵۹۹۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں جو عبادت کی ہے' صدقہ کیا ہے یا غلام آزاد کیے ہیں یا رشتہ داروں سے نیک سلوک کیا ہے' کیا مجھے اس میں کوئی نیک اجر ملے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری جو نیکی گزر چکی ہے تم نے اس کو محفوظ رکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۳' الرقم المسلسل: ۳۱۶' مسند الحمیدی: ۵۵۳' المعجم الکبیر: ۳۰۸۴' مشکل الآثار: ۲۳۹۳' المعجم الکبیر: ۳۰۸۵' المصنف ج ۳ ص ۸۴ رقم ۲۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۳۲۵' ج ۲۴ ص ۳۴۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۵۱۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ ابو جعفر المسندی (۲) ہشام بن یوسف ابو عبد الرحمان قاضی صنعاء (۳) معمر بن راشد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حکیم بن حزام بن خویلد الاسدی۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۳۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تمہاری جو نیکی گزر چکی ہے تم نے اس کو محفوظ رکھا ہے۔

زمانہ کفر میں کی ہوئی نیکیوں کی جزاء کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہری معنی اسلام کے مسلم اصول کے خلاف ہے کیونکہ کافر کی کوئی عبادت صحیح نہیں ہوتی' جس پر اسے اجر دیا جائے' کیونکہ عبادت کی صحت کی شرط ایمان ہے اس لیے اس حدیث کی حسب ذیل تاویلات کی گئی ہیں:

(۱) تمہاری فطرت اور سرشت بہت عمدہ تھی جس کو تم نے جاہلیت میں بھی محفوظ رکھا ہے' اس سرشت سے تم اسلام میں فائدہ اٹھاؤ گے اور نیک کاموں میں وہ سرشت تمہاری مددگار ہوگی۔

(۲) زمانہ جاہلیت میں تم نے جو نیک کام کیے تھے اور ان پر جو تمہاری تعریف اور تحسین کی گئی تھی' وہ اب اسلام میں بھی باقی ہے اور محفوظ ہے۔

(۳) زمانہ جاہلیت میں تم نے جو نیک کام کیے تھے' ان ہی کی برکت سے تم کو اسلام لانے کی توفیق ہوئی ہے۔

(۴) کافر کے نیک کاموں کی اس کو آخرت میں جزاء نہیں دی جائے گی' لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ اسے دنیا میں اس کے نیک کاموں کی جزاء دی جائے گی تو اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ تم نے زمانہ جاہلیت میں جو نیک کام کیے تھے ان کاموں کی دنیا میں تمہاری

جزاء سلامت اور محفوظ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۳۶ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۳۱۱۔ ج ۱ ص ۵۸۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:
کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

۲۵ - بَابُ اَجْرِ الْخَادِمِ اِذَا تَصَدَّقَ بِاَمْرِ صَاحِبِهٖ غَيْرَ مُفْسِدٍ

جب نوکر' مالک کے حکم سے صدقہ کرے اور اس کی نیت مالک کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اس کا ثواب

۱۴۳۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا' غَيْرَ مُفْسِدَةٍ' كَانَ لَهَا اَجْرُهَا' وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ' وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابووائل از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کے مال سے صدقہ کرے اور اس کی نیت خاوند کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اسے بھی اس کا اجر ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی مال کمانے کا اجر ملے گا اور اس مال کے محافظ کو بھی اس کا اجر ملے گا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۴۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ' عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ' عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ' الَّذِيْ يُنْفِذُ وَرُبَّمَا قَالَ يُعْطِيْ مَا اُمِرَ بِهٖ' كَامِلًا مُوَفَّرًا' طَيِّبٌ بِهٖ نَفْسُهٗ' فَيَدْفَعُهٗ اِلَى الَّذِيْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ' اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۶۰۔ ۲۳۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابوبردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس مال کا محافظ مسلمان ہو' امانت دار ہو' اور اپنے مالک کے حکم پر عمل کرنے والا ہو' اور کبھی آپ نے فرمایا: اس کو جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہو' اس کو پورا پورا خوشی سے دینے والا ہو' اور جس کو دینے کا اسے حکم دیا گیا ہو' اس کو دے دے تو وہ بھی دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۳' الرقم المسلسل: ۲۳۲۵' سنن ابوداؤد: ۱۶۸۴' سنن نسائی: ۲۵۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۶' صحیح ابن حبان: ۳۳۵۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۲' شعب الایمان: ۷۶۹۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۵۱۲۔ ج ۳۲ ص ۲۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء ابوکریب الہمدانی (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ اللیثی (۳) برید بن عبد اللہ' ان کی کنیت ابوبردہ ہے (۴) ابوبردہ' ان کا نام عامر یا حارث ہے (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۳۷)

حدیث میں مذکور خزانچی کی قیود کے فوائد

اس حدیث میں دینے والے کے ساتھ پہلی قید یہ ہے کہ وہ خازن ہو یعنی مال کا محافظ ہو جس کو خزانچی کہتے ہیں۔

دوسری قید یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو کیونکہ کافر کی نیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ اس کو ثواب ملتا ہے۔

تیسری قید یہ ہے کہ وہ امانت دار ہو' اس قید سے وہ خازن نکل گیا جو خائن ہو۔

چوتھی قید یہ ہے کہ وہ مالک کے حکم کے مطابق صدقہ کو نافذ کرنے والا ہو اور جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہے' اتنا دے۔

پانچویں قید یہ ہے کہ جس کو جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہے' وہ اس کو خوشی سے دے' کیونکہ اگر وہ خوشی سے نہیں دے گا تو اس کی دینے کی نیت نہیں ہوگی' پھر اس کو ثواب نہیں ملے گا۔

چھٹی قید یہ ہے کہ جس کو دینے کا حکم دیا گیا ہے' اسی کو دے' کیونکہ اگر اس نے کسی اور کو دیا تو پھر وہ اپنے مالک کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہوگا اور پھر اس کا شمار صدقہ کرنے والوں میں نہیں ہوگا اور اس کو ثواب نہیں ملے گا۔

٢٦ - بَابُ اَجْرِ الْمَرْاَةِ اِذَا تَصَدَّقَتْ' اَوْ اَطْعَمَتْ' مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا' غَيْرَ مُفْسِدَةٍ

جب کوئی عورت صدقہ کرے یا خاوند کے گھر سے کھلائے اور اس کا مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو تو اس کا ثواب

١٤٣٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَّالْاَعْمَشُ' عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' تَصَدَّقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور اور الاعمش نے حدیث بیان کی از ابی وائل از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: عورت اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٢٥ میں ملاحظہ فرمائیں۔

١٤٤٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ' عَنْ شَقِيْقٍ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَطْعَمَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا' غَيْرَ مُفْسِدَةٍ لَهَا اَجْرُهَا' وَلَهُ مِثْلُهُ' وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ' لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا اَنْفَقَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے کھلائے اور اس کی نیت اس کا گھر برباد کرنا نہ ہو تو اس کو بھی اجر ملتا ہے اور اس کے خاوند کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے اور خزانچی کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے' خاوند کو اس کے کمانے کا اور عورت کو اس کے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٢٥ میں مطالعہ فرمائیں۔

١٤٤١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ شَقِيْقٍ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا' غَيْرَ مُفْسِدَةٍ' فَلَهَا اَجْرُهَا' وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از منصور از شقیق از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے طعام کو خرچ کرے اور وہ طعام کو برباد کرنے والی نہ ہو تو اس عورت کو بھی اجر ملے گا اور اس کے

وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ.

خاوند کو بھی کمانے کا اجر ملے گا اور خزانچی کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۴۲۵ میں ہے۔

* باب مذکور کی پہلی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۵۹-۳ - ج ۲ ص ۹۴۸ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۷ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ○ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى﴾ (اللیل: ۱۰-۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا ○ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا ○ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے ○ اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا ○ اور نیک باتوں کی تکذیب کی ○ پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے ○ (اللیل: ۱۰-۵)

اللیل: ۵ میں اللہ کی راہ میں دینے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے نیکی کے تمام راستوں میں اپنا مال خرچ کیا اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا۔ اللیل: ۶ میں "حسنٰی" کا لفظ ہے اس سے مراد اللہ پر ایمان لانا ہے اور تمام فرائض پر عمل کرنا ہے۔ اللیل: ۷ میں "یسرٰی" کا لفظ ہے اس کا معنی آسانی ہے اس سے مراد دنیا میں نیک خصلت اور آخرت میں جنت ہے۔ اللیل: ۸ میں بخل کا ذکر ہے یعنی جس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی اور اللیل: ۹ میں کذب سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی توحید کی تکذیب کی اور اس میں مذکور ہے: وہ اللہ سے بے پرواہ یعنی وہ اللہ کے اجر وثواب سے بے پرواہ۔ اللیل: ۱۰ میں "العسرٰی" کا ذکر ہے اس سے مراد دوزخ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا.

اے اللہ! (اپنی راہ میں) مال خرچ کرنے والے کو (اس مال کا) بدل عطا فرما۔

یہ تعلیق اس آیت کے مناسب ہے:

وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ. (سبا: ۳۹)

اور تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ اس کا پورا پورا بدل عطا فرمائے گا۔

۱۴۴۲ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ مُزَرِّدٍ عَنْ اَبِي الْحُبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.

(صحیح مسلم: ۱۰۱۰ 'الرقم المسلسل: ۲۲۹۹ 'السنن الکبریٰ: ۸/۹۱۷۸ ' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۱۳۱ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسمٰعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از معاویہ بن ابی مزرد از ابی الحباب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دن جس میں بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں' ان میں سے ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما' اور دوسرا دعا کرتا ہے: اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو تلف کر دے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) ان کے بھائی اور وہ ابوبکر ہیں' ان کا نام عبد الحمید ہے (۳) سلیمان بن بلال (۴) معاویہ بن ابی مزرد' ان کا نام عبد الرحمان ہے (۵) ابو الحباب' ان کا نام سعید بن یسار ہے' یہ معاویہ مذکور کے چچا ہیں (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص: ۳۳)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت فرشتوں کی اس دعا میں ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے فرشتوں کی دعا

فرشتے دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو اس مال کا بدل عطا فرما' اس سے مراد وہ شخص ہے جو فرائض اور مستحبات میں مال کو خرچ کرتا ہے اور جب وہ بخیل کے لیے ۔ دعا کرتے ہیں کہ اس کے مال کو تلف کر دے تو اس سے مراد وہ شخص ہے جو فرائض میں بخل کرتا ہے' کیونکہ جو شخص فرائض ادا کرتا ہو اور مستحبات کو ترک کرتا ہو' وہ اس دعا کا مستحق نہیں ہے' اس حدیث میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے خواہ فرائض میں ہو جیسے اہل و عیال پر خرچ کرنا' خواہ مستحبات میں ہو جیسے دیگر رشتہ داروں اور پڑوسیوں پر خرچ کرنا' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا مستجاب ہوتی ہے' جیسے حدیث میں ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے' اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۷۸۲)

۲۸ - بَابُ مَثَلِ الْمُتَصَدِّقِ وَالْبَخِيلِ

صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال

۱۴۴۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال اس طرح ہے جیسے دو شخص لوہے کے دو جبے پہنے ہوئے ہوں۔

امام بخاری نے اس حدیث کا آخری حصہ دوسری سند کے ساتھ بیان کیا' وہ یہ ہے:

وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ. وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا وَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ. تَابَعَهُ

اور ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمان نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال اس طرح ہے جیسے دو آدمیوں نے اپنے سینوں سے اپنی گردنوں تک دو لوہے کے جبے پہنے ہوئے ہوں' رہا خرچ کرنے والا تو وہ جب بھی خرچ کرتا ہے تو وہ جبہ کھل جاتا ہے یا اس کے جسم پر ڈھیلا اور کشادہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی انگلیاں چھپ جاتی ہیں اور اس کے پیروں کے نشان

الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۴۳-۲۹۱۷-۵۲۹۹-۵۷۹۷]

سمٹ جاتے ہیں اور رہا بخیل تو وہ جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے فولادی جبہ کی ہر کڑی اپنی جگہ جم جاتی ہے وہ اس جبہ کو ڈھیلا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔ ابن طاؤس کی حسن بن مسلم نے دو جبوں میں متابعت کی ہے از طاؤس۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۱، الرقم المسلسل: ۲۳۲۱، سنن نسائی: ۲۵۴۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۰۵۷، ج ۱۵ ص ۲۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

مال خرچ کرنے کی وجہ سے دنیا میں عیوب کی پردہ پوشی اور آخرت میں اجر وثواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے کا مال بڑھاتا ہے اور خرچ کرنے کی برکت سے اس کے مال میں اضافہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے کی سر سے لے کر قدم تک اس کے تمام عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے اور آخرت میں اس کو اجر عطا فرماتا ہے' پس اس کا مال اس پر تختی اور تنگی نہیں کرتا' اور رہا بخیل تو وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے عیوب کی پردہ پوشی اس کے مال کو خرچ نہ کرنے میں ہے لیکن اس کا مال اس کے عیوب کی بالکل پردہ پوشی نہیں کرتا' وہ دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور آخرت میں گناہوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۴۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۴۴۴ - وَقَالَ حَنْظَلَةُ عَنْ طَاوُسٍ جُنَّتَانِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُنَّتَانِ.

اور حنظلہ نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ اس میں "جنتان" کی جگہ "جنتان" کا لفظ ہے اور لیث نے کہا: مجھے جعفر نے حدیث بیان کی از ابن ہرمز انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم "جنتان"۔

"جبتان" کا معنی ہے: دو لمبے کرتے اور "جنتان" کا معنی ہے: دو ڈھالیں اور باقی شرح گزشتہ حدیث: ۱۴۴۳ میں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۵۵- ج ۲ ص ۹۳۵ پر مذکور ہے وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۲۹ - بَابُ صَدَقَةِ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ

کمائی اور تجارت سے صدقہ کرنا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ (البقرۃ: ۲۶۷).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے پسندیدہ چیزوں کو صدقہ کرو اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں اور (اللہ کی راہ میں) ایسی ناکارہ اور ناقابل استعمال چیز دینے کا قصد نہ کرو جس کو تم خود بھی آنکھیں بند کیے بغیر لینے والے نہیں ہو' اور یقین کرو اللہ بہت بے نیاز بے حد تعریف کیا ہوا ہے ○

(البقرۃ: ۲۶۷)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پسندیدہ اور پاکیزہ چیزوں کو خرچ کرنا چاہیے اور ناپسندیدہ اور ناکارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہیں خرچ کرنا چاہیے' امام بخاری نے اس باب میں بھی کوئی حدیث روایت نہیں کی اور صرف اس مضمون کی آیت ذکر کرنے پر اکتفاء کر لیا۔ تاہم ہم اس مضمون کی احادیث ذکر کر رہے ہیں:

ناپسندیدہ اور ناکارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے' ہم لوگوں کے کھجور کے درخت تھے اور جس شخص کے باغ سے جتنی زیادہ یا کم کھجوریں درختوں سے اترتی تھیں' وہ اسی حساب سے کھجوریں لاتا تھا' کوئی شخص کھجوروں کا ایک خوشہ لاتا تو کوئی دو خوشے لاتا' اور ان کو مسجد میں لٹکا دیتا' اور اہل صفہ (مسجد نبوی میں رہنے والے طلب) کے پاس طعام نہیں ہوتا تھا' ان میں سے جب کسی کو بھوک لگتی تو وہ ان خوشوں پر لاٹھی مارتا تو اس سے ادھ پکی کھجوریں اور چھوارے گر جاتے اور وہ اس کو کھا لیتے' اس وقت لوگوں کو صدقہ اور خیرات میں رغبت نہیں تھی' وہ کھجوروں کے ایسے خوشے لے کر آتے جن میں سوکھی ہوئی' ردی اور بے کار کھجوریں ہوتیں اور وہ ان کو لا کر لٹکا دیتے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ تم اپنی کمائی سے پسندیدہ چیزوں کو صدقہ کرو (البقرہ: ٢٦٧)۔ (سنن ترمذی: ٢٩٨٧' سنن ابن ماجہ: ١٨٢٢)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مسجد میں آئے اور آپ کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اور ایک شخص نے ردی کھجوریں لٹکائی ہوئی تھیں' آپ نے ان کھجوروں کے خوشے پر لاٹھی ماری اور فرمایا: ان کھجوروں کا صدقہ کرنے والا اگر چاہتا تو ان سے عمدہ کھجوروں کا صدقہ کر سکتا تھا' یہ صدقہ کرنے والا قیامت کے دن ردی کھجوریں کھائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ١٦٠٨' سنن نسائی: ٢٤٩٣' سنن ابن ماجہ: ١٨٢١)

حضرت غاضرہ قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تین کاموں کو کر لیا' وہ ایمان کا ذائقہ چکھ لے گا: (١) جس شخص نے اللہ وحدہ کی عبادت کی اور بے شک اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے (٢) اور جس نے خوشی سے ہر سال اپنے مال کی زکوۃ دی (٣) اور زکوۃ میں نہ بوڑھا جانور دے نہ خارش زدہ اور نہ بیمار اور نہ ردی قسم کا' لیکن درمیانی قسم کا دے کیونکہ اللہ تم سے نہ سب سے عمدہ مال طلب کرتا ہے اور نہ تم کو سب سے گھٹیا مال دینے کا حکم دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٥٨٢)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق کو اس طرح تقسیم کیا ہے جس طرح تمہارے درمیان رزق کو تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو دنیا دیتا ہے خواہ وہ اس کے نزدیک پسندیدہ ہوں یا نہ ہوں اور دین صرف ان ہی کو دیتا ہے جو اس کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! کوئی بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان بھی مسلمان نہ ہو جائے اور اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کے بوائق سے مامون نہ ہو جائے' مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! بوائق سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا شر اور اس کا ظلم' اور کوئی بندہ حرام مال کما کر اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے' پھر اس سے برکت کی توقع رکھے اور نہ حرام مال سے صدقہ کرے' پھر اس کے قبول ہونے کی امید رکھے' اور وہ اپنی پیٹھ کے پیچھے جو کچھ چھوڑے گا وہ دوزخ کا حصہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں مٹاتا لیکن بُرائی کو نیکی سے مٹاتا ہے' بے شک خبیث چیز خبیث چیز کو نہیں مٹاتی۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی صباح بن محمد ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ٣ ص ١٦٦' مسند البزار: ٣٥٦٢' شعب الایمان: ٥٥٢٤' شرح السنۃ: ٢٠٣٠' المعجم الکبیر: ٨٩٩٠' الکامل لابن عدی ج ٣ ص ١١٥٨' المستدرک ج ١ ص ٣٣۔ ٣٣' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٧ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٧٢۔ ج ٦ ص ١٨٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٣٠- بَابٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ

ہر مسلمان پر صدقہ کرنا فرض ہے' جس کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو وہ کوئی نیک کام کرے

۱٤٤٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ. فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ؟ قَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ. قَالُوْا فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ؟ قَالَ يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ. قَالُوْا فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ؟ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ. [طرف الحدیث: ۶۰۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا (واجب) ہے' مسلمانوں نے کہا: یا نبی اللہ! جس شخص کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرے' سو اپنے نفس کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے' مسلمانوں نے کہا: اگر اس کو کوئی کام میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ کسی حاجت مند' مصیبت زدہ کی مدد کرے' مسلمانوں نے کہا: اگر اس کو یہ بھی میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ نیک کام کرے اور (کسی کے ساتھ) بُرائی کرنے سے رُک جائے' بے شک اس کے لیے یہ بھی صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۸' الرقم المسلسل: ۲۲۹۰' سنن نسائی: ۲۵۳۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۹۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۰۸' سنن کبریٰ: ۲۳۱۸' سنن دارمی: ۲۷۴۷' شعب الایمان: ۷۶۱۶' شرح السنۃ: ۱۶۴۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۵۳۲۔ ج ۳۲ ص ۲۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۹۰۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی القصاب (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سعید بن ابی بردہ (۴) ان کے والد ابو بردہ عامر' سعید کے دادا اور وہ حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۳۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: وہ کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے۔

صدقہ کی صورتیں

حافظ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: ہر مسلمان پر صدقہ ہے اور حضرت ابوہریرہ کی روایت میں ہے: ہر مسلمان پر ہر دن میں صدقہ (واجب) ہے' اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمائی اور مستحب عمل کرنے سے اس صدقہ کے وجوب کو ساقط کر دیا' یہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور فضل ہے' ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ (واجب) ہے' ہر اس دن میں جس میں سورج طلوع ہوتا ہے' آپ نے فرمایا: دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے' کسی شخص کی اس کی سواری پر بیٹھنے میں مدد کرنا صدقہ ہے یا اس کا سامان سواری پر رکھنا صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور نماز کی طرف ہر قدم چلنا صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۰۷' صحیح مسلم: ۱۰۰۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶)

نیز آپ نے فرمایا: کسی ضرورت مند اور مظلوم کی مدد کرنا صدقہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو شخص اس حال میں ہو'

اس کی مدد کرنے میں متعدد طریقے سے اجر ملتا ہے اور ان احادیث سے مقصود یہ ہے کہ نیکی کے کام کرنے کی ترغیب دی جائے۔

(المفہم ج ۳ ص ۵۳ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے مسلمان بھائی کی جس طرح ممکن ہو مدد کرنی چاہیے خواہ وہ اس کی مال سے مدد کرے یا کسی اور طریقہ سے اس کے کام آ کر مدد کرے' نیکی کا حکم دے' بُرائی سے روکے اور یہ بھی نہ کر سکے تو کسی کے ساتھ بُرائی نہ کرے۔

۳۱ - بَابٌ قَدْرُ كَمْ يُعْطِي مِنَ الزَّكٰوةِ وَالصَّدَقَةِ وَمَنْ أَعْطَى شَاةً

زکوٰۃ اور صدقہ میں سے کتنی مقدار دی جائے اور جس آدمی نے بکری دی

زکوٰۃ میں ہر صنف کی الگ الگ مقدار ہے' چاندی اور سونا' نصاب کو پہنچ جائے اور ان پر ایک سال گزر جائے تو اس میں سے چالیسواں حصہ دیا جائے' مویشیوں میں اونٹ' گائے اور بکری ہر ایک کی الگ الگ مقدار ہے' مثلاً ۵ سے ۹ اونٹ تک ایک بکری دی جائے گی' ۳۰ سے ۳۹ گائے تک ایک سال بچھڑی دی جائے گی' ۴۰ سے ۱۲۰ تک ایک بکری دی جائے گی اور اگر صدقہ نفل ہو تو اس میں مقدار معین نہیں ہے۔

١٤٤٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ بُعِثَ إِلٰى نُسَيْبَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ فَأَرْسَلَتْ إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ لَا' إِلَّا مَا أَرْسَلَتْ بِهِ نُسَيْبَةُ مِنْ تِلْكَ الشَّاةِ' فَقَالَ هَاتِ' فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا۔

[اطراف الحدیث: ۱۴۹۴-۲۵۷۹] (صحیح مسلم: ۲۳۵۱، ۱۰۷۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا کہ حضرت نسیبہ انصاریہ کے پاس ایک بکری بھیجی گئی' انہوں نے اس بکری سے کچھ حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے کہا: اس کے سوا کچھ نہیں ہے جو حضرت نسیبہ نے اس بکری سے حصہ بھیجا تھا' آپ نے فرمایا: وہ لے آؤ وہ بکری اپنے محل تک پہنچ چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس' وہ احمد بن عبد اللہ بن یونس ابو عبد اللہ التمیمی الیربوعی ہیں (۲) ابوشہاب' ان کا نام عبد ربہ بن نافع الحناط ہے (۳) خالد بن مہران الحذاء (۴) حفصہ بنت محمد بن سیرین (۵) ام عطیہ' ان کا نام نسیبہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۵۰)

اس حدیث کے عنوان کے دو جزء ہیں: (۱) زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جائے (۲) اور دوسرا جزء ہے: جس نے بکری دی' دوسرے جزء کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت نسیبہ انصاریہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بکری بھیجی اور پہلے جزء کے ساتھ اس حدیث میں مطابقت نہیں ہے۔

فقیر کو اپنی زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جائے؟ اس کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص کو اپنی زکوٰۃ میں سے کتنی مقدار دینی چاہیے' علامہ ابن القصار نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ فقیر کو اتنی زکوٰۃ دینی چاہیے جو اس کے لیے اور اس کے اہل و عیال کے لیے کافی ہو اور امام مالک نے اس زکوٰۃ کی مقدار بیان نہیں کی اور میرے نزدیک اس کو اتنی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کہ وہ خود غنی ہو جائے اور اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہو جائے۔

المہلب نے المجموعہ میں لکھا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ فقیر کو اتنی زکوٰۃ دی جائے' جو اس کی ایک سال کی خوراک کے لیے کافی ہو پھر اس کی ضرورت کے مطابق اس کے کپڑوں کے لیے بھی زکوٰۃ میں سے رقم دی جائے۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا: کسی ایک انسان کو زکوٰۃ میں سے دو سو درہم (ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت) دے دی جائے تو یہ میرے نزدیک مکروہ ہے اور اگر اس کو اتنی رقم دے دی گئی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

المغیرہ نے کہا: اگر کسی شخص کو نصاب کی مقدار سے کم زکوٰۃ دی گئی تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس کو اتنی زکوٰۃ نہ دی جائے کہ وہ خود صاحب نصاب ہو جائے' اور اس پر زکوٰۃ واجب ہو اور ثوری اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ کسی شخص کو پچاس درہم سے زیادہ زکوٰۃ نہ دی جائے ماسوا اس کے کہ وہ مقروض ہو۔

امام شافعی نے کہا کہ کسی شخص کو اتنی زکوٰۃ دی جائے کہ وہ غنی اور صاحب نصاب ہو جائے اور اس کو مسکین نہ کہا جائے اور اگر فقیر کو ہزار یا اس سے زیادہ درہم دے دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس پر زکوٰۃ تب واجب ہو گی جب ایک سال گزر جائے گا' ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔

ابن حبیب نے کہا: بکریوں کی زکوٰۃ میں کسی شخص کو ایک بکری دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس کو زیادہ ضرورت ہو تو ایک سے زیادہ بکریاں دینا بھی جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت نسیبہ کی بھیجی ہوئی بکری کے متعلق فرمایا: وہ بکری لے آؤ' وہ بکری اپنے محل تک پہنچ چکی ہے یعنی حضرت نسیبہ پر وہ بکری صدقہ کر دی گئی ہے اور اب وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے' جیسے حضرت بریرہ پر جو گوشت صدقہ کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: وہ ان کے لیے صدقہ ہے اور جب انہوں نے ہمیں دے دیا تو وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کسی چیز کی ملک بدلنے سے اس چیز کا حکم بدل جاتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۴-۴۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۲- بَابُ زَكٰوةِ الْوَرِقِ

۱۴۴۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ' وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ' وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو سَمِعَ اَبَاهُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

چاندی کی زکوٰۃ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ (زکوٰۃ) نہیں ہے' اور پانچ اوقیہ (دو سو درہم) سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ وسق (۶۰ صاع' ۳۰۰ کلوگرام) سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی' انہوں نے اپنے والد سے سنا از ابی سعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۳ - بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكٰوةِ

زکوۃ میں چیزوں کا لینا

وَقَالَ طَاوُسٌ قَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِأَهْلِ الْيَمَنِ اِئْتُونِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيصٍ أَوْ لَبِيسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ

اور طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ نے اہل یمن سے کہا: مجھے زکوۃ میں جو اور جوار کے بدلے میں دیگر چیزیں لا کر دو' جیسے کپڑے' کالی یا دھاری دار چادریں یا لباس' یہ تمہارے لیے آسان ہو گا اور مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے بہتر ہو گا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۳۱-۱۰۵۲۰' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت میں ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا خَالِدٌ اِحْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور رہا خالد تو اس نے اپنی زر ہیں اور ہتھیار اللہ کی راہ میں وقف کر دیے ہیں۔

اس تعلیق کی حدیث متصل عنقریب 'صحیح البخاری: ۱۴۶۸ میں آ رہی ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ. فَلَمْ يَسْتَثْنِ صَدَقَةَ الْعَرْضِ مِنْ غَيْرِهَا. فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا. وَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوضِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید کے دن عورتوں سے) فرمایا: صدقہ کرو' خواہ اپنے زیورات سے' پس آپ نے زکوۃ کو دوسرے صدقات سے مستثنیٰ نہیں فرمایا' پھر عورتیں اپنے کانوں کی بالیوں کو اور لونگوں کے ہار کو ڈالتیں' آپ نے زکوۃ کی ادائیگی میں سونے اور چاندی کو دوسری چیزوں سے مخصوص نہیں فرمایا۔

ان تعلیقات سے ہمارے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ زکوۃ میں سونے اور چاندی کو دینا ضروری نہیں ہے' دوسری چیزوں کو بھی زکوۃ میں دینا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زیورات میں زکوۃ ہوتی ہے۔

۱۴۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلٰى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ. [اطراف الحدیث: ۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۲۴۸۷-۳۱۰۶-۵۸۷۸-۶۹۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے یہ مکتوب لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ جس شخص پر زکوۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو' اس کے پاس دو سال کی اونٹنی ہو تو وہ اس سے وصول کر لی جائے گی اور زکوۃ وصول کرنے والا اس کو بیس درہم دے گا یا دو بکریاں دے گا' پس اگر اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس دو سال کا اونٹ ہو تو وہ اس سے بہ طور زکوۃ وصول کر لیا جائے گا اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں ہو گا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۶۷، سنن نسائی: ۲۴۳۹، سنن ابن ماجہ: ۱۸۰۰، مسند الحمیدی: ۳/۱، سنن ابویعلیٰ: ۱۲۷، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۱۳، المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۶۱، صحیح ابن حبان: ۳۲۶۶، مسند احمد ج ۱ ص ۱۲-۱۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲، ج ۱ ص ۲۳۳-۲۳۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبد اللہ بن المثنی (۲) ان کے والد عبد اللہ بن المثنی بن عبد اللہ بن انس بن مالک (۳) ثمامہ اور وہ عبد اللہ بن انس ہیں جو بصرہ کے قاضی ہیں (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۹)

زکوۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوۃ ادا کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

زکوۃ کی ادائیگی میں سامان اور قیمتی چیزوں کے لینے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے امام ابوحنیفہ کے اصحاب نے امام بخاری کی اس تعلیق سے استدلال کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے زکوۃ میں سامان اور دیگر چیزوں کو وصول کیا تھا اور حضرت انس کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت معاذ صدقات کو مدینہ کی طرف منتقل کرتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تقسیم کرتے تھے پس جب یہ صدقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدینہ منتقل ہوتے تھے اور آپ ان کو مدینہ کے فقراء میں تقسیم کرتے تھے تو لامحالہ آپ نے زکوۃ کے بدل کے جواز کو برقرار رکھا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ زکوۃ کپڑوں کی جنس سے نہیں ہے اور یہ کپڑے زکوۃ میں بطور بدل لیے گئے ہیں لہٰذا زکوۃ کے بدل میں ان چیزوں کا لینا جائز قرار پایا اور آپ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی معمول کو برقرار رکھا اور صحابہ کرام کا اس پر اتفاق رہا اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ایک سال کی اونٹنی کے بجائے دو سال کی اونٹنی لے لی جائے اور زکوۃ وصول کرنے والا اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے اس سے بھی واضح ہوا کہ زکوۃ کے بدلے میں اس کے مساوی قیمت یا قیمتی چیز لینا جائز ہے اور جب یہ جائز ہے کہ پانچ اونٹوں کی زکوۃ میں اس کی جنس کے خلاف ایک بکری لینا جائز ہے تو بکری کی جگہ ایک دینار لینا بھی جائز ہے۔

نیز امام بخاری کی تیسری تعلیق میں مذکور ہے کہ عورتیں اپنے کانوں کی بالیاں اور گلوں کے ہار بھی ڈال دیتی تھیں اور گلوں کے ہار سونے چاندی کی جنس سے نہیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ زکوۃ میں سونے چاندی کو دینا ضروری نہیں ہے بلکہ زکوۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوۃ دینا جائز ہے۔

اس مذہب کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث صرف ان کے ساتھ خصوص ہے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ اس وقت مدینہ میں ان کپڑوں اور دیگر اشیاء کی ضرورت ہے اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص پر زکوۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی کے بجائے دو سال کی اونٹنی ہو تو اس سے عامل دو سال کی اونٹنی لے لے اور اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے دے تو اس پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں عمل نہیں کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۸-۴۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی دلیل کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث مرفوع اور صحابہ کرام کے آثار ہیں۔ اس کے مقابلہ میں علامہ ابن بطال نے فقہاء احناف کے مخالفین کی طرف سے جو دلیل پیش کی ہے وہ محض ان کا مفروضہ ہے اور بلا دلیل ایک

دعویٰ ہے' نیز میں پوچھتا ہوں کہ شریعت کا مدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہے یا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل پر ہے؟ جب کہ علامہ ابن بطال نے ان کے عمل پر بھی کسی صحیح حدیث کا حوالہ نہیں دیا اور دلائل کے مقابلہ میں محض دعویٰ کی کیا حیثیت ہے!

حافظ ابن حجر اور غیر مقلدین کا آثار صحابہ اور حدیث رسول کو مسترد کرنا اور مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں امام بخاری نے فقہاء احناف کی موافقت کی ہے' اس کے باوجود کہ وہ ان کی بہت مخالفت کرتے ہیں:

حضرت معاذ کے قصہ کا یہ جواب ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہے' پس اس قصہ میں کوئی دلیل نہیں ہے' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن بھیجا تھا تو آپ نے ان کو بتادیا تھا کہ وہ کس طرح عمل کریں گے' ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اس زمانہ کا خاص واقعہ ہے' اس سے یہ قاعدہ کلیہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس جنس میں زکوۃ واجب ہو' اس کی زکوۃ دوسری جنس سے دی جاسکتی ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ اس کے خلاف بھی کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ خواتین نے اپنی زکوۃ میں لوگوں کا ہار دیا' اگر یہ ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو رد فرمادیتے۔ سعیدی غفرلہٗ)

قاضی عبدالوہاب مالکی نے کہا ہے کہ وہ لوگ جزیہ پر بھی صدقہ کا اطلاق کرتے تھے' ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ نے جو لیا تھا وہ بھی جزیہ ہو' حافظ ابن حجر نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاذ نے فرمایا تھا: تم جَو اور جوار کے بدلہ میں کپڑے اور سامان دو اور جزیہ میں جَو اور جوار کو نہیں لیا جاتا' دراہم اور دینار کو لیا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کا حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا ہے کہ زکوۃ کی مقدار تو معین ہوتی ہے' اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی جب کہ سامان کی قیمت تو کم زیادہ ہوتی ہے' پس جس چیز میں زکوۃ واجب ہے اس کی زکوۃ میں وہی چیز لی جائے گی' اس کے بدلہ میں کوئی اور سامان نہیں لیا جائے گا کیونکہ زکوۃ کی مقدار معین اور واحد ہوتی ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۷-۳۶' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اسی جواب کو نقل کیا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۴۳۸' دارالرشید سوریا)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور نواب قنوجی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ حدیث رسول کو اپنے قیاس سے مسترد کر دیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵ سے ۹ اونٹ تک زکوۃ میں ایک بکری واجب کی ہے' کیا بکری کی قیمت کم و بیش نہیں ہوتی رہتی' اسی طرح ۳۰ سے ۳۹ تک گایوں میں ایک بچھڑی واجب کی ہے' کیا بچھڑی کی قیمت کم و بیش نہیں ہوتی' اسی طرح ۴۰ سے ۱۲۰ تک بکریوں میں ایک بکری واجب کی ہے اور بکری کی قیمت بھی کم و بیش ہوتی رہتی ہے' اگر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور نواب بھوپالی (اہل حدیث) کے قاعدہ کو تسلیم کر کے حدیث رسول کو مسترد کر دیا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا پورا نظام زکوۃ ہی ساقط ہو جائے گا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: زکوۃ کی ادائیگی کی مقدار معین ہونی چاہیے' میں کہتا ہوں کہ زکوۃ کی ادائیگی کی مقدار وہی ہونی چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے خواہ وہ معین ہو یا غیر معین۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ جہاں حافظ ابن حجر کوئی غلط بات کہیں یا فقہاء احناف کے خلاف کچھ کہیں تو وہ فوراً ان کا رد کریں لیکن اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر نے احناف کے خلاف لکھا اور صحیح بخاری کی حدیث کا رد کیا لیکن علامہ عینی کا خون جوش میں آیا نہ قلم حرکت میں آیا' شاید قسام ازل نے یہ سعادت اس ناکارہ کے لیے مقدر کر دی تھی!

۱۴۴۹ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَشْهَدُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلّٰى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَرَاٰى أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ، فَأَتَاهُنَّ، وَمَعَهُ بِلَالٌ نَاشِرَ ثَوْبِهِ، فَوَعَظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي، وَأَشَارَ أَيُّوبُ إِلٰى أُذُنِهِ وَإِلٰى حَلْقِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از عطاء بن ابی رباح' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی' پس آپ نے گمان کیا کہ آپ نے عورتوں کو نہیں سنایا تو آپ عورتوں کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے' آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو عورت (حضرت بلال کے کپڑے میں صدقہ) ڈالتی تھی اور ایوب نے اپنے کانوں اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔

۳۴ - بَابٌ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ

متفرق جانوروں کو جمع نہ کیا جائے اور جو جانور جمع ہوں' ان کو متفرق نہ کیا جائے

مثلاً تین آدمیوں میں سے ہر ایک کی ۴۰' ۴۰ بکریاں ہیں اور ان کی زکوٰۃ تین بکریاں ہیں اور جب عامل زکوٰۃ وصول کرنے آئے تو ان میں سے ایک آدمی کہے کہ سب اس کی بکریاں ہیں اور متفرق بکریوں کو جمع کرے اور صرف ایک بکری عامل کو دے' کیونکہ ۴۰ سے ۱۲۰ تک صرف ایک بکری واجب ہوتی ہے' یا ایک آدمی کی ۸۰ بکریاں ہوں' جن پر ایک بکری زکوٰۃ ہو' زکوٰۃ کی وصولی کے وقت عامل کہے: یہ دو آدمیوں کی ۴۰' ۴۰ بکریاں ہیں اور ان پر دو بکریاں زکوٰۃ میں واجب ہیں اور جمع کو متفرق کرے' خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا متفرق کو جمع کرکے زکوٰۃ نہ بچائے نہ عامل زیادہ زکوٰۃ لینے کے لیے جمع کو متفرق کرے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

اور سالم نے از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مثل روایت کی ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

سالم از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا مکتوب لکھا اور اس کو عمال کی طرف روانہ نہیں کیا تھا کہ آپ کی وفات ہو گئی' سو آپ نے اس مکتوب کو اپنی تلوار کے ساتھ ملا کر رکھا تھا' پس جب آپ کی وفات ہو گئی تو اس مکتوب پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا' حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی اور حضرت عمر نے عمل کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی' اس مکتوب میں یہ درج تھا کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے اور دس میں دو بکریاں ہیں اور پندرہ میں تین بکریاں ہیں اور بیس میں چار بکریاں ہیں اور پچیس سے پینتیس تک ایک سال کی ایک اونٹنی ہے' اگر اس سے زیادہ ہوں تو پینتالیس تک دو سال کی ایک اونٹنی ہے' اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ساٹھ تک تین سال کی ایک اونٹنی ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو پچھتر تک چار سال کی ایک اونٹنی ہے' پھر اگر اس سے زیادہ ہوں تو نوے تک دو سال کی دو اونٹنیاں ہیں' پھر اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک سو بیس تک تین سال کی دو اونٹنیاں ہیں' پھر اگر ایک سو بیس سے زیادہ اونٹنیاں ہوں تو ہر پچاس پر ایک تین سال کی اونٹنی اور ہر چالیس پر دو سال کی ایک اونٹنی دی جائے اور بکریوں میں چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک ایک بکری دی جائے' پھر اگر اس سے زیادہ بکریاں ہوں تو دو سو تک دو بکریاں دی جائیں' پھر

اگر اس سے زیادہ بکریاں ہوں تو تین سو بکریوں تک تین بکریاں دی جائیں 'پھر اگر تین سو بکریوں سے زائد ہوں تو ہر سو بکریوں پر ایک بکری دی جائے 'پھر جب تک چار سو بکریاں نہ ہو جائیں ان میں کچھ نہیں ہے اور صدقہ دینے کے خوف سے جمع کو متفرق نہ کیا جائے اور متفرق کو جمع نہ کیا جائے 'اور اگر مویشیوں میں دو آدمی شریک ہوں تو وہ صدقہ کی رقم برابر برابر ایک دوسرے سے لے لیں۔

(سنن ترمذی: ۶۲۱ 'سنن ابوداؤد: ۱۵۶۷-۱۵۷۰ 'مسند احمد ج ۲ ص ۱۴)

١٤٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مکتوب لکھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض کیا ہوا صدقہ بیان کیا اور یہ کہ صدقہ کے خوف سے متفرق کو جمع نہ کیا جائے اور جمع کو متفرق نہ کیا جائے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٥ - بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ' فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ

اگر دو شخص شریک ہوں تو زکوۃ کا خرچ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں

وَقَالَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ إِذَا عَلِمَ الْخَلِيطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا.

اور طاؤس اور عطاء نے کہا: اگر دونوں شریکوں کو اپنے مالوں کا پتا ہو تو ان کے مالوں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ طاؤس نے کہا: جب دو شریک اپنے مالوں کو جانتے ہوں تو پھر صدقہ میں ان کے مالوں کو جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۸۶۸ 'دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ سُفْيَانُ لَا تَجِبُ حَتّٰى يَتِمَّ لِهٰذَا أَرْبَعُونَ شَاةً وَلِهٰذَا أَرْبَعُونَ شَاةً.

اور سفیان نے کہا: اس وقت تک زکوۃ واجب نہیں ہے حتیٰ کہ اس شریک کے لیے بھی چالیس بکریاں ہوں اور دوسرے شریک کے لیے بھی چالیس بکریاں ہوں۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۸۶۹ 'دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٤٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ مکتوب لکھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ کی فرضیت لکھی تھی اور جو دو شریکوں کے مال میں زکوۃ ہو تو وہ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٦ - بَابُ زَكٰوةِ الْإِبِلِ

اونٹوں کی زکوۃ

ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ، وَأَبُو ذَرٍّ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کا حضرت ابوبکر' حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ہے۔

یعنی اونٹوں کی زکوۃ کا ذکر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث' صحیح البخاری: ١٤٥٣ میں ہے' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث' صحیح البخاری: ١٤٦٠ میں ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی کے ساتھ تعلیق میں ہے۔

١٤٥٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ، فَقَالَ وَيْحَكَ، إِنَّ شَأْنَهَا شَدِيدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

[اطراف الحدیث: ٢٦٣٣۔ ٣٩٢٣۔ ٦١٦٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے' کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں جن کی تم زکوۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم سمندر کے پار (شہر میں) عمل کرتے رہو' بے شک اللہ تمہارے اعمال میں سے کسی چیز کو ترک نہیں کرے گا۔

(صحیح مسلم: ١٨٦٥' الرقم المسلسل: ٤٧٩٠' سنن ابوداؤد: ٢٤٧٧' سنن نسائی: ٤١٦٣' سنن کبریٰ: ٧٧٨٧' جامع المسانید لابن جوزی: ٢٠٧٧' مکتبہ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ ابن المدینی (٢) الولید بن مسلم (٣) عبد الرحمان ابن عمرو الاوزاعی (٤) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) عطاء بن یزید ابویزید اللیثی (٦) حضرت ابوسعید الخدری' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٢٠)

دیہاتیوں کے اوپر ہجرت کا سخت ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فتح مکہ سے پہلے کا ہے کیونکہ اگر فتح مکہ کے بعد یہ ارشاد ہوتا تو آپ فرماتے: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے' لیکن آپ کو علم تھا کہ اعرابی مدینہ پر صبر نہیں کر سکیں گے کیونکہ وہاں پر بہت سختیاں تھیں اور وبائیں تھیں کیونکہ جب ایک اعرابی کو مدینہ میں بخار چڑھ گیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیعت توڑنے کے لیے آیا' اس لیے جب اس اعرابی نے آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے زکوۃ کے متعلق پوچھا کیونکہ زکوۃ ادا کرنا اعراب کے اوپر بہت سخت تھا' اس لیے آپ نے فرمایا کہ تم سمندر کے پار عمل کرتے رہو (یعنی ہجرت کرنا ضروری نہیں' بے شک سمندر کے پار رہو' مگر نیک عمل کرتے رہو)۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٤٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٣٧ - بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

جس کی زکوۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو

١٤٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا. وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ، وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ، وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ. وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ، وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کا وہ فریضہ لکھا جس کا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا: جس شخص پر اونٹوں کی زکوٰۃ میں چار سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس چار سال کی اونٹنی نہ ہو بلکہ اس کے پاس تین سال کی اونٹنی ہو تو اس سے وہ تین سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور اسے اس کے ساتھ دو بکریاں دینی ہوں گی اگر اس کو میسر ہوں یا وہ بیس درہم دے گا' اور جس شخص پر زکوٰۃ میں تین سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس تین سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس چار سال کی اونٹنی ہو تو اس سے چار سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور عامل اس کو بیس درہم دے گا یا دو بکریاں دے گا' اور جس پر زکوٰۃ میں تین سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس صرف دو سال کی اونٹنی ہو تو اس سے دو سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور وہ دو بکریاں یا بیس درہم دے گا' اور جس پر زکوٰۃ میں دو سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس تین سال کی اونٹنی ہو تو اس سے تین سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور عامل اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے گا' اور جس پر زکوٰۃ میں دو سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس دو سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی ہو تو اس سے وہ ایک سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور وہ اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔

اس حدیث کی شرح "صحیح البخاری: ۱۴۴۸" میں گزر چکی ہے۔

٣٨ - بَابُ زَكٰوةِ الْغَنَمِ

بکریوں کی زکوٰۃ

١٤٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنَّى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ هٰذَا الْكِتَابَ، لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے حدیث بیان کی' حضرت انس نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو بحرین کی طرف بھیجا تو ان کے لیے یہ مکتوب لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذِهِ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، وَالَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا، وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِيْ أَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا، مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ، شَاةٌ إِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَأَرْبَعِيْنَ إِلَى سِتِّيْنَ فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ، فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِيْنَ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ يَعْنِيْ سِتًّا وَسَبْعِيْنَ إِلَى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِيْنَ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ، وَفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ فَفِيْهَا شَاةٌ. وَفِيْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِيْ سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلَاثٌ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِيْنَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا. وَفِي الرِّقَةِ رُبْعُ الْعُشْرِ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا.

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

یہ زکوۃ کا وہ فریضہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا تو اس مکتوب کے موافق جس مسلمان سے زکوۃ طلب کی جائے وہ اس کو دے اور اگر کوئی اس سے زیادہ (زکوۃ) مانگے تو وہ اس کو ہرگز نہ دے' چوبیس اونٹ ہوں یا اس سے کم ہوں تو ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری دینی ہوگی' جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو پینتیس اونٹوں تک ایک سال کی اونٹنی دینی ہوگی' جب چھتیس اونٹ ہو جائیں تو پینتالیس اونٹوں تک دو سال کی اونٹنی دینی ہوگی' جب چھیالیس اونٹ ہو جائیں تو ساٹھ اونٹوں تک تین سال کی اونٹنی دینی ہوگی جو جفتی کے لائق ہو اور جب اکسٹھ اونٹ ہو جائیں تو پچھتر اونٹوں تک چار سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور جب چھہتر اونٹ ہو جائیں تو نوے اونٹوں تک اس میں دو سال کی دو اونٹنیاں دینی ہوں گی' پس جب اکیانوے اونٹ ہو جائیں تو ایک سو بیس اونٹوں تک تین سال کی دو اونٹنیاں دینی ہوں گی جو جفتی کے لائق ہوں' پس جب وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس اونٹ میں ایک' دو سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور ہر پچاس اونٹ میں ایک تین سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان پر زکوۃ نہیں ہے' مگر یہ کہ اونٹوں کا مالک نفلی صدقہ دینا چاہے' پس جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو اس میں ایک بکری دینا واجب ہے' اور جنگل میں چرنے والی بکریاں جب چالیس ہو جائیں تو ایک سو بیس بکریوں تک ایک بکری دینا واجب ہے' پس جب ایک سو بیس بکریوں سے زیادہ ہوں تو دو سو بکریوں تک دو بکریاں دینا واجب ہے' پس جب دو سو بکریوں سے زیادہ ہو جائیں تو تین سو بکریوں تک تین بکریاں دینا واجب ہے' پس جب تین سو بکریوں سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو بکریوں میں ایک بکری دینا واجب ہے' پس جب کسی آدمی کی جنگل میں چرنے والی بکریوں کی تعداد چالیس بکریوں سے ایک بکری بھی کم ہو تو اس میں زکوۃ واجب نہیں ہے مگر یہ کہ بکریوں کا مالک نفلی صدقہ دینا چاہے' اور چاندی میں چالیسواں حصہ دینا واجب ہے'

پس اگر اس کے پاس صرف ایک سو نوے درہم ہوں تو اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے' مگر یہ کہ اس کا مالک نفلی طور پر دینا چاہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۹ - بَابٌ لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ، إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ

زکوۃ میں بوڑھا اور عیب والا اور نر جانور نہیں دیا جائے گا' مگر جب عامل اس کا لینا مناسب سمجھے

۱٤٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ، إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ کوئی شخص زکوۃ میں بوڑھے جانور کو نہ نکالے نہ کسی عیب والے جانور کو نہ نر جانور کو مگر یہ کہ عامل اس کو چاہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں ملاحظہ کریں۔

٤٠ - بَابُ أَخْذِ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ

بکری کے بچہ کو زکوۃ میں دینا

١٤٥٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری (ح) اور لیث نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے مجھے ایک بکری کا بچہ دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس کے انکار کرنے پر ان سے قتال کروں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

١٤٥٧ - قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِالْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس یہ چیز وہ تھی جس کو میں نے سمجھ لیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ قتال کے لیے کھول دیا ہے' پس میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١ - بَابٌ لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ

زکوۃ میں لوگوں کا عمدہ مال نہ وصول کیا جائے

١٤٥٨ - حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى الْيَمَنِ، قَالَ إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللَّهِ، فَإِذَا عَرَفُوا اللَّهَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَإِذَا فَعَلُوا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكٰوةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا، فَخُذْ مِنْهُمْ، وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امیہ بن بسطام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن القاسم نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن امیہ از یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا: بے شک تم اہل کتاب کی ایک قوم کی طرف جاؤ گے' پس تم کو چاہیے کہ تم ان کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دو' پس جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں تو تم ان کو یہ خبر دینا کہ ان کے (اوپر) دن اور رات میں اللہ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں' پس جب وہ اس پر عمل کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے اموال سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی' پس جب وہ اس کی اطاعت کر لیں تو ان سے زکوۃ وصول کرنا اور ان کے عمدہ مال کو لینے سے اجتناب کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

٤٢ - بَابٌ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ

پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ واجب نہیں ہے

١٤٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمان بن ابی صعصعہ المازنی از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق (تین سو کلو گرام) کھجور سے کم میں صدقہ (زکوۃ) نہیں ہے اور دو سو درہم چاندی سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

٤٣ - بَابُ زَكٰوةِ الْبَقَرِ

گایوں کی زکوۃ

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَعْرِفَنَّ مَا جَاءَ اللّٰهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ. وَيُقَالُ جُؤَارٌ ﴿تَجْأَرُونَ﴾ (النحل: ٥٣) تَرْفَعُونَ أَصْوَاتَكُمْ كَمَا تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ.

اور ابوحمید نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں قیامت کے دن وہ شخص ضرور دکھاؤں گا جو اللہ کے پاس گائے اٹھائے ہوئے حاضر ہوگا' وہ گائے آواز نکال رہی ہوگی اور "خوار" کی جگہ ایک روایت میں "جوار" کا لفظ ہے' سورۃ المومنون میں جو "تجارون" کا لفظ ہے' وہ اسی سے نکلا ہے یعنی تم اس طرح چلا رہے ہوگے جس طرح گائے چلاتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: اس تعلیق کی اصل امام بخاری نے "کتاب ترک الحیل" میں موصولاً روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٤٧) میں نے "کتاب ترک الحیل" میں دیکھا ہے' اس میں یہ حدیث نہیں ہے بلکہ یہ حدیث ہے: "انما الاعمال بالنیۃ"۔ (صحیح البخاری: ٦٩٥٣)

١٤٦٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، أَوْ وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ. أَوْ كَمَا حَلَفَ. مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ، أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَعْظَمَ مَا تَكُونُ وَأَسْمَنَهُ، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا، وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، كُلَّمَا جَازَتْ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ. رَوَاهُ بُكَيْرٌ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ٦٦٣٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از المعرور بن سوید از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! یا فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یا جس طرح آپ نے حلف اٹھایا کہ کوئی مرد ایسا نہیں ہوگا' جس کے پاس اونٹ ہوں یا گائیں ہوں یا بکریاں ہوں' جن کا وہ حق ادا نہ کرتا ہو مگر قیامت کے دن اس کے پاس وہ جانور بہت بڑی جسامت میں اور بہت فربہ حالت میں آئیں گے اور اس کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنے سینگوں سے ماریں گے' جب ان کا آخری ریوڑ گزر جائے گا تو پہلا ریوڑ دوبارہ آ جائے گا حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس حدیث کو بکیر نے از ابی صالح از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔

(سنن ترمذی: ٦١٧' سنن نسائی: ٢٤٤٠' سنن ابن ماجہ: ١٧٨٥' مسند البزار: ٣٩٩٣' صحیح ابن خزیمہ: ٢٢٥١' سنن بیہقی ج ٤ ص ٩٧' مسند احمد ج ٥ ص ١٥٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٢١٣٠١- ج ٣٥ ص ٣١٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ جس شخص نے اپنی گایوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہوگی' قیامت کے دن وہ اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور سینگوں سے ماریں گی' اس سے معلوم ہوا کہ گایوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور اس کی مقدار درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا (تو انہیں حکم فرمایا) کہ ہر تیس گایوں سے ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی وصول کریں اور ہر چالیس گایوں سے دو سال کا بچھڑا یا بچھڑی وصول کریں۔ الحدیث

(سنن ابوداؤد:۱۵۷۶ سنن ترمذی:۶۲۳ سنن نسائی:۲۴۴۹ سنن نسائی:۱۸۰۳)(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

٤٤ - بَابُ الزَّكٰوةِ عَلَى الْأَقَارِبِ
رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

اس عنوان میں زکوٰۃ سے مراد اصطلاحی زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ ثواب کی نیت سے صدقہ اور خیرات کرنا ہے اصطلاحی زکوٰۃ سے مراد شرعی نصاب پر ایک سال گزرنے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ کسی غیر ہاشمی فقیر کو دینا ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَالصَّدَقَةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دو اجر ہیں ایک اجر قرابت کا ہے اور ایک اجر صدقہ کا ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول عنقریب صحیح البخاری: ۱۴۶۲ میں آرہی ہے۔

١٤٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ. قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (آل عمران: ۹۲) قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُولُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ. قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ. فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَفْعَلُ يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار میں سب سے زیادہ کھجوروں کے باغ کے لحاظ سے مال دار تھے اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ باغ بیرحاء میں تھا اور وہ مسجد (نبوی) کے سامنے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے حضرت انس نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: تم اس وقت تک ہرگز نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ۹۲) تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: تم اس وقت تک ہرگز نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ۹۲) اور میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے اور یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے میں اس کی نیکی اور اللہ کے نزدیک اس کے ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں پس یا رسول اللہ! اس کو وہاں خرچ کیجئے جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو بتائے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ. تَابَعَهٗ رَوْحٌ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَإِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَالِكٍ رَايِحٌ. [اطراف الحدیث: ۲۳۱۸-۲۷۵۲-۲۷۵۸-۲۷۶۹-۴۵۵۴-۴۵۵۵-۵۶۱۱]

فرمایا: اس کو چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے' یہ نفع آور مال ہے' (آپ نے دوبار فرمایا) اور تم نے جو کہا وہ میں نے سن لیا اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو' پس حضرت ابوطلحہ نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا' پھر حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے عم زادوں میں تقسیم کر دیا۔ عبد اللہ بن یوسف کی متابعت روح نے کی ہے' اور یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے امام مالک سے " رایح " کی روایت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۹۸' الرقم المسلسل: ۲۲۷۸' سنن دارمی: ۱۶۵۵' سنن کبریٰ: ۱۱۰۶۶' صحیح ابن حبان: ۷۱۸۲-۳۳۴۱' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۳۸' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷۵-۱۶۵-۱۶۴' شرح السنۃ: ۱۶۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۴۳۸-ج ۱۹ ص ۲۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۰۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔

حدیث مذکور کے مسائل اور حضرت ابوطلحہ کی دریادلی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نفسی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے مسائل اور فوائد حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے مال سے محبت کرنا اور اس کو پسند کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی نقص اور عیب نہیں ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی زمین پر پھل دار درختوں کا باغ لگانا جائز ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوطلحہ کے باغ میں جاتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ استاذ اور شیخ کا اپنے شاگرد کے باغ میں اس کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے اور اپنے دوستوں کے باغ میں جانا اور اس کے پھلوں سے کھانا بھی جائز ہے۔

اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے اپنا پسندیدہ باغ اللہ کی راہ میں دے دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول نہیں کیا اور فرمایا: یہ تم اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو' اس سے حضرت ابوطلحہ کی دریادلی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نفسی معلوم ہوئی۔

١٤٦٢ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلّٰى، ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعَظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ، فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ، تَصَدَّقُوْا. فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ، فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ، تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی از عیاض بن عبد اللہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عیدگاہ کی طرف گئے' پھر واپس آئے تو لوگوں کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا' پس فرمایا: اے لوگو! صدقہ کرو' پھر آپ کا خواتین پر گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت!

رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ. فَقُلْنَ وَبِمَ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ، يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ. ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمَّا صَارَ إِلٰى مَنْزِلِهِ، جَاءَتْ زَيْنَبُ، اِمْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ، تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ، فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هٰذِهِ زَيْنَبُ، فَقَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ؟ فَقِيلَ اِمْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ نَعَمْ، اِئْذَنُوا لَهَا. فَأُذِنَ لَهَا، قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ، وَكَانَ عِنْدِي حُلِيٌّ لِي، فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ، فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ وَوَلَدَهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ، زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهِ عَلَيْهِمْ.

صدقہ کیا کرو کیونکہ میں نے تم میں سے اکثر کو دوزخ والیاں پایا ہے' انہوں نے پوچھا: وہ کس وجہ سے؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہو' میں نے عقل اور دین کی کمی والی تم میں سے کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی جو سمجھ دار مرد کی عقل کو ضائع کرنے والی ہو' اے عورتوں کی جماعت! پھر آپ واپس چلے گئے' پھر جب آپ گھر پہنچے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب آئیں' وہ آپ سے اجازت طلب کرتی تھیں' پس عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ زینب ہیں' آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ پس بتایا گیا: یہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! ان کو اجازت دے دو' پس ان کو اجازت دی گئی' انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تھا اور میرے پاس زیورات ہیں' پس میں نے ان کو صدقہ کرنے کا ارادہ کیا' پس حضرت ابن مسعود کا یہ خیال ہے کہ میں جن پر ان زیورات کو صدقہ کروں' ان میں وہ اور ان کی اولاد زیادہ مستحق ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن مسعود نے سچ کہا' تمہارا خاوند اور اس کی اولاد ان میں زیادہ مستحق ہیں جن پر تم صدقہ کرو گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۰۲ میں گزر چکی ہے' تاہم اس حدیث میں زیورات کے نفلی صدقہ کا ذکر ہے' اس مناسبت سے ہم یہاں زیورات کی زکوۃ کا مسئلہ اور اس میں مذاہب فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل کا ذکر کرنا چاہتے ہیں:

مستعمل زیورات میں زکوۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جب عورت زیورات کو پہنتی ہو یا عاریۃً دیتی ہو تو ان زیورات پر زکوۃ نہیں ہے' یہ حنابلہ کا ظاہر المذہب ہے' حضرت ابن عمر' حضرت جابر' حضرت انس' حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے' اور فقہاء تابعین میں سے قاسم' شعبی' قتادہ' محمد بن علی اور عمرہ کا یہی موقف ہے اور ائمہ میں سے امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ عورت کے پہنے ہوئے زیورات میں زکوۃ ہے' حضرت عمر' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا یہی موقف ہے' اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب' سعید ابن جبیر' عطاء' مجاہد' عبد اللہ بن شداد' جابر بن زید' ابن سیرین' میمون بن مہران' الزہری اور الثوری' اور ائمہ میں سے امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔

(المغنی ج ۳ ص ۷۳' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

مستعمل زیورات میں زکوۃ کے وجوب کے متعلق احادیث مطلقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو زکوۃ کے فرائض مکتوب میں لکھے اس میں مذکور ہے: چاندی میں چالیسواں حصہ زکوۃ ہے اور اگر اس کے پاس صرف ۱۹۰ درہم ہوں تو ان میں زکوۃ نہیں ہے سوا اس کے کہ اس کا مالک نفلی طور پر زکوۃ دینا چاہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۷ سنن نسائی: ۲۴۳۹ سنن ابن ماجہ: ۱۸۰۰ مسند البزار: ۳۱ مسند ابویعلیٰ: ۱۲۷ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۱۳ المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰ سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۶ مسند احمد ج ۱ ص ۱۲)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) پر مطلقاً زکوۃ واجب کی ہے خواہ وہ چاندی زیورات کی شکل میں ہو یا درہم کی شکل میں ہو۔

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اوقیہ (دو سو درہم یا ساڑھے باون تولے چاندی) سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۰۵ صحیح مسلم: ۹۷۹ سنن ابوداؤد: ۱۵۵۸ سنن ترمذی: ۶۲۶-۶۲۷ سنن نسائی: ۲۴۴۳ سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۳)

اور سونے کی زکوۃ کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ وہ ہر چالیس دینار سے ایک دینار وصول کریں اور ہر دو سو درہم سے پانچ درہم وصول کریں۔ الحدیث

(سنن دارقطنی: ۱۸۸۶ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بیس دینار سے نصف دینار زکوۃ وصول کرتے تھے اور ہر چالیس دینار سے ایک دینار زکوۃ وصول کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۱)

٭ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مکتوب لکھا اس میں مذکور تھا: جب سونے کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوۃ ہے۔

(المستدرک: ۱۳۸۷-۱۳۸۶ صحیح ابن حبان: ۶۵۵۹ سنن دارمی ج ۲ ص ۱۸۸ صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۶۹ مصنف عبدالرزاق: ۶۷۹۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۵۱ سنن کبریٰ ج ۸ ص ۸۷ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۷۱ المطالب العالیہ: ۸۰۹)

امام محمد شیبانی متوفی ۱۸۹ھ بیان کرتے ہیں: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم انہوں نے بیان کیا کہ بیس مثقال سونے سے کم مقدار میں زکوۃ نہیں ہے پس جب بیس مثقال سونا ہو تو اس میں سے نصف مثقال زکوۃ دی جائے گی اور جو بیس مثقال سے زیادہ ہو تو اس کے حساب سے زکوۃ دی جائے گی اور جب دو سو درہم چاندی ہو تو اس میں سے پانچ درہم زکوۃ دی جائے گی اور جو دو سو درہم سے زائد ہو تو اس کے حساب سے زکوۃ دی جائے گی۔ امام محمد نے کہا: ہم ان سب پر عمل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ بھی ان سب پر عمل کرتے تھے۔ (کتاب الآثار: ۲۹۵ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۷ھ)

امام ابواحمد بن زنجویہ نے کتاب الاموال میں از ابونعیم النخعی از العرزمی از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو سو درہم سے کم میں کوئی چیز واجب نہیں ہے اور نہ بیس مثقال سے کم سونے میں کچھ واجب ہے اور دو سو درہم میں پانچ درہم واجب ہیں اور بیس مثقال سونے میں نصف مثقال زکوۃ واجب ہے۔

(نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۷۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ان احادیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساڑھے سات تولے سونے پر مطلقاً زکوٰۃ واجب کی ہے' خواہ وہ سونا خام حالت میں ہو یا زیورات کی صورت میں۔

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: سونے کی نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کی دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولے۔

(بہار شریعت حصہ: ۵ ص ۱۹' ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور' ۱۴۱۹ھ)

مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق خصوصی احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے زیورات پہنا کرتی تھی' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ کنز (خزانہ) ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جو زیور زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی تو وہ کنز نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۶۴' المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۰۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۴۰)

امام بیہقی نے کہا ہے: اس کی سند میں ثابت بن عجلان منفرد ہے مگر اس سے امام بخاری نے روایت کی ہے اور امام ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (کتاب الثقات لابن حبان ج ۷ ص ۱۷)

عبد اللہ بن شداد بن الہاد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میرے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن تھے' آپ نے پوچھا: اے عائشہ! یہ کیا ہیں؟ میں نے کہا: میں نے ان کو اس لیے پہنا ہے تاکہ میں آپ کے لیے مزین ہوں' یا رسول اللہ! آپ نے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: یہ دوزخ کی آگ سے تمہارے لیے کافی ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۹' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۰۵)

اس حدیث کی سند میں محمد بن عطاء ایک راوی ہے' امام دارقطنی نے اس کو مجہول کہا ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' اس کا پورا نام محمد بن عمرو بن عطاء ہے اور جب اس کی نسبت اس کے دادا عطاء کی طرف کی جائے تو اس کو مجہول گمان کیا جاتا ہے' امام حاکم نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط کے موافق صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۸۹) (نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی اور اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے' آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اس سے خوشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن آگ کے دو کنگن پہنا دے؟ اس عورت نے پھر وہ کنگن اتار کر ڈال دیئے' آپ نے فرمایا: تم ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو' اور اس عورت نے کہا: یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۶۳۷' سنن ابوداؤد: ۱۵۶۳' سنن نسائی: ج ۵ ص ۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸۔ ۲۰۴۔ ۱۷۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۴۰' شرح السنۃ: ۱۵۷۷' مصنف عبد الرزاق: ۷۰۶۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے زیورات ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تنگ ہے اور میرے زیر کفالت میری دو بھتیجیاں ہیں' آیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اپنے زیورات کی زکوٰۃ ان پر خرچ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر انہوں نے حضرت ابن مسعود سے کہا: تمہاری اور تمہارے بچوں کی کفالت نے مجھے صدقہ کرنے سے روک رکھا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان پر خرچ کرو تمہارے لیے اس میں دو اجر ہیں۔

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۰۸ 'مصنف عبد الرزاق: ۷۰۵۶-۷۰۵۵)

الشعبی بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت' نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یہ زیورات ہیں' یہ ستر دینار کے ہیں' پس آپ ان میں سے اللہ تعالیٰ کا حق لے لیجئے' پس نبی ﷺ نے ان میں سے ایک دینار اور چوتھائی دینار لے لیا۔

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۰۷-۱۰۶ 'اس حدیث کی سند میں ابوبکر الہذلی نام کا ایک راوی متروک ہے)

جب زیورات بہ مقدار نصاب ہوں تو ان میں زکوۃ کے وجوب کے متعلق فقہاء تابعین کے آثار

سعید بن جبیر نے کہا: سونے اور چاندی کے زیورات میں زکوۃ ہے' اور یہی سفیان کا قول ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۶۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بیویوں کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے زیورات کی زکوۃ دیا کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عمرو بن حزم بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن زید سے سوال کیا گیا: کیا زیورات میں زکوۃ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! جب وہ بیس مثقال (سونا) ہو یا دو سو درہم ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۶۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حجاج بیان کرتے ہیں کہ عطاء' الزہری اور مکحول نے کہا کہ زیورات میں زکوۃ ہے' اور سنت کا یہ حکم جاری ہے کہ سونے اور چاندی کے زیورات میں زکوۃ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۶۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبد اللہ بن شداد نے کہا کہ زیورات میں زکوۃ ہے حتیٰ کہ انگوٹھی میں بھی زکوۃ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حسین بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ جب زیورات کا نصاب زکوۃ کو پہنچ جائے تو ان میں زکوۃ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۷۰ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زیورات میں زکوۃ واجب نہ ہونے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کے جوابات

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زیورات میں زکوۃ نہیں ہے۔

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ فرماتے ہیں: اس حدیث کو ہمارے فقہاء نے روایت کیا ہے' اس کی کوئی اصل نہیں ہے' یہ باطل ہے اور اس باب میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد نہیں ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۲۹۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا زیورات میں زکوۃ ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے کہا: اگرچہ ہزار دینار ہوں؟ انہوں نے کہا: ہزار کثیر ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۰۴۶ 'سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۸)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زیورات میں زکوۃ نہیں ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۰۴۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۷۱ 'مجلس علمی' بیروت) (سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت انس' حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے' اور یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء مختلف ہیں لیکن احادیث صحیحہ اور آثار قویہ سے یہ ثابت ہے کہ زیورات میں زکوۃ واجب ہے اور یہی چیز اصول اسلام کے مطابق ہے' اور زیورات میں زکوۃ کے وجوب کی نفی میں صرف بعض صحابہ کے اقوال ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا اس کے متعلق کوئی ارشاد نہیں ہے جیسا کہ امام بیہقی نے بھی اعتراف کیا ہے جب کہ زیورات

میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات صحیحہ ثابت ہیں۔

* شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۹۵_۸۹۳ میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے' لیکن یہاں نعمۃ الباری میں بہت مفصل بحث ہے۔

۴۵ - بَابٌ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ

مسلمان پر اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے

۱۴۶۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ.

[طرف الحدیث: ۱۴۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن یسار سے سنا از عراک بن مالک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۲' الرقم المسلسل: ۲۲۳۷' سنن ابوداؤد: ۱۵۹۵_۱۵۹۳' سنن ترمذی: ۶۲۸' سنن نسائی: ۲۴۷۲_۲۴۶۷' سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۲' مسند الحمیدی: ۱۰۷۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۸۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۱۷' شرح مشکل الآثار: ۲۲۳۷' شرح السنۃ: ۱۵۷۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۹۵' ج ۱۲ ص ۲۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۸۳۱' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۷۸۹۵)

گھوڑوں میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب' عمر بن عبد العزیز' مکحول' عطاء' الشعبی' الحسن' القاسم' ابن سیرین' الثوری' الزہری' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور غیر مقلدین نے یہ کہا ہے کہ گھوڑوں میں بالکل زکوٰۃ نہیں ہے اور ہمارے اصحاب میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی موقف ہے۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے:

اہل علم کا اس حدیث کے اوپر عمل ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جنگل میں چرنے والے گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں ہے' اور جو غلام خدمت کے لیے ہوں ان پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے' سوا اس صورت کے کہ وہ گھوڑے اور غلام تجارت کے لیے ہوں تو پھر جب ان کی قیمت پر سال گزر جائے گا تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (سنن ترمذی ص ۲۸۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

ابراہیم النخعی' حماد بن ابی سلیمان' امام ابوحنیفہ اور زفر نے یہ کہا ہے کہ جو گھوڑے نسل بڑھانے کے لیے رکھے ہوں' ان میں زکوٰۃ واجب ہے اور شمس الائمہ السرخسی نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بھی یہی موقف ہے اور انہوں نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ جس شخص کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے' قیامت کے دن اس سونے چاندی کو دوزخ کی آگ سے تپانے کے بعد اس کی پیشانی' پہلو اور پشت کو ان سے داغا جائے گا (الی قولہ) صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! گھوڑوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جو

اپنے مال کے لیے بوجھ ہے' دوسری قسم وہ ہے جو اس کے گناہوں کے لیے ستر اور حجاب ہے اور تیسری قسم وہ ہے جو اس کے لیے اجر ہے' وہ گھوڑے جو اس کے لیے بوجھ ہیں' یہ وہ ہیں جن کو اس نے اہل اسلام کو دکھانے اور ان پر فخر کرنے کے لیے باندھا ہوا ہے اور وہ گھوڑے جو اس کے لیے ستر ہیں یہ وہ گھوڑے ہیں جن کو اس نے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے اور وہ ان گھوڑوں کی پشت میں اور ان کی گردنوں میں اللہ کے حق کو نہیں بھولا اور رہے وہ گھوڑے جو اس کے لیے اجر ہیں' یہ وہ گھوڑے ہیں جن کو اس نے اہل اسلام کے لیے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۹۸۷' الرقم المسلسل: ۲۲۵۳' صحیح البخاری: ۲۸۶۰' سنن نسائی: ۳۵۶۳)

امام ابوحنیفہ اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گھوڑوں میں اللہ کا حق ہے' جس طرح باقی اموال میں اللہ کا حق ہے اور اس حق کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

الزہری بیان کرتے ہیں کہ السائب بن یزید نے ان کو خبر دی کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑوں کی قیمت لگاتے اور اس کی زکوٰۃ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ادا کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۹۹۷' قدیمی کتب خانہ کراچی)

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ عثمان گھوڑوں کی زکوٰۃ دیتے تھے' اور نمر کے بھانجے السائب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑوں کی زکوٰۃ لے کر جاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۳۰' المجلس العلمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ جو گھوڑے تجارت کے لیے ہوں' ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی جیسا کہ اور اموال تجارت کا حکم ہے' اور جو گھوڑے انسان نے اپنی ضرورت کے لیے رکھے ہوں اور ان سے ان کی نسل بڑھانا اور ان کی تجارت کرنا مقصود نہ ہو' ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور جن احادیث میں گھوڑوں پر زکوٰۃ کی نفی کی ہے' وہ اسی صورت پر محمول ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۵۳۔ ۵۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۱۸۶۔ ج ۲ ص ۹۰۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں گھوڑوں کی زکوٰۃ میں مذاہب کا ذکر ہے۔

٤٦ - بَابٌ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ

کسی مسلمان پر اس کے غلام میں صدقہ واجب نہیں ہے

١٤٦٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا خُثَيْمُ بْنُ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از خثیم بن عراک' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' (ح) اور ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خثیم بن عراک بن مالک نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم'

الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا فَرَسِهِ.

آپ نے فرمایا: مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی خدمت کے لیے جو غلام رکھے ہوں یا اپنی ضرورت کے لیے جو گھوڑے رکھے ہوں' ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جو غلام اور گھوڑے تجارت کے لیے رکھے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب ہے جیسا کہ امام ترمذی نے بیان کیا ہے اور اس کی مکمل تفصیل اور بیان مذاہب' گزشتہ حدیث کی شرح میں گزر چکے ہیں۔

٤٧ - بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامٰى

یتیموں پر صدقہ کرنا

١٤٦٥ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ' وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ' فَقَالَ إِنِّي مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقِيلَ لَهُ مَا شَأْنُكَ' تُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ؟ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ' قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ' فَقَالَ أَيْنَ السَّائِلُ؟ وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ' وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ' إِلَّا آكِلَةَ الْخَضْرَاءِ' أَكَلَتْ حَتّٰى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا' اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ' فَثَلَطَتْ' وَبَالَتْ' وَرَتَعَتْ' وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ' فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطٰى مِنْهُ الْمِسْكِينَ وَالْيَتِيمَ وَابْنَ السَّبِيلِ أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ' كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ' وَيَكُونُ شَهِيدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ھلال بن ابی میمونہ' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے' ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے' تو آپ نے فرمایا: مجھے اپنے بعد جس چیز کا تم پر خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ تم پر دنیا کی تر و تازگی اور زینت کھول دی جائے گی' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا اچھی چیز سے بھی بُرائی پیدا ہوگی؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے' پھر اس شخص سے کہا گیا: تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم صلی اللہ علیہ وسلم نبی سے بات کر رہے ہو' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بات نہیں کر رہے؟ پھر ہم نے غور سے دیکھا تو آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی' پھر آپ نے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھا' پس فرمایا: وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ گویا کہ آپ کو اس کا سوال پسند آیا' پس آپ نے فرمایا: اچھی چیز بُرائی کا سبب نہیں ہو سکتی' دیکھو! فصل بہار گھاس اُگاتی ہے (یعنی وہ اچھی چیز ہے) لیکن وہ بھی جانور کو مار دیتی ہے یا مارنے کے قریب کر دیتی ہے (اور یہ بُری چیز ہے جو اچھی چیز سے ظاہر ہوتی ہے) تاہم جو جانور سبزہ چرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی دونوں کوکھیں پھول کر تن جاتی ہیں اور وہ سورج کی طرف منہ کر کے لید کرتے ہیں اور پیشاب کرتے ہیں اور چرتے ہیں' بے شک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے' پس وہ کیسا اچھا مسلمان مالک ہے جو اس مال سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے یا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اور جو شخص ناحق مال لیتا ہے وہ اس شخص کی مثل ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور وہ مال اس

کے خلاف قیامت کے دن گواہی دے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۵۲' الرقم المسلسل: ۲۳۸۳' سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۵' مسند ابویعلیٰ: ۱۳۳۲' صحیح ابن حبان: ۳۲۲۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۸۰' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۰۲۸' شرح السنۃ: ۴۰۵۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۱۵۷' ج ۱۷ ص ۲۵۰۔۲۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۹۳۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ (۲) ہشام الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ہلال بن ابی میمونہ' ان کو ہلال بن ابی ہلال بھی کہا جاتا ہے (۵) عطاء بن یسار (۶) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۵۵)

اس باب کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: یتیموں پر صدقہ کرنا اور اس حدیث میں یہ جملہ ہے: جو شخص اس مال سے مسکین' یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے۔

کبھی کبھار اچھی چیز سے بُری چیز کا ظاہر ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا اچھائی بُرائی کا سبب ہو سکتی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس سوال کا جواب دیا' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھائی بُرائی کا سبب نہیں ہوتی لیکن کبھی اچھائی بُرائی تک پہنچا دیتی ہے جیسے فصل بہار اچھی چیز ہے لیکن کبھی فصل بہار کا سبزہ کھا کر مویشی مر جاتے ہیں یا مرنے کے قریب ہو جاتے ہیں یا سبزہ خوش نما معلوم ہوتا ہے' مویشی اس کو خوب پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں' پھر اس سبزہ پر لید اور پیشاب کر کے اس سبزہ کو خراب کر دیتے ہیں اسی طرح مال و دولت اچھی چیز ہے لیکن کبھی انسان مال و دولت کو ناجائز اور حرام کاموں میں خرچ کرتا ہے یا نیک مصارف میں خرچ نہیں کرتا اور یہ بُرائی ہے' اسی طرح کبھی اچھائی برائی کا سبب بن جاتی ہے۔

پہلی مثال میں فرمایا: جیسے فصل بہار میں کبھی جانور مر جاتے ہیں' اس میں کافر کی مثال دی ہے' وہ دنیا میں نیک کام کرتا ہے جیسے انگریزوں اور امریکیوں نے مہلک بیماریوں کے علاج کے لیے دوائیں ایجاد کیں مثلاً شوگر' السر' بلڈ پریشر اور تپ دق کی دوائیں' اس کام سے انسانیت کو فائدہ پہنچا لیکن چونکہ وہ ایمان نہیں لائے' اس لیے ان کے وہ نیک کام برباد ہو گئے اور ان کا آخرت میں ٹھکانا دوزخ ہے' سو ان کی اچھائی بُرائی کا سبب بنی۔

دوسری مثال اس مسلمان کی دی ہے جو کبیرہ گناہوں میں مستغرق ہو' فرائض اور واجبات کا تارک ہو' اس کی اچھائی اس کا اللہ اور رسول پر اس کا ایمان ہے اور اس کی بُرائی اس کا کبیرہ گناہوں میں منہمک ہونا ہے' اور وہ اس خطرہ میں ہے کہ گناہوں میں اس کی رغبت اس کا کفر پر خاتمہ نہ کر دے' اس کی مثال اس سے دی کہ کبھی فصل بہار میں جانور کھا کر موت کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔

تیسری مثال اس مسلمان کی ہے جو نیک کام کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے اور اگر کبھی اس سے گناہ ہو جائیں تو وہ ان پر توبہ کر لیتا ہے' اس کی مثال میں فرمایا: جو شخص کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

چوتھی مثال اس مسلمان کی ہے جو دنیا سے بے رغبت ہے اور آخرت میں کوشاں ہے اور متقی و پرہیزگار ہے' اس کی مثال میں فرمایا: پس وہ کیسا اچھا مسلمان مالک ہے جو اس مال سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے۔

یہ مثالیں ترتیب وار نہیں ہیں لیکن اس حدیث میں غور و فکر کرنے سے سمجھ میں آ جاتی ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کی جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کے متعلق سوال کرنا چاہیے' جس طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مال و دولت کی فراوانی سے تم پر خطرہ ہے تو اس سے ایک صحابی کو شبہ ہوا کہ مال و دولت تو اللہ کی نعمت ہے اور اچھی چیز

ہے یہ کسی بُرائی کا کیسے سبب ہوگی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً جواب نہیں دیا، بلکہ کچھ دیر کے بعد وحی سے مطلع ہو کر جواب دیا' اسی طرح جب عالم کو فوراً کسی سوال کا جواب نہ آئے تو وہ دینی کتابوں کا مطالعہ کر کے شرح صدر حاصل کر کے سائل کو جواب دے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے مطلع ہو کر شرح صدر حاصل کر لیا تھا۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو مال کے فتنہ سے ڈرائے اور انہیں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دے اور کسی مشکل مسئلہ کو آسان مثالیں دے کر سمجھائے۔

٤٨ - بَابُ الزَّكٰوةِ عَلَى الزَّوْجِ وَالْأَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ

خاوند اور گود میں زیر پرورش یتیم بچوں پر زکوۃ کو خرچ کرنا

اس حدیث میں زکوۃ سے مراد عام ہے خواہ زکوۃ فرض ہو یا صدقہ نفلیہ ہو۔

قَالَهُ أَبُوْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث صحیح البخاری: ١٤٦٢ میں گزر چکی ہے۔

١٤٦٦ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ، إِمْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. قَالَ فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيْمَ فَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ، إِمْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ، بِمِثْلِهِ سَوَاءً. قَالَتْ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ. وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ وَأَيْتَامٍ فِي حَجْرِهَا، قَالَ فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ سَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِيْ عَنِّيْ أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلَى أَيْتَامِيْ فِي حَجْرِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ سَلِيْ أَنْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ، حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِيْ، فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِيْ عَنِّيْ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى زَوْجِيْ وَأَيْتَامٍ لِيْ فِيْ حَجْرِيْ؟ وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْ بِنَا، فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَنْ هُمَا. قَالَ زَيْنَبُ، قَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ. قَالَ إِمْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ نَعَمْ وَلَهَا أَجْرَانِ، أَجْرُ الْقَرَابَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث از حضرت زینب زوجہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے اس کا ابراہیم سے ذکر کیا' پس مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابو عبیدہ از عمرو بن الحارث از حضرت زینب زوجہ حضرت عبد اللہ بن مسعود وہ حدیث بالکل اس کی مثل ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' پس آپ نے فرمایا: تم صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیورات سے کرو' اور حضرت زینب حضرت ابن مسعود پر خرچ کرتی تھیں اور اپنی گود میں یتیم بچوں پر' حضرت زینب نے حضرت ابن مسعود سے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھیں کہ اگر میں آپ کے اوپر اور ان یتیم بچوں پر صدقہ کروں جو میری گود میں ہیں تو کیا یہ مجھ سے کفایت کرے گا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں' تب حضرت زینب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں تو وہاں انصار کی ایک عورت دروازہ پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کو بھی یہی مسئلہ درپیش تھا' پھر ہمارے پاس سے حضرت بلال گزرے تو ہم نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرو کہ کیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اپنے خاوند پر

وَآجْرُ الصَّدَقَةِ. (صحیح مسلم: ۱۰۰۰، الرقم المسلسل: ۲۲۸۲، سنن ترمذی: ۶۳۶-۶۳۵، سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۴، سنن کبریٰ: ۹۲۶۳-۹۲۰۱، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۶۵۳، المعجم الکبیر: ۲۵-ج ۲۴، صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۶۳، مسند احمد ج ۳ ص ۵۰۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۶۰۸۲-ج ۲۵ ص ۴۹۰، موسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۱۷۷، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اور اپنے ان یتیم بچوں پر صدقہ کروں جو میری گود میں ہیں؟ اور ہم نے کہا: ہمارا ذکر نہ کرنا، حضرت بلال گئے اور انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا، آپ نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت زینب ہیں، آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت عبد اللہ کی بیوی، آپ نے فرمایا: ہاں! اور ان کے لیے دو اجر ہیں، قرابت کا اجر اور صدقہ کا اجر۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص ابو حفص النخعی (۲) ابو حفص بن غیاث بن طلق (۳) سلیمان الاعمش (۴) شقیق ابو وائل (۵) عمرو بن الحارث بن ابی ضرار الخزاعی المصطلقی، یہ ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور صحابی ہیں (۶) ابراہیم النخعی (۷) ابوعبیدہ ان کا نام عامر بن عبد اللہ بن مسعود ہے (۸) حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت معاویہ، ان کو بنت عبد اللہ بن معاویہ بن عتاب الثقفیہ بھی کہا جاتا ہے، ان کا نام رائطہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۶۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں اپنے خاوند اور اپنی گود کے یتیم بچوں پر صدقہ کرنے کا ذکر ہے۔

حضرت زینب کے زیر کفالت یتیم بچوں کا مصداق اور حضرت بلال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب کی خبر دینا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ یتیم بچے جو میرے زیر پرورش ہیں ان پر میں صدقہ کروں تو کیا یہ میرے لیے کافی ہوگا؟ الطیالسی کی روایت میں ہے: یہ حضرت زینب کے بھتیجے اور بھتیجیاں تھیں۔

حضرت زینب نے حضرت بلال سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا ذکر نہ کرنا۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کی مخالفت کی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ تو حضرت بلال نے بتا دیا کہ وہ حضرت زینب ہیں، جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت بلال سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ تو ان پر واجب تھا کہ وہ آپ کو بتاتے اور حضرت زینب کے حکم کے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کو مقدم کرتے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بیوی اور شوہر کا ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زینب اپنے شوہر حضرت ابن مسعود پر اپنا صدقہ خرچ کرتی تھیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد نفلی صدقہ ہے اور شوہر پر زکوٰۃ کو خرچ کرنا منع ہے اور وہ صدقہ فرض ہے۔

١٤٦٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلِيَ أَجْرٌ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى بَنِي أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: یا رسول

سَلَمَةَ، إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ: أَنْفِقِي عَلَيْهِمْ، فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ. [طرف الحدیث: ۵۳۶۹]

اللہ! اگر میں ابوسلمہ کی اولاد پر خرچ کروں تو کیا مجھے بھی اجر ملے گا؟ کیونکہ وہ میری بھی اولاد ہے' آپ نے فرمایا: تم ان پر خرچ کرو' تم کو اس کا اجر ملے گا جو تم ان پر خرچ کرو گی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۱' الرقم المسلسل: ۲۲۸۳' سنن ترمذی: ۶۳۶۔۶۳۵' سنن کبریٰ: ۹۲۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عثمان بن ابی شیبہ اور وہ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ ہیں' ان کا نام ابراہیم ابوالحسن العبسی ہے' یہ ابوبکر بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں' یہ ۲۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدہ بن سلیمان الکلابی (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن زبیر بن العوام ہیں (۵) زینب بنت ام سلمہ' یہ ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد المخزومی کی بیٹی ہیں' ان کا نام برہ تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا' امام بخاری کے نزدیک ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ثابت ہے (۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کا نام ھند بنت ابی امیہ ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور ام المؤمنین ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۶۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابوسلمہ سے اولاد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان سے یہ اولاد تھی: عمر' محمد' زینب اور درہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۶۳)

شوہر پر زکوۃ خرچ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوۃ نہیں دے سکتا' کیونکہ بیوی کا نفقہ اس پر واجب ہے اور وہ اس سے زکوۃ لینے سے مستغنی ہے' اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا بیوی اپنے شوہر کو زکوۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟ امام ابویوسف' امام محمد اور امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز ہے اور امام مالک کا مشہور قول امام ابوحنیفہ کی مثل یہ ہے کہ اس کے لیے اپنے شوہر کو اپنی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے اور امام احمد کا بھی راجح قول یہی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ موفق الدین محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

بیوی کو زکوۃ دینا اجماعاً جائز نہیں ہے' کیونکہ بیوی کا خرچ شوہر پر واجب ہے اس لیے وہ زکوۃ لینے سے مستغنی ہے' اور شوہر کو زکوۃ دینے کے متعلق دو روایتیں ہیں' ایک یہ ہے کہ بیوی کا شوہر کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کیونکہ جس طرح شوہر کا بیوی کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے' اسی طرح بیوی کا بھی شوہر کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ شوہر کو زکوۃ دینے سے وہ خود اس زکوۃ سے نفع حاصل کرے گی اور حنبلیوں کی دوسری روایت یہ ہے کہ بیوی کے لیے شوہر کو زکوۃ دینا جائز ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کی بیوی حضرت زینب سے فرمایا: جن پر تم صدقہ کرو گی ان میں تمہارا شوہر اور تمہاری اولاد اس صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۴۶۲' صحیح مسلم: ۹۸۲) اور ایک اور حدیث میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کیا بیوی اپنے شوہر پر صدقہ کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے دو اجر ہیں' ایک صدقہ کا اجر ہے اور ایک قرابت کا اجر ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۶۶' صحیح مسلم: ۱۰۰۰) (المغنی ج ۳ ص ۴۲۵۔۴۲۳' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

اس پر دلیل کہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ان پر جو مال خرچ کرتی تھیں' وہ زکوۃ نہیں تھا

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورت کے لیے اپنے شوہر کو اپنے مال کی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے' جس طرح مرد کے لیے اپنی بیوی کو اپنے مال کی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو یہ ترغیب دی تھی کہ وہ اپنے شوہر کو صدقہ دیں' اس صدقہ سے مراد غیر زکوۃ ہے۔

رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ اس صدقہ سے مراد غیر زکوۃ ہے' سو اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بیوی رائطہ بنت عبد اللہ' صنعاء کی عورت تھیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس مال نہیں تھا اور وہ حضرت عبد اللہ پر اور ان کی اولاد پر خرچ کرتی تھیں' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم بغیر اجر وثواب کے یہ خرچ کرو' پھر حضرت زینب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! میں کچھ چیزیں بنا کر فروخت کرتی ہوں' میرے شوہر اور میری اولاد کے پاس کوئی آمدنی نہیں ہے' جس کی وجہ سے میں ان پر خرچ نہ کروں اور ان پر صدقہ نہ کروں' آیا میرے لیے ان پر خرچ کرنے میں اجر وثواب ہے؟ آپ نے فرمایا: تم جو ان پر خرچ کرتی ہو' اس میں تمہارے لیے اجر ہے' سو تم ان پر خرچ کرتی رہو۔

(شرح معانی الآثار: ۲۹۶۱)

امام طحاوی فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ یہ صدقہ زکوۃ نہیں تھا کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد پر اپنی زکوۃ کو خرچ کرے' اس سے یہ واضح ہو گیا کہ وہ اپنی اولاد پر جو خرچ کرتی تھیں وہ زکوۃ نہیں تھی اور اس مال سے وہ اپنے شوہر پر بھی خرچ کرتی تھیں' اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اپنے شوہر پر جو خرچ کرتی تھیں' وہ بھی زکوۃ نہیں تھی۔

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کو خواتین کے پاس گئے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! میں نے تم میں سے کوئی ایسی ناقص عقل اور ناقص دین نہیں دیکھی جو عقل مند مردوں کی عقل کو زائل کرنے والی ہو اور بے شک میں نے تم میں سے اکثر کو قیامت کے دن دوزخ میں دیکھا' پس جتنا تم سے ہو سکتا ہے اتنا صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو' ان خواتین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بیوی بھی تھیں' وہ حضرت ابن مسعود کے پاس گئیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی اور انہوں نے اپنے زیورات اٹھائے' حضرت ابن مسعود نے پوچھا: تم یہ زیورات لے کر کہاں جا رہی ہو؟ انہوں نے کہا: میں اللہ اور رسول کا قرب حاصل کرنے جا رہی ہوں' شاید اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ میں نہ ڈالے' حضرت ابن مسعود نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم یہ زیورات مجھ پر اور میرے بچوں پر صدقہ کرو' ان کی بیوی نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو آؤں' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے کے لیے گئیں' پس لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ زینب ہیں' آپ سے اجازت طلب کرنے آئی ہیں' آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن مسعود کی بیوی' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور عرض کیا: میں نے ابھی آپ سے حدیث سنی تھی' گھر میں نے حضرت ابن مسعود کو وہ حدیث سنائی' پھر میں نے اپنے زیورات لیے تاکہ میں اللہ عزوجل کا اور آپ کا قرب حاصل کروں' اس امید سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اہل دوزخ میں سے نہ کرے' تب حضرت ابن مسعود نے مجھ سے یہ کہا کہ تم مجھ پر اور میرے بیٹوں پر خرچ کرو' تب میں نے کہا: میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت لے لوں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ابن مسعود پر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کرو' وہ اس صدقہ کا محل ہیں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۵۰۲-۵۰۳ 'شرح معانی الآثار: ۲۹۹۳ 'صحیح البخاری: ۱۴۶۲)

امام ابو جعفر طحاوی نے کہا: اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ یہ نفلی صدقہ تھا جو گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور یہ صدقہ زکوۃ میں سے نہیں تھا کیونکہ حضرت زینب اپنے تمام زیورات لے کر آئی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کے تمام زیورات حضرت ابن مسعود اور ان کے بیٹوں پر صدقہ کرنے کی اجازت دی' سو یہ زکوۃ نہیں تھی کیونکہ زیورات کی زکوۃ میں تمام زیورات کو صدقہ نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ایک جز کو صدقہ کیا جاتا ہے یعنی کل زیورات کے چالیسویں حصہ کو بہ شرطیکہ وہ نصاب کی مقدار کے مطابق بیس مثقال ہوں اور ان پر ایک سال گزر چکا ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اس تفصیل کے بغیر ان کو تمام زیورات ان کے شوہر حضرت ابن مسعود اور ان کے بیٹوں پر خرچ کرنے کی اجازت دی' اگر یہ زکوۃ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ان زیورات کو ان کے شوہر اور ان کی اولاد پر خرچ کرنے کی اجازت نہ دیتے' پس واضح ہو گیا کہ بیوی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی زکوۃ کو اپنے شوہر پر خرچ کرے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۵-۷۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

شافعی' مالکی اور غیر مقلد علماء کا شوہر کو زکوۃ دینے کے عدم جواز میں امام اعظم کے موقف کی تائید کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی کی حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ بیوی کا اپنے خاوند کو اپنی زکوۃ دینا جائز ہے' یہ امام شافعی اور ثوری کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ کے دو صاحبوں کا قول ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے اور ان ائمہ نے اس حدیث میں صدقہ کو صدقہ واجبہ پر محمول کیا ہے' علامہ مازری نے یہ کہا ہے کہ حضرت زینب نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ اگر میں اپنے زیورات کو اپنے شوہر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کروں تو کیا یہ میری طرف سے کفایت کرے گا؟ (صحیح البخاری: ۱۴۶۶) اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا میرا صدقہ واجبہ ادا ہو جائے گا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اپنے شوہر پر اپنی زکوۃ خرچ کرنے کے متعلق پوچھ رہی تھیں کیونکہ نفلی صدقہ میں اس سوال کی ضرورت نہیں تھی لیکن قاضی عیاض مالکی نے اس دلیل کو مسترد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو صدقہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: تم صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیورات سے کرو۔ (صحیح مسلم: ۹۸۲) آپ کا یہ ارشاد اس کی دلیل ہے کہ اس سے مراد نفلی صدقہ تھی' کیونکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زیورات میں زکوۃ واجب نہیں ہے' نیز حضرت زینب کچھ چیزیں بنا کر ان کی آمدنی سے صدقہ کرتی تھیں اور یہ بھی نفلی صدقہ ہونے کی دلیل ہے' علامہ نووی شافعی نے بھی اس کی توثیق کی ہے اور حضرت زینب نے جو یہ کہا تھا کہ آیا یہ صدقہ میری طرف سے کفایت کرے گا' ان کا یہ قول نفلی صدقہ کے منافی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ آیا یہ نفلی صدقہ میرے لیے دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے کافی ہو گا؟ گویا کہ انہیں یہ خوف تھا کہ اپنے شوہر پر نفلی صدقہ کرنا شاید دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے کافی نہ ہو' اور اس حدیث میں زیورات سے صدقہ کرنے کا ذکر ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زیورات میں زکوۃ واجب نہیں ہے' سو ان کی طرف سے اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں صدقہ سے مراد صدقہ واجبہ ہے' اور امام طحاوی کے نزدیک ہر چند کہ زیورات میں زکوۃ واجب ہوتی ہے لیکن انہوں نے بیان کیا ہے کہ تمام زیورات کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہوتا' بلکہ اس کے چالیسویں حصہ کا صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے' اس لیے امام طحاوی پر یہ اعتراض نہیں ہو گا کہ ان کے نزدیک تو زیورات میں زکوۃ واجب ہے' وہ اس سے نفلی صدقہ کیسے مراد لے سکتے ہیں' نیز علقمہ نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب تمہارے زیورات کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو اس میں زکوۃ ہے' لہٰذا امام طحاوی کے خلاف اس چیز سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے جس کے وہ قائل نہیں ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۰ ' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے علامہ ابن حجر شافعی کی اسی عبارت کا دو تین سطروں میں خلاصہ لکھا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۳۵۲ ' دار الرشید حلب' سوریا)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ شافعی' مالکی اور غیر مقلد علماء نے بھی امام اعظم کے موقف کی تائید کر دی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۱۴۔ ج ۲ ص ۹۲۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح ذکر نہیں کی گئی۔

٤٩- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَفِی الرِّقَابِ وَالْغَارِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ: ٦٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور مقروضوں کو اور اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دی جائے۔ (التوبہ: ۶۰)

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْتِقُ مِنْ زَكٰوةِ مَالِهٖ وَيُعْطِي فِي الْحَجِّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام آزاد کرے اور حج کرنے والے کو عطا کرے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ اپنی زکوٰۃ کی رقم میں سے حج کرنے والے کو عطا کیا جائے اور اس رقم سے غلام کو آزاد کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۲۵ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۲۳ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں اور ان میں سے ایک مصرف غلام کو آزاد کرنا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرنے میں زکوٰۃ کی رقم سے اس کی مدد کی جائے اور یہ اکثر فقہاء کا قول ہے' ان میں سعید بن جبیر' ابراہیم النخعی' الزہری' الثوری' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور لیث شامل ہیں۔

نیز عنوان میں اللہ کی راہ میں بھی زکوٰۃ دینے کا ذکر ہے' المبسوط میں مذکور ہے کہ امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک جو نمازی فقراء ہوں ان کو زکوٰۃ دی جائے اور حج کرنے والے فقراء کو بھی۔ ابوثور نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف نمازی کو زکوٰۃ دی جائے نہ کہ حج کرنے والے کو' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے' صاحب التوضیح نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ نمازی کو صرف اس وقت زکوٰۃ دی جائے جب وہ ضرورت مند ہو اور یہ قول ظاہر کتاب اور سنت کے خلاف ہے' قرآن مجید کے اس لیے خلاف ہے کہ قرآن مجید میں ہے: اور اللہ کی راہ میں (التوبہ: ۶۰) اور سنت کے اس لیے خلاف ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنی (صاحب نصاب) کا صدقہ لینا جائز نہیں ہے سوا پانچ صورتوں کے: (۱) زکوٰۃ وصول کرنے والا عامل ہو (۲) وہ شخص جس نے اس صدقہ کو اپنے مال سے خرید ا ہو (۳) مقروض (۴) جو اللہ کی راہ میں غازی ہو (۵) مسکین کو کچھ صدقہ دیا گیا اور اس نے وہ صدقہ کسی غنی کو صدقہ کر دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۳۶ ' سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۱ ' مسند احمد ج ۳ ص ۵۶ ' مصنف عبدالرزاق: ۱۹۴۳)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے قرآن مجید کی مخالفت نہیں کی' کیونکہ قرآن مجید میں جس غازی کا مصارف زکوۃ میں ذکر کیا ہے' اس سے مراد ہے جو غازی ضرورت مند ہو' اور حدیث میں جس غازی کا ذکر ہے کہ وہ غنی ہو' اس سے مراد ہے کہ وہ قوت بدن اور کمانے کی قدرت کے لحاظ سے غنی ہو اور اس غنی سے مراد صاحب نصاب نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنِ اشْتَرٰی اَبَاهُ مِنَ الزَّكٰوةِ جَازَ وَيُعْطِي فِي الْمُجَاهِدِينَ وَالَّذِي لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ تَلَا ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ (التوبۃ: ٦٠) الْآيَةَ فِي أَيِّهَا أَعْطَيْتَ أَجْزَأَتْ.

اور الحسن البصری نے کہا: اگر کسی شخص نے زکوۃ کی رقم سے اپنے باپ کو خرید لیا تو یہ جائز ہے' اور زکوۃ مجاہدین کو دے اور اس کو دے جس نے حج نہیں کیا' پھر یہ آیت پڑھی: زکوۃ کے مصارف صرف فقراء اور مساکین ہیں اور زکوۃ کی وصول یابی پر مامور لوگ اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو اور جن غلاموں کو آزاد کرنا ہو اور مقروض لوگ اور اللہ کی راہ میں اور مسافرین۔ (التوبہ: ۶۰) ان میں سے جس کو بھی زکوۃ دی گئی' جائز ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

اشعث بن سوار بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے زکوۃ کی رقم سے اپنے باپ کو خرید کر آزاد کر دیا؟ انہوں نے کہا: اس نے بہترین غلام کو خریدا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَالِدًا احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک خالد نے اپنی زرہوں کو اللہ کی راہ میں وقف کیا ہوا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث متصل اسی باب کی حدیث: ۱۴۶۸ میں آرہی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي لَاسٍ حَمَلَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ.

اور حضرت ابو لاس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں حج کے لیے صدقہ کے اونٹ پر سوار کیا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو لاس الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حج کے لیے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک کمزور اونٹ پر سوار کیا' پھر ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نہیں سمجھتے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کریں گے' آپ نے فرمایا: ہر اونٹ کے کوہان میں شیطان ہوتا ہے' پس جب تم اس پر سوار ہو تو اس طرح اللہ کا نام لو جس طرح اس نے تم کو حکم دیا ہے (یعنی یہ پڑھو): "سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ○ وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ○" (الزخرف: ۱۳) پھر تم اس کو اپنے کام کے لیے استعمال کرو کیونکہ صرف اللہ سوار کرتا ہے۔ (الآحاد والمثانی: ۲۳۲۸' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۷۷' المعجم الکبیر: ۸۳۷- ج ۲۲' المستدرک ج ۱ ص ۴۴۴' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۹۳۸- ج ۲۹ ص ۴۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

١٤٦٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ فَقِيْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيْلٍ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ فَقِيْرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَاَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَهُ وَاَعْتُدَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا. تَابَعَهُ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ اَبِيْهِ وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ هِيَ عَلَيْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا. وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ حُدِّثْتُ عَنِ الْاَعْرَجِ بِمِثْلِهِ.

ابو الزناد نے خبر دی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کا حکم دیا' پس کہا گیا کہ (صدقہ دینے سے) ابن جمیل نے منع کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن جمیل کو تو صرف یہ ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا اور رہا خالد تو تم اس پر ظلم کرتے ہو اس نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار بھی اللہ کی راہ میں وقف کی ہوئی ہیں اور رہے حضرت عباس بن عبد المطلب تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں تو یہ (زکوۃ) ان پر صدقہ ہے اور اس کے ساتھ اس کی (ایک اور) مثل ہے۔ اعرج کی متابعت عبد الرحمان بن ابی الزناد نے کی ہے از والد خود اور ابن اسحاق نے ابی الزناد سے روایت کی ہے: یہ ان کے اوپر صدقہ ہے اور اس کی مثل اس کے ساتھ ہے اور ابن جریج نے کہا: مجھے از اعرج اس کی مثل حدیث بیان کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۳' الرقم المسلسل: ۲۲۲۳' سنن ابوداؤد: ۱۶۲۳' سنن ترمذی: ۳۷۶۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۳۰' صحیح ابن حبان: ۳۲۷۳' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۲۳' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۳-۱۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۲۸۴- ج ۱۳ ص ۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۰۳۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رہا خالد تو اس نے تو اپنی زرہ بھی اللہ کی راہ میں وقف کی ہوئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غنی کرنا' حضرت خالد کے زکوۃ نہ دینے کی توجیہ اور حضرت عباس پر صدقہ کرنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کا حکم دیا' اس سے مراد صدقہ واجب ہے یعنی زکوۃ۔

کہا گیا کہ ابن جمیل نے زکوۃ دینے سے منع کیا: اس قول کے قائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' الرویانی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا نام عبد اللہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن جمیل کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا۔ آپ کا یہ ارشاد قرآن مجید کی اس آیت کے موافق ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ. (التوبہ: ۷۴)

اور ان کو صرف یہ ناگوار گزرا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا' پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا۔

اس آیت میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غنی کرنے کی نسبت کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی غنی کرتے ہیں اور نوازتے ہیں۔

ابن جمیل منافق تھا' اس نے زکوۃ ادا کرنے سے منع کیا لیکن اس نے بعد میں توبہ کر لی اور نیک کام کیے' اس نے کہا: میرے رب نے مجھ سے توبہ طلب کی تو میں نے توبہ کر لی اور بعد میں ان کا حال عمدہ ہو گیا۔

اس حدیث میں فرمایا: اور رہا خالد تو تم اس پر ظلم کرتے ہو' حضرت خالد سے زکوۃ میں آٹھ زرہیں طلب کی گئی تھیں اور یہ باور کیا گیا تھا کہ ان کے پاس یہ زرہیں تجارت کے لیے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ ان کے اوپر بالکل زکوۃ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے وہ زرہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے وقف کی ہوئی ہیں۔

اور رہے عباس بن عبد المطلب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ حضرت عباس آپ کے چچا ہیں اور کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے' آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ آپ نے اپنے کرم سے یہ زکوۃ ان پر صدقہ کر دی ہے اور اس کی ایک اور مثل بھی صدقہ کر دی۔ شعیب کی اس روایت میں "صدقہ" کا لفظ ہے' امام بیہقی نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بنو ہاشم پر تو صدقہ حرام ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر دو سال کی زکوۃ کو کیسے صدقہ کر سکتے ہیں؟ المنذری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ آل نبی پر صدقہ کو حرام قرار دینے سے پہلے کا ہو' ابو عبید نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حضرت عباس سے زکوۃ کی وصول یابی دو سال کے لیے مؤخر کر دو' کیونکہ ان دو سالوں میں ان کے حالات زکوۃ ادا کرنے کے قابل نہ تھے اور امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی شخص سے زکوۃ وصول کرنے کو مؤخر کر دے' جیسے خود حضرت عمر نے قحط کے سال میں زکوۃ وصول کرنے کو مؤخر کر دیا تھا۔

جس جنس میں زکوۃ واجب ہو' اس جنس کے بجائے اس کی قیمت ادا کرنے کا جواز' امام کے لیے زکوۃ کو مؤخر کرنے کا جواز اور وقت سے پہلے زکوۃ کی ادائیگی میں مذاہب

اس حدیث میں اموال تجارت سے زکوۃ وصول کرنے کا ثبوت ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ زکوۃ اسی جنس سے لی جائے بلکہ جس جنس پر زکوۃ واجب ہے اس جنس سے اس کی قیمت وصول کر لی جائے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ امام اگر مناسب سمجھے تو زکوۃ وصول کرنے کو مؤخر بھی کر سکتا ہے۔

زکوۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنے میں بھی اختلاف ہے' امام ابو حنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک زکوۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے' حسن بصری نے کہا: جس نے وقت سے پہلے زکوۃ ادا کی وہ دوبارہ زکوۃ ادا کرے گا جیسے کسی نے وقت سے پہلے نماز پڑھ لی تو وہ دوبارہ نماز پڑھے گا' اور امام مالک کے نزدیک جس نے سال گزرنے سے پہلے زکوۃ ادا کی اس کی صحت میں دو قول ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۶۸-۶۵ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۰- بَابُ الْاِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ

سوال کرنے سے رکنا

۱۴۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ' سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ' ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ' حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ' فَقَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا' انہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا حتیٰ کہ آپ کے پاس جو مال تھا وہ ختم ہو گیا' پھر آپ نے

عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا أُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ. [طرف الحدیث: ٦٤٧٠]

فرمایا: میرے پاس جو بھی اچھی چیز ہوگی میں اس کو تم سے بچا کر جمع نہیں رکھوں گا اور جو شخص سوال سے رُکے گا' اللہ تعالیٰ اس کو (فقر سے) روک کر رکھے گا اور جو شخص مال سے بے نیاز رہے گا' اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دے گا اور جو شخص صبر کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنا دے گا اور کسی شخص کو صبر سے اچھی اور وسیع چیز نہیں دی گئی۔

(صحیح مسلم: ١٠٥٣' الرقم المسلسل: ٢٣٨٦' سنن ابوداؤد: ١٦٤٤' سنن ترمذی: ٢٠٢٤' سنن نسائی: ٢٥٨٨' مصنف عبد الرزاق: ٢٠٠١٣' مسند ابویعلیٰ: ١٣٥٢' صحیح ابن حبان: ٣٤٠٠' شعب الایمان: ٣٥٠٣' شرح السنۃ: ١٦١٣' مسند احمد ج ٣ ص ٩٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٨٩٠۔ ج ١٨ ص ٣٨٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٢٠٥٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص سوال سے رکے گا' اللہ تعالیٰ اس کو (فقر سے) روک کر رکھے گا۔

ضرورت کے وقت سوال کرنے کا جواز' تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سائل کو ایک مال سے دو مرتبہ دینے کا ثبوت ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو اس سے اچھے طریقہ سے عذر پیش کیا جائے' اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم اور آپ کی جود و سخاء کا بیان ہے کہ آپ بار بار دینے سے اکتاتے نہیں تھے' نیز اس حدیث میں ہے کہ آپ نے لوگوں کو صبر کرنے اور بے نیازی اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے اور اللہ پر توکل کرنے کی وصیت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے رزق کا انتظار کرنے کی ترغیب دی ہے اور آپ نے یہ بتایا کہ مومن کو جو چیزیں دی گئی ہیں' ان میں سب سے اچھی چیز صبر ہے کیونکہ صبر کی جزاء لامحدود ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ○ (الزمر: ١٠) صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا○

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت سوال کرنا جائز ہے' تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا اور صبر کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے' تاکہ اس کے پاس بغیر سوال کے اللہ تعالیٰ کا رزق آئے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٩٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

١٤٧٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَحْتَطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّاْتِيَ رَجُلًا فَيَسْاَلَهٗ اَعْطَاهُ اَوْ مَنَعَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر جنگل کی لکڑیاں کاٹ کر اپنی پشت پر باندھ کر لائے تو وہ اس کے لیے اس

[اطراف الحدیث: ۱۴۸۰۔ ۲۰۷۴۔ ۲۳۷۴] سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس جا کر اس سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا منع کر دے۔

(سنن نسائی: ۲۵۸۸ مسند الحمیدی: ۱۰۵۷ مسند ابو یعلیٰ: ۶۶۷۵ شرح السنۃ: ۱۶۱۵ مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳ طبع قدیم مسند احمد: ۷۳۱۷۔ ج ۱۲ ص ۲۶۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۶۳۲۲ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس جا کر اس سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا منع کرے۔

سوال کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص صبح کو اٹھ کر لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس کی آمدنی سے صدقہ کرے اور اس کی وجہ سے لوگوں سے مستغنی رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا اس کو منع کر دے کیونکہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور دینے کی ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۰۴۲ سنن ترمذی: ۶۸۰ مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کیا وہ انگاروں کا سوال کر رہا ہے خواہ کم سوال کرے یا زیادہ کرے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۴۱ سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۸)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوال کرنے سے آدمی کے چہرے پر خراش پڑ جاتی ہے سوا اس کے کہ وہ سلطان سے سوال کرے یا کسی ناگزیر چیز کا سوال کرے۔

(سنن ترمذی: ۶۸۱ سنن ابو داؤد: ۱۶۳۹ سنن نسائی: ۲۵۹۹ مسند احمد ج ۵ ص ۱۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو اس کو سوال سے مستغنی کر دے پھر بھی اس نے لوگوں سے سوال کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی' آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! سوال سے مستغنی ہونے کی کیا مقدار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے پاس پچاس درہم ہوں یا اتنی مقدار کا سونا ہو۔ (سنن ابو داؤد: ۱۶۲۶ سنن ترمذی: ۶۵۰ سنن نسائی: ۲۵۹۱)

بنو اسد کے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے گھر والے بقیع الغرقد میں آ کر ٹھیرے' مجھ سے میرے گھر والوں نے کہا: جاؤ! جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر کے کچھ لاؤ' جسے ہم کھائیں۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو وہاں پر لوگ آپ سے اپنی ضروریات کا سوال کر رہے تھے' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو میں نے دیکھا ایک شخص آپ سے سوال کر رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے' پس وہ شخص غصہ کی حالت میں پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور وہ کہہ رہا تھا: مجھے اپنی حیات کی قسم! آپ اس کو دیتے ہیں جسے آپ چاہتے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ مجھ پر اس لیے غضب ناک ہو رہا ہے کہ میرے پاس اسے دینے کے لیے نہیں ہے' جس نے تم میں سے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس چالیس درہم ہوں یا اس کے برابر مال ہو تو اس نے گڑ گڑا کر سوال کیا' سو میں لوٹ آیا اور میں نے آپ سے سوال نہیں کیا' پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو اور کشمش آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہمیں بھی تقسیم کیا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے ہمیں غنی کر دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۲۷، سنن نسائی: ۲۵۹۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس اتنا مال تھا جو اس کو سوال سے غنی کر سکے تو وہ صرف آگ کی کثرت کر رہا ہے' دوسری روایت میں ہے: وہ جہنم کے انگاروں کی کثرت کر رہا ہے' مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! سوال سے غنی کرنے والے مال کی کیا مقدار ہے؟ یا پوچھا: اس غنا کی کتنی مقدار ہے جس کے ساتھ سوال نہیں کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا: جس سے وہ ایک رات اور ایک دن سیر ہو کر کھا سکے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک کھجور یا دو کھجوریں لوٹا دیں یا ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں لیکن مسکین وہ ہے جو لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرے اور نہ لوگ اس کی ضرورت کو سمجھ کر اسے عطا کریں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۳۱)

عدی بن الخیار بیان کرتے ہیں کہ مجھے دو آدمیوں نے خبر دی کہ وہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' اس وقت آپ صدقہ تقسیم کر رہے تھے' ان دونوں نے آپ سے صدقہ کا سوال کیا' آپ نے ہمیں نظر اٹھا کر دیکھا' پھر نظر نیچے کر لی' آپ نے ہم دونوں کو تندرست اور قوی پایا' آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں عطا کر دوں اور اس صدقہ میں غنی کا حصہ نہیں اور نہ اس شخص کا حصہ ہے جو قوی ہو اور کمانے پر قادر ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۳۳، سنن نسائی: ۲۵۹۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غنی کے لیے صدقہ حلال ہے نہ اس شخص کے لیے جو قوی ہو اور اس کے اعضاء صحیح ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۳۴، سنن ترمذی: ۶۵۲)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کون ہے جو میرے ایک حکم کو قبول کرے تو میں اس کے لیے جنت کو قبول کروں؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں! آپ نے فرمایا: لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۷، سنن نسائی: ۲۵۸۶)

١٤٧١ - حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوْهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۷۵-۲۳۷۳] (سنن نسائی: ۲۵۸۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص رسی میں لکڑیاں باندھ کر اس کا گٹھا اپنی کمر پر لادے' پھر اس کو فروخت کرے' پس اس کی وجہ سے اللہ اس کے چہرے کو بچائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے' وہ اس کو دیں یا منع کر دیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۴۷۰ کا مطالعہ کریں۔

١٤٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عروہ بن الزبیر و سعید بن المسیب' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا

وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِیْ، ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِیْ، ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِیْ، ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيْمُ، إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ اَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ، وَمَنْ اَخَذَهٗ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ، وَكَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى. قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا، حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدْعُوْا حَكِيْمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَّقْبَلَهٗ مِنْهُ، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهٗ فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ عُمَرُ إِنِّيْ اُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى حَكِيْمٍ، اَنِّيْ اَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهٗ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ، فَيَاْبٰى اَنْ يَّاْخُذَهٗ. فَلَمْ يَرْزَاْ حَكِيْمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ.

[اطراف الحدیث: ۲۷۵۰-۳۱۴۳-۶۴۴۱]

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کیا، میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کیا، میں نے پھر سوال کیا سو آپ نے مجھے عطا کیا، پھر آپ نے فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز میٹھا ہے، جو شخص اس کو نفس کی سخاوت کے ساتھ لے گا اس کو اس میں برکت دی جائے گی اور جو شخص نفس کو جھکا کر یہ مال لے گا اس کو اس میں برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے، حضرت حکیم کہتے ہیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں اب کے بعد کسی شخص کے مال میں کمی نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم کو وظیفہ دینے کے لیے بلاتے تھے تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو عطا کرنے کے لیے بلاتے تھے تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے، پھر حضرت عمر نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں تم کو حکیم کے متعلق گواہ کرتا ہوں کہ میں ان کے سامنے مال فئے سے ان کا حق پیش کرتا ہوں اور یہ اس کو لینے سے انکار کرتے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت حکیم نے لوگوں سے کسی کے مال میں کمی نہیں کی حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۵، الرقم المسلسل: ۲۳۳۹، سنن ترمذی: ۲۴۶۳، سنن نسائی: ۲۵۳۱، سنن کبریٰ: ۲۳۱۰، مسند الحمیدی: ۵۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۱، الآحاد والمثانی: ۵۹۵، صحیح ابن حبان: ۳۴۰۶، المعجم الکبیر: ۳۰۷۹، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۰۴۱، صحیح ابن حبان: ۳۲۲۰، المعجم الکبیر: ۳۰۸۱-۳۰۸۰-۳۰۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۵۷۴، ج ۲۴ ص ۳۳۱، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۵۲۰، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان، اور وہ عبد اللہ بن عثمان بن جبلہ المروزی ہیں، ان کا لقب عبدان ہے (۲) عبد اللہ بن مبارک المروزی (۳) یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن مسلم الزہری المدنی (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام المدنی (۶) سعید بن المسیب المدنی (۷) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۷۴)

مقتدر اعلیٰ سے سوال کرنے کا جواز' زیادہ سوال کرنے کی کراہت' اپنی اجرت کے سوال کرنے کا جواز اور بیت المال میں مسلمانوں کے حق کے متعلق فقہاء کے مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبار سوال کیا اور آپ نے انہیں عطا کیا' اس سے معلوم ہوا کہ مقتدر اعلیٰ سے سوال کرنے میں نہ سائل کو عار ہوتا ہے نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔

دوسری بار سوال کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حرص کم کرنے اور سوال سے رُکنے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ مقتدر اعلیٰ سے بھی زیادہ سوال کرنا مناسب نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جو شخص بغیر حرص کے بے نیازی سے لے گا' اس کے مال میں برکت ہوگی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے' اس ارشاد میں یہ بتایا ہے کہ بغیر سخت ضرورت کے انسان کسی سے سوال نہ کرے اور جب اسے مال مل جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مانگنا اور لینا اس وقت مذموم ہے جب انسان کا کسی پر کوئی حق نہ ہو' جب انسان نے کسی کا کوئی کام کیا ہو اور اس سے اس نے اس کام کی اجرت لینی ہو یا کسی کو قرض دیا ہو اور اس سے قرض واپس لینا ہو تو یہ مانگنا مذموم نہیں ہے اور اس صورت میں لینے والے کا ہاتھ غیر مستحسن نہیں ہے کیونکہ وہ اپنا حق مانگ رہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر لوگوں کو بلا بلا کر بیت المال سے ان کے وظائف دیا کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ امام کبیر اور مقتدر اعلیٰ کے دینے سے پہلے کسی کا بیت المال میں از خود کوئی حق نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص بیت المال سے کوئی چیز چرا لے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر ہر مسلمان کا بیت المال میں حق ہوتا تو شک اور شبہ کی وجہ سے اس سے حد ساقط ہو جاتی۔

جمہور امت کے نزدیک تمام مسلمانوں کا بیت المال میں اور مال فئے میں حق ہوتا ہے اور سربراہ مملکت اس کو اپنی صواب دید سے مسلمانوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۶۳۔ ۴۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* صحیح البخاری: ۱۴۷۱' شرح صحیح مسلم: ۲۲۹۶۔ ج ۲ ص ۹۶۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل۔

۵۱ - بَابُ مَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِّنْ غَيْرِ مَسْاَلَةٍ وَلَا اِشْرَافِ نَفْسٍ ﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ (الذاریات:۱۹)

جس کو اللہ تعالیٰ نے بغیر سوال کے اور بغیر نفس کے جھکانے کے عطا کیا'' اور ان کے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا حق ثابت تھا''

اس آیت میں سائل اور محروم کا ذکر کیا گیا ہے' سائل اور محروم کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) سائل سے مراد ہے: سوال کرنے والا اور بولنے والا یعنی ناطق انسان' اور محروم سے مراد ہے: غیر ناطق جان دار' کیونکہ انسان اگر اپنے مال سے جانوروں پر خرچ کرے تو اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے' کیونکہ ایک شخص نے ایک پیاسے کتے کو کنویں سے پانی نکال کر پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۴۶۶' صحیح مسلم: ۲۲۴۴' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۰)

(۲) سائل سے مراد وہ ضرورت مند ہے جو اپنی ضرورت کا سوال کرتا ہے اور محروم سے مراد وہ شخص ہے جو ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنی ضرورت کا سوال نہیں کرتا اور اپنی عزت نفس اور خودداری قائم رکھتا ہے۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے　　　　خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

(۳) اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ متقین بہت زیادہ عطا کرتے ہیں' جو سوال کرتے ہیں ان کو بھی عطا کرتے ہیں اور جو سوال نہیں کرتے ان کو بھی عطا کرتے ہیں۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر' تبیان القرآن' الذاریات:۱۹ میں مطالعہ فرمائیں۔

۱۴۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ، فَأَقُولُ أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ خُذْهُ، إِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَيْءٌ، وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ، وَمَا لَا، فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ.

[اطراف الحدیث: ۷۱۶۳، ۷۱۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از الزہری از سالم' وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو عطا فرماتے تھے' پس میں کہتا تھا کہ آپ اس کو عطا فرمائیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو' تو آپ نے فرمایا: تم اس کو لے لو جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے اور تم اس کے منتظر نہ ہو اور نہ اس کا سوال کرنے والے ہو تو تم اس کو لے لو اور جو اس طرح نہ ہو تو تم اس کے درپے نہ ہو۔

(صحیح مسلم:۱۰۴۵' الرقم المسلسل:۲۳۶۷' سنن نسائی:۲۶۰۸' سنن دارمی:۱۶۳۸' مسند الحمیدی:۲۱' صحیح ابن خزیمہ:۲۳۶۵' مسند البزار:۲۳۳' مصنف عبد الرزاق:۲۰۰۴۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۰۰' ج ۱ ص ۲۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے اور تم اس کے منتظر نہ ہو اور نہ اس کا سوال کرنے والے ہو تو اس کو لے لو۔

''اشراف نفس'' کا معنی

اس حدیث میں ''اشراف نفس'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز پر مطلع ہونا اور اس کے درپے ہونا' ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ مسئول اس چیز کو کراہت کے ساتھ دے' دوسرا قول ہے کہ سائل کو اس چیز کی شدید حرص ہو اور وہ گردن اونچی کر کے اس کا انتظار کر رہا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو جو مال عطا کیا تھا' وہ صدقہ نہیں تھا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے: جس مال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا وہ صدقات نہیں تھے بلکہ یہ وہ اموال تھے جن کو آپ مسلمان اغنیاء اور فقراء دونوں پر تقسیم فرماتے تھے' یہ اموال آپ لوگوں کو ان کے فقر کی وجہ سے نہیں عطا کرتے تھے بلکہ ان کے حقوق کی وجہ سے عطا کرتے تھے' اس لیے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ یہ مال آپ مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو عطا فرمائیں تو آپ

نے اس کو ناپسند فرمایا اور فرمایا: یہ مال لے لو اور اس کو اپنے مال میں شامل کرو جیسا کہ شعیب نے زہری سے روایت کیا ہے اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ صدقات کے اموال نہیں تھے کیونکہ فقیر کے پاس مال نہیں ہوتا۔

جب کسی شخص کو کوئی مال عطا کرے تو اس کو وہ لے لینا چاہیے

علامہ طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر سے فرمایا تھا: جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے تو اس کو لے لو۔ آپ کے اس ارشاد کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا: جب بھی کوئی شخص کسی کو عطا کرے خواہ عطا کرنے والا اقتدار والا ہو یا عام آدمی ہو نیک ہو یا بدکار ہو تو اس چیز کو لینا مستحب ہے جب کہ وہ مال حلال ہو اور اس کا عطا کرنا جائز ہو اس کی دلیل میں حسب ذیل اقوال ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص بھی مجھے کوئی ہدیہ دیتا ہے تو میں اس کو قبول کر لیتا ہوں لیکن میں اس کا سوال نہیں کرتا۔

حضرت ابوالدرداء سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہدیہ قبول کیا اور حبیب بن ابی ثابت نے کہا: میں نے دیکھا کہ المختار کے ہدایا حضرت ابن عمر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کے پاس آتے تھے اور وہ ان کو قبول کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سلطان کے عطیات ہرن کے پاک گوشت کی مثل ہیں اور سعید بن العاص نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف ہدیے بھیجے تو انہوں نے قبول کر لیے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت الحسین رضی اللہ عنہ کی طرف چار لاکھ (درہم) بھیجے اور ابوجعفر محمد بن علی بن حسین سے سلطان کے ہدایا کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اگر تم کو معلوم ہو کہ یہ ہدایا غصب شدہ مال سے ہیں یا رشوت کے یا کسی اور حرام ذریعہ کے ہیں تو ان کو مت قبول کرو ورنہ قبول کر لو کیونکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے لیے صدقہ کا گوشت بھیجا تو آپ نے قبول فرما لیا اور فرمایا: یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے اور ابوجعفر نے کہا: جو مال حرام ذریعہ سے ہو اس کا گناہ ان پر ہے اور جو مال حلال ذریعہ سے ہو وہ تمہارے لیے ہے اور علقمہ اسود نخعی حسن بصری اور شعبی نے سلطان کے ہدایا کو قبول کیا ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک حاکم اور سلطان کا عطیہ قبول کرنا حرام یا مکروہ ہے

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لیے حاکم اور سلطان کے غیر کے ہدیہ کو قبول کرنا مستحب قرار دیا ہے اور سلطان کے عطیہ کے متعلق بعض نے کہا: اس کو قبول کرنا حرام ہے اور بعض نے کہا: مکروہ ہے اس کی دلیل حسب ذیل اقوال ہیں:

خالد بن اسید نے مسروق کو تیس (درہم) دیے تو انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا ان سے کہا گیا کہ اگر آپ ان کو قبول کر لیتے تو اپنے رشتہ داروں کو دے دیتے اور ابن سیرین اور ابورزین اور ابن محیریز نے سلطان کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور ہشام بن عروہ نے کہا: میرے اور میرے بھائی کی طرف حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے پانچ سو دینار بھیجے تو میرے بھائی نے کہا: ان کو واپس کر دو اور ان کو کسی نے نہیں کھایا۔

علامہ ابن المنذر نے بیان کیا کہ محمد بن واسع ثوری ابن المبارک امام احمد بن حنبل اور فقہاء کی ایک جماعت نے سلطان کے عطیات کو مکروہ کہا ہے۔

بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک حاکم کا عطیہ قبول کرنا مستحب ہے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سلطان کے ہدایا قبول کرنا مستحب ہے نہ کہ دوسروں کے عکرمہ نے کہا: میں صرف حکام کے ہدایا قبول

کرتا ہوں۔

امام طبری نے کہا ہے کہ میرے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر عطا کرنے والے کے عطیہ کو قبول کرنے کو مستحب قرار دیا ہے خواہ وہ سربراہ ملک ہو یا عوام میں سے کوئی شخص ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہیں اس مال سے اللہ تعالیٰ جو چیز عطا کرے جب کہ تم اس کے منتظر ہو نہ سائل تو تم اس کو قبول کر لو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بغیر کسی تخصیص اور استثناء کے قبول کرنے کا حکم دیا ہے' البتہ جو مال حرام ذریعہ سے ہو اس کا قبول کرنا جائز نہیں ہے' جیسے وہ مال کسی مسلمان سے چھینا ہوا ہو' پھر کوئی شخص بہ عینہ وہی مال کسی دوسرے کو دے اور جس کو دے اس کو پتا ہو کہ یہ چھینا ہوا مال ہے یا چوری کا مال ہے یا خیانت کا مال ہے' پھر اگر اس نے اس کو قبول کر لیا تو اس پر اس مال کو واپس کرنا واجب ہے۔

حاکم کا عطیہ قبول کرنے پر بعض اعتراضات کے جوابات

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ہر عطیہ کو قبول کرنا مستحب ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان فقہاء تابعین نے حکام اور خلفاء کے عطیات کو واپس کر دیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان فقہاء تابعین کو علم تھا کہ ان کے زمانہ کے حکام اور سلاطین کا غالب حال یہ ہے کہ وہ حلال ذرائع سے مال حاصل نہیں کرتے' اس لیے انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کے دین اور تقویٰ کو محفوظ رکھنے کا طریقہ اور سلامتی اس میں ہے کہ ان کے عطیات کو واپس کر دیا جائے۔

اگر یہ سوال کیا جائے گا کہ اگر کسی شخص کو یہ علم نہ ہو کہ اس کو جو عطیہ دیا جا رہا ہے وہ کس ذریعہ سے حاصل ہوا ہے تو وہ پھر کیا کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی تین صورتیں ہیں' اگر اس کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ حلال مال سے عطیہ ہے تو پھر اس کو رد کرنا مستحب نہیں ہے اور اگر اس کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ حرام مال سے عطیہ ہے تو پھر اس کو لینا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو صورت حال کا بالکل علم نہ ہو تو پھر احتیاط اور سلامتی اس میں ہے کہ اس کو نہ لیا جائے۔

حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض کے نزدیک ناجائز ہونا

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جس شخص کے مال میں حلال اور حرام مخلوط ہو' آیا اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے اور بعض نے اس کو جائز کہا ہے۔

عبد اللہ بن یزید' ابو وائل' قاسم' سالم وغیرہ نے اس کو مکروہ کہا ہے' روایت ہے کہ سالم کی باندی خمر (انگور کی شراب)' مصر میں فروخت کرتی تھی' وہ مر گئی' اس نے اپنی میراث چھوڑی' اسی طرح قاسم کی باندی چاندی کے بدلے میں چاندی اضافے کے ساتھ فروخت کرتی تھی' وہ بھی فوت ہو گئی اور اس نے بھی اپنی میراث چھوڑی' امام مالک نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن یزید بن ہرمز نے کہا: مجھے اس شخص پر تعجب ہے جس کو حلال رزق دیا جاتا ہے پھر وہ تھوڑے سے اضافہ کے لیے حرام مال میں رغبت کرتا ہے اور اس کا تمام مال فاسد ہو جاتا ہے۔

حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک جائز ہونا

اور جن فقہاء نے اس کو جائز کہا ہے' ان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں' ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ میرا پڑوسی سود کھانے سے پرہیز نہیں کرتا اور نہ ناجائز ذرائع کی آمدنی سے اجتناب کرتا ہے اور وہ ہمیں کھانے کی دعوت دیتا ہے اور ہمیں اس کی ضرورت ہے' ہم اس سے قرض لیتے ہیں' آیا ہم اس کی دعوت قبول کر سکتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: تم اس کے کھانے کی دعوت کو قبول کرو اور اس سے قرض لو وہ تمہارے لیے جائز ہے اور حرام مال کا گناہ اس پر ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ

آیا سود خور کی دعوت طعام کو قبول کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے اس کی اجازت دی' ابراہیم النخعی سے سوال کیا گیا: جو شخص ایسے ترکہ کا وارث ہو جس میں حلال اور حرام دونوں طرح کا مال ہو؟ انہوں نے کہا: اس پر صرف وہی حرام ہے جو بعینہٖ حرام ہو اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ ٹیکس وصول کرنے والوں کے پاس سے گزرے اور ان کے ہاتھوں میں کھجور اور انگور کے خوشے تھے تو انہوں نے کہا: ان خوشوں میں سے ہم کو دو' یہ تم پر حرام ہیں اور ہمارے لیے حلال ہیں اور حسن بصری نے ٹیکس وصول کرنے والے صراف اور عامل زکوۃ کے طعام کھانے کو جائز قرار دیا ہے اور مکحول نے الزہری سے روایت کی ہے کہ جب حلال اور حرام مال مخلوط ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' صرف وہ چیز مکروہ ہے جس کے حرام ہونے کے متعلق یقین ہو' ابن ابی ذئب نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جن فقہاء نے مخلوط مال کو جائز قرار دیا ہے' انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ. (المائدہ:۴۲) یہ جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں۔

اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ کر اس سے طعام خریدا' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت معینہ کے ادھار پر ایک یہودی سے طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ کو گروی رکھا۔ (صحیح البخاری:۲۰۶۸' صحیح مسلم:۱۶۰۳' سنن نسائی:۴۶۱۳' سنن ابن ماجہ:۲۴۳۶)

امام طبری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے جزیہ لینے کو مباح کر دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ اہل کتاب کے اکثر اموال خمر اور خنزیر کی قیمتوں سے حاصل ہوتے ہیں اور وہ سود کا لین دین کرتے ہیں اور اس پر بہت واضح دلیل یہ ہے کہ جس مسلمان کے پاس مال ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی کمائی حلال ہے یا حرام' تو اس کا ہدیہ قبول کرنا حرام نہیں ہے' فقہاء صحابہ اور تابعین نے اسی کا فتویٰ دیا ہے اور جنہوں نے اس کو مکروہ کہا ہے' انہوں نے محض اپنے تقویٰ اور شبہات سے بچنے اور اپنے دین کو سلامت رکھنے کے لیے اس کو مکروہ کہا ہے۔

مقتدر اعلیٰ کا کسی ترجیح کی بناء پر خوش حال لوگوں کو عطا کرنا

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ امام اور سربراہ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی شخص کو مال عطا کرے' جب اس کے نزدیک وہ نیک کاموں میں سابق ہو یا اس کے نزدیک اس میں کوئی اور فضیلت ہو خواہ مسلمانوں میں کوئی اور شخص زیادہ ضرورت مند ہو اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو بغیر سوال کے حلال اور طیب مال ملے اس کے لیے اس کو لینا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کے عطیہ کو رد کرنا ادب کے خلاف ہے کیونکہ یہ اس آیت کے عموم کے تحت داخل ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ. (الحشر:۷) اور رسول تم کو جو بھی دیں وہ لے لو۔

پس جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا کریں اور وہ نہ لے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل نہیں کیا اور یہ فعل ادب کے خلاف ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۹ ۔ ۳۶۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کی اسی عبارت کا خلاصہ لکھا ہے' حافظ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطال کی اس طویل عبارت کو من وعن لکھا ہے اور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اس عبارت کو بے حد مختصر کر کے لکھا ہے اور ان میں سے کسی نے بھی علامہ ابن بطال مالکی کا نام نہیں لیا۔ اس بات کے لکھنے سے میرا یہ مقصد نہیں ہے

کہ ان علماء نے علامہ ابن بطال کی عبارت کا سرقہ کیا ہے' بلکہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس تحقیق میں یہ علماء بھی علامہ ابن بطال کے ساتھ ہیں۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٦٧-٦٦' دار المعرفہ بیروت' عمدۃ القاری ج ٩ ص ٨٠-٧٨' دار الکتب العلمیہ 'بیروت' عون الباری ج ٢ ص ٣٧١' دار الرشید حلب' سوریا)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢٣٠١- ج ٢ ص ٩٢٦ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حکومت کے عطیات کا حکم۔

٥٢ - بَابُ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا

جس نے اپنے مال کو زیادہ کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کیا

١٤٧٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ' حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی جعفر' انہوں نے کہا: میں نے حمزہ بن عبد اللہ بن عمر سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی تک نہیں ہوگی۔

١٤٧٥ - وَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ' فَبَيْنَا هُمْ كَذَلِكَ اسْتَغَاثُوا بِآدَمَ' ثُمَّ بِمُوسَى' ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَزَادَ عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ فَيَشْفَعُ لِيُقْضَى بَيْنَ الْخَلْقِ' فَيَمْشِي حَتَّى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ' فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللَّهُ مَقَامًا مَحْمُودًا' يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ. وَقَالَ مُعَلَّى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ' عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ' عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ' أَخِي الزُّهْرِيِّ' عَنْ حَمْزَةَ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْأَلَةِ. [طرف الحدیث: ٤٧١٨]

اور آپ نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن سورج قریب ہوگا حتیٰ کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائے گا' پھر جب لوگ اس حال میں ہوں گے تو وہ حضرت آدم سے فریاد کریں گے' پھر حضرت موسیٰ سے فریاد کریں گے' پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کریں گے۔ اور عبد اللہ نے یہ اضافہ کیا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی جعفر نے حدیث بیان کی: پس آپ شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے' پھر آپ چلیں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازہ کے حلقہ کو پکڑ لیں گے' سو اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا' جس کی تمام اہل محشر تعریف اور تحسین کریں گے۔ اور معلی نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از النعمان بن راشد از عبد اللہ بن مسلم' جو زہری کے بھائی ہیں' از حمزہ' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کے متعلق حدیث کو سنا۔

(صحیح مسلم: ١٠٤٠' الرقم المسلسل: ٢٣٥٨' سنن نسائی: ٢٥٨٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٢٠٨' سنن بیہقی ج ٣ ص ١٩٦' سنن کبریٰ: ٢٣٦٦' صحیح ابن خزیمہ: ٢٤٤٨' مشکل الآثار: ١٠٢٢' شعب الایمان: ٣٥٠٩' شرح السنۃ: ١٦٢٢' حلیۃ الاولیاء ج ٣ ص ١٩٣' مسند احمد ج ٢ ص ١٥ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٣٨- ج ٨ ص ٢٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر (۲) لیث بن سعد (۳) عبید اللہ (۴) حمزہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۶) عبد اللہ بن صالح' یہ لیث کے کاتب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۸۱)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو ہمیشہ سوال کرتا رہے گا وہ قیامت کے دن ایسے چہرے کے ساتھ آئے گا کہ اس پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی۔

بلاضرورت سوال کرنے والے کی قیامت کے دن سزا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سوال کرنے کی مذمت اور بُرائی کا بیان ہے' اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ جس نے بلاضرورت بہت زیادہ سوال کیے یا جو شخص غنی تھا اور اس نے اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لیے بہ کثرت سوال کیے' اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اس کو آخرت میں سزا دی جائے گی۔

عبد الواحد نے کہا: اس کے چہرے کو سزا دی جائے گی کہ اس کے اوپر ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہ کی جنس سے سزا دے گا کیونکہ اس کو سوال کی ضرورت نہیں تھی' پھر بھی اس نے اپنے منہ سے سوال کیا اور اپنے چہرے کو جھکایا۔ المہلب نے کہا: اس حدیث میں "مزعۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گوشت کا ٹکڑا' پس جب کسی شخص کا ایسا چہرا ہو جس پر گوشت نہ ہو تو اس کو سورج کی تپش سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ایذاء ہوگی' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن سورج قریب ہو گا اور آدمی کا پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاضرورت گڑگڑا کر سوال کرنے سے ڈرایا ہے لیکن جس شخص نے ضرورت کی وجہ سے سوال کیا' اس کے لیے سوال کرنا مباح ہے اور جب اس کے لیے سوال کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو اس کو سوال کرنے پر بھی اجر ملے گا' بہ شرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو اور تقدیر سے شاکی نہ ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے بہ کثرت سوال کرے گا' وہ قیامت کے دن ذلت کی حالت میں آئے گا اور اس کی قدر و منزلت ساقط ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی عزت نہیں ہوگی' حدیث میں ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سائل کے چہرے پر خراشیں ہوں گی' پس جو چاہے اپنے چہرے پر خراشیں ڈالے اور جو چاہے ترک کر دے' ماسوا اس کے کہ انسان مقتدر والی سے سوال کرے یا اس معاملہ میں سوال کرے جس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۷ م ۳۶۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵۳- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (البقرۃ: ۲۷۳) وَكَمِ الْغِنٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔ (البقرۃ: ۲۷۳) اور خوش حالی کی کتنی مقدار ہے

اس آیت میں ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے' پوری آیت اس طرح ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ

(یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں' جو (اس میں شدت اشتغال کی وجہ سے) زمین میں

أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا. (البقرہ: ۲۷۳)

سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مال دار سمجھتا ہے (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) صورت سے انہیں پہچان لوگے' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

اس آیت میں فقراء سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے اللہ اور رسول کی طرف مدینہ میں ہجرت کی' ان کے پاس کوئی ایسا سبب نہیں تھا جس سے وہ اپنے نفس سے فقر کو دور کرتے' وہ طلب معاش کے لیے زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور وہ اس لیے بھی سفر کرنا نہیں چاہتے تھے کہ اگر وہ معاش کی طلب میں کہیں چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی رفاقت سے محروم ہو جائیں گے' ان کے صاف ستھرے لباس اور ان کی پاکیزہ وضع قطع دیکھ کر ان کے حال سے ناواقف شخص ان کو غنی اور خوش حال سمجھتا تھا' اور عقل مند شخص ان کی بھوک اور ان کی نقاہت کو دیکھ کر سمجھ لیتا تھا کہ یہ ضرورت مند لوگ ہیں۔

علامہ بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے لکھا ہے: یہ فقراء مہاجرین اصحاب صفہ تھے' ان کی تعداد چار سو تھی' ان کا مدینہ میں کوئی گھر تھا نہ کوئی قبیلہ تھا' یہ مسجد میں رہتے تھے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو لشکر جہاد کے لیے روانہ کرتے' یہ اس میں شامل ہوتے تھے' جب یہ صبح کو اٹھتے تھے تو رات کے کھانے کا سوال نہیں کرتے تھے اور رات کو صبح کے ناشتہ کا سوال نہیں کرتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل سوال نہیں کرتے تھے۔ (معالم التنزیل ج ۱ ص ۳۷۸' ۳۷۷' داراحیاء التراث العربی)

قبیصہ بن مخارق بیان کرتے ہیں: میں ایک بڑی رقم کا مقروض ہو گیا تھا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' تا کہ آپ سے اس کے متعلق سوال کروں' آپ نے فرمایا: اس وقت تک ہمارے پاس ٹھہرو جب تک صدقہ کا مال آ جائے' ہم اس میں سے تمہیں دینے کا حکم دیں گے' پھر فرمایا: اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ اور کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے' ایک وہ شخص جو مقروض ہو اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال جائز ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے' اس کے بعد وہ سوال سے رک جائے' دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کوئی ناگہانی آفت پہنچی ہو جس سے اس کا مال برباد ہو گیا ہو' اس کے لیے اتنا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے' تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہو اور اس کے قبیلہ کے تین عقل مند آدمی یہ گواہی دیں کہ یہ واقعی فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے بھی اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے' اور اے قبیصہ! ان تین شخصوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور جو (ان کے علاوہ کسی اور صورت میں) سوال کر کے کھاتا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۴۴' سنن ابوداؤد: ۱۶۴۰' مسند الحمیدی: ۸۱۹' مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۵۹' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۱۹' سنن بیہقی ج ۶ ص ۷۳' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۹۴۷)

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ. لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۝﴾ (البقرہ: ۲۷۳).

اور کتنے مال سے آدمی غنی (مال دار) کہلاتا ہے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: اور وہ اتنا مال نہیں پاتا جو اس کو غنی بنا دے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو (اس میں شدت اشتغال کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے' ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مال دار سمجھتا ہے' (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) انہیں ان کی

صورت سے پہچان لو گے' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے' تم جو اچھی چیز بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو' بے شک اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے O (البقرہ: ۲۷۳)

۱٤٧٦ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ، وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي لَهُ غِنًى، وَيَسْتَحْيِي، وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا.

[اطراف الحدیث: ۱۴۷۹-۴۵۳۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں لیکن مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس (بالکل) مال نہ ہو اور وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال کرنے سے حیاء کرتا ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۹' الرقم المسلسل: ۲۳۵۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۱' شرح السنۃ: ۱۶۰۳' مسند الطحاوی: ۷۹۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۱۸۷- ج ۱۳ ص ۵۱۳- ۵۱۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۳۶۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' جن کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال کرنے سے حیاء کرتے ہیں۔

مسکین اور فقیر کے معنی کی تحقیق

مسکین کا لفظ سکون سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے: حرکت نہ کرنا گویا مسکین مردہ کی طرح ہوتا ہے' الصحاح میں مذکور ہے کہ مسکین کا معنی ہے: فقیر' اور یہ ذلت اور ضعف کے معنی میں ہے' اور فقیر مال دار کی ضد ہے' یعنی یہ ایسا شخص ہے جس کے بارے میں یہ فرض کیا جائے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کے گھر والوں کے لیے کافی ہو' القزاز نے کہا ہے کہ لغت میں فقیر کی اصل "فقار الظہر" ہے گویا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے باقی جسم کا حصہ رہ گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۸۶-۸۵)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اہل لغت اور فقہاء کا فقیر اور مسکین کے معنی میں اختلاف ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کون زیادہ تنگی اور بدتر حال میں ہے' ابن السکیت اور ابن قتیبہ نے کہا کہ مسکین فقیر کی بہ نسبت زیادہ بدتر حال میں ہے کیونکہ مسکین وہ ہے جو بالکل ساکن ہو اور مردہ کی طرح ہو اور فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ مال ہو' ابن القصار نے بیان کیا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے اصحاب کا قول ہے' اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ فقیر مسکین کی بہ نسبت زیادہ بدتر حال میں ہوتا ہے' یہ اصمعی اور ابن الانباری کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا مختار ہے اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: یہ (خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں' جو اس میں شدت اشتغال کی وجہ سے زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (البقرہ: ۲۷۳) اور انہوں نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ. (الکہف: ۷۹)

رہی وہ کشتی تو وہ چند مسکین لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ مسکین لوگ کشتی کے مالک تھے۔

شافعی فقہاء نے کہا ہے کہ فقر کا معنی ہے: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا' جب کسی پر اچانک ایسی مصیبت آ جائے جس سے وہ برباد ہو جائے تو عرب کہتے ہیں: ''فَقَرَتْهُمُ الْفَاقِرَةُ'' اور عرب کے نزدیک فقیر وہ شخص ہے جس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے' اور جو شخص اس طرح ہو' اس پر موت آ جاتی ہے اور مسکین غیر فقیر کو بھی کہا جاتا ہے' جب بعض اُمور میں اس کا حال کمال سے ناقص ہو جائے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین وہ ہے جس کی بیوی نہ ہو۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۵۲) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! مجھے مسکین کے حال میں زندہ رکھ اور مسکین کے حال میری روح قبض فرما اور مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرمانا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۵۲' سنن ابن ماجہ: ۴۱۲۶' المستدرک ج ۴ ص ۳۲۲' سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲' مشکوٰۃ: ۵۱۲۵' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۶۲' کنز العمال: ۱۶۵۹۲) اور آپ نے فقر سے اللہ کی پناہ طلب کی' اس سے معلوم ہوا کہ فقیر مسکین سے بدتر حال میں ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس' مجاہد' عکرمہ' جابر بن زید اور زہری نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے جو سوال نہیں کرتا اور مسکین وہ ہے جو سوال کرتا ہے' علی بن زیاد بن مالک نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ سوال کرنے سے رکے اور مسکین وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ سوال کرتا ہو۔ فقہاء احناف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: ''اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝'' (البلد: ۱۶) یا خاک افتادہ مسکین کو ۝ یعنی مسکین کے پاس کچھ نہیں ہوتا' وہ صرف خاک نشین ہوتا ہے۔

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں' اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ شخص مسکین کامل نہیں ہے' مسکین کامل وہ شخص ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور اس پر صدقہ نہ کیا جائے۔

آدمی کے پاس کس قدر مال ہو تو اس کے لیے سوال کرنا اور صدقہ لینا جائز نہیں ہے

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کس شخص کے پاس کتنا مال ہو تو اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اس کا سوال کرنا حرام ہے' بعض نے کہا: جس کے پاس صبح اور شام کی خوراک ہو' اس کا سوال کرنا جائز ہے نہ اس پر صدقہ کرنا جائز ہے' یہ ان بعض صوفیاء کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ کل کے لیے کسی چیز کو جمع کرنا جائز نہیں اور ان کا یہ قول اس لیے قابل رد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مال جمع کرتے تھے۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا جائز نہیں ہے' انہوں نے کہا ہے کہ سوال کرنا اس وقت جائز ہے جب انسان کے لیے مردار کھانا حلال ہو جائے۔

قیس بن عاصم نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم سوال کرنے سے احتراز کرو' یہ انسان کا آخری کسب ہے کیونکہ جو شخص بھی سوال کرتا ہے پھر وہ کمانا ترک کر دیتا ہے۔

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے پاس چالیس درہم تقریباً ساڑھے دس تولہ چاندی کی قیمت ہو' وہ سوال نہ کرے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس چالیس درہم کی قیمت ہو' اس نے اگر سوال کیا تو اس نے گڑگڑا کر سوال کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۲۸' سنن نسائی: ۲۵۹۳' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۴)

ایک جماعت نے کہا: جس کے پاس پچاس درہم (تقریباً تیرہ تولہ چاندی) ہوں' اس کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے' یہ النخعی' الثوری' امام احمد اور اسحٰق کا قول ہے' اس سلسلہ میں انہوں نے از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث روایت کی ہے مگر

اس کی سند ضعیف ہے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس کے پاس دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) ہو اس کے لیے زکوۃ لینا حرام ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے اور امام مالک سے بھی اسی طرح ایک قول منقول ہے۔

علامہ ابن بطال نے اس سلسلہ میں اور بھی بہت اقوال نقل کیے ہیں مگر ہم نے جتنے اقوال نقل کر دیے ہیں' وہ کافی ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ٦ ٧ ٤- ٤ ٧ ٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۲۸۹- ج ۲ ص ۹۵۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل۔

١٤٧٧ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ.

(صحیح مسلم: ۵۹۳ ا' الرقم المسلسل: ۴۴۰۰' السنن الکبریٰ: ۱۱۵۳۰'

جامع المسانید لابن جوزی: ۵۰۹۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابن اشوع از الشعبی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ میری طرف ایسی حدیث لکھ کر بھیجو جس کو تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو' حضرت مغیرہ نے ان کی طرف لکھا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے: فضول بحث' مال کو ضائع کرنا اور زیادہ سوال کرنا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یعقوب بن ابراہیم بن کثیر الدورقی (۲) اسماعیل بن علیہ' یہ اسماعیل بن ابراہیم البصری ہیں اور علیہ ان کی ماں کا نام ہے (۳) خالد بن مہران الحذاء البصری (۴) ابن اشوع' ان کا نام سعید بن عمرو بن الاشوع الہمدانی الکوفی ہے' یہ کوفہ کے قاضی ہیں (۵) الشعبی' ان کا نام عامر بن شراحیل ہے (۶) کاتب المغیرہ' ان کا نام وراد ہے (۷) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (۸) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۸۶)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت کثرت سوال میں ہے۔

''قیل و قال'' کا معنی

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''قیل و قال'' کو مکروہ فرمایا ہے' اس کی دو تاویلیں ہیں' ایک یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: لوگوں کے اقوال اور ان کی باتوں کو نقل کرنا' ان کو تلاش کرنا اور ان کے درپے ہونا' مثلاً یوں کہا جائے کہ فلاں آدمی نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا اور ان کے ذکر سے نہ کوئی غرض ہو نہ کوئی فائدہ ہو اور اس کی دوسری تاویل یہ ہے کہ غیر محتاط باتیں کرنا اور بغیر ثبوت کے کوئی بات کرنا۔

کثرتِ سوال کی متعدد صورتیں

اس حدیث میں یہ کثرت سوالات سے بھی منع فرمایا ہے اور اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) لوگوں کے احوال کے متعلق پوچھنا اور جو چیز ان کے قبضہ میں نہ ہو اس کے درپے ہونا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جن آیاتِ متشابہات میں کلام کرنے سے منع فرمایا ہے' ان کے متعلق سوال کرنا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ. (آل عمران:۷)

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے' وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۳) لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا ضرورت سوال کرتے تھے' پھر اس کی وجہ سے وہ کسی مشکل میں مبتلا ہو جاتے تھے' جیسے کوئی شخص اس مرد کے متعلق سوال کرتا جو اپنی اہلیہ کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پاتا' حدیث میں ہے:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوالات کو ناپسند کیا اور ان کی مذمت کی' پس روایت ہے کہ ایک شخص کچھ عرصہ بعد اس میں مبتلا ہو گیا اور جیسا کہ روایت ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا: تمہارا باپ فلاں شخص ہے۔ (صحیح البخاری:۹۳' صحیح مسلم: ۲۳۶۰) اور جیسا کہ روایت ہے' آپ نے فرمایا: اسلام میں سب سے بڑا جرم اس شخص کا ہے جس نے اسلام میں کسی ایسی چیز کا سوال کیا جو حرام نہیں تھی' پھر اس کے سوال کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی۔

(صحیح البخاری:۷۲۸۹' صحیح مسلم:۲۳۵۸' سنن ابوداؤد:۴۶۱۰)

قرآن مجید میں جن سوالات کا ذکر ہے ان کی دو قسمیں ہیں' بعض سوالات محمود ہیں' ان کا ذکر ان آیات میں ہے:

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ. (البقرہ:۱۸۹)

لوگ آپ سے ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے متعلق دریافت کرتے ہیں' آپ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیوی کاموں) اور حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔

وَیَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ. (البقرہ:۲۲۲)

اور یہ آپ سے حیض کا حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ وہ گندگی ہے' سو عورتوں سے حالت حیض میں الگ رہو۔

وَیَسْــٴَـلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ. (البقرہ:۲۱۹)

اور یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں' آپ کہیے کہ جو ضرورت سے زائد ہو۔

یہ سوالات اس لیے محمود ہیں کہ ان سوالات کی وجہ سے لوگوں کو اپنے پیش آمدہ معاملات میں شرعی احکام معلوم ہوئے۔ قرآن مجید میں مذکور سوالات کی دوسری قسم یہ ہے کہ لوگ بے فائدہ اور عبث سوالات کرتے تھے جن کے ساتھ ان کی کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت متعلق نہیں تھی' جیسے یہ آیات ہیں:

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا ○ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ○ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ○ (النّٰزعٰت:۴۲-۴۴)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا ○ آپ کا اس کا ذکر کرنے سے کیا تعلق ہے؟ ○ آپ کے رب کی طرف ہی اس کی انتہاء ہے ○

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۝ (بنی اسرائیل:۸۵)

اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۝

ایسے بے فائدہ اور عبث سوالات کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منع فرمادیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ. (المائدہ:۱۰۱)

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔

مال ضائع کرنے کی متعدد صورتیں

مال ضائع کرنے کی بھی متعدد صورتیں ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) اگر انسان خرچ میں اسراف کرے یعنی جن مدات میں اس نے خرچ کرنا ہے' ان میں بے تحاشا خرچ کرے تو یہ مال کو ضائع کرنا ہے یا ان مدات میں خرچ کرے جہاں خرچ کرنا جائز نہیں ہے مثلاً فحش کاموں اور معصیت میں مال خرچ کرے یا بلاضرورت مال کو خرچ کرے' جیسے کھانے' پہننے اور دیگر ضروریات زندگی میں میانہ روی سے تجاوز کر کے عیش و عشرت کرے' مکان بنانے میں بے تحاشا مال خرچ کرے اور استعمال کی اور دیگر چیزوں میں سونے چاندی سے تزئین و آرائش کرے۔

(۲) اگر اس نے اپنے مال کا' کارمختار اور ولی کسی نادان اور ناتجربہ کار آدمی کو بنادیا تو یہ بھی مال کو ضائع کرنا ہے' اسی طرح اگر اس نے کسی چیز کو عام اور مروج قیمت سے زیادہ بہت مہنگے دام پر خریدا تو یہ بھی مال ضائع کرنا ہے۔

(۳) اپنی زیر تصرف چیزوں میں بدسلوکی کرنا یا ان کا بے جا استعمال کرنا' یہ بھی مال کو ضائع کرنا ہے' مثلاً سواریوں میں' گھر اور دکان کی چیزوں میں' اپنے نوکروں اور دفتر میں اسٹاف کے لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کر کے ان کو اپنا بدخواہ بنا دینا' یہ بھی اپنے مال کو ضائع کرنا ہے۔

(۴) لوگوں کو صدقہ و خیرات میں ضرورت یا میانہ روی سے زیادہ دینا یا قرض ادا کرنے کے بجائے لوگوں کو ہدیہ اور تحفہ وغیرہ دینا یا اپنا سارا مال خیرات کر دینا اور اپنے گھر والوں کے لیے اپنے مستقبل کے لیے اپنے پاس کچھ نہ رکھنا' یہ بھی اپنے مال کو ضائع کرنا ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں سارا مال لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا تھا' وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان میں جو تنگی اور محرومی پر صبر کرنے کی زبردست قوت تھی اور اللہ تعالیٰ کی عطا و نوال پر بے مثال توکل تھا' وہ عام لوگوں میں نہیں ہوتا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اور مسلمانوں کی مدد کے جذبہ سے اور جہاد میں مال خرچ کرنے کی نیت سے اپنا سارا کا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور ایسی محبت' ایسا جذبہ اور ایسی نیت ہر ایک میں نہیں ہوتی۔

(اعلام السنن ج۱ ص ۳۲۰-۳۱۷ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۶۷-ج ۵ ص ۱۳۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① "قیل وقال" سے منع کرنے کی حکمت ② بہ کثرت سوال کرنے سے ممانعت کی حکمت ③ مسجد میں سوال کرنے اور سائل کو دینے کی تحقیق ④ زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق ⑤ اسراف اور اقتار کا محمل ⑥ لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے ⑦ ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔
یہ بحث ۱۳۳ سے ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اور منفرد تحقیق ہے جو شاید کسی اور جگہ مذکور نہ ہو۔

١٤٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا؟ قَالَ أَوْ مُسْلِمًا. قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا؟ قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا. يَعْنِي فَقَالَ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ. وَعَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ هَذَا فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ أَقْبِلْ أَيْ سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ﴿فَكُبْكِبُوا﴾ (الشعراء: ٩٤) قُلِبُوا. ﴿مُكِبًّا﴾ (الملك: ٢٢) أَكَبَّ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ فِعْلُهُ غَيْرَ وَاقِعٍ عَلَى أَحَدٍ فَإِذَا وَقَعَ الْفِعْلُ قُلْتَ كَبَّهُ اللَّهُ لِوَجْهِهِ وَكَبَبْتُهُ أَنَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ أَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن غریر الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از صالح بن کیسان از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد نے خبر دی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو چند چیزیں عطا کیں اور میں بھی ان لوگوں میں بیٹھا ہوا تھا' پس رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ایک شخص کو چھوڑ دیا اور اس کو عطا نہیں کیا حالانکہ وہ میرے نزدیک بہت پسندیدہ شخص تھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کھڑے ہو کر چپکے سے کہا: آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں عطا فرما رہے' اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا وہ مسلم ہو' حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: میں تھوڑی دیر خاموش رہا' پھر اس کے متعلق جو میرا گمان تھا اس نے مجھے مجبور کیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں دے رہے' اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا مسلم' حضرت سعد نے کہا: پس میں تھوڑی دیر خاموش رہا' پھر اس کے متعلق جو مجھے یقین تھا اس نے مجھے مجبور کیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں عطا فرما رہے' اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا مسلم' پھر آپ نے فرمایا: بے شک میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں اور اس کا غیر مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے' اس خوف سے اس کو منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا جائے گا اور از والد خود از صالح از اسماعیل بن محمد' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے یہ حدیث سنی ہے' پس انہوں نے اپنی حدیث میں یہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر میری گردن اور کندھے کے درمیان مارے' پھر فرمایا: اے سعد! ادھر آؤ! سنو! بے شک میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں۔ امام بخاری نے کہا: سورۃ الشعراء میں جو "فکبکبوا" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: انہیں منہ کے بل گرا دیا گیا اور سورۃ الملک میں جو "مکبا" کا لفظ ہے وہ "اکب" سے ماخوذ ہے "اکب" فعل لازم ہے یعنی اوندھا گرا' اور اس کا فعل متعدی "کب" ہے کہا

جاتا ہے: ''کبّه اللّٰه لوجهه'' یعنی اللہ نے اس کو منہ کے بل گرا دیا اور ''کببتُهٗ'' میں نے اس کو منہ کے بل گرا دیا۔ امام بخاری نے کہا: صالح بن کیسان' عمرو بن الزہری سے بڑے تھے' ان کی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۰۷ میں کی جا چکی ہے۔

۱٤٧٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ' عَنْ أَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْأَعْرَجِ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ' تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ' وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ' وَلٰكِنِ الْمِسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ' وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ' فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ' وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان چکر لگاتا رہتا ہے اور ایک لقمہ اور دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجوریں اس کو لوٹا دیتی ہیں بلکہ (اصل میں) مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا جو اس کو (سوال سے) مستغنی کر دے اور نہ کوئی اس کا حال جانتا ہے کہ اس کے اوپر صدقہ کرے اور وہ حیاء کی وجہ سے کسی سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۱٤٨٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ' ثُمَّ يَغْدُوَ أَحْسِبُهٗ قَالَ إِلَى الْجَبَلِ' فَيَحْتَطِبَ' فَيَبِيعَ' فَيَأْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ' خَيْرٌ لَهٗ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر جائے (میرا گمان ہے' انہوں نے کہا:) پہاڑ کی طرف پھر (جنگل سے) لکڑیاں کاٹ کر بیچے اور کھائے اور صدقہ کرے' یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۰ میں گزر چکی ہے۔

٥٤ - بَابُ خَرْصِ التَّمْرِ

درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو دیکھ کر پکی ہوئی کھجوروں کا اندازہ کرنا

اس عنوان میں ''خرص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو دیکھ کر پکی ہوئی کھجوروں کو اندازہ کرنا۔

۱٤٨١ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ' عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى' عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ' عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بن بکار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عمرو بن

حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ، فَلَمَّا جَاءَ وَادِيَ الْقُرٰى، إِذَا امْرَأَةٌ فِيْ حَدِيْقَةٍ لَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اُخْرُصُوْا. وَخَرَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ، فَقَالَ لَهَا أَحْصِيْ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. فَلَمَّا أَتَيْنَا تَبُوْكَ قَالَ أَمَا إِنَّهَا سَتَهُبُّ اللَّيْلَةَ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ، فَلَا يَقُوْمَنَّ أَحَدٌ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيْرٌ فَلْيَعْقِلْهُ. فَعَقَلْنَاهَا، وَهَبَّتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَأَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَيِّءٍ، وَأَهْدٰى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ، فَلَمَّا أَتٰى وَادِيَ الْقُرٰى قَالَ لِلْمَرْأَةِ كَمْ جَاءَتْ حَدِيْقَتُكِ؟ قَالَتْ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ، خَرْصَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِيَ فَلْيَتَعَجَّلْ. فَلَمَّا قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً مَعْنَاهَا. أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ هٰذِهِ طَابَةُ. فَلَمَّا رَأٰى أُحُدًا قَالَ هٰذَا جُبَيْلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُوْرِ الْأَنْصَارِ؟ قَالُوْا بَلٰى، قَالَ دُوْرُ بَنِي النَّجَّارِ، ثُمَّ دُوْرُ بَنِيْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ دُوْرُ بَنِيْ سَاعِدَةَ، أَوْ دُوْرُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ يَعْنِيْ خَيْرًا.

[اطراف الحدیث: ١٨٧٢-٣١٦١-٣٧٩١-٤٤٢٢]

یحییٰ از عباس الساعدی از ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے' پس جب آپ وادی القریٰ (مدینہ اور شام کے درمیان ایک بستی) میں پہنچے تو وہاں اپنے باغ میں ایک عورت تھی' آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اندازہ لگاؤ ان درختوں سے کتنی کھجوریں نکلیں گی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وسق (چھ سو کلوگرام) کا اندازہ لگایا' پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا: جو کھجوریں ان درختوں سے اتریں' ان کی پیمائش کر لینا' جب ہم تبوک پہنچے تو آپ نے فرمایا: سنو! آج رات کو بہت سخت آندھی آئے گی' پس تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو' اور جس شخص کے پاس اونٹ ہو وہ اس کو باندھ لے' سو ہم نے اونٹوں کو باندھ لیا' اور بہت سخت آندھی آئی' ایک شخص کھڑا ہوا تھا' اس کو آندھی نے طے کے پہاڑوں پر پھینک دیا' اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر تحفے میں دیا اور آپ کو ایک چادر نذر کی اور آپ نے اس سمندری علاقہ کی حکومت اس بادشاہ کے نام لکھ دی' پھر جب واپسی میں وادی القریٰ پہنچے تو آپ نے اس عورت سے پوچھا: تمہارے باغ سے کتنی کھجوریں نکلیں؟ اس عورت نے کہا: دس وسق' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مدینہ جلدی جانا ہے' پس تم میں سے جو جلدی روانہ ہونا چاہتا ہو وہ میرے ساتھ چلے' ابن بکار نے کوئی لفظ کہا' جس کا معنی ہے: آپ نے مدینہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ طابہ ہے (پاکیزہ اور عمدہ)' پھر جب آپ نے احد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں' کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ انصار کے گھروں میں کس کے گھر سب سے بہتر ہیں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بنو النجار کے گھر' پھر بنو عبد الاشہل کے گھر' پھر بنو ساعدہ کے گھر یا بنو الحارث بن الخزرج کے گھر اور انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے۔

(صحیح مسلم: ١٣٩٢' الرقم المسلسل: ٣٣١٢' سنن ابوداؤد: ٣٠٧٩' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٥٣٩' المنتقی: ١١٠٩' صحیح ابن خزیمہ: ٢٣١٤' صحیح ابن حبان: ٤٥٠٣' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٥ ص ٢٣٩' سنن دارمی: ٢٣٩٥' مسند احمد ج ٥ ص ٤٢٥-٤٢٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٦٠٤- ج ٣٩ ص ١٧-١٦' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سہل بن بکار ابو بشر الدارمی (۲) وہیب بن خالد ابوبکر (۳) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ (۴) عباس بن سہل بن سعد' یہ ولید کی حکومت میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابو حمید المنذر بن سعد الساعدی۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص ۹۲)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اندازہ لگاؤ ان درختوں سے کتنی کھجوریں نکلیں گی۔

تبوک' وادی القریٰ اور ایلہ کا مصداق

غزوۂ تبوک: تبوک اور مدینہ منورہ کے درمیان شام کی جانب ۱۴ مرحلے ہیں اور تبوک اور دمشق کے درمیان گیارہ مرحلے ہیں۔

وادی القریٰ: السمعانی نے ذکر کیا ہے کہ یہ شام کی جانب حجاز میں قدیم شہر ہے' ابن قرقول نے ذکر کیا ہے کہ یہ مدینہ کے قریب ہے۔

ایلہ: یہ حجاز کی انتہاء اور شام کی ابتداء میں ساحل سمندر پر ایک شہر ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مصر سے نصف فاصلہ پر اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہے' یہ شہر ایلہ بنت مدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے' ایک روایت ہے کہ ایلہ سمندر کے کنارے ایک بستی ہے۔ التلویح میں مذکور ہے کہ ایلہ کے بادشاہ کا نام یوحنا بن روبہ ہے۔

"ببحرهم": "ای ببلدهم" اس سے مراد ہے کہ سمندر کے کنارے بسنے والے' کیونکہ یہ لوگ سمندر کے کنارے رہنے والے تھے' ایک روایت میں ہے: "ببحرتهم" اور "بحرة" کا معنی ہے: شہر' یعنی اس شہر کے رہنے والے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر کی زمینیں اور وہاں کی حکومت اس بادشاہ کو عطا کر دی تھیں۔

احد پہاڑ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا حقیقت پر مبنی ہے اور اس کی بہ کثرت نظائر اور شواہد

یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں: بہ ظاہر پہاڑ کا محبت کرنا مستبعد ہے' اس لیے بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس پہاڑ کے پاس رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ انصار ہیں' اور یہ اطلاق مجازی ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں حقیقی معنی مراد لینا بعید نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے احد! ثابت اور برقرار رہ' تجھ پر نبی ہے' صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔
(صحیح البخاری: ۳۶۷۵' سنن ترمذی: ۳۶۹۷' مسند احمد ج۵ ص ۳۳۱)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک سوکھے ہوئے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے' جب آپ کے لیے منبر بنا دیا گیا اور آپ نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا تو ہم نے سنا اس درخت کے تنے سے آپ کے فراق کی وجہ سے اس طرح رونے کی آواز آ رہی تھی جس طرح دس ماہ کی حاملہ اونٹنی چلاتی ہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس تنے پر رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۸۵' مسند احمد ج۵ ص ۱۰۲) ایک روایت میں ہے: آپ نے اس کو سینہ سے لگایا تو وہ بچے کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا' پھر چپ ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۹۵) اگر آپ اس کو سینہ سے نہ لگاتے تو وہ قیامت تک اسی طرح روتا رہتا۔ اس سے معلوم ہوا: وہ تنا آپ سے محبت کرتا تھا۔

ایک یہودی عورت نے خیبر میں آپ کو بکری کا زہر آلودہ گوشت کھلایا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب نے اس کو کھایا' پھر

آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: رُک جاؤ! پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا: تم نے اس میں زہر ملایا تھا' اس نے آپ سے پوچھا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: اس کے پاؤں کی ہڈی نے' جو آپ کے ہاتھ میں تھی' اس نے کہا: ہاں!

(دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۲۱۰)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھ کو سلام کرتا تھا' میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۷' سنن ترمذی: ۳۶۲۴' مسند احمد ج ۵ ص ۸۹)

حضرت عبد اللہ بن قرط یمانی بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھ اونٹنیاں لائی گئیں' ان میں سے ہر ایک آپ کی طرف گردن بڑھا رہی تھی کہ آپ اس سے ذبح کی ابتداء کریں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۶۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۶۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایک سفر میں دیکھا کہ ایک اونٹ نے آ کر آپ کو سجدہ کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹ نے آپ سے کلام کیا اور آپ کو سجدہ کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۶۔۵۳۱۔۵۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بھیڑیے نے آپ سے کلام کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہرنی نے آپ سے کلام کیا اور کلمہ پڑھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۳۔۵۴۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گوہ نے آپ سے کلام کیا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۵۔۵۴۴)

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاسق جن اور انس کے علاوہ ہر چیز کو علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی بعض اطراف میں جا رہا تھا' آپ کے سامنے جو پہاڑ یا درخت آتا' وہ کہتا تھا: "السلام علیک یا رسول اللّٰہ!"۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲۶)

میں کہتا ہوں کہ جب بہ کثرت احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ شجر و حجر اور حیوانات آپ کو پہچانتے تھے' آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے اور آپ سے محبت کرتے تھے تو اُحد پہاڑ کا آپ سے محبت کرنا کیسے بعید ہو سکتا ہے!

آپ پہاڑ کی محبت کا جواب بھی محبت سے دیتے تھے

نیز میں کہتا ہوں کہ آپ نے فرمایا: اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے' ہم اس سے محبت کرتے ہیں' اس سے یہ معلوم ہوا کہ پتھر کے دل میں بھی آپ کی محبت ہے سو جس انسان کے دل میں آپ کی محبت نہ ہو وہ پتھر سے بھی گیا گزرا ہے اور پتھر وہ حقیقت ہے جس میں نرمی اور محبت نہیں ہوتی' اس لیے جس شخص میں محبت نہ ہو' اس کو سنگ دل اور پتھر دل کہتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کی سیرت کا یہ اعجاز ہے کہ جس حقیقت میں محبت نہیں ہوتی' اس میں بھی آپ کی محبت آ گئی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر پتھر آپ سے محبت کرے تو آپ اسے بھی محروم نہیں کرتے اور اس کی محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں تو انسان اور آپ کا امتی اور غلام آپ سے محبت کرے تو آپ اسے کب محروم کریں گے اور یہ کہ پتھر کے دل میں آپ کی محبت ہو' تو آپ کو اس کا بھی علم ہوتا ہے تو

اگر آپ کے امتی اور غلام کے دل میں آپ کی محبت ہو تو وہ کب آپ سے مخفی رہ سکے گی! اے مالک ارض وسما! ہمارے دلوں میں نبی ﷺ کی محبت بیش از بیش کردے۔ (آمین)

''خرص'' کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کھجور کے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو دیکھ کر یہ اندازہ کرنا کہ اس درخت میں کتنی پکی ہوئی کھجوریں ہوں گی یا باغ کے درختوں کو دیکھ کر باغ کی کل کھجوروں کا اندازہ کرنا کہ اس باغ میں کل کتنی کھجوریں ہوں گی اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' پھر اس حساب سے ان کل کھجوروں میں سے زکوۃ یا عشر نکالنے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور کے نزدیک یہ اندازہ لگانا واجب ہے' اس کو ''خرص'' کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' الشعبی اور ثوری کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۷۹-۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

''خرص'' یہ ہے کہ جب درخت پر تازہ کھجوریں لگ جائیں' جن میں زکوۃ واجب ہو تو سلطان ان کی مقدار کا اندازہ لگانے والے کو بھیجے اور وہ یہ بتائے کہ اس درخت سے اتنی پکی ہوئی کھجوریں یا پکے ہوئے انگور نکلیں گے' پھر حساب لگایا جائے کہ ان میں کتنا عشر واجب ہوگا' پھر درخت والے پر اس عشر کا ادا کرنا واجب کر دیا جائے' پھر درختوں کے مالک کو اس کے پھلوں کے ساتھ چھوڑ دیا جائے' وہ ان درختوں کے پھلوں میں جو چاہے کرے' پھر جب پھل پک جائیں تو ان میں سے عشر نکال لیا جائے۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۹۲' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

مشہور غیر مقلد عالم وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ لکھتے ہیں:

جب کھجور یا انگور یا اور کوئی میوہ درختوں پر پختہ ہو جائے تو ایک جاننے والے شخص کو بادشاہ یا حاکم بھیجتا ہے' وہ جا کر اندازہ کرتا ہے کہ اس میں سے اتنا زیادہ میوہ اترے گا' پھر اس کا دسواں حصہ زکوۃ کے طور پر لیا جاتا ہے' اس کو ''خرص'' کہتے ہیں' آں حضرت ﷺ نے ہمیشہ یہ جاری رکھا اور خلفاء راشدین نے بھی' امام شافعی اور امام احمد اور اہل حدیث سب اس کو جائز کہتے ہیں لیکن حنفیہ نے برخلاف احادیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے' ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے لائق ہے۔

(حاشیہ تیسیر الباری ج ۲ ص ۹۳' نعمانی کتب خانہ لاہور)

''خرص'' کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی مؤید احادیث اور ان کے جوابات

ائمہ ثلاثہ نے اس باب کی حدیث: ۱۴۸۱ سے بھی استدلال کیا ہے' کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے اس باغ کے درختوں کی کھجوروں کا اندازہ لگانے کا حکم دیا' لیکن اس حدیث سے ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے اس اندازہ کے دسویں حصہ میں عشر یا صدقہ دینے کو واجب فرمایا بلکہ ان درختوں کی کھجوروں میں اسی وقت عشر واجب ہوگا' جب ان درختوں سے کھجوروں کو اتارا جائے گا' اس حدیث میں جو اندازہ لگانے کا ذکر ہے' اس سے مقصود نبی ﷺ کا اپنی نبوت پر دلیل قائم کرنا تھا۔ آپ نے دس وسق کھجوروں کا اندازہ لگایا اور آپ نے اس باغ کی مالک عورت سے فرمایا کہ تم اس باغ کی کھجوروں کی پیمائش کر لینا' پھر آپ تبوک چلے گئے' واپس آ کر معلوم کیا تو پتا چلا اس باغ میں اتنی ہی کھجوریں تھیں تو پتا چلا کہ آپ نے وحی الٰہی سے مطلع ہو کر بتایا تھا کہ اس باغ میں دس وسق کھجوریں ہیں اور وحی نبی پر نازل ہوتی ہے' سو اس سے آپ کی نبوت پر دلیل

قائم ہوگئی۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن شہاب سے خبر دی گئی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے خیبر کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ کو یہود کی طرف بھیجتے' پس جب کھجوریں میٹھی ہو جاتیں تو ان کے کھائے جانے سے پہلے وہ ان کا اندازہ کرتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۰۶)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ ابن جریج کو ابن شہاب کی روایت کس نے خبر دی تھی۔

ائمہ ثلاثہ کی تیسری دلیل یہ حدیث ہے:

سعید بن المسیب حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ انگوروں کا بھی اسی طرح اندازہ لگایا جائے جس طرح کھجوروں کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور کشمش سے ان کی زکوۃ لی جائے جس طرح کھجوروں کی زکوۃ چھواروں سے لی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۰۳' سنن ترمذی: ۶۴۴' سنن نسائی: ۲۶۱۷' سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۹)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے لکھ دیا کہ سعید نے عتاب سے کسی چیز کو نہیں سنا۔

سو یہ حدیث منقطع ہے اور حدیث منقطع سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

''خرص'' کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''خرص'' (درخت پر پھلوں کا اندازہ لگانے سے) منع کرتے ہوئے سنا ہے آپ نے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ اگر (درخت پر) پھل ہلاک ہو گئے تو کیا تم اپنے بھائی کا مال باطل کے عوض کھانا پسند کرو گے! (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۲۳۹ ج ۲۳ ص ۳۹۹' شرح معانی الآثار: ۷۰۲)

یعنی اگر تمہارے اندازہ لگانے کے بعد آندھی سے درخت کے پھل گر گئے یا ژالہ باری اور آسمانی بجلی سے پھل جل گئے یا تباہ ہو گئے تو تم ان پھلوں کو کس چیز کے معاوضہ میں لو گے؟

ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے' ان میں سے صحیح بخاری کی حدیث تو ان کے مدعا پر دلالت نہیں کرتی اور باقی احادیث قابل استدلال نہیں ہیں' اس کے بعد وہ ''خرص'' اور اندازہ کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور امام ابوحنیفہ نے جس صحیح حدیث سے استدلال کیا ہے وہ ''خرص'' اور اندازہ کی ممانعت اور تحریم پر دلالت کرتی ہے اور جب اباحت اور تحریم اور حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو یہ متفقہ اصول ہے کہ تحریم کی حدیث کو اباحت کی حدیث پر ترجیح دی جاتی ہے۔

''خرص'' اور اندازہ لگانے میں درخت پر لگے ہوئے تازہ پھلوں کی مقدار کا اندازہ لگا کر اس مقدار کا دسواں حصہ خشک پھل دیئے جاتے ہیں' مثلاً درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا عشر پکی ہوئی کھجوروں یا چھواروں میں سے دیا جاتا ہے اور تازہ انگوروں کا عشر پکے ہوئے انگوروں اور کشمش سے دیا جاتا ہے' جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمادیا ہے' کیونکہ اگر آندھی آنے سے یا ژالہ باری سے یا کسی اور آفت سے درخت کے پھل تباہ اور برباد ہو گئے تو ان کے بدلہ میں جو خشک پھل لے گئے ہیں' ان کا کوئی معاوضہ نہیں ہوگا اور وہ تازہ پھل یا کھیت کی تازہ فصل کے بدلہ میں جو غلہ لیا گیا

ہے وہ کس چیز کے عوض حلال ہوگا! درخت پر لگے ہوئے تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کو مزابنہ کہا جاتا ہے اور کھیت میں لگی ہوئی تازہ فصل کی خشک غلہ کے عوض بیع کو محاقلہ کہا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ دونوں کو حرام قرار دیا ہے' اس کی تفصیل حسب ذیل احادیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری- باب بیع المزابنہ' ص ۳۵۱' دار ارقم' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک پھلوں کی پختگی ظاہر نہ ہو' ان کو فروخت نہ کرو اور تازہ پھلوں کو چھواروں کے عوض فروخت نہ کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۱۸۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۶۷' سنن ترمذی: ۱۲۲۶' سنن نسائی: ۴۵۳۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تازہ کھجوروں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائیں' اور سنبل (گندم یا جو کی بالیاں یا بھٹے) کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سفید ہو جائیں اور قدرتی آفات سے محفوظ ہو جائیں' آپ نے فروخت کرنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۳۵' سنن ابوداؤد: ۳۳۶۸' سنن ترمذی: ۱۲۲۷' سنن نسائی: ۴۵۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''المحاقلہ'' اور ''المزابنہ'' سے منع فرمایا۔

(سنن ترمذی: ۱۲۲۴' صحیح مسلم: ۱۵۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۰)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''المحاقلہ'' یہ ہے کہ کھیت کی فصل کو گندم کے عوض فروخت کیا جائے اور ''المزابنہ'' یہ ہے: کھجور کے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض فروخت کیا جائے' اکثر اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے' انہوں نے ''المحاقلہ'' اور ''المزابنہ'' کو مکروہ قرار دیا ہے۔

حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آیا تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض خریدنا جائز ہے؟ آپ نے حاضرین سے پوچھا: آیا تازہ کھجوریں سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہیں' انہوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۲۵' سنن ابوداؤد: ۳۳۶۰' سنن نسائی: ۴۵۵۹، ۴۵۶۰' سنن ابن ماجہ: ۲۲۶۴' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ ہونے سے پہلے انگوروں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا اور پکنے سے پہلے غلہ کو فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۲۸' سنن ابوداؤد: ۳۳۷۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۷' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ ''زھو'' ہو جائیں' پوچھا گیا کہ ''زھو'' کا کیا معنی ہے؟ فرمایا: وہ سرخ ہو جائیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ جب اللہ تعالیٰ ان پھلوں کو منع کر دے (یعنی وہ درخت سے اترنے سے پہلے ضائع ہو جائیں) تو تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض کھاؤ گے؟ (صحیح البخاری: ۲۱۹۸' صحیح مسلم: ۱۵۵۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درختوں پر تازہ پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض اور کھیتوں میں تازہ فصل کو خشک غلہ کے عوض فروخت کرنے سے اس لیے منع فرمادیا ہے کہ تم نے مثلاً تازہ کھجوروں کے عوض چھوارے لے لیے اور درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں آندھی یا اولوں سے

برباد ہو گئیں تو تم نے جو ان کے معاوضہ میں چھوارے لیے ہیں وہ بلا معاوضہ اور حرام ہوں گے اسی طرح اگر درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا اندازہ کر کے ان کے عشر میں چھوارے دے دیئے اور آندھی یا اولوں سے وہ تازہ کھجوریں گر گئیں یا جل گئیں تو وہ عشر میں لیے ہوئے چھوارے بھی ناجائز ہوں گے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ لگانے سے منع فرمادیا اور ان احادیث کی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ کر کے عشر نکالنے کو مکروہ فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ درخت سے پھل اتارنے کے بعد ان پھلوں میں سے عشر نکالا جائے۔

حضرت امام ابوحنیفہ تو ان احادیث کی بناء پر "خرص" اور اندازہ لگانے کا حکم بیان فرما رہے ہیں اور شیخ وحید الزمان امام اعظم کے قول پر یہ تبصرہ کر رہے ہیں کہ حنفیہ نے برخلاف احادیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے' ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے لائق ہے' میں کہتا ہوں کہ ان کے اس دروغ بے فروغ کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر شیخ وحید الزمان اپنے منہ پر اس جھوٹ کی کالک نہ ملتے تو بہتر تھا! ہمارا انداز تحریر اس طرح نہیں ہے' لیکن چونکہ شیخ وحید الزمان نے ہمارے امام ابوحنیفہ کے متعلق ایک قول شنیع لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قصاص لینے کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا. (الشوریٰ: ۴۰) اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

سو اس وجہ سے ہم نے اپنے مزاج' عادت اور اسلوب کے خلاف شیخ وحید الزمان کے متعلق اس طرح لکھا' بہ قول شاعر:

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

۱۴۸۲ - وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي عَمْرٌو ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ' ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ' عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ' عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ' عَنْ عَبَّاسٍ' عَنْ أَبِيهِ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيقَةٌ' وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطٌ لَمْ يَقُلْ حَدِيقَةٌ.

اور سلیمان بن بلال نے کہا: مجھے عمرو نے حدیث بیان کی' پھر دار بنی الحارث نے' پھر بنی ساعدہ نے اور سلیمان نے کہا از سعد بن سعید از عمارہ بن غزیہ از عباس از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اُحد ایک پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے کہا: ہر وہ باغ جس کے گرد چار دیواری ہو اس کو "حدیقہ" کہتے ہیں اور جس کے گرد چار دیواری نہ ہو اس کو "حدیقہ" نہیں کہتے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث: ۱۴۸۱ میں آچکی ہے اور اس حدیث میں جس باغ کا ذکر ہے' اس کے گرد چار دیواری تھی اسی لیے اس کو "حدیقہ" فرمایا ہے۔

۵۵ - بَابُ الْعُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ مَّاءِ السَّمَاءِ وَبِالْمَاءِ الْجَارِي

جس زمین کو بارش کے پانی اور جاری پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے

وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا.

اور عمر بن عبد العزیز شہد میں کسی صدقہ کو واجب نہیں قرار دیتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۵۲' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت میں ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہد کی ہر دس مشکوں میں سے ایک مشک (یعنی عشر واجب) ہے۔ (سنن ترمذی: ۶۲۹)

شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر کی حدیث کی سند میں کلام ہے اور اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بڑی چیز ثابت نہیں ہے اور اکثر اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے اور امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے کہا: شہد میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی صدقہ بن عبد اللہ ہے وہ حافظ نہیں ہے اور اس حدیث کی روایت میں اس کی مخالفت کی گئی ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۸۷، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ نہیں ہے اور یہی حضرت ابن عمر کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اس میں عشر ہے ابن المنذر نے کہا: شہد میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور نہ اس پر اجماع ہے سو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شہد قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے جب کہ وہ شہد عشری زمین میں ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک پانچ وسق (تین سو کلو گرام) شہد سے کم میں عشر نہیں ہے اور ان کی مراد یہ ہے کہ جب اس کی قیمت پانچ وسق غلہ کی قیمت یعنی دو سو درہم کو پہنچ جائے۔ (المبسوط ج ۳ ص ۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار

ابو سیارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس شہد کے چھتے ہیں، آپ نے فرمایا: عشر ادا کرو، میں نے عرض کیا: اس کو میرے لیے خاص فرما دیجئے، آپ نے اس زمین کو ان کے لیے خاص کر دیا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۶، مصنف عبد الرزاق: ۶۹۷۳، المعجم الکبیر: ۸۸۰، ج ۲۲، مسند ابو داؤد الطیالسی: ۱۲۱۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۴۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ طائف کے عامل نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ شہد والے ہم کو وہ صدقہ نہیں دے رہے جو ہم سے پہلے حکام کو دیتے تھے حضرت عمر نے ان کی طرف لکھا: اگر وہ لوگ تم کو وہ صدقہ دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تب تم ان کی زمین کی حفاظت کرو ورنہ نہ کرو۔ عمرو بن شعیب نے کہا: وہ شہد کی ہر دس مشکوں میں سے ایک مشک دیتے تھے۔

(سنن ابو داؤد: ۱۶۰۰، سنن نسائی: ۲۴۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۳۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ خراسانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شہد میں عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۴۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

سعد بن ابی ذباب بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ شہد میں زکوٰۃ ہے کیونکہ اس مال میں کوئی خیر نہیں ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ ان کی قوم کے لوگوں نے پوچھا: اس میں کتنی زکوٰۃ ہے؟ انہوں نے کہا: عشر ہے پس انہوں نے

ان سے عشر لیا پھر اس کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس کی خبر دی تو حضرت عمر نے اس عشر کو لے کر مسلمانوں کے صدقات میں داخل کر دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۴۸ ' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۳ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابن ابی ذئب نے از زہری سے روایت کی ہے کہ شہد میں عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۴۹ ' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۴ ' دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد سے عشر لیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۴ ' سنن ابو داؤد: ۱۶۰۲)

١٤٨٣ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْأَوَّلِ يَعْنِي حَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ وَبَيَّنَ فِي هٰذَا وَوَقَّتَ وَالزِّيَادَةُ مَقْبُولَةٌ وَالْمُفَسَّرُ يَقْضِي عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبَتِ كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ بِلَالٌ قَدْ صَلَّى فَأُخِذَ بِقَوْلِ بِلَالٍ وَتُرِكَ قَوْلُ الْفَضْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یونس بن یزید نے خبر دی از الزہری از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے سیراب کیا اور چشموں نے سیراب کیا یا اس زمین نے خود اپنی رگوں سے پانی لے لیا اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا گیا اس میں نصف عشر ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر ہے کیونکہ پہلی حدیث یعنی حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا تھا کہ جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور اس میں زکوٰۃ کی مقدار بیان کی گئی ہے اور اضافہ مقبول ہوتا ہے اور حدیث مفسر مبہم پر راجح ہوتی ہے جب اس کو ثقہ راوی بیان کریں جیسا کہ حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے پس حضرت بلال کے قول پر عمل کیا گیا ہے اور حضرت الفضل کے قول کو ترک کر دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی مکمل شرح شرح صحیح البخاری: ۱۰۵۰ میں گزر چکی ہے۔

٥٦ - بَابٌ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے

١٤٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيمَا أَقَلُّ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمان بن ابی صعصعہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے

خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الْإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ إِذَا قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ لِكَوْنِهِ لَمْ يُبَيِّنْ وَيُؤْخَذُ أَبَدًا فِي الْعِلْمِ بِمَا زَادَ أَهْلُ الثَّبَتِ أَوْ بَيَّنُوا.

فرمایا: پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ پانچ اواق چاندی سے کم میں صدقہ ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ (حضرت ابوسعید خدری کی) پہلی حدیث کی تفسیر ہے، جب انہوں نے یہ کہا ہے کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے کیونکہ یہ پہلے بیان نہیں کیا گیا تھا اور ہمیشہ علم میں اضافہ والی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے جب کہ اس کو ثقہ راوی بیان کریں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۵۷ - بَابُ أَخْذِ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ

جب درختوں سے کھجوروں کو اتارا جائے اس وقت صدقہ (عشر) لیا جائے اور کیا بچوں کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کو ہاتھ لگائیں؟

١٤٨٥ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ فَيَجِيءُ هٰذَا بِتَمْرِهِ وَهٰذَا مِنْ تَمْرِهِ حَتّٰى يَصِيرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَلْعَبَانِ بِذٰلِكَ التَّمْرِ فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهُ فِي فِيهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيهِ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْكُلُونَ الصَّدَقَةَ؟

[اطراف الحدیث: ۱۴۹۱-۳۰۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن محمد بن الحسن الاسدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی جاتیں، سو یہ شخص کھجوریں لاتا اور وہ شخص کھجوریں لاتا حتیٰ کہ آپ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا، پس حضرت الحسن اور حضرت الحسین رضی اللہ عنہما ان کھجوروں سے کھیل رہے تھے تو ان میں سے ایک نے کھجور اپنے منہ میں ڈال لی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا تو آپ نے وہ کھجور ان کے منہ سے نکال لی، پس آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل صدقہ نہیں کھاتی!

(صحیح مسلم: ۱۰۶۹، الرقم المسلسل: ۲۴۳۳، سنن نسائی: ۲۶۱۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۸۴، سنن دارمی: ۱۶۴۲، شرح السنۃ: ۱۶۰۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۹، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۳۰۸، ج ۱۵ ص ۲۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۹۴۲۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن محمد بن الحسن المعروف بابن التل الاسدی، یہ ۲۵۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد محمد بن الحسن ابوجعفر، یہ ۲۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابراہیم بن طہمان (۴) محمد بن زیاد (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۱۲)

اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت۔

درختوں سے پھل اتارنے کے بعد ان میں سے کچھ پھلوں کو صدقہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ. (الانعام: ۱۴۱)

جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔

علامہ ابوبکر احمد بن رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' جابر بن زید' محمد بن حنفیہ' حسن بصری' سعید بن مسیب' طاؤس' زید بن اسلم' قتادہ اور ضحاک کا یہ قول ہے کہ اس حق سے مراد عشر اور نصف عشر ہے اور حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس حق کو اس حدیث نے منسوخ کر دیا جس میں عشر اور نصف عشر کو فرض کیا گیا اور یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ قرآن کے حکم کو سنت سے منسوخ کرنا جائز ہے' حسن بصری سے روایت ہے کہ اس حکم کو زکوۃ نے منسوخ کر دیا' ضحاک نے کہا ہے کہ قرآن میں مذکور ہر صدقہ کو زکوۃ نے منسوخ کر دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت محکم (غیر منسوخ) ہے اور فصل کی کٹائی کے وقت اس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور یہ حق زکوۃ کے علاوہ ہے اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور درخت سے اتارنے اور فصل کاٹنے سے منع فرمایا ہے' سفیان بن عیینہ نے کہا: یہ ممانعت اس لیے ہے تاکہ دن میں کٹائی کے وقت مساکین آ سکیں۔ مجاہد نے کہا: جب فصل کاٹی جائے تو اس میں سے کچھ حصہ مساکین کو دیا جائے اسی طرح جب درخت سے کھجوریں اتاری جائیں تو کچھ کھجوریں ان کو دی جائیں اسی طرح جب ان کو صاع کے حساب سے ماپا جائے تو ان کو کچھ کھجوریں دی جائیں۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۹ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کھجور کے درختوں' پھلوں کی بیلوں' زیتون اور انار کے ذکر کے بعد یہ فرمایا کہ جب تم درختوں اور بیلوں سے پھل اتارو یا کھیتوں سے فصل کاٹو تو کٹائی کے دن ان میں سے کچھ مقدار کا صدقہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قلیل اور کثیر کا فرق نہیں کیا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ زمین سے قلیل پیداوار حاصل ہو یا کثیر اس میں صدقہ کرنا واجب ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ. (البقرہ: ۲۶۷)

اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قلیل اور کثیر کا فرق نہیں کیا اور مطلقاً یہ فرمایا کہ زمین کی پیداوار سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو' زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

اور اللہ کی راہ میں کتنا خرچ کیا جائے' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث نے بیان کر دیا' اور وہ یہ ہے کہ اگر بغیر آلات کے زمین کو پانی سے سیراب کیا جائے تو اس میں عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) ہے اور اگر آلات کے ذریعہ زمین کو پانی سے سیراب کیا جائے تو اس میں نصف عشر (پیداوار کا بیسواں حصہ) ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو باغ یا کھیت بارش سے یا چشموں سے یا زمین کے اندرونی پانی سے سیراب کیا گیا ہو' اس میں عشر ہے اور جس کو کنویں کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۸۳، صحیح مسلم: ۹۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۶، سنن نسائی: ۲۴۸۹، سنن ترمذی: ۶۴۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا اور مجھے یہ حکم دیا کہ جس زمین کو بارش نے سیراب کیا ہو یا وہ بارانی زمین ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں کے ذریعہ پانی حاصل کر کے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۸، سنن نسائی: ۲۴۸۹، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۱)

نیز امام ابو منصور ماتریدی لکھتے ہیں:

اہل تاویل کا اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں کٹائی کے دن جو حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اس حق سے کیا مراد ہے امام ابن جریر نے کہا: اس آیت میں زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے نفلی صدقات مراد ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے سو یہ آیت آیت زکوٰۃ سے منسوخ ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ اس آیت میں حق ادا کرنے سے مراد زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور زکوٰۃ کی مقدار منسوخ ہوئی ہے سرے سے زکوٰۃ منسوخ نہیں ہوئی کیونکہ پہلے وہ درخت سے اتارے ہوئے تمام پھل صدقہ کر دیتے تھے اور آیت زکوٰۃ سے تمام پھلوں کا صدقہ کرنا منسوخ ہو گیا اور زکوٰۃ کی مقدار کے مطابق صدقہ کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے (اور وہ عشر یا نصف عشر ہے)۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۱۸۰، ج ۲، ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

سادات پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر صدقہ حرام ہے امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے، فقہاء مالکیہ کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں: (۱) جواز (۲) منع (۳) آپ کی آل کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اور فرض صدقہ دینا منع ہے (۴) فرض صدقہ دینا جائز ہے اور نفلی صدقہ دینا منع ہے، کیونکہ لوگ نفلی صدقہ دینے میں احسان جتاتے ہیں اور فرض میں احسان نہیں جتاتے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

جن سادات پر صدقہ حرام ہے ان کے مصادیق

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اے بنو ہاشم! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر لوگوں کا غسالہ (دھوون) اور میل کچیل حرام کر دیا ہے اور اس کے عوض میں تم کو خمس کا خمس عطا فرمایا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۵۴۳، ۱۱۰۲۰، نصب الرایہ ج ۲ ص ۴۰۹) اس کے برخلاف ان کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے کیونکہ فرض صدقہ میں مال پانی کی طرح ہے۔ فرض کے ساقط ہونے سے وہ میل کچیل کے ساتھ ملوث ہو جاتا ہے اور نفلی صدقہ ایسے ہے جیسے پانی سے ٹھنڈک حاصل کی جائے اور بنو ہاشم سے مراد آل علی، آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل الحارث بن عبد المطلب اور ان کے آزاد کردہ غلام ہیں، کیونکہ یہ لوگ ہاشم بن عبد مناف کی طرف منسوب ہیں اور قبیلہ کی نسبت ہاشم کی طرف ہے اور رہے ان کے آزاد کردہ غلام تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام نے آپ سے سوال کیا: کیا میرے لیے صدقہ حلال ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! تم ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۵۰، سنن ترمذی: ۶۵۷، سنن نسائی: ۲۶۱۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲، صحیح ابن حبان: ۳۲۹۵، المستدرک ج ۱ ص ۴۰۴، مسند احمد

ج ۹ ص ۱۰۸ طبع قدیم) (ارشاد الساری ج ۳ ص ۶۸۰–۲۷۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مسجد میں اور سلطان کے پاس صدقات جمع کرانے اور جن کاموں میں عام لوگوں کا مفاد ہو ان کو مسجد میں انجام دینے کا جواز اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ صدقات سلطان یا سربراہِ مملکت کے پاس جمع کرائے جائیں۔

مسجد میں نمازوں کے علاوہ ان اُمور کو بھی سرانجام دیا جائے جن کا تعلق مسلمانوں کے مفادِ عامہ کے ساتھ ہو' کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں صدقات کو جمع کیا اور مسجد کو اس کا مخزن بنایا اور آپ نے بحرین کے مال کو بھی مسجد میں جمع کرنے کا حکم دیا اور آپ نے اس مال کو مسجد میں ہی تقسیم کیا اسی طرح آپ وفود سے ملاقات کرنے کے لیے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے بھی مسجد میں ہی بیٹھتے تھے اور جس کام کا تعلق کسی ایک فرد کے نفع کے ساتھ ہو اس کو مسجد میں کرنا جائز نہیں ہے جیسے کپڑے بنانا یا بڑھئی اور کارپینٹر کا کام کرنا' البتہ مسجد میں قرآن اور حدیث کی اور دیگر دینی کتابوں کی تعلیم دینا جائز ہے' کیونکہ اس کا تعلق مفادِ عامہ کے ساتھ ہے۔

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما مسجد میں کھجوروں سے کھیل رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانا اور ان کا مسجد میں کھیلنا جائز ہے بہ شرطیکہ وہ اتنے چھوٹے بچے نہ ہوں جن کے پیشاب نکلنے کا خطرہ ہو یا ان کے بھاگنے دوڑنے اور رونے اور چلانے سے نمازیوں کی نماز میں خلل پڑنے کا خطرہ ہو' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں سے اور اپنی لڑائیوں سے اور اپنی حدود سے اور اپنی خرید و فروخت سے محفوظ رکھو۔ (المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۷۳' مصنف عبد الرزاق: ۱۷۲۶' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶)

جو امور بڑوں کے لیے جائز ہیں وہ بچوں کے لیے بھی جائز ہیں اور ایسے بچوں کو مسجد میں لانا جائز ہے جو باادب ہوں اور ان کو جس بات سے منع کیا جائے وہ اس سے باز آ جائیں۔

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک نے صدقہ کی کھجور منہ میں ڈال لی تو آپ نے وہ کھجور ان کے منہ سے نکال لی اور فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کی آل صدقہ نہیں کھاتی' اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو بھی وعظ اور نصیحت کرنی چاہیے۔

اسی طرح اگر کوئی لڑکی بڑی ہو جائے تو اس کے ولی کو چاہیے کہ وہ اس لڑکی کو بناؤ سنگھار سے روکے اور پردہ کرنے کی ہدایت کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۸۵-۳۸۴' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۵۸- بَابُ مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ وَقَدْ وَجَبَ فِيهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ فَأَدَّى الزَّكٰوةَ مِنْ غَيْرِهِ أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيهِ الصَّدَقَةُ

جس نے اپنے پھل فروخت کیے یا کھجور کے درخت یا زمین یا کھیت حالانکہ اس میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا' پس اس نے کسی اور مد میں سے زکوٰۃ ادا کر دی یا اس نے اپنے وہ پھل فروخت کیے جن میں صدقہ واجب نہیں ہوا تھا

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا. فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلَى أَحَدٍ، وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الزَّكَوٰةُ مِمَّنْ لَمْ تَجِبْ.

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: تم پھلوں کو مت فروخت کرو حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ہو جائے پس آپ نے پھل پکنے کے بعد اس کو فروخت کرنے سے کسی کو منع نہیں فرمایا اور جس پر زکوۃ واجب ہے آپ نے اس کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا جس پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

امام شافعی کا پکے ہوئے پھلوں کی بیع کو ناجائز قرار دینا' اور امام بخاری کا ان پر رد کرنا کہ یہ حدیث کے خلاف ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے اصل باغ کو فروخت کر دیا یا اس کی زمین کو فروخت کر دیا اور اس میں اس کا کھیت تھا یا اس کے ایسے پھل لگے ہوئے تھے جن کا پختہ ہونا ظاہر ہو چکا تھا تو اس کا فروخت کرنا جائز ہے اور ان پھلوں کی زکوۃ خریدار پر ہے' سوا اس کے کہ خریدار نے پہلے ہی زکوۃ نہ دینے کی شرط لگائی ہو' اور اس قول کی وجہ یہ ہے کہ پھلوں میں زکوۃ تب واجب ہوتی ہے جب ان میں مٹھاس آ جائے' پس جب مالک نے اس وقت پھل بیچے جب ان میں مٹھاس آ چکی تھی تو اس نے خریدار کا مال بیچا اور مساکین کا حصہ اس کے ساتھ ہے' پس یہ اس پر محمول کیا جائے گا کہ خریدار اس زکوۃ کا ضامن ہے اور یہ زکوۃ اس پر لازم ہے۔

امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ خریدار کو اس میں اختیار ہے کہ وہ ایسی بیع کو نافذ کرے یا اس کو رد کر دے' پس پھلوں کا عشر خریدار سے لیا جائے گا اور وہ اس کی مقدار کے مطابق فروخت کرنے والے سے وصول کرے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عشر وصول کرنے والا پھلوں سے عشر لیتا ہے' پس خریدار اس عشر کی مقدار فروخت کرنے والے سے وصول کرے گا اور یہ ایسے ہے جیسے فروخت کی ہوئی چیز میں کوئی عیب نکل آئے تو پھر اس کے حساب سے فروخت کرنے والے سے قیمت وصول کی جاتی ہے۔

امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ یہ بیع فاسد ہے کیونکہ اس نے اس چیز کو فروخت کیا جس کا وہ مالک ہے اور جس کا وہ مالک نہیں ہے' وہ مساکین کا حصہ ہے' پس صدقہ فاسد ہو گیا' پس امام بخاری نے امام شافعی کے اس قول کو رد کیا ہے کیونکہ امام بخاری نے کہا: پس رسول اللہ ﷺ نے پھل پکنے کے بعد اس کو فروخت کرنے سے کسی کو منع نہیں کیا اور جس پھل پر زکوۃ (عشر) واجب ہے' آپ نے اس کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا جس پر زکوۃ واجب نہیں ہے اور امام شافعی نے پھل پکنے کے بعد اس کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے' پس جس پھل کے فروخت کرنے کو نبی ﷺ نے جائز اور مباح قرار دیا ہے' اس اباحت کی امام شافعی نے مخالفت کی ہے۔

امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اس پر متفق ہیں کہ جس شخص نے ایسے باغ کو فروخت کیا' جس میں ابھی پھل نہیں پکے تو یہ بیع جائز ہے اور ان کا عشر خریدار کے ذمہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب پھلوں کی کٹائی کا وقت آئے تو ان کا حق یعنی عشر ادا کرو (الانعام: ۱۴۱) اور نبی ﷺ نے جو پکنے سے پہلے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے تو یہ ممانعت صرف پھلوں کے ساتھ خاص ہے' پھلوں کے باغ یا اس کی زمین کے ساتھ متعلق نہیں ہے' کیونکہ اگر پھلوں کو پکنے سے پہلے فروخت کر دیا تو یہ خدشہ ہے کہ وہ پھل آندھی سے گر جائیں گے یا کسی آفت سے جل جائیں گے تو خریدار کا مال بلا عوض جائے گا لیکن اگر اس نے اس باغ یا اس زمین کو فروخت کیا ہے جس کے پھل ابھی نہیں پکے تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ یہ بیع اس باغ اور زمین کی ہوئی ہے' پھلوں کی نہیں ہوئی لہذا

دونوں صورتوں کا فرق واضح ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۸۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

١٤٨٦ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا، قَالَ حَتّٰى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۱۸۳۔ ۲۱۹۴۔ ۲۱۹۹۔ ۲۲۴۷۔ ۲۲۴۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع کیا حتیٰ کہ ان کا پختہ ہونا یا پکنا ظاہر ہو جائے اور جب آپ سے ان کے پکنے (کی علامت) کے متعلق سوال کیا جاتا تو آپ فرماتے: حتیٰ کہ وہ قدرتی آفت سے بچ جائے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۳۴' الرقم المسلسل: ۳۷۸۸' سنن ابوداؤد: ۳۳۶۷' سنن ترمذی: ۱۲۲۶' سنن نسائی: ۴۵۵۱' مصنف عبد الرزاق: ۱۴۳۱۵' مسند ابویعلیٰ: ۵۷۹۸' صحیح ابن حبان: ۴۹۹۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۹۹' شرح السنۃ: ۲۰۷۷' مسند الطحاوی: ۳۳۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۵۲۵' ج ۸ ص ۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۹۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع کیا حتیٰ کہ ان کا پکنا ظاہر ہو جائے یعنی پھلوں کے پکنے کے بعد ان کو فروخت کرنا جائز ہے' اور اس جملہ سے امام بخاری نے امام شافعی کا رد کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو ہم نے عنوان کی شرح میں علامہ ابن بطال کے حوالے سے ذکر کی ہے' علامہ عینی نے اسی شرح کو علامہ ابن بطال کا نام لیے بغیر ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۲۰)

امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر کا بے جا قید کا اضافہ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف یعنی امام بخاری کے نزدیک پھلوں کے پکنے کے بعد ان کو فروخت کرنا جائز ہے' خواہ اس میں درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ کر کے ان میں عشر کو واجب کر دیا گیا ہو اور یہ فقہاء کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب اندازہ سے پھلوں کی مقدار کا تعین کر کے ان میں عشر کو واجب کر دیا گیا ہو تو پھر ان پھلوں کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اب ان پھلوں میں مساکین کا حق متعلق ہو چکا ہے' اور یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو پھلوں کے پکنے کے بعد ان کی بیع کے جواز پر محمول کیا ہے اور پھلوں کی مقدار کے اندازہ سے پہلے پر محمول کیا ہے تاکہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو۔ امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے: جس نے اپنے پھل فروخت کیے حالانکہ ان میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا' امام بخاری نے اپنے اس قول سے ان علماء کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ پھلوں میں مطلقاً عشر واجب ہے' خواہ ان کی مقدار نصاب (پانچ وسق) کو پہنچی ہو یا نہیں اور ان کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ پھلوں کو فروخت کرنے کے بعد ان کا عشر یا صدقہ ساقط ہو جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی عبارت میں یہ نکتہ آفرینی اس لیے کی ہے تاکہ امام ابوحنیفہ پر رد کیا جائے' جو یہ کہتے

ہیں کہ پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے خواہ ان کی مقدار پانچ وسق ہو یا نہ ہو لیکن حافظ ابن حجر کی یہ کوشش بالکل فضول اور قطعاً عبث ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ. (الانعام: ۱۴۱) اور جب پھلوں کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جب درخت پر پھلوں کی مقدار پانچ وسق ہو تو ان کا حق ادا کرو' بلکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً کٹائی کے دن پھلوں کا حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے خواہ ان کی مقدار پانچ وسق ہو یا نہ ہو' غور کریں تو اس قید سے مسکینوں کا حق مارا جائے گا کیونکہ اگر پانچ وسق سے کم پھل اتارے گئے تو پھر مسکینوں کو عشر نہیں دیا جائے گا اور باغ کا مالک ہر دفعہ پانچ وسق سے کم پھل اتارے گا تا کہ اس کے باغ کے پھلوں سے مسکینوں کو عشر نہ دینا پڑے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق وہ جب بھی اپنے درختوں سے پھل اتارے گا تو اسے ہر دفعہ اور ہر صورت میں عشر دینا پڑے گا خواہ پھلوں کی مقدار پانچ وسق سے کم ہو یا زیادہ۔

امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے درخت سے پھل فروخت کیے جن میں صدقہ یا عشر واجب ہو چکا تھا۔ حافظ ابن حجر نے اس عبارت کو اپنے مذہب کے مطابق ڈھالنے کے لیے اس میں یہ پیوند لگایا کہ ان پھلوں کی مقدار نصاب کو پہنچ چکی ہو تا کہ ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ ہو جو نصاب کا اعتبار نہیں کرتے اور پھلوں میں مطلقاً عشر کو واجب کرتے ہیں اور حافظ ابن حجر کی یہ کوشش اس لیے عبث ہے کہ نہ قرآن مجید میں پانچ وسق کی قید ہے نہ اس حدیث میں ہے اور نہ امام بخاری کی اس عبارت میں ہے۔

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ظاہر قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ کٹائی کے دن عشر کا ادا کرنا واجب ہے اور چونکہ ان کے نزدیک عشر کا ادا کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے' جب پھلوں کی مقدار پانچ وسق (تین سو کلو گرام) ہو' اس لیے امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر یہ پیوند کاری کرتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اس مقدمہ کی تصحیح کے لیے پھل پکنے کے وقت اندازہ لگانے کا اعتبار کیا ہے تا کہ مساکین کا حق متعلق ہو سکے اور اندازہ لگانے کے مقدمہ کو اس عبارت میں لپیٹ دیا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۷، دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یعنی جب کوئی شخص یہ اندازہ لگائے گا کہ اس درخت کے پھل نصاب کی حد یعنی پانچ وسق کو پہنچ گئے ہیں' تب اس درخت کے پھلوں میں عشر واجب ہوگا۔ حافظ ابن حجر کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ پانچ وسق کا اندازہ لگانے کا ذکر امام بخاری کی عبارت میں صراحۃً نہیں ہے' لیکن چونکہ امام بخاری نے مطلقاً یہ کہا ہے کہ جس نے اپنے درخت کے پھل فروخت کیے حالانکہ ان میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا' اور حافظ ابن حجر کے نزدیک مطلقاً پھلوں پر عشر واجب نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی شخص ان پھلوں کو دیکھ کر یہ اندازہ نہ لگائے کہ ان پھلوں کی مقدار نصاب یعنی پانچ وسق کو پہنچ گئی ہے' اس لیے وہ کہتے ہیں کہ امام بخاری کی عبارت کو صحیح کرنے کے لیے ان کی عبارت میں یہ قید لگانی پڑے گی اور ان کی عبارت میں یہ جملہ محذوف ماننا پڑے گا۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی یہ عبارت امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق بالکل صحیح ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا اطلاق اس کا مؤید ہے اور مساکین کا فائدہ بھی اسی طرح ہوتا ہے کہ پانچ وسق کی قید کے بغیر مطلقاً پھلوں پر عشر واجب کیا جائے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی عبارت میں پانچ وسق کا اندازہ لگانے کی اس قید کا جو اضافہ کیا ہے وہ امام بخاری کو زبردستی اور سینہ زوری سے شافعی بنانے کی کوشش ہے' ورنہ اس قید اور اس اضافہ کے بغیر امام بخاری کی عبارت بالکل صحیح ہے۔

ہم نے حافظ ابن حجر کے رد میں جو تقریر کی ہے وہ بہت غامض اور دقیق ہے' غالباً اسی وجہ سے علامہ عینی نے اس جگہ حافظ ابن حجر کے رد سے تعرض نہیں کیا' ورنہ وہ امام ابوحنیفہ کی حمایت اور حافظ ابن حجر پر تنقید کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے' اور اس ناکارہ کی شرح میں یہ محض نعمة الباری ہے کہ اس ذرہ ناچیز کو علم کے اتنے بڑے پہاڑ سے ٹکرانے کی صلاحیت بخشی۔

وللہ الحمد علیٰ ذالک.

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۷۵۱-ج ۴ ص ۱۸۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
① ظہور صلاحیت کی تفسیر میں اختلاف فقہاء ② ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع میں مذاہب فقہاء ③ ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع میں فقہاء احناف کا موقف ④ ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع کے جواز میں فقہاء احناف کے دلائل ⑤ ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کی حدیث کا جواب ⑥ باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع کا شرعی حکم ⑦ پھلوں کے ظہور سے پہلے بیع کا حل ⑧ باغ کے پھلوں کی مروجہ بیع میں پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھنے کا حل۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم کے خصائص اور مصنف کی انفرادی تحقیق پر مشتمل ہے اور یہ ص ۱۸۰ سے ۱۹۱ تک محیط ہے۔

۱٤٨٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۱۹۵-۲۱۹۷-۲۱۹۸-۲۲۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد بن یزید نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ ان کے پکنے کی صلاحیت ظاہر ہو جائے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث میں بیان کی جا چکی ہے۔

۱٤٨٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ. قَالَ حَتّٰى تَحْمَارَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائیں۔

[اطراف الحدیث: ۲۱۹۵-۲۱۹۷-۲۱۹۸-۲۲۰۸][صحیح مسلم: ۱۵۵۵' الرقم المسلسل: ۳۹۰۲' سنن ابوداؤد: ۳۳۷۱-۳۳۷۰' سنن نسائی: ۴۵۲۷' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۱-۲۲۱۷' سنن ترمذی: ۱۲۲۸' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۴۸ رقم: ۲۰۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۲۹' مسند ابو یعلیٰ: ۳۴۷۳' صحیح ابن حبان: ۴۹۹۳' المعجم الکبیر ج ۱ ص ۱۹' شرح السنہ: ۲۰۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۳۳۳- ج ۲۱ ص ۳۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۴۸۶ کا مطالعہ کریں۔

٥٩ - بَابٌ هَلْ يَشْتَرِيْ صَدَقَتَهُ؟

کیا انسان اپنے صدقہ کو خرید سکتا ہے؟

وَلَا بَأْسَ أَنْ يَشْتَرِيَ صَدَقَةَ غَيْرِهِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَاءِ، وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ.

اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ انسان دوسرے کے کیے ہوئے صدقہ کو خریدے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ صدقہ کرنے والے کو منع فرمایا ہے اور دوسرے کو منع نہیں فرمایا۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر جو گوشت صدقہ کیا گیا تھا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کر لیا اور فرمایا: وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۹۵-۵۴۳۰) لہٰذا جب صدقہ کو بلاعوض قبول کیا جا سکتا ہے تو عوض

کے ساتھ اس کو قبول کرنا بہ درجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

۱۴۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، فَبِذٰلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لَا يَتْرُكُ أَنْ يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً.

[اطراف الحدیث:۲۷۷۵-۲۹۷۱-۳۰۰۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سالم کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا' پھر انہوں نے دیکھا کہ اس گھوڑے کو فروخت کیا جارہا ہے لہٰذا انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت طلب کی' تو آپ نے فرمایا: تم اپنے صدقہ کو واپس نہ لو سو اس وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنی صدقہ کی ہوئی کسی چیز کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھتے تو وہ اپنے صدقہ کو برقرار رکھتے۔

(صحیح مسلم:۱۶۲۰' الرقم المسلسل:۴۰۸۶' سنن ابوداؤد:۱۳۲۹' سنن نسائی:۲۶۱۵' سنن ابن ماجہ:۲۳۹۰' مسند ابویعلیٰ:۵۶۹۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳' شرح السنۃ:۱۶۰۳' مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۸۲۳' سنن ابن خزیمہ:۱۲۶۸' مسند احمد ج ۲ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد:۵۲۱ -ج ۸ ص ۱۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:۳۷۳۳' مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اپنے صدقہ کو واپس نہ لو' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کو نہ خریدو۔

صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی اس حدیث کی وجہ سے اکثر علماء نے کہا ہے کہ کسی شخص کا اپنی چیز کو صدقہ کرنے کے بعد پھر اس کو خریدنا مکروہ ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے' خواہ وہ صدقہ فرض ہو یا نفل ہو' لیکن اگر کسی شخص نے اپنے صدقہ کو خرید لیا تو اس کی بیع فسخ نہیں ہوگی اور اولیٰ یہ ہے کہ اس سے بچا جائے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حسن بصری' عکرمہ' ربیعہ اور اوزاعی نے صدقہ کو خریدنے کی اجازت دی ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ کسی کے لیے اپنے صدقہ کو خریدنا جائز نہیں ہے اور اگر خریدا تو بیع فسخ ہو جائے گی لیکن انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس قول کا قائل کون ہے اور قرین قیاس یہ ہے کہ یہ لوگ غیر مقلدین ہیں اور جو لوگ صدقہ کی بیع کو فسخ نہیں قرار دیتے وہ حضرت بریرہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۹۱-۳۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۴۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی

سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُّ أَنْ أَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيْعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِ، وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ، وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهِ.

[اطراف الحدیث: ٢٦٢٣-٢٦٣٦-٢٩٧٠-٣٠٠٣]

از زید بن اسلم از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے ایک گھوڑے کو اللہ کی راہ میں دے دیا' سو جس شخص کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اس کو ضائع کر دیا تو میں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور میرا گمان تھا کہ وہ مجھے سستا بیچ دے گا' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو' خواہ وہ تم کو ایک درہم میں دے کیونکہ صدقہ میں رجوع کرنے والا اس طرح ہے جس طرح کوئی اپنی قے میں رجوع کرے۔

اس حدیث کی تخریج بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

جہاد کے لیے صدقہ کرنے کی فضیلت اور ہبہ کر کے واپس لینے کی کراہت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اس شخص نے اس گھوڑے کو ضائع کر دیا' یعنی وہ شخص اس گھوڑے کو ٹھیک سے چارا اور گھاس نہیں ڈالتا تھا اور اس سے زیادہ مشقت لینے کے بعد اس گھوڑے کی چمپی اور مالش نہیں کرتا تھا۔

اس گھوڑے کو مت خریدو' خواہ وہ ایک درہم میں فروخت کرے۔ اس ارشاد میں آپ نے قیمت کی کمی میں مبالغہ فرمایا ہے۔

صدقہ میں رجوع کرنا اپنی قے میں رجوع کی مثل ہے: اس تشبیہ سے اس فعل کی بُرائی اور قباحت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے مجاہدوں کو گھوڑے فراہم کرنے کی فضیلت ہے اور جس طرح بھی ممکن ہو جہاد کے لیے صدقہ اور خیرات کی جائے اور اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے۔ اس کے مفصل احکام ان شاء اللہ ''کتاب الھبہ'' میں بیان کیے جائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ١٤٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٦٠ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کا ذکر

١٤٩١ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِخْ كِخْ. لِيَطْرَحَهَا، ثُمَّ قَالَ أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے لی اور اس کو اپنے منہ میں رکھ لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھی چھی' تاکہ وہ اس کھجور کو پھینک دیں' پھر فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہم صدقہ کو نہیں کھاتے!

ہر چند کہ اس حدیث کی تخریج اور شرح 'صحیح البخاری: ۱۴۸۵ میں گزر چکی ہے' لیکن یہاں ہم اس کے اہم اور نفیس مباحث کا ذکر کر رہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر کون سا صدقہ حرام ہے؟ آیا صرف فرض یا نفلی صدقہ بھی حرام ہے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر جو صدقہ حرام ہے' اس کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے:

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں قافلہ آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلہ سے کچھ سامان خریدا' پھر اس سامان کو چند اوقیہ چاندی کے نفع پر فروخت کر دیا' پھر آپ نے اس سامان کو بنو عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کر دیا' پھر اس کے بعد فرمایا: اس کے بعد میں کبھی کوئی ایسی چیز نہیں خریدوں گا جس کی قیمت میرے پاس نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۴۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۵۔۳۲۳' شرح معانی الآثار: ۲۸۸۲)

چونکہ اس حدیث میں بنو عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کرنے کا ذکر ہے' اس لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ بنو ہاشم پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ بنی ہاشم پر صدقہ کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ صدقہ فرض ہو یا نفل۔

تاہم اس کی تاویل میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح اغنیاء پر صدقات فرضیہ اور کفارات حرام ہیں اور نفل صدقات اور ہبہ کرنا ان پر حرام نہیں ہے' اسی طرح بنو ہاشم پر بھی زکوٰۃ اور کفارات کو خرچ کرنا حرام ہے اور نفل صدقہ اور ہبہ کرنا ان پر حرام نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آل عبد المطلب پر جو صدقہ کیا تھا وہ نفل صدقہ ہو یا ہبہ ہو' اس تاویل کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں کے علاوہ ہم کو صرف تین احکام کے ساتھ خاص کیا ہے: (۱) پورا پورا وضوء کرنا (۲) اور یہ کہ ہم صدقہ (فرض) نہ کھائیں (۳) اور یہ کہ ہم گدھوں کا گھوڑیوں سے ملاپ نہ کرائیں۔ (سنن ابوداؤد: ۸۰۸' سنن ترمذی: ۱۷۰۱' سنن نسائی: ۱۴۱' سنن ابن ماجہ: ۴۲۶' مسند احمد ج ۱ ص ۷۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ حدیث بیان کی ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ بنو ہاشم پر فرض صدقہ حرام ہے اور پہلے آل عبد المطلب پر جو آپ نے صدقہ کیا تھا' اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے یا پھر وہ نفل صدقہ اور ہبہ تھا اور اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ عام مسلمانوں کے سوا ہم جس حکم کے ساتھ خاص ہیں' وہ یہ ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے' ضروری ہے کہ اس صدقہ سے مراد فرض صدقہ لیا جائے کیونکہ اگر اس سے مراد عام صدقہ لیا جائے تو اس کا اس حدیث سے تعارض لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفع سے حاصل شدہ مال سے آل عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کیا' سو اس تعارض کو اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ اس حدیث میں نفلی صدقہ مراد لیا جائے اور اس حدیث میں فرض صدقہ مراد لیا جائے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مصنف کے نزدیک اس کی ایک اور وقیق وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے اپنے ذاتی مال سے آل عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو زکوٰۃ فرض نہیں تھی' اس لیے لامحالہ آپ نے ان پر نفلی صدقہ کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کہا ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے' اس سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مال نہیں کھاتے' لہٰذا اب بالکل تعارض نہ رہا۔

فافہم وتشکر۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زکوٰۃ حرام ہونے کے متعلق احادیث

باقی رہا یہ کہ بنو ہاشم پر صدقات حرام ہیں' اس کے ثبوت میں ایک تو اسی باب کی حدیث ہے کہ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۹۱' صحیح مسلم: ۱۰۶۹' سنن کبریٰ: ۸۶۳۵' شرح معانی الآثار: ۲۸۹۳)

اور دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے گھر لوٹتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ میرے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی ہے' میں اس کو کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں' پھر مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو' پھر میں اس کو پھینک دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۰' صحیح البخاری: ۲۰۵۵' شرح السنۃ ج ۸ ص ۱۳)

تیسری حدیث یہ ہے:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا: بے شک یہ صدقات لوگوں کا میل کچیل ہیں اور (سیدنا) محمد اور آل (سیدنا) محمد کے لیے حلال نہیں ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۲' سنن ابوداؤد: ۲۹۸۵' سنن نسائی: ۲۶۰۹)

اس سلسلہ میں چوتھی حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عام مسلمانوں کی بہ نسبت ہماری خصوصیت یہ ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔
(سنن ابوداؤد: ۸۰۸' سنن ترمذی: ۱۷۰۱' سنن نسائی: ۱۴۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۹_۲۳۴_۲۲۵_۱۳۲_۹۵_۷۸)

اور اس سلسلہ میں پانچویں حدیث یہ ہے:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے صدقہ لینے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کا غلام ہو تو اس کا شمار اسی قوم سے ہوتا ہے اور بے شک ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۵۰' سنن ترمذی: ۶۵۷' سنن نسائی: ۲۶۱۱' صحیح ابن حبان: ۳۲۹۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲' المستدرک ج ۱ ص ۴۰۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰_۸)

اس سلسلہ میں چھٹی حدیث یہ ہے:

حضرت سلمان فارسی دین حق کی تلاش میں مختلف راہبوں کے پاس گئے' آخر میں جس راہب کے پاس گئے تو اس نے اپنی وفات سے پہلے ان کو بتایا: تم پر ایسے نبی کا سایہ ہے' جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے ساتھ بھیجا جائے گا' اس کی ہجرت کی جگہ میں دو پتھریلی زمینوں کے درمیان بہ کثرت کھجور کے درخت ہیں' اگر تم اس کے پاس جا سکتے ہو تو ضرور جاؤ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ صدقہ نہیں کھائے گا اور ہدیہ کھائے گا' اور اس کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی' تم اس کو دیکھتے ہی پہچان لو گے' حضرت سلمان آپ کے متعلق پوچھتے پوچھتے قبا میں پہنچے' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' حضرت سلمان نے کہا: مجھے معلوم ہوا کہ آپ اور آپ کے اصحاب ضرورت مند ہیں اور میں نے آپ کے لیے صدقہ تیار کیا' پھر میں نے آپ کے سامنے وہ طعام رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم کھاؤ اور خود نہیں کھایا۔ میں نے دل میں کہا: یہ پہلی نشانی ہوئی' پھر میں دوبارہ آپ سے ملنے مدینہ گیا اور میں نے سلام کر کے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے اور میں آپ کی تکریم کے لیے بہت نفیس ہدیہ لایا ہوں تو اس میں سے آپ نے بھی کھایا اور آپ کے اصحاب نے بھی کھایا تو میں نے دل میں کہا: یہ دوسری نشانی ہو گئی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۷۹_۷۷ ملخصاً' دار صادر بیروت' شرح معانی الآثار: ۲۹۱۳)

اس سلسلہ میں ساتویں حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گائے کا گوشت لایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا ہے' آپ نے فرمایا: یہ ان کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔
(صحیح البخاری: ۱۴۹۵' سنن ابوداؤد: ۱۶۵۵' سنن نسائی: ۳۰۰۷' شرح معانی الآثار: ۲۹۱۸)

اس سلسلہ میں آٹھویں حدیث یہ ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی طعام لایا جاتا تو آپ اس کے متعلق سوال کرتے' اگر یہ کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو آپ اس سے کھا لیتے اور اگر یہ کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو پھر آپ اس سے نہیں کھاتے تھے۔
(صحیح مسلم: ۱۰۷۷' الرقم المسلسل: ۲۴۵۲)

اس سلسلہ میں نویں حدیث یہ ہے:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تمہارے پاس کوئی طعام ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہمارے پاس صرف بکری کی ایک ہڈی ہے جو میری باندی کو صدقہ سے دی گئی تھی' آپ نے فرمایا: اس کو میرے قریب لاؤ' بے شک وہ صدقہ اپنے محل (مقام) میں پہنچ چکا ہے۔
(صحیح مسلم: ۱۰۷۳' الرقم المسلسل: ۲۴۴۳' شرح معانی الآثار: ۲۹۱۹)

اس سلسلہ میں "تلك عشرة كاملة" کے تحت دسویں حدیث یہ ہے:
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے' پس فرمایا: تمہارے پاس ہمیں کھلانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا میں وہ گوشت نہیں دیکھ رہا جو ابھی تم کو دیا گیا ہے؟ ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ اس صدقہ کی بکری کا گوشت ہے جو حضرت زینب پر کیا گیا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے تو ہم نے یہ پسند نہیں کیا کہ آپ کے لیے وہ چیز رکھیں جو آپ نہیں کھاتے۔ الحدیث (شرح معانی الآثار: ۲۹۲۲)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ ہاشمی کو زکوۃ اور صدقہ واجبہ دینا جائز نہیں ہے اور اس کو نفلی صدقہ اور ہدیہ دینا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۶۱۔ ۴۹ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۳۶۹۔ ج ۲ ص ۱۰۱۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: آل رسول کو زکوۃ دینے میں مذاہب' چند سطروں پر مشتمل بہت مختصر شرح ہے۔

٦١ - بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى مَوَالِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی باندیوں پر صدقہ

١٤٩٢ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مَيِّتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا. قَالُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردہ بکری دیکھی جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو صدقہ میں دی گئی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے اس کی

إِنَّهَا مَيْتَةٌ؟ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

کھال سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا' گھر والوں نے کہا: یہ مردار تھی' آپ نے فرمایا: اس کا صرف کھانا حرام تھا۔

[اطراف الحدیث: ۲۲۲۱، ۵۵۳۱_۵۵۳۲]

(صحیح مسلم: ۳۶۳' الرقم المسلسل: ۷۸۳' سنن ابوداؤد: ۴۱۲۰_۴۱۲۱' سنن ترمذی: ۱۷۲۷' سنن نسائی: ۴۲۳۵' سنن ابن ماجہ: ۳۶۱۰' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۴۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۸۰' المعجم الکبیر: ۱۱۵۰۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۰۳_ ج ۳ ص ۳۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۶۰۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن عفیر (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود' یہ سات مشہور فقہاء تابعین میں سے ایک ہیں (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۵)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو صدقہ کی بکری دی گئی اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیوں کے اوپر صدقہ حلال ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی باندیوں پر صدقہ کا حرام نہ ہونا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آل کے اس مصداق میں داخل نہیں ہیں جن پر صدقہ حرام ہے' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر صدقہ کرنا حرام نہیں ہے تو ان کی باندیوں پر صدقہ کرنا بطریق اولیٰ حرام نہیں ہوگا' یہی وجہ ہے کہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی پر بکری صدقہ کی گئی اور حضرت عائشہ ام المومنین کی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر گوشت صدقہ کیا گیا۔

بنو ہاشم کے غلاموں پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب

بنو ہاشم کے غلاموں کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ اس اعتبار سے بنو ہاشم میں داخل ہیں کہ ان پر صدقہ کرنا حرام ہے یا نہیں؟ پس فقہاء احناف' ثوری اور ابن الماجشون وغیرہم کا مذہب یہ ہے کہ جس طرح بنو ہاشم پر صدقہ حرام ہے' اسی طرح بنو ہاشم کے غلاموں پر بھی صدقہ کرنا حرام ہے اور ان کا استدلال حسب ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بنو مخزوم سے صدقہ لینے کے لیے بھیجا' اس شخص نے حضرت ابو رافع سے کہا: آپ بھی میرے ساتھ رہیں تو آپ کو بھی صدقہ سے حصہ ملے گا' حضرت ابو رافع نے کہا: میں پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں' پھر وہ آپ کے پاس گئے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کا غلام ہو' اس کا اسی قوم سے شمار ہوتا ہے اور بے شک ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۵۰' سنن ترمذی: ۶۵۷' سنن نسائی: ۲۶۱۱' صحیح ابن حبان: ۳۲۹۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲' المستدرک ج ۱ ص ۴۰۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰_۸)

امام مالک' ابن القاسم اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر صدقہ کرنا جائز ہے' اور انہوں نے مذکور الصدر حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ کسی قوم کا آزاد کردہ غلام اسی قوم سے ہوتا ہے' یہ خصوصیت کے ساتھ حضرت ابو رافع کے بارے میں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ کسی قوم کے آزاد کردہ غلام کا شمار بھی اسی قوم سے ہوتا ہے' ورنہ آپ حضرت ابو رافع سے اس طرح فرما دیتے: تم پر یہ صدقہ حلال نہیں ہے۔

مردار کی رنگی ہوئی کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے صحابہ اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مردار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور اس حدیث سے ان لوگوں کا قول بھی باطل ہو گیا جنہوں نے یہ کہا ہے کہ رنگنے کے بعد مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے' مردار کی کھال سے نفع اٹھانے کے متعلق حسب ذیل سات قول ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کہ کتے اور خنزیر کے علاوہ تمام مرداروں کی کھال ظاہراً اور باطناً پاک ہو جاتی ہے اور وہ ہر خشک اور تر میں استعمال کی جا سکتی ہے خواہ اس مردار کا گوشت کھانا جائز ہو یا نہ ہو۔

(۲) حضرت عمر بن الخطاب' ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی یہی ایک روایت ہے کہ رنگنے سے مردار کی کوئی چیز پاک نہیں ہوتی۔

(۳) ابن المبارک اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ رنگنے سے صرف اس جانور کی کھال پاک ہوتی ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہو۔

(۴) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر کے سوا تمام جانوروں کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

(۵) امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ رنگنے سے کھال کا ظاہر حصہ پاک ہوتا ہے' باطنی حصہ پاک نہیں ہوتا اور اس کا خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے اور تر چیزوں میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے اور اس کے صرف ظاہر حصہ پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

۱۴۹۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ' عَنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ لِلْعِتْقِ' وَاَرَادَ مَوَالِيْهَا اَنْ يَشْتَرِطُوْا' فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرِيْهَا' فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. قَالَتْ وَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ' فَقُلْتُ هٰذَا مَا تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى بَرِيْرَةَ' فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَّلَنَا هَدِيَّةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے کے لیے انہیں خریدنے کا ارادہ کیا اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے اس کے لیے ایک شرط لگانے کا ارادہ کیا' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو خرید لو' ولاء کا مستحق وہ ہوتا ہے جو اس کو آزاد کرے' حضرت عائشہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا' میں نے بتایا کہ یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے' آپ نے فرمایا: وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۶۲ - بَابٌ اِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ — جب صدقہ منتقل ہو جائے

امام بخاری کی اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ جب کسی غیر ہاشمی کو صدقہ دیا جائے اور وہ اس صدقہ کو کسی ہاشمی کو ہدیہ کر دے تو اب چونکہ وہ صدقہ منتقل ہو چکا ہے اور اس کی ملکیت تبدیل ہو گئی اس لیے اب ہاشمی اس صدقہ کو کھا سکتا ہے۔

١٤٩٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ. فَقَالَتْ لَا إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهٖ إِلَيْنَا نُسَيْبَةُ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثَتْ بِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں' مگر وہ چیز جو ہمارے پاس نسیبہ نے بھیجی ہے' اس صدقہ کی بکری سے جو ان کے پاس بھیجی گئی تھی آپ نے فرمایا: بے شک وہ صدقہ اپنے محل میں پہنچ چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۶ میں مطالعہ فرمائیں۔

١٤٩٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى بَرِيرَةَ فَقَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ. وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ۲۵۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ گوشت لایا گیا جو کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا' آپ نے فرمایا: وہ ان پر صدقہ ہے اور وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے اور ابوداؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۳' الرقم المسلسل: ۲۳۵۱' سنن ابوداؤد: ۱۶۵۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۹۶۲' طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۶۰-۲۵۹' مسند ابویعلیٰ: ۳۲۲۲' مشکل الآثار: ۳۳۸۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۱۵۹- ج ۱۹ ص ۲۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ ابن المدینی (۲) یزید بن زریع (۳) خالد الحذاء (۴) حفصہ بنت سیرین' یہ محمد بن سیرین کی بہن ہیں اور سیدۃ تابعات ہیں (۵) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۰)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جو گوشت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا' جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا گیا تو پھر آپ کے لیے اس کا کھانا جائز ہو گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۱ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ، وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا

مال داروں سے صدقہ لے کر فقراء کی طرف لوٹانا خواہ وہ کہیں ہوں

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ایک شہر کے لوگوں کی زکوۃ کو دوسرے شہر کے مستحقین کی طرف لوٹانا جائز ہے'

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ جائز ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ایک شہر کی زکوۃ اسی شہر میں تقسیم کی جائے' تاہم امام مالک کے نزدیک اگر دوسرے شہر میں زکوۃ منتقل کی جائے تب بھی ادا ہو جائے گی اور امام شافعی کے صحیح قول کے مطابق ادا نہیں ہو گی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٤٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحَاقَ' عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ' عَنْ اَبِي مَعْبَدٍ' مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ' حِيْنَ بَعَثَهُ اِلَى الْيَمَنِ اِنَّكَ سَتَاْتِيْ قَوْمًا اَهْلَ كِتَابٍ' فَاِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ اِلٰى اَنْ يَّشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ' فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ' فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ' فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً' تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ' فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ' وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ' فَاِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن اسحاق نے خبر دی از یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی از ابو معبد مولیٰ حضرت ابن عباس' از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: تم عنقریب اہل کتاب کی قوم کی طرف جاؤ گے' سو جب تم ان کے پاس جاؤ تو پہلے ان کو یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں' پس اگر وہ اس دعوت میں تمہاری اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں' پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء کی طرف لوٹا دی جائے گی' پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان کے اموال میں سے عمدہ چیزوں سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی دعا سے ڈرنا کیونکہ مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ صَلٰوةِ الْاِمَامِ' وَدُعَائِهِ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ

زکوۃ دینے والے کے لیے امام کی صلوٰۃ اور دعا

وَقَوْلِهٖ ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ (التوبۃ: ۱۰۳).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد: آپ ان کے مالوں سے زکوۃ لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں گے اور ان کے باطن کو صاف کریں گے اور ان پر صلوٰۃ پڑھئے بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے۔ (التوبۃ: ۱۰۳)

صلوٰۃ کا معنی

حافظ ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

لغت میں صلوٰۃ کا معنی دعا ہے' مگر جس کے لیے دعا کی جاتی ہے اس کے اعتبار سے دعا کا معنی مختلف ہوتا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو

امت پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انہوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے جو عبادت کی ہے اس کو قبول فرمائے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی امت صلوٰۃ پڑھتی ہے تو اس کا معنی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم اور آپ کی تعریف اور تحسین اور یہ دعا کرنا کہ اللہ آپ کو زیادہ قرب اور زیادہ درجہ عطا فرمائے اور اس معنی میں صلوٰۃ آپ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں ہے اور آپ کے سوا کوئی اور اس معنی میں صلوٰۃ کا مستحق نہیں ہے۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۲۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ عینی کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوبہ: ۱۰۳ میں اور اس باب کی حدیث میں جو "صلوٰۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی دعا ہے' اسی لیے امام بخاری نے کہا ہے کہ امام کی صلوٰۃ اور دعا' مثلاً امام زکوٰۃ دینے والے سے کہے: تم نے جو زکوٰۃ دی ہے اللہ اس کا تمہیں اجر عطا فرمائے اور زکوٰۃ دینے کے بعد جو مال تمہارے پاس بچا ہے' اللہ اس میں برکت دے' یا کہے: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اور اس کی اس زکوٰۃ کو قبول فرما۔

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے: زکوٰۃ دینے والے کے لیے امام کی صلوٰۃ اور دعا' اس سے ان کا مقصد مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے اس شبہ کا رد کرنا ہے جو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تھا کہ زکوٰۃ لینے کا حق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. اور ان پر صلوٰۃ پڑھیے' بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے۔ (التوبہ: ۱۰۳)

سو امام بخاری نے یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم آپ کے امام ہونے کی وجہ سے ہے اور مسلمانوں کا ہر امام اس حکم میں داخل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۵۔ ۱۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد نماز جنازہ ہے

علامہ ابو الحسن ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ کا اطلاق احکام شرعیہ میں نماز پر ہوتا ہے' لہٰذا اس آیت میں صلوٰۃ سے مراد نماز جنازہ ہے یعنی جب ان زکوٰۃ دینے والوں میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اگر یہاں نماز سے مراد دعا ہو تو پھر یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کی دعا ان کے لیے باعث طمانیت ہے اور ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور امام کی دعا زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت نہیں ہے' اس لیے یہاں صلوٰۃ سے نماز جنازہ ہی مراد ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ کی تفسیر میں علامہ عینی اور علامہ ابن بطال کے نزاع میں مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ اس تفسیر کی بناء پر یہ لازم آئے گا کہ آپ کو صرف ان مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جو آپ کو زکوٰۃ ادا کر دیں' حالانکہ آپ حتی المقدور تمام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھتے تھے' حتیٰ کہ جب مسجد کی صفائی کرنے والا خادم رات کو فوت ہوا اور صحابہ نے اسے رات ہی کو دفن کر دیا تو آپ ناراض ہوئے کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی' ظاہر ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا' نیز صحیح بخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے: جب لوگ آپ کے پاس اپنے صدقات لاتے تو

آپ فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما' اس سے واضح ہو گیا کہ یہاں پر صلوٰۃ سے مراد ہے: مسلمانوں کے حق میں خیر اور برکت نازل فرما! جیسا کہ علامہ خطابی اور علامہ عینی نے بیان کیا ہے' باقی رہا علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور امام کی دعا تو زکوۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت نہیں ہو سکتی' اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا باعث طمانیت ہوتی ہے' اس درجہ میں تو دوسرے امام کی دعا باعث طمانیت نہیں ہو گی لیکن اس سے کم کسی درجہ میں تو ان کی دعا زکوۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت ضرور ہو گی اور تمام احکام شرعیہ اسی طرح ہیں' مثلاً مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھنے کا حکم ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جس درجہ کا ثواب ملتا ہے کسی اور کی اقتداء میں تو اس درجہ کا ثواب نہیں ملے گا لیکن بہر حال کسی نہ کسی درجہ کا ثواب تو ضرور ملے گا' یا جس طرح آپ کی زیر قیادت جہاد کرنے کا جتنا ثواب ہے کسی اور امیر کی زیر قیادت تو اتنا ثواب نہیں ہو گا لیکن بہر حال اس کو کچھ نہ کچھ ثواب ضرور ہو گا' اسی طرح زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ لے کر دعا دینے کا معاملہ ہے۔

فافہم وتشکر۔

امام پر زکوۃ دینے والے کے لیے دعا کرنا واجب ہے یا مستحب؟

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں جو امام کا لفظ لکھا ہے' اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو امام بھی زکوۃ وصول کرے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ زکوۃ دینے والے کے لیے دعا کرے' بعض ظاہریہ (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ ہر امام کے لیے واجب ہے کہ وہ زکوۃ دینے والے کے لیے دعا کرے' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ واجب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ وصول کرنے کے لیے جو عامل بھیجتے تھے' ان کو یہ حکم دیتے کہ وہ زکوۃ وصول کرنے کے بعد زکوۃ دینے والوں کے لیے دعا کریں حالانکہ اس طرح نہیں ہے نیز امام باقی کفارات اور قرضہ جات وصول کرتا ہے' ان میں اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ دینے والوں کے لیے دعا کرے' سو زکوۃ کے باب میں بھی اس پر دعا کرنا واجب نہیں ہو گا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے اس عنوان کی شرح میں حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کی بعض عبارات کو حوالہ دیئے بغیر من وعن نقل کر دیا ہے' اور نواب صاحب کا اپنی پوری شرح میں یہ وتیرہ ہے اور شروح پر نظر رکھنے والوں کو ان کا سرقہ صاف نظر آتا ہے۔ (عون الباری ج ۳ ص ۲۸۸' دار الرشید حلب' سوریا)

۱۴۹۷ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ عَمْرٍو' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ' قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ' فَاَتَاهُ اَبِيْ بِصَدَقَتِهِ' فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى۔

[اطراف الحدیث: ۴۱۶۶ - ۶۳۳۲ - ۶۳۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ' انہوں نے بیان کیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما' سو میرے والد بھی آپ کے پاس اپنا صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ابو اوفیٰ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۸' الرقم المسلسل: ۲۳۵۳' سنن ابوداؤد: ۱۵۹۰' سنن نسائی: ۲۴۵۹' سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۶' شرح مشکل الآثار: ۲۰۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵۱۹' الاحاد والمثانی: ۲۳۶۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۱۹' المنتقی: ۳۶۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۴۵' صحیح ابن حبان: ۹۱۷' حلیۃ الاولیاء)

ج ۵ ص ۹۶' مصنف عبد الرزاق: ۷۱۹۵۷' سنن کبریٰ: ۲۲۳۹' کتاب الدعاء للطبرانی: ۲۰۱۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۲' شرح السنۃ: ۱۵۶۶' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۹' الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۱۱۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۱۱۔ ج ۳۱ ص ۳۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال' اور حضرت عبد اللہ بن ابو اوفیٰ کا تذکرہ اور امام اعظم کا انہیں پانا

(۱) حفص بن عمر بن الحارث ابو حفص الحوضی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عمرو بن مرہ بن عبد اللہ بن طارق المرادی (۴) حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ' ابو اوفیٰ کا نام علقمہ بن خالد الحارث الاسلمی المدنی ہے' یہ اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں' انہوں نے ۵۳' احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے چودہ امام بخاری نے روایت کی ہیں' یہ کوفہ میں رہنے والے آخری صحابی تھے اور ۸۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ ان سات صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو امام ابو حنیفہ نے ۸۰ھ میں پایا' اس وقت حضرت امام ابو حنیفہ کی عمر ۳ (تین) سال تھی اور یہ وہ عمر ہے جس میں انسان اشیاء کی تمیز اور ادراک حاصل کر لیتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۵)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ کے والد آپ کے پاس زکوٰۃ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ابو اوفیٰ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں مذاہب فقہاء

جو علماء غیر انبیاء پر بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' امام احمد کا بھی یہی قول ہے' امام ابو حنیفہ' ان کے اصحاب' امام مالک اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے غیر پر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ بالاستقلال دعا نہ کی جائے' مثلاً یوں نہ کہا جائے: اے اللہ! ابو بکر کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما' یا عمر کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما' لیکن ان پر بالتبع لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی جائے' مثلاً یوں دعا کی جائے: اے اللہ! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر اور تمام صحابہ اور اہل بیت پر صلوٰۃ نازل فرما۔

رہا یہ سوال کہ جب بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت ابو اوفیٰ کی آل کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا آپ کا حق ہے اور آپ اپنا حق جس کو چاہیں عطا فرما دیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غیر انبیاء علیہم السلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں علماء اہل سنت اور علماء شیعہ کا موقف

علماء شیعہ کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ بعض متعصبین اہل سنت نے لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے: اے اللہ! امیر المؤمنین علی پر صلوٰۃ بھیج' یا فاطمۃ الزہراء پر صلوٰۃ بھیج' تو یہ ممنوع ہے حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت سے عام مسلمانوں پر بھی صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے چہ جائیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور آپ کے ولی پر صلوٰۃ بھیجنا ناجائز ہو۔
(تفسیر نمونہ ج ۸ ص ۱۲۱۔ ۱۲۰' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' طہران' ۱۳۷۵ھ)

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر بھی انفراداً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے۔ (الاقناع مع کشاف القناع ج ۱ ص ۴۳۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)
قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:
امام مالک کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۳۰۵' مطبوعہ دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:
امام مالک اور جمہور کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٣٦٢ مطبوعہ لاہور ١٤٠١ھ)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں جمہور علماء کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے پر اجماع ہے اسی طرح تمام انبیاء اور ملائکہ پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنے کے جواز اور استحباب پر لائق شمار علماء کا اجماع ہے اور انبیاء علیہم السلام کے غیر کے متعلق جمہور کا موقف یہ ہے کہ ان پر ابتداء صلوٰۃ نہ بھیجی جائے' مثلاً ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جائے گا اور ممانعت میں اختلاف ہے' ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ یہ حرام ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے' اور بہت سے علماء نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں' خلاف اولیٰ ہے' کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہم کو اہل بدعت کے شعار سے منع کیا گیا ہے اور مکروہ وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو' ہمارے اصحاب نے کہا: اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سلف کی زبانوں میں صلوٰۃ کا لفظ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے' جیسے اللہ عزوجل کا لفظ اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے' پس جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جائے گا ہر چند کہ آپ عزیز اور جلیل ہیں' اسی طرح ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جائے گا' اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے' اس لیے یہ کہا جائے گا کہ "اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد واصحابہ وازواجہ وذریتہ واتباعہ" کیونکہ اس کے متعلق احادیث صحیحہ وارد ہیں اور ہم کو تشہد میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور خارج از نماز بھی اس پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے اور جہاں تک سلام کا تعلق ہے تو ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ غائب کے حق میں یہ بھی صلوٰۃ کی طرح ہے اور غیر انبیاء پر انفراداً سلام نہیں بھیجا جائے گا' پس علی علیہ السلام نہیں کہا جائے گا اور اس میں زندہ اور مردہ برابر ہیں' اور حاضر کو سلام کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا' مثلاً "السلام علیک" یا "السلام علیکم" کہا جائے گا۔ (الاذکار ص ١٣٦-١٣٥ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

علامہ شمس الدین ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ٧٥١ھ نے سلام بھیجنے کے مسئلہ میں علامہ جوینی سے اختلاف کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

دوسرے علماء نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ سلام کا لفظ ہر مومن کے حق میں مشروع ہے' خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ' حاضر ہو یا غائب' کیونکہ یہ کہنا معروف اور معمول ہے کہ فلاں شخص کو میرا سلام پہنچا دو' اور یہ اہل اسلام کی تحیت (تعظیم) ہے بہ خلاف صلوٰۃ کے کیونکہ وہ رسول کا حق ہے' اس لیے نماز کے تشہد میں پڑھتے ہیں: "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" اور یوں نہیں پڑھا جاتا: "الصلوۃ علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" اور اس سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔

(جلاء الافہام ص ٣٩٠ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات

مجوزین کی ایک دلیل زیر بحث آیت ہے:

صَلِّ عَلَیْہِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ. (التوبہ: ١٠٣) آپ ان پر صلوٰۃ بھیجئے' آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے۔

اور دیگر آیتیں یہ ہیں:

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۔ (یہ) وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے صلوات ہیں اور رحمت۔ (البقرہ: ١٥٧)

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ. (الاحزاب: ٤٣) وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔

ان آیتوں کے علاوہ حسب ذیل احادیث سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ ان کے لیے دعا کرتے: اے اللہ! ان پر رحمت بھیج۔ سو میرے باپ ابواوفی صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ابواوفی کی آل پر رحمت بھیج۔ (صحیح البخاری: ١٤٩٧ صحیح مسلم: ١٠٧٨ سنن ابوداؤد: ١٥٩٠ سنن نسائی: ٢٤٥٩ سنن ابن ماجہ: ١٧٩٦)

امام دارمی نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں ہے: ایک خاتون نے کہا: یارسول اللہ! مجھ پر اور میرے خاوند پر صلوٰۃ بھیجئے تو آپ نے ان پر صلوٰۃ بھیجی۔ (سنن الدارمی: ٤٦ مسند احمد ج ٣ ص ٣٩٨۔ ٣٠٣ صحیح ابن حبان: ٩٥٤ مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٥١٩)

قیس بن سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنی صلوات اور رحمت بھیج۔ (سنن ابوداؤد: ٥١٨٥ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ٣٢٥)

ان آیات اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ ان آیات اور احادیث میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حکم اور کسی قاعدہ کا پابند نہیں ہے وہ جس کو چاہے صلوٰۃ بھیجے اور جو چاہے کرے اور صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے وہ اپنا حق جس کو چاہیں عطا کردیں سو یہ آیات اور احادیث ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ ہمارا موضوع یہ ہے کہ امت کسی غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجے اور یہ چیز ان آیات اور احادیث سے ثابت نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی ممانعت کے دلائل

امام ابن عبدالبر متوفی ٤٦٣ھ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا. (النور: ٦٣) تم آپس میں رسول کی دعا کو ایسا نہ قرار دو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے لیے دعا کرتے ہو۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا میں صلوٰۃ کا ذکر ہو اور مسلمان ایک دوسرے کے لیے دعا میں بھی صلوٰۃ کا ذکر کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کے لیے دعا میں کوئی امتیاز نہیں رہے گا حالانکہ اس آیت کا یہ تقاضا ہے کہ ان میں امتیاز ہونا چاہیے۔

(الاستذکار ج ٦ ص ٢٦٣ طبع بیروت ١٤١٣ھ التمہید ج ٧ ص ٩٩ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤١٩ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی شخص کا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا میرے علم میں جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٥١٩ مصنف عبدالرزاق: ٣١١٩ سنن کبریٰ ج ٢ ص ١٥٣ الاستذکار ج ٦ ص ٢٦٣ التمہید ج ٧ ص ٩٩

امام عبدالرزاق نے یہ اثر اس طرح روایت کیا ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انبیاء کے سوا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے۔ سفیان نے کہا: نبی کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔ (المصنف: ٣١١٩ المعجم الکبیر: ١١٨١٣ ج ١١)

امام مالک وغیرہ نے عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر (مبارک) پر کھڑے ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرتے۔ (الاستذکار ج ٦ ص ٢٦٣ التمہید ج ٧ ص ٩٩)

موطا امام مالک کے موجودہ نسخوں میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کھڑے ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر صلوٰۃ بھیجتے۔ (رقم الحدیث:٤٦٦) امام ابن عبد البر نے اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ کو اس روایت کے درج کرنے میں مغالطہ ہوا ہے، صحیح روایت اسی طرح ہے جس طرح مذکور الصدر عبارت میں ذکر ہے۔

(الاستذکار ج ٦ ص ٢٦٣، التمہید ج ٧ ص ٩٩)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص کسی شخص پر صلوٰۃ نہ بھیجے، باقی لوگوں کے لیے دعا کی جائے اور ان پر رحمت بھیجی جائے۔ (الاستذکار ج ٦ ص ٦٣)

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے غیر پر تبعاً صلوٰۃ و سلام بھیجنا جائز ہے اور انفراداً اور استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور صرف سلام بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔ یہی جمہور کا مسلک اور یہی ہمارا موقف ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث 'شرح صحیح مسلم: ٢٣٨٨- ج ٢ ص ١٠١٨' پر مذکور ہے، اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ ② غیر انبیاء کے لیے لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے کے دلائل ③ غیر نبی کے لیے صلوٰۃ بھیجنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات ④ غیر نبی پر صلوٰۃ اور سلام کے مسئلہ میں علماء کی آراء ⑤ حرف مدعا۔

ہر چند کہ شرح صحیح مسلم میں بھی یہ بحث تفصیل سے لکھی گئی ہے، لیکن یہاں نعمۃ الباری میں اس کی زیادہ تحقیق ہے، نیز ہم نے اپنی تفسیر 'تبیان القرآن' میں التوبہ: ١٠٣' کے تحت اس سے زیادہ لکھا ہے۔

٦٥ - بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ — جو چیزیں سمندر سے نکالی جاتی ہیں

یعنی جو چیزیں سمندر نکالی جاتی ہیں آیا ان میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ هُوَ شَيْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عنبر رکاز (کان یا دفینہ) نہیں ہے، یہ وہ چیز ہے جس کو سمندر ساحل پر پھینک دیتا ہے۔

یہ تعلیق سنن بیہقی ج ٤ ص ١٤٦ میں سند کے ساتھ مذکور ہے، اور مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٥٣ (مجلس علمی، بیروت) میں ہے۔

عنبر کے معنی کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

عنبر خوشبو کی ایک قسم ہے، علامہ کرمانی نے لکھا ہے: یہ سمندر کا جھاگ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ سمندری جانور کی لید ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ سمندر کی تہ میں ایک قسم کی گھاس ہے جس کو بعض سمندری جانور کھاتے ہیں، ابن سینا نے کہا: یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ کسی سمندری جانور کی لید یا قے ہے، لیکن یہ بہت بعید قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٧٣، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

حکیم مظفر حسین اعوان نے لکھا ہے:

عنبر ایک مچھلی (سپرم ویل) کے شکم سے نکلتا ہے، اس کی صورت اکثر گول ہوتی ہے، اس لیے اسے شامہ بھی کہتے ہیں، اس کا وزن نصف کلو سے لے کر دس کلو تک ہوتا ہے، یہ موم مادہ ہے جو سرد پانی میں حل نہیں ہوتا ہے لیکن گرم پانی میں گداز ہو جاتا ہے۔

(کتاب المفردات ص ٣٦، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور)

مولوی فیروز الدین لکھتے ہیں:

ایک مشہور اور نہایت عمدہ قسم کی خوشبو کا نام ہے، جو ایک قسم کا موم ہے، کوہستان ہند اور چین میں شہد کی مکھیوں سے حاصل ہوتا ہے

بعض کا خیال ہے یہ ایک قسم کی دریائی گائے کا گوبر ہے' مگر یہ درست نہیں۔ (فیروز اللغات فارسی' حصہ دوم ص ۱۵۵' فیروز سنز لاہور' ۱۹۶۸ء)

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ.

اور حسن بصری نے کہا: عنبر میں اور موتی میں خمس (ان کی مالیت کا پانچواں حصہ) ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۵۸ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ' لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ.

نبی ﷺ نے صرف رکاز (کان یا دفینہ) میں خمس مقرر فرمایا نہ کہ اس میں جو پانی میں پایا جاتا ہے۔

اس تعلیق سے امام بخاری' حسن بصری کا رد کرنا چاہتے ہیں' کیونکہ نبی ﷺ نے صرف دفینہ یا کان میں خمس مقرر کیا ہے نہ کہ اس چیز میں جو مچھلی کی طرح پانی میں پائی جائے۔

۱۴۹۸ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ' سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِأَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ' فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ' فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا' فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا' فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ' فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ' فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ' فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ' فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۶۳-۲۲۹۱-۲۴۰۴-۲۴۳۰-۲۷۳۴-۶۲۶۱]

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمن بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کسی دوسرے بنی اسرائیل کے شخص سے سوال کیا کہ وہ اس کو ایک ہزار دینار قرض دے' سو اس نے اس کو وہ دینار دے دیئے' پس وہ (ان کو واپس کرنے کے لیے) سمندر میں نکلا تو اس کو کوئی کشتی نہیں ملی' اس نے ایک لکڑی کو کھوکھلا کر کے اس میں ہزار دینار رکھ دیئے' پھر وہ لکڑی سمندر میں ڈال دی' پھر وہ شخص نکلا جس نے اس کو قرض دیا تھا تو اس کو وہ لکڑی مل گئی' وہ اپنے گھر والوں کے استعمال کے لیے اس لکڑی کو لے گیا' اس کے بعد آپ نے پورا واقعہ سنایا' جب اس شخص نے اس لکڑی کو کھولا تو اس میں وہ مال مل گیا۔

(الادب المفرد: ۱۱۲۸' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹ ۔ ۳۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۵۸۷۔ ج ۱۴ ص ۷ ۔ ۴۳۶' مؤسسة الرسالة بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۳۶۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کا مکمل متن

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو سات جگہ روایت کیا ہے' لیکن کہیں بھی اس کا مکمل متن ذکر نہیں کیا' ہم قارئین کے استفادہ کے لیے اس حدیث کا مکمل متن پیش کر رہے ہیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا' جس نے بنی اسرائیل کے کسی دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے' اس نے کہا: تم گواہ لے کر آؤ جن کو میں اس قرض پر گواہ بناؤں' اس نے کہا: میرا گواہ اللہ ہے' اس نے کہا: تم کفیل (ضامن) لے کر آؤ' اس نے کہا: میرا کفیل اللہ ہے' اس نے کہا: تم نے سچ کہا' پھر اس کو ایک مدت معین تک کے لیے ایک ہزار دینار دے دیئے' پھر وہ شخص سمندر پار چلا گیا اور اس نے اپنی ضرورت پوری کی' پھر اس نے مدت معین

آنے پر کشتی تلاش کی تاکہ اس کو ایک ہزار دینار واپس کر آئے، لیکن اس کو کشتی نہیں ملی، پھر اس نے ایک لکڑی کو اندر سے کھوکھلا کیا، اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیے اور قرض خواہ کے نام ایک خط لکھ کر رکھ دیا، پھر وہ سمندر پر آیا اور کہا: اے اللہ! تجھے علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے، اس نے مجھ سے کفیل (ضامن) کا سوال کیا تو میں نے کہا: میرا کفیل اللہ ہے، پس وہ تیری کفالت پر راضی ہو گیا، پھر اس نے گواہ کا سوال کیا تو میں نے کہا: میرا گواہ اللہ ہے، پس وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا اور بے شک میں نے کشتی تلاش کرنے کی پوری کوشش کی مگر مجھے کشتی نہیں ملی، جس کے ذریعہ میں وہ رقم پہنچا سکوں جو تو نے مجھے عطا فرمائی ہے اور بے شک اب میں یہ رقم تیری امانت میں رکھتا ہوں، پھر وہ اس لکڑی کو سمندر میں بہا کر واپس آ گیا اور وہ اس عرصہ میں کشتی تلاش کرتا رہا تاکہ اس آدمی کے شہر پہنچ جائے، اُدھر وہ آدمی جس نے اس کو ایک ہزار دینار قرض دیے تھے، سمندر پر آیا تاکہ اسے وہ آدمی ملے جو اس کی رقم لے کر آئے گا تو اچانک اس کو سمندر میں وہ کھوکھلی لکڑی مل گئی جس میں اس کی رقم تھی، وہ اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے استعمال کے لیے لے آیا، جب گھر آ کر اس نے اس لکڑی کو توڑا تو اس میں اس کی رقم تھی اور اس مقروض کا لکھا ہوا خط تھا۔

پھر کچھ دنوں بعد وہ مقروض اس کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں مسلسل کشتی تلاش کرنے کی کوشش میں لگا رہا تاکہ تم کو تمہاری رقم وقت پر پہنچا دوں لیکن اس سے پہلے مجھے کوئی کشتی نہیں ملی تاکہ میں تمہاری رقم وقت مقرر پر تم کو ادا کر دوں، اس قرض خواہ نے کہا: کیا تم نے میرے پاس کوئی چیز بھیجی تھی؟ مقروض نے کہا: کیا تم کو میں نے یہ خبر نہیں دی کہ مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں ملی جس میں بیٹھ کر آتا اور تمہاری رقم تمہارے حوالے کرتا، اس قرض خواہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے تمہاری وہ رقم اور وہ خط مجھے پہنچا دیا جو تم نے اس میں رکھا تھا، لہٰذا تم اپنے ان ہزار دینار کو لے کر خوشی سے واپس چلے جاؤ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹۔۳۴۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۵۸۸، ج ۱۴ ص ۲۳۷۔۲۳۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، صحیح ابن حبان: ۶۴۸۷)

حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور امام بخاری کا مقصود

اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ وہ کھوکھلی لکڑی سمندر سے نکالی گئی تھی اور امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے روایت کیا ہے کہ اس لکڑی کو سمندر سے نکالنے کی وجہ سے اس قرض خواہ پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی، ہر چند کہ یہ پچھلی امتوں کا واقعہ ہے لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ امتوں کا کوئی واقعہ رد کیے بغیر بیان فرمائیں تو وہ بھی ہماری شریعت میں حجت ہوتا ہے۔

سمندر سے نکالے گئے موتیوں اور عنبر میں وجوب زکوٰۃ کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب عنبر اور موتیوں کو سمندر سے نکالا جائے تو ان میں خمس ہے یا نہیں۔ (خمس سے مراد ہے: جو چیز ملے اس چیز کا یا اس کی مالیت کا پانچواں حصہ حکومت کو یا بیت المال کو ادا کرنا۔ سعیدی غفرلہٗ)

جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ ان میں کوئی چیز واجب نہیں ہے اور عنبر اور موتی گھر کے باقی سامان کی طرح ہیں، یہ اہل مدینہ، فقہاء کوفہ، لیث، امام شافعی، امام احمد اور ابوثور کا قول ہے، اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ عنبر اور موتی اور جو زیور بھی سمندر سے نکالا جائے اس میں خمس ہے اور یہ عمر بن عبد العزیز، حسن بصری اور ابن شہاب کا قول ہے۔

ابن القصار نے کہا: امام ابو یوسف اور دیگر فقہاء تابعین کا یہ قول غلط ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: رکاز میں خمس ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ غیر رکاز میں خمس نہیں ہے اور سمندر میں ملنے والی چیز پر رکاز (کان یا دفینہ) کا اطلاق نہیں کیا جاتا، اور موتی اور عنبر سمندری جانور سے پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا یہ مچھلی اور صدف کے مشابہ ہیں۔

دوسروں نے کہا: دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض کیا: ارشاد فرمایا: آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیجئے۔ (التوبہ: ۱۰۳) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بعض اموال سے زکوٰۃ لی اور بعض اموال سے زکوٰۃ نہیں لی' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں تھی کہ ان کے تمام مالوں میں سے زکوٰۃ لیں' لہٰذا صرف ان ہی اموال سے زکوٰۃ لینا واجب ہے جن اموال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ لی ہے اور جن اموال سے زکوٰۃ لینا صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

المہلب نے کہا ہے: وہ شخص سمندر سے اس کھوکھلی لکڑی کو اٹھا کر اپنے گھر والوں کے لیے لے گیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ سمندر میں جو سامان وغیرہ ملے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور وہ چیز اسی کی ہے جس کو وہ ملے' حتیٰ کہ سمندر سے ایسی چیزیں ملیں جن کا کوئی مستحق ہو جیسے دینار اور کپڑے وغیرہ تو ان کا بھی یہی حکم ہے' البتہ جب کسی چیز پر کسی کا استحقاق ثابت ہو جائے تو وہ چیز اس کو لوٹا دی جائے گی اور جس چیز کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہ ہو اور اس چیز کی کوئی زیادہ قیمت نہ ہو تو جس شخص کو وہ چیز ملی ہو' وہ اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس کا اعلان کرے ماسوا اس کے کہ اس چیز میں کوئی ایسی دلیل ہو' جس سے اس کے مالک پر استدلال کیا جا سکے' مثلاً اس پر کسی معین شخص کا نام لکھا ہو یا کوئی اور علامت ہو تو اس کا اعلان کرنے میں علماء اجتہاد کریں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی امانت یا اس کا قرض واپس کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا کفیل اور مددگار ہوتا ہے' اور جو اللہ کو اپنا گواہ اور کفیل بنائے تو اس کے لیے اللہ کافی ہے۔

اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی امانت کی حفاظت کرتا ہے' اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کی مدد کرتا ہے اور آخرت میں اس کو اجر عطا فرماتا ہے۔

اور اس حدیث میں لوگوں کے اموال کے ساتھ اور تجارت کے لیے کشتی میں سفر کرنے کی دلیل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۳۔۵۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطال کی اس عبارت کو من وعن ذکر کر دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء احناف اس تحقیق کے ساتھ متفق ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاسماعیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث باب کے مناسب نہیں ہے' کیونکہ اس میں ایک شخص کے قرض واپس کرنے کا ذکر ہے' اسی طرح داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کھوکھلی لکڑی کا ذکر ہے اور اس کا عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے' اور عبد الملک نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس چیز کو سمندر ساحل پر پھینک دے اس میں خمس نہیں ہے' جس طرح کھوکھلی لکڑی کو سمندر سے لانے پر اس مقروض پر کوئی خمس واجب ہوا نہ زکوٰۃ واجب ہوئی اور یہی جمہور فقہاء اسلام کا موقف ہے' ہرچند کہ یہ پچھلی شریعت کا واقعہ ہے' لیکن چونکہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر انکار کے بیان فرمایا ہے' اس لیے اس حدیث سے استدلال درست ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اسی شرح کا خلاصہ کر دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا بھی یہی موقف ہے۔ (عون الباری ج ۳ ص ۳۸۷۔۳۸۶' دار الرشید' حلب' سوریا)

٦٦ - بَابٌ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

رکاز میں خمس (پانچواں حصہ) ہے

وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ الرِّكَازُ دِفْنُ

اور امام مالک اور ابن ادریس (امام شافعی) نے کہا: الرکاز

الْجَاهِلِيَّةِ فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ الْخُمُسُ وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ.

زمانۂ جاہلیت کا دفینہ ہے' اس کے قلیل اور کثیر میں خمس ہے اور معدن (کسی چیز کی کان) رکاز نہیں ہے۔

اس تعلیق کی امام ابوعبید نے کتاب الاموال میں روایت کی ہے اور معدن (کسی چیز کی کان) رکاز نہیں ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ دفینہ میں سے چالیسواں حصہ بیت المال کو دینا ہوگا اور کان میں سے پانچواں حصہ بیت المال کو دینا ہوگا۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ کان میں سے خمس ادا کرنا واجب ہے اور قول جدید یہ ہے کہ اگر کان بہ قدر نصاب ہے تو اس میں زکوۃ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۲)

وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

اور تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معدن (کان) میں تاوان نہیں ہے اور رکاز میں خمس ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص کسی چیز کی کان میں کام کرتے ہوئے گر کر مر گیا تو اس میں تاوان نہیں ہے' گویا اس کی جان مفت میں گئی۔ یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۱ (مطبوعہ ملتان) میں مذکور ہے۔

وَأَخَذَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً.

اور عمر بن عبد العزیز کان میں ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم (چالیسواں حصہ) لیتے تھے۔

یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲ (مطبوعہ ملتان) میں سند متصل کے ساتھ مذکور ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيهِ الْخُمُسُ وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيهِ الزَّكٰوةُ.

اور حسن بصری نے کہا: جو کان سرزمین حرب میں ہو اس میں خمس ہے اور جو کان سرزمین صلح میں ہو اس میں زکوۃ ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۸۲ (مجلس علمی بیروت) اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۷۷ (دار الکتب العلمیہ بیروت) میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی تعلیقات میں تعارض ہے' بعض تعلیقات کے اعتبار سے کان میں خمس ہے اور بعض کے اعتبار سے کان میں زکوۃ ہے۔

وَإِنْ وَجَدْتَ اللُّقَطَةَ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمُسُ.

اور اگر دشمن کی سرزمین میں لقطہ پاؤ تو اس کا اعلان کرو اور اگر وہ لقطہ دشمن کا ہو تو اس میں خمس ہے۔

اس لقطہ کا اس لیے اعلان کرو کہ ہو سکتا ہے وہ مسلمان کا مال ہو' اور اگر یقین ہو کہ وہ دشمن کا ہے تو پھر اس میں خمس ہے۔ یہ حسن بصری کے کلام کا تتمہ ہے اور اس کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۸۱ (مجلس علمی بیروت) اور ۱۰۷۷۶ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) میں ہے۔

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کہ وہ کان میں خمس ادا کرنے کو واجب بھی کہتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ لِأَنَّهُ يُقَالُ أَرْكَزَ الْمَعْدِنُ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ قِيلَ لَهُ قَدْ يُقَالُ لِمَنْ وُهِبَ لَهُ شَيْءٌ أَوْ رَبِحَ

اور بعض الناس نے کہا: المعدن رکاز ہے جیسے جاہلیت کا دفینہ ہے کیونکہ عرب لوگ "ارکز المعدن" اس وقت کہتے ہیں کہ جب کان میں سے کوئی چیز نکلے' بعض الناس سے اس کے جواب

رِبْحًا كَثِيرًا' أَوْ كَثُرَ ثَمَرُهُ أَرْكَزْتَ. ثُمَّ نَاقَضَ' وَقَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَكْتُمَهُ فَلَا يُؤَدِّيَ الْخُمُسَ.

میں کہا گیا کہ جب کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کی جائے یا وہ کسی تجارت میں بہت زیادہ نفع کمائے یا اس کے باغ میں بہت زیادہ پھل لگیں تب بھی عرب لوگ کہتے ہیں: "ارکزت" (حالانکہ یہ چیزیں بالاتفاق رکاز نہیں ہیں) پھر بعض الناس نے اپنے قول کی خود مخالفت کی اور کہا: اگر کوئی شخص اس کان کو چھپالے تو کوئی حرج نہیں ہے' سو وہ اس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ حکومت کو ادا نہ کرے۔

امام بخاری کی یہ اصطلاح ہے کہ وہ اپنی صحیح میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بعض الناس (بعض لوگوں کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں) امام بخاری کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے پہلے یہ کہا کہ کسی چیز کی کان زمانہ جاہلیت کے دفینہ کی طرح ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دینا واجب ہے کیونکہ دفینہ میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دیا جاتا ہے' پھر انہوں نے اس قول کی خود مخالفت کی اور کہا: اگر حکومت کا عامل اس کے پاس کان میں سے پانچواں حصہ طلب کرنے کے لیے آئے تو کان والے پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس کان کو چھپالے اور اس عامل کو پانچواں حصہ نہ دے اور یہ پہلے قول کے خلاف ہے کیونکہ پہلے قول کے مطابق اس پر واجب تھا کہ وہ پانچواں حصہ حکومت کے عامل کو ادا کرتا۔

امام بخاری کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور کان کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول سے عام حالات کا قاعدہ کلیہ بیان نہیں فرمایا' عام حالات میں یہ واجب ہے کہ جس شخص کی زمین سے کسی چیز کی کان نکلے' مثلاً نمک کی یا پتھر کے کوئلہ کی یا مٹی کے تیل کی یا قدرتی گیس کی تو اس شخص پر واجب ہے کہ وہ حکومت کو مطلع کرے اور حکومت اپنے ذرائع اور وسائل سے اس کان سے اس چیز کے نکالنے کا انتظام کرے اور اس سلسلہ میں غیر ملکی کمپنیوں کے جو اخراجات ادا کرنے پڑیں اور حکومت کو اس تیل یا گیس یا کوئلہ یا نمک کو پورے ملک میں پھیلانے کے لیے جو اخراجات ادا کرنے پڑیں ان اخراجات کو منہا کرنے کے بعد جو خالص نفع حاصل ہو اس کے پانچ حصے کیے جائیں اور اس میں سے چار حصے نفع تو ہر سال زمین کے مالک کو بہ طور رائلٹی دیے جائیں اور ایک حصہ جو خمس ہے وہ ہر سال حکومت اپنے پاس رکھے۔

یہ طریقہ اس وقت ہے جب زمین کے بہت بڑے رقبہ میں کان نکلے اور اتنے بڑے رقبہ پر جو کام محیط ہو' اس سے مطلوبہ معدن (مثلاً تیل یا قدرتی گیس) کو نکالنا زمین کے مالک کے لیے عادۃً ممکن نہ ہو تو اس صورت میں زمین کا مالک اس کان سے حکومت کو مطلع کرے گا اور اس صورت میں وہی طریقہ عمل میں لایا جائے گا جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے' اور اگر زمین کے محدود اور تھوڑے سے حصہ میں کوئی سونے یا چاندی کی کان نکلی ہو اور زمین کا مالک اس کان سے اپنے ذاتی وسائل سے اس میں موجود سونے یا چاندی کو حاصل کرسکتا ہو تو پھر اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اس سونے یا چاندی میں سے حکومت یا بیت المال کو اس کا پانچواں حصہ ادا کرے اور یہ تب ہوگا جب حکومت ظالم اور عیاش ہو اور وہ بیت المال کی رقم کو اپنی عیاشیوں میں خرچ کرتی ہو اور بیت المال کے مصارف میں اور یتیموں' بیواؤں اور محتاجوں کے حقوق ادا نہ کرتی ہو' ایسی صورت میں جس کے اپنے مکان میں یا دکان میں سونے یا چاندی کی کان نکل آئے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کان سے حکومت کو مطلع نہ کرے اور اس کان سے سونے یا چاندی کو حاصل کر کے بیت المال کے مصارف میں خرچ کرے اور یتیموں' بیواؤں اور محتاجوں کی مدد کرے اور اگر وہ خود بہت زیادہ مستحق ہے تو وہ اس کام کے

سارے مال کو صرف اپنے اوپر بھی خرچ کر سکتا ہے کیونکہ جس طرح بیت المال میں دیگر مستحقین کا حق ہے اسی طرح جب وہ خود بے حد ضرورت مند ہے تو اس کان میں اس کا بھی حق ہے اور وہ کان کے سارے مال کو اپنے اوپر صرف کر سکتا ہے ہم نے کان سے نکلنے والی معدنیات کا عام حالات میں جو امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق حکم بیان کیا ہے کہ اس صورت میں کان کا مالک چار حصہ اپنے پاس رکھے گا اور ایک حصہ یعنی خمس حکومت کو دے گا اور اگر اس کے مکان یا دکان میں کان نکلی ہو تو وہ کان کے سارے مال کو بھی اپنے پاس رکھ سکتا ہے اس کی تفصیل ہدایہ اولین ص ۱۸۱۔۱۷۹ (مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب دستگیر کالونی کراچی) اور فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳۷۔۲۳۹ (دار الکتب العلمیہ بیروت) میں مذکور ہے اور اسی طرح در مختار و رد المحتار میں مذکور ہے جس کا خلاصہ علامہ امجد علی اعظمی نے یوں بیان فرمایا ہے:

کان کے حکم کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: رکاز (کان) میں خمس ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۹۹ صحیح مسلم: ۱۷۱۰)

مسئلہ: کان سے لوہا سیسہ تانبا پیتل سونا چاندی نکلے اس میں خمس (پانچواں حصہ) لیا جائے گا اور باقی پانے والے کا ہے خواہ وہ پانے والا آزاد ہو یا غلام مسلمان ہو یا ذمی مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ۔ وہ زمین جس سے یہ چیزیں نکلیں عشری ہو یا خراجی۔ (عالمگیری) یہ اس صورت میں ہے کہ زمین کسی شخص کی مملوک نہ ہو مثلاً جنگل ہو یا پہاڑ اور اگر مملوک ہے تو کل مال مالک زمین کو دیا جائے اور خمس بھی نہ لیا جائے۔ (بہار شریعت حصہ ۵ ص ۲۵۔۲۴ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ سے حکایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جس شخص کو کان ملی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس کا پانچواں حصہ خود مساکین کو دے (جب کہ حکومت ظالم غاصب اور عیاش ہو) اور وہ خود بہت ضرورت مند ہو تو وہ خود بھی کان کا سارا مال رکھ سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ تاویل کی ہے کہ جس طرح بیت المال میں دوسرے ضرورت مندوں کا حق ہے تو محتاج ہونے کی وجہ سے اس کا بھی بیت المال میں حق ہے اور مال فے میں حصہ ہے سو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی ذات کے لیے خمس رکھ لے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کے امام اعظم پر اعتراض اور مصنف کے جواب کا خلاصہ

امام بخاری کا اعتراض یہ تھا کہ امام ابوحنیفہ کی ایک عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ کان میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دینا واجب ہے اور دوسری عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر کان کا پانچواں حصہ دینا واجب نہیں ہے وہ خود کان کا سارا مال رکھ سکتا ہے اور یہ ان کے کلام میں تعارض ہے ہمارے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عام اور معمول کے مطابق حالات میں کان کے مالک پر واجب ہے کہ وہ اس کا پانچواں حصہ حکومت کو دے اور جب حکومت ظالم غاصب اور عیاش ہو اور کان کا مالک خود محتاج ہو تو وہ کان کا سارا مال اپنے پاس رکھ سکتا ہے سو امام ابوحنیفہ کی ان دو عبارتوں میں تعارض نہ رہا۔ اگر امام بخاری رحمہ اللہ امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کی ان عبارتوں میں توجہ اور غور فرما لیتے تو امام اعظم پر اعتراض نہ کرتے۔

علامہ ابن بطال' علامہ ابن حجر اور شیخ وحید الزمان کا اس مقام پر امام بخاری کے مقابلہ میں ....
امام اعظم ابوحنیفہ کی تائید کرنا

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ' علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اور غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ یہ سب امام اعظم کے مخالف ہیں اور امام ابوحنیفہ پر بے جا تنقید کرتے ہیں' لیکن اس مقام پر انہوں نے بھی امام طحاوی کی مذکور الصدر عبارت کا حوالہ دے کر یہ تصریح کی ہے کہ امام اعظم کی ان دو عبارتوں میں تعارض نہیں ہے اور ان پر امام بخاری کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۶-۵۰۵' فتح الباری ج ۴ ص ۸۸' عون الباری ج ۲ ص ۳۹۳)

شیخ وحید الزمان غیر مقلد بھی امام اعظم کے کٹر مخالف ہیں لیکن اس مقام پر انہوں نے بھی امام اعظم کی عبارتوں کو صحیح قرار دیا ہے اور امام بخاری کے اعتراض کو ساقط کر دیا ہے' ان کی عبارت یہ ہے:

میں کہتا ہوں: یہ اعتراض امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر صحیح نہیں ہے' اوّل تو امام ابوحنیفہ نے "ارکز المعدن" کے معنی یہ نہیں بیان کیے ہیں کہ جب معدن میں سے کچھ نکلے' نہ عرب کے محاورے میں "ارکز المعدن" کا یہ معنی ہے' بلکہ "ارکز المعدن" کا معنی یہ ہے کہ معدن رکاز بن گئی تو "ارکز" میں صیرورت کی خاصیت ہے جو باب افعال کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت ہے' دوسرے یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ کسی سے کچھ ہبہ لے یا نفع کمائے تو اس کو "ارکزت" کہتے ہیں بلکہ عرب لوگ "ارکز الرجل" جب کہتے ہیں جب وہ کوئی رکاز پائے۔ تیسرے امام ابوحنیفہ نے رکاز کا چھپانا اس وقت جائز رکھا ہے جب پانے والا شخص محتاج ہو' اس کو بیت المال پر یہ دعویٰ ہو کہ اس کا حق بیت المال میں مار لیا گیا ہے تو وہ اپنے حق کے بدلے اگر رکاز پائے تو اس کو چھپا کر لے سکتا ہے اور احتمال ہے کہ امام بخاری کی مراد بعض الناس سے کوئی اور لوگ ہوں کیونکہ امام ابوحنیفہ پر تو یہ اعتراض متوجہ نہیں ہوتا۔ منہ

(تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۰۲' نعمانی کتب خانہ لاہور)

تنبیہات

(۱) شیخ وحید الزمان کی یہ عبارت دراصل فتح الباری اور عون الباری کی عبارات کا ترجمہ اور تلخیص ہے۔

(۲) رکاز کے لغت میں حسب ذیل معانی ہیں: (۱) "ارکز" کان کا دھات والی ہونا (۲) "الرکاز" زمین کے اندر قدرتی گڑی ہوئی دھاتیں (۳) "الرکیزۃ" زمین کے اندر دفن کیے ہوئے جواہر۔ (المنجد اردو ص ۳۰۴)

(۳) امام بخاری نے اپنی اس صحیح میں متعدد ابواب میں امام ابوحنیفہ کا بعض الناس (بعض لوگ) سے تعبیر کر کے امام ابوحنیفہ پر رد کیا ہے اور یہ ان مقامات میں سے پہلا مقام ہے' دیگر مقامات کی بھی ان شاء اللہ ہم اسی طرح وضاحت کریں گے۔

١٤٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۵۵-۶۹۱۲-۶۹۱۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب واز ابو سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانور سے جو نقصان ہو' اس کا کوئی تاوان نہیں ہے اور جو کنویں میں گر جائے اس کا بھی کوئی تاوان نہیں ہے اور جو کان میں مر جائے اس کا بھی کوئی تاوان نہیں ہے اور رکاز (کان) میں سے پانچواں حصہ دینا

واجب ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۱۰، الرقم المسلسل: ۴۳۸۵، سنن ترمذی: ۱۳۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۳، سنن ابوداؤد: ۳۰۸۵، مسند الحمیدی: ۱۰۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۷۷، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۵۱، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۵، ج ۸ ص ۳۴۳، سنن کبریٰ: ۵۸۳۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۲۶، صحیح ابن حبان: ۶۰۰۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۵۳، ج ۱۲ ص ۱۹۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۶۸۲۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۷ھ)

جانور کے کیے ہوئے نقصان کی ضمانت میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے: جانور سے جو نقصان ہو اس میں تاوان نہیں ہے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ دن میں اگر جانور کسی کا نقصان کر دیں تو اس میں کوئی تاوان نہیں ہے جب کہ اس جانور کے ساتھ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا نہ ہو اگر اس کے ساتھ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا ہو تو پھر جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا اس نقصان کا ضامن ہوگا اور داؤد ظاہری اور غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ہر صورت میں اس کے نقصان کا کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۵ ص ۵۵۳، دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

کنویں میں اور کان میں گرنے والے کا تاوان نہ ہونا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اور جو کنویں میں گر جائے اس کا بھی کوئی تاوان نہیں ہے:

یعنی اس کا قصاص لیا جائے گا نہ اس کی دیت ہوگی یعنی کسی شخص نے جنگل میں کنواں کھودا یا کسی آبادی میں جہاں لوگوں کا گزر ہوتا ہے پس اس میں کوئی آدمی گر گیا' یا کسی شخص نے کسی مزدور سے کہا کہ وہ اس کی زمین میں کنواں کھودے اور اس میں وہ گر گیا یا کسی شخص نے کان کھودنے کے لیے کسی کو بلایا اور وہ کان میں گر گیا' ان دونوں صورتوں میں گرنے والے شخص کا کسی پر قصاص ہے نہ دیت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۶)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے رکاز میں پانچواں حصہ دینا واجب ہے اور رکاز کے مصداق میں اختلاف ہے کہ وہ کان ہے یا دفینہ؟ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

رکاز کا مصداق

رکاز کے مصداق میں اختلاف ہے' امام شافعی کے نزدیک رکاز زمانہ جاہلیت کا دفینہ ہے۔

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں: وہ رکاز جس میں خمس ہے وہ زمانہ جاہلیت کا دفینہ ہے جو کسی ایسی زمین سے ملے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۵' کتاب الام ج ۲ ص ۴۳)

نیز امام بیہقی نے امام ابوحنیفہ سے حکایت کی ہے کہ تمام معادن یعنی تمام کانیں رکاز ہیں۔ (کتاب الآثار ج ۳ ص ۳۰۸)

امام ابوحنیفہ کی تائید میں حسب ذیل آثار ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکاز وہ سونا ہے جس کو اللہ نے اس دن پیدا کیا جس دن اس نے زمین کو پیدا کیا تھا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲' کنز العمال: ۱۰۹۶۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکاز وہ سونا ہے جو زمین کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۸۳۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکاز میں خمس ہے' پوچھا گیا: یا رسول اللہ! رکاز کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ سونا ہے جس کو اللہ نے اس دن پیدا کیا جس دن زمین کو پیدا کیا۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲' کتاب السنن واللآثار ج ۳ ص ۳۰۸)

یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رکاز کان ہے نہ کہ دفینہ' کیونکہ لوگ سونا چاندی دفن کرتے ہیں اس کو دفینہ کہتے ہیں اور کان وہ جگہ ہے جہاں سونا چاندی اور دیگر معدنیات پیدائشی طور پر موجود ہوتی ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ رکاز کان ہے نہ کہ دفینہ۔

رکاز میں نصاب کی شرط کے متعلق مذاہب فقہاء

ہمارے نزدیک رکاز کے قلیل اور کثیر میں خمس واجب ہے اور اس میں نصاب کی شرط نہیں ہے۔ امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس میں نصاب کی شرط ہے اور انہوں نے اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں لگائی اور داؤد ظاہری نے اس میں نصاب کی اور سال گزرنے کی شرط لگائی ہے اور ہماری دلیل وہ نصوص ہیں جن میں نصاب کی شرط نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۱۔ ج ۴ ص ۸۸۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:
(۱) جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۲) جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۳) جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۴) جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء احناف کا نظریہ (۵) کنویں اور کان میں گرنے کا حکم (۶) رکاز سے دفینہ مراد ہے یا معدن؟ (۷) معدنیات کی اقسام اور احکام (۸) معدنیات میں نصاب اور سال گزرنے کی تحقیق (۹) معدنیات کو حاصل کرنے کے اعتبار سے معدنیات کے احکام (۱۰) معدنیات کا مصرف اور زمین کے اعتبار سے معدنیات کا حکم (۱۱) اگر آج کل کسی کی زمین سے قدرتی گیس یا تیل نکل آئے تو ادائیگی خمس کی کیا صورت ہوگی؟

٦٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا﴾ (التوبۃ: ٦٠) وَمُحَاسَبَةِ الْمُصَدِّقِيْنَ مَعَ الْاِمَامِ

اللہ عزوجل کا ارشاد: اور زکوٰۃ کی وصولیابی پر مامور لوگ (التوبہ: ۶۰) اور امام کا عاملین کا محاسبہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: امام اور سربراہ جن عاملین کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجتا ہے' اسے ان کا محاسبہ کرنا چاہیے۔

١٥٠٠ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِسْتَعْمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَسْدِ عَلٰى صَدَقَاتِ بَنِيْ سُلَيْمٍ' يُدْعَى ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ. [اطراف الحدیث: ۲۵۹۷۔ ۷۱۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد کے ایک شخص کو بنو سلیم کے صدقات وصول کرنے پر مامور کیا' اس کو ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا' جب وہ زکوٰۃ لے کر آیا تو آپ نے اس کا محاسبہ کیا۔

(صحیح مسلم: ١٨٣٢، الرقم المسلسل: ٤٦٥٦، سنن ابوداؤد: ٢٩٤٦، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٤٩٣، مسند الحمیدی: ٨٤٠، صحیح ابن خزیمہ: ٢٣٣٩، شرح مشکل الآثار: ٢٣٣٠، سنن بیہقی ج ٤ ص ١٥٩۔١٥٨، شرح السنہ: ١٥٦٨، مسند احمد ج ٥ ص ٤٢٣ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٣٥٩٨۔ ج ٣٩ ص ٧، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کا مکمل متن روایت نہیں کیا، دوسرے باب میں کیا ہے، اس لیے ہم اس باب میں اس حدیث کا مکمل متن بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ آپ نے عامل کا کیوں اور کس طرح محاسبہ کیا تھا۔

حدیث مذکور کا مکمل متن

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد کے ایک شخص کو عامل بنایا، جس کو ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا، عمرو نے کہا: اس کو صدقہ وصول کرنے پر عامل بنایا تھا، جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا: یہ چیزیں آپ کے لیے ہیں اور یہ چیزیں مجھے دی گئی ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: اس عامل کا کیا حال ہے جس کو میں (صدقہ وصول کرنے) بھیجتا ہوں اور وہ واپس آکر یہ کہتا ہے: یہ چیزیں آپ کے لیے ہیں اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ میں دی گئی ہیں، وہ آپ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر جا کر کیوں نہ بیٹھا حتیٰ کہ ہم دیکھتے کہ پھر اس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! تم میں سے جو شخص جس چیز کو بھی لے گا وہ شخص قیامت کے دن اس چیز کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا، اونٹ بڑبڑا رہا ہوگا یا گائے ڈکار رہی ہوگی یا بکری ممیا رہی ہوگی، پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ ہم نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر آپ نے دو مرتبہ فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

(صحیح البخاری: ٢٥٩٧، صحیح مسلم: ١٨٣٢، سنن ابوداؤد: ٢٩٤٦)

عاملین زکوٰۃ سے حساب لینا اور دیگر فقہی مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جن عاملین کو صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے ان کے لیے اموال زکوٰۃ سے از خود کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے، البتہ امام اور ملک کا سربراہ اپنی صواب دید سے ان کی محنت اور سعی کے اعتبار سے جو کچھ دے صرف وہ لینا ان کے لیے جائز ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو مسلمانوں کی فلاح کے لیے کسی منصب پر مقرر کیا جائے اس کی خوراک اور گزر بسر کے لیے اس کو وظیفہ دینا جائز ہے جیسے حکام قضاۃ اور ائمہ اور خطباء وغیرہ تاہم متقدمین میں سے بعض فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے، ان شاء اللہ اس کا ذکر "رزق الحکام والعاملین" کے باب میں آئے گا۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عاملین کا محاسبہ کرنا جائز ہے اور محاسبہ ان کی امانت کی تصحیح پر مشتمل ہونا چاہیے، دوسرے علماء نے یہ کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جو عاملین کا محاسبہ کرتے تھے، یہ حدیث اس کی اصل ہے، اور حضرت عمر ان کا محاسبہ اس لیے کرتے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ عاملین کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہے اور مال ودولت کی یہ کثرت ان کو ان کے منصب کے دوران حاصل ہوئی تھی تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی اتباع میں کہ یہ عامل اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر کیوں نہ بیٹھ گیا، پھر میں دیکھتا کہ اس کو کوئی ہدیہ دیتا ہے یا نہیں، اور اس کا معنی یہ ہے کہ اگر یہ منصب نہ ہوتا تو پھر اسے کوئی ہدیہ نہ دیتا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا اور وہ عمال کی مال ودولت کو جو ضبط کرتے تھے، اس کو بیت المال میں داخل کرتے تھے، اپنے پاس نہیں رکھتے تھے اور اس بحث کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ "کتاب الحیل" میں آئے گی۔

المہلب نے کہا کہ اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ جب عالم یہ دیکھے کہ کوئی شخص کسی تاویل سے کوئی مال حاصل کر رہا ہے اور اسے تاویل میں خطاء ہوئی ہے تو وہ لوگوں کے سامنے اس کی خطاء پر تنبیہ کرے تاکہ تمام لوگوں کو اس کی تاویل کی خطاء معلوم ہو جائے اور عامل پر لازم ہے کہ وہ قطعی دلائل سے اس کی خطاء کو بیان کرے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی دلائل کے ساتھ ابن اللتبیہ کی خطاء کو بیان فرمایا۔

نیز اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ خطاء کار کی خطاء پر مذمت کرنی چاہیے۔

اور اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ پہلے کسی کم درجہ کے مسلمان کو کسی منصب پر فائز کرنا چاہیے' پھر اس تجربہ کی روشنی میں دوسروں کو یہ منصب سونپنا چاہیے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ابن اللتبیہ کو اس منصب پر مقرر فرمایا حالانکہ اس وقت ان سے اعلیٰ درجہ کے اصحاب بھی موجود تھے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٥٠٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے لکھا ہے:

امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ نے کہا ہے کہ ابن اللتبیہ کا نام عبد اللہ ہے اور ان کی ماں کا نام معلوم نہیں ہو سکا' ان کا محاسبہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جس نوع کے صدقات یہ وصول کر کے لائے تھے' اسی نوع کے صدقات ان کے پاس پائے گئے تھے۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٨٩' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے اس حدیث کی بعینہٖ وہی شرح کی ہے' جو علامہ ابن بطال نے کی ہے۔

اسی طرح نواب صدیق حسن خاں متوفی ١٣٠٧ھ نے بھی ان ہی کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٩ ص ١٥٠' عون الباری ج ٢ ص ٤٩٣)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٦٢٣- ج ٧ ص ٦٧٧ پر مذکور ہے' اس کی وضاحت میں دو تین سطریں لکھی گئی ہیں۔

٦٨ - بَابُ اسْتِعْمَالِ إِبِلِ الصَّدَقَةِ وَأَلْبَانِهَا لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ

صدقہ کی اونٹنیوں اور ان کے دودھ کو مسافروں کے لیے استعمال کرنا

١٥٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِنْ عُرَيْنَةَ اجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُتِيَ بِهِمْ، فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعَضُّونَ الْحِجَارَةَ. تَابَعَهُ أَبُو قِلَابَةَ وَحُمَيْدٌ، وَثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ عرینہ کے کچھ لوگوں کو مدینہ راس نہیں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی کہ وہ صدقہ کی اونٹنیوں کے پاس جائیں اور ان کا دودھ اور ان کا پیشاب پئیں' سو انہوں نے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو ہنکا کر لے گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلوایا' سو ان کو لایا گیا' پھر ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کو پتھریلی زمین میں ڈال دیا گیا' وہ دانتوں سے پتھر کاٹ رہے تھے۔ قتادہ کی متابعت ابوقلابہ' حمید اور ثابت نے کی ہے از حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

٦٩ - بَابُ وَسْمِ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ

صدقہ کے اونٹوں پر امام کا اپنے ہاتھ سے داغ لگانا

١٥٠٢ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَدَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهُ، فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْمِيْسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ.

[اطراف الحدیث: ۵۵۴۲۔ ۵۸۲۴] (شرح السنۃ: ۸۱۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۶۹۳ ۔ ج ۱۲ ص ۲۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ میں صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عبد اللہ بن ابی طلحہ کو لے کر گیا تاکہ آپ اس کو گھٹی کھلائیں جب میں گیا تو اس وقت آپ کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا' اور آپ صدقہ کے اونٹوں کو داغ لگا رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر ابواسحاق الحزامی القرشی الاسدی (۲) الولید بن مسلم ابوالعباس الاموی القرشی' یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابوعمرو الاوزاعی' ان کا نام عبد الرحمان بن عمرو ہے (۴) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ' ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں' ان کی کنیت ابویحیٰ ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۲)

گھٹی دینے کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں گھٹی دینے کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: کھجور یا اس کی مثل کوئی چیز چبا کر نوزائیدہ بچہ کے منہ میں اس طرح دینا کہ وہ اس کے لعاب کے ساتھ گھلا ہوا ہو کر اس کے حلق میں چلی جائے۔

علامت کے لیے جانوروں کے جسم پر داغ لگانے کے جواز یا استحباب میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کو داغ لگانا مباح ہے' بعض شافعی علماء نے کہا ہے کہ زکوٰۃ اور جزیہ کے جانوروں کو داغ لگانا مستحب ہے اور دوسرے جانوروں میں جائز ہے اور مستحب یہ ہے کہ بکری کے کانوں میں داغ لگایا جائے اور اونٹوں اور گایوں کی رانوں کی جڑوں میں داغ لگایا جائے' امام احمد اور امام ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ بکری کے کانوں میں داغ لگایا جائے' آدمی کو داغنا مکروہ ہے اور آدمی کے علاوہ کسی جانور کے چہرے پر داغ لگانا مکروہ ہے' داغ لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ ایک جانور دوسرے جانور سے ممتاز ہو جائے تاکہ جو آدمی اس جانور کو پکڑ لے وہ اس داغ کے نشان سے اس کو پہچان کر اس کو واپس کر دے اور مستحب یہ ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ کے جانوروں میں داغ لگایا جائے' ابن الصباغ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ داغ لگانے کی صحت اور اباحت پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

AJC™ Trial Buy Now

شوافع کا فقہاء احناف پر یہ افتراء کہ وہ داغ لگانے سے منع کر کے حدیث کی مخالفت کرتے ہیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اور ابن الصباغ شافعی سے منقول اجماع صحابہ میں فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے' جو داغ لگانے کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم مُثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جانور کو داغ لگانا حدیث مذکور سے ثابت ہے' اس لیے ممانعت کے عموم سے ضرورت کے مواقع پر اس کی تخصیص کی جائے گی جیسا کہ بچوں کے لیے ختنہ کرنا سنت ہے حالانکہ اس میں ایک عضو کے کچھ حصہ کو کاٹا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۹۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء نے جانوروں کے داغ لگانے کو مکروہ نہیں کہا بلکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ علامت کے لیے جانوروں کے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں منفعت ہے' اسی طرح کسی بیماری میں بچوں کے داغ لگانا بھی جائز ہے کیونکہ یہ دوا اور علاج ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

جانوروں پر داغ لگانے کے ثبوت میں فقہاء احناف کی عبارات

میں کہتا ہوں کہ جن فقہاء احناف نے جانوروں کے داغ لگانے کو جائز کہا ہے' ان کی عبارات حسب ذیل ہیں:

علامہ حسن بن منصور الاوزجندی الفرغانی الحنفی المعروف بہ قاضی خاں المتوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

بلے اگر ضرر دیتے ہوں تو ان کو خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور دیگر جانوروں کو خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور بکریوں کو داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں منفعت ظاہرہ ہے' اسی طرح بچے کو بیماری میں علاج کے لیے لوہا گرم کر کے داغ لگانا بھی جائز ہے۔ (فتاوی قاضی خاں ج ۳ ص ۴۱۰۔ ۴۰۹' علی هامش الہندیہ' امیریہ کبری بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

اگر بچوں کو کوئی بیماری ہو تو ان کو لوہا گرم کر کے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ دوا ہے اور لڑکیوں کے کان چھیدنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ بغیر انکار کے کیا جاتا تھا۔

(المحیط البرہانی ج ۸ ص ۹۵' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ نظام الدین مرتب فتاوی عالم گیری متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

بچوں کو گرم لوہے سے کسی بیماری میں داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح جانوروں میں بھی علامت لگانے کے لیے گرم لوہے سے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح محیط سرخسی میں ہے' تاہم چہرے پر داغ لگانا مکروہ ہے' اسی طرح فتاوی عتابیہ میں ہے۔ (فتاوی عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۶' مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کو چاہیے تھا کہ وہ فتح الباری میں فقہاء احناف پر حدیث کی مخالفت کرنے کی تہمت لگانے سے پہلے فقہاء احناف کی مذکور الصدر عبارات کو دیکھ لیتے!

غیر مقلدین کا فقہاء احناف پر افتراء کہ وہ جانوروں پر داغ لگانے سے منع کرتے ہیں

اسی طرح غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی دیکھا دیکھی لکھا ہے:

اس باب کی حدیث ان فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے جنہوں نے مثلہ کی ممانعت کی وجہ سے جانوروں کے داغ لگانے کو مکروہ کہا ہے حالانکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے' اس کے بعد وہی حافظ ابن حجر کی عبارت ہے۔

(عون الباری ج ۲ ص ۲۹۵ 'دار الرشید حلب 'سوریا)

اسی طرح دوسرے غیر مقلد عالم شیخ وحید الزماں نے لکھا ہے:

معلوم ہوا کہ جانور کو کسی ضرورت سے داغ دینا درست ہوا اور رد ہوا حنفیہ کا 'جنہوں نے داغ دینا مکروہ اور اس کو مثلہ سمجھا ہے۔ منہ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۰۳ 'نعمانی کتب خانہ لاہور)

ہم نے جو فقہاء احناف کی نصوص عبارات نقل کی ہیں ان سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے اور احناف پر افتراء ہے 'کاش! یہ لوگ احناف کے بغض میں اندھے ہو کر جھوٹ کی غلاظت کا یہ ٹوکرا اپنے سروں پر نہ سجاتے!

صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب سے برکت حاصل کرنا

المہلب وغیرہ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا 'اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ کو ایسا آلہ رکھنا چاہیے 'اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بچہ پیدا ہو تو اسے نیک (اور صحت مند جو بیمار نہ ہوں) بزرگوں کے پاس لے جانا چاہیے تاکہ وہ اس کو گھٹی کھلائیں اور اس کے لیے برکت کی دعا کریں 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام اپنے نومولود بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لیے لے جاتے تھے کہ انہیں آپ کے لعاب مبارک اور آپ کے ہاتھوں کے لمس اور آپ کی دعا کی برکت حاصل ہو اور اس حدیث میں زیادہ اجر کے حصول کے لیے مشقت والے کام کرنے کا ثبوت ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۹ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۲۴ ھ)

یہ عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدر الدین عینی نے بھی نقل کی ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۹۰ 'عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

۷۰ - بَابُ فَرْضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صدقہ فطر کا فرض ہونا

اس صدقہ کی اضافت فطر کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ رمضان کے روزوں کے بعد عید کے دن جو افطار کی نعمت حاصل ہوتی ہے اس کے سبب سے یہ صدقہ فرض کیا گیا ہے۔ علامہ عینی نے اس کی شرح میں حسب ذیل امور بیان کیے ہیں:

صدقہ فطر کی تعریف 'حکم 'شرط 'رکن اور مسائل

(۱) یہ صدقہ مسلمانوں پر رحم کرنے کے لیے اپنے مال سے دیا جاتا ہے تاکہ فقراء اور مساکین کو بھی عید کی خوشی میں شامل کیا جائے۔

(۲) بہ کثرت احادیث میں اس صدقہ کے ادا کرنے کو صاحب نصاب پر واجب قرار دیا گیا ہے۔

(۳) یہ صدقہ ان سب لوگوں کی طرف سے ادا کیا جائے گا جن کی کفالت کسی صاحب نصاب کے ذمہ ہو۔

(۴) اس کے وجوب کی شرائط یہ ہیں: مسلمان ہونا 'آزاد ہونا 'صاحب نصاب یعنی غنی ہونا۔

(۵) اس کا رکن یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو اس کا مالک بنایا جائے جو فقیر غیر صاحب نصاب ہو اور ہاشمی نہ ہو۔

(۶) اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ اس کا مصرف فقیر ہو۔

(۷) صدقہ فطر کا ادا کرنا جن کی طرف سے واجب ہے: باپ پر واجب ہے کہ وہ اپنے نابالغ غیر صاحب نصاب بچوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے 'اور مالک پر واجب ہے کہ وہ اپنے غلام 'مدبر اور ام ولد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے۔

(۸) جن کی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہے وہ مذکور الصدر ہیں 'بیوی کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔

(۹) صدقہ فطر ادا کرنے کی مقدار: دو کلو گندم یا چار کلو گرام جو 'کھجور 'یا کشمش یا ان کی قیمت۔

(۱۰) صدقہ فطر کے وجوب کا وقت: وہ عید کے دن فجر صادق کے طلوع کا وقت ہے۔

(۱۱) صدقہ فطر ادا کرنے کا مستحب وقت: ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ وہ عید کے دن فجر کی نماز کا وقت ہے' عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے۔

(۱۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک عید الفطر کے دن سے پہلے بھی صدقہ فطر کو ادا کرنا جائز ہے' ایک سال اور دو سال پہلے بھی۔ خلف بن ایوب سے روایت ہے کہ ایک ماہ پہلے اور ایک قول ہے: ایک یا دو دن پہلے۔

(۱۳) اس کی ادائیگی کا وقت عید کا پورا دن ہے اور عید کے دن کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۳۔ ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَرَاٰی اَبُو الْعَالِيَةِ' وَعَطَاءٌ' وَابْنُ سِيْرِيْنَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيْضَةً.

اور ابو العالیہ' عطاء اور ابن سیرین کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے۔

اس تعلیق کی اصل میں حسب ذیل اثر مروی ہیں:

عاصم بیان کرتے ہیں کہ ابو العالیہ اور ابن سیرین نے کہا: صدقہ فطر فرض ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۶۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب ائمہ اور امام اعظم کے مذہب پر دلیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صدقہ فطر کے حکم میں اختلاف ہے کہ آیا یہ فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے۔

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ صدقہ فطر فرض ہے' اور ہمارے اصحاب فقہاء احناف نے کہا ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ صدقہ کا ادا کرنا سنت ہے اور یہ امام مالک سے ایک روایت ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنا اچھا کام ہے اور مستحب ہے اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا اور جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو پھر آپ نے صدقہ فطر کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا اور ہم صدقہ فطر ادا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۸' سنن نسائی: ۲۵۰۷)

صدقہ فطر فرض نہیں ہے کیونکہ فرض کا ثبوت اس دلیل سے ہوتا ہے جس کا ثبوت قطعی ہو اور اس کے فعل کے لزوم کی دلالت بھی قطعی ہو اور صدقہ فطر کا ثبوت اخبار آحاد سے ہے جو ظنی الثبوت ہیں اور چونکہ احادیث میں صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اس لیے صدقہ فطر کا ادا کرنا واجب ہے اور یہی اس باب میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۵۔ ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۰۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ' عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ' عَنْ أَبِيهِ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ' صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن محمد بن السکن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جہضم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عمر بن نافع از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر کی زکوٰۃ فرض کی ایک صاع

صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلٰوةِ.

[اطراف الحدیث:۱۵۰۳-۱۵۰۷-۱۵۰۹-۱۵۱۱-۱۵۱۲]

(چار کلوگرام) کھجوریں یا چار کلوگرام جَو' مسلمانوں میں سے ہر غلام اور آزاد پر' ہر مرد اور عورت پر اور ہر چھوٹے اور بڑے پر اور آپ نے یہ حکم دیا کہ لوگوں کے نماز کی طرف جانے سے پہلے اس کو ادا کردیا جائے۔

(صحیح مسلم:۹۸۴' الرقم المسلسل:۲۲۳۲' سنن ابوداؤد:۱۶۱۱' سنن ترمذی:۶۷۶' سنن نسائی:۲۵۰۳-۲۵۰۲' سنن ابن ماجہ:۱۸۲۶' صحیح ابن خزیمہ:۲۴۰۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۶۰' سنن کبریٰ:۲۲۸۳' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۵۵ طبع قدیم' مسند احمد:۵۱۷۳- ج ۹ ص ۱۵۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:۳۳۸۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن محمد السکن ابن حبیب ابو عبد اللہ البزار القرشی (۲) محمد بن جہضم بن عبد اللہ ابو جعفر الثقفی (۳) اسماعیل بن جعفر بن کثیر ابو ابراہیم الانصاری (۴) عمر بن نافع مولیٰ عبد اللہ بن عمر (۵) ان کے والد نافع (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۵)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر کی زکوٰۃ فرض کی۔

احکام شرعیہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مفوض ہونا اور صدقۂ فطر کے وجوب کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر کی زکوٰۃ فرض کی' حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا: اس حدیث میں فرض کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ آپ نے زکوٰۃ فطر کو واجب کیا' دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ نے زکوٰۃ فطر کو اندازہ سے مقرر کیا اور پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے۔ (تمہید ابن عبد البر ج ۵ ص ۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں معنی میں سے جس معنی کا ارادہ بھی کیا جائے' اس حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مفوض ہیں' آپ مراد شناسائے الوہیت ہیں' سو آپ اللہ تعالیٰ کی مراد اور منشاء پر مطلع ہو کر جس چیز کو چاہتے ہیں فرض یا واجب کردیتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں مکروہ یا حرام کردیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ دار کی لغو باتوں اور بے حیائی کے کاموں سے پاکیزگی اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے زکوٰۃ فطر کو فرض کیا اور جس نے اس کو عید کی نماز سے پہلے ادا کردیا تو یہ زکوٰۃ مقبول ہے اور جس نے اس کو نماز کے بعد ادا کیا تو یہ صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔ (سنن ابوداؤد:۱۶۰۹)

جو بچہ عید کے دن پیدا ہو' اس کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنے کے وجوب میں مذاہب فقہاء

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اللیث نے کہا ہے کہ جب کوئی بچہ نماز عید کے بعد پیدا ہو تو اس کے باپ پر اس کی طرف سے زکوٰۃ فطر ادا کرنا لازم ہے' اور اگر کوئی نصرانی اس وقت مسلمان ہو تو اس پر زکوٰۃ فطر دینا مستحب ہے' لیکن واجب نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ عید کے دن طلوع فجر کے ساتھ صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے' امام شافعی کے نزدیک عید کے دن غروب آفتاب تک جو بچہ پیدا ہو جائے' اس کی طرف سے بھی صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے لیکن جو غروب آفتاب کے بعد پیدا ہو' اس کی طرف سے صدقۂ فطر

واجب نہیں ہوتا۔

اسی طرح اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ عید کے دن غروب آفتاب تک جو بچہ پیدا ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ (التمہید ج ۵ ص ۵۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

کتنے مال کی ملکیت پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے' اس میں مذاہب فقہاء

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی کہتے ہیں کہ امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے' اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہوتا اور جو شخص ساڑھے باون تولہ چاندی کا مالک نہ ہو اس کے لیے صدقہ فطر لینا جائز ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ جس شخص کے پاس اپنی اور اپنے زیر کفالت افراد کی ایک دن کی خوراک ہو اس پر اپنی طرف سے اور اپنے زیر کفالت افراد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا لازم ہے' اور اگر اس کے پاس ایک دن کی خوراک نہیں ہے تو اس پر صدقہ فطر ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جس کے پاس پندرہ دن یا ایک ماہ کی خوراک ہو' اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (التمہید ج ۵ ص ۵۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر لازم ہونے میں مذاہب فقہاء

حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص کی بیوی اپنا صدقہ فطر خود ادا کرے گی یا اس کا شوہر اس کی طرف سے ادا کرے گا!

امام مالک' امام شافعی' امام احمد' لیث اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ خاوند پر لازم ہے کہ جس طرح وہ اپنا صدقہ فطر ادا کرتا ہے' اسی طرح اپنی بیوی کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے' صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے اور اس کے زیر کفالت جتنے افراد ہیں' ان کا صدقہ فطر ادا کرنا بھی اس پر لازم ہے۔

سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ خاوند پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو کھانا کھلائے' اس پر یہ بھی واجب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کے خادم کو کھانا کھلائے' اور بیوی پر واجب ہے کہ وہ اپنا صدقہ فطر بھی ادا کرے اور اپنے خادم کا صدقہ فطر بھی ادا کرے' انہوں نے کہا ہے کہ مرد پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں اور اپنے غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد اور عورت پر صدقہ فطر فرض کیا ہے اور چھوٹے اور بڑے پر اور آزاد اور غلام پر' پس عورت پر الگ صدقہ فطر واجب ہے اور مرد پر الگ واجب ہے اور غلام کسی مال کا مالک نہیں ہوتا' اس لیے اس کا صدقہ فطر اس کے مالک پر واجب ہوگا اور چھوٹے بچے اس کے تابع ہیں اور بڑوں کی ذمہ داری اس پر نہیں ہے۔

(التمہید ج ۵ ص ۵۳۲-۵۳۱ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۷۱- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

صدقہ فطر کا تمام مسلمانوں پر واجب ہونا حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں پر بھی

اس عنوان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ غلام اور باندیاں تو کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے' ان پر صدقہ فطر کیسے واجب کیا گیا ہے؟ اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ ہے کہ جس طرح ان کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی قدرت ہے' اسی طرح ان کو محنت مزدوری کر کے صدقہ فطر ادا کرنے کی بھی قدرت ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کا مالک ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے گا۔

١٥٠٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر فرض کی' کھجوروں سے چار کلو گرام اور جو سے چار کلو گرام' ہر مسلمانوں میں سے ہر آزاد اور غلام پر اور ہر مرد اور عورت پر۔

اس کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۵۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٧٢ - بَابُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ

جو سے چار کلو گرام صدقہ فطر ادا کرنا

١٥٠٥ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُنَّا نُطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عیاض بن عبد اللہ از حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم چار کلو گرام جو صدقہ کھلاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی حدیث: ۱۵۰۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٧٣ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ

چار کلو گرام طعام یا دوسرے اناج سے صدقہ فطر ادا کرنا

اس عنوان میں "طعام" کا لفظ ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک "طعام" سے مراد گندم ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح البخاری: ۱۵۱۰ میں خود حضرت ابو سعید کی تصریح ہے کہ طعام سے مراد جو' کشمش' پنیر اور کھجور ہے۔

١٥٠٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ سَرْحٍ الْعَامِرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از عیاض بن عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح العامری' انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ہم صدقہ فطر میں چار کلو گرام طعام دیتے تھے یا چار کلو گرام جو دیتے تھے یا چار کلو گرام پنیر دیتے تھے یا چار کلو گرام کشمش دیتے تھے۔

امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ چار کلو گندم صدقہ فطر دیا جائے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک دو کلو گندم دیئے جائیں جیسا کہ حدیث: ۱۵۰۷ میں ہے۔ مختلف اجناس سے صدقہ فطر دینے کی حکمت ہم ان شاء اللہ صدقہ فطر کی احادیث کے اخیر میں بیان کریں گے۔

٧٤ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ

چار کلو گرام کھجوروں سے صدقہ فطر ادا کرنا

١٥٠٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ' أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهٗ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ.

نافع کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر میں چار کلو گرام کھجور دینے کا حکم دیا یا چار کلو گرام جو دینے کا حکم دیا' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: پس لوگوں نے دو کلو گرام گندم کو اس کے برابر قرار دے دیا۔

(صحیح مسلم: ۹۸۴' الرقم المسلسل: ۲۲۳۵' سنن ابوداؤد: ۱۶۱۵' سنن ترمذی: ۶۷۵' سنن نسائی: ۲۵۰۱_۲۵۰۰' سنن کبریٰ: ۲۲۹۲_۲۲۹۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۹۵' مسند الحمیدی: ۷۰۱' صحیح ابن حبان: ۳۳۰۰' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۳۹' المستدرک ج ۱ ص ۴۰۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۶۲' شرح السنۃ: ۱۵۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۸۶' ج ۸ ص ۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

گندم سے صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار چار کلو گرام ہے یا دو کلو گرام؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

گندم سے صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو کلو گرام گندم دیئے جائیں گے کیونکہ اس حدیث میں نصف صاع گندم دینے کا ذکر ہے اور نصف صاع دو کلو گرام کے برابر ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چار کلو گندم دی جائے گی' کیونکہ صحیح البخاری: ۱۵۰۶ میں ایک صاع طعام دینے کا ذکر ہے اور ایک صاع چار کلو گرام کے برابر ہے اور طعام سے مراد ان کے نزدیک گندم ہے کیونکہ عرف میں طعام گندم کو کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایک صاع (چار کلو) گندم صدقہ فطر دینے کی تائید میں ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کا جواب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے اور آزاد اور غلام کی طرف سے چار کلو طعام' یا چار کلو پنیر' یا چار کلو جو' یا چار کلو کھجور' یا چار کلو کشمش صدقہ فطر نکالتے تھے' ہم اسی طرح صدقہ فطر نکالتے رہے' حتیٰ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کرنے کے لیے آئے' پھر انہوں نے لوگوں سے منبر پر کلام کیا اور انہوں نے اپنے کلام میں یہ کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ شام کے دو کلو گندم چار کلو کھجوروں کے برابر ہیں' پھر لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تب حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو ہمیشہ چار کلو طعام ہی دیتا رہوں گا جب تک میں زندہ ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۱۶' سنن نسائی: ۲۵۱۱' سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۹)

امام ابوداؤد نے کہا: ابن علیہ کی روایت میں چار کلو طعام کی بجائے چار کلو گندم کا ذکر ہے' مگر یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں ہمیشہ چار کلو طعام نکالتا رہوں گا' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک صاع (چار کلو) کھجور یا جَو یا پنیر یا کشمش نکالتے تھے' اس روایت میں سفیان نے آٹے کا اضافہ کیا۔

امام ابوداؤد نے یہ کہا: یہ اضافہ ابن عیینہ کا وہم ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۱۸)

میں کہتا ہوں کہ حدیث میں چار کلو طعام کا ذکر ہے' اس سے ائمہ ثلاثہ کا گندم مراد لینا بلا دلیل ہے' ثانیاً جن روایات میں طعام کی جگہ گندم یا آٹے کا ذکر ہے' امام ابوداؤد نے ان کو راوی کا وہم قرار دیا ہے' لہٰذا احادیث سے صدقہ فطر میں چار کلو گندم کی مقدار ثابت نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نصف صاع (دوکلو گندم) صدقہ فطر کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صُعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک صاع (چار کلو گرام) گندم (صدقہ فطر) ہر دو آدمیوں پر ہے' خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے' آزاد ہوں یا غلام' مرد ہوں یا عورت' رہا تم میں سے غنی تو اللہ اس کے باطن کو پاک کرے گا' رہا تم میں سے فقیر تو وہ جتنا دے گا اللہ اس سے زیادہ اس پر لوٹا دے گا۔ (سنن ابوداؤد:۱۶۱۹)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' پس آپ نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا: ایک صاع (چار کلو) کھجور یا چار کلو جَو ہر ایک فرد کی طرف سے' علی نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا: یا ایک صاع (چار کلو) گندم دو آدمیوں کی طرف سے' ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔
(سنن ابوداؤد:۱۶۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اپنے روزوں کا صدقہ نکالو' پس گویا کہ لوگوں کو علم نہیں تھا' پس فرمایا: یہاں اہل مدینہ میں سے کون ہیں؟ تم اپنے بھائیوں کی طرف کھڑے ہو' پس ان کو تعلیم دو' پس بے شک وہ نہیں جانتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ فرض کیا ہے' ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو یا نصف صاع (دو کلو گرام) گندم ہر آزاد یا غلام پر' مرد یا عورت پر' چھوٹے یا بڑے پر' پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے قیمت میں کمی دیکھی تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر وسعت کر دی ہے' پس اگر تم ہر جنس سے ایک صاع (چار کلو) دو تو یہ بہتر ہو گا۔ (سنن ابوداؤد:۱۶۲۲' سنن نسائی:۱۵۷۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۶۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۸ طبع قدیم' مسند احمد:۲۰۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا' ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع جَو یا دو کلو گندم' ہر شہری اور دیہاتی پر اور ہر چھوٹے اور بڑے پر یا ہر آزاد اور غلام پر۔
(سنن دار قطنی:۲۰۶۳' دار المعرفۃ' ۱۴۲۲ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو یا دو کلو گندم ہے' ہر صغیر اور کبیر اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔ (سنن دار قطنی:۲۰۶۳' دار المعرفۃ' ۱۴۲۲ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ صدقہ فطر نکالتے تھے' ایک صاع جَو' ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش' پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور گندم زیادہ ہو گئی تو آپ نے ان چیزوں کا بدل نصف صاع گندم کر دیا۔ (سنن دار قطنی:۲۰۷۰' سنن ابوداؤد:۱۶۱۳)

امام ابوداؤد کی روایت کردہ حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ صدقہ فطر نکالتے تھے' ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور گندم بہ کثرت ہو گئی تو آپ نے ان دو چیزوں کا بدل نصف صاع (دو کلو) گندم کو کر دیا۔ (سنن ابوداؤد:۱۶۱۳' سنن نسائی:۲۵۱۵)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ فطر ادا کرو' ایک صاع

کھجور یا ایک صاع جَو یا نصف صاع (دو کلو) گندم ہر چھوٹے یا بڑے سے یا ہر مرد یا عورت سے یا ہر آزاد اور غلام سے۔

(سنن دار قطنی: ٢٠٧٨، مصنف عبد الرزاق: ٥٧٨٥، مسند احمد ج ٥ ص ٤٣٢، سنن ابوداؤد: ١٦٢١، اس حدیث کی سند قوی ہے)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید سے ایک دن یا دو دن پہلے خطبہ دیا، پس فرمایا: صدقہ فطر ہر ایک شخص کی طرف سے دو کلو گندم ہے یا اس کے علاوہ دوسرے طعام سے چار کلو ہے۔

(سنن دار قطنی: ٢٠٨٦، دار المعرفہ بیروت ١٤٢٢ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ فطر نصف صاع (دو کلو) گندم، یا ایک صاع کھجور ہے، ہر چھوٹے اور بڑے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔ (سنن دار قطنی: ٢٠٨٨)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ الفطر ہر آزاد اور غلام پر، مرد اور عورت پر، چھوٹے اور بڑے پر، فقیر اور غنی پر ایک صاع کھجوریں یا نصف صاع (دو کلو) گندم ہے۔ (سنن دار قطنی: ٢٠٩١، مصنف عبد الرزاق: ٥٧٦١)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس کے پاس نصف صاع (دو کلو) گندم ہو وہ صدقہ کرے یا ایک صاع جَو ہوں یا ایک صاع کھجوریں ہوں یا ایک صاع آٹا ہو یا ایک صاع کشمش ہو۔

(سنن دار قطنی: ٢٠٩٣، اس کی سند میں سلیمان بن ارقم متروک الحدیث ہے)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہر مسلمان پر صدقہ فطر خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، غلام ہو یا آزاد، دو کلو گندم ہے یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو۔ (سنن دار قطنی: ٢١٠٠، مصنف عبد الرزاق: ٥٧٧٢، المعجم الاوسط للطبرانی: ٧٦٦٣، طبرانی کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے جس کا نام جعفر بن محمد ہے، مجمع الزوائد ج ٣ ص ٨١)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو کلو گندم یا ایک صاع کھجور یا جَو (صدقہ فطر ہے)۔

(سنن دار قطنی: ٢١٠١، مصنف عبد الرزاق: ٥٧٧٩، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٣٦)

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس نے خبر دی جس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک دو کلو گندم (صدقہ فطر) پہنچایا۔

(سنن دار قطنی: ٢١٠٣، مصنف عبد الرزاق: ٥٧٧٦۔ ٥٧٧٣، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٣٦)

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے خبر دی کہ اس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دو آدمیوں کی طرف سے چار کلو گندم (صدقہ فطر) پہنچایا۔ (سنن دار قطنی: ٢١٠٢، مصنف عبد الرزاق: ٥٧٧٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مہینہ کے آخر میں فرمایا: اور وہ اس وقت بصرہ کے امیر تھے، تم اپنے روزوں کی زکوٰۃ نکالو، تب لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، تب آپ نے فرمایا: یہاں پر اہل مدینہ میں سے کون ہے؟ تم لوگ کھڑے ہو اور اپنے بھائیوں کو تعلیم دو، کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے، اس زکوٰۃ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کیا ہے، ہر مرد اور عورت پر، آزاد اور غلام پر، ایک صاع جَو یا کھجور یا نصف صاع (دو کلو) گندم۔ (سنن دار قطنی: ٢١٠٥، سنن ابوداؤد: ١٦٢٢، سنن نسائی: ١٥٧٩)

٧٥- بَابُ صَاعٍ مِّنْ زَبِيبٍ

ایک صاع (چار کلو) کشمش سے

١٥٠٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ يَزِيدَ الْعَدَنِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ، عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن منیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے یزید العدنی سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم انہوں نے کہا: مجھے

سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُعْطِيْهَا فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ، فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ السَّمْرَاءُ قَالَ أُرٰى مُدًّا مِّنْ هٰذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ.

عیاض بن عبد اللہ بن ابی سرح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاع طعام یا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کشمش دیتے تھے' پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور گندم (بھی) آ گئی تو انہوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ایک کلو گندم ان چیزوں کے دو کلو کے برابر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٠٥ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٧٦ - بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيْدِ

عید سے پہلے صدقہ دینا

١٥٠٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے زکوٰۃ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ١٥٠٣ کا مطالعہ کریں۔

١٥١٠ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عُمَرَ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ. وَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ وَّكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيْرُ وَالزَّبِيْبُ وَالْأَقِطُ وَالتَّمْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمر نے حدیث بیان کی از زید از عیاض بن عبد اللہ بن سعد از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک صاع طعام نکالتے تھے' اور حضرت ابوسعید نے کہا: ہمارا طعام جَو' کشمش' پنیر اور کھجوریں تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٠٥ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ائمہ ثلاثہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت ابوسعید کی حدیث میں طعام سے مراد گندم ہے اور اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ گندم سے بھی ایک صاع یعنی چار کلو گرام صدقہ دینا چاہیے۔

٧٧ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ

آزاد اور غلام پر صدقہ فطر کا وجوب

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوْكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ يُزَكّٰى فِي التِّجَارَةِ، وَيُزَكّٰى فِي الْفِطْرِ.

اور الزہری نے کہا: جو غلام تجارت کے لیے ہیں' ان کی تجارت میں زکوٰۃ نکالی جائے گی اور عید الفطر میں ان کا صدقہ فطر دیا جائے گا۔

اس تعلیق کی اصل امام ابوعبید کی کتاب الاموال میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ١٧١)

١٥١١ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ أَوْ قَالَ رَمَضَانَ، عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ، صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُعْطِي التَّمْرَ، فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنَ التَّمْرِ، فَأَعْطَى شَعِيرًا، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، حَتَّى إِنْ كَانَ يُعْطِي عَنْ بَنِيَّ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُعْطِيهَا الَّذِينَ يَقْبَلُونَهَا، وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض کیا یا فرمایا: صدقہ رمضان کو فرض کیا مرد اور عورت پر' آزاد اور غلام پر' ایک صاع کھجوروں سے یا ایک صاع جَو سے پس لوگوں نے نصف صاع (دو کلو) گندم کو ان کے برابر کر دیا' پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجوریں دیتے تھے' پس جب اہل مدینہ کھجوروں کے محتاج ہو گئے تو وہ جَو دینے لگے' سو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چھوٹوں اور بڑوں کی طرف سے صدقہ دیتے تھے حتیٰ کہ وہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں کو صدقہ دیتے تھے جو اس کو قبول کرتے تھے اور لوگ عید کی نماز سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے صدقہ فطر دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٠٣ میں گزر چکی ہے۔

٧٨ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ

چھوٹے اور بڑے کو صدقہ فطر دینا

١٥١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ، صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض کیا' ایک صاع جَو سے یا ایک صاع کھجور سے چھوٹے اور بڑے پر اور آزاد اور غلام پر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٠٣ میں گزر چکی ہے۔

ان احادیث میں صدقہ فطر ادا کرنے کی جو اجناس بیان کی گئی ہیں' ان کی قیمتوں میں کافی فرق ہے مثلاً دو کلو گندم اور چار کلو کشمش یا چار کلو پنیر کی قیمت میں کافی فرق ہے' اسی طرح قربانی کے جانوروں مثلاً ایک سال کے بکرے' دو سال کی گائے اور پانچ سال کے اونٹ کی قیمت میں بہت فرق ہے۔ (٢٠٠١ء میں) ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن' الحج: ٣٤ کی تفسیر میں اس فرق کی حکمت لکھی تھی اور چونکہ ان احادیث میں بھی صدقہ فطر کی مختلف اجناس کا ذکر آیا ہے' اس لیے ہم اس حکمت کو یہاں بھی نقل کر رہے ہیں:

قربانی کے جانوروں اور صدقۂ فطر میں تنوع

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف مسنہ کی قربانی کرو، ہاں! اگر دنبوں میں مسنہ دشوار ہو تو چھ ماہ کے دنبہ کی قربانی کر سکتے ہو۔ (سنن ابوداود: ۲۷۹۷، صحیح مسلم: ۱۹۶۳، سنن نسائی: ۴۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۳۱۴۱)

بکرے، گائے اور اونٹ میں مسنہ اس جانور کو کہتے ہیں: جس کے دودھ پینے کے دانتوں کی جگہ چرنے اور کھانے کے دانت نکل آئے ہوں۔ بکروں میں دو دانت، اس وقت نکل آتے ہیں جب ان کی عمر ایک سال کی ہو چکی ہو اور گائے اور اونٹ میں دو دانت اس وقت نکل آتے ہیں جب گائے کی عمر دو سال کی ہو چکی ہو اور اونٹ کی عمر پانچ سال کی ہو چکی ہو۔

جس طرح قربانی کے جانوروں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنوع کو مشروع اور مسنون فرمایا۔ یعنی بکرے، گائے اور اونٹ ہر ایک کی قربانی ہو سکتی ہے اور آپ نے کی ہے اور اب تک مسلمان حسب استطاعت بکروں، گایوں اور اونٹوں کی قربانی کرتے ہیں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر میں بھی تنوع کو مشروع فرمایا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم ایک صاع (چار کلو گرام) طعام (صدقہ فطر) ادا کرتے تھے یا ایک صاع (چار کلو) کھجوریں یا ایک صاع (چار کلو) جَو یا ایک صاع (چار کلو) پنیر یا ایک صاع (چار کلو) کشمش، جب حضرت معاویہ کا زمانہ آیا تو گندم آ گئی اور انہوں نے کہا: میری رائے میں نصف صاع (دو کلو) گندم ان کے چار کلو کے برابر ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۰۸-۱۵۰۶، سنن ابوداود: ۱۶۱۶، سنن ترمذی: ۶۷۳، سنن نسائی: ۲۵۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۹)

آج کل (۲۰۰۱ء میں) نصف صاع یعنی دو کلو گندم تقریباً تیس روپے کے ہیں اور چار کلو کھجور تقریباً دو سو روپے کی ہیں اور چار کلو کشمش تقریباً چار سو روپے کی ہیں اور چار کلو پنیر تقریباً ایک ہزار روپے کا ہے، سو جس طرح قربانی کے جانوروں میں تنوع ہے اور ان کی کئی اقسام ہیں، اسی طرح صدقہ فطر میں بھی تنوع ہے اور اس کی کئی اقسام ہیں، اور جو لوگ جس حیثیت کے ہوں، وہ اس حیثیت سے صدقہ فطر ادا کریں، مثلاً جو کروڑ پتی لوگ ہیں، وہ چار کلو پنیر کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں، جو لکھ پتی ہیں، وہ چار کلو کشمش کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں اور جو ہزاروں روپوں کی آمدنی والے ہیں، وہ چار کلو گرام کھجور کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں اور جو سینکڑوں کی آمدنی والے ہیں، وہ دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل کروڑ پتی ہوں یا سینکڑوں کی آمدنی والے ہوں، سب دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرتے ہیں اور تنوع پر عمل نہیں کرتے، جب کہ قربانی کے جانوروں میں لوگ تنوع پر عمل کرتے ہیں اور کروڑ پتی لوگ کئی کئی لاکھ کے بیل خرید کر اور متعدد قیمتی اور مہنگے دنبے اور بکرے خرید کر ان کی قربانی کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ ہم اپنا جائزہ لیں تو اس کی یہ وجہ تو نہیں ہے کہ قربانی کے مہنگے اور قیمتی جانور خرید کر ہمیں اپنی شان و شوکت اور امارت دکھانے کا موقع ملتا ہے۔ ہم بڑے فخر سے وہ قیمتی جانور اپنے عزیزوں اور دوستوں کو دکھاتے ہیں اور نمود و نمائش کرتے ہیں اور صدقہ فطر کسی غریب آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیا جاتا ہے، اس میں دکھانے اور سنانے اور اپنی امارت جتانے کے مواقع نہیں ہیں اس لیے کروڑ پتی سے لے کر عام آدمی تک سب دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرتے ہیں۔ سوچئے! ہم کیا کر رہے ہیں؟ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن یہ ساری قربانیاں ریاکاری قرار دے کر ہمارے منہ پر مار دی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانوروں کی متعدد قسمیں اس لیے کی ہیں کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنی حیثیت کے لحاظ سے قربانی کا تعین کریں۔ اسی طرح آپ نے صدقہ فطر کی متعدد اقسام بھی اس لیے کی ہیں کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنی حیثیت کے لحاظ سے صدقہ فطر ادا کریں، سو جس طرح ہم اپنی حیثیت کے لحاظ سے قربانی کے جانوروں کا تعین کرتے ہیں اسی طرح ہمیں اپنی حیثیت کے لحاظ سے صدقہ فطر کی قسم کا تعین بھی کرنا

چاہیے اور تمام طبقات کے لوگوں کو صرف دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر پر عمل کرنا چاہیے۔

* باب مذکور کی احادیث شرح صحیح مسلم: ۲۱۸۵۔ ۲۱۷۳۔ ج ۲ ص ۹۰۲۔ ۹۰۰ پر مذکور ہیں' ان کی شرح کی عنوان یہ ہیں:

(۱) صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب (۲) گندم کے نصاب میں مذاہب (۳) نظریہ احناف پر دلائل۔

''کتاب الزکوٰۃ'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین! آج ۱۹' رجب ۱۴۲۸ھ/ ۳' اگست ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ بعد نماز فجر ''کتاب الزکوٰۃ'' مکمل ہو گئی۔

''کتاب الزکوٰۃ'' میں ۱۷۲' احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے احادیث موصولہ ۱۱۹ ہیں اور باقی متابعات اور تعلیقات ہیں' ان میں ایک سو احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث ۷۲ ہیں' ان میں ۱۷' احادیث ایسی ہیں جو صحیح مسلم میں بھی ہیں۔

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی احادیث بھی مکمل کرا دیں' اس کاوش کو میری طرف سے قبول فرمالیں اور میری اور میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب کی' میرے تلامذہ کی اور تمام قارئین کی اور مسلمانوں کی مغفرت فرما دیں۔

آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

AJC™ Trial Buy Now!

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۵ - كِتَابُ الْحَجِّ

حج کا بیان

''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الحج'' درج کرنے کی توجیہ' حج کا لغوی اور شرعی معنی اور حج کی مشروعیت کی تاریخ

امام بخاری نے ''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الحج'' کو درج کیا ہے' حالانکہ مناسب یہ تھا کہ وہ ''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الصوم'' کو ذکر کرتے جیسا کہ امام ابن بطال نے کیا ہے' اور اسلام کے ارکان خمسہ بھی اسی ترتیب سے ہیں' لیکن جب کہ ''کتاب الزکوٰۃ'' اور ''کتاب الحج'' دونوں مالی عبادت ہونے میں شریک ہیں' اس لیے امام بخاری نے ''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الحج'' کو شروع کیا۔

حج کا لغوی معنی ہے: قصد کرنا' اور اس کا شرعی معنی ہے: تعظیم کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا' اس کی شرط احرام ہے اور اس کے ارکان وقوف عرفہ اور طواف زیارت ہیں' یہ زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے اور اس کے فرض ہونے کی شرط یہ ہے کہ انسان کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ حرمین شریفین تک جائے اور واپس آئے اور وہاں کھانے پینے اور رہائش کا انتظام کر سکے اور جو لوگ اس کے زیر کفالت ہوں' اتنے عرصہ کے لیے ان کا خرچ مہیا کر سکے اور اگر اس پر قرض ہو تو وہ ادا کر سکے اور وہ صحت مند ہو اور سفر کے قابل ہو اور اس کے سفر میں کوئی قانونی رکاوٹ نہ ہو اور اگر عورت حج کرنے والی ہو تو اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم ہو۔

علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ حج ۵ھ میں فرض ہوا ہے' ایک قول ہے: ۹ھ میں فرض ہوا ہے اور یہی صحیح ہے' ایک قول ۶ھ کا بھی ہے۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ حج ۹ھ میں فرض ہوا ہے کیونکہ ۱۹ رمضان ۸ھ میں مکہ فتح ہوا تھا اور اس سال حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو حج کرایا تھا اور مشرکین بھی افعال جاہلیت کے مطابق حج کرتے رہے' پھر جب ۹ھ میں حج فرض ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو اپنی امارت اور قیادت میں حج کرائیں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے سورۂ براءت (توبہ) کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور کعبہ میں برہنہ طواف نہیں کرے گا اور ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور اس حج کا نام حجۃ الوداع رکھا گیا' مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہے اور اس کے وجوب کی یہ شرائط ہیں: عقل' بلوغ اور استطاعت' اس میں فقہاء کا اختلاف

ہے کہ حج فوراً واجب ہوتا ہے یا اس میں تاخیر کی گنجائش ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس میں ایک سال اور دو سال کی تاخیر کی گنجائش ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے فرض ہونے کے بعد ایک سال کی تاخیر فرمائی تھی۔

(المفہم ج ۳ ص ۲۵۶۔۲۵۵' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

۱- بَابُ وُجُوْبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهٖ — حج کا وجوب اور اس کی فضیلت

اس باب میں حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اب امام بخاری نے حج کے افعال سے متعلق ابواب کے بیان کو شروع کر دیا ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آل عمران: ۹۷)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے O (آل عمران: ۹۷)

بیت اللہ کے اسماء

اس آیت میں بیت اللہ کا ذکر ہے' بیت اللہ کے متعدد نام ہیں' مشہور نام کعبہ ہے' قرآن مجید میں ہے:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ. (المائدہ: ۹۷)

اللہ نے معزز بیت کعبہ کو لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا۔

کعبہ کا معنی شرف اور بلندی ہے اور بیت اللہ بھی مشرف اور بلند ہے' اس لیے اس کو کعبہ کہتے ہیں۔

اس کا نام ''البیت العتیق'' بھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ. (الحج: ۲۹)

اور وہ البیت العتیق کا طواف کریں۔

''العتیق'' کا معنی آزاد کرنے والا ہے اور اس کی زیارت کرنے سے مسلمان دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اس کا نام مسجد حرام بھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. (بنی اسرائیل: ۱)

سبحان ہے وہ جو اپنے مکرم بندہ کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے لے گیا۔

حج کی استطاعت کی تفصیل

ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ نے حج کی استطاعت میں حسب ذیل امور ذکر کیے ہیں:

(۱) حج کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو' جو اس کی رہائش' کپڑوں' نوکروں' گھر کے سامان اور دیگر ضروریات سے اس قدر زائد ہو کہ مکہ مکرمہ تک جانے کے دوران' حج تک وہاں رہنے اور پھر واپس آنے کے لیے اور سواری کے خرچ کے لیے کافی ہو اور اس کے پاس اس کے علاوہ اتنا مال ہو' جس سے وہ اپنے قرضہ جات ادا کر سکے اور اس عرصہ کے لیے اس کے اہل و عیال کا خرچ پورا ہو سکے اور گھر کی مرمت اور دیگر مصارف ادا ہو سکیں۔

(۲) وہ شخص سالم الاعضاء اور تندرست ہو' حتیٰ کہ لولے لنگڑے' مفلوج' جس کے ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہوں' بیمار اور بہت بوڑھے شخص پر حج فرض نہیں ہے' اگر وہ سفر خرچ اور سواری کے مالک ہوں تب بھی ان پر حج فرض نہیں ہے اور جو شخص نابینا ہو اس پر بھی حج

کرانا فرض نہیں ہے اور نہ اپنے مال سے حج کرانا فرض ہے اگر اس کو قائد میسر ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر پھر بھی حج فرض نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس میں دو روایتیں ہیں۔

(۳) اگر راستہ میں سلامتی غالب ہو تو اس پر حج فرض ہے اور اگر سلامتی غالب نہ ہو تو پھر حج فرض نہیں ہے۔

(۴) اگر اس کے شہر اور مکہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو عورت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو یا اس کا محرم ہو اور محرم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مامون' آزاد اور عاقل اور بالغ ہو' محرم کا خرچ حج کرانے والے کے ذمہ ہے۔

(۵) عورت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس وقت میں عدت نہ گزار رہی ہو' خواہ عدت وفات ہو یا عدت طلاق۔

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۱۹۔ ۲۱۷ 'مطبعہ امیریہ کبری بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سفر خرچ اور ایسی سواری پر قادر ہو جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا دے اور وہ حج نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ (سنن ترمذی: ۸۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کیے؟

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حج کیے' دو حج ہجرت سے پہلے اور ایک حج ہجرت کے بعد۔ (سنن ترمذی: ۸۱۵' سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۶۔ ۲۶۰۶)

حلال آمدنی سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام آمدنی سے حج کرنے کی مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص حلال آمدنی سے حج کرنے کے لیے نکلتا ہے اور اپنا پیر اونٹ کی رکاب میں رکھتا ہے اور "لبیک لبیک" کے ساتھ ندا کرتا ہے تو آسمان سے آواز آتی ہے: "لبیک وسعدیك" (تیری حاضری قبول ہے) تیرا سفر خرچ حلال ہے اور تیری سواری حلال ہے اور تیرا حج مقبول ہے' مردود نہیں ہے اور جب کوئی شخص حرام آمدنی کے ساتھ حج کے لیے نکلتا ہے اور اپنا پیر اونٹ کی رکاب میں رکھ کر کہتا ہے: "لبیک" تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے: "لا لبیک' لا سعدیك" (تیری حاضری قبول نہیں) تیرا سفر خرچ حرام ہے' تیری سواری حرام ہے اور تیرا حج مقبول نہیں ہے۔ (المعجم الاوسط: ۵۲۲۴۔ ج ۶ ص ۱۱۰۔ ۱۰۹' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

١٥١٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سلیمان بن یسار از عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت الفضل رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے' پس قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت الفضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک اللہ کا اپنے بندوں پر حج کا فریضہ ہے' میرا باپ بہت

أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ. وَذٰلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

بوڑھا ہے وہ سواری پر برقرار نہیں رہ سکتا! کیا میں اس کی طرف سے حج ادا کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۵۴-۱۸۵۵-۴۳۹۹-۶۲۲۸]

(صحیح مسلم: ۱۳۳۴، الرقم المسلسل: ۳۱۹۳، سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹، سنن نسائی: ۲۶۳۱، سنن دارمی: ۱۸۳۳، المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۷۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۹ طبع قدیم مسند احمد: ۳۰۴۹- ج ۵ ص ۱۶۹، موسسۃ الرسالۃ بیروت مسند الطحاوی: ۳۳۴۷)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: حج کا وجوب اور اس کی مطابقت اس حدیث سے اس طرح ہے کہ جب اس عورت کا باپ خود حج نہیں کر سکتا تھا تو آپ نے اس کی بیٹی کو اس کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا' اس سے حج کا وجوب معلوم ہوا۔

حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ' حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے اور عورت کو منع نہ کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت الفضل کا ذکر ہے' ان کا نام ہے: حضرت الفضل بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی' ابو عبد اللہ' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں' ان کی والدہ حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث بن حزن الہلالیہ ہیں' ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں' حضرت الفضل' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے' ان کی شہادت صفر ۱۳ھ میں ہوئی تھی' اس وقت ان کی عمر بائیس سال تھی۔

حضرت الفضل سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ ایک سواری پر دو آدمیوں کا بیٹھنا جائز ہے۔

حضرت الفضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی' اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ احرام میں کھلا رہنا چاہیے۔ حضرت الفضل نے اس عورت کے چہرہ کی طرف دیکھا' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی طبیعت پر شہوت کا غلبہ ہے اور وہ طبعی تقاضوں کو روکنے میں کم زور ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے اور عالم کو چاہیے کہ وہ اس سے روکے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو حضرت الفضل کی طرف دیکھنے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ جب آپ نے حضرت الفضل کے چہرہ کو اس کی طرف سے پھیر دیا تو وہ عورت بھی متنبہ ہو گئی تھی' اس حدیث کی وجہ سے بعض مالکی فقہاء نے یہ کہا ہے کہ عورت پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھانپے بلکہ مرد پر لازم ہے کہ وہ عورت کے چہرے کی طرف نہ دیکھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو چہرہ ڈھانپنے کے لیے اس لیے نہیں فرمایا کیونکہ وہ احرام میں تھی اور احرام میں چہرہ کھلا رکھا جاتا ہے' اور آپ نے حضرت الفضل کو اس عورت کی طرف دیکھنے سے منع کرنے کے بجائے ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا کیونکہ فعل سے منع کرنا قول سے منع کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔

حج بدل کرنے میں فقہاء اسلام کے مذاہب

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' الثوری' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی شخص معذور ہو اور وہ حج نہ کر سکے تو اس کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے' اور امام مالک اور لیث نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے حج نہ کرے' سوائے اس صورت

سے کہ کوئی شخص فوت ہو چکا ہو اور اس نے حجۃ الاسلام نہ کیا ہو۔

صاحب الہدایہ نے یہ کہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو عطا کر دے خواہ نماز ہو یا صدقہ ہو یا روزہ ہو یا کوئی اور عبادت ہو' یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک صحیح ہے' کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کی قربانی کی ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۷' سنن ابوداؤد: ۲۷۹۲)

عبادت کی کئی قسمیں ہیں: (۱) مالیہ محضہ' جیسے زکوٰۃ (۲) بدنیہ محضہ' جیسے نماز (۳) اور دونوں سے مرکب' جیسے حج۔

پہلی قسم میں نیابت جاری ہوتی ہے' اور دوسری قسم میں کسی حال میں نیابت جائز نہیں ہے اور تیسری قسم میں اس وقت نیابت جائز ہے جب اصل مکلف شخص اس عبادت کی ادائیگی سے عاجز ہو اور جب وہ خود اس عبادت پر قادر ہو تو کسی اور کا اس کی طرف سے اس عبادت کو کرنا جائز نہیں ہے اور اس میں یہ شرط ہے کہ اصل مکلف تاحیات اس عبادت کو کرنے سے عاجز ہو کیونکہ حج پوری زندگی میں فرض ہے' اور نفلی حج میں قدرت کی حالت میں بھی نیابت جائز ہے کیونکہ نفل کے باب میں زیادہ وسعت ہے' اور ظاہر المذہب یہ ہے کہ حج اس کا ہوگا جس کی طرف سے حج کیا جائے گا جیسا کہ خثعمیہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

حج بدل میں حج کس کا ہوگا؟ حج کرنے والے کا یا حج کروانے والے کا؟

امام محمد کے نزدیک حج اس کا ہوگا جو حج کرے گا اور حج کرانے والے کو مال خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔

(ہدایہ اولین ص ۲۷۷۔ ۲۷۶' محمد علی کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ جب مریض کسی شخص کو حج کرنے کا حکم دے' پھر بعد میں وہ تندرست ہو جائے تو فقہاء احناف' امام شافعی اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ اب اس کے لیے وہ حج کافی نہیں ہوگا' اور اس پر لازم ہے کہ وہ خود حج کرے اور امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ اس کی طرف سے جو حج کیا گیا ہے' وہ اس کے لیے کافی ہے' اسی طرح سے جو شخص اس مرض میں مر گیا اور اس کی طرف سے حج کیا جا چکا ہے تو فقہاء احناف اور ابوثور نے کہا ہے کہ وہ اس کے لیے حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس کے لیے یہ حج' حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور دوسرا یہ ہے کہ کافی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حج بدل کرنے کے ثبوت میں دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا: شبرمہ کی طرف سے لبیک' آپ نے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی ہے یا میرا رشتہ دار ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنا حج کر لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پہلے اپنا حج کرو' پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو (افضل یہی ہے کہ پہلے اپنا حج کرے' بعد میں دوسرے کی طرف سے)۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۱۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۳' المنتقی لابن جارود: ۴۹۹' مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۲۳' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۳۹' مسند ابویعلیٰ: ۲۴۴۰' سنن الدار قطنی ج ۲ ص ۲۶۷' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۳۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا یا ان کا کوئی قرض ادا کیا' وہ قیامت کے دن ابرار (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' سنن دار قطنی: ۲۵۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے

تو وہ حج اس کی طرف سے بھی قبول کیا جاتا ہے اور اس کے والدین کی طرف سے بھی اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۵۹ طبع قدیم' سنن دارقطنی: ۲۵۷۳' دار الکتب العلمیہ' اس کی سند میں ایک راوی ابو سعید البقال ضعیف ہے' تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۸۰-۷۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ اور ماں کی طرف سے حج کیا' اس کا اپنا حج بھی ہو گیا اور اس کو دس حج کرنے کی فضیلت ملے گی۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۵۹ طبع قدیم' رقم الحدیث: ۲۵۷۶ طبع جدید' اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس پر جو حج فرض ہے وہ اس کو ادا کرنے کی نیت کرے پھر اس کا ثواب اپنے ماں باپ کو پہنچا دے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور اس نے حج نہیں کیا' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کرتے تو وہ قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۵۹ طبع قدیم' المعجم الاوسط: ۱۰۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۲)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۴۷۔ ج ۳ ص ۴۳۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوانات ہیں:
① حج بدل میں شوافع کا نظریہ اور تشریح حدیث ② حج بدل میں احناف کا نظریہ ③ حج بدل کے عدم وجوب میں مالکیہ کے دلائل ④ دلائل مالکیہ کے جوابات ⑤ حنابلہ کا نظریہ ⑥ نظریہ احناف پر دلائل ⑦ اموات کے لیے ایصال ثواب۔

۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ○ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ (الحج: ۲۸-۲۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے) وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دُبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے ○ تا کہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر حاضر ہوں۔ (الحج: ۲۸-۲۷)

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں اس آیت کو ذکر کیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ حج کی سواری پر قدرت کی جو شرط ہے وہ پیدل حج کرنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں حج کے لیے پیدل چل کر جانے اور سواری پر جانے دونوں کا ذکر ہے۔

قیامت تک وہی حج کر سکیں گے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار پر لبیک کہا تھا

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل روایات ذکر کی ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ آپ لوگوں میں حج کرنے کا اعلان کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ان سب لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اعلان کیجئے! آواز پہنچانا میرا کام ہے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا: اے لوگو! تم پر اس قدیم گھر کا حج فرض کر دیا گیا ہے' سو تم حج کرو! آسمان اور زمین کی تمام مخلوق نے اس اعلان کو سن لیا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کے دور دراز علاقوں سے تلبیہ پڑھتے ہوئے لوگ حج کرنے کے لیے آتے ہیں!

(جامع البیان: ۱۸۹۳۵' تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۳۸۷۷' المستدرک ج ۲ ص ۳۸۹-۳۸۸)

مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر نداء کی: اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نداء ان سب کو سنا دی' جو مردوں کی پشت میں اور عورتوں کے رحموں میں تھے اور ان سب نے اس نداء کا جواب دیا' جو اللہ تعالیٰ کے علم میں قیامت تک حج کرنے والے تھے' جنہوں نے ''اللھم لبیك اللھم لبیك'' کہا تھا۔ (جامع البیان: ۱۸۹۳۶' المستدرک ج ۲ ص ۵۵۲)

اس آیت کی مزید تشریح ہماری تفسیر 'تبیان القرآن' سورۃ الحج: ۹۸۔۹۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿فِجَاجًا﴾ (نوح: ۲۰) اَلطُّرُقُ الْوَاسِعَةُ. ''فجاجًا'' وسیع اور کشادہ راستے۔

امام بخاری کی عادت ہے' جب آیت میں کوئی مشکل لفظ آیا ہو تو اس کا معنی بیان کر دیتے ہیں' اس آیت میں ''فج عمیق'' کا لفظ تھا تو امام بخاری نے بتایا' اس کی جمع ''فجاجًا'' ہے اور اس کا معنی ہے: وسیع اور کشادہ راستے۔

۱۵۱٤ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهٗ بِذِى الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ يُهِلُّ حَتّٰى تَسْتَوِىَ بِهٖ قَائِمَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب کہ سالم بن عبد اللہ بن عمر نے ان سے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ میں سواری پر سوار ہوئے' پھر آپ نے احرام باندھا حتیٰ کہ سواری سیدھی کھڑی ہو گئی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۷' الرقم المسلسل: ۲۷۷۵' سنن ابوداؤد: ۱۷۷۲' سنن نسائی: ۱۱۷' سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن عیسیٰ ابو عبد اللہ التستری مصری الاصل' یہ تستر میں تجارت کرتے تھے تو اس طرف منسوب ہو گئے' ۲۴۳ھ میں ان کی وفات ہوئی (۲) ابن وہب' وہ عبد اللہ بن وہب مصری ہیں (۳) یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۶)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ میں سواری پر سوار ہوئے۔

سواری پر سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے یا پیدل چل کر؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر حج میں سواری پر سوار ہونا اور پیدل چلنا دونوں جائز ہیں' تاہم اس میں بحث ہے کہ ان میں سے افضل کون سی چیز ہے۔

جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ سواری پر سفر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اتباع ہے اور حج کے سفر میں خرچ کرنا ہے' اور حج کے سفر میں خرچ کرنا بہت زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۶)

سواری پر حج کرنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے' سات سو گنا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۵' المعجم الاوسط: ۵۲۷۰) یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثل ہے ایک درہم کو خرچ کرنا سات سو درہم کو خرچ کرنے کے برابر ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۸)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفود ہیں' اگر وہ سوال کریں تو ان کو عطا کیا جاتا ہے اگر وہ دعا کریں تو ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر وہ خرچ کریں تو ان کو اس کا بدل عطا کیا جاتا ہے۔ الحدیث (شعب الایمان: ۴۱۰۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ عزوجل کے وفد ہیں' وہ جو سوال کریں اللہ عطا فرماتا ہے' وہ جو دعا کریں اللہ قبول فرماتا ہے اور وہ جو خرچ کریں اس کا عوض انہیں ایک درہم کے بدلہ میں دس لاکھ درہم عطا کیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان: ۴۱۰۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نے نذر مانی کہ وہ پیدل چل کر بیت اللہ جائے گی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا' تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ اس کے پیدل چلنے سے مستغنی ہے' اس کو سوار ہونے کا حکم دو۔

(سنن ترمذی: ۱۵۳۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سواری پر سوار ہو کر حج کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے اور حج میں خرچ کرنے سے ایک درہم کے بدلہ میں سات سو درہم یا دس لاکھ درہم اجر ملتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا تھا اور سوار ہو کر حج کرنے میں آپ کے فعل کی اتباع ہے۔

پیدل حج کرنے کی فضیلت میں احادیث

بعض فقہاء نے کہا: پیدل چل کر حج کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں زیادہ مشقت ہے اور اس کا اجر بہت زیادہ ہے' حدیث میں ہے:

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بہت سخت بیمار ہو گئے' انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر جمع کیا' پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مکہ سے پیدل حج کرنے کے لیے نکلا حتیٰ کہ مکہ لوٹ آیا' اللہ اس کو ہر قدم کے بدلے میں سو نیکیاں عطا فرمائے گا' ہر نیکی حرم کی نیکیوں کی مثل ہو گی' پوچھا گیا: حرم کی نیکیاں کیسی ہیں؟ فرمایا: ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (المستدرک: ۱۶۹۲' المطالب العالیہ: ۱۰۹۱' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۹' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷۸' المعجم الکبیر ج ۳ ص ۱۲۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کسی چیز کا کوئی افسوس نہیں ہے' سوا اس کے کہ میں نے پیدل حج نہیں کیا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے سوار ہو کر حج کیا' اس کو ہر قدم پر ایک نیکی ملے گی اور جس نے پیدل حج کیا' اس کو ہر قدم چلنے پر حرم کی ستر نیکیاں ملیں گی۔ (الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۵۷' المکتبۃ الاثریہ' پاکستان)

سواری پر حج کرنے والوں کو ملال نہیں کرنا چاہیے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سوار ہو کر حج کرنے اور پیدل چل کر حج کرنے کا معاملہ اشخاص اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۹۳ء میں حج کیا تھا اور ۱۹۸۳ء سے میری کمر میں شدید درد تھا' مجھے مکہ مکرمہ سے پیدل چل کر حج کے لیے جانے کی بہت خواہش تھی لیکن میں اپنی کمر کی تکلیف کی وجہ سے دو کلو میٹر سے زیادہ پیدل نہیں چل سکتا تھا'

بہر حال میں اپنی مجبوری کی وجہ سے بس میں بیٹھ کر منیٰ 'عرفات' مزدلفہ اور پھر واپس مکہ مکرمہ آیا لیکن مجھے بڑا قلق رہتا تھا کہ میں پیدل حج کر کے ہر قدم پر حرم شریف کی سات سو نیکیوں کا اجر حاصل نہیں کر سکا' لیکن آج ان سطور کے لکھتے وقت میں سوچ رہا ہوں کہ کیا ہوا جو میں نے پیدل حج نہیں کیا' میں نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو پا لیا اور سواری کے کرائے میں جو میں نے رقم خرچ کی تو ایک حدیث کے مطابق مجھے ایک روپے کے مقابلہ میں ان شاء اللہ سات سو روپے راہ خدا میں خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور دوسری حدیث کے مطابق مجھے ان شاء اللہ ایک روپے کے مقابلہ میں دس لاکھ روپے راہ خدا میں خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور چونکہ یہ روپے حرم شریف میں خرچ ہوئے تو ان کا اجر بھی ہر روپے پر سات سو گنا زیادہ ہو گا' سو اس بحث کے لکھتے وقت پیدل حج نہ کرنے کی وجہ سے جو مجھے چودہ سال سے ملال تھا وہ آج جاتا رہا (یہ سطور ۲۰ رجب ۱۴۲۸ھ/ ۵ اگست ۲۰۰۷ء کو لکھی گئی ہیں)۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۷۸۔ ج ۳ ص ۹۷۵ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۱۵ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ سَمِعَ عَطَاءً يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ إِهْلَالَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ. رَوَاهُ أَنَسٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے عطاء سے سنا' وہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا احرام باندھنا ذوالحلیفہ سے تھا' آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اس حدیث کو حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے۔

۳ - بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ

پالان پر سوار ہو کر حج کرنا

۱۵۱۶ - وَقَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ وَحَمَلَهَا عَلَى قَتَبٍ.

اور ابان نے کہا: ہمیں مالک بن دینار نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے ان کے ساتھ ان کے بھائی حضرت عبد الرحمٰن کو بھیجا' پس انہوں نے حضرت عائشہ کو مقام تنعیم سے عمرہ کرایا اور ان کو پالان کی پچھلی لکڑی پر بٹھایا۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ شُدُّوا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج میں پالانیں باندھو کیونکہ حج بھی دو جہادوں میں سے ایک جہاد ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبد الرزاق: ۸۸۳۰ میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کو جہاد اس لیے فرمایا کہ حج میں بھی انسان اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتا ہے' حج کی مشقت پر صبر کرتا ہے' نفسانی لذتوں کو ترک کرتا ہے' اپنے آپ کو شہوت کے تقاضوں سے دور رکھتا ہے۔

۱۵۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابوبکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث

ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ حَجَّ أَنَسٌ عَلٰى رَحْلٍ' وَلَمْ يَكُنْ شَحِيحًا' وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ' وَكَانَتْ زَامِلَتَهُ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عزرہ بن ثابت نے حدیث بیان کی از ثمامہ بن عبد اللہ بن انس' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پالان پر بیٹھ کر حج کیا اور وہ کنجوس نہ تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پالان پر سوار ہو کر حج کیا اور اونٹ کی دونوں طرف کی تھیلیوں میں آپ کا سامان لدا ہوا تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی بکر المقدمی (۲) یزید بن زریع (۳) عزرہ بن ثابت الانصاری (۴) ثمامہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۰)

۱۵۱۸ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اعْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَعْتَمِرْ' فَقَالَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ' اذْهَبْ بِأُخْتِكَ' فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ. فَأَحْقَبَهَا عَلٰى نَاقَةٍ' فَاعْتَمَرَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایمن بن نابل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں القاسم بن محمد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ لوگوں نے عمرہ کر لیا اور میں نے عمرہ نہیں کیا' آپ نے فرمایا: اے عبد الرحمان! اپنی بہن کو لے جاؤ اور ان کو مقام تنعیم سے عمرہ کراؤ' حضرت عبد الرحمن نے ان کو اونٹنی پر اپنے پیچھے پالان پر بٹھایا' پس انہوں نے عمرہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳ میں گزر چکی ہے' تاہم ان دونوں حدیثوں سے بھی معلوم ہوا کہ پیدل حج کرنے کی بہ نسبت سواری پر بیٹھ کر حج کرنا افضل ہے۔

٤ - بَابُ فَضْلِ الْحَجِّ الْمَبْرُوْرِ — حج مقبول کی فضیلت

اس عنوان میں "حج مبرور" کا لفظ ہے' ابن خالویہ نے کہا: اس کا معنی ہے: حج مقبول' دوسروں نے کہا: اس کا معنی ہے: جس حج میں کوئی گناہ نہ کیا ہو' "المبرور" کا مادہ "بر" ہے اس کا معنی ہے: نیکی۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۱)

میں کہتا ہوں کہ حدیث میں حج مبرور کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے' آپ سے پوچھا گیا کہ "بر" کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کھانا کھلانا اور اچھی باتیں کرنا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۱۴' الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۱ ص ۱۳۱' شعب الایمان: ۴۱۱۹)

۱۵۱۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.

رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا' پوچھا گیا: پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' پوچھا گیا: پھر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: حج مبرور۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ' عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ' عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' نَرَى الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ' اَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ لَا لٰكِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمان بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی عمرہ نے خبر دی از عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہماری رائے ہے کہ جہاد سب سے افضل عمل ہے تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۶۱۔ ۲۷۸۴۔ ۲۸۷۵۔ ۲۸۷۶]

(سنن نسائی: ۲۶۲۷' سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۱' مسند الطحاوی: ۹۳۴۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالرحمان بن المبارک بن عبداللہ العیشی (۲) خالد بن عبداللہ بن عبدالرحمان الطحان (۳) حبیب بن ابی عمرہ (۴) عائشہ بنت طلحہ بنت عبیداللہ التیمیہ القرشیہ' یہ قریش میں حسین ترین خاتون تھیں' مصعب بن الزبیر نے ان کا دس لاکھ مہر مقرر کیا تھا (۵) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۲)

حج کے جہاد سے افضل ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمارے نزدیک جہاد سب سے افضل عمل ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں جہاد کرنے والوں کی قلت تھی اور ہر شخص پر جہاد کرنا فرض عین تھا' لیکن جب اسلام ہر جگہ پھیل گیا تو پھر جہاد فرض کفایہ ہو گیا' جو شخص جہاد کر لیتا تو پھر باقی مسلمانوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی' پس اس وقت حج جہاد سے افضل ہو گیا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے' لیکن جب دشمن مسلمانوں کے شہر پر ٹوٹ پڑے اور اس سے دفاع کی ضرورت ہو اور دشمن بہت غالب اور قوی ہو اور اس سے خطرہ ہو تو پھر اس وقت جہاد فرض عین ہوگا اور اس وقت جہاد کرنا حج سے افضل ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلنے پر روافض کا اعتراض اور اس کا جواب

المہلب نے کہا ہے کہ آپ نے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے' اس میں آپ نے اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح

الْأُوْلٰی. (الاحزاب: ۳۳) اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرو۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ وہ گھروں میں رہیں جیسا کہ روافض کا زعم ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ طعن کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیے اپنے گھر سے نکل کر بصرہ گئیں' ان کا یہ طعن اس لیے وارد نہیں ہوتا کہ حضرت عائشہ دراصل حج کرنے کے لیے گئی ہوئی تھیں اسی اثناء میں باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے رفقاء ان کے خوف سے مدینہ چھوڑ کر مکہ میں آ گئے اور حضرت عائشہ کو بھی مشورہ دیا' آپ اب مدینہ نہ جائیں' باغیوں سے کوئی بعید نہیں کہ وہ آپ کی بے حرمتی کریں' بصرہ میں ہمارے بہت حامی ہیں' آپ ہمارے ساتھ وہاں چلیں' سو حضرت عائشہ اصلاح کی غرض سے بصرہ روانہ ہو گئیں' پھر جو ہونا تھا وہ ہو گیا' لیکن حضرت عائشہ کا گھر سے نکلنا حج کے لیے تھا اور حج پر جانے کی اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے!

١٥٢١ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۱۹۔ ۱۸۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار ابو الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوحازم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور شہوت آمیز باتیں نہیں کیں' نہ کوئی گناہ کیا تو وہ حج سے اس طرح واپس ہو گا جیسے اپنی ماں سے اسی دن پیدا ہوا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۰' الرقم المسلسل: ۳۲۳۳' سنن ترمذی: ۸۱۱' سنن نسائی: ۲۶۲۷' سنن دار قطنی ج ۵ ص ۲۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۳۶' ج ۱۲ ص ۳۸' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۰۷۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سیار (۴) ابو حازم سلیمان الاشجعی' یہ عمر بن عبد العزیز کے ایام حکومت میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۴)

''رفث'' اور ''فسق'' کا معنی

اس حدیث میں ''رفث'' اور ''فسق'' کے الفاظ ہیں' ''رفث'' کے معنی ہیں: جماع کرنا اور جماع سے متعلق باتیں کرنا اور ''فسق'' کا معنی ہے: اللہ کے حکم کو ترک کرنا اور راہ حق سے منحرف ہونا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانا۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: وہ حج سے اس طرح واپس ہو گا جیسے اپنی ماں سے اسی دن پیدا ہوا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یعنی اس کا کوئی گناہ نہیں ہو گا' اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے تمام صغائر اور کبائر کی مغفرت کر دی جائے گی' اور گناہوں سے بری ہونے میں وہ اپنے اس حال کے مشابہ ہو گا جب وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ملا علی قاری کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ حقوق العباد معاف ہوتے ہیں

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ حج کرنے سے گزشتہ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن اس پر اجماع ہے کہ عبادات سے صرف وہ صغائر معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے نہ ہو' کیونکہ حقوق العباد اس وقت معاف ہوتے ہیں' جب صاحب حق کو راضی کر دیا جائے' علاوہ ازیں شرک کے علاوہ باقی گناہوں کا معاف ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

(مرقات ج ۵ ص ۳۸۲' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

مصنف کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

میں کہتا ہوں کہ ملا علی قاری کی اس عبارت نے تو حج کی عظمت اور اہمیت کو ختم کر دیا ہے' صرف صغائر کی مغفرت تو ایک نماز پڑھنے سے بھی بلکہ وضوء کرنے سے بھی ہو جاتی ہے' پھر حج کی خصوصیت کیا رہے گی' یہ ٹھیک ہے کہ کبیرہ گناہوں کی معافی توبہ سے ہوتی ہے لیکن حج کرنے والا میدان عرفات میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہے' اس لیے حج کرنے سے اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ہماری اس تقریر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

طلحہ بن عبید اللہ بن کریز بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان کو کسی دن اس سے زیادہ چھوٹا' اس سے زیادہ خیر سے دور' اس سے زیادہ حقیر اور اس سے زیادہ غضب ناک نہیں دیکھا گیا جتنا وہ یوم عرفہ کو ہوتا ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ اس دن اللہ کی رحمت نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بڑے بڑے گناہ معاف فرما رہا ہے' سوا یوم بدر کے۔ الحدیث

(موطا امام مالک۔ کتاب الحج: ۲۴۵' شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۵۸' شعب الایمان: ۴۰۶۹' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۰۱' کنز العمال: ۱۲۱۰۵)

علامہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی المالکی المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ شیطان رحمت نازل ہوتے ہوئے دیکھتا ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا کر حج کرنے والوں کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کر رہے ہیں' اور اللہ تعالیٰ حج کرنے والوں کے ان کبیرہ گناہوں کو معاف فرما رہا ہے جن کو اس ملعون نے بندوں کے لیے مزین کیا تھا اور اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ بندے ان گناہوں سے ہلاک ہو جائیں اور ایمان سے کفر کی طرف منتقل ہو جائیں اور اس کی طرح دائمی عذاب میں مبتلا ہو جائیں اور جب اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی تو وہ غم و غصہ میں مبتلا ہو گیا۔ (شرح الزرقانی علی الموطا ج ۲ ص ۵۵۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

موطا امام مالک کی اس حدیث کی تائید میں اور متعدد احادیث ہیں' ان میں سے بعض یہ ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی اللہ تعالیٰ دوزخ سے بندوں کو آزاد نہیں کرتا' اور اللہ (اپنی رحمت کے ساتھ بندوں کے) قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے فخر کر کے فرماتا ہے: ان لوگوں نے کیا ارادہ کیا تھا! (سنن نسائی: ۳۰۰۳' المستدرک ج ۱ ص ۴۶۴' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۸' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳۰۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۲۷' کنز العمال: ۱۲۰۷۲' صحیح مسلم: ۱۳۴۸' سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۴' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۰۱)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ میدان عرفات میں توبہ کرنے والے حجاج کی مغفرت کر دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ

شان نہیں ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے خطاء کاروں اور گناہ گاروں پر فخر کرے۔

حج کرنے والے کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دینا

ابن المبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یوم عرفہ "یوم المباهاة" (فخر کا دن) ہے' آپ سے پوچھا گیا: "یوم المباهاة" کیا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ یوم عرفہ کو آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے' پھر فرشتوں کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: میرے ان بندوں کو دیکھو! ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں' میں نے ان کی طرف ایک عظیم رسول بھیجا تو یہ اس پر ایمان لائے اور میں نے ان کی طرف ایک عظیم کتاب بھیجی تو یہ اس پر ایمان لائے' یہ بہت دور دراز کے راستوں پر چل کر میرے پاس آئے ہیں اور یہ مجھ سے سوال کر رہے ہیں کہ میں ان کو دوزخ سے آزاد کر دوں' سو میں نے ان کو آزاد کر دیا' پس یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی لوگوں کو دوزخ سے آزاد ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور اہل عرفات کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے: میرے ان بندوں کی طرف دیکھو! ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں' یہ دور دراز کے راستوں پر چل کر میرے پاس آئے ہیں' میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے' پس فرشتے کہتے ہیں کہ اے میرے رب! فلاں وفلاں شخص (یعنی وہ مغفرت کے لائق نہیں)' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ان سب کی مغفرت کر دی ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی لوگ دوزخ سے آزاد نہیں کیے گئے۔ (شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۵۹' المستدرک ج ۱ ص ۴۶۵' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۰۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۴۳' کنز العمال: ۱۲۰۷۳)

ابن جریج نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اہل عرفہ کے اوپر ایک لحظہ میں مغفرت نازل ہوتی ہے' اس وقت ابلیس اپنے سر پر مٹی ڈال لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے ہلاکت! ہائے موت! پھر تمام شیاطین اس کے پاس جمع ہو کر پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا؟ وہ کہتا ہے: میں نے ان کو ساٹھ ستر سال سے فتنہ میں ڈالا ہوا تھا اور (آج) پلک جھپکنے میں ان کی مغفرت کر دی گئی۔

حج کرنے والے کے ذمہ حقوق العباد کو معاف فرما دینا

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن شام کو اپنی امت کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی' سو آپ بہت دیر دعا کرتے رہے' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی کہ میں نے ایسا کر دیا سوا ان لوگوں کے جنہوں نے دوسروں پر ظلم کیا ہے' رہے ان کے وہ گناہ جو میرے اور ان کے درمیان ہیں تو میں نے ان گناہوں کو معاف کر دیا' پھر آپ نے دعا کی: اے میرے رب! تو اس پر قادر ہے کہ تو اس مظلوم کو جزاء اور ثواب عطا فرما اور اس ظالم کی مغفرت فرما دے' تو اس شام کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول نہیں کی' پھر جب دوسرے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کو دہرایا تو اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور فرمایا: میں نے ان کو معاف کر دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے' آپ کے اصحاب نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ اس وقت کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کے دشمن ابلیس کی وجہ سے مسکرا رہا ہوں' جب اس نے جان لیا کہ اللہ نے میری امت کے متعلق میری دعا قبول کر لی ہے تو وہ چلانے لگا: ہائے ہلاکت! ہائے موت! اور مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے لگا۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۳' سنن ابوداؤد: ۵۲۳۴)

ابن المبارک نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (التمہید ج ۱ ص ۹۷-۹۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ ابن عبد البر نے یہ احادیث صحیحہ درج کی ہیں۔ ان سے واضح ہو گیا کہ جب حج کرنے والا میدانِ عرفات میں دعا کرتا ہے

تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ' خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے اور ملا علی قاری کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حج کرنے سے صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں' گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے ہو۔

اس حدیث سے استدلال کہ حج کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے' جیسے اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو

نیز زیر بحث حدیث' صحیح البخاری: ۱۵۲۱ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جس شخص نے دوران حج کوئی گناہ نہیں کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے وہ اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے' اگر ملا علی قاری کی تحقیق کے مطابق اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے کبیرہ گناہ باقی ہیں اور حقوق العباد بھی اس کے ذمہ ہیں تو پھر کس طرح وہ ایسا ہوگا کہ وہ اس دن ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے' نیز ملا علی قاری کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں' ہم حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کر چکے ہیں کہ اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں' لہٰذا ملا علی قاری کا اس پر اجماع نقل کرنا بھی درست نہیں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ پھر تو قاتلوں اور زانیوں کے لیے معاملہ آسان ہے' وہ قتل اور زنا کریں۔۔۔۔۔ اور حج کر کے اپنی مغفرت کرائیں

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر تو زانیوں' قاتلوں' چوروں' ڈاکوؤں' سود خوروں اور رشوت خوروں کے لیے معاملہ آسان ہے' وہ سال بھر یہ کبیرہ گناہ کرتے رہیں اور سال کے آخر میں حج کر آئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو عادی مجرم ہوتے ہیں ان کو حج کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی' اور جو اس طرح کے کبیرہ گناہ کرنے والا ہو' وہ اسی وقت حج کرنے جاتا ہے جب اس کے دل میں خوف خدا کا غلبہ ہوتا ہے' اور وہ اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے اور دل سے گناہوں پر تائب ہوتا ہے اور جو اس طرح نہ ہو' اس کو حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ ۱۹۹۴ء میں' میں حج کے سلسلہ میں حاجی کیمپ جا رہا تھا' میں جس ٹیکسی میں بیٹھا تھا اس کے ڈرائیور نے مجھ سے پوچھا: آپ حج کرنے جا رہے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اپنی اپنی قسمت ہے! میں اٹھارہ سال مکہ میں رہا اور میں نے حج نہیں کیا اور آپ پاکستان سے حج کرنے جا رہے ہیں!

خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص کو حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی' حج کرنے وہی جاتا ہے جس کے دل میں خوف خدا کا جذبہ ہوتا ہے اور وہ نیکیوں پر آمادہ اور گناہوں کے ترک کرنے پر تیار ہوتا ہے' علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے' وہ قادر مطلق ہے' بے نیاز ہے' اگر وہ قاتلوں' ڈاکوؤں اور زانیوں کی بھی مغفرت فرما دے تو وہ مالک ہے' کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے!

۵ - بَابُ فَرْضِ مَوَاقِيْتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حج اور عمرہ کے مواقیت کا تقرر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مواقیت' میقات کی جمع ہے' جیسے میعاد کی جمع مواعید ہے' امام بخاری نے عنوان میں لکھا ہے: حج اور عمرہ کے مواقیت کو فرض کرنا۔ اس میں فرض کا معنی ہے: واجب کرنا' اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام میقات سے پہلے نہیں باندھ سکتا اور اس کی وضاحت باب نمبر: ۸ سے ہو رہی ہے' جس میں امام بخاری نے یہ لکھا ہے کہ اہل مدینہ کا میقات' اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے تھے اور جب وقت سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے تو میقات کی جگہ سے پہلے بھی احرام باندھنا جائز ہونا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۳ ملخصاً 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہاں پر عنوان میں فرض کا معنی مقرر کرنا ہے اور یہ واجب کرنے کے معنی میں نہیں ہے اور امام بخاری نے باب: ۸ میں جو کہا ہے کہ اہل مدینہ کا میقات اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے تھے' یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام باندھنا مستحب نہیں ہے' کیونکہ جمہور فقہاء نے مواقیت سے پہلے احرام باندھنے کو جائز قرار دیا ہے' اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنے کے جواز پر اجماع ہے اور فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے' امام مالک سے اس کی کراہت منقول ہے لیکن یہ ان کے نزدیک عدم جواز کی دلیل نہیں ہے' اسی طرح حضرت عثمان سے منقول ہے کہ انہوں نے خراسان سے احرام باندھنے کو مکروہ کہا ہے اور یہ بھی عدم جواز کی دلیل نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اسحاق اور داؤد سے عدم جواز منقول ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا جمہور کی مخالفت کرنا غیر معتبر ہے' اور اگر بر تقدیر تنزل یہ مان بھی لیا جائے تو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ امام بخاری اس مسئلہ میں ان کے ساتھ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۶۔ ۱۹۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۲۲ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ' وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ' فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَيْنَ يَجُوزُ أَنْ أَعْتَمِرَ؟ قَالَ فَرَضَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا' وَلِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ' وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زید بن جبیر نے حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے گھر گئے' وہاں ان کا خیمہ اور پردے تھے' پس میں نے ان سے سوال کیا کہ کہاں سے عمرہ کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے قرن کو مقرر کیا اور اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۳۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری امور کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

قرن' ذوالحلیفہ اور الجحفہ کا بیان

اس حدیث میں چند مواقیت کا ذکر کیا گیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

قرن: پورا نام قرن المنازل ہے' یہ یمن اور طائف والوں کی میقات ہے' اس کا دوسرا نام قرن الثعالب ہے' یہ صرف اہل نجد کی میقات ہے' اہل یمن کی میقات بھی قرن کہلاتی ہے' یہ مکہ سے اکیاون میل اور طائف سے چھتیس میل دور ہے۔

(معجم البلدان (اردو) ص ۲۷۲)

ذوالحلیفہ: یہ اہل مدینہ کا میقات ہے' یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸' میل کے فاصلہ پر ہے۔

الجحفہ: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان شام کی جانب ایک جگہ ہے اور یہ اہل شام کا میقات ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۲۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مواقیت مذکورہ سے احرام باندھنے کا وجوب اور جو شخص بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوا اس کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ائمہ فتویٰ کا اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ میں مواقیت واجب ہیں' انہوں نے کہا ہے کہ ان میں توسیع اور رخصت ہے' انسان جل (میقات سے پہلی جگہ) سے فائدہ حاصل کرتا رہے حتیٰ کہ میقات پہنچ جائے اور میرے علم کے مطابق کسی شخص نے یہ نہیں کہا کہ میقات حج کے فرائض میں سے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواقیت کو فرض کیا ہے' اس سے حضرت ابن عمر کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواقیت کا تعین کیا اور ان کی جگہیں اور حدود مقرر فرمائیں۔

اس باب میں عطاء انخعی اور حسن بصری کا رد ہے' انہوں نے یہ کہا ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ میقات کو ترک کر دے اور احرام نہ باندھے تو کوئی حرج نہیں ہے' اور ان کا یہ قول شاذ ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص مکہ سے واپس میقات کی طرف لوٹے اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا لوٹنے کے بعد اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر لوٹنے کے بعد اس نے تلبیہ پڑھ لیا ہے تو اس پر دم نہیں ہے اور اگر اس نے تلبیہ نہیں پڑھا تو اس پر دم ہے اور ثوری' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جب وہ احرام باندھنے کے بعد میقات کی طرف لوٹ آیا تو کسی صورت میں اس پر دم نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر علامہ کرمانی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنا ان مواقیت مذکورہ میں سے لازم نہیں ہے' بلکہ جعرانہ سے بھی احرام باندھنا صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اہل مکہ کے لیے صحیح ہے لیکن جس جگہ آفاقی ہوں یعنی خارج از حرم کے لوگ ہوں' ان کے لیے ان ہی مواقیت سے احرام باندھنا ضروری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ (البقرة:١٩٧)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور سفر خرچ تیار کرو' اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے (البقرہ:۱۹۷)

اس باب میں اس آیت کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ حج کرنے والے کو اپنے ساتھ سفر خرچ رکھنا چاہیے اور لوگوں سے سوال نہیں کرنا چاہیے تاکہ اس سفر میں وہ لوگوں کے ہاتھوں کی طرف نہ دیکھتا رہے کہ وہ اس کو بھیک دیتے ہیں یا نہیں' وہ حج کے سفر میں صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے' اسی کو دیکھتا رہے اور صرف اسی سے سوال کرتا رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے حج کرنے کے لیے نکلتے تھے اور ان کے پاس سفر خرچ نہیں ہوتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے گھر کا قصد کر رہے ہیں تو کیا وہ ہمیں نہیں کھلائے گا' تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم زادِ راہ لے کر سفر کرو' جو تم کو لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے روکے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۸)

١٥٢٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ اَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّوْنَ وَلَا يَتَزَوَّدُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی از ورقاء از عمرو بن دینار از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ اہل یمن حج کرتے تھے اور اپنے ساتھ زادِ راہ (سفر خرچ)

فَإِذَا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ سَأَلُوا النَّاسَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾. رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا. (سنن ابوداؤد: ۱۷۳۰)

نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں' پھر جب وہ مدینہ آتے تو لوگوں سے سوال کرتے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور سفر خرچ تیار کرو اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے۔ اس کی ابن عیینہ نے از عمرو از عکرمہ مرسلاً روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بشر ابوزکریا' یہ اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین میں سے تھے' یہ ۲۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شبابہ بن سوار الفزاری (۳) ورقاء بن عمرو بن کلیب ابوبشر الیشکری (۴) عمرو بن دینار (۵) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۹)

اغنیاء پر توکل کرنے کا شدید حرام ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوال کے ساتھ توکل نہیں ہوتا' توکل صرف اللہ پر ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے بالکل استعانت نہیں کی جاتی' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے' یہ وہ لوگ ہیں جو (شرکیہ الفاظ پر مبنی) دم کراتے ہوں گے نہ فال نکلواتے ہوں گے' وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۷۲۔ ۶۴۷۲' صحیح مسلم: ۲۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۳)

اغنیاء پر حج کے علاوہ بھی سوال کرنا حرام ہے تو سفر حج میں ان پر سوال کرنے کی حرمت اور بھی مؤکد ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

توکل کی صحیح تعریف

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ تقویٰ کی وجہ سے لوگوں سے سوال کرنے کو ترک کرنا چاہیے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے' جو لوگوں سے بالکل سوال نہیں کرتے تھے:

لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا. (البقرہ: ۲۷۳) وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

اس حدیث میں لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی مذمت ہے اور سوال نہ کرنے کی ترغیب ہے اور کم چیزوں پر قناعت کرنے کا حکم ہے' اس حدیث میں توکل کی مذمت نہیں ہے' ہاں! اس میں لوگوں سے سوال کرنے کی مذمت ہے اور یہ لوگ توکل کرنے والے نہیں تھے بلکہ کھانے پینے کے حریص تھے' توکل کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کے حصول کے اسباب مہیا کر کے اسباب سے قطع نظر کر لی جائے اور اس چیز کے حصول کو اللہ تعالیٰ کی عطاء پر چھوڑ دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷ - بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حج اور عمرہ میں اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ

اس حدیث کے عنوان میں ''مُھل'' کا لفظ ہے یہ ''اھلال'' کا اسم ظرف ہے اور ''اھلال'' کا معنی ہے: بلند آواز سے تکبیر پڑھنا اور چونکہ مسلمان احرام باندھتے وقت بلند آواز سے ''لبیك اللّٰھم لبیك'' کہتے ہیں اس لیے ''اھلال'' سے مراد ہے: احرام باندھنا۔

١٥٢٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ، مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۲۶-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۸۴۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات (احرام باندھنے کی جگہ) مقرر فرمایا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا۔ یہ مواقیت ان لوگوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے ہیں جو دوسرے ملکوں سے ان جگہوں پر سے گزریں جب وہ حج اور عمرہ کے ارادہ سے آئیں اور جو ان مقامات کے اس طرف (مکہ کی جانب رہتا) ہو وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتیٰ کہ اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۱' الرقم المسلسل: ۲۷۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۷۳۸' سنن نسائی: ۲۶۵۸' المعجم الکبیر: ۱۰۹۱۳-۱۰۹۱۲' مسند الطحاوی: ۳۲۳۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۴۰' ج ۴ ص ۱۰۹' موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: حج اور عمرہ میں اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ۔ اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جو ان مقامات کے اس طرف (مکہ کی جانب) رہتا ہو وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتیٰ کہ اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

یلملم کی تعیین' اور پاکستان کے کسی شہر سے احرام باندھنے کی جگہ

اس حدیث میں جن مواقیت کا ذکر ہے' ان میں سے ذوالحلیفہ' الجحفہ اور قرن المنازل کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۲ میں کی جا چکی ہے' اور اس میں یلملم کا بھی ذکر ہے' اس کا محل وقوع یہ ہے:

مکہ کے جنوب میں دو شب کی مسافت پر اہل یمن کی میقات' جہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مسجد بھی ہے۔

(معجم البلدان اردو ص ۳۶۲' طبع غلام علی اینڈ سنز کراچی)

یلملم ایک پہاڑ ہے مکہ سے دو منزل پر۔ ہندوستان سے جو لوگ مکہ کو جاتے ہیں' وہ جہاز ہی میں سے اس پہاڑ کے برابر پہنچ کر احرام باندھ لیتے ہیں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۱۱)

پہلے لوگ بحری جہاز کے ذریعہ سفر کر کے حج کے لیے جاتے تھے اور جب یلملم کے پاس سے جہاز گزرتا تھا تو کپتان ان کو مطلع

کر دیا تھا اور وہ جہاز میں احرام باندھ لیتے تھے' اب بحری جہاز سے حج کا سفر متروک ہو گیا' اس لیے اب ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے بعد احرام باندھ لیا جائے' بہتر یہ ہے کہ ائیر پورٹ کی لاؤنج میں سکون سے وضوء کر کے احرام باندھ لیں یا گھر سے احرام باندھ کر چلیں اور لاؤنج میں دو رکعت نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کر لیں' گھر سے نیت نہ کریں کیونکہ بعض اوقات پرواز میں بہت تاخیر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات پرواز منسوخ ہو جاتی ہے۔

٨ - بَابُ مِيقَاتِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَلَا يُهِلُّوْنَ قَبْلَ ذِى الْحُلَيْفَةِ

اہل مدینہ کا میقات اور وہ لوگ ذوالحلیفہ پہنچنے سے پہلے احرام نہ باندھیں

اس عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے لیکن ہم صحیح البخاری: ۱۵۲۲ کے عنوان کی شرح میں بیان کر چکے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز ہے' ہندوستان' پاکستان اور دوسرے اسلامی شہروں سے جو لوگ حج یا عمرہ کرنے ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کر کے جاتے ہیں ان کے لیے عین میقات پر احرام باندھنا تو ممکن ہی نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا مذہب ناقابل عمل ہے۔

١٥٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِى الْحُلَيْفَةِ وَاَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَاَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَبَلَغَنِىْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ اَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام الجحفہ سے اور اہل نجد قرن سے۔ حضرت عبداللہ نے کہا: اور مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل یمن یلملم سے احرام باندھیں۔

اس حدیث میں ذوالحلیفہ' الجحفہ اور قرن کا ذکر ہے ان کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۲ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں یلملم کا ذکر ہے اس کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۳ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ مُهَلِّ اَهْلِ الشَّامِ

اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ

١٥٢٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ اَهْلِهِ وَكَذَاكَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو' یہ مواقیت ان مقامات پر رہنے والوں کے لیے ہیں اور دوسرے ملکوں سے جو لوگ ان مقامات سے گزریں اور وہ وہاں پر رہنے والے نہ ہوں اور وہ حج اور عمرہ کا ارادہ کر رہے ہوں' ان کے لیے بھی یہ مواقیت ہیں اور جو لوگ ان

مواقیت سے ماوراء رہتے ہوں' وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں اسی طرح اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۵۲۲' اور ۱۵۲۴ کا مطالعہ کریں۔

۱۰ - بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ نَجْدٍ

اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۲۷ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ وَقَّتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے اس کو الزہری سے محفوظ کیا ہے از سالم از والد خود کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا...... (ح)

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۵۲۲ کا مطالعہ کریں۔

۱۵۲۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ، وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مَهْيَعَةُ وَهِيَ الْجُحْفَةُ، وَأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا زَعَمُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَلَمْ أَسْمَعْهُ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امام احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ مھیعہ ہے اور اسی کا نام الجحفہ ہے اور اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ قرن ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں نے اس کو نہیں سنا کہ اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۲۲' اور ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابُ مُهَلِّ مَنْ كَانَ دُونَ الْمَوَاقِيتِ

جو لوگ مواقیت کے ماوراء رہتے ہوں ان کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۲۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، فَهُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ أَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ، مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ، حَتّٰى إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: حماد نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا' اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل نجد کے لیے قرن کو' سو یہ ان مقامات کے رہنے والوں کے میقات ہیں اور دوسرے ملکوں کے لوگ جو یہاں کے رہنے والے نہ ہوں اور ان مقامات سے گزریں اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرتے

ہوں اور جو لوگ ان مواقیت کے ماوراء ہوں وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الْيَمَنِ

اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۳۰ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ، وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو' یہ ان مقامات پر رہنے والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہیں ہیں اور دوسرے ملکوں کے لوگ جو یہاں کے رہنے والے نہ ہوں اور ان مقامات سے گزریں اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرتے ہوں اور جو لوگ ان مواقیت کے ماوراء ہوں' وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابُ ذَاتُ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ

اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے

''عرق'' کا معنی ہے: چھوٹی پہاڑی' یہ تہامہ کے شہروں میں سے پہلا شہر ہے' یہاں تین بڑے بڑے کنویں ہیں اور اس کے قریب ابوغال کی قبر ہے اور یہاں ایک باغ ہے' جو مکہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۰۷)

۱۵۳۱ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فُتِحَ هٰذَانِ الْمِصْرَانِ، أَتَوْا عُمَرَ، فَقَالُوْا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيقِنَا، وَإِنَّا إِنْ أَرَدْنَا قَرْنًا شَقَّ عَلَيْنَا، قَالَ فَانْظُرُوا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيقِكُمْ، فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: جب یہ دونوں شہر (بصرہ اور کوفہ) فتح ہو گئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پھر انہوں نے کہا: یا امیر المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے میقات مقرر کیا ہے اور وہ ہمارے راستہ سے منحرف ہے اور اگر ہم قرن جا کر احرام باندھیں تو یہ ہم پر دشوار ہے' حضرت عمر نے فرمایا: تم قرن کے موازی اپنے راستہ میں کوئی جگہ بتاؤ' پھر ان کے لیے ذات عرق کو میقات بنا دیا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن مسلم ابن سعید ابوالحسن' یہ ۲۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن نمیر (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' ابوعثمان القرشی العدوی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۰۷)

اس اعتراض کا جواب کہ بصرہ اور کوفہ حضرت عمر کے عہد میں فتح نہیں ہوئے تھے ---------- اور حدیث میں مذکور ہے: جب یہ دونوں شہر فتح ہو گئے تھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جن دو شہروں کا ذکر ہے اس سے مراد بصرہ اور کوفہ ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بصرہ اور کوفہ کو مسلمانوں نے شہر بنایا تھا اور ۱۷ھ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی بنیاد رکھی گئی تو یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ جب یہ دو شہر فتح کیے گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ جب یہ دو شہر فتح کیے گئے' اس سے مراد یہ ہے کہ جب ان شہروں کی جگہ کی زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا' بصرہ اور کوفہ کے درمیان اسی فرسخ کی مسافت ہے اور ان کے پاس دریائے فرات ہے اور اس سے بہت نہریں نکالی گئی ہیں اور بصرہ اور کوفہ میں دریاؤں کے پانی سے کاشت کاری ہوتی ہے۔

اس پر دلیل کہ ذات عرق کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی میقات بنایا تھا' حضرت عمر نے صرف اس حکم کی تبلیغ کی تھی

ابن المنذر نے کہا ہے کہ عام اہل علم کا حضرت ابن عمر کی ظاہر حدیث پر اتفاق ہے اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ جو شخص ذات عرق کے پاس سے گزرے وہ کیا کرے؟ پس حضرت ابن عمر کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل عراق کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذات عرق کو میقات مقرر کیا اور اس کو میقات قرار دینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ذات عرق کو اہل عراق کا میقات قرار دیا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعہ تمام ملکوں اور شہروں کو جان لیا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا' پس میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا اور بے شک میری امت زمین کے ان تمام ملکوں تک پہنچ جائے گی جن کو میرے لیے لپیٹ دیا گیا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۸۹' سنن ابوداؤد: ۴۲۵۲' سنن ترمذی: ۲۱۷۶' سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۲)

فقہاء تابعین میں جمہور علماء اور بعد کے علماء' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے' مگر امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ اہل عراق العقیق سے احرام باندھیں جو ذات عرق کے متوازی ہے اور انہوں نے الام میں یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذات عرق کی حدیث ثابت نہیں ہے' اس پر صرف لوگوں کا اجماع ہے' ان کی یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منصوص نہیں ہے اور آپ نے اس کی تصریح نہیں کی' الغزالی اور الرافعی نے اسی کی تائید کی ہے' اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ یہ منصوص ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ امام طحاوی نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

ذات عرق کو میقات قرار دینے کے متعلق نبی ﷺ کی احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور شام اور مصر والوں کے لیے الجحفہ کو اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو۔

(سنن نسائی: ۲۶۵۳_۲۶۳۹' سنن ابوداود: ۱۷۳۹' شرح معانی الآثار: ۳۳۴۸)

ابوالزبیر نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے احرام باندھنے کی جگہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے' پھر کہا کہ میرا گمان ہے کہ نبی ﷺ کا یہ ارادہ تھا کہ اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور دوسرے راستہ کے لوگ الجحفہ سے اور اہل عراق ذات عرق سے اور اہل نجد قرن سے احرام باندھیں اور اہل یمن یلملم سے۔

(شرح معانی الآثار: ۳۳۴۹' صحیح مسلم: ۱۱۸۳' الرقم المسلسل: ۲۷۶۳)

عطاء سے روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کو۔ (شرح معانی الآثار: ۳۳۵۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل بصرہ کے لیے ذات عرق کو اور اہل مدائن کے لیے العقیق کو' یہ ذات عرق کے قریب جگہ ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۳۳۵۱)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ پس ان آثار سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل عراق کے لیے بھی اسی طرح میقات مقرر کیا ہے' جس طرح دوسرے شہر والوں کے لیے مواقیت مقرر کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۰۹_۲۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کی امام شافعی کی تائید میں ان احادیث کو مشکوک قرار دینے کی لاحاصل سعی اور مصنف کا امام ابوحنیفہ کی تائید میں متعدد احادیث صحیحہ کو درج کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر کی حدیث (شرح معانی الآثار: ۳۳۵۰_۳۳۴۹) کو امام احمد نے ابن لہیعہ کی روایت سے اور امام ابن ماجہ نے ابراہیم بن یزید کی روایت سے روایت کیا ہے اور ان دونوں نے ابوالزبیر سے روایت کی ہے' اس لیے اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے امام احمد کی ابن لہیعہ سے جس روایت کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

حسن بن موسیٰ الاشیب سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابن لہیعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزبیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر سے میقات کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور دوسرے راستہ والوں کے احرام باندھنے کی جگہ الجحفہ ہے اور اہل عراق کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے اور اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳' مسند احمد: ۱۴۵۷۲' ج ۲۲ ص ۳۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یہ حدیث مسند احمد کے علاوہ درج ذیل کتب حدیث میں بھی ہے:
صحیح مسلم: ۱۱۸۳' الرقم المسلسل: ۲۷۶۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۹۲' شرح معانی الآثار: ۳۳۴۹' شرح السنۃ: ۸۶۰' سنن بیہقی

ج ۵ ص ۲۷۔

علامہ شعیب الارنؤوط اور ان کے معاون مخرجین نے لکھا ہے: امام مسلم کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے اور ابو الزبیر امام مسلم کے رجال میں سے ہیں۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۶' مسند احمد: ۱۴۶۱۵۔ ج ۲۲ ص ۵۹ ۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کو امام احمد نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۶۹۷۔ ج ۱۱ ص ۲۹۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عمرو بن العاص کی یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی ہے:

سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۳۶' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۶' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۹۳۔ ۹۳۔

حافظ ابن حجر نے جو لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے ابراہیم بن یزید از ابو الزبیر روایت کیا ہے' سو وہ حدیث یہ ہے:
ابراہیم بن یزید از ابو الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا' پس فرمایا کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ الجحفہ ہے' اور اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے اور اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ قرن ہے اور اہل مشرق کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۱۵)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
امام شافعی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذات عرق کو میقات مقرر نہیں کیا اور اس وقت اہل مشرق نہیں تھے' اور انہوں نے اپنی کتاب الام میں لکھا ہے: یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذات عرق کو حد مقرر کیا ہو' اس پر صرف لوگوں کا اتفاق ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ نہیں ہے یعنی اس کے میقات ہونے کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح نہیں کی اور حنفیہ' حنابلہ اور جمہور شافعیہ کے نزدیک یہ منصوص علیہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ہم نے صحیح مسلم' سنن ابوداؤد' سنن نسائی' سنن ابن ماجہ' شرح معانی الآثار' مسند احمد اور متعدد کتب حدیث سے یہ واضح کر دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل عراق کے لیے ذات عرق کے میقات ہونے کی تصریح کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد کا مذہب ہے اور امام شافعی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا ثابت نہیں ہے اور منصوص علیہ نہیں ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی چونکہ شافعی المذہب ہیں اس لیے انہوں نے حتی الامکان ان احادیث کو ضعیف قرار دینے کی لاحاصل سعی کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام احمد' امام ابوداؤد اور امام نسائی سے مروی ہے (حافظ ابن حجر نے امام مسلم کا نام تک نہیں لیا) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے اور شاید کہ جس نے یہ کہا ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ نہیں ہے' اس کو یہ احادیث نہیں پہنچی ہوں گی یا اس کے نزدیک یہ احادیث ضعیف ہوں گی کیونکہ ان احادیث کی ہر سند پر اعتراض ہے' (پھر اس کے بعد مجبور ہو کر لکھتے ہیں کہ) اس حدیث کی متعدد اسانید ہیں اور ان اسانید کے مجموعہ سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

ان احادیث پر امام شافعی کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ کے عہد میں تو عراق آباد نہیں ہوا تھا

امام شافعی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مشرق کے لیے میقات کیسے مقرر کر سکتے تھے حالانکہ اس وقت

اہل مشرق نہیں تھے؟ حافظ ابن حجر اس اعتراض کا جواب حافظ ابن عبد البر سے نقل کرتے ہیں:

اس حدیث پر جس نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس وقت تک عراق فتح نہیں ہوا تھا تو حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہ اس کی غفلت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتوحات سے پہلے تمام اطراف کے مواقیت مقرر کر دیے تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ علاقے عنقریب فتح ہو جائیں گے پس اس وجہ سے شام اور عراق میں کوئی فرق نہیں ہے' علامہ الماوردی اور دوسرے محدثین نے بھی یہی جواب دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ کے نزدیک اہل عراق کے لیے ذات عرق کا میقات ہونا ثابت ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے' اس لیے ہم نے صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث سے یہ واضح کیا ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس حدیث پر امام شافعی کے جو اعتراضات تھے' ان کے جوابات ان ہی کے مقلدین کے حوالے سے نقل کر دیے ہیں۔ وللہ الحمد علی ذالک.

۱٤ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان ذکر نہیں کیا' اور جب وہ کسی باب کا عنوان ذکر نہ کریں تو وہ باب ابواب سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے' اس سے پہلے ابواب میں مختلف شہروں کے مواقیت ذکر کیے گئے تھے اور اس باب میں ذوالحلیفہ کا ذکر ہے اور وہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔

۱۵۳۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلّٰى بِهَا' وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کے پتھریلے میدان میں اپنی اونٹنی بٹھائی' پس وہاں نماز پڑھی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۵ - بَابُ خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ کے درخت سے نکلنا

۱۵۳۳ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ' وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ' وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ' وَاِذَا رَجَعَ صَلّٰى بِذِي الْحُلَيْفَةِ' بِبَطْنِ الْوَادِيْ' وَبَاتَ حَتّٰى يُصْبِحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے راستہ سے (مدینہ منورہ سے) نکلتے تھے اور معرس کے راستے سے مدینہ میں داخل ہوتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے مکہ روانہ ہوتے تو درخت کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور جب واپس آتے تو ذوالحلیفہ میں وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے تھے اور وہیں رات گزارتے تھے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۸۳ میں گزر چکی ہے' بعض اُمور کی تفصیل حسب ذیل ہے:

معرس اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں مسافر رات کو ٹھہرے' یہ معرس ذوالحلیفہ کی مسجد کے نشیب میں واقع ہے اور ذوالحلیفہ کی بہ نسبت مسجد سے زیادہ قریب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے راستے سے مدینہ سے روانہ ہوتے اور معرس کے راستہ سے واپس آتے اور آنے جانے میں راستہ بدل دیتے اور آپ عید کے دن بھی ایسا ہی کرتے تھے' ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے راستہ سے واپس آتے' آج کل رش سے بچنے کے لیے یک طرفہ ٹریفک کا اصول ہے' ایک سڑک روانہ ہونے کے لیے ہوتی ہے اور دوسری سڑک واپسی کے لیے ہوتی ہے' ہم کہتے ہیں کہ یہ طریقہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت سے ماخوذ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپسی میں ساری رات ذوالحلیفہ کے نشیب میں ٹھہرتے اور صبح ہونے کے بعد مدینہ میں داخل ہوتے اور آپ کی تعلیم بھی یہی ہے کہ رات کی تاریکی میں گھر واپس نہ جاؤ' دن کی روشنی میں گھر جاؤ۔

١٦ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَقِيقُ وَادٍ مُّبَارَكٌ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ العقیق مبارک وادی ہے

العقیق' مدینہ کے باہر ایک وادی ہے' ایک قول یہ ہے کہ تہامہ کے نالہ کی گہرائی میں اس کا پانی ڈوب جاتا ہے۔

١٥٣٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ التِّنِّيسِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ إِنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْعَقِيقِ يَقُولُ أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِّنْ رَّبِّي فَقَالَ صَلِّ فِي هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ. [اطراف الحدیث: ۲۳۳۷ - ۷۳۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید اور بشر بن بکر التنیسی نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا کہ ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے عکرمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وادی عقیق کے متعلق یہ سنا ہے کہ آج رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا' پس اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھئے اور کہیے کہ عمرہ حج میں ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۶' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۰' مسند الحمیدی: ۱۹' صحیح ابن حبان: ۳۷۹۰' شرح السنۃ: ۱۸۸۳' مسند البزار: ۲۰۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۱۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۔ ج ۱ ص ۳۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی' یہ ابوبکر عبد اللہ بن الزبیر بن العوام ہیں (۲) الولید بن مسلم (۳) بشر التنیسی (۴) عبد الرحمن بن عمر الاوزاعی (۵) یحییٰ بن ابی کثیر (۶) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۷) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس مبارک وادی میں نماز پڑھئے۔

آپ کے پاس آنے والے کا مصداق' آپ نے وادی عقیق میں کون سی نماز پڑھی تھی؟ ---------

اور عمرہ کا حج میں ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آج رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا' امام بیہقی نے تصریح کی ہے کہ یہ آنے والے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے علاوہ کوئی اور فرشتہ ہو۔

اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھئے' اس نماز سے وہ نماز مراد ہے جو احرام باندھتے وقت پڑھی جاتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد صبح کی نماز ہو۔

اور آپ کہیے کہ عمرہ حج میں ہے: اس کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ عمرہ حج میں ہے' یعنی آپ کا یہ حج' حج قران ہے یا اس کا معنی ہے: یہ عمرہ حج کے ساتھ ہے یا یہ عمرہ حج میں مندرج ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے یہ اس لیے فرمایا ہو تا کہ آپ کے اصحاب کو معلوم ہو جائے کہ قران شروع ہے۔

وادی عقیق کی فضیلت اور اس پر دلیل کہ آپ کا حج' حج قران تھا

اس حدیث سے وادی عقیق کی فضیلت معلوم ہوئی اور اس کی یہ فضیلت مدینہ منورہ کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت نماز پڑھنی چاہیے خصوصاً اس وادی میں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حج کرنے والے کو اپنے شہر کے قریب کی جگہ میں ٹھہر کر احرام باندھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سب سے افضل حج' حج قران ہے اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حج حجۃ الوداع میں قران تھا' تمتع یا افراد نہیں تھا اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ آپ کہیے کہ یہ عمرہ حج میں ہے' لہٰذا آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ عمرہ اور حج کو جمع کریں اور یہی قران ہے اور جب آپ کو قران کا حکم دیا گیا ہے تو یہ محال ہے کہ آپ حج تمتع یا حج افراد کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۳-۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رُئِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي قِيلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ. وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ يَتَوَخَّى بِالْمُنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيخُ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ وَسَطٌ مِنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے بیان کیا کہ آپ کو رات کے آخری حصہ میں ذوالحلیفہ کی وادی کے نشیب میں خواب میں یہ کہا گیا کہ آپ مدینہ کی مبارک وادی میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ سالم نے ہمارے اونٹ کو بھی وہاں بٹھا دیا' وہ اس جگہ کو ڈھونڈ رہے تھے جس جگہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اونٹ کو بٹھاتے تھے اور وہ اس جگہ کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات

کے آخری حصہ میں ٹھہرتے تھے' وہ جگہ اس مسجد کی نچلی طرف ہے جو اس وادی کے نشیب میں ہے' وہ جگہ ان لوگوں کے اور راستہ کے درمیان میں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کے قیام کی جگہوں پر خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا نازل ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جگہ رسول اللہ ﷺ ٹھہرے تھے' اس جگہ قیام کرنے سے اور نماز پڑھنے سے ایسی خاص رحمتیں اور برکتیں حاصل ہوتی ہیں جو اور جگہ نہیں ملتیں' اس لیے حضرت عبد اللہ بن عمر اس جگہ کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں آپ ٹھہرے تھے ورنہ وہ کسی بھی جگہ ٹھہر جاتے اور صبح کو نماز پڑھ لیتے' اسی طرح حضرات صحابہ کرام جس جگہ ٹھہرے ہوں وہاں بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات نازل ہوتی ہیں' ورنہ سالم حضرت عبد اللہ بن عمر کے قیام کی جگہ کو نہ تلاش کرتے اور کسی بھی جگہ قیام کر لیتے اور نماز پڑھ لیتے۔

١٧ - بَابُ غَسْلِ الْخَلُوْقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثِّيَابِ

اگر کپڑوں پر خوشبو کا لیپ ہو تو احرام باندھنے سے پہلے اس کو تین بار دھوڈالنا چاہیے

اس حدیث کے عنوان میں "خلوق" کا لفظ ہے' یہ ایک قسم کی خوشبو ہے جو زعفران سے بنائی جاتی ہے۔

١٥٣٦ - قَالَ أَبُوْ عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلٰى أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلٰى قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَرِنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُوْحٰى إِلَيْهِ. قَالَ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً فَجَاءَهُ الْوَحْيُ، فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلٰى يَعْلٰى، فَجَاءَ يَعْلٰى، وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ، فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ، وَهُوَ يَغِطُّ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِيْ سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ؟ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ، فَقَالَ اغْسِلِ الطِّيْبَ الَّذِيْ بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجَّتِكَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَرَادَ الْإِنْقَاءَ حِيْنَ أَمَرَهُ أَنْ يَغْسِلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ؟ قَالَ نَعَمْ.

ابو عاصم نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از صفوان بن یعلیٰ' انہوں نے یہ خبر دی کہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: جب نبی ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو تو مجھے وہ منظر دکھائیں' حضرت عمر نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ جعرانہ میں تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی' اس وقت ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! جو شخص عمرہ کا احرام باندھے اور اس نے کپڑوں پر خوشبو لگائی ہوئی ہو' آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو نبی ﷺ ایک ساعت خاموش رہے' پھر آپ پر وحی نازل ہوئی' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰ کی طرف اشارہ کیا تو حضرت یعلیٰ آئے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے اوپر ایک کپڑے سے سایا کیا ہوا تھا' پس حضرت یعلیٰ نے اس کپڑے میں اپنا سر داخل کر لیا' اس وقت رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا' اور آپ خراٹے لے رہے تھے پھر آپ کی یہ کیفیت منقطع ہو گئی تو آپ نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جس نے عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا؟ تو اس شخص کو لایا گیا' آپ نے فرمایا: تمہارے کپڑوں پر جو خوشبو لگی ہوئی ہو اس کو تین مرتبہ دھولو اور اپنا جبہ (لمبا کوٹ) اتار دو اور اپنے عمرہ میں وہی افعال کرو

[اطراف الحدیث: ۱۷۸۹-۱۸۴۷-۴۳۲۹-۴۹۸۵]

جو تم اپنے حج میں کرتے ہو۔ ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا کہ جب نبی ﷺ نے اس کو تین مرتبہ دھونے کا حکم دیا تھا تو کیا اس سے آپ کی غرض کپڑے کو خوب صاف کرنا تھی؟ عطاء نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۱۱۸۰' الرقم المسلسل: ۲۷۵۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۱۹' سنن ترمذی: ۸۳۶' سنن نسائی: ۲۶۶۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۷۰' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۳۱' مسند الحمیدی: ۷۹۱' المنتقی: ۴۴۷' الآحاد والمثانی: ۱۱۶۹' صحیح ابن حبان: ۳۷۷۹' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱۲۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۷' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۰۵-۲۰۳' المعجم الکبیر: ۶۶۰-۶۵۳ ج ۲۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۹۳۸- ج ۲۹ ص ۳۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم النبیل' ان کا نام الضحاک بن مخلد ہے (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عطاء بن ابی رباح (۴) صفوان بن یعلیٰ بن امیہ (۵) ان کے والد یعلیٰ بن امیہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۵)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کے جواز میں امام طحاوی کے دلائل اور مانعین کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جعرانہ کے واقعہ کا بیان ہے' جب نبی ﷺ غزوۂ حنین سے واپس آئے تھے اور اس جگہ نبی ﷺ نے غزوۂ حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا تھا۔

امام ابوجعفر متوفی ۳۲۱ ھ نے کہا ہے کہ بعض فقہاء نے اس حدیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا مکروہ ہے' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت ابن عمر' حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم' عطاء' الزہری' امام مالک اور امام محمد بن الحسن کا یہی مسلک ہے اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کو جائز قرار دیا ہے۔

جو فقہاء احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کو جائز قرار دیتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ حضرت یعلیٰ کی حدیث میں مانعین کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے خوشبو کے متعلق سوال کیا تھا' اس کے کپڑوں پر زرد رنگ کی کریم کی طرح خوشبو لگی ہوئی تھی اور اس قسم کی خوشبو مرد کو لگانا مکروہ ہے خواہ وہ احرام کی حالت میں ہو یا بغیر احرام کی حالت میں ہو' ہم احرام باندھتے وقت اس خوشبو کے لگانے کو جائز کہتے ہیں جس کا لگانا بغیر احرام کی حالت میں جائز ہے' اور ہمام نے از عطاء از صفوان بن یعلیٰ از یعلیٰ روایت کی ہے' اس میں یہ مذکور ہے: بہ ثم خوشبو یا زرد رنگ کے اثر کو دھو ڈالو' آپ نے اس کو اس خوشبو کے دھونے کا اس لیے حکم دیا تھا کیونکہ آپ نے مرد کو زرد رنگ کا لیپ لگانے سے منع فرمایا ہے خواہ احرام باندھا ہوا ہو یا نہ ہو' کیونکہ زرد رنگ کی خوشبو عورتوں کی ہے۔ (یہ ایسی خوشبو ہوتی ہے جس میں زرد رنگ کی خوشبودار چیز کا لیپ کپڑوں پر یا جسم پر لگا لیا جاتا ہے گویا یہ زرد رنگ کی کریم ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اور آپ نے اس کو اس لیے منع نہیں فرمایا تھا کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا جائز نہیں ہے' لہٰذا حضرت یعلیٰ کی حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو آیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسی خوشبو لگائے جس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے یا اس کے لیے ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ احرام باندھتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اوپر سب سے عمدہ خوشبو

لگائی تھیں (وہ زردرنگ کا لیپ نہیں ہوتا تھا کسی اور رنگ کا لیپ ہوتا تھا۔سعیدی غفرلہ)

امام طحاوی نے امام محمد بن الحسن کے حدیث یعلیٰ سے استدلال کو رد کرنے کے لیے یہ کہا ہے کہ احرام ہر قسم کے سلے ہوئے کپڑے پہننے کو اور خوشبو لگانے کو منع کرتا ہے اور شکار کرنے کو بھی منع کرتا ہے اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جب کوئی شخص احرام باندھنے سے پہلے قمیص پہنے پھر احرام باندھ لے اور وہ اسی طرح قمیص پہنے ہوئے ہو تو اس کو قمیص اتارنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے قمیص کو نہیں اتارا تو یہ ایسا ہوگا جیسے اس نے احرام باندھنے کے بعد مستقل قمیص پہنی ہوئی ہے اور اس پر فدیہ واجب ہو جائے گا اسی طرح اگر اس نے بغیر احرام کی حالت میں شکار کیا اور اپنے ہاتھ سے شکار کو پکڑا ہوا ہے پھر اس نے احرام باندھ لیا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس شکار کو چھوڑ دے ورنہ ایسا ہوگا جیسے اس نے حالت احرام میں شکار کیا ہے اسی طرح محرم کے اوپر احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا منع ہے جیسا کہ مذکور الصدر چیزوں میں تھا اور اگر اس نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائی ہوئی ہو تو وہ اس کی مثل ہے جیسے اس نے احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگائی ہو یہ امام طحاوی کا کلام ہے۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں: جن فقہاء نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے کو جائز کہا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ خوشبو دار لیپ (کریم) اور زرد رنگ مردوں کو لگانا منع ہے خواہ وہ بغیر احرام کے ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو اور جنہوں نے احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے سے منع کیا ہے ان کے نزدیک اس طرح نہیں ہے اور نبی ﷺ نے جو مرد کو زعفران لگانے سے منع کیا وہ اہل مدینہ کے نزدیک صرف حالت احرام میں منع ہے اور بغیر احرام کے مرد کو زعفران کا رنگ لگانا جائز ہے اور ان کے پاس اس مسئلہ پر دلائل ہیں جن کو ہم ان شاء اللہ "کتاب اللباس" میں ذکر کریں گے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳ ۱۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے میں اختلاف ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر احادیث سے دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

احرام باندھتے وقت خوشبو کا استعمال کرنے میں اور احرام کے بعد خوشبو لگی رہنے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض فقہاء نے اس سے منع کیا ہے اور اس کو مکروہ کہا ہے یہ فقہاء امام مالک اور امام محمد بن الحسن ہیں اور صحابہ میں حضرت عمر حضرت عثمان حضرت ابن عمر اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم ہیں اور فقہاء تابعین میں عطاء اور الزہری ہیں اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور اس کو جائز کہا ہے یہ فقہاء امام ابوحنیفہ اور امام شافعی ہیں ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے ان دو ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے خوشبو لگائی جب آپ نے احرام باندھا اور جب آپ نے احرام اتارا طواف کرنے سے پہلے اور حضرت عائشہ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۵۴ صحیح مسلم: ۱۱۸۹ سنن ابوداؤد: ۱۷۴۵ سنن نسائی: ۲۶۸۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ پر ذریرہ (ایک قسم کی خوشبو) لگائی احرام کھولتے وقت اور احرام باندھتے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۹۳۰ سنن ابوداؤد: ۱۷۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بالوں کے درمیان (مانگ میں) مشک کی چمک دیکھ رہی تھی اور اس وقت آپ احرام باندھے ہوئے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۹۰ سنن ابوداؤد: ۱۷۴۶)

حضرت یعلیٰ کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خوشبو (کا لیپ یا کریم) دھونے کا حکم دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے کپڑوں پر زعفران کا لیپ لگایا ہوا تھا اور مردوں کو زعفران کی خوشبو لگانے سے آپ نے منع فرمایا ہے حضرت

یعلیٰ کا قصہ جعرانہ کے موقع کا ہے اور یہ بالاتفاق ۸ھ کا واقعہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور بالاتفاق حجۃ الوداع ۱۰ھ کے موقع کی ہے اور اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے جس کا تعلق آخری واقعہ سے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۹ 'دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت بدن پر اور کپڑوں پر خوشبو لگانا جائز ہے خواہ وہ خوشبو بعد میں بھی باقی رہے' البتہ زعفران اور زرد رنگ کی خوشبو کا لیپ لگانا مردوں کے لیے ممنوع ہے خواہ وہ احرام باندھتے وقت لگائیں یا احرام باندھنے سے پہلے لگائیں' اور احرام باندھنے کے بعد بالاتفاق خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔

وحی خفی کا ثبوت اور کسی مسئلہ کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں' عالم کو چاہیے کہ وہ یقین حاصل کرنے کے بعد جواب دے اور دیگر مسائل

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ کبھی کوئی شرعی حکم وحی خفی یا وحی غیر متلو سے بھی ثابت ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی کی دو قسمیں ہیں: وحی جلی اور وہ قرآن مجید ہے اور وحی خفی اور وہ سنت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عالم سے سوال کیا جائے تو اس کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے' جب اس کے نزدیک اس کا جواب قطعی طور پر معلوم ہو جائے تب جواب دے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جو شخص عمرہ کا احرام باندھے اور اس کے کپڑوں پر خوشبو لگی ہو تو وہ کیا کرے؟ تو آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور وحی آنے کے بعد جواب دیا' اسی طرح جب کسی عالم سے سوال کیا جائے اور اس کو جواب مستحضر نہ ہو تو وہ دینی کتب کا مطالعہ کر کے جواب دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کپڑے کو تین مرتبہ دھوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو پاک کرنے کے لیے تین مرتبہ دھونا ضروری ہے۔

آپ نے فرمایا: تم عمرہ میں وہی کام کرو جو حج میں کرتے ہو' اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ میں بھی سعی اور طواف ضروری ہے' لہٰذا جب کوئی شخص حج تمتع یا حج قران کرے گا تو اس کو عمرہ اور حج کے لیے الگ الگ سعی اور طواف کرنے ہوں گے اور دونوں کے لیے ایک سعی اور ایک طواف کافی نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال مع زیادۃ ج ۳ ص ۱۷۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸ - بَابُ الطِّيبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ وَيَتَرَجَّلُ وَيَدَّهِنُ

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا' اور جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو کیا پہنے؟ اور وہ کنگھی کرے اور تیل لگائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَشَمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ' وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ' وَيَتَدَاوَى بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتَ وَالسَّمْنَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم ریحان (خوشبو دار پھول) سونگھ سکتا ہے' اور آئینہ میں دیکھ سکتا ہے اور کھانے کی چیزوں میں سے زیتون کے تیل اور گھی سے علاج کر سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث میں ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما محرم کے ریحان سونگھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۷ 'نشر السنۃ ملتان)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم کے آئینہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۹۳ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۸۳۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

الضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب محرم کے ہاتھ پھٹ جائیں تو وہ ان پر زیتون کا تیل لگائے یا گھی لگالے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۰۷۷ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۲۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ عَطَاءٌ يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ.

اور عطاء نے کہا: محرم انگوٹھی پہن سکتا ہے اور ہمیان باندھ سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن دار قطنی: ۲۴۳۹۔ ج ۲ ص ۳۶۷ (دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ) میں ہے۔

وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلٰى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حالت احرام میں طواف کیا اور ان کے پیٹ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔

اس کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عطاء اور طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر حالت احرام میں اپنی دونوں کوکھوں کے اوپر عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۳۳۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِالتُّبَّانِ بَأْسًا لِلَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ هَوْدَجَهَا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں کے لیے جانگیا پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں جو ان کی پشتوں پر ہودج باندھتے تھے۔

اس کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حج کیا اور ان کے ساتھ کم عمر لڑکے تھے' وہ جب ہودج کو اونٹ پر باندھتے تو ان کے جسم سے کچھ ظاہر ہو جاتا تھا تو میں نے ان کو جانگیا پہننے کا حکم دیا' سو وہ حالت احرام میں جانگیا پہنتے تھے اس حدیث کو امام سعید بن منصور نے اپنی سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۲)

۱۵۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ، فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيْمَ، قَالَ مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از سعید بن جبیر' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زیتون کا تیل لگاتے تھے' میں نے اس کا ابراہیم سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: تم ان کے اس قول کی کیا توجیہ کرو گے جو اس حدیث کے منافی ہے۔

۱۵۳۸ - حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِيْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ.

اسود نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے درمیان خوشبو کی چمک دیکھ رہی تھی اور آپ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۱ میں گزر چکی ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے سے منع کرتے تھے' اس لیے وہ حالت احرام میں اپنے بالوں میں زیتون کا تیل لگاتے تھے جس میں خوشبو نہیں ہوتی تھی' ابراہیم نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ ان کا یہ عمل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے خلاف ہے کیونکہ آپ احرام باندھتے وقت اپنے بالوں کی مانگ میں خوشبو لگاتے تھے' جس کی چمک بعد میں بھی دکھائی دیتی تھی۔

۱۵۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِهٖ حِيْنَ يُحْرِمُ، وَلِحِلِّهٖ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگاتی تھی جب آپ احرام باندھتے تھے اور جب آپ احرام کھولتے تھے' بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے۔

[اطراف الحدیث: ۱۷۵۴۔۵۹۲۲۔۵۹۳۰۔۵۹۲۸] (صحیح مسلم: ۱۱۸۹' الرقم المسلسل: ۲۷۷۸' سنن نسائی: ۲۶۸۵' سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۶' مسند الحمیدی: ۲۱۰' المنتقی: ۴۱۳' مسند ابو یعلیٰ: ۴۷۱۲' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۸۱۔۲۵۸۲' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۱۶۔ ج ۴۰ ص ۱۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' مسند الطحاوی: ۹۳۹۸)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا استحباب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا مستحب ہے خواہ بعد میں وہ خوشبو آتی رہے' امام مالک کا اس میں اختلاف ہے' وہ اس کو حرام کہتے ہیں اور وجوب فدیہ کے متعلق ان کے دو قول ہیں' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۱۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۳۰۔ ج ۳ ص ۲۹۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) احرام سے پہلے خوشبو لگانے میں مذاہب ائمہ (۲) احناف کی مؤید احادیث (۳) محرم کے پھول سونگھنے میں مذاہب اربعہ (۴) کیا ازواج مطہرات میں دنوں کی تقسیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی؟ (۵) جن ازواج سے نکاح اور رخصتی ہوئی' ان کی تعداد (۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازواج پر اعتراض کے جوابات۔

۱۹ - بَابُ مَنْ اَهَلَّ مُلَبِّدًا — جس نے بال جما کر احرام باندھا

بال جمانے کا مطلب یہ ہے کہ جس نے بالوں میں گوند کی مثل کوئی چیز لگائی' جس سے اس کے بال چپک کر جم جائیں تاکہ احرام کی حالت میں بکھر نہ سکیں۔

۱۵۴۰ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا. [اطراف الحدیث: ۱۵۴۹۔۵۹۱۴۔۵۹۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی از یونس از ابن شہاب از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو جمائے ہوئے لبیک پکار رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۴' الرقم المسلسل: ۲۷۶۵' سنن ابوداؤد: ۱۸۱۴' سنن نسائی: ۲۸۳۸' سنن کبریٰ: ۳۷۲۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۰۲۱۔ ج ۱۰ ص ۱۷۲' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ ابن الفرج ابو عبد اللہ مولیٰ عبد العزیز بن مروان وراق عبد اللہ بن وہب' یہ ۲۲۶ ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ (۶) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۷)

تلبیہ کے کلمات اور تلبید کا معنی

اس حدیث میں "اھل" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بلند آواز سے تلبیہ کہنا' تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:

"لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ' إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ"۔

نیز اس حدیث میں "ملبدا" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بال جمائے ہوئے یا بال چپکائے ہوئے۔ احرام باندھتے وقت اس خیال سے کہ بال بکھرنے نہ پائیں اور پریشان نہ ہوں یا ان میں گرد و غبار نہ سمائے' جس سے جوئیں پڑنے کا اندیشہ ہو' بالوں کو گوند یا کسی اور چپکانے والی چیز سے (جیسے آج کل بالوں کو Gell سے چپکایا جاتا ہے) جما لیتے ہیں' اس کو تلبید کہتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد سے اپنے بالوں کو چپکایا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۴۸)

محرم کے لیے بالوں کو چپکانے میں مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ بالوں کو جمانا مستحب ہے' جو چاہے بالوں کو جمائے اور جو چاہے ترک کر دے اور جو بالوں کو چپکائے' اس پر لازم ہے کہ وہ بالوں کو منڈوائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو منڈوایا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۰)

حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بال چپکانے والوں کو بال منڈوانے کا حکم دیتے تھے' یہی امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء کا قول ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ جس نے بال چپکائے یا مینڈھیاں بنائیں تو اگر اس نے بال کاٹ لیے اور ان کو منڈوایا نہیں تو یہ بھی اس کے لیے کافی ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: جس نے اپنے بالوں کو چپکایا یا گچھا بنایا' یا مینڈھیاں بنائیں تو اگر اس نے بال مونڈنے کی نیت کی تھی تو بال مونڈے اور اگر اس نے بال مونڈنے کی نیت نہیں کی تھی تو چاہے تو بال مونڈ لے اور اگر چاہے تو بال کاٹ لے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے احرام کے لیے اپنے بالوں کو چپکایا' اس پر بالوں کو منڈانا واجب ہے۔

(الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۳۸۲ طبع قدیم۔ ج ۵ ص ۲۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبد اللہ بن رافع ہے اور وہ ضعیف ہے اور امام دار قطنی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۲۰ - بَابُ الْإِهْلَالِ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ

مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ پڑھنا

۱۵۴۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا (ح) وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُوْلُ مَا أَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِيْ مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ. [طرف الحدیث: ۲۷۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سالم بن عبد اللہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبد اللہ' وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسجد کے پاس احرام باندھا یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۷۷۱' سنن ترمذی: ۸۱۸' سنن نسائی: ۲۷۵۶' مسند الحمیدی: ۶۵۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۱۱' المعجم الکبیر: ۱۳۱۹۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۸' سنن کبریٰ: ۳۷۰۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۷۰- ج ۸ ص ۱۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۳۱۰۷)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسجد ذوالحلیفہ کے پاس احرام باندھا۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ سے احرام باندھا اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء نے کہا: آپ نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس سے احرام باندھا ہے' اور دوسرے فقہاء نے کہا: مسجد سے نکلنے کے بعد جب آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی' اس وقت آپ نے احرام باندھا' حضرت ابن عمر' حضرت انس' حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا: آپ نے اس وقت احرام باندھا جب آپ مقام بیداء پر آئے۔

امام طحاوی کہتے ہیں: بعض علماء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ہو سکتا ہے آپ نے مقام بیداء سے احرام باندھا ہو اور اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ کا قصد یہ تھا کہ اس جگہ احرام باندھنا دوسری جگہوں پر احرام باندھنے سے افضل تھا' کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں کئی افعال ایسی جگہوں پر کیے' جو ان جگہوں کی فضیلت کی وجہ سے نہیں تھے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے واپسی میں وادی محصب میں ٹھہرے اور یہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ وادی محصب میں ٹھہرنا سنت تھا لیکن یہ کسی اور وجہ سے تھا' اسی طرح آپ کا مقام بیداء پر احرام باندھنا' اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہاں احرام باندھنا سنت تھا جب کہ بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے کہ آپ نے مقام بیداء سے احرام باندھا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تمہارا بیداء وہ ہے جس کا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسجد کے پاس احرام باندھا ہے یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس۔

(موطا امام مالک- کتاب الحج: ۳۰- ج ۱ ص ۲۱۵ المکتبۃ الثقافیۃ بیروت)

بیداء: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک ہموار میدان ہے۔ (معجم البلدان اردو ص ۷۷)

جنہوں نے کہا ہے کہ آپ نے احرام اس وقت باندھا تھا جب آپ سواری پر سوار ہو گئے تھے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھتے تھے' پھر آپ مسجد سے نکل کر سواری پر سوار ہوتے اور جب آپ کی سواری سیدھی ہو جاتی تو آپ احرام باندھتے۔

(موطا امام مالک۔ کتاب الحج: ۳۲- ج ا ص ۲۱۵' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کا منشاء

پس جب علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ہم نے غور کیا کہ ان کا منشاء اختلاف کیا ہے' سو امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے اس پر تعجب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کیوں ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: مجھے تمام لوگوں سے زیادہ اس کا علم ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے کے لیے نکلے' آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھ کر حج کا احرام باندھ لیا' جب صحابہ نے آپ کے تلبیہ پڑھنے کو سنا تو انہوں نے اس کو محفوظ کر لیا' پھر جب آپ کی اونٹنی سیدھی ہو گئی تو آپ نے پھر تلبیہ پڑھا' اس کو ان صحابہ نے سن لیا جنہوں نے پہلی مرتبہ آپ کے احرام باندھنے کا مشاہدہ نہیں کیا تھا کیونکہ صحابہ متفرق طور پر آ رہے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب البیداء کی بلندی پر پہنچے تو آپ نے پھر تلبیہ پڑھا اور اس کو بعض ان صحابہ نے دیکھا اور سنا جنہوں نے پہلی اور دوسری بار آپ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا تھا' پس صحابہ میں سے ہر فریق نے آپ کے احرام باندھنے کی اس جگہ سے روایت کی جس جگہ سے انہوں نے آپ کو احرام باندھتے ہوئے سنا تھا' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس جگہ احرام باندھا تھا جس جگہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی تھی۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۷۰)

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے احرام باندھنے کی جگہوں میں اختلاف کس وجہ سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کے احرام باندھنے کی ابتداء اس جگہ سے کی تھی جس جگہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی تھی' سو جو شخص حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے' وہ دو رکعت نماز پڑھے' پھر اس کے بعد احرام باندھے اور یہ جمہور علماء کا قول ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۸۷۔۱۸۳ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جس شخص نے احرام باندھنے سے پہلے دو رکعت نماز نہیں پڑھی' اس کا احرام باندھنا بھی صحیح ہے کیونکہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حالت نفاس میں تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لیں اور ظاہر ہے کہ حالت نفاس والی عورت طاہرہ نہیں ہے اور بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۲۔۱۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا احرام باندھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ امام طحاوی کی پوری عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد

ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ کر اسی جگہ حج کا احرام باندھا تھا اور الاوزاعی' عطاء اور قتادہ نے کہا کہ البیداء میں احرام باندھنا مستحب ہے اور البکری نے کہا: یہ البیداء ذوالحلیفہ کے دو پہاڑوں کے اوپر ہے' جو شخص اس وادی سے چڑھتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۱۶۔ ج ۳ ص ۲۹۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں: ① نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ میں اختلاف روایات ② رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ ③ احرام کے لباس کو رنگنے کا جواز ④ خضاب کا حکم۔

۲۱ - بَابُ مَا لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ

محرم کون سے کپڑے نہ پہنے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ محرم کس قسم کا لباس نہ پہنے خواہ اس کا احرام حج کا ہو یا عمرہ کا' نیز حج افراد کا ہو یا تمتع کا ہو یا قران کا ہو۔

١٥٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ، وَلَا الْبَرَانِسَ، وَلَا الْخِفَافَ، إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ، فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوْا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ، أَوْ وَرْسٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! محرم کس قسم کے کپڑے پہنے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامہ نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے نہ کن ٹوپ (کان ڈھانپنے والی ٹوپی)' نہ موزے' مگر یہ کہ جس شخص کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور موزوں کو ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ لے اور وہ کپڑے نہ پہنے جن کو زعفران یا زرد رنگ سے رنگا گیا ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ الرُّكُوْبِ وَالْاِرْتِدَافِ فِي الْحَجِّ

حج میں سواری پر بیٹھنا اور کسی کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا

١٥٤٣، ١٥٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ يُوْنُسَ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ أُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَرْدَفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس الایلی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ عرفات سے مزدلفہ تک سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' پھر

الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى، قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. [اطراف الحدیث: ۱۶۷۰-۱۶۸۵-۱۶۸۷]

مزدلفہ سے منیٰ تک آپ نے حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا' پھر آپ نے ان دونوں کو اپنے پیچھے بٹھا لیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر آپ مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں۔

(صحیح مسلم: ۱۲۸۱' الرقم المسلسل: ۳۰۳۵' سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۰' سنن نسائی: ۳۰۷۷' سنن کبریٰ: ۴۰۸۶' مسند ابویعلیٰ: ۶۷۴۲' المعجم الکبیر: ۷۰۳-۶۷۷-۶۷۵ ج ۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۲۱-ج ۳ ص ۳۳۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۹۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسامہ اور حضرت الفضل سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

سواری پر بیٹھ کر حج کرنے کی فضیلت

المہلب نے بیان کیا کہ سواری پر سوار ہو کر حج کرنا پیدل حج کرنے سے افضل ہے اس کی تفصیل اس سے پہلے صحیح البخاری: ۱۵۱۶-۱۵۱۳ میں گزر چکی ہے (الحمد للہ رب العلمین! مصنف نے بھی سواری پر سوار ہو کر ۱۹۹۴ء میں حج کیا تھا)۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عالم اپنے پیچھے سواری پر اپنے شاگرد اور خادم کو سوار کرے' اور اس میں بڑے آدمی اور استاذ کے لیے تواضع کرنے کا اور ادب کرنے کا ثبوت ہے کہ حضرت اسامہ اور حضرت الفضل رضی اللہ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۳- بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ

محرم کپڑوں' چادروں اور تہ بندوں پر مشتمل جو لباس پہنے

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا الثِّيَابَ الْمُعَصْفَرَةَ وَهِيَ مُحْرِمَةٌ وَقَالَتْ لَا تَلَثَّمْ وَلَا تَبَرْقَعْ وَلَا تَلْبَسْ ثَوْبًا بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حالت احرام میں کم رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور وہ فرماتی تھیں کہ عورت نقاب نہ ڈالے اور برقع نہ پہنے اور ایسا کپڑا نہ پہنے جس سے سرخ یا زرد رنگ جھڑ رہا ہو۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو سند موصول کے ساتھ امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احرام میں دستانے اور نقاب پہننے سے منع فرمایا اور ان کپڑوں کے پہننے سے منع فرمایا جن سے سرخ رنگ یا زعفران جھڑ رہی ہو' اس کے بعد وہ جس رنگ کے کپڑے چاہے پہنے خواہ زرد ہو یا ریشم ہو یا زیور ہوں یا شلوار ہو یا قمیص ہو یا موزے ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۲۷)

وَقَالَ جَابِرٌ لَا أَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيبًا.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں زرد رنگ کے کپڑوں کو خوشبودار نہیں سمجھتا۔

اس تعلیق کو امام شافعی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۸)

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ وَالثَّوْبِ الْأَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورت کے لیے زیور اور سیاہ اور گلابی کپڑے اور موزے پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۲ میں ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عورت تمام سلے ہوئے کپڑے اور موزے پہن سکتی ہے اور چہرے کے علاوہ اس کے لیے سر اور بالوں کو ڈھانپنا جائز ہے اور وہ اپنے چہرہ پر کوئی کپڑا لٹکا سکتی ہے تاکہ اپنے چہرہ کو مردوں کی نگاہوں سے بچائے' فاطمہ بنت منذر سے روایت ہے کہ ہم محرمات تھیں اور ہم حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں (یعنی کوئی کپڑا لٹکا کر)۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُبْدِلَ ثِيَابَهُ.

اور ابراہیم نے کہا کہ محرم کے کپڑے تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کو امام ابوبکر نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۹)

۱۵۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ تُلْبَسُ إِلَّا الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ فَأَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَقَلَّدَ بَدَنَتَهُ وَذٰلِكَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ فَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ بُدْنِهِ لِأَنَّهُ قَلَّدَهَا ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلَى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُونِ وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يُقَصِّرُوا مِنْ رُؤُوسِهِمْ ثُمَّ يَحِلُّوا وَذٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کی اور تیل لگایا اور اپنا تہ بند باندھا اور چادر اوڑھی' اس کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب مدینہ سے نکلے' پس آپ نے چادروں اور تہ بندوں میں سے کسی چیز کے پہننے سے منع نہیں فرمایا' سوا اس کے کہ جو کپڑا زعفران سے رنگا ہوا ہو اور وہ زعفران بدن پر جھڑ رہی ہو' پس صبح آپ ذوالحلیفہ پہنچے' اپنی سواری پر سوار ہوئے' حتیٰ کہ مقام البیداء پر آپ نے اور آپ کے اصحاب نے احرام باندھا' اور اپنی اونٹنی کے گلے میں ہار ڈالا' اس دن ذوالقعدہ کے مہینہ کے پانچ دن باقی تھے' جب آپ مکہ پہنچے تو ذوالحجہ کے چار دن گزر چکے تھے' پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی' اور چونکہ آپ نے اپنی قربانی کے اونٹ میں ہار ڈال دیا تھا اس لیے آپ نے احرام نہیں کھولا' پھر آپ مکہ کے بالائی حصہ میں حجون پہاڑ کے پاس اونٹ سے اترے' اس وقت آپ حج کا تلبیہ پڑھ رہے تھے' پھر آپ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد کعبہ کے قریب نہیں

حَلَالٌ وَالطِّيْبُ وَالثِّيَابُ. [اطراف الحدیث: ۱۶۲۵-۱۷۳۱]

گئے حتیٰ کہ آپ میدان عرفات سے واپس آئے اور آپ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں (دوڑیں)' پھر اپنے سروں کے بال کاٹ کر احرام کھول دیں اور یہ حکم ان اصحاب کے لیے تھا جن کے ساتھ قربانی کا اونٹ نہیں تھا جس کے گلے میں ہار ہو' اور جس صحابی کے ساتھ اس کی بیوی تھی وہ اس کے لیے حلال ہو گئی تھی اور اس کے لیے خوشبو لگانا اور سلے ہوئے کپڑے پہننا بھی حلال ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس آپ نے چادروں اور تہ بندوں میں سے کسی چیز کے پہننے سے منع نہیں فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا کیونکہ آپ نے ایک سفر میں عمرہ اور حج کو جمع کیا تھا اور یہ قران کی صفت ہے اور قران' افراد اور تمتع سے افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رنگ دار کپڑے کا احرام پہننے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ محرم صرف چادر اور تہ بند پہنے گا اور سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے گا کیونکہ سلے ہوئے کپڑے تعیش کی علامت ہیں' اللہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کے پاس غبار آلود بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ آئیں اور ان پر تواضع اور انکسار کے آثار ہوں' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے جو ورس یا زعفران سے رنگے ہوئے ہوں کیونکہ ان میں خوشبو ہوتی ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ خوشبو والا لباس محرم کے لیے پہننا ممنوع ہے۔

محرم کے لیے زرد رنگ کے کپڑے پہننے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' حضرت جابر' حضرت ابن عمر' حضرت عائشہ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم نے اس کو جائز کہا ہے اور القاسم' عطاء اور ربیعہ کا بھی یہی قول ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ زرد رنگ خوشبو نہیں ہے اور انہوں نے اس کو محرم کے لیے مکروہ کہا ہے کیونکہ زرد رنگ جلد اور بدن پر جھڑتا ہے۔

(غالباً امام مالک کے زمانہ میں زرد رنگ کچا ہوتا ہو گا' جو بدن اور جلد پر جھڑتا ہو گا' آج زرد رنگ کے لباس کا رنگ نہیں جھڑتا)۔

اگر اس نے زرد رنگ کا احرام پہنا تو اس نے بُرا کیا لیکن اس پر فدیہ نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ ابوثور نے کہا: ہم زرد رنگ کے احرام کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ خوشبو ہے' اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رنگے ہوئے کپڑوں کے لباس کو مکروہ کہا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور الثوری نے کہا ہے کہ زرد رنگ خوشبو ہے اور اس میں فدیہ ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ انہوں نے رنگے

ہوئے احرام سے تاویلاً منع کیا ہے تاکہ وہ لوگ رنگا ہوا احرام نہ باندھیں جن کی اقتداء کی جاتی ہے اور ناواقف شخص دھوکا کھائے اور وہ زرد رنگ اور زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے میں تمیز نہ کرے اور یہ ناواقف لوگوں کے لیے ورس اور زعفران میں رنگے ہوئے احرام پہننے کا ذریعہ بن جائے حالانکہ ورس اور زعفران سے رنگے ہوئے احرام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے (ورس ایک جڑی بوٹی ہے جس سے رنگنے کے بعد خوشبو آتی ہے)۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو رنگا ہوا احرام پہنے دیکھا تو فرمایا: اے طلحہ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! یہ مٹیالا رنگ ہے حضرت عمر نے فرمایا: تم لوگوں کی اقتداء کی جاتی ہے اگر کسی ناواقف شخص نے یہ احرام دیکھا تو وہ کہے گا: میں نے حضرت طلحہ کو رنگا ہوا احرام پہنے دیکھا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۲۴ - بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ

جس نے صبح تک رات ذوالحلیفہ میں گزاری

یعنی جب کوئی شخص مدینہ منورہ سے حج کرنے کے لیے جائے تو اس کے لیے ذوالحلیفہ میں رات گزارنا جائز ہے۔

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس قول کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۳۳)

۱۵٤٦ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهَلَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں چار رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ نے وہیں رات گزاری حتیٰ کہ ذوالحلیفہ میں صبح کی پھر جب آپ سوار ہوگئے اور سواری سیدھی ہوگئی تو آپ نے تلبیہ پڑھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۵٤٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی اور میرا گمان ہے کہ آپ نے صبح تک وہاں رات گزاری۔

AJC™ Buy Now!

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ

بلند آواز سے تلبیہ (اللّٰھم لبیک) پڑھنا

۱۵٤۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے سنا: لوگ حج اور عمرہ دونوں کو پکار کر نام لے رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

۲٦ - بَابُ التَّلْبِيَةِ

تلبیہ (''اللّٰھم لبیک'' کہنا)

۱۵٤۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ تھا: میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں بے شک ہر حمد تیرے لیے ہر حال میں ہے اور ہر نعمت تیری دی ہوئی ہے اور ہر ملک تیرا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۴، الرقم المسلسل: ۲۷۵۵، سنن ابوداؤد: ۱۸۱۲، سنن ترمذی: ۸۲۵، سنن نسائی: ۲۷۴۹، ۲۷۴۸، مسند ابویعلیٰ: ۵۷۹۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۳۸، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۲۶-۲۲۵، سنن کبریٰ: ۳۷۲۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۴، مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۰۲۲ ج ۸ ص ۵۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، مسند الحمیدی: ۶۳۴)

تلبیہ کا معنی

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چونکہ یہ حکم دیا تھا کہ وہ حج کا اعلان کریں اس لیے تلبیہ پڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعوت پر لبیک کہی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ بنا کر فارغ ہو گئے تو آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے' حضرت ابراہیم نے عرض کیا: اے میرے رب! میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اعلان کیجئے' آپ کی آواز پہنچانا میرے ذمہ ہے' تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پکار کر کہا: اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کے اس گھر کا حج فرض کر دیا گیا ہے تو اس کو تمام آسمان اور زمین والوں نے سنا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کی ہر طرف سے لوگ جوق در جوق ''اللّٰھم لبیک'' کہتے ہوئے آتے ہیں۔

تلبیہ پڑھنے کا شرعی حکم

سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تلبیہ پڑھنا حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے' مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک باقی اذکار بھی تلبیہ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں جیسے "اللہ اکبر' سبحان اللّٰہ' لا الٰہ الا اللّٰہ" اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک احرام باندھنا تلبیہ کے قائم مقام ہے اور امام مالک کے نزدیک تلبیہ کے ترک کرنے سے دم لازم ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس پر دم نہیں ہے' اور اسماعیل بن اسحاق نے کہا: احرام باندھتے وقت تلبیہ پڑھنا ایسے ہے جیسے نماز پڑھنے کے لیے تکبیر پڑھنا کیونکہ کوئی شخص تکبیر پڑھے بغیر نماز میں داخل نہیں ہو سکتا اسی طرح تلبیہ پڑھے بغیر احرام میں داخل نہیں ہو سکتا اور اگر اس نے تلبیہ نہیں پڑھا اور احرام باندھتے وقت یہ کہا: میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے یا حج کا احرام باندھا ہے تب بھی وہ محرم ہو جائے گا۔

تلبیہ میں اضافہ کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تلبیہ کے یہی الفاظ ہیں اور ان الفاظ پر اضافہ کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھے ہوئے تلبیہ پر اقتصار کیا جائے مگر اس پر یہ اضافہ کر سکتا ہے: "لبیک الٰہ الحق" کیونکہ اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھے ہوئے تلبیہ پر اقتصار کیا جائے تو یہ مستحسن ہے اور اگر اس پر اضافہ کیا تب بھی مستحسن ہے' امام ابوحنیفہ' ثوری' امام احمد' ابوثور کا بھی یہی قول ہے' انہوں نے کہا ہے کہ وہ جن الفاظ کا اضافہ کرنا چاہے کر سکتا ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام مالک نے از نافع از ابن عمر یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس میں یہ اضافہ کرتے تھے: "لبیک وسعدیک والرغباء الیک والعمل"۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اس میں یہ اضافہ کرتے تھے: "لبیک ذا المعارج" حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے: "لبیک حقا حقا"۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۹۳-۱۹۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۰۷- ج ۳ ص ۲۸۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) اہلال کا لغوی اور شرعی معنی (۲) تلبیہ کے حکم میں مذاہب ائمہ (۳) تلبیہ کے اوقات اور احکام۔

۱۵۵۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ. تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ وَقَالَ شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عمارہ از ابو عطیہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: میں خوب جانتی ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تلبیہ کہتے تھے آپ کہتے: "لبیک اللھم لبیک' لبیک لا شریک لک لبیک' ان الحمد والنعمۃ لک"۔ سفیان ثوری کی متابعت ابو معاویہ نے کی ہے از الاعمش' اور شعبہ نے کہا: ہمیں سلیمان نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے خیثمہ سے سنا از ابی عطیہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔

۲۷ - بَابُ التَّحْمِيدِ وَالتَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ قَبْلَ الْإِهْلَالِ عِنْدَ الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ

۱۵۵۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَهُ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا وَذَبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَنَسٍ.

سواری پر بیٹھتے وقت احرام باندھنے سے پہلے "الحمد للہ" "سبحان اللہ" اور "اللہ اکبر" پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھائی اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ نے وہیں رات گزاری حتیٰ کہ صبح ہو گئی' پھر آپ سوار ہو گئے حتیٰ کہ جب مقام البیداء پر آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی تو "الحمد للہ" پڑھا اور "سبحان اللہ" پڑھا اور "اللہ اکبر" پڑھا' پھر آپ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ احرام باندھا' پھر جب ہم (مکہ میں) آئے تو آپ نے لوگوں کو احرام کھولنے کا حکم دیا حتیٰ کہ جب یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) آیا تو لوگوں نے حج کا احرام باندھا' حضرت انس نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر کئی اونٹنیوں کو اپنے ہاتھ سے نحر کیا اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں دو سرمئی مینڈھے ذبح کیے۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: بعض لوگوں نے بیان کیا یہ حدیث از ایوب از ایک شخص از حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ کا حج' حج قران تھا کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور جس حج میں حج اور عمرہ کا احرام باندھا جائے وہ حج قران ہوتا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

۲۸ - بَابُ مَنْ أَهَلَّ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً

۱۵۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى

جس نے اس وقت احرام باندھا جب اس کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صالح بن کیسان نے خبر دی از نافع از حضرت

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَائِمَةً.

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت احرام باندھا جب آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۴۱۔۱۵۳۶ـ۱۶۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۹ - بَابُ الْإِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

قبلہ کی طرف منہ کر کے احرام باندھنا

۱۵۵۳ - وَقَالَ أَبُوْ مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا صَلّٰى بِالْغَدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ فَرُحِلَتْ ثُمَّ رَكِبَ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ثُمَّ يُلَبِّيْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْحَرَمَ ثُمَّ يُمْسِكُ حَتّٰى إِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهٖ حَتّٰى يُصْبِحَ فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ وَزَعَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ. تَابَعَهُ إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ فِي الْغُسْلِ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۵۴ ـ ۱۵۷۳ ـ ۱۵۷۴] ([illegible])

اور ابو معمر نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ذو الحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو وہ اپنی سواری پر پالان لگانے کا حکم دیتے' پھر وہ اس پر سوار ہوتے' پھر جب سواری سیدھی کھڑی ہو جاتی تو وہ کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرتے' پھر تلبیہ پڑھتے حتیٰ کہ حرم پہنچ جاتے' پھر ٹھہر جاتے حتیٰ کہ وادی ذی طویٰ میں آتے اور وہاں صبح تک رات گزارتے' پھر جب صبح کی نماز پڑھتے تو غسل کرتے اور ان کا یہ گمان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔ عبد الوارث کی متابعت اسماعیل نے کی ہے از ایوب' غسل کرنے کے الفاظ میں۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر جب وہ سواری سیدھی کھڑی ہو جاتی تو وہ کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

وادی ذی طویٰ: یہ مکہ کے نشیب میں ایک وادی ہے' امام ابو حنیفہ کے نزدیک وادی ذی طویٰ میں صبح کو غسل کرنا سنت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۵۸۔۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۵۴ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوْجَ إِلٰى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهٗ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ ثُمَّ يَأْتِيْ مَسْجِدَ الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْكَبُ وَإِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَائِمَةً أَحْرَمَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ سے نکلنے کا ارادہ کرتے تو وہ ایسا تیل لگاتے تھے جس میں کوئی اچھی خوشبو نہیں ہوتی تھی' پھر ذو الحلیفہ کی مسجد میں آتے' پس وہاں نماز پڑھتے' پھر سواری پر سوار ہوتے' پھر جب اونٹنی ان کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو پھر وہ احرام باندھتے' پھر وہ کہتے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۵۳ کی مثل ہے۔

٣٠ - بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي

١٥٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ وَلَكِنَّهُ قَالَ أَمَّا مُوسَى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذِ انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي.

[اطراف الحدیث: ٣٣٥٥، ٥٩١٣]

وادی میں اترتے وقت تلبیہ کہنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از مجاہد' انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے' پس لوگوں نے دجال کا ذکر کیا اور یہ کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے' تو حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے اس کو نہیں سنا' لیکن آپ نے فرمایا تھا: رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو گویا میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں جب وہ وادی سے اتر رہے تھے تو تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۶' الرقم المسلسل: ۴۰۳' سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۲' مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۳۳-۲۶۳۲' صحیح ابن حبان: ۶۲۱۹-۳۸۰۱' المعجم الکبیر: ۱۲۷۵۵' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۲۳' ج ۳ ص ۹۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۵۴' ج ۳ ص ۳۵۲ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ بن عبید ابو موسیٰ العنزی (۲) محمد بن ابی عدی' ابی عدی کا نام ابراہیم ہے' محمد بن ابی عدی کی وفات ۱۹۴ھ میں ہوئی ہے (۳) عبد اللہ بن عون (۴) مجاہد (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۵۹)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب حضرت موسیٰ وادی سے اتر رہے تھے تو تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا' اور المہلب کا اس حدیث کو غلط قرار دینا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب بن ابی صفرہ المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت موسیٰ کا ذکر کرنے میں حدیث کے راوی کو غلطی ہوئی ہے' کیونکہ کسی حدیث یا اثر میں یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ عنقریب حج کریں گے' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس طرح حدیث میں ہے' پس راوی پر مشتبہ ہو گیا اور اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عمل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا۔

اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وادی سے اترتے وقت تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا' یا آپ کی طرف اس واقعہ کی وحی کی گئی تھی' اور اس حدیث کی تقدیر یہ ہے کہ اس وادی سے اترتے وقت تلبیہ پڑھنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا المہلب پر رد کرنا اور اس حدیث کی متعدد توجیہات کرنا .... اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ المہلب کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المہلب محض اپنے وہم سے ثقہ راویوں کی تغلیط کر رہے ہیں' عنقریب یہ حدیث "کتاب اللباس" میں اسی سند کے ساتھ آئے گی۔ (رقم: ۵۹۱۳) اور اس سند میں ابراہیم کا بھی اضافہ ہے' کیا پھر یہ کہا جائے گا کہ راوی نے مزید غلطی کی ہے اور ایک راوی کا اضافہ کر دیا ہے' امام مسلم نے اس حدیث کو از ابو العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے اس میں یہ عبارت ہے: "گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ ثنیہ سے اس حال میں اتر رہے ہیں کہ ان کی دونوں انگلیاں ان کے کانوں میں ہیں' وہ اس وادی سے گزر رہے ہیں اور وہ بلند آواز سے اللہ کی طرف تلبیہ پڑھ رہے ہیں' جب وہ وادی ازرق سے گزرے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۶' الرقم المسلسل: ۴۰۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وادی کا نام ازرق تھا اور یہ وادی امج نام کی بستی کے پیچھے ہے اور اس وادی اور مکہ کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے اور اس حدیث میں حضرت یونس علیہ السلام کا بھی ذکر ہے' کیا پھر یہ کہا جائے گا کہ دوسرے راوی نے بھی غلطی کی ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کا اضافہ کر دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں' اہل علم نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں:

(۱) آپ کا یہ ارشاد اپنی حقیقت پر محمول ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنے رب کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' پس اس لحاظ سے ان کے حج کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم: رقم المسلسل: ۲۰۳۲)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں عبادت کی محبت ڈال دی گئی ہے' سو ان کے نفسوں میں جو عبادت کے محرکات ہیں' اس کے موافق وہ عبادت کرتے ہیں جیسا کہ اہل جنت کو ذکر کا الہام کیا جائے گا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آخرت کا عمل ذکر اور دعا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ. (یونس: ۱۰) اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہو گی: پاک ہے تو اے اللہ!

لیکن اس توجیہ کا تقاضا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحوں کی طرف دیکھا جاتا ہے پس شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کی روح اس طرح جسم مثالی میں دکھائی گئی جس طرح ان کو شب معراج دکھایا گیا تھا' رہے ان کے اجسام جو قبروں میں ہیں تو ابن المنیر وغیرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کے لیے ایک مثالی بنا دیتا ہے تو ان کی روح بیداری میں اسی طرح دکھائی دیتی ہے جس طرح خواب میں دکھائی دیتی ہے۔

(۲) گویا کہ انبیاء علیہم السلام کے جو احوال دنیا کی زندگی میں تھے کہ وہ کس طرح عبادت کرتے تھے اور کس طرح حج کرتے تھے اور کس طرح تلبیہ پڑھتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ احوال متمثل کر دیے گئے تھے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

(۳) گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ یہ خبر دی گئی اور چونکہ آپ کو اس خبر کی قطعیت پر یقین تھا اس لیے آپ نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

(۴) گویا کہ آپ نے اس سے پہلے خواب میں یہ واقعہ دیکھا تھا' پس جب آپ نے حج کیا تو آپ کو یہ واقعہ یاد آ گیا' سو آپ نے اس کی خبر دی اور انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور یہ جواب میرے نزدیک معتمد ہے' جیسا کہ احادیث الانبیاء کے باب میں اس کی تشریح آئے گی اور اس سے پہلے جو جوابات ذکر کیے ہیں وہ بھی بعید نہیں ہیں۔

علامہ ابن المنیر نے الحاشیہ میں لکھا ہے کہ المہلب کا راوی کی غلطی نکالنا ان کا وہم ہے' ورنہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے میں کیا فرق ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دکھائی دینے کا تو اعتراف کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دکھائی دینے کا انکار کیا' جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ زمین سے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد زمین پر نازل ہوئے ہوں' البتہ یہ ثابت ہے کہ وہ عنقریب نازل ہوں گے۔

علامہ ابن حجر اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ المہلب کا ارادہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نازل ہونا اتنے دلائل سے ثابت ہے گویا کہ وہ متحقق ہو چکا ہے' اس لیے المہلب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ حضرت ابن مریم ضرور حج کا تلبیہ پڑھیں گے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۲۹۔۱۲۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

دیگر شارحین کا حافظ ابن حجر کی تقریر کو نقل کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے اپنے انداز سے حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس تقریر کا خلاصہ لکھا ہے اور انہوں نے اس حدیث کی جو توجیہات ذکر کی ہیں' ان کو اختصار سے لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۰۔۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۲۱ھ نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی ذکر کردہ توجیہات لکھی ہیں۔

(ارشاد الساری ج ۳ ص ۵۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ طیبی' محدث دہلوی اور دیگر علماء اسلام کی یہ تصریح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں ہر زمانہ کے احوال دیکھتے ہیں اور دیگر جوابات کا ذکر کرنا

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کیسے حج کرتے ہیں اور کیسے تلبیہ پڑھتے ہیں حالانکہ وہ وفات پا چکے ہیں اور دار آخرت دار عمل نہیں ہے' اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام شہداء کی مثل ہیں' بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' پس یہ بعید نہیں ہے کہ وہ حج کریں اور نماز پڑھیں اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں کیونکہ ہر چند کہ وہ وفات پا چکے ہیں لیکن وہ ابھی اس دنیا میں ہیں اور یہ دنیا دار العمل ہے' حتیٰ کہ دنیا کی مدت فنا ہو جائے اور اس کے بعد آخرت آ جائے جو کہ دار الجزاء ہے' پھر عمل منقطع ہو جائے گا۔

(۲) تلبیہ ("اللّٰھم لبیک اللّٰھم لبیک" پڑھنا) دعا ہے اور یہ آخرت کے اعمال سے ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس: ۱۰)

اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: پاک ہے تو اے اللہ! اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے کے لیے یہ دعا ہوگی: سلام علیکم اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہوگا: "الحمد للہ رب العلمین" ۝

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو جو دیکھا تھا' سو یہ شب معراج کے علاوہ خواب میں دیکھا تھا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہوں..........انہوں نے اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔

(۴) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام کے وہ احوال دکھائے گئے جو ان کی دنیاوی حیات میں تھے اور انبیاء علیہم السلام کو ان کی حیات کے حال میں متمثل کیا گیا' خواہ وہ جو عمل کر رہے ہوں اور جس طرح ان کا حج اور ان کا تلبیہ تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انبیاء علیہم السلام کے احوال کی وحی کی گئی تھی اور آپ کو خبر دی گئی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں کیا کرتے رہے ہیں' سو اس کے اعتبار سے آپ نے خبر دی۔ یہاں تک قاضی عیاض کا کلام تھا۔

(شرح الطیبی ج ۱۰ص ۳۲۰۔ ۳۱۹' ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اس پوری عبارت کو من وعن نقل کر دیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۹ص ۵۰۷' المکتبۃ الحقانیہ پشاور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا' یہ آپ کے علم الیقین سے کنایہ ہے یعنی میں ان کے احوال کا اس طرح علم رکھتا ہوں کہ جس طرح میں نے ان کو زندگی کے حال میں دیکھا ہے گویا کہ میں ان کو ان کی زندگی میں دیکھ رہا ہوں اور بعض علماء نے کہا کہ یہ سب خواب کا واقعہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو متمثل کر کے آپ پر منکشف کر دیا تھا' اور بعض اہل تحقیق نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی وقت میں ان کی زندگی کی حالت میں دیکھا اور یہ اس عالم میں تھا جس میں ماضی' حال اور مستقبل نہیں ہوتا' اور بندہ مسکین عبد الحق یہ کہتا ہے کہ تمام انبیاء حیات حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں لیکن عام لوگوں کی نظر سے محجوب ہیں' پس انہوں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت میں بغیر ان کی نیند کے اور بغیر اپنی مثال کے بغیر کسی اشتباہ اور اشکال کے خود کو دکھایا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ص ۴۸۱' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ اس حدیث کی توجیہات میں لکھتے ہیں:

مخفی نہ رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج متعدد انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کیا تھا' پس ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح جسم میں متمثل ہو گئی ہو اور آپ نے ان کو بیداری میں دیکھا ہو' اور یہ تمثل اس وجہ سے ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ کو حج کرتے ہوئے خواب میں دیکھا ہو' اور انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں حج کیا ہو اور ''اللھم لبیک'' پڑھا ہو اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کے زمانہ کا حج منکشف کر دیا گیا ہو۔ (تیسیر القاری ج ۲ص ۶۱' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی متوفی ۱۳۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں جب وہ وادی سے اترتے ہوئے ''اللھم لبیک لبیک'' پڑھ رہے تھے۔

اس میں راز یہ ہے کہ شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں حج نہیں کیا تھا' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی حج نہیں کیا تھا' اسی لیے انہوں نے آسمان سے نازل ہو کر حج کیا اور یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام نے حج کیا ہے اور جس وادی کا ذکر ہے' یہ وادی الازرق ہے۔

دنیا کی آخرت کے ساتھ کس طرح نسبت ہے اس میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسی نسبت ہے جیسی روح کی نسبت

بدن کے ساتھ ہے اور یہ ایسی نسبت ہے جیسی موتی کی نسبت سیپی کے ساتھ ہوتی ہے' اور نہ یہ ایسی نسبت ہے جیسے ایک منفصل چیز کی دوسری منفصل چیز کے ساتھ ہوتی ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسی نسبت ہے جیسے درخت کی نسبت بیج کے ساتھ ہوتی ہے' پس دنیا آخرت سے شق ہوتی ہے جیسے بیج درخت سے شق ہوتا ہے اور میرے نزدیک یہ ایسی نسبت ہے جیسے ظاہر کی نسبت باطن کے ساتھ ہوتی ہے اور غیب کی شہادت کے ساتھ ہوتی ہے' پس اب عالم اور چیز کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ نظر اور بصر کے اعتبار سے فرق ہے' پس اگر بصر قوی ہو تو وہ اب بھی آخرت کو دیکھ لے گی اور دوزخ اور جنت کو دیکھ لے گی لیکن عام لوگوں کی بصر کم زور ہوتی ہے' وہ اس طرح نہیں دیکھ سکتی جس طرح قوی اور تیز بصر والے دیکھتے ہیں' سو انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں بھی جنت اور دوزخ کو دیکھتے ہیں اور رہے عوام تو وہ جنت اور دوزخ کو حشر کے بعد دیکھیں گے جب ان کی نظر تیز ہو جائے گی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝ (ق:٢٢)

بے شک تو اس دن سے غفلت میں تھا' سو ہم نے تیری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے ۝

(فیض الباری ج ٣ ص ٧٦-٧٥' المجلس العلمی سورت الہند' ١٣٥٧ھ)

کاشمیری صاحب کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کی نظر بہت تیز ہوتی ہے اور وہ دنیا میں آخرت کی چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں' اس لیے کوئی بعید نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں حج کرتے ہوئے اس وادی سے "اللّٰھم لبیک اللّٰھم لبیک" پڑھتے ہوئے گزر رہے ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے اس زمانہ میں دیکھ لیا ہو' اس قسم کا معنی شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے بھی منقول ہے۔

شیخ محمد یحییٰ کاندھلوی دیوبندی نے بھی المہلب کے قول کو علامہ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ دلائل سے رد کیا ہے' پھر اس حدیث کی توجیہ میں علامہ ابن حجر کی طرح یہ ذکر کیا ہے کہ انبیاء اپنے رب کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' پس اس حال میں ان کے حج کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ (حاشیہ لامع الدراری ج ٢ ص ١٨٩' ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

غیر مقلد علماء کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات بصر کا ذکر نہ کرنا

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ نے بھی حافظ ابن حجر کے دلائل سے المہلب کا رد کیا ہے' لیکن اس حدیث کی توجیہات کو ذکر نہیں کیا۔ شاید یہ توجیہات ان کے عقیدہ کے خلاف تھیں۔ (عون الباری ج ٢ ص ٥٣' دار الرشید حلب سوریا)

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزماں متوفی ١٣٢٨ھ نے بھی المہلب کا رد کر کے اس حدیث کی توجیہ میں لکھا ہے: میں کہتا ہوں کہ گو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ گزر گئے ہیں مگر ان کی مثالی صورتیں آں حضرت کو دکھائی جانا کچھ بعید نہیں جیسے شب معراج میں دکھائی گئی تھیں۔ (تیسیر الباری ج ٢ ص ١٢٣' نعمانی کتب خانہ لاہور)

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ٣٣٠- ج ١ ص ٦٨٢-٦٨١ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

٣١- بَابٌ كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ　حیض اور نفاس والی عورت کس طرح احرام باندھے

"اھلال" کے متعدد معانی

"کتاب الحج" کی احادیث میں بار بار "أَهَلَّ" کا لفظ مذکور ہے اس لیے امام بخاری "أَهَلَّ" کا معنی بیان کرتے ہیں:

أَهَلَّ تَكَلَّمَ بِهٖ' وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهِلَالَ' كُلُّهٗ مِنَ الظُّهُوْرِ' وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ

"أَهَلَّ" منہ سے بات نکالی "اِسْتَهْلَلْنَا" اور "أَهْلَلْنَا الْهِلَالَ" یہ سب الفاظ ظہور کے معنی میں ہیں اور "اِستھل المطر"

السَّحَابِ. ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾ (المائدۃ: ۳). وَهُوَ مِنِ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ. کا معنی ہے: بارش بادل سے نکلی اور "وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ" (المائدہ: ۳) اور یہ بچے کے بلند آواز سے رونے سے ماخوذ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا طریقہ ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ کلام کا ایک مادہ کئی معانی میں مستعمل ہے تو وہ قرآن اور سنت سے اس کے شواہد بیان کرتے ہیں' سو وہ لکھتے ہیں کہ "اَهَلَّ" کا معنی ہے: بات کی یعنی اپنے مافی الضمیر کو کلام سے ظاہر کیا' اور "استهل المطر" کا معنی ہے: بارش کا بادل سے گرج کی آواز کے ساتھ نازل ہونا اور "ما اهل لغير الله" کا معنی ہے: جب ذبح کرنے والا ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارے اور "استهل الصبی" کا معنی ہے: بچہ بلند آواز سے رویا تو "اهلال" کے تمام صیغوں میں بلند آواز سے پکارنے کا معنی ہے' اسی وجہ سے احرام باندھتے وقت بلند آواز سے "اللّٰهم لبيك اللّٰهم لبيك" پڑھنے کو بھی "اهلال" کہتے ہیں' لہٰذا "اَهَلَّ" کا معنی احرام باندھنا بھی ہے اور لبیک کہنا بھی ہے اور ان تمام اطلاقات میں ظہور کا معنی ملحوظ ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۱۔۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

"وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کے معنی کی تحقیق

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے "ما اهل به لغير الله" کے معنی میں لکھا ہے:

ذبح کے وقت بتوں کا نام بلند آواز سے لینا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۲۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ درج ذیل آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" (البقرۃ: ۱۷۳) وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا (جس جانور کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو)۔

ہم نے بہ کثرت حوالہ جات اس لیے ذکر کیے ہیں کہ علماء دیوبند کہتے ہیں کہ جس چیز پر بھی غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو وہ حرام ہے حتیٰ کہ بزرگوں کے ایصال ثواب کے لیے جو نیاز دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے: یہ داتا گنج بخش ہجویری کا بکرا ہے' یا غوث اعظم کی گائے ہے یا خواجہ اجمیری کی شیرینی ہے' وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان چیزوں پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے' اس لیے یہ چیزیں حرام ہیں' حالانکہ غیر اللہ کا نام پکارنے سے چیز کا حرام ہونا وقت ذبح کے ساتھ خاص ہے' جیسا کہ علامہ عینی' حافظ ابن حجر اور شاہ ولی اللہ کی مذکورہ عبارات سے ظاہر ہے۔

علماء دیوبند کا مطلقاً غیر اللہ کے تقرب کو حرام قرار دینا

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

دوسری صورت یہ ہے کہ جانور کو تقرب الی غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے یعنی اس کا خون بہانے سے تقرب الی غیر اللہ مقصود ہو لیکن بہ وقت ذبح اس پر نام اللہ ہی کا لیا جائے جیسے بہت سے ناواقف مسلمان بزرگوں' پیروں کے نام پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بکرے' مرغے وغیرہ ذبح کرتے ہیں لیکن ذبح کے وقت اس پر نام اللہ ہی کا پکارتے ہیں' یہ صورت باتفاق فقہاء حرام ہے اور ذبیحہ مردار ہے۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۴۳۱' ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

مصنف کے نزدیک بہ طور عبادت غیر اللہ کے تقرب کا حصول حرام ہونا اور دیگر صورتوں میں غیر اللہ کے تقرب کا حصول جائز ہونا

مفتی شفیع کی یہ عبارت مذکور الصدر تصریحات کے خلاف ہے اور محض تعصب پر مبنی ہے نیز ان کا تقرب الی غیر اللہ کو حرام کہنا بھی غلط ہے کیونکہ غیر اللہ کا وہ تقرب ممنوع ہے جو بہ طور عبادت ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: تقرب علی وجہ العبادۃ ہی کفر کا سبب ہے اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۱۹۸-۱۹۷ 'دار احیاء التراث العربی بیروت '۱۴۱۹ھ)

اگر مطلقاً غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنا ممنوع ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل کرنا' اولیاء اللہ کا قرب حاصل کرنا' اولاد کے لیے والدین کا قرب حاصل کرنا' شاگردوں کے لیے اساتذہ کا قرب حاصل کرنا' مریدوں کے لیے مشائخ کا قرب حاصل کرنا اور نوکروں کے لیے اپنے مالکوں کا قرب حاصل کرنا' اور چھوٹوں کے لیے بڑوں کا قرب حاصل کرنا حرام ہو جائے گا اور قرب حاصل کرنے کی یہ تمام صورتیں ممنوع قرار پائیں گی اس لیے صرف وہی قرب حاصل کرنا ممنوع اور حرام ہے جس قرب کا حصول اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ وہ قرب ہے جو بہ طور عبادت ہو جیسے ہم نماز پڑھ کر اور دیگر عبادات انجام دے کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا قرب حاصل کرنے کی تلقین کی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن تم میں سے سب سے زیادہ میرے نزدیک محبوب اور سب سے زیادہ میری مجلس کے قریب وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق تم سب سے اچھے ہوں گا۔

(سنن ترمذی: ۲۰۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۱۵' صحیح ابن حبان: ۴۸۲' المعجم الکبیر: ۵۸۸ ج ۲۲' مسند الشامیین: ۳۲۹۰' شعب الایمان: ۷۹۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۷۳۲ ج ۲۹ ص ۲۶۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

درج ذیل حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قرب حاصل کرنے کی ترغیب اور تلقین کی ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔ (صحیح البخاری: ۶۰۰۵-۵۳۰۴' سنن ابوداؤد: ۵۱۵۰' سنن ترمذی: ۱۹۱۸' مسند ابویعلیٰ: ۷۵۵۳' صحیح ابن حبان: ۴۶۰' المعجم الکبیر: ۵۹۰۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۸۳' شعب الایمان: ۱۱۰۳۶' شرح السنۃ: ۳۳۵۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳ طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۸۲۰ ج ۳۷ ص ۴۷۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

آپ کی مراد یہ ہے کہ یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں میرے اتنا قریب ہوگا جتنا شہادت کی انگلی درمیانی انگلی سے قریب ہوتی ہے' سو تم یتیم کی کفالت کر کے جنت میں میرا قرب حاصل کرو۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل کرنا مطلوب اور مستحسن ہے اور مفتی شفیع کا مطلقاً غیر اللہ کے قرب کے حصول کو مذموم اور ممنوع قرار دینا قطعاً باطل اور مردود ہے' اور اس وجہ سے بزرگوں کی نیاز کے کھانے کو "ما اھل بہ لغیر اللہ" میں داخل کرنا بھی مذموم اور باطل ہے۔

۱۵۵۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا. فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ. فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذَا مَكَانُ عُمْرَتِكِ. قَالَتْ فَطَافَ الَّذِينَ كَانُوا أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحَلُّوا ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا.

کی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے' پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی ہو وہ حج کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھے' پھر وہ احرام نہ کھولے حتیٰ کہ ان دونوں سے اکٹھا حلال ہو جائے (دونوں سے فارغ ہو جائے)' پس میں اس حال میں مکہ آئی کہ میں حائضہ تھی اور میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور نہ صفا اور مروہ میں سعی کی تھی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی (کہ حج کا وقت آ گیا اور میں ابھی عمرہ سے بھی فارغ نہیں ہوئی)' آپ نے فرمایا: تم اپنے سر کے بال کھول کر کنگھی کرلو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو' سو میں نے ایسا کیا' پس جب ہم نے حج کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عبد الرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تنعیم بھیجا' سو میں نے عمرہ کیا' تو آپ نے فرمایا: یہ تمہارے (اس) عمرہ کی جگہ ہے' حضرت عائشہ نے کہا: پس ان لوگوں نے بیت اللہ کا طواف کیا جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی' پھر انہوں نے احرام کو کھول دیا' پھر انہوں نے منیٰ سے واپس آنے کے بعد ایک (حج کا) طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے صرف ایک (حج کا) طواف کیا۔

ہر چند کہ اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' لیکن یہ حدیث ''کتاب الحج'' میں پہلی بار آئی ہے اس لیے ہم یہاں ضروری امور کی وضاحت کر رہے ہیں۔

حجۃ الوداع کا معنی' تنعیم کا محل وقوع' احناف کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حج قران ہونا اور قران میں دو سعی اور دو طواف ہونے کے دلائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ہم حجۃ الوداع کے لیے نکلے۔ حجۃ الوداع ۱۰ھ میں ہوا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اس کے علاوہ کوئی اور حج نہیں کیا' اس سے پہلے جب آپ مکہ میں تھے تو آپ نے متعدد حج کیے تھے جن کی تعداد کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں۔

حضرت عائشہ نے بیان کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تنعیم بھیجا۔ تنعیم حرم مکہ سے شام کی جانب مکہ اور سرف کے درمیان ایک جگہ ہے' یہ مسجد حرام سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے' اس جگہ ایک مسجد ہے جس کا نام مسجد عائشہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قران افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس قربانی ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے اور اسی کا نام قران ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا تھا' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور اصحاب شافعیہ میں سے مزنی کا یہی مذہب ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے' اور امام احمد کا ظاہر قول بھی یہی ہے' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جنہوں نے قران کا احرام باندھا تھا' انہوں نے ایک طواف کیا' اس میں امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کی دلیل ہے' وہ کہتے ہیں کہ قران کرنے والا ایک طواف کرے گا اور ایک سعی کرے گا' جب کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا' ایک طواف اور ایک سعی عمرہ میں اور ایک طواف اور ایک سعی حج میں' ان کا استدلال بہت احادیث سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۲۔ ۲۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حج قران میں دو طواف اور دو سعی کرنے کے ثبوت میں احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو سب سے پہلے آپ نے حجر اسود کی تعظیم کی' پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا' پہلے تین طواف دوڑ دوڑ کر کیے اور چار طواف پیدل چل چل کر کیے' پھر طواف پورا کرنے کے بعد آپ نے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی' پھر سلام پھیر کر مڑ گئے' پھر آپ نے صفا اور مروہ میں سات بار سعی کی' پھر آپ نے احرام نہیں کھولا اور اسی احرام پر برقرار رہے' حتیٰ کہ قربانی کے دن آپ نے اپنی قربانی کو نحر کیا' پھر بیت اللہ میں طواف زیارت کیا' پھر آپ پر ہر وہ چیز حلال ہو گئی جو حج کی وجہ سے حرام ہو گئی تھی۔ (صحیح البخاری: ۱۶۹۱' صحیح مسلم: ۱۲۲۷' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۵' سنن نسائی: ۲۷۳۱)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران میں دو طواف کیے' پہلے عمرہ کا طواف کیا' پھر حج کا طواف زیارت کیا۔

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ساتھ حج اور عمرہ کیا اور ان کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا' جس طرح میں نے کیا ہے۔

(سنن دار قطنی: ۲۵۹۳۔ ج ۲ ص ۵۰۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۲ھ۔ ج ۲ ص ۲۵۷ طبع قدیم)

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک ساتھ حج اور عمرہ کیا اور ان کے لیے دو طواف اور دو سعی کیں اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۲۵۹۴۔ ج ۲ ص ۵۱۱' دار المعرفہ' ج ۲ ص ۲۶۲ طبع قدیم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے پس آپ نے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

(سنن دار قطنی: ۲۵۹۵۔ ج ۲ ص ۵۱۱' دار المعرفہ' ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمرہ اور حج کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

(سنن دار قطنی: ۲۵۹۶۔ ج ۲ ص ۵۱۲' دار المعرفہ' ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

(سنن دار قطنی: ۲۵۹۷۔ ج ۲ ص ۵۱۲' دار المعرفہ' ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

ابو نصر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا' اس وقت میں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور حضرت علی نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا' میں نے کہا: کیا میں بھی اس طرح کر سکتا ہوں جس طرح آپ نے کیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: تم وضو کر کے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھو' پھر تم ان دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کرو۔

(سنن دار قطنی: ۲۵۹۹، ج ۲ ص ۵۱۳- ۵۱۲ دار المعرفۃ ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

امام دار قطنی نے ان تمام اسانید کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ ہم کو مضر نہیں ہے کیونکہ یہ متعدد اسانید ہیں اور تعدد اسانید سے حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ ہم نے ان احادیث سے براہ راست استدلال نہیں کیا بلکہ ان احادیث کو صحیح بخاری' صحیح مسلم' سنن ابوداؤد' سنن نسائی کی حدیث کی تائید اور تقویت کے لیے پیش کیا ہے۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

زیاد بن ملک بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: حج قران کرنے والا دو طواف کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم حج اور عمرہ میں قران کرو تو دو طواف کرو اور دو سعی کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسماعیل اور الشعبی دو طواف اور دو سعی کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ ابوجعفر نے کہا: حج قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبدالرحمن بن الاسود نے بیان کیا کہ ان کے والد نے کہا: حج قران والا دو طواف کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے الحکم اور الحماد سے قران کرنے والے کے متعلق سوال کیا' ان دونوں نے کہا: وہ دو طواف کرے گا اور دو سعی کرے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابومعشر بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج اور عمرہ کو جمع کیا' اس کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے بلکہ جب تک وہ حج اور عمرہ سے فارغ نہ ہو' وہ احرام نہ کھولے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۵' مسند احمد ج ۲ ص ۶۷' شرح معانی الآثار: ۳۸۳۰)

امام ابوجعفر طحاوی فرماتے ہیں کہ ایک قوم (ائمہ ثلاثہ) کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کو جمع کرے' اس پر ایک طواف واجب ہوتا ہے اور دوسروں (امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب) نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ حج اور عمرہ میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ طواف کرے گا' ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

ابونصر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حج کا احرام باندھا' پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا' میں نے ان سے کہا: میں نے حج کا احرام باندھا ہے' کیا میں اس کے ساتھ عمرہ ملا سکتا ہوں؟ حضرت علی نے کہا: نہیں! اگر تم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر تم اس کے ساتھ حج کا احرام ملانا چاہتے تو ملا سکتے تھے' میں نے پوچھا: اگر میں اب یہ ارادہ کروں تو کس طرح کروں؟ حضرت علی نے کہا: تم پانی لے کر وضوء

کرو پھر ان دونوں کا احرام باندھو پھر ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ طواف کرو۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۲)

منصور نے کہا: میں نے مجاہد سے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: پہلے میں لوگوں کو ایک طواف کا حکم دیتا تھا لیکن اب نہیں دوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۳)

زیاد بن مالک نے بیان کیا کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں یہ کہتے تھے کہ قران کرنے والا دو طواف کرے گا اور دو سعی کرے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۸)

پس حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ دونوں حضرت ابن عمر کے خلاف یہ کہتے تھے کہ قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا' اور یہی امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۸۲' قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ جنہوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' انہوں نے ایک طواف کیا تھا' اس کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے ایک نوع کا طواف کیا تھا اور طواف واحد کے الفاظ میں واحد سے مراد واحد شخصی نہیں ہے بلکہ واحد نوعی مراد ہے' ان مختلف اور بہ ظاہر متعارض احادیث میں اسی طرح تطبیق ہو سکے گی۔

۳۲ - بَابُ مَنْ اَهَلَّ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے احرام کی مثل احرام باندھا

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص پہلے مبہم احرام باندھے' پھر اس کو جس طرح چاہے معین کر دے اور یہ اس لیے جائز ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہوا۔

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

بکر المصری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ حج کا احرام باندھا' پس جب ہم مکہ میں آئے تو آپ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ اپنے اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی تھی' پھر ہمارے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یمن سے حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے کیونکہ تمہاری اہلیہ ہمارے پاس ہیں' حضرت علی نے کہا: میں نے اس کا احرام باندھا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس احرام پر برقرار رہو کیونکہ ہمارے ساتھ قربانی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۳۵۳' صحیح مسلم: ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۱' سنن نسائی: ۲۷۳۱)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام شافعی اور ان کے مذہب کے موافقین کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک مبہم اور معلق احرام باندھنا جائز ہے' مثلاً کوئی شخص اس طرح احرام باندھے کہ میرا احرام زید کے احرام کی مثل ہے' پھر اگر زید کا احرام حج کا ہے تو اس کا احرام حج کا ہے اور

اگر اس کا احرام عمرہ کا ہے تو اس کا احرام عمرہ کا ہے اور اگر اس کا احرام حج اور عمرہ دونوں کا ہے تو اس کا احرام بھی حج اور عمرہ دونوں کا ہو گا' اور اگر زید نے مبہم اور مطلق احرام باندھا ہے تو اس کا احرام بھی مطلق اور مبہم ہو گا' پھر وہ اپنے اس احرام کو جس طرف چاہے گا پھیر دے گا اور پھیرنے میں اس پر زید کی موافقت کرنا لازم نہیں ہے' یہ علامہ نووی نے کہا ہے اور علامہ رافعی نے یہ صورت بیان کی ہے کہ پھیرنے میں اس پر زید کی موافقت کرنا لازم ہے اور باقی علماء اور ائمہ کے نزدیک مبہم نیت کے ساتھ احرام باندھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ. (البقرۃ:۱۹۶) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے مکمل کرو۔

نیز فرمایا:

وَلَا تُبْطِلُوٓا أَعْمَالَكُمْ. (محمد:۳۳) اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم ان کے ساتھ مخصوص تھا' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا' اس کا جواب بھی یہ ہے کہ یہ حکم بھی ان کے ساتھ مخصوص تھا اور عنقریب ان شاء اللہ اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۵۔ ۲۶۳ ملخصاً)

۱۵۵۷ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ. وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ. [اطراف الحدیث: ۱۵۶۸۔ ۱۵۷۰۔ ۱۶۵۱۔ ۱۷۸۵۔ ۲۵۰۶۔ ۴۳۵۲۔ ۷۲۳۰۔ ۷۳۶۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے از ابن جریج' عطاء نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں اور حضرت سراقہ کا قول ذکر کیا۔

(سنن نسائی: ۲۷۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۸۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۸۵' سنن کبریٰ: ۳۷۳۱' سنن بیہقی: ۴۲۳' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۲۷۹۔ ج ۲۲ ص ۱۸۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مکی بن ابراہیم بن بشر بن فرقد الحنظلی التمیمی البلخی ابوالسکن' یہ ان رجال میں سے ہیں جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں' ان کی وفات بلخ میں ۲۱۴ھ میں ہوئی تھی' ان کی عمر ایک سو سال کے قریب تھی' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کی طرف منسوب ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کی طرف منسوب نہیں تھے' بلکہ مکی ان کا نام ہے اور یہ بلخ کے رہنے والے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ حقیقۃً مکہ کے رہنے والے تھے بلکہ یہ صورۃً مکہ مکرمہ کی طرف منسوب تھے (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عطاء بن ابی رباح (۴) حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۶)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں۔

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سراقہ کے قول کا ذکر کیا' یعنی حضرت جابر نے اپنی حدیث میں حضرت سراقہ کے قول کا ذکر

کیا۔ حضرت سراقہ کا پورا نام سراقہ بن مالک بن جعشم ہے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے انیس احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے' حضرت سراقہ کے قول کا ذکر امام بخاری نے ''باب عمرة التنعیم'' میں کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت سراقہ کی رسول اللہ ﷺ سے عقبہ میں ملاقات ہوئی' اس وقت آپ کنکریاں مار رہے تھے' حضرت سراقہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ عمل آپ کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ کے لیے ہے۔
(صحیح البخاری: ۱۷۸۵)

امام بخاری نے اس حدیث کو تفصیل سے ''کتاب المغازی'' میں ذکر کیا ہے۔
(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۵۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْهُذَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ ابْنُ حَيَّانَ قَالَ سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْأَصْفَرَ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ' فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ؟ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ لَوْ لَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ. وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ؟ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن علی الخلال الہذلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن حیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مروان الاصفر سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس یمن سے آئے تو آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا: جس چیز کا نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے' آپ نے فرمایا: اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا' اور محمد بن بکیر نے از ابن جریج یہ اضافہ کیا کہ نبی ﷺ نے پوچھا: اے علی! تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کا نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے' آپ نے فرمایا: پس تم ھدی ساتھ لو اور اپنے احرام پر اسی طرح برقرار رہو۔

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے یعنی صحیح البخاری: ۱۵۵۷ کی مثل ہے۔

۱۵۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ' عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى قَوْمٍ بِالْيَمَنِ' فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ' فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ؟ قُلْتُ أَهْلَلْتُ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ؟ قُلْتُ لَا' فَأَمَرَنِي فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَحْلَلْتُ' فَأَتَيْتُ امْرَأَةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نبی ﷺ نے یمن کے لوگوں کی طرف بھیجا' پس جب میں واپس آیا تو آپ مکہ کی وادی المحصب میں تھے' آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے نبی ﷺ کے احرام کی مثل احرام باندھا ہے' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے؟ میں نے کہا: نہیں! تو آپ

مِنْ قَوْمِیْ، فَمَشَطَتْنِیْ، اَوْ غَسَلَتْ رَاْسِیْ. فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ اِنْ نَّاْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، قَالَ اللّٰهُ ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ﴾ (البقرہ:١٩٦) وَاِنْ نَّاْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَاِنَّهٗ لَمْ یَحِلَّ حَتّٰی نَحَرَ الْهَدْیَ.

[اطراف الحدیث: ١٥٦٥_١٧٢٤_١٧٩٥_٤٣٤٦_٤٣٩٧]

نے مجھے حکم دیا' سو میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی' پھر آپ نے مجھے احرام کھولنے کا حکم دیا' پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس گیا اس نے میرے سر میں کنگھی کی یا میرا سر دھویا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں تو وہ ہمیں (حج اور عمرہ کو) مکمل کرنے کا حکم دیتی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے مکمل کرو۔ (البقرہ: ١٩٦) اور اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کریں تو آپ نے جب تک قربانی نہیں کی احرام کو نہیں کھولا۔

(صحیح مسلم: ١٢٢١' الرقم المسلسل: ٢٩٠٨' سنن نسائی: ٢٧٤٢' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٥١٦_٦٧' مسند احمد ج ١ ص ٣٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٣ ج ١ ص ٣٧٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن یوسف التنیسی ابو محمد (٢) سفیان الثوری (٣) قیس بن مسلم الجدلی (٤) طارق بن شہاب بن عبد شمس البجلی الاحمسی (٥) حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٢٦٦)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی مثل احرام باندھا۔

حضرت ابوموسیٰ کو یمن بھیجنے کی تاریخ' حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی توجیہ' حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ دونوں کے پاس ھدی نہیں تھی' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنے احرام پر برقرار رہنے کا حکم دیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو احرام کھولنے کا حکم دیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے لوگوں کی طرف بھیجا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ کو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ١٠ھ میں یمن کی طرف بھیجا تھا۔

اس حدیث میں ''البطحاء'' کا ذکر ہے' اس سے مراد مکہ میں وادی المحصب ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس گئے۔ یہ ان کے کسی بھائی کی بیوی تھیں اور ان کی محرم نہیں تھیں۔

پھر حضرت عمر نے آ کر کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں......... اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیا تھا' حضرت عمر نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ کتاب اور سنت دونوں سے یہ ثابت ہے کہ حج اور عمرہ کو پورا پورا کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمتع کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو تمتع کرنے سے منع کیا ہے' اس میں بھی حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع کیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کے مہینے میں عمرہ کرنے سے پھر اسی سال حج کرنے سے منع کیا ہے' ایک قول

یہ ہے کہ حضرت عمر نے حج کے مہینے میں عمرہ کرنے سے اس لیے منع کیا ہے تاکہ حج افراد کی ترغیب دیں' جو فقط عمرہ کرنے سے افضل ہے اور ان کی یہ مراد نہیں تھی کہ اس مہینے میں عمرہ کو باطل اور عبث قرار دیں' پھر بعد میں بغیر کراہت کے تمتع کے جواز پر اجماع منعقد ہو گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی مثل احرام باندھا تھا' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے حضرت علی کو تو ان کے احرام پر برقرار رکھا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو احرام کھولنے کا حکم دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کے ساتھ ھدی یعنی قربانی تھی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ ھدی نہیں تھی' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کی طرف سے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی روانہ کر دی تھی اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ھدی تھی' اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ کیا آپ کے پاس قربانی ہے' جب کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ حضرت علی کے ساتھ ھدی ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ ھدی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۷-۲۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ﴾ (البقرۃ:۱۹۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حج کے مہینے معروف ہیں اور جو شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو لازم کر لے' تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں نہ گناہ اور نہ جھگڑا۔ (البقرہ:۱۹۷)

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنے یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر قربانی کے گلے میں قلادہ (ہار) ڈال کر اس کو روانہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے' یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر اشعار کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تلبیہ کے بغیر حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔
(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۷۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام احمد بن حنبل نے یہ تصریح کی ہے کہ حج کی نیت سے صرف احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے خواہ تلبیہ نہ پڑھا جائے۔
(زاد المسیر ج ۱ ص ۲۱۰' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں "رفث" سے مراد جماع ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: "رفث" سے مراد عورتوں سے فحش کلام کرنا ہے اور "فسق" سے مراد ہر قسم کے گناہ ہیں اور "جدال" سے مراد بحث مباحثہ میں غضب ناک ہونا ہے' یہ حضرت ابن مسعود کی رائے ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد گالی دینا ہے۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۸۱-۲۸۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ (البقرۃ:۱۸۹)۔

لوگ آپ سے ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے متعلق دریافت کرتے ہیں' آپ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیاوی کاموں) اور حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔ (البقرہ:۱۸۹)

اسلام کے بہت سے احکام ہلال کے طلوع پر موقوف ہیں' مثلاً قربانی اور حج' عید الفطر' عید الاضحیٰ اور رمضان' عدت وفات کی گنتی

۴ ماہ دس دن اور جس کے حیض کی مدت تین ماہ ہو اس کی گنتی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے ایک سال کا تعین' ایلاء کے لیے ۴ ماہ کا تعین' کفارہ کے روزوں کے لیے ۲ ماہ کا تعین' ان تمام امور میں مدت کا تعین ہلال کے طلوع سے ہوتا ہے' یہ تو دین کے احکام ہیں اور دنیا کے احکام میں مثلاً ۴ ماہ بعد کسی نے قرض ادا کرنا ہو یا کوئی اور معاملہ ہو تو وہ چاند پر موقوف ہے' لوگ آپ سے چاند کے گھٹنے بڑھنے کی کیفیت اور اس کی ماہیت کے متعلق سوال کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس میں تمہارے دین اور دنیا کے کاموں اور خصوصاً حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔ (تبیان القرآن ج ۱ ص ۱۹۰۔۱۸۹ فرید بک اسٹال لاہور)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحَجَّةِ.

اور حضرت ابن عمر نے کہا: حج کے مہینے شوال اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔

اس تعلیق کو امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(جامع البیان جز ۲ ص ۳۱۰' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَّا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سنت یہ ہے کہ حج کا احرام صرف حج کے مہینوں میں باندھا جائے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

مقسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حج کا احرام حج کے مہینوں کے سوا نہ باندھا جائے کیونکہ حج کی سنت یہ ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھا جائے۔ (المستدرک: ۱۹۸۳' المعجم الکبیر: ۱۲۰۸۳' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۸)

امام شافعی کے نزدیک یہ واجب ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھا جائے اور جمہور علماء کے نزدیک یہ سنت ہے۔ حج کا احرام حج کے مہینوں سے پہلے بھی باندھا جاسکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۷۵)

وَكَرِهَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنْ يُّحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ أَوْ كَرْمَانَ.

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ خراسان یا کرمان سے احرام باندھا جائے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۸۳۸' مجلس علمی' بیروت' اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۶۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت میں ہے۔

١٥٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَلَيَالِي الْحَجِّ، وَحُرُمِ الْحَجِّ، فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ، قَالَتْ فَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ مَعَهُ هَدْيٌ، فَأَحَبَّ أَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَا. قَالَتْ فَالْآخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِنْ أَصْحَابِهِ، قَالَتْ فَأَمَّا رَسُولُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر الحنفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں افلح بن حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قاسم بن محمد سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا: ہم حج کے مہینوں میں اور حج کی راتوں میں اور حج کے موسم میں نکلے اور مقام سرف میں ٹھہرے' حضرت عائشہ نے کہا: آپ اپنے اصحاب کی طرف نکلے اور فرمایا: تم میں سے جس شخص کے ساتھ ھدی (قربانی) نہیں ہے' پس وہ پسند کرے تو اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے لے اور جس کے ساتھ ھدی ہے وہ ایسا نہ کرے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَكَانُوا أَهْلَ قُوَّةٍ، وَكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْيُ، فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْعُمْرَةِ، قَالَتْ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ مَا يُبْكِيكِ يَا هَنْتَاهُ؟ قُلْتُ سَمِعْتُ قَوْلَكَ لِأَصْحَابِكَ، فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ، قَالَ وَمَا شَأْنُكِ؟ قُلْتُ لَا أُصَلِّي، قَالَ فَلَا يَضِيرُكِ، إِنَّمَا أَنْتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ، كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُونِي فِي حَجَّتِكِ، فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهَا. قَالَتْ فَخَرَجْنَا فِي حَجَّتِهِ حَتَّى قَدِمْنَا مِنًى، فَطَهَرْتُ، ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِنًى، فَأَفَضْتُ بِالْبَيْتِ، قَالَتْ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فِي النَّفْرِ الْآخِرِ، حَتَّى نَزَلَ الْمُحَصَّبَ، وَنَزَلْنَا مَعَهُ، فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ، فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا، ثُمَّ ائْتِيَا هَا هُنَا، فَإِنِّي أَنْظُرُكُمَا حَتَّى تَأْتِيَانِي. قَالَتْ فَخَرَجْنَا، حَتَّى إِذَا فَرَغْتُ، وَفَرَغْتُ مِنَ الطَّوَافِ، ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرٍ، فَقَالَ هَلْ فَرَغْتُمْ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، فَآذَنَ بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ، فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ. ضَيْرٌ مِنْ ضَارَ يَضِيرُ ضَيْرًا، وَيُقَالُ ضَارَ يَضُورُ ضَوْرًا، وَضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا.

حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس آپ کے اصحاب میں سے بعض اپنے احرام کو ترک کرنے والے تھے اور بعض اپنے احرام پر برقرار رہنے والے تھے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس رہے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب میں سے چند مرد تو وہ قوت والے تھے اور ان کے ساتھ ہدی (قربانی) تھی وہ عمرہ پر قادر نہ ہوئے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے' اور میں اس وقت رو رہی تھی' آپ نے پوچھا: اے بھولی بھالی! کیوں رو رہی ہے؟ میں نے کہا: آپ نے جو اپنے اصحاب سے فرمایا ہے وہ میں نے سن لیا ہے' تو میں عمرہ سے روک دی گئی ہوں' آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نماز نہیں پڑھ رہی' تو آپ نے فرمایا: سو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہے' تم آدم کی بیٹیوں میں سے ایک عورت ہو' اللہ نے تم پر وہ چیز لکھ دی ہے جو ان پر لکھ دی ہے' پس تم اپنے حج میں شروع ہو جاؤ' عنقریب اللہ تمہیں عمرہ عطا کردے گا' حضرت عائشہ نے کہا: پس ہم اپنے حج کے لیے نکلے' حتیٰ کہ ہم منیٰ میں آئے' پھر میں پاک ہو گئی' پھر میں منیٰ سے نکلی اور میں نے بیت اللہ میں طواف زیارت کیا' حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں دوسری جماعت کے ساتھ نکلی حتیٰ کہ آپ وادی المحصب میں اترے' اور ہم بھی آپ کے ساتھ اترے' پس آپ نے حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے لے کر روانہ ہو تو وہ عمرہ کا احرام باندھیں' پھر تم دونوں فارغ ہو کر یہاں آ جاؤ' پس میں تم دونوں کا انتظار کروں گا' حتیٰ کہ تم دونوں میرے پاس آ جاؤ' حضرت عائشہ نے کہا: پس ہم نکلے حتیٰ کہ جب میں فارغ ہو گئی اور طواف (وداع) سے بھی فارغ ہو گئی تو میں آپ کے پاس سحری کے وقت پہنچی' آپ نے پوچھا: کیا تم لوگ فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اپنے اصحاب کو کوچ کرنے کا حکم دیا' پھر لوگ روانہ ہوئے' سو آپ مدینہ کی طرف متوجہ ہو کر گزرے۔ ''ضیر'' کا لفظ ''ضار یضیر ضیرا'' سے ماخوذ ہے اور ''ضار یضور ضورا'' اور ''ضر یضر ضرا'' بھی کہا جاتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل اور مدلل شرح' صحیح البخاری: ١٥٥٦ میں گزر چکی ہے۔

۳۴ - بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْإِقْرَانِ وَالْإِفْرَادِ بِالْحَجِّ، وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ

حج میں تمتع اور قران اور افراد اور جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اس کا حج کے احرام کو فسخ کرنا

اگر عمرہ کر کے احرام کھول دیا جائے اور پھر دوبارہ آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھا جائے تو وہ حج تمتع ہے اور اگر عمرہ پورا کر کے حج کے احرام کو برقرار رکھا جائے' پھر حج کر کے احرام کھولا جائے تو وہ حج قران ہے اور اگر صرف حج کا احرام باندھا جائے تو وہ حج افراد ہے۔

۱۵٦۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرٰى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ، فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ، وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَحِضْتُ، فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ، قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ؟ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا. قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَهُمْ. قَالَ عَقْرٰى حَلْقٰى، أَوَمَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قَالَتْ قُلْتُ بَلٰى، قَالَ لَا بَأْسَ انْفِرِي. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا، أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور اس وقت ہماری نیت صرف حج کی تھی' پس جب ہم (مکہ) پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جو قربانی ساتھ نہیں لائے ہیں وہ احرام کھول دیں' پس جو قربانی ساتھ نہیں لائے تھے انہوں نے احرام کھول دیا اور آپ کی ازواج قربانی ساتھ نہیں لائی تھیں' سو انہوں نے بھی احرام کھول دیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر مجھے حیض آ گیا تو میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا (اور حج کے باقی افعال کرتی رہی)' سو جب وادی محصب کی رات آئی تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا لوگ عمرہ اور حج کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کر کے واپس جاؤں گی؟ آپ نے پوچھا: کیا تم نے مکہ کی راتوں میں طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک جاؤ' پھر عمرہ کا احرام باندھ لو پھر فلاں اور فلاں جگہ تم سے ملاقات ہوگی' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں شاید آپ لوگوں کو روک لوں گی' آپ نے فرمایا: زخمی سر منڈی! کیا تم نے دس ذوالحجہ کو طواف نہیں کیا تھا؟ حضرت صفیہ نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے تم بھی چلو' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے' آپ مکہ سے اوپر چڑھ رہے تھے اور میں مکہ کی طرف اتر رہی تھی' یا میں چڑھ رہی تھی اور آپ اتر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵٦ میں کر دی گئی ہے۔

۱۵۶۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، وَأَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ، فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، لَمْ يَحِلُّوا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابو الاسود محمد بن عبد الرحمن ابن نوفل از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے' سو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا' پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کر کے احرام باندھا تھا' انہوں نے دس ذوالحجہ تک احرام نہیں کھولا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی' صحیح البخاری: ۱۵۵۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۵۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَعُثْمَانُ يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ، وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا رَأٰى عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ، قَالَ مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ.

[طرف الحدیث: ۱۵۶۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از علی بن حسین از مروان بن الحکم' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے سامنے موجود تھا اور حضرت عثمان حج تمتع کرنے سے اور حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کر رہے تھے' حضرت علی نے یہ دیکھ کر یوں احرام باندھا: "لبیک بعمرۃ وحجۃ" یعنی قران کا احرام باندھا اور کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کسی شخص کے قول کی بناء پر ترک نہیں کر سکتا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲۳' الرقم المسلسل: ۲۹۵۳' مسند البزار: ۵۲۷' مسند ابویعلیٰ: ۳۳۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۰' مسند احمد ج۱ ص ۱۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۳۶' ج۲ ص ۳۵۷-۳۵۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔

حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان حج تمتع کرنے کے متعلق مباحثہ کے فوائد

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو جس چیز کا علم ہو' اس کا اظہار کرنا چاہیے اور اس کی تحقیق کے لیے حکام وغیرہ سے بحث کرنی چاہیے اور جو اس پر قادر ہو' اس کو مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے ایسا کرنا چاہیے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کے نزدیک جو شخص حق بات کا انکار کر رہا ہو' اس کو اس شخص کے اپنے قول اور عمل دونوں سے رد کرنا چاہیے' جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا: اور حاکم کی اطاعت صرف اس چیز میں واجب ہے جو معروف اور صحیح ہو۔

اس حدیث سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حلم معلوم ہوا کہ انہوں نے حاکم وقت ہونے کے باوجود اپنی مخالفت کرنے والے کو ملامت نہیں کی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع کرنے سے منع کرتے تھے‘ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صرف قول صحابی ہے جو کتاب‘ سنت اور اجماع کے خلاف ہے‘ کتاب کے اس لیے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ. (البقرہ:۱۹۶) سو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے۔

اس آیت میں حج کے ساتھ عمرہ کو ملانے کا ذکر ہے اور اسی کا نام تمتع اور قران ہے‘ اور عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کی بہت احادیث ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۸۳‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

عمرہ اور حج کو جمع کرنے یعنی قران اور تمتع کے جواز کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے‘ سو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا‘ اور بعض نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے (صرف) حج کا احرام باندھا‘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا‘ پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کر کے احرام باندھا تھا‘ انہوں نے دس ذوالحجہ تک احرام نہیں کھولا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۶۲‘ صحیح مسلم: ۱۲۱۱‘ سنن ابوداؤد: ۱۷۸۱‘ سنن نسائی: ۲۷۶۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۵۳-۴۳۵۴‘ صحیح مسلم: ۱۲۳۲-۱۲۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور لوگ حج اور عمرہ کو جمع کر کے پکار رہے تھے (لبیک بحجۃ و عمرۃ)۔ (صحیح البخاری: ۲۹۸۶)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تو حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جمرہ عقبہ میں ملاقات ہوئی‘ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنکریاں مار رہے تھے‘ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ آپ کے لیے خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ کے لیے ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۸۵‘ صحیح مسلم: ۱۲۱۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے‘ پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی ہے پس وہ حج کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھے‘ پھر وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک کہ وہ ان دونوں سے فارغ نہیں ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۵۶‘ صحیح مسلم: ۱۲۱۱‘ سنن ابوداؤد: ۱۷۸۱‘ سنن نسائی: ۲۷۶۳)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حج تمتع کرنے کا حکم دیتے تھے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے تو میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میرے ہاتھوں سے یہ حدیث گردش کرتی رہی ہے‘ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا ہے‘ پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کہا: بے شک اللہ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے اور بے شک قرآن اپنی نزول کی جگہوں میں نازل ہوا ہے‘ پس تم حج اور عمرہ کو (الگ الگ) پورا کرو۔ الحدیث‘ دوسری روایت میں ہے: پس تم اپنے حج کو اپنے عمرہ سے منفصل رکھو‘ یہ تمہارے حج کو زیادہ پورا کرنے والا ہے اور تمہارے عمرہ کو بھی زیادہ پورا کرنے والا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱۷)

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کیا اور قرآن نازل ہو رہا تھا' ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۷۱)

الحارث بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص اور الضحاک بن قیس سے سنا' وہ دونوں حج تمتع کا ذکر کر رہے تھے' الضحاک بن قیس نے کہا: تمتع وہی شخص کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاہل ہو' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے بہت بری بات کہی ہے' اے میرے بھتیجے! الضحاک بن قیس نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے تمتع کرنے سے منع کیا ہے' حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے اور ہم نے آپ کے ساتھ حج تمتع کیا ہے۔

(سنن ترمذی ج ۲ ص ۸۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "لبیک بعمرۃ وحجۃ" (حج اور عمرہ کے ساتھ لبیک)۔ (سنن ترمذی: ۸۲۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱)

سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا' اہل شام سے ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے متعلق سوال کر رہا تھا' حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: وہ حلال ہے' اس شخص نے کہا: تمہارے والد تو اس سے منع کرتے تھے! حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: یہ بتاؤ کہ میرے والد تمتع سے منع کرتے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا ہو تو کیا ہم اپنے والد کے حکم کی اتباع کریں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی؟ اس شخص نے کہا: بلکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اتباع کریں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: تو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا تھا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی: ۸۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۹۵)

تنبیہ: ہم نے جو حج اور عمرہ کو جمع کرنے کے جواز میں احادیث ذکر کی ہیں' ان میں سے بعض احادیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا ہے اور ہم نے اس سے پہلے یہ بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہے اور یہ تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں مجازاً تمتع سے مراد عام ہے یعنی حج اور عمرہ کو جمع کرنا' خواہ یہ جمع کرنا قران کی صورت میں ہو یا تمتع کی صورت میں۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما جو حج تمتع سے منع کرتے تھے' اس کے متعلق شارحین کی آراء

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

احرام کی تین قسمیں ہیں: افراد' قران اور تمتع' اور ان کے جواز پر اجماع ہے' اختلاف اس میں ہے کہ ان میں سے افضل کون سا ہے' جس تمتع میں حضرت عثمان اور حضرت علی کا اختلاف ہوا' اس کی تاویل کرنے والوں میں اختلاف ہے۔ حضرت عثمان کی رائے یہ تھی کہ ایک سفر اور ایک عمل میں حج اور عمرہ کو جمع کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا اور ان کے ساتھ مخصوص تھا جو حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ یہ ان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے' پس ان دونوں کا اختلاف اس میں تھا کہ افضل کون سا عمل ہے' حضرت عثمان کی رائے یہ تھی کہ صرف حج افراد کرنا افضل ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ تمتع کرنا افضل ہے' کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک جائز ہے' حضرت عثمان نے یہ کہا تھا کہ ہمیں یہ خوف تھا کہ حج افراد کرنے والے کا اجر حج تمتع کرنے والے سے زیادہ ہوگا' اور حضرت علی کا یہ خیال تھا کہ اگر لوگوں نے حضرت عثمان کی رائے کو سنا جب کہ ان کی اقتداء کی جاتی ہے تو اس کے نتیجہ میں تمتع اور قران متروک ہو جائے گا' اس لیے حضرت علی نے ان کے سامنے قران کا احرام باندھا تا کہ یہ معلوم

ہو جائے کہ ان میں سے ہر ایک عمل جائز ہے یا حضرت علی کے نزدیک تمتع اور قران کرنا افراد سے افضل تھے اس لیے کہ تمتع اور قران میں حج اور عمرہ کے دو عمل ہیں اور افراد میں صرف ایک حج کا عمل ہے۔

حضرت عثمان کی جو رائے تھی وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی رائے تھی اور ان دونوں کے نزدیک حج افراد کرنا حج تمتع اور حج قران سے افضل تھا۔ (المفہم ج ۳ ص ۳۵۰-۳۴۹ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حجۃ الوداع میں قربانی لے کر نہ چلنے والے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ تم حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لو اس میں قریش کے اس اعتقاد کو رد کرنا تھا جو حج کے ایام میں عمرہ کرنے سے منع کرتے تھے اور اس کی ابتداء حدیبیہ میں ہوئی تھی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور وہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا اور وہ حج کے مہینوں سے ہے اور اس وقت صحابہ خوف زدہ تھے کیونکہ ان کے اور مشرکین کے درمیان جنگ ہو چکی تھی اور مشرکین نے ان کو بیت اللہ تک جانے سے روکا تھا اور ان کے اور ان کے عمرہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے اور یہ پہلا عمرہ تھا جو حج کے مہینوں میں کیا گیا تھا' پھر اس کے بعد جو اس عمرہ کی قضا ہوئی وہ بھی ذوالقعدہ کے مہینہ میں ہوئی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبالغہ کے ساتھ اس کی تاکید کا ارادہ کیا' حتیٰ کہ صحابہ کو حکم دیا کہ وہ حج کے عمرہ کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت عثمان تمتع اور قران دونوں کو جائز سمجھتے تھے لیکن ان کے نزدیک حج افراد افضل تھا اس لیے وہ تمتع اور قران سے منع کرتے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی لیکن حضرت علی کو یہ خوف تھا کہ ان کے بعد کوئی تمتع اور قران کو حرام نہ سمجھ لے' اس لیے انہوں نے حضرت عثمان کے سامنے قران کا احرام باندھا اور حضرت عثمان نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

واضح رہے کہ حافظ ابن حجر نے جو یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے اس اعتقاد کا رد کرنے کے لیے حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا کہ مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے' اس کا اس بات سے کیا تعلق ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع اور قران سے منع کرتے تھے اور اس بات میں ان کے منع کرنے کی کیا مناسبت ہے؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت عمر اور حضرت عثمان کے منع کرنے پر علماء صحابہ نے رد کیا اور ان پر انکار کیا اور حق ان انکار کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ایام حج میں عمرہ اور حج کو جمع کرنے سے اس لیے منع کرتے تھے کہ اگر لوگوں نے ان ایام میں عمرہ بھی کر لیا تو وہ دوبارہ عمرہ کرنے نہیں آئیں گے اور ان کو یہ ناپسند تھا کہ بیت اللہ عبادت گزاروں سے خالی رہے' ان کا منشاء یہ تھا کہ لوگ پھر دوبارہ عمرہ کرنے آئیں' تاہم وہ ایام حج میں حج اور عمرہ کے جمع کرنے کو ناجائز اور حرام نہیں کہتے تھے' ان کے نزدیک یہ خلاف اولیٰ تھا لیکن جمہور صحابہ' فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ ایام حج میں تمتع اور قران کیا جائے کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور مصنف کے نزدیک بھی اولیٰ یہی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۵۸- ج ۳ ص ۳۴۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① تمتع کے بارے میں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مذاکرہ کی تفصیل ② حج کے احرام کو فسخ کرنے کی صحابہ کے ساتھ خصوصیت ③ عمرے پر تمتع کا اطلاق۔

١٥٦٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُوْرِ فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلُوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَيَقُوْلُوْنَ إِذَا بَرَأَ الدَّبَرُ وَعَفَا الْأَثَرُ وَانْسَلَخَ صَفَرُ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرَ. قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوْهَا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذٰلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الْحِلِّ؟ قَالَ حِلٌّ كُلُّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ عرب لوگ (زمانہ جاہلیت میں) یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین میں بہت بڑا گناہ ہے اور وہ محرم کو صفر قرار دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب اونٹ کی پیٹھ ٹھیک ہو جائے اور زخم کا نشان مٹ جائے اور صفر کا مہینہ گزر جائے' تب عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہو جائے گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب چار ذوالحجہ کی صبح کو (مکہ میں) حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تھے' پھر آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لو' اس لیے یہ حکم ان پر گراں گزرا' پس انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ہمارے لیے کون سی چیز حلال ہوگی؟ آپ نے فرمایا: سب چیزیں حلال ہو جائیں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۵ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض مشکل جملوں کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں کا مہینوں کو مؤخر کرنا اور اسلام کا اس غلط رسم کو مٹانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذوالحجہ میں صرف اس لیے عمرہ کیا تھا تاکہ مشرکین کے اس اعتقاد کا رد کیا جائے کہ ایام حج میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے۔

مشرکین زمانہ جاہلیت میں مہینوں کو مؤخر کرتے رہتے تھے' وہ محرم کو صفر قرار دیتے اور اس مہینہ میں قتال کرنے کو حلال کر لیتے اور محرم کے مہینہ میں جو قتال حرام تھا اس کو مؤخر کر دیتے' اور بعض اوقات وہ سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا لیتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۸۶-۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً

بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد' اللہ کی کتاب میں بارہ ماہ ہے' جس دن سے اس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا' ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں' یہی دین مستقیم ہے سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو' اور تم تمام مشرکین سے قتال

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ○ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ○ (التوبہ: ۳۷-۳۶)

کرو جیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں' اور یاد رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے○ مہینہ کو مؤخر کرنا محض کفر ہے اس سے کافروں کو گم راہ کیا جاتا ہے' وہ کسی مہینہ کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں اور اسی مہینہ کو دوسرے سال حرام قرار دیتے ہیں' تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری کرلیں' پھر جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کرلیں' ان کے بُرے کام ان کے لیے خوش نما بنا دیے گئے ہیں' اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا○

حرمت والے مہینے

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصلی شکل پر آ چکا ہے' جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا' سال کے بارہ مہینے ہیں' ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں' تین مہینے متواتر ہیں: ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم' اور قبیلۂ مضر کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۶۶۲)

مشرکین کا حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرنے کی وجہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو رد فرمانا

مشرکین حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرتے رہتے تھے' ان کے رد میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں' محرم حرمت والا مہینہ تھا' اس میں قتال حرام تھا' مشرکین عرب لوٹ مار اور قتل و غارت کرنے والے لوگ تھے اور ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم یہ تین مہینے متواتر حرمت والے تھے' ان تین مہینوں میں قتال سے رکنا مشرکین عرب کے لیے بہت مشکل اور دشوار تھا' انہیں جب محرم کے مہینہ میں کسی سے لڑنے کی ضرورت پیش آتی تو وہ محرم کے مہینہ کو مؤخر کر دیتے اور صفر کے مہینہ کو محرم قرار دیتے اور اصل محرم کے مہینہ میں قتال کر لیتے' اسی طرح وہ ہر سال محرم کے مہینہ کو ایک ماہ مؤخر کرتے رہتے تھے' حتیٰ کہ جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا' اس سال گیارہ مرتبہ محرم کا مہینہ مؤخر ہو کر اپنی اصل ہیئت پر آ چکا تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصل ہیئت پر آ چکا ہے' جس ہیئت پر وہ اس وقت تھا' جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا۔ (تبیان القرآن ج ۵ ص ۱۳۳-۱۳۲ فرید بک سٹال لاہور)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۰۵- ج ۳ ص ۲۶۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۵۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ بِالْحِلِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (یمن سے حجۃ الوداع میں) آیا' آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۶۶ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ. ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی (ح)

نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ، وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ: إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۹۷-۱۷۲۵-۴۳۹۸-۵۹۱۶]

اور ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے عمرہ کر کے احرام کھول دیا اور آپ نے ابھی تک عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا لیا تھا اور اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا تھا تو میں جب تک نحر (قربانی) نہ کرلوں احرام نہیں کھولوں گا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲۹' الرقم المسلسل: ۲۹۳۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۶' سنن نسائی: ۲۶۸۲' سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۶' سنن کبریٰ: ۳۶۹۲' شرح مشکل الآثار: ۳۳۱۱-۳۳۱۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۳-۱۲' المعجم الکبیر: ۱۱' ج ۲۳' مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۴۲۳' ج ۴۳ ص ۴۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران کی دلیل اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس محرم نے حدی بھیج دی ہو وہ عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولے گا حتیٰ کہ حج کا احرام باندھ کر اس کے عمل سے فارغ ہو جائے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک کہ اپنی حدی کی قربانی نہ کرلے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا قول ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا کیونکہ آپ نے عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ آپ حج سے فارغ ہو گئے اسی لیے آپ نے شروع میں اپنے بالوں کو چپکا کر جما لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۸۰- ج ۳ ص ۴۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران ہونے پر دلیل۔

۱۵٦۷ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو جَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ، قَالَ: تَمَتَّعْتُ، فَنَهَانِي نَاسٌ، فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، فَأَمَرَنِي، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا يَقُولُ لِي: حَجٌّ مَبْرُورٌ، وَعُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: سُنَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِي: أَقِمْ عِنْدِي فَأَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي، قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ: لِمَ؟ فَقَالَ: لِلرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتُ. [طرف الحدیث: ۱۶۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوجمرہ نصر بن عمران الضبعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حج تمتع کیا تو مجھے بعض لوگوں نے منع کیا' پس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا' پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے: (تمہارا) حج مقبول ہے اور عمرہ بھی مقبول ہے' پھر میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر دی' تو انہوں نے بتایا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم میرے پاس ٹھہرو حتیٰ کہ میں تمہیں اپنے مال سے حصہ دوں۔ شعبہ نے کہا: میں نے ابوجمرہ

سے پوچھا: اس کی کیا وجہ تھی؟ تو انہوں نے کہا: اس خواب کی وجہ سے جو میں نے دیکھا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۲، الرقم المسلسل: ۲۹۹۳، مسند ابوداؤد طیالسی: ۲۷۳۹، المعجم الکبیر: ۱۲۹۹۲، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹، صحیح ابن حبان: ۳۹۷۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۵۸۔ ج ۴ ص ۵۵ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

نیک عالم کے خواب سے شرعی مسئلہ پر استدلال، اپنے موقف کی تائید پر انعام دینا اور عالم کا علم پر نذرانہ لینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرنے کا بیان ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابوجمرہ کو تمتع کرنے کا حکم دیا، ابوجمرہ کو بعض لوگوں نے تمتع کرنے سے منع کیا تھا، ان کے نزدیک ایک سفر میں اور ایک احرام میں حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے اجر میں کمی کا خطرہ تھا، اس لیے انہوں نے ان کو حج افراد کرنے کا حکم دیا، پھر انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، اور انہوں نے فرمایا: تم تمتع کرو، پھر انہوں نے خواب دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ یہ حج اور عمرہ مقبول ہے اور جب انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خواب سنایا تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے کہ اس خواب سے ان کے بتائے ہوئے مسئلہ کی تائید ہو گئی، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خوشی کی خبر سنائے، اس کو انعام دینا چاہیے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سچے خوابوں سے بیداری کے کاموں پر تائید حاصل ہو جاتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ مومن کا سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے، اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ عالم کو علم پر اجرت لینی جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٥٦٨ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ شِهَابٍ قَالَ قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ، فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، فَقَالَ لِيْ أُنَاسٌ مِّنْ أَهْلِ مَكَّةَ تَصِيْرُ الْآنَ حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً، فَدَخَلْتُ عَلٰى عَطَاءٍ أَسْتَفْتِيْهِ، فَقَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ، وَقَدْ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا، فَقَالَ لَهُمْ أَحِلُّوْا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَصِّرُوْا ثُمَّ أَقِيْمُوْا حَلَالًا، حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوْا بِالْحَجِّ، وَاجْعَلُوا الَّتِيْ قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً. فَقَالُوْا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ؟ فَقَالَ افْعَلُوْا مَا أَمَرْتُكُمْ، فَلَوْ لَا أَنِّيْ سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِيْ أَمَرْتُكُمْ، وَلٰكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّيْ حَرَامٌ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. فَفَعَلُوْا. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں تمتع کی حالت میں عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آیا، ہم آٹھ ذوالحجہ سے تین دن پہلے مکہ پہنچے تھے، مجھ سے اہل مکہ کے لوگوں نے کہا: اب تمہارا حج مکی ہو جائے گا، پھر میں نے عطاء کے پاس جا کر مسئلہ پوچھا، انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس دن حج کیا جس دن انہوں نے قربانی کے جانور آپ کے ساتھ روانہ کیے، ان لوگوں نے حج افراد کا احرام باندھا ہوا تھا تو آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگ طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر کے اپنا احرام کھول دو اور اپنے بال کاٹ لو پھر اسی طرح بغیر احرام کے ٹھہرے رہو حتیٰ کہ جب آٹھ ذوالحجہ کا دن ہو تو تم حج کا احرام باندھ لینا اور اپنے پہلے طواف اور سعی کے ساتھ اس کو ملا کر حج تمتع کر لو انہوں نے کہا: ہم اس کو تمتع کیسے کریں ہم نے تو احرام باندھتے

اَبُوْ شِهَابٍ لَيْسَ لَهُ مُسْنَدٌ اِلَّا هٰذَا.

وقت صرف حج (افراد) کی نیت کی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہی کرو جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے' پس اگر میں نے ھدی (قربانی) روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی اسی طرح کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے' لیکن (میں کیا کروں کہ) جب تک قربانی اپنے محل (منٰی) میں نہ پہنچ جائے تو احرام کی وجہ سے جو چیز مجھ پر حرام ہو چکی ہے وہ حلال نہیں ہو سکتی' تو پھر ان لوگوں نے ایسا ہی کر لیا۔ امام بخاری نے کہا: ابوشہاب سے صرف یہی ایک حدیث مسند (متصل) مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۶۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْاَعْوَرُ' عَنْ شُعْبَةَ' عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' وَهُمَا بِعُسْفَانَ' فِي الْمُتْعَةِ' فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تُرِيْدُ اِلٰى اَنْ تَنْهٰى عَنْ اَمْرٍ فَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَلِيٌّ اَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن محمد الاعور نے حدیث بیان کی از شعبہ از عمرو بن مرہ از سعید بن المسیب' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع کے متعلق اختلاف کر رہے تھے اور وہ دونوں عسفان میں تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کا صرف یہ ارادہ ہے کہ آپ اس کام سے منع کریں جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے' راوی نے کہا: جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۶۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۵ - بَابُ مَنْ لَبّٰى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ

جس نے لبیک پڑھتے ہوئے حج کا نام لیا

۱۵۷۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ' عَنْ اَيُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقُوْلُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ' فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت ہم یہ پڑھ رہے تھے: "لبیک اللھم لبیک بالحج" (جب ہم مکہ پہنچے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم حج کے احرام کو عمرہ کر دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۶ - بَابُ التَّمَتُّعِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حج تمتع کرنا

۱۵۷۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَزَلَ الْقُرْآنُ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ. [طرف الحدیث: ۴۵۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے مطرف نے حدیث بیان کی از حضرت عمران رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کیا اور قرآن نازل ہوا' اور ایک شخص نے محض اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲۶' الرقم المسلسل: ۲۹۲۰' سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۸' مسند ابو داؤد: ۳۵۸۷' سنن کبریٰ: ۱۱۰۳۲' المعجم الکبیر: ۲۹۳-ج ۱۸' مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۹۰۷-ج ۳۳ ص ۱۳۹-۱۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابو سلمہ المنقری التبوذکی (۲) ہمام بن یحییٰ بن دینار العوذی (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) مطرف بن الشخیر (۵) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۳-۲۹۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کیا۔

تمتع یا قران کی تائید میں قرآن مجید کی آیت اور حدیث میں مذکور شخص کا مصداق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: قرآن نازل ہوا۔ اس سے یہ آیت مراد ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ. (البقرہ: ۱۹۶) تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے محض اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

علامہ ابن التین نے کہا: ہو سکتا ہے کہ اس سے حضرت ابو بکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مراد ہوں۔

علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے کہا: اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۵۶۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۷ - بَابُ تَفْسِيْرِ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿ذَلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ: ۱۹۶)

اس آیت کی تفسیر: یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ: ۱۹۶)

اہل حرم کے مصداق میں اختلاف فقہاء اور اہل مکہ کے لیے تمتع اور قران کے بلا کراہت جواز میں اختلاف ائمہ

مسجد حرام کے رہنے والوں کے مصداق میں فقہاء کا اختلاف ہے' داؤد ظاہری اور ایک جماعت نے کہا: اس سے مراد خاص اہل

مکہ ہیں' یہ نافع اور عبد الرحمٰن بن ھرمز الاعرج کی روایت ہے' اور یہ امام مالک کا قول ہے کہ اس کا مصداق اہل مکہ' ذی طویٰ اور اس کے مشابہ ہیں اور رہے اہل منیٰ اور مناھل مثل قدید اور مر الظہران اور عسفان' سوان پر دم ہے' امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد اہل مواقیت ہیں اور جو مکہ کے پار رہتے ہیں اور یہ عطاء اور مکحول کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا عراق کے متعلق قول ہے' اور امام شافعی اور امام احمد نے یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص حرم سے اتنی مسافت پر رہتا ہو' جس میں نماز قصر نہیں کی جاتی تو اس کا شمار مسجد حرام کے رہنے والوں میں ہوگا اور امام شافعی' امام احمد' امام مالک اور داؤد ظاہری کے نزدیک اہل مکہ کے لیے تمتع اور قران مکروہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے تمتع کیا تو ان پر دم لازم نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اہل مکہ کے لیے تمتع اور قران مکروہ ہے اور اگر انہوں نے تمتع یا قران کیا تو ان پر بہ طور جبر دم لازم ہے اور مکہ سے ماوراء رہنے والوں کے لیے تمتع اور قران مستحب ہیں اور ان پر بہ طور شکر دم لازم ہے۔

١٥٧٢ - وَقَالَ أَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْشَرٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ غِيَاثٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ؟ فَقَالَ أَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَهْلَلْنَا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا إِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً إِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ. طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا وَأَتَيْنَا النِّسَاءَ وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ وَقَالَ مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. ثُمَّ أَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ أَنْ نُهِلَّ بِالْحَجِّ فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾ (البقرہ:١٩٦). إِلٰى أَمْصَارِكُمْ الشَّاةُ تَجْزِيْ فَجَمَعُوْا نُسُكَيْنِ فِيْ عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْزَلَهُ فِيْ كِتَابِهِ وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرَ أَهْلِ مَكَّةَ قَالَ اللّٰهُ ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ:١٩٦). وَأَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحَجَّةِ فَمَنْ تَمَتَّعَ فِيْ هٰذِهِ الْأَشْهُرِ

اور ابو کامل فضیل بن حسین البصری نے کہا: ہمیں ابو معشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن غیاث نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ان سے حج تمتع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مہاجرین اور انصار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور ہم نے احرام باندھا' پس جب ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو ماسوا ان کے جنہوں نے قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا ہے' ہم نے بیت اللہ میں طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی اور ہم نے حج کے افعال کر لیے اور ہم ازواج کے پاس گئے اور ہم نے سلے ہوئے کپڑے پہن لیے اور آپ نے فرمایا: جس نے قربانی کے گلے میں ہار ڈالا ہے' اس کے لیے احرام کھولنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ قربانی اپنے محل میں پہنچ جائے' پھر آپ نے آٹھ ذوالحجہ کی شام کو ہمیں حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا' پھر جب ہم حج کے افعال سے فارغ ہو گئے تو ہم مکہ میں آئے' پس ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی' پھر ہمارا حج مکمل ہو گیا اور ہم پر قربانی کرنا لازم ہو گئی' جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے' اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ۔ (البقرہ:١٩٦) اپنے شہروں میں تو بکری کفایت کرے گی' پس انہوں نے حج اور عمرہ کے درمیان دو قربانیاں جمع کیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے اور اس کے نبی نے

فَعَلَيْهِ دَمٌ أَوْ صَوْمٌ وَالرَّفَثُ الْجِمَاعُ وَالْفُسُوقُ الْمَعَاصِي وَالْجِدَالُ الْمِرَاءُ.

اس کو سنت قرار دیا ہے اور اہل مکہ کے سوا (دوسرے) لوگوں کے لیے اس کو مباح قرار دیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶) اور حج کے مہینے جن کا اللہ نے ذکر کیا ہے' وہ شوال اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں' پس جس نے ان مہینوں میں تمتع کیا تو اس کے اوپر قربانی ہے یا روزے ہیں۔ اور ''الرفث'' کا معنی جماع ہے اور ''فسوق'' کا معنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور ''الجدال'' کا معنی جھگڑا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوکامل فضیل بن حسین الجحدری' یہ ۲۳۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابومعشر' ان کا نام یوسف بن یزید البراء ہے (۳) عثمان بن غیاث (۴) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۵)

مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی اور تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب ہم مکہ میں آئے' اس کا معنی ہے: جب ہم مکہ کے قریب پہنچ گئے کیونکہ یہ مقام سرف کا واقعہ ہے۔

تم اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو: یہ ان سے خطاب ہے جنہوں نے حج افراد کا احرام باندھا تھا۔

اور ہم نے حج کے افعال کر لیے: یعنی وقوف عرفات کر لیا' اور المزدلفہ میں رات گزار لی اور منیٰ میں کنکریاں مار لیں وغیرہ۔

پھر جب ہم حج کے افعال سے فارغ ہو گئے: یعنی وقوف عرفات سے' المزدلفہ میں رات گزارنے سے اور عید کے دن کنکریاں مارنے سے اور سر منڈانے سے۔

تمتع کی تعریف' شرائط اور تمتع کی قربانی میسر نہ ہونے کی صورت میں دس روزوں کے رکھنے کے مقام میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں تمتع کی مشروعیت کی دلیل ہے اور تمتع کرنے والے کی دو قسمیں ہیں' ایک وہ ہے جس نے ھدی (قربانی) روانہ کر دی ہو' اس کے لیے اس وقت تک احرام کھولنا جائز نہیں ہے جب تک قربانی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے' اور دوسری قسم وہ ہے جس نے پہلے ھدی (قربانی) روانہ نہ کی ہو' یہ شخص عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دے گا' پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکہ میں رہنے والے کے لیے تمتع کرنا جائز نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک تمتع کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص عمرہ اور حج کو ایک سفر میں' حج کے مہینہ میں ایک سال میں جمع کرے اور وہ عمرہ کو مقدم کرے اور وہ شخص مکہ کا رہنے والا نہ ہو' ان میں سے کوئی ایک شرط بھی فوت ہو گئی تو وہ شخص تمتع کرنے والا نہیں ہو گا' جس شخص کو قربانی میسر نہ ہو' وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے گا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ وہ سات' آٹھ اور نو ذوالحجہ کے روزے رکھے' اس امید پر کہ ان دنوں میں

سکتا ہے' اس کو قربانی میسر ہو جائے تو وہ اصل کے مطابق قربانی کرلے اور سات روزوں میں مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے گھر پہنچنے کے بعد یہ روزے رکھے' اگرچہ ایام تشریق کے بعد مکہ میں اور راستہ میں بھی ان روزوں کو رکھنا جائز ہے۔ یہ مجاہد اور عطاء سے منقول ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' اور ان کے نزدیک ایام تشریق میں بھی ان روزوں کا رکھنا جائز ہے' یہ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کا قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے' امام احمد کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے' امام شافعی کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں' زیادہ صحیح یہ ہے کہ اپنے گھر پہنچ کر یہ روزے رکھے' دوسرا قول یہ ہے کہ جب وہ مکہ سے لوٹ رہا ہو تو یہ روزے رکھے' تیسرا قول یہ ہے کہ جب منیٰ سے مکہ جا رہا ہو' تب یہ روزے رکھے' چوتھا قول یہ ہے کہ افعال حج سے فارغ ہونے کے بعد یہ روزے رکھے۔

ایام حج میں جو تین روزے رکھنے ہیں' اگر وہ نہیں رکھ سکا تو پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کرنا لازم ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں چھ اقوال ہیں: (١) اب وہ روزے نہیں رکھے گا اور قربانی کرے گا (٢) اس پر دس روزے رکھنا لازم ہیں' وہ ایک ایک دن کا فصل کرکے روزے رکھے (٣) مطلقاً دس دن کے روزے رکھے (۴) صرف چار دن کا فصل کرے (۵) روانگی کی مدت کے اعتبار سے فصل کرے (٦) چار دن کا فصل کرے اور روانگی کی مدت کے اعتبار سے فصل کرے۔

(عمدۃ القاری ج ٩ ص ٢٩٦۔ ٢٩٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ

مکہ میں دخول کے وقت غسل کرنا

١٥٧٣ - حَدَّثَنِیْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَيُّوْبُ' عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا دَخَلَ اَدْنَى الْحَرَمِ اَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ' ثُمَّ يَبِيْتُ بِذِیْ طُوًى' ثُمَّ يُصَلِّیْ بِهِ الصُّبْحَ وَيَغْتَسِلُ' وَيُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حرم کی سرحد کے قریب پہنچتے تو لبیک کہنا موقوف کر دیتے' پھر ذی طویٰ میں رات گزارتے' پھر لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتے اور غسل کرتے اور یہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٥٣ میں گزر چکی ہے۔

تنبیہ: ذی طویٰ ایک کنواں یا ایک جگہ ہے جو مکہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ غسل تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کبھی یہ غسل کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر تلبیہ کہنا کیوں ترک کرتے تھے حالانکہ وہ محرم ہوتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس کی یہ تاویل تھی کہ وہ اب اس جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں کے لیے ان کو بلایا گیا تھا اور وہ اب تلبیہ کی جگہ تکبیر اور تسبیح پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٢٩٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩ - بَابُ دُخُوْلِ مَكَّةَ نَهَارًا اَوْ لَيْلًا

دن یا رات کے وقت مکہ میں داخل ہونا

بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِیْ طُوًى حَتّٰى اَصْبَحَ' ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ' وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گزاری حتیٰ کہ صبح کو مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ فعل کرتے تھے۔

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

اس تعلیق کی اصل اسی باب کی حدیث میں سند کے ساتھ مذکور ہے۔

١٥٧٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِيْ طُوًى حَتّٰى أَصْبَحَ، ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گزاری حتیٰ کہ صبح ہو گئی' پھر آپ مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۳ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۴۰- ج ۳ ص ۴۸۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤٠ - بَابٌ مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ
مکہ میں کہاں سے داخل ہو؟

١٥٧٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى. [طرف الحدیث: ۱۵۷۶] [صحیح مسلم: ۱۲۵۷' الرقم المسلسل: ۲۹۸۷' سنن ابوداؤد: ۱۸۶۶' سنن نسائی: ۲۸۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے معن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں الثنیۃ العلیاء سے داخل ہوتے تھے اور الثنیۃ السفلیٰ سے مکہ سے باہر نکلتے تھے۔

الثنیۃ العلیاء اور الثنیۃ السفلیٰ کا معنی اور مکہ میں دخول اور خروج کے وقت راستہ بدلنے کی حکمتیں

مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف جو گھاٹی ہے اس کو الثنیۃ العلیاء کہتے ہیں اور مدینہ منورہ سے شام کی طرف جو گھاٹی ہے اس کو الثنیۃ السفلیٰ کہتے ہیں۔ (زاد المعاد ج ۳ ص ۳۶۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانب علیا (بلندی کی جانب) سے مکہ میں داخل ہوتے اور جانب سفلیٰ (پستی کی جانب) سے مکہ سے باہر آتے' اس میں حکمت یہ تھی کہ ہمارے جد مکرم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ندا بلندی کی جانب سے تھی' اس لیے بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہونا اس کے مناسب تھا اور مکہ سے باہر آنے کے لیے اس کے برعکس جانب مناسب تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ جو بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہوگا' اس کا منہ بیت اللہ کی جانب ہوگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ سے نکلے تھے تو پوشیدگی کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے اور اب چونکہ اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا' اس لیے آپ بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے تاکہ آپ کو داخل ہوتے ہوئے سب دیکھ لیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ ایک جانب سے مکہ میں داخل ہوتے اور دوسری جانب سے مکہ سے نکلتے تاکہ مکہ کی ہر جانب کو آپ کی برکت حاصل ہو جائے' اور آپ ہر جانب کھڑے ہو کر دعا کریں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ مکہ کی ہر طرف آنے اور جانے سے دین اسلام کے غلبہ اور سربلندی کا ظہور ہوتا ہے تاکہ منافقین اور دشمنانِ اسلام کے سینوں میں آگ بھڑکے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ آپ نے جس طرح عید کے دن آنے اور جانے کے راستہ کو تبدیل کیا تھا' اسی طرح مکہ میں دخول اور خروج کے وقت بھی راستہ کو تبدیل کیا' تاکہ رش کم ہو (اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ دو رویہ ٹریفک کے اصول کی بھی اصل یہی حدیث ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۳۶- ج ۳ ص ۴۸۲ پر ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح ہے۔

۴۱- بَابٌ مِنْ اَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ

مکہ سے کہاں سے باہر نکلے؟

١٥٧٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ' مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِيْ بِالْبَطْحَاءِ' وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يُقَالُ هُوَ مُسَدَّدٌ كَاِسْمِهٖ' قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِيْنٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ مُسَدَّدًا اَتَيْتُهٗ فِيْ بَيْتِهٖ فَحَدَّثْتُهٗ لَاسْتَحَقَّ ذٰلِكَ' وَمَا اُبَالِيْ كُتُبِيْ كَانَتْ عِنْدِيْ اَوْ عِنْدَ مُسَدَّدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد بن مسرھد البصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کداء سے الثنیۃ العلیاء کی جانب سے داخل ہوئے جو بطحاء (پتھریلے میدان) میں ہے اور الثنیۃ السفلیٰ سے مکہ سے باہر آئے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ مسدد اپنے نام کی مثل ہے' امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا ہے کہ اگر میں مسدد کے پاس اس کے گھر جاؤں اور اس کو حدیث بیان کروں تو وہ اس کا مستحق ہے اور مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میری کتابیں خواہ میرے پاس ہوں یا مسدد کے پاس ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

فائدہ: مسدد کا عربی میں معنی مضبوط اور درست ہے' امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ مسدد اپنے نام کی طرح حدیث کی روایت میں مضبوط اور درست تھے' گویا مسدد ثقہ اور درست تھے۔

کداء' مکہ کے نزدیک ایک پہاڑ ہے اور کدیٰ دوسرا پہاڑ ہے جو یمن کے راستہ پر ہے۔

١٥٧٧- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ' عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ اِلٰى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ اَعْلَاهَا' وَخَرَجَ مِنْ اَسْفَلِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی اور محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوتے تو اس کی بلند جانب سے داخل ہوتے اور جب مکہ سے باہر نکلتے تو اس کی نچلی جانب سے نکلتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

١٥٧٨ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ، وَخَرَجَ مِنْ كُدًا مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان المروزی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے اور کدا سے نکلے مکہ کی بلند جانب سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

١٥٧٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ أَعْلَى مَكَّةَ. قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلَى كِلْتَيْهِمَا مِنْ كَدَاءٍ وَكُدًا، وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَتْ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے۔ ہشام نے کہا: عروہ دونوں جانبوں سے داخل ہوتے تھے کداء سے اور کدا سے اور زیادہ تر کدا سے داخل ہوتے تھے اور وہ ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ، مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ. وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے اور عروہ زیادہ تر کداء سے داخل ہوتے تھے' اور وہ ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨١ - حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا، وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، أَقْرَبِهِمَا إِلَى مَنْزِلِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ كَدَاءٌ وَكُدًا مَوْضِعَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے اور عروہ ان دونوں سے داخل ہوتے تھے اور زیادہ تر وہ کداء سے داخل ہوتے تھے' وہ ان کے گھر کے زیادہ قریب تھا۔ امام بخاری نے کہا: کداء اور کدا دو جگہیں ہیں۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٢ - بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا

وَقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ○وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ○وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ○رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرۃ:۱۲۸-۱۲۵).

مکہ کی فضیلت اور کعبہ کی تعمیر کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور (یاد کیجئے) جب ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو لوگوں کے لیے معبد اور امن کی جگہ بنا دیا اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے تاکیداً فرمایا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں' اعتکاف کرنے والوں' رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو○اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے اور اس میں رہنے والوں میں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما' فرمایا: اور جس نے کفر کیا میں اس کو (بھی) تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا' پھر اس کو مجبور کر کے دوزخ میں ڈالوں گا اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے○اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم اور اسماعیل کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے' (اور اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے:) اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت ہی سننے والا خوب جاننے والا ہے○اور اے ہمارے رب! ہمیں خاص اپنی فرماں برداری پر برقرار رکھ اور ہماری اولاد میں ایک امت کو خاص اپنا فرماں بردار کر' اور ہمیں حج کی عبادات بتا' اور ہماری توبہ قبول فرما! بے شک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے○

(البقرۃ:۱۲۸-۱۲۵)

''مثابۃ'' کا معنی

ان آیتوں میں ''مثابۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: لوٹنے کی جگہ کیونکہ جو شخص بھی بیت اللہ سے واپس آتا ہے' وہ سیر نہیں ہوتا' اور وہ پھر دوبارہ وہاں جاتا ہے یا جانا چاہتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی ہو: اجر و ثواب کی جگہ' کیونکہ عبادات پر جس قدر اجر و ثواب یہاں ملتا ہے اور کہیں نہیں ملتا۔

''امنا'' کا معنی

اس کا معنی ہے: امن کی جگہ' ہر چند کہ یہ بیت اللہ کی صفت ہے لیکن اس سے مراد پورا حرم ہے۔

اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ کعبہ میں کسی پر حد نہیں جاری کی جائے گی لیکن باقی حرم میں بھی حد جاری کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حرم میں حد جاری کی جائے گی اور ''من دخله كان امنا'' منسوخ ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۱' انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرم میں کسی شخص سے قصاص لیا جائے گا نہ کسی پر حد جاری کی جائے گی اگر کسی مجرم نے حرم میں آ کر پناہ لے لی تو اس پر کھانا پینا بند کر دیا جائے گا اور اس سے کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر آ جائے اور جب وہ باہر آ جائے گا تو اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۳۸۰ ' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

مقامِ ابراہیم کی تعیین

مقامِ ابراہیم کی تعیین میں کئی اقوال ہیں: عکرمہ اور عطاء نے کہا: پورا حج مقامِ ابراہیم ہے' شعبی نے کہا: عرفہ' مزدلفہ اور جمار مقام ابراہیم ہیں' نخعی نے کہا: پورا حرم مقامِ ابراہیم ہے اور سب سے صحیح قول یہ ہے کہ وہ پتھر جس کو اب لوگ مقامِ ابراہیم کے عنوان سے پہچانتے ہیں اور جس کے پاس طواف کی دو رکعت پڑھتے ہیں وہ مقامِ ابراہیم ہے' اور یہ حضرت جابر بن عبد اللہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور قتادہ وغیرہ کا قول ہے' امام مسلم نے ایک طویل حدیث میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت اللہ کو دیکھا تو حجر اسود کو تعظیم دی اور پہلے تین طوافوں میں رمل کیا اور اس کے بعد چار طواف معمول کے مطابق چل کر کیے' پھر مقامِ ابراہیم کی طرف گئے اور طواف کی دو رکعتیں پڑھیں اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو اس وقت بلند کر دیا گیا تھا' جب حضرت ابراہیم کو ان پتھروں کے اٹھانے سے ضعف لاحق ہوا' جو ان کو حضرت اسماعیل لا کر دے رہے تھے اور حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان اس پتھر میں نقش ہو گئے تھے' حضرت انس نے کہا: میں نے ''مقام'' میں حضرت ابراہیم کی انگلیوں' ایڑیوں اور تلووں کے نشان ثبت دیکھے۔ سدی نے بیان کیا ہے کہ مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو حضرت اسماعیل کی زوجہ نے حضرت ابراہیم کا سر دھوتے وقت ان کے قدموں کے نیچے رکھا تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۳ - ۱۱۲ ' انتشارات ناصر خسرو' ایران ۱۳۸۷ھ)

کعبہ کی تعمیر کتنی بار کی گئی

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

(۱) پہلی بار کعبہ کو فرشتوں نے بنایا (۲) دوسری مرتبہ حضرت آدم نے بنایا (۳) تیسری بار حضرت شیث بن آدم نے بنایا (۴) چوتھی بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا (۵) پانچویں بار قومِ عمالقہ نے بنایا (۶) چھٹی بار جرہم نے بنایا (۷) ساتویں بار قصی بن کلاب نے بنایا (۸) آٹھویں بار قریش نے بنایا (۹) نویں بار حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسبِ منشاء بنایا' اس میں دو دروازے رکھے ایک داخل ہونے کا اور ایک خارج ہونے کا اور حطیم کو کعبہ میں داخل کیا' اور یہی بناءِ ابراہیم تھی' قریش اپنے وسائل کی کمی کی وجہ سے اس کو مکمل بناءِ ابراہیم پر نہیں بنا سکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ اس کو بناءِ ابراہیم پر بنا دیا جائے لیکن فتنہ کے خدشہ سے آپ نے نہیں بنایا تھا (۱۰) دسویں بار عبد الملک بن مروان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے اس کو پھر منہدم کر کے قریش کی بناء کے مطابق بنا دیا۔ (ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۰۳ - ۱۰۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

جب ہارون رشید کو یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو اس طرح بنانا چاہتے تھے تو اس نے چاہا کہ کعبہ کو پھر حضرت ابن الزبیر کی بناء کے مطابق بنا دے لیکن امام مالک نے اس سے منع کیا اور فرمایا: میں تم کو قسم دیتا ہوں اب کعبہ کو اسی طرح رہنے دو' بار بار منہدم کرنے سے اور بنانے سے اس کی ہیبت اور جلال میں کمی آئے گی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۵ ' انتشارات ناصر خسرو' ایران ۱۳۸۷ھ)

سورۃ البقرہ کی ان آیات میں مذکور اہم اُمور کی ہم نے یہاں اختصار سے تفسیر کی ہے' تفصیل کے لیے ان آیات کی تفسیر ہماری تفسیر تبیان القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ' فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلٰى رَقَبَتِكَ' فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ' وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ' فَقَالَ أَرِنِيْ إِزَارِيْ. فَشَدَّهٗ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا: جب کعبہ کی تعمیر کی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے' پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اپنا تہبند اپنی گردن (کندھے) کے نیچے رکھ لیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم (بے ہوش ہو کر) زمین پر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں' پس آپ نے فرمایا: مجھے میرا تہبند دکھاؤ (انہوں نے آپ کا تہبند دیا) آپ نے اس کو مضبوطی سے باندھ دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۶۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ' زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوُا الْكَعْبَةَ' اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ؟ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' أَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ؟ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مَا أُرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ' إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ کہ عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتیں کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں میں کمی کر دی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کعبہ مکرمہ کو دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر کیوں نہیں کر دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کے کفر کا زمانہ ابھی قریب ہی نہ گزرا ہوتا تو میں ضرور ایسا کر لیتا' پس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کے متصل دیواروں کے دو کونوں کی تعظیم نہیں کرتے تھے کیونکہ بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق تعمیر نہیں کیا گیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۳' الرقم المسلسل: ۳۱۸۳' سنن نسائی: ۲۹۰۰' سنن کبریٰ: ۳۸۸۳' مسند ابویعلیٰ: ۴۳۳۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۲۶' صحیح ابن حبان:

۔ ۳۸۱۷ سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۷ مصنف عبدالرزاق: ۸۹۳۱ مسند احمد ج ۶ ص ۷۷ اطبع قدیم مسند احمد: ۲۰۵۳۳۰ ج ۳۲ ص ۲۷۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

کعبہ کی دیوار کے چار کونوں اور ان میں سے صرف دو کونوں کی تعظیم کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کے متصل دو کونوں کی تعظیم نہیں کرتے تھے' لیکن ان کو اس کی وجہ معلوم نہیں تھی جب ان کو حضرت عبداللہ بن محمد نے یہ حدیث سنائی تو ان کو اس کی وجہ معلوم ہو گئی کہ جن دیواروں پر یہ دو کونے ہیں' وہ دیواریں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہیں ہیں' ان دو کونوں کو رکن شامی اور رکن عراقی کہا جاتا ہے اور حجر اسود کی طرف جو دو کونے ہیں ان کو رکن یمانی کہا جاتا ہے۔

عروہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سب کونوں کی تعظیم کرنی چاہیے اور یہ کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت ابن الزبیر' حضرت جابر' حضرت ابن عباس' حضرت الحسن اور حضرت الحسین رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صرف حجر اسود کی تعظیم کی جائے اور رکن یمانی کی تعظیم نہ کی جائے' کیونکہ یہ سنت نہیں ہے اور اگر اس کی تعظیم کی تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک کعبہ کے صرف دو کونوں کی تعظیم ہے اور اس کے ثبوت میں احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ بیان کرتے ہیں:

بعض صحابہ نے کہا ہے کہ بیت اللہ کے تمام ارکان کی تعظیم کرنی چاہیے یعنی بیت اللہ کے چاروں کونوں کی تعظیم کرنی چاہیے' خواہ وہ دو رکن یمانی ہوں یا رکن شامی اور رکن عراقی ہوں (حجر اسود کی جہت میں جو بیت اللہ کے دو کونے ہیں' ان کو رکن یمانی کہا جاتا ہے اور حطیم سے متصل دیوار کے جو دو کونے ہیں' ان کو رکن شامی و عراقی کہا جاتا ہے)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۳۷۶۶)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ابوالشعثاء نے کہا: بیت اللہ کی کسی چیز (کی تعظیم کرنے) کو کون ترک کر سکتا ہے' اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان دو رکنوں (شامی و عراقی) کی تعظیم نہیں کی جاتی' تو حضرت معاویہ نے کہا: بیت اللہ کی کوئی چیز متروک نہیں ہے' اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ بھی تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۰۸)

بعض نے کہا ہے کہ طواف کے دوران تمام ارکان کی تعظیم کرنی چاہیے' ان کا استدلال مذکور الصدر حدیث سے ہے' دوسرے ائمہ نے ان سے اختلاف کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ طواف کے دوران صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرنی چاہیے' ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دو رکن یمانی (یعنی حجر اسود اور رکن یمانی) کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۶۰۹' صحیح مسلم: ۱۲۶۷' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۴' سنن نسائی: ۲۹۴۹)

یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرنی چاہیے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۵۷۔ ۲۵۳ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ کراچی)

رکن یمانی کو بوسا دینے کی ممانعت

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

طواف کے دوران جب بھی حجر اسود کے پاس سے گزرے تو اس کی تعظیم کرے اور رکن یمانی کی بھی تعظیم کرے اور یہ مستحب ہے لیکن اس کو بوسا نہ دے اور امام محمد نے کہا: یہ سنت ہے اور اس کو بوسا دے اور دلائل اس کی تائید کرتے ہیں اور ان دو کونوں کے علاوہ باقی کونوں (رکن شامی اور رکن عراقی) کی تعظیم کرنا مکروہ ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

رکن یمانی کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ اس کو ہتھیلیوں سے مس کرے اور چھوئے یا صرف سیدھے ہاتھ سے مس کرے البتہ اس کو بوسا نہ دے اور نہ اس پر سجدہ کرے۔

علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ امام محمد کا قول ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم سنت ہے اور اس کو بوسا دے اور دلائل اس کی تائید کرتے ہیں' لیکن شرح اللباب میں صرف پہلی روایت ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے جیسا کہ الکافی' الہدایہ اور دوسری کتابوں میں ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہی صحیح روایت ہے اور النخبہ میں مذکور ہے کہ امام محمد کی روایت بہت ضعیف ہے۔

رکن شامی اور رکن عراقی کی تعظیم مکروہ ہے کیونکہ یہ دونوں حقیقت میں رکن نہیں بلکہ یہ بیت اللہ کے وسط میں ہیں کیونکہ حطیم کا کچھ حصہ بیت اللہ میں داخل ہے۔ بدائع الصنائع میں مذکور ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۳ دار احیاء التراث العربی ۱۴۱۹ھ)

باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی کعبہ کی دیوار کے صرف دو کونوں کی تعظیم ہے

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

رکن یمانی اہل یمن کا قبلہ ہے' اور یہ دیوار کعبہ کے اس کونے کے قریب ہے جس میں حجر اسود نصب ہے اور یہ طواف کے آخر میں ہے کیونکہ طواف کرنے والا اس کونے سے ابتداء کرتا ہے جس میں حجر اسود نصب ہے' اور حجر اسود اہل خراسان کا قبلہ ہے' سو طواف کرنے والا حجر اسود کی تعظیم کرے اور اس کو بوسا دے اور جب طواف کرنے والا دوسرے کونے پر پہنچے جو کہ رکن عراقی ہے تو اس کی تعظیم نہ کرے اور جب وہ تیسرے کونے پر پہنچے تو اس کی تعظیم بھی نہ کرے اور یہ دو کونے حطیم کے ساتھ متصل ہیں اور جب وہ چوتھے کونے پر پہنچے تو اس کی تعظیم کرے' الخرقی نے کہا ہے کہ اس کو بوسا دے' لیکن امام احمد کی صحیح روایت یہ ہے کہ اس کو بوسا نہ دے اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے' امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم نہ کرے۔ (یہ محض ایک روایت ہے' امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم کرے اور اس کو مس کرے' البتہ اس کو بوسا نہ دے۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن عبد البر مالکی نے لکھا ہے کہ اہل علم کے نزدیک رکن یمانی اور حجر اسود کی تعظیم جائز ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسا دے اور رکن یمانی کو بوسا نہ دے۔ (المغنی ج ۳ ص ۵۶۷ دار الحدیث القاہرہ ۱۴۲۵ھ)

قاضی ابو الولید محمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ نے جمہور کا مذہب اسی طرح لکھا ہے۔

(بدایۃ المجتہد ج ۳ ص ۳۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے شوافع کا مذہب بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸ ۱۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

١٥٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ. قُلْتُ فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ. قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا؟ قَالَ فَعَلَ ذَلِكَ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاؤُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاؤُوا وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاشعث نے حدیث بیان کی از الاسود بن یزید از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے اس کو بیت اللہ میں داخل نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کے پاس خرچ کم تھا' میں نے پوچھا: پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کا دروازہ اونچا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم نے یہ اس لیے کیا ہے کہ جس کو چاہیں کعبہ میں داخل کریں اور جس کو چاہیں منع کر دیں' اور اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ تازہ نہ ہوتا اور ان کے دلوں کے بگڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں حطیم کو بیت اللہ کے اندر داخل کر دیتا اور اس کا دروازہ زمین سے متصل بنا تا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا حَدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ ثُمَّ لَبَنَيْتُهُ عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ قُرَيْشًا اسْتَقْصَرَتْ بِنَاءَهُ وَجَعَلْتُ لَهُ خَلْفًا. قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ خَلْفًا يَعْنِي بَابًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کا کفر سے نکلے ہوئے قریب کا زمانہ نہ ہوتا تو میں بیت اللہ کو منہدم کر دیتا' پھر میں اس کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بنیادوں پر بنا تا' ہوا یہ کہ قریش نے کعبہ کی عمارت کو کم کر دیا اور اس میں "خَلْف" (پچھلا دروازہ) بنایا' ابو معاویہ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ "خلف" سے مراد (پچھلا) دروازہ ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨٦ - حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ رُومَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ لَوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن رومان نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

لَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ، وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا، فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ. فَذَلِكَ الَّذِي حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَلَى هَدْمِهِ. قَالَ يَزِيدُ وَشَهِدْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِينَ هَدَمَهُ وَبَنَاهُ، وَأَدْخَلَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ، وَقَدْ رَأَيْتُ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ، حِجَارَةً كَأَسْنِمَةِ الْإِبِلِ. قَالَ جَرِيرٌ فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ مَوْضِعُهُ؟ قَالَ أُرِيكَهُ الْآنَ، فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ، فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ، فَقَالَ هَا هُنَا، قَالَ جَرِيرٌ فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا.

وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ تازہ نہ گزرا ہوتا تو میں بیت اللہ کو منہدم کرنے کا حکم دیتا' پس جو حصہ (حطیم) اس میں سے نکال دیا گیا ہے' اس کو میں اس میں داخل کر دیتا اور اس (کے دروازہ کو) زمین سے ملا دیتا' اور اس کے دو دروازے بناتا' ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ غربی اور اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں تک پہنچا دیتا۔ (یزید بن رومان نے کہا:) پس یہی وہ سبب ہے جس نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی عمارت کے گرانے پر برانگیختہ کیا' یزید نے کہا: میں اس وقت موجود تھا جب حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کو منہدم کیا اور اس کی (دوبارہ) تعمیر کی اور اس میں حطیم کو داخل کر دیا اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے پتھر دیکھے ہیں' جو اونٹ کے کوہانوں کی مثل تھے' جریر نے کہا: میں نے یزید بن رومان سے پوچھا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادیں کس جگہ تھیں؟ انہوں نے کہا: میں تمہیں ابھی دکھاتا ہوں' پس میں ان کے ساتھ حطیم میں داخل ہوا انہوں نے ایک جگہ اشارہ کر کے کہا: یہاں' پس میں نے اندازہ لگایا وہ جگہ حطیم سے چھ ہاتھ یا اس کے قریب تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٦٠ھ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ امام ابن سعد نے کہا کہ حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کی تعمیر جدید کی ابتداء ٦٥ھ کی ابتداء میں کی ہے اور ازرقی نے کہا ہے کہ جمادی الاخریٰ ٦٤ھ میں اس کی تعمیر کی ابتداء کی اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی ابتداء ٦٤ھ میں کی ہو اور اس کو مکمل رجب ٦٥ھ میں کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٣١٥۔٣١٦)

٤٣ - بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ حرم کی فضیلت

اس باب میں حرم مکہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور حرم مکہ جن جانبوں کو محیط ہے' حرم مکہ کی حد مدینہ سے تین میل ہے' یمن اور عراق سے سات میل ہے اور جدہ سے دس میل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٣١٧)

وَقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (النمل: ٩١).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آپ کہیے:) مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں' جس نے اس کو حرم بنا دیا ہے اور اسی کی ملکیت میں ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرماں برداروں میں سے رہوں○ (النمل: ٩١)

اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان کی کہ وہ اس شہر کا رب ہے' اور اس شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور تمام شہروں میں سے اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی طرف اپنی ربوبیت کی نسبت اس لیے کی ہے کہ ہونے کو تو میں تمام شہروں کا رب ہوں لیکن جس شہر کے رب ہونے پر مجھے ناز ہے وہ شہر مکہ ہے' اسی شہر کی ایک جگہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بیت قرار دیا ہے' یہی شہر اس کے محبوب نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد اور مسکن ہے اور یہی شہر پہلا مہبط وحی الٰہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرم بنادیا ہے' اس شہر کو حرم بنانے کی چند وجوہ ہیں: جو شخص حج کرنے کے لیے اس شہر میں آتا ہے اس پر حالت احرام میں کئی حلال کام حرام ہو جاتے ہیں' وہ بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتا' خوشبو نہیں لگا سکتا' ازدواجی عمل نہیں کر سکتا اور اس طرح کے اور کئی کام اس پر حرام ہو جاتے ہیں' جو شخص اس شہر میں آ کر پناہ لے اس کو ایذاء پہنچانا حرام ہے' اس شہر کے درخت کاٹنا اور وحشی جانوروں کو پریشان کرنا حرام ہے' اس شہر میں قتال کرنا' مال لوٹنا اور کسی کی عزت پامال کرنا خصوصیت کے ساتھ حرام ہیں' اس لیے یہ شہر حرم ہے۔ (تبیان القرآن ج ۸ ص ۷۶۱' فرید بک سٹال لاہور' ۱۴۳۵ھ)

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (القصص: ۵۷).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ہم نے ان کو حرم میں آباد نہیں کیا جو امن والا ہے' اس کی طرف ہمارے دیے ہوئے ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں' لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے ○ (القصص: ۵۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے ایک عذر کو زائل فرمایا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کی ہے کہ کفار قریش نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کرلیں تو ہم اپنے ملک سے اچک لیے جائیں گے۔ (جامع البیان: ۲۰۹۷۲)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس شبہ کو زائل فرمایا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرزمین حرم کو امن والا بنا دیا ہے اور اس میں بہت زیادہ رزق رکھا ہے' حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اعراض کرنے والے ہو اور بتوں کی عبادت کی طرف رغبت کرنے والے ہو' پس اگر تم ایمان لے آؤ تو تم پر اللہ تعالیٰ کا کرم زیادہ متوقع ہوگا اور تمہیں مکہ سے نکالے جانے کا خطرہ نہیں رہے گا۔ (تبیان القرآن ج ۸ ص ۸۲۵' فرید بک سٹال لاہور' ۱۴۳۵ھ)

۱۵۸۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ مُّجَاهِدٍ' عَنْ طَاوُسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهٗ' وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهٗ' وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهٗ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن عبد الحمید نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: بے شک اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنادیا ہے' اس کا کانٹا کاٹا جائے گا نہ اس کے شکار کو پریشان کیا جائے گا اور نہ اس کے راستہ میں گری ہوئی چیز کو اٹھایا جائے گا ماسوا اس شخص کے جو اس کا اعلان کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٤ - بَابُ تَوْرِيثِ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَائِهَا وَأَنَّ النَّاسَ فِي مَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً

مکہ کے گھروں میں وراثت جاری ہوگی اور ان کا بیچنا اور خریدنا جائز ہے' اور لوگ بالخصوص مسجد حرام میں برابر ہیں

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (الحج:۲۵).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستہ سے روکتے رہے اور اس مسجد حرام سے جس کو ہم نے لوگوں کے لیے مساوی بنایا ہے خواہ وہ اس مسجد میں معتکف ہوں یا باہر سے آئیں اور جو اس مسجد میں ظلم کے ساتھ زیادتی کا ارادہ کرے گا ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے ○ (الحج:۲۵)

اس آیت کی تفسیر ان شاء اللہ ہم عنقریب اپنی تفسیر' تبیان القرآن سے نقل کریں گے' انتظار فرمائیں۔

اس آیت میں ''الباد'' کا لفظ ہے' امام بخاری اس کی تفسیر کرتے ہیں:

اَلْبَادِي الطَّارِئُ. ﴿مَعْكُوفًا﴾ (الحج:۲۵) مَحْبُوسًا.

''الباد'' کا معنی ہے: ''الطاری'' (مسافر) اور ''معکوفا'' کا معنی محبوس (روکا ہوا)۔

اس آیت میں ''معکوف'' کا لفظ نہیں ہے لیکن چونکہ اس آیت میں ''عاکف'' (مقیم) کا لفظ ہے' اس کی مناسبت سے امام بخاری نے ''معکوف'' کا معنی ذکر کر دیا۔

۱۵۸۸ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْنَ تَنْزِلُ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ؟ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ عَقِيلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ دُوْرٍ؟ وَكَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا شَيْئًا لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ.

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانُوا يَتَأَوَّلُونَ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (الانفال:۷۲) الْآيَةَ. [اطراف الحدیث: ۳۰۵۸۔ ۴۲۸۲۔ ۶۷۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی از یونس از ابن شہاب از علی بن حسین از عمرو بن عثمان از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ مکہ میں اپنے گھر میں کہاں اتریں گے؟ آپ نے فرمایا: عقیل نے ہمارے لیے کوئی محلہ یا مکان کہاں چھوڑا ہے (یعنی سب بیچ دیئے ہیں)' اور عقیل اور طالب (اپنے باپ) ابوطالب کے وارث ہوئے تھے' اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ان کے وارث نہیں ہوئے تھے' کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب دونوں کافر تھے' اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

ابن شہاب نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تاویل کرتے تھے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ فراہم کی اور ان کی نصرت کی' یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ (الانفال:۷۲)

(صحیح مسلم: ۱۶۱۳' الرقم المسلسل: ۴۰۶۳' سنن ابوداؤد: ۲۹۰۹' سنن ترمذی: ۲۱۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۷۳۰_۲۹۲۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج ابوعبد اللہ (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) علی بن الحسین المشہور بزین العابدین (۶) عمرو بن عثمان بن عفان امیر المؤمنین (۷) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۴۴)

آیت مذکور الصدر کی تاویل

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں' اس جگہ مفسرین کا اختلاف ہے کہ ولایت سے مراد وراثت ہے یا ولایت سے مراد ایک دوسرے کی نصرت اور معاونت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس ولایت سے مراد وراثت ہے اور اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا وارث کر دیا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی' وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر لیں۔ (الانفال: ۷۲) اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ ہجرت نہ کر لیں ان کو وراثت نہیں ملے گی' اور جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں فرمایا: اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ (الانفال: ۷۵) تو اس آیت نے پہلی آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا اور اب قرابت وراثت کا سبب ہے اور ہجرت وراثت کا سبب نہیں ہے۔ مجاہد' ابن جریج' قتادہ' عکرمہ' حسن بصری' سدی اور زہری سے بھی اسی قسم کے اقوال مروی ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۰ ص ۶۹_۶۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: عقیل نے ہمارے لیے کوئی محلہ یا مکان کہاں چھوڑا ہے!

الحج: ۲۵ کی تفسیر حسب ذیل ہے:

مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء

مسجد حرام' صفا اور مروہ کی پہاڑیاں' منیٰ' مزدلفہ' عرفات اور موضع جمرات' مکہ مکرمہ کی سرزمین کے حصے' تمام فقہاء کے نزدیک وقف عام ہیں اور مکہ کے رہنے والے اور باہر سے مکہ مکرمہ آنے والے سب وہاں عبادت اور مناسک حج ادا کر سکتے ہیں اور یہ جگہ کسی کی ملکیت نہیں ہے اور یہاں پر کوئی کسی مسلمان کو عبادت کرنے اور ٹھہرنے سے منع نہیں کر سکتا اور نہ مکہ کے ان حصوں کو فروخت کرنا یا کرائے پر دینا جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۱۶۸' روح المعانی جز ۱۷ ص ۲۰۷_۲۰۶)

سرزمین مکہ کے ان حصوں کے علاوہ باقی سرزمین مکہ میں اختلاف ہے کہ آیا ان کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز ہے یا نہیں۔ امام شافعی اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ مکہ کی زمین کو اور اس کے مکانات کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۱۷۷' تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۱۷' فتح الباری ج ۴ ص ۲۳۵) امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے' اس کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۳۲_۳۱)

اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی سرزمین کے جو حصے مناسک حج کے لیے وقف ہیں' ان کے علاوہ مکہ کی باقی زمینوں اور مکانوں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے۔ البتہ حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ ہے' کیونکہ اس سے زائرین حرم اور حجاج کو زحمت اور تکلیف ہوگی۔ (درمختار و رد المحتار ج ۹ ص ۳۸۰_۳۷۹)

امام مالک اور ان کے موافقین یہ کہتے ہیں کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے اور کسی جگہ کو فروخت کرنا اور اس کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ ان کا استدلال اس آیت سے ہے' اس میں فرمایا ہے: ''وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ'' (الحج: ۲۵) وہ اس آیت میں ''المسجد الحرام'' سے مراد ارض حرم لیتے ہیں یعنی سرزمین مکہ' اور ''العاکف'' کا معنی کرتے ہیں: مکہ میں رہنے والا' ''الباد'' کا معنی کرتے ہیں: مسافر۔ ان کے نزدیک اس آیت کا معنی اس طرح ہے کہ تمام سرزمین مکہ میں رہنے والوں اور مسافروں کا برابر کا حق ہے اور مکہ کی زمین اور اس میں بنے ہوئے مکانوں کا کوئی مالک نہیں ہے' ہر جگہ اور ہر مکان میں ہر شخص رہ سکتا ہے۔

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت کے دلائل اور ان کا ضعف

علامہ ابو عبد اللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ اپنے مسلک کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

مساوات مکہ کی حویلیوں اور مکانوں میں رہنے والوں میں ہے اور ان مکانوں میں رہنے والا مسافر سے زیادہ حق دار نہیں ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ اس آیت میں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے' اور یہ مجاہد اور امام مالک کا قول ہے' اور حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جو شخص مکہ میں آئے' وہ جس مکان میں چاہے ٹھہر جائے اور مکان والے پر اس کو ٹھہرانا لازم ہے' وہ چاہے یا نہ چاہے' اور سفیان ثوری وغیرہ نے کہا ہے کہ ابتدائی دور میں مکہ کے مکانوں کے دروازے نہیں بنائے جاتے تھے (تاکہ جب کوئی مسافر جہاں چاہے ٹھہر جائے) حتیٰ کہ جب چوریاں بہت ہونے لگیں تو ایک شخص نے اپنے مکان کا دروازہ بنالیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا اور کہا: تم بیت اللہ کا حج کرنے والے پر دروازہ بند کرتے ہو؟ اس نے کہا: میں نے اپنے سامان کو چوری سے محفوظ رکھنے کا ارادہ کیا ہے' پھر حضرت عمر نے اس کو چھوڑ دیا' پھر لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بنانے شروع کر دیے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ وہ حج کے ایام میں مکہ کے گھروں کے دروازوں کو توڑنے کا حکم دیتے تھے تاکہ مکہ آنے والے مسافر جس گھر میں چاہیں آ کر ٹھہر جائیں اور امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ گھر مسجد کی طرح نہیں ہیں اور گھر والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے گھروں میں آنے والوں کو منع کریں۔

اس کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صحیح وہی ہے جو امام مالک کا قول ہے اور اس کی تائید میں احادیث ہیں: علقمہ بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فوت ہو گئے اور اس وقت تک مکہ کی زمین کو وقف کہا جاتا تھا' جس کو ضرورت ہو وہ اس میں خود رہے اور جو مستغنی ہے وہ کسی اور کو ٹھہرائے۔ (سنن دار قطنی: ۳۰۰۳' یہ حدیث ضعیف ہے' اس کی سند میں ارسال اور انقطاع ہے) اور علقمہ بن نضلہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں مکہ کے گھر وقف کیے جاتے تھے' ان کو فروخت نہیں کیا جاتا تھا' جس کو ضرورت ہوتی وہ ان گھروں میں خود رہتا اور جس کو ضرورت نہ ہوتی' وہ کسی اور کو ٹھہرا لیتا۔ (سنن دار قطنی: ۳۰۰۲' یہ حدیث بھی حسب سابق ہے) اور حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ حرم ہے' اس کی حویلیوں کو فروخت کرنا حرام ہے اور ان کو کرائے پر دینا حرام ہے۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۹۵' یہ حدیث بھی ضعیف ہے)

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۳۲۔۳۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

امام مالک اور ان کے موافقین نے اس آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے' انہوں نے ''المسجد الحرام'' کا معنی پوری سرزمین حرم کیا ہے اور یہ مجاز ہے اور بغیر قرینہ صارفہ کے مجاز کو اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ''العاکف'' کا معنی مکہ میں رہنے والا کیا ہے حالانکہ ''العاکف'' کا شرعی معنی ''المعتکف'' ہے اور جن احادیث سے علامہ قرطبی

نے استدلال کیا ہے ہم نے ان کا ضعف تو بیین میں ذکر کر دیا ہے۔

جو احادیث علامہ قرطبی نے ذکر کی ہیں ان کے علاوہ بھی کچھ احادیث ہیں جن سے امام مالک کے موقف پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ ہے اس کی حویلیاں فروخت کی جائیں نہ اس کے مکان کرائے پر دیے جائیں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۳ طبع قدیم دار الباز مکہ مکرمہ)

علامہ ذہبی متوفی ۷۴۸ ھ فرماتے ہیں: اس کی سند میں ایک راوی اسماعیل ضعیف ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۵۳)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: جو شخص مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ ھ)

اس حدیث کا ایک راوی عبید اللہ بن ابی زیاد ہے۔ حافظ عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں: ابن معین نے کہا: یہ ضعیف ہے ابو حاتم نے کہا: یہ قوی اور متین نہیں ہے اور اس کی احادیث لکھنے کے لائق نہیں ہیں آجری نے کہا: اس کی احادیث منکر ہیں امام نسائی نے کہا: یہ قوی اور ثقہ نہیں ہے حاکم ابو احمد نے کہا: یہ قوی نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۲۶ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو فقہاء مکہ کی زمین کو فروخت کرنے اور اس کے مکانوں کو کرائے پر دینے کو حرام کہتے ہیں ان کا قرآن مجید سے استدلال صحیح نہیں ہے اور جن احادیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے ان سب کی سندیں ضعیف ہیں۔

مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے جواز میں قرآن مجید اور احادیث و آثار سے استدلال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ (الحج: ۴۰) یہ وہ لوگ ہیں جن کو ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا۔

امام ابن جریر نے کہا: کفار قریش نے مومنین کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے نکال دیا گیا تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۳۹۶۶ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ ھ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی ہے ہمیں ہمارے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا تھا۔ الحدیث (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۳۹۶۷)

مکہ کے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنا ناحق اسی وقت ہوگا جب ان کا ان کے گھروں پر حق ہو اور وہ گھر وقف عام نہ ہوں اور مسلمانوں کا ان گھروں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہو۔

اس آیت کے بعد اس موقف پر یہ حدیث بہت قوی دلیل ہے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مکہ کے کون سے گھر میں ٹھہریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے حویلیاں اور مکانات چھوڑے ہیں عقیل ابو طالب کے وارث ہوئے تھے اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ابو طالب کے وارث نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے (اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا) اور عقیل اور

طالب کافر تھے' سو حضرت عمر بن الخطاب یہ کہتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۸۸' صحیح مسلم: ۱۳۵۱' سنن ابوداؤد: ۲۰۱۰' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۲۵۵)

عقیل ابوطالب کے مکان کے وارث ہو گئے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ابوطالب اور عقیل دونوں مکہ میں اپنے مکانوں کے مالک تھے اور ان کے مکان وقف عام نہیں تھے اور ان کا ان مکانوں کو فروخت کرنا اور ان میں تصرف کرنا صحیح تھا۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مکہ میں مکانات تھے۔ حضرت ابوبکر' حضرت زبیر' حضرت حکیم بن حزام' حضرت ابوسفیان اور باقی اہل مکہ کے مکانات تھے۔ بعض نے اپنے مکانوں کو فروخت کر دیا اور بعض نے اپنے مکانوں کو اپنی ملک میں رہنے دیا۔ حضرت حکیم بن حزام نے دارالندوہ کو فروخت کر دیا تو حضرت ابن الزبیر نے کہا: آپ نے قریش کی عزت کو بیچ دیا تو حضرت حکیم بن حزام نے کہا: اے بھتیجے! عزت تو صرف تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے' اور حضرت معاویہ نے دو مکان خریدے۔ حضرت عمر نے حضرت صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم میں ایک قید خانہ خریدا اور ہمیشہ سے اہل مکہ اپنے مکانوں میں مالکانہ تصرف کرتے رہے ہیں اور خرید فروخت کرتے رہے ہیں اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تو یہ اجماع ہو گیا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے مکانوں کی ان کی طرف نسبت کو برقرار رکھا۔ آپ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا' اس کو امان ہے' اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا اس کو امان ہے' اور ان کے مکانوں اور ان کی حویلیوں کو برقرار رکھا اور کسی شخص کو اس کے گھر سے منتقل نہیں کیا گیا اور نہ کوئی ایسی حدیث پائی گئی جو ان کے مکانوں سے ان کی ملکیت زائل ہونے پر دلالت کرے' اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کا بھی یہی معمول رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قید خانہ بنانے کے لیے مکان کی سخت ضرورت تھی' مگر انہوں نے خریدنے کے سوا اس کو نہیں لیا' اور اس کے خلاف جو احادیث مروی ہیں' وہ سب ضعیف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان کی املاک اور حویلیوں پر برقرار رکھا اور آپ نے ان کے مکانوں کو ان کے لیے اس طرح چھوڑ دیا' جس طرح ہوازن کے لیے ان کی عورتوں اور بیٹوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عقیل نے کہا ہے کہ مکہ کی زمین کا یہ اختلاف افعال حج کی ادائیگی کے مقامات کے علاوہ میں ہے لیکن زمین کے جن حصوں میں افعال حج کی ادائیگی کی جاتی ہے جیسے صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کی جگہ اور شیطان کو کنکریاں مارنے کی جگہیں' ان جگہوں کا حکم مساجد کا حکم ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۱۷۸' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مکہ کے مکانوں اور اس کی زمین کو فروخت کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل میں مذکور ہے کہ مکہ کے مکانوں کو فروخت کرنے اور ان کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے کہ ان کو کرائے پر دینا مکروہ ہے اور التاتارخانیہ کی آخری فصل الوہبانیہ کے باب اجارہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: میں حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ قرار دیتا ہوں اور آپ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حجاج ایام حج میں مکہ والوں کے گھروں میں رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "سَوَآءَ ۨالْعٰكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ" (الحج: ۲۵) مسجد حرام میں مقیم اور مسافر برابر ہیں' اور ایام حج کے علاوہ کرایہ لینے کی رخصت دی ہے' اس سے فرق اور تطبیق کا علم ہو گیا۔ حضرت عمر ایام حج میں فرماتے تھے: اے مکہ والو! اپنے گھروں میں دروازے نہ بناؤ تاکہ آنے والے جہاں چاہیں' ٹھہر سکیں' پھر یہ آیت پڑھتے تھے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایام حج میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور غیر ایام حج میں اس کی اجازت دیتے تھے' امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔ امام محمد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایامِ حج میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ مکہ والوں کو چاہیے کہ اگر ان کے مکانوں میں زائد جگہ ہو تو وہ مسافروں کو اپنے مکانوں میں ٹھہرائیں ورنہ نہیں' اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کرائے پر دینے کی کراہت میں ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے۔

علامہ حصکفی نے کہا ہے کہ اسی سے فرق اور تطبیق کا علم ہو گیا' اس کی شرح یہ ہے کہ ایامِ حج میں مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ ہے اور زیلعی کی نوازل میں جو اس کو مکروہ کہا ہے' اس کا یہی معنی ہے' اور مختارات النوازل میں جو کہا ہے' اس میں کوئی حرج نہیں' وہ ایام حج کے علاوہ دنوں پر محمول ہے اور امام اعظم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار ج ۹ ص ۴۷۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہمارے فقہاء کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایامِ حج میں مکانوں کو کرائے پر دینے کی کراہت تنزیہی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر ان کے پاس زائد جگہ ہو تو آنے والے کو ٹھہرائیں ورنہ نہیں' اور اسلام کے عام اصول سے یہ بات معلوم اور مقرر ہے کہ کوئی شخص مالک مکان کی مرضی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے مسجد حرام میں مقیم اور مسافروں کا حق برابر قرار دیا ہے۔ ارضِ حرم میں یہ حق برابر نہیں فرمایا' اور اگر بالفرض ارضِ حرم بھی مراد ہو تو بھی حرم کے مکانوں میں تو مقیم اور مسافر کا حق برابر نہیں فرمایا۔ ارضِ حرم میں مسافر جہاں چاہیں خیمہ ڈال کر رہیں' کسی کے مکان میں اس کی اجازت اور اس کی مرضی کے بغیر رہنے کا انہیں کیا حق ہے؟ اور ائمہ احناف نے ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینے کو مکروہ کہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اخلاق اور مروت کے خلاف ہے کہ مسافروں' مہمانوں اور زائرین حرم سے ان کے ٹھہرنے کا کرایہ طلب کیا جائے' یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ شرعاً مکروہ یا حرام ہے۔ (تبیان القرآن ج ۷ ص ۷۳۳۔ ۷۲۹' فرید بک سٹال' لاہور)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۹۰۔ ج ۳ ص ۶۹۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

(۱) مکہ میں مہاجروں کے چھوڑے ہوئے مکانوں کا حکم (۲) مکہ صلح سے فتح ہوا یا جنگ سے؟ (۳) جن مکانوں پر مسلمانوں کی ہجرت کے بعد کفار نے قبضہ کر لیا' ان کی ملکیت کے حکم میں اختلاف مذاہب۔

۴۵- بَابُ نُزُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ

نبی ﷺ کا مکہ میں اترنا

۱۵۸۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' حِيْنَ أَرَادَ قُدُوْمَ مَكَّةَ مَنْزِلُنَا غَدًا' إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى' بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ' حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۹۰۔ ۳۸۸۲۔ ۴۲۸۴۔ ۴۲۸۵۔ ۷۴۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ (منیٰ سے لوٹ کر) مکہ آنے لگے تو آپ نے فرمایا: کل ہم ان شاء اللہ خیف بنی کنانہ میں اتریں گے' جہاں کفار نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

(صحیح مسلم: ۱۳۱۴، الرقم المسلسل: ۳۱۱۶، سنن ابوداؤد: ۲۰۱۱، سنن کبریٰ: ۴۲۰۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۸۲-۲۹۸۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۴۰، ج ۱۲ ص ۱۸۱-۱۸۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نبی ﷺ کی مخالفت میں لکھے ہوئے صحیفہ کو دیمک کا کھالینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کفار قریش نے جو کفر پر قسمیں کھائی تھیں' وہ یہ تھیں کہ وہ نبی ﷺ کو بنو ہاشم کو اور بنو عبد المطلب کو مکہ سے اس گھاٹی کی طرف نکال دیں گے اور وہ جگہ خیف بنی کنانہ تھی' اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک صحیفہ لکھا تھا جس میں بہت سی باطل چیزیں تھیں' اللہ تعالیٰ نے دیمک کو بھیجا' جس نے اس میں سے کفر کی باتوں کو کھالیا اور اس میں جو اللہ کا ذکر تھا اس کو چھوڑ دیا' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے اس بات کی نبی ﷺ کو خبر دی اور آپ نے اس کی خبر اپنے چچا ابو طالب کو دی' پس انہوں نے نبی ﷺ کے وسیلہ سے اس کی قریش کو خبر دی تو انہوں نے اس کو اسی طرح پایا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۷۰۔ ج ۳ ص ۵۶۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۹۰ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ' عَنْ أَبِي سَلَمَةَ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ' وَهُوَ بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ' حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ. يَعْنِي ذٰلِكَ الْمُحَصَّبَ' وَذٰلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَكِنَانَةَ' تَحَالَفَتْ عَلٰى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ' أَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَنْ لَا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ' حَتّٰى يُسْلِمُوْا إِلَيْهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ جس وقت منیٰ میں تھے' آپ نے فرمایا: کل قربانی کے دن ہم خیف بنی کنانہ میں اتریں گے جہاں انہوں نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں' اس سے آپ کی مراد وادی المحصب تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش اور کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب یا بنو المطلب کے خلاف قسمیں کھائی تھیں کہ ان سے نکاح نہ کرنا' ان سے خرید و فروخت نہ کرنا حتیٰ کہ یہ لوگ نبی ﷺ کو ان کے حوالے کر دیں۔

وَقَالَ سَلَامَةُ عَنْ عُقَيْلٍ وَيَحْيَى بْنُ الضَّحَّاكِ' عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ' وَقَالَا بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَشْبَهُ.

اور سلامہ نے کہا: از عقیل اور یحییٰ بن الضحاک از اوزاعی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی' ان دونوں نے کہا: بنی ہاشم اور بنی المطلب۔ امام بخاری نے کہا: بنو المطلب اشبہ بالحق ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۸۹ میں کر دی گئی ہے۔

٤٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ عزوجل کا ارشاد

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۝ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ

اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی

كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ إِنِّيْٓ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ إِلَيْهِمْ﴾ (ابراہیم:۳۷_۳۵) الآیۃ.

عبادت کرنے سے محفوظ رکھ ۝ اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے' سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝ اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب وگیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے' تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک' اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں ۝ (ابراہیم:۳۷_۳۵)

باب مذکور میں حدیث ذکر نہ کرنے کی توجیہ

اس باب میں امام بخاری نے حدیث ذکر نہیں کی' ہوسکتا ہے کہ حدیث ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اس آیت کے مناسب انہیں کوئی حدیث نہیں مل سکی جو ان کی شرط کے مطابق ہو یا انہوں نے ابواب کے عنوان پہلے لکھ دیئے تھے اور بعد میں ان عنوانات کے مناسب انہوں نے احادیث کو درج کیا اور اس عنوان کے مطابق حدیث درج کرنے کا موقع نہ ملا ہو' یا انہوں نے اس عنوان کے تحت حدیث ذکر کر دی تھی لیکن صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کرنے والوں سے وہ حدیث نقل کرنے سے رہ گئی۔

ابراہیم: ۳۷_۳۵ کی مختصر تفسیر

اور یاد کیجئے جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر یعنی مکہ کو امن والا بنا دے یعنی قتل اور لوٹ مار اور جذام اور برص ایسی مہلک بیماریوں سے' اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ اس شہر کو امن والا بنا دے اور انہیں اپنی اولاد کے متعلق تشویش تھی کیونکہ انہوں نے ایسے لوگوں کو دیکھا تھا جو بتوں کی عبادت کرتے تھے' اس لیے انہوں نے اپنی اولاد کے متعلق دعا کی اور انہوں نے اپنی دعا میں کہا: اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے' یعنی یہ بت بہت لوگوں کی گم راہی کا سبب بن گئے' حضرت ابراہیم نے ظاہر کے اعتبار سے ان بتوں کی طرف گم راہ کرنے کی نسبت کی ورنہ حقیقت میں شیطان لوگوں کو بہکاتا ہے اور ان بتوں کی عبادت کی ترغیب دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم نے دعا میں کہا: سو جس نے میری پیروی کی یعنی جو مجھ پر ایمان لایا' وہ بے شک میرا ہے۔ یعنی وہ میرے دین پر ہے اور میرا امتی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی یعنی جس نے میری اطاعت نہیں کی اور تجھ کو واحد نہیں مانا' تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے' اگر وہ توبہ کرے یا تو اس کو اسلام لانے کی توفیق دے' اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب وگیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے' بعض اولاد سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور بے آب وگیاہ وادی سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک یعنی جہاں قتل کرنا اور شکار کرنا اور بغیر احرام کے داخل ہونا حرام کر دیا گیا ہے' اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں' یعنی تو انہیں نماز کو قائم کرنے کی توفیق عطا فرما' نماز کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ وہ تمام عبادات میں اولیٰ اور افضل ہے پھر کہا: تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں' یعنی وہ ان عبادات کی طرف مشتاق ہوں اور ان کو ادا کرنے کی طرف جلدی کریں اور دعا میں یہ کہا: اور ان کو پھلوں سے روزی دے تا کہ وہ شکر ادا کریں' یعنی تا کہ وہ

تیرے رزق عطا کرنے کا شکر ادا کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۱-۳۳۰)

ان آیات کی مفصل تفسیر کے لیے ہماری تفسیر 'تبیان القرآن' ابراہیم: ۳۷-۳۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

۴۷- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى
اللہ تعالیٰ کا ارشاد

﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (المائدہ: ۹۷)۔

اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا' اور حرمت والے مہینہ کو اور کعبہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گلوں میں پڑے ہوئے پٹوں کو' یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' بے شک اللہ ہر چیز کو بہت جاننے والا ہے 0 (المائدہ: ۹۷)

المائدہ: ۹۷ کی باب میں درج تین حدیثوں کی مناسبت کے اشارات

امام بخاری نے اس آیت کریمہ کو اس باب کا عنوان حسب ذیل اُمور کی وجہ سے بنایا ہے:

(۱) اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوگوں کے معاملات کا درست ہونا اور ان کے دین اور دنیا کی بہتری کعبہ کی وجہ سے قائم ہے اور اس پر "قیاما للناس" دلالت کرتا ہے۔ اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا' یعنی جب تک کعبہ موجود ہے دین قائم رہے گا' پس جب کعبہ کو چھوٹی پنڈلیوں والے تباہ کر دیں گے تو ان کا نظام فاسد ہو جائے گا' اس لیے امام بخاری نے اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث درج کی ہے' جو اس معنی پر دلالت کرتی ہے اور اسی کے ساتھ باب کے عنوان اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۲) اس میں کعبہ کی تعظیم اور توقیر کی طرف اشارہ ہے' جس پر "البیت الحرام" کا لفظ دلالت کرتا ہے کیونکہ حرمت کے ساتھ کعبہ کی صفت بیان کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے' جس میں کعبہ پر غلاف چڑھانے کا ذکر ہے۔

(۳) اس میں یہ اشارہ ہے کہ کعبہ کی زیارت کرنے والے کبھی ختم نہیں ہوں گے' اسی وجہ سے یاجوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی لوگ حج کرتے رہیں گے' اسی وجہ سے امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی ہے' جس میں یہ ارشاد ہے کہ یاجوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی حج اور عمرہ ہوتا رہے گا۔

المائدہ: ۹۷ میں درج بعض اہم الفاظ کی شرح

اس آیت میں "قیاما" کا لفظ ہے' یعنی کعبہ لوگوں کے دین اور دنیا کا ستون ہے' جس سے ان کے معاش اور معاد کے اغراض اور مقاصد پورے ہوتے ہیں کیونکہ کعبہ کی وجہ سے حج اور عمرہ کیا جاتا ہے اور وہ تجارت کرتے ہیں جس سے ان کو انواع واقسام کے منافع حاصل ہوتے ہیں' مقاتل نے کہا: کعبہ ان کے قبلہ کی علامت ہے' جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتے ہیں۔

"شہر حرام" وہ مہینہ جس میں حج کیا جاتا ہے اور وہ ذوالحجہ ہے۔

"الھدی" قربانی کا جانور۔

"القلائد" قربانی کے جانوروں کے گلوں میں جو ہار ڈالے جاتے ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو' ھدی کو اور قلائد کو لوگوں کے لیے امن کی علامت بنا دیا کیونکہ حرمت والے مہینوں کے سوا عربوں میں جنگ رہتی تھی' پس جب وہ ان لوگوں کو دیکھتے جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں' جن کے گلوں میں ہار ہیں تو وہ ان سے تعرض نہیں کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۲-۳۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۹۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: دو چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کعبہ کو تباہ کر دیں گے۔

[طرف الحدیث:۱۵۹۶]

(صحیح مسلم:۲۹۰۹ الرقم المسلسل:۷۱۷۲ سنن نسائی:۲۹۰۳ مسند الحمیدی:۱۱۳۶ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۴۷ صحیح ابن حبان:۶۷۵۱ سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴۰ شرح السنۃ:۲۰۰۸ مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۰ طبع قدیم مسند احمد:۸۰۹۳ ج ۱۳ ص ۳۵۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ذو السویقتین'' یہ ''ساق'' کی تصغیر ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کی پنڈلیاں چھوٹی اور پتلی ہوں گی اور یہ حبشیوں کی ایک جماعت ہوگی۔

سفیان بن عیینہ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حبشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے' یہ اگر بھوکے ہوں تو چوری کرتے ہیں اور اگر شکم سیر ہوں تو زنا کرتے ہیں اور ان میں دو خوبیاں ہیں: یہ تنگی کے دنوں میں کھانا کھلاتے ہیں اور لباس پہناتے ہیں۔ (المعجم الکبیر:۱۲۲۳ مسند البزار:۲۸۳۶ الکامل ابن عدی ج ۵ ص ۲۰۲۰ کنز العمال:۳۵۰۹۴ حافظ الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں اور ایک سے زائد ائمہ نے اس حدیث کی توثیق کی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۵ دار الکتاب العربی بیروت)

کعبہ کی تخریب کے متعلق احادیث

کعبہ کی تباہی کے متعلق متعدد احادیث ہیں ایک حدیث' صحیح البخاری: ۱۵۹۵ میں ہے' جو عنقریب آئے گی اور دیگر احادیث میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۲) سعید بن سمعان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ حضرت ابو قتادہ کو یہ حدیث اس وقت بیان کر رہے تھے جس وقت وہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ایک شخص سے بیعت کی جائے گی اور سب سے پہلے اس بیعت کو بیت والے حلال کرلیں گے' پس جب وہ اس کو حلال کرلیں تو عربوں کی ہلاکت کا نہ پوچھو' پھر حبشی آکر کعبہ کو تباہ کر دیں گے' پھر اس کی تعمیر نہیں کی جائے گی اور یہ وہ لوگ ہیں جو کعبہ کا خزانہ نکال لیں گے (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔

(مسند ابو داؤد الطیالسی:۲۹۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۵ھ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۵۳-۵۲ مسند احمد:۷۸۹۷ شرح السنۃ:۴۲۸۹ صحیح ابن حبان:۶۸۲۷ المستدرک ج ۴ ص ۴۵۳-۴۵۲ سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۳۶-۱۳۵)

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک حبشی تم کو ترک کیے ہوئے ہیں تم بھی ان کو ترک کر دو کیونکہ کعبہ کے خزانہ کو صرف چھوٹی ٹانگوں والے حبشی نکال لیں گے۔ (سنن ابو داؤد:۴۳۰۹-۴۳۰۲ مسند احمد ج ۵ ص ۳۷۱ المستدرک ج ۴ ص ۴۵۳ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰۳ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۴ مشکوٰۃ:۵۴۲۹ کنز العمال:۱۰۹۳۵)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دو چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کعبہ کو تباہ کر دیں گے' وہ اس کے زیورات چھین لیں گے اور اس کا غلاف اتار دیں گے' ان کے سر گنجے ہوں گے اور ٹانگیں ٹیڑھی ہوں گی' وہ ہتھوڑی اور کلہاڑی سے اس پر ضرب لگائیں گے۔

(اخبار مکہ للازرقی ص ۲۷۳' سنن ابوداؤد: ۴۳۰۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۴۷' مصنف عبدالرزاق: ۹۱۷۹-۹۱۷۸' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۹۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۰۵۳- ج ۱۱ ص ۶۲۹-۶۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو مامون قرار دیا ہے' پھر حجاج' قرامطہ اور حبشی کعبہ کی تخریب پر کس طرح قادر ہوئے؟

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اصحاب الفیل (ہاتھی والوں) سے کعبہ کی حفاظت کی گئی اور زمانہ اسلام میں حجاج اور قرامطہ سے کعبہ کی حفاظت نہیں کی گئی' اسی طرح آخر زمانہ میں حبشی کعبہ کو نقصان پہنچائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھیوں کو کعبہ تک پہنچنے سے روکنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامت اور دلیل تھی' کیونکہ اس وقت اہل کعبہ وادی کے رہنے والے تھے تو اس کی حفاظت کی گئی تاکہ وہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانیں کہ بغیر قتال کے کعبہ کی حفاظت کی گئی' پس جب ان میں سے نبی ظاہر ہو گئے تو ان پر حجت قوی ہو گئی کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس دلیل کا مشاہدہ کر لیا تھا۔

(کشف المشکل ج ۲ ص ۳۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حرم امن والا ہے۔ (القصص: ۵۷) اور جب حبشی حرم کو تباہ کر دیں گے تو یہ اس آیت کے منافی ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حرم دائما اور تمام اوقات میں مامون نہیں ہے بلکہ اگر کسی وقت بھی وہ مامون (امن والا) ہو تو اس کا مامون ہونا صادق آ جائے گا' پھر اگر وہ کسی وقت میں مامون نہ رہے تو یہ اس کے منافی نہیں ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے ایک ساعت میرے لیے مکہ (میں قتال کو) حلال کر دیا' پھر اس کی حرمت قیامت تک کے لیے لوٹ آئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قتال کی حرمت کا حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے' البتہ یزید کے زمانہ میں اس حکم کی مخالفت کی گئی اور حجاج بن یوسف نے مکہ پر حملہ کر کے اس حرمت کو پامال کیا اور وہ گناہ گار ہوئے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حرم قیامت تک کے لیے مامون ہے اور چھوٹی پنڈلیوں والے حبشیوں کا کعبہ کو تباہ کرنا اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۱۸۰- ج ۷ ص ۵۷۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا. ح . وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ' هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ' قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانُوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ح) اور مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ نے خبر دی وہ ابن المبارک ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی حفصہ نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں

يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ قَبْلَ اَنْ يُّفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللّٰهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ اَنْ يَّصُوْمَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ اَنْ يَّتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۹۳-۲۰۰۱-۲۰۰۲-۳۸۳۱-۴۵۰۲-۴۵۰۳]

کہ لوگ رمضان کے فرض کیے جانے سے پہلے دس محرم کا روزہ رکھتے تھے اور یہ وہ دن تھا جس دن کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا' پھر جب اللہ نے رمضان (کے روزے) فرض کر دیئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دس محرم کا روزہ رکھنا چاہے' وہ اس دن کا روزہ رکھے اور جو اس کو ترک کرنا چاہے تو وہ اس کو ترک کر دے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر ابو زکریاء المخزومی (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) محمد بن مقاتل ابو الحسن' مجاور مکہ (۷) عبد اللہ بن المبارک (۸) محمد بن ابی حفصہ' ان کا نام میسرہ ہے (۹) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ص ۳۳۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ مشرکین ہمیشہ سے کعبہ کی تعظیم کرتے تھے' اس پر غلاف چڑھاتے تھے اور اس کے سامنے اس طرح ادب سے کھڑے ہوتے تھے جس طرح مسلمان ادب سے کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی تعظیم اور حرمت سے یہ بھی ہے کہ وہ ہر سال دس محرم کو کعبہ پر غلاف چڑھاتے تھے اور اس حدیث میں بھی دس محرم کا ذکر ہے۔

غلافِ کعبہ کی تاریخ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا: ہمارے بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ سب سے پہلے جس نے کعبہ پر غلاف چڑھایا' وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں ابن جریج نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ سب سے پہلے تبع نے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا' اس کے بعد ہر زمانہ میں بادشاہ کعبہ پر عمدہ اور نفیس کپڑے لٹکاتے رہے اور تبرک کے حصول کے لیے اس پر سونا چاندی چڑھاتے رہے تھے' اس پر اتنا زیادہ سونا اور چاندی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اس پر مزید سونا اور چاندی چڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۵۹۳- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عُتْبَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ. تَابَعَهُ اَبَانُ وَعِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ. وَالْاَوَّلُ اَكْثَرُ سَمِعَ قَتَادَةُ عَبْدَ اللّٰهِ وَعَبْدُ اللّٰهِ اَبَا سَعِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الحجاج بن حجاج از قتادہ از عبد اللہ بن ابی عتبہ از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج کے خروج کے بعد (بھی) ضرور بیت اللہ کا حج کیا جائے گا اور عمرہ کیا جائے گا۔ ابان اور عمران نے عبد اللہ بن ابی عتبہ کی متابعت کی ہے از قتادہ' اور عبد الرحمان نے کہا از شعبہ: انہوں نے بیان کیا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ بیت اللہ کا حج کیا جائے گا اور پہلی روایت اکثر سے مروی

ہے۔ قتادہ نے عبداللہ سے سماع کیا ہے اور عبداللہ نے ابوسعید سے۔

اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن ابی عمرو' ان کا نام حفص بن عبداللہ بن راشد ابوعلی السلمی ہے' یہ ۲۶۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد حفص ابوعمرو' یہ نیشاپور کے قاضی تھے (۳) ابراہیم بن طہمان ابوسعید (۴) الحجاج بن الحجاج الاسلمی الباہلی الاحول (۵) قتادہ بن دعامہ (۶) عبداللہ بن ابی عتبہ مولی حضرت انس بن مالک (۷) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۷)

یاجوج اور ماجوج کی تعریف

یاجوج' اور ماجوج کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ دو قسمیں ہیں ایک کا بہت لمبا قد ہے اور دوسری کا بہت چھوٹا قد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یاجوج اور ماجوج کے متعلق ہم نے 'شرح صحیح مسلم' ۷۱۰۷۔ ج ۷ ص ۸۷۷۔ ۸۷۳ میں اور تفسیر تبیان القرآن ج ۷' سورۃ الکہف: ۱۰۱۔ ۸۳ کے تحت بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں

٤٨ - بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ

کعبہ پر غلاف چڑھانا

١٥٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جِئْتُ إِلَى شَيْبَةَ ح. وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ فَقَالَ لَقَدْ جَلَسَ هٰذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهُ. قُلْتُ إِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلَا! قَالَ هُمَا الْمَرْءَانِ أَقْتَدِي بِهِمَا.

[اطراف الحدیث: ۷۲۷۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں واصل الاحدب نے حدیث بیان کی از ابووائل' انہوں نے کہا: میں شیبہ کی طرف گیا' (ح) اور ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از واصل از ابی وائل' انہوں نے کہا: میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا' پس کہا: اس بیٹھنے کی جگہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے پھر حضرت عمر نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ہر درہم اور دینار کو تقسیم کر دوں' شیبہ نے کہا: آپ کے دو صاحبوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر) نے تو ایسا نہیں کیا تھا' حضرت عمر نے کہا: میں ان ہی دو مردوں کی تو اقتداء کرتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۳۱' سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۴۰' المعجم الکبیر: ۷۱۹۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۳۸۲۔ ج ۲۴ ص ۱۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب ابومحمد الحجبی (۲) خالد بن الحارث ابوعبداللہ الحجمی (۳) سفیان الثوری (۴) واصل بن حیان الاحدب

الاسدی (۵) ابووائل شقیق بن سلمہ (۶) شیبہ بن عثمان الحجی العبدری رضی اللہ عنہ' یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے عم زاد حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چابی دی تھی اور فرمایا تھا: اے ابوطلحہ کی اولاد تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک ان چابیوں کو اپنے پاس رکھو صرف کوئی ظالم شخص ہی تم سے یہ چابیاں لے گا' اور یہ چابیاں اب بنو شیبہ کے ہاتھ میں ہیں' شیبہ بن عثمان ۵۹ ھ میں فوت ہو گئے تھے (۷) قبیصہ بن عقبہ ابو عامر السوائی (۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۲۹)

اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں غلاف کعبہ کا ذکر نہیں ہے' سو یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں؟ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت حسب ذیل وجوہ سے ہے:

(۱) یہ بات مشہور ہے کہ ہر زمانہ میں بادشاہ سونے سے مزین کچھ ریشمی کپڑوں کے غلاف کعبہ پر چڑھا کر فخر کرتے تھے جس طرح وہ کعبہ پر پردے لٹکا کر فخر کرتے تھے' امام بخاری نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ جس طرح کعبہ پر چڑھائے جانے والے سونے اور چاندی کو تقسیم کرنا درست ہے' اسی طرح کعبہ کے پردوں کا حکم بھی مال کی طرح ہے اور ان کو تقسیم کرنا بھی جائز ہے' بلکہ فاضل کپڑوں کو تقسیم کرنا زیادہ لائق ہے۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کا مقصود اس پر متنبہ کرنا ہو کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا مشروع ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کعبہ کی زینت کے لیے ہمیشہ کعبہ پر مال نذر کیا جاتا رہا تھا اور غلاف کعبہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے غلاف کعبہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مستنبط کیا ہو کہ میں اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک کہ میں کعبہ کے مال کو تقسیم نہ کردوں' سو ہر وہ چیز جس سے تمول حاصل کیا جائے وہ مال ہے اور غلاف اور پردوں کے کپڑے بھی اسی میں داخل ہیں۔

(۴) جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے تھے اس وقت کعبہ پر غلاف چڑھا ہوا تھا اور چونکہ حضرت عمر نے اس پر انکار نہیں کیا اور اس کو برقرار رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا جائز ہے۔

(۵) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث مختصر ہو اور اس میں غلاف کعبہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

کرسی کا معنی اور کعبہ کے غلاف کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے تھے' علامہ عینی نے زمخشری سے نقل کیا ہے کہ کرسی اور تخت میں یہ فرق ہے کہ تخت پر بیٹھنے کے بعد تخت پر بیٹھنے والے سے زائد جگہ ہوتی ہے اور کرسی پر بیٹھنے کے بعد بیٹھنے والے سے زائد جگہ نہیں بچتی۔ (کرسی پر بیٹھنے کی مفصل تحقیق ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں البقرہ: ۲۵۵ کے تحت کردی ہے' حوالہ کے لیے تبیان القرآن ج ۱ ص ۹۷۶- ۹۷۳ کا مطالعہ فرمائیں)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ہر دینار اور درہم کو تقسیم کردوں' علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کعبہ کی تعظیم کے لیے کعبہ میں سونا اور چاندی نذر کرتے تھے' حضرت عمر نے فرمایا: میں اس کرسی سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک کہ اس مال کو فقراء مسلمین کے درمیان تقسیم نہ کردوں۔

شیبہ نے حضرت عمر پر اعتراض کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر نے تو کعبہ کے مال کو فقراء مسلمین میں تقسیم نہیں کیا تھا' حضرت

عمر نے کہا: میں ان ہی دونوں کی تو اقتداء کرتا ہوں' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ان دونوں نے اس طرح نہ کیا ہوتا تو میں بھی نہ کرتا۔

امام عبد الرزاق نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے کعبہ کے خزانہ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابی بن کعب نے اعتراض کیا: آپ سے پہلے آپ کے دو صاحب گزر چکے ہیں' اگر اس میں کوئی فضیلت ہوتی تو وہ بھی اسی طرح کرتے" علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جب حضرت ابی بن کعب نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے۔

کعبہ کے پردوں کو کعبہ پر برقرار رکھنا اور پرانے پردوں کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا مشروع ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک کعبہ کے پردوں کو کعبہ کی زینت کے بجائے فقراء مسلمین پر خرچ کرنا زیادہ اہم تھا' لیکن اس امت میں اور اس سے پہلے لوگوں کے دلوں میں جو کعبہ کی عزت اور حرمت برقرار تھی' اس کا تقاضا یہ تھا کہ ان پردوں کو کعبہ پر ہی برقرار رکھا جائے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ کعبہ کے پردے اور غلاف مال وقف کے قائم مقام ہیں اور وقف میں تغیر کرنا جائز نہیں ہے اور کعبہ کے غلاف کو برقرار رکھنے میں اسلام کی تعظیم ہے اور دشمنان اسلام پر ہیبت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۳۰) البتہ کعبہ کے جو پردے پرانے ہو جائیں' ان کو مسلمانوں میں تقسیم کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۹ - بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ

کعبہ کو منہدم کرنا

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَيُخْسَفُ بِهِمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرے گا' اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۱۱۸ میں روایت کیا ہے۔

۱۵۹۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْأَخْنَسِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدُ أَفْحَجُ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن الاخنس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں کعبہ کے گرانے والے کو دیکھ رہا ہوں' ایک سیاہ فام اکڑ کر چلنے والا کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھاڑ رہا ہے۔

اس حدیث میں "افحج" کا لفظ ہے' "افحج" کا معنی ہے: اکڑ کر چلنے والا یا وہ شخص کہ جب وہ چلے تو اس کے دونوں پیروں کے پنجے تو ملے ہوئے ہوں اور اس کی ایڑیوں کے درمیان فاصلہ رہے' وہ خبیث شخص جو کعبہ کو قرب قیامت میں گرائے گا' وہ اسی ہیئت پر ہوگا۔

۱۵۹۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث

اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سعید بن المسیب کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹی اور پتلی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو تباہ کردے گا۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح "صحیح البخاری: ۱۵۹۱" میں گزر چکی ہے۔

اخیر زمانہ میں کعبہ کو گرائے جانے کی حکمت

قرب قیامت میں کعبہ کو ایک حبشی گرادے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق لوگوں کا یہ گمان ہو کہ یہ سب سے بلند اور بڑی اور ناقابل تسخیر ہے' اللہ تعالیٰ اس کو کسی موقع پر سرنگوں کر دیتا ہے تاکہ یہ واضح ہو کہ مطلقاً کبریائی اور بلندی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام العضباء تھا' وہ ہمیشہ سب سے آگے رہتی تھی اور کوئی اونٹ اس سے آگے نہیں نکل پاتا تھا' ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا اور وہ العضباء سے آگے نکل گیا' مسلمانوں پر یہ بہت شاق گزرا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہروں کے تاثرات دیکھے تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ پر یہ حق ہے کہ جو چیز بھی دنیا میں سربلند ہو وہ اس کو پست کردے۔ (سنن نسائی: ۳۵۸۷' صحیح البخاری: ۲۸۷۲' سنن ابوداؤد: ۴۸۰۲' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۷' مشکوٰۃ: ۴۸۷۱' کنز العمال: ۴۳۰۹۷' مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۳۔ ۱۰۳ طبع قدیم)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدرالدین عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ہر وہ چیز جو دنیا میں سربلند ہو وہ سرنگوں ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۸۳' عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۸)

اسی طرح خانہ کعبہ کی عزت اور حرمت مسلمانوں کے دلوں میں بہت زیادہ ہے اور رہے گی' لیکن قرب قیامت میں اس کو ایک حبشی کے ہاتھوں تباہ کر دیا جائے گا۔

محمد علی کلے جو مشہور باکسر تھا' لوگ اس کو ناقابل تسخیر سمجھتے تھے' لیکن وہ ۱۵ فروری ۱۹۷۸ء کو لیون اسٹنکز (Leon Stinkz) سے ورلڈ ہیوی ویٹ باکسنگ کا اعزاز ہار گیا۔ (وکی پیڈیا انسائیکلوپیڈیا) اس کے علاوہ جہانگیر خان جو اسکواش کا ناقابل تسخیر کھلاڑی سمجھا جاتا تھا' اس کو آسٹریلیا کے راس نارمن (Ross Norman) نے تقریباً ۵۵۵ مقابلوں کے بعد شکست سے دوچار کر دیا۔

ایک زمانہ میں جرمنی کو ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا' لیکن وہ اتحادیوں سے ہار گئے' برطانیہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کی سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا' لیکن وہ بھی سمٹ کر ایک جزیرہ میں محدود ہو گیا ہے' روس کو بہت بڑی طاقت سمجھا جاتا تھا لیکن اس پر بھی زوال آچکا ہے' اب امریکا کو سپر پاور سمجھا جاتا ہے اور ان شاء اللہ کسی دن وہ بھی سرنگوں ہو جائے گا۔ غرض یہ کہ دنیا میں جس کو بھی بڑی چیز سمجھا گیا وہ بالآخر ٹوٹ پھوٹ گئی۔ رہے نام اللہ کا!

لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ (القصص: ۸۸)

اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے' اسی کا حکم ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۝

۵۰- بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ

حجر اسود کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے

حجر اسود کعبہ کا ایک رکن (کونا) ہے' یہ مشرقی جانب میں بیت اللہ کے دروازہ کے قریب ہے' یہ زمین سے دو ہاتھ اور ایک ثلث اونچا ہے۔

۱۵۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ، فَقَالَ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ. [اطراف الحدیث: ۱۶۰۵-۱۶۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم از عابس بن ربیعہ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ' وہ حجر اسود کے پاس آئے' پس اس کو بوسہ دیا' پھر کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ نبی ﷺ تجھے بوسہ دیتے تھے تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۷۰' الرقم المسلسل: ۳۰۱۳' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۳' سنن ترمذی: ۸۶۱' سنن نسائی: ۲۹۳۳' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۳' سنن کبریٰ: ۳۹۱۸' مصنف عبد الرزاق: ۹۰۳۳' مسند الحمیدی: ۹' مسند البزار: ۲۵۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۹- ج ۱ ص ۳۵۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں حجر اسود کو بوسہ دینے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن کثیر ابو عبد اللہ العبدی (۲) سفیان الثوری (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابراہیم بن یزید النخعی (۵) عابس بن ربیعہ النخعی (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۳)

حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع' اس کے متعلق شارحین کی توجیہات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عمر نے کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے۔

شارحین نے اس میں بحث کی ہے کہ اس کلام سے حضرت عمر کی کیا مراد تھی؟

محمد بن جریر طبری نے کہا: حضرت عمر نے یہ اس لیے کہا کہ لوگ نئے نئے بت پرستی سے نکلے تھے' حضرت عمر کو یہ خطرہ ہوا کہ جاہل لوگ یہ گمان کریں گے کہ حجر اسود کو چومنا ایسے ہی ہے جیسے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کی تعظیم کرتے تھے' پس حضرت عمر نے یہ ارادہ کیا کہ ان کا حجر اسود کی تعظیم کرنا' اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور نبی ﷺ کے حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے اور یہ حج کے ان شعائر میں سے ہے جن کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور حجر اسود کی تعظیم اس طرح نہیں ہے جس طرح مشرکین اپنے بتوں کی تعظیم کرتے تھے کیونکہ وہ بتوں کی تعظیم بہ طور عبادت کرتے تھے اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اگر وہ بتوں کی عبادت کریں گے تو یہ بت ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے' پس حضرت عمر نے ان کے اس اعتقاد کی مخالفت پر تنبیہ کی کہ عبادت صرف اس کی کرنی چاہیے جو کسی کو نقصان اور نفع پہنچانے پر قادر ہو اور وہ صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے جو واحد لاشریک ہے اور محب طبری نے یہ کہا کہ حضرت عمر نے اپنے اس قول سے یہ بتایا کہ وہ رائے اور قیاس کی وجہ سے حجر اسود کی تعظیم نہیں کر رہے بلکہ ان کا یہ تعظیم کرنا محض اتباع رسول کی وجہ سے ہے جیسا کہ انہوں نے رمل کرنے کے متعلق بھی اسی طرح کہا تھا۔

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں یہ فقہ ہے کہ نبی ﷺ کی اتباع واجب ہے خواہ آپ کے فعل

کی کوئی علت معلوم نہ ہو اور نہ عقل سے اس کا کوئی سبب دریافت ہو اور جس شخص کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل پہنچ جائے اس پر اس فعل کے موافق عمل کرنا واجب ہے خواہ اس کا معنی اس کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کی حکمت اسے معلوم نہ ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ حجر اسود کو بوسا دینا اس کی تعظیم اور تکریم ہے اور اللہ تعالیٰ نے بعض پتھروں کو بعض دوسرے پتھروں پر فضیلت دی ہے۔ (جیسے زمین کے بعض حصوں کو دوسرے حصوں پر فضیلت دی ہے اور بعض راتوں اور بعض دنوں کو دوسری راتوں اور دوسرے دنوں پر فضیلت دی ہے' جیسے حرمین شریفین زمین کے دوسرے علاقوں سے افضل ہیں اور رمضان کے ایام دوسرے ایام سے افضل ہیں اور شب میلاد' شب معراج اور شب قدر دوسری راتوں سے افضل ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس رکن (کونے) میں حجر اسود نصب ہے' اس کو بوسا دینے اور اس کی تعظیم کو جمع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ وہ رکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نصب ہے اور اس میں حجر اسود ہے اور رکن یمانی میں صرف تعظیم پر اقتصار ہے کیونکہ وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر ہے اور اس کو بوسا نہیں دیا جاتا اور باقی دو رکن جو مغربی جانب ہیں ان کو بوسا دیا جاتا ہے نہ ان کی تعظیم کی جاتی ہے' کیونکہ ان میں دونوں چیزیں نہیں ہیں' ان میں حجر اسود ہے اور نہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر ہیں۔

حضرت عمر کے اس قول سے حضرت علی کا اختلاف اور حضرت عمر کا رجوع کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے' ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر تو ایسا نہیں کر سکتا۔

حاکم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا' جب انہوں نے طواف کر لیا تو وہ حجر اسود کی طرف متوجہ ہوئے' پس کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے' اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا' پھر حضرت عمر نے اس کو بوسا دیا' تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک یہ نقصان پہنچاتا ہے اور نفع دیتا ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: اس کا ثبوت؟ تو حضرت علی نے کہا: اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى. (الاعراف: ۱۷۲)

اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر گواہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں' انہوں نے کہا: کیوں نہیں!

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور ان سے یہ اقرار کرایا کہ وہ رب ہے اور وہ بندے ہیں اور ان سے پکا وعدہ لیا اور اس کو ایک صحیفہ میں لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور زبان ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: منہ کھول! تو اس نے منہ کھولا' پس وہ صحیفہ اس کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا: جو تجھ سے وفا کرے' اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دینا اور بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کی ایک زبان نکلی ہوئی ہو گی اور جو توحید کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ اس کے حق میں گواہی دے گا' پس اے امیر المومنین! یہ نقصان بھی پہنچائے گا اور نفع بھی پہنچائے گا' پھر حضرت عمر نے کہا: میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اس قوم میں ہوں جس میں اے ابو الحسن! اتم نہ ہو۔ (المستدرک: ۱۶۷۵)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے: ابو ہارون عمارہ بن جوین اور وہ ضعیف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حجر اسود کے فضائل میں احادیث

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکن (حجر اسود) اور مقام (ابراہیم) جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو مٹا دیا اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو یہ مشرق اور مغرب کے درمیان کو منور کر دیتے۔ (المستدرک: ۱۶۷۰ سنن ترمذی: ۸۷۸ صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۳۲ صحیح ابن حبان: ۳۷۱۰ سنن کبریٰ ج ۵ ص ۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پتھر کی ایک زبان ہے اور دو ہونٹ ہیں' جو حق کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا۔

(المستدرک: ۱۶۷۲ مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶ صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۳۶-۲۷۳۵ سنن ترمذی: ۹۶۱ سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۴ صحیح ابن حبان: ۳۷۱۱)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن رکن (حجر اسود) ابوقبیس پہاڑ سے زیادہ بڑا ہو کر آئے گا' اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے جو اخلاص کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ اس سے کلام کرے گا اور یہ اللہ کا دایاں ہاتھ ہے اس کے ساتھ اللہ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرے گا۔

(المستدرک: ۱۶۷۳ صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۳۷ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۴۲ المعجم الاوسط: ۵۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے۔

(مسند البزار: ۱۱۱۵ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے اور روئے زمین پر اس کے علاوہ اور کوئی جنت کی چیز نہیں ہے یہ بلور (شیشے) کی طرح سفید تھا' اگر زمانہ جاہلیت کے گناہوں نے اس کو مس نہ کیا ہوتا تو جو بیمار بھی اس کو چھوتا' وہ تندرست ہو جاتا۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۳۱۴ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۴۳)

۵۱- بَابُ إِغْلَاقِ الْبَيْتِ وَيُصَلِّيْ فِيْ أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ

بیت اللہ کے دروازہ کو اندر سے بند کرنے کا جواز اور بیت اللہ کے اندر ہر جہت میں نماز پڑھنے کا جواز

۱۵۹۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَأَغْلَقُوْا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا فَتَحُوْا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَلَجَ فَلَقِيْتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت اسامہ بن زید' حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم' بیت اللہ میں داخل ہوئے' پھر ان پر دروازہ بند کر دیا' پس جب انہوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا' پھر میری حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' پس میں نے ان سے سوال کیا: کیا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! دو یمنی ستونوں کے درمیان۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم امور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام شافعی نے کہا: جس شخص نے کعبہ کے اندر کسی بھی دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر کعبہ کا دروازہ بند ہو اور اس نے کعبہ کے دروازہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر بھی اس کی نماز جائز ہے اور کعبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہو تو پھر اس کی نماز باطل ہے کیونکہ اس نے کسی چیز کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھی' گویا کہ امام شافعی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی تو کعبہ کا دروازہ بند تھا' اور یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے دروازہ اس لیے بند کیا تھا کہ لوگ بہت تھے اگر دروازہ کھلا ہوتا تو سب لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھتے اور کعبہ کے اندر نماز پڑھنا مناسک حج میں سے شمار ہوتا' اس کی نظیر یہ ہے کہ آپ نے رمضان میں صرف تین راتیں تراویح پڑھی اور چوتھے روز آپ نے اس لیے تراویح نہیں پڑھی کہ مسلمانوں کا شوق دیکھ کر تراویح کو فرض نہ کر دیا جائے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے خواہ فرض ہو یا نفل' جمہور فقہاء کا یہی قول ہے امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ بیت اللہ اور حطیم میں نماز نہ پڑھی جائے' خواہ فرض ہو یا طواف کی دو رکعتیں یا وتر ہو یا نماز فجر کی دو سنتیں ان کے علاوہ نوافل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک بیت اللہ کے اندر فرض پڑھے جائیں گے نہ سنتیں' البتہ نفل پڑھے جا سکتے ہیں۔ اگر اس نے فرض پڑھ لیے ہیں اور ابھی نماز کا وقت ہے تو اس فرض کا اعادہ کیا جائے گا جیسے کوئی شخص غیر کعبہ کی طرف اپنے اجتہاد سے نماز پڑھے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْكَعْبَةِ

۱۵۹۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ الْوَجْهِ حِينَ يَدْخُلُ وَيَجْعَلُ الْبَابَ قِبَلَ الظَّهْرِ يَمْشِي حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِ أَذْرُعٍ فَيُصَلِّي يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِلَالٌ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيهِ وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَأْسٌ أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

کعبہ کے اندر نماز پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ جب وہ کعبہ کے اندر داخل ہوتے تو منہ کی سیدھ میں سامنے چلے جاتے حتیٰ کہ وہ داخل ہو جاتے اور دروازہ کی طرف پیٹھ کر کے چلتے حتیٰ کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو ان کے منہ کے سامنے ہوتی تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ ہوتا' پھر وہ نماز پڑھنے کے لیے اس جگہ کو تلاش کرتے جس کے متعلق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی تھی اور کسی شخص پر کوئی حرج نہیں ہے وہ بیت اللہ کی جس جانب چاہے نماز پڑھ لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہو اس جگہ نماز پڑھنے کا جو مرتبہ اور ثواب ہے وہ کسی اور جگہ نماز پڑھنے کا ثواب اور مرتبہ نہیں ہے اسی لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس جگہ کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھتے تھے جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔

۵۳ - بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ

جو شخص کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَحُجُّ كَثِيْرًا وَلَا يَدْخُلُ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہت حج کرتے تھے اور کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا تم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تمہیں بیت اللہ کا طواف کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباسؓ بیت اللہ میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۰ 'سنن نسائی: ۲۹۱۶)

۱۶۰۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أَوْفٰى قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهُ مَنْ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ لَا. [اطراف الحدیث: ۱۷۹۱-۳۱۸۸-۴۲۵۵]

(سنن ابوداؤد: ۱۹۰۲ 'سنن ابن ماجہ: ۲۹۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا' پس بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام (ابراہیم) کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ وہ صحابہ تھے جو آپ کے لیے لوگوں سے ستر بنے ہوئے تھے' پس ایک شخص نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں!

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

کعبہ کی تصویروں کو مٹانا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کعبہ میں تصویروں کو دیکھا تو میں ڈول میں پانی لے کر آیا اور وہ پانی تصویروں پر ڈالا گیا' نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرے' جو ایسی تصویریں بناتے ہیں جن کو وہ پیدا نہیں کر سکتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: ان لوگوں پر تعجب ہے جو کعبہ میں داخل ہوتے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کے باوجود کیسے سر اوپر اٹھاتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوتے تو آپ کی نظر سجدہ کی جگہ سے تجاوز نہیں کرتی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۷۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کعبہ میں تصویریں تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ان تصویروں کے مٹانے کا حکم دیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑا گیلا کر کے ان تصویروں کو مٹا دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو اس میں کوئی چیز نہیں تھی۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۲۶۱۔ ج ۲۳ ص ۳۰۹ موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٥٤ - بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ

جس نے کعبہ کی اطراف میں اللہ اکبر کہا

١٦٠١ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ أَبٰى أَنْ يَّدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْآلِهَةُ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ، فَأَخْرَجُوْا صُوْرَةَ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ فِيْ أَيْدِيْهِمَا الْأَزْلَامُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ، أَمَا وَاللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ، فَدَخَلَ الْبَيْتَ، فَكَبَّرَ فِيْ نَوَاحِيْهِ، وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو آپ نے اس صورت میں کعبہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا کہ اس میں بت تھے' پھر آپ کے حکم سے ان کو نکالا گیا' پھر انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی صورتوں کو نکالا جن کے ہاتھوں میں تیر تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان (مشرکین) کو ہلاک کر دے' یہ خوب جانتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے کبھی تیروں سے قسمت کا حال معلوم نہیں کیا' پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کی اطراف میں کہا: اللہ اکبر' اور وہاں نماز نہیں پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۸ میں گزر چکی ہے' البتہ بعض امور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

مشرکین کا تیروں سے فال نکالنا

اس حدیث میں ان تیروں کا ذکر ہے جن سے مشرکین قسمت کا حال معلوم کرتے تھے' مشرکین نے ان تیروں میں کسی پر یہ لکھ دیا تھا کہ یہ کام کرو اور کسی پر لکھ دیا تھا: یہ کام نہ کرو' پس جب ان میں سے کوئی کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتا' یا کسی سے ملاقات کا ارادہ کرتا تو پہلے وہ ان تیروں سے کوئی تیر اٹھاتا' اگر اس پر لکھا ہوتا: یہ کام کرو' تو وہ سفر پر روانہ ہو جاتا اور اگر یہ لکھا ہوتا: یہ کام نہ کرو' تو وہ اس سفر پر جانے سے رک جاتا' اور اگر کسی اور قسم کا تیر نکلتا تو پھر وہ بار بار تیر اٹھاتا رہتا حتیٰ کہ کسی تیر پر یہ لکھا ہوا مل جاتا ہے کہ یہ کام کرو' یا یہ کام نہ کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥٥ - بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ

رمل کی ابتداء کس طرح ہوئی

رمل کا معنی ہے: تیز تیز چلتے ہوئے کندھے ہلانا۔

١٦٠٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی جو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّهٗ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَهَنَهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ، فَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَاَنْ يَمْشُوْا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَمْنَعْهُ اَنْ يَاْمُرَهُمْ اَنْ يَرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ. [طرف الحدیث:۴۲۵٦]

ابن زید ہیں از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب (مکہ میں) آئے تو مشرکین نے کہا: تمہارے پاس ایسا وفد آیا ہے جس کو یثرب کے بخار نے کم زور کر دیا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ طواف کے پہلے چکروں میں رمل کریں (کندھے ہلا ہلا کر دوڑتے ہوئے چلیں) اور دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلیں اور ان کو اس سے منع نہیں کیا کہ وہ تمام چکروں میں رمل کریں' مگر ان پر آسانی کے لیے۔

(صحیح مسلم:۱۲۶٦' الرقم المسلسل:۳۰۴۸' سنن ابوداؤد:۱۸۸٦' سنن نسائی:۲۹۴۲' سنن بیہقی ج۵ ص۸۲' صحیح ابن خزیمہ:۲۷۲۰' مسند احمد ج۱ ص۲۹۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۶۳۹۔ج۴ ص۳۸۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

طواف میں رمل کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا رمل حج کی ایسی سنت ہے جس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے یا یہ سنت نہیں ہے' بلکہ یہ رمل کسی ضرورت کی وجہ سے تھا اور اب وہ ضرورت زائل ہو چکی ہے' لہٰذا جو چاہے رمل کرے اور جو چاہے نہ کرے' چنانچہ حضرت عمر' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ رمل کرنا سنت ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور فقہاء تابعین میں سے طاؤس' عطاء' حسن بصری' القاسم اور سالم کا بھی یہی نظریہ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور علماء سے مروی ہے کہ حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا جائے گا' اور اس پر اجماع ہے کہ عورت رمل نہیں کرے گی' کیونکہ اس سے ستر میں حرج ہوتا ہے' اسی طرح وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں بھی دوڑ نہیں لگائے گی' اگر مرد نے طواف میں رمل کو اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں دوڑنے کو ترک کر دیا تو امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ وہ اعادہ کرے گا اور دوسرا قول ہے: اعادہ نہیں کرے گا' اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس پر دم ہے یا نہیں۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص۳۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا بیان

ایک دفعہ ایک علمی نشست کے دوران علماء کی مجلس میں مفتی سید شجاعت علی قادری متوفی ۱۹۹۳ء نے کہا: ہمارے بعض نے اعتراض کیا ہے کہ حج تو سارا کا سارا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام اور حضرت ہاجرہ رحمہا اللہ کے افعال کا نام ہے' کعبہ کا طواف ہو یا صفا اور مروہ میں سعی ہو' رمی جمرات ہو یا قربانی ہو' اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کوئی فعل نہیں ہے' نہ آپ کی سنت ہے؟ میں نے کہا: اس میں ایک چیز ایسی ہے جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' انہوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: رمل! پھر سب حیران رہ گئے۔

٥٦ - بَابُ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ اَوَّلَ مَا يَطُوْفُ، وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا

جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے طواف میں حجر اسود کی تعظیم کرے اور تین چکروں میں رمل کرے

حجر اسود کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ اس کو بوسہ دے اگر رش کی وجہ سے اس کو بوسہ نہ دے سکے تو اس پر ہاتھ پھیر دے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر دے۔

١٦٠٣ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ، أَوَّلَ مَا يَطُوفُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ. [اطراف الحدیث: ١٦٠٤ ـ ١٦١٦ ـ ١٦١٧ ـ ١٦٤٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کے پہلے چکر میں حجر اسود کی تعظیم کی اور سات چکروں میں سے تین چکر دوڑ دوڑ کر کیے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۱، الرقم المسلسل: ۲۹۳۰، سنن ابوداؤد: ۱۸۹۳، سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۰، سنن نسائی: ۲۹۴۹، سنن کبریٰ: ۳۹۳۸، سنن دارمی: ۱۸۴۰، ۵۷۶۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۷۱۸ ج ۸ ص ۲۳۳، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کے پہلے چکر میں حجر اسود کی تعظیم کی۔

طوافِ قدوم، طوافِ زیارت اور طوافِ وداع کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دے، پھر اس کے بعد طواف قدوم کرے اور یہ وہ طواف ہے جس کے بعد سعی بھی ہے اور اس کے پہلے تین چکروں میں رمل کرے، طواف زیارت بھی اسی طرح ہے البتہ طواف وداع میں رمل اور سعی نہیں ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث 'شرح صحیح مسلم': ۲۹۲۰۔ ج ۳ ص ۳۸۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) رمل کی تعریف (۲) رمل کے احکام (۳) تعارض کا جواب۔

۵۷ - بَابُ الرَّمَلِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ میں رمل کرنا

١٦٠٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ، وَمَشَى أَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سریج بن النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کے (طواف میں) تین چکر دوڑ دوڑ کر کیے اور چار چکر (معمول کے مطابق) چل کر کیے۔

تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سریج کی متابعت لیث نے کی انہوں نے کہا: مجھے کثیر بن فرقد نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۶۰۳ میں گزر چکی ہے۔

١٦٠٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ مَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے خبر دی از والد خود کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود سے فرمایا: سن! اللہ کی قسم! میں ضرور جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے' نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے' اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا' پھر حضرت عمر نے اس کو بوسا دیا' پھر کہا: ہمیں اب رمل کی کیا ضرورت ہے' ہم صرف مشرکین کو دکھانے کے لیے رمل کرتے تھے' اب اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا ہے' پھر کہا: جس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے ہم اس کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۷ میں گزر چکی ہے۔

مشرکین کو دکھانے کے لیے رمل کرنے سے مراد ریا کاری نہیں کیونکہ اس رمل سے ان کو اپنی طاقت دکھانا مراد ہے' عبادت کو دکھانا مراد نہیں ہے اور عبادت کو دکھا کر کرنا ریا کاری ہوتی ہے۔

١٦٠٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا. قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ؟ قَالَ إِنَّمَا كَانَ يَمْشِي لِيَكُونَ أَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهِ.

[طرف الحدیث: ۱۶۱۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان دو رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کی تعظیم کبھی ترک نہیں کی' سختی میں نہ آسانی میں' جب سے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے' عبید اللہ نے کہا: میں نے نافع سے پوچھا: کیا حضرت ابن عمر ان دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! وہ عام رفتار سے چلتے تھے تاکہ ان کی تعظیم کرنا آسان ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۸' الرقم المسلسل: ۲۹۵۳' سنن نسائی: ۲۹۳۹' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۱۱' المستدرک ج ۱ ص ۴۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳' طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۳۳' ج ۸ ص ۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں غلط توجیہ کرنا

علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نافع نے بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلتے تھے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ باقی ارکان کے درمیان تیز رفتار سے چلتے تھے اور یہی رمل ہے اور اس باب کا

عنوان بھی حج اور عمرہ کے درمیان رمل کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۶۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الاسماعیلی نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے یعنی اس میں رمل کا ذکر نہیں ہے' حافظ عسقلانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں اتنی مقدار مذکور ہے' جس کا باب کے عنوان سے تعلق ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۷۵ 'دار المعرفۃ' بیروت ۱۴۲۶ھ)

مصنف کا علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کی غلطی کو واضح کرنا

میں کہتا ہوں کہ الاسماعیلی کا اعتراض صحیح ہے' اس باب کا عنوان رمل ہے اور اس حدیث میں رمل کا ذکر نہیں ہے' اور علامہ عینی نے اس کی توجیہ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر دو رکنوں میں عام رفتار سے چلتے تھے' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ باقی ارکان میں تیز رفتار سے چلتے تھے اور یہی رمل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ رمل نہیں ہے' رمل یہ ہے کہ طواف کے تین چکروں میں بھاگ بھاگ کر اور کندھے ہلا ہلا کر چلا جائے اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلا جائے' نہ یہ کہ حجر اسود اور رکن یمانی' ان دو رکنوں میں عام رفتار سے چلا جائے اور باقی ارکان یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کے درمیان بھاگ بھاگ کر چلا جائے' علامہ عینی اور حافظ عسقلانی علم کے پہاڑوں میں سے دو عظیم پہاڑ ہیں' مگر یہاں ان سے چوک ہو گئی اور انہوں نے حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ثابت کرنے کی کوشش میں رمل کی تعریف کی طرف توجہ نہیں کی۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اہل مکہ پر رمل ہے یا نہیں؟ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اہل مکہ پر رمل واجب نہیں ہے اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اہل مکہ پر رمل کرنا مستحب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۸۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی شرح کا مآل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے رمل نہیں کیا تھا کیونکہ وہ اہل مکہ سے تھے اور رمل مدینہ سے آ کر طواف کرنے والوں کے لیے سنت ہے' اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے رمل کا ذکر نہیں ہے' اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درجات بلند فرمائے' انہوں نے اس حدیث کی شرح میں یہ کیسے لکھ دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رمل کیا تھا۔

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۲۳- ج ۳ ص ۸۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں بھی رمل کی تعریف اور اس کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

نعمۃ الباری کی تیسری جلد کا اختتام

الحمد لله رب العلمین والصلوٰة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین' قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آله واصحابه وازواجه وذریاته وامته من المفسرین والمحدثین والفقهاء والمجتهدین اجمعین.

آج دس شعبان ۱۴۲۸ھ/ ۲۳ اگست ۲۰۰۷ء کو نعمۃ الباری کی تیسری جلد مکمل ہو گئی' اب تک مکمل ہونے والی جلدوں میں یہ جلد سب سے کم مدت میں مکمل ہوئی ہے' سات مارچ ۲۰۰۷ء کو اس کی ابتداء ہوئی تھی اور آج تیئس اگست ۲۰۰۷ء کو یہ مکمل ہو گئی یعنی یہ جلد پانچ ماہ سولہ دن میں مکمل ہو گئی' اور یہ صرف اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے ہو سکا ہے۔

اس جلد کا اختتام ''حج اور عمرہ میں رمل'' کے باب پر ہوا ہے اور ان شاء اللہ العزیز'' لاٹھی سے حجر اسود کی تعظیم'' کے باب سے نعمۃ

الباری کی چوتھی جلد کی ابتداء ہوگی اس جلد میں ۷۶۵ احادیث کی شرح ہوگئی ہے۔

اے مالک ارض وسماء! جس طرح آپ نے یہاں تک صحیح البخاری کی احادیث کی شرح کرادی ہے باقی احادیث کی شرح بھی مکمل کرادیں اور اس شرح کو متلاشیان حق کے لیے مشعل راہ بنادیں میری میرے والدین میرے اساتذہ میرے تلامذہ اور میرے احباب خصوصاً مفتی منیب الرحمان مفتی اسماعیل نورانی سید عمیر الحسن برنی صاحب زادہ حبیب الرحمان (بریڈ فورڈ) مولانا حبدالمجید (برسل) شیخ نجیب الدین (کراچی) شفیق بھائی (کراچی) اور سید محسن اعجاز (لاہور) اور دیگر احباب کی مغفرت فرمائیں! مجھے ان سب کو اور میرے تمام قارئین کو دنیا اور آخرت کی تمام پریشانیوں مصائب اور آلام سے محفوظ رکھیں اور ہم سب کو محض اپنے فضل وکرم اور نبی ﷺ کی شفاعت سے بلاحساب وکتاب جنت الفردوس عطا فرمائیں اور دارین کی نعمتوں سے نوازیں۔

آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین.

غلام رسول سعیدی غفرلہ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا
عقب ایوب منزل کراچی۔ ۳۸
موبائل: ۰۳۰۰-۹۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۲۴

AJC™
Trial
Buy Now!

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد ثالث کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعداد حدیث
۷ مارچ ۲۰۰۷ء	۰ ابتداء کی گئی				
یکم اپریل ۲۰۰۷ء	۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ	اتوار	۱۱۸	۱۱۸	۱۰۳۰
یکم مئی ۲۰۰۷ء	۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۴۷	۲۶۵	۱۱۹۴
یکم جون ۲۰۰۷ء	۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ	جمعہ	۱۱۳	۳۷۸	۱۳۰۷
یکم جولائی ۲۰۰۷ء	۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ	اتوار	۱۲۵	۵۰۳	۱۴۰۲
یکم اگست ۲۰۰۷ء	۱۶ رجب ۱۴۲۸ھ	بدھ	۱۳۳	۶۳۶	۱۵۰۰
۲۳ اگست ۲۰۰۷ء	۸ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۱۵	۷۵۱	۱۶۰۶

Trial
Buy Now!

AJC™
Trial
Buy Now!

ماخذ و مراجع

کتب الہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبد اللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود الطیالسی' متوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ

۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد' متوفی ۲۰۷ھ' کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۳- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبد الرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۴- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت

۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۶- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۷- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۸- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ

۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۲۰- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی' متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ' بیروت'

۱۴۲۰ھ

۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ دار ارقم' بیروت

۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ کرمہ' ۱۴۱۷ھ

۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء

۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ

۲۹- امام علی بن عمر دار قطنی' متوفی ۳۸۵ھ' سنن دار قطنی' مطبوعہ نشر السنۃ ملتان' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۰- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دارالرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ

۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحرالزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت

۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی' متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی' متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلۃ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ

۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی' متوفی ۳۰۳ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ

۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۶- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابویعلیٰ موصلی' مطبوعہ دارالمامون التراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ' المنتقی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ' صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ

۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ

۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ دار بلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ھ

۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ

۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' مسند الطحاوی' مطبوعہ مکتبہ الحرمین' الدبئی' ۱۴۲۶ھ

۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۷ھ

۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی'

بیروت ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم اوسط مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۰۵ھ دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم کبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۴۸- امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ الکامل فی ضعفاء الرجال مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۴۹- امام ابو حفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ الناسخ والمنسوخ من الحدیث مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ متوفی ۳۹۶ھ کتاب العظمۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشا پوری متوفی ۴۰۵ھ المستدرک مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۱۸ھ المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ حلیۃ الاولیاء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ دلائل النبوۃ مطبوعہ دار النفائس بیروت
۵۴- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
۵۵- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب الاسماء والصفات مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۶- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ معرفۃ السنن والآثار مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۷- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب الآداب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب فضائل الاوقات مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ شعب الایمان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ
۶۱- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ الجامع لشعب الایمان مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ البعث والنشور مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ
۶۳- امام ابو عمر یوسف ابن عبد البر قرطبی متوفی ۴۶۳ھ جامع بیان العلم وفضلہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۴- امام ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی المتوفی ۵۰۹ھ الفردوس بماثور الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ تاریخ دمشق الکبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ تہذیب تاریخ دمشق مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ جامع المسانید مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ

۶۹- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۷۰- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرۃ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ

۷۲- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت

۷۳- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ موسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۷۶- امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ

۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجوہر النقی' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ

۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ

۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ موسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۶- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر' بیروت

۸۷- امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ' تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ

۸۸- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۸۹- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ
۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
۹۲- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی متوفی ۶۸۵ھ انوار التنزیل مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر
۹۳- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ مدارک التنزیل مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ بیان القرآن مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ حاشیۃ القرآن مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ شرح صحیح البخاری مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ
۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ الاستذکار مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۳ھ
۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ تمہید مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور ۱۴۰۴ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اکمال المعلم بفوائد مسلم مطبوعہ دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۰۱- علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ کشف المشکل علی صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری متوفی ۶۵۶ھ مختصر سنن ابوداؤد مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی متوفی ۶۶۱ھ کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ مکتبہ نزار مصطفیٰ ۱۴۲۲ھ
۱۰۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ المفہم مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ
۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ
۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ شرح الطیبی مطبوعہ ادارۃ القرآن ۱۴۱۳ھ
۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ فتح الباری دار ابن الجوزی ریاض ۱۴۱۷ھ
۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار دار ابن کثیر بیروت
۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ دار الکتب

العلمیہ' ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ

۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۰۶ھ

۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' التوشیح علی الجامع الصحیح' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۲ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' تنویر الحوالک' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۱۸- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ' تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ

۱۱۹- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' فیض القدیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ

۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی

۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی

۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ' مکتبہ حقانیہ پشاور

۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الاسرار المرفوعہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی' متوفی ۱۳۲۳ھ' لامع الدراری علی جامع البخاری' مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

۱۲۶- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنؤ

۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۰ھ

۱۲۸- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری' متوفی ۱۳۵۳ھ' تحفۃ الاحوذی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۲۹- شیخ انور شاہ کشمیری' متوفی ۱۳۵۲ھ' فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی مصر' ۱۳۵۷ھ

۱۳۰- شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' فتح الملہم' مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی

۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی موطا مالک' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی' انعام الباری' مطبوعہ مکتبۃ الحراء

۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان' کشف الباری' مکتبہ فاروقیہ' کراچی

کتب اسماء الرجال

۱۳۴- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' التاریخ الکبیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ

۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی' متوفی ۳۰۳ھ' شیخ الامام النسائی فی الجرح والتعدیل' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ

۱۳۶- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ الکاشف' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۵- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی
۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۲ھ کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق

کتب لغت

۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ الصحاح' مطبوعہ دار العلم بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی متوفی ۶۶۰ھ مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۴- علامہ یحیٰی بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران
۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینہ المنورہ' ۱۴۱۵ھ
۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر
۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۰- ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور
۱۶۱- قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۱۶۲- امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۶۳- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۲۴ھ

۱۶۴- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم، بیروت

۱۶۵- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر، متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۶۷- علامہ عبدالرحمن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، الوفاء، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

۱۶۸- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۶۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی، ایران

۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۱۷۲- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ، المتوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۱۷۳- علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی، متوفی ۷۷۱ھ، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ

۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ

۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ

۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۱- علامہ محمد عبدالباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبۃ الثورۃ الاسلامیہ' افغانستان' ۱۴۰۵ھ
۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی' متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوز جندی' متوفی ۵۹۲ھ' فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوز جندی' متوفی ۵۹۲ھ' شرح الزیادات' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ۵۹۳ھ' ہدایہ اولین و آخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان
۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ' المحیط البرہانی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ
۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ' تبیین الحقائق' مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی' کراچی' ۱۴۲۱ھ
۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۱- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ
۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۱۹۵- ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ' فتح باب العنایہ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدر المختار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۹۷- ملا نظام الدین' متوفی ۱۱۶۱ھ' فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحطاوی' متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ' کوئٹہ
۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ
۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رد المحتار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' الام' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۳ھ
۲۰۴- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' الحاوی الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۰۷- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۰۸- قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۰۹- علامہ ابو البرکات احمد دردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۱- علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، المغنی، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۲۵ھ
۲۱۲- علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، الکافی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۱۳- شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ ریاض، مطبوعہ دار الجیل بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۱۴- علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن مفلح مقدسی، متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی ۹۶۰ھ، کشاف القناع، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

AJC™ Trial Buy Now!

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

مصنف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

(الجزء رابع)

Marfat.com

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعمۃ الباری
فی
شرح صحیح البخاری

جلد چہارم

الاحادیث: ۲۳۵۰ ——— ۱۶۰۷

کتاب الحج، کتاب العمرۃ، کتاب المحصر وجزاء الصید، کتاب جزاء الصید، کتاب فضائل المدینۃ، کتاب الصوم،
کتاب التراویح، کتاب فضل لیلۃ القدر، کتاب الاعتکاف، کتاب البیوع، کتاب السلم،
کتاب الشفعۃ، کتاب الاجارۃ، کتاب الحوالات، کتاب الکفالۃ، کتاب الوکالۃ، کتاب المزارعۃ

تصنیف
علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

الطبع الاوّل : ربیع الثانی 1431ھ / مارچ 2010ء
الطبع الثالث: محرم 1435ھ / نومبر 2013ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، محمد اشتیاق
: حافظ اختر حبیب اختر
مطبع : روحی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : -/760 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد چہارم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	**خطبة الكتاب**	55
	باب:۵۸	
1	لاٹھی سے حجر اسود کی تعظیم کرنا	57
2	حدیث مذکور کے رجال	57
3	لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم کی حکمت	57
4	رسول اللہ ﷺ کے حکم کی علت تلاش کرنے کی بجائے آپ کی اتباع کی نیت سے اس پر عمل کرنا چاہیے	58
	باب:۵۹	
5	جس نے صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی	58
6	کعبہ کے ارکان (کونوں) کی تعظیم کے متعلق مذاہب فقہاء	59
7	کعبہ کے ارکان کی تعظیم کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	59
	باب:۶۰	
8	حجر اسود کو بوسا دینا	60
9	صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں رائے اور قیاس پر عمل کرنے کی مذمت جب کہ اس کے معارض دیگر احادیث نہ ہوں	61
10	شیخ وحید الزمان کا فقہاء احناف پر تبرا	62
11	جن صحیح احادیث پر علماء غیر مقلدین نے عمل نہیں کیا	62
	باب:۶۱	
12	جب کوئی شخص حجر اسود کے پاس جائے تو اس کی طرف اشارہ کرے	62
	باب:۶۲	
13	حجر اسود کے پاس اللہ اکبر کہنا	63
	باب:۶۳	
14	جو شخص مکہ میں آئے تو وہ اپنے گھر لوٹنے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرے' پھر دو رکعت نماز پڑھے' پھر صفا کی طرف جائے	63
15	حدیث مذکور کے رجال	64
16	صرف طواف قدوم کرنے کے بعد کوئی شخص احرام نہیں کھول سکتا جب تک صفا اور المروة میں سعی نہ کرے	64
17	صحیح بخاری کی مختصر روایت کی تفصیل	64
18	طواف سے پہلے وضوء کے شرط ہونے میں اختلاف ائمہ اور دیگر مسائل	65
	باب:۶۴	
19	عورت کا مردوں کے ساتھ طواف کرنا	66
20	عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنے کی کیفیت اور دیگر مسائل	67
	باب:۶۵	
21	طواف میں کلام کرنا	68
22	حدیث مذکور کے رجال	68
23	طواف کے دوران قرآن مجید پڑھنے اور ذکر	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کرنے کے متعلق فقہاء کے نظریات اور غلط کام کی اصلاح کرنے کا ثبوت	68
	باب:٦٦	
24	جب آدمی تسمہ یا کوئی بھی ایسی چیز دیکھے جو طواف میں مکروہ ہو تو اُسے کاٹ دے	70
	باب:٦٧	
25	کوئی شخص برہنہ طواف کرے نہ کوئی مشرک حج کرے	70
26	جزیرہ عرب سے غیر مسلموں کو نکالنے کا حکم اور دورانِ طواف ستر ڈھانپنے میں مذاہب	70
	باب:٦٨	
27	جب طواف کے درمیان رک گیا	71
28	طواف منقطع کرنے کے بعد اسی طواف پر بناء کی جائے یا دوبارہ طواف شروع کرے؟ اس میں اختلاف ائمہ	71
	باب:٦٩	
29	نبی ﷺ نے طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز پڑھی	72
	باب:٧٠	
30	جو شخص طواف قدوم کے بعد پھر کعبہ کے نزدیک نہیں گیا اور حج کرنے میدانِ عرفات چلا گیا	73
	باب:٧١	
31	طواف کی دو رکعتوں کو حرم سے باہر پڑھنا	74
	باب:٧٢	
32	جس نے طواف کی دو رکعتیں مقامِ ابراہیم کے پیچھے پڑھیں	75
	باب:٧٣	
33	صبح اور عصر کے بعد طواف کرنا	75
34	فجر اور عصر کی نماز کے بعد طواف کی دو رکعتوں کے پڑھنے میں مذاہب فقہاء	76
35	فجر اور عصر کی نماز کے بعد خصوصیت سے طواف کی دو رکعت نہ پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	77
36	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: بیت اللہ میں کسی وقت بھی نماز پڑھنے سے منع نہ کرو	78
37	اس اعتراض کا جواب کہ بعض صحابہ فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعت پڑھتے تھے	79
	باب:٧٤	
38	مریض سوار ہو کر طواف کرے	79
	باب:٧٥	
39	حجاج کو پانی پلانا	79
40	نبیذ پینے کا جواز' تیز نبیذ کو پانی ملا کر ہلکا کرنا' اور حضرت عباس کو پانی پلانے کے منصب پر برقرار رکھنا	81
41	نبی ﷺ کا عام سبیل سے پانی پینا' صدقاتِ نفلیہ کا آپ پر حرام نہ ہونا' اشیاء میں طہارت کا اصل ہونا اور دیگر مسائل	82
	باب:٧٦	
42	زمزم کا بیان	83
43	زمزم کے فضائل میں احادیث	83
44	حدیث مذکور کے رجال	84
45	زمزم کے پانی پینے کا مشروع ہونا	84
46	کھڑے ہو کر پانی پینے کی تحقیق	84
47	کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث	85
48	کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کے متعلق احادیث	85
49	کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور رخصت کی احادیث میں تطبیق	85

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
50	کھڑے ہو کر پانی پینا ہمارے اعتبار سے مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ نبی ﷺ کے اعتبار سے	86
51	کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور جواز کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	86
52	وضو کے بچے ہوئے پانی اور زمزم کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کا استحباب	89
	باب: ۷۷	
53	حج قران کرنے والے کا طواف	90
54	حج قران میں دو طواف اور دو سعی کرنے پر دلائل	91
55	حدیث مذکور کے رجال	92
	باب: ۷۸	
56	وضوء کر کے طواف کرنا	93
57	حج إفراد کے افضل ہونے کی دلیل	94
58	طواف کرنے سے پہلے وضوء کرنے میں اختلاف ائمہ	94
59	طواف سے پہلے وضوء کی عدم فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات	95
	باب: ۷۹	
60	صفا اور المروۃ میں سعی کا وجوب اور ان کو شعائر اللہ قرار دیا گیا	96
61	''شعائر'' کا لغوی اور شرعی معنی	96
62	عروہ کی البقرہ: ۱۵۸ میں تاویل اور حضرت عائشہ کا اس تاویل کو رد کرنا	98
63	منات طاغیہ اور مشلل کے معانی اور صفا اور المروۃ کے درمیان زمانہ جاہلیت کے طواف کا بیان	98
64	صفا اور المروۃ کی سعی کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	99
	باب: ۸۰	
65	الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی (دوڑنے) کے متعلق احادیث	99
66	حدیث مذکور کے رجال	101
	باب: ۸۱	
67	حائضہ عورت بیت اللہ میں طواف کے سوا باقی حج کے تمام افعال کرے	102
68	حائضہ اور جنبی کو مسجد سے دور رکھنے کی وجہ	103
69	ایامِ حج میں عمرہ کرنے کا ثبوت' نبی ﷺ کا حج قِران کرنا' اور قِران کا اِفراد اور تمتع سے افضل ہونا	104
70	صحابہ کے اس قول کا معنی: کیا ہم اس حال میں منیٰ جائیں گے کہ ہمارے آلہ ہائے تناسل سے منی ٹپک رہی ہوگی!	104
71	کیا اس زمانہ میں عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا اور عورتوں کے لیے نرسوں کا کام کرنا جائز ہے؟	105
	باب: ۸۲	
72	مکہ میں رہنے والے کے لیے مکہ کی وادی یا میدان وغیرہ سے احرام باندھنا اور جب حج کرنے والا منیٰ کی طرف نکلے تو اس کا احرام باندھنا	106
	باب: ۸۳	
73	یوم الترویہ کو ظہر کی نماز کہاں پڑھے؟	107
74	آٹھ ذوالحجہ کو ''یوم الترویہ'' کہنے کی وجوہ	107
75	حدیث مذکور کے رجال	108
76	یوم ترویہ سے لے کر اختتامِ حج تک کے معمولات مذاہب اربعہ کی روشنی میں	108
	باب: ۸۴	
77	منیٰ میں نماز	109
78	منیٰ میں پوری نماز یا قصر پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ	110
	باب: ۸۵	
79	یوم عرفہ کا روزہ رکھنا	110

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
80	حدیث مذکور کے رجال	111
81	یومِ عرفہ کے روزے کے متعلق احادیث	111
82	یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل	111
	باب:۸۶	
83	جب صبح کو منی سے عرفات کی طرف جائے تو تلبیہ اور تکبیر پڑھنا	112
84	منی کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف	112
	باب:۸۷	
85	ٹھیک دوپہر کو یومِ عرفہ میں (نماز کے لیے) روانہ ہونا	113
86	مشکل الفاظ کے معانی، بعض رجال کا تعارف، فاسق حکام کی اقتداء میں نماز کا جواز اور دیگر مسائل	114
87	ائمہ اربعہ کے نزدیک حج کے خطبات کی تفصیل	114
	باب:۸۸	
88	میدانِ عرفات میں سواری پر وقوف کرنا	115
89	میدانِ عرفات میں سواری پر وقوف کرنے میں فقہاء کا اختلاف	115
	باب:۸۹	
90	میدانِ عرفات میں دو نمازوں کو جمع کرنا	116
	باب:۹۰	
91	یوم عرفہ کو چھوٹا خطبہ دینا	116
	باب:۹۱	
92	وقوفِ عرفات کے لیے جلدی روانہ ہونا	117
93	صحیح البخاری میں احادیث کی تکرار کی تحقیق	117
	باب:۹۲	
94	وقوفِ عرفہ	118

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
95	حدیث مذکور کے رجال	118
96	''خُمس'' کا معنی	118
97	حدیث مذکور کے رجال	119
98	میدانِ عرفات میں وقوف کی ابتداء کا وقت	119
99	یوم عرفہ کو میدانِ عرفات میں وقوف کے وقت میں مذاہب اربعہ	119
	باب:۹۳	
100	عرفات سے واپسی کے وقت کس رفتار سے چلے	120
101	عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے عجلت کا سبب	121
102	''عنق'' اور ''نص'' کا معنی	121
103	''مناص'' اور ''نص'' ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں ہیں	122
104	شیخ وحید الزمان کا علامہ عینی پر بے جا اعتراض اور اس کا جواب	122
	باب:۹۴	
105	میدانِ عرفات اور وادیٔ مزدلفہ کے درمیان سواری سے اترنا	122
	باب:۹۵	
106	نبی ﷺ نے عرفات سے واپسی پر حکم دیا کہ سکون اور وقار کے ساتھ چلو اور اپنے اصحاب کی طرف چابک سے اشارہ فرمایا	124
107	حدیث مذکور کے رجال	125
108	''اوضعوا'' اور ''خلال'' کے معنی پر قرآن مجید سے استشہاد	125
	باب:۹۶	
109	المزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا	125
	باب:۹۷	
110	جس نے ان دو نمازوں کو جمع کیا اور ان کے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	درمیان نفل نہیں پڑھے	126
111	المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنے کے وجوب یا استحباب میں اقوال فقہاء	126
112	المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی اذان اور اقامت کے متعلق اقوال فقہاء	127
113	عرفات میں ظہر اور عصر کی جمع تقدیم میں اذان اور اقامت کے متعلق فقہاء کے اقوال	127
114	حدیث مذکور کے رجال	128
115	مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھنے کی توجیہ	128
	باب:۹۸	
116	جس نے ان میں سے ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی	128
117	حدیث مذکور کے رجال	129
118	مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں میں اذان اور اقامت کی تعداد کے متعلق اختلاف فقہاء	129
	باب:۹۹	
119	گھر کے کمزور افراد کو مزدلفہ سے جلدی (منیٰ) کی طرف روانہ کر دینا کہ وہ مزدلفہ میں ٹھہریں' دعا کریں اور چاند غروب ہوتے ہی روانہ ہو جائیں	130
120	کنکریاں مارنے کے مستحب' مباح اور مکروہ وقت میں مذاہب ائمہ	131
	باب:۱۰۰	
121	جس نے فجر کی نماز مزدلفہ میں پڑھی	134
122	عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کر کے پڑھنے کا عدم جواز	134
	باب:۱۰۱	
123	مزدلفہ سے کب روانہ ہو؟	135

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
124	المشعر الحرام کا مصداق اور طلوع فجر سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہونے میں مذاہب ائمہ	136
125	ہمارا زوال غیر مسلموں کی تقلید کی وجہ سے ہے	137
	باب:۱۰۲	
126	یوم نحر کی صبح کو جب جمرہ کو کنکریاں ماریں تو تلبیہ اور تکبیر پڑھیں اور کسی کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھائیں	137
127	تلبیہ منقطع کرنے کے وقت میں ائمہ ثلاثہ اور امام مالک کا اختلاف	138
128	یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کرنے پر امام مالک کے دلائل	138
129	مصنف کی طرف سے امام مالک کے دلائل کے جوابات	139
	باب:۱۰۳	
130	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ' یہ کامل دس (روزے) ہیں' یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶)	139
131	"ھدی" کی تفسیر اور دیگر مسائل	139
132	ہدی کے مصداق میں کم از کم ایک بکری ہے جب کہ اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ ہے	140
	باب:۱۰۴	
133	بُدن یعنی اونٹ یا گائے پر سوار ہونے کا حکم	141
134	"بَدَنَہ" پر سوار ہونے میں مذاہب فقہاء	142
	باب:۱۰۵	
135	جس نے اپنے ساتھ بُدن (قربانی کے اونٹوں)	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کو ہانکا	143
136	حدیث مذکور میں تمتع سے مراد حج قران ہے	144
	باب:۱۰۶	
137	جس نے راستہ سے ہدی کو خریدا	145
138	عمرہ کے احرام پر حج کے احرام باندھنے کا جواز اور حِل میں ھدی کو خریدنے کا جواز	146
	باب:۱۰۷	
139	جس نے ذوالحلیفہ میں اشعار کیا اور قربانی کے گلے میں ہار ڈالا پھر احرام باندھا	146
140	اشعار کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اشعار میں مذاہب	146
141	اشعار کو منع کرنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر طعن و تشنیع	147
142	اشعار کو ترک کرنے کے جواز میں آثار	148
143	حدیث مذکور کے رجال اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان کا تذکرہ	149
144	ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے اور اس کو اشعار کرنے کی مشروعیت	149
145	اپنے ہاتھ سے ہار بنا کر ھدی کے گلے میں ڈالنے کی فضیلت	150
	باب:۱۰۸	
146	قربانی کے اونٹوں اور گایوں کے لیے ہار بنانا	150
	باب:۱۰۹	
147	قربانی کے اونٹوں کو اشعار کرنا	151
	باب:۱۱۰	
148	جس نے اپنے ہاتھ سے ہار ڈالے	151
149	حضرت معاویہ کا زیاد کے نسب کو اپنے والد کے نسب سے ملانا	152
150	حضرت ام المؤمنین اور حضرت ابن عباس کے علمی اختلاف میں علامہ عینی کا حضرت ابن عباس کی تائید کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ ھدی کو ہار ڈالنے سے احرام لازم ہو جاتا ہے	152
151	مصنف کا علامہ عینی کی تحقیق سے اختلاف کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے سے احرام کے احکام لازم نہیں ہوتے	153
152	حافظ ابن حجر کا حضرت ابن عباس کے مقابلہ میں حضرت ام المؤمنین کے مؤقف کی تائید کرنا	154
153	علامہ خطابی کا احناف کی طرف غلط مسلک منسوب کرنا	154
154	محض قربانی کے گلے میں ہار ڈالنے سے احرام کے احکام لازم نہ ہونے میں مذاہب ائمہ	155
155	صحابہ کرام مسائل میں اختلاف کے باوجود باہمی احترام کو قائم رکھتے تھے اور دیگر مسائل	155
	باب:۱۱۱	
156	بکری کے گلے میں ہار ڈالنا	156
157	بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب ائمہ	156
158	حافظ ابن حجر کا فقہاء احناف پر یہ اعتراض کہ بکری کو ھدی بنانا حنفیہ کا اصول نہیں ہے	156
159	حافظ ابن حجر کے اس قول کا رد کہ بکری کو ھدی بنانا حنفیہ کا اصول نہیں ہے	157
160	بکری کو ہدی بنانے کا کتب حنفیہ سے ثبوت	157
161	بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے	158
	باب:۱۱۲	
162	اُون سے ہار بنانا	159
	باب:۱۱۳	
163	ہار میں جوتا لٹکانا	159
164	ھدی کی گردن میں جوتا لٹکانے کی تفصیل	160

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۱۴	
165	اونٹوں کی جھولوں کا حکم	160
166	نحر یا قربانی کے وقت حفاظت کے قصد سے جھول کو اُتارنا	161
	باب:۱۱۵	
167	جس نے راستہ سے اپنی ھدی خرید کر اس کو ہار ڈالا	161
	باب:۱۱۶	
168	کسی شخص کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر گائے کو ذبح کرنا	162
169	گائے کو نحر اور ذبح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	162
	باب:۱۱۷	
170	منیٰ میں رسول اللہ ﷺ نے جہاں نحر کیا تھا' وہاں نحر کرنا	163
171	حج کرنے والے' عمرہ کرنے والے اور جس کو حج اور عمرہ سے روکا گیا ہو' ان سب کے لیے نحر کرنے کی جگہیں	163
	باب:۱۱۸	
172	جس نے اپنے ہاتھ سے نحر کیا	164
173	حدیث مذکور کے رجال	164
174	اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے میں مذاہب ائمہ	165
175	اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے کے متعلق آثار صحابہ	165
	باب:۱۱۹	
176	اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا	165
177	حدیث مذکور کے رجال	166
178	اونٹ کو نحر کرتے وقت اس کے پیر کو باندھنے کی کیفیت کے متعلق احادیث اور آثار	166

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۲۰	
179	قربانی کے اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا	166
	باب:۱۲۱	
180	قصاب کو ہدی کی کوئی چیز اجرت میں نہ دے	168
181	قربانی کی کسی چیز کو قصاب کی اجرت میں دینے کا عدم جواز اور قربانی کی کھال اور گوشت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مسلک	168
182	قربانی کی کھال اور گوشت کے متعلق فقہاء احناف کا مسلک	169
	باب:۱۲۲	
183	قربانی کے جانوروں کی کھالوں کو صدقہ کردے	169
	باب:۱۲۳	
184	قربانی کے اونٹوں کی جھولوں کو صدقہ کرے	170
185	**باب:۱۲۴**	170
186	الحج: ۲۶-۳۰ کے فقہی احکام	171
	باب:۱۲۵	
187	قربانی کے اونٹوں سے کتنا اور کب تک کھائے اور کتنا صدقہ کرے؟	171
188	شکار کی جزاء اور نذر کے اونٹوں کے سوا قربانی کے اونٹوں سے کھانے اور کھلانے میں مذاہب ائمہ	172
189	تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع کرنے کی ممانعت کا سبب	173
	باب:۱۲۶	
190	سر مونڈنے سے پہلے ذبح کرنا	174
	باب:۱۲۷	
191	جس نے احرام باندھتے وقت سر پر بال جما لیے اور سر مونڈ لیا	176

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۲۸	
192	احرام کھولتے وقت سر منڈانا اور بال کٹوانا	176
193	رسول اللہ ﷺ کے سر منڈانے کی کیفیت	176
194	سر کے بال منڈانے کی مقدار میں مذاہب ائمہ اور نبی ﷺ کے سر کے بالوں کو بہ طور تبرک حفاظت سے رکھنا	177
195	سر منڈانے والوں کی سر کے بال کٹوانے والوں پر افضلیت کی وجوہ	178
196	حضرت معاویہ کے بال کاٹنے کا واقعہ کس موقع کا ہے؟	180
	باب:۱۲۹	
197	تمتع کرنے والے کا عمرہ کرنے کے بعد بال کاٹنا	180
	باب:۱۳۰	
198	یوم النحر (قربانی کے دن) طواف زیارت کرنا	180
	باب:۱۳۱	
199	جس کسی شخص نے ذبح کرنے سے پہلے بھولے سے یا جہالت سے شام کے بعد کنکریاں ماریں	182
	باب:۱۳۲	
200	جمرہ کے پاس سواری پر لوگوں کے مسائل کا جواب دینا	182
	باب:۱۳۳	
201	ایام منیٰ میں خطبہ دینا	184
202	قرآن مجید سے اس حدیث کی تائید کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا حرام ہے	184
203	کسی مسلمان کو اس کے کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار دینا جائز نہیں	185
204	حدیث مذکور کے رجال	186
205	حدیث مذکور کے رجال	188
206	حج اکبر کے متعلق اقوال اور حجۃ الوداع کا بیان	188
	باب:۱۳۴	
207	جو لوگ منیٰ کی راتوں میں مکہ میں پانی پلاتے ہیں یا کوئی اور کام کرتے ہیں ان کا مکہ میں رہنے کا جواز	189
	باب:۱۳۵	
208	کنکریاں مارنا	189
209	جمرہ عقبہ کو پہلے دن کنکریاں مارنے کے اوقات	190
210	یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں کنکریاں مارنے کے اوقات	190
211	یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں بھی طلوع شمس کے بعد کنکریاں مارنی جائز ہیں	191
	باب:۱۳۶	
212	وادی کے نشیب میں جا کر جمار کو کنکریاں مارنا	192
213	حدیث مذکور کے رجال	192
2،4	وادی کے نشیب سے کنکریاں مارنے میں مذاہب ائمہ	192
	باب:۱۳۷	
215	ہر جمرہ پر سات کنکریاں مارنا	193
	باب:۱۳۸	
216	جس نے جمرۃ العقبہ کی رمی کی تو بیت اللہ کو بائیں جانب رکھا	193
	باب:۱۳۹	
217	ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہے	194
	باب:۱۴۰	
218	جس نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں اور وہاں نہیں ٹھہرا	194
	باب:۱۴۱	
219	جب پہلے اور دوسرے جمرہ کو کنکریاں مارے تو قبلہ رخ نرم زمین پر کھڑا ہو	194

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
220	مشکل الفاظ کے معانی	195
	باب:۱۴۲	
221	قریب اور درمیانی جمرہ کے پاس دونوں ہاتھ بلند کرنا	195
	باب:۱۴۳	
222	دو جمروں کے درمیان دعا کرنا	196
	باب:۱۴۴	
223	جمرات پر کنکریاں مارنے کے بعد خوشبو لگانا اور طواف زیارت سے پہلے سر منڈانا	197
224	خوشبو لگانے کے سلسلہ میں مذاہب ائمہ	197
	باب:۱۴۵	
225	طواف الوداع کا حکم	198
	باب:۱۴۶	
226	جب طواف زیارت کے بعد کسی عورت کو حیض آ جائے	198
227	بغیر طواف وداع کیے حائضہ کی روانگی میں اختلافِ صحابہ	200
228	حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر کا حضرت عائشہ کی حدیث کی طرف رجوع کرنا	200
229	حضرت صفیہ سے عمل تزویج کے ارادہ پر ایک اشکال کا جواب	202
	باب:۱۴۷	
230	جس نے روانگی کے دن وادی محصب میں عصر کی نماز پڑھی	202
	باب:۱۴۸	
231	وادی محصب میں ٹھہرنے کا بیان	203
232	وادی محصب میں ٹھہرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	203

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۴۹	
233	مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طوی میں اترنا اور جب مکہ سے مدینہ کو لوٹے تو اس وادی میں اُترے جو ذوالحلیفہ میں ہے	204
234	حدیث مذکور کے رجال	205
	باب:۱۵۰	
235	جو مکہ سے واپس آتے ہوئے ذی طوی میں اترا	205
	باب:۱۵۱	
236	حج کے ایام میں تجارت کرنا اور زمانہ جاہلیت کے بازاروں میں خرید و فروخت کرنا	206
237	ذوالمجاز اور عکاظ کا محل وقوع	206
	باب:۱۵۲	
238	وادی المحصب سے رات کو روانہ ہونا	207
239	''عقریٰ حلقیٰ'' کا معنی	207
240	کتاب الحج کی تکمیل	208
	۲۶ - کتاب العمرة	209
	باب:۱	
1	عمرہ کا وجوب اور اس کی فضیلت	209
2	عمرہ کے شرعی حکم میں مذاہب ائمہ	210
3	فقہاء احناف کے نزدیک عمرہ کا شرعی حکم	211
4	حج مبرور کے متعلق اقوال	212
5	عمرہ کی فضیلت میں دیگر احادیث	212
	باب:۲	
6	جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا	213
7	حدیث مذکور کے رجال	214
8	رسول اللہ ﷺ کے عمرہ کرنے سے پہلے آپ پر حج فرض ہونا اور حج کی ادائیگی میں تاخیر کی گنجائش	214

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۳	
9	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے؟	214
10	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو چاشت کی نماز کو بدعت کہا' اس کی توجیہ	215
11	حدیث مذکور کے رجال	216
12	حج کے ساتھ والے عمرہ کے متعلق علامہ ابن بطال کی تحقیق	217
13	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی ترتیب وار تفصیل اور تعداد	217
	باب: ۴	
14	رمضان میں عمرہ کرنا	218
15	''الناضح'' کا معنی اور اس کی تحقیق کہ رمضان کا عمرہ حج کی مثل ہے	218
	باب: ۵	
16	وادیٔ حصبہ کی رات میں یا کسی اور رات میں عمرہ کرنا	219
	باب: ۶	
17	باب التنعیم کا عمرہ	219
18	مکہ سے احرام باندھنے کے لیے تنعیم کی تخصیص کی وجہ	220
	باب: ۷	
19	حج کے بعد بغیر ہدی روانہ کیے عمرہ کرنا	221
	باب: ۸	
20	عمرہ کا اجر بہ قدر مشقت ملے گا	222
21	زیادہ خرچ کرنے یا زیادہ مشقت برداشت کرنے کی وجہ سے اجر کا زیادہ ہونا	222
22	زمان اور مکان کے شرف کے اعتبار سے اجر کا زیادہ ہونا	223
	باب: ۹	
23	عمرہ کرنے والا جب عمرہ کا طواف کر کے چلا جائے تو آیا اس کے لیے یہ طواف وداع سے کافی ہوگا یا نہیں!	223

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۱۰	
24	عمرہ میں ان ہی کاموں سے اجتناب کیا جائے گا جن سے حج میں اجتناب کیا جاتا ہے	224
	باب: ۱۱	
25	عمرہ کرنے والا کب احرام کھولے گا	225
26	حدیث مذکور کے رجال	226
27	حدیث مذکور کے مشکل فقروں کی تشریح	226
	باب: ۱۲	
28	جب حج یا عمرہ یا جہاد سے واپس آئے تو کیا دعا کرے	228
29	سفر سے واپسی کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی	229
30	حج' جہاد یا کسی مبارک مہم سے واپس آنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور اس کا شکر بجالانا	229
	باب: ۱۳	
31	جب حجاج مکہ میں آئیں تو ان کا استقبال کرنا اور ایک سواری پر تین آدمیوں کا سوار ہونا	229
32	حدیث مذکور کے رجال	230
	باب: ۱۴	
33	مسافر کا صبح کے وقت آنا	230
	باب: ۱۵	
34	مسافر کا شام کو آنا	230
	باب: ۱۶	
35	جب مدینہ پہنچے تو رات کو اپنے گھر میں داخل نہ ہو	231
	باب: ۱۷	
36	جب مدینہ طیبہ پہنچے تو اپنی سواری کو تیز چلائے	231
	باب: ۱۸	
37	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ (البقرہ: ۱۸۹)	232

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
38	حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ کا نبی ﷺ کی اتباع میں گھر کے دروازہ سے نکلنا اور اپنی رسم کو ترک کر دینا	232
39	اپنی عقل سے دین میں کوئی طریقہ نہیں نکالنا چاہیے	233
40	نبی ﷺ کے ادب اور اجلال کے لیے کوئی نیا کام کرنا مستحسن ہے	233
	باب:۱۹	
41	سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے	233
42	سفر کے عذاب سے مراد تھکاوٹ ہے	234
43	سفر کی فضیلت میں بعض احادیث کی فنی حیثیت	234
	باب:۲۰	
44	مسافر کو جب گھر پہنچنے کی جلدی ہو تو وہ کیا کرے؟	234
	۲۷ - کتاب المحصر وجزاء الصید	235
1	حصر اور احصار کا معنی	235
2	احصار کی تعریف میں مذاہب ائمہ	235
	باب:۱	
3	جب عمرہ کرنے والے کو روک دیا جائے	237
	باب:۲	
4	حج میں روکنا	238
	باب:۳	
5	جس شخص کو حج یا عمرہ سے روکا گیا ہو وہ پہلے نحر کرے، پھر سر منڈائے	239
	باب:۴	
6	جس نے یہ کہا کہ جس شخص کو حج یا عمرہ سے روکا گیا ہو اس پر قضاء نہیں ہے	239
7	احصار کی تعریف میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	240
8	دشمن کے حج یا عمرہ سے روکنے کے علاوہ مرض وغیرہ سے رک جانے کی وجہ سے بھی احصار کے متعلق احادیث اور آثار	241
9	حدیبیہ کے خارج از حرم ہونے میں امام بخاری کا موقف اور اس پر بحث ونظر اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	242
	باب:۵	
10	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا کچھ صدقہ دے یا قربانی کرے۔ (البقرہ:۱۹۶)	243
11	حدیث مذکور کے مسائل	244
	باب:۶	
12	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا صدقہ۔ (البقرہ:۱۹۶) اور یہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے	245
	باب:۷	
13	فدیہ میں نصف صاع یعنی دو کلو گندم کھلانا	245
	باب:۸	
14	''اونسك'' (البقرہ:۱۹۶) سے مراد بکری کی قربانی ہے	246
	باب:۹	
15	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں۔ (البقرہ:۱۹۷)	247
	باب:۱۰	
16	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حج میں) نہ گناہ کیا اور نہ جھگڑا۔ (البقرہ:۱۹۷)	247
	۲۸ - کتاب جزاء الصید	248
	باب:۱	
1	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	248
2	المائدہ:۹۵ کا شان نزول	248

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
3	شکار کی تعریف	249
4	شکار کو قتل کرنے میں مذاہب فقہاء	249
5	شکار کی جزاء میں مثل صوری یا مثل معنوی دی جائے گی	249
6	شکار کی جزاء کی تعیین میں مذاہب فقہاء	250
	باب:۲	
7	جب غیر محرم شکار کر کے محرم کو وہ شکار ہدیہ کرے تو وہ اس کو کھا سکتا ہے	250
8	حدیث مذکور کے رجال	252
9	محرم کن صورتوں میں غیر محرم کے کیے ہوئے شکار کو کھا سکتا ہے؟	252
10	بعض مشکل الفاظ کے معانی	253
	باب:۳	
11	جب محرم شکار کو دیکھ کر ہنسیں اور غیر محرم سمجھ جائے	254
	باب:۴	
12	محرم شکار کو قتل کرنے میں غیر محرم کی مدد نہ کرے	255
	باب:۵	
13	محرم شکار کی طرف اشارہ نہ کرے تاکہ غیر محرم اس کو شکار کرلے	256
14	صحیح بخاری کی غلط روایت اور اس کی توجیہ میں حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ	257
15	حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کے درمیان مصنف کا محاکمہ	257
16	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام کا اجتہاد کرنا' زخمی شکار کو ذبح کیے بغیر کھانے کا جواز اور دیگر مسائل اور فوائد	258
	باب:۶	
17	جب محرم کو زندہ جنگلی گدھا ہدیہ کیا جائے تو وہ قبول نہ کرے	258
18	حدیث مذکور کے رجال	259
19	غیر محرم کے کیے ہوئے شکار کو محرم کے لیے کھانے میں مذاہب ائمہ	259
	باب:۷	
20	محرم کن جانوروں کو قتل کر سکتا ہے	260
21	محرم اور غیر محرم دونوں کے لیے ان پانچ جانوروں کو قتل کرنے کا جواز اور ان پانچ کے علاوہ دیگر جانوروں کا بیان	261
22	کوے کی اقسام اور ان کے احکام	261
23	چیل کو قتل کرنے کے متعلق اقاویل فقہاء	262
24	چوہے کو قتل کرنے کے متعلق اقاویل فقہاء	262
25	بچھو کو قتل کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء	263
26	کاٹنے والے کتے کو قتل کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء	263
27	کتے کو قتل کرنے کے متعلق شافعی علماء کے اقوال	263
28	سانپوں کو قتل کرنے کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق	264
29	چھپکلی' بھڑ اور کوے کو قتل کرنے اور اس کو کھانے کے متعلق فقہاء کے اقوال	266
30	"الوزغ" کا معنی گرگٹ ہے یا چھپکلی	267
31	چھپکلی کو قتل کرنے کے متعلق احادیث	267
	باب:۸	
32	حرم کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا	268
	باب:۹	
33	حرم کے شکار کو بھگایا نہ جائے	268
	باب:۱۰	
34	مکہ میں قتال جائز نہیں ہے	269

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۱	
35	محرم کا فصد لگوانا	270
36	حدیث مذکور کے رجال	270
37	محرم کے فصد لگوانے میں مذاہب فقہاء	271
38	فصد لگوانے کی متعدد اقسام اور وجوہ	271
39	حدیث مذکور کے رجال	272
40	''لحی جمل'' کا محل وقوع اور دیگر مسائل	272
	باب:۱۲	
41	مُحرم کا عقد نکاح کرنا	272
42	مُحرم کے نکاح کرنے کے جواز میں اختلاف ائمہ	273
43	امام ابوحنیفہ کی تائید میں محرم کے نکاح کے جواز کے ثبوت میں احادیث	274
44	محرم کے نکاح کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے مزید دلائل	274
45	ائمہ ثلاثہ کی تائید میں حضرت میمونہ کی حدیث کا مرجوح ہونا	275
46	محرم کے نکاح کے جواز میں عقلی دلیل	275
47	محرم کے نکاح کے جواز میں آثارِ صحابہ اور فقہاء تابعین کے فتاویٰ	275
48	روایتِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وجوہ ترجیح از مصنف	275
	باب:۱۳	
49	محرم اور محرمہ کو خوشبو لگانے کی ممانعت	276
	باب:۱۴	
50	محرم کا غسل کرنا	277
51	محرم کے سر دھونے میں ائمہ کا اختلاف' صحابہ کا فقہی مسائل میں اختلاف کرنا اور مسئلہ کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرنا	278
	باب:۱۵	
52	جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو پہن لے	279
53	اگر محرم کو تہبند دستیاب نہ ہو اور وہ شلوار پہن لے تو آیا اس پر فدیہ لازم ہوگا یا نہیں؟	279
	باب:۱۶	
54	جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن لے	281
	باب:۱۷	
55	محرم کے لیے ہتھیار پہننے کا حکم	281
	باب:۱۸	
56	مکہ میں اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا	282
57	امام بخاری کے اس پر دلائل کہ جس کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو' بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہو سکتا ہے	283
58	مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے متعلق مذاہب فقہاء	283
59	مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے جواز پر بعض علماء کی دلیل	283
60	دلیل مذکور پر مصنف کا رد کرنا اور اس پر دلیل قائم کرنا کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے	284
61	مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر علامہ عینی کے تتبع سے فقہاء کے اقوال	284
62	مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر مصنف کے تتبع سے احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین	285
63	جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کا وجوب	286
64	مکہ میں دخول کے وقت آپ نے خود پہنا ہوا تھا یا عمامہ' ان حدیثوں میں تطبیق اور دیگر مسائل	287
65	امام بخاری کا موقف ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' اس پر امام طحاوی کا تعاقب	287

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
66	غیر مقلدین کے نزدیک بھی مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا صحیح ہے	288
67	ابن خطل کے ساتھ جن دوسرے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا	288
68	ابن خطل اور اس کی دو باندیوں کا تذکرہ اور ان کو قتل کردینے کے حکم کی وجہ	289
69	عبداللہ بن سعد بن ابی السرح اور عکرمہ کا تذکرہ	290
70	مقیس بن صبابہ کا تذکرہ	290
	باب:۱۹	
71	اگر کوئی لاعلمی سے قمیص پہنے ہوئے احرام باندھ لے	290
72	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا جواز اور ہاتھ پر کاٹنے والے کی دیت کو ساقط کرنا	291
73	ثانی الذکر حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت	292
	باب:۲۰	
74	محرم میدانِ عرفات میں مرگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا کہ اس کی طرف سے اس کا بقیہ حج ادا کیا جائے	292
	باب:۲۱	
75	جب محرم مرجائے تو اس کو کفن دینے کا طریقہ	293
	باب:۲۲	
76	میت کی طرف سے حج کرنا اور نذروں کو پورا کرنا اور مرد کا عورت کی طرف سے حج کرنا	294
77	فوت شدہ شخص کی طرف سے اس کا حج ادا کرنے میں اختلاف فقہاء	294
78	جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج کرنا جائز ہے ان کی دلیل	295
79	جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج کرنا جائز نہیں ہے	295
80	امام بخاری پر ایک اعتراض کا جواب	295
81	اعتراض مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	295
82	علامہ عینی کا علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر دونوں کے جوابوں کو رد کرنا	296
83	حافظ ابن حجر کے جواب میں ایک اور سنگین غلطی	296
84	میت کی طرف سے حجۃ الاسلام کرنے میں امام اعظم کے مذہب کی وضاحت، قیاس کی اصل، فتویٰ میں دلائل لکھنے کی اصل اور دیگر مسائل	298
	باب:۲۳	
85	اس کی طرف سے حج کرنا جو سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو	299
	باب:۲۴	
86	عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا	299
	باب:۲۵	
87	بچوں کا حج کرنا	300
88	بچوں کے حج میں مذاہب ائمہ	300
	باب:۲۶	
89	عورتوں کا حج کرنا	302
90	تمام مسلمان امہات المومنین کے محارم ہیں	302
91	حدیث مذکور کے رجال	303
92	حدیث مذکور کے رجال	304
93	بغیر محرم کے عورت کے سفر حج کی ممانعت پر دلائل	304
94	بغیر محرم کے عورت کے سفر حج کرنے پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور مصنف کے جوابات	305
95	عورت کا سلامتی کے ساتھ سفر حج صرف امام اعظم کے مذہب کے مطابق ہی ہوسکتا ہے	306
96	بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کے متعلق مختلف	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	احادیث میں تطبیق اور دیگر احادیث کی شرح کا تعین	308
	باب:۲۷	
97	جس نے کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی	309
98	کعبہ تک پیدل جانے کی نذر کے متعلق فقہاء کا اختلاف	309
99	علامہ ابن بطال کا تساہل اور عدم تتبع کی وجہ سے صحیح اور مکمل حدیث کے خلاف نقل کرنا	310
100	حدیث مذکور کے رجال	311
101	حدیث مذکور کی متعدد روایات	311
102	''ابواب المحصر وجزاء الصید'' کا اختتام	312
	۲۹ - کتاب فضائل المدینة	313
	باب:۱	
1	مدینہ حرم ہے	314
2	حدیث مذکور کے رجال	315
3	حرم مدینہ کی حدود اور لغت کا معنی	315
4	مدینہ کے شرعی حرم ہونے میں مذاہب ائمہ	315
5	مدینہ کے شرعی حرم نہ ہونے پر امام ابوحنیفہ کے دلائل	315
6	حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	316
7	حدیث مذکور کے رجال	317
8	حضرت علی کے پاس صرف کتاب اللہ لکھی ہونے کی توجیہ ''احداث فی الدین'' کا معنی اور تمام مسلمانوں کے عہد کے واحد ہونے کا معنی	318
	باب:۲	
9	مدینہ کی فضیلت اور مدینہ کا بُرے آدمیوں کو نکالنا	318
10	حدیث مذکور کے رجال کی نسبت کی تعیین میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کا مناقشہ	319
11	مدینہ دوسری بستیوں کو کھا جائے گا' اس کا کیا معنی ہے؟	319
12	مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت کی توجیہ	319
13	اگر مدینہ اشرار اور مفسدین کو مدینہ سے نکال دیتا ہے تو پھر ہر زمانہ میں مدینہ میں اشرار کیوں کر رہے؟	320
14	مکہ اور مدینہ کی افضلیت میں ائمہ کا اختلاف اور امام مالک کے افضلیت مدینہ کے دلائل پر شیخ ابن حزم کا تعاقب	320
	باب:۳	
15	مدینہ طابہ (پاکیزہ) ہے	321
	باب:۴	
16	مدینہ کے دو پتھریلے کنارے	321
	باب:۵	
17	جو شخص مدینہ سے اعراض کرے	322
18	قربِ قیامت میں مدینہ منورہ کی کیفیت	322
19	حدیث مذکور کے رجال	323
	باب:۶	
20	ایمان کا مدینہ کی طرف سمٹ جانا	323
21	حدیث مذکور کے رجال	324
22	جس حدیث میں ایمان کو سانپ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس کی تشریح علامہ مہلب' علامہ داؤدی' علامہ قرطبی اور علامہ عینی سے	324
23	اس حدیث کی تشریح مصنف سے	324
	باب:۷	
24	جو شخص اہل مدینہ کو فریب دے' اس کا گناہ	325
	باب:۸	
25	مدینہ کے بلند اور بڑے بڑے مکان	326
26	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل	326
	باب:۹	
27	دجال' مدینہ میں داخل نہیں ہوگا	326

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
28	حدیث مذکور کے رجال	327
29	''رعب'' اور ''المسیح الدجال'' کا معنی	327
30	''انقاب'' اور ''طاعون'' کے معنی کی تحقیق	327
31	حدیث مذکور کی تفصیل	329
	باب:۱۰	
32	مدینہ خبث (بُرے آدمیوں) کو نکال دیتا ہے	330
33	جو اعرابی مدینہ سے نکلنا چاہتا تھا' اس کی بیعت نہ توڑنے کی متعدد وجوہ	330
34	علامہ عینی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ بعض منافق تو مدینہ میں ہی مر گئے تھے	331
35	مصنف کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب	331
36	ان منافقین کا مصداق جن کے متعلق النساء:۸۸ نازل ہوئی	331
37	**باب:۱۱**	332
38	نبی ﷺ نے جو مدینہ میں برکت کی دعا کی ہے' آیا اس سے مراد عام برکت ہے خواہ دنیاوی اُمور میں برکت ہو یا اُخروی اُمور میں یا خاص دنیاوی برکت مراد ہے؟	332
39	نبی ﷺ کی دعا کے متعلق یہ کہنا کہ وہ دائماً مقبول نہیں ہوتی' آپ کی محبت سے محرومی' بے ادبی اور خلافِ تحقیق ہے	333
40	علامہ قرطبی نے وہ خلافِ تحقیق عبارت نہیں لکھی جو بخاری کے شارحین نے ان کی طرف منسوب کر دی ہے	333
41	مکہ کی مدینہ پر فضیلت کا بیان	334
	باب:۱۲	
42	مدینہ کو خالی اور ویران کرنا' رسول اللہ ﷺ کو ناپسند تھا	334

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
43	**باب:۱۳**	335
44	آپ کے حجرہ اور منبر کے درمیان زمین کا ٹکڑا آیا حقیقۃً جنت ہے یا مجازاً؟	335
45	حدیث مذکور کی دیگر روایات	336
46	حدیث ''من زار قبری وجبت له شفاعتی'' کی تحقیق	336
47	حدیث ''من زار قبری'' کی سند پر غیر مقلد عالم کا اعتراض	337
48	اس حدیث کے راوی موسیٰ بن ہلال العبدی کو مجہول قرار دینے کا جواب	337
49	موسیٰ بن ہلال العبدی کی روایت کی عدم متابعت کا جواب	338
50	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع اوّل (۱)	338
51	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع ثانی (۲)	339
52	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع ثالث (۳)	339
53	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع رابع (۴)	339
54	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع خامس (۵)	340
55	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع سادس (۶)	340
56	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع سابع (۷)	340
57	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع ثامن (۸)	340
58	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع تاسع (۹)	341
59	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع عاشر (۱۰)	341
60	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع حادی عشر (۱۱)	341
61	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع ثانی عشر (۱۲)	342
62	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع ثالث عشر (۱۳)	342
63	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع رابع عشر (۱۴)	342
64	ابن تیمیہ کی تحریف اور اس کی تکفیر	343
65	حدیث ''من زار قبری'' کا متابع خامس عشر (۱۵)	343

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
66	نبی ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے جواز پر حافظ ابن حجر کی جمع کردہ احادیث	344
67	نبی ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے جواز پر حافظ سیوطی کی جمع کردہ احادیث	344
68	حدیث "مَن زار قبری" اگر بالفرض ضعیف السند بھی ہے تو وہ اہل علم کے عمل سے قوی ہوگئی ہے!	347
69	خلاصۂ بحث اور حرف آخر	347
70	مدینہ میں آ کر حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کا بیماریوں میں مبتلا ہونا	349
71	مدینہ کو محبوب بنانے کی دعا	349
72	بیماری اور مصائب کو دور کرنے کی دعا کا جواز اور جاہل صوفیاء کا رد	349
73	الجحفہ کے خلاف دعاء ضرر کرنے کی توجیہ	350
74	مشکل الفاظ کے معانی	350
75	علامہ عینی نے غناء میں اس طرح مذاہب بیان کیے کہ ان میں تضاد اور تعارض ہے	351
76	مصنف نے غناء میں اس طرح مذاہب بیان کیے کہ ان میں تضاد اور تعارض نہیں ہے اور علامہ عینی کا رد کیا ہے	351
77	مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی ایک قول دلیل	354
78	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تاریخ اور جس جگہ آپ مدفون ہیں اس جگہ کا عرش سے بھی افضل ہونا	354
79	شہادت کی دعا پر ایک اشکال کا جواب	355
80	فضائل مدینہ کی تکمیل	355
	۳۰ - کتاب الصوم	356
1	روزوں کے بیان کو باقی عبادات کے اخیر میں بیان کرنے کی توجیہ	356
2	روزہ کا لغوی اور شرعی معنی	356
	باب:۱	
3	رمضان کے روزے کی فرضیت	357
4	روزے کی فرضیت اور فضیلت کے متعلق احادیث	357
5	روزہ کے مکروہات اور مستحبات	359
6	جن کاموں سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں ہوتا	360
7	جن اُمور سے روزہ کی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں یا صرف قضاء واجب ہے	362
8	جن اعذار کی وجہ سے روزہ توڑنا یا روزہ چھوڑنا جائز ہے	362
	باب:۲	
9	روزہ کی فضیلت	364
10	لفظ "جُنّة" کے معانی اور روزہ کے ڈھال ہونے کی توجیہات	365
11	"رفث" کا معنی	365
12	"جهل" کا معنی اور روزہ میں جہالت کے کاموں کی ممانعت کی زیادہ تاکید	366
13	اللہ تعالیٰ سونگھنے سے منزہ اور پاک ہے، پھر روزہ دار کے منہ کی بو اس کو مشک سے زیادہ کیسے پسند ہے؟ اس کی توجیہات	366
14	اس اعتراض کا جواب کہ تمام اعمال اللہ کے لیے ہیں، پھر یہ کیوں فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے؟	366
15	چھٹی توجیہ پر ایک اعتراض کا جواب	367
16	روزہ کی اقسام	371
17	روزہ کی فضیلت کا مدار دو چیزوں پر ہے	371
	باب:۳	
18	روزہ کفارہ ہے	371
19	روزے کے کفارہ ہونے اور کفارہ نہ ہونے کی	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	متعارض حدیثوں میں حافظ ابن حجر کی تطبیق	372
20	حافظ ابن حجر عسقلانی کی حدیث مذکور کی شرح اور حدیث سابق کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	373
	باب:۴	
21	روزہ داروں کے لیے جنت کا دروازہ	374
22	جنت کے دروازوں کی تفصیل	374
23	''زوجین'' کا معنی' تمام فرائض پر عمل کرنے کا وجوب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت	375
	باب:۵	
24	آیا رمضان کہا جائے یا رمضان کا مہینہ کہا جائے؟ اور جس کے نزدیک ان سب کی گنجائش ہے	376
25	حدیث مذکور کے رجال	377
26	بغیر مہینہ کے اضافہ کے لفظ رمضان کہنے کا جواز	377
27	آسمانوں کے دروازوں کو کھولنا جنت کے دروازوں کو کھولنے کے منافی نہیں ہے	378
28	دوزخ کے دروازے بند کرنے کی وجوہ	378
29	شیاطین کو قید کرنے کی وجوہ اور شیاطین کے مقید ہونے کے باوجود معصیت کے وقوع کا سبب	379
30	حدیث مذکور کے مسائل اور رؤیت ہلال کی تاکید کے متعلق احادیث	380
31	یوم شک (تیس شعبان) کے روزے سے ممانعت اور اس کی حکمت' یوم شک کی تعریف اور اس دن کے روزہ میں اختلاف فقہاء	381
32	یوم شک کے روزے کی ممانعت اور شعبان کے روزے رکھنے کے ثبوت میں احادیث	382
	باب:۶	
33	جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا	382

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۷	
34	نبی ﷺ سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے	383
	باب:۸	
35	جس نے روزہ میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہیں چھوڑا	384
36	روزے میں جھوٹ بولنے سے یہ خطرہ ہے کہ روزہ قبول نہ ہو	384
37	جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹنے کے متعلق اختلاف علماء	385
38	جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹنے کے متعلق احادیث اور آثار	385
39	روزے کے تمام وکمال کے لیے جھوٹ اور غیبت کو ترک کرنا	385
	باب:۹	
40	جب روزہ دار کو گالی دی جائے تو کیا وہ یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں!	385
	باب:۱۰	
41	اس کنوارے مرد کا روزے رکھنا جس کو اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہو	386
42	حدیث مذکور کے رجال	387
43	روزے سے شہوت ٹوٹتی ہے' اس پر ایک اعتراض کا جواب	387
44	نکاح کرنے کی اقسام اور نکاح کرنے کے متعلق احادیث	387
	باب:۱۱	
45	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ جب تم ہلال (رمضان) دیکھو تو روزے رکھو اور جب تم (ہلال) عید دیکھو تو	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	روزے چھوڑ دو	388
46	یوم شک کا نفلی روزہ رکھنے پر فقہاء احناف کے دلائل	390
47	علم نجوم اور چاند کی منازل کا سفر ہلال رمضان اور ہلال عید کے سفر میں معتبر نہیں ہے	391
48	رؤیت ہلال رمضان وعید کے مسئلہ میں مذاہب فقہاء	392
49	حدیث مذکور کے رجال	393
50	ایلاء کی تحقیق	393
51	نبی ﷺ کے ایلاء کرنے کے متعلق صریح حدیث اور ایلاء کی وجہ	394
	باب:۱۲	
52	عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے	395
53	حدیث مذکور کے متعدد محامل	396
	باب:۱۳	
54	نبی ﷺ کا یہ ارشاد: ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں	396
55	اُمی کے متعدد معانی اور حساب نہ کرنے کا معنی	397
	باب:۱۴	
56	رمضان سے ایک روز پہلے یا دو روز پہلے روزہ نہ رکھے	397
57	شعبان کے آخری دن نفلی روزہ رکھنے میں مذاہب فقہاء	398
58	رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے کی ممانعت کی حکمت	398
	باب:۱۵	
59	اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:	399
60	آیت مذکورہ کا شانِ نزول	399
61	رمضان کی راتوں کے حلال ہونے کے متعلق دو روایتیں	400
	باب:۱۶	
62	اللہ عزوجل کا ارشاد:	400
63	حدیث مذکور کے رجال	401
64	سحری کھانے کی آخری حد میں صحابہ، فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دو قول	401
65	حدیث مذکور کے رجال	403
66	حضرت سہل اور حضرت عدی کی حدیثوں میں تطبیق	403
	باب:۱۷	
67	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ تمہیں (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ) کی اذان سحری کھانے سے منع نہ کرے	403
68	رمضان میں حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم کی اذانوں کے معمولات	404
	باب:۱۸	
69	سحری کو تاخیر سے کرنا	404
70	صحیح بخاری کے عنوان کی شرح میں علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	404
71	مذکورہ مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ	405
	باب:۱۹	
72	سحری اور نمازِ فجر میں کتنا وقت ہونا چاہیے؟	405
	باب:۲۰	
73	سحری کو واجب قرار دیئے بغیر اس کی برکت	406
74	علامہ ابن بطال کا امام بخاری پر غفلت کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب	406
75	نبی ﷺ کا وصال کے روزے رکھنا اور صحابہ کو اس سے منع فرمانا	407
76	نبی ﷺ کے وصال کے روزہ کی کیفیت	407
77	وصال کے روزوں سے ممانعت کی حکمت	407
78	بعض صحابہ اور بعد کے صالحین کا وصال کے روزے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	رکھنا	408
79	وصال کے روزوں میں مذاہب فقہاء	408
80	صوم وصال کی تعریف میں علامہ ابن بطال' علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کی عبارات کا اضطراب	409
81	صوم وصال کا شرعی معنی اور صوم وصال کے متعلق مالکی' شافعی اور حنفی فقہاء کا نظریہ	409
82	صوم وصال کا شرعی معنی اور صوم وصال کے متعلق حنبلی فقہاء کا نظریہ	410
83	سحری کی فضیلت میں دیگر احادیث	411
	باب:۲۱	
84	جب کسی شخص نے دن میں روزہ کی نیت کی	412
85	دن میں روزہ کی نیت کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	413
86	رات کو روزہ کی نیت نہ کرنے کے جواز پر حافظ ابن حجر کے اعتراض کا جواب	413
	باب:۲۲	
87	صبح کو روزہ دار حالت جنابت میں اٹھے	414
88	حدیث مذکور کے رجال	415
89	باب مذکور کی حدیث کی دیگر روایات	415
90	صبح کو انسان جنبی اٹھے تو اس کے روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے کے متعلق فقہاء کے اقوال اور مذاہب	416
91	علماء کا حکام کے پاس جانا' صحابہ کرام کا مسائل میں اختلاف' قبول حق میں پس و پیش نہ کرنا اور دیگر مسائل	417
	باب:۲۳	
92	روزہ دار کا اپنی بیوی سے بغل گیر ہونا	418
93	روزے میں بوس و کنار کے متعلق اختلاف فقہاء	418
94	آیا بغل گیر ہونے سے انزال ہو جائے تو پھر روزہ کی فقط قضاء ہے یا کفارہ بھی ہے؟	419
	باب:۲۴	
95	روزہ دار کے لیے بوسا لینے کا حکم	419
	باب:۲۵	
96	روزہ دار کا غسل کرنا	420
97	روزہ دار کے غسل کے متعلق حافظ ابن حجر کا امام ابوحنیفہ کی ایک غیر معتمد روایت کے سبب سے احناف پر اعتراض اور علامہ عینی کا جواب	420
98	روزہ دار کے طعام چکھنے میں مذاہب فقہاء	422
	باب:۲۶	
99	جب روزہ دار بھول کر کھا لے یا پی لے	425
100	روزہ دار کے بھول کر کھانے پینے کے حکم میں اختلاف ائمہ	426
	باب:۲۷	
101	روزہ دار کے لیے تر اور خشک مسواک کرنے کا حکم	426
102	عنوان مذکور کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا اختلاف	426
	باب:۲۸	
103	نبی ﷺ کا یہ ارشاد: جب تم وضوء کرو تو اپنی ناک کے دونوں نتھنوں میں پانی ڈالو اور آپ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار کا فرق نہیں کیا	428
	باب:۲۹	
104	جب کوئی شخص رمضان میں جماع (عمل زوجیت) کرلے	430
105	امام بخاری کی قتادہ سے خلاف واقع روایت	431
106	حدیث مذکور کے رجال	431
107	مشکل الفاظ کے معانی اور بعض جملوں کی شرح	432
108	آیا اس شخص مذکور پر کفارہ واجب تھا یا نہیں اور کفارہ کی کھجوروں کو اس شخص پر صرف کرنے کی توجیہات	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اور محامل	432
109	روزہ میں جماع کرنے سے آیا صرف مرد پر کفارہ واجب ہوتا ہے یا عورت پر بھی واجب ہوتا ہے؟	432
110	کفارہ کی ترتیب میں مذاہب فقہاء	432
	باب:۳۰	
111	جب کسی روزہ دار نے رمضان میں جماع کیا اور اس کے پاس کوئی مال نہیں تھا' پھر اس پر صدقہ کیا گیا تو پھر وہ کفارہ ادا کرے	433
112	حدیث مذکور کے رجال	434
113	ہلاکت اور عذاب میں جلنا مترادف ہیں اور کفارہ کے تین حکموں کی توجیہ	434
114	کفارہ کے تین حکموں کی مناسبت	434
115	نبی ﷺ کے ہنسنے کی توجیہ	435
116	کفارہ کے ساتھ قضاء کے لزوم میں اختلاف فقہاء	435
117	صورتِ مذکورہ میں عورت پر کفارہ بیان نہ کرنے کی توجیہ	435
118	حدیث مذکور سے مستفاد ہونے والے دیگر مسائل	435
	باب:۳۱	
119	رمضان میں جماع کرنے والا آیا اپنے گھر والوں کو کفارہ سے کھلا سکتا ہے جب وہ ضرورت مند ہوں؟	437
	باب:۳۲	
120	روزہ دار کا فصد لگوانا اور قے کرنا	437
121	فصد لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی احادیث کے جوابات	440
	باب:۳۳	
122	سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا	441
123	حدیث مذکور کے رجال	442
124	سفر میں روزہ رکھنے یا روزہ چھوڑنے کے متعلق اختلاف فقہاء اور روزہ کے افطار کا وقت	442
125	حدیث مذکور کے رجال	443
126	حدیث مذکور کا صوم دھر کی ممانعت سے تعارض کا جواب	443
	باب:۳۴	
127	جب رمضان میں کئی روزے رکھے' پھر سفر کیا	444
128	حدیث مذکور کے عنوان کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	444
129	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ	445
130	سفر میں روزہ کھولنے کے متعلق مذاہب فقہاء	446
131	سفر میں روزہ کھولنے کی مفصل روایت	447
132	سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا اختلاف اور مذاہب فقہاء	447
133	**باب:۳۵**	447
134	حدیث مذکور کے رجال	448
135	سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا' دونوں نبی ﷺ کی سنت ہیں	448
	باب:۳۶	
136	جس شخص کے اوپر گرمی کی شدت سے سایا کیا گیا' اس کے متعلق نبی ﷺ کا یہ ارشاد: سفر میں روزہ رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے	449
137	اس حدیث کے مختلف محامل کہ سفر میں روز رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے	449
138	جس عبادت کی اس امت کو طاقت نہیں ہے' اس عبادت کو اس امت سے اٹھالیا گیا ہے	450
139	جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جائے تو اس پر فرشتے صلوٰۃ پڑھتے ہیں	450

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۷	
140	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب روزہ رکھنے اور چھوڑنے میں ایک دوسرے کی مذمت نہیں کرتے تھے	451
	باب:۳۸	
141	جس نے سفر میں روزہ کھولا تا کہ لوگ دیکھ لیں	451
	باب:۳۹	
142	اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر روز کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔(البقرہ:۱۸۴)	452
143	علامہ عینی کا دوبارہ لفظ اشارہ لکھنا' جس پر انہوں نے حافظ ابن حجر پر اعتراض کیا تھا	454
	باب:۴۰	
144	رمضان کے روزوں کی کب قضاء کی جائے	454
145	حدیث مذکور کے رجال	456
146	باب مذکور کی حدیث کے موافق ایک اور حدیث	457
147	ازواج مطہرات شعبان میں روزے کیوں قضاء کرتی تھیں؟	457
	باب:۴۱	
148	حائضہ روزہ اور نماز کو ترک کردے	457
149	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کی ایک سنگین غلطی پر متنبہ کرنا	458
150	حیض کے زمانہ کی نمازوں کی قضاء کو ساقط کیا گیا اور روزوں کی قضاء کو ساقط نہیں کیا گیا' اس کی توجیہ	458
	باب:۴۲	
151	جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے	459
152	حدیث مذکور کے رجال	459
153	میت کے قضاء روزوں کے متعلق ائمہ ثلاثہ کے مذاہب	460
154	میت کے قضاء روزوں کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	461
155	میت کے قضاء روزوں کے متعلق غیر مقلدین کا مذہب	461
156	میت کی طرف سے قضاء روزے رکھنے کے خلاف حافظ ابن حجر عسقلانی کے دلائل	462
157	حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایات اور ان کے فتاویٰ میں تعارض کے جوابات	462
158	صحیح بخاری کے باب مذکور کی حدیث مذکور کے ضعف پر فنی اور فقہی دلائل	462
159	فقہاء احناف کے مؤقف پر مزید احادیث اور آثار	463
160	خلاصہ بحث	464
161	حدیث مذکور کے رجال	465
162	حدیث مذکور کے متن اور سند میں اختلاف اور اضطراب اور اس کی وجہ سے حدیث مذکور کا ضعیف ہونا	465
163	حدیث مذکور کا جواب	466
164	صحیح بخاری کی حدیث مذکور کے ناقابل عمل ہونے کی وجوہ	466
	باب:۴۳	
165	کس وقت روزہ دار کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے	467
166	حدیث مذکور کے رجال	468
	باب:۴۴	
167	روزہ دار کو پانی یا جو چیز بھی میسر ہو' اس سے روزہ افطار کرلے	468
	باب:۴۵	
168	افطار میں جلدی کرنا	469
169	وقت سے پہلے روزہ افطار کرنے پر وعید	469
170	غروب آفتاب کے بعد جلد روزہ افطار کرنے کے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	متعلق احادیث اور آثار	469
171	جلدی روزہ افطار کرنے کی توجیہ اور اس سلسلہ میں مزید احادیث	470
	باب:٤٦	
172	جب کسی شخص نے رمضان میں روزہ افطار کر لیا' پھر سورج طلوع ہو گیا	471
173	حدیث مذکور کے رجال	471
174	ابر آلود دن میں روزہ افطار کرنے کے متعلق مختلف روایات	472
175	حدیث مذکور کے متعلق مذاہب ائمہ	472
	باب:٤٧	
176	بچوں کا روزہ رکھنا	472
177	حدیث مذکور کے رجال	473
	باب:٤٨	
178	وصال کے روزے یعنی روزہ کو روزہ سے ملانا' اور جس نے یہ کہا کہ رات کا روزہ نہیں ہے (یعنی روزہ افطار کرنے کے بعد سحری تک کچھ نہ کھایا پیا جائے)	474
179	صوم وصال میں مذاہب ائمہ	475
180	قرآن مجید میں آپ کی مثل کا ثبوت ہے اور حدیث میں آپ کی مثل کی نفی ہے' اس تعارض کا مصنف کی طرف سے جواب اور علماء دیوبند کے جواب کا رد	475
181	آپ کو کھلانا اور پلانا آپ کے صوم وصال کے منافی نہیں ہے	476
	باب:٤٩	
182	جو زیادہ وصال کے روزے رکھے' اس کو سزا دینا	477
	باب:٥٠	
183	سحری تک روزہ کو ملانا	478
	باب:٥١	
184	جس نے اپنے بھائی کو قسم دی کہ وہ نفلی روزہ توڑ دے اور اس کے نزدیک اس پر قضا نہیں تھی جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کے موافق ہو	479
185	حدیث مذکور کے رجال	480
186	عمداً نماز یا روزہ توڑنے والے پر قضاء کے لزوم میں مذاہب ائمہ	480
187	عمداً نماز یا روزہ توڑنے والے پر قضاء کے لزوم میں فقہاء احناف کے دلائل	480
188	فقہاء احناف کی دلیل پر حافظ ابن حجر کا اعتراض اور اس کا جواب	480
189	نفلی روزہ کو عمداً توڑ کر اس کی قضاء کے وجوب پر احادیث' آثار صحابہ اور فتاویٰ تابعین	481
190	''مواخاۃ'' کا معنی' اس کی دو قسمیں اور ''مواخاۃ'' پر ایک اعتراض کا جواب	483
191	حضرت ام الدرداء کا تعارف	483
192	نفلی عبادات کو عمداً توڑنے پر قضاء کا لزوم' معاشرتی معاملات اور عبادات میں توازن اور دیگر مسائل	483
	باب:٥٢	
193	شعبان کے روزے	485
194	نصف شعبان کی رات میں استغفار کرنے' قبرستان جانے اور اگلے دن روزہ رکھنے کے متعلق احادیث	485
195	آیا رسول اللہ ﷺ شعبان کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے یا پورے مہینہ کے روزے رکھتے تھے؟	486
196	شعبان کے مہینہ میں کثرت سے روزے رکھنے کا سبب	487
197	اس اعتراض کا جواب کہ شعبان میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے	488

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
198	نصف شعبان میں مساجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے کے متعلق اہل شام اور اہل بصرہ کا مؤقف	488
199	شعبان کی پندرھویں شب مساجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا مؤقف	489
	باب:٥٣	
200	نبی ﷺ کے روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے	491
201	حدیث مذکور کے رجال	491
	باب:٥٤	
202	روزے میں مہمان کا حق ادا کرنا	492
	باب:٥٥	
203	روزے میں جسم کا حق	493
204	''صیام الدھر'' میں مذاہب	494
205	''صیام دھر'' اور ''صیام وصال'' میں فرق	494
	باب:٥٦	
206	تاحیات روزے رکھنا	494
	باب:٥٧	
207	روزہ میں اہل کا حق	495
	باب:٥٨	
208	ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا	496
	باب:٥٩	
209	حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے	496
210	نبی ﷺ کا احکامِ شرعیہ کی گہرائی میں جانے سے منع فرمانا اور عمل میں آسانی کی ہدایت دینا اور آپ کی تواضع اور انکسار	498
	باب:٦٠	
211	ایام بیض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے	498
212	ہر مہینہ کے تین روزوں کے مصادیق میں ائمہ اور فقہاء کا اختلاف	498
	باب:٦١	
213	جو شخص کسی سے ملنے گیا اور اس نے اس کے پاس روزہ نہیں کھولا	499
214	حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے آخرت کی خیر کی دعا کا بیان	500
215	حکام کی تاریخ کو محفوظ رکھنا	500
216	حدیث مذکور کا حضرت ابوالدرداء کی حدیث سے تعارض کا جواب	501
	باب:٦٢	
217	مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنا	502
218	حدیث مذکور کے رجال	502
219	''سَرَر'' کا معنی	503
220	آیا حدیث مذکور میں مہینہ کے آخری روزوں سے مراد رمضان کے آخری روزے ہیں یا شعبان کے	503
221	صحیح مسلم کی حدیث پر وارد ہونے والے اشکال کے جواب میں علامہ عینی کا تفرد	503
	باب:٦٣	
222	جمعہ کے دن کا روزہ	504
223	حدیث مذکور کے رجال	504
224	جمعہ کے دن کا انفرادی روزہ رکھنے کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث	504
225	جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے میں مذاہب ائمہ	506
226	جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے میں فقہاء احناف کا مختار	506

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:٦٤	
227	کیا روزہ رکھنے کے لیے کسی دن کو معین کرنا جائز ہے؟	508
228	نبی ﷺ جن دنوں میں روزے رکھتے تھے' ان کے متعلق احادیث	508
	باب:٦٥	
229	یوم عرفہ کا روزہ	509
230	وقوف عرفہ کرنے والے کے لیے روزہ نہ رکھنے کا استحباب اور کھڑے ہو کر پینے کا جواز	510
	باب:٦٦	
231	عید الفطر کے روزہ کا حکم	510
	باب:٦٧	
232	عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا	511
233	حدیث مذکور کے رجال	513
234	اگر قرآن اور حدیث میں تعارض ہو تو سوال کے جواب میں توقف کیا جائے	513
	باب:٦٨	
235	ایام تشریق کے روزے	513
236	تشریق کا لغوی اور اصطلاحی معنی	513
237	ایام تشریق کے روزے رکھنے کے متعلق مذاہب ائمہ	514
238	احادیث مذکورہ کے رجال	515
239	ایام تشریق کے روزے رکھنے کے جواز اور ممانعت میں مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کی تائید میں احادیث اور آثار	515
240	ایام تشریق میں روزے رکھنے کے جواز میں حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی روایت اور ائمہ ثلاثہ کے مذہب کا دفاع کرنا	516
241	علامہ بدر الدین عینی کا امام بخاری کی روایت کو ضعیف اور نا قابل استدلال قرار دینا	517

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:٦٩	
242	یوم عاشوراء کے روزے	517
243	''عاشوراء'' کا معنی' اس کی وجہ تسمیہ اور دس نبیوں پر انعامات	518
244	عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا شرعی حکم	518
245	عاشوراء کے روزے کی فضیلت	518
246	حدیث مذکور میں جس حج کا ذکر ہے وہ حضرت معاویہ کا پہلا حج تھا یا آخری؟ اور عاشوراء کے روزے کی فضیلت	520
247	حدیث مذکور کے رجال	521
248	اس اعتراض کے جوابات کہ یہود کی خبر نا مقبول ہوتی ہے' پھر آپ نے ان کے خبر دینے سے عاشوراء کا روزہ کیوں رکھا؟	521
249	حدیث مذکور کے رجال	522
250	اس اعتراض کا جواب کہ یہود عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے' پھر وہ اس دن عید کیسے مناتے تھے؟	522
251	یوم عاشوراء اور یوم عرفہ میں فضیلت کے تعارض کا جواب	523
252	عاشوراء کے منفرد روزہ کی کراہت کے متعلق احادیث	523
253	فقہاء شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک عاشوراء کے منفرد روزہ کا حکم	523
254	فقہاء احناف کے نزدیک عاشوراء کے منفرد روزہ کا حکم	524
255	''کتاب الصیام'' کی تکمیل	524
	٣١ - کتاب التراویح	525
	باب:١	
1	جس نے رمضان میں قیام کیا' اس کی فضیلت	525
2	قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے اس پر دلائل کہ نیک اعمال سے صرف صغائر کی مغفرت ہوتی	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ہے اور کبائر کی مغفرت توبہ سے ہوتی ہے	525
3	رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر کی خلافت میں اور حضرت عمر کے ابتدائی عہد میں تراویح کا معمول	527
4	عبدالرحمن بن عبدالقاری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تعارف	528
5	بدعت کی اقسام	528
6	رمضان میں تہجد کی نماز پڑھنا تراویح سے افضل ہے	528
7	ائمہ اربعہ کے نزدیک تراویح کی رکعات کی تعداد بیس ہے	529
8	غیر مقلدین کے آٹھ رکعت تراویح پر دلائل اور ان کے جوابات	530
9	نواب صدیق حسن بھوپالی کی یہ تصریح کہ بیس رکعت تراویح پر اجماع ہے	532
10	صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا بیس رکعات تراویح پڑھنا	532
11	غیر مقلدین حضرات کو بیس رکعات تراویح کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے	533
12	تراویح کی احادیث کی تکمیل	535
	۳۲ - کتاب فضل لیلۃ القدر	536
	باب:۱	
1	لیلۃ القدر کی فضیلت	536
2	سورۃ القدر کی آیات کی تفسیر	537
3	تعلیق مذکور کی شرح میں علامہ عینی کا حافظ ابن حجر پر اعتراض	538
4	ابن عیینہ کے قاعدہ پر حافظ ابن حجر کا رد کرنا	538
5	امام بخاری کی تعلیق مذکور پر مصنف کا تبصرہ	538
	باب:۲	
6	آخری سات راتوں میں شب قدر کو تلاش کرنا	539
7	لیلۃ القدر کو آخری سات راتوں یا آخری دس راتوں میں تلاش کرنے کی حدیثوں میں تطبیق	539
8	نبی ﷺ جو شب قدر کی تعیین ایک سال بھول گئے تھے اس کی وضاحت اور دیگر مسائل	540
	باب:۳	
9	شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا	541
10	باب مذکور کی تائید میں احادیث اور آثار	541
11	شب قدر کی علامات	541
12	چوبیسویں شب کے شب قدر ہونے کے متعلق دیگر احادیث	544
	باب:۴	
13	لوگوں کے جھگڑنے کی وجہ سے شب قدر کی معرفت کا اٹھالیا جانا	544
	باب:۵	
14	رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں عمل کرنا	545
15	حدیث مذکور کے رجال	545
16	حالت اعتکاف میں گھر جانا منع ہے' پھر گھر والوں کو جگانے کی توجیہ' تہبند کس کر باندھنے سے کیا کنایہ ہے اور رات کو زندہ کرنے کا معنی	546
	۳۳ - کتاب الاعتکاف	547
1	اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی اور اعتکاف کی اقسام	547
2	فقہاء اربعہ کے نزدیک اعتکاف کے لیے کون سی مسجد شرط ہے؟	547
3	فقہاء احناف کے نزدیک اعتکاف کے ضروری مسائل	548

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ابواب الاعتکاف	549
	باب:۱	
4	رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا اور تمام مساجد میں اعتکاف کرنا	549
5	نفل اعتکاف کی قضاء میں اختلاف ائمہ	549
6	عورتوں اور مردوں کے اعتکاف کا فرق	550
	باب:۲	
7	حائضہ عورت معتکف کے کنگھی کرسکتی ہے	551
8	معتکف کا نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے، نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے، مریض کی عیادت کرنے کے لیے مسجد سے جانا اور جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرنا اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کا ناجائز ہونا	551
	باب:۳	
9	معتکف کا بغیر (شرعی یا طبعی) ضرورت کے گھر میں داخل نہ ہونا	553
	باب:٤	
10	معتکف کا غسل کرنا	553
11	معتکف جمعہ کے لیے غسل کرنا	554
	باب:۵	
12	رات کو اعتکاف کرنا	555
13	رات اور دن میں اعتکاف کرنے کی دو حدیثوں میں تعارض اور ان میں تطبیق	555
	باب:٦	
14	عورتوں کا اعتکاف کرنا	555
15	مسجد میں خواتین کے اعتکاف کے متعلق مذاہب فقہاء	556
16	مسجد میں خواتین کے اعتکاف کے عدم جواز پر دلائل	557
17	اعتکاف کی ابتداء کا وقت	558
	باب:۷	
18	مسجد میں خیمے لگانا	558
	باب:۸	
19	کیا معتکف اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے مسجد کے دروازہ تک آسکتا ہے؟	559
20	حدیث مذکور کے رجال	560
21	حدیث میں مذکور انصار کے دو آدمیوں کا بیان	560
22	صحیح بخاری کی حدیث مذکور کا منکر اور ضعیف ہونا اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	560
23	شیطان کس طرح آدمی کو بہکاتا ہے اور اس کو انسان پر تسلط نہیں ہے	561
24	معتکف کے لیے حالت اعتکاف میں جو کام کرنا مباح ہیں	561
	باب:۹	
25	اعتکاف کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیسویں (رات) کی صبح کو اعتکاف سے نکلنا	562
	باب:۱۰	
26	مستحاضہ کو اعتکاف کرنا	563
	باب:۱۱	
27	بیوی کا اپنے خاوند سے اعتکاف میں ملاقات کرنا	563
	باب:۱۲	
28	کیا معتکف اپنے اوپر سے کسی بدگمانی کو دور کرسکتا ہے؟	564
	باب:۱۳	
29	جو صبح کے وقت اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکلا	564
	باب:۱٤	
30	شوال میں اعتکاف کرنا	565

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۵	
31	جس کے نزدیک اعتکاف میں روزہ ضروری نہیں ہے	566
	باب:۱۶	
32	جب کسی شخص نے زمانہ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی' پھر وہ مسلمان ہو گیا	566
	باب:۱۷	
33	رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرنا	566
34	آخری رمضان میں بیس دن اعتکاف کرنے کی توجیہات	567
35	اعتکاف کا سنت مؤکدہ ہونا	568
	باب:۱۸	
36	جس نے اعتکاف کا ارادہ کیا' پھر اس نے اعتکاف کو ترک کرنے کا ارادہ کیا	568
	باب:۱۹	
37	معتکف اپنے سر کو دھونے کے لیے گھر میں داخل کرے	569
38	"کتاب التراویح ولیلۃ القدر والاعتکاف" کی تکمیل	569
	۳۴ - کتاب البیوع	570
1	بیع کی اقسام	570
2	"بیع" کا لغوی اور شرعی معنی' "بیع" کا رکن' اس کی شرط اور اس کا حکم	570
3	بیع کی مشروعیت کی حکمت	571
4	بیع کا ثبوت	571
	باب:۱	
5	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	571
6	اسلام کے نظام معیشت اور دنیا کے دیگر نظام ہائے معیشت کا تقابلی جائزہ	572

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
7	تجارت اور صنعت و حرفت کی فضیلت اور جوئے اور دیگر عقود فاسدہ کی مذمت	574
8	بازار میں تجارت کی فضیلت' صدقہ اور عطیہ کے بجائے اپنی محنت کی کمائی سے زندگی بسر کی جائے اور مسلمانوں کا تعاون اور ایثار	575
9	ولیمہ کی تعریف' ولیمہ کے شرعی حکم میں مذاہب اور ولیمہ کا وقت	575
10	بازار قینقاع کا معنی	576
11	مردوں کو زرد رنگ لگانا ممنوع ہے' پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے کپڑوں پر زرد رنگ کی توجیہ	576
	باب:۲	
12	حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں	577
	باب:۳	
13	مشتبہات کی تفسیر	578
14	تقویٰ کی اقسام	578
15	ایک عورت کی گواہی سے رضاعت کے ثبوت میں مذاہب فقہاء اور امام اعظم کے مذہب کی تقویت	579
16	حضرت سعد بن ابی وقاص' عتبہ بن ابی وقاص' عبد زمعہ' عبدالرحمان بن زمعہ اور حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	581
17	زمعہ کی باندی کے بیٹے کا زمعہ کے نسب کے ساتھ استلحاق (ملانے) کی دو وجہیں	582
18	جس شخص نے عقد نکاح کے بعد عورت کو طلاق دے دی' پھر اس سے بچہ پیدا ہوا' اس کے نسب میں اختلاف فقہاء	582
19	"زانی کے لیے پتھر ہیں" اس ارشاد کے دو محمل	583
20	جب متنازع شخص کو حضرت سودہ کا بھائی قرار دے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	دیا گیا تو پھر حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟	583
21	عتبہ بن ابی وقاص نے زمعہ کی باندی کے حمل کو اپنے نسب کے ساتھ ملانے کی وصیت کس بنیاد پر کی تھی؟	583
22	حدیث مذکور سے حرمت مصاہرۃ کے جواز یا عدم جواز پر استدلال	584
23	استلحاق نسب کی شرائط	584
	باب:۴	
24	مشتبہ چیزوں سے احتراز کرنا	585
25	جس کام کے کرنے پر دل مطمئن ہو وہ جائز ہے اور جس کام سے دل میں تردد ہو وہ ناجائز ہے اور نبی ﷺ کا دل کی بات کو جان لینا	586
26	جس مال کی کوئی قابل ذکر قیمت نہ ہو اس کو لینے کا جواز	587
	باب:۵	
27	جس نے وساوس وغیرہ کو شبہات میں سے نہیں قرار دیا	587
28	حدیث مذکور کے رجال	588
29	وسوسہ کو شبہات میں داخل نہ کرنے کی توجیہ	588
30	حضرت عائشہ کے شبہہ پر علامہ ابن بطال کا رد اور مصنف کا ان کی طرف سے دفاع	588
31	ذبیحہ پر ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا معتبر ہے	589
	باب:۶	
32	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	590
	باب:۷	
33	جو شخص یہ پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا	590
34	باب مذکور کے موافق ایک اور حدیث	591
35	حرام سے اجتناب اور رزق حلال کی طلب کی فضیلت میں احادیث	591
	باب:۸	
36	خشکی وغیرہ میں تجارت کرنا	592
37	حدیث مذکور کے رجال	593
38	بیع صرف' دست بہ دست اور ''نساء'' کا معنی	593
	باب:۹	
39	تجارت کے لیے نکلنا	594
40	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	595
41	کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے تین بار اجازت طلب کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	595
42	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پر حضرت ابوموسیٰ سے گواہ کیوں طلب کیا؟	596
43	حضرت عمر نے بازار کے سودوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو نہیں سنا' کیا یہ حضرت عمر کے مرتبہ کے منافی نہیں ہے؟	596
44	حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ کو گواہ نہ لانے پر وعید سنائی' کیا ان کے نزدیک حضرت ابوموسیٰ امین نہیں تھے؟	597
	باب:۱۰	
45	سمندری راستہ سے تجارت کرنا	597
	باب:۱۱	
46	جب یہ لوگ کسی تجارتی قافلہ کو یا کسی کھیل تماشے کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ (الجمعہ:۱۱)	598
	باب:۱۲	
47	اللہ عزوجل کا قول: اپنی کمائی میں سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو۔ (البقرہ:۲۶۷)	599

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
48	شوہر کے حکم اور اس کی اجازت سے خرچ کرنے کی احادیث میں تطبیق	599
	باب:۱۳	
49	جس نے رزق میں کشادگی کو پسند کیا	600
50	حدیث مذکور کے رجال	600
51	صلہ رحم کے درجات' ان کے مصادیق اور تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کی تفصیل	600
52	صلہ رحم کی وجہ سے رزق میں اضافہ کے متعلق دیگر احادیث	601
	باب:۱۴	
53	نبی ﷺ کا ادھار پر خریدنا	602
54	حدیث مذکور کے رجال	602
55	جس شخص کے پاس اکثر مال حرام ہو اس سے معاملہ کرنے کا جواز	602
56	یہودیوں سے بیع وشراء کرنے اور ان سے قرض لینے کا جواز اور اس مسئلہ میں بحث ونظر اور جس شخص کے پاس اکثر مال حرام ہو اس کا طعام کھانے کا جواز	603
57	حدیث مذکور کے رجال	605
58	مشکل الفاظ کے معانی' نبی ﷺ کی تواضع اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی ترغیب	605
	باب:۱۵	
59	آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور کمانا	606
60	بیت المال سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وظیفہ کے متعلق متعدد روایات	606
61	پاکیزہ کمائی اور ہاتھ کے کام کی فضیلت میں احادیث	607
62	حدیث مذکور کے رجال	608
63	اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کی فضیلت	608
	باب:۱۶	
64	خرید وفروخت میں سہولت اور فیاضی سے کام لینا اور اپنے حق کا مطالبہ پاکیزگی سے کرنا	609
65	باب مذکور کے موافق دیگر احادیث	610
	باب:۱۷	
66	جو شخص کسی مال دار کو مہلت دے	610
67	حدیث مذکور کے رجال	611
68	اللہ تعالیٰ کا قلیل نیکی کو قبول فرمالینا	611
	باب:۱۸	
69	جس نے تنگ دست کو مہلت دی	611
70	حدیث مذکور کے رجال	612
71	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	612
	باب:۱۹	
72	جب فروخت کرنے والا اور خریدنے والا عیب نہ چھپائیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں	613
73	حدیث مذکور کے رجال	614
74	مجلس میں بیع فسخ کرنے کے اختیار اور عدم اختیار میں مذاہب فقہاء	614
	باب:۲۰	
75	مختلف اقسام کی کھجوروں کو ملا کر بیچنے کا شرعی حکم	615
76	اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنے میں مذاہب اور مسائل	616
	باب:۲۱	
77	گوشت بیچنے والے اور قصائی کا بیان	616
78	کسی کی دعوت پر جانے کے آداب اور دیگر مسائل	617
	باب:۲۲	
79	بیع میں جھوٹ بولنا اور (عیب) چھپانا (برکت کو) مٹا دیتا ہے	617

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۳	
80	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ' اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ○ (آل عمران:۱۳۰)	618
	باب:۲۴	
81	سود کھانے والے' سود پر گواہی دینے والے اور سود کو لکھنے والے کی سزا	618
82	سود پر وعید اور تغلیظ اور اس کا شرعی حکم	619
	باب:۲۵	
83	سود کھلانے والے کا گناہ	621
84	اس آیت کا شانِ نزول کہ جو باقی ماندہ سود کو ترک نہیں کرتے' وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لیں	621
85	تنگ دست مقروض کو مہلت دینے سے قرض کے برابر یا قرض سے دگنا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا اور دیگر بشارتیں	622
86	قیامت کے دن سے ڈرانے کی تفسیر	622
87	قرآن مجید کی آخری آیت کے متعلق متعدد اقوال	623
88	فصد لگانے اور ''واشمة'' اور ''موشومة'' کے معانی	624
89	کتے کی بیع اور شراء میں مذاہب ائمہ	624
90	اس باب کی حدیث میں کتوں کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے' اس کے باوجود فقہاء احناف کے نزدیک کتوں کی بیع کے جواز کی توجیہ	624
91	کتوں کو قتل کرنے کے حکم کے منسوخ ہونے کے متعلق احادیث	625
92	فصد لگانے کی اجرت کی ممانعت تنزیہی ہے	625
93	''واشمة'' اور ''مستوشمة'' (گودنے والی اور گدوانے والی) پر لعنت	625
94	بھنویں بنانے کا شرعی حکم	626
95	سود کھانے اور کھلانے اور تصویر بنانے کی ممانعت	626
	باب:۲۶	
96	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا○ (البقرہ:۲۷۶)	626
	باب:۲۷	
97	سود بیچنے کے لیے قسم کھانا مکروہ ہے	627
98	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	627
	باب:۲۸	
99	سناروں کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے	628
100	باب مذکور کے رجال	629
101	''شارف'' کا معنی	629
102	خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ ابن بطال کا نظریہ	630
103	خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ ابن حجر عسقلانی کا نظریہ	630
104	خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ عینی کا نظریہ	631
105	علامہ ابن بطال' علامہ حجر اور علامہ عینی کے مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ	631
106	سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ	631
107	حدیث مذکور کے بقیہ مسائل اور فوائد	632
	باب:۲۹	
108	لوہاروں کا ذکر	632
109	حدیث مذکور کے رجال	633
110	حضرت خباب کے قرض کا بیان	633
111	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت خباب نے کہا: جب تم کو اٹھایا جائے گا تو میں کفر کروں گا' حالانکہ	

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	کفر کا وعدہ کرنا بھی کفر ہے؟	634
	باب:۳۰	
112	درزی کا ذکر	634
113	عام پیشہ ور لوگوں کی دعوت کو قبول کرنا' اپنے خدام کو دعوت میں لے جانا اور دیگر مسائل	635
114	کدو شریف کی بے توقیری کرنے سے کفر کا خطرہ ہے	635
115	رسول اللہ ﷺ سے محبت کے متعلق چند احادیث	635
116	امام بخاری کی روایت کردہ اس حدیث کی سند کی تحقیق	636
	باب:۳۱	
117	کپڑا بننے والے کا ذکر	637
	باب:۳۲	
118	بڑھئی (درکھان) کا ذکر	638
	باب:۳۳	
119	امام کا اپنی ضرورت کی چیزوں کو خود خریدنا	639
	باب:۳۴	
120	چوپایوں اور گدھوں کو خریدنا	639
121	اور جب کسی شخص نے چوپایہ یا اونٹ کو اس حال میں خریدا کہ وہ اس پر سوار تھا تو کیا اس سے اترنے سے پہلے اس کا اس پر قبضہ قرار پائے گا؟	640
122	حدیث مذکور کی شرح' حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ سے	641
123	مبیع (سودے) پر قبضہ کی شرط اور قیمت میں اضافہ کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	642
124	''الکیس'' کا معنی' رسول اللہ ﷺ کا معجزہ' حضرت جابر کا ادب و ایثار' کنواری لڑکی سے نکاح کی فضیلت اور دیگر مسائل	642
	باب:۳۵	
125	زمانۂ جاہلیت کے وہ بازار جن میں لوگوں نے زمانۂ اسلام کے بعد خریداری کی	643
	باب:۳۶	
126	بیمار یا خارش زدہ اونٹ خریدنا	644
127	اگر خریدار راضی ہو تو عیب والی چیز کو فروخت کرنا جائز ہے	644
	باب:۳۷	
128	ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کا حکم اور غیر ایامِ فتنہ میں	645
129	حدیث مذکور کے رجال	645
130	کافر سے چھینے ہوئے مال سے خوش حالی اور ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کی تفصیل	645
	باب:۳۸	
131	عطار اور مُشک کی بیع کا ذکر	646
132	حدیث مذکور کے رجال	647
133	مُشک کے حرام یا حلال ہونے میں اختلاف فقہاء	647
134	مُشک کے پاک ہونے پر دلائل	647
	باب:۳۹	
135	حجام (فصد لگانے والے) کا ذکر	648
136	''خَراج'' کا معنی	649
137	فصد لگانے اور اس پر اجرت لینے کا جواز	649
138	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	650
139	علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ کی طرف فصد کی اجرت کی کراہت کو منسوب کرکے ان کا رد کرنا	650
140	مصنف کی جانب سے اس پر دلائل کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فصد لگانے کی اجرت جائز ہے اور علامہ ابن بطال کا اعتراض غلط ہے	650

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۴۰	
141	ان کپڑوں کی تجارت جن کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے	652
142	"نمرقہ" کا معنی	653
143	تصویروں والے پردوں کی بیع حرام نہیں ہے' فقط مکروہ ہے	653
144	بے جان چیزوں کی تصویریں بنانے کا جواز	654
145	حفاظت کے کتے اور غیر معظم تصویریں گھروں میں رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں	654
	باب:۴۱	
146	سودے کے مالک کو قیمت مقرر کرنے کا زیادہ حق ہے	655
	باب:۴۲	
147	کتنی مدت تک بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے؟	655
148	خیار شرط کی تعریف	656
149	خیار شرط میں مذاہب	656
150	تین دن اختیار کی شرط رکھنے کے متعلق احادیث	656
	باب:۴۳	
151	جب خیارِ شرط کی مدت نہ مقرر کی جائے تو آیا بیع جائز ہے	657
	باب:۴۴	
152	خرید وفروخت کرنے والوں کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں	658
	باب:۴۵	
153	جب ایک فریق نے اپنے صاحب کو بیع کے بعد اختیار دیا تو بیع واجب ہوگئی	659
154	حدیث مذکور سے تفرق بالابدان پر استدلال اور تفرق بالاقوال پر اعتراض اور اس کا جواب	660
	باب:۴۶	
155	جب بائع نے خیار شرط رکھا تو آیا بیع جائز ہے؟	660
	باب:۴۷	
156	جب کسی شخص نے کوئی چیز خریدی' پھر بائع سے جدا ہونے سے پہلے اسی وقت وہ چیز کسی کو ہبہ کردی اور بائع نے خریدار کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا یا کسی شخص نے غلام خریدا' پس اس کو فوراً آزاد کردیا	661
157	تفرق بالاقوال کے ثبوت میں فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کا حدیث مذکور سے استدلال	662
158	وادیٔ القریٰ' مدائن صالح اور حضرت ابن عمر کے نقصان پہنچانے کی شرح	664
159	حضرت ابن عمر کے اثر سے اس بات کا ثبوت کہ تفرق بالابدان سے لزوم بیع کا حکم بہ طور استحباب تھا اور بعد میں متروک ہوگیا تھا	664
160	حدیث مذکور اور علامہ ابن بطال کی شرح سے غیر مقلد علماء کی پریشانی	665
161	تفرق بالاقول سے بیع کے لزوم کے ثبوت میں مزید احادیث اور آثار	665
162	تفرق بالاقوال سے بیع کے لزوم میں دلائل کا خلاصہ	666
	باب:۴۸	
163	بیع میں دھوکا دینا مکروہ ہے	666
164	حضرت حبان بن مُنقذ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور ان کے سر کی چوٹ کی وجہ سے ان کی عقل اور زبان پر اثر کا بیان	667
165	حضرت حبان بن منقذ کو تین دن کا خیارِ شرط دینے کے متعلق احادیث	667
166	احادیث مذکورہ کی بناء پر غبن فاحش' خیارِ شرط اور کم عقل پر بیع کی پابندی کے متعلق حافظ ابن حجر کا تبصرہ	668

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
167	غبن فاحش کی وجہ سے بیع فسخ کرنے اور کم زور عقل والے پر بیع کی پابندی لگانے کے متعلق مذاہب فقہاء	668
168	غبن فاحش اور مہنگائی کی صورت میں قیمتیں مقرر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کے مؤقف	669
	باب: ۴۹	
169	بازاروں کے متعلق احادیث	670
170	حدیث مذکور کے رجال	670
171	''بیداء'' اور ''جیش'' کا معنی اور ''جیش'' کا ترجمہ کرنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی	671
172	اگر نیک لوگ بُروں کا ساتھ نہ چھوڑیں تو سب پر عام عذاب ہوتا ہے	671
173	لشکر کے درمیان کے لوگوں کو بھی دھنسایا جائے گا اور مجبور لوگوں کو بھی اور ان کو بھی جو بازاروں میں ہوں گے	672
174	بعض صحابہ اور بعض صحابہ کی اولاد کا نام محمد اور ان کی کنیت ابوالقاسم تھی	674
175	رسول اللہ ﷺ کا نام اور کنیت رکھنے میں مذاہب فقہاء	674
176	شیخ تقی عثمانی کا ''یا محمد'' کہنے کو نئی قوم کا شعار قرار دینا اور اس پر مصنف کا تبصرہ	674
177	حضرت ابوہریرہ اور نبی ﷺ کا راستہ میں بات نہ کرنے کا سبب' صحیح مسلم کی حدیث سے صحیح بخاری کی حدیث کی وضاحت ''لُکَع'' کا ترجمہ کرنے میں شیخ انور شاہ کشمیری کی بے ادبی	676
178	صحابہ کا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنا' آپ کی تواضع اور معانقہ کا سنت ہونا	677
179	معانقہ کے جواز کے متعلق فقہاء کا اختلاف	677
180	معانقہ کے جواز کے ثبوت میں احادیث اور آثار	677
181	مصنف کے تتبع سے معانقہ کے ثبوت میں مزید احادیث اور آثار	678
182	معانقہ کرنے' بوسا دینے اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	679
183	حدیث مذکور کے متصل ہونے کا ثبوت اور اس تعلیق کی توجیہ بیان کرنے میں علامہ کرمانی کا تسامح	679
184	مذکورہ حدیثوں کی باب کے عنوان سے مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب	680
185	حدیث مذکور کے رجال	681
186	''رکبان'' کا معنی اور حدیث مذکور کا خلاصہ	681
187	خریدی ہوئی چیز کو قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء	681
	باب: ۵۰	
188	بازار میں شور کرنے کی کراہت	682
189	حدیث مذکور کے رجال	683
190	مشکل الفاظ کے معانی	683
191	موجودہ تورات میں نبی ﷺ کی مذکورہ صفات	683
	باب: ۵۱	
192	ناپ تول کرنے والے کی اُجرت' فروخت کرنے والے پر ہے اور دینے والے پر ہے	684
193	بیچنے والے اور دینے والے کے ذمہ ناپ اور تول کی ذمہ داری پر دلائل اور نبی ﷺ کا واضح معجزہ	686
	باب: ۵۲	
194	ناپنے کا استحباب	686
195	طعام کو گھر میں ناپ کر رکھنے کا حکم اور اس پر دو حدیثوں سے معارضہ اور اس معارضہ کے جوابات	687

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۵۳	
196	نبی ﷺ کے صاع (چار کلو کا پیمانہ) اور مُد (دو کلو کا پیمانہ) کی برکت	688
197	مدینہ منورہ کو حرم بنانے سے مراد اس کی تعظیم ہے نہ کہ مکہ کی طرح تحریم مراد ہے' اس پر دلائل اور مذاہب فقہاء	688
198	دین اور دنیا میں برکت کا معنی	689
	باب:۵۴	
199	طعام (غلہ) کی بیع اور ذخیرہ اندوزی کے متعلق احادیث	690
200	ذخیرہ اندوزی کی مذمت میں احادیث	690
201	حدیث میں مذکور بیع کی ممانعت کا سبب	691
202	حرمت سود کی علت میں مذاہب فقہاء	692
	باب:۵۵	
203	قبضہ کرنے سے پہلے غلہ کو فروخت کرنے اور جو چیز تمہارے پاس موجود نہ ہو اس کو فروخت کرنے کا حکم	694
	باب:۵۶	
204	جو شخص غلہ کا ڈھیر خریدے' وہ اس کو اس وقت تک نہ فروخت کرے حتیٰ کہ اس کو اپنے ٹھکانے پر لائے اور ایسا نہ کرنے والے کی سزا	696
205	بیع قبل القبض اور اسٹاک ایکسچینج کا معاملہ	696
206	کراچی اسٹاک ایکسچینج میں کاروبار عامہ کا طریقہ	697
207	مستقبل کے اعتبار سے حصص کی خرید و فروخت	697
208	مستقبل میں حصص کی خریداری اور حقیقی سٹہ کا فرق	698
209	شیئرز کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت اور بلاواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں اور بالواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں کے درمیان فرق	698
	باب:۵۷	
210	اگر کسی شخص نے کچھ سامان یا ایک جانور خریدا' اور اس کو بائع کے پاس رکھ دیا یا وہ بائع خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے مر گیا	699
211	حدیث مذکور کے رجال	701
212	خریدار مبیع کو بائع کے پاس چھوڑ دے تو مبیع خریدار کی ضمان میں ہوتی ہے' آپ کو سب سے زیادہ حضرت ابوبکر پر اعتماد تھا' حضرت ابوبکر کی فہم و فراست' تفرق بالاقوال سے بیع کا لزوم اور دیگر مسائل	701
	باب:۵۸	
213	اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع نہ کرے نہ اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت لگائے' حتیٰ کہ وہ اس کی اجازت دے یا اس کے لیے بیع چھوڑ دے	702
214	نیلام کی بیع کا جواز	702
215	شہری کی دیہاتی سے بیع اور نجش کی ممانعت اور ''ایک عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے'' اس کی وضاحت	703
216	شہری کی دیہاتی سے بیع کے متعلق مذاہب فقہاء	704
217	شہری کی دیہاتی سے بیع کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	704
218	اپنے بھائی کی بیع پر بیع کی ممانعت کا محمل	705
	باب:۵۹	
219	نیلام کی بیع	705
220	حدیث مذکور کے رجال	706
221	غلام آزاد کرنے والے شخص اور غلام کا بیان' اور حضرت نُعیم بن عبداللہ نحام کا تذکرہ	706
222	مدبر غلام کو فروخت کرنے کے معاملہ میں مذاہب فقہاء	707

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
223	فقہاء احناف کے نزدیک مُدبّر غلام کی دو قسمیں	707
224	مدبر غلام کو فروخت کرنے کے عدم جواز پر فقہاء احناف کا حدیث سے استدلال	707
225	امام شافعی اور امام احمد نے حضرت جابر کی جس حدیث سے مدبر غلام کو فروخت کرنے سے جواز پر استدلال کیا ہے اس حدیث کے جوابات	707
	باب: ٦٠	
226	النجش (کسی کو بیع پر راغب کرنے کے لیے مصنوعی طور پر قیمت بڑھانا) اور جس نے کہا: یہ بیع جائز نہیں ہے	708
227	نجش کی تعریف اور اس کے بعد کی گئی بیع میں مذاہب فقہاء	709
	باب: ٦١	
228	بیع غرر یعنی دھوکے کی بیع اور حمل کی بیع کا بیان	709
229	بیع غرر کی ممانعت کے متعلق احادیث	710
230	غرر کا معنی اور جس چیز میں غرر ہو اس کی بیع میں مذاہب فقہاء	710
231	لاٹری، معمہ، جوا، ریس اور سٹہ وغیرہ غرر کی وجہ سے حرام ہیں	711
232	انعامی بانڈز کو ناجائز قرار دینے پر شیخ تقی عثمانی کے دلائل اور ان پر مصنف کا تبصرہ	711
233	شرح صحیح مسلم میں انعامی بانڈز کی بیع کے جواز کے دلائل کے عنوانات	713
234	تبیان القرآن میں انعامی بانڈز کی بیع کے جواز کے دلائل کے عنوانات	713
	باب: ٦٢	
235	بیع الملامسہ (مبیع کو چھونے سے بیع کا وجوب)	713
236	بیع ملامسہ اور بیع منابذہ کے باطل ہونے کی دلیل	714
237	کسی چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع میں مذاہب فقہاء	714
238	کسی چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع کے جواز میں فقہاء احناف کے دلائل	714
	باب: ٦٣	
239	بیع المنابذہ کا بیان	715
	باب: ٦٤	
240	بائع کو تحفیل سے ممانعت، یعنی وہ اونٹنیوں، گایوں اور بکریوں سے دودھ دوہنا بند کر کے ان کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرے اور ہر "محفّلة"	715
241	حدیث مصراۃ پر عمل کے متعلق مذاہب فقہاء	717
242	حدیث مصراۃ پر فقہاء احناف کے عمل نہ کرنے کی توجیہ	718
243	حدیث مذکور کے رجال	719
	باب: ٦٥	
244	اگر چاہے تو مصراۃ کو واپس کر دے اور اس کے دودھ کے عوض ایک صاع کھجوریں دے	720
	باب: ٦٦	
245	زانی غلام کی بیع	720
246	مارنے کے علاوہ ملامت نہ کرنے کی توجیہ اور بالوں کی رسّی سے مقصود کیا ہے؟	721
247	زنا کے عیب کی وجہ سے غلام یا باندی کے عیب میں مذاہب فقہاء	721
248	باندی کو کوڑے لگانے کا فریضہ اس کے مالک کا ہے یا سلطان کا؟	722
249	باندی کو کوڑے مارنے اور دیگر اُمور کا سلطان کے ذمہ ہونا	722
250	غلام کو رجم کرنے کے متعلق اختلاف ائمہ	722

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:٦٧	
251	عورتوں سے خرید وفروخت	723
	باب:٦٨	
252	آیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان کسی اُجرت (کمیشن) کے بغیر فروخت کرسکتا ہے؟ اور کیا وہ دیہاتی کی مدد کرسکتا ہے یا اس کی خیر خواہی کرسکتا ہے؟	724
253	حدیث مذکور کے رجال	725
	باب:٦٩	
254	جس نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ شہری آدمی کمیشن لے کر دیہاتی کا مال فروخت کرے	725
	باب:٧٠	
255	شہری آدمی کمیشن لے کر دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے	725
	باب:٧١	
256	سواروں سے ملاقات کی ممانعت	726
257	سواروں سے ملاقات کرنے میں مذاہب فقہاء	726
	باب:٧٢	
258	(سواروں سے) ملاقات کی ممانعت کی انتہاء کی جگہ	728
	باب:٧٣	
259	جب بیع میں ایسی شرائط عائد کی گئیں جو جائز نہیں ہیں	729
	باب:٧٤	
260	کھجوروں کو کھجوروں کے عوض فروخت کرنا	730
	باب:٧٥	
261	کشمش کو کشمش کے عوض فروخت کرنا اور اناج کو اناج کے عوض	730
262	تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے متعلق مذاہب فقہاء	731
263	''العریة'' کی تفسیر میں مذاہب فقہاء	731

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:٧٦	
264	جَو کی جَو کے عوض بیع	732
	باب:٧٧	
265	سونے کی بیع سونے کے عوض	732
266	حدیث مذکور کے رجال	733
	باب:٧٨	
267	چاندی کی بیع چاندی کے عوض	733
268	حدیث مذکور کے رجال	734
	باب:٧٩	
269	دینار کی دینار کے عوض اُدھار بیع	734
270	حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس کا ہم جنس چیزوں کی اضافہ کے ساتھ بیع کے جواز کے متعلق مناظرہ	735
271	حضرت اسامہ کی حدیث کا محمل	735
272	ایک جنس کی چیزوں میں اضافہ کے ساتھ بیع کے جواز سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے رجوع کے متعلق احادیث	736
273	حضرت اسامہ اور حضرت ابوسعید کی حدیثوں میں حافظ عینی اور حافظ عسقلانی کی تطبیق	736
	باب:٨٠	
274	چاندی کی سونے کے ساتھ ادھار بیع	737
	باب:٨١	
275	سونے کی چاندی کے ساتھ نقد بہ نقد بیع کی جائے	738
	باب:٨٢	
276	بیع المزابنہ' یہ خشک کھجوروں کی درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کے ساتھ بیع ہے اور کشمش کی انگوروں کے ساتھ بیع ہے اور بیع العرایا	738
277	درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کے جواز میں	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مذاہب فقہاء	739
278	باغات کا مروجہ بیع پر اشکال	740
279	فقہاء کی طرف سے اس اشکال کا حل	740
280	شیخ تقی عثمانی کا علامہ شامی کے پیش کردہ حل پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب	741
281	اشکالِ مذکور اور اس کے حل کا خلاصہ	741
282	مصنف کے نزدیک اشکالِ مذکور کا حل	742
	باب: ۸۳	
283	کھجور کے درختوں کے سروں پر لگی ہوئی کھجوروں کو سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنا	744
284	بیع العرایا کا معنی اور درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع میں مذاہب فقہاء	744
285	حدیث مذکور کے رجال	745
286	پانچ وسق کی مقدار	745
287	بیع عرایا میں پانچ وسق کی تعیین میں مذاہب فقہاء	745
288	عرایا میں فقہاء احناف کا موقف سمجھنے میں علامہ ابن المنذر کا مغالطہ اور عرایا کے شمول میں مذاہب فقہاء	746
	باب: ۸۴	
289	عرایا کی تفسیر	747
290	مذاہب اربعہ کے مطابق العرایا کی تعریفات	747
	باب: ۸۵	
291	پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع	749
292	ثریا کی معنی	750
	باب: ۸۶	
293	پکنے سے پہلے کھجور کے درختوں پر پھلوں کی بیع	751
	باب: ۸۷	
294	جب کسی شخص نے پکنے سے پہلے پھلوں کو فروخت کیا اور ان پر کوئی آفت آ گئی تو وہ (نقصان) بائع کے ذمہ ہے	752
295	قدرتی آفات سے پھلوں کے ضیاع پر تاوان میں مذاہب فقہاء	752
	باب: ۸۸	
296	مدتِ معینہ کے ادھار پر خریدنا	753
	باب: ۸۹	
297	جب کوئی شخص بعض کھجوروں کی اس سے عمدہ کھجوروں کے عوض بیع کا ارادہ کرے	753
298	گھٹیا چیز زیادہ دے کر عمدہ چیز کم لینے کی ممانعت کی توجیہ	754
299	گھٹیا چیز کی عمدہ چیز کے عوض مقدار میں فرق کے ساتھ بیع میں مذاہب فقہاء	754
300	تحریم سے پہلے اس کام کو کرنے کا حکم	754
301	حرام طریقہ سے کی ہوئی بیع کو فسخ کرنے پر دلائل	754
	باب: ۹۰	
302	جس نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوندکاری کی گئی تھی یا ایسی زمین فروخت کی یا کرائے پر دی جس میں کاشت کاری ہو چکی تھی	755
303	حدیث مذکور کے رجال	756
304	درخت اور کھیت کو خریدنے کے بعد اس درخت کے پھل اور کھیت کی پیداوار کی ملکیت کے متعلق مذاہب فقہاء	756
	باب: ۹۱	
305	کھیت کی پیداوار کو ناپ کر فروخت کرنا	757
306	تازہ پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز میں مذاہب فقہاء	757
307	تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز کے قول کی وجہ سے علامہ ابن بطال مالکی کا امام	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	ابوحنیفہ پر اعتراض	757
308	تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز کے قول کی وجہ سے حافظ ابن حجر شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	758
309	مذکورہ اعتراضوں کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے مصنف کا جواب	758
	باب:۹۲	
310	کھجور کے درخت کو جڑ سمیت فروخت کرنا	759
	باب:۹۳	
311	مخاضرہ (پکنے سے پہلے کچی سبزیوں اور کچے پھلوں کو) فروخت کرنا	759
312	حدیث مذکور کے رجال	760
313	حدیث میں مذکور بیوع کے ناموں کی تعریفات	760
	باب:۹۴	
314	کھجور کے درخت کے سفید گوند کو فروخت کرنا اور اس کو کھانا	760
	باب:۹۵	
315	جس نے شہروں کے معاملات اس کے موافق جاری کیے جو ان کے ہاں خرید وفروخت' کرائے' ناپ کے آلے اور وزن میں معروف تھا اور ان کے طریقے ان کی نیات کے مطابق ہیں اور ان کے مذاہب مشہورہ	761
316	حضرت ہند اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا تذکرہ' اس کا ثبوت کہ بیوی اور بچوں کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے اور دیگر مسائل	763
317	حدیث مذکور کے رجال	764
318	یتیم کے ولی کو اس کے مال سے کھانے کی اجازت کے متعلق احادیث	764
319	جب یتیم کا ولی خوش حال ہو جائے تو اس کے مال سے جس قدر مال ضرورت کی بناء پر کھایا تھا' اس کو واپس کردے	764
	باب:۹۶	
320	ایک شریک کی اپنے شریک سے بیع	764
321	حدیث مذکور کے رجال	765
322	شفعہ کے وجوب میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور ان کے مذہب کے موافق صحیح حدیث	765
323	شفعہ کے وجوب میں امام ابوحنیفہ کا مذہب اور اس کے موافق احادیث صحیحہ	765
	باب:۹۷	
324	جو زمین' گھر اور سامان غیر منقسم ہو' اس کو فروخت کرنا	766
325	شفعہ کا لغوی اور شرعی معنی	767
	باب:۹۸	
326	جب کسی شخص نے کوئی چیز دوسرے کے لیے اس کی اجازت کے بغیر خریدی' پھر وہ دوسرا بھی اس پر راضی ہو گیا	768
327	پہلی امتوں کے نیک اعمال کی ترغیب' فضولی کی بیع کی صحت' ماں باپ کو بچوں سے پہلے کھلانے کی توجیہ' اور دیگر مسائل	769
328	نیک اعمال کے علاوہ نیک لوگوں کے وسیلہ سے دعا کا ثبوت	770
329	حرام کام کے حصول پر قدرت کے باوجود اس کو ترک کرنے کی فضیلت	771
330	''ذُرَةٌ'' کا معنی لکھنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی	771
	باب:۹۹	
331	مشرکین اور اہل حرب کے ساتھ خرید وفروخت کرنا	772

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
332	حدیث مذکور کے رجال	772
333	مشرکین سے خرید وفروخت کا جواز اور عام بازاری مشرکین سے آپ کا ہدیہ قبول نہ فرمانا اور بادشاہوں کا ہدیہ قبول فرمانا' اس کی مفصل اور مکمل تحقیق	773
	باب: ۱۰۰	
334	حربی سے غلام خریدنا اور اس کو ہبہ کرنا اور آزاد کرنا	774
335	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مفصل سوانح	775
336	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح	777
337	حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح	778
338	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح	778
339	مشرک کے لیے ملکیت اور اپنی ملکیت میں تصرفات کا ثبوت	779
340	مشرکین کے اموال پر ان کی ملکیت کا صحیح ہونا' مشرکین کے شرک پر ان کو زجر اور ملامت' اور بتوں کو عبادت کا مستحق قرار دینا ہی اللہ کی نعمت کا انکار ہے	780
341	حضرت ابراہیم علیہ السلام کس بستی کی طرف روانہ ہوئے تھے؟	782
342	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حضرت سارہ کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے' اس کی توجیہ	782
343	ظالم بادشاہ نے جب حضرت سارہ سے بُرا ارادہ کیا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' اس میں کراماتِ اولیاء کا ثبوت ہے	782
344	''ولیدۃ'' کا معنی	782
345	شیخ عثمانی کی املاء کی غلطیاں	783
346	تعریض کا معنی اور اس کی احادیث سے مثالیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تینوں کلاموں میں تعریض تھی اور ان کی حقیقت جھوٹ نہیں ہے	783
347	بیوی کو بہن کہنے سے طلاق کا عدم وقوع' ظالم کی ظاہری اطاعت کا جواز' ظلم سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنے کا جواز اور دیگر مسائل	784
348	حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت عمر بن الخطاب کا حضرت صہیب کے نسب پر اعتراض اور ان کا جواب	786
	باب: ۱۰۱	
349	رنگنے سے پہلے مردار کی کھال کا حکم	787
	باب: ۱۰۲	
350	خنزیر کو قتل کرنا	788
351	قتل خنزیر کو ابواب البیوع میں درج کرنے کی توجیہ میں حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ	788
352	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب کو توڑ کر اور خنزیر کو قتل کر کے اسلام کا اظہار کرنا اور باقی ادیان کو باطل کرنا	789
	باب: ۱۰۳	
353	مردار کی چربی کو پگھلایا جائے نہ اس کا تیل فروخت کیا جائے	790
354	لعنت اور ہلاکت کے الفاظ کا اطلاق مجازی	790
355	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے مناقشات' تمثیل اور تشبیہ کا فرق	791
356	یہ کلیہ نہیں ہے کہ جس کے استعمال حرام ہو' اس کی بیع بھی حرام ہو	791
357	ذبح کرنے سے درندے پاک ہو جاتے ہیں	791
358	حدیث مذکور سے یہ استدلال نہیں ہوتا کہ مردہ کافر کی بیع جائز نہیں	792
359	اس اعتراض کا جواب کہ مردار کی چربی حرام ہے اور اس کی بیع بھی حرام ہے حالانکہ پالتو گدھا بھی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حرام ہے لیکن اس کی بیع حرام نہیں ہے؟	793
360	لید اور گوبر کی بیع میں اختلاف فقہاء	793
361	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نجس چیز کی بیع میں دو قول	794
362	فقہاء احناف کے نزدیک نجاستِ غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ کی تعریفات اور گوبر کی بیع کا جواز	794
	باب:۱۰۴	
363	غیر جاندار چیزوں کی تصاویر اور ان میں جو چیز مکروہ ہے	795
364	حدیث مذکور کے رجال	796
365	مجسموں اور تصاویر کا فرق	796
366	تصاویر بنانے کے متعلق فقہاء کے مذاہب	796
	باب:۱۰۵	
367	خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا	797
	باب:۱۰۶	
368	جس نے آزاد آدمی کو فروخت کیا' اس کا گناہ	797
369	حدیث مذکور کے رجال	798
370	حدیث میں مذکور تین شخصوں کے شدید عذاب کی توجیہ	798
	باب:۱۰۷	
371	جب نبی ﷺ نے یہودیوں کو جلاوطن کیا تو انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی زمینیں اور گھروں کے نشانات فروخت کردیں	798
372	باب مذکور کے تحت حدیث ذکر نہ کرنے کے متعلق حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	799
	باب:۱۰۸	
373	غلام کو غلام کے عوض اور جانور کو جانور کے عوض ادھار فروخت کرنا	799
	باب:۱۰۹	
374	غلام کی بیع	801
375	حدیث مذکور کے رجال	802
376	عزل کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور حدیث مذکور کے بعض فقروں کی تشریح	802
377	باندیوں اور بیویوں کے ساتھ عزل کرنے میں مذاہب ائمہ	802
378	عزل کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید	802
	باب:۱۱۰	
379	مدبر کی بیع	803
	باب:۱۱۱	
380	کیا باندی کے استبراء سے پہلے اس کے ساتھ سفر کیا جاسکتا ہے؟	805
	باب:۱۱۲	
381	مردار اور بتوں کی بیع کا حکم	806
	باب:۱۱۳	
382	کتے کی قیمت کا حکم	807
383	کتوں کی قیمت کے جواز کے متعلق مذاہب ائمہ	807
384	''کتاب البیوع'' کی تکمیل	809
	۳۵ - کتاب السلم	810
	باب:۱	
1	کیل (ناپ) مقرر کر کے بیع سلم کرنا	810
2	حدیث مذکور کے رجال	811
3	بیع سلم کی تعریف' اس کی شرائط اور اس میں اختلاف فقہاء	811
	باب:۲	
4	وزن معلوم میں بیع سلم کرنا	812

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳	
5	جس کے پاس مُسلَم فیہ (بیع) کی اصل نہ ہو اس سے بیع کرنا	813
6	وقت عقد سے لے کر مدت پوری ہونے تک جو چیز باقی نہ رہے اس میں بیع سَلَم کے جواز میں مذاہب فقہاء	815
	باب:٤	
7	کھجور کے درختوں میں لگے ہوئے پھلوں میں بیع سلم کرنا	815
	باب:۵	
8	بیع سلم میں ضمانت دینا	816
	باب:٦	
9	بیع سلم میں کسی چیز کو گروی رکھنا	817
	باب:۷	
10	مدتِ معین تک سَلَم کرنا	817
	باب:۸	
11	بیع سلم میں اونٹنی کے بچہ جننے تک کی مدت مقرر کرنا	819
12	''کتاب السَلَم'' کی تکمیل	819
	۳٦ - کتاب الشفعة	820
	باب:۱	
1	شفعہ کا حق غیر منقسم جائیداد میں ہے' حد بندی کے بعد شفعہ کا حق نہیں رہتا	820
2	شفعہ کے مبحث میں علامہ کرمانی کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب	821
3	پڑوسی کے شفعہ کرنے کے متعلق احادیث	821
	باب:۲	
4	شفعہ کے مستحق کے سامنے فروخت کرنے سے پہلے شفعہ کو پیش کرنا	821

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
5	حدیث مذکور کے رجال	823
6	حدیث کی باب کے ساتھ مصنف کی بیان کردہ مناسبت	823
7	حدیث کی باب کے ساتھ علامہ عینی کی بیان کردہ مناسبت	823
8	علامہ عینی کی بیان کردہ مناسبت کا تسامح	823
9	حدیث مذکور سے فقہاء شافعیہ کا پڑوسی سے شریک مراد لینا اور علامہ عینی کا اس پر رد کرنا	823
	باب:۳	
10	کون سا پڑوسی زیادہ قریب ہے؟	824
11	حدیث مذکور کے رجال	824
12	پڑوسی کے گھر کا ملا ہوا ہونا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک شفعہ کی شرط ہے' اس پر ابن منذر کے اعتراض کا جواب	824
13	''کتاب الشفعة'' کی تکمیل	825
	۳۷ - کتاب الاجارة	826
	باب:۱	
1	اجرت کے عوض نیک مرد کو کام پر لگانا	826
2	از خود منصب کو طلب کرنا حرام ہے	827
3	موجودہ طریقہ انتخاب کی اصلاح	827
	باب:۲	
4	چند قیراط کی اجرت پر بکریاں چرانا	828
5	حدیث مذکور کے رجال	828
6	نبی ﷺ کے بکریاں چرانے کی حکمت اور مصلحت	828
	باب:۳	
7	جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے تو ضرورت کی وجہ سے مشرکین کو اجرت پر طلب کرنا	828
8	بنوالدیل کے مرد کا اور عامر بن فہیرہ کا تعارف اور	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	غار ثور کا ذکر	829
9	راستہ دکھانے کے لیے مشرک کو اجرت پر رکھنے کا جواز	830
	باب:۴	
10	کسی مزدور کو اس شرط پر رکھنا کہ اس کو تین دن یا ایک مہینہ یا چھ ماہ یا ایک سال کے بعد کام کرنا ہوگا اور جب وہ وقت آ جائے تو دونوں اپنی شرط پر قائم رہیں	830
	باب:۵	
11	غزوہ میں کسی کو اجرت پر رکھنا	830
12	ہاتھ چھڑانے کی وجہ سے دانتوں کے تاوان میں مذاہب فقہاء	831
	باب:۶	
13	کسی شخص کو مدتِ معینہ کے لیے اجرت پر رکھنا اور اس کو کام نہ بتانا	831
	باب:۷	
14	کسی شخص کو اس لیے اجرت پر رکھنا جائز ہے کہ وہ گرتی ہوئی دیوار کو درست کردے	832
	باب:۸	
15	دوپہر تک کے لیے کسی کو اجرت پر رکھنا	833
	باب:۹	
16	اجرتِ معینہ پر کسی سے عصر تک کام کرانا	833
	باب:۱۰	
17	جو شخص مزدور کی اجرت دینے سے انکار کرے' اس کا گناہ	834
	باب:۱۱	
18	عصر سے رات تک کسی سے اجرت پر کام لینا	834
	باب:۱۲	
19	ایک شخص نے کسی کو اجرت پر رکھا' وہ مزدور اپنی اجرت چھوڑ کر چلا گیا' پھر اس شخص نے اس کی اجرت میں عمل کیا تو اس کی اجرت زیادہ ہوگئی' یا کسی شخص نے دوسرے کے مال میں عمل کیا تو وہ مال بڑھ گیا	835
	باب:۱۳	
20	جس نے بوجھ اٹھا کر مزدوری کی اور اس کو صدقہ کر دیا اور بوجھ اٹھانے والے کی اجرت	837
	باب:۱۴	
21	دلال (کمیشن ایجنٹ) کی اجرت	837
22	دلال کی اجرت میں مذاہب فقہاء	838
	باب:۱۵	
23	کیا کوئی مسلمان دارالحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کر سکتا ہے؟	840
	باب:۱۶	
24	سورۂ فاتحہ پڑھ کر عرب قبائل پر دم کرنا اور اس کی اجرت لینا	840
25	کچھ پڑھ کر پھونک مارنے کے متعلق مذاہب	841
26	دم کرنے میں فقہاء کے نظریات	844
27	دم کرنے کے متعلق احادیث	844
28	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	845
	باب:۱۷	
29	غلام اور باندیوں پر معین رقم ادا کرنے کو مقرر کرنا اور اس کی حفاظت کرنا	846
	باب:۱۸	
30	فصد لگانے کی اجرت	846
	باب:۱۹	
31	جس نے کسی غلام کے مالکوں سے اس کے غلام سے وصول کی جانے والی رقم میں کمی کی سفارش کی	847

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۲۰	
32	کسب حرام کرنے والی باندیوں کی اجرت	847
	باب: ۲۱	
33	نر کی جفتی پر اجرت لینے کا حکم	848
34	حدیث مذکور کے رجال	849
35	نر کی جفتی کی اجرت کے متعلق مذاہب فقہاء	849
36	نر کی جفتی کی اجرت کی کراہت کی حکمت اور بہ طور تکریم نر کے مالک کی خدمت کرنے کا جواز	850
37	انجیکشن کا ذریعہ نر کا نطفہ پیوست کرنے کا جواز	850
	باب: ۲۲	
38	جب کسی شخص نے زمین کرائے پر لی' پھر فریقین میں سے کسی کی وفات ہوگئی	850
39	فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے عقد اجارہ کے فسخ ہونے میں اختلاف ائمہ	850
40	حافظ ابن حجر عسقلانی کا اس صورت میں عقد اجارہ کو غیر منسوخ قرار دینا اور فقہاء احناف کا رد کرنا	851
41	علامہ بدرالدین عینی کا فقہاء احناف کی تائید کرنا اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرنا	851
42	امام بخاری کی آخری تعلیق کے جواب سے دیگر شارحین کا عجز اور مصنف کا پیش کردہ حل	852
43	خیبر کی پیداوار کے نصف پر معاملہ کو علامہ عینی کا اسے خراج قرار دینا اور مصنف کا اسے مزارعت قرار دینا اور علامہ عینی کا رد کرنا	853
44	''کتاب الاجارہ'' کی تکمیل	854
	۳۸ - کتاب الحوالات	855
	باب: ۱	
1	حوالہ کا بیان اور آیا حوالہ میں رجوع ہوسکتا ہے یا نہیں؟	855
2	حوالہ کے بعد قرض خواہ کے مقروض سے رجوع کرنے میں مذاہب فقہاء	855
3	مال دار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا لائق مذمت ہے اور تنگ دست کا تاخیر کرنا لائق مذمت نہیں ہے اور حوالہ قبول کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء	856
	باب: ۲	
4	جب مقروض اپنا قرض کسی مال دار کے حوالے کرے تو اس کا اس حوالے کو مسترد کرنا جائز نہیں ہے	857
5	ہنڈی بھنوانے کی اصلاح	857
6	بیع الکالئ بالکالئ	858
	باب: ۳	
7	میت کا قرض کسی مرد کے حوالے کرنا جائز ہے	859
8	حدیث مذکور کے رجال	860
9	فوت شدہ مسلمان کے قرض کی ادائیگی کی کفالت کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن المنذر کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات	860
10	علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن المنذر کے اعتراض کے جوابات	860
11	ابتداء میں مقروض کی نماز جنازہ نہ پڑھانے اور بعد میں پڑھانے کی توجیہات	861
12	''کتاب الحوالۃ'' کی تکمیل	861
	۳۹ - کتاب الکفالۃ	862
	باب: ۱	
1	نجی قرض اور کاروباری قرض ادا کرنے اور کسی شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دینا	862
2	شبہہ کی وجہ سے حد کو ساقط کرنا	863

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
3	شیخ تقی عثمانی کا "اللہ میاں" لکھنا اور اس پر مصنف کا تبصرہ	864
	باب:۲	
4	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے سو تم انہیں ان کا حصہ دے دو۔ (النساء:۳۳)	865
5	حدیث مذکور کے رجال	866
6	حلف جاہلیت کی ابتداء	867
7	حِلف اور عہود کی نفی اور اثبات کی احادیث میں تطبیق	867
8	اسلام کے عہود اور جاہلیت کے عہود کا فرق	867
9	جاہلیت کے عہود اور اسلام کے عہود میں حد فاصل	868
	باب:۳	
10	جو شخص کسی میت کے قرض کا کفیل ہو، اس کے رجوع کا عدم جواز	868
11	حدیث مذکور کے رجال	869
12	وعدہ پورا کرنے میں مذاہب ائمہ	869
	باب:۴	
13	نبی ﷺ کے عہد میں (ایک مشرک کا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امان دینا اور ان کا اس سے عہد کرنا	869
14	حدیث مذکور کے رجال	872
15	حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ ایک نظر میں	872
16	برک الغماد کا محل وقوع اور ابن الدغنہ کا معنی اور اس کا نام	872
17	حضرت ابوبکر بہ حیثیت آئینۂ رسالت	873
18	حضرت ابوبکر کا ابن الدغنہ کی امان کو واپس کر کے اللہ تعالیٰ کی امان کو اختیار کرنا اور ہجرت کی تیاری کرنا	874
19	حدیث مذکور کے مسائل	874
	باب:۵	
20	قرض ادا کرنے کا حکم	875
21	زندگی میں قرض ادا کرنے کی تاکید	875
22	"کتاب الکفالۃ" کی تکمیل	875
	۴۰ - کتاب الوکالۃ	876
	باب:۱	
1	ایک شریک کا دوسرے شریک کو تقسیم کرنے میں یا کسی اور معاملہ میں وکیل بنانا	876
2	حدیث مذکور کے رجال	877
	باب:۲	
3	اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر کو دار الاسلام یا دار الحرب میں اپنا وکیل بنالے تو یہ جائز ہے	877
4	حدیث مذکور کے رجال	878
5	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	879
6	اُمیہ بن خلف کا تذکرہ	879
7	عبد النبی اور عبد الرسول نام رکھنے کو شیخ تقی عثمانی کا مکروہ قرار دینا اور اس پر مصنف کا تبصرہ	879
8	اب امت کا کوئی فرد بھی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے	880
	باب:۳	
9	بیع صرف اور وزنی چیزوں میں وکالت	880
	باب:۴	
10	جب کسی چرواہے یا وکیل نے کسی بکری کو مرتے ہوئے دیکھا تو اس کو ذبح کر دیا یا جو چیز خراب ہو رہی تھی اس کو درست کر دیا	881
11	حدیث مذکور کے رجال	881
12	مالک کی اجازت کے بغیر جانور کو ذبح کر دیا جائے پھر بھی وہ حلال ہے اور دیگر مسائل	882

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۵	
13	حاضر اور غائب کی وکالت جائز ہے	882
14	حدیث مذکور کے رجال	882
15	حاضر کو وکیل بنانے میں امام ابوحنیفہ کے موقف کی وضاحت اور حدیث مذکور سے ائمہ ثلاثہ کا استدلال اور امام ابوحنیفہ کی طرف سے مصنف کا جواب	883
	باب:۶	
16	قرض کی ادائیگی کے لیے وکیل بنانا	883
	باب:۷	
17	جب کسی قوم کے وکیل یا سفارشی کو کوئی چیز ہبہ کر دی جائے تو جائز ہے	884
18	وفد کا معنی' طائف کی طرف واپسی کی تاریخ' عریف کا معنی' عوض دینے کے لیے مجہول مدت مقرر کرنے کا جواز اور وکیل کے اقرار کے متعلق مذاہب فقہاء	886
	باب:۸	
19	جب ایک شخص کو کچھ دینے کے لیے وکیل بنایا اور یہ نہیں بتایا کہ کتنا دے' اس صورت میں وکیل کا لوگوں کے عرف کے مطابق دینا جائز ہے	887
	باب:۹	
20	کسی عوت کا نکاح میں امام کو وکیل بنانا	888
21	حدیث مذکور کی مفصل روایت	888
22	حدیث مذکورہ سے اٹھارہ فقہی مسائل کا استخراج اور استنباط	889
	باب:۱۰	
23	جب کسی شخص نے ایک آدمی کو وکیل بنایا' پھر اس وکیل نے کوئی چیز (اپنے اجتہاد) سے چھوڑ دی اور مؤکل نے اس چھوڑنے کو جائز قرار دے دیا' اسی طرح اگر وکیل نے مدت معینہ کے لیے قرض دیا تو وہ بھی جائز ہے	891
24	حدیث مذکور کے رجال	893
25	علامہ مہلب اور علامہ ابن بطال کا امام بخاری کے عنوان پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب	893
26	بھوک کی وجہ سے چوری پر ہاتھ کاٹنا' حضرت ابوہریرہ کے شیطان کو دیکھنے کی توجیہ اور دیگر دس مسائل	894
	باب:۱۱	
27	جب وکیل کسی چیز کو بیع فاسد کے ساتھ خریدے تو اس کی بیع مردود ہے	895
	باب:۱۲	
28	وقف کے مال میں وکالت' وکیل کا خرچ' وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا اور خود بھی عرف کے موافق کھانا	895
29	وقف کے مال سے خود کھانے اور کھلانے کا جواز	896
	باب:۱۳	
30	حدود میں وکیل بنانا	897
31	حدود میں وکیل بنانے کے متعلق مذاہب فقہاء	897
32	شرابی کی حد کا بیان	897
	باب:۱۴	
33	اونٹوں کا کسی کو وکیل بنانا اور ان کی حفاظت کرنا	898
	باب:۱۵	
34	جب کسی شخص نے اپنے وکیل سے یہ کہا کہ آپ اس کو جہاں مناسب سمجھیں وہاں خرچ کر دیں اور وکیل نے کہا: تم نے جو کچھ کہا' وہ میں نے سن لیا	898
	باب:۱۶	
35	امانت دار آدمی کو خزانہ وغیرہ کا وکیل بنانا	899
36	''کتاب الوکالۃ'' کی تکمیل	899
	۴۱ - کتاب المزارعۃ	901

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	مساقات اور مزارعت کا معنی	901
2	مساقات اور مزارعت میں مذاہب فقہاء اور صحت مزارعت کی شرائط	901
	باب:۱	
3	کاشتکاری اور درخت اُگانے کی فضیلت' جب اس سے کھالیا جائے	902
4	باب مذکور کے مناسب دیگر احادیث	902
5	کون سا ذریعۂ معاش سب سے افضل ہے؟	903
	باب:۲	
6	زراعت کے آلات میں زیادہ مشغول رہنے یا اس میں حد سے بڑھنے کی خرابیاں	903
7	کھیتی باڑی میں زیادہ اشتغال کو ترک کرنے کی ترغیب	904
8	زراعت کی دو حدیثوں میں تطبیق	904
	باب:۳	
9	کھیت کی حفاظت کے لیے کتے کو رکھنا	904
10	کتوں کی وجہ سے گھر میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کی وجوہ	905
11	جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو دھونا ضروری ہے	905
	باب:٤	
12	بیل کو کاشت کاری کے لیے استعمال کرنا	906
13	گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے کا حکم	906
14	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبر دینا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خصوصی فضیلت	907
15	درندوں کے دن کے مصداق میں مختلف اقوال	907
	باب:٥	
16	جب کسی شخص نے کہا کہ کھجور کے درخت اور دوسرے درختوں کی دیکھ بھال کی مشقت مجھ پر چھوڑ دو اور پھلوں میں میں اور تم شریک رہیں گے	907
17	مساقات کی تعریف' مضاربت میں فقہاء احناف کے مؤقف پر علامہ المہلب کا اعتراض اور مصنف کا جواب	908
	باب:٦	
18	پھل دار درخت اور کھجور کے درخت کو کاٹنا	908
19	درختوں کو کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء	909
20	متعدد حکمتوں کی وجہ سے درختوں کو کاٹنے کا جواز	909
21	درختوں کو کاٹنے اور ان کو برقرار رکھنے' دونوں کا جواز	910
22	درختوں کو کاٹنے کی حدیث کو ''کتاب المزارعة'' میں درج کرنے کی توجیہ	910
23	**باب:۷**	910
24	زمین کے ایک معین حصہ کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے کا عدم جواز	911
25	زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق احادیث	911
26	زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء کے مذاہب اور اقوال	912
27	کاشت کاری کے لیے زمین کو کرائے پر دینے' مزارعت' مکانوں کو کرائے پر دینے اور مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینے کے متعلق شرح صحیح مسلم کی ابحاث	913
	باب:۸	
28	زمین کی نصف پیداوار اور اس کی مثل کے عوض مزارعت	913
29	صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار سے مزارعت کا ثبوت	913
30	امام احمد بن حنبل کے نزدیک مجہول اجرت پر اجارہ کا جواز اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عدم جواز	915
31	اجیر (عامل یا مزدور) کے عمل کے کسی حصہ کو اجرت بنانے کا جمہور فقہاء احناف کے نزدیک عدم جواز	916

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
32	مزارعت اور مساقات کے متعلق صحابہ' تابعین اور فقہاء کے مذاہب اور اقوال	917
33	مزارعت اور مساقات کو جائز کہنے والوں کی دلیل اور اس کے جوابات	918
34	مساقات کو ناجائز کہنے والوں کی دلیل اور اس کے جوابات	918
35	امام محمد کی بیان کردہ اقسام' ان میں سے بعض کا جواز اور بعض کا عدم جواز اور ان کی توجیہ	919
36	حضرت عمر نے ازواجِ مطہرات کو خیبر کی زمینوں میں جو اختیار دیا تھا' اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا	920
37	علامہ ابوبکر کی تصریح کہ خیبر کی زمینوں سے حاصل شدہ نصف بہ طور مزارعت تھا نہ کہ بہ طور خراج اور اس سے مصنف کی تائید	920
38	خراج کو ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کی تاویل اور اس پر مصنف کا تعاقب	920
	باب:۹	
39	جب مزارعت میں سالوں کی تعداد معین نہ کی جائے	921
40	جب مزارعت میں مدت کا تعین نہ کیا جائے تو اس کی صحت میں اختلافِ فقہاء	921
41	**باب:۱۰**	922
42	مخابرہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور مخابرہ اور مزارعت کا فرق	922
43	زمین کو کرائے پر دینے سے ممانعت کی توجیہ	923
	باب:۱۱	
44	یہود کے ساتھ مزارعت	923
	باب:۱۲	
45	مزارعت میں جن شرائط کا لگانا مکروہ ہے	923
	باب:۱۳	
46	جب کوئی شخص کسی قوم کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں زراعت کرے اور اس زراعت میں اس قوم کے لیے خیر ہو	924
	باب:۱۴	
47	صحابہ کی وقف شدہ املاک اور خراج کی زمین اور ان کی مزارعت اور ان کا عمل کرنا	925
48	صحابہ کرام کے وقف کردہ اُمور زمین کا خراج' اس کی مزارعت اور اس کا معاملہ	926
49	وقف کی تعریف' اس کا حکم' اس کا سبب' اس کا محل' وقف کے الفاظ اور اس کی شرائط	926
50	سوادِ عراق (عراق کے مضافات اور دیہاتوں) کے متعلق حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف اور سوادِ عراق کے خراج کی مقدار	927
51	حضرت عمر کے استدلال کی تقریر اور سوشلسٹ حضرات کی دلیل کا جواب	928
52	خراج اور سوادِ عراق کے متعلق فقہاء امت کی تصریحات	929
	باب:۱۵	
53	جس نے غیر آباد زمین کو آباد کیا	929
54	"ارضِ موات" (مردہ زمین) اس کو زندہ کرنے کا معنی اور اس کا حکم	929
55	بنجر زمین کو آباد کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	931
56	سربراہِ ملک کی اجازت لینے پر امام ابوحنیفہ کی دلیل اور امام مالک اور امام شافعی کی دلیل کا جواب	931
57	**باب:۱۶**	931
	باب:۱۷	
58	جب زمین کا مالک کاشت کار سے یہ کہے کہ میں	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تمہیں کاشت کاری پر اس وقت تک برقرار رکھوں گا جب تک اللہ برقرار رکھے گا' اور مدت کا تعین نہ کرے تو یہ فریقین کی باہمی رضامندی پر محمول ہے	932
59	مدت کے تعین کے بغیر مساقات اور مزارعت میں مذاہب فقہاء اور باب مذکور کی حدیث کی توجیہات	933
	باب:١٨	
60	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کاشت کاری اور باغ بانی میں ایک دوسرے کی کس طرح مدد کرتے تھے؟	934
61	حدیث مذکور کے رجال	935
62	زمینوں کو کرائے پر دینے کی ممانعت کا محمل	937
63	حدیث مذکور کی دیگر احادیث سے تائید	938
	باب:١٩	
64	سونے اور چاندی کے عوض زمین کو کرائے پر دینا	938
65	**باب:٢٠**	939
66	جنت میں ہر خواہش پوری ہو جائے گی	940
	باب:٢١	
67	درخت اُگانے کا بیان	940
68	''کتاب المزارعة'' کی تکمیل	941
☆	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد رابع کی ڈائری	943
☆	ماخذ و مراجع	945

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ربّ العالمين' الّذى جعلنا من المسلمين' ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين' وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم. والصلٰوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغرالمحجلين' الذى شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم' وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين' وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم' وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين' وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعمة البارى) توكلا على رحمة الله وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمٰى. فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح صحيح البخارى. (تقبله الله بلطفه وتغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ بالله من شرور نفسى ومن سيئات اعمالى. من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل' فلا هادى له. اللهم ارنى الحق حقًا وارزقنى اتباعه. اللهم ارنى الباطل باطلًا وارزقنى اجتنابه. اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا وشفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على وعلى والدى وان اعمل صالحًا ترضه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

Marfat.com

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں ﷺ پر درود و سلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قُویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگارا! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۵۸ - بَابُ اِسْتِلَامِ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ لاٹھی سے حجر اسود کی تعظیم کرنا

اس عنوان میں ''المحجن'' کا لفظ ہے'' المحجن'' اس لاٹھی کو کہتے ہیں جو آخر سے ٹیڑھی ہو۔

١٦٠٧ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَّيَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيْرٍ، يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ. تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنِ ابْنِ اَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح اور یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا' آپ حجر اسود کو ایک چھڑی لگا کر اس کو چوم رہے تھے۔ الدراوردی نے یونس کی متابعت کی' اپنے بھتیجے الزہری سے از عم خود۔

[اطراف الحدیث: ۱۶۱۲-۱۶۱۳-۱۶۳۲-۵۲۹۳]

(صحیح مسلم: ۱۲۷۲' الرقم المسلسل: ۲۹۶۳' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۷' سنن ترمذی: ۸۶۵' سنن نسائی: ۲۹۵۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۴' سنن دارمی: ۱۸۴۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۲۴-۲۷۲۲' صحیح ابن حبان: ۳۸۲۵' المعجم الکبیر: ۱۱۹۵۵' شرح السنۃ: ۱۹۰۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۷۸۰' ج ۴ ص ۲۰۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۸۷۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن صالح ابوجعفر' یہ ذوالقعدہ ۲۴۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن سلیمان ابوسعید الجعفی (۳) عبد اللہ بن وہب (۴) یونس بن یزید (۵) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۶) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود (۷) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۶۲)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ حجر اسود کو ایک چھڑی لگا کر اس کو چوم رہے تھے۔

لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم کی حکمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مرض کی وجہ سے لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم کی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے' اس وقت آپ بیمار تھے' آپ نے اپنی سواری پر طواف کیا' جب بھی آپ حجر اسود پر آتے تو لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم کرتے' پھر جب آپ طواف سے فارغ ہو گئے تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۸۱)

Marfat.com

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے' آپ لاٹھی حجر اسود کو لگا کر پھر اسے بوسا دیتے' پھر آپ صفا اور المروۃ پر گئے اور اپنی سواری پر سات طواف کیے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۵' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۹' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۹)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجر اسود کو اپنا ہاتھ نہیں لگایا کیونکہ آپ بیمار تھے یا اس وجہ سے ہاتھ نہیں لگایا کہ آپ سواری پر تھے اور اس حالت میں اگر آپ حجر اسود کو ہاتھ لگاتے تو طواف کرنے والوں کو تنگی اور دشواری ہوتی اور آپ کے اونٹ سے ان کو ایذاء پہنچتی' اس وجہ سے آپ نے اپنی لاٹھی سے حجر اسود کو مَس کیا' پھر اس کو بوسا دیا۔

المھلب التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم اس لیے کی تھی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ حجر اسود کی تعظیم کرنا فرض نہیں ہے بلکہ یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے حجر اسود سے مخاطب ہو کر کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسا دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسا نہ دیتا۔

علامہ طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کو بوسا دینے کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر طواف کرتے ہوئے لاٹھی سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے حتیٰ کہ لاٹھی کو حجر اسود کے ساتھ لگاتے' پھر اللہ اکبر پڑھتے' پھر لاٹھی کی اس جگہ کو بوسا دیتے جو حجر اسود کے ساتھ مَس ہوتی۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی علت تلاش کرنے کی بجائے آپ کی اتباع کی نیت سے اس پر عمل کرنا چاہیے

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ نے جو یہ فرمایا تھا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسا دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسا نہ دیتا' اس کا معنی یہ ہے کہ اُمورِ دین میں بحث نہیں کرنی چاہیے اور حکم کی علت معلوم کرنے کے درپے نہیں ہونا چاہیے اور حکم تسلیم کرنا چاہیے اور جس حکم کی ہمیں وجہ معلوم نہ ہو' اس پر حسن وخوبی سے عمل کرنا چاہیے' اسی طرح حضرت عمر نے رمل کے متعلق کہا کہ رمل کو اس لیے مشروع کیا تھا کہ کفار کے طعنہ کو دور کیا جائے' اب اگر چہ وہ وجہ نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ اب بھی رمل کیا جاتا رہے۔ اسی طرح جمعہ کے غسل کے حکم کی وجہ یہ ہے کہ ہفتہ بھر محنت مشقت کا کام کرنے اور جسم پر گردوغبار پڑنے کی وجہ سے جو میل کچیل آ جاتا ہے اور پسینہ آنے کی وجہ سے جو جسم سے بدبو آنے لگتی ہے' اس کا ازالہ کیا جائے' تاہم اگر یہ وجہ نہ ہو تو تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے اور آپ کے فعل کی اتباع کی نیت سے ہر جمعہ کو غسل کرنا چاہیے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۹۶۹۔ ج ۳ ص ۵۰۲ پر مذکور ہے۔ اس کی شرح میں اونٹ پر طواف کرنے کی حکمت بیان کی گئی ہے۔

۵۹ - بَابُ مَنْ لَمْ يَسْتَلِمْ اِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَّيْنِ

جس نے صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی

یعنی جس نے صرف دو رکن یمانی کی تعظیم کی اور رکن شامی اور عراقی کی تعظیم نہیں کی۔

۱۶۰۸ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ اَنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَتَّقِي شَيْئًا مِنَ الْبَيْتِ؟ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور محمد بن بکر نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی از ابوالشعثاء' انہوں نے کہا کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو کون ترک

Marfat.com

الْاَرْكَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّهُ لَا يُسْتَلَمُ هٰذَانِ الرُّكْنَانِ! فَقَالَ لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُوْرًا. وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ.

کرے گا؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے (خواہ ارکانِ یمانیہ ہوں یا ارکانِ شامیہ اور عراقیہ)۔ ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ان دو رکنوں (شامی اور عراقی) کی تعظیم نہیں کی جاتی' تو حضرت معاویہ نے کہا کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا' اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما (بھی) تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے۔

۱۶۰۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ اَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ اِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو رکن یمانی کے سوا کعبہ کے اور کسی کونے کی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۶ میں گزر چکی ہے۔

کعبہ کے ارکان (کونوں) کی تعظیم کے متعلق مذاہب فقہاء

کعبہ کے ارکان (کونوں) کی تعظیم میں دو مذہب ہیں:

(۱) حضرت معاویہ' حضرت عبد اللہ بن الزبیر' حضرت جابر بن زید' عروہ بن الزبیر اور حضرت سوید بن غفلہ کا یہ مذہب ہے کہ کعبہ کے تمام ارکان کی تعظیم کی جائے گی۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ' حضرت الحسن' حضرت الحسین اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی جائے گی۔ ہمارے اصحاب احناف کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ یہ دو رکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے کعبہ کی بنیادوں پر ہیں۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اکثر اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ رکن شامی اور رکن عراقی کی تعظیم نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ قریش کے بنائے ہوئے کعبہ کی بنیادوں کے کونے ہیں اور اصل کعبہ کے درمیان میں ہیں اور درحقیقت وہ کعبہ کے کونے نہیں ہیں۔

کعبہ کے ارکان کی تعظیم کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ آئے تو آپ نے صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی اور ان کے علاوہ ارکان کی تعظیم نہیں کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۱۸' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' صحیح البخاری: ۱۶۰۹_۱۶۰۶' صحیح مسلم' کتاب الحج: ۲۴۵_۲۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۴_۱۸۶۹' سنن نسائی: ۲۹۳۲_۲۹۲۷_۲۳۳۳_۲۳۳۲)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیوخ میں سے حضرت ابن عباس' حضرت جابر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم کو پایا' وہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرتے تھے اور ان کے علاوہ کسی رکن کی تعظیم نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۱۹' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

ابراہیم بن عبدالاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہ کو دیکھا' وہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یعلیٰ بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ نے حج کیا تو حجر اسود کی تعظیم کی' اور حضرت یعلیٰ بن امیہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے' پس ان سے حضرت عمر نے کہا: اے یعلیٰ! آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں تمام ارکان کی تعظیم کر رہا ہوں' کیونکہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا' پس حضرت عمر نے کہا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف حجر اسود کی تعظیم کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پس کیا آپ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نمونہ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد بہت کم حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کو ترک کرتے تھے مگر طواف کے طاق چکر میں ان کی تعظیم کر لیتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا' وہ بیت اللہ کے تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یحییٰ بن عباد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن الزبیر کو دیکھا' انہوں نے اسی طرح کیا اور کہا کہ کعبہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ جابر بن زید نے کہا: بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ عروہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے اور اپنا پیٹ' پشت اور پہلو بیت اللہ کے ساتھ ملاتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٦٠ - بَابُ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ

حجر اسود کو بوسا دینا

١٦١٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ قَالَ أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ لَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں زید بن اسلم نے خبر دی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے حجر اسود کو بوسا دیا اور کہا: اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۷ میں گزر چکی ہے۔

١٦١١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از الزبیر بن عربی

Marfat.com

تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، فَقَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُهٗ وَیُقَبِّلُهٗ. قَالَ قُلْتُ اَرَاَیْتَ اِنْ زُحِمْتُ؟ اَرَاَیْتَ اِنْ غُلِبْتُ؟ قَالَ اِجْعَلْ اَرَاَیْتَ بِالْیَمَنِ، رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُهٗ وَیُقَبِّلُهٗ. وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الْفِرَبْرِیُّ وَجَدْتُ فِیْ کِتَابِ اَبِیْ جَعْفَرٍ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَیْرُ بْنُ عَدِیٍّ کُوْفِیٌّ وَّالزُّبَیْرُ بْنُ عَرَبِیٍّ بَصْرِیٌّ.

انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کی تعظیم کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کو بوسا دیتے تھے' اس نے کہا: یہ بتائیں کہ اگر میں لوگوں کے ہجوم میں ہوں یا چومنے سے عاجز ہو جاؤں تو کیا کروں؟ حضرت ابن عمر نے کہا: تم اپنے اگر مگر کو یمن میں رکھو' میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کی تعظیم کرتے تھے اور اس کو بوسا دیتے تھے' اور محمد بن یوسف الفربری نے کہا: میں نے ابوجعفر کی کتاب میں دیکھا' امام بخاری نے کہا: زبیر بن عدی کوفی ہے اور الزبیر بن عربی بصری ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۶ میں گزر چکی ہے۔

صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں رائے اور قیاس پر عمل کرنے کی مذمت جب کہ اس کے معارض دیگر احادیث نہ ہوں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تم اپنے اگر مگر کو یمن میں رکھو' کیونکہ وہ سائل یمن کا رہنے والا تھا' حضرت ابن عمر کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم سنت کے طالب ہو تو رائے اور قیاس کو ترک کر دو' اور حدیث کے مقابلہ میں اگر مگر کے ساتھ قیاس سے معارضہ نہ کرو' حضرت ابن عمر نے یہ سمجھا تھا کہ شاید وہ سائل لوگوں کے ہجوم کو عذر بنا کر حجر اسود کی تعظیم کو ترک کرنا چاہتا ہے ورنہ قرآن و سنت میں کسی حکم کی علت کو معلوم کرنا ممنوع نہیں ہے' مثلاً تمتع کرنا قرآن اور سنت سے ثابت ہے مگر حضرت عمر اور حضرت عثمان تمتع سے منع کرتے تھے کیونکہ ان کی رائے میں تمتع کرنا حجۃ الوداع میں صحابہ کے ساتھ خاص تھا یا جیسے احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا مگر فقہاء احناف کے نزدیک یہ جمع صوری پر محمول ہے' یا جیسے قرآن مجید میں حکم ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا. اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور چپ رہو۔ (الاعراف: ۲۰۴)

اور حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۸۵۰' سنن دارقطنی: ۱۲۵۰' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۸۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قراءت کرے؟ تو وہ فرماتے: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لیے کافی ہے۔ نافع نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے (یہ حدیث صحیح ہے)۔ (موطأ امام مالک' کتاب الصلوۃ: ۴۳' سنن دارقطنی: ۱۴۸۸' موطأ امام محمد ص ۹۴)

قرآن اور سنت کے اس واضح حکم کے باوجود امام شافعی' امام احمد اور غیر مقلدین نے یہ کہا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنا

Marfat.com

واجب ہے' اس کے باوجود علماء غیر مقلدین کی دیدہ دلیری دیکھئے' شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ' صحیح البخاری کی زیر بحث حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ وحید الزمان کا فقہاء احناف پر تبرا

یعنی آں حضرت کی سنت پر چل' اب اس میں چہ مہ گوئیاں اور اگر مگر نکالنا کیا واہیات بات ہے' اہل بدعت کی یہی عادت ہے حدیث شریف بیان کرو تو لغو عذرات پیش کرتے ہیں' اگر ایسا ہو' مگر ویسا ہو' عبداللہ بن عمر نے اس پر انکار کیا' ایمان کی نشانی یہ ہے کہ جہاں حدیث شریف سنی بس فوراً اس پر عمل کرنا شروع کر دے' سارا زمانہ اس کے خلاف بکتا رہے' اگر حدیث شریف پر عمل کرنے کی وجہ سے کوئی وہابی کہے کوئی غیر مقلد' تو اپنے حق میں نعمت غیر مترقبہ سمجھے' یہ دولت کس کو نصیب ہوتی ہے کہ یہ حدیث پر عمل کرنے میں ایذاء اور تکلیف اٹھائے' اللہ کی راہ میں گالیاں یا مار کھانا' ان ذلیل ٹٹ پونجیئے' دنیا کے بادشاہوں اور نوابوں کی لاکھوں خطاب اور خلعت سے زیادہ بیش بہا اور قابل قدر ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء. (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۵۱' نعمانی کتب خانہ لاہور)

گویا شیخ وحید الزمان اور دیگر غیر مقلدین حدیث شریف سنتے ہی اس پر عمل کرتے ہیں' پھر صدیوں سے غیر مقلدین درج ذیل احادیث پر کیوں عمل نہیں کر رہے؟

جن صحیح احادیث پر علماء غیر مقلدین نے عمل نہیں کیا

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں اور انہوں نے صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۵۷' مصنف عبدالرزاق: ج ۲ ص ۷۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸' طبع کراچی)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں' نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱' طبع کراچی)

ایسی احادیث کی بہت بڑی تعداد ہے جن پر غیر مقلدین عمل نہیں کرتے اور اگر مگر کرتے ہیں' لیکن شیخ وحید الزمان اور ان کے موافقین کو آئینہ دکھانے کے لیے یہ تین مثالیں کافی ہیں۔

٦١ - بَابُ مَنْ اَشَارَ اِلَی الرُّكْنِ اِذَا اَتٰى اِلَيْهِ

جب کوئی شخص حجر اسود کے پاس جائے تو اس کی طرف اشارہ کرے

١٦١٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيْرٍ كُلَّمَا اَتٰى عَلَى الرُّكْنِ اَشَارَ اِلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا' آپ جب بھی حجر اسود کے پاس آتے تو

Marfat.com

اس کی طرف اشارہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۷ میں گزر چکی ہے۔

٦٢ - بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الرُّكْنِ

حجر اسود کے پاس اللہ اکبر کہنا

١٦١٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيرٍ، كُلَّمَا اَتَى الرُّكْنَ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ. تَابَعَهُ اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا آپ جب بھی رکن کے پاس آتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے جو آپ کے پاس ہوتی اور اللہ اکبر پڑھتے۔ ابراہیم بن طہمان نے خالد بن عبد اللہ کی متابعت کی از خالد الحذاء۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۷ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ اِذَا قَدِمَ مَكَّةَ، قَبْلَ اَنْ يَّرْجِعَ اِلٰى بَيْتِهٖ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّفَا

جو شخص مکہ میں آئے تو وہ اپنے گھر لوٹنے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرے' پھر دو رکعت نماز پڑھے' پھر صفا کی طرف جائے

یعنی جو شخص مکہ میں آئے اور وہ مسجد حرام میں داخل ہو تو وہ کسی اور کام میں مشغول ہونے سے پہلے طواف سے ابتداء کرے اور حجر اسود کا قصد کرے اور یہ مسجد حرام کی تحیت ہے' پھر طواف سے ابتداء کرنا ہر شخص کے لیے مستحب ہے' خواہ وہ محرم ہو یا نہ ہو' ہاں! اگر اسے یہ خطرہ ہو کہ کسی فرض نماز کا وقت نکل جائے گا یا جماعت چھوٹ جائے گی یا وقت میں گنجائش اور وسعت ہو اور اس پر قضاء نمازیں ہوں تو وہ ان کو طواف پر مقدم کرے گا اور اس طواف کا نام طواف قدوم ہے' اور یہ سنت ہے' سو اگر اس نے اس کو ترک کر دیا تو اس کا حج درست ہے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے مگر اس کی فضیلت فوت ہو جائے گی۔ امام شافعی کا ایک شاذ قول یہ ہے کہ اس کے ترک سے دم لازم آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦١٤، ١٦١٥ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ؛ قَالَ فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهٖ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ، ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً. ثُمَّ حَجَّ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مِثْلَهٗ. ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِي الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی از ابن وہب' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمٰن' اس کا میں نے عروہ سے ذکر کیا' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) آئے تو جس چیز کے ساتھ آپ نے سب سے پہلے ابتداء کی' وہ یہ تھی کہ آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے طواف کیا' پھر (اس طواف) سے عمرہ نہیں ہوا' پھر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسی طرح

تَعَالٰی عَنْهُ، فَاَوَّلُ شَیْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ. ثُمَّ رَاَیْتُ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارَ یَفْعَلُوْنَهٗ، وَقَدْ اَخْبَرَتْنِیْ اُمِّیْ اَنَّهَا اَهَلَّتْ هِیَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَیْرُ، وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّکْنَ حَلُّوْا.

[اطراف الحدیث: ۱۶۴۱-۱۶۴۲-۱۷۹۶] (صحیح مسلم: ۱۲۳۵، الرقم المسلسل: ۲۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۹۹)

حج کیا' پھر عروہ نے کہا: میں نے اپنے والد حضرت زبیر رضی اللہ کے ساتھ حج کیا' انہوں نے بھی جو کام سب سے پہلے کیا وہ طواف تھا' پھر میں نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار بھی اسی طرح کرتے تھے' اور مجھ سے میری والدہ (حضرت اسماء رضی اللہ) نے بیان کیا کہ انہوں نے اور ان کی بہن حضرت عائشہ اور حضرت زبیر نے اور فلاں فلاں نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر جب انہوں نے حجر اسود کی تعظیم کر لی (اور صفا اور المروۃ کی سعی کر لی اور سر منڈا لیا یا بال تراش لیے) تو اس وقت انہوں نے احرام کھول دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج' عنقریب ان کا تذکرہ گزر رہا ہے (۲) عبد اللہ بن وہب' ان کا تذکرہ کئی بار گزر چکا ہے (۳) عمرو بن الحارث (۴) محمد بن عبد الرحمان ابو الاسود النوفلی' یہ یتیم عروہ کے نام سے معروف ہیں (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۷۰)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مکہ میں) آئے تو جس چیز کے ساتھ آپ نے سب سے پہلے ابتداء کی' وہ یہ تھی کہ آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے طواف کیا۔

صرف طواف قدوم کرنے کے بعد کوئی شخص احرام نہیں کھول سکتا جب تک صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ بیان کرنا ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کرنے کے لیے مکہ میں آئے تو وہ سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا اور المروۃ میں سعی کرے' پس اگر وہ عمرہ کرنے والا ہے تو پھر سر منڈا کر احرام کھول دے اور اگر حج کرنے والا ہے تو اپنے احرام پر برقرار رہے حتیٰ کہ حج کے افعال کے لیے آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ روانہ ہو' اسی لیے امام مالک نے کہا ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو نماز میں مشغول نہ ہو' بلکہ حجر اسود کی تعظیم کرو اور طواف کرو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۵۶)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے اس حدیث کو تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام مسلم کی روایت امام بخاری کی اس روایت کی شرح کے حکم میں ہے' امام مسلم کی روایت درج ذیل ہے:

صحیح بخاری کی مختصر روایت کی تفصیل

محمد بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ ایک عراقی نے ان سے کہا کہ عروہ بن الزبیر سے پوچھو کہ جس شخص نے حج کا احرام باندھا' آیا وہ بیت اللہ کے طواف کے بعد احرام کھول سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ وہ احرام نہیں کھول سکتا تو ان سے کہو کہ ایک شخص کہتا ہے کہ وہ احرام کھول سکتا ہے۔ محمد بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں: میں نے عروہ سے یہ سوال کیا تو انہوں نے کہا: جس شخص نے حج کا احرام باندھا ہے' وہ حج پورا کیے بغیر احرام نہیں کھول سکتا۔ میں نے کہا: ایک شخص کہتا ہے کہ وہ احرام کھول سکتا ہے' عروہ نے کہا: اس شخص نے بری بات کہی' پھر وہ عراقی مجھ سے ملا تو میں نے اس کو عروہ کا جواب سنایا تو اس نے کہا: عروہ سے کہو کہ ایک شخص کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے ایسا کیا ہے اور حضرت اسماء اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح کیا ہے' محمد بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں پھر عروہ کے پاس گیا اور ان کو یہ بتایا' انہوں نے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا' انہوں نے کہا: کیا بات ہے وہ شخص خود آ کر میرے پاس سوال کیوں نہیں کرتا؟ میرا خیال ہے وہ عراقی ہوگا' میں نے کہا: میں نہیں جانتا' عروہ نے کہا: وہ جھوٹ بولتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا اور مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث سنائی کہ مکہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے وضوء کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا' پھر حج کے سوا کچھ نہیں کیا' پھر حضرت عمر نے بھی اسی طرح کیا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کیا' انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے علاوہ کچھ نہیں کیا' پھر حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حج کیا' پھر میں نے اپنے والد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا' انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا' اور میں نے مہاجرین اور انصار کو بھی اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا' وہ اس کے سوا کچھ نہیں کرتے تھے اور سب سے آخر میں' میں نے جس کو حج کرتے ہوئے دیکھا وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے' انہوں نے بھی عمرہ کے بعد حج کے احرام کو نہیں کھولا اور حضرت ابن عمر ان لوگوں کے یہاں موجود ہیں' وہ ان سے سوال کیوں نہیں کرتے؟ اسی طرح جو صحابہ بھی گزر چکے ہیں جب وہ مکہ مکرمہ جاتے تھے تو سب سے پہلے وہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے' پھر وہ احرام نہیں کھولتے تھے اور میں نے اپنی والدہ حضرت اسماء اور اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہے' وہ مکہ پہنچ کر سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتیں اور احرام نہیں کھولتی تھیں اور میری والدہ نے مجھے بتایا کہ وہ' ان کی بہن اور حضرت زبیر اور فلاں فلاں شخص نے فقط عمرہ کیا اور جب انہوں نے حجر اسود کی تعظیم کر لی تو احرام کھول دیا اور عراقی نے اس مسئلہ میں جو کچھ کہا ہے' وہ جھوٹ ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۳۵' الرقم المسلسل: ۲۸۹۰)

طواف سے پہلے وضوء کے شرط ہونے میں اختلاف ائمہ اور دیگر مسائل

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ طواف کرنے سے پہلے وضوء کرنا چاہیے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ وضوء کرنا واجب ہے یا شرط ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ طواف سے پہلے وضوء کرنا شرط نہیں ہے' اگر کسی شخص نے بغیر وضوء کے طواف کر لیا تو اس کا طواف صحیح ہے' اگر یہ طواف قدوم تھا تو وہ کوئی چیز صدقہ کرے گا' اور اگر یہ طواف زیارت تھا تو وہ ایک بکری صدقہ کرے گا اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے کہا کہ طواف کے لیے وضوء کرنا شرط ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حرم میں داخل ہونے والا سب سے پہلے طوافِ قدوم کرے گا اور طوافِ قدوم کرنے والا اس وقت تک احرام نہیں کھول سکتا جب تک صفا اور المروۃ میں سعی نہ کر لے اور حجر اسود کی تعظیم نہ کر لے یعنی اگر اس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا تو عمرہ مکمل کرنے سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا اور اگر اس نے حج کا احرام باندھا تھا تو حج کے افعال مکمل کرنے سے پہلے حج کا احرام نہیں کھول سکتا۔ امام بخاری اور امام مسلم کا اس حدیث کو لانے سے یہی مقصد ہے۔

۱۶۱۶ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ' أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ يَسْعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ انس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حج یا عمرہ کا طواف کیا تو پہلے تین چکر دوڑ کر کیے اور چار چکر معمول کے

Marfat.com

وَمَشٰى اَرْبَعَةً، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

مطابق چل کر کیے، پھر دو رکعت نماز پڑھی، پھر صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۶۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۱٦١٧ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْاَوَّلَ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ، وَيَمْشِيْ اَرْبَعَةً، وَاَنَّهُ كَانَ يَسْعٰى بَطْنَ الْمَسِيْلِ اِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

(جامع المسانید لابن جوزی: ۳۴۸۰، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ میں پہلا طواف کرتے تو تین چکر دوڑ کر کرتے اور چار چکر چل کر کرتے، اور آپ صفا اور المروۃ کے درمیان بطن المسیل (ایک نشیب) میں دوڑ کر جاتے تھے (اب وہاں بطن المسیل کی پہچان کے لیے سبز لائٹیں لگا دی گئی ہیں)۔

٦٤ - بَابُ طَوَافِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ
عورت کا مردوں کے ساتھ طواف کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنے کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ ان کے ساتھ مختلط ہو کر طواف کریں یا بغیر اختلاط کے طواف کریں یا الگ طواف کریں؟

۱٦١٨ - وَقَالَ لِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ اِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ، قَالَ كَيْفَ يَمْنَعُهُنَّ، وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ؟ قُلْتُ اَبَعْدَ الْحِجَابِ اَوْ قَبْلُ؟ قَالَ اِيْ لَعَمْرِيْ، لَقَدْ اَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ. قُلْتُ كَيْفَ يُخَالِطْنَ الرِّجَالَ؟ قَالَ لَمْ يَكُنَّ يُخَالِطْنَ، كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَطُوْفُ حَجْرَةً مِّنَ الرِّجَالِ لَا تُخَالِطُهُمْ، فَقَالَتِ امْرَاَةٌ اِنْطَلِقِيْ نَسْتَلِمْ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَتْ اِنْطَلِقِيْ عَنْكِ، وَاَبَتْ، فَكُنَّ يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ، وَلٰكِنَّ كُنَّ اِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حَتّٰى يَدْخُلْنَ، وَاُخْرِجَ الرِّجَالُ. وَكُنْتُ اٰتِيْ عَائِشَةَ اَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِيْ جَوْفِ ثَبِيْرٍ، قُلْتُ وَمَا حِجَابُهَا؟ قَالَ هِيَ فِيْ قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ لَهَا غِشَاوَةٌ، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذٰلِكَ، وَرَاَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا.

اور مجھ سے عمرو بن علی نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی، ابن جریج نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو عطاء بن ابی رباح نے کہا: تم عورتوں کو (مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے) کیوں کر منع کر سکتے ہو جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے مردوں کے ساتھ طواف کیا ہے، میں نے پوچھا: حجاب کے بعد یا حجاب سے پہلے؟ عطاء نے کہا: مجھے میری زندگی کی قسم! میں نے اس کو حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد دیکھا ہے، میں نے پوچھا: وہ مردوں سے کیسے مختلط ہوتی تھیں؟ عطاء نے کہا: وہ مردوں سے مختلط نہیں ہوتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے الگ ہو کر طواف کرتی تھیں مردوں سے مختلط نہیں ہوتی تھیں، ایک عورت نے اُن سے کہا: اے ام المؤمنین! چلیے! حجر اسود کو بوسا دیں، حضرت عائشہ نے کہا: تم جاؤ! وہ نہیں گئیں، پس ازواج مطہرات رات کو اس طرح نکلتی تھیں کہ پہچانی نہیں جاتی تھیں، پس وہ مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں، لیکن جب وہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہتیں تو باہر کھڑی رہتیں حتیٰ کہ (سب) مرد نکل جاتے، اور میں اور عبید بن

عمیر' حضرت عائشہ کے پاس جایا کرتے تھے اور وہ ثبیر پہاڑ کے پاس معتکف ہوتی تھیں' میں نے پوچھا: حضرت عائشہ کا حجاب کیسا تھا؟ عطاء نے کہا: وہ ایک ترکی خیمہ میں تھیں جس پر پردہ پڑا ہوا تھا' ہمارے اور ان کے درمیان اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور میں نے ان کو دیکھا' وہ گلابی رنگ کی قمیص پہنے ہوئے تھیں۔

عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنے کی کیفیت اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ عطاء بن ابی رباح کا کہنا یہ ہے کہ مردوں نے عورتوں کے ساتھ طواف کیا' ان کی مراد یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں نے ایک وقت میں طواف کیا اور عورتیں مردوں کے ساتھ مختلط نہیں تھیں کیونکہ سنت یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے پیچھے طواف کریں اور ان سے الگ نماز پڑھیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم مردوں کے پیچھے سواری پر طواف کرو۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب خواتین کعبہ کے اندر داخل ہونے کا ارادہ کریں تو مردوں کو کعبہ سے نکال لیا جائے' کعبہ میں طواف کے برخلاف' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکہ میں بیٹھنا بھی طواف کی ایک قسم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پورے حرم میں اعتکاف کرنا جائز ہے' خواہ وہ جگہ مسجد حرام نہ ہو کیونکہ پہاڑ ثبیر مسجد حرام سے خارج ہے اور وہ منیٰ کے راستہ میں ہے۔

اس حدیث میں ''حجرۃ من الرجال'' مذکور ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مردوں سے الگ تھلگ تھیں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ وہ ان سے مختلط نہ ہوں' ان کے پیچھے طواف کریں' اور ایسی ہیئت میں رہیں کہ پہچانی نہ جائیں اور رات میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ میں قیام کرنا جائز ہے اور یہ بھی اعتکاف کی ایک قسم ہے' اور اعتکاف کی دو قسمیں ہیں: دن رات کے لیے اعتکاف کرنا اور صرف دن کے لیے اعتکاف کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶۱۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ' عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّي اَشْتَكِي' فَقَالَ طُوْفِي مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ. فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ يُصَلِّي اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَاُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل از عروہ بن الزبیر از حضرت زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سواری پر طواف کرو' پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت صبح کی نماز بیت اللہ کے پہلو میں پڑھ رہے تھے اور اس وقت آپ ان آیات کی تلاوت

Marfat.com

﴿وَالطُّوْرِO وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍO﴾ (الطور:۲-۱). کررہے تھے: "والطورO وکتب مسطور O" (الطور:۲-۱) پہاڑ طور کی قسم!O اور اس کتاب کی جولکھی ہوئی ہےO

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

٦٥ - بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ — طواف میں کلام کرنا

طواف کے دوران کلام کی اباحت کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت پائی تھی' اس نے کہا: بیت اللہ میں طواف کرنا نماز ہے' اس لیے اس میں کم سے کم کلام کرو۔ (سنن نسائی:۲۹۱۹)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: طواف میں باتیں کم کرو کیونکہ تم نماز میں ہوتے ہو۔ (سنن نسائی:۲۹۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت اللہ کا طواف کرنا نماز ہے مگر یہ کہ اللہ نے اس میں تمہارے لیے کلام کو جائز کر دیا ہے' پس جو (اس میں) کلام کرے وہ خیر کے سوا کوئی کلام نہ کرے۔

(المستدرک:۱۶۸۶۔ ج ۲ ص ۴۵۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۷' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۲۸' کنز العمال:۱۲۰۰۲)

١٦٢٠ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ أَنَّ طَاوُسًا أَخْبَرَهُ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ' رَبَطَ يَدَهُ إِلٰى إِنْسَانٍ بِسَيْرٍ أَوْ بِخَيْطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ' فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ' ثُمَّ قَالَ قُدْهُ بِيَدِهٖ.

[اطراف الحدیث:۱۶۲۱۔ ۶۷۰۲۔ ۶۷۰۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان الاحول نے خبر دی' ان کو طاؤس نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر رہے تھے' اسی اثناء میں آپ نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنا ہاتھ تسمہ' دھاگے یا کسی اور چیز سے دوسرے آدمی سے باندھا ہوا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا اور فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر چلو۔

(سنن ابوداؤد:۳۳۰۲' سنن نسائی:۳۸۲۰۔ ۳۸۱۹' جامع المسانید لابن جوزی:۲۸۸۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفرا ابواسحاق (۲) ہشام بن یوسف ابوعبدالرحمٰن (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۴) سلیمان بن ابی مسلم الاحول (۵) طاؤس بن کیسان (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۰۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے دوران فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر چلو' اس سے معلوم ہوا کہ طواف کے دوران کلام کرنا جائز ہے۔

طواف کے دوران قرآن مجید پڑھنے اور ذکر کرنے کے متعلق فقہاء کے نظریات اور غلط کام کی اصلاح کرنے کا ثبوت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اولیٰ یہ ہے کہ انسان طواف کے دوران اپنے دل میں اللہ کا ذکر کرتا رہے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہے اور کوئی ایسا کلام نہ کرے جس کا اس کو آخرت میں نفع نہ ہو' اس کے باوجود ہم مباح کلام کو طواف میں حرام نہیں کہتے' تاہم طواف میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں زیادہ سلامتی ہے کیونکہ جس شخص نے طواف کے دوران ذکر کے علاوہ کوئی اور کلام کیا تو اس کا اسے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں اختلاف ہے' ابن المبارک یہ کہتے تھے کہ قرآن مجید کی تلاوت سے افضل کوئی چیز نہیں ہے اور مجاہد طواف میں قرآن مجید پڑھتے تھے' امام شافعی اور ابوثور نے اس کو مستحب کہا ہے' فقہاء احناف نے کہا ہے کہ دل میں قرآن مجید پڑھے۔ عروہ' حسن بصری اور امام مالک بن انس نے طواف کے دوران قرآن کریم پڑھنے کو مکروہ کہا ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ پہلے لوگ طواف میں قرآن کریم نہیں پڑھتے تھے اور اگر اس کو آہستہ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور زیادہ قرآن کریم کو نہ پڑھے' عطاء نے کہا: طواف میں قرآن مجید پڑھنا بدعت ہے' ابن المنذر نے کہا: تسبیح پڑھنے سے قرآن مجید پڑھنا افضل ہے' ان میں سے ہر ایک مستحسن ہے۔

جس طرح نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہا جاتا ہے' اسی طرح طواف کے شروع میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور تعظیم کے کلمات پڑھنے چاہئیں اور خضوع اور خشوع کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر مغفرت طلب کرنی چاہیے اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا چاہیے اور دنیاوی باتوں کو ترک کر دینا چاہیے' عروہ بن الزبیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے طواف کے دوران کلام کیا تو انہوں نے جواب نہیں دیا' بعد میں جب ان سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابن عمر نے کہا: تم مجھے دورانِ طواف ملے اور ہم اس وقت اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے تھے' اس وجہ سے میں نے تمہاری بات کا جواب نہیں دیا تھا' پھر ان سے بات کی' عروہ نے جو ان سے سوال کیا تھا وہ مباح کلام تھا لیکن حضرت ابن عمر نے ان کو جواب دینے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محترم گھر کا طواف کر رہے تھے اور اس دوران انہوں نے کسی اور سے کلام کرنا اس کی تعظیم کے خلاف سمجھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طواف کرنے والے کا تسمہ کاٹ دیا تھا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ طواف کرنے والے کے لیے معمولی کام کرنا جائز ہے اور اس کو چاہیے کہ جب وہ کوئی غلط کام دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کر دے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تسمہ اس لیے کاٹ دیا تھا کہ جانوروں کو لگام ڈال کر چلایا جاتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک طواف کرنے والے کے پاس سے گزرے' جس کی ناک میں نکیل ڈال کر چلایا جا رہا تھا تو آپ نے اس کی نکیل کو کاٹ دیا اور فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر چلاؤ۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ طواف کے دوران قرآن مجید پڑھنے اور ذکر کے متعلق حسب ذیل آثار ہیں:

یحییٰ البکاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو طواف کے دوران قرآن کریم پڑھتے ہوئے سنا' تو اس کو منع کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۱۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد کہتے تھے کہ طواف کے دوران قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے لیکن وہ اللہ کا ذکر کرے' اس کی حمد کرے اور اس کی تکبیر پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۱۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بن نافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کیا' وہ طواف کے دوران اللہ کے ذکر سے نہیں تھکتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۱۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

٦٦ - بَابُ إِذَا رَأَى سَيْرًا أَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ قَطَعَهُ

جب آدمی تسمہ یا کوئی بھی ایسی چیز دیکھے جو طواف میں مکروہ ہو تو اُسے کاٹ دے

١٦٢١ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِزِمَامٍ أَوْ غَيْرِهِ فَقَطَعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از سلیمان الاحول از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور وہ لگام یا کسی اور چیز سے بندھا ہوا تھا تو آپ نے اس لگام کو کاٹ دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٦٢٠ میں گزر چکی ہے۔

٦٧ - بَابٌ لَّا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّلَا يَحُجُّ مُشْرِكٌ

کوئی شخص برہنہ طواف کرے نہ کوئی مشرک حج کرے

١٦٢٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ يُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِيْ رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ أَلَا لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، یونس نے کہا: ابن شہاب نے بیان کیا: ہمیں حمید بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حج میں بھیجا جس حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کا امیر بنایا تھا، حجۃ الوداع سے پہلے قربانی کے دن ان کو لوگوں کی جماعت کے ساتھ بھیجا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کریں: سنو! اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ میں برہنہ طواف کرے گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ٣٦٩ میں گزر چکی ہے، تاہم اس کا خلاصہ ذکر کیا جا رہا ہے۔

جزیرہ عرب سے غیر مسلموں کو نکالنے کا حکم اور دورانِ طواف ستر ڈھانپنے میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے دو حکم معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اس سال (٩ھ) کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، آپ نے یہ اعلان اس وقت کرایا جب یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبہ: ٢٨)

تمام مشرک محض نجس ہیں، سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

اس آیت میں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے، لہٰذا کسی مشرک کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی حال میں بھی حرم میں داخل ہو۔ اسی طرح اس سال کے بعد اہل ذمہ کے لیے بھی حرم میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آخری کلام فرمایا' وہ یہ تھا کہ یہود کو ارضِ حجاز سے نکال دو اور اہل نجران (نصاریٰ) کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴' ادارۃ القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۴۴' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۷' صحیح البخاری: ۳۰۵۳' صحیح مسلم: ۱۶۳۷' سنن ابوداؤد: ۳۰۲۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۲' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۷' مصنف عبدالرزاق: ۱۹۳۷۱' مسند الحمیدی: ۵۲۶' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۶' کنز العمال: ۱۱۰۱۷)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پتلی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو تباہ کردے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۹۶' صحیح مسلم: ۲۹۰۹)

یہ جب ہی ہوگا جب مشرکین حرم میں داخل ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں نہی (یعنی ممانعت) ہے خبر نہیں اور اگر خبر ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ قربِ قیامت سے پہلے مشرکین حرم میں داخل نہیں ہوں گے۔

اس حدیث سے دوسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک کعبہ میں طواف کے دوران ستر ڈھانپنا فرض ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ستر ڈھانپے بغیر بھی طواف ادا ہو جاتا ہے مگر اس پر دم لازم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٨ - بَابٌ إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ   جب طواف کے درمیان رک گیا

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص طواف کرتے کرتے رک گیا تو وہ کیا کرے؟ آیا اس طواف کو منقطع کرے یا نہ کرے؟

طواف منقطع کرنے کے بعد اسی طواف پر بناء کی جائے یا دوبارہ طواف شروع کرے؟ اس میں اختلاف ائمہ

جمہور کے نزدیک جب طواف کرنے والے کو اثناء طواف میں کوئی چیز عارض ہو جائے اور وہ ٹھہر جائے تو پھر وہیں سے طواف شروع کرے اور دوبارہ از سر نو طواف شروع نہ کرے' جب کہ حسن بصری نے کہا کہ جب کوئی شخص طواف کر رہا ہو اور اسی اثناء میں نماز کی اقامت شروع ہو جائے تو وہ طواف کو منقطع کردے اور از سر نو طواف شروع کرے اور اسی طواف پر بناء نہ کرے' ابن المنذر نے کہا: مجھے اس قول کے علاوہ کسی اور قول کا علم نہیں۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمہور علماء کا یہ موقف ہے کہ اگر کسی شخص کے طواف کے دوران نماز کی اقامت شروع ہو جائے تو وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسی طواف پر بناء کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' النخعی' عطاء' ابن المسیب اور طاؤس سے یہی روایت ہے۔ امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔

شرح المہذب میں مذکور ہے کہ اگر اثناء طواف میں جنازہ آ جائے تو امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک طواف کو مکمل کرنا افضل ہے۔ عطاء اور عمرو بن دینار کا بھی یہی قول ہے' ابوثور نے کہا: وہ طواف سے باہر نہ آئے اور اگر وہ طواف سے نکل گیا تو دوبارہ طواف شروع کرے۔ امام ابوحنیفہ اور حسن بن صالح نے کہا: وہ جنازہ پڑھنے کے لیے طواف سے باہر آ جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ فِيمَنْ يَطُوفُ فَتُقَامُ الصَّلٰوةُ أَوْ   اور عطاء نے کہا: جو شخص طواف کر رہا ہو اور اسی اثناء میں نماز

يُدْفَعُ عَنْ مَكَانِهِ إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ إِلَى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ فَيَبْنِي. وَيُذْكَرُ نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

کی اقامت کہی جائے یا اس کو وہاں سے ہٹا دیا جائے تو وہ سلام پھیرنے کے بعد لوٹ آئے اور وہیں سے طواف شروع کرے جہاں سے منقطع کیا تھا اور اسی طواف پر بناء کرے اسی کی مثل حضرت ابن عمر اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

اس تعلیق کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں عمرو بن سعید کی امارت میں طواف کیا' اسی اثناء میں عمرو بن سعید نے نماز پڑھانی شروع کر دی' حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: مجھے مہلت دو حتیٰ کہ میں طواف کو طاق عدد پر روکوں' پھر انہوں نے تین چکروں پر طواف کو ختم کیا' اس کے بعد انہوں نے ان چکروں کو دہرایا نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۰۳۱)

کثیر بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کیا' پھر نماز نے ان کے طواف کو منقطع کر دیا اور ابھی ان کے دو چکر باقی تھے' پھر سعید نے ان دو چکروں کو نہیں دہرایا اور بقیہ پانچ چکر طواف کیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۰۳۲)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے سلیمان احول نے خبر دی کہ انہوں نے ابوالشعثاء کے ساتھ طواف کیا' ابھی ان کے چند چکر باقی تھے کہ نماز نے ان کے طواف کو منقطع کر دیا تو بعد میں انہوں نے ان چکروں کو نہیں دہرایا اور پانچ چکر کے بعد اپنا طواف مکمل کر لیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۰۳۳)

امام بخاری نے اس عنوان کے بعد کوئی حدیث ذکر نہیں کی' اور عطاء' حضرت ابن عمر اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر کے آثار کے ذکر کو کافی سمجھ لیا۔

٦٩ - بَابٌ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسُبُوعِهِ رَكْعَتَيْنِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز پڑھی

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُصَلِّي لِكُلِّ سُبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ.

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بیت اللہ کے سات چکر لگاتے' پھر بیت اللہ میں داخل ہو کر دو رکعت طواف کی نماز پڑھتے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۰۶۳)

وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ إِنَّ عَطَاءً يَقُوْلُ تُجْزِئُهُ الْمَكْتُوْبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ؟ فَقَالَ السُّنَّةُ أَفْضَلُ، لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبُوعًا قَطُّ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اور اسماعیل بن امیہ نے بیان کیا کہ میں نے الزہری سے کہا کہ عطاء یہ کہتے ہیں کہ فرض نماز طواف کی دو رکعتوں سے کافی ہیں؟ انہوں نے کہا: سنت افضل ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بھی طواف کے سات چکر لگائے تو دو رکعت نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

معمر بیان کرتے ہیں کہ الزہری سے یہ کہا گیا کہ فرض نماز' طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز سے کفایت کرتی ہے' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بھی طواف کے سات چکر لگائے' اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۰۵۷)

١٦٢٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَيَقَعُ الرَّجُلُ عَلٰى امْرَأَتِهٖ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَّطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، ثُمَّ صَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:٢١).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ آیا کوئی شخص اپنے عمرہ میں صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے عمل زوجیت کر سکتا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے' آپ نے بیت اللہ میں سات بار طواف کیا' پھر آپ نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی اور کہا: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

١٦٢٤ - قَالَ وَسَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَ لَا يَقْرَبُ امْرَأَتَهٗ حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

اور عمرو بن دینار نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ اپنی بیوی کے قریب نہ جائے حتیٰ کہ صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۶ میں گزر چکی ہے۔

٧٠ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ وَلَمْ يَطُفْ حَتّٰى يَخْرُجَ إِلٰى عَرَفَةَ وَيَرْجِعَ بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ

جو شخص طوافِ قدوم کے بعد پھر کعبہ کے نزدیک نہیں گیا اور حج کرنے میدانِ عرفات چلا گیا

یعنی جس شخص نے طوافِ قدوم کے بعد پھر کوئی اور طواف نہیں کیا اور حج کرنے چلا گیا۔

١٦٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فَطَافَ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهٖ بِهَا حَتّٰى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابو بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے' پس آپ نے طواف کیا اور صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی اور اس طواف کے بعد کعبہ کے قریب نہیں گئے حتیٰ کہ عرفات سے لوٹ آئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۴۵ میں گزر چکی ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے:

اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ طوافِ قدوم کے بعد اور کوئی طواف نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص طوافِ قدوم کے بعد نفلی طواف کرے گا تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طوافِ قدوم کے بعد اور کوئی طواف اس لیے نہیں کیا تھا کہ کوئی شخص اس طواف کو واجب نہ سمجھ لے اور آپ اپنی امت پر تخفیف چاہتے تھے۔

Marfat.com

۷۱ - بَابُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

طواف کی دو رکعتوں کو حرم سے باہر پڑھنا

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ طواف کی دو رکعت پڑھنے کے لیے کوئی جگہ معین نہیں ہے بلکہ طواف کرنے والا جس جگہ چاہے یہ دو رکعت پڑھ سکتا ہے' ہر چند کہ مقام ابراہیم کے پیچھے ان دو رکعتوں کا پڑھنا افضل ہے۔

وَصَلّٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَارِجًا مِّنَ الْحَرَمِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرم سے باہر طواف کی دو رکعت پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عبدالرحمن بن عبد القاری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کعبہ میں صبح کی نماز کے بعد طواف کیا' حضرت عمر نے طواف مکمل کرنے کے بعد آسمان کی طرف دیکھا تو سورج نظر نہیں آیا' پھر وہ سواری پر سوار ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے مقام ذی طویٰ میں اپنا اونٹ بٹھایا اور پھر طواف کی دو رکعت پڑھیں۔ (سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۱' نشر السنۃ' ملتان)

۱۶۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . ح. وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ زَكَرِيَّا الْغَسَّانِيُّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ بِمَكَّةَ، وَاَرَادَ الْخُرُوْجَ، وَلَمْ تَكُنْ اُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ، وَاَرَادَتِ الْخُرُوْجَ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَطُوْفِيْ عَلٰى بَعِيْرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ. فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ، فَلَمْ تُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبدالرحمان از عروہ از زینب از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی (ح) اور مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا الغسانی نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مکہ میں تھے اور آپ مکہ سے روانہ ہونے کا ارادہ فرما رہے تھے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور وہ (بھی) نکلنے کا ارادہ کر رہی تھیں تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب صبح کی نماز کی اقامت کہی جائے اور لوگ نماز پڑھ رہے ہوں' اس وقت تم اپنے اونٹ پر طواف کر لینا' حضرت ام سلمہ نے اسی طرح کیا' پس نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ وہ حرم سے نکل گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مسجد حرام سے نکلنے کے بعد طواف کی دو رکعت خارج از حرم پڑھیں' اس سے معلوم ہوا کہ طواف کی دو رکعت نماز کے لیے کوئی جگہ معین نہیں ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ام سلمہ کو حرم سے باہر دو رکعت طواف پڑھنے پر برقرار نہ رکھتے' کیونکہ اسماعیلی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت ام سلمہ نے کہا: پس میں نے اس طرح کیا اور میں نے اس وقت تک نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ میں مسجد حرام سے نکل گئی' پھر میں نے دو رکعت طواف پڑھی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۸۷-۳۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۷۲ - بَابُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ

جس نے طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھیں

١٦٢٧ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ إِلَى الصَّفَا، وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے' پس آپ نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور مقام کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا کی طرف نکلے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۳)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۷۳ - بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ

صبح اور عصر کے بعد طواف کرنا

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد طواف کی دو رکعت نماز کا حکم۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب تک سورج طلوع نہیں ہوتا تھا طواف کی دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۸۹)

وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، فَرَكِبَ حَتّٰى صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِيْ طُوًى.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا' پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مقام ذی طویٰ میں طواف کی دو رکعت پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عبدالرحمان بن عبد القاری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے صبح کی نماز کے بعد حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ طواف کیا' جب حضرت عمر نے طواف کر لیا تو (آسمان کی طرف) دیکھا تو انہوں نے سورج کو طلوع ہوتے ہوئے نہیں دیکھا' پس انہوں نے اپنا اونٹ مقام ذی طویٰ میں بٹھایا' پھر انہوں نے دو رکعت سنت طواف پڑھی۔ (موطأ امام مالک' کتاب الحج: ۱۱۷۔ ج ۱ ص ۲۳۹' المکتبۃ التوفیقیہ)

١٦٢٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ حَبِيْبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ نَاسًا طَافُوْا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَعَدُوْا إِلَى الْمُذَكِّرِ، حَتّٰى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَعَدُوْا، حَتّٰى إِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الحسن بن عمر البصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از حبیب از عطاء از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ لوگوں نے صبح کی نماز کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا' پھر وہ واعظ کے پاس بیٹھ گئے حتیٰ کہ جب سورج طلوع ہو گیا تو وہ اٹھ کر طواف کی دو رکعت پڑھنے لگے' تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پہلے تو یہ لوگ

كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلٰوةُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ.

بیٹھے رہے اور جب وہ ساعت آئی جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے تو پھر یہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

١٦٢٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ سورج کے طلوع اور سورج کے غروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔

١٦٣٠ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ' هُوَ الزَّعْفَرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ' قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ رُفَيْعٍ قَالَ رَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَطُوْفُ بَعْدَ الْفَجْرِ' وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن محمد نے حدیث بیان کی' وہ الزعفرانی ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عبیدہ بن حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن رفیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ فجر کے بعد طواف کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

١٦٣١ - قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَرَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ' وَيُخْبِرُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهَا اِلَّا صَلَّاهُمَا.

عبدالعزیز نے کہا: اور میں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور وہ یہ خبر دیتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ان کے پاس آئے تو انہوں نے یہ دو رکعت نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۹۰ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری چیزوں کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

فجر اور عصر کی نماز کے بعد طواف کی دو رکعتوں کے پڑھنے میں مذاہب فقہاء

فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے' فقہاء احناف کے نزدیک یہ ممانعت عام ہے اور طواف کی دو رکعتوں کو بھی شامل ہے' صحیح بخاری کی احادیث ۱۶۲۹ اور ۱۶۳۰ سے امام شافعی اور امام احمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد بھی طواف کی دو رکعتوں کو پڑھنا جائز ہے اور جن احادیث میں فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد نفل پڑھنے سے منع کیا گیا ہے ان سے طواف کی دو رکعتیں مستثنیٰ ہیں' جب کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد طواف کی دو رکعتوں کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس مسئلہ میں اختلاف صحابہ کا ذکر کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد طواف کی دو

Marfat.com

رکعتوں کو پڑھتے تھے (جیسا کہ اس باب کی پہلی تعلیق میں اس کی تصریح ہے)۔ عطاء' طاؤس' القاسم اور عروہ کا یہی قول ہے اور امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہی مذہب ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بیت میں کسی کو طواف سے منع نہ کرو اور وہ دن اور رات کے جس وقت میں چاہے نماز پڑھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۹۴' سنن ترمذی: ۸۶۸' سنن نسائی: ۲۹۲۴' سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۵)

الفضل بن یعقوب نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنوعبد مناف! کسی کو منع نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد ص ۳۵۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اور امام بخاری نے دوسری تعلیق میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا اور دو رکعت طواف نہیں پڑھیں اور جب وہ ذی طویٰ (طائف کے راستہ میں ایک وادی) میں پہنچے تو سورج کے طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ثوری کا یہی مذہب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فجر اور عصر کی نماز کے بعد خصوصیت سے طواف کی دو رکعت نہ پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک مکہ مکرمہ میں طواف کی دو رکعتوں کو صبح کی اور عصر کی نماز کے بعد پڑھنا جائز نہیں ہے' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کعبہ میں طواف کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہم طواف کرتے تھے اور طواف کے شروع اور آخر میں کعبہ کو ہاتھ لگاتے تھے اور ہم صبح کی نماز کے بعد طواف نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور نہ عصر کی نماز کے بعد طواف کرتے تھے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۴' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۲۳۲' ج ۲۳ ص ۳۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ابوالزبیر مکی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد بیت اللہ خالی ہو جاتا تھا اور اس میں کوئی طواف نہیں کرتا تھا۔ (موطأ امام مالک' کتاب الحج: ۱۱۹' ص ۲۴۰' المکتبۃ التوفیقیہ)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام مالک لکھتے ہیں:

جس نے بیت اللہ کے طواف کے چند چکر لگائے' اس کے بعد صبح کی نماز کی یا عصر کی نماز کی اقامت شروع ہو گئی تو وہ امام کے ساتھ نماز پڑھے' پھر اپنے طواف کے باقی چکر پورے کرے حتیٰ کہ سات چکر پورے کرے' پھر جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے یا غروب نہ ہو جائے' اس وقت تک دو رکعت طواف نہ پڑھے۔ (موطأ امام مالک ص ۲۴۰' المکتبۃ التوفیقیہ)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے بعد طواف کے تین چکر لگاتے' پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو ہر سات چکروں کے لیے دو رکعت نماز پڑھتے اور عصر کے بعد بھی یہی کرتے اور جب سورج غروب ہو جاتا تو اس کے بعد ہر سات چکروں کے لیے دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر اور مجاہد کو دیکھا' وہ بیت اللہ کا طواف کرتے حتیٰ کہ سورج زرد پڑ جاتا اور وہ دونوں بیٹھ جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تم فجر کی نماز کے بعد یا عصر کی نماز کے بعد بیت اللہ کے طواف کا ارادہ کرو' پس تم طواف کرو اور طواف کے بعد دو رکعت نماز کو مؤخر کرو حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے یا طلوع ہو جائے' پھر ہر سات چکر کے لیے دو رکعت نماز پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

معاذ القرشی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاذ بن عفراء کے ساتھ فجر کے بعد اور عصر کے بعد طواف کیا' پس نماز نہیں پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فجر کے بعد طواف کیا' پھر سوار ہوئے حتیٰ کہ وہ ذات طویٰ پر آئے' سواری سے اترے' پھر جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو گیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن ابی نجیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے صبح کی نماز پڑھی' پھر ہم بیٹھ کر طواف کا انتظار کر رہے تھے' پھر حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے طواف کیا' پھر بیٹھ گئے اور طواف کی دو رکعت نماز نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: بیت اللہ میں کسی وقت بھی نماز پڑھنے سے منع نہ کرو

امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس بیت میں کسی کو طواف سے منع نہ کرو خواہ وہ دن اور رات کے کسی وقت میں نماز پڑھے۔

امام طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اس طرح طواف کرے جو طواف کرنے کا طریقہ ہے اور اس طرح نماز پڑھے جو نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اس کو منع نہ کرو اور جو اس طریقہ کے خلاف کرے' اس کو منع کرنا ممنوع نہیں ہے مثلاً اگر کوئی شخص برہنہ طواف کرے یا بے وضوء یا حالت جنابت میں نماز پڑھے تو کیا اس کو منع نہیں کیا جائے گا؟ اسی طرح جو طلوع شمس' استواء شمس اور غروب شمس کے اوقات میں نماز پڑھے' اس کو ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں نماز پڑھنے سے یا اپنے مُردوں کو دفن کرنے سے منع کرتے تھے' جب سورج طلوع ہو کر چمک رہا ہو حتیٰ کہ وہ بلند ہو جائے اور جب سورج سیدھا ہو حتیٰ کہ وہ جھک جائے اور جب سورج غروب کی طرف مائل ہو حتیٰ کہ غروب ہو جائے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۱' سنن ابوداؤد: ۳۱۹۲' سنن ترمذی: ۱۰۳۰' سنن نسائی: ۲۰۱۳۔ ۲۰۱۴' سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۹)

امام شافعی کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے لیکن مکہ مکرمہ میں ممنوع نہیں ہے' اس کے جواب میں امام طحاوی لکھتے ہیں:

ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام شہروں میں ممنوع ہے' اسی طرح طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ بھی تمام شہروں میں ممنوع ہے۔ پس جس طرح ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے' اسی طرح ان اوقات میں طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے سے بھی منع کیا جائے گا اور یہی نظر صحیح کا تقاضا ہے' جیسا کہ عطاء' ابراہیم' مجاہد اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور یہی ہمارا مذہب

ہے اور یہی سفیان کا قول ہے' اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۶۱-۲۵۷ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اس اعتراض کا جواب کہ بعض صحابہ فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعت پڑھتے تھے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ فجر اور عصر کے بعد طواف کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری:۱۶۳۱-۱۶۳۰) اس سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ کے نزدیک فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعات کا پڑھنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر' حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کی احادیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے جنہوں نے فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعت نہیں پڑھیں' اس کے علاوہ ہم نے مسند احمد' موطأ امام مالک اور مصنف ابن ابی شیبہ سے بہ کثرت احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال نقل کیے ہیں جنہوں نے فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعت پڑھنے سے منع کیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب بعض احادیث کسی فعل کی مبیح اور مجوز ہوں اور بعض دوسری احادیث اس فعل سے مانع اور محرم ہوں تو ان احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے جو اس فعل سے مانع اور محرم ہوں۔

۷۴ - بَابُ الْمَرِيْضِ يَطُوْفُ رَاكِبًا
مریض سوار ہو کر طواف کرے

۱۶۳۲ - حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ الْوَاسِطِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ عَلٰی بَعِيْرٍ' كُلَّمَا اَتٰی عَلَی الرُّكْنِ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَیْءٍ فِیْ يَدِهٖ' وَكَبَّرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق الواسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور آپ اس وقت اونٹ پر سوار تھے' آپ جب بھی حجر اسود کے پاس آتے تو جو چیز آپ کے ہاتھ میں ہوتی' آپ اس چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۰۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۳۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اُمِّ سَلَمَةَ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَشْتَكِیْ' فَقَالَ طُوْفِیْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ. فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ اِلٰی جَنْبِ الْبَيْتِ' وَهُوَ يَقْرَاُ ﴿وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ ۝﴾. (الطور:۲-۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن عبدالرحمان بن نوفل از عروہ از زینب ابنۃ ام سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ میں بیمار ہوں' تو آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سے طواف کرو' اس حال میں کہ تم سوار ہو' پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں یہ آیات پڑھ رہے تھے: "وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ ۝" (الطور:۲-۱) اور (پہاڑ) طور کی قسم ۝ اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے ۝

اس حدیث کی شرح' حدیث نمبر:۱۶۲۶-۱۶۱۹' اور ۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

۷۵ - بَابُ سِقَايَةِ الْحَاجِّ
حجاج کو پانی پلانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

''السقایة'' کا معنی ہے: پانی پلانے کے لیے جو جگہ بنائی جائے (سبیل) قرآن مجید میں ہے:

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ. (الحج:۱۹) کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو بنالیا ہے۔

جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ. (یوسف:۷۰) اس نے پانی پینے کا (شاہی) پیالہ اپنے بھائی کی بوری میں رکھ دیا۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ حجاج کے پانی پینے کی سبیل وہ تھی جس سے قریش حجاج کو پانی پلاتے تھے اس کے پانی میں کشمش ملائی جاتی تھی' زمانہ جاہلیت اور اسلام میں عباس بن عبد المطلب اس کے والی اور منتظم تھے' کعبہ کے صحن میں جو حوض بنایا جاتا اس کو ''سقایة'' اور ''سبیل'' کہتے تھے۔ (النہایہ ج۲ ص ۳۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

الفاکہی نے عطاء سے روایت کی ہے کہ حجاج کے پانی پینے کی جگہ زمزم ہے۔

ازرقی نے کہا ہے کہ عبد مناف مشکوں میں پانی بھر کر مکہ میں لاتے تھے اور کعبہ کے صحن میں حجاج کے لیے جو حوض بنائے گئے تھے' اس میں وہ پانی ڈال دیتے تھے' پھر ان کے بعد ان کے بیٹے ہشام یہ خدمت انجام دینے لگے' پھر ان کے بعد حضرت عبد المطلب یہ کام کرنے لگے' پھر جب زمزم کا کنواں کھودا گیا تو وہ کشمش خرید کر زمزم کے پانی میں ڈال دیتے تھے اور لوگوں کو پانی پلاتے تھے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ قصی بن کلاب جب کعبہ کے والی اور منتظم بنے تو کعبہ کی دربانی' سبیل' جھنڈا' الوفادہ اور دار الندوہ کو ان کے سپرد کر دیا گیا' پھر ان کے بیٹوں نے اس پر صلح کر لی کہ پانی کی سبیل اور وفادة (وفود کو ٹھہرانے) کا انتظام کرنا تو عبد مناف کو دے دیا جائے اور باقی اُمور دوسروں کو دے دیئے جائیں' پھر پانی کی سبیل کا انتظام عبد المطلب کے بعد ان کے بیٹے عباس کے سپرد کر دیا گیا اور اس کا انتظام ان ہی کے بھائیوں میں چلا آ رہا ہے اور ہمیشہ ان ہی کے پاس رہا حتیٰ کہ جب اسلام قائم ہوا' تب بھی یہ انتظام ان ہی کے ہاتھ میں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طریقہ کو برقرار رکھا اور وہ آج تک بنو العباس کے ہاتھ میں ہے۔

(عمدة القاری ج۹ ص ۳۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِسْتَاْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ اَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَاَذِنَ لَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۱۷۴۳-۱۷۴۴-۱۷۴۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو ضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عباس بن عبد المطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ حجاج کو پانی پلانے کے لیے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزاریں تو آپ نے ان کو اس کی اجازت دے دی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۱۵' الرقم المسلسل: ۳۰۶۷' سنن ابوداؤد: ۱۹۵۹' سنن ابن ماجہ: ۳۶۱۵' سنن کبریٰ: ۴۱۷۷' صحیح ابن حبان: ۳۸۹۰' المنتقیٰ: ۴۹۰' سنن بیہقی ج۵ ص ۱۵۳' شرح السنۃ: ۱۹۶۹' مسند احمد ج۲ ص ۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۹۱- ج۸ ص ۳۱۸' مؤسسة الرسالة' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۲۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حجاج کو پانی پلانے کا ذکر ہے۔

Marfat.com

نبیذ پینے کا جواز' تیز نبیذ کو پانی ملا کر ہلکا کرنا' اور حضرت عباس کو پانی پلانے کے منصب پر برقرار رکھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ارباب سیرت کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حجاج کے پانی پلانے کا منصب عطا فرمانا ان کی تکریم کے لیے تھا' وہ لوگوں کو کھجوروں کا نبیذ پلاتے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اسلام میں اس منصب پر برقرار رکھا۔ طاؤس نے کہا ہے کہ سبیل سے نبیذ کو پینا حج کے اتمام سے ہے۔ عطاء نے کہا: میں نے اس مشروب کو پایا اور جو شخص اس کو پیتا تھا' اس کی مٹھاس کی وجہ سے اس کے ہونٹ چپک جاتے تھے' نافع نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبیذ نہیں پیتے تھے۔

علامہ طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف کر لیا تو وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس پانی کی سبیل پر آئے' پس فرمایا: مجھے پلاؤ تو حضرت عباس نے کہا: اس پانی میں لوگوں کے ہاتھ لگے ہوئے ہیں' کیا ہم آپ کو اپنے گھروں سے نہ پلائیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مجھے اسی پانی سے پلاؤ جس سے لوگ پی رہے ہیں' آپ کے پاس وہ پانی لایا گیا' پس آپ نے اس کو چکھا' پھر ماتھے پر شکن ڈالی' پھر پانی منگا کر اس کی تیزی کو توڑا' پھر فرمایا: جب تمہارا نبیذ زیادہ ترش اور گاڑھا ہو تو اس میں پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑو۔

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جب نبیذ نشہ آور ہو تو اس میں پانی ملا کر اس کو پینا جائز ہے ورنہ خمر میں بھی پانی ملا کر اس کو پینا جائز ہوگا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب نبیذ زیادہ ترش ہو تو اس میں پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑ کر اس کو پینا جائز ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس کو منیٰ کی راتوں میں مکہ میں رہنے کی اجازت دی اور ان پر قربانی واجب نہیں کی کیونکہ حجاج کو پانی پلانا بھی حج کے اعمال سے ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمزم پر آئے اور وہ پانی پلا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: تم عمل کرتے رہو کیونکہ تم صالح عمل کر رہے ہو' اور آپ نے فرمایا: اگر تم مغلوب نہ ہو جاتے تو میں بھی اترتا' یعنی پانی پلانے کے لیے اونٹ سے اترتا' اس حدیث میں آپ نے حضرت عباس کو زمزم سے پانی پلانے کے منصب پر برقرار رکھا ہے کیونکہ آپ کو یہ خطرہ تھا کہ اگر آپ نے زمزم سے پانی پلایا تو بعد میں آنے والے سلاطین اس کو آپ کی سنت سمجھ کر اپنا لیں گے اور حضرت عباس اور ان کی اولاد سے اس منصب کو چھین لیں گے' اس لیے آپ نے خود زمزم سے پانی نہیں پلایا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۷۲-۲۷۱ ملخصاً وموضحاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۶۳۵- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ اِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقٰى' فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا فَضْلُ' اِذْهَبْ اِلٰى اُمِّكَ' فَاْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِّنْ عِنْدِهَا. فَقَالَ اسْقِنِىْ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِيْهِ. قَالَ اسْقِنِىْ. فَشَرِبَ مِنْهُ' ثُمَّ اَتٰى زَمْزَمَ' وَهُمْ يَسْقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کی سبیل پر آئے' آپ نے پانی مانگا تو حضرت عباس نے کہا: اے فضل! اپنی امی کے پاس جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کے پاس سے پانی لاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے (اسی سے) پانی پلاؤ' حضرت عباس نے کہا: یارسول اللہ! لوگ اس پانی میں اپنے ہاتھ ڈال رہے ہیں' آپ نے فرمایا: مجھے اسی میں

Marfat.com

فِیْهَا' فَقَالَ اعْمَلُوْا' فَاِنَّكُمْ عَلٰی عَمَلٍ صَالِحٍ. ثُمَّ قَالَ لَوْ لَا اَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ حَتّٰی اَضَعَ الْحَبْلَ عَلٰی هٰذِهٖ. یَعْنِیْ عَاتِقَهٗ' وَاَشَارَ اِلٰی عَاتِقِهٖ.

سے پلاؤ' آپ نے اس سبیل سے پانی پیا' پھر آپ زمزم پر آئے' وہاں لوگ کنویں سے پانی کھینچ کھینچ کر نکال رہے تھے' آپ نے فرمایا: تم یہ عمل کرتے رہو تم نیک عمل کر رہے ہو' پھر فرمایا: اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم مغلوب ہو جاؤ گے تو میں (اونٹ سے) اترتا اور کندھے پر رسّی رکھ کر پانی کھینچتا' آپ نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عام سبیل سے پانی پینا' صدقاتِ نفلیہ کا آپ پر حرام نہ ہونا' اشیاء میں طہارت کا اصل ہونا اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی متوفی ۳۸۸ ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال شرعیہ وجوب پر دلالت کرتے ہیں سوا ان افعال کے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت پر شفقت کی وجہ سے کبھی کبھی ترک بھی کر دیں' جس طرح آپ نے زمزم کے کنویں سے پانی کے نکالنے کو ترک کر دیا۔

عطاء نے کہا ہے کہ حضرت عباس کی سبیل سے پانی پینا حج کے اتمام سے ہے' یہ سبیل کعبہ کے صحن میں پانی کا حوض تھا جس میں کشمش یا کھجوریں ڈال دی جاتی تھیں' اور اس میں نبیذ کو پینے کا جواز ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زمزم کے پانی سے پیا' یا تو آپ نے کعبہ کے مال کے خمس میں سے پیا یا حضرت عباس کے اس مال سے پیا جس کو انہوں نے غنی اور فقیر دونوں کے لیے وقف کر دیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے اس لیے پیا تا کہ آپ کی امت کے لیے آسانی ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی پیا تا کہ اس پر دلیل ہو کہ پانی کا طلب کرنا جائز ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کے لیے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر سے پانی لا کر پلائیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیش کش کو مسترد کر دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے کسی کی تکریم کے عمل کو مسترد کرنا جائز ہے اور یہاں مصلحت یہ تھی کہ کعبہ کی سبیل سے پانی پینا لوگوں کے لیے سنت ہو جائے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا بھی بیان ہے۔ آپ نے چاہا کہ آپ وہیں سے پانی پئیں جہاں سے عام لوگ پانی پی رہے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تلخ اور ترش نبیذ کا ایک گھونٹ پی کر ماتھے پر شکن ڈالی' اس سے معلوم ہوا کہ کھانے اور پینے کی جو چیز مزاج کے ناموافق ہو' اس کی وجہ سے ماتھے پر شکن ڈالنا جائز ہے۔

پانی کی سبیل میں لوگ اپنے ہاتھ ڈال رہے تھے' اس وجہ سے حضرت عباس نے یہ چاہا تھا کہ آپ اس سبیل سے پانی نہ پئیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے پانی پیا' اس سے معلوم ہوا کہ پانی میں پاک ہاتھ ڈالنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوتا اور اصل پانی میں طہارت ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے لیے خصوصی اہتمام کو پسند نہیں کیا۔

حجاج کے لیے پانی کی سبیل بنانے میں حج کے لیے آنے والوں کی تکریم کا ثبوت ہے اور اس میں مہمانوں کی عزت افزائی کی دلیل ہے اور نیک کام کرنے کا ثبوت ہے۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سبیل سے پانی پیا جس کے پانی کو عام مسلمانوں کے لیے وقف کیا گیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صدقات نفلیہ حرام نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۹۷-۳۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧٦ - بَابُ مَا جَاءَ فِي زَمْزَمَ — زمزم کا بیان

زمزم کے فضائل میں احادیث

اس حدیث میں زمزم کی فضیلت کا بیان ہے' زمزم کی فضیلت میں بہت سی احادیث اور آثار ہیں' امام بخاری نے ان کی روایت اس لیے نہیں کی کہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روئے زمین پر سب سے افضل پانی زمزم کا پانی ہے' اس میں طعام کا ذائقہ ہے اور بیماری کی شفاء ہے اور روئے زمین پر سب سے بدترین پانی وہ ہے جو وادی برھوت کا پانی ہے' جو حضر موت کے گنبد میں ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۱۶۷' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمزم میں طعام کا ذائقہ ہے اور بیماری کی شفاء ہے۔

(مسند البزار: ۱۷۵۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے زمزم کا نام ''شباعة'' یعنی پیٹ بھرنے والا رکھا ہے اور ہم اس کو اپنے اہل و عیال کے لیے بہترین مددگار پاتے ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۶۳۷' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقات ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو زمزم کا پانی پیے اس کو اللہ شفاء دیتا ہے' اگر تم زمزم کا پانی پیو تو اللہ تم کو شفاء دے گا اور اگر تم نے زمزم کا پانی پیا تو وہ تم کو سیر کر دے گا (پیٹ بھر دے گا) اللہ تمہیں سیر کرے' اور اگر تم نے زمزم کا پانی پیا کہ تمہاری پیاس بجھ جائے تو اللہ تمہاری پیاس بجھا دے گا' یہ حضرت جبریل کا کھودا ہوا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مشروب ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۸۹' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۳)

سوید بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن المبارک کو مکہ میں دیکھا' وہ زمزم کے پانی پر آئے اور اس سے پانی پیا' پھر کعبہ کی طرف منہ کر کے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمزم کا پانی ہر اُس مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے اُسے پیا جائے اور آدمی یہ نیت کرے کہ میں اس کو قیامت کے دن کی پیاس کے لیے پیتا ہوں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمزم کا پانی پیا۔ (شعب الایمان: ۴۱۲۸)

حضرت السائب رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سبیل سے پیو کیونکہ یہ سنت ہے۔

(المعجم الکبیر: ۶۶۲۳' اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶)

١٦٣٦ - وَقَالَ عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ' فَفَرَجَ صَدْرِي' ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ' ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ

اور عبدان نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا' پس حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے' پھر انہوں نے میرے سینہ میں شگاف کیا' پھر اس کو زمزم کے پانی سے

Marfat.com

ذَهَبٍ مُمْتَلِيءٍ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا، فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي، فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا افْتَحْ، قَالَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ جِبْرِيلُ.

دھویا' پھر وہ سونے کا ایک طشت لے کر آئے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' انہوں نے اس کو میرے سینے میں انڈیل دیا' پھر اس کو منطبق کر دیا' پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمانِ دنیا کی طرف چڑھایا' حضرت جبریل نے آسمانِ دنیا کے محافظ سے کہا: کھولو! اس نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: جبریل!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَهُ قَالَ سَقَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. قَالَ عَاصِمٌ فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا عَلٰى بَعِيرٍ. [طرف الحدیث: ۵۶۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' وہ ابن سلام ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی از عاصم از الشعبی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم سے پلایا' سو آپ نے کھڑے ہوئے اس کو پیا' پس عکرمہ نے حلف اٹھا کر کہا: اس دن آپ صرف اونٹ پر سوار تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۷' الرقم المسلسل: ۵۱۷۴' سنن ترمذی: ۱۸۸۲' سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۲' سنن نسائی: ۲۹۶۵_۲۹۶۴' صحیح ابن حبان: ۳۸۳۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۰۸_ج ۴ ص ۳۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۸۶۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سلام بن الفرج ابو عبداللہ البیکندی (۲) الفزاری' یہ مروان بن معاویہ ہیں (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) عامر بن شراحیل الشعبی (۵) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۹۹_۳۹۸)

زمزم کے پانی پینے کا مشروع ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی رخصت ہے' ایک قول یہ ہے کہ اگر زمزم کا پانی بغیر کھڑے ہوئے پیا جائے تو اس میں دشواری ہوتی ہے کیونکہ اس کی دیوار اونچی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہے کہ زمزم سے پینا حج کی سنت ہے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام ابن جریر نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کے دوران زمزم سے نہیں پیتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے انہوں نے حج کے دوران زمزم سے اس لیے نہ پیا ہو' تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ حج کے دوران زمزم سے پینا حج کے فرائض لازمہ سے ہے اور حضرت ابن عمر نے ابتداء میں حج کے دوران زمزم سے پیا تھا اور حضرت ابن عمر احادیث کی بہت زیادہ اتباع کرتے تھے' بلکہ ان سے زیادہ احادیث کی اتباع کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

کھڑے ہو کر پانی پینے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا' اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے' بعض احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے' پہلے ہم کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث ذکر کر رہے ہیں' اس

Marfat.com

کے بعد کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کی احادیث ذکر کریں گے:

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے پر زجر و توبیخ کی ہے یعنی ڈانٹا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۴، الرقم المسلسل: ۵۱۶۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ قتادہ نے کہا: ہم نے پوچھا اور کھانا؟ تو انہوں نے کہا: وہ تو زیادہ شر اور زیادہ خبیث ہے (یعنی کھڑے ہو کر کھانا زیادہ بُرا ہے)۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۴، الرقم المسلسل: ۵۱۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۷، سنن ترمذی: ۱۸۱۹، سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر نہ پئے، پس جو شخص بھول گیا وہ قے کردے۔ (صحیح مسلم: ۵۱۷۳، امام مسلم اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر زمزم کا پانی پیا۔

(صحیح البخاری: ۱۶۳۷، صحیح مسلم: ۲۰۲۷، سنن ترمذی: ۱۸۸۲، سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۴)

النزال بن سبرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے پانی منگایا، پھر اس کو کھڑے ہو کر پیا، پھر فرمایا: لوگوں میں سے کوئی اس کو مکروہ کہتا ہے، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی مثل کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسا کہ تم نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۱۵، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۸، سنن نسائی: ۱۳۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چلتے ہوئے کھاتے تھے اور کھڑے ہوئے پیتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۳۰۱)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آپ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح پیتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۱۸۹۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۶)

حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے اور ان کے پاس ایک مشک لٹکی ہوئی تھی، آپ نے کھڑے ہو کر اس سے پانی پیا تو انہوں نے مشک کے منہ کو کاٹ لیا، جس جگہ مشک پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہ لگا تھا، وہ اس جگہ سے برکت کا حصول چاہتی تھیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۳)

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور رخصت کی احادیث میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث کے معنی کا بعض علماء پر اشکال ہوا، حتیٰ کہ انہوں نے اس کے متعلق باطل اقوال لکھے، علامہ نووی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت سے مراد کراہت تنزیہی ہے اور آپ کا کھڑے ہو کر پانی پینا بیان جواز کے لیے ہے، اور جس کا یہ زعم ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث منسوخ ہے، اس نے غلط کہا کیونکہ جب ان مختلف احادیث کو جمع کیا جا سکتا ہے تو پھر نسخ کی کیا ضرورت ہے، نیز نسخ کے لیے تاریخ کا علم ضروری ہے اور جب تاریخ معلوم ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو پھر ان میں سے کسی حدیث کو

Marfat.com

منسوخ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

امام طحاوی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اپنی امت پر یہ خوف تھا کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے ان کو کوئی ضرر ہو گا یا ان کو کوئی مرض لاحق ہو گا' جس طرح آپ نے فرمایا تھا کہ میں تو ٹیک لگا کر نہیں کھاتا' گویا یہ ممانعت شفقت کی وجہ سے ہے۔

صحابہ اور فقہاء تابعین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حسن بصری' ابراہیم النخعی اور قتادہ نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے' اور حضرت ابن عباس' حضرت ابو ہریرہ' حضرت سعد' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابن الزبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور فقہاء تابعین میں سے شعبی' سعید بن المسیب' زاذان' طاؤس' سعید بن جبیر اور مجاہد کا بھی یہی مسلک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کھڑے ہو کر پانی پینا ہمارے اعتبار سے مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتبار سے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کو کیوں مکروہ تنزیہی قرار دیا جائے گا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل بیان جواز کے لیے تھا' سو آپ کا یہ فعل مکروہ نہیں ہے' بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احکامِ شرعیہ کو بیان کرنا واجب ہے' سو آپ کا فعل کیسے مکروہ ہو سکتا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے ایک ایک بار وضوء کیا ہے' اور آپ نے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا ہے جب کہ افضل اور اکمل یہ ہے کہ تین تین بار وضوء کیا جائے اور پیدل چل کر طواف کیا جائے اور اس کی بہت نظائر ہیں' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیانِ جواز کے لیے ایک بار یا کئی بار اس طرح کا کام کرتے تھے اور ہمیشہ افضل کام کرتے تھے' اسی طرح آپ اکثر اوقات میں تین تین بار وضوء کرتے تھے اور اکثر پیدل چل کر طواف کرتے تھے اور اکثر بیٹھ کر پانی پیتے تھے اور یہ مسئلہ اس شخص کے لیے بالکل واضح ہے جس کو ذرا سا بھی علم ہو۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۹ ص ۵۵۳۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور جواز کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز اور ممانعت کی دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز پر محمول ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل مکروہ تنزیہی نہیں ہے کیونکہ آپ پر شریعت کا بیان کرنا واجب ہے' آپ کو اس عمل میں واجب کا ثواب ملے گا۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۹ ص ۵۵۳۵ ملخصاً' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکۃ المکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ علماء میں سے کسی نے بھی اس ممانعت کو تحریم پر محمول نہیں کیا' یہ صرف غیر مقلدین کے اصول کے مطابق ہے۔ جمہور کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے اور سلف میں سے حضرت ابو بکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور جمہور فقہاء اور امام مالک اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا ہے اور ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل ممانعت کی احادیث کے بعد ہے' کیونکہ

یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے تو یہ اس ممانعت کا ناسخ ہے اور آپ کے بعد خلفاء ثلاثہ نے بھی اس ممانعت کے خلاف عمل کیا اور یہ بات بہت بعید ہے کہ ممانعت کی احادیث ان سے مخفی رہیں' جبکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ لازما رہتے تھے اور دین پر عمل کرنے میں بہت سخت تھے اور اگر نسخ کا قول نہ کیا جائے اور ان احادیث میں تطبیق دی جائے تو یہ کہا جائے گا کہ ممانعت کی احادیث خلاف اولیٰ پر محمول ہیں۔

حضرت انس نے قتادہ کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ کھانے کا معاملہ تو اور زیادہ برا ہے' اس کا اہل علم میں سے کوئی قائل نہیں ہے اور یہ محض ان کی رائے ہے' روایت نہیں ہے اور اصل اباحت ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کھڑے ہو کر کوئی شخص جلدی سے ڈگڈگا کر پانی پئے گا تو اس کو درد جگر ہو جائے گا یا اس کا گلا گھٹ جائے گا یا اس کے حلق یا معدہ میں درد ہو جائے گا' اس لیے اس کو کھڑے ہو کر پانی نہیں پینا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس وقت کھڑے ہو کر پانی پیا جب آپ کو یہ خطرہ نہیں تھا' یا کسی ضرورت یا حاجت کی بناء پر پیا' خصوصاً اس لیے کہ آپ زمزم پر تھے اور وہ لوگوں کے رش کی جگہ ہے یا آپ نے اس لیے کھڑے ہو کر پانی پیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ روزے سے نہیں ہیں' یا اس لیے کہ زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پئے' سو جس شخص نے بھول کر پیا' وہ قے کر دے۔

اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ جو شخص بھول کر کھڑے ہو کر پانی پئے' اس پر قے کرنا واجب نہیں ہے۔ بعض مشائخ نے کہا: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور کھڑے ہو کر کھانے کے جواز میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے' ہر چند کہ قتادہ کی رائے اس میں مختلف ہے۔ (المفہم ج ۵ ص ۲۸۶-۲۸۵' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور اکثر فقہاء نے کھڑے ہو کر پانی پینے کو جائز قرار دیا ہے' کیونکہ امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے' اور ایک قوم نے ممانعت کی احادیث کی بناء پر کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ کہا ہے۔ ہمارے بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث اس شخص کی طرف راجع ہیں جو اپنے اصحاب کے لیے پانی لے کر آیا اور ان کو پانی پلانے سے پہلے خود کھڑے ہو کر پانی پی لیا جب کہ احسن طریقہ یہ ہے کہ قوم کے ساقی کو سب سے آخر میں پانی پینا چاہیے اور ان میں ظاہر تطبیق اس طرح ہے کہ ممانعت کی احادیث تنزیہ پر محمول ہوں اور کھڑے ہو کر پینے کی احادیث جواز پر محمول ہوں' یا یہ کہا جائے کہ ممانعت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے صحت بدن کو ضرر کا خطرہ ہے' اس لیے آپ نے احتیاطاً کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا اور نخعی نے یہ کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پینے سے پیٹ کی بیماری ہوتی ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام بخاری نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث کو روایت نہیں کیا' کیونکہ ان کے نزدیک ممانعت کی یہ احادیث صحیح نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف جواز کی احادیث روایت کی ہیں۔ امام مسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی تین حدیثیں روایت کی ہیں اور تینوں معلول ہیں۔ پہلی حدیث (صحیح مسلم: ۲۰۲۴) قتادہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے اور یہ معنعن ہے اور شعبہ' قتادہ کی احادیث سے اجتناب کرتے تھے' جب تک کہ وہ ''حدثنا'' نہ کہیں۔ دوسری حدیث (صحیح مسلم: ۲۰۲۵) قتادہ کی ابوعیسیٰ الاسواری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: یہ عیسیٰ غیر مشہور ہے اور اس سند میں قتادہ کا اضطراب اس کے معلول ہونے کے لیے کافی ہے۔ علاوہ ازیں یہ احادیث اباحت کے خلاف ہیں جس پر سلف اور خلف کا اجماع ہے۔

تیسری حدیث (صحیح مسلم: ۲۰۲۶) عمرو بن حمزہ کی ابوغطفان سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پئے' جو بھولے سے پی لے تو وہ قے کر دے۔ عمرو بن حمزہ نے کہا: یہ حدیث دیگر احادیث (اباحت) سے مخالفت کی گنجائش نہیں رکھتیں' جب کہ صحیح یہ ہے کہ یہ (مؤخر الذکر جملہ) حضرت ابوہریرہ کا قول ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۱۳۸۔ ۱۳۷ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ نے علامہ نووی کی طرح دونوں حدیثوں میں تطبیق دی ہے اور ممانعت کی احادیث کو تنزیہ پر اور اباحت کی احادیث کو بیانِ جواز پر محمول کیا ہے اور اخیر میں لکھا ہے کہ یہ ممانعت تادیب' ارشاد اور اولیٰ اور افضل کام کرنے کی ہدایت پر محمول ہے۔ (شرح الطیبی ج ۸ ص ۱۸۷۔ ۱۸۶ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی علامہ طیبی کی طرح لکھا ہے۔

(مرقات ج ۸ ص ۲۱۶ 'مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث روایت کی ہیں اور بعض احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کی ہیں۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضوء کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا: لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ کہتے ہیں اور میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جس طرح تم نے مجھے دیکھا ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۱۶۔ ۵۶۱۵۔ ج ۶ 'سنن ابوداؤد: ۳۷۱۸۔ ج ۳ 'سنن نسائی: ۱۳۰۔ ج ۱ 'شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۷) اور امام ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں پیدل چلتے ہوئے کھاتے تھے اور کھڑے ہوئے پیتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۱۸۸۷۔ ج ۳) امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے' اور امام طحاوی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر (مشروب) پیتے تھے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۸ 'مسند البزار: ۲۸۹۸۔ ج ۳) اور امام طحاوی نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر مشک کے منہ سے پانی پیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۸) اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹۔ ج ۶ ص ۴۳۱۔ ۳۷۶ 'معجم کبیر ج ۲۵ ص ۱۲۷۔ ۱۲۶ 'معجم اوسط: ۶۵۸۔ ج ۱) اس کے بعد علامہ عینی نے علامہ نووی اور علامہ طحاوی کی عبارات کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ علامہ نووی کی عبارات ہم نقل کر چکے ہیں اور علامہ ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ کی عبارت یہ ہے:

نبی ﷺ نے بر طریقہ تحریم کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع نہیں فرمایا بلکہ مشک سے منہ لگا کر کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے تا کہ پانی بدبودار نہ ہو جائے' لہٰذا یہ منع کرنا امت پر شفقت اور رحمت کی وجہ سے تھا' یا امت سے کوئی اور ضرر دور کرنے کے لیے منع فرمایا' مبادا انہیں کھڑے ہو کر پانی پینے سے کوئی ضرر لاحق ہو جائے اور جب وہ ضرر دور ہو گیا تو وہ ممانعت بھی اٹھ گئی اور جب متعدد احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اور صحابہ نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ ممانعت اب اٹھ چکی ہے۔ ہمارے نزدیک ان احادیث کی یہی توجیہ ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۹ 'ملخصاً' مطبوعہ کراچی' عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۷۹ 'مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ نووی شافعی اور علامہ طیبی کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینا خلافِ اولیٰ ہے۔ علامہ قرطبی مالکی اور علامہ ابی مالکی کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث منسوخ ہیں یا پھر آپ نے ضرر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع

Marfat.com

فرمایا ہے۔امام ابوجعفر طحاوی حنفی کا بھی یہی موقف ہے۔علامہ بدرالدین عینی حنفی کا بھی یہی رجحان ہے اور ملا علی قاری حنفی کی رائے یہ ہے کہ آپ نے بہ طور تادیب اور شفقت کے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے اور جمہور فقہاء احناف کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے۔

وضو کے بچے ہوئے پانی اور زمزم کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کا استحباب

درمختار شرح تنویر الابصار میں مذکور ہے: ”وضو کا بچا ہوا پانی اور اسی طرح آبِ زمزم قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پئے اور ان دو پانیوں کے سوا کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے“۔اس عبارت سے علامہ شامی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آبِ زمزم اور وضو کا بقیہ پانی بھی کھڑے ہو کر پینا صرف جائز اور مباح ہے‘ مستحب نہیں ہے۔مستحب ان کو بھی بیٹھ کر پینا ہے‘ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

حاصل کلام یہ ہے کہ ان دونوں مواضع پر کھڑے ہو کر پینے کا مکروہ نہ ہونا بھی محل کلام ہے چہ جائیکہ ان میں مستحب کا قول کیا جائے اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ان مواضع پر کھڑے ہو کر پینا مکروہ نہیں ہے‘ اگر چہ مستحب بھی نہیں ہے کیونکہ زمزم کے پانی میں شفاء ہے‘ اسی طرح وضو کے بقیہ میں بھی شفاء ہے۔(ردالمحتار ج ۱ ص ۸۸‘ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی‘ بیروت‘ ۱۴۰۷ھ)

ہمیں اس مسئلہ میں علامہ شامی رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف ہے۔ہمارے نزدیک آبِ زمزم کی تعظیم کے قصد سے اس کو قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر پینا مستحب اور باعث ثواب ہے کیونکہ آبِ زمزم شعائر اللہ میں سے ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم کرنا مستحب ہے۔قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِO (الحج: ۳۲)

اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ سے ہےO

علامہ شامی سے مقدم اجلہ فقہاء نے بھی زمزم کے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مستحب لکھا ہے۔

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

وضوء کے آداب میں سے یہ ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پئے اور امام خواہر زادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پئے اور اسی طرح زمزم کے پاس بھی کھڑے ہو کر پئے۔(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵‘ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ‘ کوئٹہ)

علامہ حسن بن منصور اوزجندی (قاضی خان) متوفی ۲۹۵ھ نے وضوء کی سنتوں میں لکھا ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پئے۔(فتاویٰ قاضی خان علیٰ ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۵)

علامہ عالم بن العلاء الانصاری الاندریتی الدہلوی المتوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

امام خواہر زادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پئے اور دو جگہوں کے سوا کھڑے ہو کر پانی نہ پئے۔ایک اس مقام پر اور ایک زمزم پر۔(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۱ ص ۱۱۳-۱۱۲‘ مطبوعہ ادارۃ القرآن‘ کراچی ۱۴۱۱ھ)

علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

وضوء کا بچا ہوا پانی قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پینا مستحب ہے‘ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کا بچا ہوا پانی اور زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا ہے اور آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر نہ پئے اور جو بھول جائے وہ قے کرے۔اور علماء کا اجماع ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے جو کہ طبی بناء پر ہے نہ کہ دینی بناء پر۔

(مراقی الفلاح علیٰ ہامش الطحاوی ص ۴۷-۴۶‘ مطبوعہ مصر)

Marfat.com

عالم گیری میں بھی وضوء کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مستحب لکھا ہے۔ (فتاوی ہندیہ ج ۱ ص ۸ طبع مصر)

نیز علامہ شامی کی اپنی عبارت میں بھی ان کی تحقیق کے ضعیف ہونے کی تصریح ہے وہ لکھتے ہیں:

سراج میں مذکور ہے کہ ان دو جگہوں کے سوا کھڑے ہو کر پانی پینا مستحب نہیں ہے۔ اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ شارح (علامہ حصکفی صاحب درمختار) کا مختار ضعیف ہے جیسا کہ اس پر حموی وغیرہ نے تنبیہ کی ہے (کیونکہ اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی اور زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے)۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ کا ارشاد ہے:

زمزم اور وضوء کا پانی شرع میں کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے اور لوگوں نے دو اور اپنی طرف سے لگا لیے ہیں' ایک سبیل کا اور دوسرا جھوٹا پانی اور دونوں جھوٹے۔ (الملفوظ ج ۴ ص ۶ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

اور بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا پی لے کہ شفاء امراض ہے۔ (بہار شریعت ج ۲ ص ۱۲ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور)

نیز مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

اسی طرح آبِ زمزم کو بھی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ یہ دونوں پانی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

(بہار شریعت ج ۱۶ ص ۲۹ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۱۶۶۔ ۵۱۶۵۔ ج ۶ ص ۲۸۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) بھول کر کھڑے ہو کر پانی پینے والے کے لیے قے کرنے کے حکم کی وضاحت (۲) کھڑے ہو کر پانی پینے والی احادیث کی فنی حیثیت۔ اس سے پہلے باب میں یہ عنوان ہیں: چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق فقہاء کے نظریات' چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق مصنف کا موقف۔

۷۷ - بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ — حج قران کرنے والے کا طواف

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ آیا حج قران کرنے والے کے لیے ایک طواف کافی ہے یا اس کو دو طواف کرنے ہوں گے۔

۱۶۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَاَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا. فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا اَرْسَلَنِيْ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ مَكَانُ عُمْرَتِكِ. فَطَافَ الَّذِيْنَ اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِّنًى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے' پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر آپ نے فرمایا: جس کے پاس قربانی ہے وہ حج کا اور عمرہ کا احرام باندھے' پھر وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوگا جب تک کہ ان دونوں سے حلال نہ ہو جائے' پس میں مکہ میں آئی اور اس وقت میں حائضہ تھی' پھر جب ہم نے حج کر لیا تو آپ نے مجھے حضرت عبدالرحمن کے ساتھ مقام تنعیم کی طرف بھیجا' پس میں نے عمرہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے (اس) عمرہ کی جگہ ہے' پس

Marfat.com

وَاَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا.

جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے طواف کیا (اور سعی کی)' پھر احرام کھول دیا' پھر جب وہ منیٰ سے لوٹ کر آئے تو انہوں نے ایک اور طواف (زیارت) کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔

اس حدیث کی شرح تفصیل کے ساتھ' صحیح البخاری: ۱۵۵۶ میں گزر چکی ہے' تاہم حج قران کرنے والے کے دو طوافوں کے متعلق مزید تفصیل کی جا رہی ہے۔

حج قران میں دو طواف اور دو سعی کرنے پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے اپنی سنن کبریٰ میں از حماد بن عبدالرحمان انصاری از ابراہیم بن محمد روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کے ساتھ طواف کیا اور انہوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' پس انہوں نے اس کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں اور مجھے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کیا تھا اور حضرت علی نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ صاحب التنقیح نے کہا ہے کہ اس حماد کو الازدی نے ضعیف قرار دیا ہے تو میں کہوں گا کہ امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور الدارقطنی نے کئی سندوں کے ساتھ اس کی روایت ذکر کی ہے اور ہر سند کے متعلق کہا ہے: یہ ضعیف ہے' تو میں کہوں گا کہ جب کسی حدیث کی متعدد سندیں ہوں اور خواہ اس میں ضعیف راوی ہوں تو وہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

نیز امام طحاوی نے از ابی النضرۃ یہ روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حج کا احرام باندھا' پھر میری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا: میں نے حج کا احرام باندھا ہے کیا میں اس کے ساتھ عمرہ ملا سکتا ہوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! اگر تم عمرہ کا احرام باندھتے' پھر تم اس کے ساتھ حج کا احرام ملاتے تو ملا سکتے تھے' میں نے پوچھا: اگر میں یہ ارادہ کروں تو کیسے کروں؟ حضرت علی نے فرمایا: تم ایک لوٹے میں پانی لاؤ' پھر تم عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھو اور ان میں سے ہر ایک کے لیے طواف کرو۔

ابوالنضرہ نے حضرت علی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ قارن دو طواف کرے گا اور دو سعی کرے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے کہ "جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا انہوں نے صرف ایک طواف کیا" اس کی تاویل یہ ہے کہ انہوں نے صرف ایک قسم کا طواف کیا' یعنی "طوافا واحدا" میں وحدت نوعی مراد ہے' وحدت شخصی مراد نہیں ہے۔

۱۶۳۹ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، دَخَلَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَظَهْرُهُ فِي الدَّارِ، فَقَالَ إِنِّيْ لَا اٰمَنُ أَنْ يَّكُوْنَ الْعَامَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ، فَيَصُدُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ، فَلَوْ اَقَمْتَ؟ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن عمران کے پاس گئے' ان کی سواری (حج کو جانے کے لیے) تیار تھی' عبداللہ بن عبداللہ نے کہا: مجھے یہ

Marfat.com

قَدْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْبَيْتِ، فَإِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ اَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ٢١). ثُمَّ قَالَ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ مَعَ عُمْرَتِيْ حَجًّا، قَالَ ثُمَّ قَدِمَ، فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا. [اطراف الحدیث: ١٦٤٠_١٦٩٣_١٧٠٨_١٧٢٩_١٨٠٦_١٨٠٧_١٨٠٨_١٨١٠_١٨١٢_١٨١٣_٤١٨٣_٤١٨٤_٤١٨٥]

(صحیح مسلم: ١٢٣٠، الرقم المسلسل: ٢٨٨١، سنن نسائی: ٢٧٤٢)

خوف ہے کہ اس سال لوگوں کے درمیان لڑائی ہوگی سو وہ آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیں گے کاش! آپ ٹھہر جاتے حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: رسول اللہ ﷺ (عمرہ کے لیے) نکلے تو کفار قریش آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے لہٰذا اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان لوگ حائل ہو گئے تو میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ٢١) پھر انہوں نے کہا: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کو بھی واجب کر لیا ہے پھر حضرت عبد اللہ بن عمر مکہ پہنچے تو حج اور عمرہ کے لیے ایک (قسم کا) طواف کیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) یعقوب بن ابراہیم بن کثیر الدورقی ان کی کنیت ابو یوسف ہے (٢) اسماعیل بن علیہ علیہ اسماعیل کی ماں کا نام ہے ان کے باپ کا نام ابراہیم بن سہم ہے (٣) ایوب السختیانی (٤) نافع مولیٰ ابن عمر (٥) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ٩ ص ٣٠٤)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ حج قران والا صرف ایک طواف کرے گا لیکن ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد طواف قدوم ہے۔

١٦٤٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقِيْلَ لَهُ اِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ، وَاِنَّا نَخَافُ اَنْ يَّصُدُّوْكَ، فَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ٢١) اِذًا اَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِنِّيْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ عُمْرَةً، ثُمَّ خَرَجَ، حَتّٰى اِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ، قَالَ مَا شَاْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اِلَّا وَاحِدٌ، اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ حَجًّا مَّعَ عُمْرَتِيْ، وَاَهْدٰى هَدْيًا اِشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ، وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ، فَلَمْ يَنْحَرْ، وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ، حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ، وَرَاٰى اَنْ قَدْ قَضٰى طَوَافَ الْحَجِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سال حج کا ارادہ کیا جس سال حجاج نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا تو حضرت ابن عمر سے کہا گیا کہ بے شک لوگوں کے درمیان جنگ ہونے والی ہے اور ہم کو یہ خطرہ ہے کہ وہ آپ کو روک لیں گے تو حضرت ابن عمر نے کہا: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ٢١) تو میں اس وقت اسی طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے پھر وہ باہر نکل گئے حتیٰ کہ جب وہ ظاہر البیداء پر پہنچے تو کہا: حج اور عمرہ کا معاملہ تو ایک طرح کا ہے میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج کو بھی واجب کر لیا ہے اور وہ قدید سے قربانی کا جانور بھی خرید کر اپنے ساتھ لے گئے اور انہوں نے اس پر کوئی

Marfat.com

وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَذٰلِكَ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اضافہ نہیں کیا' سو انہوں نے نحر نہیں کیا اور نہ کوئی اور ایسا کام کیا جو احرام میں ممنوع تھا' سر منڈایا نہ بال کاٹے' حتیٰ کہ قربانی کا دن آ گیا' پھر انہوں نے نحر کیا اور سر منڈایا اور ان کا گمان یہ تھا کہ انہوں نے پہلے طواف کے ساتھ حج اور عمرہ کا طواف کر لیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذوالحجہ سے پہلے حج کا طواف نہیں کیا تھا کیونکہ آپ نے اس سے پہلے جو طواف کیا تھا وہ طواف قدوم تھا' پس حضرت ابن عمر نے طواف قدوم کے بعد جو عمرہ کا طواف کیا تھا' اس پر اکتفاء کر لی اور اس کا حج میں اعادہ نہیں کیا اور اس حدیث میں قارن کے طواف کا حکم نہیں بیان کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۰۷ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۸ - بَابُ الطَّوَافِ عَلٰى وُضُوْءٍ

وضوء کر کے طواف کرنا

۱۶۴۱ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ اَنَّهُ سَاَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهُ اَوَّلُ شَيْءٍ بَدَاَ بِهٖ حِيْنَ قَدِمَ اَنَّهُ تَوَضَّاَ' ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ. ثُمَّ حَجَّ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ' ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِثْلَ ذٰلِكَ' ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' فَرَاَيْتُهٗ اَوَّلُ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ' ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ' ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ' ثُمَّ رَاَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ' ثُمَّ اٰخِرُ مَنْ رَاَيْتُ فَعَلَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ' ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً' وَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْاَلُوْنَهٗ' وَلَا اَحَدٌ مِّمَّنْ مَّضٰى' مَا كَانُوْا يَبْدَءُوْنَ بِشَيْءٍ' حَتّٰى يَضَعُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الحارث نے خبر دی از محمد بن عبدالرحمن بن نوفل القرشی' انہوں نے عروہ بن الزبیر سے سوال کیا (کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح حج کیا تھا؟) عروہ نے بتایا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا' پس مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ آنے کے بعد سب سے پہلے جس کام سے ابتداء فرمائی' وہ یہ تھا کہ آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا' پھر یہ حج عمرہ نہیں ہوا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا' پس انہوں نے جو کام سب سے پہلے کیا وہ بیت اللہ کا طواف تھا' پھر یہ حج عمرہ نہیں ہوا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کیا' پس میں نے دیکھا کہ جس چیز سے انہوں نے ابتداء کی' وہ بیت اللہ کا طواف تھا' پھر یہ حج عمرہ نہیں ہوا' پھر حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے طواف کیا' پھر میں نے اپنے والد حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا' سو انہوں نے (بھی) جس کے ساتھ ابتداء کی وہ بیت اللہ کا طواف تھا' پھر یہ حج عمرہ نہیں ہوا' پھر میں نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار (بھی) اسی طرح کرتے تھے' پھر یہ حج عمرہ نہیں بنا' پھر سب کے آخر میں' میں

Marfat.com

اَقْدَامَهُمْ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّوْنَ، وَقَدْ رَاَيْتُ اُمِّيْ وَ خَالَتِيْ، حِيْنَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْتَدِئَانِ بِشَيْءٍ اَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ، تَطُوْفَانِ بِهٖ، ثُمَّ لَا تَحِلَّانِ.

نے حضرت ابن عمر کو دیکھا' پھر انہوں نے بھی حج کو توڑ کر اسے عمرہ نہیں قرار دیا' اور یہ ہیں حضرت ابن عمر جو ان کے یہاں موجود ہیں' یہ لوگ ان سے سوال کیوں نہیں کرتے' اور جتنے پہلے لوگ گزرے ہیں ان میں سے کسی نے حج کو توڑ کر عمرہ نہیں قرار دیا' وہ بیت اللہ میں جہاں اپنے قدم رکھتے ہیں تو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں' پھر وہ احرام نہیں کھولتے اور تحقیق یہ ہے کہ میں نے اپنی امی اور خالہ کو دیکھا ہے' وہ مکہ آ کر جس چیز کے ساتھ ابتداء کرتی تھیں' وہ یہ تھا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرتی تھیں' پھر وہ احرام نہیں کھولتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۱۴ میں گزر چکی ہے تاہم بعض اُمور کی مزید شرح کی جائے گی۔

۱٦٤٢ - وَقَدْ اَخْبَرَتْنِيْ اُمِّيْ اَنَّهَا اَهَلَّتْ هِيَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ، وَفُلَانٌ وَّ فُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا.

اور بے شک مجھے میری امی نے خبر دی کہ انہوں نے اور ان کی بہن نے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اور فلاں اور فلاں نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر جب انہوں نے حجر اسود کی تعظیم کر لی تو احرام کھول دیا۔

اس حدیث کی شرح' ۱۶۱۵' میں گزر چکی ہے۔

حج افراد کے افضل ہونے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حدیث: ۱۶۴۱' میں عروہ نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' خلفاء راشدین اور بعد کے صحابہ اور تابعین نے حج کیا اور حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ نہیں قرار دیا' اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے صرف حج کیا اور اس کے ساتھ عمرہ نہیں کیا یعنی ان کا حج' حج افراد تھا' اور حج تمتع یا حج قران نہیں تھا' اس میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ حج افراد' حج تمتع اور حج قران سے افضل ہے۔

طواف کرنے سے پہلے وضوء کرنے میں اختلاف ائمہ

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس حدیث میں طواف سے پہلے وضوء کرنے کا ذکر ہے' اور امام بخاری نے اسی کا عنوان قائم کیا ہے اور جمہور ائمہ (امام مالک' امام شافعی اور امام احمد) اس پر متفق ہیں کہ بغیر وضوء کے طواف نہیں ہوتا' جس طرح بغیر وضوء کے نماز نہیں ہوتی' امام ابوحنیفہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' وہ کہتے ہیں کہ جس نے بغیر وضوء کے طواف کیا اگر ممکن ہو تو وہ طواف دہرائے ورنہ اس پر دم لازم آئے گا۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے وضوء کیا' پھر طواف کیا اور آپ کا یہ فعل وجوب پر دلالت کرتا ہے' الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی دلیل ہو' نیز آپ کا فعل قرآن مجید کے مجمل کا بیان ہے اور قرآن مجید میں ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ O (الحج: ۲۹) اور لوگ اس قدیم گھر کا طواف کریں O

اور اس لیے کہ طواف مجمل ہے' وہ اپنی صفت کے بیان کا محتاج ہے ورنہ طواف کرنے کے حکم پر تو ایک چکر لگانے سے بھی عمل ہو

Marfat.com

جائے گا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرنا نماز ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں بات کرنے کو مباح کر دیا ہے اور شریعت میں ایسی نماز بھی ہوتی ہے جس میں رکوع اور سجود نہ ہو جیسے نمازِ جنازہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر اس میں تکبیر تحریم اور آخر میں سلام بھی ہونا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر نماز میں تکبیر تحریم اور سلام ضروری نہیں ہے کیونکہ بہت علماء سجدہ سہو کو نماز کہتے ہیں اور اس میں تکبیر تحریم اور سلام نہیں ہے۔ سجدہ تلاوت کا بھی یہی معاملہ ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت صفیہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے وقت حیض آ گیا تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ہم کو روکنے والی ہیں؟ اور جب آپ کو یہ بتایا گیا کہ یہ طواف زیارت کر چکی ہیں تو آپ نے فرمایا: تب کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر بے وضوء طواف کرنے کا تدارک دم دینے سے ہو جاتا تو آپ یہ نہ فرماتے کہ یہ ہمیں روکنے والی ہیں' اسی طرح جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ابتداء میں حیض آ گیا تھا تو آپ ان کے عمرہ کو بھی مؤخر نہ کراتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ طواف زیارت حج کا رکن ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا' لہٰذا اس میں طہارت کی ضرورت نہیں ہے' جیسے وقوف عرفات میں طہارت کی ضرورت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ طواف کے ہر سات چکر کے بعد دو رکعت نماز ہوتی ہے اور طواف اور اس کی دو رکعت کے درمیان فصل نہیں ہوتا' اس لیے ضروری ہے کہ طواف کرنے والا باوضوء ہو' تاکہ وہ طواف کے متصل دو رکعت نماز پڑھ سکے اور وقوف عرفات کے بعد نماز نہیں ہوتی' اس لیے وقوفِ عرفات اور طواف میں فرق ظاہر ہو گیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ جواب بہت کمزور ہے کیونکہ باب: ۷۳ کی پہلی تعلیق میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طواف کرنے کے بعد اپنی سواری پر سوار ہو کر مقام ذی طویٰ چلے گئے اور وہاں پہنچ کر دو رکعت طواف پڑھیں' اور حدیث: ۱۶۲۸ میں ذکر ہے کہ لوگ طواف کے بعد واعظ کا وعظ سنتے رہے' اس کے بعد انہوں نے طواف کی دو رکعت پڑھیں' اس سے معلوم ہوا کہ طواف کے متصل دو رکعت طواف پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ ان میں فصل کرنا جائز ہے۔

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی کا دورانِ طواف وضوء ٹوٹ جائے تو پھر کیا حکم ہے؟

عطاء اور امام مالک نے کہا ہے کہ وہ وضوء کرے اور دوبارہ طواف شروع کرے' امام مالک نے کہا: اگر صفا اور المروۃ کی سعی کے دوران اس کا وضوء ٹوٹ جائے تو اس پر دوبارہ سعی کرنا لازم نہیں ہے اور اگر دورانِ طواف وضوء ٹوٹ جائے تو امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وضوء کر کے وہیں سے طواف شروع کر دے' ازسرنو طواف شروع کرنا ضروری نہیں ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ اگر اس کا طواف نفلی ہے اور اس نے مکمل سات چکر لگانے کا ارادہ کیا تھا تو پھر وہ وضوء کر کے طواف ازسرنو شروع کرے ورنہ طواف وہیں چھوڑ دے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۷۸-۲۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

طواف سے پہلے وضوء کی عدم فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک طواف کرنے کے لیے وضوء کرنا فرض نہیں ہے کیونکہ فرضیت اس دلیل سے ثابت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت ہو اور لزوم پر اس کی دلالت بھی قطعی ہو' جب کہ صحیح البخاری: ۱۶۴۱ کی یہ حدیث جس سے ائمہ ثلاثہ نے طواف کے لیے وضوء کرنے کی فرضیت ثابت کی ہے خبر واحد ہے اور ظنی الثبوت ہے' نیز اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف سے پہلے وضوء کیا' یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے طواف سے پہلے وضوء کرنے کا حکم دیا اور وضوء نہ کرنے والے پر انکار کیا یا اس پر وعید سنائی' لہٰذا اس میں طواف سے پہلے وضوء کے لزوم پر قطعی دلیل نہیں ہے' لہٰذا طواف سے پہلے وضوء کرنا قطعی الثبوت ہے نہ لزوم پر قطعی الدلالۃ ہے اور

Marfat.com

ایسی دلیل سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی - ائمہ ثلاثہ کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے فرض ثابت ہوتا ہے بالکل غلط ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا حالانکہ کھڑے ہو کر پانی پینا فرض نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگانے والے کو اجرت دی حالانکہ فصد لگانے کی اجرت دینا فرض نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز پڑھی حالانکہ تہجد کی نماز پڑھنا فرض نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے حالانکہ وصال کے روزے رکھنا فرض نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھے حالانکہ بیٹھ کر نفل پڑھنا فرض نہیں ہے اور ایسی کئی مثالیں ہیں۔

نیز ائمہ ثلاثہ کا حضرت ابن عباس کے اس قول سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ طواف نماز ہے کیونکہ حضرت ابن عباس نے طواف کو مجازاً نماز کہا ہے ورنہ ایسی کون سی حقیقی نماز ہے جس میں بات کرنے اور چکر لگانے کا عمل ہو' اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کو لوگوں نے نماز کہا ہو' کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سجدہ سہو یا سجدہ تلاوت نماز ہے' لہٰذا ان بے سند اقوال سے وضوء کی فرضیت ثابت کرنا علامہ ابن بطال ایسے محقق کے لائق نہیں ہے۔

۷۹ - بَابُ وُجُوْبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَجُعِلَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ

صفا اور المروۃ میں سعی کا وجوب اور ان کو شعائر اللہ قرار دیا گیا

''شعائر'' کا لغوی اور شرعی معنی

''شعائر'' ''شعیرۃ'' کی جمع ہے' الجوہری نے کہا ہے کہ ''الشعائر'' حج کے اعمال ہیں اور ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی علامت اور نشانی بنایا گیا ہے وہ شعائر ہیں' ابوعبید نے کہا: جس قربانی کے کوہان میں خفیف سا شگاف ڈال کر اس کی کھال پر معمولی سے خون کا نشان ڈالا گیا اس کو شعار کہتے ہیں اور ایسے جانوروں کو شعائر کہتے ہیں' الزجاج نے کہا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تمام جگہیں شعائر ہیں' یعنی جن جگہوں کو کسی عبادت کی علامت اور نشانی بنا دیا گیا وہ شعائر ہیں مثلاً میدانِ عرفات اور مزدلفہ کو وقوف کی علامت بنا دیا گیا ہے' صفا اور المروۃ کو سعی کی علامت بنا دیا گیا ہے اور منیٰ کو قربانی کرنے کی علامت بنا دیا گیا ہے تو یہ سب شعائر اللہ ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ عمل جس کو کسی عبادت کے لیے معین کیا گیا وہ شعار اور شعیرہ ہے' جیسے کہتے ہیں کہ جماعت سے نماز پڑھنا اور قربانی کرنا اسلام کا شعار ہے' حسن بصری نے کہا: دین کے احکام اللہ تعالیٰ کے شعائر ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶۴۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَقُلْتُ لَهَا اَرَاَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ: ۱۵۸) فَوَاللّٰهِ مَا عَلٰى اَحَدٍ جُنَاحٌ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، قَالَتْ بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ اُخْتِيْ! اِنَّ هٰذِهٖ لَوْ كَانَتْ كَمَا اَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ، كَانَتْ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا، وَلٰكِنَّهَا اُنْزِلَتْ فِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے بیان کیا کہ عروہ نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تو میں نے ان سے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق بتایئے: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۵۸) پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے تو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا! حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تم نے کیسی غلط بات کہی

Marfat.com

الْاَنْصَارِ، كَانُوْا قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِيْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ، فَكَانَ مَنْ اَهَلَّ يَتَحَرَّجُ اَنْ يَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا اَسْلَمُوْا سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ اَنْ نَّطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ الْاٰيَةَ. (البقرہ:۱۵۸) قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا، فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا. ثُمَّ اَخْبَرْتُ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا لَعِلْمٌ مَا كُنْتُ سَمِعْتُهُ، وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُوْنَ اَنَّ النَّاسَ. اِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ بِمَنَاةَ. كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْاٰنِ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كُنَّا نَطُوْفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا، فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ اَنْ نَّطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرہ:۱۵۸) الْاٰيَةَ. قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاَسْمَعُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِي الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا فِي الَّذِيْنَ كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَالَّذِيْنَ يَطُوْفُوْنَ ثُمَّ تَحَرَّجُوْا اَنْ يَّطُوْفُوْا بِهِمَا فِي الْاِسْلَامِ، مِنْ اَجْلِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ. وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا، حَتّٰى ذَكَرَ ذٰلِكَ، بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ.

[اطراف الحدیث:۱۷۹۰-۴۴۹۵-۴۸۶۱] [صحیح مسلم:۱۲۷۷، الرقم المسلسل:۲۹۶۸، سنن ابوداؤد:۱۹۰۱، سنن ترمذی:۲۹۷۶، سنن نسائی:۲۹۶۳، سنن ابن ماجہ:۲۹۶۳، صحیح ابن خزیمہ:۲۷۶۹، مسند

ہے اگر یہ آیت تمہاری تاویل کے مطابق ہوتی تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: جو شخص صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ اسلام لانے سے پہلے منات طاغیہ (بت) کے لیے احرام باندھتے تھے' جس کی وہ مشلّل (ایک ٹیلہ) کے پاس پرستش کرتے تھے' پس جو انصار حج کرتے وہ صفا اور المروۃ میں سعی کرنے کو اس وجہ سے بُرا جانتے تھے' لہٰذا جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم صفا اور المروۃ میں سعی کرنے سے تنگ ہوتے ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' (البقرہ:۱۵۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا اور المروۃ میں سعی کرنے کو سنت قرار دیا ہے' پس کسی شخص کے لیے ان میں سعی کرنے کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' زہری نے کہا: پھر میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے کہا: بے شک یہ علم کی بات ہے جس کو میں نے اس سے پہلے نہیں سنا' اور میں نے کئی اہل علم لوگوں سے سنا' وہ یہ کہتے تھے: عرب کے ان لوگوں کے سوا جن کا حضرت عائشہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ منات بت کے لیے احرام باندھتے تھے' سو ان کے سوا تمام عرب صفا اور المروۃ میں طواف کرتے تھے' پس جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا (کہ اللہ کے قدیم گھر کا طواف کرو۔ الحج:۲۹) اور اللہ نے قرآن میں صفا اور المروۃ میں طواف کا ذکر نہیں کیا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم صفا اور المروۃ میں طواف کرتے تھے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ میں طواف کا ذکر فرمایا ہے' اور صفا اور المروۃ میں طواف کا ذکر نہیں فرمایا تو کیا صفا اور المروۃ میں طواف کرنے سے ہم کو کوئی گناہ ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ (البقرہ:۱۵۸) ابوبکر نے کہا: پس میں یہ سنتا تھا کہ یہ آیت دونوں فریقوں کے متعلق نازل ہوئی ہے ان کے متعلق بھی جو زمانہ جاہلیت میں صفا اور المروۃ کے درمیان

الحمیدی: ۲۱۹' سنن کبریٰ: ۳۹۶۱-۳۹۶۰' مسند ابویعلیٰ: ۴۷۳۰' شرح مشکل الآثار: ۳۹۳۶-۳۹۳۵' صحیح ابن حبان: ۳۸۴۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۷-۹۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۱۱۲-ج ۴۲ ص ۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

طواف کرنے کی وجہ سے صفا اور المروۃ میں طواف کرنے کو بُرا جانتے تھے اور ان کے متعلق بھی جو اسلام میں صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرنے کو اس لیے برا جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ میں طواف کرنے کا حکم دیا ہے اور صفا کا ذکر نہیں کیا حتیٰ کہ بیت اللہ میں طواف کا ذکر کرنے کے بعد صفا میں طواف کرنے کا حکم دیا۔

عروہ کی البقرہ: ۱۵۸ میں تاویل اور حضرت عائشہ کا اس تاویل کو رد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: عروہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے تو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ عروہ نے اس آیت کی یہ تاویل کی تھی کہ صفا اور المروۃ میں سعی کو ترک کرنے سے کوئی ضرر نہیں ہوگا' کیونکہ اس قسم کی عبارت اکثر مباح میں استعمال ہوتی ہے نہ کہ واجب میں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب دیا کہ یہ آیت وجوب اور عدم وجوب سے ساکت ہے کیونکہ اس آیت میں سعی یا طواف کے وجوب کو ساقط کرنے کی تصریح نہیں ہے' اور اگر اس آیت میں صفا اور المروۃ میں سعی یا طواف کے وجوب کو ساقط کرنے کی تصریح ہوتی تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: پس جس نے ان کے درمیان طواف نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس کے ضمن میں ان کے درمیان طواف نہ کرنے والوں سے گناہ نہ ہونے کی تصریح ہوتی۔

منات طاغیہ اور مشلّل کے معانی اور صفا اور المروۃ کے درمیان زمانہ جاہلیت کے طواف کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے: انصار زمانہ جاہلیت میں منات طاغیہ کی پرستش کرتے تھے۔ منات زمانہ جاہلیت کے ایک بت کا نام ہے۔ ابن الکلبی نے کہا ہے کہ یہ ایک پتھر تھا جس کو عمرو بن لحی نے سمندر کی جہت میں نصب کیا تھا اور عرب اس کی عبادت کرتے تھے' ایک قول ہے کہ یہ ہذیل کا پتھر تھا جو مقام قدید میں تھا' الحازمی نے کہا ہے کہ یہ جگہ مدینہ سے سات میل دور تھی' اور اس میں "المشلّل" کا ذکر ہے' یہ قدید کے قریب سمندر کی سمت میں ایک جگہ ہے' قدید' مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے جہاں پانی بہت زیادہ ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اسلام لانے سے پہلے انصار اور قبیلہ غسان کے لوگ منات کے لیے حج کرتے تھے اور یہ ان کے آباء واجداد کا طریقہ تھا' اور جو منات کے لیے احرام باندھتا تھا وہ اسلام لانے کے بعد صفا اور المروۃ کے درمیان طواف نہیں کرتا تھا' کیونکہ انصار زمانہ جاہلیت میں سمندر کے کنارے دو بتوں کی پرستش کرتے تھے' ان کا نام اساف اور نائلہ تھا' پھر وہ آ کر صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرتے' اسلام لانے کے بعد انہوں نے اس کو مکروہ جانا کہ وہ اب بھی صفا اور المروۃ میں طواف کریں جہاں وہ زمانہ جاہلیت میں طواف کرتے تھے۔

علامہ واحدی نے اسباب النزول میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ صفا پر مرد کی صورت میں ایک بت نصب تھا جس کا نام اساف تھا اور المروۃ میں عورت کی صورت میں ایک بت نصب تھا جس کا نام نائلہ تھا' اہل کتاب کا یہ زعم تھا کہ ان دونوں نے کعبہ میں زنا کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا' اور لوگوں کی عبرت کے لیے ان کو صفا پہاڑ پر رکھ دیا گیا' پھر جب کافی مدت گزر گئی تو ان کی عبادت کی جانے لگی' اہل جاہلیت جب طواف کرتے تھے تو ان بتوں کو ہاتھ لگاتے تھے' پھر جب

Marfat.com

اسلام کا ظہور ہوا اور بتوں کو توڑ دیا گیا تو مسلمانوں نے ان دو بتوں کی وجہ سے صفا اور المروۃ میں طواف کرنے کو مکروہ جانا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں (البقرہ:۱۵۸)۔

صفا اور المروۃ کی سعی کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء

فقہاء احناف کے نزدیک صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرنا واجب ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان طواف کرنے کو سنت قرار دیا' لہٰذا کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان طواف کرنے کو ترک کردے' اور یہ قول وجوب پر دلالت کرتا ہے' اور جو احناف کا مذہب ہے وہی حسن بصری' قتادہ اور ثوری کا مذہب ہے' حتیٰ کہ جو اس طواف کو ترک کرے گا اس پر دم لازم آئے گا۔

عطاء سے منقول ہے کہ ان میں طواف کرنا سنت ہے اور ان میں طواف کو ترک کرنے سے کچھ لازم نہیں آئے گا' اور امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور اور داؤد کا مذہب یہ ہے کہ ان میں طواف کرنا فرض ہے اور ان میں طواف کے بغیر حج صحیح نہیں ہوگا' اگر کسی نے ان میں طواف کو ترک کر دیا اور وہ وطن چلا گیا تو وہ واپس آ کر طواف کرے اور اگر اس نے اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو اگلے سال اس پر حج یا عمرہ کرنا واجب ہے' اسی طرح علامہ ابن بطال نے یہ مذاہب نقل کیے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۸۰)

علامہ عینی لکھتے ہیں: ہمارے شیخ زین الدین نے ان میں طواف کے متعلق تین مذاہب بیان کیے ہیں:

(۱) صفا اور المروۃ میں طواف کرنا حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہے' یہ حضرت ابن عمر' حضرت جابر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے' اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک کا مشہور قول بھی یہی ہے اور امام احمد کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں' فرض کہنے والوں کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت حبیبہ بنت ابی تجراہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الصفاء اور المروۃ میں طواف کر رہے تھے اور آپ دوڑ رہے تھے اور آپ کے دوڑنے کی شدت کی وجہ سے آپ کا تہبند بھی گھوم رہا تھا' اور آپ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے: دوڑو! اللہ نے تم پر دوڑنا فرض کر دیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۵۷۳۔ ج ۲۴' الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۴۵۶' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۸' شرح السنۃ: ۱۹۲۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۳۶۷۔ ج ۴۵ ص ۳۶۳)

میں کہتا ہوں: یہ حدیث خبر واحد ہے' اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوگی۔

(۲) یہ طواف واجب ہے اور اس کے ترک سے دم لازم آئے گا' یہ ثوری اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے' امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے۔

(۳) یہ طواف فرض ہے نہ واجب' بلکہ یہ سنت اور مستحب ہے اور یہ حضرت ابن عباس' ابن سیرین' عطاء' مجاہد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۱۴۔ ۴۱۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۰ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی (دوڑنے) کے متعلق احادیث

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلسَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِيْ عَبَّادٍ إِلٰى زُقَاقِ بَنِيْ اَبِيْ حُسَيْنٍ.

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بنو عباد کے گھر سے لے کر بنو ابو حسین کی گلیوں تک دوڑتا ہوا جائے (اور باقی راستہ میں معمول کی رفتار سے چلے)۔

Marfat.com

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما الصفا سے اترتے' پھر پیدل چلتے' حتیٰ کہ جب بنو عباد کے گھر کے دروازے پر پہنچتے تو دوڑتے حتیٰ کہ ان گلیوں میں پہنچ جاتے جو مسجد کی طرف ہیں جو ابن ابی حسین کے گھر اور بنت قرظہ کے گھر کے درمیان ہیں' وہ درمیانی رفتار سے دوڑتے' پھر معمول کے مطابق چلتے ہوئے المروۃ پر چڑھ جاتے۔

(اخبار مکہ للازرقی ج ۲ ص ۱۱۷' انتشارات الشریف الرضی' قم' ایران' ۱۳۶۹ھ)

١٦٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَّمَشٰى أَرْبَعًا، وَكَانَ يَسْعٰى بَطْنَ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. فَقُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَمْشِي إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ؟ قَالَ لَا، إِلَّا أَنْ يُّزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ، فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتّٰى يَسْتَلِمَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پہلا طواف کرتے تو تین چکروں میں دوڑتے اور چار چکروں میں معمول کی رفتار سے چلتے اور بطن المسیل (نالے کے نشیب) میں صفا اور المروۃ کے درمیان دوڑتے تھے' عبید اللہ نے کہا: میں نے نافع سے پوچھا: کیا عبد اللہ جب رکن یمانی پر پہنچتے تو معمول کی رفتار سے چلتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! مگر جب رکن یمانی کے پاس رش ہوتا تو (وہ آہستہ چلتے) اور اس کی تعظیم کو ترک نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۳ میں گزر چکی ہے۔

١٦٤٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَأَلْنَا عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَّجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنے عمرہ میں بیت اللہ کا طواف کیا اور الصفا اور المروۃ کا طواف نہیں کیا' آیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مکہ میں) آئے' پس آپ نے بیت اللہ کا طواف کر کے سات چکر لگائے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت پڑھیں' پھر صفا اور المروۃ کے درمیان سات مرتبہ طواف کیا۔ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

١٦٤٦ - وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

اور ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ اپنی بیوی کے قریب نہ جائے حتیٰ کہ صفا اور المروۃ کے درمیان طواف (سعی) کر لے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱٦٤٧ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ تَلَا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے' پس بیت اللہ کا طواف کیا پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نے الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی' پھر یہ آیت پڑھی: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۱٦٤٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَكُنْتُمْ تَكْرَهُونَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ نَعَمْ، لِأَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ، حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:۱۵۸).

[طرف الحدیث:۴۴۹٦] [صحیح مسلم:۱۲۷۸' الرقم المسلسل: ۲۹۷۳' سنن ترمذی:۲۹٦٦' سنن کبریٰ:۳۹۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ الصفاء اور المروۃ کے درمیان سعی کو مکروہ قرار دیتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کا شعار تھا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے (البقرہ:۱۵۸)۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد' الدارقطنی نے کہا: یہ احمد بن محمد بن ثابت بن شبویہ ہیں' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان بن مسعود بن یزید ابوالحسن الخزاعی المروزی ہیں' جو ابن شبویہ کے نام سے معروف ہیں' الحافظ الدمیاطی نے کہا: یہ ۲۳۰ھ میں طرسوس میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) عاصم بن سلیمان الاحول ابوعبدالرحمان (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص۴۱۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کا اثبات ہے۔

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اب بھی صفا اور المروۃ میں سعی کو مکروہ قرار دیتے ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ البقرہ:۱۵۸ کے نزول سے پہلے صفا اور المروۃ میں طواف کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں ان پر منات کا بت رکھا ہوا تھا یا اساف اور نائلہ کے بت رکھے ہوئے تھے اور زمانہ جاہلیت میں صفا اور المروۃ میں طواف کرنے والے ان بتوں کی تعظیم کے لیے ان کو ہاتھ لگاتے تھے' اس لیے ظہور اسلام کے بعد انصار صفا اور المروۃ میں طواف کرنے کو برا جانتے تھے' جس طرح صحیح البخاری:۱٦۴۳ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۱۶۴۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا سَعَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، لِيُرِيَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ. زَادَ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ. [طرف الحدیث: ۴۲۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے طواف اور صفا اور المروۃ کی سعی میں اس لیے دوڑے تا کہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔ حمیدی نے یہ اضافہ کیا: انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے اس حدیث کی مثل سنی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۶' الرقم المسلسل: ۲۸۶۱' سنن ترمذی: ۸۶۳' سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۸' سنن نسائی: ۲۷۲۳۔۲۷۲۲' مسند الحمیدی: ۴۹۷' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۳۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۷۷' المعجم الکبیر: ۱۱۳۸۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۱' ۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۲۱۔ ج ۳ ص ۴۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۲ میں گزر چکی ہے' اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اس حدیث میں رمل کا ذکر ہے' رمل کا معنی ہے: طواف کے پہلے چکروں میں کندھے ہلا ہلا کر بھاگنا اور بعد کے چار چکروں میں معمول کی رفتار سے طواف کرنا' ائمہ اربعہ کے نزدیک جس طواف کے بعد سعی ہو اس میں رمل کرنا سنت ہے۔

۸۱ - بَابُ تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

حائضہ عورت بیت اللہ میں طواف کے سوا باقی حج کے تمام افعال کرے

وَإِذَا سَعَى عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

اور جب کوئی شخص صفا اور المروۃ کے درمیان بغیر وضوء کے سعی کرے۔

حسن بصری نے صفا اور المروۃ میں طواف کے لیے بھی طہارت کی شرط لگائی ہے اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حسن بصری کے سوا اور کسی نے صفا اور المروۃ میں طواف کے لیے طہارت کی شرط نہیں لگائی۔

۱۶۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، قَالَتْ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ افْعَلِي كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالرحمان بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ میں مکہ میں آئی اور اس وقت میں حائضہ تھی اور میں نے بیت اللہ میں طواف کیا نہ صفا اور المروۃ میں' پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی' آپ نے فرمایا: وہ سب کام کرو جو حج کرنے والے کرتے ہیں سوا اس کے کہ تم جب تک پاک نہ ہو جاؤ حج کا طواف نہ کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

Marfat.com

حائضہ اور جنبی کو مسجد سے دور رکھنے کی وجہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حائضہ عورت بیت اللہ اور صفا اور المروۃ کے طواف کے سوا باقی حج کے تمام افعال کرے گی اسی طرح جو شخص جنبی ہو وہ بھی طواف اور سعی کے علاوہ باقی تمام افعال کرے گا کیونکہ وہ حائضہ کے حکم میں ہے۔

المہلب التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حائضہ کو بیت اللہ میں طواف کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ وہ نجس ہے اور مسجد کو نجاست سے پاک رکھا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبہ: ۲۸)

تمام مشرک محض نجس ہیں سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ حیض والی عورتیں عید کے دن عید گاہ سے دور بیٹھیں اس لیے حائضہ جنبی اور جو شخص نجاست سے ملوث ہو یا حامل نجاست ہو وہ مسجد میں نہ آئے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۸۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ چونکہ حامل نجاست کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں ہے اس لیے جن لوگوں کے گردوں کی سرجری کر کے ان سے پتھری نکالی جاتی ہے اور ان کے جسم کے ساتھ ایک پلاسٹک کی تھیلی لٹکا دی جاتی ہے جس میں پیشاب جمع ہوتا رہتا ہے ان لوگوں کو بھی مسجد میں آنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ جب نجاست اپنے محل سے نکل آئے تو اس کو مسجد سے دور رکھنا ضروری ہے۔

١٦٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَاَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ هَدْيٌ فَقَالَ اَهْلَلْتُ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهُ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً وَيَطُوْفُوْا ثُمَّ يُقَصِّرُوْا وَيَحِلُّوْا اِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالُوْا نَنْطَلِقُ اِلٰى مِنًى وَذَكَرُ اَحَدِنَا يَقْطُرُ مَنِيًّا فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَيْتُ وَلَوْ لَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ. وَحَاضَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ اَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حبیب المعلم نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت طلحہ کے سوا اور کسی کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے اور ان کے ساتھ قربانی کا جانور تھا انہوں نے کہا: میں نے اس چیز کے ساتھ احرام باندھا ہے جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں اور طواف کریں اور پھر اپنے بال کاٹ لیں اور اپنا احرام کھول دیں سوا ان کے جن کے ساتھ قربانی کا جانور ہے آپ کے اصحاب نے کہا: کیا ہم اس حال میں منی جائیں گے کہ ہمارے آلہ تناسل سے منی ٹپک رہی ہوگی! جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر اس چیز کی طرف میری پہلے توجہ ہوتی جس چیز کی طرف میری اب

Marfat.com

بِالْبَيْتِ، قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، تَنْطَلِقُونَ بِحَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ وَانْطَلِقُ بِحَجٍّ؟ فَاَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِي بَكْرٍ اَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا اِلَى التَّنْعِيْمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ.

توجہ ہوئی ہے' تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا' اور اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں (بھی) احرام کھول دیتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا' پس انہوں نے حج کے تمام افعال کیے' سوا اس کے کہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا' پھر جب وہ حیض سے پاک ہو گئیں تو انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ لوگ حج اور عمرہ کر کے جائیں گے اور میں (صرف) حج کر کے جاؤں گی؟ تو آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ تنعیم کی طرف نکلیں' پھر میں نے حج کے بعد عمرہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی وضاحت کی جائے گی:

ایام حج میں عمرہ کرنے کا ثبوت' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حج قران کرنا' اور قران کا افراد اور تمتع سے افضل ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حج کے احرام کو فسخ کر کے اسے عمرہ کا احرام قرار دینے کا ثبوت ہے اور یہ صرف ان صحابہ کے ساتھ مخصوص تھا جن کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا اور صرف اسی سال کے لیے تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ صرف جاہلیت کا رد کرنے کے لیے کیا تھا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں ایام حج میں عمرہ کرنے کو بُرا سمجھا جاتا' اس لیے آپ نے ان اصحاب سے فرمایا جن کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا کہ وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے لیں' تاکہ معلوم ہو جائے کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز ہے۔

دوسری چیز اس سے یہ معلوم ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حج قران کیا تھا کیونکہ آپ نے عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا اور اسی احرام سے حج کیا' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمتع اور افراد سے قران افضل ہے' کیونکہ آپ افضل عبادت ہی اختیار کرتے تھے اور آپ کے اصحاب نے تمتع کیا تھا کیونکہ انہوں نے عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا اور دوبارہ آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھا۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صحابہ کے اس قول کا معنیٰ: کیا ہم اس حال میں منیٰ جائیں گے کہ ہمارے آلہ ہائے تناسل سے منی ٹپک رہی ہو گی!

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے اصحاب نے کہا: کیا ہم اس حال میں منیٰ جائیں گے کہ ہمارے آلہ ہائے تناسل سے منی ٹپک رہی ہو گی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمرہ کرنے کے بعد اپنا احرام نہیں کھولا تھا کیونکہ آپ کا احرام قران کا تھا اور اس وجہ سے آپ کے لیے عمل ازدواج ممنوع تھا اور صحابہ کو جب آپ نے احرام کھولنے کا حکم دیا تو حج کا احرام باندھنے سے پہلے ان کے لیے عمل ازدواج مباح ہو گیا' یعنی اس دوران آپ تو عمل ازدواج نہیں کر رہے تھے اور آپ کے اصحاب گویا یہ عمل کر رہے تھے تو وہ آپ کی سنت کی اتباع سے محروم ہو گئے' اس پر ان کو بہت رنج اور قلق ہوا اور انہوں نے اپنے رنج کا اظہار اس طرح کیا کہ کیا ہم منیٰ اس حال میں جائیں گے کہ ہمارے آلہ ہائے تناسل سے منی ٹپک رہی ہو گی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں تسلی دینے کے لیے اپنا عذر بیان کیا کہ میں نے اپنا احرام اس لیے نہیں کھولا کہ میرے ساتھ قربانی کا جانور ہے اور یہ قران کی نیت کے قائم مقام ہے اور چونکہ تمہارے

Marfat.com

ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہے اور تمہارا قران کا احرام نہیں ہے' اس لیے تمہیں اپنا احرام کھولنا ہوگا اور اگر پہلے میری اس طرف توجہ ہوتی کہ تمہیں اس عمل سے اتنا زیادہ ملال ہوگا جس کی طرف میری اب توجہ ہوئی ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی احرام کھول دیتا۔

١٦٥٢ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَّخْرُجْنَ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ، فَحَدَّثَتْ أَنَّ أُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدْ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ، قَالَتْ كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمٰى، وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى، فَسَأَلَتْ أُخْتِي رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ هَلْ عَلٰى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَّا تَخْرُجَ؟ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ. فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَأَلْنَهَا، أَوْ قَالَتْ سَأَلْنَاهَا، فَقَالَتْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَتْ بِأَبِيْ، فَقُلْنَا أَسَمِعْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَذَا وَ كَذَا؟ قَالَتْ نَعَمْ، بِأَبِيْ، فَقَالَ لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ، أَوِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ، وَالْحُيَّضُ، فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى. فَقُلْتُ الْحَائِضُ؟ فَقَالَتْ أَوَ لَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ، وَتَشْهَدُ كَذَا، وَتَشْهَدُ كَذَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از حفصہ' انہوں نے بیان کیا: ہم کنواری عورتوں کو باہر نکلنے سے منع کرتے تھے' پھر ایک عورت آئی اور (بصرہ میں) بنوخلف کے محل میں اتری' اس نے یہ حدیث بیان کی کہ اس کی بہن رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کے نکاح میں تھی جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بارہ جہاد کیے تھے اور میری بہن بھی چھ غزوات میں اس کے ساتھ تھی' اس نے کہا: ہم زخمیوں کی دوا دارو کرتے تھے اور بیماروں کی تیمارداری کرتے تھے' پس میری بہن نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کیا ہم میں سے کسی پر کوئی حرج ہے کہ اگر اس کے پاس چادر نہ ہو تو وہ جہاد میں نہ جائے؟ آپ نے فرمایا: اس کو چاہیے کہ وہ اپنی سہیلی کی چادر اوڑھ لے اور اس کو چاہیے کہ وہ نیک کام میں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو' پس جب حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو ہم نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا اور ان کی عادت تھی کہ وہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتیں تو کہتیں: آپ پر میرا باپ فدا ہو' ہم نے کہا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح اور اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ پر میرا باپ فدا ہو! آپ نے فرمایا: کنواری' پردہ دار اور حیض والیاں سب نکلیں اور نیک کاموں میں اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں اور حیض والیاں نماز کی جگہوں سے الگ رہیں' میں نے کہا: حیض والی بھی؟ انہوں نے کہا: کیا حیض والی عورت میدانِ عرفات میں اور فلاں فلاں جگہ (یعنی مزدلفہ اور منیٰ میں) نہیں جاتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔ یہاں مزید چند امور ذکر کیے جا رہے ہیں؟

کیا اس زمانہ میں عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا اور عورتوں کے لیے نرسوں کا کام کرنا جائز ہے؟

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب عورتیں عہد رسالت میں جہاد میں شریک ہوتی تھیں تو کیا اب بھی شریک ہو سکتی ہیں؟ اس

Marfat.com

کا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء اسلام کی بات تھی جب مردوں کی قلت تھی اور اب ایسا نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی:

وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ. (الاحزاب:۳۳) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔

دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ جس طرح عہد رسالت میں عورتیں زخمیوں کی دوادارو کرتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں' کیا اس حدیث کی بنیاد پر عورتوں کا ہسپتالوں میں بہ طور نرس کام کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! عورتوں کے وارڈ میں عورتیں بہ طور نرس کام کرسکتی ہیں لیکن مردوں کے وارڈ میں عورتوں کو بہ طور نرس کام کرنے کی اجازت نہیں ہے' اِلّا یہ کہ وہ غیر مسلمہ ہوں' اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ (الاية). (النور:۳۱)

اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زیبائش کو صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں' یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے شوہروں کے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر۔

نیز اسی آیت میں فرمایا:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ. (النور:۳۱)

اور اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان کے پاؤں کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ چھپائے رکھتی ہیں۔

رہا عہد رسالت میں عورتوں کا زخمی مجاہدوں کی مرہم پٹی کرنا تو وہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے اور ان آیات کے نزول سے پہلے کا ہے۔

۸۲ - بَابُ الْاِهْلَالِ مِنَ الْبَطْحَاءِ' وَ غَيْرِهَا' لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مِنًى

مکہ میں رہنے والے کے لیے مکہ کی وادی یا میدان وغیرہ سے احرام باندھنا اور جب حج کرنے والا منٰی کی طرف نکلے تو اس کا احرام باندھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان میں ''بطحاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مکہ کی وادی یا مکہ کا میدان' اور اس کے غیر سے مراد ہے: مکہ کی تمام جگہیں۔ نیز اس عنوان میں امام بخاری نے کہا ہے: ''جب حج کرنے والا منٰی کی طرف نکلے'' اس سے مراد دوسرے ملک سے آنے والا ہے یعنی تمتع کرنے والا جب مکہ سے منٰی کی طرف نکلے' اس عنوان کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل مکہ کے لیے اور تمتع کرنے والے کے لیے احرام باندھنے کی جگہ نفس مکہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۳)

وَسُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ يُلَبِّيْ بِالْحَجِّ؟ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُلَبِّيْ يَوْمَ

اور عطاء سے سوال کیا گیا کہ جو شخص مکہ میں رہنے والا ہو وہ (آٹھ ذوالحجہ کو) حج کا تلبیہ پڑھے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت

التَّرْوِيَةِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوٰى عَلٰى رَاحِلَتِهِ.

ابن عمر رضی اللہ عنہما آٹھ ذوالحجہ کو تلبیہ پڑھتے تھے جب ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور جب اپنی سواری پر سیدھے بیٹھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۳)

وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْلَلْنَا حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ، وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ، لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ. وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ.

اور عبدالملک نے کہا از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ آئے، پھر ہم نے (عمرہ کر کے) احرام کھول دیا، پھر آٹھ ذوالحجہ کو ہم نے مکہ کو اپنی پشت پر کیا اور حج کا تلبیہ پڑھا، اور ابوالزبیر نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ ہم نے البطحاء (مکہ کی وادی) سے احرام باندھا۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح مسلم: ۱۲۱۴ میں ہے۔

وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ، وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ! فَقَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

اور عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ تو ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ اس وقت تک احرام نہیں باندھتے حتیٰ کہ آٹھ ذوالحجہ آ جائے، تو حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت احرام باندھتے تھے جب آپ (منیٰ جانے کے لیے) اونٹنی پر بیٹھ جاتے۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح البخاری: ۱۶۶ میں ہے۔

۸۳ - بَابُ أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ

یوم الترویہ کو ظہر کی نماز کہاں پڑھے؟

آٹھ ذوالحجہ کو "یوم الترویہ" کہنے کی وجہ

اس حدیث کے عنوان میں "الترویة" کا لفظ ہے، اس سے مراد ہے: آٹھ ذوالحجہ کا دن "الترویة" کا معنی ہے: کجاوہ کو اونٹ پر رسی سے باندھنا، پانی سے سیراب ہونا، سفر میں پانی ساتھ لے جانا، دیکھنا، کسی کام میں غور وفکر کرنا، آٹھ ذوالحجہ کو "یوم الترویة" اس لیے کہتے ہیں کہ لوگ اس دن پانی کو مکہ سے عرفات لے جاتے تھے، یا منیٰ لے جاتے تھے، یا اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس دن حضرت حوا کو دیکھا تھا یا اس لیے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کے مناسک دکھائے یا اس لیے کہ اس رات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں، پھر جب صبح ہوئی تو وہ سارا دن اس پر غور وفکر کرتے رہے یا اس لیے کہ اس دن حج کا امیر لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۶۵۳ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق ازرق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز بن رفیع، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ بِمِنًى، قُلْتُ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ بِالْأَبْطَحِ، ثُمَّ قَالَ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۵۴-۱۷۶۳] (صحیح مسلم: ۱۳۰۹، الرقم المسلسل: ۳۰۵۶، سنن ابوداؤد: ۱۹۱۲، سنن ترمذی: ۹۶۶، سنن نسائی: ۱۹۹۴)

سوال کیا کہ مجھے وہ حدیث سنائیے جس کو آپ نے نبی ﷺ سے یاد رکھا ہو کہ نبی ﷺ نے یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو ظہر اور عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ حضرت انس نے کہا: منیٰ میں، میں نے پوچھا: پھر منیٰ سے واپسی کے دن آپ نے عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے کہا: ابطح (وادی محصب) میں، پھر فرمایا: تم اس طرح کرو جس طرح تمہارے امراء کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبداللہ ابوجعفر الجعفی المسندی (۲) اسحاق بن یوسف الازرق، یہ ۱۹۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سفیان الثوری (۴) عبدالعزیز بن رفیع (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۵)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ بتایا ہے کہ نبی ﷺ نے یوم الترویہ کو منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھی۔

یوم ترویہ سے لے کر اختتام حج تک کے معمولات مذاہب اربعہ کی روشنی میں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ لوگوں کے لیے اس میں وسعت ہے، وہ جب چاہیں نکلیں اور جہاں چاہیں نماز پڑھیں، اسی لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جہاں تمہارے امراء نماز پڑھیں وہاں نماز پڑھو، اور اس میں مستحب وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے کیا کہ آپ نے یوم ترویہ کو ظہر اور عصر کی نماز منیٰ میں پڑھی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور ابوثور وغیرہ کا یہی قول ہے اور اہل مکہ کی عادت ہے کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد منیٰ کی طرف نکلتے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تہائی رات کو نکلتی تھیں اور یہ وسعت پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح عرفہ کی رات منیٰ میں گزارنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس میں کوئی جبر نہیں ہے، جس طرح وقوف کے بعد کنکریاں مارنے کے ایام میں وہاں رات گزارنے کے ترک پر جبر کیا جاتا ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور ابوثور کا یہی مذہب ہے اور اس میں مستحب یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازیں منیٰ میں پڑھے، پھر مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں بھی وہیں پڑھے، پھر سورج طلوع ہونے کے بعد میدانِ عرفات کی طرف روانہ ہو، پھر وہاں ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھے (اگر امام کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھے تو عصر کی نماز کو اپنے وقت سے مقدم کر کے ظہر کے وقت میں پڑھے ورنہ ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھے۔ سعیدی غفرلہ) پھر جبل رحمت کی طرف جائے اور غروب آفتاب تک وہاں دعا کرتا رہے، اور جب سورج غروب ہو جائے تو امام کے ساتھ المزدلفہ کی طرف روانہ ہو اور وہاں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھے اور رات المزدلفہ میں گزارے، پھر اگر وہاں سے کنکریاں چن لے تو بہت اچھا ہے، اور صبح کی نماز المزدلفہ میں پڑھے، پھر طلوع آفتاب سے پہلے المزدلفہ سے جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارنے کے لیے منیٰ کی طرف روانہ ہو اور زوال کے وقت تک یہ کنکریاں مارلے (یہ مستحب ہے ورنہ وہ دوسرے دن کی صبح تک کنکریاں مارسکتا ہے۔ ردالمحتار ج ۳ ص ۴۷۷) پھر اس کے لیے اپنی بیوی سے مباشرت کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جائے گی اور امام مالک کے نزدیک خوشبو لگانا اور شکار کرنا ابھی حلال نہیں ہوگا، اور دوسرے ائمہ کے نزدیک صرف ازدواجی عمل حلال نہیں ہوگا (وہ طواف زیارت کے بعد حلال ہوگا) پھر اگر وہ ہر چیز کے حلال ہونے میں جلدی کرنا چاہتا ہو تو مکہ جا کر طواف زیارت کر لے، پھر اس کے لیے ہر چیز

مکمل حلال ہو جائے گی' پھر قربانی کے دن واپس منیٰ جائے' پس وہاں رات گزارے اور منیٰ میں تین دن تک زوال کے بعد سے کنکریاں مارے' ہاں! اگر وہ جلدی کر کے دو دن میں مکہ روانہ ہو جائے تب بھی اس کا حج مکمل ہو جائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منیٰ میں الخیف کے پاس ٹھہرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۸۔۲۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۶۵۴ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ قَالَ لَقِيْتُ اَنَسًا. ح . وَحَدَّثَنِيْ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ خَرَجْتُ اِلٰى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ' فَلَقِيْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَنْهُ ذَاهِبًا عَلٰى حِمَارٍ' فَقُلْتُ اَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ؟ فَقَالَ اُنْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّيْ اُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے ابوبکر بن عیاش سے سماع کیا' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملا (ح) اور مجھے اسماعیل بن ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز' انہوں نے بیان کیا: میں یوم ترویہ کو منیٰ کی طرف نکلا' پس میری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو دراز گوش پر جا رہے تھے' میں نے پوچھا: اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: دیکھو! تمہارے امراء جہاں نماز پڑھتے ہیں وہیں نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث: ۱۶۵۳ میں کی جا چکی ہے۔

۸۴ - بَابُ الصَّلٰوةِ بِمِنًى — منیٰ میں نماز

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ منیٰ میں چار رکعت والی نماز کی کتنی رکعت پڑھی جائیں گی؟ یعنی پوری نماز پڑھی جائے گی یا اس کو قصر کیا جائے گا؟ اس باب میں امام بخاری نے تین احادیث روایت کی ہیں جن کو اس سے پہلے ابواب تقصیر الصلوٰۃ میں بھی روایت کر چکے ہیں' اس باب کے تحت ان کو مکرر روایت کیا ہے۔

۱۶۵۵ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ' وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ' وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی ابتداء میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے چھ سال بعد منیٰ میں پوری نماز پڑھی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۷۴)

۱۶۵۶ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ' عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ اَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَاٰمَنُهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ.

ہمدانی از حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی' اس وقت ہماری کثیر تعداد تھی اور ہم بہت امن میں تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۵۷ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ' وَمَعَ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ' وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ' ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمُ الطُّرُقُ' فَيَا لَيْتَ حَظِّيْ مِنْ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از عبدالرحمن بن یزید از عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (منیٰ میں) دو رکعت پڑھیں' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعت پڑھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعت پڑھیں' پھر ان کے بعد تم میں اختلاف ہو گیا (کوئی دو رکعت پڑھتا تھا اور کوئی چار رکعت) کاش! ان چار رکعتوں میں میرا حصہ وہ دو رکعت ہوتیں جو مقبول ہوئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۴ میں گزر چکی ہے۔

منیٰ میں پوری نماز یا قصر پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' اوزاعی اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ اہل مکہ اور جو دوسرے ملکوں سے آ کر مکہ میں مقیم ہوں' وہ منیٰ اور میدانِ عرفات میں نماز کو قصر کریں گے اور اس جگہ قصر کرنا سنت ہے' اور جو منیٰ اور عرفات کے رہنے والے ہوں وہ پوری نماز پڑھیں گے' اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد' الثوری اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ منیٰ میں نماز پوری پڑھیں' انہوں نے کہا: جس کا اتنا سفر نہ ہو جس میں نماز قصر کی جاتی ہے وہ مقیم کے حکم میں ہے' اس سے پہلے ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما وہاں پر کیوں پوری نماز پڑھتے تھے اور علماء نے اس کے کیا محامل بیان کیے ہیں' اس کا وہاں ان احادیث کی شروح میں مطالعہ کریں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۸۵ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ
یومِ عرفہ کا روزہ رکھنا

اس باب میں یوم عرفہ کے روزے کا ذکر ہے چونکہ اس میں اختلاف ہے' اس لیے امام بخاری نے اس کا حکم بیان نہیں کیا۔

۱۶۵۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا' مَوْلٰى اُمِّ الْفَضْلِ' عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَبَعَثْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمیر سے سنا جو حضرت ام الفضل کے آزاد شدہ غلام ہیں از حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں کو شک تھا کہ

Marfat.com

فَشَرِبَهُ. [اطراف الحدیث: ۱۶۶۱ـ ۱۹۸۸ـ ۵۶۰۴ـ ۵۶۱۸ـ ۵۶۳۶] نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عرفہ کا روزہ رکھا ہے یا نہیں؟ پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مشروب بھیجا جس کو آپ نے پی لیا۔
(صحیح مسلم: ۱۱۲۳' الرقم المسلسل: ۲۵۶۱' سنن ابوداؤد: ۲۴۴۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) سالم بن ابی امیہ ابوالنضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ بن معمر (۵) عمیر مولیٰ ابن عباس (۶) حضرت ام الفضل' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ' ان کا نام لبابہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یوم عرفہ کے روزے کا ذکر ہے۔

یوم عرفہ کے روزے کے متعلق احادیث

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ یوم عرفہ کا روزہ رکھنے کی وجہ سے اس سے پہلے سال کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اس کے بعد والے سال کے گناہ بھی معاف فرما دے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۶۲' سنن ابوداؤد: ۲۴۲۶ـ ۲۴۲۵' سنن ترمذی: ۷۴۹' سنن نسائی: ۲۳۸۷' سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۸ـ ۱۷۳۰ـ ۱۷۱۳)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی نے لکھا: اہل علم کے نزدیک یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے' ماسوا حجاج کے لیے میدان عرفات میں۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا تو آپ نے یومِ عرفہ کا روزہ نہیں رکھا' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے اس کا روزہ نہیں رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے اس کا روزہ نہیں رکھا' اور اکثر اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے' ان کے نزدیک میدانِ عرفات میں یومِ عرفہ کو روزہ نہ رکھنا مستحب ہے تاکہ آدمی کو دعا کرنے کی طاقت رہے اور بعض اہل علم نے عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں روزہ رکھا ہے۔

نیز حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں اس دن کا روزہ نہ رکھتا ہوں نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں۔

(سنن ترمذی: ۷۵۱ـ ص ۲۳۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں لکھا ہے کہ امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ اگر روزہ رکھنے سے کسی شخص پر ضعف طاری نہیں ہوتا تو اس کے لیے میدانِ عرفات میں روزہ رکھنا مستحسن ہے' صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مطلقاً روزہ رکھنا مستحب ہے اور یہی ہمارے جمہور اصحاب کا قول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص روزہ رکھنا چاہے وہ ہمارے پاس نہ آئے کیونکہ یہ تکبیرات پڑھنے اور کھانے پینے کا دن ہے۔ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ثوری کا مختار روزہ نہ رکھنا ہے' عطاء نے کہا: جس نے اس دن روزہ نہیں رکھا تاکہ اس کو ذکر کرنے کے لیے توانائی حاصل ہو' اس کو روزہ رکھنے والے کی مثل اجر ہوگا۔

الداوردی المتوفی ۴۰۲ھ نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے کہا: غیر حجاج کے لیے میرے نزدیک یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے

Marfat.com

اور حجاج کے لیے میرے نزدیک روزہ نہ رکھنا مستحب ہے تاکہ اس کو ذکر کرنے کے لیے طاقت اور توانائی حاصل رہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام الفضل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشروب بھیجا جس کو آپ نے پی لیا' اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ بتانے کے لیے محافل اور مجالس میں کھانا پینا جائز ہے اور خواتین کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے' خواہ اس سے یہ نہ معلوم کرے کہ وہ اس کے مال سے ہے یا اس کے خاوند کے مال سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۲۸۔ ج ۳ ص ۱۱۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

یوم عرفہ کے روزے میں مذاہب۔

۸۶ - بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ، إِذَا غَدَا مِنْ مِّنًى إِلَى عَرَفَةَ

جب صبح کو منیٰ سے عرفات کی طرف جائے تو تلبیہ اور تکبیر پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب منیٰ سے عرفات کی طرف جائے تو تلبیہ اور تکبیر پڑھنا مشروع ہے۔

۱۶۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ، وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِّنًى إِلَى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هٰذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ مِنَّا الْمُكَبِّرُ، فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن ابی بکر الثقفی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ دونوں صبح کو منیٰ سے میدانِ عرفات کی طرف جا رہے تھے کہ آپ لوگ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے بعض لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے اور اس پر انکار نہیں کیا جاتا تھا اور ہم میں سے بعض لوگ اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھتے تھے اور اس پر انکار نہیں کیا جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷۰ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض نئے مسائل کا یہاں تذکرہ کیا جا رہا ہے:

منیٰ کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب' اہل مدینہ اور جمہور علماء کا مختار یہ ہے کہ جب منیٰ سے عرفات کی طرف جائیں تو تلبیہ پڑھنا منقطع کر دیں کیونکہ انہوں نے یہ سمجھا تھا تلبیہ منقطع کرنے میں تعجیل اور تاخیر دونوں مباح ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ ایک دوسرے پر انکار نہیں کرتے تھے اور وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سمجھنے والے اور ان کو حاصل کرنے والے تھے' لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کی اقتداء کریں کیونکہ ہمیں ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام طحاوی حنفی نے کہا ہے کہ میدانِ عرفات کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ (اللھم لبیک) پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یوم عرفہ سے پہلے حج والے کے لیے اللہ اکبر پڑھنا اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنا اور اللھم لبیک پڑھنا جائز تھا تو اب ان کا اللہ اکبر پڑھنا اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنا' اللھم لبیک پڑھنے سے مانع نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ میدانِ عرفات کی طرف جاتے وقت تلبیہ پڑھنے کو منقطع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حج کرنے والے کا

آخری سفر ہے اور یہیں پر حج کرنے والے کی انتہاء ہوتی ہے اور اب اس کے افعال میں گھر لوٹنا ہے' لہٰذا اب تکبیرات پڑھنا زیادہ لائق ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ. (البقرہ:۱۹۸)

اور جب تم عرفات سے (مزدلفہ میں) واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ المہلب کا اپنے استدلال میں اس آیت کو پیش کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ہماری بحث عرفات کی طرف جاتے ہوئے ذکر کرنے کے متعلق ہے اور اس آیت میں عرفات سے واپسی کی طرف ذکر کا بیان ہے' نیز اس میں اللہ کے ذکر کرنے کا بیان ہے اور اللھم لبیک پڑھنا یہ بھی اللہ کا ذکر ہے' نیز المہلب کا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ منیٰ سے عرفات کی طرف جانا اس کے سفر کا آخر ہے اور اب افعالِ حج میں سے صرف گھر واپس جانا رہ گیا ہے' کیونکہ ابھی حج کے بہت افعال باقی ہیں' ابھی وقوفِ مزدلفہ باقی ہے' منیٰ میں جمرات کو کنکریاں مارنا ہے اور قربانی ہے اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ یہ آخری سفر ہے کیونکہ اس کے بعد طوافِ زیارت کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر ہے اور پھر جمرات کو کنکریاں مارنے کے لیے منیٰ کا سفر کرنا اور پھر آخر میں طوافِ وداع کے لیے پھر مکہ مکرمہ اور مسجد حرام جانا ہے' اس لیے لبیک اللھم لبیک پڑھنے کو المہلب کا غیر مستحسن کہنا بجائے خود غیر مستحسن ہے۔

۸۷ - بَابُ التَّهْجِيرِ بِالرَّوَاحِ يَوْمَ عَرَفَةَ ٹھیک دوپہر کو یومِ عرفہ میں (نماز کے لیے) روانہ ہونا

اس عنوان میں ''تہجیر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دوپہر کا وقت۔

۱۶۶۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ لَا يُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُعَصْفَرَةٌ فَقَالَ مَا لَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ فَقَالَ الرَّوَاحَ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ قَالَ هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْظِرْنِي حَتّٰى أُفِيضَ عَلٰى رَأْسِي ثُمَّ أَخْرُجُ فَنَزَلَ حَتّٰى خَرَجَ الْحَجَّاجُ فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوفَ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَلَمَّا رَأٰى ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ صَدَقَ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۶۲-۱۶۶۳] (سنن نسائی: ۳۰۰۲' موطا امام مالک-الحج: ۱۹۴-ج ۱ ص ۲۵۸' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۱۳-۲۸۱۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سالم' انہوں نے کہا: عبدالملک نے حجاج کی طرف لکھا تھا کہ وہ حج کے احکام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت نہ کرے' پس حضرت عبداللہ بن عمر (عرفات میں) آئے اور میں یوم عرفہ کو ان کے ساتھ تھا' اس وقت سورج (استواء سے) زائل ہو چکا تھا' پس انہوں نے حجاج کے خیمہ کے پردوں کے پاس پہنچ کر زور سے آواز دی' پھر حجاج زرد چادر اوڑھے ہوئے باہر نکلا اور کہنے لگا: اے ابوعبدالرحمان! تمہیں کیا کام ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: اگر تم سنت کی اتباع کرنا چاہتے ہو تو اب (نماز کے لیے) روانہ ہو' حجاج نے کہا: اس وقت؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! حجاج نے کہا: اچھا! پھر مجھے اتنی مہلت دو کہ میں سر پر پانی بہالوں' پھر نکلوں' حضرت عبداللہ سواری سے اترے حتیٰ کہ حجاج خیمہ سے نکلا' پس میرے اور میرے والد کے درمیان چلنے لگا' سالم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجاج سے کہا: اگر تم سنت کی اتباع کرنا چاہتے ہو تو

Marfat.com

خطبہ چھوٹا پڑھنا اور وقوف میں جلدی کرنا' حجاج (یہ سن کر) حضرت عبداللہ بن عمر کی طرف دیکھنے لگا' جب حضرت عبداللہ نے یہ دیکھا تو فرمایا: سالم نے سچ کہا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی' بعض رجال کا تعارف' فاسق حکام کی اقتداء میں نماز کا جواز اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبدالملک کا ذکر ہے' اس سے مراد اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان ہے اور حجاج کا ذکر ہے' اس سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔

اس میں ''سرادق الحجاج'' کا ذکر ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ''سرادق'' سے مراد خیمہ ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ''سرادق'' سے مراد وہ پردے ہیں جو خیمہ پر لٹکائے جاتے ہیں اور یہ عموماً سلاطین اور بڑے بڑے امراء کے خیموں پر لٹکائے جاتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ کے دن ظہر کے اوّل وقت میں نماز پڑھنی چاہیے' پھر سلام پھیرنے کے بعد عصر کی نماز پڑھنی چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر' حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ فاسق وفاجر حکام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے جب تک اس کا فسق وفجور کفر تک نہ پہنچا ہو۔

فاضل اور متقی شخص کسی دینی ضرورت سے اگر ظالم حاکم کے پاس جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں جیسے حضرت ابن عمر' حجاج کے پاس یہ بتانے گئے تھے کہ سنت یہ ہے کہ عرفہ کے دن ظہر کی نماز جلدی پڑھی جائے اور خطبہ چھوٹا دیا جائے۔

حجاج زرد چادر اوڑھے ہوئے نکلا حالانکہ وہ محرم تھا اور حضرت ابن عمر نے اس پر انکار نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ محرم کے لیے زرد چادر اوڑھنا جائز ہے' اس حدیث میں ''ملحفة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بڑی چادر۔

حضرت عبداللہ بن عمر کے اوپر حجاج کو امیر بنا دیا گیا حالانکہ وہ زیادہ علم وفضل والے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ کے اوپر ادنیٰ کو امیر بنانا جائز ہے۔

سالم بن عبداللہ بن عمر نے اپنے والد کے سامنے حجاج سے کہا: اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو خطبہ چھوٹا دینا اور وقوف میں جلدی کرنا' اس سے معلوم ہوا کہ استاذ کے سامنے تلمیذ کا فتویٰ دینا جائز ہے۔

اس حدیث میں خطبہ کا ذکر ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک زوال کے بعد دو خطبے دیے جائیں' جس طرح جمعہ کے دو خطبے دیے جاتے ہیں۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک حج کے خطبات کی تفصیل

ہمارے اصحاب کے نزدیک حج میں تین خطبے ہیں:

(۱) پہلا خطبہ امیر حج سات ذوالحجہ کو دیتا ہے جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کو منیٰ کی طرف کس طرح روانہ ہونا ہے۔

(۲) دوسرا خطبہ یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) کو دیا جاتا ہے جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ غروب آفتاب کے بعد المزدلفہ کی طرف روانہ ہونا ہے' پھر طلوع فجر سے پہلے منیٰ روانہ ہونا ہے' جمرات کو کنکریاں مارنی ہیں' قربانی کرنی ہے' طواف زیارت کرنا ہے اور آخر میں طواف

Marfat.com

وداع کرتا ہے۔

(۳) تیسرا خطبہ یوم نحر کے بعد (گیارہ ذوالحجہ) کو دیا جائے گا' جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد اس پر اس کا شکر ادا کیا جائے گا کہ اس نے مناسک حج ادا کرنے کی سعادت عطا فرمائی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ترغیب دی جائے گی اور ان کو گناہوں کے ارتکاب سے ڈرایا جائے گا اور ہر دو خطبوں کے درمیان ایک دن کا فصل رکھا جائے گا۔

امام شافعی کے نزدیک چار خطبے مسنون ہیں: (۱) ۷ ذوالحجہ کو (۲) ۹ ذوالحجہ کو (۳) ۱۱ ذوالحجہ کو (۴) واپس روانگی کے دن۔

امام مالک کے نزدیک تین خطبے ہیں: (۱) ۷ ذوالحجہ کو مکہ میں ظہر کی نماز کے بعد صرف ایک خطبہ ہے' اس میں بیٹھا نہیں جائے گا (۲) ۹ ذوالحجہ کو زوال کے بعد دو خطبے ہوں گے' ان کے درمیان میں بیٹھا جائے گا (۳) تیسرا خطبہ ۱۱ ذوالحجہ کو ہے۔

امام احمد کے نزدیک بھی تین خطبے ہوں گے' ان کے نزدیک ۷ ذوالحجہ کو مکہ میں خطبہ نہیں ہے' بلکہ ان کے نزدیک ۹ ذوالحجہ کو زوال کے بعد میدانِ عرفات میں خطبہ ہے' پھر یوم نحر ۱۰ ذوالحجہ کو منیٰ میں خطبہ ہے' پھر ایام منیٰ کے دوسرے دن ظہر کے بعد خطبہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۴۔ ۴۳۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۸ - بَابُ الْوُقُوْفِ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ

میدانِ عرفات میں سواری پر وقوف کرنا

۱۶۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا اخْتَلَفُوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ، فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ، فَشَرِبَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی النضر از عمیر مولیٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ یوم عرفہ کو ان کے سامنے اس بات میں اختلاف ہوا کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا تھا یا نہیں؟ بعض نے کہا: آپ روزے سے ہیں اور بعض نے کہا: آپ روزے سے نہیں ہیں' تو میں نے آپ کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا' اس وقت آپ اونٹ پر سوار تھے' آپ نے اس دودھ کو پی لیا۔

اس حدیث کی شرح ابھی قریب ہی حدیث: ۱۶۵۸ میں گزر چکی ہے۔ مزید کچھ تفصیل ذکر کی جا رہی ہے:

میدانِ عرفات میں سواری پر وقوف کرنے میں فقہاء کا اختلاف

میدانِ عرفات یا وادیٔ مزدلفہ میں حج کرنے والے کے وقوف کا معنی یہ ہے کہ حج کرنے والا کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور دعا میں اللہ تعالیٰ سے پچھلے گناہوں پر معافی مانگے اور توبہ کرے اور آئندہ نیکیوں پر استقامت اور جمے رہنے کے لیے اخلاص سے دعا کرے' تاہم اگر زمین پر یا سواری پر بیٹھے ہوئے بھی دعا کرے تب بھی وقوف ہو جائے گا۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ میدانِ عرفات میں سوار ہونا افضل ہے یا سواری کو ترک کرنا افضل ہے؟ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سوار ہونا افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کی حالت میں وقوف کیا اور اس لیے بھی کہ سواری کی حالت میں دعا میں کوشش کرنے اور گڑگڑانے میں مدد ملتی ہے' امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی مختار ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جس کے لیے مال خرچ کرنا آسان ہو اور چلنے میں مشقت ہو' اس کو چلنے میں زیادہ اجر ملے گا اور

Marfat.com

جس کے لیے مال خرچ کرنے میں مشقت ہو اور چلنا آسان ہو اس کو سواری میں زیادہ اجر ملے گا' کیونکہ اجر مشقت کے اعتبار سے ملتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۹ - بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِعَرَفَةَ. میدانِ عرفات میں دو نمازوں کو جمع کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یوم عرفہ کو میدانِ عرفات میں دو نمازوں یعنی ظہر اور عصر کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے' اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے' امام شافعی' امام مالک اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً عرفات اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے خواہ وہ نمازیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں یا نہ پڑھی ہوں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف اسی صورت میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے جب وہ نمازیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی علت سفر ہے' حتیٰ کہ اہل مکہ کے لیے اور جو شخص وہاں پر مقیم ہو اس کے لیے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے' اور جو لوگ بیرونی ممالک سے سفر کر کے مکہ آتے ہیں' وہ یوم عرفہ کو میدانِ عرفات میں ظہر کے وقت ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھیں گے اور مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نماز جمع کر کے پڑھیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کوئی نماز جماعت سے فوت ہو جاتی تو دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھ لیتے۔

اس تعلیق کو ابراہیم حربی نے اپنی سند کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے' وہ از ھمام از نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کو جب عرفہ کے دن امام کے ساتھ نماز نہ ملتی تو وہ اپنے گھر میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھ لیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۵)

۱۶۶۲ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمٌ اَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' سَاَلَ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلٰوةِ يَوْمَ عَرَفَةَ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ صَدَقَ' اِنَّهُمْ كَانُوْا يَجْمَعُوْنَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ. فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ فَقَالَ سَالِمٌ وَّهَلْ تَتَّبِعُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ اِلَّا سُنَّتَهٗ.

اور لیث نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ جس سال حجاج بن یوسف نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا تھا' اس سال اس نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں کس طرح نماز پڑھی جائے گی؟ تو سالم نے کہا: اگر تم سنت کی اتباع کرنا چاہتے ہو تو عرفہ کے دن دوپہر کے وقت نماز پڑھو' تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے' صحابہ سنت کے مطابق ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھتے تھے' ابن شہاب نے کہا: میں نے سالم سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا؟ سالم نے کہا: تم صرف ان ہی کی سنت کی تو اتباع کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۶۰ میں گزر چکی ہے۔

حجاج بن یوسف نے ۷۳ھ میں حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا تھا۔

۹۰ - بَابُ قَصْرِ الْخُطْبَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ. یوم عرفہ کو چھوٹا خطبہ دینا

Marfat.com

۱۶۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ ابْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ اِلَى الْحَجَّاجِ اَنْ يَاْتَمَّ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْحَجِّ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ جَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَاَنَا مَعَهُ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ اَوْ زَالَتْ فَصَاحَ عِنْدَ فُسْطَاطِهِ اَيْنَ هٰذَا ؟ فَخَرَجَ اِلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ الرَّوَاحَ فَقَالَ الْاٰنَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَنْظِرْنِيْ اُفِيْضُ عَلَيَّ مَاءً فَنَزَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَتّٰى خَرَجَ الْحَجَّاجُ فَسَارَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اَبِيْ فَقُلْتُ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ اَنْ تُصِيْبَ السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَاَقْصِرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوْفَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ صَدَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے حجاج کی طرف لکھا کہ وہ حج کے احکام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر عمل کرے پھر جب عرفہ کا دن آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر زوالِ آفتاب کے بعد حجاج کے خیمہ کے پاس آئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا پھر انہوں نے بلند آواز سے کہا: وہ کہاں ہے؟ تو حجاج ان کے پاس آیا پس حضرت ابن عمر نے اس سے (نماز پڑھانے کے لیے) کہا اس نے کہا: اب؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے کہا: مجھے اتنی مہلت دیں کہ میں اپنے اوپر پانی بہالوں پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سواری سے اترے حتیٰ کہ حجاج باہر نکلا پس وہ میرے اور میرے والد کے درمیان چلنے لگا سالم بیان کرتے ہیں: میں نے (حجاج سے) کہا: اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو آج خطبہ چھوٹا دینا اور وقوف جلدی کرنا حضرت ابن عمر نے کہا: اس نے سچ کہا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۶۶۰ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس کو یہاں تیسری بار دہرایا ہے پہلی بار ۱۶۶۰ میں اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ دوپہر کے وقت یوم عرفہ کو نماز کے لیے روانہ ہونا اور ۱۶۶۲ میں اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ یوم عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا اور ۱۶۶۳ میں اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ یوم عرفہ میں چھوٹا خطبہ دینا۔

۹۱ - بَابُ التَّعْجِيْلِ اِلَى الْمَوْقِفِ — وقوفِ عرفات کے لیے جلدی روانہ ہونا

اس باب کے تحت امام بخاری نے کوئی حدیث ذکر نہیں کی کیونکہ گزشتہ ابواب میں جو احادیث ذکر کی گئی ہیں وہ اس باب کے عنوان پر بھی دلالت کرتی ہیں۔

صحیح البخاری میں احادیث کی تکرار کی تحقیق

صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں یہ عبارت مذکور ہے: امام بخاری نے کہا: اس باب میں بھی اس حدیث کا اضافہ کیا جاتا ہے یعنی حدیث امام مالک از ابن شہاب لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کتاب میں کوئی مکرر حدیث ذکر کروں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں کوئی مکرر حدیث ذکر نہیں کی اور وہ جو مشہور ہے کہ اس کتاب میں تقریباً آدھی احادیث مکرر ہیں سو یہ قول اقناعی ہے ورنہ تحقیق یہ ہے کہ جو حدیث بہ ظاہر مکرر ہو تو اس حدیث میں کسی قید کا اضافہ ہوتا ہے یا کسی لفظ کی زیادتی ہوتی ہے یا کمی ہوتی ہے یا اس کی سند میں کوئی تغایر ہوتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ صحیح البخاری میں کوئی حدیث اس طرح مکرر نہیں ہے کہ متن اور سند بالکل ایک جیسی ہو۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۷ ۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۹۲ - بَابُ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ وقوفِ عرفہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وقوف کی جگہ صرف میدانِ عرفات ہے اور کوئی نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش یہ کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں' پس ہم حرم سے باہر وقوف نہیں کریں گے' اور قریش کے علاوہ دوسرے لوگ میدانِ عرفات میں وقوف کرتے تھے اور میدانِ عرفات حرم سے خارج ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ. (البقرہ:۱۹۹) پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔

اس آیت میں ''افاضہ'' کا حکم دیا ہے اور ''افاضہ'' میدانِ عرفات میں وقوف کی جگہ سے ہوتا ہے' جہاں تمام لوگ وقوف کرتے ہیں سوا قریش کے وقوف کی جگہ کے' وہ المشعر الحرام کے پاس وقوف کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ہماری عزت حرم سے ہے' ہم حرم کے رہنے والے اور اس کے پڑوسی ہیں' پس ہم حرم سے باہر نہیں نکلیں گے اور عرب کے باقی لوگ میدانِ عرفات میں اس جگہ وقوف کرتے تھے جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے وقوف کیا تھا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نزولِ وحی سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میدانِ عرفات میں اسی جگہ وقوف کیا تھا جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وقوف کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳)

١٦٦٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ كُنْتُ اَطْلُبُ بَعِيْرًا لِّيْ. ح. وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ' عَنْ اَبِيْهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَضْلَلْتُ بَعِيْرًا لِّيْ' فَذَهَبْتُ اَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ' فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ' فَقُلْتُ هٰذَا وَاللّٰهِ مِنَ الْحُمْسِ' فَمَا شَانُهُ هَا هُنَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جبیر بن مطعم نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: میں اپنا اونٹ تلاش کر رہا تھا۔ (ح) اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے محمد بن جبیر سے سنا از والد خود حضرت جبیر بن مطعم' انہوں نے کہا: میں نے اپنا اونٹ گم کر دیا تھا' پس عرفہ کے دن میں اس کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ عرفہ میں وقوف کر رہے تھے' تو میں نے (دل میں) کہا: اللہ کی قسم! یہ شخص تو حمس (قریش) سے ہیں تو یہ یہاں پر کیوں وقوف کر رہے ہیں؟

(صحیح مسلم: ۱۲۲۰' الرقم المسلسل: ۲۸۴۵' سنن نسائی: ۳۰۱۰' مسند الحمیدی: ۵۵۹' المعجم الکبیر: ۱۵۵۶' اخبار مکہ: ۲۷۸۹' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۶۰' صحیح ابن حبان: ۳۸۴۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۳' مسند احمد ج ۴ ص ۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۷۴۳۔ ج ۲۷ ص ۳۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) محمد بن جبیر بن مطعم (۵) جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل القرشی الصحابی رضی اللہ عنہ (۶) مسدد بن مسرھد۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳)

''حُمس'' کا معنی

اس حدیث میں ''حُمس'' کا ذکر ہے' یہ ''احمس'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: جو شخص اپنے دین میں بہت متصلب ہو'

Marfat.com

اور "حماسة" کا معنی ہے: جو شخص ہر معاملہ میں بہت سخت ہو' قریش اور ان کی اولاد کو حمس کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴)

۱٦٦۵ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ عُرْوَةُ كَانَ النَّاسُ يَطُوفُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ، وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ، وَكَانَتِ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُونَ عَلَى النَّاسِ، يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوفُ فِيهَا، وَتُعْطِي الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوفُ فِيهَا، فَمَنْ لَّمْ يُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا. وَكَانَ يُفِيضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ، وَيُفِيضُ الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ، قَالَ وَأَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ (البقرہ:۱۹۹). قَالَ كَانُوا يُفِيضُونَ مِنْ جَمْعٍ، فَدُفِعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ. [طرف الحدیث: ۴۵۲۰] [صحیح مسلم: ۱۲۱۹' الرقم المسلسل: ۲۸۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۹۱۰' سنن نسائی: ۳۰۱۰-۳۰۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ' عروہ نے بیان کیا کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں برہنہ طواف کرتے تھے ماسوا حمس کے اور حمس' قریش اور ان کی اولاد کو کہتے ہیں اور حمس اپنے آپ کو عام لوگوں سے برتر گمان کرتے تھے' ان میں سے مرد کسی مرد کو کپڑے دے دیتا جس کو وہ پہن کر طواف کرتا اور عورت کسی عورت کو کپڑے دے دیتی جسے پہن کر وہ طواف کرتی اور حمس جس کو کپڑے نہ دیتے وہ برہنہ طواف کرتا اور تمام لوگ (وقوف کے بعد) عرفات سے لوٹتے اور حمس (طواف کے بعد) المزدلفہ سے لوٹتے' عروہ نے کہا: اور مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ یہ آیت حمس کے متعلق نازل ہوئی ہے: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔ (البقرہ:۱۹۹) عروہ نے کہا: حمس' المزدلفہ سے لوٹتے تھے' پھر ان کو میدانِ عرفات میں بھیجا گیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) فروہ ابن ابی المغراء (۲) علی بن مسہر (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵)

میدانِ عرفات میں وقوف کی ابتداء کا وقت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَإِذَآ أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ. (البقرہ:۱۹۸)

پس جب تم عرفات سے (المزدلفہ میں) واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عرفات سے واپس ہونے کا ذکر تو فرمایا ہے لیکن اپنی کتاب میں یہ نہیں بیان فرمایا کہ میدانِ عرفات میں وقوف کی ابتداء کس وقت ہو گی؟ اس کو ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حجاج سے زوال آفتاب کے بعد دوپہر کے وقت فرمایا: اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو جلدی وقوف کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۶۶۳) اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عرفہ کو زوال آفتاب کے بعد میدانِ عرفات میں جاتے تھے۔

یوم عرفہ کو میدانِ عرفات میں وقوف کے وقت میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن بطال نے کہا: اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عرفہ کو میدان عرفات میں ظہر اور عصر کی

Marfat.com

نمازیں جمع کر کے پڑھی ہیں' پھر آپ غروبِ آفتاب تک کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے (اسی کو وقوفِ عرفہ کہتے ہیں)' پھر جب سورج غروب ہو گیا تو آپ المزدلفہ روانہ ہو گئے۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جو شخص غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات سے روانہ ہو گیا اور اس نے رات کو وقوف نہیں کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ یوم النحر (دس ذوالحج) کی رات کو میدانِ عرفات میں وقوف کرنا ضروری ہے اور یومِ عرفہ کے دن میں وقوف کرنا اس کے تابع ہے' پس اگر اس نے دن کے ایک جز میں وقوف کیا اور غروبِ آفتاب سے پہلے روانہ ہو گیا تو یہ اس کے لیے کافی نہیں ہے' اور اگر اس نے یوم نحر کی فجر سے پہلے رات کے کسی ایک جز میں وقوف کر لیا تو یہ اس کے لیے کافی ہے کیونکہ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے مزدلفہ کی رات میں طلوعِ فجر سے پہلے میدانِ عرفات میں وقوف نہیں کیا اس کا حج فوت ہو گیا' عروہ بن الزبیر سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وقوفِ عرفات کے لیے یوم عرفہ میں زوال سے پہلے دن میں وقوف کرنا ضروری ہے اور پوری رات اسی دن کے تابع ہے' پس اگر اس نے دن کے کسی ایک جز میں وقوف کر لیا تو یہ اس کے لیے کافی ہے اور اگر اس نے رات کے کسی ایک جز میں وقوف کر لیا تو یہ بھی اس کے لیے کافی ہے' مگر وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اس نے زوال کے بعد دن کے کسی ایک جز میں وقوف کیا اور رات میں وقوف نہیں کیا تو اس پر دم لازم آئے گا یعنی اس کے تاوان میں قربانی کرنی ہو گی اور اگر اس نے رات کے کسی ایک جز میں وقوف کر لیا اور دن میں وقوف نہیں کیا تو پھر اس پر دم نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ وقوف کا وقت یوم عرفہ کی طلوعِ فجر سے لے کر یوم نحر کی رات کو طلوعِ فجر تک ہے' انہوں نے دن کے اجزاء میں اور رات کے اجزاء میں مساوات رکھی ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ مزدلفہ میں تھے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی اونٹنی کو تھکایا اور اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا اور (راستہ میں) ہر پہاڑ پر میں نے وقوف کیا' کیا میرا حج ہو گیا؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے ساتھ یہ نماز پڑھ لی یعنی مزدلفہ میں اور اس نے دن یا رات میں وقوفِ عرفہ کر لیا تھا تو اس کا حج پورا ہو گیا۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات اور دن کا فرق نہیں کیا۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مقصود دن کا آخری وقت ہے' جس میں اس نے وقوف کیا ہے اور مراد دن کا وہ جز ہے جو رات کے جز کے ساتھ ہو کیونکہ آپ نے بغیر رات کے جز کے' دن کے جز پر اقتصار نہیں کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک وقوفِ عرفات میں یومِ عرفہ کے بعد والی رات پر اعتماد کرتے ہیں' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وقوف میں یومِ عرفہ کے دن پر اعتماد کرتے ہیں اور امام احمد' یومِ عرفہ کے دن اور رات دونوں پر اعتماد کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۹۷-۲۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۹۳ - بَابُ السَّيْرِ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ — عرفات سے واپسی کے وقت کس رفتار سے چلے

اس باب میں عرفات سے واپسی کی رفتار کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۶۶٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ سُئِلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام

Marfat.com

أُسَامَةُ وَأَنَا جَالِسٌ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِيْنَ دَفَعَ؟ قَالَ كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ. قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ، فَجْوَةٌ مُتَّسَعٌ، وَالْجَمْعُ فَجَوَاتٌ وَّفِجَاءٌ، وَكَذٰلِكَ رَكْوَةٌ وَرِكَاءٌ. ﴿مَنَاصٌ﴾ (ص:۳) لَيْسَ حِيْنَ فِرَارٍ. [اطراف الحدیث:۲۹۹۹۔ ۴۴۱۳]

(صحیح مسلم:۱۲۸۶' الرقم المسلسل:۲۹۹۵' سنن نسائی:۳۰۲۰۔ ۳۰۱۴' سنن ابن ماجہ:۳۰۱۷' المعجم الکبیر:۱۱۲۸۹' مسند احمد ج ا ص ۲۱۶ طبع قدیم' مسند احمد:۱۸۶۰۔ ج ۳ ص ۳۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:۶۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

بن عروہ از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا اور میں بھی اس وقت بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجۃ الوداع میں (مزدلفہ روانگی کے لیے) عرفات سے واپس جاتے تو کس رفتار سے چلتے تھے؟ حضرت اسامہ نے کہا: آپ درمیانی رفتار سے چلتے تھے اور جب آپ کو راستہ میں کشادگی ملتی تو تیز چلتے تھے' ہشام نے کہا: ''نص'' کا معنی ہے: درمیانی رفتار سے نسبتاً تیز چلنا' اور ''فجوۃ'' کا معنی ہے: کشادہ راستہ' اس کی جمع ''فجواتٌ'' اور ''فجاءٌ'' ہے اور اسی طرح ''رکوۃٌ'' اور ''رکاءٌ'' ہے اور سورۂ ص میں جو ''مناص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بھاگنا ہے اور اس حدیث میں جو ''نص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بھاگنا نہیں ہے۔

عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے عجلت کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

میدانِ عرفات سے مزدلفہ جانے کے لیے عجلت سے جانے کا سبب یہ ہے کہ وقت تنگ ہوتا تھا کیونکہ وہ سورج غروب ہونے کے بعد عرفات سے مزدلفہ روانہ ہوتے تھے اور عرفات اور مزدلفہ کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے اور ان پر یہ فرض تھا کہ وہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے مزدلفہ میں پڑھیں' سو وہ نمازوں کے وقت میں پہنچنے کے لیے تیزی سے چلتے تھے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ عرفات سے المزدلفہ کی طرف اور المزدلفہ سے منٰی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ درمیانی رفتار سے چلتے تھے' اور سلف صالحین نے اسی پر عمل کیا ہے' اسود نے کہا: میں دونوں روانگیوں میں حضرت عمر کے ساتھ رہا' وہ درمیانی رفتار سے زیادہ نہیں چلتے تھے اور کسی ایک روانگی میں سواری کو بھگاتے نہیں تھے اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی درمیانی رفتار سے ہی سواری کو چلاتے تھے۔

نیز علامہ طبری نے کہا ہے کہ عرفات سے مزدلفہ جانا ہو یا مزدلفہ سے منٰی جانا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف درمیانی رفتار سے جاتے تھے ماسوا وادیٔ محسر کے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں تیزی کے ساتھ سواری کو دوڑاتے تھے اور اگر کسی نے اس جگہ سواری کو تیزی سے دوڑایا جہاں آپ نے درمیانی رفتار سے سواری کو چلایا تھا یا اس جگہ سواری کو درمیانی رفتار سے چلایا جہاں آپ نے سواری کو دوڑایا تھا تو اس پر کوئی تاوان لازم نہیں آئے گا' تاہم اس نے صحیح طریقہ پر عمل کرنے میں خطاء کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب نہیں کیا۔

''عنق'' اور ''نص'' کا معنی

اس حدیث میں ''عنق'' کا لفظ ہے اور ''عنق'' کا معنی ہے: پیدل چلنے کی بہ نسبت تیز چلنا اور اس حدیث میں ''نص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: درمیانی رفتار سے تیز چلنا اور جو اس سے بھی تیز چلے تو وہ دوڑنا اور بھاگنا ہے' اس حدیث میں ''الفجوۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی کشادگی اور وسعت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

''مناص'' اور ''نص'' ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا ہے کہ سورۂ ص میں جو ''مناص'' کا لفظ ہے اس کا معنی بھاگنا ہے اور اس حدیث میں جو ''نص'' کا لفظ ہے اس کا معنی بھاگنا نہیں ہے۔ اس کی شرح میں علامہ عینی لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے اور جن نسخوں میں یہ عبارت مذکور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عبارت ایک وہم کے ازالہ کے لیے ہے کہ کوئی شخص یہ وہم کر سکتا تھا کہ ''مناص'' اور ''نص'' کا مادہ ایک ہے اور ان میں سے ایک لفظ دوسرے سے ماخوذ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ''نص'' کا لفظ مضاعف ہے یعنی اس میں دو حرف ایک جنس کے ہیں اور وہ صاد ہے اور ''مناص'' اجوف واوی ہے کیونکہ اس کا مادہ ''نوص'' ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍO (ص:۳) یہ وقت عذاب سے بھاگنے اور نجات کا نہ تھاO

بہ ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے ہی یہ وہم کیا ہے کہ ''مناص'' اور ''نص'' دونوں کا ایک مادہ ہے اس وجہ سے امام بخاری نے اس عبارت کا ذکر کیا اور اولیٰ یہ ہے کہ اس نسخہ پر اعتماد کیا جائے جس میں یہ عبارت نہیں ہے اور یہ بعید ہے کہ اس وہم کی نسبت امام بخاری کی طرف یا کسی اور کی طرف کی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

شیخ وحیدالزمان کا علامہ عینی پر بے جا اعتراض اور اس کا جواب

شیخ وحیدالزمان متوفی ۱۳۲۸ ھ لکھتے ہیں:

تو وہ اس ''نصّ'' سے مشتق نہیں ہے جو حدیث میں مذکور ہے یہ تو ایک ادنیٰ آدمی بھی جس کو عربیت میں ذرا سی استعداد ہو سمجھ سکتا ہے کہ ''مناص'' کو ''نصّ'' سے کیا علاقہ ''نصّ'' مضاعف ہے اور ''مناص'' معتل اب یہ خیال کرنا کہ امام بخاری نے ''مناص'' کو ''نص'' سے مشتق سمجھا اسی لیے یہاں ''مناص'' کے معنی بیان کر دیئے جیسے عینی نے نقل کیا بالکل کم فہمی ہے اور اصل یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں یہ عبارت ہی نہیں ہے اور جن نسخوں میں موجود ہے ان کی توجیہ ہو سکتی ہے کہ بعض لوگوں کو کم استعدادی سے یہ وہم ہوا ہوگا کہ ''مناص'' اور ''نصّ'' کا مادہ ایک ہی ہے تو امام بخاری نے ''مناص'' کی تفسیر کر کے اس وہم کا رد کر دیا۔

(تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۷۶ نعمانی کتب خانہ لاہور)

میں کہتا ہوں کہ جب علامہ عینی نے اس پر بحث کر کے خود لکھ دیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس نسخہ پر اعتماد کیا جائے جس میں یہ عبارت نہیں ہے اور یہ بعید ہے کہ اس وہم کی نسبت امام بخاری کی طرف یا کسی اور (مثلاً صحیح بخاری کے ناسخین) کی طرف کی جائے تو پھر علامہ عینی کے متعلق یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ انہوں نے امام بخاری کی طرف اس وہم کی نسبت کر کے اپنی کم فہمی اور کم استعدادی کا ثبوت دیا ہے دراصل علامہ عینی اپنی شرح میں اکثر غیر مقلدین کا رد کرتے رہتے ہیں اس وجہ سے شیخ وحیدالزمان نے اپنے دل کا غبار اور بھڑاس نکالنے کے لیے یہ موقع غنیمت جانا ہے۔

۹۴ - بَابُ النُّزُوْلِ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

میدانِ عرفات اور وادیٔ مزدلفہ کے درمیان سواری سے اترنا

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے حجاج کسی بھی ضرورت کی وجہ سے درمیان میں اتر سکتے ہیں۔

Marfat.com

١٦٦٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ، مَالَ إِلَى الشِّعْبِ، فَقَضَى حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، أَتُصَلِّي؟ فَقَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یحیٰی بن سعید از موسیٰ بن عقبہ از کریب مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے مزدلفہ واپس جارہے تھے (اسی اثناء میں) آپ ایک گھاٹی میں اترے آپ نے قضاء حاجت کی پھر وضوء کیا پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا: نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۳۹ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس گھاٹی میں اترنا قضاء حاجت کی ضرورت کی وجہ سے تھا اور یہ حج کی سنتوں میں سے نہیں ہے اور یہ اس شخص کے لیے جائز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اتباع کرنا چاہتا ہو جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں پر ٹھہرتے تھے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے تھے اور وہ اس جگہ اپنی اونٹنی کو گھماتے تھے جس جگہ آپ نے اونٹنی کو گھمایا تھا اور وہ آپ کے نقوش اور آپ کے اعمال کی اتباع کرتے تھے اور ان میں سے بعض چیزوں کا تعلق صرف آپ کی محبت اور ہر فعل میں آپ کی اتباع کے جذبہ سے تھا اور شرعی طور پر صرف ان ہی افعال میں آپ کی اتباع لازم ہے جن کا تعلق احکامِ شریعت سے ہو لیکن محبت کا مزاج جدا ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۰۱-۳۰۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

١٦٦٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، غَيْرَ أَنَّهُ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ الَّذِي أَخَذَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُ، فَيَنْتَفِضُ وَيَتَوَضَّأُ وَلَا يُصَلِّي حَتَّى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مغرب اور عشاء کی نمازوں کو المزدلفہ میں جمع کرتے تھے تاہم جب وہ اس گھاٹی سے گزرتے جس گھاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مڑ گئے تھے تو وہ اس میں داخل ہو کر قضاء حاجت کرتے اور وضوء کرتے اور وہاں نماز نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ مزدلفہ میں پہنچ کر نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

١٦٦٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ رَدِفْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ، فَلَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْبَ الْأَيْسَرَ الَّذِي دُونَ الْمُزْدَلِفَةِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی حرملہ از کریب مولیٰ ابن عباس از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں میدانِ عرفات سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بائیں جانب کی اس گھاٹی پر پہنچے جو مزدلفہ کے نزدیک ہے تو آپ نے اپنا اونٹ

Marfat.com

اَنَاخَ فَبَالَ ثُمَّ جَاءَ، فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوْءَ، تَوَضَّأَ وُضُوْءً ا خَفِيفًا، فَقُلْتُ الصَّلٰوةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ الصَّلٰوةُ اَمَامَكَ. فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى، ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ جَمْعٍ.

بٹھایا، پھر پیشاب کیا، پھر آپ آئے تو میں نے آپ کے اوپر پانی ڈالا آپ نے خفیف سا وضوء کیا، میں نے پوچھا: یارسول اللہ! نماز؟ تو آپ نے فرمایا: نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے، پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے حتیٰ کہ المزدلفہ پہنچ گئے، پھر آپ نے نماز پڑھی، پھر المزدلفہ کی صبح میں حضرت الفضل سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٣٩ میں گزر چکی ہے۔

١٦٧٠ - قَالَ كُرَيْبٌ فَاَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ الْفَضْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتّٰى بَلَغَ الْجَمْرَةَ.

کریب نے کہا: پس مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی از حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ مسلسل "اللهم لبيك اللهم لبيك" پڑھتے رہے حتیٰ کہ جمرۃ العقبہ پہنچ گئے۔

٩٥ - بَابُ اَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّكِيْنَةِ عِنْدَ الْاِفَاضَةِ وَاِشَارَتِهِ اِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ

نبی ﷺ نے عرفات سے واپسی پر حکم دیا کہ سکون اور وقار کے ساتھ چلو اور اپنے اصحاب کی طرف چابک سے اشارہ فرمایا

یعنی نبی ﷺ نے عرفات سے واپسی پر یہ حکم دیا کہ سکون اور وقار کے ساتھ چلو اور اپنے اصحاب کی طرف چابک سے اشارہ فرمایا۔

١٦٧١ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ اَبِي عَمْرٍو، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، مَوْلٰى وَالِبَةَ الْكُوْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيْدًا، وَضَرْبًا وَّصَوْتًا لِّلْاِبِلِ، فَاَشَارَ بِسَوْطِهِ اِلَيْهِمْ، وَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ، فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ. ﴿اَوْضَعُوْا﴾ (التوبہ: ٤٧) اَسْرَعُوْا. ﴿خِلٰلَكُمْ﴾ (التوبہ: ٤٧) مِنَ التَّخَلُّلِ بَيْنَكُمْ. ﴿وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا﴾ (الکہف: ٣٣) بَيْنَهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سوید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن ابی عمرو نے حدیث بیان کی جو المطلب کے آزاد کردہ غلام ہیں، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی جو الکوفی کی والبہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ وہ عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفات سے واپس آ رہے تھے تو نبی ﷺ نے اپنے پیچھے بہت ڈانٹ ڈپٹ کی آواز سنی اور اونٹوں کو مارنے کی آواز سنی تو آپ نے ان کی طرف چابک سے اشارہ کر کے فرمایا: اے لوگو! تم پر سکون اور وقار لازم ہے کیونکہ نیکی سواری کو تیز دوڑانے میں نہیں ہے۔ (التوبہ: ٤٧ میں ہے:) "اوضعوا" یعنی وہ بہت تیزی سے تمہارے درمیان افواہیں پھیلاتے ہیں۔ (اور الکہف: ٣٣ میں ہے:) "وفجرنا خلالهما" اور ہم نے ان کے درمیان دریا جاری کر دیئے تھے۔ یعنی

Marfat.com

''اوضعوا'' کا معنی ہے: وہ جلدی کرتے تھے اور ''خلال'' کا معنی درمیان ہے۔ اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) سعید بن ابی مریم' یہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجمحی ہیں (٢) ابراہیم بن سوید بن حیان (٣) عمرو بن ابی عمرو' ابو عمرو کا نام میسرہ ہے (٤) سعید بن جبیر' یہ بنو اسد سے ہیں' ان کو حجاج نے ٩٥ھ میں شہید کر دیا تھا (٥) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ١٠ ص ١٤-١٣)

''اوضعوا'' اور ''خلال'' کے معنی پر قرآن مجید سے استشہاد

اس حدیث میں ''ایضاع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تیزی سے چلنا' بھاگنا اور دوڑنا یا سواری کو تیز بھگانا' اس کی وضاحت کے لیے امام بخاری نے ذکر کیا کہ یہ لفظ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ. (التوبہ: ٤٧) اور تم میں فتنہ ڈالنے کے لیے بہت تیزی کے ساتھ تم میں افواہیں پھیلاتے ہیں۔

اور چونکہ اس آیت میں ''خلال'' کا لفظ ہے' جس کا معنی درمیان ہے تو اس کی وضاحت کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی:

وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا. (الکہف: ٣٣) اور ہم نے ان کے درمیان دریا جاری کر دیئے۔

امام بخاری کا اسلوب ہے کہ حدیث میں کوئی مشکل لفظ آ جائے اور وہ لفظ قرآن مجید میں بھی ہو تو وہ قرآن مجید میں وارد لفظ کا معنی بیان کر دیتے ہیں۔

٩٦- بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

المزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا

یعنی مغرب اور عشاء کی نمازوں کو المزدلفہ میں جمع کرنا' بایں طور کہ مغرب کی نماز کو عشاء کے وقت میں پڑھا جائے' المزدلفہ کا معنی اجتماع ہے' اس وادی کو المزدلفہ اس لیے کہتے ہیں کہ جنت سے آنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حوا سلام اللہ علیہا بچھڑ گئے تھے' پھر اس وادی میں دونوں کا اجتماع ہوا تھا۔

١٦٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ' عَنْ كُرَيْبٍ' عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ' فَنَزَلَ الشِّعْبَ' فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ' فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ؟ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَمَامَكَ. فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ' فَتَوَضَّاَ فَاَسْبَغَ' ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ' فَصَلَّى الْمَغْرِبَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از کریب از اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' کریب نے سنا کہ حضرت اسامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ عرفات سے واپس جا رہے تھے' آپ نے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں اتر کر پیشاب کیا' پھر آپ نے وضوء کیا اور تخفیف سے وضوء کیا (زیادہ پانی نہیں بہایا) میں نے آپ سے کہا: نماز؟ تو آپ نے فرمایا: نماز (کی

Marfat.com

ثُمَّ اَنَاخَ كُلُّ اِنْسَانٍ بَعِيْرَهٗ فِىْ مَنْزِلِهٖ، ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

جگہ) تمہارے آگے ہے پھر آپ المزدلفہ میں آئے پس آپ نے اچھی طرح وضوء کیا' پھر نماز کی اقامت کہی گئی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھی' پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنے ڈیرے پر بٹھا دیا' پھر (عشاء کی) نماز کی اقامت کہی گئی تو آپ نے نماز پڑھائی اور ان کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹' اور ۱۶۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۹۷ - بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَطَوَّعْ

جس نے ان دونمازوں کو جمع کیا اور ان کے درمیان نفل نہیں پڑھے

یعنی جس نے المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا اور ان کے درمیان نفل نہیں پڑھے۔

۱۶۷۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بِاِقَامَةٍ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا، وَلَا عَلٰى اِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم بن عبد اللہ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا' ہر نماز کو اقامت کے ساتھ پڑھا اور ان کے درمیان نفل نہیں پڑھے اور نہ ان میں سے کسی نماز کے بعد نفل پڑھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور کی شرح کی جا رہی ہے:

المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنے کے وجوب یا استحباب میں اقوال فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا مشروع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ان کو جمع کر کے پڑھنا حج کے افعال کے قبیل سے ہے یا محض سفر کی وجہ سے ہے یا سفر طویل کی وجہ سے ہے' پس جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ان کو جمع کر کے پڑھنا حج کے افعال کی وجہ سے ہے' وہ کہتے ہیں کہ مکہ' منیٰ' عرفات اور مزدلفہ کے رہنے والے یوم عرفہ میں ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھیں گے اور جنہوں نے کہا ہے کہ سفر طویل کی وجہ سے ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھیں' انہوں نے کہا ہے کہ مکہ' منیٰ میدانِ عرفات اور المزدلفہ کے رہنے والے ان نمازوں کو پوری پڑھیں گے' یعنی عشاء کی نماز میں قصر نہیں کریں گے' اسی طرح وہ تمام لوگ جن کے اور المزدلفہ کے درمیان مسافت قصر نہیں ہے' اور جن کا سفر طویل ہے' وہ قصر کریں گے۔

امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے کہ اس دن مغرب کی نماز المزدلفہ کے سوا اور کہیں نہیں پڑھیں گے۔

ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام ترمذی کی مراد یہ ہے کہ ان نمازوں کو المزدلفہ میں پڑھنے کی مشروعیت اور استحباب پر اہل علم کا عمل ہے نہ کہ اس کے وجوب اور لزوم پر کیونکہ اس پر ان کا اتفاق نہیں ہے بلکہ اس میں ان کا اختلاف ہے' پس سفیان الثوری نے کہا ہے کہ ان دو نمازوں کو المزدلفہ میں پہنچے بغیر نہ پڑھے اور اس کے لیے ان نمازوں کو آدھی رات تک پڑھنے

Marfat.com

گنجائش ہے اور اگر اس نے ان دو نمازوں کو المزدلفہ کے علاوہ کسی اور جگہ پڑھ لیا تو ان نمازوں کا اعادہ کرے گا۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر ان دو نمازوں کو المزدلفہ پہنچنے سے پہلے پڑھ لیا ہے تو اس پر ان نمازوں کا اعادہ کرنا لازم ہے' خواہ اس نے ان نمازوں کو شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھا ہو یا شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھا ہو' اس پر لازم ہے کہ جب وہ المزدلفہ پہنچے تو ان نمازوں کا اعادہ کرے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ کوئی شخص بغیر عذر کے المزدلفہ پہنچنے سے پہلے ان نمازوں کو نہ پڑھے اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے ان نمازوں کو المزدلفہ سے پہلے پڑھ لیا ہے تو اس وقت تک ان نمازوں کو جمع نہ کرے جب تک کہ شفق غائب نہ ہو جائے۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ یہ جو ذکر کیا گیا ہے یہ افضل ہے اور اگر اس نے ان نمازوں کو مغرب کے وقت میں جمع کر کے پڑھ لیا یا عشاء کے وقت میں جمع کر کے پڑھا یا عرفات میں پڑھ لیا یا کسی اور جگہ میں پڑھ لیا یا جمع نہیں کیا بلکہ ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھ لیا تب بھی جائز ہے' الاوزاعی' اسحاق بن راھویہ' ابوثور' امام ابویوسف اور اشہب کا بھی یہی قول ہے' علامہ نووی نے اس قول کو اصحاب الحدیث سے نقل کیا ہے اور تابعین میں سے عطاء' عروہ' سالم' قاسم اور سعید بن جبیر کا بھی یہی موقف ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ ہر نماز کی اقامت الگ الگ ہوگی۔

المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی اذان اور اقامت کے متعلق اقوال فقہاء

اذان اور اقامت کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ان میں سے ہر نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی اور کسی نماز کے لیے بھی اذان نہیں دی جائے گی' یہ امام شافعی کا قول ہے اور امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔

(۲) ان میں سے پہلی نماز کو اقامت کے ساتھ پڑھا جائے گا' یہ حضرت ابن عمر اور سفیان ثوری کا قول ہے۔

(۳) پہلی نماز کے لیے اذان دی جائے گی اور ہر نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی' یہ امام احمد کا قول ہے' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

(۴) پہلی نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور دوسری نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوگی' یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا مذہب ہے۔

(۵) ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی' یہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے' اور امام مالک اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔

عرفات میں ظہر اور عصر کی جمع تقدیم میں اذان اور اقامت کے متعلق فقہاء کے اقوال

مسجد نمرہ میں جمع تقدیم مثلاً ظہر اور عصر کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) امام شافعی اور ان کے جمہور اصحاب کا یہ قول ہے کہ پہلی نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں کہی جائے گی۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ پہلی نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور دوسری کے لیے نہیں کہی جائے گی۔

(۳) ابوالحسین القطان کا مذہب یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷۔۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

١٦٧٤ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْخَطْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ.

[طرف الحدیث: ۴۴۱۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن یزید الخطمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوایوب انصاری نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو المزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۸۷' الرقم المسلسل: ۲۹۹۸' سنن نسائی: ۳۰۲۶' سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۰' سنن کبریٰ: ۴۰۲۴' مسند الحمیدی: ۳۸۳' سنن دارمی: ۱۵۱۶' المعجم الکبیر: ۳۸۶۸_۳۸۶۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۲۰' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۵۶۴_ج ۵ ص ۵۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خالد بن مخلد البجلی ابوالہیثم (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب القرشی التیمی (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) عدی بن ثابت' یہ عدی بن ابان بن ثابت الانصاری ہیں (۵) عبداللہ بن یزید الخطمی (۶) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' آپ کا نام خالد بن زید ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۸)

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان نفل نہیں پڑھے' اس کی وجہ یہ تھی کہ ان نمازوں کے درمیان اذان نہیں تھی' پس آپ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر عشاء کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے تھے' اور ان کے درمیان وقت کی اتنی گنجائش نہیں تھی کہ آپ نفل پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے' اور جس کے نزدیک ان میں سے ہر نماز کے لیے اذان ہے' اس کے نزدیک جو ان نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا چاہے تو وہ نماز پڑھ سکتا ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نفل پڑھے ہیں' امام مالک سے یہ روایت ہے کہ جو ان دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھے' وہ ان کے درمیان نفل نہ پڑھے۔

ان میں سے ہر دو چیزوں کے درمیان گنجائش ہے' امام طبری نے کہا ہے کہ یہ دو نمازیں اپنے وقت میں پڑھی جاتی ہیں اور حج کرنے والے کے لیے طلوع فجر تک یہ نمازیں قضاء نہیں ہوتیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۰۴_ج ۳ ص ۵۱۸ میں مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مزدلفہ میں سنتیں پڑھنے میں مذاہب۔

۹۸ - بَابُ مَنْ أَذَّنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا

جس نے ان میں سے ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے المزدلفہ میں مغرب اور عشاء میں سے ہر نماز کے لیے اذان دی اور اقامت کہی' اس

کا کیا حکم ہے؟

١٦٧٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ حَجَّ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِينَ الْأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ، وَصَلّٰى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ فَتَعَشّٰى، ثُمَّ أَمَرَ أُرٰى رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، قَالَ عَمْرٌو لَا أَعْلَمُ الشَّكَّ إِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّي هٰذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ فِي هٰذَا الْمَكَانِ مِنْ هٰذَا الْيَوْمِ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هُمَا صَلٰوتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ، وَالْفَجْرُ حِينَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ. قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. [اطراف الحدیث:۱۶۸۲-۱۶۸۳]

(صحیح مسلم:۱۲۸۹'الرقم المسلسل:۳۰۰۶'سنن ابوداؤد:۱۹۳۴' سنن نسائی:۳۰۳۵-۶۰۴'مصنف ابن ابی شیبہ ج۴ ص۴۵۸-۴۵۷' سنن کبریٰ:۴۰۴۳'مصنف عبد الرزاق:۱۳۲۱'مسند الحمیدی:۱۱۴' مسند احمد ج۱ ص۳۸۴ طبع قدیم' مسند احمد:۳۶۳۷-ج۶ ص۱۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زُہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمان بن یزید کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے حج کیا' پس ہم المزدلفہ میں عشاء کے وقت یا اس کے قریب آئے' پھر انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان دی اور اقامت کہی' پھر انہوں نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں' اس کے بعد انہوں نے رات کا کھانا منگا کر کھایا' میرا گمان ہے کہ پھر انہوں نے کسی شخص کو اذان دینے اور اقامت کہنے کا حکم دیا' عمرو بن خالد نے کہا: میرے علم میں یہ شک صرف زہیر کو تھا' پھر انہوں نے عشاء کی نماز دو رکعت پڑھائی' پھر جب فجر طلوع ہوئی تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت (منہ اندھیرے) اس دن اس جگہ میں صرف یہی نماز پڑھتے تھے' حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: یہ دو نمازیں ہیں جو اپنے معمول کے وقت سے ہٹائی گئی ہیں' مغرب کی نماز جب لوگ المزدلفہ میں آئیں اور فجر کی نماز جو طلوع فجر ہوتے ہی پڑھی جائے' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن خالد بن فروخ (۲) زہیر بن معاویہ بن خدیج ابوخیثمہ الجعفی (۳) ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی (۴) عبدالرحمن بن یزید بن قیس' یہ الاسود النخعی کے بھائی ہیں (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج۱۰ ص۱۹)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک شخص کو اذان دینے اور اقامت کہنے کا حکم دیا۔

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں میں اذان اور اقامت کی تعداد کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں میں اذان اور اقامت کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ابن القاسم نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ ان میں سے ہر نماز کے لیے اذان بھی دی جائے گی اور اقامت بھی کہی جائے گی' جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ کی

اس حدیث سے ظاہر ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

ابن الماجشون اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ ان دو نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کیا جائے گا' امام طحاوی کا بھی یہی مختار ہے' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد کا مختار یہ ہے کہ ان دو نمازوں کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ جمع کیا جائے گا اور میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرنے میں ان کا قول اس کے برخلاف ہے۔

حضرت ابن عمر' القاسم اور سالم رضی اللہ عنہم کا مسلک یہ ہے کہ ان نمازوں کو ایک اقامت کے ساتھ پڑھا جائے گا' امام شافعی اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے' ثوری کا مذہب یہ ہے کہ ان کو اقامتِ واحدہ کے ساتھ پڑھا جائے گا اور اس کے ساتھ اذان نہیں ہوگی' امام طحاوی نے اپنے مؤقف پر اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کیا۔

امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے المز دلفہ میں مغرب کی اذان دلوائی' پھر اقامت کہلوائی اور مغرب کی نماز پڑھائی پھر اسی پہلی اقامت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھائی۔

امام شافعی کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اقامت کے ساتھ ان نمازوں کو جمع کیا ہے۔

امام مالک نے حضرت ابن عمر کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے المز دلفہ میں ہر نماز کو اقامت کے ساتھ جمع کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۶۷۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان دو نمازوں کو جب جمع کر کے پڑھا جائے تو ان کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہے اور انہوں نے ان دو نمازوں کے درمیان کھانا جو کھایا تھا' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان نمازوں کے درمیان کھانا کھانے یا کسی اور کام کرنے کی گنجائش ہے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان دو نمازوں کے درمیان کھانا کھانا یا کوئی کام کرنا احکامِ شرعیہ سے ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے جو فرمایا تھا: یہ دو نمازیں ہیں جو اپنے معمول سے ہٹائی گئی ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ ان نمازوں کو ان کے مستحب اوقات سے ہٹایا گیا ہے' نہ یہ بات کہ ان نمازوں کو ان کے شرعی اوقات سے ہٹایا گیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۰۷-۳۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۱۲- ج ۳ ص ۵۲۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:
① مزدلفہ میں صبح کی نماز کے وقت کی تحقیق ② احناف کی تائید ③ علامہ نووی کا تسامح۔

۹۹- بَابُ مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ بِلَيْلٍ' فَيَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُوْنَ' وَيُقَدِّمُ اِذَا غَابَ الْقَمَرُ

گھر کے کمزور افراد کو مزدلفہ سے جلدی (منیٰ) کی طرف روانہ کر دینا کہ وہ مزدلفہ میں ٹھہریں' دعا کریں اور چاند غروب ہوتے ہی روانہ ہو جائیں

اس باب میں مذکور کمزور افراد سے مراد عورتیں اور بچے ہیں اور گھر کے بوڑھے افراد بھی اس میں داخل ہیں' اس میں لکھا ہے کہ یہ

Marfat.com

لوگ چاند غروب ہوتے ہی روانہ ہو جاتے تھے کیونکہ المزدلفہ میں تہائی رات کے اوّل میں چاند غروب ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۲-۲۱)

١٦٧٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ، فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ، فَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَا بَدَا لَهُمْ، ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ قَبْلَ اَنْ يَقِفَ الْاِمَامُ وَقَبْلَ اَنْ يَدْفَعَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَاِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَرْخَصَ فِيْ اُولٰئِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح مسلم: ۱۲۹۵، الرقم المسلسل: ۳۰۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب انہوں نے کہا: سالم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزور افراد کو پہلے سے (منیٰ میں) بھیج دیتے، وہ رات کو المزدلفہ میں المشعر الحرام کے پاس ٹھہرتے، پھر جب تک وہ چاہتے اللہ کا ذکر کرتے، پھر امام کے وقوف کرنے سے اور روانہ ہونے سے پہلے لوٹ آتے، پھر ان میں سے بعض صبح کی نماز کے وقت منیٰ پہنچ جاتے اور بعض اس کے بعد پہنچتے، پھر جب وہ منیٰ پہنچتے تو جمرہ پر کنکریاں مارتے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں رخصت دی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزور افراد کو پہلے سے منیٰ میں بھیج دیتے۔

کنکریاں مارنے کے مستحب، مباح اور مکروہ وقت میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور طلوع آفتاب کے بعد ان لوگوں کے لیے کنکریاں مارنا جائز ہے جو لوگوں سے پہلے منیٰ میں پہنچ جاتے ہیں، یہ عطاء بن ابی رباح مکی، طاؤس بن کیسان، مجاہد، ابراہیم النخعی، الشعبی، سعید بن جبیر اور امام شافعی کا قول ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ آدھی رات سے پہلے جمرہ پر کنکریاں مارنا جائز ہے اور ان کا استدلال اس سے ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فجر سے پہلے منیٰ پہنچ جاتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ صبح کو مکہ پہنچ کر طواف زیارت کرلیں اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ طلوع فجر سے پہلے کنکریاں مار لیتی تھیں۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ طلوع فجر سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے اور ثوری اور النخعی کا مذہب یہ ہے کہ صرف طلوع آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، امام احمد اور اسحاق کا مذہب ہے، انہوں نے کہا: اگر کسی نے طلوع آفتاب سے پہلے کنکریاں مارلیں تو یہ فعل ادا ہو جائے گا، مگر اس نے ٹھیک نہیں کیا، ہمارے اصحاب میں ملک العلماء علامہ کاشانی نے کہا ہے کہ کنکریاں مارنے کا اوّل وقت مستحب طلوع آفتاب کے بعد ہے اور اس کا آخری وقت دن کا آخری حصہ ہے، اسی طرح امام ابوحنیفہ نے کہا ہے اور امام ابو یوسف نے کہا: اس کا وقت زوال آفتاب تک ہے، اور آفتاب کے زوال کے وقت اس کا وقت فوت ہو جاتا ہے اور اس کے بعد قضاء ہے، اور اگر اس نے غروب آفتاب تک کنکریاں نہیں ماریں تو پھر دوسرے دن فجر سے پہلے کنکریاں مارے اور ہمارے اصحاب کے قول کے مطابق اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ

Marfat.com

جب سورج غروب ہو گیا تو اس کا وقت فوت ہو گیا اور اس پر فدیہ دینا لازم ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ آخر ایام تشریق تک اس کا وقت فوت نہیں ہو گا' پس اگر اس نے دوسرے روز طلوع فجر تک کنکریاں مارنے کو مؤخر کر دیا تو وہ اب کنکریاں مارلے' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تاخیر کی وجہ سے اس پر دم (قربانی) لازم ہے ار امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر کوئی تاوان لازم نہیں ہے۔

امام مالک نے الموطأ میں یہ کہا ہے کہ میں نے بعض اہل علم سے یہ سنا ہے کہ کنکریاں مارنے کو یوم نحر کی طلوع فجر تک مؤخر کرنا مکروہ ہے اور جس نے کنکریاں نہیں ماریں تو اس کے لیے یوم نحر کو کنکریاں مارنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۲۶۔ ج ۳ ص ۵۲۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① مزدلفہ کے قیام میں امام شافعی اور دوسرے فقہاء کے نظریات ② مزدلفہ کے قیام میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ ③ قیام مزدلفہ میں امام مالک کا نظریہ ④ قیام مزدلفہ میں احناف کا نظریہ ⑤ امام شافعی کا مذہب بیان کرنے میں بعض مصنفین کا تسامح۔

١٦٧٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۷۸۔ ۱۸۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رات کو المزدلفہ سے (منیٰ) روانہ کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۳' الرقم المسلسل: ۳۰۱۹' سنن ترمذی: ۸۹۳' سنن نسائی: ۳۰۳۰' سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۶' صحیح ابن حبان: ۳۸۶۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۵' مسند احمد: ۲۲۰۴۔ ج ۴ ص ۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کمزور افراد میں سے تھے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ہی المزدلفہ سے منیٰ روانہ کر دیتے تھے' اور منیٰ جا کر جو کنکریاں جمرہ کو ماری جاتی ہیں' ان میں اختلاف ائمہ کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں کیا جا چکا ہے۔

١٦٧٨ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن ابی یزید نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المزدلفہ کی رات میں کمزور افراد کے ساتھ منیٰ روانہ کر دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۷۷۔ ۱۶۷۶ میں گزر چکی ہے۔

١٦٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ، مَوْلٰى أَسْمَاءَ، عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّهَا نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعٍ عِنْدَ الْمُزْدَلِفَةِ، فَقَامَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ نے حدیث بیان کی جو حضرت اسماء کے آزاد کردہ غلام تھے از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا

Marfat.com

تُصَلِّي، فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ يَا بُنَيَّ، هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْتُ لَا، فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَتْ فَارْتَحِلُوا، فَارْتَحَلْنَا وَمَضَيْنَا حَتّٰى رَمَتِ الْجَمْرَةَ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِيْ مَنْزِلِهَا، فَقُلْتُ لَهَا يَا هَنْتَاهُ، مَا أُرَانَا إِلَّا قَدْ غَلَّسْنَا! قَالَتْ يَا بُنَيَّ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِلظُّعُنِ. (صحیح مسلم:۱۲۹۱، الرقم المسلسل:۳۰۱۲، سنن ابوداؤد:۱۹۴۳، صحیح ابن خزیمہ:۲۸۸۴، المعجم الکبیر:۲۷۰۔ج ۲۴، مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۶۳۲، مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ طبع قدیم، مسند احمد:۲۶۹۴۱۔ ج ۴۴ ص ۵۰۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ المزدلفہ میں المزدلفہ کی رات کو اتریں، پھر کھڑی ہو کر ایک ساعت تک نماز پڑھتی رہیں، پھر کہنے لگیں: اے میرے بیٹے! کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا: جی نہیں! پھر وہ تھوڑی دیر اور نماز پڑھتی رہیں، پھر پوچھا: کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر انہوں نے کہا: روانہ ہو، سو ہم روانہ ہو گئے اور ہم چلے حتیٰ کہ انہوں نے جمرہ کو کنکریاں ماریں، پھر وہ لوٹ آئیں اور انہوں نے صبح کی نماز اپنے ٹھکانے پر پڑھی، میں نے ان سے کہا: اے حضرت صاحب! ہمارا گمان ہے کہ ہم نے رات کے اندھیرے میں (وقت سے پہلے) کنکریاں ماری ہیں، حضرت اسماء نے فرمایا: اے میرے بیٹے! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو اس کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: المزدلفہ سے منیٰ روانہ ہو، سو ہم روانہ ہو گئے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے جمرہ کو کنکریاں مارنا جائز ہے، اس میں مذاہب ائمہ کو ہم صحیح البخاری:۱۶۷۶ میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم:۳۰۱۸۔ج ۳ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے عنوانات بھی وہی ہیں جو شرح صحیح مسلم:۳۰۲۶ کے عنوانات ہیں۔

۱۶۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ جَمْعٍ، وَكَانَتْ ثَقِيلَةً ثَبِطَةً، فَأَذِنَ لَهَا.

[طرف الحدیث:۱۶۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی وہ ابن القاسم ہیں از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے المزدلفہ کی رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (جلدی روانہ ہونے کی) اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی، وہ بھاری بدن کی عورت تھیں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

(صحیح مسلم:۱۲۹۰، الرقم المسلسل:۳۰۰۸، سنن ابن ماجہ:۳۰۲۷، سنن نسائی:۳۰۴۶، سنن کبریٰ:۴۰۳۴، الاحاد والمثانی:۳۰۴۳۔۳۰۴۱، صحیح ابن خزیمہ:۲۸۶۹، صحیح ابن حبان:۳۸۶۶۔۳۸۶۱، سنن دارمی:۱۸۸۶، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۲۴، مسند احمد ج ۶ ص ۳۰ طبع قدیم، مسند احمد:۲۴۰۱۵۔ ج ۴۰ ص ۱۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی چونکہ بھاری بدن کی تھیں، اس لیے ان کو بھی ضعیف افراد کے ساتھ لاحق کر کے مزدلفہ کی شب میں جلدی منیٰ کی طرف روانہ کر دیا۔

Marfat.com

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۱۶۔ ج ۳ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے بھی وہی عنوانات ہیں جو شرح صحیح مسلم: ۳۰۲۶ میں ذکر کیے جا چکے ہیں۔

۱۶۸۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ، فَاسْتَاْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَةُ، اَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَكَانَتِ امْرَاَةً بَطِيْئَةً، فَاَذِنَ لَهَا، فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَاَقَمْنَا حَتّٰى اَصْبَحْنَا نَحْنُ، ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهِ، فَلَاَنْ اَكُوْنَ اسْتَاْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَاْذَنَتْ سَوْدَةُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ مَّفْرُوْحٍ بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں افلح بن حمید نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم المزدلفہ میں اترے' پس حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ لوگوں کا رش ہونے سے پہلے المزدلفہ سے منٰی کے لیے روانہ ہو جائیں اور وہ بھاری بدن کی خاتون تھیں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' سودہ لوگوں کا رش ہونے سے پہلے روانہ ہو گئیں اور ہم صبح تک ٹھہرے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے' پس کاش! میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح اجازت لے لیتی جس طرح حضرت سودہ نے اجازت لی تھی تو یہ میرے نزدیک باعث مسرت چیزوں میں زیادہ پسندیدہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۰ - بَابُ مَنْ يُّصَلِّي الْفَجْرَ بِجَمْعٍ

جس نے فجر کی نماز مزدلفہ میں پڑھی

۱۶۸۲ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَارَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً بِغَيْرِ مِيْقَاتِهَا، اِلَّا صَلٰوتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمارہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں کے سوا کوئی اور نماز ان کے علاوہ کسی وقت میں پڑھی ہو' آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازوں کو (المزدلفہ میں) جمع کیا اور فجر کی نماز اس کے (معروف) وقت سے پہلے (منہ اندھیرے) پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۷۵ میں گزر چکی ہے۔

عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کر کے پڑھنے کا عدم جواز

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو بھی جمع کر کے پڑھا اور عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھی' جس طرح المزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی تھی' اور ان نمازوں کے علاوہ آپ نے کوئی نماز دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی اور اس میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید ہے کہ بیماری' سفر یا بارش کی وجہ سے دو نمازوں کو اس طرح جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے

Marfat.com

کہ ایک نماز دوسری نماز کے وقت میں پڑھی جائے تاہم ان اعذار کی وجہ سے دونمازوں کو صورۃً جمع کر کے پڑھنا جائز ہے کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا جائے اور جن احادیث میں عرفات اور المزدلفہ کے علاوہ سفر مرض اور بارش کی وجہ سے دونمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کا ذکر ہے اس سے اسی طرح صورۃً دونمازوں کو جمع کر کے پڑھنا مراد ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کی مذکور الصدر حدیث اس باب میں نص صریح ہے۔

١٦٨٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيدَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلٰى مَكَّةَ، ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا فَصَلَّى الصَّلٰوتَيْنِ، كُلَّ صَلٰوةٍ وَّحْدَهَا بِأَذَانٍ وَّإِقَامَةٍ، وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، قَائِلٌ يَقُولُ طَلَعَ الْفَجْرُ، وَقَائِلٌ يَقُولُ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَّقْتِهِمَا فِي هٰذَا الْمَكَانِ، الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتّٰى يُعْتِمُوا، وَصَلٰوةَ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ. ثُمَّ وَقَفَ حَتّٰى أَسْفَرَ، ثُمَّ قَالَ لَوْ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَفَاضَ الْآنَ أَصَابَ السُّنَّةَ. فَمَا أَدْرِي أَقَوْلُهُ كَانَ أَسْرَعَ أَمْ دَفْعُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عبدالرحمان بن یزید انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ مکہ کی طرف گئے پھر ہم المزدلفہ میں آئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے دونمازیں (مغرب اور عشاء) پڑھائیں ہر نماز الگ اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھائی اور ان کے درمیان عشاء کی نماز پڑھائی پھر جب فجر طلوع ہوگئی تو فجر کی نماز پڑھائی اس وقت کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ فجر طلوع ہوگئی اور کوئی دوسرا کہنے والا کہہ رہا تھا کہ فجر طلوع نہیں ہوئی پھر حضرت ابن مسعود نے کہا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دو نمازیں اس جگہ میں اپنے مقررہ وقتوں سے ہٹادی گئی ہیں: مغرب اور عشاء پس لوگ المزدلفہ میں اس وقت تک داخل نہ ہوں حتیٰ کہ اندھیرا پھیل جائے اور فجر کی نماز اس وقت میں پڑھیں پھر وہ کھڑے رہے حتیٰ کہ روشنی ہوگئی پھر انہوں نے کہا: اگر امیر المؤمنین (حضرت عثمان) اس وقت المزدلفہ سے لوٹیں تو ان کا یہ عمل سنت کے مطابق ہوگا عبدالرحمان بن یزید نے کہا: پھر مجھے معلوم نہیں کہ حضرت ابن مسعود نے یہ بات جلدی کہی تھی یا حضرت عثمان رضی اللہ کا المزدلفہ سے لوٹنا پھر حضرت عثمان مسلسل ''اللھم لبیك'' کہتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے یوم النحر (قربانی کے دن) جمرہ عقبہ کنکریاں ماریں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۶۷۵ میں گزر چکی ہے۔

١٠١ - بَابُ مَتٰى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ — مزدلفہ سے کب روانہ ہو؟

یعنی المشعر الحرام میں وقوف کے بعد حج کرنے والا المزدلفہ سے کس وقت روانہ ہو؟

١٦٨٤ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ عَمْرَو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ بن الحجاج نے حدیث

Marfat.com

بْنَ مَيْمُوْنٍ يَقُوْلُ شَهِدْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَلَّى بِجَمْعِ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. وَيَقُوْلُوْنَ أَشْرِقْ ثَبِيْرُ، وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

[طرف الحدیث:۳۸۳۸]

بیان کی از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمرو بن میمون سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ کے پاس حاضر تھا' انہوں نے المزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی' پھر ٹھہرے رہے' پس کہا کہ مشرکین المزدلفہ سے اس وقت لوٹتے تھے جب سورج طلوع ہو جاتا تھا اور وہ کہتے تھے: اے پہاڑ ثبیر! روشن ہو جا اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کی اور آپ طلوع آفتاب سے پہلے المزدلفہ سے لوٹے۔

(سنن ترمذی:۸۹۶' سنن ابوداؤد:۱۹۳۸' سنن نسائی:۳۰۴۷' سنن ابن ماجہ:۳۰۲۲' مسند ابوداؤد الطیالسی:۶۳' سنن دارمی:۱۸۹۰' مسند احمد ج۱ ص۱۴ طبع قدیم' مسند احمد:۸۴۔ج۱ ص۲۴۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

المشعر الحرام کا مصداق اور طلوع فجر سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا حج کرنے والوں پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ المشعر الحرام کے پاس وقوف کریں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ. (البقرہ:۱۹۸)

اور جب تم عرفات سے (مزدلفہ میں) واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو مزدلفہ میں ایک پہاڑ کے پاس جمع ہوتے ہوئے دیکھا تو کہا: اے لوگو! تمام مزدلفہ مشعر حرام ہے۔

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مشعر حرام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ان کو اپنے ساتھ لے جا کر دکھایا کہ عرفات کے بعد جہاں سے المزدلفہ کی ابتداء ہوتی ہے وہاں سے لے کر حرم تک المزدلفہ کی ساری وادی مشعر حرام ہے۔(جامع البیان ج۲ ص۱۶۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

پس جو شخص مشعر حرام میں اس وقت اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کھڑا ہو' جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا ذکر کرتے تھے یا اس وقت کے بعض حصہ میں کھڑا ہوا تو اس نے اس حکم پر عمل کر لیا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر لازم کیا تھا اور طلوع فجر ثانی کے بعد نمازِ فجر پڑھنے کا وقت ہے یہاں تک کہ طلوع آفتاب سے پہلے امام یوم نحر کو المزدلفہ سے روانہ ہو جائے اور جو طلوع آفتاب تک المزدلفہ میں ذکر کرتے ہوئے کھڑے نہیں ہوا' اس سے بالاجماع وقوف مزدلفہ فوت ہو گیا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب سے پہلے جب خوب روشنی پھیل گئی اس وقت المزدلفہ سے روانہ ہوئے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے اسی پر عمل کیا' عام علماء اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے اصحاب نے اسی پر عمل کیا ہے' سوائے امام مالک کے' انہوں نے کہا ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور روشنی پھیلنے سے پہلے المزدلفہ سے روانہ ہونا چاہیے۔

ابن قتیبہ نے کہا: مشرکین کہتے تھے: اے پہاڑ ثبیر! روشن ہو جا! یعنی سورج کے طلوع کے وقت کی کرنوں اور اس کی روشنی میں

داخل ہو جا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۱۶-۳۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہمارا زوال غیر مسلموں کی تقلید کی وجہ سے ہے

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ مشرکین طلوع آفتاب کے بعد المزدلفہ سے منیٰ روانہ ہوتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کی مخالفت میں طلوع آفتاب سے پہلے المزدلفہ سے منیٰ روانہ ہوتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود مشرکین کی مخالفت تھی' آج اگر ہم اپنی سیرت اور کردار کا جائزہ لیں تو ہم زندگی کے ہر شعبہ میں یہود اور نصاریٰ اور ہنود کی موافقت کر رہے ہیں' ہم قمیص کو پینٹ کے اندر کر کے اور ٹائی لگا کر لباس میں ان کی موافقت کرتے ہیں' ہماری خواتین ساڑھی باندھتی ہیں' بعض اسکرٹ بھی پہنتی ہیں اور پردہ نہیں کرتیں' تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں' تقریبات میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط عام ہوتا ہے' موسیقی اور رقص و سرود میں ہم ان کی نقل کرتے ہیں' ان کی پیروی میں ہم ہفتہ واری چھٹی بھی اتوار کو کرتے ہیں' صرف سائنس اور ٹیکنالوجی کی مہارت کے حصول میں ہم ان کی پیروی نہیں کرتے اور تعیش اور فحاشی کے باب میں ان کی تقلید میں ہم کوئی کمی نہیں کرتے!

۱۰۲ - بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيْرِ غَدَاةَ النَّحْرِ حِيْنَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ، وَالْاِرْتِدَافِ فِي السَّيْرِ

یوم نحر کی صبح کو جب جمرہ کو کنکریاں ماریں تو تلبیہ اور تکبیر پڑھیں اور کسی کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھائیں

تلبیہ کا معنی ہے: اللّٰہم لبیک آخر تک پڑھنا اور تکبیر کا معنی ہے: اللہ اکبر پڑھنا۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ سے عرفات کی طرف گئے' ہم میں سے بعض اللّٰہم لبیک پڑھ رہے تھے اور بعض اللہ اکبر پڑھ رہے تھے۔

عبد الرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب المزدلفہ سے منیٰ کی طرف جا رہے تھے تو ان کے متعلق کہا گیا کہ یہ اعرابی ہیں' حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے ان سے سنا ہے جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی ہے' وہ اس جگہ پڑھتے تھے: "لبيك اللهم لبيك"۔ (سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۲' نشر السنۃ' ملتان)

۱۶۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمِ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْدَفَ الْفَضْلَ، فَأَخْبَرَ الْفَضْلُ أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الفضل کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا' پس حضرت الفضل رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل "لبيك اللهم لبيك" پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے جمرہ کی رمی کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۸۶' ۱۶۸۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ يُوْنُسَ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ اِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ اَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ اِلٰى مِنًى، قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَا لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.

یونس الایلی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرفہ سے لے کر المزدلفہ تک وہ سواری پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے تھے پھر آپ نے المزدلفہ سے منیٰ تک حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا' پس ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل "لبيك اللهم لبيك" پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے جمرة العقبہ پر کنکریاں ماریں۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۴۴-۱۵۴۳ میں کی جا چکی ہے' تاہم بعض چیزوں کی مزید وضاحت کی جا رہی ہے۔

تلبیہ منقطع کرنے کے وقت میں ائمہ ثلاثہ اور امام مالک کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ حج کرنے والا کس وقت تلبیہ منقطع کرے' ایک جماعت نے حضرت الفضل اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق یہ کہا ہے کہ حج کرنے والا مسلسل "لبيك اللهم لبيك" پڑھتا رہے حتیٰ کہ وہ جمرة العقبہ پر کنکریاں مارلے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور فقہاء تابعین میں سے عطاء' طاؤس' النخعی' ابن ابی لیلیٰ اور ثوری کا یہی قول ہے اور ائمہ میں سے امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے' وہ کہتے ہیں کہ جب جمرة العقبہ پر پہلی کنکری مارے تو تلبیہ منقطع کردے اور امام احمد اور اسحاق یہ کہتے ہیں کہ جب جمرة العقبہ پر تمام کنکریاں مارلے' اس وقت تلبیہ کو منقطع کرے جیسا کہ ظاہر حدیث میں ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حج میں تلبیہ پڑھتے رہتے تھے' پھر یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے بعد تلبیہ پڑھنا منقطع کر دیتے تھے' امام مالک نے کہا: یہی وہ امر ہے جس پر ہمارے شہر کے لوگ ہمیشہ سے عمل کر رہے ہیں' اور ابن شہاب نے کہا: حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور ابن المسیب کا اسی پر عمل ہے اور امام طحاوی نے مکحول سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ یوم عرفہ میں سب سے افضل دعا اللہ اکبر پڑھنا ہے اور یہی معنی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کرنے پر امام مالک کے دلائل

علامہ ابن القصار نے امام مالک اور اہل مدینہ کے مؤقف پر استدلال کرتے ہوئے حضرت ابن عباس اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمرة العقبہ پر کنکریاں مارنے تک تلبیہ پڑھا ہوتا اور یہی آپ کے نزدیک مستحب ہوتا تو بعد میں صحابہ آپ کی مخالفت نہ کرتے' لہٰذا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت اسامہ کی مراد یہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کر دیتے تھے کیونکہ لوگ یوم عرفہ اور دس ذوالحجہ کی رات میں طلوع فجر تک آ آ کر ملتے رہتے تھے اور یہی وہ آخری وقت ہے جس میں یوم عرفہ کو پایا جا سکتا ہے حتیٰ کہ ہر شخص آپ سے تلبیہ کو سنتا تھا کیونکہ آپ صاحب شرع ہیں' تو آپ نے یہ بتایا کہ اس وقت تک تلبیہ پڑھنا جائز ہے اور ہمارے نزدیک مستحب یہ ہے کہ زوالِ آفتاب تک تلبیہ پڑھا جائے

جیسا کہ یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام کا یہی مختار تھا' اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی اقتداء کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہی لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی تبلیغ کرنے والے اور ان کی تفسیر کرنے والے ہیں' اس لیے ان کے طریقہ کی اتباع کرنا واجب ہے اور ان کے مختار کو اختیار کرنا لازم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۱۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے امام مالک کے دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ جو جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے تک تلبیہ پڑھنے کو مستحب کہتے ہیں' یہ صحیح البخاری کی مذکور الصدر احادیث: ۱۶۸۷-۱۶۸۶-۱۶۸۵ سے صراحۃً ثابت ہے اور علامہ ابن بطال نے جو یوم عرفہ کو زوال آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کرنے کو بعض صحابہ کا فعل بتایا ہے' اس کے ثبوت میں کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کیا' اور اول الذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل ہے اور ثانی الذکر بعض صحابہ کا فعل ہے' لہٰذا ائمہ ثلاثہ کے مذہب کو دو وجہ سے ترجیح ہے' اول تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل ہے اور ثانیاً وہ صحیح البخاری سے ثابت ہے اور امام مالک کا مذہب صرف بعض صحابہ کے فعل پر مبنی ہے اور اس کا ثبوت صحیح البخاری ایسی کتاب سے نہیں ہے' علاوہ ازیں جن بعض صحابہ نے یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ پڑھنا منقطع کر دیا تھا اور اللہ اکبر پڑھتے رہے تھے' انہوں نے بہر حال اس وقت تلبیہ پڑھنے سے منع نہیں کیا تھا' لہٰذا ان کے اس وقت تلبیہ نہ پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک اس وقت تلبیہ پڑھنا مستحب نہیں ہے' بلکہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس وقت اس لیے تلبیہ نہ پڑھا ہو تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اس وقت دیگر اذکار پڑھنے بھی جائز ہیں اور ہر تقدیر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع میں جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے تک تلبیہ پڑھنا اس کو ترک کرنے سے افضل ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سواری پر بیٹھ کر کنکریاں مارنا سنت ہے۔

۱۰۳ - بَابٌ ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ:۱۹۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایامِ حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ' یہ کامل دس (روزے) ہیں' یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶)

''ھدی'' کی تفسیر اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کو ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ''الھدی'' (قربانی) کی تفسیر کی جائے کیونکہ جب امام بخاری نے حج کی صفت میں منیٰ تک پہنچنے کی احادیث بیان کر دیں تو انہوں نے ارادہ کیا کہ قربانی اور نحر کے احکام بیان کریں کیونکہ منیٰ میں عموماً یہی کام ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۲۶-۲۲۵' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی غرض کو صرف اس میں منحصر کرنا صحیح نہیں ہے' بلکہ امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ کئی مسائل پر مشتمل ہے۔

اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) حج کے ساتھ عمرہ کو ملا کر تمتع کرنے کا حکم' جس کا ذکر تمتع اور قران کے باب میں کیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کرنے کا ذکر (۲) ھدی کا حکم جس کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے (۳) روزوں کا حکم' اس کا ذکر اس باب میں کیا گیا ہے' یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶) (۴) جو لوگ مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں' ان کا حکم۔

اس آیت میں اس قربانی کا ذکر ہے جس کو حج تمتع کرنے والا آسانی کے ساتھ کر سکے' حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: اس سے مراد بکری ہے' نیز حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس سے مراد اونٹ ہے اور دوسروں کے حق میں اس سے مراد بکری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶۸۸ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الْمُتْعَةِ فَاَمَرَنِيْ بِهَا' وَسَاَلْتُهٗ عَنِ الْهَدْيِ' فَقَالَ فِيْهَا جَزُوْرٌ اَوْ بَقَرَةٌ اَوْ شَاةٌ اَوْ شِرْكٌ فِيْ دَمٍ قَالَ وَكَاَنَّ نَاسًا كَرِهُوْهَا' فَنِمْتُ فَرَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ اِنْسَانًا يُنَادِيْ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ' وَمُتْعَةٌ مُّتَقَبَّلَةٌ' فَاَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَحَدَّثْتُهٗ' فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ' سُنَّةُ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ وَقَالَ اٰدَمُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ وَّغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عُمْرَةٌ مُّتَقَبَّلَةٌ' وَّحَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے اس کا حکم دیا اور میں نے ان سے ہدی کے بارے میں پوچھا' تو انہوں نے کہا: اس میں اونٹ' گائے' بکری یا اونٹ یا گائے میں ایک حصہ ہے اور گویا کہ لوگ حج تمتع کو برا جانتے تھے' پس میں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص پکار کر کہہ رہا ہے کہ حج مبرور ہے اور تمتع مقبول ہے' سو میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان کو یہ خواب سنایا تو انہوں نے کہا: اللہ اکبر! یہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' آدم اور وہب بن جریر اور غندر نے شعبہ سے اس طرح روایت کی ہے: عمرہ متقبلہ اور حج مبرور۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۶۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض تفصیلات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ھدی کے مصداق میں کم از کم ایک بکری ہے جب کہ اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ. (الحج:۳۶)

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے' ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔

اس وجہ سے بعض فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ ھدی وہ ہے جس پر بدن کا اطلاق ہو یعنی قربانی کے اونٹ۔

Marfat.com

مگر اس کے خلاف یہ آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ. (المائدہ:۹۵)

اے ایمان والو! شکار نہ مارو جبکہ تم احرام کی حالت میں ہو اور تم میں سے جس نے عمداً شکار مارا تو جس جانور کو اس نے مارا ہے اس شخص کو مویشیوں میں سے اسی کی مثل قربانی کرنی ہو گی تم میں سے دو منصف اس (کی مثلیت) کا فیصلہ کریں گے' اس حال میں کہ وہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو۔

پھر اگر دو منصف ہرن کے شکار میں یہ فیصلہ کریں کہ وہ بکری کی مثل ہے تو اب بکری پر ھدی کا نام آئے گا۔

اور البقرہ:۹۶ میں فرمایا ہے کہ وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے' اس کا مفاد یہ ہے کہ حج تمتع میں اس پر وہ قربانی کرنی لازم ہے جو کم از کم قیمت میں میسر ہو اور وہ بکری ہے۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک اونٹ' دوسرے اونٹ سے کم ہوتا ہے' اسی طرح ایک گائے دوسری گائے سے کم ہوتی ہے اور یہ ان کے نزدیک بکری سے افضل ہے' اور اختلاف کا محل یہ ہے کہ جو شخص اونٹ یا گائے کی قربانی پر قادر ہو' کیا وہ بکری کی قربانی کر سکتا ہے؟ پس حضرت ابن عمر کے نزدیک یہ ممنوع یا مکروہ ہے اور حضرت ابن عمر اور حضرت انس کے نزدیک گائے یا اونٹ میں ایک حصہ بھی کفایت کرے گا اور عطاء' طاؤس اور حسن بصری سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد وغیرہم کا بھی یہی قول ہے اور ان کے نزدیک اونٹ یا گائے میں سات افراد سے زیادہ شریک نہیں ہو سکتے اور نہ بکری میں ایک سے زیادہ شریک ہو سکتے ہیں اور وہ جو روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کی' وہ نفلی طور پر ہے' اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک اونٹ یا گائے میں سات سے زیادہ افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۰۴ - بَابُ رُكُوبِ الْبُدْنِ

بُدن یعنی اونٹ یا گائے پر سوار ہونے کا حکم

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ۝﴾ (الحج:۳۷-۳۶). قَالَ مُجَاهِدٌ سُمِّيَتِ الْبُدْنَ لِبُدْنِهَا. وَالْقَانِعُ السَّائِلُ، وَالْمُعْتَرُّ يَعْتَرُّ بِالْبُدْنِ مِنْ غَنِيٍّ أَوْ فَقِيرٍ، وَشَعَائِرِ اللَّهِ إِسْتِعْظَامُ الْبُدْنِ وَاسْتِحْسَانُهَا، وَالْعَتِيقُ عِتْقُهُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ، وَيُقَالُ وَجَبَتْ سَقَطَتْ إِلَى الْأَرْضِ، وَمِنْهُ وَجَبَتِ الشَّمْسُ.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے' ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے' پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے (ان کو نحر کرنے کے وقت) اللہ کا نام لو' پس جب ان کے پہلو زمین پر گر جائیں تو تم خود بھی ان سے کھاؤ اور محتاج اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ' اسی طرح ہم نے ان مویشیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تا کہ تم شکر ادا کرو ۝ ان کے خون اور ان کے گوشت اللہ کے پاس ہرگز نہیں پہنچتے لیکن تمہارا تقویٰ اس کے پاس پہنچتا ہے' اسی طرح اس نے ان مویشیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تا کہ تم اللہ کی ہدایت کے مطابق اس کی بڑائی بیان کرو اور نیکی کرنے والوں کو بشارت دیجئے ۝ (الحج:۳۷-۳۶) مجاہد نے کہا: ان اونٹوں کو بُدن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بہت فربہ ہوتے ہیں' اور ''قانع'' کا معنی ہے: مانگنے والا' اور ''معتر''

Marfat.com

اس شخص کو کہتے ہیں جو گوشت کے لیے گھومتا پھرے خواہ غنی ہو یا فقیر ہو۔ ''شعائر اللّٰہ'' کا معنی ہے: اونٹوں کو فربہ اور خوب صورت بنانا' اسی طرح ''العتیق'' کا معنی ہے: جو جابر بادشاہوں کے ظلم سے آزاد کردہ ہو' اور ''وجبت'' کا معنی ہے: جو زمین پر گر پڑیں اور اسی طرح ''وجبت الشمس'' کا معنی ہے: سورج زمین پر گر گیا یعنی ڈوب گیا۔

١٦٨٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً، فَقَالَ ارْكَبْهَا. فَقَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ، فَقَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ. فِي الثَّالِثَةِ اَوْ فِي الثَّانِيَةِ.

[اطراف الحدیث: ١٧٠٦-٢٧٥٥-٦١٦٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنے قربانی کے اونٹ کو لے کر جا رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ قربانی کا اونٹ ہے' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ قربانی کا اونٹ ہے' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! اس پر سوار ہو جاؤ' یہ آپ نے تیسری بار میں یا دوسری بار میں فرمایا۔

(صحیح مسلم: ١٣٢٢' الرقم المسلسل: ٣٠٩٨' سنن ابوداؤد: ١٧٦٠' سنن نسائی: ٢٧٩٥' المنتقی: ٤٢٨' سنن بیہقی ج ۵ ص ٢٣٦' شرح السنۃ: ١٩٥٤' مسند احمد ج ٢ ص ٤٨٧ طبع قدیم' مسند احمد: ١٠٣١٥-ج ١٦ ص ٢١٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی اپنے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ نے اس سے فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ۔

''بَدَنہ'' پر سوار ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ''بدنہ'' (قربانی کے جانور) پر سوار ہونا جائز ہے' عام ازیں کہ اس کی قربانی واجب ہو یا نفلی ہو' کیونکہ نہ تو اس شخص نے تفصیل پوچھی نہ آپ نے بیان فرمائی' اس سے معلوم ہوا کہ اس سے حکم مختلف نہیں ہوتا۔ اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ''بدنہ'' کے پاس سے گزرے' آپ نے اس شخص سے کہا جو اس کو چلا رہا تھا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ ''بدنہ'' ہے' آپ نے فرمایا: خواہ یہ ''بدنہ'' ہو۔

(مسند احمد ج ٣ ص ٢٦١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٣٧٥-ج ٢١ ص ٢٨٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں:

(١) امام احمد اور غیر مقلدین کا مسلک ہے کہ ''بدنہ'' پر سوار ہونا مطلقاً جائز ہے۔

(٢) امام ابو حنیفہ' ان کے اصحاب اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ جب ''بدنہ'' والا بہت تھک گیا ہو اور اس کو اس پر سوار ہونے کی

Marfat.com

ضرورت ہو تب وہ اس پر سوار ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

(۳) امام مالک کا مذہب ہے کہ بغیر ضرورت کے "بَدَنه" پر سوار ہونا مکروہ ہے۔

(۴) بعض غیر مقلدین نے کہا ہے کہ "بَدَنه" پر سوار ہونا واجب ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

۱۶۹۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَّشُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ إِرْكَبْهَا. قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا. ثَلَاثًا. [اطراف الحدیث: ۲۷۵۴-۶۱۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام اور شعبہ بن الحجاج نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص "بدنہ" (قربانی کے اونٹ) کو ہانکتا ہوا لے جا رہا تھا آپ نے اس سے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ اس نے کہا: یہ بدنہ ہے آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ اس نے کہا: یہ بدنہ ہے آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ تین بار یہی فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۳' الرقم المسلسل: ۳۱۰۱' سنن نسائی: ۲۷۹۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۳۶' مسند ابویعلیٰ: ۲۸۶۹-۳۸۱۰' مسند احمد ج ۳ ص ۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۵۹-ج ۱۹ ص ۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے' اور اس کی عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس حدیث کی شرح وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۰۴-ج ۳ ص ۵۷۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے میں مذاہب ائمہ۔

۱۰۵ - بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ

جس نے اپنے ساتھ بُدن (قربانی کے اونٹوں) کو ہانکا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص قربانی کے اونٹوں کو حل سے حرم کی طرف لے گیا' اس کا کیا حکم ہے؟

المہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری کا اس باب کو لانے سے یہ ارادہ ہے کہ قربانی کے اونٹ میں سنت یہ ہے کہ ان کو الحل سے الحرم کی طرف لے جایا جائے' پس اگر اس نے اس اونٹ کو حرم سے خریدا ہے تو جب وہ حج کرنے کے لیے عرفہ کی طرف جائے تو اس کو لے کر نکلے' اور یہ امام مالک کا قول ہے' خواہ وہ اس کے ساتھ عرفہ میں وقوف نہ کرے' یہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔ امام شافعی نے کہا: جب اس نے قربانی کے اونٹ کو الحل سے نہیں ہانکا تو اونٹ کے ساتھ عرفہ میں وقوف کرنا سنت ہے جو چاہے' اور امام ابوحنیفہ نے کہا: یہ سنت نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ ہدی کو الحل سے ہانک کر لائے تھے کیونکہ آپ کا مسکن حرم سے خارج تھا اور یہ تمام احکام اونٹوں کے متعلق ہیں اور رہی گائے تو وہ اس سے ضعیف ہے اور بکری اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶۹۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از

اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ، وَاَهْدٰى، فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَبَدَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ اَهَلَّ بِالْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اَهْدٰى فَسَاقَ الْهَدْيَ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ يُهْدِ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ اَهْدٰى، فَاِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لِشَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَجَّهٗ، وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَهْدٰى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ، ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ. فَطَافَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ اَوَّلَ شَيْءٍ، ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ وَّمَشٰى اَرْبَعًا، فَرَكَعَ حِيْنَ قَضٰى طَوَافَهٗ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَاَتَى الصَّفَا، فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ اَطْوَافٍ، ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى قَضٰى وَنَحَرَ هَدْيَهٗ يَوْمَ النَّحْرِ، وَاَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَهْدٰى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ. (صحیح مسلم: ۱۲۲۷ الرقم المسلسل: ۲۸۷۱ سنن ابوداؤد: ۱۸۰۵ سنن نسائی: ۲۷۲۸ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۷-۷۳ صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۱۰ مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۰ طبع قدیم مسند احمد: ۶۲۴۷ ج ۱۰ ص ۳۶۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ابن شہاب از سالم بن عبداللہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا (یعنی) عمرہ کو حج کے ساتھ ملایا اور ھدی ساتھ لی' آپ ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ ہدی کو لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء کی' پس آپ نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر حج کا احرام باندھا' لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تمتع کیا (عمرہ کر کے حج کا احرام باندھا)' پس لوگوں میں بعض وہ تھے جو ہدی (قربانی) لے کر چلے تھے' سو انہوں نے ہدی روانہ کی اور بعض ان میں سے وہ تھے جو ہدی لے کر نہیں چلے تھے' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ پہنچے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم میں سے جس نے ہدی روانہ کی ہے اس پر جو چیزیں حرام تھیں' وہ اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہوں گی حتیٰ کہ وہ حج ادا کرلے' اور تم میں سے جس نے ہدی روانہ نہیں کی ہے وہ بیت اللہ کا اور صفا اور المروۃ کا طواف کرے اور اپنے بال کاٹے اور احرام کھول دے' پھر وہ حج کا احرام باندھے' پھر اگر اس کو قربانی نہ ملے تو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے اور اپنے گھر لوٹنے کے بعد سات روزے رکھے' پس جب آپ مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کیا اور سب سے پہلے حجر اسود کی تعظیم کی' پھر تین چکر دوڑ کر کیے اور چار چکر پیدل چل کر کیے' پس جب آپ نے طواف مکمل کر لیا تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی' پھر سلام پھیرا' اور مڑ کر صفا پر آئے' پھر صفا اور المروۃ میں سات طواف کیے' پھر جو چیزیں آپ پر حرام تھیں وہ بہ دستور حرام رہیں حتیٰ کہ آپ نے حج مکمل کر لیا اور یوم النحر کو اپنی ہدی کو نحر کر لیا' پھر آپ لوٹ کر مکہ آئے اور بیت اللہ کا طواف (زیارت) کیا' پھر جو تمام چیزیں آپ پر حرام تھیں' وہ سب حلال ہو گئیں اور لوگوں میں سے جو شخص اپنے ساتھ ہدی لایا تھا اور اس نے ہدی روانہ کی تھی' اس نے بھی اسی طرح کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور میں تمتع سے مراد حج قران ہے

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ ہدی کو لے گئے۔

Marfat.com

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے تمتع کرنے کا ذکر ہے' اسی طرح جو لوگ اپنے ساتھ ہدی کو لے کر گئے تھے' ان کے بھی تمتع کرنے کا ذکر ہے' مگر اس سے لغوی تمتع مراد ہے یعنی ایک احرام کے ساتھ دو عبادتوں کے کرنے کا فائدہ اٹھانا اور اس سے اصطلاحی تمتع کرنا مراد نہیں ہے' کیونکہ اصطلاحی تمتع وہ ہوتا ہے جس میں عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا جائے اور آٹھ ذوالحج کو دوبارہ حج کا احرام باندھا جائے اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا اور جو چیزیں احرام کی وجہ سے پہلے حرام تھیں' وہ بدستور حرام رہیں حتیٰ کہ حج کرنے کے بعد وہ چیزیں حلال ہوئیں اور یہ صفت حج قران کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے حج قران کیا تھا' اسی طرح جن لوگوں نے پہلے ہدی روانہ کر دی تھی' ان کی بھی یہی صفت تھی اور ان کا حج بھی حج قران تھا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۷۸۔ ج ۳ ص ۴۵۱ پر مذکور ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① قران اور تمتع کی روایات میں تطبیق ② تمتع کی ہدی کے لیے شرائط ③ ہدی کے بجائے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ ④ قران اور تمتع میں ہدی کی جگہ روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ۔

۱۶۹۲ - وَعَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَمَتُّعِهٖ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الَّذِيْ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح مسلم: ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۷)

اور عروہ بیان کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ نبی ﷺ نے تمتع کیا یعنی عمرہ کو حج کے ساتھ ملایا پس آپ کے ساتھ جو لوگ تھے انہوں نے بھی تمتع کیا' یہ حدیث اسی کی مثل ہے جس طرح سالم نے مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی ہے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کی۔

۱۰۶ - بَابُ مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيْقِ

جس نے راستہ سے ہدی کو خریدا

۱۶۹۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ لِاَبِيْهِ اَقِمْ فَاِنِّيْ لَا اٰمَنُهَا اَنْ تُصَدَّ عَنِ الْبَيْتِ قَالَ اِذَنْ اَفْعَلَ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱). فَاَنَا اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ عَلٰى نَفْسِي الْعُمْرَةَ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالْبَيْدَاءِ اَهَلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَقَالَ مَا شَاْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اِلَّا وَاحِدٌ ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنْ قُدَيْدٍ ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا فَلَمْ يَحِلَّ حَتّٰى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے اپنے والد سے کہا: آپ کو بیت اللہ سے روک دیا جائے گا' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: میں اس وقت اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱) اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے نفس کے اوپر عمرہ واجب کر لیا ہے' پس انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا' نافع نے کہا: پھر حضرت عبداللہ بن عمر (گھر سے) نکل گئے' حتیٰ کہ جب مقام البیداء پر پہنچے تو انہوں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھ لیا اور کہا: حج اور عمرہ کا ایک ہی معاملہ ہے' پھر انہوں نے مقام قدید سے ھدی کو خریدا' پھر مکہ پہنچ کر ان دونوں کے لیے ایک طواف کیا' پھر اس وقت تک

احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ ان دونوں سے فارغ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض اہم اُمور کو بیان کیا جا رہا ہے۔

عمرہ کے احرام پر حج کے احرام باندھنے کا جواز اور حل میں ھدی کو خریدنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر کو روکا نہیں گیا تھا اور انہوں نے مدینہ میں عمرہ کا احرام باندھ لیا تھا، پھر جب وہ میقات کی طرف نکلے تو انہوں نے عمرہ کے اوپر حج کا احرام باندھ لیا اور کہا: ان دونوں کا ایک معاملہ ہے یعنی حج اور عمرہ دونوں کا عمل واحد ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کے نزدیک قران کرنے والے کے اوپر ایک طواف ہے اور ایک سعی ہے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا، اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس کے اوپر حج کا احرام باندھ لے جب تک کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر کے اس کو فسخ نہ کرے، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے حجۃ الوداع میں عمرہ کا احرام باندھا تھا، پھر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا: جس کے پاس ھدی ہے وہ عمرہ کے ساتھ حج کا احرام باندھ لے، پھر وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک کہ حج اور عمرہ دونوں سے فارغ نہ ہو جائے۔

امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ جس نے راستہ سے ھدی کو خریدا، اس سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ وہ حضرت ابن عمر کا مذہب بیان کریں کہ ھدی وہ ہے جس کو الحل سے الحرم میں داخل کیا جائے کیونکہ حضرت ابن عمر نے قدید سے ھدی کو خریدا تھا اور وہ حل میں مکہ سے آدھے راستہ پر ہے اور امام مالک نے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ روایت کی ہے کہ ہدی وہ ہے جس کے گلے میں ہار ڈالا جائے اور اس میں اشعار کیا جائے یعنی اس کے کوہان میں شگاف ڈال کر اس پر خون لگایا جائے اور اس کے ساتھ عرفہ میں وقوف کیا جائے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۲۵۔ ۳۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۰۷ - بَابُ مَنْ اَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ ثُمَّ اَحْرَمَ

جس نے ذوالحلیفہ میں اشعار کیا اور قربانی کے گلے میں ہار ڈالا، پھر احرام باندھا

اشعار کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اشعار میں مذاہب

اس باب کے عنوان میں ''اِشعار'' کا لفظ ہے، ''اشعار'' کا معنی ہے: کسی چیز کی خبر دینا یا کسی چیز کی نشانی بنانا۔

''اشعار'' کا اصطلاحی معنی ہے: اونٹ کے کوہان کی دائیں جانب نیزے، چھری یا کسی اور دھار والی چیز سے ہلکا سا شگاف ڈالنا حتیٰ کہ اس کے کوہان پر خون کا داغ پڑ جائے اور وہ اس چیز کی نشانی ہو کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے اور اس کی بے حرمتی نہ کی جائے۔

اشعار کی کیفیت یہ ہے کہ امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اونٹ کے کوہان کی بائیں جانب ہلکا سا شگاف ڈالا جائے، جس سے اس کا خون بہہ جائے، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اشعار کی تعریف یہ ہے کہ اونٹ کی دائیں جانب نیزے یا چھری سے کوہان کے نیچے معمولی سا شگاف ڈالا جائے جس سے اس کا خون بہہ جائے اور یہ چیز اس کی نشانی ہو جائے کہ وہ قربانی کا اونٹ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں قربانی کے اونٹ کے گلے میں دو جوتوں کا ہار ڈالا اور اس کی دائیں جانب خون بہایا۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۱۲۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۵۳-۱۷۵۲' سنن نسائی: ۲۷۷۰-۲۷۶۹' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۷' سنن ترمذی: ۹۰۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۶)

اشعار کو منع کرنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر طعن و تشنیع

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اور بعد کے تابعین کا اس پر عمل ہے اور سفیان ثوری' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا اس پر عمل ہے' امام ترمذی نے کہا: میں نے یوسف بن عیسیٰ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے وکیع کو اس حدیث کی روایت کرتے وقت یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اہل رائے کے اس مسئلہ کے متعلق قول میں غور مت کرو کیونکہ اشعار سنت ہے اور ان کا قول بدعت ہے' اور میں نے ابوالسائب سے سنا' وہ وکیع کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ان کے پاس ایک شخص تھا جو رائے میں غور کرتا تھا' انہوں نے اس سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشعار کیا ہے اور (امام) ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ وہ مُثلہ ہے' تو اس شخص نے کہا: ابراہیم النخعی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اشعار مثلہ ہے (یعنی کسی عضو کو کاٹنا اور اس کی شکل بگاڑنا ہے)۔ ابوالسائب نے کہا: پھر وکیع سخت غضب ناک ہوئے اور کہا: میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم النخعی نے کہا ہے' تم صرف اس کے مستحق ہو کہ تم کو قید میں ڈال دیا جائے' پھر تم کو اس وقت تک قید سے نہ نکالا جائے حتیٰ کہ تم اپنے اس قول سے رجوع کرلو۔ (سنن ترمذی ص ۲۸۱' دارالفکر بیروت' سنن ترمذی ص ۳۸۹' دارالمعرفہ بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء قربانی کے اونٹوں میں اشعار کرنے کو جائز کہتے ہیں کیونکہ یہ سنتِ ثابتہ ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم' حسن بصری' قاسم' سالم اور عطاء بھی اس کو جائز کہتے ہیں' امام مالک' امام ابویوسف' امام محمد' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اشعار کا انکار کیا ہے' اور کہا ہے کہ یہ مثلہ کی ممانعت سے پہلے جائز تھا' ان کا یہ قول بلادلیل ہے اور یہ محض ان کی بدگمانی ہے' تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک جماعت نے اشعار کی روایت کی ہے اور محض ان کے گمان کی وجہ سے سنت کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن قصار نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''اگر تم چاہو تو اشعار کرو اور اگر تم چاہو تو اشعار نہ کرو' (کیونکہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اس وجہ سے اشعار کیا تھا کہ اگر قربانی کا اونٹ گم ہو جائے تو اس نشانی سے معلوم ہو جائے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے'' اس سے معلوم ہوا کہ یہ علامت ہے اور حج کے افعال سے نہیں ہے' حضرت ابن عباس سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے صرف یہ خبر دی ہے کہ اشعار واجب نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں' تاہم اشعار کا فعل اس کے ترک سے افضل ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ھدی صرف وہی اونٹ ہے جس کے گلے میں ہار ہو یا اس کو شعار کیا گیا ہو یعنی ھدی کامل وہی ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ اشعار حج کا ایسا فعل ہے جس کے ترک سے دم لازم آئے' امام مالک نے اونٹ کی بائیں جانب اشعار کرنے کو مستحب کہا ہے اور امام محمد' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ اونٹ کی دائیں جانب اشعار کیا جائے' سالم نے بیان کیا ہے کہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح کرتے تھے اور گائے کے اشعار میں اختلاف ہے' حضرت ابن عمر اس کو بھی اشعار کرتے تھے جب کہ سعید بن جبیر اور امام مالک اس کے اشعار کو منع کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ اس کے گلے میں صرف ہار ڈالا جائے گا' اس کو اشعار

Marfat.com

نہیں کیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱ ۳۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اشعار سنت ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے اسانید جیدہ کے ساتھ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہ روایت کی ہے کہ اگر تم چاہو تو اشعار کرو اور اگر چاہو تو اشعار نہ کرو اور امام طحاوی امام ابوحنیفہ کے مذہب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں' انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہا اور نہ انہوں نے اشعار کے سنت ہونے کا انکار کیا ہے' انہوں نے اس بات کو مکروہ کہا ہے کہ نیزہ یا چھری سے اتنا گہرا زخم ڈال دیا جائے جس سے اونٹ کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو' خاص طور پر حجاز کی گرمی میں' اور عام لوگ نہیں جانتے کہ نیزہ یا چھری سے شگاف کرنے کی کتنی حد ہے تو انہوں نے سد ذرائع اور گہرے زخم ڈالنے کا راستہ بند کرنے کے لیے اشعار کو مکروہ کہا اور ان کا اشعار سے منع کرنا صرف اناڑیوں اور ناتجربہ کار لوگوں کے لیے ہے لیکن جو لوگ اشعار کی حد سے واقف ہوں اور وہ نیزہ یا چھری سے صرف کھال کو کاٹیں اور گوشت تک چھری یا نیزہ نہ پہنچے تو اس اشعار سے وہ منع کرتے ہیں نہ مکروہ کہتے ہیں۔

اشعار کو ترک کرنے کے جواز میں آثار

عطاء' طاؤس اور مجاہد نے کہا: اگر تم چاہو تو ھدی کو اشعار کرو اور اگر تم چاہو تو اس کو اشعار نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۷۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اسود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ معلوم کرایا: آیا بدنہ کو اشعار کیا جائے گا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو' بدنہ کو صرف اس لیے اشعار کیا جاتا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۷۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم چاہو تو ھدی کو اشعار کرو اور اگر چاہو تو اشعار نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۷۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یہ تو اشعار کے متعلق بحث تھی' رہا اونٹ یا گائے وغیرہ کے گلے میں جوتے یا چمڑے کا ہار ڈالنا تو وہ بالاجماع سنت ہے تا کہ عام لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قربانی کا جانور ہے اور وہ اس کی بے توقیری نہ کریں۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا أَهْدٰى مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَلَّدَهٗ وَأَشْعَرَهٗ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، يَطْعُنُ فِيْ شِقِّ سَنَامِهِ الْأَيْمَنِ بِالشَّفْرَةِ، وَوَجْهُهَا قِبَلَ الْقِبْلَةِ بَارِكَةً.

اور نافع نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ سے اپنے ساتھ ھدی (قربانی کا اونٹ) لے جاتے تو اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور ذوالحلیفہ سے اس کو اشعار کرتے اور اس کو قبلہ کی طرف بٹھا کر اس کے کوہان کی دائیں جانب چھری سے اس کی کھال کو چیر دیتے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

امام مالک از نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر جب مدینہ سے ھدی (قربانی کا اونٹ) بھیجتے تو اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور ذوالحلیفہ میں اس کو اشعار کرتے اور اشعار کرنے سے پہلے اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور یہ کام ایک جگہ میں کرتے' اور وہ اونٹ کو قبلہ کی طرف متوجہ کرتے' اس کے گلے میں دو جوتوں کا ہار ڈالتے اور اس کی بائیں جانب میں اشعار کرتے' پھر اس کو ہانکتے

اور لوگوں کے ساتھ عرفہ میں وقوف کرتے۔ (موطأ امام مالک' کتاب الحج:۱۴۵ ۵- ج ا ص ۲۴۶ 'المکتبۃ التوفیقیہ)

۱۶۹۴'۱۶۹۵ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِذِي الْحُلَيْفَةِ، قَلَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَهٗ، وَاَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ ابن الزبیر از المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ و مروان' ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سو دس سے زائد اصحاب کے ساتھ مدینہ سے نکلے حتیٰ کہ جب ذوالحلیفہ پر پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے اونٹ کے گلے میں ہار ڈالا اور اشعار کیا (یعنی اونٹ کے کوہان کے نیچے کھال پر چیرہ لگا کر خون کا نشان ڈالا) اور عمرہ کا احرام باندھا۔

[اطراف الحدیث: ۱۶۹۴-۱۶۹۵-۱۸۱۱-۲۷۱۱-۲۷۱۲-۲۷۳۱-۲۷۳۲-۴۱۵۷-۴۱۵۸-۴۱۷۸-۴۱۷۹-۴۱۸۰-۴۱۸۱] (سنن ابوداؤد: ۱۷۵۴' سنن نسائی: ۲۷۷۰)

حدیث مذکور کے رجال اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان کا تذکرہ

(۱) احمد بن محمد بن موسیٰ ابو العباس' ان کو مردویہ السمسار المروزی کہا جاتا تھا (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) معمر بن راشد (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (۶) المسور بن نوفل بن وہیب بن عبد مناف' یہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں' ان کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع کیا ہے' ابن بکیر نے کہا: یہ اس دن مکہ میں فوت ہو گئے تھے جس دن ۶۴ ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس یزید بن معاویہ کی موت کی خبر آئی تھی' حضرت ابن الزبیر نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی' یہ جس وقت حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے' ان پر منجنیق کا پتھر آ کر لگا' پس یہ ربیع الاوّل کے مہینہ میں فوت ہو گئے' یہ ۲ ھ میں پیدا ہوئے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو ان کی عمر آٹھ سال تھی' یہ حضرت ابن الزبیر سے چار ماہ چھوٹے تھے (۷) مروان بن الحکم بن ابو العاص' الواقدی نے کہا ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تھی اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث محفوظ نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت اس کی عمر آٹھ سال تھی' یہ تین رمضان ۶۵ ھ میں دمشق میں فوت ہو گیا تھا' اس وقت اس کی عمر ۵۳ سال تھی۔

صاحب تلویح نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم کی مراسیل میں سے ہے' کیونکہ حضرت مسور کی عمر حدیبیہ میں چار سال تھی' رہا مروان تو اس کا صحابی ہونا صحت کے ساتھ ثابت نہیں۔ اس حدیث میں تابعی کی تابعی سے اور تابعی کی صحابی سے روایت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۳)

ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے اور اس کو اشعار کرنے کی مشروعیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں احرام باندھنے سے پہلے ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے اور اس کو اشعار کرنے کا ثبوت ہے' اور اس میں ھدی کو ہار ڈالنے اور اس کو اشعار کرنے کی مشروعیت ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کا احرام باندھے اور اپنے ساتھ ھدی کو روانہ کرے اور اس کو صرف میقات

Marfat.com

سے ہار ڈالے‘ اسی طرح اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اسی میقات سے احرام باندھے‘ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں کیا تھا‘ اسی طرح جس شخص کا یہ ارادہ ہو کہ وہ بیت اللہ کے لیے ھدی روانہ کرے اور اس کا حج اور عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو اور وہ اپنے شہر میں ہی مقیم رہے‘ اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنے شہر سے ہدی کے گلے میں ہار ڈالے اور اس کو اشعار کرے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۹ھ میں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کے لیے بھیجا تو ان کے ساتھ قربانی کا اونٹ بھیجا اور اس کے گلے میں ہار ڈالا اور اس کو اشعار کیا اور اسی کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام نہیں باندھا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۴‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

۱۶۹۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا وَاَشْعَرَهَا وَاَهْدَاهَا، فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ اُحِلَّ لَهٗ. [اطراف الحدیث: ۱۶۹۸-۱۶۹۹-۱۷۰۰-۱۷۰۱-۱۷۰۲-۱۷۰۳-۱۷۰۴-۱۷۰۵-۲۳۱۷-۵۵۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں افلح نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے ہار میں نے اپنے ہاتھوں سے بنائے تھے پھر آپ نے وہ ہار اپنے ہاتھوں سے ڈالے اور ان کے کوہانوں میں چھری/ نیزہ سے شگاف کر کے خون بہایا اور ان کو روانہ کیا پس ان چیزوں میں سے کوئی چیز آپ پر حرام نہیں ہوئی جو پہلے آپ پر حلال تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۱‘ الرقم المسلسل: ۳۰۸۴‘ سنن ابوداؤد: ۱۷۵۸‘ سنن نسائی: ۲۷۷۱‘ سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۸‘ مسند الحمیدی: ۲۰۸‘ المنتقی: ۴۲۳‘ صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۷۳‘ شرح مشکل الآثار: ۴۰۱۲‘ صحیح ابن حبان: ۵۵۲۳‘ مسند احمد ج ۶ ص ۳۶ طبع قدیم‘ مسند احمد: ۲۴۰۸۴- ج ۴۰ ص ۱۰۲‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے وہ ہار اپنے ہاتھوں سے ڈالے اور ان کو روانہ کیا۔

اپنے ہاتھ سے ہار بنا کر ھدی کے گلے میں ڈالنے کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے کا ثبوت ہے‘ اور اس حدیث میں اپنے ہاتھ سے ہار بنانے کا ثبوت ہے اور اپنے ہاتھ سے ہار بنانا کسی اور سے ہار بنانے سے افضل ہے‘ جس طرح اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۵‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکورہ کی حدیث‘ شرح صحیح مسلم: ۳۰۹۰- ج ۳ ص ۵۶۹ پر مذکور ہے‘ اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

(۱) مسئلہ اشعار میں امام ابوحنیفہ پر مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات (۲) صرف ہدی روانہ کرنے پر احکامِ احرام میں مذاہب (۳) بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب۔

۱۰۸ - بَابُ فَتْلِ الْقَلَائِدِ لِلْبُدْنِ وَالْبَقَرِ

قربانی کے اونٹوں اور گایوں کے لیے ہار بنانا

۱۶۹۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا شَاْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ تَحْلِلْ اَنْتَ؟ قَالَ اِنِّيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ‘ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا

Marfat.com

لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ.

وجہ ہے کہ لوگوں نے احرام کھول دیا اور آپ نے نہیں کھولا' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے بالوں کو چپکا لیا ہے اور اپنی ھدی کے گلے میں ہار ڈال دیا ہے' پس میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ مناسک حج سے فارغ ہو جاؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۵۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِي مِنَ الْمَدِينَةِ، فَأَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهِ، ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ واز عمرہ بنت عبدالرحمان کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے ھدی روانہ کرتے تو میں آپ کی ھدی (قربانی) کے لیے ہار بناتی تھی' پھر آپ ان چیزوں میں سے کسی چیز سے اجتناب نہیں کرتے تھے جن سے محرم اجتناب کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ صرف قربانی روانہ کرنے سے کسی شخص پر محرم کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔

۱۰۹ - بَابُ إِشْعَارِ الْبُدْنِ

قربانی کے اونٹوں کو اشعار کرنا

وَقَالَ عُرْوَةُ، عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَلَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ.

اور عروہ نے مسور رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ھدی (قربانی کے اونٹ) کے گلے میں ہار ڈالا اور اس کو اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کی حدیث:۱۶۹۵ میں موصولاً روایت کی ہے۔

۱۶۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا، أَوْ قَلَّدْتُهَا، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ، وَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ، فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں افلح بن حمید نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے لیے ہار بنایا' پھر آپ نے اس ھدی میں اشعار کیا اور اس کو ہار پہنایا یا میں نے اس کو ہار پہنایا' پھر آپ نے اس کو بیت اللہ کی طرف روانہ کر دیا اور آپ نے مدینہ میں قیام کیا' پھر جو چیزیں آپ پر پہلے حلال تھیں' ان میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۰ - بَابُ مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهِ

جس نے اپنے ہاتھ سے ہار ڈالے

Marfat.com

۱۷۰۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ زِيَادَ بْنَ اَبِي سُفْيَانَ كَتَبَ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَنْ اَهْدٰى هَدْيًا، حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ، حَتّٰى يُنْحَرَ هَدْيُهُ. قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ اَبِيْ، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ اَحَلَّهُ اللّٰهُ حَتّٰى نُحِرَ الْهَدْيُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم از عمرہ بنت عبدالرحمان' انہوں نے ان کو یہ خبردی کہ زیاد بن ابی سفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس شخص نے ھدی روانہ کی اس پر وہ کام حرام ہو جاتے ہیں جو محرم پر حرام ہوتے ہیں' حتیٰ کہ وہ اپنی ھدی کو نحر کر دے' عمرہ بیان کرتی ہیں: پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بات اس طرح نہیں ہے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہی ہے' میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ھدی کے ہار بناتی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھوں سے وہ ہار ڈالتے تھے' پھر وہ ہدی میرے والد (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ روانہ کرتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی تھی حتیٰ کہ اس ھدی کو نحر کر دیا جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کی شرح میں چند مزید اُمور قابل غور ہیں:

حضرت معاویہ کا زیاد کے نسب کو اپنے والد کے نسب سے ملانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں امام بخاری نے زیاد بن ابی سفیان کا ذکر کیا ہے' اسی طرح موطأ امام مالک میں مذکور ہے' یہ امام مالک کے شیخ تھے' بنوامیہ کے زمانہ میں ان سے اسی طرح روایت کی جاتی تھی' اور ان کے بعد ان کو صرف زیادہ بن ابیہ کہا جاتا تھا' کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے والد کے نسب کے ساتھ ملا لیا تھا کیونکہ پہلے ان کو زیاد بن عبید کہا جاتا تھا' ان کی ماں کا نام سمیہ تھا' وہ الحارث بن کلدہ الثقفی کی باندی تھیں اور وہ عبید مذکور کے نکاح میں تھیں' زیاد ان کے بستر پر پیدا ہوئے تھے اس لیے ان کی طرف منسوب تھے' جب حضرت معاویہ خلیفہ ہوئے تو ایک جماعت نے ان کے سامنے گواہی دی کہ حضرت ابوسفیان نے یہ اقرار کیا تھا کہ زیاد ان کا بیٹا ہے اس وجہ سے حضرت معاویہ نے ان کو اپنے والد کے نسب سے ملا لیا اور زیاد کے بیٹے کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دی اور زیاد کو بصرہ اور کوفہ دونوں کا گورنر بنا دیا' زیاد حضرت معاویہ کی خلافت میں ۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام مسلم کی روایت میں زیاد بن ابوسفیان کی بجائے ابن زیاد مذکور ہے' لیکن صحیح وہ لفظ ہے جو صحیح البخاری میں ہے' سنن ابوداؤد اور دیگر کتب معتمدہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

حضرت ام المؤمنین اور حضرت ابن عباس کے علمی اختلاف میں علامہ عینی کا حضرت ابن عباس کی تائید کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ ھدی کو ہار ڈالنے سے احرام لازم ہو جاتا ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب کوئی شخص اپنی قربانی کے اونٹ کے گلے میں ہار ڈال کر اس

کو بیت اللہ روانہ کردے تو اس پر وہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو محرم پر حرام ہوتی ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا اس حدیث سے رد فرمایا کہ جب ۹ ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی کا اونٹ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت اللہ روانہ کیا تو آپ پر آپ کی حلال چیزوں میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوئی' حضرت ابن عباس نے کسی کے ساتھ ھدی روانہ کرنے کو خود ھدی ساتھ لے جانے پر قیاس کیا تھا کہ جس طرح کوئی شخص خود اپنے ساتھ ہدی کو بیت اللہ لے کر جائے تو یہ قران کے احرام کے قائم مقام ہے اور وہ شخص محرم ہو جاتا ہے جس طرح حجۃ الوداع میں ہوا تھا' اسی طرح کسی کے ساتھ ہدی روانہ کرنے سے بھی وہ محرم ہو جاتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا یہ مطلب تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے صراحۃً ثابت ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۹ ھ میں ھدی روانہ کی اور اس سے آپ محرم نہیں ہوئے تو اس سنت کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ متعدد فقہاء تابعین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے موافق کہا ہے' ان میں شعبی' نخعی' حسن بصری' محمد بن سیرین' مجاہد' عطاء بن ابی رباح اور سعید بن جبیر وغیرہم شامل ہیں اور یہ صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قیاس نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عباس کا موقف اس حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' آپ کی قمیص گریبان کے پاس سے پھٹ گئی تو آپ نے اپنی قمیص کو پیروں کی جانب سے اتارا (سر کی طرف سے نہیں اتارا کیونکہ محرم سر کو نہیں ڈھانپ سکتا) تو لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا: جب میں نے اپنی قربانی کے اونٹ کو بھیجا تو میں نے یہ حکم دیا تھا کہ آج اس کے گلے میں ہار ڈالا جائے اور فلاں جگہ پر اس میں اشعار کیا جائے' پھر میں نے قمیص پہن لی اور میں اس بات کو بھول گیا' لہٰذا میرے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ میں سر کی طرف سے قمیص کو اتاروں اور آپ اپنی قربانی کا اونٹ بھیج کر مدینہ میں مقیم رہے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۰۹۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۰)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند حسن ہے اور حافظ ابوعمر ابن عبدالبر نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۹۔۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

مصنف کا علامہ عینی کی تحقیق سے اختلاف کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے سے احرام کے احکام لازم نہیں ہوتے

میں کہتا ہوں کہ امام طحاوی اور امام احمد کی یہ روایت صحیح بخاری کی حدیث کے پائے کی نہیں ہے حتیٰ کہ اس سے حضرت ابن عباس کے موقف کو ثابت کیا جائے اور حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف کو رد کیا جائے۔

ثانیاً امام طحاوی نے خود بھی حضرت ابن عباس کے موقف کو رد کر کے حضرت عائشہ کے قول سے استدلال کیا ہے' وہ حضرت جابر کی حدیث مذکور کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام ابوجعفر نے یہ کہا ہے کہ ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ جب کوئی شخص ھدی روانہ کرنے کے بعد اپنے گھر میں رہے اور اس کی ہدی کے گلے میں ہار ڈال دیا جائے اور اس میں اشعار کر دیا جائے تو وہ اس وقت تک سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے گا جب تک کہ تمام لوگ حج کر کے اپنا احرام کھول نہ دیں۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ اس کے برخلاف دوسری روایت یہ ہے:

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہا کہ کچھ لوگ بیت اللہ کی طرف قربانی بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں

Marfat.com

کہ فلاں دن اس کے گلے میں ہار ڈالا جائے' پھر وہ اس وقت تک محرم رہتے ہیں حتیٰ کہ تمام لوگ حج سے فارغ ہو کر اپنا احرام کھول دیں' حضرت عائشہ نے حجاب کے پیچھے سے اس بات کو سنا تو اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا: سبحان اللہ! میں اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہدی کا ہار بناتی تھی اور آپ اس قربانی کو کعبہ کی طرف بھیج دیتے اور ہمارے پاس مقیم رہتے اور آپ لوگوں کے واپس آنے تک اسی طرح رہتے تھے جس طرح غیر محرم رہتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۹۴' صحیح البخاری: ۱۷۰۴' صحیح مسلم: ۱۳۲۱' سنن ابوداؤد: ۱۷۵۷' سنن نسائی: ۲۷۷۱' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۸-۲۲۴-۷۸)

امام طحاوی نے اس سلسلہ میں صحیح البخاری کی زیر بحث حدیث: ۱۷۰۰ کی بھی روایت کی ہے: شرح معانی الآثار: ۴۰۹۱۔

امام طحاوی نے اس حدیث کو ۴۰۹۱ سے لے کر ۴۱۱۱ تک متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں:

پس جب یہ واجب ہو گیا تو اختلاف منتفی ہو گیا اور ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب صحیح ہے اور ان لوگوں کا قول فاسد ہے جنہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر بناء کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۱-۳۴۷' قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مؤقف کی تائید میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے' اور اس مبحث میں صحیح وہی ہے جو حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے' اور علامہ عینی نے امام طحاوی کی پوری عبارت پڑھے بغیر جلدی میں لکھ دیا' جو لکھ دیا۔

حافظ ابن حجر کا حضرت ابن عباس کے مقابلہ میں حضرت ام المؤمنین کے مؤقف کی تائید کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں طویل بحث کی ہے اور آخر میں لکھا ہے:

جن فقہاء نے حضرت ابن عباس کے مؤقف کے موافق کہا ہے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی امام طحاوی نے روایت کی ہے' لیکن اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے' الزہری نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس کے مؤقف کے خلاف پر اجماع ہو چکا ہے' امام بیہقی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے اس مسئلہ میں جس نے جہالت سے پردہ اٹھایا اور سنت کو ظاہر کیا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور جب لوگوں تک حضرت عائشہ کی حدیث پہنچی تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر عمل کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کو ترک کر دیا' علامہ ابن المنذر نے لکھا ہے کہ جمہور نے یہ کہا ہے کہ ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے سے کوئی شخص محرم نہیں ہوتا اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی' علامہ خطابی نے اصحاب الرائے (فقہاء احناف) سے حضرت ابن عباس کے قول کی مثل کو نقل کیا ہے' اور یہ علامہ خطابی کی خطاء ہے کیونکہ امام طحاوی فقہاء احناف کے مذہب کو ان سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ خطابی کا احناف کی طرف غلط مسلک منسوب کرنا

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ کی عبارت درج ذیل ہے:

حضرت ام المؤمنین نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ھدی کو روانہ کیا اور اس کا ہار میں نے اس سوت سے بنایا تھا جو میرے پاس تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی اور اس وقت آپ غیر محرم تھے' جس طرح کوئی شخص صبح کو اپنی اہلیہ کے پاس سے اٹھتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۵۷)

میں کہتا ہوں کہ جن فقہاء نے اس حدیث کے ظاہر کے مطابق کہا ہے کہ کوئی شخص محض ہدی کے گلے میں ہار ڈالنے سے محرم نہیں

ہو تا حتیٰ کہ وہ احرام باندھ لے وہ امام مالک اور امام شافعی ہیں اور سفیان ثوری اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ جب وہ حج کا ارادہ کر کے ھدی کے گلے میں ہار ڈالے گا تو اس پر حج واجب ہو جائے گا' اور اصحاب الرائے (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ جب اس نے ھدی روانہ کر کے اس کے گلے میں ہار ڈال دیا تو اس پر احرام واجب ہو گیا۔

(معالم السنن ج ۲ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

فقہاء احناف کا یہ مذہب نہیں ہے' ان کا مذہب حضرت ام المؤمنین کے قول کے موافق ہے اور علامہ خطابی نے ان کا مذہب غلط نقل کیا ہے جیسا کہ امام طحاوی کی تصریح اور علامہ ابن حجر کی تنبیہ سے ظاہر ہے۔

محض قربانی کے گلے میں ہار ڈالنے سے احرام کے احکام لازم نہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس باب سے غرض یہ ہے کہ جو شخص بیت اللہ کی طرف ھدی بھیجنے کا ارادہ کرے اور اپنے شہر میں ہی رہے' اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے شہر میں ہی ہدی کو ہار ڈالے اور اس میں اشعار کرے' پھر اس کو روانہ کر دے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کیا جب آپ نے ۹ھ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی ھدی کو روانہ کیا اور اس فعل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احرام کو واجب کیا نہ سلے ہوئے کپڑوں کے اتارنے کو اور نہ کسی اور چیز کو اور تمام ائمہ فتویٰ کا یہی قول ہے' ان میں امام مالک' لیث' اوزاعی' امام ابو حنیفہ' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابو ثور ہیں' ان سب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ہدی کو ہار ڈالنا احرام کو واجب نہیں کرتا اور ان سب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کو رد کیا ہے کہ ھدی کو ہار ڈال کر کعبہ کی طرف بھیجنے سے احرام لازم ہو جاتا ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ ان چیزوں سے اجتناب کرے جن سے محرم اجتناب کرتا ہے حتیٰ کی اس کی ھدی کو نحر کر دیا جائے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت ابن عباس کی متابعت کی اور عطاء کا بھی یہی قول ہے اور ان سب کے خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حجت ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ربیعہ بن الھدیر نے ایک شخص کو عراق میں دیکھا کہ اس نے سلے ہوئے کپڑے اتارے ہوئے تھے' لوگوں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس نے ہدی کے گلے میں ہار ڈالنے کا حکم دیا ہے' اس لیے اس نے سلے ہوئے کپڑے اتار دیئے' اس بات کا حضرت ابن الزبیر سے ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا: رب کعبہ کی قسم! یہ بدعت ہے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس کے بدعت ہونے کی قسم اسی وقت کھائی تھی جب کہ انہیں یہ علم تھا کہ یہ خلاف سنت ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۱۲- ج ۲ ص ۳۵۲)

علامہ ابن بطال کی عبارت یہاں پر ختم ہو گئی۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۲۹-۳۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

صحابہ کرام مسائل میں اختلاف کے باوجود باہمی احترام کو قائم رکھتے تھے اور دیگر مسائل

- اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے قربانی کے اونٹ کے گلے میں ہار ڈالا' اس سے معلوم ہوا کہ کبھی عمدہ کام کو انسان کو خود کرنا چاہیے خواہ اس کے خدام اس کام کو کرنے کے لیے موجود ہوں' خاص طور پر جب اس کام کا تعلق شریعت طرازی سے ہو اور شرعی حکم بیان کرنے سے ہو۔

- اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اجتہاد کا ذکر ہے کہ جب ھدی کو ساتھ لے جانے سے حجۃ الوداع میں قران واجب ہو گیا تھا تو ھدی کو روانہ کرنے سے بھی احرام واجب ہو جائے گا۔

Marfat.com

اور اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صریحہ سے حضرت ابن عباس کے اجتہاد اور قیاس کو رد کر دیا۔
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اتباع کی جائے' سوا اس کے کہ کوئی فعل آپ کی خصوصیت ہو۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا مسائل میں اختلاف بھی ہوتا تھا لیکن وہ ایک دوسرے کے احترام میں فرق نہیں آنے دیتے تھے' جیسا اختلاف حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ میں ہوا تھا' ایسا اختلاف اگر آج کل ہو تو ایک دوسرے کے خلاف فتووں کی مہم چلائی جاتی ہے اور ایک دوسرے کو منکر حدیث' منکر سنت اور بدعتی یا منکر قیاس اور منکر اجتہاد کہا جاتا ہے اور ایک صحابہ کرام تھے جو اس اختلاف کے باوجود باہمی احترام کرتے تھے۔

۱۱۱ - بَابُ تَقْلِيْدِ الْغَنَمِ — بکری کے گلے میں ہار ڈالنا

اس باب میں بکری کے گلے میں ہار ڈالنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۱۷۰۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ' عَنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اَهْدَی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً غَنَمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے گلے میں ہار ڈالا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۱' الرقم المسلسل: ۳۰۹۱' سنن ابوداؤد: ۱۷۵۵' سنن ترمذی: ۹۰۹' سنن نسائی: ۲۷۸۷-۲۷۸۵' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۶' مسند الحمیدی: ۲۱۷' المنتقی: ۴۲۶' سنن کبریٰ: ۳۷۶۷' سنن دارمی: ۱۹۱۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۳۶- ج ۴۰ ص ۱۶۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بکری کو ہار ڈالنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء کے نزدیک اس حدیث کی بناء پر بکری کو ہار ڈالنا جائز ہے' حضرت عائشہ ام المومنین اور عطاء کا یہی قول ہے' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہی مذہب ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بکری کو ہار نہیں ڈالا جائے گا' میرا گمان یہ ہے کہ ان ائمہ کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کا فقہاء احناف پر یہ اعتراض کہ بکری کو ھدی بنانا حنفیہ کا اصول نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام مالک اور اصحاب الرائے (فقہاء احناف) نے بکری کے گلے میں ہار ڈالنے کا انکار کیا ہے' گویا ان فقہاء کو یہ حدیث نہیں پہنچی اور ہمیں ان کے اس انکار پر کوئی دلیل نہیں ملی سوائے ان کے اس قول کے کہ بکری کمزور ہے' وہ ہار کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی اور یہ کمزور دلیل ہے کیونکہ ہار ڈالنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہار اس بات کی علامت ہو کہ یہ قربانی کا جانور ہے' علاوہ ازیں بکری کے کمزور ہونے کی وجہ سے اس میں اشعار نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ اس سے کمزور ہے کہ اس کے جسم میں چیرا لگا کر یا چھری سے شگاف ڈال کے اس کے جسم پر خون بہایا جائے لیکن ہار کا بوجھ تو وہ برداشت کر سکتی ہے' فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ بکری ھدی کے جانوروں میں سے نہیں ہے' پس یہ حدیث ان کے خلاف اس وجہ سے بھی حجت ہے' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جو فقہاء بکری کو ہار

Marfat.com

ڈالنے کے قائل نہیں ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار حج کیا تھا اور اس میں بکری کو ہدی نہیں بنایا تھا' ان کی عبارت ختم ہوئی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مجھے ان کی دلیل سمجھ نہیں آ سکی کیونکہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے مدینہ میں قیام کیا اور بکری کو بھیجا اور یہ قطعی طور پر آپ کے حج کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے' اور آپ کے فعل اور ترک میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ محض آپ کا ترک کرنا جواز کے نسخ کی دلیل نہیں ہے۔

پھر علامہ ابن المنذر نے عبید اللہ بن ابی زید اور ابو جعفر محمد بن علی وغیرہم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ بکری کے گلے میں ہار ڈال کر بھیجا جاتا تھا اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے اس کی مثل روایت کی ہے اور اس سے ان کا مقصود ان فقہاء کا رد کرنا ہے جنہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ بکری کو ھدی بنانے اور اس کو ہار ڈالنے کے ترک پر اجماع ہو چکا ہے۔

بعض مخالفین نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث کی حضرت عائشہ سے روایت کرنے میں اسود متفرد ہے کیونکہ ان کے گھر کے کسی فرد نے اس کی روایت نہیں کی' حافظ منذری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اسود ثقہ حافظ ہے' اس کے تفرد سے اس حدیث میں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۲۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے اس قول کا رد کہ بکری کو ھدی بنانا حنفیہ کا اصول نہیں ہے

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس باب کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے گلے میں ہار ڈالا تھا' یہ درست ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ احرام کی ھدی تھی اور حافظ ابن حجر کا مدعا یہ ہے کہ بکری کو احرام کی ھدی بنانا جائز ہے' نیز حافظ ابن حجر کا یہ کہنا بھی لغو ہے کہ آپ کے فعل اور ترک میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ اس میں تعارض کا کس نے دعویٰ کیا ہے' ان کو تعارض کے معنی کی بھی خبر نہیں ہے' تعارض کا معنی یہ ہے کہ دو دلیلیں متعارض اور متقابل ہوں اور یہاں تو صرف اس کا ثبوت ہے کہ آپ نے بکری کے گلے میں ہار ڈالا تھا' اس کے مقابلہ میں دوسری کون سی حدیث ہے؟ حتیٰ کہ تعارض ہو۔

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حنفیہ کا اصول ہے کہ بکری ھدی میں سے نہیں ہے' یہ انہوں نے فقہاء احناف پر افتراء کیا ہے' فقہاء احناف نے کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہے کہ بکری ھدی نہیں بن سکتی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بکری کو ہدی بنانے کا کتب حنفیہ سے ثبوت

فقہاء احناف کے نزدیک بکری کو ھدی بنانا جائز ہے' اس کی دلیل حسب ذیل عبارت ہے:

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ھدی میں کم سے کم بکری ہے' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ھدی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس میں کم سے کم بکری ہے' اور ھدی کی تین قسمیں ہیں: اونٹ' گائے اور بکری' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کو ادنیٰ قرار دیا ہے' اس لیے ضروری ہوا کہ اس کا اعلیٰ بھی ہو اور وہ گائے اور اونٹ ہے' کیونکہ ھدی وہ قربانی ہے جس کو تقرب کے حصول کے لیے حرم کی طرف ہدیہ کیا جائے اور تینوں قسمیں اس معنی میں برابر ہیں۔ (ھدایہ اولین ص ۲۸۰-۲۷۹' محمد علی کارخانہ اسلامی کتب' کراچی)

ھدایہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بکری کو ھدی بنانا بھی فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے اور اس کو حرم میں بھیجنا بھی فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے اور ھدی کے گلے میں ہار صرف اس لیے ڈالا جاتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ قربانی کے لیے حرم میں

Marfat.com

بھیجی جارہی ہے۔ حافظ ابن حجر کو چاہیے تھا کہ یہ لکھنے سے پہلے کہ اصولِ حنفیہ کے نزدیک بکری کو ھدی بنانا جائز نہیں ہے کم از کم ہدایہ کا مطالعہ کر لیتے۔

بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے

تاہم صاحب ھدایہ نے یہ لکھا ہے کہ بکری کے گلے میں عادۃً ہار نہیں ڈالا جاتا اور نہ ہمارے نزدیک اس کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ (ھدایہ اوّلین ص ۲۸۳ 'کارخانہ اسلامی کتب' کراچی)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے ھدایہ کی اس عبارت کا رد کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ صاحب ھدایہ نے یہ کیسے کہہ دیا حالانکہ اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری بیت اللہ میں ہدیہ کی اور اس کے گلے میں ہار ڈالا اور اس سند کے ساتھ ائمہ ستہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کو روانہ کر کے ہمارے درمیان غیر محرم رہتے تھے اور ہمارے نزدیک بکری کے گلے میں ہار ڈالنے سے کوئی شخص محرم نہیں ہوتا' نیز علامہ شامی نے لکھا ہے کہ شکرانے کی قربانی مثلاً تمتع میں بکری کو ہار ڈالنا مستحب ہے۔

(البنایہ فی شرح الھدایہ ج ۵ ص ۱۷۴۔۱۷۳ 'مکتبہ حقانیہ' ملتان' ردالمحتار ج ۴ ص ۳۴ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۹۹۔ ج ۳ ص ۵۷۲۔۵۷۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب' وہاں پر ہم نے عمدۃ القاری کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت نہیں ہے البتہ جائز ہے' اور یہاں نعمۃ الباری میں البنایہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے اور اس کے سنت ہونے کی نفی کیسے ہو سکتی ہے جب کہ صحاح ستہ کی تمام کتب حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے گلے میں ہار ڈالا ہے' جیسا کہ ہم اس حدیث کی تخریج میں لکھ چکے ہیں اور صحیح وہی ہے جو ہم نے یہاں نعمۃ الباری میں لکھا ہے۔

وللہ الحمد علی ما وفقنی لاثبات السنۃ و اظہارھا

۱۷۰۲ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَلِّدُ الْغَنَمَ، وَيُقِيمُ فِي أَهْلِهِ حَلَالًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بکریوں کے لیے ہار بناتی تھی' آپ بکریوں کے گلے میں ہار ڈالتے تھے اور بغیر احرام کے گھر میں مقیم رہتے تھے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث صحیح البخاری: ۱۷۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۰۳ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ قَالَ . ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن المعتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا (ح) اور ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان

Marfat.com

كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَبْعَثُ بِهَا ثُمَّ يَمْكُثُ حَلَالًا.

نے خبر دی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریوں کے لیے ہار بناتی تھی آپ ان کو (بیت اللہ) روانہ کردیتے 'پھر آپ بغیر احرام کے رہتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ لِهَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي الْقَلَائِدَ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از عامر از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ھدی کے لیے ہار بناتی تھی' آپ کے احرام باندھنے سے پہلے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۲ - بَابُ الْقَلَائِدِ مِنَ الْعِهْنِ

اُون سے ہار بنانا

۱۷۰۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس جو اُون تھا اس سے میں نے (ھدی کے) ہار بنائے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جنہوں نے اُون سے ہار بنانے کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ہار روئی کی جنس سے ہونا چاہیے اور یہ قول امام مالک سے منقول ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ امام مالک کی مراد یہ ہو کہ روئی کی جنس سے ہار بنانا اولیٰ ہے اگرچہ اُون سے ہار بنانا بھی جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱۳ - بَابُ تَقْلِيدِ النَّعْلِ

ہار میں جوتا لٹکانا

۱۷۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً قَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ رَاكِبَهَا يُسَايِرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّعْلُ فِي عُنُقِهَا. تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ نے خبر دی از معمر از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو بَدَنہ (قربانی کا اونٹ) ہانک کر لے جارہا تھا' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو' اس نے کہا: یہ بدنہ ہے' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو' حضرت ابوہریرہ نے کہا: میں نے اس شخص کو دیکھا وہ اونٹ پر سوار ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل

رہا تھا اور جوتا اس اونٹ کے گلے میں لٹکا ہوا تھا۔ اس حدیث میں علی بن المبارک نے معمر کی متابعت کی ہے (یہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی تحقیق ہے ورنہ بہ ظاہر محمد بن بشار نے متابعت کی ہے)۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے خبر دی از یحییٰ از عکرمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۶۸۹ میں گزر چکی ہے' تاہم جوتا لٹکانے کی تفصیل درج ذیل ہے:

ھدی کی گردن میں جوتا لٹکانے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الثوری کے نزدیک ہار میں دو جوتے لٹکانا شرط ہیں اور دوسروں کے نزدیک ایک جوتا لٹکانا بھی جائز ہے اور دوسروں نے یہ بھی کہا ہے کہ جوتا لٹکانا بھی معین نہیں ہے بلکہ جو چیز بھی جوتے کے قائم مقام ہو اس کا لٹکانا جائز ہے' حتیٰ کہ چمڑے کا ٹکڑا اور چھوٹی مشک یا چمڑے کے ڈول نما برتن کو بھی لٹکانا جائز ہے اور جوتے لٹکانے میں حکمت یہ ہے کہ جوتے انسان کے لیے سواری کے قائم مقام ہیں کیونکہ وہ انسان کو گرد وغبار اور کوڑے کرکٹ سے بچاتے ہیں' اس لیے دو جوتوں کو ھدی میں لٹکانا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱۴ - بَابُ الْجِلَالِ لِلْبُدْنِ
اونٹوں کی جھولوں کا حکم

اس باب کے عنوان میں ''الجلال'' کا لفظ ہے' یہ ''جُل'' کی جمع ہے' جل کو اردو میں جھول کہتے ہیں' اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو اونٹ' گھوڑے' گدھے اور خچر کی پشت پر بچھایا جاتا ہے' زیادہ تر اونٹوں کی پشت پر جودری وغیرہ بچھائی جاتی ہے' اس کو جل یا جھول کہتے ہیں۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ اِلَّا مَوْضِعَ السَّنَامِ، وَاِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلَالَهَا، مَخَافَةَ اَنْ يُّفْسِدَهَا الدَّمُ، ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اونٹ کو نحر کرتے تو اس کے کوہان کی جگہ سے جھول کو پھاڑتے نہیں تھے' وہ اس خوف سے نحر کے وقت جھول کو اتار لیتے تھے کہ کہیں وہ خون سے خراب نہ ہو جائے' پھر اس جھول کو صدقہ کر دیتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

امام مالک از نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اونٹوں کی جھولوں کو پھاڑتے نہیں تھے اور ان اونٹوں پر اسی وقت جھول ڈالتے تھے جب وہ صبح کو منیٰ سے عرفات کی طرف جاتے تھے۔ (موطأ امام مالک الحج: ۱۴۷' المکتبۃ التوفیقیہ)

۱۷۰۷ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُّجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَصَدَّقَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد از عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جب میں اونٹوں

بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نَحَرْتُ وَبِجُلُودِهَا.

کروں تو ان کی جھولوں اور کھالوں کو صدقہ کر دیا کروں۔

[اطراف الحدیث:۱۷۱۶۔۱۷۱۷۔۱۷۱۸۔۲۲۹۹][صحیح مسلم:۱۳۱۷'الرقم المسلسل:۳۰۷۰' سنن ابوداؤد:۱۷۶۹' سنن ابن ماجہ:۳۱۵۷۔ ۳۰۹۹' مسند الحمیدی:۴۱' مسند البزار:۶۱۰' سنن کبریٰ:۴۱۴۶' مسند ابویعلیٰ:۲۹۸۔۵۷۷' صحیح ابن خزیمہ:۲۹۲۲' سنن بیہقی ج ۹ص ۲۹۴' مسند احمد ج ۱ ص ۷۹ طبع قدیم' مسند احمد:۵۹۳۔ج ۲ص ۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نحر یا قربانی کے وقت حفاظت کے قصد سے جھول کو اُتارنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ قربانی کے اونٹوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص ان اونٹوں کو کعبہ کی طرف ہانک کر لے جائے تو ان کے اوپر جھول ڈال دے اور جب قربانی اپنے محل میں پہنچ جائے تو اونٹوں کو نحر کرے اور ان کے گوشت' کھال اور جھول کو صدقہ کر دے اور یہ کہ قربانی کرنے والا خود نحر کرے اور خود گوشت اور کھال وغیرہ کو صدقہ کرے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اونٹوں پر عمدہ قسم کی چادروں اور نفیس کپڑوں کی جھول ڈالتے تھے حتیٰ کہ مدینہ سے باہر نکل جاتے' پھر ان چادروں کو اتار کر لپیٹ کر رکھ دیتے حتیٰ کہ جب عرفہ کا دن ہوتا تو پھر اونٹوں پر وہ چادریں ڈالتے حتیٰ کہ اونٹوں کو نحر کرتے' پھر ان کو صدقہ کر دیتے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ھدی کی جھول اور اس کی لگام کو صدقہ کر دے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم دیا تھا اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم استحباب کے لیے تھا۔

امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک اونٹوں کو جھول پہنانا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۳۵۔۳۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۱۵ - بَابُ مَنِ اشْتَرٰى هَدْيَهٗ مِنَ الطَّرِيْقِ وَقَلَّدَهٗ

جس نے راستہ سے اپنی ھدی خرید کر اس کو ہار ڈالا

۱۷۰۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَافِعٍ قَالَ اَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' الْحَجَّ عَامَ حَجَّةِ الْحَرُوْرِيَّةِ فِيْ عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ' وَنَخَافُ اَنْ يَّصُدُّوْكَ' فَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱) اِذًا اَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ' اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ اَوْجَبْتُ عُمْرَةً' حَتّٰى كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا شَاْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اِلَّا وَاحِدٌ' اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ جَمَعْتُ حَجَّةً مَّعَ عُمْرَةٍ' وَاَهْدٰى هَدْيًا مُّقَلَّدًا اِشْتَرَاهُ' حَتّٰى قَدِمَ' فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا' وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سال حج کا ارادہ کیا جس سال حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں حروراء کے خارجیوں نے حج کا ارادہ کیا تھا' ان سے کہا گیا کہ اس سال جنگ ہونے والی ہے اور ہمیں یہ خطرہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو روک دیں گے' حضرت ابن عمر نے کہا: تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱) پس اس وقت میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا' میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ بے شک میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے

Marfat.com

وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَوْمِ النَّحْرِ، فَحَلَقَ وَنَحَرَ، وَرَاٰى اَنْ قَدْ قَضٰى طَوَافَهُ، اَلْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ بِطَوَافِهِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ كَذٰلِكَ صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حتیٰ کہ جب وہ ظاہر البیداء پر پہنچے تو انہوں نے کہا: حج اور عمرہ کی عبادت کا تو ایک ہی طریقہ ہے' میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ بے شک میں نے حج کے ساتھ عمرہ کو جمع کرلیا ہے اور انہوں نے ہدی کو بھی ساتھ لیا جس میں ہار ڈالا ہوا تھا جس کو انہوں نے خریدا تھا' حتیٰ کہ وہ مکہ مکرمہ میں آئے' پس انہوں نے بیت اللہ کا اور صفا کا طواف کیا اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا' اور کسی ایسی چیز سے حلال نہیں ہوئے جو ان پر حرام ہوگئی تھی حتیٰ کہ قربانی کے نحر کا دن آ گیا' پھر انہوں نے سر منڈایا اور نحر کیا اور ان کی یہ رائے تھی کہ ان کے پہلے طواف سے حج اور عمرہ دونوں کا طواف ہو گیا' پھر انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۶ - بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِسَائِهِ مِنْ غَيْرِ اَمْرِهِنَّ

کسی شخص کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر گائے کو ذبح کرنا

۱۷۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، لَا نُرٰى اِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ، اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ اِذَا طَافَ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَنْ يَحِلَّ قَالَتْ فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَ نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيٰى فَذَكَرْتُهُ لِلْقَاسِمِ، فَقَالَ اَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم پچیس ذوالقعدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے' ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا' جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی نہیں ہے جب وہ طواف اور صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کرلے تو احرام کھول دے' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پھر نحر کے دن لوگ ہمارے پاس گائے کا گوشت لے کر آئے' میں نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ لانے والے نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کو نحر کیا ہے' یحییٰ نے کہا: میں نے یہ حدیث قاسم سے بیان کی تو انہوں نے کہا: عمرہ نے یہ حدیث تمہیں صحیح طرح بیان کی ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

گائے کو نحر اور ذبح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے گائے کو نحر کیا' علماء کے نزدیک گائے کو نحر کرنا جائز ہے تاہم گائے کو ذبح کرنا مستحب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً. (البقرہ:۶۷) بے شک اللہ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم گائے کو ذبح کرو۔

حسن بن صالح نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ نحر کرنا مستحب ہے۔

امام مالک نے کہا: اونٹ کو بغیر ضرورت کے ذبح کر دیا گیا یا بکری کو بغیر ضرورت کے نحر کر دیا گیا تو اس کو نہیں کھایا جائے گا۔

مجاہد گائے کے نحر کرنے کو مستحب کہتے تھے' میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ''نحر'' کا لفظ ہے جیسے یہاں ہے اور حدیث میں گائے کو ذبح کرنے کے بھی الفاظ ہیں' جیسے عنقریب آئیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱۷ - بَابُ النَّحْرِ فِيْ مَنْحَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى

منیٰ میں رسول اللہ ﷺ نے جہاں نحر کیا تھا' وہاں نحر کرنا

اس عنوان میں ''نحر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹ کے سینہ کے سب سے بلند حصہ پر نیزہ مارنا۔

''منحر'' اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اونٹوں کو نحر کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا ''منحر'' وہ جگہ ہے جو جمرہ اولیٰ کے پاس مسجد منیٰ کے قریب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۷۱۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ' عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ' قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ مَنْحَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے خالد بن الحارث سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ منحر میں نحر کرتے تھے' عبید اللہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے منحر میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۸۳ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کی مزید تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔

حج کرنے والے' عمرہ کرنے والے اور جس کو حج اور عمرہ سے روکا گیا ہو' ان سب کے لیے نحر کرنے کی جگہیں

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حج میں نحر کرنے کی جگہ منیٰ میں ہے' رہا عمرہ تو اس میں ہمارے لیے کوئی معین جگہ نہیں ہے' سو جو شخص اپنے عمرہ میں نحر کرنے کا ارادہ کرے یا کوئی نفلی قربانی بھیجے تو وہ مکہ مکرمہ میں جس جگہ چاہے' نحر کر لے اور یہ بھی اجماع ہے' سو جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کو پا لیا' یہ امام مالک کا قول ہے' اور امام ابو حنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے منیٰ کے علاوہ کسی جگہ نحر کیا اور مکہ مکرمہ بھی حرم سے ہے تو اس کا نحر ہو جائے گا۔

اس پر اجماع ہے کہ اگر وہ دشمن کی وجہ سے حرم سے رکا ہوا نہیں تھا اور اس نے غیر حرم میں نحر کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔

ابن القصار نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنی موطأ میں ذکر کیا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے حج میں منیٰ میں فرمایا: یہ منحر ہے اور منیٰ سارا کا سارا منحر ہے اور عمرہ میں فرمایا: یہ منحر ہے یعنی المروۃ' اور مکہ کے تمام راستے منحر ہیں' اور اس کے مفہوم مخالف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منیٰ اور مکہ کے علاوہ کوئی جگہ منحر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ منیٰ حج

Marfat.com

کرنے والوں کے لیے منحر ہے اور مکہ عمرہ کرنے والوں کے لیے منحر ہے اور ان کے علاوہ اور کوئی جگہ منحر نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ھدی کو حدیبیہ میں نحر کیا تھا اور وہ مکہ میں ہے نہ منٰی میں' بلکہ وہ حرم میں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ھدی اپنے محل میں نہیں پہنچ سکی تھی' اور چونکہ آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا' اس وجہ سے آپ کے لیے جائز تھا کہ آپ اپنی ہدی کو غیر محل میں ذبح کر دیں جیسے آپ کے لیے جائز تھا کہ آپ غیر محل میں اپنے احرام سے نکل جائیں اور آپ کو حرم میں جانے سے نہیں روکا گیا تھا' آپ کو بیت اللہ میں جانے سے روکا گیا تھا اور حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں ہے اور بعض حصہ حل (خارج از حرم) میں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۸۸-۳۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۷۱۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يَبْعَثُ بِهَدْيِهِ مِنْ جَمْعٍ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ حَتَّى يُدْخَلَ بِهِ مَنْحَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ حُجَّاجٍ فِيهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوكُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رات کے آخری حصہ میں اپنی ھدی کو المزدلفہ سے بھیجتے تھے حتیٰ کہ وہ اپنی ھدی کو لے کر حج کرنے والوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منحر میں داخل ہوتے' ان میں آزاد بھی ہوتے تھے اور غلام بھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق' صحیح البخاری: ۱۷۱۰ کی شرح کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۸ - بَابُ مَنْ نَحَرَ بِيَدِهِ

جس نے اپنے ہاتھ سے نحر کیا

۱۷۱۲ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ' عَنْ أَيُّوبَ' عَنْ أَبِي قِلَابَةَ' عَنْ أَنَسٍ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ' قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا' وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ. مُخْتَصَرًا. [طرف الحدیث: ۱۵۴۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بکار نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حدیث کو ذکر کیا اور کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بدنہ (اونٹ) کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور مدینہ میں آپ نے دو سینگوں والے مینڈھے ذبح کیے' یہ حدیث یہاں اختصار سے روایت کی گئی ہے' اس کے بعد اس کی تفصیل آئے گی۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سہل بن بکار ابو بشر الدارمی (۲) وہیب بن خالد بن عجلان (۳) ایوب السختیانی (۴) ابو قلابہ عبد اللہ بن زید الجرمی (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۷۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بدنہ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیے۔

Marfat.com

اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے نحر کیا' اور جو شخص اچھی طرح سے نحر کر سکتا ہو اس کے لیے یہی افضل ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے نحر کرے بجائے اس کے کہ کوئی اور اس کی ہدی کو نحر کرے' نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اونٹ کو کھڑا کر کے اس کو نحر کیا' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا یہی قول ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا ہے کہ اونٹ کو بٹھا کر اور کھڑا کر کے دونوں طرح نحر کیا جائے اور عطاء کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ اونٹ کو بٹھا کر اور اس کے پیر باندھ کر نحر کیا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۷۱)

اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے کے متعلق آثارِ صحابہ

امام ابن ابی شیبہ نے عطاء سے روایت کی ہے کہ خواہ کھڑا کر کے نحر کیا جائے خواہ بٹھا کر نحر کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنی ہدی کو نحر کرنے کا ارادہ کرتے تو اس کا ایک اگلا پیر باندھ دیتے' وہ تین پیروں پر کھڑی ہوتی' پھر اس کو نحر کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۸۹۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد نے کہا: قرآن مجید میں ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ. (الحج: ۳۶)

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنادیا ہے' ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے' پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے ان کو نحر کرنے کے وقت اللہ کا نام لو۔

اس آیت میں صاف یہ حکم ہے کہ اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بوڑھے ہو گئے تو وہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

زیاد بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس آئے' اس نے اپنے بدنہ کو بٹھایا ہوا تھا' حضرت ابن عمر نے فرمایا: اس کو کھڑا کر کے نحر کرو' یہ سیدنا محمد ﷺ کی سنت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب جوان تھے تو وہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرتے اور جب وہ بوڑھے ہو گئے تو وہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۱۱۹ - بَابُ نَحْرِ الْاِبِلِ مُقَيَّدَةً

اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا

۱۷۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ' عَنْ يُّوْنُسَ' عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَتٰى عَلٰى رَجُلٍ قَدْ اَنَاخَ بَدَنَتَهٗ يَنْحَرُهَا ' قَالَ اِبْعَثْهَا قِيَامًا مُّقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ يُّوْنُسَ اَخْبَرَنِىْ زِيَادٌ.

بیان کی از یونس از زیاد بن جبیر' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ ایک شخص کے پاس آئے' وہ اپنے بدنہ (قربانی کے اونٹ) کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا' حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو اس حال میں کھڑا کرو کہ اس کا ایک پیر بندھا ہوا ہو (اور یہ باقی پیروں پر کھڑا ہو) یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' اور شعبہ نے کہا از یونس: مجھے زیاد نے خبر دی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۰' الرقم المسلسل: ۳۰۸۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۶۸' سنن کبریٰ: ۴۱۳۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۹۳' صحیح ابن حبان: ۵۹۰۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۳۷' شرح السنۃ: ۱۹۵۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۵۹۔ ج ۸ ص ۷۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) یزید بن زریع ابومعاویہ العیشی (۳) یونس بن عبید بن دینار (۴) زیاد بن جبیر بن حیہ (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۷۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو اس حال میں نحر کرو کہ اس کا ایک پیر بندھا ہوا ہو (اور یہ باقی پیروں پر کھڑا ہوا ہو)۔

اونٹ کو نحر کرتے وقت اس کے پیر کو باندھنے کی کیفیت کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن باسط بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب بدنہ کا بایاں ہاتھ (اگلا پاؤں) باندھ دیتے تھے اور اس کو باقی پیروں پر کھڑا کر کے نحر کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۷۴۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قربانی کے اونٹ کو نحر کرتے اور اس کا دایاں ہاتھ بندھا ہوا ہوتا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۷۴۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حجاج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: تم اس کے دو ہاتھوں میں سے جس ہاتھ کو چاہو باندھ دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۷۴۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

لیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد اس کا بایاں ہاتھ باندھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۷۴۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری سے سوال کیا گیا کہ بدنہ کو کیسے نحر کیا جائے؟ انہوں نے کہا: اس کا بایاں ہاتھ باندھ دو اور اس کو دائیں ہاتھ کی جانب سے نحر کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۷۴۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۸۹ میں مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۲۰ - بَابُ نَحْرِ الْبُدْنِ قَائِمَةً

قربانی کے اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

Marfat.com

اس تعلیق کی حدیث موصول صحیح البخاری: ۱۷۱۳ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿صَوَآفَّ﴾ (الحج:۳۶) قِيَامًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "صواف" (الحج:۳۶) کی تفسیر میں کہا: اونٹوں کو کھڑا کر کے۔

اس تعلیق میں جو "صواف" کا لفظ مذکور ہے اس کے متعلق پوری آیت درج ذیل ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ. (الحج:۳۶)

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے ان کو نحر کرنے کے وقت اللہ کا نام لو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اونٹ کا ایک پیر باندھ دیا جائے تا کہ وہ مضطرب نہ ہو اور باقی پیروں پر اس کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۴۲ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۷۱۴ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، فَبَاتَ بِهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ، فَجَعَلَ يُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ، فَلَمَّا عَلَا عَلَى الْبَيْدَاءِ لَبّٰى بِهِمَا جَمِيْعًا، فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَّحِلُّوْا، وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا، وَضَحّٰى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بن بکار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے وہیں رات گزاری پھر جب صبح ہوئی تو آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ پڑھتے رہے پھر جب آپ البیداء پر چڑھے تو پھر آپ نے کہا: حج اور عمرہ کے ساتھ لبیک (میں حاضر ہوں) پھر جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے صحابہ سے کہا کہ وہ اپنا احرام کھول دیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات قربانی کے اونٹوں کو کھڑا کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیا اور مدینہ میں سینگوں والے دو سرمئی مینڈھوں کی قربانی کی۔

اس حدیث کی شرح ابھی: ۱۷۱۲ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں اپنے ہاتھ سے نحر کرنے کے علاوہ یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا۔

۱۷۱۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ. وَعَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ رَّجُلٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ثُمَّ بَاتَ حَتّٰى أَصْبَحَ، فَصَلَّى الصُّبْحَ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ، حَتّٰى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَاءَ، أَهَلَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھائیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھائیں اور از ایوب از ایک شخص از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات گزاری حتیٰ کہ صبح ہو گئی پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھائی پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے

Marfat.com

بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ.

حتیٰ کہ مقام البیداء پر آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہوگئی' پھر آپ نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں بھی یہ ثبوت ہے کہ آپ کا حج قران تھا۔

۱۲۱ - بَابٌ لَّا يُعْطِي الْجَزَّارَ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا

قصاب کو ہدی کی کوئی چیز اجرت میں نہ دے

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جو قصاب کسی شخص کی ہدی کو ذبح کر رہا ہے' وہ شخص اس کو ذبح کرنے کی اجرت میں ہدی کی کوئی چیز نہ دے۔

۱۷۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي نَجِيْحٍ' عَنْ مُّجَاهِدٍ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى' عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ' فَاَمَرَنِي فَقَسَمْتُ لُحُوْمَهَا' ثُمَّ اَمَرَنِي فَقَسَمْتُ جِلَالَهَا وَجُلُوْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی نجیح نے خبر دی از مجاہد از عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا' میں قربانی کے اونٹوں کے پاس کھڑا ہوں' آپ نے مجھے ان کا گوشت تقسیم کرنے کا حکم دیا' پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے جھولوں اور کھالوں کو تقسیم کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۰۷ میں گزر گئی ہے۔

۱۷۱۶م - قَالَ سُفْيَانُ (ح) وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْكَرِيْمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى' عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْمَ عَلَى الْبُدْنِ' وَلَا اُعْطِيَ عَلَيْهَا شَيْئًا فِي جِزَارَتِهَا.

سفیان نے کہا (ح) اور مجھے عبد الکریم نے حدیث بیان کی از مجاہد از عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کے پاس کھڑا رہوں اور ان کو ذبح کرنے کی اجرت میں کوئی چیز نہ دوں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۷۰۷ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں۔

قربانی کی کسی چیز کو قصاب کی اجرت میں دینے کا عدم جواز اور قربانی کی کھال اور گوشت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مسلک

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ قصاب کو ہدی کی قربانی کے عوض میں ہدی سے کوئی چیز نہ دی جائے اور حسن بصری نے یہ اجازت دی کہ قصاب کو اجرت میں ہدی کی کھال دے دی جائے۔

قربانی کی کھال کو فروخت کرنے میں بھی اختلاف ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس کو فروخت کر دیا جائے اور اس کی قیمت کو صدقہ کر دیا جائے' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے قربانی کی کھال فروخت کر دی اس کی قربانی نہیں ہوئی' حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ

Marfat.com

قربانی کی کھال کو صدقہ کر دے یا اس سے نفع اٹھائے اور اس کو فروخت نہ کرے' قاسم اور سالم نے کہا کہ قربانی کی کھالوں کو فروخت کرنا مناسب نہیں ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' النخعی اور الحکم نے کہا ہے کہ اگر کھال کے عوض میں ڈول اور چھلنی کو خرید لیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور عطاء نے کہا ہے کہ اگر ہدی واجب ہے تو اس کی کھال کو صدقہ کر دے اور اگر وہ نفل ہے تو اس کو وہ چاہے تو فروخت کر سکتا ہے۔

جس نے قربانی کی کھال کے فروخت کرنے کی اجازت دی ہے اس نے اس پر قیاس کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قربانی کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی ہے' پس کھال کو فروخت کرنا اور اس سے نفع اٹھانا کھانے کے تابع ہے' اور یہ دلیل صحیح نہیں ہے اس لیے کہ قربانی کے گوشت کو کھانا جائز ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے' پس واجب ہے کہ قربانی کے گوشت کے کھانے سے اس کے فروخت کرنے پر استدلال نہ کیا جائے' سوا ایسی دلیل کے جس کا کوئی معارض نہ ہو۔

المہلب نے کہا ہے کہ قصائی کے فعل کے عوض اس کو قربانی سے کوئی چیز دینا' یہ بیع ہے اور قربانی کے گوشت اور اس کی کھال کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۴۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قربانی کی کھال اور گوشت کے متعلق فقہاء احناف کا مسلک

فتاویٰ عالم گیری میں مذکور ہے:

قربانی کی کھال کو صدقہ کر دے یا اس کی مشک یا جراب بنالے (یا مصلّٰی اور موزے بنالے) اور قربانی کی کھال کو فروخت کر کے کسی ایسی چیز کو خریدنا استحساناً جائز ہے جس کو بعینہٖ کام میں لایا جا سکے (مثلاً کتاب یا پنکھا) خرید لے اور اس سے ایسی چیز خریدنا جائز نہیں ہے جس کو بعینہٖ کام میں نہ لایا جا سکے بلکہ اس کو خرچ کرنے کے بعد اس سے فائدہ حاصل کیا جا سکے جیسے طعام اور گوشت وغیرہ اور اگر کھال کو پیسوں کے عوض فروخت کر دیا تا کہ صدقہ کیا جا سکے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ بھی کھال کی طرح صدقہ کرنا ہے۔ (تبیین الحقائق)

قربانی کے گوشت کے بدلہ میں (چمڑے کا ظرف) خریدنا جائز نہیں ہے' البتہ قربانی کے گوشت کے بدلہ میں دانے یا گوشت خریدنا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان) (فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۰۰-۲۹۹' مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

* قربانی کی کھال کو دینی مدارس اور مساجد میں دینے کی تحقیق کے متعلق' شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۶۰-۱۵۴ میں بہت تفصیل سے لکھا گیا ہے اور مانعین کے تمام اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے' یہ بحث لائق مطالعہ ہے اور اتنی مدلل بحث' شرح صحیح مسلم کے علاوہ شاید اور کہیں مذکور نہیں ہے۔

۱۲۲ - بَابٌ يَتَصَدَّقُ بِجُلُوْدِ الْهَدْيِ

قربانی کے جانوروں کی کھالوں کو صدقہ کر دے

۱۷۱۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ وَّعَبْدُ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيُّ اَنَّ مُجَاهِدًا اَخْبَرَهُمَا اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِي لَيْلٰى اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ اَنْ يَّقُوْمَ عَلٰى بُدْنِهٖ، وَاَنْ يَّقْسِمَ بُدْنَهٗ كُلَّهَا لُحُوْمَهَا، وَجُلُوْدَهَا، وَجِلَالَهَا، وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے الحسن بن مسلم اور عبد الکریم الجزری نے خبر دی کہ مجاہد نے ان کو خبر دی کہ عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی قربانی کے اونٹوں پر کھڑے رہیں اور تمام قربانی کے اونٹوں (کے گوشت) کو تقسیم کریں' ان کے گوشت کو' ان کی کھالوں

Marfat.com

کو اور ان کی جھولوں کو اور ان کو ذبح کرنے کی اجرت میں کوئی چیز نہ دی۔

اس حدیث کی مفصل شرح اس سے پہلی حدیث' صحیح البخاری: ۱۷۱۶ میں کر دی گئی ہے۔

۱۲۳ - بَابٌ يُتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُدْنِ

قربانی کے اونٹوں کی جھولوں کو صدقہ کرے

۱۷۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ اَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ بَدَنَةٍ، فَاَمَرَنِيْ بِلُحُوْمِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ اَمَرَنِيْ بِجِلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ بِجُلُوْدِهَا فَقَسَمْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیف بن ابی سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی' ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹوں کی قربانی کی' آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے گوشت کو تقسیم کروں' پھر مجھے حکم دیا کہ میں ان کی جھولوں اور ان کی کھالوں کو تقسیم کروں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۷۱۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۴ - بَابٌ

باب

﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِO وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍO لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَO ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِO ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِO﴾ (الحج: ۳۰-۲۶).

اور یاد کیجئے جب ہم نے ابراہیم کے لیے کعبہ بنانے کی جگہ مقرر کر دی (اور حکم دیا کہ) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں' اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھناO اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گےO تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقام پر حاضر ہوں اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو دیئے ہیں' پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤO پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذروں کو پورا کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریںO یہی حکم ہے اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے رب کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہے اور تمہارے لیے سب مویشی حلال کر دیئے گئے سوا ان کے جو تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں' سو تم بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کروO (الحج: ۳۰-۲۶)

Marfat.com

الحج: ۳۰۔۲۶ کے فقہی احکام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں سورۃ الحج کی پانچ آیات ذکر کی ہیں اور اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس باب میں ان کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی جو اس باب کے مناسب ہوتی' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث درج کرنے سے پہلے ان کی قضاء آ گئی' تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ آیات ان احکام پر مشتمل ہیں جن احکام کو امام بخاری اس باب میں بیان کرنا چاہتے تھے' اس لیے امام بخاری نے ان احکام کے متعلق اپنا کلام لانے کے بجائے اللہ کا کلام ذکر کر دیا' ان احکام کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) بیت اللہ کو طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے لیے بتوں اور نجاستوں سے پاک رکھنا (۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ لوگوں کو حج کرنے کا حکم دیجئے (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم کی تعمیل حجۃ الوداع میں کی (۴) لوگوں کا حج کے موقع پر دینی اور دنیاوی منافع پر حاضر ہونا (۵) ایام معلومات یعنی یکم ذوالحجہ سے دس ذوالحجہ تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا (۶) حلال جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا شکر ادا کرنا (۷) قربانی کے گوشت سے فقراء کو کھلانا (۸) سر منڈا کر میل کچیل دُور کرنا (۹) نذر پوری کرنا (۱۰) بیت اللہ کا طواف کرنا (۱۱) جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور محترم ہیں' ان کی تعظیم کرنا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب ہم نے ابراہیم کے لیے کعبہ بنانے کی جگہ مقرر کر دی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں' اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا۝

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ شرک سے ممانعت اور کعبہ کو پاک رکھنے کا حکم' کعبہ بنانے کی جگہ کی تفسیر کیسے ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کعبہ بنانے کے حکم سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص عبادت انجام دینے کی جگہ بنائی جائے' سو اس وجہ سے یہ اس کی تفسیر ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے تاکہ لوگ دور دراز سے چل کر حج کریں اور ان عبادات کو انجام دیں جن کا ان آیات میں ذکر فرمایا ہے' یعنی وہ اللہ کا ذکر کریں' حلال گوشت کھانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور ضرورت مندوں کو کھلائیں' اپنی نذروں کو پورا کریں' بیت اللہ کا طواف کریں اور اللہ تعالیٰ کی معزز چیزوں کی تعظیم کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۸۰۔۷۸ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

الحج: ۳۰۔۲۶ کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کے لیے ان آیات کی تفسیر ہماری تفسیر' تبیان القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۵ - بَابُ مَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا يَتَصَدَّقُ

قربانی کے اونٹوں سے کتنا اور کب تک کھائے اور کتنا صدقہ کرے؟

وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ. وَقَالَ عَطَاءٌ يَأْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ.

اور عبیداللہ نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ شکار کی جزاء کے جانوروں اور نذر کے جانوروں سے نہیں کھایا جائے گا اور اس کے ماسوا سے کھایا جائے گا اور عطاء نے کہا کہ تمتع کی قربانی سے خود بھی کھائے اور فقراء کو بھی کھلائے۔

Marfat.com

اس تعلیق کی اصل امام ابن شیبہ نے ابن نمیر سے معنیً روایت کی ہے کہ جب قربانی کا اونٹ تھک جائے یا اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے تو اس کا مالک اس کو کھالے اور اس کو تبدیل نہ کرے سوا اس کے کہ اس کی نذر مانی ہو یا وہ اونٹ شکار کی جزاء ہو اور امام طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ بدنہ اگر شکار کی جزاء ہو یا اس کی نذر مانی ہو تو اس کو نہیں کھایا جائے گا اور اس کے سوا ہو تو کھا لیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۸۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۷۱۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثِ مِنًى فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا. قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَقَالَ حَتّٰى جِئْنَا الْمَدِيْنَةَ؟ قَالَ لَا.

[اطراف الحدیث: ۲۹۸۰-۵۴۲۴-۵۵۶۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج انہوں نے کہا: ہمیں عطاء نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم منیٰ میں تین دن سے زیادہ اپنی قربانی کے اونٹوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی آپ نے فرمایا: کھاؤ اور سفر میں ساتھ لے جاؤ پس ہم نے کھایا اور سفر میں ساتھ رکھا ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: کیا آپ نے فرمایا تھا حتیٰ کہ ہم مدینہ پہنچ گئے؟ انہوں نے کہا: نہیں!

(صحیح مسلم: ۱۹۷۲، الرقم المسلسل: ۴۹۹۷، سنن نسائی: ۴۴۳۹، سنن کبریٰ: ۴۱۴۸، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۹۱، شرح السنۃ: ۱۹۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۴۱۲، ج ۲۲ ص ۳۰۴، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

شکار کی جزاء اور نذر کے اونٹوں کے سوا قربانی کے اونٹوں سے کھانے اور کھلانے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ قربانی کے اونٹ میں سے کتنا کھایا جائے گا اور کتنا نہیں کھایا جائے گا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جو اونٹ شکار کرنے کی جزاء ہو اس سے نہیں کھایا جائے گا اور جو نذر کا اونٹ ہو اس سے بھی نہیں کھایا جائے گا اور اس کے ماسوا سے کھایا جائے گا۔ طاؤس اور حسن بصری سے بھی اسی کی مثل مروی ہے اور امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور حسن بصری کا دوسرا قول یہ ہے کہ شکار کی جزاء سے اور مساکین کی نذر سے کھایا جائے گا۔

امام مالک نے کہا ہے کہ قربانی کے تمام اونٹوں سے کھایا جائے گا سوا ان کے کہ جو اونٹ شکار کی جزاء ہوں یا بیماری کا فدیہ ہوں یا مساکین کی نذر ہوں۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ قران تمتع اور نفلی قربانی کے اونٹوں سے کھایا جائے گا اور ان کے ماسوا سے نہیں کھایا جائے گا۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ صرف نفلی قربانی کے اونٹ سے کھایا جائے گا اور تمتع اور قران کی قربانی سے نہیں کھایا جائے گا۔

ابن القصار نے امام مالک کے قول پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ○ (الحج: ۲۸)

اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں دیئے ہیں پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ○

Marfat.com

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کے موقف پر اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان قربانی کے اونٹوں سے خود کھاؤ اور فقراء کو کھلاؤ اور ان سے کسی کا استثناء نہیں فرمایا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۴۴۔۳۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع کرنے کی ممانعت کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ فقہاء کا ان احادیث میں اختلاف ہے بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنا اور اس سے کھانا حرام ہے اور تحریم کا یہ حکم اب بھی باقی ہے حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو کھانا اور اس کو محفوظ رکھنا جائز ہے اور یہ ممانعت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور (صحیح البخاری: ۱۷۱۹) سے منسوخ ہے اور یہ ایک سنت کا دوسری سنت سے منسوخ ہونا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ممانعت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ تحریم ایک علت کی وجہ سے تھی جب وہ علت مرتفع ہوگئی تو ممانعت زائل ہوگئی اور وہ علت کمزور مسافرین اور فقراء کا وارد ہونا تھا ابتداء اسلام میں مسلمانوں کے پاس فقراء مسافرین آتے رہتے تھے اسی لیے ان کو گوشت دینے کی ضرورت کی وجہ سے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے اور رکھنے سے منع کر دیا گیا اور جب مسلمان فتوحات اور مال غنیمت کی کثرت سے خوش حال ہوگئے اور فقراء مسلمین کا آنا بند ہو گیا تو آپ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت دے دی حدیث میں ہے:

عمرۃ بنت عبد الرحمان بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دیہاتی لوگ قربانی کے دنوں میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین دن گوشت کا ذخیرہ کرو اور جو بچ جائے اس کو صدقہ کردو پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! لوگ اپنی قربانیوں سے نفع حاصل کرتے تھے اور اس میں سے چربی اٹھا کر رکھتے تھے اور اس کی کھال سے مشک بناتے تھے آپ نے پوچھا: اس بات کا کیا سبب ہے؟ تو مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع فرما دیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں (دیہات سے) آنے والے لوگوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو تمہارے پاس آتے تھے سو اب تم کھایا کرو اور صدقہ کیا کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۹۷۱ سنن ابوداؤد: ۲۸۱۲ سنن نسائی: ۴۴۴۳)

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ممانعت کراہت کے لیے تھی تحریم کے لیے نہیں تھی اور اگر اب غرباء اور مساکین قربانی کا گوشت مانگنے کے لیے مسلمانوں کے پاس آئیں تو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع کرنا اب بھی مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۹۹۰۔ ج ۶ ص ۱۶۶۔۱۶۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے میں مذاہب فقہاء۔

۱۷۰۹ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَلَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ، حَتَّى إِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ، أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ، إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ يَحِلُّ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ فَقِيلَ ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيٰى فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ لِلْقَاسِمِ، فَقَالَ أَتَتْكَ بِالْحَدِيثِ عَلٰى وَجْهِهِ.

کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم پچیس ذوالقعدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ منورہ) سے روانہ ہوئے' ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا' حتیٰ کہ جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی (قربانی) نہیں ہے تو وہ جب بیت اللہ کا طواف (اور صفا المروۃ میں سعی) کرے تو احرام کھول دے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پھر قربانی کے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا' میں نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ تو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے (گائے کو) ذبح کیا ہے' یحییٰ نے کہا: پھر میں نے یہ حدیث القاسم سے ذکر کی تو انہوں نے کہا کہ عمرہ نے تم سے درست حدیث بیان کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۶ - بَابُ الذَّبْحِ قَبْلَ الْحَلْقِ

سر مونڈنے سے پہلے ذبح کرنا

۱۷۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُورُ بْنُ زَاذَانَ، عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّنْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَّذْبَحَ، وَنَحْوِهِ، فَقَالَ لَا حَرَجَ، لَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن زاذان نے خبر دی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے ذبح کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں' کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۲۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ لَا حَرَجَ. قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ لَا حَرَجَ. قَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ لَا حَرَجَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيمِ الرَّازِيُّ، عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنِي ابْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے خبر دی از عبدالعزیز بن رفیع از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے طواف زیارت کر لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے' اس نے کہا: میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں' اس نے کہا: میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے ذبح کر لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اور عبدالرحیم الرازی نے کہا از ابن خثیم' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور القاسم بن یحییٰ نے کہا: مجھے ابن خثیم نے حدیث بیان کی

Marfat.com

وَسَلَّمَ . وَقَالَ عَفَّانُ، أُرَاهُ عَنْ وُهَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَقَالَ حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، وَعَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عفان نے کہا: میرا گمان ہے از وہیب' انہوں نے کہا: ہمیں ابن خثیم نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حماد نے کہا از قیس بن سعد و عباد بن منصور از عطاء از جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ، فَقَالَ لَا حَرَجَ. قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ، قَالَ لَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا' پس کہا: میں نے شام کے بعد کنکریاں ماریں' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے' اس نے کہا: میں نے نحر کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ، فَقَالَ أَحَجَجْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ بِمَ أَهْلَلْتَ؟ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَحْسَنْتَ انْطَلِقْ، فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَاءِ بَنِي قَيْسٍ، فَفَلَتْ رَأْسِي، ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ النَّاسَ، حَتّٰى خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَذَكَرْتُهُ لَهُ، فَقَالَ إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اس وقت آپ وادی میں تھے' آپ نے پوچھا: کیا تم نے حج کر لیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا تھا؟ میں نے بتایا: میں اس چیز کے ساتھ لبیک کہتا ہوں جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا ہے' آپ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا' اب تم جاؤ اور بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا اور المروۃ میں سعی کرو' پھر میں بنو قیس کی عورتوں میں سے ایک عورت کے پاس گیا' اس نے میرے سر میں جوئیں دیکھیں' پھر اس کے بعد میں نے حج کا احرام باندھا' پس میں لوگوں کو یہی فتویٰ دیتا رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت آ گئی تو میں نے اس بات کا ان سے ذکر کیا' پس انہوں نے کہا: اگر ہم اللہ کی کتاب کو دیکھیں تو اللہ فرماتا ہے: حج اور عمرہ پورا کرو اور

Marfat.com

اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دیکھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ ہدی اپنے محل میں پہنچ گئی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ''حتیٰ کہ ہدی اپنے محل میں پہنچ جائے'' کیونکہ ہدی کا اپنے محل میں پہنچ جانا اس سے کنایہ ہے کہ اس کو ذبح کر دیا جائے اور اس باب کے عنوان میں بھی ہدی کو ذبح کرنے کا ذکر ہے۔

۱۲۷ - بَابُ مَنْ لَبَّدَ رَاْسَهٗ عِنْدَ الْاِحْرَامِ وَحَلَقَ

جس نے احرام باندھتے وقت سر پر بال جمالیے اور سر مونڈ لیا

۱۷۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا شَاْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ وَّلَمْ تَحْلِلْ اَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ اِنِّيْ لَبَّدْتُ رَاْسِيْ وَقَلَّدْتُ هَدْيِيْ فَلَا اَحِلُّ حَتّٰى اَنْحَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے عمرہ کا احرام کھول دیا اور آپ نے اپنے عمرہ کا احرام نہیں کھولا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا لیا ہے اور اپنی ہدی میں ہار ڈال دیا ہے' میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ نحر کرلوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸ - بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيْرِ عِنْدَ الْاِحْلَالِ

احرام کھولتے وقت سر منڈانا اور بال کٹوانا

۱۷۲۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ قَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهٖ. [اطراف الحدیث: ۴۴۱۰-۴۴۱۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں سر منڈایا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۰۴' الرقم المسلسل: ۳۰۴۱' سنن ابوداؤد: ۱۹۸۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۳۰' شرح السنۃ: ۱۹۶۰' المستدرک ج ۱ ص ۴۸۰' مسند احمد ج ۲ ص ۸۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۶۱۴- ج ۹ ص ۴۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر منڈانے کی کیفیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں آئے' سو آپ جمرہ پر آئے اور وہاں کنکریاں ماریں' پھر آپ منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر آئے اور نحر کیا' پھر آپ نے مونڈنے والے سے اپنی دائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا: یہاں سے لو' پھر بائیں جانب اشارہ کیا' پھر وہ بال مبارک لوگوں کو عطا فرمائے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۰۵' سنن ابوداؤد: ۱۹۸۱' سنن ترمذی: ۹۱۳)

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمرۃ میں کنکریاں ماریں اور اپنی قربانی کو نحر کر لیا تو آپ نے بال منڈوانے کا ارادہ کیا اور مونڈنے والے سے دائیں جانب مونڈنے کے لیے کہا' پس اس نے آپ کے بال مونڈے' پھر آپ نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو وہ بال عطا فرمائے' پھر آپ نے (اپنی طرف) مونڈنے والے کے آگے بائیں جانب کی اور اس سے فرمایا: بال مونڈو' پھر آپ نے وہ بال حضرت ابوطلحہ انصاری کو عطا کیے اور فرمایا: ان کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۳۰۵ا)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجمرہ پر کنکریاں ماریں اور اپنی ہدی کو نحر کر لیا تو آپ نے حجامت کرائی اور حجام کو عطا کیا' اور دوسری دفعہ سفیان نے کہا کہ مونڈنے والے کو دائیں جانب عطا کی تو اس نے اس جانب سر مونڈا' پھر وہ بال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا کیے' پھر اس نے بائیں جانب مونڈی' پس آپ نے وہ بال لوگوں کو عطا کیے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۹۲۔ ج ۱۹ ص ۱۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سر کے بال منڈانے کی مقدار میں مذاہب ائمہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بالوں کو بہ طور تبرک حفاظت سے رکھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے سر کو منڈانا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے سر کے بال منڈائے ہیں' امام مالک کا یہی قول ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے' امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سر کے اکثر بال منڈا لیے جائیں' امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے' امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ چوتھائی سر کے بال منڈانا واجب ہیں اور امام ابویوسف نے کہا ہے کہ آدھے سر کے بال منڈانے واجب ہیں اور امام شافعی نے کہا ہے کہ تین بالوں کا منڈانا کافی ہے۔

اس باب کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بالوں کو کٹانے کی بہ نسبت بالوں کو منڈانا افضل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر کے بال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو تقسیم کرنے کے لیے عطا فرمائے' اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے بال طاہر ہیں' یہ جمہور فقہاء کا مذہب ہے' امام شافعی کا بھی یہی صحیح مذہب ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو بہ طور تبرک رکھنا جائز ہے۔ عبیدہ السلمانی نے کہا: اگر میرے پاس آپ کا ایک بال ہو تو وہ مجھے تمام دنیا کے سونے اور چاندی سے زیادہ محبوب ہے اور متعدد مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند بال تھے' اسی وجہ سے وہ ہر جنگ میں فتح یاب ہوتے تھے۔ سیرت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوطلحہ نے آپ کے بال مسلمانوں میں تقسیم کیے تو حضرت خالد نے کہا کہ آپ کی پیشانی کے چند بال مجھے عطا فرما دیں اور آپ کی پیشانی کے بالوں کی یہ مناسبت تھی کہ حضرت خالد جس جنگ میں بھی حملہ کا اقدام کرتے' ظفریاب ہوتے۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زندہ آدمی کے بالوں کو حفاظت سے رکھنا جائز ہے' اس کے برخلاف بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ان بالوں کو دفن کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۹۰۔ ۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۴۸۔ ج ۳ ص ۵۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) یوم نحر کو افعالِ حج کی ترتیب (۲) علماء احناف کی موافقت حدیث (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کی تعظیم اور تکریم (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک سے تبرک کے ثبوت میں فقہاء اسلام کی عبارات (۵) موئے مبارک اور فضلاتِ شریفہ کی

Marfat.com

طہارت اور بعض علماء کے تسامح اور علمی غلطیوں کا بیان (۶) فضلاتِ شریفہ کی طہارت پر دلائل۔

۱۷۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ. قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ. قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ وَالْمُقَصِّرِينَ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِينَ. مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ. قَالَ وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ وَالْمُقَصِّرِينَ. (صحیح مسلم: ۱۳۰۲، الرقم المسلسل: ۳۰۴۰، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۲۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۱۵۸، ج ۱۲ ص ۵۷۔ ۷۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے کہا: اور بال کٹانے والوں پر یارسول اللہ! آپ نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے کہا: اور بال کٹانے والوں پر یارسول اللہ! آپ نے دعا کی: اور بال کٹانے والوں پر! اور لیث نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی' آپ نے ایک بار یا دو بار فرمایا: سر منڈانے والوں پر اللہ رحم فرمائے' اور عبیداللہ نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی' اور آپ نے چوتھی بار دعا میں فرمایا: اور سر کے بال کٹانے والوں پر۔

سر منڈانے والوں کی سر کے بال کٹوانے والوں پر افضلیت کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سر کے بال منڈانے والوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بار دعا کی اور سر کے بال کٹانے والوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار دعا کی' آیا یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے یا الحدیبیہ کا' حافظ ابو عمر ابن عبدالبر نے کہا: اس واقعہ کا حدیبیہ میں ہونا محفوظ ہے' اور علامہ نووی نے کہا: صحیح اور مشہور یہ ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بعید نہیں ہے کہ آپ نے دونوں جگہوں پر اس طرح دعا کی ہو' اور قاضی عیاض نے جو کہا ہے وہی صحیح ہے تا کہ احادیث میں تطبیق ہو' ایک حدیث میں ہے:

یحییٰ بن الحصین اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حجۃ الوداع میں سنا' آپ نے سر کے بال منڈانے والوں کے لیے تین بار دعا کی اور سر کے بال کٹانے والوں کے لیے ایک بار دعا کی۔ (صحیح مسلم: ۱۳۰۳، الرقم المسلسل: ۳۰۴۰)

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ ابن ابی نجیح از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یوم حدیبیہ میں بعض لوگوں نے سر کے بال منڈائے اور دوسروں نے سر کے بال کٹائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار یہ دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ کہا گیا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ نے سر منڈانے والوں کے لیے بہت دعا کی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ انہوں نے کوئی شک نہیں کیا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عربوں کی عادت تھی کہ وہ اپنے سروں کے بال بڑے رکھتے تھے اور ان کو مزین کرتے تھے اور ان میں سر منڈانے والے بہت کم تھے' اور ان پر سر منڈانا بہت دشوار تھا' اس لیے انہوں نے بال کٹانے کی طرف میلان کیا۔

سر منڈانا اس لیے افضل ہے کہ اس میں اللہ کے لیے تذلل کو اختیار کرنا ہے کیونکہ بال کٹانے والا اپنے لیے زینت اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ حج کرنے والا اپنے لیے زینت کو ترک کر دے۔

Marfat.com

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سر منڈانا اس لیے افضل ہے کہ سر منڈانا صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کے لیے سر منڈانا ممنوع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے لیے سر منڈانا نہیں ہے' ان کے لیے صرف بالوں کو کٹانا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۹۸۵-۱۹۸۴)

امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۹۲-۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۴۰- ج ۳ ص ۵۳۸ میں مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① حج میں سر منڈانے کے حکم میں مذاہب ائمہ ② عورتوں کے سر منڈانے کا حکم ③ سر منڈانے کی مقدار میں مذاہب ائمہ۔

۱۷۲۸ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ' عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ' عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ. قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَهَا ثَلَاثًا' قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمارۃ بن القعقاع نے حدیث بیان کی از ابوزرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ نے کہا: اور سر کے بال کٹانے والوں کی! آپ نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ نے کہا: اور سر کے بال کٹانے والوں کی! آپ نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما' صحابہ نے کہا: اور سر کے بال کٹانے والوں کی! آپ نے تین بار ان کے لیے دعا کی' پھر کہا: اور سر کے بال کٹانے والوں کی۔

اس حدیث کی بھی وہی شرح ہے جو اس سے پہلی حدیث کی بیان کی گئی ہے۔

۱۷۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ' عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ حَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ' وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے سر منڈایا اور بعض نے سر کے بال کٹوائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۷۲۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۷۳۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ' عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ' عَنْ طَاوٗسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از الحسن بن مسلم از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ. کے بال قینچی سے کاٹے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۶' الرقم المسلسل: ۲۹۱۰' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۳۔۱۸۰۲' سنن نسائی: ۲۷۳۳' المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۶۹۷' الاحاد والمثانی: ۵۳۱' مسند احمد ج ۴ ص ۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۸۶۳۔ج ۲۸ ص ۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت معاویہ کے بال کاٹنے کا واقعہ کس موقع کا ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بالوں کو کاٹنا بھی جائز اور سنت ہے' اگرچہ افضل سر کے بال منڈانا ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جعرانہ کے عمرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں کو کاٹا تھا' کیونکہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا تھا اور یہ ثابت ہے کہ اس موقع پر آپ نے منیٰ میں سر کے بالوں کو منڈوایا تھا' اس لیے حضرت معاویہ کے بالوں کے کاٹنے کو حجۃ الوداع پر محمول کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کو عمرۃ القضاء پر محمول کرنا درست ہے' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں ادا کیا تھا کیونکہ اس وقت تک حضرت معاویہ اسلام نہیں لائے تھے' حضرت معاویہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے' یہی صحیح اور مشہور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۹۴ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۱۷۔ج ۳ ص ۴۷۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت معاویہ کے اسلام کی تاریخ کی تحقیق۔

۱۲۹ - بَابُ تَقْصِيرِ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ

تمتع کرنے والے کا عمرہ کرنے کے بعد بال کاٹنا

۱۷۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ اَخْبَرَنِیْ كُرَيْبٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، اَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يَحِلُّوْا، وَيَحْلِقُوْا اَوْ يُقَصِّرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو آپ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا اور المروۃ میں (سعی کریں)' پھر احرام کھول دیں اور سر منڈائیں یا بال کاٹ لیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۰ - بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

یوم النحر (قربانی کے دن) طواف زیارت کرنا

وَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اَخَّرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزِّيَارَةَ اِلَى اللَّيْلِ.

اور ابوالزبیر نے کہا از حضرت عائشہ و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت رات تک مؤخر کر دیا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل کتب احادیث میں ہے:

سنن ابوداؤد: ۲۰۰۰' سنن ترمذی: ۹۴۰' سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۸۔

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِیْ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ

اور ذکر کیا جاتا ہے از ابی حسان از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

Marfat.com

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُ الْبَيْتَ اَيَّامَ مِنًى.

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایام منیٰ میں بیت اللہ کی زیارت کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۴۶ میں ہے۔

۱۷۳۲ - وَقَالَ لَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ طَافَ طَوَافًا وَّاحِدًا' ثُمَّ يَقِيْلُ' ثُمَّ يَاْتِيْ مِنًى' يَعْنِيْ يَوْمَ النَّحْرِ' وَرَفَعَهٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ.

اور ہم سے ابونعیم نے کہا' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ انہوں نے ایک طواف (زیارت) کیا' پھر دوپہر کو سو گئے' پھر منیٰ میں آئے یعنی قربانی کے دن' اور امام عبد الرزاق نے اس حدیث کی مرفوعاً روایت کی اور کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۰۸' الرقم المسلسل: ۳۰۵۵' سنن ابوداؤد: ۱۹۹۸' صحیح ابن حبان: ۳۸۸۵۔ ۳۸۸۳' سنن کبریٰ: ۴۱۶۸' المنتقیٰ: ۴۸۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۴۱' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۴۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۸۹۸۔ ج ۸ ص ۴۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ "حضرت ابن عمر نے طواف زیارت کیا' پھر سو گئے' پھر منیٰ میں آئے" اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت ابن عمر منیٰ سے نکل کر مکہ مکرمہ گئے اور وہاں طواف زیارت کیا۔ اس حدیث پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے بیت اللہ جا کر اسی دن واپس کیسے آ جاتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں ظہر پڑھنے سے پہلے بیت اللہ جاتے اور منیٰ میں واپس آ کر ظہر پڑھاتے اور تیز رفتار اونٹ پر منیٰ سے مکہ میں جانا اور واپس آنا ممکن ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۶۲۔ ج ۳ ص ۵۵۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۷۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ' عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَفَضْنَا يَوْمَ النَّحْرِ' فَحَاضَتْ صَفِيَّةُ' فَاَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا مَا يُرِيْدُ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِهٖ' فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا حَائِضٌ' قَالَ حَابِسَتُنَا هِيَ' قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ' قَالَ اُخْرُجُوْا. وَيُذْكَرُ عَنِ الْقَاسِمِ' وَعُرْوَةَ' وَالْاَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَفَاضَتْ صَفِيَّةُ يَوْمَ النَّحْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا' پس ہم نے قربانی کے دن طواف زیارت کر لیا' پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کام کا ارادہ کیا جس کام کا ارادہ مرد اپنی بیوی سے کرتا ہے' تو میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ حائضہ ہیں' تو آپ نے فرمایا: کیا وہ ہم کو روانگی سے روک لیں گی' تو گھر والوں نے بتایا: یارسول اللہ! وہ طواف زیارت کر چکی ہیں' تو آپ نے فرمایا: روانہ ہو' اور القاسم' عروہ اور اسود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے قربانی کے دن طواف زیارت کر لیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' اس کی اس حدیث کے باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ

Marfat.com

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے قربانی کے دن طواف زیارت کر لیا تھا اور یہی باب کا عنوان تھا' نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی عورت نے طواف زیارت کر لیا ہو اور طواف وداع نہ کیا ہو اور اس کے بعد اس کو حیض آ جائے تو وہ مکہ سے روانہ ہو سکتی ہے اور دوسرے لوگ طواف وداع کے بغیر روانہ نہیں ہو سکتے۔

۱۳۱ - بَابُ إِذَا رَمٰى بَعْدَ مَا أَمْسٰى' أَوْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَّذْبَحَ' نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا

جس کسی شخص نے ذبح کرنے سے پہلے بھولے سے یا جہالت سے شام کے بعد کنکریاں مار لیں

۱۷۳۴ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ' عَنْ أَبِيهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ فِي الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ' وَالتَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ' فَقَالَ لَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذبح کرنے' سر منڈانے اور کنکریاں مارنے میں تقدیم اور تاخیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے' وہاں پر یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب اس حدیث کے مطابق ہے کہ جس شخص نے کسی چیز کو بھولے سے مقدم یا مؤخر کر دیا تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر دم (قربانی) ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کر دیا تو اس پر دم ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس پر آخرت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۷۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْئَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى' فَيَقُولُ لَا حَرَجَ. فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ' قَالَ اِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ. قَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ' فَقَالَ لَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ قربانی کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ میں سوال کیا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ کوئی حرج نہیں ہے' سو آپ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ میں نے ذبح سے پہلے سر منڈا لیا تو آپ نے فرمایا: اب ذبح کر لو' کوئی حرج نہیں ہے اور کسی نے کہا: میں نے شام کے بعد کنکریاں ماری ہیں تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲ - بَابُ الْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ

جمرہ کے پاس سواری پر لوگوں کے مسائل کا جواب دینا

۱۷۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

Marfat.com

مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَجَعَلُوْا يَسْأَلُوْنَهُ فَقَالَ رَجُلٌ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ. فَجَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ. فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عیسیٰ بن طلحہ از عبد اللہ بن عمرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں (سواری پر) کھڑے ہوئے تھے کہ لوگ آپ سے سوال کرنے لگے ایک شخص نے کہا: مجھے پتا نہیں چلا تو میں نے ذبح سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: اب ذبح کر لو کوئی حرج نہیں ہے' دوسرے شخص نے کہا: مجھے پتا نہیں چلا تو میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر کر لیا' آپ نے فرمایا: اب کنکریاں مار لو' کوئی حرج نہیں ہے' پس اس دن آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا گیا جس کو مقدم یا مؤخر کر لیا گیا تھا تو آپ نے یہی فرمایا: اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۳۷ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا ثُمَّ قَامَ اٰخَرُ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ وَأَشْبَاهُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ لَهُنَّ كُلِّهِنَّ فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی از عیسیٰ بن طلحہ از عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے جب آپ قربانی کے دن خطبہ دے رہے تھے' ایک شخص آپ کی طرف کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میں یہ سمجھا تھا کہ یہ کام اس سے پہلے کرنا چاہیے' پھر دوسرا کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میں یہ سمجھا تھا کہ فلاں کام اس سے پہلے کرنا چاہیے' میں نے نحر کرنے سے پہلے سر منڈا لیا' میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر کر لیا اور اس کے مثل کام' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام کاموں کے متعلق فرمایا: اب کر لو' کوئی حرج نہیں ہے' اس دن جس کام کو بھی مقدم یا مؤخر کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۳۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عِيْسَى بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهٖ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

انہوں نے کہا: مجھے عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے تھے' پھر پوری حدیث ذکر کی۔ صالح کی متابعت معمر نے کی ہے از الزہری۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۳ - بَابُ الْخُطْبَةِ اَيَّامَ مِنًى

ایامِ منیٰ میں خطبہ دینا

۱۷۳۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا يَوْمٌ حَرَامٌ، قَالَ فَاَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قَالُوْا بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ فَاَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قَالُوْا شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ، وَاَمْوَالَكُمْ، وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا. فَاَعَادَهَا مِرَارًا، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، اِنَّهَا لَوَصِيَّتُهٗ اِلٰى اُمَّتِهٖ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ. [طرف الحدیث: ۷۰۷۹]

(سنن ترمذی: ۲۱۹۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۶۔ ج ۳ ص ۴۷۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن غزوان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن لوگوں کو خطبہ دیا' پس آپ نے فرمایا: اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ حرمت والا دن ہے' آپ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ حرمت والا شہر ہے' آپ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ حرمت والا مہینہ ہے' آپ نے فرمایا: پس بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں' جس طرح تمہارے اس دن کی' تمہارے اس شہر کی' تمہارے اس مہینہ کی حرمت ہے' آپ نے اس بات کو متعدد بار دہرایا' پھر آپ نے اپنا سر اٹھا کر کہا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک یہ آپ کی اپنی امت کی طرف وصیت ہے' (پھر آپ نے فرمایا:) پس چاہیے کہ حاضر غائب تک یہ بات پہنچا دے' تم میرے بعد کفار نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

قرآن مجید سے اس حدیث کی تائید کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا حرام ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تمہاری جانیں اور تمہارے اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں' اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ چونکہ تم سب کا دین واحد ہے' اس لیے تم سب واحد ہو' اس ارشاد کی نظیر یہ آیت ہے:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ . (النساء:۲۹)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ' سوائے اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کا مال باطل کے ساتھ نہ کھاؤ' اور نہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤمن ایک دوسرے کے بھائی ہیں' پس اس کے بھائی کو جو ناجائز چیز پہنچی ہے وہ گویا کہ اس کو پہنچی ہے' اور اس کی مثل یہ آیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان بنی اسرائیل کی مذمت کرتے ہوئے نازل فرمائی ہے جو مسلمانوں کے درمیان رہتے تھے' جو ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے نکالتے تھے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ . (البقرہ:۸۴)

اور جب ہم نے تم سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے نکالنا۔

پس بنی اسرائیل جو ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا: تم اپنا خون نہ بہانا' سو اس آیت میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے مال اور اس کی عزت کو جو حرام کیا' وہ اس کی نظیر ہے جو اس نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان کو حرام کر دیا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان حرام ہے تو پھر تم ڈاکوؤں کو اور باغیوں کے قتل کرنے کو کیوں جائز قرار دیتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام پر لازم ہے کہ وہ ڈاکوؤں کو اور باغیوں کو قتل کر دے اور یہ اللہ کے حکم کی وجہ سے ہے' جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ يُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ . (المائدہ:۳۳)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں' یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے۔

اسی طرح جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کر دے تو اس قاتل کو بھی قصاص میں قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى . (البقرہ:۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے۔

کسی مسلمان کو اس کے کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار دینا جائز نہیں

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: تم میرے بعد کفار نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے یہ بتا چکے ہیں کہ جب تک مسلمان اسلام پر قائم رہیں' ان کا خون بہانا حرام ہے' پس اگر کوئی شخص اس حدیث سے یہ سمجھ بیٹھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان بھائی کے قاتل کو کافر قرار دیا ہے تو اس کا یہ گمان غلط ہے اور بہت بھاری خطاء ہے کیونکہ جو شخص توحید کا اقرار کرتا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہو' اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار دینا جائز نہیں

Marfat.com

ہے سوا اس صورت کے کہ وہ کسی حرام قطعی کام کو حلال قرار دے لیکن جب وہ کسی حرام کام کو حرام سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کرنے والا ہے وہ چاہے گا تو اس کو سزا دے گا اور وہ چاہے گا تو اس کو معاف کر دے گا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۶۱۔۳۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۷۴۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِی عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ. تَابَعَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو.

[اطراف الحدیث: ۱۸۴۱-۱۸۴۳-۵۸۰۴-۵۸۵۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ شعبہ کی متابعت سفیان بن عیینہ نے کی ہے از عمرو۔

(صحیح مسلم: ۱۱۷۷-۷۷، الرقم المسلسل: ۲۶۸۰، سنن ابوداؤد: ۱۸۲۴، سنن نسائی: ۲۶۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر بن الحارث الحوضی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عمرو بن دینار (۴) جابر بن زید ابو الشعثاء الازدی الیحمدی (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱۳)

۱۷۴۱ - حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اَخْبَرَنِی عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی بَكْرَةَ عَنْ اَبِی بَكْرَةَ وَرَجُلٌ اَفْضَلُ فِی نَفْسِی مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِی بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اِسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا بَلٰی قَالَ اَیُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ فَقَالَ اَلَيْسَ ذُو الْحَجَّةِ؟ قُلْنَا بَلٰی قَالَ اَیُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ؟ قُلْنَا بَلٰی قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِی شَهْرِكُمْ هٰذَا فِی بَلَدِكُمْ هٰذَا اِلٰی يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ اَلَا هَلْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قرہ نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمان بن ابی بکرہ نے خبر دی از ابی بکرہ اور اس شخص نے جو میرے دل میں عبد الرحمن حمید بن عبد الرحمان سے افضل تھا از حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن خطبہ دیا آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس دن کے معروف نام کے علاوہ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے آپ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس مہینہ کے معروف نام کے علاوہ اس مہینہ کا کوئی اور نام رکھیں گے پس آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے

Marfat.com

بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ، فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس شہر کے معروف نام کے سوا اس کا کوئی اور نام رکھیں گے' آپ نے فرمایا: کیا یہ حرمت والا شہر نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی' تمہارے اس مہینہ کی' تمہارے اس شہر میں حرمت ہے' یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرلو' سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ ہم نے کہا: جی ہاں! آپ نے کہا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا' پس چاہیے کہ حاضر غائب کو پہنچا دے' پس کئی لوگ جن کو حدیث پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں' پس تم میرے بعد کفار نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى اَتَدْرُوْنَ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَقَالَ فَاِنَّ هٰذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، اَفَتَدْرُوْنَ اَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ، اَفَتَدْرُوْنَ اَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ شَهْرٌ حَرَامٌ. قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا. وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْغَازِ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ حَجَّ بِهٰذَا، وَقَالَ هٰذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ. فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ. وَوَدَّعَ النَّاسَ، فَقَالُوْا هٰذِهٖ حَجَّةُ الْوَدَاعِ.

[اطراف الحدیث: ۴۴۰۳-۶۰۴۳-۶۱۶۶-۶۷۸۵-۶۸۶۸-]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد بن زید نے خبر دی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' پس آپ نے فرمایا: تمہارا یہ دن حرمت والا ہے' کیا تم جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ حرمت والا شہر ہے' کیا پس تم یہ جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ حرمت والا مہینہ ہے' (پھر) آپ نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے تم پر تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو اس طرح حرمت والا بنا دیا ہے جس طرح تمہارے اس دن کی' تمہارے اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں حرمت ہے' اور ہشام بن الغاز نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نحر (قربانی) کے دن اس حج میں جمرات کے دن کھڑے تھے' جب آپ نے حج

۷۷۰۷] (سنن ابوداؤد: ۱۹۴۵ 'سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۸) کیا تھا' اور فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنے لگے: اے اللہ! تو گواہ ہو جا اور آپ نے لوگوں کو الوداع کیا' پس مسلمانوں نے کہا: یہ حجۃ الوداع ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبد اللہ ابوجعفر الجعفی المسندی (۲) ابوعامر عبد الملک بن عمرو العقدی (۳) قرہ بن خالد ابومحمد السدوسی (۴) محمد بن سیرین (۵) عبدالرحمان بن ابی بکرہ' ابوبکرہ کا نام نفیع بن الحارث بن کلدہ ہے (۶) حمید بن عبدالرحمٰن' علامہ کرمانی نے کہا: یہ حمید بن عوف القرشی الزہری ہیں (۷) حضرت ابوبکرہ' یہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱۵۔ ۱۱۴)

حج اکبر کے متعلق اقوال اور حجۃ الوداع کا بیان

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ علم کی تبلیغ فرض کفایہ ہے اور کبھی یہ بعض لوگوں کے حق میں فرض عین ہو جاتا ہے' نیز اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز حرام ہو' اس کو زیادہ تاکیدات کے ساتھ بیان کرنا چاہیے اور اس میں مثال بیان کرنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم النحر کو حج اکبر فرمایا' اور حج اکبر کے مصداق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ حج' حج اکبر ہے اور عمرہ حج اصغر ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حج کیا تھا' وہ حج اکبر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حج کو حج اکبر اس لیے فرمایا کہ اس حج میں مسلمانوں اور مشرکین کا اجتماع تھا اور یہ دن اہل کتاب کی عیدوں کے موافق تھا۔

حج اکبر کی تعیین میں مزید حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہم اور شعبی اور مجاہد کا قول ہے کہ حج اکبر یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ ہے۔

(۲) حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے۔

(۳) سفیان ثوری کا قول ہے کہ تمام ایامِ حج' حج اکبر ہیں۔

(۴) مجاہد کا قول ہے کہ حج اکبر قران ہے اور حج اصغر افراد ہے۔

(۵) ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوم الحج الاکبر وہ یوم ہے جس دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا تھا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے لوگوں کو الوداع کیا۔

کیونکہ آپ کو علم تھا کہ اس کے بعد آپ کا لوگوں کے ساتھ حج میں اجتماع نہیں ہوگا۔

اس کا سبب یہ ہے کہ امام بیہقی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ایام تشریق کے وسط میں آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُۙ (النصر:۱) جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے O

اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جان لیا کہ اب الوداع ہے' یعنی اب آپ مسلمانوں سے رخصت ہو جائیں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایام تشریق کے وسط میں منیٰ میں نازل ہوئی اور یہ حجۃ الوداع تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پوری سورت پڑھ کر ختم کی' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پہچان لیا کہ اب آپ الوداع ہو رہے

Marfat.com

ہیں اور اس حج کے بعد صحابہ نے کہا: یہ حجۃ الوداع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱۹۔۱۱۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت دلائل سے یہ بیان کیا ہے کہ جس دن یوم عرفہ جمعہ کو ہو اس سال کا حج، حج اکبر ہوتا ہے۔

* دیکھئے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۹۲۔۶۸۷۔

۱۳۴ - بَابٌ هَلْ يَبِيتُ أَصْحَابُ السِّقَايَةِ. أَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى؟

جو لوگ منیٰ کی راتوں میں مکہ میں پانی پلاتے ہیں یا کوئی اور کام کرتے ہیں ان کا مکہ میں رہنے کا جواز

۱۷۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۶۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۴۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بکر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اجازت دی۔

اس حدیث کی شرح بھی ۱۶۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى، مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ لَهُ. تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ، وَعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، وَأَبُو ضَمْرَةَ.

(امام بخاری نے) کہا: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ منیٰ کی راتیں پانی پلانے کی وجہ سے مکہ میں گزاریں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ محمد بن عبد اللہ بن نمیر کی متابعت ابو اسامہ اور عقبہ بن خالد اور ابو ضمرہ نے کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۶۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۵ - بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ

کنکریاں مارنا

اس باب کے عنوان میں "جمار" کا لفظ ہے اس کا واحد "جمرۃ" ہے اس کا معنی ہے: کنکری۔ ایام تشریق میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ چنے یا گٹھلی یا پور کے برابر ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے اس جگہ پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں جو مسجد خیف کے قریب ہے اس کو جمرہ اولیٰ کہتے ہیں پھر وہاں کچھ دیر ٹھہر کر اس جگہ سات کنکریاں ماری جاتی ہیں جو جمرہ اولیٰ کے قریب ہے اس کو جمرہ ثانیہ کہا

جاتا ہے' پھر وہاں کچھ دیر ٹھہر کر جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں اور وہاں ٹھہرا نہیں جاتا' العقبہ کے معنی ہیں: دو پہاڑوں کے درمیان گھاٹی' یہ تیسرا جمرہ ہے' اب ان جمرات کی جگہوں پر ستون بنا دیئے گئے ہیں' جو اسی ترتیب پر ہیں' منیٰ سے مکہ کی طرف آتے ہوئے پہلا جمرہ' پھر دوسرا' پھر تیسرا' جمرہ کا معنی کنکری ہے لیکن یہاں مراد کنکری مارنے کی جگہ ہے۔

(البنایہ ج ۵ ص ۱۴۵۔ ۱۴۴' مطبوعہ مکتبہ حقانیہ' ملتان)

وَقَالَ جَابِرٌ رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى' وَرَمٰى بَعْدَ ذٰلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ.

اور حضرت جابر رضی اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر (قربانی کے دن) کو چاشت کے وقت کنکریاں ماریں اور اس کے بعد زوال کے وقت کنکریاں ماریں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے' حوالہ کے لیے دیکھئے:

صحیح مسلم:۱۲۹۹' الرقم المسلسل:۳۰۳۱' سنن ابوداؤد:۱۹۷۱' سنن ترمذی:۸۹۵' سنن نسائی:۳۰۶۰' سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۳۔

۱۷۴۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ' عَنْ وَبَرَةَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَتٰى اَرْمِي الْجِمَارَ؟ قَالَ اِذَا رَمٰى اِمَامُكَ فَارْمِهْ' فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْاَلَةَ' قَالَ كُنَّا نَتَحَيَّنُ' فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا. (سنن ابوداؤد:۱۹۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از وبرہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ سے سوال کیا کہ میں جمار کو کس وقت کنکریاں ماروں؟ انہوں نے کہا: جب تمہارا امیر کنکریاں مارے' تم بھی اس وقت کنکریاں مارو' میں نے ان سے دوبارہ سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہم انتظار کرتے تھے' جب زوال آفتاب ہو جاتا تو اس وقت ہم کنکریاں مارتے تھے۔

جمرہ عقبہ کو پہلے دن کنکریاں مارنے کے اوقات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ نے بتایا کہ جب تمہارے حج کا امیر کنکریاں مارے تو تم بھی اس وقت کنکریاں مارو' گویا حضرت ابن عمر کو خطرہ تھا کہ یہ شخص امیر حج کی مخالفت کرے گا' پھر اس کو ضرر لاحق ہوگا' پھر جب اس نے دوبارہ سوال کیا تو حضرت ابن عمر نے اس سے مسئلہ چھپانا مناسب نہیں جانا اور اس کو بتایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس طرح کنکریاں مارتے تھے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سنت یہ ہے کہ قربانی کے دن زوال آفتاب سے پہلے کنکریاں ماری جائیں اور اس کے بعد کے ایام میں زوال آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں' جمہور کا قول یہی ہے' عطاء اور طاؤس نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ مطلقاً زوال سے پہلے کنکریاں مارنی جائز ہیں اور فقہاء احناف نے اجازت دی ہے کہ جس دن حجاج نے منیٰ سے روانہ ہونا ہو' اس دن زوال سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے اور اسحاق نے کہا ہے کہ اگر اس نے زوال سے پہلے کنکریاں ماریں تو ان کا اعادہ کرے سوائے تیسرے دن کے' اگر تیسرے دن اس نے زوال سے پہلے کنکریاں مار لیں تو جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۳' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں کنکریاں مارنے کے اوقات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث سے دو حکم مستفاد ہوتے ہیں:

پہلا حکم یہ ہے کہ قربانی کے دن جمرہ العقبہ کو کنکریاں مارنے کا وقت چاشت کا وقت ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء ہے' علامہ رافعی نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں' پھر باقی افعال کرے اور طواف زیارت دن کی روشنی میں کرے۔

ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ علامہ رافعی کا قول حدیث کے مخالف ہے' کنکریاں مارنے کا مستحب وقت چاشت کا وقت ہے جب دن خوب چڑھ جائے' تاہم طلوع شمس کے بعد بھی کنکریاں مارنا جائز ہے' یہ ہمارا مذہب ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یوم النحر کو چاشت کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری سے کنکریاں مار رہے تھے اور اس کے بعد آپ زوال آفتاب کے بعد کنکریاں مارتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۹۷۱' سنن ترمذی: ۸۹۴' سنن نسائی: ۳۰۶۳' سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۳)

المحیط میں مذکور ہے کہ جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارنے کے تین اوقات ہیں:

(۱) طلوع آفتاب کے بعد کنکریاں مارنا مسنون ہے (۲) زوال آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک مباح ہے (۳) رات کو کنکریاں مارنا مباح ہے' اور اگر اس نے کنکریاں نہیں ماریں حتیٰ کہ رات داخل ہوگئی تو اس پر واجب ہے کہ وہ رات کو کنکریاں مارے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ رات کو کنکریاں نہ مارے اور اس پر ایک قربانی ہے اور اگر اس نے یوم النحر کو کنکریاں نہیں ماریں حتیٰ کہ صبح ہوگئی تو وہ اگلے دن کنکریاں مارے اور اس میں صاحبین کا اختلاف ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ ایام تشریق میں کنکریاں مارنے کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہے' اس پر تمام ائمہ متفق ہیں اور تیسرے روز کنکریاں مارنے کے وقت میں امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ تیسرے روز زوال سے پہلے بھی کنکریاں مارنا استحساناً جائز ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر اس نے پہلے اور دوسرے روز زوال سے پہلے کنکریاں ماریں تو وہ دوبارہ کنکریاں مارے اور تیسرے روز زوال سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے۔

عطاء اور طاؤس نے کہا ہے کہ ان تینوں دنوں میں زوال سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' ثوری اور ابوثور اس پر متفق ہیں کہ جب ایام تشریق گزر جائیں اور آخری دن کا سورج غروب ہو جائے تو کنکریاں مارنے کا وقت فوت ہو گیا اور اب اس کی تلافی ایک قربانی دینے سے کی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں بھی طلوع شمس کے بعد کنکریاں مارنی جائز ہیں

آج کل کے ایام میں (۲۰۰۷ء) میں پچیس لاکھ سے زائد مسلمان حج کر رہے ہیں' یوم النحر کو طلوع آفتاب سے لے کر رات تک کنکریاں مارنے کا وقت ہوتا ہے' اس لیے حجاج وقفہ وقفہ سے کنکریاں مار لیتے ہیں لیکن اس کے بعد کے تین ایام میں زوال آفتاب کے بعد سے کنکریاں مارنے کا وقت شروع ہوتا ہے' یہ وقت بہت کم ہوتا ہے اور کنکریاں مارنے والے حجاج کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے' اس وجہ سے ہر سال سینکڑوں حجاج رش میں کچلے جاتے ہیں اور ان کی الم ناک موت واقع ہوتی ہے۔

اگر یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں بھی طلوع آفتاب کے بعد سے کنکریاں مارنی شروع کی جائیں تو حجاج کی قیمتی جانیں تلف ہونے سے بچ جائیں گی' ہمارے فقہاء نے ان تین دنوں میں زوال آفتاب کے بعد کنکریاں مارنے کو اس لیے کہا ہے کہ سنن

ابوداؤد: ۱۹۷۱ میں ہے کہ نبی ﷺ یوم النحر کے بعد زوالِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارتے تھے' اس میں کوئی شک نہیں کہ سنت یہی ہے کہ ان دن تین دنوں میں زوالِ آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں لیکن اگر تین دنوں میں بھی طلوعِ شمس کے بعد کنکریاں ماری جائیں تو یہ عمل زیادہ سے زیادہ خلافِ سنت ہوگا باطل نہیں ہوگا کیونکہ زوالِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارنے سے رش بہت زیادہ ہو جاتا ہے اور وقت کم ہوتا ہے' حجاج دھکم پیل کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہر سال سینکڑوں سے زیادہ اموات ہو جاتی ہیں' لہٰذا اس ضرر سے بچنے کے لیے ان آخری تین دنوں میں بھی طلوعِ آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں تو یہ استحساناً جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا اور طلوعِ فجر کے بعد کنکریاں مارنے کی گنجائش ہے' اس لیے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تیسرے دن زوالِ آفتاب سے پہلے کنکریاں مارنے کی اجازت دی ہے اور طاؤس اور عطاء بن ابی رباح نے مطلقاً ان ایام میں طلوعِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارنے کو جائز کہا ہے' اور صحیح البخاری: ۱۷۴۶ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ جب تمہارا امیر کنکریاں مارے تم بھی اس وقت کنکریاں مارو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک کنکریاں مارنے کے لیے کوئی وقت معین اور ضروری نہیں تھا' نیز آخری تین دنوں میں زوال سے پہلے کنکریاں مارنا صرف سنت ہے' اور جان کی حفاظت واجب ہے' اس لیے ان آخری تین دنوں میں بھی طلوعِ آفتاب کے بعد سے کنکریاں مارنی چاہئیں۔

۱۳۶ - بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ

وادی کے نشیب میں جا کر جمار کو کنکریاں مارنا

اس سے مراد یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارنا ہے یعنی وادی کے نشیب میں جا کر نیچے سے اوپر کی طرف کنکریاں مارنا۔

۱۷۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ رَمٰى عَبْدُ اللّٰهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ، فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ نَاسًا يَرْمُوْنَهَا مِنْ فَوْقِهَا؟ فَقَالَ وَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ، هٰذَا مَقَامُ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا. [اطراف الحدیث: ۱۷۴۸-۱۷۴۹-۱۷۵۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم از عبدالرحمان بن یزید' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وادی کے نشیب سے کنکریاں ماریں' میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! لوگ تو وادی کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں' تو انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یہ اس ذات کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جس پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی ﷺ اور عبداللہ بن الولید نے کہا: ہمیں سفیان نے از الاعمش اسی طرح حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: ۱۲۹۶' الرقم المسلسل: ۳۰۲۱' سنن ترمذی: ۹۰۲' سنن نسائی: ۳۰۷۰-۳۰۶۹-۳۰۶۷' سنن ابن ماجہ: ۳۰۳۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن کثیر (۲) سفیان الثوری (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابراہیم النخعی (۵) عبدالرحمٰن بن یزید النخعی (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۲۳)

وادی کے نشیب سے کنکریاں مارنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمرة العقبہ پر وادی کے نشیب سے کنکریاں مارنی سنت ہے اور اگر کسی نے نیچے کنکریاں ماریں تو یہ مکروہ ہے اور التوضیح میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے وادی کے نیچے کنکریاں ماریں تو یہ جائز ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کسی نے وادی کے اوپر سے کنکریاں ماریں تو صحیح ہے پھر انہوں نے اس سے رجوع کیا اور کہا: کنکریاں صرف وادی کے نیچے سے مارے یا اس کے اوپر سے یا اس کے اوسط سے ان سب کی گنجائش ہے اور جو پسندیدہ جگہ ہے وہ یہ ہے کہ وادی کے نیچے سے کنکریاں مارے جس طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور میں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بھی وادی کے نشیب سے کنکریاں مارتے تھے عطاء اور سالم نے بھی اسی طرح کہا ہے اور یہی ثوری امام شافعی امام احمد اور اسحاق کا قول ہے امام مالک نے کہا: وادی کے نیچے سے کنکریاں مارنا میرے نزدیک مستحب ہے ایک روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اس وقت جمرہ پر بھیڑ بہت تھی تو انہوں نے اوپر سے اس پر کنکریاں ماریں۔

(عمدة القاری ج ۱۰ ص ۱۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳۷ - بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ

ہر جمرہ پر سات کنکریاں مارنا

ذَكَرَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس تعلیق کے موافق حدیث صحیح البخاری: ۱۷۵۱ میں آرہی ہے۔

۱۷۴۸ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ انْتَهٰى اِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَّسَارِهٖ وَمِنًى عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَرَمٰى بِسَبْعٍ وَقَالَ هٰكَذَا رَمَى الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از عبدالرحمان بن یزید از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ جمرہ کبریٰ تک پہنچے انہوں نے بیت اللہ کو اپنی بائیں جانب رکھا اور منیٰ کو دائیں جانب رکھا اور سات کنکریاں ماریں اور کہا: اسی طرح انہوں نے کنکریاں ماری تھیں جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۷۴۷ میں گزر چکی ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں یہ مذکور ہے کہ یہ اس ذات کا کام ہے جس پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی اس ذات سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس حدیث میں سورۃ البقرہ کا ذکر ہے حالانکہ آپ پر تو پورا قرآن نازل ہوا تھا سورۃ البقرہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سورۃ البقرہ میں حج کے احکام بہت کثرت سے بیان کیے گئے ہیں۔

۱۳۸ - بَابُ مَنْ رَّمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَّسَارِهٖ

جس نے جمرة العقبہ کی رمی کی تو بیت اللہ کو بائیں جانب رکھا

۱۷۴۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّهُ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَرَاٰهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از عبدالرحمٰن بن یزید وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج

Marfat.com

يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ قَالَ هٰذَا مَقَامُ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ.

کیا تو ان کو دیکھا کہ انہوں نے جمرہ کبریٰ پر سات کنکریاں ماریں، پس بیت اللہ کو بائیں جانب رکھا اور منیٰ کو دائیں جانب رکھا، پھر کہا: یہ ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۴۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۹ - بَابٌ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ تَكْبِيرَةً

ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہے

۱۷۵۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ السُّوْرَةُ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ، وَالسُّوْرَةُ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيهَا اٰلُ عِمْرَانَ، وَالسُّوْرَةُ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيهَا النِّسَاءُ، قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، حِيْنَ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ، حَتّٰى إِذَا حَاذٰى بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا، فَرَمٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ قَالَ مِنْ هَا هُنَا، وَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ، قَامَ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از عبد الواحد، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حجاج کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ سورت جس میں البقرہ کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں النساء کا ذکر ہے، الاعمش نے کہا: پھر میں نے اس بات کا ذکر ابراہیم سے کیا تو انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن یزید نے حدیث بیان کی کہ وہ اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، جب انہوں نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں، پس وادی کو نشیب میں رکھا، جب درخت کے برابر پہنچے تو اس وادی کے عرض میں آ گئے، پھر سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر پڑھتے، پھر کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! اسی جگہ وہ کھڑے ہوئے تھے جن کے اوپر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۴۷ میں گزر گئی ہے۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حجاج کا یہ کہنا درست ہے کہ وہ سورت جس میں البقرہ کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود نے بھی اسی طرح فرمایا ہے کہ وہ سورت جس میں البقرہ کا ذکر ہے۔

۱۴۰ - بَابٌ مَنْ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَلَمْ يَقِفْ

جس نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں اور وہاں نہیں ٹھہرا

اس تعلیق کی حدیث موصول اگلے باب میں آ رہی ہے۔

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

۱۴۱ - بَابٌ إِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ، يَقُوْمُ وَيُسْهِلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

جب پہلے اور دوسرے جمرہ کو کنکریاں مارے تو قبلہ رخ نرم زمین پر کھڑا ہو

Marfat.com

یعنی ان دونوں جمروں کے پاس کافی دیر کھڑا رہے' پہلے جمرہ کے پاس کتنی دیر کھڑا رہے' اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے پاس اتنی دیر کھڑے رہتے تھے جتنی دیر میں دو دفعہ سورۃ البقرہ پڑھی جا سکے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں جمروں کے پاس اتنی دیر کھڑے رہتے تھے جتنی دیر میں سورۃ البقرہ پڑھی جا سکے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اتنی دیر کھڑے رہتے تھے جتنی دیر میں سو آیتوں والی کوئی سورت پڑھی جا سکے' اتنی دیر کھڑے رہنے میں پڑھنے کے لیے کوئی چیز معین نہیں' وہاں کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرے اور دعا کرے اور اگر وہاں کھڑا نہ ہو اور ذکر اور دعا نہ کرے تو اکثر علماء کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے' مگر سفیان ثوری نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ پھر وہ کوئی چیز کھلائے یا قربانی کرے۔

۱۷۵۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّى يُسْهِلَ، فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُومُ طَوِيلًا، وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطَى، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيَسْتَهِلُّ، وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُومُ طَوِيلًا، وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ طَوِيلًا، ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيَقُولُ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۷۵۲-۱۷۵۳] (سنن نسائی: ۳۰۸۳' سنن ابن ماجہ: ۳۰۳۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں طلحہ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ پہلے جمرہ پر سات کنکریاں مارتے' ہر کنکری مارنے کے بعد اللہ اکبر پڑھتے' پھر آگے بڑھتے حتیٰ کہ نرم اور ہموار زمین میں آ جاتے یعنی نشیب میں' پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے' پھر کافی دیر کھڑے رہ کر اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے' پھر دوسرے (درمیانی) جمرہ کو کنکریاں مارتے' پھر بائیں جانب مڑ کر لا الٰہ الا اللہ پڑھتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کافی دیر تک دعا کرتے رہتے اور دونوں ہاتھ بلند رکھتے ہوئے دعا کرتے' پھر وادی کے نیچے سے جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارتے اور اس کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے' پھر واپس چلے جاتے اور کہتے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''الجمرۃ الدنیا'' کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ جمرہ ہے جو مسجد خیف کی طرف ہے' یہ پہلا جمرہ ہے جس پر قربانی کے دوسرے دن کنکریاں ماری جاتی ہیں' یہ جمرہ منیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہے اور مکہ سے سب سے زیادہ دور ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمر دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں دونوں ہاتھوں کا بلند کرنا مشروع ہے' امام مالک تمام دعاؤں میں دونوں ہاتھوں کے بلند کرنے سے منع کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ صرف استسقاء (بارش طلب کرنے) کی دعا میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا چاہیے اور اس دعا میں ہاتھوں کے باطنی حصہ کو زمین کی طرف رکھنا چاہیے اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ اس موقع پر بھی دعا میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے لیکن علامہ ابن التین اور علامہ ابن حاجب نے کہا ہے کہ سنت کی اتباع کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۴۲ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ جَمْرَةِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطَى

قریب اور درمیانی جمرہ کے پاس دونوں ہاتھ بلند کرنا

Marfat.com

یعنی جو جمرہ مسجد خیف کے قریب ہے اور یہ پہلا جمرہ ہے اور درمیانی جمرہ سے مراد دوسرا جمرہ ہے اور یہ پہلے جمرہ اور جمرۃ العقبہ کے درمیان ہے۔

١٧٥٢ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي اَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، ثُمَّ يُكَبِّرُ عَلٰى اِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ، فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيْلًا، فَيَدْعُوْ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطٰى كَذٰلِكَ، فَيَاْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ، وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيْلًا، فَيَدْعُوْ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ، وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، وَيَقُوْلُ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از یونس بن یزید از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ پر سات کنکریاں مارتے تھے پھر ہر کنکری کے بعد اللہ اکبر پڑھتے تھے پھر آگے بڑھ کر نرم زمین میں چلے جاتے پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے پھر کافی دیر کھڑے رہتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے پھر اسی طرح درمیانی جمرہ کو کنکریاں مارتے پھر بائیں طرف نرم زمین میں چلے جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور کافی دیر کھڑے رہتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے پھر وادی کے نیچے جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارتے اور وہاں نہیں ٹھہرتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۷۵۱ میں گزر چکی ہے۔

١٤٣ - بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ

دو جمروں کے درمیان دعا کرنا

١٧٥٣ - وَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الَّتِيْ تَلِيْ مَسْجِدَ مِنًى، يَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمٰى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ تَقَدَّمَ اَمَامَهَا، فَوَقَفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُوْ، وَكَانَ يُطِيْلُ الْوُقُوْفَ، ثُمَّ يَاْتِي الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ، فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمٰى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْحَدِرُ ذَاتَ الْيَسَارِ، مِمَّا يَلِي الْوَادِيَ، فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُوْ، ثُمَّ يَاْتِي الْجَمْرَةَ الَّتِيْ عِنْدَ الْعَقَبَةِ، فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا. قَالَ الزُّهْرِيُّ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

اور محمد نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس جمرہ کو رمی کرتے جو مسجد منٰی کے قریب ہے تو اس کو سات کنکریاں مارتے اور جب بھی کنکری مارتے تو اللہ اکبر پڑھتے پھر اس کے آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے ٹھہر جاتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے اور وہاں کافی دیر ٹھہرے رہتے پھر دوسرے جمرہ پر آتے پس اس کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر پڑھتے پھر بائیں جانب وادی کے قریب اترتے پھر وہاں قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے پھر اس جمرہ کے پاس آتے جو العقبہ کے پاس ہے پس اس کو سات کنکریاں مارتے ہر کنکری کو مارتے وقت اللہ اکبر پڑھتے پھر لوٹ جاتے اور اس کے پاس نہیں ٹھہرتے

Marfat.com

يُحَدِّثُ مِثْلَ هٰذَا، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

تھے الزہری نے کہا: میں نے سالم بن عبد اللہ سے سنا وہ اس حدیث کی مثل از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۷۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۴ - بَابُ الطِّيْبِ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ، وَالْحَلْقِ قَبْلَ الْاِفَاضَةِ

جمرات پر کنکریاں مارنے کے بعد خوشبو لگانا اور طواف زیارت سے پہلے سر منڈانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد اور سر منڈانے کے بعد طواف زیارت کرنے سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد اور طواف زیارت کرنے سے پہلے حج کرنے والے کے لیے کیا کیا چیزیں مباح ہو جاتی ہیں؟ حضرت ابن عباس، حضرت ابن الزبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ عورتوں کے علاوہ اس پر ہر چیز مباح ہو جاتی ہے۔ سالم، طاؤس اور النخعی کا بھی یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابو ثور کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور حضرت ابن عمر اور ان کے بیٹے سے یہ مروی ہے کہ اس کے اوپر عورتیں اور شکار کرنے کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے، اور امام مالک نے المدونۃ الکبریٰ میں یہ لکھا ہے کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد اور طواف زیارت کرنے سے پہلے خوشبو لگانا مکروہ ہے، لیکن اگر اس نے خوشبو لگالی تو اس پر کوئی تاوان یا جرمانہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۲)

۱۷۵۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ وَكَانَ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهٖ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُ، وَكَانَ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهٖ، يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ، حِيْنَ اَحْرَمَ، وَلِحِلِّهٖ حِيْنَ اَحَلَّ، قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ، وَبَسَطَتْ يَدَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن القاسم نے حدیث بیان کی اور وہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے، انہوں نے اپنے والد سے سنا اور وہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا تو میں نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی اور جب آپ نے احرام کھولا تو آپ کے طواف زیارت کرنے سے پہلے میں نے آپ کو خوشبو لگائی اور حضرت عائشہ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۳۹ میں گزر چکی ہے تاہم خوشبو کے سلسلہ میں اختلاف ائمہ ذکر کیا جا رہا ہے۔

خوشبو لگانے کے سلسلہ میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

خوشبو کے سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ، ان کے اصحاب، امام شافعی اور ان کے اصحاب اور ایک روایت میں امام احمد نے یہ کہا ہے کہ خوشبو سلے ہوئے لباس کے حکم میں ہے، پس جس طرح احرام کھولنے کے بعد سلا ہوا لباس حلال ہو جاتا ہے، اسی طرح

Marfat.com

احرام کھولنے کے بعد خوشبو لگانا بھی حلال ہو جاتا ہے اور امام مالک اور دوسری روایت میں امام احمد نے یہ کہا ہے کہ خوشبو لگانے کا حکم جماع کے حکم کی مثل ہے' پس محرم کے لیے خوشبو لگانا اسی وقت حلال ہوگا جب محرم کے لیے جماع کرنا حلال ہو جائے یعنی طواف زیارت کے بعد' امام ابوحنیفہ اور ان کے موافقین نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے' نیز امام طحاوی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے کنکریاں مارلیں اور سر منڈالیا تو تمہارے لیے عورتوں کے سواسب چیزیں حلال ہو گئیں۔ (شرح معانی الآثار: ۳۹۴۳)(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۴۵ - بَابُ طَوَافِ الْوَدَاعِ

طواف الوداع کا حکم

۱۷۵۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ اٰخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ، إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ میں گزرے مگر آپ نے حائض عورت کے لیے تخفیف کر دی یعنی اس سے طواف الوداع کو ساقط کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۵۶ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ، تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدٌ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ۱۷۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی از عمرو بن الحارث از قتادہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر' عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں' پھر وادیٔ محصب میں ایک نیند لی' پھر سوار ہو کر بیت اللہ گئے' سو وہاں طواف کیا۔ لیث نے عمرو بن الحارث کی متابعت کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ' انہوں نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں جس طواف کا ذکر ہے' اس سے مراد طواف الوداع ہے۔

۱۴۶ - بَابُ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ

جب طواف زیارت کے بعد کسی عورت کو حیض آجائے

اس باب سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب کسی عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے تو آیا اس پر طواف وداع رہے گا یا اس کے حیض کے عذر کی وجہ سے اس سے طواف وداع ساقط ہو جائے گا اور اس پر طواف وداع نہ کرنے کی وجہ سے کوئی دم

Marfat.com

لازم آئے گا یا نہیں؟

۱۷۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَاضَتْ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟! قَالُوْا إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، قَالَ فَلَا إِذًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالرحمان بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت صفیہ بنت حُیی زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حیض آ گیا' انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ہمیں ٹھہرانے والی ہیں' لوگوں نے بتایا کہ وہ طوافِ زیارت کر چکی ہیں' آپ نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس مکہ روانہ ہونا چاہتے تھے اور ابھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے طواف وداع نہیں کیا تھا جو کہ واجب ہے' اور انہوں نے بتایا کہ ان کو حیض آ گیا ہے اور اس حال میں وہ طوافِ وَداع نہیں کر سکتی تھیں' پھر آپ کو بتایا گیا کہ وہ طوافِ زیارت کر چکی ہیں جو حج کا رکن اور فرض ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے' وہ ہمارے ساتھ جا سکتی ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت حیض کے عذر کی وجہ سے طوافِ وداع چھوڑ سکتی ہے' کیونکہ جو طواف فرض ہے اس کو وہ کر چکی ہیں۔

۱۷۵۸، ۱۷۵۹ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ سَأَلُوْا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ امْرَأَةٍ طَافَتْ، ثُمَّ حَاضَتْ، قَالَ لَهُمْ تَنْفِرُ، قَالُوْا لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ، قَالَ إِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِيْنَةَ فَسَلُوْا، فَقَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ، فَسَأَلُوْا، فَكَانَ فِيْمَنْ سَأَلُوْا أُمُّ سُلَيْمٍ، فَذَكَرَتْ حَدِيْثَ صَفِيَّةَ. رَوَاهُ خَالِدٌ وَّقَتَادَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ ایک عورت نے طواف (زیارت) کر لیا' پھر اس کو حیض آ گیا (تو کیا وہ روانہ ہو سکتی ہے؟) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: وہ روانہ ہو سکتی ہے' انہوں نے کہا: ہم آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے اور حضرت زید بن ثابت کا قول نہیں چھوڑیں گے (وہ کہتے تھے کہ وہ طوافِ وداع کیے بغیر نہیں جا سکتی) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب تم مدینہ جاؤ تو اس کی تحقیق کر لینا' پس جب وہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے اس کے متعلق سوال کیا تو جن سے انہوں نے پوچھا' ان میں حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں' انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی۔ اس حدیث کو خالد اور قتادہ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ایک عورت نے طوافِ زیارت کر لیا' پھر اس کو حیض آ گیا۔

Marfat.com

بغیر طوافِ وداع کیے حائضہ کی روانگی میں اختلافِ صحابہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں قتادہ کی عکرمہ سے روایت کو بیان کرتے ہیں:

امام ابوداؤد الطیالسی نے از قتادہ از عکرمہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا اس عورت کے متعلق اختلاف ہو گیا' جس عورت نے یوم النحر کو طواف زیارت کر لیا تھا' پھر اس کو حیض آ گیا' حضرت زید بن ثابت نے کہا: اس پر لازم ہے کہ وہ طواف وداع کرے' حضرت ابن عباس نے کہا: اگر وہ روانہ ہونا چاہتی ہو تو وہ جا سکتی ہے' انصار نے کہا: اے ابن عباس! ہم آپ کی پیروی نہیں کریں گے جب کہ آپ حضرت زید بن ثابت کی مخالفت کر رہے ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم اپنی صاحبہ حضرت اُمِّ سُلیم رضی اللہ عنہا سے یہ مسئلہ معلوم کرو' حضرت ام سلیم نے کہا: مجھے بھی بیت اللہ کا طواف زیارت کرنے کے بعد حیض آ گیا تھا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں روانہ ہو جاؤں اور حضرت صفیہ کو حیض آ گیا' تو حضرت عائشہ نے ان سے کہا: تم نے ہمیں روانہ ہونے سے روک دیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ روانہ ہو سکتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر کا حضرت عائشہ کی حدیث کی طرف رجوع کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ شہروں کے اکثر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو عورت طواف زیارت کر چکی ہو' پھر اس کو حیض آ جائے تو اس پر طواف وداع واجب نہیں ہے اور ہم نے حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے اس عورت کو ٹھہرنے کا حکم دیا' حتیٰ کہ وہ طواف وداع کرے اور انہوں نے اس طوافِ وداع کو اس پر اس طرح واجب کیا ہے' جس طرح اس پر حیض آنے سے پہلے طواف زیارت واجب تھا۔

حضرت ابن عمر کی سند صحیح سے یہ روایت ہے کہ ایک عورت نے یوم النحر کو بیت اللہ کا طواف کیا' پھر اس کو حیض آ گیا تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ لوگوں کے مکہ سے روانہ ہونے کے باوجود وہ عورت مکہ میں ٹھہرے گی حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو کر طواف وداع کرے اور حضرت ابن عمر اور حضرت زید بن ثابت کا اپنے مؤقف سے رجوع کرنا ثابت ہے اور حضرت عمر اپنے مؤقف پر قائم رہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی وجہ سے ہم نے حضرت عمر کے مؤقف کی مخالفت کی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت زید بن ثابت کے متبعین نے حضرت ابن عباس سے کہا: ہم زید بن ثابت کے قول کو ترک نہیں کریں گے اور ہم آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے' اس میں تقلید کا ثبوت ہے کیونکہ انہوں نے بغیر کسی دلیل کے حضرت زید کے قول پر عمل کیا اور یہی تقلید ہے اور جب حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر کو حضرت عائشہ کی حدیث کا علم ہو گیا تو انہوں نے اپنے مؤقف سے رجوع کر لیا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہو اور ان کو حدیث مل جائے تو پھر چاہیے کہ وہ اپنے مؤقف کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کریں۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا بعض مسائل میں اختلاف بھی ہوتا تھا لیکن وہ ایک دوسرے کے باہمی احترام میں کمی نہیں آنے دیتے تھے۔

۱۷۶۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان

Marfat.com

حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا أَفَاضَتْ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والدِ خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ جب حائضہ طواف زیارت کر لے تو اس کو روانہ ہونے کی رخصت دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲۹ میں بیان کر دی گئی ہے۔

۱۷۶۱ - قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ.

انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ روانہ نہ ہوں، پھر بعد میں، میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روانہ ہونے کی رخصت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳۰ میں کر دی گئی ہے۔

۱۷۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ نِسَائِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَحَلَّ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَحَاضَتْ هِيَ، فَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا مِنْ حَجِّنَا، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ، لَيْلَةُ النَّفْرِ، قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كُلُّ أَصْحَابِكَ يَرْجِعُ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ غَيْرِي، قَالَ مَا كُنْتِ تَطُوفِينَ بِالْبَيْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَاخْرُجِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ، وَمَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا. فَخَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ، وَحَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْرٰى حَلْقٰى، إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا، أَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قَالَتْ بَلٰى، قَالَ فَلَا بَأْسَ، اِنْفِرِي. فَلَقِيتُهُ مُصْعِدًا عَلٰى أَهْلِ مَكَّةَ، وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ، أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ. وَقَالَ مُسَدَّدٌ قُلْتُ لَا. وَتَابَعَهُ جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، فِي قَوْلِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے اور ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے اور آپ نے بیت اللہ میں اور صفا اور المروۃ میں طواف کیا اور آپ نے احرام نہیں کھولا، اور آپ کے ساتھ ہدی تھی، پس آپ کے ساتھ جو آپ کی ازواج تھیں اور آپ کے اصحاب تھے انہوں نے بھی طواف کیا، اور ان میں سے جن کے ساتھ ہدی نہیں تھی انہوں نے احرام کھول دیا، پس حضرت عائشہ کو حیض آ گیا، پھر ہم نے اپنے حج کے تمام افعال کیے، پھر جب آپ کے روانہ ہونے کی رات آئی تو آپ وادیٔ محصب میں تھے، پس حضرت عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! میرے سوا آپ کے تمام اصحاب حج اور عمرہ کر کے واپس جائیں گے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے ان راتوں میں بیت اللہ کا طواف نہیں کیا جب ہم مکہ میں آئے تھے؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم کی طرف روانہ ہو اور عمرہ کا احرام باندھ لو اور تم سے فلاں فلاں جگہ ملاقات کا وعدہ ہے، پس میں حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنعیم کی طرف نکلی، پس میں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور حضرت صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے) فرمایا: اری بانجھ سرمنڈی! کیا تم ہم کو روکے رکھو گی! کیا تم نے یوم

لَا.

النحر (دس ذوالحجہ) کو طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ انہوں نے بتایا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: پھر کوئی فکر کی بات نہیں ہے' روانہ ہو' پھر میری آپ سے ملاقات ہوئی جب آپ مکہ والوں کی طرف چڑھ رہے تھے اور میں اتر رہی تھی یا میں چڑھ رہی تھی اور آپ اتر رہے تھے' اور مسدد نے بیان کیا: میں نے کہا: نہیں! اور اس حدیث میں جریر نے ابوعوانہ کی از منصور اس قول ''نہیں'' میں متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' تاہم یہاں ایک اشکال کا جواب دیا جارہا ہے:

حضرت صفیہ سے عمل تزویج کے ارادہ پر ایک اشکال کا جواب

صحیح البخاری: ۱۷۳۳' میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یوم النحر کو طواف زیارت کیا' پس حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ عمل تزویج کا ارادہ کیا تو میں نے بتایا: یارسول اللہ! یہ حائضہ ہیں' تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ہم کو (روانہ ہونے سے) روکنے والی ہیں؟ تو گھر والوں نے بتایا: یارسول اللہ! یہ طواف زیارت کر چکی ہیں' آپ نے فرمایا: پھر روانہ ہو۔ اور اس حدیث: ۱۷۶۲ میں مذکور ہے کہ حضرت صفیہ کو حیض آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اری بانجھ سرمنڈی! کیا تم ہم کو (روانہ ہونے سے) روکنے والی ہو؟ کیا تم نے یوم النحر کو طواف نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت صفیہ طواف زیارت کر چکی ہیں حتیٰ کہ آپ کو بتایا گیا' اس پر یہ اشکال ہے کہ پھر آپ نے ان سے عمل تزویج کا ارادہ کیسے کیا حتیٰ کہ حضرت عائشہ نے آپ کو بتایا کہ وہ حائضہ ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت آپ نے ان سے عمل تزویج کا ارادہ کیا تھا' اس وقت آپ کا خیال یہ تھا کہ دیگر ازواج کے ساتھ حضرت صفیہ بھی طواف زیارت کر چکی ہیں کیونکہ آپ نے تمام ازواج کو طواف زیارت کرنے کا حکم دے دیا تھا' پھر حضرت عائشہ نے آپ کو بتایا کہ وہ حائضہ ہیں' پھر جب آپ روانہ ہونے لگے تو آپ کو اس کا خیال نہ رہا اور آپ کا خیال تھا کہ شاید ان کو طواف زیارت سے پہلے حیض آیا ہوگا اور انہوں نے ابھی تک طواف زیارت بھی نہیں کیا' اس لیے آپ نے فرمایا: اری بانجھ سرمنڈی! کیا تم ہم کو روانہ ہونے سے روکنے والی ہو یعنی ابھی تم کو طواف زیارت کرنا ہوگا' پھر آپ کو بتایا گیا کہ یہ طواف زیارت کر چکی ہیں' انہوں نے صرف طواف وداع نہیں کیا ہے' تب آپ نے فرمایا: پھر تشویش کی کوئی بات نہیں اور اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کسی عورت کو طواف زیارت کرنے کے بعد حیض آ جائے تو وہ اس کو واپس روانہ ہونے سے مانع نہیں ہے۔

۱۴۷ - بَابُ مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْأَبْطَحِ

جس نے روانگی کے دن وادی محصب میں عصر کی نماز پڑھی

۱۷۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان ثوری نے حدیث بیان کی از عبد العزیز

Marfat.com

اَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ عَقَلْتَهٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیْنَ صَلَّی الظُّهْرَ یَوْمَ التَّرْوِیَةِ؟ قَالَ بِمِنًی، قُلْتُ فَاَیْنَ صَلَّی الْعَصْرَ یَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ بِالْاَبْطَحِ، اِفْعَلْ کَمَا یَفْعَلُ اُمَرَاؤُكَ.

بن رفیع انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ مجھے اس چیز کی خبر دیجئے جس کو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھا ہو کہ آپ نے آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ حضرت انس نے بتایا: منیٰ میں میں نے پوچھا: پھر آپ نے روانگی کے دن کہاں نماز پڑھی تھی؟ حضرت انس نے کہا: ابطح (وادیٔ محصب) میں تم اس طرح کرو جس طرح تمہارے امراء کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۶۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۷٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُتَعَالِ بْنُ طَالِبٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ قَتَادَةَ حَدَّثَهٗ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَدَّثَهٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلَّی الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَكِبَ اِلَی الْبَیْتِ فَطَافَ بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد المتعال بن طالب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الحارث نے حدیث بیان کی کہ قتادہ نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے قتادہ کو حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے ظہر عصر مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں پھر وادیٔ محصب میں سو گئے پھر آپ بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے پس وہاں طواف کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۷۵٦ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۸ - بَابُ الْمُحَصَّبِ

وادیٔ محصب میں ٹھہرنے کا بیان

اس باب میں وادیٔ محصب میں اترنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۱۷٦٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اِنَّمَا كَانَ مَنْزِلٌ یَّنْزِلُهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیَكُوْنَ اَسْمَحَ لِخُرُوْجِهٖ تَعْنِیْ بِالْاَبْطَحِ.

(صحیح مسلم: ۱۳۱۱، الرقم المسلسل: ۳۰۵۹، سنن ترمذی: ۹۲۴، سنن ابن ماجہ: ۳۰٦۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (منیٰ سے روانہ ہو کر) وادیٔ محصب میں اترتے تھے وہاں اس لیے اترتے تھے کہ وہاں سے مدینہ کی طرف روانہ ہونا آسان تھا۔

وادیٔ محصب میں ٹھہرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ "تحصیب" کا معنی یہ ہے کہ جب منیٰ سے مکہ کی طرف روانہ ہو تو تھوڑی دیر وادیٔ محصب میں ٹھہرے پھر اس کے بعد مکہ میں داخل ہو اور یہ حج کے مناسک اور اس کے مخصوص افعال میں سے نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر صرف آرام کرنے کے لیے اترے تھے۔

Marfat.com

حافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری نے کہا ہے کہ "تحصیب" تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے۔
ہمارے شیخ زین الدین نے کہا ہے کہ المنذری کے اس قول پر اعتراض ہے کیونکہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ بعض اہل علم کے نزدیک مستحب ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ امام شافعی' امام مالک اور جمہور کے نزدیک مستحب ہے اور یہی درست ہے کیونکہ بعض اہل علم اس کو مستحب نہیں کہتے' حافظ ابن عبدالبر نے الاستذکار میں بیان کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور عروہ بن الزبیر وادیٔ محصب میں نہیں اترتے تھے' اسی طرح سعید بن جبیر بھی اس میں نہیں اترتے تھے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما وادیٔ محصب میں نہیں اترتی تھیں اور یہی عروہ کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۳۔ ۱۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
وادیٔ محصب منیٰ کے قریب ایک جگہ ہے۔ (معجم البلدان' اردو ص ۳۰۸)

۱۷۶۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو' عَنْ عَطَاءٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ التَّحْصِيبُ بِشَيْءٍ' إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ وادیٔ محصب میں ٹھہرنا حج کی مخصوص عبادت نہیں ہے' یہ ایک منزل ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۱۲' الرقم المسلسل: ۳۰۶۲' سنن ترمذی: ۹۲۳' سنن ابوداؤد: ۲۰۰۹' مسند الحمیدی: ۴۹۸' سنن دارمی: ۱۸۷۰' سنن کبریٰ: ۴۲۰۹' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۹۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۸۹' المعجم الکبیر: ۱۱۳۸۲' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۲۵۔ ج ۳ ص ۴۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی وہی شرح ہے جو اس سے پہلی حدیث میں ذکر کی گئی ہے۔
* باب سابق اور باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۶۵ اور ۳۰۶۷۔ ج ۳ ص ۵۵۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں صرف یہ لکھا ہے کہ محصب' ابطح' بطحاء اور خیف بنی کنانہ سب ایک ہی جگہ کے نام ہیں۔

۱۴۹ - بَابُ النُّزُوْلِ بِذِيْ طُوًى قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ مَكَّةَ' وَالنُّزُوْلِ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِيْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ' إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ میں اترنا اور جب مکہ سے مدینہ کو لوٹے تو اس وادی میں اُترے جو ذوالحلیفہ میں ہے

اس عنوان میں "ذی طوی" کا لفظ ہے' یہ مکہ اور تنعیم کے درمیان ایک وادی ہے' نیز "بطحاء" کا ذکر ہے' بطحاء نام کی دو وادیاں ہیں' ایک وادی وہ ہے جو مکہ میں منیٰ کے قریب ہے' جس کو محصب بھی کہتے ہیں اور دوسری وہ وادی ہے جو مدینہ میں ذوالحلیفہ کے پاس ہے۔

۱۷۶۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَافِعٍ' أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَبِيْتُ بِذِيْ طُوًى' بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ' ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِيْ بِأَعْلَى مَكَّةَ' وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ' حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا' لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ دو گھاٹیوں کے درمیان ذی طویٰ میں رات گزارتے تھے' پھر اس گھاٹی میں داخل

Marfat.com

إِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ، فَيَأْتِي الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ، فَيَبْدَأُ بِهِ، ثُمَّ يَطُوفُ سَبْعًا ثَلَاثًا سَعْيًا، وَأَرْبَعًا مَشْيًا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَيَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَكَانَ إِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنِيخُ بِهَا.

ہوتے جو مکہ میں بلند جگہ پر ہے اور جب وہ حج یا عمرہ کرتے ہوئے مکہ میں آتے تو اپنی اونٹنی کو صرف مسجد کے دروازہ پر بٹھاتے' پھر مسجد (حرام) میں داخل ہو کر حجر اسود سے ابتداء کرتے' پھر اس کے گرد سات چکر لگاتے' تین چکر دوڑ کر اور چار چکر معمول کی رفتار سے' پھر واپس جا کر دو رکعت نماز پڑھتے' پھر اپنی قیام گاہ پر واپس جانے سے پہلے صفا اور المروۃ میں سعی کرتے اور جب وہ حج یا عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ آتے تو اپنی اونٹنی کو بطحاء (اس وادی) میں بٹھاتے جو ذوالحلیفہ میں ہے' جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی کو بٹھاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۴۹۱ میں گزر چکی ہے' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ مدینہ آتے ہوئے بطحاء میں اپنی اونٹنی کو بٹھانا مناسکِ حج میں سے نہیں ہے' جو چاہے بٹھائے اور جو چاہے نہ بٹھائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۴)

١٧٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ سُئِلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ الْمُحَصَّبِ قَالَ فَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ نَزَلَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ. وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّي بِهَا يَعْنِي الْمُحَصَّبَ، الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، أَحْسِبُهُ قَالَ وَالْمَغْرِبَ، قَالَ خَالِدٌ لَا أَشُكُّ فِي الْعِشَاءِ، وَيَهْجَعُ هَجْعَةً، وَيَذْكُرُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عبید اللہ سے وادی المحصب کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اسی وادی میں اترے تھے' اور نافع بیان کرتے ہیں از ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ وہ وادی المحصب میں ظہر اور عصر کی نماز پڑھتے تھے اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا کہ مغرب کی بھی نماز پڑھتے تھے' خالد نے کہا: مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ عشاء کی نماز بھی وہاں پڑھتے تھے اور تھوڑی دیر سوتے بھی تھے اور وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب ابو محمد الحجبی' یہ ۲۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) خالد بن الحارث ابو عثمان الجمی (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۵)

اس سے پہلی حدیث میں مکہ جاتے ہوئے ذی طویٰ میں اترنے اور واپس آتے ہوئے ذوالحلیفہ کے قریب وادیٔ بطحاء میں اترنے کا ذکر تھا اور اس حدیث میں وادیٔ محصب میں اترنے کا ذکر ہے اور یہ دونوں اُمور اتفاقی ہیں' مناسکِ حج میں سے نہیں ہیں۔

١٥٠ - بَابُ مَنْ نَزَلَ بِذِي

جو مکہ سے واپس آتے ہوئے

Marfat.com

طُوًى إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ
ذی طویٰ میں اترا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکہ سے واپس آتے ہوئے ذی طویٰ میں اترنا جائز ہے۔

١٧٦٩ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَقْبَلَ بَاتَ بِذِي طُوًى، حَتّٰى إِذَا أَصْبَحَ دَخَلَ، وَإِذَا نَفَرَ مَرَّ بِذِي طُوًى وَبَاتَ بِهَا حَتّٰى يُصْبِحَ، وَكَانَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور محمد بن عیسیٰ نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مدینہ سے مکہ آتے تو وہ ذی طویٰ میں رات گزارتے حتیٰ کہ جب صبح ہو جاتی تو مکہ میں داخل ہوتے اور جب مکہ سے روانہ ہوتے تو ذی طویٰ کے پاس سے گزرتے اور صبح تک وہاں رات گزارتے، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۹۱ میں گزر چکی ہے۔

١٥١ - بَابُ التِّجَارَةِ أَيَّامَ الْمَوْسِمِ، وَالْبَيْعِ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ
حج کے ایام میں تجارت کرنا اور زمانۂ جاہلیت کے بازاروں میں خرید وفروخت کرنا

١٧٧٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ ذُو الْمَجَازِ وَعُكَاظٌ مَتْجَرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوا ذٰلِكَ، حَتّٰى نَزَلَتْ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ (البقرہ:۱۹۸) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. [اطراف الحدیث: ۲۰۵۰-۲۰۹۸-۴۵۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، عمرو بن دینار نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ذوالمجاز اور عکاظ زمانۂ جاہلیت میں تجارت کی جگہیں تھیں، پھر جب اسلام آ گیا تو مسلمانوں نے اس جگہ تجارت کرنے کو ناپسند کیا، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی: اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۹۸) یعنی حج کے ایام میں۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

ذوالمجاز اور عکاظ کا محل وقوع

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ذوالمجاز میدانِ عرفات کی جانب میں ایک جگہ ہے، ابن الکلبی نے کہا ہے کہ یہ میدانِ عرفات سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے، الرشاطی نے کہا ہے کہ ذوالمجاز عرب کے بازاروں میں سے ایک بازار ہے اور یہ میدانِ عرفات کی دائیں جانب ہے، یہ بازار اب متروک ہو چکا ہے۔

الرشاطی نے کہا ہے کہ عکاظ ایک ہموار صحراء ہے، اس میں کوئی پہاڑی یا کوئی اور نشان نہیں ہے، زمانۂ جاہلیت میں یہاں پر قربانی کے اونٹوں کا خون بہایا جاتا تھا، محمد بن حبیب نے کہا: عکاظ نجد کے قریب ایک بلند جگہ ہے، دوسروں نے کہا: عکاظ صنعاء کے راستہ پر قرن المنازل سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے، ابوعبیدہ نے کہا: عکاظ کھجوروں کے باغات اور طائف کے درمیان

ایک جگہ ہے' یکم ذوالقعدہ کی صبح سے بیس دن کے لیے یہاں پر بازار لگتا تھا' یہاں پر عرب فخر کا اظہار کیا کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۶' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے:

عکاظ کا لفظی معنی فخر کرنا اور حسب ونسب پر اترانا ہے' زمانہ جاہلیت میں عربوں کا یہ دستور تھا کہ وہ ہر سال ایک نخلستان میں جمع ہوتے تھے جو طائف سے اندازاً ۱۵ میل اور مکہ سے تین دن کی مسافت پر تھا' وہ اس جگہ جمع ہو کر فخریہ قصائد پڑھتے تھے اور جو قصیدہ بہترین قرار دیا جاتا' اسے دیوارِ کعبہ پر لٹکا دیتے تھے' یہ مقام' سوقِ عکاظ کہلاتا تھا۔

(معجم البلدان' اُردو' ص ۲۴۴-۲۴۳' شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز کراچی)

۱۵۲ - بَابُ الْاِدْلَاجِ مِنَ الْمُحَصَّبِ وادی المحصب سے رات کو روانہ ہونا

اس عنوان میں ''ادلاج'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رات کو چلنا خواہ رات کے ابتدائی حصہ میں یا آخری حصہ میں' یہاں مراد رات کے آخری حصہ میں روانہ ہونا ہے' مطلب یہ ہے کہ وادی المحصب میں ساری رات رہنا ضروری نہیں ہے اور رات کے آخری حصہ میں وہاں سے روانہ ہونا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۷۶' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۷۷۱ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ' عَنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ حَاضَتْ صَفِيَّةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ' فَقَالَتْ مَا اُرَانِیْ اِلَّا حَابِسَتُكُمْ' قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْرٰی حَلْقٰی' اَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قِيْلَ نَعَمْ' قَالَ فَانْفِرِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مکہ سے روانگی کی رات کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا' پس انہوں نے کہا: میں صرف یہ گمان کرتی ہوں کہ میں تم لوگوں کو روانگی سے روکنے والی ہوں (کیونکہ انہوں نے طواف وداع نہیں کیا تھا اگرچہ طواف زیارت کر لیا تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اری بانجھ سرمنڈی! کیا تم نے یوم النحر کو طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ کہا گیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر روانہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴' اور ۱۷۶۲ میں گزر چکی ہے' یہاں ہم ''عقرٰی حلقٰی'' کا معنی لکھ رہے ہیں:

''عقرٰی حلقٰی'' کا معنی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو ''عقرٰی حلقٰی'' کہا' اس کا لفظی معنی ہے: بانجھ سرمنڈی' ''عقرٰی'' کا معنی بانجھ بھی ہے اور زخمی بھی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''حلقٰی'' کی اصل یہ ہے کہ جب کسی عورت کا دیور فوت ہو جائے تو اس کا سر مونڈ دیا جاتا ہے' بہ ظاہر یہ دعائے ضرر کا کلمہ ہے لیکن اس کا حقیقی معنی مراد نہیں لیا جاتا۔ عرب کے نزدیک اس کا معنی ہے: اس کا سر مونڈا جائے یا اس کے زخمی ہونے سے اس پر مصیبت آئے' ایک قول یہ ہے کہ اس کی نحوست کی وجہ سے اس کی قوم کی نسل نہ چلے اور اس کی قوم کا سر مونڈ دیا جائے یعنی اس کی

نحوست کی وجہ سے اس کی قوم پر کوئی مصیبت آئے۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۱۲۔۱۵۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یہاں ان کلمات کے فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے طواف زیارت نہیں کیا تھا اور اب ان کے اس طواف کرنے کی وجہ سے آپ کو اپنی روانگی ملتوی کرنی پڑتی' اس لیے آپ نے فرمایا: اری بانجھ سر منڈی! کیا تم نے یوم النحر کو طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ جب آپ کو بتایا گیا کہ انہوں نے طواف زیارت کر لیا تھا تو آپ نے فرمایا: پھر خیر ہے اب روانہ ہو! گویا آپ نے دعاء ضرر کے ان کلمات کو واپس لے لیا۔

۱۷۷۲ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَنِیْ مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَاضِرٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ' عَنْ اِبْرَاهِیْمَ' عَنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ اِلَّا الْحَجَّ' فَلَمَّا قَدِمْنَا' اَمَرَنَا اَنْ نَّحِلَّ' فَلَمَّا كَانَتْ لَیْلَةُ النَّفْرِ حَاضَتْ صَفِیَّةُ بِنْتُ حُیَیٍّ' فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَلْقٰی عَقْرٰی' مَا اُرَاهَا اِلَّا حَابِسَتَكُمْ. ثُمَّ قَالَ كُنْتِ طُفْتِ یَوْمَ النَّحْرِ؟ قَالَتْ نَعَمْ' قَالَ فَانْفِرِیْ. قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ لَمْ اَكُنْ حَلَلْتُ. قَالَ فَاعْتَمِرِیْ مِنَ التَّنْعِیْمِ' فَخَرَجَ مَعَهَا اَخُوْهَا' فَلَقِیْنَاهُ مُدَّلِجًا' فَقَالَ مَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا.

امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: محمد نے مجھے بیان میں یہ اضافہ کیا' انہوں نے کہا: ہمیں محاضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے' ہم صرف حج کا ذکر کر رہے تھے' پس جب ہم مکہ میں آئے تو آپ نے ہمیں احرام کھولنے کا حکم دیا' پھر جب روانگی کی رات آئی تو حضرت صفیہ بنت حیی کو حیض آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اری سر منڈی بانجھ! میں اس کو صرف یہ گمان کر رہا ہوں کہ یہ تم لوگوں کو (روانگی سے) روکنے والی ہے' پھر آپ نے پوچھا: تم نے یوم النحر کو طواف زیارت کر لیا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر روانہ ہو' حضرت عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! میں نے تو حج سے پہلے احرام نہیں کھولا تھا' یعنی عمرہ نہیں کیا تھا' آپ نے فرمایا: تم تنعیم سے عمرہ کر لو' پھر حضرت عائشہ کے ساتھ ان کے بھائی (حضرت عبد الرحمان) گئے' ہم آپ سے اس وقت ملے تھے جب آپ رات کے آخری حصہ میں (طواف وداع کے لیے) نکل رہے تھے' آپ نے فرمایا: تم سے فلاں فلاں جگہ ملاقات ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴' اور ۱۷۷۲ میں گزر چکی ہے۔

کتاب الحج کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیعنا الی یوم الدین

آج ۹ رمضان ۱۴۲۸ھ/ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ کتاب الحج کی تکمیل ہو گئی' اس میں ۳۱۲' احادیث ہیں' ان میں سے ۵۷ معلق احادیث ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' اب تک جو احادیث آ چکی ہیں' ان میں ۱۹۱ مکرر احادیث ہیں اور خالص ۱۲۱' احادیث ہیں۔

الہ العلمین! آپ نے محض اپنے فضل سے ان احادیث کے ترجمہ اور تشریح کی سعادت عطا کی ہے' سو آپ اپنے کرم سے باقی احادیث کو بھی مکمل کرا دیں اور محض اپنے فضل و کرم سے میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرما دیں' اور اب ان شاء اللہ کتاب العمرہ شروع ہوگی۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٢٦ - كِتَابُ الْعُمْرَةِ

عمرہ کا بیان

١ - بَابُ الْعُمْرَةِ وُجُوْبِ الْعُمْرَةِ وَفَضْلِهَا
عمرہ کا وجوب اور اس کی فضیلت

اس باب میں عمرہ کے وجوب اور اس کی فضیلت کے متعلق احادیث کو ذکر کیا جائے گا:

لغت میں "عمرہ" کا معنی ہے: زیارت کرنا اور اصطلاحِ شرع میں اس کا معنی ہے: شرائط مخصوصہ کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کرنا۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَّعُمْرَةٌ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہر شخص پر حج اور عمرہ ہے۔

اس تعلیق پر مشتمل مفصل حدیث درج ذیل ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: اللہ کی مخلوق میں سے ہر شخص کے اوپر حج اور عمرہ واجب ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو' جو اس کے بعد زیادہ حج یا عمرہ کرے تو وہ خیر اور نفل ہے۔

(المستدرک:١٧٧٥' صحیح ابن خزیمہ:٣٠٦٦' سنن دار قطنی ج ٢ ص ٢٨٥' سنن کبریٰ للبیہقی ج ٥ ص ٣٥١)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ عمرہ سنت ہے' ہمیں علم نہیں ہے کہ کسی شخص نے اس کو ترک کرنے کی اجازت دی ہو اور کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ نفل ہو۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِنَّهَا لَقَرِيْنَتُهَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (البقرة:١٩٦).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ عمرہ اللہ کی کتاب میں حج کے ساتھ مذکور ہے: اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔ (البقرہ:١٩٦)

یعنی حج اور عمرہ دونوں ساتھ ساتھ مذکور ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے ہے' اس کا معنی ہے کہ عمرہ کو بھی پورا کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٠ ص ١٥٢_١٥١)

Marfat.com

عمرہ کے شرعی حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عمرہ کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے کہ عمرہ فرض کی طرح واجب ہے' فقہاء تابعین میں سے عطاء' طاؤس' الحسن' ابن سیرین' شعبی اور ثوری کا یہی قول ہے' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ عمرہ نفل ہے' امام ابوحنیفہ اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے اور النخعی نے کہا ہے کہ عمرہ سنت ہے اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور ہمیں یہ علم نہیں ہے کہ کسی نے عمرہ کو ترک کرنے کی اجازت دی ہو' جن علماء نے عمرہ کو فرض کی طرح واجب کہا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔ (البقرہ:۱۹۶) اور پورا کرنے کا ان کے نزدیک معنی یہ ہے کہ ان کو قائم کرو نیز انہوں نے کہا: جب اس کو پورا کرنا واجب ہے تو اس کو شروع کرنا بھی واجب ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ ان کا استدلال غلط ہے' اس لیے کہ جو شخص کسی سنت کام کو کرنا چاہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس سنت کو پورا کرے' مثلاً جو شخص نفل نماز پڑھنا چاہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ وضوء کر کے نماز پڑھے' اسی طرح جو شخص نفلی روزہ رکھنا چاہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ رات کو اس روزے کی نیت کرے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا ہے کہ ہر شخص پر حج اور عمرہ ہے' اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ عمرہ واجب ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ معنی ہو کہ عمرہ کا مسلمانوں پر وجوب عام ہے اور بعض مسلمانوں کے عمرہ کرنے سے اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے' جیسے جہاد تمام مسلمانوں پر بہ طور عموم واجب ہے اور بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے باقی مسلمانوں سے اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے' جس طرح جنازہ کی نماز پڑھنا واجب ہے اور مُردوں کو غسل دینا واجب ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ہر شخص پر نماز جنازہ پڑھنا اور مُردوں کو غسل دینا واجب ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بناء پانچ چیزوں پر ہے: اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح البخاری:۸' صحیح مسلم:۱۶)

اس حدیث میں آپ نے حج کا ذکر فرمایا ہے اور عمرہ کا ذکر نہیں فرمایا' اگر عمرہ بھی فرض یا واجب ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر فرماتے اور جب آپ نے باقی فرائض ذکر کیے تھے تو عمرہ کا بھی ذکر فرماتے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۸۴-۳۸۳ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' ۱۴۲۴ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب رحمہم اللہ نے عمرہ کے عدم وجوب پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اور تم عمرہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے (اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وجوب کی نفی کی ہے' سنت مؤکدہ کی نفی نہیں فرمائی)۔

(سنن ترمذی:۹۳۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۶-۳۵۱' مسند ابویعلیٰ:۱۹۳۸' صحیح ابن خزیمہ:۳۰۶۸' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۸۵' المستدرک ج ۳ ص ۷۶۴' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴۹)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے کہ حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے۔ (کنز العمال:۱۱۸۷۹) (یہ ابن ابی داؤد کی مُرسل روایت

Marfat.com

ہے) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے موصولاً روایت کیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۲۵۲' اس کی سند میں محمد بن الفضل متروک ہے۔ حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۸۲۷) (تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۷۰۔ ۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک عمرہ کا شرعی حکم

علامہ ابن بطال اور امام ماتریدی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عمرہ محض نفل ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے' امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء احناف کے نزدیک عمرہ سنت مؤکدہ ہے' جو قریب بہ وجوب ہے۔

علامہ علاء الدین السمرقندی الحنفی المتوفی ۵۳۹ھ لکھتے ہیں:

عمرہ کے متعلق ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے' بعض نے کہا: یہ سنت مؤکدہ ہے اور بعض نے کہا: یہ واجب ہے اور یہ دونوں متقارب ہیں۔ (تحفۃ الفقہاء ج ۴ ص ۳۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

عمرہ کی صفت میں اختلاف ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ عمرہ واجب ہے جیسے صدقہ فطر ہے' قربانی ہے اور وتر ہے اور بعض اصحاب نے اس پر سنت کا اطلاق کیا ہے اور یہ اطلاق واجب کے منافی نہیں ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ عمرہ فرض ہے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔ (البقرہ: ۱۹۶) اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کو پورا کرنا اس کے شروع کرنے کے بعد ہوتا ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ عمرہ شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ عمرہ واجب ہے لیکن یہ فرض نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: عمرہ حج صغریٰ ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۲۱۔ ج ۲ ص ۲۸۵) اس کا معنی یہ ہے کہ یہ ثواب کے حکم میں حج صغریٰ ہے' لیکن یہ حقیقۃً حج نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۰۳۔ ۳۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

عمرہ سنت ہے اور تمام سال میں عمرہ کرنا صحیح ہے سوائے یوم عرفہ' یوم نحر اور ایام تشریق کے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ مکی اس کا احرام خارج از حرم باندھے اور غیر مکی اس کا احرام میقات سے باندھے' اس کے لیے طواف اور سعی کرے' پھر سر منڈائے' پھر وہ اپنا احرام کھول دے۔ (مراقی الفلاح شرح نورالایضاح ج ۲ ص ۴۲۱' المکتبۃ الغوثیہ' کراچی)

علامہ احمد الطحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

صحیح قول یہ ہے کہ عمرہ سنت مؤکدہ ہے' الجوہرہ میں وجوب کے قول کو صحیح کہا گیا ہے اور عمرہ میں احرام' طواف' سعی اور سر منڈانا یا بال کٹانا ہے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ج ۲ ص ۴۲۱' المکتبۃ الغوثیہ' کراچی)

علامہ فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

عمرہ ہمارے نزدیک سنت ہے' واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علیٰ ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۰۱' مطبوعہ امیریہ کبریٰ' بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

مختار قول کے مطابق عمرہ سنت مؤکدہ ہے اور ایک قول وجوب کا ہے۔

(المسلک المتقسط (مناسک ملا علی قاری) ص ۴۶۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۷ھ)

علامہ نظام الدین نے لکھا ہے:

Marfat.com

عمرہ ہمارے نزدیک سنت ہے واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالم گیری ج۱ ص ۲۳۷ 'مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

ان کثیر تصریحات سے واضح ہو گیا کہ فقہاء احناف کے نزدیک عمرہ سنت مؤکدہ قریب بہ وجوب ہے اور محض نفل نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابن بطال اور امام ماتریدی نے کہا ہے۔

۱۷۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی مولیٰ ابوبکر بن عبدالرحمان از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ سے دوسرا عمرہ ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۴۸' الرقم المسلسل: ۳۱۷۹-۳۱۷۸' سنن نسائی: ۲۶۲۴-۳۰۰' سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۴-۲۸۸۸' مسند ابویعلیٰ: ۶۶۵۷' صحیح ابن حبان: ۳۶۹۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۱' شرح السنۃ: ۱۸۴۲-۷۳۵۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۴۸-ج ۱۶ ص ۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے اور اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کے عنوان میں عمرہ کے وجوب اور اس کی فضیلت کا ذکر ہے' عمرہ کا وجوب حضرت عبداللہ بن عمر کی تعلیق سے ظاہر ہے اور عمرہ کی فضیلت اس حدیث سے ظاہر ہے۔

حج مبرور کے متعلق اقوال

اس حدیث میں حج مبرور کا ذکر ہے' اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حج مقبول ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ کیا گیا ہو' تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ حج ہے جس میں کوئی دکھاوا نہ ہو' نہ کسی کو یہ سنایا ہو کہ میں نے حج کیا ہے' نہ اس حج کے دوران کوئی فحش بات کی ہو یا فحش کام کیا ہو' نہ کوئی اور گناہ کیا ہو۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس حج کے بعد کوئی گناہ نہ کیا ہو اور اگر شامت نفس سے کوئی گناہ ہو گیا ہو تو اس کے بعد توبہ کر لی ہو' پانچواں قول یہ ہے کہ حج کے بعد کی زندگی میں پہلی زندگی کی بہ نسبت نیکیاں زیادہ کرے اور برائیاں کم کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۴)

حج مبرور کے متعلق اس حدیث میں تصریح ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے' پوچھا گیا: اس کی "بِر" (نیکی) کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کھانا کھلانا اور اچھی باتیں کرنا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۵' المعجم الاوسط: ۸۴۰۰' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۷۲' شعب الایمان: ۴۱۱۹' العقیلی ج ۱ ص ۱۴۱)

عمرہ کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عمرہ کے متعلق فرمایا: تم جس قدر مشقت برداشت کرو گی اور جتنا خرچ کرو گی' تمہیں اتنا اجر ملے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۷۸۷' صحیح مسلم: ۱۲۱۱' الرقم المسلسل: ۲۸۱۶' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد

ہیں وہ جو سوال کریں گے اللہ ان کو عطا فرمائے گا وہ جو دعا کریں گے اللہ ان کی دعا قبول فرمائے گا' اور وہ جو کچھ خرچ کریں گے اللہ ان کو اس کا بدل عطا فرمائے گا' ایک درہم کے مقابلہ میں دس لاکھ درہم عطا فرمائے گا۔ (شعب الایمان ج ۱ ص ۴۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی ایک عورت سے فرمایا: جس کا نام ام سنان تھا' تمہیں ہمارے ساتھ حج کرنے سے کیا چیز مانع تھی؟ اس نے بتایا کہ اس کے شوہر کے دو اونٹ تھے' وہ اور اس کا بیٹا ایک اونٹ پر حج کرنے چلے گئے اور دوسرے اونٹ پر ہمارا غلام پانی لاتا ہے' آپ نے فرمایا: تم رمضان میں عمرہ کرنا' وہ حج کے برابر ہے یا فرمایا: میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۵۶' الرقم المسلسل: ۲۹۲۸' صحیح البخاری: ۱۸۶۳' سنن نسائی: ۲۱۰۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج کے بعد عمرہ کرو کیونکہ اس سے ان کے درمیان فقر اور گناہ مٹ جاتے ہیں' جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو مٹا دیتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۸۸۷)

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۸۵۔ ج ۳ ص ۶۹۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① سال میں متعدد بار عمرہ کرنے میں مذاہب ② ایام تشریق میں عمرہ کرنے کی کراہت میں مذاہب ③ عمرہ کے حکم میں مذاہب ④ کیا حج مبرور سے کبائر معاف ہو جاتے ہیں۔

۲- بَابُ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا

۱۷۷٤ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَنَّ عِكْرِمَةَ ابْنَ خَالِدٍ سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ لَا بَاْسَ. قَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ. وَقَالَ اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مِثْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ عکرمہ بن خالد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حج سے پہلے عمرہ کرنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' عکرمہ نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا ہے اور ابراہیم بن سعد نے کہا از ابن اسحاق' انہوں نے کہا: مجھے عکرمہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر سے سوال کیا' یہ حدیث بھی اس کی مثل ہے۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مِثْلَهٗ.

ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' عکرمہ بن خالد نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا' یہ اس کی مثل حدیث ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۹۸۶' شرح السنۃ: ۱۸۴۵' المستدرک ج ۱ ص ۴۸۵۔ ۴۸۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۰۶۹۔ ج ۹ ص ۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان بن مسعود بن یزید ابوالحسن الخزاعی المروزی' یہ ابن شبویہ کے نام سے معروف ہیں' ۲۲۹ھ میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی (۲) عبداللہ بن المبارک المروزی (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی (۴) عکرمہ بن خالد بن العاص بن ہشام بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم' ان کی ۱۱۴ھ میں وفات ہوگئی تھی (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرہ کرنے سے پہلے آپ پر حج فرض ہونا اور حج کی ادائیگی میں تاخیر کی گنجائش

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرہ کرنے سے پہلے آپ پر حج فرض ہو چکا تھا اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج فرض ہونے سے پہلے عمرہ کیا ہوتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ استدلال صحیح نہ ہوتا کہ حج کرنے سے پہلے عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' نیز اس حدیث پر یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ آیا حج فوراً کرنا لازم ہے اور اس میں تاخیر جائز نہیں ہے یا اس کو تاخیر سے کرنے کی گنجائش ہے' حضرت ابن عمر نے اس حدیث سے جو مسئلہ نکالا ہے وہ صحیح ہے اور اصول کے مطابق یہ ہے کہ حج کے فرض ہونے میں گنجائش ہے' کیونکہ قرآن مجید میں عمرہ کا وہیں ذکر ہے جہاں اس کے ساتھ حج کا بھی ذکر ہے' اسی لیے حضرت ابن عباس نے فرمایا: کتاب اللہ میں عمرہ کا ذکر حج کے ساتھ ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ. (البقرہ:۱۹۶) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔

اور اگر حج فوراً فرض ہوتا تو حج کو عمرہ کے ساتھ فسخ کرنا جائز نہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم نہ دیتے اور اگر حج فوراً فرض ہوتا تو جو حج کی ادائیگی کو ایک سال مؤخر کرتا تو اگلے سال اس کا حج ادا نہ ہوتا بلکہ قضاء ہوتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۸۵۔ ۳۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳- بَابٌ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے عمرے کیے؟

١٧٧٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ، فَاِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جَالِسٌ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ، وَاِذَا اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ فِي الْمَسْجِدِ صَلٰوةَ الضُّحٰى، قَالَ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ صَلٰوتِهِمْ، فَقَالَ بِدْعَةٌ. ثُمَّ قَالَ لَهُ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ اَرْبَعٌ، اِحْدَاهُنَّ فِيْ رَجَبٍ. فَكَرِهْنَا اَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ. [طرف الحدیث: ۴۲۵۳]

(صحیح مسلم: ۱۲۵۵' الرقم المسلسل: ۲۹۲۵' سنن ترمذی: ۹۳۷'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور عروہ بن الزبیر مسجد میں داخل ہوئے پس اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے' پس ہم نے حضرت ابن عمر سے ان کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ بدعت ہے' پھر ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے عمرے کیے ہیں؟ انہوں نے کہا: چار' ان میں سے ایک رجب میں تھا' پس ہم نے ان کی بات کو مسترد کرنا

Marfat.com

سنن ابن ماجہ:۲۹۹۸) نا پسند کیا۔

۱۷۷۶ - قَالَ وَسَمِعْنَا اِسْتِنَانَ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحُجْرَةِ، فَقَالَ عُرْوَةُ يَا اُمَّاهُ، يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا تَسْمَعِيْنَ مَا يَقُوْلُ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَتْ مَا يَقُوْلُ؟ قَالَ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمُرَاتٍ اِحْدَاهُنَّ فِيْ رَجَبٍ. قَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً اِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهٗ، وَمَا اعْتَمَرَ فِيْ رَجَبٍ قَطُّ.

[اطراف الحدیث:۱۷۷۷-۴۲۵۴] (صحیح مسلم:۱۲۵۵، الرقم المسلسل:۲۹۲۵، سنن ترمذی:۹۳۷، سنن ابن ماجہ:۲۹۹۸)

عروہ بن الزبیر نے کہا: پھر ہم نے حضرت عائشہ ام المؤمنین کی حجرہ میں مسواک کرنے کی آواز سنی' پس عروہ نے کہا: اے میری امی اور مؤمنین کی امی! کیا آپ نہیں سن رہیں کہ ابوعبدالرحمان نے کیا کہا ہے؟ حضرت عائشہ نے پوچھا: وہ کیا کہہ رہے تھے؟ عروہ نے کہا: وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں تھا' حضرت عائشہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمان پر رحم فرمائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیے ہوئے ہر عمرہ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ نے رجب میں ہرگز کوئی عمرہ نہیں کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو چاشت کی نماز کو بدعت کہا' اس کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

بدعت اس نئے کام کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہو' اور چاشت کی نماز تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام ھانی ء رضی اللہ عنہا کے گھر میں پڑھی ہے' پھر حضرت ابن عمر نے اس کو بدعت کیسے کہا؟ اس کی تفصیل چاشت کی نماز کے باب میں گزر چکی ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے چاشت کی نماز کو بدعت نہیں کہا بلکہ مسجد میں اس کے اظہار اور اس کے لیے اجتماع کو بدعت کہا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کے نزدیک چاشت کی نماز ثابت نہیں تھی' اس لیے انہوں نے اس کو بدعت کہا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بدعت سے ان کی مراد بدعت سیئہ نہیں تھی' ان کی مراد یہ تھی کہ یہ بدعت حسنہ ہے' جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی نماز کے متعلق کہا تھا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۷)

۱۷۷۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَجَبٍ.

[طرف الحدیث:۱۳۵۵] (الرقم المسلسل:۲۹۲۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از عروہ بن الزبیر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجب میں عمرہ نہیں کیا۔

۱۷۷۸ - حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ اَرْبَعٌ عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَدَّهُ الْمُشْرِكُوْنَ، وَعُمْرَةٌ مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَالَحَهُمْ، وَعُمْرَةُ الْجِعْرَانَةِ اِذْ قَسَمَ غَنِيْمَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن حسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ نے چار عمرے کیے تھے: (۱) حُدیبیہ کا عمرہ جب آپ کو مشرکین نے روک لیا تھا' یہ ذی القعدہ میں تھا (۲) اس کے دوسرے سال ذی القعدہ

Marfat.com

اُرَاهُ حُنَيْنٍ. قُلْتُ كَمْ حَجَّ ؟ قَالَ وَاحِدَةً.
(صحیح مسلم: ۱۲۵۳، الرقم المسلسل: ۲۹۲۵)

میں عمرہ، جب مشرکین سے صلح ہو چکی تھی (۳) جعرانہ کا عمرہ، جب آپ نے حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کیا تھا۔ میں نے پوچھا: آپ نے کتنے حج کیے تھے؟ انہوں نے کہا: ایک (اور چوتھا عمرہ اسی حج میں شامل ہے)۔

۱۷۷۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقَالَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ رَدُّوْهُ، وَمِنَ الْقَابِلِ عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَعُمْرَةً فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مَّعَ حَجَّتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: آپ نے اس جگہ عمرہ کیا جس جگہ سے مشرکین نے آپ کو واپس کیا تھا اور اس کے اگلے سال عمرہ حدیبیہ کیا اور ایک عمرہ ذوالقعدہ میں کیا اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا۔

۱۷۸۰ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ وَّقَالَ اِعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، اِلَّا الَّتِي اِعْتَمَرَ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَتَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَمِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، وَمِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ، وَعُمْرَةً مَّعَ حَجَّتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، اور انہوں نے کہا: آپ نے چاروں عمرے ذوالقعدہ میں کیے، سوا اس عمرہ کے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا (۱) آپ کا عمرہ حدیبیہ سے (۲) اس کے اگلے سال عمرہ کیا (۳) جعرانہ کا عمرہ جہاں آپ نے حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کیا (۴) آپ کا وہ عمرہ جو آپ نے حج کے ساتھ کیا۔

۱۷۸۱ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا وَّعَطَاءً وَّمُجَاهِدًا، فَقَالُوْا اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ. وَقَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والدخود از ابواسحاق، انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے اور عطاء سے اور مجاہد سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا اور انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے ذوالقعدہ میں دو مرتبہ عمرہ کیا۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۴۴-۲۶۹۸-۲۶۹۹-۲۷۰۰-۳۱۸۴-۴۲۵۱]

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن عثمان بن حکیم بن دینار ابوعبداللہ الاودی، یہ ۲۶۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شریح بن مسلمہ (۳) ابراہیم بن

یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق الہمدانی السبیعی (۴) ان کے والد یوسف بن اسحاق (۵) ابواسحاق' ان کا نام عمرو بن عبد اللہ السبیعی ہے (۶) مسروق بن الاجدع (۷) عطاء بن ابی رباح (۸) مجاہد بن جبیر (۹) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۶۴)

حج کے ساتھ والے عمرہ کے متعلق علامہ ابن بطال کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ' ان تمام احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس چوتھے عمرہ کی آپ کی طرف نسبت اس لیے کی گئی ہے کہ آپ نے لوگوں کو اس عمرہ کا حکم دیا تھا اور آپ کے سامنے اس حکم پر عمل کیا گیا' یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے یہ عمرہ خود کیا تھا۔

رہے حضرت انس تو وہ اس مسئلہ کو عمدہ طریقہ سے منضبط نہیں کر سکے اور ان پر حضرت ابن عمر نے رد کیا تھا' جب ان سے یہ کہا گیا کہ حضرت انس نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا تو حضرت ابن عمر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا اور ہم نے آپ کے ساتھ احرام باندھا' امام بخاری نے کتاب المغازی میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت انس کی اس حدیث کا رد کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج کے ساتھ عمرہ کیا اور امام عبدالرزاق نے مجاہد سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین عمرے کیے اور تینوں عمرے ذوالقعدہ میں کیے تھے یعنی ان تین عمروں میں حج کے ساتھ والا عمرہ شامل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی ترتیب وار تفصیل اور تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلا عمرہ ۶ھ ذوالقعدہ میں کیا تھا' جب حدیبیہ میں مشرکین نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اگرچہ آپ مکہ میں داخل ہو کر عمرہ نہیں کر سکے تھے لیکن اس کو آپ کا عمرہ اس لیے شمار کیا گیا کہ آپ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تھے' آپ اپنے ساتھ ہدی لے کر گئے' اس کو آپ نے نحر کیا اور اپنا سر منڈایا۔

دوسرا عمرہ آپ نے ۷ھ ذوالقعدہ میں کیا تھا' جب آپ نے دوسرے سال حدیبیہ والے عمرہ کو قضا کیا تھا۔

تیسرا عمرہ آپ نے ۸ھ میں کیا تھا اور یہ عمرہ بھی آپ نے ذوالقعدہ میں کیا تھا' اسی عمرہ کو عمرۃ الجعرانہ کہا جاتا ہے' جس میں حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا گیا تھا۔

اور چوتھا عمرہ وہ ہے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ ۱۰ھ میں کیا تھا اور اس عمرہ کے افعال حج میں داخل تھے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۴ ذوالحجہ کو مکہ میں آئے اور اس عمرہ کا احرام بھی آپ نے ذوالقعدہ میں باندھا تھا کیونکہ پچیس ذوالقعدہ کو آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اور اس کا احرام آپ نے وادی العقیق میں باندھا تھا اور یہ ذوالحجہ کے داخل ہونے سے پہلے تھا' بعض علماء نے اس عمرہ کو ساقط کر کے آپ کے کل عمرے تین بیان کیے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال میں الگ عمرہ نہیں کیا' نہ حج سے پہلے اور نہ حج کے بعد' حج سے پہلے اس لیے نہیں کیا کیونکہ آپ نے حج سے فارغ ہونے سے پہلے احرام نہیں کھولا تھا اور حج کے بعد اس لیے نہیں کیا کیونکہ یہ منقول نہیں ہے کہ حج کے بعد آپ نے عمرہ کیا' پھر صرف یہ باقی بچا ہے کہ آپ نے حج کے عمرہ کے ساتھ قران کیا تھا' اور ان احادیث میں تطبیق دینے کے لیے یہی صحیح ہے' کیونکہ پہلے آپ نے حج کا احرام باندھا' پھر عقیق میں آپ نے اس میں عمرہ کو داخل کر لیا' جب آپ

Marfat.com

کے پاس حضرت جبریل نے آ کر کہا کہ آپ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیں اور کہیں کہ عمرہ حج میں ہے۔

اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی تعداد میں صحابہ کا اختلاف ہے' پس جنہوں نے چار عمرے کہے ہیں' ان کی یہ توجیہ ہے اور جنہوں نے تین عمرے کہے ہیں' انہوں نے اس آخری عمرہ کو ساقط کر دیا تھا کیونکہ اس عمرے کے افعال حج میں داخل تھے اور جنہوں نے کہا: آپ نے دو عمرے کیے تھے' انہوں نے پہلے عمرہ عمرۃ الحدیبیہ کو ساقط کر دیا کیونکہ مشرکین نے آپ کو اس عمرہ کے ادا کرنے سے روک دیا تھا اور آپ کے آخری عمرہ کو ساقط کیا گیا ہے کیونکہ اس کے اعمال حج میں داخل تھے اور دو عمرے ثابت کیے گئے' ایک عمرۃ القضاء اور دوسرا عمرۃ الجعرانہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۶۰۔۱۵۸ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۲۹۔ج ۳ ص ۴۸۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی تعداد کی تحقیق۔

٤ - بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ — رمضان میں عمرہ کرنا

اس باب میں رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

١٧٨٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِامْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيتُ اِسْمَهَا مَا مَنَعَكِ اَنْ تَحُجِّي مَعَنَا؟ قَالَتْ كَانَ لَنَا نَاضِحٌ فَرَكِبَهُ اَبُو فُلَانٍ وَّابْنُهُ لِزَوْجِهَا وَابْنِهَا، وَتَرَكَ نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ، قَالَ فَاِذَا كَانَ رَمَضَانُ اِعْتَمِرِي فِيهِ، فَاِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ. اَوْ نَحْوًا مِّمَّا قَالَ.

[طرف الحدیث: ۱۸۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے' وہ ہمیں یہ خبر دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی ایک عورت سے فرمایا' عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس نے اس عورت کا نام لیا تھا لیکن میں اس عورت کا نام بھول گیا' (آپ نے اس عورت سے فرمایا:) تم کو ہمارے ساتھ حج کرنے سے کیا چیز مانع تھی؟ اس نے کہا: ہمارا ایک اونٹ ہے' اس پر ابوفلاں اور اس کا بیٹا سوار ہو گیا یعنی اس عورت کا شوہر اور اس کا بیٹا اور اس نے دوسرا اونٹ چھوڑ دیا جس پر ہم پانی لاتے ہیں' آپ نے فرمایا: جب رمضان آئے تو تم عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں عمرہ حج ہے' یا آپ نے اس کی مثل فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۵۶' الرقم المسلسل: ۲۹۲۷' سنن نسائی: ۲۱۰۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴۶' سنن دارمی: ۱۸۵۹' صحیح ابن حبان: ۳۷۰۰' المعجم الکبیر: ۱۱۴۱۰۔ ۱۱۳۲۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۲۵۔ ج ۳ ص ۲۶۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

''الناضح'' کا معنی اور اس کی تحقیق کہ رمضان کا عمرہ حج کی مثل ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''ناضح'' کا لفظ ہے۔ ''الناضح'' اس اونٹ یا بیل یا گدھے کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے اور اس پر رسی کے ساتھ ڈول باندھ دیئے جاتے ہیں' اس کو ''سانیۃ'' بھی کہتے ہیں لیکن اس حدیث میں اس سے مراد اونٹ ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا حج کی مثل ہے' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے اس عورت کو جس حج کی ترغیب دی تھی' وہ اس کا نفلی حج تھا' کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ عمرہ فرض حج کا بدل نہیں ہو سکتا' اور آپ نے جو فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا حج کی مثل ہے' اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ ثواب میں حج کی مثل ہے کیونکہ فضائل کا ادراک قیاس سے نہیں کیا جا سکتا' اور اللہ اپنے فضل سے جتنا چاہے ثواب عطا فرماتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* یہ حدیث صحیح مسلم: ۲۹۲۸۔۱۲۵۶ میں بھی مذکور ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں: رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۳۴۔ ج ۳ ص ۴۸۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۵ - بَابُ الْعُمْرَةِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا

وادیٔ حصبہ کی رات میں یا کسی اور رات میں عمرہ کرنا

۱۷۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ، فَقَالَ لَنَا مَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّهِلَّ بِالْحَجِّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، فَلَوْ لَا اَنِّيْ اَهْدَيْتُ لَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ. قَالَتْ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ، وَكُنْتُ مِمَّنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَاَظَلَّنِيْ يَوْمُ عَرَفَةَ وَاَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ اُرْفُضِيْ عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِيْ رَاْسَكِ، وَامْتَشِطِيْ وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ. فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ اَرْسَلَ مَعِيْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَّكَانَ عُمْرَتِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) اس وقت نکلے جب ذوالحجہ کا چاند دکھائی دینے والا تھا' آپ نے ہم سے فرمایا: تم میں سے جو حج کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ حج کا احرام باندھ لے' اور جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور اگر میں نے ہدی (قربانی) روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا' اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' پس مجھ پر عرفہ کے دن نے سایا کر لیا اور میں ابھی حائضہ تھی' تو میں نے اس کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی' آپ نے فرمایا: تم اپنے عمرہ کو چھوڑ دو اور سر کے بال کھول کر کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو' پھر جب وادی الحصبہ کی رات آئی تو آپ نے مجھے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مقامِ تنعیم روانہ کیا' پھر میں نے اس عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ عُمْرَةِ التَّنْعِيْمِ

باب التنعیم کا عمرہ

۱۷۸۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ اَنَّ عَبْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' عمرو

Marfat.com

الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُ اَنْ یُّرْدِفَ عَائِشَةَ وَیُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِیْمِ' قَالَ سُفْیَانُ مَرَّةً سَمِعْتُ عَمْرًا' کَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ عَمْرٍو.

[طرف الحدیث:۲۹۸۵]

بن اوس نے سنا ان کو حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے خبردی' انہوں نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھائیں اور ان کو مقامِ تنعیم سے عمرہ کرائیں' سفیان نے ایک مرتبہ کہا: میں نے عمرو سے سنا اور ایک مرتبہ کہا: میں نے کئی مرتبہ عمرو سے سنا ہے۔

(صحیح مسلم:۱۲۱۲' الرقم المسلسل:۲۸۲۵' سنن ترمذی:۹۳۵' سنن ابن ماجہ:۲۹۹۹' مسند الحمیدی:۵۶۳' سنن دارمی:۱۶۸۲' الآحاد والمثانی:۶۵۵' سنن کبریٰ:۴۲۳۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۵۷' مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۸ طبع قدیم' مسند احمد:۱۷۰۵۔ ج ۳ ص ۲۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مکہ سے احرام باندھنے کے لیے تنعیم کی تخصیص کی وجہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مکہ سے عمرہ کرنے والا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حرم سے باہر نکلے' پھر عمرہ کا احرام باندھے' اور آپ نے خارج حرم کی دوسری جگہوں میں سے تنعیم کو اس لیے معین فرمایا کہ تنعیم خارج حرم میں سے حرم کے قریب ترین جگہ تھی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محارم کے ساتھ سفر اور حضر میں خلوت جائز ہے اور مُحرم اپنے ساتھ مُحرِمہ کو سواری پر بٹھا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۳۲۔ ج ۳ ص ۳۹۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۷۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِیْدِ' عَنْ حَبِیْبٍ الْمُعَلِّمِ' عَنْ عَطَاءٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهَلَّ وَاَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ' وَلَیْسَ مَعَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ هَدْیٌ غَیْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ' وَکَانَ عَلِیٌّ قَدِمَ مِنَ الْیَمَنِ وَمَعَهُ الْهَدْیُ' فَقَالَ اَهْلَلْتُ بِمَا اَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ' وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لِاَصْحَابِهِ اَنْ یَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً یَطُوْفُوْا بِالْبَیْتِ' ثُمَّ یُقَصِّرُوْا وَیَحِلُّوْا اِلَّا مَنْ مَّعَهُ الْهَدْیُ' فَقَالُوْا نَنْطَلِقُ اِلٰی مِنًی وَّذَکَرُ اَحَدِنَا یَقْطُرُ' فَبَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَیْتُ' وَلَوْ لَا اَنَّ مَعِیَ الْهَدْیَ لَاَحْلَلْتُ. وَاَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب بن عبدالمجید نے حدیث بیان کی از حبیب المعلم از عطاء' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ان میں سے کسی کے پاس ہدی (قربانی) نہیں تھی' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے اور ان کے ساتھ ہدی تھی' انہوں نے کہا: میں نے اس چیز کے ساتھ احرام باندھا ہے جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے (باقی) اصحاب کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں' وہ بیت اللہ کا طواف کرلیں' پھر بال کاٹ لیں اور احرام کھول دیں مگر جس کے ساتھ ہدی ہو' پس انہوں نے کہا کہ ہم اس حال میں منیٰ جائیں گے کہ ہم میں سے کسی ایک کا آلہ تناسل ٹپک رہا ہوگا' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: میں اپنے

Marfat.com

حَاضَتْ، فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ، قَالَ فَلَمَّا طَهُرَتْ وَطَافَتْ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَتَنْطَلِقُونَ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ وَّأَنْطَلِقُ بِالْحَجِّ؟ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِي ذِي الْحَجَّةِ. وَأَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْعَقَبَةِ وَهُوَ يَرْمِيهَا، فَقَالَ أَلَكُمْ هٰذِهِ خَاصَّةً يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا، بَلْ لِلْأَبَدِ.

جس معاملہ کی طرف بعد میں متوجہ ہوا ہوں اگر اس کی طرف پہلے متوجہ ہوتا تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لے جاتا' اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں (بھی) احرام کھول دیتا' اور بے شک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کے تمام افعال ادا کیے' البتہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا' حضرت جابر نے کہا: پھر جب وہ حیض سے پاک ہو گئیں اور بیت اللہ کا طواف کیا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ لوگ حج اور عمرہ کر کے جائیں گے اور میں صرف حج کر کے جاؤں گی؟ تب آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ کو تنعیم لے جائیں' پس حضرت عائشہ نے ذوالحجہ میں حج کرنے کے بعد عمرہ کیا اور حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی' اس وقت آپ عقبہ میں کنکریاں مار رہے تھے' انہوں نے پوچھا: آیا یہ (ایامِ حج میں عمرہ کرنا یا حج قران) یارسول اللہ! آپ کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابُ الْاِعْتِمَارِ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ هَدْيٍ

حج کے بعد بغیر ہدی روانہ کیے عمرہ کرنا

۱۷۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّهِلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهِلَّ، وَلَوْ لَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ. فَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَحِضْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكَّةَ فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِي عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ. فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے اس وقت نکلے جب ذوالحجہ کا چاند دکھائی دینے والا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہو' وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور جو حج کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ حج کا احرام باندھ لے اور اگر میں نے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا' پس ان میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا تھا' اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' پھر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مجھے حیض آ گیا اور مجھے یوم عرفہ نے اس حال میں پایا کہ میں حائضہ تھی' تو میں نے

Marfat.com

مَعِیْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اِلَی التَّنْعِیْمِ فَاَرْدَفَهَا فَاَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَّكَانَ عُمْرَتِهَا فَقَضَی اللّٰهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا وَلَمْ يَكُنْ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ هَدْیٌ وَّلَا صَدَقَةٌ وَّلَا صَوْمٌ.

رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی پس آپ نے فرمایا: تم عمرہ کو چھوڑ دو اور اپنے سر کے بال کھول کر کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو پھر جب وادی الحصبۃ میں ٹھہرنے کی رات آئی تو آپ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو تنعیم کی طرف بھیجا' پس انہوں نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا' پھر میں نے عمرہ کا احرام باندھا جو اس عمرہ کی جگہ تھا (جس کو میں نے چھوڑ دیا تھا) پھر اللہ نے میرا حج اور عمرہ پورا کر دیا اور میرے اس عمرہ میں نہ ہدی تھی' نہ صدقہ تھا' نہ روزہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۸ - بَابُ اَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلٰی قَدْرِ النَّصَبِ

عمرہ کا اجر بہ قدر مشقت ملے گا

۱۷۸۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ' عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ' وَعَنِ ابْنِ عَوْنٍ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ' عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَاَصْدُرُ بِنُسُكٍ؟ فَقِيْلَ لَهَا اِنْتَظِرِیْ' فَاِذَا طَهُرْتِ' فَاخْرُجِیْ اِلَی التَّنْعِيْمِ فَاَهِلِّیْ' ثُمَّ ائْتِيْنَا بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا' وَلٰكِنَّهَا عَلٰی قَدْرِ نَفَقَتِكِ اَوْ نَصَبِكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد واز ابن عون از ابراہیم از الاسود' ان دونوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! لوگ دو عبادتیں کر کے لوٹیں گے اور میں ایک عبادت کر کے لوٹوں گی' پس ان سے کہا گیا کہ آپ انتظار کریں' پس جب آپ (حیض سے) پاک ہو جائیں تو تنعیم کی طرف روانہ ہوں' پھر آپ احرام باندھیں' پھر آپ ہمارے پاس فلاں فلاں مقام پر آئیں' لیکن جتنا آپ خرچ کریں گی یا جتنی آپ مشقت اٹھائیں گی' آپ کو اتنا اجر ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض چیزوں کی وضاحت کی جا رہی ہے:

زیادہ خرچ کرنے یا زیادہ مشقت برداشت کرنے کی وجہ سے اجر کا زیادہ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

زیادہ خرچ کرنے کی وجہ سے زیادہ اجر ملنے کی مثال یہ آیت ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ○ (التوبہ: ۲۰)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کیا' اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں○

اس آیت میں اللہ کی راہ میں اور عبادت میں اپنا مال خرچ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

اور مشقت برداشت کرنے پر زیادہ اجر عطا فرمانے کی مثال یہ آیت ہے:

Marfat.com

إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ O (الزمر:١٠)

صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا O

زمان اور مکان کے شرف کے اعتبار سے اجر کا زیادہ ہونا

تاہم یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے' بعض اوقات زمانہ کی فضیلت کی وجہ سے کم وقت میں عبادت کرنے کا زیادہ اجر ملتا ہے' جیسے لیلۃ القدر میں ایک رات قیام کرنے کا اجر ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ ہوتا ہے یا رمضان میں عبادت کرنے کا اجر دوسرے مہینوں کی عبادت سے ستر گنا زائد ہوتا ہے اور بعض اوقات جگہ اور مقام کے اعتبار سے کم عبادت کا زیادہ اجر ملتا ہے جیسے مسجد حرام یا مسجد نبوی میں عبادت کا اجر دوسری جگہ عبادت کرنے سے ایک لاکھ یا تین لاکھ درجہ زائد ہوتا ہے یا جیسے فرائض کا اجر نوافل سے زائد ہوتا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان تمام مثالوں میں زیادہ اجر ان خصوصی اضافات کی وجہ سے ہے اور اصل یہی ہے کہ زیادہ خرچ یا زیادہ مشقت کی وجہ سے زیادہ اجر ملتا ہے۔

٩ - بَابُ الْمُعْتَمِرِ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ' هَلْ يُجْزِئُهُ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ

عمرہ کرنے والا جب عمرہ کا طواف کر کے چلا جائے تو آیا اس کے لیے یہ طوافِ وداع سے کافی ہوگا یا نہیں!

یعنی اس کا عمرہ کا طواف کرنا طوافِ وداع سے کافی ہو جائے گا۔

١٧٨٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ' عَنِ الْقَاسِمِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ' فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ' وَفِيْ حُرُمِ الْحَجِّ' فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهٗ هَدْيٌ' فَاَحَبَّ اَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ' وَمَنْ كَانَ مَعَهٗ هَدْيٌ فَلَا. وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ ذَوِيْ قُوَّةٍ الْهَدْيُ' فَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ عُمْرَةٌ' فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ' فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ؟ قُلْتُ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ لِاَصْحَابِكَ مَا قُلْتَ' فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ' قَالَ وَمَا شَاْنُكِ؟ قُلْتُ لَا اُصَلِّيْ' قَالَ فَلَا يَضُرُّكِ' اَنْتِ مِنْ بَنَاتِ اٰدَمَ' كُتِبَ عَلَيْكِ مَا كُتِبَ عَلَيْهِنَّ' فَكُوْنِيْ فِيْ حَجَّتِكِ' عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّرْزُقَكِهَا. قَالَتْ فَكُنْتُ حَتّٰى نَفَرْنَا مِنْ مِّنًى' فَنَزَلْنَا الْمُحَصَّبَ' فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں افلح بن حمید نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم حج کے مہینوں میں اور حج کی جگہوں میں حج کا احرام باندھ کر روانہ ہوئے' پھر ہم مقامِ سرف میں اترے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: جس شخص کے ساتھ ہدی نہیں ہے اور وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام کرنا چاہے تو کر لے اور جس کے ساتھ ہدی ہے وہ نہ کرے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ کے اصحاب میں سے جو مالی قوت والے تھے' ان کے ساتھ ہدی تھی تو ان کے لیے یہ عمرہ نہیں تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں رو رہی تھی' پس آپ نے پوچھا: تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے؟ میں نے کہا: میں نے آپ سے وہ سن لیا ہے جو ابھی آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا ہے' پس میں عمرہ سے روک دی گئی ہوں' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نماز نہیں پڑھ رہی' آپ نے فرمایا: تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا' تم آدم کی بیٹیوں میں سے ہو جو ان پر لکھ دیا گیا ہے وہی

فَقَالَ اُخْرُجْ بِاُخْتِكَ اِلَى الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا مِنْ طَوَافِكُمَا، اَنْتَظِرْكُمَا هَاهُنَا. فَاَتَيْنَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ فَرَغْتُمَا؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَنَادٰى بِالرَّحِيلِ فِي اَصْحَابِهٖ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ خَرَجَ مُوَجِّهًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

تم پر لکھ دیا گیا ہے' تم اپنے حج پر رہو عنقریب اللہ تم کو عمرہ عطا فرمائے گا' حضرت عائشہ نے کہا: پس میں حج کے افعال کرتی رہی حتیٰ کہ ہم منیٰ سے روانہ ہو کر وادی المحصب میں اترے' پھر آپ نے حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو بلایا' پس فرمایا: تم اپنی بہن کو حرم کی طرف لے جاؤ' پھر وہ عمرہ کا احرام باندھیں' پھر تم دونوں اپنے طواف سے فارغ ہو کر (یہاں آنا)' میں تم دونوں کا یہاں انتظار کروں گا' پس ہم آدھی رات میں آئے' آپ نے پوچھا: تم دونوں فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اپنے اصحاب میں روانہ ہونے کا اعلان کیا' پھر لوگ روانہ ہوئے اور جس نے صبح سے پہلے بیت اللہ کا طواف وداع کر لیا تھا' وہ بھی روانہ ہوا اور آپ بھی مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابٌ يَفْعَلُ فِي الْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ فِي الْحَجِّ

عمرہ میں ان ہی کاموں سے اجتناب کیا جائے گا جن سے حج میں اجتناب کیا جاتا ہے

۱۷۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى ابْنِ اُمَيَّةَ يَعْنِيْ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ، وَعَلَيْهِ اَثَرُ الْخَلُوْقِ، اَوْ قَالَ صُفْرَةٌ، فَقَالَ كَيْفَ تَاْمُرُنِيْ اَنْ اَصْنَعَ فِيْ عُمْرَتِيْ؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسُتِرَ بِثَوْبٍ، وَوَدِدْتُ اَنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَقَالَ عُمَرُ تَعَالَ، اَيَسُرُّكَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْوَحْيَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَرَفَعَ طَرَفَ الثَّوْبِ، فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ لَهٗ غَطِيْطٌ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ كَغَطِيْطِ الْبَكْرِ، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ. قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ؟ اِخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاغْسِلْ اَثَرَ الْخَلُوْقِ عَنْكَ، وَاَنْقِ الصُّفْرَةَ، وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے حدیث بیان کی یعنی از والد خود کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' اس وقت آپ الجعرانہ میں تھے اور آپ پر ایک جبہ (لمبا کوٹ) تھا جس پر خوشبو یا زردی کا نشان تھا' اس نے پوچھا: آپ مجھے عمرہ میں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اس وقت اللہ نے آپ پر وحی نازل کی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ایک کپڑا ڈال دیا گیا اور میری یہ خواہش تھی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھوں جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم کو اس سے خوشی ہوگی کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھو جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عمر نے کپڑے کی ایک طرف کو اٹھایا' پس میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ خراٹے لے رہے تھے اور میرا گمان یہ ہے کہ آپ اس طرح خراٹے لے رہے تھے جس طرح اونٹ خراٹے لیتا ہے' پھر جب

Marfat.com

آپ کی یہ کیفیت منقطع ہوئی تو آپ نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جو عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا؟ تم اپنا جبہ اتار دینا اور خوشبو کا نشان دھوڈالنا اور زعفران کا پیلا رنگ صاف کر دینا اور تم اپنے عمرہ میں اسی طرح کرنا جس طرح حج میں کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ اَرَاَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:۱۵۸)، فَلَا اَرٰى عَلٰى اَحَدٍ شَيْئًا اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا؟ فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلَّا، لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ، كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، اِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِي الْاَنْصَارِ كَانُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ، وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ، وَكَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:۱۵۸). زَادَ سُفْيَانُ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامٍ مَا اَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ امْرِىءٍ، وَلَا عُمْرَتَهُ، لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا اور میں اس وقت کم عمر تھا: آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول کے متعلق بتایئے: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۵۸) پس میں کسی شخص پر کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ وہ ان دونوں کا طواف (سعی) نہ کرے' پس حضرت عائشہ نے کہا: ہرگز نہیں! اگر اس آیت کا معنی اس طرح ہوتا جس طرح تم کہہ رہے ہو تو یہ آیت اس طرح ہوتی: اس شخص پر کوئی حرج نہیں ہے جو ان دونوں کا طواف نہ کرے' یہ آیت صرف ان انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے جو (زمانہ جاہلیت میں) مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے اور مناۃ قدید کے بالمقابل رکھا ہوا تھا اور انصار صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرنے سے تنگ ہوتے تھے' پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۵۸) سفیان اور ابو معاویہ نے از ہشام یہ اضافہ کیا: جو شخص صفا اور المروۃ کے طواف نہ کرے' اللہ اس کا حج پورا نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابٌ مَتٰى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ

عمرہ کرنے والا کب احرام کھولے گا

وَقَالَ عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اور عطاء نے کہا از حضرت جابر رضی اللہ عنہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے

Marfat.com

اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَہٗ اَنْ یَّجْعَلُوْھَا عُمْرَۃً، وَیَطُوْفُوْا، ثُمَّ یُقَصِّرُوْا وَیَحِلُّوْا.

اصحاب کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں اور طواف کریں' پھر بال کٹائیں اور احرام کھول دیں۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۱۷۸۴ میں گزر چکی ہے۔

١٧٩١ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ، عَنْ جَرِیْرٍ، عَنْ اِسْمَاعِیْلَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاعْتَمَرْنَا مَعَہٗ، فَلَمَّا دَخَلَ مَکَّۃَ طَافَ وَطُفْنَا مَعَہٗ. وَاَتَی الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ وَاَتَیْنَاھَا مَعَہٗ، وَکُنَّا نَسْتُرُہٗ مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ اَنْ یَّرْمِیَہٗ اَحَدٌ، فَقَالَ لَہٗ صَاحِبٌ لِّیْ اَکَانَ دَخَلَ الْکَعْبَۃَ؟ قَالَ لَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از جریر از اسماعیل از عبداللہ بن ابی اوفی' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے عمرہ کیا' پس جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے طواف کیا اور ہم نے (بھی) آپ کے ساتھ طواف کیا اور آپ صفا اور المروۃ کے پاس آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ آئے' اور ہم آپ کو اہل مکہ سے چھپائے ہوئے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی مشرک آپ کو تیر مارے' میرے ایک ساتھی نے حضرت ابن ابی اوفی سے پوچھا: کیا آپ کعبہ میں داخل بھی ہوئے تھے' انہوں نے کہا: نہیں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۰ میں گزر چکی ہے۔

١٧٩٢ - قَالَ فَحَدِّثْنَا مَا قَالَ لِخَدِیْجَۃَ؟ قَالَ بَشِّرُوْا خَدِیْجَۃَ بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّۃِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِیْہِ وَلَا نَصَبَ. [طرف الحدیث: ۳۸۱۹]

میرے ساتھی نے کہا: آپ ہمیں یہ بتائیے کہ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ نے فرمایا تھا کہ خدیجہ کو جنت میں کھوکھلے موتیوں کے گھر کی بشارت دو جس میں کوئی شور ہو گا نہ تھکاوٹ ہو گی۔

(صحیح مسلم: ۲۴۳۳' الرقم المسلسل: ۶۱۶۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۳۳' المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۱۱' مسند الحمیدی ج ۱۲ ص ۱۳۳' سنن کبریٰ: ۸۳۶۰' صحیح ابن حبان: ۷۰۰۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۲۸۔ ج ۳۱ ص ۴۷۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن ابراہیم' یہ ابن راھویہ ہیں (۲) جریر بن عبدالحمید (۳) اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی البجلی الکوفی' یہ ۱۴۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' ان کا نام علقمہ ہے' یہ ۸۶ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں' جن سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے اور جو متعصب اس کا انکار کرتا ہے' اس کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۸۱)

حدیث مذکور کے مشکل فقروں کی تشریح

حدیث: ۱۷۹۱ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا' اس سے مراد عمرۃ القضاء ہے جو آپ نے ۷ھ میں کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے ایک ساتھی نے حضرت ابن ابی اوفی سے پوچھا: اس سے مراد اسماعیل ہے۔

اس میں مذکور ہے: حضرت ابن ابی اوفی نے کہا: آپ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے' اس سے مراد ہے: اس حالت میں آپ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے' یہ مراد نہیں ہے کہ آپ مطلقاً کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

Marfat.com

حدیث: ۱۷۹۲ میں حضرت خدیجہ کے متعلق استفسار ہے'اس سے مراد حضرت ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور سب سے پہلے ایمان لانے والی ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایسا محل دیا جائے گا جس میں دنیا کی آفات میں سے کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اس حدیث کو لاکر یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر عمرہ میں صفا اور المروۃ کے درمیان سعی ہوتی ہے اور اس میں حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔

١٧٩٣ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ' وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' اَيَاْتِي امْرَاَتَهُ؟ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا' وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ' وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا' ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:٢١).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جس نے عمرہ میں بیت اللہ کا طواف تو کیا لیکن صفا اور المروۃ کے درمیان سعی نہیں کی' کیا وہ اپنی بیوی کے پاس (عمل تزویج کے لیے) جاسکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں سات طواف کیے اور مقام (ابراہیم) کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا اور المروۃ کے درمیان سات طواف کیے' اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:٢١)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

١٧٩٤ - قَالَ وَسَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

اور عمرو بن دینار نے کہا کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا تو انہوں نے بتایا: وہ اپنی بیوی کے قریب ہرگز نہ جائے حتیٰ کہ صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرلے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۹۶ کا مطالعہ کریں۔

١٧٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ' عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَطْحَاءِ' وَهُوَ مُنِيْخٌ' فَقَالَ اَحَجَجْتَ. قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ؟ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِاِهْلَالٍ كَاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اَحْسَنْتَ' طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَحِلَّ. فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَتَيْتُ امْرَاَةً مِّنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَاْسِيْ' ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطحاء میں حاضر ہوا' اس وقت آپ اونٹ کو بٹھا رہے تھے' آپ نے پوچھا: کیا تم حج کرنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ میں نے کہا: میں اس چیز کے ساتھ حاضر ہوں جس چیز کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے' آپ نے فرمایا: تم نے

Marfat.com

اَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ اُفْتِي بِهٖ حَتّٰى كَانَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ، فَقَالَ اِنْ اَخَذْنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَاِنْ اَخَذْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ.

اچھا کیا' تم بیت اللہ کا اور صفا اور المروۃ کا طواف کرو' پھر احرام کھول دو' پس میں نے بیت اللہ کا اور صفا اور المروۃ کا طواف کیا' پھر میں قیس کی ایک عورت کے پاس آیا' اس نے میرے سر میں جوئیں دیکھیں' پھر میں نے حج کا احرام باندھا' پھر میں اسی کے موافق فتویٰ دیتا رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ کی خلافت کا زمانہ آ گیا' حضرت عمر نے کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حج اور عمرہ پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کریں تو آپ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ ہدی (قربانی) اپنے محل میں پہنچ گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

١٧٩٦ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو، عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ مَوْلٰى اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ كَانَ يَسْمَعُ اَسْمَاءَ تَقُوْلُ كُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحَجُوْنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ، لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهٗ هٰهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ، قَلِيْلٌ ظَهْرُنَا قَلِيْلَةٌ اَزْوَادُنَا، فَاعْتَمَرْتُ اَنَا وَاُخْتِي عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ، فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ اَحْلَلْنَا، ثُمَّ اَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی از ابی الاسود کہ عبداللہ جو حضرت اسماء بنت ابی بکر کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ جب بھی الحجون (پہاڑ) کے پاس سے گزرتی ہیں تو کہتی ہیں کہ اللہ (سیدنا) محمد پر صلوٰۃ نازل فرمائے' ہم آپ کے ساتھ یہاں پر اترے تھے ان دنوں ہم ہلکے پھلکے تھے' ہمارے پاس سواریاں اور راستے میں کھانے کا خرچ بھی کم تھا' پس میں نے اور میری بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ اور فلاں نے اور فلاں نے (حج کو فسخ کر کے) عمرہ کیا' پس جب ہم نے کعبہ کو چھو لیا تو ہم نے احرام کھول دیا' پھر پچھلے پہر ہم نے حج کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۱۵ میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ اَوِ الْغَزْوِ

جب حج یا عمرہ یا جہاد سے واپس آئے تو کیا دعا کرے

١٧٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ اَوْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ، يُكَبِّرُ عَلٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے یا حج سے یا عمرہ سے واپس آتے تو زمین کی ہر

كُلِّ شَرَفٍ مِّنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ، ثُمَّ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اٰيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۲۹۹۵-۳۰۸۴-۴۱۱۶-۶۳۸۵]

بلند جگہ پر تین بار اللہ اکبر پڑھتے' پھر پڑھتے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کی سلطنت ہے' اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' ہم واپس آنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں' سجدہ کرنے والے ہیں' اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں' اللہ نے اپنے وعدہ کو سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور اس نے تنہا کفار کے لشکروں کو شکست دی۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۸۳۰- ج ۱۰ ص ۸۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سفر سے واپسی کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ایبون'' ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں' اس میں یہ ایہام (اشارہ) ہے کہ ہم اپنے وطن کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

''تائبون'' جو چیز شرعاً مذموم ہو' اس سے اس چیز کی طرف رجوع کرنا جو شرعاً محمود ہو۔

''حزم الاحزاب'' جس نے جنگ احزاب میں کفار کو شکست دی' احزاب سے مراد کفار کی وہ جماعتیں ہیں جنہوں نے اکٹھے ہو کر مدینہ پر چڑھائی کی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر کسی مقابلہ کے شکست دی' ان کے مقابلہ میں گھوڑے دوڑانے کی نوبت آئی نہ اونٹ دوڑانے کی۔

حج' جہاد یا کسی مبارک مہم سے واپس آنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور اس کا شکر بجالانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے اور اس کی نعمت کا اقرار کرنا چاہیے اور اس کے سامنے خضوع اور عاجزی کرنی چاہیے اور جب آدمی حج' جہاد یا کسی مبارک مہم سے واپس آئے تو اس پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حج کے تمام افعال اور عبادات کو سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی اور دشمن کو شکست دینے میں اس کی مدد فرمائی اور صحت اور سلامتی کے ساتھ اس کو وطن واپس لوٹایا' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دوسری نعمتیں جو عطا فرمائی ہیں' اس پر اس کی حمد کرنی چاہیے اور اس کا شکر بجالانا چاہیے کیونکہ جب بندہ اللہ کی توحید کا اقرار کرتا ہے اور اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتا ہے اور اس کی نعمتوں پر اس کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتا ہے تو اللہ بندہ سے راضی ہوتا ہے' اس حدیث میں دعاء کے جو عربی کے کلمات ہیں وہ سب ہم وزن ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے دعا میں ہم وزن کلمات لانے سے جو منع فرمایا ہے' وہ تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ اس لیے ہے تاکہ بندہ کی توجہ الفاظ کے بنانے اور سنوارنے میں نہ رہے بلکہ وہ اخلاص کے ساتھ اپنے مقاصد بیان کرے۔

١٣ - بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِيْنَ وَالثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ

جب حجاج مکہ میں آئیں تو ان کا استقبال کرنا اور ایک سواری پر تین آدمیوں کا سوار ہونا

١٧٩٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث

Marfat.com

بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، اِسْتَقْبَلَتْهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَآخَرَ خَلْفَهُ.

[اطراف الحدیث: ۵۹۶۵۔ ۵۹۶۶]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آتے تو بنو عبد المطلب کے لڑکے آپ کا استقبال کرتے تو آپ ایک لڑکے کو اپنے آگے بٹھا لیتے اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے۔

(سنن نسائی: ۲۸۹۴ المعجم الکبیر: ۱۱۹۵۳ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۰ مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۰ طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۵۹۔ ج ۴ ص ۱۲۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ مکہ میں بنو مطلب کے لڑکے آپ کا استقبال کرتے اور ایک سواری پر تین کے سوار ہونے کا ذکر بھی ہے کیونکہ آپ ایک لڑکے کو آگے بٹھا لیتے اور ایک کو پیچھے بٹھا لیتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معلّٰی بن اسد ابوالہیثم (۲) یزید بن زریع (۳) خالد الحذاء (۴) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۸۷)

اس حدیث میں "اغیلمۃ" کا لفظ ہے یہ غلام کی جمع ہے اس کا معنی ہے: بچے نیز اس حدیث میں حج کے لیے مکہ میں آنے والوں کا استقبال کرنے کا ثبوت ہے بچوں پر شفقت کرنے کا ثبوت ہے اور ایک سواری پر تین آدمیوں کے بیٹھنے کا ثبوت ہے۔

۱۴ - بَابُ الْقُدُوْمِ بِالْغَدَاةِ

مسافر کا صبح کے وقت آنا

۱۷۹۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَجَّاجِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلٰى مَكَّةَ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلّٰى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِيْ، وَبَاتَ حَتّٰى يُصْبِحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن الحجاج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کی طرف جاتے تو درخت والی مسجد میں نماز پڑھتے اور جب واپس آتے تو ذوالحلیفہ کی وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے اور وہاں رات گزارتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۱۵ - بَابُ الدُّخُوْلِ بِالْعَشِيِّ

مسافر کا شام کو آنا

۱۸۰۰ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ، كَانَ لَا يَدْخُلُ إِلَّا غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے گھر نہیں آتے تھے آپ صبح آتے تھے یا شام کو۔

(صحیح مسلم: ۱۹۲۸ الرقم المسلسل: ۴۸۵۵ سنن ابوداؤد: ۲۷۷۷ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۰ مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۵ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۲۴۳۔)

Marfat.com

ج ١٩ص ٢٨٣ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث میں رات کو گھر آنے کی ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ اچانک رات کو گھر آئے تو اسے کوئی ناپسندیدہ یا ناگوار چیز دکھائی دے۔

١٦ - بَابُ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهُ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

جب مدینہ پہنچے تو رات کو اپنے گھر میں داخل نہ ہو

١٨٠١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَطْرُقَ اَهْلَهُ لَيْلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محارب از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو گھر آنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ مَنْ اَسْرَعَ نَاقَتَهُ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

جب مدینہ طیبہ پہنچے تو اپنی سواری کو تیز چلائے

١٨٠٢ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدٌ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَاَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِيْنَةِ اَوْضَعَ نَاقَتَهُ وَاِنْ كَانَتْ دَابَّةً حَرَّكَهَا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ زَادَ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ حُمَيْدٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر سے آتے اور مدینہ کے راستوں کی بلندیاں دیکھتے تو اپنی اونٹنی کو تیز چلاتے اور اگر کوئی جانور ہوتا تو اس کو ایڑ لگاتے۔ امام بخاری نے کہا کہ الحارث بن عمیر نے از حمید یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ مدینہ طیبہ کی محبت سے اس کو تیز چلاتے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ جُدُرَاتِ. تَابَعَهُ الْحَارِثُ ابْنُ عُمَيْرٍ. [طرف الحدیث: ١٨٨٦]

ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از حمید از انس انہوں نے کہا: آپ مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے۔ اس قول میں اسماعیل کی متابعت الحارث بن عمیر نے کی ہے۔

(سنن ترمذی: ٣٤٤١ سنن کبریٰ: ٤٢٤٨ صحیح ابن حبان: ٢٧١٠ سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٦٠ شرح السنۃ: ٢٠١١ مسند احمد ج ٣ ص ١٥٩ طبع قدیم مسند احمد: ١٢٦١٩ ج ٢٠ ص ١٧ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے: "درجات المدینۃ" اس سے مراد ہے: مدینہ کے بلند راستے زیادہ مناسب "الجدرات" ہے یعنی مدینہ کی دیواریں المستملی کی روایت میں "دوحات المدینۃ" یعنی مدینہ کے گھنے درخت۔

(عمدۃ القاری ج ١٠ ص ١٩٠ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

Marfat.com

١٨ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ (البقرہ:١٨٩)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ (البقرہ:١٨٩)

اس باب میں اس آیت کا شانِ نزول بیان کیا گیا ہے۔

١٨٠٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا كَانَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا حَجُّوْا فَجَاءُوْا لَمْ يَدْخُلُوْا مِنْ قِبَلِ اَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ وَلٰكِنْ مِّنْ ظُهُوْرِهَا فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنْ قِبَلِ بَابِهٖ فَكَاَنَّهٗ عُيِّرَ بِذٰلِكَ فَنَزَلَتْ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ (البقرہ:١٨٩).

[طرف الحدیث:٤٥١٢] [صحیح مسلم:٣٠٢٦' الرقم المسلسل:٧٤٤٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے: یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی' انصار جب حج کر کے آتے تو وہ اپنے گھروں کے سامنے کے دروازوں سے نہیں آتے تھے لیکن پچھلے دروازوں سے آتے تھے' پس ایک انصاری اپنے گھر کے سامنے کے دروازہ سے آیا تو گویا اس کو عار دلائی گئی' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو لیکن (حقیقت میں) نیکی اس شخص کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ (البقرہ:١٨٩)

حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں گھر کے دروازہ سے نکلنا اور اپنی رسم کو ترک کر دینا

امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان البلخی المتوفی ١٥٠ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جاہلیت اور اسلام میں' انصار میں سے جب کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتا اور وہ اپنے اہل کے ساتھ مقیم ہوتا تو وہ اپنے گھر کے دروازہ سے گھر میں داخل نہیں ہوتا تھا لیکن اس کے گھر کے پیچھے ایک سیڑھی رکھی جاتی' وہ اس سیڑھی پر چڑھتا اور دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوتا اور بعض لوگ گھر کی دیوار میں نقب لگا کر گھر میں داخل ہوتے تھے اور اسی سے نکلتے تھے' اور اگر ان کا گھر خیمہ کا ہوتا تو وہ خیمہ کے پچھلے راستے سے نکلتے تھے۔

ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو النجار کی کھجوروں کے باغ میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی داخل ہوئے' وہ محرم تھے اور دیوار کی طرف سے داخل ہوئے تھے' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازہ سے نکلے حالانکہ آپ بھی محرم تھے تو حضرت قطبہ بھی دروازہ سے نکلے' پس ایک شخص نے کہا: یہ قطبہ دروازہ سے نکلا ہے حالانکہ یہ محرم ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہیں دروازہ سے نکلنے پر کس نے برانگیختہ کیا حالانکہ تم محرم ہو' تو انہوں نے کہا: اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے دیکھا کہ آپ دروازہ سے نکلے ہیں حالانکہ آپ محرم ہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ نکلا اور میرا اور آپ کا دین ایک ہے' آپ نے فرمایا: میں دروازہ سے اس لیے نکلا کہ میں حمس میں سے ہوں' تو حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی احمسی ہوں اور میں آپ کی سیرت اور آپ کے دین سے راضی ہوں اور میں نے آپ کی سنت پر عمل کیا ہے' حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو جواب دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید میں یہ آیت (البقرہ:١٨٩) نازل فرما دی۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ١ ص ١٠٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

Marfat.com

اپنی عقل سے دین میں کوئی طریقہ نہیں نکالنا چاہیے

اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی عقل سے عبادت کے طور طریقے وضع کرنا جائز نہیں ہے' لوگ اپنی عقل سے عبادت کے طریقے وضع کر لیتے ہیں' پھر اس کی تائید میں دلائل شرعیہ تلاش کرتے ہیں اور جو اُن کے بنائے ہوئے طریقہ کے مطابق عبادت نہ کرے' اس کو لعنت ملامت کرتے ہیں' اسی کا نام احداث فی الدین اور بدعت سیئہ ہے' عبادت صرف اس طریقہ سے کرنی چاہیے جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کی ہے اور جس طرح آپ نے ہدایت دی ہے اور جماعت صحابہ کا اس پر عمل رہا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور اجلال کے لیے کوئی نیا کام کرنا مستحسن ہے

تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کے اظہار کے لیے کوئی ایسا کام کرنا جو پہلے مروج نہ ہو' مستحسن اور محمود ہے' جیسے ربیع الاوّل کے مہینہ میں آپ کی ولادت اور آپ کی سیرت اور آپ کے فضائل اور مناقب کو بیان کرنا' آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے آپ کے ذکر کی تعظیم کے لیے قیام کرنا اور آپ کی ولادت کی خوشی میں اس مہینہ میں کثرت سے صدقہ وخیرات کرنا' ان اُمور کو فرض یا واجب نہ قرار دیا جائے' جو نہ کرے اس کو ملامت نہ کی جائے اور ان اُمور میں اشتغال کی وجہ سے فرائض اور واجبات کو ترک نہ کیا جائے یا ان میں سستی اور تغافل نہ کیا جائے' ہمارے زمانہ میں افراط اور تفریط ہے' بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم کے ان مظاہر کو شرک اور بدعت کہتے ہیں اور بعض لوگ صرف ان اُمور میں اشتغال کو ہی ذریعہ نجات سمجھ لیتے ہیں اور فرائض اور واجبات کو ترک کرتے ہیں یا ان کی پابندی نہیں کرتے اور ان میں بہت زیادہ سستی اور تغافل کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہی ہر فریق کی اصلاح پر قادر ہے۔

ہم نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت میں جو عمل کیا جائے وہ مستحسن ہے' اس کی تائید میں یہ عبارت ہے۔ علامہ ابن ہمام محمد بن عبدالواحد حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں کا یہ عمل مستحسن ہے کہ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچتے ہیں تو سواری سے اتر کر پیدل چلتے ہیں حتیٰ کہ مدینہ طیبہ میں پیدل چلتے ہوئے داخل ہوتے ہیں اور ہر وہ فعل جس کا ادب اور اجلال میں زیادہ دخل ہو' وہ مستحسن ہے۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۱۹ - بَابُ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ

سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے

۱۸۰۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ وَنَوْمَهٗ فَاِذَا قَضٰى نَهْمَتَهٗ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ. [اطراف الحدیث: ۳۰۰۱-۵۴۲۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از سمی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تم میں سے کسی ایک شخص کے اوپر اس کے کھانے اور پینے اور اس کے سونے میں رکاوٹ ڈال دیتا ہے' پس جب وہ اپنی مہم سے فارغ ہو جائے تو اسے جلدی اپنے گھر لوٹ کر جانا چاہیے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۲۷' الرقم المسلسل: ۴۸۵۴' سنن ابن ماجہ: ۲۸۸۲' سنن کبریٰ: ۸۷۸۴' صحیح ابن حبان: ۲۷۰۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۹' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۵۴-۵۳' شرح السنۃ: ۲۶۸۷' سنن دارمی: ۲۶۷۰' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۹۰۴' مصنف عبد الرزاق: ۹۲۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۲۵-ج ۱۲ ص ۱۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

سفر کے عذاب سے مراد تھکاوٹ ہے

اس حدیث میں فرمایا ہے: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے' اس حدیث میں عذاب سے مراد وہ تھکاوٹ اور درد ہے جو سفر میں ہوتا ہے' اس کی تائید قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا. (الکہف: ٦٢) بے شک ہم نے اپنے اس سفر میں تھکاوٹ محسوس کی۔

سفر کی فضیلت میں بعض احادیث کی فنی حیثیت

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الکنانی المتوفی ٩٦٣ھ نے سفر کی فضیلت میں درج ذیل احادیث جمع کی ہیں:

امام دارمی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ سے روایت کی ہے: طاقتور اور خوش حال لوگوں کے ساتھ سفر کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ مسافر کے لیے کیا فضیلت ہے تو وہ سفر میں رہیں' بے شک اللہ مسافر پر ہر روز دو بار نظر (رحمت) فرماتا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا: امام مالک اور وکیع کی احادیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے' اور المیز ان میں مذکور ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی احمد بن یوسف المنجی ہے' وہ معروف نہیں ہے اور جھوٹی خبریں بیان کرتا ہے۔

(تنزیہ الشریعۃ ج ٢ ص ١٨٣۔ ١٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠١ھ)

٢٠ - بَابُ الْمُسَافِرِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ يُعَجِّلُ إِلٰى أَهْلِهِ

مسافر کو جب گھر پہنچنے کی جلدی ہو تو وہ کیا کرے؟

١٨٠٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ، فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ، جَمَعَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے خبر دی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستہ میں تھا' ان کو (اپنی بیوی) صفیہ بنت ابی عبید کے سخت درد کی خبر پہنچی' وہ بہت تیزی سے چلے حتیٰ کہ شفق کے غروب ہونے کے بعد سواری سے اترے' پھر انہوں نے مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا' پھر کہا: میں نے دیکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد روانہ ہونا ہوتا تو آپ مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٩١ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کا ذکر ہے' اس سے مراد جمع صوری ہے یعنی مغرب کو آخری وقت میں پڑھا جائے اور عشاء کو ابتدائی وقت میں پڑھا جائے۔

ابواب العمرہ سے یہاں تک چالیس احادیث مرفوعہ مذکور ہیں' جن میں سے چار معلق ہیں اور باقی موصول ہیں اور ان میں پانچ صحابہ کرام کے آثار ہیں۔

اب اس کے بعد ان شاء اللہ کتاب المحصر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

٢٧ - كِتَابُ الْمُحْصَرِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ

محرم کو روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کا بیان

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ﴾ (البقرہ:١٩٦).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: سو اگر تم کو (حج یا عمرہ سے) روک دیا جائے تو جو قربانی تم کو آسانی سے حاصل ہو وہ بھیج دو۔ (البقرہ: ١٩٦)

حصر اور احصار کا معنی

احصار کا معنی ہے: منع کرنا اور روکنا' یعنی آدمی جس طرح کوئی کام کرنا چاہتا ہو اس کو اس کام سے روک دینا' کہا جاتا ہے: مرض نے کسی شخص کو اس کے کام سے روک دیا یا حاکم نے کسی شخص کو اس کے کام سے روک دیا۔

یہ آیت ٦ھ میں حدیبیہ کے سال نازل ہوئی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان مشرکین حائل ہو گئے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ رخصت نازل کی کہ ان کے ساتھ جو ہدی ہے اور وہ ستر ہدی تھیں' وہ ان کو ذبح کر دیں اور اپنے احرام کو کھول دیں' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی ہدی کو ذبح کر دیں اور اپنے سروں کے بال منڈوا لیں اور اپنے احرام کھول دیں' صحابہ نے اس پر عمل نہیں کیا کیونکہ وہ انتظار کر رہے تھے کہ شاید یہ حکم منسوخ ہو جائے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قیام گاہ سے باہر آئے اور آپ نے اپنی ہدی کو ذبح کیا اور اپنا سر منڈوالیا' پھر صحابہ نے بھی اس پر عمل کیا' بعض صحابہ نے اپنے بال کٹا لیے تھے اور سر نہیں منڈایا تھا' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لیے دو بار دعا کی: اللہ سر منڈانے والوں پر رحم فرمائے اور تیسری بار دعا کی: اللہ سر کے بال کٹانے والوں پر رحم فرمائے' اور صحابہ اپنی ہدی میں مشترک تھے' ایک اونٹ میں سات صحابہ شریک تھے اور یہ ایک ہزار چار سو صحابہ تھے' اور یہ حدیبیہ میں ٹھہرے تھے جو حرم سے خارج تھا' ایک قول یہ ہے کہ وہ حرم کے کنارے پر تھا (تحقیق یہ ہے کہ حدیبیہ حرم میں داخل ہے)۔

احصار کی تعریف میں مذاہب ائمہ

عطاء بن ابی رباح' ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا ہے کہ مرض ہو یا دشمن ہو' یا کسی عضو کا ٹوٹنا ہو یا خوراک کا ختم ہونا ہو' ہر وہ چیز جس کی وجہ سے انسان بیت اللہ تک نہ پہنچ سکے' وہ حاصر ہے یعنی وہ روکنے والا ہے اور اس سے احصار ہو جاتا ہے اور یہی امام

Marfat.com

ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور امام زفر کا مذہب ہے' حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

لیث بن سعد' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ احصار فقط دشمن کے روکنے سے ہوتا ہے اور مرض سے احصار ثابت نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۹۹۔ ۱۹۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْاِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْبِسُهٗ. عطاء نے کہا: احصار ہر چیز سے اس کے حسب حال ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ عطاء نے کہا: احصار مرض سے ہوتا ہے یا دشمن سے یا کسی روکنے والے سے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۴۷)

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿حَصُوْرًا﴾ (آل عمران: ۳۹) لَا يَاْتِي النِّسَاءَ. امام بخاری نے کہا: ''حصور'' وہ شخص ہوتا ہے جو عورتوں کے پاس نہ جائے۔

امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ○ (آل عمران: ۳۹) (اے زکریا!) بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے' جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے' سردار اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہوں گے○

یحییٰ کے معنی ہیں: زندہ ہوتا ہے یا زندہ ہوگا' اللہ تعالیٰ نے ان کا نام یحییٰ رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کے ساتھ زندہ رکھا یا وہ کلمہ حق کہنے کی پاداش میں قتل کیے جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت زکریا کی بیوی نے حضرت مریم سے کہا: میں محسوس کرتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ تمہارے پیٹ کے بچے کی طرف مائل ہوتا ہے' پھر حضرت زکریا کی بیوی کے ہاں حضرت یحییٰ پیدا ہوئے اور حضرت مریم کے ہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اور حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰ کے مصدق تھے' اس لیے اس آیت میں فرمایا: جو کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم سے کہتی تھیں کہ میں محسوس کرتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے' وہ اس کو سجدہ کرتا ہے جو تمہارے پیٹ میں ہے' حضرت یحییٰ نے اپنی ماں کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ کو سجدہ کر کے ان کی تصدیق کی' وہ سب سے پہلے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرنے والے تھے' حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ سے عمر میں بڑے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو سید فرمایا ہے' اس کا معنی ہے: وہ علم اور عبادت میں سردار تھے' قتادہ نے کہا ہے: وہ علم' حلم اور تقویٰ میں سردار تھے' مجاہد نے کہا ہے کہ سید کا معنی ہے: جو اللہ کے نزدیک کریم ہو' اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو ''حَصُوْر'' بھی فرمایا ہے' اس کا معنی ہے: جو عورتوں سے خواہش پوری نہ کرتا ہو' حضرت ابن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن یحییٰ بن زکریا کے سوا ہر آدمی کا کوئی نہ کوئی گناہ ہوگا۔ الحدیث

(جامع البیان ج ۳ ص ۱۷۴' دارالمعرفہ' بیروت' جامع البیان: ۱۴۰۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

۱ - بَابُ إِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ
جب عمرہ کرنے والے کو روک دیا جائے

اس باب کے عنوان سے امام بخاری نے امام مالک کے اس قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ احصار کی وجہ سے احرام کھول دینا صرف حج کے ساتھ خاص ہے اور عمرہ کرنے والا اپنے احرام پر برقرار رہے گا حتیٰ کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرلے کیونکہ پورا سال عمرہ کا وقت ہے' اس لیے اس کے فوت ہونے کا خطرہ نہیں ہے' بہ خلاف حج کے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ ابوقلابہ نے کہا: میں عمرہ کرنے کے لیے نکلا تھا' پس میں سواری سے گر گیا تو میری ٹانگ ٹوٹ گئی' پھر میں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی طرف کسی کو بھیج کر معلوم کرایا تو انہوں نے کہا کہ عمرہ کے لیے حج کی طرح معین وقت نہیں ہوتا' وہ اپنے احرام پر برقرار رہے حتیٰ کہ وہ بیت اللہ تک پہنچ جائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۸۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، حِيْنَ خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ، قَالَ اِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِّنْ اَجْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فتنہ کے زمانہ میں جب مکہ سے عمرہ کرتے ہوئے نکلے تو انہوں نے کہا: اگر مجھے بیت اللہ پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں اس طرح کروں گا جس طرح ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا' پس انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

۱۸۰۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَاهُ اَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَيَالِيَ نَزَلَ الْجَيْشُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقَالَا لَا يَضُرُّكَ اَنْ لَّا تَحُجَّ الْعَامَ، وَاِنَّا نَخَافُ اَنْ يُّحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَاْسَهُ، وَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ الْعُمْرَةَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ، اَنْطَلِقُ فَاِنْ خُلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ، وَاِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ، فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَهُ، فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا شَاْنُهُمَا وَاحِدٌ، اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ عبیداللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ' ان دونوں نے خبر دی کہ جس زمانہ میں حجاج کا لشکر حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ آور ہوا' ان دونوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ پر کوئی حرج نہیں ہے اگر آپ اس سال حج نہ کریں کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان لشکر حائل ہو جائے گا' تو حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو کفار قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدی (قربانی کے اونٹ) کو نحر کیا اور اپنا سر منڈوا لیا اور میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے' ان شاء اللہ میں جاؤں گا' پس اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان تخلیہ کیا گیا تو میں طواف کروں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان لشکر حائل ہوا تو میں اس طرح کروں گا جس طرح نبی

اَوْجَبْتُ حَجَّةً مَّعَ عُمْرَتِیْ، فَلَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتّٰی حَلَّ يَوْمَ النَّحْرِ وَاَهْدٰی، وَكَانَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ حَتّٰی يَطُوْفَ طَوَافًا وَّاحِدًا يَوْمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور میں اس وقت آپ کے ساتھ تھا' پھر حضرت عبداللہ بن عمر نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا' پھر تھوڑی دور گئے' پھر کہا: حج اور عمرہ کا ایک ہی عمل ہے' میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے حج کے ساتھ اپنے عمرہ کو واجب کر لیا ہے' پھر انہوں نے ان دونوں کا احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ انہوں نے یوم النحر کو ہدی نحر کر کے احرام کھول دیا اور وہ کہتے تھے کہ وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولیں گے حتیٰ کہ جس دن وہ مکہ میں داخل ہوں تو ایک طواف (زیارت) کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٣٩ میں گزر چکی ہے۔

١٨٠٨ - حَدَّثَنِیْ مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ بَعْضَ بَنِیْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَهٗ لَوْ اَقَمْتَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بعض بیٹوں نے ان سے کہا کہ آپ اس (سال) ٹھہر جائیں تو اچھا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٣٩ میں گزر چکی ہے۔

١٨٠٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ اَبِیْ كَثِيْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَدْ اُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَلَقَ رَاْسَهٗ، وَجَامَعَ نِسَاءَهٗ، وَنَحَرَ هَدْيَهٗ، حَتّٰی اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از عکرمہ' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بیت اللہ سے) روک دیا گیا تھا' آپ نے اپنا سر منڈایا اور اپنی ازواج مطہرات سے عمل تزویج کیا اور اپنی ہدی کو نحر کیا حتیٰ کہ اگلے سال عمرہ کیا۔

اس حدیث سے فقہاء احناف نے یہ استدلال کیا ہے کہ جس شخص کو حج یا عمرہ سے روک دیا جائے اس پر اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

٢ - بَابُ الْاِحْصَارِ فِی الْحَجِّ

حج میں روکنا

١٨١٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ، حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا، فَيُهْدِي أَوْ يَصُومُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ.

کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کافی نہیں ہے؟ اگر تم میں سے کسی شخص کو حج سے روک دیا جائے اور وہ بیت اللہ کا اور صفا اور المروۃ کا طواف کر لے پھر وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے گا حتیٰ کہ وہ اگلے سال حج کرے گا پھر وہ ہدی روانہ کرے گا اور اگر اس کو ہدی نہیں ملی تو پھر وہ روزے رکھے گا اور عبد اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از ابن عمر اسی کی مثل۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٣ - بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ

جس شخص کو حج یا عمرہ سے روکا گیا ہو وہ پہلے نحر کرے پھر سر منڈائے

١٨١١ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از حضرت مسور رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے سے پہلے نحر کیا اور اپنے اصحاب کو اس کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۶۹۴ میں گزر گئی ہے۔

١٨١٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيِّ قَالَ وَحَدَّثَ نَافِعٌ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ وَسَالِمًا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَ. خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَمِرِينَ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو بدر شجاع بن الولید نے خبر دی از عمر بن محمد العمری انہوں نے کہا: اور نافع نے حدیث بیان کی کہ عبد اللہ اور سالم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا (آپ اس سال عمرہ پر نہ جائیں) تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے نکلے تو کفارِ قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر کیا اور سر منڈا لیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ مَنْ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ

جس نے یہ کہا کہ جس شخص کو حج یا عمرہ سے روکا گیا ہو اس پر قضاء نہیں ہے

وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ شِبْلٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ

اور روح نے کہا از شبل از ابن ابی نجیح از مجاہد از حضرت ابن

Marfat.com

مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِنَّمَا الْبَدَلُ عَلٰى مَنْ نَقَضَ حَجَّهُ بِالتَّلَذُّذِ، فَأَمَّا مَنْ حَبَسَهُ عُذْرٌ أَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَإِنَّهُ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ، وَإِذَا كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ وَهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَهُ إِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ، وَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

عباس رضی اللہ عنہما کہ بدل (قضا) صرف اس شخص پر ہے جو لذت کے لیے (یعنی جماع کر کے) حج کو توڑ دے لیکن جس شخص کو کسی عذر نے (حج سے) روک لیا ہو' دشمن روک لے یا کوئی بیماری ہو تو وہ احرام کھول لے اور قضا نہ کرے (یہ نفلی حج میں ہے' فرض میں قضا لازم ہے) اور اگر اس کے ساتھ ہدی ہو اور اس کو روک لیا گیا ہو تو وہ اس ہدی کو نحر کرے' اگر وہ اس کو (حرم میں) بھیجنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اگر وہ اس کو حرم میں بھیجنے کی طاقت رکھتا ہو تو اس کو حرم میں بھیج دے اور اس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک وہ ہدی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے۔

اس تعلیق کو امام اسحاق بن راھویہ نے اپنی تفسیر میں اسی سند کے ساتھ روح سے روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱۰' فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۷)

احصار کی تعریف میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل

امام بخاری کی مذکور الصدر تعلیق میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جب کسی شخص کو دشمن حج یا عمرہ پر نہ جانے دے تو فقط اس سے احصار ثابت ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی بھی صورت میں اس کو حج یا عمرہ پر جانے سے روک دیا جائے تو اس سے احصار ثابت ہو جاتا ہے خواہ اس کو روکنے والا دشمن ہو یا کوئی مرض یا خوراک کا نہ ملنا ہو یا کوئی اور سبب ہو' اور امام بخاری نے اس تعلیق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو کسی عذر نے (حج یا عمرہ سے) روک لیا ہو' دشمن روک لے یا کوئی بیماری ہو تو وہ احرام کھول دے اور قضا نہ کرے۔

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند سے ایک حدیث ذکر کی ہے' اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے' وہ حدیث درج ذیل ہے:

ابن ابی نجیح از مجاہد از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب کسی شخص کو روک دیا جائے تو وہ اپنی ہدی بھیج دے جب کہ وہ دشمن سے بچ کر بیت اللہ نہ پہنچ سکتا ہو' اگر اس کو کوئی ایسا شخص مل جائے جو اس کی ہدی کو مکہ پہنچا دے تو وہ اس کے ساتھ ہدی کو مکہ بھیج دے اور ہدی والا اس سے وعدہ کرے کہ وہ فلاں دن ہدی کو ذبح کر دے گا' اور جب وہ شخص مامون ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ حج اور عمرہ کرے' اور اگر اس پر کوئی ایسی بیماری آ جائے جو اس کو حج پر جانے سے روک لے اور اس کے ساتھ ہدی نہ ہو تو جس جگہ اس کو روک دیا جائے تو وہ اسی جگہ احرام کو کھول دے اور اگر اس کے ساتھ ہدی ہو تو وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ہدی اپنے محل میں نہیں پہنچ جاتی جب کہ اس نے ہدی بھیج دی ہو اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اگلے سال حج یا عمرہ کرے' الا یہ کہ وہ چاہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۹۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ دشمن کا روکنا بھی احصار ہے اور مرض کا روکنا بھی احصار ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

Marfat.com

صحیح بخاری کی غلط روایت اور اس کی توجیہ میں حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ حج کے لیے نکلے' یہ اسماعیلی نے کہا' یہ غلط ہے' یہ راوی کی غلطی ہے' یہ عمرہ کا واقعہ ہے نہ کہ حج کا' اس سے پہلے تمام روایات میں مذکور ہے کہ یہ حدیبیہ کے سال کا واقعہ ہے جب نبی ﷺ عمرہ کے لیے نکلے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ ''خرج حاجًا'' کی تاویل ہے: ''خرج مُحرِمًا'' یعنی آپ احرام باندھے ہوئے نکلے تھے' راوی نے غلطی سے ''محرمًا'' کو ''حاجًا'' سے تعبیر کر دیا' پھر اس کی دوسری تاویل یہ کی ہے کہ حج کا معنی قصد ہے' لہٰذا ''خرج حاجًا'' کا معنی ہے: ''خرج قاصدًا للبیت'' یعنی آپ بیت اللہ کا قصد کرتے ہوئے نکلے' اور معتمد یہ ہے کہ یہ عمرۃ الحدیبیہ کا واقعہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۲۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ اس کو مجاز پر محمول کرنا غلط ہے کیونکہ مجاز میں حقیقت اور مجاز کے درمیان علاقہ ضروری ہوتا ہے اور یہاں حج کرنے والے اور محرم یا بیت اللہ کا قصد کرنے والے میں کوئی علاقہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۶-۲۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ یہاں پر علاقہ یعنی مناسبت موجود ہے کیونکہ پہلی تاویل کے مطابق حاج سے مراد مُحرِم ہے اور مُحرِم عام ہے خواہ وہ حج کا احرام باندھنے والا ہو یا عمرہ کا اور حاج (حج کرنے والا) خاص ہے' سو یہاں پر حقیقت اور مجاز میں عام اور خاص کا علاقہ ہے۔ ذکر خاص لفظ حاج کا ہے اور اس سے عام لفظ مُحرِم مراد ہے اور ایسا اکثر مجازات میں ہوتا ہے۔ دوسری تاویل کے مطابق حاج یعنی حج کرنے والے سے مراد بیت اللہ کا قصد کرنے والا ہے اور یہاں بھی عموم اور خصوص کا علاقہ ہے' حاج یعنی حج کرنے والا خاص ہے اور بیت اللہ کا قصد کرنے والا عام ہے خواہ وہ حج کی وجہ سے بیت اللہ کا قصد کرے یا عمرہ کی وجہ سے' سو یہاں پر ذکر خاص کا ہے اور اس سے مراد عام ہے۔

قرآن مجید میں بھی ایک آیت میں خاص کا ذکر ہے اور اس سے عام مراد ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ (النساء:۶۹)	اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے' جو انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی عمدہ رفقاء (ساتھی) ہیں ○

اس آیت میں ''رفیق'' کا ذکر ہے اور اس سے مراد رفقاء ہیں اور ''رفیق'' کا لفظ واحد اور خاص ہے اور رفقاء کا لفظ جمع اور عام ہے اور اس آیت میں ذکر خاص یعنی رفیق کا ہے اور اس سے مراد عام یعنی رفقاء ہے' اسی طرح حج کرنے والا خاص ہے اور محرم یا بیت اللہ کا قصد کرنے والا عام ہے' سو ان دونوں کے درمیان عموم اور خصوص کا علاقہ ہے' اس لیے علامہ عینی کا یہاں علاقہ کی نفی کرنا صحیح نہیں ہے۔

اصول فقہ کی مشہور کتاب کشف الاسرار کے محشی محمد المعتصم باللہ البغدادی نے حقیقت اور مجاز کے درمیان پچیس علاقے ذکر کیے ہیں' ان میں سے دسواں علاقہ یہ ہے کہ ذکر خاص کا ہو اور اس سے مراد عام ہو۔ (کشف الاسرار ج ۲ ص ۱۱۳' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

تاہم مصنف کے نزدیک بھی صحیح بخاری کی اس روایت میں راوی عثمان بن موہب کی غلطی ہے اور یہ روایت غلط ہے کیونکہ

Marfat.com

انہوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے لیے نکلے تھے حالانکہ آپ عمرہ کے لیے نکلے تھے اور حج اور عمرہ احرام کی دو قسمیں ہیں اور ایک دوسرے کی قسیم اور مقابل ہیں اور قسموں میں تضاد ہوتا ہے اور ایک چیز سے اس کی ضد کا ارادہ کرنا جائز نہیں جیسے آگ سے پانی کا ارادہ کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ دونوں بھی عنصر کی قسمیں اور متقابل اور متضاد ہیں' پس حج سے عمرہ کا ارادہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آگ بول کر اس سے پانی کا ارادہ کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام کا اجتہاد کرنا' زخمی شکار کو ذبح کیے بغیر کھانے کا جواز اور دیگر مسائل اور فوائد

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابوقتادہ نے ان پر حملہ کر کے ایک گدھی کو زخمی کر دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلی روایات میں جس جنگلی گدھے کو زخمی کرنے کا ذکر تھا اس سے مراد بھی گدھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو ساحل سمندر کے راستہ سے جانے کا حکم دیا تھا اور دوسرے صحابہ آپ کے ساتھ دوسرے راستے میں تھے' اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہِ ملک کو چاہیے کہ جب وہ کسی سفر پر جائے تو شرکاء سفر کو مختلف ٹولیوں کی صورت میں روانہ کرے۔

حضرت ابوقتادہ نے اس جنگلی گدھی کو صرف زخمی کیا تھا' باقاعدہ ذبح نہیں کیا تھا' پھر اس کو پکا کر کھالیا' اس سے معلوم ہوا کہ شکار کو صرف زخمی کرنا کافی ہے' ذبح کرنا ضروری نہیں ہے۔

حضرت ابوقتادہ اور دیگر اصحاب نے اپنے اجتہاد سے اس شکار کو کھالیا حالانکہ ان میں محرم بھی تھے' بعد میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ اجتہاد کرتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۷-۲۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٦ - بَابٌ إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَحْشِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ

جب محرم کو زندہ جنگلی گدھا ہدیہ کیا جائے تو وہ قبول نہ کرے

١٨٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا، وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ، فَرَدَّهُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ.

[اطراف الحدیث: ۲۵۷۳-۲۵۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت الصعب بن جثامہ اللیثی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام الابواء یا ودان میں ایک جنگلی گدھا ہدیہ کیا' آپ نے ان کو وہ گدھا واپس کر دیا' پھر جب آپ نے دیکھا کہ ان کے چہرے پر ناگواری کے آثار ہیں تو آپ نے فرمایا: ہم نے اس کو صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۱۹۳' الرقم المسلسل: ۲۷۳۴' سنن ابوداؤد: ۲۶۷۳' سنن ترمذی: ۸۴۹' سنن نسائی: ۲۸۱۵' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۰' المنتقی: ۴۳۶' صحیح ابن حبان: ۳۹۶۹' المعجم الکبیر: ۷۴۳۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹۱' شرح السنۃ: ۱۹۸۷' الاحاد والمثانی: ۹۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳۰۳' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۸۰' سنن کبریٰ: ۳۸۲۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۲۳-ج ۲۶ ص ۳۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن شہاب الزہری (۴) عبید اللہ بن عبد اللہ (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۶) حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ یہ سرزمین حجاز میں ارضِ ودّان میں رہتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت صعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شکار کیا ہوا جنگلی گدھا پیش کیا' جس کو آپ نے واپس کر دیا۔

غیر محرم کے کیے ہوئے شکار کو محرم کے لیے کھانے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے شعبی' طاؤس' مجاہد' ثوری اور ایک روایت کے مطابق امام مالک نے اس پر استدلال کیا ہے کہ جس شکار کو غیر محرم نے ذبح کیا ہو' اس کو محرم کے لیے کھانا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک غیر محرم نے جس کو شکار کیا ہو' اس کو محرم کے لیے کھانا حرام نہیں ہے' ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

معاذ بن عبدالرحمٰن بن عثمان التیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ہم محرم تھے' پھر حضرت طلحہ کے لیے ایک پرندہ ہدیہ کیا گیا' اس وقت وہ سوئے ہوئے تھے' ہم میں سے بعض لوگوں نے اس کو کھایا اور بعض لوگوں نے پرہیز کیا' جب حضرت طلحہ بیدار ہوئے تو انہوں نے ان کی موافقت کی جنہوں نے اس کو کھالیا تھا اور انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس کو کھایا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۱۹۷' الرقم المسلسل: ۲۷۴۹' سنن نسائی: ۲۸۱۳)

اس حدیث کی وجہ سے فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کو غیر محرم نے شکار کیا ہو' اس کو محرم کھا سکتا ہے خواہ غیر محرم نے محرم کے لیے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

عطاء نے کہا ہے کہ امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہ مذہب ہے کہ جس جانور کو محرم کی وجہ سے شکار کیا گیا ہو' اس کو محرم کے لیے کھانا جائز نہیں ہے اور جس کو اس کے لیے شکار نہ کیا گیا ہو اس کو کھانا جائز ہے۔

ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

از عمرو از المطلب از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خشکی کا شکار تمہارے لیے حلال ہے جب کہ تم خود اس کو شکار نہ کرو یا اس کو تمہارے لیے شکار نہ کیا جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۵۱)

اس حدیث کو عمرو نے المطلب سے روایت کیا ہے' امام ترمذی نے کہا ہے کہ المطلب کا حضرت جابر سے سماع معروف نہیں ہے اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا' اسی طرح ابوحاتم الرازی نے کہا ہے۔ امام ابن سعد نے کہا ہے کہ یہ کثیر الحدیث ہے اور ان کی احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

امام نسائی نے کہا ہے کہ عمرو بن ابی عمرو حدیث میں قوی نہیں ہیں۔

اس باب کی حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ جس کو غیر محرم' محرم کے لیے شکار کرے اس کو کھانا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی علامت کی بناء پر حکم لگانا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سبب کی وجہ سے ہدیہ کو واپس کرنا جائز ہے اور اس

Marfat.com

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ہدیہ واپس کیا جائے تو ہدیہ دینے والے کی دل جوئی کے لیے اپنا عذر بیان کر دینا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۵۲۔ ۲۵۰ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں "ابواء" کا ذکر ہے' حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ ایک پہاڑ ہے' اور اس میں ودّان کا ذکر ہے' یہ الجحفہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۲۶' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۴۱۔ ج ۳ ص ۳۰۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① محرم کے لیے خشکی کے شکار کھانے میں مذاہب ائمہ ② احناف کا نظریہ ③ احناف کے دلائل ④ شوافع اور دوسرے ائمہ کی دلیل ⑤ حضرت صعب بن جثامہ کی روایت کا جواب۔

۷ - بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ — محرم کن جانوروں کو قتل کرسکتا ہے

اس باب میں "الدواب" کا ذکر ہے" دابۃ" اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر از خود چلتی ہو" دابۃ" کے آخر میں تاء مبالغہ کے لیے ہے اور اس کا اطلاق ہر مذکر اور مؤنث پر ہوتا ہے' پھر عرف میں اس کا اطلاق چوپایہ پر ہوتا ہے' جیسے گھوڑے' خچر اور گدھے' اس عنوان پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب میں کوے اور چیل کا ذکر ہے اور یہ چوپایوں میں سے نہیں ہیں اور اگر امام بخاری عنوان میں حیوان (جانور) لکھتے تو زیادہ صحیح تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس باب کی احادیث میں زیادہ تر "الدواب" کا ذکر ہے' اس وجہ سے امام بخاری نے عنوان میں بھی "الدواب" کا ذکر کیا ہے۔

۱۸۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِيْ قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ. [طرف الحدیث: ۳۳۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانوروں میں سے پانچ کو قتل کرنے کا محرم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث کی دوسری سند یہ ہے:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ.

از عبداللہ بن دینار از عبداللہ بن عمر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۸۲۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَدَّثَتْنِيْ اِحْدٰى نِسْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از زید بن جبیر انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہتے تھے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم قتل کردے......

مذکور السند احادیث مختصر ہیں' ان کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

۱۸۲۸ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہم کو اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی از یونس از ابن

Marfat.com

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَا حَرَجَ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ اَلْغُرَابُ' وَالْحِدَاَةُ' وَالْفَارَةُ' وَالْعَقْرَبُ' وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

شہاب از سالم انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جانوروں میں سے پانچ ایسے ہیں جن کو قتل کرنے کا کوئی گناہ نہیں ہے: کوا' چیل' چوہا' بچھو اور کاٹنے والا کتا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۰' الرقم المسلسل: ۲۷۵۸' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۶' سنن ترمذی: ۸۳۸' سنن نسائی: ۲۸۳۲' مصنف عبد الرزاق: ۸۳۹۳' مسند الحمیدی: ۶۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۴۵۶' مسند ابویعلیٰ: ۵۴۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۹۶۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۴۳۔ ج ۸ ص ۱۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مُحرم اور غیر مُحرم دونوں کے لیے ان پانچ جانوروں کو قتل کرنے کا جواز اور ان پانچ کے علاوہ دیگر جانوروں کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''غراب'' کا ذکر ہے یعنی کوے کا' الموعب میں مذکور ہے کہ ''غراب ابقع'' وہ ہے جس کے سینہ میں سفیدی ہو' المحکم میں مذکور ہے کہ جس میں سیاہی اور سفیدی مخلوط ہو۔

اور اس حدیث میں دوسرے نمبر پر چیل کا ذکر ہے' اس کے بعد چوہے کا ذکر ہے اور اس کے بعد بچھو کا ذکر ہے اور آخر میں کاٹنے والے کتے کا ذکر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لیے ان پانچ جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے اور جب محرم کے لیے ان پانچ جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے تو غیر محرم کے لیے ان کو قتل کرنا بہ درجہ اولیٰ جائز ہے' اور ان پانچ میں حصر نہیں ہے کیونکہ امام ابوعوانہ نے اپنی مستخرج میں سانپ کا بھی ذکر کیا ہے اور امام ابن خزیمہ اور امام ابن المنذر نے بھیڑیے اور چیتے کا بھی ذکر کیا ہے اور امام ابن ماجہ کی روایت میں پھاڑنے والے درندے کا ذکر ہے' وہ حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سانپ' بچھو' پھاڑنے والے درندے' کاٹنے والے کتے اور فاسق چوہے کو محرم قتل کر دے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۸' سنن ترمذی: ۸۳۹)

حضرت ابوسعید خدری سے پوچھا گیا کہ آپ نے چوہے کو فاسق کیوں فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی وجہ سے بیدار ہو گئے' وہ چراغ کی بتی کو لے کر جا رہا تھا' جس کا انجام یہ تھا کہ گھر میں آگ لگ جاتی۔

کوے کی اقسام اور ان کے احکام

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ ''غراب'' (کوے) سے مراد وہ ہے جو مردار کھاتا ہے اور وہ ''ابقع'' ہے (جس کے سینہ میں سفیدی ہو)۔

امام ابویوسف نے اس پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق ہیں' ان کو حرم میں اور خارج از حرم میں قتل کر دیا جائے گا: (۱) سانپ (۲) غراب ابقع (وہ کوا جس کے سینہ پر سفیدی ہو) (۳) چوہا (۴) کاٹنے والا کتا (۵) اور چیل۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۱۱۹۸' سنن نسائی: ۲۸۲۶' سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۷)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جن روایات میں مطلقاً کوّے کا ذکر آیا ہے' یہ حدیث ان روایات کے لیے قید ہے' اسی وجہ سے ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ صرف اسی کوّے کو قتل کیا جائے گا' جس کے سینہ پر سفیدی ہوگی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہر کوّے کو قتل کیا جائے گا خواہ اس کے سینہ پر سفیدی ہو یا نہ ہو' انہوں نے کہا ہے کہ ابقع (جس کے سینہ پر سفیدی ہو) یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ عام طور پر کوّا ایسا ہی ہوتا ہے' اور کوّے کو قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ وہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء کرتا ہے اور ایذاء پہنچانے کی ابتداء صرف غراب ابقع ہی کرتا ہے اور جو ابقع کا غیر ہو وہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء نہیں کرتا' اس لیے اس کو قتل کرنا مباح نہیں ہے' جیسے عقعق اور کھیت کا کوّا اور اس کو زاغ کہا جاتا ہے (یہ کوّا دانے وغیرہ کھاتا ہے' گندگی اور مردار نہیں کھاتا یا گندگی اور دانوں کو ملا کر کھاتا ہے' خالص گندگی نہیں کھاتا)' علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے' اس کے علاوہ جو باقی کوّے ہیں' وہ ابقع کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ حدیث میں جس کوّے کو قتل کرنے کا فرمایا ہے' اس سے مراد الغداف اور ابقع ہے کیونکہ یہ دونوں مردار کھاتے ہیں' رہا کھیت کا کوّا تو اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے۔

کوّے کی اقسام میں سے ایک کوّا عقعق ہے' اس کی شکل کوّے کی طرح ہوتی ہے اور یہ جسامت میں کبوتر کے برابر ہوتا ہے' اس کو عقعق اس لیے کہتے ہیں کہ عقیق کا معنی ہے: کاٹنے والا اور یہ چوزوں کو کاٹتا ہے اور ان کو کھائے بغیر چھوڑ دیتا ہے۔

اور اس تفصیل سے کوّے کی ایک اور قسم معلوم ہوگئی' عرب اس کوّے کو منحوس قرار دیتے ہیں اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ جو شخص سفر کے لیے نکلا' پس اس نے عقعق کی آواز سنی اور (وہ اس آواز کو مؤثر حقیقی سمجھ کر) لوٹ آیا' اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔

چیل کو قتل کرنے کے متعلق اقاویل فقہاء

چیل کو قتل کرنا جائز ہے خواہ محرم قتل کرے یا غیر محرم قتل کرے کیونکہ یہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء کرتی ہے اور لوگوں کے ہاتھوں سے گوشت جھپٹ کر لے جاتی ہے' امام مالک سے چیل اور کوّے کے متعلق ایک روایت ہے کہ ان کو صرف اس وقت قتل کیا جائے' جب یہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء کریں اور ان کا مشہور مذہب اس کے خلاف ہے' ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ کوّے اور چیل کو قتل کر دیا جائے خواہ وہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء نہ کریں' ابوبکر نے کہا ہے کہ اصل مذہب یہ ہے کہ جو پرندہ ایذاء دے' صرف اس کو قتل کیا جائے اور دوسرے جانوروں کو ابتداءً قتل کیا جائے۔

چوہے کو قتل کرنے کے متعلق اقاویل فقہاء

چوہے کو مطلقاً قتل کرنا جائز ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ النخعی نے محرم کو حرم میں چوہے کے قتل کرنے سے منع کیا ہے' باقی تمام علماء کے نزدیک محرم کے لیے چوہے کو قتل کرنا جائز ہے۔

الساجی نے ابراہیم النخعی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ محرم چوہے کو قتل نہ کرے' پس اگر محرم نے چوہے کو قتل کیا تو وہ اس کا فدیہ دے گا' یہ قول نص کے خلاف ہے اور تمام اہل علم کے اقوال کے خلاف ہے اور جب ابراہیم النخعی نے یہ کہا تو اہل کوفہ نے کہا ہے کہ ابراہیم النخعی کا اس سے زیادہ غلط قول اور کوئی نہیں تھا' بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ چھوٹے چوہے کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ ایذاء پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہر قسم کے چوہوں کو قتل کر دینا چاہیے کیونکہ ان کی وجہ سے طاعون ایسی مہلک بیماری پھیلتی ہے۔

Marfat.com

بچھو کو قتل کرنے کے متعلق اختلافِ فقہاء

بچھو کو مطلقاً قتل کرنا جائز ہے حتیٰ کہ نماز کے دوران بھی اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ یہ ڈنک مارتا ہے' حماد بن ابی سلیمان اور حکم نے ذکر کیا ہے کہ محرم سانپ اور بچھو کو قتل نہ کرے' ان کی دلیل یہ ہے کہ سانپ اور بچھو حشرات الارض میں سے ہیں اور قاضی نے کہا ہے کہ سانپ اور بچھو کو قتل کرنے میں اختلاف نہیں ہے اور نہ اس میں اختلاف ہے کہ غیر محرم' حرم میں گرگٹ کو قتل کر سکتا ہے' ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ امام مالک اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حرم اور خارج از حرم میں سانپ' بچھو اور افعی کو قتل کرنا جائز ہے۔

کاٹنے والے کتے کو قتل کرنے کے متعلق اختلافِ فقہاء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ کاٹنے والا کتا شیر کے حکم میں ہے' اور امام مالک سے روایت ہے کہ ہر وہ جانور جو لوگوں کو کاٹتا ہے اور ان پر حملہ کرتا ہے' وہ شیر اور چیتے کے حکم میں ہے اور جو درندے حملہ نہیں کرتے مثلاً لگڑ بگڑ یا بجو اور لومڑی وغیرہ ان کو محرم قتل نہ کرے اور اگر اس نے ان کو قتل کر دیا ہے تو وہ ان کا فدیہ دے گا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ مُحرِم اور غیر مُحرِم کے لیے کاٹنے والے کتے کو حرم میں اور خارج از حرم میں قتل کرنا جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور اوزاعی نے کہا ہے کہ اس سے مراد معروف کتا ہے اور بھیڑیے کو بھی اس کے ساتھ لاحق کیا ہے' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہر چیر نے پھاڑنے والا درندہ ہے اور امام مالک نے موطأ میں کہا ہے کہ ہر وہ جانور جو لوگوں پر حملہ کرے' ان کو کاٹے اور ان کو ڈرائے جیسے شیر' چیتا اور بھیڑیا وہ کاٹنے والے کتے کے حکم میں ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: اس حدیث میں کتے سے مراد خصوصیت کے ساتھ کتا ہے' اس حکم میں بھیڑیے کے سوا اور کوئی جانور کتے کے ساتھ لاحق نہیں ہوگا۔

کتے کو قتل کرنے کے متعلق شافعی علماء کے اقوال

جو کتا کاٹنے والا نہ ہو اور اس کو رکھنے کی اجازت نہ ہو' اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' قاضی حسین اور الماوردی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس کو قتل کرنا حرام ہے' اور امام شافعی نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ اس کو قتل کرنا جائز ہے' علامہ نووی کا کلام اس مسئلہ میں مختلف ہے' شرح المہذب کی کتاب البیوع میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کتا محترم ہے' اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب التیمم اور کتاب الغصب میں لکھا ہے کہ کتا غیر محترم ہے اور کتاب الحج میں لکھا ہے کہ کتے کو قتل کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور یہ بہت شدید اختلاف ہے' علامہ رافعی نے صرف اس پر اقتصار کیا ہے کہ کتے کو قتل کرنا مکروہ ہے' علامہ نووی نے الروضۃ میں اس کی اتباع کی ہے اور اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کو قتل کرنا مکروہ تنزیہی ہے' جمہور نے یہ کہا ہے کہ ان پانچ جانوروں کے علاوہ دوسرے جانوروں کو بھی اس حکم کے ساتھ لاحق کیا جائے گا لیکن ان کا معنی میں اختلاف ہے' پس کہا گیا ہے کہ کتا موذی جانور ہے اور ہر موذی کو قتل کرنا جائز ہے' سو اس کو بھی قتل کرنا جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کتا ان جانوروں میں سے ہے جن کو کھایا نہیں جاتا' اسی بناء پر ہر وہ جانور جس کو قتل کرنا جائز ہے' اس کو حرم میں قتل کرنے پر کوئی فدیہ نہیں ہے' یہ اس مسئلہ میں امام شافعی کے مذہب کا خلاصہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۵۸-۲۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۱۸۲۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت

Marfat.com

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَآبِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ يَقْتُلُهُنَّ فِي الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَاةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور سب کے سب فاسق ہیں' ان کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے گا: کوا' چیل' بچھو' چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

[طرف الحدیث: ۳۳۱۴]

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲۸ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۶۵۔ ج ۳ ص ۳۴۷۷ میں مذکور ہے۔ اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
① موذی جانوروں کی تعداد ② موذی جانوروں کے قتل کرنے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب ③ موذی جانوروں کے قتل میں احناف کا مذہب ④ کوے اور کتے وغیرہ کو فاسق کہنے کی وجہ ⑤ عام کوے اور زاغ (غراب زرع) میں فرق ⑥ کوے کی اقسام اور عقعق کا حکم ⑦ قرآن مجید سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت ⑧ احادیث سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت ⑨ بعض علماء کا عام کوے کو حلال کہنے میں تفرد۔

۱۸۳۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَارٍ بِمِنًى، إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ (المرسلات: ۱) وَإِنَّهُ لَيَتْلُوهَا، وَإِنِّي لَأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ، وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا، إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوهَا. فَابْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ، كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا. [اطراف الحدیث: ۳۳۱۷۔ ۴۹۳۰۔ ۴۹۳۱۔ ۴۹۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ کے غار میں تھے اس وقت آپ پر یہ سورۃ نازل ہوئی: ''والمرسلت'' (المرسلت: ۱) آپ اس سورت کی تلاوت فرما رہے تھے اور میں آپ کے منہ سے سن کر اس کو یاد کر رہا تھا' اور آپ کا منہ اس کی تلاوت کے ساتھ تر و تازہ تھا' اچانک ایک سانپ ہمارے اوپر کودا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل کر دو' ہم لوگ اس کو قتل کرنے کے لیے جھپٹے تو وہ نکل گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہاری مار کی زد سے اس طرح بچ گیا جس طرح تم اس کے ڈسنے سے بچ گئے۔

(صحیح مسلم: ۲۲۳۴۔ ۵۷۲۸' سنن نسائی: ۲۸۳۲' سنن کبریٰ: ۱۱۶۴۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۶۸' صحیح ابن حبان: ۷۰۸' المعجم الکبیر: ۱۰۱۴۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۱۰' مسند ابو یعلیٰ: ۵۱۵۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۸۶۔ ج ۶ ص ۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سانپوں کو قتل کرنے کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا: حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سانپوں کو بغیر کسی استثناء کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۴۹) اور دوسروں نے کہا ہے کہ گھروں میں رہنے والے سانپوں کو پہلے عہد سنایا جائے' اگر وہ اس کے بعد بھی گھروں میں رہیں تو پھر ان کو قتل کر دیا جائے' انہوں نے اس کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں کچھ جنات ہیں جو اسلام لا چکے ہیں' اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو تین دن تک ان کو ڈراؤ' اس کے بعد اگر وہ تم کو دکھائی دیں تو پھر ان کو قتل کر دو' وہ شیطان ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۳۶' سنن ابوداؤد: ۵۲۵۷' سنن ترمذی: ۱۴۸۴)

امام طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تمام احادیث حق اور صدق ہیں اور ان میں سے کوئی حدیث دوسری کے مخالف نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغیر کسی استثناء کے سانپوں کو قتل کرنے کی جو روایت ہے وہ مجمل ہے اور دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ گھروں اور آبادیوں میں رہنے والے سانپوں کو اعلان کرنے کے بعد قتل کیا جائے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھروں میں رہنے والے سانپوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جب تم اپنے گھروں میں ان میں سے کسی کو دیکھو تو کہو: میں تم کو وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو تم سے حضرت نوح نے لیا تھا' میں تم کو وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو تم سے حضرت سلیمان نے لیا تھا کہ تم ہم کو ایذاء نہ دینا' پھر اگر وہ دوبارہ آئیں تو ان کو قتل کر دو۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۶۰' سنن ترمذی: ۱۴۸۵)

ابن ابی ملیکہ نے حضرت عائشہ بنت طلحہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ایک دن اپنے غسل خانے میں ایک سانپ دیکھا' انہوں نے اس کو قتل کر دیا' وہ سانپ ان کے خواب میں آیا اور اس نے کہا: آپ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا' حضرت ام المؤمنین نے فرمایا: اگر وہ مسلمان ہوتا تو ام المؤمنین کے غسل خانہ میں داخل نہ ہوتا تو کہا گیا: وہ اس وقت داخل ہوا تھا جب آپ نے کپڑے پہنے ہوئے تھے' پس حضرت عائشہ گھبرا گئیں اور صبح کو انہوں نے مساکین میں بارہ ہزار درہم صدقہ کیے۔

ابن نافع نے کہا ہے کہ صرف مدینہ کے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو ڈرایا جائے گا جیسا کہ ظاہر حدیث میں ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ مدینہ ہو یا کوئی اور شہر ہو' ہر گھر میں رہنے والے سانپوں کو ڈرایا جائے گا اور مدینہ کے گھروں کے سانپوں کو ڈرانے کے لیے اعلان کرنا واجب ہے اور صحراء میں سانپوں کو نہیں ڈرایا جائے گا۔

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ ڈرانے کے لیے مدینہ اور غیر مدینہ برابر ہے کیونکہ ڈرانے کی علت جنات کا مسلمان ہونا ہے اور کسی مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ جن ہو یا انسان۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۷۱۹۔ ج ۶ ص ۶۱۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: سانپ مارنے کے حکم کی تفصیل۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۴۴۔ ۴۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸۳۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَغِ فُوَيْسِقٌ. وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ إِنَّمَا أَرَدْنَا بِهٰذَا أَنَّ مِنًى مِنَ الْحَرَمِ' وَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقَتْلِ الْحَيَّةِ بَأْسًا. [طرف الحدیث: ۳۳۰۶]

(صحیح مسلم: ۲۲۳۹' الرقم المسلسل: ۵۷۳۸' سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو ''فویسق'' کہا' اور میں نے یہ نہیں سنا کہ آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہو' امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا ہے کہ ہمارا اس حدیث کو روایت کرنے کا یہ مقصد ہے کہ منیٰ حرم میں ہے اور صحابہ سانپ کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

Marfat.com

چھپکلی' بھڑ اور کوّے کو قتل کرنے اور اس کو کھانے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ ھ نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے چھپکلی کو فاسق فرمایا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ چھپکلی کاٹتی ہے جیسا کہ آپ نے باقی جانوروں کو فواسق فرمایا ہے اور الدراوردی نے از مالک از ابن شہاب از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۶۲)

امام مالک نے کہا ہے کہ چھپکلی کو حرم میں قتل نہ کرے' اگر اس کو حرم میں قتل کر دیا تو پھر کچھ صدقہ دے' ان سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے تو انہوں نے کہا کہ کتنی چیزوں کے قتل کرنے کی رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی ہے لیکن ان کو حرم میں نہیں قتل کیا جائے گا۔

ابن القاسم اور ابن وہب نے بیان کیا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ میرے نزدیک مُحرم چھپکلی کو قتل نہ کرے کیونکہ یہ اس جنس سے نہیں ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر اس نے قتل کر دیا ہے تو وہ صدقہ دے اور محرم بندر کو اور خنزیر کو اور چھوٹے سانپ کو اور چھوٹے درندے کو قتل نہ کرے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ جن جانوروں کو مُحرِم کے لیے قتل کرنا جائز ہے' ان میں چھوٹے اور بڑے برابر ہیں اور ان کے قتل کرنے پر کوئی تاوان نہیں ہے' اور امام مالک نے الموطأ میں کہا ہے کہ محرم نقصان پہنچانے والے پرندوں کو قتل نہ کرے مگر جس پرندہ کو رسول اللہ ﷺ نے کوّا اور چیل فرمایا ہے اور اگر ان کے علاوہ کسی پرندے کو قتل کیا تو اس پر فدیہ لازم ہے۔

اسماعیل نے کہا ہے کہ اہل مدینہ کا بھڑ (تطیہ) میں اختلاف ہے' بعض نے اس کو سانپ اور بچھو کے مشابہ کہا ہے' اگر کسی انسان کے اوپر بھڑ آئے اور وہ اس کو دور کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنے کا حکم دیتے تھے' عطاء نے کہا: امام احمد کے نزدیک اس میں کوئی تاوان نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ کوئی چیز کھلا دے۔

اسماعیل نے کہا ہے کہ کاٹنے والے کتوں کے پلّے ان کے حکم میں نہیں ہیں کیونکہ وہ کم عمری میں کسی کو کاٹتے نہیں ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے پانچ جانوروں کو فواسق فرمایا ہے اور فواسق وہ ہیں جو برا کام کریں اور ان پلّوں کا کوئی فعل نہیں ہوتا۔

ابن قتیبہ نے کہا: میری رائے میں کوّے کو اس لیے فاسق فرمایا ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے حکم کے بغیر باہر نکلا اور مُردوں پر آیا اور اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کی۔

قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کوّا فاسق ہے' لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: کیا کوّے کا گوشت کھایا جائے گا؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا: نہیں! اور جب رسول اللہ ﷺ اس کو فاسق فرما چکے ہیں تو اس کو کون کھائے گا' اللہ کی قسم! وہ طیبات میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۲۴۸)

عمرہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ آیت تھی:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ. (الاعراف: ۱۵۷)

وہ (رسول) ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کریں گے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کریں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۴۵- ۴۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

''الوزغ'' کا معنی گرگٹ ہے یا چھپکلی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''الوزغ''، ''وزغة'' کی جمع ہے علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ''الوزغ'' ایک چوپایہ ہے جو گھاس کی جڑوں میں دوڑتا ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ اونٹنی کے تھن سے دودھ نکال کر اس کو پی جاتا ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جو آگ جلائی گئی تھی یہ اس میں پھونک مار رہا تھا۔ الجوہری نے کہا ہے کہ ''الوزغة'' ایک چھوٹا سا چوپایہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ''الوزغة'' کی یہ تفسیر گرگٹ پر صادق آتی ہے دوسری تفسیر درج ذیل ہے اس کے اعتبار سے اس کا معنی چھپکلی ہے۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''الوزغة'' کو ہی سام ابرص کہا جاتا ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) یہی تعریف صحیح ہے یہ وہی ہے جو دیواروں اور چھتوں پر چلتی رہتی ہے علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: جب بیت المقدس کو آگ لگائی گئی تو چھپکلیاں اس میں پھونکیں مار رہی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا ہو۔ (میں کہتا ہوں کہ متعدد احادیث میں چھپکلی کو قتل کرنے کے حکم کی تصریح ہے۔)

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

چھپکلی کو قتل کرنے کے متعلق احادیث

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کا نام ''فویسق'' رکھا۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۶۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے پہلی ضرب میں چھپکلی کو قتل کر دیا اس کو اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی اور جس نے دوسری ضرب میں چھپکلی کو قتل کیا اس کو اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی جو پہلی ضرب میں قتل کرنے سے کم ہوں گی اور جس نے تیسری ضرب میں اس کو قتل کیا اس کو اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی جو دوسری ضرب میں قتل کرنے سے کم ہوں گی۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۶۳ سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۹)

حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے پہلی ضرب میں چھپکلی کو قتل کیا اس کو ستر نیکیاں ملیں گی۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۶۴)

الفاکھۃ بن المغیرہ کی باندی بیان کرتی ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں تو انہوں نے آپ کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھا انہوں نے پوچھا: اے ام المؤمنین! آپ اس نیزہ کے ذریعہ کیا کرتی ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: ہم اس سے چھپکلیوں کو قتل کرتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو چھپکلی کے سوا ہر جانور اس آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور چھپکلی اس آگ میں پھونکیں مار رہی تھی پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۱)

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلیوں کو مارنے کا حکم دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۸ صحیح البخاری: ۳۳۰۷ صحیح مسلم: ۲۲۳۷ سنن نسائی: ۲۸۸۴)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۷۲۶- ج ۶ ص ۶۱۶ پر مذکور ہے اور اس کا عنوان ہے: گرگٹ کو مارنے اور اس پر اجر و ثواب ملنے کی حکمت۔

Marfat.com

۸ - بَابُ لَّا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ

حرم کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ.

حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرم کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول امام بخاری نے اسی باب میں روایت کی ہے۔

۱۸۳۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ اَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ، وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلٰى مَكَّةَ ائْذَنْ لِيْ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ اُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغَدِ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، فَسَمِعَتْهُ اُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلْبِيْ، وَاَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهِ، اَنَّهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلَا يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً، فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُوْلُوْا لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَاْذَنْ لَكُمْ، وَاِنَّمَا اَذِنَ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ. فَقِيْلَ لِاَبِيْ شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا اَبَا شُرَيْحٍ، اِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا، وَلَا فَارًّا بِدَمٍ، وَلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ. خُرْبَةٌ بَلِيَّةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت ابی شریح العدوی رضی اللہ عنہ انہوں نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا: اے امیر! مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو ایک قول سناؤں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل فتح مکہ کے دن فرمایا تھا' اس کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا اور میری دونوں آنکھوں نے دیکھا جب آپ نے اس کا ارشاد فرمایا تھا' آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی' پھر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا ہے اور اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا' پس کسی ایسے شخص کے لیے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو' یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں خون بہائے یا مکہ کے درختوں کو کاٹے' پس اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کرنے کی وجہ سے مکہ میں قتال کرنے کی اجازت پر استدلال کرے تو اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی تھی اور تمہارے لیے اجازت نہیں دی اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے (قتال کی) اجازت دی تھی اور آج اس کی حرمت کل کی حرمت کی طرح لوٹ آئی ہے اور حاضر کو چاہیے کہ وہ یہ حدیث غائب کو پہنچا دے' پھر حضرت ابو شریح سے پوچھا گیا کہ آپ کو پھر عمرو نے کیا جواب دیا؟ انہوں نے بتایا کہ اس نے کہا: اے ابا شریح! میں اس مسئلہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں بے شک حرم کسی نافرمانی کرنے والے کو پناہ نہیں دیتا اور نہ اس کو پناہ دیتا ہے جو کسی کا خون کر کے بھاگا ہو اور نہ اس کو جو چوری کر کے بھاگا ہو۔ ''خربة'' کا معنی آزمائش ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۹ - بَابُ لَّا يُنَفَّرُ صَيْدُ الْحَرَمِ

حرم کے شکار کو بھگایا نہ جائے

Marfat.com

١٨٣٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، فَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ، وَاِنَّمَا اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، فَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُعَرِّفٍ. وَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِلَّا الْاِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا؟ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ. وَعَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟ هُوَ اَنْ يُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ يَنْزِلُ مَكَانَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے مکہ کو حرم بنایا ہے پس مکہ مجھ سے پہلے کسی شخص کے لیے حلال تھا نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا وہ میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا اس کی سبز گھاس کو نہ کاٹا جائے نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے اور نہ اس کے شکار کو متنفر کیا جائے اور نہ اعلان کرنے والے کے سوا اس کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اذخر گھاس کی اجازت دے دیں وہ ہمارے سناروں کے کام آتی ہے اور ہماری قبروں میں رکھی جاتی ہے تو آپ نے فرمایا: اذخر کے سوا اور از خالد از عکرمہ انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ شکار کو نہ بھگانے کا کیا مطلب ہے؟ وہ یہ ہے کہ کوئی شخص شکار کو سائے کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

١٠ - بَابُ لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ

مکہ میں قتال جائز نہیں ہے

وَقَالَ اَبُوْ شُرَيْحٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْفِكُ بِهَا دَمًا.

اور حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے بیان کیا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ مکہ میں خون نہ بہایا جائے۔

١٨٣٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَّنْصُوْرٍ، عَنْ مُّجَاهِدٍ، عَنْ طَاوٗسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ افْتَتَحَ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ، وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا، فَاِنَّ هٰذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ، وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَاِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ اِلَّا مَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو آ جاؤ پس بے شک اللہ نے اس شہر میں (قتال کو) اس وقت حرام کیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا اور وہ اللہ کی حرمت سے قیامت تک کے لیے حرام ہے اور بے شک اس میں مجھ سے پہلے کسی کے لیے قتال حلال نہیں ہوا اور نہ میرے لیے حلال ہوا مگر صرف دن کی اس ساعت میں پس وہ اللہ کی حرمت سے قیامت

Marfat.com

عَرَفَهَا' وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا. قَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِلَّا الْإِذْخِرَ' فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ' قَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ.

تک کے لیے حرام ہے' نہ اس کا کانٹا کاٹا جائے گا اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اعلان کرنے والے کے سوا اس کی گری پڑی چیز کو' کوئی اٹھائے گا اور نہ اس کی سبز گھاس کو کاٹا جائے گا۔ حضرت عباس نے کہا: یارسول اللہ! ماسوا اذخر کے' کیونکہ وہ ہمارے لوہاروں کے لیے ہے اور ہمارے گھروں کے لیے ہے' آپ نے فرمایا: ماسوا اذخر کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ
محرم کا فصد لگوانا

وَكَوٰى ابْنُ عُمَرَ ابْنَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے کو (گرم لوہے سے بہ طور علاج) داغ لگایا اور وہ محرم تھے۔

عنوان میں فصد لگانے کا ذکر ہے اور اس تعلیق میں داغ لگانے کا ذکر ہے مگر یہ تعلیق اس اعتبار سے عنوان کے مناسب ہے کہ فصد کا لگانا اور داغ لگانا دونوں ضرورت کے وقت علاج کے طریقے ہیں' اس تعلیق کے مناسب حدیث موصول سنن سعید ابن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۳)

وَيَتَدَاوٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ طِيْبٌ.

اور محرم اس چیز سے علاج کرسکتا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔

اس تعلیق کے مناسب حدیث موصول امام طبری نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ اگر مسافر کے سر پر چوٹ لگ جائے تو اگر زخم کے گرد بالوں کو کاٹ کر زخم پر ایسی دوا لگائے جس میں خوشبو نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۴)

۱۸۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ. ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي طَاوُسٌ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' فَقُلْتُ لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا. [اطراف الحدیث: ۱۹۳۸ـ ۱۹۳۹ـ ۲۱۰۳ـ ۲۲۷۸ـ ۲۲۷۹ـ ۵۶۹۱ـ ۵۶۹۴ـ ۵۶۹۵ـ ۵۶۹۹ـ ۵۷۰۰ـ ۵۷۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ عمرو نے کہا: پہلی حدیث جو میں نے عطاء سے سنی وہ یہ تھی کہ وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور اس وقت آپ مُحرِم تھے' پھر میں نے عطاء کو یہ کہتے ہوئے سنا: مجھے طاؤس نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس' میں نے دل میں کہا: شاید انہوں نے ان دونوں سے وہ حدیث سنی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۲' الرقم المسلسل: ۲۷۷۴' سنن ابوداؤد: ۱۸۳۵' سنن ترمذی: ۸۴۰' سنن نسائی: ۲۸۴۳' سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) طاؤس الیمانی (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۴)

Marfat.com

محرم کے فصد لگوانے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لیے فصد لگوانا مطلقاً جائز ہے۔ عطاء مسروق ابراہیم طاؤس شعبی ثوری اور امام ابوحنیفہ امام شافعی امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے انہوں نے ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ بہ شرطیکہ اس سے محرم کے بال نہ کٹیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور امام مالک نے یہ کہا ہے کہ بغیر ضرورت کے محرم فصد نہ لگوائے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ضرر کی وجہ سے فصد لگوائی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ احادیث بھی ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم تھے اور آپ نے فصد لگوائی تھی کیونکہ آپ کے سر میں کوئی تکلیف یا بیماری تھی۔ (صحیح البخاری: ۵۷۰۰ سنن ابوداؤد: ۱۸۳۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم تھے اور آپ نے اپنے قدم کی پشت پر فصد لگوائی کیونکہ اس میں درد تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۳۷ سنن نسائی: ۲۸۴۹ سنن ترمذی: ۳۴۸)

اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ محرم کے لیے اپنے سر کے بال مونڈنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ یوم النحر کو جمرۃ العقبہ پر کنکریاں نہ مارلے الا یہ کہ اس کو کوئی ضرورت ہو اور اگر اس نے کسی ضرورت کی وجہ سے بال مونڈے تو اس پر فدیہ لازم ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فیصلہ فرمایا تھا۔ اگر محرم اپنے بال نہ مونڈے اور صرف رگ کو کٹوائے یا کسی پھنسی کو دبا کر اس کا مواد نکالے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک اس پر کوئی تاوان نہیں ہے سوائے حسن بصری کے انہوں نے کہا ہے کہ اس پر فدیہ ہے۔

فصد لگوانے کی متعدد اقسام اور وجوہ

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ فصد لگوانے کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم ہے جس میں بال مونڈنے کی ضرورت ہے اس فعل پر وہ فدیہ دے گا اور اصل میں یہ اس حدیث کی وجہ سے جائز ہے اور بال مونڈنے کی وجہ سے اس پر فدیہ ہوگا جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ. (البقرہ: ۱۹۶)

پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا کچھ صدقہ دے یا قربانی کرے۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں سر کے بالوں کے علاوہ بال منڈانے کی ضرورت پڑے اس میں بھی فدیہ دے گا عبد الملک نے المبسوط میں کہا ہے کہ سر کے بال اور جسم کے بال برابر ہیں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے اہل الظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ صرف سر کے بال منڈانے پر فدیہ ہے اور اگر ایسی جگہ پر فصد لگائی جائے جہاں بال مونڈنے کی ضرورت نہ ہو تو اگر اس کی ضرورت ہو تو یہ جائز ہے اور اس پر فدیہ نہیں ہے اور اگر بغیر ضرورت کے فصد لگوائے تو امام مالک نے اس سے منع کیا ہے اور سحنون مالکی نے اس کی اجازت دی ہے اور عطاء کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۱۔ ج ۳ ص ۳۶۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:

پچھنے لگوانے میں مذاہب۔

١٨٣٦ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از علقمہ بن ابی علقمہ از عبدالرحمان الاعرج از حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لحی جمل (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام) میں اپنے سر کے وسط میں فصد لگوائی۔

[طرف الحدیث: ۵۶۹۸]

(صحیح مسلم: ۱۲۰۳' الرقم المسلسل: ۲۷۷۵' سنن نسائی: ۲۸۴۷' سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خالد بن مخلد البجلی' الواقدی نے کہا: یہ محرم ۲۱۳ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب' ان کو ابو محمد القرشی التیمی بھی کہا جاتا ہے (۳) علقمہ بن ابی علقمہ' ان کا نام بلال ہے' یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے' یہ ابوجعفر کی خلافت کی ابتداء میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبدالرحمان بن ہرمز الاعرج (۵) حضرت عبداللہ بن بحینہ' یہ عبداللہ بن مالک القشب ہیں اور بحینہ ان کی ماں ہیں' یہ الارت کی بیٹی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۶)

''لحی جمل'' کا محل وقوع اور دیگر مسائل

اس حدیث میں ''لحی جمل'' کا ذکر ہے: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے' یہ جگہ مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔ البکری نے لکھا ہے: یہ جمل کا کنواں ہے' اس کا ذکر ابوجہم کی حدیث میں ہے جو تیمم میں گزر چکی ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ السقیاء سے سات میل پر الجحفہ کے پیچھے ہے' اس میں اور بھی اقوال ہیں۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ محرم کے لیے رگ سے خون نکلوانا جائز ہے اور پھنسی کو دبا کر اس سے خون نکالنا بھی جائز ہے جب کہ اس سے کسی ممنوع کام کا ارتکاب نہ کرنا پڑے اور اس میں کوئی فدیہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۷-۲۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۲-ج ۳ ص ۳۶۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٢ - بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ — محرم کا عقد نکاح کرنا

اس باب میں محرم کے نکاح کا مسئلہ مذکور ہے' امام بخاری نے عنوان میں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ جائز ہے یا نہیں' بہ ظاہر یہ حدیث جواز پر دلالت کرتی ہے گویا کہ امام بخاری کے نزدیک اس سے ممانعت ثابت نہیں اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

١٨٣٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالمغیرہ عبدالقدوس بن الحجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن ابی رباح نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ

Marfat.com

مُحْرِمٌ. [اطراف الحدیث: ۴۲۵۸-۴۲۵۹-۵۱۱۴] رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور آپ اس وقت محرم تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۱۰ 'الرقم المسلسل: ۳۳۴۱' سنن ترمذی: ۸۴۵ 'سنن نسائی: ۳۲۶۹' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۵ 'المعجم الکبیر: ۱۱۹۱۹' صحیح ابن حبان: ۴۱۲۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۵ طبع قدیم 'مسند احمد: ۲۲۰۰-ج ۴ ص ۷۹' مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تعارف ہو چکا ہے' اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور اس وقت آپ مُحرِم تھے۔

مُحرِم کے نکاح کرنے کے جواز میں اختلاف ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء مدینہ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا تھا جب آپ غیر محرم تھے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' اہل مدینہ یہ کہتے ہیں کہ محرم کسی سے نکاح نہ کرے' اگر اس نے نکاح کیا تو وہ نکاح باطل ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابورافع اور ایک انصاری رضی اللہ عنہما کو بھیجا' انہوں نے آپ کا حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عمرہ کے لیے) روانہ ہونے سے پہلے مدینہ میں تھے۔ (موطأ امام مالک۔ باب نکاح المحرم۔ حدیث: ۶۹۔ ج ۱ ص ۲۲۶' المکتبۃ التوفیقیہ' سنن ترمذی: ۸۴۲)

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ نے ابان بن عثمان کی طرف پیغام بھیجا اور ابان اس وقت حج کے امیر تھے اور وہ دونوں محرم تھے' انہوں نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں طلحہ بن عمر کا شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے نکاح کر دوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس نکاح کی تقریب میں شرکت کریں' ابان نے اس پر انکار کیا اور کہا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ محرم نہ خود نکاح کرے گا اور نہ کسی کا نکاح کرے گا اور نہ نکاح کا پیغام دے گا۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب الحج۔ باب نکاح المحرم۔ حدیث: ۷۰' صحیح مسلم: ۱۴۰۹' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۱' سنن ترمذی: ۸۴۰' سنن نسائی: ۲۸۴۲' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۶)

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابوغطفان بن طریف المری نے بیان کیا کہ ان کے والد طریف نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ اس وقت محرم تھے تو حضرت عمر بن الخطاب نے ان کے نکاح کو رد کر دیا۔

(موطأ امام مالک۔ کتاب الحج۔ باب نکاح المحرم۔ حدیث: ۷۱' امام مالک اس روایت میں منفرد ہیں)

امام مالک از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ محرم نکاح کرے نہ نکاح کا پیغام دے' اپنا نہ دوسرے کا۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب الحج۔ باب نکاح المحرم۔ حدیث: ۷۲' اس حدیث کی روایت میں بھی امام مالک منفرد ہیں۔ ج ۲ ص ۲۲۶' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: الثوری اور فقہاء احناف کا یہ مذہب ہے کہ محرم کے لیے اپنا نکاح کرنا بھی جائز ہے اور دوسروں کا نکاح کرانا بھی جائز ہے اور یہ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا موقف ہے۔

امام طبری نے یہ کہا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ محرم کا نکاح فاسد ہے اور اس نکاح کو فسخ کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت

Marfat.com

عثمان رضی اللہ کی حدیث سے ثابت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نکاح سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' اس کے معارض دوسرے صحابہ کی وہ احادیث ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا' اس وقت آپ غیر محرم تھے' اور وہ احادیث جن میں یہ ذکر ہے کہ آپ اس وقت محرم تھے' ان احادیث سے اولیٰ اور ان پر راجح نہیں ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوحنیفہ کی تائید میں محرم کے نکاح کے جواز کے ثبوت میں احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم (ائمہ ثلاثہ) کا یہ مذہب ہے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ محرم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا نکاح کرے نہ دوسرے کا' نہ نکاح کا پیغام دے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ محرم نکاح کرے لیکن وہ اپنی بیوی سے عمل تزویج نہیں کر سکتا حتیٰ کہ وہ احرام کھول کر حلال ہو جائے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' سو آپ تین دن مکہ میں ٹھہرے' پھر آپ کے پاس حوطب بن عبد العزیٰ تیسرے دن قریش کی جماعت میں سے آپ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جتنی مدت کی مہلت دی تھی' وہ پوری ہو چکی ہے اب آپ ہمارے پاس سے چلے جائیں' تو آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے اتنا وقت گزارنے دو کہ میں تمہارے درمیان شب زفاف گزار لوں اور ہم کھانا پکائیں اور تم بھی اس میں شریک ہو تو اس میں تمہیں کوئی حرج نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں ہے' آپ چلے جائیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ روانہ ہو گئے اور آپ نے مقام سرف (مکہ سے دس میل دور ایک جگہ) میں شب زفاف گزاری۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۲۱' صحیح البخاری: ۱۸۳۷' صحیح مسلم: ۱۴۱۰' سنن نسائی: ۳۲۶۹' سنن ترمذی: ۸۴۵' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۵_۲۶۶_۲۷۰_۲۷۵_۲۸۳_۲۸۵_۲۸۶_۳۲۴_۳۳۰_۳۳۳_۳۳۶_۳۴۶_۳۵۱_۳۵۴_۳۶۰_۳۶۱)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۲۹)

محرم کے نکاح کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے مزید دلائل

امام ابوجعفر طحاوی بیان کرتے ہیں کہ پہلے قول کے قائلین (ائمہ ثلاثہ اور ان کے متبعین) نے کہا: تمہارا متبع کون ہے؟ جب کہ ابو رافع اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ اس وقت غیر محرم تھے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ غیر محرم تھے اور آپ نے ان سے شب باشی کی اور اس وقت آپ غیر محرم تھے اور میں ان کے درمیان پیغام رساں تھا۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۱' سنن ترمذی: ۸۴۲' مسند احمد: ۶۹۳)

از یزید بن الاصم حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے واپسی پر مجھ سے مقام سرف

میں نکاح کیا اور اس وقت ہم دونوں غیر محرم تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۳، صحیح مسلم: ۱۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۱۸۴۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵-۳۳۳-۳۳۲)

ائمہ ثلاثہ کی تائید میں حضرت میمونہ کی حدیث کا مرجوح ہونا

حضرت میمونہ کی حدیث یزید بن الاصم سے مروی ہے اور جعفر بن برقان نے از میمون بن مہران روایت کیا ہے کہ یہ یزید بن الاصم کا قول ہے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں ہے اور نہ یہ حدیث کسی اور سے مروی ہے اور جنہوں نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو اس وقت آپ مُحرم تھے وہ اس کو زیادہ جاننے والے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے زیادہ ثقہ اصحاب، سعید بن جبیر، عطاء، طاؤس، مجاہد، عکرمہ اور جابر بن زید ہیں اور یہ سب ائمہ اور فقہاء ہیں اور ان کی روایات اور ان کی آراء سے استدلال کیا جاتا ہے، اسی طرح ان میں عمرو بن دینار، ایوب السختیانی اور عبداللہ بن نجیح ہیں اور یہ بھی ایسے ائمہ ہیں جن کی روایات کی اقتداء کی جاتی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

محرم کے نکاح کے جواز میں عقلی دلیل

امام طحاوی نے اس مسئلہ پر عقلی دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ روزہ دار اور معتکف ان میں سے ہر ایک پر جماع کرنا حرام ہے لیکن روزے اور اعتکاف کی وجہ سے عقد نکاح حرام نہیں ہے، اسی طرح محرم پر بھی جماع حرام ہے لیکن اس پر عقد نکاح حرام نہیں ہے، سو اس باب میں نظر کا بھی تقاضا ہے کہ محرم پر عقد نکاح حرام نہیں ہونا چاہیے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے اور ان کی تائید میں صحابہ کرام کے حسب ذیل آثار ہیں:

محرم کے نکاح کے جواز میں آثارِ صحابہ اور فقہاء تابعین کے فتاویٰ

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ محرم کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۱۷، مجلس علمی، بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۲۲، مجلس علمی، بیروت)

محمد بن ابی بکر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے محرم کے نکاح کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ عقد تو بیع کی طرح ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۳۹)

فقہاء تابعین میں سے جابر بن زید، عطاء، ابراہیم النخعی، عبدالرحمان بن القاسم، حماد، قتادہ، عکرمہ اور مسروق اس کے قائل تھے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۹۲-۹۰، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

روایتِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وجوہ ترجیح از مصنف

نیز اس مسئلہ میں قوی دلیل یہ ہے کہ یہاں پر دو حدیثیں ہیں، ایک حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو آپ محرم تھے، دوسری حدیث حضرت ابورافع سے مروی ہے کہ جب آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا تھا تو آپ غیر محرم تھے، پہلی حدیث کو حسب ذیل وجوہ سے ترجیح ہے:

(۱) پہلی حدیث، صحیح بخاری کی روایت ہے اور دوسری حدیث صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی وغیرہ کی روایت ہے اور صحیح بخاری کی روایت کو دیگر کتب حدیث کی روایت پر ترجیح ہے جب کہ صحیح بخاری کی حدیث کو صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور

سنن ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۲) پہلی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری حدیث حضرت ابورافع سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس گھر کے آدمی ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں اور حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں اور حضرت ابورافع غیر اور باہر کے آدمی ہیں اور نکاح کے معاملہ کو گھر کا آدمی باہر کے آدمی کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہے اس لیے حضرت ابن عباس کی روایت حضرت ابورافع کی روایت سے اس لحاظ سے بھی راجح ہے اور قوتِ سند کے اعتبار سے بھی راجح ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس کی روایت میں اس واقعہ کا ثبوت ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے اور حضرت ابورافع کی روایت میں اس واقعہ کی نفی ہے اور جب کسی واقعہ کے ثبوت اور اس واقعہ کی نفی کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے اس اعتبار سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت حضرت ابورافع کی روایت پر راجح ہے۔ ترجیح کی ان تین وجوہ میں سے پہلی دو وجوہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء کی ہیں اور یہ مجھ پر نعمۃ الباری ہے۔

وللّٰہ الحمد علٰی ذالک.

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۳۴۸- ج ۳ ص ۱۱۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① محرم کے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ ② امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر علامہ نووی کے اعتراضات ③ علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات۔

۱۳ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الطِّيْبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

محرم اور محرمہ کو خوشبو لگانے کی ممانعت

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ اَوْ زَعْفَرَانٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ محرمہ ایسا کپڑا نہ پہنے جو ورس (خوشبودار بوٹی جس سے زرد رنگ نکلے) یا زعفران سے رنگا ہوا ہو۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۳ پر مذکور ہے۔

۱۸۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَاذَا تَأْمُرُنَا اَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْاِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيْصَ، وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا الْبَرَانِسَ، اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ اَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوْا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا الْوَرْسُ، وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ، وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. تَابَعَهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَاِسْمَاعِيْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں احرام میں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم قمیص نہ پہنو اور شلواریں نہ پہنو اور عمامے نہ پہنو اور کنٹوپ نہ پہنو تاہم اگر کسی شخص کے پاس دو جوتے نہ ہوں تو وہ دو موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے اور تم کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جو ورس یا زعفران سے رنگا ہوا ہو اور جو عورت محرمہ وہ نقاب نہ ڈالے اور دستانے نہ پہنے۔ موسیٰ بن عقبہ

Marfat.com

بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ وَجُوَيْرِيَةُ وَابْنُ إِسْحَاقَ فِي النِّقَابِ وَالْقُفَّازَيْنِ وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَلَا وَرْسٌ. وَكَانَ يَقُولُ لَا تَتَنَقَّبِ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. وَقَالَ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَا تَتَنَقَّبِ الْمُحْرِمَةُ. وَتَابَعَهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ.

اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور جویریہ اور ابن اسحاق نے نقاب اور دستانوں میں لیث کی متابعت کی ہے اور عبید اللہ نے کہا کہ ورس میں نہ رنگا ہو' اور وہ کہتے تھے کہ محرمہ نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانے پہنے' اور امام مالک نے کہا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما: محرمہ نقاب نہ ڈالے۔ اور لیث بن ابی سلیم نے امام مالک کی متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ فَقَتَلَتْهُ فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از الحکم از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک محرم شخص کو اس کی اونٹنی نے گرادیا' سو اس کو ہلاک کر دیا' پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا' آپ نے فرمایا: اس کو غسل دو اور اس کو کفن پہناؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو اور نہ اس کے قریب خوشبو لاؤ' یہ قیامت کے دن لبیک لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا غسل کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم حمام میں داخل ہو سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۳ میں ہے۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ بِالْحَكِّ بَأْسًا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم محرم کے کھجانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۳ میں ہے۔

۱۸۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْعَبَّاسِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ إِلٰى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از ابراہیم بن عبد اللہ بن حنین از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہ کا مقام ابواء میں اختلاف ہوا' حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسور نے کہا: محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا' پس مجھے حضرت عبد اللہ بن عباس نے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہم کی

Marfat.com

يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ، اَرْسَلَنِي اِلَيْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ، اَسْاَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَاْسَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ اَبُوْ اَيُّوْبَ يَدَهٗ عَلَى الثَّوْبِ فَطَاْطَاَهٗ حَتّٰى بَدَا لِيْ رَاْسُهٗ، ثُمَّ قَالَ لِاِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اُصْبُبْ، فَصَبَّ عَلٰى رَاْسِهٖ، ثُمَّ حَرَّكَ رَاْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ، وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

طرف بھیجا تو میں نے دیکھا کہ وہ کنویں کی دو لکڑیوں کے درمیان نہا رہے ہیں اور انہوں نے ایک کپڑے سے پردہ کیا ہوا ہے' میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں عبداللہ بن حنین ہوں' مجھے آپ کے پاس حضرت عبداللہ بن عباس نے بھیجا ہے' میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ جب محرم ہوتے تھے تو اپنا سر کس طرح دھوتے تھے؟ تو حضرت ایوب نے اپنا ہاتھ پردہ پر رکھا' پھر اس کو اتنا نیچا کیا حتیٰ کہ مجھے ان کا سر دکھائی دیا' پھر ایک شخص سے کہا جو ان پر پانی ڈال رہا تھا کہ پانی ڈالو' پس اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا' پھر دونوں ہاتھوں سے انہوں نے سر کو ہلایا' سر کو آگے لے گئے اور پیچھے لائے اور کہا: میں نے اس طرح رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۵' الرقم المسلسل: ۲۷۷۸' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۰' سنن نسائی: ۲۶۶۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۴' مسند الحمیدی: ۳۷۹' سنن دارمی: ۱۷۹۳' المنتقی: ۴۴۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۵۰' المعجم الکبیر: ۳۹۷۷' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۷۲' المستدرک ج ۳ ص ۴۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۶' مسند احمد: ۲۳۵۲۹۔ ج ۳۸ ص ۵۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

محرم کے سر دھونے میں ائمہ کا اختلاف' صحابہ کا فقہی مسائل میں اختلاف کرنا اور مسئلہ کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرنا

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا فقہی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا جیسے حضرت مسور اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا مُحرِم کے سر دھونے میں اختلاف ہوا اور وہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے تھے' پھر اس کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے جیسے انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری کی طرف رجوع کیا اور انہوں نے محرم کے سر دھونے کے متعلق حدیث بیان کی۔

حضرت ابوایوب ایک کپڑے سے پردہ کر کے نہا رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ نہانے والے کو پردہ میں نہانا چاہیے۔

ایک شخص حضرت ابوایوب پر پانی ڈال رہا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ غسل میں محفوظ طریقہ سے کسی سے مدد لینا جائز ہے۔

عبداللہ بن حنین نے ان کو سلام کر کے اپنا مسئلہ پیش کیا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص غسل کر رہا ہو' اسے سلام کرنا اور اس سے دین اور شریعت کے متعلق باتیں کرنا جائز ہے۔ (نوٹ: آج کل کے اٹیچڈ باتھ روم (Attached Bath Room) میں دینی مسائل نہیں پوچھنے چاہئیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

جب حضرت مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس میں اختلاف ہوا تو انہوں نے حضرت ابوایوب سے مسئلہ کا حل معلوم کرایا' اس سے معلوم ہوا کہ جب دو عالموں میں اختلاف ہو تو کسی تیسرے بڑے عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس میں حیاء اور اَنا کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے۔

۔ علامہ قرطبی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ غسل میں بدن کو ہاتھوں سے ملنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوایوب انصاری

اپنے بدن کو ہاتھوں سے مل مل کر دھو رہے تھے۔

محرم کے سر دھونے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک محرم کا سر دھونا جائز ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے حضرت عمر بن الخطاب حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی محرم کا سر دھونا جائز ہے اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک محرم کے سر دھونے کو مکروہ کہتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بغیر احتلام کے سر نہیں دھوتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۵۔ ج ۳ ص ۳۶۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:
(۱) محرم کے غسل کے متعلق مسائل اور احکام (۲) محرم کا خوشبودار صابن سے غسل اور شیمپو سے سر دھونے کا حکم۔

۱۵ - بَابُ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو پہن لے

۱۸۴۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ مَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ لِلْمُحْرِمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں خطبہ دے رہے تھے کہ جس کو دو جوتے نہ ملیں وہ دو موزے پہن لے اور جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے یہ حکم محرم کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۷۴۰ میں گزر چکی ہے البتہ بعض الفاظ کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

اگر محرم کو تہبند دستیاب نہ ہو اور وہ شلوار پہن لے تو آیا اس پر فدیہ لازم ہوگا یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جب مُحرِم کو تہبند نہ ملے تو اس کے لیے شلوار پہننا جائز نہیں ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ جب مُحرِم کو تہبند نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ عطاء ثوری امام شافعی امام احمد اسحاق اور ابوثور نے کہا ہے: وہ شلوار پہن لے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جب مُحرِم نے شلوار پہنی تو اس پر فدیہ واجب ہے خواہ اس کو تہبند ملا ہو یا نہ ملا ہو تاہم وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند بنا لے۔ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے آپ کا یہ ارشاد اس صورت پر محمول ہے کہ وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند کی طرح پہن لے جس طرح موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر ان کو جوتوں کی جگہ پہنا جاتا ہے (گویا اس ارشاد میں مطلق مقید پر محمول ہے) اور جب حدیث سے اس معنی کا ارادہ کیا جائے گا تو اس حدیث کی مخالفت لازم نہیں آئے گی بلکہ اس حدیث میں تاویل ہوگی۔

Marfat.com

اور نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ جب محرم کو تہبند میسر ہو تو اس کے لیے شلوار کو پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا احرام اس سے منع کرتا ہے' پس ہم نے ارادہ کیا کہ ہم یہ دیکھیں کہ اگر اس نے ضرورت کی وجہ سے شلوار پہنی تو آیا اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں! پس ہم نے یہ دیکھا کہ متعدد کام پہلے جائز ہوتے ہیں اور احرام میں وہ ممنوع ہوتے ہیں جیسے عمامہ باندھنا اور شلوار اور قمیص پہننا اور جو شخص سخت دھوپ اور گرمی میں ضرورت کی وجہ سے اپنا سر ڈھانپ لے یا سخت سردی کی وجہ سے کپڑے پہن لے تو اس پر کفارہ ہے' اسی طرح اس کے لیے پہلے اپنا سر مونڈنا جائز تھا اور احرام نے اس پر اپنے سر مونڈنے کو حرام کر دیا اور جس شخص نے مرض کی ضرورت کی وجہ سے اپنا سر مونڈا تو اس پر کفارہ لازم ہے' اسی طرح جب کسی شخص کو تہبند نہیں ملا تو اس نے برہنگی سے بچنے کی ضرورت کی وجہ سے شلوار کو پہن لیا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۰۲۔ ۲۰۱' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ مخالفین نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مراد ہو کہ جس نے ضرورت کی وجہ سے شلوار پہنی تو اس کا یہ عمل جائز ہے' یا آپ کی یہ مراد ہو کہ شلوار پہننے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط ہو جائے گا' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ نے ضرورت کی وجہ سے باقی سلے ہوئے کپڑوں میں سے صرف شلوار کو مستثنیٰ کیا ہو' کیونکہ دیگر سلے ہوئے کپڑوں میں سے شلوار کی کوئی خصوصیت نہیں ہے' پھر یہی متعین ہو جاتا ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ ضرورت کی وجہ سے شلوار پہننے سے اس پر فدیہ نہیں ہوگا۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے سلے ہوئے کپڑوں میں سے شلوار کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ جب اس کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ شلوار پہن سکتا ہے کیونکہ تہبند سے مقصود شرم گاہ کو چھپانا ہوتا ہے اور یہ شلوار کا بدل ہے اور اس جگہ کو منکشف کرنا اور کھولنا جائز ہے اور قمیص بدن کے اوپر والے حصہ پر پہنی جاتی ہے اور اس کو کھولنا جائز ہے' پس قمیص کی بہ نسبت شلوار کی زیادہ شدید ضرورت ہے' پس جب اس نے شلوار پہن لی تو اس کی شرم گاہ کا ستر ہو گیا اور اس کا باقی جسم احرام کے حکم سے کھلا رہے گا اور اس عذر کی بناء پر شلوار پہننے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط نہیں ہوگا جیسے عذر کی وجہ سے سر کے بال مونڈنے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط نہیں ہوتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۵۔ ۴۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن الحسن' امام الحرمین اور فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند کی طرح بنا کر پہن لے اور امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ محرم کے لیے شلوار پہننا مطلقاً منع ہے' امام مالک سے بھی اس کی مثل منقول ہے اور ہمارے اصحاب میں سے امام ابو بکر رازی نے یہ کہا ہے کہ جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن سکتا ہے اور اس پر فدیہ لازم ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں امام محمد بن الحسن کے قول پر فتویٰ دینا چاہیے اور امام ابو جعفر طحاوی حنفی کی تحقیق اور علامہ ابن بطال کے دلائل اور امام ابو بکر رازی کا قول اس کی تائید کرتے ہیں۔

۱۸۴۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قَالَ لَا يَلْبَسِ الْقَمِيصَ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُونَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.

سے یہ سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامے نہ پہنے اور شلواریں نہ پہنے اور کنٹوپ (لمبی ٹوپی جو کان ڈھانپ لے) نہ پہنے اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور ورس (ایک جڑی بوٹی جس سے زرد رنگ نکلتا ہے) میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ دے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۶ - بَابٌ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْاِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ

جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن لے

۱۸۴۳ - حَدَّثَنِي اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ مَنْ لَمْ يَجِدِ الْاِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ، وَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عرفات میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے اور جس شخص کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۴۱' اور ۱۸۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷ - بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کے لیے ہتھیار پہننے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت محرم ہتھیار پہن سکتا ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ اِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدٰى. وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ.

اور عکرمہ نے کہا: جب محرم کو دشمن سے خطرہ ہو تو وہ ہتھیار پہن لے اور فدیہ دے' اور فدیہ دینے میں اس کی متابعت نہیں کی گئی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ محرم حج اور عمرہ میں ہتھیار اٹھا لے اور حسن بصری نے اس کو مکروہ کہا ہے اور یہ حدیث حسن بصری کے خلاف حجت ہے جو خطرہ کے وقت ہتھیار اٹھانے کو مکروہ کہتے ہیں اور عکرمہ کے خلاف حجت ہے جو اس پر فدیہ کو واجب کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸۴۴ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ اِسْرَائِيلَ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، فَاَبٰى اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى قَاضَاهُمْ لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا اِلَّا فِي الْقِرَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے اس سے انکار کر دیا کہ وہ آپ کو مکہ میں داخل ہونے کے لیے چھوڑ دیں حتیٰ کہ انہوں نے اس پر صلح کی کہ آپ مکہ میں ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر داخل ہوں

Marfat.com

گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷۱ میں گزر گئی ہے۔

۱۸ - بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

مکہ میں اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کا حج اور عمرہ کا ارادہ نہ ہو تو وہ بغیر احرام کے حرم میں داخل ہو سکتا ہے۔

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَالًا. اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں اقامت کی' پھر وہ مدینہ جانے کے لیے مکہ سے نکلے حتیٰ کہ جب وہ مقام قدید (مکہ سے سو کلو میٹر ایک جگہ) پر پہنچے تو ان کو یہ خبر پہنچی کہ فتنہ پرور لوگوں کا لشکر مدینہ میں داخل ہو چکا ہے تو اب انہوں نے اہل مدینہ کے پاس جانے کو ناپسند کیا تو وہ مکہ واپس آ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

جعفر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد اور عمرو بن دینار اپنی زمینوں کی طرف گئے جو حرم سے خارج تھیں' پھر وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام مالک بن انس بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَإِنَّمَا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْإِهْلَالِ لِمَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' وَلَمْ يَذْكُرْهُ لِلْحَطَّابِينَ وَغَيْرِهِمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کا حکم صرف ان لوگوں کو دیا ہے جو حج اور عمرہ کریں اور لکڑہاروں وغیرہ کو یہ حکم نہیں دیا۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جو جنگل سے لکڑیاں چن کر بیچنے کے لیے مکہ لاتے ہیں' اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو جائے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۸۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ' عَنْ أَبِيهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ' وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ' وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ' هُنَّ لَهُنَّ' وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ' مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' فَمَنْ كَانَ دُونَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ' حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو' یہ ان کے لیے میقات ہیں اور جو ان جگہوں پر آنے والے ہوں اور ان جگہوں کے رہنے والے نہ ہوں' جو حج اور عمرہ کا ارادہ کریں' اور جو ان مقامات کے ماوراء رہتے ہوں' ان کے لیے

میقات ہے جہاں سے وہ روانہ ہوں حتیٰ کہ مکہ والے' مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۵۲۱ میں گزر چکی ہے تاہم مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے مسئلہ کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

امام بخاری کے اس پر دلائل کہ جس کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو'وہ بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہو سکتا ہے

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو'وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو سکتا ہے' اس پر امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ میقات ان لوگوں کے لیے مقرر کیے ہیں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کریں' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جن کا ارادہ حج اور عمرہ کا نہ ہو'وہ ان جگہوں سے بغیر احرام کے بھی گزر سکتے ہیں۔

امام بخاری نے اس باب کی دوسری حدیث سے بھی استدلال کیا ہے' وہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خَود تھا۔ الحدیث (صحیح البخاری:۱۸۴۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کا سر خَود سے ڈھکا ہوا تھا اگر آپ نے احرام باندھا ہوا ہوتا تو آپ کا سر کھلا ہوا ہوتا۔

مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القصار نے کہا ہے: جس شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو' اس کے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے متعلق امام شافعی اور امام مالک کا قول مختلف ہے' ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ مکہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے شہروں سے مختلف ہے' سوائے لکڑ ہاروں کے اور جو اس کے قریب ہوں مثلاً جدہ اور طائف اور عسفان کے لوگ کیونکہ ان کا وہاں اکثر آنا جانا ہوتا ہے' امام ابوحنیفہ اور لیث کا بھی یہی قول ہے' اور دوسری بار انہوں نے یہ کہا کہ مکہ میں احرام باندھ کر داخل ہونا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۷-۴۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ جن کا گھر کسی میقات میں ہو یا ان کا گھر میقات سے کم فاصلہ پر ہو' اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے اور جس کا گھر میقات سے پہلے ہو' اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابن عمر مکہ سے مدینہ جانے کے لیے نکلے' جب وہ مقام قدید کے قریب پہنچے تو ان کو مدینہ میں فسادیوں کی خبر پہنچی' پھر وہ واپس لوٹ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۳۰۷۱' مجلس علمی' بیروت) (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۶-۳۴۵' قدیمی کتب خانہ کراچی)

مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے جواز پر بعض علماء کی دلیل

جن علماء نے مکہ میں بغیر احرام کے دخول کو جائز کہا ہے' انہوں نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ حج زندگی میں ایک بار فرض ہے' اسی طرح عمرہ بھی ایک بار ہوتا ہے' پس جنہوں نے مطلقاً مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کو واجب کہا ہے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرح اس کو واجب کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۷-۴۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

دلیل مذکور پر مصنف کا رد کرنا اور اس پر دلیل قائم کرنا کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ آخری دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے لیکن نفل حج کو زندگی میں ہر سال کرنا مشروع ہے۔ اسی طرح عمرہ بھی زندگی میں ایک بار کرنا سنت مؤکدہ یا واجب ہے' لیکن اگر کوئی شخص زندگی میں بار بار عمرہ کرتا رہے تو یہ بھی مشروع ہے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زندگی میں ہر سال حج اور عمرہ کرتے رہے حتیٰ کہ جس سال مسلمانوں کی خارجیوں کے ساتھ جنگ متوقع تھی' وہ اس سال بھی حج اور عمرہ کے لیے گئے اور اپنے بیٹوں کے منع کرنے سے نہیں رکے اور اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ بغیر احرام باندھے کرنا صحیح نہیں ہے اور مکہ میں دخول کے لیے احرام کو کسی نے اپنی عقل سے واجب نہیں کیا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے واجب کیا ہے:

بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے' اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا' سو جو شخص بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے اور نہ مکہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز ہے' اور اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس میں قتال کرنے سے اس میں قتال کرنے کی رخصت پر استدلال کرے تو تم اس سے کہو کہ بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی اور مجھے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اجازت دی گئی تھی اور اب کل کی طرح اس کی حرمت آج پھر لوٹ آئی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۲)

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا ہے: میرے لیے مکہ کو دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۳) اس کا معنی ہے: مکہ میں بغیر احرام کے دخول کو میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا اور اب میرے بعد کسی کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۳' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پس مکہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے' نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے گا نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس کی گری پڑی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا کوئی اٹھائے گا اور نہ اس کی سبز گھاس کو کاٹا جائے گا ماسوا اذخر کے۔
(صحیح البخاری: ۱۸۳۴۔۱۸۳۳)

اور جب مکہ قیامت تک کے لیے حرم ہے تو قیامت تک اس میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے' ماسوا ان لوگوں کے جو مکہ کے میقات کے اندر رہتے ہیں اور انہیں لکڑیاں چن کر لانے کے لیے یا پھل توڑ کر لانے کے لیے بار بار مکہ میں جانا پڑتا ہے کیونکہ اگر ان پر بھی مکہ میں دخول کے لیے احرام کو واجب کیا جائے تو اس سے ان پر حرج لازم آئے گا اور حرج کی وجہ سے احکام میں تخفیف کر دی جاتی ہے جیسے مرض اور سفر کی وجہ سے روزہ ترک کرنے کی رخصت دی گئی ہے یا نابینا اور لنگڑے سے جہاد کی فرضیت کو ساقط کیا گیا ہے یا بیمار اور مسافر سے وضوء کو ساقط کر کے تیمم کی رخصت دی گئی ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۳ ملخصاً' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر علامہ عینی کے تتبع سے فقہاء کے اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ الزہری' الحسن البصری' امام شافعی کا ایک قول' امام مالک کی ایک روایت' اور ابن وہب اور داؤد بن علی ظاہری

Marfat.com

(غیر مقلدین کا امام اور اس فرقے کا بانی)' ان سب کا قول یہ ہے کہ حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عطاء بن ابی رباح' لیث بن سعد' ثوری' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک کی دوسری روایت جو ان کی صحیح روایت ہے اور امام شافعی کا مشہور قول' امام احمد' ابوثور اور الحسن بن حی کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا گھر میقات کے پار ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتا' اگر وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گیا تو اس نے برا کام کیا' امام شافعی کے نزدیک اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر لازم ہے کہ وہ حج یا عمرہ کرے۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ شہروں کے فقہاء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ لکڑیاں چننے والا اور جو ہمیشہ دن رات میں کئی بار مکہ میں داخل ہوتے ہیں' ان کو احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس میں ان پر مشقت ہے اور ابن وہب مالکی نے کہا کہ میں ابن شہاب کے اس قول کو مسترد کرتا ہوں کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' سوا اس شخص کے جو طائف سے پھل لے کر آتا ہے یا لکڑیاں بیچنے کے لیے لاتا ہے' اس کے لیے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا' ان سے کہا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو دوبارہ مکہ میں گئے تھے تو بغیر احرام کے گئے تھے' اس کا کیا جواب ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر کا اس وقت عذر تھا کیونکہ اس وقت مدینہ میں دہشت گرد اور مفسدین داخل ہو چکے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر مصنف کے تتبع سے احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین

میں کہتا ہوں کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول کی ممانعت اور عدم جواز کے ثبوت میں علامہ عینی حنفی نے اقوال فقہاء ذکر کیے ہیں' ان کو چاہیے تھا کہ وہ اس کے ثبوت میں احادیث اور آثار پیش کرتے کیونکہ وہ کسی فقہ کی کتاب کی شرح نہیں لکھ رہے تھے بلکہ حدیث کی کتاب کی شرح لکھ رہے تھے' بہر حال ہم اپنی بساط کے مطابق اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث اور آثار پیش کر رہے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یہ حدیث مرسل ہے اور اس کو خصیف نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے اور اس کا حافظہ ٹھیک نہیں تھا مگر اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور ان کی حدیث متصل السند ہے:

از خصیف از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۲۳۶' ج ۱۱ ص ۳۴۵' داراحیاء التراث العربی بیروت)

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں خصیف ہے اور اس میں بحث ہے اور ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۷' دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

اس حدیث کی مزید تائید اور تقویت حسب ذیل آثار اور فتاویٰ تابعین سے ہوتی ہے:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی شخص ذات عرق سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

داؤد بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے ان سے کہا کہ جب تم دوسرے شہر سے آؤ تو احرام باندھے بغیر حد سے تجاوز نہ کرو۔

Marfat.com

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ محمد نے کہا کہ کوئی شخص احرام کے بغیر میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آدمی چاہے اپنے گھر سے احرام باندھے یا گھر سے تجاوز کر کے باندھے لیکن میقات سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۳۔ ج ۳ ص ۵۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

ابو الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس شخص پر رد کرتے تھے جو میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرتا تھا' یعنی اس کو واپس لوٹاتے تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۴۔ ج ۳ ص ۵۳۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰' مسند الشافعی ج ۲ ص ۱۴۰)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: جس نے خطاءً میقات سے احرام نہیں باندھا یا عمداً میقات سے احرام نہیں باندھا' وہ واپس میقات پر جا کر احرام باندھے' سوا اس صورت کے کہ وہ کسی مرض یا ڈر کی وجہ سے معذور ہو یا اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ واپس گیا تو اس کا حج فوت ہو جائے گا تو اس پر ایک قربانی کرنا لازم ہے اور کم سے کم قربانی بکری کی ہے (امام شافعی نے کہا ہے کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں)۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۵۔ ج ۳ ص ۵۳۶' کتاب الام للامام الشافعی ج ۲ ص ۱۳۹)

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا اور واپس نہیں لوٹا' اس پر قربانی کے وجوب میں امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص حج کے افعال میں سے کسی فعل کو بھول گیا یا اس نے کسی فعل کو ترک کر دیا تو وہ اس کے لیے قربانی کرے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۵۳۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کسی شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا اور اس کو یہ خطرہ تھا کہ اگر وہ میقات سے احرام باندھنے کے لیے واپس لوٹا (تو اس کا حج فوت ہو جائے گا) تو اس پر ایک قربانی کرنا واجب ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۶۔ ج ۳ ص ۵۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کا وجوب

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا تو فقہاء احناف نے بھی اس پر ایک قربانی لازم کی ہے۔

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

پھر جب آفاقی (دوسرے ملک کا باشندہ) مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوا اور اس کا حج اور عمرہ کا ارادہ نہیں تھا' اس پر واجب ہے کہ وہ مکہ میں حج یا عمرہ کی نیت سے داخل ہو کیونکہ جب وہ مکہ میں دخول کے قصد سے میقات تک پہنچ گیا تو اس پر احرام باندھنا واجب ہو گیا اور احرام حج کے لیے ہوتا ہے یا عمرہ کے لیے ہوتا ہے' پس اس پر لازم ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کا احرام باندھے اور جو چیز کسی انسان پر واجب ہو' وہ اس کے ادا کرنے سے ہی ساقط ہوتی ہے' پس اگر اس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور وہ میقات تک واپس نہیں گیا تو اس پر ایک قربانی لازم ہے کیونکہ اس نے میقات کا حق ترک کر دیا اور اگر وہ میقات پر واپس گیا اور اس نے وہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو پھر اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۲۔ ۴۱۳' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن

Marfat.com

تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ.[اطراف الحدیث:۳۰۴۴-۴۲۸۶-۵۸۰۸]

شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ (مکہ میں) داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خود (لوہے کی ٹوپی) تھی' جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کردو۔

(صحیح مسلم:۱۳۵۷' الرقم المسلسل:۳۱۹۸' سنن ابوداؤد:۲۶۸۵' سنن ترمذی:۱۶۹۹' سنن نسائی:۲۸۶۵-۲۸۶۴' سنن ابن ماجہ:۲۸۰۵)

مکہ میں دخول کے وقت آپ نے خود پہنا ہوا تھا یا عمامہ' ان حدیثوں میں تطبیق اور دیگر مسائل

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان تھا: مکہ اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا' اگر آپ نے احرام باندھا ہوا ہوتا تو اس وقت آپ کا سر کھلا ہوا ہوتا' اس کی زیادہ وضاحت اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے' اس وقت آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور آپ بغیر احرام کے تھے۔(صحیح مسلم:۱۳۵۸' سنن نسائی:۵۳۴۵-۲۸۶۶' سنن ترمذی:۱۶۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۵۱۵۷-ج ۲۳ ص ۳۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس پر یہ اشکال ہے کہ امام بخاری کی روایت کے مطابق آپ نے خود پہنا ہوا تھا اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ قاضی عیاض نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ابتداء آپ کے سر پر خود تھا' بعد میں آپ نے خود اتار کر عمامہ باندھ لیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ نے آپ کے سر پر خود دیکھا تھا اور حضرت جابر نے آپ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا تھا' جس نے آپ کو جس کیفیت میں دیکھا' اس نے اسی کو روایت کر دیا۔

دوسروں نے اس میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ نے خود کے اوپر سیاہ عمامہ لپیٹ لیا تھا یا خود کے نیچے عمامہ تھا تا کہ لوہے کے زنگ سے آپ کے سر پر نشان نہ پڑے' بہر حال ان روایات سے یہ واضح ہو گیا کہ آپ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے۔ حضرت انس نے خود کا ذکر کر کے یہ واضح کیا کہ آپ جنگ کے لیے تیار تھے اور حضرت جابر نے عمامہ کا ذکر کر کے یہ واضح کیا کہ آپ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

اس حدیث سے امام بخاری کا یہ مقصد پورا ہوتا ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے سر میں کوئی تکلیف ہو' جس کی وجہ سے آپ نے سر پر خود یا عمامہ پہنا ہوا تھا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۴۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری کا موقف ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' اس پر امام طحاوی کا تعاقب

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اہل مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا اور ان پر اپنے رسول اور مؤمنین کو مسلط کر دیا اور بے شک یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور وہ میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا اور بے شک وہ اس ساعت میں حرام ہے' اس کے درخت کو کاٹا جائے گا نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے گا اور اعلان

Marfat.com

کرنے والے کے سوا اس میں گری پڑی چیز کو کوئی نہیں اٹھائے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۷۸)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تھے اس دن وہ آپ کے لیے حلال تھا' اس لیے آپ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے اور اس کے بعد مکہ حرام ہو گیا' پس اس کے بعد اس میں کوئی شخص بغیر احرام کے داخل نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس دن آپ کے لیے مکہ حلال تھا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا حلال تھا بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ اس دن اس میں آپ کے لیے مکہ میں قتال کرنا اور خون بہانا حلال تھا اور اس کے بعد یہ حرام ہو گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معنی غلط ہے کیونکہ اگر بالفرض مکہ پر مشرکین کا غلبہ ہو جائے اور وہ مسلمانوں سے وہاں لڑیں تو مسلمانوں کے لیے مکہ میں قتال کرنا اور مشرکین کا خون بہانا مباح ہوگا اور جب اس حدیث میں قتال کے معنی کی نفی ہو گئی تو متعین ہو گیا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس دن آپ کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا حلال تھا اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا ممنوع ہو گیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۵۔۳۴۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کا یہ موقف کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' صرف داؤد ظاہری اور غیر مقلدین کے نزدیک صحیح ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا صحیح نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک بھی مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا صحیح ہے

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق خان بن حسن متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے اس شخص کا داخل ہونا صحیح ہے جو حج کا ارادہ نہ کرے خواہ وہ کسی وجہ سے بار بار داخل ہو' جیسے لکڑیاں اور گھاس لانے والے اور پانی لانے والے اور شکار کرنے والے وغیرہم یا وہ بار بار داخل نہ ہوں جیسے تاجر اور زائر' خواہ وہ امن سے ہوں یا خوف زدہ ہوں۔ (السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۳ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

دوسرے غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے' امام شافعی کہتے ہیں کہ مکہ میں داخل ہونے والے پر احرام باندھنا واجب نہیں' باقی امام واجب کہتے ہیں' حنابلہ نے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جن کو بار بار آنے جانے کی حاجت پڑتی ہے' ابن عمر رضی اللہ عنہما اور زہری اور حسن (بصری) اور اہل ظاہر کا بھی یہی قول ہے اور حنفیہ سے یہ منقول ہے کہ وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو میقات کے اس طرف رہتے ہوں' ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اکثر صحابہ اور تابعین وجوب کے قائل ہیں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۲۵۸' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

یعنی غیر مقلدین کا مذہب اکثر صحابہ و تابعین کے خلاف ہے اور امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

ابن خطل کے ساتھ جن دوسرے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ از مصعب بن سعد از والد خود روایت کرتے ہیں:

جب فتح مکہ کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا سب کو امان دے دی' اور آپ نے فرمایا: ان (چھ افراد) کو قتل کر دو خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا پاؤ: (۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) عبد اللہ بن خطل (۳) مقیس بن صبابہ

مُحْرِم۔[اطراف الحدیث:۴۲۵۸-۴۲۵۹-۵۱۱۴] رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور آپ اس وقت محرم تھے۔

(صحیح مسلم:۱۴۱۰ ' الرقم المسلسل:۳۳۴۱ ' سنن ترمذی:۸۴۵ ' سنن نسائی:۳۲۶۹ ' سنن ابن ماجہ:۱۹۶۵ ' المعجم الکبیر:۱۱۹۱۹ ' صحیح ابن حبان:۴۱۲۹ ' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۵ طبع قدیم ' مسند احمد:۲۲۰۰ - ج ۴ ص ۷۹ ' مؤسسۃ الرسالۃ ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تعارف ہو چکا ہے ' اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور اس وقت آپ مُحرِم تھے۔

مُحرِم کے نکاح کرنے کے جواز میں اختلاف ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء مدینہ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا تھا جب آپ غیر محرم تھے ' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے ' اہل مدینہ یہ کہتے ہیں کہ محرم کسی سے نکاح نہ کرے ' اگر اس نے نکاح کیا تو وہ نکاح باطل ہے ' حضرت عمر بن الخطاب ' حضرت علی ' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے ' امام مالک ' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے ' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو رافع اور ایک انصاری رضی اللہ عنہما کو بھیجا ' انہوں نے آپ کا حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عمرہ کے لیے) روانہ ہونے سے پہلے مدینہ میں تھے۔(موطأ امام مالک - باب نکاح المحرم - حدیث:۶۹ - ج ۱ ص ۲۲۶ ' المکتبۃ التوفیقیہ ' سنن ترمذی:۸۴۲)

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ نے ابان بن عثمان کی طرف پیغام بھیجا اور ابان اس وقت حج کے امیر تھے اور وہ دونوں محرم تھے ' انہوں نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں طلحہ بن عمر کا شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے نکاح کر دوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس نکاح کی تقریب میں شرکت کریں ' ابان نے اس پر انکار کیا اور کہا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ محرم نہ خود نکاح کرے گا اور نہ کسی کا نکاح کرے گا اور نہ نکاح کا پیغام دے گا۔(موطأ امام مالک - کتاب الحج - باب نکاح المحرم - حدیث:۷۰ ' صحیح مسلم:۱۴۰۹ ' سنن ابوداؤد:۱۸۴۱ ' سنن ترمذی:۸۴۰ ' سنن نسائی:۲۸۴۲ ' سنن ابن ماجہ:۱۹۶۶)

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابو غطفان بن طریف المری نے بیان کیا کہ ان کے والد طریف نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ اس وقت محرم تھے تو حضرت عمر بن الخطاب نے ان کے نکاح کو رد کر دیا۔
(موطأ امام مالک - کتاب الحج - باب نکاح المحرم - حدیث:۷۱ ' امام مالک اس روایت میں منفرد ہیں)

امام مالک از نافع ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ محرم نکاح کرے نہ نکاح کا پیغام دے ' اپنا نہ دوسرے کا۔(موطأ امام مالک - کتاب الحج - باب نکاح المحرم - حدیث:۷۲ ' اس حدیث کی روایت میں بھی امام مالک منفرد ہیں - ج ۲ ص ۲۲۶ ' المکتبۃ التوفیقیہ ' بیروت)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: الثوری اور فقہاء احناف کا یہ مذہب ہے کہ محرم کے لیے اپنا نکاح کرنا بھی جائز ہے اور دوسروں کا نکاح کرانا بھی جائز ہے اور یہ حضرت ابن مسعود ' حضرت ابن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا موقف ہے۔

امام طبری نے یہ کہا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ محرم کا نکاح فاسد ہے اور اس نکاح کو فسخ کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت

Marfat.com

عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نکاح سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' اس کے معارض دوسرے صحابہ کی وہ احادیث ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا' اس وقت آپ غیر محرم تھے' اور وہ احادیث جن میں یہ ذکر ہے کہ آپ اس وقت محرم تھے' ان احادیث سے اولیٰ اور ان پر راجح نہیں ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوحنیفہ کی تائید میں محرم کے نکاح کے جواز کے ثبوت میں احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم (ائمہ ثلاثہ) کا یہ مذہب ہے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ محرم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا نکاح کرے نہ دوسرے کا' نہ نکاح کا پیغام دے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ محرم نکاح کرے لیکن وہ اپنی بیوی سے عمل تزویج نہیں کر سکتا حتیٰ کہ وہ احرام کھول کر حلال ہو جائے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' سو آپ تین دن مکہ میں ٹھہرے' پھر آپ کے پاس حوطب بن عبدالعزیٰ تیسرے دن قریش کی جماعت میں سے آپ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جتنی مدت کی مہلت دی تھی' وہ پوری ہو چکی ہے اب آپ ہمارے پاس سے چلے جائیں' تو آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے اتنا وقت گزارنے دو کہ میں تمہارے درمیان شب زفاف گزار لوں اور ہم کھانا پکائیں اور تم بھی اس میں شریک ہو تو اس میں تمہیں کوئی حرج نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں ہے' آپ چلے جائیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ روانہ ہو گئے اور آپ نے مقام سرف (مکہ سے دس میل دور ایک جگہ) میں شب زفاف گزاری۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۲۱' صحیح البخاری: ۱۸۳۷' صحیح مسلم: ۱۴۱۰' سنن نسائی: ۳۲۶۹' سنن ترمذی: ۸۴۵' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱-۳۶۰-۳۵۴-۳۵۱-۳۴۶-۳۳۶-۳۳۳-۳۳۰-۳۲۴-۲۸۶-۲۸۵-۲۸۳-۲۷۵-۲۷۰-۲۶۶-۲۴۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۲۹)

محرم کے نکاح کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے مزید دلائل

امام ابوجعفر طحاوی بیان کرتے ہیں کہ پہلے قول کے قائلین (ائمہ ثلاثہ اور ان کے متبعین) نے کہا: تمہارا متبع کون ہے؟ جب کہ ابورافع اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ اس وقت غیر محرم تھے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

ابورافع بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ غیر محرم تھے اور آپ نے ان سے شب باشی کی اور اس وقت آپ غیر محرم تھے اور میں ان کے درمیان پیغام رساں تھا۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۱' سنن ترمذی: ۸۴۲' مسند احمد: ۶۹۳

از یزید بن الاصم حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے واپسی پر مجھ سے مقام سرف

میں نکاح کیا اور اس وقت ہم دونوں غیر محرم تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۳' صحیح مسلم: ۱۴۱۱' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵_۳۳۳_۳۳۲)

ائمہ ثلاثہ کی تائید میں حضرت میمونہ کی حدیث کا مرجوح ہونا

حضرت میمونہ کی حدیث یزید بن الاصم سے مروی ہے' اور جعفر بن برقان نے از میمون بن مہران روایت کیا ہے کہ یہ یزید بن الاصم کا قول ہے' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں ہے اور نہ یہ حدیث کسی اور سے مروی ہے اور جنہوں نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو اس وقت آپ مُحرم تھے' وہ اس کو زیادہ جاننے والے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے زیادہ ثقہ اصحاب' سعید بن جبیر' عطاء' طاؤس' مجاہد' عکرمہ اور جابر بن زید ہیں اور یہ سب ائمہ اور فقہاء ہیں اور ان کی روایات اور ان کی آراء سے استدلال کیا جاتا ہے' اسی طرح ان میں عمرو بن دینار' ایوب السختیانی اور عبداللہ بن نجیح ہیں اور یہ بھی ایسے ائمہ ہیں جن کی روایات کی اقتداء کی جاتی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

محرم کے نکاح کے جواز میں عقلی دلیل

امام طحاوی نے اس مسئلہ پر عقلی دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ روزہ دار اور معتکف ان میں سے ہر ایک پر جماع کرنا حرام ہے لیکن روزے اور اعتکاف کی وجہ سے عقد نکاح حرام نہیں ہے' اسی طرح محرم پر بھی جماع حرام ہے لیکن اس پر عقد نکاح حرام نہیں ہے' سو اس باب میں نظر کا بھی تقاضا ہے کہ محرم پر عقد نکاح حرام نہیں ہونا چاہیے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے اور ان کی تائید میں صحابہ کرام کے حسب ذیل آثار ہیں:

محرم کے نکاح کے جواز میں آثارِ صحابہ اور فقہاء تابعین کے فتاویٰ

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ محرم کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۱۷' مجلس علمی' بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۲۲' مجلس علمی' بیروت)

محمد بن ابی بکر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے محرم کے نکاح کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ عقد تو بیع کی طرح ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۳۹)

فقہاء تابعین میں سے جابر بن زید' عطاء' ابراہیم النخعی' عبدالرحمان بن القاسم' حماد' قتادہ' عکرمہ اور مسروق اس کے قائل تھے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۹۲_۹۰' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

روایتِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وجوہ ترجیح از مصنف

نیز اس مسئلہ میں قوی دلیل یہ ہے کہ یہاں پر دو حدیثیں ہیں' ایک حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو آپ محرم تھے' دوسری حدیث حضرت ابورافع سے مروی ہے کہ جب آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا تھا تو آپ غیر محرم تھے' پہلی حدیث کو حسب ذیل وجوہ سے ترجیح ہے:

(۱) پہلی حدیث' صحیح بخاری کی روایت ہے اور دوسری حدیث صحیح مسلم' سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی وغیرہ کی روایت ہے اور صحیح بخاری کی روایت کو دیگر کتب حدیث کی روایت پر ترجیح ہے جب کہ صحیح بخاری کی حدیث کو صحیح مسلم' سنن ترمذی' سنن نسائی اور

Marfat.com

سنن ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۲) پہلی حدیث' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری حدیث حضرت ابورافع سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس گھر کے آدمی ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں اور حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں اور حضرت ابورافع غیر اور باہر کے آدمی ہیں اور نکاح کے معاملہ کو گھر کا آدمی باہر کے آدمی کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہے' اس لیے حضرت ابن عباس کی روایت حضرت ابورافع کی روایت سے اس لحاظ سے بھی راجح ہے اور قوت سند کے اعتبار سے بھی راجح ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس کی روایت میں اس واقعہ کا ثبوت ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے اور حضرت ابورافع کی روایت میں اس واقعہ کی نفی ہے اور جب کسی واقعہ کے ثبوت اور اس واقعہ کی نفی کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے' اس اعتبار سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت حضرت ابورافع کی روایت پر راجح ہے۔ ترجیح کی ان تین وجوہ میں سے پہلی دو وجوہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء کی ہیں اور یہ مجھ پر نعمۃ الباری ہے۔

وللّٰه الحمد علی ذالك.

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۳۴۸۔ ج ۳ ص ۸۱۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① محرم کے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ ② امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر علامہ نووی کے اعتراضات ③ علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات۔

۱۳ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الطِّيْبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

محرم اور محرمہ کو خوشبو لگانے کی ممانعت

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ اَوْ زَعْفَرَانٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ محرمہ ایسا کپڑا نہ پہنے جو ورس (خوشبودار بوٹی جس سے زرد رنگ نکلے) یا زعفران سے رنگا ہوا ہو۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۳ پر مذکور ہے۔

۱۸۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَاذَا تَأْمُرُنَا اَنْ تَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْاِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيْصَ، وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا الْبَرَانِسَ، اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدٌ لَيْسَتْ لَهٗ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوْا شَيْئًا مَسَّهٗ زَعْفَرَانٌ وَّلَا الْوَرْسُ، وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ، وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. تَابَعَهٗ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، وَاِسْمَاعِيْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں احرام میں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قمیص نہ پہنو اور شلواریں نہ پہنو اور عمامے نہ پہنو اور کنٹوپ نہ پہنو تاہم اگر کسی شخص کے پاس دو جوتے نہ ہوں تو وہ دو موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے اور تم کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جو ورس یا زعفران سے رنگا ہوا ہو' اور جو عورت محرمہ وہ نقاب نہ ڈالے اور دستانے نہ پہنے۔ موسیٰ بن عقبہ

بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ، وَجُوَيْرِيَةُ، وَابْنُ إِسْحَاقَ فِي النِّقَابِ وَالْقُفَّازَيْنِ، وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَلَا وَرْسٌ. وَكَانَ يَقُولُ لَا تَتَنَقَّبِ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. وَقَالَ مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَا تَتَنَقَّبِ الْمُحْرِمَةُ. وَتَابَعَهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ.

اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور جویریہ اور ابن اسحاق نے نقاب اور دستانوں میں لیث کی متابعت کی ہے اور عبید اللہ نے کہا کہ ورس میں نہ رنگا ہو' اور وہ کہتے تھے کہ محرمہ نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانے پہنے' اور امام مالک نے کہا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما: محرمہ نقاب نہ ڈالے۔ اور لیث بن ابی سلیم نے امام مالک کی متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ، وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ، وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از الحکم از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک محرم شخص کو اس کی اونٹنی نے گرا دیا' سو اس کو ہلاک کر دیا' پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا' آپ نے فرمایا: اس کو غسل دو اور اس کو کفن پہناؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو اور نہ اس کے قریب خوشبو لاؤ' یہ قیامت کے دن لبیک لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا غسل کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم حمام میں داخل ہو سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۳ میں ہے۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ بِالْحَكِّ بَأْسًا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم محرم کے کھجانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۳ میں ہے۔

۱۸۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْعَبَّاسِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ، وَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از ابراہیم بن عبد اللہ بن حنین از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہ کا مقام ابواء میں اختلاف ہوا' حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسور نے کہا: محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا' پس مجھے حضرت عبد اللہ بن عباس نے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہم کی

Marfat.com

يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ، أَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوْبَ يَدَهٗ عَلَى الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهٗ حَتّٰى بَدَا لِي رَأْسُهٗ، ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اُصْبُبْ، فَصَبَّ عَلٰى رَأْسِهٖ، ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، وَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

طرف بھیجا تو میں نے دیکھا کہ وہ کنویں کی دولکڑیوں کے درمیان نہا رہے ہیں' اور انہوں نے ایک کپڑے سے پردہ کیا ہوا ہے' میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں عبداللہ بن حنین ہوں' مجھے آپ کے پاس حضرت عبداللہ بن عباس نے بھیجا ہے' میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ جب محرم ہوتے تھے تو اپنا سر کس طرح دھوتے تھے؟ تو حضرت ایوب نے اپنا ہاتھ پردہ پر رکھا' پھر اس کو اتنا نیچا کیا حتیٰ کہ مجھے ان کا سر دکھائی دیا' پھر ایک شخص سے کہا جو ان پر پانی ڈال رہا تھا کہ پانی ڈالو پس اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا' پھر دونوں ہاتھوں سے انہوں نے سر کو ہلایا' سر کو آگے لے گئے اور پیچھے لائے اور کہا: میں نے اس طرح رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۵' الرقم المسلسل: ۲۷۷۸' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۰' سنن نسائی: ۲۶۶۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۴' مسند الحمیدی: ۳۷۹' سنن دارمی: ۱۷۹۳' المنتقی: ۴۴۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۵۰' المعجم الکبیر: ۳۹۷۷' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۲' المستدرک ج ۳ ص ۴۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۶' مسند احمد: ۲۳۵۲۹۔ ج ۳۸ ص ۵۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

محرم کے سر دھونے میں ائمہ کا اختلاف' صحابہ کا فقہی مسائل میں اختلاف کرنا اور مسئلہ کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرنا

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا فقہی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا جیسے حضرت مسور اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مُحرِم کے سر دھونے میں اختلاف ہوا اور وہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے تھے' پھر اس کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے جیسے انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری کی طرف رجوع کیا اور انہوں نے محرم کے سر دھونے کے متعلق حدیث بیان کی۔

حضرت ابوایوب ایک کپڑے سے پردہ کر کے نہا رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ نہانے والے کو پردہ میں نہانا چاہیے۔

ایک شخص حضرت ابوایوب پر پانی ڈال رہا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ غسل میں محفوظ طریقہ سے کسی سے مدد لینا جائز ہے۔

عبداللہ بن حنین نے ان کو سلام کر کے اپنا مسئلہ پیش کیا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص غسل کر رہا ہو' اسے سلام کرنا اور اس سے دین اور شریعت کے متعلق باتیں کرنا جائز ہے۔ (نوٹ: آج کل کے اٹیچڈ باتھ روم (Attached Bath Room) میں دینی مسائل نہیں پوچھنے چاہئیں۔ سعیدی غفرلہ)

جب حضرت مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس میں اختلاف ہوا تو انہوں نے حضرت ابوایوب سے مسئلہ کا حل معلوم کرایا' اس سے معلوم ہوا کہ جب دو عالموں میں اختلاف ہو تو کسی تیسرے بڑے عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس میں حیاء اور انا کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے۔

۔ علامہ قرطبی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ غسل میں بدن کو ہاتھوں سے ملنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوایوب انصاری

Marfat.com

اپنے بدن کو ہاتھوں سے مل مل کر دھو رہے تھے۔

محرم کے سر دھونے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک محرم کا سر دھونا جائز ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی محرم کا سر دھونا جائز ہے اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک محرم کے سر دھونے کو مکروہ کہتے تھے' اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بغیر احتلام کے سر نہیں دھوتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۵۔ ج ۳ ص ۳۶۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:
(۱) محرم کے غسل کے متعلق مسائل اور احکام (۲) محرم کا خوشبودار صابن سے غسل اور شیمپو سے سر دھونے کا حکم۔

۱۵ - بَابُ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو پہن لے

۱۸۴۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ مَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ' وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ لِلْمُحْرِمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں خطبہ دے رہے تھے کہ جس کو دو جوتے نہ ملیں وہ دو موزے پہن لے اور جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے' یہ حکم محرم کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۴۰ میں گزر چکی ہے' البتہ بعض الفاظ کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

اگر محرم کو تہبند دستیاب نہ ہو اور وہ شلوار پہن لے تو آیا اس پر فدیہ لازم ہوگا یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جب مُحرِم کو تہبند نہ ملے تو اس کے لیے شلوار پہننا جائز نہیں ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ جب مُحرِم کو تہبند نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ عطاء' ثوری' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور نے کہا ہے: وہ شلوار پہن لے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جب مُحرِم نے شلوار پہنی تو اس پر فدیہ واجب ہے' خواہ اس کو تہبند ملا ہو یا نہ ملا ہو' تاہم وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند بنا لے۔ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے' آپ کا یہ ارشاد اس صورت پر محمول ہے کہ وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند کی طرح پہن لے' جس طرح موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر ان کو جوتوں کی جگہ پہنا جاتا ہے (گویا اس ارشاد میں مطلق مقید پر محمول ہے) اور جب حدیث سے اس معنی کا ارادہ کیا جائے گا تو اس حدیث کی مخالفت لازم نہیں آئے گی بلکہ اس حدیث میں تاویل ہوگی۔

Marfat.com

اور نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ جب محرم کو تہبند میسر ہو تو اس کے لیے شلوار کو پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا احرام اس سے منع کرتا ہے' پس ہم نے ارادہ کیا کہ ہم یہ دیکھیں کہ اگر اس نے ضرورت کی وجہ سے شلوار پہنی تو آیا اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں! پس ہم نے یہ دیکھا کہ متعدد کام پہلے جائز ہوتے ہیں اور احرام میں وہ ممنوع ہوتے ہیں جیسے عمامہ باندھنا اور شلوار اور قمیص پہننا اور جو شخص سخت دھوپ اور گرمی میں ضرورت کی وجہ سے اپنا سر ڈھانپ لے یا سخت سردی کی وجہ سے کپڑے پہن لے تو اس پر کفارہ ہے' اسی طرح اس کے لیے پہلے اپنا سر مونڈنا جائز تھا اور احرام نے اس پر اپنے سر مونڈنے کو حرام کر دیا اور جس شخص نے مرض کی ضرورت کی وجہ سے اپنا سر مونڈا تو اس پر کفارہ لازم ہے' اسی طرح جب کسی شخص کو تہبند نہیں ملا تو اس نے برہنگی سے بچنے کی ضرورت کی وجہ سے شلوار کو پہن لیا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۰۲۔۲۰۱' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ مخالفین نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مراد ہو کہ جس نے ضرورت کی وجہ سے شلوار پہنی تو اس کا یہ عمل جائز ہے' یا آپ کی یہ مراد ہو کہ شلوار پہننے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط ہو جائے گا' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ نے ضرورت کی وجہ سے باقی سلے ہوئے کپڑوں میں سے صرف شلوار کو مستثنیٰ کیا ہو' کیونکہ دیگر سلے ہوئے کپڑوں میں سے شلوار کی کوئی خصوصیت نہیں ہے' پھر یہی متعین ہو جاتا ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ ضرورت کی وجہ سے شلوار پہننے سے اس پر فدیہ نہیں ہوگا۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے سلے ہوئے کپڑوں میں سے شلوار کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ جب اس کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ شلوار پہن سکتا ہے کیونکہ تہبند سے مقصود شرم گاہ کو چھپانا ہوتا ہے اور یہ شلوار کا بدل ہے اور اس جگہ کو منکشف کرنا اور کھولنا جائز ہے اور قمیص بدن کے اوپر والے حصہ پر پہنی جاتی ہے اور اس کو کھولنا جائز ہے' پس قمیص کی بہ نسبت شلوار کی زیادہ شدید ضرورت ہے' پس جب اس نے شلوار پہن لی تو اس کی شرم گاہ کا ستر ہو گیا اور اس کا باقی جسم احرام کے حکم سے کھلا رہے گا اور اس عذر کی بناء پر شلوار پہننے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط نہیں ہوگا جیسے عذر کی وجہ سے سر کے بال مونڈنے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط نہیں ہوتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۵۔۴۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن الحسن' امام الحرمین اور فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند کی طرح بنا کر پہن لے اور امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ محرم کے لیے شلوار پہننا مطلقاً منع ہے' امام مالک سے بھی اس کی مثل منقول ہے اور ہمارے اصحاب میں سے امام ابوبکر رازی نے یہ کہا ہے کہ جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن سکتا ہے اور اس پر فدیہ لازم ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں امام محمد بن الحسن کے قول پر فتویٰ دینا چاہیے اور امام ابوجعفر طحاوی حنفی کی تحقیق اور علامہ ابن بطال کے دلائل اور امام ابوبکر رازی کا قول اس کی تائید کرتے ہیں۔

۱۸۴۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

فَقَالَ لَا یَلْبَسِ الْقَمِیْصَ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِیْلَاتِ، وَلَا الْبَرَانِسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَّلَا وَرْسٌ، وَإِنْ لَّمْ یَجِدْ نَعْلَیْنِ فَلْیَلْبَسِ الْخُفَّیْنِ، وَلْیَقْطَعْهُمَا حَتّٰی یَکُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ.

سے یہ سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامے نہ پہنے اور شلواریں نہ پہنے اور کنٹوپ (لمبی ٹوپی جو کان ڈھانپ لے) نہ پہنے اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور ورس (ایک جڑی بوٹی جس سے زرد رنگ نکلتا ہے) میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ دے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۶ - بَابٌ إِذَا لَمْ یَجِدِ الْإِزَارَ فَلْیَلْبَسِ السَّرَاوِیْلَ

جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن لے

۱۸۴۳ - حَدَّثَنِیْ اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَیْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ مَنْ لَّمْ یَجِدِ الْإِزَارَ فَلْیَلْبَسِ السَّرَاوِیْلَ، وَمَنْ لَّمْ یَجِدِ النَّعْلَیْنِ فَلْیَلْبَسِ الْخُفَّیْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عرفات میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے اور جس شخص کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۴۱' اور ۱۸۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷ - بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کے لیے ہتھیار پہننے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت محرم ہتھیار پہن سکتا ہے۔

وَقَالَ عِکْرِمَةُ إِذَا خَشِیَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدٰی. وَلَمْ یُتَابَعْ عَلَیْهِ فِی الْفِدْیَةِ.

اور عکرمہ نے کہا: جب محرم کو دشمن سے خطرہ ہو تو وہ ہتھیار پہن لے اور فدیہ دے' اور فدیہ دینے میں اس کی متابعت نہیں کی گئی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ محرم حج اور عمرہ میں ہتھیار اٹھالے اور حسن بصری نے اس کو مکروہ کہا ہے اور یہ حدیث حسن بصری کے خلاف حجت ہے جو خطرہ کے وقت ہتھیار اٹھانے کو مکروہ کہتے ہیں اور عکرمہ کے خلاف حجت ہے جو اس پر فدیہ کو واجب کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸۴۴ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ، عَنْ إِسْرَائِیْلَ، عَنْ اَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِعْتَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ، فَاَبٰی اَهْلُ مَکَّةَ اَنْ یَّدَعُوْهُ یَدْخُلُ مَکَّةَ حَتّٰی قَاضَاهُمْ لَا یُدْخِلُ مَکَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِی الْقِرَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے اس سے انکار کر دیا کہ وہ آپ کو مکہ میں داخل ہونے کے لیے چھوڑ دیں حتیٰ کہ انہوں نے اس پر صلح کی کہ آپ مکہ میں ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر داخل ہوں

Marfat.com

گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۷۸۱ میں گزرگئی ہے۔

۱۸ - بَابُ دُخُوْلِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

مکہ میں اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کا حج اور عمرہ کا ارادہ نہ ہوتو وہ بغیر احرام کے حرم میں داخل ہوسکتا ہے۔

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَالًا. اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں اقامت کی' پھر وہ مدینہ جانے کے لیے مکہ سے نکلے حتیٰ کہ جب وہ مقام قدید (مکہ سے سوکلومیٹر ایک جگہ) پر پہنچے تو ان کو یہ خبر پہنچی کہ فتنہ پرور لوگوں کا لشکر مدینہ میں داخل ہو چکا ہے تو اب انہوں نے اہل مدینہ کے پاس جانے کو ناپسند کیا تو وہ مکہ واپس آ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۳۷۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۱۳۵۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

جعفر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد اور عمرو بن دینار اپنی زمینوں کی طرف گئے جو حرم سے خارج تھیں' پھر وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۳۷۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۱۳۵۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام مالک بن انس بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۳۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۱۳۵۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَإِنَّمَا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْإِهْلَالِ لِمَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' وَلَمْ يَذْكُرْهُ لِلْحَطَّابِيْنَ وَغَيْرِهِمْ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کا حکم صرف ان لوگوں کو دیا ہے جو حج اور عمرہ کریں اور لکڑہاروں وغیرہ کو یہ حکم نہیں دیا۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جو جنگل سے لکڑیاں چن کر بیچنے کے لیے مکہ لاتے ہیں' اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو جائے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۸۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ' عَنْ أَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ' وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ' وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ' هُنَّ لَهُنَّ' وَلِكُلِّ اٰتٍ أَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ' مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ' حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو' یہ ان کے لیے میقات ہیں اور جو ان جگہوں پر آنے والے ہوں اور ان جگہوں کے رہنے والے نہ ہوں' جو حج اور عمرہ کا ارادہ کریں' اور جو ان مقامات کے ماوراء رہتے ہوں' ان کے لیے

میقات ہے جہاں سے وہ روانہ ہوں حتیٰ کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۵۲۱ میں گزر چکی ہے تاہم مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے مسئلہ کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

امام بخاری کے اس پر دلائل کہ جس کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو'وہ بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہوسکتا ہے

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو'وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوسکتا ہے'اس پر امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ میقات ان لوگوں کے لیے مقرر کیے ہیں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کریں'اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جن کا ارادہ حج اور عمرہ کا نہ ہو'وہ ان جگہوں سے بغیر احرام کے بھی گزر سکتے ہیں۔

امام بخاری نے اس باب کی دوسری حدیث سے بھی استدلال کیا ہے'وہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خَود تھا۔الحدیث (صحیح البخاری:۱۸۴۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کا سر خَود سے ڈھکا ہوا تھا اگر آپ نے احرام باندھا ہوا ہوتا تو آپ کا سر کھلا ہوا ہوتا۔

مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القصار نے کہا ہے: جس شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو'اس کے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے متعلق امام شافعی اور امام مالک کا قول مختلف ہے'ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ مکہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے شہروں سے مختلف ہے' سوائے لکڑہاروں کے اور جو اس کے قریب ہوں مثلاً جدہ اور طائف اور عسفان کے لوگ کیونکہ ان کا وہاں اکثر آنا جانا ہوتا ہے'امام ابوحنیفہ اور لیث کا بھی یہی قول ہے'اور دوسری بار انہوں نے یہ کہا کہ مکہ میں احرام باندھ کر داخل ہونا مستحب ہے'واجب نہیں ہے۔(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۶۷-۴۶۶'دار الکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۲۴ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ جن کا گھر کسی میقات میں ہو یا ان کا گھر میقات سے کم فاصلہ پر ہو'اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے اور جس کا گھر میقات سے پیچھے ہو'اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابن عمر مکہ سے مدینہ جانے کے لیے نکلے'جب وہ مقام قدید کے قریب پہنچے تو ان کو مدینہ میں فسادیوں کی خبر پہنچی' پھر وہ واپس لوٹ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوگئے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۳۷۰۱'مجلس علمی'بیروت)(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۶-۳۴۵'قدیمی کتب خانہ کراچی)

مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے جواز پر بعض علماء کی دلیل

جن علماء نے مکہ میں بغیر احرام کے دخول کو جائز کہا ہے'انہوں نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ حج زندگی میں ایک بار فرض ہوتا ہے'اسی طرح عمرہ بھی ایک بار ہوتا ہے'پس جنہوں نے مطلقاً مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کو واجب کہا ہے'انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرح اس کو واجب کیا ہے۔(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۷-۴۶۶'دار الکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

دلیل مذکور پر مصنف کا ردّ کرنا اور اس پر دلیل قائم کرنا کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ آخری دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے لیکن نفل حج کا زندگی میں ہر سال کرنا مشروع ہے۔ اسی طرح عمرہ بھی زندگی میں ایک بار کرنا سنت مؤکدہ یا واجب ہے' لیکن اگر کوئی شخص زندگی میں بار بار عمرہ کرتا رہے تو یہ بھی مشروع ہے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زندگی میں ہر سال حج اور عمرہ کرتے رہے حتیٰ کہ جس سال مسلمانوں کی خارجیوں کے ساتھ جنگ متوقع تھی' وہ اس سال بھی حج اور عمرہ کے لیے گئے اور اپنے بیٹوں کے منع کرنے سے نہیں رکے اور اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ بغیر احرام باندھے کرنا صحیح نہیں ہے اور مکہ میں دخول کے لیے احرام کو کسی نے اپنی عقل سے واجب نہیں کیا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے واجب کیا ہے:

بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے' اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا' سو جو شخص بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے اور نہ مکہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز ہے' اور اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس میں قتال کرنے سے اس میں قتال کرنے کی رخصت پر استدلال کرے تو تم اس سے کہو کہ بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی اور مجھے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اجازت دی گئی تھی اور اب کل کی طرح اس کی حرمت آج پھر لوٹ آئی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۲)

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا ہے: میرے لیے مکہ کو دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۳) اس کا معنی ہے: مکہ میں بغیر احرام کے دخول کو میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا اور اب میرے بعد کسی کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۳' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پس مکہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے' نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے گا نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس کی گری پڑی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا کوئی اٹھائے گا اور نہ اس کی سبز گھاس کو کاٹا جائے گا ماسوا اذخر کے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۴۔ ۱۸۳۳)

اور جب مکہ قیامت تک کے لیے حرم ہے تو قیامت تک اس میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے' ماسوا ان لوگوں کے جو مکہ کے میقات کے اندر رہتے ہیں اور انہیں لکڑیاں چن کر لانے کے لیے یا پھل توڑ کر لانے کے لیے بار بار مکہ میں جانا پڑتا ہے کیونکہ اگر ان پر بھی مکہ میں دخول کے لیے احرام کو واجب کیا جائے تو اس سے ان پر حرج لازم آئے گا اور حرج کی وجہ سے احکام میں تخفیف کر دی جاتی ہے جیسے مرض اور سفر کی وجہ سے روزہ ترک کرنے کی رخصت دی گئی ہے یا نابینا اور لنگڑے سے جہاد کی فرضیت کو ساقط کیا گیا ہے یا بیمار اور مسافر سے وضوء کو ساقط کر کے تیمم کی رخصت دی گئی ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۳ ملخصاً' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر علامہ عینی کے تتبع سے فقہاء کے اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ الزہری' الحسن البصری' امام شافعی کا ایک قول' امام مالک کی ایک روایت' اور ابن وہب اور داؤد بن علی ظاہری

(غیر مقلدین کا امام اور اس فرقے کا بانی) ان سب کا قول یہ ہے کہ حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عطاء بن ابی رباح لیث بن سعد ثوری امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک کی دوسری روایت جو ان کی صحیح روایت ہے اور امام شافعی کا مشہور قول امام احمد ابوثور اور الحسن بن حی کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا گھر میقات کے پار ہو وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتا' اگر وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گیا تو اس نے برا کام کیا' امام شافعی کے نزدیک اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر لازم ہے کہ وہ حج یا عمرہ کرے۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ شہروں کے فقہاء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ لکڑیاں چننے والا اور جو ہمیشہ دن رات میں کئی بار مکہ میں داخل ہوتے ہیں' ان کو احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس میں ان پر مشقت ہے اور ابن وہب مالکی نے کہا کہ میں ابن شہاب کے اس قول کو مسترد کرتا ہوں کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' سوا اس شخص کے جو طائف سے پھل لے کر آتا ہے یا لکڑیاں بیچنے کے لیے لاتا ہے' اس کے لیے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا' ان سے کہا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو دوبارہ مکہ میں گئے تھے تو بغیر احرام کے گئے تھے' اس کا کیا جواب ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر کا اس وقت عذر تھا کیونکہ اس وقت مدینہ میں دہشت گرد اور مفسدین داخل ہو چکے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر مصنف کے تتبع سے احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین

میں کہتا ہوں کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول کی ممانعت اور عدم جواز کے ثبوت میں علامہ عینی حنفی نے اقوال فقہاء ذکر کیے ہیں' ان کو چاہیے تھا کہ وہ اس کے ثبوت میں احادیث اور آثار پیش کرتے کیونکہ وہ کسی فقہ کی کتاب کی شرح نہیں لکھ رہے تھے بلکہ حدیث کی کتاب کی شرح لکھ رہے تھے' بہر حال ہم اپنی بساط کے مطابق اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث اور آثار پیش کر رہے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یہ حدیث مرسل ہے اور اس کو خصیف نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے اور اس کا حافظہ ٹھیک نہیں تھا مگر اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور ان کی حدیث متصل السند ہے:

از خصیف از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۲۳۶' ج ۱۱ ص ۳۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں خصیف ہے اور اس میں بحث ہے اور ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۷' دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

اس حدیث کی مزید تائید اور تقویت حسب ذیل آثار اور فتاویٰ تابعین سے ہوتی ہے:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی شخص ذات عرق سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

داؤد بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے ان سے کہا کہ جب تم دوسرے شہر سے آؤ تو احرام باندھے بغیر حد سے تجاوز نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ محمد نے کہا کہ کوئی شخص احرام کے بغیر میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آدمی چاہے اپنے گھر سے احرام باندھے یا گھر سے تجاوز کر کے باندھے لیکن میقات سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۳۔ج ۳ ص ۵۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ)

ابو الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس شخص پر رد کرتے تھے جو میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرتا تھا، یعنی اس کو واپس لوٹاتے تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۳۔ج ۳ ص ۵۳۶، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰، مسند الشافعی ج ۲ ص ۱۴۰)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: جس نے خطاءً میقات سے احرام نہیں باندھا یا عمداً میقات سے احرام نہیں باندھا، وہ واپس میقات پر جا کر احرام باندھے، سوا اس صورت کے کہ وہ کسی مرض یا درد کی وجہ سے معذور ہو یا اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ واپس گیا تو اس کا حج فوت ہو جائے گا تو اس پر ایک قربانی کرنا لازم ہے اور کم سے کم قربانی بکری کی ہے (امام شافعی نے کہا ہے کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں)۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۵۔ج ۳ ص ۵۳۶، کتاب الام للامام الشافعی ج ۲ ص ۱۳۹)

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا اور واپس نہیں لوٹا، اس پر قربانی کے وجوب میں امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص حج کے افعال میں سے کسی فعل کو بھول گیا یا اس نے کسی فعل کو ترک کر دیا تو وہ اس کے لیے قربانی کرے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۵۳۷، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کسی شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا اور اس کو یہ خطرہ تھا کہ اگر وہ میقات سے احرام باندھنے کے لیے واپس لوٹا (تو اس کا حج فوت ہو جائے گا) تو اس پر ایک قربانی کرنا واجب ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۶۔ج ۳ ص ۵۳۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ)

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا، امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کا وجوب

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا تو فقہاء احناف نے بھی اس پر ایک قربانی لازم کی ہے۔

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

پھر جب آفاقی (دوسرے ملک کا باشندہ) مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوا اور اس کا حج اور عمرہ کا ارادہ نہیں تھا، اس پر واجب ہے کہ وہ مکہ میں حج یا عمرہ کی نیت سے داخل ہو کیونکہ جب وہ مکہ میں دخول کے قصد سے میقات تک پہنچ گیا تو اس پر احرام باندھنا واجب ہو گیا اور احرام حج کے لیے ہوتا ہے یا عمرہ کے لیے ہوتا ہے، پس اس پر لازم ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کا احرام باندھے اور جو چیز کسی انسان پر واجب ہو، وہ اس کے ادا کرنے سے ہی ساقط ہوتی ہے، پس اگر اس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور وہ میقات تک واپس نہیں گیا تو اس پر ایک قربانی لازم ہے کیونکہ اس نے میقات کا حق ترک کر دیا اور اگر وہ میقات پر واپس گیا اور اس نے وہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو پھر اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۱۴۔۱۳، مجلس العلمی بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۸۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن

Marfat.com

تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهٗ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُّتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ اقْتُلُوْهُ.[اطراف الحدیث: ۳۰۴۴-۴۲۸۶-۵۸۰۸]

شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مکہ میں) داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خود (لوہے کی ٹوپی) تھی، جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۷' الرقم المسلسل: ۳۱۹۸' سنن ابوداؤد: ۲۶۸۵' سنن ترمذی: ۱۶۹۹' سنن نسائی: ۲۸۶۵-۲۸۶۴' سنن ابن ماجہ: ۲۸۰۵)

مکہ میں دخول کے وقت آپ نے خود پہنا ہوا تھا یا عمامہ' ان حدیثوں میں تطبیق اور دیگر مسائل

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان تھا: مکہ اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا' اگر آپ نے احرام باندھا ہوا ہوتا تو اس وقت آپ کا سر کھلا ہوا ہوتا' اس کی زیادہ وضاحت اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے' اس وقت آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور آپ بغیر احرام کے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۵۸' سنن نسائی: ۵۳۵۴-۲۸۶۶' سنن ترمذی: ۱۶۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۱۵۷' ج ۲۳ ص ۳۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس پر یہ اشکال ہے کہ امام بخاری کی روایت کے مطابق آپ نے خود پہنا ہوا تھا اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ قاضی عیاض نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ابتداءً آپ کے سر پر خود تھا' بعد میں آپ نے خود اتار کر عمامہ باندھ لیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر پر خود دیکھا تھا اور حضرت جابر نے آپ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا تھا' جس نے آپ کو جس کیفیت میں دیکھا' اس نے اسی کو روایت کر دیا۔

دوسروں نے اس میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ نے خود کے اوپر سیاہ عمامہ لپیٹ لیا تھا یا خود کے نیچے عمامہ تھا تا کہ لوہے کے زنگ سے آپ کے سر پر نشان نہ پڑے' بہر حال ان روایات سے یہ واضح ہو گیا کہ آپ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے۔ حضرت انس نے خود کا ذکر کر کے یہ واضح کیا کہ آپ جنگ کے لیے تیار تھے اور حضرت جابر نے عمامہ کا ذکر کر کے یہ واضح کیا کہ آپ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

اس حدیث سے امام بخاری کا یہ مقصد پورا ہوتا ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے سر میں کوئی تکلیف ہو' جس کی وجہ سے آپ نے سر پر خود یا عمامہ پہنا ہوا تھا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۴۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری کا موقف ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' اس پر امام طحاوی کا تعاقب

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اہل مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا اور ان پر اپنے رسول اور مؤمنین کو مسلط کر دیا اور بے شک یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور وہ میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا اور بے شک وہ اس ساعت میں حرام ہے' اس کے درخت کو کاٹا جائے گا نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے گا اور اعلان

Marfat.com

کرنے والے کے سوا اس میں گری پڑی چیز کو کوئی نہیں اٹھائے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۷۸)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تھے اس دن وہ آپ کے لیے حلال تھا' اس لیے آپ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے اور اس کے بعد مکہ حرام ہو گیا' پس اس کے بعد اس میں کوئی شخص بغیر احرام کے داخل نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس دن آپ کے لیے مکہ حلال تھا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا حلال تھا بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ اس دن اس میں آپ کے لیے مکہ میں قتال کرنا اور خون بہانا حلال تھا اور اس کے بعد یہ حرام ہو گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معنی غلط ہے کیونکہ اگر بالفرض مکہ پر مشرکین کا غلبہ ہو جائے اور وہ مسلمانوں سے وہاں لڑیں تو مسلمانوں کے لیے مکہ میں قتال کرنا اور مشرکین کا خون بہانا مباح ہوگا اور جب اس حدیث میں قتال کے معنی کی نفی ہو گئی تو معین ہو گیا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس دن آپ کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا حلال تھا اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا ممنوع ہو گیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۵-۳۴۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کا یہ موقف کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' صرف داؤد ظاہری اور غیر مقلدین کے نزدیک صحیح ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا صحیح نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک بھی مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا صحیح ہے

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق خان بن حسن متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے اس شخص کا داخل ہونا صحیح ہے جو حج کا ارادہ نہ کرے خواہ وہ کسی وجہ سے بار بار داخل ہو' جیسے لکڑیاں اور گھاس لانے والے اور پانی لانے والے اور شکار کرنے والے وغیرہم یا وہ بار بار داخل نہ ہوں جیسے تاجر اور زائر' خواہ وہ امن سے ہوں یا خوف زدہ ہوں۔ (السراج الوهاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۳ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

دوسرے غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے' امام شافعی کہتے ہیں کہ مکہ میں داخل ہونے والے پر احرام باندھنا واجب نہیں' باقی امام واجب کہتے ہیں' حنابلہ نے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جن کو بار بار آنے جانے کی حاجت پڑتی ہے' ابن عمر رضی اللہ عنہما اور زہری اور حسن (بصری) اور اہل ظاہر کا بھی یہی قول ہے اور حنفیہ سے یہ منقول ہے کہ وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو میقات کے اِس طرف رہتے ہوں' ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اکثر صحابہ اور تابعین وجوب کے قائل ہیں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۲۵۸' نعمانی کتب خانہ لاہور)

یعنی غیر مقلدین کا مذہب اکثر صحابہ و تابعین کے خلاف ہے اور امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

ابن خطل کے ساتھ جن دوسرے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ از مصعب بن سعد از والد خود روایت کرتے ہیں:

جب فتح مکہ کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا سب کو امان دے دی' اور آپ نے فرمایا: ان (چھ افراد) کو قتل کر دو خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا پاؤ: (۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) عبد اللہ بن خطل (۳) مقیس بن صبابہ

Marfat.com

(۴) عبداللہ بن سعد بن ابی السرح' ان چار میں عبداللہ بن خطل تو اس وقت پایا گیا جب وہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا' حضرت سعید بن حریث اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اس کی طرف جھپٹے' پس حضرت سعید نے حضرت عمار پر سبقت کی اور وہ دو مردوں سے زیادہ جوان تھے' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' مقیس بن ضبابہ کو لوگوں نے بازار میں پکڑ کر قتل کر دیا' عکرمہ بن ابی جہل سمندر میں سوار ہو کر چلا گیا' پس ان کو آندھی اور طوفان نے آلیا تو کشتی والوں نے کہا: اپنے اپنے خداؤں سے اخلاص کے ساتھ دعا کرو کیونکہ آج تم کو اس طوفان سے کوئی نہیں بچا سکتا' تب عکرمہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر آج مجھے اس سمندری طوفان سے صرف اخلاص بچا سکتا ہے تو خشکی میں بھی مجھ کو صرف اخلاص ہی بچا سکتا ہے' اے اللہ! میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر آج تو نے مجھے اس طوفان سے بچا لیا تو میں سیدھا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤں گا حتیٰ کہ میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا' پس میں ان کو ضرور بخشنے والا مہربان پاؤں گا' لہٰذا وہ آکر مسلمان ہو گئے' جہاں تک عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کا تعلق ہے تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر چھپ گیا تھا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو حضرت عثمان نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا' اور کہا: یا رسول اللہ! عبداللہ کو بیعت کر لیجئے' آپ نے سر اٹھا کر اس کو تین دفعہ دیکھا اور ہر بار اس کو بیعت کرنے سے انکار کیا' پھر تین دفعہ انکار کے بعد آپ نے اس کو بیعت کر لیا' پھر آپ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں تھا جو اس کی طرف کھڑا ہوتا اور جب وہ مجھے دیکھتا کہ میں اس کو بیعت کرنے سے انکار کر رہا ہوں تو وہ اس کو قتل کر دیتا' تو آپ کے اصحاب نے کہا: ہمیں کیا پتا تھا یا رسول اللہ! کہ آپ کے دل میں کیا ہے' آپ نے اپنی آنکھ سے ہماری طرف اشارہ کیوں نہ کر دیا؟ آپ نے فرمایا: بے شک خیانت کرنے والی آنکھ نبی کی شان کے لائق نہیں ہے۔

(سنن نسائی: ۴۰۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۸۳' دار الفکر بیروت)

ابن خطل اور اس کی دو باندیوں کا تذکرہ اور ان کو قتل کر دینے کے حکم کی وجہ

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن خطل کا نام عبدالعزیٰ بن خطل تھا' یہ اسلام لے آیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا' اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کسی مہم کی طرف بھیجا اور اس کے ساتھ خزاعہ کا ایک آدمی بھی بھیجا' وہ اس کے لیے کھانا تیار کرتا تھا اور اس کی خدمت کرتا تھا' وہ دونوں مجمع میں ٹھہرے' مجمع وہ جگہ ہے جہاں عرب جمع ہو کر صدقات پہنچاتے تھے' اس نے اُس خزاعی کو حکم دیا کہ وہ اس کے لیے کھانا تیار کرے' اور وہ دوپہر کے وقت سو گیا اور جب وہ بیدار ہوا تو خزاعی سویا ہوا تھا اور اس نے اس کے لیے کچھ تیار نہیں کیا تھا' پس ابن خطل نے اس پر حملہ کیا اور اس کو جان سے مار ڈالا اور اسلام سے مرتد ہو کر مکہ بھاگ کر چلا گیا اور وہ اشعار کہتا تھا اور ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو اور مذمت کرتا تھا' اس کی دو گانے والی باندیاں تھیں (یہی وہ دو عورتیں تھیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کرنے کا حکم دیا تھا)' یہ دونوں باندیاں بدکار تھیں' ابن خطل نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو گانا سنائیں اور گانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کریں۔

ان دو عورتوں میں سے ایک کا نام سارہ تھا' یہ عمرو بن ہاشم بن المطلب کی باندی تھی' یہ مکہ میں نوحہ کرنے والی اور گانے والی تھی' یہ فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی' اس نے آپ سے اپنی ضرورت کا اظہار کیا اور آپ سے مدد طلب کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے گانا سنانے سے تمہاری ضروریات پوری نہیں ہوتیں؟ تو اس نے کہا: جب سے قریش کو بدر میں شکست ہوئی ہے انہوں نے گانا سننا چھوڑ دیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مدد کی اور ایک اونٹ پر اس کی ضرورت کا سامان

Marfat.com

لا دیا' وہ قریش کی طرف لوٹ گئی اور ابن خطل اس کو رسول اللہ ﷺ کی ہجو یاد کراتا تھا اور وہ اسے گایا کرتی تھی اور یہی وہ عورت تھی جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا مکتوب چھپا کرلے گئی تھی' پھر یہ مسلمان ہوگئی اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہی۔

دوسری عورت کا نام ارنب تھا' یہ بھی ابن خطل کی باندی تھی' یہ دونوں ابن خطل کی گانے والیاں تھیں اور ابن خطل کو رسول اللہ ﷺ کی ہجو گا کر سنایا کرتی تھیں' ان میں سے ایک سے ایمان کو طلب کیا گیا تو وہ مسلمان ہوگئی اور دوسری کو قتل کر دیا گیا' ان میں سے ایک کا نام فرتنی تھا اور دوسری کا نام قریبہ تھا' اور یہی ارنب ہے جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ فرتنی مسلمان ہوگئی تھی اور قریبہ کو قتل کر دیا تھا۔

محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مقام ذی طویٰ تک پہنچے تو ابن خطل مکہ کی بلند پہاڑیوں سے آ رہا تھا' وہ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار تھا' اس دوران وہ سعید بن العاص کی بیٹیوں کے پاس سے گزرا اور کہا: سنو! یہاں سے (سیدنا) محمد (ﷺ) جب گزریں تو تم ان کا خون اسی طرح گرانا جیسے مشک کے منہ سے پانی گرتا ہے' پھر یہ مقام خندمہ پر گیا تو اس نے اللہ کے لشکر میں گھوڑوں کو اور جنگ کا منظر دیکھا تو اس پر رعب طاری ہوگیا' یہ گھوڑے سے اترا اور کعبہ کے پاس پہنچ گیا' اس نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور بیت اللہ میں داخل ہوگیا اور کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی السرح اور عکرمہ کا تذکرہ

عبداللہ بن سعد بن ابی السرح اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگیا تھا' فتح مکہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی سفارش کی تھی تو اس کا خون معاف کر دیا گیا' اس کے بعد یہ پھر اسلام لے آیا تو اس کا اسلام قبول کر لیا گیا اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد نیک عمل کیے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بعض عہدوں پر مقرر کیا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو گورنر بنایا اور یہ صبح کی نماز میں سجدہ کی حالت میں فوت ہوئے' یہ قریش کے نجباء' کرماء اور عقلاء میں سے تھے۔

حضرت عکرمہ بن ابی جہل کا اسلام بھی قبول کر لیا گیا تھا۔

مِقْیَس بن صُبابہ کا تذکرہ

یہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگیا تھا' جب رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام لے کر قتل کرنے کا حکم دیا تو اس کو مکہ کے بازار میں لوگوں نے پکڑ کر قتل کر دیا تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۵ ص ۲۲۶۔ ۲۲۳ ملخصاً و مرتباً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۰۵۔ ج ۳ ص ۱۳۱۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے جو آٹھ دس سطروں پر مشتمل ہے' اس کے عنوان یہ ہیں:

① مکہ میں دخول کے وقت آپ کے سر پر خود تھا یا سیاہ عمامہ ② مکہ میں بغیر احرام کے دخول میں مذاہب ③ ابن خطل کو قتل کرنے کی تحقیق۔

۱۹ - بَابٌ اِذَا اَحْرَمَ جَاهِلًا وَّعَلَيْهِ قَمِيْصٌ

اگر کوئی لاعلمی سے قمیص پہنے ہوئے احرام باندھ لے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص کو احرام کے احکام کا علم نہ ہو اور وہ شخص اس حال میں احرام باندھ لے' جب

قمیص پہنے ہوئے ہو تو اس پر فدیہ واجب ہوگا یا نہیں۔

وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا تَطَيَّبَ أَوْ لَبِسَ جَاهِلًا أَوْ نَاسِيًا فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

اور عطاء نے کہا کہ جب کوئی شخص خوشبو لگالے یا ناواقفیت کی وجہ سے یا بھول کر سلا ہوا کپڑا پہن لے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک جو شخص بھول کر خوشبو لگالے یا بھول کر سلا ہوا کپڑا پہن لے تو اس پر بھی فدیہ واجب ہوگا' جس طرح کوئی شخص بھول کر نماز میں کچھ کھالے تو اس سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۹۷)

۱۸۴۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ فِيهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ أَوْ نَحْوُهُ، كَانَ عُمَرُ يَقُولُ لِي تُحِبُّ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَنْ تَرَاهُ؟ فَنَزَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن یعلیٰ نے از والد خود حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ کے پاس جبہ پہنے ہوئے ایک شخص آیا' جس میں زرد رنگ یا اس جیسی کسی چیز کا اثر تھا' حضرت عمر نے مجھ سے کہا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھو جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی' پھر جب آپ سے وہ کیفیت دور ہوگئی تو آپ نے فرمایا: تم اپنے عمرہ میں وہی کام کرو جو اپنے حج میں کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۴۸ - وَعَضَّ رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ يَعْنِي فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ، فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ایک شخص نے دوسرے شخص کو کاٹ لیا تو اس شخص نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت اکھڑ گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دانتوں کی دیت کو باطل کر دیا۔

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا جواز اور ہاتھ پر کاٹنے والے کی دیت کو ساقط کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ دوسری حدیث ہے اور اس سے ایک مستقل مسئلہ ثابت ہوتا ہے' امام بخاری نے اس کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث سابق کا تتمہ ہے۔

عطاء بن ابی رباح' الزہری' سعید بن جبیر' محمد بن سیرین' امام مالک اور امام محمد بن الحسن نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ احرام میں خوشبو کا استعمال کرنا مکروہ ہے' اور محمد بن الحنفیہ' عمر بن عبدالعزیز' عروۃ بن الزبیر' اسود بن یزید' خارجہ بن زید' القاسم بن محمد' ابراہیم النخعی' سفیان الثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام زفر' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہ مذہب ہے کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ظاہر یہ (غیر مقلدین) کا بھی یہی مذہب ہے اور اس حدیث کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے اس شخص کے جبہ پر خوشبو کا لیپ تھا اور وہ پیلے رنگ کا لیپ (اُبٹن یا کریم کا نشان) تھا اور یہ مرد کے احرام باندھتے وقت مکروہ ہے۔

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو چیزیں احرام میں ممنوع ہیں جیسے سلا ہوا کپڑا یا خوشبو اگر احرام باندھتے وقت ان میں سے کوئی چیز محرم کے جسم پر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے' احرام باندھنے کے بعد وہ خوشبو کے نشان کو دھو ڈالے گا اور سلا ہوا کپڑا اتار دے گا۔

محرم قمیص یا جبہ کو اتارے گا اور اس کو اتارتے وقت وہ اس کے سر کا احاطہ کر لے تو کوئی حرج نہیں ہے' اس کو پھاڑ کر یا کاٹ کر اتارنا ضروری نہیں ہے۔

اس حدیث میں کسی کے ہاتھ پر کاٹنے کا بھی مسئلہ ہے' اس کو امام بخاری عنقریب کتاب الدیات میں ذکر کریں گے' وہاں یہ باب ہے: جب آدمی کسی شخص کو کاٹ لے اور اس کے دانت گر جائیں' اور حدیث اس طرح ہے:

از صفوان بن یعلیٰ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں گیا تو ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ کو کاٹ لیا' اس شخص نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچا تو کاٹنے والے کے سامنے کے دانت گر گئے' پھر ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مقدمہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص دوسرے شخص کا ہاتھ بیل کی طرح کاٹتا ہے' تمہارے لیے کوئی دیت نہیں' صحیح مسلم میں ہے: آپ نے اس کے دانتوں کی دیت کو ساقط کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۶۸۹۳۔ ۶۸۹۲' صحیح مسلم: ۱۶۷۳' سنن ترمذی: ۱۴۱۶' سنن نسائی: ۴۷۶۰' سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۷)

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس حدیث سے مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ کو جب کاٹا جائے اور وہ اپنا ہاتھ کھینچے اور اس ہاتھ کھینچنے سے کاٹنے والے کے دانت گر جائیں تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ اس کا تاوان ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۰۔ ۲۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ثانی الذکر حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت

اس حدیث کی اس باب کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ اس کی مجھے اور کوئی وجہ سمجھ نہیں آسکی سوائے اس کے کہ یہ دونوں حدیثیں حضرت صفوان بن یعلیٰ سے مروی ہیں یا پھر یہ کہ پہلی حدیث میں مذکور جس طرح احرام باندھتے وقت کسی نے جبہ پہن لیا یا اس پر خوشبو لگالی تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' اسی طرح جب کسی شخص نے کاٹنے والوں کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور کاٹنے والے کے دانت گر گئے تو ہاتھ کھینچنے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے' یہ دونوں مناسبتیں بہت بعید ہیں اور امام بخاری کی حدیث کی باب کے ساتھ اکثر مناسبتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر دونوں نے اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت بیان کرنے کی زحمت نہیں کی حالانکہ علامہ ابن خلدون نے کہا ہے کہ امام بخاری نے حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت بیان کرنے کا قرض امت پر چھوڑ دیا ہے اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے یہ قرض امت کی طرف سے اتار دیا ہے' بہرحال زیر بحث حدیث کی مناسبت کا قرض یہ دونوں بزرگ نہیں اتار سکے اور اس ناکارہ نے جیسے تیسے کر کے یہ قرض اتارا ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک۔

۲۰ - بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوْتُ بِعَرَفَةَ وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّؤَدّٰى عَنْهُ بَقِيَّةُ الْحَجِّ

محرم میدانِ عرفات میں مر گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا کہ اس کی طرف سے اس کا بقیہ حج ادا کیا جائے

۱۸۴۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے

-حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ، أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، أَوْ قَالَ ثَوْبَيْهِ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ایک آدمی میدانِ عرفات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وقوف کر رہا تھا تو اچانک اس کی اونٹنی نے اس کو گرا دیا' پس اس کی گردن ٹوٹ گئی' یا کہا: اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں میں کفن پہناؤ یا فرمایا: اس کے دو کپڑوں میں' اور اس کو خوشبو نہ لگانا اور اس کا سر نہ ڈھانپنا کیونکہ قیامت کے دن اللہ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ یہ ''اللّٰھم لبیک اللّٰھم لبیک'' پڑھ رہا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۵۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ، إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ، أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تَمَسُّوهُ طِيبًا، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ وَلَا تُحَنِّطُوهُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدانِ عرفات میں وقوف کر رہا تھا' اچانک وہ اپنی اونٹنی سے گر گیا' پس اس کی گردن ٹوٹ گئی' یا کہا: اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو' اور اس کو دو کپڑوں میں کفن پہناؤ' اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو اور نہ اس کو کافور لگاؤ کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا کہ یہ ''اللّٰھم لبیک اللّٰھم لبیک'' پڑھ رہا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۱ - بَابُ سُنَّةِ الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ

جب محرم مر جائے تو اس کو کفن دینے کا طریقہ

۱۸۵۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَلَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے خبر دی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' اونٹنی نے حالت احرام میں (اس کو گرا کر) اس کی گردن توڑ ڈالی' پس وہ فوت ہو گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل ...

Marfat.com

تَمَسُّوْهُ بِطِيْبٍ، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ، فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

اس کو اس کے دو کپڑوں میں کفن دو اور نہ اس کو خوشبو لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن "لبیك لبیك" کہتا ہوا اٹھے گا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُوْرِ عَنِ الْمَيِّتِ، وَالرَّجُلِ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْاَةِ

میت کی طرف سے حج کرنا اور نذروں کو پورا کرنا اور مرد کا عورت کی طرف سے حج کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میت کی طرف سے حج کرنے کا کیا حکم ہے اور میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے کا کیا حکم ہے اور مرد کا عورت کی طرف سے حج کرنے کا کیا حکم ہے۔

۱۸۵۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ، جَاءَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُمِّيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ، فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ، اَفَاَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ، حُجِّيْ عَنْهَا، اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اِقْضُوا اللّٰهَ، فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ. [اطراف الحدیث: ۶۶۹۹-۷۳۱۵] (سنن نسائی: ۲۶۳۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، سو اس نے حج نہیں کیا حتیٰ کہ وہ فوت ہوگئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کرو، یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں! اللہ کا قرض ادا کرو، اللہ تعالیٰ قرض کی ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

فوت شدہ شخص کی طرف سے اس کا حج ادا کرنے میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب ایک آدمی فوت ہو جائے اور اس پر حجۃ الاسلام ہو یا اس پر نذر کا حج ہو تو ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے خواہ اس نے اس کی وصیت نہ کی ہو، اس کی طرف سے یہ حج کفایت کرے گا، صحابہ میں سے حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے عطاء، ابن سیرین، مکحول، سعید بن المسیب اور اوزاعی کا یہی مختار ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (علامہ عینی نے کہا ہے کہ جس پر حجۃ الاسلام ہو اور وہ حج کرنے سے پہلے مر گیا ہو تو اس کی طرف سے حج کرنا لازم نہیں ہے خواہ اس نے حج کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو) اور دوسری جماعت نے کہا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے حج نہ کرے، حضرت ابن عمر، القاسم بن محمد اور النخعی کا یہی قول ہے۔

امام مالک اور لیث نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے حج نہ کرے مگر اس میت کی طرف سے جس نے حجۃ الاسلام نہ کیا ہو اور یہ حج اس کے فرض کا قائم مقام نہیں ہوگا اور اگر میت نے اس کی وصیت کی ہو تو پھر امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت کو پورا کیا جائے گا، النخعی کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کے اصل مال سے اس کی

وصیت کو پورا کیا جائے گا (علامہ عینی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب نہیں ہے)۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج کرنا جائز ہے' ان کی دلیل

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کو قرض کے مشابہ قرار دیا ہے اور دوسرے شخص کی طرف سے اس کا قرض ادا کرنا جائز ہے خواہ اس نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت کی شرط نہیں لگائی' اور اگر وہ عورت اپنی ماں کی طرف سے حج کرے گی تو یہ اس کی ماں کا امر ہے اور اگر یہ حج اس کی ماں کی طرف سے ادا نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتا دیتے کہ یہ جائز نہیں ہے اور فرما دیتے کہ اگر تم اپنی ماں کے حکم کی وجہ سے حج کرو گی تو یہ حج ادا نہیں ہوگا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتا دیا کہ یہ اس کی ماں کی طرف سے حج ہو جائے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی زندگی میں حج کرنے سے عاجز ہو گیا تو اس کی طرف سے بھی حج کرنا صحیح ہے۔ امام طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کو قرض کے ساتھ تشبیہ دی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس کے تمام مال سے حج کرنا جائز ہے نہ کہ تہائی مال سے' جیسا کہ باقی قرضوں کا یہی حکم ہے اور امام ابن المنذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمان کی وفات کے بعد ان کی طرف سے اعتکاف کیا۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج کرنا جائز نہیں ہے

جو فقہاء دوسرے کی طرف سے حج کرنے کو ناجائز کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حج کرنا انسان کے بدن کا عمل ہے اور اس پر اجماع ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا' اسی طرح سے دوسرے کی طرف سے حج بھی نہیں کیا جائے گا۔ علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے حج نہیں کر سکتا' اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتیں؟ یہ سوال آپ نے اس لیے کیا تھا کہ جب اس عورت کی ماں کا ترکہ نہ ہوتا تو اس عورت پر یہ واجب تھا کہ وہ اپنی ماں کا قرض ادا کرتی' کیونکہ حج بدن کا عمل ہے اور یہ ایسی عبادت ہے جس کو کوئی شخص دوسرے کی طرف سے انجام نہیں دے سکتا خواہ وہ اپنی زندگی میں اس عبادت پر قادر ہو یا عاجز ہو' اسی طرح اس کی موت کے بعد بھی وہ اس کی طرف سے حج نہیں کر سکتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۷۱-۷۰ ۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان فقہاء نے صریح نص کے مقابلہ میں قیاس کیا ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر حج کو قرض کے مشابہ قرار دے کر فرما دیا: ہاں! تم اپنی ماں کی طرف سے حج کرو' پھر فرمایا: اللہ کا قرض ادا کرو' اور قرض ادا کیے جانے کا اللہ سب سے زیادہ مستحق ہے' تو پھر حج کو نماز پر قیاس کر کے دوسرے کی طرف سے حج کرنے کو ناجائز قرار دینے کی کیا ضرورت ہے؟

امام بخاری پر ایک اعتراض کا جواب

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے کہ مرد عورت کی طرف سے حج کرے' اور اس کے تحت جو حدیث وارد کی ہے اس میں عورت کے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنے کا ذکر ہے' پس انہیں عنوان میں یوں کہنا چاہیے تھا کہ عورت' عورت کی طرف سے حج کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو مذکر کے صیغہ (''اقضوا اللّٰہ'' اللہ کا قرض ادا کرو) سے خطاب فرمایا ہے' جس میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہیں اور مرد عورت کی طرف سے حج کرے یا عورت مرد کی طرف سے حج کرے' اس میں حسن بن صالح کے سوا کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۷۱' ۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اعتراض مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس اعتراض کا ایک اور جواب دیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

مجھے یہ ظاہر ہوا ہے کہ امام بخاری نے اس ترجمہ سے اُس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو شعبہ نے از ابی بشر روایت کیا ہے' جس کو امام بخاری نے کتاب النذور میں درج کیا ہے اور وہ روایت یہ ہے: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ الحدیث' اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ تم اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ وہ اس کا زیادہ مستحق ہے' اور اس حدیث کو امام احمد اور امام نسائی نے بھی شعبہ سے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۱ 'دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر دونوں کے جوابوں کو رد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کا جواب اس لیے غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام حکم نہیں بیان فرمایا جس میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہیں بلکہ خاص عورت سے خطاب کرتے ہوئے" **نعم حجی عنها**" ہاں! تم اپنی ماں کی طرف سے حج کرو اور یہ مؤنث کا صیغہ ہے' اس لیے امام بخاری پر یہ اعتراض برقرار رہے گا کہ انہوں نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے کہ" مرد کا عورت کی طرف سے حج کرنا" اور اس عنوان کے تحت وہ حدیث درج کی ہے جس میں عورت کے عورت کی طرف سے حج کرنے کا ذکر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے عورت ہی حاضر تھی اور آپ نے اسی کے سوال کا مؤنث کے صیغہ سے جواب دیا تھا اور بعد میں اس کو عام صیغہ سے مؤکد فرمایا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب اس لیے غلط ہے کہ اعتراض تو اس حدیث پر ہو رہا ہے جو کتاب جزاء الصید میں درج ہے کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے اور حافظ ابن حجر اس کے جواب میں کہہ رہے ہیں کہ یہ حدیث ایک اور عنوان کے مطابق ہے جو کتاب النذور میں درج ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ صحیح بخاری پر جو اعتراض ہے کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے' اس کا ایک جواب علامہ ابن بطال نے دیا اور دوسرا جواب حافظ ابن حجر نے دیا اور جب یہ دونوں جواب مسترد ہو گئے تو امام بخاری اور ان کا صحیح بخاری پر اعتراض برقرار رہا۔

حافظ ابن حجر کے جواب میں ایک اور سنگین غلطی

میں کہتا ہوں کہ یہاں پر حافظ ابن حجر نے ایک اور فاش غلطی کی ہے جس کی طرف علامہ عینی نے توجہ نہیں کی' وہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے ایک اور حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو شعبہ نے از ابی بشر روایت کیا ہے اور اس کو امام بخاری نے کتاب النذور میں درج کیا ہے' میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب جزاء الصید کے علاوہ کتاب الوصایا' کتاب النذور اور کتاب الحیل میں تین اور جگہوں میں درج کیا ہے اور کسی جگہ بھی یہ حدیث از شعبہ از ابی بشر مروی نہیں ہے' ہم تینوں جگہوں سے اس حدیث کو مع سند ذکر کر رہے ہیں: کتاب الوصایا میں یہ حدیث اس طرح ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ میری ماں فوت ہو گئی اور اس پر نذر تھی؟ آپ نے فرمایا: تم اس کی طرف سے نذر ادا کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۷۶۱)

اس کی سند میں شعبہ از ابی بشر کا ذکر نہیں ہے۔

اور کتاب النذور میں یہ حدیث مع سند اس طرح ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس نذر کے متعلق سوال کیا جو اُن کی ماں پر تھی' پھر وہ نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہوگئیں' آپ نے یہ جواب دیا کہ وہ (سعد بن عبادہ) اس نذر کو اپنی ماں کی طرف سے ادا کریں' پھر بعد میں یہ عمل سنت ہوگیا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۹۸)

اس حدیث کی سند میں بھی شعبہ از ابی بشر کا ذکر نہیں ہے۔

اور کتاب الحیل میں یہ حدیث مع سند اس طرح ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی نذر کے متعلق سوال کیا جو ان کی ماں پر تھی اور وہ اس کو ادا کرنے سے پہلے فوت ہوگئی تھیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس نذر کو اپنی ماں کی طرف سے ادا کرو۔ (صحیح البخاری: ۶۹۵۹)

اس حدیث کی سند میں بھی شعبہ از ابی بشر کا ذکر نہیں ہے۔

مؤخر الذکر ان تینوں حدیثوں کی سند میں شعبہ از ابی بشر کا ذکر نہیں ہے اور کتاب جزاء الصید میں ابو عوانہ از ابی بشر کا ذکر تو ہے' شعبہ کا ذکر اس میں بھی نہیں ہے' حافظ ابن حجر کا یہ وہم فاسد ہے کہ کتاب النذور میں یہ حدیث شعبہ سے مروی ہے' امام بخاری نے یہ حدیث چار جگہ ذکر کی ہے اور کسی جگہ بھی یہ حدیث شعبہ سے مروی نہیں ہے' یہ حافظ ابن حجر کی سنگین غلطی ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر کو حدیث کے تمام طرق مستحضر نہیں تھے اور ان کی طرقِ حدیث پر نظر نہیں تھی' وہ حافظ کہلاتے ہیں اور حافظ کی تعریف یہ کی جاتی ہے: جس کو ایک لاکھ احادیث متناً و سنداً محفوظ ہوں۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر از علی قاری' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

سنن نسائی: ۲۶۲۸ میں یہ حدیث شعبہ از ابی بشر سے مروی ہے' اور مسند احمد میں یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اور ایک سند میں شعبہ از ابی بشر کا بھی ذکر ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۰) تاہم یہ وہ حدیث نہیں ہے جس کا امام بخاری نے کتاب جزاء الصید میں ذکر کیا ہے' جس کی شرح میں حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے' ہم ان دونوں کتابوں کا متن ذکر کر دیتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ حدیث کتاب جزاء الصید کی حدیث سے مختلف ہے: امام نسائی روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حج کی نذر مانی' پھر وہ فوت ہوگئی' پھر اس کا بھائی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس اللہ کا قرض ادا کرو' وہ ادا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ (سنن نسائی: ۲۶۲۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام احمد روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حج کرنے کی نذر مانی' پھر وہ فوت ہوگئی تو اس کا بھائی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے فرمایا: تو تم اللہ عزوجل کا قرض ادا کرو' وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۴۰۔ ج ۴ ص ۴۳۔ ۴۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام بخاری کی کتاب جزاء الصید کی حدیث میں مذکور ہے کہ ایک عورت نے اپنی ماں کے متعلق سوال کیا اور امام نسائی اور امام

احمد کی حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی بہن کے متعلق سوال کیا' لہٰذا امام بخاری کی حدیث مذکور کی شرح میں حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا کیونکر صحیح ہوگا کہ یہ حدیث سنن نسائی اور مسند احمد میں بھی شعبہ از ابی بشر مروی ہے' کیونکہ امام بخاری کی اس مضمون کی کوئی حدیث شعبہ سے مروی نہیں ہے اور امام نسائی اور امام احمد کی حدیث شعبہ سے مروی ہے مگر یہ وہ حدیث نہیں ہے اور امام بخاری کی کتاب جزاء الصید سے بالکل مختلف ہے۔

میت کی طرف سے حجۃ الاسلام کرنے میں امام اعظم کے مذہب کی وضاحت' قیاس کی اصل' فتویٰ میں دلائل لکھنے کی اصل اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں حسب ذیل مسائل اور فوائد لکھے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی عورت کی ماں نے جو حج کی نذر مانی ہو اور وہ فوت ہو جائے تو وہ عورت اپنی ماں کی طرف سے حج کر سکتی ہے' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ایسی صورت میں مرد بھی عورت کی طرف سے حج کر سکتا ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر حجۃ الاسلام ہے' اس کے وارثوں پر اس کی طرف سے حج کرنا لازم نہیں ہے خواہ اس نے یہ وصیت کی ہو کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے یا وصیت نہ کی ہو (تاہم یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ امام اعظم نے ورثاء پر حج کے وجوب کی نفی کی ہے اور اس حدیث میں ورثاء کی طرف سے حج کرنے کا جواز ہے)۔

اس قول کی وجہ یہ ہے کہ حج ایسی عبادت ہے جس میں مال کا بھی خرچ ہے اور بدنی مشقت بھی ہے اور جو شخص فوت ہو گیا اب اس کا مال بھی خرچ نہیں ہوگا اور نہ اس کو بدنی مشقت ہوگی کیونکہ وہ اب دنیا سے جا چکا ہے' اس وجہ سے امام اعظم نے ورثاء پر حج کے لزوم کی نفی کی ہے۔

تاہم امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے یہ وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے اور کوئی قید نہیں لگائی تھی تو اس کے تہائی مال سے حج کیا جائے گا' اگر اس کے شہر سے حج کرنے میں اس کا تہائی مال کافی ہو' اور اگر اس کا تہائی مال کافی نہ ہو تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی وصیت باطل ہو جائے' لیکن استحسان یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو' اس کے مال سے خرچ کر کے اسی کی طرف سے حج کیا جائے۔

مصنف کے نزدیک امام شافعی کا مذہب' باب مذکور کی حدیث کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حجۃ الاسلام بھی فرض ہے اور نذر کا پورا کرنا بھی فرض ہے اور جب اس حدیث کے تقاضے سے میت کی طرف سے حج کی نذر پوری کی جاسکتی ہے تو جس شخص کا فرض حج رہ گیا ہو اور اس کے وارثوں میں سے کوئی اس حج کو ادا کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہونا چاہیے اور اگر اس نے حج کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت کو پورا کرنا اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے جب کہ امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے' صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ کا بھی یہی مؤقف ہے اور متعدد تابعین کا بھی یہی مذہب ہے اور باب مذکور کی حدیث سے بھی اس کی قوی تائید ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب' اور ہم نے پہلے بتایا ہے کہ امام اعظم ورثاء کی طرف سے حج کے جواز کی نفی نہیں کرتے' اس لیے یہ حدیث امام اعظم کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) اس حدیث میں قیاس کی اصل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر کو قرض پر قیاس فرمایا ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مفتی کو چاہیے کہ جب وہ کوئی مسئلہ بیان کرے تو اس کی دلیل بھی ساتھ بیان کر دے جس

طرح نبی ﷺ نے جب بیان فرمایا کہ وہ عورت اپنی ماں کی طرف سے حج کرے اور اس کی نذر پوری کرے تو اس کی دلیل بھی بیان فرمادی کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! تا کہ سوال کرنے والے کا ذہن مطمئن ہو جائے۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس معاشرہ میں یہ معروف تھا کہ قرض کو ادا کرنا واجب ہے اور میت کی طرف سے بھی قرض کو ادا کرنا لازم ہے' اسی وجہ سے نبی ﷺ نے اس کو اصل بنا کر اس پر یہ متفرع کیا کہ جب میت کا قرض ادا کرنا لازم ہے تو اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا تو زیادہ موکد ہے۔

(۶) بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب میت نے مال چھوڑا ہو حتیٰ کہ اس کی طرف سے اس کا قرض ادا کیا جائے' اس کا جواب یہ ہے کہ میت کا مال چھوڑنا ضروری نہیں ہے' میت کا وارث اپنی طرف سے بھی تبرعاً میت کا قرض ادا کر سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۵۔ ۳۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۳ - بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَّا يَسْتَطِيعُ الثُّبُوتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ

اس کی طرف سے حج کرنا جو سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ہے: زندوں میں سے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۳ ۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس پر لکھا ہے کہ یہ تفسیر عبث ہے کیونکہ کسی کے ذہن میں بھی یہ نہیں آتا کہ مردے بھی سواری پر بیٹھ سکتے ہیں یا نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَنَّ امْرَأَةً (ح).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن شہاب از سلیمان بن یسار از حضرت ابن عباس از حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہم کہ ایک عورت (ح)

۱۸۵۴ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ فَرِيضَةَ اللّٰهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ، أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَّسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، فَهَلْ يَقْضِي عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سلیمان بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حجۃ الوداع کے سال ایک عورت آئی' اس نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کا اپنے بندوں پر فریضہ حج ہے' میں نے اپنے باپ کو بہت بوڑھا پایا ہے' وہ سواری پر سیدھا نہیں بیٹھ سکتا تو میں اس کی طرف سے حج کروں تو اس کا حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

یہ حدیث حج بدل کی اصل ہے' اس کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۵۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۴ - بَابُ حَجِّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ

عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا

۱۸۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَتِ امْرَاَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَتَنْظُرُ اِلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ، فَقَالَتْ اِنَّ فَرِيضَةَ اللّٰهِ اَدْرَكَتْ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ. وَذٰلِكَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سلیمان بن یسار از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ سواری پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے پس خثعم کے قبیلہ کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے سوال کیا کہ بے شک (حج) اللہ کا فریضہ ہے' میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کے سال کا ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ
بچوں کا حج کرنا

بچوں کے حج میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

داؤد ظاہری اور بعض محدثین کا یہ مذہب ہے کہ جب بچہ حج کر لے تو اس کا وہ حج حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور بالغ ہونے کے بعد اس پر حج فرض نہیں ہوگا' اور حسن بصری' عطاء بن ابی رباح' مجاہد' النخعی' الثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور دوسرے متعدد فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ بچہ نے جو حج کیا ہے وہ اس کے حجۃ الاسلام سے کافی نہیں ہے اور بالغ ہونے کے بعد اس پر از سر نو حج کرنا فرض ہے۔

جو علماء یہ کہتے ہیں کہ بچہ نے جو حج کیا ہے وہ اس کے لیے حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور اس کو دوبارہ حج نہیں کرنا ہوگا' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مقام روحاء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سواروں کی ایک جماعت سے ہوئی' آپ نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم لوگ مسلمان ہیں! پھر انہوں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' پھر ایک عورت نے اپنا بچہ آپ کو دکھا کر پوچھا: کیا اس بچہ کے لیے بھی حج ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور اس کا اجر تم کو ملے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۶' الرقم المسلسل: ۳۱۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۳۶' سنن نسائی: ۲۶۴۴-۲۶۴۳)

امام بخاری نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا' اس کی ظاہر وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے موافق نہیں تھی یا وہ اس حدیث پر مطلع نہیں ہوئے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ بچہ کا کیا ہوا حج منعقد بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ امام مالک' امام شافعی اور داؤد ظاہری کا یہ مذہب ہے کہ اس کا کیا ہوا حج منعقد ہو جاتا ہے' اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا کیا ہوا حج منعقد نہیں ہوتا' پھر جو علماء کہتے ہیں کہ اس کا حج منعقد ہو جاتا ہے' ان کا اس میں اختلاف ہے کہ بالغ ہونے کے بعد پھر دوبارہ اس پر حج کرنا فرض ہے یا نہیں؟ داؤد ظاہری نے کہا: بالغ

Marfat.com

ہونے کے بعد اس کو دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں ہے امام مالک اور امام شافعی نے کہا: اس کے لیے وہ حج کافی نہیں ہے اور بالغ ہونے کے بعد اس کو دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

امام طحاوی نے کہا: صحیح مسلم کی حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ اس بچہ کا حج ہو جائے گا اور اس کا اجر تم کو ملے گا' لیکن اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اس کا یہ حج اس کے حجۃ الاسلام سے کافی ہوگا' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے قلم (تکلیف) اٹھا لیا گیا ہے: سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے اور بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۹۸' سنن نسائی: ۳۴۳۲' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۰۳' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۰' المستدرک ج ۲ ص ۵۹' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۳۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۶' مشکوٰۃ: ۳۲۸۷)

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ بچہ مکلف نہیں ہے' اس لیے اس پر حج فرض نہیں ہے جیسے نابالغ نے کسی وقت کی فرض نماز پڑھ لی' پھر اسی وقت میں وہ بالغ ہو گیا تو بالغ ہونے کے بعد وہ اس نماز کو نہیں دہرائے گا' پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک بچہ نے حج فاسد کر دیا تو اس پر قضا نہیں ہے اور اگر اس نے شکار کر لیا تو اس پر فدیہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٨٥٦ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ بَعَثَنِي' أَوْ قَدَّمَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی یزید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مزدلفہ سے رات کو سامان کے ساتھ منیٰ بھیج دیا' یا فرمایا: مجھے پہلے بھیج دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۷۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا تھا اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نابالغ تھے' سو اس حدیث میں نابالغ کے حج کرنے کا ثبوت ہے۔

١٨٥٧ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ' أَسِيرُ عَلٰى أَتَانٍ لِي' وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي بِمِنًى' حَتّٰى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ' ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ' فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عم خود' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں اپنی گدھی پر سوار ہو کر آیا' اس وقت میں بلوغت کے قریب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے' میں صف اول کے کسی حصہ سے گزرا' پھر میں گدھی سے اترا' وہ چرنے لگی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لوگوں کے ساتھ نماز کی صف میں شامل ہو گیا اور یونس نے کہا از ابن شہاب: حجۃ الوداع کے سال منیٰ میں۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۶ میں گزر چکی ہے، اس حدیث کی بھی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں حضرت ابن عباس کے حج کرنے کا بیان ہے، جس وقت وہ نابالغ تھے۔

۱۸۵۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ حُجَّ بِي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ.

(سنن الترمذی: ۱۸۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمان بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از محمد بن یوسف از السائب بن یزید، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامان کے ساتھ حج کرایا گیا اور اس وقت میری عمر سات سال تھی۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

۱۸۵۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ، عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَقُوْلُ لِلسَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ، وَكَانَ قَدْ حُجَّ بِهٖ فِيْ ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۶۷۱۲-۷۳۳۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قاسم بن مالک نے خبر دی از جعید بن عبدالرحمان، انہوں نے کہا: میں نے عمر بن عبدالعزیز سے سنا، وہ حضرت السائب بن یزید سے کہہ رہے تھے: اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامان کے ساتھ حج کرایا گیا تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی بھی عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ حضرت سائب بن یزید نے بچپن میں حج کیا تھا۔

۲۶ - بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ — عورتوں کا حج کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کے حج کا طریقہ مردوں کی طرح ہے یا اس سے مختلف ہے۔

۱۸۶۰ - وَقَالَ لِيْ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ قَالَ أَذِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا. فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

امام بخاری فرماتے ہیں: اور مجھ سے احمد بن محمد نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو آخری حج کیا تھا، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو بھی حج پر جانے کی اجازت دی تھی اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

تمام مسلمان امہات المؤمنین کے محارم ہیں

یہ حدیث اس حیثیت سے عنوان کے مطابق ہے کہ اس میں خواتین کے حج کا ذکر ہے، لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس میں مردوں کے بھی حج کرنے کا ذکر ہے اور وہ اس لیے ہے کہ حج میں خواتین کی ضروریات کو مہیا کرنے اور ان کے قیام اور طعام کے انتظام کی کفالت کے لیے مردوں کی ضرورت ہے اور عنقریب حدیث میں آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی عورت دو دن کی مسافت کا سفر بغیر شوہر یا محرم کے نہ کرے، اور چونکہ تمام ازواج مطہرات امہات المؤمنین ہیں، اس لیے تمام امت ان کی محرم ہے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمان کو ان کے ساتھ بہ طور محرم کے بھیجا۔

Marfat.com

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات حضرت عمر رضی اللہ کی اجازت کے بعد ہی حج کے لیے نکلی تھیں' پہلے حضرت عمر اس معاملہ میں متردد رہے تھے' پھر بعد میں ان پر منکشف ہوا کہ ازواجِ مطہرات کا حج کرنا جائز ہے تو انہوں نے ازواجِ مطہرات کو حج پر جانے کی اجازت دی اور امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ ام درۃ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ سے منع کر دیا تھا' حتیٰ کہ جب ان کی خلافت کا آخری سال تھا تو انہوں نے ہمیں اجازت دی۔ حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے ایام میں ازواجِ مطہرات کو حج کرایا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۵۹)

یہ روایت اس باب کی حدیث کے موافق ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے ازواجِ مطہرات کو حج سے منع کرتے تھے' پھر بعد میں انہوں نے اجازت دی۔ روافض حضرت عائشہ پر طعن کرتے ہیں کہ عورتوں کو گھر میں رہنے کا حکم ہے' حضرت عائشہ نے اس حکم کی مخالفت کی اور گھر سے باہر نکلیں' اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کو اپنی ضرورت میں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس حدیث میں بھی اس پر دلیل ہے اور واقعہ جمل میں حضرت عائشہ مسلمانوں میں اصلاح کے قصد سے نکلی تھیں' یہ قوی ضرورت تھی۔

* اس کی پوری تفصیل ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۹ ص ۴۳۳۔ ۴۲۷ میں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد بن الولید ابو محمد ازرقی' امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف ابواسحاق الزہری القرشی المدنی (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم (۴) ان کے دادا ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف (۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۱۳۔ ۳۱۲)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ محرم وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ دائماً نکاح حرام ہوتا ہے اور ازواجِ مطہرات کے ساتھ تمام مسلمانوں کا نکاح دائماً حرام ہے' اس لیے تمام مسلمان ازواجِ مطہرات کے محارم ہیں' یہ بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں کہی تھی' جب آپ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ امہات المؤمنین نے ان مسلمانوں کے ساتھ سفر حج کس دلیل سے کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۱۳۔ ۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۶۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ اَبِي عَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَتْنَا عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا نَغْزُوْ اَوْ نُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ لٰكِنَّ اَحْسَنَ الْجِهَادِ وَاَجْمَلَهُ الْحَجُّ، حَجٌّ مَبْرُوْرٌ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَلَا اَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ اِذْ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی عمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عائشہ بنت طلحہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم غزوہ میں شریک نہ ہوں یا کیا ہم جہاد نہ کریں' آپ نے فرمایا: لیکن سب سے زیادہ حسین و جمیل جہاد حج مبرور ہے' تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے' اس کے بعد میں کسی حج کو ترک نہیں کرتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حج مبرور کا ذکر ہے' ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ کیا گیا ہو یا

جس میں دکھاوا اور شہرت کا قصد نہ ہو' یا اس سے مراد ہے: حج مقبول یا جس حج میں لڑائی جھگڑا' فحش باتیں اور دیگر گناہ نہ کیے ہوں یا جس حج کے بعد گناہ نہ کیے ہوں اور اس حج میں نیک باتیں کی ہوں اور لوگوں کو کھانا کھلایا ہو۔

١٨٦٢ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ اَبِىْ مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ اِلَّا مَعَ ذِىْ مَحْرَمٍ، وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا رَجُلٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّىْ اُرِيْدُ اَنْ اَخْرُجَ فِىْ جَيْشِ كَذَا وَكَذَا، وَامْرَاَتِىْ تُرِيْدُ الْحَجَّ! فَقَالَ اُخْرُجْ مَعَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی معبد مولی ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور عورت کے پاس کوئی شخص اسی وقت آئے جب اس کے پاس محرم ہو' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں فلاں فلاں لشکر میں جانا چاہتا ہوں اور میری بیوی حج کرنا چاہتی ہے' آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ جاؤ۔

[اطراف الحدیث: ۳۰۰۶-۳۰۶۱-۵۲۳۳] (صحیح مسلم: ۱۳۴۱' الرقم المسلسل: ۳۱۶۲' سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۰' مسند الحمیدی: ۴۶۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۴۰۹-۶' سنن کبریٰ ۹۲۱۸' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۹۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۹' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۱' المعجم الکبیر: ۱۲۲۰۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۹' شرح السنۃ: ۱۸۴۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۳۴-ج ۳ ص ۴۰۸' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کرنے جاؤ' اس میں عورتوں کے شوہر کے ساتھ حج کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) عمرو بن دینار (۴) ابومعبد' ان کا نام نافذ ہے (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۱۵)

بغیر محرم کے عورت کے سفر حج کی ممانعت پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عورت محرم کے سوا کوئی سفر نہیں کر سکتی اور الفاظ کا عموم سفر کے عموم پر دلالت کرتا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر محرم کے عورت کا سفر حرام ہے خواہ وہ سفر کم ہو یا زیادہ' حج کے لیے ہو یا کسی اور کام کے لیے ہو' ابراہیم النخعی' الشعبی' طاؤس اور ظاہریہ (غیر مقلدین) کا یہی مذہب ہے' انہوں نے صحیح بخاری کے باب مذکور سے استدلال کیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. (آل عمران: ۹۷)

بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔

یہ آیت مردوں اور عورتوں دونوں کے حق میں عام ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں سے جس کو بھی حج کی استطاعت حاصل ہو جائے تو اس پر حج فرض ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے' یہ بھی ہر سفر کے لیے عام ہے اور اس میں حج کا سفر بھی داخل ہے۔ امام مالک اور امام شافعی نے اس آیت کے عموم کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ جب عورت پر حج

Marfat.com

فرض ہو تو وہ بغیر محرم کے حج پر جا سکتی ہے بہ شرطیکہ اس کے ساتھ چند عورتیں ہوں اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کے عموم کو ترجیح دی ہے یعنی وہ بغیر محرم کے حج پر نہیں جا سکتی اور اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ استطاعت میں محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا داخل ہے یعنی جس عورت کے ساتھ محرم یا شوہر نہیں ہے اس کو حج کی استطاعت حاصل نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۱۶۔۳۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بغیر محرم کے عورت کے سفر حج کرنے پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور مصنف کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے حج نہ کرے' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے اس حدیث کی ممانعت کو ہر سفر پر محمول کیا ہے اور امام مالک اور جمہور فقہاء نے اس کو مخصوص سفر پر محمول کیا ہے اور ان کے نزدیک اس سفر سے غیر واجب سفر مراد ہیں' اور ان کا استدلال اس آیت کے عموم سے ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. (آل عمران: ۹۷) بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔

لہٰذا اس آیت کے خطاب میں عورت بھی داخل ہے اور اس پر حج کا فرض ادا کرنا لازم ہے۔

مصنف کے نزدیک علامہ ابن بطال کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں مطلقاً حج کو فرض نہیں کیا گیا بلکہ بہ شرط استطاعت حج کو فرض کیا گیا اور عورت کو سفر حج کی استطاعت تب ہی حاصل ہوگی جب اس کے ساتھ اس سفر میں اس کا شوہر یا محرم ہوگا۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: عورت کو سفر حج کرنے سے نہیں منع کیا جائے گا جیسا کہ عورت کو نماز اور روزے سے منع نہیں کیا جاتا۔

مصنف کے نزدیک علامہ ابن بطال کا یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے' روزے کا ذکر تو انہوں نے عبث کیا ہے کیونکہ روزے رکھنے کے لیے سفر نہیں کرنا پڑتا' البتہ نماز کے لیے عورتوں کو مساجد میں جانا پڑتا ہے اور عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے لیکن مساجد گھروں کے ساتھ اور گھروں کے قریب ہوتی ہیں' ان کے لیے سفر شرعی نہیں کرنا پڑتا یعنی ۶۱ (اکسٹھ) میل یا اس سے زائد کی مسافت جس میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے' لہٰذا علامہ ابن بطال کا اس سے بھی استدلال کرنا باطل ہے' علاوہ ازیں عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى. (الاحزاب: ۳۳) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرنا۔

اسی طرح احادیث میں بھی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ فرماتی ہیں: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو عورتوں نے اب نکالا ہے تو ان کو مسجدوں میں جانے سے اس طرح منع کر دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں آنے سے منع کر دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۸۶۹' سنن ابوداؤد: ۵۶۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اس کے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کا کوٹھڑی میں نماز پڑھنا' اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۷۰)

اس لیے عورتوں کے مسجد میں نماز پڑھنے سے بغیر شوہر یا محرم کے حج کے لیے جانے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

نیز علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب عورت دارالکفر میں اسلام لے آئے تو وہ دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف بغیر محرم کے سفر کرے گی' اسی طرح ہر واجب کو ادا کرنے کے لیے وہ بغیر محرم کے سفر کرے گی' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عورت کو بغیر محرم کے جس سفر سے منع کیا ہے' یہ وہ سفر ہے جو واجب نہ ہو۔

میں کہتا ہوں کہ دارالکفر سے دارالایمان کی طرف جو سفر کرے گی وہ اضطرار کی صورت ہے کیونکہ دارالکفر میں اس کو اپنے ایمان اور اپنی عزت اور آبرو کا خطرہ ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں اپنی جان کا بھی خطرہ ہوتا ہے اور حج تو وسعت اور اختیار کی صورت میں کیا جاتا ہے' لہٰذا سفر حج کو سفر ہجرت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی عورت کو فرض حج ادا کرنے سے روکے' عورت اس کی اجازت کے بغیر حج کے لیے جاسکتی ہے اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ عورت مرد کی اجازت کے بغیر حج کے لیے نہ جائے اور ان کا دوسرا قول وہ ہے جس میں انہوں نے باقی علماء کی موافقت کی ہے (یعنی امام مالک کی) اور اس پر اجماع ہے کہ مرد عورت کو نماز اور روزے سے منع نہیں کرسکتا' اسی طرح حج سے بھی منع نہیں کرسکتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۸۱۔۴۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال نے یہ جو کچھ لکھا ہے' یہ ان کے محض دعاوی ہیں' انہوں نے اپنے ان دعاوی پر قرآن اور سنت سے کوئی دلائل قائم نہیں کیے' اس لیے ہم ان پر تبصرہ سے گریز کرتے ہیں۔

عورت کا سلامتی کے ساتھ سفر حج صرف امام اعظم کے مذہب کے مطابق ہی ہوسکتا ہے

نیز ہماری دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں فلاں فلاں لشکر میں جانا چاہتا ہوں اور میری بیوی حج کرنا چاہتی ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۸۶۲)

اگر عورت کا شوہر یا محرم کے بغیر سفر حج پر جانا جائز ہوتا تو آپ اس شخص سے فرماتے: بیوی کو تنہا حج پر جانے دو اور تم لشکر میں شامل ہوکر جہاد کی فضیلت حاصل کرو کیونکہ وہ زمانہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا تھا اور اس زمانہ میں جہاد کی سخت ضرورت تھی' اس کے باوجود آپ نے فرمایا: تم اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جاؤ' نیز اسی کتاب الحج کی متعدد احادیث میں گزر چکا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ رہ گیا تھا اور انہوں نے اس کی جگہ عمرہ کرنا تھا تو آپ نے حضرت عائشہ کو مقام ذی طویٰ سے تنعیم عمرہ کے لیے بھیجا اور ان کے ساتھ ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو بھیجا حالانکہ مقام ذی طویٰ اور تنعیم میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے لیکن آپ نے حضرت عبدالرحمان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھیج کر یہ واضح کیا کہ سفر کم ہو یا زیادہ' عورت بغیر محرم کے سفر نہیں کرسکتی' امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں کہ جب چند عورتیں ساتھ ہوں تو پھر محرم کی ضرورت نہیں رہتی' میں کہتا ہوں کہ عورت فتنہ کا محل ہے' جب زیادہ عورتیں مل کر جائیں گی تو زیادہ فتنہ ہوگا اور یہ فتنہ کسی محافظ ہی کی وجہ سے اٹھ سکتا ہے جو عورت کی صرف حفاظت کرے اور خود اس کی خواہش نہ کرے اور ایسا محافظ شوہر یا محرم ہی ہوسکتا ہے' خصوصاً اس پُرفتن اور پُرآشوب دور میں جہاں سربازار عورتوں کی عزتیں اور عصمتیں لوٹ لی جاتی ہیں اور عورتوں کو حج کے لیے دور دراز مسافتوں کا سفر کرنا پڑتا ہے جو کئی کئی ہفتوں پر محیط ہوتا ہے' اس لیے عورت کے سفر حج کے لیے محفوظ اور مامون طریقہ وہی ہے جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے مستنبط کرکے امام ابوحنیفہ نے بتایا ہے' اسی طریقہ پر عمل کرنے میں امن اور سلامتی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۶۸۔ ج ۳ ص ۶۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) بغیر زوج یا محرم کے عورت پر حج کی فرضیت میں شوافع کا نظریہ (۲) زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں شوافع کا نظریہ

Marfat.com

③زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں مالکیہ کا نظریہ ④زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں حنابلہ کا نظریہ ⑤عورت کے سفر حج میں احناف کا نظریہ ⑥عورت کے سفر کے بارے میں متعارض روایات کے جوابات ⑦زمانہ امن میں عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحقیق ⑧بذریعہ ہوائی جہاز عورت کے بغیر محرم حج پر جانے کی تحقیق ⑨تین مسجدوں کے علاوہ رخت سفر باندھنا۔

۱۸۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَجَّتِهِ، قَالَ لِاُمِّ سِنَانٍ الْاَنْصَارِيَّةِ مَا مَنَعَكِ مِنَ الْحَجِّ؟ قَالَتْ اَبُوْ فُلَانٍ، تَعْنِيْ زَوْجَهَا كَانَ لَهٗ نَاضِحَانِ حَجَّ عَلٰى اَحَدِهِمَا، وَالْاٰخَرُ يَسْقِيْ اَرْضًا لَنَا. قَالَ فَاِنَّ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ تَقْضِيْ حَجَّةً مَّعِيْ. رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حبیب المعلم نے خبر دی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج سے واپس آئے تو آپ نے حضرت ام سنان انصاریہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہیں حج پر جانے سے کیا چیز مانع تھی؟ انہوں نے کہا: ابوفلاں ان کی مراد تھی ان کا شوہر اس کے پاس پانی لاد کر لانے والے دو اونٹ تھے ایک اونٹ پر بیٹھ کر وہ حج پر چلا گیا اور دوسرے اونٹ کے ذریعہ ہم اپنی زمین کو پانی سے سیراب کرتے ہیں آپ نے فرمایا: بے شک رمضان کے مہینہ میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریج نے عطاء سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عبید اللہ نے کہا از عبد الکریم از عطاء از جابر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۷۸۲ میں گزر چکی ہے اس باب کا عنوان ہے: عورتوں کا حج کرنا اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تمہیں حج پر جانے سے کیا چیز مانع تھی؟ اس جملہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حج پر جانے کی ترغیب دی ہے اور عمرہ کرنے پر بھی برانگیختہ کیا ہے۔

۱۸۶٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ قَزَعَةَ مَوْلٰى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ، وَقَدْ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ اَرْبَعٌ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَوْ قَالَ يُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْجَبْنَنِيْ وَاٰنَقْنَنِيْ اَنْ لَّا تُسَافِرَ امْرَاَةٌ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا زَوْجُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى، وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک بن عمیر از قزعہ جو زیاد کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے سنا اور حضرت ابو سعید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوے کیے تھے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ایسی احادیث سنی ہیں یا انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ایسی احادیث سنی ہیں جو مجھے بہت اچھی لگیں اور مجھے بہت پسند ہیں (وہ یہ ہیں:) (۱) کوئی عورت بغیر شوہر یا محرم کے دو دن کا سفر نہ کرے (۲) دو دن روزے نہ رکھے عید الفطر کو اور عید الاضحیٰ کو (۳) دو نمازوں کے بعد کوئی نماز جائز

Marfat.com

تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِیْ، وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی.

نہیں، عصر کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور صبح کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے (۴) اور تین مسجدوں کے علاوہ سامانِ سفر نہ باندھا جائے: مسجد حرام اور میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۸٦ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں۔

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق اور دیگر احادیث کی شرح کا تعین

اس حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنی چار پسندیدہ حدیثوں کا ذکر کیا ہے، ان میں سے پہلی حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت بغیر شوہر یا محرم کے دو دن کا سفر نہ کرے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن، دو دن اور تین دن کے سفر سے بھی منع فرمایا ہے، ان میں باہم کس طرح تطبیق ہوگی؟ اس کا جواب اور احادیث کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

ایک دن کی مسافت کے سفر کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو، وہ ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۸۸، صحیح مسلم: ۱۳۳۹، سنن ابوداؤد: ۱۷۲۴، سنن ترمذی: ۱۱۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۱۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۴۱۴، ج ۱۲ ص ۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ایک دن کی مسافت سے عورت کو بغیر محرم کے سفر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداءِ اسلام میں منع فرمایا تھا، جب مسلمان کم تعداد میں تھے، کفار کی تعداد زیادہ تھی اور عورت کو تنہا سفر کرنے میں اپنی جان و مال، اور عزت و عصمت کی حفاظت کرنے میں بہت خطرات تھے۔

دو دن کی مسافت کے سفر کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت محرم یا شوہر کے بغیر دو دن کی مسافت کا سفر نہ کرے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۹۷۔ ۱۱۶۴، صحیح مسلم: ۸۲۷، الرقم المسلسل: ۳۱۵۲۔ ۳۱۵۱، سنن ترمذی: ۳۲٦، سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۰، مسند احمد ج ۳ ص ۵۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۴۸۳، ج ۱۸ ص ٦۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

بغیر محرم کے عورت کو دو دن کی مسافت کے سفر سے آپ نے اس وقت منع فرمایا، جب مسلمانوں کی تعداد قدرے زیادہ ہوگئی تھی اور مسلمان عورتوں کو کفار کے پریشان کرنے کے خطرات کم ہو گئے تھے۔

اور تین دن کی مسافت کے سفر کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۸۷، صحیح مسلم: ۱۳۳۸، الرقم المسلسل: ۳۱۴۸، سنن ابوداؤد: ۱۷۲۷، سنن ترمذی: ۱۱۷۲، سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۸، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵، صحیح ابن حبان: ۲۷۳۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۶۱۵، ج ۸ ص ۲۳۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

Marfat.com

بغیر محرم کے عورت کو تین دن کی مسافت کے سفر سے آپ نے اس وقت منع فرمایا جب مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی اور مسلمان عورتوں کو کفار کے پریشان کرنے کا بالکل خطرہ نہیں رہا تھا' پھر ہمیشہ کے لیے عورت کے سفر کے متعلق مسافت کا یہی معیار اور پیمانہ مقرر ہو گیا۔

اس حدیث میں صبح اور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کا بھی ذکر ہے' اس پر مفصل بحث حدیث: ۵۸۶ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ اونٹنی پر سامانِ سفر کسنے کی ممانعت کا بھی ذکر ہے' اس کی مفصل بحث حدیث: ۱۱۸۹ میں گزر چکی ہے' نیز اس میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کا بھی ذکر ہے' اس کی مفصل بحث ان شاء اللہ عنقریب حدیث: ۱۹۹۱ میں آئے گی۔

۲۷ - بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ جس نے کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی تو آیا اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور جب اس پر نذر پورا کرنا واجب تھا اور اس نے نذر پوری نہیں کی یا وہ نذر کو پورا کرنے سے عاجز تھا تو اس پر کیا لازم ہوگا۔

۱۸۶۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ قَالَ حَدَّثَنِي ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، قَالَ مَا بَالُ هٰذَا؟ قَالُوا نَذَرَ أَنْ يَّمْشِيَ. قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ. وَأَمَرَهُ أَنْ يَّرْكَبَ. [طرف الحدیث: ۶۷۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی از حمید الطویل' انہوں نے کہا: مجھے ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص اپنے دو بیٹوں کے (کندھوں پر) ٹیک لگا کر چل رہا تھا' آپ نے پوچھا: اس کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی تھی' آپ نے فرمایا: یہ جو اپنے آپ کو عذاب دے رہا ہے' اللہ اس سے مستغنی ہے اور آپ نے اس کو سوار ہونے کا حکم دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۴۲' الرقم المسلسل: ۴۱۳۸' سنن ابوداؤد: ۳۳۰۱' سنن نسائی: ۳۸۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۵' مسند احمد: ۱۳۴۶۸۔ ج ۲۱ ص ۴۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کعبہ تک پیدل جانے کی نذر کے متعلق فقہاء کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اہل ظاہر نے اس حدیث سے اور اس کے بعد آنے والی حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص پیدل چلنے سے عاجز ہو جائے اس پر کوئی قربانی نہیں ہے' اور پیدل چلنا کسی نذر کو واجب نہیں کرتا کیونکہ اس میں تقشف (تکلف) ہے اور بدن کو مشقت میں ڈالنا ہے اور جس شخص نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہو' اس پر پیدل چلنا واجب نہیں ہے۔

باقی فقہاء نے اس کے برخلاف کہا ہے' حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جس نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی' پھر وہ پیدل چلنے سے عاجز ہو گیا تو جب وہ عاجز ہو تو سوار ہو جائے اور ایک بکری کی قربانی دے۔ عطاء اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر وہ عاجز ہوئے بغیر سوار ہو گیا تو قسم توڑنے کی وجہ سے اپنی قسم کا کفارہ دے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ وہ احتیاطاً قربانی کرے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ

Marfat.com

لوٹ کر جائے اور جتنے راستہ میں سوار ہوا ہے اس میں پیدل چلے اور اس پر قربانی واجب ہے تیسرا قول یہ ہے کہ وہ لوٹ کر جائے پھر دوبارہ حج کرے اور جتنی مسافت سوار ہوا تھا اس میں پیدل چلے اور اس پر قربانی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے یہ علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی عبارت کو نقل کیا ہے البتہ اس کے بعد جو عبارت تھی وہ انہوں نے چھوڑ دی ہے وہ یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سعید بن المسیب اور النخعی سے مروی ہے کہ وہ لوٹ جائے اور جتنی مسافت میں وہ سوار ہوا تھا اتنی مسافت میں پیدل چلے اور یہی امام مالک کا قول ہے انہوں نے دونوں چیزوں کو جمع کر لیا ہے پیدل چلنے کو اور قربانی کرنے کو کیونکہ اس سفر میں اس پر پیدل چلنا لازم تھا اور وہ اس میں سوار بھی ہوا اور پیدل بھی چلا تو احتیاطاً اس پر قربانی واجب ہے۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے جو محض اللہ عزوجل کی عبادت ہو اور اس نذر کا پورا کرنا کوئی نیک کام ہو اور اپنے نفس کو عذاب دینے میں اللہ عزوجل کی کوئی عبادت ہے نہ کوئی نیک کام ہے گویا کہ اس نذر ماننے والے نے ایسی چیز کی نذر مانی جس کو پورا کرنے پر وہ قادر نہیں ہے اور یہ ابواسرائیل کی اس نذر کی طرح ہے کہ وہ دھوپ میں کھڑا رہے گا اور سائے میں نہیں بیٹھے گا اور اس دن کا روزہ رکھے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کفارہ دینے کا حکم دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کا تساہل اور عدم تتبع کی وجہ سے صحیح اور مکمل حدیث کے خلاف نقل کرنا

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کو اس حدیث کے بیان کرنے میں شدید غلطی ہوئی ہے اور انہوں نے اصل کتاب سے مراجعت کیے بغیر یہ حدیث لکھ دی ہے۔ صحیح اور پوری حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے آپ نے اس کے متعلق استفسار کیا تو صحابہ نے کہا: یہ ابواسرائیل ہے اس نے نذر مانی تھی کہ یہ کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں اور نہ سائے میں رہے گا اور نہ کسی سے بات کرے گا اور روزہ رکھے گا تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو کہ یہ باتیں کرے اور سائے میں رہے اور بیٹھے اور اپنے روزہ کو پورا کرے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۰۴ سنن ابوداؤد: ۳۳۰۰ سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۶ موطأ امام مالک کتاب النذور حدیث: ۶- ج ۲ ص ۲۲ المکتبۃ التوفیقیہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ہر وہ چیز جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے خواہ مآل کے اعتبار سے تکلیف ہو اور اس کام کا مشروع ہونا کتاب اور سنت سے ثابت نہ ہو جیسے ننگے پیر چلنا اور دھوپ میں بیٹھنا تو یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں ہے اور نہ اس سے نذر منعقد ہوگی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابواسرائیل کو صرف روزہ پورا کرنے کا حکم دیا اور کوئی حکم نہیں دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ روزہ رکھنا اس پر مشقت کا باعث نہیں ہے اور اس کو بیٹھنے کا اور باتیں کرنے کا اور سائے میں جانے کا حکم دیا علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ابواسرائیل کے اس قصہ میں جمہور فقہاء کی اس پر واضح دلیل ہے کہ جس نے معصیت کی نذر مانی یا اس کام کی نذر مانی جو عبادت نہیں ہے تو اس نذر کو توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۱۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام مالک اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابواسرائیل کو کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو صرف یہ حکم دیا

تھا کہ وہ صرف اس چیز کو مکمل کرے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو اور اس چیز کو ترک کر دے جو اللہ تعالیٰ کی معصیت ہو۔

(موطأ امام مالک ج ۲ ص ۲۲ 'المکتبۃ التوفیقیہ)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابواسرائیل کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا' جبکہ علامہ ابن بطال نے یہ لکھا کہ آپ نے ابواسرائیل کو کفارہ دینے کا حکم دیا تھا اور یہ ان کی سنگین غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے' یقیناً ان کو علم تھا کہ جو بات رسول اللہ ﷺ نے نہ فرمائی ہو' اس کو آپ کی طرف منسوب کرنے کا کتنا سخت گناہ ہے' لیکن ان کا صرف اتنا قصور ہے کہ اس حدیث کو یہاں لکھنے سے پہلے انہوں نے اس کی اچھی طرح چھان بین اور جانچ پڑتال نہیں کی۔

۱۸۶۶ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ، وَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُهُ، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ. قَالَ وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُفَارِقُ عُقْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن موسیٰ نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے سعید بن ابی ایوب نے خبر دی' ان کو یزید بن ابی حبیب نے خبر دی' ان کو ابوالخیر نے از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ یہ خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میری بہن نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ بیت اللہ تک پیدل جائیں گی اور انہوں نے مجھ سے یہ کہا کہ میں ان کے لیے نبی ﷺ سے یہ مسئلہ معلوم کروں' پس میں نے نبی ﷺ سے اس کے متعلق استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو پیدل جانا چاہیے اور سوار ہونا چاہیے۔ اور ابوالخیر' حضرت عقبہ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از یحییٰ بن ایوب از یزید از ابی الخیر از حضرت عقبہ' پھر پوری حدیث ذکر کی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۴۴' الرقم المسلسل: ۴۱۴۱' سنن ابوداؤد: ۳۲۹۹' سنن نسائی: ۳۸۲۳۔ ۳۸۱۴' مصنف عبدالرزاق: ۱۵۸۷۳' مشکل الآثار: ۲۱۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۳۸۶۔ ج ۲۸ ص ۶۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التیمی الفراء ابواسحاق (۲) ہشام بن یوسف بن عبدالرحمان (۳) عبدالملک بن جریج (۴) سعید بن ابی ایوب الخزاعی' ان کے والد کا نام ابوایوب مقلاص ہے (۵) یزید بن ابی حبیب ابورجاء' اس میں ابی حبیب کا نام سوید ہے (۶) ابوالخیر' ان کا نام مرثد بن عبداللہ ہے (۷) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۱)

حدیث مذکور کی متعدد روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ ان کی بہن نے کہا: وہ بیت اللہ ننگے پیر پیدل جائیں گی...... تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ پیدل چلے اور سوار ہو۔

Marfat.com

مسند احمد اور سنن کی روایات میں ہے کہ اس نے نذر مانی تھی' وہ ننگے پیر بغیر دوپٹے کے جائے گی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۲)
سنن ابوداؤد میں ہے کہ اس کی بہن نے نذر مانی تھی وہ بیت اللہ پیدل جائے گی اور اس کے ضعف کی شکایت کی۔
(سنن ابوداؤد: ۳۲۹۹)

عبداللہ بن مالک کی روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: اسے کہو: وہ دوپٹہ اوڑھے اور سوار ہو اور تین دن کے روزے رکھے۔
اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ اسے کہو: وہ دوپٹہ اوڑھے اور سوار ہو اور حج کرے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ اسے کہو: وہ سوار ہو اور ایک اونٹ کی قربانی کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۱۳۷- ج ۴ ص ۵۳۳- ۵۳۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) لغوی قسم اور لغوی نذر کی تحقیق (۲) مصیبت کے وقت کٹر مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی نذر ماننا (۳) انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے بارے میں راہ اعتدال اپنایئے (۴) نذر سے ممانعت کی وجوہات۔
اس حدیث کی شرح بھی وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث کی شرح ہے۔

''ابواب المحصر وجزاء الصید'' کا اختتام

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین. آج ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ/ ۹' اکتوبر ۲۰۰۷ء بہ روز منگل ابواب المحصر وجزاء الصید کی احادیث کی شرح مکمل ہو گئی' ان میں ۶۱' احادیث ہیں جن میں ۱۳' معلق احادیث ہیں اور باقی موصول ہیں' ان ابواب میں اور اس سے پہلے ابواب میں ۳۸' احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث ۲۳ ہیں۔
اللہ العٰلمین میری اس محنت اور کاوش کو قبول فرما اور اپنے فضل و کرم سے نعمۃ الباری کو مکمل کرا دے جیسے اس سے پہلے تو نے اپنے انعام اور احسان سے شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو مکمل کرا دیا ہے' اور میری تمام تصانیف کو بقاء و دوام عطا فرما اور میری' میرے والدین' میرے اساتذہ' میرے احباب اور میرے تلامذہ اور تمام قارئین کی مغفرت فرما اور ہم میں سے جو زندہ ہیں' ان کا نیکی اور ایمان پر خاتمہ فرما! آمین یا رب العٰلمین بحرمۃ سیّد المرسلین سیّدنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین O
اس کے بعد ان شاء اللہ کتاب فضائل المدینہ شروع ہو گی۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۹ - کِتَابُ فَضَائِلِ الْمَدِیْنَةِ

مدینہ منورہ کے فضائل کا بیان

یعنی یہ باب مدینہ منورہ کے فضائل میں ہے' کیونکہ ویسے تو مدینہ کا معنی شہر ہے لیکن جب مطلقاً مدینہ کا لفظ بولا جائے تو فوراً ذہن میں اس لفظ سے مدینہ منورہ آتا ہے' مدینہ کا لفظ مَدَن سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: ہموار زمین' جس میں بہ کثرت کھجور کے درخت ہوں' پہلے اس شہر کا نام ''یثرب'' تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ. اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا: اے اہل یثرب!

(الاحزاب: ۱۳)

یثرب کا معنی ہے: ملامت کرنا' قرآن مجید میں ہے: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ (یوسف: ۹۲) آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے' اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ○

اس کو یثرب اس لیے کہتے تھے کہ یہ بیماریوں کا گھر تھا' جو وہاں جاتا تھا بیمار ہو جاتا تھا' پھر لوگ اس کو ملامت کرتے تھے کہ تم یثرب کیوں گئے' صحت مند گئے' بیمار ہو کر آئے' طاقت ور سے کمزور ہو کر آگئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار آ گیا اور وہ دونوں مکہ کو یاد کرتے اور بلند آواز سے مکہ کی یاد میں اشعار پڑھتے تھے۔ حضرت بلال نے کہا: اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما! جنہوں نے ہمیں اپنی سرزمین سے اس وباؤں اور بلاؤں کی زمین کی طرف نکال دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہماری طرف مدینہ کو مکہ کی طرح محبوب بنا دے یا اس سے زیادہ محبوب بنا دے' اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے صاع (چار کلو کا پیمانہ) میں اور ہمارے مُدّ (ایک کلو کا پیمانہ) میں برکت دے اور اس کو ہمارے لیے صحت کا سبب بنا دے اور اس کے بخار کو جحفہ (وادی) کی طرف منتقل کر دے' حضرت عائشہ نے بتایا: جب ہم مدینہ میں آئے تو یہ جگہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وباؤں والی تھی۔ حضرت عائشہ نے کہا: مدینہ میں بطحان نام کا ایک نالہ تھا' اس میں تھوڑا تھوڑا پانی بہتا تھا اور وہ بدبودار تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۹' صحیح مسلم: ۱۳۷۶)

Marfat.com

لیکن رسول اللہ ﷺ کی مدینہ ہجرت کے بعد وہی مدینہ آپ کی اس دعا کی برکت سے صحت اور شفاء کا مرکز بن گیا۔ پہلے وہاں صحت مند جاتے تھے تو بیمار ہو جاتے تھے' توانا جاتے تھے تو نحیف اور لاغر ہو جاتے تھے اور اب وہاں بیمار جاتے ہیں تو تندرست ہو جاتے ہیں' لاغر اور کمزور جاتے ہیں تو قوی اور توانا ہو جاتے ہیں' پہلے وہاں لوگ جانے پر ملامت کرتے تھے کہ تم مدینہ کیوں گئے اور اب حال یہ ہے کہ کوئی شخص حج کر کے آئے اور مدینہ ہو کر نہ آئے تو لوگ اس کو مدینہ نہ جانے پر ملامت کرتے ہیں کہ افسوس! تم حج کر کے آئے اور مدینہ ہو کر نہ آئے!

پہلے اس کا نام یثرب تھا' اب رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام طیبہ اور طابہ رکھ دیا' حدیث میں ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مدینہ کا نام یثرب لیا' وہ اللہ عزوجل سے مغفرت طلب کرے' یہ طابہ ہے' یہ طابہ ہے (پاکیزہ اور برکت والی جگہ)۔

(مسند ابو یعلیٰ: ۱۶۸۸' مسند احمد ج ۴ ص ۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۵۱۹۔ ج ۳۰ ص ۴۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طیبہ رکھا ہے (یعنی پاکیزہ اور خوشبودار)۔

(مسند ابو یعلیٰ: ۷۴۴۳' المعجم الکبیر: ۱۹۷۶' مسند احمد ج ۵ ص ۸۹' مسند احمد: ۲۰۸۲۲۔ ج ۳۴ ص ۵۱۵)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ احد کی طرف گئے تو جو لوگ آپ کے ساتھ گئے تھے' وہ لوٹ آئے' پس رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے دو گروہ ہو گئے' ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ ان منافقین کو قتل کر دیا جائے اور دوسرے فرقہ کا کہنا تھا کہ نہیں' تب یہ آیت نازل ہوئی:

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ. (النساء: ۸۸) تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو رائیں ہو گئیں!

تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ طیبہ ہے' اور یہ خبث کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۵۸۹' ۴۰۵۰' ۱۸۸۴' صحیح مسلم: ۱۳۸۴' شرح مشکل الآثار: ۵۱۷۵۔ ۵۱۷۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۰۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۲۰' المعجم الکبیر: ۴۸۰۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۵۹۹۔ ج ۳۵ ص ۴۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۱ - بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ — مدینہ حرم ہے

یہ باب حرم مدینہ کی فضیلت میں ہے' حرم کا نام حرم اس لیے رکھا گیا ہے کہ بہت سی چیزیں جو دوسری جگہوں میں حرام نہیں ہوتیں وہ اس شہر میں حرام ہوتی ہیں اور یہ حرمت سے ماخوذ ہے یعنی جس کی آبروریزی کرنا حرام ہو۔

۱۸۶۷ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلٰى كَذَا، لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا، وَلَا يُحْدَثُ فِيهَا حَدَثٌ، مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ. [طرف الحدیث: ۷۳۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم ابو عبد الرحمان الاحول نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: مدینہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک حرم ہے' اس کے کسی درخت کو کاٹا جائے گا نہ اس میں کوئی جرم کیا جائے گا اور جس نے مدینہ میں کوئی جرم کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو اور تمام فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔

Marfat.com

(صحیح مسلم:۱۳۶۶'الرقم المسلسل:۳۲۱۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) ثابت بن یزید (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔
(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۵)

حرم مدینہ کی حدود اور لعنت کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: مدینہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک حرم ہے' امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے: مدینہ عیر سے فلاں جگہ تک حرم ہے' امام بخاری نے حرم مدینہ کی انتہاء کا نام نہیں لیا اور دوسری روایت میں ہے: مدینہ عیر سے ثور تک حرم ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے عمداً انتہاء کے نام کو ساقط کر دیا کیونکہ اہل مدینہ' مدینہ میں ثور نام کے کسی پہاڑ کا انکار کرتے ہیں' ثور نام کا پہاڑ صرف مکہ میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں کوئی حدث نہیں کیا جائے گا۔ مراد یہ ہے کہ اس میں کوئی ایسا عمل نہیں کیا جائے گا جو لوگوں کا معمول نہ ہو اور سنت میں معروف نہ ہو۔

جس نے ایسا کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو' لعنت سے مراد ہے: جنت سے دور کرنا' اور اس لعنت سے وہ لعنت مراد نہیں ہے جو کفار پر ہوتی ہے یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور کر دینا۔

مدینہ کے شرعی حرم ہونے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث سے امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ مدینہ حرم ہے' اس کے کسی درخت کو کاٹنا اور اس کے کسی شکار کو پکڑنا جائز نہیں ہے لیکن ان کے نزدیک اس کے ارتکاب پر کوئی تاوان لازم نہیں ہوگا۔

عبداللہ بن المبارک' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ مدینہ مکہ کی طرح حرم نہیں ہے' اور کسی کو مدینہ کے درخت کاٹنے اور مدینہ میں شکار کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا' اور حدیث میں جو آپ نے مدینہ کے درخت کاٹنے اور شکار کرنے سے منع فرمایا ہے' وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ مدینہ میں یہ افعال حرام ہیں بلکہ وہ اس وجہ سے ہے کہ درختوں اور شکار کی وجہ سے مدینہ کی زیب وزینت قائم ہے۔

مدینہ کے شرعی حرم نہ ہونے پر امام ابوحنیفہ کے دلائل

امام طحاوی نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حُمید طویل نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوطلحہ کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جو بیٹا تھا' اس کا نام ابوعمیر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر داخل ہوتے تو اس سے خوش طبعی کی باتیں فرماتے تھے' ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو ابوعمیر کو غمگین پایا' آپ نے پوچھا: ابوعمیر کو کیا ہوا؟ آپ کو بتایا گیا: یارسول اللہ! اس کا نُغیر (پالتو پرندہ) مرگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یا ابا عمیر! ما فعل النغیر'' اے ابوعمیر! تمہارے نُغیر کو کیا ہوا؟ (صحیح البخاری: ۶۱۲۹' صحیح مسلم: ۲۱۵۰' سنن ابوداؤد: ۴۹۶۹' سنن ترمذی: ۳۳۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۰۰' مشکوٰۃ: ۴۸۸۴' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۶۲' کنز العمال: ۸۳۲۴)

نُغیر نغر کی تصغیر ہے' یہ چڑیا کے مشابہ ایک پرندہ ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے' اس کی جمع نغران ہے۔

امام طحاوی نے کہا: یہ پرندہ مدینہ میں تھا' اگر مدینہ کے پرندوں کا وہ شرعی حکم ہوتا جو مکہ کے پرندوں کا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پرندہ کو حضرت ابوعمیر کی قید سے آزاد کرا دیتے اور ان سے خوش طبعی کا جملہ نہ فرماتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۷-۳۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے امام طحاوی کی دلیل پر درج ذیل اعتراض کیا ہے:

یہ احتمال ہے کہ یہ پرندہ ان جانوروں میں سے ہو' جن کا شکار کرنا حلال ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۶۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ احتمال چونکہ بلا دلیل ہے اس لیے مردود ہے' نیز شوافع کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ پرندہ کسی اور شہر سے پکڑ کر مدینہ میں لایا گیا ہو۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: جب یہ پرندہ مدینہ میں آ گیا تو اس کا حکم مدینہ کے پرندہ کا ہو گیا اور اگر مدینہ کے پرندوں کو پکڑنا ناجائز ہوتا تو اس کو پکڑنا بھی ناجائز ہوتا حالانکہ اس پرندہ کو پکڑا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پکڑنے کو منع نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے پرندوں کا وہ حکم نہیں ہے جو مکہ کے پرندوں کا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ابوحنیفہ قدس سرہ پر بہت عجلت میں یہ اعتراض کیا ہے' ورنہ اگر وہ غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حرم مکہ میں خشکی کا شکار حرام ہے اور حلال صرف سمندر کا شکار ہے' قرآن مجید میں ہے:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ. (المائدہ: ۹۶)

تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے' تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے۔

اور پرندے سمندر کا شکار نہیں ہیں تو وہ کس طرح حلال شکار میں داخل ہو سکتے ہیں اور علامہ عینی کو بھی جواب دینے کی شتابی تھی ورنہ وہ حافظ ابن حجر سے دلیل کا مطالبہ کرنے کے بجائے اس آیت کو پیش کر کے دلیل سے ان کا رد کر دیتے۔

۱۸۶۸ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، وَأَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَامِنُونِي. فَقَالُوا لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ، فَأَمَرَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور مسجد بنانے کا حکم دیا' پس فرمایا: "اے بنی النجار! مجھے قیمۃً (یہ باغ دے دو)" انہوں نے کہا کہ ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے لیں گے' پھر آپ کے حکم سے مشرکین کی قبریں اکھاڑ دی گئیں' پھر کھنڈرات کو برابر کیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا گیا' پھر مسجد کے قبلہ کی دیوار میں ان درختوں کو قطار سے لگا دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۶۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ سَعِيدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی

Marfat.com

الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُرِّمَ مَا بَیْنَ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَةِ عَلٰی لِسَانِیْ. قَالَ وَاَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَنِیْ حَارِثَةَ فَقَالَ اَرَاكُمْ یَا بَنِیْ حَارِثَةَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ بَلْ اَنْتُمْ فِیْهِ.

[طرف الحدیث:۱۸۷۳]

کی از عبید اللہ از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے دو پتھریلے کناروں میں جو زمین ہے اس کو میری زبان سے حرم قرار دیا گیا ہے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو حارثہ کے پاس آئے اور فرمایا: اے بنو حارثہ! تم حرم کی حد سے باہر نکل گئے ہو' پھر توجہ کر کے فرمایا: نہیں! بلکہ تم حرم کے اندر ہو۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم حرم کی حد سے باہر نکل گئے ہو کیونکہ آپ کو اسی پر ظن غالب تھا' اس سے معلوم ہوا کہ ظن غالب پر یقین کر کے خبر دینا جائز ہے' پھر آپ نے توجہ کر کے فرمایا: نہیں! تم حرم میں ہو' اس سے معلوم ہوا کہ ظن غالب سے دی ہوئی خبر سے رجوع کرنا جائز ہے۔

۱۸۷۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ التَّیْمِیِّ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَا عِنْدَنَا شَیْءٌ اِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ وَهٰذِهِ الصَّحِیْفَةُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةُ حَرَمٌ، مَا بَیْنَ عَائِرٍ اِلٰی كَذَا، مَنْ اَحْدَثَ فِیْهَا حَدَثًا، اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا، فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ، لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. وَقَالَ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ، لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ، وَمَنْ تَوَلّٰی قَوْمًا بِغَیْرِ اِذْنِ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ، لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَدْلٌ فِدَاءٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والد خود از حضرت علی رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا اور کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے اور یہ صحیفہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ مدینہ عائر سے لے کر فلاں جگہ تک حرم ہے' جس نے اس میں کوئی جرم کیا یا مجرم کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی' اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل اور فرمایا: تمام مسلمانوں کا عہد واحد ہے' پس جس نے کسی مسلمان کا عہد توڑ دیا' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی' اس کا کوئی نفل قبول ہوگا نہ فرض اور جو اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر کسی اور کو اپنا مالک بنا لے' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی' اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل' امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: عدل سے مراد فدیہ ہے۔

اس حدیث کے بعض اہم الفاظ کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری امور کو بیان کیا جا رہا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) عبد الرحمان بن مہدی بن حسان العنبری (۳) سفیان الثوری (۴) سلیمان الاعمش (۵) ابراہیم بن یزید بن شریک التیمی (۶) ان کے والد یزید (۷) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۳۱)

Marfat.com

حضرت علی کے پاس صرف کتاب اللہ لکھی ہونے کی توجیہ ''احداث فی الدین'' کا معنی اور تمام مسلمانوں کے عہد کے واحد ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی نے فرمایا: ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا اور کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا احکام شریعت میں سے کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے' کیونکہ اس وقت (عموماً) احادیث کو نہیں لکھا جاتا تھا' اور نہ احادیث کی کتابوں میں تدوین کی گئی تھی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے پہلے کتاب العلم میں گزر چکا ہے کہ اس صحیفہ میں قصاص اور دیت کے احکام لکھے ہوئے ہیں اور قیدیوں کو چھڑانے کا حکم لکھا ہوا ہے۔ (صحیح البخاری:۱۱۱) اور یہاں فرمایا ہے کہ اس صحیفہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مدینہ عائر سے لے کر فلاں جگہ تک حرم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے اور یہ سب اس صحیفہ میں لکھا ہوا تھا۔

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: جس نے مدینہ میں احداث کیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے دین میں ایسا کوئی نیا کام نکالا جس کی اصل کتاب وسنت میں نہیں ہے اور وہ شریعت کے کسی حکم کا مغیر ہو اور اس نے اس کو دین میں داخل کر لیا ہو' اسی کو دین میں احداث کہتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے: جس نے مدینہ میں ظلم کیا یا ظالم کی مدد کی۔

نیز اس میں فرمایا ہے: تمام مسلمانوں کا عہد واحد ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ جب کسی ایک مسلمان نے کسی کافر کو امان دے دی تو وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے امان ہے اور دوسرے کسی مسلمان کے لیے اس امان کو توڑنا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں شیعہ کا رد ہے' جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت لکھی ہوئی تھی اور اس میں دین کے اسرار اور قواعد لکھے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا جواز ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر عورت اور غلام بھی کسی کافر کو امان دے دیں تو جائز ہے کیونکہ وہ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہیں اور آپ نے فرمایا ہے: تمام مسلمانوں کا عہد واحد ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب غلام کو اس کا مالک اجازت دے دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح غلام کا اپنے مالک کے غیر کی طرف منسوب ہونا حرام ہے' اسی طرح کسی شخص کا اپنے باپ کے نسب کے غیر کی طرف منسوب ہونا حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۴۔۳۲۳ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۲ - بَابُ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَاَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ

مدینہ کی فضیلت اور مدینہ کا بُرے آدمیوں کو نکالنا

اس باب میں مدینہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدینہ فاسق العقیدہ لوگوں کو مدینہ سے نکال دیتا ہے۔

۱۸۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْحُبَابِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ

سَعِيْدَ بْنَ يَسَارٍ، يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى، يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ، وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ، تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

بن سعید انہوں نے کہا: میں نے ابوالحباب سے سنا کہ سعید بن یسار کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم دیا ہے جو تمام بستیوں کو کھالے گی' (منافق) لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے' وہ بُرے لوگوں کو اس طرح دور کر دے گی جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

(صحیح مسلم:۱۳۸۱' الرقم المسلسل:۳۲۴۲' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۹۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۷۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۴ طبع قدیم' مسند احمد:۸۹۸۴۔ ج ۱۴ ص ۵۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کی نسبت کی تعیین میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کا مناقشہ

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے رجال کے متعلق لکھتے ہیں:

امام بخاری کے شیخ ابوالحباب کے علاوہ اس حدیث کے تمام راوی مدنی ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۰ ۳' دار المعرفہ' بیروت)

علامہ بدرالدین اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طرح نہیں ہے' اس حدیث کے ایک راوی عبداللہ بن یوسف التنیسی ہیں اور وہ دمشق کے رہنے والے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مدینہ دوسری بستیوں کو کھا جائے گا' اس کا کیا معنی ہے؟

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں کو کھالے گی۔

بستیوں کو کھانے کا معنی یہ ہے کہ وہ بستی تمام بستیوں پر غالب آ جائے گی' کیونکہ کھانے والا کھانے کی چیز پر غالب آ جاتا ہے' علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ کھانے کا معنی یہ ہے کہ مدینہ ابتداء سے لشکر اسلام کا مرکز رہا ہے' یہیں سے شہروں کو فتح کیا جاتا تھا اور یہیں پر مالِ غنیمت لایا جاتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسری بستیوں کو کھانے کا یہ معنی ہو کہ مدینہ کے فضائل دوسری بستیوں کے فضائل پر غالب ہیں۔

مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بعض منافق مدینہ کو یثرب کہتے ہیں۔

ہم اس سے پہلے امام احمد کی اس حدیث کو ذکر کر چکے ہیں کہ جس نے مدینہ کا نام یثرب لیا وہ اللہ عزوجل سے مغفرت طلب کرے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۸۶) اسی وجہ سے عیسیٰ بن دینار مالکی نے کہا ہے کہ جس نے مدینہ کو یثرب کہا' اس کا ایک گناہ لکھا جائے گا' اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یثرب کا لفظ ''تثریب'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے: جھڑکنا اور ملامت کرنا' یا ''ثرب'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی فساد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اچھے نام کو پسند کرتے تھے اور قبیح نام کو ناپسند کرتے تھے۔

Marfat.com

اگر مدینہ اشرار اور مفسدین کو مدینہ سے نکال دیتا ہے تو پھر ہر زمانہ میں مدینہ میں اشرار کیوں کر رہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ (بستی) بُرے لوگوں کو اس طرح دور کر دے گی جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں مدینہ میں اشرار اور مفسدین رہے ہیں' پھر اس حدیث کا صدق کیسے ظاہر ہوگا؟

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مراد ہے' آپ کے زمانے میں جتنے منافقین اور مفسدین تھے' مدینہ نے ان سب کو باہر نکال دیا' یا اس سے قرب قیامت کا زمانہ مراد ہے جب مدینہ میں صرف مؤمن رہیں گے اور بے دین لوگوں کا مدینہ سے اخراج ہو جائے گا۔

مکہ اور مدینہ کی افضلیت میں ائمہ کا اختلاف اور امام مالک کے افضلیت مدینہ کے دلائل ------ پر شیخ ابن حزم کا تعاقب

المہلب بن ابی صفرہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان علماء کی دلیل ہے جو مدینہ کو مکہ سے افضل قرار دیتے ہیں کیونکہ مکہ بھی اسلام کی بستیوں میں داخل ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ مدینہ تمام بستیوں کو کھا جائے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مدینہ مکہ کے فضائل کو بھی کھا جائے گا اور مدینہ کے فضائل' مکہ کے فضائل پر غالب آ جائیں گے۔ امام مالک اور اہل مدینہ کا یہی مسلک ہے اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا اس میں اختلاف ہے۔

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت جابر' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابن عمر' حضرت ابن الزبیر اور عبید اللہ بن عدی رضی اللہ عنہم سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے اور یہ تمام صحابہ اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔

امام مالک نے مدینہ کی فضیلت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام بنایا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں' میں مدینہ کی دو جانبوں کے درمیانی جگہ کو حرام قرار دیتا ہوں' اس میں کسی کا خون نہیں بہایا جائے گا اور نہ اس میں قتال کے لیے ہتھیار لائے جائیں گے اور جانوروں کے چارہ کے سوا اس کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۳۷۴)

ابن حزم نے کہا: اس میں مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی کوئی دلیل نہیں ہے' اس میں صرف یہ بیان ہے کہ مدینہ کو آپ نے حرم بنایا ہے۔

اور امام مالک نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں نازل کی ہیں' مدینہ میں اس سے دو ضعف (چار گنی) برکتیں نازل فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۸۵' صحیح مسلم: ۱۳۶۹)

ابن حزم نے کہا: اس حدیث میں بھی مدینہ کی مکہ پر فضیلت کا کوئی ذکر نہیں ہے' اس میں صرف مدینہ کے لیے برکتوں کے حصول کی دعا ہے۔

امام مالک نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی مثل ہے' وہ بُرے لوگوں کو مدینہ سے نکال دے گا جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۷۱' صحیح مسلم: ۱۳۸۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس کا مصداق کسی ایک وقت میں تھا'

Marfat.com

دوسرے وقت میں نہیں تھا اور کسی ایک قوم کے متعلق تھا' دوسری قوم کے متعلق نہیں تھا اور یہ خاص لوگوں کے متعلق تھا عام لوگوں کے متعلق نہیں تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ سے بہت صحابہ نکل گئے' حضرت معاذ' حضرت ابوعبیدہ' حضرت ابن مسعود اور ایک جماعت' پھر حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت عمار اور دوسرے صحابہ اور یہ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور نیک تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ مدینہ سے جو لوگ بھی نکلیں گے وہ اشرار اور مفسدین ہوں گے اور کئی لوگ مدینہ میں رہے اور وہ خبیث تھے' جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ O (التوبہ:۱۰۱)

اور تمہارے گرد بعض اعرابی (دیہاتی) منافق ہیں' وہ نفاق پر جم چکے ہیں' آپ انہیں نہیں جانتے' انہیں ہم جانتے ہیں' عنقریب ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے' پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے O

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں رہنے والے کچھ لوگ منافق تھے' ان کو مدینہ نے نہیں نکالا' یعنی مدینہ سے سب منافقوں کو نہیں نکالا گیا اور نہ ہی مدینہ سے نکلنے والے سب منافق تھے بلکہ ان میں اعلیٰ درجہ کے مؤمنین کاملین بھی تھے' سو مدینہ کے بھٹی ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس نے سب اشرار اور مفسدین کو ہر زمانہ میں نکال دیا تھا' کسی زمانہ میں کچھ اشرار' مفسدین اور منافقین مدینہ سے چلے گئے' تب بھی یہ معنی پایا گیا کہ مدینہ اشرار کو اس طرح دور کردے گا جس طرح بھٹی زنگ کو دور کر دیتی ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ مدینہ ہر زمانہ میں ہر منافق اور ہر مفسد کو نکال دے گا' لہٰذا اس حدیث کے صدق کے لیے یہ کافی ہے کہ کسی زمانہ میں کچھ منافق مدینہ سے نکل گئے ہوں' کیونکہ بھٹی بھی ہر لوہے کے زنگ کو نہیں نکالتی' سو جب مشبہ بہ میں عموم اور استغراق نہیں ہے تو مشبہ میں عموم اور استغراق کیوں لازم ہوگا! (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳ - بَابُ الْمَدِيْنَةُ طَابَةٌ
مدینہ طابہ (پاکیزہ) ہے

اس عنوان کا معنی یہ ہے کہ مدینہ کا ایک نام طابہ ہے اور اصل میں طابہ کا لفظ طَیبہ تھا کیونکہ یہ طیب سے بنا ہے' پھر اس یا کو الف سے بدل دیا گیا کیونکہ یا متحرک ہے اور اس کا ماقبل مفتوح ہے' اور اس کا وزن ''فالۃ'' ہے نہ کہ ''فاعۃ''۔

۱۸۷۲ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى' عَنْ عَبَّاسِ ابْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ' عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَبُوْكَ' حَتّٰى اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ' فَقَالَ هٰذِهٖ طَابَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از حضرت عباس بن سہل بن سعد از ابی حمید رضی اللہ عنہ' ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس آئے حتیٰ کہ جب ہم نے سر اٹھا کر مدینہ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ طابہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ
مدینہ کے دو پتھریلے کنارے

۱۸۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان

Marfat.com

أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ لَوْ رَاَیْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِیْنَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا حَرَامٌ.

کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ یہ کہتے تھے کہ اگر میں ہرنوں کو چرتے ہوئے دیکھوں تو میں ان کو نہیں بھگاؤں گا یا نہیں ڈراؤں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مدینہ کی دو پتھریلی جانبوں میں جو زمین ہے' وہ حرام ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِیْنَةِ

جو شخص مدینہ سے اعراض کرے

یعنی جو شخص مدینہ سے اعراض کرے وہ قابل مذمت ہے۔

۱۸۷۴ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ تَتْرُكُوْنَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی خَیْرِ مَا كَانَتْ، لَا یَغْشَاهَا اِلَّا الْعَوَافُ یُرِیْدُ عَوَافِیَ السِّبَاعِ وَالطَّیْرِ وَاٰخِرُ مَنْ یُّحْشَرُ رَاعِیَانِ مِنْ مُّزَیْنَةَ، یُرِیْدَانِ الْمَدِیْنَةَ، یَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَیَجِدَانِهَا وُحُوْشًا حَتّٰی اِذَا بَلَغَا ثَنِیَّةَ الْوَدَاعِ، خَرَّا عَلٰی وُجُوْهِهِمَا.

(صحیح مسلم: ۱۳۸۹' الرقم المسلسل: ۳۲۵۶' شرح السنۃ: ۲۰۱۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۹۳۔ ج ۱۲ ص ۱۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم مدینہ کو انتہائی اچھے حال میں چھوڑ جاؤ گے (پھر ایسی ویرانی ہو جائے گی کہ) کہ اس میں صرف چوپائے اور پرندے ہوں گے' آپ کی مراد یہ تھی کہ اس میں صرف وحشی جانور اور پرندے ہوں گے' اور آخر میں مزینہ کے دو چرواہے مدینہ میں آئیں گے' وہ اپنی بکریوں کو ہانک رہے ہوں گے تو وہ وہاں پر صرف وحشی جانور دیکھیں گے حتیٰ کہ جب وہ ثنیۃ الوداع پر پہنچیں گے تو وہ منہ کے بل گر پڑیں گے۔

قربِ قیامت میں مدینہ منورہ کی کیفیت

یعنی اہل مدینہ' مدینہ سے اس وقت چلے جائیں گے جب وہ بہت اچھے حال میں ہوگا' وہاں بہت آبادی اور خوش حالی ہوگی' پھر وہاں ایسی ویرانی ہوگی کہ وہاں جنگلی جانوروں' وحشی پرندوں اور چوپایوں اور درندوں کے سوا اور کوئی نہیں ہوگا۔ قاضی عیاض نے کہا: یہ آپ کا معجزہ ہے کہ آپ نے اس بات کی خبر دی جب کہ لوگوں نے فتوحات اور دولت کی کثرت کے باوجود مدینہ چھوڑ کر کوفہ اور دمشق کو دارالخلافہ بنالیا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ مدینہ کو چھوڑنے کا یہ واقعہ آخر زمانہ میں قرب قیامت میں ہوگا۔

محجن بن ادرع اسلمی بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا' پھر آپ مجھ سے اس وقت ملے جب میں مدینہ کے کسی راستہ سے نکل رہا تھا' آپ نے میرا ہاتھ پکڑا حتیٰ کہ ہم اُحد پہاڑ پر آئے' پھر آپ مدینہ کی طرف چلے پس فرمایا: اس بستی پر افسوس ہے جب اس میں رہنے والے اُس وقت اس سے نکل جائیں گے' جب وہ پھلوں سے لدی ہوئی ہوگی' میں نے پوچھا: یارسول اللہ! اس کے پھلوں کو کون کھائے گا؟ آپ نے فرمایا: وحشی پرندے اور درندے۔ الحدیث (المستدرک ج ۴ ص ۴۲۷' المعجم الکبیر: ۷۶۹۔ ج ۲۰' المعجم الاوسط: ۲۴۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۴۷۔ ج ۳۳ ص ۴۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۶۲۔ ج ۳ ص ۱۴۷ پر مذکور ہے وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۸۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَبِيْ زُهَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُفْتَحُ الْيَمَنُ، فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبِسُّوْنَ، فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَتُفْتَحُ الشَّامُ، فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبِسُّوْنَ، فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ. وَتُفْتَحُ الْعِرَاقُ، فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبِسُّوْنَ، فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ.

(صحیح مسلم: ۱۳۸۸، الرقم المسلسل: ۳۲۵۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما از سفیان بن ابی الزہیر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یمن کو فتح کیا جائے گا' پھر وہاں سے کچھ لوگ سواری کے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور وہ اپنے گھر والوں کو اور اپنے متبعین کو سواریوں پر لاد کر مدینہ سے نکل جائیں گے اور مدینہ ان کے لیے بہتر تھا' کاش! ان کو علم ہوتا اور شام کو فتح کیا جائے گا' پھر وہاں سے کچھ لوگ سواریوں کے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے' پھر وہ اپنے گھر والوں کو اور اپنے متبعین کو سواریوں پر سوار کر کے مدینہ سے نکل جائیں گے اور مدینہ ان کے لیے بہتر تھا' کاش! ان کو علم ہوتا اور عراق کو فتح کیا جائے گا' پھر وہاں سے کچھ لوگ سواری کے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے' پھر وہ اپنے گھر والوں کو اور اپنے متبعین کو سواریوں پر سوار کر کے مدینہ سے نکل جائیں گے اور مدینہ ان کے لیے بہتر تھا' کاش! وہ لوگ جانتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (۵) عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ان کے بھائی (۶) سفیان بن ابی زہیر النمری الازدی' ابوزہیر کا نام نمیر تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت یہ ہے کہ یہ لوگ فتوحات کے بعد مختلف شہروں میں قیام پذیر ہو گئے اور انہوں نے مدینہ میں سکونت سے اعراض کیا۔

اس حدیث کے موافق درج ذیل حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضرور لوگوں پر مدینہ میں ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ مدینہ سے نکل کر مختلف شہروں میں چلے جائیں گے' وہ وسعت اور کشادگی کی طلب میں دوسرے شہروں میں جائیں گے' پس وہ کشادگی کو پالیں گے' پھر وہ اپنے گھر والوں کو بھی اس کشادگی کی طرف لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر تھا' کاش! ان کو علم ہوتا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۶۸۰۔ ج ۲۳ ص ۷۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۶۰۔ ج ۳ ص ۱۴۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۶ - بَابُ الْاِيْمَانُ يَاْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ — ایمان کا مدینہ کی طرف سمٹ جانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں ایمان مدینہ کی طرف لوٹ کر چلا جائے گا۔

Marfat.com

١٨٧٦ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَارِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَارِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے حدیث بیان کی از خبیب بن عبدالرحمٰن از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان مدینہ کی طرف لوٹ جائے گا' جس طرح سانپ اپنے بل (سوراخ) کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۷' الرقم المسلسل: ۳۶۹' سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۱' صحیح ابن حبان: ۳۷۲۹' شرح السنۃ: ۲۰۱۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۸۴۶۔ ج ۱۳ ص ۲۴۰۔ ۲۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر ابواسحاق الحزامی' یہ ابراہیم بن عبداللہ بن المنذر بن المغیرہ ہیں (۲) انس بن عیاض ابوضمرہ (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) خبیب بن عبدالرحمان' یہ عبید اللہ کے ماموں ہیں (۵) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان بعینہٖ متن حدیث ہے۔

جس حدیث میں ایمان کو سانپ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' اس کی تشریح علامہ مہلب' علامہ داودی' علامہ قرطبی اور علامہ عینی سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مدینہ میں صرف مؤمن آتا ہے اور اس کو مدینہ کی طرف صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت لے جاتی ہے گویا جس طرح ایمان پہلے مدینہ سے نکلا تھا' اسی طرح مدینہ میں لوٹ جاتا ہے' پھر جس طرح سانپ اپنے بل سے باہر نکل کر ادھر اُدھر جاتا ہے' پھر جب کسی چیز سے خوف زدہ ہوتا ہے تو پھر واپس اپنے بل میں آ جاتا ہے۔

علامہ داودی نے کہا ہے کہ یہ چیز صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے قرن میں تھی کیونکہ اس وقت لوگ راہِ راست پر تھے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ اس وقت کے لوگوں کا مذہب صحیح تھا اور بدعت سے سلامت تھا اور ان کا عمل حجت تھا جیسا کہ امام مالک نے روایت کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' خلفاء راشدین اور قرونِ ثلثہ تک کے اکابر کا زمانہ ہے جو تو سے سال پر محیط ہے' اس کے بعد احوال متغیر ہو گئے اور بدعات بہ کثرت ہو گئیں خصوصاً ہمارے اس زمانہ میں جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی تشریح مصنف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب' علامہ داودی' علامہ قرطبی اور علامہ عینی نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے مگر یہ کوئی خاص بات اور قابل ذکر چیز نہیں ہے' اس حدیث کی شرح میں اہم اور قابل ذکر بات یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو سانپ کے ساتھ کیوں تشبیہ دی ہے اور

Marfat.com

یہ کیوں فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں ایمان مدینہ کی طرف لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے؟

میں اپنی بساط کے مطابق اس حدیث کا مطلب جو سمجھ سکا ہوں' وہ یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رکھنے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں اور ایمان کے لیے جو جان و مال کی قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور ایمان کے تقاضوں اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے میں جو مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور نفس کی خواہشوں اور اس کی مرغوب چیزوں کو جو ترک کرنا پڑتا ہے' انہیں دیکھ کر نفس پرست' تن آسان اور کم ہمت لوگ گھبرا جاتے ہیں اور حوصلہ ہار جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ایمان اور اسلام کی وجہ سے تو ان کو فلاں فلاں مشکل اور مشقت والا کام کرنا پڑے گا' مرغوب اور لذیذ چیزوں کو چھوڑنا پڑے گا تو پھر وہ ایمان کے تقاضوں اور اسلام کے احکام سے اس طرح خوف زدہ ہوتے ہیں جس طرح کوئی شخص سانپ کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتا ہے۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے ☆ لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

چوں بگویم مسلمانم بلرزم ☆ کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

اور قرآن مجید میں ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ○ (العنکبوت:۲) کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ان کو یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا○

سو زیر بحث حدیث میں یہی خبر دی گئی ہے کہ لوگ ایمان لانے اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے سے اس طرح خوف زدہ ہوں گے جس طرح وہ سانپ کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتے ہیں' اس کا مشاہدہ ہمارے زمانہ میں بہ آسانی ہو سکتا ہے کہ لوگ پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھتے' زکوٰۃ ادا نہیں کرتے' روزے نہیں رکھتے' بالعموم بینک کا سود کھاتے ہیں' رشوت لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے' مرد داڑھی منڈاتے ہیں' تنگ اور چست لباس پہنتے ہیں جس سے ان کا ستر نہیں ہو پاتا اور سرین کا اُبھار صاف دکھائی دیتا ہے' عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور نیم عریاں لباس پہنتی ہیں' رشتہ کے بھائی بہنوں سے بے تکلف اور بے حجاب باتیں ہوتی ہیں' مخلوط تعلیم کا رواج ہے' اسمبلیوں میں' دفتروں میں' تجارتی اداروں میں اور ہسپتالوں میں مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل جول رہتا ہے اور جب انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ اسلام کے حکم کے مطابق ان کو یہ تمام معمولات ترک کرنے ہوں گے' ثقافت اور تہذیب کے نام پر موسیقی کو سننا ترک کرنا پڑے گا تو ان کو اسلام سانپ سے بھی زیادہ کوئی ڈراؤنی چیز دکھائی دیتی ہے اور وہ اسلام کے احکام اور اس کے تقاضوں سے ڈر کر اس طرح دور بھاگتے ہیں جیسے لوگ سانپ سے دور بھاگتے ہیں' اور آخر زمانہ میں اسلام پر عمل کرنے والے مؤمن صرف مدینہ منورہ میں رہ جائیں گے اور اسلام مدینہ میں اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح جب سانپ کو کوئی گوشہ عافیت نہ ملے تو وہ اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۰۔ ج۱ ص ۶۱۵ میں ہے' اس کی شرح میں اسلام کے اجنبی ہونے کی وضاحت کی گئی ہے جبکہ یہاں پر عمدہ شرح ہے۔

۷- بَابُ اِثْمِ مَنْ كَادَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ جو شخص اہل مدینہ کو فریب دے' اس کا گناہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو فریب دے اور ان کے ساتھ برائی کرے اس کا کتنا گناہ ہے۔

۱۸۷۷- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ، عَنْ جُعَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ سَعْدًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسین بن حریث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضل نے خبر دی از جعید از

Marfat.com

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَكِيْدُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَحَدٌ اِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ. (صحیح مسلم:۱۳۸۷' الرقم المسلسل:۳۲۵۱' سنن کبریٰ:۴۲۶۷' شرح السنۃ:۲۰۱۴' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۱ طبع قدیم' مسند احمد:۱۵۵۸۔ج ۳ ص ۱۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص بھی اہل مدینہ کو دھوکا دے گا' وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو فریب دے گا' اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو اس طرح گلا دے گا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ بہت سخت اور بہت بڑا گناہ ہے۔

۸ - بَابُ اٰطَامِ الْمَدِيْنَةِ — مدینہ کے بلند اور بڑے بڑے مکان

اس باب کے عنوان میں ''اطام'' کا لفظ ہے' یہ ''اطم'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: پتھروں سے بنائے ہوئے قلعے اور محلات' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ایسے مکان ہیں' جو مربع اور مسطح ہوں یعنی عالی شان مکان۔

۱۸۷۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ سَمِعْتُ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰى؟ اِنِّيْ لَاَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ. تَابَعَهُ مَعْمَرٌ وَّسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[اطراف الحدیث:۲۴۶۷۔۳۵۹۷۔۷۰۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے مدینہ کے بلند مکانوں میں سے کسی مکان کو نظر اٹھا کر دیکھا' پھر فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں تمہارے بلند مکانوں کے درمیان فتنوں کے وقوع کی جگہوں کو بارش کے قطروں کی طرح دیکھ رہا ہوں۔ سلیمان بن عبداللہ کی متابعت معمر اور سلیمان بن کثیر نے کی ہے از الزہری۔

(صحیح مسلم:۲۸۹۵' الرقم المسلسل:۷۱۳۹' مسند الحمیدی:۵۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۴' مسند البزار:۲۵۶۵' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۰۵' مصنف عبدالرزاق:۲۱۸۱۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۱۷۴۸۔ج ۳۶ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے لیے فتنوں کی ایک مثالی صورت بنائی گئی اور آپ نے اپنی آنکھوں سے فتنوں کا نزول دیکھا اور آپ نے اپنی امت کو ان فتنوں سے ڈرایا اور یہ نبی ﷺ کی علامات نبوت میں سے ایک علامت ہے' کیونکہ اس میں آپ نے غیب کی خبر دی ہے' پھر اس کے بعد فتنے قطرہ' قطرہ کر کے نازل ہوتے رہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۹ - بَابٌ لَّا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِيْنَةَ — دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا

۱۸۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ جَدِّهٖ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث

Marfat.com

أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ رُعْبُ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلٰى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ. [اطراف الحدیث:۷۱۲۵-۷۱۲۶]

بیان کی از والد خود از جد خود از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہیں ہوگا' اس دن مدینہ میں سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو فرشتے ہوں گے۔

(المعجم الاوسط:۱۰۷۸' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳ طبع قدیم' مسند احمد:۲۰۴۴۱- ج ۳۴ ص ۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبد اللہ بن یحیٰ ابو القاسم القرشی العامری الاویسی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف ابواسحاق القرشی قاضی بغداد (۳) سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمان ابواسحاق الزہری القرشی (۴) ان کے دادا' ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف ابو محمد (۵) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام نفیع بن الحارث ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۶-۳۴۵)

اس حدیث کی مطابقت پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہیں ہوگا اور حدیث کے عنوان میں مذکور ہے کہ مدینہ میں دجال داخل نہیں ہوگا' لہٰذا حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت ثابت نہیں ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب دجال کا رعب مدینہ میں داخل نہیں ہوگا تو یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ دجال بھی مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔

"رعب" اور "المسیح الدجال" کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "رعب" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: خوف۔

نیز اس میں "المسیح الدجال" کا لفظ ہے' اس کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ زمین کی مسافت بہت جلد قطع کرے گا یا یہ کہ مسیح' ممسوح کے معنی میں ہے' کیونکہ اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی ہوگی اور وہ کانا ہوگا۔ دجال کا لفظ دجل سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: جھوٹ بولنا اور کسی چیز کو خلط ملط کرنا۔ دجل کا دوسرا معنی ہے: اونٹ کو جب خارش ہو تو اس پر تیل کی مالش کرنا' دجال بھی چونکہ جادو کر کے حقائق کو چھپائے گا' اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۸۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ، لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ. [اطراف الحدیث:۵۷۳۱-۷۱۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نعیم بن عبد اللہ المجمر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے دروازوں پر فرشتے ہیں' وہاں طاعون داخل ہوگا نہ دجال۔

(صحیح مسلم:۱۳۷۹' الرقم المسلسل:۳۲۴۰' سنن کبریٰ:۷۵۲۶-۴۲۷۳' شرح السنۃ:۲۰۲۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۷ طبع قدیم' مسند احمد:۷۲۲۸- ج ۱۲ ص ۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

"انقاب" اور "طاعون" کے معنی کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

"انقاب"' "نقب" کی جمع ہے' ابن وہب نے کہا ہے کہ "انقاب" کا معنی ہے: داخل ہونے کے راستے۔ ایک قول یہ ہے

Marfat.com

کہ اس کا معنی ہے دروازے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ راستے جن پر لوگ چلتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ. (قٓ:۳۶) انہوں نے بہت سے شہروں کو کھنگال ڈالا۔

ابو المعانی نے کہا ہے کہ ''نقب'' کا معنی ہے: پہاڑ میں سوراخ کرنا۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جس چیز میں بھی سوراخ کیا جائے وہ نقب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''طاعون'' ایک وباء کا نام ہے' جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ طاعون کی بیماری کی اصل وجہ ایک خوردبینی جرثومہ ہے جو ایک پسو نما کیڑے میں پرورش کرتا ہے' یہ پسو زیادہ تر چوہوں اور چوہوں کی اقسام کے جانوروں میں پائے جاتے ہیں اور چوہے کی کھال کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ چمٹے ہوتے ہیں۔ جب یہ چوہے طاعون زدہ پسو کو سوار کرکے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں تو پسو دوسرے جانوروں یا انسانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر ان ہی پسوؤں کے کاٹنے سے جنم لیتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بیماری دوسرے ذرائع سے بھی ہوتی ہے' اس میں ہوا کے ذریعہ جرثومہ کی بیمار آدمی سے تندرست آدمی تک یا جرثومہ کا کسی اور جانور میں منتقل ہونا اور بعد ازاں بیماری کی وجہ بننا شامل ہے۔

طاعون دراصل جسم میں نکلنے والی گلٹیاں (غدود) ہیں' یہ گلٹیاں کہنیوں' بغلوں' ہاتھوں' انگلیوں اور سارے بدن میں نکلتی ہیں' اس کے ساتھ سوجن ہوتی ہے اور سخت درد ہوتا ہے' یہ گلٹیاں جلن کے ساتھ نکلتی ہیں اور ان کی جگہ سیاہ' سرخ یا سبز ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔

طاعون کا علاج ڈاکٹر کے مشورہ سے اینٹی بائیوٹک (Antibiotics) دواؤں سے کریں' اور اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت توبہ اور استغفار کریں۔ (تبیان القرآن ج ۱ ص ۴۳۰-۴۲۹' فرید بک سٹال' لاہور)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۴۶- ج ۳ ص ۷۳۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۸۸۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ' إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ' لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ يَحْرُسُونَهَا' ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ' فَيُخْرِجُ اللّٰهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ.

[اطراف الحدیث: ۷۱۲۴-۷۱۳۴-۷۴۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مکہ اور مدینہ کے سوا ہر شہر کو دجال روندے گا' مدینہ کے راستوں میں سے ہر راستہ پر صفیں باندھے ہوئے فرشتے اس کی حفاظت کر رہے ہیں' پھر مدینہ وہاں کے رہنے والوں پر تین بار لرزے گا' پھر اللہ ہر کافر اور منافق کو نکال دے گا۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا اظہار ہے کیونکہ آپ نے اس چیز کی خبر دی جو قُربِ قیامت میں واقع ہوگی' نیز اس حدیث میں مدینہ اور اہل مدینہ اور مؤمنین خالصین کی فضیلت کا بیان ہے۔

۱۸۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث

Marfat.com

اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا طَوِيلًا عَنِ الدَّجَّالِ، فَكَانَ فِيمَا حَدَّثَنَا بِهِ أَنْ قَالَ يَأْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ، أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا عَنْكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَهُ، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ هَلْ تَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُولُونَ لَا، فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ، فَيَقُولُ حِينَ يُحْيِيهِ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ أَقْتُلُهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ.

[طرف الحدیث: ۷۱۳۲]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق ایک طویل حدیث سنائی' اس میں آپ نے ہم سے فرمایا کہ مدینہ کے راستوں میں آنا تو دجال پر حرام کر دیا گیا ہے' وہ مدینہ کی ایک شور والی (کھاری) زمین پر اترے گا' اس دن مدینہ سے ایک شخص اس کی طرف نکلے گا' جو سب لوگوں سے افضل ہوگا یا افضل لوگوں میں سے ہوگا' وہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیث سنائی ہے' پس دجال کہے گا: یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو ابھی قتل کر دوں' پھر فوراً زندہ کر دوں تو کیا تم میرے معاملہ میں شک کرو گے؟ تو وہ لوگ کہیں گے کہ نہیں! پس وہ اس کو قتل کر دے گا' پھر اس کو زندہ کر دے گا' پس جس وقت وہ اس کو زندہ کرے گا تو وہ شخص کہے گا: مجھے آج سے پہلے تیرے (دجال ہونے کے متعلق) اتنی بصیرت نہیں تھی' پھر دجال کہے گا: میں اس کو قتل کرتا ہوں لیکن وہ اس پر مسلط نہیں ہو سکے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳۸' الرقم المسلسل: ۷۲۶۹' سنن کبریٰ: ۴۲۷۵' شرح السنۃ: ۴۲۵۸' مسند البزار: ۳۳۹۳' مسند ابویعلیٰ: ۱۰۷۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۳۱۸۔ ج ۱۷ ص ۴۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی تفصیل

امام مسلم نے اس روایت کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے' وہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال کا خروج ہوگا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص اس کی طرف روانہ ہوگا' اور ہتھیاروں سے مسلح دجال کے لوگ اس سے ملیں گے' وہ اس سے پوچھیں گے کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ بتائے گا: میرا ارادہ اس شخص کی طرف ہے جس کا خروج ہوا ہے' وہ اس سے کہیں گے کہ کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتے؟ وہ شخص کہے گا کہ ہمیں اپنے رب کے متعلق قسم کا خفا نہیں ہے' وہ کہیں گے کہ اس کو قتل کر دو' وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تمہارے رب نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ تم اس کے بغیر کسی کو قتل نہیں کرنا' پھر وہ اس شخص کو دجال کے پاس لے جائیں گے۔ جب دجال کو وہ مؤمن شخص دیکھے گا تو کہے گا: اے لوگو! یہ وہ دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا تھا' پھر دجال اس مؤمن کو پکڑنے اور اس کا سر پھاڑنے کا حکم دے گا' اس مؤمن کی پیٹھ اور اس کے پیٹ پر ضرب لگائی جائے گی' پھر دجال اس مؤمن سے کہے گا: کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ مؤمن کہے گا: تم مسیح کذاب ہو' پھر اس مؤمن کو آرے سے چیرنے کا حکم دیا جائے گا اور سر کی مانگ سے لا کر اس کے قدموں تک اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں گے' پھر دجال اس کے جسم کے دو ٹکڑوں کے پاس جا کر کہے گا: کھڑا ہو جا! تو وہ مؤمن

سیدھا کھڑا ہو جائے گا' پھر دجال اس مؤمن سے کہے گا: کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ مؤمن کہے گا: مجھے تو اب (تیرے دجال ہونے پر) اور زیادہ یقین ہو گیا' پھر وہ مؤمن کہے گا: اے لوگو! اب میرے بعد دجال کسی اور کے ساتھ یہ کارروائی نہیں کر سکے گا' دجال اس مؤمن کو پھر ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا لیکن اس مؤمن کے گلے سے لے کر ہنسلی تک کا حصہ تانبے کا بن جائے گا اور وہ اس کو ذبح کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا' پھر وہ اس کے ہاتھ اور پیر پکڑ کر پھینک دے گا' لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس کو آگ میں پھینکا ہے' حالانکہ وہ شخص جنت میں پہنچے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی شہادت کا حامل ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳۸' الرقم المسلسل: ۷۲۷۰' امام مسلم اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

۱۰ - بَابُ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ

مدینہ خبث (بُرے آدمیوں) کو نکال دیتا ہے

۱۸۸۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُوْمًا، فَقَالَ أَقِلْنِي، فَأَبٰى، ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَقَالَ الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِي خَبَثَهَا، وَيَنْصَعُ طِيْبُهَا.

[اطراف الحدیث: ۷۲۰۹-۷۲۱۱-۷۲۱۶-۷۳۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی) آیا' آپ نے اس کو اسلام پر بیعت کر لیا' وہ دوسرے روز بخار میں مبتلا آیا اور کہنے لگا: میری بیعت توڑ دیں' آپ نے تین مرتبہ انکار کیا' پھر فرمایا: مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو زنگ کو دور کر دیتی ہے اور خالص چیز رکھ لیتی ہے۔

جو اعرابی مدینہ سے نکلنا چاہتا تھا' اس کی بیعت نہ توڑنے کی متعدد وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ جب اس اعرابی نے بیعت توڑنے کے لیے کہا تو آپ نے اس کی بیعت کیوں نہیں توڑی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو اسلام لا چکا ہو' اس کا اسلام ترک کرنا جائز نہیں ہے اور جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کر چکا ہو اس کا ہجرت کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور اپنے وطن کی طرف واپس جانا جائز نہیں ہے' اور یہ اعرابی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ہجرت کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر مدینہ میں رہنے کی بیعت کی تھی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے اس کی بیعت فتح مکہ کے بعد ہو' جب ہجرت کرنے کی فرضیت ساقط ہو چکی تھی اور اس نے اسلام کی بیعت کی تھی اور اس بیعت کو توڑنے کے لیے کہا تو آپ نے بیعت فسخ نہیں کی۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ اس نے اسلام سے مرتد ہونے کا ارادہ نہیں کیا تھا کیونکہ اس نے ایسی چیز کی بیعت کی تھی جس کو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت سے توڑنے کا ارادہ کیا تھا اور اگر اس کا مدینہ سے نکلنا اسلام سے نکلنے کے برابر ہوتا تو آپ اس کو اسی وقت قتل کر دیتے لیکن وہ معصیت (گناہ) کرتا ہوا نکلا اور چونکہ اس کو بخار تھا اس لیے آپ نے اس کو معذور قرار دیا اور گویا کہ اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس پر ہجرت فرض ہے اور وہ ان لوگوں میں سے تھا' جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ. (التوبہ: ۹۷)

اور (وہ دیہاتی) اسی لائق ہیں کہ وہ اُن احکامِ شرعیہ سے جاہل رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیے ہیں۔

علامہ عینی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ بعض منافق تو مدینہ میں ہی مر گئے تھے

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ منافقین مدینہ میں رہتے رہے اور وہ وہیں مدینہ میں مر گئے اور مدینہ نے ان کو وہاں سے نہیں نکالا؟ تو میں کہوں گا کہ مدینہ ان کا اصلی وطن تھا' وہ وہاں پر اسلام لانے کی وجہ سے نہیں رہ رہے تھے بلکہ اپنی معاشی ضرورت کی وجہ سے رہتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھٹی کی مثال بیان فرمائی تھی یہ صرف ان لوگوں کے لیے تھی جنہوں نے اسلام میں رغبت کر کے اسلام کو قبول کیا' پھر ان کے دل میں خبث آ گیا اور وہ اسلام سے منحرف ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ مدینہ ہر ہر بدعقیدہ یا بدعمل شخص کو نکال کر باہر کر دے گا۔ آپ نے مدینہ کی مثال بھٹی کے ساتھ دی تھی جو لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے اور ظاہر ہے بھٹی بھی ہر ہر لوہے کے زنگ کو دور نہیں کرتی بلکہ کچھ لوہوں کا زنگ دور کرتی ہے' اس لیے اس اعرابی یا اس جیسے اور بدعمل یا بدعقیدہ لوگوں کا مدینہ میں رہنا' اس حدیث کے منافی نہیں ہے۔

١٨٨٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ، رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَتْ فِرْقَةٌ نَقْتُلُهُمْ، وَقَالَتْ فِرْقَةٌ لَا نَقْتُلُهُمْ، فَنَزَلَتْ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ﴾ (النساء:٨٨). وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا تَنْفِي الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيدِ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۵۰-۴۵۸۹] (صحیح مسلم: ۱۳۸۴' الرقم المسلسل: ۳۲۴۶' سنن ترمذی: ۳۰۳۹' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۶۳۰-ج ۳۵ ص ۴۹۶-۴۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از عبد اللہ بن یزید' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جنگ کے لیے) اُحد کی طرف گئے تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے تو مسلمانوں میں سے بعض نے کہا: ہم ان کو قتل کریں گے اور بعض لوگوں نے کہا: ہم ان کو قتل نہیں کریں گے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے متعلق تمہاری دو رائیں ہو گئیں۔ (النساء:۸۸) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ (بُرے) لوگوں کو نکال دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔

ان منافقین کا مصداق جن کے متعلق النساء:۸۸ نازل ہوئی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد کی طرف گئے تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے۔

یہ غزوہ احد کا واقعہ ہے جو کہ ۳ھ میں برپا ہوا' اس روز ہفتہ تھا اور شوال کی پندرہ تاریخ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب روانہ ہوئے' آپ لوگوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور حملہ آور مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو کر اُحد پہاڑ پر اترے عبد اللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت لوٹ کر چلا گیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سو افراد رہ گئے۔

مشرکین کے گھڑ سواروں میں حضرت خالد بن ولید تھے جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے' اور ان کے ساتھ ایک سو گھڑ سوار تھے اور مسلمانوں کے پاس ایک گھوڑا بھی نہیں تھا' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے تھے' ایک گھوڑا رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور ایک گھوڑا حضرت ابو بردہ رضی اللہ کے پاس تھا۔

عبداللہ بن ابی کے جو تین سو ساتھی عین معرکہ کارزار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے' ان کے متعلق یہ آیت (النساء:۸۸) نازل ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۲-۳۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ کی اس روایت کے علاوہ ان منافقین کے مصداق کے متعلق اور بھی اقوال ہیں جن کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہماری تفسیر تبیان القرآن میں النساء:۸۸ کی تفسیر میں کیا گیا ہے۔

۱۱ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور وہ جس باب کا عنوان نہ لکھیں وہ ابوابِ سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اور یہ باب دو وجہوں سے ابوابِ سابقہ کے مناسب ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ بابِ سابق میں یہ حدیث تھی کہ مدینہ بُرے لوگوں کا زنگ اتار دیتا ہے' اور اس باب میں یہ حدیث ہے کہ آپ نے اہل مدینہ کے لیے برکت کی دعا کی اور جن لوگوں کے دلوں کا زنگ اتر گیا ہو' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے لیے برکت کی دعا کی جائے' دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مدینہ کے ساتھ محبت تھی' اس لیے مدینہ نے اہل مدینہ کے لوگوں کے دلوں کا زنگ اتارا تھا اور اسی محبت کا تقاضا تھا کہ آپ نے ان لوگوں کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

۱۸۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ. تَابَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ' عَنْ يُوْنُسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یونس سے سنا از ابن شہاب از حضرت انس رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے دعا کی: اے اللہ! تو نے مکہ میں جتنی برکتیں نازل کی ہیں' مدینہ میں اس کی دو ضِعف برکتیں نازل فرما (یعنی چار گنا برکتیں نازل فرما)۔ جریر کی متابعت عثمان بن عمر نے کی ہے از یونس۔

(صحیح مسلم: ۱۳۶۹' الرقم المسلسل: ۳۲۱۶' مسند ابو یعلیٰ: ۳۶۴۰-۳۵۷۸' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۱۶۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۴۵۲- ج ۱۹ ص ۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ میں برکت کی دعا کی ہے' آیا اس سے مراد عام برکت ہے خواہ دنیاوی اُمور میں برکت ہو یا اخروی اُمور میں یا خاص دنیاوی برکت مراد ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الجوہری نے لکھا ہے کہ کسی چیز کا ضِعف اس کی مثل ہوتا ہے اور اس کے دوضعف اس کی دو مثلیں ہوتی ہیں' اور فقہاء نے کہا ہے کہ کسی چیز کا ضِعف اس کی دو مثلیں ہوتی ہیں اور اس کے دو ضِعف اس کی تین مثلیں ہوتی ہیں۔ (مصنف کے نزدیک یہ چار مثلیں ہونی چاہئیں)

اس حدیث میں برکت سے مراد دنیا کی برکت ہے' اور برکت کا معنی ہے: کثرتِ خیر۔ دنیا کی برکت کی دلیل یہ ہے کہ دوسری حدیث میں آپ نے اس طرح دعا کی ہے: اے اللہ! ہمارے صاع میں اور ہمارے مُد میں برکت نازل فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۸۹)

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس حدیث کے الفاظ عام ہیں' ان کا تقاضا یہ ہے کہ مدینہ میں نماز پڑھنے کا ثواب مکہ میں نماز پڑھنے سے دوضعف زیادہ ہو؟ علامہ عینی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر ہم یہاں الفاظ کا عموم تسلیم کر لیں تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا' کیونکہ دوسری حدیث سے اس کی تخصیص ہو گئی ہے جس میں آپ نے یوں دعا کی ہے: اے اللہ! ہمارے صاع میں اور ہمارے مد میں برکت دے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۸۹) اور اس سے واضح ہو گیا کہ یہاں برکت سے مراد دنیاوی چیزوں میں برکت ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ برکت سے مراد عام ہے خواہ دین کے اُمور میں ہو یا دنیا کی چیزوں میں' یعنی وہ چیزیں بڑھ جائیں اور زیادہ ہو جائیں اور دین میں برکت کا یہ معنی ہے کہ زکوٰۃ اور کفارہ میں اضافہ ہو جائے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب کسی وقت میں برکت حاصل ہو جائے تو آپ کی دعا کا مقبول ہونا ثابت ہو جائے گا لیکن وہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ یہ برکت دائماً ہو یا ہر وقت ہو یا ہر شخص کے لیے ہو۔

علامہ عینی نے کہا: اس معنی پر وہ اعتراض ہے جو اسی میں مستور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے متعلق یہ کہنا کہ وہ دائماً مقبول نہیں ہوتی' آپ کی محبت سے محرومی' بے ادبی اور خلافِ تحقیق ہے

میں کہتا ہوں کہ یہ معنی صحیح نہیں ہے کیونکہ جب ایک مرتبہ مدینہ میں برکت ثابت ہوئی اور آپ کی دعا کا مقبول ہونا ثابت ہو گیا تو دوسری مرتبہ آپ کی دعا کے مقبول نہ ہونے پر کیا دلیل ہے اور اس کے مقبول ہونے سے کیا چیز مانع ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ حدیثِ قدسی روایت کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے متعلق فرماتا ہے:

ولئن سالنی لاعطینه. اگر میرا ولی مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور بالضرور عطا فرماؤں گا۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۲' المعجم الاوسط: ۹۳۴۸' مسند البزار: ۳۶۴۷-۳۶۲۷' کتاب الزہد للبیہقی: ۶۹۸' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۹۳۹' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۶۹' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۱۹۳- ج ۴۳ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جب اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی ہر دعا قبول فرماتا ہے اور کسی دُعا کو مسترد نہیں فرماتا تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کو کسی وقت کب مسترد فرمائے گا اور آپ کی دعا کیوں دائماً قبول نہیں ہو گی!

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھ لوگوں پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی: ۲۱۵۴' مصابیح السنۃ: ۸۷' المستدرک ج ۱ ص ۳۶' صحیح ابن حبان: ۵۷۴۹' مشکوٰۃ: ۱۰۹)

علامہ قرطبی کی اصل عبارت

صحیح مسلم: ۱۳۲۰ میں مذکور ہے: اور مدینہ ان کے لیے زیادہ بہتر ہے کاش وہ جانتے۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں: حضرت انس کی حدیث میں ہے:

اے اللہ! مکہ میں جتنی برکتیں ہیں مدینہ میں اس کی دوضعف برکتیں نازل کر دے' اور برکت کا معنی یہ ہے کہ جو چیز اس کے صاع اور مُد کے پیمانہ سے ناپی جائے اس کو زیادہ کر دے اور اس کا وجود دگنا کر دے' یا اس سے زیادہ سیر کر دے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر چیز کو مدینہ میں کر دیا اور ہر علاقہ اور ہر شہر سے کھینچ کر لوگ مدینہ آ گئے اور یہ بادشاہوں کا مستقر بن گیا اور مدینہ کی طرف رزق

لائے گئے' اور اس میں کھانے والوں کی کمی کے باوجود اس میں کثرت کی گئی اور خوراک میں ان کی حرص کو چھوڑ دیا گیا وہ دن میں صرف ایک مرتبہ کھاتے تھے اور مٹھی بھر کھجوریں انہیں کافی ہوتی تھیں' پھر یہ لازم نہیں ہے کہ یہ برکت دائمی ہو اور نہ یہ لازم ہے کہ ہر شخص میں ہو بلکہ جب کئی زمانوں میں اور اکثر لوگوں میں یہ برکت پائی جائے تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا کے مقبول ہونے کے لیے کافی ہے۔

(المفہم ج ۳ ص ۴۸۰' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

مکہ کی مدینہ پر فضیلت کا بیان

اس حدیث کی شرح میں مکہ اور مدینہ کے درمیان افضلیت کی بحث علامہ ابن بطال مالکی نے بھی کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ کے لیے جو دعا کی ہے اس سے دگنی دعا مدینہ کے لیے کی ہے اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اگر مدینہ کے لیے دگنی برکت کی دعا کرنا اس کو مستلزم ہو کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے تو پھر شام اور یمن کو بھی مکہ سے افضل ہونا چاہیے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شام اور یمن کے لیے کئی بار دعا کی ہے' جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے' صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں' تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت دے' صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں' تو آپ نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۷۱۰۴)

اس حدیث میں مکہ کے لیے دعا کا ذکر نہیں ہے اور شام کے لیے دو بار برکت کی دعا کا ذکر ہے' سو اسی طرح مدینہ کے لیے دو ضعف برکت کی دعا کرنا اور مکہ کے لیے دعا نہ کرنا' مدینہ کی مکہ پر فضیلت کا موجب نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۲۲۔ ج ۳ ص ۷۰۲ میں مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مکہ اور مدینہ میں کون افضل ہے۔

١٨٨٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ الْمَدِينَةِ، أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا، مِنْ حُبِّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے' پھر مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری کو تیز دوڑاتے اور اگر آپ سواری پر ہوتے تو مدینہ کی محبت کی وجہ سے سواری کو تیز چلاتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۰۲ میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ كَرَاهِيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ

مدینہ کو خالی اور ویران کرنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ناپسند تھا

١٨٨٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث

عَنْ حُمَیْدِ الطَّوِیْلِ، عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ یَّتَحَوَّلُوْا اِلٰی قُرْبِ الْمَسْجِدِ، فَکَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُعْرَی الْمَدِیْنَةُ، وَقَالَ یَا بَنِیْ سَلِمَةَ، اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَکُمْ. فَاَقَامُوْا.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ مسجد (نبوی) کے قریب منتقل ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا کہ مدینہ کو خالی اور ویران کر دیا جائے، آپ نے فرمایا: اے بنو سلمہ! (تم دور سے چل کر) آنے میں اپنے قدموں کا ثواب شمار نہیں کرتے! پھر وہ وہیں رہ گئے۔

حدیث مذکور کی شرح' صحیح البخاری: ۶۵۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابٌ

باب

۱۸۸۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ یَحْیٰی، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِیْ خُبَیْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: مجھے خبیب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان (جگہ) جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۹۶ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض چیزوں کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

آپ کے حجرہ اور منبر کے درمیان زمین کا ٹکڑا آیا حقیقۃً جنت ہے یا مجازاً؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رحمت کے نزول اور حصولِ سعادت میں میرے حجرہ اور میرے منبر کی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ کی مثل ہے یا معنی یہ ہے کہ اس جگہ پر عبادت کرنا جنت تک پہنچا دیتا ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہ جگہ حقیقۃً جنت ہے' بایں طور کہ آخرت میں بعینہٖ یہ جگہ جنت کی طرف منتقل کر دی جائے گی اور یہ اس کا خلاصہ ہے جو علماء نے اس حدیث کی تاویل میں کہا ہے۔

نیز اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ منبر منتقل کر کے میرے حوض پر نصب کر دیا جائے گا اور اکثر نے یہی کہا ہے کہ یہی منبر میرے حوض پر نصب کیا جائے گا اور بعض نے کہا ہے کہ قیامت کے دن ایک منبر میرے حوض پر رکھا جائے گا اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص نیک اعمال کرنے کے لیے میرے منبر کا قصد کرے گا اور اس کے سامنے حاضر ہوگا تو یہ منبر اس شخص کو حوض پر لے جائے گا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس حوض سے پیے گا۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ کے حجرہ اور منبر کے درمیان زمین کا جو ٹکڑا ہے' وہ جنت ہے اور حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ضرور جنت میں کمان کی ایک قاب (نصف دائرہ) جتنی جگہ بھی ان جگہوں سے افضل ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۹۳' صحیح مسلم: ۱۸۸۲)

شیخ ابن حزم نے اس پر رد کیا ہے اور کہا ہے کہ اس جگہ کا جنت ہونا مجازاً ہے کیونکہ اگر یہ جگہ حقیقۃً جنت ہوتی تو اس میں بھوک

Marfat.com

اور پیاس نہ لگتی' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى O (طٰہٰ:۱۱۸) بے شک آپ جنت میں نہ بھوکے رہیں گے نہ برہنہ O

بلکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنا جنت تک پہنچا دیتا ہے اور جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۴۲) اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ زمین کا یہ ٹکڑا حقیقۃً جنت ہے تو بالخصوص زمین کا یہ ٹکڑا مکہ سے افضل ہوگا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۱۔ ۳۸۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی تقریباً اسی طرح لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۵۔ ۳۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی دیگر روایات

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

(المعجم الکبیر: ۱۳۱۵۶' المعجم الاوسط: ۷۴۳۔ ۶۱۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۹)

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کی قبر کب تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے مستقبل کے اعتبار سے مجازاً فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے حجرے اور میرے مصلّٰی کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (المعجم الاوسط: ۵۲۲۷۔ ج ۶ ص ۱۱۱' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بیت اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (المعجم الاوسط: ۶۴۴۰۔ ج ۷ ص ۲۲۸' مکتبۃ المعارف' ریاض)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بیت اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے' وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(المعجم الاوسط: ۹۸۔ ج ۱ ص ۱۰۱' صحیح البخاری: ۷۳۳۵' سنن ترمذی: ۳۹۴۱' سنن کبریٰ: ۴۲۹۰' مسند البزار: 1195' مشکل الآثار: ۲۸۷۳' مسند الحمیدی: ۲۹۰' المعجم الکبیر: ۱۳۱۵۶۔ ۲۳۳۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث "من زار قبری وجبت له شفاعتی" کی تحقیق

باب مذکور کی حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغات میں سے ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۸)

اس حدیث میں نبی ﷺ کی قبر انور کی فضیلت کا بیان ہے' اسی طرح درج ذیل حدیث بھی نبی ﷺ کی قبرِ مبارک کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے:

امام علی بن عمر الدار قطنی المتوفی ۳۸۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ثنا القاضي المحاملي' نا عبيد الله بن محمد الورّاق' نا موسى بن هلال العبدي عن عبيد الله بن عمر عن

عن ابن عمر قال قال رسول اللهﷺ من زار قبری وجبت له شفاعتی۔

موسیٰ بن ہلال العبدی از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی' اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

(سنن دارقطنی: ۲۶۵۸۔ ج ۲ ص ۱ ۵۳' دار المعرفہ بیروت' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۷۸' نشر السنۃ' ملتان)

حدیث ''من زار قبری'' کی سند پر غیر مقلد عالم کا اعتراض

اس حدیث کی سند کے ایک راوی موسیٰ بن ہلال العبدی پر ایک غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی نے حسب ذیل اعتراض کیا ہے:

موسیٰ بن ہلال العبدی شیخ بصری ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ مجہول ہیں' العقیلی نے کہا: ان کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی' ابن عدی نے کہا: مجھے امید ہے کہ ان کی حدیث میں کوئی خوف یا حرج نہیں ہے' الذہبی نے کہا: میں کہتا ہوں کہ وہ صالح الحدیث ہیں اور ان کی حدیث ''من زار قبری'' کو منکر قرار دیا گیا ہے۔ (حاشیہ سنن دارقطنی ج ا ص ۲۷۹۔۲۷۸' نشر السنۃ' ملتان)

اس حدیث کے راوی موسیٰ بن ہلال العبدی کو مجہول قرار دینے کا جواب

علامہ علی بن عبد الکافی تقی الدین السبکی الشافعی المتوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں:

رہا ابوحاتم کا یہ کہنا کہ موسیٰ بن ہلال العبدی مجہول ہیں' تو ان کے مجہول ہونے سے کوئی ضرر نہیں ہے' کیونکہ اس سے جہالۃ العین مراد ہو گی یا جہالۃ الوصف مراد ہو گی' اگر اس سے جہالۃ العین مراد ہے اور فن اصول حدیث میں غالب اصطلاح یہی ہے تو یہ جہالت مرتفع ہے' کیونکہ موسیٰ بن ہلال العبدی سے حسب ذیل ائمہ حدیث نے حدیث روایت کی ہے:

(۱) امام احمد بن حنبل (۲) محمد بن جابر المحاربی (۳) محمد بن اسماعیل الاحمسی (۴) ابوامیہ محمد بن ابراہیم الطرطوسی (۵) عبید بن محمد الوراق (۶) الفضل بن سہل (۷) جعفر بن محمد البزوری۔

اگر حدیث کے دو امام کسی شخص سے حدیث روایت کریں تو اس کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے تو جس شخص سے سات ائمہ حدیث' حدیث روایت کریں وہ کیسے مجہول العین رہے گا جب کہ امام ابن عدی نے ان کے متعلق کہا ہے: مجھے امید ہے کہ ان کی حدیث کی روایت میں کوئی خوف یا حرج نہیں ہے۔

اور اگر اس سے مراد جہالۃ الوصف ہے تو وہ اس طرح مرتفع ہو جاتی ہے کہ امام احمد نے موسیٰ بن الہلال سے روایت کی ہے اور علامہ ابن الجوزی نے امام احمد بن حنبل کے مشائخ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ثقہ ہیں کیونکہ امام احمد صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں اور خود مخالف نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث میں جرح اور تعدیل کے علماء دو قسم کے ہیں' ایک وہ ہیں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں: جیسے امام مالک' شعبہ' یحییٰ بن سعید' عبد الرحمان بن مہدی' امام احمد بن حنبل' اسی طرح امام بخاری اور ان کے امثال۔

(شفاء السقام ص ۱۰۔۹)

میں کہتا ہوں کہ علامہ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی نے ہر چند کہ ''من زار قبری'' کی روایت کو منکر کہا ہے لیکن موسیٰ بن ہلال العبدی کی تعدیل اور توثیق کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ وہ صالح الحدیث ہیں' ان سے امام احمد' الفضل بن سہل الاعرج' ابوامیہ الطرطوسی' احمد بن غرزہ اور دوسروں نے حدیث کی روایت کی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۶ ص ۵۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

Marfat.com

اسی طرح حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی موسیٰ بن ہلال العبدی کی توثیق کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ وہ روایت حدیث کی صلاحیت رکھتے ہیں' ان سے امام احمد' الفضل بن سہل الاعرج' ابوامیہ الطرطوسی' احمد بن عرزہ اور دوسروں نے حدیث کی روایت کی ہے۔(لسان المیزان ج۶ ص ۱۳۵-۱۳۴' مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات' ۱۳۹۰ھ)

تاہم حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے:

جس نے میری قبر کی زیارت کی یا میری زیارت کی' میں اس کے حق میں شہادت دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا اور جو کسی ایک حرم میں فوت ہو گیا' اللہ اس کو قیامت کے دن امن یافتہ لوگوں میں سے اٹھائے گا۔

(المطالب العالیہ: ۱۲۵۳-ج ۱ ص ۳۷۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

موسیٰ بن ہلال العبدی کی روایت کی عدم متابعت کا جواب

علامہ علی بن عبد الکافی تقی الدین السبکی المتوفی ۷۵۶ھ لکھتے ہیں:

رہا عُقیلی کا یہ کہنا کہ اس حدیث کی روایت میں موسیٰ بن ہلال العبدی کی متابعت نہیں کی گئی ہے' اور امام بیہقی کا یہ کہنا کہ خواہ انہوں نے عبید اللہ سے روایت کی ہو یا عبد اللہ سے' بہر صورت یہ حدیث منکر ہے' ان کے علاوہ کسی اور نے یہ روایت نہیں کی' تو اس کا جواب یہ ہے کہ مخالفین کو اس حدیث پر اس کے سوا اور کوئی اعتراض نہیں ملا کہ موسیٰ بن ہلال کے سوا اور کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کی۔(الیٰ قولہ)

ہم کو موسیٰ بن ہلال کی اس روایت کے متعدد متابعات اور شواہد مل گئے ہیں' جن کا ان شاء اللہ عنقریب ہم ذکر کریں گے' اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ یہ حسن ہو اور حدیث حسن کی دو قسمیں ہیں' ایک یہ کہ اس کی سند مستور ہو اور اس کی اہلیت متحقق نہ ہو' اور اس کا راوی غافل اور کثیر الخطاء نہ ہو اور اس کے فسق کا کوئی سبب ظاہر نہ ہو' اس کے ساتھ اس کی حدیث کے متن کی مثل کسی دوسری سند سے مروی ہو اور موسیٰ بن ہلال العبدی کا کم از کم یہی مرتبہ ہے اور ان کی روایت بھی اسی مرتبہ کی ہے۔

حدیث حسن کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا راوی صدق اور امانت میں مشہور ہو اور حفظ میں کمی کی وجہ سے وہ حدیث صحیح کے راویوں کے برابر نہ پہنچا ہو' اس کے باوجود اس کا مرتبہ ان سے بلند ہو جن کی حدیث منکر قرار دی جاتی ہے' اور یہ حدیث اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کے اوپر حسن کا اطلاق کیا جائے۔

رہا یہ کہ یہ حدیث عبید اللہ سے مروی ہے اور اس کو عبد اللہ کی روایت پر ترجیح ہے یا یہ حدیث دونوں سے مروی ہے' یا بر سبیل تنزل یہ صرف عبد اللہ سے مروی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ حدیث حسن ہے' اور اگر بالفرض یہ حدیث ضعیف ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ تعدد اسانید کی وجہ سے یہ حدیث حسن ہے۔

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرے گا' اس کو آپ کی شفاعت کی بشارت ہے اور یہ اس کو متضمن ہے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو گا۔(شفاء السقام ص ۱۳-۱۰ ملخصاً)

حدیث "من زار قبری" کا متابع اوّل (۱)

امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار المتوفی ۲۹۲ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

حدثنا قتیبۃ' ثنا عبد اللہ بن ابراھیم' ثنا عبد الرحمٰن بن زید عن ابیہ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من زار

Marfat.com

قبری حلت له شفاعتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار: ۱۱۹۸۔ ج ۲ ص ۵۷ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲ حافظ نور الدین الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن ابراہیم الغفاری ضعیف ہے لیکن اسے اس سے ضرر نہیں کیونکہ یہ حدیث متابعات میں سے ہے بہر حال اس حدیث سے عقیلی کا یہ کہنا غلط ہو گیا کہ اس حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے کیونکہ امام دار قطنی نے اس حدیث کو موسیٰ بن ہلال العبدی سے روایت کیا ہے اور امام بزار نے اس حدیث کو عبد الرحمان بن زید از والد خود روایت کیا ہے دار قطنی کی روایت میں "وجبت" کا لفظ ہے اور امام بزار کی روایت میں "حلت" کا لفظ ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۴ وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۳۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع ثانی (۲)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبدان بن احمد ثنا عبد الله بن محمد العبادی البصری ثنا مسلم بن سالم الجهنی حدثنی عبید الله بن عمر عن نافع عن سالم عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من جاء نی زائرا لا یعمده حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیامة۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری زیارت کے لیے آیا اور اس کو میری زیارت کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۱۴۹۔ ج ۱۲ ص ۲۲۵ داراحیاء التراث العربی بیروت شفاء السقام ص ۱۶) (المعجم الاوسط: ۴۵۴۳۔ ج ۵ ص ۲۷۶۔ ۲۷۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۰۳ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ نور الدین علی بن احمد السمہودی المتوفی ۹۱۱ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع ثالث (۳)

امام علی بن عمر الدار قطنی المتوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن مجاهد عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حج فزار قبری بعد وفاتی فكانما زارنی فی حیاتی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۶ نشر السنۃ ملتان شفاء السقام ص ۲۰ شعب الایمان: ۴۱۵۴۔ ج ۳ ص ۴۸۹ سنن دار قطنی: ۲۶۵۶۔ ج ۲ ص ۵۳۰ دار المعرفۃ بیروت المعجم الاوسط: ۲۸۷ الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۹۰ جمع الجوامع: ۲۰۵۵۱ الجامع الصغیر: ۸۶۲۸ تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۰۲ وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع رابع (۴)

حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مالك عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حج البيت فلم يزرنی فقد جفانی۔

Marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے بیت اللہ کا حج کیا' پھر میری زیارت نہیں کی' اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ (الضعفاء الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۸۰' المکتبۃ الاثریہ' سانگلہ ہل' پاکستان' شفاء السقام ص ۲۷' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع خامس (۵)

امام سلیمان بن داؤد بن الجارود المتوفی ۲۰۴ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو داؤد حدثنا سوار بن میمون ابو الجراح العبدی قال حدثنی رجل من آل عمر عن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من زار قبری او قال من زارنی کنت له شفیعا او شهیدًا ومن مات فی احد الحرمین بعثه الله فی الامنین یوم القیامة۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے میری قبر کی زیارت کی یا فرمایا: جس نے میری زیارت کی' میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا اور جو دو حرموں میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہو گیا' اس کو اللہ عزوجل قیامت کے دن امن والے لوگوں میں سے اٹھائے گا۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۵۔ ج ۱ ص ۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ' شفاء السقام ص ۲۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۵' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۳۶۲' اللآلی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۰۹' الفوائد المجموعۃ للشوکانی: ۱۱۷' الترغیب والترہیب: ۱۸۰۲' شعب الایمان: ۴۱۵۳۔ ج ۳ ص ۴۸۸' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع سادس (۶)

امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی المتوفی ۳۲۲ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن سوار بن میمون عن هارون بن قزعة عن رجل من آل الخطاب عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من زارنی متعمدًا کان فی جوار الله یوم القیامة۔

آل خطاب میں سے ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قصداً میری زیارت کی' وہ قیامت کے دن اللہ کی پناہ میں ہوگا۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی: ۱۹۷۳۔ ج ۴ ص ۳۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' شفاء السقام ص ۳۱' الترغیب والترہیب: ۱۸۰۱۔ ج ۲ ص ۱۸۶' دار ابن کثیر' ۱۴۱۴ھ' شعب الایمان: ۴۱۵۱' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع سابع (۷)

امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن حاطب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی۔ (الحدیث)

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (الحدیث) (سنن دارقطنی: ۲۶۵۷۔ ج ۲ ص ۵۳۱۔ ۵۳۰' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۲ھ' تلخیص الحبیر: ۱۰۷۵۔ ج ۳ ص ۹۰۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ' شفاء السقام ص ۳۲' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۴' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع ثامن (۸)

امام ابو جعفر عقیلی متوفی ۳۲۲ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من زارنی فی مماتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔ (الحدیث)

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی' گویا اس نے میری حیات میں زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی حتیٰ کہ وہ میری قبر تک پہنچا' میں قیامت کے دن اس کے حق میں شہادت دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی: ۱۵۱۳۔ج ۳ص ۴۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' شفاء السقام ص ۳۸' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع تاسع (۹)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات فی احد الحرمین بعث من الامنین یوم القیامۃ ومن زارنی محتسبا الی المدینۃ کان فی جواری یوم القیامۃ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا' وہ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھے گا اور جس نے اخلاص سے مدینہ میں میری زیارت کی' وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا۔ (شعب الایمان: ۴۱۵۸۔ج ۳ص ۴۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ' الترغیب والترہیب: ۱۸۰۳۔ج ۲ص ۱۸۶' شفاء السقام ص ۳۶' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع عاشر (۱۰)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما من عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بہ ملکا یبلغنی وکفی امر آخرتہ ودنیاہ وکنت لہ شهیدا وشفیعا یوم القیامۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام عرض کرتا ہے' اللہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو مجھ کو سلام پہنچاتا ہے اور وہ اس کی دنیا اور آخرت سے کفایت کرتا ہے اور قیامت کے دن میں اس شخص کے حق میں گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

(شعب الایمان: ۴۱۵۶۔ج ۳ص ۴۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع حادی عشر (۱۱)

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت قدس سرہ متوفی ۱۵۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوحنیفۃ عن نافع عن ابن عمر قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قبل القبلۃ ویجعل ظهرک الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر (مبارک) پر قبلہ کی جانب سے آؤ' پھر اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرو اور اپنا منہ قبر (انور) کی طرف کرو' پھر تم کہو: ''**السلام علیک ایها النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ**''۔

(مسند الامام الاعظم ص ۱۲۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر نے فرمایا: سنت یہ ہے' یعنی صحابہ اور تابعین کی سنت یہ ہے' حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم قبلہ کی طرف سے آؤ'

پھر اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اپنا منہ آپ کی قبر انور کی طرف کرو اور پیٹھ قبلہ کی طرف کرو یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا سب سے خاص ادب ہے۔ (شرح مسند ابوحنیفہ ص ۲۰۲-۲۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ)

فاضل عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ اس حدیث کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

علماء اس پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے عظیم ذریعہ ہے اور تمام اعمال شرعیہ میں سب سے افضل عمل ہے اور جس نے اس کے جواز کا انکار کیا وہ خود بھی گم راہ ہے اور دوسروں کو بھی گم راہ کرتا ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب کے قریب ہے کیونکہ حدیث میں ہے: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی اور دوسری احادیث ہیں جن کی امام طبرانی امام دارقطنی اور امام ابن عدی وغیرہم نے روایت کی ہے اور یہ ابن تیمیہ کی خطاء ہے کہ اس نے کہا: اس باب میں وارد تمام احادیث ضعیف ہیں بلکہ موضوع ہیں۔

(حاشیہ مسند ابوحنیفہ ص ۲۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع ثانی عشر (۱۲)

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن دینار قال رایت عبد اللہ بن عمر یقف علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی ابی بکر و عمر۔

عبداللہ بن دینار نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے پاس کھڑے ہوئے آپ پر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے۔

(موطأ امام مالک کتاب قصر الصلوٰۃ باب: ۲۲ حدیث: ۶۸- ج ۱ ص ۱۰۷ المکتبۃ التوفیقیہ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع ثالث عشر (۱۳)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا مالک اخبرنا عبد اللہ بن دینار ان ابن عمر کان اذا اراد سفرا او قدم من سفر جاء قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصلی علیہ ودعا ثم انصرف قال محمد ھکذا ینبغی ان یفعلہ اذا قدم المدینۃ یاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتے یا کسی سفر سے واپس آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر آ کر آپ پر صلوٰۃ پڑھتے اور دعا کرتے پھر چلے جاتے امام محمد نے فرمایا: اسی طرح کرنا چاہیے جب مدینہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر (انور) پر آئے۔ (موطأ امام محمد ص ۳۹۴ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع رابع عشر (۱۴)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن معمر عن ایوب عن نافع قال کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر جاتے اور عرض کرتے: ''السلام علیک یا رسول اللہ! السلام علیک یا ابا بکر'' اور اے اباجان! آپ پر سلام ہو۔

Marfat.com

(مصنف عبدالرزاق: ۶۷۵۳ ـ ج ۳ ص ۳۸۳ ' دارالکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۲۱ھ ' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۵ ' نشر السنہ ملتان)

ابن تیمیہ کی تحریف اور اس کی تکفیر

شیخ ابن تیمیہ نے الموطأ کے حوالے سے اس حدیث کو اس طرح لکھا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے: ''السلام علیك یا رسول اللّٰہ ' السلام علیك یا ابا بکر السلام علیك یا ابت ''۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۹ ' دارالجلیل ' ریاض ' ۱۴۱۸ھ)

یہ ابن تیمیہ کی تحریف ہے اور اس کا حدیث کے الفاظ کو بدلنا ہے۔ موطأ امام مالک ' موطأ امام محمد ' مصنف عبد الرزاق اور سنن بیہقی سب میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت ابن عمر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر آتے تو سلام عرض کرتے اور ابن تیمیہ نے اپنے فاسد عقیدہ کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے بجائے مسجد کا لفظ لکھا اور حدیث میں خیانت کی۔

اس تحریف اور خیانت کی وجہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ کا فاسد عقیدہ یہ ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا حرام ہے ' وہ لکھتے ہیں:

رہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا نہ کہ آپ کی مسجد میں نماز کے قصد سے سفر کرنا تو اکثر علماء کے نزدیک یہ سفر جائز نہیں ہے۔ (الیٰ قولہ) جو شخص انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے لیے سفر کرنے والا ہو ' اس کے لیے اس سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سفر اللہ کی اطاعت نہیں ہے بلکہ معصیت اور حرام ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۲۰ ـ ۱۹ ملخصاً ' دارالجلیل ' ریاض ' ۱۴۱۸ھ)

اور یہی وجہ ہے جس کے سبب سے ملا علی قاری نے ابن تیمیہ کو کافر قرار دیا ہے ' وہ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے ' کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہا ہے اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں افراط کیا ہے اور اس سفر کے منکر کو کافر کہا ہے اور یہ دوسرا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو ' اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو ' اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہوگا۔

(شرح الشفاء علیٰ حامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴ ' دارالفکر ' بیروت)

حدیث ''من زار قبری '' کا متابع خامس عشر (۱۵)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما من احد یسلم علیّ الا ردّ اللّٰہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی مجھ پر سلام پیش کرتا ہے تو اللہ میری روح کو اس کی طرف متوجہ کردیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۴۱ ' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۵ ' المعجم الاوسط: ۳۱۱۶ ' تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۰۴ ' مشکوٰۃ: ۹۲۵ ' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۹۹ ' اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۴۱۹ ' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹ طبع قدیم ' مسند احمد: ۱۰۶۱۳ ـ ج ۱۶ ص ۵۹ ـ ۳۵۸ ' فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۴)

الحمد للہ رب العلمین! ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل ' انوار الٰہیہ کے فیضان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت سے اس حدیث کے پندرہ متابع بیان کردیئے ہیں اور اس سے عقیلی کا یہ اعتراض ساقط ہوگیا کہ حدیث ''من زار قبری '' کا کوئی متابع نہیں ہے۔ اب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے جواز پر مشاہیر مصنفین کی جمع کردہ احادیث کو پیش کر رہے ہیں:

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے جواز پر حافظ ابن حجر کی جمع کردہ احادیث

حافظ ابن حجر نے زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باب قائم کیا ہے' اس باب کے تحت انہوں نے درج ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

عمر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے واپس آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھتے' پھر قبر (مبارک) پر آتے اور کہتے: ''السلام علیك یا رسول اللّٰہ' السلام علیك یا ابا بکر السلام علیك یا ابہ'' (اے ابا! آپ پر سلام ہو)۔ (مسدد نے یہ حدیث روایت کی)

(المطالب العالیہ: ۱۲۵۰۔ ج ۱ ص ۳۷۱' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے' پھر قبر مبارک پر جاتے۔ (مسند ابو یعلیٰ' المطالب العالیہ: ۱۲۵۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی یا میری زیارت کی تو میں اس کے حق میں شہادت دینے والا اور شفاعت کرنے والا ہوں اور جو حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہو گیا' اللہ عزوجل اس کو قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھائے گا۔ (مسند ابو داؤد الطیالسی' المطالب العالیہ: ۱۲۵۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا' پھر میری وفات کے بعد میری زیارت کی' وہ اس کی مثل ہے جس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (مسند ابو یعلیٰ' المطالب العالیہ: ۱۲۵۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے جواز پر حافظ سیوطی کی جمع کردہ احادیث

(۱) امام ابن حبان نے الضعفاء میں اور امام ابن عدی نے کامل میں اور امام الدارقطنی نے العلل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی' اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۲) امام سعید بن منصور' امام ابو یعلیٰ' امام طبرانی' امام ابن عدی' امام الدارقطنی اور امام بیہقی نے الشعب میں اور امام ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے حج کیا' پھر میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی' وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۳) حکیم ترمذی' امام بزار' امام ابن خزیمہ' امام ابن عدی' امام الدارقطنی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی' اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۴) امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو میری زیارت کرنے کے لیے اس حال میں آیا کہ وہ کسی اور ضرورت سے نہیں آیا تھا تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۵) امام ابو داؤد الطیالسی اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی' میں اس کے لیے شفاعت کرنے والا یا شہادت دینے والا ہوں گا اور جو حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا' اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھائے گا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۶) امام بیہقی نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے

Marfat.com

میری حیات میں میری زیارت کی اور جو حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا' قیامت کے دن اللہ اس کو امن والوں میں سے اٹھائے گا۔(الدر المنثور ج۱ص ۵۳۲)

(۷) امام عقیلی نے الضعفاء میں اور امام بیہقی نے الشعب میں آل خطاب کے ایک مرد سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری عمداً زیارت کی' وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا' اور جو مدینہ میں رہا اور اس نے وہاں کی مصیبتوں پر صبر کیا تو میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دینے والا اور شفاعت کرنے والا ہوں گا' اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا' قیامت کے دن اللہ اس کو امن والوں میں سے اٹھائے گا۔(الدر المنثور ج۱ص ۵۳۲)

(۸) امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اخلاص کے ساتھ مدینہ میں میری زیارت کی' میں قیامت کے دن اس کے حق میں شہادت دینے والا اور اس کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔(الدر المنثور ج۱ص ۵۳۲)

(۹) امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام عرض کرتا ہے' اللہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو مجھے اس کا سلام پہنچاتا ہے اور اس کی دنیا اور آخرت میں اس سے کفایت کرتا ہے اور میں قیامت کے دن اس کے حق میں شہادت دینے والا اور اس کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

(الدر المنثور ج۱ص ۵۳۲)

(۱۰) امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جو مسلمان بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ میری روح کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔(الدر المنثور ج۱ص ۵۳۲)

(۱۱) امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ قبر پر جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کرتے تھے اور قبر کو مَس نہیں کرتے تھے' پھر حضرت ابوبکر کو سلام عرض کرتے' پھر حضرت عمر کو سلام عرض کرتے۔(الدر المنثور ج۱ص ۵۳۲)

(۱۲) امام بیہقی نے محمد بن المنکدر سے روایت کی ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہاں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان (کی جگہ) جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔(الدر المنثور ج۱ص ۵۳۳)

(۱۳) امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے منیب بن عبداللہ بن ابی امامہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر آ کر کھڑے ہوئے' پھر دونوں ہاتھ بلند کیے' میں نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے نماز شروع کی ہے' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کیا' پھر چلے گئے۔(الدر المنثور ج۱ص ۵۳۳)

(۱۴) امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے سلیمان بن سحیم سے روایت کی ہے کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگ آ کر آپ کو سلام عرض کرتے ہیں' کیا آپ ان کا سلام سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور میں ان کو جواب دیتا ہوں۔(الدر المنثور ج۱ص ۵۳۳)

(۱۵) امام بیہقی نے حاتم بن مروان سے روایت کی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز مدینہ میں ایک قاصد کو روانہ کرتے تھے تاکہ وہ آپ کو سلام عرض کرے۔(الدر المنثور ج۱ص ۵۳۳)

(۱۶) امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے ابوفدیک سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص نبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس کھڑا ہوا اور اس نے یہ آیت تلاوت کی: "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاO" (الاحزاب:۵۶) پھر ستر (۷۰) مرتبہ پڑھا: "صلى الله عليك يا محمد" تو فرشتہ اس کے جواب میں کہتا ہے: اے فلاں! اللہ تم پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجتا ہے' تمہاری کوئی حاجت ساقط نہیں ہوگی۔

(الدرالمنثور ج۱ص ۵۳۳)

(۱۷) امام بیہقی نے ابوحرب ہلالی سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے دروازہ پر اپنی اونٹنی بٹھادی' پھر اس کو باندھ دیا' پھر مسجد میں داخل ہوا' حتیٰ کہ قبر (انور) پر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' میں گناہوں اور خطاؤں کے بوجھ تلے دبا ہوا آپ کے پاس آیا ہوں اور آپ سے شفاعت طلب کر رہا ہوں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں فرمایا ہے: اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اگر یہ آپ کے پاس آ جاتے' پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا' بے حد رحم فرمانے والا پاتےO (النساء:۶۴) اور آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! میں گناہوں اور خطاؤں کے بوجھ تلے دبا ہوا آپ کے پاس آیا ہوں اور آپ سے شفاعت طلب کرتا ہوں کہ آپ میرے متعلق اپنے رب کے پاس میری شفاعت کریں کہ وہ میرے گناہوں کو بخش دے' پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں ☆ جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے

میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں ☆ اس میں عفو ہے' اس میں سخاوت ہے اور لطف وکرم ہے

(الدرالمنثور ج۱ص ۵۳۳' داراحیاء التراث العربی' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے النساء:۶۴ کی تفسیر میں لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عاصیوں اور گناہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطاء اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ کے پاس آ کر استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کریں کہ آپ بھی ان کے لیے اللہ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔

(تفسیر ابن کثیر ج۱ص ۵۸۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس آیت سے یہ ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لیے دعاء مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات میں ہو سکتی ہے' اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (معارف القرآن ج۲ص ۴۶۰۔۴۵۹' ادارۃ المعارف' کراچی)

ان تفسیروں کے علاوہ علامہ قرطبی کی الجامع لاحکام القرآن ج۵ص ۲۶۵' علامہ ابوالحیان کی البحر المحیط ج۳ص ۶۹۴ اور علامہ نسفی حنفی کی مدارک التنزیل علیٰ ہامش الخازن ج۱ص ۳۹۹ میں بھی یہ اثر مذکور ہے اور اس اثر اور دیگر آثار میں بھی یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے آپ کی قبر پر حاضر ہونا صحابہ' فقہاء تابعین اور اسلاف امت کا طریقہ اور معمول ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے سترہ احادیث ذکر کی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے لیے آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہونا جائز اور مستحب ہے اور ان میں سے کوئی حدیث موضوع یا شدید ضعیف نہیں ہے اور یہ احادیث تعدد اسانید کی وجہ

سے حسن لغیرہ ہیں اور ان کے تقاضے پر عمل کے استحباب پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے اور اس کا انکار کفر ہے' جیسا کہ ملا علی قاری نے تصریح کی ہے۔

حدیث ''من زار قبری'' اگر بالفرض ضعیف السند بھی ہے تو وہ اہل علم کے عمل سے قوی ہوگئی ہے!

برتقدیر تنزل ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی حدیث انفرادی طور پر ضعیف السند بھی ہو تو جس ضعیف السند حدیث پر اہل علم نے عمل کیا ہو تو ان کے عمل سے وہ ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے کیونکہ امام ترمذی نے صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اور یہ لکھا ہے کہ امام عبداللہ بن المبارک نے اس حدیث پر عمل کیا ہے' اس لیے یہ حدیث قوی ہوگئی۔

صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کے متعلق امام ترمذی لکھتے ہیں:

صلوٰۃ التسبیح کے متعلق اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں اور ان میں سے کوئی حدیث زیادہ صحیح نہیں ہے اور عبداللہ بن المبارک اور ایک سے زیادہ اہل علم نے اس پر عمل کو جائز قرار دیا ہے اور اس کی فضیلت ذکر کی ہے۔

(سنن ترمذی ص ۲۲۶' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کو امام ابن ماجہ نے (سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۶)' امام ترمذی نے (سنن ترمذی: ۴۸۲) اور امام بیہقی نے (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۵۲۔۵۱) میں روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے کہا ہے کہ امام عبداللہ بن المبارک صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے اور صالحین ایک دوسرے کو دیکھ کر اس حدیث پر عمل کرتے تھے اور اس سے حدیث مرفوع کی تقویت ہے اور امام ترمذی نے کہا: عبداللہ بن المبارک اور ایک سے زیادہ اہل علم نے اس حدیث پر عمل کیا ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۵۳۰۔۵۲۹' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (التعقبات علی الموضوعات ص ۱۳ طبع قدیم' ۱۳۰۳ھ)

غیر مقلد عالم محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۶۰۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

دیوبندی عالم شیخ تقی عثمانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں جتنی روایات آئی ہیں' سنداً وہ سب کی سب ضعیف ہیں' چنانچہ حدیث باب بھی موسیٰ بن عبیدہ کی بناء پر ضعیف ہے' اس سے متعلقہ تمام احادیث کے ضعف ہی کی وجہ سے علامہ ابن جوزی نے اس نماز کی مشروعیت سے انکار کیا ہے' البتہ حافظ ابن حجر نے ''الاعمال المکفرۃ'' میں لکھا ہے کہ تعدد طرق کی بناء پر یہ حدیث (حدیث باب) حسن لغیرہ بن گئی ہے' اس کے علاوہ یہ مؤید بالتعامل بھی ہے' لہٰذا صلوٰۃ التسبیح کو بدعت یا خلاف سنت کہنا یا اس کی فضیلت کا انکار کرنا درست نہیں ہے۔

(درس ترمذی ج ۲ ص ۲۵۰' مکتبہ دار العلوم کراچی' ۱۴۲۳ھ)

غور فرمایئے! صلوٰۃ التسبیح کی حدیث ضعیف السند ہے مگر عبداللہ بن المبارک کے عمل کی وجہ سے وہ قوی ہوگئی اور حدیث ''من زار قبری'' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت جابر' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کے عمل اور امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام محمد رحمہم اللہ کی تصریحات کی وجہ سے کیوں قوی نہیں ہوگی!!

خلاصۂ بحث اور حرف آخر

چند دن پہلے عزیز القدر حکیم عظمت اللہ نے مجھے فون کر کے یہ بتایا تھا کہ بعض غیر مقلدین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر

Marfat.com

روضہ انور پر حاضری اور زیارت کو حرام قرار دیا ہے اور اخبار میں یہ مضمون چھاپا ہے کہ اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن ہلال عبدی مجہول ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے' اس لیے یہ حدیث منکر ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں آج کل صحیح بخاری کی کتاب الحج کی شرح لکھ رہا ہوں اور عنقریب میں نعمۃ الباری میں کسی مناسب مقام پر اس کا جواب لکھ دوں گا' سو میں نے انوار الہیہ کے فیضان اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے التفات اور توجہ سے اس اعتراض کا جواب لکھا اور یہ بتایا کہ موسیٰ بن ہلال العبدی مجہول نہیں ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور میں نے مفصل حوالوں کے ساتھ اس کے پندرہ متابع ذکر کیے اور حافظ سیوطی کے حوالہ جات کے ساتھ سترہ احادیث ذکر کیں جن میں انہوں نے صحابہ اور فقہاء تابعین کے حوالوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا جواز اور استحباب بیان کیا ہے اور اس ضمن میں' میں نے ابن تیمیہ کی خیانت اور تحریف کو بیان کیا اور آخر میں یہ بتایا کہ اگر بالفرض یہ حدیث ضعیف السند بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث اہل علم کے عمل کی وجہ سے قوی ہو گئی اور اس چیز کو مخالفین کے حوالوں سے واضح کیا' اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور مجھے اتنی صحت اور توانائی عطاء فرمائے کہ میں نعمۃ الباری کو مکمل کرلوں اور ان سطور کو موافقین کے لیے موجب طمانیت اور استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنادے' مجھے تاحیات ایمان کی سلامتی کے ساتھ نیک اعمال پر قائم رکھے اور زندگی میں اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے میری مغفرت فرمادے۔ (آمین)

حدیث ''من زار قبری'' کی تحقیق کے بعد اب میں پھر صحیح بخاری کی احادیث کی شرح کا سلسلہ جوڑتا ہوں:

۱۸۸۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَّ بِلَالٌ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُولُ

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَ عَنْهُ الْحُمّٰى يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ يَقُولُ

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَّحَوْلِي إِذْخِرٌ وَّجَلِيلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَّطَفِيلُ

وَقَالَ اللّٰهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كَمَا أَخْرَجُونَا مِنْ أَرْضِنَا إِلَى أَرْضِ الْوَبَاءِ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا وَصَحِّحْهَا لَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار آ گیا اور حضرت ابوبکر کو جب بخار چڑھا تو وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

ہر شخص اپنے گھر میں صبح کو ہوتا ہے
اور موت اس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ نزدیک ہوتی ہے

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اتر جاتا تو وہ بلند آواز سے رو رو کر یہ اشعار پڑھتے تھے:

سنو! کاش میں پھر اس وادی میں ایک رات رہوں
اور میرے گرد اذخر اور جلیل گھاس ہو
اور کیا میں پھر کسی دن مجنہ کے پانی پر وارد ہوں گا
اور کیا پھر میرے لیے شامہ اور طفیل پہاڑ ظاہر ہوں گے

اور انہوں نے دعا کی: اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما' جس طرح انہوں نے ہمیں اپنے وطن سے دار الوباء کی طرف نکال دیا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی

وَانْقُلْ حُمَّاهَا اِلَى الْجُحْفَةِ . قَالَتْ وَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهِيَ اَوْبَأُ اَرْضِ اللّٰهِ قَالَتْ فَكَانَ بُطْحَانُ يَجْرِيْ نَجْلًا تَعْنِيْ مَاءً اٰجِنًا.

اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ کو اس طرح محبوب بنا دے جس طرح ہمیں مکہ محبوب ہے یا اس سے بھی زیادہ' اے اللہ! ہمارے صاع (چار کلو کا پیمانہ) میں اور ہمارے مد (دو کلو کا پیمانہ) میں برکت دے اور مدینہ کی ہوا کو صحت آفریں بنا دے اور اس کے بخار کو الجحفہ کی طرف منتقل کر دے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: جب ہم مدینہ میں آئے تھے تو وہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وبا والی تھی اور مدینہ میں بطحان نام کا ایک نالہ تھا' اس میں تھوڑا تھوڑا پانی بہتا تھا اور وہ بھی بدمزہ اور بدبودار تھا۔

مدینہ میں آ کر حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کا بیماریوں میں مبتلا ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو جو بخار چڑھا اور انہوں نے اس موقع پر جو اشعار پڑھے' اس کے متعلق بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کرائی اور آپ کے اصحاب کو وطن کے فراق میں اور ان امراض میں مبتلا کیا جو ان کو طبعی طور پر ناپسند تھے تو ان میں سے ہر ایک نے وہی کہا جو اس کے یقین اور مستقبل کے متعلق اس کے علم کا تقاضا تھا' حضرت ابوبکر نے بخار چڑھتے وقت اپنی صبح اور شام کی کیفیات کا ذکر کیا اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہر انسان کی یہی کیفیت ہوتی ہے' اس لیے انہوں نے کہا: ہر انسان صبح کو اپنے اہل میں ہوتا ہے اور موت اس کے قریب ہوتی ہے' یعنی صبح اور شام وہ آفات اور مصائب میں گھرا ہوا ہوتا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ تمنا کی کہ وہ اپنے وطن مکہ لوٹ جائیں جہاں وہ ہمیشہ صحت مند رہتے تھے۔ اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ دنیا بہت جلد فنا ہونے والی ہے اور موت ان کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ ان کے قریب ہے۔

مدینہ کو محبوب بنانے کی دعا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا کہ آپ کے اصحاب کو بخار چڑھ گیا ہے اور دیگر مصائب آ گئے ہیں تو آپ کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ انسان پر ناپسندیدہ حالات گراں گزرتے ہیں تو کہیں آپ کے اصحاب اس شہر سے نفرت نہ کرنے لگیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ اس وباء کو ان سے اٹھا لے اور مدینہ کو ان کے نزدیک مکہ کی طرح محبوب بنا دے بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز سے محبت اور اس سے نفرت کے اسباب اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کو قبول فرمایا اور آپ کے اصحاب مدینہ سے ایسی محبت کرنے لگے جو ان کی وفات تک ان کے دلوں میں نقش رہی۔

بیماری اور مصائب کو دور کرنے کی دعا کا جواز اور جاہل صوفیاء کا رد

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مدینہ کو صحت افزاء مقام بنا دے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے لیے یہ مباح کر دیا ہے کہ وہ جب بیماری اور مصائب میں مبتلا ہو تو اللہ تعالیٰ سے اپنے جسم کی صحت اور اس سے مصائب کے دور ہونے کی دعا مانگے' جس طرح وہ اللہ تعالیٰ سے رزق کا اور نصرت کا سوال کرتا ہے اور اس قسم کی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے شکوہ اور شکایت نہیں ہوتی'

جیسے جنگ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے فتح اور نصرت کی دعا کی اور کہا:

اے اللہ! تو اپنے عہد اور وعدہ کو پورا فرما' اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

(صحیح البخاری:۲۹۱۵)

ان دعاؤں میں صوفیاء کے اس قول کا رد ہے کہ: ولی کی ولایت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ تمام نازل ہونے والے مصائب میں اللہ سے راضی نہ ہو جائے' اور وہ ان مصائب کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے اور اگر اس نے ایسی دعا کی تو اس کی ولایت کامل نہیں ہو گی۔

یہ قول اس لیے مردود ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کون کامل ہو گا اور انہوں نے ایسی دعائیں کی ہیں:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (الانبیاء:۸۳)

اور ایوب کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ۝

اور باب مذکور کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر کوئی مصیبت آتی تو وہ اس مصیبت کا ذکر کر کے اس کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعائیں کرتے تھے۔

الجحفہ کے خلاف دعاءِ ضرر کرنے کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں عرض کیا کہ: اس بخار کو الجحفہ کی طرف منتقل کر دے۔ ان دنوں میں الجحفہ شرک کا گھر تھا اور جن لوگوں نے اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا تھا ان سے یہ خطرہ تھا کہ وہ کفار کی مدد کریں گے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کے خلاف دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسی چیزوں میں مبتلا کر دے جن کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو ایذاء پہنچانے سے باز رہیں' اور جب آپ اپنی قوم اہلِ مکہ کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو آپ نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی:

اے اللہ! مُضر کے خلاف اپنی گرفت کو سخت کر دے' اے اللہ! ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم کی طرح قحط کے سال مسلط کر دے۔ (صحیح البخاری:۱۰۰۶)

آپ نے اہل جحفہ کے خلاف بخار کی دعا کی' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام شہروں سے زیادہ جحفہ کے رہنے والوں کو بخار آتا تھا۔ وہاں ایک چشمہ تھا جس کو عین خُم (بخار کا چشمہ) کہا جاتا تھا' جو بھی اس سے پانی پیتا تھا اس کو بخار آ جاتا تھا' اور اس کا پانی بہت بدمزہ تھا' آج تک جحفہ بخار کا گھر ہے' جو بھی وہاں کا پانی پیتا ہے' اس کو بخار آ جاتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''الجحفہ'' کا ذکر ہے: اب یہ مصر' شام اور مغرب والوں کا میقات ہے' ان دنوں میں یہ مشرکین کی بستی تھی۔

اس میں اذخر اور جلیل کا ذکر ہے' یہ مکہ کی گھاس کا نام ہے۔

اس میں شامہ اور طفیل کا ذکر ہے' یہ مکہ کے دو پہاڑوں کا نام ہے۔ الفا کہانی نے کہا ہے کہ ان پہاڑوں اور مکہ کے درمیان تقریباً تیس میل کا فاصلہ ہے' علامہ خطابی نے کہا: میں ایک دفعہ ان کے پاس سے گزرا تو میں یہ سمجھا کہ یہ دو پہاڑ ہیں حتیٰ کہ مجھ پر منکشف ہوا کہ یہ دو چشمے ہیں۔

اس میں ''مجنة'' کا ذکر ہے: یہ مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر مرّ الظہران کے قریب ایک جگہ ہے' اس کو سوق ہجر بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

''بطحان'' نشیب میں ایک وادی ہے۔ ''نجل'' اور'' اجن'' کا معنی ہے: بدمزہ اور بدبودار پانی۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۵۰۹۔ ۵۰۷ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مکہ سے دگنی چوگنی برکت کی جو دعا کی تھی' اس کا تعلق دنیاوی چیزوں میں برکت سے تھا کیونکہ آپ نے دعا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے اللہ! ہمارے صاع (چار کلو کا پیمانہ) اور ہمارے مُد (دو کلو کا پیمانہ) میں برکت دے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ کا جب بخار اتر جاتا تو وہ بلند آواز سے رو رو کر اشعار پڑھتے تھے۔ اس کی شرح میں ہم غناء پر بحث کریں گے۔

علامہ عینی نے غناء میں اس طرح مذاہب بیان کیے کہ ان میں تضاد اور تعارض ہے

اس حدیث میں غناء کی ایک قسم یعنی گانے کا ثبوت ہے' علامہ عینی حنفی نے لکھا ہے: اس میں کئی مذاہب ہیں: امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام احمد اور عکرمہ' شعبی' النخعی' حماد' ثوری اور اہل کوفہ کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ غناء یعنی گانا حرام ہے' اور دوسروں نے اس کو مکروہ کہا ہے' حضرت ابن عباس سے اور امام شافعی سے بھی اسی طرح منقول ہے اور صحابہ کی ایک جماعت سے بھی اس کی حکایت کی گئی ہے' اور امام مالک اور امام احمد سے بھی اسی طرح (ایک قول) مروی ہے' اور دوسروں نے غناء کو جائز کہا ہے لیکن وہ ایسا غناء نہیں ہے جیسا اب مروج ہے۔ تمہید میں مذکور ہے کہ صحابہ میں سے غناء کے مجوز حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم ہیں' ان کا امام ابن ابی شیبہ اور الماوردی نے ذکر کیا ہے' امام بیہقی نے کہا: حضرت ابومسعود البدری' حضرت اسامہ بن زید' حضرت بلال اور حضرت خوات بن جبیر بھی غناء کے مجوز ہیں اور علامہ ابن عبدالبر نے حضرت عبداللہ بن ارقم اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا ہے اور امام ابونعیم نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا ہے اور صاحب القوت نے حضرت ابن جعفر' حضرت معاویہ' حضرت عمرو بن العاص' حضرت نعمان بن بشیر' حضرت حسان بن ثابت' حضرت خارجہ بن زید' حضرت عبدالرحمان بن حسان رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی مؤقف ہے۔

ایک جماعت نے غناء کثیر اور غناء قلیل (زیادہ گانا اور کم گانا) میں فرق کیا ہے (یعنی زیادہ گانا حرام ہے اور کم گانا جائز ہے) اور یہ امام شافعی سے منقول ہے اور ایک جماعت نے مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق کیا ہے' انہوں نے کہا کہ اگر اجنبی مردوں اور عورتوں کے درمیان غناء ہو تو یہ حرام ہے اور اگر ان کے درمیان نہ ہو تو پھر جائز ہے' ابن حزم نے کہا: جو اس قصد سے گائے یا گانا سنے کہ اس سے اس کے دل کو راحت ہو اور عبادت کرنے میں طاقت حاصل ہو تو وہ اطاعت کرنے والا ہے اور اگر اس کی یہ نیت ہو کہ اس کو اس سے گناہ پر طاقت حاصل ہو تو پھر وہ نافرمان ہے اور اگر اس کی کوئی نیت نہ ہو تو پھر اس کا گانا اور سننا مباح ہے اور استاذ ابومنصور ماتریدی نے کہا: جب گانے' یا گانا سننے کی وجہ سے کوئی فرض ضائع نہ ہو اور اس کی وجہ سے مشائخ کی تعظیم کو ترک نہ کرے تو پھر یہ عمل محمود ہے اور اس پر اس کو اجر ملے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۹۔ ۳۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

مصنف نے غناء میں اس طرح مذاہب بیان کیے کہ ان میں تضاد اور تعارض نہیں ہے اور علامہ عینی کا رد کیا ہے

میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین نے اس غناء (گانے) کو جائز کہا ہے جس کے ساتھ آلاتِ موسیقی نہ ہوں اور وہ فحش اشعار پر مشتمل نہ ہو' جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ اور حضرت بلال رضی اللہ نے اپنی دلی کیفیت اور مکہ سے جدائی کے غم میں اشعار پڑھے

Marfat.com

تھے۔ علامہ عینی کا اس حدیث کی شرح میں یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک غناء حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے' کیونکہ ائمہ اربعہ نے اس طرح کے اشعار پڑھنے کو حرام یا مکروہ تحریمی نہیں کہا ہوگا' حرام یا مکروہ تحریمی صرف اس قسم کے اشعار پڑھنا ہیں جو آلاتِ موسیقی کے ساتھ ہوں یا جو فحش اشعار ہوں' ورنہ جو اشعار اللہ تعالیٰ کی حمد' رسول اللہ ﷺ کی نعت اور اولیاء کرام اور علماء عظام کی منقبت یا پند و نصائح پر مشتمل ہوں' ان کو حرام یا مکروہ کون کہہ سکتا ہے جب کہ انہیں آلاتِ موسیقی کے بغیر پڑھا جائے اور صحابہ کرام اور فقہاء تابعین نے جس غناء کو جائز کہا ہے' وہ یہی غناء اور اس کا سماع ہے اور ائمہ اربعہ اور دوسرے فقہاء نے جس غناء کو حرام یا مکروہ تحریمی کہا ہے' یہ وہ غناء ہے جو آلاتِ موسیقی کے ساتھ ہو کیونکہ آلاتِ موسیقی کے متعلق نبی ﷺ کی یہ سخت وعید ہے:

عبد الرحمٰن بن غنم الاشعری نے کہا: مجھے حضرت ابو عامر یا حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم! انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ضرور میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو ریشم کو اور خمر (انگور کی شراب) کو اور آلاتِ موسیقی کو حلال کہیں گے اور ایک پہاڑ کے پہلو میں ضرور ایسے لوگ اتریں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ کہیں گے: ''کل آنا'' اللہ تعالیٰ ان پر پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (خمر اور آلاتِ موسیقی حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۰)

پس جب رسول اللہ ﷺ نے آلاتِ موسیقی کے مجوزین پر اتنی سخت وعید فرمائی ہے تو آلاتِ موسیقی کے ساتھ اشعار پڑھنے کو صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کب جائز کہہ سکتے ہیں۔

اسی طرح جن اشعار میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ ﷺ کی نعت ہو' ان کو ائمہ اربعہ اور دوسرے فقہاء کب حرام اور مکروہ کہہ سکتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ خود حمد کے اشعار پڑھا کرتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یومِ خندق کو خندق کھود کر اس کی مٹی ڈال رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

واللّٰہ لو لا اللّٰہ ما اھتدینا	ولا تصدقنا ولا صلینا
اللہ کی قسم! اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے	نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے
فانزلن سکینۃ علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا
سو ہم پر ضرور سکون نازل فرما	اور اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ
ان الاولی قد بغوا علینا	اذا ارادو فتنۃ ابینا

بے شک پہلوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے' جب وہ ہمیں فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم (سر جھکانے سے انکار کر دیں گے) نبی ﷺ بلند آواز سے ''اَبَیْنَا اَبَیْنَا'' فرماتے اور اس کی تکرار کرتے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۰۴' صحیح مسلم: ۱۸۰۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۲)

اور نعت کے اشعار کیسے ناجائز ہوں گے جبکہ رسول اللہ ﷺ خود حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نعت سنتے تھے' حدیث میں ہے:

ابوسلمہ بن عبد الرحمان بن عوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے گواہی طلب کر رہے تھے کہ اے ابو ہریرہ! میں تم کو قسم دیتا ہوں کیا تم نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے حسان! رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جواب دو' اے اللہ! اس کی روح القدس کی طرف سے تائید فرما! حضرت ابو ہریرہ نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۶۱۵۲_ ۳۲۱۲_ ۴۵۳)

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نعتیہ اشعار پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ حمد کے اشعار پڑھتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے تھے اور مٹی ڈالتے وقت یہ کہتے تھے:

نحن الذین بایعوا محمدًا علی الجهاد ما بقینا ابدًا

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر ابد تک جہاد کی بیعت کی ہے' جب تک ہم زندہ رہیں گے

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اس طرح جواب دیتے تھے:

اللّٰهم لاعیش الا عیش الا آخرة فاغفر للانصار والمهاجرة

اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما

(صحیح البخاری: ۲۸۳۵' صحیح مسلم: ۱۸۰۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۲)

ہو سکتا ہے کہ کسی کو اس جگہ یہ شبہ ہو کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شعر پڑھنا ثابت کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شعر کے علم کی نفی کی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یٰسٓ: ٦٩) اور ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہے' یہ کتاب تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے ۝

اس کا جواب یہ ہے کہ شعر کے دو معنی ہیں' ایک معنی ہے: کلام موزون' یعنی جس کلام میں ایک وزن کے کلمات ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اشعار پڑھے ہیں' وہ اسی معنی میں ہیں اور اس کے علم کی قرآن کریم نے نفی نہیں کی اور شعر کا دوسرا معنی ہے: خیالی اور جھوٹی باتیں' کفار قریش جو آپ کو شاعر کہتے تھے وہ اسی معنی کے اعتبار سے کہتے تھے کہ آپ جو جنت اور دوزخ کی خبر دیتے ہیں یہ صرف خیالی باتیں اور جھوٹ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے شعر و شاعری کے اسی معنی کے علم کی آپ سے نفی کی ہے اور نہ یہ شعر و شاعری آپ کے لائق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بغیر آلاتِ موسیقی کے حمد اور نعت کے اشعار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ نے پڑھے ہیں اور ان کے پڑھنے کو ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء حرام یا مکروہ نہیں کہہ سکتے اور آلاتِ موسیقی کے ساتھ اور فحش اشعار پڑھنے پر احادیث میں وعید ہے' سو ان کو صحابہ کرام جائز نہیں کہہ سکتے۔

علامہ عینی نے بغیر کسی قید کے یہ لکھ دیا کہ غناء یعنی شعر پڑھنے کو ائمہ اربعہ حرام یا مکروہ کہتے ہیں' انہیں یہاں پر یہ قید لگانی چاہیے تھی کہ جو اشعار آلاتِ موسیقی کے ساتھ پڑھے جائیں یا جو اشعار مخرب اخلاق اور فحش ہوں' ان کے پڑھنے کو ائمہ اربعہ حرام یا مکروہ کہتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے مطلقاً بغیر کسی قید کے لکھ دیا کہ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین غناء یعنی شعر پڑھنے کو جائز کہتے ہیں' انہیں یہاں پر بھی یہ قید لگانی چاہیے تھی کہ حمد اور نعت کے اشعار یا منقبت کے اشعار یا حکمت آموز اشعار پڑھنے کو صحابہ کرام اور فقہاء تابعین جائز اور کار ثواب کہتے ہیں۔

جس طرح علامہ عینی نے غناء میں مذاہب بیان کیے ہیں' اس سے تو ائمہ اربعہ اور صحابہ کے نظریات میں تعارض اور تضاد معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کو ائمہ اربعہ حرام کہتے ہیں' اسی کو صحابہ اور فقہاء تابعین جائز کہتے ہیں حالانکہ حرام کو حلال کہنا تو معاذ اللہ کفر ہے اور جس طرح ہم نے بحمدہٖ تعالیٰ اس مقام کی تقریر کی ہے' اس سے ائمہ اربعہ اور فقہاء صحابہ و تابعین کے کلام میں تعارض اور تضاد نہیں رہتا۔

Marfat.com

١٨٩٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ سَمِعْتُ عُمَرَ نَحْوَهُ. وَقَالَ هِشَامٌ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَفْصَةَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از خالد بن یزید از سعید بن ابی ہلال از زید بن اسلم از والد خود از حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہوں نے یہ دعا کی: اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کر دے اور ابن زریع نے کہا از روح بن القاسم از زید بن اسلم از والدہ خود از حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل سنی' اور ہشام نے کہا از زید از والد خود از حضرت حفصہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔

مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی ایک قوی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ علم ہوتا کہ مدینہ سے افضل کوئی اور جگہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے کہ ان کو وہاں موت آئے اور ان کی قبر وہاں بنے اور مدینہ کی مکہ پر فضیلت کے لیے اس سے بھی استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور آپ کی قبر کے لیے مدینہ کی سرزمین کو منتخب فرمایا جبکہ آپ افضل البشر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مکرم نبی کی موت اور ان کی قبر کے لیے اسی جگہ کو اختیار کرے گا جو جگہ روئے زمین میں سب سے افضل ہو اور جو شخص جہاں فوت ہوتا ہے' اس جگہ کی مٹی سے اس کے بدن کے اجزاء اصلیہ بنائے جاتے ہیں اور چونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق ہیں اور مدینہ کی مٹی سے آپ کا مادہ تخلیق بنایا گیا ہے تو اس سے واضح ہوا کہ مدینہ کی زمین بہ شمول مکہ تمام زمینوں سے افضل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تاریخ اور جس جگہ آپ مدفون ہیں' اس جگہ کا عرش سے بھی افضل ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ان کو شہادت عطا فرمائی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولؤلؤ نے آپ کی کوکھ میں خنجر مار کر آپ کو قتل کر دیا تھا' اس وقت آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور یہ بدھ کا دن تھا اور ذوالحجہ کی چھبیس تاریخ تھی اور حضرت عمر کی عمر اس وقت ۶۳ سال تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر بھی وفات کے وقت ۶۳ سال تھی' حضرت عمر کو حضرت ابوبکر کے جوار میں دفن کیا گیا اور حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کیا گیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں نفوسِ قدسیہ زمین کے جس ٹکڑے میں مدفون ہیں' بلا اختلاف روئے زمین کا سب سے افضل ٹکڑا ہے اور متعدد مشاہیر امت نے یہ تصریح کی ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر رکھا ہوا ہے' وہ ٹکڑا عرش سے بھی افضل ہے۔

Marfat.com

شہادت کی دعا پر ایک اشکال کا جواب

آج سے بتیس سال پہلے لاہور میں نماز جمعہ کے بعد ایک بزرگ نمازی نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی شہادت کے حصول کی دعا کی' جب کہ شہادت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان کو کوئی کافر قتل کر دے اور مقتول مغلوب ہوتا ہے اور قاتل غالب ہوتا ہے' سو یہ تو مسلمان کے مغلوب ہونے اور کافر کے غالب ہونے کی دعا ہے؟

میں نے اس کے جواب میں کہا: ایک چیز قبیح لذاتہٖ ہوتی ہے اور حسن لغیرہٖ ہوتی ہے جیسے جہاد کرنا یہ فی نفسہٖ قبیح لذاتہٖ ہے کیونکہ اس سے شہر برباد ہوتے ہیں اور لوگ مارے جاتے ہیں لیکن چونکہ یہ اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ ہے' اس وجہ سے یہ حسن لغیرہٖ ہے' اسی طرح شہادت کا معاملہ ہے۔ مسلمان کا' کافر کے ہاتھوں مغلوب ہونا قبیح لذاتہٖ ہے اور چونکہ یہ اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ بنتا ہے' اس لیے حسن لغیرہٖ ہے۔

فضائل مدینہ کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین۔ آج ۲ شوال ۱۴۲۸ھ/ ۱۵' اکتوبر ۲۰۰۷ء کو فضائل مدینہ کے ابواب کا اختتام ہو گیا' الٰہ العٰلمین! صحیح البخاری کے باقی ابواب کی بھی تکمیل کرا دے' اس کتاب نعمۃ الباری کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرما' میرا ایمان پر خاتمہ فرما اور آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب کی' میرے تلامذہ کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دے۔ (آمین)

فضائل مدینہ میں چھبیس احادیث ہیں' جن میں سے چار معلق ہیں اور ان میں نو مکرر احادیث ہیں اور خالص سترہ احادیث ہیں اور ان میں صرف ایک اثر ہے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا ہے' جس میں انہوں نے حسن خاتمہ کی دعا کی ہے۔ سو میں بھی اللہ تعالیٰ سے پھر دعا کرتا ہوں کہ وہ عاقبتِ حُسنیٰ پر ہمارا خاتمہ فرمائے اور اس شرح کی تکمیل میں میری مدد فرمائے اور اس شرح کو قبولِ عام عطا فرمائے' بے شک اللہ تعالیٰ قادر و قیوم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ آمین یا رب العٰلمین بجاہ حبیبک سیّد المرسلین.

اب ان شاء اللہ العزیز کتاب الصوم شروع ہو گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۳۰ - کِتَابُ الصَّوْمِ

روزوں کا بیان

روزوں کے بیان کو باقی عبادات کے اخیر میں بیان کرنے کی توجیہ

جو عبادات ایمان کے ارکان ہیں' وہ چار ہیں: نماز' زکوٰۃ' حج اور روزے' امام بخاری نے ایمان کے بعد نماز اور زکوٰۃ کے ابواب مقرر کیے کیونکہ قرآن مجید میں ان کی یہی ترتیب ہے:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَO(البقرہ:۳) جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیںO

اس آیت میں پہلے ایمان کا ذکر ہے' پھر نماز قائم کرنے کا' پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے یعنی زکوٰۃ ادا کرنے کا' سو امام بخاری نے بھی اسی ترتیب سے یہ تین ابواب قائم کیے' اس کے بعد امام بخاری نے حج کے ابواب ذکر کیے' کیونکہ نماز محض بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ محض مالی عبادت ہے اور حج بدنی اور مالی عبادت کا مرکب اور مجموعہ ہے' اس لیے نماز اور زکوٰۃ کے بعد حج کے ابواب ذکر کیے اور اب عبادات میں سے صرف روزہ باقی رہ گیا تھا' اس لیے حج کے بعد روزے کے ابواب بیان کیے' نیز نماز' زکوٰۃ اور حج میں کچھ کاموں کے کرنے کا ذکر ہے جبکہ روزے میں کچھ کاموں کے نہ کرنے کا ذکر ہے۔ نماز' زکوٰۃ اور حج میں فعل کا ذکر ہے اور روزے میں ترک کا ذکر ہے یعنی طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کھانے' پینے اور عمل تزویج کو ترک کرنا اور فعل ترک پر مقدم ہوتا ہے' اس لیے نماز' زکوٰۃ اور حج کو روزے پر مقدم کیا اور ان کے بعد روزے کے ابواب کو قائم کیا' یہ امام بخاری کی بہترین ترتیب اور بہت عمدہ مناسبت ہے اور باقی مصنفین نے نماز اور زکوٰۃ کے بعد روزہ کے ابواب ذکر کیے ہیں' اس لیے ان کی ترتیب مین وہ حسن اور سلاست نہیں ہے جو امام بخاری کی ترتیب میں ہے۔

روزہ کا لغوی اور شرعی معنی

روزہ کا لغوی معنی ہے: ''امساک'' (رُکے رہنا) اور کسی کام کو ترک کرنا' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے اس قول کو بیان فرمایا ہے:

اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ (تم اشارہ سے کہو) کہ میں نے رحمٰن کے لیے یہ نذر مانی ہے

Marfat.com

اِنْسِيًّاO (مریم:۲۶) کہ میں آج ہرگز کسی انسان سے بات نہیں کروں گیO

اور شریعت میں روزہ کا معنی ہے: طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے' پینے اور عمل ازدواج سے رکے رہنا۔

اس میں اختلاف ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے کون سا روزہ واجب ہوا؟ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے عاشوراء یعنی دس محرم کا روزہ واجب ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ہر ماہ کے تین روزے واجب ہوئے' کیونکہ امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو ہر ماہ کے تین روزے رکھتے تھے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۹۴)

پھر جب رمضان کے روزے رکھنے فرض ہوئے تو ہر قسم کے روزے رکھنے کا وجوب منسوخ ہو گیا' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرہ:۱۸۵) سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو' وہ ضرور اس مہینہ میں روزے رکھے۔

رمضان کے روزے شعبان ۲ھ میں فرض ہوئے' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو سال رمضان کے مہینوں میں روزے رکھے' فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ رمضان سے پہلے کسی روزہ کا رکھنا فرض نہیں تھا اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھنا فرض تھا' پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اس سے پہلے کے تمام روزوں کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١ - بَابُ وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ
رمضان کے روزے کی فرضیت

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَO﴾ (البقرہ:۱۸۳).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے رکھنا فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاؤO (البقرہ:۱۸۳)

امام بخاری نے یہ آیت اس لیے ذکر فرمائی ہے کہ یہ رمضان کے روزوں کی فرضیت میں صریح نص ہے۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر تبیان القرآن میں مطالعہ کریں' تاہم اس کی تفسیر کے لیے ہم امام ابو منصور ماتریدی کی کتاب سے کچھ حصہ پیش کر رہے ہیں:

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل نے اس آیت کے ذریعہ یہ واضح فرمایا ہے کہ صرف یہ امت روزوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ دوسری امتوں کی بہ نسبت روزہ رکھنے کی زیادہ مستحق ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں روزوں سے مراد کون سے روزے ہیں؟ بعض نے کہا: وہ عاشوراء کا روزہ ہے اور بعض نے کہا: وہ ایام بیض (ہر چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ) کے روزے ہیں اور بعض نے کہا: اس سے مراد رمضان کے روزے ہیں اور رمضان کے روزوں سے باقی روزوں کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۲۴۔ ۲۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

روزے کی فرضیت اور فضیلت کے متعلق احادیث

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ منبر کے پاس حاضر ہو' سو ہم منبر کے پاس حاضر ہوئے' جب آپ (منبر کی) پہلی سیڑھی پر چڑھے تو آپ نے فرمایا: آمین' پھر جب آپ دوسری سیڑھی پر چڑھے تو آپ نے فرمایا: آمین' پھر جب آپ تیسری سیڑھی پر چڑھے تو آپ نے فرمایا: آمین' پھر جب منبر سے اترے تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے

آج آپ سے ایسی بات سنی جو ہم نے آپ سے پہلے نہیں سنی تھی' آپ نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: جس نے رمضان کو پایا اور اس کی مغفرت نہ کی گئی' میں نے کہا: آمین' پھر انہوں نے کہا: جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا (اس کی بھی مغفرت نہ کی جائے)' میں نے کہا: آمین' جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو انہوں نے کہا: جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کیا' میں نے کہا: آمین ۔ (المستدرک ج ۴ ص ۱۵۳' علامہ ذہبی نے بھی حاکم کی موافقت میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے' صحیح ابن حبان: ۴۰۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۸۸)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے آخری دن خطبہ دیا' اس میں فرمایا: اے لوگو! تم پر عظیم' مبارک مہینہ سایا فگن ہوا ہے' اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے' یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ نے اس کے روزوں کو فرض قرار دیا ہے' اور اس کی رات میں قیام کو نفل قرار دیا ہے' جس نے اس مہینہ میں کوئی نفلی نیکی کی وہ اس مہینہ کے علاوہ دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرنے کی مثل ہے' اور جس نے اس مہینہ میں کوئی فرض ادا کیا وہ اس مہینہ کے علاوہ دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کرنے کی مثل ہے' یہ صبر کرنے کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے' اور یہ غم خواری کرنے کا مہینہ ہے' یہ وہ مہینہ ہے جس میں مؤمن کا رزق زیادہ کر دیا جاتا ہے' جس نے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو یہ اس کے گناہوں کی مغفرت ہے اور اس کی گردن کی دوزخ سے آزادی ہے' اور اس کو بھی روزہ دار کے اجر کی مثل اجر ملے گا اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کی وسعت نہیں رکھتا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ یہ اجر اس کو بھی عطا فرمائے گا جو روزہ دار کو ایک کھجور سے روزہ افطار کرا دے یا پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ افطار کرا دے یا تھوڑے سے پانی ملے دودھ سے روزہ افطار کرا دے' یہ وہ مہینہ ہے جس کے اوّل میں رحمت ہے اور جس کے اوسط میں مغفرت ہے اور جس کے آخر میں دوزخ سے آزادی ہے' جس نے اس مہینہ میں اپنے غلام (یا نوکر) کے کام میں تخفیف کی' اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے آزاد کر دے گا' اس مہینہ میں چار کام بہ کثرت کرو: دو کام تو ایسے ہیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے اور دو کام ایسے ہیں جن کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں' وہ کام جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے' وہ یہ ہیں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور تم اللہ سے مغفرت طلب کرو' اور رہے وہ دو کام جن کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں' وہ یہ ہیں کہ تم اللہ سے جنت کا سوال کرو اور اللہ سے دوزخ سے پناہ طلب کرو اور جس نے کسی روزہ دار کو پانی پلایا' اللہ اس کو میرے حوض سے ایسا پانی پلائے گا جس سے وہ (کبھی) پیاسا نہیں ہوگا حتیٰ کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۸۷' شعب الایمان: ۳۶۰۸' الترغیب والترہیب للاصبہانی: ۱۷۲۶' الترغیب والترہیب للمنذری: ۱۴۶۲' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا مسترد نہیں ہوتی: (۱) جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے (۲) امام عادل (۳) مظلوم کی دعا' اللہ اس کے اوپر سے بادل ہٹا دیتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب فرماتا ہے: میری عزت اور جلال کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا' خواہ کچھ وقت کے بعد۔

(سنن ترمذی: ۳۵۹۸' اس کی سند حسن ہے' سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۰۱' صحیح ابن حبان: ۲۴۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۵' مسند البزار: ۳۱۳۹' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا' اللہ اس کے چہرہ کو ستر سال کی مسافت تک دوزخ سے دور کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۶۲۲' سنن نسائی: ۲۲۴۴' سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۸' اس کی سند حسن ہے)

Marfat.com

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کے علاوہ ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا' اللہ اس کو تیز رفتار مضمّر گھوڑے کی سو سال کی مسافت تک دوزخ سے دور کر دیتا ہے۔(مضمر اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جس کو خوب کھلایا پلایا جائے' پھر چند دن بھوکا پیاسا رکھا جائے' تا کہ وہ مشقت جھیلنے اور تیز دوڑنے کا عادی ہو)۔

(مسند ابویعلیٰ ج ۳ ص ۱۴۸۶' الترغیب والترہیب للمنذری: ۱۴۴۶' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی زبان بن فائد ہے' اس میں بہت کلام ہے اور اس کی توثیق کی گئی ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۴)

روزہ کی تعریف' اس کی فرضیت اور اس کے فضائل بیان کرنے کے بعد اب ہم روزہ کے مسائل بیان کر رہے ہیں:

روزہ کے مکروہات اور مستحبات

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ بیان کرتے ہیں:

(۱) روزہ میں دنداسہ چبانا مکروہ ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں اسی طرح مذکور ہے۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے تجنیس میں لکھا ہے کہ فرض روزہ میں کسی چیز کو چکھنا مکروہ ہے نفل روزہ میں مکروہ نہیں ہے' شہد یا تیل کو خریدتے وقت اس لیے چکھنا کہ عمدہ اور ردّی میں تمیز ہو جائے یہ مکروہ نہیں ہے (بہ شرط یہ کہ حلق میں اس کا اثر نہ جائے)۔ اسی طرح فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے۔

(۲) السراج الوہاج میں مذکور ہے کہ استنجاء میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے' اسی طرح غرارے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے' شمس الائمہ الحلوانی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ منہ میں بہت زیادہ پانی نہ روکے۔ محیط برہانی میں بھی اسی طرح ہے۔

(۳) اگر روزہ دار پانی میں ہوا خارج کرے خواہ آواز سے یا بغیر آواز کے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن یہ فعل مکروہ ہے۔ (معراج الدرایہ) امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ بغیر وضوء کے روزہ دار کے لیے غرارہ کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا مکروہ ہے' اسی طرح غسل کرنا اور سر پر پانی ڈالنا اور گیلا کپڑا لپیٹنا مکروہ ہے' امام ابو یوسف نے کہا: یہ مکروہ نہیں ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (محیط سرخسی)

(۴) روزہ دار کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے اس کو نگل لے۔ (فتاویٰ ظہیریہ)

(۵) روزہ دار کے لیے سرمہ لگانا اور مونچھوں پر تیل لگانا مکروہ نہیں ہے۔ (کنز الدقائق)

(۶) اگر روزہ دار کو اپنی کمزوری کا خطرہ نہ ہو تو اس کے لیے فصد لگوانا مکروہ نہیں ہے اور اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ زیادہ خون نکلنے سے اس قدر کمزوری ہوگی کہ اس کو روزہ توڑنا پڑے گا تو پھر یہ مکروہ ہے۔ (محیط)

میں کہتا ہوں کہ آج کل سرنج (Syringe) سے خون نکلوانا بھی اسی حکم میں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

(۷) جس روزہ دار کو انزال کا خطرہ نہ ہو' اس کے لیے اپنی بیوی کا بوسہ لینا مکروہ نہیں ہے اور اگر اس کو انزال کا خطرہ ہو یا اس کو یہ خطرہ ہو کہ وہ شہوانی جذبات سے مغلوب ہو کر جماع کرے گا تو پھر اس کے لیے یہ مکروہ ہے' بیوی کو مس کرنا بھی اسی حکم میں ہے۔ (تبیین الحقائق)

(۸) جو شخص صبح کو اٹھے تو جنبی ہو یا دن میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (محیط السرخسی)

(۹) رات کے آخری وقت میں سحری کرنا مستحب ہے۔ (السراج الوہاج)

(۱۰) افطار کو جلد کرنا مستحب ہے اور سنت یہ ہے کہ افطار کے وقت یہ دعا کرے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ

Marfat.com

تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ"۔ اور سحری کے وقت یہ دعا کرے: "وَصَوْمُ الْغَدِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَوَيْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ"۔ (معراج الدرایہ)

(۱۱) عیدین کا اور ایامِ تشریق کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر اس نے روزہ رکھ لیا تو روزہ ہو جائے گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(۱۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ ہے خواہ مسلسل روزے رکھے یا متفرق، امام ابویوسف کے نزدیک مسلسل روزے رکھنا مکروہ ہے اور متفرق روزے رکھنا مکروہ نہیں ہے، لیکن عامۃ المشائخ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے (یعنی کسی بھی طریقہ سے یہ روزے رکھنا جائز ہے، خواہ اکٹھے رکھے جائیں یا متفرق)۔ (البحرالرائق)

(۱۳) مسلسل پورے سال اس طرح روزے رکھے کہ جن ایام میں روزہ رکھنا منع ہے، ان میں بھی روزہ رکھے تو یہ مکروہ ہے اور جب ایامِ ممنوعہ کے روزے چھوڑ دے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ)

(۱۴) افضل یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن بغیر روزے کے گزارے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ)

(۱۵) چپ رہنے کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ روزہ رکھے اور اس میں کلام نہ کرے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(۱۶) جب مسافر کو روزہ رکھنے سے مشقت ہو تو اس کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر مشقت نہ ہو تو پھر روزہ رکھنا افضل ہے۔

(فتاویٰ ظہیریہ)

(۱۷) ایامِ بیض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھنا مستحب ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(۱۸) پیر اور جمعرات کی طرح صرف جمعہ کا روزہ رکھنا اکثر فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔ (البحرالرائق)

میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے کہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا ممنوع ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جمعہ کا روزہ نہ رکھے مگر اس صورت میں کہ اس سے پہلے دن یا اس کے بعد کے دن کا بھی روزہ رکھے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۸۵، صحیح مسلم: ۱۱۴۴، سنن ابوداؤد: ۲۴۲۰، سنن ترمذی: ۷۴۳، سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۳)

(۱۹) حُجاج کے لیے یومِ عرفہ کا روزہ رکھنا اس صورت میں مکروہ ہے کہ جب روزے سے ان کو اتنا ضعف طاری ہو کہ وہ افعالِ حج اچھی طرح ادا نہ کر سکیں۔

(۲۰) صرف دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ (محیط السرخسی)

(فتاویٰ عالم گیری ج ا ص ۲۰۲-۱۹۹ ملتقطاً وموضحاً مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

نوٹ: ان میں سے بعض روزوں کی کراہت یا استحباب کے متعلق عنقریب احادیث میں تصریح آئے گی۔ ان شاء اللہ

جن کاموں سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں ہوتا

روزہ کے فساد کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جس سے روزہ کی قضاء واجب ہوتی ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

(۱) جب روزہ دار بھولے سے کھا لے یا پی لے یا بھولے سے جماع کرے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس میں فرض روزہ اور نفلی کا کوئی فرق نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین)

(۲) اگر روزہ دار کو جبراً کھلایا گیا یا اس نے خطاءً کھا لیا تو اس پر قضاء ہے، کفارہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(۳) خطاء یہ ہے کہ روزہ دار کو یاد ہو کہ اس کا روزہ ہے اور اس کا روزہ توڑنے کا قصد نہ ہو، پھر وہ خطاء سے کھا لے یا پی لے۔

Marfat.com

(النہرالفائق)

(۴) جب روزہ دار نے بھول کر کھالیا یا پی لیا یا جماع کر لیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹا' اس میں فرض اور نفل کا کوئی فرق نہیں۔(ہدایہ اولین)

یہ مسئلہ عالم گیری میں مکرر ہے' سو ہم نے اس کو اسی طرح باقی رکھا ہے۔

(۵) جب روزہ دار ایسی چیز کھالے جو غذا ہو نہ دوا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ نہیں ہے' مثلاً وہ کنکری کھالے یا مٹی کھالے یا کاغذ کھالے۔(تبیین الحقائق)

(۶) جب روزہ دار غسل کر رہا ہو اور پانی اس کے حلق میں اس کے قصد کے بغیر چلا جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔(السراج الوہاج)

(۷) اگر اس کے پیٹ میں مکھی چلی گئی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(ایضاح الکرمانی)

(۸) اگر اس کے حلق میں غبار یا دھواں چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(السراج الوہاج)

(۹) تیل کی مالش سے تیل بدن کے مسامات میں داخل ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(شرح المجمع)

(۱۰) اگر آنکھوں میں دوا کے قطرے ٹپکائے تو ہمارے نزدیک اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا' خواہ اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو اور اگر اس نے تھوکا اور سرمہ کا اثر اور رنگ اس نے تھوک میں دیکھا تو عامۃ المشائخ کے نزدیک اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(الذخیرہ' یہی قول زیادہ صحیح ہے' تبیین الحقائق)

ہمارے نزدیک سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ سرمہ لگانا حدیث سے ثابت ہے' اور یہ حدیث خلاف قیاس ہے' لہٰذا آنکھوں میں دوا ڈالنے کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا' کیونکہ جو حدیث خلاف قیاس ہو وہ اپنے مورد میں بند ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ آنکھوں میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور سرمہ لگانے سے نہیں ٹوٹے گا۔

(۱۱) جس کو منہ بھر کر قے آئی یا وہ از خود منہ بھر کر قے لایا یا خود بخود تھوڑی قے آئی اور وہ دوبارہ قے لایا اور قے آئی تو صحیح مذہب پر اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(النہرالفائق)

(۱۲) جس نے حقنہ (انیما) (Inhaller یا Anema) لگوایا' یا ناک میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ٹپکایا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔(ہدایہ اولین) (چونکہ جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ کان اور معدے کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے' اس لیے کان میں تیل ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔سعیدی غفرلہٗ)

(۱۳) اور اگر کان میں پانی ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(ہدایہ اولین)

(۱۴) اگر پیٹ کے زخم میں یا دماغ کے زخم میں دوا لگائی اور دوا پیٹ میں یا دماغ میں پہنچ گئی تو عامۃ المشائخ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر دوا جوف دماغ یا پیٹ کے اندر نہیں پہنچی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ مدار اس پر ہے کہ دوا جوف دماغ یا جوف بطن میں پہنچ جائے۔(تبیین الحقائق)

ہمارے نزدیک اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا' کیونکہ جس چیز سے بدن کو منفعت حاصل ہو اور وہ بدن میں پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔اسی طرح انجیکشن لگانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا' خواہ رگ میں انجیکشن لگایا جائے یا مسل (Muscle) میں۔اس پر دلائل اور اس کی مفصل بحث' شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۸-۳۴۲ میں مذکور ہے۔

(۱۵) جب روزہ دار نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔(المحیط)

Marfat.com

(۱۶) جب روزہ دار نے اپنے آلہ کو مَس کر کے یا مساج کر کے اس سے منی نکالی تو اس پر روزہ کی قضاء ہے' کفارہ نہیں ہے۔ (البحر الرائق)

(۱۷) اگر اس نے اپنی بیوی کے ہاتھ سے یہ عمل کرایا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر بھی کفارہ نہیں ہے۔ (البحر الرائق)

(۱۸) اگر دو عورتوں نے آپس میں جنسی عمل کیا اور دونوں کو انزال ہو گیا تو دونوں کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور ان پر کفارہ نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

(۱۹) جب کسی شخص نے جانور سے بدفعلی کی اور اس کو انزال ہو گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن اس پر کفارہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(۲۰) عورت کو چھونے' اس سے مصافحہ اور معانقہ کرنے کا حکم' اس کو بوسا دینے کے حکم کی مثل ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۰۵۔ ۲۰۳' ملخصاً و محققاً' مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر)

جن اُمور سے روزہ کی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں یا صرف قضاء واجب ہے

(۱) جس نے روزے میں عمداً مباشرت کی یا قوم لوط کا عمل کیا خواہ صرف اپنے آلہ کو داخل کیا ہو اور انزال نہ ہوا ہو' اس پر اس روزے کی قضاء بھی ہے اور کفارہ بھی ہے۔ (ہدایہ اولین)

(۲) اگر عورت یا مفعول بھی اس پر راضی ہو تو اس پر بھی روزہ کی قضاء اور کفارہ ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(۳) اگر روزہ دار نے عمداً دوا یا غذا کھالی تو اس پر اس روزہ کی قضاء اور کفارہ ہے۔ (خزانۃ المفتین)

(۴) اگر کوئی شخص سارا رمضان بے ہوش رہا تو اس پر پورے رمضان کے روزوں کی قضاء ہے۔ (معراج الدرایۃ)

(۵) مجاہد کو اگر یہ علم ہو کہ اس کو رمضان میں قتال کرنا ہو گا اور روزہ سے اس کو ضعف ہو گا تو اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۰۸' ملخصاً' مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

جن اعذار کی وجہ سے روزہ توڑنا یا روزہ چھوڑنا جائز ہے

(۱) سفر میں روزہ چھوڑنا (یعنی روزہ نہ رکھنا) مباح ہے لیکن جس دن اس نے سفر شروع کیا ہے' اس دن نہیں۔ (غیاثیہ)

(۲) اس دن میں اس کے لیے روزہ توڑنا جائز نہیں ہے لیکن اگر اس نے روزہ توڑ لیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔ (محیط السرخسی)

(۳) مریض کو جب اپنی جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے روزہ توڑنا بالاجماع جائز ہے۔ اسی طرح اگر روزہ پر برقرار رہنے سے مرض کے زیادہ ہونے یا بڑھنے کا خطرہ ہو تب بھی اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے اور اس پر صرف قضاء لازم ہے۔ (محیط)

پھر اس کی معرفت مریض کے اجتہاد سے ہو گی نہ کہ وہم سے' بلکہ غلبہ ظن سے یا علامت سے یا تجربہ سے یا مسلمان طبیب یا ڈاکٹر کے کہنے سے جو ظاہراً فاسق نہ ہو۔ (فتح القدیر)

(۴) جس تندرست آدمی کو یہ خطرہ ہو کہ وہ روزہ رکھنے سے بیمار ہو جائے گا' اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔ (تبیین الحقائق)

(۵) جس کو باری کا بخار چڑھتا ہو' وہ بخار چڑھنے سے پہلے روزہ نہ رکھے تو جائز ہے۔ (فتح القدیر)

(۶) حاملہ اور دودھ پلانے والی کو اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا خطرہ ہو تو ان کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے' وہ روزہ کی قضاء کریں گی اور ان پر کفارہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ) (بچہ کے یا اپنے بیمار ہونے کا یقینی خطرہ ہو تو بھی روزہ چھوڑنا جائز ہے)

(۷) جب عورت کو حیض یا نفاس آئے تو وہ روزہ نہ رکھے (بعد میں قضاء کرے)۔ (ہدایہ)

Marfat.com

(۸) جب روزہ دار کو شدید بھوک یا پیاس ہو' جس سے جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو یا عقل زائل ہونے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے' اس پر قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے۔ (فتح القدیر)

(۹) شیخ فانی اور دائم المریض جو روزے رکھنے پر قادر نہ ہو' وہ روزے نہ رکھے اور ہر روز کے روزہ کا فدیہ دے جو ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ (ہدایہ)

(۱۰) بہت بوڑھی عورت بھی اسی کی مثل ہے۔ (السراج الوہاج)

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۰۷ ملخصاً وموضحاً' مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ ھ)

فدیہ کی مقدار حسب حیثیت ہے' غریب لوگ دو کلو گندم یا اس کی قیمت یومیہ کے حساب سے ادا کریں' متوسط لوگ چار کلو کھجور یا جَو کے حساب سے ادا کریں' امیر لوگ چار کلو کشمش یا پنیر کے حساب سے ادا کریں۔

روزہ کے فضائل اور مسائل بیان کرنے کے بعد اب ہم صحیح البخاری کی احادیث کی شرح کر رہے ہیں:

۱۸۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَائِرَ الرَّأْسِ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا. فَقَالَ أَخْبِرْنِي مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ؟ فَقَالَ شَهْرَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا. فَقَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكٰوةِ؟ فَقَالَ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ، قَالَ وَالَّذِي أَكْرَمَكَ لَا أَتَطَوَّعُ شَيْئًا، وَلَا أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ، أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی سہیل از والد خود از حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس حال میں آیا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے خبر دیجئے کہ مجھ پر اللہ نے کون سی نمازیں فرض کی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: پانچ نمازیں فرض ہیں' ان کے سوا جو کچھ تم نفل پڑھو' پھر اس نے کہا: مجھے خبر دیجئے کہ اللہ نے مجھ پر کون سے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: رمضان کے مہینہ کے' ان کے سوا جو تم نفل روزے رکھو' اس نے کہا: آپ مجھے خبر دیجئے کہ اللہ نے مجھ پر کتنی زکوٰۃ فرض کی ہے؟ حضرت طلحہ نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اسلام کے شرعی احکام کی خبر دی' اس اعرابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کی تکریم کی ہے! اللہ نے جو چیزیں مجھ پر فرض کی ہیں میں ان پر کچھ اضافہ کروں گا نہ کمی کروں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا' یا (فرمایا:) اگر اس نے سچ کہا ہے تو جنت میں داخل ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۹۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ. وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَصُوْمُهٗ اِلَّا اَنْ يُّوَافِقَ صَوْمَهٗ.

[اطراف الحدیث:۲۰۰۰-۴۵۰۱]

نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا' پھر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا اور حضرت عبداللہ بن عمر صرف اس صورت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے جب ان کے نفلی روزہ کے دن عاشوراء ہو۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حدیث سابق سے معلوم ہوا کہ فرائض کی ادائیگی جنت کو واجب کرتی ہے اور سنن اور نوافل کی ادائیگی سے جنت کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔(میں کہتا ہوں کہ جنت کسی عمل سے واجب نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے)

امام طبری نے کہا ہے کہ اب عاشوراء کے روزے کے حکم میں اختلاف ہے' آیا عاشوراء کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور اس کا اتنا ہی عظیم ثواب ہے جتنا رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے تھا؟ پس بعض فقہاء نے کہا: اس دن یہود اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزے رکھتے تھے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور بنو اسرائیل کو فرعون سے نجات عطا کی تھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا' پھر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو آپ نے اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا نہ اس سے منع فرمایا' پس جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس دن کا روزہ نہ رکھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن عمر اس دن کے روزہ کو کیوں مکروہ قرار دیتے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا مکروہ ہونا رجب کے روزہ کی طرح ہے' کیونکہ ایام جاہلیت میں مشرکین اس مہینہ کی تعظیم کرتے تھے' تو حضرت ابن عمر نے اسلام میں اس کام کو مکروہ جانا' جس کی زمانہ جاہلیت میں تعظیم ہوتی تھی' بغیر اس کے کہ اس دن کے روزہ کو حرام قرار دیں اور نہ اس دن کے روزہ رکھنے والے کو اس ثواب سے مایوس کریں جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان سے وعدہ فرمایا ہے جبکہ کوئی شخص اس روزہ سے ثواب کو طلب کرنے کی نیت کرے اور اس سے اس کی نیت زمانہ جاہلیت کے مشرکین کے طریقہ کی اتباع نہ ہو' اسی طرح رجب کے روزہ کا حکم ہے۔(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸۹۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ اَنَّ عِرَاكَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ عُرْوَةَ اَخْبَرَهٗ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِهٖ حَتّٰى فُرِضَ رَمَضَانُ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب کہ ان کو عراک بن مالک نے حدیث بیان کی' ان کو عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے روزہ رکھنے کا حکم دیا یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۲ - بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ

روزہ کی فضیلت

Marfat.com

١٨٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ، وَاِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ اَوْ شَاتَمَهُ، فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ، يَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِيْ، اَلصِّيَامُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا.

[اطراف الحدیث: ۱۹۰۴۔ ۵۹۲۷۔ ۷۴۹۲۔ ۷۵۳۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے' پس کوئی شخص (روزے میں) فحش بات کرے نہ جہالت کی بات کرے' اگر کوئی شخص اس سے جنگ کرے یا اس کو گالی دے تو اس کو دو مرتبہ کہنا چاہیے کہ میں روزہ دار ہوں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو ضرور اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے' وہ اپنے کھانے اور اپنے پینے کو اور اپنے نفس کے تقاضوں کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے' روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا اور نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۵۱' الرقم المسلسل: ۲۵۹۳' سنن نسائی: ۲۲۱۴' سنن دارمی: ۱۷۷۰' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۵۴۰۔ ج ۱۶ ص ۳۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے اور اس حدیث کا عنوان ہے: روزہ کی فضیلت اور اس کا بیان متن حدیث میں تفصیل سے مذکور ہے۔

لفظ ''جُنَّة'' کے معانی اور روزہ کے ڈھال ہونے کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''جُنَّة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ڈھال ''جنّ'' کے مادہ سے جو لفظ بنتا ہے' اس میں سَتر (پوشیدگی) کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی لفظ سے ''مِجَنٌّ'' بنا ہے' اس کا معنی ڈھال ہے کیونکہ وہ دشمن کے حملہ سے مستور اور محفوظ رکھتی ہے' اور اس سے جنت ہے کیونکہ وہ درخت کے پتوں سے مستور ہے اور روزہ دوزخ کے عذاب سے ڈھال ہے کیونکہ روزہ شہوت کے تقاضوں سے روکتا ہے اور دوزخ شہوت کے تقاضوں سے گھری ہوئی ہے' جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت تکلیفوں سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ شہوات سے گھری ہوئی ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۵۶۸' صحیح مسلم: ۲۸۲۲' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۷۹۶۔ ج ۷ ص ۲۶۶۱' کنز العمال: ۶۸۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۸۔ ۳۶۰۔ ج ۳ ص ۲۸۴۔ ۲۵۴۔ ۱۵۳)

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ روزے کے ڈھال ہونے کا معنی یہ ہے کہ روزہ' روزہ دار کو اس کی ان شہوات کو پورا کرنے سے بچاتا ہے جن سے اس کو عذاب ہو' قاضی عیاض نے کہا: اس کا معنی ہے: روزہ' روزہ دار کو گناہوں سے بچاتا ہے یا دوزخ کے عذاب سے بچاتا ہے۔

''رفث'' کا معنی

نیز اس حدیث میں فرمایا: پس کوئی شخص ''رفث'' نہ کرے۔ اس کا معنی ہے: وہ فحش باتیں نہ کرے' ''رفث'' کا اطلاق جماع

اور اس کے مقدمات (بوس و کنار) پر بھی ہوتا ہے۔

''جہل'' کا معنی اور روزہ میں جہالت کے کاموں کی ممانعت کی زیادہ تاکید

نیز اس میں مذکور ہے: اور وہ جہل نہ کرے' اس کا معنی ہے: وہ افعالِ جاہلیت میں سے کوئی کام نہ کرے' مثلاً کسی کو گالی نہ دے یا اس کا مذاق نہ اُڑائے' علامہ قرطبی نے کہا: اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روزہ کے بغیر یہ کام جائز ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزے میں جاہلیت کے کاموں کی ممانعت زیادہ مؤکد ہے۔

اللہ تعالیٰ سونگھنے سے منزہ اور پاک ہے' پھر روزہ دار کے منہ کی بو اس کو مشک سے زیادہ کیسے پسند ہے؟ اس کی توجیہات

نیز اس حدیث میں فرمایا: روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضرور مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

علامہ مازری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مجاز اور کنایہ ہے' کیونکہ یہ انسان اور حیوان کی صفت ہے کہ وہ اچھی خوشبوؤں کو سونگھ کر ان کی طرف مائل ہوتا ہے اور بدبوؤں کو سونگھ کر اس سے متنفر ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ تو سونگھنے سے منزہ ہے' لیکن ہماری عادت یہ ہے کہ ہم اچھی خوشبوؤں کو اپنے قریب کرتے ہیں' اسی طرح اس حدیث میں روزہ دار کے منہ کی بو کو پسند کرنے سے اس کو قریب کرنے کا کنایہ اور استعارہ ہے یعنی اللہ عزوجل اس کو اپنے قریب کر لے گا اور آخرت میں اس کو عمدہ جزاء دے گا اور اس کے منہ سے مشک سے زیادہ عمدہ خوشبو آئے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے منہ کی بو کے پسندیدہ ہونے کا یہ معنی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہوگا اور اس کی ثناء جمیل فرمائے گا اور اس کو ثوابِ عظیم عطا فرمائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فرشتوں کو روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے زیادہ اچھی لگے گی کیونکہ فرشتوں کو خوشبو سے راحت ملتی ہے' علامہ بغوی' علامہ قدوری' علامہ ابن العربی' علامہ الصابونی' علامہ سمعانی وغیرہم نے یہ کہا کہ روزہ دار کے منہ کی بو کے پسندیدہ ہونے کا یہ معنی ہے کہ اللہ کی جناب میں اس کا روزہ مقبول ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ علامہ عزالدین بن عبد السلام کے نزدیک روزہ دار کے منہ سے مشک سے اچھی خوشبو آنا آخرت پر محمول ہے' جیسے شہید کے خون کے متعلق حدیث میں ہے کہ اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی' اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۱۱۵۱)

اور شیخ تقی الدین ابن صلاح کے نزدیک یہ خوشبو دنیا کی خوشبو پر محمول ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

اور روزہ دار کے منہ کی بو جب وہ طعام کو چھوڑتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے۔

(صحیح ابن حبان: ۳۴۲۴ - ج ۸ ص ۲۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ عینی نے فرمایا: اس سے کوئی چیز مانع نہیں کہ اس کے منہ سے یہ خوشبو دنیا میں بھی آئے اور آخرت میں بھی آئے۔

اس اعتراض کا جواب کہ تمام اعمال اللہ کے لیے ہیں' پھر یہ کیوں فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے؟

اس حدیث میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔

(۱) کیونکہ روزہ کا ثواب بہت زیادہ ہے' اس لیے فرمایا: میں اس کی جزاء دوں گا یعنی میرے علاوہ اور کوئی اتنی جزاء نہیں دے سکتا اور باقی عبادات کی جزاء فرشتے دیتے ہیں' ان کی جزاء فرشتوں کو سونپ دی جاتی ہے اور صرف روزہ ایسی عبادت ہے جس کی

جزاء خود اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

فرمایا: روزہ میرے لیے ہے یعنی روزے میں ریاء اور دکھاوا نہیں ہوتا' جیسے دوسری عبادات میں ہوتا ہے' اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

(۲) اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ اضافت تشریف کے لیے ہے یعنی روزہ کا شرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ جیسے فرمایا: ''نَاقَةَ اللّٰهِ'' (الشمس: ۱۳) اللہ کی اونٹنی' حالانکہ تمام عالم اور جہان اللہ کا ہے لیکن اس اونٹنی کی عزت افزائی کے لیے فرمایا: اللہ کی اونٹنی۔

(۳) اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ روزہ دار کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے اور کھانے پینے سے مستغنی ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' پس روزہ دار اس صفت کی وجہ سے اللہ کے قریب ہو جاتا ہے' اگرچہ اللہ کی صفت کے کوئی مشابہ نہیں ہوتا۔

(۴) اس کی چوتھی توجیہ یہ ہے کہ کھانے پینے سے مستغنی ہونا فرشتوں کی صفت ہے اور فرشتے اللہ کے بہت قریب ہیں' اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

(۵) اس کی پانچویں توجیہ یہ ہے کہ دنیا میں مختلف طریقوں سے غیر اللہ کی عبادت کی گئی ہے' ان کو سجدہ کیا گیا' ان کے لیے رکوع کیا گیا' ان کے لیے صدقہ کیا گیا' ان کو پکارا گیا لیکن کسی معبود کے لیے روزہ نہیں رکھا گیا' اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

(۶) چھٹی توجیہ یہ ہے کہ جس شخص کے اوپر بندوں کے حقوق ہوں گے تو حقوق العباد میں اس کی دوسری نیکیاں دے دی جائیں گی حتیٰ کہ صرف روزہ رہ جائے گا' قریب تھا کہ اس کا روزہ بھی کسی بندہ کے حق میں اس کو دے دیا جاتا' اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: روزہ میرے لیے ہے' یعنی اس کے روزہ کی عبات کسی کو نہیں دی جائے گی' حدیث میں ہے:

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سفیان بن عیینہ سے سوال کیا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے روایت کیا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہوتا ہے ماسوا روزے کے کیونکہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں دوں گا؟

ابن عیینہ نے کہا: یہ بہت عمدہ اور بہت مستحکم حدیث ہے کیونکہ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے حساب لے گا اور بندوں کے حقوق میں اس کے تمام نیک اعمال دے دیئے جائیں گے حتیٰ کہ صرف روزہ باقی رہ جائے گا تو اس بندہ کے اوپر جو بندوں کے حقوق باقی ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ادا کر دے گا اور روزہ کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور یہ اس حدیث کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا۔

(الجامع لشعب الایمان ج ۵ ص ۲۰۵' مکتبۃ الرشد مدینہ منورہ' ۱۴۲۳ھ)

چھٹی توجیہ پر ایک اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے بھی اس جواب کا ذکر کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ میں پہلے اس جواب کو بہت عمدہ سمجھتا تھا حتیٰ کہ میں نے ایک حدیث میں غور کیا جس میں انسان کو اس کے حقوق دلائے جائیں گے' اس میں روزہ بھی ان اعمال میں داخل ہے جو اعمال صاحب حق کو دلائے جائیں گے۔ وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے کہا: ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی درہم ہو نہ کوئی سامان ہو' تو آپ نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن

نماز روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا' اور اُس نے اِس شخص کو گالی دی ہو گی' اور اِس شخص پر تہمت لگائی ہو گی اور اِس شخص کا مال کھایا ہو گا اور اِس شخص کا خون بہایا ہو گا اور اِس کو مارا ہو گا' تو اس کی نیکیوں میں سے اِس کو دیا جائے گا اور اُس کی نیکیوں میں سے اِس کو دیا جائے گا' اُس پر جو لوگوں کے حقوق ہیں' ان کے ختم ہونے سے پہلے پھر حقوق والوں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم:۲۵۸۱' سنن ترمذی:۲۴۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۴۔۳۰۳)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ باقی اعمال کی طرح اس کا روزہ بھی لے لیا جائے گا۔

(المفہم ج ۳ ص ۲۱۲' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابن حجر اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگر ابن عیینہ کا قول ثابت ہو تو صحیح مسلم کی اس حدیث سے روزوں کی تخصیص کرنا ممکن ہے اور اس کی تخصیص پر یہ حدیث دلیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: روزے کے سوا ہر عمل کفارہ ہو جائے گا' روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۰۰۲۵۔ ج ۱۶ ص ۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شیخ الارنؤط اس حدیث کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: امام مسلم کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اسی طرح امام ابوداؤد الطیالسی نے اس حدیث کو اپنی مسند میں از شعبہ از محمد بن زیاد روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: تمہارا رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: روزے کے سوا ہر عمل کفارہ ہے۔ (مسند الطیالسی:۲۴۸۵ طبع قدیم)

اسی طرح اس حدیث کو قاسم بن اصبغ نے دوسری سند کے ساتھ شعبہ سے روایت کیا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں:

روزے کے سوا ابن آدم جو بھی عمل کرتا ہے' وہ کفارہ ہو جاتا ہے۔

امام بخاری نے کتاب التوحید میں شعبہ سے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ تمہارے رب سے روایت کرتے ہیں:

ہر عمل کے لیے کفارہ ہوتا ہے اور روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں دوں گا۔ الحدیث (صحیح البخاری:۷۵۳۸)

اس حدیث میں استثناء کو حذف کر دیا' اسی طرح اس حدیث کو امام احمد نے از غندر از شعبہ روایت کیا ہے' لیکن یہ کہا کہ ہر عمل کا کفارہ ہے اور روزہ میرے لیے ہے۔ (الحدیث) (مسند احمد:۹۸۸۸۔ ج ۱۵ ص ۵۴۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۶ طبع قدیم)

اور یہ حدیث آدم کی روایت کے خلاف ہے' کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ گناہوں میں سے ہر گناہ کا عبادات کفارہ بن جاتی ہیں۔ اور غندر کی روایت کا معنی یہ ہے کہ عبادات کا ہر عمل گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اس استثناء کا جو ذکر کیا گیا ہے' یہ ابن عیینہ کی روایت کی صحت کی گواہی دیتا ہے اور ہر چند کہ اس روایت کی سند صحیح ہے لیکن اس کے معارض حضرت حذیفہ کی یہ روایت ہے: مرد کا اس کے اہل' مال اور اولاد میں جو فتنہ (گناہ) ہوتا ہے' نماز' روزہ اور صدقہ اس کا کفارہ ہیں' اور عنقریب میں ان حدیثوں کی تطبیق کو بیان کروں گا۔ (میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر ان حدیثوں میں تطبیق نہیں کر سکے اور بالآخر یہی ثابت ہوا کہ روزہ مطلقاً گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور علامہ قرطبی کا اعتراض نہیں اٹھ سکا اور توجیہ مذکور باطل ہو گئی۔ سعیدی غفرلہٗ)

Marfat.com

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۹۔۳۸۸ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

(۷) ساتویں توجیہ یہ ہے کہ اس کے روزہ کے ثواب کی مقدار اور اس کی نیکیوں کے دگنے چوگنے ہونے کو صرف میں جانتا ہوں اور باقی عبادات پر دوسرے لوگ بھی مطلع ہو جاتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ دوسرے اعمال کے ثواب کی مقدار پر لوگ مطلع ہو جاتے ہیں کہ ان کا ثواب دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے ماسوا روزہ کے کیونکہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی مقدار کے تعین کے اس کا ثواب عطا فرماتا ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو ضرور اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے وہ اپنی شہوت اور اپنے کھانے اور اپنے پینے کو صرف میری وجہ سے چھوڑتا ہے پس روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں ہی دوں گا کہ ہر نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے سوا روزہ کے پس وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔

(موطأ امام مالک کتاب الصوم باب: ۵۸۔ ج ۱ ص ۲۰۱ مکتبۃ التوفیقیہ صحیح البخاری: ۱۸۹۴)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میں روزے کی جزاء کسی تعیین کے بغیر بہت زیادہ دوں گا اور یہ اس طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ○ صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا○ (الزمر: ۱۰)

اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں صبر کرنے والوں سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں۔

(المفہم ج ۳ ص ۲۱۳ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال سات ہیں دو عمل واجب کرنے والے ہیں اور دو عمل ان کی مثل ہیں ایک عمل وہ ہے جس کا اجر دس گنا ہے ایک عمل وہ ہے جس کا اجر سات سو گنا ہے اور ایک عمل وہ جس کے عمل کرنے والے کے ثواب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا رہے وہ دو عمل جو واجب کرنے والے ہیں تو جس نے اللہ سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتا تھا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تھا اس کے لیے جنت واجب ہے اور جس نے اللہ سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بناتا تھا اس کے لیے دوزخ واجب ہے اور جس نے برائی کی اس کو بدلا دیا جائے گا اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا پھر اس کو نہیں کیا اس کو نیکی کی مثل کا بدلا دیا جائے گا اور جس نے نیکی کی اس کو دس گنا اجر دیا جائے گا اور جس نے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا اس کو ایک درہم خرچ کرنے پر سات سو درہم اور ایک دینار خرچ کرنے پر سات سو دینار دیئے جائیں گے اور روزہ وہ عمل ہے کہ اس کے ثواب کی مقدار کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(المعجم الاوسط: ۸۶۹ حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند جمہور کے نزدیک ضعیف ہے ابن معین نے اس کی ایک سند کی توثیق کی ہے مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۲ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس کی جزاء میں خود دوں گا' اور عرف یہ ہے کہ جب کریم یہ کہے کہ میں خود عطا کروں گا تو یہ اس عطاء کی انتہائی تعظیم کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۸۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(۸) آٹھویں توجیہ یہ ہے کہ روزے کا عمل ظاہر نہیں ہے کہ کراماً کاتبین اس کو لکھ لیں' اس لیے روزہ کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور وہی اس کا اجر عطا فرمائے گا' اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

(۹) نویں توجیہ یہ ہے کہ روزہ کا عمل خالص اللہ کے لیے ہے بندہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور حصہ سے مراد یہ ہے کہ روزہ کے عمل کو دیکھ کر کوئی روزہ دار کی تعریف نہیں کرتا اور باقی عبادات کو دیکھ کر لوگ ان عبادات کی تعریف کرتے ہیں۔

(۱۰) دسویں توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ روزہ مجھے تمام عبادات سے زیادہ محبوب ہے اور یہ میرے نزدیک تمام عبادات پر مقدم ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا: مجھ کو ایسی چیز کا حکم دیں جس پر میں آپ کی طرف سے عمل کروں' تو آپ نے فرمایا: تم روزہ رکھو کیونکہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۱۶)

علامہ سندھی نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ شہوت کو توڑنے میں اور نفس امارہ اور شیطان کو دفع کرنے میں اس کی کوئی مثل نہیں ہے یا حصول تقویٰ میں اور کثرتِ ثواب میں اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث صحیح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دوسری حدیث میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: استقامت پر رہو اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے اور یاد رکھو تمہارے اعمال میں بہترین عمل نماز ہے' اور وضوء کی حفاظت صرف مؤمن کرتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۷۸-۲۷۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۷)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض بالکل نہیں ہوتا کیونکہ سنن نسائی کی حدیث میں روزہ کی مطلقاً فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اس کی مثل کوئی عبادت نہیں ہے اور سنن ابن ماجہ میں نماز کی مخاطب کے اعتبار سے اضافی فضیلت بیان فرمائی ہے جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جس میں سب سے زیادہ دوام ہو' اگرچہ وہ تھوڑا عمل ہو۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۳۱۷- ج ۴۲ ص ۱۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین عمل وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو' خواہ تھوڑا ہو۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۵۷۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

آپ کا یہ ارشاد بھی مخاطب کے اعتبار سے ہے اور دائمی عمل کی فضیلت اضافی ہے ورنہ اگر کوئی شخص دائماً سلام کا جواب دے یا سلام میں پہل کرے یا دائماً وضوء کرے تو کیا اس کا یہ عمل نماز' روزے' قرآن مجید کی تلاوت اور حج اور عمرہ سے افضل ہوگا!

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۷۱' موضحاً و مخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ طالقانی نے حظائر القدس میں اس حدیث کی دس سے زیادہ توجیہات کی ہیں' میں اس کتاب پر مطلع نہیں ہو سکا' اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہاں روزے سے مراد وہ روزہ ہے جو قولی اور فعلی گناہوں سے خالی ہو۔ (تاہم چونکہ ایک توجیہ باطل ہے اس لیے کل نو توجیہات ہوئیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

روزہ کی اقسام

علامہ ابن العربی نے بعض اصحابِ زُہد سے نقل کیا ہے کہ یہ مقام خواص الخواص کے روزے کے ساتھ مخصوص ہے' انہوں نے بیان کیا کہ روزہ کی چار قسمیں ہیں:

(۱) عوام کا روزہ: اور یہ کھانے پینے اور جماع سے اجتناب کرنا ہے۔

(۲) خواص عوام کا روزہ: یہ کھانے پینے اور جماع کے علاوہ قولی اور فعلی محرمات سے اجتناب کرنا ہے۔

(۳) خواص کا روزہ: وہ ان چیزوں سے اجتناب کے ساتھ ساتھ اللہ کی یاد کے علاوہ دیگر چیزوں سے اجتناب کرنا اور نفلی عبادات میں مشغول رہنا ہے۔

(۴) خواص الخواص کا روزہ: وہ غیر اللہ سے روزہ رکھنا ہے (یعنی اللہ عزوجل کے سوا کسی سے تعلق نہ رکھا جائے) یہ لوگ صرف قیامت کے دن افطار کریں گے۔

یہ بہت بلند مقام پر ہیں لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حدیث میں روزہ دار سے مراد یہی لوگ ہیں۔

روزہ کی فضیلت کا مدار دو چیزوں پر ہے

روزہ کو یہ فضیلت دو وجہوں سے عطا کی گئی ہے:

(۱) باقی عبادات پر بندے مطلع ہو جاتے ہیں اور روزہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک راز ہے' بندہ یہ عمل خالص اللہ کے لیے اور اس کی رضا کو طلب کرنے کے لیے کرتا ہے' اس کی طرف حدیث میں یہ اشارہ ہے: روزہ میرے لیے ہے۔

(۲) دوسری نیکیاں مال کو خرچ کرنے یا بدن کی مشقت سے وجود میں آتی ہیں اور روزہ کسر نفس اور بدن کو کمزور کرنے سے وجود میں آتا ہے' اور اس میں بھوک اور پیاس اور ترکِ شہوت پر صبر کرنا ہے اور اس کی طرف حدیث میں یہ اشارہ ہے: بندہ اپنی شہوت کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۶۰۰۔ ج ۳ ص ۱۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں روزے کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت کی دس وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

۳ - بَابُ الصَّوْمُ كَفَّارَةٌ

روزہ کفارہ ہے

۱۸۹۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَامِعٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَنْ يَحْفَظُ حَدِيثًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ؟ قَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جامع نے حدیث بیان کی از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے پوچھا: فتنہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کسی کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ

Marfat.com

وَجَارِهٖ، تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ. قَالَ لَيْسَ اَسْاَلُ عَنْ ذِهٖ، اِنَّمَا اَسْاَلُ عَنِ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ. قَالَ حُذَيْفَةُ وَاِنَّ دُوْنَ ذٰلِكَ بَابًا مُّغْلَقًا، قَالَ فَيُفْتَحُ اَوْ يُكْسَرُ؟ قَالَ يُكْسَرُ، قَالَ ذَاكَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا يُغْلَقَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ، سَلْهُ اَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ؟ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ نَعَمْ، كَمَا يَعْلَمُ اَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ.

نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مرد کا اس کے اہل اس کے مال اور اس کے پڑوسی کی وجہ سے جو فتنہ (گناہ) ہوتا ہے اس کا کفارہ نماز روزہ اور صدقہ ہو جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا سوال اس کے متعلق نہیں تھا میں اس فتنہ کے متعلق سوال کر رہا تھا جو سمندر کی موجوں کی طرح امڈ آئے گا' حضرت حذیفہ نے کہا: آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے' حضرت عمر نے پوچھا: آیا اس دروازہ کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: اس کو توڑا جائے گا' حضرت عمر نے فرمایا: پھر لائق ہے کہ اس (فتنہ کے دروازہ) کو قیامت تک بند نہیں کیا جائے گا۔ ابووائل نے بیان کیا: ہم نے مسروق سے کہا: حضرت حذیفہ سے پوچھو: کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازہ کو جانتے تھے' پس انہوں نے سوال کیا تو حضرت حذیفہ نے کہا: ہاں! جس طرح وہ جانتے تھے کہ آج صبح کے بعد رات ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۵ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں۔

روزے کے کفارہ ہونے اور کفارہ نہ ہونے کی متعارض حدیثوں میں حافظ ابن حجر کی تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث بابِ سابق کی اس حدیث کے معارض ہے' جس میں مذکور ہے: روزہ کے سوا باقی اعمال گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ روزہ بھی گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں کفارہ کا ثبوت ہے اس کو کسی خاص گناہ کے کفارہ پر محمول کیا جائے گا اور جس حدیث میں کفارہ کی نفی ہے' اس کو کسی اور خاص گناہ کے کفارہ کی نفی پر محمول کیا جائے گا' امام بخاری نے اس حدیث کو باب الزکوٰۃ میں مطلقاً گناہ کے کفارہ کے ثبوت میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے' پھر اس باب میں بعینہٖ اسی حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳۵)

اور روزوں کے مطلقاً کفارہ ہونے پر یہ حدیث بھی دلیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ وہ گناہ کبیرہ سے اجتناب کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳' الرقم المسلسل: ۴۴۰)

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور ان کی حدود کو پہچانا اور جن کاموں کی حفاظت کرنی چاہیے تھی' ان کی حفاظت کی تو یہ روزے اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں گے۔

(صحیح ابن حبان: ۳۴۳۳' مسند ابویعلیٰ: ۱۰۵۸' مسند احمد ج ۳ ص ۵۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۰۴)

Marfat.com

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق میں اللہ سے یہ امید رکھتا ہوں کہ اس روزہ کو اللہ اس سے پہلے سال کے اور اس کے بعد کے سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔

(سنن ترمذی:۷۴۹، صحیح مسلم:۱۱۶۲، سنن ابوداؤد:۲۴۲۵۔۲۴۲۶، سنن نسائی:۲۳۷۹، سنن ابن ماجہ:۱۷۳۸۔۱۷۳۰۔۱۷۱۳)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ عاشوراء کے روزہ کے متعلق میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ اس روزہ کو ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔ (صحیح مسلم:۱۱۶۲)

لہٰذا اس سے پہلی حدیث کی شرح میں جو مسند احمد کی یہ حدیث ذکر کی گئی ہے کہ روزے کے علاوہ ہر عمل کفارہ ہو جاتا ہے، ہو سکتا ہے اس کا معنی اس طرح ہو کہ ہر عمل کفارہ ہو جاتا ہے ماسوا روزے کے کیونکہ روزہ گناہوں کا کفارہ بھی ہو جاتا ہے اور اس میں کفارہ سے زائد ثواب بھی ملتا ہے، اور اس روزہ سے مراد ایسا روزہ ہوگا جو ریاکاری اور اس کے شائبہ سے پاک ہو جیسا کہ اس حدیث کی شرح میں گزر چکا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۹۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی حدیث مذکور کی شرح اور حدیث سابق کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی شرح کے آخر میں جو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے اور یہ مان لیا ہے کہ روزہ مطلقاً گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے تو اس حدیث کی شرح کے اوّل میں جو انہوں نے لکھا تھا وہ باطل ہو گیا کہ روزہ کا کفارہ ہونا اضافی ہے اور یہ لکھا تھا کہ جس حدیث میں روزہ کے کفارہ ہونے کا ثبوت ہے، اس کو کسی خاص گناہ کے کفارہ پر محمول کیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی اس شرح کا آخر اس شرح کے اوّل کے منافی ہے، کیونکہ آخر میں انہوں نے متعدد احادیث کے حوالوں سے لکھا ہے کہ روزہ مطلقاً گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اس شرح کے اوّل میں انہوں نے لکھا ہے کہ روزہ کسی خاص گناہ کا کفارہ ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر کی دوسری غلطی یہ ہے کہ حدیث سابق کی نویں توجیہ (ہم نے اس کو چھٹے نمبر پر ان کے حوالے سے ذکر کیا ہے) میں علامہ قرطبی کے اعتراض کے جواب میں لکھا تھا کہ روزہ گناہوں کا کفارہ نہیں ہوتا اور اس کے ثبوت میں انہوں نے مسند احمد، مسند ابوداؤد الطیالسی کے حوالوں سے حدیثیں لکھی تھیں اور صحیح بخاری کی کتاب التوحید کی حدیث جو اس کے خلاف تھی، اس کی تاویل کی تھی، اور اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ روزہ مطلقاً گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے تو وہ توجیہ باطل ہو گئی کیونکہ وہ توجیہ اسی پر مبنی تھی کہ لوگوں کے حقوق کے بدلہ میں تمام نیکیاں دے دی جائیں گی اور روزہ نہیں دیا جائے گا، بلکہ اللہ فرمائے گا کہ روزہ میرے لیے ہے اور دیگر نیکیوں کی طرح روزہ کفارہ نہیں ہوگا، سو یہ توجیہ باطل ہو گئی اور علامہ قرطبی نے جو اس پر اعتراض کیا تھا کہ روزہ بھی کفارہ ہو جاتا ہے، وہ اعتراض قائم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس نویں توجیہ کو فتح الباری ج ۳ ص ۳۸۸ پر ذکر کیا ہے اور علامہ عینی نے بھی اس توجیہ کو علامہ قرطبی کا اعتراض نقل کیے بغیر عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷۱ پر ذکر کیا ہے۔

ان دونوں بزرگوں کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے، انہوں نے یہ غور نہیں کیا کہ جب علامہ قرطبی کا اعتراض نہیں اٹھ سکتا تھا تو وہ اپنی شرحوں میں اس توجیہ کا ذکر ہی نہ کرتے، خواہ مخواہ توجیہات کے نمبر بڑھانے کے لیے اس باطل توجیہ کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی، جس کی وجہ سے ان دونوں حدیثوں کی شرح میں تضاد ہو گیا، خلاصہ یہ کہ حافظ ابن حجر کی اس حدیث کی شرح کا آخری حصہ اس شرح کے اوّل حصہ کے منافی ہے، اور اس سے پہلی حدیث کی شرح کی نویں توجیہ کے بھی منافی ہے، کاش! یہ دونوں بزرگ حدیث کی شرح

Marfat.com

کرنے کے بعد اس پر نظر ثانی کر لیتے!

٤ - بَابُ الرَّيَّانُ لِلصَّائِمِينَ روزہ داروں کے لیے جنت کا دروازہ

اس باب کے عنوان میں "رَیّان" کا ذکر ہے۔ "رَیّان" جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ہے جو روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے۔ "ریّان"، "ریّٔ" سے ماخوذ ہے جو پیاس کی ضد ہے یعنی سیرابی۔

١٨٩٦ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُونَ؟ فَيَقُومُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ، فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ.

[طرف الحدیث:۳۲۵۷] [صحیح مسلم:۱۱۵۲، الرقم المسلسل:۲۵۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے، اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے سوا کوئی اور داخل نہیں ہوگا، کہا جائے گا: روزہ رکھنے والے کہاں ہیں، پھر روزہ دار کھڑے ہوں گے، اس دروازہ سے ان کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوگا، پھر جب وہ داخل ہو جائیں گے تو اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اور داخل نہیں ہوگا۔

جنت کے دروازوں کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

باب الریان کے علاوہ اور بھی جنت کے دروازے ہیں، جن کی تعداد آٹھ ہے، ان میں سے ایک باب الصلوٰۃ ہے جس سے نمازی داخل ہوں گے یعنی جو لوگ فرض نمازوں کے علاوہ بہ کثرت نوافل پڑھتے ہوں گے، اور باب الجہاد ہے جس سے مجاہدین داخل ہوں گے اور باب الصدقہ ہے جس سے فرض صدقہ کے علاوہ نفل صدقہ دینے والے داخل ہوں گے۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں لکھا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ باب محمد ہے اور یہ باب الرحمۃ ہے اور یہی باب التوبہ ہے، اور جب سے اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے یہ دروازہ کھلا ہے اور بند نہیں ہوا، اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا، پھر قیامت تک نہیں کھولا جائے گا، اور باقی ابواب نیک اعمال پر تقسیم کیے جائیں گے، باب الزکوٰۃ ہے، باب الحج ہے، باب العمرہ ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: ایک باب الکاظمین الغیظ ہے یعنی غصہ پینے والوں کا دروازہ، باب الراضی یعنی اللہ کو راضی کرنے والوں کا دروازہ، الباب الایمن، اس دروازہ سے وہ لوگ داخل ہوں گے جن سے حساب نہیں ہوگا۔

کتاب الآجری میں یہ حدیث مذکور ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو باب الضحیٰ کہا جاتا ہے، پس جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی نداء کرے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جو ہمیشہ صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) پڑھا کرتے تھے یہ تمہارا دروازہ ہے تم اس میں داخل ہو جاؤ۔

کتاب الفردوس للدیلمی میں مذکور ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک

Marfat.com

دروازہ ہے جس کو باب الفرح کہا جاتا ہے اس دروازے سے وہی داخل ہوں گے جو بچوں کو خوش کرتے ہوں گے۔

امام ترمذی کے نزدیک ایک باب الذکر ہے اور علامہ ابن بطال کے نزدیک ایک باب الصابرین ہے۔

البرقی نے کتاب الروضہ میں امام احمد بن حنبل کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی جانب سے جنت میں ایک دروازہ ہے جس سے صرف وہ لوگ داخل ہوں گے جنہوں نے کسی کی زیادتی کو معاف کیا ہوگا۔

علامہ قشیری نے کتاب التفسیر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نیک اور اچھے اخلاق کے حامل کے گلے میں اللہ کی رضا کا طوق ہے جو رحمت کی زنجیر سے بندھا ہوا ہے اور وہ زنجیر وہاں تک ہے جہاں تک اچھے اخلاق ہیں' وہ زنجیر اس کو کھینچے گی حتیٰ کہ اس دروازہ سے داخل کر دے گی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تمام ابواب جنت کے ان بڑے آٹھ دروازوں میں داخل ہیں جن کی دو چوکھٹوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۶۰۶۔ ج ۳ ص ۱۴۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۸۹۷ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، نُوْدِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ! هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ. فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِاَبِي اَنْتَ وَاُمِّي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ، فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا؟ قَالَ نَعَمْ، وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ. [اطراف الحدیث: ۲۸۴۱۔ ۳۲۱۶۔ ۳۶۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے معن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمٰن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں ایک جوڑا خرچ کرے گا' اس کو جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا: اے اللہ کے بندے! یہ خیر ہے' پس جو شخص نمازیوں میں سے ہوگا' اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو شخص مجاہدوں میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزہ داروں میں سے ہوگا' اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا اور جو شخص اہل صدقہ میں سے ہوگا' اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا' تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! اگر کسی کو ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازہ سے بلایا جائے تو وہ بھی بہت اچھا ہے لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور مجھے امید ہے کہ ایسے تم ہو گے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۷' الرقم المسلسل: ۲۲۶۰' سنن ترمذی: ۳۶۹۴' سنن نسائی: ۳۱۳۲' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۰۵۲' صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۸۰' صحیح ابن حبان: ۳۴۱۹' شرح السنۃ: ۱۶۳۵' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۷۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۳۳۔ ج ۱۳ ص ۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

''زوجین'' کا معنی' تمام فرائض پر عمل کرنے کا وجوب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے: جو شخص اللہ کی راہ میں زوجین (ایک جوڑا) خرچ کرے گا: یعنی دو دینار یا دو درہم' یا دو کپڑے' اللہ کی راہ سے مراد جہاد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے عموم مراد ہے (یعنی ہر نیک راستہ اس میں داخل ہے)۔

اس میں مذکور ہے کہ اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا: اس سے مراد جنت کے آٹھ بڑے دروازوں کے علاوہ دوسرے دروازے ہیں۔

علامہ ابوعمر ابن عبد البر نے اسی طرح لکھا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مؤمن کو اس کی عزت افزائی کے لیے ان دروازوں سے بلایا جائے گا لیکن اس کا دخول صرف ایک دروازہ سے ہوگا اور اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔

پس جو نمازیوں میں سے ہوگا' اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا: ہر شخص پر فرض نماز پڑھنا فرض ہے' اسی طرح اس پر فرض زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے' اسی طرح اس پر فرض روزے رکھنا ضروری ہیں اور ان فرائض کو ادا کیے بغیر کسی کی نجات نہیں ہوگی' اس لیے اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص فرض نمازیں ادا کرنے کے علاوہ نفل نمازیں بہ کثرت پڑھتا ہوگا' اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا' اسی طرح جو فرض زکوٰۃ ادا کرنے کے علاوہ نفل صدقہ بہ کثرت دیتا ہوگا' اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو شخص فرض روزوں کے علاوہ نفل روزے بہ کثرت رکھتا ہوگا' اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۸۷-۳۷۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث میں حضرت ابوبکر کے متعلق فرمایا ہے کہ ان کو سب دروازوں سے بلایا جائے گا: اس کی توضیح اس طرح ہے کہ جس شخص نے نماز کے شعبہ میں سب سے زیادہ نمازیں پڑھی ہوں گی' تو اس شعبہ میں اس کی اوّل پوزیشن ہوگی' اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا' اور جس نے صدقہ کے شعبہ میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہوگی اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جس نے روزہ کے شعبہ میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہوگی اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا اور تنہا حضرت ابوبکر ایسے ہوں گے جنہوں نے عبادت کے تمام شعبوں میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہوگی' اس لیے ان کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۲۶۷- ج ۲ ص ۹۵۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ابوبکر کی فضیلت

۵- بَابٌ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ، وَمَنْ رَّاى كُلَّهُ وَاسِعًا

آیا رمضان کہا جائے یا رمضان کا مہینہ کہا جائے؟ اور جس کے نزدیک ان سب کی گنجائش ہے

الزمخشری نے کہا ہے کہ "رمضان" کا لفظ "رمض" سے بنا ہے' جب کوئی چیز سخت گرمی سے جل جائے تو اس کو "الرمضاء" کہتے ہیں' پس اس مہینہ کو رمضان کہا گیا کیونکہ بھوک کی گرمی اور پیاس کی شدت سے روزہ داروں کے بدن جلنے لگتے ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رمضان کا مہینہ سردیوں میں بھی آتا ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ نام رکھنے کے لیے اتنی مناسبت کافی ہے اور وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی' مثلاً پاجامہ کو پاجامہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ پیروں کا لباس ہے لیکن پیروں کا لباس تو شلوار اور تہبند بھی ہیں لیکن ان کو پاجامہ نہیں کہا جاتا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کا روزہ رکھا۔

Marfat.com

یعنی آپ نے رمضان فرمایا' رمضان کا مہینہ نہیں فرمایا' اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۹۰۱ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ لَا تَقَدَّمُوْا رَمَضَانَ. اور آپ نے فرمایا: رمضان سے (ایک دن یا دو دن) پہلے روزہ نہ رکھو۔

اس حدیث میں بھی رمضان کا مہینہ نہیں فرمایا اور صرف رمضان فرمایا' اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۹۱۴ میں مذکور ہے۔

۱۸۹۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ اَبِىْ سُهَيْلٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ. [اطراف الحدیث: ۱۸۹۹-۳۲۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابوسہیل از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۹' الرقم المسلسل: ۲۳۸۴' سنن نسائی: ۲۰۹۳' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۲' سنن دارمی: ۱۷۷۵' سنن کبریٰ: ۲۴۰۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۸۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۲' شرح السنۃ: ۱۷۰۴-۱۷۰۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۶۸۴-ج ۱۴ ص ۲۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر ابوابراہیم الانصاری مولیٰ زریق المؤدب (۳) ابوسہیل' ان کا نام نافع بن مالک بن ابی عامر عمرو بن الحارث بن غیمان الاصبحی ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے عم محترم ہیں (۴) ابومالک بن ابوعامر' یہ عظیم تابعی ہیں' انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا تھا (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۸۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب رمضان آتا ہے' کیونکہ اس میں رمضان کا مہینہ نہیں فرمایا۔

بغیر مہینہ کے اضافہ کے لفظ رمضان کہنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن النحاس نے کہا ہے کہ عطاء اور مجاہد رمضان کہنے کو مکروہ قرار دیتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ہم وہی کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ. (البقرہ: ۱۸۵) رمضان کا مہینہ۔

کیونکہ ہمیں معلوم نہیں' ہوسکتا ہے کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہو۔

علامہ ابن بطال نے کہا: یہ قول ضعیف ہے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر مہینہ کے اضافہ کے رمضان فرمایا ہے' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۳۹۱-ج ۳ ص ۳۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں:

① لفظ رمضان کو بلا اضافت استعمال کرنے کی بحث ② شیاطین کو مقید کرنے کی وضاحت۔

Marfat.com

۱۸۹۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ، مَوْلَى التَّيْمِيِّينَ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی انس مولی التیمیین نے خبر دی کہ ان کے والد نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۸ میں گزر چکی ہے تاہم بعض دیگر اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے۔

آسمانوں کے دروازوں کو کھولنا جنت کے دروازوں کو کھولنے کے منافی نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس سے پہلی حدیث میں فرمایا تھا: جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں آسمانوں کے دروازوں سے مراد جنت کے دروازے ہیں اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دوزخ کا ذکر ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ایک روایت میں رحمت کے دروازوں کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۹' الرقم المسلسل: ۲۴۸۵) اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ آسمان کے دروازوں سے جنت کی طرف چڑھا جاتا ہے کیونکہ جنت آسمانوں کے اوپر ہے' اور اس کی چھت رحمان کا عرش ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ثابت ہے۔

اور رحمت کے دروازوں کا اطلاق جنت کے دروازوں پر بھی کیا جاتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور دوزخ کا مباحثہ ہوا' تو جنت نے کہا: مجھ میں ضعفاء اور مساکین داخل ہوں گے' دوزخ نے کہا: مجھ میں جبار اور متکبر داخل ہوں گے' پھر اللہ نے دوزخ سے فرمایا: تم میرا عذاب ہو' میں تمہارے ذریعہ جس سے چاہوں گا انتقام لوں گا' اور جنت سے فرمایا: تم میری رحمت ہو' میں تمہارے ذریعہ جس پر چاہوں گا رحم فرماؤں گا۔ (سنن ترمذی: ۲۵۶۰' صحیح البخاری: ۴۸۵۰' صحیح مسلم: ۲۸۴۶)

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ آسمانوں کے دروازے کھولنے کا یہ فائدہ ہے کہ فرشتے روزہ داروں کے نیک کاموں پر واقف ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان عظیم ہے' نیز اس میں یہ فائدہ ہے کہ جب بندوں کو اس خبر صادق سے معلوم ہوگا کہ آسمان کے دروازوں کے پار فرشتے ان کے نیک اعمال کو دیکھ رہے ہیں تو ان میں خوشی اور تازگی پیدا ہوگی اور وہ زیادہ ذوق اور شوق سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔

دوزخ کے دروازے بند کرنے کی وجہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ عذاب سے ڈھال ہے اس لیے دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں' نیز اس مہینہ میں لوگ گناہوں کو اور بُرے کاموں کو ترک کر دیتے ہیں اور وہی کام

Marfat.com

دوزخ میں دخول کا موجب ہوتے ہیں' اور اس مہینہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ گناہوں پر مواخذہ بہت کم فرماتا ہے اور نیک لوگوں کی برکت سے بدکاروں سے درگزر فرماتا ہے اور یہی دوزخ کے دروازوں کے بند ہونے کا معنی ہے۔

شیاطین کو قید کرنے کی وجوہ اور شیاطین کے مقید ہونے کے باوجود معصیت کے وقوع کا سبب

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے:

علامہ حلیمی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے' اس سے مراد یہ ہو کہ جب شیاطین چوری سے چھپ کر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے تو رمضان کی راتوں میں ان کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا تھا کیونکہ نزول قرآن کے زمانہ میں ان کو چھپ کر فرشتوں کی باتیں سننے سے منع کر دیا گیا تھا' پھر اس کی حفاظت میں مبالغہ کرنے کے لیے ان کو جکڑنے میں اضافہ کیا گیا' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ وہ مسلمانوں کو بہکا کر اور ورغلا کر عبادت سے نہ روک سکیں جیسا کہ غیر رمضان میں وہ مسلمانوں کو ناجائز ترغیبات اور ناجائز لذتوں میں منہمک کر کے نیک کاموں سے روک دیتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث میں شیاطین سے مراد تمام شیاطین نہیں ہیں بلکہ بعض شیاطین مراد ہیں اور وہ بڑے بڑے سرکش شیاطین ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین کو اور سرکش جنات کو قید کر دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں' پس اس کا کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' سو اس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک منادی یہ نداء کرتا ہے: اے خیر کے طلب گار! آگے بڑھ اور شر کے طلب گار! (اپنے شر میں) کمی کر! اور اللہ کے لیے دوزخ سے (کچھ لوگ) آزاد کر دیئے جاتے ہیں اور یہ ہر رات ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۶۸۲' صحیح مسلم: ۱۰۷۹' سنن نسائی: ۲۰۹۴' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس رمضان آ گیا ہے جو مبارک مہینہ ہے' اللہ عزوجل نے اس میں تم پر روزے فرض کر دیئے ہیں' اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کے گلوں میں طوق ڈال دیئے جاتے ہیں' اس میں ایک رات ہے (جس میں عبادت کرنا) ہزار مہینوں سے بہتر ہے' جو اس رات سے محروم ہوا' وہ محروم ہو گیا۔ (سنن نسائی: ۲۱۰۴۔ ۲۱۰۳۔ ۲۱۰۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رمضان کے مہینہ میں بھی بہت گناہ اور برے کام کیے جاتے ہیں' اگر شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں تو پھر یہ گناہ کیوں ہوتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فقط اُن شیاطین کو جکڑا جاتا ہے جو بڑے بڑے شیاطین ہیں' سب شیطانوں کو نہیں جکڑا جاتا اور مقصود یہ ہے کہ اس مہینہ میں برائیاں کم ہوتی ہیں اور نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں اور اس کا عام مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس مہینہ میں مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں اور نمازیوں کو جگہ نہیں ملتی' فرض نمازوں کے علاوہ لوگ بہ کثرت نوافل پڑھتے ہیں' لوگ مسجدوں میں اور گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں' تراویح اور تہجد پڑھتے ہیں' صدقہ و خیرات بہت زیادہ کرتے ہیں' جن پر زکوٰۃ فرض ہے وہ اسی مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

اور شیاطین کو قید کرنے سے اور زنجیروں میں جکڑنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ برے کام بالکل نہ ہوں کیونکہ شیاطین کے بہکانے کے علاوہ شر اور فساد کے اور بہت اسباب ہیں جیسے نفوسِ خبیثہ' عادات قبیحہ اور شیاطین انسیہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۱۹۰۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ . وَقَالَ غَيْرُهُ، عَنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ وَّ يُونُسُ لِهِلَالِ رَمَضَانَ.

[اطراف الحدیث:۱۹۰۶۔۱۹۰۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو تو روزہ رکھو' اور جب تم (عید کا) چاند دیکھو تو روزے چھوڑ دو' اور اگر (چاند گرد و غبار یا بادلوں میں) چھپ جائے تو تم اندازہ کرو۔ یحییٰ بن بکیر کے غیر نے یعنی عبداللہ بن صالح کاتب اللیث نے کہا از لیث' مجھے عقیل اور یونس نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال رمضان کے متعلق فرمایا تھا (کہ اگر تم اس کو دیکھ لو تو روزہ رکھو)۔

(صحیح مسلم:۱۰۸۱' الرقم المسلسل:۲۴۰۳' سنن نسائی:۲۱۱۵' سنن ابن ماجہ:۱۶۵۵' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۰۸' صحیح ابن حبان:۳۴۴۳' مصنف عبدالرزاق:۷۳۰۴' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۶۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' مسند احمد:۵۱۶۷۔ج ۱۲ ص ۴۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے مسائل اور رؤیت ہلال کی تاکید کے متعلق احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے: تم اندازہ کرو' اس کا معنی ہے: تم جس مہینہ کو گزار رہے ہو' اس کے تیس دن تک گنو' کیونکہ اصل یہ ہے کہ مہینہ کو اس کے پورے دنوں تک باقی رکھا جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ چاند کی منازل اور اس کی رفتار کا اندازہ کرو کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوگا کہ یہ مہینہ انتیس دن کا ہے یا تیس دن کا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے اور عید کرنے کا معاملہ رؤیت ہلال پر موقوف ہے۔

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ہلال رمضان نہ دیکھو تو شعبان کے تیس دن پورے کرو اور اگر تم ہلال شوال نہ دیکھو تو رمضان کے تیس دن پورے کرو۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۳۰۱۔ج ۴ ص ۱۵۴ طبع قدیم' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہلال شعبان کو رمضان کے مہینہ کی رؤیت کی علامت بناؤ' پس جب تم ہلال رمضان دیکھو تو روزے رکھو اور جب تم ہلال شوال دیکھو تو عید کرو اور اگر ہلال عید (گرد و غبار یا بادلوں سے) مستور ہو تو (تیس دن کی) گنتی پوری کرو۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۳۰۳۔ج ۴ ص ۱۵۵ طبع قدیم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے ہلال کو لوگوں کے اوقات کی علامت بنایا ہے' پس تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزے چھوڑ دو (عید کرو)' اگر (گرد و غبار یا ابر کی وجہ سے) چاند مستور ہو تو تیس دن کی گنتی پوری کرو۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۳۰۶۔ج ۴ ص ۱۵۵ طبع قدیم' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۰۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۵)

Marfat.com

یوم شک (تیس شعبان) کے روزے سے ممانعت اور اس کی حکمت' یوم شک کی تعریف اور اس دن کے روزہ میں اختلاف فقہاء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ اس دن تم میں سے کوئی شخص عادۃً روزہ رکھتا ہو اور تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم چاند کو دیکھ لو پھر تم روزے رکھتے رہو حتیٰ کہ تم (عید کا) چاند دیکھ لو پس اگر چاند کے سامنے بادل حائل ہو تو تم تیس دن کی گنتی پوری کرو' پھر تم عید کرو اور مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۲۷' سنن ترمذی: ۶۸۸' سنن نسائی: ۲۱۲۸)

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ رمضان کا فرض روزہ اس سے پہلے کے نفل روزہ کے ساتھ مختلط اور ملتبس نہ ہو جائے۔ اس میں ہمیں نصاریٰ کے طریقہ سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ اپنی فاسد رائے سے فرائض پر اضافہ کرتے تھے' اور اکثر صحابہ' تابعین اور بعد کے فقہاء نے یوم الشک (تیس شعبان) کا روزہ رکھنے سے منع کیا ہے' ان صحابہ میں حضرت علی' حضرت عمر' حضرت ابن مسعود' حضرت حذیفہ' حضرت ابن عباس' حضرت ابو ہریرہ' حضرت انس اور حضرت ابووائل ہیں اور فقہاء تابعین میں ابن المسیب' عکرمہ' ابراہیم نخعی' اوزاعی اور ثوری ہیں' اور ان کے بعد کے فقہاء میں ائمہ اربعہ' ابوعبید' ابوثور اور اسحاق ہیں۔

بعض صحابہ سے رمضان سے پہلے روزہ رکھنے کا جواز بھی منقول ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں رمضان کا روزہ رکھنے میں ایک دن جلدی کروں تو وہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں رمضان کا روزہ رکھنے میں ایک دن کی تاخیر کروں کیونکہ اگر میں نے عجلت کی تو رمضان کا روزہ مجھ سے قضاء نہیں ہوگا اور اگر میں نے تاخیر کی تو رمضان کا ایک روزہ مجھ سے قضاء ہو جائے گا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی اس قول کی مثل مروی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں شعبان کے ایک دن کا روزہ رکھ لوں تو وہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دوں۔ اس قول کی مثل حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

اگر چاند کے دکھائی دینے میں بادل یا گردوغبار حائل ہو جائے تو فقہاء احناف' امام مالک' امام شافعی' امام اوزاعی اور ثوری کے نزدیک اس دن (تیس شعبان) کا روزہ رکھنا واجب نہیں ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' امام احمد اور ایک قلیل جماعت کے نزدیک بادل والے دن روزہ رکھنا واجب ہے۔

حسن بصری نے کہا ہے کہ لوگ اس میں اپنے امام کی پیروی کریں' اگر وہ تیس شعبان کا روزہ رکھے تو وہ بھی روزہ رکھیں اور اگر وہ روزہ چھوڑے تو وہ بھی روزہ چھوڑ دیں۔ ابن سیرین' سوار العنبری' شعبی اور ایک روایت کے موافق امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے یوم شک کا روزہ رکھا اور اس میں نفل کی نیت کی تو یہ فقہاء احناف کے نزدیک مکروہ نہیں ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ شرح الہدایہ میں مذکور ہے کہ خواص کے حق میں نفل کی نیت سے یوم شک کا روزہ رکھنا افضل ہے اور عوام پر یہ فرض ہے کہ وہ زوال کے وقت تک انتظار کریں' اگر شرعی ثبوت (اور وہ ہلال رمضان کی گواہی ہے یا خبر مستفیض ہے) سے یہ ظاہر ہو جائے تو وہ روزہ کی نیت کر لیں ورنہ وہ افطار کر لیں اور اگر کسی نے رمضان سے پہلے تین دن روزے رکھے یا پورے شعبان میں روزے رکھے یا وہ ہفتہ کے اس دن میں ہمیشہ روزہ رکھتا تھا اور اب اتفاق سے وہ یوم شک ہے تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ نفل کی نیت سے روزہ رکھ لے۔

المبسوط میں یہ مذکور ہے کہ یوم شک کا نفلی روزہ رکھنا افضل ہے اور نبی ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے سے جو منع فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس دن رمضان کے فرض روزے کی نیت سے روزہ نہ رکھے اور المحیط میں مذکور ہے کہ اگر اس دن اس کی عادت روزہ رکھنے کی تھی تو روزہ رکھنا افضل ہے ورنہ روزہ چھوڑنا افضل ہے اور رمضان سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ رکھنا مکروہ ہے اور تین دن پہلے روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے۔

یوم شک کی تعریف یہ ہے کہ تیس شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور چاند نظر نہ آیا ہو یا قاضی کے پاس چاند دیکھنے کی ایسے شخص نے گواہی دی ہو جس کی گواہی قبول نہ کی جاتی ہو یا ایک غلام یا ایک عورت نے چاند دیکھنے کی خبر دی ہو۔ یہ تعریف امام طحاوی نے کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۰۔۳۸۸ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یوم شک کے روزے کی ممانعت اور شعبان کے روزے رکھنے کے ثبوت میں احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رمضان کے مہینہ سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو سوا اس کے کہ تم میں سے کسی کی اس دن روزہ رکھنے کی عادت تھی۔ (سنن ترمذی: ۶۸۴' صحیح البخاری: ۱۹۱۴' صحیح مسلم: ۱۰۸۲' سنن ابوداؤد: ۲۳۳۵)

صلۃ بن زفر بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو وہ ایک بھنی ہوئی بکری لے کر آئے اور کہا: کھاؤ' تو لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں روزہ دار ہوں۔ حضرت عمار نے کہا: جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم (ﷺ) کی نافرمانی کی۔ (سنن ترمذی: ۶۸۶' صحیح البخاری: ۱۹۰۶' سنن ابوداؤد: ۲۳۳۴' سنن نسائی: ۲۱۸۷' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۵)

امام ترمذی نے کہا: نبی ﷺ کے اکثر صحابہ اور ان کے بعد کے فقہاء تابعین کا اسی پر عمل ہے' سفیان ثوری' امام مالک بن انس' عبد اللہ بن المبارک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے یوم شک کے روزہ کو مکروہ قرار دیا ہے (فقہاء احناف کا مسلک گزشتہ سطور میں المبسوط اور المحیط کے حوالہ سے گزر چکا ہے)۔ (سنن ترمذی ص ۲۲۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

شعبان کے روزے رکھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ شعبان کے سوا سال کے کسی مہینہ میں مکمل روزے نہیں رکھتے تھے' آپ شعبان کو رمضان کے ساتھ ملاتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۳۶' سنن ترمذی: ۷۳۶' سنن نسائی: ۲۱۷۴' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نصف شعبان ہو جائے تو روزے نہ رکھو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۳۷' سنن ترمذی: ۷۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۱)

یہ حکم ایسے شخص کے لیے ہے جسے رمضان کے روزوں میں کمزوری کا خدشہ ہو۔ اگر ایسا کوئی خطرہ نہ ہو تو وہ نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھ سکتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۰۱۔ ج ۳ ص ۲۴ پر مذکور ہے' اس حدیث کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① چاند دیکھنے کے بعد کی دعا ② رؤیت ہلال میں مذاہب ائمہ ③ سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟ ④ پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟ ⑤ سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے!

٦ - بَابُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّنِيَّةً

جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا

Marfat.com

اس باب کے عنوان میں "احتساب" کالفظ ہے اس کا معنی ہے: ثواب کی نیت سے کوئی کام کرنا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ قیامت کے دن اپنی نیتوں کے اعتبار سے اٹھائے جائیں گے۔

تعلیق مذکور ایک مکمل حدیث کا قطعہ ہے وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرے گا جب وہ لوگ بیداء میں پہنچیں گے (مکہ اور مدینہ میں بیداء نام کی مشہور جگہ ہے) تو اول سے لے کر آخر تک تمام لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا' حضرت عائشہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اول سے آخر تک سب کو کیسے دھنسا دیا جائے گا اور ان میں لوگوں کے بازار بھی ہوں گے' اور ان میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اُن میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ان کو اول سے لے کر آخر تک دھنسا دیا جائے گا' پھر لوگوں کو ان کی نیتوں کے اعتبار سے (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۱۱۸' صحیح مسلم: ۲۸۸۴)

۱۹۰۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پہلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا اور جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے' اس کے پہلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابٌ اَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے

۱۹۰۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ، حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ، فَاِذَا لَقِيَهٗ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خیر کی سخاوت کرنے والے تھے اور رمضان میں آپ سب سے زیادہ سخاوت کرتے تھے' جب آپ سے حضرت جبریل ملاقات کرتے تھے' اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان ختم ہو جاتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ قرآن مجید کو دہراتے تھے' پس جب آپ سے حضرت جبریل

Marfat.com

مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ.

علیہ السلام ملاقات کرتے تو آپ بارش برسانے والی ہواؤں سے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶ میں گزر چکی ہے۔

۸ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ' وَالْعَمَلَ بِهٖ فِي الصَّوْمِ

جس نے روزہ میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہیں چھوڑا

اس باب کے عنوان میں ''الزور'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جھوٹ بولنا' حق سے تجاوز کرنا' تہمت لگانا اور باطل پر عمل کرنا۔

۱۹۰۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ' فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ. [طرف الحدیث: ۶۰۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جھوٹ بولنا نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے اور پینے کے چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۶۲' سنن ترمذی: ۷۰۷' سنن ابن ماجہ: ۱۶۸۹)

روزے میں جھوٹ بولنے سے یہ خطرہ ہے کہ روزہ قبول نہ ہو

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ روزہ کا حکم یہ ہے کہ جھوٹی اور فحش باتوں کو ترک کر دیا جائے اور اگر اس نے جھوٹی اور فحش باتوں کو اور فحش کاموں کو ترک نہیں کیا تو اس کا روزہ ناقص ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہوگا اور اس کے روزہ کے نامقبول ہونے کا موجب ہوگا۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس سے کہا جائے کہ اگر تم جھوٹی باتوں کو نہیں چھوڑتے تو تم روزہ رکھنا چھوڑ دو بلکہ اس حدیث کا معنی اس کو جھوٹ بولنے سے ڈرانا ہے' اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خمر (انگور کی شراب) کو فروخت کیا اس کو چاہیے کہ وہ خنزیر کو (بھی) ذبح کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۸۹' مسند الحمیدی: ۷۶۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴۵' سنن داری: ۲۱۰۲' المعجم الکبیر: ۸۸۴- ج ۲۰' المعجم الاوسط: ۸۵۲۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۲۱۴- ج ۳۰ ص ۱۵۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں آپ نے خنزیر کو ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ نے ڈرانے کے لیے اور شراب فروخت کرنے کی سنگینی کو بیان کرنے کے لیے اس طرح فرمایا ہے' اسی طرح آپ نے روزہ دار کو جھوٹ بولنے اور جھوٹی باتوں پر عمل کرنے سے ڈرایا ہے تاکہ وہ ان کو ترک کر دے اور اس کے روزہ رکھنے کا اجر کامل ہو جائے۔

اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی ضرورت نہیں ہے' یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے کہ جو شخص جھوٹ بولنے کو ترک کر دے یا جھوٹ نہ بولے اس کے روزہ رکھنے کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت ہے بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے

Marfat.com

روزہ قبول نہیں فرمائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۰۔۱۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹنے کے متعلق اختلاف علماء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ غیبت' جھوٹ اور چغلی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ جمہور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا' تاہم روزے کے تمام و کمال کے لیے ان سے احتراز کرنا ضروری ہے' امام غزالی اور بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

لیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: دو خصلتیں ایسی ہیں جس نے ان سے اپنی حفاظت کی اس کا روزہ سلامت رہے گا: (۱) غیبت اور (۲) جھوٹ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۸۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اعمش بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ فقہاء کہتے ہیں کہ جھوٹ روزہ دار کا روزہ توڑ دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۸۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یزید بن ابان بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کا گوشت کھاتا رہا' اس کا روزہ نہیں ہوا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۸۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

روزے کے تمام و کمال کے لیے جھوٹ اور غیبت کو ترک کرنا

سلیمان بن موسیٰ نے بیان کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم روزہ رکھو تو تمہارے ساتھ تمہاری سماعت اور بصارت کا بھی روزہ ہونا چاہیے اور تمہاری زبان کا جھوٹ اور گناہ سے روزہ ہونا چاہیے اور تم اپنے خادم کی ایذاء پر کچھ نہ کہنا اور تمہیں اپنے روزہ کے دن میں وقار اور متانت کے ساتھ رہنا چاہیے اور اپنے روزہ چھوڑنے کے دن کو اور روزہ رکھنے کے دن کو ایک جیسا نہ کر دینا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۷۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: روزہ صرف کھانے' پینے کو ترک کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ روزہ' جھوٹ' باطل اور لغو باتوں کو ترک کرنے کا نام ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۷۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: روزہ صرف کھانے' پینے کو ترک کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ روزہ جھوٹ' باطل اور لغو چیزوں کے ترک کا نام ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۷۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت حفصہ بیان کرتی ہیں کہ ابو العالیہ نے کہا: روزہ دار اس وقت تک عبادت میں رہتا ہے جب تک غیبت نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۸۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۹- بَابٌ هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ

جب روزہ دار کو گالی دی جائے تو کیا وہ یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں!

Marfat.com

١٩٠٤ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از ابی صالح الزیات' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روزہ کے سوا ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہوتا ہے' پس بے شک روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا' اور روزہ ڈھال ہے' جب تم میں سے کوئی شخص کسی دن روزہ سے ہو تو وہ فحش بات کرے نہ شور کرے' اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ میں روزے سے ہوں' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو ضرور اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہوں گی جن سے وہ خوش ہوگا' ایک خوشی اس وقت ہوگی جب وہ روزہ افطار کرے گا اور دوسری خوشی اس وقت ہوگی جب وہ اپنے روزے کی وجہ سے اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۴ میں گزر چکی ہے۔

١٠ - بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلٰى نَفْسِهِ الْعُزُوبَةَ

اس کنوارے مرد کا روزے رکھنا جس کو اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہو

اس باب کے عنوان میں ''عُزوبة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی اصل میں بُعد ہے یعنی جو نکاح سے بعید ہو' جس شخص کی بیوی نہ ہو اس کو ''عزبہ'' کہتے ہیں اور جس عورت کا خاوند نہ ہو اس کو ''عزبة'' کہتے ہیں۔ ابن الاثیر نے کہا ہے: ''عزب'' کا معنی ہے: جو نکاح سے بعید ہو اور یہاں ''عزوبة'' سے مراد زنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۶)

١٩٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.

[اطراف الحدیث: ۵۰۶۵-۵۰۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از ابراہیم از علقمہ' انہوں نے بیان کیا: جس وقت میں حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ کے ساتھ جا رہا تھا تو انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے تو ایک بار آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو' وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح نظر کو نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ لازماً روزے رکھے کیونکہ روزے رکھنا اس کو خصی کر دیتا ہے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۱۴۰۰' الرقم المسلسل: ۳۳۸۸' سنن ابوداؤد: ۲۰۴۶' سنن ترمذی: ۱۰۸۳' سنن نسائی: ۳۲۰۶_۲۲۳۵' سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۵' مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۸۰' مسند الحمیدی: ۱۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۲۷_۱۲۶' سنن کبریٰ: ۷۲۵۴' المعجم الکبیر: ۱۰۱۶۸' شرح السنۃ: ۲۲۳۶' مسند احمد ج ۱ ص ۴۲۴' مسند احمد: ۴۰۲۳_ج ۷ ص ۱۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان' یہ عبداللہ بن عثمان ہیں (۲) ابوحمزہ' ان کا نام محمد بن میمون السکری ہے (۳) سلیمان الاعمش ہے (۴) ابراہیم نخعی (۵) علقمہ بن قیس نخعی (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ لازماً روزے رکھے کیونکہ روزے رکھنا اس کو خصی کر دیتا ہے۔

روزے سے شہوت ٹوٹتی ہے' اس پر ایک اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نکاح نہ کرنے کے لیے دواؤں کے ذریعہ خصی ہونے کا ثبوت ہے۔ علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ انسان کو خصی ہونے کا اختیار ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ روزہ نکاح کی شہوت کو قطع کرنے والا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ روزہ رکھنے سے طبعی حرارت تیز اور متحرک ہوتی ہے تو اس سے شہوت کیسے کم ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداء میں ایسا ہوتا ہے لیکن جب انسان مسلسل روزے رکھتا ہے تو پھر اس کی شہوت کم ہو جاتی ہے کیونکہ نکاح کی شہوت کھانے پینے کی شہوت کے تابع ہے' کھانے پینے سے بدن کو قوت حاصل ہوتی ہے اور اس سے نکاح کی شہوت میں اضافہ ہوتا ہے اور کھانے پینے میں کمی کرنے سے بدن کی قوت میں کمی ہوتی ہے اور اس سے نکاح کی شہوت میں تخفیف ہوتی ہے۔

نکاح کا حکم اس کے لیے ہے' جس کے خون میں ہیجان ہو اور اُبال اٹھتا ہو اور جمہور کے نزدیک یہ حکم استحباب کے لیے ہے' واجب نہیں ہے۔

نکاح کرنے کی اقسام اور نکاح کرنے کے متعلق احادیث

نکاح کی تین قسمیں ہیں: ایک یہ کہ جب آدمی کی حالت اعتدال پر ہو' یعنی اس کے خون میں زیادہ اُبال نہ ہو اور اس کی مالی حالت مستحکم ہو اور وہ بیوی بچوں کا خرچ اٹھا سکتا ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا سنت ہے۔ اس مسئلہ میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کرنا' مسواک کرنا' خوشبو لگانا اور نکاح کرنا میری سنت میں سے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۸۸۶' مصنف عبد بن حمید: ۲۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۰۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۱' سنن ترمذی: ۱۰۸۰)

حضرت سعید بن ابی ہلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نکاح کرو اور تم اپنی تعداد کثیر کرو' کیونکہ میں دوسری اُمتوں پر تمہاری کثرت کے سبب سے فخر کروں گا' ایک آدمی اہل ذمہ کی جوان اور حسین عورت سے نکاح کرتا ہے اور جب وہ بوڑھی ہو جاتی ہے تو اس کو طلاق دے دیتا ہے' عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو' عورت کا اپنے خاوند پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو کھلائے اور پہنائے اور اگر وہ بے حیائی کا کام کرے تو اس کو ایسی مار مارے جس کا نشان ظاہر نہ ہو۔

(مصنف عبدالرزاق:۱۰۳۸۷- ج۶ ص ۱۳۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صاحب آئے جن کا نام عکاف بن بشر التمیمی تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تمہاری بیوی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کوئی باندی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: تم خوش حال اور خیریت سے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں خوش حال اور خیریت سے ہوں! آپ نے فرمایا: تب تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو' اگر تم نصاریٰ میں سے ہوتے تو ان کے راہبوں میں سے ہوتے! بے شک ہماری سنت میں سے نکاح کرنا ہے' تم میں بدترین لوگ کنوارے ہیں اور تمہارے بدترین مُردے کنوارے ہیں' تم شیاطین کے ساتھ کھیلتے ہو' شیاطین کے پاس صالحین کے خلاف عورتوں سے زیادہ کوئی مؤثر ہتھیار نہیں ہے' ماسوا شادی شدہ لوگوں کے' وہ پاکیزہ لوگ ہیں' بے حیائی سے بَری ہیں' اے عکاف! تم پر افسوس ہے! یہ عورتیں حضرت ایوب' حضرت داؤد' کرسف اور حضرت یوسف علیہم السلام کے زمانوں کی عورتوں کی طرح ہیں' بشر بن عطیہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کرسف کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک شخص تھا جو تین سو سال تک سمندر کے ساحلوں میں سے کسی ساحل پر اللہ کی عبادت کرتا رہا' پھر کسی عورت کے عشق کے سبب سے اس نے اللہ العظیم کا کفر کیا اور وہ اپنے رب کی جو عبادت کرتا تھا اس کو چھوڑ دیا' پھر اس کے بعض نیک کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی تلافی کی تو اس کی توبہ قبول فرمائی' تم پر افسوس ہے! اے عکاف! تم نکاح کرو' ورنہ تم مُذبذبین (ڈانواں ڈول قسم کے لوگوں) میں سے ہو جاؤ گے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ میرا نکاح کر دیجئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلثوم الحمیری کی بیٹی سے ان کا نکاح کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق:۱۰۳۸۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۳)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا: کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے کہا: تم احمق ہو یا بدکار ہو! ایک روایت میں ہے: آپ نے کہا: تم نامرد ہو یا بدکار ہو۔ (مصنف عبدالرزاق:۱۰۳۲۵-۱۰۳۲۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ نکاح کرنے کی دوسری قسم یہ ہے کہ جب انسان میں غلبہ شہوت ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ جب انسان کو یہ خوف ہو کہ وہ انصاف نہیں کر سکے گا تو اس کے لیے نکاح کرنا مکروہ ہے' کیونکہ متعدد مصلحتوں کی وجہ سے نکاح مشروع کیا گیا ہے اور جب اس کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ انصاف نہیں کر سکے گا تو پھر وہ مصلحتیں حاصل نہیں ہو سکیں گی' پھر اس حالت میں اس کو روزوں کے ساتھ مشغول رہنا چاہیے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مشروع کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو مستحب قرار دیا ہے تاکہ مسلمان اپنے کامل دین پر رہیں اور وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھ کر اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کر کے اپنے کمال دین پر قائم رہیں' اور چونکہ تمام لوگ عورتوں سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتے اور بعض اوقات ان کو نکاح کے بعد بھی بدکاری کا خوف ہوتا ہے تو اس خطرہ کو دور کرنے کے لیے اور ان کی شہوات کے زور کو توڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے روزوں کو مشروع کیا جو شہوتِ جماع کی تحریک کو قطع کرتے ہیں اور اعصاب اور پٹھوں کو ڈھیلا کر دیتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۸-۳۹۷' موضحاً مخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۹۵- ج ۳ ص ۹۷۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں درج ذیل عنوان ہیں:
① نکاح کی اقسام میں مذاہب فقہاء ② نکاح کرنا افضل ہے یا نفلی عبادت ③ ترک سنت کے دو محمل ④ تبتل کا معنی۔

۱۱- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جب تم ہلال (رمضان) دیکھو تو روزے رکھو اور جب تم (ہلال) عید دیکھو تو روزے چھوڑ دو

وَقَالَ صِلَةُ عَنْ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور صلہ نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ سے یہ روایت ہے کہ جس نے یوم شک کا روزہ رکھا' اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ ابن حزم نے یہ کہا ہے کہ صلہ سے مراد صلہ بن اشیم ہے اور یہ ان کا وہم ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ صلہ سے مراد صلہ بن زفر ہے' اور عمار سے مراد حضرت عمار بن یاسر العبسی ہیں جو جنگ صفین میں شہید ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۸)

تعلیق مذکور کی حدیث موصول درج ذیل کتب حدیث میں ہے:

سنن ترمذی: ۶۸۶' سنن ابوداؤد: ۲۳۳۴' سنن نسائی: ۲۱۸۷' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۵۔

یوم شک ۳۰ شعبان کے دن کو کہتے ہیں جس میں لوگ یہ کہیں کہ چاند دکھائی دے گیا ہے اور شرعی طور پر اس کی رؤیت ثابت نہ ہو' یعنی ایک شخص چاند دیکھنے کی گواہی دے اور اس کی گواہی مسترد کر دی گئی ہو یا دو شخص گواہی دیں اور وہ دونوں فاسق ہوں اور ان دونوں کی گواہی مسترد کر دی گئی ہو۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یوم شک کا نفلی روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ اہل علم کا قول ہے' اوزاعی' لیث بن سعد' امام احمد' اسحاق اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اس دن کا روزہ رکھتی تھیں۔ قاضی ابویعلی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت انس بن مالک' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم یہ سب یوم شک کا روزہ رکھتے تھے (یعنی نفلی روزہ رکھتے تھے)۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ تمام اکابر صحابہ اور فقہاء تابعین یوم شک کو رمضان کا فرض روزہ نہیں رکھتے تھے جس کے رکھنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے بلکہ یہ اس دن نفلی روزہ رکھتے تھے۔

نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یوم شک کے روزے کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) کوئی شخص اس دن رمضان کے روزہ کی نیت سے روزہ رکھے' اس نیت سے روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس میں اوزاعی اور سفیان ثوری کا اختلاف ہے۔

(۲) کسی اور فرض روزے کی نیت کر کے روزہ رکھنا مثلاً اس پر کسی اور رمضان کے روزے یا نذر کے روزہ کی قضاء واجب ہو یا وہ کسی کفارہ کا روزہ رکھے' یہ بھی مکروہ ہے مگر اس کی کراہت پہلی قسم کی کراہت سے کم ہے۔

(۳) وہ نفلی روزہ کی نیت کرے' یہ ہمارے نزدیک مکروہ نہیں ہے' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

(۴) وہ سحری کے وقت یہ نیت کرے کہ اگر صبح رمضان ہوا تو وہ روزہ رکھے گا اور اگر شعبان ہوا تو وہ روزہ نہیں رکھے گا' اس نیت کے ساتھ اس کا کوئی بھی روزہ نہیں ہوا۔

(۵) وہ یہ نیت کرے کہ اگر صبح رمضان ہوا تو اس کا رمضان کا روزہ ہے ورنہ اس پر جو کوئی اور روزہ واجب ہے' وہ روزہ ہے' یہ روزہ بھی مکروہ ہے۔

(۶) وہ یہ نیت کرے کہ اگر صبح رمضان ہوا تو اس کا رمضان کا روزہ ہے ورنہ نفلی روزہ ہے' یہ روزہ بھی مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

یوم شک کا نفلی روزہ رکھنے پر فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ یوم شک کا نفلی روزہ رکھنا جائز ہے' صاحب ہدایہ نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یوم شک میں رمضان کا روزہ نہ رکھا جائے صرف نفلی روزہ رکھا جائے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۹۳) مگر علامہ زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نے کہا ہے: یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۶۰) اسی طرح علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے کہا ہے۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲۰) تاہم علامہ ابن ہمام نے حضرت عمران کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۸۳) لہٰذا تیس شعبان کا نفلی روزہ رکھنا جائز قرار پایا اور امام طحاوی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس شخص کی کسی دن روزہ رکھنے کی عادت ہو اور وہ دن تیس شعبان ہو تو اس کا نفلی روزہ جائز ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۷۴)

۱۹۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ' فَقَالَ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ' وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ' فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا' پھر فرمایا: تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم ہلال (رمضان) دیکھ لو اور تم روزہ نہ چھوڑو حتیٰ کہ تم ہلال (شوال) دیکھ لو اور اگر تم پر مطلع غبار آلود یا اَبر آلود ہو تو (روزوں کی) گنتی پوری کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۰۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً' فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ' فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے' اس لیے تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم (ہلال رمضان کو) دیکھ لو' پس اگر تم پر چاند مستور ہو جائے تو تم تیس دن کی گنتی پوری کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۰' الرقم المسلسل: ۲۳۹۱' سنن ابوداؤد: ۲۳۲۱-۲۳۲۰' سنن نسائی: ۲۱۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸۵' صحیح ابن حبان: ۳۴۵۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۱۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۱۱- ج ۸ ص ۲۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

۱۹۰۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا. وَخَنَسَ الْاِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ. [اطراف الحدیث: ۱۹۱۳-۵۳۰۲] (صحیح مسلم: ۱۰۸۰' الرقم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از جبلہ بن سحیم' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ اتنے دنوں کا اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے (آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کیا) اور تیسری

المسلسل: ۲۳۹۵، باقی تخریج حسب سابق ہے) بار میں انگوٹھے کو دبالیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں بار اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر دکھایا' یہ بیس عدد ہوئے اور تیسری بار ایک انگوٹھے کو دبالیا' یہ نو دن ہوئے اور کل انتیس دن ہوئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس اشارہ سے بات سمجھ میں آ جائے' اس پر اعتماد کرنا چاہیے۔

۱۹۰۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اَوْ قَالَ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ' فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے' یا کہا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو اور اگر چاند چھپا ہوا ہو تو شعبان کے تیس روز وں کی گنتی پوری کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۱' الرقم المسلسل: ۲۴۰۳' سنن نسائی: ۲۱۱۵' سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۰۸' صحیح ابن حبان: ۳۴۴۳' مصنف عبدالرزاق: ۷۳۰۴' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۶۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۵۱۶۔ ج ۱۲ ص ۴۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح بھی سابق حدیث: ۱۹۰۰ کی مثل ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے:

علم نجوم اور چاند کی منازل کا سفر ہلال رمضان اور ہلال عید کے سفر میں معتبر نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر گرد و غبار یا اَبر چھا جانے کی وجہ سے تمہیں چاند نظر نہ آئے تو تم شعبان کے تیس دن پورے کرو کیونکہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں علوم نجوم اور چاند کی منازل اور اس کے سفر کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ اگر آپ روزے کے معاملہ میں اپنی امت کو اس کا مکلف کرتے تو ان پر دشوار ہوتا' کیونکہ نجوم اور چاند کے سفر کا علم بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے دین کے اندر کوئی تنگی اور دشواری نہیں رکھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت میں تیس دن پورے کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کی سب کو معرفت ہوتی ہے' سو آپ نے یہ ہدایت دی ہے کہ جب چاند دکھائی نہ دے تو شعبان کے تیس دن پورے کرنے کے بعد روزے رکھو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کی اتنی حفاظت کرتے تھے جتنی دوسرے مہینوں کی حفاظت نہیں کرتے تھے' پس جب آپ ہلال رمضان کو دیکھ لیتے تو روزہ رکھتے' پس اگر مطلع ابر آلود ہوتا تو آپ تیس دن پورے کرتے' پھر روزہ رکھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے ثبوت کے لیے کسی اور علم کی ضرورت نہیں ہے' اگر ایسا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی چاند دکھائی نہ دینے کی صورت میں اس علم کا اعتبار کرتے اور ہمیں اس کا حکم دیتے۔

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ رمضان کا روزہ اسی وقت رکھا جائے گا جب یقین سے ثابت ہو جائے کہ شعبان کا مہینہ ختم ہو گیا ہے

اور یہ یقین اس وقت حاصل ہو گا جب رمضان کا چاند دکھائی دے یا شعبان کے تیس دن پورے ہو جائیں' اسی طرح رمضان کے مہینے کے نکلنے کا یقین بھی اس وقت حاصل ہو گا جب شوال کا چاند دکھائی دے یا رمضان کے تیس روزے پورے ہو جائیں' نیز عنقریب یہ حدیث آ رہی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم ایسی امت ہیں جو (کتب میں) پڑھی لکھی نہیں ہے' نہ ہم (مہینے کو) لکھتے ہیں نہ (اس کا) حساب کرتے ہیں' مہینہ اس طرح' اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے (آپ نے دو بار ہاتھ کی انگلیوں سے دس کا اشارہ کیا) اور تیسری بار ایک انگلی کو دبا لیا' یعنی مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور تیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۱۳' صحیح مسلم: ۱۰۸۰' الرقم المسلسل: ۲۰۴۰' سنن ابوداؤد: ۲۳۱۹' سنن نسائی: ۲۱۳۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان یا عید کے چاند کو علوم نجوم یا چاند کی منازل سفر کے حساب سے معین کرنا شریعت میں معتبر نہیں ہے' شریعت میں معتبر صرف یہ ہے کہ چاند دکھائی دے ورنہ پھر شعبان یا شوال کے تیس روزے پورے کیے جائیں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

رؤیت ہلال رمضان وعید کے مسئلہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر مطلع ابر آلود ہو یا اس پر گرد و غبار ہو تو امام (سربراہ ملک یا مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا چیئرمین) ایک نیک آدمی کی گواہی کو قبول کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت' آزاد ہو یا غلام کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے اس لیے یہ روایت احادیث کے مشابہ ہے' گواہی دینے کے لیے گواہ کا نیک اور صالح ہونا' اس لیے ضروری ہے کہ دینی معاملات میں فاسق کا قول قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رؤیت ہلال رمضان میں ایک آدمی کی گواہی کو قبول فرمایا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی نے آ کر کہا: بے شک میں نے ہلال دیکھا ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔

(سنن ترمذی: ۶۹۱' سنن ابوداؤد: ۲۳۴۰' سنن نسائی: ۲۱۱۲' سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۲)

پھر جب امام ایک صالح آدمی کی گواہی قبول کرے تو سب تیس روزے رکھیں' ایک صالح آدمی کی گواہی سے رمضان کی رؤیت ہلال تو ثابت ہو گی لیکن عید کے ہلال کے لیے ایک آدمی کی گواہی کافی نہیں ہے۔

اور جب آسمان پر ابر یا گرد و غبار نہ ہو اور مطلع صاف ہو تو ایک آدمی کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی حتیٰ کہ اتنی جماعت کثیرہ چاند دیکھنے کی خبر دے جن کے خبر دینے سے یقین ہو جائے' اس کے برخلاف جب مطلع ابر آلود ہو تو ایک آدمی کی خبر سے اس لیے رؤیت ثابت ہو جائے گی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک آن کے لیے چاند سے یہ بادل ہٹ گیا ہو اور اس وقت کسی آدمی نے چاند کو دیکھ لیا ہو۔

جماعت کثیرہ کے متعلق کئی اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک محلہ کے لوگ ہوں' امام ابو یوسف کا قول ہے کہ پچاس آدمی ہونے چاہئیں (اس طرح اور بھی اقوال ہیں' اس کو خبر مستفیض کہتے ہیں)۔

اور جب آسمان پر گرد و غبار یا ابر ہو تو ہلال عید کے ثبوت کے لیے ایک آدمی کی رؤیت کافی نہیں ہو گی' اس کے لیے کم از کم دو آدمیوں کی گواہی ہونی چاہیے کیونکہ اس کے ساتھ بندے کا نفع متعلق ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۹۶۔۱۹۵ ملخصاً وتخریجاً' مطبع کراچی)

Marfat.com

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

رمضان کا روزہ رکھنے اور چھوڑنے کے لزوم میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) دو صالح آدمیوں کی گواہی کے بغیر نہ رمضان کا روزہ رکھا جائے گا نہ چھوڑا جائے گا' یہ امام مالک' اسحاق' امام احمد اور امام شافعی کا ایک قول ہے۔

(۲) امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ رمضان تو ایک آدمی کی گواہی سے ثابت ہو جائے گا لیکن عید دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر ثابت نہیں ہوگی۔

(۳) ابوثور کا قول یہ ہے کہ ایک آدمی کی گواہی سے روزہ رکھا بھی جائے گا اور چھوڑا بھی جائے گا۔

(۴) جب آسمان صاف ہو تو بغیر خبر مستفیض کے ہلال رمضان کی رؤیت ثابت نہیں ہوگی۔

(عارضۃ الاحوذی جز ۳ ص ۱۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

۱۹۱۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلٰى مِنْ نِّسَائِهٖ شَهْرًا، فَلَمَّا مَضٰى تِسْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ يَوْمًا غَدَا، اَوْ رَاحَ، فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّكَ حَلَفْتَ اَنْ لَّا تَدْخُلَ شَهْرًا! فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ يَوْمًا. [طرف الحدیث: ۵۲۰۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی از عکرمہ بن عبدالرحمان از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے قریب نہیں جائیں گے' جب انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح یا شام کو ان کے پاس آ گئے' آپ سے کہا گیا کہ آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہیں آئیں گے تو آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۵' الرقم المسلسل: ۲۴۱۳' سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۱' سنن کبریٰ: ۹۱۸۵' المعجم الکبیر: ۶۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۶۹۸۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۶۸۳- ج ۴۴ ص ۲۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم النبیل الضحاک بن مخلد (۲) عبدالملک بن عبد العزیز بن جریج (۳) یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی (۴) عکرمہ بن عبدالرحمن بن الحارث المخزومی' یہ یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ' ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۰۳)

ایلاء کی تحقیق

اس حدیث میں ایلاء کا ذکر ہے' ایلاء کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرۃ: ۲۲۷-۲۲۶)

جو لوگ اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں ان کے لیے چار مہینہ کی مہلت ہے' اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کر لیا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ○ اور اگر انہوں نے طلاق ہی کا ارادہ کر لیا ہے تو بے شک اللہ خوب سننے والا

Marfat.com

بہت جاننے والا ہےO

شرعاً ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ چار مہینے تک اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کرے گا' اگر اس نے چار مہینہ سے کم کے اندر اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نے چار مہینہ تک اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کی تو اس کی بیوی پر از خود طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی' اور اگر اس نے چار مہینہ سے کم کی قسم کھائی تھی تو یہ شرعی ایلاء نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۴۰۲-۴۰۱' شرکت علمیہ' ملتان)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی اس لیے یہ شرعی ایلاء نہیں تھا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۱۹-۱۹ ج ۳ ص ۴۶ میں مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① چاند دیکھنے کے بعد کی دعا ② رؤیت ہلال میں مذاہب ائمہ ③ سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟ ④ پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟ ⑤ سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے؟

۱۹۱۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اٰلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَائِهِ، وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهٗ، فَاَقَامَ فِيْ مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً، ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اٰلَيْتَ شَهْرًا؟ فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات سے ایلاء کیا اور آپ کی ٹانگ میں چوٹ آ گئی تھی (ٹانگ کا جوڑ اپنی جگہ سے کھسک گیا تھا) آپ انتیس راتوں تک بالا خانے (مچان) میں رہے' پھر آپ اتر آئے' لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی' تو آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دنوں کا بھی ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۸ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایلاء کرنے کے متعلق صریح حدیث اور ایلاء کی وجہ

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایلاء کیا' اور حرام قرار دیا (یعنی) حلال کو حرام قرار دیا اور قسم میں کفارہ مشروع کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۰۱' سنن ابن ماجہ: ۲۰۷۲)

اس حدیث میں حلال کو حرام قرار دینے سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ایک حلال چیز سے نفع اٹھانے سے اپنے آپ کو روک لیا' اور شہد کو اپنے اوپر حرام کر لیا یا حضرت ماریہ قبطیہ سے مقاربت کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔

علامہ ابوبکر ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے ناراض ہو کر ایک ماہ تک ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی اور آپ نے وہ ایک ماہ بالا خانہ (مچان) پر گزارا تھا' اس کی حسب ذیل تین وجوہ ہو سکتی ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش کے پاس زیادہ ٹھہرتے تھے اور وہ آپ کو شہد پلاتی تھیں' حضرت عائشہ اور

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے آپ کی محبت سے مغلوب ہو کر یہ مشورہ کیا کہ وہ آپ سے کہیں گی کہ آپ سے مغافیر (کیکر کے گوند) کی بو آ رہی ہے' آپ نے مغافیر تو نہیں پیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے (حضرت) زینب کے پاس شہد پیا تھا' اگر تم کو یہ ناگوار معلوم ہوتا ہے تو میں دوبارہ شہد نہیں پیوں گا' ان کی اس بات سے آپ ناراض ہوئے اور آپ نے ان کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھالی۔

(۲) آپ نے حضرت حفصہ کی باری میں ان کے گھر میں حضرت ماریہ قطبیہ سے مقاربت کی' اس وقت حضرت حفصہ گھر میں نہیں تھیں' جب وہ آئیں اور ان کو پتا چلا تو وہ بہت روئیں تو آپ نے ان کو راضی کرنے کے لیے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کرلیا' پھر آپ نے اس بات پر ناراض ہو کر ایک ماہ کے لیے حضرت حفصہ سے ایلاء کرلیا۔

التحریم:۵۔۱ کی آیات میں ان واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

(۳) ازواج مطہرات نے آپ سے زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا تھا تا کہ وہ عمدہ لباس اور اچھی چیزیں خریدیں' اس سے آپ ناراض ہوئے اور آپ نے ازواج مطہرات سے ایک ماہ کے لیے ایلاء کرلیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًاO وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًاO (الاحزاب:۲۹۔۲۸)

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کردوںO اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا' تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہےO

(عارضۃ الاحوذی ج:۵ ص:۱۴۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

۱۲ - بَابٌ شَهْرَا عِيْدٍ لَّا يَنْقُصَانِ
عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے

اس باب کے عنوان میں عید کے جن دو مہینوں کا ذکر ہے' ان سے مراد رمضان اور ذوالحجہ ہے' ہر چند کہ عید شوال میں ہوتی ہے لیکن رمضان کے مہینہ پر عید کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے کیونکہ رمضان کے متصل بعد عید کا وقوع ہوتا ہے یا رمضان کے روزوں کی جزاء میں عید کی نعمت ملتی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِسْحَاقُ وَاِنْ كَانَ نَاقِصًا فَهُوَ تَامٌّ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَجْتَمِعَانِ كِلَاهُمَا نَاقِصٌ.

امام ابوعبداللہ بخاری نے بیان کیا کہ اسحاق بن راھویہ نے اس حدیث کی تفسیر میں کہا: اگر رمضان کے دن تیس ایام سے کم ہوں تب بھی وہ مکمل ہیں یعنی پورے ایک ماہ کے روزوں کا ثواب ملتا ہے' اور محمد بن سیرین نے کہا: یہ دونوں مہینے ناقص نہیں ہوتے یعنی دونوں مہینے انتیس دن کے نہیں ہوتے' اگر ایک مہینہ ۲۹ دن کا ہو تو دوسرا مہینہ ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔

۱۹۱۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اِسْحَاقَ يَعْنِي ابْنَ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي بَكْرَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اسحاق سے سنا یعنی ابن سوید سے از عبدالرحمان بن

Marfat.com

وَسَلَّمَ .ح. وَحَدَّثَنِي مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ شَهْرَا عِيدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحَجَّةِ.

از والد خود از نبی ﷺ (ح) اور مجھے مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن ابی بکرہ نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: دو مہینے کم نہیں ہوتے جو عید کے دو مہینے ہیں' رمضان اور ذوالحجہ۔

[صحیح مسلم: ۱۰۸۹' الرقم المسلسل: ۲۴۲۰' سنن ابوداؤد: ۲۳۲۳' سنن ترمذی: ۶۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۶۳' مسند البزار: ۳۶۲۴' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۹۹۔ ج ۳۴ ص ۴۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے متعدد محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے' اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) بعض علماء نے کہا کہ یہ دو مہینے ہر چند کہ حساب کے اعتبار سے کم ہوں لیکن حکم کے اعتبار سے کم نہیں ہوتے۔

(۲) بعض نے کہا: یہ دونوں مہینے ایک سال میں کم نہیں ہوتے' اگر ان میں سے ایک انتیس دن کا ہو تو دوسرا تیس دن کا ہوتا ہے۔

(۳) ذوالحجہ کا مہینہ اجر و ثواب میں رمضان سے کم نہیں ہوتا۔

(۴) امام ابن حبان نے کہا: اگرچہ آنکھ سے دیکھنے میں دو مہینے تیس دنوں سے کم ہوں کیونکہ آنکھوں کے سامنے بادل یا گرد و غبار حائل ہو جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ کم نہیں ہوتے۔

(۵) امام ابن حبان نے دوسرا معنی یہ بیان کیا ہے کہ یہ دو مہینے فضائل میں کم نہیں ہوتے۔

(۶) امام طحاوی نے کہا: خواہ یہ دونوں مہینے انتیس دن کے ہوں پھر بھی یہ فضائل میں کم نہیں ہیں کیونکہ ایک مہینہ میں روزے ہیں اور دوسرے میں حج ہے۔

(۷) علامہ المازری نے کہا: ایک سال میں ان دونوں مہینوں کے دن تیس سے کم نہیں ہوں گے۔

(۸) علامہ خطابی نے کہا: ذوالحجہ کا اجر رمضان کے اجر سے کم نہیں ہے۔

(۹) علامہ ابن بطال نے کہا: امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور عطاء اور حسن بصری کا قول یہ ہے کہ ہر چند کہ میدانِ عرفات کے وقوف کے دن میں اجتہادی خطاء ہو جائے یا رمضان کے روزوں میں خطاء اجتہادی ہو جائے' ان کے اجر میں کمی نہیں ہوتی۔

(۱۰) علامہ طیبی نے کہا ہے کہ ان دو مہینوں کی تخصیص اس لیے فرمائی گئی کہ اگر ان دو مہینوں میں اجتہادی خطاء ہو جائے تو ان کے اجر و ثواب میں کمی نہیں ہوتی اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ باقی مہینوں کے اجر و ثواب میں کمی ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۰۸۔ ۴۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' بیروت)

* اس باب کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۴۲۔ ج ۳ ص ۶۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ

نبی ﷺ کا یہ ارشاد: ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں

۱۹۱۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی

Marfat.com

الْاَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ، اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا. يَعْنِيْ مَرَّةً تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ، وَمَرَّةً ثَلَاثِيْنَ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاسود بن قیس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: ہم ایسی امت ہیں جو (مکتب میں) پڑھی ہوئی نہیں ہے ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں مہینہ اس طرح یا اس طرح ہوتا ہے یعنی کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۹۰۸ میں کی جا چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

اُمّی کے متعدد معانی اور حساب نہ کرنے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم اُمّی امت ہیں اس کے حسب ذیل معانی ہیں:

(۱) اُمّی کا معنی ہے: جو اُم (ماں) کی طرف منسوب ہو اور ماں عموماً مکتب میں پڑھی ہوئی نہیں ہوتی۔

(۲) اس سے مراد ہے: امت عرب (یعنی عرب والے) اور وہ عموماً لکھتے نہیں تھے۔

(۳) ہم جس کیفیت سے اپنی ماؤں سے پیدا ہوئے اسی کیفیت پر باقی ہیں۔

(۴) ہم ام القریٰ یعنی مکہ کی طرف منسوب ہیں یا اپنی امہات کی طرف منسوب ہیں۔

(۵) ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں کیونکہ عربوں میں لکھنا پڑھنا بہت نادر تھا قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ. وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے (عظیم) رسول بھیجا۔ (الجمعہ: ۲)

(۶) حساب نہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ ہم علم نجوم کا حساب نہیں کرتے یا ستاروں کے چلنے اور ان کی رفتار کا حساب نہیں رکھتے۔

(۷) ہم ایسی امت ہیں جس کو اپنے روزوں اور دیگر عبادات میں حساب و کتاب کی معرفت کا مکلف نہیں کیا گیا ہماری عبادات واضح نشانیوں اور اُمورِ ظاہرہ کے ساتھ مربوط ہیں۔

(۸) اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ کے تعین میں علم نجوم کا دخل نہیں ہے اور ستاروں کی رفتار کے حساب کا دخل نہیں ہے۔

(۹) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ روزہ تیس کا بھی ہوتا ہے اور انتیس کا بھی ہوتا ہے اس کا معنی ہے کہ ہاتھ کے اشارے سے عدد کا تعین صحیح ہے لہٰذا کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے اور انگلیوں سے تین کا اشارہ کرے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔

۱۴ - بَابٌ لَّا يَتَقَدَّمَنَّ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَّلَا يَوْمَيْنِ

رمضان سے ایک روز پہلے یا دو روز پہلے روزہ نہ رکھے

۱۹۱۴ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے

Marfat.com

سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهٗ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ.

کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ ایک آدمی کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہو تو وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۲، الرقم المسلسل: ۲۴۰۷، سنن ابوداؤد: ۲۳۳۵، سنن ترمذی: ۶۸۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۱۸۴، ج ۱۶ ص ۱۴۸، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

شعبان کے آخری دن نفلی روزہ رکھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عمار، حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، شعبی، نخعی، حسن بصری، ابن سیرین اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ شعبان کے آخری دن نفلی روزہ رکھنا صرف اس کے لیے جائز ہے جس کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہو، انہوں نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم یہ حکم دیتے تھے کہ شعبان اور رمضان کے درمیان ایک دن یا دو دن روزہ نہ رکھ کر فصل کیا جائے، جس طرح وہ اس کو مستحب قرار دیتے تھے کہ فرض نماز اور نفل کے درمیان کلام کے ساتھ یا قیام کے ساتھ یا تقدیم یا تاخیر کے ساتھ فصل کیا جائے اور عکرمہ یہ کہتے تھے کہ جس نے یوم شک کا روزہ رکھا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یوم شک کے نفلی روزہ کو جائز قرار دیا ہے، حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما یوم شک کا نفلی روزہ رکھتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کہتی تھیں کہ اگر میں شعبان کے آخری دن کا روزہ رکھوں تو وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں رمضان کے ایک دن کا روزہ نہ رکھوں، امام مالک، اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا: اس قول کی دلیل یہ ہے کہ ہم یوم شک کے روزہ کو قطعی طور پر مکروہ کہتے ہیں، جب اس نیت سے روزہ ہو کہ ہو سکتا ہے کہ وہ رمضان کا روزہ ہو یا اس خوف سے کہ وہ رمضان کا روزہ ہو تو فرض کے ساتھ وہ چیز مل جائے گی جو اس کی جنس نہیں ہے لیکن جب خالص نفل کی نیت سے روزہ رکھا جائے تو پھر اس میں شک کا معنی نہیں ہوگا۔ اس کی نیت یہ ہوگی کہ وہ رمضان کا روزہ نہیں رکھ رہا ہے جیسے اس دن وہ نذر کا روزہ یا قضاء رمضان کی نیت سے روزہ رکھے، اس دن صرف رمضان کے روزہ کی نیت سے روزہ رکھنے کی ممانعت ہے اور نفلی روزہ رکھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۹-۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے کی ممانعت کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رمضان سے پہلے اس نیت سے روزہ نہ رکھو کہ وہ رمضان کے روزہ سے مختلط ہو جائے، جس طرح نصاریٰ نے اپنی فاسد رائے سے فرائض پر اضافہ کر دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیتے، پہلے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا تو آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے، پھر بعد میں آپ کو اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا۔

آپ نے رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ رمضان کا روزہ رکھنے کی قوت اور فرحت

Marfat.com

حاصل ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۱۲-۴۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۱۴۔ ج ۳ ص ۴۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْاٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (البقرہ:۱۸۷).

تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے' وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو' اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا' سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو' اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو۔ (البقرہ:۱۸۷)

آیت مذکورہ کا شانِ نزول

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے پہلے مسلمانوں کا کیا حال تھا؟ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ رمضان میں جب کوئی شخص روزہ رکھ کر شام کو سو جاتا تو اس پر کھانا' پینا اور عمل زوجیت حرام ہو جاتا' حتیٰ کہ وہ اگلے دن روزہ افطار کرتا' ایک رات کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دیر تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باتیں کرتے رہے' پھر جب وہ گھر گئے تو ان کی بیوی سو رہی تھیں' حضرت عمر نے ان کے ساتھ عمل زوجیت کا ارادہ کیا' انہوں نے کہا: میں سو چکی ہوں' حضرت عمر نے کہا: تم نہیں سوئیں اور ان کے ساتھ عمل کر لیا' حضرت کعب بن مالک نے بھی اسی طرح کیا تھا' پھر صبح حضرت عمر' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو رات کا ماجرا سنایا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا' سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو۔ (البقرہ:۱۸۷) پس اللہ تعالیٰ نے تمام رات میں کھانے' پینے اور عمل زوجیت کو مباح کر دیا' یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت اور رخصت ہے۔

اس آیت میں ''الرفث'' کا لفظ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء وغیرہم نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہاں پر جماع ہے یعنی عمل زوجیت' اور اس آیت میں ارشاد ہے: وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو' حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہ نے کہا: اس کا معنی ہے: تم ان کے لیے باعث سکون ہو اور وہ تمہارے لیے باعث سکون ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ مرد اور عورت میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ اختلاط کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہم آغوش ہوتا ہے تو مناسب یہ تھا کہ رمضان کی راتوں میں بھی ان کو مجامعت کی اجازت دی جائے تاکہ روزے ان پر دشوار نہ ہوں اور وہ حرج میں مبتلا نہ ہوں۔

نیز اس آیت میں فرمایا: تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے یعنی اپنی عورتوں کے ساتھ جماع کرتے تھے اور کھاتے اور پیتے تھے جب کہ رات کو سونے کے بعد یہ کام تمہارے لیے حرام کر دیئے گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۱۴-۴۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۹۱۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ

Marfat.com

تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْاِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ اَنْ يُّفْطِرَ لَمْ يَاْكُلْ لَيْلَتَهٗ وَلَا يَوْمَهٗ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْاِفْطَارُ اَتٰى اِمْرَاَتَهٗ فَقَالَ لَهَا اَعِنْدَكِ طَعَامٌ؟ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ اَنْطَلِقُ فَاَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهٗ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَجَاءَتْهُ اِمْرَاَتُهٗ فَلَمَّا رَاَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَّكَ فَلَمَّا اِنْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَائِكُمْ﴾ (البقرہ:۱۸۷) فَفَرِحُوْا بِهَا فَرَحًا شَدِيْدًا وَنَزَلَتْ ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ (البقرہ:۱۸۷).

[طرف الحدیث:۴۵۰۸] (سنن ابوداؤد:۲۳۱۴، سنن ترمذی:۲۹۶۸)

بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب پر یہ فرض تھا کہ جب کوئی شخص روزہ دار ہوتا اور پھر روزہ کے افطار کے وقت وہ افطار کرنے سے پہلے سو جاتا تو پھر وہ اس رات کو (شرعاً) کھا نہیں سکتا تھا اور نہ اس دن میں کھا سکتا تھا حتیٰ کہ شام ہو جاتی' اور حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ روزے سے تھے' جب افطار کا وقت آیا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کھانا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! لیکن میں جا کر تمہارے لیے کچھ ڈھونڈتی ہوں' حضرت قیس دن بھر کام کرتے رہے تھے' اس لیے ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی' پھر ان کی بیوی آئی' اس نے ان کو سویا ہوا دیکھا تو کہا: یہ تمہاری نامرادی ہے' پھر جب (دوسرے دن کی) دوپہر ہو گئی تو ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی: تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔ (البقرہ:۱۸۷) تب مسلمان اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی: اور کھاتے پیتے رہو' یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ (البقرہ: ۱۸۷)

رمضان کی راتوں کے حلال ہونے کے متعلق دو روایتیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

زید بن اسلم اور ابراہیم التیمی نے کہا ہے کہ مسلمان ابتداء اسلام میں اس طرح کرتے تھے جس طرح اہل کتاب کرتے تھے کہ جب ان میں سے کوئی شخص سو جاتا تو وہ کھا نہیں سکتا تھا حتیٰ کہ دوسری رات آ جائے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور مجاہد نے کہا: بعض مسلمان اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کے لیے ساری رات میں کھانا' پینا اور جماع کرنا حلال کر دیا' خواہ سونے سے پہلے خواہ سونے کے بعد' گویا اس آیت کے دو محمل ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ عزوجل کا ارشاد:

﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾ (البقرہ:۱۸۷).

فِيْهِ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور کھاتے پیتے رہو' یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' پھر روزے کو رات آنے تک پورا کرو۔ (البقرہ:۱۸۷)

اس باب میں حضرت براء کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

Marfat.com

۱۹۱۶ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنِي حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ (البقرہ:۱۸۷) عَمَدْتُ اِلٰى عِقَالٍ اَسْوَدَ وَاِلٰى عِقَالٍ اَبْيَضَ فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ فَلَا يَسْتَبِينُ لِي فَغَدَوْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ.

[اطراف الحدیث:۴۵۰۹-۴۵۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حصین بن عبد الرحمان نے خبر دی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: یہاں تک کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ (البقرہ:۱۸۷) تو میں نے کالی اور سفید دو رسیاں لیں' پس میں نے ان کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا' پس میں ان کو رات میں دیکھتا رہا لیکن مجھ پر ان کے رنگ واضح نہ ہوئے' صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

(صحیح مسلم:۱۰۹۰' الرقم المسلسل:۲۴۲۲' سنن ابوداؤد:۲۳۴۹' سنن ترمذی:۲۹۸۱' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۲۵' صحیح ابن حبان:۳۴۶۲' شرح مشکل الآثار:۱۵۰۵-۱۵۰۴' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸' سنن دارمی:۱۶۹۴' سنن کبریٰ:۲۴۷۹' المعجم الکبیر:۱۷۹-۱۷۸-۱۷۷-ج ۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۳۷۰-ج ۳۲ ص ۱۱۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال السلمی (۲) ہشیم بن بشیر السلمی (۳) حصین بن عبد الرحمٰن السلمی' ان کی کنیت ابو الہذیل ہے (۴) عامر بن شراحیل الشعبی (۵) حضرت عدی بن حاتم الصحابی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۱۸)

سحری کھانے کی آخری حد میں صحابہ' فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دو قول

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابوعبید نے کہا ہے کہ سفید دھاگے سے مراد صبح صادق ہے' اور سیاہ دھاگے سے مراد رات ہے' اور دھاگے سے مراد نور ہے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ روزہ رکھنے والے کے اوپر کس وقت کھانا اور پینا حرام ہوتا ہے۔ امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ جب دوسری فجر (فجر صادق) آسمان کے کناروں میں پھیل جاتی ہے تو روزہ دار کے اوپر کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے' حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' اور عطاء اور عام شہروں کے علماء کا بھی یہی قول ہے۔

اس مسئلہ میں حضرت ابوبکر صدیق' حضرت علی' حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہم کا دوسرا قول ہے' سالم بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ فجر کی طرف دیکھا' پھر تیسری مرتبہ میں سحری کی' پھر کھڑے ہو کر دو رکعت (سنت فجر) پڑھی' پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی اقامت کہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس وقت فجر کی نماز پڑھائی تو فرمایا: اب تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو گیا ہے' اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب فجر طلوع ہو گئی تو انہوں نے سحری کی' پھر نماز پڑھی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل منقول ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ امام طحاوی نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب حضرت حذیفہ نے نماز پڑھ لی تو کہا: اسی

Marfat.com

طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا لیکن اس وقت سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔

حماد' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اذان سنتے تھے اور برتن ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور انہوں نے کہا: رب کعبہ کی قسم! میں نے روزہ کو پالیا۔

حسن بصری نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

حضرت ابو بکر' حضرت علی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کی روایات کو ذکر کرنے کے بعد اسحاق نے کہا: یہ لوگ کھانے پینے اور فرض نماز پڑھنے کے درمیان فرق نہیں سمجھتے تھے اور ان کا یہ نظریہ تھا کہ فجر کی سفیدی پھیلنے کے بعد بھی کھانا پینا جائز ہے حتیٰ کہ دن کی سفیدی رات کی سیاہی سے متمیز ہو جائے اور اسحاق کا میلان پہلے قول کی طرف تھا اور وہ دوسرے قول کے قائلین پر کوئی طعن نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان لوگوں نے وقت کی رخصت میں تاویل کی ہے' لہٰذا جس نے اس وقت میں کھایا' اس پر روزے کی قضاء ہے نہ کفارہ جب کہ وہ تاویل سے اس وقت میں سحری کرتا ہو۔

امام طحاوی نے حضرت حذیفہ کی حدیث کو ذکر کیا اور یہ کہا کہ حضرت حذیفہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ روزہ کا اوّل وقت وہ ہے جب سورج طلوع ہوتا ہے اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے کا وقت رات کے حکم میں ہے اور ہمارے نزدیک یہ قول اس صورت پر مبنی ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' یعنی دن رات سے ممتاز ہو جائے اور اس وقت تک آیت کا آخری حصہ ''من الفجر'' نازل نہیں ہوا تھا اور جب ''من الفجر'' نازل ہو گیا تو اب یہ معنی ہوا کہ فجر کی سفیدی تک کھاتے رہو اور دن کی سفیدی تک کھاتے رہنے کا جواز منسوخ ہو گیا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۲-۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق' حضرت علی' حضرت ابو ہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کا یہ نظریہ تھا کہ طلوع آفتاب سے پہلے پہلے دن کی سفیدی پھیلنے تک روزہ دار کے لیے سحری کرنا اور کھانا پینا جائز ہے اور جمہور صحابہ' فقہاء تابعین اور ائمہ میں سے امام ابو حنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کا یہ نظریہ ہے کہ سحری کھانے کے جواز کی آخری حد فجر صادق کا طلوع ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۲۹- ج ۳ ص ۷۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۹۱۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. ح.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل بن سعد۔ (ح)

قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أُنْزِلَتْ ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ وَلَمْ يَنْزِلْ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾. فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلِهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ، وَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ

انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: اور کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے تو اس وقت تک ''من الفجر'' (فجر کے سفید دھاگے) نازل نہیں ہوئی تھی تو لوگ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو ان میں سے کوئی

Marfat.com

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُ رُؤْیَتُهُمَا، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدُ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَعَلِمُوْا اَنَّهُ اِنَّمَا یَعْنِی اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ. [طرف الحدیث:۴۵۱۱] (صحیح مسلم:۱۰۹۱' الرقم المسلسل:۲۴۲۳)

شخص اپنی ٹانگ کے ساتھ سفید دھاگا اور کالا دھاگا باندھ لیتا اور اس وقت تک کھاتا رہتا تھا حتیٰ کہ اس کو وہ دونوں دھاگے واضح طور پر نظر آتے' پھر اللہ تعالیٰ نے ''من الفجر'' (البقرہ:۱۸۷) کو نازل کیا' تب ان کو معلوم ہوا کہ ان دھاگوں سے مراد رات اور دن ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم' وہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجمحی ہیں (۲) ابن ابی حازم' ان کا نام عبد العزیز ہے (۳) ان کے والد ابو حازم ہیں' ان کا نام سلمہ بن دینار ہے (۴) ابو غسان' ان کا نام محمد بن طریف ہے (۵) سہل بن سعد بن مالک الساعدی الانصاری ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۰ص۴۲۱)

حضرت سہل اور حضرت عدی کی حدیثوں میں تطبیق

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عدی بن حاتم کی حدیث میں ہے کہ وہ اپنے تکیہ کے نیچے سفید اور کالا دھاگا رکھتے تھے اور حضرت سہل بن سعد کی حدیث میں ہے کہ لوگوں میں سے کوئی شخص اپنی ٹانگ پر سفید اور کالا دھاگا باندھ لیتا تھا' ان دونوں متعارض حدیثوں میں کس طرح تطبیق ہوگی؟ علامہ قرطبی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت سہل کی حدیث میں پہلے کا واقعہ مذکور ہے' اس وقت تک ''من الفجر'' نازل نہیں ہوئی تھی یعنی سیاہ دھاگے سے مراد رات کی سیاہی ہے اور سفید دھاگے سے مراد فجر کی سفیدی ہے' اس کے بعد وہ واقعہ ہوا جس کو حضرت عدی بن حاتم نے بیان کیا ہے۔ علامہ داؤدی متوفی ۴۰۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت عدی کی حدیث محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے بیان کو اس کی ضرورت کے وقت سے مؤخر نہیں کرتا اور اگر حضرت سہل کی حدیث بھی محفوظ ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ پہلے اسی طرح حکم تھا' بعد میں ''من الفجر'' نازل ہونے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج۱۰ص۴۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۲۴۴۳۔ ج۳ص۸۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۷ - بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سَحُوْرِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ تمہیں (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ) کی اذان سحری کھانے سے منع نہ کرے

حضرت بلال رضی اللہ عنہ رمضان میں آدھی رات کو اس لیے اذان دیتے تھے کہ جو شخص سو رہا ہو یا تہجد پڑھ رہا ہو' وہ سحری کھانے کی طرف متوجہ ہو جائے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تنبیہ کی کہ کوئی شخص اس اذان کو فجر کی سمجھ کر سحری کو ترک نہ کرے' فجر کی اذان حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم فجر کے وقت دیا کرتے تھے اور اس وقت سحری کا وقت ختم ہو جاتا تھا اور نماز فجر کا وقت شروع ہو جاتا تھا۔

۱۹۱۸ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابو اسامہ از عبید اللہ از نافع از ابن عمر و القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ.

رات کو اذان دیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں کیونکہ وہ اذان نہیں دیتے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جائے۔

حدیث مذکور کی شرح' صحیح البخاری: ۶۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۱۹ - قَالَ الْقَاسِمُ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلَّا أَنْ يَرْقَى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا.

القاسم نے کہا: ان دونوں کی اذانوں میں صرف یہ فرق تھا کہ یہ چڑھتے تھے اور وہ اترتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۲۲ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

رمضان میں حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم کی اذانوں کے معمولات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت بلال اس وقت اذان دیتے تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان دینے کا حکم دیا تھا تاکہ تہجد پڑھنے والا سحری کھانے کی طرف لوٹے اور سونے والا بھی بیدار ہو کر سحری کھانے کی طرف لوٹے۔

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم کی اذانوں میں اتنا فرق تھا کہ ایک (اذان کی جگہ سے) اترتا تھا اور دوسرا (اس جگہ) چڑھتا تھا' یہ بعض اوقات پر محمول ہے ورنہ اکثر اوقات میں حضرت بلال آدھی رات ہی کو اذان دیتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے بھی اسی شرح کو نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲۴۔۴۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸ - بَابُ تَأْخِيرِ السُّحُورِ سحری کو تاخیر سے کرنا

اس باب میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ سحری کو طلوع فجر صادق تک مؤخر کرنے کا کیا حکم ہے اور صحیح بخاری کے کثیر نسخوں میں اس باب کا عنوان ہے: ''تعجیل السحور'' یعنی سحری کو جلدی کرنا' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اگر ان نسخوں میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان ہوتا تو مستحسن تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۶) صاحب التوضیح نے کہا ہے: لگتا ہے علامہ ابن بطال نے صحیح بخاری کے ان نسخوں کو نہیں دیکھا جن میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان ہے۔

صحیح بخاری کے عنوان کی شرح میں علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس عنوان کی شرح میں لکھا ہے:

میں نے صحیح بخاری کے کسی نسخہ میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان نہیں دیکھا' امام بخاری نے ''تعجیل السحور'' کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ جلدی سحری کھا کر فجر کی نماز پڑھنے مسجد میں جاتے تھے اور ان کو خطرہ ہوتا تھا کہ سحری کرنے میں تاخیر کی وجہ سے ان سے فجر کی نماز نہ رہ جائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حافظ ابن حجر پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ میں نے صحیح بخاری کے کسی نسخہ میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان نہیں دیکھا تو کیا ان کا یہ ادعا ہے کہ انہوں نے صحیح بخاری کے تمام نسخے دیکھ لیے ہیں! (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ عینی کے رد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ برصغیر میں جو صحیح بخاری کے نسخے ہیں' ان میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان ہے اور علامہ ابن بطال نے ''تاخیر السحور'' کی یہ وجہ ترجیح بیان کی ہے کہ نبی ﷺ فجر منہ اندھیرے پڑھتے تھے اور اس میں طویل قراءت ترتیل کے ساتھ کرتے تھے تاکہ نمازی نماز میں قراءت پر تدبر کرے اور اس کو سمجھے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت میں جو ترتیل کا حکم دیا ہے اس پر عمل کرتے تھے' اس وجہ سے امام بخاری اگر ''تعجیل'' کے بجائے ''تاخیر السحور'' کا عنوان قائم کرتے تو زیادہ اچھا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

گویا علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر دونوں کے سامنے صحیح بخاری کا وہ نسخہ تھا جس میں ''تعجیل السحور'' کا عنوان تھا۔

۱۹۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِي اَهْلِي، ثُمَّ تَكُونُ سُرْعَتِي اَنْ اُدْرِكَ السُّجُودَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے اہل میں سحری کرتا تھا' پھر میں جلدی (سے مسجد جاتا تھا) تاکہ میں رسول اللہ ﷺ کو سجدے میں پالوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۷ میں گزر چکی ہے۔

مذکورہ مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سحری کر کے جلدی مسجد میں جاتے تھے تاکہ نبی ﷺ کو نماز کے سجدہ میں پالیں' اس سے معلوم ہوا کہ وہ تاخیر سے سحری کرتے تھے' کیونکہ اگر وہ جلدی سحری کرتے تو پھر ان کے پاس مسجد میں پہنچنے کے لیے کافی وقت ہوتا اور ان کو جلدی جلدی جا کر نبی ﷺ کو نماز کے سجدہ میں پانے کی فکر نہ ہوتی بلکہ وہ اطمینان سے چلتے اور نبی ﷺ کی اقتداء میں پوری نماز پڑھ لیتے اور اس سے علامہ ابن بطال اور علامہ عینی کی تائید ہوتی ہے۔

۱۹ - بَابُ قَدْرِ كَمْ بَيْنَ السُّحُورِ وَصَلٰوةِ الْفَجْرِ

سحری اور نمازِ فجر میں کتنا وقت ہونا چاہیے؟

۱۹۲۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ، قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالسُّحُورِ؟ قَالَ قَدْرُ خَمْسِينَ اٰيَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کی' پھر آپ نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے' میں نے پوچھا کہ آپ کی سحری اور آپ کے نماز پڑھانے کے درمیان کتنے وقت کا وقفہ تھا' انہوں نے کہا: پچاس آیات (پڑھنے کی) مقدار جتنا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۲۰ - بَابُ بَرَكَةِ السُّحُوْرِ مِنْ غَيْرِ اِيْجَابٍ
سحری کو واجب قرار دیئے بغیر اس کی برکت

لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهُ وَاصَلُوْا وَلَمْ يُذْكَرِ السُّحُوْرُ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے وصال کے روزے رکھے اور سحری کا ذکر نہیں کیا۔

اس عنوان سے امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کیا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۲۳)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سحری کیا کرو اور یہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے تو پھر یہ کہنا کیوں کر صحیح ہوگا کہ آپ نے سحری کھانے کو واجب نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امر استحباب کے لیے ہے' وجوب کے لیے نہیں ہے اور وجوب کے لیے وہ امر ہوتا ہے جو وجوب کے خلاف قرائن سے خالی ہو اور یہاں پر ایسا قرینہ ہے جو وجوب کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ سحری کھانا اس لیے ہوتا ہے کہ بدن کو قوت اور طاقت حاصل ہو' پس سحری کھانا ہماری منفعت کے لیے ہے اور اگر اس کو واجب قرار دیا جائے تو اس میں ہماری منفعت کے بجائے ضرر ہوگا کیونکہ اگر کسی نے سحری نہیں کی تو وہ گناہ گار ہوگا اور یہ اس کے لیے باعث ضرر ہے' لہٰذا سحری کرنے کا امر وجوب کے لیے نہیں ہوگا۔

علامہ ابن بطال کا امام بخاری پر غفلت کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں امام بخاری سے غفلت ہوئی ہے' کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے وصال کے روزے رکھے اور اس میں سحری کا ذکر نہیں کیا۔

یہ امام بخاری کی غفلت ہے کیونکہ اس باب کی حدیث: ۱۹۲۲ کے بعد حدیث: ۱۹۶۷ میں انہوں نے وصال کے روزوں کا ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ سحری کا ذکر بھی ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم وصال کے روزے نہ رکھو' تم میں سے اگر کوئی وصال کرنا چاہے تو وہ سحری تک نہ کھائے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں! آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' میں رات گزارتا ہوں تو مجھے ایک کھلانے والا کھلا دیتا ہے اور ایک پلانے والا پلا دیتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۶۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری میں کچھ کھا کر وصال کو منقطع کرنے کا ارادہ کیا تھا' پس پہلی حدیث مجمل ہے اور یہ حدیث مفصل ہے اور مفصل مجمل پر راجح ہوتی ہے' اور امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: سحری تک وصال کرنا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۹۔۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کے امام بخاری پر اعتراض کا علامہ عینی نے یہ جواب دیا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں یہ نہیں کہا کہ وصال کے روزوں میں سحری کرنا جائز نہیں ہے' بلکہ یہ کہا ہے کہ وصال کے روزوں میں سحری کرنا واجب نہیں ہے اور اس حدیث کے عنوان میں یہ کہا ہے کہ سحری تک وصال کیا جائے' یعنی روزہ افطار کرنے کے بعد سحری تک کچھ نہ کھایا جائے اور افطار کا سحری سے وصال کیا جائے اور درمیان میں کچھ نہ کھایا جائے' لہٰذا ان دونوں عنوانوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۱۹۲۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَنَهَاهُمْ قَالُوْا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَظَلُّ أُطْعَمُ وَأُسْقٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے تو صحابہ نے بھی وصال کے روزے رکھ لیے ان پر وصال دشوار ہو گیا تو آپ نے صحابہ کو منع فرمایا' صحابہ نے کہا: آپ تو وصال کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تمہاری ہیئت کی مثل نہیں ہوں' مجھے تو برابر کھلایا پلایا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۰۲' الرقم المسلسل: ۲۴۵۲' سنن ابوداؤد: ۲۳۶۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۹۱۷' ج ۱۰ ص ۱۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کے روزے رکھنا اور صحابہ کو اس سے منع فرمانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے یعنی ایک روزہ کو دوسرے روزہ سے ملایا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو افطار کیے بغیر دو روزوں کو ملایا تو صحابہ نے بھی آپ کی اتباع میں دو روزوں کو ملایا۔

نیز حدیث میں ہے: ان پر وصال دشوار ہو گیا' کیونکہ اس میں بھوک اور پیاس کی مشقت تھی۔

آپ نے فرمایا: میں تمہاری ہیئت کی مثل نہیں ہوں' مجھے تو برابر کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے کھانے اور پینے کی مثل مجھے نہیں کھلایا پلایا جاتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھ پر ایسی کیفیت کا فیضان کرتا ہے جو کھانے پینے کے قائم مقام ہوتی ہے' اس سے مجھے بھوک اور پیاس کا احساس نہیں ہوتا اور قویٰ کے ضعف اور حواس کی تھکاوٹ سے مجھے محفوظ رکھتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے روزہ کی کیفیت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو جنت کا طعام اور مشروب عطا کیا جاتا ہو اور دنیا کے طعام اور مشروب کے اعتبار سے آپ کا وصال ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض علماء نے یہ قول کیا ہے اور اس میں کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ آپ اللہ عزوجل کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب آپ نے جنت کا کھانا کھالیا اور مشروب پی لیا تو پھر آپ کے روزہ کا دوسرے روزہ سے وصال تو نہ ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت کا طعام اور مشروب دنیا کے طعام اور مشروب کی مثل نہیں ہے' لہٰذا اس کا کھانا اور پینا وصال کو قطع نہیں کرتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ جنت کا طعام کھانا آپ کے خصائص میں سے ہے اور آپ کی امت کا کوئی فرد اس میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

وصال کے روزوں سے ممانعت کی حکمت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جو وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے' اس کی کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وصال کے روزے رکھنے سے ضعف پیدا ہوتا ہے اور اطاعت اور عبادت اور اس کے حقوق ادا کرنے سے اور اس پر عمل اختیار کرنے سے انسان عاجز ہو جاتا ہے' اسی طرح کسب معاش کرنے میں اور دنیاوی حقوق ادا کرنے میں تھکاوٹ اور لاغری

Marfat.com

ہوتی ہے اور انسان اپنے معمولات میں چاق و چوبند اور پرجوش اور سرگرم نہیں رہتا' اس لیے آپ نے مسلمانوں کو وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمادیا اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہ کے لیے؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے کیونکہ جس کام سے فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں تقصیر لازم آئے' اس کے مکروہ تحریمی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

بعض صحابہ اور بعد کے صالحین کا وصال کے روزے رکھنا

اگر یہ سوال کیا جائے کہ بعض صحابہ اور بعد کے صالحین وصال کے روزے رکھتے تھے' چنانچہ العسکری کی کتاب الاوائل میں مذکور ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے پندرہ وصال کے روزے رکھے حتیٰ کہ ان کی انتڑیاں خشک ہوگئیں' جب ان کے افطار کا دن ہوتا تو ان کے پاس گھی لایا جاتا' وہ اپنے آپ کو اس کے کھانے سے روکتے اور تھوڑا سا گھی چاٹ لیتے' اور عامر بن عبد اللہ بن الزبیر نے رمضان کے پندرہ یا سولہ دن مسلسل وصال کے روزے رکھے' وہ گھی سے روزہ افطار کرتے تھے' پس وہ کہتے تھے کہ گھی میری رگوں کو تر کردیتا ہے اور پانی میرے جسم سے نکل جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔ (مزید تفصیل آگے آئے گی)

وصال کے روزوں میں مذاہب فقہاء

وصال کے روزوں کی ممانعت کی حکمت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے امت کو بہ طور شفقت وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے اور جو شخص ان روزوں کو رکھنے پر قادر ہو' اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ وہ اللہ عزوجل کی محبت میں کھانے اور پینے کو چھوڑتا ہے اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کئی کئی دن وصال کے روزے رکھتے تھے اور ان کے بعد کے صالحین نے بھی وصال کے روزے رکھے ہیں' اور امام احمد اور اسحاق ایک سحری کو دوسری سحری سے ملانے کو مکروہ نہیں کہتے تھے یعنی ان کے درمیان میں روزہ افطار نہ کیا ہو یا پانی کا ایک گھونٹ پی کر افطار کے حکم پر عمل کرلیا ہو اور امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور فقہاء اور محدثین کی ایک جماعت ہر حال میں وصال کو مکروہ کہتی ہے' خواہ اس میں وصال کے روزوں کی قوت ہو یا نہ ہو اور یہ ائمہ اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ آدمی روزہ کو روزہ سے ملائے یا سحری کو سحری سے ملائے یا افطار کو سحری سے ملائے اور درمیان میں کچھ نہ کھائے کیونکہ اس باب کی احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً روزوں کے وصال سے منع فرمایا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ وصال کے روزے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہیں اور امت کے اوپر یہ روزے رکھنا ممنوع ہیں اور اہل الظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ وصال کے روزے رکھنا امت پر حرام ہے' اور شرح المہذب میں مذکور ہے کہ وصال کے روزے رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ بعض صحابہ اور بعد کے بعض صالحین سے مروی ہے کہ وہ کئی کئی دن کھانا چھوڑ دیتے تھے' بعض اس وجہ سے چھوڑ دیتے تھے کہ ان کو اس پر قدرت تھی اور وہ اپنے افطار کا طعام فقراء اور دیگر ضرورت مندوں کو دے دیتے تھے' اور بعض اس وجہ سے کھانا چھوڑ دیتے تھے کہ وہ کھانے سے مستغنی تھے اور بعض اس وجہ سے چھوڑ دیتے تھے کہ ان کا نفس اس کا عادی ہوگیا تھا جیسا کہ الاعمش نے التیمی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض دفعہ تیس دن تک نہیں کھایا اور روزہ سے رہا ہوں اور یہ عمل میری ضرورتوں اور معمول کے کاموں سے مانع نہیں ہوتا' اور الاعمش نے کہا کہ ابراہیم التیمی دو مہینہ تک نہیں کھاتے تھے لیکن ایک گھونٹ نبیذ کا پی لیتے تھے اور ان میں سے بعض اپنے نفس کی شہوت کو توڑنے کے لیے ایسا کرتے تھے اور بغیر ضرورت کے نہیں کھاتے تھے وہ اپنے نفس پر قہر کے ارادہ سے یہ کرتے تھے اور ان کو اپنے واجب کی ادائیگی سے عاجز ہونے کا خطرہ نہیں تھا اور وہ اس کو افضل سمجھتے

Marfat.com

محمول کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲۹۔۴۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

صوم وصال کی تعریف میں علامہ ابن بطال علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کی عبارات کا اضطراب

میں کہتا ہوں کہ وصال کے روزہ کی تعریف میں علامہ عینی کی عبارت میں اضطراب ہے ان کی شرح کے اوّل حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صوم وصال کا معنی یہ ہے کہ ایک روزہ کو دوسرے روزہ سے ملایا جائے اور درمیان میں کچھ کھایا پیا نہ جائے اور انہوں نے اپنی شرح میں جہاں بعض صحابہ اور بعد کے صالحین کے وصال کے روزوں کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر افطار یا سحری کے وقت معمولی مقدار کو کھا پی لیا جائے (جیسے گھی چاٹنا یا نبیذ کا ایک گھونٹ پینا) پھر بھی وصال کا روزہ ہوتا ہے۔

اسی طرح ہم نے علامہ ابن بطال کی جو عبارت نقل کی تھی اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ وصال کے روزہ کا معنی یہ ہے کہ افطار کے بعد سحری تک کچھ نہ کھایا پیا جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۹۔۳۸)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے وصال سے منع کیا' پھر ایک دن روزہ کو روزہ سے ملایا' پھر دوسرے دن ملایا' پھر انہوں نے شوال کا چاند دیکھ لیا' تب آپ نے فرمایا: اگر ہلال شوال میں تاخیر ہوتی تو میں زیادہ وصال کرتا' یہ آپ نے ان کو تنبیہ کے لیے فرمایا جب وہ صوم وصال رکھنے سے باز نہیں آ رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۶۵)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ سحری کرنا واجب نہیں ہے' کیونکہ اگر سحری کرنی واجب ہوتی تو آپ مسلسل روزہ کو روزے سے نہ ملاتے کیونکہ صوم وصال سحری کے ترک کرنے کو مستلزم ہے خواہ ہم یہ کہیں کہ صوم وصال حرام ہے یا نہیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۱۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ صوم وصال میں ایک روزہ کو دوسرے روزہ سے ملایا جاتا ہے اور درمیان میں کچھ کھایا پیا نہیں جاتا' جبکہ علامہ ابن بطال کی جو عبارت ذکر کی گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افطار کے باوجود وصال برقرار رہتا ہے۔

چونکہ صوم وصال کے متعلق علامہ ابن بطال' علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کی عبارتوں میں تعارض اور اضطراب ہے اس لیے ہم دیگر محققین کی عبارات سے صوم وصال کی تعریف ذکر کرنا چاہتے ہیں:

صوم وصال کا شرعی معنی اور صوم وصال کے متعلق مالکی' شافعی اور حنفی فقہاء کا نظریہ

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

صوم وصال یہ ہے کہ دو دن یا کئی دن کے مسلسل روزے رکھے جائیں اور ان میں افطار نہ کیا جائے۔

(النہایہ ج ۵ ص ۱۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمد طاہر گجراتی متوفی ۹۸۶ھ اور علامہ حسین بن محمد طیبی نے بھی یہی تعریف لکھی ہے۔

(مجمع بحار الانوار ج ۵ ص ۶۹ دار الامان مدینہ منورہ ۱۴۱۵ھ شرح الطیبی ج ۴ ص ۱۵۲ طبع کراچی)

علامہ عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی مالکی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

روزوں کو ملانے کا معنی یہ ہے کہ کھانے کو ترک کرنے میں رات کو دن سے ملا دیا جائے۔

(کشف المشکل ج ۳ ص ۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

صوم وصال یہ ہے کہ دو دن یا اس سے زیادہ کے روزے رکھے جائیں اور ان کے درمیان کھایا پیا نہ جائے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۵ ص ۲۹۹۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

روزوں میں وصال یہ ہے کہ رات کو افطار کیے بغیر متواتر روزے رکھے جائیں۔(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۴۷۹' المکتبۃ الحقانیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

دو دن یا اس سے زیادہ دن' ان کے درمیان کھائے پیے بغیر روزے رکھنا۔(اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۸۶' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

دو روز یا اس سے زیادہ روز' فرض یا نفل روزے رکھے جائیں اور ان کے درمیان کسی چیز کو کھایا پیا نہ جائے۔

(تیسیر الباری ج ۳ ص ۲۰۲' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

صومِ وصال کا شرعی معنی اور صومِ وصال کے متعلق حنبلی فقہاء کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

صومِ وصال کی تعریف یہ ہے کہ دو دنوں کے درمیان کھانے اور پینے کو چھوڑ دیا جائے' اکثر اہل علم کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں صومِ وصال رکھتے تھے' اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں صومِ وصال رکھے' پس لوگوں نے بھی صومِ وصال رکھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو صومِ وصال رکھنے سے منع کیا تو انہوں نے کہا: آپ بھی تو صومِ وصال رکھ رہے ہیں! تو آپ نے فرمایا: بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں' مجھے تو کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۶۲' صحیح مسلم: ۱۱۰۲' سنن ابوداؤد: ۲۳۶۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۳۔ ۱۴۳۔ ۱۰۲۔ ۲۱)

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ صومِ وصال آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے اس کے ساتھ لاحق نہیں۔

آپ نے جو فرمایا: مجھے کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کا یہ معنی ہو کہ صومِ وصال میں آپ کی مدد کی جاتی ہے اور اللہ عزوجل نے آپ کو کھانے اور پینے سے مستغنی کر دیا ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کو حقیقتاً کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

امام شافعی نے ظاہر منع کرنے کی وجہ سے صومِ وصال کو حرام قرار دیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کھانے اور پینے کو ترک کرنا مباح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اس سے منع فرمایا ہے وہ امت کو مشقت سے بچانے کے لیے اور ان پر نرمی کرنے کے لیے ان کو صومِ وصال سے منع فرمایا ہے' جیسے آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو مسلسل دن میں روزہ رکھنے اور رات میں قیام کرنے سے منع فرمایا تھا اور تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنے سے منع فرمایا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں پر رحمت کی وجہ سے ان کو صومِ وصال سے منع فرمایا تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۹۶۴' صحیح مسلم: ۱۱۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۷۷۔ ۲۵۷۔ ۲۵۳۔ ۲۳)

یہ حدیث تحریم کا تقاضا نہیں کرتی' اسی وجہ سے صحابہ نے اس سے تحریم کو نہیں سمجھا' اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد صومِ وصال رکھے' اگر وہ صومِ وصال کو حرام سمجھتے تو وہ حرمت سے تجاوز نہ کرتے۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صومِ وصال سے منع کیا' پھر جب صحابہ صوم وصال رکھنے سے نہ رکے تو آپ نے ایک دن ان کے ساتھ صوم وصال رکھا اور دوسرے دن رکھا' پھر انہوں نے (شوال کا) چاند دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا: اگر چاند تاخیر سے نکلتا تو میں تم کو مزید صومِ وصال رکھواتا' آپ نے ان کو یہ بہ طور ڈانٹ ڈپٹ کے فرمایا جب وہ صومِ وصال رکھنے سے باز نہیں آ رہے تھے۔ (صحیح البخاری:۶۸۵۱' صحیح مسلم:۱۱۰۳' سنن دارمی:۱۷۰۶' مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۶-۲۸۱)

اور اگر کسی شخص نے ایک سحری کو دوسری سحری سے ملایا تو یہ جائز ہے کیونکہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص روزہ کو ملانا چاہے وہ روزہ کو سحری تک ملائے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۶۳' سنن ابوداؤد:۲۳۶۱' مسند احمد ج ۳ ص ۸) یعنی سحری تک روزہ کے افطار کو مؤخر کر دے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: لیکن روزہ کو جلدی افطار کرنا افضل ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

(المغنی ج ۴ ص ۲۳۴-۲۳۵ ملخصاً' دار الحدیث القاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۲۴۵۹- ج ۳ ص ۸۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) صومِ وصال کا معنی (۲) صومِ وصال میں مذاہب (۳) حضور کے صومِ وصال پر ایک اعتراض کا جواب (۴) حضور کی مثل کی تحقیق (۵) امتناعِ نظیر۔

۱۹۲۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ صُهَیْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَكَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کیا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

(صحیح مسلم:۱۰۹۵' الرقم المسلسل:۲۴۳۸' سنن ترمذی:۷۰۸' سنن نسائی:۲۱۴۲' سنن ابن ماجہ:۱۶۹۲' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸' المنتقی:۳۸۳' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۱۳' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۵۴' شعب الایمان:۳۹۰۸' مسند البزار:۹۷۶' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۴-۳۵' مسند احمد ج ۳ ص ۹۹ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۹۵۰- ج ۱۹ ص ۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سحری کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت عبداللہ بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ سحری کر رہے تھے' پس آپ نے فرمایا: سحری کیا کرو کیونکہ یہ وہ برکت ہے جو تم کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔ (سنن نسائی:۲۱۵۸)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں سحری کھانے کی دعوت دے رہے تھے' آپ نے فرمایا: آؤ مبارک غذا کی طرف! (سنن ابوداؤد:۲۳۴۴' سنن نسائی:۲۱۵۹)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔ (صحیح مسلم:۱۰۹۶' سنن ابوداؤد:۲۳۴۳' ۷۰۹' سنن نسائی:۲۱۶۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے وقت فرمایا: اے انس! میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں مجھے کوئی

Marfat.com

چیز کھلاؤ' پس میں آپ کے پاس کھجوریں اور ایک برتن میں پانی لایا اور یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اذان دینے کے بعد کا واقعہ ہے' پھر آپ نے فرمایا: دیکھو! کوئی شخص ہو جو میرے ساتھ کھائے' تب میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا' انہوں نے آ کر کہا: میں نے ستو پئے ہیں اور میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی روزہ رکھنا چاہتا ہوں' پس انہوں نے آپ کے ساتھ سحری کی' پھر آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نماز پڑھانے چلے گئے۔ (سنن نسائی: ۲۱۶۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دن کے روزہ پر رات کی سحری کے طعام سے مدد حاصل کرو اور رات کے قیام پر دن کے قیلولہ سے مدد حاصل کرو۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۳' المستدرک: ۱۵۹۱۔ ج ۲ ص ۵۸' دار المعرفہ بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص روزہ رکھنے کا ارادہ کرے وہ کسی چیز کے ساتھ سحری کرے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۹۔ ۳۶۷' مسند ابو یعلیٰ: ۱۹۳۰' مسند البزار: ۹۷۹' اس کی سند میں ایک راوی شریک القاضی ہے' وہ ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۵۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سحری کھانا برکت ہے اس کو مت چھوڑو' خواہ تم میں سے کوئی شخص پانی کا ایک گھونٹ پی لے' بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کھانے والے پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ابو رفاعہ ہیں' میں نے ان کی توثیق دیکھی ہے نہ جرح اور اس کی سند کے باقی رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۵۰)

۲۱ - بَابٌ إِذَا نَوٰى بِالنَّهَارِ صَوْمًا

جب کسی شخص نے دن میں روزہ کی نیت کی

وَقَالَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِنْ قُلْنَا لَا' قَالَ فَإِنِّيْ صَائِمٌ يَوْمِيْ هٰذَا.

اور حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ پوچھتے: کیا تمہارے پاس طعام ہے؟ پس اگر ہم کہتے: نہیں ہے! تو وہ فرماتے: پھر میں آج کے دن روزے سے ہوں۔

حضرت ام الدرداء کا نام خیرہ ہے اور حضرت ابو الدرداء کا نام عویمر بن قیس انصاری ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل روایت ہے:

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ صبح کو اٹھ کر کہتے: کیا تمہارے پاس ناشتہ ہے؟ بعض اوقات ہمارے پاس ناشتہ نہ ہوتا تو وہ کہتے: پھر بے شک میں روزہ سے ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَفَعَلَهٗ أَبُوْ طَلْحَةَ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَّحُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اور حضرت ابو طلحہ' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عباس اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم نے اس طرح کیا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ اپنی اہلیہ کے پاس جا کر پوچھتے: کیا تمہارے پاس ناشتہ ہے' اگر وہ کہتیں: نہیں ہے! تو وہ کہتے: پھر میں روزہ سے ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابن المسیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بازار میں پھرتے ہوئے دیکھا' پھر وہ اپنے گھر والوں کے

Marfat.com

پاس گئے اور پوچھا: کیا تمہارے پاس طعام ہے؟ اگر انہوں نے کہا: نہیں! تو پھر وہ کہتے کہ میں روزہ سے ہوں۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۴، نشر السنۃ ملتان)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابو عبد الرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ زوالِ آفتاب کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو روزہ رکھنے کا خیال آیا تو انہوں نے روزہ رکھ لیا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۴، نشر السنۃ ملتان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صبح کو اٹھتے حتیٰ کہ ظہر ہو جاتی اور کہتے: اللہ کی قسم! میں صبح کو اٹھا اور میرا روزہ کا ارادہ نہیں تھا اور میں نے صبح سے کوئی طعام کھایا اور نہ کوئی مشروب پیا اور میں ضرور آج کے دن روزہ رکھوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۱۱۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

دن میں روزہ کی نیت کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جو شخص فجر صادق کے طلوع کے بعد روزہ کی نیت کرے، اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور اسحاق نے کہا ہے کہ رمضان کے روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے اور یہی ظاہریہ (غیر مقلدین) کا مذہب ہے، اور ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر نے کہا ہے کہ رمضان کے روزہ، نذر معین کے روزہ اور نفلی روزہ کی نیت دن میں زوال سے پہلے کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۱۹۲۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا يُنَادِيْ فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ اِنَّ مَنْ اَكَلَ فَلْيُتِمَّ، اَوْ فَلْيَصُمْ، وَمَنْ لَّمْ يَاْكُلْ فَلَا يَاْكُلْ. [اطراف الحدیث: ۲۰۰۷۔ ۷۲۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن ایک شخص کو بھیجا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ جس نے آج کچھ کھا لیا ہے وہ اب سارا دن کچھ نہ کھائے یا روزہ رکھ لے اور جس نے کچھ نہیں کھایا سو وہ نہ کھائے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۳۵، الرقم المسلسل: ۲۵۵۷، سنن نسائی: ۲۳۱۷)

رات کو روزہ کی نیت نہ کرنے کے جواز پر حافظ ابن حجر کے اعتراض کا جواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے اس باب کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص رات کو روزے کی نیت نہ کرے، اس کا روزہ صحیح ہے خواہ وہ رمضان کا روزہ ہو یا غیر رمضان کا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے درمیان میں روزہ رکھنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ رات کو روزہ رکھنے کی نیت کرنا شرط نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے:

حدیث سلمہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو شخص رات کو روزہ کی نیت نہ کرے اس کا روزہ صحیح ہے خواہ اس کا روزہ فرض ہو یا نہ ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ عاشوراء کا روزہ واجب ہو، اور اقوالِ علماء سے جو چیز راجح ہے وہ یہ ہے کہ

Marfat.com

عاشوراء کا روزہ فرض نہیں تھا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۱۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس کے جواب میں علامہ بدر الدین عینی نے حسب ذیل احادیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ عاشوراء کا روزہ پہلے فرض یا واجب تھا' بعد میں رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے روزہ کا حکم دیا حتیٰ کہ رمضان فرض ہوگیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۹۳' صحیح مسلم: ۱۱۲۵' الرقم المسلسل: ۲۵۳۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ روزہ رکھا اور مسلمان بھی رمضان کے روزہ کے فرض ہونے سے پہلے اس دن کا روزہ رکھتے تھے' پھر جب رمضان فرض ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عاشوراء اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے' پس جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس دن کا روزہ چھوڑ دے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۲۶' الرقم المسلسل: ۲۵۳۱)

۲۲ - بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا

صبح کو روزہ دار حالت جنابت میں اٹھے

اس باب میں اس روزہ دار کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے جو صبح کو حالت جنابت میں اٹھے۔

۱۹۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ' عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَبِي حِيْنَ دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ (ح).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی مولی ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام المغیرہ' انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمن سے سنا' انہوں نے کہا: جب میں اور میرے والد' حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ (ح)

۱۹۲۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ اَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَ مَرْوَانَ اَنَّ عَائِشَةَ وَاُمَّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ' وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ اَهْلِهِ' ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ. وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَتُقَرِّعَنَّ بِهَا اَبَا هُرَيْرَةَ' وَمَرْوَانُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِيْنَةِ' فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَرِهَ ذٰلِكَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ' ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا اَنْ نَجْتَمِعَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ' وَكَانَتْ لِاَبِي هُرَيْرَةَ هُنَالِكَ اَرْضٌ' فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِاَبِي هُرَيْرَةَ اِنِّي ذَاكِرٌ لَكَ اَمْرًا' وَلَوْ لَا مَرْوَانُ اَقْسَمَ عَلَيَّ فِيهِ لَمْ اَذْكُرْهُ لَكَ' فَذَكَرَ قَوْلَ

ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام نے خبر دی کہ ان کے والد عبدالرحمن نے مروان کو خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے اس کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کا وقت اس حال میں پاتے کہ آپ اپنے اہل سے جنبی ہوتے تھے' پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے اور مروان نے عبدالرحمان بن الحارث سے کہا: میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلند آواز سے سناؤ' اور مروان اس وقت مدینہ کے حاکم تھے' پس ابوبکر نے کہا: عبدالرحمان نے اس بات کو پسند نہیں کیا' پھر اتفاق سے ہم لوگ ذوالحلیفہ میں جمع ہوئے' وہاں حضرت ابوہریرہ کی زمین تھی' پس عبدالرحمان نے حضرت ابوہریرہ سے کہا: میں تم سے ایک بات ذکر کرنے والا ہوں

Marfat.com

عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ' فَقَالَ كَذٰلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ' وَهُوَ اَعْلَمُ. وَقَالَ هَمَّامٌ وَابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ' وَالْاَوَّلُ اَسْنَدُ.

اور اگر مروان نے مجھے قسم نہ دی ہوتی تو میں تم سے اس کا ذکر نہ کرتا' پھر انہوں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کا ذکر کیا' حضرت ابوہریرہ نے کہا: (بات یہ ہے کہ) حضرت فضل بن عباس نے مجھ سے اسی طرح حدیث بیان کی تھی اور وہ زیادہ جاننے والے ہیں' اور ہمام نے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے نے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ ایسی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ چھوڑنے کا حکم دیتے تھے مگر حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث زیادہ مستند ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۹۳۰۔۱۹۳۱] [صحیح مسلم: ۱۱۰۹' الرقم المسلسل: ۲۴۷۸' سنن ابوداؤد: ۲۳۸۹۔۲۳۸۸' سنن ترمذی: ۷۷۹' سنن کبریٰ: ۳۰۰۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸۰' المعجم الاوسط: ۴۰۷۶' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۳۹۱۔ ج ۴۳ ص ۴۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ (۳) سُمی (۴) ابوبکر بن عبدالرحمان القرشی راہب قریش (۵) عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی' یہ عکرمہ بن ابی جہل بن ہشام کے عم زاد ہیں' یہ ۴۳ھ میں فوت ہوگئے تھے (۶) ابوالیمان الحکم بن نافع (۷) شعیب بن ابی حمزہ (۸) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۹) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا (۱۰) حضرت ام المؤمنین ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کا وقت اس حال میں پاتے تھے کہ آپ اپنے اہل سے جنبی ہوتے تھے۔

باب مذکور کی حدیث کی دیگر روایات

ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو صبح کو جنبی اٹھا اس کا روزہ نہیں ہے' ابوبکر بن عبدالرحمان نے کہا: پھر میں اور میرے والد گئے اور ہم نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو ان دونوں نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر احتلام کے صبح کو حالت جنابت میں اٹھتے تھے' پھر آپ روزہ رکھ لیتے تھے' پھر ہم مروان کے پاس گئے' پھر ہم نے اس کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث کی خبر دی' تو اس نے کہا: میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم دونوں حضرت ابوہریرہ کے پاس جاؤ اور ان کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث کی خبر دو' ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے کہا: پھر ہم مسجد کے دروازہ کے پاس حضرت ابوہریرہ سے ملے تو ان سے میرے والد نے کہا کہ امیر نے ہم کو قسم دی ہے کہ ہم آپ سے ایک حدیث کا ذکر کریں۔ حضرت ابوہریرہ نے پوچھا: وہ کون سی حدیث ہے؟ تو میرے والد نے ان کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث سنائی' تب حضرت ابوہریرہ کا چہرہ متغیر ہوگیا' پھر انہوں نے کہا: ہم کو حضرت فضل بن عباس نے اُسی طرح حدیث سنائی تھی اور وہ اس کو زیادہ جاننے والے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۹۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۸' سنن ترمذی: ۷۷۹)

عبدالملک بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص فجر کو جنبی ہو کر اٹھا' اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۹۶' صحیح مسلم: ۱۱۰۹' سنن دارمی: ۱۷۲۵)

Marfat.com

عبداللہ بن مرداس بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس قبیلہ کا ایک شخص آیا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو چاندنی رات میں دیکھا' وہ مجھے اچھی لگی تو میں نے رمضان کے مہینہ میں اس سے جماع کر لیا' پھر میں سو گیا' حتیٰ کہ میں صبح کو اٹھا تو میں نے اس سے کہا کہ تم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یا ابوحکیم المزنی کے پاس جاؤ' پس وہ شخص حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گیا اور ان سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: جب تم جنبی تھے تو تمہارے لیے نماز پڑھنا جائز نہیں تھا' پھر تم نے غسل کر لیا تو تمہارے لیے نماز جائز ہو گئی اور تمہارے لیے روزہ بھی جائز ہو گیا' پس تم روزہ رکھو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۴۳۲۔ ج ۴ ص ۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صبح کو انسان جنبی اٹھے تو اس کے روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے کے متعلق فقہاء کے اقوال اور مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مروان نے عبدالرحمٰن کو قسم دے کر کہا تھا کہ تم ضرور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث بلند آواز سے سنانا تو عبدالرحمٰن نے مروان سے کہا: اللہ تمہاری مغفرت کرے' حضرت ابوہریرہ میرے پڑوسی ہیں اور میں ان کو ایسی بات نہیں سنانا چاہتا جو ان کو ناپسند ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جو صبح کو جنبی ہو کر اٹھے وہ اس دن کا روزہ چھوڑ دے' اور سنن نسائی میں ہے: وہ اس دن روزہ نہ رکھے۔ ابراہیم نخعی' عروہ بن زبیر اور طاؤس کا بھی یہی مذہب ہے' لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے اس قول پر قائم نہیں رہے اور انہوں نے اس مسئلہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹا دیا اور کہا: ان کو مجھ سے زیادہ علم ہے' (یا کہا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال اور احوال کو وہ مجھ سے زیادہ جاننے والی ہیں' اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا تھا۔

علامہ خطابی اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ عمدہ بات یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث منسوخ ہے' کیونکہ پہلے روزہ دار پر سونے کے بعد جماع حرام تھا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کے لیے طلوع فجر تک جماع کو جائز کر دیا تو روزہ دار کے لیے جائز ہو گیا کہ جب وہ صبح کو حالت جنابت میں اٹھے تو غسل کر کے روزہ رکھ لے' حضرت ابوہریرہ نے حضرت فضل بن عباس سے یہ سنا تھا کہ اس صورت میں وہ شخص روزہ نہیں رکھ سکتا اور ان کو اس حدیث کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا' لیکن جب ان کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی اس حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔

نیز علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو شخص صبح کو حالت جنابت میں اٹھے اور وہ روزہ رکھنا چاہتا ہو تو آیا اس کا روزہ صحیح ہو گا یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا روزہ مطلقاً صحیح ہے خواہ فرض ہو یا نفل' اس نے غسل کو طلوع فجر سے عمداً مؤخر کیا ہو یا نیند کی وجہ سے بھول کر' کیونکہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں عموم ہے' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت زید بن ثابت' حضرت ابوالدرداء' حضرت ابوذر' حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حجاز' عراق اور دیگر تمام شہروں کے اہل فتویٰ کا یہی قول ہے اور مجتہدین میں سے امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جو صبح جنبی ہو کر اٹھا ہو' اس کا روزہ مطلقاً صحیح نہیں ہے۔ حضرت فضل بن عباس' حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے' بعد میں حضرت ابوہریرہ نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اگر اس کو اپنی جنابت کا علم تھا پھر بھی اس نے عمداً غسل کو مؤخر کر دیا تو اس کا روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے ورنہ صحیح ہے۔ یہ طاؤس' عروہ بن زبیر اور ابراہیم نخعی کا قول ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس صورت میں فرض روزہ رکھنا صحیح نہیں اور نفلی رکھنا صحیح ہے' یہ حسن بصری کا قول ہے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ وہ اس دن کا پورا روزہ رکھے اور بعد میں اس کی قضاء کرے' یہ سالم بن عبد اللہ اور عطاء بن ابی رباح کا قول ہے۔

چھٹا قول یہ ہے کہ اس صورت میں فرض روزے کی قضاء کرنا مستحب ہے نہ کہ نفل کی' یہ حسن بن صالح بن حی کا قول ہے۔

ساتواں قول یہ ہے کہ اگر اس صورت میں اس کے غسل کرنے اور نماز پڑھنے سے پہلے سورج طلوع ہو گیا تو اس کا روزہ باطل ہو گیا۔ یہ ابن حزم کا قول ہے کیونکہ اس کے نزدیک عمداً معصیت سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

علماء کا حکام کے پاس جانا' صحابہ کرام کا مسائل میں اختلاف' قبولِ حق میں پس و پیش نہ کرنا اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے جو دیگر مسائل مستنبط ہوتے ہیں' وہ درج ذیل ہیں:

(۱) صحابہ اور فقہاء تابعین کا حکام کے پاس جانا اور ان سے علمی مسائل میں مذاکرہ کرنے کا جواز۔

(۲) مروان دنیاوی معاملات میں مستغرق ہونے کے باوجود علمی اور فقہی مسائل میں دل چسپی لیتا تھا اور حدیث کو مقدم رکھنے پر زور دیتا تھا اور اس کا بیٹا عبد الملک بن مروان بھی اسی مزاج کا حاکم تھا۔

(۳) جب کسی معاملہ میں فقہاء کا اختلاف ہو تو اس قول کو مقدم رکھنا چاہیے جو حدیث کے مطابق ہو۔

(۴) صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال کا ازواجِ مطہرات کو زیادہ علم تھا۔

(۵) جس مسئلہ میں کتاب اللہ کی نص نہ ہو' اس مسئلہ میں حجت قاطعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

(۶) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بعض مسائل میں اختلاف ہوتا تھا' اس کے باوجود وہ باہمی احترام کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے' اس کے برعکس آج کل اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو لوگ ایک دوسرے کی تجہیل اور بعض اوقات ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچ جاتے ہیں۔

(۷) یہ تفتیش اور تحقیق کرنا کہ اگر کسی عالم نے کسی مسئلہ میں کوئی مؤقف اختیار کیا ہے تو اس مؤقف پر اس کی دلیل کیا ہے اور اس کے مؤقف کے منشاء کا سراغ لگانا' جیسے مروان نے یہ جاننا چاہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہتے ہیں کہ اس صورت میں کوئی شخص روزہ نہ رکھے تو انہوں نے یہ بات کس دلیل سے کہی ہے۔

(۸) عالم کو جب اپنے مؤقف کے غلط ہونے کا علم ہو جائے تو وہ اس کا اعتراف کرلے اور حق کی طرف رجوع کرے اور حق کو قبول کرنے میں اس کا نفس اور اس کی انا حائل نہ ہو' جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا اور علماء دین کو یہی روش اپنانی چاہیے۔

(۹) جو معاملات خواتین پر منکشف ہوتے ہیں' ان میں مردوں کو خواتین کے قول اور ان کی خبر پر اعتماد کرنا چاہیے' جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی خبر پر اعتماد کیا اور حضرت فضل بن عباس سے سنی ہوئی روایت کے سنانے کو ترک کر دیا۔

(۱۰) جب مروان نے ابو بکر بن عبد الرحمان سے کہا کہ تم جا کر حضرت ابو ہریرہ کو بلند آواز سے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی روایت سناؤ تو انہوں نے اس میں تامل کیا اور عذر پیش کیا' اس سے معلوم ہوا کہ اکابر کے ساتھ حسن ادب کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور

ان کو حق بات بھی ادب اور احترام سے سنانی چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۔۶ 'دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۸۵۔ ج ۳ ص ۱۰۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی چند سطروں میں شرح کی گئی ہے۔

۲۳ - بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ روزہ دار کا اپنی بیوی سے بغل گیر ہونا

اس باب کے عنوان میں ''مباشرت'' کا لفظ ہے اردو میں اس سے مراد جماع ہے اور عربی میں اس کا معنی ہے: ایک دوسرے کی کھال کو مس کرنا' بغل گیر ہونا یا ہم آغوش ہونا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: روزہ دار کے اوپر اپنی بیوی کی شرم گاہ حرام ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بوڑھے روزہ دار کو اپنی بیوی کا بوسہ لینے کی اجازت دی اور جوان مرد کو اس سے منع کیا اور فرمایا: بوڑھا آدمی اپنی خواہش کو ضبط کر لے گا اور جوان آدمی اپنے روزہ کو فاسد کر دے گا۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۲ 'نشر السنۃ' ملتان)

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۸۷ 'الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۴۱۵ 'سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۲۔۲۳۱)

۱۹۲۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ. وَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مَآرِبُ﴾ (طٰہٰ: ۱۸) حَاجَةٌ. قَالَ طَاوُسٌ ﴿أُولِي الْإِرْبَةِ﴾ (النور: ۳۱) اَلْأَحْمَقُ لَا حَاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ. [طرف الحدیث: ۱۹۲۸]

(صحیح مسلم: ۱۱۰۶ 'الرقم المسلسل: ۲۴۶۴ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۶۳۔۵۹ 'سنن ابوداؤد: ۲۳۸۲ 'سنن ترمذی: ۷۲۹ 'سنن کبریٰ: ۳۱۰۱ 'شرح السنۃ: ۱۷۴۹۔۱۷۴۸ 'سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۸۱ 'مسند احمد ج ۶ ص ۴۲ طبع قدیم 'مسند احمد: ۲۴۱۵۴۔ ج ۴۰ ص ۱۸۴ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: از شعبہ از الحکم از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بوسا دیتے اور ان سے بغل گیر ہوتے اور آپ روزہ سے ہوتے اور آپ اپنی خواہش پر تم سب سے زیادہ ضبط کرنے والے تھے۔ امام بخاری نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''مآرب'' کا معنی حاجت ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: اس میں میرے اور بھی کئی فوائد ہیں۔ (طٰہٰ: ۱۸) اور طاؤس نے کہا: ''اولی الاربۃ'' کا معنی ہے: احمق (نامرد) جس کو عورتوں کی ضرورت نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: یا ان نوکروں پر جن کو عورتوں کی خواہش نہ ہو۔ (النور: ۳۱)

روزے میں بوس و کنار کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

روزہ دار کے لیے بغل گیر ہونے اور بوسا لینے کا حکم واحد ہے۔ اشہب نے کہا: بوسہ لینے کا حکم بغل گیر ہونے سے کم ہے' اور ابن حبیب نے کہا: عورت سے بغل گیر ہونے' جنسی چھیڑ خوانی کرنے' بوسا لینے' ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے اور باتیں کرنے سے روزہ دار کا اجر کم ہو جاتا ہے اگرچہ روزہ ٹوٹتا نہیں ہے۔

بغل گیر ہونے میں اختلاف ہے' متقدمین کے ایک گروہ نے اس کو مکروہ کہا ہے' شعبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روزہ دار کو بوسا لینے اور بغل گیر ہونے سے منع کرتے تھے' حماد بن سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو مکروہ فرماتی تھیں' حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ وہ روزہ میں دوپہر کے وقت اپنی بیوی کے ساتھ بغل گیر ہوتے تھے' مسروق بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ مرد کے لیے روزہ میں اپنی بیوی سے کیا چیز حلال ہے؟ انہوں نے کہا: جماع کے سوا ہر چیز حلال ہے اور عکرمہ کہتے ہیں کہ روزہ دار کے لیے بغل گیر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنی بیوی کو ہاتھ لگانا اور معمولی لمس کرنا حلال کر دیا ہے لیکن وہ حد سے تجاوز نہ کرے۔

آیا بغل گیر ہونے سے انزال ہو جائے تو پھر روزہ کی فقط قضاء ہے یا کفارہ بھی ہے؟

اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے بغل گیر ہوا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس کے روزہ کا کیا حکم ہے؟ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا ہے کہ اس کے اوپر صرف روزہ کی قضاء ہے' کیونکہ کفارہ صرف اندام نہانی میں آلہ کے دخول سے واجب ہوتا ہے' عطاء نے کہا: اس پر قضاء کفارہ کے ساتھ ہے' حسن بصری' ابن شہاب' امام مالک' ابن المبارک' ابوثور اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب عورت کے ساتھ بغل گیر ہوا اور اس کو انزال ہو گیا تو وہ معنی حاصل ہو گیا جو جماع سے مقصود ہوتا ہے اور لذت کی انتہائی طلب اسی سے پوری ہوتی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۷۔۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۷۱۔ ج ۳ ص ۹۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① روزہ میں بوسہ لینے میں مذاہب ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرتِ ذنب کی تحقیق۔

۲۴ - بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ روزہ دار کے لیے بوسا لینے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ دار کے لیے بوسا لینے کا کیا حکم ہے۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ إِنْ نَظَرَ فَأَمْنَى يُتِمَّ صَوْمَهُ.

اور جابر بن زید نے کہا: اگر کسی شخص نے دیکھا' پھر اس کو انزال ہو گیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔

اس تعلیق کے موافق حسب ذیل حدیث ہے:

عمرو بن ہرم بیان کرتے ہیں کہ جابر بن زید سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے رمضان میں اپنی بیوی کی طرف دیکھا تو اس کو شہوت سے انزال ہو گیا' کیا وہ روزہ چھوڑ دے؟ انہوں نے کہا: نہیں! وہ اپنا روزہ پورا کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۵۷۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۱۹۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے کی حالت میں اپنی کسی زوجہ کو بوسا

Marfat.com

وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ ضَحِكَتْ.

دیتے تھے' پھر وہ ہنسیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۲۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ، إِذْ حِضْتُ، فَانْسَلَلْتُ، فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي، فَقَالَ مَا لَكِ أَنُفِسْتِ. قُلْتُ نَعَمْ، فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ، وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام بن ابی عبداللہ' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از زینب بنت ام سلمہ از والدہ خود رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک چادر اوڑھے ہوئے لیٹی تھی مجھے حیض آ گیا' میں چپکے سے اٹھی' سو میں نے اپنے حیض کے کپڑے لیے' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ کیا تم کو نفاس (حیض) آ گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر میں آپ کے ساتھ اس چادر میں داخل ہو گئی اور وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے اور آپ روزہ میں ان کا بوسا لیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابُ اغْتِسَالِ الصَّائِمِ — روزہ دار کا غسل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ دار کا غسل کرنا جائز ہے خواہ اس کا روزہ فرض ہو یا سنت ہو یا نفل ہو۔

روزہ دار کے غسل کے متعلق حافظ ابن حجر کا امام ابوحنیفہ کی ایک غیر معتمد روایت کے سبب سے احناف پر اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

گویا کہ امام بخاری نے حضرت علی کی اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں روزہ دار کو حمام میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے' اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور اس روایت میں ضعف ہے' اس ضعیف روایت پر فقہاء احناف نے اعتماد کیا ہے اور انہوں نے روزہ دار کے لیے غسل کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کی اس عبارت پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا کہ امام بخاری نے حضرت علی کی اس روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' یہ بالکل عبث کلام ہے' اس جگہ اشارہ کا لغوی معنی صحیح ہے نہ اصطلاحی۔ (علامہ عینی کے اس اعتراض پر عنقریب باب: ۳۴ میں کلام آ رہا ہے)

نیز ان کا مطلقاً یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ فقہاء احناف نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے' کیونکہ امام ابوحنیفہ کا اس طرح کا ایک غیر معتمد قول ہے اور مذہب مختار یہ ہے کہ روزہ دار کا غسل کرنا مکروہ نہیں ہے' اس روایت کا حسن بن زیاد نے از امام ابوحنیفہ ذکر کیا ہے اور صاحب الواقعات نے اس پر تنبیہ کی ہے اور اس کا الروضہ میں ذکر کیا ہے اور جوامع الفقہ میں مذکور ہے کہ گرمی کی وجہ سے روزہ دار کا غسل کرنا اور کپڑا گیلا کرنا اور سر پر پانی ڈالنا مکروہ نہیں ہے۔ امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب سے روایت ذکر کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام عرج میں گرمی یا پیاس کی وجہ سے اپنے سر پر پانی ڈال رہے تھے اور اس وقت

آپ روزہ سے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۶۵' ص ۴۴۲' دارالفکر' بیروت' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۱۹-۲۰۱۸) اور عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ وہ اپنے اوپر پانی ڈال کر راحت حاصل کر رہے تھے اور وہ روزہ سے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت) (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے فقہاء احناف کی جس غیر معتمد روایت کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ روزہ دار کا ناک میں پانی ڈالنا اور غسل کرنا اور سر پر پانی ڈالنا اور اپنے اوپر گیلا کپڑا لپیٹنا تو یہ افعال مکروہ (تنزیہی) ہیں' کیونکہ اس میں عبادت پر بے صبری کا اظہار ہے اور عبادت کی مشقت کو برداشت کرنے سے اپنے آپ کو روکنا ہے۔

اور جو روایت علامہ عینی کے نزدیک معتمد ہے' وہ یہ ہے:

امام ابو یوسف نے کہا: یہ افعال مکروہ نہیں ہیں' انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرمی کی شدت سے اپنے سر کے اوپر پانی ڈالا اور اس وقت آپ روزے سے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۶۵' ص ۴۴۲' دارالفکر' بیروت' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۱۹)

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۶۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ نے بھی یہ دو روایات ذکر کی ہیں۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۳۵۷' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ثَوْبًا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ. اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کپڑا گیلا کر کے اپنے اوپر ڈال لیا اور اس وقت وہ روزہ دار تھے۔

اس تعلیق کے ثبوت میں یہ اثر ہے:

عبداللہ بن ابی عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کپڑا گیلا کر کے اپنے اوپر ڈال رہے تھے اور اس وقت وہ روزے سے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی ۸۵۲ھ' اس تعلیق کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ گیلا کپڑا بدن پر ڈالنا اس کے قائم مقام ہے کہ بدن پر پانی بہا کر بدن کو ہاتھ سے ملا جائے اور امام بخاری نے حضرت ابن عمر کے اس اثر کو ذکر کر کے اس سے ابراہیم نخعی کے اس اثر سے معارضہ کیا ہے جو اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ یہ ہے کہ وکیع نے از حسن بن صالح از مغیرہ یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ روزہ دار کے لیے کپڑا گیلا کرنا مکروہ قرار دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۹' مجلس علمی بیروت) (فتح الباری ج ۳ ص ۴۲۴' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ ابراہیم نخعی کا اثر حضرت ابن عمر کے اثر سے زیادہ قوی ہے تو پھر یہ اس سے معارضہ کب ہوا؟ معارضہ تو دو مساوی قوت کے آثار میں ہوتا ہے' اس پر غور کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ. اور شعبی حمام میں داخل ہوئے اور وہ روزہ دار تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ شعبی حمام میں داخل ہوئے اور وہ روزہ دار تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۵۳۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ اَنْ يَّتَطَعَّمَ الْقِدْرَ اَوِ الشَّيْءَ.

اور حضرت ابن عباس نے کہا: اگر (روزہ دار) دیگچی کو یا کسی چیز کو چکھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کے ثبوت میں یہ آثار ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر کوئی روزہ دار سرکہ کو یا کسی چیز کو چکھ لے تو جب تک وہ چیز اس کے حلق میں نہ داخل ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۶۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر روزہ دار دیگچی سے کوئی چیز چکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۷۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام نے کہا: حسن بصری کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ روزہ دار شہد یا گھی منہ میں ڈالے' پھر اس کو تھوک دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۷۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

روزہ دار کے طعام چکھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

توضیح میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک روزہ دار طعام کو چکھنے سے اس خطرہ سے احتراز کرے کہ کہیں طعام اس کے حلق میں نہ داخل ہو جائے' اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اگر طعام اس کے حلق میں داخل نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اس کا روزہ مکمل ہے' اوزاعی کا بھی یہی قول ہے' امام مالک نے کہا: میرے نزدیک یہ مکروہ ہے اور اگر اس کے حلق میں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی ہے تو وہ روزہ نہ چھوڑے اور یہ ہمارے قول کی مثل ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر روزہ دار خاتون اپنے بچے کے لیے طعام چبائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بہ شرطیکہ اس کے حلق میں طعام نہ جائے' حسن بصری اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی موقف ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۸۶-۹۳۸۵' مجلس علمی' بیروت) امام مالک' سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے سوائے اس صورت کے جب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

امام محمد نے کتاب الاصل میں کہا ہے کہ روزہ دار کے لیے اپنی زبان سے کسی چیز کو چکھنا مکروہ ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ حکم فرض روزے میں ہے اور نفلی روزہ میں یہ مکروہ نہیں ہے' شمس الائمہ الحلوانی نے کہا ہے کہ فرض روزے میں بھی اس وقت مکروہ ہے جب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار ہو اور فرض روزہ میں جب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے مثلاً اس نے شہد یا تیل وغیرہ کوئی چیز خریدنی ہو اور اس کو یہ علم ہو کہ اگر اس نے اس کو نہیں خریدا تو اس کو بہت نقصان ہوگا یا کسی عورت کا شوہر بدمزاج ہو اور اس کے لیے سالن کا چکھنا ضروری ہو تو ان صورتوں میں فرض روزہ میں بھی چکھنا مکروہ نہیں ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کا اپنے بچہ کے لیے نوالہ کو چبانا مکروہ ہے' قدوری میں ہے کہ اگر اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو پھر یہ مکروہ نہیں ہے' امام ابویوسف نے کہا کہ بھیگی ہوئی مسواک کو چبانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بلاضرورت ہے اور سبز مسواک کو چبانا مکروہ نہیں ہے۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۳۵۷-۳۵۶، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ. اور حسن بصری نے کہا: روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل اثر ہے:

امام عبدالرزاق، حسن بصری سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میں نے عثمان بن ابی العاص کو میدانِ عرفات میں دیکھا، وہ روزہ سے تھے اور پانی کی کلی کر رہے تھے اور اپنے اوپر پانی ڈال رہے تھے، امام عبدالرزاق نے کہا: حسن بصری روزے سے تھے اور کلی کر کے پانی تھوک رہے تھے اور یہ سخت گرمی کا واقعہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۵۳۵-ج ۴ ص ۱۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِذَا كَانَ صَوْمُ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِينًا مُتَرَجِّلًا. اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم میں سے کسی شخص کا روزہ ہو تو وہ اس حال میں صبح کرے کہ اس نے تیل لگایا ہوا ہو اور کنگھی کی ہوئی ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث، مصنف عبدالرزاق: ۷۹۴۲ (ج ۴ ص ۲۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ) میں ہے۔

بہ ظاہر اس تعلیق کی اس باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: روزہ دار کا غسل کرنا، لیکن اس کی مناسبت اس طرح ہو سکتی ہے کہ عموماً غسل کرنے کے بعد سر پر تیل لگایا جاتا ہے اور کنگھی کی جاتی ہے، ثانیاً اس طرح کہ جب سر پر تیل لگانا اور کنگھی کرنا روزے کے منافی نہیں ہے تو غسل کرنا بھی روزے کے منافی نہیں ہوگا۔

وَقَالَ أَنَسٌ إِنَّ لِي أَبْزَنًا أَتَقَحَّمُ فِيهِ وَأَنَا صَائِمٌ. اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک میرے پاس ابزن ہے جس کے اندر میں داخل ہوتا ہوں اور میں روزے سے ہوتا ہوں۔

ابزن کا معنی ہے: چھوٹا حوض یا نہانے کا بڑا ٹب۔ اس تعلیق کو قاسم بن ثابت نے غریب الحدیث میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸)

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ اسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ نے مسواک کی اور آپ روزہ سے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار مرتبہ روزہ میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ترمذی: ۷۲۵، سنن ابوداؤد: ۲۳۶۴)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ يَسْتَاكُ أَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ، وَلَا يَبْلَعُ رِيقَهُ. اور حضرت ابن عمر نے کہا کہ دن کے اوّل اور آخر حصہ میں مسواک کرے اور اپنا تھوک نہ نگلے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ دن میں دو مرتبہ مسواک کرتے تھے، صبح کو اور شام کو اور وہ روزہ سے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۴۶، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

Marfat.com

وَقَالَ عَطَاءٌ اِنِ ازْدَرَدَ رِيقَهُ لَا اَقُولُ يُفْطِرُ.

اور عطاء نے کہا: اگر اس نے تھوک نگل لیا تو میں نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔

وَقَالَ ابْنُ سِيرِيْنَ لَا بَاْسَ بِالسِّوَاكِ الرَّطْبِ، قِيلَ لَهُ طَعْمٌ، قَالَ وَالْمَاءُ لَهُ طَعْمٌ، وَاَنْتَ تَمَضْمِضُ بِهِ.

اور ابن سیرین نے کہا: تر مسواک کو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ ان پر اعتراض کیا گیا کہ اس کا ذائقہ ہوتا ہے؛ انہوں نے کہا: پانی کا بھی ذائقہ ہوتا ہے اور تم اس سے کلی کرتے ہو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عقبہ بن ابی جسرہ المازنی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن سیرین سے دریافت کیا: روزہ دار کے مسواک کرنے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ اس نے کہا: یہ درخت کی شاخ ہے اور اس کا ذائقہ ہوتا ہے؛ انہوں نے کہا: پانی کا بھی ذائقہ ہوتا ہے اور تم اس سے کلی کرتے ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۶۲؛ مجلس علمی؛ بیروت؛ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۱:۳؛ دار الکتب العلمیہ؛ بیروت)

وَلَمْ يَرَ اَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيمُ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ بَاْسًا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ؛ حسن بصری اور ابراہیم نخعی کے نزدیک روزہ دار کے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت انس کا اثر؛ سنن ترمذی: ۷۲۶ میں ہے؛ اور حسن بصری کا اثر مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۶۱ (مطبوعہ مجلس علمی) میں ہے اور ابراہیم نخعی کا اثر؛ مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۶۰ (مجلس علمی) میں ہے۔

مسواک کرنے کے آثار کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ غسل کے دوران مسواک کی جاتی ہے اور سرمہ لگانے کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ سرمہ بناؤ سنگھار (میک اَپ کرنے) کے لیے لگایا جاتا ہے اور عموماً غسل کے بعد میک اَپ کیا جاتا ہے اور اس باب کا عنوان ہے: روزہ دار کا غسل کرنا۔

۱۹۳۰ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وَاَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ جُنُبًا فِيْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حُلْمٍ، فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی؛ انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی؛ انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ اور ابوبکر وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں فجر کا وقت اس حال میں پاتے کہ آپ بغیر احتلام کے جنبی ہوتے؛ پھر آپ غسل کر کے روزہ رکھ لیتے۔

اس حدیث کی شرح؛ صحیح البخاری: ۱۹۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۳۱ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَبِيْ، فَذَهَبْتُ مَعَهُ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی؛ انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از سمی مولیٰ ابی بکر بن عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام بن المغیرہ؛ انہوں نے ابوبکر بن عبد الرحمان سے سنا؛ انہوں نے کہا: میں اور میرے والد میرے ساتھ گئے حتیٰ کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس

أَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِّنْ جِمَاعٍ غَيْرِ إِحْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُوْمُهُ.

انہوں نے کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو ضرور جماع سے بغیر احتلام کے جنبی اٹھے تھے' پھر آپ نے روزہ رکھا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۳۲ - ثُمَّ دَخَلْنَا عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ.

پھر ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' انہوں نے بھی اس کی مثل بیان کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۶ - بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا

جب روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے تو آیا اس پر اس روزہ کی قضاء ہے یا نہیں!

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ فِي حَلْقِهِ لَا بَأْسَ إِنْ لَّمْ يَمْلِكْ.

اور عطاء نے کہا: اگر اس نے ناک میں پانی ڈالا اور پانی اس کے حلق میں چلا گیا اور اسے اس کے روکنے پر قدرت نہیں تھی تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: ایک شخص نے ناک میں پانی ڈالا تو وہ پانی اس کے حلق میں چلا گیا؟ انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' معمر نے بھی قتادہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۴۰۹۔ ج ۴ ص ۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور حسن بصری نے کہا: اگر مکھی اس کے حلق میں داخل ہو گئی تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے حلق میں مکھی داخل ہو گئی' انہوں نے فرمایا: وہ روزہ نہ توڑے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۸۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور حسن بصری اور مجاہد نے کہا: اگر کسی شخص نے بھول کر جماع کر لیا تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

اس تعلیق کے موافق آثار حسب ذیل ہیں:

ابن ابی نجیح بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: اگر کوئی شخص رمضان میں روزے سے ہو اور بھول کر اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۴۰۵۔ ج ۴ ص ۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بصری نے کہا: وہ شخص بھول کر کھانے یا پینے کے حکم میں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۴۰۴۔ ج ۴ ص ۱۳۵)

۱۹۳۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان

Marfat.com

قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَسِيَ فَاَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ. [طرف الحدیث:۶۶۶۹]

کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن سیرین نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص بھول کر کھالے اور پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

(صحیح مسلم:۱۱۵۵ الرقم المسلسل:۲۶۰۵ سنن ابوداؤد:۲۳۹۸ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۷۸ سنن دارمی:۱۷۲۶ سنن کبریٰ:۳۲۷۶ مسند ابویعلیٰ: ۶۰۵۸ صحیح ابن خزیمہ:۱۹۸۹ صحیح ابن حبان:۳۵۱۹ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۲۹ شرح السنۃ:۱۷۵۴ مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۵ طبع قدیم مسند احمد:۹۴۸۹۔ ج ۱۵ ص ۲۹۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

روزہ دار کے بھول کر کھانے پینے کے حکم میں اختلاف ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب کوئی روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے تو حضرت علی حضرت ابن عمر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے عطاء طاؤس اور ابراہیم نخعی اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سفیان ثوری اوزاعی امام شافعی ابوثور امام احمد اور ابواسحاق نے کہا ہے کہ اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: اس پر قضاء ہے یہ ربیعہ امام مالک اور سعید بن عبدالعزیز کا قول ہے۔

ربیعہ نے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص بھی اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق بھول گیا وہ حق اس کی طرف لوٹتا ہے۔

ابن القصار نے کہا: کھانا روزے کے منافی ہے اور یہ طے شدہ ہے کہ اگر اس نے کھالیا اور اس کے نزدیک فجر طلوع نہیں ہوئی تھی اور واقع میں فجر طلوع ہو چکی تھی تو اس پر اس روزہ کی قضاء واجب ہے اسی طرح جب وہ روزہ کے درمیان میں بھول جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔

امام مالک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کیا ہے کہ ہم نے اجتہاد کیا ہے اور ایک روزہ کی قضاء کرنا معمولی بات ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۵۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ سب عقلی شبہات ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد سے مزاحم ہونے کی قوت نہیں رکھتے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۶۱۲۔ ج ۳ ص ۱۵۱ پر مذکور ہے اس کا عنوان ہے: روزے میں بھول کر کھانے پینے والے کے بارے میں مذاہب۔

۲۷ - بَابُ السِّوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کے لیے تر اور خشک مسواک کرنے کا حکم

عنوان مذکور کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام بخاری نے اس عنوان سے فقہاء مالکیہ اور شعبی کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ روزہ دار کے لیے تر مسواک کرنا مکروہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۲۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس عنوان سے قطعاً وہ مراد نہیں ہے جو اس قائل نے بیان کی ہے' چونکہ امام بخاری نے اس باب کی تعلیقات میں مطلقاً مسواک کرنے کی احادیث بیان کی ہیں' اس لیے انہوں نے اس باب کے عنوان میں تنبیہ کی کہ ان کی مراد اس سے عموم ہے یعنی مسواک خواہ تر ہو یا خشک ہو۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ' مَا لَا اُحْصِيْ اَوْ اَعُدُّ.

اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو روزہ میں اتنی بار مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے جس کا میں شمار نہیں کر سکتا۔

اس تعلیق کی اصل' سنن ابوداؤد: ۲۳۶۴' اور سنن ترمذی: ۷۲۵ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر وضوء کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۸۸۷' اور سنن نسائی: ۷ میں مذکور ہے۔

وَيُرْوٰى نَحْوُهُ عَنْ جَابِرٍ وَّ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اس حدیث کی مثل حضرت جابر اور حضرت زید بن خالد سے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روایت کی گئی ہے۔

دونوں حدیثوں کو حافظ ابو نعیم نے سند ضعیف سے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷)

وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهٖ.

مسواک کے اس حکم میں روزہ دار کو اس کے غیر سے مخصوص نہیں کیا گیا۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ مسواک کے اس حکم کی جو حضرت جابر وغیرہ سے روایت ہے' ان میں روزہ دار کی تخصیص نہیں ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔

تعلیق مذکور کی حدیث' سنن نسائی: ۵ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ وَّقَتَادَةُ يَبْتَلِعُ رِيْقَهٗ.

اور عطاء اور قتادہ نے کہا: اس کا لعاب نگل لے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول درج ذیل ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: کیا روزہ دار مسواک کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان سے پوچھا گیا: آیا وہ لعاب نگل سکتا ہے؟ (انہوں نے کہا: نہیں!) میں نے کہا: اگر اس نے لعاب نگل لیا تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا؟ انہوں نے

کہا: لیکن اس کو اس سے منع کیا جائے گا' میں نے پھر کہا: اگر اس نے اس کو نگل لیا جب کہ اس کو اس سے منع کیا گیا تھا تو پھر؟ انہوں نے کہا: اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۵۱۷-ج ۴ ص ۱۵۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ وہ مسواک کا لعاب نگل لے اور امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ اگر اس نے منع کرنے کے باوجود مسواک کا لعاب نگل لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

١٩٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ حُمْرَانَ قَالَ رَاَيْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَوَضَّاَ، فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرٰى ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا، ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا، ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهٗ فِيْهِمَا بِشَيْءٍ، اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حمران' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ نے وضوء کیا' سو آپ نے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر تین مرتبہ اپنے چہرہ کو دھویا' پھر اپنا دایاں ہاتھ تین مرتبہ کہنی سمیت دھویا' پھر بایاں ہاتھ تین مرتبہ کہنی سمیت دھویا' پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' آپ نے میرے وضوء جیسا وضوء کیا' پھر فرمایا: جس نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا پھر دو رکعت اس طرح نماز پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے بالکل بات نہیں کی تو اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹ میں گزر چکی ہے۔

٢٨ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمِنْخَرِهِ الْمَاءَ وَلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ الصَّائِمِ وَغَيْرِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: جب تم وضوء کرو تو اپنی ناک کے دونوں نتھنوں میں پانی ڈالو اور آپ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار کا فرق نہیں کیا

اس عنوان میں جو حدیث ذکر کی گئی ہے' اس کی امام مسلم نے روایت کی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں از سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو اپنے دونوں نتھنوں میں پانی ڈالے' پھر ناک صاف کرے۔ (صحیح مسلم: ۷٫۲۳' الرقم المسلسل: ۴۴۹)

اس حدیث کے آخر میں جو لکھا ہے: آپ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار کا فرق نہیں کیا' یہ امام بخاری کی اپنی عبارت ہے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک میں پانی ڈالنے میں روزہ دار اور غیر روزہ دار کا فرق نہیں کیا' لیکن سنن کی احادیث میں یہ فرق مذکور ہے۔

عاصم بن لقیط بن صبرہ اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وضوء کے متعلق بتائیے' آپ نے فرمایا: مکمل وضوء کرو اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو ماسوا اس کے کہ تم روزہ

Marfat.com

دار ہو۔ (سنن ابوداؤد:۲۳۶۶ 'سنن ترمذی:۷۸۸ 'سنن نسائی:۸۷ 'سنن ابن ماجہ:۴۰۷)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالسَّعُوْطِ لِلصَّائِمِ إِنْ لَّمْ يَصِلْ إِلٰى حَلْقِهٖ وَيَكْتَحِلُ.

اور حسن بصری نے کہا: روزہ دار کے لیے ناک میں دوا چڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ وہ دوا اس کے حلق میں نہ پہنچ جائے اور وہ سرمہ لگا سکتا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' لیکن انہوں نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے:

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: روزہ دار کے لیے ناک میں دوا چڑھانا مکروہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۳۵۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۹۲۶۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ تَمَضْمَضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِيْ فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيْرُهٗ إِنْ لَّمْ يَزْدَرِدْ رِيْقَهٗ وَمَاذَا بَقِيَ فِيْ فِيْهِ.

اور عطاء نے کہا: اگر اس نے کلی کی اور منہ میں جو پانی تھا وہ تھوک دیا تو اس کے روزہ میں کوئی نقصان نہیں ہے' بہ شرطیکہ اس نے لعاب نہ نگلا ہو اور جو اس کے منہ میں بچا ہوا پانی ہو (وہ بھی نہ نگلا ہو)۔

اس تعلیق کی حدیث موصول امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۰)

وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ، فَإِنِ ازْدَرَدَ رِيْقَ الْعِلْكِ لَا أَقُوْلُ إِنَّهٗ يُفْطِرُ، وَلٰكِنْ يُنْهٰى عَنْهُ، فَإِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ حَلْقَهٗ لَا بَأْسَ، لِأَنَّهٗ لَمْ يَمْلِكْ.

اور (روزہ دار) دنداسہ نہ چبائے اور اگر اس نے دنداسہ کا لعاب نگل لیا تو میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن اس سے منع کیا جائے گا اور اگر اس نے ناک میں پانی ڈالا اور وہ پانی اس کے حلق میں چلا گیا تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس پانی کو روکنا اس کی قدرت میں نہیں ہے۔

اس تعلیق کے متعلق امام عبدالرزاق نے حسب ذیل آثار روایت کیے ہیں۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا روزہ دار دنداسہ چبا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے کہا: وہ دنداسہ کا لعاب تھوک دے' اس کو نگلے نہ چوسے' انہوں نے کہا: اگر اس نے اس کا لعاب نہیں نگلا تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اس نے اس کا لعاب نگل لیا اور وہ اس سے منع کرتا تھا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(مصنف عبدالرزاق:۷۵۲۸ ۔ج ۴ ص ۱۵۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے سنا' ان سے دنداسہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں اس کو روزہ دار اور غیر روزہ دار دونوں کے لیے مکروہ قرار دیتا ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۵۲۹)

شعبی نے بھی روزہ دار کے لیے دنداسہ چبانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۵۳۰)

امام بخاری نے اس باب میں اپنی سند کے ساتھ کسی حدیث کو روایت نہیں کیا' صرف تعلیقات پر اکتفاء کی ہے' ہوسکتا ہے کہ انہیں اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو یا انہوں نے اپنے مسودہ میں حدیث تو درج کی ہو لیکن بعد میں ناقلین سے وہ درج کرنی رہ گئی ہو اور ایسا بہت ممکن ہے کیونکہ اب بھی بار بار پروف ریڈنگ اور بسیار تفتیش اور چھان پھٹک کے باوجود مسودہ کی کوئی نہ کوئی بات چھپنے سے رہ جاتی ہے اور پہلے دور میں اتنا انتظام تھا نہ اتنے وسائل تھے۔

۲۹ - بَابٌ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ
جب کوئی شخص رمضان میں جماع (عمل زوجیت) کر لے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص رمضان میں دن کے وقت عمداً جماع کر لے تو اس پر کفارہ واجب ہو جائے گا۔

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَّلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوعاً ذکر کی جاتی ہے کہ جس شخص نے رمضان میں دن کے وقت عمداً بغیر عذر اور بغیر مرض کے روزہ توڑ لیا تو خواہ وہ ساری عمر روزے رکھتا رہے اس روزہ کا بدل نہیں ہو سکتا۔

یہ تعلیق سنن ابوداؤد: ۲۳۹۶، سنن ترمذی: ۷۲۳، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۲ اور مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۶ میں مذکور ہے۔

وَبِهِ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

مذکور الصدر تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۲۸ (نشر السنۃ ملتان) میں مذکور ہے۔

وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَّإِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ وَحَمَّادٌ يَقْضِيْ يَوْمًا مَّكَانَهُ.

اور سعید بن المسیب، شعبی، ابن جبیر، ابراہیم، قتادہ اور حماد نے کہا: وہ اس کے عوض میں ایک دن کا روزہ رکھ لے۔

امام بخاری نے مذکور الصدر تعلیق میں چھ فقہاء تابعین سے اس صورت میں ایک روزہ کی قضاء کرنے کو نقل کیا ہے، تاہم ان میں سے چار نے تو ایسا ہی کہا ہے اور دو نے ایک سے زیادہ روزوں کی قضاء کرنے کو کہا ہے۔

سعید بن المسیب کے متعلق یہ اثر ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: میں نے رمضان کا ایک روزہ توڑ لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم صدقہ کرو اور اللہ سے معافی طلب کرو اور اس کی جگہ ایک روزہ رکھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۶۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۷۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، سنن ابوداؤد: ۲۳۸۵، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱)

ابراہیم نخعی اور شعبی کے متعلق درج ذیل اثر ہے:

ابراہیم اور ابن ابی خالد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس روزہ کی جگہ ایک روزہ قضاء کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۶۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۷۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

سعید بن جبیر کے متعلق یہ اثر ہے:

یعلیٰ بن حکیم روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ جس شخص نے رمضان کا ایک دن کا روزہ عمداً توڑ لیا، وہ اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے اور اس کی جگہ ایک روزہ قضاء کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۷۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۷۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

قتادہ کے متعلق یہ اثر ہے:

ہشام بیان کرتے ہیں کہ قتادہ نے سعید بن المسیب سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے رمضان کا روزہ عمداً توڑ لیا، وہ ایک ماہ کے روزے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۷۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، مصنف عبدالرزاق: ۷۴۹۶)

Marfat.com

حماد کے متعلق یہ اثر ہے:

حماد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: اس شخص پر تین ہزار دنوں کے روزے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۸۷۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۸۲ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۷۵۰۴)

امام بخاری کی قتادہ سے خلاف واقع روایت

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے جو قتادہ سے رمضان کا روزہ توڑنے پر ایک روزہ کی قضاء کے لزوم کا لکھا ہے' وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قتادہ سے ایک ماہ کے روزوں کی قضاء کی روایت ہے' البتہ حماد سے ایک روزہ کو قضاء کرنے کی بھی روایت ہے۔

(مصنف عبد الرزاق:۷۵۰۱)

علامہ ابن بطال نے بھی لکھا ہے کہ امام بخاری نے جو متعدد تابعین کی طرف کفارہ کے سقوط کو منسوب کیا ہے وہ مجھے تابعین کی تصانیف میں نہیں ملا (الی قولہ) بلکہ اس کے برخلاف امام عبد الرزاق نے سعید بن المسیب سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس نے رمضان کے روزہ میں عمداً کھایا' وہ ایک ماہ کے روزے رکھے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۵۸ 'ملخصاً ومحصلاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی سعید بن المسیب سے ایک ماہ کی قضاء کی روایت ذکر کی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۱)

۱۹۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ قَالَ سَمِعَ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ اَخْبَرَهٗ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهُ احْتَرَقَ. قَالَ مَا لَكَ؟ قَالَ اَصَبْتُ اَهْلِيْ فِيْ رَمَضَانَ. فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ، فَقَالَ اَيْنَ الْمُحْتَرِقُ؟ قَالَ اَنَا، قَالَ تَصَدَّقْ بِهٰذَا. [طرف الحدیث:۶۸۲۲]

(صحیح مسلم:۱۱۱۲' الرقم المسلسل:۲۴۹۰' سنن ابوداؤد:۲۳۹۵-۲۳۹۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے یزید بن ہارون سے سنا' انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' وہ ابن سعید ہیں کہ عبد الرحمان بن القاسم نے ان کو خبر دی از محمد بن جعفر بن الزبیر بن العوام بن خویلد از عباد بن عبد اللہ بن الزبیر' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ وہ (دوزخ کے عذاب میں) جل گیا' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی کو حاصل کر لیا' پھر آپ کے پاس (کھجوروں کا) ایک تھیلا آیا جس کو العرق کہتے ہیں' آپ نے پوچھا: وہ (عذاب میں) جلنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں' آپ نے فرمایا: ان کو صدقہ کر دو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن منیر الزاہد ابو عبد الرحمان (۲) یزید بن ہارون ابو خالد (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) عبد الرحمان بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (۵) محمد بن جعفر (۶) عباد بن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی اور بعض جملوں کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ کے پاس ایک شخص آیا' اس کا نام سلمہ بن صخر یا سلمان بن صخر تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اس نے کہا: میں جل گیا' اس کا خیال تھا کہ وہ قیامت کے دن دوزخ کے عذاب میں جل جائے گا۔

نیز اس میں ''مِکتل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کھجور کی چھال کا بڑا تھیلا' جس میں ساٹھ کلو چیزیں آ جائیں۔

اس میں مذکور ہے: ان کو صدقہ کردو' آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کھجوروں کو ساٹھ مسکینوں پر صدقہ کردو۔

آیا اس شخص مذکور پر کفارہ واجب تھا یا نہیں اور کفارہ کی کھجوروں کو اس شخص پر صرف کرنے کی توجیہات اور محامل

المبسوط میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا' یہ نفل تھا۔ اس پر اس حال میں کفارہ واجب نہیں تھا' کیونکہ اس وقت وہ عاجز تھا' اسی لیے اس کے واسطے یہ بھی جائز تھا کہ وہ ان کھجوروں کو اپنے اوپر یا اپنے اہل وعیال کے اوپر خرچ کرے۔

ابوجعفر طبری نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ' سفیان ثوری اور ابوثور کا قول یہ ہے کہ روزہ کا کفارہ ادا کرنا اس پر قرض تھا اور اس کی غربت کی وجہ سے اس سے ساقط نہیں ہوا تھا' اس پر لازم تھا کہ جب اس کے پاس مال آ جائے تو وہ اس روزہ کا کفارہ ادا کرے۔

فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس حدیث کے دو محمل ہیں' ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے فقر کی وجہ سے اس کے لیے اس کے روزہ کے کفارہ کو کھانا اس پر مباح کر دیا تھا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ ان کھجوروں کو کھانا صرف اس شخص کے ساتھ خاص تھا اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ وہ شخص تین احکام کے ساتھ مخصوص تھا: (۱) روزہ رکھنے کی قدرت کے باوجود کھانا کھلانا (۲) صدقہ کی کھجوروں کو اپنے اوپر خرچ کرنا (۳) اس کے کفارہ میں پندرہ صاع (ساٹھ کلو) کھجوروں کا کافی ہونا۔

روزہ میں جماع کرنے سے آیا صرف مرد پر کفارہ واجب ہوتا ہے یا عورت پر بھی واجب ہوتا ہے؟

امام شافعی' داؤد ظاہری اور غیر مقلدین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ روزے میں جماع کرنے سے مرد اور عورت دونوں پر صرف ایک کفارہ لازم آتا ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عوت کے حکم کا ذکر نہیں کیا حالانکہ یہ بیان کا موقع تھا۔

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور ابوثور نے کہا ہے کہ اگر عورت خاوند کی جماع میں موافقت کرے تو اس پر بھی کفارہ واجب ہے' اگر عورت پر جبر کیا جائے اور وہ مرد کی موافقت کرے تو اس پر بھی کفارہ واجب ہے' ورنہ نہیں۔

کفارہ کی ترتیب میں مذاہب فقہاء

کفارہ میں ترتیب واجب ہے' اوّل حکم غلام کو آزاد کرنے کا ہے' اگر وہ نہ ملے تو پھر دو ماہ کے روزے رکھے جائیں' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے' اور امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ اس شخص کو ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس کے کفارہ کی ترتیب کفارہ ظہار کی طرح ہے' اگر

Marfat.com

ممکن ہو تو وہ غلام آزاد کرے ورنہ وہ ساٹھ دن کے روزے رکھے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

کفارہ کے روزوں میں یہ شرط ہے کہ وہ لگاتار رکھے جائیں بہ شرطیکہ ان کے درمیان رمضان کے روزے یا عیدین اور ایام تشریق کے روزے نہ آ جائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰-۳۶ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۹۷۔ ج ۳ ص ۱۰۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① روزے کے کفارے میں مذاہب ② روزہ میں انجکشن لگوانے کا حکم ③ غربت کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

۳۰- بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ، فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكَفِّرْ

جب کسی روزہ دار نے رمضان میں جماع کیا اور اس کے پاس کوئی مال نہیں تھا، پھر اس پر صدقہ کیا گیا تو پھر وہ کفارہ ادا کرے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی روزہ دار نے رمضان کے دن میں عمداً روزہ توڑ دیا اور وہ غلام آزاد کر سکتا تھا اور نہ کسی کو کچھ کھلا سکتا تھا اور نہ اس میں روزہ رکھنے کی طاقت تھی پھر کفارہ کی مقدار کے مطابق اس پر صدقہ کیا گیا تو اس پر اب کفارہ دینا واجب ہے کیونکہ اب اس کو کفارہ پر قدرت ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غربت اور افلاس کی وجہ سے کسی شخص کے ذمہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

۱۹۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! هَلَكْتُ. قَالَ مَا لَكَ؟ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟ قَالَ لَا. قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ لَا. فَقَالَ فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟ قَالَ لَا، قَالَ فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ؟ فَقَالَ أَنَا. قَالَ خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ. فَقَالَ الرَّجُلُ أَعَلٰى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا، يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ، أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي. فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبد الرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا، آپ نے پوچھا: تم کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میں روزہ میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہارے پاس غلام ہے جس کو تم آزاد کرو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت ابوہریرہ نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہرے، ہم لوگ اسی طرح بیٹھے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کی چھال کا بنا ہوا بڑا تھیلا آیا جس میں کھجوریں تھیں اور عرق کا معنی تھیلا ہے، آپ نے پوچھا: وہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں! آپ نے فرمایا: یہ کھجوریں لو اور ان کو صدقہ کر دو، اس شخص نے کہا: کیا مجھ سے بھی زیادہ ضرورت مند پر؟ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ان دو پتھریلے کناروں کے درمیان، اس کی مراد مدینہ کے دو کنارے تھے، میرے

Marfat.com

[اطراف الحدیث: ۱۹۳۷_۲۶۰۰_۵۳۶۸_۶۰۸۷_۶۱۶۴_ ۶۷۰۹_۶۷۱۰_۶۷۱۱_۶۷۲۱]

گھر والوں سے زیادہ ضرورت مند اور کوئی گھر والا نہیں ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں' پھر آپ نے فرمایا: تم یہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

(صحیح مسلم: ۱۱۱۱' الرقم المسلسل: ۲۴۸۴' سنن ابوداؤد: ۲۳۹۲_۲۳۹۱_۲۳۹۰' سنن ترمذی: ۷۲۴' سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱' مسند الحمیدی: ۱۰۰۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۰۶' سنن کبریٰ: ۳۱۱۷' المنتقی: ۳۸۴' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۴' صحیح ابن حبان: ۳۵۲۴' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۱۰_۲۰۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۲۱' شرح السنۃ: ۱۷۵۲' سنن دارمی: ۱۷۱۶' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۹۰_ ج ۱۲ ص ۲۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان' الحکم بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف الزہری المدنی (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس نے کہا: میں نے روزہ میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر لیا۔

ہلاکت اور عذاب میں جلنا مترادف ہیں اور کفارہ کے تین حکموں کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: میں ہلاک ہو گیا' اور اس سے پہلی حدیث میں مذکور تھا: میں جل گیا' اور ان دونوں لفظوں کا مآل واحد ہے۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں اس طرح روایت کی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہا: میں نے بغیر کسی عذر کے اور بغیر کسی مرض کے رمضان کا روزہ توڑ لیا' آپ نے فرمایا: تم نے بہت بُرا کام کیا' اس نے کہا: درست ہے' اب آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک غلام آزاد کرو' اس نے کہا: وہ میرے پاس نہیں ہے' آپ نے فرمایا: پھر تم دو ماہ کے روزے رکھو' اس نے کہا: مجھ پر جو مصیبت آئی ہے وہ روزہ رکھنے کی ہی وجہ سے تو آئی ہے' اس کا مطلب تھا کہ وہ جماع کی خواہش پر صبر نہیں کر سکے گا' آپ نے فرمایا: پھر تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ' اس نے کہا: میں اس کی وسعت نہیں رکھتا۔

(المعجم الاوسط: ۸۱۸۰_ ج ۹ ص ۸۶' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

کفارہ کے تین حکموں کی مناسبت

اس کو غلام آزاد کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر کسی عذر اور مرض کے عمداً توڑنا بہت سنگین معصیت ہے جس کا تقاضا دوزخ کا عذاب ہے' اس لیے ضروری ہوا کہ اس عذاب سے نجات کے لیے کوئی فدیہ دیا جائے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک غلام کو آزاد کرے تو غلام کا ہر عضو' آزاد کرنے والے کے ہر عضو کا دوزخ کے عذاب سے فدیہ ہو جاتا ہے' اور دو ماہ کے روزے رکھنے کا حکم اس لیے دیا کہ اس نے روزہ میں معصیت کی تھی تو اس کا کفارہ بھی روزے کی جنس سے ہونا چاہیے تھا اور دو ماہ کے روزے رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ جس نے ایک روزہ کو فاسد کیا تو گویا اس نے پورے مہینہ کے روزوں کو فاسد کر دیا کیونکہ سب روزے ایک ہی جنس سے ہیں اور چونکہ اس کا جرم سنگین تھا' اس لیے اس کی سزا بھی دگنی رکھی گئی اور اس کو دو ماہ کے روزوں کا حکم دیا اور

ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم اس لیے دیا کہ ایک روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے مقابلہ میں ہے۔ چونکہ کفارہ میں اس پر ساٹھ روزے فرض تھے اس لیے ان روزوں کے مقابل اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا فرض کیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہنسنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح ہنسے کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غالب احوال یہ تھے کہ آپ تبسم فرماتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ آپ صرف آخرت کے امور میں ہنستے تھے اور دنیاوی اُمور میں تبسم فرماتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے متضاد احوال کی وجہ سے ہنسے تھے' کیونکہ جب وہ شخص آیا تھا تو اپنی تقصیر کی وجہ سے بہت خوف زدہ تھا اور اس کو اپنے اوپر آخرت کے عذاب کا خطرہ تھا اور جب اس کو رخصت میسر ہوئی تو اس نے اپنے کفارہ کے مال کو کھانے میں رغبت کی' ایک قول یہ ہے کہ آپ اس پر ہنسے تھے کہ وہ شخص خوفِ خدا سے آپ کے پاس آیا اور اس نے احسن طریقہ سے اپنا مدعا پیش کیا اور اپنے مقصود کو اچھے طریقہ سے حاصل کیا۔

کفارہ کے ساتھ قضاء کے لزوم میں اختلافِ فقہاء

امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب' ثوری' ابوثور' امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ عمداً روزہ توڑنے والے کے اوپر کفارہ بھی ہے اور قضاء بھی ہے' اور اوزاعی نے کہا ہے کہ اگر اس نے غلام آزاد کر کے کفارہ دیا ہے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا کر کفارہ دیا ہے تو وہ ایک روزہ کی قضاء کرے گا اور اگر اس نے مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ کر کفارہ دیا ہے تو قضاء کا ایک روزہ بھی ان ہی روزوں کے ضمن میں آ گیا' الگ سے قضاء کا روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس سے پہلے متعدد احادیث اور آثار میں ایک روزہ قضاء کا رکھنے کا ذکر آ چکا ہے' امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے قضاء ساقط ہے اور ایک قول اوزاعی کے قول کی مثل ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۹)

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صورت مذکورہ میں عورت پر کفارہ بیان نہ کرنے کی توجیہ

جمہور کے نزدیک اس صورت میں عورت پر بھی کفارہ واجب ہوتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت پر کفارہ کا حکم کیوں بیان نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عورت نے خود اعتراف کیا تھا نہ سوال کیا تھا' اور اس کے خاوند کا اعتراف اس کے اوپر کسی حکم کو واجب نہیں کرتا جب تک کہ وہ عورت خود اعتراف نہ کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق جو سکوت فرمایا' ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ عورت کسی وجہ سے روزہ دار نہ ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے مرد کا حکم بیان فرما دیا تو یہ بیان عورت کے حکم کو بھی شامل ہے کیونکہ دونوں اس حکم میں مشترک تھے کہ دونوں پر روزہ توڑنا حرام تھا' اور روزہ کی حرمت پامال کرنا ممنوع تھا' جس طرح آپ نے مرد کو غسل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا کیونکہ یہ بات واضح تھی' اسی طرح یہ امر بھی واضح اور معلوم تھا کہ مردوں کے عام احکام عورتوں پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۴۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور سے مستفاد ہونے والے دیگر مسائل

اس حدیث سے جو دیگر مسائل معلوم ہوتے ہیں' وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) جب کسی شخص نے کوئی خلافِ شرع کام کر لیا ہو تو اس کے متعلق کسی عالم دین سے سوال کرنا چاہیے۔

(۲) جو کام قبیح ہو اس کا صراحۃً ذکر کرنے کے بجائے اس کو کنایہ سے تعبیر کرنا چاہیے کیونکہ اس شخص نے صراحۃً یہ نہیں کہا کہ میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے وطی کی یا جماع کیا' بلکہ یہ کہا: میں اس پر واقع ہوا یا میں نے اس کو حاصل کر لیا۔

Marfat.com

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ڈانٹا نہیں نہ اس پر غضب کا اظہار کیا بلکہ اس کو نرمی اور ملائمت سے مسئلہ بتایا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد عالم دین کے پاس شرعی حکم معلوم کرنے آئے تو اس کو نرمی سے مسئلہ بتانا چاہیے۔

(۴) وہ شخص گناہ کرنے کے بعد اس پر نادم ہوا اور اس کو اس پر عذاب کا خوف دامن گیر ہوا' اس لیے اس نے کہا: میں (دوزخ کے عذاب میں) جل گیا یا کہا: میں ہلاک ہو گیا۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے یا پڑھانے کے علاوہ بھی مسجد میں بیٹھتے تھے اور آپ کے ساتھ صحابہ بھی بیٹھتے تھے' اس سے دینی مسائل کی تعلیم مقصود تھی اور پیش آمدہ مسائل کا حل بتلانا تھا۔

(۶) جب سائل نے یہ کہا کہ مدینہ میں مجھ سے زیادہ محتاج کوئی نہیں ہے تو آپ ہنسے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہنسی کا کوئی سبب ہو تو مسجد میں بھی ہنسنا جائز ہے۔

(۷) بیوی اور شوہر کے درمیان جواز دواجی عمل ہوتا ہے' عام حالات میں اس کو چھپانے اور اس کا کسی سے ذکر نہ کرنے کا حکم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ اپنے جماع کرنے کی کیفیت کا کسی سے ذکر کریں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۷۴' سنن ترمذی: ۲۷۸۷' سنن نسائی: ۵۱۳۳)

لیکن ضرورت شرعی اور مسئلہ معلوم کرنے کے لیے اس کا عالم کے سامنے ذکر کرنا جائز ہے' جیسے اس شخص نے کہا: میں رمضان میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا یا میں نے اس کو رمضان میں حاصل کر لیا۔

(۸) اسی طرح اگر انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کو چھپانے کا حکم ہے' حتیٰ کہ اگر حاکم کسی شخص سے پوچھے کہ تم نے فلاں سے زنا کیا ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کوئی ذومعنی جملہ بول کر کہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا' کیونکہ زنا کا اظہار بھی بے حیائی ہے۔ (ردالمحتار ج۹ ص ۵۲۵ طبع جدید) جب ہزال نے ماعز کے زنا کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کاش! تم اس کے زنا پر پردہ رکھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۷۷) لیکن عالم دین سے شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے ایسے گناہ کا اظہار کرنا جائز ہے' تاکہ عالم دین اس کو بتائے کہ اب اس پر کیا تاوان واجب ہے۔

(۹) اس شخص نے کہا: مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ سخی داتا کے سامنے اپنی تنگی اور فقر کو بیان کرنا جائز ہے اور جس حال کو اس کے بتائے بغیر کوئی اس پر مطلع نہیں ہو سکتا اس کا بیان کرنا اور اس کے بیان کو قبول کرنا بھی جائز ہے۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو کفارہ ادا کرنے کے لیے کھجوروں کا بڑا تھیلا عطا کیا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس جو مال آتا تھا' آپ اس کو اپنے پاس نہیں رکھتے تھے اور ضرورت مندوں کو عطا کر دیتے تھے اور یہ کہ عبادت میں تعاون کرنا چاہیے کیونکہ کفارہ ادا کرنا بھی عبادت ہے اور کسی مسلمان کو مصیبت سے چھڑانے میں اس کی مدد کرنی چاہیے' اور جب اس نے کہا کہ مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی ضرورت مند نہیں ہے تو آپ نے فرمایا: جا کر اپنے اہل کو کھلاؤ' اس سے معلوم ہوا کہ کسی ضرورت مند مسلمان کے قول کی تصدیق کرنی چاہیے اور کسی شخص کو اس کی ضرورت سے زیادہ دینا بھی جائز ہے کیونکہ وہ کھجوریں تقریباً ساٹھ کلو تھیں اور یہ کہ کسی ایک گھر والے کو بھی پورا کفارہ دینا جائز ہے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان کھجوروں میں سے جو زائد ہوں وہ کسی اور ضرورت مند کو دے دینا' اس سے معلوم ہوا کہ ایک ضرورت مند پر دوسرے ضرورت مند کو دینا واجب نہیں ہے۔

(فتح الباری مع زیادۃ ج ۳ ص ۴۳۹' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۴۹۱۔ ج ۳ ص ۱۰۴ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے: روزے کے کفارے میں مذاہب اور افلاس کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

۳۱ - بَابُ الْمُجَامِعِ فِيْ رَمَضَانَ، هَلْ يُطْعِمُ اَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ اِذَا كَانُوْا مَحَاوِيْجَ؟

رمضان میں جماع کرنے والا آیا اپنے گھر والوں کو کفارہ سے کھلا سکتا ہے جب وہ ضرورت مند ہوں؟

اس باب کے عنوان میں ''محاویج'' کا لفظ ہے، یہ اسم آلہ ''محواج'' کی جمع کا صیغہ ہے اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے: جو بہت زیادہ ضرورت مند ہو۔

۱۹۳۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الْاٰخِرَ وَقَعَ عَلٰى اِمْرَاَتِهٖ فِيْ رَمَضَانَ. فَقَالَ اَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً؟ قَالَ لَا. قَالَ فَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ لَا. قَالَ اَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهٖ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟ قَالَ لَا. قَالَ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ. وَهُوَ الزَّبِيْلُ، قَالَ اَطْعِمْ هٰذَا عَنْكَ. قَالَ عَلٰى اَحْوَجَ مِنَّا؟ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَحْوَجُ مِنَّا، قَالَ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از الزہری از حمید بن عبد الرحمٰن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ ایک آدمی رمضان میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا، آپ نے پوچھا: کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! راوی نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بڑا تھیلا آیا جس میں کھجوریں تھیں، آپ نے فرمایا: یہ تم اپنی طرف سے کھلاؤ، اس نے کہا: ان دو پتھریلے کناروں کے درمیان مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے، آپ نے فرمایا: پھر تم یہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۹۳۶۔ ۱۹۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲ - بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقَيْءِ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کا فصد لگوانا اور قے کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فصد لگوانا اور قے کرنا آیا روزہ کے لیے مفسد ہیں یا نہیں، فصد لگوانے کا معنی ہے: جونک یا کسی آلہ کے ذریعہ جسم سے خون نکلوانا۔

وَقَالَ لِيْ يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِذَا قَاءَ فَلَا يُفْطِرُ، اِنَّمَا يُخْرِجُ وَلَا يُوْلِجُ.

اور مجھ سے یحییٰ بن صالح نے کہا: ہمیں معاویہ بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمر بن الحکم بن ثوبان، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ جب کوئی روزہ دار قے کر دے تو وہ روزہ نہ چھوڑے، قے کسی چیز کو خارج کرتی ہے، داخل نہیں کرتی۔

Marfat.com

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو ازخود قے آ جائے' اس پر روزہ کی قضاء نہیں ہے اور جو شخص عمداً قے لائے وہ اس روزہ کی قضاء کرے۔ (سنن ترمذی: ۷۲۰' سنن ابوداؤد: ۲۳۸۰' سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۸)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اہل علم کا حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث پر عمل ہے' امام شافعی' ثوری' امام احمد اور اسحاق بھی یہی کہتے ہیں۔ (سنن ترمذی)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن اس کو امام ترمذی نے ذکر نہیں کیا اور وہ اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہ کا ذکر نہیں کرتے' صرف ایک جگہ امام ابوحنیفہ کا رد کرنے کے لیے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ اشعار سنت ہے اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ بدعت ہے۔ کتاب الحج میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ يُفْطِرُ' وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ.

اور حضرت ابو ہریرہ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ قے کرنے والا روزہ چھوڑ دے اور پہلی نقل زیادہ صحیح ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس اثر کو امام الحازمی نے صیغہ تمریض سے ذکر کیا ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ اثر ضعیف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۲)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرِمَةُ اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ نے کہا: روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو (جسم میں) داخل ہو نہ کہ اس چیز سے جو (جسم سے) خارج ہو۔

اس تعلیق کے موافق آثار حسب ذیل ہیں:

ابوظبیان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روزہ دار کے فصد لگوانے کے متعلق فرمایا: روزہ (جسم میں) کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے' نہ کہ کسی چیز کے خارج ہونے سے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۱۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عکرمہ سے روزہ دار کے فصد لگوانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ فلاں اور فلاں چیز کی مثل ہے جو تمہارے جسم سے نکلتی ہے اور انہوں نے قضاء حاجت کا ذکر کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

فصد لگوانے میں جونک یا کسی آلہ کے ذریعہ جسم سے خون نکالا جاتا ہے جس طرح اور چیزوں کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا' اسی طرح خون نکلنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ' ثُمَّ تَرَكَهٗ' فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روزے میں فصد لگواتے تھے' پھر انہوں نے اس کو ترک کر دیا' پھر وہ رات کو فصد لگواتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روزے میں فصد لگواتے تھے' پھر انہوں نے اس کو چھوڑ دیا' میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اس کو کس وجہ سے ترک کیا' آیا انہوں نے اس کو مکروہ قرار دیا یا وہ کمزور ہو گئے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۲۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۳۶ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَاحْتَجَمَ اَبُوْ مُوْسٰی لَيْلًا. اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ نے رات کو فصد لگوائی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ کے پاس شام کے وقت گیا' وہ اس وقت بصرہ کے حاکم تھے' میں نے دیکھا وہ کھجوریں کھا رہے تھے اور شوربا پی رہے تھے' اور انہوں نے فصد لگوائی تھی' میں نے ان سے پوچھا: آپ دن میں فصد کیوں نہیں لگواتے؟ انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تم مجھے یہ مشورہ دیتے ہو کہ میں روزہ میں اپنا خون نکلواؤں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۹ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَيُذْكَرُ عَنْ سَعْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَاُمِّ سَلَمَةَ اِحْتَجَمُوْا صِيَامًا. اور حضرت سعد' حضرت زید بن ارقم اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے روزہ میں فصد لگوائی۔

حضرت زید بن ارقم کی حدیث' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۱۶ (مجلس علمی) میں ہے' اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۲۷ میں ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ کی حدیث' مصنف عبد الرزاق: ۷۵۰۵ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) میں مذکور ہے۔

وَقَالَ بُكَيْرٌ عَنْ اُمِّ عَلْقَمَةَ كُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَا تَنْهٰى. اور بکیر نے ام علقمہ سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس فصد لگواتے تھے اور آپ ہمیں منع نہیں فرماتی تھیں۔

علامہ عینی نے اس تعلیق کے لیے امام بخاری کی تاریخ کبیر کا حوالہ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۳) مگر مجھے اس میں یہ حدیث نہیں ملی۔

وَيُرْوٰى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ مَرْفُوْعًا فَقَالَ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ. اور حسن بصری نے متعدد صحابہ سے یہ روایت کی ہے کہ فصد لگانے والے اور جس کو فصد لگائی جائے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

اس تعلیق کا ثبوت درج ذیل آثار میں ہے:

حضرت معقل بن سنان الاشجعی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں اٹھارہ رمضان کو کسی کے فصد لگا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے پس آپ نے فرمایا: فصد لگانے والے کا اور جس کے فصد لگائی جائے' دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۸۹ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس آئے' وہ بقیع میں کسی کے فصد لگا رہے تھے' اس دن رمضان کی اٹھارہ تاریخ تھی' آپ نے فرمایا: فصد لگانے والے کا اور جس کو فصد لگائی جائے' دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۲ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت بلال رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فصد لگانے والے کا اور جس کے فصد لگائی جائے' دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۴ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

- یہ روایت حضرت ثوبان رضی اللہ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۳) حضرت ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف: ۹۳۹۵) حضرت علی سے بھی منقول ہے۔ (مصنف: ۹۳۹۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ (مصنف: ۹۴۰۲)

Marfat.com

فصد لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی احادیث کے جوابات

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں جو روزہ ٹوٹنے کا ذکر ہے وہ فصد لگانے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ کسی اور سبب سے ہے کہ وہ فصد لگانے والا اور جس کے فصد لگائی گئی تھی' وہ دونوں کسی شخص کی غیبت کر رہے تھے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان دونوں کے روزہ ٹوٹنے کی خبر دی' امام شافعی نے بھی ان احادیث کو اسی معنی پر محمول کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ کا اجر ساقط ہو جاتا ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ بعض صحابہ نے دورانِ خطبہ باتیں کرنے والے سے کہا: تمہارا جمعہ نہیں ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس نے سچ کہا لیکن اس کو نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے جمعہ کا اجر ساقط ہو گیا' اسی طرح غیبت کرنے والے کا اجر ساقط ہو گیا اور غیبت کرنے والے کا روزہ ٹوٹنا اس طرح نہیں ہے جس طرح کھانے' پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے بلکہ غیبت کرنے کی وجہ سے ان کے روزہ کا اجر ضائع ہو جاتا ہے اور ان احادیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے ان پر اس روزہ کی قضاء واجب ہو جاتی ہے۔

پھر امام طحاوی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ہم روزہ دار کے لیے فصد لگوانے کو اس لیے مکروہ کہتے ہیں کہ اس سے اس پر بہت زیادہ ضعف طاری ہو جائے گا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

جس سے یہ خطرہ ہوگا کہ کمزوری کی وجہ سے اس کو روزہ توڑنا پڑے گا۔

اور روزہ میں فصد لگوانے کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فصد لگوائی اور آپ مُحرِم (صاحب احرام) اور روزہ دار تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۳۸۔ ۱۸۳۵' صحیح مسلم: ۱۲۰۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۳۵' سنن ترمذی: ۷۷۵' سنن نسائی: ۲۸۴۳)

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۶۳۔ ۱۵۶ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مذکورہ جوابات کے علاوہ ان احادیث کے جواب یہ ہیں:

جس روزہ دار نے فصد لگوائی ہے' اس کا روزہ اس وجہ سے ٹوٹ جائے گا کہ زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے ہوسکتا ہے اس پر اتنی نقاہت اور غشی طاری ہو جائے کہ اس کو روزہ توڑنا پڑے اور جس نے فصد لگائی ہے' ہوسکتا ہے کہ خون چوستے وقت کچھ خون اس کے پیٹ میں چلا جائے اور اس کا روزہ ٹوٹ جائے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ پرانا طریقہ تھا کہ جسم کے کسی حصہ میں سینگ چبھو کر چوستے تھے اور اس کی رگ سے خون نکل آتا تھا۔ موجودہ دور میں سرنج کے ذریعہ خون نکالا جاتا ہے جس میں اب یہ احتمال بالکل نہیں ہے کہ خون پیٹ میں چلا جائے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس شام کے وقت گزرے تھے جب ان کے روزہ افطار کرنے کا وقت آگیا تھا تو آپ نے فرمایا: فصد لگوانے والے اور فصد لگانے والے دونوں کا روزہ افطار ہو گیا' یعنی ان کے افطار کرنے کا وقت آ گیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ ان دونوں کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ صحیح البخاری: ۱۹۳۸' سے ان شاء اللہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۶۔ ۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

وَقَالَ لِیْ عَیَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی قَالَ حَدَّثَنَا یُوْنُسُ، عَنِ الْحَسَنِ مِثْلَهٗ. فَقِیْلَ لَهٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ.

اور مجھ سے عیاش نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حسن بصری سے اس کی مثل حدیث روایت کی ان سے کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر کہا: اللہ ہی جانتا ہے!

یعنی حسن بصری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ فصد لگانے والے اور فصد لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

تعلیق مذکور میں حسن بصری کی جس روایت کا ذکر ہے وہ مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۵ اور ۹۳۹۷ پر مذکور ہے۔

۱۹۳۸ - حَدَّثَنَا مُعَلَّی بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَیْبٌ، عَنْ اَیُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّی بن اسد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور آپ مُحرِم تھے اور آپ نے فصد لگوائی اور آپ روزہ دار تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۳۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور اس وقت آپ روزہ دار تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۴۰ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِیَّ یَسْاَلُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ؟ قَالَ لَا، اِلَّا مِنْ اَجْلِ الضَّعْفِ. وَزَادَ شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ثابت البنانی سے سنا وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کر رہے تھے: کیا آپ لوگ روزہ دار کے لیے فصد لگوانے کو مکروہ کہتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! مگر ضعف کی وجہ سے اور شبابہ نے یہ اضافہ کیا کہ ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں۔

اس کی شرح تعلیقات میں گزر چکی ہے۔

۳۳ - بَابُ الصَّوْمِ فِی السَّفَرِ وَالْاِفْطَارِ

سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا دونوں مباح ہیں اور مکلف کو اس میں اختیار ہے خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان۔

Marfat.com

۱۹۴۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ اَبِي اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ لِرَجُلٍ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِيْ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلشَّمْسُ! قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِيْ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلشَّمْسُ! قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِيْ. فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فَشَرِبَ، ثُمَّ رَمٰى بِيَدِهٖ هَا هُنَا، ثُمَّ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ اَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ. تَابَعَهُ جَرِيْرٌ وَّاَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ ابْنِ اَبِي اَوْفٰى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ.

[اطراف الحدیث: ۱۹۵۵-۱۹۵۶-۱۹۵۸-۵۲۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق شیبانی کہ انہوں نے حضرت ابن ابواوفی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے' آپ نے ایک شخص سے فرمایا: (سواری سے) اترو اور میرے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! (ابھی) سورج (ہے)' آپ نے فرمایا: اترو اور میرے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! (ابھی) سورج (ہے)' آپ نے فرمایا: اترو اور میرے لیے ستو گھولو' پس اس نے اتر کر ستو گھولے' آپ نے ستو پئے' پھر اس طرف ہاتھ مار کر فرمایا: جب تم رات کو اس طرف سے آتے ہوئے دیکھو تو روزہ دار کے روزہ کے افطار کا وقت ہو گیا۔ سفیان کی جریر نے اور ابوبکر بن عیاش نے متابعت کی ہے' از الشیبانی از حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۰۱' الرقم المسلسل: ۲۴۴۸' سنن ابوداؤد: ۲۳۵۲' مصنف عبد الرزاق: ۷۵۹۴' مسند الحمیدی: ۷۱۴' سنن کبریٰ: ۳۳۱۱' صحیح ابن حبان: ۳۵۱۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۳۹۹۔ ج ۳۲ ص ۱۴۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ بن جعفر' جن کو ابن المدینی کہا جاتا ہے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ابواسحاق الشیبانی' ان کا نام سلیمان بن ابی سلیمان ہے اور ابوسلیمان کا نام فیروز شیبانی ہے' ان کی نسبت شیبان بن ذھل کی طرف ہے (۴) حضرت عبداللہ بن ابواوفی' ان کا نام علقمہ الاسلمی رضی اللہ عنہ ہے' یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۹)

اس حدیث کی مطابقت عنوان کے جزء اوّل کے ساتھ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا ہوا تھا۔

سفر میں روزہ رکھنے یا روزہ چھوڑنے کے متعلق اختلافِ فقہاء اور روزہ کے افطار کا وقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنے کی بہ نسبت روزہ رکھنا افضل ہے جب کہ وہ سفر رمضان کے مہینہ میں ہو' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت ابن عباس' حضرت انس اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم اور سعید بن المسیب' عطاء' سعید بن جبیر' حسن بصری' نخعی' مجاہد' اوزاعی اور لیث یہ کہتے ہیں کہ سفر کرنے والے کو اختیار ہے خواہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے' اور عمر بن عبد العزیز' شعبی' قتادہ' محمد بن علی اور امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنا افضل ہے اور اسود بن یزید' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے' التوضیح میں مذکور ہے کہ امام مالک' امام شافعی اور ان کے اصحاب کا اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے' حضرت عثمان بن ابی العاص اور حضرت انس بن مالک کا بھی یہی قول ہے' حضرت عمر' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' اگر کسی نے سفر میں روزہ رکھا تو

Marfat.com

اس پر واجب ہے کہ وہ حضر میں اس کی قضاء کرے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: سفر میں روزہ رکھنے والا اس شخص کی مثل ہے جو حضر میں روزہ چھوڑ دے' اہل الظاہر (غیر مقلدین) کا بھی یہی قول ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' قیس بن عباد' ابوالاسود' ابن سیرین' حضرت ابن عمر اور ان کے بیٹے سالم' عمرو بن میمون اور حضرت ابووائل سفر میں روزہ رکھتے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے حضر میں رمضان کا مہینہ پایا' پھر اس نے سفر کیا تو اس پر روزہ رکھنا لازم ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرہ:۱۸۵) سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے۔

نیز اس حدیث میں روزہ کے وقت کی انتہاء کا بیان ہے' الاستذکار میں علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جب مغرب کا وقت شروع ہو جائے تو روزہ دار کے روزہ کے افطار کا وقت آ گیا' خواہ اس کا روزہ فرض ہو یا نفل اور اس پر بھی اجماع ہے کہ مغرب کی نماز کا وقت' رات کے ایک جز میں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ. (البقرہ:۱۸۷) پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو۔

علامہ رافعی نے کہا ہے کہ جب تک روزہ دار کو سورج کے غروب ہونے کا یقین نہ ہو' اس وقت تک روزہ افطار نہ کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ دار کے لیے رات کے ایک جز تک ٹھہرنا واجب نہیں ہے بلکہ جب اس کے نزدیک سورج کا غروب ہونا محقق ہو جائے' وہ روزہ افطار کر لے۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ص ۶۲-۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۴۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ حَمْزَةَ ابْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ، قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ. [طرف الحدیث: ۱۹۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں مسلسل روزہ رکھتا ہوں۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن مسرہد (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن زبیر بن العوام (۵) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا (۶) حمزہ بن عمرو الاسلمی ابوصالح' ایک قول ابومحمد ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ص ۶۳)

اس باب کا عنوان ہے: سفر میں روزے رکھنا' اور اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ جو شخص مسلسل روزے رکھے گا' وہ سفر میں بھی روزے رکھے گا۔

حدیث مذکور کا صوم دھر کی ممانعت سے تعارض کا جواب

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ان فقہاء کا رد ہوتا ہے جو صوم الدھر (ہمیشہ روزے رکھنا) کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی نے یہ خبر دی کہ وہ مسلسل روزے رکھتے ہیں تو آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا' بلکہ آپ نے ان کو سفر میں روزے رکھنے کی اجازت دی اور جب سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے تو حضر میں روزہ رکھنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا۔ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ مسلسل روزہ رکھنا ہمیشہ روزے رکھنے کے بغیر بھی صادق آتا ہے' لہٰذا یہ صوم دھر کی کراہت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا تھا' سو یہ حدیث اس ممانعت سے معارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو ان کے ضعف کی وجہ سے مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا تھا' لہٰذا یہ حدیث اس کے معارض نہیں ہے کیونکہ حضرت حمزہ اسلمی کو مسلسل روزے رکھنے کی قوت اور طاقت تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۴۔ ۶۳' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَاَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ وَكَانَ كَثِيرَ الصِّيَامِ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: کیا میں سفر میں بھی روزے رکھوں؟ اور وہ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے' آپ نے فرمایا: تم چاہو تو (سفر میں) روزہ رکھو اور تم چاہو تو (سفر میں) روزہ چھوڑ دو۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۹۴۲ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

۳۴ - بَابٌ اِذَا صَامَ اَيَّامًا مِّنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

جب رمضان میں کئی روزے رکھے' پھر سفر کیا

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے رمضان کے کئی ایام روزے رکھے' پھر اس نے سفر کیا تو آیا اس کے لیے سفر میں روزہ چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے اس عنوان میں اس سوال کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے لیے بھی سفر میں روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

حدیث مذکور کے عنوان کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس پر حضر میں رمضان کا چاند طلوع ہو گیا' پھر اس کے بعد اس نے سفر کیا تو اس کے لیے سفر میں روزہ چھوڑنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرہ:۱۸۵) سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو' وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے۔

اور اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان کے بعد سفر کرے اور جس پر رمضان کا چاند طلوع ہو چکا ہو' ان کے سفر میں کوئی فرق نہیں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" کو اس سے متصل آیت نے منسوخ کر دیا ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ. (البقرہ:۱۸۵) اور جو مریض یا مسافر ہو (اور روزے نہ رکھے) تو وہ دوسرے دنوں سے (مطلوبہ) عدد پورا کرے۔

Marfat.com

پھر امام بخاری نے جمہور کے مؤقف پر اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۴۵ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہم متعدد مرتبہ اس قائل کی اس قسم کی عبارت کا رد کر چکے ہیں کہ اشارہ تو صرف حاضرین (محسوس مُبصر) کی طرف کیا جاتا ہے' یہاں پر کون سے حاضرین تھے جن کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے اور اس قائل کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ امام بخاری' حضرت علی کی مذکور الصدر روایت پر مطلع ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے اس باب کے عنوان سے اس روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا اور اگر بالفرض ہم یہ مان لیں کہ امام بخاری' حضرت علی کی اس روایت پر مطلع تھے تو بھی یہ کیسے لازم آیا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۵ - ۶۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے حضرت علی کی طرف منسوب روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' اس پر علامہ عینی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اشارہ تو ناظرین کی طرف یعنی محسوس مُبصر کی طرف ہوتا ہے اور حدیث کے عنوان سے ایک روایت کو رد کرنا یہ تو معنوی امر ہے' اس کی طرف اشارہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اشارہ کا لغوی یا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنی مراد ہے یعنی امام بخاری نے صراحتہً اس روایت کا رد نہیں کیا اور یہ نہیں کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے بلکہ اس روایت کے خلاف عنوان قائم کیا' جس سے پتا چلا کہ یہ روایت ضعیف ہے ورنہ امام بخاری اس کے خلاف عنوان قائم نہ کرتے اور ایسے مواقع پر کہا جاتا ہے کہ ماتن نے اس عبارت سے یہ اشارہ کیا ہے اور اس طرح کی عبارت اکثر شروع میں ہوتی ہے۔ خود علامہ عینی کی بھی اس طرح کی عبارت ہے اور وہ یہ ہے:

امام بخاری نے ایک تعلیق میں کہا ہے: ایک سے زیادہ صحابہ نے یہ مرفوعاً روایت کی ہے کہ فصد لگانے والے کا اور جس کو فصد لگائی جائے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ اس تعلیق کی شرح میں علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ حسن بصری نے صحابہ کی ایک جماعت سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ فصد لگانے والے اور جس کو فصد لگائی گئی ہے اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور یہ صحابہ حضرت ابوہریرہ' حضرت ثوبان اور حضرت معقل بن یسار وغیرہ ہیں' رضی اللہ عنہم۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اب کیا علامہ عینی اپنے اوپر بھی یہ اعتراض کریں گے کہ اشارہ تو ناظرین کی طرف اور محسوس مبصر کی طرف ہوتا ہے اور علامہ عینی نے جو یہ بتایا ہے کہ اس تعلیق کو لانے سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث متعدد صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی ہے یہ ایک امر معنوی ہے' کوئی محسوس مبصر چیز نہیں ہے' اس کی طرف نہ اشارہ لغوی معنی میں صحیح ہے نہ اصطلاحی معنی میں' بلکہ یہاں پر اشارہ کا مجازی معنی مراد ہے کہ امام بخاری نے صراحتہً ان متعدد روایات کا ذکر نہیں کیا بلکہ ان روایات کی طرف اپنی تعلیق سے اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح علامہ عینی کا دوسرا اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کہ حافظ ابن حجر کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ امام بخاری' حضرت علی کی اس روایت پر مطلع تھے حتیٰ کہ انہوں نے اس روایت کے خلاف عنوان قائم کر کے اس کے رد کی طرف اشارہ کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری بہت عظیم محدث تھے' ان کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ متحضر تھیں اور تین لاکھ احادیث غیر صحیحہ متحضر تھیں' اس بناء پر سمجھا جا سکتا ہے کہ

Marfat.com

حضرت علی کی طرف منسوب یہ ضعیف روایت بھی ان کو مستحضر تھی اور انہوں نے اس روایت کے خلاف عنوان قائم کر کے اس کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ جو شخص رمضان کا چاند دیکھ لے وہ اس کے بعد سفر کرے تو روزہ نہ چھوڑے اور امام بخاری نے عنوان میں یہ لکھا ہے: "جس نے رمضان میں کئی روزے رکھے پھر سفر کیا" اور اس کے بعد یہ حدیث لا کر یہ ثابت کیا کہ وہ اس سفر میں روزہ چھوڑ سکتا ہے۔

ہم علامہ عینی کے محب اور ان کے حامی ہیں اور حتی الامکان ان کا دفاع کرتے ہیں لیکن ان کی محبت ہمیں حق سے عدول اور تجاوز پر نہیں اُبھار سکتی' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا. کسی قوم کی عداوت تمہیں بے انصافی پر نہ اُبھارے۔

(المائدہ:۸)

اس لیے اس بحث میں ہم علامہ عینی کی تائید اور نصرت سے قاصر رہے' اس حدیث کے عنوان کی شرح کے بعد' اب ہم اس کی حدیث کا ذکر کر رہے ہیں:

١٩٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ' حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيْدَ اَفْطَرَ' فَاَفْطَرَ النَّاسُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْكَدِيْدُ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں مکہ کی طرف گئے تو آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ جب آپ مقام کدید پر پہنچے تو آپ نے روزہ چھوڑ دیا اور لوگوں نے (بھی) روزہ چھوڑ دیا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: "الکدید" عسفان اور قدید کے درمیان پانی کا ایک چشمہ ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۹۴۸-۲۹۵۳-۴۲۷۵-۴۲۷۶-۴۲۷۷-۴۲۷۸-۴۲۷۹] (صحیح مسلم: ۱۱۱۳' الرقم المسلسل: ۲۴۹۳' سنن نسائی: ۲۳۰۹' المعجم الکبیر: ۱۰۹۴۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۹۹۴- ج ۵ ص ۱۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن رمضان کے روزے رکھے' پھر مکہ کا سفر کیا اور اس میں روزہ رکھا۔

سفر میں روزہ کھولنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا اور اس میں ان علماء کا رد ہے جو سفر میں روزہ جائز نہیں قرار دیتے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ سفر میں روزہ کھولنا مباح ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ دار سفر میں دن کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد روزہ کھول سکتا ہے۔

امام مالک نے کہا: جو شخص سفر میں دن میں روزہ کھول لے' اس پر صرف روزہ کی قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے' امام ابوحنیفہ

شافعی' داؤد' طبری اور اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سفر میں روزہ کھولنے کی مفصل روایت

صحیح بخاری کی مذکور الصدر روایت میں اختصار ہے' صحیح مسلم اور مسند احمد میں اس روایت کی تفصیل ہے:

صحیح مسلم کی روایت اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں سفر کیا' پس آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ آپ مقامِ عسفان پر پہنچ گئے' پھر آپ نے برتن منگایا جس میں مشروب تھا' آپ نے وہ مشروب دن میں اس طرح پیا کہ لوگ دیکھ لیں' پھر آپ نے روزہ چھوڑ دیا حتیٰ کہ آپ مکہ میں داخل ہو گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ چھوڑا بھی ہے' سو جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ چھوڑ دے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۱۳' الرقم المسلسل: ۲۴۹۷' صحیح البخاری: ۱۹۴۸' سنن ابوداؤد: ۲۴۰۴' سنن نسائی: ۲۲۸۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۵ طبع قدیم' الرقم المسلسل: ۲۹۹۴۔ ج ۵ ص ۷۱۳' موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ کی طرف گئے' پس آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ کراع الغمیم (ایک مقام) میں پہنچ گئے' پس لوگوں نے بھی روزہ رکھ لیا' پھر آپ نے پانی منگا کر اس کو اوپر اٹھایا حتیٰ کہ لوگوں نے اس کو دیکھ لیا' پھر آپ نے پانی پی لیا' پھر اس کے بعد آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگوں نے اپنے روزہ کو برقرار رکھا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: وہ نافرمان ہیں' وہ نافرمان ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۱۱۴' الرقم المسلسل: ۲۴۹۹' سنن ترمذی: ۷۱۰' سنن نسائی: ۲۲۵۹' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۴)

سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا اختلاف اور مذاہبِ فقہاء

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے' بعض اہل علم صحابہ اور فقہاء تابعین نے کہا ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنا افضل ہے' حتیٰ کہ بعض نے یہ کہا ہے کہ جو سفر میں روزہ رکھے وہ اس روزہ کو دوبارہ رکھے' امام احمد اور اسحاق کا مختار ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑ دے اور بعض دوسرے اہل علم صحابہ اور تابعین نے یہ کہا ہے کہ اگر قوت ہو تو سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے اور اگر اس نے روزہ چھوڑا تو یہ بھی مستحسن ہے' یہ سفیان ثوری' امام مالک بن انس اور عبد اللہ بن المبارک کا مذہب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: یہ لوگ نافرمان ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دل نے اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہیں کیا تھا' لیکن جس کا یہ اعتقاد تھا کہ روزہ افطار کرنا مباح ہے اور اس کو روزہ کی قوت تھی' اس لیے اس نے روزہ رکھ لیا تو وہ میرے نزدیک بہت عمدہ ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۱۷۔ ۳۱۶' دار المعرفۃ بیروت)

امام ترمذی نے مذاہب فقہاء میں امام ابوحنیفہ کا مذہب نہیں بیان کیا حالانکہ ان کا بھی وہی مذہب ہے جس کو انہوں نے آخر میں بیان کیا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۰۰۔ ج ۳ ص ۱۰۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
(۱) سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں مذاہب (۲) مسلسل نفلی روزوں کا حکم۔

۳۵ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کے تحت حدیث ذکر کی ہے لیکن اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور ایسی صورت میں یہ باب' باب

سابق کے ساتھ ملحق ہوتا ہے۔

١٩٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ ابْنِ جَابِرٍ أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِي يَوْمٍ حَارٍّ، حَتّٰى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، وَمَا فِينَا صَائِمٌ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنِ رَوَاحَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن یزید بن جابر کہ ان کو اسماعیل بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی از ام الدرداء از ابو الدرداء رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ ہم کسی سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے وہ سخت گرم دن تھا حتیٰ کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے ایک آدمی اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیتا تھا اور ہم میں سے کوئی شخص روزہ دار نہیں تھا سوائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابن رواحہ کے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۲۲، الرقم المسلسل: ۲۵۱۹، سنن ابوداؤد: ۲۴۰۹، سنن ابن ماجہ: ۱۶۶۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۴۵، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۶۹۸۔ ج ۳۶ ص ۳۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) یحییٰ بن حمزہ الدمشقی متوفی ۱۸۳ھ (۳) عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر الشامی یہ ۱۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ام الدرداء صغریٰ ان کا نام ہجیمہ ہے یہ تابعیہ ہیں اور حضرت ام الدرداء کبریٰ ان کا نام خیرہ ہے اور یہ صحابیہ ہیں اور یہ دونوں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی بیویاں ہیں، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ابن مندہ اور ابونعیم نے ان دونوں کو ایک قرار دیا ہے اور اس طرح نہیں ہے اور ابومسہر نے بھی کہا ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں، اور صحیح وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے (۵) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ، ان کا نام عویمر بن مالک انصاری خزرجی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۶)

سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا، دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ گرمی کے دنوں کے کسی سفر میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن رواحہ روزے سے تھے اور باقی صحابہ میں سے کسی کا روزہ نہیں تھا، پس اگر رمضان کے مہینہ میں سفر کرنے والوں کا روزہ کو چھوڑنا جائز نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ چھوڑنے پر ان کو برقرار نہ رکھتے اور نہ اس کو جائز قرار دیتے۔

حدیث سابق میں اور اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے، جو کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور سفر میں روزہ چھوڑنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے اور عزیمت ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی شدید گرمی کے دن میں روزہ رکھا تھا اگر سفر میں روزہ نہ رکھنا عزیمت ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی شدید گرمی میں روزے کی مشقت نہ اٹھاتے، آپ کا ارادہ صرف یہ تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا آپ کی سنت ہو جائے تاکہ آپ کی امت اس کی اقتداء کرے۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں اس لیے روزہ چھوڑا تھا کہ تم پر آسانی ہو، پس جس کے لیے سفر میں روزہ رکھنا آسان ہو وہ سفر میں روزہ رکھے اور جس کے لیے سفر میں روزہ چھوڑنا آسان ہو وہ سفر میں روزہ چھوڑ دے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر میں روزہ چھوڑنے کو سفر میں روزہ رکھنے کے لیے ناسخ نہیں قرار دیا بلکہ یہ کہا کہ آپ نے

Marfat.com

سفر میں روزہ چھوڑنا صرف اپنی امت کی آسانی کے لیے تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۲۶۔ ج ۳ ص ۱۱۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① سفر میں روزہ رکھنے یا روزہ نہ رکھنے کے بارے میں مذاہب ② مسلسل نفلی روزوں کا حکم۔

۳۶ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ

جس شخص کے اوپر گرمی کی شدت سے سایا کیا گیا اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: سفر میں روزہ رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے

اس باب کے عنوان میں ''بر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اطاعت اور عبادت اور اس ارشاد سے آپ کی مراد یہ ہے کہ گرمی کے سفر میں اس قدر مشقت اٹھا کر روزہ رکھنا کوئی نیک کام اور عبادت نہیں ہے۔

۱۹۴۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَرَاٰى زِحَامًا وَّرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ مَا هٰذَا؟ فَقَالُوْا صَائِمٌ. فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد الرحمان انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی سے سنا از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سفر میں لوگوں کی بھیڑ دیکھی' اس میں ایک شخص کے اوپر سایا کیا ہوا تھا' آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ روزہ دار ہے! تو آپ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۱۵' الرقم المسلسل: ۲۵۰۱' سنن ابوداؤد: ۲۴۰۷' سنن نسائی: ۲۲۵۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۱۷' صحیح ابن حبان: ۳۵۵۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۲۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۴۲' سنن دارمی: ۱۷۰۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۹۳۔ ج ۲۲ ص ۱۰۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے مختلف محامل کہ سفر میں روزہ رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض اہل الظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ جب سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا گناہ ہے۔

امام ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر فتح مکہ کے موقع پر مکہ کی طرف تھا۔

صاحب التلویح نے کہا ہے کہ جس روزہ دار کے اوپر سایا کیا ہوا تھا' اس کا نام ابو اسرائیل تھا' یہ تقشف پسند تھے' یعنی مشکل اور پُرمشقت عبادات کو پسند کرنے والے تھے۔ کتاب الحج میں ان کے متعلق ایک حدیث گزر چکی ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا: اس حدیث میں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے' وہ اسی شخص ابو اسرائیل کے متعلق فرمایا تھا۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کسی انسان کو سفر میں اتنی مشقت اٹھا کر روزہ نہیں رکھنا چاہیے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو روزہ چھوڑنے کی بھی رخصت دی ہے' رہا سفر میں روزہ رکھنا گناہ نہیں ہے جیسا کہ بعض اہل ظاہر نے کہا ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر کی شدید گرمی میں روزہ رکھا ہے' اگر

Marfat.com

یہ گناہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ گناہ سے دور رہنے والے تھے' اس حدیث کا دوسرا معنی یہ ہے کہ کبھی سفر میں روزہ چھوڑنا زیادہ بڑی نیکی ہوتا ہے تاکہ حج اور عمرہ کرنے اور جہاد کرنے کی قوت برقرار رہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا ان نیک کاموں میں سے نہیں ہے' جن کا کرنا واجب ہے۔

جس عبادت کی اس امت کو طاقت نہیں ہے' اس عبادت کو اس امت سے اٹھالیا گیا ہے

اس حدیث میں تاویل کی اس لیے ضرورت ہے کہ قاعدہ شرعیہ یہ ہے کہ جس عبادت کی اس امت کو طاقت نہیں ہے' اس امت سے اس عبادت کو اٹھالیا گیا ہے' لہٰذا مریض سے اور جس کو روزہ کی مشقت کو برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو' اس سے روزہ اٹھالیا گیا ہے اور جس کو روزہ رکھنے سے اپنی جان کے تلف ہونے کا خطرہ ہو' اس کے لیے روزہ رکھنا ممنوع ہے اور صحیح مسلم کی حدیث میں آپ نے جن لوگوں کے متعلق فرمایا تھا: یہ نافرمان ہیں' ان سے مراد اسی طرح کے لوگ ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنے کی احادیث اور روزہ چھوڑنے کی احادیث میں تعارض نہیں ہے' جن لوگوں کا حال حضرت ابو اسرائیل کی طرح ہو' جو سفر میں روزہ رکھ کر گرمی کی شدت سے بے ہوش ہو گئے تھے' ان کے لیے سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے اور جو لوگ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ کی طرح ہوں' جن کو سفر میں روزہ رکھنے کی قوت تھی' ان کے لیے سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے۔

اس قاعدہ کی تاکید اس حدیث سے ہوتی ہے:

عمرو بن امیہ الضمری بیان کرتے ہیں کہ میں کسی سفر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' آپ نے فرمایا: اے ابوامیہ! ناشتہ کا انتظار کرو' میں نے کہا: میں روزہ دار ہوں' آپ نے فرمایا: میرے قریب آؤ' حتیٰ کہ میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اللہ عزوجل نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز معاف کر دی ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۶۵-۲۲۶۴-۲۲۶۳)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے اس حدیث میں مسافر سے جس روزہ کے معاف کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ روزہ ہو' جس کا رکھنا فرض ہو یا ضروری ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۷۰-۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جائے تو اس پر فرشتے صلوٰۃ پڑھتے ہیں

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص نفلی روزہ رکھے ہوئے کسی شخص سے ملنے جاتا ہے اور جس سے ملنے جاتا ہے' وہ کھانا کھا رہا ہوتا ہے یا کسی شخص نے رمضان کا فرض روزہ رکھا ہوتا ہے اور جس سے وہ ملنے جاتا ہے' وہ اپنے دائمی مرض یا بڑھاپے یا کسی اور شرعی عذر کی وجہ سے کھانا کھا رہا ہوتا ہے' ہر چند کہ وہ رمضان کے احترام کی وجہ سے سرعام نہیں کھاتا' اپنے گھر میں کھاتا ہے' ایسی صورت حال کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' آپ کے قریب طعام لایا گیا' آپ کے ساتھ جو لوگ تھے ان میں سے بعض کا روزہ تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جائے تو فرشتے اس پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں' یعنی اس کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۷۸۶-۷۸۵-۷۸۴' سنن نسائی: ۳۲۶۸-۳۲۶۷' سنن ابن ماجہ: ۱۷۴۸' الاحاد والمثانی: ۳۳۰۷' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۹' شرح السنہ: ۸۷۲' صحیح ابن حبان: ۳۴۳۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۴۰-۲۱۳۹' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۰۸' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۶۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ جب روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے تو اس کے تمام جوڑ تسبیح کرتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۶۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: جب روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے تو فرشتے اس پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۱۰ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۶۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۰۸۔ ج ۳ ص ۱۱۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۷ - بَابٌ لَّمْ يَعِبْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب روزہ رکھنے اور چھوڑنے میں ایک دوسرے کی مذمت نہیں کرتے تھے

اس عنوان سے سفر میں روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے پر ایک دوسرے کی مذمت نہ کرنا مراد ہے۔

۱۹۴۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ' عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ' وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ.

(صحیح مسلم: ۱۱۱۸' الرقم المسلسل: ۲۵۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے تو روزہ رکھنے والا روزہ چھوڑنے والے کی مذمت نہیں کرتا تھا اور روزہ چھوڑنے والا روزہ رکھنے والے کی مذمت نہیں کرتا تھا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۱۱۔ ج ۳ ص ۱۱۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۸ - بَابُ مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

جس نے سفر میں روزہ کھولا تا کہ لوگ دیکھ لیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے سفر میں اس لیے روزہ کھولا تا کہ لوگ اس کو دیکھ لیں اور اس کی اتباع کرتے ہوئے وہ بھی اپنے روزے کھول لیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ کھولنے کی افضلیت صرف اس کے ساتھ خاص نہیں ہے جس کو روزہ رکھنے میں مشقت ہو یا جس شخص کو اپنے نفس پر تکبر اور ریاء کا خطرہ ہو یا جو چاہتا ہو کہ لوگ روزہ کھولنے میں اس کی اتباع کریں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے وقت میں روزہ افطار کیا تا کہ آپ کو دیکھ کر لوگ بھی آپ کی اقتداء میں روزہ افطار کریں' آپ نے روزہ اس لیے وقت سے پہلے افطار کرلیا کہ مسلمانوں کو گرمی کے پُر مشقت سفر میں روزے سے ضرر ہو رہا تھا تو آپ نے ان کے ساتھ نرمی اور آسانی کا ارادہ کیا اور اس آیت پر عمل کیا:

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ. اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے' اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (البقرہ: ۱۸۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنے کا حکم' اس کی اپنے بندوں پر آسانی اور نرمی ہے' پس جس نے اللہ کی رخصت کو اختیار کیا اور سفر میں یا مرض میں روزہ چھوڑ دیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا نہیں ہے اور جس نے روزہ رکھنے کو اختیار کیا تو اس نے افضل پر عمل کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا ہے۔

۱۹۴۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

Marfat.com

أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ، فَرَفَعَهُ إِلَى يَدَيْهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ، فَأَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ، وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ. فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدْ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے، پس آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ آپ مقام عُسفان پر پہنچے، پھر آپ نے پانی منگایا، پھر اس کو اپنے ہاتھوں پر رکھ کر اس قدر اونچا کیا کہ لوگ دیکھ لیں، پس آپ نے روزہ کھول لیا، حتیٰ کہ آپ مکہ میں پہنچ گئے اور یہ رمضان کا واقعہ ہے، لہٰذا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ چھوڑا بھی ہے، پس جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ افطار کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۹ - بَابٌ ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ (البقرة: ۱۸۴)

اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر روزہ کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ (البقرہ: ۱۸۴)

اس باب میں البقرہ: ۱۸۴ کا حکم بیان فرمایا ہے، یعنی جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں ان کے لیے روزہ چھوڑنے کا کوئی عذر نہیں ہے، ایک مسکین کے طعام کا فدیہ، نصف صاع (دو کلو) گندم ہے، یا کھجور اور کشمش وغیرہ سے ایک صاع ہے یعنی چار کلو، ابتداء اسلام میں جب ان پر روزے فرض کیے گئے تھے اور روزے ان پر دشوار ہوئے تو ان کو یہ رخصت دے دی کہ وہ روزہ چھوڑ دیں اور اس کا فدیہ دے دیں۔

حضرت معاذ نے کہا: یہ ابتداء اسلام میں تھا، جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا روزہ چھوڑ دیتا اور روزہ کے عوض ایک دن ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا حتیٰ کہ اس کے بعد جو آیت نازل ہوئی اس نے اس رخصت کو منسوخ کر دیا، اور وہ آیت البقرہ: ۱۸۵ ہے۔

اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ رخصت ان بوڑھے مردوں اور عورتوں کے لیے ہے، جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، ان کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دیں اور روزہ کا فدیہ دے دیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ جو لوگ دائمی مرض مثلاً ذیابیطس، بلند فشار خون یا دمہ (Ashtyma) وغیرہ میں مبتلا ہوں اور ان کو روزہ رکھنے میں دشواری ہو وہ بھی اسی حکم میں شامل ہیں۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ نَسَخَتْهَا ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (البقرة: ۱۸۵).

حضرت ابن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم نے کہا: اس آیت (البقرہ: ۱۸۴) کو اس کے بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا، اور وہ یہ ہے: رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، لوگوں کو ہدایت دینے والا اور روشن دلیلیں ہدایت دینے والیں اور حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والیں، سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے، اور جو مریض یا مسافر ہو (اور روزے نہ رکھے) تو وہ دوسرے دنوں سے (مطلوبہ)

عدد پورا کرے' اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا اور تا کہ تم (مطلوبہ) عدد پورا کرو اور اللہ کی کبریائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تا کہ تم شکر ادا کروO (البقرہ:۱۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ اس آیت نے البقرہ: ۱۸۴ کو منسوخ کر دیا یعنی جو لوگ روزہ رکھنے کی طاعت رکھتے ہیں اور ان کے لیے روزہ چھوڑنے کا کوئی عذر نہیں ہے' وہ ایک مسکین کے طعام کا فدیہ دیں۔

اس آیت (البقرہ: ۱۸۴) کے متعلق متقدمین میں اختلاف ہے' حضرت سلمہ' حضرت ابن عمر اور حضرت معاذ کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ آیت محکمہ ہے' یعنی منسوخ نہیں ہے اور یہ آیت صرف بہت بوڑھے شخص اور دائمی مریض کے متعلق ہے' جن پر اپنے بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے روزہ رکھنا دشوار ہو' ان کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور وہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو طعام کھلا دیں' یہ حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ فقہاء میں سے سعید بن جبیر' طاؤس' امام ابوحنیفہ' ثوری' اوزاعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے' امام مالک نے کہا: اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے' کیونکہ اگر اس نے اپنے عجز کی وجہ سے روزہ کو ترک کیا ہے تو اس پر فدیہ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ کسی نے اس مرض کی وجہ سے روزہ ترک کیا' جو موت کے ساتھ متصل ہو۔ ربیعہ' داؤد اور ابوثور کا یہی مذہب ہے' امام شافعی اور امام طحاوی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں' قول جدید یہ ہے کہ وہ فدیہ دے گا۔

وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي لَيْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ رَمَضَانُ' فَشَقَّ عَلَيْهِمْ' فَكَانَ مَنْ اَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُّطِيْقُهٗ' وَرُخِّصَ لَهُمْ فِي ذٰلِكَ' فَنَسَخَتْهَا ﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (البقرہ:۱۸۴) فَاُمِرُوْا بِالصَّوْمِ.

اور ابن نمیر نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے حدیث بیان کی کہ رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو مسلمانوں پر یہ حکم دشوار ہوا تو بعض لوگ جن کو روزہ رکھنے کی طاقت تھی' وہ روزہ چھوڑ دیتے اور اس کے عوض ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے اور ان کو اس کی رخصت دی گئی تھی' پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا کہ ''تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے'' (البقرہ:۱۸۴) پھر ان کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

لوگ مدینہ میں آئے اور ان کو پہلے روزہ رکھنے کا علم نہیں تھا' وہ ہر ماہ کے تین روزے رکھتے تھے حتیٰ کہ رمضان کے مہینہ کی آیت نازل ہوگئی تو انہوں نے ان روزوں کو زیادہ سمجھا اور ان پر روزے دشوار ہوئے تو جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت تھی تو وہ ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے تھے' ان کو اس کی رخصت دی گئی تھی' پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا کہ:

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO　اور اگر تمہیں علم ہو تو روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہےO

(البقرہ:۱۸۴)

پھر ان لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۰' نشر السنۃ' ملتان)

۱۹۴۹ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَرَأَ ﴿فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾. (البقرہ:۱۸٤) قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ. [طرف الحدیث:۴۵۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے یہ آیت پڑھی: فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے(البقرہ: ۱۸۴) انہوں نے کہا: یہ آیت منسوخ ہے۔

امام بخاری اس روایت میں منفرد ہیں۔

علامہ عینی کا دوبارہ لفظ اشارہ لکھنا' جس پر انہوں نے حافظ ابن حجر پر اعتراض کیا تھا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس روایت سے اس تعلیق کے وصل کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو انہوں نے اس باب کے شروع میں ان الفاظ سے شروع کیا تھا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع نے کہا کہ اس آیت کو البقرہ: ۱۸۵ نے منسوخ کر دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی شرح میں علامہ عینی نے پھر اشارہ کا لفظ لکھا ہے حالانکہ اشارہ ناظرین اور محسوس مبصر کی طرف کیا جاتا ہے اور یہاں پر اشارہ کا لغوی معنی مراد ہے نہ اصطلاحی' علامہ عینی بھول گئے کہ شرح میں لفظ اشارہ لکھنے پر انہوں نے علامہ ابن حجر عسقلانی پر کیا اعتراض کیا تھا۔ بہر حال ان کی عبارت کی یہی توجیہ کی جائے گی کہ یہاں پر اشارہ کا مجازی معنی مراد ہے' کیونکہ امام بخاری نے پہلے حضرت ابن عمر کی روایت کو سند حذف کر کے بہ طور تعلیق لکھا' پھر بعد میں اسی روایت کو سند کے ساتھ بہ طور حدیث موصول لکھا اور اس سے اسی تعلیق کا متن مراد ہے' خواہ یوں کہا جائے: یہ اسی کی طرف اشارہ ہے یا کچھ اور کہا جائے۔

٤٠ - بَابٌ مَتٰى يُقْضٰى قَضَاءُ رَمَضَانَ
رمضان کے روزوں کی کب قضاء کی جائے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ رمضان کے جو روزے سفر میں یا بیماری میں قضاء ہو گئے تھے ان کو کب ادا کیا جائے' آیا یہ روزے مسلسل رکھے جائیں یا متفرق طور پر۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ اَنْ يُّفَرَّقَ' لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ (البقرہ:۱۸٤).

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر یہ روزے متفرق رکھے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا مسافر ہو اور وہ روزے نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں ان کا عدد پورا کرنا لازم ہے۔(البقرہ:۱۸۴)

اس تعلیق کی اصل میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام مالک اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ جس نے بیماری یا سفر کی وجہ سے رمضان کے روزے مسلسل چھوڑے ہوں' وہ ان کی قضاء میں مسلسل روزے رکھے۔

(موطا امام مالک' کتاب الصیام' باب:۱۷' حدیث:۴۵' ج ۱ ص ۹۷' المکتبۃ التوفیقیہ)

Marfat.com

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا رمضان کے روزوں کی قضاء میں اختلاف ہوا' ان میں سے ایک نے کہا: یہ روزے متفرق رکھے جائیں' اور دوسرے نے کہا: اس میں تفریق نہ کی جائے' مجھے نہیں معلوم کہ تفریق کا ان میں سے کس نے کہا تھا۔ (موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب:١٧' حدیث:٤٦)

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ سعید بن مسیب سے رمضان کے روزوں کی قضاء کے متعلق سوال کیا گیا تو سعید نے کہا: میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کو متفرق طور پر قضاء نہ کیا جائے اور یہ کہ ان کو مسلسل رکھا جائے۔

(موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب:١٧' حدیث:٤٨)

یحییٰ نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا' جس نے رمضان کے متفرق روزے قضاء کیے' اس پر ان روزوں کو دہرانا لازم نہیں ہے اور یہ روزے اس سے کفایت کر جائیں گے اور میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ وہ قضاء کے روزے مسلسل رکھے۔

(موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب:١٧۔ ج١ ص١٩٧' المکتبۃ التوفیقیہ)

وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ لَا يَصْلُحُ حَتّٰى يَبْدَاَ بِرَمَضَانَ.

اور سعید بن مسیب نے کہا کہ ذوالحج کے دس روزے (قضاء رمضان کی) صلاحیت نہیں رکھتے حتیٰ کہ رمضان سے ابتداء کرے۔

اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ جب سعید بن مسیب سے ذوالحج کے دس روزوں کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ قضاء رمضان کی صلاحیت نہیں رکھتے حتیٰ کہ پہلے قضاء رمضان کی ابتداء نہ کی جائے۔

اس تعلیق کے متعلق حسب ذیل آثار صحابہ ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذوالحج کے دس روزوں میں رمضان کے روزوں کی قضاء کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٩٦٠٨' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٩٥١٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس پر رمضان کے روزے قضاء ہوں وہ ان کو ذوالحج میں قضاء نہ کرے' کیونکہ وہ قربانی کا مہینہ ہے (یعنی یہ دس روزے تمتع کی قربانی کے عوض میں رکھے جاتے ہیں)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٩٦٠٩' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٩٥١٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پہلے فرض سے ابتداء کرو اور اگر تم ذوالحج کے دس روزوں میں ان کی قضاء کی نیت کر لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٩٦١٠' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٩٥١٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم اور ابن مسیب نے کہا: اگر ان دس روزوں میں قضاء رمضان کے روزے رکھ لیے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٩٦١٢۔٩٦١١' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٩٥١٩۔٩٥١٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ان آثار کا معنی یہ ہے کہ ذوالحج کے دس روزوں میں بھی رمضان کے قضاء روزے رکھنا جائز ہیں لیکن افضل یہ ہے کہ ذوالحج کے دس روزوں سے ابتداء کی جائے' اس کے بعد رمضان کے قضاء روزے رکھے جائیں۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ إِذَا فَرَّطَ حَتّٰى جَاءَ رَمَضَانُ اٰخَرُ يَصُوْمُهُمَا وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا.

اور ابراہیم نے کہا: جس شخص نے رمضان کے قضاء روزوں کو ادا کرنے میں تاخیر کی حتیٰ کہ دوسرا رمضان آ گیا تو وہ دونوں کے روزے رکھے اور ان کے نزدیک اس پر کھانا کھلانا واجب نہیں

ہے۔

یعنی پہلے وہ اس دوسرے رمضان میں ادا روزے رکھے' اس کے بعد گزشتہ رمضان کی قضاء کرے اور اس پر فدیہ دینا لازم نہیں ہے تاہم اس نے اتنی تاخیر کر کے بُرا کیا' اس کو چاہیے کہ وہ اللہ سے مغفرت طلب کرے اور روزے رکھے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا وَّعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ يُطْعِمُ. وَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُ الْإِطْعَامَ، إِنَّمَا قَالَ ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرہ:١٨٤).

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ وہ کھانا کھلائے اور اللہ تعالیٰ نے کھانا کھلانے کا ذکر نہیں کیا' اللہ تعالیٰ نے صرف یہ ذکر کیا ہے کہ دوسرے دنوں میں ان کا عدد پورا کرنا لازم ہے۔ (البقرہ:۱۸۵۔۱۸۴)

اس تعلیق کے موافق حسب ذیل اثر ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جس شخص کو رمضان نے پایا اور اس وقت وہ بیمار تھا' پھر تندرست ہو گیا' پھر ابھی اس نے ان روزوں کی قضاء نہیں کی تھی کہ دوسرا رمضان آ گیا تو پہلے وہ اس دوسرے رمضان کے روزے رکھے' پھر پہلے رمضان کے روزے رکھے اور ہر روزے کے عوض نصف گندم کھلائے' معمر نے کہا: میں اس صورت میں اس کے سوا اور کوئی قول نہیں جانتا۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۶۵۰۔ج ۴ ص ۱۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام دارقطنی اپنی سند کے ساتھ از مجاہد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے چھوڑ دیئے' پھر وہ تندرست ہو گیا اور اس نے وہ روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ اس کو دوسرے رمضان نے پا لیا' انہوں نے کہا: پہلے وہ اس دوسرے رمضان کے روزے رکھے' پھر اس مہینہ کے روزے رکھے جس میں اس نے روزے چھوڑے تھے اور ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائے' اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن نافع اور ابن وجیہ دونوں ضعیف راوی ہیں۔

(سنن دارقطنی:۲۳۱۱۔ج ۲ ص ۴۲۲' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ البردیجی نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٩٥٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُولُ كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ. قَالَ يَحْيٰى الشُّغْلُ مِنَ النَّبِيِّ، أَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (صحیح مسلم:۱۱۴۶' الرقم المسلسل:۲۵۷۶' سنن ابوداؤد:۲۳۹۹' سنن نسائی:۲۳۱۵' سنن ابن ماجہ:۱۶۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے اور میں ان کو صرف شعبان کے مہینہ میں قضاء کر سکتی تھی۔ یحییٰ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشغولیت کی وجہ سے یا آپ کے سبب سے مشغولیت کی وجہ سے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس' یہ احمد بن عبداللہ بن یونس التربوعی التیمی ہیں (۲) زہیر بن معاویہ ابوخیثمہ الجعفی (۳) یحییٰ' صاحب التلویح نے کہا کہ اس یحییٰ میں اختلاف ہے' الضیاء المقدسی نے کہا کہ یہ یحییٰ القطان ہیں اور علامہ ابن التین نے کہا کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ یحییٰ بن ابی کثیر ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ یحییٰ بن سعید الانصاری ہیں (۴) ابوسلمہ بن عبدالرحمان (۵) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۷۸)

باب مذکور کی حدیث کے موافق ایک اور حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم میں سے کوئی (زوجہ رسول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں روزے چھوڑ دیتی تھی' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان روزوں کو قضاء نہیں کر سکتی تھی حتیٰ کہ شعبان کا مہینہ آ جاتا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۶'۱۱۴۶' الرقم المسلسل: ۲۵۸۰' سنن نسائی: ۲۱۷۴)

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان میں بہت روزے رکھتے تھے' اس لیے ازواج مطہرات کو شعبان میں قضاء روزے رکھنے کا موقع مل جاتا تھا ورنہ باقی دنوں میں ان کو یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی ضرورت ہو' اس لیے وہ روزے نہیں رکھتی تھیں۔

ازواجِ مطہرات شعبان میں روزے کیوں قضاء کرتی تھیں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان میں بہت کثرت سے روزے رکھتے تھے' اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شعبان میں قضا روزوں کے لیے مہلت پاتی تھیں' اور آپ کی ازواجِ مطہرات میں سے ہر زوجہ اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تیار رکھتی تھی تاکہ آپ کسی بھی وقت ان سے فائدہ اٹھا سکیں اگر چاہیں' اور ان میں سے کسی کو پتا نہیں تھا کہ آپ کس وقت ان میں سے کسی کا ارادہ کریں گے' اس لیے وہ رمضان کے سوا روزے نہیں رکھتی تھیں کہ مبادا آپ کو ان میں سے کسی کی خواہش ہو اور وہ روزہ سے ہو اور آپ اس سے اپنی خواہش پوری نہ کر سکیں' اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب عورت کا خاوند اس کے پاس موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ قضاء کرنے میں وسعت ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضاء روزوں کو دوسرا رمضان شروع ہونے سے پہلے شعبان میں ادا کر لیتی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۸۳۔ ج ۳ ص ۱۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: قضاء علی الفور واجب نہیں ہے۔

۴۱ - بَابُ الْحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلٰوةَ

حائضہ روزہ اور نماز کو ترک کر دے

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں جو کہا ہے کہ "ترک کر دے" اس میں یہ اشارہ ہے کہ حسی طور پر روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا ممکن ہے لیکن چونکہ شارع علیہ السلام نے اس کو ایام حیض میں روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے منع کیا ہے' اس لیے وہ اپنے اختیار سے ان کو ترک کر دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے یہاں پھر اشارہ کا لفظ لکھا ہے حالانکہ اشارہ ناظرین کی طرف ہوتا ہے اور محسوس مُبصر کے لیے ہوتا ہے اور یہاں پر اشارہ کا لغوی معنی صحیح ہے نہ اصطلاحی معنی اور یہاں پر اس کے علاوہ اور کوئی مفر نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہاں پر اشارہ کا مجازی معنی مراد ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

وَقَالَ اَبُو الزِّنَادِ اِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوْهَ الْحَقِّ لَتَأْتِي كَثِيْرًا عَلٰى خِلَافِ الرَّأْيِ' فَمَا يَجِدُ الْمُسْلِمُوْنَ بُدًّا

ابو الزناد نے کہا کہ بہ کثرت سنتیں اور حق باتیں رائے کے خلاف ہوتی ہیں اور مسلمانوں کے لیے ان کی پیروی کے سوا اور کوئی

Marfat.com

مِنَ اتِّبَاعِهَا' مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ. چارہ کارنہیں ہے۔ان ہی میں سے یہ ہے کہ حائضہ روزہ کی قضاء کرے گی اور نماز کی قضاء نہیں کرے گی۔

ابوالزناد کے اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ جو اُمورِ شرعیہ عقل اور قیاس کے خلاف ہوں اور ان کی حکمت معلوم نہ ہو' ان کی اتباع کرنا واجب ہے اور ان کا معاملہ شارع پر چھوڑ دیا جائے' ان پر عمل کر کے عبادت کی جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ اس طرح کیوں ہے اور اس طرح کیوں نہیں ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کی ایک سنگین غلطی پر متنبہ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

کتاب الحیض میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت معاذہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس فرق کے متعلق سوال کیا تھا اور حضرت عائشہ نے ان پر انکار کیا تھا اور ان کو یہ خوف ہوا تھا کہ حضرت معاذہ نے یہ اعتراض خوارج سے حاصل کیا تھا جن کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنی عقل سے سنتوں پر اعتراض کرتے تھے۔(فتح الباری ج ۳ ص ۲۵۵' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس قائل کا یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت معاذہ نے حضرت عائشہ سے یہ سوال کیا تھا' دراصل یہ سوال حضرت معاذہ نے نہیں کیا تھا بلکہ ایک عورت نے یہ سوال کیا تھا اور حضرت معاذہ نے اس عورت کے سوال اور حضرت عائشہ کے جواب کی حدیث روایت کی ہے' اصل حدیث کا متن اس طرح ہے:

قتادہ نے کہا: مجھے معاذہ نے حدیث بیان کی کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا ہم میں سے کسی کے لیے یہ کافی ہوگا کہ وہ حیض سے پاک ہو کر نماز پڑھ لے' حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم حروریہ ہو؟ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حیض آتا تھا اور آپ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیتے تھے یا فرمایا: ہم (حالت حیض میں) نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(صحیح البخاری:۳۲۱' صحیح مسلم:۳۳۵)(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حیض کے زمانہ کی نمازوں کی قضاء کو ساقط کیا گیا اور روزوں کی قضاء کو ساقط نہیں کیا گیا' اس کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حائضہ عورت کو روزہ کی قضاء کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا گیا ہے' اسی طرح مریض کو روزہ چھوڑنے کی رخصت دی گئی ہے حالانکہ اس میں کچھ قوت ہوتی ہے کیونکہ روزہ رکھنے سے اس کو مشقت ہوگی' کیا تم نہیں دیکھتے کہ عورت کو روزہ رکھنے سے اتنی نقاہت نہیں ہوتی جتنی نقاہت اس کو حیض کا خون نکلنے سے ہوتی ہے' لہٰذا حائضہ عورت خون نکلنے کی وجہ سے پہلے ہی کمزور ہو چکی ہوتی ہے' اگر حیض سے پاک ہونے کے بعد حیض کے درمیان چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضاء لازم کر دی جاتی تو اس کو زیادہ مشقت ہوتی اور وہ مردوں سے زیادہ نمازیں پڑھتی' مرد تو صرف ایک نماز پڑھتے اور وہ ادا نماز بھی پڑھتی اور قضاء بھی پڑھتی' روزے تو سال میں صرف ایک بار رکھے جاتے ہیں' ان کی قضاء میں اتنی مشقت نہیں تھی اور نماز تو ہر روز دن میں پانچ بار پڑھی جاتی ہے اور حائضہ جو خون نکلنے کی وجہ سے پہلے ہی کمزور ہو چکی تھی' وہ حیض سے پاک ہونے کے بعد یہ نمازیں قضاء کرتی تو اس کو بہت زیادہ مشقت ہوتی تو یہ اللہ کی اس پر بہت رحمت ہے کہ اس پر صرف روزوں کی قضاء لازم کی ہے' نمازوں کی قضاء لازم نہیں کی۔(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی نے اس توجیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مستحاضہ کا خون تو حائضہ سے زیادہ نکلتا ہے حالانکہ اس کو اسی حالت میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۲)

میں کہتا ہوں کہ استحاضہ کا وقوع حیض کی بہ نسبت بہت کم ہوتا ہے اور یہ توجیہ اس اعتبار سے بیان کی گئی ہے کہ حیض کے زمانہ کی قضاء نمازیں روزوں کی قضاء سے بہت زیادہ ہیں' اس لیے زمانہ حیض کی صرف نمازوں کو ساقط کر کے عورت کو رخصت مہیا کی گئی ہے۔

۱۹۵۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ زَیْدٌ، عَنْ عِیَاضٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَیْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ، فَذٰلِكَ نُقْصَانُ دِیْنِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے حدیث بیان کی از عیاض از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے' سو یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۴۲ - بَابُ مَنْ مَّاتَ وَعَلَیْهِ صَوْمٌ جو شخص فوت ہوگیا اور اس کے ذمہ روزے تھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص فوت ہوگیا اور اس کے ذمہ روزے تھے' اس کا حکم کیا ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلَاثُوْنَ رَجُلًا یَوْمًا وَّاحِدًا جَازَ.

اور حسن بصری نے کہا: اگر اس کی طرف سے تیس آدمی ایک دن روزے رکھیں تو یہ جائز ہے۔

علامہ نووی نے شرح المہذب میں کہا ہے کہ میں نے اس تعلیق کے متعلق کسی مذہب کی نقل نہیں دیکھی اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ جائز ہونا چاہیے' اور حسن بصری کا یہ اثر غریب ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۲)

۱۹۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَی بْنِ اَعْیَنَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَیْهِ صِیَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِیُّهُ. تَابَعَهُ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرٍو. وَرَوَاهُ یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ، عَنِ ابْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن موسیٰ بن اعین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث از عبید اللہ بن ابی جعفر کہ محمد بن جعفر نے ان کو حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فوت ہوگیا اور اس کے ذمہ روزے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ محمد بن موسیٰ کے والد کی متابعت ابن وہب نے کی ہے از عمرو' اور اس حدیث کو یحییٰ بن ایوب نے از ابن ابی جعفر روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۷' الرقم المسلسل: ۲۵۸۱' سنن ابوداؤد: ۲۴۰۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن خالد ان کے متعلق اختلاف ہے' ابونصر اور حاکم نے کہا: یہ ذہلی ہیں اور اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں' کیونکہ ان کا

پورا نام محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد ہے اور ابن عدی نے شیوخ بخاری میں بیان کیا ہے کہ یہ محمد بن خالد بن جبلہ الرافقی ہیں اور روایت یہ ہے کہ یہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن خلی ہیں' امام بخاری نے یہاں ان کو ان کے والد کی طرف منسوب کیا ہے (۲) محمد بن موسیٰ بن اعین ابو یحییٰ الجزری (۳) ان کے والد موسیٰ بن اعین الجزری ابو سعید ہیں' یہ ۱۹۵ یا ۱۹۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عمرو بن حارث بن یعقوب انصاری ابو امیہ مؤدب (۵) عبداللہ بن ابی جعفر یسار اموی قرشی (۶) محمد بن جعفر بن زید بن عوام (۷) عروہ بن زبیر (۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کی سند میں آٹھ رجال ہیں اور اس کی نظیر صحیح البخاری میں بہت کم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۷)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص اس حال میں فوت ہو گیا کہ اس کے ذمہ روزے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا۔

میت کے قضاء روزوں کے متعلق ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس شخص کے متعلق اختلاف ہے جو رمضان کے مہینہ میں فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ رمضان کے روزے تھے' ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کی طرف سے روزے رکھنا جائز ہے' یہ طاؤس' حسن بصری' زہری اور قتادہ کا قول ہے' ابوثور اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے صحیح بخاری کی مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ نذر کے روزے میت کی طرف سے اس کا ولی رکھے گا' اور رمضان کے قضاء روزوں میں میت کی طرف سے کھانا کھلائے گا۔

حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھے گا' یہ امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رمضان کی قضاء میں میت کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا اور اس کی طرف سے روزے نہیں رکھے جائیں گے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ میت کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا' اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ اس کی طرف سے کھانا کھلائے گا اور اس کا کھانا کھلانا اس کی طرف سے روزے رکھنے کے قائم مقام ہے' جب اس نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یعنی ہر روزے کے عوض دو کلو گندم یا چار کلو کھجوریں دے دیں تو گویا میت کے ولی نے اس کی طرف سے روزے رکھ لیے۔

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اگر میت کی طرف سے کوئی بدنی عمل کرنا جائز ہوتا تو لوگ میت کی طرف سے نماز پڑھ لیتے اور اس کی طرف سے ایمان لے آتے اور اگر یہ جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ اس پر حریص تھے کہ وہ اپنے چچا ابو طالب کی طرف سے ایمان لے آتے کیونکہ آپ کو ان کے ایمان کی بہت خواہش تھی' اور ایمان لانا قلب کا عمل ہے اور قلب بھی بدن کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے' حالانکہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے ایمان لانا جائز ہے نہ کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے نماز پڑھنا جائز ہے' سو اسی طرح کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے روزہ رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب کو اپنی دلیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ یہ ایک نوع کی بے ادبی ہے

Marfat.com

علامہ ابن القصار مالکی کہتے ہیں کہ جب بہت بوڑھے شخص کی زندگی میں اس کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جاتا بلکہ اس کی طرف سے روزہ کا فدیہ دیا جاتا ہے تو اس کی موت کے بعد تو یہ زیادہ لائق ہے کہ اس کی طرف سے روزہ نہ رکھا جائے بلکہ فدیہ دیا جائے۔

فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہ مذہب ہے کہ میت نے خواہ وصیت نہ کی ہو' پھر بھی اس کے مال سے روزوں کا فدیہ دیا جائے' مگر امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس کی موت سے یہ حکم ساقط ہو گیا' اور امام مالک نے یہ کہا ہے کہ میت کی طرف سے اس کے وارثوں کے اوپر کھانا کھلانا واجب نہیں ہے' سوا اس صورت کے کہ اس نے وصیت کی ہو تو پھر میت کے تہائی مال سے اس کے روزوں کے عوض کھانا کھلایا جائے۔

اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ میت کی طرف سے کھانا کھلانا واجب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضاء روزوں کو قرض کے مشابہ قرار دیا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ان روزوں کی قضاء یہ ہے کہ ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۸۵-۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میت کے قضاء روزوں کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر میت نے وصیت کی تھی کہ اس سے جو روزے قضاء ہو گئے ہیں' ان کی طرف سے کھانا کھلایا جائے تو ہر روزے کے عوض ۴ کلو کھجوریں یا کشمش یا دو کلو گندم مسکین کو دیئے جائیں اور اگر میت نے وصیت نہیں کی تھی تو پھر ورثاء پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں تو اس کے ہر روزے کے عوض ایک دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۷۱۸)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

اس باب میں اہل علم کا اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ میت کی طرف سے روزے رکھے جائیں گے' امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ جب میت پر نذر کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھے جائیں گے اور جب اس پر قضاء رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا' امام مالک' سفیان اور امام شافعی نے کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھے گا۔ (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن امام ترمذی نے تعصب کی وجہ سے ان کا نام نہیں لیا۔ سعیدی غفرلہ)

(سنن ترمذی ص ۲۲۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا جاتا کہ آیا کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے یا کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے؟ تو وہ کہتے تھے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔ (موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب: ۱۶' حدیث: ۴۳- ج ۱ ص ۱۹۶' المکتبۃ التوفیقیہ)

میت کے قضاء روزوں کے متعلق غیر مقلدین کا مذہب

شیخ وحید الزمان غیر مقلد متوفی ۱۳۲۸ھ صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل حدیث کا مذہب باب کی حدیث پر ہے کہ اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے اور شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ (جدید قول اس کے خلاف ہے۔ سعیدی غفرلہ) امام شافعی سے بیہقی نے بہ سند صحیح روایت کیا ہے کہ جب کوئی صحیح حدیث میرے قول

Marfat.com

کے خلاف مل جائے تو اس پر عمل کرو اور میری تقلید نہ کرو' امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث صحیح کے برخلاف یہ اختیار کیا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۳۱۰ 'نعمانی کتب خانہ' لاہور)

ایک اور غیر مقلد عالم محمد داؤد راز نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۰۵ 'قدوسی کتب خانہ' لاہور)

میں کہتا ہوں کہ یہ ان لوگوں کا امام ابوحنیفہ پر بہتان ہے کہ انہوں نے حدیث صحیح کے خلاف یہ کہا ہے' بلکہ انہوں نے احادیث صحیحہ کے مطابق یہ کہا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے' ہم اس سے پہلے سنن ترمذی اور موطأ امام مالک کے حوالوں سے ان حدیث کا ذکر کر چکے ہیں اور غیر مقلدین کے ممدوح حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان میں سے بعض احادیث کا ذکر کیا ہے:

میت کی طرف سے قضاء روزے رکھنے کے خلاف حافظ ابن حجر عسقلانی کے دلائل

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث کا علامہ ماوردی نے یہ جواب دیا ہے کہ میت کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسا فعل کرے جو روزے کے قائم مقام ہے یعنی کھانا کھلائے' اس کی نظیر یہ حدیث ہے کہ جب مسلمان کو پانی نہ ملے تو مٹی مسلمان کا وضوء ہے' اس حدیث میں بدل (مٹی) کو مبدل منہ (وضوء) کا نام دیا گیا ہے اور فقہاء احناف نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت مر گئی اور اس پر روزے تھے' حضرت عائشہ نے فرمایا: اس کی طرف سے طعام کھلایا جائے گا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۷)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اپنے مُردوں کی طرف سے روزے نہ رکھو اور ان کی طرف سے کھانا کھلاؤ۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۷)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں بیمار ہو گیا اور اس نے روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کی طرف سے ہر روز دو کلو گندم کھلائی جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۰۔ ج ۴ ص ۱۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے لیکن اس کے ہر روزہ کے عوض ایک دن دو کلو گندم کھلائی جائے گی۔

(السنن الکبریٰ: ۲۹۳۰۔ ج ۳ ص ۲۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ) (فتح الباری ج ۳ ص ۴۵۶' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایات اور ان کے فتاویٰ میں تعارض کے جوابات

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی صحیح بخاری میں روایات یہ ہیں کہ میت کی طرف سے روزے رکھے جائیں اور ان کے مذکورہ فتاویٰ یہ ہیں کہ میت کی طرف سے روزے نہ رکھے جائیں اور جب راوی کی روایت اور اس کے فتویٰ میں تعارض ہو تو اس کے فتویٰ پر عمل کیا جاتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے جو روایت اس کی طرف منسوب ہے وہ صحیح نہ ہو یا وہ روایت اس کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہو' نیز جو روایات ان کی طرف منسوب ہیں' ان میں میت کی طرف سے روزہ رکھنے کا جواز ہے اور جو ان کے فتاویٰ ہیں ان میں میت کی طرف سے روزے رکھنے کی ممانعت ہے اور جب کوئی حدیث یا قول حلت اور حرمت میں متعارض ہو تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے' لہٰذا حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کے فتاویٰ کو ترجیح دی جائے گی نہ کہ ان کی روایات کو۔

صحیح بخاری کے باب مذکور کی حدیث مذکور کے ضعف پر فنی اور فقہی دلائل

امام بخاری کی روایت مذکورہ جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: میت کی طرف سے روزے رکھے جائیں' اس

Marfat.com

متعلق حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ کھلی نے کہا: میں نے امام احمد بن حنبل سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے متعلق سوال کیا کہ جو شخص مر گیا اور اس پر روزے ہوں......تو امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل نے کہا: یہ حدیث محفوظ نہیں ہے اس حدیث کی سند میں عبیداللہ بن ابی جعفر ہے اور وہ منکر الاحادیث ہے اور وہ فقیہ تھا اور حدیث میں وہ اس پائے کا نہیں ہے اور امام بیہقی نے کہا: میں نے اپنے بعض اصحاب کو دیکھا وہ حضرت عائشہ کی اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے کیونکہ عمارہ بن عمیر نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت فوت ہوگئی اور اس پر روزے تھے تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا اور ایک اور سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے مروی ہے: اپنے مردوں کی طرف سے روزے نہ رکھو اور ان کی طرف سے کھانا کھلاؤ' پھر امام بیہقی نے کہا: ان دونوں حدیثوں میں نظر ہے اور اس عبارت پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ میری ماں فوت ہوگئی اور اس پر رمضان کے روزے تھے' کیا یہ صحیح ہے کہ میں ان کی طرف سے رمضان کے روزے رکھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں! لیکن تم ان کی طرف سے ہر روزے کے عوض ایک مسکین پر صدقہ کرو تو یہ تمہارے روزے رکھنے سے بہتر ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا' پس اسی طرح روزوں کا حکم ہونا چاہیے کیونکہ یہ دونوں بدنی عبادتیں ہیں اور علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ جب کسی بوڑھے شخص کی طرف سے اس کی زندگی میں روزے رکھنا جائز نہیں ہیں بلکہ اس کی طرف سے فدیہ دیا جاتا ہے تو اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے روزے رکھنا کیوں کر جائز ہوگا!

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

فقہاء احناف کے مؤقف پر مزید احادیث اور آثار

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن نسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رمضان میں بیمار ہوگیا' پھر وہ بیمار ہی رہا حتیٰ کہ وہ فوت ہوگیا' اس کی طرف سے کھانا نہیں کھلایا جائے گا اور اگر وہ تندرست ہوگیا اور اس نے روزوں کی قضاء نہیں کی حتیٰ کہ وہ فوت ہوگیا تو اس کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۵۔ ج ۴ ص ۱۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

ابن التیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کوئی شخص فوت ہوگیا اور اس پر دوسرے رمضان کے روزے تھے تو اس کی طرف سے ہر روزہ کے عوض دو کلو گندم کھلائی جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۷۳۔ ج ۴ ص ۱۸۳)

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: جب کوئی شخص رمضان میں بیمار ہوگیا' پھر وہ مسلسل بیمار رہا حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کی طرف سے ہر روزہ کے عوض دو کلو گندم کھلائی جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۶۔ ج ۴ ص ۱۸۲)

امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ روایت کی ہے کہ میت کی طرف سے طعام کھلایا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۷۔ ج ۴ ص ۱۸۲)

ابن التیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابن سیرین سے طاؤس کا قول ذکر کیا تو انہوں نے اس کو بہت پسند کیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۸۔ ج ۴ ص ۱۸۲)

Marfat.com

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: ایک شخص پورا رمضان بیمار رہا' پھر تندرست ہو گیا' ابھی اس نے قضاء روزے نہیں رکھے تھے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا' انہوں نے کہا: اس کی طرف سے تیس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا' ہر ایک کو ایک کلو میں نے پوچھا: ایک آدمی پورے رمضان میں بیمار رہا' پھر تندرست ہو گیا' اس نے قضاء روزے نہیں رکھے تھے حتیٰ کہ دوسرا رمضان آ گیا' پھر وہ اس رمضان میں یا اس کے بعد فوت ہو گیا' انہوں نے کہا: اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو ساٹھ کلو کھانا کھلایا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۶۷۳۔ ج ۴ ص ۱۸۳)

معمر بیان کرتے ہیں کہ قتادہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص پورا رمضان بیمار رہا' پھر تندرست ہو گیا' اس نے قضاء روزے نہیں رکھے تھے حتیٰ کہ دوسرا رمضان آ گیا' وہ اس رمضان میں یا اس کے بعد مر گیا؟ انہوں نے کہا: اس کی طرف سے پہلے رمضان کے ہر روزے کے عوض دو مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۷۳۔ ج ۴ ص ۱۸۳)

معمر بیان کرتے ہیں کہ ابن جریج اور عطاء نے کہا: میت کی طرف سے (ہر روزہ کے عوض) ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۷۹۔ ج ۴ ص ۱۸۴)

محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس کے اوپر رمضان کے روزے تھے اور اس پر دوسرے مہینہ کے نذر کے روزے تھے' انہوں نے کہا: اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۸۰۔ ج ۴ ص ۱۸۴' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۴)

خلاصہ بحث

غیر مقلدین علماء نے لکھا تھا کہ میت کی طرف سے قضاء روزہ رکھنے کے متعلق صحیح بخاری میں حضرت عائشہ کی حدیث ہے جس کے مطابق ان کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا مذہب اس حدیث کے خلاف ہے اور ہم نے دلائل سے واضح کر دیا ہے کہ صحیح بخاری کی یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہے اور جب راوی کا قول اسی کی روایت کے خلاف ہو تو اعتبار اس کے قول کا ہوتا ہے' نیز حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ کسی شخص کی طرف سے دوسرے کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' یہ ممانعت کی روایت ہے اور ممانعت کی روایت جواز کی روایت پر مقدم اور راجح ہوتی ہے اور ہم نے بہ کثرت احادیث' آثار صحابہ اور فتاویٰ تابعین بیان کیے ہیں جن میں میت کی طرف سے کھانا کھلانے کی ترجیح ہے اور مزید قوی دلائل ہیں اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ان احادیث اور آثار پر مبنی ہے' پھر یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب صحیح حدیث کے خلاف ہے' انصاف کا خون نہیں تو اور کیا ہے!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۸۸۔ ج ۳ ص ۱۳۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① میت کی طرف سے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ ② علامہ نووی کی بحث ③ علامہ نووی کی بحث کے جوابات ④ میت کی طرف سے قضاء نہ کرنے میں امام شافعی کی تحقیق۔

۱۹۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از اعمش از مسلم البطین از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے

Marfat.com

رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ اُمِّیْ مَاتَتْ وَعَلَیْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، اَفَاَقْضِیْهِ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَدَیْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ یُّقْضٰی. قَالَ سُلَیْمَانُ فَقَالَ الْحَکَمُ وَسَلَمَةُ وَنَحْنُ جَمِیْعًا جُلُوْسٌ حِیْنَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ، قَالَا سَمِعْنَا مُجَاهِدًا یَّذْکُرُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَیُذْکَرُ عَنْ اَبِیْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنِ الْحَکَمِ وَمُسْلِمٍ الْبَطِیْنِ وَسَلَمَةَ بْنِ کُهَیْلٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَاَةٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُخْتِیْ مَاتَتْ. وَقَالَ یَحْیٰی وَاَبُوْ مُعَاوِیَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِیْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَاَةٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ مَاتَتْ. وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَبِیْ اُنَیْسَةَ، عَنِ الْحَکَمِ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَاَةٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ مَاتَتْ وَعَلَیْهَا صَوْمُ نَذْرٍ. وَقَالَ اَبُوْ حَرِیْزٍ حَدَّثَنَا عِکْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَاَةٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ اُمِّیْ وَعَلَیْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا.

(صحیح مسلم: ۱۱۴۸ '۸' الرقم المسلسل: ۲۵۸۲' سنن ابوداؤد: ۳۳۱۰' سنن ترمذی: ۷۱۷-۷۱۶' سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۹)

بیان کیا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' اس نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں' کیا میں اس کی طرف سے وہ روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ سلیمان نے بیان کیا' پس حکم اور سلمہ نے کہا: اور ہم سب بیٹھے ہوئے تھے جب سلمہ نے یہ حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہم نے مجاہد سے سنا' وہ اس کا حضرت ابن عباس سے ذکر کرتے تھے' اور ابوخالد سے ذکر کیا جاتا ہے' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از حکم اور مسلم البطین اور سلمہ بن کہیل از سعید بن جبیر اور عطاء اور مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک عورت نے کہا: میری بہن فوت ہوگئی...... اور یحییٰ اور ابومعاویہ نے کہا: انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از مسلم از سعید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میری ماں فوت ہوگئی ہے اور عبید اللہ نے بیان کیا از زید بن ابی انیسہ از حکم از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ بے شک میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس کے اوپر نذر کے روزے ہیں' اور ابوحریز نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر پندرہ دن کے روزے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبدالرحیم ابویحییٰ' انہیں ان کے عمدہ حافظہ کی وجہ سے صاعقہ کہا جاتا تھا' یہ ۲۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) معاویہ بن عمرو بن مہلب ازدی (۳) زائدہ بن قدامہ ابوصلت ثقفی بکری (۴) سلیمان اعمش (۵) مسلم البطین' یہ مسلم بن ابی عمران ہیں' ان کو ابن عمران کہا جاتا ہے' ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے (۶) سعید بن عباس (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۷)

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر ایک مہینہ کے روزے ہیں' کیا میں اس کی طرف سے ادا کردوں؟

حدیث مذکور کے متن اور سند میں اختلاف اور اضطراب اور اس کی وجہ سے حدیث مذکور کا ضعیف ہونا

شیخ وحید الزمان غیر مقلد متوفی ۱۳۲۸ھ نے لکھا ہے:

Marfat.com

ان سندوں کے بیان کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں بہت سے اختلافات ہیں' کوئی کہتا ہے: پوچھنے والا مرد تھا' کوئی کہتا ہے: عورت نے پوچھا تھا' کوئی ایک مہینے کے' کوئی پندرہ دن کے روزے کہتا ہے' اسی لیے امام احمد اور لیث نے نذر کا روزہ میت کی طرف سے درست کہا ہے اور رمضان کا روزہ درست نہیں رکھا' میں کہتا ہوں: ان اختلافات سے حدیث میں کوئی نقص نہیں آتا' اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور ممکن ہے کہ یہ مختلف مواقع ہوں اور پوچھنے والے متعدد ہوں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۳۱۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن عبد الملک نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عظیم اضطراب ہے جو راویوں کے وہم پر دلالت کرتا ہے' حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اضطراب سے حدیث سے وجہ استدلال میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۵۷) علامہ عینی اس پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان کا یہ قول مردود ہے' اضطراب سے وجہ استدلال میں کیسے خرابی نہیں ہوگی' جب کہ حال یہ ہے کہ اضطراب صرف وہم سے ہوتا ہے' یا پھر اضطراب کی وجہ سے حدیث ضعیف ہوتی ہے' اور اس قائل نے اضطراب دور کرنے کے لیے یہ کہا ہے کہ سوال دراصل نذر کے متعلق تھا' پھر کسی نے اس کی روزے سے تفسیر کی اور کسی نے اس کی حج سے تفسیر کی اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ دو واقعے تھے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جو روزہ کی نذر کا سوال کرنے والی تھی وہ خثعمیہ تھی اور جو حج کی نذر کا سوال کرنے والی تھی وہ جُہینہ تھی۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ توجیہ اس لیے مردود ہے کہ اس قائل نے کہا ہے کہ ہم پہلے اواخرِ حج میں لکھ چکے ہیں کہ امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ کی حدیث روایت کی ہے کہ ایک عورت نے حج اور روزہ دونوں کے بارے میں سوال کیا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۱۴۹' سنن ابوداؤد: ۱۶۵۶' سنن ترمذی: ۶۶۷) (حافظ ابن حجر کی یہ عبارت فتح الباری ج ۳ ص ۴۵۷ پر ہے) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم کی یہ حدیث اور اس قائل کی یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ تھا' لہٰذا یہ حدیث مضطرب رہی اور اس کا اضطراب اور ضعف دور نہ ہو سکا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۸ ملخصاً وموضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کا جواب

جن فقہاء نے اس سے پہلی حدیث سے یہ استدلال کیا تھا کہ میت کی طرف سے قضاء روزے رکھنے جائز ہیں' انہوں نے اس حدیث سے بھی یہی استدلال کیا ہے' اور اس حدیث سے ان کے استدلال کا بھی وہی جواب ہے جو اس سے پہلی حدیث کی شرح میں گزر چکا ہے' بہ شرطیکہ یہ حدیث صحیح ہو' لیکن یہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ حدیث اضطراب کی وجہ سے ضعیف ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث مذکور کے ناقابل عمل ہونے کی وجوہ

شارح مسلم علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک نے اس حدیث کے موافق حسب ذیل وجوہ سے عمل نہیں کیا:

(۱) اہل مدینہ نے اس حدیث کے موافق عمل نہیں کیا اور امام مالک اہل مدینہ کی اتباع کرتے ہیں۔

(۲) اس حدیث کے متن اور اس کی سند میں کافی اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

(۳) امام بزار نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں مذکور ہے کہ جو چاہے' اور ان الفاظ سے وہ وجوب ساقط ہو گیا جو اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کا مؤقف ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ میت کی طرف سے اس کے ورثاء پر روزہ رکھنا واجب ہے' حالانکہ قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے' سو یہ آیت قرآن مجید کے معارض ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا. (الانعام:۱۶۴) اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے۔

(۵) اسی طرح یہ حدیث اس آیت کے بھی معارض ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى. (الانعام:۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(۶) صحیح بخاری کی حدیث مذکور درج ذیل حدیث کے بھی معارض ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے لیکن میت کی طرف سے ہر روز ایک کلو طعام کھلایا جائے گا۔

(سنن کبریٰ: ۲۹۳۰ ج ۳ ص ۲۵۷ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

یہ حدیث قیاس جلی کے بھی معارض ہے کیونکہ روزہ عبادتِ بدنیہ ہے اور بدنی عبادت دوسرے کی طرف سے نہیں کی جا سکتی۔

(المفہم ج ۳ ص ۲۰۹ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

اب غالباً غیر مقلدین علماء کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کے موافق کیوں مؤقف اختیار نہیں کیا۔

۴۳- بَابٌ مَّتٰى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ
کس وقت روزہ دار کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے

وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ حِينَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ.

حضرت ابوسعید خدری نے اس وقت روزہ افطار کیا جب سورج کی ٹکیا غائب ہو گئی۔

اس تعلیق کے موافق حسب ذیل اثر ہے:

عبدالواحد بن ایمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے روزہ افطار کیا اور ہمارا گمان یہ تھا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۴۲ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت ابوسعید کے نزدیک سورج کا غروب ہونا متحقق ہو گیا تو پھر انہوں نے روزہ افطار کرنے میں مزید تاخیر نہیں کی اور اس کی طرف التفات نہیں کیا کہ کوئی اور ان کی موافقت کرتا ہے یا نہیں۔

۱۹۵۴- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے کہا کہ انہوں نے عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رات اس طرف (مشرق) سے نمودار ہو جائے اور دن اس طرف (مغرب) میں چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کے افطار کا وقت آ گیا۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حمیدی' یہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ قرشی اسدی ابوبکر مکی ہیں (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن عوام ہیں (۵) عاصم بن عمر بن خطاب ابوعمر قرشی (۶) ان کے والد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۲)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۵۵ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ، قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ يَا فُلَانُ قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا. فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمْسَيْتَ! قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمْسَيْتَ! قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. قَالَ اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ، فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا، فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق الواسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از شیبانی از حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور آپ روزہ دار تھے' پس جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے کسی سے فرمایا: اے فلاں! اٹھو اور ہمارے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ شام کر لیتے تو؟ آپ نے فرمایا: تم سواری سے اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ شام کر لیتے تو؟ آپ نے فرمایا: تم سواری سے اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: ابھی آپ کے اوپر دن ہے' آپ نے فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' پس وہ اترا اور اس نے ان کے لیے ستو گھولے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو پیے' پھر آپ نے فرمایا: جب تم رات کو اس طرف (مشرق) سے آتے ہوئے دیکھو تو اس وقت روزہ دار کا روزہ افطار ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۴۴ - بَابٌ يُّفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ عَلَيْهِ، بِالْمَاءِ وَغَيْرِهٖ

روزہ دار کو پانی یا جو چیز بھی میسر ہو اس سے روزہ افطار کر لے

۱۹۵۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ اَبِي اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ اَمْسَيْتَ! قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا، فَنَزَلَ فَجَدَحَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے' جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے (کسی سے) فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ شام کر لیں تو؟ آپ نے فرمایا: اترو اور

ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ. وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ.

ہمارے لیے ستو گھولو اس نے کہا: یارسول اللہ! ابھی آپ کے اوپر دن ہے' آپ نے فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' پس وہ سواری سے اترا اور اُس نے ستو گھولے' پھر آپ نے فرمایا: جب تم رات کو اس طرف (مشرق سے) آتے ہوئے دیکھو تو روزہ دار کا روزہ افطار ہو جاتا ہے اور آپ نے اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۹۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٥ - بَابُ تَعْجِيلِ الْإِفْطَارِ

افطار میں جلدی کرنا

۱۹۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابوحازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس وقت تک ہمیشہ خیر سے رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

(صحیح مسلم:۱۰۹۸' الرقم المسلسل:۲۴۴۳' سنن ابن ماجہ:۱۶۹۷' سنن کبریٰ:۳۳۱۲' مسند ابویعلیٰ:۷۵۱۱' صحیح ابن خزیمہ:۲۰۵۹' المعجم الکبیر: ۵۹۸۱_۵۸۸۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۸۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وقت سے پہلے روزہ افطار کرنے پر وعید

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خواب میں میرے پاس دو مرد آئے' انہوں نے مجھے میری بغلوں سے پکڑ کر اٹھایا' پھر وہ مجھے ایک دشوار پہاڑ پر لے کر آئے' پھر ان دونوں نے مجھ سے کہا: چڑھیں' میں نے کہا: میں اس پر چڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا' انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے چڑھنا آسان کر دیں گے' پس میں اس پر چڑھ گیا حتیٰ کہ جب میں اس کے درمیان میں پہنچا تو میں نے بہت پُرشور آوازیں سنیں' میں نے پوچھا: یہ کیسی آوازیں ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ اہل دوزخ کا شور ہے' پھر میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کی کونچیں (ایڑی کے اوپر کے پٹھے) لٹکی ہوئی تھیں اور ان کے جبڑے چیرے ہوئے تھے اور ان کے جبڑوں سے خون بہہ رہا تھا' میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو روزے کا وقت آنے سے پہلے روزہ کھول لیتے تھے۔ (امام حاکم فرماتے ہیں:) یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کی روایت نہیں کی۔

(المستدرک:۱۶۰۹' صحیح ابن حبان:۷۴۹۱' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۸۶' المستدرک ج ۲ ص ۲۱۰ طبع قدیم)

غروبِ آفتاب کے بعد جلد روزہ افطار کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میرے سب سے زیادہ پسندیدہ بندے وہ ہیں جو (وقت ہو جانے کے بعد) سب سے جلدی روزہ افطار کرتے ہیں۔

(سنن ترمذی:۷۰۰' صحیح ابن خزیمہ:۲۰۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۹' مسند احمد:۸۳۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' ہم نے کہا: یا ام المؤمنین! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب

میں سے بعض وہ ہیں جو جلدی روزہ افطار کرتے ہیں اور جلدی نماز پڑھتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو تاخیر سے روزہ افطار کرتے ہیں اور تاخیر سے نماز پڑھتے ہیں' حضرت عائشہ نے پوچھا: وہ کون ہیں جو جلدی روزہ افطار کرتے ہیں اور جلدی نماز پڑھتے ہیں؟ ہم نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کرتے تھے' ابوعطیہ نے کہا: اور دوسرے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ (سنن ترمذی: ۷۰۲' صحیح مسلم: ۱۰۹۹' سنن ابوداؤد: ۲۳۵۴' سنن نسائی: ۲۱۵۴)

ابن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اس وقت شام سے ایک قافلہ آیا تو حضرت عمر ان سے احوال معلوم کرنے لگے' پس انہوں نے پوچھا: کیا اہل شام جلدی روزہ افطار کرتے ہیں؟ قافلہ والوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے فرمایا: وہ جب تک ایسا کرتے رہیں گے تو ہمیشہ خیر سے رہیں گے اور اہل عراق کی طرح ستاروں کے نکلنے کا انتظار نہیں کریں گے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۱۹۔ ج ۴ ص ۱۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شہروں کے حکام کی طرف یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ تم روزہ افطار کرنے میں حد سے بڑھنے والوں میں سے نہ ہو جانا' اور نہ تم نماز کا انتظار کرنے میں ستاروں کے جال بننے کا انتظار کرنا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۶۲۰۔ ج ۴ ص ۱۷۳)

عمرو بن میمون اودی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سب لوگوں سے جلدی افطار کرتے تھے اور سب سے دیر میں سحری کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۲۱۔ ج ۴ ص ۱۷۳)

جلدی روزہ افطار کرنے کی توجیہ اور اس سلسلہ میں مزید احادیث

المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ افطار کرنے میں جلدی کی ترغیب اس لیے دی ہے تا کہ دن میں رات کا وقت داخل نہ ہو جائے (یعنی روزہ طویل نہ ہو جائے) اور اللہ تعالیٰ نے روزہ کی جو حد فرض کی ہے' اس میں اضافہ نہ ہو جائے' اور وقت پورا ہونے کے بعد روزہ جلد افطار کرنے میں روزہ دار کے لیے نرمی اور سہولت ہے اور روزہ رکھنے میں زیادہ قوت کا باعث ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ روزہ جلد افطار کرنے کے متعلق مزید یہ احادیث اور آثار ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے' کیونکہ یہود اور نصاریٰ تاخیر کرتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۵۳' سنن نسائی: ۳۳۱۳' سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۸' صحیح ابن حبان: ۳۵۰۹۔ ۳۵۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۰' المستدرک ج ۱ ص ۴۳۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۳۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اس وقت روزہ افطار نہ کرو جب ستارے ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ یہود کا طریقہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۴۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابن التیاح سے پوچھا: کیا سورج غروب ہو گیا؟ انہوں نے کہا: جلدی نہ کریں' آپ نے پھر پوچھا: کیا سورج غروب ہو گیا؟ انہوں نے کہا: جلدی نہ کریں' آپ نے پھر پوچھا: کیا سورج غروب ہو گیا' انہوں نے کہا: جی ہاں! اب روزہ افطار کر لیں' پھر آپ سواری سے اترے اور نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۴۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

ابراہیم یہ کہتے تھے کہ جلدی روزہ افطار کرنا سنتوں میں سے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۴۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۵۰ ـ ج ۳ ص ۸۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۹۵۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَصَامَ حَتّٰى اَمْسٰى، قَالَ لِرَجُلٍ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِيْ. قَالَ لَوِ انْتَظَرْتَ حَتّٰى تُمْسِيَ، قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِيْ، اِذَا رَاَيْتَ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا، فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از سلیمان از حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ شام کا وقت ہو گیا آپ نے ایک شخص سے فرمایا: (سواری سے) اترو اور میرے لیے ستو گھولو اس نے کہا: آپ انتظار فرمائیں حتیٰ کہ شام ہو جائے آپ نے فرمایا: اترو اور میرے لیے ستو گھولو جب تم دیکھو کہ رات اس طرف (مشرق) سے آ رہی ہے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۹۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۴۶ - بَابٌ اِذَا اَفْطَرَ فِيْ رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ

جب کسی شخص نے رمضان میں روزہ افطار کر لیا پھر سورج طلوع ہو گیا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے رمضان میں یہ گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا اور اس نے روزہ افطار کر لیا پھر بعد میں سورج نکل آیا تو اس شخص کا کیا حکم ہے؟ آیا اس پر اس روزہ کی قضاء واجب ہے یا نہیں؟

۱۹۵۹ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ اَفْطَرْنَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَيْمٍ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ. قِيْلَ لِهِشَامٍ فَاُمِرُوْا بِالْقَضَاءِ؟ قَالَ لَا بُدَّ مِنْ قَضَاءٍ. وَقَالَ مَعْمَرٌ سَمِعْتُ هِشَامًا لَا اَدْرِيْ اَقَضَوْا اَمْ لَا.

(سنن ابوداؤد: ۲۳۵۹ سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از فاطمہ از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک ابر آلود دن میں روزہ افطار کیا پھر سورج طلوع ہو گیا پس ہشام سے کہا گیا تو ان کو روزہ قضاء کرنے کا حکم دیا گیا انہوں نے کہا: قضاء کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور معمر نے کہا: میں نے ہشام سے سنا: مجھے معلوم نہیں کہ آیا انہوں نے روزہ قضاء کیا تھا یا نہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن ابی شیبہ یہ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابوبکر ہیں اور ابوشیبہ کا نام ابراہیم بن عثمان ہے (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ لیثی (۳) ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام (۴) فاطمہ بنت منذر یہ ہشام کی زوجہ اور ان کی عم زاد ہیں (۵) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۶)

Marfat.com

ابر آلود دن میں روزہ افطار کرنے کے متعلق مختلف روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس روزہ دار نے رمضان کا روزہ اس گمان سے افطار کرلیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے اور واقع میں سورج غروب نہیں ہوا تھا تو وہ باقی دن کھانے پینے سے رکا رہے گا' اس پر اس روزہ کی قضاء ہے' کفارہ نہیں ہے۔ ابن سیرین' سعید بن جبیر' اوزاعی' سفیان ثوری' امام مالک' امام احمد' امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے' اور اگر اس نے گمان کے بعد جماع کرلیا تھا تو امام احمد کے نزدیک اس پر کفارہ ہے۔

مجاہد' عطاء اور عروہ بن زبیر نے کہا ہے کہ اس پر روزہ کی قضاء نہیں ہے اور ان کے نزدیک وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے بھول کر کھالیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے دو روایتیں ہیں' ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا: جس نے کچھ کھالیا تو وہ اس کے عوض میں ایک روزہ کی قضاء کرے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمر نے روزہ افطار کرلیا اور لوگوں نے بھی روزہ افطار کرلیا' پھر مؤذن نے چڑھ کر یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! سورج غروب نہیں ہوا تو حضرت عمر نے فرمایا: جس نے روزہ افطار کرلیا' وہ اس کی جگہ روزہ رکھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہمیں پرواہ نہیں ہے' اللہ کی قسم! ہم اس کی جگہ روزہ رکھیں گے۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۷' نشر السنۃ' ملتان)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ زید بن وہب نے یہ روایت کی ہے کہ ہم رمضان میں مسجد مدینہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور آسمان پر بادل تھے اور سورج غائب تھا اور شام کا وقت ہو چکا تھا' پھر حضرت حفصہ رضی اللہ کے گھر سے ہمارے لیے دودھ آیا' حضرت عمر نے بھی دودھ پیا اور ہم نے بھی دودھ پی لیا' پھر تھوڑی دیر بعد بادل چھٹ گئے اور سورج ظاہر ہو گیا' پھر ہم میں سے کسی نے کہا کہ ہم اس روزہ کی قضاء کریں گے' حضرت عمر رضی اللہ نے یہ سن کر کہا: اللہ کی قسم! ہم اس روزہ کی قضاء نہیں کریں گے' ہم نے عمداً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی ہے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۷)

المبسوط میں حضرت عمر کی حدیث مذکور ہے' ان کے افطار کرنے کے بعد مؤذن اذان کی جگہ پر چڑھا' اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! سورج نکلا ہوا ہے' حضرت عمر نے کہا: ہم نے تم کو داعی (نماز کی دعوت دینے والا) بنایا ہے' راعی (احکام نافذ کرنے والا) نہیں بنایا' ہم نے عمداً نافرمانی نہیں کی اور ایک روزہ کی قضاء کرنا ہم پر آسان ہے' امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت صہیب نے رمضان میں ابر آلود دن میں روزہ افطار کرلیا' پھر کہا: تم کو اللہ نے کھلایا ہے' تم رات تک اپنا روزہ پورا کرو اور اس روزہ کی جگہ ایک دن روزہ رکھو۔ اس قول کو محمد بن سیرین اور سعید بن جبیر نے روایت کیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۸)

حدیث مذکور کے متعلق مذاہب ائمہ

امام مالک' سفیان ثوری' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد' ابوثور اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے' اسحاق نے کہا ہے کہ اس پر قضاء واجب نہیں ہے لیکن اس کا قضاء کرنا مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۸۔۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں اس طرح کے واقعات اس وقت متصور تھے جب گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں' اب جب کہ گھڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں تو آسمان پر ابر ہو یا سورج نکلا ہوا ہو' ہر صورت میں وقتِ مقرر پر روزہ افطار کیا جائے گا۔

٤٧ - بَابُ صَوْمِ الصِّبْيَانِ بچوں کا روزہ رکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ بچوں کا روزہ رکھنا مشروع ہے یا نہیں' جمہور کا موقف یہ ہے کہ جن کی عمر بلوغت سے کم ہو'

Marfat.com

ان پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے' متقدمین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ان کا روزہ رکھنا مستحب ہے' ابن سیرین اور زہری کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے' انہوں نے کہا کہ جب بچے روزے رکھ سکیں تو ان کو مشق کرانے کے لیے ان سے روزے رکھوانے چاہئیں۔ امام شافعی کے اصحاب کے نزدیک اس کی حد نماز کی طرح سات سال اور دس سال ہے اور اسحاق کے نزدیک اس کی حد بارہ سال ہے اور امام احمد کے نزدیک ایک روایت میں اس کی حد دس سال ہے' اور امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ بچوں کے حق میں روزہ مشروع نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ عبادات اور فرائض صرف بلوغ کے وقت لازم ہوتے ہیں مگر اکثر علماء نے برکت کے لیے بچوں کو عبادات کی مشق کرانا مستحسن قرار دیا ہے تا کہ بچے عبادات کے عادی ہو جائیں اور جب ان پر عبادت لازم ہو تو ان کے لیے عبادت کرنا سہل ہو اور جو ان کو عبادت کی مشق کرائے گا' اس کو اجر ملے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِنَشْوَانٍ فِي رَمَضَانَ وَيْلَكَ' وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ' فَضَرَبَهُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نشہ باز شخص سے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے (تو نے رمضان میں بھی شراب پی رکھی ہے) حالانکہ ہمارے بچے بھی روزے سے ہیں' پھر اسے مارا۔

(اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۹)

۱۹۶۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ' عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُوْرَاءَ إِلٰى قُرَى الْأَنْصَارِ مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ' وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ. قَالَتْ فَكُنَّا نَصُوْمُهُ بَعْدُ' وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا' وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ' فَإِذَا بَكٰى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ.

(صحیح مسلم: ۱۱۳۶' الرقم المسلسل: ۲۵۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن ذکوان نے حدیث بیان کی از حضرت رُبیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کی صبح کو انصار کی بستیوں میں یہ پیغام بھیجا کہ جو شخص صبح کو اس حال میں اٹھا کہ اس کا روزہ نہیں تھا تو وہ باقی دن کھانے سے رکا رہے اور جو صبح کو روزے کی حالت میں اٹھا تو وہ اپنے روزہ پر قائم رہے' حضرت رُبیع نے کہا: ہم اس کے بعد روزے رکھتے تھے اور ہم اپنے بچوں کو بھی روزے رکھواتے تھے اور ہم ان کے لیے رنگین اُون کی گڑیاں بناتے تھے' پس جب ان میں سے کوئی کھانے کے لیے روتا تو ہم اس کو وہ گڑیاں دے دیتے یہاں تک کہ افطار کا وقت آ جاتا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مُسدد (۲) بشر بن فضل (۳) خالد بن ذکوان ابوالحسن (۴) حضرت رُبیع انصاریہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۹)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بچوں کے کھیلنے کے لیے سُرخ اون سے گڑیاں بنانا جائز ہے تا کہ بچے

Marfat.com

روزے میں بہل جائیں' اور شاید کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں کے روزوں کا علم نہیں تھا اور یہ بہت بعید ہے کہ آپ نے بچوں کو روزے رکھنے کا حکم دیا ہو' کیونکہ یہ ان کو سخت عبادت میں ڈال کر تکلف میں مبتلا کرنا ہے اور ایسی عبادت کا مکلف کرنا ہے جو سال میں مکرر نہیں ہوتی۔
(المفہم ج ۳ ص ۱۹۷)

علامہ قرطبی پر صحیح ابن خزیمہ کی اس حدیث سے رد کیا گیا ہے کہ حضرت رزینہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس محرم میں ان کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے دودھ پیتے بچوں کو شام تک دودھ نہ پلائیں' اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیتے تھے اور آپ بچوں کے منہ میں اپنا لعاب ڈالتے' اور آپ کا لعاب انہیں کافی ہوتا تھا۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۸۹-۲۰۸۸- ج ۳ ص ۲۸۹-۲۸۸' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

علامہ ذہبی نے تجرید الصحابہ میں لکھا ہے کہ حضرت رزینہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں اور آپ کی زوجہ حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں اور ان کی بیٹی اَمۃ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے اور وہ یہی مذکور الصدر حدیث ہے' اس کو امام ابویعلیٰ' امام طبرانی اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۷۱۶۳' المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۲۷۷' ولائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۲۶' المعجم الاوسط: ۲۵۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' حافظ الہیثمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھنا فرض تھا اور اس حدیث میں بچوں کو روزوں کی مشق کرانے کے لیے ان کو روزہ رکھوانے کا جواز ہے' اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب صحابہ یہ کہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ کام کرتے تھے تو وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے اس فعل کو برقرار رکھا ہے اور آپ اس فعل پر راضی ہیں ورنہ آپ اس فعل کا انکار فرما دیتے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی حضرت رزینہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند کے راویوں میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس حدیث سے علامہ قرطبی پر رد کیا ہے جنہوں نے بچوں کو روزہ رکھوانے سے منع کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۸- بَابُ الْوِصَالِ وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ

وصال کے روزے یعنی روزہ کو روزہ سے ملانا' اور جس نے یہ کہا کہ رات کا روزہ نہیں ہے (یعنی روزہ افطار کرنے کے بعد سحری تک کچھ نہ کھایا پیا جائے)

''وصال'' کا معنی صحیح البخاری: ۱۹۲۲ کی شرح میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ (البقرہ: ۱۸۷). وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ رَحْمَةً لَّهُمْ وَإِبْقَاءً عَلَيْهِمْ، وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو۔ (البقرہ: ۱۸۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمانوں پر رحمت تھی اور ان کو ان کی طاقت پر برقرار رکھنا تھا اور شرعی حکم کی گہرائی اور گیرائی میں جانے کی کراہت ہے۔

۱۹۶۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی

Marfat.com

شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوْا. قَالُوْا إِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ لَسْتُ كَأَحَدٍ مِّنْكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقٰى أَوْ إِنِّي أَبِيْتُ أُطْعَمُ وَأُسْقٰى. (طرف الحدیث:۷۲۴۱)

کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: تم وصال نہ کرو (یعنی روزہ کے ساتھ روزہ نہ ملاؤ)' صحابہ نے کہا: آپ بھی تو وصال کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں' بے شک مجھے کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے' یا فرمایا: میں (اپنے رب کے پاس) رات گزارتا ہوں اور مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم:۱۱۰۴' الرقم المسلسل:۲۴۶۰' صحیح ابن خزیمہ:۲۰۷۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۴۸۔ج ۱۹ ص ۲۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

صوم وصال میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا ہے' غیر مقلدین کے نزدیک صوم وصال رکھنا حرام ہے' امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک صوم وصال رکھنا مکروہ ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جو صومِ وصال رکھ سکتا ہو اس کے لیے صومِ وصال رکھنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ابن عامر اور ابن وضاح مالکی صومِ وصال رکھتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید میں آپ کی مثل کا ثبوت ہے اور حدیث میں آپ کی مثل کی نفی ہے' اس تعارض کا مصنف کی طرف سے جواب اور علماء دیوبند کے جواب کا ردّ

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں' جب کہ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ. (الکہف:۱۱۰)

آپ کہیے: میں (خدا نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں' میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کی مثل ہیں اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا: میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں' اور یہ قرآن مجید اور حدیث صحیح میں تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک عدمی صفت ہے اور دوسری آپ کی وجودی صفات ہیں' عدمی صفت یہ ہے کہ آپ خدا نہیں ہیں' اسی طرح آپ واجب اور قدیم نہیں ہیں اور آپ کی کوئی صفت ممتنع الزوال اور غیر متناہی نہیں ہے اور آپ مستحق عبادت نہیں ہیں' دوسری آپ کی وجودی صفات ہیں' مثلاً آپ نبی اور رسول ہیں' اللہ کے محبوب ہیں اور آپ بشری کثافتوں سے منزہ ہیں اور آپ تمام نبیوں اور رسولوں کے قائد اور ان کے سردار ہیں' آپ خلقت میں سب سے اوّل اور بعثت میں سب سے آخر ہیں' وغیرھا من الصفات الکمالیۃ۔

سو قرآن مجید میں جو بیان کیا گیا ہے کہ آپ مسلمانوں کی مثل ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنی عدمی صفت یعنی خدا نہ ہونے میں مسلمانوں کی مثل ہیں اور حدیث میں جو ذکر ہے کہ آپ کسی مسلمان کی مثل نہیں ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ کسی وجودی صفت میں کوئی مسلمان آپ کی مثل نہیں ہے۔

بعض علماء (خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ) نے اس تعارض کو اس طرح ردّ کیا ہے کہ نفس مخلوق اور نفس بشر ہونے میں آپ

Marfat.com

عام مسلمانوں کی مثل ہیں اور فضائل و کمالات میں کوئی مخلوق اور کوئی بشر آپ کی مثل نہیں ہے۔(براہین قاطعہ ص ۳' مطبع بلالی ہند)

میں کہتا ہوں کہ یہ توجیہ دو وجہوں سے مردود ہے: اوّل اس لیے کہ قرآن مجید نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی مثل فرمایا ہے' اس کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ ''مجھ پر یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے'' اس کا حاصل یہ ہے کہ نہ میں خدا ہوں' نہ تم خدا ہو اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدمی صفت ہے کہ آپ خدا نہیں ہیں' اور اس معنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں بلکہ تمام مخلوق کی مثل ہیں' سو جنہوں نے یہ کہا ہے کہ آپ نفسِ بشریت میں تمام مسلمانوں کی مثل ہیں' وہ قرآن مجید کی بیان کردہ اس مثلیت کے خلاف ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ عوارضِ شخصیہ سے قطع نظر کر کے اور خصائصِ وجودیہ سے صرفِ نظر کر کے نفسِ بشر کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے' خارج اور نفس الامر میں جب بھی کسی بشر کا وجود ہوگا تو وہ کسی خاص تشخص میں ہوگا' اس کے بغیر نفسِ بشر کا تحقق اور وجود ممکن ہی نہیں ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نفسِ بشریت میں تو سب آپ کی مثل ہیں' گویا وہ یہ کہتے ہیں کہ بشر کے تمام افراد آپ کی مثل ہیں اور یہ بداہۃً باطل ہے' ورنہ وہ ہمیں بتائیں کہ عوارضِ شخصیہ کے بغیر کون سا بشر خارج میں موجود ہے۔

اس آیت اور اس حدیث کی مزید تفصیل ہماری تفسیر' تبیان القرآن' الکہف: ۱۱۰ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کو کھلانا اور پلانا آپ کے صوم وصال کے منافی نہیں ہے

نیز اس حدیث میں فرمایا: ''مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے'' اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب آپ کو کھلایا اور پلایا گیا تو پھر وصال کا روزہ تو نہ رہا کیونکہ وصال کے روزہ کا معنی یہ ہے کہ اس میں افطار ہو نہ سحر ہو۔ اس اعتراض کے درج ذیل جوابات ہیں:

(۱) آپ کو کھلانے اور پلانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کو وہ قوت عطا کی جاتی ہے' جو قوت کھانے اور پینے سے حاصل ہوتی ہے۔

(۲) دنیا کے کھانے سے آپ کا روزہ تھا اور اس صورت میں آپ کو جنت کا کھانا کھلایا گیا تھا۔

(۳) کھلانے پلانے سے مراد یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار عطا کیا گیا' جیسے کوئی شخص کئی روز سے بھوکا اور پیاسا ہو' اس کے سامنے طعام اور مشروب رکھا جائے اور اسی وقت اسے اس کا محبوب مل جائے تو وہ کہے: یہ طعام اور مشروب لے جاؤ مجھے تو اپنے محبوب کا دیدار ہی کافی ہے' وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۶۸۔ ج ۳ ص ۸۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① صومِ وصال کا معنی ② صومِ وصال میں مذاہب ③ حضور کے صومِ وصال پر ایک اشکال کا جواب ④ حضور کی مثل کی تحقیق ⑤ امتناعِ نظیر۔

۱۹۶۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ، قَالُوْا إِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ إِنِّيْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ، إِنِّيْ أُطْعَمُ وَأُسْقٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزوں سے منع فرمایا۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ تو (روزہ کا روزہ سے) وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۲ میں اور اس سے پہلی حدیث کی شرح میں گزر چکی ہے۔

۱۹۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

Marfat.com

اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ. قَالُوا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَبِيتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِينِ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم روزوں کو (ایک دوسرے سے) نہ ملاؤ' تم میں سے جو شخص روزہ کو (روزہ سے) ملانے کا ارادہ کرے' اس کو چاہیے کہ وہ روزہ کو سحری سے ملائے (یعنی رات بھر کچھ نہ کھائے پیے)' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو روزہ کو (روزہ سے) ملاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' میں رات بسر کرتا ہوں تو مجھے کوئی کھلانے والا کھلاتا ہے اور کوئی پلانے والا پلاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۲' اور ۱۹۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۶٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدٌ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَّهُمْ، فَقَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ رَحْمَةً لَّهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ اور محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر رحمت کے سبب سے انہیں روزوں کے وصال سے منع فرمایا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو (روزہ کا روزہ سے) وصال کرتے ہیں' سو آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' بے شک مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ عثمان نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ نے مسلمانوں پر رحمت کے سبب سے منع کیا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۹۲۲' اور ۱۹۶۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٩ - بَابُ التَّنْكِيلِ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالَ جو زیادہ وصال کے روزے رکھے' اس کو سزا دینا

اس باب کے عنوان میں "تنکیل" کا لفظ ہے' اس کا معنی کسی کو ایسی سزا دینا جس سے دوسروں کو عبرت ہو۔

رَوَاهُ أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس سزا کی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ کے آخر میں روزوں کا روزوں کے ساتھ وصل کیا تو لوگوں نے بھی روزوں کا روزوں کے ساتھ وصل کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ مہینہ طویل ہوتا تو میں روزوں کا اتنا زیادہ وصل کرتا کہ گہرائی میں ڈوبنے والے اپنی گہرائی کو خیر آباد کہہ دیتے' بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں' مجھے ہمیشہ میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا

ہے۔ (صحیح البخاری:١٢٤١٧)

١٩٦٥ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ وَاَيُّكُمْ مِثْلِيْ؟ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ. فَلَمَّا اَبَوْا اَنْ يَّنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ، وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا، ثُمَّ يَوْمًا، ثُمَّ رَاَوُا الْهِلَالَ، فَقَالَ لَوْ تَاَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ. كَالتَّنْكِيْلِ لَهُمْ حِيْنَ اَبَوْا اَنْ يَّنْتَهُوْا.

(صحیح مسلم:١١٠٣، الرقم المسلسل:٢٤٥٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کو روزہ کے ساتھ وصل کرنے سے منع فرمایا' مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھی تو روزہ کو روزہ کے ساتھ ملاتے ہیں' آپ نے فرمایا: تم میں سے میری مثل کون ہے؟ بے شک میں اس طرح رات بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے' پھر جب صحابہ روزوں کو ملانے سے نہ رکے تو آپ نے ان کے ساتھ ہر دوسرے دن کو روزہ کا وصل کیا' پھر جب انہوں نے نیا چاند دیکھا (یعنی ہلال عید) تو آپ نے فرمایا: اگر چاند تاخیر سے نکلتا تو میں زیادہ وصال کے روزے رکھتا' گویا جب وہ وصل کے روزوں سے نہیں رکے تو آپ ان کو سزا دے رہے تھے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمادیا تھا تو پھر صحابہ کیوں نہیں رکے اور انہوں نے آپ کے حکم کی اتباع کیوں نہیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ نے یہ گمان کیا تھا کہ آپ کا منع فرمانا تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ تنزیہ کے لیے ہے۔ باقی شرح وہی ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

١٩٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَّعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ. مَرَّتَيْنِ قِيْلَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ، فَاكْلَفُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: تم روزوں کو ملانے سے باز رہو' کہا گیا کہ آپ بھی تو روزوں کو ملاتے ہیں! آپ نے فرمایا: میں اس طرح رات بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے' تم اتنا عمل کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٩٢٢' اور ١٩٦١ میں گزر چکی ہے۔

٥٠ - بَابُ الْوِصَالِ اِلَى السَّحَرِ

سحری تک روزہ کو ملانا

١٩٦٧ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ يَّزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از یزید از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان

Marfat.com

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُوَاصِلُوْا، فَاَيُّكُمْ اَرَادَ اَنْ يُّوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ. قَالُوْا فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ اِنِّىْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، اِنِّىْ اَبِيْتُ لِىْ مُطْعِمٌ يُّطْعِمُنِىْ وَسَاقٍ يَسْقِيْنِىْ.

کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روزہ کو (روزہ کے ساتھ) نہ ملاؤ' پس بے شک اگر تم نے روزہ کو ملانے کا ارادہ کیا تو اس کو سحری کے ساتھ ملاؤ' صحابہ نے کہا: پس بے شک آپ روزہ کو (روزہ کے ساتھ) ملاتے ہیں' یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرے لیے ایک کھلانے والا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا ہے جو مجھے پلاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۲' اور ۱۹۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۱ - بَابُ مَنْ اَقْسَمَ عَلٰى اَخِيْهِ لِيُفْطِرَ فِى التَّطَوُّعِ' وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً اِذَا كَانَ اَوْفَقَ لَهٗ

جس نے اپنے بھائی کو قسم دی کہ وہ نفلی روزہ توڑ دے اور اس کے نزدیک اس پر قضاء نہیں تھی جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کے موافق ہو

اس عنوان میں امام بخاری نے کہا کہ ' جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کے موافق ہو' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر روزہ کھولنا اس کے موافق نہ ہو تو وہ روزہ نہ کھولے اور اس صورت میں قضاء کے وجوب یا عدم وجوب میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

۱۹۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِىْ جُحَيْفَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اٰخَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِى الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَاٰى اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ لَهَا مَا شَاْنُكِ؟ قَالَتْ اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِى الدُّنْيَا. فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ، فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا، فَقَالَ كُلْ. قَالَ فَاِنِّىْ صَائِمٌ، قَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰى تَاْكُلَ، قَالَ فَاَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْمُ، فَقَالَ نَمْ فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ، فَقَالَ نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ، فَصَلَّيَا، فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَاَعْطِ كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهٗ، فَاَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ، فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ.

[اطراف الحدیث: ۶۱۳۹] (سنن ترمذی: ۲۴۲۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۴۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالعمیس نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جُحیفہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا' پس حضرت سلمان' حضرت ابوالدرداء کی زیارت کے لیے گئے تو انہوں نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا تو ان سے پوچھا: یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیا میں کوئی دلچسپی نہیں ہے' پھر حضرت ابوالدرداء آئے تو انہوں نے حضرت سلمان کو کھانا پیش کیا' حضرت سلمان نے کہا: آپ بھی کھائیں تو حضرت ابوالدرداء نے کہا: میں روزہ سے ہوں' حضرت سلمان نے کہا: میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک کہ آپ نہیں کھائیں گے' پھر حضرت ابوالدرداء نے کھانا کھایا' پھر جب رات ہوگئی تو حضرت ابوالدرداء نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوگئے' حضرت سلمان نے ان سے کہا: آپ سو جائیں' سو وہ سو گئے' پھر (تھوڑی دیر بعد) وہ نماز کے لیے اٹھے' پھر حضرت

Marfat.com

سلمان نے کہا: آپ سو جائیں' پھر جب رات کا آخری پہر ہوا تو حضرت سلمان نے کہا: اب آپ اٹھیں' پھر دونوں نے نماز پڑھی' پھر ان سے حضرت سلمان نے کہا: آپ کے رب کا آپ پر حق ہے اور آپ کے نفس کا آپ پر حق ہے اور آپ کی اہلیہ کا آپ پر حق ہے' آپ ہر حق دار کو اس کا حق دیں' پھر حضرت ابوالدرداء' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو یہ قصہ سنایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) جعفر بن عون مخزومی قرشی (۳) ابوعمیس' ان کا نام عتبہ بن عبداللہ بن مسعود ہے (۴) عون بن ابی جحیفہ (۵) ان کے والد حضرت ابوجُحیفہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۳)

عمداً نماز یا روزہ توڑنے والے پر قضاء کے لزوم میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نفلی نماز یا نفلی روزہ شروع کیا' پھر اس کو عمداً توڑ دیا تو اس پر اس نماز یا روزہ کی قضاء کے لزوم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ اس پر قضاء نہیں ہے' سفیان ثوری' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے' کیونکہ حضرت ابوالدرداء نے عمداً اپنا روزہ توڑا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ قصہ بیان کیا گیا تو آپ نے حضرت ابوالدرداء پر قضاء لازم نہیں کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نفلی روزہ کے توڑنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ایسا شخص اپنے دین سے کھیلنے والا ہے۔ فقہاء تابعین میں سے نخعی' حسن بصری اور مکحول نے اس روزہ کی قضاء لازم کی ہے' علامہ ابن القصار نے امام مالک سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر اس نے بغیر عذر کے روزہ توڑا ہے تو اس پر قضاء لازم ہے اور اگر اس نے عذر کے سبب سے روزہ توڑا ہے تو اس پر قضاء نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اس پر قضاء لازم ہے خواہ اس نے عذر کے سبب سے روزہ یا نماز توڑی ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

عمداً نماز یا روزہ توڑنے والے پر قضاء کے لزوم میں فقہاء احناف کے دلائل

جس شخص نے نفلی نماز یا نفلی روزہ شروع کیا' پھر اس کو توڑ دیا اور اس کی قضاء نہیں کی تو اس نے اپنے عمل کو باطل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو باطل کریں' قرآن مجید میں ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ O (محمد: ۳۳)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو O

سو جس نے نفلی روزہ رکھا' پھر اس کو توڑ دیا اور اس کی قضاء نہیں کی' اس نے اپنے عمل کو ضائع کر دیا۔

فقہاء احناف کی دلیل پر حافظ ابن حجر کا اعتراض اور اس کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جس نے ''ولا تبطلوا اعمالکم'' سے قضاء کے لزوم پر استدلال کیا ہے وہ اہل علم کے اقوال سے ناواقف ہے کیونکہ اکثر علماء کا مختار یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے اعمال میں ریاء اور دکھاوا کر کے ان کو ضائع نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص سے عمل کرو اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر کے اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو یا کسی پر صدقہ کرو اور پھر اس پر احسان جتلا کر یا اس کو طعنہ دے کر اپنے صدقہ کے عمل کو ضائع نہ کرو۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۷۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ ھ)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کوئی قید نہیں لگائی اور مطلقاً اعمال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے خواہ ریاکاری سے اعمال کو ضائع کیا جائے یا گناہ کبیرہ سے اعمال کو ضائع کیا جائے خواہ صدقہ پر احسان جتا کر اعمال کو ضائع کیا جائے خواہ نماز یا روزہ توڑنے کے بعد اس کی قضاء نہ کر کے اس عمل کو ضائع کیا جائے۔ اپنی رائے سے اس آیت کو کسی خاص صورت کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں فقہاء احناف کا موقف متعدد احادیث سے ثابت ہے جو کہ ہم سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں:

نفلی روزہ کو عمداً توڑ کر اس کی قضاء کے وجوب پر احادیث' آثارِ صحابہ اور فتاویٰ تابعین

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے لیے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے طعام ہدیہ کیا گیا' ہم دونوں روزہ دار تھیں' سو ہم دونوں نے روزہ چھوڑ دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تو ہم نے کہا: ہمارے پاس ایک کھانے کا ہدیہ آیا تھا' ہمیں اس کو کھانے کی خواہش ہوئی تو ہم دونوں نے روزہ چھوڑ دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے' تم دونوں اس روزہ کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھو۔ سنن ترمذی میں ہے کہ تم اس کی جگہ ایک روزہ قضاء کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۵۷' سنن ترمذی: ۷۳۵' سنن کبریٰ: ۳۲۹۲' سنن کبریٰ: ۳۲۹۵۔ ۳۲۹۴۔ ۳۲۹۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۰' مصنف عبدالرزاق: ۷۰۹۱' موطأ امام مالک۔ کتاب الصیام۔ باب: ۱۸۔ حدیث: ۵۰' شرح معانی الآثار: ۳۴۰۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۰۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے نفل روزہ کو چھوڑ دیا (یعنی رکھ کر توڑ دیا) وہ اس کی قضاء کرے۔

(شرح معانی الآثار: ۳۴۰۷' مصنف عبدالرزاق: ۷۰۹۲۔ ج ۴ ص ۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے پاس آئے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے خَیس (کھجور اور پنیر سے بنا ہوا طعام) چھپا کر رکھا ہے' آپ نے فرمایا: میں روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا تھا' اس طعام کو میرے قریب لاؤ' میں عنقریب اس کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۴۱۲' مصنف عبدالرزاق: ۷۰۹۴۔ ج ۴ ص ۲۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شکایت کی کہ میں حیض آنے کی وجہ سے عمرہ نہیں کر سکی' تو آپ نے فرمایا: تم عمرہ کو چھوڑ دو اور اپنے بالوں کو کھول کر کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو' پھر جب وادی حصبہ کی رات آئی تو آپ نے میرے ساتھ (میرے بھائی) حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو تنعیم کی طرف بھیجا' پھر میں نے پہلے عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھا۔

(صحیح البخاری: ۱۷۸۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے نفلی عمرہ توڑ دیا' پھر آپ نے ان کو اس عمرہ کی جگہ عمرہ کرنے کا حکم دیا' اس سے واضح ہوا کہ نفل کو عمداً توڑنے کے بعد اس کی قضاء واجب ہوتی ہے خواہ وہ نماز ہو' روزہ ہو یا عمرہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اصحاب کو یہ خبر دی کہ وہ روزے سے ہیں' پھر وہ ان کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' ان کے اصحاب نے پوچھا: کیا آپ روزے سے نہیں تھے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن میرے پاس سے میری باندی گزری' وہ مجھے اچھی لگی' میں نے اس سے اپنی خواہش پوری کر لی' اب میں اس روزے کی جگہ دوسرے دن اس روزہ کی قضاء کروں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۴۱۳)

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے یوم عرفہ کا روزہ رکھا' پھر اس روزہ نے مجھے تھکا دیا تو میں نے روزہ کھول لیا' پھر میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: اس کی جگہ دوسرے دن روزہ رکھو۔

(شرح معانی الآثار: ۳۴۱۴)

امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: انس بن سیرین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد اصحاب سے دریافت کیا تو سب نے یہی کہا کہ اس روزہ کی جگہ ایک روزہ کی قضاء کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۸۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کی جگہ ایک روزہ کو قضاء کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۸۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یزید بن جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے مکحول سے سوال کیا کہ ایک شخص صبح کو روزہ دار تھا' پھر اس کی ماں نے اس کو قسم دے کر روزہ چھوڑنے پر مجبور کیا اور اس نے اس کو ناپسند کیا' مکحول نے کہا: وہ اس کی جگہ ایک روزہ قضاء کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۸۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے کہا: جب کوئی شخص سحری کھالے تو اس پر روزہ واجب ہو جاتا ہے' پھر اگر اس نے روزہ چھوڑا تو اس پر قضاء واجب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۸۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عبداللہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ عطاء اور مجاہد کسی شخص سے ملاقات کے لیے گئے' اس نے ان دونوں کو کھانے کی دعوت دی' حالانکہ وہ دونوں روزہ دار تھے' اس شخص نے ان سے روزہ چھوڑنے کے لیے کہا تو انہوں نے روزہ کھول لیا اور کہا: ہم اس کی جگہ ایک روزہ رکھیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۹۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم نے کہا: جب کوئی شخص رات سے روزہ رکھنے کی نیت کرے' پھر صبح کو روزے سے اٹھے تو اس کو رات اور دن کا اجر ملے گا اور اگر اس نے روزہ چھوڑ دیا تو اس پر قضاء لازم ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۸۱۸۔ ج ۴ ص ۲۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بصری اور ابراہیم دونوں نے کہا: روزے کا گھر رات ہے' پھر اس نے روزہ چھوڑ دیا تو اس پر قضاء لازم ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۸۱۹۔ ج ۴ ص ۲۱۱)

ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ نفلی روزہ کی قضاء لازم نہیں ہے اور ان کا استدلال اس سے ہے کہ جب حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنے نفلی روزہ چھوڑنے کا ذکر کیا تو آپ نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ تم اس کی جگہ ایک اور روزہ رکھنا' میں کہتا ہوں: اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفلی روزہ کی قضاء لازم نہ ہو' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان سے اس لیے نہ فرمایا ہو کہ نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضاء کا مسئلہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کیونکہ ان کثیر احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین میں نفلی روزہ کے توڑنے پر قضاء کے وجوب کی تصریح ہے۔

Marfat.com

''مواخاۃ'' کا معنی' اس کی دو قسمیں اور ''مواخاۃ'' پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں ''مواخاۃ'' کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے کے بھائی بنادیا۔ اہل السیر والمغازی نے کہا ہے کہ صحابہ میں دوبار ''مواخاۃ'' ہوئی ہے' ایک بار ہجرت سے پہلے بالخصوص مہاجرین میں ہوئی جیسے آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور دوسری بار ہجرت کے بعد ''مواخاۃ'' ہوئی' جب آپ مدینہ منورہ آئے تو آپ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ علامہ واقدی نے زہری سے روایت ذکر کی ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد کوئی ''مواخاۃ'' نہیں ہوئی اور حضرت سلمان' غزوۂ احد کے بعد اسلام لائے تھے اور غزوۂ خندق ان کا پہلا غزوہ تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غزوۂ بدر سے پہلے جو مواخاۃ ہوئی تھی اور جو بھائی بنائے جاتے تھے' وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے اور یہی ''مواخاۃ'' بعد میں ممنوع ہوگئی اور حضرت ابوالدرداء اور حضرت سلمان کے درمیان جو ''مواخاۃ'' تھی وہ اس طرح نہیں تھی وہ صرف ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور غم گساری کے معنی میں تھی۔

حضرت ام الدرداء کا تعارف

اس حدیث میں حضرت ام الدرداء کا ذکر ہے' یہ حضرت ابوالدرداء کی بیوی تھیں اور ان کا نام خیرہ تھا' اور یہ حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں' یہ صحابیہ بنت صحابی تھیں' یہ حضرت ابوالدرداء سے پہلے فوت ہوگئی تھیں' حضرت ابوالدرداء کی ایک دوسری بیوی بھی تھیں' ان کو بھی ام الدرداء رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے' ان کا نام جہیمہ تھا' یہ تابعیہ تھیں اور یہ حضرت ابوالدرداء کے بعد بڑے عرصہ تک زندہ رہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۶)

نفلی عبادت کو عمداً توڑنے پر قضاء کا لزوم' معاشرتی معاملات اور عبادات میں توازن اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کے ہاں دعوت میں جائے اور اس کا نفلی روزہ ہو تو وہ میزبان کے اصرار سے نفلی روزہ کو توڑ سکتا ہے لیکن اس پر اس کی قضاء لازم ہوگی اور اگر صاحب خانہ اس کے روزہ نہ توڑنے پر راضی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث میں مسلمان بھائیوں کی زیارت کرنے اور ان سے ملاقات کرنے کا جواز ہے اور اگر وہ گھر میں موجود نہ ہوں' پھر بھی ان کے گھر جانا جائز ہے۔

اس میں مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا اور اس کو اپنی اہلیہ کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کرنے کا جواز ہے اور عبادت اور معیشت میں اعتدال اور توازن قائم رکھنے کا بیان ہے۔

اور اس میں یہ ذکر ہے کہ تقشف (تکلف) اور مشکل اور سخت عبادت سے پرہیز کرنا چاہیے کہ انسان ہر روز روزہ رکھے' تمام رات کو قیام کرے بلکہ اعتدال سے نفلی روزے رکھے اور توازن سے رات کو قیام کرے۔

اور عورت کو اپنے خاوند کے لیے مزین رہنا چاہیے اور بناؤ سنگھار کرنا چاہیے اور میلے اور پھٹے پرانے کپڑے نہیں پہننے چاہئیں۔

حضرت سلمان نے حضرت ابوالدرداء کو نماز پڑھنے سے منع کیا حالانکہ قرآن مجید میں نماز سے منع کرنے پر وعید ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۝ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۝ (العلق: ۱۰-۹)

کیا آپ نے اس کو دیکھا جو منع کرتا ہے ۝ ہمارے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ۝

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ نماز پڑھنے سے منع کرنے پر یہ وعید اس شخص کے متعلق ہے جو نماز پڑھنے کو غلط اور باطل سمجھ کر اس سے منع کرے اور نماز کی اہانت کرے اور حضرت سلمان رضی اللہ نے حضرت ابوالدرداء کو رات کی ابتداء میں نوافل پڑھنے سے منع کیا تھا کیونکہ وہ ساری رات قیام کرنا چاہتے تھے اور اپنی نیند اور اپنی بیوی کے حقوق تلف کر رہے تھے اور انہوں نے ان کو رات کے آخری پہر میں نماز پڑھنے کے لیے اٹھایا اور ان کو دین میں تقشف (تکلف) سے منع کر کے توازن اعتدال اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق رات کو نماز پڑھنے کے لیے کہا اور خود بھی ان کے ساتھ رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھی۔

حضرت سلمان نے حضرت ام الدرداء سے ان کا حال پوچھا اور یہ معلوم کیا کہ انہوں نے زینت کو ترک کر کے اپنا خراب حال کیوں بنایا ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے موقع پر اجنبی عورت سے بات کرنا جائز ہے اور اس کی مصلحت کے لیے اس سے اس کے خانگی احوال کے متعلق سوال کرنا جائز ہے۔

اگر کوئی مسلمان احکامِ شرعیہ سے غافل ہو اور عبادت میں غلو کرنے کا شکار ہو جیسے حضرت ابوالدرداء تھے تو اس کی خیر خواہی کے لیے اس کو عملی طور پر فطرت کے مطابق عبادت کی تلقین کرنی چاہیے۔

حضرت سلمان نے رات کے آخری حصہ میں حضرت ابوالدرداء کے ساتھ نماز پڑھی اس میں نمازِ تہجد کی فضیلت ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورت کا اپنے شوہر پر حق ہے اور اس سے عمل زوجیت کرنا یہ بھی اس کے حقوق میں سے ہے اور یہی حسن معاشرت کا تقاضا ہے کیونکہ حضرت ام الدرداء نے حضرت سلمان سے شکایت کی تھی کہ تمہارے بھائی کو تو دنیا سے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص حضرت ابوالدرداء کی طرح مستحبات پر بہت زیادہ عمل کرے جس سے اس کے اپنے نفس کے حقوق اور اس کی بیوی کے حقوق متاثر ہو رہے ہوں تو اس کو مستحبات میں غلو کرنے سے منع کرنا جائز ہے اور یہ خیر اور نیکی سے منع کرنا نہیں ہے بلکہ دوسری خیر اور نیکی کی دعوت دینا ہے کیونکہ انسان پر اس کے رب کا بھی حق ہے اس کے نفس کا بھی حق ہے اس کی بیوی کا بھی حق ہے اور اس کے مہمان کا بھی حق ہے اور سب کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

روزہ رکھنے اور کسب معاش کی طاقت حاصل کرنے کے لیے رات کو آرام کرنا اور سونا چاہیے۔

حضرت ابوالدرداء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر صرف یہ بتایا تھا کہ حضرت سلمان نے ان سے یہ کہا تھا کہ تم پر اللہ کا بھی حق ہے اور اپنا اور اپنی بیوی کا بھی حق ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا تھا: سلمان نے سچ کہا اور حضرت ابوالدرداء نے آپ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ حضرت سلمان کے اصرار سے میں نے اپنا نفلی روزہ کھول لیا تھا آیا اب مجھ پر اس کی قضاء ہے یا نہیں اس لیے اگر آپ نے اس موقع پر ان کو اس روزہ کی قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا تو اس سے امام بخاری اور دوسرے ائمہ کا یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ نفلی روزہ کی قضاء لازم نہیں ہے اور چونکہ دوسری احادیث آثار اور فتاویٰ تابعین میں یہ تصریح ہے کہ نفلی روزہ کو عمداً توڑنے سے اس کی قضاء لازم ہوتی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے تو اس حدیث کو بھی اسی صورت پر محمول کیا جائے گا جب کہ اس حدیث میں آپ نے نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضاء کرنے کا حکم دیا ہے نہ اس کی قضاء سے منع فرمایا ہے تو اس حدیث کو قضاء سے ممانعت پر کیوں محمول کیا جائے گا اور اس کو قضاء کرنے پر کیوں محمول نہیں کیا جائے گا جب کہ دوسری احادیث سے قضاء کرنے کا ثبوت ہے؟ اور اگر بالفرض دوسری احادیث سے قضاء کے ترک کا جواز ثابت بھی ہو تب بھی قضاء کے ترک کا عدم جواز ہی راجح ہوگا کیونکہ جب جواز اور عدم جواز اور حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو عدم جواز اور حرمت کو جواز اور حلت پر ترجیح ہوتی ہے پس واضح ہو گیا کہ

Marfat.com

جس نے نفلی عبادت کو شروع کرنے کے بعد عمداً ترک کر دیا' اس پر اس کی قضاء لازم ہے۔ وللّٰه الحمد علٰى ذالك.

۵۲- بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ — شعبان کے روزے

اس باب میں شعبان کے مہینہ میں روزے رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور نفلی روزوں کے سلسلہ میں یہ پہلا باب ہے۔

''شعبان'' کا لفظ ''شعب'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی اجتماع ہے' چونکہ اس مہینہ میں بھی رمضان کے مہینہ کی طرح خیر کثیر مجتمع ہوتی ہے' اس لیے اس کو شعبان کہا جاتا ہے۔ ثعلب نے کہا کہ ''شعبان''، ''تشعّب'' سے ماخوذ ہے اور ''تشعّب'' کا معنی تفرق ہے اور اس مہینہ میں قبائل متفرق ہو کر بادشاہوں کے پاس انعامات لینے جاتے تھے' اور شعبان کے مہینہ میں بھی متفرق عبادات ادا کی جاتی ہیں۔

نصف شعبان کی رات میں استغفار کرنے' قبرستان جانے اور اگلے دن روزہ رکھنے کے متعلق احادیث

شعبان کی فضیلت میں یہ حدیث ذکر کی جاتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ کو (بستر پر) موجود نہ پایا' میں باہر نکلی تو آپ بقیع کے قبرستان میں تھے' پس آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارا یہ گمان تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے ساتھ ظلم کرے گا' میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے یہ گمان کیا تھا کہ آپ اپنی کسی زوجہ کے پاس گئے ہیں' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔

(سنن ترمذی:۷۳۹' سنن ابن ماجہ:۱۳۸۹' شعب الایمان:۳۸۲۶' شرح السنۃ:۹۹۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۰ ص۴۳۷' مسند احمد ج۶ ص۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد:۲۶۰۱۸' ج۴۳ ص۱۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں نے امام بخاری سے سنا' وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے (کیونکہ یہ حدیث از حجاج ارطاۃ از یحییٰ بن ابی کثیر از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے)۔ امام ترمذی لکھتے ہیں: یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں: انہوں نے اس کو عروہ سے نہیں سنا' امام بخاری نے کہا: حجاج بن ارطاۃ نے اس کو یحییٰ بن ابی کثیر سے نہیں سنا۔ (سنن ترمذی ص۲۳۶-۲۳۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

گویا اس حدیث کی سند میں دو وجہوں سے انقطاع ہے اور یہ اس حدیث کی سند کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔

اسی طرح شعبان کی فضیلت میں یہ احادیث بھی ذکر کی جاتی ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس رات میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں غروبِ آفتاب کے بعد آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: سنو! کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو بخش دوں' کوئی رزق طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو رزق دوں' کوئی مصیبت میں مبتلا ہے تو میں اس کو عافیت میں رکھوں' سنو! کوئی فلاں چیز کا طالب ہے' سنو! کوئی فلاں چیز کا طالب ہے۔

(سنن ابن ماجہ:۱۳۸۸)

علامہ عبدالرحمان بن اسماعیل الکنانی البوصیری المتوفی ۸۴۰ھ اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ اسناد ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند کا ایک راوی ابن ابی سبرہ ضعیف ہے' امام احمد بن حنبل اور ابن معین نے کہا: یہ حدیث وضع کرتا تھا۔ (زوائد ابن ماجہ:۴۵۳' ص۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

Marfat.com

نیز امام ابن ماجہ از الولید از ابن لہیعہ...... از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو (خصوصاً) متوجہ ہوتا ہے پس تمام مخلوق کو معاف فرما دیتا ہے سوا مشرک یا ایک دوسرے سے عداوت رکھنے والے کے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۹۰)

علامہ البوصیری المتوفی ۸۴۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عبداللہ بن لہیعہ سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے اور اس کی سند میں الولید بن مسلم ہے وہ مدلس ہے۔ (زوائد ابن ماجہ: ۴۵۵ ص ۲۰۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نصف شعبان کی رات کے نوافل کے متعلق شیخ تقی الدین بن صلاح اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے درمیان مناظرے ہوئے ابن الصلاح یہ کہتے تھے کہ ان نوافل کی سنت میں اصل ہے اور ابن عبدالسلام اس کا انکار کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ ان احادیث کی سندوں کو ضعیف کہا گیا ہے لیکن ان میں سے کسی کی سند موضوع نہیں ہے اور فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث پر تمام مستند علماء متفق ہیں کہ ان پر عمل کرنا جائز ہے۔

۱۹۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَاَيْتُهُ اَكْثَرَ صِيَامًا مِّنْهُ فِيْ شَعْبَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے تھے کہ اب آپ روزے نہیں چھوڑیں گے اور آپ روزے چھوڑ دیتے تو ہم کہتے تھے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے رمضان کے سوا کسی مہینہ میں پورے روزے رکھے ہوں اور میں نے آپ کو کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(اطراف الحدیث: ۱۹۷۰-۶۴۶۵)

(صحیح مسلم: ۱۱۵۶ الرقم المسلسل: ۲۶۱۰ سنن نسائی: ۲۱۷۵ سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۰ سنن کبریٰ: ۲۹۰۸ مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۳ طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۱۰۱ ج ۴۲ ص ۳۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے یا پورے مہینہ کے روزے رکھتے تھے؟

اس جگہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکمل شعبان کے مہینہ میں روزے نہیں رکھے کیونکہ مکمل مہینہ کے روزے آپ نے صرف رمضان میں رکھے ہیں لیکن بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مکمل شعبان کے مہینہ کے روزے بھی رکھے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ماہِ رمضان کے علاوہ) سال کے کسی مہینہ میں مکمل روزے نہیں رکھتے تھے سوائے شعبان کے مہینہ کے آپ اس کو رمضان کے ساتھ ملاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۳۶ سنن ترمذی: ۷۳۶ سنن نسائی: ۲۱۷۴ سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۸)

Marfat.com

اور یہ حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے ہوں سوائے شعبان اور رمضان کے۔ (سنن ترمذی: ۷۳۶ 'سنن ابوداؤد: ۲۳۳۶ 'سنن نسائی: ۲۱۷۴ 'سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۸)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے اور یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا' آپ بہت کم شعبان کے روزے ترک کرتے تھے بلکہ پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۹۷۰-۱۹۶۹ 'صحیح مسلم: ۱۱۵۶ 'سنن ابوداؤد: ۲۴۳۴ 'سنن ترمذی: ۷۳۷ 'سنن نسائی: ۲۳۴۷)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

سالم ابو النضر اور ایک سے زیادہ لوگوں نے اس حدیث کو از حضرت ابو سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے' جیسے محمد بن عمرو سے (حدیث مذکور کی) روایت ہے اور ابن المبارک نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ کلام عرب میں یہ جائز ہے کہ جب کوئی شخص مہینہ کے اکثر ایام میں روزے رکھے تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس نے پورے مہینہ کے روزے رکھے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے پوری رات قیام کیا حالانکہ اس نے اس رات میں کھانا بھی کھایا تھا اور کئی دوسرے کام بھی کیے تھے اور ابن المبارک کے نزدیک یہ دونوں حدیثیں ہم معنی ہیں اور ان کا معنی یہ ہے کہ آپ شعبان کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے۔

(سنن ترمذی ص ۲۳۵ 'دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے کہ آپ شعبان کے مہینہ کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے' وہ تحقیق پر مبنی ہے اور حضرت ام سلمہ نے جو فرمایا ہے: آپ پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے' وہ تقریب پر مبنی ہے اور انہوں نے اکثر ایام کو پورے مہینہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

شعبان کے مہینہ میں کثرت سے روزے رکھنے کا سبب

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا: یارسول اللہ! میں نے آپ کو دیکھا ہے آپ جتنے روزے شعبان میں رکھتے ہیں اتنے روزے کسی اور مہینہ میں نہیں رکھتے' آپ نے فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں' یہ رجب اور رمضان کے درمیان کا مہینہ ہے' اس مہینہ میں اعمال اٹھا کر رب العلمین کے پاس پہنچائے جاتے ہیں' پس میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جس وقت میرے عمل کو اٹھایا جائے' اس وقت میں روزہ دار ہوں۔

(شرح معانی الآثار: ۳۳۴۷- ج ۲ ص ۱۴۱-۱۴۰ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس میں لکھ دیا جاتا ہے کہ اس میں کس کس کی روح قبض کی جائے گی اور میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جب میری روح قبض کی جائے تو میں روزہ دار ہوں۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۹۱۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ رمضان کے بعد کس مہینہ کے روزے سب سے افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا: شعبان کے روزے' رمضان کی تعظیم کی وجہ سے' انہوں نے کہا: پھر کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رمضان میں صدقہ کرنا۔ (سنن ترمذی: ۶۹۳)

Marfat.com

شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ مکلف کو پہلے سے رمضان کے روزے رکھنے کی مشق ہو جائے تاکہ اس کو رمضان کے روزے رکھنے میں غیر معمولی مشقت اور کلفت نہ ہو بلکہ رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے وہ روزے رکھنے کا عادی ہو جائے اور شعبان کا مہینہ رمضان کے مہینہ کے مقدمہ کی مثل ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ جب شعبان کا مہینہ شروع ہو تو وہ دن میں زیادہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کریں اور شعبان کی راتوں میں نمازوں میں قیام کریں تاکہ انہیں رمضان کے مہینہ کی راتوں میں تراویح اور تہجد پڑھنا مشکل اور دشوار نہ معلوم ہو۔

اس اعتراض کا جواب کہ شعبان میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں شعبان کے مہینہ میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان ہو جائے تو رمضان تک روزے نہ رکھو۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۳۷ 'سنن نسائی: ۲۹۱۱ 'سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۱ ' صحیح ابن حبان: ۳۵۸۳ 'شرح السنۃ: ۱۷۲۱ ' مصنف عبدالرزاق: ۷۳۲۵ ' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزے نہ رکھے' سوا اس شخص کے جس کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہو تو وہ اس دن روزہ رکھ لے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۱۴ ' صحیح مسلم: ۱۰۸۲)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ علامہ زین الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث شاذ ہے اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہے' امام طحاوی نے کہا: یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کے ترک پر علماء کا اجماع ہے اور اکثر علماء کا موقف یہ ہے کہ اس حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا' امام شافعی اور ان کے اصحاب نے اس حدیث پر عمل کیا ہے' اور انہوں نے نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے سے منع کیا ہے اور ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے کی ممانعت کی علت میں بھی اختلاف ہے' بعض نے کہا: اس میں یہ خطرہ ہے کہ اس سے رمضان کے مہینہ کے روزوں میں اضافہ کا اعتقاد نہ کر لیا جائے' لیکن نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے میں یہ احتمال بہت بعید ہے' البتہ رمضان کے مہینہ کے شروع ہونے سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے اس احتمال کی گنجائش ہے۔

بعض علماء نے کہا: نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے سے بہ طور شفقت منع فرمایا ہے تاکہ رمضان کے روزے رکھتے وقت انسان بہت کمزور نہ ہو جائے اور اس کو رمضان کے روزے رکھنا مشکل نہ ہوں لیکن یہ وجہ بھی مسترد کی گئی ہے کیونکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے شعبان کے یا اکثر شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ (لطائف المعارف ج ۱ ص ۲۲۴ - ۲۲۳ ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ المکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

نصف شعبان میں مساجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے کے متعلق اہل شام اور اہل بصرہ کا موقف

نیز علامہ زین الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اہل شام کے تابعین مثلاً خالد بن معدان' مکحول' لقمان بن عامر وغیرہم نصف شعبان کی رات کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں عبادت کی کوشش کرتے تھے اور لوگوں نے ان سے نصف شعبان کی فضیلت اور تعظیم میں روایات سنیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آثار اسرائیلیہ ہیں اور جب یہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی تو اس میں لوگوں کا اختلاف ہو گیا' بعض لوگوں نے ان روایات کو قبول کیا اور نصف شعبان کی رات کی تعظیم کرنے میں موافقت کی' ان میں اہل بصرہ وغیرہم کے عبادت گزار ہیں اور اہل حجاز کے اکثر علماء نے اس کا انکار کیا اور اس کو فقہاء اہل مدینہ نے بھی نقل کیا اور یہی امام مالک کے اصحاب کا قول ہے اور انہوں نے کہا: یہ سب بدعت ہے

نصف شعبان کی رات میں عبادت کرنے کے متعلق علماء شام کے دو قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب میں مساجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے' خالد بن معدان اور لقمان بن عامر وغیرہما اس رات عمدہ کپڑے پہنتے' خوشبو لگاتے' سرمہ لگاتے اور رات کو مسجد میں نوافل پڑھتے ۔ اسحاق بن راھویہ نے مسجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے میں ان کی موافقت کی اور کہا: یہ بدعت نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس رات میں نوافل پڑھنے کے لیے اور وعظ کرنے کے لیے اور دعا کرنے کے لیے مساجد میں اجتماع کرنا مکروہ ہے' اور اگر کوئی شخص تنہا نماز پڑھے تو وہ مکروہ نہیں ہے اور یہ اہل شام کے امام' عالم اور فقیہ اوزاعی کا قول ہے اور یہی قول ان شاء اللہ صحت' صواب اور تحقیق کے زیادہ قریب ہے۔

امام شافعی نے کہا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ پانچ راتوں میں دعا قبول ہوتی ہے: جمعہ کی رات' عیدین کی رات' یکم رجب کی رات اور نصف شعبان کی رات اور ان تمام راتوں میں عبادت کرنا مستحب ہے۔

کعب سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات حضرت جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجتا ہے اور جنت کو مزین ہونے کا حکم دیتا ہے' امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لیلۃ القدر کے بعد نصف شعبان کی شب سے بڑھ کر کوئی رات افضل نہیں ہے' اس رات آسمانِ دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ نزول فرماتا ہے اور مشرک' حاسد اور قطع رحم کرنے والے کے سوا ہر مسلمان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

پس مؤمن کو چاہیے کہ وہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے اور اس سے دعا کرنے کے لیے اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لیے اور مصائب کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اس رات سب سے پہلے توبہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

(لطائف المعارف ج ۱ ص ۲۲۸۔ ۲۲۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

شعبان کی پندرھویں شب مساجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا مؤقف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ ھ نے بھی مذکور الصدر عبارت لکھی ہے' اس کے بعد فرماتے ہیں:

شیخ محقق اعلم علماء الہند مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی ماثبت بالسنۃ میں حدیث صلوۃ الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کر کے ارشاد فرماتے ہیں: یہ وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقۂ تحقیق' اسناد وتنقید آثار پر ذکر کیا اور اُن سے اسی قدر مبالغہ کا تعجب ہے' اُنہیں اتنا کہنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجۂ صحت کو نہ پہنچی اور زیادہ تعجب امام محی الدین نووی سے ہے کہ وہ تو مسائل فقہ میں راہِ انصاف پر چلتے ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں' زیادہ انصاف وترک افراط کے لائق تھا' اس لیے کہ یہ فعل اولیائے عظام وعلمائے کرام قدست اسرارہم کی طرف منسوب ہے' پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے دربارۂ صلوٰۃ الرغائب خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لیے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کرے اور اُس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا: ''ھذا الحدیث مما وجدتہ فی کتاب رزین ولم اجدہ فی واحد من الکتب الستۃ والحدیث مطعون فیہ'' یعنی یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اُس پر جرح ہے۔ پھر فرمایا: بہجۃ الاسرار شریف میں حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ذکر اقدس میں صلوٰۃ

Marfat.com

الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیاء جمع ہوئے' الی آخر کلماتہ۔ نیز امام ابوالحسن نورالدین علی قدس سرہٗ نے بسند خود حضرات عالیات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب وسیدنا تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ابنائے حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ روزِ جمعہ پنجم رجب ۴۳ھ کو حضرت شیخ بقا ابن بطو قدس سرہ العزیز صبح تڑکے مدرسۂ انور حضور پرنور رضی اللہ عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا: مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اوّل وقت کیوں آیا' میں نے آج کی رات ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے اور جمیع اقطارِ عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ تو اُس نور سے متصل ہوئے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں' جو اُس سے اتصال پاتا ہے' اُس کا نور دوبالا ہو جاتا ہے تو میں نے غور کیا کہ اس نور کا خزانہ ومنبع کیا ہے' کہاں سے چمکا ہے' ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پرنور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ سے صادر ہوا ہے' اب میں نے اُس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نورِ قلب سے مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر منعکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے تکے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اُس سے جگمگا اٹھا اور جتنے فرشتے اُس رات اُترے تھے سب نے حضور کے پاس آ کر حضور سے مصافحہ کیا (اور بہجۃ الاسرار میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اُس رات زمین پر نہ اُترا اور حضور کے پاس آ کر حضور سے مصافحہ نہ کیا ہو یعنی تمام ملائکۃ اللہ زمین پر آئے اور محبوبِ خدا سے مصافحے کیے) فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک شاہد مشہود ہے (شاہد کہ مشاہدہ والے ہیں اور مشہود کہ سب ملائکہ اُن کے پاس آئے' قال تعالٰی ان قراٰن الفجر کان مشہودا ای تشھدہ الملئکۃ) دونوں شاہزادگانِ دوجہاں نے فرمایا: ہم یہ سن کر حضور پرنور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کی: کیا آج کی رات حضور نے صلوٰۃ الرغائب پڑھی (یعنی جس کے انوار یہ چمکے' یہ شب شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور پرنور رضی اللہ عنہ نے اُس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے: جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبہائے رغائب میں میری نماز ہے' وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اُٹھے اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب بجا نہ لایا (پیاریاں عالم قدس کی تجلیاں ہیں)۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۴۶۷-۴۶۶' مکتبہ رضویہ' کراچی)

١٩٧٠ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حَدَّثَتْهُ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ' فَإِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ' وَكَانَ يَقُوْلُ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ' فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا. وَأَحَبُّ الصَّلٰوةِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّتْ' وَكَانَ إِذَا صَلّٰى صَلٰوةً دَاوَمَ عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے پس بے شک آپ شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے اور آپ یہ فرماتے تھے کہ تم اتنا عمل کیا کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمہیں اجر دینے سے) اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک کہ تم (عمل کرنے سے) نہ اکتا جاؤ' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نماز سب سے زیادہ محبوب تھی جس پر دوام کیا گیا ہو خواہ وہ نماز کم ہو اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نماز پڑھتے تو اس پر دوام کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۶۹ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۵۳- بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِفْطَارِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی تسلسل سے نفلی روزے رکھتے تھے اور کبھی تسلسل سے نفلی روزے چھوڑ دیتے تھے۔

۱۹۷۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ، وَيَصُوْمُ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يَصُوْمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے مہینہ کے سوا کسی مہینہ کے مکمل روزے نہیں رکھے آپ روزے رکھتے حتیٰ کہ کوئی کہنے والا کہتا: اللہ کی قسم! آپ روزہ نہیں چھوڑیں گے اور آپ روزے چھوڑ دیتے حتیٰ کہ کوئی کہنے والا کہتا: اللہ کی قسم! آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۵۷، الرقم المسلسل: ۲۶۱۳، سنن نسائی: ۲۳۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۱، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۵۱۔ ج ۴ ص ۵۱، مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (۲) ابوعوانہ الوضاح بن عبداللہ یشکری (۳) ابوبشر جعفر بن ابی وحشیہ ایاس یشکری (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۱)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے سوا کسی مہینہ کے پورے روزے نہیں رکھے حالانکہ اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ آپ نے شعبان کے پورے روزے رکھے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اُس سے شعبان کے اکثر روزے مراد ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۶۲۰۔ ج ۳ ص ۱۵۴۔ ۱۵۳ پر مذکور ہے وہاں بھی اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۹۷۲ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ أَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ، وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ أَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسًا فِي الصَّوْمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مہینہ میں روزہ رکھنا چھوڑ دیتے تھے حتیٰ کہ ہم گمان کرتے تھے کہ اب آپ اس مہینہ میں روزے نہیں رکھیں گے اور آپ (کسی مہینہ میں) روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے اور تم جب بھی آپ کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لو گے اور تم جب بھی آپ کو رات میں سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو

Marfat.com

آپ کو سوتا ہوا دیکھ لو گے' اور سلیمان نے از حمید کہا کہ انہوں نے
حضرت انس رضی اللہ سے روزے کے متعلق سوال کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۱ میں گزر چکی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے تمام اعمال متوازن تھے' آپ کا نفلی روزے رکھنا اور نفلی روزے چھوڑ دینا' رات کو نوافل پڑھنا اور رات کو سونا ان تمام اعمال میں توازن اور اعتدال تھا۔

١٩٧٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مُفْطِرًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مَسِسْتُ خَزَّةً وَّلَا حَرِيرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً وَّلَا عَبِيرَةً أَطْيَبَ رَائِحَةً مِنْ رَّائِحَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوخالد احمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں جس مہینہ میں بھی آپ کو روزے سے دیکھنا چاہتا تو آپ کو روزہ دار دیکھ لیتا اور میں جس مہینہ میں آپ کو روزہ چھوڑتے ہوئے دیکھنا چاہتا تو آپ کو روزہ چھوڑتے ہوئے دیکھ لیتا اور میں جس رات میں آپ کو (نوافل کے) قیام میں دیکھنا چاہتا تو آپ کو قیام میں دیکھ لیتا اور میں جس رات میں آپ کو نیند میں دیکھنا چاہتا تو آپ کو نیند میں دیکھ لیتا' میں نے کسی باریک ریشم کو یا کسی دبیز ریشم کو نہیں مس کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے زیادہ ملائم ہو اور نہ میں نے رسول اللہ (کے بدن مبارک) کی خوشبو سے زیادہ مشک و عنبر کی خوشبو سونگھی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے حقوق بھی ادا کرتے تھے اور اللہ عزوجل کے حقوق بھی ادا کرتے تھے اور اس میں امت کے لیے یہ ہدایت ہے کہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نمونہ پر عمل کرے' اس حدیث میں روزے رکھنے اور چھوڑنے سے مراد نفلی روزے ہیں۔

٥٤ - بَابُ حَقِّ الضَّيْفِ فِي الصَّوْمِ
روزے میں مہمان کا حق ادا کرنا

١٩٧٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ يَعْنِي إِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَقُلْتُ وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ؟ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہارون بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے' پھر یہ حدیث ذکر کی: بے شک تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے' میں نے پوچھا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کس طرح تھے؟ آپ نے فرمایا:

Marfat.com

نصف زندگی کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کی وضاحت آئندہ حدیث میں آرہی ہے۔

۵۵ - بَابُ حَقِّ الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ روزے میں جسم کا حق

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص مسلسل نفلی روزہ رکھتا ہے' اس کو اپنے جسم کے حق کی رعایت کرنی چاہیے' کہیں مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے وہ بہت زیادہ کمزور نہ ہو جائے اور اگر وہ یہ محسوس کرے کہ مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے اس کے فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں خلل ہو رہا ہے یا روزی کے حصول میں کمی ہو رہی ہے' جس کی وجہ سے وہ اپنے ذمہ حقوق العباد کو ادا نہیں کر سکے گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ مسلسل نفلی روزے رکھنا بند کر دے۔

۱۹۷۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ' اَلَمْ اُخْبَرْ اِنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ ؟ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' قَالَ فَلَا تَفْعَلْ' صُمْ وَاَفْطِرْ' وَقُمْ وَنَمْ' فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَاِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ' فَاِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ اَمْثَالِهَا' فَاِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ . فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ . قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنِّي اَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ. قُلْتُ وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ. فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَمَا كَبِرَ يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو' میں نے کہا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: پس تم ایسا نہ کرو' تم روزہ رکھو بھی اور روزہ چھوڑو بھی' اور (رات کو نوافل میں) قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو' کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین دن کے روزے رکھو کیونکہ تمہیں ہر نیکی کا دس گنا اجر ملے گا اور یہ پوری زندگی کے روزے ہیں یعنی ہمیشہ کے روزے ہیں' سو میں نے (اپنے اوپر) سختی کی تو مجھ پر سختی کی گئی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس کی قوت پاتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو اور ان پر اضافہ نہ کرنا' میں نے پوچھا: اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ نصف زندگی کے روزے ہیں (ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا)۔ پھر حضرت عبداللہ

بوڑھے ہونے کے بعد یہ کہتے تھے: کاش! میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور وضاحت طلب ہیں:

''صیام الدھر'' میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا یہ ''صیام الدھر'' (پوری زندگی کے روزے) ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ ''صیام الدھر'' کی مثل ہیں۔

''صیام الدھر'' یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' اہل ظاہر یعنی غیر مقلدین نے ان کو ممنوع کہا ہے کیونکہ احادیث میں ان کی ممانعت ہے' اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ہمیشہ روزے رکھنا جائز ہیں بہ شرطیکہ ان دنوں میں روزے نہ رکھے جائیں جن دنوں میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے' یعنی عیدین اور ایام تشریق کے روزے' اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ ہمیشہ روزے رکھنا مستحب ہے۔

سنن الکجی میں ابوتمیمہ ہجیمی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس پر دوزخ کو تنگ کر دیا جائے گا۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمرو سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دو دن عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے علاوہ ہمیشہ روزے رکھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۴)

صحابہ کی ایک جماعت مسلسل روزے رکھتی تھی' ان میں حضرت عمر بن الخطاب' ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عائشہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

''صیام دھر'' اور ''صیام وصال'' میں فرق

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صومِ وصال اور صیامِ دھر میں کیا فرق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کی حقیقت مختلف ہے کیونکہ جس شخص نے ایک دن یا دو دن روزے رکھے اور ان کی راتوں میں کچھ نہیں کھایا پیا تو یہ صوم وصال ہے لیکن صیامِ دھر نہیں ہے اور جس نے ہمیشہ روزے رکھے اور افطار کے بعد سحری تک راتوں میں کھاتا پیتا رہا تو یہ صیامِ دھر ہے لیکن صیامِ وصال نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۶ - بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ

تاحیات روزے رکھنا

۱۹۷۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ، وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ. فَقُلْتُ لَهٗ قَدْ قُلْتُهٗ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ. قَالَ فَاِنَّكَ لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا میں ضرور دن میں روزہ رکھوں گا اور ضرور رات میں قیام کروں گا

Marfat.com

تَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَذٰلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ. قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ. قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، فَذٰلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ. فَقُلْتُ أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ.

پس میں نے آپ سے کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں! میں اس نے اس طرح کہا ہے' آپ نے فرمایا: پس بے شک تم اس کی طاقت نہیں رکھتے' پس تم روزہ (بھی) رکھو اور روزہ چھوڑو (بھی) اور قیام (بھی) کرو اور سوؤ (بھی) اور ہر مہینے کے تین دنوں میں روزہ رکھو کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے اور یہ تا حیات روزے رکھنے کی مثل ہے' میں نے کہا: بے شک میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھو اور دو دن روزہ چھوڑ دو' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ چھوڑ دو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور یہ سب سے افضل روزے ہیں' پس میں نے کہا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۷ - بَابُ حَقِّ الْأَهْلِ فِي الصَّوْمِ — روزہ میں اہل کا حق

اہل سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا خرچ اٹھانا اس کی ذمہ داری ہے' مثلاً بیوی' بچے اور ماں باپ وغیرہ۔

رَوَاهُ أَبُو جُحَيْفَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی ابو جحیفہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' ۱۹۶۸ کے تحت گزر چکی ہے جس میں حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کا قصہ ہے۔

۱۹۷۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَطَاءً أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ، وَأُصَلِّي اللَّيْلَ، فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِمَّا لَقِيتُهُ، فَقَالَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ وَلَا تُفْطِرُ، وَتُصَلِّي وَلَا تَنَامُ؟ فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًّا، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ وَأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَظًّا. قَالَ وَإِنِّي لَأَقْوَى لِذٰلِكَ، قَالَ فَصُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. قَالَ وَكَيْفَ؟ قَالَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى. قَالَ مَنْ لِي بِهٰذِهِ يَا

- امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عطاء سے سنا کہ ابوالعباس شاعر نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور رات کو نوافل پڑھتا ہوں' پس یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیغام بھیجا یا میں از خود آپ سے ملا' پس آپ نے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ تم روزے رکھتے ہو اور روزے چھوڑتے نہیں ہو اور نماز پڑھتے ہو اور سوتے نہیں ہو' پس تم روزہ رکھا کرو اور روزہ چھوڑا بھی کرو' اور رات کو قیام کرو اور سویا بھی کرو' کیونکہ تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے' اور تمہارے اہل کا

Marfat.com

نَبِیَّ اللّٰہِ؟ قَالَ عَطَاءٌ لَّا اَدْرِیْ کَیْفَ ذَکَرَ صِیَامَ الْاَبَدِ' قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ. مَرَّتَیْنِ.

بھی تم پر حق ہے' انہوں نے کہا: میں اس کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو' انہوں نے پوچھا: وہ کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو فرار نہیں ہوتے تھے' اس پر حضرت عبداللہ نے کہا: حضرت داؤد علیہ السلام کی اس خصلت کا (کہ میں میدانِ جنگ سے فرار اختیار نہ کروں) کون ضامن ہوگا! عطاء نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ نے کس طرح دائمی روزوں کا ذکر کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار فرمایا: جس نے دائمی روزے رکھے' اس نے روزہ نہیں رکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔ یہاں آپ نے جو فرمایا کہ ''جس نے دائمی روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا'' اس کا معنی یہ ہے کہ چونکہ اس نے ایک ممنوع روزہ رکھا ہے' اس لیے اس کو اس روزہ کا اجر نہیں ملے گا۔

۵۸ - بَابُ صَوْمِ یَوْمٍ وَّاِفْطَارِ یَوْمٍ

ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا

۱۹۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ مُّغِیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاھِدًا' عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صُمْ مِنَ الشَّھْرِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ. قَالَ اُطِیْقُ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ' فَمَا زَالَ حَتّٰی قَالَ صُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمًا. فَقَالَ اِقْرَاِ الْقُرْاٰنَ فِیْ کُلِّ شَھْرٍ. قَالَ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَکْثَرَ' فَمَا زَالَ حَتّٰی قَالَ فِیْ ثَلَاثٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہر مہینہ سے تین دن کے روزے رکھو' انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' پھر وہ مسلسل زیادہ روزے رکھنے پر اصرار کرتے رہے' حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو' پھر آپ نے فرمایا: ہر مہینہ میں ایک قرآن ختم کرو' انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' پھر وہ مسلسل اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: تین دن میں ختم کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے' علامہ عینی نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم نہ کیا جائے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ بعض متقدمین ایک ماہ میں قرآن مجید ختم کرتے تھے اور یہ جلدی ختم کرنے کی کم سے کم مدت ہے اور زیادہ سے زیادہ جلدی کی مدت یہ ہے کہ ایک دن اور ایک رات میں قرآن مجید کے آٹھ ختم کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۹ - بَابُ صَوْمِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے

اس سے پہلے باب کا عنوان تھا: ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا' اور یہی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' بہ ظاہر یہ تکرار ہے لیکن پہلے باب سے مقصود یہ ہے کہ اس طرح روزے رکھنا افضل ہے اور اس باب سے مقصود یہ ہے کہ اس طرح روزے

Marfat.com

رکھنا حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت ہے۔

١٩٧٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيَّ، وَكَانَ شَاعِرًا، وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِيْ حَدِيْثِهٖ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَتَصُوْمُ الدَّهْرَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، قَالَ اِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ، وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ، صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ. قُلْتُ فَاِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ابو العباس المکی سے سنا اور وہ شاعر تھے اور وہ اپنی حدیث میں متہم نہیں تھے انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: تم تسلسل سے روزے رکھتے ہو اور (ہر) رات میں قیام کرتے ہو میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اگر تم ایسا کرتے رہے تو تمہاری آنکھیں اندر دھنس جائیں گی یعنی تمہاری بینائی کمزور ہو جائے گی اور تمہارا بدن بہت لاغر ہو جائے گا جس نے زندگی بھر روزے رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں ہوا مہینہ میں تین دن کے روزے رکھنا زندگی بھر روزے رکھنے کے برابر ہے میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا: پھر تم حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہیں تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١١٣١ میں گزر چکی ہے۔

١٩٨٠ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الْمَلِيْحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِيْكَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، فَحَدَّثَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِيْ، فَدَخَلَ عَلَيَّ، فَاَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ، فَجَلَسَ عَلَى الْاَرْضِ، وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ، فَقَالَ اَمَا يَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ؟ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ خَمْسًا. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ سَبْعًا. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ تِسْعًا. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ اِحْدٰى عَشْرَةَ. ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، شَطْرَ الدَّهْرِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ انہوں نے کہا: مجھے ابو الملیح نے خبر دی انہوں نے کہا: میں تمہارے والد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس گیا پس انہوں نے ہمیں یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے روزہ کا ذکر کیا گیا تو آپ میرے پاس تشریف لائے سو میں نے آپ کے لیے ایک گدا بچھایا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی آپ زمین پر بیٹھ گئے اور وہ گدا میرے اور آپ کے درمیان تھا پس آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین روزے رکھو میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: چلو پانچ (روزے رکھ لو) میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: چلو سات (روزے رکھ لو) میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا:

Marfat.com

صُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمًا. چلو نو (رکھ لو) میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: چلو گیارہ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں سے زیادہ روزے نہ رکھنا' وہ نصف دہر (نصف زندگی) کے روزے ہیں' ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ افطار کرو۔

نبی ﷺ کا احکامِ شرعیہ کی گہرائی میں جانے سے منع فرمانا اور عمل میں آسانی کی ہدایت دینا ــــــ اور آپ کی تواضع اور انکسار

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث سے مزید یہ معلوم ہوا کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار سے زیادہ کسی نفلی روزہ میں فضیلت نہیں ہے' اور یہ کہ نبی ﷺ امت کی بہت خیر خواہی اور اُمت پر بہت شفقت کرتے تھے اور ان کو ایسے عمل کرنے کی ہدایت دیتے تھے جس کو وہ آسانی سے دائماً کر سکیں اور ان کو عبادت میں زیادہ گہرائی میں جانے سے منع فرمایا کیونکہ اس سے زیادہ تھکاوٹ اور اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے' جس سے اصل عبادت بھی متروک ہو جانے کا خطرہ ہے' حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے روزوں کا حال بیان کیا' اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے نیک اعمال کو بیان کر سکتا ہے بہ شرطیکہ اس میں ریاکاری نہ ہو' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے نبی ﷺ کے لیے گدا بچھایا لیکن نبی ﷺ اس گدے پر نہیں بیٹھے بلکہ اس کی دوسری طرف بیٹھ گئے' اس سے آپ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ تنگی اور عسرت میں گزر بسر کرتے تھے کیونکہ اگر حضرت عبداللہ بن عمرو کو اس کھجور کی چھال والے گدے سے اچھا گدا میسر ہوتا تو وہ اسے آپ کے لیے بچھاتے۔

٦٠ - بَابُ صِيَامِ اَيَّامِ الْبِيْضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ

ایامِ بیض یعنی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے

ایامِ بیض سے مراد ہے: چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھنا اور چونکہ ہر نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے' اس لیے مہینہ میں تین روزوں کا اجر پورے مہینہ کے روزوں کا اجر ہوگا اور جو ہر مہینہ میں یہ تین روزے رکھے گا' اس کو صیامِ دہر یعنی پوری زندگی کے روزوں کا اجر مل جائے گا۔

ہر مہینہ کے تین روزوں کے مصادیق میں ائمہ اور فقہاء کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ ہر مہینہ کے تین روزوں کی تعیین میں اختلاف ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حسب ذیل نو اقوال ہیں:

(۱) مہینہ میں بغیر کسی تعیین کے تین روزوں کا رکھنا مستحب ہے' علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ ان تین روزوں کی تعیین کرنا مکروہ ہے اور یہ امام مالک کا مذہب ہے۔

(۲) اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ یہ چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخیں ہیں' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین کا یہی موقف ہے' امام شافعی اور ان کے اصحاب' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب' امام احمد اور ابن حبیب مالکی کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۴۹' سنن ترمذی: ۷۶۱' سنن نسائی: ۲۴۲۱)

Marfat.com

(۳) ایک قوم کا موقف یہ ہے کہ یہ بارہ' تیرہ اور چودہ تاریخیں ہیں۔
(۴) حسن بصری نے کہا: یہ مہینہ کی پہلی تین تاریخیں ہیں۔
(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مختار یہ ہے کہ یہ ہر مہینہ کا پہلا ہفتہ' اتوار اور پیر ہے' پھر ہر مہینہ کا پہلا منگل' بدھ اور جمعرات ہے۔
(۶) ابراہیم نخعی کا مذہب یہ ہے کہ یہ ہر مہینہ کے آخری تین دن ہیں۔
(۷) ہر مہینہ کے پیر اور جمعرات کے روزے مستحب ہیں۔
(۸) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مہینہ کی پہلی' دسویں اور بیسویں تاریخ کے روزے رکھیں۔
(۹) ابواسحاق بن شعبان مالکی سے روایت ہے کہ پہلی' گیارہویں اور بیسویں تاریخ کے روزے مستحب ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۸۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو التَّيَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عُثْمَانَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ صِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ' وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى' وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی تھی: (۱) ہر مہینہ میں تین دن کے روزے رکھنا (۲) چاشت کی دو رکعت پڑھنا (۳) اور سونے سے پہلے وتر کی نماز پڑھنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۷۸ میں گزر چکی ہے۔

۶۱ - بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ

جو شخص کسی سے ملنے گیا اور اس نے اس کے پاس روزہ نہیں کھولا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص روزے سے تھا' پھر وہ کسی کے پاس مہمان گیا اور اس نے وہاں نفلی روزہ نہیں کھولا' یہ باب' دس باب پہلے یعنی باب: ۵۱ کے مقابلہ میں ہے' اس میں یہ مذکور تھا کہ میزبان نے مہمان کے اصرار سے اپنا نفلی روزہ کھول دیا تھا۔

۱۹۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ خَالِدٌ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ' فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَّسَمْنٍ' قَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهٖ' وَتَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهٖ' فَاِنِّيْ صَائِمٌ. ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنْ نَّوَاحِي الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ' فَدَعَا لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَّاَهْلِ بَيْتِهَا' فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ خُوَيْصَّةً' قَالَ مَا هِيَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن الحارث ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' وہ آپ کے پاس کھجوریں اور گھی لے کر آئیں' آپ نے فرمایا: تم اپنا گھی اپنی مشک میں ڈال لو اور اپنی کھجوریں اپنے برتن میں رکھ لو کیونکہ میں روزے سے ہوں' پھر آپ گھر کی جانبوں میں سے ایک جانب گئے' پھر آپ نے نفل نماز پڑھی' پھر آپ نے

Marfat.com

قَالَتْ خَادِمُكَ اَنَسٌ، فَمَا تَرَكَ خَيْرَ اٰخِرَةٍ وَّلَا دُنْيَا اِلَّا دَعَا لِيْ بِهٖ، قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَّوَلَدًا، وَبَارِكْ لَهٗ. فَاِنِّيْ لَمِنْ اَكْثَرِ الْاَنْصَارِ مَالًا (ح) وَحَدَّثَتْنِيْ اِبْنَتِيْ اُمَيْنَةُ اَنَّهٗ دُفِنَ لِصُلْبِيْ مَقْدَمَ حَجَّاجِ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَمِائَةٌ.

حضرت ام سُلیم اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی' حضرت ام سلیم نے کہا: یارسول اللہ! میرا ایک خاص بچہ ہے' آپ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: وہ آپ کا خادم انس ہے' پھر آپ نے دنیا اور آخرت کی ہر خیر کی میرے لیے دعا کی اور آپ نے کہا: اے اللہ! اس کو مال اور اولاد عطا فرما اور اس کو برکت عطا فرما' پس میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں! (ح) اور مجھے میری بیٹی امینہ نے حدیث بیان کی کہ جب حجاج بصرہ میں آیا تو میں اپنی پشت سے پیدا ہونے والے ایک سو بیس اور چند بیٹوں کو دفن کر چکا تھا۔

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

[اطراف الحدیث: ۶۳۳۴-۶۳۴۴-۶۳۷۸-۶۳۸۰] (صحیح مسلم: ۲۴۸۰' الرقم المسلسل: ۶۲۶۶' سنن ترمذی: ۳۸۲۹' الاحاد والمثانی: ۳۲۱۱' صحیح ابن حبان: ۷۱۷۸' المعجم الکبیر: ۷۰۳-ج ۲۵' شرح السنۃ: ج ۱۴ ص ۱۸۸' مسند ابویعلیٰ: ۳۲۲۹' مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۴۲۶-ج ۴۵ ص ۴۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم سے فرمایا: تم اپنا گھی اپنی مشک میں ڈال لو اور اپنی کھجوریں اپنے برتن میں رکھ لو' کیونکہ میں روزے سے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے آخرت کی خیر کی دعا کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر آپ نے دنیا اور آخرت کی ہر خیر کی میرے لیے دعا کی۔ اس پر یہ سوال ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو مال اور اولاد عطا فرما اور اس میں برکت عطا فرما۔ سوال یہ ہے کہ یہ تو دنیا کی خیر ہے' آخرت کی خیر کا کہاں ذکر ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ راوی نے حدیث میں اختصار کیا ہے اور آخرت کی دعا کا ذکر نہیں کیا' تاہم امام ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ اے اللہ! اس کے مال کو زیادہ کر اور اس کی اولاد کو زیادہ کر اور اس کی عمر زیادہ کر اور اس کے گناہوں کو بخش دے اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ آپ نے میرے لیے تین دعائیں کیں' ان میں سے دو تو میں نے دنیا میں دیکھ لیں اور تیسری کے متعلق مجھے آخرت میں امید ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۸۱' سنن ترمذی: ۳۸۵۳)

امام مسلم نے تیسری دعا کا ذکر نہیں کیا' اس کا امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے اور وہ مغفرت کی دعا ہے۔

حکام کی تاریخ کو محفوظ رکھنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حجاج بصرہ میں آیا۔ حجاج بن یوسف ۷۵ھ میں بصرہ میں آیا تھا' اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ تھی' خلاصہ یہ ہے کہ حجاج کے آنے کے وقت وہ اپنے ۱۲۰' سے زیادہ بیٹے دفن کر چکے تھے' خطیب بغدادی نے لکھا ہے: وہ ۱۲۳ بیٹے تھے۔

حدیث مذکور کا حضرت ابوالدرداء کی حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہو'اس کو بغیر عذر یا بغیر سبب کے اپنا روزہ نہیں کھولنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے پہلے حدیث: ۱۹۶۸ میں گزر چکا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ کے کہنے سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ نے اپنا روزہ توڑ دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تعارض نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوالدرداء کے روزہ کھولنے کا سبب شرعی موجود تھا' اور وہ یہ تھا کہ حضرت سلمان نے کہا تھا کہ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ تم بھی نہیں کھاؤ گے اور مہمان کا میزبان پر حق ہوتا ہے' پس حضرت ابوالدرداء نے مہمان کی تکریم کے لیے اپنا نفلی روزہ کھول دیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سُلیم کا لایا ہوا گھی اور ان کی کھجوریں واپس کر دیں' اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہدیہ دینے والے کو شاق نہ گزرے اور وہ رنجیدہ نہ ہو تو اس کا ہدیہ واپس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھی واپس مشک میں ڈال دو اور کھجوروں کو برتن میں رکھ دو' اس میں یہ دلیل ہے کہ طعام کی حفاظت کرنی چاہیے اور اس کو ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔

حضرت انس نے بتایا کہ جب حجاج بصرہ میں آیا۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ حکام کے واقعات کی تاریخ محفوظ رکھنی چاہیے اور ہم نے بیان کر دیا ہے کہ وہ ۷۵ھ کا واقعہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفل نماز پڑھی' پھر حضرت ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی' اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد دعا کرنی چاہیے' حضرت ام سلیم نے آپ سے درخواست کی کہ میرا خاص بیٹا ہے اس کے لیے دعا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب صالحین کسی کے گھر جائیں تو انہیں خود بھی گھر والوں کے لیے دعا کرنی چاہیے اور ان سے دعا کی درخواست بھی کرنی چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوطلحہ کے گھر گئے اور وہ اس وقت گھر میں نہیں تھے' ان کی اہلیہ حضرت ام سلیم گھر میں تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ جب گھر والا گھر میں موجود نہ ہو تب بھی اس کے گھر جانا جائز ہے' بہ شرطیکہ اسے معلوم ہو کہ گھر والے کو اس کا گھر میں آنا ناگوار نہیں ہوگا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل اور کوئی شخص نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ نے بتایا کہ ان کی عمر زیادہ ہوئی اور ان کے ایک سو بیس سے زیادہ بیٹے ہوئے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو یہ بتانا چاہیے کہ اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کی کتنی اور کیا کیا نعمتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کی خبر دینی چاہیے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ○ (الضحیٰ:۱۱) اور آپ اپنے رب کی نعمت کا (خوب) ذکر کریں○

زیر بحث حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کا بھی بیان ہے کیونکہ آپ نے حضرت انس کے مال میں برکت کی دعا کی اور ان کی اولاد میں کثرت کی دعا کی تو ان کی عمر بھی زیادہ ہوئی اور اولاد بھی زیادہ ہوئی۔ مال میں برکت یہ تھی کہ ان کے باغات میں سال میں دو مرتبہ پھل لگتے تھے اور دوسروں کے باغات میں ایک مرتبہ پھل لگتا تھا۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو دفن کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی وفات کثرت اولاد کی دعا کی مقبولیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ موت تو بہر حال سب کو آنی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۲۔۱۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٢ - بَابُ الصَّوْمِ اٰخِرَ الشَّهْرِ — مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنا

اس باب میں مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس کے معارض یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رمضان کے مہینہ سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے سوا اس کے کہ کسی شخص کو اس دن روزہ رکھنے کی عادت ہو وہ اس دن کا روزہ رکھے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۱۴ صحیح مسلم: ۱۰۸۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً رمضان کے مہینہ سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ جس شخص کی کسی مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنے کی عادت ہو اور وہ شعبان کے مہینہ کے آخر میں بھی روزہ رکھے اس کا استثناء فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنا سب کے لیے ممنوع نہیں ہے۔

١٩٨٣ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ غَيْلَانَ. ح. وَحَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ، فَقَالَ يَا أَبَا فُلَانٍ، أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هٰذَا الشَّهْرِ؟ قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ يَعْنِي رَمَضَانَ، قَالَ الرَّجُلُ لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ. لَمْ يَقُلِ الصَّلْتُ أَظُنُّهُ يَعْنِي رَمَضَانَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ثَابِتٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ.

(صحیح مسلم: ۱۱۶۹ الرقم المسلسل: ۲۶۳۴ سنن ابوداؤد: ۲۳۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از غیلان (ح) اور ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مہدی بن میمون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی از مطرف از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے حضرت عمران سے سوال کیا یا آپ نے کسی اور شخص سے سوال کیا اور حضرت عمران سن رہے تھے آپ نے فرمایا: اے ابوفلاں! کیا تم نے اس مہینہ کے آخر میں روزے نہیں رکھے؟ ابوالنعمان نے کہا: آپ کی مراد رمضان کے مہینہ کا آخر تھا اس شخص نے کہا: نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: جب تم (کسی مہینہ کے روزے) چھوڑو تو اس مہینہ کے (آخری) دو دن روزے رکھ لیا کرو۔ الصلت بن محمد نے یہ نہیں کہا کہ میرا گمان ہے کہ آپ کی مراد رمضان کا مہینہ تھا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے بیان کیا کہ ثابت نے از مطرف از حضرت عمران از نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا کہ شعبان کے آخری دنوں میں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صلت بن محمد بن عبدالرحمان ابوہمام خارکی (۲) مہدی بن میمون معولی ازدی (۳) غیلان بن جریر معولی ازدی (۴) ابوالنعمان محمد بن فضل سدوسی (۵) عبداللہ بن شخیر حرشی عامری (۶) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم (کسی مہینہ کے روزے چھوڑو) تو اس مہینہ کے

(آخری) دو دن روزے رکھ لیا کرو۔

"سَرَر" کا معنی

اس حدیث میں "سرر" کا لفظ ہے اس کا مادہ "سرّ" ہے اس کا معنی چھپنا اور پوشیدہ ہونا ہے جمہور علماء نے کہا: اس سے مراد مہینہ کے آخری ایام ہیں کیونکہ ان دنوں میں چاند چھپا ہوا ہوتا ہے اور بعض نے کہا: اس کا مادہ "سُرۃ" ہے اس کا معنی ناف ہے اور اس سے مراد مہینہ کی درمیانی تاریخیں ہیں یعنی ایام بیض تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخیں لیکن اکثر کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ۲۸، ۲۹ اور ۳۰ تاریخ ہے۔

آیا حدیث مذکور میں مہینہ کے آخری روزوں سے مراد رمضان کے آخری روزے ہیں یا شعبان کے

ابوالنعمان نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ آپ کی مراد رمضان کا مہینہ تھا یعنی آپ نے کسی شخص سے سوال کیا: کیا تم نے رمضان کے آخری ایام کے روزے رکھے تھے۔

علامہ خطابی نے کہا کہ اس حدیث میں ابوالنعمان کا رمضان کا ذکر کرنا ان کا وہم ہے کیونکہ رمضان کے تو پورے روزے رکھنا متعین ہیں اس لیے اس کے مہینہ کے آخری روزوں کے متعلق آپ کا سوال کرنا بہت بعید ہے علامہ داؤدی اور علامہ ابن الجوزی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رمضان کے روزوں کے متعلق سوال کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا: کیا تم نے اس مہینہ کے آخری دنوں میں کچھ روزے رکھے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم رمضان کے روزے چھوڑ دو تو اس کی جگہ دو دن کے روزے رکھ لو۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۱، الرقم المسلسل: ۲۶۴۱، سنن ابوداؤد: ۲۳۲۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری حدیث میں شعبان کا ذکر ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا: کیا تم نے اس مہینہ میں کچھ روزے رکھے ہیں یعنی شعبان کے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے اس سے فرمایا: جب تم رمضان کے روزے چھوڑ دو تو اس کی جگہ ایک دن یا دو دن روزے رکھو۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۱، الرقم المسلسل: ۲۶۴۲)

صحیح مسلم کی حدیث پر وارد ہونے والے اشکال کے جواب میں علامہ عینی کا تفرد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں جو مذکور ہے: آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس مہینہ کے آخر میں روزے نہیں رکھے؟ اس سے مراد شعبان کے روزے ہیں۔

تاہم یہ سوال ہوگا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم رمضان کے روزے چھوڑ دو تو اس کی جگہ دو دن کے روزے رکھ لو اس حدیث کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم نے رمضان کے روزوں میں سے آخری دو روزے چھوڑ دیے تو اس کی جگہ دو روزے رکھ لو کیونکہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہو سکتا کہ جب تم نے رمضان کے تمام روزے چھوڑ دیے تو اس کی جگہ دو روزے رکھ لینا کیونکہ صرف دو روزے رمضان کے تمام روزوں کا بدل نہیں ہو سکتے اور صحیح مسلم کی حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ "جب تم

Marfat.com

رمضان کے روزے چھوڑ دُ' اس میں یہ عبارت مقدر ہے کہ جب تم رمضان کے آخری دو روزے چھوڑ دو۔ پھر اس کے بعد آپ کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ اس کی جگہ دو روزے رکھ لو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی شرح اسی طرح ہو سکتی ہے اور میں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس حدیث پر وارد ہونے والے اشکال کو حل کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جس کی رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے والے دن روزہ رکھنے کی عادت نہ ہو اس کو آپ نے رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے منع فرمایا اور جس کی عادت ہو اس کے لیے اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے اور یہ حدیث اس پر محمول ہے۔

٦٣ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن کا روزہ

فَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَّوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُّفْطِرَ' يَعْنِي إِذَا لَمْ يَصُمْ قَبْلَهُ' وَلَا يُرِيْدُ أَنْ يَّصُوْمَ بَعْدَهُ.

جب کوئی شخص جمعہ کے دن صبح کو نفلی روزہ سے اٹھا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس روزہ کو کھول لے یعنی جب اس نے اس جمعہ سے پہلے روزہ نہ رکھا ہو اور نہ اس جمعہ کے بعد روزہ رکھنے کا ارادہ ہو۔

اس باب میں جمعہ کے دن نفلی روزہ رکھنے کا حکم بیان کیا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھا ہے' اس سے پہلے دن روزہ رکھا نہ اس کے بعد روزہ رکھنے کا ارادہ ہے تو وہ اس روزہ کو کھول لے' کیونکہ جمعہ کی خصوصیت کی وجہ سے روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

١٩٨٤ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ' عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ نَعَمْ. زَادَ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ أَنْ يَّنْفَرِدَ بِصَوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عبد الحمید بن جبیر از محمد بن عباد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ (کیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ابو عاصم کے علاوہ دوسروں نے یہ کہا ہے کہ جب وہ انفرادی طور پر جمعہ کا روزہ رکھے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۳' الرقم المسلسل: ۲۵۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۴' مصنف عبد الرزاق: ۷۸۰۸' سنن دارمی: ۱۷۴۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۰۲۔ ۳۰۱' سنن کبریٰ: ۲۷۴۶' مسند ابو یعلیٰ: ۲۲۰۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۵۴۔ ج ۲۲ ص ۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو عاصم النبیل الضحاک بن مخلد (۲) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۳) عبد الحمید بن جبیر بن شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ عبد اللہ الحجبی (۴) محمد بن عباد المخزومی حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۶)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں صرف جمعہ کا روزہ رکھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔

جمعہ کے دن کا انفرادی روزہ رکھنے کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ صرف میں نے جمعہ کے دن کے روزے سے منع نہیں کیا' اس بیت اللہ کے رب کی قسم! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (سنن کبریٰ: ۲۷۵۷' مصنف عبد الرزاق: ۷۸۰۷' مسند الحمیدی: ۱۰۱۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۵۷)

Marfat.com

محمد بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اس وقت سوال کیا جب وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن کے روزے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: اس بیت اللہ کے رب کی قسم! ہاں!

(صحیح البخاری: ۱۹۸۴' صحیح مسلم: ۱۱۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۴' سنن کبریٰ: ۲۷۵۸)

محمد بن عباد بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ آپ جمعہ کا منفرد روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! رب کعبہ کی قسم! (سنن کبریٰ: ۲۷۶۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیگر راتوں میں سے جمعہ کی رات کو (نوافل میں) قیام کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ دیگر ایام میں سے جمعہ کے دن کو تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھنے کے ساتھ خاص کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۴' سنن کبریٰ: ۲۷۶۴)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیگر ایام میں سے جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ دیگر راتوں میں سے جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ خاص کرو۔

(سنن کبریٰ: ۲۷۶۵' مسند احمد: ۲۷۵۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہ اس دن روزہ دار تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تم نے (گزشتہ) کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم (آئندہ) کل روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر تم اپنا روزہ کھول لو۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۶۲' سنن کبریٰ: ۲۷۶۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جمعہ کی رات کو دیگر راتوں میں سے (نوافل کے) قیام کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ جمعہ کے دن کو دیگر ایام میں سے روزہ رکھنے کے ساتھ خاص کرو سوا اس کے کہ تم میں سے کسی شخص کو اس تاریخ میں روزہ رکھنے کی عادت ہو۔ (سنن کبریٰ: ۲۷۶۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر جب وہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۸۵' صحیح مسلم: ۱۱۴۴' سنن ابوداؤد: ۲۴۲۰' سنن ترمذی: ۷۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۳' سنن کبریٰ: ۲۷۶۹)

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن روزہ رکھتے تھے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ کی ابتداء میں تین دن روزے رکھتے تھے اور آپ بہت کم جمعہ کے دن کا روزہ چھوڑتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۷۴۲' سنن ابوداؤد: ۲۴۵۰' سنن نسائی: ۲۳۶۷' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۵)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ کی یہ حدیث حسن غریب ہے اور اہل علم کی ایک قوم نے جمعہ کے روزہ کو مستحب کہا ہے اور جمعہ کا روزہ مکروہ اس وقت ہے جب صرف جمعہ کا روزہ رکھا جائے' اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھا جائے نہ اس کے ایک دن بعد۔

(سنن ترمذی ص ۲۳۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعارض نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمعہ کے دن روزہ رکھنا اسی صورت پر محمول ہے' جب آپ اس سے

Marfat.com

ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھیں۔

جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن روزہ رکھنے کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) نخعی شعبی' زہری اور مجاہد کا یہ قول ہے کہ جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا مطلقاً مکروہ ہے' حضرت علی' حضرت ابوہریرہ' حضرت سلمان اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کو عید کا دن قرار دیا ہے' اور عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جمعہ کا دن عید کا دن ہے' پس تم اپنے عید کے دن کو روزہ کا دن نہ بناؤ سوا اس کے کہ تم اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھو۔ (المستدرک ج۱ ص ۴۳۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۶۱' مسند البزار: ۱۰۶۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۰۲۵۔ ج ۱۳ ص ۳۹۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن المنکدر کا موقف یہ ہے کہ جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا بغیر کسی کراہت کے مطلقاً مباح ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام محمد بن حسن شیبانی کا یہی مذہب ہے' امام مالک نے کہا: جن اہل علم' اہل فقہ اور جن علماء کی اقتداء کی جاتی ہے میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ جمعہ کے دن کا روزہ ممنوع ہے بلکہ انہوں نے کہا کہ جمعہ کا روزہ رکھنا حسن ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ' محمد بن سیرین' طاؤس' امام ابو یوسف' امام شافعی اور مزنی کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کا منفرد روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھا جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے میں فقہاء احناف کا مختار

میں کہتا ہوں کہ ہرچند کہ علامہ عینی نے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا بغیر کسی کراہت کے مطلقاً مباح ہے لیکن ہمارے متاخرین فقہاء احناف کا مختار حدیث کے مطابق ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

صرف جمعہ کا روزہ رکھنا اور صرف جمعہ کی شب قیام کرنا مکروہ ہے۔ (الدرالمختار ج۱ ص ۱۱۴۔ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی' کراچی)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہی معتمد قول ہے کہ انفرادی طور پر جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے' اسی طرح انفرادی طور پر جمعہ کی شب قیام کرنا مکروہ ہے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۳۰۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہمارے ہاں بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ وہ رمضان کے مہینہ کے عام دنوں میں روزے نہیں رکھتے اور صرف جمعہ کا روزہ بہت عقیدت اور احترام سے رکھ لیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا ان کے ذمہ باقی روزوں کی تلافی کردے گا اور وہ نہیں جانتے کہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے' ہرچند کہ یہ نفلی روزہ کا حکم ہے تاہم فرض روزوں میں بھی یہ کرنا جائز نہیں ہے کہ آدمی ہفتہ کے باقی دنوں میں روزے نہ رکھے اور صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھ لے اور ایسا کرنے والے وہی لوگ ہیں جو ہفتہ کے باقی دنوں

Marfat.com

میں نماز نہیں پڑھتے اور صرف جمعہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔فیا للاسف!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۷۷۔ ج ۳ ص ۱۳۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں جمعہ کے روزے سے ممانعت کی حکمت اور مذاہب بیان کیے گئے ہیں۔

۱۹۸۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَصُومَنَّ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ.

(صحیح مسلم: ۱۱۴۴' الرقم المسلسل: ۲۵۷۲' سنن ابوداود: ۲۴۲۰' سنن ترمذی: ۷۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص ہرگز جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے سوا اس کے کہ اس سے ایک دن پہلے یا اس کے ایک دن بعد روزہ رکھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۱۹۸۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ (ح). وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ أَصُمْتِ أَمْسِ؟ قَالَتْ لَا، قَالَ تُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِينَ غَدًا؟ قَالَتْ لَا، قَالَ فَأَفْطِرِي. وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْجَعْدِ سَمِعَ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ أَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ فَأَمَرَهَا فَأَفْطَرَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ (ح) اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی ایوب از حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن ان کے پاس آئے اور وہ اس وقت روزہ دار تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تم نے (گزشتہ) کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم (آئندہ) کل روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر تم روزہ کھول لو' اور حماد بن الجعد نے کہا: انہوں نے قتادہ سے سنا' انہوں نے بتایا کہ مجھے ابوایوب نے حدیث بیان کی کہ حضرت جویریہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ آپ نے ان کو روزہ کھولنے کا حکم دیا تو انہوں نے روزہ کھول لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۸۴ میں گزر چکی ہے۔

جمعہ کے دن روزے سے ممانعت کی علماء نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہوتا ہے' نئے کپڑے پہننے ہوتے ہیں اور جامع مسجد کی طرف جلدی جانا ہوتا ہے' نماز کا انتظار کرنا ہوتا ہے اور خطبہ سننا ہوتا ہے اور بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنا ہوتا ہے' سو ان وظائف کو آسانی سے ادا کرنے کے لیے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمان جمعہ کی اتنی تعظیم نہ کریں جس طرح یہود نے ہفتہ کے دن کی تعظیم کی تھی۔

Marfat.com

٦٤ - بَابُ هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِّنَ الْاَيَّامِ؟

کیا روزہ رکھنے کے لیے کسی دن کو معین کرنا جائز ہے؟

١٩٨٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَصُّ مِنَ الْاَيَّامِ شَيْئًا؟ قَالَتْ لَا، كَانَ عَمَلُهُ دِيْمَةً، وَاَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْقُ. [طرف الحدیث:٦٤٦٦] (صحیح مسلم:١١٥٦، الرقم المسلسل:٢٦٠٦، سنن نسائی:٢١٨١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان از منصور از ابراہیم از علقمہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (روزہ رکھنے کے لیے) کسی دن کو مخصوص فرماتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ کا عمل دائمی ہوتا تھا اور تم میں سے کون اتنی طاقت رکھتا ہے جتنی طاقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھتے تھے۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ رکھنے کے لیے کسی دن کو معین نہیں فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن دنوں میں روزے رکھتے تھے' ان کے متعلق احادیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہِ رمضان کے مکمل روزے رکھے اور ماہِ شعبان کے بھی آپ اکثر روزے رکھتے تھے' اس کے علاوہ آپ مختلف ایام کے روزے رکھتے تھے جن کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

عبید اللہ بن مسلم القرشی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سوال کیا (یا) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صیامِ دہر یعنی زندگی بھر روزے رکھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے گھر والوں کا تم پر حق ہے' تم رمضان کے روزے رکھو اور جو مہینہ اس کے قریب ہے' اور ہر بدھ اور جمعرات کے روزے رکھ لو' پس جب تم نے یہ روزے رکھ لیے تو یہ زندگی بھر کے روزے ہیں۔

(سنن ابوداؤد:٢٤٣٢، سنن ترمذی:٧٤٨)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے' پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے زندگی بھر کے روزے رکھے۔

(صحیح مسلم:١١٦٤، سنن ابوداؤد:٢٤٣٣، سنن ترمذی:٧٥٩، سنن ابن ماجہ:١٧١٦)

چونکہ ہر نیک کام کا اجر دس گنا ملتا ہے' اس لیے رمضان اور شوال کے چھ روزے ملا کر ٣٦ روزے ہو گئے اور ان کو دس سے ضرب دے کر ٣٦٠ روزے ہو گئے گویا وہ شخص سال بھر روزہ دار رہا اور جو تمام زندگی اس پر عمل کرتا رہا تو گویا وہ تمام زندگی روزہ دار رہا اور یہی صیامِ دہر ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت اسامہ کے ساتھ اپنا مال طلب کرنے وادی القریٰ میں گئے اور حضرت اسامہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے' ان کے غلام نے پوچھا: آپ پیر اور جمعرات کا روزہ کیوں رکھتے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے' آپ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد:٢٤٣٦، سنن ترمذی:٧٤٥، سنن نسائی:٢٣٥٧، سنن ابن ماجہ:١٧٣٩)

ایک خاتون' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو ذی الحجہ کو' دس محرم کو' ہر مہینہ کے پہلے تین دنوں

Marfat.com

اور ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۳۷، سنن نسائی: ۲۴۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی زمانہ جاہلیت میں اس دن کا روزہ رکھتے تھے' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا' پھر جب رمضان کے مہینہ کے روزے فرض ہو گئے تو وہی روزے فرض تھے اور عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا' پس جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس کو ترک کر دے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۰۲، صحیح مسلم: ۱۱۲۵، سنن ابوداؤد: ۲۴۴۲، سنن ترمذی: ۷۵۳)

ابن ملحان القیسی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں حکم دیتے کہ ہم ایام بیض (چاندنی راتوں) کے روزے رکھیں' تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخوں کے' اور فرمایا: ان تاریخوں کے روزے رکھنا زندگی بھر روزے رکھنے کی مثل ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۴۹، سنن ترمذی: ۷۶۱، سنن نسائی: ۲۴۳۱)

جب ہر مہینہ کے تین روزے رکھے جائیں گے تو ایک سال میں ۳۶ روزے ہو جائیں گے اور چونکہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے تو یہ ۳۶۰ روزے ہو گئے یعنی ایک سال کے روزے اور جب وہ ہر ماہ اتنے روزے رکھے گا تو یہ زندگی بھر کے روزے ہو جائیں گے یعنی صیام دہر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ کی ابتداء میں تین دنوں کے روزے رکھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۵۰، سنن ترمذی: ۷۴۲، سنن نسائی: ۲۳۶۷، سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۵)

یہ روزے بھی ہر مہینہ رکھے جائیں تو یہ بھی زندگی بھر کے روزے ہو جائیں گے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہینہ کے ان تین دنوں کے روزے رکھتے تھے: پیر' جمعرات اور اس کے بعد والے جمعہ کے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۵۱، سنن نسائی: ۲۳۶۵)

یہ تین روزے رکھنے سے بھی زندگی بھر روزے رکھنے کا ان شاء اللہ اجر و ثواب ملے گا۔

حضرت معاذہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کون سے مہینہ میں رکھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: آپ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ مہینہ کے کون سے دنوں میں روزے رکھیں۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۰، سنن ترمذی: ۷۶۳، سنن ابوداؤد: ۲۴۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۷۰۹)

اس حدیث سے صحیح البخاری کے باب مذکور کی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے رکھنے کے لیے کسی دن کی تعیین نہیں فرماتے تھے۔

٦٥ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ — یوم عرفہ کا روزہ

اس باب میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے' چونکہ اس حدیث میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنے کی ترغیب نہیں دی گئی' اس لیے امام بخاری نے عنوان میں اس کے حکم کو مبہم رکھا ہے۔

۱۹۸۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ' مَوْلٰى أُمِّ الْفَضْلِ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْهُ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از امام مالک' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمیر نے

Marfat.com

بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ، فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ، فَشَرِبَهٗ.

حدیث بیان کی جو حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے کہ حضرت ام الفضل نے ان کو حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ از عمیر مولیٰ حضرت عبداللہ بن العباس رضی اللہ عنہما از حضرت ام الفضل بنت الحارث کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم عرفہ کے روزہ رکھنے کے متعلق ان کے پاس بحث کی' بعض نے کہا: (یوم عرفہ کو) آپ روزہ دار تھے اور بعض نے کہا: آپ روزہ دار نہیں تھے' حضرت ام الفضل نے آپ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا' اس وقت آپ اپنے اونٹ پر کھڑے ہوئے تھے' آپ نے اس دودھ کو پی لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۵۸ میں گزر چکی ہے۔

وقوفِ عرفہ کرنے والے کے لیے روزہ نہ رکھنے کا استحباب اور کھڑے ہو کر پینے کا جواز

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

(۱) جو شخص یوم عرفہ کو سواری پر وقوف کیے ہوئے ہو' اس کے لیے اس دن روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

(۲) کھڑے ہو کر کچھ پینے کا جواز معلوم ہوا۔ اس سے پہلے کتاب الحج میں گزر چکا ہے کہ آپ نے آبِ زمزم کھڑے ہو کر پیا۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ پیش کرنے کا جواز' شادی شدہ عورت کا اپنے شوہر کے مال سے خرچ کرنے کا جواز۔

۱۹۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَوْ قُرِئَ عَلَيْهِ، قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّاسَ شَكُّوْا فِي صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِحِلَابٍ، وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ.

(صحیح مسلم: ۱۱۲۴' الرقم المسلسل: ۲۵۲۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی یا ان پر قراءت کی گئی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از کریب از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم عرفہ کے روزہ رکھنے کے متعلق شک کیا تو انہوں نے آپ کے پاس دودھ کا برتن بھیجا' آپ میدانِ عرفات میں کھڑے ہوئے تھے' آپ نے وہ دودھ پی لیا اور لوگ دیکھ رہے تھے۔

اس حدیث میں بھی یہ ثبوت ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر دودھ پیا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۳۲- ج ۳ ص ۱۱۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: یوم عرفہ کے روزہ میں مذاہب۔

٦٦ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ

عید الفطر کے روزہ کا حکم

۱۹۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف

مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ، قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَقَالَ هٰذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ، وَالْيَوْمُ الْآخَرُ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَنْ قَالَ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ قَالَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدْ أَصَابَ. [طرف الحدیث:۵۵۷۱]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابوعبید مولیٰ ابن ازہر وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا' انہوں نے کہا: یہ وہ دو دن ہیں جن میں روزہ رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے' ایک دن تمہارے روزوں کے بعد افطار کا دن ہے اور دوسرا دن وہ ہے جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے بیان کیا کہ ابن عیینہ نے کہا: جس نے مولیٰ ابن ازہر کہا اس نے درست کہا اور جس نے مولیٰ عبدالرحمٰن بن عوف کہا اس نے بھی درست کہا۔

(صحیح مسلم:۱۱۳۷' الرقم المسلسل:۲۵۶۰' سنن ابوداؤد:۲۴۱۶' سنن ترمذی:۷۷۱' سنن ابن ماجہ:۱۷۲۲' مصنف عبدالرزاق:۷۸۷۹-۵۶۳۶' مسند ابویعلیٰ:۲۳۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۴۔ ج ۱ ص ۳۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عیدالفطر کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت اس لیے ہے کہ ایک ماہ کے روزوں کے بعد اس دن' دن میں کھانے پینے کی اجازت ہے اور یہ اللہ کی نعمت ہے اور اس دن روزہ رکھنا اللہ کی ناشکری ہے۔

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۲۵۶۷۔ ج ۳ ص ۱۲۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: عید کے دن روزہ رکھنے میں مذاہب اور مسائل۔

۱۹۹۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، وَعَنِ الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ سے منع فرمایا اور اس طرح تہبند اوپر اٹھا کر چلنے سے منع فرمایا جس سے ستر کھل جائے اور ایک کپڑا پہنے ہوئے اس طرح اکڑوں بیٹھنے سے منع فرمایا کہ دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں کے حلقہ میں لے لیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۹۲ - وَعَنْ صَلٰوةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ.

اور آپ نے صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد (نفل) نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۵۸۶ میں گزر چکی ہے۔

٦٧ - بَابُ الصَّوْمِ يَوْمَ النَّحْرِ

عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت ہے' کیونکہ اس دن اللہ کی طرف سے بندوں کو

Marfat.com

گوشت کھانے کی دعوت دی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بندوں پر نعمت ہے اور اس دن روزہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا حرام ہے اس میں یہ ہدایت ہے کہ بندہ کو اللہ کے احکام کا پابند ہونا ہے وہ اللہ کے حکم کے مطابق کھانا کھائے اور اللہ کے حکم کے مطابق کھانا چھوڑ دے رمضان کے مہینہ میں اس کو دن میں کھانا چھوڑنے کا حکم دیا اور عید کے دن کھانا کھانے کا حکم دیا وہ رمضان کے مہینہ میں دن میں کھانا کھا نہیں سکتا اور عید کے دن کھانا چھوڑ نہیں سکتا وہ اپنی مرضی سے کسی دن کھانا کھا سکتا ہے نہ کھانا چھوڑ سکتا ہے اور یہی اس کے بندہ ہونے اور مملوک ہونے کا تقاضا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن کوئی چیز کھا کر عیدگاہ جاتے تھے اور عیدالاضحیٰ کے دن بغیر کچھ کھائے عیدگاہ جاتے تھے اور قربانی کر کے اس کے گوشت سے کچھ کھاتے تھے کیونکہ عیدالفطر کے دن کھانے کا حکم ہے اس لیے پہلے کچھ کھاتے پھر نماز عید کے لیے جاتے اور عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کرنے کا حکم ہے اس لیے نماز عید کے بعد پہلے قربانی کرتے پھر اس کے گوشت سے کچھ کھاتے اور ہر عید کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کو مقدم رکھتے۔

۱۹۹۳ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِيْنَاءٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَنْهٰى عَنْ صِيَامَيْنِ، وَبَيْعَتَيْنِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی از عطاء بن میناء انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے سنا وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو روزوں سے اور دو قسم کی بیع سے منع فرماتے تھے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روزوں سے اور اس بیع سے کہ جس چیز کو چھو لیا اس کی بیع واجب ہے اور اس بیع سے کہ جس چیز پر کنکری پھینک دی اس کی بیع واجب ہے یا جس کو اٹھا کر پھینک دیا اس کی بیع واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۹٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ نَذَرَ اَنْ يَصُوْمَ يَوْمًا، قَالَ اَظُنُّهُ قَالَ الْاِثْنَيْنِ، فَوَافَقَ يَوْمَ عِيْدٍ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَمَرَ اللّٰهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَهَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هٰذَا الْيَوْمِ. [اطراف الحدیث: ۶۷۰۵-۶۷۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از زیاد بن جبیر انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اس نے بتایا کہ ایک شخص نے ایک دن روزہ رکھنے کی نذر مانی میرا گمان ہے کہ وہ پیر کا دن تھا اور وہ دن اتفاق سے عید کا دن تھا تو حضرت ابن عمر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ ' ان کا کئی بار تعارف ہو چکا ہے (۲) معاذ بن معاذ العنبری (۳) ابن عون ' یہ عبید اللہ بن عون بن ارطبان البصری ہیں (۴) زیاد بن جبیر بن حیہ (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۵۹)

اگر قرآن اور حدیث میں تعارض ہو تو سوال کے جواب میں توقف کیا جائے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چونکہ قرآن مجید اور حدیث میں دلائل متعارض ہیں' اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سائل کے جواب میں کوئی فیصلہ نہیں کیا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ. (الحج: ۲۹) اور لوگ اپنی نذروں کو پورا کریں۔

ایک قول یہ ہے کہ ممانعت سے بچنا حکم پر عمل کرنے کے اوپر مقدم ہے' اس لیے عید کے دن روزہ نہ رکھے اور نذر کی بعد میں قضاء کرلے اور کئی دلائل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۹۵ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً' قَالَ سَمِعْتُ اَرْبَعًا مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْجَبْنَنِيْ' قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ اِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ' وَلَا صَوْمَ فِيْ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى' وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ' وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ' وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ' وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰى' وَمَسْجِدِيْ هٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک بن عمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قزعہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی تھی' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ایسی حدیثیں سنی ہیں جو مجھے بہت اچھی لگی ہیں: (۱) کوئی عورت دو دن کی مسافت کا سفر بغیر اپنے خاوند یا محرم کے نہ کرے (۲) عید الفطر اور عید الاضحیٰ ان دو دنوں کے روزے نہ رکھے (۳) صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی (نفل) نماز نہ پڑھے اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک کوئی (نفل) نماز نہ پڑھے (۴) ان تین مسجدوں کے سوا اونٹوں پر کجاوے نہ کسیں جائیں: مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۶۸ - بَابُ صِيَامِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ ایام تشریق کے روزے

تشریق کا لغوی اور اصطلاحی معنی

ایام تشریق کو ایام معدودات اور ایام منیٰ بھی کہا جاتا ہے' اور یہ گیارہ' بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کی تاریخیں ہیں' تشریق کا معنی دھوپ میں گوشت سکھانا ہے' کیونکہ ان تاریخوں میں قربانی کے گوشت کو دھوپ میں سکھایا جاتا ہے' اور ان ایام کی منیٰ کی طرف اس لیے اضافت ہے کیونکہ ان تاریخوں میں حجاج منیٰ میں ہوتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ "تشریق"' "شرق" سے ماخوذ ہے اور اس کا

Marfat.com

معنی سورج کا چمکنا ہے اور قربانی کو اسی وقت نحر کیا جاتا ہے جب سورج چمکنے لگتا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ دس ذوالحجہ کو نمازِ عید اس وقت پڑھی جاتی ہے جب سورج چمکنے لگتا ہے تو ان ایام کو یوم نحر کے تابع کر کے ایام تشریق کہا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: نماز کے بعد تکبیر پڑھنے کو تشریق کہتے ہیں اور ایامِ تشریق کی تعیین میں اختلاف ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ یوم نحر (دس ذوالحجہ) کے بعد تین دن ہیں اور امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ان میں قربانی کے بعد تین دن داخل ہیں۔

ایامِ تشریق کے روزے رکھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

ایامِ تشریق کے روزوں کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حسن بصری عطاء اور امام شافعی کا قول جدید اور وہی ان کے اصحاب کا مختار ہے لیث بن سعد ابن علیہ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مختار یہ ہے کہ ان ایام میں روزے رکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے اور یہ ایام روزوں کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتے اور جس تمتع کرنے والے کو ہدی (قربانی) میسر نہ ہو اس کے لیے بھی ان ایام میں روزے رکھنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے ان ایام میں روزوں کی نذر مان لی تو اس پر ان روزوں کی قضاء کرنا واجب ہے۔

(۲) حضرت زبیر بن العوام اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما کے نزدیک ان ایام میں مطلقاً روزے رکھنا جائز ہیں ابواسحاق مروزی شافعی کا بھی یہی موقف ہے۔

(۳) حضرت عائشہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور عروہ بن الزبیر کا موقف یہ ہے کہ اس تمتع کرنے والے کے لیے ان ایام میں روزے رکھنا جائز ہیں جس کو قربانی میسر نہ ہو اور اس نے اس سے پہلے تین روزے نہ رکھے ہوں امام مالک اوزاعی اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے مزنی نے کہا: امام شافعی نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

(۴) بعض مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ تمتع کرنے والے کے لیے ان ایام کے روزے رکھنا جائز ہیں۔

(۵) علامہ ابن عربی مالکی نے کہا ہے کہ عید الاضحیٰ کے چوتھے دن روزہ رکھنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۱ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٩٩٦ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ قَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَصُوْمُ اَيَّامَ مِنًى، وَكَانَ اَبُوْهَا يَصُوْمُهَا.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور مجھ سے محمد بن المثنیٰ نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایام منیٰ میں روزے رکھتی تھیں اور ان کے والد بھی ان ایام میں روزے رکھتے تھے۔

١٩٩٧، ١٩٩٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عِيْسٰى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ. وَعَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَا لَمْ يُرَخَّصْ فِيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ اَنْ يُّصَمْنَ، اِلَّا لِمَنْ لَّمْ يَجِدِ الْهَدْيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن عیسیٰ سے سنا از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں نے کہا کہ ایامِ تشریق میں روزے رکھنے کی کسی کو اجازت نہیں دی گئی سوائے اس شخص کے جس کو

(قربانی) میسر نہ ہو۔

١٩٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلٰى يَوْمِ عَرَفَةَ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا وَلَمْ يَصُمْ صَامَ أَيَّامَ مِنًى. وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ. تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ بن عمر از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: جس نے یوم عرفہ میں عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع کیا وہ (ان ایام میں) روزے رکھ سکتا ہے پس اگر اس کو ہدی میسر نہ ہوئی اور اس نے ان ایام میں روزے بھی نہیں رکھے تو وہ ایام منیٰ (ایام تشریق) میں روزے رکھے اور از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی کی مثل مروی ہے امام مالک کی متابعت ابراہیم بن سعد نے کی ہے از ابن شہاب۔

ان احادیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

احادیث مذکورہ کے رجال

(۱) محمد بن بشار ان کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے (۲) غندر یہ محمد بن جعفر ہیں (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) عبداللہ بن عیسیٰ بن عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ یہ محمد بن ابی لیلیٰ کے بھتیجے ہیں اور یہ مشہور فقیہ تھے اور عبداللہ اپنے چچا محمد سے عمر میں بڑے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے چچا سے افضل تھے (۵) محمد بن مسلم الزہری (۶) عروہ بن زبیر بن عوام (۷) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا (۸) سالم بن عبداللہ بن عمر (۹) ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۱)

ایام تشریق کے روزے رکھنے کے جواز اور ممانعت میں مذاہب ائمہ

اور امام ابوحنیفہ کی تائید میں احادیث اور آثار

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس تمتع کرنے والے کے متعلق فرمایا جس کو ہدی (قربانی) میسر نہیں ہوئی اور نہ اس نے ذوالحجہ کے دس روزے رکھے تو وہ ایام تشریق کے روزے رکھ لے۔

امام طحاوی نے یہ حدیث امام مالک امام شافعی اور امام احمد کی طرف سے استدلال میں ذکر کی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جس تمتع کرنے والے نے ہدی نہ ہونے کی وجہ سے ذوالحجہ کے دس دن کے روزے بھی نہیں رکھے وہ ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح حج قران کرنے والے بھی اور مُحصر بھی ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۰۹)

پھر امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف سے ان کا موقف بیان کیا ہے کہ فقہاء احناف نے ان کی مخالفت کی اور کہا: ان لوگوں کے لیے اور نہ کسی اور کے لیے ایام تشریق میں روزے رکھنا جائز ہیں لیکن تمتع کرنے والے کے اوپر اور قران کرنے والے کے اوپر ایک اور ہدی (قربانی) دینا لازم ہے کیونکہ وہ بغیر ہدی پیش کیے اور بغیر روزے رکھے حلال ہو گئے ان کا استدلال حسب ذیل احادیث اور آثار سے ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ یوم النحر اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔ (سنن ترمذی: ۷۷۳ سنن ابوداؤد: ۲۴۱۹ سنن نسائی: ۳۰۰۱ سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۹ مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۲)

Marfat.com

ج ۳ ص ۴۶۰۔ ۴۵۱۔ ج ۴ ص ۳۳۵۔ ج ۵ ص ۷۶۔ ۷۵، صحیح مسلم: ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۱، شرح معانی الآثار: ۴۰۱۲۔ ج ۲ ص ۳۲۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ترمذی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت علی، حضرت سعد، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر، حضرت نبیشہ اور حضرت بشر بن سحیم، حضرت عبداللہ بن حذافہ، حضرت انس، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی، حضرت کعب بن مالک، حضرت عائشہ، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا: حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث حسن صحیح ہے اور اس پر اہل علم کا عمل ہے۔ وہ ایام تشریق کے روزے رکھنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ (یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب اور دوسروں نے یہ اجازت دی ہے کہ جب تمتع کرنے والے کو ہدی میسر نہ ہو اور نہ اس نے دس ذوالحجہ کے روزے رکھے ہوں تو وہ ایام تشریق کے روزے رکھ سکتا ہے، امام مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۴۴، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

امام ترمذی نے (امام ابوحنیفہ کی مؤید) احادیث کی روایت کرنے والے صحابہ کا ذکر کیا ہے، ہم ان میں سے چند صحابہ کی روایت کا ذکر کر رہے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایام تشریق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منادی باہر نکلا اور اس نے یہ اعلان کیا کہ یہ ایام کھانے اور پینے کے ایام ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایام منیٰ کھانے اور پینے کے ایام ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۹، شرح معانی الآثار: ۴۰۱۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم نحر کے بعد ایام تشریق کے تین دنوں میں روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۷۷، شرح معانی الآثار: ۴۰۲۳)

حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایام تشریق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ یہ ایام کھانے اور پینے اور اللہ کے ذکر کے ایام ہیں۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۷۔ ۲۲۹۔ ۳۹، شرح معانی الآثار: ۴۰۲۶)

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی ان احادیث کی روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ ایام تشریق میں کسی کے لیے روزے رکھنا جائز نہیں ہے خواہ وہ اس کے تمتع کے روزے ہوں یا قران کے یا احصار کے یا کسی کفارے کے یا نفلی روزے، ان ایام میں کسی قسم کے روزے رکھنا جائز نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۳۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ایام تشریق میں روزے رکھنے کے جواز میں حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی روایت اور ائمہ ثلاثہ کے مذہب کا دفاع کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اس کے قائل ہیں کہ جس تمتع یا قران کرنے والے کو ہدی میسر نہ ہو اور اس نے ایام حج میں روزے بھی نہ رکھے ہوں وہ ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ　　تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس

الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ. (البقرہ:۱۹۶) کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایامِ حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ' یہ کامل دس روزے ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ آیت قربانی کے دن اور اس کے بعد کے ایام کو شامل ہے' لہٰذا حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کے پاس اپنے مؤقف کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی صریح حدیث تو نہیں ہے لیکن وہ اس آیت سے استنباط کرتے ہیں کہ تمتع کرنے والا ایامِ تشریق میں بھی روزے رکھ سکتا ہے' اس وجہ سے ایامِ تشریق میں روزے رکھنے کا جواز راجح ہے اور امام بخاری کا بھی اسی طرف میلان ہے کیونکہ انہوں نے حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے ایامِ تشریق میں روزہ رکھنے کو نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۴۹۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی کا امام بخاری کی روایت کو ضعیف اور نا قابل استدلال قرار دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ کی جو روایت ذکر کی ہے' اس کا ایک راوی عبداللہ بن عیسیٰ ہے۔ امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا حافظہ خراب تھا اور اس کی حدیث ضعیف ہے' امام ابن المدینی نے کہا ہے کہ عبداللہ بن عیسیٰ بن ابی لیلیٰ میرے نزدیک منکر ہے اور وہ تشیع کرتا تھا' نیز عبداللہ بن عیسیٰ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے بلکہ یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر نے کہا کہ ایامِ تشریق میں صرف اس شخص کو روزے رکھنے کی اجازت دی گئی ہے جس کو ہدی میسر نہ ہو اور اس کے برخلاف امام طحاوی نے حضرت عقبہ بن عامر' حضرت علی' حضرت ابو ہریرہ' حضرت انس اور حضرت حذافہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے عید الاضحیٰ اور ایامِ تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح السند ارشادات پیش کیے ہیں' لہٰذا حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کی موقوف احادیث ان صحیح احادیث مرفوعہ پر کیسے راجح ہو سکتی ہیں جبکہ اس موقوف روایت کی سند میں عبداللہ بن عیسیٰ ہے جو منکر الحدیث' متشیع اور ضعیف راوی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

المفضل بن غسان القلابی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عیسیٰ تشیع کرتا تھا۔

ابوالحسن بن البراء نے علی بن المدینی سے نقل کیا ہے' انہوں نے کہا: وہ میرے نزدیک منکر ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۰ ص ۴۰۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ محمد بن احمد الذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۱۵۹۔۱۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ہم نے عبداللہ بن عیسیٰ کی تضعیف میں تہذیب الکمال اور میزان الاعتدال کے حوالے اس لیے پیش کیے ہیں کہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ عبداللہ بن عیسیٰ کو ضعیف قرار دینے میں علامہ عینی منفرد ہیں۔ علاوہ ازیں ایامِ تشریق کے روزے رکھنے کے جواز کی موقوف روایات مُبیح ہیں اور عدمِ جواز کی مرفوع احادیث مُحرِّم ہیں' اور جب مُبیح اور مُحرِّم میں تعارض ہو تو مُحرِّم کو مُبیح پر ترجیح ہوتی ہے' لہٰذا حافظ ابن حجر کا صحیح بخاری کی مُبیح اور موقوف روایت کو مُحرِّم اور مرفوع احادیث پر ترجیح دینا صحیح نہیں ہے۔

٦٩ - بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ — یومِ عاشوراء کے روزے

اس باب میں عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

''عاشوراء'' کا معنی' اس کی وجہ تسمیہ اور دس نبیوں پر انعامات

''عاشوراء'' کا لفظ ''عشر'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی دس کا عدد ہے۔ ابومنصور لغوی نے کہا ہے کہ اس کا وزن ''فاعولاء'' ہے۔ کلام عرب میں اس وزن پر کوئی اسم نہیں آتا' خلیل نے کہا: یہ عبرانی کلمہ ہے' زمانہ جاہلیت میں یہ دس محرم کا نام تھا۔ عاشوراء کی تکریم اس لیے کی جاتی ہے کہ دس محرم کو اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل دس نبیوں پر انعام فرمایا:

(۱) دس محرم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد فرمائی' ان کے لیے سمندر کو چیر دیا اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔

(۲) اس تاریخ میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔

(۳) حضرت یونس علیہ السلام کو دس محرم کے دن مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا فرمائی۔

(۴) عکرمہ نے بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اسی دن قبول فرمائی۔

(۵) حضرت یوسف علیہ السلام کو اسی دن کنویں سے نکالا گیا۔

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے اور اسی دن ان کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔

(۷) حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ بھی اسی دن قبول فرمائی۔

(۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت بھی اسی دن ہوئی تھی۔

(۹) اسی دن حضرت یعقوب علیہ السلام کی بصارت واپس کی گئی تھی۔

(۱۰) ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے اور پچھلے تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت بھی اسی دن کی گئی تھی۔

عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا شرعی حکم

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عاشوراء کے دن روزہ رکھنا سنت ہے واجب نہیں ہے' ابتداء اسلام میں اس کے حکم کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: ابتداء اسلام میں عاشوراء کے دن روزہ رکھنا واجب تھا' امام شافعی کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ رکھنا کبھی بھی واجب نہیں تھا' پہلے اس کا استحباب مؤکد تھا اور رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد اس کے استحباب کا درجہ کم ہو گیا' امام شافعی کا دوسرا قول امام ابوحنیفہ کے قول کی مثل ہے۔

عاشوراء کے روزے کی فضیلت

عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے یہ امید ہے کہ عاشوراء کے دن روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے کے گناہ معاف فرما دے گا۔ (سنن ترمذی: ۷۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو یہود اس دن کا روزہ رکھتے تھے' آپ نے پوچھا: یہ کیسا روزہ ہے؟ انہوں نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور اس دن میں فرعون کو غرق کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم تم سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے شکر بجالانے کے مستحق ہیں' پس آپ نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۰۴' صحیح مسلم: ۱۱۳۰' سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۴)

نعمان بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ رمضان کے مہینہ کے بعد آپ مجھے کون سے

Marfat.com

مہینہ میں روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت علی نے اس سے کہا: میں نے اس سے پہلے کسی کو یہ سوال کرتے ہوئے نہیں سنا' ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: میں اس وقت آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ رمضان کے مہینہ کے بعد مجھے کون سے مہینہ میں روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم رمضان کے مہینہ کے بعد کسی مہینہ میں روزے رکھو تو محرم کے مہینہ میں روزے رکھو کیونکہ وہ اللہ کا مہینہ ہے' اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور اس مہینہ میں دوسرے لوگوں کی بھی توبہ قبول فرمائے گا۔ (سنن ترمذی: ۷۴۱)

یہ تمام عنوانات علامہ بدرالدین عینی نے ذکر کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۷۔۱۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰۰۰ - حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ' عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ اَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ اِنْ شَاءَ صَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن محمد از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عاشوراء کے دن اگر کوئی چاہے تو روزہ رکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۲ میں گزر چکی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اب عاشوراء کا روزہ رکھنا فرض یا واجب نہیں ہے' البتہ سنت اور مستحب ہے۔

۲۰۰۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ' فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ' كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا' پھر جب رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے تو جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا روزہ چھوڑ دیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ' وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ' فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ' فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش زمانہ جاہلیت میں عاشوراء کے دن روزے رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے' پھر جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا' پھر جب رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے تو عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا' پس جو چاہتا اس دن روزہ رکھتا اور جو چاہتا اس کو ترک کر دیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

Marfat.com

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ عَامَ حَجَّ، عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ وَلَمْ يُكْتَبْ عَلَيْكُمْ صِيَامُهٗ، وَاَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ.

حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمٰن وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ سے سنا کہ انہوں نے جس سال حج کیا تھا اسی سال انہوں نے عاشوراء کے دن منبر پر کہا: اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ عاشوراء کا دن ہے اس دن تم پر روزہ فرض نہیں کیا گیا اور میں روزے سے ہوں سو جو چاہے اس دن روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ چھوڑ دے۔

[اطراف الحدیث: ۳۳۹۷-۳۹۴۳-۴۶۸۰-۴۷۳۷] (صحیح مسلم: ۱۱۲۹، الرقم المسلسل: ۲۵۴۲، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۳۴، المعجم الکبیر: ۷۴۸، ج ۱۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۸۵، صحیح ابن حبان: ۳۶۲۶، سنن کبریٰ: ۲۸۵۷، مسند احمد ج ۴ ص ۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۶۸۶۷، ج ۲۸ ص ۸۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور میں جس حج کا ذکر ہے وہ حضرت معاویہ کا پہلا حج تھا یا آخری؟ اور عاشوراء کے روزے کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس سال حضرت معاویہ نے حج کیا تھا۔ علامہ طبری نے کہا ہے کہ خلیفہ بننے کے بعد حضرت معاویہ کا یہ پہلا حج تھا جو انہوں نے ۴۴ھ میں کیا تھا اور آخری حج انہوں نے ۵۷ھ میں کیا تھا۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس حج سے مراد آخری حج ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۹۹)

علامہ بدرالدین عینی نے اس پر رد کیا ہے کہ آخری حج مراد ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اس حدیث میں جو حج کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت معاویہ کا پہلا حج بھی ہوسکتا ہے اور آخری حج بھی ہوسکتا ہے۔

حضرت معاویہ نے کہا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ حضرت معاویہ نے یہ اس لیے کہا تھا کہ آپ کے علم میں یہ آیا کہ مدینہ کے بعض لوگ عاشوراء کے روزہ کو واجب کہہ رہے تھے بعض حرام کہہ رہے تھے اور بعض مکروہ کہہ رہے تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ نے ان سب کا رد فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں روزے سے ہوں۔ اس میں عاشوراء کے روزہ کی فضیلت پر دلیل ہے کیونکہ آپ نے یہ روزہ اسی لیے رکھا تھا کہ اس میں فضیلت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال میں امت کے لیے عمدہ نمونہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۲-۱۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۰۰۴- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ، فَرَاَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ مَا هٰذَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے

قَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوْسٰى. قَالَ فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ. فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

[اطراف الحدیث:۳۳۹۷-۳۹۴۳-۴۶۸۰-۴۷۳۷]

دیکھا کہ یہود عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں' آپ نے پوچھا: یہ کیسے روزے ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ مبارک دن ہے' اس دن میں اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اس دن کا روزہ رکھا' آپ نے فرمایا: ہم تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ (علیہ السلام کی موافقت) کے زیادہ حق دار ہیں تو آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ کا حکم دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۳۰' الرقم المسلسل: ۲۵۴۵' سنن ابوداؤد: ۲۴۴۴' سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۴' مصنف عبدالرزاق: ۷۸۴۳' مسند الحمیدی: ۵۱۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۶' المعجم الکبیر: ۱۲۳۶۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۴۴۔ ج ۴ ص ۳۹۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابومعمر عبداللہ بن عمر المنقری المقعد (۲) عبدالوارث بن سعید (۳) ایوب السختیانی (۴) عبداللہ بن سعید بن جبیر (۵) سعید بن جبیر (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۲)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: یوم عاشوراء کے روزے اور یہ عنوان مطلق ہے' خواہ عاشوراء کے روزے واجب ہوں' مستحب ہوں یا مکروہ ہوں' اور اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عاشوراء کا روزہ رکھنا واجب ہے کیونکہ آپ نے اس روزے کے رکھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے' نیز یہ روزہ شکر ادا کرنے کے لیے ہے اور شکر ادا کرنا واجب ہے' اس لیے بھی عاشوراء کا روزہ رکھنا واجب ہوا لیکن چونکہ صحیح البخاری: ۲۰۰۳ میں یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے' اس سے وجوب منسوخ ہو گیا اور صرف جواز رہ گیا۔

اس اعتراض کے جوابات کہ یہود کی خبر نامقبول ہوتی ہے' پھر آپ نے ان کے خبر دینے سے عاشوراء کا روزہ کیوں رکھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عاشوراء کے دن شکر کا روزہ رکھا تھا اور ہم ان کی اتباع میں اس دن روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کرنے کے ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی خبر پر اعتماد کیسے کر لیا جب کہ یہود کی خبر غیر مقبول ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے صرف ان کی خبر پر اعتماد کر کے روزہ رکھ لیا تھا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ. (الانعام: ۵۰) میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

سو آپ نے جو عاشوراء کا روزہ رکھا تھا' وہ بھی اتباع وحی سے رکھا تھا نہ کہ محض یہود کی خبر دینے سے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے اس دن روزہ رکھا تھا نہ کہ ان کی خبر سے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہود میں جو لوگ مسلمان تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ' آپ نے ان کی خبر پر اعتماد کیا تھا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہودیوں نے تواتر سے یہ خبر دی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس دن روزہ رکھا تھا اور خبر متواتر میں یہ شرط نہیں ہے کہ خبر دینے والے مسلمان ہوں اور خبر متواتر سے یقین حاصل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

علاوہ ازیں نبی ﷺ نے مدینہ میں آکر یہود سے سن کر پہلی بار روزہ نہیں رکھا تھا' آپ پہلے سے عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۰۰۲) پس یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ نے یہود کے خبر دینے سے اس دن روزہ رکھا' اور اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ نے یہود کا جواب سن کر اس دن روزہ رکھا' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اس دن روزہ رکھنے کے عمل پر برقرار رہے اور مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۵۴۔ ج ۳ ص ۱۲۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں عاشوراء کے روزہ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۰۰۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ اَبِيْ عُمَيْسٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَعُدُّهُ الْيَهُوْدُ عِيْدًا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُوْمُوْهُ اَنْتُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ابو عمیس از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود عاشوراء کے دن عید مناتے تھے' نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس دن روزہ رکھو۔

[طرف الحدیث: ۳۹۴۲] (صحیح مسلم: ۱۱۳۱' الرقم المسلسل: ۲۵۴۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵۵' سنن کبریٰ: ۲۸۴۸' مسند ابو یعلیٰ: ۷۳۳۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۹' مسند احمد: ۱۹۶۶۹۔ ج ۳۲ ص ۴۴۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) ابو اسامہ' ان کا نام حماد بن اسامہ اللیثی ہے (۳) ابو عمیس بن عبد اللہ بن عتبہ بن عبد اللہ بن مسعود الہذلی المسعودی (۴) قیس بن مسلم الجدلی العدوانی ابو عمرو (۵) طارق بن شہاب بن عبد شمس البجلی الاحمسی ابو عبد اللہ الصحابی' امام ابوداؤد نے کہا کہ انہوں نے نبی ﷺ کی زیارت تو کی ہے لیکن آپ سے سماع نہیں کیا (۶) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۴)

اس اعتراض کا جواب کہ یہود عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے' پھر وہ اس دن عید کیسے مناتے تھے؟

صحیح البخاری: ۲۰۰۴ میں یہ حدیث ہے کہ یہود اس دن روزہ رکھتے تھے اور اس حدیث میں ہے کہ یہود اس دن عید مناتے تھے اور ان دونوں حدیثوں میں منافات ہے کیونکہ عید کے دن روزہ نہیں رکھا جاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان عید کے دن روزہ نہیں رکھتے اور یہود کے نزدیک ہو سکتا ہے عید کے دن روزہ رکھنا جائز ہو' دوسرا جواب یہ ہے کہ جو یہودی عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے وہ مدینہ کے یہودی تھے اور اس حدیث میں جن یہود کا ذکر ہے' ہو سکتا ہے وہ کسی اور جگہ کے یہودی ہوں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۵۶۔ ج ۳ ص ۱۲۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۰۰۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهٖ اِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ، يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَهٰذَا الشَّهْرَ، يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از ابن عیینہ از عبید اللہ بن ابی یزید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے کسی دن کے روزے کو اس کے غیر پر فضیلت دی ہو سوائے یوم عاشوراء کے روزہ کے اور اس مہینہ یعنی رمضان کے مہینہ کے روزہ

Marfat.com

(سنن نسائی: ۲۳۶۶) کے سوا۔

یوم عاشوراء اور یوم عرفہ میں فضیلت کے تعارض کا جواب

ایک حدیث میں ہے کہ تمام ایام میں افضل یوم' یوم عرفہ ہے اور زیر نظر حدیث میں مذکور ہے کہ تمام ایام میں افضل یوم عاشوراء ہے اور یہ تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یوم عاشوراء کی فضیلت روزہ رکھنے کی وجہ سے ہے اور یوم عرفہ کی فضیلت حج کرنے کی وجہ سے ہے' سو فضیلت کی وجہیں الگ الگ ہیں۔

۲۰۰۷ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنْ أَسْلَمَ أَنْ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ، فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو اسلم کے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کردو کہ جو کھا چکا ہے وہ بقیہ دن روزے سے رہے اور جس نے کچھ نہیں کھایا تو وہ بقیہ دن روزے سے رہے کیونکہ یہ دن عاشوراء کا دن ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

عاشوراء کے منفرد روزہ کی کراہت کے متعلق احادیث

اس سے پہلے جس قدر احادیث گزری ہیں' ان میں عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا جواز اور استحباب بیان کیا گیا ہے لیکن بعض احادیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ عاشوراء کا منفرد روزہ نہ رکھا جائے' اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی روزہ رکھا جائے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عاشوراء کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو' اس سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھو یا اس کے ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۹۵' ابن عدی ج ۳ ص ۹۵۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۷' مسند البزار: ۱۰۵۲' مسند الحمیدی: ۴۸۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱' مسند احمد: ۲۱۵۴۔ ج ۴ ص ۵۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ابن ابی لیلیٰ ہے اور وہ بدحافظہ ہے اور داؤد بن علی ہے' حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں ہے' تاہم درج ذیل حدیث' صحیح السند ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (محرم کی) نو اور دس تاریخ کو روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۸۳۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۷)

اور اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ وہ دن ہے جس دن کی یہود اور نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب آئندہ سال ہوگا تو ہم ان شاء اللہ نو محرم کا روزہ رکھیں گے' حضرت ابن عباس نے کہا: پھر جب آئندہ سال آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۳۴' الرقم المسلسل: ۲۶۴۵' سنن ابوداؤد: ۲۴۴۵)

فقہاء شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک عاشوراء کے منفرد روزہ کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک عاشوراء نو محرم کو ہے' اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ عاشوراء دس محرم کو ہے۔

امام شافعی ان کے اصحاب' امام احمد' اسحاق اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ نو اور دس دونوں تاریخوں کو روزہ رکھنا مستحب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس محرم کو روزہ رکھا تھا اور نو محرم کو روزہ رکھنے کی نیت کی تھی اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نو محرم کو روزہ رکھنے کا سبب یہ ہے کہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ (شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم ج ۵ ص ۳۰۴۹-۳۰۴۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں ضرور نو محرم کو روزہ رکھوں گا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۲۱۳-ج ۵ ص ۲۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی سند قوی ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک عاشوراء کے منفرد روزہ کا حکم

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ صرف عاشوراء کا روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں یہود کی مشابہت ہے اور عام فقہاء نے اس کو مکروہ نہیں کہا کیونکہ یہ فضیلت والے ایام میں سے ہے' لہٰذا روزہ رکھنے کی کراہت کی تلافی اس دن کی فضیلت سے ہو جاتی ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ مستحب ہے جب کہ اس سے ایک روز پہلے یا ایک روز بعد بھی روزہ رکھا جائے تاکہ اہل کتاب کی مخالفت ہو' اسی طرح البدائع میں ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۰۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ) (میں کہتا ہوں کہ البدائع کی عبارت من وعن ایسی نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

''کتاب الصیام'' کی تکمیل

''کتاب الصیام'' میں شروع سے لے کر یہاں تک صحیح بخاری میں ۱۷۵' حدیثیں ہیں' ان میں ۳۶ تعلیقات ہیں باقی احادیث موصولہ ہیں' اور ان میں ۶۸' احادیث مکررہ ہیں اور خالص ۸۹ حدیثیں ہیں۔

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین' آج ۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ/ ۱۹ نومبر ۲۰۰۷ء ''کتاب الصیام'' مکمل ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے' موافقین کے لیے اسے موجب استقامت بنائے اور مخالفین کے لیے اس کو سبب ہدایت بنائے اور جس طرح ''کتاب الصیام'' کی شرح مکمل کرائی ہے' اسی طرح پوری صحیح البخاری کی شرح مکمل کرادے۔ میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور میرے احباب کی' میرے تلامذہ اور میرے قارئین کی مغفرت فرمادے۔

(آمین یا رب العٰلمین)

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم' ربّنا واجعلنا مسلمین لك

وتب علینا انك انت التواب الرحیم○

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۳۱ - کِتَابُ التَّرَاوِیْحِ
تراویح کا بیان

''تراویح'' ''ترویحۃ'' کی جمع ہے' دو دو گانہ اور چار رکعات کے بعد جو بیٹھتے ہیں' اس کو ''ترویحۃ'' کہتے ہیں' کیونکہ چار رکعات پڑھنے کے بعد جو تھکاوٹ ہوتی ہے' اس کے بعد بیٹھنے سے اس میں قدرے آرام مل جاتا ہے۔

۱ - بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ — جس نے رمضان میں قیام کیا' اس کی فضیلت

یہ باب قیامِ رمضان کی فضیلت میں ہے' خواہ وہ تراویح پڑھے یا رمضان میں کچھ دیر قیام کر کے نوافل پڑھے یا تہجد کی نماز پڑھے۔

۲۰۰۸ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ' عَنْ عُقَیْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِرَمَضَانَ مَنْ قَامَهٗ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا' غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے رمضان کے مہینہ میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا' اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵ میں گزر چکی ہے۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے اس پر دلائل کہ نیک اعمال سے صرف صغائر کی مغفرت ہوتی ہے اور کبائر کی مغفرت توبہ سے ہوتی ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' لیکن علماء اہل سنت نے یہ کہا ہے کہ اس عمل سے اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف کیے جائیں گے کیونکہ کبیرہ گناہ صرف توبہ سے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے معاف ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ نیک

Marfat.com

اعمال سے اور کبائر سے اجتناب کی وجہ سے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ کبیرہ گناہ صرف توبہ سے یا شفاعت سے معاف ہوتے ہیں' اس کی دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ ان گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوتے ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳' الرقم المسلسل: ۵۴۱' سنن ترمذی: ۲۱۴' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ نیک اعمال سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں اور کبائر شفاعت سے معاف ہوتے ہیں' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۳۹' سنن ترمذی: ۲۴۳۵-۲۴۳۶' سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۰)

کبیرہ گناہ توبہ سے یا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے معاف ہوتے ہیں' اس کی دلیل یہ آیت ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ. (النساء: ۱۷)

توبہ کی مقبولیت اللہ پر صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو جہالت سے گناہ کر بیٹھیں' پھر عنقریب توبہ کر لیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ (اپنے فضل سے حتماً) قبول فرماتا ہے۔

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ. (المائدہ: ۳۹)

پھر جس نے (اپنی جان پر) ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

کبائر سے اجتناب کرنے کی وجہ سے صغائر معاف ہو جاتے ہیں' اس کی دلیل یہ آیت ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ. (النساء: ۳۱)

اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

نیک اعمال کرنے سے صغیرہ گناہ معاف ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. (ھود: ۱۱۴)

بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اس آیت میں گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں' پس واضح ہوا کہ کبائر سے اجتناب کی وجہ سے اور نیک اعمال کی وجہ سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ان مذکورہ دلائل کی وجہ سے اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ رمضان میں نوافل میں قیام کی وجہ سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور کبائر صرف توبہ سے یا شفاعت سے یا محض اللہ کے فضل سے معاف ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رمضان کے مہینہ میں قیام کی وجہ سے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں' پچھلے گناہوں کی معافی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن آئندہ کے گناہ جو ابھی کیے ہی نہیں' ان کی معافی کی کیا توجیہ ہے؟

علامہ عینی اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی اس سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ اس کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے محفوظ رکھے گا اور آئندہ اس سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہو گا یا اس میں یہ بشارت ہے کہ اگر اس سے آئندہ گناہ ہوئے بھی تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمادے گا۔

Marfat.com

گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۰۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ عَلٰى ذٰلِكَ، ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے مہینہ میں قیام کیا' اس کے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔ ابن شہاب نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور (لوگوں کا عمل) اسی پر برقرار رہا' پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں اسی پر مسلمانوں کا عمل رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵ میں اور اس حدیث سے پہلی حدیث میں بھی گزر چکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابو بکر کی خلافت میں اور حضرت عمر کے ابتدائی عہد میں تراویح کا معمول

اس حدیث میں مذکور ہے: لوگوں کا عمل اسی پر برقرار رہا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابن وہب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے تو لوگ اس وقت مسجد کے ایک گوشے میں رمضان کے مہینہ میں نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ لوگ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں' آپ نے فرمایا: انہوں نے صحیح کام کیا اور یہ بہت اچھا ہے۔

اس حدیث کا حافظ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس میں ایک راوی مسلم بن خالد ہے اور وہ ضعیف ہے اور محفوظ حدیث یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۰۱۰ - وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ، فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلٰوتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ اَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَّاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ، ثُمَّ عَزَمَ

از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از عبدالرحمان بن عبدالقاری' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کے مہینہ میں ایک رات مسجد کی طرف گیا تو لوگ مختلف ٹولیوں میں نماز پڑھ رہے تھے' ایک شخص اپنی نماز پڑھ رہا تھا اور کچھ لوگ کسی کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے' حضرت عمر نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ میں ان سب کو اگر ایک قاری (امام) کی اقتداء میں جمع کر دوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا' پھر حضرت عمر نے پختہ ارادہ کر لیا اور ان کو حضرت

Marfat.com

فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ، وَالَّتِيْ يَنَامُوْنَ اَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ يَقُوْمُوْنَ، يُرِيْدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ. (موطأ امام مالک: کتاب الصلوٰۃ فی رمضان باب: ۲۔ ج ۱ ص ۷۳، المکتبۃ التوفیقیہ)

اُبی بن کعب کی اقتداء میں جمع کر دیا' پھر میں دوسری رات کو ان کے ساتھ گیا اور سب لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر نے کہا: یہ اچھی بدعت ہے اور جس نماز کے وقت وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں' وہ اس نماز سے افضل ہے جس میں وہ قیام کرتے ہیں' ان کی مراد رات کے آخری حصہ کی نماز تھی اور لوگ رات کے اوّل حصہ میں قیام کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبدالرحمان بن عبدالقاری کا ذکر ہے' اس میں قارہ بن ریش کی طرف نسبت ہے' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مسلمانوں کے بیت المال کے عامل تھے' ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے تھے' اس وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔ ابن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابی ہیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' حضرت عمر نے ان کو تراویح کا امام بنا دیا تھا کیونکہ ان کی قراءت سب سے عمدہ تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اُن میں زیادہ قاری ہو' وہ ان کی امامت کرائے۔

(سنن ترمذی: ۲۳۵' سنن ابوداؤد: ۵۸۲' سنن نسائی: ۷۷۶' سنن ابن ماجہ: ۹۸۰)

امام سعید بن منصور نے عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا' وہ مردوں کو نماز پڑھاتے تھے اور حضرت تمیم الداری عورتوں کو نماز پڑھاتے تھے اور یہ جماعتیں الگ الگ وقتوں میں ہوتی تھیں۔

بدعت کی اقسام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ اچھی بدعت ہے۔ علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
بدعت کی دو قسمیں ہیں' اگر وہ کام شرعاً نیک ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ کام شرعاً برا ہو تو وہ بدعت قبیحہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بدعت اصل میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور شریعت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جو سنت کے خلاف ہو' اس لیے بدعت مذموم ہوتی ہے' اور تحقیق یہ ہے کہ اگر وہ نیا کام ایسے کام کے تحت داخل ہو جو شرعاً نیک ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ نیا کام ایسے کام کے تحت ہو جو شرعاً برا ہو تو وہ بدعت قبیحہ ہے ورنہ وہ مباح کی قسم سے ہے اور بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: وہ پانچ قسمیں یہ ہیں: (۱) واجب (۲) مستحب (۳) مباح (۴) مکروہ تنزیہی (۵) مکروہ تحریمی۔

رمضان میں تہجد کی نماز پڑھنا تراویح سے افضل ہے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جس نماز کے وقت وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں' وہ اس نماز سے افضل ہے جس میں وہ قیام کرتے ہیں۔ ان کی مراد رات کے آخری حصہ کی نماز تھی اور لوگ رات کے اوّل حصہ میں قیام کرتے تھے۔

علامہ بدرالدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جو لوگ نماز تراویح کے وقت سو جاتے ہیں' وہ ان سے افضل ہیں جو نماز تراویح پڑھتے ہیں' ان کی مراد یہ تھی کہ جو رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھتے ہیں' اس میں یہ تصریح ہے کہ رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھنا رات کے اوّل حصہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے یعنی تہجد پڑھنا تراویح پڑھنے سے افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۴' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نمازِ تہجد' تراویح سے اس لیے افضل ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ دعا کرنے والوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۲۲)

ائمہ اربعہ کے نزدیک تراویح کی رکعات کی تعداد بیس ہے

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

قیامِ رمضان میں اہل علم کا اختلاف ہے' بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ وتر کے ساتھ اکتالیس (۴۱) رکعات پڑھی جائیں' اور یہ اہل مدینہ کا قول ہے' اور مدینہ میں اسی پر عمل ہوتا تھا اور اکثر اہل علم کا مذہب وہ ہے جو حضرت علی' حضرت عمر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں۔ یہ سفیان ثوری' ابن المبارک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے' اور امام شافعی نے کہا: میں نے اسی طرح اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو پایا' وہ بیس رکعت پڑھتے تھے اور امام احمد نے کہا: اس مسئلہ میں کئی اقوال نقل کیے گئے ہیں اور انہوں نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں کیا اور اسحاق نے کہا: بلکہ ہم اکتالیس رکعت اختیار کرتے ہیں جیسا کہ حضرت اُبی بن کعب سے مروی ہے اور ابن المبارک اور احمد اور اسحاق کا مختار یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں امام کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور امام شافعی کا مختار یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قراءت کر سکتا ہو تو وہ تنہا پڑھے۔ (سنن ترمذی ص ۲۵۴۔ ۲۵۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ یزید بن رومان سے روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئس رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

(موطأ امام مالک' کتاب الصلوٰۃ فی رمضان' باب: ۲۔ حدیث: ۵۔ ج ۱ ص ۷۳' المکتبۃ التوفیقیہ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

قیام رمضان کی رکعات میں اختلاف ہے' ہم اس میں سے مختصراً لکھتے ہیں:

امام مالک نے از محمد بن یوسف از السائب بن یزید روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ وہ گیارہ رکعات پڑھائیں اور قاری سو آیتوں یا اس سے زیادہ آیتوں والی سورتیں پڑھتا تھا حتیٰ کہ ہم طول قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے اور ہم فجر کے قریب فارغ ہو کر لوٹتے تھے۔

(موطأ امام مالک' کتاب الصلوٰۃ فی رمضان۔ باب: ۲۔ حدیث: ۴' ج ۱ ص ۷۳' المکتبۃ التوفیقیہ)

علامہ داؤد وغیرہ نے کہا ہے کہ امام مالک کی یہ روایت یزید بن رومان کی اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں رمضان میں تیئس رکعت کے ساتھ قیام کا ذکر ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم دیا تھا اور وہ ان رکعات میں بہت زیادہ قراءت کرتے تھے' پھر بعد میں حضرت عمر نے زیادہ کر کے تیئس رکعات کر دیں' جیسے کہ یزید بن رومان کی روایت ہے اور

Marfat.com

یہی سفیان ثوری کا' فقہاء احناف کا' امام شافعی کا اور امام احمد کا قول ہے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اسی پر عمل رہا' پھر لوگوں کے اوپر لمبی قراءت کی وجہ سے لمبا قیام دشوار ہوا تو انہوں نے قراءت کم کر دی اور رکعات زیادہ کر دیں' پھر وہ انتالیس رکعات پڑھتے تھے جس میں تین رکعات وتر کی ہوتی تھیں' پھر اسی پر لوگوں کا عمل رہا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

قاضی ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

تراویح کی رکعات میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک کا ایک قول اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور داؤد کا قول یہ ہے کہ وتر کے سوا تراویح کی بیس رکعت پڑھی جائیں اور ابن القاسم نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھنا مستحسن ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل کے نزدیک مختار یہ ہے کہ تراویح کی رکعات کی تعداد بیس ہے' سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی موقف ہے' اور امام مالک نے کہا: تراویح کی رکعات چھتیس ہیں' ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کیا اور وہ ان کو بیس رکعت پڑھاتے تھے' اسی طرح امام مالک نے یزید بن رومان سے بیس رکعت کی روایت کی ہے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے اور یہ اجماع کی مثل ہے۔

امام مالک نے اہل مدینہ کے طریقہ پر عمل کیا ہے کیونکہ اہل مدینہ نے اہل مکہ کی مساوات کا ارادہ کیا کیونکہ اہل مکہ ہر دو ترویحوں کے درمیان سات طواف کرتے تھے' تو اہل مدینہ نے چار رکعات کو سات طواف کے مساوی قرار دیا' تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا جو طریقہ تھا' وہ اتباع کے زیادہ لائق ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۳۶۷-۳۶۶ ملخصاً' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تراویح سنت ہے یا نفل ہے' امام حمید الدین ضریری نے کہا ہے کہ نفس تراویح سنت ہے اور اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا مستحب ہے۔

تراویح کی تعداد بیس رکعات ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' قاضی نے اس کو جمہور علماء سے نقل کیا ہے' اکثر مشائخ نے یہ کہا ہے کہ اس میں قرآن مجید کو ختم کرنا سنت ہے' لوگوں کی سستی کی وجہ سے اس کو ترک نہ کیا جائے۔ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ابوعثمان نہدی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین قُرّاء کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ نماز میں جلدی جلدی بیس سے تیس سورتوں تک قرآن مجید پڑھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۹-۲۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غیر مقلدین کے آٹھ رکعت تراویح پر دلائل اور ان کے جوابات

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

ہمارے استاذ العلماء حضرت مولانا نذیر حسین رحمانی کی کتاب مستطاب انوار المصابیح کا مطالعہ کیا جائے' جو اس موضوع کے ''ما هو وما عليه'' پر اس قدر جامع مدلل کتاب ہے کہ اب اس کی نظیر ممکن نہیں۔ (شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۴۳)

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل سید محمد نذیر حسین دہلوی متوفی ۱۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

پس واضح ہو کہ احادیث صحیحہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز تراویح کی مع وتر کے گیارہ رکعتیں ثابت ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے:

ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز رمضان میں کیوں کرتھی؟ یعنی آپ رمضان میں تراویح کی کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ پس حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں' یعنی آں حضرت کی نماز تراویح کی تعداد گیارہ تھی۔

(فتاویٰ نذیریہ ج۱ص ۶۳۵' مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ)

شیخ نذیر حسین نے حدیث کے ترجمہ میں زبردست تلبیس اور تحریف کی ہے۔ اس حدیث میں نمازِ تراویح کا بالکل ذکر نہیں ہے' شیخ نذیر حسین نے اپنی مطلب برآری کے لیے اپنی طرف سے حدیث میں تراویح کا لفظ داخل کیا ہے' ہم حدیث کا عربی متن اور اس کا ترجمہ لکھ رہے ہیں' اس سے ان کی تحریف واضح ہو جائے گی:

حدثنا اسماعیل قال حدثنی مالك عن سعید المقبری عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه سال عائشة رضی الله عنها کیف کانت صلوة رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة' یصلی اربعا فلا تسال عن حسنهن وطولهن' ثم یصلی اربعا فلا تسال عن حسنهن وطولهن' ثم یصلی ثلاثا. فقلت یا رسول الله اتنام قبل ان توتر؟ قال یا عائشة' ان عینی تنامان' ولا ینام قلبی.

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان' آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت پڑھتے' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۳)

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نماز کے متعلق خبر دی ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں مشترک ہے' اور جو نماز رمضان اور غیر رمضان میں مشترک ہے' وہ تہجد ہے تراویح نہیں ہے' سو سید نذیر حسین اور عام غیر مقلدین کا اس نماز کو تراویح پر محمول کرنا تلبیس اور تحریف کے سوا اور کیا ہے!

سید نذیر حسین نے اپنے مؤقف پر دوسری دلیل یہ دی ہے:

حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم کیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح پڑھایا کریں۔ سند اس کی بہت صحیح ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج۱ص ۶۳۵' مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ)

اب اس حدیث کی سند کا حال سن لیں!

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی طرف جو یہ روایت منسوب ہے کہ آپ نے گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا' میرے نزدیک زیادہ غالب یہ ہے کہ یہ وہم ہے۔

امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک شخص کو مقرر کیا جو ان کو بیس رکعات پڑھائے۔

Marfat.com

السائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے عہد میں نماز کے قیام سے لوٹتے تو صبح ہونے والی ہوتی تھی اور حضرت عمر کے عہد میں تیئس رکعت قیام ہوتا تھا۔

یہ اس صورت پر محمول ہے کہ تین رکعت وتر ہوتے تھے اور بیس رکعت تراویح ہوتی تھیں۔

امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں رمضان میں تیئس رکعت ہوتی تھیں۔

یہ تمام احادیث اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ گیارہ رکعت کی روایت وہم اور غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ تیئس رکعت پڑھی جاتی تھیں یا اکیس رکعت پڑھی جاتی تھیں۔ (الاستذکار ج ۵ ص ۱۵۶۔۱۵۴ ملخصاً' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

نواب صدیق حسن بھوپالی کی یہ تصریح کہ بیس رکعت تراویح پر اجماع ہے

غیر مقلدین حضرات پر حجت قاطعہ ان کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خاں متوفی ۱۳۰۷ھ کی درج ذیل عبارت ہے:

صحیح بخاری کی اس حدیث (۲۰۱۳) میں رکعات کی تعداد کا ذکر نہیں ہے' اور معروف یہ ہے جس پر جمہور ہیں کہ یہ بیس رکعات دس سلاموں کے ساتھ ہیں اور یہ پانچ ترویحات ہیں' اور ہر ترویحہ میں چار رکعات ہیں' وتر کے علاوہ اور اس کی تین رکعات ہیں' اور سنن بیہقی میں حضرت السائب بن یزیدؓ سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں رمضان کے مہینہ میں بیس رکعات ہوتی تھیں اور موطأ امام مالک میں یزید بن رومان کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ میں لوگ تیئس رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے' اور ایک روایت میں گیارہ رکعت کا ذکر ہے اور امام بیہقی نے ان روایتوں کو جمع کیا ہے کہ پہلے لوگ گیارہ رکعت پڑھتے تھے' پھر بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ کا یہ معمول اجماع کی مثل ہے۔

(عون الباری ج ۲ ص ۸۶۱' دار الرشید' حلب' سوریا)

صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا بیس رکعات تراویح پڑھنا

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

السائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے رمضان میں لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ کی اقتداء میں اکیس رکعات پر جمع کیا' وہ نماز میں سو یا سو سے زیادہ آیات پڑھتے اور نمازِ فجر کے قریب لوٹتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۷۶۰۔ ج ۴ ص ۲۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ اکیس رکعات اس صورت میں ہیں جب وہ بیس رکعت تراویح اور ایک رکعت وتر پڑھتے تھے اور بعض صحابہ کے نزدیک وتر کی ایک رکعت بھی ہو جاتی تھی اور یہ اجتہادی مسئلہ تھا۔

السائب بن یزید نے کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ کے عہد میں نماز کے قیام سے اس وقت فارغ ہوتے تھے' جب نمازِ فجر کا وقت قریب ہو جاتا تھا اور ہم حضرت عمر کے عہد میں تیئس رکعات کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۷۶۳۔ ج ۴ ص ۲۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ تیئس رکعات اس صورت میں ہیں جب وہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شُتیر بن شکل بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں بیس رکعات پڑھی جاتی تھیں اور وتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

ابوالحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بیس رکعات پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۶۸، الاستذکار ج ۵ ص ۱۵۵، الجوہر النقی للماردینی ج ۲ ص ۴۹۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۷)

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بیس رکعات پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

نافع بن عمر نے بیان کیا کہ حضرت ابن ابی مُلیکہ ہم کو رمضان میں بیس رکعات پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عبدالعزیز بن رفیع نے بیان کیا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان کے مہینہ میں مدینہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حارث بیان کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کو رمضان کے مہینہ میں رات کو بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں پانچ ترویحات (بیس رکعتیں) پڑھتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ وتر سمیت تیئس رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

سعید بن عبید بیان کرتے ہیں کہ علی بن ربیعہ رمضان میں لوگوں کو پانچ ترویحات اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

غیر مقلدین حضرات کو بیس رکعات تراویح کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تراویح کی بیس رکعات ہیں، اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بیس رکعات تراویح پڑھنے کا حکم دیا ہے اور حدیث میں ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت اور ان کے طریقہ کو اختیار کرنا لازم ہے:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو بہت بلیغ نصیحت کی جس سے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل خوف زدہ ہو گئے، پس ایک شخص نے کہا: یہ تو رخصت ہونے والے شخص کی نصیحت معلوم ہوتی ہے تو یا رسول اللہ! آپ ہم سے کون سا عہد لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور خواہ تم پر حبشی غلام کو امیر بنا دیا جائے تم اس کے احکام کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا، سو تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا اور تم (بری) بدعات سے اجتناب کرنا کیونکہ یہ گم راہی ہیں، پس تم میں سے جو شخص بدعات کو دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ وہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرے اور اس سنت کو اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ پکڑ لے۔

(سنن ترمذی: ۲۶۸۵، سنن ابوداؤد: ۴۶۰۷، سنن ابن ماجہ: ۴۲، شرح مشکل الآثار: ۱۱۸۶، المعجم الکبیر: ۶۱۷-ج ۱۸، المستدرک ج ۱ ص ۹۶-۹۵، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۷۱۴۴-ج ۲۸ ص ۳۷۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما خلفاء راشدین میں سے ہیں اور بیس رکعات تراویح پڑھنا ان کی سنت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

Marfat.com

خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنے کو لازم قرار دیا ہے' لہٰذا تراویح کا بیس رکعات ہونا لازم ہے' نیز ہم نے بیان کیا ہے کہ جمہور صحابہ' فقہاء تابعین' ائمہ مجتہدین اور مسلمانوں میں سلف اور خلف کا طریقہ بیس رکعات تراویح پڑھنا ہے اور اس سے کم' یعنی آٹھ رکعات پڑھنے کو لازم قرار دینا' ان سب کی مخالفت ہے اور قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۝ (النساء:۱۱۵)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے۝

غیر مقلدین کو اس وعید سے ڈرنا چاہیے اور بیس رکعت تراویح کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے اور اس کو بدعت کہنے سے رجوع کرنا چاہیے کیونکہ بیس رکعت تراویح خلفاء راشدین کی سنت ہے اور نبی ﷺ نے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنے کو لازم قرار دیا ہے اور غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں نے اس کو بہ منزلہ اجماع قرار دیا ہے' لہٰذا غیر مقلدین حضرات کو مسلمانوں کے اجماعی طریقہ کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔

۲۰۱۱ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى' وَ ذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی اور یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۲۹ میں گزر چکی ہے اور اس کی تفصیل آئندہ حدیث میں آ رہی ہے۔

۲۰۱۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ' اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِّنْ جَوْفِ اللَّيْلِ' فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ' وَصَلّٰى رِجَالٌ بِصَلٰوتِهٖ' فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا' فَاجْتَمَعَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهُ' فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا' فَكَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ' فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَصَلَّوْا بِصَلٰوتِهٖ' فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ' حَتّٰى خَرَجَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ' فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ' فَتَشَهَّدَ' ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ' فَاِنَّهٗ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ آدھی رات کے وقت نکلے' پس آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور کچھ مردوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر صبح لوگوں نے ایک دوسرے سے اس کا ذکر کیا تو ان میں سے بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے' پس انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر صبح ان لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو پھر (اس سے بھی) زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور تیسری رات کو مسجد بھر گئی' پھر رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر آئے' پس آپ نے نماز پڑھی' سو لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر جب چوتھی رات آئی تو اتنے زیادہ لوگ آ گئے کہ مسجد ان سے تنگ ہو گئی' حتیٰ

مَكَانُكُمْ، وَلٰكِنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا. فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ.

کہ آپ صبح کی نماز کے لیے گھر سے نکلے جب آپ نے فجر کی نماز پڑھالی تو آپ نے لوگوں کی طرف منہ کیا' پھر کلمہ شہادت پڑھا' پھر فرمایا: تاہم اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی حمد کے بعد یہ کہنا ہے کہ تمہاری جگہ (تمہارا نماز کا شوق) مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی' پھر تم اس کو پڑھنے سے عاجز آ جاؤ گے' پھر رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور (اس نماز کا) معاملہ اسی طرح برقرار رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۷۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۱۳ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَيْرِهَا عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّیْ ثَلَاثًا. فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ؟ قَالَ يَا عَائِشَةُ، اِنَّ عَيْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از ابو سلمہ بن عبد الرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان' آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت پڑھتے' میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۱۴۷ میں گزر چکی ہے اور یہاں تراویح کی بحث میں بھی ہم نے اس کی وضاحت کی ہے۔

تراویح کی احادیث کی تکمیل

الحمد للّٰه رب العٰلمين والصلٰوة والسلام علٰى سيّدنا محمد خاتم النبيّين.

آج ۱۰ ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ/ ۲۱ نومبر ۲۰۰۷ء' بہ روز بدھ تراویح کی احادیث کی شرح مکمل ہو گئی۔ الہ العٰلمین! صحیح بخاری کی باقی احادیث کی شرح بھی مکمل کرا دینا اور میرا' میرے قارئین کا خاتمہ ایمان پر کرنا اور ہماری مغفرت فرما دینا۔ (آمین)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

٣٢ - كِتَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

لیلۃ القدر کی فضیلت کا بیان

اس باب میں لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کی گئی ہے لیلۃ القدر کا معنی ہے: وہ رات جس میں اللہ تعالیٰ ایک سال کے معاملات کا فیصلہ فرماتا ہے قدر کا معنی قدر ومنزلت اور شرف بھی ہے یعنی یہ رات بہت شرف والی ہے اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات میں قدر ومنزلت اور عزت اور شرف والی کتاب نازل فرمائی ہے یا اس رات میں اللہ تعالیٰ بہت کرم اور قدر والے فرشتے نازل فرماتا ہے یا اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کے لیے رحمت کو مقدر فرمادیتا ہے۔

قدر کا معنی تنگی بھی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ. (الطلاق:٧) اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو۔

اور یہاں پر معنی یہ ہے کہ اس رات اس قدر زیادہ فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ زمین ان سے تنگ ہو جاتی ہے اور قدر کا معنی قضاء وقدر اور تقدیر کے معاملات بھی ہیں کیونکہ اس رات میں سال بھر میں ہونے والے امور کے احکام فرشتوں کے سپرد کر دیے جاتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ○ (الدخان:٤) اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے ○

١ - بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

لیلۃ القدر کی فضیلت

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ○ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○﴾ (القدر).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے ○ اور آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟ ○ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے ○ اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں ○ یہ رات طلوع فجر ہونے تک سلامتی والی ہے ○ (سورۃ القدر)

اس سورت میں پانچ آیات ہیں ضحاک مقاتل اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

سورۃ القدر کی آیات کی تفسیر

اس سورت میں فرمایا ہے: بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہےO(القدر:۱)

یعنی مکمل قرآن مجید کو ایک ہی مرتبہ شب قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف نازل فرمایا' پھر ہم نے اس کو بیت العزت میں رکھا اور جبریل علیہ السلام نے فرشتوں کو لکھوایا' پھر حضرت جبریل نے اس کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تدریجاً نازل کیا اور تیئس سال کی مدت میں اس کو مکمل نازل فرمایا' پھر فرمایا:

اور آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟O(القدر:۲)

یعنی محض آپ کی عقل اس کی انتہائی فضیلت کا ادراک نہیں کر سکتی۔

شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہےO(القدر:۳)

علامہ واحدی نے مجاہد سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا جو اللہ کی راہ میں ایک ہزار سال تک ہتھیاروں سے مسلح رہا' مسلمانوں کو اس پر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' جس کا حاصل یہ ہے کہ تمہیں ایک رات ایسی دے دی ہے جو اس مجاہد کے ہزار سال تک مسلح رہنے سے بہتر ہے۔

اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلے زمان میں شمسون یا شمعون نام کے ایک نبی تھے' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے ایک ہزار ماہ تک کافروں سے قتال کیا اور اس عرصہ میں انہوں نے کپڑے اتارے نہ ہتھیار اتارے' تو صحابہ نے کہا: کاش! ہماری عمر بھی اتنی طویل ہوتی تو ہم بھی ان کی طرح قتال کرتے' تب یہ آیت نازل ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی کہ شب قدر حضرت شمسون یا شمعون کے ایک ہزار ماہ کے جہاد سے زیادہ افضل ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ علامہ واحدی نے جس مجاہد کا ذکر کیا ہے' وہ بھی حضرت شمعون علیہ السلام ہی تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل میں چار آدمی تھے جنہوں نے اسی (۸۰) سال عبادت کی اور پلک جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو بہت تعجب ہوا' پھر آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: اے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کی امت ان لوگوں کی اسی سال کی عبادت پر تعجب کر رہی ہے جنہوں نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی' اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے لیے اس سے افضل چیز (شب قدر) نازل کی ہے' پھر اس آیت کی تلاوت کی:

اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیںO یہ رات طلوع فجر ہونے تک سلامتی ہےO(القدر:۵-۴)

مجاہد نے کہا: فرشتوں کا اور حضرت جبریل کا اس رات آپ پر سلام پڑھنا' آپ پر تمام مخلوق کے سلام پڑھنے سے بہتر ہے۔ اس میں فرمایا ہے: "وہ ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں" اس سے مراد یہ ہے کہ اس سال سے اگلے سال تک جو معاملات بھی وقوع پذیر ہونے ہوں' ان کے متعلق قضاء وقدر کے احکام لے کر نازل ہوتے ہیں۔

ضحاک نے کہا: اللہ تعالیٰ اس رات میں صرف سلامتی کو مقدر فرماتا ہے' اور دوسری راتوں میں مصائب اور سلامتی دونوں کو نازل فرماتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ شب قدر میں فرشتے غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک مسجد میں عبادت کرنے والوں پر سلام پڑھتے رہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۵-۱۸۴ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

Marfat.com

سورۃ القدر کے باقی مضامین ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں انتہائی تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَا كَانَ فِي الْقُرْاٰنِ ﴿مَا اَدْرَاكَ﴾ فَقَدْ اَعْلَمَهُ' وَمَا قَالَ ﴿وَمَا يُدْرِيْكَ﴾ فَاِنَّهُ لَمْ يُعْلِمْهُ.

سفیان بن عیینہ نے کہا: قرآن مجید میں جس جگہ ''آپ کیا سمجھے'' آیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا علم آپ کو بتا دیا ہے اور جس جگہ ''آپ کیا سمجھیں گے'' آیا ہے اس کا علم آپ کو نہیں بتایا۔

تعلیق مذکور کی شرح میں علامہ عینی کا حافظ ابن حجر پر اعتراض

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ مغلطائی نے لکھا ہے کہ تفسیر ابن عیینہ میں یہ عبارت موجود ہے' حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں نے حافظ الضیاء کی لکھی ہوئی تفسیر ابن عُیینہ کو دیکھا' اس میں یہ عبارت نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۳ص ۵۰۶' دار المعرفہ' بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:

اس عبارت سے بے ادبی ظاہر ہوتی ہے' حافظ الضیاء کے لکھے ہوئے نسخہ میں اس عبارت کا نہ ملنا اس کو کب مستلزم ہے کہ تفسیر ابن عیینہ کے کسی بھی نسخہ میں یہ عبارت نہ ہو' آخر امام بخاری نے کسی نہ کسی نسخہ سے تو یہ عبارت نقل کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۸۵' موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن عیینہ کے قاعدہ پر حافظ ابن حجر کا ردّ کرنا

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: سفیان بن عیینہ کا مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی معین تاریخ کا علم تھا' پھر لکھتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید میں جہاں ''وما یدریک'' آیا ہے' اس کا علم آپ کو نہیں دیا گیا' کیونکہ اس کے خلاف یہ آیت ہے:

حضرت عبداللہ ابن امّ مکتوم کے متعلق آپ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىۤ ۝ (عبس:۳) اور آپ کو کیا پتا شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا ۝

ابن عیینہ کے قاعدہ کے مطابق چونکہ اس آیت میں ''وما یدریک'' ہے' اس لیے آپ کو یہ علم نہیں ہونا چاہیے تھا کہ حضرت عبداللہ ابن امّ مکتوم نے پاکیزگی حاصل کر لی ہے حالانکہ آپ کو یہ علم ہو گیا تھا کہ ان کو آپ کی نصیحت سے فائدہ ہوا اور انہوں نے پاکیزگی حاصل کر لی۔ (فتح الباری ج ۳ص ۵۰۶' عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۸۵)

امام بخاری کی تعلیق مذکور پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض صرف سفیان بن عیینہ پر نہیں ہے بلکہ امام بخاری پر بھی ہے کیونکہ امام بخاری نے سفیان بن عیینہ کے حوالے سے یہ قاعدہ نقل کیا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں ''وما یدریک'' آیا ہو' اس چیز کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا' بلکہ اصل اور قوی اعتراض تو امام بخاری پر ہے کیونکہ سفیان بن عیینہ کی تفسیر تو اب دستیاب نہیں ہے اور جن کے پاس یہ تفسیر تھی ان کو بھی اس تفسیر میں یہ عبارت نہیں ملی' لیکن صحیح بخاری تو عام دستیاب ہے اور اس میں یہ عبارت موجود ہے اور چونکہ اس میں یہ عبارت موجود ہے کہ قرآن مجید میں جہاں ''وما یدریک'' ہے اس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا اور امام بخاری نے بغیر ردّ کیے ہوئے اس عبارت کو اپنی تعلیق میں نقل کیا ہے' اس لیے صحیح بخاری کے عام قارئین تو یہ سمجھیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہیں ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بدعقیدگی میں اور خلاف قرآن عقیدہ رکھنے میں مبتلا ہوں گے کیونکہ عام قارئین کے پاس تو فتح الباری اور عمدۃ القاری نہیں ہوتی اور پھر بھی تو صحیح بخاری کی ہر ہر تعلیق کی شرح پر ان کی نظر نہیں ہوتی اور اس بدعقیدگی کی اشاعت کے ذمہ دار امام بخاری ہیں' اگر وہ اپنی تعلیق

Marfat.com

میں ابن عیینہ کے اس قاعدہ کو نقل نہ کرتے اور اگر نقل کیا تھا تو ساتھ ہی اس کا رد بھی کر دیتے تو اس خلاف قرآن عقیدہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی تنقیص کی اشاعت نہ ہوتی اور یہ سب کیا دھرا امام بخاری کی اس تعلیق کا ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کو جزاء خیر عطا فرمائے جنہوں نے امام بخاری کی اس تعلیق کی خرابی پر مطلع اور متنبہ کیا۔

۲۰۱۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ وَإِنَّمَا حَفِظَ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نے اس حدیث کو محفوظ رکھا اور انہوں نے اس کو صرف زہری سے محفوظ رکھا تھا از ابو سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے مہینہ کا روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اس کے (بھی) پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اس حدیث کی روایت میں سفیان کی متابعت سلیمان بن کثیر نے کی ہے از زہری۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵ میں کر دی گئی ہے اور یہاں نعمۃ الباری میں بھی لیلۃ القدر کے تعارف میں اس کی تفصیل کر دی گئی ہے اور تراویح کی بحث میں یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ قاعدہ کے مطابق پچھلے گناہوں کی معافی سے مراد صغیرہ گناہوں کی معافی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو کبیرہ گناہوں کے عذاب میں تخفیف فرما دے یا چاہے تو ان کو بالکل معاف فرما دے۔

۲- بَابُ الْتِمَاسِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ

آخری سات راتوں میں شب قدر کو تلاش کرنا

۲۰۱۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رِجَالًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو لیلۃ القدر آخری سات دنوں میں خواب میں دکھائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری سات دنوں کے موافق ہو گیا ہے' پس جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنے والا ہو وہ اس کو آخری سات دنوں میں تلاش کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۶۵' الرقم المسلسل: ۲۶۵۰' سنن کبریٰ: ۳۳۹۷' مسند الحمیدی: ۶۳۴' مسند ابو یعلیٰ: ۵۴۱۹' المنتقی: ۴۰۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۰۸' ابن خزیمہ: ۲۲۲۲' مسند ابو داؤد الطیالسی: ۱۹۳۵' مسند احمد ج ۲ ص ۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۴۷۔ ج ۸ ص ۱۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

لیلۃ القدر کو آخری سات راتوں یا آخری دس راتوں میں تلاش کرنے کی حدیثوں میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

ظاہر یہ ہے کہ مہینہ کے آخری سات دنوں سے مراد مہینہ کے آخری ایام ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ان سات دنوں سے وہ ایام مراد ہیں جن کی پہلی رات بائیسویں ہے اور آخری رات اٹھائیسویں ہے' پہلے قول کے مطابق ان میں اکیسویں اور تیسویں رات داخل نہیں ہوگی اور دوسرے قول کے مطابق اس میں تیسویں رات تو داخل ہوگی لیکن انتیسویں رات داخل نہیں ہوگی اور امام بخاری نے کتاب التعبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ کچھ لوگوں کو آخری سات دنوں میں شب قدر دکھائی گئی اور کچھ لوگوں کو آخری دس دنوں میں شب قدر دکھائی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو آخری سات دنوں میں تلاش کرو اور امام احمد نے ابن عیینہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ایک شخص نے ستائیسویں شب میں شب قدر کو دیکھا اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ شب قدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کرو' اگر تم میں سے کوئی شخص کمزور ہو جائے یا عاجز ہو جائے تو آخری سات راتوں میں مغلوب نہ ہو۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٢٠١٦ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ، وَكَانَ لِي صَدِيقًا، فَقَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، فَخَرَجَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَخَطَبَنَا، وَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا، أَوْ نُسِّيتُهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوَتْرِ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ. فَرَجَعْنَا وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ، وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ میرے دوست تھے' انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیسویں روزے کی صبح کو باہر نکلے' پس آپ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: پس بے شک مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی' پھر مجھے وہ بھلا دی گئی یا میں اس کو خود بھول گیا' پس تم اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو اور بے شک میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں' پس جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ واپس چلا جائے' سو ہم واپس گئے اور ہم آسمان میں کوئی بادل نہیں دیکھ رہے تھے' پس اچانک ایک بادل آیا اور وہ برسنے لگا حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور مسجد کی چھت کھجور کے درخت کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی اور نماز قائم کی گئی' پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے' حتیٰ کہ میں نے آپ کی پیشانی پر مٹی کے نشان دیکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شب قدر کی تعیین ایک سال بھول گئے تھے' اس کی وضاحت اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مجھے شب قدر بھلا دی گئی یا میں از خود بھول گیا' اس سے مراد یہ ہے کہ صرف اس سال آپ سے شب قدر کی تعیین بھلا دی گئی تھی' اس کے بھلانے کا سبب یہ تھا کہ حضرت کعب بن مالک اور حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہما میں

Marfat.com

گے لیکن دین پر تکرار ہوئی تو اس میں مشغولیت کی وجہ سے آپ کے ذہن سے اس کی تعیین اٹھالی گئی' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۲۰۲۳ میں آرہی ہے اور اس سے پہلے بھی صحیح البخاری: ۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نسیان طاری ہونا جائز ہے' اور اس میں کوئی نقص نہیں ہے خصوصاً ان معاملات میں جن کی تبلیغ کا آپ کو حکم نہیں دیا گیا اور اس میں دین اور شریعت کی کوئی مصلحت ہو جیسے آپ نے نماز میں سجدہ سہو کیا تھا' یا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ عبادت کرنے میں بہت کوشش کرتے تھے کیونکہ اگر کسی معین رات میں شب قدر کو آپ بتادیتے تو پھر اسی رات کی عبادت میں اقتصار کیا جاتا اور دوسری راتوں میں عبادت نہ کی جاتی اور آپ نے حضرت عبادہ بن الصامت کی حدیث میں یہ فرمایا کہ امید ہے اس میں تمہارے لیے خیر ہوگی' اس کا بھی یہی مطلب ہے۔

اس حدیث کے دیگر فوائد میں سے یہ ہے کہ پاک کیچڑ پر سجدہ کرنا جائز ہے اور اعتکاف کرنا مستحب ہے' اور آخری عشرہ میں اعتکاف کی ترجیح ہے' اور اس میں خواب کی تعبیر کا ذکر ہے اور انبیاء علیہم السلام کے خوابوں کا صدق ہے اور ابوسلمہ نے حضرت ابوسعید سے علمی سوال کیا اور انہوں نے ان کے سوال کا جواب دیا اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسئلہ بتانے سے پہلے خطبہ دیا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳- بَابُ تَحَرِّیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ

شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شب قدر کو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہیے' یعنی اکیسویں شب میں' تیئسویں شب میں' پچیسویں شب میں' ستائیسویں شب میں اور انتیسویں شب میں۔ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ شب قدر رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں منحصر ہے۔

باب مذکور کی تائید میں احادیث اور آثار

اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنے والا ہو' وہ اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۵' الرقم المسلسل: ۲۶۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے شب قدر دکھائی گئی' پھر میں نے اپنی کسی زوجہ کو بیدار کیا' پھر میں اس کو بھول گیا' تم اس کو بقیہ دس دنوں میں تلاش کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۶' الرقم المسلسل: ۲۶۵۷)

عُیینہ بن عبد الرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے شب قدر کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں شب قدر کو صرف آخری عشرہ کی انتیسویں یا ستائیسویں شب میں یقین کے ساتھ طلب کرتا ہوں یا پچیسویں شب میں یقین کے ساتھ طلب کرتا ہوں یا تیئسویں شب میں یقین کے ساتھ طلب کرتا ہوں' سو وہ بیس روزوں تک معمول کے مطابق نمازیں پڑھتے تھے اور جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو بہت زیادہ کوشش کے ساتھ نمازیں پڑھتے۔ (المستدرک: ۱۶۴۰۔ ج ۱ ص ۴۳۸' سنن ترمذی: ۷۹۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۷۵' صحیح ابن حبان: ۳۶۸۶)

شب قدر کی علامات

زِرّ بن حُبیش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ

کہتے ہیں کہ جو شخص سارا سال قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پالے گا' حضرت اُبی بن کعب نے کہا: اللہ ان پر رحم فرمائے! ان کا ارادہ تھا کہ لوگ (کسی ایک رات پر) تکیہ نہ کریں' ورنہ ان کو معلوم ہے کہ شب قدر رمضان میں ہے اور یہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور یہ ستائیسویں رات ہے' پھر انہوں نے بغیر ان شاء اللہ کہے قسم کھائی کہ یہ ستائیسویں رات ہے' میں نے پوچھا: اے ابوالمنذر! آپ یہ کس دلیل سے کہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا: اس علامت کی بناء پر جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے کہ اس کی صبح کو جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعاعیں نہیں ہوتیں۔ (صحیح مسلم: ۷۶۲' الرقم المسلسل: ۲۶۶۶' سنن ابوداؤد: ۱۳۷۸' سنن ترمذی: ۷۹۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۹۱' صحیح ابن حبان: ۳۶۸۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۲' شرح السنۃ: ۱۸۲۸)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو آخری عشرہ کی باقی طاق راتوں میں طلب کرو' جس شخص نے شب قدر کی تلاش میں ثواب کو طلب کرنے کے لیے ان راتوں میں (نوافل میں) قیام کیا' اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا' یہ طاق راتوں میں ہے: انتیسویں' ستائیسویں' پچیسویں' تیسویں یا آخری رات ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبِ قدر کی علامت یہ ہے کہ وہ رات صاف ہوتی ہے' اس میں چاند چمک دار ہوتا ہے' اس رات میں صبح تک کوئی ستارہ نہیں ٹوٹتا' اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج ہم وار ہوتا ہے' اس میں چاند کی طرح کوئی شعاع نہیں ہوتی اور اس رات میں شیطان کے لیے نکلنا جائز نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۴' حافظ الہیثمی نے کہا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۵)

فِيهِ عُبَادَةُ.

اس عنوان کے متعلق حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

یہ روایت' صحیح البخاری: ۲۰۲۳ میں آ رہی ہے اور صحیح البخاری: ۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۱۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ سُهَيْلٍ' عَنْ أَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۱۹-۲۰۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوسہیل نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' اس حدیث کے عنوان کی شرح میں کی جا چکی ہے۔

۲۰۱۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِيْ حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ' عَنْ يَزِيْدَ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ' عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِيْ فِيْ وَسَطِ الشَّهْرِ' فَإِذَا كَانَ حِيْنَ يُمْسِيْ مِنْ عِشْرِيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے دراوردی نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھتے تھے' بیس راتوں کے گزرنے کے بعد جب اکیسویں رات آتی تو آپ شام کو گھر لوٹ جاتے' اور

Marfat.com

لَیْلَۃٌ تَمْضِیْ وَیَسْتَقْبِلُ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ' رَجَعَ اِلٰی مَسْکَنِہٖ' وَرَجَعَ مَنْ کَانَ یُجَاوِرُ مَعَہٗ' وَاَنَّہٗ اَقَامَ فِیْ شَھْرٍ جَاوَرَ فِیْہِ اللَّیْلَۃَ الَّتِیْ کَانَ یَرْجِعُ فِیْھَا' فَخَطَبَ النَّاسَ' فَاَمَرَھُمْ مَا شَآءَ اللّٰہُ' ثُمَّ قَالَ کُنْتُ اُجَاوِرُ ھٰذِہِ الْعَشْرَ' ثُمَّ قَدْ بَدَا لِیْ اَنْ اُجَاوِرَ ھٰذِہِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ' فَمَنْ کَانَ اعْتَکَفَ مَعِیْ فَلْیَثْبُتْ فِیْ مُعْتَکَفِہٖ' وَقَدْ اُرِیْتُ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ' ثُمَّ اُنْسِیْتُھَا' فَابْتَغُوْھَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ' وَابْتَغُوْھَا فِیْ کُلِّ وِتْرٍ' وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَاءٍ وَّطِیْنٍ. فَاسْتَھَلَّتِ السَّمَاءُ فِیْ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ فَاَمْطَرَتْ' فَوَکَفَ الْمَسْجِدُ فِیْ مُصَلَّی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ' فَبَصُرَتْ عَیْنِیْ وَنَظَرْتُ اِلَیْہِ اِنْصَرَفَ مِنَ الصُّبْحِ وَوَجْھُہٗ مُمْتَلِیءٌ طِیْنًا وَّمَاءً.

صحابہ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے تھے وہ بھی اپنے گھروں کو لوٹ جاتے تھے اور رمضان کے ایک مہینہ میں جب آپ اعتکاف میں تھے تو جس رات میں آپ کو گھر جانے کی عادت تھی' اس میں آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ نے ان کو حکم دیا' پھر آپ نے فرمایا: میں اس (درمیانی) عشرہ میں اعتکاف کیا کرتا تھا' پھر اب مجھ کو یہ معلوم ہوا ہے کہ مجھے اس مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا چاہیے' لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف میں بیٹھے تھے' وہ اپنی اعتکاف گاہ میں رہیں اور اس رات مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی' پھر بھلا دی گئی' سو اب تم اس کو آخری عشرہ کی راتوں میں تلاش کرو اور اس کو ہر طاق رات میں تلاش کرو اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں اور حضرت ابوسعید نے کہا: اس رات آسمان پر ابر چھا گیا' پھر بارش ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی جگہ پر چھت ٹپکنے لگی' یہ اکیسویں رات کا واقعہ ہے' میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز کے بعد واپس جا رہے تھے اور آپ کے مبارک چہرے پر کیچڑ اور پانی لگا ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی' عَنْ ھِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ' عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوْا. (ح)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (شب قدر کو) تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۲۰ - وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَۃُ' عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ' عَنْ اَبِیْہِ' عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُجَاوِرُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ' وَیَقُوْلُ تَحَرَّوْا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی راتوں میں اعتکاف میں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۲۱ - حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

Marfat.com

وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، لَيْلَةَ الْقَدْرِ، فِيْ تَاسِعَةٍ تَبْقٰى، فِيْ سَابِعَةٍ تَبْقٰى، فِيْ خَامِسَةٍ تَبْقٰى.

[طرف الحدیث: ۲۰۲۲] (سنن ابوداؤد: ۱۳۸۱)

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو جب انتیسویں رات باقی رہ جائے' جب ستائیسویں رات باقی رہ جائے' جب پچیسویں رات باقی رہ جائے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو۔

۲۰۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ وَعِكْرِمَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، هِيَ فِيْ تِسْعٍ يَمْضِيْنَ، اَوْ فِيْ سَبْعٍ يَبْقَيْنَ. يَعْنِيْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ اَيُّوْبَ. وَعَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلْتَمِسُوْا فِيْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از ابی مجلز و عکرمہ' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں ہوتی ہے' جب نو راتیں گزر جائیں یا جب سات راتیں باقی رہ جائیں' یعنی شب قدر میں۔ وہیب کی عبدالوہاب نے متابعت کی ہے از ایوب اور از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ چوبیسویں رات میں شب قدر کو تلاش کرو۔

چوبیسویں شب کے شب قدر ہونے کے متعلق دیگر احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیسویں شب میں اور چوبیسویں شب میں شب قدر کو تلاش کرتے تھے۔

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرے پاس کوئی آیا اور اس وقت میں سویا ہوا تھا' اس نے کہا: یہ شب' شب قدر ہے' پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ کی رسیوں سے متعلق ہو گیا' پس میں اونگھتا ہوا اٹھا' میں نے دیکھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے' پھر میں نے غور کیا وہ رات چوبیسویں تھی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۵' مسند احمد: ۲۳۰۲۔ ج ۴ ص ۱۵۰)

امام الطیالسی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لیلۃ القدر چوبیسویں رات کو ہے' یہ حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' شعبی اور حسن بصری اور قتادہ سے مروی ہے اور واثلہ کی حدیث میں ہے کہ قرآن مجید چوبیس رمضان کو نازل ہوا ہے اور قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چوبیسویں رات کو شب قدر تلاش کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

اس کا معنی یہ ہے کہ طاق راتوں کے عموم سے چوبیسویں رات مستثنیٰ ہے۔

٤ - بَابُ رَفْعِ مَعْرِفَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لِتَلَاحِي النَّاسِ

لوگوں کے جھگڑنے کی وجہ سے شب قدر کی معرفت کا اٹھا لیا جانا

٢٠٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ، وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ، فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے تا کہ ہمیں شب قدر کی خبر دیں پس دو مسلمان شخص لڑ رہے تھے پس آپ نے فرمایا: میں تمہیں شب قدر (کی تعیین) کی خبر دینے نکلا تھا تو فلاں اور فلاں لڑ پڑے سو اس کی (تعیین) اٹھالی گئی اور ہوسکتا ہے کہ اس میں تمہارے لیے خیر ہو لہٰذا تم انتیسویں ستائیسویں اور پچیسویں تاریخ میں شب قدر تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹ میں گزر چکی ہے۔

جو دو مسلمان لڑ رہے تھے ان میں سے ایک حضرت کعب بن مالک تھے اور دوسرے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہما تھے اور لیلۃ القدر کی تعیین اٹھالینے میں خیر یہ ہے کہ اب اس کی تلاش میں کئی راتیں جاگنے اور عبادت کرنے کا موقع ملے گا۔ (اس کی مزید تفصیل کے لیے تبیان القرآن ج ۱۲ سورۃ القدر کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں)

٥ - بَابُ الْعَمَلِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ

رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں عمل کرنا

٢٠٢٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي يَعْفُوْرٍ، عَنْ اَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ، وَاَحْيَا لَيْلَهٗ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابی یعفور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا تہبند (کس کر) باندھ لیتے اور اس رات کو زندہ رکھتے اور اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۷۴ الرقم المسلسل: ۲۷۶۷ سنن ابوداؤد: ۱۳۷۶ سنن نسائی: ۱۶۳۵ سنن ابن ماجہ: ۱۷۶۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ابویعفور عبدالرحمن بن عبید البکائی العامری (۴) ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح (۵) مسروق بن اجدع (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۷)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رات کو تہبند کس کر باندھنا اور ساری رات عبادت کرنا اور گھر والوں کو عبادت کے لیے جگانا' یہ سب امور آخری عشرہ کے اعمال میں سے ہیں۔

Marfat.com

حالت اعتکاف میں گھر جانا منع ہے' پھر گھر والوں کو جگانے کی توجیہ' تہبند کس کر باندھنے سے کیا کنایہ ہے اور رات کو زندہ کرنے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا تہبند (کس کر) باندھ لیتے۔

اس عبارت سے عمل تزویج کو ترک کرنے کا کنایہ ہے یا معمول سے زیادہ عبادت کی تیاری کرنے کا کنایہ ہے یا اس سے دونوں اُمور مراد ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ گھر میں تھے' حالانکہ آپ اعتکاف کے وقت مسجد میں ہوتے تھے اور انسانی حاجت کی صورت میں گھر جاتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسجد میں جو چھوٹا سا دروازہ تھا جو آپ کے گھر میں کھلتا تھا' آپ اس میں کھڑے ہو کر گھر والوں کو جگاتے ہوں۔
(المفہم ج ۳ ص ۲۴۹' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ اس رات کو زندہ رکھتے۔ اس کا معنی ہے کہ آپ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی راتوں میں زیادہ کوشش سے عبادت کرتے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان راتوں میں آپ تمام رات عبادت کرتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان راتوں کا زیادہ حصہ آپ عبادت میں گزارتے تھے۔ رات میں عبادت کرنے کو رات کے زندہ کرنے سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ سونا اور نیند موت کے مترادف ہے' اس لیے رات میں جاگ کر عبادت کرنا گویا اس کو زندہ کرنا ہے' نیز حدیث میں ہے: تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۱۸۷' صحیح مسلم: ۷۷۷' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۸۔ ۱۰۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۶' مشکوٰۃ: ۹۲۶' کنز العمال: ۴۱۵۱۲) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے گھروں میں ساری رات سو کر نہ گزارو' ورنہ تم مُردوں کی طرح ہو گے اور تمہارے گھر قبروں کی طرح ہوں گے۔

لیلۃ القدر کے متعلق احادیث یہاں پر مکمل ہو گئیں اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ "کتاب الاعتکاف" شروع ہوگی۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۳۳ - کِتَابُ الْاِعْتِکَافِ

اعتکاف کا بیان

اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی اور اعتکاف کی اقسام

اعتکاف کا لغت میں معنی ہے: کسی چیز پر قیام کو لازم رکھنا' اسی وجہ سے جو شخص اپنے آپ کو مسجد میں لازم رکھے' اس کو "عاکف" اور "معتکف" کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ. (الاعراف:۱۳۸) پھر بنو اسرائیل ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں کے سامنے آسن جمائے (معتکف) بیٹھے تھے۔

وَانْظُرْ اِلٰٓی اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا. (طٰہٰ:۹۷) اور تو اپنے اس (خودساختہ) معبود کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما بیٹھا تھا۔

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَO (الانبیاء:۵۲) اور جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا: یہ کیسی مورتیاں (بت) ہیں جن (کی پرستش) پر تم جمے بیٹھے ہوO

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ. (البقرہ:۱۸۷) پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) عمل زوجیت نہ کرو۔

اصطلاح شرع میں اعتکاف کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں لازم رکھنا۔ عام فقہ کی کتب میں مذکور ہے کہ اعتکاف مستحب ہے اور محیط میں مذکور ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اور المبسوط میں مذکور ہے کہ اعتکاف قربت مشروعہ ہے اور منیۃ المفتی میں مذکور ہے کہ اعتکاف سنت ہے اور التوضیح میں مذکور ہے کہ اعتکاف صرف نذر سے واجب ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۰۰' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء اربعہ کے نزدیک اعتکاف کے لیے کون سی مسجد شرط ہے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اعتکاف صرف مساجد میں ہوتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ. (البقرہ:۱۸۷) اور تم مسجدوں میں معتکف ہو۔

Marfat.com

حضرت حذیفہ رضی اللہ نے کہا: اعتکاف صرف مسجد حرام' مسجد نبوی یا مسجد قدس میں ہوسکتا ہے۔
سعید بن مسیب نے کہا: اعتکاف صرف کسی نبی کی بنائی ہوئی مسجد میں ہوسکتا ہے' کیونکہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ اپنی مسجد میں معتکف تھے' اس سے اشارہ ان مساجد کی طرف ہے جن کو کسی نبی علیہ السلام نے بنایا ہو۔
حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما' عروہ' عطاء' حسن بصری' ابن شہاب زہری اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ اعتکاف صرف اس مسجد میں ہوسکتا ہے جس میں جمعہ ہوتا ہو۔
امام مالک نے کہا کہ اعتکاف کی کم از کم مدت دس دن ہے' ابن القاسم نے ان سے نقل کیا ہے کہ ایک دن یا دو دن کے اعتکاف میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور ان سے ایک دن اور ایک رات سے کم کی بھی روایت ہے۔
ابراہیم نخعی' ابوسلمہ اور شعبی سے روایت ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مؤقف ہے' اور امام مالک کا بھی یہی ایک قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ لکھتے ہیں:
ہمارے نزدیک جس چیز میں اختلاف نہیں ہے' وہ یہ ہے کہ ہر اس مسجد میں اعتکاف جائز ہے جس میں جمعہ ہوتا ہو اور جن مساجد میں جمعہ نہیں ہوتا' میرے گمان میں ان میں بھی اعتکاف مکروہ نہیں ہے' ہاں! یہ مکروہ ہے کہ معتکف اپنی اس مسجد سے نکل کر دوسری اس مسجد میں جائے جس میں جمعہ ہوتا ہے اور جس مسجد میں اس نے اعتکاف کیا ہے' اس کو چھوڑ کر جامع مسجد میں جائے اور جس مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا' اس میں اعتکاف میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے: ''وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ'' (البقرہ: ۱۸۷) اور یہ نہیں فرمایا کہ تم جامع مسجد میں اعتکاف کرو۔
(موطأ امام مالک۔ کتاب الاعتکاف۔ باب: ۱۔ زیر حدیث: ۳۔ ج ۱ ص ۲۰۳' المکتبۃ التوفیقیہ)

فقہاء احناف کے نزدیک اعتکاف کے ضروری مسائل

علامہ محمد بن علی حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:
اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے جس میں جماعت ہوتی ہو' یعنی اس مسجد میں امام اور مؤذن ہو اور اس میں پانچ نمازیں پڑھی جاتی ہوں' اور جامع مسجد میں مطلقاً اعتکاف صحیح ہے' اور عورت اپنے گھر میں مسجد کی جگہ میں اعتکاف کرے اور اس کا مسجد میں اعتکاف مکروہ تنزیہی ہے' اور گھر میں جو مسجد کی جگہ نہ ہو وہاں اس کا اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے اور خنثیٰ کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔
پس اعتکاف کی تعریف یہ ہے کہ مسلمان عاقل جو جنابت اور حیض اور نفاس سے پاک ہو' وہ مسجد میں ٹھہرے۔
اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: (۱) نذر ماننے سے اعتکاف واجب ہے (۲) رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے' اور یہ سنت کفایہ ہے' کیونکہ جن صحابہ نے اعتکاف نہیں کیا آپ نے ان پر انکار نہیں فرمایا (۳) اس کے علاوہ اعتکاف مستحب ہے۔
اور جو اعتکاف واجب ہے' اس کے لیے روزہ رکھنا شرط ہے' کم از کم اعتکاف دن اور رات میں سے ایک گھنٹہ کا ہے۔
جو اعتکاف واجب یا سنت مؤکدہ ہے' اس میں صرف قضاء حاجت کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے یا اگر احتلام ہو جائے تو غسل کے لیے مسجد سے باہر جاسکتا ہے یا اگر وہ مؤذن ہو تو اذان دینے کے لیے مسجد کے مینار پر جاسکتا ہے۔
اور اگر وہ اعتکاف واجب میں یا اعتکاف سنت مؤکدہ میں ایک لحظہ کے لیے بھی ضرورت طبعی یا ضرورت شرعی کے بغیر مسجد سے باہر نکل گیا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

اعتکاف میں سوائے نیک باتوں کے اور کوئی بات نہ کرے' ضرورت کے وقت دنیاوی بات کر سکتا ہے اور بلا ضرورت مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے' نیک کلام کی مثال ہے: قرآن مجید' حدیث شریف اور علمی باتیں' اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت' انبیاء علیہم السلام کے واقعات' صالحین کی حکایات اور دینی مسائل۔

(الدر المختار ج ۱ ص ۱۵۸-۱۵۵ ملخصاً' ایچ۔ ایم سعید کمپنی' کراچی)

اَبْوَابُ الْاِعْتِكَافِ — اعتکاف کے ابواب

اس عنوان میں ابواب سے مراد انواع ہیں اور ہر باب میں اعتکاف کے شرعی احکام کی ایک الگ نوع ہے۔

۱ - بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ' وَالْاِعْتِكَافِ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا

رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا اور تمام مساجد میں اعتکاف کرنا

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۝﴾ (البقرہ: ۱۸۷).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو' یہ اللہ کی حدود ہیں سو تم ان کے قریب نہ جاؤ' اللہ اسی طرح اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ متقی بن جائیں۝ (البقرہ: ۱۸۷)

۲۰۲۵ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ يُوْنُسَ اَنَّ نَافِعًا اَخْبَرَهُ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ. (صحیح مسلم: ۱۱۷۱' الرقم المسلسل: ۲۶۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس کہ نافع نے ان کو خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔

نفل اعتکاف کی قضاء میں اختلاف ائمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھا لیا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۲۶' صحیح مسلم: ۱۱۷۲' سنن ابوداؤد: ۲۴۶۲' سنن ترمذی: ۷۹۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے' ایک سال آپ نے اعتکاف نہیں کیا' پھر آئندہ سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (سنن ترمذی: ۸۰۳' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۰)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ جب معتکف اپنی نیت کے موافق اعتکاف مکمل کرنے سے پہلے قطع کر دے تو کیا کرے' بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ جب وہ اپنے اعتکاف کو قطع کر دے تو اس پر اس کی قضاء واجب ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ اپنے اعتکاف سے نکل آئے' پھر آپ نے شوال کے دس دن اعتکاف کیا اور یہ امام مالک کا قول ہے' اور بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ اگر اس پر نذر کا اعتکاف نہ ہو یا کوئی اور واجب اعتکاف نہ ہو اور اس کا اعتکاف نفل ہو تو اس پر کسی چیز کی قضاء نہیں ہے' ہاں! وہ بہ طور استحباب قضاء کرنا چاہے تو قضاء کر لے اس پر واجب نہیں ہے' یہ امام شافعی کا قول ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ ہر نفل عبادت کا معاملہ اسی طرح ہے سوائے حج اور عمرہ کے۔ (سنن ترمذی ص ۲۵۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

Marfat.com

امام ابوحنیفہ کے نزدیک نفل عبادت کو قطع کرنے کے بعد اس کی قضاء واجب ہے۔

۲۰۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ. [اطراف الحدیث: ۲۰۳۳-۲۰۳۴-۲۰۴۱-۲۰۴۵]
(صحیح مسلم: ۲-۱۱۷۲، الرقم المسلسل: ۲۶۷۳، سنن ابوداؤد: ۲۴۶۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا۔

عورتوں اور مردوں کے اعتکاف کا فرق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا مستحب ہے، اور اس کا استحباب مردوں کے حق میں مؤکد ہے اور عورتوں کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں کا اعتکاف کرنا صحیح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اعتکاف کرنے کی اجازت دی تھی لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورتوں کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ پر اعتکاف صحیح ہے اور مرد کے لیے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ پر اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے، امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

✻ یہ حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۶۸۰- ج ۳ ص ۲۱۹ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی (۲) اعتکاف کی تعریف اور اقسام (۳) اعتکاف میں مذاہب ائمہ (۴) اعتکاف میں احناف کا نظریہ (۵) اعتکاف سنت کی شرائط (۶) فرض اعتکاف کے احکام (۷) اعتکاف نفل کے احکام (۸) گرمی کی وجہ سے اعتکاف میں غسل کا حکم (۹) صحت اعتکاف کی شرائط (۱۰) اعتکاف کی ابتداء کا وقت۔

✻ یہ مباحث، شرح صحیح مسلم میں ج ۳ ص ۲۲۷-۲۲۰ پر مذکور ہیں۔

۲۰۲۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا، حَتّٰى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدٰى وَعِشْرِينَ، وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيحَتِهَا مِنْ إِعْتِكَافِهِ، قَالَ مَنْ كَانَ إِعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، وَقَدْ أُرِيتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از یزید بن عبداللہ بن الہاد از محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے پس آپ نے ایک سال اعتکاف کیا، حتیٰ کہ جب اکیسویں رات آئی اور یہ وہ رات تھی جس کی صبح کو آپ اعتکاف سے باہر آ جاتے تھے، اس وقت آپ نے فرمایا: جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری دس راتوں میں اعتکاف کرے اور

Marfat.com

هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا، وَقَدْ رَاَيْتُنِي اَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَّطِيْنٍ مِّنْ صَبِيْحَتِهَا، فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، وَالْتَمِسُوْهَا فِيْ كُلِّ وِتْرٍ. فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰى عَرِيْشٍ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ، فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ مِنْ صُبْحِ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ.

مجھے اس رات شب قدر دکھائی گئی تھی' پھر مجھے بھلا دی گئی اور بے شک میں نے اس کی صبح کو خواب دیکھا کہ میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں' پس تم شب قدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کرو اور تم اس کو ہر طاق رات میں تلاش کرو' پھر اس رات بارش ہوئی' اور مسجد کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی' لہٰذا مسجد ٹپکنے لگی' (حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ) پس میری آنکھوں نے دیکھا کہ اکیسویں (تاریخ کی) صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹ میں گزر چکی ہے۔

٢ - بَابُ الْحَائِضِ تُرَجِّلُ الْمُعْتَكِفَ

حائضہ عورت معتکف کے کنگھی کرسکتی ہے

٢٠٢٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْغِيْ اِلَيَّ رَاْسَهٗ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَاُرَجِّلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں معتکف تھے تو آپ نے اپنا سر اقدس میرے قریب کیا تو میں نے اس میں کنگھی کی اور اس وقت میں حائضہ تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵ میں گزر چکی ہے۔

معتکف کا نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے' نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے' مریض کی عیادت کرنے کے لیے مسجد سے جانا اور جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرنا اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کا ناجائز ہونا

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ جب کوئی شخص اعتکاف کرے تو سوائے قضاء حاجت کے اعتکاف سے باہر نہ آئے' پھر مریض کی عیادت کرنے میں' جمعہ پڑھنے کے لیے جانے میں اور نمازِ جنازہ پڑھنے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ معتکف کے لیے یہ اُمور جائز ہیں یا نہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کا یہ مؤقف ہے کہ معتکف' مریض کی عیادت کرسکتا ہے' اور نمازِ جنازہ پڑھ سکتا ہے اور جمعہ پڑھنے جا سکتا ہے' سفیان ثوری اور ابن المبارک کا بھی یہی قول ہے اور بعض اصحاب کا یہ مؤقف ہے کہ معتکف کے لیے یہ اُمور جائز نہیں ہیں اور انہوں نے کہا کہ جب معتکف شہر میں ہو تو اس کے لیے شہر کی جامع مسجد کے سوا اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے' تاہم انہوں نے کہا کہ معتکف کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے جائے اور انہوں نے کہا ہے کہ معتکف کا بغیر قضاء حاجت کے لیے مسجد سے جانا اعتکاف کو قطع کر دیتا ہے' اور امام احمد نے کہا ہے کہ معتکف مریض کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازہ کے ساتھ جائے' اور اسحاق نے کہا: اگر اس نے اپنے اعتکاف میں یہ شرط لگائی تھی تو پھر جائز ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۷۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اعتکاف واجب میں معتکف کو مسجد سے بغیر عذر نکلنا حرام ہے' اگر نکلا تو اعتکاف جاتا رہا' اگرچہ بھول کر نکلا ہو' یونہی اعتکاف

سنت میں بھی بغیر عذر نکلنے سے اعتکاف جاتا رہتا ہے' یونہی عورت نے مسجدِ بیت میں اعتکاف واجب یا مسنون کیا تو بغیر عذر وہاں سے نہیں نکل سکتی' اگر وہاں سے نکلی اگرچہ گھر ہی میں رہی' اعتکاف جاتا رہا۔ (عالم گیری' رد المحتار)

مسئلہ: معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں: ایک حاجت طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے جیسے پاخانہ' پیشاب' استنجاء' وضوء اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل' مگر غسل و وضوء میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہو سکیں۔ (الیٰ قولہ) دوم: حاجت شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لیے جانا یا اذان کہنے کے لیے منارہ پر جانا جبکہ منارہ پر جانے کے لیے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارہ پر جا سکتا ہے' مؤذن کی تخصیص نہیں۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ص ۷۵' مطبع ضیاء القرآن پبلی کیشنز' کراچی)

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۱۲' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ کسی مریض کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازہ میں حاضر ہو اور نہ کسی عورت کو چھوئے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور کسی ضرورت کی وجہ سے نہ نکلے مگر جس ضرورت کو پورا کیے بغیر چارہ نہ ہو اور روزہ کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں ہوتا اور اعتکاف صرف جماعت والی مسجد میں ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۷۳)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قاضی خاں نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اعتکاف صرف جماعت والی مسجد میں صحیح ہے اور یہی ظاہر حدیث میں ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد سے روایت ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ قرآن مجید میں مطلقاً ہے:

وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ. (البقرہ:۱۸۷) اور تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اعتکاف صرف اس مسجد میں جائز ہے جس میں جماعت ہوتی ہو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۸۰۴۰-۸۰۳۹۔ ج ۴ ص ۲۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ اعتکاف صرف اس مسجد میں صحیح ہے جس میں پانچ نمازیں جماعت کے ساتھ ہوتی ہوں' امام احمد کا قول بھی یہی ہے' علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ بعض مشائخ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (مرقات ج ۴ ص ۶۰۷' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریض کی عیادت کرتے تھے اور آپ معتکف ہوتے تھے' آپ وہاں سے گزرتے اور ٹھہرتے نہیں تھے' اس (مریض) کے متعلق سوال فرماتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۷۲)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حسن بصری اور نخعی نے کہا ہے کہ معتکف کے لیے نماز جمعہ کے لیے نکلنا اور مریض کی عیادت کرنا اور نماز جنازہ کے لیے نکلنا جائز ہے' اور ائمہ اربعہ کے نزدیک جب معتکف قضاء حاجت کے لیے نکلا اور اسے مریض کی عیادت کا اتفاق ہوا اور نماز جنازہ پڑھنے کا اتفاق ہوا اور وہ راستہ سے منحرف نہیں ہوا اور نہ وہاں نماز کی مقدار سے زیادہ ٹھہرا تو اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا ورنہ اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا' اس کا علامہ طیبی نے ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں نماز جنازہ کی دلیل نہیں ہے' گویا کہ انہوں نے نماز جنازہ کو مریض کی عیادت پر قیاس کیا ہے' کیونکہ یہ دونوں فرض کفایہ ہیں' لیکن ان دونوں میں فرق ہے' مریض کی عیادت رکے اور ٹھہرے بغیر ہو سکتی ہے اور نماز جنازہ کے لیے ٹھہرنا پڑے گا' اس لیے امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک فاسد نہیں ہوگا۔ (مرقات ج ۴ ص ۶۰۶-۶۰۵' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

Marfat.com

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

معتکف مریض کی عیادت کے لیے اور نمازِ جنازہ کے لیے نہ نکلے' کیونکہ اس کے لیے نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' اور مریض کی عیادت فرائض میں سے نہیں ہے بلکہ فضائل میں سے ہے اور نمازِ جنازہ فرض عین نہیں ہے بلکہ فرض کفایہ ہے اور دوسروں کے پڑھنے سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے' اس لیے اس کی وجہ سے اعتکاف کو باطل کرنا صحیح نہیں ہے' اور حدیث میں جو عیادت مریض اور نمازِ جنازہ کی رخصت ہے' اس کے متعلق امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ اعتکاف نفل پر محمول ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ رخصت کو اس صورت پر محمول کیا جائے جب معتکف قضاء حاجت یا جمعہ پڑھنے کے لیے نکلا ہو' پھر وہ مریض کی عیادت کر لے یا نمازِ جنازہ پڑھ لے اور ان کے لیے قصداً نہ نکلا ہو' اس صورت میں یہ جائز ہیں۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ان احادیث اور فقہاء کرام کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ جب معتکف کا فرض غسل کے سوا مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے تو اس کا گرمی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے بھی غسل کرنے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

۳- بَابٌ لَّا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ

معتکف کا بغیر (شرعی یا طبعی) ضرورت کے گھر میں داخل نہ ہونا

۲۰۲۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَإِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ و عمرہ بنت عبد الرحمان' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اپنا سر داخل کرتے اور آپ مسجد میں ہوتے تھے' پس میں آپ کے سر میں کنگھی کرتی اور آپ جب معتکف ہوتے تھے تو بغیر کسی (شرعی یا طبعی) حاجت کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری ۲۹۵' اور صحیح البخاری: ۲۰۲۸ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

٤- بَابُ غُسْلِ الْمُعْتَكِفِ

معتکف کا غسل کرنا

۲۰۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُنِيْ وَأَنَا حَائِضٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ساتھ لپٹاتے تھے اور میں اس وقت حائضہ ہوتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۳۱- وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

اور آپ اپنا سر مسجد سے نکالتے اور آپ معتکف ہوتے تھے اور میں آپ کا سر دھوتی اور میں حائضہ ہوتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵' اور ۲۰۲۸ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

معتکف کا جمعہ کے لیے غسل کرنا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

رہا غسل جمعہ تو اس کے متعلق مجھے اصول میں صریح روایت نہیں ملی' سوائے اس کے کہ شرح اوراد میں یہ لکھا ہے کہ غسل کے لیے باہر آئے خواہ غسل فرض ہو یا نفل۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۲۸' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ عبدالحق' لمعات التنقیح میں لکھتے ہیں:

رہا جمعہ کا غسل تو اس کے متعلق یہ تصریح نہیں ملی کہ وہ حاجت میں سے ہے یا نہیں' سوائے اس کے کہ شرح اوراد میں لکھا ہے کہ وہ غسل کے لیے نکلے خواہ غسل واجب ہو یا نفل۔ (مخطوطہ لمعات)

علامہ عالم بن العلاء الانصاری الاندرائینی الدہلوی الہندی المتوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں:

ویخرج للوضوء والاغتسال فرضا کان او نفلا۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ ج ۲ ص ۴۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۱ھ)

معتکف وضوء اور غسل کے لیے نکلے خواہ فرض ہو یا نفل۔

نفلی غسل میں جمعہ کا غسل بھی داخل ہے جو کہ حقیقت میں غسل مسنون ہے' اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معتکف کا جمعہ کے غسل کے لیے نکلنا بھی جائز ہے۔

زیر بحث حدیث میں مذکور ہے کہ آپ مسجد میں معتکف ہوتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کا سر دھوتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شہوت کے عورت کا معتکف کو چھونا جائز ہے اور صحیح البخاری: ۲۰۲۹ میں ہے کہ حضرت عائشہ آپ کے سر میں کنگھی کرتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ معتکف کا اسباب زینت کو اختیار کرنا جائز ہے' اس سے بھی اشارۃً غسل جمعہ کا جواز نکلتا ہے۔

الشیخ علی بن احمد الفوری لکھتے ہیں:

فی فتاوی الحجۃ ویجوز للمعتکف ان یخرج من المسجد فی سبعۃ اشیاء البول والغائط والوضوء والاغتسال فرضا کان او نفلا والجمعۃ ویخرج ایضا لحاجۃ السلطان ویخرج ایضا لامر لابد منہ ثم یرجع بعد ما فرغ من ذلک الامر سریعا فی الخوارزمی والسغناقی من الذخیرۃ وھذا کلہ فی الاعتکاف الواجب.

فتاویٰ الحجہ میں مذکور ہے کہ سات اُمور کی وجہ سے معتکف کا مسجد سے نکلنا جائز ہے: (۱) پیشاب کرنے (۲) پاخانہ کرنے (۳) وضوء کرنے (۴) غسل کرنے خواہ فرض ہو یا نفل (۵) جمعہ پڑھنے (۶) حاکم کے کام سے (۷) وہ کام جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو' پھر فارغ ہونے کے بعد جلد واپس آ جائے' خوارزمی اور سغناقی میں ذخیرہ سے نقل ہے اور یہ تمام باتیں اعتکاف واجب میں ہیں۔

(خزانۃ الروایات (مخطوطہ) ج ۱ ص ۴۳۱' ناسخ محمد سعد اللہ انصاری' تاریخ النسخ ۱۳۳۰ھ' مصدر المخلوطۃ المکتبۃ العالیۃ لقاضی نظام الدین' بلوچستان)

مخطوطہ میں خزانۃ الروایات کے مصنف کا نام علی بن احمد الفوری لکھا ہے اور نزہۃ الخواطر اور کشف الظنون میں لکھا ہے کہ اس کے مصنف کا نام جگن ہندی گجراتی متوفی ۹۲۰ھ ہے۔

علامہ یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکماروی لکھتے ہیں:

ویجوز للمعتکف ان یخرج من المسجد فی سبعۃ اشیاء البول والغائط' والوضوء والاغتسال

معتکف کے لیے سات چیزوں کی وجہ سے مسجد سے نکلنا جائز ہے: (۱) پیشاب (۲) پاخانہ (۳) وضوء (۴) غسل خواہ فرض ہو یا

فرضًا کان او نفلًا والجمعة.الخ

نفل (۵) جمعہ پڑھنے کے لیے۔الخ

(جامع المضمرات والمشکلات شرح مختصر القدوری (مخطوط ص ۱۷۰) مکتبہ الغزالی مخطوطات وکتب قدیم کوئٹہ)

۵ - بَابُ الْاِعْتِكَافِ لَيْلًا

رات کو اعتکاف کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بغیر دن کے رات کو اعتکاف کرنے کا کیا حکم ہے۔

۲۰۳۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَاَوْفِ بِنَذْرِكَ. [اطراف الحدیث: ۲۰۴۳-۲۱۴۴-۳۳۲۰-۶۶۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا' آپ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۵۶' الرقم المسلسل: ۴۱۸۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۲۵' سنن ترمذی: ۱۵۳۹' سنن نسائی: ۳۸۲۹' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۲' المنتقٰی: ۹۴۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۶۷' سنن دارمی: ۲۳۳۳' مسند البزار: ۱۴۰' مسند ابویعلیٰ: ۲۵۴' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷۶' مسند احمد ج ۱ ص ۷۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۵۔ج ۱ ص ۳۶۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔

رات اور دن میں اعتکاف کرنے کی دو حدیثوں میں تعارض اور ان میں تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کو اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی اور صحیح مسلم میں دن میں اعتکاف کی نذر ماننے کا ذکر ہے: وہ حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' اور اس وقت آپ طائف سے واپس آنے کے بعد جعرانہ میں تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک دن مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا' پس آپ کس طرح فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جاؤ! ایک دن کا اعتکاف کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۵۶' الرقم المسلسل: ۴۱۸۵' صحیح ابن حبان: ۴۳۸۱۔ ج ۱۰ ص ۲۲۶)

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی التوفی ۳۵۴ھ ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کے سوا حضرت ابن عمر کی روایات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن کے اعتکاف کی نذر مانی تھی' پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس روایت میں دن سے مراد وہ دن ہے جس کے ساتھ رات بھی شامل ہو اور جس حدیث میں رات کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ رات ہے جس کے ساتھ اس رات کا دن بھی شامل ہو' تاکہ دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔ (صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۲۲۷-۲۲۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

۶ - بَابُ اِعْتِكَافِ النِّسَاءِ

عورتوں کا اعتکاف کرنا

۲۰۳۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

Marfat.com

زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ اَضْرِبُ لَهٗ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهٗ فَاسْتَاْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَاَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ خِبَاءً فَلَمَّا رَاَتْهُ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً اٰخَرَ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَى الْاَخْبِيَةَ فَقَالَ مَا هٰذَا؟ فَاُخْبِرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ؟ فَتَرَكَ الْاِعْتِكَافَ ذٰلِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے پس میں آپ کے لیے (مسجد میں) خیمہ لگا دیتی سو آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس خیمہ میں داخل ہوتے، پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ سے اپنے لیے خیمہ لگانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عائشہ نے ان کو اجازت دے دی تو انہوں نے خیمہ لگا لیا، پھر جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے اس خیمہ کو دیکھا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو یہ خیمے دیکھے تو پوچھا یہ کیا ہیں؟ تو آپ کو بتایا گیا، آپ نے فرمایا: کیا تمہاری رائے میں ان خیموں کو نیکی کے ارادہ کی وجہ سے لگایا گیا ہے! پھر آپ نے اس مہینہ اعتکاف کو ترک کر دیا، پھر شوال میں دس دن اعتکاف کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۷۳، الرقم المسلسل: ۲۶۷۴، سنن ابوداؤد: ۲۴۶۴، سنن ترمذی: ۷۹۱، سنن نسائی: ۷۰۵، سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۱، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۵، شرح السنۃ: ۱۸۳۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۲۴، صحیح ابن حبان: ۳۶۶۷، مسند ابویعلیٰ: ۴۵۰۶، مسند احمد ج ۶ ص ۸۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۵۴۴۔ ج ۴۱ ص ۹۳۔ ۹۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت حفصہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اعتکاف کے لیے خیمہ لگایا۔

مسجد میں خواتین کے اعتکاف کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کے اعتکاف کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ عورت جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرے اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر میں بنائی ہوئی نماز کی جگہ پر اعتکاف کرے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ عورت، غلام اور مسافر جہاں چاہیں اعتکاف کریں کیونکہ ان پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ عورت اپنے گھر میں بنائی ہوئی نماز کی جگہ پر اعتکاف کرے اور جماعت والی مسجد میں اعتکاف نہ کرے، یہ مکروہ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج جب مسجد میں اعتکاف کرنے لگیں تو آپ نے اپنا اعتکاف توڑ دیا اور یہ آپ کا ان پر ناپسندیدگی کا اظہار تھا، نیز حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کا گھر میں نماز پڑھنا اس کے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اور اس کا کوٹھڑی میں نماز پڑھنا، اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۷۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۱، المستدرک ج ۱ ص ۲۰۶، مشکوٰۃ: ۱۰۶۳، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۲۲۷، کنز العمال: ۴۵۱۸۸، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۴)

پس جب عورت کو فرض نماز مسجد میں پڑھنے سے منع کیا گیا ہے تو اعتکاف جو نفلی عبادت ہے وہ بہ طریق اولیٰ ممنوع ہے اور جب مردوں کی نماز مسجد میں پڑھنا افضل ہے تو اس کا اعتکاف بھی مسجد میں کرنا افضل ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو مسجد میں اعتکاف کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ (صحیح البخاری: ۲۰۴۵) پھر آپ کو خیال آیا کہ آپ اعتکاف نہ کریں۔ (صحیح البخاری: ۲۰۴۵) اور اگر مسجد عورتوں کے اعتکاف کی جگہ نہ ہوتی تو آپ ان کے لیے اعتکاف کو جائز نہ قرار دیتے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ گمان نہ کیا جائے کہ آپ نے اپنا اعتکاف توڑ دیا تھا بلکہ آپ نے اپنے اعتکاف کو ان کی دل جوئی کے لیے مؤخر کر دیا تھا تا کہ آپ کو ان کے بغیر اعتکاف نہ حاصل ہو اور آپ نے یہ اس لیے کیا تھا کہ آپ اپنی مسجد میں مردوں کے ساتھ تھے اور لوگ آپ سے ملنے کے لیے آتے رہتے تھے اور یہ اس طرح ہے جس طرح عورتوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ خالی اوقات میں طواف کریں اور جس طرح نوجوان عورتوں کے لیے جمعہ اور عید کے لیے نکلنا مکروہ ہے کیونکہ جب عورتیں جمعہ پڑھنے کا ارادہ کریں گی تو وہ مردوں کے ساتھ جمعہ پڑھیں گی۔

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ اس حدیث میں عورتوں کے اعتکاف کی اباحت کا ثبوت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو اس کی اجازت دی ہے۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت اعتکاف کا ارادہ کرے تو وہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں کے لیے افضل اور اعلیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں لازم رہیں' اور اعتکاف کے جائز ہونے کے باوجود اس کو ترک کر دیں کیونکہ آپ کا اپنی ازواج کو اعتکاف سے مسترد کرنا اور منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ عورتوں کا اپنے گھروں میں رہنا مسجد میں اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مسجد میں خواتین کے اعتکاف کے عدم جواز پر دلائل

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن قصار کا صحیح البخاری: ۲۰۴۵ سے اور زیر بحث حدیث سے عورتوں کے لیے مسجد میں اعتکاف کے جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ ہم حدیث: ۲۰۴۵ کا بھی یہاں ذکر کر دیں تا کہ حقیقت حال واضح ہو جائے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا کہ آپ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کریں گے تو حضرت عائشہ نے آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی اور حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے اجازت طلب کی تو حضرت عائشہ نے ان کو اجازت دے دی' پھر جب حضرت زینب بنت جحش نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے لیے خیمہ لگانے کا حکم دیا' سو ان کے لیے بھی خیمہ لگا دیا گیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھنے کے بعد ان خیموں کو دیکھا' آپ نے پوچھا: یہ کیا ہیں؟ تو صحابہ نے کہا: یہ حضرت عائشہ' حضرت حفصہ اور حضرت زینب کے خیمے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا ان خیموں سے کسی نیکی (یا اطاعت) کا ارادہ کیا گیا ہے! میں اب اعتکاف نہیں کرتا' پس آپ واپس چلے گئے' پس جب عید الفطر ہو چکی تو آپ نے شوال میں دس دن اعتکاف کیا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۴۵)

ان دونوں حدیثوں کو بہ غور پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے' اگر عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہوتا تو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے بعد شوال میں دس دن اعتکاف کیا تو ازواج مطہرات بھی بعد میں دس دن اعتکاف کرتیں' نیز علامہ ابن المنذر کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو اعتکاف کی اجازت دی تھی' آپ نے صرف حضرت عائشہ کو اجازت دی تھی اور حضرت حفصہ نے آپ سے اجازت نہیں لی تھی بلکہ حضرت عائشہ

Marfat.com

سے اجازت لی تھی۔

علامہ ابن قصار' علامہ ابن المنذر اور علامہ ابن بطال کا اس حدیث سے یہ ثابت کرنا صحیح نہیں ہے کہ عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا خلافِ افضل ہے بلکہ عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے اور حرام ہے' اس کی دلیل یہ ہے:

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کے اعتکاف کے خیمے دیکھ کر فرمایا: کیا انہوں نے کسی نیکی کا ارادہ کیا ہے! اس قول میں آپ نے ان کے اعتکاف کرنے پر اجازت دینے کے بعد انکار کیا ہے' کیونکہ آپ کو یہ خطرہ تھا کہ ان کا یہ عمل خالص اعتکاف کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کا یہ عمل ایک دوسرے پر غیرت کی وجہ سے ہے اور آپ کا قُرب حاصل کرنے کی حرص کے لیے ہے' یا آپ کو یہ ناگوار ہوا کہ آپ کی ازواج مسجد میں لازم رہیں اور اس میں اجنبی مرد بھی ہوں اور اجنبی مردوں کی موجودگی میں ان کو اپنی ضروریات کی وجہ سے مسجد سے باہر بھی جانا پڑے' اور مسجد میں منافقین' دیہاتی اور آپ سے ملنے کے لیے وفود بھی آتے رہتے تھے' یا یہ وجہ تھی کہ جب آپ نے مسجد میں ازواجِ مطہرات کو دیکھا تو آپ کے نزدیک یہ گھر کا سا ماحول ہو گیا اور اس میں صورتِ اعتکاف نہ رہی اور آپ کو یہ لگا جیسے آپ اپنے ہی گھر میں ہوں یا پھر یہ وجہ تھی کہ ان خیموں کی وجہ سے مسجد تنگ ہو گئی تھی اور ازواج سے جو مقصود تھا کہ ازواج اور دنیا کی چیزوں سے تخلیہ ہو' وہ نہ رہا' اس لیے آپ نے اعتکاف کو ترک کر دیا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۱۵۵' دار الوفاء)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ کیا انہوں نے کسی نیک کام کا ارادہ کیا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ خواتین کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ خواتین کا مسجد میں اعتکاف کرنا نیکی اور طاعت نہیں ہے اور غیر طاعت حرام ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں خواتین کا اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے غیرت کی نحوست معلوم ہوئی کیونکہ غیرت حسد سے پیدا ہوتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کی وجہ سے افضل کام کو ترک کرنا جائز ہے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعتکاف کو ترک کر دیا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے شوال کے ابتدائی دس دنوں میں اعتکاف کیا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے آخر شوال میں اعتکاف کیا تھا' ان میں مطابقت اس طرح ہے کہ آپ کے اعتکاف کا اختتام آخر شوال میں ہوا تھا۔

اعتکاف کی ابتداء کا وقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس خیمہ میں داخل ہوتے۔

اس حدیث سے اوزاعی اور لیث نے یہ استدلال کیا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد اعتکاف کرنا چاہیے اور ائمہ اربعہ کا مختار یہ ہے کہ جب دس دن یا ایک مہینہ کا اعتکاف کرنا ہو تو مغرب سے تھوڑی دیر پہلے اعتکاف کی جگہ میں جانا چاہیے اور اس حدیث کی انہوں نے یہ تاویل کی ہے کہ آپ اعتکاف کی جگہ میں گئے تھے' پھر صبح کی نماز کے بعد آپ نے اعتکاف کا ارادہ ترک کر دیا کیونکہ اعتکاف کی ابتداء کا وقت رات کا اول وقت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۱۲۔ ۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۷ - بَابُ الْاَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں خیمے لگانا

۲۰۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ' عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ، اِذَا اَخْبِيَةٌ خِبَاءُ عَائِشَةَ وَخِبَاءُ حَفْصَةَ وَخِبَاءُ زَيْنَبَ، فَقَالَ اَلْبِرَّ تَقُوْلُوْنَ بِهِنَّ؟ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ، حَتّٰى اِعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ.

نے اعتکاف کا ارادہ کیا' جب آپ اس جگہ واپس آئے جہاں آپ نے اعتکاف کا ارادہ کیا تھا تو آپ نے دیکھا وہاں پر خیمے لگے ہوئے ہیں' وہاں پر حضرت عائشہ کا خیمہ تھا اور حضرت حفصہ کا خیمہ تھا اور حضرت زینب کا خیمہ تھا' آپ نے فرمایا: کیا تم یہ کہتے ہو کہ انہوں نے نیک کام کی نیت سے ایسا کیا ہے! پھر آپ واپس چلے گئے اور آپ نے اعتکاف نہیں کیا حتیٰ کہ شوال کے دس دنوں میں آپ نے اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۲۶' اور ۲۰۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۸ - بَابٌ هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهٖ اِلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ

کیا معتکف اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے مسجد کے دروازہ تک آ سکتا ہے؟

۲۰۳۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُهٗ فِيْ اِعْتِكَافِهٖ فِي الْمَسْجِدِ، فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهٗ سَاعَةً، ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا. حَتّٰى اِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَةَ، مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَسَلَّمَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا، اِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ. فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کے ایام میں مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتکاف کی جگہ میں آپ سے ملاقات کے لیے آئیں' پھر آپ کے پاس کچھ دیر باتیں کرتی رہیں' پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہو گئیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ جانے کے لیے کھڑے ہوئے حتیٰ کہ جب وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے قریب مسجد کے دروازے کے پاس پہنچیں تو انصار کے دو مرد گزرے' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم وہیں ٹھہرو' یہ صرف صفیہ بنت حیی ہیں! تو ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! اور ان کو یہ وضاحت بہت سخت لگی' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے اور مجھ کو یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز ڈال دے گا۔

[اطراف الحدیث: ۲۰۳۸_۲۰۳۹_۳۱۰۱_۳۲۸۱_۶۲۱۹_۷۱۷۱] (صحیح مسلم: ۲۱۷۵' الرقم المسلسل: ۵۵۷۲' سنن ابوداؤد: ۴۹۹۴_۲۴۷۱_۲۴۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۹' سنن دارمی: ۱۷۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۳۴_۲۲۳۳' مصنف عبدالرزاق: ۸۰۶۵' سنن کبریٰ: ۳۳۵۷' الآحاد والمثانی: ۳۱۱۱' شرح مشکل الآثار: ۱۰۷' صحیح ابن حبان: ۳۶۷۱' المعجم الکبیر: ۱۸۹_ ج ۲۴' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴۵' شعب الایمان: ۶۸۰۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۸۶۳_ ج ۴۴ ص ۳۳۳_۳۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی ابوالحسین المدنی زین العابدین' یہ ۳۳ھ میں پیدا ہوئے تھے' جس دن ان کے والد رضی اللہ عنہ شہید ہوئے یہ ان کے ساتھ تھے اور یہ ۹۲ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے تھے (۵) حضرت صفیہ بنت حیی' ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' ان کے والد خیبر کے رئیس تھے۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ ص۲۱۴)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ جانے کے لیے کھڑے ہوئے' یعنی حضرت صفیہ کو چھوڑنے کے لیے اپنی اعتکاف کی جگہ سے مسجد کے دروازہ پر آئے۔

حدیث میں مذکور انصار کے دو آدمیوں کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں انصار کے دو آدمیوں کا ذکر ہے' یہ حضرت اُسید بن حُضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صفیہ بنت حیی ہیں' تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ! یعنی ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وضاحت سے تعجب ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو نامناسب چیزوں کی تہمت سے منزہ رکھا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز ڈال دے گا۔

صحیح مسلم' سنن ابوداؤد اور مسند احمد میں مذکور ہے کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں شر ڈال دے گا' امام شافعی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ان کے اوپر کفر کا خوف کیا' اگر وہ آپ کے متعلق کوئی بدگمانی کرتے' پھر آپ نے ان کی خیر خواہی کے لیے فوراً ان کو اطلاع دی' اس سے پہلے کہ شیطان ان کے دل میں کوئی ایسی بات ڈال دے جس سے وہ ہلاک ہو جائیں۔

صحیح بخاری کی حدیث مذکور کا منکر اور ضعیف ہونا اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

تلویح میں مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق بدگمانی کرنا بالاجماع کفر ہے' اسی وجہ سے امام بزار نے جب حضرت صفیہ کی اس حدیث کی روایت کی تو کہا: یہ احادیث مناکیر ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بزرگ و برتر اور پاک ہیں کہ کوئی شخص آپ کے متعلق بدگمانی کرے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کوئی کافر یا منافق ہی بدگمانی کر سکتا ہے۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ نے امام بزار کی اس عبارت پر یہ اعتراض کیا ہے:

یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور امام بزار نے اس حدیث پر اعتراض کر کے کوئی نیک کام نہیں کیا۔

(فتح الباری ج۳ ص۵۲۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بزار نے نیک کام کیوں نہیں کیا! انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کی ہے کہ آپ اس سے پاک ہیں کہ کوئی مؤمن آپ کے متعلق بدگمانی کرے اور جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے' اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے کوئی نیکی نہیں کی بجائے خود نیکی نہیں ہے بلکہ بدی اور برائی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ ص۲۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ ان احادیث کو ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے اور اہل علم نے ان کو ذکر کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم

Marfat.com

ان احادیث کے منکر ہونے کی جو وجہ بیان کی ہے کہ کوئی مؤمن آپ کے متعلق بدگمانی نہیں کرسکتا یہ بالکل واضح ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان احادیث کو منکر مانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرے اور ہر چند کہ ان احادیث کے راوی ثقات ہیں لیکن وہ خطاء ونسیان اور غلطی کرنے سے معصوم نہیں ہیں۔

ابوالشیخ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے (یعنی شاذ ہے اور صحیح نہیں ہے)۔

شیطان کس طرح آدمی کو بہکاتا ہے اور اس کو انسان پر تسلط نہیں ہے

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ شیطان انسان کے خون کے گردش کرنے کی جگہوں میں گردش کرتا ہے۔ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ ارشاد اپنے ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قوت دی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس ارشاد میں استعارہ ہے کیونکہ شیطان کے بہت مددگار ہیں اور شیطان انسان سے اس طرح جدا نہیں ہوتا جس طرح خون انسان سے جدا نہیں ہوتا اور ایک قول یہ ہے کہ شیطان انسان کے لطیف مسامات میں وسوسہ ڈالتا ہے اور وہ وسوسے اس کے دل میں (یعنی دماغ میں) پہنچ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۷-۱۶)

(شیطان نے کہا:) قسم اس بات کی کہ تو نے مجھے گم راہ کیا ہے تو میں بھی تیری صراطِ مستقیم پر ضرور لوگوں کی گھات میں بیٹھا رہوں گا ○ پھر میں لوگوں (کو بہکانے کے لیے ضرور ان کے) سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور بائیں سے آؤں گا اور تو اکثر لوگوں کو شکر گزار نہیں پائے گا ○

اس آیت میں بتایا ہے کہ شیطان کس طرح لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور شیطان کا لوگوں پر تسلط نہیں ہے وہ صرف ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اس آیت میں شیطان کے اوپر سے آنے کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ اوپر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے شیطان کو لوگوں کے اوپر غلبہ اور تسلط نہیں ہے اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (ابراہیم: ۲۲)

اور جب حشر کی کارروائی پوری ہوگئی تو شیطان نے کہا: بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے اس کے خلاف کیا اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہیں تھا سوا اس کے کہ میں نے تم کو (گناہ کی) دعوت دی پس تم نے میری دعوت قبول کرلی سو تم مجھ کو ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو نہ میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کرنے والے ہو تم نے مجھے جو (اللہ کا) شریک بنایا تھا میں پہلے ہی اس کا انکار کرچکا ہوں بے شک ظالموں کے لیے درد ناک عذاب ہے ○

معتکف کے لیے حالت اعتکاف میں جو کام کرنا مباح ہیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف مباح کام کرسکتا ہے جو اس سے ملاقات کے لیے آئے اس سے باتیں کرسکتا ہے اس کو رخصت

Marfat.com

کرنے کے لیے مسجد کے دروازہ تک جاسکتا ہے' قرآن اور حدیث پڑھ سکتا ہے' علم اور درس دے سکتا ہے اور دین کی باتیں لکھ سکتا ہے اور علم دین کی باتیں سن سکتا ہے۔ معتکف کے لیے خریدنا اور فروخت کرنا بھی جائز ہے جب کہ مسجد میں فروخت کرنے والی چیز نہ لائے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف تنہائی میں اپنی بیوی سے بات کرسکتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی معتکف سے ملاقات کے لیے مسجد میں آسکتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو آدمیوں کو بتایا کہ یہ میری بیوی ہے' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر شفقت کا بیان ہے کہ آپ ان کے ایمان کی حفاظت کرتے تھے۔

اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان کو بدگمانی کے مواقع میں مبتلا ہونے سے احتراز کرنا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت صفیہ کو رخصت کرنے مسجد کے دروازہ پر آئے تو ان دو انصاریوں نے آپ کو سلام کیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کو اس وقت بھی سلام کرنا جائز ہے' جب اس کے ساتھ اس کی بیوی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۱۷۔۲۱۵ ملخصاً و مرتباً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹- بَابُ الْاِعْتِكَافِ، وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ

اعتکاف کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیسویں (رات) کی صبح کو اعتکاف سے نکلنا

۲۰۳۶- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ قَالَ سَمِعَ هَارُوْنَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، اِعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَ فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ، قَالَ فَخَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نُسِّيتُهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ، فَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَسْجُدَ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، وَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ. فَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَمَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، قَالَ فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ، وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ، فَسَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطِّينِ وَالْمَاءِ، حَتّٰى رَأَيْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے ہارون بن اسماعیل سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' میں نے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیلۃ القدر کا ذکر سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' پس ہم بیسویں رات کی صبح کو اعتکاف سے نکل آئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیسویں رات کی صبح کو ہم سے خطاب کیا' پس آپ نے فرمایا: مجھے شب قدر دکھائی گئی اور بے شک میں اس کو بھول گیا' پس تم اس کو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو پس بے شک میں نے دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ واپس جائے' پس لوگ مسجد کی طرف لوٹ گئے اور ہم آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا نہیں دیکھ رہے تھے' حضرت ابوسعید نے کہا: پس (اچانک) بادل آئے اور برسے

Marfat.com

الطِّينَ فِي أَرْنَبَتِهِ وَجَبْهَتِهِ.

اور نماز قائم کی گئی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی اور پانی میں سجدہ کیا حتیٰ کہ میں نے آپ کی ناک اور پیشانی پر مٹی کا نشان دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٦٦٩' اور ٢٠٣٦ میں گزر چکی ہے۔

١٠ - بَابُ اِعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

مستحاضہ کا اعتکاف کرنا

٢٠٣٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتِ اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِّنْ أَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةٌ، فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ، فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک خاتون نے اس حالت میں اعتکاف کیا کہ وہ مستحاضہ تھیں' پس وہ سرخ اور زرد رنگ دیکھتی تھیں' پس بعض اوقات ہم ان کے نیچے طشت رکھ دیتے تھے اور وہ نماز پڑھ رہی ہوتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٠٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں آپ کی جس زوجہ کا ذکر ہے' وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں' یہ پہلے کا واقعہ ہے' جب آپ نے ازواجِ مطہرات کو مسجد میں اعتکاف سے منع نہیں کیا تھا۔

١١ - بَابُ زِيَارَةِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي اِعْتِكَافِهِ

بیوی کا اپنے خاوند سے اعتکاف میں ملاقات کرنا

٢٠٣٨ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ. (ح) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، وَعِنْدَهُ أَزْوَاجُهُ، فَرُحْنَ، فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ لَا تَعْجَلِي حَتّٰى أَنْصَرِفَ مَعَكِ. وَكَانَ بَيْتُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا، فَلَقِيَهُ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَنَظَرَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَجَازَا، وَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَالَيَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا۔ (ح) ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں (معتکف) تھے اور آپ کے پاس آپ کی ازواج بیٹھی ہوئی تھیں' پھر وہ جانے لگیں تو آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے فرمایا: تم جلدی نہ کرو حتیٰ کہ میں تمہیں (رخصت کرنے) چلتا ہوں' اور ان کا حجرہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حویلی میں تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت صفیہ کے ساتھ نکلے' پس آپ سے انصار کے دو آدمی ملے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا' پھر

Marfat.com

فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ يُلْقِيَ فِيْ أَنْفُسِكُمَا شَيْئًا.

گزر گئے' نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: تم دونوں یہاں آؤ' یہ صفیہ بنت حیی ہیں' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی گردش کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے اور مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دل میں کوئی چیز ڈال دے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابٌ هَلْ يَدْرَأُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ نَفْسِهِ

کیا معتکف اپنے اوپر سے کسی بدگمانی کو دور کر سکتا ہے؟

۲۰۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَخِيْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ عَتِيْقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ. قَالَتْ ح حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُخْبِرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَلَمَّا رَجَعَتْ مَشٰى مَعَهَا فَأَبْصَرَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا أَبْصَرَهُ دَعَاهُ فَقَالَ تَعَالَ، هِيَ صَفِيَّةُ. وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ هٰذِهِ صَفِيَّةُ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ. قُلْتُ لِسُفْيَانَ أَتَتْهُ لَيْلًا؟ قَالَ وَهَلْ هُوَ إِلَّا لَيْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے خبر دی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا۔ (ح) ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' وہ خبر دیتے ہیں از حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے پاس آئیں اور اس وقت آپ معتکف تھے' جب وہ لوٹنے لگیں تو آپ بھی ان کے ساتھ چلنے لگے' پس انصار کے ایک آدمی نے آپ کو دیکھا' جب اس نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا: ادھر آؤ' وہ صفیہ ہیں! اور کبھی سفیان نے یوں کہا: یہ صفیہ ہیں کیونکہ شیطان ابن آدم کے خون کی گردش کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے' میں نے سفیان سے پوچھا: کیا حضرت صفیہ رات کو آئی تھیں؟ انہوں نے کہا: یہ رات ہی کا تو واقعہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنَ اعْتِكَافِهِ عِنْدَ الصُّبْحِ

جو صبح کے وقت اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکلا

۲۰۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، خَالِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ. ح. قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از سلیمان الاحول جو ابن ابی نجیح کے ماموں ہیں از ابوسلمہ از

Marfat.com

سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ. قَالَ وَاَظُنُّ اَنَّ ابْنَ اَبِي لَبِيدٍ حَدَّثَنَا، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ، فَلَمَّا كَانَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ، نَقَلْنَا مَتَاعَنَا، فَاَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ اِلٰى مُعْتَكَفِهٖ، فَاِنِّي رَاَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ، وَرَاَيْتُنِي اَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَّطِينٍ. فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰى مُعْتَكَفِهٖ، وَهَاجَتِ السَّمَاءُ فَمُطِرْنَا، فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ، لَقَدْ هَاجَتِ السَّمَاءُ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيشًا، فَلَقَدْ رَاَيْتُ عَلٰى اَنْفِهٖ وَاَرْنَبَتِهٖ اَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ (ح) سفیان نے کہا: اور ہمیں محمد بن عمرو نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ ابن ابی لبید نے ہمیں حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' پس جب بیسویں رات کی صبح ہوئی تو ہم نے مسجد سے اپنا سامان اٹھالیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا: جس نے اعتکاف کیا تھا' وہ اپنے اعتکاف کی جگہ پر واپس جائے کیونکہ میں نے آج کی رات خواب میں شب قدر کو دیکھا ہے اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں' پس جب آپ اپنے اعتکاف کی جگہ پر واپس گئے تو اچانک آسمان پر بادل آ گئے اور ہم پر بارش ہوئی' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اس دن کے آخری وقت میں بارش ہوئی تھی اور مسجد کھجور کی شاخوں کی بنی ہوئی تھی' پس میں نے آپ کی ناک اور پیشانی پر پانی اور مٹی کے نشان دیکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹' اور ۲۰۱۶ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي شَوَّالٍ

شوال میں اعتکاف کرنا

٢٠٤١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ، وَاِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ فِيهِ، قَالَ فَاسْتَاْذَنَتْهُ عَائِشَةُ اَنْ تَعْتَكِفَ فَاَذِنَ لَهَا، فَضَرَبَتْ فِيهِ قُبَّةً، فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ فَضَرَبَتْ قُبَّةً، وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا فَضَرَبَتْ قُبَّةً اُخْرٰى، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدِ اَبْصَرَ اَرْبَعَ قِبَابٍ، فَقَالَ مَا هٰذَا؟ فَاُخْبِرَ خَبَرَهُنَّ، فَقَالَ مَا حَمَلَهُنَّ عَلٰى هٰذَا؟ اَلْبِرُّ؟ اِنْزِعُوهَا فَلَا اَرَاهَا. فَنُزِعَتْ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل بن غزوان نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف کرتے تھے اور جب صبح کی نماز پڑھتے تو اپنے اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اعتکاف کی اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت دے دی' پس انہوں نے مسجد میں ایک خیمہ لگالیا' پس حضرت حفصہ نے یہ سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا' حضرت زینب نے یہ سنا تو انہوں نے بھی ایک اور خیمہ لگا لیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر آئے تو آپ نے چار خیمے لگے ہوئے دیکھے' آپ نے پوچھا: یہ کیسے خیمے ہیں؟ تو آپ کو خبر دی گئی کہ ازواجِ مطہرات نے یہ خیمے لگائے ہیں' آپ نے

Marfat.com

رَمَضَانَ حَتّٰی اِعْتَكَفَ فِیْ اٰخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ.

فرمایا: ان کو اس چیز پر کس نے برانگیختہ کیا ہے؟ کیا یہ نیکی کا کام ہے! ان خیموں کو اکھاڑ دو' سو میں ان کو (دوبارہ) نہ دیکھوں! پھر ان خیموں کو اکھاڑ دیا گیا' پھر آپ نے اس رمضان میں اعتکاف نہیں کیا حتیٰ کہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵ - بَابُ مَنْ لَّمْ یَرَ عَلَیْهِ صَوْمًا اِذَا اعْتَكَفَ

جس کے نزدیک اعتکاف میں روزہ ضروری نہیں ہے

۲۰۴۲ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَخِیْهِ' عَنْ سُلَیْمَانَ' عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ' عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ نَذَرْتُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَیْلَةً فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ نَذْرَكَ. فَاعْتَكَفَ لَیْلَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از برادر خود از سلیمان از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں پوری رات اعتکاف کروں گا' تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو' تو انہوں نے پوری رات اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۶ - بَابُ اِذَا نَذَرَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ اَنْ یَّعْتَكِفَ ثُمَّ اَسْلَمَ

جب کسی شخص نے زمانہ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی' پھر وہ مسلمان ہو گیا

۲۰۴۳ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ' عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نَذَرَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ اَنْ یَّعْتَكِفَ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ' قَالَ اُرَاهُ قَالَ لَیْلَةً' قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں مسجد حرام میں اعتکاف کرنے کی نذر مانی۔ عبید نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے پوری رات کا ذکر کیا تھا' ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۷ - بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِی الْعَشْرِ الْاَوْسَطِ مِنْ رَّمَضَانَ

رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرنا

۲۰۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ' عَنْ اَبِیْ حَصِیْنٍ' عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں:

Marfat.com

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِیْ کُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَۃَ اَیَّامٍ فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْہِ اِعْتَکَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا۔ [طرف الحدیث:۴۹۹۸]

کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے پس جس سال آپ کا وصال ہو گیا اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

(سنن ابوداؤد:۲۴۶۶' سنن ابن ماجہ:۱۷۶۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۷۔۳۹۶' شرح السنۃ:۸۳۹' مسند ابویعلیٰ:۵۸۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۵ طبع قدیم' مسند احمد:۸۶۶۲۔ج ۱۴ ص ۲۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ جس سال آپ کا وصال ہوا تھا' اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ دس دن آپ نے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا اور دس دن آپ نے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا' اور عنوان میں درمیانی عشرہ میں اعتکاف کا ذکر ہے۔

آخری رمضان میں بیس دن اعتکاف کرنے کی توجیہات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس سال آپ کا وصال ہوا' اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا تھا' ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو یہ علم تھا کہ اس سال آپ کی وفات ہو جائے گی تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ اس سال آپ زیادہ نیک کام کریں تاکہ آپ کی امت کے لیے یہ نمونہ قائم ہو کہ وہ اپنی پوری زندگی نیکی کرتے رہیں تاکہ نیک اعمال کرتے ہوئے ان کی اپنے رب سے ملاقات ہو۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس عبارت میں ان وجوہ کا اضافہ کیا ہے:

حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال آپ کے ساتھ ایک مرتبہ رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا' اس سال انہوں نے رمضان کے مہینہ میں دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا' اس سبب سے آپ نے اس سال بیس دن اعتکاف کیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایک بار قرآن مجید پیش کیا جاتا تھا اور جس سال آپ کی روح کو قبض کیا گیا' اس سال دو مرتبہ آپ پر قرآن مجید پیش کیا گیا۔ (سنن ابن ماجہ:۱۷۶۹)

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ اس سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رمضان میں دس دن زیادہ اعتکاف اس لیے کیا ہو کہ ایک سال ازواجِ مطہرات نے اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمے لگائے تھے تو آپ نے اس کو ناپسند کر کے اس سال رمضان میں اعتکاف نہیں کیا تھا اور اس کی جگہ شوال کے آخر میں دس دن اعتکاف کیا تھا تو اس آخری سال میں آپ نے یہ چاہا کہ ان دس دنوں کے اعتکاف کی قضاء رمضان میں ہی ہو جائے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۴ ص ۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ایک سال آپ سفر کی وجہ سے اعتکاف نہیں کر سکے تھے تو اس کی تلافی کے لیے آپ نے اس آخری سال میں بیس دن کا اعتکاف کیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے' ایک سال آپ نے سفر کیا تھا تو اس کے اگلے سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (سنن ابن ماجہ:۱۷۷۰) (فتح الباری ج ۳ ص ۵۳۱' عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۲۳)

Marfat.com

اعتکاف کا سنت مؤکدہ ہونا

نیز علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف کرتے تھے اس میں یہ دلیل ہے کہ اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر دوام فرمایا ہے اس لیے مسلمانوں کو اعتکاف کرنے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرنی چاہیے ابن شہاب زہری نے کہا ہے کہ مجھے مسلمانوں پر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے اعتکاف کو ترک کر دیا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سے مدینہ میں داخل ہوئے آپ نے اعتکاف کو ترک نہیں کیا اور آپ ہر سال رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی۔

امام ابن المنذر نے عطاء خراسانی کا یہ قول روایت کیا ہے کہ معتکف کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے آپ کو اپنے رب کے سامنے گرا دیا' پھر کہا: اے میرے رب! میں یہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک کہ تو میری مغفرت نہیں کر دے گا' اے میرے رب! میں یہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا حتیٰ کہ تو مجھ پر رحم فرمائے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تاہم اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے' اگر ایک شہر کی کسی مسجد میں مسلمان اعتکاف کر لیں تو سب کی طرف سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔

١٨ - بَابُ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَا لَهٗ اَنْ يَّخْرُجَ

٢٠٤٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ اَنْ يَّعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَّمَضَانَ، فَاسْتَاْذَنَتْهُ عَائِشَةُ فَاَذِنَ لَهَا، وَسَاَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَسْتَاْذِنَ لَهَا فَفَعَلَتْ، فَلَمَّا رَاَتْ ذٰلِكَ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ اَمَرَتْ بِبِنَاءٍ فَبُنِيَ لَهَا، قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى انْصَرَفَ اِلٰى بِنَائِهٖ، فَبَصُرَ بِالْاَبْنِيَةِ فَقَالَ مَا هٰذَا؟ قَالُوْا بِنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلْبِرَّ اَرَدْنَ بِهٰذَا؟ مَا اَنَا بِمُعْتَكِفٍ. فَرَجَعَ، فَلَمَّا اَفْطَرَ اِعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ.

جس نے اعتکاف کا ارادہ کیا' پھر اس نے اعتکاف کو ترک کرنے کا ارادہ کیا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ بنت عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا کہ آپ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کریں گے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت دے دی' اور حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے اس کی اجازت طلب کی تو حضرت عائشہ نے اس کی اجازت دے دی' پھر جب حضرت زینب بنت جحش نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی خیمہ لگانے کا حکم دیا' پس ان کا خیمہ لگا دیا گیا' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ کر اپنے اعتکاف کی جگہ لوٹے تو آپ نے ان خیموں کو دیکھا تو آپ نے پوچھا: یہ کیا ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عائشہ' حضرت حفصہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہن کے خیمے ہیں' آپ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا انہوں نے اس سے کسی نیکی کا ارادہ کیا ہے! میں اب اعتکاف نہیں کرتا! آپ واپس چلے گئے' پھر عید الفطر کے بعد آپ نے شوال کے دس دن اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۲۶ میں گزر چکی ہے۔

١٩ - بَابُ الْمُعْتَكِفُ يُدْخِلُ رَاْسَهُ الْبَيْتَ لِلْغُسْلِ

معتکف اپنے سر کو دھونے کے لیے گھر میں داخل کرے

٢٠٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ' وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ' وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا' يُنَاوِلُهَا رَاْسَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کنگھی کرتی تھیں اور اس وقت وہ حائضہ تھیں اور آپ مسجد میں معتکف تھے اور حضرت عائشہ اپنے حجرہ میں تھیں اور آپ ان کے پاس اپنا سر داخل کر دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵' اور ۲۰۲۸ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب التراویح ولیلۃ القدر والاعتکاف'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیّٖن سیّد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین.

آج ۲۱ ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ بہ روز ہفتہ/ ۲ دسمبر ۲۰۰۷ء ''کتاب الاعتکاف'' مکمل ہوگئی۔ تراویح' لیلۃ القدر اور اعتکاف کے ابواب میں ۳۹' احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں ۲ حدیثیں معلق ہیں' ان میں اور سابقہ روزوں کے ابواب میں ۳۰ حدیثیں مکرر ہیں اور ان میں خالص احادیث ۹ ہیں۔

الٰہ العٰلمین! میری اس کاوش کو قبول فرما اور اپنے کرم سے اس کتاب کو مکمل فرما دے' اور میری' میرے والدین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرما دے' ہمیں دنیاوی مشکلات اور مصائب سے محفوظ اور مامون رکھ' قبر' حشر اور دوزخ کے عذاب سے سلامت رکھنا اور اپنے فضل وکرم اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے جنت الفردوس عطا فرمانا۔ آمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۳۴ - کِتَابُ الْبُیُوْعِ

خرید وفروخت کا بیان

اس کتاب میں ''بیوع'' کے احکام بیان کیے گئے ہیں' امام بخاری جب عبادات سے متعلق احادیث کی روایت سے فارغ ہو گئے' جن سے آخرت کا اجروثواب مقصود ہوتا ہے تو اب معاملات سے متعلق احادیث کی روایت کرنے میں شروع ہو گئے' جن سے دنیاوی اُمور کا حصول مقصود ہوتا ہے' عبادات سے متعلق احادیث کو ان کی اہمیت اور فضیلت کی وجہ سے مقدم رکھا' پھر اس کے بعد معاملات سے متعلق احادیث کو ان کی ضرورت کی وجہ سے روایت کیا' نکاح کی روایات کو مؤخر رکھا کیونکہ کھانا پینا اور اس کے لیے چیزوں کی خرید وفروخت شہوتِ نکاح پر مقدم ہے' جنایات اور مخاصمات کی روایات کو نکاح سے مؤخر رکھا کیونکہ پیٹ بھرنے اور عمل تزویج کے بعد لڑائیوں کا وقوع ہوتا ہے' علامہ ابن بطال نے اپنی شرح میں اس جگہ جہاد کا ذکر کیا ہے اور قسموں اور نذروں کی احادیث کی شرح سے فارغ ہونے کے بعد خرید وفروخت کی احادیث کی شرح کو شروع کیا ہے' اسی طرح انہوں نے روزوں کی احادیث کو حج کی احادیث پر مقدم کیا ہے۔

بیع کی اقسام

امام بخاری نے ''کتاب البیوع'' یعنی جمع کا عنوان اس لیے قائم کیا ہے کہ بیع کی متعدد انواع ہیں' ایک بیع مطلق ہے جب کسی چیز کے عوض اس کی قیمت دی جائے (یعنی عام معروف خرید وفروخت) دوسری بیع مقایضہ ہے جب کسی چیز کے عوض دوسری چیز دی جائے جیسے قلم کے عوض گھڑی فروخت کی جائے' تیسری بیع سلم ہے جب نقد رقم دے کر اس کے عوض معین عرصہ کے بعد چیز وصول کی جائے جیسے گندم کی رقم پہلے دی جائے اور فصل پکنے کے بعد گندم وصول کی جائے' چوتھی قسم بیع صرف ہے جیسے سونے کی بیع سونے یا چاندی کے عوض ہو یا پاکستانی کرنسی کی بیع ڈالر کے عوض ہو' پانچویں قسم بیع المرابحہ ہے جس میں نفع کے عوض کوئی چیز فروخت کی جائے' چھٹی قسم بیع التولیہ ہے جس میں کوئی چیز بغیر نفع کے فروخت کی جائے' ساتویں قسم بیع الوضیعہ ہے جس میں نقصان کے ساتھ کوئی چیز فروخت کی جائے' اسی طرح بیع بالخیار ہے' بیع صحیح ہے' بیع باطل ہے اور بیع فاسد ہے۔

''بیع'' کا لغوی اور شرعی معنی' ''بیع'' کا رکن' اس کی شرط اور اس کا حکم

''بیع'' کا لغوی معنی مطلقاً تبادلہ ہے اور یہ ''شراء'' کی ضد ہے' اُردو میں بیع کا لغوی معنی بیچنا اور شراء کا معنی خریدنا ہے اور جس چیز کو بیچا جائے' اس کو مبیع اور سودا کہتے ہیں۔

Marfat.com

بیع کا شرعی معنی ہے: باہمی رضامندی کے ساتھ مال کا مال کے ساتھ تبادلہ۔ اس کا رکن ایجاب اور قبول ہے یعنی ایک فریق کہے: میں نے بیچا' اور دوسرا فریق کہے: میں نے خریدا۔ اس کی شرط یہ ہے کہ دونوں فریق بیچنے اور خریدنے کے اہل ہوں' بیع کا محل مال ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ مبیع یعنی سودا خریدار کی ملکیت میں آجاتا ہے اور بیچنے والے کی ملکیت میں ثمن یعنی مال کی طے شدہ قیمت آجاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بیع کی مشروعیت کی حکمت

بیع کی متعدد حکمتیں ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) بیع کی وجہ سے نظامِ معیشت مستحکم اور باقی رہتا ہے' کیونکہ انسان مل جل کر زندگی گزارتے ہیں اور ہر شخص کو ایسی متعدد چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو دوسروں کے پاس ہوتی ہیں' اب ان کے حصول کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت کی چیز دوسروں سے جبراً اور ظلماً چھین لے' سو یہ جنگلیوں' وحشیوں اور حیوانوں کا طریقہ ہے اور مہذب اور منصفانہ طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت کی چیز دوسرے شخص سے باہمی رضامندی کے ساتھ طے شدہ قیمت کے عوض خرید لے اور اسی سے صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

(۲) بیع کے سبب سے چوری' ڈاکہ' لوٹ مار اور ناجائز طریقوں سے دوسروں کا مال ہتھیانے کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

بیع کا ثبوت

بیع کا ثبوت قرآن مجید سے ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. (البقرہ: ۲۷۵)

اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ. (البقرہ: ۲۸۲)

ہاں! جو تجارتی لین دین تم آپس میں دست بہ دست کرتے ہو اس کو نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو۔

اور بیع کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو لوگ بیع و شراء یعنی خرید و فروخت کا معاملہ کرتے تھے اور آپ نے اس کو برقرار رکھا اور آپ خود بھی تجارت کرتے تھے' شام سے مال لا کر مکہ میں فروخت کرتے تھے' نیز بیع کے جائز اور مشروع ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

امام بخاری نے فرمایا:

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ: ۲۷۵)' وَقَوْلُهٗ ﴿اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ﴾ (البقرہ: ۲۸۲).

اور اللہ تعالیٰ عزوجل کا ارشاد ہے: اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ (البقرہ: ۲۷۵) ہاں! جو تجارتی لین دین تم آپس میں دست بہ دست کرتے ہو اس کو نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ: ۲۸۲)

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ

پھر جب نماز پڑھ لی جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو تاکہ تم کامیابی حاصل

Marfat.com

تُفْلِحُوْنَ○ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ○﴾ (الجمعہ: ١١-١٠) وَقَوْلِهٖ ﴿لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ (النساء: ٢٩).

کرو○ اور جب انہوں نے کوئی تجارتی قافلہ یا تماشا دیکھا تو اس کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ دیا آپ کہیے: اللہ کے پاس جو (اجر) ہے وہ تماشے اور تجارتی قافلہ سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے○ (الجمعہ: ١١-١٠) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ سوا اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ (النساء: ٢٩)

اسلام کے نظامِ معیشت اور دنیا کے دیگر نظام ہائے معیشت کا تقابلی جائزہ

بیع اور شراء کی حدود اور قیود میں اسلام کا نظامِ معیشت ہے۔ اس وقت دنیا میں دو مشہور نظامِ معیشت ہیں' اشتراکیت اور سرمایہ داری' اشتراکیت یعنی سوشلزم اور کمیونزم' اب عملی طور پر دنیا کے صرف چند ملکوں میں رائج ہے جیسے چین اور پولینڈ وغیرہ' اور سوویت یونین سے اب وہ عملاً ختم ہو چکا ہے لیکن دنیا میں وہ بہ طور نظریہ اب بھی زندہ ہے۔ سوشلزم میں یہ ہوتا ہے کہ سیاسی اقتدار پر قبضہ کر کے اسمبلی کی منظوری سے زرعی' صنعتی اور تجارتی اداروں کو بہ تدریج ان کے مالکوں سے چھین کر معاوضہ سے یا بلا معاوضہ قومی ملکیت میں لے لیا جائے اور کمیونزم میں ہوتا ہے کہ ملک میں انقلاب لا کر تمام زرعی' صنعتی اور تجارتی اداروں کو بہ زور ان کے مالکوں سے چھین کر قومی ملکیت میں لے لیا جائے۔

اشتراکیت میں تمام منفعت بخش اداروں کا نفع پارٹی کی ملکیت ہوتا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام میں نفع ذاتی ملکیت ہوتا ہے اور اس نظام میں نفع حاصل کرنے کے لیے کوئی حدود اور قیود نہیں ہوتیں' خواہ تجارت سے نفع حاصل کیا جائے' خواہ ذخیرہ اندوزی سے' خواہ سود سے خواہ سود در سود سے' خواہ جوئے اور سٹے سے خواہ جسم فروشی سے اور خواہ شراب و دیگر محرمات کی فروخت سے۔

اسلامی نظامِ معیشت میں اشتراکیت کی طرح نہ یہ جائز ہے کہ کسی شخص کی زمین یا اس کے کارخانہ یا اس کے تجارتی ادارہ کو بہ زور چھین لیا جائے اور نہ نظامِ سرمایہ داری کی طرح یہ جائز ہے کہ بغیر کسی حدود اور قیود کے نفع حاصل کیا جائے بلکہ اسلام نے تجارت اور زراعت کے لیے حدود اور قیود عائد کی ہیں جن کے بغیر نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

٭ ہم نے شرح صحیح مسلم میں ''کتاب البیوع'' کے تعارفی مقدمہ میں اسلام اور دیگر نظام ہائے معیشت کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے' ہم یہاں اس بحث کے صرف عنوانات نقل کر رہے ہیں:

(١) بیع اور شراء کے حوالے سے نظامِ سرمایہ داری اور نظامِ اشتراکیت کا تعارف (٢) نظامِ سرمایہ داری میں ذاتی نفع کی حیثیت (٣) نظامِ سرمایہ داری میں طلب اور رسد کی حیثیت (٤) نظامِ سرمایہ داری کو پروان چڑھانے میں سود کا کردار (٥) سُود کے استحصالی نظام کو ختم کرنے میں اسلام کی ہدایات (٦) نظامِ سرمایہ داری کو پھیلانے میں ذخیرہ اندوزی کا حصہ (٧) ذخیرہ اندوزی کے استحصال کو ختم کرنے کے لیے اسلام کی ہدایات (٨) سرمایہ داری کے فروغ میں سٹے کا دخل (٩) سٹے کو روکنے کے لیے اسلام کی تعلیمات (١٠) سرمایہ داری بڑھانے میں ملاوٹ اور جعلی اشیاء کا رول (١١) ملاوٹ اور جعلی اشیاء کی روک تھام کے لیے اسلام کے احکام (١٢) تنگ دستوں اور ضرورت مندوں پر مال خرچ کرنے کے لیے اسلام کے احکام (١٣) سوشلزم اور کمیونزم کا نقطۂ اتحاد (١٤) سوشلزم اور کمیونزم میں فرق (١٥) سوشلزم میں مالکوں سے ان کی املاک چھیننے کی بنیاد لادینی ہے (١٦) اسلام میں کسی کی جائز شخصی ملکیت کو بہ زور چھین لینا جائز نہیں

Marfat.com

ہے ⑰ سوشلزم کی مزعوم طبقاتی مساوات ⑱ اسلام کی اصولی مساوات ⑲ سوشلسٹ نظام کی ڈکٹیٹر شپ ⑳ اسلام میں اظہار آزادی رائے کا حق۔

* ان عنوانات کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۰۵-۹۲ پر مذکور ہے ان عنوانات کی تفصیل کے مطالعہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا میں منصفانہ اور معتدل نظام معیشت صرف اسلام نے پیش کیا ہے۔

۲۰۴۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُوْنَ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُوْنَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ وَكُنْتُ اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِيْ فَاَشْهَدُ اِذَا غَابُوْا وَاَحْفَظُ اِذَا نَسُوْا وَكَانَ يَشْغَلُ اِخْوَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَاً مِّسْكِيْنًا مِّنْ مَسَاكِيْنِ الصُّفَّةِ اَعِيْ حِيْنَ يَنْسَوْنَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثٍ يُّحَدِّثُهٗ اِنَّهٗ لَنْ يَّبْسُطَ اَحَدٌ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهٖ ثُمَّ يَجْمَعَ اِلَيْهِ ثَوْبَهٗ اِلَّا وَعٰى مَا اَقُوْلُ فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ حَتّٰى اِذَا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ فَمَا نَسِيْتُ مِنْ مَّقَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از زہری انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے کہا کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بہت زیادہ بیان کرتے ہیں اور تم یہ کہتے ہو کہ کیا وجہ ہے کہ مہاجرین اور انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ابو ہریرہ کی طرح زیادہ بیان نہیں کرتے اور بے شک مہاجرین میں سے جو میرے بھائی تھے ان کو تو بازاروں میں چیزوں کی خرید و فروخت نے مشغول رکھا اور میں شکم سیر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لازم رہتا تھا پس جس وقت وہ غائب ہوتے تھے میں حاضر ہوتا تھا اور جب وہ (احادیث) بھول جاتے تھے میں یاد رکھتا تھا اور انصار میں سے جو میرے بھائی تھے وہ اپنے اموال (کھیتی باڑی) کے عمل میں مشغول رہتے تھے اور میں صفہ (مسجد نبوی کے چبوترے) کے مسکینوں میں سے ایک مسکین تھا جب وہ (احادیث) بھول جاتے تھے میں یاد رکھتا تھا اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں فرمایا: تم میں سے جو شخص اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک اس کو پھیلائے رکھے حتیٰ کہ میں اپنی اس بات کو مکمل کر لوں پھر وہ اس کپڑے کو اپنی طرف سمیٹ لے تو وہ میری احادیث کو (ہمیشہ) یاد رکھے گا تو میں نے اپنی دھاری دار چادر کو اپنے اوپر پھیلا دیا حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات پوری کر لی تو میں نے اس چادر کو سمیٹ کر اپنے سینہ سے لگا لیا پھر اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے کوئی حدیث نہیں بھولا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۸ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں خرید و فروخت کا ذکر ہے۔

Marfat.com

تجارت اور صنعت وحرفت کی فضیلت اور جوئے اور دیگر عقودِ فاسدہ کی مذمت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تجارت کو مباح کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تجارت میں اپنے فضل کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے اور افاضل صحابہ تجارت کرتے تھے اور طلب معاش کے لیے صنعت وحرفت اور مختلف پیشوں میں مشغول رہتے تھے اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! دنیا سے اپنا حصہ لو اور اپنی کمائی میں سے آخرت کے لیے خرچ کرو اور دنیا کو بالکل ترک نہ کرو ورنہ تمہارے اہل وعیال لوگوں کے کندھوں پر بوجھ بن جائیں گے۔

امام اوزاعی سے ان کے شیخ نے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندہ سے محبت رکھتا ہے جو اس لیے کوئی پیشہ سیکھتا ہے تاکہ لوگوں سے مستغنی رہے اور اللہ تعالیٰ اس بندہ سے نفرت رکھتا ہے جو علم حاصل کر کے اس کو ذریعۂ معاش بنا لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے النساء: ۲۹ میں باطل مال کھانے سے منع فرمایا ہے' اسماعیل بن اسحاق نے کہا: ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے' خواہ وہ جوا ہو یا بیع فاسد ہو' اس کے مال سے کھانا باطل مال کو کھانا ہے' کیونکہ جوا کھیلنے والا اپنے ساتھی سے کہتا ہے: آؤ! اگر اس طرح ہوا تو میں اتنے روپے لوں گا اور اگر اس طرح نہیں ہوا تو میں تمہیں اتنے روپے دوں گا' اس طرح جو بیع فاسد ہو' اس میں بھی اسی طرح ہوتا ہے' مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ میں مچھلیوں کے لیے سمندر میں جال ڈال رہا ہوں' جتنی مچھلیاں نکلیں وہ میں تم کو دس ہزار روپوں میں دوں گا' اور اس میں دھوکا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے ایک مچھلی بھی جال میں نہ آئے' اسی طرح سود ہے کہ اس میں قرض خواہ مدت کے عوض رقم لیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مدت کو ثمن نہیں بنایا اور جو قرض کسی نفع کا سبب بنتا ہے' وہ بھی اسی طرح حرام ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۰۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ اٰخٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ' فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ اِنِّيْ اَكْثَرُ الْاَنْصَارِ مَالًا' فَاَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِيْ' وَانْظُرْ اَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيْتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا' فَاِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا' قَالَ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ ذٰلِكَ' هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ سُوْقُ قَيْنُقَاعٍ' قَالَ فَغَدَا اِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ' فَاَتٰى بِاَقِطٍ وَّسَمْنٍ' قَالَ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ' فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَلَيْهِ اَثَرُ صُفْرَةٍ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتَ؟ قَالَ نَعَمْ' قَالَ وَمَنْ. قَالَ اِمْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ' قَالَ كَمْ سُقْتَ؟ قَالَ زِنَةَ نَوَاةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود' انہوں نے کہا کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اور حضرت سعد بن ربیع کو آپس میں بھائی بنا دیا تو حضرت سعد بن ربیع نے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں' پس میں اپنا مال تقسیم کر کے آدھا تمہیں دے دیتا ہوں اور میری دو بیویوں کو دیکھو' تم ان میں سے جس کو پسند کرو' میں تمہاری خاطر اس سے الگ ہو جاتا ہوں' پھر جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو تم اس سے شادی کر لینا' حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے ان سے کہا: مجھے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے' (بتاؤ) یہاں کوئی تجارت کے لیے بازار ہے' انہوں نے کہا: ہاں! قینقاع بازار ہے۔ راوی نے کہا: پھر صبح کو حضرت عبد الرحمٰن اس بازار میں گئے' پھر وہاں سے پنیر اور گھی لے کر آئے' پھر دوسرے دن

مِّنْ ذَهَبٍ، أَوْ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

گئے۔ راوی نے کہا: پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت عبدالرحمان آئے تو ان کے کپڑوں پر زرد رنگ کے نشان تھے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کس سے کی ہے؟ انہوں نے کہا: انصار کی ایک عورت سے آپ نے پوچھا: کتنا مہر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ایک گٹھلی کے برابر سونا یا کہا: ایک گٹھلی سونا آپ نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہی ہو۔

[طرف الحدیث: ٣٧٨٠] [صحیح مسلم: ١٤٢٧ الرقم المسلسل: ٣٣٧٩ سنن ترمذی: ١٠٩٦ سنن نسائی: ٣٣٧٠ سنن ابن ماجہ: ١٩٠٧ سنن کبریٰ: ٦٥٩٥ شرح السنۃ: ٢٣١٠ مصنف عبدالرزاق: ١٠٤١١ المنتقی: ٧٢٢ مسند ابویعلیٰ: ٣٨٣٦ شرح مشکل الآثار: ٣٠٢٠ صحیح ابن حبان: ٤٠٦٠ المعجم الکبیر: ٧٢٨ سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٣٧ مسند احمد ج ٣ ص ١٩٠ طبع قدیم مسند احمد: ١٢٩٧٦ ج ٢٠ ص ٢٩٠ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہاں کوئی تجارت کے لیے بازار ہے؟

بازار میں تجارت کی فضیلت صدقہ اور عطیہ کے بجائے اپنی محنت کی کمائی سے زندگی بسر کی جائے۔۔۔۔ اور مسلمانوں کا تعاون اور ایثار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ شریف آدمی بازار میں خرید وفروخت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس خرید وفروخت کی وجہ سے اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھے کہ کوئی شخص اس کے اوپر اپنا مال خرچ کرے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ معاش کے لیے اپنے اوپر شدت اور محنت کو اختیار کرنا چاہیے اور کسی کے عطیات اور صدقات کے سہارے زندگی بسر کرنے کے بجائے محنت اور مشقت کر کے روزی کما کر زندگی گزارنی چاہیے۔

اس حدیث میں تجارت کی برکت کا بیان ہے کہ چند دنوں میں ہی حضرت عبدالرحمان بن عوف نکاح اور ولیمہ کرنے کے قابل ہو گئے اور اس میں یہ بیان ہے کہ اسلام کی محبت میں اجنبی لوگوں کو بھائی بنالیا جاتا ہے اور اپنے بھائی کو اپنا نصف مال دینے کی پیش کش کی جاتی ہے اور مسلمانوں کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور ایثار کرنے کا بیان ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ١٦٣ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

ولیمہ کی تعریف ولیمہ کے شرعی حکم میں مذاہب اور ولیمہ کا وقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو ولیمہ کرنے کا حکم دیا شادی کے موقع پر شب زفاف گزارنے کے بعد رشتہ داروں اور دوستوں کی جو دعوت کی جاتی ہے اس کو ولیمہ کہتے ہیں چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ولیمہ کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے بعض فقہاء نے اس ظاہر حدیث کے اعتبار سے ولیمہ کو واجب کہا ہے اور اکثر علماء کے نزدیک ولیمہ کرنا مستحب

تلویح میں مذکور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک ولیمہ کرنا مستحب ہے اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ ولیمہ کرنا واجب ہے اور یہی داؤد ظاہری کا قول ہے ولیمہ کا وقت عمل تزویج کے بعد ہوتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عقد نکاح کے وقت ہوتا ہے علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

Marfat.com

جو شخص صاحبِ حیثیت ہو وہ ایک بکری کی مقدار کی دعوت کرے اور جس شخص کے پاس اتنی قدرت نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج کا ولیمہ ستو اور کھجوروں کے ساتھ بھی کیا ہے۔

بازار قینقاع کا معنی

اس حدیث میں بازار قینقاع کا ذکر ہے' قینقاع یہود کے ایک قبیلہ کا نام ہے اور چونکہ تجارت میں زیادہ تصرف یہودیوں کا تھا' اس وجہ سے اس بازار کا نام قینقاع پڑ گیا۔

مردوں کو زرد رنگ لگانا ممنوع ہے' پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے کپڑوں پر زرد رنگ کی توجیہ

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عبدالرحمان کے کپڑوں پر زرد رنگ کا نشان تھا' اس سے مراد وہ خوشبو ہے جس کا شبِ زفاف میں بدن پر لیپ کیا جاتا ہے (ہمارے عرف میں اس کو اُبٹن کہتے ہیں)۔ بعض احادیث میں ہے کہ وہ زعفران کا نشان تھا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مرد کو زعفران لگانے سے منع کیا گیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ قلیل مقدار میں ہو تو پھر یہ ممنوع نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس خوشبو کا لیپ صرف عورت پر کیا گیا ہو اور مجامعت کی وجہ سے مرد کے کپڑوں پر بھی اس کے نشان پڑ گئے ہوں۔ ایک جواب یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں شادی کے موقع پر زعفران یا زرد رنگ کی خوشبو کا لیپ کیا جاتا تھا' بعد میں مردوں کو اس کی ممانعت کر دی گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بہترین رنگ زرد ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ○ (البقرہ:۶۹)

بے شک وہ چمک دار زرد رنگ کی گائے' دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے○

اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زرد رنگ کے خضاب کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے رنگ کرتے ہوئے دیکھا ہے' سو میں بھی اس کے ساتھ (کپڑوں یا بالوں کو) رنگتا ہوں اور اس کو پسند کرتا ہوں۔

ابو عبید نے کہا: جوان آدمی کو شادی کے ایام میں زرد رنگ لگانے کی اجازت دی جاتی تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ رنگ صرف کپڑوں پر لگایا ہو اور بدن پر نہ لگایا ہو' امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مردوں کے لیے زرد رنگ لگانا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۳۴۔۲۳۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۳۸۶۔ ج ۳ ص ۸۳۶ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۰۴۹- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِيْنَةَ' فَاٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ' وَكَانَ سَعْدٌ ذَا غِنًى' فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اُقَاسِمُكَ مَالِيْ نِصْفَيْنِ وَاُزَوِّجُكَ' قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ' دُلُّوْنِيْ عَلَى السُّوْقِ' فَمَا رَجَعَ حَتّٰى اسْتَفْضَلَ اَقِطًا وَّسَمْنًا' فَاَتٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو آپس میں بھائی بنا دیا اور حضرت سعد مال دار تھے' پس انہوں نے حضرت عبدالرحمان سے کہا: میں اپنا مال تم میں نصف نصف تقسیم کر دیتا ہوں اور (اپنی بیوی سے) تمہاری شادی بھی کر دیتا ہوں' حضرت عبدالرحمان نے

Marfat.com

بِهِ أَهْلَ مَنْزِلِهِ فَمَكَثْنَا يَسِيرًا أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ؟ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟ قَالَ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ، أَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ، قَالَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

[اطراف الحدیث: ٢٢٩٣-٣٧٨١-٣٩٣٧-٥٠٧٢-٥١٤٨-٥١٥٣-٥١٥٥-٥١٦٧-٦٠٨٢-٦٣٨٦]

کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے' آپ لوگ مجھے بازار دکھائیں' پھر حضرت عبدالرحمٰن (بازار سے) اس وقت واپس آئے جب وہ زائد پنیر اور گھی بھی لے آئے تھے' پس وہ ان چیزوں کو لے کر اپنے گھر والوں کے پاس آئے' پھر ہم چند دن ٹھہرے تھے یا جتنے دن اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا کہ ایک دن حضرت عبدالرحمان آئے اور ان پر زرد رنگ کے نشان تھے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسا رنگ ہے؟ تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کر لی ہے' آپ نے پوچھا: تم نے ان کو مہر کتنا دیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: سونے کی ایک گٹھلی' یا کہا: گٹھلی کے برابر سونا' آپ نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ٢٠٤٨ میں ابھی گزر چکی ہے۔

٢٠٥٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ فَكَأَنَّهُمْ تَأَثَّمُوا فِيهِ، فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرہ: ١٩٨) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ، قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ عکاظ' مجنہ اور ذوالمجاز' زمانۂ جاہلیت میں بازار تھے' پھر جب اسلام آ گیا تو گویا انہوں نے ان بازاروں میں خرید و فروخت کو گناہ سمجھا' پس یہ آیت نازل ہوئی: اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ: ١٩٨) (یعنی) حج کے دوران۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٧٠ میں گزر چکی ہے۔

٢ - بَابُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَّبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ

حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں

٢٠٥١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از شعبی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا (ح) اور ہم کو علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابی فروہ از الشعبی' انہوں نے کہا کہ

بَشِيْرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ اَبِي فَرْوَةَ، قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَبِي فَرْوَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَةٌ، فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ اَتْرَكَ، وَمَنِ اجْتَرَاَ عَلٰى مَا يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْاِثْمِ اَوْشَكَ اَنْ يُّوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِيْ حِمَى اللّٰهِ، مَنْ يَّرْتَعْ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهٗ.

میں نے حضرت نعمان بن بشیر سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ح) اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابی فروہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے شعبی سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ح) اور ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابی فروہ از شعبی از حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ اُمور ہیں' پس جس نے اس چیز کو ترک کر دیا جس میں گناہ کا شبہ ہو تو جس میں گناہ ظاہر ہو' وہ اس کو زیادہ ترک کرنے والا ہو گا اور جس نے اس چیز پر جرأت کی' جس میں گناہ کا شک ہو تو عنقریب وہ اس چیز میں واقع ہو جائے گا جس میں گناہ ظاہر ہو' اور تمام ممنوعہ کام اللہ تعالیٰ کی خاص چراگاہ ہیں اور جو (جانور) بھی چراگاہ کے گرد چرے گا تو اس کا اس چراگاہ میں چلے جانے کا خطرہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں چار تحویلات ہیں یعنی امام بخاری نے اس حدیث کو چار مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ بہت مضبوط حدیث ہے' اس حدیث کے متعلق امام ابوداؤد نے کہا ہے: یہ ان چار حدیثوں میں سے ایک ہے' جو انسان کے عمل کے لیے کافی ہے۔

۳ - بَابُ تَفْسِيْرِ الْمُشَبَّهَاتِ — مشبہات کی تفسیر

اس باب میں مُشبہات کی تفسیر بیان کی گئی ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا. (البقرہ:۷۰) — بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ہر وہ چیز جو کسی ایک وجہ سے حلال کے مشابہ ہو اور دوسری وجہ سے حرام کے مشابہ ہو' وہ مشتبہ ہے۔ حلال بیّن وہ ہے جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ اس کی چیز ہے اور حرام بیّن وہ چیز ہے جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ اس کی چیز نہیں ہے اور مشتبہ چیز وہ ہے جس کے متعلق معلوم نہ ہو کہ وہ اس کی چیز ہے یا دوسرے کی چیز ہے' پھر تقویٰ یہ ہے کہ وہ اس سے اجتناب کرے' پھر تقویٰ کی حسب ذیل اقسام ہیں:

تقویٰ کی اقسام

(۱) جس شخص کی اکثر آمدنی حرام ہو اور کم آمدنی حلال ہو' پولیس کے راشی افسر اور سودی کاروبار کرنے والے بینک کے ملازمین' ان کے مال سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

(٢) جس کی اکثر آمدنی حلال ہو اور کم آمدنی حرام ہو اس کے مال سے اجتناب کرنا مستحب ہے' جیسے عام کاروباری لوگ جو ٹیکس بچاتے ہیں' کنڈے کی بجلی استعمال کرتے ہیں یا پانی ملا دودھ فروخت کرتے ہیں اور اس قماش کے دیگر لوگ جن کی آمدنی کا اکثر اور غالب حصہ حلال ہوتا ہے اور اس میں قلیل مقدار حرام کی بھی ہوتی ہے۔

پہلی قسم کا تقویٰ واجب ہے اور دوسری قسم کا تقویٰ مستحب ہے۔

(٣) اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصتوں اور ہدیہ اور تحفہ کے لینے سے بھی اجتناب کرے تو یہ تقویٰ مکروہ ہے۔

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ اَبِیْ سِنَانٍ مَّا رَاَیْتُ شَیْئًا اَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ' دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ.

اور حسان بن ابی سنان نے کہا: میں نے اس سے آسان تقویٰ کی کوئی قسم نہیں دیکھی کہ جس چیز میں تم کو شک ہو تو اس کو چھوڑ کر تم اس چیز کو اختیار کرو جس میں تم کو شک نہ ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

الحوراء السعدی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی حدیث یاد ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد ہے: جس چیز میں تم کو شک ہو اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کرو جس میں تم کو شک نہ ہو' کیونکہ صدق میں طمانیت ہے اور کذب میں شک ہے۔

(سنن ترمذی:٢٥٢٦' سنن نسائی:٥٧٢٢' مسند احمد ج١ص٢٠٠۔ ج٣ص١١٢' سنن بیہقی ج٥ص٣٣٥' مجمع الزوائد ج١ص٢٣٨' مشکوٰۃ: ٢٧٧٣' الترغیب والترہیب ج٢ص٥٥٨' حلیۃ الاولیاء ج٦ص٣٥٢' تاریخ بغداد ج٢ص٢٢٠' الکامل لابن عدی ج١ص٢٠٦)

٢٠٥٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ حُسَیْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ' فَزَعَمَتْ اَنَّهَا اَرْضَعَتْهُمَا' فَذَکَرَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ' وَتَبَسَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کَیْفَ وَقَدْ قِیْلَ. وَقَدْ کَانَتْ تَحْتَهُ اِبْنَةُ اَبِیْ اِهَابٍ التَّمِیْمِیِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن عبد الرحمان بن ابی حسین نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت آئی' اس نے کہا: میں نے تم دونوں (تمہیں اور تمہاری بیوی کو) دودھ پلایا ہے' انہوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے ان سے اعراض کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: کیوں کر (تم اس کو نکاح میں رکھو گے) حالانکہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے' اور ان کے نکاح میں ابو اہاب تمیمی کی بیٹی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٨٨ میں گزر چکی ہے' باب کے عنوان سے اس کی مناسبت اس طرح ہے کہ حضرت عقبہ کے نکاح میں یہ شبہ تھا کہ ان کی بیوی ان کی رضاعی بہن ہے' اس لیے آپ نے ان کو اس سے اجتناب کا حکم دیا۔

ایک عورت کی گواہی سے رضاعت کے ثبوت میں مذاہب فقہاء اور امام اعظم کے مذہب کی تقویت

اس حدیث کی مفصل شرح تو صحیح البخاری:٨٨ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کا خلاصہ یہ ہے:

امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار سے روایت کیا ہے' سنن ترمذی اور مسند احمد میں اس کی تفصیل ہے:

Marfat.com

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی' پھر ہمارے پاس ایک سیاہ فام عورت آئی' اس نے کہا: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے فلانہ بنت فلاں سے نکاح کیا تھا' اب ہمارے پاس ایک سیاہ فام عورت آئی ہے اور اس نے کہا ہے: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اور وہ عورت جھوٹی ہے' حضرت عقبہ نے کہا: پھر آپ نے مجھ سے اعراض کیا' حضرت عقبہ نے کہا: پھر میں آپ کے چہرہ کی طرف سے آیا' پس میں نے کہا: وہ عورت جھوٹی ہے' آپ نے فرمایا: تم اُس عورت کو اپنے نکاح میں کیسے رکھو گے' جب کہ اِس عورت کا یہ زعم ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے' تم اس عورت کو چھوڑ دو۔

(سنن ترمذی: ۱۱۵۴' مسند احمد ج ۴ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۴۸۔ ج ۲۶ ص ۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کا مؤقف یہ ہے کہ دودھ پلانے کے ثبوت میں ایک عورت کی گواہی کافی ہے' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ ایک عورت کی گواہی کافی نہیں ہے حتیٰ کہ اکثر کی گواہی ہو۔ وکیع نے کہا: دودھ پلانے کے ثبوت میں ایک عورت کی گواہی کافی نہیں ہے تاہم بہ طور ورع اور تقویٰ اس سے الگ ہو جائے۔

(سنن ترمذی ص ۳۵۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صاحب التلویح نے کہا ہے کہ جمہور علماء کا یہ مؤقف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ کو شبہ سے بچانے کے لیے یہ فتویٰ دیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ شبہ سے اجتناب کریں' اس خوف سے کہ وہ فرج کے معاملہ میں بے احتیاطی سے حرام کے مرتکب نہ ہو جائیں کیونکہ اس سیاہ فام عورت کے کہنے سے تحریم پر دلیل قائم ہو گئی تھی' لیکن یہ قطعی اور قوی دلیل نہیں ہے کیونکہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی' تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زیادہ احتیاط پر عمل کرنے کا حکم دیا اور اگر اس سیاہ فام عورت کے کہنے سے ان کی بیوی ان پر حرام ہو جاتی تو حضرت عقبہ نے جب پہلی بار آپ کو خبر دی تھی تو آپ اعراض نہ فرماتے بلکہ آپ پر واجب تھا کہ آپ حضرت عقبہ کو یہ بتاتے کہ اب تمہاری بیوی تم پر حرام ہو گئی ہے لیکن جب حضرت عقبہ نے آپ کو دوبارہ خبر دی تو آپ نے ان کو احتیاط پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس بحث میں صاحب تلویح کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "اس پر اجماع ہے کہ اس معاملہ میں ایک عورت کی گواہی کافی نہیں ہوتی" کیونکہ امام احمد اور اسحاق کے نزدیک ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ رضاعت دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہوتی ہے یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوتی ہے اور باب مذکور کی حدیث امام اعظم کے مؤقف کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ اس میں احتیاط پر عمل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

۲۰۵۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ ابْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

Marfat.com

وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ ، قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ ابْنُ أَخِي ، قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ ، فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي ، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ ، فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، ابْنُ أَخِي ، كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ . فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي ، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ . ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ . ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبِي مِنْهُ . يَا سَوْدَةُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ . [اطراف الحدیث: ۲۲۱۸-۲۴۲۱-۲۵۳۳-۲۷۴۵-۴۳۰۳-۶۷۴۹-۶۷۶۵-۶۸۱۷-۷۱۸۲]

(صحیح مسلم: ۱۴۵۷ ، الرقم المسلسل: ۳۵۰۳ ، سنن نسائی: ۳۴۸۱ ، سنن ابوداؤد: ۲۲۷۳ ، مسند الحمیدی: ۲۳۸ ، سنن سعید بن منصور: ۲۱۳۰ ، سنن کبریٰ: ۵۶۸۱ ، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۴ ، مسند ابویعلیٰ: ۴۴۱۹ ، شرح مشکل الآثار: ۴۴۳۵ ، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۴۳ ، سنن بیہقی ج ۶ ص ۸۶ ، مسند ابن المبارک: ۲۴۳ ، مسند احمد ج ۶ ص ۷۳ طبع قدیم ، مسند احمد: ۲۴۰۸۶- ج ۴۰ ص ۱۰۴ ، مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت)

کو یہ وصیت کی کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا میرے نطفہ سے ہے تم اس پر قبضہ کر لینا ' حضرت عائشہ نے کہا: جب فتح مکہ کا سال آیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے زمعہ کے بیٹے کو لے لیا ' اور کہا: یہ میرا بھتیجا ہے اور میرے بھائی نے مجھے اس کی وصیت کی تھی ' پھر حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے ' پھر ان دونوں نے اپنا مقدمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے اس کے متعلق عتبہ نے مجھے وصیت کی تھی ' اور حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے ' ان کے بستر پر پیدا ہوا ہے ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! وہ تمہارا (بھائی) ہے ' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں ' پھر آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین سے فرمایا: اے سودہ! تم اس سے پردہ کرنا کیونکہ آپ نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تھی ' پھر زمعہ کے بیٹے نے حضرت سودہ کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملا۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں شبہ کا بیان ہے کیونکہ زمعہ کا بیٹا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا ' لیکن یہ شبہ پیدا ہوا کہ وہ عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے کیونکہ اس میں عتبہ کی مشابہت تھی ' اس وجہ سے اس کے حضرت سودہ کے بھائی ہونے میں شبہ ہو گیا ' اس لیے آپ نے حضرت سودہ کو اس سے اجتناب کرنے اور اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ' عتبہ بن ابی وقاص ' عبد زمعہ ' عبد الرحمان بن زمعہ اور حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ' حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ حضرت عبد الرحمان بن زمعہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا ذکر آیا ہے ' ان سب کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے:

عتبہ بن ابی وقاص کا العسکری نے صحابہ میں ذکر کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے ' جمہور نے اس کا صحابہ میں ذکر نہیں کیا ' ابونعیم نے ذکر کیا ہے: یہ وہی شخص ہے جس نے غزوۂ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی کیا تھا اور آپ کے سامنے کے دانت شہید کر دیئے تھے۔

معمر نے روایت کیا ہے کہ جب اس نے آپ کے دانت شہید کیے تو آپ نے اس کے خلاف دعا کی: اے اللہ! اس پر یہ سال نہ گزرے حتیٰ کہ یہ حالت کفر میں مرجائے۔ سو وہ اس سال کے پورا ہونے سے پہلے کفر کی حالت میں مرگیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو زندگی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی؛ ان کا لقب فارس الاسلام تھا' یہ ۵۵ ھ میں فوت ہو گئے تھے ان کو مدینہ لایا گیا اور جنت البقیع میں ان کو دفن کر دیا گیا۔ یہ عشرہ مبشرہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے' ان کی عمر ستر سال سے زائد تھی اور ایک قول تراسی سال کا ہے۔

حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ: حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے' ان کا شمار سادات صحابہ میں ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمان بن زمعہ: یہ وہ ہیں جن کے متعلق اس حدیث میں قصہ ہے۔

حضرت سودہ بنت زمعہ: آپ ام المؤمنین ہیں' آپ کی کنیت ام الاسود ہے' حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے عقد نکاح کیا تھا' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں ان کا انتقال ہو گیا تھا (رضی اللہ عنہا)۔

زمعہ کی باندی کے بیٹے کا زمعہ کے نسب کے ساتھ استلحاق (ملانے) کی دو وجہیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد بن زمعہ سے فرمایا ہے: یہ (متنازع شخص) تمہارا (بھائی) ہے' اے عبد بن زمعہ! اس حدیث کے معنی میں دو قول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فیصلہ اس بناء پر نہیں تھا کہ عبد بن زمعہ نے اس کا مطالبہ کیا تھا' بلکہ آپ کا فیصلہ اپنے علم کی بناء پر تھا' کیونکہ زمعہ آپ کی زوجہ حضرت سودہ کا باپ تھا' پس ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم ہو کہ زمعہ نے اپنی باندی سے مباشرت کی ہے اور اس سے یہ شخص پیدا ہوا ہے۔

اس حدیث کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اے عبد بن زمعہ! یہ متنازع شخص تمہارا مملوک (غلام) ہے' کیونکہ یہ زمعہ کی باندی کا بیٹا ہے اور وہ ہر باندی جس کے ہاں اس کے مالک کے نطفہ کے بغیر بچہ ہو' وہ غلام ہوتا ہے' لہٰذا یہ متنازع شخص غلام قرار پایا' اور زمعہ نے اس کے نسب کا اقرار نہیں کیا تھا اور نہ اس کی گواہی دی تھی' لہٰذا وہ اپنی ماں کے تابع ہو کر غلام تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے صرف اس کو عبد بن زمعہ کے مطالبہ پر ان کا بھائی قرار نہیں دیا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا تھا۔ علماء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ جب آزاد عورت کے ساتھ عقد ہو اور اس کے ساتھ مباشرت ممکن ہو اور حمل بھی ممکن ہو تو بچہ اس کا ہو گا جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور سوا لعان کے اس سے نسب کی نفی نہیں ہو سکتی۔

جس شخص نے عقد نکاح کے بعد عورت کو طلاق دے دی' پھر اس سے بچہ پیدا ہوا' اس کے نسب میں اختلاف فقہاء

فقہاء کا اس عورت کے متعلق اختلاف ہے' جس کو اس کے شوہر نے عقد کے وقت حاکم اور گواہوں کے سامنے طلاق دے دی' پھر نکاح کے چھ ماہ یا اس سے زیادہ وقت گزرنے کے بعد اس کے ہاں بچہ ہو گیا' امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس بچہ کو اس شخص کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا کیونکہ اب وہ عورت اس کا بستر نہیں ہے اور وہ شخص اس عورت کے ساتھ مباشرت پر قادر نہیں تھا اور وہ اس نابالغ لڑکے کی طرح ہے جس سے بچہ ممکن نہیں یا وہ لڑکی اس نابالغہ کی طرح ہے جس سے بچہ ممکن نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ وہ عورت اس کا بستر ہے اور اس عورت کا بچہ اس شخص کے نسب کے ساتھ لاحق ہو جائے گا۔

Marfat.com

''زانی کے لیے پتھر ہیں'' اس ارشاد کے دو محمل

نبی ﷺ نے فرمایا: زانی کے لیے پتھر ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ زانی کے لیے ناکامی ہے اور اس بچہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے یعنی بچہ اس کا ہوگا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہے خواہ وہ اس کا شوہر ہو یا اس کا مالک ہو اور زانی کے لیے ناکامی اور محرومی ہے' جیسے کہا جاتا ہے: تمہارے منہ میں مٹی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ زانی کو پتھروں سے رجم کر دیا جائے گا کیونکہ شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے اور اس صورت میں عتبہ بن ابی وقاص شادی شدہ زانی تھا۔

جب متنازع شخص کو حضرت سودہ کا بھائی قرار دے دیا گیا تو پھر حضرت سودہ کو ....

اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟

نبی ﷺ نے حضرت سودہ سے فرمایا: تم زمعہ کے بیٹے سے پردہ کرنا کیونکہ آپ نے اس میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تھی۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب آپ نے اس متنازع شخص (عبد الرحمان بن زمعہ) کا نسب زمعہ سے ثابت کر دیا تھا اور وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی قرار پایا تھا تو پھر آپ نے حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟ امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مرد کو یہ اختیار ہے کہ وہ اگر چاہے تو بیوی کو منع کر دے کہ وہ اپنے بھائی کو نہ دیکھے اور فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے اجنبی مرد کے دیکھنے کے ذریعہ کو قطع کرنے کے لیے اور ذرائع کی روک تھام کے لیے ظاہر کے اعتبار سے اس کو بھائی قرار دینے کے باوجود اس کو دیکھنے سے منع فرما دیا تھا گویا کہ آپ نے دو حکم دیئے تھے' ایک حکمِ ظاہر تھا اور ایک حکمِ باطن' حکم ظاہر یہ تھا کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور اس اعتبار سے وہ متنازع شخص حضرت سودہ کا بھائی قرار پایا اور حکم باطن یہ تھا کہ عتبہ سے مشابہت کی بناء پر حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا' گویا آپ نے فرمایا: اے سودہ! واقع میں اور اللہ کے نزدیک وہ تمہارا بھائی نہیں ہے اگر چہ ظاہر شرع کے اعتبار سے وہ تمہارا بھائی ہے۔

عتبہ بن ابی وقاص نے زمعہ کی باندی کے حمل کو اپنے نسب کے ساتھ ملانے کی وصیت کس بنیاد پر کی تھی؟

اس قصہ کی اصل اور بنیاد یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی باندیاں زنا کرتی تھیں اور اس دوران ان کے مالکان بھی آ کر ان سے مباشرت کرتے تھے' پس جب کسی باندی کے ہاں بچہ ہو جاتا تو بعض اوقات اس باندی کا مالک بچہ پر دعویٰ کرتا اور بعض اوقات زانی اس بچہ کا دعویٰ کرتا' پھر اگر اس باندی کا مالک مر جاتا اور اس کا اس بچہ پر دعویٰ ہوتا اور نہ انکار ہوتا تو اس کے وارث اس بچہ کا دعویٰ کرتے اور اس کے نسب کو اس باندی کے مالک کے ساتھ لاحق کر دیتے مگر اس بچہ کو مالک کی میراث سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا سوا اس کے کہ مالک نے اپنی زندگی میں اس بچے کو اپنے نسب کے ساتھ ملا لیا ہو اور اگر مالک اس بچہ کا انکار کر دیتا تو پھر اس کے نسب کو مالک کے ساتھ نہیں ملایا جاتا تھا۔

صورتِ مذکورہ میں حضرت سودہ کے والد زمعہ بن قیس کی اسی طرح کی باندی تھی اور وہ اور دوسرے لوگ اس کے ساتھ دخول کرتے تھے' پھر وہ حاملہ ہو گئی اور یہ گمان کیا گیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا حمل ہے اور عتبہ حالت کفر میں مر گیا تھا۔ عتبہ نے اپنی موت سے پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کو جو حمل ہے اس پر تم قبضہ کر لینا' پھر جب حضرت سعد نے اس سے پیدا ہونے والے بچہ کو عتبہ کے نسب سے ملایا تو زمعہ کے بیٹے عبد بن زمعہ نے ان سے مخاصمہ کیا' حضرت سعد نے زمانہ جاہلیت کے طریقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرے بھائی عتبہ کا بیٹا ہے اور حضرت عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے' میرے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور ان کے اس قول میں اسلام کے بیان کردہ اصول کی طرف اشارہ تھا' پس

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ فرمادیا اور جاہلیت کے طریقہ کو باطل کر دیا۔ اس حدیث سے متعدد احکام معلوم ہوئے۔

حدیث مذکور سے حرمت مصاہرۃ کے جواز یا عدم جواز پر استدلال

ان احکام میں سے امام ابوحنیفہ کا استنباط کردہ یہ حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سودہ کو زمعہ کے بیٹے سے پردہ کا حکم دیا' لہٰذا جو شخص کسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرے' وہ عورت اس کی اولاد پر حرام ہو جاتی ہے' امام احمد' اوزاعی اور سفیان ثوری کا بھی مذہب ہے اور یہ حرمت مصاہرۃ کی وجہ سے ہے اور امام مالک' امام شافعی اور ابوثور نے کہا: وہ عورت اس کی اولاد پر حرام نہیں ہوگی اور نبی ﷺ نے حضرت سودہ کو جو پردہ کا حکم دیا تھا' وہ تنزیہ کی بناء پر تھا یعنی شبہ کے مواقع سے احتراز کے لیے تھا اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اور حضرت سودہ پر اس سے پردہ کرنا واجب تھا اور یہ حدیث ان کے خلاف ہماری حجت ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا فیصلہ ظاہر شریعت کی بناء پر تھا کیونکہ نبی نے یہ حکم دیا کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت کا اعتبار نہیں کیا اور جاہلیت کے مکروہ طریقہ کے مطابق جو وہ بچہ پیدا ہوا تھا' آپ نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم کا حکم کسی باطل چیز کو حلال نہیں کرتا کیونکہ آپ نے حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

استلحاق نسب کی شرائط

امام شافعی نے اس سے یہ حکم نکالا ہے کہ بھائی کسی کو وارثوں کے نسب میں ملانے کا مطالبہ کر سکتا ہے اور تمام ورثاء بھی ایسا کر سکتے ہیں' بشرطیکہ جس کا نسب ملایا گیا ہو' اس کا میت کا بیٹا ہونا ممکن ہو اور یہ شرط بھی ہے کہ اس کا کسی اور کے ساتھ نسب معروف نہ ہو اور یہ شرط بھی ہے کہ جس کا نسب ملایا گیا ہو' وہ اگر عاقل' بالغ ہو تو اس نسب کی تصدیق کرے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس متنازع شخص کو نبی ﷺ نے زمعہ کے نسب کے ساتھ ملایا تھا' اس میں یہ تمام شرائط موجود تھیں۔

ہمارے اصحاب نے اس کی دو تاویلیں کی ہیں: ایک یہ ہے کہ حضرت سودہ' عبد بن زمعہ کی بہن تھیں اور انہوں نے بھی ذکر کردہ متنازع شخص کو اپنے ساتھ ملانے میں اپنے بھائی کی موافقت کی تھی' یوں یہ مطالبہ تمام ورثاء کی طرف سے تھا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ زمعہ کفر پر مر گیا تھا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اس کی وارث نہیں ہوئی تھیں کیونکہ وہ مسلمان تھیں اور عبد بن زمعہ اس کے وارث ہوئے تھے (کیونکہ وہ بعد میں مسلمان ہوئے تھے)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۴۲-۲۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۵۰۸۔ ج ۳ ص ۹۳۱ پر مذکور ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) زمانہ جاہلیت میں باندیوں کی اولاد کے نسب کے ثبوت کا طریقہ (۲) اسلام میں ثبوت نسب کا طریقہ (۳) عبد بن زمعہ کے بھائی کے نسب کی تحقیق (۴) زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت پر دلیل (۵) ثبوت نسب میں امکان وطی کی شرط میں مذاہب فقہاء (۶) ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی تحقیق (۷) مرد کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے (۸) عورت کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے (۹) ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ تولید کا شرعی حکم (۱۰) مصنوعی عمل تولید کا شرعی حکم (۱۱) کیا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل فطرت اللہ اور خلق اللہ کے خلاف ہے؟ (۱۲) فقہاء اہل سنت کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز (۱۳) اہل تشیع کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز۔

Marfat.com

٢٠٥٤ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ، فَقَالَ اِذَا اَصَابَ بِحَدِّهٖ فَكُلْ، وَاِذَا اَصَابَ بِعَرْضِهٖ فَقَتَلَ فَلَا تَاْكُلْ، فَاِنَّهٗ وَقِيْذٌ. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اُرْسِلُ كَلْبِي وَاُسَمِّي، فَاَجِدُ مَعَهٗ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا اٰخَرَ لَمْ اُسَمِّ عَلَيْهِ، وَلَا اَدْرِيْ اَيُّهُمَا اَخَذَ؟ قَالَ لَا تَاْكُلْ، اِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْاٰخَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ابی السفر نے خبر دی از شعبی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چوڑی لکڑی سے شکار کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اگر وہ لکڑی دھار کی طرف سے شکار پر لگے تو تم اس کو کھالو اور اگر وہ چوڑائی کی طرف سے شکار کو لگ کر اس کو ہلاک کرے تو اس کو مت کھاؤ کیونکہ وہ چوٹ لگنے سے ہلاک ہوا ہے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں اور اس پر بسم اللہ پڑھتا ہوں' پھر میں شکار کے اوپر ایک اور کتا بھی پاتا ہوں جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے اور مجھے پتا نہیں ان میں سے کس نے شکار کو پکڑا ہے' آپ نے فرمایا: تم اس کو مت کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اور دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب شکار کے ساتھ دوسرا کتا بھی پایا گیا تو اس کے حلال ہونے میں شبہ واقع ہو گیا۔

٤ - بَابُ مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

مشتبہ چیزوں سے احتراز کرنا

٢٠٥٥ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ مُسْقَطَةٍ، فَقَالَ لَوْ لَا اَنْ تَكُوْنَ صَدَقَةً لَاَكَلْتُهَا. وَقَالَ هَمَّامٌ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلٰى فِرَاشِي.

[طرف الحدیث: ۲۴۳۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از طلحہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گرے ہوئے پھل کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اگر یہ پھل صدقہ کا نہ ہوتا تو میں اس کو کھالیتا' اور ہمام نے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں کھجور کو اپنے بستر پر پڑا ہوا پاتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۱' الرقم المسلسل: ۲۴۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۴' شعب الایمان: ۵۷۴۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۹۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۱۹۰ ۔ ج ۱۹ ص ۲۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس وجہ سے ہے کہ جو پھل زمین پر گرا ہوا ہے' اس کے متعلق شبہ واقع ہو گیا کہ آیا وہ صدقہ سے ہے یا نہیں ہے' اگر وہ صدقہ سے ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس کو اٹھا کر کھانا جائز نہیں ہے اور اگر صدقہ کی نہ ہو تو آپ کے لیے اس کو کھانا جائز تھا' اس شبہ کی وجہ سے آپ نے اس سے احتراز کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک دو کھجوریں کسی عام

Marfat.com

آدمی کو پڑی ہوئی ملیں تو اس کے لیے ان کو کھانا جائز ہے البتہ سادات کرام پر چونکہ صدقہ یعنی زکوٰۃ کا مال کھانا حرام ہے اس لیے ان کو بہ طور تقویٰ اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

جس کام کے کرنے پر دل مطمئن ہو وہ جائز ہے اور جس کام سے دل میں تردد ہو وہ ناجائز ہے۔۔۔۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل کی بات کو جان لینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ طور تنزہ اس کھجور کے کھانے کو ترک کر دیا کیونکہ ہوسکتا تھا کہ وہ کھجور صدقہ کی ہوتی اور کسی عام شخص پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ جائز چیزوں میں تتبع کرے کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور جب تک کسی چیز کی ممانعت اور اس کی تحریم پر دلیل قائم نہ ہو اس کو لینا اور کھانا جائز ہے پس مشتبہ چیزوں سے احتراز اسی وقت کیا جائے گا جب یہ پتا نہ ہو کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے اور اس میں حلال اور حرام دونوں کی گنجائش ہو اور کسی ایک شق پر دلیل قائم نہ ہو اور ایسی چیز پر حرام ہونے کا حکم لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ حلال ہو تاہم مستحب اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل کی اقتداء کریں حدیث میں ہے:

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور میرا ارادہ یہ تھا کہ میں ہر چیز کی نیکی اور گناہ ہونے کے متعلق آپ سے سوال کروں اور اس وقت آپ کے پاس لوگوں کی جماعت تھی پس میں لوگوں کو پھلانگتا ہوا گیا پھر لوگوں نے کہا: اے وابصہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک طرف ہو میں نے کہا: میں وابصہ ہوں مجھے آپ کے قریب ہونے دو کیونکہ آپ کے قریب ہونا مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے تب آپ نے مجھ سے فرمایا: اے وابصہ! قریب آؤ! اے وابصہ! قریب آؤ! پھر میں آپ کے اتنا قریب ہوا کہ میرے زانوں آپ کے زانوؤں کو چھو رہے تھے تب آپ نے فرمایا: اے وابصہ! میں تم کو بتاؤں کہ تم مجھ سے کس چیز کا سوال کرنے آئے ہو یا تم خود سوال کرو گے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے بتائیں! آپ نے فرمایا: تم مجھ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کرنے آئے ہو میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے اپنی تین انگلیوں کو جوڑ کر میرے سینے میں مارا اور فرمایا: اے وابصہ! تم اپنے دل سے پوچھو نیکی وہ کام ہے جس پر تمہارا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹک رہا ہو اور تمہارے سینہ میں متردد ہو خواہ لوگ تمہیں اس کام کا فتویٰ دیں خواہ لوگ فتویٰ نہ دیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۹۲ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۴ سنن داری: ۲۵۳۳ مسند ابویعلیٰ: ۱۵۸۶ شرح مشکل الآثار: ۲۱۳۹ المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۴۰۳ مسند البزار: ۱۸۳ مسند الشامیین: ۲۰۰۰ مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۸ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۰۰۱۔ ج ۲۹ ص ۵۲۸۔ ۵۲۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ حاشیہ مسند احمد: ۱۸۰۰۱)

میں کہتا ہوں کہ فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث بھی معتبر ہوتی ہے۔ علامہ سندھی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ تم اپنے دل سے فتویٰ طلب کرو کیونکہ جب ایمان قوی ہو تو مؤمن کا دل اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہ حدیث دلائل النبوۃ میں سے ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کی خبر دی جو حضرت وابصہ کے دل میں تھی۔ (حاشیہ مسند احمد: ۱۸۰۰۱۔ ۱۷۹۹۹)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کوئی شخص اس وقت تک تقویٰ کی حقیقت کو نہیں پا سکتا حتیٰ کہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس کے سینہ میں کھٹکتی ہے۔

حضرت عطیہ سعدی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک متقین کے درجہ کو نہیں پا سکتا حتیٰ کہ اس کام کو

Marfat.com

چھوڑ دے جس میں کوئی حرج نہیں ہے' اس خوف سے کہ ہوسکتا ہے اس میں کوئی حرج ہو۔

(سنن ترمذی: ٢٤٥٩' سنن ابن ماجہ: ٤٢١٥' سنن بیہقی ج ٥ ص ٣٣٥' مشکوٰۃ: ٥٧٧٥' ٢' کنز العمال: ٥٦٤٢)

ابوالحسن بن القابسی نے کہا: یہ کھجور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر پائی گئی تھی' پس صدقہ کی کھجور اپنے محل کو پہنچ گئی تھی اور یہ کھجور صدقہ کی نہیں تھی؟ اس کا جواب یہ کہ ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی کھجوروں کو تقسیم کیا ہو' پھر آپ گھر چلے گئے اور یہ ایک کھجور آپ کے کپڑوں میں چمٹ گئی' پھر آپ کے بستر پر گرگئی' پس اس میں شبہ پیدا ہو گیا' بعض دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر صدقہ مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

جس مال کی کوئی قابل ذکر قیمت نہ ہو اس کو لینے کا جواز

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے اموال میں سے صرف ان کو لینا اور اٹھانا حرام ہے جن کی کوئی قابل ذکر قیمت ہو اور ایک کھجور یا ایک انجیر یا ایک انگور کا دانہ یا روٹی کا ٹکڑا اور اس کی مثل چیزیں تو ان کے متعلق فقہاء کا اجماع ہے کہ ان کو زمین سے اٹھا لینا چاہیے اور ان کو کھا کر ان کا اکرام کرنا چاہیے اور ان کا اعلان نہیں کرنا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ کھجور صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اس کو کھا لیتا۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ١٧٠۔١٦٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢٣٧٤۔ ج ٢ ص ١٠١١ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:
آل رسول کو زکوٰۃ دینے میں مذاہب۔

٥- بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمُشْتَبِهَاتِ
جس نے وساوس وغیرہ کو شبہات میں سے نہیں قرار دیا

وساوس' وسوسہ کی جمع ہے' وسوسہ اس بُری چیز کو کہتے ہیں جس کو شیطان دل میں ڈال دیتا ہے۔

٢٠٥٦ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلٰوةِ شَيْئًا، أَيَقْطَعُ الصَّلٰوةَ؟ قَالَ لَا، حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا. وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ لَا وُضُوْءَ إِلَّا فِيمَا وَجَدْتَ الرِّيحَ أَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از زہری از عباد بن تمیم از عم خود' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی گئی کہ ایک شخص نماز میں کوئی چیز محسوس کرتا ہے (کہ شاید اس کا وضوء ٹوٹ گیا ہے) کیا وہ نماز قطع کردے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! حتیٰ کہ وہ کوئی آواز سنے یا بدبو محسوس کرے۔ اور ابن ابی حفصہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ وضوء اس وقت تک واجب نہیں ہوتا حتیٰ کہ تم بدبو سونگھو یا آواز سنو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ وسوسہ سے وضوء نہیں زائل ہوتا جب تک کہ وضوء ٹوٹنے پر یقینی دلیل نہ قائم ہو' کیونکہ جو شبہ بغیر دلیل کے واقع ہو اس کا شریعت میں اعتبار نہیں ہوتا۔

٢٠٥٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن مقدام عجلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالرحمان طفاوی نے

Marfat.com

هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ قَوْمًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ قَوْمًا يَّاتُوْنَنَا بِاللَّحْمِ، لَا نَدْرِيْ اَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ، اَمْ لَا ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوا اللّٰهَ عَلَيْهِ وَكُلُوْهُ. [اطراف الحدیث: ۵۵۰۷۔ ۷۳۹۸]

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ کچھ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں' ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اس پر بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر بسم اللہ پڑھو اور اس کو کھا لو۔

(سنن ابوداؤد: ۲۸۲۹' سنن ابن ماجہ: ۳۱۷۴' موطأ امام مالک۔ کتاب الذبائح۔ باب: ۱۔ حدیث: ۱' سنن نسائی: ۴۴۳۳' سنن دارمی: ۱۹۸۲)

نوٹ: امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی روایت کے بعد لکھا ہے کہ وہ لوگ نئے نئے کفر سے نکلے تھے اور امام دارمی نے اس حدیث کی روایت کے بعد لکھا ہے کہ وہ لوگ تازہ تازہ جاہلیت سے نکلے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن مقدام عجلی بصری' یہ عمدہ حافظ تھے اور ۲۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن عبدالرحمان طفاوی' اس میں طفاوی بنت جرم بن ریان کی طرف نسبت ہے' ایک قول ہے کہ طفا' بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے' یہ ۱۸۷ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ باقی رجال کا تذکرہ اس سے پہلے کئی بار کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۴۶)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام ابوداؤد' امام نسائی' امام ابن ماجہ' امام مالک اور امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے' جیسا کہ ہم نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ غالباً علامہ عینی نے اس حدیث کو زیادہ تلاش نہیں کیا۔

وسوسہ کو شبہات میں داخل نہ کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وسوسوں کو درج ذیل حدیث کی بناء پر شبہات میں داخل نہیں کیا گیا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان چیزوں سے درگزر کر لیا ہے جو ان کے دل میں وسوسے آتے ہیں' جب تک وہ ان پر عمل نہ کریں یا ان کے متعلق بات نہ کریں۔

(صحیح البخاری: ۲۵۲۸' صحیح مسلم: ۱۲۷' سنن ابوداؤد: ۲۲۰۹' سنن ترمذی: ۱۱۸۳' سنن نسائی: ۳۴۳۴' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۰)

پس وسوسہ کو لغو قرار دیا گیا ہے اور اس کو ترک کر دیا گیا ہے' اور جب تک وسوسہ پر دل جم نہ جائے اور اس کے تقاضے کے مطابق کوئی عمل نہ کیا جائے' اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ ہمیں پتا نہیں لوگوں نے (ذبیحہ پر) اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں' یہ بھی وسوسہ ہے' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تفتیش کا حکم دیتے تو بہت حرج ہوتا اور قرآن مجید میں ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج: ۷۸) اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

حضرت عائشہ کے شبہ پر علامہ ابن بطال کا رد اور مصنف کا ان کی طرف سے دفاع

کسی مسلمان کے متعلق یہ گمان کرنا جائز نہیں ہے کہ اس نے عمداً شکار پر یا ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنے کو ترک کیا ہوگا' لہٰذا یہ شبہ

Marfat.com

ضعیف ہے اسی لیے نبی ﷺ نے اس شبہ کو زائل کرنے کے لیے کوئی حکم نہیں دیا' بلکہ نبی ﷺ نے اس کی ضد کا حکم دیا اور فرمایا: تم بسم اللہ پڑھ کر کھالو نیز اس زمانہ کے مسلمان ان لوگوں میں سے تھے جن کی تحسین کی گئی ہے' لہٰذا ان کے دین کے متعلق بدگمانی نہیں کی جائے گی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر نبی ﷺ کے اس ارشاد کی کیا توجیہ ہے کہ تم اللہ کا نام لو اور کھالو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہ حکم احتیاطاً دیا ہے' اس خوف سے کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص شکار پر بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہو تو اس کا تدارک ہو جائے' ہر چند کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ١٧١-١٧٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن لوگوں کے متعلق یہ کہا تھا کہ پتا نہیں انہوں نے بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں؟ امام ابن ماجہ اور امام دارمی کی تصریح کے مطابق یہ وہ لوگ تھے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ابھی تک ان کے دلوں میں اسلام راسخ نہیں ہوا تھا اور قرآن اور حدیث میں جن مسلمانوں کی تحسین کی گئی ہے' یہ وہ صحابہ ہیں جو احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے میں راسخ ہو چکے تھے' لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذکورہ شبہ بدگمانی پر مبنی نہیں تھا۔

ذبیحہ پر ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا معتبر ہے

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم صرف کھانے اور پینے کے وقت دیا گیا ہے۔ (شرح الکرمانی ج ٨ ص ١٨٩' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٠١ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ' اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی درج ذیل آیت سے کس طرح غافل ہوگئے:

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ. (الانعام: ١٢١) اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا' اور بے شک اس کو کھانا گناہ ہے۔

یہ آیت ہر اس ذبیحہ کو شامل ہے جس پر بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا گیا ہو لیکن جس ذبیحہ پر سہو اور نسیان سے بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا گیا ہو' اس پر اجماع ہے کہ وہ اس آیت سے مستثنیٰ ہے' اس کے علاوہ ذبیحہ کا ہر فرد اس آیت میں داخل ہے' اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ آیت مردار کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مردار کو ذبح نہیں کیا جاتا اور اس سے بلاوجہ اس آیت کو مجاز پر محمول کرنا لازم آئے گا۔

باب مذکور کی حدیث کی شرح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابتداء اسلام میں نبی ﷺ نے یہ اجازت دی تھی کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو' اس کو بھی کھا لیا جائے اور اس وقت تک الانعام: ١٢١ نازل نہیں ہوئی تھی اور جب یہ آیت نازل ہوگئی تو اس ذبیحہ کو کھانے سے منع کر دیا گیا جس پر عمداً بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا گیا ہو۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس قول کو امام مالک نے الموطأ میں ذکر کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کا نام لیے بغیر ذبح کرنے والے وہ لوگ تھے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ان کو اس حکم شرعی کا پتا نہیں تھا' اور رہا اب کا معاملہ تو اب کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا لازمی شرط ہے اور مسلمانوں کے متعلق یہ بدگمانی نہیں کی جائے گی کہ وہ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیتے ہیں' رہا وہ شخص جو ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو اس کو جب یاد آئے تو وہ بسم اللہ پڑھ لے اور کھانے والا بسم اللہ پڑھے کیونکہ اس کو بھولنے کا خطرہ ہے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ الانعام: ۱۲۱ نازل ہونے سے پہلے کا ہے اس پر علامہ ابن عبدالبر نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کا تعلق مدینہ منورہ کے دیہاتیوں اور خانہ بدوشوں سے ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۃ الانعام مکہ میں نازل ہوئی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ ابوالعباس الضریر اور ثعلبی وغیرہما نے ذکر کیا ہے کہ سورۃ الانعام کی چھ آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں لہٰذا علامہ ابن عبدالبر کا سورۃ الانعام کو مطلقاً مکی کہنا صحیح نہیں ہے اور علامہ ابن الجوزی نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ ''تم بسم اللہ پڑھو اور اس کو کھاؤ'' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جس نے ذبیحہ پر بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا اب کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا اس سے کافی ہو جائے گا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کے سوال اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں یہ دلیل ہے کہ ذبیحوں پر بسم اللہ پڑھنے کا اعتبار ہے اور حقیقت حال کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۴۷-۲۴۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى — اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ۨانْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا﴾ (الجمعہ: ۱۱)

اور جب یہ لوگ کسی تجارتی قافلہ کو یا کھیل تماشے کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ (الجمعہ: ۱۱)

اس باب میں الجمعہ: ۱۱ کا شانِ نزول بیان کیا گیا ہے' اس کی مکمل شرح کتاب الجمعہ میں بیان کی جا چکی ہے' یہاں پر اس باب کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہرچند کہ تجارت کرنا قابل ستائش کام ہے کیونکہ تجارت کی وجہ سے انسان رزق حلال کے حصول پر قادر ہوتا ہے لیکن اس وقت ان لوگوں کے لیے افضل یہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ سنتے رہتے اور اپنے آپ کو مسجد میں لازم رکھتے۔

۲۰۵۸ - حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَتْ مِنَ الشَّامِ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوْا اِلَيْهَا حَتّٰى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ۨانْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا﴾ (الجمعہ: ۱۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں طلق بن غنام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از حصین از سالم' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ رہے تھے' اس وقت شام سے ایک قافلہ گندم لے کر آیا تو سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ صحابہ باقی رہ گئے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور جب یہ لوگ کسی تجارتی قافلہ کو یا کھیل تماشے کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ (الجمعہ: ۱۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۳۶ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ مَنْ لَّمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ — جو شخص یہ پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا

اس باب میں اس شخص کا حال بیان کیا گیا ہے جو اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا اور ایسے شخص کی مذمت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۲۰۵۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان

حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ. [طرف الحدیث: ۲۰۸۳]

کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں کوئی شخص یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے لیا ہے آیا حلال ذریعہ سے حاصل کیا ہے یا حرام ذریعہ سے لیا ہے۔

(سنن نسائی: ۴۴۶۱ 'سنن داری: ۲۵۳۶' صحیح ابن حبان: ۶۷۲۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۴' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۳۵ 'شعب الایمان: ۵۵۲۶' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۲۷' شرح السنۃ: ۲۰۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۶۲۰۔ ج ۱۵ ص ۳۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں کوئی شخص یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا ہے آیا حلال ذریعہ سے حاصل کیا ہے یا حرام ذریعہ سے لیا ہے۔

اس حدیث کے رجال کا تذکرہ اس سے پہلے کئی بار کیا جا چکا ہے۔

باب مذکور کے موافق ایک اور حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ سود کھائیں گے' حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں: آپ سے پوچھا گیا: کیا سب لوگ سود کھائیں گے؟ آپ نے فرمایا: جو سود نہیں کھائے گا' اس کو سود کا غبار حاصل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۳۱ 'سنن ابن ماجہ: ۲۲۷۸' سنن نسائی: ۴۴۶۲' مسند ابویعلیٰ: ۶۲۳۳' المستدرک ج ۲ ص ۱۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۶۔ ۲۷۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۴۱۰۔ ج ۱۶ ص ۲۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سود خوری اور حرام خوری کا یہ عموم اور دیگر فتنوں کا شیوع قرب قیامت میں ہوگا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اسلام ابتدا میں غریب (اجنبی) تھا اور عنقریب غریب ہونے کی حالت میں ہی لوٹ جائے گا' اور آپ نے فسادات کی کثرت' برائیوں کے ظہور اور حالات کے متغیر ہونے کی خبر دی ہے اور یہ آپ کی نبوت کی علامات ہیں۔ حرام سے اجتناب کرنے اور رزق حلال کی طلب کی فضیلت میں درج ذیل احادیث ہیں:

حرام سے اجتناب اور رزقِ حلال کی طلب کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال (رزق) کو طلب کرنا جہاد ہے۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۵۱۳' طبع جدید' اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۱۳۱' کنز العمال: ۹۲۰۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال (رزق) کو طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

(المعجم الاوسط: ۸۶۰۵' مکتبۃ المعارف' ریاض' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۹۱' اتحاف ج ۱ ص ۱۳۱' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۴۶' کنز العمال: ۹۲۰۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شام کے وقت اپنے ہاتھوں سے کام کرنے کی تھکاوٹ سے تھکا ہوا ہو وہ شخص بخشا ہوا ہے۔ (المعجم الاوسط: ۷۵۱۶' مکتبۃ المعارف' ریاض' کنز العمال: ۹۲۱۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ طیب ہے اور وہ طیب کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ' اور نیک عمل کرتے رہو' بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو' میں اس کو خوب جاننے والا ہوں O (المؤمنون:۵۱) پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اے ایمان والو! ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو O (البقرہ:۱۷۲) پھر آپ نے ذکر کیا کہ ایک آدمی لمبا سفر طے کرتا ہے' اس کے بال غبار آلود ہوتے ہیں اور وہ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور اس کو حرام کی غذا دی ہوئی ہوتی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی! (صحیح مسلم:۱۰۱۵' الرقم المسلسل:۲۳۰۸' سنن ترمذی:۲۹۸۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی:

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا. اے لوگو! زمین کی ان چیزوں میں سے کھاؤ جو حلال طیب ہیں۔ (البقرہ:۱۶۸)

تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان لوگوں سے بنا دے جن کی دعا قبول کی جاتی ہے' پس نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اپنا کھانا حلال رکھو تم مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے اور اس ذات کی قسم کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کی جان اس کے قبضہ وقدرت میں ہے! بے شک بندہ لقمۂ حرام اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا عمل قبول نہیں کیا جاتا اور جس بندہ کا گوشت حرام سے بنا ہو تو دوزخ کی آگ اس کے زیادہ لائق ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۹۱)

۸ - بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَرِّ وَغَيْرِهٖ — خشکی وغیرہ میں تجارت کرنا

یہ باب تجارت کی اباحت کے بیان میں ہے' اس عنوان میں دو نسخے ہیں' ایک نسخہ میں ''البرّ'' کا لفظ ہے جس کا معنی خشکی ہے اور دوسرے نسخہ میں ''البزّ'' کا لفظ ہے' جس کا معنی کپڑا ہے' یعنی کپڑے کی تجارت۔

وَقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (النور:۳۷). اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ مرد جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ (النور:۳۷)

اس سے پہلی آیت اس آیت کے ساتھ اس طرح مربوط ہے: جن گھروں کے بلند کیے جانے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے' وہ ان میں صبح اور شام تسبیح کرتے ہیں O وہ مرد جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی' وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل الٹ پلٹ جائیں گے اور آنکھیں O

وَقَالَ قَتَادَةُ كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُوْنَ وَيَتَّجِرُوْنَ' وَلٰكِنَّهُمْ اِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِّنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ' حَتّٰى يُؤَدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ.

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: لوگ خرید و فروخت کرتے تھے اور تجارت کرتے تھے لیکن جب ان کے سامنے اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق آتا تو اللہ کو یاد کرنے سے ان کو تجارت غافل کرتی نہ خرید و فروخت' حتیٰ کہ وہ اس حق کو اللہ کی طرف ادا کر دیتے تھے۔

اس تعلیق میں لوگوں سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں' وہ اپنی خرید و فروخت میں مشغول ہوتے تھے' پس جب وہ نماز کی اقامت

Marfat.com

آواز سنتے تو نماز کی طرف بھاگ کر جاتے تھے' اس آیت میں ان متقدمین تاجروں کی تعریف اور تحسین ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرتے تھے اور ان کا لحاظ کرتے تھے اور اپنی تجارت میں بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کو لازم رکھتے تھے اور فرائض کی ادائیگی پر قائم رہتے تھے اور حساب و کتاب اور قیامت کے دن کی پرسش سے ڈرتے رہتے تھے۔

۲۰۶۰'۲۰۶۱ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ' عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ كُنْتُ أَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ' فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح. وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَّعَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا الْمِنْهَالِ يَقُوْلُ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَّزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ' فَقَالَا كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَسَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّرْفِ' فَقَالَ إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ' وَإِنْ كَانَ نَسَاءً فَلَا يَصْلُحُ. [اطراف الحدیث: ۲۱۸۰-۲۴۹۷-۳۹۳۹] (صحیح مسلم: ۱۵۸۹' الرقم المسلسل: ۳۹۶۲' سنن نسائی: ۴۵۷۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی از ابی المنہال' انہوں نے کہا: میں سونے اور چاندی کی تجارت کرتا تھا' پس میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ح) اور مجھے الفضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحجاج بن محمد نے حدیث بیان کی' ابن جریج نے کہا: مجھے عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبر دی' ان دونوں نے ابوالمنہال سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے سونے اور چاندی کی بیع کے متعلق سوال کیا تو ان دونوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تجارت کرتے تھے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے اور چاندی کی بیع کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اگر یہ بیع دست بہ دست (نقد) ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یہ بیع ادھار ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم النبیل الضحاک بن مخلد (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عمرو بن دینار (۴) ابوالمنہال' ان کا نام عبدالرحمان بن مطعم ہے' ایک اور ابوالمنہال بھی ہیں' ان کا نام سیار بن سلامہ ہے (۵) الفضل بن یعقوب الرخامی (۶) الحجاج بن محمد الاعور (۷) عامر بن مصعب (۸) حضرت البراء بن عازب الانصاری (۹) حضرت زید بن ارقم الانصاری الخزرجی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تجارت کرتے تھے۔

بیع صرف' دست بہ دست اور ''نساء'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم نے حضرت زید بن ارقم اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے بیع صَرف کے متعلق سوال کیا۔ بیع صَرف سے مراد ہے: سونے اور چاندی کی خرید و فروخت' بیع صَرف بیع کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور یہ ثمن کی بیع ثمن کے عوض ہے' یعنی سونے اور چاندی اور کرنسی کی آپس میں خرید و فروخت۔

اس میں دست بہ دست کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ بیع کی مجلس میں ان پر قبضہ کر لیا جائے۔

اس میں ''نساء'' کا ذکر ہے' اس سے ادھار بیع مراد ہے' یعنی کسی ایک بدل کو تاخیر سے دیا جائے تو پھر یہ بیع ناجائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹ - بَابُ الْخُرُوْجِ فِي التِّجَارَةِ — تجارت کے لیے نکلنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تجارت کے لیے نکلنا جائز ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (الجمعہ: ۱۰).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: پس تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ (الجمعہ: ۱۰)

اس آیت سے یہ مراد ہے کہ کاروبار کے لیے زمین میں پھیل جانا مباح ہے' اس آیت میں اللہ کے فضل سے مراد رزق ہے اور اس آیت میں زمین میں پھیلنے اور رزق کو تلاش کرنے کا جو حکم ہے وہ اباحت کے لیے ہے' کیونکہ اس سے پہلے یہ حکم دیا تھا کہ اذانِ جمعہ جب ہو تو بیع کو ترک کر دو اور اب نمازِ جمعہ کے بعد بیع میں اللہ کے فضل کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے اور ممانعت کے بعد جب حکم دیا جائے تو وہ اباحت کے لیے ہوتا ہے جیسے حالت احرام میں شکار سے منع فرمایا' پھر احرام کھولنے کے بعد فرمایا:

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا. (المائدہ: ۲)

اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو۔

اس آیت میں شکار کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی شکار کی ممانعت کے بعد شکار کرنے کا حکم ہے' سو یہ حکم بھی اباحت کے لیے ہے یعنی پہلے حالت احرام میں شکار کرنا ممنوع تھا اور اب احرام کھولنے کے بعد شکار کرنا مباح ہے۔

۲۰۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَيْرٍ اَنَّ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ' اِسْتَاْذَنَ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ' وَكَاَنَّهٗ كَانَ مَشْغُوْلًا' فَرَجَعَ اَبُوْ مُوْسٰى' فَفَرَغَ عُمَرُ فَقَالَ اَلَمْ اَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ' اِئْذَنُوْا لَهٗ . قِيْلَ قَدْ رَجَعَ' فَدَعَاهُ فَقَالَ كُنَّا نُؤْمَرُ بِذٰلِكَ' فَقَالَ تَاْتِيْنِيْ عَلٰى ذٰلِكَ بِالْبَيِّنَةِ' فَانْطَلَقَ اِلٰى مَجْلِسِ الْاَنْصَارِ فَسَاَلَهُمْ' فَقَالُوْا لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلٰى هٰذَا اِلَّا اَصْغَرُنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ' فَذَهَبَ بِاَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ' فَقَالَ عُمَرُ اَخَفِيَ عَلَيَّ مِنْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ اَلْهَانِيْ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ' يَعْنِي الْخُرُوْجَ اِلٰى تِجَارَةٍ. [اطراف الحدیث: ۶۲۴۵-۷۳۵۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از عبید اللہ بن عمیر کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے آنے کی اجازت طلب کی تو ان کو اجازت نہیں دی گئی اور گویا کہ حضرت عمر مشغول تھے تو حضرت ابو موسیٰ واپس چلے گئے' پس حضرت عمر فارغ ہوئے پھر کہنے لگے: کیا میں نے حضرت عبداللہ بن قیس کی آواز نہیں سنی تھی' ان کو اجازت دو' حضرت عمر کو بتایا گیا کہ وہ تو واپس چلے گئے ہیں' پس ان کو بلایا' انہوں نے کہا: ہمیں اسی بات کا حکم دیا جاتا تھا' حضرت عمر نے کہا: آپ میرے پاس اس بات پر گواہ لائیں' پھر حضرت ابو موسیٰ انصار کی مجلس کی طرف گئے اور ان سے اس بات پر گواہی کا سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس پر آپ کے لیے ہم میں سب سے چھوٹا شخص ابوسعید خدری گواہی دے گا' پھر حضرت ابو موسیٰ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ کو لے گئے تو حضرت عمر نے کہا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مخفی رہی؟ مجھے بازار کے سودوں نے مشغول رکھا یعنی تجارت کے لیے نکلنے نے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۲۱۵۳' الرقم المسلسل: ۵۵۱۹' سنن ابوداؤد: ۵۱۸۰' مسند ابویعلیٰ: ۹۸۱' سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۳۹' شرح مشکل الآثار: ۱۵۷۸' صحیح ابن حبان: ۵۸۱۰' مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۲۱۔ ج ۱۷ ص ۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: مجھے بازار کے سودوں نے مشغول رکھا یعنی تجارت کے لیے نکلنے نے۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں انصار کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا' پس ہمارے پاس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے اور خوف زدہ آئے' ہم نے پوچھا: آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بلایا تھا' میں ان کے دروازہ پر گیا اور ان کو تین مرتبہ سلام کیا' انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تو میں واپس چلا گیا' پھر حضرت عمر نے کہا: تمہیں ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روکا تھا؟ تو میں نے کہا: میں آپ کے پاس آیا تھا اور میں نے آپ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کیا تو مجھے کسی نے سلام کا جواب نہیں دیا تو میں واپس چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے' پھر اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس چلا جائے' حضرت عمر نے کہا: آپ اس پر گواہ پیش کریں ورنہ میں آپ کو دردناک سزا دوں گا۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا: اس حدیث پر ہم میں سب سے چھوٹا (شخص) گواہ ہے' حضرت ابوسعید نے کہا: میں سب سے چھوٹا تھا' حضرت ابی بن کعب نے کہا: آپ اس کو لے جائیں۔

(صحیح مسلم: ۲۱۵۳' الرقم المسلسل: ۵۵۱۹' سنن ابوداؤد: ۵۱۸۰)

دوسری حدیث میں ہے: حضرت عمر نے کہا: میں آپ کی پیٹھ اور پیٹ پر کوڑے ماروں گا ورنہ آپ اس حدیث پر گواہ لے کر آئیں۔ (صحیح مسلم: ۲۱۵۳' الرقم المسلسل: ۵۵۲۱)

ایک اور سند سے یہ روایت ہے: حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: میں آپ پر تہمت نہیں لگاتا' لیکن مجھے خوف ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنا شروع کر دیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۸۴)

کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے تین بار اجازت طلب کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر داخل ہو تو گھر والوں سے اجازت لینا ضروری ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا.

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو۔

(النور: ۲۷)

اس آیت میں "تستانسوا" کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے: اجازت طلب کرنا اور گھر میں داخل ہونے سے پہلے تین مرتبہ اجازت طلب کرنا اس آیت سے ماخوذ ہے:

لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ. (النور: ۵۸)

(اے ایمان والو!) تمہارے مملوک غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو (گھروں میں داخل ہونے کے لیے) تین اوقات میں اجازت

Marfat.com

طلب کرنی چاہیے۔

اس آیت میں تین اوقات مراد ہیں' اس پر دلیل اس آیت کے بعد کا یہ حصہ ہے:

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ. (النور:۵۸) نمازِ فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب تم اپنے (فالتو) کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد' یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں۔

پھر سنت یہ ہے کہ پہلے سلام کرے اور اس کے بعد تین مرتبہ اجازت طلب کرے۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا اجازت طلب کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہیے یا سلام کرنے سے پہلے اجازت طلب کرنی چاہیے اور سلام کو مقدم کرنے کے متعلق دو حدیثیں وارد ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ نے اس حدیث پر حضرت ابوموسیٰ سے گواہ کیوں طلب کیا؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا: جب آنے کی اجازت نہ دی جائے تو وہ شخص واپس چلا جائے اور ہمیں اسی بات کا حکم دیا جاتا تھا' تو حضرت عمر نے کہا: آپ اس پر گواہ لائیں۔ اس پر یہ سوال ہے کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ کے نزدیک خبر واحد حجت نہیں تھی' جو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ سے گواہ طلب کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک خبر واحد حجت تھی' وہ اس کو قبول کرتے تھے اور اس کے مطابق حکم دیتے تھے' اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے منیٰ میں اعلان کیا کہ جس کے پاس دیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی حدیث کا علم ہو وہ ہمیں اس کی خبر دے' اور ان کی رائے یہ تھی کہ عورت اپنے خاوند کی دیت کی وارث نہیں ہوتی کیونکہ وہ ان عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ دار) میں سے نہیں ہے جو دیت ادا کرتے ہیں' تب ضحاک بن سفیانؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف لکھا کہ اشیم کی بیوی کو اس کے خاوند کی دیت کا وارث بناؤ' حضرت عمر نے اس حدیث پر عمل کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ کا اسلام میں جو مرتبہ اور مقام تھا اور ان کو جو دین میں تفقہ حاصل تھا' کیا اس کا یہ تقاضا تھا کہ حضرت ابوموسیٰ کی حدیث کو مسترد کر دیا جائے اور ضحاک کی حدیث کو قبول کر لیا جائے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: میں آپ پر تہمت نہیں لگاتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا معاملہ بہت سنگین ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۸۳) یعنی اس کو قبول کرنے میں احتیاط بہت ضروری ہے۔

حضرت عمر نے حدیث کے معاملہ میں گواہ کو اس لیے طلب کیا تھا کہ اس وقت ان کے قریب شام اور عراق کے ایسے لوگ تھے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ابھی ان کے دلوں میں ایمان اور اسلام راسخ نہیں ہوا تھا' اگر حضرت عمر' حضرت ابوموسیٰ کی سنائی ہوئی حدیث کو بغیر گواہی کے قبول کر لیتے تو خدشہ تھا کہ یہ لوگ بھی جھوٹی حدیثیں گھڑ کر پیش کرنا شروع کر دیتے۔

حضرت عمر نے بازار کے سودوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو نہیں سنا' ---------- کیا یہ حضرت عمر کے مرتبہ کے منافی نہیں ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے کہا: مجھے اس بات کا اس لیے پتا نہیں چل سکا کہ مجھے بازار کے سودوں نے مشغول رکھا۔ اس سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کم بیٹھتے تھے اور یہ بات ان کے مرتبہ کے لائق نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر آپ کے پاس بہت زیادہ ہوتے تھے لیکن کبھی کسب معاش اور اہل وعیال کی کفالت کے لیے انہیں

Marfat.com

آپ کی مجلس سے جانا بھی پڑتا تھا اور ایسے ہی کسی موقع پر نبی ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ کو گواہ نہ لانے پر وعید سنائی' کیا ان کے نزدیک حضرت ابوموسیٰ امین نہیں تھے؟

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: آپ اس حدیث پر گواہ لائیں ورنہ میں آپ کو دردناک سزا دوں گا' حالانکہ حضرت ابوموسیٰ' نبی ﷺ کے نزدیک امین تھے' اسی لیے ان کو بعض صدقات کے وصول کرنے پر عامل مقرر کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کے قول کا مطلب یہ تھا کہ اگر بالفرض یہ معلوم ہوا کہ آپ نے اس حدیث میں جھوٹ بولا تھا تو میں آپ کو عبرت ناک سزا دوں گا' اور یہ دوسرے لوگوں پر واضح کرنے کے لیے تھا کہ وہ حدیث پیش کرنے میں جھوٹ نہ بولیں اور یہ صنعتِ تعریض ہے یعنی کہنا کسی کو اور سنانا کسی اور کو اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایسے صحابی پر حدیث کے معاملہ میں اس قدر سختی کرتے تھے تو عام لوگوں سے اس معاملہ میں کس طرح تساہل کر سکتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۳۔ ۲۵۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۵۱۱۔ ج ۶ ص ۵۰۷ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:
(۱) پرائے گھر میں داخل ہونے کے لیے اہل خانہ سے اجازت طلب کرنے کی تفصیل (۲) اجازت طلب کرنے اور سلام کرنے میں تقدیم وتاخیر کی بحث (۳) اجازت طلب کرنے کی حکمت (۴) اجازت طلب کرنے کی کیفیت اور اس کے عموم کی بحث (۵) خبر واحد کی حجیت پر ایک اشکال کا جواب۔

۱۰ - بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ — سمندری راستہ سے تجارت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سمندری راستہ سے سفر کر کے تجارت کرنا جائز ہے:

وَقَالَ مَطَرٌ لَا بَأْسَ بِهِ' وَمَا ذَكَرَهُ اللَّهُ فِي الْقُرْاٰنِ إِلَّا بِحَقٍّ' ثُمَّ تَلَا ﴿وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾ (النحل: ۱۲).

اور مطر نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا ہے' پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی: اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو۔ (النحل: ۱۲)

اس تعلیق میں مطر کا ذکر ہے' یہ مطر بن طہمان ابورجاء خراسانی ہیں' یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں اور وہاں پر مصحف لکھتے تھے' امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر سمندری سفر کے متعلق سوال کیا تو حضرت عمر نے جواب میں لکھا: یہ اللہ کی عظیم مخلوق ہے' اس پر ضعیف مخلوق سوار ہوتی ہے اور حضرت عمر نے کہا: کوئی شخص اس پر اپنی پوری زندگی میں سفر نہ کرے' حضرت عمر مسلمانوں پر بہت شفیق تھے' اس لیے آپ نے سمندری سفر سے منع فرمایا اور جب سمندر جوش میں ہو اور اس میں طوفان آیا ہوا ہو تو پھر امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس حال میں سمندری سفر نہ کیا جائے۔

وَالْفُلْكُ السُّفُنُ' الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ.

اور ''فُلک'' کا معنی کشتی ہے اور اس میں واحد اور جمع کے صیغہ کا وزن ایک ہے۔

امام بخاری کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جو ''الفلک'' مذکور ہے' وہ جمع کا صیغہ ہے کیونکہ اس کے متعلق جو حال ہے وہ بھی جمع کا صیغہ ہے یعنی ''مواخر'' پانی کو چیرنے والیاں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَمْخَرُ السُّفُنُ الرِّيحَ، وَلَا يَمْخَرُ الرِّيحَ مِنَ السُّفُنِ إِلَّا الْفُلْكُ الْعِظَامُ.

اور مجاہد نے کہا: کشتیاں آواز کے ساتھ ہوا کو چیرتی ہیں اور بڑی بڑی کشتیاں یعنی بحری جہاز ہی ہوا کو آواز کے ساتھ چیرتے ہیں۔

''تمخر'' کا معنی ہے: شق کرتی ہیں اور کشتی آواز کے ساتھ پانی کو چیرتی ہے اور ''مواخر'' کا اطلاق کشتیوں پر ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٥٥۔ ٢٥٤، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٢٠٦٣ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ، خَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ، وَسَاقَ الْحَدِيْثَ. حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بِهٰذَا.

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا، وہ سمندر میں نکلا، پھر اس نے اپنی حاجت پوری کی...... اور پوری حدیث بیان کی کہ مجھے عبداللہ بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٤٩٨ میں گزر چکی ہے۔

١١ - بَابٌ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾ (الجمعہ: ١١)

جب یہ لوگ کسی تجارتی قافلہ کو یا کسی کھیل تماشے کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ (الجمعہ: ١١)

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (النور: ٣٧).

اور اللہ عزوجل کا قول: وہ مرد جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر، اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ (النور: ٣٧)

وَقَالَ قَتَادَةُ كَانَ الْقَوْمُ يَتَّجِرُوْنَ وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِّنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ، لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، حَتّٰى يُؤَدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ.

اور قتادہ نے کہا: بعض لوگ تجارت کرتے تھے لیکن جب ان کے سامنے اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق آتا تو ان کو اللہ کے ذکر سے تجارت غافل کرتی تھی نہ خرید وفروخت، حتیٰ کہ وہ اس حق کو اللہ کی طرف ادا کر دیتے۔

یہ تعلیق اگرچہ ''باب تجارة البر'' میں گزر چکی ہے لیکن یہاں اس کو دوبارہ ذکر کیا تاکہ ان لوگوں کی مذمت کی تاکید ہو جو بیع و شراء میں غافل ہو کر اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کو بھول جاتے ہیں۔

٢٠٦٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَقْبَلَتْ عِيْرٌ وَّنَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ، فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از حصین از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک قافلہ آیا اور ہم اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ رہے تھے، پس بارہ آدمیوں کے سوا سب لوگ بھاگ گئے، اس موقع پر یہ

Marfat.com

الْآيَةُ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ (الجمعہ:١١).

آیت نازل ہوئی: اور جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ (الجمعہ:١١)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٩٣٦ میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿أَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ (البقرہ:٢٦٧)

اللہ عزوجل کا قول: اپنی کمائی میں سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو۔ (البقرہ:٢٦٧)

یعنی اللہ کی راہ میں اپنی حلال کمائی میں سے خرچ کرو۔

٢٠٦٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے گھر کے طعام سے خرچ کرتی ہے اور وہ اس طعام کو ضائع کرنے والی نہیں ہوتی تو اس کے لیے اس کو خرچ کرنے کا اجر ہوتا ہے اور اس کے خاوند کے لیے اس کو کمانے کا اجر ہوتا ہے اور اس کے محافظ کے لیے بھی اس کی مثل اجر ہوتا ہے اور کسی کے اجر سے دوسرے کے اجر میں کمی نہیں ہوتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٤٢٥ میں گزر چکی ہے۔

٢٠٦٦ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ، فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے تو اس کے لیے بھی نصف اجر ہے۔

[اطراف الحدیث:٥١٩٢۔٥١٩٥۔٥٣٦٠]

(صحیح مسلم:١٠٢٦' الرقم المسلسل:٢٢٥٩' سنن ابوداؤد:١٦٨٧۔٢٤٥٨' مصنف عبد الرزاق:٧٨٨٦' صحیح ابن حبان:٤٥٧٢' سنن بیہقی ج ٤ ص ١٩٢' تاریخ بغداد ج ٢ ص ٣٨٣' شرح السنۃ:١٦٩٤' مسند احمد ج ٢ ص ٣١٦ طبع قدیم' مسند احمد:٨١٨٨۔ ج ١٣ ص ٥١٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ''جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے خرچ کرے'' کیونکہ شوہر کی کمائی تجارت اور ملازمت وغیرہ سے ہوتی ہے۔

شوہر کے حکم اور اس کی اجازت سے خرچ کرنے کی احادیث میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جب عورت شوہر کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے گی تو اس کو اجر کیوں کر ملے گا؟ پھر

Marfat.com

انہوں نے اس کا جواب دیا کہ اگر چہ شوہر کا حکم نہیں ہوتا' مگر اس کی اجازت ہوتی ہے' پھر اس پر یہ اعتراض کیا کہ اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا ہے کہ کسی کے اجر سے دوسرے کے اجر میں کمی نہیں ہوتی اور جب اس کو نصف اجر ملے گا تو یہ اس کے پورے اجر میں کمی تو ہوگئی' اس کا یہ جواب دیا کہ اس عورت کا کل اجر شوہر کے اجر کا نصف ہے اور اس اجر میں کمی نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳ - بَابُ مَنْ اَحَبَّ الْبَسْطَ فِی الرِّزْقِ جس نے رزق میں کشادگی کو پسند کیا

اس باب کی حدیث میں اس عنوان کی وضاحت ہے کہ جو رزق میں کشادگی کو پسند کرے' اس کو رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا چاہیے۔

۲۰۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ یَعْقُوْبَ الْكِرْمَانِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَسَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا یُوْنُسُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ رِزْقُهٗ' اَوْ یُنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ' فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ. [طرف الحدیث: ۵۹۸۶] [صحیح مسلم: ۲۵۵۷' الرقم المسلسل: ۶۴۱۹' سنن ابوداؤد: ۱۶۹۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی یعقوب کرمانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی موت میں تاخیر کی جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے باب کے عنوان کی وضاحت ہوتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی یعقوب' ان کا نام اسحاق ہے اور ان کی کنیت محمد ابو عبداللہ ہے (۲) حسان بن ابراہیم ابو ہشام العنزی' یہ ۱۸۶ھ میں فوت ہوگئے تھے' اس وقت ان کی عمر ۱۰۰ سال تھی (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم زہری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۷)

صلہ رحم کے درجات' ان کے مصادیق اور تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کی تفصیل

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رشتہ داروں سے میل جول رکھنا واجب ہے اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا گناہ کبیرہ ہے اور جن احادیث میں رشتہ داروں سے قطع تعلق پر جنت سے محرومی کی وعید سنائی گئی ہے' وہ اس کی دلیل ہیں لیکن رشتہ داروں سے میل جول رکھنے کے کئی درجات ہیں اور سب سے کم درجہ سلام اور کلام کو قائم رکھنا ہے۔

رشتہ داروں سے میل جول کو قائم رکھا جائے خواہ سلام اور کلام کے ذریعہ' یہ اس وقت ہے جب وہ ملنے جلنے پر قادر ہو اور اس کی ضرورت ہو اور ان میں سے ایک قسم مستحب ہے اور جو شخص میل جول کے آخری درجہ پر نہ پہنچا ہوا ہو' اس کو قاطع رحم نہیں کہا جائے گا' اسی طرح جو شخص جتنا میل جول یا حسن سلوک کرنا چاہیے' اس میں تقصیر کرے' اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ صلہ رحم کرنے میں کامل ہے۔

Marfat.com

رحم کی تعریف میں بھی اختلاف ہے' بعض نے کہا ہے: اس سے مراد وہ رشتے ہیں جن میں نکاح حرام ہے' جیسے خالہ اور پھوپھی اور ماموں اور چچا' اسی طرح اولاد اور اولاد در اولاد بھی ان میں داخل ہے اور ان سے قطع تعلق کرنا حرام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ تمام ذوی الارحام ان میں داخل ہیں۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ میل جول رکھنے سے رزق میں اور عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے' حالانکہ رزق اور عمر کی مقدار تقدیر میں معین ہے اور اس میں کمی اور اضافہ نہیں ہو سکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں: تقدیر معلق اور تقدیر مبرم' تقدیر معلق وہ ہے جس کی مقدار کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے پر موقوف ہو اور وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا علم نہیں ہے' اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے مثلاً نیک کام کیے یا رشتہ داروں سے میل جول رکھا تو عمر بڑھ جائے گی ورنہ نہیں' جیسے اس کی عمر پہلے ٤٠ سال لکھی ہوئی تھی' اس نے نیک کام کیے تو اس کی عمر بڑھا کر ٦٠ سال کر دی' یہ تقدیر معلق ہے جس میں اس کی عمر کا اضافہ نیکی پر موقوف تھا' لیکن اللہ کے علم میں تردد نہیں ہوتا' اس کو قطعی طور پر علم ہوتا ہے کہ اس نے نیکی کرنی ہے یا نہیں کرنی اور جو اس کا قطعی علم ہوتا ہے وہی تقدیر مبرم ہے' اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی' مثلاً اس کو علم ہے کہ اس بندہ نے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا ہے' اس لیے اس کی عمر ساٹھ سال ہوگی اور اس حدیث میں جو رزق بڑھانے یا عمر بڑھانے کا ذکر ہے' اس کا تعلق تقدیر معلق کے ساتھ ہے' تقدیر مبرم کے ساتھ نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٨ ص ٢١۔ ٢٠' دار الوفاء' ١٤١٩ھ)

صلہ رحم کی وجہ سے رزق میں اضافہ کے متعلق دیگر احادیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے اور اس کے رزق کو کشادہ کیا جائے اور اس کی دعا قبول کی جائے اور اس سے بُری موت کو دور کیا جائے' اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور رشتہ داروں سے میل جول رکھے۔ (مسند البزار: ٦٩٣' شعب الایمان: ٧٥٧٥' المعجم الاوسط: ٦٨٧٧۔ ٣٠٣٨' المستدرک ج ٤ ص ١٦٠' الکامل لابن عدی ج ٢ ص ١٥٥٣' مصنف عبد الرزاق: ٢٠٢٣٥' سنن ابن ماجہ: ٣٦٦٩)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے' خیانت کرنے اور جھوٹ بولنے کی آخرت میں اللہ تعالیٰ جتنی جلدی سزا دیتا ہے کسی اور گناہ کی سزا اتنی جلدی نہیں دیتا اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے کا اللہ تعالیٰ جتنی جلدی ثواب عطا فرماتا ہے' اتنی جلدی کسی اور نیکی کا ثواب عطا نہیں فرماتا حتیٰ کہ گھر والے جب رشتہ داروں سے نیک سلوک کریں' اس وقت وہ فقراء ہوتے ہیں تو ان کے اموال بڑھ جاتے ہیں اور ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔

(صحیح ابن حبان: ٤٥٦۔ ٤٥٥۔ ٤٤٠' مجمع الزوائد: ١٣٤٥٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو گھر والے بھی صلہ رحم کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کا رزق جاری کر دیتا ہے اور وہ اللہ کی پناہ میں رہتے ہیں۔

(المعجم الکبیر: ١١٢٩٥' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی عبید اللہ الولید الوصافی ضعیف ہے' مجمع الزوائد: ١٣٤٥٨)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: جس شخص کو سحری کے حصہ سے نواز دیا گیا' اس کو دنیا اور آخرت کی خیر سے حصہ دیا گیا اور رشتہ داروں سے میل جول رکھنا اور پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنا اور اچھے اخلاق سے پیش آنا' گھروں کو آباد رکھتے ہیں اور عمروں میں اضافہ کرتے ہیں۔ (مسند احمد ج ٦ ص ١٩٥' مسند ابو یعلیٰ: ٤٥٣٠' اس حدیث کے تمام راوی ثقات ہیں مگر عبد الرحمان بن القاسم کا حضرت عائشہ سے سماع ثابت نہیں ہے' مجمع الزوائد: ١٣٤٦٦)

Marfat.com

ہر چند کہ مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی سند میں ضعیف راوی ہے مگر فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔

١٤ - بَابُ شِرَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّسِيئَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھار پر خریدنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ادھار پر خریدنا ثابت ہے۔

٢٠٦٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ، فَقَالَ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ. [اطراف الحدیث: ۲۰۹۶-۲۲۰۰-۲۲۵۱-۲۲۵۲-۲۳۸۶-۲۵۰۹-۲۵۱۳-۲۹۱۶-۴۴۶۷] (صحیح مسلم: ۱۶۰۳، الرقم المسلسل: ۴۰۰۵، سنن نسائی: ۴۶۵۰-۴۶۰۹، سنن ابن ماجہ: ۲۴۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی کہ ہم نے ابراہیم نخعی کی مجلس میں ادھار خرید وفروخت میں سامان گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: مجھے اسود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مدتِ معینہ کے ادھار پر طعام خریدا اور اپنے لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معلّٰی بن اسد ابوالہیثم (۲) عبدالواحد بن زیاد (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابراہیم نخعی (۵) اسود بن یزید (۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ادھار خریدنے کا ذکر ہے۔

جس شخص کے پاس اکثر مال حرام ہو' اس سے معاملہ کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ادھار خریدنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے جَو ادھار خریدے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ادھار خریدنے کا ذکر قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ. (البقرہ: ۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے مال کو حرام کے ساتھ مخلوط کرتا ہو' اس سے خریدنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ یہود حرام کھاتے ہیں' یہود کے متعلق فرمایا:

سَمّٰعُونَ لِلْكَذِبِ أَكّٰلُونَ لِلسُّحْتِ. (المائدہ: ۴۲)

یہ جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں' اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی' اس کی تفصیل ہم اس سے پہلے کتاب الزکوۃ میں لکھ چکے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

Marfat.com

یہودیوں سے بیع وشراء کرنے اور ان سے قرض لینے کا جواز اور اس مسئلہ میں بحث ونظر ----------
اور جس شخص کے پاس اکثر مال حرام ہو اس کا طعام کھانے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے پاس اپنی زرہ کیوں گروی رکھی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو طعام کی شدید حاجت تھی اور آپ کے پاس گروی رکھنے کے لیے زرہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کو قرض طعام لینے کی ایسی کیا ضرورت تھی کہ آپ نے یہودی کے پاس زرہ گروی رکھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو اپنے اہل کے لیے طعام کی ضرورت تھی' اس لیے آپ نے زرہ گروی رکھ کر ادھار طعام خریدا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے بیانِ جواز کے لیے ایسا کیا ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آپ اپنے اہل کو ایک سال کا طعام مہیا کر دیتے تھے اور وہ طعام گھر میں ذخیرہ ہوتا تھا' پھر آپ کو قرض طعام لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس طعام کے ذخیرہ کے ختم ہونے کے بعد آپ کے گھر والوں کو طعام کی ضرورت پیش آئی ہو' دوسرا جواب یہ ہے: آپ کے پاس اچانک رات کو مہمان آ گیا تھا' اس وجہ سے آپ کو طعام کی ضرورت پیش آ گئی تھی' پھر بعد میں حضرت ابوبکر نے فدیہ دے کر آپ کی زرہ چھڑالی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ اس سوال کا بہتر جواب یہ ہے کہ آپ فتوحات کی کثرت اور خمس اور مال فئے کے زیادہ آنے کے بعد ازواجِ مطہرات کو ایک سال کا غلہ فراہم کرتے تھے اور اس سے پہلے تو آپ کے اہل پر ایسے دن بھی آتے تھے کہ مسلسل دو دن آپ کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا اور یہ ادھار گندم خریدنے کا واقعہ بھی ایسے ہی دنوں کا تھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابِ ثروت اور مال دار صحابہ سے قرض کیوں نہیں لیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اصحاب بعد میں آپ کو اس قرض سے بَری کر دیتے تو ان کا آپ کے اوپر احسان ہوتا' اس سے بچنے کے لیے آپ نے یہودی سے قرض لیا۔

میں کہتا ہوں: اس کا بہتر جواب یہ ہے کہ آپ نے یہودی سے قرض اس لیے لیا تاکہ امت کو یہ معلوم ہو کہ کافروں سے خرید و فروخت کرنا جائز ہے اور کوئی چیز گروی رکھ کر قرض لینا جائز ہے کیونکہ کوئی مسلمان تو کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ آپ اس کے پاس گروی رکھ کر قرض لیں اور رہا علامہ عینی کا یہ کہنا کہ آپ اپنے اوپر کسی صحابی کا احسان نہیں چاہتے تھے' یہ اس لیے غلط ہے کہ صحابہ آپ کی خدمت میں ہدایا پیش کرتے رہتے تھے اور وہ اس کو آپ پر احسان نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ اپنے اوپر آپ کا احسان سمجھتے تھے کہ آپ نے ان کے ہدایا کو قبول فرما لیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جس شخص کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس کا اکثر مال حرام ہے' اس سے معاملہ کرنا ممنوع ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی سے معاملہ کیوں کیا' جب کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہودی بہت حرام کھانے والے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معاملہ اس وقت ممنوع ہے جب کہ آدمی کو یقین ہو کہ جو چیز وہ لے رہا ہے وہ بعینہٖ حرام ہے اور آپ کو علم تھا کہ آپ جو چیز لے رہے ہیں وہ بعینہٖ حرام نہیں ہے' علاوہ ازیں اس وقت مدینہ میں یہودی ہی چیزیں فروخت کرنے والے تھے اور تمام چیزیں ان کے پاس مہیا اور میسر تھیں اور اس دور میں تنگ وقت تھا اور اس یہودی کے علاوہ اور کسی کے پاس جَو کی خریداری میسر نہیں تھی۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے' صحیح بات وہ ہے جو علامہ ابن بطال نے لکھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عمل سے اس مسئلہ کی تعلیم دی کہ یہودیوں سے اور کافروں سے خرید وفروخت جائز ہے اور جس کا اکثر مال حرام ہو اس سے بھی خرید و

Marfat.com

فروخت اور دیگر معاملات کرنا جائز ہیں' اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد شہید ہوئے تو وہ اپنے اوپر ایک یہودی کا تیس وسق (سات ہزار دو سو کلو) کھجوروں کا قرض چھوڑ گئے تھے' حضرت جابر نے اس یہودی سے قرض کی ادائیگی میں مہلت طلب کی لیکن وہ نہیں مانا' پھر حضرت جابر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ اس یہودی (ابوشحم) سے مہلت دینے کی سفارش کریں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس یہودی سے فرمایا کہ جابر کے باغ کے پھل جتنے بھی ہیں' وہ اپنے اس قرض کے عوض وصول کر لے جو جابر کے والد پر ہے' اس یہودی نے اس سے بھی انکار کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس باغ میں داخل ہوئے اور اس میں چلتے رہے' پھر آپ نے حضرت جابر سے فرمایا: باغ کے پھل توڑ کر اس یہودی کا قرض ادا کرو' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو حضرت جابر باغ کی کھجوریں توڑ کر اس یہودی کا تیس وسق قرض ادا کر چکے تھے اور ابھی اس باغ میں سترہ وسق کھجوریں باقی تھیں' حضرت جابر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تاکہ آپ کو آپ کے اس معجزہ کی خبر دیں' اس وقت آپ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت جابر نے آپ کو بتایا کہ اس یہودی کا قرض ادا ہو گیا اور سترہ وسق کھجوریں پھر بھی بچ رہیں' آپ نے فرمایا: یہ ابن خطاب کو بھی بتاؤ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بتانے گئے تو حضرت عمر نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس باغ میں چل رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور بہ ضرور اس باغ میں برکت فرمائے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۹۶' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۴' سنن نسائی: ۳۶۴۲' سنن ابن ماجہ: ۲۴۳۴)

اس باغ کی کھجوریں ۳۰ وسق سے بہت کم تھیں ورنہ وہ یہودی پہلے ہی اس باغ کی کھجوریں اپنے قرض میں قبول کر لیتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس باغ میں چلنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس باغ کی کھجوریں اتنی زیادہ کر دیں کہ اس یہودی کا قرض بھی ادا ہو گیا اور سترہ وسق کھجوریں پھر بھی بچ گئیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر سے کہا: اس برکت کی خبر ابن الخطاب کو بھی دینا' اس سے معلوم ہوا کہ اپنے کمال کی خبر اپنے احباب کو بھی سنانی چاہیے تاکہ وہ بھی خوش ہوں اور ان کا ایمان تازہ ہو اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام یہودیوں سے خرید و فروخت کرتے تھے اور ان سے قرض لیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مقرر رکھا ہوا تھا اور اس سے علامہ ابن بطال کی مزید تائید ہوتی ہے۔

اس بحث کے اخیر میں علامہ بدر الدین عینی بھی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدت معین تک ادھار بیع کرنا جائز ہے اور چونکہ البقرہ: ۲۸۲ میں اس کا ذکر ہے' اس لیے یہ عزیمت ہے اور اس کے رخصت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے خرید و فروخت کرنا جائز ہے اور ان سے قرض لینا بھی جائز ہے اگرچہ وہ سود کھاتے ہیں لیکن ان سے خرید و فروخت کرنے کی اور ان کا طعام کھانے کی ہم کو اجازت دی گئی ہے اور ان کا طعام ہمارے لیے مباح ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہتھیاروں کو رہن رکھنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۲۔ ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۰۲۔ ج ۴ ص ۱۳۴۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: کافروں سے کاروباری معاملہ کرنے کا جواز۔

Marfat.com

٢٠٦٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ (ح). وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ أَبُو الْيَسَعِ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ مَشَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيرًا لِأَهْلِهِ وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعُ بُرٍّ وَلَا صَاعُ حَبٍّ وَإِنَّ عِنْدَهُ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ.

[طرف الحدیث:٢٥٠٨] (سنن نسائی:٤٦٢٤ 'سنن ابن ماجہ:٢٤٣٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ (ح) اور مجھے محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسباط ابو الیسع البصری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام الدستوائی نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جَو کی روٹی اور بد بودار چربی (بہ طور سالن) لے کر گئے اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی اور آپ نے اس یہودی سے اپنے گھر والوں کے لیے جَو خریدا تھا اور میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر کوئی ایسی شام نہیں آئی جس میں ان کے پاس ایک صاع (چار کلوگرام) گندم یا ایک صاع کوئی اور غلہ ہو اور اس وقت آپ کے پاس نو (٩) ازواج تھیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراہیدی القصاب (٢) ہشام الدستوائی (٣) محمد بن عبد اللہ بن حوشب (٤) اسباط ابو الیسع۔

(عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٦٢)

مشکل الفاظ کے معانی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی ترغیب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''اهالة'' کا لفظ ہے' داؤدی نے کہا کہ اس کا معنی سرین ہے' المحکم میں مذکور ہے کہ اس کا معنی پگھلی ہوئی چربی ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی چربی اور زیتون کا تیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تیل بہ طور سالن ہے' خلیل نے کہا: اس کا معنی ہے: سرین کے ٹکڑے کر کے ان کو پگھلا لیا جائے۔

نیز اس حدیث میں ''سنخة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جو چیز عرصہ تک رکھی رہنے سے بد بودار ہو گئی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ دنیا کی بہت کم چیزوں کو استعمال کرتے تھے اور یہ آپ کا اختیاری امر تھا ورنہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمادی تھیں لیکن آپ زہد کو اختیار کرتے تھے' اور مساکین کی ہیئت اور وضع پر راضی تھے تا کہ آپ کا درجہ زیادہ بلند ہو اور اللہ تعالیٰ کے کلیم حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے کہا:

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌO (القصص:٢٤)

اے میرے رب! بے شک میں اس خیر کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی ہےO

اس آیت میں خیر سے مراد روٹی کا ایک ٹکڑا ہے جس کی آپ کو خواہش تھی۔

امام بیہقی نے حسن بصری سے مرسلاً روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جَو کی روٹی اور پرانی چربی کھانے کے لیے بلایا گیا تو آپ نے اس دعوت کو قبول فرمالیا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ معزز عالم کو چاہیے کہ اپنی ضرورت کی چیزیں خود خریدا کرے' خواہ اس کے خدمت گار لوگ موجود ہوں کیونکہ تمام صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت کے کام کرنے پر بہت حریص تھے کیونکہ وہ آپ کی خوشنودی اور اجر آخرت کے اشتیاق میں آپ کے تمام کام کرنا چاہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۲۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵ - بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ — آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور کمانا

اس باب میں امام بخاری نے اپنے ہاتھ سے کام کرنے اور عمل کرنے کی فضیلت بیان کی ہے۔

۲۰۷۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُونَةِ أَهْلِي، وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ، وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے کہا: میری قوم کو علم ہے کہ میرا پیشہ میرے گھر والوں کی کفالت کے لیے ناکافی نہیں ہے اور اب میں مسلمانوں کے کار خلافت میں مشغول ہو گیا ہوں' لہٰذا اب ابوبکر کے اہل و عیال اس بیت المال سے کھائیں گے اور ابوبکر مسلمانوں کے بیت المال کے مال سے تجارت کرتا رہے گا۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور کمانا افضل ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کپڑوں کی گٹھڑی اٹھا کر کپڑے بیچتے پھرتے تھے اور اگر اپنے ہاتھ سے کام کر کے کمانا افضل نہ ہوتا تو حضرت ابوبکر یہ افسوس نہ کرتے کہ اب ان کو بیت المال سے رقم لے کر اپنے گھر کا خرچ چلانا پڑے گا۔

بیت المال سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وظیفہ کے متعلق متعدد روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کو ہر روز بیت المال سے ایک بکری دی جاتی تھی اور خلیفہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر صبح اور شام میں اپنی مجلس میں حاضر ہونے والے کو کھانا کھلاتا تھا۔

امام ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ یہ مرسل روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا تو وہ صبح کو اپنے سر پر کپڑوں کی گٹھڑی رکھ کر بازار میں فروخت کرنے کے لیے گئے' پھر ان کی حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی' انہوں نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں حالانکہ آپ مسلمانوں کے امیر بنا دیئے گئے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں اپنے گھر والوں کو کہاں سے کھلاؤں گا' ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کرتے ہیں' پھر انہوں نے آپ کے لیے ہر روز نصف بکری کا تقرر کیا۔

Marfat.com

الطبقات میں حمید بن ہلال سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضرت ابوبکر کے لیے اتنا وظیفہ مقرر کرو جو ان کے لیے کافی ہو' تو انہوں نے کہا: ہاں! ان کے لیے دو چادریں ہوں' جب وہ پرانی ہو جائیں تو ان کی مثل اور دو چادریں لے لیں اور جب وہ سفر کریں تو ان کے لیے سواری ہو اور ان کے گھر والوں کو اتنا خرچ دیا جائے جتنا وہ خلیفہ بننے سے پہلے خرچ کرتے تھے تو حضرت ابوبکر نے کہا: میں اس پر راضی ہوں۔

میمون نے کہا: جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو ان کے لیے اڑھائی ہزار درہم مقرر کیے گئے' پھر اس میں پانچ سو دراہم کا اضافہ کر دیا گیا اور جب حضرت ابوبکر کی وفات ہوئی تو انہوں نے بیت المال سے جو کچھ خرچ کیا تھا تو وہ سات ہزار درہم تھے تو حضرت ابوبکر نے حکم دیا کہ ان کے مال میں سے سات ہزار درہم بیت المال میں داخل کر دیے جائیں۔

امام ابن سعد اور امام ابن المنذر رنے سند صحیح کے ساتھ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں ان کی وفات ہو گئی تو انہوں نے کہا: دیکھو! جب سے میں خلیفہ بنایا گیا ہوں تو میرے مال میں جس قدر اضافہ ہوا ہے' اسے میرے بعد والے خلیفہ کے پاس بھیج دو' پھر جب ہم نے غور کیا تو ایک غلام تھا جو بچوں کو اٹھاتا تھا اور ایک اونٹ تھا' جس سے باغ میں پانی دیا جاتا تھا' ہم نے وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے تو حضرت عمر نے کہا: ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو' انہوں نے (خلافت کو) اپنے بعد والوں کے لیے بہت مشکل کام بنا دیا ہے۔

پاکیزہ کمائی اور ہاتھ کے کام کی فضیلت میں احادیث

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے افضل روزی وہ ہے جس کو کوئی شخص اپنے ہاتھ کی محنت سے حاصل کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی کمائی پاکیزہ اور افضل ہے تو آپ نے فرمایا: انسان اپنے ہاتھ سے جو کام کرے اور ہر نیک کام۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۱' المعجم الکبیر: ۴۴۱۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۳)

امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ سب سے پاکیزہ کھانا جو شخص کھاتا ہے' یہ وہ ہے جو اس کے کسب سے ہے۔ (سنن نسائی: ۴۴۵۹)

امام ابوداؤد نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پاکیزہ کھانا جو تم کھاتے ہو' یہ وہ ہے جو تمہارے کسب اور کمائی سے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۲۸' سنن ترمذی: ۱۳۵۸' سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۰)

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۲۰۷۱ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الْاَسْوَدِ' عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَّالَ اَنْفُسِهِمْ وَكَانَ يَكُوْنُ لَهُمْ اَرْوَاحٌ' فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ. رَوَاهُ هَمَّامٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از عروہ' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اپنے معاش کے لیے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور محنت مشقت کے کام کرنے کی وجہ سے ان سے پسینہ کی بو آتی تھی تو ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہوگا۔ اس حدیث کی روایت ہمام نے از ہشام از والد

خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۷۲ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ، وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی از ثور از خالد بن معدان از حضرت مقدام رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: کسی شخص نے اس سے بہتر طعام نہیں کھایا جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے کمایا ہو اور بے شک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التمیمی الفراء ابو اسحاق الرازی (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق' ان کا نام عمرو بن عبد اللہ ہمدانی ہے (۳) ثور بن یزید شامی حمصی حافظ' یہ منکر تقدیر تھے' ان کو حمص سے نکال دیا گیا اور وہاں ان کا گھر جلا دیا گیا' پھر یہ بیت المقدس روانہ ہو گئے اور وہیں ۱۵۰ھ میں ان کی وفات ہو گئی (۴) خالد بن معدان کلاعی ابو عبد اللہ' یہ ایک دن میں چالیس ہزار بار سبحان اللہ پڑھتے تھے' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر صحابہ سے ملاقات کی ہے' ان کی وفات ۱۰۳ یا ۱۰۴ھ میں بطرطوس میں ہوئی تھی (۵) حضرت مقدام بن معدی کرب کندی' یہ ۸۷ھ میں حمص میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۶)

اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کی فضیلت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہاں حضرت داؤد علیہ السلام کے خصوصی ذکر کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کسی فقر یا حاجت کی وجہ سے اپنی روزی نہیں کماتے تھے کیونکہ وہ اپنے ملک میں خلیفہ تھے بلکہ وہ افضل طریقہ پر عمل کرنے کے لیے کماتے تھے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ضمن میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا ہے کہ بہترین روزی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

قرآن مجید میں ذکر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہ بناتے تھے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار سے قتال کرتے تھے اور اس سے جو خمس حاصل ہوتا تھا اور مال فئے سے جو آمدنی ہوتی تھی' اس سے اپنا خرچ اٹھاتے تھے اور اپنے طعام کے لیے اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں کس طرح کام کرتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر کے کام کرتے رہتے تھے اور جب نماز کی اقامت ہوتی تو نماز کی طرف چلے جاتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ' انہوں نے کہا:

Marfat.com

وَسَلَّمَ اَنَّ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ. [اطراف الحدیث: ٣٤١٧-٤٧١٣]

ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے حضرت داؤد علیہ السلام کی سوانح میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر قراءت میں تخفیف کر دی گئی تھی' آپ اپنی سواری پر زین ڈالنے کا حکم دیتے اور زین ڈالنے سے پہلے زبور ختم کر لیتے تھے اور آپ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١١ص ٢٦٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٠٧٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِي عُبَيْدٍ، مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّحْتَطِبَ اَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهٖ، خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّسْاَلَ اَحَدًا، فَيُعْطِيَهٗ اَوْ يَمْنَعَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابی عبید مولیٰ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے' پھر وہ اس کو دے یا منع کر دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٧٠ میں گزر چکی ہے۔

٢٠٧٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ اَحْبُلَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی رسیوں کو اٹھائے اور ان میں لکڑیاں باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٧١ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابُ السُّهُوْلَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ، وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِيْ عَفَافٍ

خرید و فروخت میں سہولت اور فیاضی سے کام لینا اور اپنے حق کا مطالبہ پاکیزگی سے کرنا

اس باب کے عنوان میں سہولت کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: آسانی' اور ''سماحة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سخاوت' اور ''عفاف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حرام کام سے اپنے آپ کو روکنا۔

٢٠٧٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث

Marfat.com

غَسَّانَ، مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ، وَاِذَا اشْتَرٰى، وَاِذَا اقْتَضٰى. (سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۳)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت نرمی اور فیاضی سے کام لیتا ہے۔

باب مذکور کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو نرمی سے فروخت کرتا ہے اور نرمی سے خریدتا ہے اور نرمی سے تقاضا کرتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۳۱۹ دارالمعرفہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے ایک شخص کو بخش دیا، جو نرمی سے فروخت کرتا تھا اور نرمی سے خریدتا تھا اور نرمی سے تقاضا کرتا تھا۔ (سنن ترمذی: ۱۳۲۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۰)

۱۷ - بَابُ مَنْ اَنْظَرَ مُوْسِرًا — جو شخص کسی مال دار کو مہلت دے

اس باب میں مال دار کو مہلت دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، فقہاء نے مال دار کے تین مرتبے بیان کیے ہیں:

(۱) جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ مال سارا سال اس کے پاس رہے۔

(۲) جس شخص کے پاس عید اور قربانی کے دن اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، خواہ سارا سال اس کے پاس اتنا مال نہ رہے اور وہ شخص زکوٰۃ لینے کا مستحق نہ ہو، زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جس کے پاس اس کی ضروریات سے زائد دو سو درہم (جو دسمبر ۲۰۰۷ء میں تقریباً ۱۸ ہزار روپے ہیں) کے برابر مال ہو یا اس کے پاس ساڑھے سات تولہ یا اس سے زائد سونا ہو یا ساڑھے باون تولہ یا اس سے زائد چاندی ہو، ایسا شخص صاحب نصاب ہے، وہ زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہے اور جس کے پاس اتنا مال نہ ہو، وہ اپنی ضرورت کے وقت زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

(۳) جس شخص کے لیے سوال کرنا حرام ہو، ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس پچاس درہم ہوں یعنی آج کل کے اعتبار سے تقریباً ساڑھے چار ہزار (۴,۵۰۰) روپے ہوں، اور عام علماء کا قول یہ ہے کہ جس کے پاس ایک دن کی خوراک ہو اور اس کے پاس ستر پوشی کے لیے کپڑے ہوں، اس کے اوپر سوال کرنا حرام ہے، اسی طرح جو فقیر تندرست اور توانا ہو اور وہ کام کرنے پر قادر ہو، اس کے لیے بھی سوال کرنا حرام ہے۔

۲۰۷۷ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ اَنَّ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ قَالَ حَدَّثَهُ اَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوْحَ رَجُلٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. قَالُوْا اَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُ فِتْيَانِيْ اَنْ يُّنْظِرُوْا وَيَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ، قَالَ فَتَجَاوَزُوْا عَنْهُ. وَقَالَ اَبُوْ مَالِكٍ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی کہ ربعی بن حراش نے کہا: انہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے ایک آدمی کی روح سے فرشتوں نے ملاقات کی انہوں نے پوچھا: کیا تم نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا: میں اپنے نوکروں سے کہتا تھا کہ جو مال دار

عَنْ رِبْعِيٍّ كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوسِرِ، وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ. وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ. وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ أُنْظِرُ الْمُوسِرَ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ. وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ.

[اطراف الحدیث:۲۳۹۱۔۳۴۵۱] (صحیح مسلم:۱۵۶۰، الرقم المسلسل: ۳۸۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۰)

(میرے مقروض) ہوں ان سے درگزر کرنا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر فرشتوں نے بھی اس سے درگزر کی۔ ابو مالک نے ربعی سے روایت کی ہے کہ میں خوش حال لوگوں سے نرمی کرتا تھا اور تنگ دست لوگوں کو مہلت دیتا تھا۔ شعبہ نے ابو مالک کی متابعت کی ہے از عبد الملک از ربعی' اور ابو عوانہ نے کہا از عبد الملک از ربعی: میں خوش حال کو مہلت دیتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا اور نعیم بن ابی ہند نے کہا از ربعی: پس میں خوش حال سے قبول کر لیتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس' یہ احمد بن عبد اللہ بن یونس بن قیس ابو عبد اللہ تمیمی یربوعی ہیں (۲) زہیر بن معاویہ ابو خیثمہ جعفی (۳) منصور بن معتمر ابو عتاب سلمی (۴) ربعی بن حراش (۵) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ میں اپنے نوکروں کو حکم دیتا تھا کہ وہ مال دار (مقروض) سے درگزر کریں۔

اللہ تعالیٰ کا قلیل نیکی کو قبول فرمالینا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بندے کی بہت قلیل نیکی بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس بندہ کے گناہ بخش دیتا ہے جب کہ اس بندہ نے اس نیکی میں اخلاص سے اللہ کے لیے نیت کی ہو اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے وہ نیک کام کیا ہو تو وہ اکرم الاکرمین ہے اور وہ اپنے بندہ کو اپنی رحمت سے نامراد نہیں کرتا۔ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ۝ (الحدید:۱۱)

کوئی ہے جو اللہ کو قرضِ حسن دے تو اللہ اس قرض کو اس کے لیے بڑھاتا رہے اور اس کے لیے عزت والا اجر ہے ۝

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے ایک شخص کا حساب لیا گیا تو اس کی نیکیوں میں اس کے سوا اور کوئی نیکی نہیں تھی کہ وہ مال دار آدمی تھا اور لوگوں سے مل جل کر رہتا تھا اور وہ اپنے نوکروں کو یہ حکم دیتا تھا کہ وہ تنگ دست (مقروض) سے درگزر کریں تو اللہ عزوجل نے فرمایا: ہم اس سے زیادہ درگزر کرنے کے حق دار ہیں' اس سے درگزر کرو۔

(سنن ترمذی: ۱۳۰۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۰) (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۸۵۔ ج ۴ ص ۲۸۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:
قرض معاف کرنے کے مسائل اور فضائل۔

۱۸ - بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا
جس نے تنگ دست کو مہلت دی

اس باب میں تنگ دست کو مہلت دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۰۷۸ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہشام بن عمار نے حدیث

بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَاٰى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهٖ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ، لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ. [طرف الحدیث: ٣٤٨٠]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زبیدی نے حدیث بیان کی از زہری از عبید اللہ بن عبد اللہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: ایک تاجر لوگوں کو قرض دیتا تھا، پس جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے نوکروں سے کہتا: اس سے درگزر کرو شاید اللہ ہم سے درگزر کرے، پس اللہ نے اس سے درگزر کر لیا۔

(صحیح مسلم: ١٥٦٢، الرقم المسلسل: ٣٨٨٩، سنن نسائی: ٤٦٩٥، شعب الایمان: ١١٢٤٦، شرح السنۃ: ٩: ٢١٣٩، مسند ابو داؤد الطیالسی: ٢٥١١، صحیح ابن حبان: ٥٠٤٢، سنن بیہقی ج ٥ ص ٣٥٦، مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٣، مسند احمد: ٧٥٧٩۔ ج ١٣ ص ٢٤، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا تو وہ اپنے نوکروں سے کہتا: اس سے درگزر کرو۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرہ ابو الولید السلمی، یہ ٢٤٥ھ میں فوت ہو گئے تھے، امام بخاری نے کہا کہ میرا خیال ہے یہ دمشق میں فوت ہوئے تھے (٢) یحییٰ بن حمزہ حضرمی ابو عبد الرحمان قاضی دمشق، یہ وہاں مستقل قاضی رہے، حتیٰ کہ ١٨٣ھ میں فوت ہو گئے، ان کی ولادت ١٠٣ھ میں ہوئی تھی (٣) الزبیدی، ان کا نام محمد بن الولید بن عامر ابو ہذیل ہے (٤) محمد بن مسلم زہری (٥) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٧٣)

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے بندوں میں سے ایک بندہ لایا گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا تھا، پس اس سے پوچھا: تم نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اور فرمایا: وہ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے (النساء: ٤٢) وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اپنا مال عطا فرمایا، میں لوگوں کو اپنا مال فروخت کرتا تھا اور میرا طریقہ درگزر کرنا تھا، میں مال دار کے لیے آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس چیز کے زیادہ حق دار ہیں، میرے اس بندے سے درگزر کرو۔
(صحیح مسلم: ١٥٦٠، الرقم المسلسل: ٣٨٨٧)

عبد اللہ بن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مقروض کو طلب کیا، وہ ان سے چھپ گیا، پھر وہ ان کو مل گیا تو اس نے کہا: میں تنگ دست ہوں، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اس نے کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ اللہ اس کو قیامت کے دن کی تکلیفوں سے نجات دے، اس کو چاہیے کہ وہ کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔ (صحیح مسلم: ١٥٦٣، الرقم المسلسل: ٣٨٩١)

ابو الیسر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا، اللہ اس کو اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا۔

(الآحاد والمثانی: ١٩١٥، مسند احمد ج ٣ ص ٤٢٧، سنن دارمی: ٢٥٨٨، المعجم الکبیر: ٣٧٢، ج ١٩، صحیح ابن حبان: ٥٠٤٤، المستدرک ج ٢ ص ٢٩

Marfat.com

٢٨' سنن ابن ماجہ: ٢٤١٩' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٢٦٠٨' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٢١٦٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: ایک شخص لوگوں کو قرض دیتا تھا اور ان کو چیزیں فروخت کرتا تھا اور اس کا ایک منشی تھا جو لوگوں سے درگزر کرتا تھا' اس کے پاس تنگ دست اور مہلت طلب کرنے والے آتے تھے' پس وہ کہتا تھا کہ کھاؤ اور مہلت دو اور اس دن کی وجہ سے درگزر کرو' جس دن ہم سے درگزر کیا جائے گا' اس نے اللہ سے ملاقات کی اور اس نے اس کے علاوہ اور کوئی نیک کام نہیں کیا تھا' پس اللہ نے اس کو بخش دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٢٦١٠' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٢١٧١' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٣٨٨٨۔ ج ٤ ص ٢٨٨ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٩ - بَابٌ إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا

جب فروخت کرنے والا اور خریدنے والا عیب نہ چھپائیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جب بیچنے والا اس چیز کے عیب کو ظاہر کر دے جس کو وہ بیچ رہا ہے اور خریدنے والا بیان کر دے کہ وہ اس چیز کی جو قیمت دے رہا ہے اس میں کیا نقص اور کمی ہے تو پھر ان کی اس خرید و فروخت میں برکت دی جاتی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ كَتَبَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَا اشْتَرٰى مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ' بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ' لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ.

اور العداء بن خالد سے یہ روایت ذکر کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ بیع نامہ لکھ کر دیا: یہ وہ وثیقہ ہے جس کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے العداء بن خالد سے خریدا' یہ مسلمان کی مسلمان سے بیع ہے' اس میں نہ کوئی عیب ہے نہ کوئی حرام چیز ہے' نہ کوئی گناہ ہے۔

اس تعلیق کی اصل' سنن ترمذی: ١٢٢٠' سنن ابن ماجہ: ٢٢٥١ (دار الفکر) میں ہے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ الْغَائِلَةُ الزِّنَا وَالسَّرِقَةُ وَالْإِبَاقُ.

قتادہ نے کہا: ''غائلۃ'' کا معنی زنا اور چوری اور غلام کا بھاگ جانا ہے۔

اس تعلیق کو ابن مندہ نے اصمعی کی سند سے موصولاً بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٧٦)

وَقِيْلَ لِإِبْرَاهِيْمَ إِنَّ بَعْضَ النَّخَّاسِيْنَ يُسَمِّي اٰرِيَّ خُرَاسَانَ وَسِجِسْتَانَ' فَيَقُوْلُ جَاءَ أَمْسِ مِنْ خُرَاسَانَ' جَاءَ الْيَوْمَ مِنْ سِجِسْتَانَ' فَكَرِهَهُ كَرَاهَةً شَدِيْدَةً.

ابراہیم نخعی سے کسی نے کہا کہ بعض دلال اپنے (اصطبل کے نام) آری خراسان اور بجستان رکھتے ہیں اور (دھوکا دینے کے لیے) کہتے ہیں کہ (فلاں جانور) کل خراسان سے آیا تھا اور آج بجستان سے آیا ہے تو ابراہیم نخعی کو یہ بہت ناگوار ہوا۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٧٧)

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يَبِيْعُ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً إِلَّا أَخْبَرَهُ.

اور عقبہ بن عامر نے کہا: کسی شخص کے لیے ایسا سودا بیچنا جائز نہیں جس کے متعلق اس کو معلوم ہو کہ اس میں کوئی عیب ہے مگر اس پر لازم ہے کہ وہ اس عیب کی خبر دے۔

اس تعلیق کے موافق' صحیح مسلم: ١٤١٤' اور سنن ابن ماجہ: ٢٢٤٦ میں حدیث ہے اور درج ذیل حدیث بھی اس کے موافق ہے:

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کوئی

Marfat.com

عیب والی چیز بیچی اور اس کا عیب بیان نہیں کیا تو وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضی میں رہے گا اور ہمیشہ فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۷)

۲۰۷۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهُ إِلَى حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

[اطراف الحدیث: ۲۰۸۲-۲۱۰۸-۲۱۱۰-۲۱۱۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از صالح ابی الخلیل از عبداللہ بن حارث انہوں نے اس کو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ کی طرف رفع کیا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خریدار اور بیچنے والے کو اس وقت تک (بیع مسترد کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں یا فرمایا: حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں پس اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیب) بیان کردیں تو ان کی بیع میں برکت دی جائے گی اور اگر وہ (عیب) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۱۵۳۲ الرقم المسلسل: ۳۷۴۹ سنن ابوداؤد: ۳۴۵۹ سنن ترمذی: ۱۲۴۶ سنن نسائی: ۴۴۶۴-۴۴۵۷ المعجم الکبیر: ۳۱۰۰ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۷ مصنف عبدالرزاق: ۱۴۲۱۲ صحیح ابن حبان: ۴۹۰۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۲۴ سنن کبریٰ: ۶۰۵۶ سنن دارمی ج ۲ ص ۲۵۰ مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۲ طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۳۱۴ ج ۲۴ ص ۳۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سلیمان بن حرب ابوایوب الواشحی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) صالح بن ابی مریم ابو الخلیل ضبعی (۵) عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ابومحمد ہاشمی (۶) حکیم بن حزام الاسدی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۷)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیب) بیان کردیں تو ان کی بیع میں برکت دی جائے گی۔

مجلس میں بیع فسخ کرنے کے اختیار اور عدم اختیار میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: خریدار اور بیچنے والے کو اس وقت تک (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں۔ اس کی تاویل میں فقہاء کا اختلاف ہے ابراہیم نخعی ثوری امام مالک امام ابوحنیفہ اور امام محمد بن الحسن نے کہا کہ تفرق سے مراد تفرق بالاقوال ہے پس جب بیچنے والے نے کہا: میں نے یہ چیز اتنے میں بیچ دی اور خریدار نے کہا: میں نے اس قیمت پر خرید لی یا میں نے اس کو قبول کرلیا تو ان دونوں کے اقوال متفرق ہو گئے اور اب ان میں سے کسی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہا یا کوئی شرط لگانے کا اختیار نہیں رہا اور امام ابویوسف عیسیٰ بن ابان اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جس تفرقہ سے اختیار منقطع ہو جاتا ہے وہ بدنوں اور جسموں کا تفرقہ ہے یعنی جب ایک آدمی نے کہا: میں نے یہ چیز اتنے میں بیچ دی تو خریدنے والا اس وقت تک قبول کرسکتا ہے جب تک بیچنے والا مجلس سے جدا نہ ہو جائے۔

Marfat.com

سعید بن مسیب' زہری' عطاء بن ابی رباح' اوزاعی' حسن بصری' امام شافعی' امام احمد اور اہل ظاہر کا یہی موقف ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد ایجاب اور قبول سے مکمل ہو جاتا ہے اور وہ سودا خریدار کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے اور اب ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے مجلس کا اختیار دوسرے کے حق کو باطل کرنے کو مستلزم ہے اور یہ نبی ﷺ کی اس حدیث کے منافی ہے:

لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام. اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی خود ضرر اٹھائے نہ دوسرے کو ضرر پہنچائے۔

(سنن ابن ماجہ:۲۳۴۱)

اور قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ. اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ سوا اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔

(النساء:۲۹)

تجارت میں باہمی رضامندی سے ایک دوسرے کا مال کھانا جائز ہے اور خرید و فروخت بھی تجارت ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب نفس عقد (یعنی ایک فریق نے کہا: میں نے یہ چیز بیچ دی' اور دوسرے نے کہا: میں نے خرید لی) سے بیع مکمل ہو گئی اور خریدار کے لیے بیع میں تصرف جائز ہو گیا تو اس کے بعد انقطاع مجلس تک کسی ایک کے لیے بیع فسخ کرنے کا جواز اس آیت کے منافی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ. (المائدہ:۱) اے ایمان والو! اپنے عہد پورے کرو۔

جب بیچنے اور خریدنے کا عقد ہو جائے تو اس آیت کے حکم سے اس عقد کو پورا کرنا واجب ہے اور عقد کی مجلس میں اس عقد کو توڑنے کا اختیار اس حکم کے خلاف ہے' لہٰذا ان آیتوں سے واضح ہو گیا کہ بیع اور شراء کے عقد کے بعد بیع لازم ہو جاتی ہے اور مجلس عقد میں اس بیع کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۷۴۲۔ ج ۴ ص ۱۶۹ میں ہے' اس حدیث کی شرح میں خیار مجلس میں مذاہب بیان کیے گئے ہیں اور فقہاء احناف کی تائید کی گئی ہے۔

۲۰ - بَابُ بَیْعِ الْخَلْطِ مِنَ التَّمْرِ مختلف اقسام کی کھجوروں کو ملا کر بیچنے کا شرعی حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مختلف اقسام کی کھجوروں کو ملا کر فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۰۸۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ' عَنْ یَحْیٰی' عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ' وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ' وَكُنَّا نَبِیْعُ صَاعَیْنِ بِصَاعٍ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا صَاعَیْنِ بِصَاعٍ' وَلَا دِرْهَمَیْنِ بِدِرْهَمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں متعدد اقسام کی کھجوریں ملی ہوئی دی جاتی تھیں اور ہم دو صاع (آٹھ کلو) کھجوریں ایک صاع (چار کلو) کے بدلہ میں بیچتے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: دو صاع کو ایک صاع کے بدلہ میں فروخت نہ کرو اور نہ دو درہموں کو ایک درہم کے بدلہ میں فروخت کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۵۹۵' الرقم المسلسل: ۳۹۷۶' سنن نسائی: ۴۵۵۵' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۶' تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۷۶' مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۹۱'

سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹۱' شرح مشکل الآثار: ۶۱۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۴۵۷۔ ج ۱۸ ص ۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہم دو صاع کھجوروں کو ایک صاع کھجوروں کے بدلہ میں فروخت کرتے تھے۔

اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنے میں مذاہب اور مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی فقہ یہ ہے کہ تمام کھجوروں کی ایک جنس ہے خواہ ردی ہوں یا عمدہ ہوں اور ان میں سے کسی قسم کو بھی اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا ممنوع ہے اور کھجوروں کے حکم میں باقی کھانے کی چیزیں بھی داخل ہیں' لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ کسی ایک جنس کے طعام کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے نہ ادھار اور جب دو جنسیں مختلف ہوں تو ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے مگر ادھار کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے' امام مالک کے نزدیک یہ حکم اس طعام کا ہے جو خوراک بننے کی صلاحیت رکھتا ہو' اور امام شافعی کے نزدیک یہ حکم ہر طعام کو شامل ہے خواہ وہ خوراک ہو یا نہ ہو اور فقہاء احناف کے نزدیک یہ حکم ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی وزن کے ساتھ بیع کی جاتی ہو یا پیمانہ کے ساتھ ماپ کر۔

اور اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس شخص کو کسی کام کے حرام ہونے کا علم نہ ہو تو علم سے پہلے اس کام کے کرنے کا کوئی گناہ نہیں ہے حتیٰ کہ اس کو علم ہو جائے اور جب کوئی بیع حرام طریقہ سے ہو تو وہ فسخ اور مردود ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے طریقہ کے خلاف کوئی کام کیا تو وہ مردود ہے۔ (صحیح البخاری ص ۱۵۴۳' دار ارقم' بیروت)

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۸۵۔ ۱۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں: اب دار الاسلام میں کسی حکم شرعی سے لاعلمی معتبر نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص بغیر علم کے کوئی ناجائز کام کرے تو اس کو اس ناجائز کام کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور علم حاصل نہ کرنے کا بھی گناہ ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک درہم کو دو درہموں کے عوض فروخت کرنا جائز قرار دیتے تھے' بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۷۳۔ ج ۴ ص ۴۲۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں سود کی تحقیق کی گئی ہے۔

۲۱ - بَابُ مَا قِيْلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ — گوشت بیچنے والے اور قصائی کا بیان

اس باب کے عنوان میں "لحّام" اور "جزّار" کے الفاظ ہیں' "لحّام" کے معنی ہیں: گوشت بیچنے والا' اور "جزّار" کے معنی ہیں: گوشت کاٹنے والا۔

۲۰۸۱ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ، عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، يُكْنٰى أَبَا شُعَيْبٍ، فَقَالَ لِغُلَامٍ لَّهُ قَصَّابٍ اِجْعَلْ لِّيْ طَعَامًا يَكْفِيْ خَمْسَةً، فَإِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أَدْعُوَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَإِنِّيْ قَدْ عَرَفْتُ فِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ انصار میں سے ایک شخص آیا جس کی کنیت ابو شعیب تھی' اس نے اپنے لڑکے سے کہا جو قصائی تھا: میرے لیے اتنا کھانا تیار

Marfat.com

وَجْهِهِ الْجُوْعَ، فَدَعَاهُمْ، فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا قَدْ تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ فَأْذَنْ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ يَرْجِعَ رَجَعَ. فَقَالَ لَا، بَلْ قَدْ أَذِنْتُ لَهُ.

[اطراف الحدیث: ٢٤٥٦-٥٤٣٤-٥٤٦١] [صحیح مسلم: ٢٠٣٦، الرقم المسلسل: ٥٢٠٣، سنن ترمذی: ١١٠١، سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٦٥، مسند احمد ج ٣ ص ٣٩٦ طبع قدیم، مسند احمد: ١٥٢٦٧۔ ج ٢٣ ص ٤١٢، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

کرو جو پانچ آدمیوں کو کافی ہو کیونکہ میرا ارادہ ہے کہ میں نبی ﷺ کو دعوت دوں جو پانچ میں سے پانچویں ہوں، اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے آپ میں بھوک کے آثار دیکھے ہیں، پس انہوں نے ان کو دعوت دی، پھر آپ لوگوں کے ساتھ ایک اور شخص بھی آ گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ ہمارے پیچھے پیچھے آ گیا ہے، اگر تم اس کو بھی اجازت دینا چاہتے ہو تو اجازت دے دو اور اگر تم اس کو واپس کرنا چاہتے ہو تو یہ واپس چلا جائے، پس انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ میں نے اس کو بھی اجازت دے دی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: اس نے اپنے لڑکے سے کہا جو قصائی تھا۔

کسی کی دعوت پر جانے کے آداب اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس انصاری نے پانچ آدمیوں کا کھانا اس لیے تیار کیا تھا کہ اس کو علم تھا کہ عنقریب آپ کے کچھ اصحاب آپ کے ساتھ آئیں گے تو انہوں نے دسترخوان وسیع رکھا تا کہ نبی ﷺ سیر ہو کر کھالیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص کو دعوت دی گئی ہو وہ میزبان کی اجازت کے بغیر اپنے ساتھ کسی اور کو نہ لے جائے۔

اس حدیث میں سفارش کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دعوت دینے والے سے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کو بھی اجازت دے دو۔

نیز اس حدیث میں قرائن کی بناء پر حکم لگانے کا ثبوت ہے کیونکہ اس انصاری نے کہا: میں نے آپ کے چہرے میں بھوک کے آثار دیکھے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی پیشہ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ نبی ﷺ قصائی کی دعوت پر اس کے گھر کھانا کھانے تشریف لے گئے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ١٨٦، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ٥١٩٢۔ ج ٦ ص ٢٨٨ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی، صرف ''ف'' کے عنوان سے فائدہ ذکر کیا گیا ہے۔

٢٢ - بَابُ مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ

بیع میں جھوٹ بولنا اور (عیب) چھپانا (برکت کو) مٹا دیتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بائع جب سودے میں جھوٹ بولتا ہے یا اس کے عیب کو چھپاتا ہے یا خریدار جب سودے کی قیمت میں کھوٹے سکے دیتا ہے تو اس بیع کی برکت مٹ جاتی ہے۔

٢٠٨٢ - حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْخَلِيلِ يُحَدِّثُ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن محبر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے

Marfat.com

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ قَالَ حَتّٰى يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

کہا: میں نے ابوالخلیل سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے تھے از عبداللہ بن حارث از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بیچنے والے اور خریدنے والے کو (بیع فسخ کرنے کا) اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں' یا فرمایا: حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں' اگر وہ دونوں سچ بولیں (اور عیب) بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ (عیب) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جاتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (آل عمران:۱۳۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ' اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ ۝ (آل عمران:۱۳۰)

اس باب میں سود سے ممانعت بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دگنا چوگنا سود کھانے سے منع فرمایا ہے' زمانہ جاہلیت میں جب قرض کی مدت پوری ہو جاتی تو مقروض قرض کو اور اس پر لگائے ہوئے سود کو ادا کرتا ورنہ پھر قرض خواہ مدت میں اضافہ کر دیتا اور اس پر لگائے سود کی شرح میں بھی اضافہ کر دیتا اور پھر مقروض کو دگنا چوگنا سود ادا کرنا پڑتا اور اس طرح ہر سال سود کی شرح میں اضافہ ہوتا رہتا' تب اللہ تعالیٰ نے انہیں سود کے ترک نہ کرنے پر دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ (آل عمران:۱۳۱)

اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے ۝

۲۰۸۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا اَخَذَ الْمَالَ اَمِنْ حَلَالٍ اَمْ مِّنْ حَرَامٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا جس میں آدمی یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے لیا ہے' آیا حلال ذریعہ سے لیا ہے یا حرام ذریعہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۰۵۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۴ - بَابُ اٰكِلِ الرِّبَا وَشَاهِدِهٖ وَكَاتِبِهٖ

سود کھانے والے' سود پر گواہی دینے والے اور سود کو لکھنے والے کی سزا

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ سود کی تعریف یہ ہے کہ سود وہ فاضل یا زائد مال ہے جو بلاعوض ہو جیسے ایک آدمی نے دس درہم' گیارہ درہم کے عوض فروخت کیے تو یہ ایک درہم زائد ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے تو یہ خالص سود ہے' اس باب میں سود کے لکھنے والے اور سود پر گواہی دینے والے کا گناہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗۤ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ○﴾ (البقرہ:۲۷۵).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو'اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے' سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی' پس وہ (سود سے) باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے دوبارہ اس کا اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے○ (البقرہ:۲۷۵)

سود پر وعید اور تغلیظ اور اس کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں سود کھاتے ہیں' وہ آخرت میں جب اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو مجنونوں اور دیوانوں کی طرح اٹھیں گے۔

مجاہد اور قتادہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ مخلوق اپنی قبروں سے بہت جلدی اٹھے گی جیسا کہ اس آیت میں ہے:

یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ○ (المعارج:۴۳)

جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ بتوں کی طرف بھاگے جا رہے ہیں○

ماسوا سود خوروں کے کیونکہ سود ان کے پیٹوں میں بڑھ رہا ہوگا' پس وہ لڑکھڑا رہے ہوں گے' وہ کھڑے ہوں گے اور گر پڑیں گے' وہ دوڑنا چاہیں گے مگر وہ اس پر قادر نہیں ہوں گے' سو وہ اس شخص کی طرح ہوں گے' جو جنون کی وجہ سے مخبوط الحواس ہو۔

اس آیت میں ہر وہ شخص داخل ہے جو سود لیتا ہو خواہ وہ اس کو کھاتا ہو یا نہ کھاتا ہو اور سود لینے کے حکم میں ہر وہ بیع اور قرض داخل ہے جو سود کے مشابہ ہو جیسے وہ قرض جس سے کوئی منفعت حاصل ہو۔ (شرح ابن بطال ج۶ ص ۱۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابوحیان نے کہا ہے کہ سود خور قیامت کے دن اس طرح پہچانا جائے گا جس طرح دنیا میں دیوانہ شخص پہچانا جاتا ہے' مجاہد نے کہا: سود کھانے والا اللہ سے جنگ کرتا ہے اور جو اللہ سے جنگ کرے وہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے' اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کا بہتر (۷۲) درجہ گناہ ہے' اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے۔ (سنن ابن ماجہ:۲۲۷۴)

الماوردی نے کہا ہے کہ سود کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس پر بھی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سود گناہ کبیرہ ہے

Marfat.com

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام شریعتوں میں سود حرام رہا ہے۔
ایسی خرید وفروخت جس میں سود کا دخل ہو اس میں اختلاف ہے آیا یہ منسوخ ہو چکا ہے اور کسی حال میں جائز نہیں ہے یا یہ بیع فاسد ہے اور جب اس کے فساد کو زائل کر دیا جائے تو یہ بیع صحیح ہے؟ جمہور علماء کے نزدیک یہ بیع منسوخ ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا: یہ بیع فاسد ہے جب اس بیع سے وجہ فساد کو زائل کر دیا جائے تو پھر یہ بیع صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۰۸۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ اٰخِرُ الْبَقَرَةِ، قَرَاَهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں لوگوں کے سامنے پڑھا پھر آپ نے خمر (انگور کی شراب) کی تجارت کو حرام کر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۹ میں گزر چکی ہے۔
اس حدیث کے عنوان میں سود کے لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والے کا بھی ذکر تھا جب کہ اس میں سود پر وعید کی جو آیت ذکر کی ہے اس میں سود کو لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ سود کو لکھنا اور اس پر گواہی دینا سود پر تعاون کرنا ہے اس لیے سود کی وعید سود پر تعاون کرنے والوں کو بھی شامل ہے۔

۲۰۸۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَأَخْرَجَانِي إِلٰى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ، فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، وَعَلٰى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ، فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ اٰكِلُ الرِّبَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور وہ مجھے ارضِ مقدسہ (بیت المقدس) کی طرف لے گئے پھر ہم چلتے رہے حتیٰ کہ ہم خون کے دریا پر آئے اس میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اور دریا کے وسط میں بھی ایک آدمی کھڑا ہوا تھا (جو آدمی کنارے پر تھا) اس کے سامنے پتھر تھے پس جو آدمی دریا کے وسط میں تھا وہ آگے بڑھا پس جب اس نے دریا سے نکلنے کا ارادہ کیا (تو جو آدمی کنارے پر تھا) اس نے اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارا پس اس کو اسی جگہ لوٹا دیا پھر ہر بار جب بھی دریا سے نکلنے کا ارادہ کرتا تو وہ اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا اور اس کو اسی جگہ لوٹا دیتا جہاں وہ تھا سو میں نے (ان سے) پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو انہوں

Marfat.com

نے کہا: جس کو آپ نے (خون کے) دریا میں دیکھا' وہ سود خور تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

چونکہ سود خور سود کے ذریعہ لوگوں کا خون چوس کر کھاتا ہے' اس لیے اس کو خون کے دریا میں دکھایا گیا۔

۲۵ - بَابُ مُوْكِلِ الرِّبَا سود کھلانے والے کا گناہ

اس باب میں سود کھلانے والے کا گناہ بیان کیا گیا ہے۔

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَO فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَO وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَO﴾ (البقرہ: ۲۷۸۔ ۲۸۱)۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو' اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہوO پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو' اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے اصل مال تمہارا حق ہیں' نہ تم ظلم کرو اور نہ تم ظلم کیے جاؤ گےO اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو' اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہوO اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے' پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گاO (البقرہ: ۲۸۱۔ ۲۷۸)

اس آیت کا شانِ نزول کہ جو باقی ماندہ سود کو ترک نہیں کرتے' وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے ڈریں اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دیں۔

مقاتل بن حیان اور سدی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ثقیف کے بنو عمرو بن عمیر اور بنی مخزوم کے بنو المغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' زمانۂ جاہلیت میں ان کے درمیان سود کا معاملہ تھا' پھر جب وہ مسلمان ہو گئے تو ثقیف نے بنو المغیرہ سے سود کا مطالبہ کیا تو ان میں جھگڑا ہوا' بنو المغیرہ نے کہا: ہم اسلام میں سود ادا نہیں کریں گے' پھر مکہ کے گورنر عتاب بن اسید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مکتوب روانہ کیا' تب یہ آیت نازل ہوئی' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف یہ آیت لکھ کر بھیج دی' تب ثقیف نے کہا: ہم اللہ کی طرف توبہ کرتے ہیں اور باقی ماندہ سود کو چھوڑتے ہیں' پھر انہوں نے پورا سود چھوڑ دیا۔

اس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

سعید بن جبیر نے کہا: سود خور سے قیامت کے دن کہا جائے گا: اپنے ہتھیار اٹھا' پھر یہ آیت پڑھی جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص سود پر ڈٹا رہے اور اس کو ترک نہ کرے تو مسلمانوں کے سربراہ پر واجب ہے کہ اس سے توبہ طلب کرے اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اس کی گردن اڑا دے۔

Marfat.com

تنگ دست مقروض کو مہلت دینے سے قرض کے برابر یا قرض سے دگنا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا اور دیگر بشارتیں

نیز ان آیات میں فرمایا ہے: اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ اللہ اس کو اس دن اپنے سائے میں رکھے جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کوئی سایا نہ ہو وہ ہر تنگ دست پر (قرض کی ادائیگی میں) آسانی کرے یا اس کا قرض معاف کر دے۔ (المعجم الکبیر:۸۹۹)

اس حدیث کی امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۹، مسند احمد:۸۷۱۱)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی تو اس کو ہر دن کی مہلت کے بدلہ میں اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی تو اس کو ہر دن کی مہلت کے بدلہ میں اس قرض کی رقم سے دوگنی رقم کے صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے آپ سے سنا تھا کہ جس نے کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی تو اس کو ہر دن کی مہلت کے بدلہ میں اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا، پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی تو اس کو ہر دن کی مہلت کے بدلہ میں اس قرض کی رقم سے دوگنی رقم کے صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا تو آپ نے فرمایا: قرض کی مدت پوری ہونے سے پہلے ہر دن کے بدلہ میں ایک مثل صدقہ کا اجر ہوگا اور جب قرض کی مدت پوری ہوگی اور پھر اس نے مقروض کو مہلت دی تو اسے ہر دن قرض کی رقم سے دگنا صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا۔

(المستدرک ج ۲ ص ۲۹، شرح مشکل الآثار:۳۸۱۱۔۳۸۱۰، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۷، شعب الایمان:۱۱۲۶۲۔۱۱۲۶۱، الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۸۵۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۰ طبع قدیم، مسند احمد:۲۳۰۴۶۔ج ۳۸ ص ۱۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

شعیب الارنؤط نے لکھا ہے کہ امام مسلم کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند احمد:۲۳۰۴۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست (مقروض) کو اس کی خوش حالی تک مہلت دی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ پر اس کو توبہ کرنے تک مہلت دے گا۔ (المعجم الکبیر:۱۱۳۳۰۔ج ۱۱ ص ۱۲۲، داراحیاء التراث العربی)

قیامت کے دن سے ڈرانے کی تفسیر

نیز ان آیات میں ذکر ہے: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

یعنی اس دن کے عذاب سے ڈرو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خالص اس دن سے ڈرانا مقصود ہو کیونکہ قیامت کا دن بذات خود بہت ہولناک ہے اس دن تم اللہ کی طرف حساب اور جزاء کے لیے لوٹائے جاؤ گے اس دن ہر انسان کے کیے ہوئے کاموں کا بدلا دیا جائے گا اگر اس نے نیک کام کیے ہوں گے تو اس کو اجر عطا کیا جائے گا اور اگر اس نے بُرے کام کیے ہوں گے تو وہ ان کاموں پر سزا کا مستحق ہوگا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ عادل ہے اس کا کوئی کام ظلم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ رحیم اور کریم ہے سو ہمیں اللہ تعالیٰ سے رحم اور فضل طلب کرنا چاہیے نہ کہ عدل اور انصاف۔

Marfat.com

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهٖ اٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

امام بخاری نے کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سود کے متعلق نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۴۵۴۴)

بہ ظاہر یہ تعلیق اس حدیث کے متعارض ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس سے یہ دونوں حدیثیں مروی ہوں۔

قرآن مجید کی آخری آیت کے متعلق متعدد اقوال

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو آخری آیت نازل ہوئی' وہ یہ ہے:

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ. (النساء:۱۷۶)

آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ.....

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جو آخری آیت نازل ہوئی' وہ یہ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ. (التوبہ:۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آخری آیت یہ ہے:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ. (البقرہ:۲۸۱)

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر قربانی کے دن نازل ہوئی اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اکتیس دن پہلے نازل ہوئی ہے' اور ابن جریج نے کہا: اس آیت کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نو راتیں زندہ رہے' یہ ابن جریر کی روایت ہے اور مقاتل نے کہا: اس آیت کے نزول کے سات دن بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۸۹-۲۸۷ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "اذا جاء نصر الله والفتح" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پوری ہونے کی خبر ہے اور آپ کی وفات کی علامت ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۶۹)

۲۰۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ رَاَيْتُ اَبِي اشْتَرٰى عَبْدًا حَجَّامًا فَاَمَرَ بِمَحَاجِمِهٖ فَكُسِرَتْ. فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ وَنَهٰى عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُوْمَةِ وَاٰكِلِ الرِّبَا وَمُوْكِلِهٖ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۳۸-۵۳۴۷-۵۹۴۵-۵۹۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو دیکھا' انہوں نے ایک ایسا غلام خریدا جو حجام تھا (یعنی فصد لگانے والا تھا) انہوں نے اس کے فصد لگانے کے آلات کو توڑنے کا حکم دیا' میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے اور گودنے والی اور گدوانے والی اور سود کھانے والے سے اور سود کھلانے والے سے منع فرمایا

اور تصویر بنانے والے پر لعنت کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۴۸۳ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۶۳ 'مسند ابویعلیٰ: ۸۹۰ 'صحیح ابن حبان: ۴۹۳۹ 'المعجم الکبیر: ۲۹۵۔ ج ۲۲ 'سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۶ 'شرح السنۃ: ۲۰۳۹ 'مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۸ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۸۷۵۶۔ ج ۳۱ ص ۴۹ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

فصد لگانے اور ''واشمۃ'' اور ''موشومۃ'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں خون کی قیمت کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: فصد لگانے کی اجرت' فصد لگانے سے مراد ہے: کسی آلہ کے ذریعہ جسم کا فاسد یا زائد خون نکالنا' اس مقصد کے لیے جسم کے کسی حصہ پر جونک بھی لگائی جاتی ہے اور وہ خون چوس لیتی ہے۔

''الواشمۃ'' گودنے والی عورت' یعنی جسم کے کسی حصہ پر سوئی چبھو کر کوئی نقش بنایا جائے یا کوئی تصویر بنائی جائے۔

''الموشومۃ'' گدوانے والی عورت' جو اپنے جسم کے کسی حصہ پر سوئی کے ذریعہ کوئی نقش بنوائے۔

سود کھانے والا اور سود کھلانے والا: جو اپنے قرض پر کوئی زائد رقم لے اور وہ رقم کسی کو کھلائے۔

اس حدیث میں مصوّر پر لعنت کی گئی ہے' اگر تصویر بنانا بہت بڑا گناہ نہ ہوتا تو اس پر لعنت نہ کی جاتی۔

کتے کی بیع اور شراء میں مذاہب ائمہ

ابن حزم نے محلّٰی میں لکھا ہے کہ کتے کی بیع اصلاً جائز نہیں ہے' خواہ وہ شکار کا کتا ہو یا مویشیوں کی اور کھیت کی حفاظت کا کتا ہو' اگر کسی کو کتے کی بہت سخت ضرورت ہو اور کوئی شخص اس کو بغیر قیمت کے کتا دینے پر تیار نہ ہو تو اس کے لیے کتے کو خریدنا جائز ہے اور خریدار کے لیے یہ جائز ہے اور بیچنے والے کے لیے اس کی قیمت لینا حرام کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے اور اس کا حکم رشوت کی طرح ہے کہ ظلم کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینا جائز ہے مگر رشوت لینا ہر حال میں حرام ہے۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ امام شافعی' امام مالک' امام احمد' ابوسلیمان اور ابوثور وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

عطاء بن ابی رباح' ابراہیم نخعی' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام احمد اور سحنون مالکی نے یہ کہا ہے کہ جن کتوں سے نفع حاصل کیا جاتا ہے' ان کی بیع جائز ہے اور ان کی قیمت مباح ہے اور امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ کاٹنے والے کتے کی بیع جائز نہیں ہے اور اس کی قیمت مباح نہیں ہے۔

البدائع میں مذکور ہے کہ کتے' چیتے' شیر' بھیڑیے' بلی اور دیگر درندوں کی بیع ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک کتے کی بیع جائز نہیں ہے' اور ہمارے نزدیک کتا سدھایا ہو یا نہ ہو' اس میں کوئی فرق نہیں ہے' امام ابویوسف سے روایت ہے کہ کاٹنے والے کتے کی بیع جائز نہیں ہے۔

اس باب کی حدیث میں کتوں کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے' اس کے باوجود فقہاء احناف کے نزدیک کتوں کی بیع کے جواز کی توجیہ

اس باب کی حدیث میں کتے کی بیعت سے ممانعت ہے' امام طحاوی نے اس حدیث کا جو جواب دیا ہے کہ یہ حکم اس وقت جب کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور اس وقت کتوں کو رکھنا جائز نہیں تھا اور اس کے متعلق بہت احادیث وارد ہیں اور جب تھا اس وقت کتوں کی قیمت حرام تھی' پھر جب شکار وغیرہ کے ذریعہ کتوں سے نفع حاصل کرنا جائز قرار دیا گیا اور ان کو قتل کرنے کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا تو پھر اس سے پہلے کتوں کی بیع اور ان کی قیمت لینے کی ممانعت منسوخ ہو گئی کیونکہ تحریم کے بعد اباحت اس تحریم کے

Marfat.com

ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

کتوں کو قتل کرنے کے حکم کے منسوخ ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابن المغفل رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا' پھر فرمایا: ان کا اور کتوں کا کیا حال ہے؟ پھر آپ نے شکار کے کتے کی اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتوں کو رکھنے کی رخصت دی۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷۳' الرقم المسلسل: ۳۹۱۲' سنن ابوداؤد: ۲۸۴۳' سنن ترمذی: ۱۴۹۴' سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۳_۳۲۰۲_۳۲۰۱_۳۲۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مویشیوں کی حفاظت یا شکار کی ضرورت یا کھیتوں کی حفاظت کے سوا کتا رکھا تو اس کے اجر سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷۵' الرقم المسلسل: ۳۹۲۲' سنن ابوداؤد: ۲۸۴۴' سنن ترمذی: ۱۴۹۰' سنن نسائی: ۴۲۸۹)

فصد لگانے کی اجرت کی ممانعت تنزیہی ہے

اس باب کی حدیث میں خون کی قیمت یعنی فصد لگانے کی اجرت سے بھی منع فرمایا ہے' اکثر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اُجرت عطا فرمائی۔

اس کے متعلق درج ذیل حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ سے فصد لگانے کی اجرت کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور ابو طیبہ نے آپ کو فصد لگائی تو آپ نے اس کو دو صاع (آٹھ کلو) گندم دینے کا حکم فرمایا اور اس کے مالکوں سے فرمایا: اس سے روز رقم لینے کی جو مقدار مقرر کی ہے اس میں کمی کر دو اور فرمایا: تم جن چیزوں سے علاج کرتے ہو' ان میں سب سے افضل فصد لگوانا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۸۲' صحیح مسلم: ۱۵۷۷)

امام ترمذی نے اس حدیث کی روایت کے بعد یہ لکھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اہل علم نے فصد لگانے کی اجرت کی رخصت دی ہے' اور یہی امام شافعی کا قول ہے (امام ابو حنیفہ نے بھی اس کی اجازت دی ہے)۔

(سنن ترمذی ص ۳۹۳_۳۹۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۲ھ)

''واشمة'' اور ''مستوشمة'' (گودنے والی اور گدوانے والی) پر لعنت

اس حدیث میں گودنے اور گدوانے کی بھی ممانعت ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا عمل ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی خلقت کی تغییر ہے' حدیث میں ہے:

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور (بال یا کھال کو) نوچنے والیوں اور حسن کے لیے دانتوں میں جھری کرنے والیوں اور اللہ کی تخلیق میں تغیر کرنے والیوں پر لعنت فرماتا ہے' یہ قول بنو اسد کی ام یعقوب نام کی ایک عورت تک پہنچا' اس نے حضرت ابن مسعود سے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ایسی ایسی عورت پر لعنت کی ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ کی کتاب میں لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا: میں نے تو پورا قرآن مجید پڑھا ہے' اس میں اس لعنت کا ذکر نہیں ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر تم نے پورا قرآن پڑھا ہوتا تو تم اس آیت کو پڑھتیں' کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی: تم کو رسول جو دیں وہ لے لو اور جس کام سے روکیں اس سے رک جاؤ؟ (الحشر: ۸) اس عورت نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن مسعود نے کہا: پس بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے اس کام سے منع کیا ہے اس عورت نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ کی گھر والی بھی یہ کام کرتی ہے حضرت ابن مسعود نے کہا: جاؤ! دیکھ کر آؤ اس عورت نے جا کر دیکھا تو اسے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر میری بیوی اس طرح کرتی تو میں اس کے ساتھ نہ رہتا۔

(صحیح البخاری: ۴۸۸۶ صحیح مسلم: ۲۱۲۵ الرقم المسلسل: ۵۴۶۶ سنن ابوداؤد: ۴۱۶۹ سنن ترمذی: ۲۷۸۲ سنن نسائی: ۵۲۵۲ سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۹ مسند البزار: ۱۳۲۱ المعجم الکبیر: ۹۴۶۷ مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۴ طبع قدیم مسند احمد: ۴۳۴۳ ج ۷ ص ۳۶۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

بھنویں بنانے کا شرعی حکم

آج کل خواتین میں بھنویں بنانے کا رواج ہے جس کی وجہ سے بھنوؤں کے بعض بال نوچنے پڑتے ہیں اور اس حدیث میں بال نوچنے کی ممانعت ہے سو اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر بھنوؤں کے ارد گرد زائد بال نوچ لیے جائیں اور اس سے بھنوؤں کی تخلیق متغیر نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر بھنوؤں کے بال اس طرح نوچیں جائیں کہ اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی آئے تو پھر یہ جائز نہیں ہے۔

علامہ محمد امین عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بال نوچنے کی ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب عورتیں اجنبی مردوں کو اپنا حسن دکھانے کے لیے بال نوچیں اور اگر عورت کے چہرے پر بال ہوں اور اس کا شوہر اس وجہ سے اس سے نفرت کرے تو پھر بالوں کو نوچنے کی تحریم بہت بعید ہے کیونکہ تحسین کے لیے عورتوں کا زینت اختیار کرنا مطلوب ہے ہاں! اگر بلا ضرورت چہرے کے بال نوچے جائیں تو پھر یہ ممنوع ہے کیونکہ آلہ کے ذریعہ چہرے کے بال نوچنے سے چہرے کو ایذاء پہنچتی ہے اور "تبیین المحارم" میں مذکور ہے کہ چہرے کے بال زائل کرنا حرام ہے سو اس صورت کے کہ عورت کے ڈاڑھی یا مونچھیں اُگ آئیں اس صورت میں چہرے کے بالوں کو زائل کرنا حرام نہیں بلکہ مستحب ہے اور تاتارخانیہ میں المضمرات سے منقول ہے کہ مونچھوں اور چہرے کے بال مونڈنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ مخنث کے ساتھ مشابہت نہ ہو اسی طرح المجتبیٰ میں مذکور ہے۔ (رد المحتار ج ۹ ص ۴۵۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۹ھ)

سود کھانے اور کھلانے اور تصویر بنانے کی ممانعت

اس حدیث میں سود کھانے اور سود کھلانے کی بھی ممانعت ہے اور یہ دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

نیز اس حدیث میں تصویر بنانے کی بھی ممانعت ہے اور تصویر بنانے والا لعنت کا مستحق ہے اور حدیث میں ہے کہ تصویر بنانے والوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا: تم نے جو تصویر بنائی ہے اس میں جان ڈالو اور غیر ذی روح کی تصویر بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۹۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۶ - بَابٌ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍO﴾ (البقرة: ۲۷۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتاO (البقرہ: ۲۷۶)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کے مال سے برکت مٹا دیتا ہے اور اس مال کو بالآخر ہلاک کر دیتا ہے۔ امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سود ہر چند کہ زیادہ ہو لیکن اس کا مآل قلت ہے۔

Marfat.com

المہلب نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سودی کاروبار کرنے والے کا مال بڑھتا رہتا ہے اور صدقہ دینے والے کا مال کم ہوتا رہتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ صدقات کو بڑھاتا ہے' یعنی صدقہ دینے والا قیامت کے دن دیکھے گا کہ اس کا صدقہ اُحد پہاڑ کے برابر ہو گیا ہے' اور سودی کاروبار کرنے والا قیامت کے دن اپنے صدقہ کو اور صلہ رحم میں دینے والی رقم کو مٹا ہوا دیکھے گا' اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔

علامہ ابن بطال نے کہا: سودی کاروبار کرنے والا دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں اپنے مال کو مٹا ہوا دیکھے گا' یعنی اس کی کوئی ایک نیکی بھی اس کے نامۂ اعمال میں نہیں لکھی جائے گی۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۰۸۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يُونُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ' مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ. (صحیح مسلم: ۱۶۰۶' الرقم المسلسل: ۴۰۱۶' سنن ابوداؤد: ۳۳۳۵' سنن نسائی: ۴۴۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' ابن مسیب نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (جھوٹی) قسم سودے کو جلدی نکال دیتی ہے' برکت کو مٹا دیتی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ جس مال کو طلب کیا جائے' وہ اگرچہ تعداد اور مقدار میں زیادہ ہو لیکن اس کا انجام اور مآل کمی اور نقصان ہوتا ہے۔

۲۷ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ سودا بیچنے کے لیے قسم کھانا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سودا بیچنے کے لیے قسم کھانا مکروہ ہے خواہ سچی قسم کھائی جائے یا جھوٹی' اگر سچی قسم کھائی جائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔

۲۰۸۸ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ' عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً ' وَهُوَ فِي السُّوقِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطِ' لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ' فَنَزَلَتْ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (آل عمران: ۷۷).

[اطراف الحدیث: ۲۶۷۵-۴۵۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں العوام نے خبر دی از ابراہیم بن عبد الرحمان از حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بازار میں اپنا سودا دکھا کر قسم کھائی کہ اس سودے کی اتنی قیمت لگ چکی ہے جب کہ اس کی اتنی قیمت نہیں لگی تھی تا کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ اس سودے کو فروخت کرے تب یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران: ۷۷)

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی قسم سے کسی مسلمان شخص کا حق منقطع کیا تو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ اس کے لیے دوزخ کو واجب کر دیتا ہے اور جنت کو اس پر حرام کر دیتا ہے' ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! خواہ وہ تھوڑی سی چیز ہو' آپ نے فرمایا: خواہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۷' الرقم المسلسل: ۲۵۰' سنن دارمی: ۲۶۰۳' سنن بیہقی ج ۱۰ص ۱۷۹' شعب الایمان: ۴۸۳۹' صحیح ابن حبان: ۵۰۸۷' سنن کبریٰ: ۵۹۸۰' المعجم الکبیر: ۷۹۶' المعجم الاوسط: ۱۱۹۰' شرح مشکل الآثار: ۴۴۴' مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۲۳۹۔ ج ۳۶ص ۵۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی' قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا' اسی دوران حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا کہ ابو عبدالرحمان (حضرت ابن مسعود) نے کیا بیان کیا ہے' لوگوں نے وہ حدیث سنائی' حضرت اشعث بن قیس نے کہا: ابو عبدالرحمان نے سچ کہا' یہ حکم میرے ہی متعلق نازل ہوا تھا' ایک شخص کی شراکت میں یمن میں میری زمین تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس شخص کے ساتھ میرا اس زمین کے متعلق اختلاف ہو گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا' میں نے عرض کیا: وہ تو (جھوٹی) قسم کھالے گا' آپ نے فرمایا: جو شخص کسی کا مال کھانے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا' قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر ناراض ہوگا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O (آل عمران: ۷۷) (صحیح البخاری: ۶۶۷۶' صحیح مسلم: ۱۳۸' الرقم المسلسل: ۲۵۲' سنن ابوداؤد: ۳۲۴۳' سنن ترمذی: ۳۰۰۷' سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۳' مسند احمد ج ۱ص ۳۷۷' مسند عبدالرزاق: ۸۳۹۰' مسند الحمیدی: ۱۰۶)

حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے' ایک مقام حضر موت سے اور دوسرا کندہ سے' حضرمی نے کہا: یارسول اللہ! اس شخص نے میری اس زمین کو چھین لیا جو میرے باپ کی طرف سے ملی تھی' کندی نے کہا: وہ میری زمین ہے اور میرے تصرف میں ہے' میں اس میں کاشت کاری کرتا ہوں' اس شخص کا اس زمین پر کوئی حق نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے پوچھا: تمہارے پاس گواہ ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں ہیں' آپ نے فرمایا: پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا' حضرمی نے کہا: یارسول اللہ! یہ شخص جھوٹا ہے جھوٹی قسم کھالے گا' یہ کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا' آپ نے فرمایا: تمہارے لیے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے' جب کندی قسم کھانے کے لیے مڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس شخص نے اس کا مال کھانے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو یہ اللہ سے جب ملاقات کرے گا تو وہ اس پر ناراض ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹' الرقم المسلسل: ۲۵۵' امام مسلم اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۱۳۔ ج ۴ ص ۴۳۹ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

٢٨ - بَابُ مَا قِيلَ فِي الصَّوَّاغِ — ناروں کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے

اس باب میں ناروں کے متعلق احادیث ہیں اور اس باب میں اور اس کے بعد کے ابواب میں مختلف پیشوں کے متعلق احادیث ہیں:

وَقَالَ طَاوُسٌ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُخْتَلٰى

اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ کی گھاس نہیں کاٹی جائے گی

خَلَاهَا. وَقَالَ الْعَبَّاسُ اِلَّا الْاِذْخِرَ' فَاِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوْتِهِمْ' فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ.

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اذخر کا استثناء فرمالیں' وہ ہمارے لوہاروں کے کام آتی ہے اور گھر بنانے کے کام آتی ہے' تو آپ نے فرمایا: ماسوا اذخر کے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ١٨٣٣ اور ١٣٤٩ میں ہے۔

٢٠٨٩ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ' وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ شَارِفًا مِّنَ الْخُمُسِ' فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَاعَدْتُّ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيْ' فَنَاْتِيْ بِاِذْخِرٍ اَرَدْتُّ اَنْ اَبِيْعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ' وَاَسْتَعِيْنَ بِهٖ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرُسِيْ.

[اطراف الحدیث: ٢٣٧٥-٣٠٩١-٣٠٠٣-٤٠٠٣-٥٧٩٣] [صحیح مسلم: ١٩٧٩' الرقم المسلسل: ٥٠٢٠' سنن ابوداؤد: ٢٩٨٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت علی بن حسین نے خبر دی' انہوں نے کہا: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ ان کو حضرت علی علیہ السلام نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میرے حصہ میں مال غنیمت سے ایک اونٹ آیا تھا اور ایک اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خمس میں سے عطا فرمایا تھا' پھر جب میرا ارادہ ہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت (سیدتنا) فاطمہ علیہا السلام کی رخصتی کرا کے لاؤں تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار شخص سے وعدہ کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے گا اور ہم اذخر گھاس لاد کر لائیں گے' میرا ارادہ تھا کہ میں وہ گھاس سناروں کو فروخت کر کے اپنی شادی کے ولیمہ میں اس رقم سے مدد لوں گا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میرا ارادہ تھا کہ میں وہ گھاس سناروں کو فروخت کر کے اپنی شادی کے ولیمہ میں اس رقم سے مدد لوں گا۔

باب مذکور کے رجال

(١) عبدان' یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ الازدی کا لقب ہے (٢) عبداللہ بن المبارک (٣) یونس بن یزید (٤) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (٥) حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (٦) حضرت حسین بن علی بن ابی طالب' ابوعبداللہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے بھائی (٧) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٩٥)

''شارف'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''شارف'' کا ذکر ہے۔ ''شارف'' کا معنی ہے: بلند کوہان والا اونٹ' مذکر کو ''شارف'' اور مؤنث کو ''شارفۃ'' کہتے ہیں' یہ اصمعی کا قول ہے اور ابوحاتم نے کہا ہے کہ ''شارف'' اونٹنی کو کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٩٦)

اس حدیث میں ہے: ان میں سے ایک اونٹ مجھے جنگ بدر کے حصہ میں ملا تھا اور دوسرا اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خمس میں سے عطا فرمایا تھا۔

Marfat.com

خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ ابن بطال کا نظریہ

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس پر اہل سیر کا اتفاق ہے کہ جنگ بدر میں خُمس نہیں تھا اور قاضی اسماعیل بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ خمس غزوہ بنونضیر (بنوقریظہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ حضرت سعد کو اسی میں حکم بنایا گیا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ) میں تھا' جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حَکم بنایا تھا اور میرا گمان یہ ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ خمس کا حکم اس کے بھی بعد میں نازل ہوا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خمس کا حکم یقینی طور پر اس کے بعد غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت میں نازل ہوا تھا اور یہ آخری مالِ غنیمت تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موجود تھے اور جب واقعہ اس طرح ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں تاویل کی ضرورت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ۲ھ میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو رجب میں نخلہ کے قریب بھیجا اور ایک قول ہے کہ حضرت عمرو بن الحضرمی وغیرہ کو بھیجا تھا' اور وہ غنیمت میں اونٹ لائے تھے' اور یہ پہلی غنیمت تھی جس کو حضرت ابن جحش نے تقسیم کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس غنیمت کو معزول کر دیا تھا اور یہ خمس کے فرض ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خُمس کے معاملہ کو اور قیدیوں کے معاملہ کو مؤخر کر دیا تھا' پھر امام ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان میں بدر میں گئے اور آپ نے پہلا مالِ غنیمت تقسیم کیا اور خمس کو معزول رکھا' اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ ایک اونٹ مجھے مالِ غنیمت سے ملا تھا' اس سے مراد جنگِ بدر کا مالِ غنیمت ہے اور انہوں نے جو کہا ہے کہ دوسرا اونٹ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خمس میں سے دیا تھا' اس سے مراد ہے: جنگ بدر سے پہلے حضرت ابن جحش کے مالِ غنیمت میں سے دیا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۱-۲۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ ابن حجر عسقلانی کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر' علامہ ابن بطال کی مذکور الصدر عبارت نقل کرنے کے بعد' حدیث: ۳۰۹۱ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اس روایت کو کتاب المغازی میں بھی روایت کیا ہے' اس کی عبارت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ نے خمس عطا کیا تھا' اس دن اس میں سے مجھے اونٹ عطا کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۰۳) اور علامہ ابن بطال پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس روایت کو امام ابوداؤد کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کو اپنی تاویل کے لیے قرینہ بنایا ہے اور انہوں نے اس پر توجہ نہیں کی کہ یہ صحیح بخاری کی وہی حدیث ہے جس کی انہوں نے شرح کی ہے اور یہ ان کے موافق دلیل نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف دلیل ہے اور انہوں نے جو اہل السیر سے یہ نقل کیا ہے کہ بدر کے مالِ غنیمت میں خمس نہیں تھا' میں نے اس کی تصریح نہیں دیکھی اور اس پر مزید تعجب اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر سے پہلے جو لشکر تھا' اس میں خمس تھا اور وہ یوم بدر میں خمس کی نفی کرتے ہیں' حالانکہ خمس کی آیت یومِ بدر میں نازل ہوئی ہے اور وہ یہ ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (الانفال: ۴۱)

اور اے مسلمانو! یاد رکھو! تم جتنا بھی مالِ غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے' اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے' اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (چیز) پر جو ہم نے اپنے (مکرم) بندے پر فیصلہ

کے دن نازل کی جس دن دو لشکر مقابل ہوئے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۵ھ شارحِ بخاری نے کہا ہے کہ خمس کی آیت جنگِ بدر کے دن نازل ہوئی ہے اور علامہ سبکی نے کہا ہے کہ سورۃ الانفال جنگِ بدر اور اس کی غنیمتوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۲ ۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ عینی کا نظریہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے بھی اس حدیث (صحیح البخاری: ۳۰۹۱) کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ خمس جنگِ بدر کے دن شروع ہوا تھا' اس کے بعد انہوں نے علامہ ابن بطال کی وہ طویل عبارت نقل کی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ خمس جنگِ بدر کے دن نہیں تھا' علامہ عینی نے اس عبارت کو مقرر رکھا ہے اور اس پر کوئی تعاقب اور ردّ نہیں کیا' جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ علامہ ابن بطال کی شرح سے متفق ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال' علامہ حجر اور علامہ عینی کے مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ

علامہ ابن بطال' علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کے درمیان خمس کی تاریخ کے تعین میں جو مناقشہ ہے' اس میں ہمارے نزدیک صحیح مؤقف حافظ ابن حجر عسقلانی کا ہے کہ جنگِ بدر کے دن خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ) مشروع ہو گیا تھا۔ قرآن مجید کی نص صریح اور احادیثِ صحیحہ سے اسی کی تائید اور تقویت ہوتی ہے۔

ہم نے الانفال: ۴۱ کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس آیت میں فرمایا: اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (کتاب) پر جو اللہ نے فیصلہ کے دن نازل کی' یعنی مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ' اس تفصیل کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا' لہٰذا اے مسلمان اہلِ لشکر! تم اس خمس میں طمع نہ رکھو اور مالِ غنیمت کے باقی جو چار حصے ہیں' ان پر قناعت کرو۔

''یوم الفرقان'' سے یوم بدر مراد ہے' جس دن اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل میں امتیاز کر دیا تھا اور ''جمعان'' سے مسلمانوں اور کافروں کے دو گروہ مراد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کے دن اپنے معزز بندے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو چیز نازل کی' اس سے مراد اس دن نازل ہونے والی نشانیاں ہیں اور وہ فرشتے ہیں جو مسلمانوں کے قدم جمانے کے لیے نازل ہوئے تھے اور دیگر نشانیاں مثلاً خاک کی مٹھی کا ہر کافر کی آنکھ میں پہنچ جانا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کہ تم کم تعداد میں تھے اور تم کو بڑی تعداد والوں پر غالب کر دیا۔

(تبیان القرآن ج ۴ ص ۶۴۳ فرید بک سٹال ۱۴۲۱ھ)

سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آیت الخُمس' جنگِ بدر میں نازل ہوئی ہے کیونکہ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے پہلے صرف جنگِ بدر میں مالِ غنیمت حاصل ہوا تھا اور یہ رمضان ۲ھ کا واقعہ ہے اور حضرت فاطمہ کی رخصتی اس کے بعد ہوئی ہے۔

ابو محمد نے اپنی مختصر سیرت میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت سیدتنا فاطمہ سے ہجرت کے پہلے سال میں نکاح کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی نے ہجرت کے دوسرے سال ۲۲ ماہ کے بعد ان سے نکاح کیا تھا اور یہ غزوۂ بدر کے بعد تھا۔

Marfat.com

علامہ ابوعمر بن عبدالبر نے عبداللہ بن محمد بن سلیمان ہاشمی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے غزوۂ احد کے بعد نکاح کیا تھا اور ایک قول ہے کہ حضرت عائشہ کی رخصتی کے ساڑھے سات ماہ بعد ان سے نکاح کیا تھا۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ کی رخصتی ذوالحجہ میں ہوئی تھی' ایک قول کے مطابق رجب میں ہوئی تھی اور ایک قول ہے کہ ۲ھ کو صفر میں ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے بقیہ مسائل اور فوائد

اس حدیث میں ''صائغ'' کا ذکر ہے۔ ''صائغ'' کا معنی ہے: ڈھالنے والا' خواہ وہ سونے اور چاندی کے زیورات ڈھالنے والا ہو یا لوہے کی مصنوعات ڈھالنے والا ہو' اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ سنار اور لوہار کا پیشہ جائز ہے۔

نیز اس حدیث میں بنوقینقاع کا ذکر ہے۔ اس کے بارے میں کئی بار بتایا جا چکا ہے کہ یہ یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذخر نام کی گھاس کو فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس گھاس کو فروخت کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اس سے یہ واضح ہوا کہ ولیمہ کرنے کے لیے نیک کمائی کرنا جائز ہے اور اس کے لیے اپنے دوستوں سے مدد لینا جائز ہے اور یہ کہ ولیمہ کا خرچ نکاح کرنے والے (دولہا والوں) پر ہوتا ہے۔

۲۰۹۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِيْ، وَإِنَّمَا حَلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ. وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِلَّا الْإِذْخِرَ، لِصَاغَتِنَا وَلِسُقُفِ بُيُوْتِنَا. فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ. فَقَالَ عِكْرِمَةُ هَلْ تَدْرِيْ مَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟ هُوَ أَنْ تُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ. قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ خَالِدٍ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے مکہ کو حرم بنایا ہے اور وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور وہ دن کی ایک ساعت (گھنٹہ) کے لیے میرے لیے حلال ہوا تھا' اس کی گھاس کاٹی جائے گی نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے گا اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس میں گری ہوئی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا کوئی اور اٹھائے گا' حضرت عباس بن عبدالمطلب نے کہا: ماسوا اذخر گھاس کے کیونکہ وہ ہمارے سناروں کے کام آتی ہے اور ہمارے مکانوں کی چھتوں کے بنانے میں کام آتی ہے' تو آپ نے فرمایا: ماسوا اذخر گھاس کے' پھر عکرمہ نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ شکار کو کیا چیز بھگاتی ہے' وہ یہ ہے کہ تم اس کو سائے سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جاؤ۔ عبدالوہاب نے کہا از خالد: ہمارے سناروں کے لیے اور ہماری قبروں کے لیے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۹ - بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ — لوہاروں کا ذکر

اس باب کے عنوان میں ''قین'' اور ''حداد'' کا ذکر ہے اور ان دونوں لفظوں کا معنی لوہار ہے' ''قین'' کے بعد ''حداد'' کا

Marfat.com

ذکر اس لیے کیا ہے کہ "قین" کا معنی غلام بھی ہے اور "قینة" کا معنی باندی ہے اس کے برخلاف "حداد" کا معنی لوہار میں معروف ہے۔

۲۰۹۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ قَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ لَا أَكْفُرُ حَتّٰى يُمِيتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ دَعْنِي حَتّٰى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ، فَسَأُوتٰى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ، فَنَزَلَتْ ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ○ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○﴾ (مریم:۷۸-۷۷).

[اطراف الحدیث:۲۲۷۵-۲۴۲۵-۴۷۳۲-۴۷۳۳-۴۷۳۴-۴۷۳۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت خباب رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا اور میں نے عاص بن وائل سے قرض لینا تھا' میں نے اس کے پاس جا کر تقاضا کیا' اس نے کہا: میں اس وقت تک (تمہاری رقم) تم کو نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر کرو (یعنی ان کا انکار کرو) میں نے کہا: میں کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تمہیں مارے' پھر تم کو (قیامت کے دن) اٹھائے' اس نے کہا: پھر مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں مروں اور اٹھایا جاؤں' پھر مجھے عنقریب مال اور اولاد دی جائے گی تو میں تمہارا قرض ادا کردوں گا تب یہ آیات نازل ہوئیں: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی○ کیا وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لیا ہوا ہے○ (مریم:۷۸-۷۷)

(صحیح مسلم:۲۷۹۵' الرقم المسلسل:۶۹۵۶' سنن ترمذی:۳۱۶۳' صحیح ابن حبان:۵۰۱۰' المعجم الکبیر:۳۶۵۰' سنن بیہقی ج۶ ص ۵۲' دلائل النبوۃ ج۲ ص ۲۸۰' شرح السنۃ ج۳ ص ۲۰۷' مسند احمد ج۵ ص ۱۱۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۱۰۶۸- ج۳۴ ص ۵۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) ابن ابی عدی' ان کا نام محمد بن عدی ہے اور ابن ابی عدی کا نام ابراہیم ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) سلیمان الاعمش (۵) ابوالضحیٰ' ان کا نام مسلم بن صبیح ہے (۶) مسروق بن الاجدع' ان کے والد عبدالرحمان کا لقب ہے (۷) حضرت خباب بن الارت۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ ص ۲۹۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا۔

حضرت خباب کے قرض کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت خباب نے عاص بن وائل سے اپنے قرض کا تقاضا کیا۔

مقاتل نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت خباب نے اس کو کچھ زیور ڈھال کر دیئے تھے' جب حضرت خباب نے اس سے اپنی اجرت طلب کی تو اس نے کہا: کیا تم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ جنت میں ریشم' سونا' چاندی اور غلمان ہوں گے۔ حضرت خباب نے کہا: کیوں نہیں! عاص نے کہا: پھر ہمارے درمیان ادائیگی کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔

Marfat.com

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت خباب نے کہا: جب تم کو اٹھایا جائے گا تو میں کفر کروں گا۔ حالانکہ کفر کا وعدہ کرنا بھی کفر ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت خباب نے کہا: میں کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تمہیں مارے پھر تم کو قیامت کے دن اٹھائے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ جو شخص اپنے کافر ہونے کے لیے کوئی وقت مقرر کرے تو اس پر اجماع ہے کہ وہ شخص اسی وقت کافر ہو جاتا ہے' پس حضرت خباب نے یہ کیسے کہا کہ میں اس وقت کافر ہوں گا جب تم کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا' حالانکہ ان کا دین صحیح تھا اور ان کا عقیدہ بہت مضبوط تھا اور ان کا ایمان بہت قوی اور مؤکد تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ان کے مخاطب عاص بن وائل کا عقیدہ یہ تھا کہ نہ قیامت ہوگی نہ اس کو اٹھایا جائے گا تو انہوں نے اس سے اس کے عقیدہ کے مطابق کلام کیا اور مراد یہ تھی کہ میں کبھی کفر نہیں کروں گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کے نزدیک قیامت کا ہونا محال تھا اور حضرت خباب کے نزدیک ان کا کفر کرنا محال تھا تو انہوں نے محال کو محال پر معلق کیا اور ان کی مراد یہ تھی کہ تم دنیا میں میرا قرض ادا نہیں کر رہے ہو اور آخرت میں تم سے یہ قرض جبراً وصول کر لیا جائے گا یا پھر ان کی مراد یہ تھی کہ آخرت میں تو کوئی کافر رہے گا نہیں اور جو دنیا میں کافر تھے' ان کا کفر بھی زائل ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۹۳۵۔ ج ۷ ص ۵۹۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۰- بَابُ ذِكْرِ الْخَيَّاطِ — درزی کا ذکر

۲۰۹۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ' قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ' فَقَرَّبَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَّمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وَّقَدِيْدٌ' فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ' قَالَ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَّوْمَئِذٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک درزی نے کھانا تیار کر کے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی' حضرت انس بن مالک نے کہا: میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کھانے کی دعوت میں گیا' اس نے رسول اللہ ﷺ کے قریب روٹی اور کدو (لوکی) اور گوشت کا سالن رکھا' پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پیالہ کے اردگرد سے کدو تلاش کر رہے تھے' سو اس دن سے میں بھی کدو سے محبت کرتا ہوں۔

[اطراف الحدیث: ۵۳۷۹_۵۴۲۰_۵۴۳۳_۵۴۳۵_۵۴۳۶_۵۴۳۷_۵۴۳۹] (صحیح مسلم: ۲۰۴۱' الرقم المسلسل: ۵۲۱۹' سنن ابوداؤد: ۳۷۸۲' سنن ترمذی: ۱۸۵۰' مسند الحمیدی: ۱۲۱۳' سنن دارمی: ۲۰۵۰' سنن کبریٰ: ۶۶۶۲' شرح مشکل الآثار: ۱۶۲' صحیح ابن حبان: ۴۵۳۹' شعب الایمان: ۵۸۶۴' شرح السنۃ: ۲۸۵۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۵۱۳۔ ج ۱۹ ص ۴۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔
اس درزی کا نام حضرت زید بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ تھا اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے عم زاد تھے۔

Marfat.com

عام پیشہ ور لوگوں کی دعوت کو قبول کرنا' اپنے خدام کو دعوت میں لے جانا اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ معزز آدمی کو درزی کی دعوت قبول کرنی چاہیے اور اس کے گھر جا کر طعام کھانا جائز ہے اور یہ کہ کسی پیشے کو معیوب نہیں سمجھنا چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے خدام کو بھی اپنے ساتھ دعوت میں لے جانا چاہیے اور انہیں اپنے ساتھ کھانا کھلانا چاہیے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے برتن میں سے اپنی پسند کی چیز کو تلاش کر کے کھانا جائز ہے اور یہ کہ جو طعام رسول اللہ ﷺ کو پسند ہو' اسی طعام کو پسند کرنا چاہیے اور اس سے محبت رکھنی چاہیے۔

عام حالات میں تو پلیٹ میں اپنے آگے سے کھانا چاہیے اور دوسروں کے آگے سے نہیں کھانا چاہیے لیکن جب کھانے والوں میں اس کے متبعین اور عقیدت مند ہوں اور اس کو علم ہو کہ ان کے آگے سے کھانا ان کو ناگوار نہیں ہوگا تو ان کے آگے سے کھانا بھی جائز ہے' جس طرح رسول اللہ ﷺ پیالہ میں سے کدو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھا رہے تھے' امام مالک سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کا یہی جواب دیا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

کدو شریف کی بے توقیری کرنے سے کفر کا خطرہ ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سالن میں نبی ﷺ کو کدو گوشت پسند تھا' آپ اس سالن میں سے کدو کے قتلے ڈھونڈ کر کھا رہے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی وجہ سے کدو سے محبت رکھتے تھے' اور اہل محبت کدو نہیں کہتے کدو شریف کہتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اگر کدو ان کی طبیعت اور مزاج کے ناموافق ہو تب بھی کدو کی تعظیم کریں اور اس سے محبت رکھیں۔

علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری المتوفی ۵۴۲ ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ خلیفہ کے سامنے یہ کہا گیا کہ نبی ﷺ کدو سے محبت کرتے تھے' ایک شخص نے کہا: میں کدو کو پسند نہیں کرتا' امام ابو یوسف نے حکم دیا کہ چمڑے کا فرش لایا جائے جس پر مجرم کو بٹھا کر قتل کیا جاتا ہے اور تلوار لائی جائے' تب اس شخص نے کہا: میں نے جو کچھ کہا ہے میں اس پر اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور ان تمام کلمات سے رجوع کرتا ہوں جن سے کفر ہوتا ہے اور کلمہ پڑھا: "اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله" تب امام یوسف نے اس کو چھوڑ دیا اور قتل نہیں کیا اور اس کی تاویل یہ ہے کہ اس نے اس بات کو سنگین نہ سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ میں کدو کو پسند نہیں کرتا' اس لیے امام ابو یوسف نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ورنہ طبعی کراہت اعمالِ اختیاریہ میں داخل نہیں ہے اور قواعد شرعیہ میں اس سے اجتناب کا کوئی شخص مکلف نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۴ ص ۳۸۶' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ ھ نے اس عبارت کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے (ہمارا ترجمہ اس کے مطابق ہے)۔

(شرح الشفاء ج ۲ ص ۴۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

رسول اللہ ﷺ سے محبت کے متعلق چند احادیث

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کدو سے اس وقت سے محبت کرتے تھے جب سے انہیں یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کدو کو پسند فرماتے ہیں۔ اس مناسبت سے ہم یہاں رسول اللہ ﷺ سے محبت کے متعلق چند احادیث ذکر کرنا چاہتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد سے' اس کے والد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۱۵' صحیح مسلم: ۴۴' الرقم المسلسل: ۱۶۷' سنن نسائی: ۵۰۲۳' سنن ابن ماجہ: ۶۷)

سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ جو شخص تمام احوال میں اپنے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاکمیت محسوس نہ کرے اور اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مملوک نہ جانے' وہ آپ کی سنت کی مٹھاس کو نہیں چکھ سکتا۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے قیامت کے لیے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں نہ زیادہ روزے رکھے ہیں نہ زیادہ صدقہ دیا ہے لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۷۱' صحیح مسلم: ۲۶۳۹)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ ابھی تک ان سے ملا نہیں؟ آپ نے فرمایا: آدمی ان ہی کے ساتھ ہوتا ہے جن سے وہ محبت کرے۔ (صحیح البخاری: ۶۱۷۰' صحیح مسلم: ۲۶۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے میری امت کے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے' ان میں سے ہر شخص چاہے گا کہ کاش! وہ اپنے تمام اہل اور مال کے بدلہ میں مجھے دیکھ لے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۳۲' الرقم المسلسل: ۷۰۳۹)

امام ابن اسحاق نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جنگ احد میں انصار کی ایک عورت کا والد اور اس کا بھائی اور اس کا خاوند شہید ہو گئے' اس نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا' لوگوں نے بتایا کہ آپ خیریت سے ہیں' اللہ کا شکر ہے جیسا کہ تم چاہتی تھیں' اس نے کہا: مجھے دکھاؤ حتیٰ کہ میں آپ کو دیکھ لوں' جب اس نے آپ کو دیکھ لیا تو کہا: آپ کے بعد ہر مصیبت معمولی ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سن ہو گیا' ان سے کہا گیا: آپ اس کو یاد کریں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو تو انہوں نے بلند آواز سے کہا: ''یا محمداہ!'' تو ان کا پیر ٹھیک ہو گیا۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۱۶۹-۱۶۸' الشفاء ج ۲ ص ۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام بخاری کی روایت میں ''یا محمد'' ہے۔ (الادب المفرد ص ۲۶۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

بعض غیر مقلد مخرجین نے امام بخاری کی اس روایت کو ضعیف کہا ہے' اس لیے ہم اس کی سند کی تحقیق کر رہے ہیں۔

امام بخاری کی روایت کردہ اس حدیث کی سند کی تحقیق

(۱) ابونعیم الملائی کا نام الفضل بن دکین القرشی الکوفی ہے' ان کا سماع سفیان الثوری سے ہے' ان کی وفات ۲۱۹ھ میں ہوئی۔ (تاریخ الکبیر ج ۷ ص ۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۲ھ) ابن حجر نے کہا: آپ امام بخاری کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔

(تقریب التہذیب ج ۲ ص ۱۱۶' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۲) سفیان بن سعید بن مسروق ابوعبد اللہ الثوری الکوفی' انہوں نے ابواسحاق الشیبانی سے سماع کیا ہے' ان کے بارے میں امام بخاری لکھتے ہیں: جب تم چاہو تو انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھو اور حدیث شریف کا درس دیتے ہوئے دیکھو اور فقہ کی گہرائی میں غور کرتے ہوئے دیکھو۔ (تاریخ الکبیر ج ۴ ص ۹۶-۹۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۲ھ) حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ حافظ' فقیہ' عابد' امام حجۃ ہیں اور ساتویں طبقے کے سرداروں میں ہے' ان کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۰۲)

Marfat.com

(۳) ابواسحٰق الشیبانی کا نام سلیمان بن ابی سلیمان الشیبانی ہے یہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سعید بن جبیر اور عکرمہ سے روایت کرتے ہیں اور سفیان الثوری اور شعبہ ان سے روایت کرتے ہیں ان کا سن وفات ۱۴۲ھ ہے کوفہ میں فوت ہوئے۔ (تاریخ الکبیر ج ۴ ص ۷ ۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ) ابن حجر نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

(تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

(۴) عبدالرحمٰن بن سعد القرشی مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما الکوفی انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع کیا ان سے منصور اور حماد بن ابی سلیمان روایت کرتے ہیں۔ (تاریخ الکبیر ج ۵ ص ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ) ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام نسائی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۴۴۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

جب اہل مکہ حضرت زید بن دثنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے گئے تو ابوسفیان بن حرب نے ان سے کہا: اے زید! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تم کو یہ پسند ہے کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد ہوتے اور ان کی گردن ماری جاتی اور تم اپنے گھر میں ہوتے؟ حضرت زید نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ اس وقت اس جگہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے اور آپ کے پاؤں میں کانٹا چبھتا اور میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہوتا' تو ابوسفیان نے کہا: میں نے کسی شخص کو کسی کے ساتھ اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محبت محمد کے اصحاب' محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کرتے ہیں۔ (الشفاء ج ۲ ص ۲۱ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۲۰۸۔ ج ۶ ص ۲۹۹ میں مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۱ - بَابُ ذِكْرِ النَّسَّاجِ کپڑا بُننے والے کا ذکر

اس باب میں کپڑا بُننے کے متعلق حدیث ہے۔

۲۰۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ' قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيلَ لَهُ نَعَمْ' هِيَ الشَّمْلَةُ' مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا' قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي نَسَجْتُ هٰذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا' فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا' فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ' فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اكْسُنِيهَا. قَالَ نَعَمْ. فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ' ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا' ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ' فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ' سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ' لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا. فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ. قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک عورت ایک بُردہ لے کر آئی' حضرت سہل نے کہا: کیا تمہیں علم ہے کہ بردہ کسے کہتے ہیں؟ ان کو جواب دیا گیا: جی ہاں! بردہ اس چادر کو کہتے ہیں جس کے کناروں پر کڑھائی ہو' اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ آپ کو پہناؤں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کو لے لیا اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چادر کو بہ طور تہبند باندھے ہوئے ہمارے پاس آئے' لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ چادر مجھے پہنا دیجئے' آپ نے فرمایا: ہاں! پھر آپ مجلس میں بیٹھ گئے' پھر آپ چلے گئے اور اس چادر کو لپیٹ کر اس شخص کے پاس بھیج دیا' لوگوں نے اس سے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا' تم نے آپ سے یہ چادر مانگ لی حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ آپ

Marfat.com

کسی سائل کے سوال کو مسترد نہیں کرتے' اس شخص نے کہا: میں نے اس چادر کا صرف اس لیے سوال کیا تھا تاکہ جس دن میری موت ہو اس دن وہ میرا کفن ہو جائے' حضرت سہل نے بتایا: پھر وہ چادر اس شخص کا کفن بن گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۷ میں گزر گئی ہے۔

۳۲ - بَابُ النَّجَّارِ

بڑھئی (درکھان) کا ذکر

۲۰۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ اَتٰى رِجَالٌ اِلٰى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يَسْأَلُوْنَهٗ عَنِ الْمِنْبَرِ، فَقَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فُلَانَةَ، اِمْرَاَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ اَنْ مُرِىْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ، يَعْمَلْ لِىْ اَعْوَادًا، اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ اِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ. فَاَمَرَتْهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَاَرْسَلَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، فَاَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ، فَجَلَسَ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس چند لوگ آئے' جو ان سے منبر کے متعلق سوال کر رہے تھے' حضرت سہل نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلاں عورت کے پاس کسی کو بھیجا' حضرت سہل نے اس عورت کا نام بھی لیا تھا' آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے سے کہو جو بڑھئی ہے کہ میرے لیے لکڑیوں سے ایک منبر بنا دے' جس پر میں لوگوں سے خطاب کرتے وقت بیٹھا کروں گا' اس نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ ساگوان کی لکڑی سے منبر بنا دے' پھر وہ لڑکا اس منبر کو لے کر آیا' اس عورت نے وہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیج دیا' آپ نے اس منبر کو رکھنے کا حکم دیا' پس اس منبر کو رکھ دیا گیا' پھر آپ اس پر تشریف فرما ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۹۵ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ، قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَا اَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ؟ فَاِنَّ لِىْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ اِنْ شِئْتِ. قَالَ فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِىْ صُنِعَ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِىْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا، حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ، فَنَزَلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنوا دوں جس پر آپ بیٹھا کریں کیونکہ میرا بیٹا بڑھئی ہے' آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو' پھر اس عورت نے آپ کے لیے منبر بنوا دیا' پھر جب جمعہ کا دن آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس منبر پر بیٹھ گئے جو آپ کے لیے بنایا گیا تھا' تب کھجور کے درخت کا وہ ستون چلّا کر رونے لگا جس سے ٹیک لگا کر آپ پہلے خطبہ دیتے تھے حتیٰ کہ لگتا تھا کہ وہ ستون پھٹ پڑے گا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے

Marfat.com

الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ، حَتَّى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ.

اور اس ستون کو پکڑ کر اپنے (سینہ کے) ساتھ لگایا' تب وہ ستون اس بچہ کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا جس کو چپ کرایا جاتا ہے' اس کے بعد وہ چپ ہو گیا۔ راوی نے کہا: یہ ستون اس لیے رو رہا تھا کہ یہ ذکر اور نصیحت سنتا تھا (اور اب اس سے محروم ہو گیا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں اللہ کے ذکر کی فضیلت ہے اور نبی ﷺ کا روشن معجزہ ہے' کیونکہ جدائی کے غم سے رونا عقل اور زبان کا تقاضا کرتا ہے اور لکڑی کا' ذکر کی جدائی کے غم سے انسانوں کی طرح رونا آپ کا بہت عظیم معجزہ ہے اور قرین قیاس یہ ہے کہ وہ ستون آپ کے لمس کے فراق میں رو رہا تھا کیونکہ ذکر تو وہ بعد میں بھی سن رہا تھا۔

٣٣ - بَابُ شِرَاءِ الْإِمَامِ الْحَوَائِجَ بِنَفْسِهٖ — امام کا اپنی ضرورت کی چیزوں کو خود خریدنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلًا مِّنْ عُمَرَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۰۹۹ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جَاءَ مُشْرِكٌ بِغَنَمٍ، فَاشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ شَاةً.

اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مشرک بکریاں لے کر آیا تو نبی ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی۔

اس تعلیق کے موافق موصول حدیث' صحیح البخاری: ۲۲۱۶ میں مذکور ہے۔

وَاشْتَرٰى مِنْ جَابِرٍ بَعِيْرًا.

اور (نبی ﷺ نے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۰۹۷ میں مذکور ہے۔

٢٠٩٦ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِشْتَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَّهُوْدِيٍّ طَعَامًا بِنَسِيْئَةٍ، وَرَهَنَهٗ دِرْعَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے ادھار طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٤ - بَابُ شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيْرِ، — چوپایوں اور گدھوں کو خریدنا

اس باب کے عنوان میں ''دوابّ'' کا ذکر ہے اور یہ ''دابّۃ'' کی جمع ہے' جو حیوان سطح زمین پر چلے اس کو ''دابّۃ'' کہتے ہیں اور عرف میں یہ لفظ چوپایہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

Marfat.com

وَاِذَا اشْتَرٰی دَابَّةً اَوْ جَمَلًا وَّهُوَ عَلَيْهِ هَلْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَبْضًا قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ؟

اور جب کسی شخص نے چوپایہ یا اونٹ کو اس حال میں خریدا کہ وہ اس پر سوار تھا تو کیا اس سے اترنے سے پہلے اس کا اس پر قبضہ قرار پائے گا؟

یہ جملہ بھی باب کے عنوان کا ایک حصہ ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ. يَعْنِي جَمَلًا صَعْبًا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے اپنا سرکش اونٹ فروخت کردو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول ان شاء اللہ ''کتاب الھبۃ'' میں آئے گی۔

٢٠٩٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ وَّهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ، فَاَبْطَاَ بِيْ جَمَلِيْ وَاَعْيَا، فَاَتٰى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ جَابِرٌ. فَقُلْتُ نَعَمْ، قَالَ مَا شَاْنُكَ؟ قُلْتُ اَبْطَاَ عَلَيَّ جَمَلِيْ وَاَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ، فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ، ثُمَّ قَالَ ارْكَبْ. فَرَكِبْتُ، فَلَقَدْ رَاَيْتُهُ اَكُفُّهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ، قَالَ تَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا؟ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ اَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟ قُلْتُ اِنَّ لِيْ اَخَوَاتٍ، فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَتَزَوَّجَ امْرَاَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتُمَشِّطُهُنَّ، وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ، قَالَ اَمَا اِنَّكَ قَادِمٌ، فَاِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ. ثُمَّ قَالَ اَتَبِيْعُ جَمَلَكَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَاشْتَرَاهُ مِنِّيْ بِاُوْقِيَّةٍ، ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِيْ، وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ، فَجِئْنَا اِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُهُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ، قَالَ اٰلْاٰنَ قَدِمْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ، فَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ، فَاَمَرَ بِلَالًا اَنْ يَّزِنَ لَهٗ اُوْقِيَّةً، فَوَزَنَ لِيْ بِلَالٌ فَاَرْجَحَ فِي الْمِيْزَانِ، فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى وَلَّيْتُ فَقَالَ ادْعُ لِيْ جَابِرًا. قُلْتُ اٰلْاٰنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ، وَلَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' میرا اونٹ تھک کر آہستہ آہستہ چل رہا تھا' پس میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور فرمایا: جابر! میں نے عرض کیا: جی! آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: میرا اونٹ بہت آہستہ چل رہا ہے اور تھک گیا ہے' لہٰذا میں پیچھے رہ گیا ہوں' آپ سواری سے اترے اور اس کو ایک ٹیڑھے منہ کی لکڑی سے مارا' پھر فرمایا: اب سوار ہو' پس میں سوار ہوا' اب میں نے دیکھا کہ (وہ اونٹ اس قدر تیز دوڑ رہا تھا کہ میں اس کو بہ مشکل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے آگے نکلنے سے روک رہا تھا' آپ نے (اثناء سفر میں) پوچھا: تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا بیوہ عورت سے؟ میں نے کہا: بلکہ بیوہ عورت سے شادی کی ہے' آپ نے پوچھا: کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی؟ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی' میں نے عرض کیا: میری کئی بہنیں ہیں تو میں نے چاہا کہ میں پختہ عورت سے شادی کروں جو ان کی نگرانی کرے اور ان کے کنگھی چوٹی کرے اور ان کی تربیت کرے' آپ نے فرمایا: اب تم گھر پہنچنے والے ہو' جب تم گھر پہنچ جاؤ تو ہوشیاری سے کام لینا' پھر آپ نے پوچھا: کیا تم اپنا اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے عرض کیا:

يَكُنْ شَيْءٌ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْهُ قَالَ خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ [اَلْكَيْسَ الْوَلَدُ كِنَايَةٌ عَنِ الْعَقْلِ].

ہاں! پس آپ نے وہ اونٹ ایک اوقیہ چاندی (چالیس درہم' تقریباً ۳۶۰۰ روپے' دسمبر ۲۰۰۷ء میں) کے عوض مجھ سے وہ اونٹ خرید لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے پہلے مدینہ میں پہنچ گئے اور میں صبح کو پہنچا' پھر ہم مسجد میں آئے تو میں نے آپ کو مسجد کے دروازہ پر دیکھا' آپ نے فرمایا: تم اب آئے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھو' پس میں نے مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی' پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کے لیے ایک اوقیہ چاندی وزن کریں' سو حضرت بلال نے میرے لیے چاندی وزن کی اور زیادہ تول کر دی' پس میں چلا گیا حتیٰ کہ میں نے پیٹھ پھیر لی' پس آپ نے فرمایا: میرے لیے جابر کو بلاؤ' میں نے دل میں کہا: اب آپ مجھے اونٹ واپس کر دیں گے اور میرے نزدیک اس سے زیادہ اور کوئی چیز ناپسند نہیں تھی' آپ نے فرمایا: اپنا اونٹ لے جاؤ اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔ ''الکیس'' کا معنی ہے: بیٹا' اور یہ عقل سے کام لینے سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں ''الکیس الکیس'' کے الفاظ ہیں' یہ عقل کے ساتھ کام لینے سے کنایہ ہیں۔

صحیح البخاری: ۴۴۳ میں اس حدیث کا بے حد اختصار کے ساتھ ذکر تھا اور یہاں اس کی مکمل تفصیل ہے' سو ہم یہاں پر اس کی بسط کے ساتھ شرح کر رہے ہیں:

اس کی حدیث کو امام بخاری نے تقریباً بیس جگہوں پر ذکر کیا ہے جس کی تفصیل ہم حدیث: ۴۴۳ میں ذکر کر چکے ہیں' نیز اس کی تخریج حسب ذیل ہے:

صحیح مسلم: ۷۱۵' الرقم المسلسل: ۳۹۹۱' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳' سنن ترمذی: ۱۲۵۳' سنن نسائی: ۴۶۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۶ ص ۳۳۰۔ ج ۱۴ ص ۲۷۵' سنن کبریٰ: ۸۸۱۷' المنتقیٰ: ۶۳۵' مسند ابویعلیٰ: ۲۱۲۴' شرح مشکل الآثار: ۴۴۰۸' صحیح ابن حبان: ۶۵۱۹' سنن دارمی: ۲۲۱۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۹۵۔ ج ۲۲ ص ۱۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت۔

حدیث مذکور کی شرح' حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ سے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ذات الرقاع تھا اور اس میں ''يَحْجُنُهٗ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹ کے لکڑی چبھوئی۔ (بس حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی یہاں پر اتنی ہی شرح کی ہے) (فتح الباری ج ۴ ص ۵۶۰)

مبیع (سودے) پر قبضہ کی شرط اور قیمت میں اضافہ کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ بیع کی صحت میں مبیع پر قبضہ شرط ہے یا نہیں؟ امام مالک' امام احمد اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ بیع صرف ایجاب اور قبول سے مکمل ہو جاتی ہے اور بیع کی تکمیل میں مبیع پر قبضہ کرنا شرط نہیں ہے سوا بیع صرف کے اور طعام کی طعام کے ساتھ بیع کے۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے بیع مکمل ہوتی ہے' اگر خریدار کے مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے مبیع تلف یا ہلاک ہو جائے تو وہ بائع کے مال سے تلف ہوئی ہے اور اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ اونٹ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا' پس جب خریدار کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کو ہبہ کر دے تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس چیز کو بائع کے علاوہ کسی اور کو ہبہ کر دے اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس چیز کو فروخت کر دے اور اس کے لیے جائز ہے کہ جس چیز کو اس نے خریدا ہے' اس میں ہر وہ تصرف کرے جو مالک اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے' سو یہ سنت ثابتہ ہے اور مخالف کے لیے اس سنت ثابتہ کو رد کرنا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: اس کے لیے ایک اوقیہ چاندی وزن کرو اور وزن میں اس کو زیادہ دینا۔

امام مالک' فقہاء کوفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ فروخت کرنے والے اور خریدنے والے دونوں کی طرف سے مبیع میں اضافہ کرنا اور قیمت میں کمی کرنا جائز ہے خواہ قیمت پر بائع نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو' جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث مذکور میں ہے اور ان کے نزدیک یہ از سر نو ہبہ ہے۔

علامہ ابن القاسم نے کہا کہ قیمت میں اضافہ ہبہ ہے اور اگر مبیع میں عیب نکل آئے تو وہ اس اضافہ سے رجوع کرلے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جو اضافہ عقد کے بعد کیا گیا ہے وہ فاسد ہے' امام ابو یوسف اور امام محمد نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ بیع میں اضافہ جائز نہیں ہے اور ہمارے اصحاب نے اس میں قیاس کو ترک کر دیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موافق موقف اختیار کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

''الکیس'' کا معنی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ' حضرت جابر کا ادب اور ایثار' کنواری لڑکی سے نکاح کی فضیلت اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب تم گھر پہنچ جاؤ ''فالکیس الکیس'' اس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جب تم گھر پہنچ جاؤ تو اولاد کی طلب میں عقل اور فہم اور نرمی سے کام لینا' کیونکہ اس وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اولاد نہیں تھی' یا اس کا معنی یہ ہے کہ گھر پہنچ کر اپنی بیوی سے جماع کے معاملہ میں احتیاط سے کام لینا کیونکہ ہو سکتا ہے وہ حائضہ ہو۔

''الکیس'' کا معنی ہے: کسی چیز کی بہت زیادہ حفاظت کرنا' ایک قول یہ ہے کہ یہاں ''الکیس'' کا معنی جماع ہے' ایک قول یہ

Marfat.com

ہے کہ اس کا معنی عقل سے کام لینا ہے۔ حدیث سے ثابت ہونے والے دیگر مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بیان ہے' کیونکہ جس اونٹ سے پہلے چلا نہیں جا تا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکڑی چھوتے ہی وہ سب سے تیز بھاگنے لگا۔

(۲) اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ صحابہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا ادب کرتے تھے' کیونکہ حضرت جابر اپنے اونٹ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ سے آگے بڑھنے سے روکتے تھے۔

(۳) اس حدیث میں کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کی ترغیب ہے جب کہ انسان خود کنوارا ہو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے فرمایا: تم نے کنواری لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا' تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی۔

(۴) اس حدیث میں حضرت جابر کی فضیلت ہے کہ انہوں نے اپنے نفس پر ایثار کیا اور اپنی بہنوں کی پرورش اور تربیت کو اپنی نفسانی خواہش پر ترجیح دی۔

(۵) سفر سے آ کر گھر جانے سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ آپ نے حضرت جابر سے فرمایا: مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو۔

(۶) جب قیمت ادا کی جائے تو کسی کو وکیل بنانا جائز ہے کیونکہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: تم چاندی تول کر دو۔ طے شدہ قیمت سے زائد دینا جائز ہے کیونکہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: تم ان کو زیادہ وزن کر کے دینا۔ امام مالک' امام شافعی اور فقہاء احناف کے نزدیک بائع کا مبیع میں اضافہ کرنا اور خریدار کا قیمت میں اضافہ کرنا اور کمی کرنا جائز ہے خواہ قیمت پر قبضہ کیا گیا ہو یا نہ۔

(۷) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل خریداری کا بیان ہے کہ آپ نے ایک چیز خریدی اور اس کی قیمت' طے شدہ قیمت سے زیادہ دی' پھر وہ چیز بھی بائع کو دے دی اور اس کی قیمت بھی دے دی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۰۹۔۳۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٥ - بَابُ الْأَسْوَاقِ الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ' فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الْإِسْلَامِ

زمانۂ جاہلیت کے وہ بازار جن میں لوگوں نے زمانۂ اسلام کے بعد خریداری کی

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جن مقامات پر گناہ کیے جاتے تھے اور افعالِ جاہلیت کیے جاتے تھے' ان مقامات پر نیک کام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

٢٠٩٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ' فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ تَأَثَّمُوا مِنَ التِّجَارَةِ فِيهَا' فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ (البقرہ:١٩٨) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. قَرَأَ ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ عکاظ اور مجنہ اور ذوالمجاز زمانۂ جاہلیت میں بازار تھے' پھر جب اسلام آ گیا تو انہوں نے وہاں تجارت کرنے میں گناہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۹۸) حج کے موسم میں۔ حضرت

Marfat.com

عَبَّاسٍ كَذَا. ابن عباس نے اس آیت کواسی طرح پڑھا ہے۔

اس آیت کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۷۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۶ - بَابُ شِرَاءِ الْإِبِلِ الْهِيمِ، أَوِ الْأَجْرَبِ — بیمار یا خارش زدہ اونٹ خریدنا

اَلْهَائِمُ اَلْمُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ. ''ھـائـم'' کا معنی ہے: جومیانہ روی کی مخالفت کرنے والا ہو۔

''هِيم'' اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو پیاس کی بیماری ہو'وہ مسلسل پانی پیتا رہتا ہے لیکن اس کی پیاس ختم نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہ پیاسا ہی مرجاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ O پس تم سخت پیاسے اونٹ کی طرح پینے والے ہوگے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ'' ھـائـم '' وہ ہے جو ہر چیز میں الٹا ارادہ کرتا ہے' امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ خارش زدہ اونٹ بھی اپنے کھڑے ہونے' بیٹھنے اور گھومنے میں الٹا ارادہ کرتا ہے۔

۲۰۹۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو كَانَ هَا هُنَا رَجُلٌ اِسْمُهُ نَوَّاسٌ، وَكَانَتْ عِنْدَهُ إِبِلٌ هِيْمٌ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَاشْتَرٰى تِلْكَ الْإِبِلَ مِنْ شَرِيْكٍ لَّهُ، فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيْكُهُ، فَقَالَ بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ. فَقَالَ مِمَّنْ بِعْتَهَا؟ قَالَ مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ وَيْحَكَ، ذَاكَ وَاللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ، فَجَاءَهُ فَقَالَ إِنَّ شَرِيْكِيْ بَاعَكَ إِبِلًا هِيْمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ. قَالَ فَاسْتَقْهَا، قَالَ فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا، فَقَالَ دَعْهَا، رَضِيْنَا بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى. سَمِعَ سُفْيَانُ عَمْرًا.

[اطراف الحدیث: ۲۸۵۸- ۵۰۹۳- ۵۰۹۴- ۵۷۵۳- ۵۷۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عمرو نے کہا: یہاں ایک شخص تھا' اس کا نام نواس تھا' اس کے پاس استسقاء کی بیماری والے اونٹ تھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے شریک سے وہ اونٹ خریدے' پھر اس کے پاس اس کا (دوسرا) شریک آیا اور اس نے اس کو بتایا کہ ہم نے وہ اونٹ فروخت کر دیئے' اس (پہلے) شریک نے پوچھا: تم نے وہ اونٹ کس کو فروخت کیے؟ اس نے کہا: فلاں فلاں بوڑھے آدمی کو' اس نے کہا: تم پر افسوس ہے' اللہ کی قسم! وہ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' پھر وہ شریک ان کے پاس گیا اور کہا: میرے شریک نے آپ کو پیاس کی بیماری والے اونٹ فروخت کر دیئے اور اس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' حضرت ابن عمر نے کہا: اچھا اس کو لے جاؤ' جب وہ اس کو لے کر جانے لگا تو حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو رہنے دو' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر راضی ہیں کہ کوئی مرض (از خود) متعدی نہیں ہوتا۔ سفیان نے اس حدیث کو عمرو سے سنا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پیاس کی بیماری والا اونٹ خریدا۔

اگر خریدار راضی ہو تو عیب والی چیز کو فروخت کرنا جائز ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عیب والی چیز کو خریدنا اور اس کو بیچنا جائز ہے اور جب بیچنے والے نے خریدار کو مبیع کے عیب پر مطلع کر دیا تو یہ بیع میں وہ دھوکا نہیں ہے جو ممنوع ہے اور حضرت ابن عمر اونٹوں کی بیماری پر مطلع ہونے کے باوجود اس بیع پر راضی رہے تو یہ بیع صحیح ہوگئی۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۲)

۳۷- بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا

ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کا حکم اور غیر ایامِ فتنہ میں

ایامِ فتنہ سے مراد وہ ایام ہیں جب مسلمانوں کے درمیان آپس میں جنگ ہو رہی ہو' امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس کا حکم نہیں بیان کیا' اس کے حکم میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنا مکروہ ہے' کیونکہ اس سے اس فریق کی اعانت ہوگی جو اسلحہ خریدے گا اور یہ حکم اس وقت ہے جب حال مشتبہ ہو لیکن جب یہ معلوم ہو کہ ایک فریق باغی ہے تو جس جانب لوگ حق پر ہوں' ان کو اسلحہ فروخت کرنا درست ہے' اور غیر ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ.

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کو مکروہ کہا ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن عدی اور امام طبرانی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۲)

۲۱۰۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ، فَأَعْطَاهُ يَعْنِي دِرْعًا فَبِعْتُ الدِّرْعَ، فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از ابن افلح از ابی محمد مولیٰ ابی قتادہ از حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس سال غزوۂ حنین ہوا تھا' اسی سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نے ابو قتادہ کو زرہ عطا کی' سو میں نے وہ زرہ فروخت کر دی اور اس کے عوض بنی سلمہ میں باغ خرید لیا اور یہ وہ پہلا مال تھا جس کو میں نے اسلام میں حاصل کیا۔

[اطراف الحدیث: ۳۱۴۲-۴۳۲۱-۴۳۲۲-۷۱۷۰] (صحیح مسلم: ۱۷۵۱' الرقم المسلسل: ۴۴۵۷' سنن ابوداؤد: ۲۷۱۷' سنن ترمذی: ۱۵۶۲' سنن ابن ماجہ: ۲۸۳۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) یحییٰ بن سعید انصاری (۴) ابن افلح' ان کا نام عمر بن کثیر ہے' یہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (۵) ابو محمد' ان کا نام نافع بن عیاش الاقرع ہے' یہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (۶) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام الحارث بن ربعی انصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۲)

کافر سے چھینے ہوئے مال سے خوش حالی اور ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کی تفصیل

اس حدیث میں غزوۂ حنین کا ذکر ہے۔ یہ غزوہ آٹھ ہجری میں ہوا تھا اور حنین مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں بعض الفاظ کا ذکر نہیں ہے اور وہ یہ ہیں کہ حضرت ابو قتادہ نے ایک کافر کو قتل کر دیا تھا تو نبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کافر کا اتارا ہوا سامان حضرت ابوقتادہ کو عطا فرمایا تھا اور اس سامان میں اس کی زرہ بھی تھی' اس زرہ کو بیچ کر حضرت ابوقتادہ نے باغ خریدا تھا۔

حضرت ابوقتادہ نے اس زرہ کو غیر ایامِ فتنہ میں بیچا تھا اور چونکہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں غیر ایام فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کا بھی ذکر کیا تھا تو عنوان کے اس دوسرے جز کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت ہے' اور عنوان کا پہلا جز ہے: ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنا' اس کی مطابقت امام بخاری کی تعلیق کے ساتھ ہے کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۳' فتح الباری ج ۳ ص ۵۶۲)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایامِ فتنہ میں باغی مسلمانوں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ یہ گناہ اور سرکشی پر تعاون ہے اور یہ مکروہ اور ممنوع ہے' اسی وجہ سے امام مالک نے کہا ہے کہ جو شخص انگور کے شیرہ سے شراب بناتا ہے' اس کو انگور فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے ساتھ انگور کی بیع فسخ کر دی جائے گی' امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ بیع مکروہ تنزیہی ہے اور جب یہ بیع ہو جائے تو جائز ہے' کیونکہ اس نے حلال چیز کی بیع کی ہے اور ثوری نے کہا ہے کہ اس میں سے کوئی چیز مکروہ نہیں ہے اور کہا ہے کہ تم اپنی حلال چیز کو جس سے چاہو فروخت کر دو۔

اور غیر فتنہ کے ایام میں مسلمانوں سے بیع کرنا جائز ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ. (البقرہ:۲۷۵) اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کر دیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۴۵۳۔ ج ۵ ص ۳۴۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں "سَلَب" (کفار سے چھینا ہوا سامان) کی بہت زیادہ تحقیق ہے۔

۳۸ - بَابٌ فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ

عطار اور مشک کی بیع کا ذکر

۲۱۰۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ بْنَ اَبِيْ مُوْسٰى، عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السُّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيْرِ الْحَدَّادِ لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ اِمَّا تَشْتَرِيْهِ اَوْ تَجِدُ رِيْحَهٗ، وَكِيْرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ اَوْ ثَوْبَكَ، اَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً. [طرف الحدیث: ۵۵۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبردہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوبردہ بن ابی موسیٰ سے سنا از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک ہم نشیں اور بدہم نشیں کی مثال ایسے ہے جیسے مشک والا اور لوہار کی بھٹی والا ہو' مشک والا اس حال سے خالی نہیں ہے کہ یا تو تم اس سے مشک خرید لوگے ورنہ اس کی خوش بو سونگھو گے اور لوہار کی بھٹی والا یا تو تمہارا بدن یا تمہارے کپڑے جلائے گا ورنہ تم اس کی بدبو سونگھو گے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۸' الرقم المسلسل: ۶۵۸۷' مسند الحمیدی: ۷۷۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۰۳' صحیح ابن حبان: ۵۷۹' مسند ابویعلیٰ: ۷۲۷۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۲۴۔ ج ۳۲ ص ۳۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) عبدالواحد بن زیاد العبدی (۳) ابو بردہ ان کا نام ہے: برید بن عبداللہ ابو بردہ بن ابوموسیٰ (۴) ابو بردہ ان کا نام عامر بن ابوموسیٰ ہے (۵) ان کے والد وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: مشک والا اس حال سے خالی نہیں ہے کہ یا تو تم اس سے مشک خرید لو گے ورنہ اس کی خوشبو سونگھو گے۔

مُشک کے حرام یا حلال ہونے میں اختلاف فقہاء

سیاہ سرخی مائل جما ہوا خون جو ہرن کی ناف میں ایک تھیلی میں ہوتا ہے یہ ہرن کی ناف سے جھڑ جاتا ہے اور نہایت خوشبودار ہوتا ہے اس کو مُشک کہتے ہیں۔ (قائد اللغات ص ۸۷۶)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مشک کی بیع میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض فقہاء مشک کی بیع کو مکروہ قرار دیتے ہیں (کیونکہ یہ ہرن کا خون ہوتا ہے اور خون نجس ہے) اور دوسرے فقہاء مشک کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں اور یہ حدیث مشک کی بیع کے جواز پر دلیل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک ہم نشیں کی مشک فروخت کرنے والے کے ساتھ مثال دی ہے اور فرمایا: یا تو تم اس سے مشک خرید لو گے یا اس کی خوشبو سونگھو گے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتایا کہ لوگوں کی عادت مشک خریدنا ہے اور وہ مشک کو سونگھنے میں رغبت کرتے ہیں۔ اگر مشک کو خریدنا ناجائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو واضح فرما دیتے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے نجس چیزوں کی بیع کو اور بدبودار چیزوں کے استعمال کو حرام کر دیا پس جن لوگوں نے اس بیع کو حرام کہا ہے وہ بے معنی ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی ہم نشینی سے منع فرمایا ہے جس سے ایذاء پہنچتی ہو جیسے غیبت کرنے والے اور باطل چیزوں میں مشغول رہنے والے کی ہم نشینی اور اس کے برعکس ایسے شخص کی ہم نشینی کی ترغیب دی ہے جو نیک کام کر رہا ہو یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو یا علم سیکھ رہا ہو اور اس میں تمام نیکی کے کام داخل ہیں اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی عطار تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

مُشک کے پاک ہونے پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مشک کے پاک ہونے پر دلیل ہے اور اس کی پاکیزگی کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کی ایک عورت نے اپنی انگوٹھی میں مشک بھری تھی اور مشک تمام خوشبوؤں سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۵۲ الرقم المسلسل: ۵۷۷۵ سنن ابوداؤد: ۳۱۵۸ سنن نسائی: ۱۹۰۵ مسند احمد ج ۳ ص ۶۸ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۶۴۶ ج ۱۸ ص ۱۸۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

کتاب الاشراف میں سند جید کے ساتھ یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مشک تھی جس سے آپ خوشبو لگاتے تھے۔

صحابہ اور فقہاء تابعین میں سے اکثر کا یہی مؤقف تھا حضرت علی بن ابی طالب حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت انس اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کا یہی مختار تھا فقہاء تابعین میں سے محمد بن سیرین سعید بن المسیب اور جابر بن زید کا یہی مؤقف تھا اور ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی امام مالک امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب تھا۔

Marfat.com

بعض فقہاء نے مشک کی طہارت کی مخالفت کی ہے' امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: میری میت پر مشک کی خوشبو نہ لگانا اور اس کو ناپسند کیا' اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز' عطاء' حسن بصری' مجاہد اور ضحاک سے منقول ہے اور اکثر نے کہا ہے کہ مشک کو لگانا زندہ اور مردہ دونوں کے لیے درست نہیں ہے کیونکہ مشک خود مردہ ہے اور وہ ان کے نزدیک اس طرح ہے جس طرح زندگی سے کوئی چیز الگ کر لی گئی۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس کا عدم جواز صرف عطاء سے منقول ہے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امام ابن ابی شیبہ نے سند جید کے ساتھ عطاء سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ عطاء سے سوال کیا گیا کہ کیا مردہ کو مشک لگائی جائے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! اور یہ علامہ ابن المنذر کی نقل کے خلاف ہے اور ان مانعین کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مشک اس طرح ہے جیسے زندہ جانور سے کوئی عضو الگ کر لیا گیا' کیونکہ زندہ جانور سے جو عضو کاٹ کر الگ کر لیا جائے' اس سے خون بہتا ہے اور ہرن کی ناف میں جو جما ہوا خون ہوتا ہے وہ اس طرح نہیں ہوتا' جب ہرن اپنے جسم کو کھجاتا ہے تو اس وقت اس سے مشک جھڑ جاتی ہے اور یہ اس طرح ہے جیسے جسم سے بال ٹوٹ کر گر جائے۔ قاضی ابوالفضل عیاض نے کہا ہے کہ مشک کے پاک ہونے اور اس کے استعمال کے جواز پر اجماع قطعی ہے اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ مشک بالاجماع حلال ہے اور مردوں اور عورتوں کے لیے اس کا استعمال جائز ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس میں پہلے اختلاف تھا اور اب اس کی طہارت اور اس کی بیع کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے۔

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ مشک میں اصل تحریم ہے کیونکہ یہ خون ہے لیکن جب یہ خون کی حالتِ مکروہہ یعنی بدبو سے خوشبو کی طرف منتقل ہو گئی تو یہ پاکیزہ خوشبو کی وجہ سے حلال ہو گئی اور یہ خمر کی طرح ہے' وہ پہلے حرام ہے لیکن جب اس میں سرکہ ڈال دیا جائے تو پھر وہ حلال ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۸۷۷۔ ج ۷ ص ۲۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مشک اور نافہ کی طہارت کی تحقیق۔

۳۹- بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ — حجام (فصد لگانے والے) کا ذکر

اس سے پہلے باب: ۲۵' سود کھلانے والے کے حکم میں جو حدیث بیان کی گئی تھی' اس میں یہ ذکر تھا کہ خون کی قیمت حرام ہے' اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ فصد لگانا حرام ہے کیونکہ فصد میں آلات کے ذریعہ جسم سے خون نکالا جاتا ہے اور اس باب میں امام بخاری نے دو حدیثیں روایت کی ہیں' جو فصد لگانے اور اس کی قیمت وصول کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں' امام بخاری نے ان حدیثوں کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے تاکہ اس سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے پہلے جو خون کی قیمت کی ممانعت کی حدیث آئی ہے' اس میں ممانعت سے مراد تنزیہی ہے یا پھر وہ ممانعت منسوخ ہو گئی ہے۔

۲۱۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَجَمَ اَبُوْ طَيْبَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ لَهٗ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ وَّاَمَرَ اَهْلَهٗ اَنْ يُّخَفِّفُوْا مِنْ خَرَاجِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۱۰۔ ۲۲۷۷۔ ۲۲۸۰۔ ۲۲۸۱۔ ۵۶۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو ایک صاع کھجوریں دی جائیں اور ان کے گھر والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان کے خراج میں تخفیف کر دیں۔

Marfat.com

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۷ 'مسند ابویعلیٰ: ۳۶۹۹ 'صحیح ابن حبان: ۱۷۵۹ 'شرح السنۃ: ۲۰۴۰ 'الضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۲۸۹ 'المعجم الکبیر: ۷۲۶' صحیح ابن حبان: ۴۱۳۸-۱۸۵۶ 'حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۳۲ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۶۶-ج ۱۹ ص ۳۰ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فصد لگائی اور فصد لگانے والے کو عربی میں ''حجّام'' کہتے ہیں۔

''خَراج'' کا معنی

اس حدیث میں ''خَــراج'' کا ذکر ہے' مالک اپنے غلام کے لیے ہر روز کی ادائی کے لیے جو رقم مقرر کرتا ہے' اس کو خراج کہتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطیبہ کے مالکوں سے کہا کہ وہ ان سے جو روزانہ رقم لیتے ہیں' اس میں تخفیف کر دیں۔

فصد لگانے اور اس پر اجرت لینے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فصد لگانے اور اس کی اجرت لینے کے جواز پر دلیل ہے۔

اس حدیث میں اس پر بھی دلیل ہے کہ مالک اپنے غلام پر ایک معین رقم مقرر کر سکتا ہے کہ تم مجھے اتنی رقم روزانہ کما کر لا کر دو۔

اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ اس کے خراج میں تخفیف کی سفارش کرنا جائز ہے۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہارا اخراج کتنا ہے؟ انہوں نے بتایا: تین صاع ہیں (یعنی ان پر لازم تھا کہ وہ محنت مزدوری کر کے بارہ کلو کھجوریں حاصل کریں اور ان کو لا کر اپنے مالکوں کو دیں) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خراج میں سے ایک صاع (یعنی چار کلو) کم کرا دیئے۔ اس حدیث کو امام طحاوی اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۵۹۰۰ 'مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے جو خون کی اجرت دینے سے منع کیا تھا' وہ ممانعت اب منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگانے والے کو اجرت دی اور اس کے خراج میں تخفیف بھی کی' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۷-۳۱۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۲۱۰۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِحْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْطَى الَّذِيْ حَجَمَهٗ' وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عبد اللہ ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور جس نے فصد لگائی' اس کو آپ نے (کچھ) عطا کیا اور اگر وہ حرام ہوتا تو آپ اس کو عطا نہ فرماتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی سند میں پہلے خالد بن عبداللہ کا ذکر ہے' یہ الطحان الواسطی ہیں' اس کے بعد پھر دوسرے خالد کا ذکر ہے' وہ خالد بن مہران الحذاء البصری ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث میں ذکر ہے کہ جس نے فصد لگائی اس کو آپ نے عطا کیا' اور وہ چیز ذکر نہیں کی جو آپ نے عطا فرمائی' اس کا جواب یہ ہے: اس کو آپ نے کوئی چیز عطا کی' یا اس کا معنی ہے: آپ نے اس کو ایک صاع کھجوریں عطا کیں اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث سابق میں ایک صاع کھجوریں عطا کرنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ کسی شخص سے کام کرایا جائے اور نہ اسے کام کی مقدار بتائی جائے اور نہ اس کو اجرت کی مقدار بتائی جائے' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس زمانہ میں لوگ فصد لگانے کی اجرت میں ایک صاع کھجوریں دیا کرتے تھے' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر پیشگی طے کیے ہوئے ایک صاع کھجوریں اجرت عطا فرمانا اس زمانہ کے رواج اور عادت پر محمول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ کی طرف فصد کی اجرت کی کراہت کو منسوب کر کے ان کا رد کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ دلیل ہے کہ فصد لگانے والے کی اجرت حلال ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فصد لگانے والے کی اجرت کو جو مکروہ کہا ہے' اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ خون کی قیمت حرام ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۰۸۶) علماء نے کہا ہے کہ خون کی قیمت اس طرح حرام نہیں ہے جس طرح شراب کی اور مردار کی قیمت حرام ہے' اور یہ ممانعت فصد لگانے کے کسب سے متعلق نہیں ہے' جیسا کہ حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی ان مذکور الصدر حدیثوں سے واضح ہے' اور اگر فصد لگانے کا کسب ممنوع بھی ہوتا تو وہ ان حدیثوں سے منسوخ ہو گیا ہے یا پھر وہ ممانعت تنزیہہ پر محمول ہے' یا پھر یہ ممانعت اس طرح ہے جس طرح آپ نے نر کی جفتی کی اجرت دینے سے منع فرمایا ہے اور اس سے آپ کی منشاء یہ ہے کہ اس کام کو بہ طور پیشہ اختیار نہ کیا جائے کیونکہ نر کی جفتی کی اجرت لینا کوئی مہذب اور باوقار کام نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی جانب سے اس پر دلائل کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فصد لگانے کی اجرت جائز ہے اور علامہ ابن بطال کا اعتراض غلط ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام ابوحنیفہ کی طرف خلاف واقع یہ نسبت کی ہے کہ وہ فصد لگانے والے کی اجرت کو مکروہ کہتے ہیں' ہم اس سے پہلے امام طحاوی کے حوالے سے یہ لکھ چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک فصد لگانے والے کی کمائی اور اس کی اجرت حلال ہے' امام طحاوی متعدد اسانید سے روایت کرتے ہیں:

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فصد لگانے کی کمائی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے منع فرمایا' انہوں نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے پھر اس سے منع فرمایا' انہوں نے سہ بارہ سوال کیا تو آپ نے پھر اس سے منع فرمایا' انہوں نے پھر بار سوال کیا تو آپ نے پھر منع فرمایا' پھر وہ مسلسل آپ سے پوچھتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم فصد کی کمائی سے اونٹ کو چارا کھلاؤ اور اپنے غلام کو اس کمائی سے کھلاؤ۔

(شرح معانی الآثار: ۵۹۱۴' سنن ترمذی: ۱۲۸۱' سنن ابوداؤد: ۳۴۲۲' سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۶)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد کی کمائی سے غلام اور اونٹ کو کھلانے کی اجازت دی ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ فصد کی کمائی حرام نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حرام کی کمائی سے نہ اپنے اونٹ کو کھلانا جائز ہے نہ اپنے غلام کو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلام کے متعلق فرمایا ہے: ان کو اس طعام سے کھلاؤ جس سے تم خود کھاتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۳۰' صحیح مسلم: ۱۶۶۱)

پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت محیصہ کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ فصد کی کمائی سے اپنے اونٹ کو کھلائیں اور اپنے غلام کو کھلائیں تو واضح ہو گیا کہ اس سے پہلے جو آپ نے ممانعت فرمائی تھی وہ اب منسوخ ہو گئی اور حضرت محیصہ کے لیے اور دوسروں کے لیے اب فصد کی کمائی سے کھانا جائز ہو گیا اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۴۱۶-۴۱۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن بطال اپنی شرح میں اکثر امام طحاوی کے حوالے دیتے رہتے ہیں' اگر وہ اس بحث میں بھی امام طحاوی کی کتاب کا مطالعہ کر لیتے تو وہ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر کے غلط بات نہ لکھتے۔

امام طحاوی کے بعد کے فقہاء احناف نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ فصد کی کمائی اور اس کی اجرت لینا جائز ہے۔

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

فصد لگانے کی اجرت لینا جائز ہے کیونکہ فصد لگانا امر مباح ہے' اور اس کے متعلق جو ممانعت ہے وہ تنزیہہ پر محمول ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۶ ص ۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

رہا فصد لگانے والا تو روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اجرت دی اور اس لیے کہ یہ عملِ معلوم کی اجرتِ معلومہ ہے' اس لیے جائز ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۳۰۵' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فصد لگانے کی اجرت جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور اس کی اجرت عطا کی اور جس حدیث میں فصد کے کسب کی ممانعت ہے' وہ منسوخ ہے۔ (الدرالمختار ج ۲ ص ۱۷۸' ایچ۔ ایم سعید کمپنی' کراچی)

اس عبارت کی شرح میں علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فصد لگوانے کا ذکر صحیح البخاری: ۲۱۰۳' اور صحیح مسلم: ۱۵۷۷ میں ہے اور امام ابوداؤد کی روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فصد لگائی اور آپ نے انہیں ایک صاع کھجوریں دینے کا حکم دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۲۴-۳۴۲۳' سنن ترمذی: ۱۲۷۸) اگر یہ اجرت خبیث ہوتی تو آپ ان کو اجرت نہ عطا فرماتے۔

فصد کی کمائی کی ممانعت اس حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فصد کی کمائی کی اجرت کی اجازت طلب کی تو آپ نے منع فرمایا' پھر وہ آپ سے مسلسل سوال کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے حکم دیا کہ تم اس کمائی سے اپنے اونٹ کو چارا کھلاؤ اور اپنے غلام کو کھانا کھلاؤ۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۲۲' سنن ترمذی: ۱۲۷۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۶)

الاتقانی نے جواب دیا ہے کہ جس حدیث میں فصد کی کمائی کو کسب خبیث فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۵۶۸) وہ کراہت طبعی پر محمول

Marfat.com

ہے کیونکہ اس کام میں خست اور دناءت ہے یعنی یہ گھٹیا کام ہے۔ (ردالمحتار ج۹ ص ۶۲-۶۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں فصد کے کسب کو خبیث فرمایا ہے وہ حدیث منسوخ ہے یا وہ مکروہ طبعی ہے اور امام اعظم نے اس کو شرعی مکروہ قرار نہیں دیا۔

٤٠ - بَابُ التِّجَارَةِ فِيْمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

ان کپڑوں کی تجارت جن کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے

اس باب میں امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں پہلی حدیث میں ان کپڑوں کا ذکر ہے جن کا پہننا مردوں کے لیے مکروہ ہے اور دوسری حدیث میں ان پردوں کا ذکر ہے جن میں تصاویر ہوں ان کو گھروں میں لگانا مکروہ ہے اس کا تعلق عورتوں کے ساتھ ہے کیونکہ گھروں کی آرائش کے لیے عموماً عورتیں پردے لگاتی ہیں۔ اس عنوان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عنوان میں پہننے کا ذکر ہے اور پردوں کو پہنا نہیں جاتا؟ علامہ عینی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ پہننے سے مراد استعمال کرنا ہے لہٰذا پردے بھی اس میں شامل ہیں۔ اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس اعتراض کے جواب میں شارحین ناکام ہو گئے اور میں نے جو جواب ذکر کیا ہے وہ مجھ پر انوارِ الٰہیہ اور فیوضِ ربانیہ سے منکشف ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ ص ۳۱۸-۳۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٢١٠٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِحُلَّةِ حَرِيْرٍ، اَوْ سِيَرَاءَ، فَرَاٰهَا عَلَيْهِ، فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اُرْسِلْ بِهَا اِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا، اِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ، اِنَّمَا بَعَثْتُ اِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا. يَعْنِيْ تَبِيْعُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن حفص نے حدیث بیان کی از سالم بن عبداللہ بن عمر از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ریشم یا سیراء کا حلہ بھیجا' پھر آپ نے حضرت عمر کو وہ حلہ پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: میں نے یہ تمہارے پاس تمہارے پہننے کے لیے نہیں بھیجا تھا' اس ریشمی حلہ کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت کے اجر میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' میں نے یہ تمہارے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس سے نفع حاصل کرو یعنی اس کو فروخت کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''حلّہ'' کا لفظ ہے' ہم بتا چکے ہیں کہ ایک قسم کی دو چادروں کو حلّہ کہا جاتا ہے' ایک چادر اوپر اوڑھ لی جائے اور دوسری چادر کا تہبند باندھ لیا جائے' غیر مقلد عالم شیخ محمد راز نے اس حدیث کے ترجمہ میں حلّہ کا معنی جبّہ لکھا ہے' وہ غلط ہے' اور اس حدیث میں ''سیراء'' کا لفظ ہے یہ ریشم کی ایک قسم ہے۔

٢١٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ، فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از القاسم بن محمد از ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک تصویروں والا پردہ خریدا' پھر جب رسول

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ. وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۲۴-۵۱۸۱-۵۹۵۷-۵۹۶۱-۷۵۵۷]

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو دیکھا تو آپ دروازہ پر کھڑے رہے اور گھر میں داخل نہیں ہوئے' میں نے آپ کے چہرے پر کراہیت کے آثار دیکھے' پس میں نے کہا: یارسول اللہ! میں اللہ کی طرف توبہ کرتی ہوں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توبہ کرتی ہوں' میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ پردے کیسے ہیں؟ میں نے کہا: میں نے یہ اس لیے خریدے ہیں (کہ میں ان کے گدے بناؤں) اور آپ ان پر بیٹھیں اور ان پر ٹیک لگائیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا کہ جس کو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو اور بے شک جس گھر میں تصویریں ہوں' اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷' الرقم المسلسل: ۵۴۱۸' سنن نسائی: ۵۳۵۷' سنن کبریٰ: ۹۷۷۸' مسند ابویعلیٰ: ۴۵۲۴' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۶۷' مسند الحمیدی: ۲۵۱' شرح السنۃ: ۳۲۱۵' مشکل الآثار: ۸' المعجم الاوسط: ۹۱۶۶' مسند الشامیین: ۱۱۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۸۱- ج ۴۰ ص ۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس کے رجال بہت مشہور ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

"نُمْرُقَہ" کا معنی

اس حدیث میں "نمرُقَہ" کا لفظ ہے' اس کو "نَمرُقَہ" بھی پڑھا گیا ہے' اس کی جمع "نمارق" ہے' قاضی عیاض وغیرہ نے کہا: اس کا معنی تکیہ یا گدا ہے' اس کا معنی بچھائی جانے والی چادر بھی ہے' المحکم میں ہے: اس کا معنی اوڑھنے والی چادر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۹)

تصویروں والے پردوں کی بیع حرام نہیں ہے' فقط مکروہ ہے

اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن کپڑوں میں مکروہ تصاویر ہوں ان کی بیع جائز نہیں ہے لیکن بعض دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیع جائز ہے:

- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں گئے تھے' میں نے ایک پردہ خرید کر اس کو دروازہ پر لٹکا دیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے وہ پردہ دیکھا تو میں نے آپ کے چہرہ پر کراہیت کے آثار دیکھے' آپ نے اس پردہ کو اُتار کر کاٹ دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور مٹی پر پردے لٹکائیں' حضرت عائشہ نے کہا: ہم نے اس پردہ کو کاٹ کر اس کے دو گدے بنا دیئے اور ان کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھر دی تو آپ نے اس پر مجھے ملامت نہیں کی۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷' الرقم المسلسل: ۵۴۱۳' سنن ابوداؤد: ۴۱۵۳)

- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر کے طاقچہ یا الماری پر ایک پردہ لٹکا دیا جس میں تصویریں تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ (کو اتار کر) کاٹ دیا تو میں نے اس کے دو گدے بنا دیئے' پس وہ ہمارے گھر میں تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان پر بیٹھتے

تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۷۹)

پس یہ احادیث متعارض ہیں اور ایسی صورت میں اصل پر عمل کیا جاتا ہے اور اشیاء میں اصل اباحت ہے' بہر حال تصویروں والے پردوں کی بیع حرام نہیں ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پردوں کی بیع کو منسوخ کر دیتے' اس لیے تصویر والے پردوں کی بیع کراہت تنزیہ پر محمول ہے۔

بے جان چیزوں کی تصویریں بنانے کا جواز

جان دار کی تصویر بنانے کے مسئلہ میں اختلاف ہے' محدثین اور غیر مقلدین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مطلقاً تصویر حرام ہے خواہ جان دار کی تصویر ہو یا بے جان کی' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۶۱۰۹' صحیح مسلم: ۲۱۰۷' الرقم المسلسل: ۵۴۱۸' سنن نسائی: ۵۳۵۷)

جمہور فقہاء اور محدثین نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ تصویر جو جان دار کی صورت کے مشابہ نہ ہو جیسے درخت' پتھر اور پہاڑ وغیرہ کی تصویریں' ان کے بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر تصویر بنانے والا دوزخ میں ہے' اس کی بنائی ہوئی صورت کے عوض ایک نفس بنایا جائے گا جو اس کو دوزخ میں عذاب دے گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر تم کو تصویر بنانے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو تم درخت کی تصویر بناؤ اور بے جان چیز کی تصویر بناؤ۔

(صحیح البخاری: ۲۲۲۵' صحیح مسلم: ۲۱۱۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۸)

حفاظت کے کتے اور غیر معظم تصویریں گھروں میں رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ اس سے مراد وہ فرشتے نہیں ہیں جو ہر بندے کے ساتھ ہوتے ہیں اور اس کا نامہ اعمال لکھتے ہیں' بلکہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو رحمت اور استغفار کے ساتھ گشت کرتے رہتے ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جن کتوں کو رکھنا حرام ہے' اس سے مراد وہ کتے ہیں جو شکار کرنے اور حفاظت کی ضرورت کے نہ ہوں' کیونکہ جن گھروں میں ایسے کتے ہوں یا جان دار کی تصویریں تعظیم کے ساتھ رکھی ہوں' ان گھروں میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اور جن کتوں کو کھیتوں' مویشیوں یا گھروں کی حفاظت کے لیے رکھا گیا ہو یا جن کتوں کو شکار کرنے کے لیے رکھا ہو' اسی طرح جن تصویروں کو فرش پر بچھایا ہو یا ان کے گدے اور تکیے بنائے ہوئے ہوں تو وہ کتے اور ایسی تصویریں گھروں میں رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۹-۳۲۰' فتح الباری ج ۳ ص ۵۶۴' شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۲)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۴۱۳- ج ۶ ص ۵۷۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① تصویر یا کتے کی وجہ سے کن فرشتوں کا داخلہ ممنوع ہے ② کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کے استثناء کی تحقیق ③ مصوروں کو سب سے زیادہ عذاب دینے کی تحقیق ④ تصویر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کا نظریہ ⑤ تصویر کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ⑥ تصویر کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ ⑦ تصویر اور فوٹوگراف کے متعلق علماء ازہر کا نظریہ ⑧ تصویر اور فوٹوگراف کے متعلق مصنف کا موقف۔

Marfat.com

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۴۷۳۔ ۴۶۲ پر مذکور ہے۔

۴۱ - بَابٌ صَاحِبُ السِّلْعَةِ أَحَقُّ بِالسَّوْمِ سودے کے مالک کو قیمت مقرر کرنے کا زیادہ حق ہے

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سودے کا مالک قیمت مقرر کرنے کا حق دار ہے اور اسی کو سودے کی قیمت کا مطالبہ کرنے کا حق ہے' یہ صرف اسی کے لیے جائز ہے یا جس کو وہ بیع کا وکیل مقرر کر دے۔

۲۱۰۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ. وَفِيهِ خِرَبٌ وَنَخْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو النجار! تم مجھے اپنا باغ قیمۃً فروخت کر دو' اس باغ میں کھنڈرات تھے اور کھجور کے درخت تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باغ کے مالک بنو النجار تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باغ کی قیمت مقرر کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۴۲ - بَابٌ كَمْ يَجُوزُ الْخِيَارُ؟ کتنی مدت تک بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے؟

اس باب کے عنوان میں ''خیار'' کا لفظ ہے جو کہ اختیار کا اسم ہے' اس کا معنی ہے: دو چیزوں میں سے خیر اور بہتر کو طلب کرنا' علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ ''خیار'' کی تین قسمیں ہیں: (۱) خیار المجلس (۲) خیار الشرط (۳) خیار النقیصہ۔ خیار المجلس کی تعریف کی اصل یہ حدیث ہے کہ بائع اور مشتری جب تک متفرق نہ ہوں' ان کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ (احناف کے نزدیک خیار مجلس معتبر نہیں ہے' اس لیے وہ اس حدیث کا معنی یہ کرتے ہیں کہ جب بائع نے کہہ دیا: میں نے فروخت کر دیا' اور مشتری نے کہہ دیا: میں نے خرید لیا' تو وہ اپنے اقوال سے متفرق ہو گئے اور اب ان میں سے کسی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے) اور خیار شرط کی تعریف یہ ہے کہ بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک یہ شرط رکھ لے کہ اس کو تین دن کے اندر بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے اور خیار النقیصہ کی تعریف یہ ہے کہ مشتری یہ کہے کہ اگر سودے میں کوئی عیب نکلا تو وہ اس کو واپس کر دے گا یا بائع یہ کہے کہ اگر تمہارے پیسے کھوٹے نکلے تو میں ان کو واپس کر دوں گا۔ (النہایہ ج ۲ ص ۸۷۔ ۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

۲۱۰۷ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا. قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ. [اطراف الحدیث: ۲۱۰۹۔ ۲۱۱۱۔ ۲۱۱۲۔ ۲۱۱۳۔ ۲۱۱۶] [صحیح مسلم: ۱۵۳۱' الرقم المسلسل: ۳۷۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۴۵۴' سنن نسائی: ۴۴۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والوں کو اپنی بیع میں اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں یا اس بیع میں اختیار رکھا ہو۔ نافع نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کوئی چیز خریدتے تو ان کو یہ پسند تھا کہ وہ بائع سے جدا ہو جائیں۔

Marfat.com

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ جب تک فریقین میں سے کوئی متفرق نہ ہو' اس وقت تک کسی ایک فریق کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام محمد کے نزدیک اس سے مراد تفرق بالاقوال ہے اور امام شافعی' امام احمد' امام ابویوسف' اسحاق اور ابوثور کے نزدیک اس سے مراد تفرق بالابدان ہے' کوئی ایک فریق بھی بیع کی مجلس سے اٹھ گیا تو بیع لازم ہو جائے گی اور اب کسی فریق کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔ (شرح ابن بطال ج۶ ص ۲۰۵)

اس کی مکمل تفصیل صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں خیار شرط کا ذکر ہے' اس کی تفسیر درج ذیل ہے:

خیار شرط کی تعریف

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے خیار شرط کی تفسیر اس طرح کی ہے:

بیع الخیار کا معنی یہ ہے کہ بیع کے ایجاب کے بعد بائع مشتری کو یہ اختیار دے کہ وہ چاہے تو اس بیع کو فسخ کر دے اور چاہے تو اس بیع کو اختیار کر لے۔ جب مشتری اس بیع کو اختیار کر لے تو اس کے بعد مشتری کو اس بیع کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے' اسی طرح امام شافعی وغیرہ نے خیار شرط کی تعریف کی ہے۔

خیار شرط میں مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

خیار شرط کی انتہائی مدت میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابویوسف' امام محمد' امام احمد' اسحاق اور ابوثور وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ بیع جائز ہے اور خیار شرط میں جو انتہائی مدت رکھی گئی ہے' وہ لازم ہے۔

امام مالک کے مختلف چیزوں کی بیع میں خیار شرط کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

وہ کہتے ہیں کہ کپڑے کی بیع میں ایک دن یا دو دن تک کا اختیار جائز ہے اور باندی کی بیع میں پانچ دن اور جمعہ تک کا اختیار رکھنا جائز ہے اور سواری کی بیع میں ایک دن یا اس کے مشابہ وقت تک کا اختیار رکھنا جائز ہے اور گھر میں ایک مہینہ تک کا اختیار رکھنا جائز ہے تاکہ وہ اس میں رہ کر دیکھ لے اور مشورہ کرے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ بائع اختیار رکھے یا مشتری اختیار رکھے۔

ثوری نے کہا ہے کہ مشتری دس دن یا اس سے زیادہ دنوں کا اختیار رکھ سکتا ہے اور بائع کے لیے یہ شرط رکھنا جائز نہیں ہے۔

اوزاعی نے کہا: ایک مہینہ یا اس سے زیادہ کا اختیار رکھ سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام زفر اور امام شافعی نے کہا ہے کہ بیع میں صرف تین دن کا اختیار رکھنا جائز ہے' اس سے زیادہ دنوں کا اختیار رکھنا جائز نہیں ہے' اگر اس نے اس سے زیادہ دنوں کا اختیار رکھا تو بیع فاسد ہو جائے گی۔

(شرح ابن بطال ج۶ ص ۲۰۴۔ ۲۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تین دن اختیار کی شرط رکھنے کے متعلق احادیث

تین دن کا اختیار رکھنے پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مصراۃ (وہ جانور جس کے تھنوں میں دودھ روک لیا گیا ہو) کو خریدا' اس کو تین دن تک اختیار ہے' وہ چاہے تو اس کو واپس کر دے اور جب وہ اس کو واپس کرے گا تو اس کے ساتھ ایک صاع طعام بھی واپس کرے گا جو گندم کے علاوہ ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۲۵۲' صحیح مسلم: ۱۵۲۴' سنن ابوداؤد: ۳۴۴۴)

Marfat.com

اس حدیث میں نبی ﷺ نے بیع مسترد کرنے کے لیے تین دن کا اختیار دیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ مرد ضعیف تھے' ان کے سر پر چوٹ لگ گئی تھی جو اُن کے دماغ تک پہنچ گئی تھی' وہ جو چیز بھی خریدتے تھے' اس میں ان کو رسول اللہ ﷺ نے تین دن کا اختیار رکھنے کا حکم دیا تھا' ان کی زبان میں ثقل تھا' تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم جو چیز بیچو تو کہو: ''لا خلابة'' (کوئی دھوکا نہ کرنا)' پس میں ان سے سنتا تھا وہ ''لا خذابة لا خذابة'' کہتے تھے' وہ کوئی چیز خرید کر گھر لاتے تو گھر والے کہتے: یہ بہت مہنگی ہے تو وہ کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بیع میں اختیار دیا ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۲۲' حافظ ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' کنز العمال ج ۴ ص ۶۱' تلخیص الحبیر: ۱۱۸۷-۱۱۸۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۴۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۶-۱۰۷-۱۰۳-۸۴-۷۲-۴۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا: انصار کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ سے یہ شکایت کر رہا تھا کہ اس کے ساتھ بیع میں ہمیشہ غبن کیا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کوئی چیز خریدو تو کہنا: ''لا خلابة'' (کوئی دھوکا نہ ہو) پھر تم جو سودا بھی خریدو' اس میں تمہیں تین دن تک اختیار ہے' اگر تم اس بیع سے راضی ہو تو اس سودے کو رکھ لو اور اگر ناراض ہو تو اس کو واپس کر دو۔ (سنن کبریٰ ج ۵ ص ۴۴۹)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۷۶۲-ج ۴ ص ۱۷۱ پر مذکور ہے' وہاں پر خیار مجلس پر تو مفصل بحث ہے مگر خیار شرط پر بحث نہیں کی گئی' یہ بحث صرف نعمۃ الباری کی خصوصیت ہے۔ (الحمد للہ)

٢١٠٨ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا. وَزَادَ أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَ قَالَ هَمَّامٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِأَبِي التَّيَّاحِ فَقَالَ كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيلِ لَمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی الخلیل از عبد اللہ بن الحارث از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والوں کو اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں۔ امام احمد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہمیں بہز نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمام نے کہا: میں نے اس کا ابو التیاح سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں ابو الخلیل کے ساتھ تھا جب ان کو عبد اللہ بن الحارث نے یہ حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٣ - بَابُ إِذَا لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ

جب خیارِ شرط کی مدت نہ مقرر کی جائے تو آیا بیع جائز ہے

امام بخاری نے اس عنوان میں یہ ذکر نہیں کیا کہ آیا اس صورت میں بیع جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

٢١٠٩ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں

Marfat.com

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا' اَوْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اِخْتَرْ. وَرُبَّمَا قَالَ اَوْ يَكُوْنُ بَيْعَ خِيَارٍ.

نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید وفروخت کرنے والوں کو اس وقت تک (بیع مسترد کرنے کا) اختیار ہوتا ہے' جب تک وہ متفرق نہ ہوں یا ان میں سے کوئی ایک اپنے فریق سے کہے: تم اختیار کرلو اور کبھی آپ نے فرمایا: یا وہ بیع اختیار کی شرط کے ساتھ ہو۔

صحیح البخاری: ۲۱۰۷ میں خیار مجلس اور خیار شرط دونوں کا تفصیل سے بیان گزر چکا ہے۔

٤٤ - بَابٌ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا

خرید وفروخت کرنے والوں کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں

وَبِهٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن ترمذی میں ہے' امام ترمذی نے کہا کہ حضرت ابن عمر جب کسی چیز کو خریدتے اور وہ بیٹھے ہوئے ہوتے تو کھڑے ہو جاتے تا کہ بیع واجب ہو جائے۔ (سنن ترمذی ص ۳۸۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۲ھ)

وَشُرَيْحٌ' وَالشَّعْبِيُّ' وَ طَاؤُسٌ' وَعَطَاءٌ' وَابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ.

اور شریح اور الشعبی اور طاؤس اور عطاء اور ابن ابی ملیکہ (کا بھی یہی قول ہے)۔

شریح بن الحارث الکندی الکوفی ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ سے ملاقات نہیں کی' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے ان کو کوفہ کا قاضی بنایا تھا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ نے بھی ان کو اس منصب پر برقرار رکھا' یہ ساٹھ سال منصب قضاء پر فائز رہے اور ۸۷ھ میں فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی' شریح کی تعلیق کی امام سعید بن منصور نے روایت کی ہے۔ ان کے پاس دو آدمیوں نے مقدمہ دائر کیا کہ ایک نے دوسرے سے چار ہزار میں مکان خریدا ہے' پھر بعد میں خریدار کو خیال آیا اور اس نے کہا: مجھے اس مکان کی ضرورت نہیں ہے اور یہ بیع کی مجلس سے اٹھنے سے پہلے کی بات ہے' بائع نے کہا: میں تم کو یہ مکان فروخت کر چکا ہوں' جب یہ مقدمہ شریح نے سنا تو انہوں نے کہا: خریدار کو مجلس بیع سے اٹھنے سے اور متفرق ہونے سے پہلے بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

شعبی کا نام عامر بن شراحیل ہے' ان کی تعلیق امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے شخص سے خچر خریدا اور مجلس بیع سے اٹھنے اور متفرق ہونے سے پہلے اس خچر کو واپس کرنے کا ارادہ کیا' شعبی نے فیصلہ کیا کہ بیع واجب ہو چکی ہے' پھر ان کے سامنے ابوالضحیٰ نے یہ گواہی دی کہ قاضی شریح نے ایسے ہی مقدمہ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ خریدار نے چونکہ متفرق ہونے سے پہلے بیع فسخ کی ہے' اس لیے بیع فسخ ہو گئی تو شعبی نے قاضی شریح کے فیصلہ کی طرف رجوع کر لیا۔

طاؤس بن کیسان الیمان ہیں' امام شافعی نے اس تعلیق کی کتاب الام میں روایت کی ہے کہ طاؤس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کے بعد اختیار دیا ہے اور طاؤس قسم کھاتے تھے کہ اختیار بیع کے بعد ہی ہوتا ہے۔

عطاء بن ابی رباح مکی ہیں اور ابن ابی ملیکہ' عبد اللہ بن ابی ملیکہ ہیں' ان دونوں کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ خریدار اور بائع کو متفرق ہونے سے پہلے بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۲۵۔ ۳۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۱۱۰ - حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَتَادَةُ اَخْبَرَنِیْ عَنْ صَالِحٍ اَبِی الْخَلِیْلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ حَکِیْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا، فَاِنْ صَدَقَا وَبَیَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِیْ بَیْعِهِمَا، وَاِنْ کَذَبَا وَکَتَمَا مُحِقَتْ بَرَکَةُ بَیْعِهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی از صالح ابی الخلیل از عبداللہ بن الحارث' انہوں نے کہا: میں نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: خریدار اور بائع جب تک متفرق نہ ہوں ان کو (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہوتا ہے' اگر ان دونوں نے سچ بولا اور سودے کے عیب کو بیان کر دیا تو ان کی بیع میں برکت دی جاتی ہے اور اگر انہوں نے جھوٹ بولا اور عیب کو چھپایا تو ان کی بیع کی برکت کو مٹا دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۱۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُتَبَایِعَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِیَارِ عَلٰی صَاحِبِهٖ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا، اِلَّا بَیْعَ الْخِیَارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خریدار اور بائع ان میں سے ہر ایک کو اپنے صاحب پر (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں سوا بیع الخیار کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۷ میں گزر چکی ہے۔

۴۵ - بَابٌ اِذَا خَیَّرَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ بَعْدَ الْبَیْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَیْعُ

جب ایک فریق نے اپنے صاحب کو بیع کے بعد اختیار دیا تو بیع واجب ہو گئی

یعنی جب ایک فریق نے مجلس بیع سے متفرق ہونے سے پہلے دوسرے کو اختیار دیا تو بیع لازم ہو گئی۔

۲۱۱۲ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا تَبَایَعَ الرَّجُلَانِ، فَکُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا، وَکَانَا جَمِیْعًا، اَوْ یُخَیِّرُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ، فَتَبَایَعَا عَلٰی ذٰلِكَ، فَقَدْ وَجَبَ الْبَیْعُ، وَاِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ اَنْ تَبَایَعَا وَلَمْ یَتْرُكْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا الْبَیْعَ، فَقَدْ وَجَبَ الْبَیْعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب دو آدمی بیع کریں تو ان میں سے ہر ایک کو (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں اور اکٹھے ہوں یا ان میں سے ایک دوسرے کو اختیار دے دے' پس وہ اس پر بیع کر لیں تو بیع واجب ہو جاتی ہے اور اگر وہ ایک دوسرے سے بیع کرنے کے بعد متفرق ہو جائیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی بیع کو ترک نہ کرے تو بیع لازم ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۷ میں گزر چکی ہے تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

حدیث مذکور سے تفرق بالابدان پر استدلال اور تفرق بالاقوال پر اعتراض اور اس کا جواب

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے: "یا ان میں سے ایک دوسرے کو اختیار دے دے" اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے کہے کہ تم کہو: میں اس بیع کو نافذ کرتا ہوں' اور جب یہ کہے کہ میں نے اس بیع کو نافذ کر دیا تو یہ بیع نافذ اور لازم ہو جائے گی اور اگر ایک فریق دوسرے کو اختیار دے اور وہ خاموش رہے تو خاموش رہنے والے کا اختیار منقطع نہیں ہوتا اور جو اختیار دے رہا ہے' اس کے اختیار کے منقطع ہونے میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس کا اختیار منقطع نہیں ہوتا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کا اختیار منقطع ہو جاتا ہے اور یہ ظاہر حدیث کے موافق ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حدیث خیارِ مجلس کے ثبوت میں بہت واضح ہے اور اس کے مخالف کی ہر تاویل کو باطل کرتی ہے' اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر وہ بیع کرنے کے بعد متفرق ہو جائیں' اس ارشاد میں یہ واضح بیان ہے کہ تفرق سے مراد تفرق بالابدان ہے یعنی ان کا بدنوں کے ساتھ متفرق ہو جانا' ان کے بیع فسخ کرنے کے اختیار کو منقطع کر دیتا ہے اور اگر یہاں تفرق سے مراد تفرق بالقول مراد لیا جائے تو یہ حدیث فائدہ سے خالی رہے گی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں: اس حدیث سے تفرق بالابدان ثابت ہوتا ہے اور دوسری احادیث سے تفرق بالاقوال ثابت ہوتا ہے (جن کی تفصیل' صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے) اور جب حدیث کی دو تاویلیں متقابل ہوں تو ان حدیثوں پر توقف کیا جاتا ہے اور قیاس پر عمل کیا جاتا ہے اور بیع میں جو ایجاب وقبول کا عقد ہوتا ہے' اس عقد کو اجارہ میں منافع کے عقد پر قیاس کیا جائے مثلاً نکاح میں ملک بضع (عمل زوجیت کے حق) کا عقد ہوتا ہے' پس جس طرح اس میں عقد کے بعد فرقت بالابدان کی شرط نہیں ہے (اور صرف ایجاب وقبول سے نکاح لازم ہو جاتا ہے) اسی طرح عقد بیع میں بھی افتراق بالابدان شرط نہیں ہوگا اور صرف ایجاب و قبول سے بیع لازم ہو جائے گی اور مقیس اور مقیس علیہ میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ عقد بیع اور عقد اجارہ (کسی چیز کو اجرت پر دینے کا عقد) دونوں ایجاب وقبول سے مکمل ہو جاتے ہیں۔

امام مالک نے کہا ہے کہ خریدار اور بائع کے افتراق کی کوئی حد مقرر ہے نہ اُس کے لیے وقت معین ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جہالت ہے' جس پر کہ بیع موقوف ہے جیسے نامعلوم مدت تک بیع میں اختیار دیا جائے اور اس جہالت کی وجہ سے یہ بیع فاسد ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۶ - بَابٌ إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ

جب بائع نے خیار شرط رکھا تو آیا بیع جائز ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب بائع نے خیار شرط رکھ لیا تو آیا بیع جائز ہوگی یا لازم' امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس باب کی حدیث سے سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہ بیع لازم ہوگی لیکن بائع کا یہ اختیار باقی رہے گا کہ وہ چاہے تو بیع کو فسخ کر دے۔

۲۱۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' ہر دو بیع کرنے والے

Marfat.com

قَالَ كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا' إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

ان کے درمیان اس وقت تک بیع لازم نہیں ہوگی حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں سوا بیع الخیار کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۱٤ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ' عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ' عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا. قَالَ هَمَّامٌ وَجَدْتُّ فِي كِتَابِي يَخْتَارُ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا' وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا' فَعَسٰى أَنْ يَّرْبَحَا رِبْحًا' وَيَمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از ابی الخلیل از عبداللہ بن الحارث از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خریدار اور بائع جب تک متفرق نہ ہوں ان کو (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہوتا ہے۔ ہمام نے کہا: میں نے اپنی کتاب میں "یختار" کا لفظ تین مرتبہ لکھا ہوا دیکھا' پس اگر وہ دونوں سچ بولیں اور عیب بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت دی جائے گی اور اگر وہ دونوں جھوٹ بولیں اور عیب کو چھپائیں تو ہو سکتا ہے کہ ان کو بیع میں فائدہ ہو (لیکن) ان کی بیع کی برکت مٹادی جائے۔

یعنی محفوظ روایت تو وہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہے جس کو ہمام نے اپنے حافظہ سے بیان کیا ہے لیکن ہمام کہتے ہیں: میں نے جب اپنی کتاب کی طرف رجوع کیا تو اس میں "یختار" کا لفظ تین مرتبہ لکھا ہوا ہے اور بعض نسخوں میں "یختار" کے بجائے "بخیار" (نکرہ) لکھا ہوا ہے۔

قَالَ وَحَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ' عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور (حبان نے) کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو التیاح نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے عبداللہ بن الحارث سے سنا' وہ اس حدیث کی روایت کرتے تھے از حکیم بن حزام از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں پر حبان نے کہا ہے کہ ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی اور اس سے پہلے حبان نے کہا ہے کہ ہمام نے کہا: تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے قول کو حبان نے ہمام سے خود سنا تھا اور پہلا قول بہ طور مذاکرہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث: ۲۱۱۴ کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٧ - بَابُ إِذَا اشْتَرٰى شَيْئًا' فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَّتَفَرَّقَا' وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي' أَوِ اشْتَرٰى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ

جب کسی شخص نے کوئی چیز خریدی' پھر بائع سے جدا ہونے سے پہلے اسی وقت وہ چیز کسی کو ہبہ کر دی اور بائع نے خریدار کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا یا کسی شخص نے غلام خریدا' پس اس کو فوراً آزاد کر دیا

Marfat.com

امام بخاری نے اس مسئلہ میں اپنے فیصلہ کا ذکر نہیں کیا' کیونکہ اس صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے' فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ تمام چیزوں میں تخلیہ سے قبضہ ہو جاتا ہے' تخلیہ سے مراد یہ ہے کہ خریدار کو خریدی ہوئی چیز کے ساتھ چھوڑ دیا جائے اور وہ اس میں جو بھی تصرف کرے اس پر بائع اعتراض نہ کرے' اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ یہ کہتے ہیں کہ مکانوں اور زمینوں میں تو تخلیہ سے مبیع پر خریدار کا قبضہ ہو جاتا ہے لیکن منقولات (جو چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جا سکے) میں صرف تخلیہ سے خریدار کا مبیع پر قبضہ نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اس کو بالفعل اپنے قبضہ میں نہ لے لے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ فِيمَنْ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا' ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ.

اور طاؤس نے کہا: جس صورت میں کوئی شخص کسی چیز کو باہمی رضامندی سے خریدے' پھر اس چیز کو بیچ دے تو بیع لازم ہو جائے گی اور اس کا نفع خریدار کے لیے ہوگا۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۲۹)

۲۱۱۵ - وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ' فَكُنْتُ عَلٰى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ' فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ اَمَامَ الْقَوْمِ' فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ' ثُمَّ يَتَقَدَّمُ' فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيهِ. قَالَ هُوَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' قَالَ بِعْنِيهِ. فَبَاعَهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ' تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۱۰-۲۶۱۱]

اور حمیدی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا' وہ اپنی تیز رفتاری کی وجہ سے سب لوگوں سے آگے نکل رہا تھا اور میرے قابو میں نہیں آ رہا تھا' حضرت عمر اس اونٹ کو جھڑک رہے تھے اور پیچھے لوٹا رہے تھے' وہ اونٹ پھر آگے بڑھ جاتا تھا' حضرت عمر پھر اس کو جھڑکتے اور واپس لوٹاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا: یہ اونٹ مجھ کو فروخت کر دو' حضرت عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ اونٹ آپ کا ہے' آپ نے فرمایا: مجھے یہ اونٹ فروخت کر دو' پس حضرت عمر نے وہ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فروخت کر دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! یہ اونٹ تمہارا ہے' تم اس کا جو چاہو کرو۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وہ اونٹ خریدا تھا' اسی مجلس میں وہ اونٹ فوراً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا۔

تفرق بالاقوال کے ثبوت میں فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کا حدیث مذکور سے استدلال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیثوں میں ان فقہاء (فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف) کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ خریدار اور بائع کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہو جائیں' اس حدیث میں تفرق سے تفرق بالابدان

مراد نہیں ہے بلکہ تفرق بالکلام مراد ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں اس کا واضح بیان ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس ساعت میں وہ اونٹ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خریدا' اسی ساعت میں وہ اونٹ حضرت ابن عمر کو ہبہ کر دیا حالانکہ ابھی جسمانی طور پر تفرق نہیں ہوا تھا صرف زبان سے تفرق ہوا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ اونٹ فروخت کر دو اور حضرت عمر نے کہا: میں نے آپ کو یہ اونٹ فروخت کر دیا' اور صرف اتنا کہنے سے بیع مکمل ہو گئی اور جب تک بیع مکمل نہ ہو' مبیع پر خریدار کا تصرف اور اسے دوسرے کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہوتا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایجاب وقبول کے فوراً بعد ہبہ کر دیا تھا' اس سے واضح ہو گیا کہ فقط ایجاب وقبول سے بیع مکمل ہو جاتی ہے' اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ جو کہتے ہیں کہ بیع تفرق بالابدان سے مکمل ہوتی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جب مجلس بیع سے بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک اٹھ کر چلا جائے تب بیع مکمل اور لازم ہوتی ہے' حالانکہ اس حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت عمر دونوں اسی جگہ تھے اور کوئی بھی وہاں سے نہیں گیا تھا اور بیع مکمل اور لازم ہو گئی تھی' جب ہی تو آپ نے فوراً وہ اونٹ حضرت ابن عمر کو ہبہ کر دیا تھا' اور اگر بغیر تفرق بالابدان کے یہ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملکیت میں نہ آتا تو پھر آپ کے لیے یہ جائز نہ تھا کہ آپ اسی وقت حضرت ابن عمر کو یہ اونٹ ہبہ کر دیتے اور یہ حدیث تفرق بالاقوال کے ثبوت میں بہت قوی دلیل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو بیع کے لزوم میں تفرق بالکلام کا اعتبار کرتے ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تفریق بالابدان سے پہلے اس ساعت میں وہ اونٹ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا تھا' اور اگر وہ اونٹ آپ کی ملکیت نہ ہوتا تو آپ وہ حضرت ابن عمر کو ہبہ نہ کرتے حتیٰ کہ اس مجلس سے آپ کا اور حضرت عمر کا تفرق بالابدان ہو جاتا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہت توقیر کرتے تھے اور چلنے میں آپ سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خریدار کا مبیع میں قیمت ادا کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابھی اس اونٹ کی قیمت ادا نہیں کی تھی اور اس سے پہلے وہ اونٹ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا۔

اس حدیث سے امام محمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ مبیع کسی کو ہبہ کر دے یا کسی پر صدقہ کر دے یا بائع کے علاوہ کسی اور کے پاس رہن رکھ دے تو یہ جائز ہے' یہ قول زیادہ صحیح ہے اور امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۳۰-۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۱۶ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بِعْتُ مِنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمٰنَ مَالًا بِالْوَادِيْ بِمَالٍ لَّهٗ بِخَيْبَرَ' فَلَمَّا تَبَايَعْنَا' رَجَعْتُ عَلٰى عَقِبِيْ حَتّٰى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهٖ خَشْيَةَ اَنْ يُّرَادَّنِي الْبَيْعَ وَكَانَتِ السُّنَّةُ اَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَا. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِيْ وَبَيْعُهٗ' رَاَيْتُ اَنِّيْ قَدْ

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اور لیث نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وادی میں ایک مال خریدا' ان کے اس مال کے عوض جو خیبر میں تھا' پس جب ہم نے بیع کر لی تو الٹے پیر پیچھے لوٹ گیا حتیٰ کہ میں ان کے گھر سے نکل گیا' اس خوف سے کہ وہ میری اس بیع کو فسخ کر دیں گے اور اس وقت بیع کا معمول یہ تھا کہ خریدار اور بائع کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا تھا

Marfat.com

غَبَنْتُهُ، بِأَنِّي سُقْتُهُ إِلَى أَرْضِ ثَمُودَ بِثَلَاثِ لَيَالٍ، وَسَاقَنِي إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ لَيَالٍ.

حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: جب میری اور ان کی بیع لازم ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ میں نے حضرت عثمان کو نقصان پہنچایا ہے کیونکہ میں نے ان کو تین رات کی مسافت پر ارضِ ثمود کی طرف روانہ کیا اور انہوں نے مجھے تین رات کی مسافت پر مدینہ کی طرف روانہ کیا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

وادی القریٰ' مدائن صالح اور حضرت ابن عمر کے نقصان پہنچانے کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وادی میں ایک مال خریدا۔ یہاں مال سے مراد وادی کی زمین ہے۔

اس وادی سے وہ وادی مراد ہے جو حضرت ابن عمر اور حضرت عثمان کے ذہنوں میں معروف اور معین تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وادی القریٰ مراد ہے جو مدینہ کے مضافات میں تھی۔

نیز اس حدیث میں خیبر کا ذکر ہے۔ یہ شہر مدینہ کے شمال مشرق میں ہے اور مدینہ سے چھ مراحل کے فاصلہ پر ہے۔

اس حدیث میں ارضِ ثمود کا ذکر ہے۔ ثمود قدیم عرب کا ایک قبیلہ ہے اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے حضرت عثمان کو نقصان پہنچایا۔ اس نقصان کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت عثمان کو جو زمین فروخت کی تھی وہ تبوک کے قریب تھی اور اس کے عوض میں حضرت عثمان سے خیبر کی زمین لی تھی اور خیبر کی زمین تبوک کی زمین کی بہ نسبت مدینہ سے بہت قریب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے مدینہ سے دور کی زمین دے کر مدینہ کے قریب والی زمین لے لی' اس طرح اس بیع میں حضرت عثمان کو نقصان ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۳۱۔ ۳۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عمر کے اثر سے اس بات کا ثبوت کہ تفرق بالابدان سے لزوم بیع کا حکم بہ طور استحباب تھا۔۔۔ اور بعد میں متروک ہو گیا تھا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اور اس وقت بیع کا معمول یہ تھا کہ خریدار اور بائع کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا تھا جب تک کہ وہ متفرق نہ ہوں۔

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ تفرق بالاقوال سے بیع لازم ہوتی ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کا منشاء یہ تھا کہ پہلے تفرق بالابدان سے بیع کا لزوم بہ طور استحباب ہوتا تھا اور چونکہ وہ مکارم اخلاق کا زمانہ تھا اس لیے لوگ مستحب پر عمل کرتے تھے' اور حضرت ابن عمر نے جس وقت حضرت عثمان سے بیع کی تھی' اس زمانہ میں تفرق بالابدان سے بیع کا لزوم متروک ہو چکا تھا' اور اگر اس زمانہ میں بھی تفرق بالابدان سے بیع کا لزوم مشروع ہوتا تو حضرت ابن عمر یہ نہ فرماتے کہ اس وقت معمول یہ تھا کہ خریدار اور بائع کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا تھا حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں' بلکہ یہ فرماتے کہ یہ دائمی معمول تھا' اسی وجہ سے حضرت ابن عمر اپنی ایڑیوں پر لوٹ گئے' کیونکہ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اس حدیث میں بہ طور ترغیب اور استحباب فرمایا ہے کہ بیع کا لزوم اس وقت ہوتا ہے جب خریدار اور بائع میں سے کوئی ایک مجلس سے نکل جائے اور اس حدیث سے یہی مراد ہے کیونکہ حضرت ابن عمر اس موقع پر حاضر تھے'

Marfat.com

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے اونٹ خریدا اور اسی وقت اس مجلس بیع سے نکلنے سے پہلے وہ اونٹ حضرت ابن عمر کو بخش دیا' اس میں یہ تصریح ہے کہ بیع کا لزوم صرف ایجاب وقبول اور تفرق بالاقوال پر موقوف ہے نہ کہ مجلس بیع سے نکلنے اور تفرق بالابدان پر۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٠٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

حدیث مذکور اور علامہ ابن بطال کی شرح سے غیر مقلد علماء کی پریشانی

غیر مقلد علماء بھی چونکہ تفرق بالابدان سے بیع کے لزوم کے قائل ہیں اور اس حدیث سے تفرق بالابدان کی نفی ہوتی ہے اور تفرق بالاقوال کا ثبوت ہوتا ہے' اس لیے وہ اس حدیث سے بہت پریشان ہوئے ہیں' مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

قسطلانی نے کہا: حضرت عمر کی حدیث تو ان صحیح حدیثوں کے معارض نہیں ہے جن سے خیار مجلس ثابت ہے کیونکہ احتمال یہ ہے کہ عقد بیع کے بعد آنحضرت' حضرت عمر سے تھوڑی دیر کے لیے آگے یا پیچھے گئے ہوں' اس کے بعد ہبہ کیا ہو۔

(تیسیر الباری ج ۳ ص ۳۸۲' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

ظاہر ہے اس مقام پر صرف احتمال سے ان کا مؤقف ثابت نہیں ہوگا' حنبلیہ' شافعیہ اور غیر مقلدین کو کسی حدیث سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اس اونٹ کی بیع کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر کے لیے کہیں گئے' پھر واپس آ کر حضرت ابن عمر کو وہ اونٹ ہبہ کیا' دوسرے غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی نے بھی شیخ وحید الزمان کے اسی جواب کو نقل کیا ہے۔

(ترجمہ وتشریح صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۱۴' مکتبہ قدوسیہ' لاہور)

تفرق بالاقوال سے بیع کے لزوم کے ثبوت میں مزید احادیث اور آثار

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ تفرق بالاقوال پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پھر اس کے بعد ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث دیکھی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ خریدار اپنے قول سے مبیع کا مالک ہو جاتا ہے نہ کہ تفرق بالابدان سے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے طعام (غلہ) خریدا' وہ اس طعام کو فروخت نہ کرے حتیٰ کہ وہ اس پر قبضہ کر لے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۳۳' صحیح مسلم: ۱۵۲۷' الرقم المسلسل: ۳۷۶۳' سنن ابوداؤد: ۳۴۹۲' سنن نسائی: ۴۶۰۴' سنن ابن ماجہ: ۲۲۲۹' موطأ امام مالک۔ بیوع۔ باب العینہ۔ حدیث: ۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۹-۳۶۸-۳۵۶' ج ۲ ص ۱۱۱-۱۰۸-۷۹-۷۳-۵۹-۴۶)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب خریدار نے اس طعام پر قبضہ کر لیا تو اس کے لیے اس طعام کو بیچنا جائز ہو گیا اور اس طعام پر قبضہ کرنا اس سے عام ہے کہ خریدار بیع کی مجلس سے اٹھ کر گیا ہو یا نہ گیا ہو یعنی تفرق بالابدان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص طعام خریدے تو جب تک اس پر پورا قبضہ نہ کرے اس کو فروخت نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۲۱۲۶' صحیح مسلم: ۱۵۲۶' الرقم المسلسل: ۳۷۳۵' سنن ابوداؤد: ۳۴۹۲' سنن نسائی: ۴۶۱۹' سنن ترمذی: ۱۲۹۵' سنن ابن ماجہ: ۲۲۲۶' موطأ امام مالک۔ بیوع۔ باب العینہ۔ حدیث: ۴۰' مسند احمد ج ۱ ص ۵۶-۷۰' ج ۲ ص ۲۲-۶۴-۳۳' ج ۳ ص ۳۹۲)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی چیز بیچو تو ناپ کر بیچو اور جب کوئی چیز خریدو تو ناپ کر خریدو۔ (صحیح البخاری۔ باب: ۵۱ (تعلیق) مسند احمد ج ۱ ص ۷۵-۶۲)

Marfat.com

امام طحاوی فرماتے ہیں: جو شخص غلہ ناپ کر خرید ے پھر اس کو ناپنے سے پہلے فروخت کرے تو اس کی یہ بیع جائز نہیں ہے لیکن جب وہ غلہ خریدے تو اس کو ناپ لے اور اس پر قبضہ کرلے تو وہ اس بیع سے جدا ہو گیا' پھر ہر ایک کا اس پر اجماع ہے کہ اب اس کو دوبارہ ناپنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ اب وہ اس غلہ کا مالک ہے اور اس کے لیے اس کو فروخت کرنا جائز ہے اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ جب کسی شخص نے غلہ خرید کر اس کو ناپ کر اس پر قبضہ کرلیا تو وہ اب اس کا مالک ہے اور اس کا مالک ہونا مجلس بیع سے اٹھ کر جانے پر موقوف نہیں ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ تو اس مسئلہ پر احادیث سے دلائل ہیں اور قیاس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح عقد بیع سے ملکیت اور تصرف کا حق ثابت ہوتا ہے اسی طرح عقد اجارہ سے بھی تصرف کا حق ثابت ہوتا ہے کیونکہ نکاح میں جو ایجاب وقبول ہوتا ہے' اس سے مرد کی عورت سے جماع کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور یہ ملکیت صرف ایجاب وقبول سے حاصل ہو جاتی ہے اور یہ اس پر موقوف نہیں ہے کہ نکاح کرنے والا مجلس نکاح سے اٹھ کر جائے اور تفرق بالابدان ہو بلکہ جیسے ہی ایجاب وقبول ہوا اور تفرق بالاقوال ہوا' نکاح کرنے والے کو منکوحہ پر ملکیت حاصل ہو گئی' سو نظر کا تقاضا یہ ہے کہ عقد بیع میں بھی صرف بائع اور مشتری کے ایجاب وقبول سے بیع مکمل ہو جائے اور تفرق بالابدان پر بیع کی ملکیت موقوف نہ ہو۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۷۸-۲۷۷' قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام طحاوی کے ان دلائل کو علامہ ابن بطال مالکی نے بھی اپنی تائید میں نقل کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۹-۲۰۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تفرق بالاقوال سے بیع کے لزوم میں دلائل کا خلاصہ

امام طحاوی کی عبارت نقل کرنے کے بعد علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جب خریدار مبیع کو ہبہ کر دے یا آزاد کر دے اور اس پر بائع اعتراض نہ کرے تو یہ بیع جائز ہے اور جب بائع اس پر انکار کرے اور خریدار کے اس تصرف سے راضی نہ ہو تو پھر اس میں اختلاف ہے' جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ بیع کلام سے مکمل ہو جاتی ہے وہ خریدار کے ہبہ کرنے اور آزاد کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں اور جو کہتے ہیں کہ بیع تفرق بالابدان (یعنی کوئی ایک فریق مجلس بیع سے چلا جائے) سے مکمل ہو جاتی ہے' وہ ان میں سے کسی چیز کو جائز نہیں کہتے سوا اس صورت کے کہ خریدار اور بائع میں سے کوئی ایک مجلس بیع سے چلا جائے اور اس باب کی حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گھوڑا خریدا اور اسی مجلس میں وہ گھوڑا حضرت ابن عمر کو ہبہ کر دیا اور حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ تفرق بالابدان سے بیع کا لزوم اب ترک ہو چکا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہم نے تفرق بالاقوال سے بیع کے لزوم پر بہت مفصل بحث کی ہے اور شاید قارئین کو اس مسئلہ پر اتنی مفصل بحث کہیں اور نہیں ملے گی۔

۴۸- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ — بیع میں دھوکا دینا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیع میں دھوکا دینا مکروہ ہے۔

۲۱۱۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ

Marfat.com

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ فَقَالَ اِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ.

بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا کہ اس کو چیزوں کے فروخت کرنے میں دھوکا دیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا: جب تم کوئی چیز فروخت کرو تو یہ کہا کرو کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔

[اطراف الحدیث: ۲۴۰۷۔ ۲۴۱۴۔ ۶۹۶۴]

(صحیح مسلم: ۱۵۳۳' الرقم المسلسل: ۳۷۵۱' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۰' سنن نسائی: ۴۴۹۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۰۳۶۔ ج ۹ ص ۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اگر بیع میں دھوکا دینا مکروہ نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صحابی کو یہ کہنے کی تلقین نہ فرماتے کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔

حضرت حبان بن مُنقذ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور ان کے سر کی چوٹ کی وجہ سے ان کی عقل اور زبان پر اثر کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا۔

ان کا نام حبان بن منقذ ہے' یہ صحابی ابن صحابی انصاری مازنی ہیں رضی اللہ عنہما' یہ غزوۂ اُحد اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی وفات ہوئی' یہ کسی غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' ایک پتھر قلعہ پر مارا گیا تھا جو ان کے سر پر لگا' اس سے ان کے دماغ پر چوٹ آئی اور اس سے ان کی عقل اور زبان کی کارکردگی میں فرق آ گیا لیکن یہ چیزوں کے درمیان امتیاز کر لیتے تھے' اور بیع میں ہمیشہ ان کے ساتھ غبن کیا جاتا تھا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: تم دو مرتبہ "لا خلابۃ" کہہ دیا کرو (یعنی کوئی دھوکا نہ ہو) انہوں نے طویل عمر پائی اور ایک سو تیس سال تک زندہ رہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جو چیز فروخت کرو تین دن تک تم کو اس کے واپس لینے کا اختیار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۳۲)

حضرت حبان بن منقذ کو تین دن کا خیارِ شرط دینے کے متعلق احادیث

امام علی بن عمر الدارقطنی متوفی ۳۸۵ ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ طلحہ بن یزید بن رُکانہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بیوع کے بارے میں گفتگو کی تو حضرت عمر نے کہا: میں تمہارے لیے اس سے زیادہ وسعت نہیں پاتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حبان بن مُنقذ کو عطا فرمائی تھی کیونکہ وہ نابینا تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے تین دن کی میعاد مقرر کی کہ اگر وہ تین دن میں اس بیع پر راضی ہوں تو وہ بیع کر لیں اور اگر راضی نہ ہوں تو اس بیع کو ترک کر دیں۔

(سنن دارقطنی: ۲۹۷۴۔ ج ۳ ص ۵۳' اس حدیث کی روایت میں ابن لہیعہ منفرد ہیں' اس لیے اس کی سند ضعیف ہے)

نیز امام دارقطنی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حبان بن منقذ مرد ضعیف تھے' ان کے سر میں چوٹ لگ گئی تھی جس سے ان کا دماغ متاثر ہوا تھا' وہ جس چیز کو خریدتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس میں تین دن کا اختیار دیا تھا اور ان کی زبان میں ثقل تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم جس چیز کو فروخت کرو تو کہا کرو: "لا خلابۃ" اور میں ان سے سنتا تھا' وہ کہتے تھے: "لا خذابۃ لا خذابۃ"۔ (سنن دارقطنی: ۲۹۷۵۔ ج ۳ ص ۵۴' المستدرک ج ۲ ص ۲۲' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۳' مصنف عبدالرزاق: ۱۵۳۳۷' مسند احمد ج ۲ ص ۸۰۔ ۶۱۔ ۷۲' حافظ عسقلانی نے ان دونوں حدیثوں کو ذکر کیا ہے' الاصابہ: ۱۵۵۹)

Marfat.com

امام ابن ماجہ نے محمد بن اسحاق کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت منقذ بن عمرو کے دماغ میں چوٹ لگ گئی اوران کی زبان میں تتلاہٹ تھی اور وہ بیع کو ترک نہیں کرتے تھے اور ان کے ساتھ ہمیشہ غبن کیا جاتا تھا' پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم بیع کرو تو کہا کرو: ''لا خلابۃ'' پھر ہر وہ چیز جس کو تم خریدو گے اس میں تم کو تین راتوں کا اختیار ہوگا' اگر تم اس بیع پر راضی ہو تو اس کو رکھ لینا اور اگر تم ناراض ہو تو جس سے وہ چیز لی ہے اس کو واپس کر دینا۔(سنن ابن ماجہ:۲۳۵۵)

امام ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت منقذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے اور باقی ائمہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے بیٹے حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہے۔

احادیث مذکورہ کی بناء پر غبن فاحش' خیارِ شرط اور کم عقل پر بیع کی پابندی کے متعلق حافظ ابن حجر کا تبصرہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس کو صحیح قیمت کا علم نہ ہو' اور وہ اس کو غبن فاحش (بہت مہنگی) خرید لے تو وہ اس کو واپس کر سکتا ہے' یہ امام مالک کا قول ہے' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حبان بن منقذ کو ان کی کمزور عقل کی وجہ سے یہ اختیار دیا تھا اور اگر غبن کی وجہ سے بیع فسخ کرنے کا اختیار ہو تو پھر خیارِ شرط کی ضرورت نہیں ہے۔ علامہ ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ یہ خاص واقعہ ہے' عام قاعدہ نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ خیارِ شرط کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ خیارِ شرط اصل کے خلاف ہے' اس لیے اپنے مورد میں منحصر رہے گا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے مصراۃ کی بیع میں بھی فسخ بیع کے لیے تین دن کا اختیار دیا تھا۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ جو بالغ مرد اور بڑی عمر کا آدمی ہو' اس کے تصرفات پر پابندی نہیں لگائی جاتی اور اس کو بیع سے منع نہیں کیا جاتا خواہ اس کی عقل کا ضعف ثابت ہو چکا ہو' کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حبان کے گھر والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! اس پر پابندی لگائیں' آپ نے ان کو بلا کر بیع سے منع فرمایا' انہوں نے کہا: میں بیع سے رک نہیں سکتا' آپ نے فرمایا: جب تم بیع کرو تو کہا کرو: ''لا خلابۃ''۔(سنن دارقطنی:۲۹۷۶)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر بڑی عمر والے پر پابندی لگانا صحیح نہ ہوتا تو آپ حضرت حبان کے گھر والوں کو اس سے منع فرما دیتے اور آپ نے جو حضرت حبان کو بیع سے منع نہیں کیا تو یہ ضعیف العقل کو بیع کی ممانعت سے منع نہیں کرتا۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ خیارِ شرط کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے اور یہ کہ خیارِ شرط صرف خریدار کے لیے ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۷۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

غبن فاحش کی وجہ سے بیع فسخ کرنے اور کمزور عقل والے پر بیع کی پابندی لگانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ بیع میں غبن لازمی نہیں ہے' اس لیے اس کے سبب سے خریدار کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں دیا جائے گا خواہ غبن کم ہو یا زیادہ' امام مالک کی بھی صحیح روایت یہی ہے۔

امام مالک کے اصحاب میں سے بغدادیوں نے کہا ہے کہ اگر غبن کسی چیز کی تہائی قیمت تک پہنچ جائے تو خریدار کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے اور اگر اس سے کم ہو تو پھر نہیں ہے' بعض حنبلی فقہاء نے بھی یہی حد بیان کی ہے' ایک قول قیمت کے چھٹے حصہ کا ہے (پہلی صورت کے مطابق چھ روپے کی چیز آٹھ روپے کی فروخت کی جائے اور دوسرے قول کے مطابق چھ روپے کی چیز سات روپے

فروخت کی جائے تو غبن فاحش ہے)۔ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ غبن فاحش میں عقد باطل ہے امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر خریداری کے وقت خریدار کو چیز کی قیمت اور اس کے نرخ کا علم تھا' پھر اس نے غبن فاحش سے چیز خرید لی تو بیع فسخ نہیں کی جائے گی خواہ غبن زیادہ ہو یا کم اور اگر اس کو اس کا علم نہیں تھا تو بیع فسخ کر دی جائے گی سوائے اس صورت کے کہ خریدار اس قیمت پر راضی ہو' امام مالک نے خود غبن فاحش کی حد مقرر نہیں کی' مالکی اور حنبلی فقہاء نے غبن فاحش کی صورت میں بیع فسخ کرنے کے اختیار کو حضرت حبان بن منقذ کی حدیث سے ثابت کیا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی قرطبی نے امام مالک کا غبن کے معاملہ میں وہی موقف بیان کیا ہے جس کو علامہ عینی نے نقل کیا ہے۔(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جب خریدار کو بیع میں اتنا زیادہ غبن کیا گیا جو عادت سے خارج ہو یعنی اس سے عام معمول سے زیادہ قیمت لی گئی ہو تو اس کو اختیار ہے خواہ بیع فسخ کر دے یا برقرار رکھے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک اس کو اس صورت میں فسخ بیع کا اختیار نہیں ہے۔(المغنی ج ۵ ص ۳۱۹' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: فقہاء احناف اور شوافع کہتے ہیں کہ حضرت حبان بن منقذ کی حدیث کا یہ جواب ہے کہ یہ ایک مخصوص واقعہ ہے اور اس حال کی حکایت ہے' ابن عربی مالکی نے بھی کہا ہے کہ یہ واقعہ اس صاحب کے ساتھ مخصوص تھا اور دوسروں کی طرف متعدی نہیں تھا' اسی طرح امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص کم عقل ہو اور بیچنے اور خریدنے میں اچھی طرح تصرف نہ کر سکتا ہو' اس پر خریدنے اور بیچنے میں تصرف پر پابندی لگا دینی جائز ہے' اس کا بھی یہی جواب ہے کہ اس حدیث میں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے' قاعدہ کلیہ کا بیان نہیں ہے۔ اس وجہ سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقل کی کمی کی وجہ سے بیع پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غبن فاحش اور مہنگائی کی صورت میں قیمتیں مقرر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

حاکم کے لیے قیمت کا مقرر کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! قیمتیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں' آپ ہمارے لیے قیمتیں مقرر کر دیجئے' تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی قیمت بنانے والا ہے' وہی تنگی کرنے والا ہے اور وہی کشادگی کرنے والا ہے اور وہی رزاق ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں گا کہ تم میں سے کوئی بھی مجھ پر کسی جان میں زیادتی کرنے کا دعویٰ نہیں کرے گا نہ مال میں۔

(سنن ابوداؤد: ۳۴۵۱' سنن ترمذی: ۱۳۱۴' سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۰' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۶-۱۵۶' مسند ابویعلیٰ: ۲۷۷۴)

علامہ شامی لکھتے ہیں: ہاں! اگر کوئی بائع غبن فاحش کرے اور دگنی قیمت پر فروخت تو اس وقت اگر حاکم قیمتیں مقرر کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ اس صورت میں حاکم پر قیمتوں کا مقرر کرنا واجب ہے۔

(درمختار و ردالمحتار ج ۹ ص ۴۸۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۷۴۹۔ ج ۴ ص ۱۸۷ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

Marfat.com

(۱) ''لا خلابة'' کہنے کی وجہ (۲) ناتجربہ کار کو زیادہ مہنگے داموں پر فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء (۳) غبن فاحش کی وجہ سے خیار کے حکم میں متاخرین فقہاء احناف کا موقف۔

علامہ حموی حنفی نے لکھا ہے کہ غبن فاحش کا معیار یہ ہے کہ جو قیمت عام قیمت سے زیادہ ہو اور اتنی قیمت پر کوئی شخص اس کو فروخت نہ کرتا ہو تو وہ غبن فاحش ہے۔ (غمز عیون البصائر ج ۱ ص ۲۵۸-۲۵۷)

۴۹ - بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ

بازاروں کے متعلق احادیث

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قُلْتُ هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ سُوْقُ قَيْنُقَاعَ.

اور حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہم مدینہ میں آئے تو میں نے کہا: کیا مدینہ میں کوئی تجارت کی جگہ ہے؟ تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا: قینقاع کا بازار ہے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۲۰۴۸ میں ہے۔

وَقَالَ اَنَسٌ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ دُلُّوْنِي عَلَى السُّوْقِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بازار دکھاؤ۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۲۰۴۹ میں ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ اَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بازاروں کی خرید و فروخت نے (اس حدیث سے) غافل رکھا۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۲۰۶۲ میں ہے۔

۲۱۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ. قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ، وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ، وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ. (صحیح مسلم: ۲۸۸۴، الرقم المسلسل: ۷۱۳۸، مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۷۳۸۔ ج ۴۱ ص ۲۵۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الصباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریا نے حدیث بیان کی از محمد بن سوقہ از نافع بن جبیر بن مطعم، انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرب قیامت میں ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرے گا، جب وہ لشکر مقام بیداء میں پہنچے گا تو ان کو اول سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا، حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کو از اول تا آخر کیسے دھنسایا جائے گا جب کہ ان میں ان کے بازار بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس لشکر میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ان کو از اول تا آخر دھنسا دیا جائے گا، پھر ان کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن الصباح (۲) اسماعیل بن زکریا، ابو زیاد الاسدی، امام بخاری نے کہا: ان کے گھر والوں کے پاس ان کی وفات

Marfat.com

خبر ۴۷اھ میں آئی تھی (۳) محمد بن سوقہ ابوبکر الغنوی (۴) نافع بن جبیر بن مطعم (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۳۳۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں بازاروں کا ذکر ہے اس کے بعد جو امام بخاری نے احادیث ذکر کی ہیں ان کو بھی اسی مناسبت سے ذکر کیا ہے۔

''بیداء'' اور ''جیش'' کا معنی اور ''جیش'' کا ترجمہ کرنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''بیداء'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کھلا ہوا چٹیل میدان اور اس حدیث میں اس سے مراد ہے: مکہ اور مدینہ کے درمیان مخصوص جگہ۔

اس میں مذکور ہے: ''یغزو جیش الکعبۃ'' اس کا معنی ہے: لشکروں میں سے ایک لشکر کعبہ کو ڈھانے کا قصد کرے گا۔

شیخ تقی عثمانی نے اس کے معنی میں لکھا ہے: ایک راہ زن کعبہ کے اوپر حملہ کرے گا۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۲۹) یہ غلط ہے کیونکہ ''جیش'' کا معنی لشکر ہے جیسا کہ علامہ عینی نے لکھا ہے اس کا معنی راہ زن یا ڈاکو نہیں ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اور اس میں ان کے بازار بھی ہوں گے اس کا معنی ہے: اس جگہ میں بازار والے بھی ہوں گے جو خرید و فروخت کر رہے ہوں گے جیسا کہ شہروں میں ہوتے ہیں۔

اگر نیک لوگ بروں کا ساتھ نہ چھوڑیں تو سب پر عام عذاب ہوتا ہے

اس میں مذکور ہے: اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس لشکر میں سے نہیں ہوں گے اس سے مراد ہے: اس لشکر میں کعبہ کو ڈھانے والوں کے قیدی بھی ہوں گے جن کا قصد کعبہ کو ڈھانا نہیں ہوگا اور وہ اتنے کمزور ہوں گے کہ وہ کعبہ کو ڈھا بھی نہیں سکیں گے۔

نیز اس میں مذکور ہے: پھر ان کو ان کی نیتوں کے مطابق اوپر اٹھایا جائے گا یعنی سب کو ان برے لوگوں کے جرم کی وجہ سے دھنسا دیا جائے گا پھر قیامت کے دن ان کو اپنی اپنی نیتوں کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا اگر ان کا قصد خیر ہوگا تو ان کا انجام خیر ہوگا اور اگر ان کا قصد شر ہوگا تو ان کا انجام شر ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۳۳۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً. (الانفال: ۲۵) اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے درمیان بدکاروں کو نہ رہنے دیں ورنہ اللہ تعالیٰ سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔ (جامع البیان جز ۷ ص ۲۸۸ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہ خدا تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور تم ضرور ظلم کرنے والے کے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور تم ضرور اس کو حق پر عمل کے لیے مجبور کرنا ورنہ اللہ تمہارے دل بھی ایک جیسے کر دے گا پھر تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۷ سنن ترمذی: ۳۰۵۹ سنن ابن ماجہ: ۴۰۰۶ مسند احمد ج ۱ص ۳۹۱)

میں کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ کا عام عذاب آتا ہے تو اسی طرح ہوتا ہے جیسا کہ ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو کشمیر میں عام زلزلہ آیا اس زلزلہ میں بدکاروں کے ساتھ نیکوکار بھی زمین میں دھنس گئے تھے لیکن قیامت میں ہر ایک کا حشر اپنی اپنی نیت کے ساتھ ہوگا۔

Marfat.com

یہ لشکر کعبہ کو گرانے کا قصد کرے گا لیکن وہ کعبہ تک نہیں پہنچ سکے گا اور مکہ سے پہلے مقام بیداء میں اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا جیسا کہ مخبر صادق علیہ السلام نے خبر دی ہے۔

امام مالک نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جو لوگ شراب پینے والوں کے ساتھ بیٹھے ہوں خواہ وہ شراب نہ پی رہے ہوں' ان کو بھی تعزیر لگائی جائے گی۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حدیث میں تو آفت سماویہ کا ذکر ہے' اس پر شرعی سزا کو قیاس کرنا درست نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ شرعی سزائیں بھی اُمورِ سماویہ میں سے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر مرد کو اسی کا ثمر ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے' اسی وجہ سے ظالموں اور بدکاروں کی مجلس میں بیٹھنے اور ان کی تعداد میں اضافہ کرنے سے منع کیا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (الانعام:۶۸)

اور (اے مخاطب!) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کو (طعن و تشنیع کا) مشغلہ بناتے ہیں تو ان سے اعراض کرو' حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں' اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود:۱۱۳)

اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

لشکر کے درمیان کے لوگوں کو بھی دھنسایا جائے گا اور مجبور لوگوں کو بھی اور ان کو بھی جو بازاروں میں ہوں گے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں اس لشکر کے اوّل اور آخری حصہ کو زمین میں دھنسانے کا ذکر ہے اور لشکر کے درمیانی حصہ کو زمین میں دھنسانے کا ذکر نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ محاورہ یہ ہے کہ از اوّل تا آخر کہا جاتا ہے اور اس سے مراد پورا لشکر ہوتا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ درج ذیل حدیث میں لشکر کے درمیانی حصہ کا بھی ذکر ہے:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیت اللہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر روانہ ہوگا حتیٰ کہ جب وہ (مکہ کے قریب) ایک میدان میں پہنچے گا تو اس لشکر کے درمیانی حصہ کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور ان کا اوّل حصہ آخری حصہ کو پکارے گا' پھر ان کو بھی دھنسا دیا جائے گا۔ الحدیث

(صحیح مسلم: ۲۸۸۳' الرقم المسلسل: ۷۱۳۶' سنن نسائی: ۲۸۸۰' سنن ابن ماجہ: ۴۰۶۳)

دوسرا سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کو جبراً اس لشکر کے ساتھ نکالا جائے گا اور جو لوگ بازار میں اس لشکر کے ساتھ اتفاقاً جمع ہوں گے؟ اس کا جواب درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند میں اپنے ہاتھ پیر ہلائے' ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج آپ نے نیند میں وہ کام کیا جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے' آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ قریش کے ایک شخص کو پکڑنے کے لیے بیت اللہ کا قصد کریں گے' جس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہوئی ہوگی' حتیٰ کہ جب وہ (مکہ کے قریب) کھلے میدان میں پہنچیں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا' ہم نے کہا: یا رسول اللہ! راستہ میں تو سب لوگ جمع ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ان میں بااختیار' مجبور اور مسافر بھی ہوں گے' وہ سب ایک ساتھ ہلاک ہو جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کے اعتبار

Marfat.com

سے ان کو الگ الگ اٹھائے گا۔ (صحیح مسلم: ٢٨٨٤' الرقم المسلسل: ٧١٣٨)

بہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لشکر حجاج بن یوسف کا ہوگا جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے روانہ ہوا تھا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' یہ کفار کا لشکر ہوگا جو قرب قیامت میں کعبہ کو گرانے کے قصد سے روانہ ہوگا اور اس کو مکہ میں پہنچنے سے پہلے زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور ایسا ضرور ہوگا کیونکہ مخبر صادق علیہ السلام نے اس کی خبر دی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١١٤٣۔ ج ٧ ص ٧٥٣ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٢١١٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اَحَدِكُمْ فِيْ جَمَاعَةٍ' تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ سُوْقِهٖ وَبَيْتِهٖ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً' وَذٰلِكَ بِاَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ' ثُمَّ اَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ' لَا يَنْهَزُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ' لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً' اَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ' وَالْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ' اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ' مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ' مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ' وَقَالَ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از اعمش از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی جماعت کے ساتھ نماز اس کی بازار اور گھر کی نماز پر بیس اور چند درجہ زیادہ ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ اچھی طرح وضوء کرتا ہے' پھر مسجد میں جاتا ہے' اس کا صرف نماز ہی کا ارادہ ہوتا ہے اور اس کو صرف نماز ہی اٹھاتی ہے تو وہ جو قدم بھی چلتا ہے' اس کے سبب سے اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے یا اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور فرشتے تم میں سے ہر ایک کے لیے اس وقت تک رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہوتا ہے جس میں وہ نماز پڑھتا ہے' (فرشتے دعا کرتے ہیں:) اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما! اے اللہ! اس پر رحم کر! جب تک وہ شخص اس جگہ اپنا وضوء نہیں توڑتا اور جب تک وہاں (فرشتوں کو) ایذاء نہیں دیتا اور فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک کہ نماز اس کو روکے رکھتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٦ میں گزر چکی ہے۔

٢١٢٠ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوْقِ' فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا الْقَاسِمِ! فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ اِنَّمَا دَعَوْتُ هٰذَا' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ' وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید طویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے کہ ایک شخص نے کہا: یا ابا القاسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا: میں نے اُس شخص کو پکارا تھا' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھا کرو اور میری کنیت نہ رکھا کرو۔

Marfat.com

[اطراف الحدیث: ۲۱۲۱۔ ۳۵۳۷] (صحیح مسلم: ۲۱۳۱ الرقم المسلسل: ۵۴۷۹ سنن ابوداؤد: ۴۹۶۵ سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۵ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۱۵ مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۷ طبع قدیم مسند احمد: ۹۸۹۴۔ ج ۱۵ ص ۵۵۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بازار کا ذکر ہے۔

بعض صحابہ اور بعض صحابہ کی اولاد کا نام محمد اور ان کی کنیت ابوالقاسم تھی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کئی اصحاب کا نام محمد تھا اور ان کی کنیت ابوالقاسم تھی' ان کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت محمد بن طلحہ' حضرت محمد بن الاشعث' حضرت محمد بن ابوحذیفہ رضی اللہ عنہم' ان میں سے صحابہ کی اولاد کے نام بھی ہیں: محمد بن جعفر بن ابوطالب' محمد بن سعید بن ابی وقاص' محمد بن حاطب' محمد بن المنتشر' ان کا امام بیہقی نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا نام اور کنیت رکھنے میں مذاہب فقہاء

محمد بن سیرین' ابراہیم نخعی اور امام شافعی نے کہا ہے کہ کسی شخص کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنی جائز نہیں ہے' خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو' اہل الظاہر کا بھی یہی مذہب ہے کہ کسی کے لیے بھی ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہیں ہے' ان کا استدلال اس حدیث کے ظاہر سے ہے۔

امام احمد اور اہل ظاہر کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس کا نام محمد ہو' اس کو ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنی چاہیے اور جس کا نام محمد نہ ہو' وہ اگر ابوالقاسم کنیت رکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص آپ کے نام اور کنیت کو جمع کرے اور محمد ابوالقاسم نام رکھے۔ (سنن ترمذی: ۲۸۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم نے میرا نام رکھ لیا تو پھر میری کنیت نہ رکھو۔ (سنن ترمذی: ۲۸۴۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو کیونکہ میں ابوالقاسم ہوں' تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۱۳۳' الرقم المسلسل: ۵۴۸۴)

علامہ مازری نے کہا ہے کہ آپ کی کنیت ابوالقاسم رکھنا' آپ کی حیات میں ناجائز تھا جب کہ اب جائز ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۹-۸)

اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق' نعمۃ الباری ج ۱ ص ۴۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ تقی عثمانی کا ''یا محمد'' کہنے کو نئی قوم کا شعار قرار دینا اور اس پر مصنف کا تبصرہ

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

مسلمان' یارسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے اور اہل کتاب آپ کی کنیت کے ساتھ یا اباالقاسم کہہ کر پکارتے تھے' تو کافر بھی یا محمد کہہ کر نہیں پکارتے تھے' اب یہ نئی قوم پیدا ہوئی ہے جو یا محمد کہہ کر پکارتی ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۲۱ مکتبۃ الحراء کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے اس پر توجہ نہیں کی کہ صحابہ اور تابعین کے عہد میں بھی ندا ءیا محمد کا رواج تھا:

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے حدیث ہجرت میں روایت کیا ہے' جب ہم مدینہ

صحابہ کا اس میں تنازع تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کے گھر ٹھہریں گے' آپ نے فرمایا: میں بنو نجار کے گھر ٹھہروں گا جو (حضرت) عبدالمطلب کے ماموں ہیں' میں اس وجہ سے ان کا اکرام کروں گا' پھر مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں کے اوپر چڑھ گئے اور لڑکے اور خدام راستوں میں بکھر گئے اور وہ نداء کر رہے تھے: "یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ!"۔

(صحیح مسلم: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۴۱۶)

اس حدیث میں اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ صحابہ کرام یا محمد کے ساتھ نداء کرتے تھے۔ شیخ تقی عثمانی نے فتح الملہم کا تکملہ لکھا ہے اور صحیح مسلم کی بقیہ احادیث کی شرح کی ہے مگر حیرت ہے کہ شیخ عثمانی نے اس حدیث کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے تکملہ فتح الملہم ج ۶ ص ۵۳۳۔

دیگر صحابہ سے بھی یا محمد کہنے کا ثبوت ہے:

عبدالرحمن بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سُن ہو گیا' ایک شخص نے کہا: اس کو یاد کرو جو تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو' حضرت ابن عمر نے کہا: یا محمد!

(الادب المفرد ص ۲۶۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۱۶۹۔ ۱۶۸' الشفاء ج ۲ ص ۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی' اس میں یہ الفاظ ہیں:

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف محمد نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں' تاکہ یہ حاجت پوری ہو' اے اللہ! آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما! (سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۵' سنن ترمذی: ۳۵۸۹' مجموعۃ الفتاوی لابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۶۷' تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۲۸۳)

تابعین کے دور میں بھی یا محمد کہنے کا رواج تھا' حافظ ابن کثیر' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمداہ کہنا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴' دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ)

علامہ ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ)

۲۱۲۱- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ' عَنْ حُمَيْدٍ' عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ! فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَمْ أَعْنِكَ' قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے بقیع میں کسی کو پکارا: یا ابا القاسم! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا' پس اس نے کہا: میں نے آپ کا ارادہ نہیں کیا تھا' آپ نے فرمایا: میرا نام رکھا کرو اور میری کنیت نہ رکھا کرو۔

اس حدیث کی شرح' حدیث سابق: ۲۱۲۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۲۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ' عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی یزید از نافع بن جبیر بن مطعم از حضرت ابو ہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے ایک حصہ میں نکلے' آپ

Marfat.com

فِیْ طَائِفَةِ النَّهَارِ، لَا يُكَلِّمُنِي وَلَا أُكَلِّمُهُ، حَتّٰى أَتٰى سُوْقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ، فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ، فَقَالَ أَثَمَّ لُكَعُ؟ أَثَمَّ لُكَعُ؟ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا، فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ، فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتّٰى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ، وَقَالَ اللّٰهُمَّ أَحْبِبْهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ. قَالَ سُفْيَانُ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ. [طرف الحدیث: ۵۸۸۴] (صحیح مسلم: ۲۴۲۱، الرقم المسلسل: ۶۱۵۱، سنن ابن ماجہ: ۱۴۲، سنن ترمذی: ۳۸۰۷، مسند الحمیدی: ۱۰۴۳، الادب المفرد: ۱۱۵۲، سنن کبریٰ: ۸۱۶۴، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۳۹۸۔ ج ۱۲ ص ۳۶۰، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

مجھ سے بات کر رہے تھے نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا حتیٰ کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے، پس فرمایا: کیا یہاں بچہ ہے؟ کیا یہاں بچہ ہے؟ حضرت فاطمہ نے ان کو کچھ دیر روکا، میں نے گمان کیا کہ وہ ان کو سیپیوں کا ہار پہنا رہی ہیں یا ان کو نہلا رہی ہیں، پھر وہ دوڑتے ہوئے آئے حتیٰ کہ آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا، اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس سے محبت کر! اور جو اس سے محبت کرے اس سے محبت کر۔ سفیان نے بیان کیا: عبید اللہ نے کہا: مجھے اس نے خبر دی جس نے نافع بن جبیر کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: حتیٰ کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے۔

امام بخاری کی اس روایت میں اختصار ہے، امام مسلم نے اس حدیث کو زیادہ وضاحت کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دن کے ایک پہر میں نکلا، آپ مجھ سے کلام فرما رہے تھے اور نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا، حتیٰ کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے، پھر واپس چلے گئے، یہاں تک کہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آ گئے، آپ نے فرمایا: کیا یہاں وہ مُنّا ہے، کیا یہاں وہ ننھا ہے، آپ کی مراد تھی: حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔ ہم نے گمان کیا کہ ان کی والدہ نے ان کو روکا ہوا ہے تاکہ ان کو نہلائیں اور سیپیوں کا ہار پہنائیں، پھر تھوڑی دیر گزری کہ حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے اور ہر ایک نے دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں سو تو اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر۔ (صحیح مسلم: ۲۴۲۱، الرقم المسلسل: ۶۱۵۱)

حضرت ابو ہریرہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ میں بات نہ کرنے کا سبب، صحیح مسلم کی حدیث سے صحیح بخاری کی حدیث کی وضاحت، "لُکَع" کا ترجمہ کرنے میں شیخ انور شاہ کشمیری کی بے ادبی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ مجھ سے کلام نہیں فرما رہے تھے اور نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے کلام نہیں فرما رہے تھے کہ آپ وحی الٰہی میں تفکر کر رہے تھے یا مصالحِ امت کے تدبر میں مشغول تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے خاموش تھے۔

اس میں مذکور ہے کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں گئے، پھر حضرت فاطمہ کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت فاطمہ کا گھر بنو قینقاع کے بازار میں نہیں تھا، ان کا گھر تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ راوی نے اس حدیث کے بعض الفاظ ساقط کر دیئے ہیں اور امام مسلم کی روایت میں اس کا بیان ہے، چنانچہ اس میں ہے: حتیٰ کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے، پھر واپس چلے گئے، یہاں تک کہ آپ حضرت فاطمہ کے گھر آ گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "لُکَع" کہاں ہے؟ اس سے مراد ہیں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔ "لُکَع" کے معنی ہیں: چھوٹا بچہ۔

اس کو عربی میں پیار سے "لُکع" کہتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: جیسے پنجابی میں نکا یا کا کا کہتے ہیں' اُردو میں نھا یا منا کہتے ہیں' آج کل گڈو اور پپو کہتے ہیں۔

علماء دیو بند کے بہت بڑے عالم محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

"اللُّکع" کا ترجمہ پاجی ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۲۱۹' مجلس علمی ہند' ۱۳۵۷ھ)

اب دیکھئے لغت میں پاجی کے کیا معنی لکھے ہیں:

پاجی: کمینہ' رذیل' شریر' بدمعاش' گھٹیل' ذلیل۔ (فیروز اللغات ص ۲۶۲' فیروز سنز' لاہور)

اب دیکھئے! ان معنی میں کوئی ایسا معنی ہے جس کے اعتبار سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پاجی کہا جا سکتا ہو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان انتہائی شریف' شائستہ اور مہذب تھی اور آپ حضرت حسن سے بہت محبت کرتے تھے' وہ آپ کو پاجی کہہ سکتے تھے! العیاذ باللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے ہزار بار پناہ مانگتے ہیں کہ حضرت حسن کو پاجی کہا جائے' حضرت حسن کی محبت اور عظمت ہمارے ایمان کا جزو ہے اور وہ ہماری عقیدتوں کا مرکز اور محور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت پر ہمارا خاتمہ کرے اور آخرت میں ان کے غلاموں میں ہمارا حشر ہو۔ (آمین!)

صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا' آپ کی تواضع اور معانقہ کا سنت ہونا

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضرات صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی توقیر کرتے تھے' راستہ میں آپ کے ساتھ چلتے تو ادب سے خاموش رہتے تھے۔

نیز اس میں آپ کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ بازار میں جاتے اور گھر کے صحن میں بیٹھ جاتے اور آپ چھوٹے بچوں پر شفقت فرماتے تھے۔

معانقہ کے جواز کے متعلق فقہاء کا اختلاف

اس حدیث میں معانقہ کا ثبوت ہے اور اس میں اختلاف ہے' محمد بن سیرین' عبد اللہ بن عون' امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے کہا: معانقہ مکروہ ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ایک شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرتا ہے' کیا وہ اس کے لیے جھک جائے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس نے پوچھا: کیا وہ اس سے لپٹ جائے اور اس کو بوسا دے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس نے پوچھا: کیا وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(سنن ترمذی: ۲۷۲۸' سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۲' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے)

الشعبی' ابومجلز' عمرو بن میمون اور امام ابویوسف نے کہا ہے کہ معانقہ میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

معانقہ کے جواز کے ثبوت میں احادیث اور آثار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت میرے گھر میں تھے پس حضرت زید نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف برہنہ پشت اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے گئے اور اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے کبھی آپ کو برہنہ نہیں دیکھا اور نہ اس کے بعد' آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا۔

(سنن ترمذی: ۲۷۳۲' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے' ہم اس کو صرف اس سند سے پہچانتے ہیں)

Marfat.com

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے معانقہ کے جواز پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

عبداللہ بن جعفر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نجاشی کے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ مجھ سے ملے اور مجھے گلے لگایا۔ (شرح معانی الآثار: ۶۷۶۳)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد اور فتح خیبر ایک دن ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پتا نہیں کہ مجھے کس چیز سے زیادہ خوشی ہوئی ہے' خیبر کی فتح سے یا جعفر کی آمد سے' پھر آپ نے ان سے مل کر ان کو گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسا دیا۔ (شرح معانی الآثار: ۶۷۶۴' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' المستدرک: ۴۲۴۹۔ ج ۲ ص ۶۲۴' المعجم الکبیر: ۱۴۷۰' المعجم الاوسط: ۲۰۲۴' الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۲۲۵)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب جب آپس میں ملتے تو مصافحہ کرتے اور جب کسی سفر سے واپس آتے تو آپس میں معانقہ کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ۶۷۶۶)

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے پوچھا: ہمارا بھائی کہاں ہے؟ میں نے کہا: وہ مسجد میں ہیں' پس وہ ان کے پاس گئے اور جب ان کو دیکھا تو ان کو گلے لگایا۔ (شرح معانی الآثار: ۶۷۶۹)

امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ اصحاب ایک دوسرے سے معانقہ کرتے تھے' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معانقہ کی ممانعت میں جو حدیث مروی ہے' وہ اس سے پہلے کی حدیث ہے اور اس کے بعد آپ نے بھی معانقہ کیا اور آپ کے اصحاب نے بھی معانقہ کیا اور ہم ان ہی احادیث اور آثار پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۹۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

مصنف کے تتبع سے معانقہ کے ثبوت میں مزید احادیث اور آثار

عنزہ کے ایک شخص نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے تو کیا وہ آپ سے مصافحہ کرتے تھے؟ حضرت ابوذر نے کہا: میں نے جب بھی آپ سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا' ایک دن آپ نے کسی کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا اور میں اس وقت گھر میں نہیں تھا' جب میں گھر آیا اور مجھے بتایا گیا کہ آپ نے مجھے بلایا تھا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ تخت پر تھے' پس آپ نے مجھے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور یہ بہت عمدہ تھا' بہت عمدہ۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۱۴)

عتبہ بن ابی عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۲۴۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابوبلج بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا عمرو بن میمون اور اسود بن ہلال کی ملاقات ہوئی تو ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب سے گلے ملا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۲۴۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عباد بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابومجلز اور خالد الحج کی باہم ملاقات ہوئی تو ہر ایک نے دوسرے کو گلے سے لگایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۲۴۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

معاذۃ العدویہ بیان کرتی ہیں کہ صلہ بن اشیم کے اصحاب جب ایک دوسرے کے پاس جاتے تو ایک دوسرے سے لپٹ جاتے۔

Marfat.com

تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۲۴۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۵۷۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

معانقہ کرنے' بوسا دینے اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

امام محمد نے کہا ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے منہ پر بوسا دے' یا اس کے ہاتھ پر بوسا دے یا اس کے جسم پر بوسا دے یا اس سے معانقہ کرے تو یہ مکروہ ہے' امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ بوسا دینے میں اور معانقہ میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ روایت ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسا دیا اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ اور بوسا دینے سے منع فرمایا ہے اور امام طحاوی کی روایت اس کی ممانعت سے پہلے پر محمول ہے' پھر فقہاء نے کہا ہے کہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب صرف ایک تہبند میں معانقہ کیا جائے لیکن جب دونوں نے قمیص یا جبہ پہنا ہوا ہو تو پھر اس پر اجماع ہے کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے۔(ہدایہ اخیرین ص ۴۷۱' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ محمد بن حسین علی طوری حنفی نے ہدایہ کی مذکور الصدر عبارت لکھنے کے بعد بوسے کی حسب ذیل اقسام لکھی ہیں:

امام ابومنصور ماتریدی نے ان احادیث میں تطبیق دی ہے اور کہا ہے کہ شہوت سے معانقہ کرنا مکروہ ہے اور عزت اور احترام کے لیے معانقہ کرنا جائز ہے' اور فقیہ ابواللیث نے ذکر کیا ہے کہ بوسے کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) رحمت سے بوسا دینا' جیسے والد اپنی اولاد کو بوسا دے (۲) تعظیم سے بوسا دینا' جیسے مسلمان ایک دوسرے کو بوسا دیں (۳) شفقت سے بوسا دینا جیسے اولاد اپنے والدین کو بوسا دے (۴) دوستانہ محبت سے بوسا دینا' جیسے کوئی شخص اپنے بھائی کی پیشانی پر بوسا دے (۵) شہوت سے بوسا دینا' جیسے کوئی شخص اپنی بیوی یا باندی کو بوسا دے۔(تکملۃ البحر الرائق ج ۸ ص ۱۹۸' مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بوسا دینے اور معانقہ کے متعلق اسی طرح لکھا ہے اور مصافحہ کرنے کے جواز میں حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: جب ایک مؤمن دوسرے مؤمن سے ملاقات کر کے اس کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔(المعجم الاوسط:۲۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' شعب الایمان:۸۹۵۰۔ج ۶ ص ۴۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ علاء الدین محمد بن علی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

القنیہ میں لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ۹ ص ۴۶۵۔۴۶۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

* مصافحہ کرنے اور ہاتھوں کو بوسا دینے کے متعلق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۹۶۔۴۹۵ میں بھی تفصیل سے لکھا ہے۔

حدیث مذکور کے متصل ہونے کا ثبوت اور اس تعلیق کی توجیہ بیان کرنے میں علامہ کرمانی کا تسامح

امام بخاری نے اس حدیث کے آخر میں یہ تعلیق ذکر کی ہے:

سفیان نے بیان کیا کہ عبیداللہ نے کہا: مجھے (اس حدیث) کی اس نے خبر دی جس نے نافع بن جبیر کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا۔

Marfat.com

اس حدیث کی سند میں ہے: از عبید اللہ بن ابی یزید از نافع بن جبیر بن مطعم' اور یہ عنعنہ ہے اور حدیث معنعن امام بخاری کے نزدیک متصل نہیں ہوتی' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات نہ ہوئی ہو'اس شبہ کے ازالہ کے لیے امام بخاری نے لکھا کہ عبید اللہ نے کہا: مجھے اس حدیث کی اس نے خبر دی ہے جس نے نافع بن جبیر کو ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا' لہٰذا راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہے اور یہ حدیث متصل ہے۔

علامہ کرمانی متوفی ۷۸٦ھ نے اس تعلیق کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ چونکہ ایک رکعت وتر پڑھنے میں اختلاف ہے' اس لیے امام بخاری نے یہ حدیث روایت کرنے کے بعد ایک رکعت وتر کو بیان کرنے کا موقع غنیمت جانا' اس لیے یہ تعلیق لائے۔

(شرح الکرمانی ج ۱۰ ص ۱٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ کرمانی کی یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ وتر کا مبحث نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۷۸ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٦۱۳۵۔ ج ٦ ص ۹۷۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سوانح لکھی گئی ہے اور اس کے عنوان یہ ہیں: (۱) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سوانح (۲) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب (۳) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت۔

۲۱۲۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى، عَنْ نَّافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَّمْنَعُهُمْ أَنْ يَّبِيْعُوْهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ. [اطراف الحدیث: ۲۱۳۱۔ ۲۱۳۷۔ ۲۱٦٦۔ ۲۱٦۷۔ ٦۸۵۲] (صحیح مسلم: ۱۵۲۷' الرقم المسلسل: ۳۷۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۴۹۸' سنن نسائی: ۴٦۰٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں لوگ سواروں سے غلہ خرید لیتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے پاس کسی شخص کو بھیج کر اس غلہ کو وہاں فروخت کرنے سے منع فرمایا جہاں سے انہوں نے غلہ خریدا تھا۔

۲۱۲۴ - وَقَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّبَاعَ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ. [اطراف الحدیث: ۲۱۲٦۔ ۲۱۳۳۔ ۲۱۳٦]

اور نافع نے کہا: اور ہمیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص غلہ خریدے تو اس کو اسی جگہ فروخت کر دیا جائے حتیٰ کہ وہ اس غلہ پر پورا قبضہ کرلے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۲٦' الرقم المسلسل: ۳۷۴۱' سنن ابوداؤد: ۳۴۹۲' سنن نسائی: ۴٦۰۴' سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۱' سنن دارمی: 2559' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۱۲' شرح السنۃ: ۲۰۸۷' صحیح ابن حبان: ۴۹۸٦' مسند احمد ج ۱ ص ۵٦ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۹٦۔ ج ۱ ص ۴۵۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مذکورہ حدیثوں کی باب کے عنوان سے مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب

اس باب کا عنوان ہے: بازاروں کے متعلق احادیث' اور ان دونوں حدیثوں میں بازار کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں یہ ذکر ہے کہ لوگ سواروں سے غلہ خرید لیتے تھے' اور اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ لوگ سواروں سے غلہ خریدنے کے لیے کسی خاص جگہ پر پہنچ جاتے اور اس جگہ پر بازار کا اطلاق ہوسکتا ہے کیونکہ بازار اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں خرید وفروخت ہوتی ہے' اس

Marfat.com

مطابقت میں ہر چند کہ تکلف ہے لیکن امام بخاری کی حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت عموماً تکلف سے ہی ہوتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم ابن المنذر' یہ ابواسحاق حزامی مدنی ہیں اور ان سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (۲) ابوضمرہ' ان کا نام انس بن عیاض ہے (۳) موسیٰ بن عقبہ' یہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کی وفات ۱۴۱ھ میں ہوئی تھی (۴) نافع' یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۴۴)

''رکبان'' کا معنی اور حدیث مذکور کا خلاصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الرکبان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹوں پر سفر کرنے والوں کی جماعت' یہ لفظ ''راکب'' کی جمع ہے اور اصل میں اس کا اطلاق اونٹ کے سوار پر ہوتا تھا' پھر اس کا اطلاق ہر سواری کے سوار پر کیا جانے لگا۔

اس حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص سواروں سے غلہ خرید کر اس کو اسی جگہ فروخت کرے' بلکہ وہ اس کو پہلے اپنے ٹھکانے پر لے جائے' پھر اس کو فروخت کرے' اس میں عام لوگوں کا فائدہ ہے اور ان کو ضرر سے بچانا ہے' اس حدیث سے اور اس کے بعد والی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ مبیع پر پورا قبضہ کرنے اور اس کی ناپ تول کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خریدی ہوئی چیز کو قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ کسی چیز کو بھی خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے اور اس کی ناپ تول کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا ممنوع ہے' اور عثمان البتی نے ہر چیز کو خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ زمین اور غیر منقول اشیاء کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا منع ہے اور زمین کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز ہے اور دوسروں نے تمام ناپ تول والی چیزوں کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر ناپ تول والی چیزیں از قبیل طعام ہوں یعنی غلہ ہوں تو ان کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا منع ہے ورنہ نہیں۔

امام مسلم کی روایت میں زیادہ وضاحت ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم سواروں سے ناپ تول کے بغیر غلہ اندازہ سے خرید لیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اس غلہ کو اس جگہ سے منتقل کر کے اپنے ٹھکانے پر لائیں' پھر اس کو فروخت کریں۔

(صحیح مسلم: ۱۵۲۷' الرقم المسلسل: ۳۷۴۳)

نیز قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو بغیر ناپ تول کیے فروخت کرنا جائز نہیں ہے' اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ ممانعت ہر مبیع کو شامل ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ممانعت ان چیزوں کے ساتھ خاص ہے جو منقول ہوں یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جاسکیں' اور زمین کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۵ ص ۱۵۳۔۱۵۲' دارالوفاء)

Marfat.com

۵۰ - بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّخَبِ فِي السُّوقِ

بازار میں شور کرنے کی کراہت

۲۱۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قُلْتُ اَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْاٰنِ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۝﴾ (الاحزاب:۴۵). وَحِرْزًا لِلْاُمِّيِّيْنَ، اَنْتَ عَبْدِي وَرَسُوْلِي، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ، وَلَا سَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلٰكِنْ يَّعْفُو وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ، بِاَنْ يَّقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَيَفْتَحُ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا، وَّاٰذَانًا صُمًّا، وَّقُلُوْبًا غُلْفًا. تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ هِلَالٍ. وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ سَلَامٍ غُلْفٌ كُلُّ شَيْءٍ فِي غِلَافٍ، سَيْفٌ اَغْلَفُ، وَقَوْسٌ غَلْفَاءُ، وَرَجُلٌ اَغْلَفُ اِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُوْنًا. [طرف الحدیث: ۴۸۳۸]

(الادب المفرد:۲۴۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج۱ص ۳۷۵' الطبقات الکبریٰ ج۱ص ۳۶۰' سنن داری:۵' مسند احمد ج۲ص ۱۷۴' طبع قدیم' مسند احمد:۶۶۲۲۔ج۱۱ص ۱۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار' انہوں نے بیان کیا کہ میری حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی' میں نے کہا: مجھے تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بتایئے' انہوں نے کہا: اچھا! اللہ کی قسم! تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض وہ صفات مذکور ہیں جو قرآن مجید میں ہیں' قرآن مجید میں ہے: اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۝ (الاحزاب: ۴۵) اور ان پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا' آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں' میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے' آپ نہ تو بدمزاج ہیں نہ سنگ دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے ہیں بلکہ معاف کرتے ہیں اور بخش دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو اس وقت تک قبض نہیں فرمائے گا حتیٰ کہ آپ کے سبب سے ٹیڑھی ملت کو سیدھا کر دے بایں طور کہ وہ کہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اس ملت سے اللہ اندھی آنکھوں کو کھول دے گا اور بہرے کانوں کو اور ان دلوں کو جن کے اوپر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ فلیح کی متابعت عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے کی ہے از ہلال' اور سعید نے کہا از ہلال از عطاء از ابن سلام: ہر چیز میں غلف وہ ہے جو کسی غلاف میں ہو اور جو تلوار میان میں ہو تو اسے کہا جاتا ہے: ''سیف اغلف'' اسی طرح جو کمان اپنے ظرف میں ہو اس کو ''قوس غلفاء'' کہا جاتا ہے اور جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اس کو ''رجل اغلف'' کہا جاتا ہے۔ (یہ معانی امام ابوعبداللہ بخاری نے بیان کیے ہیں۔)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ بازاروں میں شور کرنے والے نہیں ہیں۔ شور کرنا بذاتِ خود مذموم ہے چہ جائے کہ بازاروں میں شور کیا جائے جہاں پر لوگ جمع ہوتے ہیں' بازاروں میں صرف فاجر اور شریر لوگ ہی شور کرتے ہیں اور اگر بازاروں میں شور کرنا مذموم نہ ہوتا تو' تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت مذکور نہ ہوتی کہ آپ بازاروں میں شور کرنے والے نہیں ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سنان ابوبکر العوقی' ان سے روایت میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) فلیح بن سلیمان ابویحییٰ الخزاعی' ان کا نام عبد الملک ہے اور فلیح ان کا لقب ہے اور یہ لقب ان کے نام سے زیادہ معروف ہے (۳) ہلال بن علی الفہری المدنی' ان کو ہلال بن اُبی بھی کہا جاتا ہے (۴) عطاء بن یسار' ابومحمد ہلالی' ہلالی کی از عطاء از عبداللہ بن عمرو صحیح میں صرف یہی روایت ہے (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۴۶)

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الاحزاب: ۴۵ میں مذکور ہے: ''شَاهِدًا'' یعنی آپ اپنی امت پر گواہ ہیں' ان کی تصدیق کریں گے اور کفار کی تکذیب کریں گے اور اللہ کے نزدیک آپ کا قول اپنی امت کے حق میں اور کفار کے خلاف مقبول ہے۔

''سِرَاجًا مُّنِيْرًا'' آپ روشنی کرنے والے چراغ ہیں' آپ کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے کفر کے پھیلائے ہوئے اندھیروں کو دور کر دیا اور مؤمنوں کے لیے ہدایت کی راہوں کو روشن کر دیا۔

''حِرْزًا''، ''حرز'' اصل میں کسی مضبوط حفاظت کی جگہ کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد ہے: آپ اُمیین کے دین کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اُمیین سے مراد عرب ہیں جو غیر اہل کتاب ہیں' یہودی غیر اہل کتاب کو اُمیین کہتے تھے کیونکہ ان میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا۔

میں نے آپ کا نام متوکل رکھا: یعنی آپ رزق کے حصول میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہیں اور تھوڑے رزق پر قناعت کرتے ہیں اور وسعت اور کشادگی کے انتظار میں صبر کرتے ہیں اور محاسنِ اخلاق کے حامل ہیں۔

''فظّ'' کا معنی ہے: بداخلاق' بدمزاج۔

''غلیظ'' کا معنی ہے: سخت بات کرنے والا جو نرمی کو اختیار نہ کرے۔

''سخّاب'' بازاروں میں بہت شور کرنے والا' جہاں لوگ خرید و فروخت میں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک زمین کی سب سے ناپسندیدہ جگہ بازار ہیں۔ (صحیح مسلم: ۶۷۱)

آپ بُرائی کا جواب بُرائی سے نہیں دیتے تھے: یعنی اپنی ذات کے معاملہ میں بدلا نہیں لیتے تھے' لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود توڑے تو اس کے ساتھ کوئی نرمی نہیں کرتے تھے۔

''الملة العوجاء'' ٹیڑھی ملت' اس سے جاہلیت عرب کے طور طریقے مراد ہیں' انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صحیح ملت کو بدل ڈالا تھا' وہ بت پرستی کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے اور بدکاری کرتے تھے۔

موجودہ تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ صفات

اس حدیث میں تورات کا ذکر ہے' تورات کے متعلق تفصیل کے ساتھ ہم تبیان القرآن ج ۲ ص ۴۱۔۳۸ میں لکھ چکے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے ملتی جلتی صفات موجودہ تورات میں بھی موجود ہیں:

۱- دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں' میرا برگزیدہ ہے جس سے میرا دل خوش ہے' میں نے اپنی روح اس پر ڈالی' وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا O وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی O وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو

Marfat.com

نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا' وہ راستی سے عدالت کرے گاO وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے' جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے O جس نے آسمان کو پیدا کیا اور تان دیا' جس نے زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا' جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح عنایت کرتا ہے یعنی خداوند یوں فرماتا ہےO میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا' میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا' اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گاO کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں' قید خانہ سے چھڑائےO (کتاب مقدس' پرانا عہد نامہ' یسعیاہ' باب: ۴۲' آیت: ۸۔۱' بائبل سوسائٹی لاہور' ۱۹۹۲ء)

۵۱- بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي

ناپ تول کرنے والے کی اجرت' فروخت کرنے والے پر ہے اور دینے والے پر ہے

یعنی ناپنے اور تولنے کی اجرت اس پر ہے جو دینے والا ہو خواہ وہ بائع ہو یا قرض ادا کرنے والا ہو۔

امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام مالک اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ جن چیزوں کو ناپ کر یا وزن کر کے فروخت کیا جاتا ہے' ان میں ناپنے اور وزن کرنے کی اجرت بائع پر ہے اور قرض ادا کرنے والے پر ہے اور ثمن کو پرکھنے کی (مقرر کردہ قیمت) اجرت خریدار پر ہے۔

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ O﴾ (المطففین: ۳) يَعْنِي كَالُوْا لَهُمْ وَوَزَنُوْا لَهُمْ' كَقَوْلِهٖ ﴿يَسْمَعُوْنَكُمْ﴾ (الشعراء: ۷۲) يَسْمَعُوْنَ لَكُمْ.

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور جب وہ ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیںO (المطففین: ۳) یعنی جب وہ لوگوں کے لیے ناپیں اور لوگوں کے لیے وزن کریں' جس طرح فرمایا: وہ تمہیں سنتے ہیں۔ (الشعراء: ۷۲) یعنی تمہارے لیے سنتے ہیں۔

سدی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو وہاں ابوجہینہ نام کا ایک شخص تھا' اس کے پاس دو صاع تھے' جب وہ لوگوں سے کوئی چیز خریدتا تو ایک صاع سے ناپتا اور جب لوگوں کو کوئی چیز فروخت کرتا تو دوسرے صاع سے ناپتا' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَO الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَO وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَO (المطففین: ۳۔۱)

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے شدید عذاب ہےO وہ لوگ جب دوسروں سے ناپ کر لیں تو پورا لیںO اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیںO

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ جس طرح الشعراء: ۷۲ میں ''يَسْمَعُوْنَكُمْ'' کا معنی ہے: ''یسمعون لکم'' اسی طرح اس آیت میں ''کالوھم'' کا معنی ہے: ''کالوا لھم''۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِكْتَالُوْا حَتّٰى تَسْتَوْفُوْا.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ناپ لو اور اپنی قیمت پوری کر لو۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے طارق بن عبداللہ محاربی کی سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ إِذَا بِعْتَ فَكِلْ'

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: جب تم بیچو تو ناپ لو اور جب تم خریدو تو ناپ

Marfat.com

اِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ.

اس تعلیق کو امام دار قطنی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

منقذ مولیٰ ابن سراقہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا: جب خرید و تو ناپ لو اور جب تم فروخت کرو تو ناپ لو۔ (سنن دار قطنی: ٢٨١٧- ج ٢ ص ٥٧٥ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٢ھ)

علامہ کرمانی نے "کَالَ" اور "اِکْتَالَ" کے درمیان فرق بیان کیا ہے اگر کوئی شخص اپنے لیے اور دوسروں کے لیے ناپے تو اس کے لیے "کَالَ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اگر صرف اپنے لیے ناپے تو اس کے لیے "اکتال" استعمال ہوتا ہے۔

(شرح کرمانی ج ١٠ ص ١٨)

علامہ عینی نے اس تعلیق کی تفصیل بیان کی ہے:

لیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں بنو قینقاع کے بازار سے کھجوریں خریدتا تھا پھر میں ان کو لے کر مدینہ آتا تھا پھر میں ان کو بتاتا تھا کہ یہ کتنے کیل (پیمائش) کھجوریں ہیں پھر وہ مجھے ان کھجوروں پر اتنا نفع دیتے جس سے میں راضی ہو جاتا اور میں نے جتنے کیل کی ان کو خبر دی تھی (کہ یہ اتنے صاع کھجوریں ہیں) اس کے مطابق مجھ سے وہ کھجوریں لے لیتے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جب تم خرید و تو ناپ لو اور جب تم فروخت کرو تو ناپ لو۔

(عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣٤٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٢١٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا، فَلَا يَبِيْعُهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غلہ خریدے تو جب تک اس پر پورا قبضہ نہ کر لے اس کو فروخت نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢١٢٤ میں گزر چکی ہے۔

٢١٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مُغِيْرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَّعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاسْتَعَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى غُرَمَائِهِ اَنْ يَّضَعُوْا مِنْ دَيْنِهِ، فَطَلَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلُوْا، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْهَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَكَ اَصْنَافًا، الْعَجْوَةَ عَلٰى حِدَةٍ، وَعَذْقَ زَيْدٍ عَلٰى حِدَةٍ، ثُمَّ اَرْسِلْ اِلَيَّ. فَفَعَلْتُ، ثُمَّ اَرْسَلْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَلَسَ عَلٰى اَعْلَاهُ اَوْ فِيْ وَسَطِهِ، ثُمَّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از مغیرہ از شعبی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ (حضرت جابر کے والد) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور ان پر قرض تھا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی کہ آپ میرے قرض خواہوں سے میرے قرض میں کمی کرائیں تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے میرے قرض میں کمی طلب کی وہ نہیں مانے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جاؤ! ہر قسم کی کھجوروں کا الگ الگ ڈھیر لگاؤ عجوہ کا الگ ڈھیر بناؤ اور عذق زید کا الگ ڈھیر ہو پھر مجھے اطلاع دو سو میں نے اس طرح کیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا آپ کھجوروں کے سب سے بلند

Marfat.com

كِلْ لِلْقَوْمِ' فَكِلْتُهُمْ حَتّٰى اَوْفَيْتُهُمُ الَّذِيْ لَهُمْ وَبَقِيَ تَمْرِيْ كَاَنَّهٗ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ. وَقَالَ فِرَاسٌ' عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّاهُ. وَقَالَ هِشَامٌ' عَنْ وَهْبٍ' عَنْ جَابِرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُذَّ لَهٗ فَاَوْفِ لَهٗ. [اطراف الحدیث:۲۳۹۵۔ ۲۳۹۶۔۲۴۰۵۔۲۶۰۱۔۲۷۰۹۔۲۷۸۱۔۳۵۸۰۔۴۰۵۳۔۶۲۵۰]

(سنن ابوداؤد: ۲۸۸۴' سنن نسائی: ۳۶۳۸' سنن ابن ماجہ: ۲۴۳۴)

ڈھیر یا متوسط ڈھیر پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے فرمایا: اب تم قرض خواہوں کو ناپ ناپ کر دیتے رہو' پس میں ان کو ناپ ناپ کر دیتا رہا حتیٰ کہ میں نے ان کا پورا قرض ادا کر دیا اور وہ تمام کھجوریں اسی طرح باقی رہیں' گویا کہ ان میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوئی تھیں۔ فراس نے شعبی سے روایت کی کہ مجھے حضرت جابر نے از نبی ﷺ حدیث بیان کی کہ وہ مسلسل قرض خواہوں کو ناپ ناپ کر دیتے رہے حتیٰ کہ ان کا قرض ادا کر دیا اور ہشام نے از وہب از حضرت جابر روایت کی کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: کھجوریں توڑ و اور ان کا پورا قرض ادا کر دو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت جابر سے فرمایا: تم قرض خواہوں کو ناپ ناپ کر دو' اس سے معلوم ہوا کہ ناپنے کی ذمہ داری مال دینے والے پر ہے۔

بیچنے والے اور دینے والے کے ذمہ ناپ اور تول کی ذمہ داری پر دلائل اور نبی ﷺ کا واضح معجزہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اب تم ناپ ناپ کر قرض خواہوں کو دیتے رہو۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس نے کسی کو کچھ دینا ہو' ناپنے کا کام اس کے ذمہ ہے اور اس کی تائید قرآن مجید میں ہے:

اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ○ (یوسف:۵۹)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں○

حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کو غلہ دینے والے تھے اور ناپنے والے بھی وہی تھے' اور بائع ناپ کر دیتا ہے' اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ○ (المطففین:۳)

اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں○

اس آیت میں بھی یہ بتایا ہے کہ بائع ناپتا ہے یا وزن کرتا ہے۔

قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جو شخص کوئی چیز کسی معین مقدار میں فروخت کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہی اس معین مقدار کو ناپ کر یا وزن کر کے ثابت کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں نبی ﷺ کا واضح معجزہ ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ کی کھجوریں جو یہودیوں کے قرض کے برابر نہیں تھیں ان کھجوروں پر نبی ﷺ کے بیٹھنے کی برکت سے ان کھجوروں سے نہ صرف یہ کہ حضرت جابر کا قرض ادا ہو گیا بلکہ حضرت جابر کے باغ کی کھجوریں اتنی کی اتنی رہیں' ان میں کوئی کمی نہیں آئی۔

۵۲ - بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ
ناپنے کا استحباب

۲۱۲۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ

Marfat.com

الْوَلِيدُ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ولید نے حدیث بیان کی از ثور از خالد بن معدان از مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم اپنے طعام (غلہ) کو ناپ لیا کرو تمہیں برکت دی جائے گی۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

طعام کو گھر میں ناپ کر رکھنے کا حکم اور اس پر دو حدیثوں سے معارضہ اور اس معارضہ کے جوابات

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ترغیب دی ہے کہ گھر کے طعام یا غلہ کو ناپ کر رکھنا چاہیے۔

اس کے معارض درج ذیل دو حدیثیں ہیں:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو میرے گھر میں نصف صاع ''جو'' تھے جو ایک طاق میں رکھے ہوئے تھے' ان کے علاوہ اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو کسی جگر والے (جان دار) کی خوراک بن سکتی' سو میں اسی میں سے کھاتی رہی' حتیٰ کہ کافی دن گزر گئے' پھر میں نے ان کو ناپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔ (صحیح البخاری: ٣٠٩٧)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گن گن کر تھیلی میں نہ رکھا کرو' ورنہ تم کو بھی گن گن کر دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ١٤٣٣)

صحیح البخاری: ٢١٢٨ میں یہ فرمایا تھا کہ تم اپنے غلہ کو ناپ لیا کرو' تمہیں برکت دی جائے گی اور ان حدیثوں میں یہ ہے کہ ناپنے سے برکت چلی گئی اور گننے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرنے کے لیے ناپنے کے بغیر جَو نکالتی تھیں تو ان میں برکت ہوتی تھی' پھر جب انہوں نے ان کو ناپا تو وہ ختم ہو گئے یعنی ان کو علم تھا کہ اس مقدار سے روز خرچ کرنے کے بعد فلاں دن وہ ختم ہو جائیں گے' اور حضرت مقدام کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تم طعام خرید کر لاؤ تو اس کو ناپ لیا کرو' اس سے برکت ہو گی اور حضرت عائشہ نے طعام خریدنے کے وقت اس کو نہیں ناپا تھا بلکہ ضرورت کے وقت ناپ ناپ کر خرچ کرتی تھیں' چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل نہیں ہوا تھا' اس لیے اس سے برکت چلی گئی۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جب تم طعام کا ذخیرہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے برکت طلب کرو اور اس برکت کے حصول کا یقین رکھو تو برکت حاصل ہو گی' لیکن جو اس کے بعد طعام کو یہ دیکھنے کے لیے ناپے گا کہ اس کو برکت حاصل ہوئی ہے یا نہیں تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں شک ہو گیا' اس لیے اسے اس طعام کی برکت حاصل نہیں ہو گی۔ اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ناپنے سے برکت اس وقت حاصل ہو گی جب خادم سے بدگمانی نہ کی جائے کیونکہ کبھی خادم ذخیرہ میں سے طعام نکالے گا اور مالک اس پر تہمت لگائے گا کہ تم نے زیادہ طعام نکالا ہے حالانکہ خادم اس تہمت سے بری ہو گا تو مالک کی بدگمانی کی وجہ سے اس طعام سے برکت چلی جائے گی' جب کہ بدگمانی کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صرف طعام کو ناپ کر رکھنے سے برکت حاصل نہیں ہو گی جب تک کہ اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر احکام پر بھی عمل نہ کیا جائے' اور حضرت اسماء کی حدیث میں کسی ضرورت مند کو دیتے وقت گننے سے منع فرمایا ہے' کسی چیز کو خریدنے کے بعد گننے سے منع نہیں فرمایا۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٥٨١' موضحاً' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

Marfat.com

۵۳ - بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُدِّهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع (چار کلو کا پیمانہ) اور مُد (دو کلو کا پیمانہ) کی برکت

فِيهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس عنوان کے ثبوت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری:۱۸۸۹ میں گزر چکی ہے' اس میں یہ جملہ ہے: اے اللہ! ہمارے صاع میں اور ہمارے مُد میں برکت دے اس کی شرح وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٢١٢٩ - حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى' عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ الْاَنْصَارِيِّ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ' رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا' وَحَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ' وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا اِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباد بن تمیم انصاری از حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لیے دعا کی اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں' اس کے مُد میں اور صاع میں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے دعا کی تھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری:۱۸۶۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

مدینہ منورہ کو حرم بنانے سے مراد اس کی تعظیم ہے نہ کہ مکہ کی طرح تحریم مراد ہے' اس پر دلائل اور مذاہب فقہاء

علامہ فضل اللہ بن سعید تورپشتی متوفی ۶۶۱ھ لکھتے ہیں:

مکہ کو حرم اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے کام حرام کر دیئے ہیں جو دوسرے شہروں میں حرام نہیں کیے' قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ. (العنکبوت:۶۷)

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا ہے حالانکہ ان کے گرد و نواح سے لوگوں کو اغواء کر لیا جاتا ہے۔

پس حرم مکہ میں قتال کرنا' مکہ کے درختوں کو کاٹنا اور اس کے پتوں کو جھاڑنا اور وہاں کے جانوروں کا شکار کرنا اور ان کو بھگانا' یہ سب کام مکہ میں حرام کر دیئے گئے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کیا تھا' یا اس وجہ سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو یہ احکام بیان کیے تھے' یا اس وجہ سے کہ انہوں نے ہی حدودِ حرم کی علامات نصب کی تھیں اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ کو حرم قرار دیا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ مدینہ' مکہ کی طرح حرم ہے اور مکہ میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے' وہ مدینہ میں بھی حرام ہیں بلکہ اس حدیث میں تحریم کا معنی تعظیم ہے یعنی مدینہ بھی اس طرح محترم اور معظم ہے جس طرح مکہ محترم اور معظم ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مدینہ کے درختوں کے پتوں کو جھاڑنا جائز ہے جب کہ مکہ کے درختوں کے پتوں کو جھاڑنا جائز نہیں ہے' حدیث میں ہے:

Marfat.com

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ عقیق میں اپنے محل پر گئے' انہوں نے دیکھا کہ ایک غلام درخت کو کاٹ رہا تھا یا اس کے پتے جھاڑ رہا تھا' حضرت سعد نے اس سے وہ پتے چھین لیے' بعد میں اس غلام کے مالکوں نے حضرت سعد سے کہا: وہ پتے واپس کر دیں' تو حضرت سعد نے انکار کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۳۶۴' الرقم المسلسل: ۳۲۱۰)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر مدینہ کے درختوں کے پتوں کو جھاڑنا' حرام ہوتا تو اس غلام کے مالکان حضرت سعد سے اس درخت کے پتے واپس نہ مانگتے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مکہ کے پرندوں کو قید کرنا جائز نہیں ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی نے مدینہ میں نُغیر نام کا ایک پرندہ اپنے پاس رکھا ہوا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مل جل کر رہتے تھے حتیٰ کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے تھے: اے ابو عمیر! نُغیر (پرندہ) کو کیا ہوا۔ (صحیح البخاری: ۶۱۲۹)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ مدینہ میں وہ کام حرام نہیں ہیں جو مکہ میں حرام ہیں اور اس حدیث میں مدینہ کی تحریم سے مراد مدینہ کی تعظیم ہے۔ (کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج ۲ ص ۶۴۷-۶۴۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۲ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (مرقات ج ۴ ص ۶۱۵' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ کی تحریم میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ یہاں حرمت کا معنی صرف تعظیم اور تکریم ہے اور اس میں مکہ کی تحریم کے دیگر احکام مراد نہیں ہیں جیسے شکار کرنے اور درخت کاٹنے کا حرام ہونا' اور جو شخص یہ کام کرے اس پر تاوان کا لازم ہونا' اور مدینہ منورہ میں کسی نے یہ کام کیے تو اس پر تاوان لازم نہیں ہے' امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے' اور امام احمد کی بھی ایک یہی روایت ہے' اسی طرح امام شافعی کا بھی مشہور قول یہی ہے۔ بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص مدینہ میں درخت کاٹے' اس سے وہ چھین لیا جائے جیسا کہ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۴۱۲' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

۲۱۳۰ - حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِی طَلْحَةَ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِی مِكْيَالِهِمْ' وَبَارِكْ لَهُمْ فِی صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ. یَعْنِی أَهْلَ الْمَدِیْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! (اہل مدینہ کے) ناپنے کے آلات میں برکت دے' ان کے صاع اور مُد میں برکت دے' یعنی اہل مدینہ کے۔

[اطراف الحدیث: ۶۷۱۴-۷۳۳۱] (صحیح مسلم: ۱۳۶۸' الرقم المسلسل: ۳۲۱۵)

دین اور دنیا میں برکت کا معنی

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے برکت کی دعا کی ہے' برکت کا معنی ہے: کسی چیز کا بڑھنا اور زیادہ ہونا' اور کبھی اس کا معنی ثبات اور دوام بھی ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ اے اللہ تعالیٰ! ان کے دین میں برکت دے' یعنی ان کے مال کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق متعلق ہیں' زکوٰۃ' صدقہ' قربانی اور کفارات کو اللہ تعالیٰ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ ایمان پر قائم رہیں اور اسلام کے احکام پر عمل کرتے رہیں یا اس دعا کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تجارت اور اس کے نفع میں اضافہ

Marfat.com

فرمائے اوران کی زرعی پیداوار کو بڑھائے۔

٥٤ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ

طعام (غلّہ) کی بیع اور ذخیرہ اندوزی کے متعلق احادیث

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غلّہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کی بیع کا کیا حکم ہے اور ذخیرہ اندوزی کا کیا حکم ہے؟

اس عنوان میں ''حُكْرة'' کا ذکر ہے'' حکرة'' کا معنی ہے: ذخیرہ اندوزی یعنی دام بڑھ جانے اور مہنگا ہونے کے انتظار میں غلّہ کو روک کر رکھنا اور فروخت نہ کرنا۔ یہاں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں تو صرف یہ ذکر ہے کہ جو لوگ اندازے سے غلّہ خریدتے تھے ان کو وہ غلّہ اس وقت تک فروخت کرنے سے منع کیا جاتا تھا جب تک کہ وہ غلّہ کو اپنے گھر منتقل نہ کر دیں اور اس میں ذخیرہ اندوزی کا ذکر نہیں ہے' پھر امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں '' حکرة'' یعنی ذخیرہ اندوزی کا کیوں ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ذخیرہ اندوزی کا شرعی معنی مراد نہیں ہے' بلکہ اس کا لغوی معنی مراد ہے یعنی غلّہ کو گھر میں رکھنا اور مطلقاً غلّہ کو گھر میں رکھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت منع ہے جب لوگوں کو غلّہ کی ضرورت ہو اور وہ بازار میں نہ مل رہا ہو اور بائع زیادہ نفع حاصل کرنے کی توقع میں اس غلّہ کو مارکیٹ اور بازار میں نہ لائے۔ ذخیرہ اندوزی کی مذمت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

ذخیرہ اندوزی کی مذمت میں احادیث

معمر بن ابی معمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ خطاء کار ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۰۵' سنن ابوداؤد: ۳۴۴۷' سنن ترمذی: ۱۲۶۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے چالیس راتوں تک غلّہ کا ذخیرہ کیا وہ اللہ سے بَری ہو گیا اور اللہ اس سے بَری ہو گیا اور جن گھر والوں نے اس حال میں صبح کی کہ ان میں کوئی شخص بھوکا تھا' ان سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذمہ بَری ہو گیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۳' المستدرک ج ۲ ص ۱۲' مسند ابو یعلیٰ: ۵۷۴۶' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۰۰' اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابو بشر املوکی ہے' اس کو ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے' وہ ملعون ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۳' المستدرک ج ۲ ص ۱۱' الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۲۳۲' اس کی سند بھی ضعیف ہے)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ذخیرہ اندوزی کرنے والا ہو وہ کیسا بُرا ہے' اگر اللہ تعالیٰ قیمتیں سستی کر دے تو وہ غمگین ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ قیمتیں مہنگی کر دے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

(شعب الایمان: ۱۱۲۱۵' کامل ابن عدی ج ۲ ص ۵۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ذخیرہ اندوزی کی اور اس کا یہ ارادہ ہو کہ مسلمانوں پر چیزیں مہنگی ہو جائیں' پس وہ گناہ گار ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بَری ہو گیا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۱۲)

۲۱۳۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً، يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ولید بن مسلم نے خبر دی از اوزاعی از زہری از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اندازہ سے غلّہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّبِیْعُوْہُ حَتّٰی یُؤْوُوْہُ اِلٰی رِحَالِھِمْ.

خریدتے تھے ان کو اس غلہ کے فروخت کرنے پر مار لگائی جاتی تھی حتیٰ کہ وہ اس غلہ کو اپنے گھروں میں پہنچائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٢٣ میں گزر چکی ہے۔

٢١٣٢ - حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا وُھَیْبٌ، عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ، عَنْ اَبِیْہِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یَّبِیْعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتّٰی یَسْتَوْفِیَہٗ. قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ کَیْفَ ذَاکَ؟ قَالَ ذَاکَ دَرَاھِمُ بِدَرَاھِمَ، وَالطَّعَامُ مُرْجًا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ ﴿مُرْجَوْنَ﴾ (التوبہ:١٠٦) اَیْ مُؤَخَّرُوْنَ.

[طرف الحدیث: ٢١٣٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص غلہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرے' میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ایسا کیوں ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ تو روپوں کے عوض روپوں کی بیع ہوئی' جب کہ غلہ تو اپنی میعاد پر ہی دیا جائے گا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: "مرجون" (التوبہ:١٠٦) کا معنی ہے: ان کو غلہ تاخیر سے دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ١٥٢٥' الرقم المسلسل: ٣٧٧٢' سنن ابوداؤد: ٣٤٩٧' سنن ترمذی: ١٢٩١' سنن نسائی: ٤٦٠٧' سنن ابن ماجہ: ٢٢٢٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج٦ ص ٣٦٩' سنن بیہقی ج ٥ ص ٣١٤۔ ٣١٣' مسند احمد ج ١ ص ٣٥٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٣٤٦۔ ج ٥ ص ٣٥٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں غلہ کی بیع کا ذکر ہے۔

حدیث میں مذکور بیع کی ممانعت کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی انسان سے ایک درہم کے عوض مدتِ معینہ کے ادھار پر غلہ خریدے' پھر اس غلہ پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلہ کسی اور شخص کو دو درہم کے عوض فروخت کر دے تو گویا کہ اس نے اپنے ایک درہم کو دو درہموں کے عوض فروخت کر دیا اور غلہ تو اپنی میعاد پر ملے گا' سو اس بیع میں ایک درہم کو دو درہموں کے عوض فروخت کرنا ہے اور یہ ربا الفضل ہے اور اس میں غائب کی بیع حاضر کے عوض ہے اور یہ ربا النسیئہ ہے' لہٰذا اس میں دو وجہوں سے سود ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣٥٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٣٧٧٩۔ ج ٤ ص ١٥٧ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں بیع قبل القبض میں مذاہب بیان کیے گئے ہیں۔

٢١٣٣ - حَدَّثَنِیْ اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ دِیْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا یَبِیْعُہٗ حَتّٰی یَقْبِضَہٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلہ خریدا' وہ اس کو اس وقت تک نہ

Marfat.com

فروخت کرے حتیٰ کہ اس پر قبضہ کر لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۴ میں گزر چکی ہے۔

٢١٣٤ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ يُحَدِّثُهُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ اَنَّهُ قَالَ مَنْ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ اَنَا حَتّٰى يَجِيْءَ خَازِنُنَا مِنَ الْغَابَةِ . قَالَ سُفْيَانُ هُوَ الَّذِيْ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيْهِ زِيَادَةٌ، فَقَالَ اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَوْسٍ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُخْبِرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ بِالْوَرِقِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

[اطراف الحدیث: ۲۱۷۰-۲۱۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عمرو بن دینار نے ان کو حدیث بیان کی از زہری از مالک بن اوس' انہوں نے پوچھا: آپ لوگوں میں سے بیع صرف کا (کرنسی کے لین دین یا سونے چاندی کے لین دین کا) کاروبار کون کرتا ہے؟ طلحہ نے کہا: میں یہ بیع کرتا ہوں' لیکن میں یہ بیع اس وقت کر سکوں گا جب ہمارا خازن مقامِ غابہ سے آ جائے گا' سفیان نے کہا: ہم نے زہری سے یہ حدیث اسی طرح سنی تھی' اس میں کوئی زیادتی نہیں تھی' پھر انہوں نے کہا کہ مجھے مالک بن اوس نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے سنا وہ خبر دیتے تھے از رسول اللہ ﷺ' آپ نے فرمایا: سونے کی سونے کے عوض بیع سود ہے مگر جو نقد ہو اور گندم کی گندم کے عوض بیع سود ہے مگر جو نقد ہو اور کھجور کی کھجور کے عوض بیع سود ہے مگر جو نقد ہو اور جَو کی جَو کے عوض بیع سود ہے مگر جو نقد ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۵۸۶' الرقم المسلسل: ۳۹۵۰' سنن ابوداؤد: ۳۳۴۸' سنن ترمذی: ۱۲۴۳' سنن نسائی: ۴۵۵۹' سنن ابن ماجہ: ۲۲۶۰-۲۲۵۳' مسند ابویعلیٰ: ۱۴۹' المنتقیٰ: ۶۵۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸۳' صحیح ابن حبان: ۵۰۱۹' سنن دارمی: ۲۵۷۸' المعجم الاوسط: ۳۷۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۲-ج ۱ ص ۳۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی قبضہ سے پہلے بیع کی ممانعت ہے۔

حرمت سود کی علت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جن چار چیزوں کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' ان میں سود حرام ہے اور ان میں دو چیزوں کا اور اضافہ کیا گیا ہے اور وہ چاندی اور نمک ہیں' پس ان چھ چیزوں میں اضافہ اور ادھار کے ساتھ بیع کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور ان کے ماسوا میں اختلاف ہے' اہل ظاہر (غیر مقلدین)' مسروق' طاؤس' شعبی' قتادہ اور عثمان بتی کا مذہب یہ ہے کہ صرف ان ہی چھ چیزوں میں سود ہے اور باقی علماء نے یہ کہا ہے کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ باقی جن چیزوں میں بھی ان کا مشترک وصف پایا جائے' ان میں بھی سود ہے۔

رہا سونا اور چاندی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان میں سود کی علت دونوں کا ایک جنس ہونا ہے' یعنی دونوں سونا یا چاندی ہوں اور ان کا وزن کے ساتھ فروخت ہونا ہے' پھر ہر وہ چیز جو وزن کے ساتھ فروخت ہوتی ہو' اس کو حکم میں ان کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے' اور

Marfat.com

امام شافعی کے نزدیک ان میں علت ان کا ثمن ہوتا ہے' سو وہ دو چیزیں جو ثمن ہوں اور ان کی جنس ایک ہو' ان کو اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا سود ہے اور باقی چار چیزوں (گندم' جَو' کھجور اور نمک) میں سود کی علت میں اختلاف ہے اور اس میں دس مذاہب ہیں:

(۱) اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز میں سود نہیں ہے اور ان کو اضافہ اور تاخیر کے ساتھ بیچنا جائز ہے' یعنی (مثلاً) ایک کلو دال کو دو کلو دال کے عوض نقد اور ادھار ہر طرح فروخت کرنا جائز ہے۔

(۲) ابوبکر اصم کا مذہب یہ ہے کہ سود کی علت کسی چیز کا نفع آور ہونا ہے' سو جو دو چیزیں نفع آور ہوں' ان کو اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے۔

(۳) ابن سیرین اور ابوبکر اودی شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سود کی علت اتحاد جنس ہے' پس ہر چیز کو اس کی جنس کے عوض اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے' مثلاً ایک کپڑا دو کپڑوں کے عوض اور ایک بکری دو بکریوں کے عوض۔

(۴) الحسن بن الحسن کا مذہب یہ ہے کہ سود کی علت اتحاد جنس سے میں منفعت ہے' مثلاً ایک دینار کے ایک کپڑے کو ان دو کپڑوں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے' جن کی قیمت بھی ایک دینار ہو' اور ایک دینار کے ایک کپڑے کو اس ایک کپڑے کے عوض فروخت کرنا حرام ہے جس کی قیمت دو دینار ہو۔

(۵) سعید بن جبیر کا مذہب یہ ہے کہ سود کی علت اتحاد جنس میں تفاوت منفعت ہے' پس گندم کو جَو کے عوض اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے کیونکہ ان کے منافع متفرق ہیں' اسی طرح لوبیا کو چنے کے عوض۔

(۶) ربیعہ بن عبدالرحمان کا مذہب یہ ہے کہ جن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے' ان میں دو چیزیں ایک جنس کی ہوں خواہ وہ مویشی ہوں یا زرعی پیداوار ہو۔

(۷) امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ چیزیں خوراک ہوں اور ان کا ذخیرہ کیا جاتا ہو' پس جو چیزیں خوراک نہ ہوں' جیسے پھل' یا وہ خوراک تو ہوں لیکن ان کو ذخیرہ نہ کیا جاتا ہو جیسے گوشت' تو ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

(۸) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ سود کی حرمت کی علت پیمائش (یعنی پیمانہ سے ناپ کر بیع) اور اتحادِ جنس ہے یا دو چیزوں کو وزن کے ساتھ فروخت کیا جائے اور ان دونوں کی جنس ایک ہو' ان میں اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے' اور جن چیزوں کو وزن کر کے یا ناپ کر فروخت نہیں کیا جاتا بلکہ عدداً فروخت کیا جاتا ہے جیسے انڈے اور قلم وغیرہ' ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

(۹) سعید بن مسیب کا مذہب اور یہی امام شافعی کا قول قدیم ہے کہ جو چیزیں کھانے اور پینے کی ہوں اور وہ ناپ اور تول کے ساتھ بکتی ہوں' ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے اور جو چیزیں کھانے پینے کی نہ ہوں یا کھانے پینے کی ہوں لیکن ناپ اور تول کے ساتھ نہ بکتی ہوں بلکہ عدداً فروخت ہوں' ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

(۱۰) امام شافعی کا قول جدید اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ حُرمت سود کی علت صرف یہ ہے کہ وہ چیزیں کھانے کی ہوں خواہ ان کو ناپ اور تول کے ساتھ فروخت کیا جائے یا عدداً فروخت کیا جائے اور کھانے کی چیزوں کے علاوہ سونے اور چاندی کی بیع میں اضافہ اور ادھار حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۰۔ ۳۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۴۷۔ ج ۴ ص ۱۳۳۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں سود پر مفصل بحث کی گئی ہے' اس کی

Marfat.com

شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① ربٰو کا لغوی معنی ② ربٰو کا اصطلاحی معنی ③ بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل ④ مجوزین سود کے دلائل کے جوابات ⑤ افراطِ زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا ایک حل ⑥ بینک نوٹ کی تحقیق ⑦ نوٹ میں مذاہب اربعہ ⑧ نوٹ میں علماء مصر کا نظریہ ⑨ نوٹ کا لغوی اور عرفی معنی ⑩ نوٹوں کی فقہی حیثیت ⑪ دنیا کے کرنسی نظام میں انقلابات اور تبدیلیاں ⑫ نوٹ کے متعلق مصنف کا مؤقف ⑬ نوٹوں کا نوٹوں سے تبادلہ ⑭ ملکی کرنسی کے نوٹوں کا آپس میں تبادلہ ⑮ نوٹ کی نوٹ کے بدلہ میں کمی وزیادتی کے ساتھ بیع ⑯ مختلف ممالک کے کرنسی نوٹوں کا آپس میں تبادلہ ⑰ بغیر قبضہ کے کرنسی کا تبادلہ ⑱ نوٹ کی نوٹ کے عوض کمی اور بیشی کے ساتھ جواز بیع کے اہم دلائل کا جائزہ ⑲ بیع عینہ کے جزئیہ سے سود کو جائز کرنے کا ایک حیلہ ⑳ بیع عینہ کی تحقیق ㉑ عینہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی ㉒ بیع عینہ کی حرمت میں احادیث' آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین ㉓ بیع عینہ میں فقہاء شافعیہ کا مؤقف ㉔ بیع عینہ میں فقہاء حنبلیہ کا مؤقف ㉕ بیع عینہ میں فقہاء مالکیہ کا مؤقف ㉖ بیع عینہ میں فقہاء احناف کا مؤقف ㉗ دارالحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ ㉘ دارالحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ ㉙ دارالحرب میں جواز ربٰو والی حدیث کی فنی حیثیت ㉚ دارالحرب میں ربٰو کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ ㉛ مکحول کی روایت کا محمل ㉜ دارالحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت ㉝ کیا سود اور دیگر عقودِ فاسدہ کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے؟ ㉞ حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت ㉟ دارالحرب' دارالکفر اور دارالاسلام کی تعریفات ㊱ ربٰو الفضل کی علت حرمت میں مذاہب ائمہ ㊲ ربٰو الفضل میں ائمہ کی بیان کردہ علت کا ایک جائزہ ㊳ ربٰو الفضل کی حرمت کا سبب ㊴ نفع اور سود میں فرق ㊵ سونے اور چاندی کی بیع میں عقد کے وقت قبضہ کرنے میں مذاہب ㊶ کرنسی نوٹوں کی نوٹوں سے بیع میں اُدھار کا حکم ㊷ سونے اور چاندی کی مصنوعات کی بیع میں ادھار کا حکم ㊸ بالخصوص سونے اور چاندی کی بیع میں مجلس کے اندر قبضہ کی شرط کیوں ہے؟ ㊹ بیع صرف میں حضرت امیر معاویہ کا نظریہ ㊺ سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو مفرد سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے میں مذاہب ㊻ سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو مفرد سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے میں فقہاء احناف کا مؤقف ㊼ فقہاء احناف کے دلائل ㊽ سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو زیادہ سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے کے بارے میں آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین ㊾ حضرت ابن عباس کا ربٰو الفضل کے جواز سے رجوع ㊿ حضرت اسامہ کی روایت ''سود صرف ادھار میں ہے'' کی وضاحت (51) اجناس مختلفہ میں اتحادِ قدر کے باوجود ادھار بیع کیوں جائز ہے؟

* یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۹۔ ۳۴۶ پر محیط ہے اور شاید قارئین کو سود کے اہم مباحث پر اتنی مفصل بحث کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

۵۵ - بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ' وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

قبضہ کرنے سے پہلے غلہ کو فروخت کرنے اور جو چیز تمہارے پاس موجود نہ ہو اس کو فروخت کرنے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے' اسی طرح جو چیز انسان کے پاس موجود نہ ہو اس کو بھی فروخت کرنا جائز نہیں ہے' اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' پس میں نے پوچھا: میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور مجھ سے اس چیز کی بیع کے متعلق سوال کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے' آیا میں بازار سے وہ چیز خرید کر اس کو

Marfat.com

فروخت کردوں؟ آپ نے فرمایا: اس چیز کو فروخت نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۳۶ 'سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳ 'سنن نسائی: ۴۶۲۴ 'سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۷ 'مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۲)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس سے منع فرمایا کہ میں اس چیز کو فروخت کروں جو میرے پاس نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرض اور بیع جائز نہیں ہے' اور نہ بیع میں دو شرطیں لگانا جائز ہے اور اس چیز کا نفع جائز نہیں ہے جس کی ضمانت نہ ہو اور نہ اس چیز کو فروخت کرنا جائز ہے جو تمہارے پاس نہ ہو۔

(سنن ترمذی: ۱۲۳۸ 'سنن ابوداؤد: ۳۵۰۴ 'سنن نسائی: ۴۶۳۲ 'سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۸ 'مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۴)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ لکھتے ہیں:

اسحاق بن منصور نے کہا: میں نے امام احمد سے پوچھا: قرض اور بیع کی ممانعت کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ایک شخص کسی کو معین رقم قرض دے' پھر اس کو کوئی چیز قرض کی مقدار سے زیادہ قیمت پر فروخت کر دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو کوئی چیز قرض دے' پھر کہے: اگر تم یہ چیز نہ دے سکو تو پھر اس کی تم سے بیع ہے۔

اسحاق بن منصور نے امام احمد سے پوچھا: جس بیع کی ضمان نہ ہو' اس کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: یہ صرف اس غلہ کی بیع ہے جس پر قبضہ نہ ہو اور یہ ہر وہ چیز ہے جس کی ناپ اور تول سے بیع کی جائے۔

امام احمد نے کہا: دو شرطوں کے ساتھ بیع کا یہ معنی ہے کہ جب کوئی شخص کہے: میں تم کو یہ کپڑا اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اس کی سلائی اور دھلائی میرے ذمہ ہے تو یہ بیع میں دو شرطیں ہیں' اور اگر وہ یہ کہے کہ میں تمہیں یہ کپڑا فروخت کرتا ہوں اور اس کی سلائی میرے ذمہ ہے یا کہے کہ میں یہ کپڑا تم کو فروخت کرتا ہوں اور اس کی دھلائی میرے ذمہ ہے تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ اس میں صرف ایک شرط ہے۔

نیز امام ترمذی لکھتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ آدمی اس چیز کو فروخت کرے جو اس کے پاس نہ ہو۔

(سنن ترمذی ص ۲۷۹ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۲ ھ)

۲۱۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الَّذِيْ حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَمَّا الَّذِيْ نَهٰى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ اَنْ يُّبَاعَ حَتّٰى يُقْبَضَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّلَا اَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا مِثْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے اس کو عمرو بن دینار سے محفوظ رکھا ہے' انہوں نے طاؤس سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رہی وہ بیع جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے' وہ یہ ہے کہ اس غلہ کو فروخت کیا جائے جس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو' حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں گمان کرتا ہوں کہ ہر چیز اس کی مثل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۳۴ کے تحت گزر چکی ہے۔

۲۱۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

Marfat.com

مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ. زَادَ اِسْمَاعِيْلُ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَقْبِضَهُ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے غلہ خریدا وہ اس کو اس وقت تک نہ فروخت کرے حتیٰ کہ وہ اس کو پورا پورا ناپ لے۔ اسماعیل نے یہ اضافہ کیا کہ جس آدمی نے غلہ خریدا' وہ اس کو اس وقت تک نہ فروخت کرے حتیٰ کہ وہ اس کے اوپر قبضہ کر لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

٥٦ - بَابُ مَنْ رَّاٰى اِذَا اشْتَرٰى طَعَامًا جِزَافًا اَنْ لَّا يَبِيْعَهُ حَتّٰى يُؤْوِيَهُ اِلٰى رَحْلِهٖ، وَالْاَدَبِ فِيْ ذٰلِكَ

جو شخص غلّہ کا ڈھیر خریدے' وہ اس کو اس وقت تک نہ فروخت کرے حتیٰ کہ اس کو اپنے ٹھکانے پر لائے اور ایسا نہ کرنے والے کی سزا

٢١٣٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّاسَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَاعُوْنَ جِزَافًا، يَعْنِي الطَّعَامَ، يُضْرَبُوْنَ اَنْ يَبِيْعُوْهُ فِيْ مَكَانِهِمْ، حَتّٰى يُؤْوُوْهُ اِلٰى رِحَالِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگوں کو اس پر مارا جاتا تھا کہ وہ غلّہ کا ڈھیر اندازے سے خرید کر اپنے ٹھکانے پر پہنچانے سے پہلے اس کو فروخت کر دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

بیع قبل القبض اور اسٹاک ایکسچینج کا معاملہ

مذکور الصدر احادیث میں بیع قبل القبض کو بہت سختی سے منع کیا گیا ہے' اس بناء پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اسٹاک ایکسچینج میں جو شیئرز (حصص) کی خرید وفروخت کا' کاروبار ہوتا ہے وہ ناجائز ہے کیونکہ اس میں بھی حصص پر قبضہ کرنے سے پہلے ان کو دوسری پارٹی کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا ہے اور دوسری پارٹی بھی قبضہ سے پہلے ان کو تیسری پارٹی کے ہاتھ فروخت کر دیتی ہے' اور چونکہ اسٹاک ایکسچینج میں حصص کا یہ کاروبار حصص پر قبضہ سے پہلے کیا جاتا ہے' اس لیے ہم حصص کے کاروبار کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں:

دراصل اسٹاک ایکسچینج میں دو قسم کے کاروبار ہوتے ہیں' ایک قانونی کاروبار ہوتا ہے جس کو کاروبار عامہ کہتے ہیں اور دوسرا غیر قانونی کاروبار ہوتا ہے جس کو مستقبل کی تجارت یا کاروبار کہتے ہیں' اس میں حصص کی قیمت مصنوعی طور پر بہت بڑھا دی جاتی ہے' اس کو عرف عام میں سٹہ کہتے ہیں لیکن درحقیقت یہ نجش[1] ہے۔ اب ہم ان دونوں کاروباروں کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

---

[1] نجش کا معنی ہے: کسی چیز کی بہت بڑھا چڑھا کر مصنوعی تعریف کی جائے اور اس کی اصل قیمت سے زیادہ قیمت بتائی جائے تاکہ خریدار اس کی طرف راغب ہو کر اس کو خرید لے' یہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے' عنقریب اس کی مفصل بحث آ رہی ہے۔

Marfat.com

کراچی اسٹاک ایکسچینج میں کاروبارِ عامہ کا طریقہ

حصص اور دیگر تمسکات کی لین دین کے تمام معاملات اسٹاک ایکسچینج کے مستقل ممبران (جو وہاں کاروبار کرنے کے مجاز ہیں) کے ذریعہ عمل میں آتے ہیں' اگر کوئی اور فرد یا ادارہ حصص کی خرید و فروخت کرنا چاہے تو وہ ان ممبران کے توسط سے کرے گا اور وہ فرد یا ادارہ ان ممبران کا مؤکل (Client) کہلائے گا اور وہ ممبر اسے ایک UIN منفرد شناختی نمبر (Unique Identification Number) فراہم کرے گا جو ایک کوڈ ہو گا' جس کا علم صرف اس ممبر اور اس فرد یا ادارے کو ہو گا' اگر وہ فرد یا ادارہ حصص کا لین دین کرنا چاہے تو وہ اپنے اس ممبر کو جس کے پاس اس کا کوڈ ہے' اپنا کوڈ نمبر بتائے گا' ممبر اس کے کوڈ سے اس کے اکاؤنٹ میں اس کی مرضی کے مطابق کمپیوٹر میں حصص کی خرید و فروخت کا اندراج کرے گا جس کے تحت اگر وہ حصص کو خریدنا چاہے تو کمپیوٹر میں ان حصص کا اندراج کر دیا جائے گا اور اگر وہ ان حصص کو فروخت کرنا چاہے تو کمپیوٹر میں اس کے اکاؤنٹ نمبر سے ان حصص کو اس شخص کے اکاؤنٹ نمبر میں منتقل کر دیا جائے گا جو ان حصص کو خریدے گا' اور کمپیوٹر میں یہ اندراج ان حصص پر مادی قبضہ کے حکم میں ہے' لہٰذا اس خرید و فروخت پر بیع قبل القبض کا اعتراض نہیں ہو گا اور یہ خرید و فروخت قانون کے مطابق ہے' اس لیے ناجائز نہیں ہے۔

کراچی آٹومیٹڈ ٹریڈنگ سسٹم (K.A.T.S) کے قوانین مجریہ کراچی اسٹاک ایکسچینج بابت ۹ فروری ۲۰۰۷ء کے تحت حصص کی خرید و فروخت کے تمام معاملات کمپیوٹرائزڈ (Computerized) سسٹم کے تحت عمل میں آتے ہیں اور ان کے مادی قبضہ کا اب رواج نہیں رہا۔

جب کوئی کمپنی پہلی مرتبہ اپنے حصص فروخت کرتی ہے' اس وقت وہ اپنے خریدار کو وہ حصص پیش کرتی ہے اور خریدار ان حصص پر مادی قبضہ کرتا ہے' اس کے بعد ان حصص کی تمام لین دین (K.A.T.S) کمپیوٹرائزڈ سسٹم کے تحت عمل میں آتی ہے اور اگر کوئی شخص یا ادارہ ان حصص پر مادی قبضہ کرنا چاہے تو اسے اضافی طور پر کمپنی کو درخواست کرنی پڑتی ہے جس کے بعد اس کو مادی طور پر حصص فراہم کر دیئے جاتے ہیں لیکن خرید و فروخت کا عمل پھر بھی کمپیوٹر سسٹم (K.A.T.S) کے ذریعہ ہی عمل میں آتا ہے۔

مستقبل کے اعتبار سے حصص کی خرید و فروخت

اوپر جو ہم نے حصص کی خرید و فروخت کا ذکر کیا ہے' یہ حصص کی قانونی اور جائز خرید و فروخت ہے لیکن یہاں حصص کی غیر قانونی خرید و فروخت بھی ہوتی ہے اور وہ مستقبل کے اعتبار سے حصص کی خرید و فروخت ہے' مثلاً ایک پارٹی یہ دیکھتی ہے کہ مثلاً شیل پاکستان کے حصص دھڑا دھڑ بک رہے ہیں اور آج اس کا ایک حصہ سو روپے کا بک رہا ہے اور وہ پارٹی یہ اندازہ لگاتی ہے کہ چھ ماہ بعد اس کا حصہ دو سو روپے کا بکے گا' وہ دوسری پارٹی کو فون کرتی ہے کہ میرے پاس اس کمپنی کے ایک ہزار حصص ہیں' چھ ماہ بعد اس کے حصہ کی قیمت دو سو پچاس روپے ہو جائے گی' میں تم کو اب وہ حصص ایک سو پچاس فی حصہ کے حساب سے فروخت کر دیتا ہوں' دوسری پارٹی اس کو ٹیلی فون پر ڈن (Done) کر دیتی ہے اور ایک سو پچاس کے حساب سے پہلی پارٹی سے ایک ہزار حصص خرید لیتی ہے' پھر یہ دوسری پارٹی سوچتی ہے کہ میں کاہے کو چھ ماہ تک انتظار کروں' وہ تیسری پارٹی کو ٹیلی فون کرتی ہے اور ایک سو ساٹھ فی حصہ کے حساب سے اپنے حصص فروخت کر دیتی ہے' پھر وہ تیسری پارٹی چوتھی پارٹی کو اور وہ پانچویں پارٹی کو فون پر اپنے حصص کی فروخت کر دیتی ہے' یوں ان حصص کی بیع در بیع ہوتی رہتی ہے اور کسی کے پاس نہ مادی طور پر حصص ہوتے ہیں نہ کمپیوٹر میں ان حصص کا اندراج ہوتا ہے اور یہ حصص کی غیر قانونی خرید و فروخت ہے اور ناجائز ہے کیونکہ حصص یا مبیع پر مادی قبضہ ہوتا ہے نہ حکماً قبضہ ہوتا ہے اور یہ واضح طور پر بیع قبل القبض ہے' اس لیے یہ خرید و فروخت شرعاً ناجائز ہے۔ شیخ تقی عثمانی نے انعام الباری ج ۶ ص ۲۵۴-۲۵۱ میں طویل لاطائل

Marfat.com

بحث کے بعد مطلقاً حصص کی خرید وفروخت کو ناجائز قرار دیا ہے اور حصص پر مادی قبضہ اور حکمی قبضہ کا فرق اور حصص کی قانونی خرید وفروخت اور غیر قانونی خرید وفروخت کا فرق ملحوظ نہیں رکھا۔

مستقبل میں حصص کی خریداری اور حقیقی سٹہ کا فرق

حصص میں جو تخمینہ اور اندازہ کی بناء پر تجارت ہوتی ہے اس میں مصنوعی طور پر حصص کی قیمت بڑھادی جاتی ہے' فرض کر لیا جاتا ہے کہ مثلاً شیل پاکستان کا چھ ماہ بعد فی حصہ دوسو روپے کا ہو جائے گا' اس کو عرف عام میں سٹہ کہا جاتا ہے' شیخ تقی عثمانی نے بھی اس کو سٹہ ہی لکھا ہے لیکن درحقیقت یہ سٹہ نہیں ہے' نجش ہے کیونکہ اس میں مصنوعی طور پر کسی چیز کی زیادہ قیمت لگا کر خریدار کو اس کے خریدنے پر راغب کیا جاتا ہے اور یہی نجش ہے' سٹہ حقیقت میں اس طرح نہیں ہوتا' اس میں ایک چیز ہونے اور نہ ہونے کے درمیان دائر ہوتی ہے اور یہ غرر[1] ہے' مثلاً انڈیا اور پاکستان کا میچ ہو رہا ہے' ایک پارٹی کہتی ہے: اگر پاکستان جیت گیا تو میں تم کو ایک روپے کے عوض پانچ روپے دوں گا' اب پتا نہیں پاکستان جیتے گا یا ہارے گا' اگر پاکستان جیت گیا تو جن لوگوں نے پاکستان کی جیت پر لاکھوں روپے لگائے' ان کو اپنی رقم پانچ گنی زیادہ مل جائے گی اور اگر پاکستان کی جیت پر کسی نے ایک لاکھ روپے لگائے تھے تو اس کو سٹہ باز پانچ لاکھ روپے ادا کرے گا اور اگر پاکستان ہار گیا تو ان کا وہ ایک لاکھ روپیہ بھی ڈوب جائے گا اور سٹہ باز کو فائدہ ہوگا۔

حصص کی غیر قانونی فروخت میں اس طرح نہیں ہوتا' اس میں کوئی شرط نہیں لگائی جاتی' لوگ مثلاً شیل پاکستان کے حصص ایک پارٹی سے 150 یا 160 فی حصہ کے حساب سے اس توقع پر خرید لیتے ہیں کہ چھ ماہ بعد ان کی قیمت 200 روپے فی حصہ ہو جائے گی' اگر بالفرض اس کے حصص کی قیمت توقع کے مطابق بڑھ گئی تو ان کو اس بیع میں فائدہ ہوگا اور اگر اس اندازہ سے ان کی قیمت کم بڑھی یا نہیں بڑھی تو ان کو نقصان ہوگا' اس اعتبار سے اس کو عرف میں سٹہ کہا جاتا ہے' لیکن درحقیقت یہ سٹہ نہیں ہے کیونکہ اس میں غرر نہیں ہے' اس میں ایسی کوئی شرط نہیں ہوتی کہ اگر ایسا ہو گیا تو اس طرح ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو اس طرح نہیں ہوگا' جیسا کہ کرکٹ میچ میں ہار یا جیت پر شرط لگا کر سٹہ کھیلا جاتا ہے۔

شیئرز کی خرید وفروخت کی شرعی حیثیت اور بلاواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں اور بالواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں کے درمیان فرق

شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ جو کمپنی اپنے شیئرز فروخت کرتی ہے' اگر اس کا کاروبار جائز ہے تو اس کے شیئرز خریدنا جائز ہیں جیسے حبیسکو پاور پلانٹ' سوئی سورن گیس کمپنی آف پاکستان' شیل پاکستان' پی۔آئی۔اے' اور آئل اینڈ گیس ڈیولپمنٹ کارپوریشن وغیرہ' جب کہ جن کمپنیوں کے کاروبار ناجائز ہیں جیسے بینک وغیرہ جو خالص سود کا کاروبار کرتے ہیں' ان کے شیئرز خریدنا ناجائز اور حرام ہیں۔

باقی رہیں وہ کمپنیاں جو بینک سے سود پر قرض لے کر کاروبار کرتی ہیں' ان کے شیئرز خریدنا صراحۃً حرام نہیں ہیں' ان کا حکم بینک کے حصص خریدنے کی طرح نہیں ہے' کیونکہ وہ بلاواسطہ سودی کاروبار میں ملوث نہیں ہیں' لہٰذا بلاواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں اور بالواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں کے درمیان فرق کرنا ہوگا' اول الذکر کے شیئرز خریدنا حرام یا مکروہ تحریمی ہوگا اور ثانی الذکر کے

[1] غرر کا معنی ہے: جو چیز ہونے اور نہ ہونے کے درمیان دائر ہو جیسے کوئی شخص کہے: اس اونٹنی کے پیٹ میں جو اونٹنی ہے جب وہ بچہ جنے گی پھر اس بچہ کا بچہ ہوگا تو میں تم کو وہ سو روپوں میں فروخت کرتا ہوں۔ اب پتا نہیں کہ اونٹنی کے پیٹ میں اونٹنی ہے یا نہیں اور وہ بچہ جنتی ہے یا نہیں' اس کو بیع غرر کہتے ہیں' یہ بیع ناجائز اور حرام ہے' عنقریب اس کی مفصل بحث آرہی ہے۔

Marfat.com

شیئرز خریدنا مکروہ تنزیہی ہوگا' کیونکہ یہودیوں کے متعلق قرآن مجید میں ہے: ''سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ'' (المائدہ:۴۲) وہ جھوٹ بہت زیادہ سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں۔ نیز فرمایا: ''وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ'' (المائدہ:۶۲) اور آپ ان یہودیوں میں سے اکثر کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ' سرکشی اور حرام کھانے میں بہت جلدی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہودی سود کھاتے ہیں اور رشوت کا مال کھاتے ہیں' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کا طعام کھانے کو حلال فرمایا ہے: ''وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ'' (المائدہ:۵) اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے مدت معینہ پر جو خریدے اور اس کے پاس لوہے کی زرہ گروی رکھ دی۔ (صحیح البخاری: ۲۰۶۸' صحیح مسلم: ۱۶۰۳) حالانکہ یہودی سود کھاتے تھے' اس کے باوجود آپ نے ان سے جو خریدے۔ قرآن مجید کی آیات اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سودخوروں سے کاروباری معاملہ کرنا جائز ہے' اور اب اسی پر مسلمانوں کا تعامل ہے' کیونکہ کاروبار کرنے کے لیے لوگ بینکوں سے رقوم حاصل کرتے ہیں اور بینکوں میں سودی رقوم ہوتی ہیں' گورنمنٹ کے ملازمین اور پرائیویٹ ملازمین کی تنخواہیں بینک سے رقوم لے کر دی جاتی ہیں اور دینی اداروں کو جو عطیات دیئے جاتے ہیں وہ بھی بینکوں سے رقوم لے کر دیئے جاتے ہیں' لوگ بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقوم جمع کراتے ہیں اور بینک سودی کاروبار کرتے ہیں اور یہ بالواسطہ سودی کاروبار میں تعاون ہے اور جو لوگ ان کمپنیوں کے حصص خریدتے ہیں جو بینک سے قرض لے کر کاروبار کرتے ہیں' ان کا حکم بھی اسی تعامل میں داخل ہے' غرض اب وہ زمانہ آ چکا ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی اعتبار سے سودخوری میں ملوث ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا کہ ہر شخص سودخوری میں مبتلا ہوگا اگر وہ (صریح) سود نہیں کھائے گا تو سود کا غبار اس کو پہنچے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۳۱' سنن نسائی: ۴۴۶۷' سنن ابن ماجہ: ۲۲۷۸' مسند ابویعلیٰ: ۶۲۳۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۵' المستدرک ج ۲ ص ۱۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۴۱۰۔ ج ۱۶ ص ۲۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ جو ادارے بلاواسطہ سودی کاروبار کرتے ہیں جیسے بینک' ان کے شیئرز خریدنا تو حرام یا مکروہ تحریمی ہے اور جو کمپنیاں بینک سے قرض لے کر کوئی کاروبار کرتی ہیں' ان کے شیئرز خریدنا' جائز اور مکروہ تنزیہی ہے۔

میں نے شیئرز کے کاروبار کی جو تفصیل لکھی ہے' میں نے اس کو اسی طرح سمجھا ہے اگر یہ حق اور صواب ہے تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے القاء ہے اور اگر یہ باطل اور غلط ہے تو یہ میرے مطالعہ کی کمی اور فکر کی غلطی ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بری ہیں۔

۵۷- بَابُ اِذَا اشْتَرٰى مَتَاعًا اَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهٗ عِنْدَ الْبَائِعِ' اَوْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ

اگر کسی شخص نے کچھ سامان یا ایک جانور خریدا' اور اس کو بائع کے پاس رکھ دیا یا وہ بائع خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے مر گیا

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے کوئی سامان خریدا یا جانور خریدا' پھر خریدار نے اس کو بائع کے پاس رکھ دیا یا بائع اس سامان پر قبضہ سے پہلے فوت ہو گیا تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ جب سامان خریدار کے قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام

Marfat.com

ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس صورت میں بائع اس نقصان کا ضامن ہوگا اور امام احمد' اسحاق اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ یہ خریدار کا نقصان ہوا ہے' اور امام مالک نے کپڑوں اور جانور میں فرق کیا ہے' انہوں نے کہا: اگر وہ کپڑے اور غلہ ہوں اور خریدار کے قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائیں تو ان کا بائع ضامن ہوگا اور اگر وہ جانور یا زمین ہو تو وہ خریدار کا نقصان ہے اور سلیمان بن یسار نے کہا ہے کہ یہ خریدار کا نقصان ہے خواہ بائع نے مشتری کے قیمت نہ دینے کی وجہ سے اس سامان کو روک رکھا ہو یا نہیں۔ امام مالک نے اس قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۴)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا اَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَّجْمُوْعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ نے کہا: اور جس چیز کو سودے نے زندہ اور جمع شدہ پالیا' وہ خریدار کی ضمان میں ہے۔

امام دارقطنی اور امام طحاوی نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۴)

یعنی جو چیز عقد بیع کے وقت متغیر نہ ہوئی ہو وہ خریدار کی ضمان میں ہے' حضرت ابن عمر کے اس قول سے معلوم ہوا کہ صرف ایجاب وقبول سے بیع لازم ہو جاتی ہے اور مبیع بائع کی ضمان سے نکل کر خریدار کی ضمان میں آ جاتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ تفرق بالاقوال سے بیع لازم ہو جاتی ہے اور لزوم بیع کے لیے تفرق بالابدان ضروری نہیں ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر ایجاب وقبول کے بعد مجلس بیع سے کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ بیع لازم ہو جائے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لزوم بیع کے لیے تفرق بالابدان کے قائل تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حضرت ابن عمر کا فعل ہے اور یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے اور قول' فعل پر راجح ہوتا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ تفرق بالاقوال سے ہی لزوم بیع ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۵-۳۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ پہلے یہ معمول تھا کہ تفرق بالابدان سے بیع لازم ہوتی تھی اور بعد میں یہ معمول متروک ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۲۱۱۶) پس حضرت ابن عمر کا فعل پہلے معمول پر محمول ہے اور اس تعلیق میں جو قول ذکر کیا گیا ہے' وہ بعد کے معمول کی طرف راجع ہے لہٰذا حضرت ابن عمر کے قول اور فعل میں کوئی تعارض نہ رہا۔

٢١٣٨ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ اَبِي الْمَغْرَاءِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَاْتِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا يَاْتِيْ فِيْهِ بَيْتَ اَبِيْ بَكْرٍ اَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ، فَلَمَّا اُذِنَ لَهٗ فِي الْخُرُوْجِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ، لَمْ يَرُعْنَا اِلَّا وَقَدْ اَتَانَا ظُهْرًا، فَخُبِّرَ بِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ مَا جَاءَ نَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا لِاَمْرٍ حَدَثَ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ، يَعْنِيْ عَائِشَةَ وَاَسْمَاءَ، قَالَ اَشَعَرْتَ اَنَّهٗ قَدْ اُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ؟ قَالَ الصُّحْبَةَ يَا رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ بہت کم ایسے دن ہوتے تھے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام کے کسی نہ کسی وقت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ کے گھر تشریف نہ لائے ہوں' پھر جب آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی تو ہم اس چیز سے گھبرا گئے کہ ایک دن آپ ظہر کے وقت تشریف لے آئے' جب حضرت ابوبکر کو آپ نے آنے کی خبر دی گئی تو حضرت ابوبکر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اس وقت خلاف معمول آئے ہیں تو ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے' جب آپ آئے تو آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو یہاں سے ہٹا دو' حضرت ابوبکر نے

Marfat.com

اللّٰهِ؟ قَالَ الصُّحْبَةَ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ عِنْدِي نَاقَتَيْنِ أَعْدَدْتُّهُمَا لِلْخُرُوْجِ، فَخُذْ إِحْدَاهُمَا، قَالَ قَدْ أَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ.

کہا: یارسول اللہ! یہاں تو صرف میری دو بیٹیاں ہیں یعنی حضرت عائشہ اور حضرت اسماء' آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھے یہاں سے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے' حضرت ابوبکر نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا میں بھی آپ کے ہم راہ ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم بھی میرے ساتھ رہو گے' حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جن کو میں نے ہجرت کے لیے تیار رکھا ہوا ہے' آپ ان میں سے ایک اونٹنی لے لیں' آپ نے فرمایا: میں نے اس کو قیمۃً لے لیا۔

اس حدیث کے متن کا کچھ حصہ' صحیح البخاری: ٤٧٦ میں مذکور ہے' اس کی شرح وہاں کر دی گئی ہے' باقی اُمور کی شرح یہاں کی جا رہی ہے:

حدیث مذکور کے رجال

(١) فروہ ابن ابی المغراء' ابوالمغراء کا نام معدی کرب کندی ہے (٢) علی بن مسہر' یہ موصل کے قاضی تھے (٣) ہشام بن عروہ (٤) ہشام کے والد' یعنی عروہ بن الزبیر بن العوام (٥) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣٦٥)

خریدار مبیع کو بائع کے پاس چھوڑ دے تو مبیع خریدار کی ضمان میں ہوتی ہے' آپ کو سب سے زیادہ حضرت ابوبکر پر اعتماد تھا' حضرت ابوبکر کی فہم وفراست' تفرق بالاقوال سے بیع کا لزوم اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے امام بخاری یہ استدلال کرنا چاہتے ہیں کہ جب خریدار کسی چیز کو خرید کر بائع کے پاس چھوڑ دے تو وہ چیز خریدار کی ضمان میں آ جاتی ہے اور اگر وہ چیز تلف ہو جائے تو وہ خریدار کا نقصان ہوتا ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ میں نے ایک اونٹنی کو قیمۃً لے لیا اور اس اونٹنی کی قیمت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب ہو گئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹنی کو بائع یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی چھوڑ دیا اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی قیمت کا التزام کر لیا تھا' اس لیے وہ آپ کی ضمان میں آ گئی تھی' اب اگر وہ اونٹنی مر جاتی یا تلف ہو جاتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم اور حسنِ اخلاق سے بعید تھا کہ آپ اس نقصان کو حضرت ابوبکر پر ڈالتے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے کوئی بھی اس مسئلہ میں حضرت ابن عمر کا مخالف نہیں تھا تو گویا اس پر اجماع ہو گیا کہ خریدنے کے بعد وہ چیز خواہ بائع کے پاس رہے' تب بھی وہ خریدار کی ضمان میں ہوتی ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جب کفار کے شر کا خطرہ ہو تو اللہ کے حکم کو مخفی رکھنا چاہیے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام لوگوں سے زیادہ حضرت ابوبکر پر اعتماد تھا' اور حضرت ابوبکر نے تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان' اپنی رفاقت اور اپنے مال سے فائدہ پہنچایا اور انہوں نے کبھی بھی سفر اور حضر میں آپ سے اعراض نہیں کیا اور انہوں نے اپنے مال کو ہمیشہ آپ پر خرچ کیا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ انہوں نے اپنی ایک اونٹنی بغیر قیمت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی تھی' یہ اور بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر قیمت کے اس کو لینا پسند نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے لیے دو اونٹنیاں تیار کر کے رکھی ہوئی تھیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام لوگوں سے زیادہ دین کی فہم تھی کیونکہ ابھی ہجرت کرنے کی اجازت نہیں ملی تھی اور انہوں نے ہجرت کے لیے دو اونٹنیاں مہیا کر لی تھیں اور ان کو یہ بھی یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ساتھ لے جائیں گے اور یہ حضرت ابوبکر کی فراست کی ایک اور دلیل ہے۔

اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ بیع کا لزوم تفرق بالاقوال اور ایجاب وقبول سے ہوتا ہے نہ کہ تفرق بالابدان اور مجلس بدلنے سے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: میں نے اس اونٹنی کو قیمۃً لے لیا' حالانکہ ابھی آپ مجلس بیع سے نہیں نکلے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۲۶-۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۵۸- بَابٌ لَّا يَبِيْعُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ' وَلَا يَسُوْمُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ' حَتّٰى يَاْذَنَ لَهٗ اَوْ يَتْرُكَ

اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع نہ کرے' نہ اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت لگائے' حتیٰ کہ وہ اس کی اجازت دے یا اس کے لیے بیع چھوڑ دے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے خریدار سے یہ کہا: تم اس سے بیع کو فسخ کر دو' میں تم کو اس سے کم قیمت پر فروخت کرتا ہوں یا ایک شخص نے بائع سے یہ کہا کہ تم اس سے بیع فسخ کر دو' میں تم سے یہ چیز اس سے زیادہ قیمت سے خریدوں گا۔ یہ اس وقت جائز نہیں ہے جب خریدار اور بائع ایک قیمت پر متفق ہو چکے ہوں' اسی طرح جب کسی شخص نے کسی چیز کی قیمت لگا دی تو دوسرا شخص اس سے زیادہ قیمت نہ لگائے' یہ اس وقت جائز نہیں ہے' جب کہ خریدار اس چیز کو خریدنے میں دلچسپی رکھتا ہو۔

تاہم نیلام کی بیع میں بائع خود کہتا ہے کہ فلاں شخص مثلاً یہ چیز پانچ روپے کی لے رہا ہے' کوئی اس سے زیادہ میں خریدے گا؟ تو اس میں بولی لگانا جائز ہے' کوئی کہے: میں اس کو چھ روپے میں لوں گا' دوسرا کہے: میں اس کو سات روپے میں لوں گا اور آخری بولی پر بیع کر دی جاتی ہے' اس کا ثبوت درج ذیل حدیث سے ہے:

نیلام کی بیع کا جواز

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دری اور پیالہ فروخت کر رہے تھے اور آپ نے فرمایا: اس دری اور پیالہ کو کون خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا: میں اس کو ایک درہم میں لیتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ پھر ایک شخص نے کہا: میں اس کے دو درہم دوں گا' تو آپ نے اس کو وہ دری اور پیالہ دو درہم میں فروخت کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۴۱' سنن ترمذی: ۱۲۲۲' سنن نسائی: ۴۵۱۵' سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۸)

۲۱۳۹- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ. [اطراف الحدیث: ۲۱۶۵-۵۱۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۱۲' الرقم المسلسل: ۳۷۴۴' سنن ترمذی: ۱۲۹۶' سنن نسائی: ۴۴۳۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے پہلے جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ بھائی کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ وہ ذمی کا

کی بیع پر بیع کر سکتا ہے اور زیادہ صراحت' صحیح مسلم کی ان احادیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت نہ لگائے اور نہ اس کے نکاح کے پیغام کے اوپر پیغام دے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۱۳' الرقم المسلسل: ۳۳۵۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی مؤمن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع کرے اور نہ اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام کے اوپر نکاح کا پیغام دے' حتیٰ کہ اس کا بھائی اس رشتہ کو چھوڑ دے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۱۴' الرقم المسلسل: ۳۳۵۳' سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۶)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک اس مسئلہ میں مؤمن اور کافر کے درمیان فرق نہیں ہے اور کافر کی بیع کے اوپر بیع کرنا بھی جائز نہیں ہے اور حدیث میں مؤمن اور مسلم کا ذکر عموم اور اغلب کے طور پر ہے اور اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۴۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ. وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ، وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا. [اطراف الحدیث: ۲۱۴۸-۲۱۵۰-۲۱۵۱-۲۱۶۰-۲۱۶۲-۲۷۲۳-۲۷۲۷-۵۱۴۴-۵۱۵۲-۶۶۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شہری' دیہاتی سے بیع نہ کرے' اور نجش نہ کرو اور کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور کوئی شخص اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر اپنے نکاح کا پیغام نہ بھیجے اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا اس لیے سوال نہ کرے تاکہ اپنے برتن میں اس کا حصہ ڈال لے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۱۳' الرقم المسلسل: ۳۳۴۸' سنن ابوداؤد: ۳۴۳۸' سنن ترمذی: ۱۲۲۶' سنن نسائی: ۴۴۳۶' سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۲-۱۸۶۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

شہری کی دیہاتی سے بیع اور نجش کی ممانعت اور ''ایک عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے'' ... اس کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی ناواقف اور ناتجربہ کار شخص شہر کے نرخ پر اپنا سامان بیچنے کے لیے دیہات سے شہر کی طرف آئے تو کوئی شہری اس سے کہے کہ یہ سامان میرے پاس چھوڑ دو' میں اس سامان کو تدریجاً زیادہ قیمت پر فروخت کر دوں گا' یہ فعل حرام ہے لیکن یہ بیع صحیح ہے' کیونکہ اس حدیث میں ممانعت اس چیز کی طرف راجع ہے جو نفس عقد سے خارج ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شہری دیہاتی کے لیے دلال نہ بنے' اس صورت میں یہ ممانعت خریدنے اور فروخت کرنے' دونوں کو شامل ہے۔

اور نجش نہ کرو: نجش کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کی تعریف میں مبالغہ کرنا' اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے: کسی چیز کی مصنوعی تعریف کر کے کسی شخص کو اس کے خریدنے پر راغب کرنا اور اس چیز کی زیادہ قیمت لگانا خواہ اس کا اپنا ارادہ اس کو خریدنے کا نہ ہو اور وہ یہ اس

Marfat.com

لیے کرے کہ دوسرا آدمی پھنس جائے اور اس چیز کو خرید لے۔ اس کی مفصل بحث عنقریب آئے گی۔
اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا اس لیے سوال نہ کرے تاکہ اپنے برتن میں اس کا حصہ ڈالے:
اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور اس کی پہلے بھی ایک بیوی ہو تو جس کو اس نے نکاح کا پیغام دیا ہے' وہ یہ شرط لگائے کہ تم پہلی بیوی کو طلاق دو تاکہ وہ اس شخص کی تمام خیر کو حاصل کرلے اور اس کی پہلی بیوی کو محروم کردے۔
اس حدیث میں جو مذکور ہے: کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے' اس میں بہن سے مراد عام ہے خواہ وہ اس کی نسبی بہن ہو یا دینی بہن ہو یا اہل کتاب میں سے ہو۔

شہری کی دیہاتی سے بیع کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ شہری کی دیہاتی سے بیع حرام ہے اور یہ صحابہ' تابعین اور بعد کے فقہاء میں سے اکثر کا قول ہے' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔
مجاہد نے کہا ہے کہ یہ بیع جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور دوسروں کا بھی یہی قول ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ ممانعت منسوخ ہے۔
میں کہتا ہوں کہ اس کے منسوخ ہونے پر مجھے کوئی دلیل نہیں مل سکی' البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بیع تو صرف ایجاب اور قبول سے مکمل ہو جاتی ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ اذانِ جمعہ کے وقت خرید و فروخت ممنوع ہے' لیکن اگر کوئی خرید و فروخت کرے گا تو بیع ہو جائے گی لیکن وہ گناہ گار ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شہری دیہاتی سے بیع کرے گا تو اس کی بیع ہو جائے گی لیکن حدیث میں اس بیع کی ممانعت ہے' اس لیے وہ اس بیع کے کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۰۷ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شہری کی دیہاتی سے بیع کے متعلق فقہاء احناف کا مؤقف

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد حنفی متوفی ۸۶۱ ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیع کے لیے سواروں سے ملاقات نہ کی جائے۔ (الحدیث)
(صحیح البخاری: ۲۱۵۰' صحیح مسلم: ۱۵۱۵' سنن ابوداؤد: ۳۴۴۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۶)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دیہاتی کے لیے دلال نہ بنے۔
علامہ ابن ہمام نے فرمایا: اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ ہے کہ شہری دیہاتی سے اس سال غلہ خریدے جس سال شہر میں غلہ کا قحط ہو تاکہ وہ شہر والوں کو زیادہ قیمت پر فروخت کرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ دیہاتی سے شہر کی قیمت کی بہ نسبت کم قیمت پر خریدے اور دیہاتی کو اس کے نرخ کا علم نہ ہو۔
امام شافعی کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ شہری اس صورت میں گناہ گار ہوگا اور اگر اس نے دیہاتی کو ضرر دینے کا قصد نہ کیا ہو بلکہ اتفاقاً اس نے دیہاتی کو دیکھ لیا اور اس سے غلہ خرید لیا تو اس شہری کے متعلق ان کے دو قول ہیں' زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ گناہ گار ہوگا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ عمداً یہ کارروائی نہ کرے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔
ہمارے (احناف کے) نزدیک یہ ممانعت اس صورت میں ہے' جب اس کا مقصد شہر والوں کو ضرر پہنچانا ہو یا ان کو دھوکا دینا ہو' لیکن جب وہ ان کو ضرر پہنچائے نہ دھوکا دے تو پھر اس بیع میں کوئی حرج نہیں ہے۔
علامہ الحلوانی نے کہا ہے کہ شہری کو دلال بننے سے منع کیا جائے گا اور دیہاتی' شہری سے کہے: تم میرا مال مت فروخت کرو' میں تم سے زیادہ اس کو جانتا ہوں' پس وہ توکل کرے' اور خود فروخت کرے' اور بعض احادیث میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فرمایا: شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے' لوگوں کو چھوڑ دو ہو سکتا ہے اللہ بعض کے ذریعہ بعض کو رزق عطا کرے۔ (صحیح مسلم: ۱۵۲۲)
(فتح القدیر ج ۶ ص ۴۳۸۔ ۴۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اپنے بھائی کی بیع پر بیع کی ممانعت کا محمل

نیز اس حدیث میں ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے۔ امام ترمذی اس حدیث کی روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام شافعی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور وہ عورت اس پیغام کو قبول کرلے اور اس شخص سے نکاح کرنے پر راغب ہو جائے تب کسی دوسرے شخص کے لیے اس عورت کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے' لیکن جب اس عورت کی کسی سے نکاح پر رضامندی اور اسے قبول کرنے کا علم نہ ہو تو پھر کسی اور شخص کے اس عورت کو نکاح کا پیغام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس کی دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ ان کو حضرت ابوجہم بن حذیفہ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم دونوں نے نکاح کا پیغام دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہے ابوسفیان تو وہ عورتوں کے اوپر سے اپنی لاٹھی نہیں اٹھاتے اور رہے معاویہ تو وہ تنگ دست ہیں' ان کے پاس مال نہیں ہے لیکن تم اسامہ سے نکاح کر لو۔ ہمارے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے نکاح پر راضی ہیں اور اگر وہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہو جاتیں تو آپ ان کو حضرت اسامہ سے نکاح کرنے کا مشورہ نہ دیتے۔ (سنن ترمذی ص ۳۴۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

میں کہتا ہوں: اسی قیاس پر بیع کے اوپر بیع کرنے کی ممانعت ہے' جب یہ معلوم ہو جائے کہ بائع کسی خریدار کے بھاؤ پر یا اس کے ہاتھ پر بیع کرنے سے راضی ہو گیا ہے تو پھر دوسرے شخص کے لیے اس کو اپنے نرخ کی پیش کش کرنا یا اس سے یہ کہنا کہ وہ اس کے ہاتھ اس چیز کو زیادہ قیمت پر فروخت کر دے' یہ جائز نہیں ہے اور اس سے پہلے جائز ہے۔

۵۹ - بَابُ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ — نیلام کی بیع

وَقَالَ عَطَاءٌ اَدْرَكْتُ النَّاسَ لَا يَرَوْنَ بَاْسًا فِيْمَنْ يَّزِيْدُ بِبَيْعِ الْمَغَانِمِ.

اور عطاء نے کہا: میں نے لوگوں کو پایا وہ اس بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ اس مالِ غنیمت کے عوض کون زیادہ پیسے دے گا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۵۷۵ میں ہے۔ (مجلس علمی بیروت' ۱۴۲۷ھ)
جعفر الخطمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے غنیمتیں اس طرح فروخت کیں کہ کون زیادہ پیسوں میں خریدے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۵۷۶' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

۲۱۴۱ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ غُلَامًا لَّهٗ عَنْ دُبُرٍ، فَاحْتَاجَ، فَاَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْهِ مِنِّيْ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسین المکتب نے خبر دی از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے غلام کے متعلق کہا: وہ اس کی موت کے بعد آزاد ہوگا' پھر وہ شخص مفلس

فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بِكَذَا وَكَذَا، فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۳۰-۲۲۳۱-۲۴۰۳-۲۴۱۵-۲۵۳۴-۶۷۱۶-۶۹۴۷-۷۱۸۶]

ہو گیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کو لے لیا اور فرمایا: اس کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس کو حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اتنی اتنی قیمت سے خرید لیا تو آپ نے وہ غلام ان کو دے دیا۔

(صحیح مسلم: ۹۹۷' الرقم المسلسل: ۲۲۰۲' سنن نسائی: ۲۵۴۲' سنن ترمذی: ۱۲۱۹' سنن ابن ماجہ: ۲۵۱۳' مصنف عبدالرزاق: ۱۶۶۲۸' مشکل الآثار: ۴۹۲۹' صحیح ابن حبان: ۴۹۳۰' سنن بیہقی ج ۱۰ص ۳۰۸' مسند احمد ج ۳ص ۲۹۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۳۳-ج ۲۲ص ۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اسماعیلی نے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے' کیونکہ عنوان ہے: ''نیلام کی بیع'' اور نیلام میں یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی قیمت پیش کرتا ہے' پھر بائع کہتا ہے: اس سے زیادہ کون دے گا؟ پھر دوسرا آدمی اس سے زیادہ قیمت پیش کرتا ہے' پھر جس کی قیمت پر بائع راضی ہو جاتا ہے' اس کے ہاتھ بائع فروخت کر دیتا ہے اور اس حدیث میں اس طرح کا ذکر نہیں ہے' پھر یہ نیلام کی بیع کس طرح ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس غلام کو زیادہ قیمت پر فروخت کے لیے پیش کیا تو حضرت نعیم بن عبد اللہ نے پہلی بار میں اتنی پیش کش کر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قیمت پر اس غلام کو فروخت کرنے پر راضی ہو گئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) الحسین بن ذکوان المعلم المُکْتِب' علامہ کرمانی نے کہا: یہ لفظ مُکْتِب ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۳۷۲)

غلام آزاد کرنے والے شخص اور غلام کا بیان' اور حضرت نعیم بن عبد اللہ نحام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا۔ یہ شخص انصاری تھے اور ان کا تعلق بنو عذرہ سے تھا۔

اور اس غلام کا نام یعقوب تھا' انہوں نے اس کو مُدبَّر کر دیا تھا کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو۔

اس حدیث میں حضرت نُعیم بن عبد اللہ کا ذکر ہے' یہ حضرت نُعیم نحام تھے' اور العدوی القرشی تھے' نحام کا مادہ ''نحمۃ'' ہے' ''نحمۃ'' کا معنی کھانسی ہے اور ''نحام'' کا معنی ہے: کھانسنے والا' اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس میں نعیم کے کھانسنے کی آواز سنی' یہ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور فتح مکہ سے پہلے مکہ میں رہتے تھے' ان کی قوم ان کو ہجرت کرنے سے منع کرتی تھی کیونکہ یہ اپنی قوم میں معزز شخص تھے' یہ ان کی ضروریات میں ان پر خرچ کرتے رہتے تھے' انہوں نے کہا: آپ ہمارے پاس رہیں خواہ آپ کسی دین کو اختیار کریں' جب یہ مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا' یہ ۱۵ھ میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کے عہد میں جنگ اجادین میں شہید ہوئے تھے اور یہ ۱۳ھ کا واقعہ ہے' ہم نے ان کی جو سوانح ذکر کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ نحام نُعیم کی صفت ہے' امام بخاری نے ''باب الاستقراض'' میں جو حدیث روایت کی ہے' اس میں مذکور ہے کہ آپ سے اس غلام کو حضرت نعیم بن نحام نے خرید لیا' اس طرح امام ترمذی کی روایت میں ہے اور اسی طرح امام احمد کی روایت میں ہے' لیکن صحیح نُعیم بن عبد اللہ ہے' جس طرح یہاں امام بخاری کی روایت میں مذکور ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت نعیم بن عبد اللہ نے اس غلام کو اتنی اتنی قیمت سے خرید لیا اور امام مسلم کی روایت میں ہے: حضرت نعیم بن عبد اللہ العدوی نے اس غلام کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ (صحیح مسلم: ۹۹۷)

Marfat.com

مدبر غلام کو فروخت کرنے کے معاملہ میں مذاہب فقہاء

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور متعدد سندوں کے ساتھ حضرت جابر سے مروی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب اور ان کے بعد تابعین کا اس پر عمل ہے اور وہ مدبر کی بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور یہی امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا مذہب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض دوسرے اصحاب کے نزدیک مدبر کی بیع مکروہ ہے' سفیان ثوری' امام مالک اور اوزاعی کا یہی مذہب ہے۔ (امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے)

(سنن ترمذی ص ۳۷۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۲ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک مُدبّر غلام کی دو قسمیں

ہمارے ائمہ حنفیہ کے نزدیک مدبر کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم مدبر مطلق ہے اور یہ وہ ہے جس سے اس کا مالک یہ کہے کہ جب میں مرجاؤں تو تم آزاد ہو' اس قسم کا حکم یہ ہے کہ اس کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا' البتہ اس سے خدمت لینا اور اس کو اجرت پر دینا جائز ہے اور جب اس غلام کا مالک فوت ہو جائے تو مدبر کا تیسرا حصہ آزاد کر دیا جائے گا اور بقیہ دو تہائی کی آزادی کے لیے وہ غلام کمائے گا بہ شرطیکہ اس کا مالک فقیر ہو اور اس غلام کے علاوہ اس کا اور کوئی مال نہ ہو اور اگر اس کا مالک مقروض ہو اور اس کا قرض اس کے کل مال پر محیط ہو تو وہ غلام اپنی پوری قیمت کو ادا کرنے کے لیے کمائے گا۔

مدبّر کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا مالک یہ کہے کہ اگر میں اس مرض سے فوت ہو گیا یا اس سفر میں مر گیا تو تم آزاد ہو یا اگر میں دس سال تک مر گیا یا فلاں کی موت کے بعد مر گیا' تو اگر یہ شرط پائی جائے گی تو اس کو آزاد کر دیا جائے گا ورنہ پھر اس غلام کو فروخت کرنا جائز ہے۔

مدبر غلام کو فروخت کرنے کے عدم جواز پر فقہاء احناف کا حدیث سے استدلال

مدبر مطلق کو فروخت کرنے کے عدم جواز پر دلیل' یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدبر کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا اور اس کا تہائی حصہ آزاد کر دیا جائے گا۔ (سنن دار قطنی ۱۸۸ ۴۔ ج ۳ ص ۴۷ ۳' دار المعرفہ' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۱۴)

امام دار قطنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث سے کرخی' امام طحاوی اور ابوبکر رازی وغیرہم نے استدلال کیا ہے اور وہ علم حدیث کے اساطین (ستون) ہیں' اور ابوالولید باجی مالکی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیر القرون میں مدبر کی بیع کو مسترد کر دیا تھا اور اس وقت بہت زیادہ صحابہ موجود تھے اور ان صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ مدبر کی بیع جائز نہیں ہے۔

امام شافعی اور امام احمد نے حضرت جابر کی جس حدیث سے مدبر غلام کو فروخت کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے' اس حدیث کے جوابات

حضرت جابر کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدبر کو فروخت کر دیا تھا' اس کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) یہ ایک مخصوص واقعہ ہے اور اس میں تاویل کی گنجائش ہے' کیونکہ اس غلام کے مالک کا اس غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا گویا اب اس کی موت کے بعد وہ اس کے وارثوں کا مال تھا' لہٰذا اب اس کے لیے اس غلام کو مدبر کرنا جائز نہیں تھا' اس لیے نبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے مدبر کرنے کو مسترد کر دیا اور اس غلام کو فروخت کر دیا۔

(۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے غلام کو فروخت نہ کیا ہو بلکہ اس کی منفعت کو فروخت کیا ہو' بایں طور کہ اس غلام کو کرایہ' یا مزدوری پر دے دیا ہو اور اہل یمن کی لغت میں اجارہ اور کرایہ پر بھی بیع کا اطلاق کیا جاتا ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مدبر کی خدمت کو فروخت کیا تھا۔ (المحلی بالآثار ج ۷ ص ۱۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ) اور فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔

اور ابن سیرین نے کہا ہے کہ مدبر کی خدمت کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح ابن المسیب نے بھی کہا ہے اور ابو الولید نے حضرت جابر سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدبر کی خدمت کو فروخت کیا تھا۔

(۳) اس غلام کا مالک کم عقل تھا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو غلام بیچنے کا حکم نہیں دیا بلکہ خود فروخت کیا اور کم عقل کا غلام کو مدبر کرنا صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۴' موضحاً و مخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٠ - بَابُ النَّجْشِ وَمَنْ قَالَ لَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ الْبَيْعُ
النجش (کسی کو بیع پر راغب کرنے کے لیے مصنوعی طور پر قیمت بڑھانا) اور جس نے کہا: یہ بیع جائز نہیں ہے

ابن المنذر نے کہا: محدثین کی ایک جماعت اس بیع کو ناجائز کہتی ہے' اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا بھی یہی قول ہے' امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے' امام احمد بن حنبل کا بھی مشہور مذہب یہی ہے' امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ اس بیع میں خریدار کے لیے خیار شرط ہے' امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے اور ان کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بیع صحیح ہے اور نجش کرنے والا گناہ گار ہوگا اور یہی فقہاء احناف کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۴)

وَقَالَ ابْنُ اَبِىْ اَوْفٰى النَّاجِشُ اٰكِلُ رِبًا خَائِنٌ.

اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا: نجش کرنے والا سود خور خائن ہے۔

اس تعلیق کی اصل ان احادیث میں ہے:

ابو اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ ابو اسماعیل سکسکی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا: جس شخص نے یہ کہہ کر اپنا سودا فروخت کیا کہ اللہ کی قسم! اس نے وہ چیز اتنے میں لی ہے حالانکہ اس نے وہ چیز اتنے میں نہیں لی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (آل عمران: ۷۷)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور نہ (آخرت میں) اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان پر نظر (رحمت) فرمائے گا' اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ۝

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے کہا: نجش کرنے والا' سود خور خائن ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۷۵-۲۰۸۸)

وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ لَا يَحِلُّ' قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَدِيْعَةُ فِى النَّارِ' وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ

(امام بخاری نے کہا:) نجش دھوکا باطل ہے' حلال نہیں ہے' اور جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین کے موافق نہیں ہے' وہ

عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ. مردود ہے۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح البخاری ص ۱۵۴۳ پر ہے۔ (شرکت دار الارقم، بیروت)

۲۱۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ.

[طرف الحدیث: ۶۹۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجش سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۱۶، الرقم المسلسل: ۳۷۰۹، سنن نسائی: ۴۵۱۲، سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۳)

نجش کی تعریف اور اس کے بعد کی گئی بیع میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن الانباری نے کہا ہے کہ نجش کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی کسی چیز کی قیمت زیادہ بتائے اور اس کا ارادہ اس کو خریدنے کا نہ ہو لیکن وہ اس کی قیمت اس لیے زیادہ بتائے کہ دوسرا شخص یہ سن کر اس چیز کو زیادہ قیمت پر خرید لے۔

اصمعی نے کہا ہے کہ نجش کا معنی ہے: کسی چیز کی حد سے زیادہ تعریف کرنا اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ ناجش اپنے فعل کی وجہ سے گناہ گار ہے۔ جب نجش کے نتیجہ میں بیع ہو جائے تو پھر اس بیع کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ نجش کی وجہ سے جو بیع ہوئی ہے اس کو فسخ کر دیا جائے گا، کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ خریدار کو فسخ بیع کا اختیار دیا جائے گا کیونکہ نجش عیوب میں سے ایک عیب ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھنوں میں دودھ روکنے سے منع فرمایا اور اگر کوئی ایسا جانور خرید لے تو آپ نے اس بیع کے فساد کا حکم نہیں دیا بلکہ خریدار کو فسخ بیع کا اختیار دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس فعل کی وجہ سے خریدار کو دھوکا دیا جاتا ہے، اسی طرح نجش میں بھی بیع صحیح ہے اور خریدار کو فسخ بیع کا اختیار دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نجش کی وجہ سے بیع صحیح ہے اور اس میں خریدار کو فسخ بیع کا اختیار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ یہ نفس بیع میں عیب نہیں ہے، کیونکہ اس کی قیمت میں دھوکا دیا گیا ہے اور خریدار پر یہ لازم ہے کہ وہ قیمت کی حفاظت کرتا اور اس کو متمیز کرتا یا کسی سمجھ دار شخص کو ساتھ لے جاتا۔ ان تمام اقوال میں امام مالک کا قول زیادہ مناسب ہے۔ (یہ علامہ ابن بطال کی رائے ہے) (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۶۱ - بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ

بیع غرر یعنی دھوکے کی بیع اور حمل کی بیع کا بیان

اس عنوان میں "غرر" کا لفظ ہے "غرر" اس چیز کو کہتے ہیں جس کے متعلق یہ علم نہ ہو کہ وہ چیز ہوگی یا نہیں ہوگی۔ ایک قول یہ ہے کہ جس چیز کا ظاہر پسندیدہ ہو اور اس کا باطن مکروہ ہو وہ غرر ہے، ازہری نے کہا: بیع غرر اس بیع کو کہتے ہیں کہ خریدار اور بائع اس کی کنہ (حقیقت) کا احاطہ نہ کر سکیں، صاحب المشارق نے کہا ہے کہ بیع غرر اس کو کہتے ہیں کہ وہ چیز مجہول ہو یا اس کی قیمت مجہول ہو یا اس کی سلامتی مجہول ہو یا اس کی مدت مجہول ہو۔

علامہ ابوعمر ابن عبد البر نے کہا ہے کہ جوئے کی تمام اقسام بیع غرر ہیں کیونکہ اس میں یہ علم نہیں ہوتا کہ کون جیتے گا اور کون ہارے گا؟ سمندر میں مچھلی کی بیع اور ہوا میں پرندہ کی بیع اور جانور کے پیٹ میں ہونے والے بچہ کے بچہ کی بیع، یہ سب بیع غرر ہیں کیونکہ کسی کو یہ علم نہیں ہوتا کہ بائع اس کو خریدار کے حوالے کر سکے گا یا نہیں۔

Marfat.com

بیع غرر کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنکری پھینکنے کی بیع اور بیع غرر سے منع فرمایا ہے۔
(صحیح مسلم: ۱۵۱۳' الرقم المسلسل: ۳۶۹۹' سنن ابوداؤد: ۳۳۷۶' سنن ترمذی: ۱۲۳۴' سنن نسائی: ۴۵۲۵' سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۰)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

کنکری کی بیع کا معنی یہ ہے کہ بائع خریدار سے یہ کہے کہ میں جب تمہاری طرف کنکری پھینکوں (یا میں جس چیز پر کنکری پھینکوں) اس کی بیع واجب ہو جائے گی۔ (سنن ترمذی ص ۵۲۰' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

چونکہ یہ معلوم نہیں کہ بائع کس چیز پر کنکری پھینکے گا' اس لیے یہ بیع غرر ہے' اس میں دھوکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اونٹ کا گوشت حاملہ کے حمل تک فروخت کرتے تھے اور حاملہ کے حمل سے مراد یہ ہے کہ اونٹنی سے ایک اونٹنی پیدا ہو' پھر بڑی ہو کر یہ اونٹنی حاملہ ہو اور بچہ دے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیع سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۱۴' الرقم المسلسل: ۳۷۰۱' صحیح البخاری: ۳۸۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مچھلی کو پانی میں نہ خریدو کیونکہ یہ (بیع) غرر ہے۔
(المعجم الکبیر: ۱۰۴۹۱' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۱۴' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۰' تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۶۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۷۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۷۶۔ ج ۶ ص ۱۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤط نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں مسیب بن رافع ہے اور اس کا حضرت ابن مسعود سے سماع نہیں ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ۳۶۷۶)

۲۱۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ' وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ' كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ اِلٰى اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ' ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِيْ فِيْ بَطْنِهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۲۵۶۔ ۳۸۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ یہ بیع کرتے تھے کہ ایک شخص اپنا اونٹ اس مدت تک بیچتا جب اونٹنی سے اونٹنی پیدا ہو' پھر وہ پیدا ہونے والی اونٹنی حاملہ ہو جائے اور وہ بچہ جنے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۱۴' الرقم المسلسل: ۳۷۰۱' صحیح البخاری: ۳۸۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۱' تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۳۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۴۰۔ ج ۸ ص ۲۶۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

غرر کا معنی اور جس چیز میں غرر ہو' اس کی بیع میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا: یہ حدیث مدتِ مجہولہ تک بیع کی ممانعت کی اصل ہے کیونکہ آپ نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے' اور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اس طرح کی مدت مجہولہ کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں غرر (دھوکا) ہے' بیع صرف اس صورت میں جائز ہے جب بیع کی مدت معلوم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کو لوگوں کے لیے اوقات اور حج کی علامت بنایا ہے' پس

Marfat.com

جس بیع کی مدت معلوم ہو اور اس میں اختلاف نہ ہو وہ جائز ہے۔
دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ حاملہ کے حمل کی بیع کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے' اس کی بیع نہ کی جائے کیونکہ جو چیز ابھی پیدا نہیں کی گئی ہے اور اس کا علم نہیں ہے اس کی بیع ناجائز ہے' یہ امام احمد' اسحاق اور ابوعبید کا قول ہے۔
ابن المنذر نے کہا ہے کہ ان میں سے جو بیع بھی ہو وہ کئی وجوہ سے باطل ہے' اسی طرح جس چیز کے ہونے اور نہ ہونے کا احتمال ہو اس کی بیع بھی باطل ہے۔
غرر وہ چیز ہے جس کے ہونے اور نہ ہونے دونوں کا احتمال ہو جیسے حاملہ کا حمل اور اس کے مشابہ چیزیں۔ ہر وہ چیز جس کے متعلق خریدار کو یہ علم نہ ہو کہ وہ حاصل ہوگی یا نہیں ہوگی اس کا خریدنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ غرر ہے اور ہر وہ چیز جو خریدار کو حاصل ہو یا اس کو غالب گمان ہو کہ وہ حاصل ہوگی اس کا خریدنا جائز ہے اور یہ بیوع کی اصل ہے اور جس چیز میں غرر غالب ہو اس کی بیع جائز نہیں ہے اور جس چیز میں غرر کم ہو اور تبعاً ہو اس کی بیع جائز ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ بیع صرف اس چیز میں جائز ہے جس میں بالکل غرر نہ ہو تو اس سے لوگوں کو حرج ہوگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع سے منع فرمایا اور جب پھلوں کی پختگی ظاہر ہو جائے تو پھر ان کی بیع کی اجازت دی ہے کیونکہ اب ان میں غرر کم ہے۔
(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۳۳-۲۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)
کیونکہ جب پھلوں کی پختگی ظاہر نہ ہو تو یہ پتا نہیں کہ وہ پھل پکیں گے یا نہیں اور جب ان کی پختگی ظاہر ہو جائے تو ان کے نہ پکنے کا احتمال بہت کم ہوتا ہے۔

لاٹری' معمہ' جوا' ریس اور سٹہ وغیرہ غرر کی وجہ سے حرام ہیں

شریعت نے اس عقد کو ناجائز قرار دیا ہے' جس میں غرر ہو' اس اصول کی بناء پر لاٹری ناجائز ہے کیونکہ لاٹری میں کسی متوقع انعام کی بناء پر ٹکٹ فروخت کیے جاتے ہیں اور ان ٹکٹوں کی قرعہ اندازی کی جاتی ہے' پھر جس کے نام کا قرعہ نکل آئے' اس کو انعام مل جاتا ہے اور باقی لوگوں کے ٹکٹوں کے پیسے ضائع ہو جاتے ہیں اور کسی کو پتا نہیں ہوتا کہ اس کے نام کا قرعہ نکلے گا یا نہیں' اور یہی غرر ہے' اسی طرح معمے حل کرنے پر جو انعام ہوتا ہے اس میں بھی غرر ہے' کسی معمہ حل کرنے والے کو علم نہیں ہوتا کہ اس کے حل پر انعام ملے گا یا نہیں' اسی طرح ریس کورس میں گھوڑوں پر شرط لگائی جاتی ہے' اس میں بھی غرر ہے کیونکہ کسی شخص کو پتا نہیں ہوتا کہ جس گھوڑے پر اس نے شرط لگائی ہے وہ آگے نکلے گا یا نہیں' اسی طرح جوئے میں بھی غرر ہے کیونکہ جو دو فریق جوا کھیلتے ہیں' ان میں سے کسی کو پتا نہیں ہوتا کہ وہ جیتے گا یا ہارے گا' اسی طرح سٹہ میں بھی غرر ہے کیونکہ سٹہ میں جس چیز پر شرط لگائی جاتی ہے اور اس کے حصول پر رقم مقرر کی جاتی ہے' اس میں کسی فریق کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ وہ چیز حاصل ہوگی یا نہیں' اور یہی غرر ہے' سو یہ تمام عقودِ فاسدہ ہیں اور شرعاً حرام ہیں اور ان کے ذریعہ جو رقم حاصل ہوتی ہے' وہ بھی حرام ہے۔

انعامی بانڈز کو ناجائز قرار دینے پر شیخ تقی عثمانی کے دلائل اور ان پر مصنف کا تبصرہ

بعض لوگوں نے انعامی بانڈز کی بیع اور اس پر ملنے والے انعام کو حرام کہا ہے لیکن یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ انعامی بانڈز کی بیع میں غرر نہیں ہے' نہ ہی اس میں سود ہے۔ انسان جتنی رقم کا بانڈ خریدتا ہے وہ جب چاہے اس بانڈ کو کیش کرا کر کسی کمی یا اضافہ کے بغیر اپنی رقم واپس لے سکتا ہے' اور اس پر جو انعام دیا جاتا ہے' اس کی نظیر اس طرح ہے جیسے بعض کمپنیاں اپنی مصنوعات کے تعارف اور ان کی شہرت کے لیے اپنی بعض مصنوعات میں کوئی انعام بھی رکھ دیتی ہیں' جس کی ان کی بیع میں کوئی شرط نہیں ہوتی اور اس کو شیخ تقی عثمانی

Marfat.com

نے بھی جائز کہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

مثلاً پیٹرول بیچنے والوں نے یہ اسکیم نکالی ہے کہ ہم سے جو پیٹرول خریدے گا ہم اس کو ایک پرچی دیں گے اور پھر بعد میں کسی وقت قرعہ اندازی کریں گے' جس کا نمبر نکل آئے گا' اس کو ایک کار انعام دیں گے' تو پیٹرول کی جو قیمت لگائی ہے اگر وہ ثمن مثل ہے یعنی پیٹرول کی اتنی ہی قیمت وصول کی ہے جتنی کہ اور لوگوں سے وصول کرتے ہیں تو جس شخص نے فرض کیا کہ سو روپے کا پیٹرول ڈلوایا' اس کو اس کے سو روپے کا عوض پیٹرول کی صورت میں مل گیا تو دونوں طرف سے ادائیگی برابر اور متعین ہو گئی' اب وہ بائع اگر قرعہ اندازی کے ذریعہ کسی کو انعام دے گا تو یہ تبرع ہے' جو جائز ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۷۳' مکتبۃ الحراء' کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے انعامی بانڈ کے انعام کے عدم جواز پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ:

اس میں ربوٰ ہے' اس لیے کہ اگر اس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آتا ہے تو اس کو سو روپے کے عوض میں ایک لاکھ ایک سو روپے ملیں گے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۷۴' مکتبۃ الحراء' کراچی)

شیخ تقی عثمانی کی یہ دلیل غلط ہے' سود قرعہ اندازی کے ذریعہ نہیں دیا جاتا بلکہ شرح سود عقد میں متعین ہوتی ہے کہ اتنی رقم کی بیع یا اتنی رقم کے قرض پر اتنے فی صد کے حساب سے سود دیا جائے گا' اور یہ بالکل واضح ہے۔

پھر شیخ عثمانی نے اپنی دلیل میں ترمیم کی اور اس طرح لکھا:

مجموعہ مقرضین (قرض دینے والوں) کے ساتھ زیادتی مشروط ہے' ہر ایک کے ساتھ تو نہیں ہے لیکن یہ کہا کہ اے گروہ مقرضین! ہم تم کو قرعہ اندازی کے ذریعہ کچھ انعامات تقسیم کریں گے' یہ بات پہلے سے ہی عقد میں مشروط ہے۔

(انعام الباری ج ۶ ص ۲۷۴' مکتبۃ الحراء' کراچی)

یہ محض فرضی اور من گھڑت بات ہے اور صرف تک بندی ہے' نفس الامر اور واقع میں اس قول کا کوئی وجود نہیں ہے اور جب بانڈز کو بینک سے فروخت کیا جاتا ہے' اس وقت عقد میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں لگائی جاتی' یہ واقع کے خلاف مفروضہ ہے۔

آخر میں شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے کہ سود کو قمار کی شکل میں تقسیم کرتے ہیں' اگرچہ وہ شرعاً قمار اس لیے نہ ہوا کہ سود ملکیت ہے ہی نہیں لیکن اس میں قمار کی روح موجود ہے اور قمار پر سود ہو رہا ہے کہ ایک آدمی کا سود یا بہت سارے آدمیوں کا سود ملا کر ایک شخص کو قرعہ اندازی کے ذریعہ دے دیا گیا' اس واسطے یہ ناجائز ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۷۵' مکتبۃ الحراء' کراچی)

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ انعامی بانڈز میں غرر نہیں ہے' اور قمار (جوا) بغیر غرر کے متحقق نہیں ہوتا' لہٰذا انعامی بانڈز میں قمار کا جسم ہے نہ روح ہے' اور یہ بھی ہم بتا چکے ہیں کہ بیع یا قرض کی رقم پر مدت معینہ کے بعد اصل زر کے ساتھ جو پہلے سے طے شدہ اضافی رقم دی جائے' اس کو سود کہا جاتا ہے اور اس کی عقد بیع میں صراحت کے ساتھ شرط لگائی جاتی ہے اور جب انعامی بانڈز کی بیع ہوتی ہے اور خریدار جب بینک سے انعامی بانڈز خریدتا ہے تو اس کے عقد میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں ہوتی۔ شیخ تقی عثمانی نے جو کہا ہے: اس قسم کی بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کو سود کی تعریف معلوم ہو نہ قمار کی' اور ہم شیخ تقی عثمانی کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں رکھتے۔ انہوں نے صرف اپنے گروہی نظریہ کے مطابق انعامی بانڈز کو ناجائز قرار دینے کے لیے یہ غیر علمی' خلاف توقع اور فرضی اور من گھڑت باتیں کہی ہیں' اور کھینچ تان کر اپنی مطلب برآری کی ناکام اور نامرادسعی کی ہے۔

ہم نے انعامی بانڈز کے جواز میں شرح صحیح مسلم میں اور پھر تبیان القرآن میں تفصیل کے ساتھ دلائل لکھے ہیں' ہم یہاں پر ان

Marfat.com

دلائل کے صرف عنوانات لکھ رہے ہیں:

شرح صحیح مسلم میں انعامی بانڈز کی بیع کے جواز کے دلائل کے عنوانات

① انعامی بانڈز کا شرعی حکم ② انعامی بانڈز میں سید مودودی کا موقف ③ انعامی بانڈز میں علماء دیو بند کا موقف ④ انعامی بانڈز میں مصنف کا موقف اور بحث ونظر ⑤ کیا انعامی بانڈز کا لین دین ربو الفضل ہے؟ ⑥ کیا انعامی بانڈز کا لین دین ربو النسیہ ہے ⑦ کیا انعام کا رواج خریدار کی شرط لگانے کے مترادف ہے؟ ⑧ انعامی بانڈز کا لین دین قرض ہے یا خرید وفروخت؟ ⑨ کیا انعامی بانڈز پر انعامات سودی رقم سے دیئے جاتے ہیں؟ ⑩ کیا بانڈز کے انعامات اور حکومت کے دیگر عطیات کا حکم الگ الگ ہے۔ ⑪ کیا نیت پر حکم لگانا صحیح ہے؟ ⑫ قمار کی تحقیق ⑬ کیا بانڈز کے انعامات میں قمار کی روح ہے؟

* یہ بحث 'شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۲۴ ۔۱۱۱ تک پھیلی ہوئی ہے۔

تبیان القرآن میں انعامی بانڈز کی بیع کے جواز کے دلائل کے عنوانات

(۱) انعامی بانڈز کے جواز کی بحث (۲) لاٹری اور قمار بازی کے متعلق تعزیرات پاکستان کی دفعات کی تشریح (۳) دفعہ: ۱۹۴ (ب) تجارت وغیرہ کے لیے انعام کی پیش کش کرنا (۴) انعامی بانڈز کے متعلق جسٹس پیر محمد کرم شاہ (رحمہ اللہ) کا فیصلہ (۵) انعامی بانڈز کے جواز کے متعلق جسٹس شفیع الرحمان کا فیصلہ۔

* یہ بحث 'تبیان القرآن ج ۵ ص ۱۸۷ ۔ ۱۳ تک پھیلی ہوئی ہے۔

٦٢ - بَابُ بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ　بیع الملامسہ (مبیع کر چھونے سے بیع کا وجوب)

"لمس" کا معنی ہے: چھونا' المغرب میں مذکور ہے کہ "مُلَامَسَة" کا معنی یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے سے کہے کہ جب میں تمہارے کپڑے کو چھولوں اور تم میرے کپڑے کو چھولو تو بیع واجب ہو جائے گی' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ بائع یہ کہے کہ میں تم کو یہ چیز اتنے روپوں میں فروخت کرتا ہوں' سو جب میں تم کو چھولوں تو بیع واجب ہو جائے گی یا خریدار اسی طرح کہے' امام شافعی سے اس کی تعریف اس طرح منقول ہے کہ بائع تھان میں لپٹا ہوا کپڑا پیش کرے یا اندھیرے میں کوئی چیز پیش کرے اور کہے: میں نے تم کو یہ چیز اس شرط پر فروخت کی کہ تمہارا اس کو لمس کرنا اور چھونا' تمہارے دیکھنے کے قائم مقام ہے اور دیکھنے کے بعد تمہیں فسخ بیع کا اختیار نہیں ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۸۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ أَنَسٌ نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع ملامسہ سے منع فرمایا ہے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاقلہ' مخاضرہ' ملامسہ' منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۲۲۰۷)

٢١٤٤ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب کہ مجھے عامر بن سعد نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ

Marfat.com

نَهَى عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى الرَّجُلِ قَبْلَ أَنْ يُقَلِّبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ وَنَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ . وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الثَّوْبِ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ.

ﷺ نے منابذہ سے منع فرمایا ہے اور منابذہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو کپڑا فروخت کرتے وقت خریدار کے کپڑے کو الٹنے پلٹنے یا اس کو دیکھنے سے پہلے اس کی طرف کپڑا پھینک دے اور آپ نے ملامسہ سے منع فرمایا اور ملامسہ کی تعریف ہے: کپڑے کو دیکھے بغیر اس کو چھونا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۷ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

بیع ملامسہ اور بیع منابذہ کے باطل ہونے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت کے نزدیک بیع الملامسہ اور بیع المنابذہ جائز نہیں ہے' اور یہ بیع الغرر اور قمار کی جنس سے ہے کیونکہ جب خریدار مبیع پر غور نہیں کرے گا اور نہ اس کو اس کی صفت کا علم ہو گا تو وہ اس مبیع کی حقیقت کو نہیں جان سکے گا تو یہ اندھا سودا ہو گا اور یہ باطل مال کو کھانا ہے' امام مالک کے نزدیک منابذہ یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کی طرف کپڑا پھینک دے اور دوسرا اس کی طرف کپڑا پھینک دے اور اس پر غور کیے بغیر ہر ایک دوسرے فریق سے کہے کہ یہ کپڑا اس کپڑے کے عوض ہے۔

کسی چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع میں مذاہب فقہاء

غائب چیز کی بیع بھی اسی قبیل سے ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا: غائب چیز کی بیع جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اس کی صفت بیان کر دی جائے' پھر اگر وہ چیز اسی صفت پر ہو تو دیکھنے کے بعد خریدار کو اس کی بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہو گا' یہ امام احمد' ابوثور اور اسحاق کا قول ہے۔

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور ثوری نے کہا ہے کہ غائب چیز کی بیع اس کی صفت بتا کر اور بغیر صفت بتائے' دونوں طرح جائز ہے اور اگر وہ چیز صفت کے مطابق ہو' پھر بھی خریدار کو دیکھنے کے بعد اس کو مسترد کرنے کا اختیار ہوتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' شعبی' نخعی اور حسن بصری سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں: ایک قول امام ابوحنیفہ کی مثل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ غائب چیزوں کی بیع جائز نہیں ہے' اور یہ حکم اور عمار کا بھی قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع کی جائے تو یہ بیع غرر ہے' یعنی اس میں دھوکا ہے' کیا پتا وہ چیز درست ہو یا نہ ہو۔

کسی چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع کے جواز میں فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اشیاء غائبہ کی بیع کی ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کوفہ میں گھر خریدا اور اس کے عوض ان کو بصرہ میں گھر دیا' اور حضرت عثمان نے حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو زمین دے کر ان سے اس کے عوض گھوڑا خریدا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان کو وادی تبوک کی زمین دے کر ان سے خیبر کی زمین خریدی اور ان احادیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو مبیع کی صفت بیان کر دی تھی' سو اس سے معلوم ہوا کہ بغیر کسی چیز کو دیکھے اور بغیر اس کی صفت بتائے اس کی بیع جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۳۵۔ ۲۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

ہر چند کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی چیز کو دیکھا ہو نہ اس کی صفت بتائی گئی ہو تو اس کی بیع میں غرر ہے' لہٰذا یہ بیع ناجائز ہونی

Marfat.com

چاہیے لیکن ہم نے تعامل صحابہ کی وجہ سے اس قیاس کو ترک کر دیا۔

۲۱۴۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ مُّحَمَّدٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نُهِيَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ اَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، ثُمَّ يَرْفَعَهُ عَلٰى مَنْكِبِهِ، وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' انہوں نے کہا: دو قسم کے لباسوں سے منع کیا گیا ہے' ایک یہ کہ آدمی صرف تہبند باندھے ہوئے اکڑوں بیٹھے اور گھٹنوں کے گرد ہاتھوں سے حلقہ بنالے دوسرا یہ ہے کہ تہبند اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لے اور دو قسم کی بیع سے منع کیا گیا ہے' ملامسہ سے اور منابذہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۸ میں گزر چکی ہے۔

۶۳ - بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ

بیع المنابذہ کا بیان

وَقَالَ اَنَسٌ نَهٰى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت انس رضی اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع المنابذہ سے منع فرمایا ہے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۲۲۰۷ میں ہے' اور "منابذة" کا معنی اور اس کا حکم' صحیح البخاری: ۲۱۴۴ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

۲۱۴۶ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن یحییٰ بن حبان اور از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۴۷ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عباس بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از عطاء بن یزید از حضرت ابو سعید رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے لباس اور دو قسم کی بیع سے منع فرمایا ہے' ملامسہ سے اور منابذہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۶۴ - بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ اَنْ لَّا يُحَفِّلَ الْاِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ

بائع کو تحفیل سے ممانعت' یعنی وہ اونٹنیوں' گایوں اور بکریوں سے دودھ دوہنا بند کر کے ان کے

Marfat.com

وَكُلِّ مُحَفَّلَةٍ

تھنوں میں دودھ جمع نہ کرے اور ہر ''محفلة''

وَالْمُصَرَّاةُ الَّتِي صُرِّيَ لَبَنُهَا وَحُقِنَ فِيهِ وَجُمِعَ، فَلَمْ يُحْلَبْ أَيَّامًا، وَأَصْلُ التَّصْرِيَةِ حَبْسُ الْمَاءِ، يُقَالُ مِنْهُ صَرَّيْتُ الْمَاءَ إِذَا حَبَسْتَهُ.

اور مصراۃ وہ جانور ہے جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک لیا گیا ہو اور اس کے تھنوں میں دودھ جمع کرنے کے لیے کئی دن تک اس کا دودھ دوہا نہ گیا ہو اور لفظ ''التصریة'' اصل میں پانی روکنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اسی معنی میں کہا جاتا ہے: ''صریت الماء'' میں نے پانی کو روک رکھا ہے۔

اس باب میں بائع کو تحفیل سے منع کیا گیا ہے' تحفیل یہ ہے کہ اونٹنی کے تھنوں سے دودھ نہ دوہ کر' اس میں دودھ جمع کیا جائے تاکہ جب خریدار کے سامنے دودھ دوہا جائے تو بہت زیادہ دودھ نکلے اور خریدار اس اونٹنی کو غیر معمولی قیمت سے خرید لے' بکریوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جاتا ہے۔

۲۱۴۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَيْنَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اونٹنیوں اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو' پھر اس کے بعد جو شخص ان کو خرید لے تو اس کو دودھ دوہنے کے بعد دو اختیار ہیں' وہ چاہے تو اس جانور کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع (چار کلوگرام) کھجوریں بھی دے۔ ابوصالح' مجاہد' ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار روایت کرتے ہیں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: ایک صاع (چار کلوگرام) کھجوریں۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح مسلم: ۱۵۲۴' الرقم المسلسل: ۳۷۲۲ میں ہے' اس حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کا تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا' اس کو تین دن تک اختیار ہے' اگر چاہے تو اس بکری کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی واپس کرے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: احادیث مصراۃ کی دو قسمیں ہیں' ایک قسم وہ ہے جس میں مدت خیار کا ذکر نہیں ہے (جیسے صحیح بخاری کی حدیث: ۲۱۴۸ میں ہے) فقہاء مالکیہ نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس بکری کو مطلقاً واپس کر دیا جائے گا' اور دوسری احادیث وہ ہیں جو تین دن تک مدت خیار کے ساتھ مقید ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث مذکور ہے اور فقہاء شافعیہ نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے اور وہ کہتے ہیں: جیسے ہی خریدار کو اس عیب کا علم ہو' وہ فوراً اس کو واپس کر دے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ، وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا.

اور بعض نے کہا از ابن سیرین: وہ ایک صاع طعام (گندم) واپس کرے اور اس کو تین دن تک اختیار ہے۔

Marfat.com

اس تعلیق کی اصل، صحیح مسلم: ۱۵۲۴، الرقم المسلسل: ۳۷۷۳ میں ہے، اس حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا، اس کو دو چیزوں میں سے اس کا اختیار ہے جو اس کے نزدیک بہتر ہو، اگر وہ چاہے تو اس کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی واپس کرے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيرِيْنَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ. وَلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا وَّالتَّمْرُ اَكْثَرُ.

اور بعض نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ ایک صاع کھجوروں میں سے دے اور تین دن کا ذکر نہیں کیا اور اکثر احادیث میں کھجوروں کا ذکر ہے۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح مسلم: ۱۵۲۴، الرقم المسلسل: ۳۷۷۴ میں ہے، اس کا متن حسب ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا، اسے اس کا اختیار ہے جو اس کے نزدیک بہتر ہو، اگر وہ چاہے تو اس کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی دے، گندم ضروری نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: فقہاء احناف نے جو اس حدیث پر عمل کو ترک کر دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث آٹھ وجوہ سے اصول مسلمہ کے مخالف ہے: (۱) اس حدیث میں بغیر عیب اور بغیر شرط کے مبیع کے مسترد کرنے کو واجب قرار دیا گیا ہے (۲) اس میں تین دن کے اختیار کا ذکر ہے حالانکہ تین دن کی قید خیارِ شرط میں ہوتی ہے (۳) اس میں مبیع کے ایک جز کے خرچ ہونے کے بعد بیع کے رد کرنے کو واجب قرار دیا گیا ہے (۴) اس میں مبدل کے قیام کے باوجود بدل کو واجب کیا گیا ہے (۵) اس میں خرچ شدہ دودھ کے عوض کھجوروں کو یا گندم کو واجب کیا گیا ہے حالانکہ کسی چیز کے تلف ہونے کے بعد اس کی مثل صوری یا اس کی قیمت کو واجب کیا جاتا ہے (۶) دودھ ان چیزوں میں سے ہے جن کی مثل ہوتی ہے، پھر بھی اس کی مثل کو واجب نہیں کیا گیا (۷) یہ ربا کی طرف مفضی ہے کیونکہ ایک صاع کھجوریں خرچ شدہ دودھ سے زیادہ بھی ہو سکتی ہیں (۸) اس میں عوض اور معوض عنہ کو جمع کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۱ ص ۳۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

زیر بحث حدیث کی تخریج حسب ذیل ہے:

صحیح مسلم: ۱۵۲۴-۳۷۷۱، سنن نسائی: ۴۴۹۵، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۱۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۲، صحیح ابن حبان: ۵۱۵، شرح السنۃ: ۲۱۷۴، مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۹۶۰- ج ۱۶ ص ۱۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔

حدیث مصراۃ پر عمل کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ جس مبیع میں عیب ہو یا اس میں فریب دہی ہو، اس بیع کو مسترد کرنا جائز ہے، اس لیے کہ جب دودھ کو کئی دن تک تھنوں میں جمع کیا جائے اور دوہا نہ جائے تو مشتری یہ گمان کرے گا کہ وہ اونٹنی ہر روز اتنا دودھ دیتی ہے، پس وہ اس بیع میں دھوکا کھا جائے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ الصادق المصدوق ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن اونٹنیوں کے تھنوں میں دودھ جمع کیا گیا ہو ان کی بیع دھوکا دہی ہے اور مسلمان کو دھوکا دینا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

(سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۱ 'مسند احمد ج ا ص ۴۳۳ 'سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۱۷ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۲۱۶ 'کنز العمال: ۹۶۵۰)

امام مالک 'لیث' امام ابو یوسف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ جس نے مصراۃ کو خریدا' وہ تین دن کے بعد اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی دے۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے اس حدیث کے برعکس یہ کہا ہے کہ خریدار کے لیے اس عیب کی وجہ سے اس کو مسترد کرنا جائز نہیں ہے' لیکن اس عیب کی وجہ سے خریدار کا جو نقصان ہوا ہے' اس کا تاوان وہ بائع سے وصول کر لے۔ انہوں نے کہا ہے کہ خریدار جب کوئی ایسی چیز خریدے جس میں عیب ہو تو وہ اس نقصان کا تاوان وصول کر سکتا ہے مگر اس کو اس بیع کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے اور ان کا یہ زعم ہے کہ حدیث المصراۃ اس حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ خراج ضمان کے ساتھ ہے یعنی منفعت کا مستحق وہ ہے جو نقصان کا ذمہ دار ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۲۸۵ 'سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳-۳۵۰۹ 'سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۲ 'مسند احمد ج ۶ ص ۴۹)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ لکھتے ہیں:

الخراج بالضمان کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی غلام خریدے اور اس سے کہے: تم مجھے روزانہ اتنے روپے کما کے لا کر دو' پھر وہ اس غلام میں کوئی عیب پائے اور وہ غلام بائع کو واپس کر دے' پس اس غلام سے جو آمدنی اور منفعت حاصل ہوئی وہ خریدار کے لیے ہے' کیونکہ اگر غلام ہلاک ہو جاتا تو وہ خریدار کے مال کا نقصان ہوتا اور اس قسم کے مسائل میں منفعت اس کی ہوتی ہے' جو نقصان کا ضامن ہو۔ (سنن ترمذی ص ۵۴۲ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

اس حدیث کے اعتبار سے وہ اونٹنی یا بکری خریدنے کے بعد مر جاتی تو وہ خریدار کا نقصان ہوتا' اس لیے اس بکری یا اونٹنی سے دودھ کی صوت میں جو منفعت حاصل ہوئی ہے' اس پر بھی خریدار کا حق ہے' بائع کا اس پر حق نہیں ہے۔ یہ حکم عام قاعدہ کے اعتبار سے ہے اور حدیث مصراۃ کا تقاضا ہے کہ خریدار اس دودھ کے عوض بائع کو ایک صاع کھجور تاوان میں دے اور چونکہ حدیث مصراۃ اس عام قاعدہ کے خلاف ہے' اس لیے یہ حدیث قابل عمل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۳۷ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

حدیث مصراۃ پر فقہاء احناف کے عمل نہ کرنے کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف نے صرف الخراج بالضمان سے تعارض کی وجہ سے اس حدیث پر عمل کو ترک نہیں کیا بلکہ اس حدیث پر عمل ترک کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کی متعدد آیات کے بھی خلاف ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ. (البقرہ: ۱۹۴) سو جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ. (النحل: ۱۲۶) اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا. (الشوریٰ: ۴۰) اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

ان آیتوں کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زیادتی کرے تو اس کے بدلے میں اس کے خلاف اتنی ہی زیادتی کی جائے اور مصراۃ کی حدیث کے مطابق بائع نے تھنوں میں دودھ جمع کر کے خریدار کے ساتھ زیادتی کی ہے اور جب خریدار پر یہ لازم کیا جائے گا کہ

جب بکری واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی واپس کرے تو یہ اتنی ہی زیادتی نہیں ہے کیونکہ تھنوں میں جمع شدہ دودھ کی قیمت ایک صاع کھجوروں کی قیمت سے کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی' لہٰذا مصراۃ کی حدیث پر عمل کرنا ان آیات پر عمل کرنے کے خلاف ہے' اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اصول یہ ہے کہ جب قرآن مجید اور احادیث میں تعارض ہو تو وہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہیں اور اس حدیث پر عمل کو ترک کر دیتے ہیں' اس وجہ سے امام ابوحنیفہ نے حدیث مصراۃ پر عمل نہیں کیا۔ علاوہ ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حدیث مصراۃ اس حدیث کے بھی خلاف ہے' جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''الخراج بالضمان'' یعنی منفعت کا وہ شخص مستحق ہے جو نقصان کا ذمہ دار ہو۔

٢١٤٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي يَقُولُ حَدَّثَنَا اَبُو عُثْمَانَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى شَاةً مُّحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا' وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُلَقَّى الْبُيُوْعُ.

[طرف الحدیث: ٢١٦٤] [صحیح مسلم: ١٥١٨' الرقم المسلسل: ٣٧١٣' سنن ترمذی: ١٢٢٣' سنن ابن ماجہ: ٢١٨٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا' پھر اس کو واپس کیا تو وہ اس کے ساتھ ایک صاع بھی واپس کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت کرنے والوں سے پہلے ملاقات کرنے سے منع فرمایا' یعنی ان کے شہر پہنچنے سے پہلے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد (٢) معتمر بن سلیمان (٣) ان کے والد سلیمان بن طرخان (٤) ابوعثمان عبدالرحمان بن مل النہدی' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام لے آئے تھے اور آپ کو صدقات ادا کیے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کئی جہاد کیے تھے' یہ ٩٥ ھ میں ١٣٠ سال کی عمر گزار کر فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣٩٢)

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کا مطالعہ فرمائیں۔

٢١٥٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ' وَلَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ' وَلَا تَنَاجَشُوْا' وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ' وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ' وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ اَنْ يَّحْتَلِبَهَا اِنْ رَضِيَهَا اَمْسَكَهَا' وَاِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (شہر کی طرف آنے والے) سواروں سے ملاقات نہ کرو اور تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور تم نجش نہ کرو اور شہر والا دیہات والے کے لیے بیع نہ کرے اور تم بکریوں کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو اور جو اس کو خرید لے اس کو دو چیزوں میں سے بہتر کا اختیار ہے' اس کا دودھ دوہنے کے بعد اگر وہ اس سے راضی ہو تو اس کو رکھ لے اور اگر اس سے ناراض ہو تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی دے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۲۱۴۸' اور ۲۱۴۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٥ - بَابُ اِنْ شَآءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِيْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ

اگر چاہے تو مصراۃ کو واپس کر دے اور اس کے دودھ کے عوض ایک صاع کھجوریں دے

٢١٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ زِيَادٌ اَنَّ ثَابِتًا مَّوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرٰى غَنَمًا مُّصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا' فَاِنْ رَّضِيَهَا اَمْسَكَهَا' وَاِنْ سَخِطَهَا فَفِيْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زیاد نے خبر دی کہ عبدالرحمان بن زید کے مولیٰ ثابت نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا گیا تھا' پھر اس کا دودھ دوہا' پس اگر وہ اس سے راضی ہے تو اس کو رکھ لے اور اگر اس سے ناراض ہے تو اس کے دوہے ہوئے دودھ کے عوض ایک صاع کھجوریں دے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۲۱۴۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٦ - بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِيْ

زانی غلام کی بیع

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ زانی غلام کے زنا کے عیب کو بیان کر کے اس کی بیع جائز ہے۔

وَقَالَ شُرَيْحٌ اِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزِّنٰى.

اور شریح نے کہا ہے کہ اگر خریدار چاہے تو زنا (کے عیب) کی وجہ سے بیع مسترد کر دے۔

شریح سے مراد قاضی شریح بن الحارث الکندی ہیں' اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کا متن اس طرح ہے:

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی آدمی سے ایک باندی خریدی' وہ زنا کرتی تھی' خریدار کو اس کا علم نہیں تھا' اس نے قاضی شریح کے پاس مقدمہ پیش کیا' شریح نے فیصلہ کیا کہ اگر خریدار چاہے تو زنا کے عیب کی وجہ سے بیع مسترد کر دے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک زنا' باندی میں عیب ہے' غلام میں عیب نہیں ہے' کیونکہ باندی اگر زنا کرتی ہے تو اس سے مقصود حاصل نہیں ہوگا' کیونکہ باندی سے مقصود اس سے مباشرت کرنا ہے یا اس سے اولاد کو حاصل کرنا ہے' اور جب باندی زنا کرے گی تو اس سے جو اولاد حاصل ہوگی' اس کے لیے یہ باعث عار ہوگا' اور غلام سے مقصود کام کرانا اور خدمت لینا ہے اور اگر وہ زنا کرتا ہے تو اس سے اس کی کارکردگی متاثر نہیں ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۹۶)

٢١٥٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از

Marfat.com

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ. [اطراف الحدیث: ۲۱۵۳ـ ۲۲۳۳ـ ۲۲۳۴ـ ۲۵۵۵ـ ۶۸۳۷ـ ۶۸۳۹] (صحیح مسلم: ۱۷۰۳ الرقم المسلسل: ۴۳۳۶ سنن ابوداؤد: ۴۴۷۱ سنن کبریٰ: ۷۲۴۴ مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۲ طبع قدیم مسند احمد: ۹۴۷۰ـ ج ۱۵ ص ۲۸۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب باندی زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو اس کو کوڑے مارے جائیں اور اس کو ملامت نہ کی جائے پھر اگر وہ (دوبارہ) زنا کرے تو پھر اس کو کوڑے مارے جائیں اور اس کو زیادہ ملامت نہ کی جائے پر اگر وہ تیسری بار زنا کرے تو وہ اس کو فروخت کر دے خواہ بالوں کی ایک رسی کے عوض۔

مارنے کے علاوہ ملامت نہ کرنے کی توجیہ اور بالوں کی رسّی سے مقصود کیا ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اس کو ملامت نہ کی جائے اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو عار نہ دلایا جائے اور اس کو زبان سے ایذاء نہ پہنچائی جائے اور اس کی حد میں اضافہ نہ کیا جائے علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ صرف ملامت پر اکتفاء نہ کی جائے بلکہ اس کو مار لگائی جائے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں کوڑے مارنے کا جو ذکر ہے اس سے مراد ایسے کوڑے نہیں ہیں جو فوجی سزاؤں میں مروج ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو درخت کی شاخ سے پیٹا جائے اور جسم کے نازک حصوں پر نہ مارا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: خواہ اس کو بالوں کی رسّی کے عوض فروخت کر دیا جائے اس کلام سے اس کو فروخت کرنے میں مبالغہ کرنا مقصود ہے اور رسّی کے ذکر سے مراد اس کو کم قیمت پر فروخت کرنا ہے اور اس کی قیمت میں بے رغبتی کو ظاہر کرنا ہے۔

زنا کے عیب کی وجہ سے غلام یا باندی کے عیب میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زانی غلام کو فروخت کرنا جائز ہے اہل ظاہر نے کہا: اس کو فروخت کرنا واجب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زنا کرنا باندی میں عیب ہے غلام میں عیب نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ وہ غلام زنا کرنے کا عادی ہو۔

اگر باندی زنا کرتی ہو تو اس کو پچاس کوڑے لگائے جائیں گے اس کا ثبوت اس حدیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ایک شخص نے کہا کہ اس کی باندی نے زنا کیا ہے اور اس کا زنا ظاہر ہو چکا ہے آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو وہ آپ کے پاس پھر آیا اور اس نے بتایا کہ اس باندی نے پھر زنا کیا ہے اور اس کا زنا ظاہر ہو چکا ہے آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو وہ آپ کے پاس پھر آیا اور اس نے کہا: اس نے پھر زنا کیا ہے آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو وہ آپ کے پاس پھر آیا اور اس نے کہا: اس نے پھر زنا کیا ہے آپ نے فرمایا: اس کو فروخت کر دو خواہ بالوں کی ایک رسّی کے عوض۔ (سنن کبریٰ للنسائی: ۷۲۱۷ـ ۷۲۱۵ـ ج ۶ ص ۴۵۵ـ ۴۵۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحابہ اور تابعین میں سے حضرت ابن مسعود حضرت ابو برزہ حضرت ابن عمر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ابراہیم نخعی عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ علقمہ اسود ابوجعفر محمد بن علی اور ابو میسرہ رحمہم اللہ نے کہا: ایسی باندی کو کوڑے مارے یا کوڑے مارنے کا حکم دے۔

Marfat.com

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ زنا کرنا غلام اور باندی دونوں میں عیب ہے اور اس وجہ سے اس بیع کو مسترد کر دیا جائے گا' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے' اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس سے ثمن میں کمی ہو جائے' وہ عیب ہے۔

باندی کو کوڑے لگانے کا فریضہ اس کے مالک کا ہے یا سلطان کا؟

اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس باندی کو کوڑے کون مارے گا؟ امام مالک' امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس کا مالک اس کو کوڑے مارے گا اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ حد صرف امام لگا سکتا ہے اور تعزیر دوسرے لوگ بھی لگا سکتے ہیں۔

باندی کو کوڑے مارنے اور دیگر اُمور کا سلطان کے ذمہ ہونا

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ چار چیزیں سلطان کی طرف مفوض ہیں: (۱) زکوٰۃ وصول کرنا (۲) نماز پڑھانا (۳) حدود جاری کرنا (۴) اور مقدمات کا فیصلہ کرنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن مُحیریز نے کہا: جمعہ' حدود' زکوٰۃ اور فئے سلطان کے ذمہ ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۳۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء خراسانی نے کہا: زکوٰۃ' جمعہ اور حدود سلطان کے ذمہ ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

غلام کو رجم کرنے کے متعلق اختلافِ ائمہ

ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ جب ایک شخص زنا کرے اور اس پر حد لگا دی جائے' پھر وہ دوبارہ زنا کرے تو اس پر دوبارہ حد لگائی جائے گی' یعنی اس کو دوبارہ کوڑے مارے جائیں گے' البتہ رجم میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک رجم کے لیے سات اُمور شرط ہیں: (۱) آزاد ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) مسلمان ہونا (۵) مباشرت کرنا (۶) نکاح صحیح کے ساتھ مباشرت کرنا (۷) فریقین کا حالت دخول میں محصن ہونا' اگر مرد غلام ہو یا بچہ ہو یا مجنون ہو یا کافر ہو اور عورت مسلمان ہو اور عاقلہ اور بالغہ ہو تو دونوں فریق محصن نہیں ہیں' اس لیے ان پر حد جاری نہیں ہوگی۔

امام ابویوسف یہ کہتے ہیں کہ رجم کے لیے احصان شرط نہیں ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یہودیوں کو رجم کیا تھا' ہم کہتے ہیں کہ آپ نے رجم کے احکام نازل نہ ہونے کے وقت تورات کے موافق یہ فیصلہ کیا تھا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نئے نئے مدینہ میں تشریف لائے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۵۴'۲۱۵۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ قَالَ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَا أَدْرِي، بَعْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابوہریرہ و حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باندی کے متعلق سوال کیا گیا کہ جب وہ زنا کرے اور وہ محصنہ (یعنی مسلمان پاک دامن' آزاد اور شادی شدہ) نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: اگر وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو' اگر پھر وہ زنا کرے تو اس کو پھر کوڑے

Marfat.com

الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ.

ماور اور اگر وہ پھر زنا کرے تو اس کو فروخت کر دو خواہ ایک رسی کے عوض۔ ابن شہاب نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے تیسری بار فرمایا یا چوتھی بار فرمایا۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث: ۲۱۵۲ میں گزر چکی ہے۔

٦٧ - بَابُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ مَعَ النِّسَاءِ

عورتوں سے خرید وفروخت

۲۱۵۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرِيْ وَاَعْتِقِيْ فَاِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ اَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَشِيِّ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اُنَاسٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ شَرْطُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَاَوْثَقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری انہوں نے کہا کہ عروہ بن زبیر نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے آپ سے ذکر کیا (کہ یہودی حضرت بریرہ کی ولاء کا سوال کرتے ہیں) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خرید و اور آزاد کر دو کیونکہ ولاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے پھر شام کے وقت آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی ایسی ثناء کی جس کا وہ اہل ہے پھر آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں جس شخص نے ایسی کوئی شرط لگائی جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے سو وہ باطل شرط ہے خواہ وہ سو شرطیں لگائے اللہ کی (کتاب کے موافق) شرط ہی حق دار ہے اور وہی معتمد ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵٦ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۵٦ - حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ اَبِيْ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَاوَمَتْ بَرِيْرَةَ فَخَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ اِنَّهُمْ اَبَوْا اَنْ يَّبِيْعُوْهَا اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. قُلْتُ لِنَافِعٍ حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا اَوْ عَبْدًا؟ فَقَالَ مَا يُدْرِيْنِيْ.

[اطراف الحدیث: ۲۱٦۹-۲۵٦۲-٦۷۵۲-٦۷۵۷-٦۷۵۹]

(صحیح مسلم: ۱۵۰۴ الرقم المسلسل: ۳٦٦۷ سنن ابوداؤد: ۲۹۱۵ سنن

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن ابی عباد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی قیمت لگا رہی تھیں (تاکہ ان کو خرید کر آزاد کر دیں) اس اثناء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے (مسجد) تشریف لے گئے پھر جب آپ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے کہا کہ (حضرت بریرہ کے مالکوں نے) اپنے لیے ولاء کی شرط کے بغیر ان کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا ہے تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولاء اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے: میں

Marfat.com

نسائی: ۴۶۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۳ طبع قدیم) نے نافع سے پوچھا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آزاد تھے یا غلام؟ تو انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا قبطیہ تھیں' ان کے شوہر کا نام حضرت مغیث رضی اللہ عنہ تھا' ولاء کا معنی ہے: اگر کسی غلام یا باندی کو آزاد کر دیا جائے' پھر وہ مال دار ہو جائے تو اگر اس کا کوئی نسبی وارث نہ ہو تو پھر اس کا ترکہ اس کے آزاد کرنے والے کو دیا جاتا ہے اور اس کو عصبہ سببی کہتے ہیں۔ اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۶۸- بَابٌ هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ اَجْرٍ؟ وَهَلْ يُعِينُهُ اَوْ يَنْصَحُهُ؟

آیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان کسی اُجرت (کمیشن) کے بغیر فروخت کر سکتا ہے؟ اور کیا وہ دیہاتی کی مدد کر سکتا ہے یا اس کی خیر خواہی کر سکتا ہے؟

اس باب کو لانے سے امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ شہری کو جو منع کیا گیا ہے کہ وہ دیہاتی کا سامان فروخت نہ کرے' وہ ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب شہری دیہاتی سے کمیشن لے کر اس کا سامان فروخت کرے کیونکہ جو کمیشن لے کر اس کا مال فروخت کرے گا' اس کی غرض بائع کی خیر خواہی نہیں ہوگی بلکہ اس کو صرف اپنے کمیشن سے سروکار ہوگا' لیکن جب وہ بغیر کسی کمیشن کے بائع کا مال فروخت کرے گا تو وہ اس کی خیر خواہی اور اعانت کی وجہ سے ایسا کرے گا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شہری دیہاتی کا دلال نہ بنے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَنْصَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهٗ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے نصیحت طلب کرے تو وہ اس کی خیر خواہی کرے۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ جب کوئی شہری بغیر کمیشن کے دیہاتی کا مال فروخت کرے تو پھر یہ جائز ہے' اس تعلیق کا مکمل متن اس طرح ہے:

حکیم بن ابی یزید بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو (ان کے حال پر) چھوڑ دو اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض (دوسرے) لوگوں کی وجہ سے رزق دیتا ہے' اور جب تم سے کوئی شخص نصیحت طلب کرے تو وہ اس کی خیر خواہی کرے۔ (الحدیث) (مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۶۳۹۔ ج ۱۶ ص ۳۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وَرَخَّصَ فِيهِ عَطَاءٌ.

اور اس میں عطاء نے رخصت دی ہے۔

یعنی عطاء بن ابی رباح نے شہری کی دیہاتی سے بیع کی رخصت دی ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ شہری کی دیہاتی سے بیع کی ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب وہ دیہاتی سے کمیشن لے کر اس کا سامان فروخت کرے اور جب وہ بغیر کمیشن کے اس کا سامان فروخت کرے تو پھر یہ جائز ہے اور عطاء بن ابی رباح کا رخصت دینا بھی اسی پر محمول ہے۔

۲۱۵۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ اِسْمَاعِيلَ' عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ' وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پر بیعت کی: اس کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ

Marfat.com

وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے پر اور (حاکم کے احکام) سننے اور ان کی اطاعت کرنے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۵۸ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا طَاوُسٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ. قَالَ لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا. [اطراف الحدیث: ۲۱۶۳-۲۲۷۴] (صحیح مسلم: ۱۵۲۱' الرقم المسلسل: ۳۷۶۱' سنن ابوداؤد: ۳۴۳۹' سنن نسائی: ۴۵۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عبدالواحد' انہوں نے کہا: ہمیں طاوس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (دیہات سے آنے والے) سواروں سے ملاقات نہ کرو اور شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے۔ طاوس نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ اس ارشاد کا کیا معنی ہے: شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے؟ انہوں نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ اس کے لیے دلال (کمیشن ایجنٹ) نہ بنے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الصلت بن محمد بن عبدالرحمان (۲) عبدالواحد بن زیاد العبدی (۳) معمر بن راشد (۴) عبداللہ بن طاوس (۵) ان کے والد طاوس بن کیسان (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰۲)

۶۹ - بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِأَجْرٍ

جس نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ شہری آدمی کمیشن لے کر دیہاتی کا مال فروخت کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۱۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۵۹ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَبَّاحٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

مجھے عبداللہ بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعلی الحنفی نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ شہری دیہاتی کے لیے بیع کرے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔

۷۰ - بَابٌ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ

شہری آدمی کمیشن لے کر دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے

وَكَرِهَهُ ابْنُ سِيرِينَ وَإِبْرَاهِيمُ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي.

اور ابن سیرین اور ابراہیم نے اس کمیشن کو بائع اور خریدار کے لیے مکروہ قرار دیا۔

Marfat.com

اس تعلیق کے موافق حدیث امام ابن عوانہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰۴)

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِنَّ الْعَرَبَ تَقُوْلُ بِعْ لِيْ ثَوْبًا' وَهِيَ تَعْنِي الشِّرَاءَ.

اور ابراہیم نے کہا: عرب کہتے ہیں کہ میرے لیے اس کپڑے کی بیع کرو اور ان کی مراد اس سے کپڑا خریدنا ہوتا ہے۔

اس تعلیق سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ بیع کا لفظ خریدنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۲۱۶۰ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ' وَلَا تَنَاجَشُوْا' وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ نجش کرو اور نہ دیہاتی شہری کے لیے بیع کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۱۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۶۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ' عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نُهِيْنَا اَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از محمد انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ نے کہا کہ ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے کہ شہری دیہاتی سے بیع کرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۲۱۴۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

۷۱ - بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ سواروں سے ملاقات کی ممانعت

اس باب میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ جب دیہاتی اپنا سامان فروخت کرنے کے لیے شہر کی طرف آئیں تو شہری ان کے شہر کی منڈیوں میں پہنچنے سے پہلے ان سے ملاقات کر لیں اور ان کا سامان خرید لیں۔

وَاَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُوْدٌ' لِاَنَّ صَاحِبَهُ عَاصٍ اٰثِمٌ اِذَا كَانَ بِهِ عَالِمًا' وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ' وَالْخِدَاعُ لَا يَجُوْزُ.

اور اس شہری کی بیع مردود ہے کیونکہ ایسی بیع کرنے والا نافرمان گناہ گار ہے جب کہ اسے اس بیع کی ممانعت کا علم ہو اور یہ بیع میں دھوکا ہے اور دھوکا جائز نہیں ہے۔

سواروں سے ملاقات کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

ابن حزم اور اہل ظاہر نے کہا ہے کہ سواروں کا دیہاتیوں سے ملاقات کرنا حرام ہے اور یہ بیع باطل ہے۔

ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام مالک لیث اور اوزاعی کے نزدیک دیہاتی کا مال خریدنے کے لیے شہری کا دیہاتی سے ملاقات کرنا حرام ہے امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب تک دیہاتی شہر کی منڈیوں میں نہ پہنچ جائیں ان سے شہریوں کا ملاقات کرنا جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب شہری سواروں کی دیہاتیوں سے ملاقات ایسی جگہ پر ہو جس سے انہیں ضرر

نہ ہو تو پھر ان سے ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰۶)

فقہاء احناف نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں سواروں سے طعام خرید لیتے تھے' پھر آپ نے ہمارے پاس کسی کو بھیج کر اس سے منع فرمایا کہ جس جگہ سے انہوں نے طعام (غلہ) خریدا ہے' وہیں اس کو فروخت کر دیں حتیٰ کہ اس طعام کو اس جگہ منتقل کیا جائے جہاں اس کو فروخت کیا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۲۳' شرح معانی الآثار: ۵۳۸۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سواروں سے شہریوں کی ملاقات کی مطلقاً ممانعت نہیں تھی جب ہی تو وہ اس سے طعام خرید لیتے تھے' اور اس باب کی حدیث: ۲۱۶۲ سے معلوم ہوا کہ دیہات سے آنے والے سواروں سے ملاقات کرنا ممنوع ہے' ان حدیثوں میں بہ ظاہر تعارض ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ اُس جگہ سواروں سے ملاقات ممنوع ہے جہاں ان کو ضرر ہو اور جہاں ان کو ضرر نہ ہو' وہاں ان سے ملاقات مباح ہے اور سواروں کے منڈیوں میں پہنچنے سے پہلے اگر شہری ان کا مال خریدنے کے لیے ان سے ملاقات کریں تو اس سے ان کو ضرر ہو گا اور جب وہ شہر کی منڈیوں میں پہنچ جائیں تو پھر ان کو ضرر نہیں ہو گا' اس لیے وہاں ان سے ملاقات کرنا مباح ہے۔

فقہاء احناف کے اس مؤقف پر امام طحاوی نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سواروں سے مال لینے کے لیے ان سے ملاقات نہ کرو پس جس نے ان سے ملاقات کر کے مال خرید لیا تو سوار جب منڈی میں پہنچے گا تو اس کو اختیار ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۸۔۴۱۰' شرح معانی الآثار: ۵۳۸۲)

امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں: اس حدیث میں سواروں کے ساتھ ملاقات کرنے سے منع فرمایا ہے' پھر بائع کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ منڈی میں پہنچ کر اس بیع کو فسخ کر سکتا ہے' اختیار اسی بیع میں دیا جاتا ہے جو بیع صحیح ہو' بیع فاسد میں اختیار نہیں دیا جاتا' پس اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سواروں سے ملاقات کرنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۳۶۸۔۳۶۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

۲۱۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْعُمَرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّي، وَأَنْ يَّبِيعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ العمری نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (دیہاتی) سواروں سے ملاقات کرنے سے اور شہری کی دیہاتی سے بیع سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۶۳ - حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد

Marfat.com

مَعْنٰی قَوْلِهٖ لَا يَبِيْعَنَّ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ فَقَالَ لَا يَكُنْ لَّهٗ سِمْسَارًا.

خود انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا معنی ہے کہ کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے؟ انہوں نے کہا کہ وہ اس کے لیے دلال (کمیشن ایجنٹ) نہ بنے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۱٦٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ، عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَنِ اشْتَرٰی مُحَفَّلَةً فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا، قَالَ وَنَهَی النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوْعِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے التیمی نے حدیث بیان کی از ابی عثمان از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ جس نے ایسا جانور خریدا جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا' وہ اس کے ساتھ ایک صاع (کھجوریں) بھی واپس کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں سے مال خریدنے کے لیے ملاقات سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۱٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰی يُهْبَطَ بِهَا اِلَی السُّوْقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور تم مال خریدنے کے لیے سواروں سے ملاقات نہ کرو حتیٰ کہ وہ مال بازار میں لے جایا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۷۲ - بَابُ مُنْتَهَی التَّلَقِّي

(سواروں سے) ملاقات کی ممانعت کی انتہاء کی جگہ

۲۱٦٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَتَلَقَّی الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِيْ مِنْهُمُ الطَّعَامَ، فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَبِيْعَهٗ حَتّٰی نَبْلُغَ بِهٖ سُوْقَ الطَّعَامِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا فِيْ اَعْلَی السُّوْقِ، يُبَيِّنُهٗ حَدِيْثُ عُبَيْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سواروں سے ملاقات کرتے تھے' اور ان سے طعام خریدتے تھے تو ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طعام کے فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ ہم اس کو غلہ کی منڈی میں پہنچا دیں۔ امام بخاری نے کہا: اس سے مراد بازار کی بلند جگہ ہے جس کا عبیداللہ کی حدیث میں بیان ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں واضح طور پر امام طحاوی کے قول کے مطابق فقہاء احناف کے مذہب کی دلیل ہے۔

٢١٦٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَبْتَاعُوْنَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوْقِ، فَيَبِيْعُوْنَهُ فِي مَكَانِهِمْ، فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيْعُوْهُ فِي مَكَانِهِ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ لوگ بازار کی بلند جگہ میں غلہ خریدتے تھے' پھر اس کو اسی جگہ پر فروخت کرتے تھے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ فروخت کرنے سے منع فرمایا' حتیٰ کہ اس کو دوسری جگہ منتقل کرلیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٢٣ میں گزر چکی ہے۔

٧٣ - بَابُ إِذَا اشْتَرَطَ شُرُوْطًا فِي الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ

جب بیع میں ایسی شرائط عائد کی گئیں جو جائز نہیں ہیں

٢١٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْنِي بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلٰى تِسْعِ أَوَاقٍ، فِي كُلِّ عَامٍ وَقِيَّةٌ، فَأَعِيْنِيْنِي، فَقُلْتُ إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ. فَذَهَبَتْ بَرِيْرَةُ إِلٰى أَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ فَأَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ، فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ لَهُمُ الْوَلَاءُ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ خُذِيْهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ، ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللّٰهِ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللّٰهِ أَوْثَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہا: میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ پر اس طرح مکاتبت کرلی ہے کہ میں ہر سال ایک اوقیہ (چالیس درہم) ادا کروں' سو آپ میری اعانت کیجئے' پس میں نے کہا: اگر تمہارے مالک یہ پسند کریں کہ میں ان کو یک مشت رقم دے دوں اور تمہاری ولاء میرے لیے ہو تو میں اس طرح کرلیتی ہوں' پس حضرت بریرہ اپنے مالکوں کی طرف گئیں اور ان کو یہ بیان کیا' انہوں نے اس کا انکار کیا تو حضرت بریرہ ان کے پاس سے واپس آئیں اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے' حضرت بریرہ نے کہا: میں نے ان کے سامنے آپ کی پیش کش بیان کی تو انہوں نے اس کے سوا کوئی بات ماننے سے انکار کردیا کہ ولاء ان کے لیے ہوگی' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنا' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی' تو آپ نے فرمایا: تم بریرہ کو لے لو اور اس سے ولاء (لینے) کی شرط لگاؤ' کیونکہ ولاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر حضرت عائشہ نے اسی طرح کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے' آپ نے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی حمد وثناء کی' پھر فرمایا: حمد وثناء کے بعد (میں یہ کہتا ہوں) کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں؟ جو شرط اللہ کی کتاب میں نہ ہو' وہ باطل ہے' خواہ وہ سو شرطیں ہوں' اللہ کی شرط پوری کی جانے کی زیادہ حق دار ہے' اور اللہ کی شرط ہی معتمد ہے اور ولاء صرف اس کے لیے ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

٢١٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ اَهْلُهَا نَبِيْعُكِهَا عَلٰى اَنَّ وَلَاءَ هَا لَنَا فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكَ فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ارادہ کیا کہ ایک باندی کو خرید کر آزاد کر دیں' تو ان کے مالکوں نے کہا: ہم اس شرط پر اس کو فروخت کریں گے کہ ولاء ہمارے لیے ہو تو انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' پس آپ نے فرمایا: ان کی شرط تمہیں خریدنے سے نہ روکے' ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵۶ میں گزر چکی ہے۔

٧٤ - بَابُ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

کھجوروں کو کھجوروں کے عوض فروخت کرنا

٢١٧٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَّالِكِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعَ اِبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از مالک بن اوس' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: گندم کی بیع گندم کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو' اور جَو کی بیع جَو کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو اور کھجور کی بیع کھجور کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

٧٥ - بَابُ بَيْعِ الزَّبِيْبِ بِالزَّبِيْبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ

کشمش کو کشمش کے عوض فروخت کرنا اور اناج کو اناج کے عوض

٢١٧١ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ كَيْلًا.

نے مزابنہ سے منع فرمایا' اور درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں یا چھواروں کے عوض ناپ کر فروخت کرنے کو یا بیل پر لگے ہوئے انگوروں کو کشمش کے عوض فروخت کرنے کو مزابنہ کہتے ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۲۱۷۲-۲۱۸۵-۲۲۰۵]

تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ انگور کی بیع کشمش کے عوض حرام ہے اور جو گندم خوشوں میں ہو اس کی بیع صاف گندم کے عوض حرام ہے' اس کو محاقلہ کہتے ہیں اور اول الذکر مزابنہ ہے' اور جمہور کے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں کہ کھجور اور انگور تازہ ہوں اور درخت پر ہوں یا کٹے ہوئے ہوں' اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر انگور تازہ ہوں اور کٹے ہوئے ہوں تو ان کی کشمش کے عوض برابر برابر بیع جائز ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جو کھجوریں درخت پر لگی ہوئی ہوں' ان کی بیع خشک کھجوروں کے عوض جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مزابنہ ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے' لیکن جب تازہ کھجوریں درخت سے کٹی ہوئی ہوں' ان کی خشک کھجوروں کے عوض برابر برابر بیع کرنا جب کہ ان میں مماثلت کی جائے تو جمہور علماء اس کی بیع کو اس کی جنس کے ساتھ جائز نہیں کہتے' خواہ برابر ہو یا زائد ہو' امام ابویوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تازہ گندم کی بیع خشک گندم کے عوض اور خشک کھجوروں کی بیع تازہ کھجوروں کے عوض برابر برابر جائز ہے اور کمی اور زیادتی کے ساتھ جائز نہیں ہے' اسی طرح یہ بیع ادھار بھی جائز نہیں۔ (اس کے دلائل ان شاء اللہ' صحیح البخاری: ۲۲۰۵ کی شرح میں آ رہے ہیں)

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۷۳ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ. قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ أَنْ يَبِيْعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ إِنْ زَادَ فَلِيْ وَإِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا اور مزابنہ یہ ہے کہ پھلوں کو پیمانہ سے ناپ کر فروخت کرے' اگر زیادہ ہوں تو اس کا نفع میرا ہے اور اگر نقصان ہو تو وہ بھی میرا ہے۔

اس حدیث کی شرح' حدیث سابق: ۲۱۷۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۷۴ - قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا.

اور حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے العرایا کو اندازہ سے فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

[اطراف الحدیث: ۲۱۸۴-۲۱۸۸-۲۱۹۲-۲۳۸۰]

"العریۃ" کی تفسیر میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

"العریۃ" کا لغوی معنی عطیہ ہے اور اس کے اصطلاحی شرعی معنی میں اختلاف ہے' امام مالک' اوزاعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ

Marfat.com

حدیث میں جو "العریۃ" کا ذکر ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص اپنے پورے باغ میں سے کسی کو ایک کھجور کا درخت یا دو کھجور کے درخت ایک سال کے لیے عاریۃً دے دے پھر اگر اس کے لیے اس پر قائم رہنا دشوار ہو تو وہ اندازہ لگائے کہ اس درخت پر کتنی تازہ کھجوریں ہیں اور اس اندازہ کے مطابق اس کو خشک کھجوریں دے کر اس سے وہ تازہ کھجوریں خرید لے یہ صورۃً مزابنہ ہے اور خشک کھجوروں کے عوض تازہ کھجوروں کی بیع ہے حقیقۃً مزابنہ نہیں ہے۔

امام شافعی اور ابوثور نے "عریۃ" کی یہ تعریف کی ہے کہ تازہ کھجوروں کا موسم آئے اور وہاں فقراء ہوں جن کے پاس مال نہ ہو اور وہ تازہ کھجوروں کو خریدنا چاہتے ہوں کہ وہ بھی لوگوں کے ساتھ تازہ کھجوریں کھائیں اور ان کے پاس فاضل خشک کھجوریں ہوں تو ان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ پانچ وسق سے کم خشک کھجوریں دے کر ان کے عوض تازہ کھجوریں خرید لیں اور ان کے نزدیک کھجور اور انگور کے سوا اور کسی چیز میں "عریۃ" جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک "عریۃ" کا یہ معنی ہے کہ ایک شخص اپنے کھجور کے درختوں میں سے ایک درخت کسی آدمی کو عاریۃً دے مگر اس نے ابھی اس آدمی کو وہ درخت دیا نہ ہو کہ اس پر منکشف ہو کہ وہ کسی وجہ سے اس کو وہ درخت دینے پر قادر نہیں ہوگا تو وہ اس درخت کی تازہ کھجوروں کے عوض اس کو خشک کھجوریں اندازہ سے دے دے تاکہ اس کے ساتھ وعدہ کا خلاف نہ ہو۔ (اس کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ باب: ۸۴ میں آرہی ہے) (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۱۷۔۴۱۶ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧٦ - بَابُ بَيْعِ الشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ

جَو کی جَو کے عوض بیع

٢١٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ اِلْتَمَسَ صَرْفًا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ، فَدَعَانِىْ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ، فَتَرَاوَضْنَا حَتّٰى اصْطَرَفَ مِنِّىْ، فَاَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِىْ يَدِهٖ ثُمَّ قَالَ حَتّٰى يَاْتِىَ خَازِنِىْ مِنَ الْغَابَةِ، وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذٰلِكَ، فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا تُفَارِقُهُ حَتّٰى تَاْخُذَ مِنْهُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ بِالْوَرِقِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از مالک بن اوس' انہوں نے کہا کہ وہ سو دینار کی بیع صرف طلب کر رہے تھے' تو مجھے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بلایا' ہم کسی بات پر متفق ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے مجھ سے سونے کے دینار لیے' وہ ان کو اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ رہے تھے' پھر انہوں نے کہا کہ (میں اس کا معاوضہ اس وقت دوں گا) حتیٰ کہ میرا خازن مقام غابہ سے پہنچ جائے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی یہ باتیں سن رہے تھے انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم ان سے بالکل جدا نہ ہونا حتیٰ کہ تم ان سے ان کا معاوضہ لے لو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سونے کی بیع سونے کے عوض سود ہے مگر وہ جو نقد بہ نقد ہو اور گندم کی بیع گندم کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو اور جَو کی بیع جَو کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو اور کھجور کی بیع کھجور کے عوض سود ہے' مگر جو نقد بہ نقد ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

٧٧ - بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

سونے کی بیع سونے کے عوض

Marfat.com

۲۱۷۵ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُو بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ.

[طرف الحدیث: ۲۱۸۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن ابی بکرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سونے کو سونے کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہو فروخت کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۵۹۰' الرقم المسلسل: ۳۹۶۴' سنن نسائی: ۴۰۷۸' مسند البزار: ۳۶۳۳' صحیح ابن حبان: ۵۰۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۰۶-۱۰۷' مشکل الآثار: ۶۱۰۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸۲' سنن کبریٰ: ۶۱۷۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۹۵۔ ج ۳۴ ص ۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صدقہ بن الفضل ابوالفضل' یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) اسماعیل بن ابراہیم الاسدی (۳) یحییٰ بن ابی اسحاق (۴) عبدالرحمان بن ابی بکرہ (۵) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ' ان کا نام نفیع بن الحارث ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: سونے کو سونے کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر۔

اس حدیث میں فرمایا کہ سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہو فروخت کرو' یعنی ایک مجلس میں قبضہ کرنے کے بعد ان کو جس طرح چاہو فروخت کرو۔

✱ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۶۱۔ ج ۴ ص ۳۳۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۸ - بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ — چاندی کی بیع چاندی کے عوض

۲۱۷۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمِّي قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ' عَنْ عَمِّهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ' فَقَالَ يَا اَبَا سَعِيدٍ مَا هٰذَا الَّذِي تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ اَبُو سَعِيدٍ فِي الصَّرْفِ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَلذَّهَبُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں میرے چچا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے زہری نے حدیث بیان کی از عم خود' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت ابوسعید نے اس کی مثل حدیث بیان کی از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' پس ان سے حضرت عبداللہ بن عمر نے ملاقات کی' سو ان سے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کیسی حدیث بیان کرتے ہیں؟ حضرت ابوسعید نے کہا: صرف میں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سونے کی بیع سونے

بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلًا بِمِثْلٍ.

کے عوض برابر برابر ہو اور چاندی کی بیع چاندی کے عوض برابر برابر ہو۔

[اطراف الحدیث: ۲۱۷۷-۲۱۷۸]

(صحیح مسلم: ۱۵۸۴، الرقم المسلسل: ۳۹۴۵، سنن ترمذی: ۱۲۴۱، سنن نسائی: ۴۵۷۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۵۶۴، شرح مشکل الآثار: ۶۱۰۱، المعجم الاوسط: ۱۶۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۰۰۶- ج ۱۷ ص ۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبیداللہ بن سعد (۲) ان کے چچا یعقوب بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف (۳) محمد بن عبداللہ بن مسلم (۴) ان کے چچا محمد بن مسلم الزہری (۵) سالم بن عبداللہ بن عمر (۶) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (۷) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۲۰)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: چاندی کی بیع چاندی کے عوض برابر برابر ہو۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۳۹۴۳- ج ۴ ص ۳۲۹ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے عنوانات کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

۲۱۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کو سونے کے عوض نہ فروخت کرو مگر برابر برابر اور کسی عوض کو دوسرے سے کم نہ کرو اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور کسی عوض کو دوسرے سے کم نہ کرو اور غائب کو نقد کے عوض فروخت نہ کرو۔

صحیح البخاری: ۲۱۷۶ میں اس حدیث کی شرح کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

۷۹ - بَابُ بَيْعِ الدِّيْنَارِ بِالدِّيْنَارِ نَسَاءً

دینار کی دینار کے عوض ادھار بیع

۲۱۷۸، ۲۱۷۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ اَبَا صَالِحٍ الزَّيَّاتَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَلدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ، وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ، فَقُلْتُ لَهُ فَاِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُوْلُهُ! فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ سَاَلْتُهُ فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ كُلَّ ذٰلِكَ لَا اَقُوْلُ، وَاَنْتُمْ اَعْلَمُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّيْ، وَلٰكِنَّنِيْ اَخْبَرَنِيْ اُسَامَةُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی کہ ابوصالح الزیات نے انہیں خبر دی، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ دینار کی بیع دینار کے عوض اور درہم کی بیع درہم کے عوض (برابر برابر ہو) ابوصالح نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید سے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اس طرح نہیں کہتے، حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس سے اس کے متعلق پوچھا تھا (کہ آپ جو دینار کی دینار کے عوض بیع کو کمی اور بیشی کے ساتھ جائز کہتے ہیں) تو آیا آپ نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ.

(صحیح مسلم: ١٥٩٦، الرقم المسلسل: ٣٩٧٩، سنن ترمذی: ٤٥٨١، سنن ابن ماجہ: ٢٢٥٧، المعجم الکبیر: ٤٥٠، مسند البزار: ٢٥٦١، شرح السنۃ: ٢٣، صحیح ابن حبان: ٥٠٢٣، مسند احمد ج ٥ ص ٢٠٠ طبع قدیم، مسند احمد: ٢١٧٤٣، ج ٣٦ ص ٧٠، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا یا آپ نے اس کو کتاب اللہ میں پڑھا تھا؟ انہوں نے کہا: میں ان میں سے کسی بات کا دعویٰ نہیں کرتا! اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، لیکن مجھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سود صرف ادھار بیع میں ہے۔

حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس کا ہم جنس چیزوں کی اضافہ کے ساتھ بیع کے جواز کے متعلق مناظرہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جو یہ حدیث روایت کی ہے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے، اس کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے، متقدمین میں سے بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض کمی بیشی کے ساتھ بیع جائز ہے جب وہ نقد بہ نقد ہو، اس کو سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو بیع نقد بہ نقد ہو، اس میں بالکل ربٰو نہیں ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے اور عکرمہ اور شریح کا بھی یہی قول ہے۔

انہوں نے حضرت اسامہ بن زید کی اس ظاہر حدیث سے استدلال کیا ہے اور ان کے بعد کے علماء کی ایک جماعت نے اس تاویل کی مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ اس حدیث کے معارض حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے اور چاندی کی نقد بیع میں کمی اور بیشی کو حرام قرار دیا ہے۔

طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابومجلز سے دینار اور درہم کی بیع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی عمر کے بڑے حصہ تک یہ کہتے رہے تھے کہ اضافہ کے ساتھ نقد بیع میں کوئی حرج نہیں ہے، اور وہ کہتے تھے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے، پھر ان سے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: اے ابن عباس! کیا آپ اللہ سے نہیں ڈرتے! آپ کب تک لوگوں کو سود کھلاتے رہیں گے! میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سونے کی بیع سونے کے عوض اور چاندی کی بیع چاندی کے عوض اور کھجور کی بیع کھجور کے عوض اور گندم کی بیع گندم کے عوض اور جَو کی بیع جَو کے عوض نقد بہ نقد ہو اور برابر برابر ہو، پس جو بیع اضافہ کے ساتھ ہو، وہ سود ہے۔

حضرت اسامہ کی حدیث کا محمل

یہ سنت ثابتہ ہے اور اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور وہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے، بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ایک سائل کے جواب میں تھا، اس نے پوچھا تھا: آیا سونے اور چاندی کی بیع میں یا گندم اور کھجور کی بیع میں بھی سود ہے حالانکہ یہ دو مختلف جنسیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: سود صرف ادھار بیع میں ہے، پس حضرت اسامہ نے آپ کا جواب سنا اور سائل کا سوال نہیں سنا اور انہوں نے جو کچھ سنا، اس کو نقل کر دیا۔

علامہ طبری نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب فروخت شدہ چیز کی جنسیں مختلف ہوں تو سود صرف ادھار میں ہے اور جب اس کی جنسیں متفق ہوں تو صرف برابر برابر بیع جائز ہے اور کمی بیشی کے ساتھ سود ہے۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عالم، عالم کے ساتھ مناظرہ اور بحث کرتا ہے اور اس کو اختلاف سے اجماع کی طرف لوٹاتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٥٨، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

Marfat.com

ایک جنس کی چیزوں میں اضافہ کے ساتھ بیع کے جواز سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے رجوع کے متعلق احادیث

ابوالزبیر مکی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید الساعدی سے سنا اور اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک دینار کی بیع دو دیناروں کے ساتھ جائز ہے' پس حضرت ابوسعید ساعدی نے ان کو سختی کے ساتھ منع کیا تو حضرت ابن عباس نے کہا: میرا کسی شخص کے متعلق یہ گمان نہیں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری قرابت کو جانتا ہو' وہ میرے ساتھ اس قدر سختی کے ساتھ بات کرے گا' تب حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دینار کی بیع دینار کے عوض اور درہم کی بیع درہم کے عوض اور ایک صاع گندم کی بیع ایک صاع گندم کے عوض اور ایک صاع جو کی بیع ایک صاع جو کے عوض اور ایک صاع نمک کی بیع ایک صاع نمک کے عوض ہو اور ان میں بالکل اضافہ نہ ہو' حضرت ابن عباس نے کہا: اضافہ کے ساتھ بیع کو میں پہلے جائز کہتا تھا اور میں نے اس کے متعلق کچھ نہیں سنا۔

(المستدرک ۲۲۴۰' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۷ھ' سنن ترمذی: ۱۲۴۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۸)

عبیداللہ العدوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابومجلز سے درہم اور دینار کی بیع کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی عمر کے ایک بڑے حصہ تک اضافہ کے ساتھ نقد بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے' پھر ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اور ان سے کہا: اے ابن عباس! کیا آپ اللہ سے نہیں ڈرتے! آپ کب تک لوگوں کو سود کھلاتے رہیں گے! کیا آپ کو یہ حدیث نہیں پہنچی کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں عجوہ کھجوریں کھانا چاہتا ہوں' تو انہوں نے ایک انصاری کے ہاتھ دو صاع کھجوریں بھیجیں' وہ ان دو صاع کھجوروں کے عوض ایک صاع عجوہ کھجوریں لے آیا' حضرت ام سلمہ نے وہ کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیں' جب آپ نے وہ کھجوریں دیکھیں تو آپ کو اچھی لگیں' آپ نے ایک کھجور اٹھائی' پھر رک گئے' آپ نے پوچھا: یہ تمہارے پاس کیسے آئیں؟ تو حضرت ام سلمہ نے بتایا: میں نے دو صاع کھجوریں ایک انصاری کے ہاتھ بھیجی تھیں' وہ ان کے عوض ایک صاع عجوہ کھجوریں لے آیا اور یہ وہ کھجوریں ہیں' آپ نے اپنے سامنے سے وہ کھجوریں پھینک دیں اور فرمایا: مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے' ان کو واپس کر دو' کھجور کھجور کے عوض' اور گندم گندم کے عوض اور جو جو کے عوض اور سونا سونے کے عوض اور چاندی' چاندی کے عوض نقد بیع ہو اور برابر برابر' اور جس نے اضافہ کے ساتھ بیع کی وہ سود ہے' پھر فرمایا: اسی طرح وہ چیزیں جو ناپ کے ساتھ اور وزن کے ساتھ فروخت ہوتی ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اے ابوسعید! اللہ آپ کو جزاء میں جنت عطا فرمائے! آپ نے مجھے وہ حدیث یاد دلا دی جس کو میں بھول چکا تھا' میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں' اس کے بعد حضرت ابن عباس اضافہ کے ساتھ بیع کو شدت سے منع کرتے تھے۔

(المستدرک ۲۲۴۸' اس حدیث کی سند صحیح ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' تاہم دوسری کتب حدیث میں یہ روایت مذکور ہے' سنن ترمذی: ۱۲۴۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۸' صحیح ابن حبان: ۴۶۹۷)

حضرت اسامہ اور حضرت ابوسعید کی حدیثوں میں حافظ عینی اور حافظ عسقلانی کی تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے اور حضرت اسامہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کی تطبیق میں علماء کے حسب ذیل مختلف اقوال ہیں:

Marfat.com

(۱) جن دوسری احادیث سے ایک درہم کی بیع دو درہموں کے ساتھ ممنوع ہے ان سے حضرت اسامہ کی حدیث منسوخ ہے۔

(۲) حضرت اسامہ نے جو کہا ہے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے اس کا معنی ہے: جس سود کی بہت شدید تحریم ہے اور جس پر بہت شدید عذاب کی وعید ہے وہ صرف ادھار بیع میں ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ شہر میں صرف زید عالم ہے حالانکہ شہر میں اور بھی علماء ہیں لیکن اس قول کا مقصد یہ ہے کہ شہر میں بڑا اور مشہور عالم صرف زید ہے۔

(۳) حضرت اسامہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے اس سے حضرت ابن عباس نے بہ طریق مفہوم مخالف یہ معنی نکالا کہ اضافہ کے ساتھ ایک جنس کی چیزوں میں سود نہیں ہے اور حضرت ابو سعید کی حدیث کا منطوقِ صریح یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں اضافہ کے ساتھ بیع حرام ہے اور منطوق صریح کو مفہوم مخالف پر مقدم کیا جاتا ہے۔

(۴) اضافہ کے ساتھ سود حرام ظنی ہے کیونکہ اضافہ کے ساتھ حرمت کی علت میں مجتہدین کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اتحاد قدر اور جنس حرمت کی علت ہے امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک طعم اور ثمنیت حرمت کی علت ہے اور امام مالک کے نزدیک کھانے پینے کی جو چیزیں غذا بن سکیں اور جن چیزوں کو ذخیرہ کیا جا سکے وہ حرمت کی علت ہیں اور ادھار بیع میں سود حرام قطعی ہے نیز اول الذکر کو ربوٰ الحدیث کہا جاتا ہے (حدیث میں صرف چھ چیزوں کی اضافہ کے ساتھ بیع کو حرام فرمایا ہے اور باقی چیزوں میں قیاس کے ساتھ بیع کو حرام قرار دیا گیا ہے) اور ثانی الذکر کو ربوٰ القرآن کہا جاتا ہے۔

ربوٰ القرآن کے متعلق یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَO فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مؤمن ہو تو (زمانہ جاہلیت کا) باقی ماندہ سود چھوڑ دوO اور اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

(البقرہ: ۲۷۹-۲۷۸)

(۵) حضرت اسامہ کی حدیث مجمل ہے یعنی جب دو چیزیں مختلف انواع کی ہوں تو ان میں صرف ادھار بیع حرام ہے اور حضرت ابو سعید کی حدیث مفصل ہے یعنی جب دو چیزیں متحد الجنس ہوں تو ان کی بیع میں اضافہ اور ادھار دونوں حرام ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۲۳ 'موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی یہی جوابات ذکر کیے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۰ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۷۶۔ ج ۴ ص ۳۴۳ پر مذکور ہے اور اس کی شرح ج ۴ ص ۴۰۹۔۴۰۷ پر مذکور ہے' اس کے عنوان یہ ہیں: ① حضرت ابن عباس کا ربوٰ الفضل کے جواز سے رجوع ② حضرت اسامہ کی روایت: سود صرف ادھار میں ہے' کی وضاحت ③ اجناس مختلفہ میں اتحاد قدر کے باوجود ادھار بیع کیوں جائز ہے؟

۸۰ - بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيْئَةً

چاندی کی سونے کے ساتھ ادھار بیع

۲۱۸۱'۲۱۸۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْمِنْهَالِ قَالَ سَاَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ' عَنِ الصَّرْفِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابوالمنہال سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب

Marfat.com

فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَقُولُ هٰذَا خَيْرٌ مِنِّي، فَكِلَاهُمَا يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا.

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے صَرف (سونے اور چاندی کی بیع) کے متعلق سوال کیا تو ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں' پھر ان دونوں نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کی ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۲۰۶۰' اور ۲۰۶۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۱ - بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ

سونے کی چاندی کے ساتھ نقد بہ نقد بیع کی جائے

۲۱۸۲ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ. وَأَمَرَنَا أَنْ نَبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا، وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد بن العوام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی اسحٰق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی چاندی کے ساتھ اور سونے کی سونے کے ساتھ بیع سے منع فرمایا مگر یہ کہ وہ برابر برابر ہو اور ہمیں حکم دیا کہ ہم سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہیں خریدلیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۷۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۸۲ - بَابُ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ، وَهِيَ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ، وَبَيْعُ الْعَرَايَا

بیع المزابنہ' یہ خشک کھجوروں کی درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کے ساتھ بیع ہے اور کشمش کی انگوروں کے ساتھ بیع ہے اور بیع العرایا

قَالَ أَنَسٌ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا۔

اس تعلیق کے موافق موصول اور مفصل حدیث' صحیح البخاری: ۲۲۰۷ میں آرہی ہے۔

مزابنہ کا معنی ہے: درخت سے کٹی ہوئی خشک کھجوروں اور کشمش کو درخت اور بیل میں لگی ہوئی کھجوروں اور انگوروں کے عوض اندازہ سے فروخت کرنا' اور محاقلہ کا معنی ہے: کھیت میں لگے ہوئے گندم کے خوشوں میں گندم کو خشک گندم کے عوض اندازہ سے فروخت کرنا۔

۲۱۸۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درخت میں لگے ہوئے پھلوں کو فروخت نہ کرو حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر

بِالتَّمْرِ. ہو جائے اور درخت میں لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض فروخت نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۶ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں۔

درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کے جواز میں مذاہبِ فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو ان کی پختگی کے ظہور سے پہلے اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ان پھلوں کو درخت سے کاٹ لے گا تو یہ بیع بالاجماع صحیح ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر بائع نے کاٹنے کی شرط رکھی اور خریدار نے پھل نہیں کاٹے تب بھی یہ بیع صحیح ہے اور بائع پر لازم ہے کہ وہ پھلوں کو درخت سے کاٹ دے اور اگر خریدار اور بائع دونوں پھلوں کو درخت پر برقرار رکھنے پر راضی ہوں تب بھی جائز ہے' اور اگر اس نے پھلوں کو درخت پر برقرار رکھنے کی شرط کے ساتھ فروخت کیا تو یہ بیع بالاجماع باطل ہے کیونکہ بعض اوقات پھل پکنے سے پہلے آندھی یا اولوں سے تلف ہو جاتے ہیں' اس سے لازم آئے گا کہ بائع اپنے بھائی کا مال بلاعوض کھائے' لیکن جب اس نے درخت سے پھلوں کو کاٹنے کی شرط لگا دی تو اس ضرر کی نفی ہو گئی اور اگر اس نے درخت سے پھلوں کو کاٹنے کی شرط کے بغیر پھلوں کو فروخت کیا تو ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ درخت سے پھلوں کو کاٹنے کی شرط لگانا واجب ہے' علامہ نووی کی عبارت ختم ہوئی۔

میں کہتا ہوں کہ ثوری' ابن ابی لیلیٰ' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب تک درخت پر لگے ہوئے پھل سرخ یا زرد نہ ہو جائیں' اس وقت تک ان کی بیع جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ جب درخت پر لگے ہوئے پھلوں کا پختہ ہونا ظاہر ہو جائے تو ان کی بیع جائز ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا' جس کے پھلوں میں پیوندکاری کی ہوئی تھی تو اس کے پھل بائع کے لیے ہیں سوا اس کے کہ خریدار ان کو لینے کی شرط لگا لے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۰۴' صحیح مسلم: ۱۵۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۴۳۴' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۰' مسند احمد ج ۳ ص ۶۱)

امام ترمذی نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے:

جس نے ایسا غلام خریدا جس کے پاس مال تھا تو وہ مال بائع کے لیے ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۴۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر بعض اہل علم کا عمل ہے اور امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۸۲)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع جائز ہے کیونکہ جو چیز شرط کے ساتھ مبیع میں داخل ہو' اس کی تنہا بیع جائز ہے اور جو چیز بغیر شرط کے مبیع میں داخل نہ ہو' اس کی تنہا بیع جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

باغات کا مروجہ بیع پر اشکال

اس حدیث میں پکنے سے پہلے درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کو ناجائز فرمایا ہے جب کہ ہمارے دور میں پھلوں کی بیع اسی طرح ہوتی ہے ابھی درختوں پر صرف بور لگا ہوتا ہے اور بعض اوقات بور بھی نہیں لگا ہوتا یا درختوں پر پھل ابھی کچے اور چھوٹے ہوتے ہیں اور باغات میں ان کی بیع کر دی جاتی ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۹۱۔۱۸۷ میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع کا شرعی حکم ② پھلوں کے ظہور سے پہلے بیع کا حل ③ باغ کے پھلوں کی مروجہ بیع میں پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھنے کا حل۔

تاہم نعمۃ الباری کے قارئین کے لیے اس بحث کا ضروری حصہ ہم یہاں پر بھی نقل کر رہے ہیں کیوں کہ یہ بحث ہماری شرح کے خصائص میں سے ہے اور قارئین کو یہ بحث شاید کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

فقہاء کی طرف سے اس اشکال کا حل

باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع کو شریعت کے مطابق کرنے کے لیے فقہاء کرام نے متعدد حل پیش کیے ہیں:

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

ایک حل یہ ہے کہ خریدار باغ کی زمین کو مدتِ معینہ کے لیے کرائے پر لے لے تو یہ جائز ہے۔

دوسرا حل یہ ہے کہ اگر بعض پھلوں کے بور کا ظہور ہو گیا ہے اور بعض کا یا اکثر کے بور کا ظہور نہیں ہوا تو جن کا ظہور ہو گیا ہے ان کو اصل قرار دیا جائے اور جن کا ظہور نہیں ہوا' ان کو تابع قرار دیا جائے' یہ امام مالک' امام محمد بن حسن شیبانی' علامہ حلوانی اور بعض دیگر فقہاء سے منقول ہے اگر چہ یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے۔

تیسرا حل یہ ہے کہ درختوں پر جس قدر بھی بور یا پھل ہوں' ان کو خریدار خرید لے اور اس کے بعد فصل تک جس قدر بھی پھل آئیں' ان سب کو باغ کا مالک خریدار پر حلال کر دے' اس طریقہ سے دونوں کا مقصود پورا ہو جائے گا۔

(المبسوط ج ۱۲ ص ۱۹۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ' اور علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ نے بھی اس مؤخر حل کا ذکر کیا ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۴۹۲' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر' البحر الرائق ج ۵ ص ۳۰۱' مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

یہ تین حل اس صورت میں ہیں' جب باغ کے درختوں میں سے کسی ایک پر کم از کم بور لگ گیا ہو' لیکن ہمارے ہاں عموماً اس وقت باغ کے پھلوں کی بیع ہوتی ہے جب باغ کے کسی ایک درخت پر بھی بور تک نہیں ہوتا یا چند درختوں پر بور آیا ہوا ہوتا ہے' اس صورت میں علامہ شامی نے یہ حل پیش کیا ہے کہ اس بیع کو' بیع سلم قرار دیا جائے۔

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں پھل بہت زیادہ ہیں اور چونکہ لوگوں پر جہالت کا غلبہ ہے' اس لیے شرعی حل پر ان سے عمل کرانا (مثلاً زمین کرایہ پر لینا) ناممکن ہے' ہرچند کہ انفرادی طور پر بعض لوگوں سے اس پر عمل کرانا ممکن ہے' لیکن دنیا کے تمام لوگوں سے اس پر عمل کرانا' ناممکن ہے' اور لوگوں سے ان کی عادات چھڑانے میں بہت حرج ہے' اور اس صورت میں جن شہروں میں صرف اس طرح پھلوں کی بیع ہوتی ہے' اس سے یہ لازم آئے گا کہ پھلوں کا کھانا حرام ہو' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع سلم کی رخصت ضرورت کی بناء پر دی ہے'

Marfat.com

حالانکہ وہ بیع المعدوم ہے پس چونکہ یہاں بھی ضرورت متحقق ہے اس لیے اس بیع کا بیع سلم کے ساتھ دلالت کے طریقہ سے لاحق کرنا ممکن ہے پس یہ بیع اس حدیث کے مخالف نہیں ہے کہ "لا یبیع احد ما لیس عندہ" کوئی شخص وہ چیز فروخت نہ کرے جو اس کے پاس نہیں ہے۔ اس لیے اس بیع کو استحساناً جائز کیا ہے کیونکہ قیاس ظاہر کا تقاضا عدم جواز ہے۔

(ردالمحتار ج ۴ ص ۵۳ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

شیخ تقی عثمانی کا علامہ شامی کے پیش کردہ حل پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

شیخ تقی عثمانی علامہ شامی کے اس پیش کردہ حل پر یہ اعتراض کرتے ہیں:

بعض حضرات نے اس کو سَلَم کے ذریعہ جائز کرنے کی کوشش کی ہے کہ بیع سلم کرلو لیکن یاد رکھئے کہ سَلَم کسی خاص درخت یا باغ میں نہیں ہوسکتی۔ سَلَم میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ آپ مجھے دو مہینہ یا چھ مہینہ کے بعد ایک من گندم دیں گے یا ایک ٹن کھجور دیں گے وہ کھجوریں یا گندم کہیں سے بھی ہوں لیکن اگر کہا جائے کہ اس باغ کا پھل دیں گے یا اس باغ کے اس درخت کا پھل دیں گے تو یہ سَلَم نہیں ہوسکتی کیونکہ کیا پتا کہ اس باغ میں پھل آتا ہے کہ نہیں آتا' کیا پتا اس خاص درخت پر پھل آتا ہے یا نہیں آتا' لہٰذا اس میں غرر ہے اس لیے یہ جائز نہیں اور سَلَم کی دوسری شرائط بھی مفقود ہیں' اجل کا تعین کرنا مشکل ہے' اس میں مقدار کا تعین کرنا مشکل ہے' کتنا پھل آئے گا کچھ پتا نہیں تو اس میں سَلَم کی شرائط نہیں پائی جا رہی ہیں' اس لیے سَلَم نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا خلاصہ یہ ہے کہ ظہور سے پہلے جواز کی کوئی صورت نہیں' البتہ اگر تھوڑا سا بھی ظہور ہوگیا تو پھر بیع ہوسکتی ہے اور اس میں شرط الترک بھی جائز ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۳۰۷' مکتبۃ الحراء کراچی)

میں کہتا ہوں کہ باغوں میں بور لگنے سے پہلے عام قواعد شرعیہ کے مطابق بیع ناجائز ہے اور اس سے لازم آئے گا کہ لوگوں کا پھل کھانا حرام ہو' علامہ شامی نے لوگوں کو اس حرام کھانے سے بچایا ہے اور ضرورت کی بناء پر اس بیع کو بیع سلم پر محمول کیا ہے' اور شیخ تقی عثمانی نے جو کہا ہے کہ اس بیع میں سَلَم کی شرائط نہیں پائی جاتیں' یہ وہ شرائط ہیں جو معمول کے مطابق حالات میں لگائی جاتی ہیں' شیخ تقی عثمانی نے اس پر غور نہیں کیا کہ علامہ شامی نے غیر معمولی حالات میں لوگوں کو حرام سے بچانے کے لیے اس بیع کو سلم پر محمول کیا ہے' علامہ شامی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ حقیقۃً بیع سلم ہے بلکہ اس کو ضرورت کی وجہ سے بیع سلم کے ساتھ لاحق کیا ہے تاکہ یہ بیع قواعد شرعیہ کے مطابق ہو جائے' اور اللہ تعالیٰ نے دین میں آسانی رکھی ہے' تنگی نہیں رکھی' اللہ تعالیٰ ہمارے فقہاء پر رحمتیں نازل فرمائے' جنہوں نے امت مسلمہ کے لیے دین میں آسانیاں مہیا کیں۔

اشکال مذکور اور اس کے حل کا خلاصہ

تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ پھل خریدنے کے بعد ان کا درخت سے اُتارنا واجب ہے اور اگر خریدار یہ شرط لگائے کہ وہ پکنے تک پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھے گا تو اس کی یہ شرط باطل ہے کیونکہ یہ سودا اور سودا ہے جس کی حدیث میں ممانعت ہے یا اس وجہ سے ممنوع ہے کہ بیع میں ایسی شرط لگائی گئی ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے۔ (طبرانی)
باغ کے پھلوں کی بیع میں ایک خاص وقت تک پھل درخت پر رہنے دیئے جاتے ہیں' لہٰذا اس وجہ سے بھی اس بیع میں اشکال پیدا ہوگیا۔

اس اشکال کا ایک حل یہ ہے کہ بیع بغیر شرط ترک کے کی جائے اور پھر اگر بائع پھلوں کو درخت پر رہنے دینے کی اجازت دے دے تو جائز ہے اور چونکہ عرف یہ ہے کہ بیع میں یہ شرط نہیں لگائی جاتی اور ایک مدتِ معینہ تک پھلوں کے درختوں پر برقرار رہنے پر بائع

Marfat.com

کو اعتراض نہیں ہوتا' اس لیے یہاں حکماً بائع کی اجازت حاصل ہے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی فرماتے ہیں:

ولو اشتراها مطلقًا وتركها باذن البائع طاب له الفضل. (ہدایہ اخیرین ص ۲۷ ملتان) اگر خریدار نے پھلوں کی مطلقاً بیع کی اور بائع کی اجازت سے ان کو درختوں پر چھوڑ دیا تو اس سے جو زائد پھلوں کی پیداوار ہوگی وہ خریدار کے لیے حلال وطیب ہے۔

اس اشکال کا دوسرا حل یہ ہے کہ درختوں پر پھلوں کے باقی رکھنے کے عدم جواز کا سوال اس وقت پیدا ہوگا' جب بیع کے وقت درختوں پر پھل یا پھلوں کا بور موجود ہو اور ان کی بیع پہلے مذکور دو طریقوں سے کی جائے' لیکن اگر بیع کے وقت بور یا کوئی چیز موجود نہ ہو اور مروّجہ بیع ایسے ہی ہوتی ہے تو یہ علامہ شامی کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق بیع سلم ہے جو ضرورت کی وجہ سے جائز ہے اور اس پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ جب مروّجہ طریقہ کے مطابق بیع جائز قرار پائی تو رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد: "ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کو مت فروخت کرو" کا کیا محمل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا اطلاق مواضع ضرورت کے ماسوا مواقع پر ہوگا اور مواضع ضرورت' ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں دوسری حدیث سے تعارض ہے اور وہ ہے: "لا تبع ما ليس عندك" وہ چیز فروخت نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۳۲' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳' سنن نسائی: ۴۶۲۴' سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۷) اور معدوم کی بیع مواضع ضرورت کے ماسوا میں ناجائز ہے اور جس طرح بیع سلم ضرورت کی بناء پر جائز ہے' اسی طرح پھلوں کی مروجہ بیع بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے فقہاء پر رحمتیں نازل فرمائے' انہوں نے ایسی جزئیات بیان کردی ہیں جن سے مروجہ بیع جائز ہوگئی اور بازار میں بکنے والے پھلوں کا کھانا جائز ہوگیا ورنہ کسی شخص کے لیے بازار سے پھل خرید کر کھانا جائز نہ ہوتا۔ وللہ الحمد

مصنف کے نزدیک اشکالِ مذکور کا حل

یہ متقدمین فقہاء کے جوابات ہیں' میرے نزدیک اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو پکنے سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ قدرتی آفات کی وجہ سے خریدار کا نقصان نہ ہو کیونکہ اگر تیز آندھی یا ژالہ باری سے کچے پھل گر گئے تو خریدار کا نقصان ہوگا' اس زمانہ میں آبادیاں کم تھیں اور چھوٹے چھوٹے باغات تھے اور پھل پکنے کے بعد درخت سے اتار لینے میں کوئی حرج نہیں تھا اور کچے پھل فروخت کرنے میں خریدار کے نقصان کا خطرہ تھا' اب حالات برعکس ہیں' اب آبادیاں بڑھ گئی ہیں اور میلوں لمبے باغات ہوتے ہیں اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھلوں کو پیٹیوں میں پیک کر کے روانہ کیا جاتا ہے' مثلاً ملتان کا آم' کراچی اور سرحدی علاقوں میں بھیجا جاتا ہے' بلکہ عرب امارات اور یورپی ممالک میں بھی بھیجا جاتا ہے' اسی طرح دیگر پھل بھی بھیجے جاتے ہیں' اگر پھل پکنے کے بعد بھیجے جائیں تو مطلوبہ مقام تک پہنچنے سے پہلے ہی پھل گل سڑ کر خراب ہوجائیں گے اور اس میں خریدار کا بہت بھاری نقصان ہوگا اور رسول اللہ ﷺ نے جو پکنے سے پہلے پھل فروخت کرنے سے منع فرمایا تھا' اس سے آپ کا منشاء خریدار کو نقصان سے بچانا تھا اور پہلے زمانہ میں کچے پھل فروخت کرنے سے خریدار کا نقصان تھا' اور اس زمانہ میں پکے پھل فروخت کرنے میں خریدار کو نقصان ہے اور آپ کا منشاء خریدار کو نقصان سے بچانا ہے' سو اس زمانہ میں بڑے پیمانہ پر تجارتی مقاصد کے حصول کے لیے درخت سے کچے پھل اتار کر پیک کرنے میں بھی آپ کے ارشاد پر ہی عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۱۸۴ - قَالَ سَالِمٌ وَّاَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ' عَنْ زَيْدِ بْنِ سالم نے کہا: اور مجھے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی از

Marfat.com

ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ اَوْ بِالتَّمْرِ، وَلَمْ يُرَخِّصْ فِيْ غَيْرِهٖ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس ممانعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تازہ (درخت پر لگی ہوئی) کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض بیع العریۃ میں اجازت دی اور اس کے علاوہ میں اجازت نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۷۳ میں گزر چکی ہے' وہاں بیع العریہ کی تعریف اور اس میں مذاہب بیان کر دیئے ہیں اور اس پر مزید بحث ان شاء اللہ' صحیح البخاری: ۲۱۹۱-۲۲۹۰-۲۱۸۹ کی شرح میں آئے گی۔

۲۱۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ. وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيْبِ كَيْلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا اور مزابنہ کی تعریف ہے: درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض ناپ کر فروخت کرنا اور انگوروں کو کشمش کے عوض ناپ کر فروخت کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ، مَوْلٰى ابْنِ اَبِيْ اَحْمَدَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ. وَالْمُزَابَنَةُ اِشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ فِيْ رُءُوْسِ النَّخْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از داود بن الحصین از ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا اور مزابنہ کی تعریف یہ ہے کہ کھجور کے درختوں کے سروں پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض خریدا جائے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۴۶' الرقم المسلسل: ۳۸۲۵' سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۵)

مزابنہ کی تفسیر حدیث میں مذکور ہے اور محاقلہ کی تعریف ہے: کھیت میں لگی ہوئی گندم کی خشک گندم کے عوض بیع کرنا۔

۲۱۸۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از شیبانی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

محاقلہ اور مزابنہ کی تعریف اس سے پہلی حدیث اور اس کی شرح میں کی جا چکی ہے۔

۲۱۸۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہ

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ اَنْ يَّبِيْعَهَا بِخَرْصِهَا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب عریہ کو اندازہ سے خریدنے کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

مراد یہ ہے کہ جس شخص نے کسی آدمی کو اپنے باغ سے ایک کھجور کا درخت اس لیے دیا ہو کہ وہ اس سے کھجوریں توڑ کر کھالیا کرے اور بعد میں جب اس شخص کو خود اس درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی ضرورت ہو تو وہ اس آدمی کو درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کا اندازہ کر کے اس کے عوض اس کو اتنی خشک کھجوریں دے کر اس سے اس کی مقدار درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں لے لے' ہر چند کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی خشک کھجوروں کی اندازہ کے ساتھ بیع سے آپ نے منع فرمایا ہے' لیکن یہ صرف صورۃً بیع ہے حقیقۃً بیع نہیں ہے کیونکہ یہ کھجوریں اسی شخص کی ہیں جو اس نے اس آدمی کو توڑ کر کھانے کے لیے عاریۃً دی تھیں۔ اس کو ''عَرِیَّۃ'' کہتے ہیں اور درحقیقت یہ اس شخص کا اس آدمی کے لیے عطیہ ہے۔

٨٣ - بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ عَلٰى رُؤُوْسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

کھجور کے درختوں کے سروں پر لگی ہوئی کھجوروں کو سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنا

اس باب کے عنوان میں درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے کا ذکر کیا ہے کیونکہ عام طور پر درہم اور دینار سے چیزوں کو خریدا جاتا ہے اور وہ سونے اور چاندی کے ہوتے ہیں۔

٢١٨٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ' قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ' عَنْ عَطَاءٍ' وَاَبِي الزُّبَيْرِ' عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَطِيْبَ' وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِّنْهُ اِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ' اِلَّا الْعَرَايَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از عطاء و ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ پک جائیں اور ان میں سے کوئی چیز دینار اور درہم کے بغیر فروخت نہ کی جائے سوائے بیع عرایا کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

بیع العرایا کا معنی اور درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے: ان میں سے کوئی چیز دینار اور درہم کے بغیر فروخت نہ کی جائے سوائے بیع عرایا کے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا اندازہ کر کے ان کو خشک کھجوروں کے عوض فروخت کیا جائے تو اس کو بیع عرایا کہتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے اور ایسی دیگر احادیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع اس وقت تک جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ پھل سرخ یا زرد ہو جائیں اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی پختگی ظاہر ہو جائے تو پھر ان کو فروخت کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن المنذر فرماتے ہیں: احناف نے کہا ہے کہ جس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے' اس حدیث سے بیع العرایا منسوخ ہو گئی اور ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ جس صحابی نے درخت

Marfat.com

پر لگے ہوئے پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض ممانعت کی حدیث کو روایت کیا ہے اسی نے بیع العرایا کی رخصت کو بھی روایت کیا ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ ابن المنذر کا یہ قول خود مردود ہے کیونکہ فقہاء احناف کی طرف سے یہ نقل صحیح نہیں ہے فقہاء احناف بیع العرایا کے جواز کے قائل ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ عریہ درحقیقت عطیہ ہے اور اس پر بیع کا اطلاق صورۃً کیا جاتا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۱۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا، وَسَأَلَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ أَحَدَّثَكَ دَاوُدُ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ؟ قَالَ نَعَمْ. [طرف الحدیث: ۲۳۸۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا اور ان سے عبیداللہ بن الربیع نے سوال کیا کہ کیا آپ کو داؤد نے یہ حدیث بیان کی ہے از ابوسفیان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ وسق میں یا پانچ وسق سے کم میں بیع العرایا کی رخصت دی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۱۵۴۱ الرقم المسلسل: ۳۷۸۳ سنن ابوداؤد: ۳۳۶۳ سنن ترمذی: ۱۳۰۲-۱۳۰۱ سنن نسائی: ۴۵۴۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب ابومحمد الحجبی (۲) امام مالک بن انس (۳) عبیداللہ بن الربیع الربیع خلیفہ ابوجعفر منصور کے دربان تھے اور خلیفہ ہارون الرشید کے وزیر الفضل کے والد تھے (۴) داؤد بن الحصین (۵) ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔
(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۳۲)

پانچ وسق کی مقدار

اس حدیث میں پانچ وسق کا ذکر ہے ایک وسق ۶۰ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع ۴ کلوگرام کے برابر ہے اس حساب سے ایک وسق ۲۴۰ کلوگرام اور ۶ من کا ہوتا ہے۔

بیع عرایا میں پانچ وسق کی تعیین میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ بیع عرایا صرف پانچ وسق سے کم میں جائز ہے امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے اور امام مالک اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ پانچ وسق میں بھی بیع عرایا جائز ہے اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ پانچ وسق سے زیادہ میں بیع عرایا جائز نہیں ہے اور یہ کہ جن کھجوروں کے عوض وہ درخت کی تازہ کھجوریں خرید رہا ہے ان کھجوروں کی مقدار ناپ کے ذریعہ معلوم ہونی چاہیے اور کھجوریں ایک ڈھیر کی صورت میں نہ ہوں جن کی مقدار اندازہ سے متعین کی جائے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

✻ باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۷۸۰- ج ۴ ص ۱۲۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
① عرایا کا لغوی معنی ② عرایا کی تفسیر میں فقہاء کا اختلاف ③ احناف کی بیان کردہ عرایا کی تفسیر پر فقہاء شافعیہ کے اعتراضات کے جوابات ④ تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع میں مذاہب فقہاء ⑤ تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کا مناظرہ ⑥ زید بن عیاش کو مجہول قرار دینے پر اعتراضات ⑦ زید بن عیاش کے معروف ہونے کے جوابات ⑧ زید بن

Marfat.com

عیاش کی روایت کی توجیہ ⑨ یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت پر امام بیہقی کا اعتراض ⑩ امام بیہقی کے اعتراض کا جواب ⑪ یحییٰ بن ابی کثیر کی مزید تائید ⑫ مدار حرمت نسیئہ کو قرار دینے پر ایک اعتراض کا جواب ⑬ حدیث رسول کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں ہے۔

٢١٩١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ بُشَيْرًا قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ اَبِي حَثْمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ اَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا، يَاْكُلُهَا اَهْلُهَا رُطَبًا. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً اُخْرٰى اِلَّا اَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَبِيْعُهَا اَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَاْكُلُوْنَهَا رُطَبًا، قَالَ هُوَ سَوَاءٌ، قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ لِيَحْيٰى وَاَنَا غُلَامٌ اِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُمْ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا! فَقَالَ وَمَا يُدْرِيْ اَهْلُ مَكَّةَ؟ قُلْتُ اِنَّهُمْ يَرْوُوْنَهُ عَنْ جَابِرٍ، فَسَكَتَ. قَالَ سُفْيَانُ اِنَّمَا اَرَدْتُّ اَنَّ جَابِرًا مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ. قِيْلَ لِسُفْيَانَ وَلَيْسَ فِيْهِ نَهْيٌ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ؟ قَالَ لَا. [طرف الحدیث: ۲۳۸۴] (صحیح مسلم: ۱۵۴۰، الرقم المسلسل: ۳۷۷۸، سنن ابوداؤد: ۳۳۶۳، سنن ترمذی: ۱۳۰۳، سنن نسائی: ۴۵۴۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے بشیر سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی خشک کھجوروں (چھواروں) کے عوض بیع سے منع فرمایا اور عریہ کی اجازت دی کہ اس کی اندازہ سے بیع کی جائے اور وہ (عریہ والے) تازہ کھجوریں کھائیں۔ سفیان نے دوسری بار کہا کہ آپ نے بیع عرایا میں گھر والوں کو اجازت دی ہے کہ وہ تازہ کھجوروں کی اندازہ سے بیع کر دیں انہوں نے کہا: یہ برابر ہے۔ سفیان نے کہا: ان دونوں حدیثوں کا معنی واحد ہے سفیان نے بیان کیا کہ میں نے یحییٰ سے کہا: میں اس وقت کم عمر تھا جب اہل مکہ یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع العرایا کی اجازت دی ہے انہوں نے کہا کہ اہل مکہ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ میں نے کہا: وہ لوگ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے تو وہ خاموش ہو گئے سفیان نے کہا: میری اس سے یہ مراد تھی کہ حضرت جابر اہل مدینہ سے ہیں سفیان سے پوچھا گیا: کیا ان کی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے درخت کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ہو جائے انہوں نے کہا: نہیں!

خلاصہ یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید اور اہل مکہ کی روایت میں کچھ اختلاف ہے یحییٰ بن سعید نے عرایا کی رخصت میں اندازہ کرنے کی قید لگائی ہے اور اہل عرایا کے لیے تازہ کھجوریں کھانے کی قید لگائی ہے اور اہل مکہ کی روایت میں یہ قید نہیں ہے اندازہ کے ساتھ بیع کرنے کی قید تو دوسری روایات میں بھی ہے اور تازہ کھجوریں کھانے کی قید اتفاقی ہے۔

عرایا میں فقہاء احناف کا موقف سمجھنے میں علامہ ابن المنذر کا مغالطہ اور عرایا کے شمول میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ فقہاء احناف کا یہ دعویٰ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرما دیا تو بیع العرایا منسوخ ہو گئی اور یہ محال ہے کیونکہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزابنہ کی ممانعت کی حدیث روایت کی ہے اسی نے آپ سے عرایا کی رخصت کی روایت کی ہے۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن المنذر راور علامہ ابن بطال کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک بیع العرایا منسوخ ہے بلکہ ان کے نزدیک بیع العرایا جائز اور معمول ہے اور ہم عنقریب امام طحاوی کے حوالے سے اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا مؤقف بیان کریں گے جس سے حقیقت واضح ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ العزیز

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: امام مالک یہ کہتے ہیں کہ عرایا تمام درختوں میں ہوتا ہے خواہ کھجور کے درخت ہوں یا انگور کی بیل ہو یا انجیر کا درخت ہو یا انار کا درخت ہو یا زیتون کا درخت ہو پس عرایا تمام درختوں میں ہوتا ہے مگر امام مالک یہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے انار یا سیب ایسے درختوں کو عاریۃً دیا تو اس کے لیے ان پھلوں کو اندازہ سے دے کر خریدنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کو اس وقت کاٹ لیا جاتا ہے جب یہ سبز ہوتے ہیں اور ان کو پکنے کے بعد نقد پیسوں سے یا طعام کے عوض خریدا جاتا ہے اور لیث یہ کہتے تھے کہ عرایا صرف کھجور کے درختوں کے ساتھ خاص ہے اور امام شافعی یہ کہتے تھے کہ یہ کھجور اور انار دونوں میں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٦٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

٨٤ - بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا عرایا کی تفسیر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

"عرایا" "عریۃ" کی جمع ہے کسی شخص کو کھجور کے درخت کے پھلوں کا عطیہ دیا جائے نہ کہ اس کے درخت کا تو اس کو "عریۃ" کہتے ہیں عرب میں جب خشک سال ہوتا تو جن کے پاس کھجوروں کے درخت ہوتے تو وہ خوشی سے ان لوگوں کو عاریۃً کھجوریں دیتے جن کے پاس کھجوریں نہیں ہوتی تھیں جیسے بکریوں اور اونٹنیوں کے مالکان لوگوں کو بکریوں اور اونٹنیوں سے دودھ دوہنے کا عطیہ کرتے تھے اور بکریاں اور اونٹنیاں نہیں دیتے تھے۔

"العریۃ" "فعیلۃ" کا وزن ہے اور یہ مفعول یا فاعل کے معنی میں ہے کہتے ہیں: "عری النخل" جب کوئی شخص دوسرے کو کھجور کا درخت عطا کرے تا کہ وہ اس درخت کا پھل کھائے اور وہ درخت عطا کرنے والے کی ملکیت میں باقی رہے یہ اس کا لغوی معنی ہے اور اس کے شرعی معنی میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

مذاہب اربعہ کے مطابق العرایا کی تعریفات

وَقَالَ مَالِكٌ الْعَرِيَّةُ أَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخْلَةَ، ثُمَّ يَتَأَذَّى بِدُخُولِهِ عَلَيْهِ، فَرُخِّصَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ.

اور امام مالک نے کہا: "العریۃ" کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص (اپنے باغ سے) ایک کھجور کا درخت دوسرے شخص کو عاریۃً دے دے پھر اسے اس شخص کا (بار بار اس درخت سے کھجوریں توڑنے کے لیے) آنا ناگوار ہو تو اس شخص کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ سوکھی ہوئی کھجوروں کے عوض اپنا درخت خرید لے۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک "العریۃ" کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص کا کھجوروں کا باغ ہو اور اس باغ کے وسط میں کسی شخص کے ایک یا دو کھجور کے درخت ہوں اور اہل مدینہ کا معمول تھا کہ وہ پھلوں کے موسم میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اپنے باغوں میں منتقل ہو جاتے تو جس کے اس باغ میں ایک یا دو درخت ہوتے وہ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ اس باغ میں منتقل ہو جاتا اور ان کے آنے سے باغ کے مالک کو ضرر ہوتا تو نبی ﷺ نے اس باغ کے مالک کو یہ اجازت دی کہ جس کا اس باغ میں ایک درخت یا دو درخت ہیں

اس کے درخت پر جتنی کھجوریں ہیں' ان کا اندازہ کر کے اس کے مطابق سوکھی ہوئی کھجوریں یا چھوارے دے کر اس سے اس درخت کی کھجوریں خرید لے تا کہ وہ ایک درخت والا اپنے اہل وعیال سمیت اس باغ سے نکل جائے اور اس باغ کی تمام کھجوریں اس باغ کے مالک اور اس کے اہل وعیال کے لیے خالص رہ جائیں اور اس کو اس ضرر سے نجات مل جائے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۹۵-۲۹۴' قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس عبارت کو علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے بھی نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۲۶' دار الکتب العلمیہ' فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۷' دار المعرفہ بیروت)

وَقَالَ ابْنُ اِدْرِيْسَ الْعَرِيَّةُ لَا تَكُوْنُ اِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ' لَا يَكُوْنُ بِالْجِزَافِ. وَمِمَّا يُقَوِّيْهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ بِالْاَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ.

اور امام ابن ادریس شافعی نے یہ کہا ہے کہ "العریۃ" کی شرط یہ ہے کہ وہ کھجوریں ناپ کر دست بہ دست دی جائیں اور کھجوروں کو اندازہ سے نہ دیا جائے اور ان کی شرط کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ نے کہا ہے کہ یہ بیع معین اوساق کے عوض کی جائے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے از ربیع از امام شافعی ذکر کیا ہے کہ "العریۃ" یہ ہے کہ ایک آدمی کھجور کے درخت کے اکثر پھل خشک کھجوروں کے عوض خرید لے' بایں طور کہ وہ درخت کی کھجوروں کو اندازہ کرے کہ وہ خشک ہونے کے بعد اس مقدار سے کتنی کم ہوں گی' پھر اندازہ کر کے ان کے عوض اتنی خشک کھجوریں دے کر درخت کی کھجوریں خرید لے پھر اگر وہ دونوں قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو جائیں تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۳۴۶-۳۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام بیہقی کی یہ تقریر ہر چند کہ امام بخاری کی عبارت کے مغایر ہے لیکن ان دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بیع اندازہ سے ہو نہ ادھار اور امام طبری نے حضرت سہل کے قول کو اس طرح بیان کیا ہے کہ درختوں پر پھلوں کی بیع صرف معین اوساق سے ناپ کر کی جائے خواہ وہ تین وسق ہوں' چار وسق ہوں یا پانچ وسق ہوں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۸-۶۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَتِ الْعَرَايَا اَنْ يُّعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِيْ مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ.

اور امام ابن اسحاق نے اپنی حدیث میں از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہا ہے کہ عرایا کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے مال سے کسی شخص کو کھجور کا ایک درخت یا دو درخت عاریۃً دے دے۔

امام ابوداؤد نے اپنی تعریف میں یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر اس آدمی کو اس شخص کا آنا' ناگوار ہو تو وہ درخت کی کھجوروں کا اندازہ کر کے اتنی خشک کھجوریں دے کر اس شخص سے درخت کی کھجوریں خرید لے اور یہ صورت امام مالک کی العریۃ کی تعریف کے قریب ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۶۶)(فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ يَزِيْدُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ الْعَرَايَا نَخْلٌ كَانَتْ تُوْهَبُ لِلْمَسَاكِيْنِ' فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّنْتَظِرُوْا بِهَا' رُخِّصَ لَهُمْ اَنْ يَّبِيْعُوْهَا بِمَا شَاءُوْا مِنَ التَّمْرِ.

اور یزید نے از سفیان بن حسین یہ روایت کی ہے کہ العرایا کھجور کے وہ درخت ہیں جو مساکین کو ہبہ کیے جاتے تھے' پس وہ ان پر کھجوریں لگنے کا انتظار نہیں کر سکتے تھے تو ان کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ ان درختوں کو جس قدر کھجوروں کے عوض چاہیں فروخت کر دیں۔

Marfat.com

دیں۔

مذکور الصدر عبارات میں العرایا کی تعریف میں امام مالک اور امام شافعی کا مؤقف آ گیا ہے اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک العرایا کی تعریف حسب ذیل ہے:

علامہ شمس الدین عبدالرحمان بن محمد المقدسی حنبلی متوفی ۶۸۲ ھ لکھتے ہیں:

بیع المزابنہ جائز نہیں ہے اور یہ کھجور کے درختوں کے سروں پر تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض بیع ہے مگر العرایا میں یہ بیع جائز ہے اور یہ کھجور کے درختوں کے سروں پر تازہ کھجوروں کی مقدار کا اندازہ کر کے اتنی ہی خشک کھجوروں کو ناپ کر پانچ وسق سے کم میں بیع ہے اور یہ بیع ان کے لیے جائز ہے جنہیں تازہ کھجوریں کھانے کی ضرورت ہو اور ان کے پاس ان کی قیمت نہ ہو۔

(المغنی ج ۵ ص ۴۲۹' دارالحدیث القاہرہ' ۱۴۲۵ ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک العرایا کی تعریف حسب ذیل ہے:

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک العرایا کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے کھجور کے درختوں میں سے ایک درخت کے پھل کسی شخص کو کھانے کے لیے عاریۃً دے اور اس کے سپرد نہ کرے حتیٰ کہ اسے خود ضرورت ہو تو اس کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ ان کھجوروں کو روک لے اور ان کے عوض اس شخص کو ان تازہ کھجوروں کے اندازہ سے خشک کھجوریں دے دے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۹۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

۲۱۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارِكِ قَالَ اَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا اَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا، قَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَالْعَرَايَا نَخَلَاتٌ مَّعْلُوْمَاتٌ تَاْتِيْهَا فَتَشْتَرِيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی (اور وہ ابن مقاتل ہیں)' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے العرایا میں اجازت دی ہے کہ ان (درخت کی کھجوروں) کا اندازہ کر کے ان کی ناپ کر بیع کی جائے' موسیٰ بن عقبہ نے کہا: العرایا' معین درخت ہیں جن کو تم کھجوروں کے عوض خریدتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

۸۵- بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا

پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' ابن ابی لیلیٰ اور ثوری نے کہا ہے کہ پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع مطلقاً جائز نہیں ہے اور یزید بن ابی حبیب نے کہا ہے کہ یہ مطلقاً جائز ہے' امام شافعی' امام احمد اور امام مالک نے ایک قول میں یہ کہا ہے کہ اگر پھلوں کو درخت سے کاٹنے کی شرط لگا کر بیع کی گئی تو پھر یہ بیع جائز ہے ورنہ باطل ہے اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر پھلوں کو درخت پر رکھنے کی شرط نہیں رکھی گئی تو یہ بیع جائز ہے اور درختوں پر پھلوں کی بیع کی ممانعت کی جو حدیث ہے' وہ اس صورت پر محمول ہے جب

Marfat.com

درختوں پر پھلوں کا بالکل وجود نہ ہو' ایک قول یہ ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور ممانعت تنزیہ پر محمول ہے اور باب المزابنہ میں ہم اپنے دلائل اور مخالفین کے دلائل بیان کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢١٩٣ - وَقَالَ اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ، مِنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَايَعُونَ الثِّمَارَ، فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ، قَالَ الْمُبْتَاعُ إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ، أَصَابَهُ مُرَاضٌ، أَصَابَهُ قُشَامٌ، عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُومَةُ فِي ذٰلِكَ فَإِمَّا لَا، فَلَا تَتَبَايَعُوا حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ. كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ. قَالَ وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبِيعُ ثِمَارَ أَرْضِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا، فَيَتَبَيَّنَ الْأَصْفَرُ مِنَ الْأَحْمَرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَكَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ سَهْلٍ، عَنْ زَيْدٍ.

اور لیث نے کہا از ابی الزناد کہ عروہ بن زبیر نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن ابی حثمہ الانصاری رضی اللہ عنہ' وہ بنو حارثہ سے تھے' انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ (درختوں پر) پھلوں کی خرید و فروخت کرتے تھے' پھر جب پھل توڑنے کا وقت آتا اور بائع قیمت کا تقاضا کرنے آتے تو خریدار یہ کہتے کہ ان پھلوں کا بور تو پہلے ہی خراب ہو کر کالا پڑ گیا تھا' اس کو بیماری لگ گئی تھی' یہ سردی سے ٹھٹھر گیا تھا اور اس پر پھل بہت کم لگے ہیں' وہ اس طرح مختلف آفات بیان کر کے بائع سے جھگڑتے (تاکہ پھلوں کی قیمت کم کرائیں)' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح بہ کثرت مقدمات آنے لگے تو آپ نے بہ طور مشورہ فرمایا: تم اس وقت تک درختوں پر پھل فروخت نہ کرو حتیٰ کہ پھلوں کا پکنا ظاہر ہو جائے اور عروہ نے کہا کہ مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت تک اپنی زمین کے پھل فروخت نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ثریا (ستارہ) طلوع ہو جاتا اور (پھلوں کی) زردی' سرخی سے ممتاز ہو جاتی۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اس حدیث کی علی بن بحر نے روایت کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں حکام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی از زکریا از ابی الزناد از عروہ از سہل از زید۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اس وقت تک درختوں پر پھل فروخت نہ کرو حتیٰ کہ پھلوں کا پکنا ظاہر ہو جائے۔

ثریا کا معنی

اس حدیث میں ثریا کے طلوع ہونے کا ذکر ہے۔ "ثریا"' "ثروی" کی تصغیر ہے' یہ ایک مخصوص ستارے کا نام ہے' امام ابوحنیفہ نے عطاء سے روایت کی ہے کہ جب ثریا طلوع ہوتا ہے تو پھلوں سے آفات دور ہو جاتی ہیں' جو ستارہ گرمیوں کی ابتداء میں فجر کے وقت طلوع ہوتا ہے اور ان دنوں حجاز کے شہروں میں شدید گرمی پڑتی ہے جس سے درختوں پر پھل پک جاتے ہیں اور اعتبار حقیقت میں پھلوں کے پکنے کا ہے اور ستارہ ثریا کا طلوع ہونا اس کی علامت ہے اور اس کو حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ پھلوں کی زردی سرخی سے ممیز اور ممتاز ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

۲۱۹۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُهَا، نَهَی الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (درخت کے) پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ہو جائے' آپ نے بائع اور خریدار دونوں کو منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۹۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَیْدُ الطَّوِیْلُ، عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتّٰی تَزْهُوَ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ یَعْنِیْ حَتّٰی تَحْمَرَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کے پھل کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ اور زرد ہو جائیں۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: یعنی وہ سرخ ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۹۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ، عَنْ سَلِیْمِ بْنِ حَیَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مِیْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتّٰی تُشَقِّحَ. فَقِیْلَ مَا تُشَقِّحُ؟ قَالَ تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَیُؤْکَلُ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سلیمان بن حیان' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ زھو ہو جائیں' پوچھا گیا کہ زھو کا کیا معنی ہے؟ تو سعید بن میناء نے کہا: وہ سرخ اور زرد ہو جائیں اور ان کو کھایا جا سکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۶- بَابُ بَیْعِ النَّخْلِ قَبْلَ اَنْ یَبْدُوَ صَلَاحُهَا

پکنے سے پہلے کھجور کے درختوں پر پھلوں کی بیع

۲۱۹۷ - حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ الْهَیْثَمِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَلًّی حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَیْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰی عَنْ بَیْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَعَنِ النَّخْلِ حَتّٰی یَزْهُوَ. قِیْلَ وَمَا یَزْهُوْ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الہیثم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معلّٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ

Marfat.com

قَالَ يَحْمَارُّ اَوْ يَصْفَارُّ.

ان کا پکنا ظاہر ہو جائے اور کھجور کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ اور زرد ہو جائیں۔ کہا گیا کہ "زھو" کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ پھل سرخ ہو جائیں یا زرد ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۷ - بَابٌ إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ اَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

جب کسی شخص نے پکنے سے پہلے پھلوں کو فروخت کیا اور ان پر کوئی آفت آ گئی تو وہ (نقصان) بائع کے ذمہ ہے

۲۱۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ حُمَيْدٍ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ' فَقِيْلَ لَهٗ وَمَا تُزْهِيْ ؟ قَالَ حَتّٰى تَحْمَرَّ. فَقَالَ اَرَاَيْتَ اِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ' بِمَ يَاْخُذُ اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِيْهِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زھو سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا' کہا گیا کہ زھو کا کیا معنی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائیں' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر اللہ پھلوں کو پیدا ہونے سے روک لے تو تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض لو گے؟

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۸ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

قدرتی آفات سے پھلوں کے ضیاع پر تاوان میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یحییٰ بن سعید انصاری' امام مالک' ابوعبید اور محدثین کی ایک جماعت اور اہل مدینہ نے کہا ہے کہ قدرتی آفات سے پھلوں کو جو نقصان پہنچے اس کا فی الجملہ بائع ذمہ دار ہوتا ہے۔

اس حدیث میں "جائحة" کا لفظ ہے' اس سے مراد قدرتی آفات ہیں جن میں انسان کا دخل نہیں ہوتا' جیسے آندھی' ژالہ باری' ٹڈی دل کے بادل وغیرہ۔

ظاہر مذہب یہ ہے کہ قدرتی آفات قلیل ہوں یا کثیر' ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

امام احمد نے کہا ہے کہ اگر دس یا بیس پھلوں کو نقصان ہو تو میں اس کو آفت نہیں کہتا لیکن جب درخت کے تہائی یا چوتھائی یا پانچویں حصہ کے پھلوں کو نقصان پہنچے تو بائع اس کا ضامن ہوگا' ان کی دوسری روایت یہ ہے کہ اگر تہائی سے کم نقصان ہے تو اس کا خریدار ضامن ہوگا' امام مالک کا اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے' کیونکہ پرندے ضرور کچھ کھا لیتے ہیں اور کچھ پھل آندھی سے گر جاتے ہیں اور ان کا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔

جمہور متقدمین' سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام شافعی کا قول جدید' امام ابوجعفر طبری' داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ خریدار کے قبضہ کرنے کے بعد فروخت شدہ پھلوں کو جو قدرتی آفت پہنچتی ہے اس کا خریدار ضامن ہوگا خواہ نقصان قلیل ہو یا کثیر اور خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے فروخت شدہ پھلوں کو جو نقصان پہنچا ہے اس کا بائع ضامن ہوگا اور اس نقصان

Marfat.com

کے حساب سے قیمت کم کر لی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۔۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۹۹ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ، كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى رَبِّهِ. قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ اگر کسی شخص نے پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے کھجوریں خریدیں' پھر ان پر کوئی قدرتی آفت آ گئی تو جو نقصان ہوا' اس کا بائع ضامن ہوگا' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک پھل نہ خریدو حتیٰ کہ ان کا پختہ ہونا ظاہر ہو جائے' اور درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض نہ خریدو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۸۸ - بَابُ شِرَاءِ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ

مدتِ معینہ کے ادھار پر خریدنا

۲۲۰۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ. ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، فَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے ابراہیم کے پاس قرض میں رہن رکھنے کا ذکر کیا' انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' پھر ہم کو حدیث بیان کی از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے مدتِ معینہ کے ادھار پر طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۸۹ - بَابُ إِذَا أَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِنْهُ

جب کوئی شخص بعض کھجوروں کی اس سے عمدہ کھجوروں کے عوض بیع کا ارادہ کرے

۲۲۰۱'۲۲۰۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟ قَالَ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبد المجید بن سہیل بن عبد الرحمان از سعید بن المسیب از حضرت ابو سعید الخدری و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر پر عامل بنایا' وہ آپ کے پاس بہت عمدہ کھجوریں لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہم یہ ایک صاع کھجوریں لیتے ہیں اور اس کے عوض دوسری کھجوریں دو صاع اور دو صاع کے عوض تین صاع دیتے ہیں' تو رسول اللہ

Marfat.com

بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا.

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نہ کرو سب کھجوریں تم دراہم کے عوض فروخت کرو پھر عمدہ کھجوریں دراہم کے عوض خرید و۔

[اطراف الحدیث: (۲۲۰۱) ۲۳۰۲_۴۲۴۴_۴۲۴۶_۷۳۵۰] [اطراف الحدیث: (۲۲۰۲) ۲۳۰۳_۴۲۴۵_۴۲۴۷_۷۳۵۱] (صحیح مسلم: ۱۵۹۳، الرقم المسلسل: ۳۹۷۲، سنن نسائی: ۴۵۵۳)

گھٹیا چیز زیادہ دے کر عمدہ چیز کم لینے کی ممانعت کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص گھٹیا کھجوریں زیادہ مقدار میں دے کر اس کے عوض میں عمدہ کھجوریں اس سے کم مقدار میں لے لے آپ نے اس سے اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ یہ الگ الگ دو سودے ہوں اور ان میں سود داخل نہ ہو۔

گھٹیا چیز کی عمدہ چیز کے عوض مقدار میں فرق کے ساتھ بیع میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ تمام کھجوریں ایک جنس ہیں خواہ وہ گھٹیا کھجوریں ہوں یا عمدہ کھجوریں ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو دوسری قسم کے عوض اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اور کھجور کے حکم میں طعام کی تمام اقسام ہیں، لہٰذا ایک جنس کے طعام کی بیع میں اضافہ اور ادھار بالاجماع جائز نہیں ہے اور اگر دو مختلف جنسوں کا طعام ہو تو اس کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا تو جائز ہے لیکن ادھار فروخت کرنا جائز نہیں ہے، امام مالک کے نزدیک یہ اس طعام کا حکم ہے جو غذا بن سکے اور امام شافعی کے نزدیک یہ ہر قسم کے طعام کا حکم ہے خواہ وہ غذا بن سکے یا نہ بن سکے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ہر اس طعام کا حکم ہے جس کو ناپ کے ذریعہ یا وزن کے ذریعہ فروخت کیا جائے۔

تحریم سے پہلے اس کام کو کرنے کا حکم

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کی تحریم کا علم نہ ہو تو جب تک اس کو اس کی تحریم کا علم نہ ہو، اس کے ارتکاب میں اس پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۵)

اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ رسول بھیج دیں ۝

میں کہتا ہوں کہ اس آیت اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک شخص حلال اور حرام کا علم حاصل نہ کرے اور حرام کام کرتا رہے تو اس سے مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ اس کے دو گناہ ہیں، ایک گناہ علم حاصل نہ کرنے کا اور دوسرا گناہ حرام کام کرنے کا ہے، سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتا دیا کہ عمدہ چیز کی گھٹیا چیز کے عوض اضافہ کے ساتھ بیع نہ کی جائے تو اب جو بھی اس طرح بیع کرے گا، وہ گنہگار ہوگا خواہ وہ اس کا علم حاصل کرے یا نہ کرے۔

حرام طریقہ سے کی ہوئی بیع کو فسخ کرنے پر دلائل

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جب کوئی بیع حرام طریقہ سے کی جائے تو وہ فسخ اور مردود ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہماری شریعت کے مطابق نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (صحیح البخاری ص ۱۵۴۳، دار ارقم بیروت)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کی بیع کو مسترد فرما دیا تھا، حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ برنی کھجوریں لے کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے پاس گھٹیا کھجوریں تھیں تو میں نے وہ دو صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں خرید لیں' تاکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طعام ہوں' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوہ! (اُف) یہ تو عین سود ہے! تم اس طرح نہ کرو لیکن جب تم کھجوریں خریدنا چاہو تو اِن کو فروخت کر دو' پھر دوسری کھجوریں خرید لو۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۲' صحیح مسلم: ۱۵۹۳' الرقم المسلسل: ۳۹۷۳' سنن نسائی: ۴۵۵۹)

بعض علماء نے اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ جس شخص نے دو صاع گھٹیا کھجوریں دے کر ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدی تھیں' وہ سود کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تحریم کی خبر دینے سے پہلے کا واقعہ ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع کو فسخ کرنے کا حکم نہیں دیا۔

لیکن یہ ان علماء کی غفلت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے موقع پر حضرت سعدین (یعنی حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہما) سے فرمایا تھا: تم دونوں نے سود کی بیع کی ہے' سو اس کو مسترد کر دو اور فتح خیبر ان کھجوروں کی خریداری سے پہلے کا واقعہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے زیادہ صریح حدیث یہ ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کھجوریں لائی گئیں' آپ نے فرمایا: یہ کھجوریں ہماری کھجوروں کی طرح تو نہیں ہیں! اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے اپنی دو صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں خریدی ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سود ہے' اس بیع کو تم مسترد کر دو' پھر ہماری کھجوروں کو فروخت کر دو اور ہمارے لیے یہ کھجوریں خرید و۔ (صحیح مسلم: ۱۵۹۴' الرقم المسلسل: ۳۹۷۵)

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک آدمی کسی شخص کو نقد رقم دے کر طعام خریدے' پھر اسی رقم سے اس سے طعام خرید لے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ امام مالک کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ طعام کی بیع طعام سے ہوگئی اور درمیان میں دراہم لغو ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٧٥-٢٧٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۷۲- ج ۴ ص ۱۴۱۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٩٠ - بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ، أَوْ أَرْضًا مَزْرُوعَةً، أَوْ بِإِجَارَةٍ

جس نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی گئی تھی یا ایسی زمین فروخت کی یا کرائے پر دی جس میں کاشت کاری ہو چکی تھی

اس باب کے عنوان میں ''ابرت'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''تابیر'' ہے اور اس کا معنی تلقیح ہے' یعنی مؤنث کھجور کے شگوفے کو شق کر کے اس میں مذکر کھجور کے شگوفے لگا دینا' مذکر کھجور وہ ہے جس میں جلدی پھل لگ جائے اور مؤنث کھجور وہ ہے جس میں دیر سے پھل آئے۔

٢٢٠٣ - قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِيْ إِبْرَاهِيْمُ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِيْ مُلَيْكَةَ يُخْبِرُ عَنْ نَافِعٍ، مَوْلٰى ابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَيُّمَا نَخْلٍ

امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: مجھ سے ابراہیم نے کہا: انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا' وہ نافع مولیٰ

بِيعَتْ، قَدْ أُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ، فَالثَّمَرُ لِلَّذِي أَبَّرَهَا، وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ وَالْحَرْثُ، سَمَّى لَهُ نَافِعٌ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَ. [اطراف الحدیث: ۲۲۰۴-۲۲۰۶-۲۳۷۹-۲۷۱۶]

ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے ایسے درخت کو فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی گئی تھی اور پھلوں کا ذکر نہیں کیا تو پھل اس شخص کے لیے ہیں جس نے پیوند کاری کی ہے' اسی طرح غلام اور کھیت کا حکم ہے' نافع نے ان تینوں کا نام لیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۴۳' الرقم المسلسل: ۳۷۹۲' سنن ابوداؤد: ۳۴۳۴' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن یوسف بن یزید بن زادان الفراء (۲) ہشام بن یوسف ابوعبدالرحمان (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۴) عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ملیکہ (۵) نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵)

درخت اور کھیت کو خریدنے کے بعد اس درخت کے پھل اور کھیت کی پیداوار کی ملکیت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے' اور کہا ہے کہ جس شخص نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی گئی تھی اور خریدار نے اس کے پھلوں کی شرط نہیں لگائی تھی تو اس کے پھل بائع کے لیے ہیں اور پھلوں کی کٹائی کے وقت تک یہ درخت پھلوں پر چھوڑے جائیں گے اور بائع کے ذمہ اس درخت کو پانی دینا ہے اور خریدار کے ذمہ ہے کہ وہ اس کو ضرورت کے مطابق پانی لگانے کا موقع دے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: بائع نے خواہ پیوند کاری کی ہو یا نہ کی ہو' اس کے پھل بائع کے لیے ہیں اور خریدار اس سے یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ تم اپنا درخت فی الحال اکھاڑ لو اور خریدار پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ پھلوں کی کٹائی تک صبر کرے اور انتظار کرے اور اگر بائع نے یہ شرط لگائی کہ وہ پھلوں کی کٹائی کے وقت تک پھلوں کو درخت پر رہنے دے تو بیع فاسد ہو جائے گی' امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں پھلوں کو درخت کی پیوند کاری پر معلق کیا ہے تو یہ قید احترازی نہیں ہے اتفاقی ہے' بائع نے اس درخت کی پیوند کاری کی ہو یا نہ کی ہو' ہر صوت میں پھل بائع کے ہیں۔ اس حدیث میں غلام کا بھی ذکر ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایسا غلام خریدا جس کے پاس مال تھا تو وہ مال بائع کا ہے اور وہ مال بیع میں داخل نہیں ہوگا' سوا اس کے کہ خریدار نے مال کو لینے کی بھی شرط لگائی ہو اور حدیث میں کھیت کا بھی ذکر ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص نے کھیت خریدا تو اس کھیت میں کاشت کی ہوئی پیداوار بائع کی ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷-۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۰۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی گئی تھی تو اس کے پھل بائع کے لیے ہیں' سوا اس کے کہ بائع ان پھلوں کو بھی خریدنے کی شرط لگا لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۰۳ میں کر دی گئی ہے۔

Marfat.com

۹۱- بَابُ بَیْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ کَیْلًا

کھیت کی پیداوار کو ناپ کر فروخت کرنا

۲۲۰۵- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ اَنْ یَّبِیْعَ ثَمَرَ حَائِطِهٖ اِنْ کَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ کَیْلًا، وَاِنْ کَانَ کَرْمًا اَنْ یَّبِیْعَهٗ بِزَبِیْبٍ کَیْلًا، اَوْ کَانَ زَرْعًا اَنْ یَّبِیْعَهٗ بِکَیْلِ طَعَامٍ، وَنَهٰی عَنْ ذٰلِكَ کُلِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا کہ وہ اپنے باغ کے پھل فروخت کرے اگر وہ کھجوریں ہوں تو ان کو چھواروں کے عوض ناپ کر فروخت کرے اور اگر وہ انگور ہوں تو ان کو کشمش کے عوض ناپ کر فروخت کرے یا وہ کھیت ہو تو اس کو گندم کے عوض ناپ کر فروخت کرے آپ نے ان تمام بیوع سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۷۱ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کٹائی سے پہلے کھیت کی بیع گندم کے عوض جائز نہیں ہے اور نہ انگور کی بیع کشمش کے عوض جائز ہے اور نہ کھجور کے درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع چھواروں کے عوض جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس کا نام مزابنہ رکھا ہے اور اس میں غرر اور دھوکا ہے کیونکہ یہ ایک جنس میں مجہول کی بیع معلوم کے عوض ہے، لیکن تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع جب کہ تازہ پھل درخت سے کٹ چکے ہوں اور ان میں مماثلت ممکن ہو تو جمہور علماء اس بیع کی ایک جنس میں اجازت نہیں دیتے، خواہ وہ ایک دوسرے کے مقدار میں برابر ہوں یا کوئی ایک دوسرے سے زائد ہو کیونکہ یہ وہ مزابنہ ہے جس کو حدیث میں منع کیا گیا ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔

تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز کے قول کی وجہ سے علامہ ابن بطال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

امام ابوحنیفہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے تازہ گندم کی خشک گندم کے عوض اور تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض بیع کی اجازت دی ہے جب کہ دونوں عوض برابر برابر ہوں اور اگر کوئی ایک عوض زائد ہو تو پھر وہ اس کی اجازت نہیں دیتے، ابوثور نے بھی امام ابوحنیفہ کی موافقت کی ہے۔

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کی طرف سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ تازہ پھلوں کی تازہ پھلوں کے عوض برابر برابر بیع جائز ہے اگرچہ ایک عوض میں رطوبت کم ہوتی ہے اور دوسرے میں رطوبت زیادہ ہوتی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے وزن میں کمی ہوتی ہے جو دوسرے سے کمی میں مختلف ہوتی ہے اور انہوں نے اس اختلاف کو ملحوظ نہیں رکھا اور اس سے بیع کو باطل نہیں کیا بلکہ انہوں نے بیع کے وقت ان کے حال کو مدنظر رکھا، پس نظر کا تقاضا یہ ہے کہ تازہ کھجوروں کے کٹنے کے بعد ان کی خشک کھجوروں کے عوض بیع اسی طرح جائز ہو۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ یہ قیاس فاسد ہے کیونکہ تازہ کھجوروں کی جب تازہ کھجوروں کے عوض بیع ہوتی ہے تو اگرچہ ان میں

Marfat.com

بھی سوکھنے کے بعد کچھ کمی ہو جاتی ہے لیکن وہ کمی بہت کم ہوتی ہے اس لیے وہ کمی اپنی قلت کی وجہ سے معاف ہے اور بیوع میں تھوڑا سا غرر جائز قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں تقریباً کوئی بیع خالی نہیں ہوتی اور تازہ کھجوروں کی چھواروں کے مقابلہ میں جو کمی ہوتی ہے وہ بہت زیادہ ہوتی ہے اس لیے ان دونوں میں فرق ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جمہور کی دلیل ہے اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ زید ابو عیاش نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے سوال کیا: آیا جَو کے خوشوں میں جَو کی صاف جَو سے بیع جائز ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے سنا: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھواروں کی تازہ کھجوروں کے عوض بیع کے متعلق سوال کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تازہ کھجوریں سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہیں؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیع سے منع فرما دیا۔ (سنن ابوداود: ۳۳۵۹' سنن ترمذی: ۱۲۲۵' سنن نسائی: ۴۵۵۹' سنن ابن ماجہ: ۲۲۶۴' موطأ امام مالک۔ کتاب البیوع۔ باب: ما یکرہ من بیع التمر۔ حدیث: ۲۲' المکتبۃ التوفیقیہ' موطأ امام مالک ج ۲ ص ۱۱۰)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع سے منع فرما دیا ہے اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ تازہ کھجوریں سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز کے قول کی وجہ سے حافظ ابن حجر شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے جو کہا ہے کہ تازہ کھجوروں کی تازہ کھجوروں کے عوض بیع جائز ہے حالانکہ ان کی رطوبت بھی مختلف ہوتی ہے اس لیے تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض بیع بھی جائز ہونی چاہیے' سو یہ استدلال اس حدیث کی نص کے خلاف ہے اس لیے یہ استدلال فاسد ہے اور تازہ کھجوروں کی آپس میں جو بیع ہوتی ہے اور ان میں کسی جانب رطوبت کم ہوتی ہے تو چونکہ یہ فرق بہت کم ہوتا ہے اس لیے معاف ہے اور تازہ کھجوروں اور خشک کھجوروں میں فرق بہت زیادہ ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۲۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مذکورہ اعتراضوں کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے مصنف کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلہ میں امام طحاوی کی پوری عبارت نقل نہیں کی ورنہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا اور امام ابوحنیفہ کا موقف بے غبار ہو جاتا' امام طحاوی نے مذکور الصدر حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ دوسری حدیث میں یہ قید ہے کہ اس طرح کی بیع ادھار منع ہے اور مذکور الصدر حدیث میں ممانعت ادھار پر محمول ہے' سو وہ حدیث مجمل ہے اور مفصل حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداود: ۳۳۶۰' شرح معانی الآثار: ۵۳۶۷)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کی روایت کے بعد لکھتے ہیں:

پس اس مسئلہ میں یہ حدیث اصل ہے جس میں ادھار بیع کی ممانعت کا ذکر ہے' اس حدیث میں ادھار کا اضافہ یحییٰ بن ابی کثیر نے کیا ہے' پس یہ حدیث اولیٰ ہے' نیز یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے:

Marfat.com

عمران بن ابی انس سے مروی ہے کہ بنو مخزوم کے مولیٰ نے حدیث بیان کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض مدت معینہ کے ادھار پر فروخت کرتا ہے آیا یہ جائز ہے؟ تو حضرت سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ایسی بیع سے منع فرمایا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۵۳۶۸)

عمران بن ابی انس ایک معروف شخص ہیں اور انہوں نے بھی اس حدیث کی یحییٰ کی طرح روایت کی ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان مختلف آثار میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ عبداللہ بن یزید کی حدیث کو عمران بن انس کی حدیث پر محمول کیا جائے گا' گویا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع سے ممانعت کی جو روایت کی ہے' اس کی علت ادھار بیع ہے' اس طرح یہ مختلف احادیث موافق ہو جائیں گی۔ (شرح معانی الآثار: ج ۳ ص ۲۶۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن بطال مالکی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے امام طحاوی کی ادھوری عبارت نقل کر کے امام ابوحنیفہ پر حدیث کی مخالفت کرنے کا اعتراض کر دیا حالانکہ یہ لوگ خود حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں' حدیث میں تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض ادھار بیع کی ممانعت ہے اور یہ لوگ اس بیع کی مطلقاً ممانعت کو ثابت کر رہے ہیں۔ فیاللاسف!

٩٢ - بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ

کھجور کے درخت کو جڑ سمیت فروخت کرنا

٢٢٠٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا امْرِئٍ أَبَّرَ نَخْلًا ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا، فَلِلَّذِي أَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کھجور کے درخت میں پیوند لگایا' پھر اس کو جڑ سمیت فروخت کر دیا تو اس کھجور کے درخت کے پھل اس شخص کے لیے ہیں جس نے اس میں پیوند لگایا ہے ماسوا اس صورت کے کہ خریدار اس کی شرط لگائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٩٣ - بَابُ بَيْعِ الْمُخَاضَرَةِ

مخاضرہ (پکنے سے پہلے کچی سبزیوں اور کچے پھلوں کو) فروخت کرنا

''مخاضرۃ'' کا معنی سبز رنگ ہے' پکنے سے پہلے دانوں اور پھلوں کا رنگ سبز ہوتا ہے یعنی جن کی پختگی ظاہر نہ ہوئی ہو' اس باب میں ان کی بیع کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٢٠٧ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن ابی طلحہ انصاری نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاقلہ' مخاضرہ' ملامسہ' منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مخاضرہ کی بیع کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن وہب العلاف (۲) عمر بن یونس الحنفی (۳) ان کے والد یونس بن القاسم ابو عمر الحنفی (۴) اسحاق بن ابی طلحہ یہ اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ ہیں اور ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۰)

حدیث میں مذکور بیوع کے ناموں کی تعریفات

''المحاقلۃ'' کھیت میں خوشوں کی گندم یا جو کی خشک گندم یا جو سے اندازہ کے ساتھ بیع کرنا۔

''المخاضرۃ'' پکنے سے پہلے سبز دانوں اور سبز پھلوں کی خشک دانوں اور خشک پھلوں سے بیع کرنا۔

''الملامسۃ'' بائع مشتری کو کپڑے کا تھان دکھا کر کہے: اگر تم نے اس کو چھولیا تو بیع واجب ہو جائے گی اور تمہیں دیکھنے کے بعد اختیار نہیں ہوگا۔

''المنابذۃ'' بائع خریدار سے یہ کہے کہ جس چیز کو میں نے تمہاری طرف پھینک دیا' اُس کی بیع واجب ہو جائے گی۔

درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض اندازہ سے بیع۔

۲۲۰۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ' عَنْ حُمَيْدٍ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ ثَمَرِ التَّمْرِ حَتّٰى يَزْهُوَ. فَقُلْنَا لِاَنَسٍ مَّا زَهْوُهَا؟ قَالَ تَحْمَرُّ وَتَصْفَرُّ' اَرَاَيْتَ اِنْ مَّنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ اَخِيْكَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ زھو ہو جائیں' ہم نے حضرت انس سے پوچھا: زھو کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ پھل سرخ ہو جائیں یا زرد ہو جائیں' یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ پھل کو روک لے تو تم اپنے بھائی کے مال کو کس چیز کے عوض حلال کرو گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۸ میں گزر چکی ہے۔

یعنی اگر کسی ناگہانی آفت سے درخت پر پھل تلف ہو جائیں تو تم نے اس درخت کی جو قیمت وصول کی ہے' وہ کیسے حلال ہو گی۔

۹۴ - بَابُ بَيْعِ الْجُمَّارِ وَاَكْلِهٖ
کھجور کے درخت کے سفید گوند کو فروخت کرنا اور اس کو کھانا

اس عنوان میں ''جُمّار'' کا لفظ ہے' کھجور کے درخت کے تنے سے چربی کی مانند سفید گوند جو نکلتا ہے اس کو ''جُمّار'' کہتے ہیں' جس درخت کا گوند نکال لیا جائے تو پھر اس میں پھل نہیں لگتا۔

۲۲۰۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ' عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ' عَنْ مُّجَاهِدٍ' عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَاْكُلُ جُمَّارًا، فَقَالَ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ كَالرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ. فَاَرَدْتُّ اَنْ اَقُوْلَ هِيَ النَّخْلَةُ، فَاِذَا اَنَا اَحْدَثُهُمْ، قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

بیان کی از ابی بشر از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا' اس وقت آپ جمار کھا رہے تھے پس آپ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت مرد مومن کی طرح ہے' میں نے ارادہ کیا کہ میں کہوں: وہ کھجور کا درخت ہے' لیکن اس وقت میں سب سے کم عمر تھا' آپ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۹۵ - بَابُ مَنْ اَجْرٰى اَمْرَ الْاَمْصَارِ عَلٰى مَا يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوْعِ وَالْاِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ وَالْوَزْنِ، وَسُنَنِهِمْ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ وَمَذَاهِبِهِمِ الْمَشْهُوْرَةِ

جس نے شہروں کے معاملات اس کے موافق جاری کیے جوان کے ہاں خرید وفروخت' کرائے' ناپ کے آلے اور وزن میں معروف تھا اور ان کے طریقے ان کی نیات کے مطابق ہیں اور ان کے مذاہب مشہورہ

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ شہروں کے معاملات ان کے عرف پر محمول کیے جائیں گے خواہ وہ معاملات خرید وفروخت میں ہوں' کرائے میں ہوں' یا ناپ اور وزن کے آلات میں ہوں' اور جن چیزوں کے متعلق شارع علیہ السلام کی طرف سے تصریح نہ ہو کہ وہ کیلی ہے یا وزنی ہے تو اس شہر کے عرف میں اگر اس کو ناپ کے ذریعہ فروخت کیا جاتا ہے تو اس کو کیلی قرار دیا جائے گا اور اگر اس شہر میں اس کو وزن کے حساب سے فروخت کیا جاتا ہے تو اس کو وزنی قرار دیا جائے گا' خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ قصد کیا ہے کہ لوگوں کے عرف اور عادت پر اعتماد کرنا چاہیے اور اس سے یہ قاعدہ بھی نکلتا ہے کہ تعامل مسلمین حجت شرعیہ ہے۔

وَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَزَّالِيْنَ سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ رِبْحًا.

اور قاضی شریح نے کپڑا بُننے والے سے کہا: تمہارے مقدمات میں تمہارے نفع کا تمہارے رواج کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے:

محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ چند کپڑا بُننے والوں نے قاضی شریح کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا اور کہا کہ ہمارا آپس میں اس طرح اور اس طرح طریقہ ہے' انہوں نے کہا: جو تمہارے درمیان طریقہ ہے' اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

اس تعلیق میں ''ربحًا'' (نفع) کا جو لفظ ہے' اس کے متعلق علامہ عینی نے کہا ہے: اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور تعلیق کے ساتھ اس کی کوئی معنوی مطابقت بھی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳-۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ لَا بَأْسَ الْعَشَرَةُ بِاَحَدَ عَشَرَ، وَيَاْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا.

اور عبد الوہاب نے کہا از ایوب از محمد (بن سیرین): دس کی چیز کی گیارہ کے عوض بیع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ اپنے خرچ کے لیے نفع لے سکتا ہے۔

اس تعلیق کی باب کے عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ جہاں شہر کا عرف نہ ہو کہ دس درہم کی چیز گیارہ درہم میں فروخت کی جاتی ہو تو وہاں اس بیع میں کوئی حرج نہیں ہے' اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب شہر کا عرف

Marfat.com

یہ ہو کہ دس درہم کی چیز گیارہ درہم میں فروخت کی جاتی ہو اور اپنے خرچ کے لیے ایک درہم نفع لیا جاتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِنْدٍ خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہند سے فرمایا: تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے عرف کے مطابق جتنا خرچ کافی ہے' وہ لے لو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۲۱۱ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء:٦). وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا' فَقَالَ بِكَمْ؟ قَالَ بِدَانِقَيْنِ' فَرَكِبَهُ ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً أُخْرٰى' فَقَالَ الْحِمَارَ الْحِمَارَ! فَرَكِبَهُ وَلَمْ يُشَارِطْهُ فَبَعَثَ إِلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو (یتیم کا ولی) ضرورت مند ہو وہ دستور کے مطابق کھالے۔ (النساء:٦) اور حسن بصری نے عبداللہ بن مرداس سے گدھا کرائے پر لیا تو ان سے اس کا کرایا پوچھا' انہوں نے بتایا وہ دو دمڑی ہے (ایک دمڑی درہم کا چھٹا حصہ ہے' اور ایک درہم آج کل ۹۰ روپے کا ہے۔ 31-01-2008) پھر وہ گدھے پر سوار ہو گئے' پھر دوسری بار وہ کسی ضرورت سے آئے اور کہا کہ مجھے گدھا چاہیے' پس اس پر سوار ہو گئے اور کرایا طے نہیں کیا' پھر اس کے پاس نصف درہم بھیج دیا۔

اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ دوسری بار حسن بصری نے گدھے کا کرایا طے نہیں کیا اور عرف کے مطابق نصف درہم کرایا بھیج دیا۔

۲۲۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَجَمَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو طَيْبَةَ' فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ' وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُّخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فصد لگائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے ایک صاع کھجوریں دی جائیں اور اس کے مالکوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے خراج میں کمی کر دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ سے فصد لگانے کی اجرت طے نہیں کی اور عرف اور رواج کے مطابق ان کو ایک صاع کھجوریں عطا کر دیں۔

۲۲۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ هِنْدٌ أُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ' فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَّالِهِ سِرًّا؟ قَالَ خُذِي أَنْتِ وَبَنُوكِ مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ہند ام معاویہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بخیل شخص ہیں' اگر میں چپکے سے ان کا مال لے لوں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟

یَکْفِیْكِ بِالْمَعْرُوْفِ. [اطراف الحدیث: ۲۴۶۰-۲۸۲۵-۳۸۲۵-۵۳۵۹-۵۳۶۴-۵۳۷۰-۶۶۴۱-۷۱۶۱-۷۱۸۰] آپ نے فرمایا: تم اتنا مال لے لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کے لیے عرف اور دستور کے مطابق کافی ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۷۱۴ ' الرقم المسلسل: ۴۳۶۸ ' سنن ابوداؤد: ۳۵۳۳ ' سنن نسائی: ۵۴۲۰ ' سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۳)

حضرت ہند اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا تذکرہ' اس کا ثبوت کہ بیوی اور بچوں کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ہند رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ ان کا نام ہے: ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ یہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں' یہ فتح مکہ کے سال اسلام لائی تھیں' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئی تھیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ ان کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس ہے' یہ فتح مکہ کے سال اسلام لائے تھے اور یہ ان دنوں قریش کے رئیس تھے' حدیث ہرقل میں ان کا تعارف کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث میں ''شحیح'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بخیل اور حریص ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ بیوی کا اور چھوٹے بچوں کا خرچ شوہر کے ذمہ ہوتا ہے اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اگر کسی شخص کا کسی دوسرے آدمی پر حق نکلتا ہو اور وہ اس شخص کو اس کا حق نہ دیتا ہو تو وہ شخص اس آدمی کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر اپنے حق کے مطابق لے سکتا ہے' علامہ عینی نے کہا ہے کہ یہ قاعدہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ یہ اس صورت میں ہے جب اس کو اپنے حق کی جنس سے چیز مل جائے اور اگر وہ چیز اس کے حق کی جنس سے نہ ہو تو پھر اس کو لینے کے لیے اس آدمی کی یا حاکم کی اجازت لینی ضروری ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بیوی اپنی ضرورت کے کام سے گھر کے باہر جا سکتی ہے جب اس کو معلوم ہو کہ اس کا شوہر اس پر راضی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۶-۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۱۲ - حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ (ح) وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ فَرْقَدٍ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا تَقُوْلُ ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء: ٦) اُنْزِلَتْ فِیْ وَالِی الْیَتِیْمِ الَّذِیْ یُقِیْمُ عَلَیْهِ وَیُصْلِحُ فِیْ مَالِهٖ' اِنْ كَانَ فَقِیْرًا اَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ. [اطراف الحدیث: ۲۷۶۵-۴۵۷۵] [صحیح مسلم: ۳۰۱۹' الرقم المسلسل: ۷۴۲۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی (ح) اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عثمان بن فرقد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ہشام بن عروہ سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از والد خود' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت: اور جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو' وہ دستور کے موافق کھالے۔ (النساء: ٦) یتیم کے اس ولی کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اس کی دیکھ بھال کرتا ہے اور اس کے مال کی اصلاح کرتا ہے' وہ اگر ضرورت مند ہو تو اس کے مال سے بہ قدر ضرورت کھالے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور (۲) ابن نمیر' یہ عبداللہ بن نمیر ہیں (۳) ہشام بن عروہ (۴) محمد بن المثنی (۵) عثمان بن فرقد (۶) عروہ بن الزبیر بن العوام (۷) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۶)

یتیم کے ولی کو اس کے مال سے کھانے کی اجازت کے متعلق احادیث

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: اس نے کہا: میرے پاس مال نہیں ہے اور میرے زیر کفالت یتیم ہے' تو آپ نے فرمایا: تم اپنے یتیم کے مال سے کھالو اور اس کے مال کو بے جا خرچ نہ کرنا اور اس کے مال کو خرچ کر کے اپنا مال نہ بچانا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۷۲' سنن نسائی: ۳۶۷۰' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۸' المنتقی: ۹۵۲' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۵' شرح السنۃ: ۲۲۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۷۴۵۔ ج ۱۱ ص ۳۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: میں اپنے یتیم کو کس چیز سے ماروں؟ آپ نے فرمایا: جس چیز سے تم اپنے بیٹے کو مارتے ہو جب کہ تم اپنے مال کو اس کے مال کے ساتھ ملانے والے اور اپنے مال کو بڑھانے والے نہ بنو۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۴' نشر السنۃ' ملتان)

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس نے کہا: میرے پاس یتیموں کا مال ہے' درحقیقت وہ یہ اجازت طلب کر رہا تھا کہ وہ ان کے مال سے کچھ مقدار لے لے' حضرت ابن عباس نے پوچھا: کیا تم اس کے گم شدہ جانور تلاش کرتے ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم اس کے حوض کی مٹی سے لپائی کرتے ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن عباس نے پوچھا: جس دن اس کے جانور حوض پر پانی پینے کے لیے جاتے ہیں کیا تم ان کی پیشوائی کرتے ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن عباس نے فرمایا: پھر تم اس کے جانوروں کا دودھ پی سکتے ہو۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۴' نشر السنۃ' ملتان)

جب یتیم کا ولی خوش حال ہو جائے تو اس کے مال سے جس قدر مال ضرورت کی بناء پر کھایا تھا' اس کو واپس کر دے

سعید بن جبیر نے کہا: یتیم کے ولی کو جب ضرورت ہو تو وہ بہ قدر ضرورت یتیم کے مال سے قرض لے اور جب اس کے پاس رقم آئے تو اس کا قرض واپس کر دے اور اگر خوش حالی نہ آنے کی وجہ سے وہ اس کا قرض واپس نہ کر سکے تو کوئی حرج نہیں ہے' اس سے زیادہ یتیم کے مال میں رخصت نہیں دی گئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۴۸۳۰' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

ابراہیم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یتیم کا ولی یتیم کے مال سے عرف اور دستور کے مطابق کھائے اور عرف اور دستور کے مطابق کھانا وہ ہے جس سے بھوک مٹ جائے اور اتنا کپڑا ہے جس سے ستر چھپ جائے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۴۸۳۲)

شعبی نے کہا: یتیم کا ولی بغیر اضطرار کے یتیم کے مال سے نہ کھائے اور اگر کھایا ہے تو اس کو بعد میں ادا کر دے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۴۸۳۴)

۹۶ - بَابُ بَيْعِ الشَّرِيْكِ مِنْ شَرِيْكِهِ

ایک شریک کی اپنے شریک سے بیع

۲۲۱۳ - حَدَّثَنِي مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَّمْ يُقْسَمْ فَإِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کرنے

Marfat.com

وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ. کا حق قرار دیا لیکن جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے پھیر دیے جائیں تو شفعہ کا حق نہیں رہے گا۔

[اطراف الحدیث: ۲۲۱۴۔۲۲۵۷۔۲۴۹۵۔۲۴۹۶۔۶۹۷۶]

(صحیح مسلم: ۱۶۰۸، الرقم المسلسل: ۴۰۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۴، سنن نسائی: ۴۶۴۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان (۲) عبدالرزاق بن ہمام (۳) معمر بن راشد (۴) زہری، یہ محمد بن مسلم ہیں (۵) ابوسلمہ بن عبدالرحمان۔

(عمدة القاری ج ۱۲ ص ۲۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ مثلاً ایک مکان میں دو شخص شریک ہیں اور ان میں سے ایک شریک کسی اجنبی شخص کو وہ مکان فروخت کر رہا ہے تو دوسرے شریک کو شفعہ کرنے کا حق ہے اور وہ ایسے شریک کو اجنبی شخص کے ہاتھ وہ مکان فروخت کرنے سے منع کرے اور اپنے شریک سے خود مکان خرید لے تو اس طرح شفعہ کی صورت میں ایک شریک کی دوسرے شریک سے بیع ہو گئی۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کرنے کا حق دار قرار دیا۔

اس جملہ میں غیر منقسم مال سے مراد غیر منقول مال ہے مثلاً زمین اور مکان وغیرہ۔

شفعہ کے وجوب میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور ان کے مذہب کے موافق صحیح حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اوزاعی وغیرہ کا یہ مؤقف ہے کہ شفعہ صرف شریک کر سکتا ہے، اس میں جو چیز غیر منقسم اور مشاع ہو اور پڑوس کی وجہ سے شفعہ نہیں ہو سکتا اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث مذکور سے ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس شرکت میں شفعہ مشروع فرمادیا جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو، خواہ وہ مکان ہو یا باغ ہو، اس کے مالک کے لیے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ اپنے شریک سے اجازت حاصل کر لے، وہ اگر چاہے گا تو اس کو لے لے گا اور اگر چاہے گا تو ترک کر دے گا، پس اگر اس نے اس کو فروخت کر دیا اور اس کے شریک نے اس کی اجازت نہیں دی تھی تو وہ شریک اس کا زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۰۸، الرقم المسلسل: ۴۰۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۳، سنن نسائی: ۴۶۴۶)

(عمدة القاری ج ۱۲ ص ۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شفعہ کے وجوب میں امام ابوحنیفہ کا مذہب اور اس کے موافق احادیث صحیحہ

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ائمہ ثلاثہ کی اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر شریک کو شفعہ کرنے کا حق ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شریک کے علاوہ اور کسی کو شفعہ کرنے کا حق نہیں ہے جب کہ دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پڑوسی کو بھی شفعہ کرنے کا حق ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے پڑوسی پر شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے، پس اگر پڑوسی غائب ہو تو دوسرا پڑوسی اس کا انتظار کرے جب کہ ان دونوں کا راستہ واحد ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۱۸، سنن ترمذی: ۱۳۶۹، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۴، مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳، شرح معانی الآثار: ۵۸۵۰)

Marfat.com

امام طحاوی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس مبیع پر شفعہ کو واجب کیا ہے جس مبیع میں کسی کی شرکت نہیں ہے اور اس کے راستہ میں بھی شرکت نہیں ہے' ان دونوں حدیثوں پر عمل کرنا واجب ہے اور یہ ایک دوسرے کے معارض نہیں ہیں۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ کے مؤقف کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر غیر منقسم (زمین) میں شفعہ کرنے کا فیصلہ فرمایا اور جب (زمین کی) حدود متعین ہو جائیں پھر کسی کو شفعہ کا حق نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۱۵' سنن نسائی: ۴۷۱۳' سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۹' شرح معانی الآثار: ۵۸۵۳)

مخالفین کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گھروں اور زمین میں شرکت سے شفعہ واجب ہوتا ہے اور راستہ میں بھی شرکت سے شفعہ واجب ہوتا ہے' پھر پڑوس کی وجہ سے شفعہ کہاں سے ثابت ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پڑوس کی وجہ سے شفعہ اس حدیث سے ثابت ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھر کا پڑوسی گھر پر شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۳۷۳' سنن ابوداؤد: ۳۵۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۰۔۳۸۹۔۳۸۸' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۔۱۳۔۱۲۔۸' شرح معانی الآثار: ۵۸۶۲)

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑوس کے سبب سے شفعہ کا فیصلہ فرمایا۔

(شرح معانی الآثار: ۵۸۶۹)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے (شفعہ کرنے کا) زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۵۸۔۶۹۷۷' سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶' سنن نسائی: ۴۷۱۲' سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵)

حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسی زمین جس میں نہ کسی کا حصہ ہے نہ شرکت ہے' صرف پڑوس ہے؟ آپ نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۶' سنن نسائی: ۴۷۱۳' شرح معانی الآثار: ۵۸۷۲)

امام ابوجعفر فرماتے ہیں: ان احادیث اور آثار سے ثابت ہو گیا کہ پڑوس کی وجہ سے شفعہ کرنا ثابت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہوسکتا ہے ان احادیث میں پڑوسی سے مراد شریک ہو؟ اس کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ لغت عرب میں پڑوسی پر شریک کا اطلاق نہیں کیا جاتا' ثانیاً ہم نے حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے' اس میں اس کی واضح تصریح ہے کہ اس میں پڑوسی مراد ہے' شریک مراد نہیں ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: ہم نے جو اس باب میں احادیث اور آثار روایت کیے ہیں' ان سے واضح ہو گیا کہ تین وجوہ سے شفعہ ثابت ہوتا ہے: (۱) کوئی شخص بیع میں شریک ہو (۲) کوئی شخص گھر کے راستہ میں شریک ہو (۳) کوئی شخص کسی کے مکان یا دکان کا پڑوسی ہو' ان میں سے کسی چیز کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور نہ بعض احادیث کو تضاد پر محمول کرنا جائز ہے۔

یہ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ اجمعین کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۴۰۷۔۴۰۱ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

۹۷- بَابُ بَيْعِ الْأَرْضِ وَالدُّوْرِ وَالْعُرُوْضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُوْمٍ

جو زمین' گھر اور سامان غیر منقسم ہو اس کو فروخت کرنا

Marfat.com

٢٢١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ لَّمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از ابوسلمہ بن عبد الرحمان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کو مشروع فرمایا' پس جب حدود قائم ہو جائیں اور راستے پھیر دیئے جائیں تو پھر شفعہ نہیں ہو سکتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۳ میں گزر چکی ہے' تاہم وہاں شفعہ کی تعریف نہیں ذکر کی گئی تھی' سو ہم یہاں شفعہ کی تعریف ذکر کر رہے ہیں:

شفعہ کا لغوی اور شرعی معنی

''شفعة'' کا لفظ ''شفع'' سے ماخوذ ہے' ''شفع'' کا معنی ہے: ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا' کسی شخص کے مکان' دکان یا زمین میں اس کے شریک کو یا پڑوسی کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ جب وہ شخص اس زمین یا مکان یا دکان کو فروخت کرنا چاہے تو پہلے پڑوسی یا شریک کو مطلع کرے کہ میں اس کو فروخت کر رہا ہوں اگر تم اس کو خریدنا چاہو تو پہلا حق تمہارا ہے اور اگر تم نہ خریدو تو میں کسی اور کو فروخت کر دیتا ہوں' اور اگر وہ شخص اپنے شریک یا پڑوسی کو مطلع کیے بغیر اس کو فروخت کر دے تو اس کے شریک یا پڑوسی کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اس شخص کے خلاف مقدمہ کر کے اپنا حق وصول کر لے اور اس زمین یا مکان یا دکان کو خرید لے' ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حق شفعہ صرف شریک کے لیے ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک حق شفعہ شریک کے علاوہ پڑوسی کو بھی حاصل ہے' فریقین کے دلائل حدیث سابق کی شرح میں گزر چکے ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بِهٰذَا، وَقَالَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ.

ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے یہی حدیث بیان کی اور کہا: ہر اس چیز میں جو غیر منقسم ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ان کے دو شیوخ سے مروی ہے: ایک شیخ محمد بن محبوب از عبدالواحد ہیں اور دوسرے شیخ مسدد از عبدالواحد ہیں' نیز دونوں کی روایتوں میں یہ فرق ہے کہ محمد بن محبوب کی روایت میں مذکور ہے: آپ نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کو مشروع فرمایا' اور مسدد کی روایت میں مذکور ہے: آپ نے ہر غیر منقسم میں شفعہ کو مشروع فرمایا' یعنی اس روایت میں مال کی قید نہیں ہے۔

تَابَعَهُ هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ.

عبدالواحد نے ہشام کی روایت کی متابعت کی ہے از معمر۔

امام بخاری نے اس حدیث کی باب ''ترك الحيل'' میں موصولاً روایت کی ہے' یہ حدیث' صحیح البخاری: ۶۹۷۶ میں مذکور ہے۔

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي كُلِّ مَالٍ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے: ''ہر مال میں'' (شفعہ مشروع ہے)۔ اس حدیث کی عبدالرحمان بن اسحٰق نے زہری سے روایت کی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق کی صحیح البخاری: ۲۲۱۳ میں موصولاً روایت کی ہے۔

Marfat.com

امام عبدالرزاق کی روایت میں عبدالرحمان بن اسحاق قرشی کا ذکر ہے اس کے متعلق امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ یہ قدری ثقہ ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۲)

۹۸ - بَابٌ إِذَا اشْتَرٰى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ

جب کسی شخص نے کوئی چیز دوسرے کے لیے اس کی اجازت کے بغیر خریدی پھر وہ دوسرا بھی اس پر راضی ہوگیا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ان کے نزدیک فضولی کی بیع جائز ہے جو شخص صاحب معاملہ کی اجازت کے بغیر اس کے لیے خرید وفروخت کرے اس کو فقہ کی اصطلاح میں فضولی کہتے ہیں پھر اگر صاحب معاملہ اس کے تصرف کو جائز قرار دے دے تو اس کی خرید وفروخت نافذ ہو جاتی ہے۔

۲۲۱۵ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجَ ثَلَاثَةٌ يَمْشُونَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ، فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ، قَالَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُدْعُوا اللّٰهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوهُ. فَقَالَ أَحَدُهُمُ اللّٰهُمَّ إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَرْعَى، ثُمَّ أَجِيءُ فَأَحْلُبُ فَأَجِيءُ بِالْحِلَابِ، فَآتِي بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ، ثُمَّ أَسْقِي الصِّبْيَةَ وَأَهْلِي وَامْرَأَتِي، فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً فَجِئْتُ فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ، قَالَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمَا حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ، اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً نَرٰى مِنْهَا السَّمَاءَ، قَالَ فَفُرِجَ عَنْهُمْ. وَقَالَ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِ عَمِّي كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ، فَقَالَتْ لَا تَنَالُ ذٰلِكَ مِنْهَا حَتّٰى تُعْطِيَهَا مِائَةَ دِينَارٍ، فَسَعَيْتُ فِيهَا حَتّٰى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتِ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا، فَإِنْ كُنْتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بیان فرمایا: تین شخص سفر کر رہے تھے کہ ان پر بارش ہونے لگی وہ ایک پہاڑ کے غار میں داخل ہو گئے ناگاہ پہاڑ کی ایک چٹان ٹوٹ کر اوپر سے گری جس نے غار کا منہ بند کر دیا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ تم نے جو سب سے افضل عمل کیا ہو اس کا وسیلہ پیش کر کے اللہ سے دعا کرو ان میں سے ایک نے دعا کی: اے اللہ! بے شک میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے میں بکریاں چرانے کے لیے گھر سے باہر جاتا تھا پھر گھر آ کر ایک برتن میں دودھ دوہ کر اپنے ماں باپ کے پاس لاتا تو وہ اس دودھ کو پیتے اس کے بعد میں اپنے بچوں کو گھر والوں کو اور اپنی بیوی کو دودھ پلاتا ایک رات میں کہیں پھنس گیا اور دیر سے لوٹا جب میں گھر پہنچا تو ماں باپ سو چکے تھے میں نے ان کو جگانا پسند نہیں کیا اور بچے میرے پیروں کے پاس بھوک سے چلا رہے تھے پس میرا اور میرے ماں باپ کا معاملہ یونہی رہا حتیٰ کہ فجر طلوع ہوگئی اے اللہ! اگر تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا پس تو ہمارے لیے (غار کے منہ کو) اتنا کشادہ کر دے کہ ہم آسمان کو دیکھ لیں! سو ان کے لیے (غار کا منہ کچھ) کشادہ کر دیا گیا اور دوسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میں اپنے چچا کی بیٹیوں میں سے ایک

Marfat.com

تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً، قَالَ فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ. وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ اِسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقٍ مِّنْ ذُرَّةٍ فَاَعْطَيْتُهُ، وَاَبٰى ذَاكَ اَنْ يَّاْخُذَ، فَعَمَدْتُ اِلٰى ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ، حَتّٰى اِشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَّرَاعِيَهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَعْطِنِیْ حَقِّیْ، فَقُلْتُ اِنْطَلِقْ اِلٰى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيْهَا فَاِنَّهَا لَكَ، فَقَالَ اَتَسْتَهْزِئُ بِیْ؟ فَقُلْتُ مَا اَسْتَهْزِئُ بِكَ وَلٰكِنَّهَا لَكَ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا، فَكُشِفَ عَنْهُمْ. [اطراف الحدیث: ۲۲۷۲-۲۳۳۳-۳۴۶۵-۵۹۷۴] (صحیح مسلم: ۲۷۴۳، الرقم المسلسل: ۶۸۴۳)

عورت کے ساتھ اتنی زیادہ محبت کرتا تھا جتنی شدید محبت کوئی مرد کسی عورت سے کرتا ہے اس عورت نے کہا: تم اس وقت تک مجھ سے اپنا مقصد پورا نہیں کر سکتے حتیٰ کہ مجھے ایک سو دینار لا کر دو سو میں نے (ان دیناروں کے حصول میں) بہت محنت کی حتیٰ کہ ان کو جمع کر لیا' پس جب میں اس عورت کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈرو اور (بکارت کی) مہر کو اس کے حق دار کے سوا نہ توڑو' پس میں کھڑا ہو گیا اور اس عورت کو چھوڑ دیا' پس اگر تجھ کو علم ہے کہ میں نے یہ عمل محض تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا' سو تو ہمارے لیے (غار کا منہ) کشادہ کر دے' تو اس غار کا منہ دو تہائی کھل گیا' اور تیسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میں نے تین صاع (بارہ کلو گرام) جوار کے عوض ایک مزدور سے کام کرایا' اس نے اس اجرت کو لینے سے انکار کر دیا' پھر میں نے اس جوار کو زمین میں بو دیا اور کاشت کاری کی' حتیٰ کہ میں نے اس سے گائیں اور چرواہا خریدا' پھر وہ مزدور آیا اور کہا: اے اللہ کے بندے! مجھے میرا حق دے' میں نے کہا: ان گایوں اور ان کے چرواہے کی طرف چلو یہ سب تمہارے ہیں' اس نے کہا: کیا تم مذاق کر رہے ہو! میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کر رہا بلکہ یہ سب تمہارا مال ہے' اے اللہ! اگر تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل محض تیری رضا کے لیے کیا تھا تو تو اس (غار کا منہ) ہمارے لیے کھول دے' چنانچہ ان کے لیے غار کا منہ کھول دیا گیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حتیٰ کہ میں نے (اس مزدور کی اجرت سے) گائیں اور چرواہا خریدا۔ اس شخص نے دوسرے کے لیے اس کی اجازت کے بغیر چیزیں خریدیں' پھر جب وہ مزدور اپنی اجرت لینے آیا اور اس شخص نے اس کو اس بیع کی خبر دی تو وہ راضی ہو گیا اور اس نے ان چیزوں کو لے لیا' یوں اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اگر فضولی کسی دوسرے کے لیے خرید و فروخت کرے اور وہ دوسرا شخص اس خرید و فروخت پر مطلع ہونے کے بعد اس سے راضی ہو جائے تو اس کی بیع صحیح ہے۔

پہلی امتوں کے نیک اعمال کی ترغیب' فضولی کی بیع کی صحت' ماں باپ کو بچوں سے پہلے کھلانے کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کے ایک واقعہ کی خبر دی ہے اور ان کے نیک اعمال کی اس لیے خبر دی تا کہ آپ کی

امت بھی ایسے نیک اعمال کرنے میں رغبت کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر کسی فائدہ کے کلام نہیں فرماتے تھے اور جب آپ کا مزاح اور خوش طبعی کی بات بھی کسی مسئلہ کی تعلیم کے لیے ہوتی تھی تو جب آپ کسی واقعہ کی خبر دیں تو وہ کیوں کر کسی فائدہ کے بغیر ہوگی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ تیسرے شخص نے مزدور کی طے شدہ اجرت جو تین صاع جوار تھی' اس کو اس مزدور کی اجازت کے بغیر کاشت کر دیا اور اس سے گائیں خرید لیں اور بعد میں وہ مزدور اس کاشت کاری اور اس کے عوض میں گایوں کو لینے پر راضی ہو گیا' اس سے معلوم ہوا کہ فضولی کی بیع صحیح ہے اور اس حدیث کی یہاں روایت کرنے سے امام بخاری کا یہی مقصد ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے لکھا ہے کہ فضولی کی بیع کا جواز اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ یہ ہم سے پہلی شریعت ہے اور اس کو ہمارے لیے بھی مشروع کیا گیا ہے اور جمہور نے اس کی مخالفت کی ہے۔(فتح الباری ج ۴ ص ۶۳۲' دار المعرفہ بیروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم سے پہلی شریعت ہم پر اس وقت لازم ہوتی ہے جب شارع علیہ السلام اس پر انکار نہ فرمائیں اور یہاں پر فضولی کی بیع کے جواز کی ایک اور یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے مزدور کی اجرت میں تصرف کو بہ طور مدح اور تحسین کے ذکر فرمایا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے اور اگر فضولی کی بیع ناجائز ہوتی تو آپ اس کا عدم جواز ضرور بیان فرماتے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی' نیز اس حدیث میں اولیاء اللہ اور صالحین کی کرامات کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ان میں سے ایک شخص ساری رات دودھ کا پیالہ لیے اپنے سوئے ہوئے ماں باپ کے پاس کھڑا رہا اور اس کے بچے اس کے پیروں کے پاس بھوک سے بلکتے رہے' علامہ کرمانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بچوں کے کھانے کا خرچ ماں باپ کو کھلانے پر مقدم ہے' پھر اس نے اپنے بچوں کو بھوکا کیوں چھوڑا؟ میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے اس کے دین میں ماں باپ کو کھلانا بچوں کو کھلانے پر مقدم ہو یا بچے اس مقدار سے زیادہ کھانا طلب کر رہے ہوں جس مقدار سے رمق حیات برقرار رہتی ہے اور وہ زیادہ کھانے کی حرص میں چلا رہے ہوں۔

جب وہ لوگ مشکل میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی' اسی طرح جب خشک سالی میں بارش کی طلب کے لیے دعا کی جائے تو اللہ اس کو اپنے فضل سے قبول فرماتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۷)

نیک اعمال کے علاوہ نیک لوگوں کے وسیلہ سے دعا کا ثبوت

میں کہتا ہوں کہ صرف نیک اعمال کے وسیلہ سے ہی دعا قبول نہیں ہوتی بلکہ نیک حضرات کے وسیلہ سے بھی دعا قبول ہوتی ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی طلب کے لیے دعا کی تو بارش ہو گئی۔(صحیح البخاری: ۱۰۱۰)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی وفات کے دو سال بعد اہل سمرقند نے بارش کی طلب کے لیے متعدد بار دعا کی' بارش نہیں ہوئی' تب بعض صالحین نے قاضی سے کہا: میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو امام بخاری کی قبر کے پاس لے جائیں اور وہاں ہم بارش کی دعا کریں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بارش نازل فرمائے گا' سو ایسا کیا گیا اور لوگوں نے امام بخاری کی قبر کے پاس رو رو کر دعا کی اور امام بخاری کا وسیلہ پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موسلا دھار بارش نازل فرمائی اور سات دن تک لگاتار بارش ہوتی رہی حتیٰ کہ بارش کی کثرت کی وجہ سے لوگوں کا سمرقند تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔(مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۵۷' مکتبہ حقانیہ پشاور)

Marfat.com

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی الدمشقی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

معروف کرخی بن فیروز بہت بڑے مشائخ میں سے ہیں' یہ مستجاب الدعوات تھے' ان کی قبر سے بارش طلب کی جاتی ہے' یہ السری السقطی کے استاذ تھے اور ۲۰۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (رد المحتار ج۱ ص ۱۴۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حرام کام کے حصول پر قدرت کے باوجود اس کو ترک کرنے کی فضیلت

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر ہے اور اس کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ کہ ماں باپ کو اپنی اولاد اور بیوی پر ترجیح دینی چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ انسان کو حتی الوسع حرام کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے' دل میں گناہ کی خواہش ہو' گناہ پر قدرت بھی ہو اس کے باوجود محض اللہ کے خوف سے حرام کام کو ترک کر دے' جیسا کہ اس حدیث میں اس دوسرے شخص نے اپنی عم زاد کے ساتھ حرام خواہش کے پورا کرنے کو ترک کر دیا اور جیسے ہی اس کی عم زاد نے کہا کہ اللہ سے ڈرو! وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور وہ قرآن مجید کی اس بشارت کا مصداق ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ O (الرحمٰن: ۴۶) اور اس شخص کے لیے دو جنتیں ہیں جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا O

اور جو شخص اللہ کے خوف سے گناہ کو ترک کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو مشکل سے نجات عطا فرماتا ہے' فرمایا:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا O (الطلاق: ۲) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے O

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا O (الطلاق: ۴) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے کام میں آسانی کر دے گا O

سو اس شخص کے خوفِ خدا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس شخص اور اس کے ساتھیوں کے لیے غار سے نکلنے کی سبیل پیدا کر دی۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ اس تیسرے شخص نے ایک فرق (تین کلوگرام) جوار دینے کی اجرت پر ایک مزدور سے کام کرایا' اس سے معلوم ہوا کہ طعام کو اجرت میں دینا جائز ہے۔

اور اس میں اس شخص کی امانت داری کا ذکر ہے کہ جب وہ مزدور آیا تو اس شخص نے اس کی پوری اجرت ادا کر دی۔

''ذُرَة'' کا معنی لکھنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی

شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

اے اللہ! اگر آپ کے علم میں ہو کہ میں نے ایک مزدور لیا تھا اور اس کی اجرت مکئی کا ایک فرق مقرر کیا تھا' مکئی کو ذرہ کہتے ہیں۔

(انعام الباری ج ۶ ص ۳۸۷' مکتبۃ الحراء' کراچی)

شیخ عثمانی نے یہ غلط لکھا ہے' ''ذُرَة'' کا معنی مکئی نہیں ہے' بلکہ جوار ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

مولوی فیروز الدین لکھتے ہیں:

''ذرہ'' (ع) جوار۔ (فیروز اللغات' فارسی' ص ۳۸۹' فیروز سنز' لاہور' ۱۹۶۸ء)

Marfat.com

محمد غیاث الدین بن جلال الدین لکھتے ہیں:

''ذُرة'' عام غلہ ہے'اس کو ہندی میں جُوار کہتے ہیں'اس کا خوشہ اس کے درخت کی بلندی کی انتہاء پر ہوتا ہے نہ کہ وسط میں۔ (واضح رہے کہ مکئی کا خوشہ اس کے درخت کے وسط میں ہوتا ہے اور گندم اور جوار کا خوشہ اس کے درخت کے سر پر ہوتا ہے'اس تشریح سے ظاہر ہو گیا کہ ''ذُرة'' کا معنی مکئی نہیں ہوسکتا۔سعیدی غفرلہٗ)

(غیاث اللغات ص ۲۲۴'ایچ ایم سعید کمپنی' کراچی' غیاث اللغات کی تصنیف کی تکمیل ۱۲۴۲ھ میں ہوئی تھی)

مستند اور مشہور مترجمین اور شارحین نے بھی ''ذرة'' کا معنی جوار لکھا ہے:

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ'حدیث مذکور کے زیر بحث حصہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''ذُرَہ'' مشہور غلہ ہے'اس کو ہندی کی زبان میں جوار کہتے ہیں۔(تیسر القاری ج ۲ ص ۲۸۵' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ ظہور الباری اعظمی فاضل دار العلوم دیوبند'حدیث مذکور کے زیر بحث حصہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام لیا تھا۔(تفہیم البخاری ج ا ص ۹۸۳' دار الاشاعت' کراچی)

مشہور غیر مقلد عالم'شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

یا اللہ! تو جانتا ہے میں نے تین صاع جوار پر ایک مزدور لگایا تھا۔(تیسیر الباری ج ۲ ص ۴۲۱' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

دوسرے غیر مقلد عالم محمد داؤد راز لکھتے ہیں:

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام کرایا تھا۔

(ترجمہ وتشریح صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۶۹' مکتبہ قدوسیہ' لاہور)

۹۹ - بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَهْلِ الْحَرْبِ

مشرکین اور اہل حرب کے ساتھ خرید وفروخت کرنا

٢٢١٦ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعًا اَمْ عَطِيَّةً؟ اَوْ قَالَ اَمْ هِبَةً؟ قَالَ لَا بَلْ بَيْعٌ فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً. [اطراف الحدیث: ۲۶۱۸-۵۳۸۲]

(صحیح مسلم: ۲۰۵۶' الرقم المسلسل: ۵۲۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی'انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی عثمان از حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما'انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے'پھر ایک بہت لمبا چوڑا مشرک بکریوں کو ہنکاتا ہوا آیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: یہ بکریاں بہ طور بیع ہیں یا بہ طور عطیہ ہیں' یا فرمایا: بہ طور ہبہ ہیں؟ اس نے کہا: نہیں! بہ طور بیع ہیں' تو آپ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ نے اس مشرک سے ایک بکری خرید لی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) معتمر بن سلیمان بن طرخان (۳) ابو عثمان عبد الرحمان بن مل النہدی (۴) حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما۔(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۷)

Marfat.com

مشرکین سے خرید و فروخت کا جواز اور عام بازاری مشرکین سے آپ کا ہدیہ قبول نہ فرمانا۔۔۔۔۔۔ اور بادشاہوں کا ہدیہ قبول فرمانا' اس کی مفصل اور مکمل تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے مشرک سے ایک بکری خریدی' اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین سے خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔

علامہ خطابی شافعی التوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے اس مشرک سے پوچھا: آیا یہ بکریاں بہ طور ہبہ ہیں؟ اس قول میں یہ دلیل ہے کہ اگر مشرک کوئی چیز ہبہ کردے تو اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت عیاض بن حماد رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ شرک میں نبی ﷺ کو ہدیہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ہم مشرکین کے عطیات کو قبول نہیں کرتے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۵۷' سنن ترمذی: ۱۵۷۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۲) اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے آپ کا یہ ارشاد منسوخ ہو' کیونکہ آپ نے متعدد مشرکین کا ہدیہ قبول فرمایا ہے' مصر کے بادشاہ المقوقس نے آپ کو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہدیہ کی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۴۸۲' صحیح مسلم: ۱۳۹۲) اور دومۃ الجندل کے بادشاہ اُکیدر نے آپ کو ایک خچر ہدیہ کیا تھا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۲) مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا یہ گمان ہو کہ مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور اہل کتاب کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے کیونکہ المقوقس اور اُکیدر دومہ عیسائی تھے۔ (اعلام السنن شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۶۔ ۵۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی کی اس تقریر پر متعدد اعتراضات ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) علامہ خطابی نے جو مشرکین اور اہل کتاب کے ہدیوں میں یہ فرق کیا ہے کہ اول الذکر کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور ثانی الذکر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے' یہ فرق زیر بحث حدیث میں آپ کے اس ارشاد سے مسترد ہو جاتا ہے کہ آپ نے اس مشرک سے فرمایا: آیا یہ بکریاں بہ طور بیع ہیں یا بہ طور ہبہ؟ اگر مشرک کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہ ہوتا تو آپ اس طرح نہ فرماتے۔

(۲) اُکیدر نے حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے اسلام لانے سے پہلے آپ کو ہدیہ پیش کیا تھا' جو اس حدیث کے راوی ہیں' کیونکہ حضرت عبدالرحمان صلح حدیبیہ کے موقع پر اسلام لائے تھے اور یہ صلح ۷ھ میں ہوئی تھی' اور اُکیدر سے صلح حضرت سعد بن معاذ کی وفات کے بعد ہوئی تھی جن کے متعلق نبی ﷺ نے اس وقت یہ فرمایا تھا جب صحابہ اُکیدر کے ہدیہ پر تعجب کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ حسین ہیں۔

حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو ایک ریشم کا حلہ ہدیہ کیا گیا تو آپ کے اصحاب اس کو چھو کر اس کے ملائم ہونے پر تعجب کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس کے ملائم ہونے پر تعجب کرتے ہو! سعد بن معاذ کے جنت میں رومال اس سے زیادہ ملائم اور اس سے زیادہ افضل ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۸۰۲' صحیح مسلم: ۲۴۶۸' صحیح ابن حبان: ۷۰۳۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دومۃ الجندل (تبوک کے قریب ایک بستی) کے بادشاہ اُکیدر نے آپ کو حلہ ہدیہ کیا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۴۶۹' الرقم المسلسل: ۶۲۴۶)

حضرت سعد کی وفات' غزوۂ بنو قریظہ کے بعد عقبہ کے قول کے مطابق ۴ھ میں ہوئی تھی اور امام ابن اسحاق کے قول کے مطابق

Marfat.com

۵ ھ میں ہوئی تھی اور ہر تقدیر پر حضرت سعد بن معاذ' حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر کے اسلام لانے سے پہلے فوت ہو چکے تھے اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو المقوقس کی طرف ٦ ھ میں بھیجا گیا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر ۷ ھ میں اسلام لائے تھے اور اکیدر اور مقوقس نے آپ کی طرف جو ہدیہ پیش کیا تھا وہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے' اس لیے ہو سکتا ہے کہ ان کو ان کے ہدیہ پیش کرنے کا علم نہ ہو' اس لیے انہوں نے اس حدیث میں یہ روایت کی کہ آپ نے فرمایا: ہم مشرکین کے عطیات قبول نہیں کرتے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ ہم مشرکین کی عطاؤں کو قبول نہیں کرتے' اس سے مراد عام بازاری مشرکین ہیں اور اکیدر' دومۃ الجندل کا بادشاہ تھا اور مقوقس مصر کا بادشاہ' اور یہ دونوں بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس عموم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ بادشاہوں کا ہدیہ مسترد کرنا' ان کے لیے مُوجب عار ہوتا ہے۔

(۴) ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ جن مشرکین کا ہدیہ قبول فرماتے تھے' آپ ان کو جواباً ہدیہ بھی پیش کرتے تھے اور آپ نے اس بکریوں والے مشرک سے جو فرمایا تھا کہ یہ بکریاں بہ طور بیع ہیں' یا بہ طور ہدیہ ہیں؟ آپ کا یہ ارشاد بھی اس کو مانوس کرنے کے لیے تھا' اور جو شخص آپ کو ہدیہ پیش کرتا تھا آپ اس کو اس سے زیادہ ہدیہ عطا فرماتے تھے' آپ نے عیاض بن حمار کا جو ہدیہ ردّ فرمایا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کو آپ کی بعثت سے پہلے سے پہچانتا تھا اور جب آپ مبعوث ہوئے تو اس نے آپ کو ہدیہ پیش کیا' سو آپ نے اس کا ہدیہ ردّ کر دیا' اسی طرح ذی الجوشن نے آپ کو گھوڑا ہدیہ کیا تھا جس کو آپ نے ردّ کر دیا' اسی طرح آپ نے ملاعب الاسنہ کا ہدیہ ردّ کر دیا تھا کیونکہ یہ تمام بازاری لوگ تھے' بادشاہ نہیں تھے اور اَیلہ کے بادشاہ نے آپ کو خچر ہدیہ کیا اور الجذامی نے آپ کو پوستین ہدیہ کی۔ ان کے ہدایہ کو آپ نے قبول نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں بادشاہ تھے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوعبید نے کتاب الاموال میں لکھا ہے کہ آپ نے حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کا ہدیہ اس مدت میں قبول فرمایا تھا جب اس سے صلح تھی' اور آپ نے المقوقس کا ہدیہ اس لیے قبول فرمایا تھا کہ اس نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی تکریم کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا تھا اور اس نے آپ کو اپنے اسلام لانے سے مایوس نہیں کیا تھا اور اُکیدر کا ہدیہ اس لیے قبول فرمایا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خون کی حفاظت کی تھی اور اس سے جزیہ پر صلح فرمائی تھی کیونکہ وہ نصرانی تھا اور آپ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا تھا اور اسی طرح جب ایلہ کے بادشاہ نے آپ کو ہدیہ پیش کیا تو آپ نے اس کو چادر عطا فرمائی تھی' اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ جو شخص آپ کو ہدیہ پیش کرتا تھا' آپ اس کو بدلہ میں ہدیہ عطا فرماتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۹۔ ۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ باب مذکور کی اس حدیث میں آپ نے جو اس بکریوں والے مشرک سے فرمایا تھا کہ یہ بکریاں بہ طور بیع ہیں یا ہبہ؟ یہ محض اس کو مانوس کرنے کے لیے فرمایا تھا ورنہ آپ عام بازاری مشرکوں کا ہدیہ قبول نہیں فرماتے تھے سوائے معزز لوگوں اور بادشاہوں کے۔

۱۰۰ - بَابُ شِرَاءِ الْمَمْلُوكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهِبَتِهٖ وَعِتْقِهٖ

حربی سے غلام خریدنا اور اس کو ہبہ کرنا اور آزاد کرنا

اس باب میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ حربی کافر سے غلام خریدنے کا اور اس غلام کو ہبہ کرنے اور آزاد کرنے کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَلْمَانَ كَاتِبْ وَكَانَ حُرًّا فَظَلَمُوْهُ وَبَاعُوْهُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مکاتب ہو جاؤ' وہ اصل میں آزاد تھے' کافروں نے ان پر ظلم کر کے ان کو غلام بنالیا تھا اور ان کو فروخت کر دیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل اور تفصیل حسب ذیل حدیث میں ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مفصل سوانح

علامہ ابن اثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ میں اصبہان کے اہل فارس میں سے تھا اور میرے والد اس سرزمین میں دھقان تھے اور میں ان کے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب تھا' میں نے مجوسیت میں کوشش کی' میرے والد کی کافی زمینیں تھیں' ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا: تم دیکھ رہے ہو کہ میں اب عمر رسیدہ ہو گیا ہوں' تم اب زمینوں پر جاؤ اور ان کی دیکھ بھال کرو' میں اس مہم کے لیے روانہ ہوا تو میں نصاریٰ کے ایک گرجا کے پاس سے گزرا اور وہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے' مجھے ان کی نماز اچھی لگی اور میں ان کے دین کی طرف مائل ہو گیا اور میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! یہ ہمارے دین (مجوسیت) سے بہتر ہے' میں ان کے ہی پاس رہا' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' میں اپنے والد کی زمینوں کی طرف گیا نہ واپس آیا' جب مجھے دیر ہو گئی تو میرے والد نے میری تلاش میں آدمی بھیجے' میں نے نصاریٰ سے پوچھا: میں اس دین کو حاصل کرنے کے لیے کہاں جاؤں؟ انہوں نے کہا: ملک شام میں۔

پھر میں اپنے والد کے پاس گیا' انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے تمہاری طرف قاصد بھیجے تھے' میں نے کہا: میں چند لوگوں کے پاس سے گزرا' وہ گرجا میں نماز پڑھ رہے تھے' مجھے ان کی نماز بہت اچھی لگی اور میں نے جان لیا کہ ان کا دین' ہمارے دین سے بہت بہتر ہے' میرے والد نے کہا: اے میرے بیٹے تمہارا دین (مجوسیت) اور تمہارے باپ دادا کا دین ان کے دین سے بہتر ہے' میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں! پس میرے والد خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے مجھے قید کر دیا' پھر میں نے نصاریٰ کو پیغام بھیجا اور کہا: جو شخص شام جا رہا ہو' اس کی مجھے اطلاع دیں' پھر میں نے اپنے پیروں کی بیڑیاں اُتاریں اور ان کے ساتھ ملک شام پہنچ گیا' پھر میں نے ان کے عالم کے متعلق معلوم کیا' انہوں نے بتایا: وہ اُسقف (بڑا پادری) ہے' میں اس کے پاس پہنچا اور اپنا حال سنایا اور کہا: میں آپ کے پاس رہ کر آپ کی خدمت کروں گا اور نماز پڑھوں گا' میں اس کے پاس ٹھہر اگر وہ دیانت دار نہ تھا' لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دیتا اور وہ صدقات اپنے پاس رکھ لیتا حتیٰ کہ اس نے بہت سا سونا اور چاندی جمع کر لیا' وہ فوت ہو گیا اور لوگوں نے اس کا قائم مقام ایک دین دار آدمی کو کر دیا جو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طالب تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کی محبت میرے دل میں ڈال دی' پھر جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے اس سے کہا: مجھے وصیت کریں' تو اس نے موصل میں ایک شخص کے متعلق وصیت کی' جو اسی کی طرح دین دار تھا۔

پھر میں موصل پہنچ گیا اور اس کی خدمت میں رہا حتیٰ کہ ایک دن اس کی موت کا وقت بھی آ گیا' میں نے اس سے کہا: میرے لیے وصیت کریں' اس نے کہا: میں اس دین پر صرف ایک شخص سے واقف ہوں اور وہ عموریہ میں ہے' میں اس کے پاس پہنچا اور اس کی خدمت میں رہا حتیٰ کہ اس کا وقت بھی آ گیا' میں نے اس سے پوچھا: اب آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں؟ اس نے کہا: میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ہماری طرح دین دار ہو لیکن اب تم پر اس نبی نے سایا کر لیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

Marfat.com

دین حنیف کو لے کر مبعوث ہوگا' وہ اس سرزمین میں ہے جہاں کھجور کے درخت بہت ہیں' اس کی نبوت کی نشانیاں مخفی نہیں ہیں' اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے' وہ ہدیہ کھائے گا اور صدقہ نہیں کھائے گا' اگر تم جا سکتے ہو تو اس کے پاس چلے جاؤ' پھر وہ عابد بھی فوت ہو گیا۔

پھر عرب کے بنو کلب کا قافلہ گزرا' میں نے کہا: میں تم کو اپنی یہ بکریاں دوں گا اور گائیں' تم مجھے اپنے ملک میں لے جاؤ' وہ مجھے وادی القریٰ میں لے گئے اور مجھے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا' پس میں نے وہاں کھجور کے درخت دیکھے' پس میں نے جان لیا کہ یہ وہی ملک ہے جس کی صفت مجھ سے بیان کی گئی تھی' تو میں اس شخص کے پاس رہا جس نے مجھے خریدا تھا' پھر وہاں بنو قریظہ کا ایک شخص آیا اور اس نے مجھے اس یہودی سے خرید لیا' وہ مجھے لے کر مدینہ منورہ آ گیا اور میں نے اس شہر کو اس کی صفت سے پہچان لیا' پس میں اس یہودی کے پاس رہا اور اس کے کھجور کے درختوں میں کام کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما دیا اور مجھے آپ کی بعثت کا پتا نہیں چلا' حتیٰ کہ آپ مدینہ طیبہ آئے اور بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے' میں جس وقت کام میں مشغول تھا کہ میرے مالک کا عم زاد آیا' اس نے کہا: اے فلاں! اللہ بنی قیلہ کو ہلاک کر دے! میں ابھی ان کے پاس سے آیا ہوں' وہ سب ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور اس کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے' پس جیسے ہی میں نے یہ سنا مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی' میں درخت پر لرزنے لگا' قریب تھا کہ میں گر جاتا' سو میں جلدی سے اترا' میں نے کہا: یہ کیسی خبر ہے! میرے مالک نے مجھ کو تھپڑ مارا اور کہا: تمہارا اس شخص سے کیا واسطہ ہے؟ تم اپنا کام کرو' پس میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا حتیٰ کہ شام ہو گئی' میں نے اپنی کچھ چیزیں جمع کیں (یعنی کھجوریں) اور آپ کے پاس پہنچا' اس وقت آپ قباء میں اپنے اصحاب کے ساتھ تھے' میں نے آپ کو آزمانے کا ارادہ کیا' میں نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نیک آدمی ہیں اور آپ کے ساتھ ضرورت مند لوگ ہیں' پس میں نے آپ لوگوں کو ان کھجوروں کا حق دار پایا ہے' پھر میں نے آپ کے سامنے وہ کھجوریں رکھ دیں' آپ نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے اور آپ نے اپنے اصحاب سے کہا: تم کھاؤ' سو انہوں نے وہ کھجوریں کھائیں' میں نے دل میں کہا: یہ ایک نشانی پائی گئی' اور میں واپس چلا گیا۔

پھر آپ مدینہ میں منتقل ہو گئے' پھر ایک دن میں کچھ کھجوریں جمع کر کے آپ کے پاس لایا اور کہا: مجھے آپ کی تکریم کرنا پسند ہے تو میں آپ کے لیے یہ ہدیہ لایا ہوں اور یہ صدقہ نہیں ہے' آپ نے ہاتھ بڑھا کر وہ کھجوریں کھائیں اور آپ کے اصحاب نے بھی کھائیں' میں نے دل میں کہا: یہ دو نشانیاں ہو گئیں' اور میں واپس چلا گیا۔

میں پھر آپ کے پاس آیا' اس وقت آپ بقیع الغرقد کے جنازہ گاہ میں تھے اور آپ کے گرد آپ کے اصحاب تھے' میں نے آپ کو سلام کیا اور آپ کی پشت میں مہر نبوت کی طرف مڑ گیا' آپ نے جان لیا کہ میرا کیا ارادہ ہے' آپ نے اپنے کندھوں سے چادر گرا دی اور میں نے مہر نبوت کو دیکھ لیا' میں نے اس کو بوسا دیا اور میں رونے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سامنے بٹھایا اور میں نے آپ کو اپنا تمام ماجرا سنایا' جس طرح اے ابن عباس! میں نے آپ کو سنایا ہے تو آپ کو یہ بہت اچھا لگا کہ آپ یہ واقعہ اپنے اصحاب کو بھی سنائیں' میں اپنے غلام ہونے کی وجہ سے آپ کے ساتھ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں تو حاضر نہیں ہو سکا تھا' آپ نے مجھ سے فرمایا: اے سلمان! تم اپنے آپ کو مکاتب (اپنے مالکوں کو کچھ رقم دے کر اپنے آپ کو آزاد) کرا لو' پھر میرے مالک نے یہ شرط رکھی کہ میں اس کے لیے تین سو درخت اگاؤں اور اس کو تین سو اوقیہ سونا دوں تو وہ مجھ کو آزاد کر دے گا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کھجور کے درخت اگانے میں اپنے بھائی کی مدد کرو تو انہوں نے پانچ پانچ اور دس دس پودے لا کر دیئے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۳ المعجم الکبیر ج ۶ ص ۲۷۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۲۸۱' نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۸۱) آپ نے فرمایا: تم ان پودوں کو زمین میں نہ لگانا

حتیٰ کہ میں خود ان کو زمین میں لگاؤں گا' میرے ساتھیوں نے پودے مہیا کرنے میں میری مدد کی' جب وہ سب مہیا ہو گئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان پودوں کو زمین میں لگایا اور ان پر مٹی برابر کی' پھر آپ چلے گئے' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے! ان درختوں میں سے ایک درخت بھی نہیں سوکھا' اب اس یہودی کو سونا دینا رہ گیا تھا' ایک دن آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص انڈے کے برابر سونا لے کر آیا' یہ سونا اس کو کسی معدن سے ملا تھا' آپ نے فرمایا: سلمان فارسی کو بلاؤ جو مکاتب ہے' پھر آپ نے فرمایا: یہ سونا اپنے مالک کو ادا کر دو' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جتنا سونا مجھ پر واجب ہے' یہ سونا اس کی مقدار کے کہاں برابر ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاس سے ایک اور سونے کا انڈا لا کر دیا' وہ سونے کا انڈا اتنا وزنی تھا کہ اگر اس کا وزن احد پہاڑ سے کیا جاتا پھر بھی وہ وزنی ہوتا۔

حضرت سلمان فارسی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلی بار غزوۂ خندق میں شرکت کی' پھر اس کے بعد وہ کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے' حضرت علی' حضرت عمار اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔ (مشکوٰۃ:۶۲۳۵' کنز العمال:۳۱۱۱۲) یہ مفصل روایت علامہ ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۵۱۳۔۵۱۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَسُبِيَ عَمَّارٌ وَّصُهَيْبٌ وَّبِلَالٌ. اور حضرت عمار' حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو قید کر کے غلام بنا لیا گیا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار کا پورا نام ہے: عمار بن یاسر بن عامر بن مالک' ان کی ماں کا نام سُمیہ ہے' جو کفار قریش کی باندی تھیں۔ حضرت عمار اور ان کے والد سابقین اولین میں سے تھے اور ان کو اللہ کی ذات پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: اے آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی یا نہیں! جب کہ یہ طے شدہ ہے کہ انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی اور تمام غزوات میں حاضر رہے تھے' پھر جنگ یمامہ میں حاضر ہوئے تھے' اس جنگ میں ان کا کان کٹ گیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا عامل بنا دیا تھا' عاصم نے از زِرّ از عبد اللہ روایت کی ہے کہ سب سے پہلے جن سات آدمیوں نے اسلام ظاہر کیا تھا' ان میں حضرت عمار بھی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ عمار میں ایمان بھرا ہوا ہے حتیٰ کی اس کی ہڈیوں میں بھی ایمان پہنچ گیا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے اور حضرت عمار کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا تھا' میں نے ان پر سختی کی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری شکایت کی' پھر حضرت خالد آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اقدس اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: جو شخص عمار سے عداوت رکھے' اس سے اللہ عداوت رکھے اور جو شخص عمار سے بغض رکھے' اس سے اللہ بغض رکھے۔

حضرت عمار جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

Marfat.com

(الاصابہ: ٥٧٢٠۔ ج ٤ ص ٤٧٤۔ ٤٧٣ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٥ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو قید نہیں کیا گیا تھا' ان کو صرف اللہ کی توحید پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا حتیٰ کہ اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات عطا فرمائی' ہاں! حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو قید کر کے مشرکین کے ہاتھ میں فروخت کر دیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤١ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا نام صہیب بن سنان بن مالک ہے' یہ اصل میں رومی تھے کیونکہ رومیوں نے ان کو بچپن میں اغواء کر کے قید کر لیا تھا۔ امام ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت صہیب اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما اس وقت اسلام لائے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم میں تھے۔

امام بغوی نے نقل کیا ہے کہ ان کا بہت سرخ رنگ تھا اور بہت گھنے بال تھے اور وہ مہندی کا خضاب لگاتے تھے' یہ ان کمزور لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ کی توحید پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا' انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آخر میں مدینہ منورہ ہجرت کی تھی' یہ دونوں نصف ربیع الاوّل میں مدینہ پہنچے' غزوۂ بدر میں اور اس کے بعد تمام غزوات میں حاضر رہے تھے۔

امام ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت صہیب نے بیان کیا کہ میں بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاحب تھا' بیان کیا جاتا ہے کہ جب انہوں نے ہجرت کی تو مشرکین کی ایک جماعت نے ان کا تعاقب کیا' انہوں نے کہا: اے قریش کی جماعت! میں تم سب سے اچھا تیر انداز ہوں اور جب تک میرے ترکش میں ایک بھی تیر ہو گا' تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے' میں تم کو اپنے تیروں سے مارتا رہوں گا اور جب میرے تیر ختم ہو جائیں گے تو میں تلوار سے تم کو قتل کرتا رہوں گا' اور اگر تم میرا مال چاہتے ہو تو میں تم کو اس کا پتا بتاتا ہوں' وہ لوگ اس پر راضی ہو گئے' پھر حضرت صہیب نے ان کو اپنے مال کا پتا دیا' وہ واپس چلے گئے اور ان کا مال لوٹ لیا اور جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: تم نے اپنی بیع میں نفع کمایا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ. (البقرۃ: ٢٠٧) اور لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہے جو اللہ کی رضاجوئی کے بدلہ اپنی جان کو فروخت کر دیتا ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی وفات ٣٨ھ میں ہوئی اور اس وقت ان کی عمر ٧٠ سال تھی۔

(الاصابہ: ٤١٢٤۔ ج ٣ ص ٣٦٦ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٥ھ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی المتوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام بلال بن رباح المؤذن ہے' ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے' یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' حضرت ابو بکر نے ان کو پانچ یا سات یا نو اوقیہ میں خریدا تھا' پھر ان کو آزاد کر دیا تھا' یہ حضرت ابو بکر کے خازن تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے' یہ بدر' اُحد اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت عبیدہ بن الحارث بن المطلب رضی اللہ عنہ کا

Marfat.com

بھائی بنا دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ سات شخصوں نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) حضرت ابوبکر (۳) حضرت عمار (۴) ان کی والدہ حضرت سمیہ (۵) حضرت صہیب (۶) حضرت بلال (۷) اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم' پس رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے شر سے محفوظ رکھا اور آپ کے چچا ابو طالب نے' اور رہے حضرت ابوبکر تو انہیں ان کی قوم نے کفار کے شر سے محفوظ رکھا' اور باقی صحابہ کو کفار نے پکڑ کر لوہے کی زرہیں پہنائیں اور ان کو دھوپ میں لٹا دیا' پس ہر کوئی جو چاہتا ان پر وہ ظلم کرتا' حضرت بلال کو کفار' مکہ کی گھاٹیوں میں گھسیٹتے لیکن اس حال میں بھی وہ کہتے تھے: ''اَحد اَحد'' (اللہ ایک ہے' اللہ ایک ہے)۔ قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو جس وقت خریدا تو ان کا پورا جسم پتھروں سے ڈھکا ہوا تھا۔

نعیم بن ابی ہند بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے حضرت بلال سے پوچھا: کیا تم بھی وہی کہتے ہو جو وہ کہتے ہیں؟ پھر ان کو پکڑ کر ان کے منہ پر تھپڑ مار کر ان کو زمین پر دھوپ میں گرا دیا' پھر ان کے سینہ پر چکی رکھی اور حضرت بلال اس حال میں کہہ رہے تھے: ''اَحد اَحد'' پھر حضرت ابوبکر نے ابوجہل کے پاس اس کے ایک دوست کو بھیجا' جاؤ! میرے لیے حضرت بلال کو خرید لو۔

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں اذان دیتے رہے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اذان دیتے رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے اذان نہیں دی' حضرت عمر نے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اذان دی کیونکہ آپ میرے لیے ولی نعمت ہیں اور حضرت ابوبکر نے مجھے آزاد کیا تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے: اے بلال! جہاد سے افضل کوئی عمل نہیں ہے' پھر حضرت بلال ملک شام چلے گئے اور وہاں جہاد کرتے رہے اور وہیں فوت ہو گئے۔

حضرت بلال دمشق میں فوت ہوئے اور ۲۰ ھ میں باب صغیر کے پاس مقبرہ میں مدفون ہوئے' اس وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ دوسری روایت ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔

(الاستیعاب: ۲۱۴-ج ۱ ص ۲۶۱- ۲۵۸ ملخصاً مرتباً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مشرک کے لیے ملکیت اور اپنی ملکیت میں تصرفات کا ثبوت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ اس باب کی مذکور الصدر تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس باب میں غرض یہ ہے کہ حربی اور مشرک کی ملک ثابت ہو جاتی ہے اور مشرک کا اپنی ملک میں بیع' ہبہ اور عتق کا تصرف کرنا صحیح ہے اور باقی اقسام کے تصرفات بھی صحیح ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کو اس کافر یہودی کی ملک میں برقرار رکھا اور حضرت سلمان کو حکم دیا کہ وہ اس یہودی سے مکاتبت کر لیں' حالانکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آزاد تھے اور کافروں نے ان پر ظلم کیا تھا اور ان کو ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا' اور اسلام لانے سے ان پر یہودی کی ملک نہیں ٹوٹی' اسی طرح حضرت عمار' حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کا معاملہ تھا' ان کے مالک ان کی قیمتوں کے مستحق قرار پائے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے' سو جن کو رزق میں فضیلت دی

Marfat.com

عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَھُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَۃِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَO﴾ (النحل:۷۱).

گئی وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو دینے والے تو نہیں ہیں جو ان کی ملکیت میں ہیں تا کہ وہ رزق میں برابر ہو جائیں' پس کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کریں گےO (النحل:۷۱)

مشرکین کے اموال پر ان کی ملکیت کا صحیح ہونا' مشرکین کے شرک پر ان کو زجر اور ملامت' اور بتوں کو عبادت کا مستحق قرار دینا ہی اللہ کی نعمت کا انکار ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مشرکین سے خطاب فرما رہا ہے' اور فرمایا ہے: ان کے غلام ان کی ملکیت ہیں خواہ انہوں نے غیر شرعی طریقہ سے ملکیت حاصل کی لیکن بہرحال وہ مالک ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ مشرکین کی ملکیت صحیح ہے اور اگر مسلمان ان سے کوئی چیز خرید لیں تو ان کا مالک ہونا بھی صحیح ہے اور جب ان کی ملکیت صحیح ہے تو وہ اپنی ملکیت میں خریدنے' فروخت کرنے' ہبہ کرنے اور آزاد کرنے کے جو بھی تصرفات کریں' وہ صحیح ہیں۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ دنیاوی مالک اپنے مملوکوں کو اپنی ملک میں شریک نہیں کرتے تو تم اللہ کی ملکیت میں اس کے مملوکوں کو کیسے شریک کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کے متعلق یہ کہتے ہو کہ اس میں سے بعض رزق اللہ کے لیے ہے اور بعض رزق بتوں کے لیے ہے! سو تم اللہ اور بتوں کے لیے شرک کرتے ہو' سو تم جس چیز کو اپنے غلاموں کے لیے پسند نہیں کرتے' اس کو اللہ کے لیے کیسے پسند کرتے ہو!

علامہ ابن بطال نے کہا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس پر مذمت کی ہے کہ وہ بتوں کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مساوی قرار دیتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے ان کو متنبہ کیا کہ مشرکین کے غلام ان کے اموال میں مساوی نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ اپنے بندوں کی عبادت کے ساتھ منفرد ہو اور اس کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنایا جائے' کیونکہ حقیقت میں اس کے سوا کوئی مالک نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

فرمایا: کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کریں گے۔ یہ استفہام بر طریق انکار ہے یعنی تم اللہ کی نعمت کا انکار نہ کرو اور اس کا کفر نہ کرو' اور ان کا انکار یہ تھا کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو بتوں کی طرف منسوب کرتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی اُلوہیت کو دلائل سے بیان فرمایا اور انہوں نے پھر بھی اس کا انکار کیا اور بتوں کو ہی عبادت کا مستحق قرار دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۱۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَاجَرَ اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بِسَارَۃَ' فَدَخَلَ بِھَا قَرْیَۃً فِیْھَا مَلِکٌ مِّنَ الْمُلُوْکِ' اَوْ جَبَّارٌ مِّنَ الْجَبَابِرَۃِ' فَقِیْلَ دَخَلَ اِبْرَاھِیْمُ بِامْرَاَۃٍ ھِیَ مِنْ اَحْسَنِ النِّسَاءِ' فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ اَنْ یَّا اِبْرَاھِیْمُ مَنْ ھٰذِہِ الَّتِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی تو آپ ان کے ساتھ ایک بستی میں داخل ہوئے' جس میں ایک بادشاہ یا ظالم بادشاہ کی حکومت تھی' اس کو بتایا گیا کہ حضرت ابراہیم ایک انتہائی

مَعَكَ؟ قَالَ أُخْتِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ لَا تُكَذِّبِي حَدِيثِي، فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي، وَاللّٰهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ، فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي، فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلٰى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهِ. قَالَ الْأَعْرَجُ قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ، ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي وَتَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلٰى زَوْجِي، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هٰذَا الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهِ. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ إِنْ يَمُتْ فَيُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ، أَوْ فِي الثَّالِثَةِ، فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا، اِرْجِعُوْهَا إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ، وَأَعْطُوْهَا اٰجَرَ، فَرَجَعَتْ إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَتْ أَشَعَرْتَ أَنَّ اللّٰهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيْدَةً؟ [اطراف الحدیث: ٣٣٥٧-٣٣٥٨-٥٠٨٤-٦٩٥٠-٢٦٣٥] (صحیح مسلم: ٦٠٣٩-٢٣٧١)

عورت کے ساتھ داخل ہوئے ہیں جو تمام عورتوں میں سب سے زیادہ حسین ہے' اس ظالم نے حضرت ابراہیم کے پاس پیغام بھیجا کہ اے ابراہیم! یہ عورت جو تمہارے ساتھ ہے' اس کا تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ انہوں نے کہا: یہ میری (دینی) بہن ہے' پھر حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے کہا: میری بات کی تکذیب نہ کرنا' میں نے ان کو یہ بتایا ہے کہ تم میری (دینی) بہن ہو' اور اللہ کی قسم! اس سرزمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مؤمن نہیں ہے' پھر اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلا لیا' وہ ان کی طرف کھڑا ہوا' حضرت سارہ وضوء کرنے لگیں اور نماز پڑھنے لگیں اور انہوں نے دعا کی: اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے تو' تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا' حتیٰ کہ اس کافر کا دم گھٹ گیا (اور اس کے گلے سے خرخراہٹ کی آواز نکلی) اور اس نے (بے چینی سے) اپنا پاؤں زمین پر مارا۔ راوی الاعرج نے کہا کہ ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا کہ حضرت سارہ نے دعا کی: اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا کہ سارہ نے اس کو قتل کر دیا' پس اس کو چھوڑ دیا گیا' وہ پھر حضرت سارہ کی طرف بڑھا' پس حضرت سارہ وضوء کرنے لگیں اور نماز پڑھنے لگیں اور انہوں نے یہ دعا کی: اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے تو' تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا' پس اس کا دم گھٹ گیا اور اس نے اپنا پیر زمین پر مارا۔ راوی عبد الرحمان نے کہا کہ ابوسلمہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس کو سارہ نے قتل کیا ہے' پھر دوسری بار میں یا تیسری بار میں اس کو چھوڑ دیا گیا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! تم لوگوں نے میرے پاس ایک سرکش جن کو بھیج دیا ہے' اسے ابراہیم کی طرف واپس کر دو' اور اس کو آجر عطا کرو' پس حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹیں اور کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو ناکام کر دیا اور

ہمیں ایک خادمہ عطا کی ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کس بستی کی طرف روانہ ہوئے تھے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت سارہ کے ساتھ ایک بستی میں داخل ہوئے۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ یہ بستی اُردن تھی' اور بی بی ہاجر' قبطی بادشاہ کی باندی تھیں' یا وہ مصر کے بادشاہ کی بیوی تھیں' اور ابن ہشام نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مصر سے مدین کی طرف گئے اور آپ کے ساتھ تئیس (۲۳) مسلمان تھے۔

اس میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حضرت سارہ کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے' اس کی توجیہ

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس ظالم قوم کا مذہب یہ تھا کہ جس شخص کی بیوی موجود ہو' اس کی بیوی سے شادی کرنا اس کے سوا جائز نہیں ہے کہ اس کا شوہر ہلاک ہو جائے' جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا: یہ میری بہن ہے' یعنی دینی بہن ہے' گویا کہ انہوں نے یہ سوچا کہ اگر یہ بادشاہ عادل ہے تو وہ حضرت سارہ سے نکاح کرنے کے لیے مجھے پیغام بھیجے گا' اور اس وقت میرے لیے اس کے پیغام کو مسترد کرنا ممکن ہوگا اور اگر وہ ظالم ہوا تو میں نے اس کے قتل کرنے سے اپنے آپ کو بچالیا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی شخص اس کو پسند نہیں کرتا کہ وہ ایسی عورت سے شادی کرے جس کا شوہر موجود ہو' اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہنے کے بجائے کہ یہ میری بیوی ہے' یہ کہا کہ یہ میری بہن ہے' کیونکہ یہ کہنا کہ یہ میری بیوی ہے' ان کو قتل کرنے یا ملک بدر کرنے کا موجب ہوتا۔ (کشف المشکل ج ۳ ص ۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ' ملخصا)

ظالم بادشاہ نے جب حضرت سارہ سے بُرا ارادہ کیا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' اس میں کراماتِ اولیاء کا ثبوت ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلالیا۔

ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس ظالم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سارہ دونوں کو بلالیا تھا' پھر حضرت ابراہیم کو محل کے باہر ایک طرف کھڑا کیا اور تخلیہ میں حضرت سارہ کی طرف بڑھا' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے لیے اس مقام کو ایک شفاف آئینہ کی طرح بنا دیا اور حضرت ابراہیم اس ظالم بادشاہ کو اور حضرت سارہ دونوں کو دیکھ رہے تھے اور ان کی باتیں سن رہے تھے' جب اس ظالم نے اپنا ہاتھ حضرت سارہ کی طرف بڑھایا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' اس نے پھر دوسرا ہاتھ بڑھایا تو وہ بھی مفلوج ہو گیا' جب اس نے یہ دیکھا تو وہ اپنے شیطانی ارادہ سے باز آ گیا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ حضرت سارہ گھر کے کام کاج کرتی ہیں' تو اس نے کہا: اس جیسی عورت کے لیے گھر کے کام کاج کرنا مناسب نہیں ہے' پھر اس نے کام کاج کے لیے ایک خادمہ دے دی' جن کا نام آجر یا ہاجر تھا' عام کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے' لیکن علامہ قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ نے لکھا ہے کہ حضرت ہاجر شہزادی تھیں اور مصر کی ایک بستی حفن کے قبطی بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ (ارشاد الساری ج ۴ ص ۲۰۰)

"ولیدۃ" کا معنی

اس حدیث میں "ولیدۃ" کا لفظ ہے' "ولیدۃ" کا اطلاق لڑکی پر ہوتا ہے' خواہ وہ بڑی عمر کی ہو اور اصل میں "ولیدۃ" کا معنی

بچی ہے اور یہاں اس سے مراد حضرت ھاجر ہیں اور یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہیں؛ جس طرح حضرت سارہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ ہیں۔

شیخ عثمانی کی املاء کی غلطیاں

متن حدیث میں اس لفظ کا املاء ھاجر ہے۔(صحیح البخاری:۳۳۵۸) لیکن شیخ تقی عثمانی نے اس کو ہر جگہ حاجرہ لکھا ہے۔(انعام الباری ج۶ص ۳۹۳) اسی طرح صحیح املاء پتا ہے۔(فیروز اللغات ص ۲۷۳) لیکن شیخ عثمانی نے اس کو ہر جگہ پتہ لکھا ہے۔(انعام الباری ج۶ ص ۳۹۳) اسی طرح صحیح املاء ٹھکانا ہے۔(قائد اللغات ص ۳۹۳) لیکن شیخ تقی عثمانی نے اس کو ٹھکانہ لکھا ہے۔(انعام الباری ج۶ ص ۴۰۲)

تعریض کا معنی اور اس کی احادیث سے مثالیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تینوں کلاموں میں تعریض تھی اور ان کی حقیقت جھوٹ نہیں ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: یہ میری بہن ہے' اور ان کی مراد یہ تھی کہ یہ میری دینی بہن ہے' اس کو تعریض اور توریہ کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں' ایک قریب اور ایک بعید' متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں قریب معنی آئے اور اس تعریض اور توریہ کی وجہ سے انسان جھوٹ بولنے کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت علی اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تعریضات میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج۱۰ ص ۱۹۹ 'نشر السنۃ' ملتان)

جب کوئی شخص کسی کے ہاں کھانا' کھانا نہ چاہے اور وہ اس کو کھانے کے لیے بلائے تو وہ کہے: میں کھانا کھا چکا ہوں اور اس کی مراد یہ ہو کہ وہ کل کھانا کھا چکا ہے' اور مخاطب یہ سمجھے کہ وہ ابھی کھانا کھا چکا ہے۔

حدیث میں اس کی حسب ذیل مثالیں ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہو گیا تو انہوں نے پوچھا: اب بچہ کی طبیعت کیسی ہے تو ان کی زوجہ حضرت اُم سلیم نے کہا: اب وہ سکون پا چکا ہے' اور مجھے امید ہے کہ اب وہ آرام سے ہے' حضرت ابوطلحہ نے گمان کیا کہ وہ سچ کہہ رہی ہیں۔(صحیح البخاری:۱۳۰۱۔باب:۱۱۶۔ص ۱۳۲۶' صحیح مسلم:۲۱۴۴)

اس میں بھی تعریض ہے کیونکہ سکون کے دو معنی ہیں' قریب معنی یہ ہے کہ اس کو مرض کی تکلیف سے سکون مل گیا' اور حضرت ابوطلحہ نے یہی معنی سمجھا تھا اور اس کا بعید معنی یہ ہے کہ اس نے زندگی کی حرکت اور حرارت سے سکون پا لیا اور حضرت ام سلیم نے یہی معنی مراد لیا تھا۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بڑھیا آئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا: اے ام فلاں! بے شک جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی' وہ بوڑھی عورت پیٹھ پھیر کر رونے لگی' آپ نے فرمایا: اس کو بتاؤ کہ کوئی عورت جنت میں بڑھاپے کی حالت یا عمر میں نہیں جائے گی (یعنی جوانی کی حالت میں جائے گی) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ۝ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ۝ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝ (الواقعہ:۳۷۔۳۵)

ہم نے ان کی بیویوں کو خصوصیت سے پیدا کیا ہے ۝ ہم نے ان کو دوشیزہ بنایا ۝ محبت کرنے والیاں ہم عمر ۝

(الشمائل المحمدیہ للترمذی:۲۴۱' مکتبہ تجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث میں بھی تعریض ہے' کیونکہ بڑھیا کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ جو عورت دنیا میں بڑھاپے کی عمر میں ہو' یہ اس کا قریب معنی ہے' اس عورت نے اس کا یہی معنی مراد لیا تھا' اس لیے وہ رونے لگی کہ جب آپ نے اس کے جنت میں جانے کی نفی کر دی تو وہ اب جنت میں نہیں جائے گی اور اس کا دوسرا بعید معنی ہے کہ بوڑھی عورت جوان ہو کر جنت میں جائے گی اور آپ نے اس کا یہی معنی مراد لیا تھا۔

اسی طرح بہن کے بھی دو معنی ہیں' قریب معنی ہے: نسبی بہن اور بادشاہ کے اہل کاروں نے یہی معنی سمجھا تھا اور بعید معنی ہے: دینی بہن' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی معنی مراد لیا تھا۔

اسی طرح جب کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: ہمارے بتوں کو توڑنے کا کام کس نے کیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا. (الانبیاء: ۶۳) (ابراہیم نے کہا:) بلکہ اسی نے یہ کام کیا ہے (یعنی ابراہیم نے) ان میں بڑا یہ ہے۔

اس آیت میں بھی تعریض ہے اور اس کے دو معنی ہیں' قریب معنی یہ ہے کہ ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے' یعنی ان بتوں کو توڑنے کا سبب یہ بڑا بت ہے اور کافروں نے اس کا یہی معنی سمجھا تھا اور اس کا بعید معنی یہ ہے کہ اسی نے یعنی ابراہیم نے ہی یہ کام کیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی معنی مراد لیا تھا۔

اسی طرح جب ان کی قوم نے ان کو میلے میں چلنے کے لیے کہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ سَقِیْمٌ○ (الصّفّت: ۸۹) میں بیمار ہوں○

اس جملہ میں بھی تعریض ہے' کیونکہ اس کے دو معنی ہیں' قریب معنی یہ ہے کہ میں اس وقت بیمار ہوں اور ان کی قوم نے یہی معنی سمجھا تھا اور اس کا بعید معنی ہے: میں عنقریب بیمار ہوں گا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی معنی مراد لیا تھا۔

اس تفصیل اور تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہ تینوں کلام اپنی حقیقت اور مراد کے اعتبار سے جھوٹ نہیں ہیں خواہ ظاہری اور صوری اعتبار سے جھوٹے ہوں۔

بیوی کو بہن کہنے سے طلاق کا عدم وقوع' ظالم کی ظاہری اطاعت کا جواز' ظلم سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنے کا جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کی اخوت کا اظہار کرنا واجب ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی کو بہن کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی' تاہم اگر اس نے بغیر دینی بہن کے ارادہ کے کہا ہے تو یہ جھوٹ ہے اور اس پر توبہ واجب ہے اور اگر دینی بہن کے ارادہ سے کہا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظالم کے ظلم سے بچنے کے لیے اس کی ظاہری اطاعت کرنا جائز ہے' جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا۔ حضرت ابراہیم نے اس کی دی ہوئی باندی حضرت ہاجر کو قبول کر لیا' اس سے معلوم ہوا کہ مشرک اور ظالم کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اخلاص سے کی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے جیسا کہ حضرت سارہ کی دعا قبول ہوئی اور یہ ان کی کرامت بھی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ دونوں اس مصیبت میں مبتلا ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صالحین کو ان کے درجات میں بلندی کے لیے آفات اور مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لیے حیلہ کیا اور ظاہری اور صوری کذب سے کام لیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۵۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۴۔۴۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین چیزوں میں (ظاہری) جھوٹ بولا۔ انہوں نے کہا: میں بیمار ہوں اور وہ بیمار نہیں تھے' اور انہوں نے حضرت سارہ کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے' اور انہوں نے کہا: یہ کام (بتوں کو توڑنا) تمہارے اس بڑے (بت) نے کیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۱۶۶' سنن ابوداؤد: ۲۲۱۲' صحیح مسلم: ۲۳۷۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظلم سے بچنے کے لیے ظاہری جھوٹ بولنا جائز ہے بلکہ جب اس کو معلوم ہو کہ بغیر جھوٹ بولے اس کی جان نہیں بچے گی تو بغیر تاویل کے صریح جھوٹ بولنا بھی جائز ہے' اسی طرح کسی ولی بلکہ عام مسلمان کی جان بچانے کے لیے بھی صریح جھوٹ بولنا جائز ہے' اسی طرح کسی مسلمان کی امانت کو بچانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۶۔۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۲۴۔ ج ۶ ص ۸۳۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خیر البریہ ہونے کی توجیہ (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین (ظاہری) جھوٹ بولنے کی توجیہ (۳) گناہوں پر قدرت' انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔

۲۲۱۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتِ اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ هٰذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ، أُنْظُرْ إِلٰى شَبَهِهِ. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ هٰذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى شَبَهِهِ، فَرَأَى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ. فَلَمْ تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا ہوا' حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے' انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ میرا بیٹا ہے' آپ اس کی اس سے مشابہت دیکھئے اور حضرت عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے' میرے باپ کے بستر پر ان کی باندی سے پیدا ہوا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مشابہت کی طرف دیکھا تو وہ واضح طور پر عتبہ کے مشابہ تھا' آپ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا بھائی ہے' بچہ اس کا شمار ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں' اور اے سودہ بنت زمعہ! تم اس سے پردہ کیا کرو' پھر حضرت سودہ نے اس کو کبھی نہیں دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ لڑکا میرے باپ کی

باندی کا بیٹا ہے' ان کے بستر پر پیدا ہوا ہے' پس انہوں نے اپنے باپ کے لیے باندی کی ملکیت زمانۂ جاہلیت میں ثابت کی اور نبی ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور ان کے جھگڑے کو سنا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مشرک کا عہد نافذ ہو جاتا ہے اور اس کا حکم صحیح ہے اور یہ کہ مشرک اپنی ملک میں جیسا بھی تصرف کرے' وہ صحیح ہے اور نبی ﷺ نے اس مقدمہ میں یہی فیصلہ فرمایا کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور اس طرف توجہ نہیں فرمائی کی اس کی مشابہت عتبہ بن وقاص سے ہے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو احتیاطاً اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

۲۲۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ سَعْدٍ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِصُهَيْبٍ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَدَّعِ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْكَ. فَقَالَ صُهَيْبٌ مَّا يَسُرُّنِيْ اَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا' وَاَنِّيْ قُلْتُ ذٰلِكَ' وَلٰكِنِّيْ سُرِقْتُ وَاَنَا صَبِيٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اللہ سے ڈریں اور اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب نہ کریں تو حضرت صہیب نے کہا: مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ مجھے اتنی اور اتنی رقم مل جائے اور میں یہ کہوں' لیکن بات یہ ہے کہ مجھے اس وقت چرا لیا گیا جب میں بچہ تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے پورے قصہ سے سمجھ میں آتی ہے کہ کلب نے ان کو الروع سے خرید لیا تھا' اور غلام بنا لیا تھا' پھر ابن جدعان نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت عمر بن الخطاب کا حضرت صہیب کے نسب پر اعتراض اور ان کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت صہیب سے کہا: آپ اللہ سے ڈریں (الخ) حضرت عبدالرحمان بن عوف نے یہ اس لیے کہا تھا کہ حضرت صہیب یہ کہتے تھے کہ وہ سنان بن مالک کے بیٹے ہیں اور ان کی ماں بنوتمیم سے ہیں حالانکہ ان کی زبان عجمی تھی کیونکہ وہ روم میں پلے بڑھے تھے' اس لیے ان کی زبان پر رومی زبان کا غلبہ ہو گیا۔

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن حاطب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے آپ کے اسلام لانے کے بعد صرف تین چیزیں قابل اعتراض دیکھی ہیں: (۱) آپ نے اپنی کنیت ابویحییٰ رکھی ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے:

لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا۝ (مریم:۷) ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہ بنایا۝

(۲) اور آپ اپنے پاس کوئی چیز جمع نہیں رکھتے' آپ کو جو چیز بھی ملتی ہے آپ اس کو خرچ کر دیتے ہیں (۳) اور آپ اپنا نسب النمر بن قاسط تک پہنچاتے ہیں حالانکہ آپ ان مہاجرین میں سے ہیں' جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ان اعتراضات کے جواب میں کہا: رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی کنیت ابویحییٰ رکھی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے میری کنیت ابویحییٰ رکھی ہے' رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں کسی چیز کو اپنے پاس نہیں رکھتا مگر

Marfat.com

اس کو خرچ کر دیتا ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ O (سبا:۳۹)

اور تم اللہ کی راہ میں جو بھی خرچ کرو گے تو وہ تمہیں اس کے بدلہ میں اور عطا فرمائے گا اور وہ سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے O

اور رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں اپنے آپ کو النمر بن قاسط کی طرف منسوب کرتا ہوں' تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض عرب نے بعض دوسروں کو قید کر لیا تھا تو عرب کی ایک جماعت نے مجھے قید کر لیا تھا' یہ اس وقت کی بات ہے جب مجھے اپنے گھر والوں اور اپنی جائے ولادت کی شناخت تھی' پھر انہوں نے مجھے کوفہ کی ایک جماعت کے ہاتھ فروخت کر دیا تو میں نے ان کی زبان سیکھ لی اور اگر میں گوبر سے بھی پیدا کیا جاتا تو میں اپنے آپ کو صرف اسی کی طرف منسوب کرتا' حضرت عمر نے فرمایا: آپ نے سچ کہا۔

(المستدرک: ۵۷۵۴ طبع جدید۔ ج ۳ ص ۳۹۸ طبع قدیم دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ میں نے ان کی زبان سیکھ لی' اس سے مراد ہے: انہوں نے رومیوں کی زبان سیکھ لی' جس طرح صحیح البخاری میں حضرت عبدالرحمان بن عوف کا اعتراض اور حضرت صہیب کا جواب مذکور ہے' اسی طرح المستدرک میں حضرت عمر بن الخطاب کا اعتراض اور حضرت صہیب کا جواب مذکور ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جو حضرت صہیب سے کہا تھا کہ آپ اللہ سے ڈریں۔ اس کا معنی یہ تھا کہ آپ اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب نہ کریں' تو اس کا جواب حضرت صہیب نے یہ دیا کہ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ مجھے اتنی اور اتنی رقم مل جائے اور میں اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کروں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۷۴۔۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۲۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ' أَوْ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ' مِنْ صِلَةٍ وَّعَتَاقَةٍ وَّصَدَقَةٍ' هَلْ لِّي فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ حَكِيمٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی' ان کو حضرت حکیم بن حزام نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ میں زمانۂ جاہلیت میں کچھ کام بہ طور عبادت کرتا تھا' رشتہ داروں سے ملاپ رکھتا تھا' غلام آزاد کرتا تھا' صدقہ اور خیرات دیتا تھا' آیا ان کاموں میں میرے لیے کوئی اجر ہے؟ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو گزشتہ نیکیاں کی ہیں' ان ہی کی وجہ سے تمہیں اسلام لانے کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۳۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ مشرک صدقہ کرتا ہے اور غلام آزاد کرتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کی ملک صحیح ہے اور اس کے غلام آزاد کرنے کی صحت اس پر موقوف ہے کہ اس کی ملک صحیح ہو' اس طرح یہ حدیث عنوان کے مطابق ہو گئی' کیونکہ اس کا عنوان تھا: مشرک کا ہبہ کرنا اور اس کا آزاد کرنا۔

۱۰۱ - بَابُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ

رنگنے سے پہلے مردار کی کھال کا حکم

۲۲۲۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث

Marfat.com

يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ، فَقَالَ هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا؟ قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ. قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا کہ ان کو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مری ہوئی بکری کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: تم نے اس کی کھال سے نفع کیوں نہیں اٹھایا؟ تو صحابہ نے کہا: یہ مردار تھی' تو آپ نے فرمایا: اس کا صرف کھانا حرام ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۲ - بَابُ قَتْلِ الْخِنْزِيرِ — خنزیر کو قتل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا خنزیر کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک خنزیر کو قتل کرنا مطلقاً جائز ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر خواہ دار الکفر میں پایا جائے اور ہم اس کو قتل کرنے پر قادر ہوں تو ہم اس کو قتل کر دیں گے' علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس سے اہل ذمہ کے خنزیر کو مستثنیٰ کرنا چاہیے کیونکہ وہ ان کے نزدیک مال ہے اور ہمیں ان کے اموال سے تعرض کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

قتل خنزیر کو ابواب البیوع میں درج کرنے کی توجیہ میں حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ قتل خنزیر کے باب کو ابواب البیوع میں درج کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ سمجھا کہ ہر وہ چیز جو حرام ہو اور اس کی بیع بھی حرام ہو تو اس کو قتل کرنا جائز ہے اور چونکہ خنزیر کی بیع حرام ہے' لہٰذا اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے' اس اعتبار سے انہوں نے قتل خنزیر کے باب کو ابواب البیوع میں داخل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۸)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے اس کی یہ توجیہ بیان کی ہے:

اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے جس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۳۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی اس توجیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس توجیہ کی صحت کے لیے اس قائل پر یہ لازم ہے کہ وہ یہ بیان کرے کہ کس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خنزیر کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور خنزیر کی بیع کی تحریم اس کے قتل کرنے کے حکم کو مستلزم نہیں ہے اور اس قائل نے یہ کہا ہے کہ جس جانور کو آپ نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے' کیونکہ شارع علیہ السلام نے صریحاً سانپوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے' حالانکہ ابو اللیث اور دوسرے علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر سانپ سے کوئی نفع آور دوائی بنانا مقصود ہو تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ جَابِرٌ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خنزیر کی بیع کو

Marfat.com

وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخِنْزِيرِ.
حرام قرار دیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری:۲۲۳۶ میں آ رہی ہے اس میں مذکور ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ اور اس کے رسول نے خمر' مردار' خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام کر دیا ہے۔ (الحدیث)

۲۲۲۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ. [اطراف الحدیث:۲۴۷۶-۳۴۴۸-۳۴۴۹] (صحیح مسلم:۱۵۵' الرقم المسلسل:۲۸۱' سنن ترمذی:۲۲۴۰' سنن ابن ماجہ:۴۰۷۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابن المسیب' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے' وہ عدل سے حکم کریں گے' صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے اور مال کو بہائیں گے حتیٰ کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور وہ خنزیر کو قتل کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب کو توڑ کر اور خنزیر کو قتل کر کے اسلام کا اظہار کرنا اور باقی ادیان کو باطل کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اور وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نصرانیوں کے اس عقیدہ کو باطل کر دیں گے کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور توضیح میں مذکور ہے کہ وہ بدعقیدہ عیسائیوں کو قتل کرنے کے بعد صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ فیض الٰہی نے مجھ پر اس کا معنی اس طرح منکشف کیا ہے کہ صلیب کو توڑنے سے مراد یہ ہے کہ وہ عیسائیوں کے کذب کو ظاہر کر دیں گے کیونکہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لکڑی کی صلیب پر چڑھا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ان کے اس کذب اور افتراء کی خبر دی اور فرمایا:

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ. (النساء:۱۵۷)

حالانکہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اس کو سولی دی لیکن ان کے لیے (کسی شخص کو عیسیٰ کا) مشابہ بنا دیا گیا تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کے لیے لکڑی کی صلیب بنائی' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بنائی' جس کی طرف یہوذا نے لوگوں کی رہ نمائی کی تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ اس شبیہ کو صلیب پر چڑھا دیا اور وہ یہ گمان کرتے رہے کہ وہ حضرت عیسیٰ تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا' پھر یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب پر غلبہ پایا اور ان میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو سولی دی اور بعض کو قید کر لیا' حتیٰ کہ یہ خبر روم کے بادشاہ تک پہنچی اور اس کو بتایا گیا کہ یہودیوں نے اس شخص کے اصحاب پر غلبہ پا کر قتل کر دیا' جو یہ کہتا تھا کہ وہ اللہ کا رسول ہے' وہ مُردوں کو زندہ کرتا تھا' مادرزاد اندھوں کو بینا کرتا تھا اور برص زدہ لوگوں کو تندرست کرتا تھا اور بہت عجیب و غریب کام کرتا تھا' انہوں نے

اس شخص پر تجاوز کر کے اس کو قتل کر دیا' پھر اس بادشاہ نے اس مصلوب کو صلیب سے اتارا اور اس کی بہت تعظیم کی' اور ویسی صلیب بنائی اور اسی وجہ سے عیسائی صلیب کی بہت تعظیم کرتے ہیں' اسی وقت سے نصرانیت کا دین روم میں داخل ہو گیا' اور حضرت عیسیٰ کے صلیب کو توڑنے کا یہ معنی ہے کہ وہ عیسائیوں کے دین کو باطل کریں گے اور یہ بتائیں گے کہ دین حق' دین اسلام اور سیدنا محمد ﷺ کا دین ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس لیے نازل ہوئے کہ آپ کے دین کا اظہار کریں اور یہود و نصاریٰ کو قتل کر کے اور بتوں کو توڑ کر اور خنزیر کو قتل کر کے باقی ادیان کو باطل کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۳ - بَابٌ لَّا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ

مردار کی چربی کو پگھلایا جائے نہ اس کا تیل فروخت کیا جائے

اس باب کے عنوان میں دو لفظ ہیں: ''شحم'' اور ''ودك''۔ ''شحم'' کا معنی چربی ہے اور ''ودك'' کا معنی ہے: گوشت کی چکنائی اور اس کا تیل۔

رَوَاهُ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۲۳۶ میں آ رہی ہے۔

۲۲۲۳ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ طَاوٗسٌ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَلَغَ عُمَرَ اَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا' فَقَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا' اَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ' فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا.

[طرف الحدیث: ۳۴۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے طاؤس نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں شخص نے خمر (انگور کی شراب) فروخت کی ہے تو انہوں نے کہا: اللہ فلاں شخص کو ہلاک کر دے' کیا اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ یہود کو ہلاک کر دے' ان پر چربی حرام کی گئی تھی' انہوں نے اس کو پگھلا کر فروخت کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۸۲' الرقم المسلسل: ۳۹۴۱' سنن ابن ماجہ: ۳۳۸۳' مصنف عبد الرزاق: ۱۴۸۵۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴۴' مسند الحمیدی: ۱۳' سنن دارمی: ۲۱۰۴' مسند البزار: ۲۰۷' مسند ابو یعلیٰ: ۲۰۰' المنتقیٰ: ۵۷۷' صحیح ابن حبان: ۶۲۵۳' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۶' شرح السنۃ: ۲۰۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۔ ج ۱ ص ۳۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

لعنت اور ہلاکت کے الفاظ کا اطلاق مجازی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو ہلاک کرے' اس سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے' اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر اس طرح کہنا جائز ہے۔

نیز اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ یہود کو ہلاک کر دے' ان پر چربی حرام کی گئی تھی' انہوں نے اس کو پگھلا

Marfat.com

کرفروخت کردیا۔
آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حرام کے ارتکاب کے لیے کسی چیز کو حیلہ اور وسیلہ بنانا جائز نہیں ہے۔
علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے اور ان لوگوں کا قول شاذ ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ انگوروں کے باطن میں خمر ہوتی ہے تو جب انگوروں کو فروخت کرنا جائز ہے تو خمر کو بھی فروخت کرنا جائز ہونا چاہیے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے مناقشات' تمثیل اور تشبیہ کا فرق

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
جو مسلمان خمر کو فروخت کرتے ہیں' ان کو حضرت عمر نے ان یہودیوں سے تشبیہ دی ہے جو چربی کو پگھلا کر فروخت کرتے ہیں اور تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح یہودیوں کو چربی فروخت کرنے سے منع کیا گیا تھا' اسی طرح مسلمانوں کو خمر فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۶۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)
علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' حافظ ابن حجر پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
یہ تشبیہ نہیں ہے تمثیل ہے' تشبیہ مفرد کی مفرد کے ساتھ ہوتی ہے' جیسے کہا جائے کہ زید شیر کی مثل بہادر ہے' اور متعدد اُمور سے جو حالت منتزع ہوتی ہے اس کو دوسرے متعدد اُمور کی حالت سے جو تشبیہ دی جائے' اس کو تمثیل کہتے ہیں۔
جیسے اس آیت میں ہے:
مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا. (الجمعہ:۵)
جن لوگوں کو تورات دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا' ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔
یہودیوں کو تورات پر عمل کا مکلف کیا گیا تھا' انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور اس کے نفع سے محروم رہے' اس حالت کی مثال اس گدھے کی حالت سے دی گئی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور ان کے نفع سے محروم رہتا ہے' سو اس مثال میں متعدد اُمور کی دوسرے متعدد اُمور سے تمثیل ہے' اسی طرح جو یہودی چربی کو پگھلا کر فروخت کرتے ہیں' ان کی اس حالت کی تمثیل ان مسلمانوں کے عمل کی حالت کے ساتھ دی گئی ہے' جو شراب کو فروخت کرتے ہیں اور اس میں متعدد اُمور کی دوسرے متعدد اُمور کے ساتھ تمثیل ہے اور یہ تشبیہ نہیں ہے کیونکہ وہ مفرد کی مفرد کے ساتھ ہوتی ہے' لگتا ہے اس قائل کو تشبیہ اور تمثیل کا فرق معلوم نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ کلیہ نہیں ہے کہ جس کا استعمال حرام ہو اس کی بیع بھی حرام ہو

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: جس چیز کو استعمال کرنا حرام ہو اس کی بیع حرام ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۶۳)
علامہ بدر الدین اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ سانپوں کو استعمال کرنا حرام ہے اور دوا بنانے کے لیے سانپوں کو خریدنا جائز ہے' جیسا کہ ابو اللیث اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۲)

ذبح کرنے سے درندے پاک ہو جاتے ہیں

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

Marfat.com

درندوں وغیرہ کو کھانا حرام ہے اور وہ ذبح کرنے کے بعد بھی حرام اور نجس ہیں کیونکہ ان کو ذبح کرنا مشروع نہیں ہے اور جب وہ حرام ہیں تو ان کی بیع جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۳)

علامہ بدرالدین اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قائل کو یہ قید لگانی چاہیے تھی کہ یہ حکم فقہاء شافعیہ کے نزدیک ہے کیونکہ جو شخص مذاہب فقہاء پر مطلع نہیں ہوگا' وہ یہ اعتقاد کرے گا کہ اس پر سب کا اجماع ہے' جب کہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک جن حیوانوں کا گوشت کھایا نہیں جاتا جب ان جانوروں کو ذبح کر لیا جائے تو ان کا گوشت پاک ہو جاتا ہے (واضح رہے' وہ حلال نہیں ہوتا) حتیٰ کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے ساتھ درہم کی مقدار سے زائد وہ گوشت ہو تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر وہ گوشت پانی میں گر جائے تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا' اس لیے کہ ذبح کرنے سے وہ گوشت پاک ہو چکا ہے کیونکہ کھال کو رنگنے کی بہ نسبت حیوان کو ذبح کرنے میں زیادہ طہارت ہے' اس لیے کہ ذبح کرنے سے حیوان کا نجس خون اور دیگر رطوبات بہہ کر نکل جاتی ہیں۔

علامہ کرخی نے کہا ہے کہ ہر وہ حیوان جس کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے' اس حیوان کو ذبح کرنے سے بھی اس کی کھال پاک ہو جاتی ہے۔

علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ ذبح کرنے سے مذبوح کے تمام اجزاء پاک ہو جاتے ہیں ماسوا بہنے والے خون کے اور یہی صحیح ہے۔

حدیث مذکور سے یہ استدلال نہیں ہوتا کہ مردہ کافر کی بیع جائز نہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب ہم کافر کو قتل کر دیں اور دوسرے کافر اس کا جسم ہم سے خریدنا چاہیں تو اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۳)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ استدلال ظاہر نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۳-۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ يَهُوْدَ' حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَبَاعُوْهَا وَاَكَلُوْا اَثْمَانَهَا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ﴾ (التوبہ: ۳۰) لَعَنَهُمْ. ﴿قُتِلَ﴾ لُعِنَ ﴿الْخَرّٰصُوْنَ﴾ (الذاریات: ۱۰) الْكَذَّابُوْنَ. (صحیح مسلم: ۱۵۸۳' الرقم المسلسل: ۳۹۴۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کر دے' ان پر چربی حرام کی گئی تھی' انہوں نے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا ہے کہ اللہ ان کو ہلاک کر دے۔ (التوبہ: ۳۰) اس کا معنی ہے: اللہ ان پر لعنت فرمائے' اٹکل پچو اور تک بندیوں سے غیب کی باتیں بتانے والے ہلاک کیے گئے۔ (الذاریات: ۱۰) ان میں بھی قتل کا معنی ہے' ان پر لعنت کی گئی اور ''خراصون'' کا معنی

Marfat.com

ہے: ''کذابون''۔

اس اعتراض کا جواب کہ مردار کی چربی حرام ہے اور اس کی بیع بھی حرام ہے حالانکہ پالتو گدھا بھی حرام ہے لیکن اس کی بیع حرام نہیں ہے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مردار کی بیع حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام فرما دیا ہے' اس کا ارشاد ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ. (المائدہ:۳) تم پر مردار اور خون کو حرام کر دیا گیا ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مردار حرام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قیمت بھی حرام فرما دی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے' ان پر چربی حرام کی گئی تھی' انہوں نے اس کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کو کھالیا' حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ بہت سی چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اور ان کی قیمت کو حرام نہیں کیا' جیسے پالتو گدھوں کا کھانا حرام ہے لیکن ان کی بیع حرام نہیں ہے' اسی طرح چیرنے پھاڑنے والے پرندے جیسے عقاب اور باز وغیرہ ان کا بھی کھانا حرام ہے لیکن ان کی بیع حرام نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس فرق کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر (انگور کی شراب) اور خنزیر کو نجس قرار دیا۔ خنزیر کے نجس ہونے کے متعلق یہ آیت ہے:

أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ. (الانعام:۱۴۵) یا خنزیر کا گوشت' پس بے شک وہ نجس ہے۔

اور خمر کے نجس ہونے کے متعلق یہ آیت ہے:

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ. (المائدہ:۹۰) خمر' جوا' بت اور فال نکالنے کے تیر محض نجس ہیں۔

پس ان کا حکم یہ ہے کہ ان کی خرید و فروخت حلال نہیں ہے اور نہ ان کی قیمت کو کھانا جائز ہے' اسی طرح باقی نجس چیزوں کا حکم ہے جیسے مردار' خون' لید (گوبر) اور پیشاب وغیرہ' اسی وجہ سے خمر فروخت کرنے والے اور اس کی قیمت کھانے والے کو یہودیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' جو چربی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھاتے ہیں' کیونکہ یہودیوں پر چربی کو حرام کیا گیا تھا اور وہ ان کے نزدیک نجس تھی' جس طرح ہمارے دین میں خمر اور مردار نجس ہیں' پس یہودیوں میں سے چربی کو فروخت کرنے والا اور اس کی قیمت کو کھانے والا اسی طرح ہے' جس طرح ہم میں سے کوئی شخص خمر اور خنزیر کو فروخت کرے اور اس کی قیمت کو کھائے' پس واجب ہے کہ ہر نجس چیز کی خرید و فروخت حرام ہو اور اس کی قیمت کھانا حرام ہو' اور جس طاہر چیز کے کھانے کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے (جیسے پالتو گدھے اور عقاب وغیرہ) ان کی خرید و فروخت اور ان سے نفع اٹھانا جائز ہے' پس ان کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا کہ خمر اور خنزیر چونکہ حرام ہونے کے علاوہ نجس بھی ہیں' اس لیے ان کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے اور پالتو گدھوں وغیرہ کا صرف کھانا حرام ہے اور ان کو نجس نہیں قرار دیا گیا ہے' اس لیے ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔

لید اور گوبر کی بیع میں اختلاف فقہاء

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: لید اور گوبر کی بیع میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک اور فقہاء احناف نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ان سے نفع حاصل کرنے میں کوئی خیر نہیں ہے اور فقہاء احناف نے گوبر کی بیع کی اجازت دی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حیوانات کا گوبر امام مالک کے نزدیک نجس نہیں ہے اور اونٹ کی مینگنیاں اور گائے کے گوبر کی بیع میں

Marfat.com

امام مالک کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک مینگنیوں اور گوبر کی بیع جائز نہیں ہے اور اسی طرح کسی بھی نجس چیز کی بیع ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

نیز امام طحاوی نے کہا ہے کہ لوگوں کا معمول ہے کہ وہ گوبر سے فائدہ اٹھاتے ہیں خواہ وہ نجس ہو وہ گوبر اور مٹی کو ملا کر تعمیر کے کام میں لاتے ہیں اور گوبر کے اُپلے بنا کر ان کو بہ طور ایندھن جلاتے ہیں' لہٰذا ان سے نفع حاصل کرنے کے لیے ان کی نجاست میں تخفیف کی گئی ہے اور جو شخص کسی کے گوبر کو ضائع کر دے گا وہ اس کا ضامن ہوگا' اور یہ اس کی دلیل ہے کہ گوبر کی بیع جائز ہے اور گوبر کو بہ طور کھاد استعمال کرنا بھی جائز ہے اور وہ مال ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۹۵۔ ۲۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نجس چیز کی بیع میں دو قول

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے فرمایا ہے: جب کوئی چیز حرام ہو تو اس کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جب اللہ نے کسی چیز کو حرام کر دیا تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۲۳۶' سنن ابوداؤد: ۳۴۸۶' سنن ترمذی: ۱۲۹۷' سنن نسائی: ۴۶۸۳' سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۷) (المغنی ج ۵ ص ۲۳۲' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ اگر نجس چیز سے فائدہ اٹھایا جائے تو اس کی بیع جائز ہے' جیسے نجس تیل سے چراغ جلایا جائے تو اس کی بیع جائز ہے۔ (المغنی ج ۵ ص ۲۳۳' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک نجاستِ غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ کی تعریفات اور گوبر کی بیع کا جواز

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

نجاست غلیظہ مثلاً خون' پیشاب' خمر' مرغی کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب ہے' اگر یہ ایک درہم سے کم ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے اور اگر زیادہ ہو تو جائز نہیں ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ نجاست خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو' برابر ہے کیونکہ جو نص تطہیر کی موجب ہے' اس میں یہ تفصیل نہیں ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ قلیل نجاست سے احتراز ممکن نہیں ہے اور ایک درہم کے برابر نجاست کے معاف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قضاء حاجت کے بعد پتھر سے استنجاء کرنے کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے' حالانکہ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد بھی قلیل نجاست لگی رہتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قلیل نجاست معاف ہے۔

نجاست خفیفہ مثلاً ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جب کہ اس کی مقدار کپڑے کے چوتھائی حصہ سے کم ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک ہے' اس نجاست کے خفیف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہاں دلائل متعارض ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اس سے ہوتا ہے۔ (سنن دارقطنی: ۴۵۸۔ ۴۵۷۔ ج ۱ ص ۳۱۴' دارالمعرفہ' ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث میں مطلقاً پیشاب سے احتراز کا حکم ہے خواہ ان جانوروں کا پیشاب ہو جن کا گوشت کھایا جاتا ہے یا دوسرے جانوروں کا پیشاب ہو' اور اس کے معارض دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عُکل یا عُرینہ کے کچھ لوگ مدینہ آئے' ان کو مدینہ راس نہیں آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ان کو اونٹنیوں کا پیشاب اور ان کا دودھ پلایا جائے۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۲۳۳' صحیح مسلم: ۱۶۷۱)۔

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کا پیشاب پاک ہے تو ان دلائل کے تعارض کی وجہ سے فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کا پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے۔

اس مسئلہ میں امام محمد کا اختلاف ہے اور ثمرۂ اختلاف گدھے اور گھوڑے کے گوبر اور اونٹ اور بکریوں کی مینگنیوں میں ظاہر ہوتا ہے' امام محمد کے نزدیک ان کی نجاست غلیظہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوبر کے متعلق فرمایا: یہ نجس ہے۔ (صحیح البخاری: ١٥٦' سنن ترمذی: ١٧) اور اس حدیث کا کسی اور حدیث سے تعارض بھی نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ نجاست خفیفہ ہے کیونکہ امام مالک گوبر کو پاک قرار دیتے ہیں' اور اس میں عموم بلویٰ ہے کیونکہ (بعض اوقات) راستے گوبر سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں' اس کے برخلاف گدھے وغیرہ کے پیشاب کو زمین کی مٹی جذب کر لیتی ہے' حتیٰ کہ امام محمد نے آخر میں گوبر کی نجاستِ غلیظہ کے قول سے رجوع کر لیا' کیونکہ جب وہ خلیفہ کے ساتھ طہران میں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ راستے اور سرائے گوبر سے بھرے ہوئے ہیں' پس انہوں نے کہا: اس میں عام لوگ مبتلا ہیں' پھر انہوں نے اس کی نجاستِ غلیظہ کے قول سے رجوع کر لیا۔

(فتح القدیر ج ١ ص ٥٠٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

نیز علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ٨٦١ھ لکھتے ہیں:

گوبر کی بیع جائز ہے حالانکہ وہ نجس العین ہے کیونکہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے (کھاد میں اور بہ طور ایندھن اس کے اپلوں کو استعمال کیا جاتا ہے)۔ (فتح القدیر ج ٦ ص ٣٩٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٣٩٤٠۔ ج ٤ ص ٣٢٦ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(١) آیا مردار کا صرف گوشت حرام ہے یا اس کے تمام اجزاء؟ (٢) کیا مردہ انسان کے اجزاء سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟ (٣) حیلہ کی تحقیق (٤) قرآن مجید سے حیلہ کا ثبوت (٥) حدیث سے حیلہ کا ثبوت۔

١٠٤ - بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ، وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ

غیر جاندار چیزوں کی تصاویر اور ان میں جو چیز مکروہ ہے

اس باب میں ان چیزوں کی تصاویر کا حکم بیان کیا گیا ہے' جن میں روح نہ ہو جیسے درخت اور پہاڑ وغیرہ اور اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کو فروخت کرنے کا کیا حکم ہے۔

٢٢٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا عَبَّاسٍ! اِنِّي اِنْسَانٌ، اِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي، وَاِنِّي اَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيرَ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فَاِنَّ اللّٰهَ مُعَذِّبُهُ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا اَبَدًا. فَرَبَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے خبر دی از سعید بن ابی الحسن' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے ابو العباس! بے شک میں ایسا انسان ہوں کہ میرا ذریعہ معاش میرے ہاتھ کی صنعت سے ہے اور میں یہ تصاویر بناتا ہوں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں تمہیں وہی حدیث سنتا ہوں جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی تصویر بنائی تو اللہ

Marfat.com

الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ، فَقَالَ وَيْحَكَ، إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ، فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ، كُلِّ شَیْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ سَعِيْدُ بْنُ أَبِیْ عَرُوْبَةَ مِنَ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ هٰذَا الْوَاحِدَ.

[اطراف الحدیث: ۵۹۶۳-۷۰۴۲] (صحیح مسلم: ۲۱۱۰، الرقم المسلسل: ۵۴۴۳، سنن نسائی: ۵۳۵۸)

اس کو اس وقت تک عذاب دیتا رہے گا حتیٰ کہ وہ اس میں روح پھونک دے اور وہ اس میں کبھی بھی روح نہیں پھونک سکے گا' یہ سن کر اس شخص کا سانس پھول گیا اور اس کا چہرہ زرد ہو گیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! اگر تم تصویر کشی کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہو تو تم اس درخت کی تصویر بناؤ اور ہر اس چیز کی جس میں روح نہ ہو۔ امام ابوعبداللہ نے کہا کہ سعید بن ابی عروبہ نے نضر بن انس سے صرف یہی ایک حدیث سنی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب ابو محمد الحجبی (۲) یزید بن زریع (۳) عوف بن ابی حمید اعرابی' ان کی کنیت ابو سہل ہے (۴) سعید بن ابی الحسن' یہ حسن بصری کے بھائی ہیں (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۵)

مجسموں اور تصاویر کا فرق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جاندار کی تصویر بنانے کو صرف اس لیے حرام کیا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کی عبادت کی جاتی تھی' پس ہر ایسی تصویر کو حرام کر دیا گیا خواہ اس کا سایہ ہو یا اس کا جسم نہ ہو تا کہ تصویر بنانے کا سدِ باب ہو حتیٰ کہ جب لوگوں کے دلوں میں شریعت کے احکام راسخ ہو گئے اور لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی عبادت کو جان لیا تو ان کو نقش والی اور رنگ والی تصویر بنانے کی اجازت دی گئی جب کہ اس کو اہانت کی جگہ رکھا جائے اور جب اس کو عبادت کی جگہ پر نصب کیا جائے تو پھر اس کی اجازت نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۹۶-۲۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تصاویر بنانے کے متعلق فقہاء کے مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ تصویر بنانا مطلقاً مکروہ ہے خواہ کپڑے پر تصویر بنائی جائے یا بستر پر یا گدے پر اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے' جس میں تصویر ہو نہ اس گھر میں جس میں کتا ہو نہ اس گھر میں جس میں جنبی (بے غسل شخص) ہو۔ (سنن ابوداود: ۴۱۵۲' سنن نسائی: ۲۶۱' سنن ابن ماجہ: ۳۶۵۰)

جس کو پیروں کے نیچے روندا جاتا ہو تو پھر اس تصویر میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن جب تصویر کپڑوں پر اور پردوں وغیرہ پر ہو تو وہ مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ امام مالک ان مجسموں کو مکروہ کہتے تھے جن کو تخت اور گنبد پر رکھا جاتا ہے لیکن وہ کہتے تھے کہ بستر گدے پر اور کپڑوں پر جو تصویر بنائی جائے' وہ مکروہ نہیں ہے اور جس گنبد میں مجسمے رکھے ہوئے ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب گھروں میں رکھے ہوئے تصویروں کے مجسموں کو مکروہ قرار دیتے تھے اور بستر پر جو تصویر ہوتی تھی اس کو وہ مکروہ نہیں کہتے تھے اور گھروں میں لٹکے ہوئے پردوں پر تصویروں کے مکروہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں

اسی طرح دیواروں پر جو تصویریں نقش کی جاتی ہیں' ان کا بھی یہی حکم ہے۔

ان فقہاء کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان کرتی ہیں: میں نے ایک پردہ لٹکایا ہوا تھا' جس میں تصاویر تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے اس پردہ کو اتار دیا' پس میں نے اس پردہ کو کاٹ کر اس کے دو گدے بنا لیے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷' الرقم المسلسل: ۵۴۲۵)

ان فقہاء نے کہا ہے کہ جن احادیث میں عمومی طور پر تصاویر کی ممانعت ہے' ان کو ہم ان تصاویر پر محمول کرتے ہیں جن کو عزت سے رکھا جائے اور حضرت عائشہ کی حدیث مذکور سے ہم نے ان تصاویر کو جائز کہا ہے' جن کو گدوں اور بستر کی چادروں پر بنایا گیا ہو اور وہ پاؤں تلے روندنے اور اہانت کی جگہ پر ہوں' اس طرح ہم نے اس باب کی تمام احادیث پر عمل کر لیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۷-۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۳۹۷- ج ۶ ص ۵۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) تصویر یا کتے کی وجہ سے کن فرشتوں کا داخلہ ممنوع ہے؟ (۲) کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کے استثناء کی تحقیق (۳) مصوروں کو سب سے زیادہ عذاب دینے کی تحقیق (۴) تصویر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کا نظریہ (۵) تصویر کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۶) تصویر کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ (۷) تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق علماء ازہر کا نظریہ (۸) تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق مصنف کا موقف۔

۱۰۵ - بَابُ تَحْرِيمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ — خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا

وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمر کی بیع کو حرام قرار دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۲۳۶ میں بیان کیا ہے' خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جو کئی دن برتن میں پڑے رہنے سے جھاگ چھوڑ دے' پھر وہ نشہ آور ہو جاتا ہے' اس کا ایک قطرہ پینا بھی حرام قطعی ہے اور حد کا موجب ہے اور نجاستِ غلیظہ ہے' جب عقل معطل ہو جائے اور صحیح اور غلط میں امتیاز نہ کر سکے تو اس کیفیت کو نشہ کہتے ہیں۔

۲۲۲۶ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَاتُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ عَنْ اٰخِرِهَا، خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' پس فرمایا: خمر کی تجارت حرام کر دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۹ میں بیان کر دی گئی ہے۔

۱۰۶ - بَابُ إِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا — جس نے آزاد آدمی کو فروخت کیا' اس کا گناہ

اس باب کے عنوان میں ''حُر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: آزاد آدمی' اس کے مقابلہ میں ''عَبْدٌ'' اور ''اَمَةٌ'' کا لفظ ہے' یعنی غلام اور باندی۔

۲۲۲۷ - حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن مرحوم نے حدیث

Marfat.com

يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ.

[طرف الحدیث: ۲۲۷۰] (سنن ابن ماجہ: ۲۴۴۲)

بیان کی انہوں نے بیان کیا: ہمیں یحییٰ بن سلیم نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن امیہ از سعید بن ابی سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں قیامت کے دن تین شخصوں کے خلاف مدعی ہوں گا' ایک وہ جس کو میرے نام کے ساتھ عہد دیا گیا' پھر اس نے اس عہد کے خلاف کیا' دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو اجرت پر طلب کیا' اس سے پورا کام لے لیا' پھر اس کی اجرت نہیں دی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن مرحوم' یہ دراصل بشر بن عُبیس بن مرحوم بن عبد العزیز ہیں' یہ ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن سُلیم القرشی الخراز ہیں' ان کی کنیت ابوزکریا ہے' یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) اسماعیل بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی ہیں' یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت ابوسعید المقبری رضی اللہ عنہ (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی۔

حدیث میں مذکور تین شخصوں کے شدید عذاب کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شدید عذاب تین قسم کے لوگوں کو ہوگا' پہلا وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد کر کے اس کو توڑ دیا' اس کو شدید عذاب اس لیے ہوگا کہ اس نے اللہ کے نام کی بے توقیری کی' دوسرا وہ شخص ہے جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی' اس کو شدید عذاب اس وجہ سے ہوگا کہ تمام مسلمان آزاد ہونے میں ایک دوسرے کے مساوی ہیں اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کی مدد کرے اور اس پر ظلم نہ کرے اور اس کی خیر خواہی کرے اور اس کو دھوکا نہ دے اور اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ کسی آزاد آدمی کو غلام بنا لیا جائے اور جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کیا تو اس نے اس شخص کو ان تصرفات سے روک دیا' جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مباح کیے تھے اور اس پر ذلت اور خواری کو لازم کر دیا اور یہ بہت بڑا گناہ ہے' اس کے خلاف اللہ تعالیٰ مدعی ہوگا' اور تیسرا شخص جس نے کسی کو اجرت پر طلب کر کے اس کی اجرت نہیں دی' یہ بھی دوسرے شخص میں داخل ہے کیونکہ جب اس نے اس سے کام لے کر اجرت نہیں دی تو اس کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۷ - بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودَ بِبَيْعِ أَرَضِيهِمْ وَدِمَنِهِمْ حِينَ أَجْلَاهُمْ

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو جلاوطن کیا تو انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی زمینیں اور گھروں کے نشانات فروخت کر دیں

Marfat.com

فِیْهِ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ. اس سلسلہ میں مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے۔

باب مذکور کے تحت حدیث ذکر نہ کرنے کے متعلق حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو انہوں نے کتاب الجہاد میں اس باب کے تحت درج کی ہے: یہود کو جزیرۂ عرب سے نکالنا۔ اس حدیث کی مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم مسجد میں تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے' آپ نے فرمایا: یہود کی طرف چلو' پس ہم نکلے حتیٰ کہ ہم بیت المدراس پر پہنچے' آپ نے (بنونضیر سے) فرمایا: تم اسلام قبول کرلو! سلامت رہو گے اور یاد رکھو! تمام زمین اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ تم کو اس سرزمین سے جلاوطن کردوں' پس تم میں سے جس شخص کو اپنا مال ملے' وہ اس کو فروخت کردے' ورنہ یاد رکھو کہ زمین اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۶۷)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ قصہ بنونضیر سے متعلق ہے اور اس حدیث میں مال کے فروخت کرنے کا ذکر ہے اور امام بخاری نے مال کی بیع کے عموم سے زمین کی بیع کو مستنبط کیا اور حضرت عثمان اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی حدیث میں زمین پر مال کا اطلاق آچکا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۱۶)

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان کے بعد حدیث درج نہیں کی کیونکہ یہاں ان کی شرط کے مطابق حدیث نہیں تھی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ علامہ کرمانی اس سے غافل رہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے' جس کو انہوں نے کتاب الجہاد میں یہود کو جزیرۂ عرب سے نکالنے کے باب میں ذکر کیا ہے اور اس باب کے تحت اس حدیث کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ تکرار غیر مفید لازم نہ آئے کیونکہ وہ حدیث کتاب الجہاد میں آرہی ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۴۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی صحیح میں بہت زیادہ تکرار ہے' اس لیے یہ وجہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی کتاب البیوع کے ساتھ کوئی واضح مناسبت نہیں تھی' اس لیے باب کے عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا اور چونکہ یہ حدیث کتاب الجہاد کے ساتھ واضح مناسبت رکھتی تھی' اس لیے اس کو وہاں درج کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۸ - بَابُ بَیْعِ الْعَبِیْدِ وَالْحَیَوَانِ بِالْحَیَوَانِ نَسِیْئَةً

غلام کو غلام کے عوض اور جانور کو جانور کے عوض ادھار فروخت کرنا

یہ باب دو حکموں پر مشتمل ہے: (۱) ایک غلام کو ایک غلام کے عوض یا ایک غلام کو متعدد غلاموں کے عوض ادھار فروخت کرنا (۲) ایک حیوان کو ایک حیوان یا متعدد حیوانوں کے عوض ادھار فروخت کرنا۔

پہلا حکم یعنی ایک غلام کو ایک یا متعدد غلاموں کے عوض ادھار فروخت کرنا' یہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جائز ہے' امام

Marfat.com

مالک نے کہا: اگر ان کی جنس مختلف ہو تو جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ بیع ادھار جائز نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غلام آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت پر بیعت کر لی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ غلام ہے' پھر اس کا مالک اس کو بلانے کے لیے آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ مجھے فروخت کر دو' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو سیاہ فام غلاموں کے عوض اس کو خرید لیا' پھر اس کے بعد آپ اس وقت تک کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ اس سے دریافت فرما لیتے کہ آیا وہ غلام ہے یا نہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۶۰۲' سنن ترمذی: ۱۲۳۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۵۸' سنن نسائی: ۴۶۲۱' سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۹)

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ ایک غلام کو دو غلاموں کے عوض فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب یہ بیع ادھار ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۸۰' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۲ھ)

دوسرا حکم یہ ہے کہ ایک جانور کو ایک یا متعدد جانوروں کے عوض فروخت کرنا' سو اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حیوان کی دوسرے حیوان کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۳۱' سنن ابوداؤد: ۳۳۵۶' سنن نسائی: ۴۶۳۱)

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سمرہ رضی اللہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے اہل علم کا اس حدیث کی ممانعت پر عمل ہے۔ سفیان ثوری' فقہاء احناف اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض اہل علم نے حیوان کی حیوان کے عوض ادھار بیع کو جائز کہا ہے' امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۸۰)

اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک حیوان کی دو حیوانوں کے عوض ادھار بیع صحیح نہیں ہے اور نقد بیع میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۳۲' سنن ابن ماجہ: ۲۲۷۱)

وَاشْتَرٰى ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْعِرَةٍ مَضْمُوْنَةٍ عَلَيْهِ' يُوْفِيْهَا صَاحِبَهَا بِالرَّبَذَةِ.

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اونٹنی' چار اونٹنیوں کے عوض خریدی اور یہ ضمانت دی کہ مقام ربذہ میں ان کو یہ اونٹنیاں دے دیں گے۔

اس تعلیق کی اصل موطأ امام مالک میں ہے۔ (کتاب البیوع باب: ۲۵۔ حدیث: ۶۰)

نیز اس تعلیق کی اصل مسند الشافعی والسنن ج ۲ ص ۱۸۴ میں اور کتاب الام ج ۳ ص ۱۰۳ میں ہے۔

(حاشیہ تغلیق التعلیق لابن حجر العسقلانی' ج ۳ ص ۲۷۰)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ يَكُوْنُ الْبَعِيْرُ خَيْرًا مِّنَ الْبَعِيْرَيْنِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کبھی ایک اونٹ' دو اونٹوں سے بہتر ہوتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل مسند الشافعی میں ہے۔ (تغلیق التعلیق لابن حجر العسقلانی ج ۳ ص ۲۷۰)

وَاشْتَرٰى رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ بَعِيْرًا بِبَعِيْرَيْنِ فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا' وَقَالَ آتِيْكَ بِالْاٰخَرِ غَدًا رَهْوًا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ.

اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ نے ایک اونٹ' دو اونٹوں کے عوض خریدا' ایک اونٹ اسی وقت دے دیا اور کہا: دوسرا اونٹ میں تمہیں ان شاء اللہ کل دوں گا۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبدالرزاق: ۱۴۲۱۸ میں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ لَا رِبَا فِي الْحَيَوَانِ الْبَعِيرُ بِالْبَعِيرَيْنِ وَالشَّاةُ بِالشَّاتَيْنِ إِلَى أَجَلٍ.

اور ابن المسیب نے کہا: حیوان میں سود نہیں ہے ایک اونٹ دو اونٹوں کے عوض اور ایک بکری دو بکریوں کے عوض مدتِ معینہ تک فروخت کرنا جائز ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کی اصل موطأ امام مالک میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۵)

اس کا ذکر مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے تاہم اس میں صرف اتنا مذکور ہے کہ سعید ابن مسیب نے کہا کہ حیوان میں سود نہیں ہے بقیہ عبارت نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۲۱۴)

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ بَعِيرٌ بِبَعِيرَيْنِ نَسِيئَةً وَدِرْهَمٌ بِدِرْهَمٍ.

اور ابن سیرین نے کہا: ایک اونٹ کو دو اونٹوں کے عوض ادھار خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایک درہم کو ایک درہم کے عوض۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبدالرزاق: ۱۴۲۲۳ میں ہے۔

۲۲۲۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دَحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دی گئی تھیں پھر (اس ہبہ سے رجوع کے بعد) وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ گئیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۹ - بَابُ بَيْعِ الرَّقِيقِ

غلام کی بیع

۲۲۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ مُحَيْرِيزٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا نُصِيبُ سَبْيًا، فَنُحِبُّ الْأَثْمَانَ، فَكَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ؟ فَقَالَ أَوَإِنَّكُمْ تَفْعَلُونَ ذَلِكَ؟ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذَلِكُمْ، فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللَّهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ خَارِجَةٌ. [اطراف الحدیث: ۲۵۴۲- ۴۱۳۸- ۵۲۱۰- ۶۶۰۳- ۷۴۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں ابن مُحیریز نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ جس وقت وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم قیدی عورتوں (باندیوں) سے جماع کرتے ہیں پھر ہم ان کی قیمت کو پسند کرتے ہیں تو ان سے عزل کرنے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے پوچھا: کیا تم ایسا کرتے ہو؟ اگر تم ایسا نہ کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ جس روح کے نکلنے کے متعلق اللہ نے لکھ دیا ہے وہ نکل کر رہے گی۔

(صحیح مسلم: ۱۴۳۸ الرقم المسلسل: ۳۴۴۴ سنن ابوداؤد: ۲۱۷۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو باندیوں کے فروخت کرنے سے منع نہیں فرمایا جب انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم قیمت کو پسند کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ قیمت باندیوں کو فروخت کرنے سے حاصل ہوتی۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان ان کا نام الحکم بن نافع الحمصی ہے (۲) زہری ان کا نام محمد بن مسلم ہے (۳) ابن محیریز ان کا نام عبداللہ بن محیریز الجمحی القرشی الیمانی ہے یہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ (صحابی)۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۷)

عزل کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور حدیث مذکور کے بعض فقروں کی تشریح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عزل کا لفظ ہے۔ عزل کا لغوی معنی ہے: نکال دینا' کہا جاتا ہے: فلاں شخص کو اس کے منصب سے معزول کر دیا' یعنی اس منصب سے نکال دیا اور یہاں مراد ہے: جماع کے دوران انزال کے وقت آلہ کو عورت کے اندام نہانی سے نکال لینا تاکہ بچہ کی پیدائش نہ ہو' اہل عرب باندیوں سے اس لیے عزل کرتے تھے کہ جس باندی کا بچہ ہو جائے پھر وہ اُم ولد ہو جاتی ہے اور اس کا فروخت کرنا ممنوع ہے اور وہ باندیوں کو فروخت کرنا چاہتے تھے' اس لیے ان کے ساتھ عزل کرتے تھے' اس میں اختلاف ہے کہ وہ باندیاں مشرکات تھیں یا اہل کتاب تھیں۔ زیادہ تر رجحان یہ ہے کہ وہ مشرکات تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر تم ایسا نہ کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

مبرّد نے کہا: اس میں ''لا'' زائد ہے اور اس کا معنی ہے: عزل کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

عزل کے مانعین نے کہا: ''لا'' ان کے سوال کے جواب میں ہے' انہوں نے پوچھا تھا: آیا ہم عزل کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر فرمایا: تم پر واجب ہے کہ تم یہ نہ کرو۔

علامہ نووی نے کہا: اس کا معنی ہے: عزل کے ترک کرنے میں تم پر کوئی ضرر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس نفس کی پیدائش کو مقدر کر دیا ہے' وہ اس کو ضرور پیدا فرمائے گا خواہ تم عزل کرو یا نہ کرو۔

اس حدیث میں ''نسمۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: روح' ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہے: نفس' اور انسان خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ اور ''نُسم'' کا معنی ہے: ارواح' اور ''نسیم'' کا معنی ہے: پاک اور خوش گوار ہوا۔

باندیوں اور بیویوں کے ساتھ عزل کرنے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم باندیوں سے اس لیے عزل کرتے ہیں کہ ہم ان کی قیمت کو پسند کرتے ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس بات کو رد نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ امہات الاولاد (جن باندیوں سے اولاد ہو) کی بیع جائز نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندیوں سے عزل کرنا جائز ہے کیونکہ اگر باندی سے اولاد ہوئی تو وہ بھی باندی یا غلام ہو گی اور آدمی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی اولاد باندی یا غلام ہو۔ امام شافعی کے نزدیک بیوی سے عزل کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیوی کی اجازت سے اس سے عزل کرنا جائز اور اس کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کرنا جائز نہیں ہے' امام مالک کے نزدیک بھی باندیوں سے عزل کرنا مطلقاً جائز ہے اور بیوی سے عزل کرنا اس کی اجازت پر موقوف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۹۔ ۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عزل کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ خفیہ طریقہ سے بچے

زندہ در گور کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۴۲ الرقم المسلسل: ۳۴۵۵ سنن ابن ماجہ: ۲۰۱۱ مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۴-۳۶۱)

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے اس حدیث کی وجہ سے عزل کرنے کو ناجائز کہا ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ باندیوں سے مطلقاً عزل کرنا جائز ہے اور بیوی سے اس کی اجازت سے عزل کرنا جائز ہے اور مذکور الصدر حدیث میں عزل کرنے کو زندہ درگور سے جو تعبیر فرمایا ہے تو اس کے معارض یہ احادیث ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میری ایک باندی ہے اور میں اس سے عزل کرتا ہوں اور میں اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہوں اور میں اس سے وہی ارادہ کرتا ہوں جس کا مرد ارادہ کرتے ہیں اور یہود یہ کہتے ہیں کہ عزل کرنا چھوٹی قسم کا زندہ درگور کرنا ہے' آپ نے فرمایا: یہود نے جھوٹ بولا' اگر اللہ اس کو پیدا کرنا چاہے تو تم اس کو روک نہیں سکتے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۷۱' مسند احمد ج ۳ ص ۵۳-۵۱-۳۳' شرح معانی الآثار: ۴۲۵۹)

عبداللہ بن عدی بن خیار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اختلاف ہوا تو حضرت عمر نے فرمایا: تم اہل بدر ہو کر اس میں اختلاف کر رہے ہو تو تمہارے بعد والوں کا کیا حال ہوگا! اس وقت دو آدمی سرگوشی کر رہے تھے' حضرت عمر نے پوچھا: یہ کیا سرگوشی کر رہے ہیں؟ اس نے کہا: یہود یہ کہتے ہیں کہ یہ چھوٹی قسم کا زندہ درگور کرنا ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اس وقت تک زندہ درگور نہیں ہو سکتی جب تک اس میں پہلے روح نہ پھونکی گئی ہو' تب حضرت عمر نے حضرت علی کی تحسین کی۔ (شرح معانی الآثار: ۴۲۶۴)

بیوی سے عزل کرنے کے جواز کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم عزل کرتے تھے تو یہود نے کہا کہ یہ چھوٹی قسم کا زندہ درگور کرنا ہے' تو آپ نے فرمایا: یہود نے جھوٹ بولا' بے شک جب اللہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔

(سنن ترمذی: ۱۱۳۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم اُن دنوں عزل کرتے تھے جب قرآن نازل ہو رہا تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۰۸' صحیح مسلم: ۱۴۴۰' سنن ترمذی: ۱۱۴۰' سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۷' شرح معانی الآثار: ۴۲۸۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۷)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ' اس حدیث کی روایت کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے متعدد اہل علم نے عزل کرنے کی اجازت دی ہے اور امام مالک بن انس نے کہا ہے کہ آزاد عورت (بیوی) سے عزل کرنے کی اجازت طلب کی جائے گی اور باندی سے اجازت نہیں لی جائے گی۔ (سنن ترمذی ص ۳۴۶' دار الفکر' بیروت)

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ لکھتے ہیں:

عزل کے جواز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ احادیث ثابت ہیں' پس واضح ہو گیا کہ عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۹۵-۳۸۹ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

۱۱۰ - بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ مدبّر کی بیع

مدبر سے مراد وہ غلام ہے جس سے اس کے مالک نے کہا ہو کہ اگر میں مر گیا تو تم آزاد ہو' اس کو مدبر مطلق کہتے ہیں اور اگر اس

Marfat.com

نے یہ کہا ہو کہ اگر میں اس بیماری میں مر گیا تو تم آزاد ہو‘ اس کو مدبر مقید کہتے ہیں۔

۲۲۳۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَطَاءٍ؛ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَاعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُدَبَّرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از سلمہ بن کہیل از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ‘ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مدبر کو فروخت کیا۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ۲۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۳۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ بَاعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو‘ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا‘ وہ بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر کو فروخت کیا۔

اس حدیث کی شرح بھی‘ صحیح البخاری: ۲۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۳۲‘۲۲۳۳ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، قَالَ حَدَّثَ ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنِ الْأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصِنْ، قَالَ اجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ بِيعُوهَا. بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح‘ انہوں نے کہا کہ ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ عبید اللہ کو حضرت زید بن خالد اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باندی کے متعلق سوال کیا گیا جو شادی شدہ نہیں ہے اور زنا کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو کوڑے مارو‘ پھر اگر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو‘ پھر تیسری یا چوتھی بار کے بعد اس کو فروخت کر دو۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ۲۱۵۲-۲۱۵۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: مجھے لیث نے خبر دی از سعید از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے‘ تو وہ اس کو بہ طور حد کوڑے مارے اور اس کو ملامت نہ کرے‘ اگر وہ پھر زنا کرے تو پھر اس کو بہ طور حد کوڑے مارے‘ اور اس کو ملامت نہ کرے‘ پھر اگر وہ تیسری بار

زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو پھر اس کو فروخت کر دے خواہ ایک رسّی کے عوض۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۱ - بَابٌ هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَبْرِئَهَا

کیا باندی کے استبراء سے پہلے اس کے ساتھ سفر کیا جا سکتا ہے؟

اس باب کے عنوان میں باندی کے استبراء کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ یہ معلوم کر لیا جائے کہ باندی کا رحم حمل سے بَری ہے اور جب باندی کو ایک حیض آ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حاملہ نہیں ہے' ہر چند کہ جب سفر نہ ہو تب بھی استبراء سے پہلے باندی سے مباشرت جائز نہیں ہے' لیکن سفر میں باندی کے ساتھ مقاربت کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں' اس لیے امام بخاری نے سفر میں استبراء کی قید لگائی ہے۔

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا اَنْ يُّقَبِّلَهَا اَوْ يُبَاشِرَهَا.

حسن بصری' باندی کے ساتھ بوس و کنار میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

ابن علیہ' اس شخص سے روایت کرتے ہیں' جس نے یونس سے سوال کیا کہ ایک آدمی باندی کو خریدتا ہے' پھر اس کا استبراء کرتا ہے' اس کا بوسہ لیتا ہے اور مباشرت کرتا ہے' ابن سیرین نے کہا: استبراء سے پہلے اس سے یہ کام کرنا حرام ہیں اور حسن بصری سے ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ بوس و کنار میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۶۴۶۔ ج ۳ ص ۵۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيْدَةُ الَّتِيْ تُوْطَاُ اَوْ بِيْعَتْ' اَوْ عُتِقَتْ فَلْيُسْتَبْرَاْ رَحِمُهَا بِحَيْضَةٍ' وَلَا تُسْتَبْرَاُ الْعَذْرَاءُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب ایسی باندی ہبہ کی جائے یا فروخت کی جائے جس سے وطی کی گئی ہو یا آزاد کی گئی تو اس کے رحم کا ایک حیض کے ساتھ استبراء کیا جائے گا اور اگر وہ کنواری ہو تو پھر اس کا استبراء نہیں کیا جائے گا۔

اس تعلیق کی اصل ان آثار میں ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ جس باندی سے وطی کی گئی ہو اس کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب اس کو فروخت کیا جائے یا آزاد کیا جائے تو اس کے رحم کا ایک حیض سے استبراء کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۶۳۲۔ ج ۳ ص ۵۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر کسی شخص نے کنواری باندی خریدی تو اس کا استبراء نہ کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۶۱۸۔ ج ۳ ص ۵۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ لَا بَاْسَ اَنْ يُّصِيْبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا دُوْنَ الْفَرْجِ' وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ (المومنون: ٦' المعارج: ٣٠).

اور عطاء نے کہا: اپنی حاملہ باندی سے شرم گاہ کے سوا لذت حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں O سوائے اپنی بیویوں کے یا باندیوں کے۔ (المومنون: ۷۔۶)

Marfat.com

عطاء بن ابی رباح کے اس قول میں حاملہ سے مراد یہ ہے کہ جو اپنے مالک کے غیر سے حاملہ ہو کیونکہ اگر وہ اپنے مالک سے حاملہ ہو تو پھر اس کے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باندیوں سے لذت حاصل کرنے کی اجازت دی ہے لیکن غیر کی حاملہ سے مباشرت کا عدم جواز دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

٢٢٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ، ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا، فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ، فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ حَلَّتْ، فَبَنٰى بِهَا، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ. فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَفِيَّةَ. ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ، قَالَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ، فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهِ حَتّٰى تَرْكَبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الغفار بن داؤد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی عمرو از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں آئے، پس جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خیبر کو فتح کر دیا تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب کے حسن و جمال کا ذکر کیا گیا، ان کے شوہر قتل کر دیئے گئے تھے اور وہ اس وقت دلہن تھیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے نفس کے لیے منتخب کر لیا، آپ ان کو لے کر روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم سد الروحاء (مدینہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر ایک جگہ) پہنچے وہاں پر وہ (ایک حیض گزرنے کے بعد) حلال ہو گئیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری، پھر آپ نے حیس (کھجور، پنیر اور گھی سے تیار شدہ طعام) بنوایا، اور اس کو چمڑے کے چھوٹے سے دستر خوان پر رکھا، پھر آپ نے (حضرت انس سے) فرمایا: جو تمہارے گرد لوگ ہیں ان کو اجازت دو، سو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صفیہ سے نکاح کا ولیمہ تھا، پھر ہم مدینہ کی طرف گئے، پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے پیچھے اپنی چادر سے چھپا رہے تھے، پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھے پھر آپ نے اپنا گھٹنا رکھا، پس حضرت صفیہ نے اپنا پیر آپ کے گھٹنے کے اوپر رکھا حتیٰ کہ وہ اونٹ پر سوار ہو گئیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے، یہاں اس حدیث کو درج کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جب تک حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایک حیض گزر نہیں گیا، آپ نے ان کے ساتھ شب زفاف نہیں کی کیونکہ ان کا شوہر غزوۂ خیبر میں مارا گیا تھا اور انہوں نے اس کی عدت نہیں گزاری تھی، اس لیے ان کے ساتھ شب زفاف گزارنے سے پہلے ان کا استبراء ضروری تھا۔

١١٢ - بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ
مردار اور بتوں کی بیع کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردار اور بتوں کی بیع حرام ہے، اس عنوان میں "اصنام" کا لفظ ہے، یہ "صنم" کی جمع ہے۔ "صنم" اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے، اور "میتۃ" وہ مردار ہے جو بغیر شرعی ذبح کے طبعی موت مر جائے، مردار کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اس سے مچھلی اور ٹڈی مستثنیٰ ہیں۔

Marfat.com

۲۲۳۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ، وَهُوَ بِمَكَّةَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ. فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَاَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ، فَاِنَّهَا يُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ لَا، هُوَ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُوْمَهَا جَمَلُوْهُ، ثُمَّ بَاعُوْهُ، فَاَكَلُوْا ثَمَنَهُ، قَالَ اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ قَالَ كَتَبَ اِلَيَّ عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۹۶-۴۶۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور اس وقت آپ مکہ میں تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے خمر' مردار' خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام کر دیا ہے' آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! مردار کی چربی کے متعلق بتائیں کیونکہ اس کو ہم اپنی کشتیوں پر ملتے ہیں اور اس کا تیل کھالوں پر ملا جاتا ہے اور لوگ اس سے اپنے چراغ جلاتے ہیں' آپ نے فرمایا: نہیں! وہ حرام ہے' اللہ یہود پر لعنت کرے! جب اللہ نے ان پر مردار کی چربی حرام کی تو انہوں نے اس کو پگھلا کر اس کو فروخت کیا' پھر اس کی قیمت کھائی۔ ابوعاصم نے کہا: ہمیں عبدالحمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میری طرف عطاء نے لکھا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۲۳ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

۱۱۳ - بَابُ ثَمَنِ الْكَلْبِ
کتے کی قیمت کا حکم

۲۲۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ. [اطراف الحدیث: ۲۲۸۲-۵۳۴۶-۵۷۶۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی بکر بن عبدالرحمان از حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت' فاحشہ (طوائف) کے مہر اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۶۷' الرقم المسلسل: ۳۹۰۰' سنن ابوداؤد: ۳۴۸۸-۳۴۸۱' سنن ترمذی: ۱۲۷۶' سنن نسائی: ۴۶۶۶' سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۹)

کتوں کی قیمت کے جواز کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک فرماتے ہیں: اگر کسی شخص نے گھر کے کتے کو قتل کر دیا تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' سوا اس کے کہ وہ کتا مویشیوں کی حفاظت کے لیے ان کے ساتھ جاتا ہو۔

امام ابوحنیفہ سے روایت ہے: جس نے کسی شخص کے ایسے کتے کو قتل کر دیا جو شکار کا کتا تھا نہ مویشیوں کی حفاظت کا کتا تھا' تو اس

پر اس کتے کی قیمت کا تاوان ہوگا اور اسی طرح باقی درندوں کا حکم ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ شکاری کتے' کھیت کے محافظ کتے اور مویشیوں کے محافظ کتے کی بیع جائز نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی قیمت ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے' ان کی دلیل باب مذکور کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جن احادیث میں کتے کی قیمت سے منع کیا ہے اور اس کو حرام فرمایا ہے' امام طحاوی نے ان احادیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت اس وقت تھی جب کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا' اس وقت کسی کتے کو رکھنا حلال نہیں تھا اور نہ اس وقت کسی کتے سے فائدہ اٹھانا جائز تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس چیز سے نفع اٹھانا حرام ہو' اس کی قیمت بھی حرام ہے' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں سے شکار کرنا مباح کر دیا اور اس سے نفع اٹھانا جائز قرار دے دیا اور اس کو قتل کرنے سے منع فرما دیا تو کتوں کی خرید و فروخت کی ممانعت کا حکم منسوخ ہو گیا' اسی طرح کتوں کی قیمت کی ممانعت کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔

اگر تم یہ پوچھو کہ اس حکم کے منسوخ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ تو میں کہوں گا کہ اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور جب کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تو معلوم ہو گیا کہ کتوں کو رکھنا اور ان کی خرید و فروخت کرنا حرام ہے' پھر جب کتوں سے شکار کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا گیا اور ان کو قتل کرنے سے منع کیا گیا تو ہم نے جان لیا کہ اس سے پہلے ان کو قتل کرنے اور ان کی ممانعت کا جو حکم تھا' وہ اب منسوخ ہو گیا ہے۔

نیز اس حدیث میں فاحشہ کے مہر کی ممانعت کا حکم ہے' اس سے مراد حرام نکاح کا مہر ہے یا زنا کی اجرت ہے۔

اور کاہن کی مٹھائی کی ممانعت کا حکم ہے' کاہن سے مراد وہ شخص ہے جو انکل پچو سے غیب کی باتیں بتاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۹۷۔ ج ۴ ص ۲۹۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① کتے کی بیع اور اس کی قیمت میں مذاہب فقہاء ② جن کتوں کا رکھنا جائز ہے' ان کی بیع کے جواز میں احادیث ③ کاہن کی تعریف اور اس کا حکم ④ پچھنے لگانے کی اجرت کا حکم ⑤ بلی کی بیع اور اس کی قیمت کا حکم۔

۲۲۳۸ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَوْنُ بْنُ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ رَاَیْتُ اَبِیْ اِشْتَرٰی حَجَّامًا فَاَمَرَ بِمَحَاجِمِهٖ فَكُسِرَتْ، فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْاَمَةِ، وَلَعَنَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَاٰكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عون بن ابی جحیفہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میرے والد ایک فصد لگانے والے غلام کو خرید رہے ہیں' پھر اس کو آلات فصد لانے کا حکم دیا' پس ان کو توڑ دیا' میں نے اس کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون (فصد لگانے) کی قیمت اور کتے کی قیمت اور باندی کی (ناجائز) کمائی سے منع فرمایا تھا اور گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور سود کھانے والوں اور سود کھلانے والوں اور تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی تھی۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۰۸۶ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب البیوع'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین. والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین! آج ۲۷ محرم ۱۴۲۹ھ/۶ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز بدھ ''کتاب البیوع'' مکمل ہوگئی' اس میں ۲۴۷ حدیثیں ہیں' جن میں سے ۴۶ تعلیقات ہیں' باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں ۱۳۹' مکرر احادیث ہیں اور خالص ۱۰۸' احادیث ہیں اور اس میں ۵۲' آثار صحابہ وتابعین ہیں۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے صحیح بخاری کی ''کتاب البیوع'' کی تکمیل کرادی' اس کی باقی کتب کی بھی تکمیل کرادیں۔

اور میری اور میرے والدین کی اور تمام معاونین اور قارئین کی مغفرت فرمادیں۔ آمین یا رب العٰلمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۳۵ - كِتَابُ السَّلَمِ

بیع سَلَم کا بیان

اس کتاب میں بیع سَلَم کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ ''سَلَم'' کے معنی ہیں: تسلیم کرنا اور سپرد کرنا' کیونکہ اس میں مجلس بیع میں پیشگی قیمت سپرد کردی جاتی ہے' اس لیے اس کو بیع سلم کہتے ہیں اور اس کو بیع سلف بھی کہتے ہیں کیونکہ سلف کا معنی ادھار دینا ہے۔

١ - بَابُ السَّلَمِ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ
کیل (ناپ) مقرر کر کے بیع سَلَم کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ اس بیع میں پہلے یہ مقرر کرنا ضروری ہے کہ خریدار بائع سے کتنے صاع اناج لے گا۔

٢٢٣٩ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَالنَّاسُ يُسْلِفُوْنَ فِي الثَّمَرِ الْعَامَ وَالْعَامَيْنِ، اَوْ قَالَ عَامَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً شَكَّ اِسْمَاعِيلُ، فَقَالَ مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل بن علیہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے خبر دی از عبداللہ بن کثیر از ابی المنہال از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور اس وقت لوگ کھجوروں کی ایک سال یا دو سال کی بیع سَلَم کرتے تھے یا دو سال یا تین سال کی بیع سلم کرتے تھے' اسماعیل کو اس بارے میں شک ہے۔ تب آپ نے فرمایا: جو شخص کھجوروں کی بیع سلم کرے' وہ مقرر صاع میں یا مقرر وزن میں بیع کرے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيلُ، عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيحٍ بِهٰذَا فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے خبر دی از ابن ابی نجیح اسی حدیث کی' اس میں کیل معلوم اور وزن معلوم ہے۔

[اطراف الحدیث: ٢٢٤٠-٢٢٤١-٢٢٥٣]

(صحیح مسلم: ١٦٠٤' الرقم المسلسل: ٤٠٠٩' سنن ابوداؤد: ٣٤٦٣' سنن ترمذی: ١٣١١' سنن ابن ماجہ: ٢٢٨٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٧ ص ٥٢' سنن دار قطنی ج ٣ ص ٤' مصنف عبدالرزاق: ١٤٠٥٩' معجم طبرانی: ١١٢٦٥' مسند احمد ج ١ ص ٢١٧ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٦٨۔ ج ٣ ص ٣٦٢' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن زُرارہ بن واقد ابومحمد (۲) اسماعیل بن علیہ بن ابراہیم السدی (۳) عبداللہ بن ابی نجیح' ان کا نام یسار ہے (۴) عبداللہ بن کثیر بن المطلب ابووداعہ سہمی (۵) ابوالمنہال عبدالرحمٰن بن مطعم کوفی (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۸۷)

بیع سَلَم کی تعریف' اس کی شرائط اور اس میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی المتوفی ۵۹۳ ھ لکھتے ہیں:

سَلَم وہ عقد ہے جو کتاب اللہ کی آیتِ مداینہ سے ثابت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سَلَم کو حلال کر دیا ہے جو سَلَم کرنے والے کے ذمہ میں ثابت ہے اور اس کے متعلق قرآن مجید کی سب سے طویل آیت نازل فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (الایۃ) (البقرہ: ۲۸۲) اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

اور اس کا ثبوت سنت سے بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انسان کو اس چیز کی بیع سے منع فرمایا ہے جو اس کے پاس نہ ہو اور بیع سلم کی اجازت دی ہے۔

اوّل الذکر کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور مجھ سے اس چیز کے خریدنے کے متعلق سوال کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے' آیا میں بازار میں سے وہ چیز خرید کر اس کو فروخت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: اس چیز کو مت فروخت کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۳۶' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳' سنن نسائی: ۴۶۲۴' سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۷)

اور ثانی الذکر یعنی بیع سلم کی رخصت کے متعلق باب مذکور کی حدیث ہے' جس میں آپ نے فرمایا: جو شخص کھجوروں کی بیع سلم کرے وہ مقررہ صاع میں یا مقررہ وزن میں بیع کرے۔

علامہ مرغینانی کہتے ہیں: ہر چند کہ قیاس بیع سلم کے جواز کا انکار کرتا ہے لیکن ہم نے قیاس کو اس حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا' قیاس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معدوم کی بیع ہے کیونکہ جس چیز کو بہ طور سَلَم فروخت کیا گیا ہے (مثلاً کھجور یا گندم) وہ بیع کے وقت معدوم ہے۔

علامہ مرغینانی نے کہا: اور یہ بیع سَلَم ناپ سے فروخت کی جانے والی اور وزن سے فروخت کی جانے والی چیزوں میں جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص سَلَم کرے وہ مقرر صاع میں یا مقرر وزن میں بیع کرے اور وزنی چیزوں سے مراد دراہم اور دیناروں کے ماسوا ہیں کیونکہ وہ ثمن ہیں اور جس میں بیع سَلَم کی گئی ہے وہ مثمن (مبیع) ہے' لہٰذا درہموں اور دیناروں میں بیع سَلَم نہیں ہے۔

اسی طرح ناپ کر فروخت کیے جانے والے کپڑوں میں بھی بیع سَلَم صحیح ہے کیونکہ یہ بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ کپڑا کتنے گز ہے اور اس کی صفت کیسی ہے عمدہ ہے یا ردی ہے؟ اور یہ بیان کرنا ضروری ہے تاکہ مبیع میں جہالت نہ رہے' اسی طرح جو عددی چیزیں مختلف نہیں ہوتیں ان میں بھی بیع سَلَم صحیح ہے' جیسے انڈا اور اخروٹ وغیرہ' کیونکہ جو عددی چیزیں اوصاف میں متقارب ہوں اور منضبط ہوں

ان کو سپرد کیا جاسکتا ہے اور ان میں بیع سلم صحیح ہے اس کے برخلاف انار اور خربوزوں کے سائز میں کافی فرق ہوتا ہے۔

حیوان میں بیع سَلم جائز نہیں ہے' امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کیونکہ اس کی جنس' نوع' صفت اور عمر کے بیان کردینے سے حیوان معلوم اور متعین ہو جاتے ہیں' پھر ان میں معمولی فرق رہ جاتا ہے' لہٰذا یہ کپڑوں کے مشابہ ہیں' ہماری دلیل یہ ہے کہ ان اُمور کے بیان کردینے کے باوجود ان کی مالیت میں باطنی اعتبار سے بہت زیادہ فرق ہوتا ہے' کپڑوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے' نیز حیوانات میں بیع سَلم کی ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان میں بیع سَلم کرنے سے منع فرمایا۔ امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن امام بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔

(المستدرک: ۲۳۸۸۔ ج ۲ ص ۳۶۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

اور بیع سلم اس وقت تک جائز نہیں ہے حتیٰ کہ مُسلَم فیہ (مبیع' جس چیز میں بیع سلم کی گئی ہے) عقد کے وقت سے لے کر اس وقت تک موجود ہو' جس وقت وہ چیز خریدار کے سپرد کی جائے گی' اور اگر وہ چیز عقد کے وقت بازار میں نہ ہو' اور سپردگی کے وقت موجود ہو یا اس کے برعکس ہو یا درمیان کے زمانہ میں بازار میں نہ ہو تو پھر یہ بیع جائز نہیں ہے۔

نمک آلودہ مچھلی میں بیع سَلم جائز ہے جب کہ اس کی نوع اور وزن معلوم ہو اور تازہ مچھلی کی بیع سَلم میں کوئی خیر نہیں ہے' اسی طرح امام ابوحنیفہ کے نزدیک گوشت میں بھی بیع سلم جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ بیع سَلم اس وقت جائز ہے جب مبیع کو سپرد کرنے کی مدت معین کردی جائے اور کم سے کم یہ مدت ایک ماہ ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع سَلم صرف سات شرائط سے جائز ہے: (۱) مبیع کی جنس معلوم ہو' مثلاً وہ گندم ہے یا جَو ہے (۲) مبیع کی نوع معلوم ہو' مثلاً وہ بارانی زمین کی ہے یا نہری زمین کی ہے (یا وہ امریکی گندم ہے یا دیسی گندم ہے) (۳) اس کی صفت معلوم ہو یعنی وہ عمدہ ہے یا ردی ہے (۴) اس کی مقدار معلوم ہو' مثلاً وہ کیلی ہے یا وزنی ہے یا عددی ہے (۵) اس کی مدت معلوم ہو کہ وہ کب سپرد کی جائے گی (۶) اس کی ناپ یا وزن یا عدد کی مقدار اور ناپ معلوم ہو (۷) جس جگہ مُسلَم فیہ یا مبیع خریدار کے سپرد کی جائے گی' وہ معلوم ہو۔

بیع سلم اس وقت صحیح ہوگی جب بائع مجلس عقد میں مبیع کی نقد قیمت وصول کرلے کیونکہ اگر اس نے قیمت ادھار رکھی تو یہ ادھار کی بیع ادھار سے ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے' اس کو بیع الکالئی بالکالئی کہتے ہیں۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۰۱۔ ۹۶ ملخصاً' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

۲ - بَابُ السَّلَمِ فِيْ وَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ

وزن معلوم میں بیع سلم کرنا

۲۲۴۰ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ فَفِيْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ، اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے خبر دی از عبداللہ بن کثیر از ابی المنہال از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں کے لوگ دو سال اور تین سال کی مدت تک بیع سلم کرتے تھے' پس آپ نے فرمایا: جو شخص کسی چیز میں بیع سلم کرے تو اس کا کیل (ناپ) اور وزن معلوم ہو مدت معلومہ تک۔

Marfat.com

حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، وَقَالَ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَّعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ.

ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی نجیح نے حدیث بیان کی اور کہا: پس اس کو چاہیے کہ وہ کیل معلوم میں مدتِ معلومہ تک بیع سلم کرے۔

اس حدیث کی شرح، گزشتہ حدیث: ۲۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۴۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ فِي كَيْلٍ مَّعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از عبداللہ بن ابی کثیر از ابی المنہال انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: کیل معلوم میں اور وزن معلوم میں مدتِ معینہ تک۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۴۳،۲۲۴۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ. ح. وَحَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ. حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ، أَوْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ، قَالَ اخْتَلَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ، فَبَعَثُونِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَّ عُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ. وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابن ابی المجالد۔ ح، اور ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از شعبہ از محمد بن ابی المجالد۔ ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے محمد نے خبر دی یا عبداللہ بن ابی المجالد نے انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہما کا بیع سلف میں اختلاف ہوا، سو انہوں نے مجھے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا، پس میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں گندم اور جو اور انگور اور کھجور میں بیع سلم کرتے تھے اور میں نے حضرت ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں اہل علم سے سوال کرنا چاہیے اور صحیح بات کو معلوم کرنے کے لیے اہل علم سے بحث کرنا جائز ہے۔

۳ - بَابُ السَّلَمِ إِلَى مَنْ لَّيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ

جس کے پاس مُسلَم فیہ (بیع) کی اصل نہ ہو، اس سے بیع کرنا

اصل سے مراد اس چیز کی اصل ہے جس میں بیع سلم کی جاتی ہے مثلاً غلہ کی اصل کھیت ہیں اور پھلوں کی اصل درخت ہیں۔ امام

Marfat.com

بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جو چیز مبیع کی سپردگی کے وقت موجود نہ ہو اس میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔

۲۲۴۵،۲۲۴۴ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ بَعَثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبُو بُرْدَةَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، فَقَالَا سَلْهُ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُونَ فِي الْحِنْطَةِ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيطَ أَهْلِ الشَّامِ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّيْتِ، فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ. قُلْتُ إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ؟ قَالَ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ. ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ نَسْأَلْهُمْ أَلَهُمْ حَرْثٌ أَمْ لَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی المجالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن شداد اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا' ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ ان سے یہ سوال کرنا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گندم میں بیع سلم کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ نے کہا: ہم اہل شام کے کاشت کاروں سے گندم' جَو اور زیتون کی کیلِ معلوم میں مدتِ معلومہ تک بیع سلم کرتے تھے' میں نے پوچھا: کیا اس کے پاس ان کی اصل (کھیت یا درخت) ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم اس کے متعلق ان سے سوال نہیں کرتے تھے' پھر ان دونوں نے مجھے حضرت عبدالرحمان بن ابزیٰ کے پاس بھیجا تو میں نے ان سے بھی یہ سوال کیا' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بیع سلم کرتے تھے اور ہم ان سے یہ سوال نہیں کرتے تھے کہ ان کا کھیت ہے یا نہیں؟

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ بِهٰذَا، وَقَالَ فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ وَقَالَ وَالزَّيْتِ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ.

ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از شیبانی از محمد بن مجالد' یہی حدیث مروی ہے اور انہوں نے کہا: ہم گندم اور جَو میں بیع سلم کرتے تھے اور عبداللہ بن الولید نے کہا از سفیان' انہوں نے کہا: ہمیں شیبانی نے حدیث بیان کی اور کہا: اور زیتون کے تیل میں (بیع سلم) کرتے تھے۔ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از شیبانی اور کہا: گندم میں اور جَو میں اور کشمش میں (بیع سلم کرتے تھے)۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۴۲ کا مطالعہ کریں۔

اس حدیث میں اہل ذمہ سے خریداری کا ثبوت ہے اور کشمش اور زیتون کے تیل اور گھی میں بیع سلم کا ثبوت ہے۔

۲۲۴۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيَّ قَالَ سَأَلْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

Marfat.com

ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتّٰى يُوْزَنَ. فَقَالَ الرَّجُلُ وَاَيُّ شَيْءٍ يُوْزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ اِلٰى جَانِبِهٖ حَتّٰى يُحْرَزَ. وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ اَبُو الْبَخْتَرِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .مِثْلَهٗ.

[اطراف الحدیث:۲۲۴۸-۲۲۵۰] [صحیح مسلم:۳۷۶۴-۳-۷-۱۵۳۷ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۹۳' مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۷۲۲' المعجم الکبیر: ۱۲۶۸۸' المحلی ج ۹ ص ۱۱۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۱ طبع قدیم' مسند احمد:۳۱۷۳-ج ۵ ص ۲۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوالبختری الطائی سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں میں لگے ہوئے پھلوں میں بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے درخت میں لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ وہ کھانے کے قابل ہو جائیں اور ان کا وزن کیا جا سکے' پس ایک شخص نے کہا: اور کس چیز کا وزن کیا جائے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: یعنی وہ پھل اندازہ لگانے کے قابل ہو جائیں' اور معاذ نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو' اور ابوالبختری نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا جس طرح اس حدیث میں ہے۔

وقت عقد سے لے کر مدت پوری ہونے تک جو چیز باقی نہ رہے' اس میں بیع سَلَم کے جواز میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

درخت پر پھلوں کا اندازہ لگانا' پھلوں کا کھانے کے قابل ہونا اور پھلوں کا وزن کیا جانا' یہ سب چیزیں اس سے کنایہ ہیں کہ پھل پک جائیں اور ان کی پختگی ظاہر ہو جائے' اس کا فائدہ یہ ہے کہ پھلوں میں مالک کے تصرف سے پہلے ان میں فقراء کا حق معلوم اور متعین ہو جائے۔

فقہاء احناف' ثوری اور اوزاعی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بیع سلم صرف ان میں جائز ہے جو وقت عقد سے لے کر سپردگی کی مدت پوری ہونے تک لوگوں کے ہاتھوں میں موجود رہیں اور اگر درمیان میں کسی وقت بھی وہ منقطع ہو جائیں تو پھر ان میں بیع سلم جائز نہیں ہے' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور وغیرہم نے کہا ہے کہ جو چیزیں لوگوں کے ہاتھوں میں نہ رہیں لیکن مدت پوری ہونے تک وہ عموماً محفوظ رہتی ہوں تب بھی ان میں بیع سلم جائز ہے اور اگر وہ بالکل منقطع ہو جاتی ہوں تو پھر ان میں سلم جائز نہیں ہے۔

٤ - بَابُ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ

کھجور کے درختوں میں لگے ہوئے پھلوں میں بیع سلم کرنا

٢٢٤٧'٢٢٤٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو' عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ' فَقَالَ نُهِيَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَصْلُحَ' وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ' وَسَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابوالبختری' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں کے پھلوں میں بیع سلم کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا کہ درخت میں لگی ہوئی کھجوروں کی بیع سے منع کیا گیا ہے حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ہو

فِي النَّخْلِ، فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يُؤْكَلَ مِنْهُ، أَوْ يَأْكُلَ مِنْهُ، حَتّٰى يُوْزَنَ.

جائے اور میں نے چاندی کی نقد کے عوض ادھار بیع کے متعلق سوال کیا اور میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں میں لگی ہوئی کھجوروں کی بیع سلم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے کھانے کے قابل ہو جائیں' یا اس سے کھالیں یا ان کا وزن کیا جاسکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٤٦' اور ١٤٨٦ میں گزر چکی ہے۔

٢٢٤٩' ٢٢٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ، فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَصْلُحَ، وَنَهٰى عَنِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَأْكُلَ، أَوْ يُؤْكَلَ، حَتّٰى يُوْزَنَ قُلْتُ وَمَا يُوْزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحْرَزَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی البختری' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں کے پھلوں میں بیع سلم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے' حتیٰ کہ وہ پک جائیں اور چاندی کی سونے کے عوض نقد کے بدلہ میں ادھار بیع سے منع فرمایا ہے اور میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ کھائے جائیں یا کھلائے جائیں یا ان کا وزن کیا جاسکے' میں نے پوچھا: ان کا وزن کیسے کیا جائے؟ تو اس شخص نے کہا' جو ان کے پاس تھا: حتیٰ کہ ان کا اندازہ کیا جاسکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٨٦' اور ٢٢٤٦ میں گزر چکی ہے۔

٥ - بَابُ الْكَفِيْلِ فِي السَّلَمِ
بیع سلم میں ضمانت دینا

٢٢٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اشْتَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِنْ يَهُوْدِيٍّ بِنَسِيْئَةٍ، وَرَهَنَهٗ دِرْعًا لَّهٗ مِنْ حَدِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار طعام (جو) خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٦٨ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ صراحت کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس میں عقد سلم کا ذکر نہیں ہے صرف ادھار بیع کا ذکر ہے اور بیع سلم بھی ادھار بیع ہوتی ہے' بس اتنی مناسبت ہے ورنہ عقد سلم کی جو شرائط ہیں وہ یہاں مذکور نہیں ہیں اور نہ ان

حدیث میں کسی کی ضمانت دینے کا ذکر ہے، پس زرہ گروی رکھنے کا ذکر ہے اور یہ بھی ایک قسم کی ضمانت ہے، سوان بعید مناسبتوں کی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کا یہاں ذکر کر دیا ہے اور امام بخاری کی مناسبتیں اکثر اسی طرح ہوتی ہیں۔

٦ - بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ
بیع سلم میں کسی چیز کو گروی رکھنا

۲۲۵۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ، وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِّنْ حَدِيدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم ابراہیم کے پاس رہن میں ادھار کا ذکر کر رہے تھے تو انہوں نے کہا: مجھے اسود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدتِ معین تک ایک یہودی سے طعام خریدا اور لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح بھی ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی مناسبت باب کے ساتھ اس طرح ہے کہ سلم سے مراد عقد سلم نہ لیا جائے بلکہ ادھار بیع مراد لی جائے۔

٧ - بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ
مدتِ معین تک سلم کرنا

اس باب سے ان فقہاء کا رد کرنا مقصود ہے جو بیع سلم کو نقد بیع پر بھی محمول کرتے ہیں، اور یہ بعض شافعیہ کا قول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیع سلم مدتِ معین کے ادھار پر ہوتی ہے۔

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُو سَعِيدٍ وَالْأَسْوَدُ وَالْحَسَنُ.

اور حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم اور اسود اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

امام بخاری نے یہاں پر چار تعلیقات ذکر کی ہیں، پہلی تعلیق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے، اس کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

ابوحسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جس بیع سلم کی مدتِ معین تک ضمانت ہوتی ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ. (البقرہ: ۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۶۸۳، دارالمعرفہ بیروت)

دوسری تعلیق حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ہے، اس کی اصل یہ حدیث ہے:

نبیح، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اگر نرخ کے قائم ہونے پر سلم کو رکھا جائے تو وہ سود ہے، لیکن تم معین دراہم کے عوض معین کیل مقرر کر دو اور اس میں تم جتنا اضافہ کرنا چاہو کر دو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۴۹۔ ج ۸ ص ۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تیسری تعلیق اسود کی ہے، اس کے موافق اثر حسب ذیل ہے:

ابواسحاق اسود سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے سفیان سے طعام میں سلم کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیل (ناپ) معین مدت تک ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۴۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۳۰۷ دارالکتب العلمیہ بیروت)

چوتھی تعلیق حسن بصری کی ہے اس تعلیق کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ میں اس تعلیق سے واقف نہیں ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

لیکن انوارالٰہیہ کے فیض سے مجھ پر یہ تعلیق روشن ہوگئی اور وہ حسب ذیل ہے:

عبدالکریم نے بیان کیا کہ حسن بصری نے کہا کہ بیع سلم میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ معین کیل معین مدت کے لیے ہو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۵۱ ج ۸ ص ۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوْفِ بِسِعْرٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ، مَا لَمْ يَكُ ذٰلِكَ فِي زَرْعٍ لَّمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس طعام کی بیع سلم میں کوئی حرج نہیں ہے جس کا نرخ معلوم اور معین ہو اور اس کی مدت بھی معلوم اور معین ہو جب تک کہ وہ طعام ایسے کھیت میں نہ ہو جس میں غلہ کا پکنا ظاہر نہ ہوا ہو۔

یہ تعلیق اسی طرح موطأ امام مالک کتاب البیوع باب: ۲۱ حدیث: ۴۹ میں مذکور ہے۔

۲۲۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ فِي الثِّمَارِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ أَسْلِفُوْا فِي الثِّمَارِ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ، وَقَالَ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از عبداللہ بن کثیر از ابی المنہال از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور وہاں کے لوگ پھلوں میں دو سال اور تین سال کی مدت تک بیع سلم کرتے تھے تو آپ نے فرمایا: تم پھلوں میں معین کیل (ناپ) اور معین مدت تک بیع سلم کرو اور عبداللہ بن الولید نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے حدیث بیان کی اور کہا: کیل معلوم میں اور وزن معلوم میں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۵۴، ۲۲۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ قَالَ أَرْسَلَنِيْ أَبُوْ بُرْدَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى، فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ، فَقَالَا كُنَّا نُصِيْبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از سلیمان شیبانی از محمد بن ابی مجالد انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابوبردہ اور حضرت عبداللہ بن شداد نے حضرت عبدالرحمن بن ابزیٰ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہم کی طرف بھیجا پس میں نے ان سے بیع سلف کے متعلق پوچھا انہوں نے

Marfat.com

وَسَلَّمَ، فَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ، فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، قَالَ قُلْتُ أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ، أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ زَرْعٌ؟ قَالَا مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ.

کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غنیمتوں کو حاصل کرتے تھے' پس ہمارے پاس شام کے کسانوں میں سے کسان آئے' ہم ان سے گندم' جو اور کشمش میں مدتِ معین تک بیع سلم کرتے' راوی نے پوچھا: آیا ان کے کھیت سے یہ پیداوار تھی یا نہیں؟ انہوں نے کہا: ہم ان سے اس کے متعلق سوال نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۴۲ میں گزر چکی ہے۔

۸ - بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ

بیع سلم میں اونٹنی کے بچہ جننے تک کی مدت مقرر کرنا

۲۲۵۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانُوا يَتَبَايَعُونَ الْجَزُورَ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ. فَسَّرَهُ نَافِعٌ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ (زمانۂ جاہلیت میں) عرب اونٹ کو اس مدت تک کے لیے فروخت کرتے تھے کہ جب حمل کا حمل ہو جائے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا' نافع نے حمل کے حمل کی یہ تفسیر کی ہے کہ اونٹنی کے پیٹ میں جو بچہ ہے' وہ پیدا ہونے کے بعد بچہ جنے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۳ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب السلم'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین. والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد سید المرسلین. آج کیم صفر ۱۴۲۹ھ/ ۹ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز ہفتہ ''کتاب السلم'' کی تکمیل ہوگئی۔ الہ العلمین! جس طرح آپ نے اس کتاب کی تکمیل کرادی' صحیح البخاری کی بقیہ کتب کی بھی تکمیل کرادیں اور میری' میرے والدین کی اور نعمۃ الباری کے قارئین اور معاونین کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرما دیں۔

''کتاب السلم'' میں ۳۱ احادیث ہیں' ان میں سے چار احادیث معلق ہیں اور باقی موصول ہیں' ان میں سے خالص احادیث پانچ ہیں اور بقیہ مکرر ہیں' اور اس میں صحابہ اور فقہاء تابعین کے چھ آثار ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

٣٦ - كِتَابُ الشُّفْعَةِ

شفعہ کا بیان

لغت میں لفظ ''شُفْعَة'' کے اشتقاق میں اختلاف ہے اوراس میں کئی اقوال ہیں' یہ ''ضم'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ملانا ہے کیونکہ شفعہ کرنے والا اپنے مکان کو فروخت کرنے والے کے مکان سے ملاتا ہے' یا زیادۃ' یا تقویت یا اعانت سے ماخوذ ہیں اوران سب کی مناسبت ہے' یا شفاعت سے ماخوذ ہے' اس کی مناسبت زیادہ واضح ہے کیونکہ مجرم اپنے ساتھ شفاعت کرنے والے کو ملاتا ہے۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ لفظ شرعی ہے اور عرب رسول اللہ ﷺ کے بتانے سے پہلے اس کا معنی نہیں جانتے تھے' جیسا کہ وہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا معنی پہلے نہیں جانتے تھے حتیٰ کہ شارع علیہ السلام نے بتایا کہ عبادتِ مخصوصہ کی اس کیفیت کو صلوٰۃ کہتے ہیں جس میں قیام' رکوع' سجود' قعود' قرآن مجید کی تلاوت' تسبیحات' اذکار' درود اور دُعا ہے' اور زکوٰۃ کا معنی ہے: نصاب مخصوص پر سال گزرنے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ کسی غیر ہاشمی فقیر کو ادا کرنا اور شفعہ کا معنی ہے: ایک آدمی اپنا حصہ اپنے صاحب کے حصہ کے ساتھ ملائے۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے: شریک یا پڑوسی کی زمین پر عوض کے ساتھ زبردستی ملکیت حاصل کرنا' دوسری تعریف ہے: ثمن مثل دے کر جبراً خریدار سے اس کی زمین حاصل کرنا' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ خریدار کو اس کا معاوضہ دے کر اس سے جبراً زمین کا ٹکڑا حاصل کرنا شفعہ ہے۔ دوسری تعریف یہ ہے کہ شرکت یا پڑوس کی بناء پر خریدی ہوئی زمین کے ٹکڑے کو شفیع کا اپنی زمین کے ساتھ ملانا۔

ابوبکر اصم کے علاوہ تمام فقہاء شفعہ کے مشروع ہونے پر متفق ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ١٠١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١ - بَابُ الشُّفْعَةُ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فَلَا شُفْعَةَ

شفعہ کا حق غیر منقسم جائیداد میں ہے' حد بندی کے بعد شفعہ کا حق نہیں رہتا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شفعہ کا حق اس جائیداد میں ہے' جو غیر منقسم ہو اور جب کسی زمین کی حدود پھیر دی جائیں اور معین کردی جائیں تو پھر اس میں شفعہ کا حق نہیں ہے۔

٢٢٥٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ

Marfat.com

بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم جائیداد میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا' پس جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے پھیر دیئے جائیں تو پھر کسی کو شفعہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

شفعہ کے مبحث میں علامہ کرمانی کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ شفعہ شریک کے لیے ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ شفعہ پڑوسی کے لیے ہوتا ہے اور یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۰ ص ۹۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! یہ بہت عجیب کلام ہے! کیونکہ امام ابوحنیفہ نے یہ نہیں کہا کہ شفعہ صرف پڑوسی کے لیے ہوتا ہے بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ شریک کے لیے پہلے نفس مبیع میں شفعہ ہوتا ہے' پھر مبیع کے حق میں شفعہ ہوتا ہے' پھر ان دونوں چیزوں کے بعد پڑوسی کے لیے شفعہ کا حق ہوتا ہے' پھر یہ حدیث ان کے خلاف کیسے حجت ہوگی؟ یہ حدیث ان کے خلاف اس وقت حجت ہوتی جب وہ شریک کے لیے شفعہ کے حق پر عمل نہ کرتے اور وہ شریک کے لیے پہلے شفعہ کے حق پر عمل کرتے ہیں اور اس کے بعد پڑوسی کے لیے شفعہ کے حق پر عمل کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

پڑوسی کے شفعہ کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۵۸' سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶' سنن نسائی: ۴۷۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۸)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گھر کا پڑوسی گھر کا زیادہ حق دار ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۱۷' سنن ترمذی: ۱۳۶۸)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے پڑوس میں شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے' اگر وہ غائب ہو تو اس کا انتظار کیا جائے گا جب کہ ان کا راستہ ایک ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۱۸' سنن ترمذی: ۱۳۶۹' سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۴)

۲- بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلٰى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ

شفعہ کے مستحق کے سامنے فروخت کرنے سے پہلے شفعہ کو پیش کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر ایک شریک نے شفعہ کے مستحق کے سامنے شفعہ کو پیش کر دیا تو آیا اس کا شفعہ کا حق باطل ہوگا یا نہیں؟

وَقَالَ الْحَكَمُ إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ.

اور حکم نے کہا: جب شفعہ کے مستحق نے فروخت سے پہلے اجازت دے دی تو اب اس کا شفعہ کا حق نہیں رہا۔

اس تعلیق کے موافق یہ اثر ہے:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ جب شفعہ کے حق دار نے خریدار کو خریدنے کی اجازت دے دی' پس اس نے خرید لیا تو اب اس کے شفعہ کرنے کا حق نہیں رہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۲۰۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

یعنی جب ایک شریک نے اپنے صاحب کو اس کا حصہ فروخت کرنے سے پہلے فروخت کرنے کی اجازت دے دی تو اب اس کا شفعہ کرنے کا حق ساقط ہو گیا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ سفیان کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک نے ان دونوں کی مخالفت کی ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ جب شفعہ کے حق دار نے اپنے شریک کو اس کا حصہ فروخت کرنے کی اجازت دے دی' پھر اس نے اس سے رجوع کر لیا اور اپنے شریک سے شفعہ کا مطالبہ کیا تو فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: اب اس کو شفعہ کا حق نہیں ہے' یہ حسن بصری' ثوری' ابو عبید اور محدثین کی ایک جماعت کا موقف ہے' اور فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ اگر ایک شریک نے اپنا حصہ فروخت کرنے سے پہلے اس پر پیش کیا اور اس نے اس کو خریدنے سے انکار کر دیا' پھر اس شریک نے اس کو فروخت کر دیا' پھر شفعہ کے مستحق نے اس پر شفعہ کا ارادہ کیا تو اس کے لیے شفعہ کرنا جائز ہے' یہ امام مالک اور فقہاء کوفہ کا قول ہے اور امام احمد سے بھی اسی طرح ایک روایت ہے اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ امام شافعی کے مذہب کے مشابہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ مَنْ بِيعَتْ شُفْعَتُهُ' وَهُوَ شَاهِدٌ لَّا يُغَيِّرُهَا' فَلَا شُفْعَةَ لَهُ.

اور شعبی نے کہا: جب شفعہ کے حق دار کے سامنے اس کا حصہ فروخت کیا گیا اور اس نے اس بیع پر اعتراض نہیں کیا تو پھر حق شفعہ باقی نہیں رہا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۲۰۴ (مجلس علمی' بیروت) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۵۷ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) میں ہے۔

٢٢٥٨ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ' عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ قَالَ وَقَفْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ' فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ' فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى إِحْدَى مَنْكِبَيَّ' إِذْ جَاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا سَعْدُ ابْتَعْ مِنِّي بَيْتَيَّ فِي دَارِكَ' فَقَالَ سَعْدٌ وَاللّٰهِ مَا أَبْتَاعُهُمَا' فَقَالَ الْمِسْوَرُ وَاللّٰهِ لَتَبْتَاعَنَّهُمَا' فَقَالَ سَعْدٌ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُكَ عَلَى أَرْبَعَةِ آلَافٍ مُنَجَّمَةً' أَوْ مُقَطَّعَةً' قَالَ أَبُو رَافِعٍ لَقَدْ أُعْطِيتُ بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِينَارٍ' وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ. مَا أَعْطَيْتُكَهَا بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ وَأَنَا أُعْطَى بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِينَارٍ' فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ. [اطراف الحدیث: ۶۹۷۷-۶۹۷۸-۶۹۸۰-۶۹۸۱] (سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶' سنن نسائی: ۴۷۱۶' سنن ابن

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن میسرہ نے خبر دی از عمرو بن الشرید' انہوں نے کہا: میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا ہوا تھا' اسی اثناء میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے اپنا ہاتھ میرے ایک کندھے پر رکھا' اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے کہا: اے سعد! تم مجھ سے اپنی حویلی کے دو گھر خرید لو حضرت سعد نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان دو گھروں کو نہیں خریدوں گا' حضرت مسور نے کہا: اللہ کی قسم! تم ان دو گھروں کو ضرور خرید لو' تب حضرت سعد نے کہا: اللہ کی قسم! میں تم کو ان گھروں کے عوض چار ہزار درہم سے زیادہ نہیں دوں گا خواہ قسط وار دوں خواہ یک مشت' حضرت ابو رافع نے کہا: مجھے ان گھروں کے عوض پانچ سو دینار مل رہے ہیں' اور اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے پڑوس کی وجہ سے خریدنے کا

Marfat.com

ماجہ: ۲۴۹۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۸) زیادہ حق دار ہے تو میں تم کو یہ چار ہزار درہم کے عوض فروخت نہ کرتا جب کہ مجھ کو ان کے عوض پانچ سو دینار مل رہے ہیں' پھر انہوں نے حضرت سعد کو وہ گھر فروخت کر دیئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(ا) مکی بن ابراہیم بن بشیر بن فرقد الحنظلی البلخی (۲) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۳) ابراہیم بن میسرہ (۴) عمرو بن الشرید' یہ حجازی تابعی ثقہ ہیں' ان کے والد حضرت الشرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں' حدیبیہ میں حاضر تھے (۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۶) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ' ان کا نام اسلم ہے' یہ قبطی تھے' یہ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے' پھر انہوں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دیا' پھر جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی نوید سنائی تو آپ نے ان کو آزاد کر دیا' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۵)

حدیث کی باب کے ساتھ مصنف کی بیان کردہ مناسبت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: حضرت ابورافع نے کہا: اے سعد! تم مجھ سے اپنی حویلی کے دو گھر خرید لو۔ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ ایک پڑوسی نے اپنے گھر دوسرے پڑوسی کو خریدنے کے لیے پیش کیے اور یہی فقہاء احناف کی دلیل ہے کہ دیگر لوگوں کی بہ نسبت پڑوسی اپنے پڑوس کی وجہ سے خریدنے کا اور شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ان گھروں کے عوض پانچ سو دینار مل رہے ہیں اور میں تم کو یہ گھر چار ہزار دینار کے عوض اس لیے دے رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ پڑوسی اپنے پڑوس کی وجہ سے شفعہ کا اور خریدنے کا زیادہ حق دار ہے' سو یہ فقہاء احناف کی دلیل ہے۔

حدیث کی باب کے ساتھ علامہ عینی کی بیان کردہ مناسبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت میں یہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں ایک شریک کا اپنے شریک کو خریدنے کی پیش کش کرنا ہے تاکہ وہ بیع ہونے سے پہلے شفعہ کر سکے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی بیان کردہ مناسبت کا تسامح

علامہ عینی کا یہ لکھنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابورافع اس حویلی کے گھروں میں حضرت سعد کے پڑوسی تھے' شریک نہیں تھے کیونکہ انہوں نے استدلال میں پڑوس کا ذکر کیا نہ کہ شرکت کا' نیز شرکت مشاع اور غیر متمیز حصوں میں ہوتی ہے اور یہاں ان کے گھر الگ الگ تھے' مشاع اور غیر متمیز نہیں تھے' حیرت ہے کہ علامہ عینی نے اس حدیث کی مناسبت میں وہ بات لکھی ہے جو احناف کے خلاف ہے اور شوافع کی مؤید ہے' حالانکہ علامہ عینی نہ صرف حنفی ہیں بلکہ احناف کے زبردست وکیل ہیں' جیسا کہ ان کی بعد کی شرح سے ظاہر ہو رہا ہے۔

حدیث مذکور سے فقہاء شافعیہ کا پڑوسی سے شریک مراد لینا اور علامہ عینی کا اس پر رد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ پڑوسی کو شفعہ کرنے کا حق ہے' فقہاء شافعیہ نے اس

Marfat.com

حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث میں پڑوسی سے مراد شریک ہے کیونکہ حضرت ابورافع' حضرت سعد کے ان دو گھروں میں شریک تھے' اسی وجہ سے انہوں نے ان کو ان دو گھروں کے خریدنے کی دعوت دی' فقہاء شافعیہ کی یہ تاویل اس لیے مردود ہے کہ اس حدیث میں یہ صراحت سے مذکور ہے کہ حضرت ابورافع' حضرت سعد کی حویلی کے ان دو گھروں کے مالک تھے اور یہ دو گھر ان کو فروخت کرنا چاہتے تھے اور چونکہ باقی گھروں میں حضرت سعد ان کے پڑوسی تھے' اس لیے ان کو خریدنے کی پیش کش کی اور کم قیمت ملنے کے باوجود ان کو یہ دو گھر فروخت کر دیئے' اس حدیث میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ حضرت ابورافع اس حویلی کے کسی غیر ممتاز اور غیر متمیز حصہ میں حضرت سعد کے شریک تھے' اور عمر بن شبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد کے دونوں گھر ایک دوسرے کے بالمقابل تھے اور ان کے درمیان دس ہاتھ کا فاصلہ تھا' اور اس حویلی کے گھروں میں جو دو گھر مسجد کی دائیں جانب تھے' وہ حضرت ابورافع کے تھے جن کو حضرت سعد نے حضرت ابورافع سے خرید لیا تھا۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابورافع' حضرت سعد کے پڑوسی تھے' ان کے شریک نہیں تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳ - بَابٌ اَیُّ الْجِوَارِ اَقْرَبُ — کون سا پڑوسی زیادہ قریب ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب پڑوس میں کئی گھر ہوں تو کس پڑوسی کو شفعہ کرنے کا حق ہے؟

۲۲۵۹ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح). وَحَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ' فَاِلٰی اَیِّهِمَا اُهْدِیْ؟ قَالَ اِلٰی اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا.

[اطراف الحدیث: ۲۵۹۵-۶۰۲۰] (سنن ابوداؤد: ۵۱۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' ح' اور مجھے علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمران نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے طلحہ بن عبد اللہ سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں' ان میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ آپ نے فرمایا: ان میں سے جس کے گھر کا دروازہ تمہارے زیادہ قریب ہو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال سلمی انماطی (۲) شعبہ بن حجاج (۳) علی بن عبد اللہ (۴) شبابہ بن سوار الفزاری ابو عمرو (۵) ابو عمران' ان کا نام عبد الملک بن حبیب ہے (۶) طلحہ بن عبد اللہ بن عثمان بن عبید اللہ (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۸-۱۰۷)

پڑوسی کے گھر کا ملا ہوا ہونا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک شفعہ کی شرط ہے' اس پر ابن منذر کے اعتراض کا جواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ پڑوسی کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے کہ جس کا گھر ملا ہوا نہ ہو' اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے خروج کیا اور کہا کہ جو پڑوسی ملا ہوا ہو' جب وہ شفعہ کو ترک کر دے اور دوسرا پڑوسی جس کی حد اور راستہ معین نہیں ہوا' وہ شفعہ کو طلب کرے تو اس کے لیے شفعہ کا حق نہیں ہو گا اور دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے اپنے

Marfat.com

پڑوسیوں کے لیے وصیت کی تو اس کی وصیت سے ان پڑوسیوں کو بھی دیا جائے گا جن کے گھر اس سے ملے ہوئے ہیں اور ان کو بھی دیا جائے گا جن کے گھر اس کے گھر سے ملے ہوئے نہیں ہیں اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی وصیت سے صرف ان پڑوسیوں کو دیا جائے گا جن کے گھر اس کے گھر سے ملے ہوئے ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کی فہم بہت دقیق ہے انہوں نے یہ دیکھا کہ شفعہ کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ خارجی اذیت کو دور کیا جائے اس لیے انہوں نے شفعہ کے حق میں اس کو مقدم کیا جو نفس بیع میں شریک ہو پھر اس کے بعد اس کو رکھا جو حق بیع میں شریک ہو پھر اس کے بعد پڑوسی کو رکھا اور شفعہ کے منع کرنے سے صرف اسی پڑوسی کو ضرر لاحق ہوگا جس کا گھر ملا ہوا ہو کیونکہ ان کی دیوار اور لکڑی کے ستون ملے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے انہوں نے اسی پڑوسی کو شفعہ کرنے کا حق دیا ہے جس کا گھر ملا ہوا ہو اور وصیت میں بھی انہوں نے ان پڑوسیوں کا اعتبار کیا ہے جن کے گھر ملے ہوئے ہوں کیونکہ ان ہی کو عرف میں پڑوسی کہا جاتا ہے اور دیگر علماء کے مذہب میں بہت مشکلات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۸)

امام بخاری نے پڑوسی کے حق شفعہ کی بحث میں اس حدیث کی روایت کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے کہ پڑوسی شفعہ کر سکتا ہے۔

''کتاب الشفعة'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین. والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین. آج ۲ صفر ۱۴۲۹ھ/ ۱۰ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز اتوار ''کتاب الشفعة'' کی تکمیل ہوگئی الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے اس کتاب کی تکمیل کرادی ہے صحیح بخاری کی بقیہ کتب کی بھی تکمیل کرادیں اور میری میرے والدین کی میرے قارئین کی اور سب مؤمنین کی مغفرت فرمادیں۔ (آمین)

''کتاب الشفعة'' میں تین احادیث موصولہ ہیں ان میں سے پہلی حدیث مکرر ہے ان کے علاوہ دو تعلیقات ہیں جو آثار پر مشتمل ہیں ان کے علاوہ حضرت ابورافع اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے قصہ کا بھی اثر ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۳۷ - كِتَابُ الْاِجَارَةِ

اجرت کے عوض کسی سے کام لینے کا بیان

''اجارۃ'' کا لغوی معنی ہے: کسی سے اجرت پر کام لینا' اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: عوض کے ساتھ منافع کا عقد کرنا یا عوض لے کر منافع کا مالک بنانا یا اجرتِ معینہ کے عوض منفعتِ معینہ کی بیع کرنا۔

١ - بَابٌ فِي اسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ — اجرت کے عوض نیک مرد کو کام پر لگانا

اس عنوان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحب زادی کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ۝﴾ (القصص: ٢٦).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: بے شک آپ جس کو اجرت پر رکھیں گے اس میں بہترین وہی ہے جو طاقت ور اور ایمان دار ہو۝ (القصص:۲۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر مدین پہنچے' وہاں انہوں نے دیکھا کہ کنویں سے پانی نکالنے والوں کی بہت بھیڑ ہے اور کنویں کی نچلی جانب دو لڑکیاں کھڑی تھیں جو سب لوگوں کے پانی نکالنے کے بعد پانی نکالتی تھیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے پانی نکال دیا' یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں' انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اجرت پر رکھ لیں' حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں' اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا' اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا' آپ ان شاء اللہ! مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے۝ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے' میں نے ان دونوں میں سے جس مدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور ہمارے اس معاہدہ پر اللہ نگہبان ہے۝ (اس کی تفصیل تبیان القرآن میں' القصص:۲۸-۲۶ کی تفسیر میں مذکور ہے)

وَالْخَازِنُ الْاَمِيْنُ' وَمَنْ لَّمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ اَرَادَهُ.

اور خازن اور امین اور جو منصب کا ارادہ کرے' اس کو منصب نہ دیا جائے۔

اس عنوان کے دو جز ہیں' پہلے جز کے متعلق پہلی حدیث ہے اور دوسرے جز کے متعلق دوسری حدیث ہے۔

٢٢٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَدِّيْ اَبُوْ بُرْدَةَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' از ابی بردہ

Marfat.com

عَنْ اَبِيْهِ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَازِنُ الْاَمِيْنُ الَّذِيْ يُؤَدِّيْ مَا اُمِرَ بِهٖ طَيِّبَةً نَفْسُهٗ، اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا حضرت ابو بردہ نے خبر دی از والد خود حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خازن امین وہ ہے جس کو جو حکم دیا جائے وہ اس کو خوشی سے بجالائے وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۳۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۶۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَقْبَلْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِيْ رَجُلَانِ مِنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ، فَقُلْتُ مَا عَلِمْتُ اَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، فَقَالَ لَنْ اَوْ لَا. نَسْتَعْمِلُ عَلٰى عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۳۰۳۸، ۴۳۴۱، ۴۳۴۲، ۴۳۴۳، ۴۳۴۴، ۶۱۲۴، ۶۹۲۳، ۷۱۴۹، ۷۱۵۶، ۷۱۵۷، ۷۱۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از قرۃ بن خالد' انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن ہلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میرے ساتھ دو اشعری مرد تھے' پس میں نے کہا: مجھے نہیں علم تھا کہ یہ منصب کو طلب کریں گے' پس آپ نے فرمایا: ہم اس شخص کو منصب نہیں دیں گے جو منصب کے حصول کا ارادہ کرے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۳۳' الرقم المسلسل: ۴۶۱۱' سنن ابوداؤد: ۴۳۵۴-۳۵۷۹)

ازخود منصب کو طلب کرنا حرام ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ چونکہ منصب کو طلب کرنا حرص پر دلالت کرتا ہے' اس لیے جو شخص کسی منصب کی طلب پر حریص ہو' اس پر واجب ہے کہ وہ منصب کی طلب نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۲۳)

علامہ قرطبی متوفی ۶۵۸ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طلب منصب سے منع فرمایا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ منصب کو طلب کرنا حرام ہے' جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے دو ساتھیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا اور ان کی حرص کی وجہ سے ان کو منصب نہیں دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ کو منصب سونپ دیا' جو طلب منصب پر حریص نہیں تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

موجودہ طریقۂ انتخاب کی اصلاح

آج کل قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے جو انتخابات ہوتے ہیں' ان میں ہر سیاسی پارٹی کے امیدوار' پارٹی سے ٹکٹ لے کر قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کی نشستوں کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے لیے ووٹ طلب کرتے ہیں' اسی طرح آزاد امیدوار ازخود کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی تعریف و توصیف کر کے قوم سے ووٹ مانگتے ہیں' مذکور الصدر حدیث کی روشنی میں یہ بالکل غلط طریقہ ہے اور ناجائز ہے' اس کی اصلاح اس طرح ہو سکتی ہے کہ امیدوار ازخود اپنے لیے ووٹ طلب نہ کرے بلکہ جس پارٹی کے ٹکٹ پر وہ الیکشن لڑ رہا ہے' وہ پارٹی اس کی کنویسنگ کرے اور کہے کہ ہمارے فلاں فلاں نمائندہ کو ووٹ دیئے جائیں۔

Marfat.com

٢ - بَابُ رَعْيِ الْغَنَمِ عَلٰى قَرَارِيْطَ
چند قیراط کی اجرت پر بکریاں چرانا

اس باب کے عنوان میں "قراریط" کا لفظ ہے یہ قیراط کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: دینار کا چوبیسواں حصہ۔

٢٢٦٢ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ جَدِّهٖ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ. فَقَالَ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ؟ فَقَالَ نَعَمْ، كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ. (سنن ابن ماجہ: ٢١٤٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد المکی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از جد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اللہ نے جس نبی کو بھی بھیجا اس نے بکریاں چرائی ہیں، آپ کے اصحاب نے پوچھا: آپ نے بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن محمد بن الولید الازرقی (٢) عمرو بن یحییٰ بن سعید (٣) ان کے دادا سعید بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی (٤) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ١١٣)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بکریاں چرانے کی حکمت اور مصلحت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی عمر میں بکریاں چرائی تھیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابن اسحاق اور علامہ واقدی کی تصنیفات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر شریف بیس سال تھی۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس کی حکمت کیا تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بکریوں کی حفاظت اور نگہبانی کرا کر امت کی حفاظت اور نگہبانی کی تربیت دینا اور نبوت کی تمہید مقصود تھی اور بکریوں کی تخصیص اس لیے تھی کہ وہ دوسرے جانوروں کی بہ نسبت زیادہ اطاعت شعار ہوتی ہے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی بکریاں چرانے کا ذکر فرمایا اس کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کے سامنے تواضع کا اظہار مقصود تھا حالانکہ آپ اپنے رب کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ مکرم تھے اور اپنی امت کو اس پر متنبہ کرنا تھا کہ وہ ہمیشہ اپنے رب کے سامنے تواضع کریں اور تکبر کرنے سے اجتناب کریں خواہ ان کو دنیا کا سب سے بڑا مرتبہ حاصل ہو اور نیز آپ نے بکریاں چرا کر انبیاء سابقین علیہم السلام کی سنت کی پیروی کی۔

ابن حزم بیان کرتے ہیں کہ اونٹ والوں اور بکریوں والوں نے ایک دوسرے کے سامنے اظہار فخر کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور وہ بکریاں چرانے والے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور وہ بکریاں چرانے والے تھے اور مجھے مبعوث کیا گیا اور میں اپنے گھر والوں کے لیے اجیاد میں بکریاں چراتا تھا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ١١٣٦٢ - ج ١٠ ص ١٧٢، الادب المفرد: ٥٧٧)

٣ - بَابُ اسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِيْنَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ، اَوْ اِذَا لَمْ يُوْجَدْ اَهْلُ الْاِسْلَامِ
جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے تو ضرورت کی وجہ سے مشرکین کو اجرت پر طلب کرنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ ظاہر کیا ہے کہ بغیر ضرورت کے مشرکین سے اجرت پر کام کرانا جائز نہیں ہے۔

وَعَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُوْدَ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے مزارعت پر معاملہ

خیبر۔ کیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے' اور عنقریب صحیح البخاری: ۲۳۲۸ میں آئے گی۔

اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے خیبر میں اس وقت مزارعت پر معاملہ کیا تھا' جب مسلمانوں میں سے کوئی اس کا اہل نہیں تھا۔

۲۲۶۳ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ' عَنْ مَعْمَرٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَاسْتَاْجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا مِّنْ بَنِي الدِّيْلِ' ثُمَّ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ' هَادِيًا خِرِّيْتًا اَلْخِرِّيْتُ اَلْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ قَدْ غَمَسَ يَمِيْنَ حِلْفٍ فِيْ اٰلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ' وَهُوَ عَلٰى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ' فَاَمِنَاهُ فَدَفَعَا اِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا' وَوَعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ' فَاَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَةَ لَيَالٍ ثَلَاثٍ' فَارْتَحَلَا' وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ' وَالدَّلِيْلُ الدِّيْلِيُّ' فَاَخَذَ بِهِمْ' وَهُوَ طَرِيْقُ السَّاحِلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک مرد کو اجرت پر رکھا' جو بنو عبد بن عدی کے خاندان سے تھا' اس کا تقرر بہ طور ماہر رہبر کے کیا تھا۔ ''خِرِّیت'' کا معنی ہے: وہ شخص جو رہبری کا ماہر ہو' اس نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈبو کر عاص بن وائل کے خاندان سے معاہدہ کیا تھا اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس پر اعتماد تھا' سو انہوں نے اپنی اونٹنیاں اس کو دے دیں اور اس سے تین راتوں کے بعد غارِ ثور پر ملاقات کا وعدہ کیا' سو وہ شخص ان کے پاس تیسری رات کی صبح کو آ گیا' پس ان دونوں نے سفر کیا اور ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ اور وہ دیلی راہبر روانہ ہوئے' وہ شخص آپ کو ساحل کے راستہ سے لے کر چلا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۷۶ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں' جن کا وہاں ذکر نہیں کیا گیا تھا:

بنو الدیل کے مرد کا اور عامر بن فہیرہ کا تعارف اور غارِ ثور کا ذکر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بنو الدیل کے ایک مرد کا ذکر ہے' امام ابن اسحاق اور امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس مرد کا نام عبد اللہ بن ارقم تھا۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ اس شخص نے اپنے ہاتھ پانی میں ڈبو دیئے تھے' عرب میں رواج تھا کہ جب کوئی شخص پختہ قسم کھانے کا ارادہ کرتا تو اپنے ہاتھ پانی میں ڈبو کر قسم کھاتا تھا۔

اس میں غارِ ثور کا ذکر ہے' ثور کا معنی: بیل ہے' ثور نام کا ایک پہاڑ مکہ کے نشیب میں ہے اور اس میں وہ غار ہے جس میں ہجرت کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین راتیں گزاری تھیں۔

اس میں عامر بن فہیرہ کا ذکر ہے' یہ ایک سیاہ رو شخص تھے اور طفیل بن عبد اللہ کے غلام تھے' پھر ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں جانے سے پہلے یہ مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے آپ کے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کے ساتھ ہجرت کی تھی۔

راستہ دکھانے کے لیے مشرک کو اجرت پر رکھنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان راستہ دکھانے کے لیے کافر کو اجرت پر رکھ سکتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معین ایام کے لیے عمل سے پہلے اجرت کا عقد کیا جا سکتا ہے' امام مالک اور ان کے اصحاب نے یہ اجازت دی ہے کہ عمل سے ایک دن یا دو دن پہلے اجرت کا عقد کیا جا سکتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب مشرک پر اعتماد ہو تو اس کو اپنا راز بتایا جا سکتا ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشرک پر اعتماد کر کے اس کو ہجرت کے متعلق بتا دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۱۷۔۱۱۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ جَازَ، وَهُمَا عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اشْتَرَطَاهُ إِذَا جَاءَ الْأَجَلُ

کسی مزدور کو اس شرط پر رکھنا کہ اس کو تین دن یا ایک مہینہ یا چھ ماہ یا ایک سال کے بعد کام کرنا ہوگا اور جب وہ وقت آ جائے تو دونوں اپنی شرط پر قائم رہیں

٢٢٦٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِّنْ بَنِي الدِّيلِ، هَادِيًا خِرِّيتًا، وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا، وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَأَتَاهُمَا، بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل' ابن شہاب نے کہا: پس مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک مرد کو اجرت پر رکھا' جو بہت ماہر راستہ دکھانے والا تھا اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا' پس آپ دونوں نے اس کو اپنی اونٹنیاں دے دیں اور اس سے عہد لیا کہ وہ تین دن بعد غار ثور پر ان اونٹنیوں کو لے آئے تو وہ شخص ان دونوں کے پاس تیسرے دن کی صبح کو آ گیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کا مطالعہ فرمائیں۔

٥ - بَابُ الْأَجِيرِ فِي الْغَزْوِ

غزوہ میں کسی کو اجرت پر رکھنا

٢٢٦٥ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ، فَكَانَ مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي فِي نَفْسِي، فَكَانَ لِي أَجِيرٌ، فَقَاتَلَ إِنْسَانًا،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از صفوان بن یعلیٰ از حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میرے نزدیک وہ میرا سب سے زیادہ اعتماد والا عمل تھا' میرا ایک مزدور

Marfat.com

فَعَضَّ اَحَدُهُمَا اِصْبَعَ صَاحِبِهٖ فَانْتَزَعَ اِصْبَعَهٗ فَانْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ فَسَقَطَتْ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ وَقَالَ اَفَيَدَعُ اِصْبَعَهٗ فِيْ فِيْكَ تَقْضَمُهَا قَالَ اَحْسِبُهٗ قَالَ كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ.

وہ ایک شخص سے لڑ پڑا اور ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کی انگلی اپنے دانتوں میں چبائی' دوسرے نے اپنا ہاتھ زور سے کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت بھی ٹوٹ کر گر گئے' اس نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے اس کے دانتوں کا کوئی تاوان لازم نہیں کیا' اور فرمایا: کیا وہ اپنی انگلی تمہارے منہ میں چبانے کے لیے چھوڑ دیتا' میرا گمان ہے' آپ نے فرمایا: جس طرح اونٹ چباتا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۸۴۸ کا مطالعہ کریں تاہم بعض ضروری اُمور کا ذکر کیا جا رہا ہے:

ہاتھ چھڑانے کی وجہ سے دانتوں کے تاوان میں مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ کو دانتوں سے کاٹ لے اور وہ شخص اپنا ہاتھ کھینچ لے اور دوسرے شخص کے دانت ٹوٹ کر گر جائیں تو ہاتھ کھینچنے والے پر اس کے دانتوں کا کوئی تاوان نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ اس کے دانتوں کا کوئی قصاص نہیں ہے' تاہم ضمان میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: اس پر دانتوں کا کوئی ضمان بھی نہیں ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے اس پر دانتوں کا ضمان یا ان کی دیت کو لازم کیا ہے' یہ حدیث ان پر حجت ہے۔ امام مالک نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے یا اس حدیث کی تاویل کی کہ اس شخص کے دانت پہلے ہی ہل رہے تھے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی تاوان لازم نہیں کیا' لیکن یہ تاویل درست نہیں ہے کیونکہ کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اور صحیح بخاری کی حدیث کو بلا دلیل ضعیف کہنا بھی مردود ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۲۰)

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ایک شخص کو مزدور رکھنے کا ذکر ہے۔

۲۲۶۶ - قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَّحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ جَدِّهٖ بِمِثْلِ هٰذِهِ الصِّفَةِ اَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَاَنْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ فَاَهْدَرَهَا اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از جد خود' اسی صفت کی مثل کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹا اور (اس کی وجہ سے) اپنے دانت گرا دیئے تو حضرت ابوبکر نے اس کے دانتوں کا تاوان نہیں دلوایا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کا مطالعہ کریں۔

٦ - بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ اَجِيْرًا فَبَيَّنَ لَهُ الْاَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُ الْعَمَلَ

کسی شخص کو مدتِ معینہ کے لیے اجرت پر رکھنا اور اس کو کام نہ بتانا

لِقَوْلِهٖ ﴿اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾ (القصص: ۲۸-۲۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا:) میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں' اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا' آپ ان شاء اللہ مجھے

Marfat.com

نیک لوگوں میں سے پائیں گے O موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے میں نے ان دونوں میں سے جس مدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور ہمارے اس معاہدہ پر اللہ نگہبان ہے O (القصص: ۲۸-۲۷)

ان آیتوں سے اس باب کے عنوان پر وجہ استدلال یہ ہے کہ اس قصہ میں حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نہیں بتایا تھا کہ آپ کو اس مدت میں کیا کام کرنا ہوگا؟ اور اجرت بتا دی تھی کہ اس کے معاوضہ میں میں اپنی ایک بیٹی کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں گا اور مدت بھی بتا دی تھی کہ آپ کو آٹھ سال یا دس سال میرا کام کرنا ہوگا۔

يَاْجُرُ فُلَانًا يُعْطِيهِ اَجْرًا، وَمِنْهُ فِي التَّعْزِيَةِ اٰجَرَكَ اللّٰهُ.

"یاجر فلانا" کا معنی ہے: وہ اس کو اجر دے گا' اسی سے تعزیت کرنے میں ماخوذ ہے کہ اللہ تمہیں اجر دے گا۔

امام بخاری کا اس سے مقصود ہے: "تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ" (القصص: ۲۷) کی تفسیر کرنا اور اس سے تعزیت میں کہا جاتا ہے: اللہ تمہیں اجر دے گا۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ آپ اجرت پر میرا کام کرنے والے ہو جائیں۔

۷ - بَابُ اِذَا اسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا عَلٰى اَنْ يُّقِيْمَ حَائِطًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ جَازَ

کسی شخص کو اس لیے اجرت پر رکھنا جائز ہے کہ وہ گرتی ہوئی دیوار کو درست کر دے

۲۲۶۷ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ، وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ، وَغَيْرُهُمَا قَالَ قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ لِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَنِيْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ قَالَ سَعِيْدٌ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ. فَاسْتَقَامَ. قَالَ يَعْلٰى حَسِبْتُ اَنَّ سَعِيْدًا قَالَ فَمَسَحَهٗ بِيَدِهٖ فَاسْتَقَامَ ﴿لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا O﴾ (الکہف: ۷۷) قَالَ سَعِيْدٌ اَجْرًا نَّاْكُلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ان کو ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھ کو یعلیٰ بن مسلم اور عمرو بن دینار نے خبر دی از سعید بن جبیر' ان میں سے ایک اپنے صاحب پر اضافہ کرتا تھا اور ان کے علاوہ دیگر نے کہا: میں نے ان سے سنا' وہ حضرت سعید سے روایت کرتے تھے' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ دونوں (حضرت خضر اور حضرت موسیٰ) گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک دیوار گرنے والی ہے' سعید نے کہا: انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس طرح کیا اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' پس وہ دیوار سیدھی ہو گئی' یعلیٰ نے کہا: میرا گمان ہے کہ سعید نے کہا: انہوں نے دیوار پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ سیدھی ہو گئی' (حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے کہا:) اگر آپ چاہیں تو اس کی اجرت لے لیں O (الکہف: ۷۷) سعید نے کہا: یعنی ایسی اجرت جس کو ہم کھائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۴ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

امام بخاری کی اس حدیث کی روایت سے غرض یہ ہے کہ دیوار کی مرمت کرنے کا یہ واقعہ ہر چند کہ حضرت خضر علیہ السلام کا ہے لیکن ہر شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دیوار یا کسی بھی چیز کی مرمت کی اجرت لے سکتا ہے۔

۸- بَابُ الْاِجَارَةِ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ — دو پہر تک کے لیے کسی کو اجرت پر رکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صبح سے لے کر دو پہر تک کسی کو معین اجرت دے کر کام کرانا جائز ہے۔

۲۲۶۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ، كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَاْجَرَ اُجَرَآءَ، فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ غُدْوَةٍ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ، ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِّصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى، ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنَ الْعَصْرِ اِلٰى اَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ؟ فَاَنْتُمْ هُمْ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى، فَقَالُوْا مَا لَنَا اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَاءً؟ قَالَ هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَذٰلِكَ فَضْلِيْ اُوْتِيْهِ مَنْ اَشَآءُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تمہاری مثال اور تورات اور انجیل والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے اجرتِ معینہ پر کوئی مزدور لگائے اور کہا: صبح سے دو پہر تک ایک قیراط کے عوض میرے لیے کون کام کرے گا؟ پس یہود نے عمل کیا' پھر اس نے کہا: دو پہر سے لے کر نمازِ عصر تک ایک قیراط کے عوض میرے لیے کون کام کرے گا؟ پس نصاریٰ نے عمل کیا' پھر اس نے کہا: عصر سے لے کر غروبِ آفتاب تک دو قیراط کے عوض میرے لیے کون کام کرے گا؟ پس تم وہ لوگ ہو' پھر یہود اور نصاریٰ غضب ناک ہوئے اور کہا: ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور ہم کو اجرت کم ملی ہے' تو اس شخص نے ان سے پوچھا: کیا میں نے تمہارے حق سے کم اجرت دی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! تو اس نے کہا: یہ میرا فضل ہے' میں جس کو چاہوں عطا کروں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کو یہاں لانے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اجرتِ معینہ پر کسی شخص سے آدھے دن یا دو تہائی دن یا ایک تہائی دن کام کرانا جائز ہے۔

۹- بَابُ الْاِجَارَةِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ — اجرتِ معینہ پر کسی سے عصر تک کام کرانا

۲۲۶۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَالْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى، كَرَجُلٍ اِسْتَعْمَلَ عُمَّالًا، فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى قِيْرَاطٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار جو حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں' از حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری مثال اور یہود و نصاریٰ کی مثال محض اس طرح ہے جس طرح کسی شخص نے چند مزدوروں سے کام کرایا' پس کہا: کون میرے لیے قیراط' قیراط پر دو پہر تک کام

Marfat.com

قِيْرَاطٍ، ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارٰى عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ، فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى، وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَاَقَلُّ عَطَاءً؟ قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوْا لَا، فَقَالَ فَذٰلِكَ فَضْلِيْ اُوْتِيْهِ مَنْ اَشَاءُ.

کرے گا؟ تو یہود نے قیراط قیراط پر عمل کیا' پھر نصاریٰ نے قیراط قیراط پر عمل کیا' پھر تم وہ لوگ ہو' جنہوں نے نمازِ عصر سے غروبِ آفتاب تک دو دو قیراط پر عمل کیا' تب یہود اور نصاریٰ غضب ناک ہوئے اور کہا: ہم نے عمل زیادہ کیا تھا اور ہمیں اجرت کم ملی ہے' اس شخص نے پوچھا: کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اس شخص نے کہا: پھر یہ میرا فضل ہے' میں جس کو چاہوں عطا کروں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی اس حدیث کو یہاں لانے سے غرض یہ ہے کہ کسی شخص کو نمازِ عصر تک اجرت پر رکھنا جائز ہے۔

۱۰ - بَابُ اِثْمِ مَنْ مَّنَعَ اَجْرَ الْاَجِيْرِ

جو شخص مزدور کی اجرت دینے سے انکار کرے اس کا گناہ

۲۲۷۰ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ اَجْرَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سلیم نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن امیہ از سعید بن ابی سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں قیامت کے دن تین شخصوں کے خلاف مدعی ہوں گا' ایک وہ شخص جس نے میرے نام سے عہد کیا' پھر عہد شکنی کی' دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی' تیسرا وہ شخص جس نے کسی آدمی کو اجرت پر مزدور رکھا' اس سے پورا کام لیا' پھر اس کو اجرت نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۲۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی اس حدیث کو یہاں لانے سے غرض یہ ہے کہ مزدور سے کام لینے کے بعد اس کی طے شدہ اجرت دینا واجب ہے۔

۱۱ - بَابُ الْاِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ

عصر سے رات تک کسی سے اجرت پر کام لینا

۲۲۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى، كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَاْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُوْنَ لَهُ عَمَلًا يَوْمًا اِلَى اللَّيْلِ عَلٰى اَجْرٍ مَّعْلُوْمٍ فَعَمِلُوْا لَهُ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ، فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مسلمانوں اور یہود اور نصاریٰ کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص نے کچھ لوگوں کو اجرت پر رکھا کہ وہ اس کے لیے اجرت معینہ پر ایک پورے دن رات تک کام کریں تو انہوں نے آدھے دن تک کام کیا

Marfat.com

لَنَا إِلَى أَجْرِكَ الَّذِي شَرَطْتَ لَنَا، وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، فَقَالَ لَهُمْ لَا تَفْعَلُوا، أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ، فَخُذُوا أَجْرَكُمْ كَامِلًا، فَأَبَوْا وَتَرَكُوا، وَاسْتَأْجَرَ آخَرِينَ بَعْدَهُمْ، فَقَالَ لَهُمَا أَكْمِلَا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمَا هَذَا، وَلَكُمَا الَّذِي شَرَطْتُ لَهُمْ مِنَ الْأَجْرِ، فَعَمِلَا، حَتَّى إِذَا كَانَ حِينَ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالَا لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، وَلَكَ الْأَجْرُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فِيهِ. فَقَالَ لَهُمَا أَكْمِلَا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمَا، فَإِنَّ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ شَيْءٌ يَسِيرٌ، فَأَبَيَا، فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا أَنْ يَعْمَلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ، فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ، وَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا، فَذَلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوا مِنْ هَذَا النُّورِ.

اور کہا: ہمیں تمہاری اس طے شدہ اجرت کی ضرورت نہیں ہے اور ہم نے جو عمل کیا ہے وہ ضائع ہے' اس شخص نے کہا: تم ایسا نہ کرو اور اپنے اس بقیہ دن تک کام کرو' اور اپنی مکمل اجرت لے لو' انہوں نے انکار کیا اور کام چھوڑ دیا' پھر اس آدمی نے ان کے بعد دو اور مزدوروں کو کام پر رکھا' اور ان سے کہا: تم اس بقیہ دن تک کام کرو اور تم کو وہ اجرت ملے گی جو میں نے مقرر کی ہے' سو وہ کام کرتے رہے اور جب نماز عصر کا وقت آیا تو انہوں نے کام چھوڑ دیا اور کہا: تمہارے لیے اتنا ہی کام ہے اور ہم نے جو کام کیا ہے وہ ضائع ہے' اور تم نے جو اجرت ہمارے لیے مقرر کی تھی وہ اجرت بھی تم رکھو' اس شخص نے ان دونوں سے کہا: تم اس بقیہ دن تک کام کو مکمل کرو کیونکہ اب دن ختم ہونے میں تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے' پس ان دونوں نے انکار کیا' پھر اس شخص نے اور لوگوں کو اجرت پر رکھا اور ان سے کہا کہ تم آج کے بقیہ دن کام کرو' پس انہوں نے بقیہ دن سورج کے غروب ہونے تک کام کیا اور دونوں فریقوں کی اجرت بھی ان ہی کو مل گئی تو یہ مثال ہے مسلمانوں کی اور اس نور کی جس کو انہوں نے قبول کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی اس حدیث کو یہاں لانے سے غرض یہ ہے کہ کسی کو عصر سے لے کر رات تک اجرت پر رکھنا جائز ہے۔

۱۲ - بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَتَرَكَ أَجْرَهُ، فَعَمِلَ فِيهِ الْمُسْتَأْجِرُ فَزَادَ، أَوْ مَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ

ایک شخص نے کسی کو اجرت پر رکھا' وہ مزدور اپنی اجرت چھوڑ کر چلا گیا' پھر اس شخص نے اس کی اجرت میں عمل کیا تو اس کی اجرت زیادہ ہوگئی' یا کسی شخص نے دوسرے کے مال میں عمل کیا تو وہ مال بڑھ گیا

۲۲۷۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَتَّى أَوَوُا الْمَبِيتَ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوا إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم سے پہلی امتوں میں سے تین آدمی روانہ ہوئے حتیٰ کہ وہ رات کو ایک غار میں داخل ہوئے' پھر پہاڑ سے ایک چٹان ٹوٹ کر اس غار پر گری جس سے ان کے اوپر غار کا منہ بند ہو گیا' تب انہوں

Marfat.com

إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ اَللّٰهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا، فَنَأَى بِي فِي طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا، فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى نَامَا، فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، وَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتِيقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرَقَ الْفَجْرُ، فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْآخَرُ اَللّٰهُمَّ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَأَرَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّي، حَتّٰى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ، فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ عَلٰى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا، فَفَعَلَتْ حَتّٰى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا قَالَتْ لَا أُحِلُّ لَكَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوعِ عَلَيْهَا، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الثَّالِثُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ فَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ، فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتّٰى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ، فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقُلْتُ لَهُ كُلُّ مَا تَرٰى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيقِ، فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِي، فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا، اَللّٰهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ

نے کہا کہ تم کو اس چٹان سے صرف یہ چیز نجات دے سکتی ہے کہ تم اللہ سے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کرو' پھر ان میں سے ایک شخص نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے اور میں ان سے پہلے اپنے گھر والوں کو اور نوکروں کو دودھ نہیں پلاتا تھا' ایک دن کسی چیز کو ڈھونڈنے میں مجھے دیر ہوگئی تو میں ان کے پاس نہیں جا سکا حتیٰ کہ وہ دونوں سو گئے' میں نے ان دونوں کے لیے دودھ نکالا' تو میں نے ان کو سویا ہوا پایا اور میں نے ان سے پہلے اپنے گھر والوں کو اور نوکروں کو دودھ پلانا پسند نہیں کیا' پس میں اپنے ہاتھوں میں دودھ (کا پیالہ) لیے ہوئے ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا' حتیٰ کہ فجر طلوع ہوگئی' پھر وہ دونوں بیدار ہوئے' پھر انہوں نے دودھ پیا' اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہے تو اس چٹان کی وجہ سے ہم جس تنگی میں مبتلا ہیں' اس میں کشادگی کر دے' تو غار کا منہ تھوڑا سا کھل گیا' لیکن ابھی وہ اس سے نکل نہیں سکتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اور دوسرے نے دعا کی: اے اللہ! میری ایک چچازاد تھی' وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھی' میں نے اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا' اس نے انکار کیا حتیٰ کہ اس کے اوپر قحط کے سال آ گئے تو وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس شرط پر اس کو ایک سو بیس دینار دیے کہ وہ مجھے خلوت میں اپنے اوپر قدرت دے' اس نے منظور کر لیا حتیٰ کہ جب میں اس کے اوپر قادر ہوا تو اس نے کہا: حق دار کے سوا تیرے لیے اس (بکارت کی) مہر کو توڑنا حلال نہیں ہے' تو میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنے سے تنگ ہوا' پھر میں اس سے لوٹ کر چلا گیا' حالانکہ وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی' اور میں نے اس کو جو سونا دیا تھا' وہ بھی چھوڑ دیا' اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہے تو ہم جس تنگی میں مبتلا ہیں' اس میں کشادگی کر دے' تو اس غار کا منہ مزید کھل گیا لیکن اب بھی وہ اس غار سے باہر نہیں نکل سکتے تھے' نبی ﷺ نے فرمایا: پھر تیسرے نے دعا کی: اے اللہ! میں نے چند مزدوروں کو اجرت پر رکھا تھا' میں نے ان کو ان کی اجرت دے دی' سوا ایک شخص کے جو اپنی اجرت

فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوا يَمْشُونَ.

چھوڑ کر چلا گیا' پھر میں نے اس کی اجرت میں کاشت کاری کی حتیٰ کہ اس کا مال بہت زیادہ ہو گیا' وہ کافی عرصہ بعد میرے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے بندے! مجھے میری اجرت دے' میں نے اس سے کہا: تم جو یہ تمام اونٹ' گائے' بکریاں اور غلام دیکھ رہے ہو' یہ سب تمہاری اجرت ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کرو' میں نے کہا: میں تم سے مذاق نہیں کر رہا' پس وہ ان سب کو لے کر چلا گیا اور ان میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑا' اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا کے لیے کیا ہے تو ہم جس تنگی میں مبتلا ہیں' اس میں کشادگی کر دے' پھر اس غار کا منہ کھل گیا اور وہ سب باہر نکل گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کا اس حدیث کو یہاں لانے سے یہ مقصود ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مزدور کی چھوڑی ہوئی اجرت میں کاروبار کر کے اس کو بڑھائے تو یہ جائز ہے۔

۱۳ - بَابُ مَنْ اٰجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ عَلٰى ظَهْرِهٖ، ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ، وَاُجْرَةِ الْحَمَّالِ

جس نے بوجھ اٹھا کر مزدوری کی اور اس کو صدقہ کر دیا اور بوجھ اٹھانے والے کی اجرت

۲۲۷۳ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَ بِالصَّدَقَةِ اِنْطَلَقَ اَحَدُنَا اِلَى السُّوْقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيْبُ الْمُدَّ، وَاِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِئَةَ اَلْفٍ. قَالَ مَا نَرَاهُ اِلَّا نَفْسَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صدقہ کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی شخص بازار میں جا کر مزدوری کرتا' پھر وہ کسی کا بوجھ اٹھاتا تو اس کو ایک مُد (ایک کلوگرام طعام' گندم یا جو) اجرت ملتی اور آج ان میں سے بعض کے پاس ایک لاکھ درہم ہیں۔ شقیق نے کہا: ہمارا گمان ہے کہ حضرت ابو مسعود نے اس سے اپنی ذات کو مراد لیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ کسی شخص کو اجرت دے کر اس سے بوجھ اٹھوانا جائز ہے۔

۱٤ - بَابُ اَجْرِ السَّمْسَرَةِ

دلال (کمیشن ایجنٹ) کی اجرت

اس باب سے امام بخاری یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ دلال کی اجرت کا کیا حکم ہے؟ حدیث میں ہے:

طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (گاؤں سے

Marfat.com

آنے والے) سواروں سے پہلے ملاقات نہ کرو اور شہری دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے' میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ شہری دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے؟ انہوں نے کہا: وہ اس کا دلال نہ بنے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۵۸)

امام ابوحنیفہ دلال کی اجرت کو مکروہ فرماتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۲)

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَالْحَسَنُ بِأَجْرِ السِّمْسَارِ بَأْسًا.

اور ابن سیرین' عطاء' ابراہیم اور حسن بصری کے نزدیک دلال کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کے ثبوت میں حسب ذیل آثار ہیں:

حکم بیان کرتے ہیں کہ حماد' ابراہیم اور ابن سیرین نے کہا کہ دلال کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ نقد بہ نقد ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۵۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۰۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

لیث بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے دلالی کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۵۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۰۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

دلال کی اجرت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک کے نزدیک دلال کی اجرت جائز ہے' مثلاً ایک شخص دلال سے یہ کہے کہ تم میرا یہ کپڑا بیچ دو تو میں تمہیں ایک درہم دوں گا' تو یہ جائز ہے۔ امام احمد نے کہا: اگر وہ اس کو ہزار روپے کی بیع پر کچھ معین رقم دے تو یہ جائز ہے۔ حماد اور ثوری نے اس کی اجرت کو مکروہ کہا ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر وہ اس کو ہزار درہم کپڑا خریدنے کے لیے دے اور اس کو اجرت میں دس درہم دے تو یہ فاسد ہے (یعنی پیشگی طے کیے بغیر۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ دلال کی اجرت کی دو قسمیں ہیں: ایک اجارہ ہے اور دوسری جعالہ ہے۔ اجارہ یہ ہے کہ بیع کی مدت معین ہو اور وہ اس مدت میں فروخت کرنے کی کوشش کرے' اگر اس نے اس مدت سے پہلے اس کو فروخت کر دیا تو وہ اپنے حساب سے اجرت لے گا اور اگر مدت پوری ہو گئی تو پوری اجرت لے گا اور جعالہ یہ ہے کہ اس میں مدت مقرر نہ ہو اور اجارہ اور جعالہ دونوں معلوم ہونے چاہئیں اور جعالہ میں اجرت کا اس وقت مستحق ہو گا جب عمل پورا ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَقُولَ بِعْ هٰذَا الثَّوْبَ' فَمَا زَادَ عَلَى كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ اس کپڑے کو بیچ دو' اگر اتنی اتنی رقم سے زیادہ فروخت کرو تو وہ رقم تمہاری ہے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۷۷۰ (مجلس علمی' بیروت)' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۳۹۷ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) میں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ إِذَا قَالَ بِعْهُ بِكَذَا' فَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَهُوَ لَكَ' أَوْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ' فَلَا بَأْسَ بِهِ.

اور ابن سیرین نے کہا: اس چیز کو اتنے میں فروخت کر دو' پھر اس میں جو نفع ہو' وہ تمہارا ہے یا میرے اور تمہارے درمیان ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۷۷۱ (مجلس علمی بیروت) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۳۹۸ (دارالکتب العلمیہ بیروت) میں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ شریح، عامر الزہری، حکم یونس، حسن بصری، طاؤس اور عطاء سے بھی اس کے جواز کے متعلق آثار مروی ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۷۷۸۔ ۲۰۷۷۲، مجلس علمی بیروت)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل ایمان اپنی شروط کے مطابق ہیں۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث اور آثار میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے، امام احمد نے یہ اضافہ کیا: سوا اس صلح کے جس میں کسی حرام کو حلال کیا ہو یا کسی حلال کو حرام کیا ہو، اور سلیمان بن داؤد نے یہ اضافہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان اپنی شروط پر ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۹۴، المستدرک ج ۲ ص ۴۹، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۷، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۶۔ ۷۹)

کثیر بن عبداللہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے مگر وہ صلح جس میں کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال کیا جائے، اور مسلمان اپنی شروط پر ہیں مگر وہ شرط جو کسی حلال کو حرام کرے یا کسی حرام کو حلال کرے۔ (سنن ترمذی: ۱۳۵۷، سنن ابن ماجہ: ۲۳۵۳، المستدرک ج ۴ ص ۱۶، المعجم الکبیر: ۳۰۔ ج ۱۷)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤمنین اپنی شروط پر ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۴۵۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۰۲۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ ان آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ دلال کو اجرت دینا جائز ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو اس کی کراہت منقول ہے، وہ صرف اس خاص صورت میں ہے جب شہری دیہاتی کے لیے بیع کرے اور دیہات سے آنے والے سواروں سے پہلے ملاقات کرے، اور امام ابوحنیفہ کا اس سے منع کرنا بھی اسی خاص صورت پر محمول ہے یا امام ابوحنیفہ دلال کی اُس اجرت کو منع فرماتے ہیں جو مجہول ہو اور جو اجرت معلوم ہو اور معین ہو، وہ ان کے نزدیک ممنوع نہیں، جیسا کہ ان آثار سے ثابت ہے۔

۲۲۷٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَلَقَّى الرُّكْبَانُ، وَلَا يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ. قُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اَمَا قَوْلُهٗ لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ؟ قَالَ لَا يَكُوْنُ لَهٗ سِمْسَارًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواروں سے ملاقات کرنے سے منع فرمایا اور یہ کہ شہری دیہاتی کے لیے فروخت نہ کرے۔ طاؤس نے کہا: اے ابن عباس! اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ شہری دیہاتی کے لیے فروخت نہ کرے، انہوں نے کہا: وہ اس کے لیے دلال نہ بنے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۵۸ میں گزر چکی ہے اور یہاں پر بھی تعلیقات سے اس کی وضاحت ہو گئی ہے۔

۱۵ - بَابٌ هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ

کیا کوئی مسلمان دارالحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کر سکتا ہے؟

۲۲۷۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا، فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ، فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا أَقْضِيكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ أَمَا وَاللّٰهِ حَتّٰى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ فَلَا. قَالَ وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوثٌ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَإِنَّهُ سَيَكُونُ لِي ثَمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ، فَأَقْضِيكَ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا۝﴾ (مریم:۷۷).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از مسلم از مسروق انہوں نے کہا: ہمیں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں لوہار تھا، میں نے عاص بن وائل کا کوئی کام کیا، پھر میں اس سے ملا تو میں نے اس کے پاس جا کر (اپنی اجرت کا) تقاضا کیا، اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں تم کو اجرت نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کفر کرو، میں نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! میں ان کا کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ تم مر جاؤ اور پھر تمہیں اٹھایا جائے، اس نے کہا: بے شک میں مروں گا، پھر مجھے اٹھایا جائے گا؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: پھر عنقریب میرا وہاں مال ہوگا اور اولاد ہوگی تو پھر میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی۝ (مریم:۷۷)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ مسلمانوں کا کافروں کے پاس مزدوری کرنا جائز ہے، فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی شرط یہ ہے کہ کافر کے پاس مزدوری کرنے کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ کافر اُن سے کوئی ایسا کام نہ کرائے جس سے مسلمانوں کو یا اسلام کو ضرر پہنچے۔

۱۶ - بَابُ مَا يُعْطٰى فِي الرُّقْيَةِ عَلٰى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

سورۂ فاتحہ پڑھ کر عرب قبائل پر دم کرنا اور اس کی اجرت لینا

اس عنوان میں "رُقْيَة" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کچھ پڑھ کر پھونک مارنا، ابن درستویہ نے کہا ہے کہ ہر وہ کلام جس کو پڑھنے سے درد، خوف یا شیطان یا جادو کے اثر سے شفاء طلب کی جائے اس کو "رقية" کہتے ہیں۔

اور اس عنوان میں "احياء العرب" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: عرب کے قبائل اور دیہات، لیکن عرب کے قبائل پر دم کرنے کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر ایک پر دم کرنا ثابت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۵)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں اجرت لینے کی سب

Marfat.com

سے زیادہ حق دار اللہ کی کتاب ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۵۷۳۷ میں ہے۔

کچھ پڑھ کر پھونک مارنے کے متعلق مذاہب

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے دم کرنے پر اور قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینی جائز ہے یا نہیں؟

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے ان پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں ہے' خلاصۃ الفتاوی میں مبسوط سے منقول ہے کہ عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں ہے' مثلاً قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم پر' اور اذان پر اور وعظ پر اور تدریس پر اور حج پر اور جہاد پر' یعنی ان اُمور پر اجرت واجب نہیں ہے اور اہل مدینہ کے نزدیک جائز ہے' امام شافعی نے اسی پر عمل کیا ہے۔

مانعین کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن مجید کو پڑھو اور اس کو کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ اور نہ اس سے کثرت طلب کرو اور نہ اس سے بے وفائی کرو اور نہ اس میں غلو کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۱۔ ۴۰۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۳۵۵۔ ج ۲۴ ص ۲۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے چند اہل الصفہ کو قرآن مجید کی تعلیم دی' ان میں سے ایک شخص نے مجھے کمان ہدیہ کی' میں نے دل میں کہا: یہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کروں گا اور میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق سوال کروں گا' پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں جن لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا تھا' انہوں نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی ہے اور یہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا' آپ نے فرمایا: اگر تم کو یہ پسند ہو کہ تمہارے گلے میں آگ کا طوق ڈالا جائے تو اس کو قبول کر لو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۴۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ مسند احمد اور سنن ابوداؤد کی حدیثوں کے معارض وہ حدیث ہے' جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ جن چیزوں پر اجرت لی جاتی ہے' ان میں سب سے زیادہ اجرت کی حق دار اللہ کی کتاب ہے۔

(الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ مع ہدایہ اخیرین ص ۳۰۵' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن کی اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ اب اُمور دینیہ میں سستی ظاہر ہو چکی ہے اور اس پر اجرت لینے کو منع کرنے سے قرآن مجید کا حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۳۰۶' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

متقدمین نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے سے اس لیے منع کیا تھا کہ اس زمانہ میں لوگوں کی قرآن مجید کو حفظ کرنے میں دلچسپی تھی' لیکن اس زمانہ میں یہ رغبت زائل ہو چکی ہے اور (بعض اوقات) زمانہ کے بدلنے سے فتویٰ مختلف ہو جاتا ہے' پس اب یہ فتویٰ دیا جائے گا کہ تعلیم قرآن کی مدت مقرر کی جائے گی اور معلم کی اجرت دینے پر باپ کو مجبور کیا جائے گا۔

(البنایہ ج ۱۳ ص ۷۶' مکتبہ حقانیہ ملتان)

* اس مسئلہ کی مکمل تحقیق ہم نے' شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۰۶۶۔ ۱۰۴۲ میں کردی ہے' وہاں اس کا مطالعہ کریں۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ إِلَّا أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ. اور شعبی نے کہا ہے کہ معلم اجرت لینے کی شرط نہ لگائے مگر اس کو کوئی چیز دی جائے تو وہ اس کو قبول کرلے۔

اس تعلیق کے موافق اثر' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۶ (مجلس علمی' بیروت) اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۳ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) میں ہے۔

اس تعلیق کے موافق مزید آثار حسب ذیل ہیں:

ابن جریج نے بیان کیا کہ عطاء کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ معلم بغیر شرط کے اجرت قبول کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو تعلیم دیتے تھے' تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو پندرہ (درہم) ہر ماہ دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حکم نے کہا: میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ کسی نے معلم کی اجرت کو مکروہ کہا ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عامر نے کہا: معلم اجرت کی شرط نہ رکھے اور اگر اس کو کوئی چیز ہدیہ میں دی جائے تو اس کو قبول کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے:

شعبی کے قول میں یہ دلیل ہے کہ بغیر شرط کے معلم کو اجرت دینا جائز ہے' ہمارے (متقدمین) اصحاب حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ بغیر شرط کے معلم کو جو دیا جائے گا' وہ اجرت نہیں ہوگی وہ ہبہ ہوگا یا صدقہ ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَكَمُ لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعَلِّمِ. اور حکم نے کہا: میں نے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے معلم کی اجرت کو مکروہ کہا ہو۔

اس کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۳ (مجلس علمی' بیروت) میں ہے۔

وَأَعْطَى الْحَسَنُ دَرَاهِمَ عَشَرَةً. اور حسن بصری نے دس دراہم دیئے۔

اس تعلیق کی اصل' الطبقات الکبریٰ میں ہے اور اس کے موافق یہ اثر ہے:

حسن بصری نے کہا: کتابت کی اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے شرط لگانے کو مکروہ کہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقَسَّامِ بَأْسًا. وَقَالَ كَانَ يُقَالُ السُّحْتُ الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ، وَكَانُوا يُعْطَوْنَ عَلَى الْخَرْصِ. اور ابن سیرین کے نزدیک قسام کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے کہا کہ "سحت" کا معنی فیصلہ کروانے میں رشوت دینا ہے اور ان کو اندازہ لگانے کی اجرت دی جاتی تھی۔

Marfat.com

قسام سے مراد وہ شخص ہے جو بیت المال کے مال کی تقسیم پر مامور ہو۔

لوگ اندازہ لگانے والوں کو اندازہ لگانے کی اجرت دیتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۷۶ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ' عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ' عَنْ اَبِی الْمُتَوَکِّلِ' عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنْطَلَقَ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا' حَتّٰی نَزَلُوْا عَلٰی حَیٍّ مِّنْ اَحْیَاءِ الْعَرَبِ' فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمْ' فَلُدِغَ سَیِّدُ ذٰلِكَ الْحَیِّ فَسَعَوْا لَهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ لَّا یَنْفَعُهٗ شَیْءٌ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ اَتَیْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ! الَّذِیْنَ نَزَلُوْا' لَعَلَّهٗ اَنْ یَّكُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَیْءٌ' فَاَتَوْهُمْ فَقَالُوْا یَآ اَیُّهَا الرَّهْطُ' اِنَّ سَیِّدَنَا لُدِغَ' وَسَعَیْنَا لَهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ لَّا یَنْفَعُهٗ' فَهَلْ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ مِّنْ شَیْءٍ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ' وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرْقِیْ' وَلٰكِنْ وَّاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَیِّفُوْنَا' فَمَآ اَنَا بِرَاقٍ لَّكُمْ حَتّٰی تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا' فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰی قَطِیْعٍ مِّنَ الْغَنَمِ' فَانْطَلَقَ یَتْفِلُ عَلَیْهِ وَیَقْرَاُ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ فَكَاَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ' فَانْطَلَقَ یَمْشِیْ وَمَا بِهٖ قَلَبَةٌ. قَالَ فَاَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِیْ صَالَحُوْهُمْ عَلَیْهِ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ اَقْسِمُوْا' فَقَالَ الَّذِیْ رَقٰی لَا تَفْعَلُوْا حَتّٰی نَاْتِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِیْ كَانَ' فَنَنْظُرَ مَا یَاْمُرُنَا' فَقَدِمُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ' فَقَالَ وَمَا یُدْرِیْكَ اَنَّهَا رُقْیَةٌ؟ ثُمَّ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ' اَقْسِمُوْا' وَاضْرِبُوْا لِیْ مَعَكُمْ سَهْمًا. فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ سَمِعْتُ اَبَا الْمُتَوَكِّلِ بِهٰذَا. [اطراف الحدیث: ۵۰۰۷-۵۷۳۶-۵۷۴۹] (صحیح مسلم: ۲۲۰۱' الرقم المسلسل: ۵۶۲۶' سنن ابوداؤد: ۳۹۰۲-۳۴۱۸' سنن ترمذی: ۲۰۶۳' سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۶' سنن کبریٰ للنسائی: ۷۵۴۷-۱۰۸۶۷' سنن دارقطنی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از ابی المتوکل از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب کسی سفر میں گئے حتیٰ کہ وہ عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلہ کے پاس پہنچے' انہوں نے ان لوگوں سے ضیافت طلب کی تو انہوں نے ان کو کھانا کھلانے سے انکار کر دیا' اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا تھا' ان لوگوں نے اس کی صحت کے لیے سارے جتن کر لیے لیکن کسی چیز نے اس کو شفاء نہیں دی' پھر کسی نے کہا: تم مسافروں کی اس جماعت کے پاس جاؤ' شاید ان کے پاس کوئی شفاء بخش چیز ہو تو وہ ان صحابہ کے پاس آئے اور کہا: اے جماعت! ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے اور ہم نے اس کی صحت کے لیے سارے جتن کر لیے اور اس کو کسی سے شفاء نہیں ہوئی تو کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی نفع آور چیز ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا: ہاں ہے! بے شک میں دم کرتا ہوں لیکن اللہ کی قسم! ہم نے تم سے مہمانی طلب کی تو تم نے ہماری مہمانی نہیں کی' پس میں اس وقت تک تمہارے لیے دم نہیں کروں گا' جب تک تم ہمیں اس کی اجرت نہیں دو گے' پھر انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ (۳۰) بکریاں دینے پر صلح کر لی' وہ صحابی وہاں گئے اور سردار پر ''الحمد للہ رب العلمین'' پڑھ کر دم کیا اور اس پر معمولی سی تھوک کی چھینٹیں ڈالیں' تو یوں لگا جیسے کسی کی رسی کھول دی گئی ہو' پھر وہ اٹھ کر چلنے لگا اور اس کو بالکل تکلیف نہیں تھی' پھر ان لوگوں نے صحابہ کو طے شدہ بکریاں دیں' پھر کسی نے کہا: ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو' پھر جس نے دم کیا تھا' اس نے کہا: ایسا نہ کرو حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور آپ سے یہ قصہ بیان کریں' پھر دیکھیں کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ پھر وہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا' آپ نے فرمایا: تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ دم ہے؟ پھر فرمایا: تم نے ٹھیک کیا' ان بکریوں کو

ج ۳ ص ۶۴، مسند احمد ج ۳ ص ۴۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۳۹۹۔ ج ۱۷ ص ۴۸۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

تقسیم کرلو اور اپنے حصوں کے ساتھ میرا حصہ بھی نکالو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور شعبہ نے کہا: ہمیں ابو بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابو المتوکل سے سنا۔

دم کرنے میں فقہاء کے نظریات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کتاب اللہ سے کچھ حصہ پڑھ کر دم کرنے کا ثبوت ہے، اور جن دعاؤں کا قرآن اور حدیث میں ذکر ہے اور جو الفاظ ان کے مشابہ ہیں، وہ بھی اس کے ساتھ لاحق ہیں، اور غیر عربی الفاظ جن کا معنی معلوم نہیں ہے، ان کو پڑھ کر دم کرنا جائز نہیں ہے، اس میں بعض علماء کا اختلاف ہے، شعبی، قتادہ، سعید بن جبیر اور دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ دم کرنا مکروہ ہے، اور مؤمن پر واجب ہے کہ وہ اللہ پر توکل اور اعتماد کرتے ہوئے دم کرانے کو ترک کردے، اور یقین رکھے کہ دم کرنے سے نفع نہیں ہوتا اور دم کو ترک کرنے سے ضرر نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو مرض اور صحت کے ایام کا علم ہے اور اگر ساری مخلوق مل کر یہ کوشش کرے کہ صحت کے ایام زیادہ ہو جائیں اور بیماری کے ایام کم ہو جائیں تو وہ اس پر قادر نہیں ہوں گے۔

حسن بصری، ابراہیم النخعی، الزہری، سفیان الثوری اور ائمہ اربعہ اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ دم کرنا جائز ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے، اور سورۂ فاتحہ میں شفاء ہے اور اس کا ایک نام شافیہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

دم کرنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

دم کرنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کرلی گئی تھی اس مرض میں آپ اپنے اوپر ''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'' پڑھ کر دم فرماتے تھے اور جب آپ زیادہ بیمار ہوگئے تو میں پڑھ کر دم کرتی تھی اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیرتی تا کہ آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل ہو۔ ابن شہاب نے کہا: آپ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم فرماتے، پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۷۵۱، موطأ امام مالک: ۵۸۵، سنن ابوداؤد: ۳۹۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۹)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: تم جو دم کرتے ہو، وہ مجھ پر پیش کرو، دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جب تک کہ اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۰۰، سنن ابوداؤد: ۳۸۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دم کرنے سے منع فرمادیا، پھر عمرو بن حزم کی آل کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! ہمیں ایک دم آتا ہے، جس سے ہم بچھو کے ڈنک کا علاج کرتے ہیں اور اب آپ نے دم کرنے سے منع فرمادیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے دم مجھ پر پیش کرو، پھر آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو وہ اپنے بھائی کو نفع پہنچائے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۹۹، الرقم المسلسل: ۵۶۲۲، سنن ابن ماجہ: ۳۵۱۵)

Marfat.com

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

☆ اس حدیث میں کتاب اللہ کو پڑھ کر دم کرنے کا ثبوت ہے اور اس کے ساتھ دیگر منقول دعائیں بھی لاحق ہیں۔

☆ اس میں دیہاتیوں کا کسی دوسرے دیہات میں جانے اور وہاں ان کی ضیافت کا ثبوت ہے اور ان سے کھانا مانگنے کا بھی ثبوت ہے۔

☆ جو لوگ مروت اور تکریم نہ کریں' ان سے بھی جواب میں اسی طرح کرنا چاہیے کیونکہ جب انہوں نے صحابہ کے کھانا مانگنے کے باوجود ان کو کھانا نہیں دیا تو صحابہ نے کہا: ہم بھی اجرت لیے بغیر تمہارے سردار پر دم نہیں کریں گے۔

☆ انسان اپنے اوپر کسی کام کے کرنے کا التزام کر سکتا ہے' جس طرح حضرت ابوسعید الخدری نے کہا: اس پر میں دم کروں گا۔

☆ جب ایک جماعت کے کسی فرد کو ہدیہ دیا جائے تو وہ ہدیہ تمام جماعت میں تقسیم کیا جاتا ہے جیسے وہ بکریاں تمام صحابہ میں تقسیم ہوئیں۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس میں سے میرا حصہ نکالو' اس سے معلوم ہوا کہ ہدیہ طلب کرنا جائز ہے' جب کہ معلوم ہو کہ وہ ہدیہ دینے میں رغبت کریں گے۔

☆ جب کوئی چیز بہ ظاہر حلال ہو تو اس پر قبضہ کرنے کا جواز' کیونکہ صحابہ کرام نے ان بکریوں پر قبضہ کر لیا اور چونکہ ان میں شبہ تھا' اس لیے ان میں تصرف نہیں کیا۔

☆ جب کوئی نیا معاملہ پیش آئے تو اس میں اجتہاد کرنا چاہیے' جیسے حضرت ابوسعید نے اپنے اجتہاد سے سورۂ فاتحہ کا دم کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دلوں میں قرآن مجید خصوصاً سورۂ فاتحہ کی بہت عظمت تھی۔

☆ ان دیہات والوں کے مال میں ان صحابہ کے رزق کا حصہ تھا' جب انہوں نے صحابہ کو کھانا نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے رزق کا یہ سبب بنایا کہ ان کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا اور یوں انہیں دم کرانے کی اجرت میں تیس بکریاں دینی پڑیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۷۳۔ ۶۷۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وہ صحابہ نفوسِ قدسیہ اور اصحاب تاثیر تھے' اس لیے ان کے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے سے بچھو کا ڈسا ہوا شفاء پا گیا' اگر ہم کسی بیمار پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کریں اور وہ شفاء نہ پائے تو یہ ہم میں نیکیوں کی کمی ہے' سورۂ فاتحہ کی شفاء آفرینی میں کوئی کمی نہیں ہے۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف بہ قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ نے لکھ دیا ہے کہ اگر خون یا پیشاب سے پیشانی پر سورۂ فاتحہ لکھ دی جائے اور اس میں شفاء ہو تو یہ لکھنا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علیٰ هامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۴' مطبعہ امیریہ' بولاق' مصر)

میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے' اگر انسان کو آفتاب سے روشن طریقہ پر بھی معلوم ہو کہ اس سے شفاء ہو جائے گی تو اس کے لیے ہزار بار مر جانا' اس سے بہتر ہے کہ وہ خون یا پیشاب سے سورۂ فاتحہ کو لکھنے کی جسارت کرے۔

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۶۱۸۔ ج ۶ ص ۵۶۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز (۲) تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے متعلق آثار صحابہ و تابعین (۳) تعلیم قرآن' امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ (۴) تعلیم قرآن' امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۵) تعلیم قرآن' امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۶) تعلیم قرآن' امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا

Marfat.com

نظریہ ⑦ تعلیم قرآن' امامت' اذان اور دیگر عبادات پر اجر لینے کے متعلق مصنف کا مؤقف۔

۱۷ - بَابُ ضَرِيبَةِ الْعَبْدِ، وَتَعَاهُدِ ضَرَائِبِ الْإِمَاءِ

غلام اور باندیوں پر معین رقم ادا کرنے کو مقرر کرنا اور اس کی حفاظت کرنا

امام بخاری نے اس باب میں ''تعاهد'' کا لفظ استعمال کیا ہے' اس کا معنی حفاظت اور نگہبانی ہے' یعنی اس کی نگہبانی کی جائے کہ غلام اور باندی اپنے مالک کو جو رقم کسب کر کے لا کر دے رہے ہیں' وہ کہیں ناجائز اور حرام تو نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات یہ لوگ چوری کر کے یا کسی اور ناجائز طریقہ سے معین رقم لا کر مالک کو دے دیا کرتے تھے اور باندیاں زنا کرا کر مطلوبہ رقم لا کر دیتی تھیں۔

۲۲۷۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ، أَوْ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ، وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ، فَخَفَّفَ عَنْ غَلَّتِهِ أَوْ ضَرِيبَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو ایک صاع یا دو صاع طعام (کھجوریں) دی جائیں اور آپ نے اس کے مالکوں سے سفارش کی کہ تم ان کی آمدنی سے جو رقم وصول کرتے ہو اس میں تخفیف کر دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان کو ایک صاع یا دو صاع طعام دینے کا حکم دیا تھا' وہ اجرت دینے کے مشابہ تھا۔

۱۸ - بَابُ خَرَاجِ الْحَجَّامِ

فصد لگانے کی اجرت

۲۲۷۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اس کی اجرت دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اجرت کا ذکر ہے۔

۲۲۷۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ، وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَةً لَمْ يُعْطِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اجرت عطاء کی اور اگر آپ کو علم ہوتا کہ یہ اجرت دینا مکروہ ہے تو آپ اس کو اجرت نہ عطا کرتے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۸۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ، وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ اَحَدًا اَجْرَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از عمرو بن عامر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصد لگواتے تھے اور کسی کو اجرت دینے میں کمی نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ اَنْ يُّخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهٖ

جس نے کسی غلام کے مالکوں سے اس کے غلام سے وصول کی جانے والی رقم میں کمی کی سفارش کی

۲۲۸۱ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ، وَاَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ اَوْ صَاعَيْنِ، اَوْ مُدٍّ اَوْ مُدَّيْنِ، وَكَلَّمَ فِيْهِ، فَخُفِّفَ مِنْ ضَرِيْبَتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فصد لگانے والے غلام کو بلایا' سو اس نے آپ کو فصد لگائی اور آپ نے اس کو ایک صاع یا دو صاع یا ایک کلو یا دو کلو (کھجور) دینے کا حکم دیا اور اس کے خراج میں کمی کرنے کی سفارش کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - بَابُ كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالْاِمَاءِ

کسب حرام کرنے والی باندیوں کی اجرت

وَكَرِهَ اِبْرَاهِيْمُ اَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ.

اور ابراہیم النخعی نے نوحہ کرنے والی اور گانے بجانے والی باندی کی اجرت کو مکروہ کہا ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل روایات ہیں:

ابن رافع انصاری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باندی کے کسب کو مکروہ جانا کہ شاید اسے جائز کسب نہ ملے تو وہ عصمت فروشی کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۸۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷ ۲۲۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوانس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بچوں کو کمانے کا مکلف نہ کرو کہ وہ چوری کریں گے اور نہ غیر ہنرمند باندی کو کمانے کا مکلف کرو کہ وہ عصمت فروشی کرے گی اور تم پارسا رہو جب تک اللہ تمہیں پارسا رکھتا ہے اور تم کمائی کے ان ذرائع کو اختیار کرو جو پاکیزہ ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۸۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۲۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری باندیاں اگر پاک دامن رہنا چاہیں تو ان کو عصمت فروشی پر مجبور نہ کرو تاکہ تم دنیا کی زندگی کا فائدہ طلب کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اس کے جبر کے بعد اللہ

Marfat.com

رَّحِیْمٌ○﴾ (النور: ۳۳) (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (النور: ۳۳)

اس آیت کے شانِ نزول میں حسبِ ذیل آثار ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کسی انصاری کی مسیکہ نام کی باندی تھی' اس نے کہا: میرا مالک مجھے زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان: ۱۹۷۴۱ 'تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۵۲۲ 'المستدرک ج ۲ ص ۳۹۷)

زہری بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں قریش کا ایک شخص قید ہو گیا' یہ قیدی عبداللہ بن اُبی ابن سلول کے گھر میں تھا اور عبداللہ بن ابی کی ایک معاذہ نام کی باندی تھی' وہ قیدی اس سے زنا کرنا چاہتا تھا' وہ باندی مسلمان تھی' وہ اسلام کے احکام کی وجہ سے منع کرتی تھی اور ابن ابی اس کو مارتا تھا اور اس کام پر مجبور کرتا تھا کیونکہ اسے امید تھی کہ وہ باندی اس قیدی سے حاملہ ہو جائے گی اور ابن ابی اس قیدی سے اس بچہ کا فدیہ طلب کرے گا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر امام عبدالرزاق: ۲۰۴۱ 'دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۱۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کی باندی زمانۂ جاہلیت میں زنا کراتی تھی' جب اسلام نے زنا کو حرام کر دیا تو ابن ابی نے اس سے کہا: کیا تم اب زنا نہیں کراؤ گی؟ اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں اب کبھی زنا نہیں کراؤں گی' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (المعجم الکبیر: ۱۷۴۷ 'مسند البزار ج ۷ ص ۸۳)

* اس آیت کی مزید تفصیل ہماری تفسیر' تبیان القرآن' میں اس آیت کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَتَيَاتِكُمْ إِمَاءَ كُمْ.

اور مجاہد نے کہا: ''فتیاتکم'' کا معنی ہے: تمہاری باندیاں۔

۲۲۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مَّالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از ابی بکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام از حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور طوائف کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۳۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں عصمت فروشی کی اجرت کا ذکر ہے۔

۲۲۸۳ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن جُحادہ از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باندیوں کی کمائی سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳۴۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں باندیوں کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔

۲۱ - بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ

نر کی جفتی پر اجرت لینے کا حکم

Marfat.com

۲۲۸۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث اور اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از علی بن الحکم از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نرکی جفتی پر اجرت لینے سے منع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۴۲۹' سنن ترمذی: ۱۲۷۳' سنن نسائی: ۴۶۸۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) عبدالوارث بن سعید (۳) اسماعیل بن ابراہیم' یہ اسماعیل بن علیہ ہیں (۴) علی بن الحکم (۵) نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۴۹۔۱۴۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نرکی جفتی کی اجرت کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے اور ایک قوم نے کہا ہے کہ کرایا مقرر کیے بغیر نر والے کی کچھ خدمت کر دینا جائز ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو کلاب کے ایک شخص نے نرکی جفتی کی اجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے منع فرمایا' اس نے کہا: یارسول اللہ! ہم نر کو مادہ پر چڑھاتے ہیں' پھر نر والے کی تکریم کے طور پر اس کی کچھ خدمت کر دیتے ہیں' تو آپ نے بہ طور تکریم خدمت کرنے کی اجازت دی۔ (سنن ترمذی: ۱۲۷۸' ص ۳۹۱' دارالفکر' بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ نرکی جفتی کی اجرت دینا جائز نہیں ہے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (صحیح البخاری: ۲۲۸۴) سے استدلال کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ نرکی جفتی مجہول ہے' ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے فائدہ ہوگا یا نہیں ہوگا اور کبھی نر کو انزال نہیں ہوتا' عطاء نے کہا ہے کہ اس پر اجرت نہ لی جائے اور اگر کوئی نر والا نرکی جفتی کے لیے دستیاب نہ ہو تو پھر جفتی کے لیے نر کو کرائے پر لینا جائز ہے' حسن اور ابن سیرین نے اس کی اجازت دی ہے۔

امام مالک نے مدتِ معینہ اور ضرباتِ معینہ (یعنی اتنی بار نر مادہ پر ضرب لگائے گا) کے لیے نر کو اجرت پر دینے کے لیے جائز قرار دیا ہے' اور ابہری نے اس پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ یہ منفعت کی بیع ہے اور جس طرح انسان اور دوسری چیزوں کو کرائے پر دے سکتا ہے' اسی طرح نر کو بھی جفتی کے لیے کرائے پر دے سکتا ہے' البتہ بالخصوص نرکی جفتی کا معاوضہ نہ لے اور صرف اس چیز کا معاوضہ لینا ممنوع ہے' جس کا فعل ممنوع ہو' جیسے خمر اور خنزیر کی بیع اور عصمت فروشی کا معاوضہ اور کاہن کی مٹھائی اور چونکہ نرکی جفتی کا فعل ممنوع نہیں ہے' اس لیے اس کا معاوضہ بھی ممنوع نہیں ہے اور حدیث میں ''عسب الفحل'' کی ممانعت ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ نر کے نطفہ کی مادہ کے رحم میں چسپیدگی کا معاوضہ نہ لیا جائے کیونکہ یہ چسپیدگی مجہول ہے' کوئی پتا نہیں یہ چسپیدگی کب ہوگی اور مجہول چیز کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے' جیسے مجہول چیز کی بیع جائز نہیں ہے' لیکن جب مدت معلوم ہو اور نرکی ضربات معلوم ہوں تو پھر اس کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس حدیث میں ''عسب الفحل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: نر کا پانی۔ ابولیلیٰ نے کہا: ''العسب'' کا معنی ہے: نر کا پانی خواہ وہ گھوڑے کا پانی ہو یا اونٹ کا پانی ہو' اور ''العسب'' کے فعل کی گردان نہیں ہوتی' عربی میں کہا جاتا ہے: ''قطع

Marfat.com

اللہ عسبہ'' اللہ تعالیٰ اس کا عسب منقطع کردے' یعنی اس کا پانی اور اس کی نسل منقطع کردے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۴۳۔۳۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نر کی جفتی کی اجرت کی کراہت کی حکمت اور بہ طور تکریم نر کے مالک کی خدمت کرنے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نر کو جفتی کے لیے کرائے پر دینے کی کراہت کی حکمت یہ ہے کہ یہ مکارم اخلاق کے خلاف ہے' فقہاء شافعیہ اور حنبلیہ میں سے جو اس کو مدتِ معلومہ کے لیے جائز قرار دیتے ہیں' وہ اس پر قیاس کرتے ہیں کہ کھجور کے درخت کو پیوند کاری کے لیے دینا جائز ہے' اس میں بھی ایک درخت کی شاخ کو دوسرے درخت کی شاخ میں پیوست کیا جاتا ہے' اسی طرح یہاں بھی نر اپنے آلہ کو مادہ کے مخصوص عضو میں پیوست کرتا ہے' لیکن یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ یہاں پر مقصود نر کا پانی ہے اور نر کا مالک اس پانی کو سپرد کرنے سے عاجز ہے اور افزائش نسل کے لیے اس کی ضرورت ہے' جب کہ پیوند کاری کا معاملہ اس کے برخلاف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

انجکشن کے ذریعہ نر کا نطفہ پیوست کرنے کا جواز

میں کہتا ہوں: جس تاویل سے امام ترمذی اور علامہ ابن بطال مالکی نے نر کے مالک کو نر کی جفتی کے لیے اجرت دینے کو جائز قرار دیا ہے' وہ صحیح ہے اور اگر اس کا لحاظ نہ کیا جائے تو لوگ بہت مشکل میں پڑ جائیں گے۔

آج کل انجکشن کے ذریعہ نر کا نطفہ مادہ کے رحم میں پیوست کر دیا جاتا ہے' یہ طریقہ صحیح ہے اور اس سے عمدہ نسل کے بہت سے جانوروں کا حصول آسان ہو گیا ہے' البتہ اس نطفہ کی بیع جائز نہیں ہے' اس لیے نطفہ تبرعاً دیا جائے اور اس عمل کی اجرت لی جائے تو صحیح ہے۔

۲۲ - بَابٌ اِذَا اسْتَأْجَرَ اَحَدٌ اَرْضًا فَمَاتَ اَحَدُهُمَا

جب کسی شخص نے زمین کرائے پر لی' پھر فریقین میں سے کسی کی وفات ہو گئی

اس عنوان کا حاصل یہ ہے کہ کرائے کے عقد کے بعد جب فریقین میں سے کسی ایک کی وفات ہو گئی تو آیا یہ عقد منسوخ ہو گا یا نہیں۔ امام بخاری نے عنوان میں اس کا جواب ذکر نہیں کیا' کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَيْسَ لِاَهْلِهٖ اَنْ يُّخْرِجُوْهُ اِلٰى تَمَامِ الْاَجَلِ.

اور ابن سیرین نے کہا کہ زمین کے مالک کے وارثوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مدت پوری ہونے سے پہلے کرائے دار کو نکال دیں۔

فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے عقد اجارہ کے فسخ ہونے میں اختلاف ائمہ

اس کلام کی اصل یہ ہے کہ محمد بن سیرین سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک آدمی نے دوسرے شخص سے زمین کرائے پر لی' پھر فریقین میں سے کوئی ایک فوت ہو گیا تو کیا میت کے ورثاء کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کرائے دار کو مدت پوری ہونے سے پہلے اس زمین سے نکال دیں تو ابن سیرین نے اس کے جواب میں کہا: جس مدت پر عقد ہو چکا ہے' اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے وارثوں کے لیے اس کو زمین سے نکال باہر کرنا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی کا اس صورت میں عقد اجارہ کو غیر منسوخ قرار دینا اور فقہاء احناف کا رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

آیا اس صورت میں کرائے کا عقد منسوخ ہوگا یا نہیں؟ جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ کرائے کا عقد منسوخ نہیں ہوگا اور فقہاء احناف اور لیث نے یہ کہا ہے کہ یہ عقد منسوخ ہو جائے گا۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ جب وارث غلام کی گردن کا مالک ہو جائے تو اس کی منفعت اس کے تابع ہوتی ہے تو اجرت پر دینے والے کی موت سے کرائے دار کا اس پر قبضہ ختم ہو گیا' اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ کبھی غلام سے منفعت منقطع ہو جاتی ہے جیسا کہ اس غلام کی بیع جائز ہے جس سے منفعت سلب ہو چکی ہو' لہٰذا اس عقد کے تقاضے سے کرائے دار کے لیے منفعت کی ملکیت باقی رہے گی اور اس پر اتفاق ہے کہ وقف کے متولی کی موت سے عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا' اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔

امام بخاری نے مذکور الصدر تعلیق سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ابن سیرین نے کہا ہے کہ زمین کے مالک کے وارثوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مدت پوری ہونے سے پہلے کرائے دار کو نکال دیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۷۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی کا فقہاء احناف کی تائید کرنا اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میت کا ترکہ اس کی موت سے اس کے وارث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے' پھر کرائے پر دینے والے یا کرائے دار میں سے کسی ایک کی موت سے اس پر حکم مترتب ہوگا' اگر کرائے پر دینے والا مر گیا تو زمین کی ملکیت اس کے وارث کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اس کی ملکیت کے منافع کا استحقاق فوت ہو جائے گا اور جس پر عقد کیا گیا تھا جب وہ فوت ہو گیا تو پھر اجارہ باطل ہو جائے گا' لہٰذا اس قائل کا یہ کہنا غلط ہے کہ عقد کے تقاضے سے کرائے دار کے لیے منفعت کی ملکیت باقی رہے گی' جب کہ عقد کا تقاضا ہے: اجارہ کا قیام' اور اجارہ فریقین کے قیام سے قائم ہوتا ہے اور جب ایک فریق فوت ہو گیا تو اجارہ زائل ہو گیا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کرائے پر دینے والا مر گیا ہو اور جب کرایہ دار مر گیا تو اب اس کا وارث اس زمین کے منافع کا اس وقت مالک ہوگا جب کرائے پر دینے والے کا وارث اس سے نیا عقد اجارہ کر لے اور جب تک وہ اس سے نیا عقد اجارہ نہیں کرتا تو اس وقت تک عقد سابق برقرار نہیں رہے گا' اس لیے فقہاء احناف کا یہ کہنا صحیح ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے عقد اجارہ فسخ ہو جائے گا اور اس قائل کا اعتراض مردود ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَكَمُ وَالْحَسَنُ وَإِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ تُمْضَى الْإِجَارَةُ إِلَى أَجَلِهَا.

اور الحکم اور الحسن اور ایاس بن معاویہ نے کہا ہے کہ اجارہ اپنی مدت تک جاری رہے گا۔

امام بخاری نے یہ تعلیق بھی اپنے مؤقف کی تائید میں ذکر کی ہے اور اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

(تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۸۷' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ، فَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ جَدَّدَا الْإِجَارَةَ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف پیداوار لینے کی شرط پر خیبر کی زمین یہودیوں کو عطا کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معمول رہا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی عہد میں یہ معمول رہا اور یہ منقول نہیں

بَعْدَ مَا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . یہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اس عقد اجارہ کی تجدید کی ہو۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح مسلم: ۱۵۵۱' الرقم المسلسل: ۳۸۵۸ میں مذکور ہے۔

اس تعلیق سے بھی امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا' بلکہ جاری رہتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نبی ﷺ نے یہودیوں کو جو زمین نصف پیداوار لینے کی شرط پر دی تھی' آپ کے وصال کے بعد وہ عقد فسخ ہو جاتا' جب کہ ایسا نہیں ہوا اور حضرت ابوبکر کے پورے عہد خلافت میں اور حضرت عمر کے ابتدائی عہد تک وہ عقد برقرار رہا۔

امام بخاری کی آخری تعلیق کے جواب سے دیگر شارحین کا عجز اور مصنف کا پیش کردہ حل

ہم کہتے ہیں کہ یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے یہ زمین یہودیوں کو اجارہ (کرائے) پر نہیں دی تھی اور یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم کو ہر سال اس کا اتنا کرایا دینا ہوگا بلکہ آپ نے یہ زمین ان کو مزارعت پر دی تھی کہ وہ اس میں کھیتی باڑی کرتے رہیں اور ان کو اس کی پیداوار کا نصف ملے گا' یہ مزارعت ہے اجارہ نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس زمین پر ان کے عمل کے لیے کوئی مدت معین نہیں کی تھی' بلکہ فرمایا تھا: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس عمل پر برقرار رکھیں گے' سو ان کو اس عمل پر برقرار رکھا گیا حتیٰ کہ حضرت عمر نے ان کو اپنے دور میں تیماء اور اریحا کی طرف جلاوطن کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۲-۳_۲۳۳۸' صحیح مسلم: ۱۵۵۱' الرقم المسلسل: ۳۸۵۸)

سو اگر یہ معاملہ بالفرض عقد اجارہ بھی ہوتا تو یہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد مطلقاً جاری نہیں رہا اور حضرت عمر نے اس کو فسخ کر دیا اور اس سے فقہاء احناف کی تائید ہوتی ہے۔ ثانیاً یہ عقد اجارہ تھا ہی نہیں بلکہ مزارعت تھی' اس لیے اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کی وفات سے بھی عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا۔

علامہ عینی نے امام بخاری کی اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ اجارہ تھا نہ مزارعت تھی بلکہ یہ خراج تھا اور ان سے جو نصف پیداوار لی جاتی تھی' وہ خراج تھا اور اس کا اجارہ سے کوئی تعلق نہیں تھا اور اس کے خراج ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ان سے جزیہ لینے کا کہیں ثبوت نہیں ہے اور اگر یہ خراج نہ ہوتا تو ان سے جزیہ لیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کا اس تعلیق سے استدلال بہت قوی ہے اور فقہاء احناف کی طرف سے اس کا جواب بہت مشکل ہے' اسی لیے علامہ عینی نے بھی اس کے جواب میں یہ کہا کہ یہ مزارعت نہیں خراج تھا' حالانکہ یہ بداہت کے اور واقع کے خلاف ہے' شیخ تقی عثمانی نے بھی ان تعلیقات پر بحث کی ہے مگر اس آخری تعلیق کا کوئی جواب ذکر نہیں کیا۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۴۷۱) حالانکہ اسی تعلیق کا جواب سب سے اہم اور ضروری تھا اور میں نے انوار الٰہیہ کے فیضان سے اس قوی اور مشکل تعلیق کا جواب لکھا۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک

۲۲۸۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (یہودیوں کو) خیبر عطا کیا کہ وہ اس میں عمل کریں اور زراعت کریں اور جو کچھ اس کی پیداوار سے حاصل ہوگا' اس کا نصف ان کو ملے گا

Marfat.com

تُکْرٰی عَلٰی شَیْءٍ، سَمَّاہُ نَافِعٌ لَّا اَحْفَظُہٗ.

اور راوی نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو یہ بتایا کہ کاشت کے لیے زمینوں کو معین اجرت کے عوض کرائے پر دیا جاتا تھا' جس کو نافع نے بیان کیا تھا اور مجھے یاد نہیں رہا۔

[اطراف الحدیث: ۲۳۲۸_۲۳۲۹_۲۳۳۱_۲۳۳۸_۲۴۹۹_۲۷۲۰_۳۱۵۲_۴۲۴۸]

(صحیح مسلم: ۱۵۵۱' الرقم المسلسل: ۳۸۵۳' سنن ابوداؤد: ۳۴۰۸' سنن ترمذی: ۱۳۸۳' سنن ابن ماجہ: ۲۴۶۷' شرح مشکل الآثار: ۲۶۷۳' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۳۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۷۳۲_ج ۸ ص ۳۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۲۲۸٦- وَاَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِیْجٍ حَدَّثَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْ کِرَاءِ الْمَزَارِعِ. وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ حَتّٰی اَجْلَاہُمْ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ.

اور بے شک حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشت کاری کے لیے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا اور عبید اللہ نے کہا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما: حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جلاوطن کر دیا۔

[اطراف الحدیث: ۲۳۲۷_۲۳۳۲_۲۳۴۴_۲۷۲۲] (صحیح مسلم: ۱۵۴۷' الرقم المسلسل: ۳۸۲۶' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۹' سنن نسائی: ۳۹۱۹' سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۰' صحیح ابن حبان: ۵۱۹۴' المعجم الکبیر: ۴۳۰۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۳۰' شرح مشکل الآثار: ۶۰۸۰' مسند احمد ج ۲ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۰۴_ج ۸ ص ۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

خیبر کی پیداوار کے نصف پر معاملہ کو علامہ عینی کا اسے خراج قرار دینا اور مصنف کا اسے مزارعت قرار دینا اور علامہ عینی کا ردّ کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان حدیثوں کا وہی محمل ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ مزارعت اور مساقات نہیں تھی بلکہ خراج تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ مزارعت اور مساقات نہیں تھی بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ مزارعت ہی تھی کیونکہ جب یہ کہا جائے کہ پیداوار کا نصف تم لینا اور نصف ہمیں دینا تو اس کو مزارعت ہی کہتے ہیں اور یہ خراج نہیں ہو سکتا کیونکہ خراج میں غیر مسلموں پر دراہم یا پیداوار کی مقدار معین واجب کی جاتی ہے۔

علامہ مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کو فتح کرنے کے بعد ہر جریب (تیس گز زمین) پر ایک صاع (چار کلوگرام) غلہ اور ایک درہم مقرر کیا تھا' بہ شرطیکہ اس زمین میں پانی پہنچتا ہو اور جس زمین میں ککڑی' خربوزے اور بینگن وغیرہ سبزیوں کی کاشت ہو' اس میں ہر جریب پر پانچ دراہم مقرر کیے اور جس زمین میں انگور کی بیلیں لگی ہوں یا کھجور کے درخت ہوں' اس میں ہر جریب پر دس دراہم مقرر کیے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی جماعت کے سامنے یہ شرح مقرر کی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا' اس لیے اس پر اجماع ہو گیا۔

(ہدایہ اولین ص ۵۹۲_۵۹۱' شرکت علمیہ' ملتان)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ خراج میں پیداوار یا دراہم کی مقدار معین ہوتی ہے اور مزارعت میں پیداوار کے مثلاً نصف پر معاملہ کیا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے خیبر کی زمین پر جو معاملہ کیا تھا' وہ پیداوار کے نصف کا معاملہ تھا' اس لیے یہ مزارعت کا معاملہ تھا' خراج کا نہیں تھا' علاوہ ازیں تمام ائمہ حدیث نے اس حدیث کو مزارعت اور مساقات کے باب میں ذکر کیا اور یہ بھی اس

Marfat.com

بات کی دلیل ہے کہ یہ مزارعت ہے' خراج نہیں ہے اور علامہ عینی کا اس کو خراج قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

''کتاب الاجارہ'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین۔

آج ۸ صفر ۱۴۲۹ھ/۱۶ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز ہفتہ ''کتاب الاجارۃ'' مکمل ہوگئی' پروردگار عالم! جس طرح آپ نے اس کتاب کو مکمل کرادیا' صحیح بخاری کی تمام کتب کو مکمل فرمادیں اور میری اور میرے والدین کی' میرے قارئین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادیں۔

''کتاب الاجارۃ'' میں ۳۰' احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں پانچ تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور اس میں اور اس سے پہلی کتاب میں ۱۶' مکررات ہیں اور اس میں صحابہ اور فقہاء تابعین کے ۱۸ آثار ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۳۸- کِتَابُ الْحَوَالَاتِ

اپنے قرض کا مطالبہ دوسرے کے ذمہ لگانے کا بیان

حوالہ کا لغوی معنی ہے: تحوّل اور انتقال یعنی اپنے نفس سے قرض کو زائل کر کے کسی دوسرے کی طرف منتقل کر دینا' یعنی تمہارا قرض اب میرے بجائے فلاں شخص دے گا' اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کا معنی ہے: قرض کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل کرنا۔

جو مقروض اپنا قرض کسی دوسرے کی طرف منتقل یا اس کے حوالے کرے' اس کو محیل کہتے ہیں' اور جس قرض خواہ کے قرض کو حوالہ کیا جائے اس کو محتال لہ کہتے ہیں اور جس کے حوالہ کیا جائے' اس کو محتال علیہ کہتے ہیں۔

۱ - بَابٌ فِي الْحَوَالَةِ' وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ؟

حوالہ کا بیان اور آیا حوالہ میں رجوع ہو سکتا ہے یا نہیں؟

یعنی آیا محیل' حوالہ میں رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ دراصل حوالہ میں اختلاف ہے' آیا یہ عقد لازم ہے یا عقد جائز ہے؟ جن کے نزدیک یہ عقد لازم ہے' ان کے نزدیک محیل' قرض حوالہ کرنے کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا اور جن کے نزدیک یہ عقد جائز ہے' ان کے نزدیک محیل حوالہ کرنے کے بعد رجوع کر سکتا ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَازَ.

اور حسن بصری اور قتادہ نے کہا ہے کہ جس دن محیل نے قرض محتال علیہ کے حوالہ کیا تھا' اس دن محتال علیہ غنی تھا' تب یہ حوالہ جائز ہے۔

یہ تعلیق اس طرح ہے:

امام ابن ابی شیبہ نے قتادہ اور حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ ان سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا قرض دوسرے شخص کے حوالہ کیا' پھر وہ محتال علیہ دیوالیہ ہو گیا تو ان دونوں نے کہا: جس دن محیل نے اپنا قرض محتال علیہ کے حوالہ کیا تھا' اس دن وہ غنی تھا' تو اب محیل کے لیے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ (تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۸۸)

حوالہ کے بعد قرض خواہ کے مقروض سے رجوع کرنے میں مذاہب فقہاء

جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس صورت میں قرض خواہ' محیل (مقروض) سے رجوع کرے جب کہ محتال علیہ دیوالیہ ہونے کی حالت میں مر جائے یا جب اس کے دیوالیہ ہونے کا حکم کیا جائے یا محتال علیہ سرے سے حوالہ کا انکار کر

Marfat.com

دے اور محیل کے پاس گواہ نہ ہوں' قاضی شریح' عثمان بتی' شعبی' نخعی' امام ابو یوسف' امام محمد اور دوسرے فقہاء کا بھی یہی موقف ہے۔
حکم نے کہا ہے کہ قرض خواہ اس وقت تک مقروض سے رجوع نہ کرے جب تک کہ محتال علیہ زندہ ہے اور جب وہ مر جائے اور اس نے ترکہ میں کچھ بھی نہ چھوڑا ہو' تب وہ مقروض سے رجوع کر سکتا ہے کیونکہ انسان کبھی غنی ہوتا ہے اور کبھی فقیر ہوتا ہے۔
امام شافعی' امام احمد' عبید اور لیث نے یہ کہا ہے کہ قرض خواہ مقروض سے رجوع نہ کرے خواہ محتال علیہ کا مال ہلاک ہو جائے یا اس کو دیوالیہ قرار دیا جائے یا وہ حوالہ ہی کا انکار کر دے۔
امام مالک نے کہا ہے کہ قرض خواہ مقروض سے صرف اس صورت میں رجوع کر سکتا ہے جب مقروض قرض خواہ کو دھوکا دے' مثلاً مقروض کو علم ہو کہ محتال علیہ دیوالیہ ہے' پھر بھی وہ اس کی طرف قرض حوالہ کر دے اور قرض خواہ کو نہ بتائے کہ وہ اس کا قرض جس کے حوالہ کر رہا ہے' اس کو دیوالیہ قرار دیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَخَارَجُ الشَّرِيكَانِ وَأَهْلُ الْمِيرَاثِ' فَيَأْخُذُ هٰذَا عَيْنًا وَهٰذَا دَيْنًا' فَإِنْ تَوِيَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر شرکاء اور ورثاء نے اس طرح (مقروض کے ترکہ کی) تقسیم کی کہ کسی نے نقد مال لیا اور کسی نے قرض لیا' پھر اگر قرض ڈوب گیا تو وہ اپنے صاحب سے رجوع نہیں کر سکتا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۰۷۸۱' اور تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۸۹ پر ہے۔

۲۲۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ أَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْأَعْرَجِ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ' فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ. [اطراف الحدیث: ۲۲۸۸۔ ۲۴۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: غنی کا تاخیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کا قرض کسی مال دار کے حوالے کیا جائے تو اس کو قبول کرنا چاہیے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۶۴' الرقم المسلسل: ۳۸۹۳' سنن ابو داؤد: ۳۳۴۵' سنن نسائی: ۴۶۹۱' سنن ابن ماجہ: ۲۴۰۳' مسند الحمیدی: ۱۰۳۲' المنتقیٰ: ۵۶۰' مسند ابو یعلیٰ: ۶۲۸۳' مشکل الآثار: ۹۵۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۷۰' المعجم الاوسط: ۶۳۴۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۳۶۔ ج ۱۲ ص ۲۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مال دار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا لائق مذمت ہے اور تنگ دست کا تاخیر کرنا لائق مذمت نہیں ہے اور حوالہ قبول کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال دار شخص کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا لائق مذمت ہے' اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص عمداً تاخیر کرے اس کا یہ فعل گناہ کبیرہ ہے یا نہیں؟ بہر حال اگر وہ بار بار اس طرح کرے تو اس کو فاسق قرار دیا جائے گا۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قرض ادا کرنے سے عاجز ہو' اس کو ملامت نہیں کی جائے گی۔
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص تنگ دست ہو اور وہ قرض ادا نہ کر سکے اس کو قید نہیں کیا جائے گا' اور جب تک وہ خوش حال نہ

Marfat.com

ہو جائے اس سے ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

نیز اس حدیث میں قرض کو کسی کے حوالہ کرنے کا ثبوت ہے' امام شافعی کے نزدیک قرض خواہ کے لیے مستحب ہے کہ جب مقروض اس کا قرض کسی مال دار کے حوالہ کرے تو وہ اس کو قبول کرے اور داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ اس پر حوالہ کو قبول کرنا واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کا حکم دیا ہے' امام احمد کے دو قول ہیں: استحباب اور وجوب' اور جمہور کے نزدیک یہ مستحب ہے کیونکہ اس سے تنگ دست کے لیے آسانی کرنا مقصود ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مباح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲ - بَابٌ إِذَا أَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ

جب مقروض اپنا قرض کسی مال دار کے حوالے کرے تو اس کا اس حوالے کو مسترد کرنا جائز نہیں ہے

۲۲۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَمَنْ أُتْبِعَ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ذکوان از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال دار کا (قرض کی ادائیگی) میں تاخیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کا قرض کسی مال دار کے حوالے کیا جائے تو اس کو قبول کرنا چاہیے۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ یہ حدیث حوالہ قبول کرنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

ہنڈی کا طریقہ حوالہ کے حکم میں ہے' ہم نے تقریباً تیس سال پہلے ''بلا سود معیشت'' کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا' جس کو بعد میں مقالاتِ سعیدی میں شامل کر لیا' اس میں ہنڈی کو کیش کرانے کا طریقہ بیان کیا ہے اور چونکہ ہنڈی بھی حوالہ کی طرح ہے' اس لیے ہم اس مقام پر اپنے اس مقالہ کو نقل کر رہے ہیں:

ہُنڈی بھنوانے کی اصلاح

آج کل ہُنڈی (Bill of Exhcange) بھنانے کا طریقہ کار اس طرح ہے: زید نے عمرو سے مال خریدا اور تین ماہ بعد رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے لیے زید نے عمرو کو ایک دستاویز ہنڈی کی شکل میں فراہم کر دی۔ عمرو نے بنک الف میں یہ ہنڈی پیش کی تاکہ اس کی بناء پر بینک سے رقم قرض لے اور بینک یہ رقم مدت گزرنے کے بعد زید سے یا زید کے وکیل بینک سے وصول کرے' بینک الف عمرو کو وہ رقم ادا کرتا ہے' لیکن پوری رقم نہیں بلکہ اصل میں سے کچھ حصہ اپنے حق کے طور پر وضع کر لیتا ہے' گویا عمرو کو وقت سے پہلے رقم وصول کرنے کے لیے کٹوتی منظور کرنی پڑتی ہے۔

ہنڈی کا طریقہ شرعی اصطلاح میں حوالہ کی تعریف میں آتا ہے' لیکن طریقہ مروجہ کو شریعت کے مطابق کرنے کے لیے اس میں کچھ تغیر کرنا ہوگا۔ زید جب عمرو سے تین ماہ بعد ادائیگی کے وعدہ پر مال خریدتا ہے اور اس کو ایک دستاویز فراہم کرتا ہے' جس کو دکھا کر عمرو وقت سے پہلے بھی بینک سے رقم لے سکتا ہے' اس صورت میں زید محیل' بینک محتال اور عمرو محتال علیہ قرار پایا۔ اس کے جواز کی اصل یہ حدیث ہے: ''من احیل علی ملئی فلیتبع'' (طبرانی) ''جو شخص کسی مال دار پر اپنا قرض حوالہ کر دے' اس کو مان لینا چاہیے'' اب یہاں اس طرح اصلاح ہونی چاہیے کہ زید اس دستاویز پر کسی معین بینک کے نام پر یہ ہدایت کر دے کہ میں اپنا قرض تمہارے حوالے

Marfat.com

کرتا ہوں اور میری جگہ یہ قرض تم عمرو کو ادا کرو گے اور جب بینک نے اس دستاویز کو منظور کر لیا تو حوالہ مکمل ہو گیا۔

امام برہان الدین فرغانی متوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں:

وتصح الحوالة برضا المحيل والمحتال والمحتال عليه. (ہدایہ ج ۳ ص ۱۲۹)

جب محیل' محتال اور محتال علیہ معاہدہ پر راضی ہو جائیں تو حوالہ صحیح ہو جائے گا۔

اب محتال علیہ مثلاً عمرو (قرض خواہ) کو اختیار ہے کہ وہ اپنی رقم میں سے جس قدر چاہے رقم ساقط کر دے اور محتال (بینک) سے وقت سے پہلے رقم وصول کرے' مثلاً اگر محتال علیہ نے تین ماہ بعد بینک سے ایک ہزار روپیہ وصول کرنا ہے' اب وہ چاہے تو تین ماہ بعد بینک سے پوری رقم وصول کر لے اور چاہے تو اس رقم میں سے پچاس روپیہ ساقط کر دے اور مقررہ میعاد سے پہلے رقم وصول کرے' کیونکہ وہ خود اپنا حق ساقط کر رہا ہے اور اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

ضعوا وتعجلوا. (شرح السیر الکبیر للسرخسی ج ۳ ص ۲۲۵)

قرض خواہ قرض کی رقم کچھ کم کر دے اور مقروض سے جلد رقم وصول کر لے۔

اس حدیث شریف سے ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ' اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:-

عن كعب انه تقاضى ابن ابى حدرد كان له عليه فى المسجد فارتفعت اصواتهما حتى سمعها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وهو فى بيته فخرج اليها حتى كشف سجف حجرته فنادى يا كعب قال لبيك يا رسول الله قال ضع من دينك هذا واومأ اليه الشطر قال لقد فعلت يا رسول الله قال قم فاقضه.

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۵)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد سے قرض لینا تھا' انہوں نے مسجد نبوی میں اپنے قرض کا تقاضا کیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آوازوں کو اپنے حجرہ میں سُن لیا۔ آپ نے حجرہ کا پردہ ہٹایا اور حضرت کعب کو آواز دی' انہوں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اپنے قرض کو کچھ کم کرو' اور اشارہ سے فرمایا کہ آدھا کم کر دو' انہوں نے آدھا کم کر دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی حدرد سے فرمایا: اٹھو! اب ان کا قرض ادا کر دو۔

ان دو حدیثوں اور حوالہ کی فقہی صورت کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا کہ ہنڈی بھنانے کے لیے قرض خواہ بینک سے قبل از وقت رقم وصول کرنے کے لیے اپنے قرض میں کٹوتی کر سکتا ہے۔

بیع الکالئی بالکالئی

بعض علماء کو یہ شبہ لاحق ہوتا ہے کہ ہنڈی بھنانے کا یہ طریقہ بیع الکالئی بالکالئی کی زد میں آتا ہے۔ اس لیے ہم اس مقام پر بیع الکالئی بالکالئی کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اور حافظ ابوبکر احمد الحسین علی البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ' اپنی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

Marfat.com

نهی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان یباع کالئی بکالئی. صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کی بیع قرض کے عوض کرنے سے منع فرمادیا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۹۰' سنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۹۰)

ان محدثین کے علاوہ یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ' مصنف اسحٰق بن راہویہ' مسند بزار' حاکم' دارقطنی اور طبرانی نے بھی اپنی اپنی اسناد کے ساتھ بیان کی ہے اور ہر سند کے بعض راویوں پر جرح کی گئی ہے' تاہم امام ابن ہمام فرماتے ہیں:

والحديث لا تنزل عن الحسن بلاشك. یہ حدیث بہرحال حسن ہے۔

اور حدیث کا معنی بیان فرماتے ہیں:

قال ابو عبيدة هو النسيئة بالنسيئة. کالئی بالکالئی کا معنی قرض کی بیع قرض کے عوض ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۲۸۸' طبع دوم)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار کی بیع ادھار کے ساتھ کرنے سے منع فرمایا ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید نے عمرو سے ایک ہزار روپیہ قرض لیا۔ اب زید عمرو سے کہتا ہے کہ میں اس ایک ہزار کے عوض جو مجھ پر قرض ہے' تم کو ایک تھان کپڑے کا ایک ماہ بعد ادا کروں گا تو یہ ادھار کی بیع ادھار کے عوض ہے اور بیع الکالئی بالکالئی ہے' لیکن ہنڈی (Bill of Exchange) بھنانا اس تعریف کی زد میں ہرگز نہیں آتا۔

۳ - بَابٌ إِنْ أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلٰى رَجُلٍ جَازَ

میت کا قرض کسی مرد کے حوالے کرنا جائز ہے

۲۲۸۹ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا، فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا لَا، فَصَلّٰى عَلَيْهِ. ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرٰى، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ هَلْ عَلَيْهَا دَيْنٌ؟ قِيْلَ نَعَمْ، قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ، فَصَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ، فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوْا ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ، قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

[طرف الحدیث: ۲۲۹۵] (سنن نسائی: ۱۹۶۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے مال چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی' پھر دوسرا جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! اس پر نماز پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے مال چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار چھوڑے ہیں' سو آپ نے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھادی' پھر تیسرا جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس نے مال چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: جی نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اس پر تین دینار قرض ہیں' آپ نے فرمایا:

Marfat.com

تم اپنے (اس) ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے تب آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مکی بن ابراہیم بن بشیر بن فرقد البلخی ابوالسکن (۲) یزید بن ابی عبید یہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ۱۴۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ ان کا نام سنان بن عبداللہ المدنی ہے یہ بیعت رضوان میں شجرۂ بیعت کے نیچے حاضر تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تین مرتبہ بیعت کی تھی اور یہ ربذہ میں رہتے تھے بہت بہادر اور تیرانداز تھے ۷۴ھ میں ان کی مدینہ منورہ میں وفات ہوگئی تھی اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۸)

فوت شدہ مسلمان کے قرض کی ادائیگی کی کفالت کے متعلق مذاہب فقہاء

اور علامہ ابن المنذر کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس میت نے قرض چھوڑا ہو اور اتنا مال نہ چھوڑا ہو جو اس قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہو تو امام مالک امام شافعی اور ابن ابی لیلیٰ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص اس کے قرض کی ادائیگی کا ضامن ہو اس پر ضمان لازم ہے خواہ میت کا ترکہ ہو یا نہ ہو اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کفیل پر ضمان نہیں ہے کیونکہ قرض ہلاک ہو چکا ہے اگر اس نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہے تو جتنا اس نے مال چھوڑا ہے اتنی مقدار کا کفیل ضامن ہوگا اور اگر اس نے پورے قرض کی ادائیگی چھوڑی ہے تو جتنی مقدار کا اس نے ذمہ لیا ہے وہ اس سب کا ضامن ہوگا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے کہ حضرت ابوقتادہ کی اس میت کی سے ضمانت دینے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے رُک گئے تھے اور جب انہوں نے اس میت کے قرض کی ادائیگی کی ضمانت دے دی تب آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور جو شخص میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی کا ضامن ہے اس پر وہ ضمان لازم ہے خواہ میت نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو کیونکہ مسلمانوں نے اس شخص کے متعلق کہا تھا کہ اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۴۸-۳۴۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن المنذر کے اعتراض کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن المنذر کا قول خلاف ادب ہے امام ابوحنیفہ اس سے بَری ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو حدیث ثابت ہو وہ اس پر مطلع ہونے کے بعد اس کے خلاف کوئی بات کہیں۔ ادب کا تقاضا یہ تھا کہ ابن المنذر یہ کہتے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث پر عمل کرنے کو ترک کر دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک ثابت نہیں تھی یا اس وجہ سے کہ وہ اس حدیث پر مطلع نہیں ہوئے یا اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا ناسخ ظاہر ہو چکا تھا اور یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور ان کی ناسخ حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایسا فوت شدہ شخص لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ پوچھتے

Marfat.com

کیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے پورا مال چھوڑا ہے؟ اگر یہ بتایا جاتا کہ اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے پورا مال چھوڑا ہے تو آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیتے ورنہ آپ مسلمانوں سے فرماتے: تم خود اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر فتوح کے دروازے کھول دیے تو آپ نے فرمایا: میں مؤمنوں سے زیادہ ان کی جانوں کا ولی ہوں لہٰذا مؤمنوں میں سے جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے قرض چھوڑا تو اس قرض کو میں ادا کروں گا اور جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔
(صحیح البخاری: ۲۲۹۸، صحیح مسلم: ۱۶۱۹)

ابتداء میں مقروض کی نمازِ جنازہ نہ پڑھانے اور بعد میں پڑھانے کی توجیہات

قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ ابتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا تھا' جس نے قرض کی ادائیگی کے لیے ترکہ نہیں چھوڑا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو قرض کی ادائیگی میں سستی اور بلا عذر تاخیر کرنے پر سرزنش کی جائے کہ اگر وہ قرض ادا کیے بغیر مر گئے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امامتِ جنازہ اور آپ کی دعا سے محروم ہوں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: آپ نے بعد میں فرمایا کہ جو قرض ادا کیے بغیر مر گیا' اس قرض کو ادا کرنا میرے ذمہ ہے۔ اس ارشاد میں آپ نے یہ بتایا ہے کہ جس طرح سربراہِ ملک کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کو روزگار اور خوراک مہیا کرے' اسی طرح اس کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ آخرت میں ان کو عذاب سے بچانے کے اقدام کرے کیونکہ جو کسی کا قرض ادا کیے بغیر مر گیا' وہ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اگر بیت المال میں اتنی رقم ہو جس سے مقروض کا قرض ادا کیا جا سکے اور مقروض کے مرنے کے بعد سربراہِ ملک بیت المال سے اس کا قرض ادا نہ کرے تو آخرت میں سربراہِ ملک سے قصاص لیا جائے گا اور اس قرض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے مقروض کو جنت میں جانے سے نہیں روکا جائے گا۔

علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ ابتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع کیا تھا' جس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے رقم نہیں چھوڑی تھی کیونکہ اس وقت مسلمانوں کا بیت المال نہیں تھا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کے دروازے کھول دیے اور آپ نے مسلمانوں کے لیے بیت المال قائم کر دیا تو اس وقت آپ نے بیت المال کی طرف سے ایسے مقروض کے قرض کی ادائیگی کا بھی اعلان فرما دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶۱۔۱۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

"کتاب الحوالة" کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین۔

آج ۹ صفر ۱۴۲۹ھ/ ۱۷ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز اتوار "کتاب الحوالة" کی تکمیل ہو گئی' الٰہ العلمین! جس طرح اس کتاب کو مکمل فرما دیا ہے' پوری صحیح بخاری کو مکمل فرما دے اور میری' میرے والدین' میرے اساتذہ اور تمام مؤمنین کی مغفرت فرما دے۔

"کتاب الحوالة" میں تین احادیث ہیں' دو تعلیقات ہیں اور ایک حدیث مکرر ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

۳۹ - کِتَابُ الْکَفَالَةِ

کسی مقروض کے قرض کی ادائیگی کے ازخود ضامن ہونے کا بیان

امام بخاری نے ''کتاب الکفالة'' کو ''کتاب الحوالة'' میں درج کردیا ہے کیونکہ دونوں میں ضمانت ہوتی ہے' حوالہ میں مقروض اپنے قرض کو کسی کے حوالے کر دیتا ہے اور کفالہ میں کوئی شخص ازخود مقروض کے قرض ادا کرنے کا ذمہ لیتا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

''کفالة'' کا لغوی معنی ہے: ملانا' اور اصطلاحی معنی ہے: مقروض سے قرض کے مطالبہ کے ذمہ کو اپنے ذمہ کے ساتھ ملالینا' پھر اس کی دو قسمیں ہیں: مال ادا کرنے کی ضمانت دینا اور کسی شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دینا۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۱۸' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

۱ - بَابُ الْکَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُوْنِ بِالْاَبْدَانِ وَغَيْرِهَا

نجی قرض اور کاروباری قرض ادا کرنے اور کسی شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دینا

امام بخاری نے عنوان میں ''قرض'' اور ''دیون'' کے الفاظ لکھے ہیں' قرض سے مراد ہے: نجی قرض یا عام قرض' اور دین سے مراد ہے: کاروباری قرض یا معاملات کا قرض۔

۲۲۹۰ - **وَقَالَ** اَبُو الزِّنَادِ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا' فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلٰى جَارِيَةِ امْرَاَتِهٖ' فَاَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كَفِيْلًا حَتّٰى قَدِمَ عَلٰى عُمَرَ' وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِئَةَ جَلْدَةٍ' فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ. وَقَالَ جَرِيْرٌ وَّالْاَشْعَثُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمُرْتَدِّيْنَ اِسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ' فَتَابُوْا' وَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ. وَقَالَ حَمَّادٌ اِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ' وَقَالَ الْحَكَمُ يَضْمَنُ.

اور ابوالزناد نے کہا از محمد بن حمزہ بن عمرو اسلمی از والد خود کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے (اپنے دورِ خلافت میں حمزہ کو) زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا (جہاں وہ زکوٰۃ وصول کر رہے تھے وہاں کے) ایک شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے زنا کر لیا' تو حمزہ نے ایک آدمی سے اس شخص کو (حضرت عمر کے پاس) حاضر کرنے کی ضمانت لی' حتیٰ کہ وہ حضرت عمر کے پاس حاضر ہو گیا' حضرت عمر نے اس شخص کو سو کوڑوں کی سزا دی' اس شخص نے اپنے جرم کی تصدیق کی اور مسئلہ معلوم نہ ہونے کا عذر پیش کیا' اور جریر اور اشعث نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے مرتدین کے متعلق کہا کہ ان سے توبہ کرایئے اور ان سے کفیل طلب کیجئے (کہ یہ دوبارہ

مرتد نہ ہوں) سو انہوں نے توبہ کر لی اور ان کے قبیلہ والوں نے ان کی ضمانت دی اور حماد نے کہا کہ جب کوئی آدمی کسی شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دے اور وہ شخص مر جائے تو پھر کفیل پر کوئی ضمان نہیں ہے اور حکم نے کہا کہ وہ ضامن ہوگا۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

شبہ کی وجہ سے حد کو ساقط کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اس شخص نے اس جرم کی تصدیق کی اور مسئلہ معلوم نہ ہونے کا عذر پیش کیا۔

یعنی اس شخص نے یہ اعتراف کر لیا کہ ہاں! اس نے اپنی بیوی کی باندی سے جنسی عمل کیا ہے لیکن اس نے اس پر یہ عذر پیش کیا کہ اس نے یہ گمان کیا تھا کہ اس بیوی کی باندی بھی حکماً اس کی باندی ہے' لہٰذا اس کا اس سے جنسی عمل کرنا جائز ہے اور اس پر مسئلہ مشتبہ ہو گیا تھا' اس نے قصداً اور عمداً حرام کاری کی نیت سے اپنی بیوی کی باندی سے جنسی عمل نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶۱)

شرعی حکم کے اعتبار سے اس کو رجم کرنے کا عمل لازم تھا کیونکہ دارالاسلام میں مسائل سے واقف نہ ہونے کا عذر مقبول نہیں ہوتا' اس لیے اس کو بہ ظاہر رجم کرنا چاہیے تھے' لیکن چونکہ شبہات کی وجہ سے حدود ساقط کر دی جاتی ہیں اور اس شخص کو یہ شبہ تھا کہ اس کی بیوی کی باندی بھی گویا اس کی باندی ہے' اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے رجم کی حد ساقط کر دی اور اس کو تعزیر میں سو کوڑے مارے' تعزیر کے کوڑوں کی تعداد میں کافی اختلاف ہے۔ ہم ان شاء اللہ اس کو تفصیل سے ''کتاب الحدود'' میں لکھیں گے۔

۲۲۹۱ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ، سَاَلَ بَعْضَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَنْ يُّسْلِفَهٗ اَلْفَ دِيْنَارٍ، فَقَالَ ائْتِنِيْ بِالشُّهَدَاءِ اُشْهِدُهُمْ، فَقَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا، قَالَ فَأْتِنِيْ بِالْكَفِيْلِ، قَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا، قَالَ صَدَقْتَ، فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ، ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَّرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْاَجَلِ الَّذِيْ اَجَّلَهٗ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَاَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا، فَاَدْخَلَ فِيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ وَّصَحِيْفَةً مِّنْهُ اِلٰى صَاحِبِهٖ، ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ اَتٰى بِهَا اِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّيْ كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا اَلْفَ دِيْنَارٍ، فَسَاَلَنِيْ كَفِيْلًا فَقُلْتُ

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا' اس نے کسی اسرائیلی سے سوال کیا کہ وہ اسے ایک ہزار دینار قرض دے' اس نے کہا: تم میرے پاس گواہ لاؤ' جن کو میں اس پر گواہ کروں' اس نے کہا: اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے' اس نے کہا: پھر تم میرے پاس کفیل لاؤ' اس نے کہا: اللہ کا وکیل ہونا کافی ہے' اس دوسرے نے کہا: تم نے سچ کہا' پھر اس کو ایک مدتِ معین کے وعدہ پر وہ دینار دے دیئے' وہ شخص دریا کے پار نکل گیا' پھر اس نے اپنی ضرورت پوری کی' پھر اس نے کوئی کشتی تلاش کی جس میں سوار ہو کر مدتِ معینہ پر اس کی رقم پہنچائے تو اس کو کوئی کشتی نہیں ملی' تب اس نے لکڑی کو کھوکھلا کیا اور اس کے اندر ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور اس قرض خواہ کے نام ایک پرچا لکھ دیا اور (کسی چیز سے) اس کا منہ بند کر دیا' پھر وہ اس لکڑی کو لے کر دریا پر آیا اور یہ دعا کی: اے

Marfat.com

كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيلًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَسَأَلَنِيْ شَهِيْدًا فَقُلْتُ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَاِنِّيْ جَهَدْتُ اَنْ اَجِدَ مَرْكَبًا اَبْعَثُ اِلَيْهِ الَّذِيْ لَهٗ فَلَمْ اَقْدِرْ، وَاِنِّيْ اَسْتَوْدِعُكَهَا، فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتّٰى وَلَجَتْ فِيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ اِلٰى بَلَدِهٖ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهٗ، يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهٖ، فَاِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِيْ فِيْهَا الْمَالُ، فَاَخَذَهَا لِاَهْلِهٖ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيْفَةَ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهٗ، فَاَتٰى بِالْاَلْفِ دِيْنَارٍ، فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِيْ طَلَبِ مَرْكَبٍ لِّاٰتِيَكَ بِمَالِكَ، فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ اَتَيْتُ فِيْهِ، قَالَ هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ اِلَيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ اُخْبِرُكَ اَنِّيْ لَمْ اَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ جِئْتُ فِيْهِ، قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَدّٰى عَنْكَ الَّذِيْ بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ، فَانْصَرِفْ بِالْاَلْفِ الدِّيْنَارِ رَاشِدًا.

اللہ! تجھے خوب علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے' اس نے مجھ سے کفیل کا سوال کیا تو میں نے کہا: اللہ کافی کفیل ہے' پس وہ تیری کفالت پر راضی ہو گیا اور اس نے مجھ سے گواہ کا سوال کیا تو میں نے کہا: اللہ کافی گواہ ہے' پس وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا اور میں نے کشتی تلاش کرنے کی پوری کوشش کی تا کہ میں اس کی طرف اس کی رقم بھیج دوں لیکن میں اس پر قادر نہیں ہوا اور اب میں یہ رقم والی لکڑی تیری امان میں دیتا ہوں' پھر اس شخص نے وہ لکڑی دریا میں ڈال دی حتیٰ کہ وہ لکڑی دریا میں داخل ہو گئی' پھر وہ واپس آ گیا اور وہ اس عرصہ میں کشتی تلاش کرتا رہا' جس سے وہ اس کے شہر کی طرف نکلے' پھر جس شخص نے اس کو قرض دیا تھا وہ دریا کی طرف نکلا کہ شاید اسے کوئی کشتی نظر آئے جو اس کا مال لے کر آ رہی ہو' تو اس کو وہ لکڑی مل گئی جس میں اس کا مال تھا' وہ اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے لیے اٹھا کر لے آیا اور جب اس لکڑی کو کھولا تو اس کو وہ مال مل گیا اور وہ پرچا بھی مل گیا' ادھر وہ مقروض بھی آ پہنچا' جس کو اس نے قرض دیا تھا' اس نے قرض خواہ کو ایک ہزار دینار ادا کر دیئے اور کہا: اللہ کی قسم! میں مسلسل کشتی کو تلاش کرتا رہا تا کہ میں وقت پر تمہاری رقم پہنچا دوں' لیکن مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں مل سکی' اس قرض خواہ نے کہا: کیا تم نے میری طرف کوئی چیز بھیجی تھی؟ مقروض نے کہا: میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں ملی' جس میں میں تمہارے پاس آتا' اس قرض خواہ نے کہا: بے شک اللہ نے تمہاری وہ رقم مجھے پہنچا دی ہے جو تم نے لکڑی میں رکھ کر میرے پاس بھیجی تھی' پھر وہ شخص وہ ایک ہزار دینار لے کر خوشی اور کامیابی کے ساتھ چلا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں کفیل کا ذکر ہے۔

شیخ تقی عثمانی کا ''اللہ میاں'' لکھنا اور اس پر مصنف کا تبصرہ

اس حدیث کی شرح میں شیخ تقی عثمانی نے درج ذیل دعائیہ جملہ لکھا ہے:

اے اللہ میاں! اس کو پہنچا دیں۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۴۹۷' مکتبۃ الحراء کراچی)

Marfat.com

ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا جائز نہیں ہے' اوّلاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات توقیفی ہیں اور ثانیاً اس لیے کہ میاں کا معنی نقص کا موہم ہے (یعنی اس میں نقص اور عیب کا شائبہ ہے) اور جو لفظ نقص کا موہم ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے۔

رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات توقیفی ہیں تو اس کے متعلق علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل پر ان ہی اسماء اور صفات کا اطلاق کیا جائے گا' جن کا اللہ عزوجل نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن اسماء کے اطلاق کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۲۶' نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ ھ)

رہا یہ کہ جو لفظ نقص کا موہم ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے' سو اس کے متعلق علامہ عبد العزیز پرھاروی لکھتے ہیں:

ایک لفظ کے اطلاق کے جواز سے اس کے مترادف کا اطلاق جائز نہیں ہے کیونکہ کبھی وہ لفظ نقص کا موہم ہوتا ہے' اس لیے اس کا اطلاق جائز نہیں ہے' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر عاقل کا اطلاق نہیں کیا جاتا حالانکہ وہ عالم کا مترادف ہے' اسی طرح کسی لفظ کے لازم کا اطلاق بھی اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور اس کو یہ لازم ہے کہ وہ خنزیر کا بھی خالق ہو' جب کہ ملزوم (وہ ہر چیز پر قادر ہے) کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور لازم (خالق خنزیر کا اطلاق) اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے۔

(نبراس ص ۱۷۳' شاہ عبد الحق محدث اکیڈمی' بندیال)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ ھ لکھتے ہیں:

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کُل کا خالق ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ نجاستوں اور بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے۔

(شرح المقاصد ج ۴ ص ۲۷۵' منشورات الشریف' قم' ایران' ۱۴۰۹ ھ)

رہا یہ کہ میاں کا لفظ نقص کا موہم ہے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ میاں کے معانی میں درج ذیل معانی بھی ہیں:

صاحب زادہ' بیٹا' خاوند' شوہر' خصم' استاذ' معلم' مدرس' شہزادہ' امیر زادہ' کنور' پہاڑی راجاؤں کے خاندان کے لوگ۔

(فیروز اللغات' اردو ص ۱۳۲۵' فیروز سنز' لاہور)

اور ظاہر ہے کہ ان معانی میں سے کوئی معنی بھی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے' بلکہ ہر معنی اللہ تعالیٰ کی شان میں موجب نقص ہے۔

۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ﴾ (النساء: ۳۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے' سو تم انہیں ان کا حصہ دے دو۔ (النساء: ۳۳)

مقاتل نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابتداء میں ایک شخص کسی اجنبی شخص کے لیے قسم کھا کر اس کو کچھ دینے کا عہد کر لیتا حالانکہ اس کا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا تھا' پھر وہ ایک دوسرے کے وارث ہو جاتے' پھر اس چیز کو حسب ذیل آیت نے منسوخ کر دیا:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ. قرابت دار بہ طور (وراثت) ایک دوسرے سے زیادہ حق دار ہیں۔ (الانفال: ۷۵)

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

Marfat.com

۲۲۹۲ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ اِدْرِيْسَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ (النساء:۳۳) قَالَ وَرَثَةً. ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء:۳۳) قَالَ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْاَنْصَارِيَّ، دُوْنَ ذَوِيْ رَحِمِهٖ، لِلْاُخُوَّةِ الَّتِيْ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ، فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾. نَسَخَتْ، ثُمَّ قَالَ ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء:۳۳). اِلَّا النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيْحَةَ، وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ، وَيُوْصِيْ لَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۴۵۸۰-۶۷۴۷] (سنن ابوداؤد: ۲۹۲۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ادریس از طلحہ بن مصرف از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے موالی مقرر کر دیئے۔ (النساء:۳۳) موالی سے مراد وارث ہیں' اور آیت: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔ (النساء:۳۳) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے کہا: جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو مہاجر انصاری کا وارث ہوتا تھا نہ کہ اس کا رشتہ دار کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا' تب یہ آیت نازل ہوئی: ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں۔ (النساء:۳۳) اس آیت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا' پھر انہوں نے کہا: اور آیت: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔ (النساء:۳۳) اس سے مراد مدد' معاونت اور خیر خواہی ہے' اب ان کی وراثت ختم ہو گئی' اب ان کے لیے وصیت کی جا سکتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الصلت بن عبدالرحمان ابوہمام الخارقی (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ (۳) ادریس بن یزید (۴) طلحہ بن مصرف (۵) سعید بن جبیر (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶۷)

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ پہلے جس کے لیے حلف اٹھایا جاتا تھا' وارث کا حق اس کی طرف منتقل ہو جاتا تھا' اسی طرح مقروض سے جو مطالبہ کیا جاتا ہے' وہ اس کے کفیل کی طرف منتقل ہو جاتا ہے' ہر چند کہ یہ بہت دور کی مناسبت ہے لیکن امام بخاری کے لیے باب کے ساتھ اتنی مناسبت بھی کافی ہے۔

۲۲۹۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، فَاٰخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے پاس حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی بھی باب کے ساتھ وہی مناسبت ہے' جو ہم نے اس سے پہلی حدیث میں بیان کی ہے۔

۲۲۹۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن صباح نے حدیث

Marfat.com

إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ؟ فَقَالَ قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَّالْأَنْصَارِ فِي دَارِي. [اطراف الحدیث: ۶۰۸۳-۷۳۴۰]

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں (جاہلیت والے) عہد و پیمان نہیں ہیں' تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو خود میرے گھر میں قریش اور انصار کے درمیان عہد و پیمان کرایا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں اس طرح عہد کیا جاتا تھا کہ میں ہر صورت میں تمہارا حلیف اور مددگار رہوں خواہ تم حق پر ہو یا باطل پر' اسلام نے اس کے عموم کو منسوخ کر دیا۔

حلف جاہلیت کی ابتداء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا تم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ اسلام میں حِلف نہیں ہے؟

''حِلف'' کا معنی عہد ہے' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام میں ان چیزوں کا باہمی عہد نہیں کرتے تھے جن چیزوں کا زمانہ جاہلیت میں عہد کرتے تھے کہ میں ہر حال میں تمہارا حلیف ہوں خواہ تم حق پر ہو یا نہ ہو۔

امام مسلم نے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں حلف (عہد) نہیں ہے اور جس نے جاہلیت میں عہد کیا تھا تو اسلام اس عہد کو اور مضبوط کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۳۰)

جاہلیت کے حلف کی ابتداء اس طرح ہوئی تھی کہ دوسرے شہروں سے جو لوگ مکہ مکرمہ آئے تو بعض مکہ کے لوگ ان پر ظلم کرتے تھے' وہ اس کی شکایت اپنے قبیلہ والوں سے کرتے تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوتا' تب وہ لوگ جمع ہوئے جو ظلم اور زیادتی کو ناپسند کرتے تھے اور انہوں نے یہ حلف اٹھایا کہ وہ مظلوم کی مدد کریں گے' اور جب اسلام کا ظہور ہوا تو وہ اسی طرح عہد کرتے تھے۔

حِلف اور عہود کی نفی اور اثبات کی احادیث میں تطبیق

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو خود میرے گھر میں قریش اور انصار کے درمیان عہد و پیمان کرایا تھا۔

امام طبری نے کہا ہے کہ حضرت انس نے جو حِلف کے اثبات میں حدیث روایت کی ہے' وہ حضرت جبیر بن مطعم کی اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں حِلف کی نفی ہے' کیونکہ اوائل ہجرت میں مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے' پھر آیت میراث سے یہ وراثت تو منسوخ ہو گئی اور وہ عہد و پیمان باقی رہے' جن کو قرآن مجید نے باطل نہیں کیا یعنی برحق کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ظالم کو ظلم سے روکنا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد مدد' معاونت اور خیر خواہی ہے' اب ان کی وراثت منسوخ ہو چکی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۹۲)

اسلام کے عہود اور جاہلیت کے عہود کا فرق

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جاہلیت میں حلف کا وہی معنی تھا جو اسلام میں ایک دوسرے کا بھائی بنانے کا معنی ہے' لیکن اسلام میں یہ اخوت دین کے احکام اور حدود میں جاری ہوتی ہے اور جاہلیت کا حِلف اپنی آراء سے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق جاری ہوتا تھا' پھر ظہورِ اسلام کے بعد ان کے جو عہود اسلام سے متصادم تھے' ان کو باطل کر دیا گیا اور جو عہود اسلام کے موافق تھے' ان کو باقی رکھا

Marfat.com

گیا۔ (اعلام السنن ج ۱ص ۵۸۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

جاہلیت کے عہود اور اسلام کے عہود میں حد فاصل

جاہلیت کے حِلف اور اسلام میں جو حد فاصل ہے اس میں صحابہ کا اختلاف ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا: الانفال: ۷۵ کے نزول سے پہلے جو حلف اور عہود تھے وہ جاہلیت کے عہود ہیں اور الانفال: ۷۵ کے نزول کے بعد جو عہود ہیں وہ اسلامی عہود ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لایلف قریش" کے نزول سے پہلے کے عہود جاہلی ہیں اور اس کے بعد کے عہود اسلامی ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہجرت سے پہلے کے عہود جاہلی ہیں اور اس کے بعد کے عہود اسلامی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حدیبیہ سے پہلے جو عہود تھے ان کو قائم رکھا جائے گا اور حدیبیہ کے بعد کے جو عہود ہیں ان کو توڑ دیا جائے گا۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۶-۶۸۵ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۳ - بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَّيِّتٍ دَيْنًا، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَّرْجِعَ

جو شخص کسی میت کے قرض کا کفیل ہوا اس کے رجوع کا عدم جواز

وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ.

اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

یعنی حسن بصری کا بھی یہی قول ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے۔

۲۲۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ أَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِّيُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوْا لَا، فَصَلّٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرٰى، فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ. قَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ عَلَيَّ دَيْنُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا کہ آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں آپ نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! تو آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھادی پھر ایک اور جنازہ لایا گیا آپ نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اس کا قرض میرے ذمہ ہے تب آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھادی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۸۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں میت کی کفالت کا ذکر ہے۔

۲۲۹۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا. فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: محمد بن علی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا دوں گا پھر بحرین کا مال نہیں آیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی پھر جب بحرین کا مال آیا تو

Marfat.com

فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ فَنَادَى مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، فَحَثَى لِي حَثْيَةً، فَعَدَدْتُهَا فَإِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ، وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو یا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے' تو میں ان کے پاس گیا' سو میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس طرح اور اس طرح فرمایا تھا' تو حضرت ابوبکر نے مجھے لپ بھر کر دیا' میں نے ان کو شمار کیا تو وہ پانچ سو تھے' حضرت ابوبکر نے فرمایا: تم ان کی دو مثل اور لے لو۔

[اطراف الحدیث: ۲۵۹۸-۲۶۸۳-۳۱۳۷-۳۱۶۴-۴۳۸۳]

(صحیح مسلم: ۲۳۱۴' الرقم المسلسل: ۵۹۱۷' مسند الحمیدی: ۱۲۳۳' طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۹۸' مسند ابویعلیٰ: ۲۰۱۹' شرح مشکل الآثار: ۳۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۳۰۱- ج ۲۲ ص ۲۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ' ابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷۰)

اس حدیث کی باب مذکور کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوئے تو آپ نے جس سے جو وعدہ کیا تھا یا جس سے جو قرض لیا تھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سب کی ادائیگی کے کفیل ہو گئے۔

وعدہ پورا کرنے میں مذاہب ائمہ

امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد' بعض فقہاء مالکیہ اور جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ وعدہ کو پورا کرنا مستحب ہے۔ بعض شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے' اور اس حدیث میں وجوب کی دلیل نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابُ جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقْدِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں (ایک مشرک کا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امان دینا اور ان کا اس سے عہد کرنا

۲۲۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ، وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل' ابن شہاب نے کہا: پس مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ میں نے جب ہوش سنبھالا تو میرے والدین دین پر عمل کرتے تھے' اور ابوصالح نے کہا: مجھے عبد اللہ نے حدیث بیان کی از یونس از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ہوش سنبھال کر جب اپنے والدین کو دیکھا تو وہ دین پر عمل کرتے تھے اور جب بھی کوئی دن گزرتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن کی کسی ایک

وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ خَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ مُّهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ يَا اَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَخْرَجَنِيْ قَوْمِيْ فَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اَسِيْحَ فِي الْاَرْضِ فَاَعْبُدَ رَبِّيْ. قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ اِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ فَاِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ وَاَنَا لَكَ جَارٌ فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ. فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَرَجَعَ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ فَطَافَ فِيْ اَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ اَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ وَيُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ؟ فَاَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَاٰمَنُوْا اَبَا بَكْرٍ وَقَالُوْا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِيْ دَارِهٖ فَلْيُصَلِّ وَلْيَقْرَاْ مَا شَآءَ وَلَا يُؤْذِيْنَا بِذٰلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهٖ فَاِنَّا قَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَّفْتِنَ اَبْنَآءَنَا وَنِسَآءَنَا. قَالَ ذٰلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَطَفِقَ اَبُوْ بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِيْ دَارِهٖ وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلٰوةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِيْ غَيْرِ دَارِهٖ ثُمَّ بَدَا لِاَبِيْ بَكْرٍ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ وَبَرَزَ فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ دَمْعَهٗ حِيْنَ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فَاَفْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَرْسَلُوْا اِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا لَهٗ اِنَّا كُنَّا اَجَرْنَا اَبَا بَكْرٍ عَلٰى اَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ وَاِنَّهٗ جَاوَزَ ذٰلِكَ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ وَاَعْلَنَ الصَّلٰوةَ وَالْقِرَاءَةَ وَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَّفْتِنَ اَبْنَآءَنَا

طرف میں ہمارے پاس تشریف لاتے تھے صبح کو اور شام کو پھر جب مسلمان مشکلات میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب وہ برک الغماد (یمن یا یمامہ کی طرف ایک جگہ) پہنچے تو (قبیلہ) القارۃ کے سردار ابن الدغنہ سے ان کی ملاقات ہوئی' اس نے پوچھا: اے ابوبکر! آپ کہاں جارہے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میری قوم نے مجھے نکال دیا اور میرا ارادہ ہے کہ میں زمین میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں' ابن الدغنہ نے کہا: آپ جیسا شخص یہاں سے نہیں نکلے گا اور نہ اس کو نکالا جائے گا' کیونکہ جس کے پاس مال نہ ہو آپ اس کے لیے کماتے ہیں' رشتہ داروں سے میل جول رکھتے ہیں' ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں' اور میں آپ کو امان دینے والا ہوں' آپ واپس جائیں اور اپنے شہروں میں اپنے رب کی عبادت کریں' پھر ابن الدغنہ چل پڑا اور حضرت ابوبکر کے ساتھ واپس آیا' پھر وہ کفارِ قریش کے سرداروں میں گھوما پھرا اور کہا: ابوبکر ایسا شخص نکلے گا نہ اس کو نکالا جائے گا' کیا تم ایسے شخص کو نکال رہے ہو جو اُن کے لیے کماتا ہے جن کے پاس مال نہ ہو اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھتا ہے اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتا ہے! پھر قریش نے ابن الدغنہ کی دی ہوئی امان کو نافذ کر دیا اور حضرت ابوبکر کو امان دے دی اور ابن الدغنہ سے کہا کہ تم ابوبکر سے کہو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں اور جتنا دل چاہے قرآن پڑھیں اور ہمیں ایذاء نہ دیں اور علانیہ نماز نہ پڑھیں' کیونکہ ہمیں یہ خطرہ ہے کہ ہمارے بیٹے اور ہماری عورتیں (اسلام کے) فتنہ میں پڑ جائیں گے' یہ بات ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر سے کہہ دی' پھر حضرت ابوبکر اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنے لگے اور علانیہ نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے گھر کے علاوہ قرآن پڑھتے تھے' پھر حضرت ابوبکر کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور علانیہ نماز پڑھنے لگے اور (بہ آوازِ بلند)

Marfat.com

وَنِسَاءَنَا، فَاتِهِ، فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ، وَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُعْلِنَ ذَلِكَ، فَسَلْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ، فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ، وَلَسْنَا مُقِرِّينَ لِأَبِي بَكْرٍ الْإِسْتِعْلَانَ، قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكْرٍ، فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي عَقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ، فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذَلِكَ، وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي، فَإِنِّي لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللَّهِ. وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ، رَأَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ. وَهُمَا الْحَرَّتَانِ، فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ حِينَ ذَكَرَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ، وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رِسْلِكَ، فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي. قَالَ أَبُو بَكْرٍ هَلْ تَرْجُو ذَلِكَ بِأَبِي أَنْتَ؟ قَالَ نَعَمْ. فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصْحَبَهُ، وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ.

قرآن مجید پڑھنے لگے' سو مشرکین کی عورتوں اور ان کے بچوں کا (ان کو دیکھنے کے لیے) اژدحام ہو جاتا' وہ تعجب سے ان کو دیکھتے تھے اور حضرت ابوبکر بہت گریہ کرنے والے تھے' وہ قرآن مجید پڑھتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکتے تھے' اس سے مشرکین قریش کے سردار خوف زدہ ہو گئے' انہوں نے ابن الدغنہ کو بلایا' وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: ہم نے اس شرط پر ابوبکر کو امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گے اور اب انہوں نے اس شرط سے تجاوز کیا ہے اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی ہے اور وہ اب علانیہ نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور ہمیں اپنے بیٹوں اور عورتوں کے فتنہ میں پڑنے کا خوف ہے' تم ان کے پاس جا کر کہو کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے گھر میں رب کی عبادت پر اکتفاء کریں اور اگر وہ اس سے انکار کریں اور علانیہ عبادت کرنے پر اصرار کریں تو ان سے سوال کرو کہ وہ تمہاری دی ہوئی امان تم کو واپس کر دیں کیونکہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ ہم تمہارے عہد کو توڑیں اور ہم ابوبکر کو ان کی علانیہ عبادت پر برقرار نہیں رکھیں گے' حضرت عائشہ نے کہا: پھر ابن الدغنہ' حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا: آپ کو معلوم ہے میں نے آپ سے کیا عہد کیا تھا؟ آپ یا تو اس شرط پر برقرار ہیں یا پھر آپ میرے عہد اور میری امان کو میری طرف لوٹا دیں' کیونکہ میں عرب کے لوگوں سے یہ سننا پسند نہیں کرتا کہ میں نے ایک شخص سے جو عہد کیا تھا وہ توڑ دیا' حضرت ابوبکر نے کہا: میں تمہاری امان تمہاری طرف واپس کرتا ہوں اور میں اللہ کی پناہ پر راضی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دنوں مکہ میں تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری ہجرت کا گھر دکھایا گیا ہے' میں نے ایک کھاری شور زمین دیکھی ہے جہاں دو کالے پتھریلے میدانوں کے درمیان کھجور کے باغات ہیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ذکر فرمایا تو جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنی تھی انہوں نے ہجرت کر لی اور جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' وہ مدینہ کی طرف لوٹ آئے اور حضرت ابوبکر ہجرت کے لیے تیار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم

ابھی ٹھہرو! کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے (ہجرت کی) اجازت دی جائے گی' حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی امید ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کی خاطر اپنے آپ کو روک لیا اور ان کے پاس جو دو اونٹنیاں تھیں' ان کو چار ماہ تک ببول کے پتے کھلاتے رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۶۳۔ ۲۱۳۸' اور ۴۷۶ میں کی گئی ہے' وہاں پر اس حدیث کی اختصار کے ساتھ روایت تھی اور یہاں پر اس حدیث کی بہت مفصل روایت ہے' اس لیے ہم اب اس کی از سرِ نو شرح کر رہے ہیں:

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر' یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر ہیں' ابوزکریا مخزومی (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۵) عروہ بن زبیر بن العوام (۶) ابوصالح' ان کے نام میں اختلاف ہے' ابونعیم نے کہا: ان کا نام سلیمان بن صالح ہے' الدمیاطی نے کہا: ان کا نام محبوب بن موسیٰ الفراء ہے' فربری نے کہا: ان کا نام سلمویہ ہے (۷) عبداللہ بن المبارک (۸) یونس بن یزید (۹) حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷۳)

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ ایک نظر میں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں نے ہوش سنبھال کر جب اپنے والدین کو دیکھا تو وہ دین پر عمل کرتے تھے۔

یعنی جب میں نے شعور کی آنکھ کھولی تو میرے والدین دین اسلام کے پیروکار تھے' اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے تھے' کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے پانچویں سال پیدا ہوئیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت کے بعد تیرہ سال مکہ میں رہے' اور اس پر اجماع ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ کی عمر آٹھ سال تھی اور یہ ہجرت سے چند ماہ پہلے کا واقعہ ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر سات سال تھی اور جب ان کی رخصتی ہوئی' اس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی اور آپ کی وفات کے بعد وہ اڑتالیس سال زندہ رہیں۔

بَرک الغماد کا محلِ وقوع اور ابن الدغنہ کا معنی اور اس کا نام

اس حدیث میں ''بَرك الغِماد'' کا ذکر ہے۔ یہ یمن کی آخری جانب میں ایک جگہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ برک' یمامہ کے پاس ہے۔

نیز اس میں ابن الدغنہ کا ذکر ہے' دغنہ اس کی ماں کا نام ہے' اس کا لفظی معنی ہے: برسنے والا بادل' یہ قبیلہ القارہ کا سردار تھا' یہ قبیلہ تیراندازی میں مشہور تھا' ابن درید نے کہا: القارہ کا معنی ہے: سیاہ ریت کا ٹیلہ جس میں پتھر ہوں' امام ابن اسحاق نے کہا: ابن الدغنہ کا نام ربیعہ بن رفیع تھا۔

حضرت ابوبکر بہ حیثیت آئینۂ رسالت

ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر سے کہا: آپ جیسا شخص یہاں سے نہیں نکلے گا اور نہ اس کو نکالا جائے گا' کیونکہ جس کے پاس مال نہ ہو آپ اس کے لیے مال کماتے ہیں' رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے ہیں' ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں' اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ حضرت ابوبکر کی وہ صفات تھیں جو ہر دیکھنے والے کو نظر آتی تھیں' جس طرح ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر کی یہ صفات بیان کیں' اسی طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے وقت یہی صفات بیان کی تھیں:

حضرت خدیجہ نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی شرمندہ ہونے نہیں دے گا' کیونکہ آپ رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے ہیں' ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' جس کے پاس مال نہ ہو' اس کے لیے مال کماتے ہیں' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳)

غور کیجئے! حضرت خدیجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفات بیان کی ہیں' وہی صفات ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر کی بیان کیں' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کو حضرت ابوبکر کی شخصیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت دکھائی دیتی تھی۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے:

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار نے یہ شرائط رکھیں: (۱) اس سال آپ عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور اگلے سال آ کر عمرہ کر لیں (۲) آپ کے پاس (مدینہ میں) ہماری طرف سے (مکہ سے) جو شخص آئے گا خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' آپ کو اسے ہماری طرف واپس کرنا ہوگا اور ہمارے پاس آپ کی طرف سے جو آدمی آئے گا' ہم اسے آپ کی طرف واپس نہیں کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شرائط مان لی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ ان شرائط کو ماننے کی وجہ سے بہت مضطرب تھے' وہ بیان کرتے ہیں:

میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور جا کر کہا: کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین میں دب کر کیوں رہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میری مدد کرے گا' میں نے کہا: کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اس سال آئیں گے (اور طواف کریں گے)؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پس بے شک میں بیت اللہ آؤں گا اور اس کا طواف کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا' اور میں نے کہا: اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین میں دب کر کیوں رہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اے شخص! بے شک وہ ضرور اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کی مدد کرے گا' تم ان کے ساتھ وابستہ رہو' بے شک وہ حق پر ہیں' میں نے کہا: کیا انہوں نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! کیا انہوں نے تم سے یہ کہا تھا کہ وہ اس سال بیت اللہ آئیں گے (اور اس کا طواف کریں گے)؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: پس بے شک آپ بیت اللہ آئیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲-۲۷۳۱)

Marfat.com

غور فرمایئے! حضرت عمر کے ہر سوال کے جواب میں حضرت ابوبکر نے وہی بات کہی جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی گویا کہ حضرت ابوبکر کا ذہن رسول اللہ ﷺ کی فکر کا ترجمان اور حضرت ابوبکر کی زبان رسول اللہ ﷺ کے بیان کی مظہر ہوگئی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی نظری اور عملی دونوں قوتیں رسول اللہ ﷺ کے افکار اور اعمال کا آئینہ بن گئی تھیں۔ جب محبت درجۂ کمال پر ہو تو طبیعت' طبیعت میں اور مزاج' مزاج میں ڈھل جاتا ہے' حضرت ابوبکر کی شخصیت میں اپنا کچھ نہیں رہا تھا' رنگ روپ' جمال کمال سب رسول اللہ کا تھا' حضرت ابوبکر کی شخصیت ایک آئینہ تھی جس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا عکس نظر آتا تھا۔

حضرت ابوبکر کا ابن الدغنہ کی امان کو واپس کر کے اللہ تعالیٰ کی امان کو اختیار کرنا اور ہجرت کی تیاری کرنا

ابن الدغنہ سے عرب کے سرداروں نے کہا: تم ابوبکر سے کہو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں اور اس کو ظاہر نہ کریں۔ عرب کے سرداروں نے یہ شرط اس لیے لگائی تھی کہ ان کو ڈر تھا کہ اگر ان کے بیٹوں اور عورتوں نے حضرت ابوبکر کو قرآن مجید پڑھتے ہوئے سن لیا تو وہ دین اسلام کی طرف مائل ہو جائیں گے' پہلے تو حضرت ابوبکر اسی طرح گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کرتے رہے' پھر حضرت ابوبکر کو یہ خیال آیا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالیں' سو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور یہ پہلی مسجد تھی' جو اسلام میں بنائی گئی تھی۔

حضرت ابوبکر سوز و گداز والے اور نرم دل تھے' وہ جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے' قرآن مجید کی تلاوت کا اعجاز اور حضرت ابوبکر کا گداز اور ان کی آنکھوں سے اشک رواں کا سیلاب یہ دیکھنے والوں کو بہت متاثر کرتا اور ان کی نماز کو دیکھنے کے لیے عرب کے بیٹوں اور عورتوں کا رش لگ جاتا' حدیث میں اس کے لیے ''فیتقصف'' کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: بہت لوگ جمع ہو جاتے تھے' یہ صورتِ حال عرب کے مشرک سرداروں کے لیے بہت تشویش کا باعث تھی' انہوں نے ابن الدغنہ سے حضرت ابوبکر کے اس طرزِ عمل کی شکایت کی' بالآخر اس نے اپنی امان واپس لے لی اور حضرت ابوبکر نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کرلیا لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بتایا کہ حضرت ابوبکر نے آپ کے ساتھ ہجرت کرنی ہے تو وہ ٹھہر گئے۔

حدیث مذکور کے مسائل

☆ کسی مظلوم کو اپنی امان اور پناہ میں رکھنا' جیسے ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کو اور ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر کو اپنی پناہ اور امان میں رکھا۔

☆ جب مؤمن کو اپنی جان کا خطرہ ہو تو اس کے لیے کسی کی پناہ میں جانا جائز ہے' خواہ پناہ دینے والا کافر ہو' تاہم یہ رخصت ہے لیکن عزیمت یہ ہے کہ مؤمن اللہ کی پناہ میں رہے' حضرت ابوبکر نے پہلے رخصت پر اور پھر عزیمت پر عمل کیا۔

☆ جس شخص کا شہر میں رہنا مفید ہو' اس کو شہر سے باہر نہیں جانا چاہیے' جیسے دوسرے مسلمان حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرتے رہے اور حضرت ابوبکر نے اپنی ہجرت کو مؤخر کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی حتیٰ کہ محمد بن سلمہ نے کہا ہے کہ فقیہ کو جہاد کے لیے روانہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ کافروں سے لڑنے کے لیے تو بہت مسلمان ہیں لیکن اس فقیہ جیسا دین پر عبور رکھنے والا اور شرعی مسائل میں رہنمائی کرنے والا کوئی کوئی ہوتا ہے اور اس مسئلہ کا استخراج اس آیت سے ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً. (التوبہ: ۱۲۲) اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ جہاد کے لیے تمام مؤمن روانہ ہو جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷۶۔ ۱۷۳' مع اضافات وتخریجات کثیرۃ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٥ - بَابُ الدَّيْنِ

۲۲۹۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ، فَيَسْأَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا؟ فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً فَصَلَّى، وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ. فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ، قَالَ أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ.

قرض ادا کرنے کا حکم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایسا وفات یافتہ شخص لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ دریافت فرماتے کہ آیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے فاضل رقم چھوڑی ہے یا نہیں؟ اگر یہ بتایا جاتا کہ اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے رقم چھوڑی ہے تو آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیتے ورنہ آپ مسلمانوں سے فرماتے: تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو آپ نے فرمایا: میں مؤمنوں سے زیادہ ان کی جانوں پر تصرف کرنے کا حق دار ہوں پس مؤمنوں میں سے جو فوت ہو گیا اور اس نے قرض چھوڑا تو اس کو میں ادا کروں گا اور جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

زندگی میں قرض ادا کرنے کی تاکید

اس حدیث میں لوگوں کو اس پر برانگیختہ فرمایا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں قرض ادا کر دیں کیونکہ موت کا کوئی پتا نہیں کہ وہ کب آ جائے نیز اس میں یہ بتایا ہے کہ ملک کا سربراہ جس طرح مسلمانوں کی زندگی میں ان کی ضروریات کا کفیل ہے اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی ان کے بچوں کی کفالت ان کے قرض کی ادائیگی اور ان کی دیگر ضروریات کا ذمہ دار ہے۔

''کتاب الکفالۃ'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین و الصلٰوۃ و السلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیین و علٰی آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

آج بارہ صفر ۱۴۲۹ھ/ بیس فروری ۲۰۰۸ء بہ روز بدھ ''کتاب الکفالۃ'' کی تکمیل ہو گئی اے میرے رب اور رب محمد! جس طرح آپ نے صحیح البخاری کی یہ کتاب مکمل کرا دی پوری صحیح بخاری کی شرح مکمل کرا دیں۔ وما ذالک علیک بعزیز! اور میری اور میرے والدین تمام قارئین معاونین اور مؤمنین کی مغفرت فرما دیں۔ آمین!

''کتاب الحوالۃ'' اور ''الکفالۃ'' میں مجموعی طور پر بارہ احادیث ہیں جن میں سے دو تعلیقات ہیں بقیہ موصول ہیں اور ان میں سے چھ احادیث مکرر ہیں اور بقیہ چھ خالص احادیث ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٤٠ - كِتَابُ الْوَكَالَةِ

وکالت کا بیان

وکالت کا لغوی معنی ہے: حفاظت کرنا' اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: اپنا کام کسی کے سپرد کر دینا' کسی کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا دینا اور کسی کو اپنے معاملات میں تصرف کا اختیار دینا۔

١ - بَابٌ فِيْ وَكَالَةِ الشَّرِيْكِ الشَّرِيْكَ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا

ایک شریک کا دوسرے شریک کو تقسیم کرنے میں یا کسی اور معاملہ میں وکیل بنانا

وَقَدْ اَشْرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فِيْ هَدْيِهٖ' ثُمَّ اَمَرَهٗ بِقِسْمَتِهَا.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربانی کے اونٹوں میں شریک کیا' پھر ان کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

یہ تعلیق دو حدیثوں پر مشتمل ہے:

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں اور ان کو قربانی کے اونٹوں میں شریک کیا۔ (صحیح البخاری: ۲۵۰۵)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں پر قائم رہوں اور اونٹوں میں سے قصائی کو اجرت بالکل نہ دوں۔ (صحیح البخاری: ۱۷۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹوں کو نحر کرنے کی جگہ تشریف لے گئے' پس آپ نے تریسٹھ (۶۳) اونٹوں کو نحر کیا' پھر باقی کے اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نحر کرنے کے لیے دیئے' سو انہوں نے باقی (۳۷) اونٹ نحر کیے' اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے کل اونٹ سو تھے جن میں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شریک کیا تھا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) ہے' پھر اس کے بعد اس کا دوسرا دن ہے اور پانچ یا چھ اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیے گئے' ان میں سے ہر ایک آپ کے قریب آتا تھا کہ آپ پہلے اس کو قربان کر دیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۶۵)

ایسے ہی موقع کے لیے ایک شاعر نے کہا ہے:

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف
باامید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

Marfat.com

جنگل کے ہرن اپنی ہتھیلیوں پر اپنا سر رکھے ہوئے ہیں
اس امید پر کہ کسی دن وہ محبوب شکار کرنے آئے گا

۲۲۹۹ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نُحِرَتْ وَبِجُلُودِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد از عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی جھولوں اور چمڑوں کو لوگوں میں تقسیم کر دوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۰۷ میں گزر چکی ہے۔

اونٹ کے پشت اور کوہان پر جو کپڑا بچھایا جاتا ہے اس کو اُردو میں جھول کہتے ہیں اور چمڑے سے مراد ہے: اونٹ کی کھال۔

اس حدیث کی بہ ظاہر باب کے عنوان سے کوئی مطابقت نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے روایت کیا ہے کہ قربانی کے بعض اونٹوں کو نحر کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مقرر کر دیا تھا اور یہ وکالت ہے اور یہ دُور کی مناسبت ہے کیونکہ اس حدیث میں اس توکیل کا ذکر نہیں ہے اور عام طور پر امام بخاری کی مناسبتیں اسی طرح کی ہوتی ہیں۔

۲۳۰۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلٰى صَحَابَتِهِ، فَبَقِيَ عَتُودٌ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ أَنْتَ. [اطراف الحدیث: ۲۵۰۰-۵۵۴۷-۵۵۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چند بکریاں عطا کیں کہ وہ ان کو اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیں، پس ایک بکری کا تندرست بچہ بچ گیا، انہوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کی قربانی کر لو۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۵، الرقم المسلسل: ۴۹۷۷، سنن ترمذی: ۱۵۰۰، سنن نسائی: ۴۳۷۹، سنن ابن ماجہ: ۳۱۳۸، سنن دارمی: ۱۹۵۴، شرح مشکل الآثار: ۵۷۱۹، صحیح ابن حبان: ۵۸۹۸، المعجم الکبیر: ۶۱۷-ج ۱۷، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶۹-۲۷۰، شرح السنۃ: ۱۱۱۶، مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۷۳۴۶-ج ۲۸ ص ۵۴۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن خالد بن فروخ، یہ ۲۲۹ھ میں مصر میں فوت ہو گئے تھے (۲) لیث بن سعد (۳) یزید بن ابی حبیب ابوالرجاء (۴) ابوالخیر بن عبداللہ (۵) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۰)

اس حدیث میں "عتود" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بکرے کا توانا اور قوی بچہ۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامر کو بکریاں تقسیم کرنے کا وکیل بنایا تھا۔

۲ - بَابٌ إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًّا فِي دَارِ الْحَرْبِ، أَوْ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ جَازَ

اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر کو دارالاسلام یا دارالحرب میں اپنا وکیل بنا لے تو یہ جائز ہے

۲۳۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ

حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كِتَابًا، بِأَنْ يَحْفَظَنِي فِي صَاغِيَتِي بِمَكَّةَ، وَأَحْفَظَهُ فِي صَاغِيَتِهِ بِالْمَدِينَةِ، فَلَمَّا ذَكَرْتُ الرَّحْمٰنَ، قَالَ لَا أَعْرِفُ الرَّحْمٰنَ، كَاتِبْنِي بِاسْمِكَ الَّذِي كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَكَاتَبْتُهُ عَبْدُ عَمْرٍو، فَلَمَّا كَانَ فِي يَوْمِ بَدْرٍ، خَرَجْتُ إِلٰى جَبَلٍ لِأُحْرِزَهُ حِينَ نَامَ النَّاسُ، فَأَبْصَرَهُ بِلَالٌ، فَخَرَجَ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مَجْلِسٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ أُمَيَّةُ ابْنُ خَلَفٍ، لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ، فَخَرَجَ مَعَهُ فَرِيقٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فِي آثَارِنَا، فَلَمَّا خَشِيتُ أَنْ يَلْحَقُونَا، خَلَّفْتُ لَهُمُ ابْنَهُ لِأَشْغَلَهُمْ فَقَتَلُوهُ، ثُمَّ أَبَوْا حَتّٰى يَتْبَعُونَا، وَكَانَ رَجُلًا ثَقِيلًا، فَلَمَّا أَدْرَكُونَا، قُلْتُ لَهُ ابْرُكْ فَبَرَكَ، فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِي لِأَمْنَعَهُ، فَتَخَلَّلُوهُ بِالسُّيُوفِ مِنْ تَحْتِي حَتّٰى قَتَلُوهُ، وَأَصَابَ أَحَدُهُمْ رِجْلِي بِسَيْفِهِ، وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يُرِينَا ذٰلِكَ الْأَثَرَ فِي ظَهْرِ قَدَمِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ يُوسُفُ صَالِحًا، وَإِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ. [طرف الحدیث: ۳۹۷۱]

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یوسف بن الماجشون نے حدیث بیان کی از صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف از والد خود از جدّ خود حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہ میں نے اُمیہ بن خلف کو مکتوب لکھا کہ مکہ میں جو میرا مال ومتاع ہے وہ اس کی حفاظت کرے اور مدینہ میں جو اس کا مال ہے اس کی میں حفاظت کروں گا' پھر جب میں نے اپنے مکتوب میں رحمان کا لفظ لکھا تو اس نے کہا: میں نہیں جانتا کہ رحمان کیا چیز ہے؟ تم مجھے مکتوب میں اپنا وہی نام لکھو جو جاہلیت میں تمہارا نام تھا' پھر میں نے اس کو مکتوب میں (عبد الرحمان کے بجائے) عبد عمرو لکھا' پھر جب غزوۂ بدر کا دن آیا اور مسلمان سو گئے' تو میں اس کو لے کر پہاڑ کی طرف نکلا تا کہ میں اس کی حفاظت کروں' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ لیا' پس وہ نکل کر انصار کی مجلس میں پہنچے اور وہاں کھڑے ہوگئے' پس کہا: وہ امیہ بن خلف ہے' اگر آج امیہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہوگی' پھر حضرت بلال انصار کے چند نوجوانوں کے ساتھ ہمارے پیچھے نکلے' جب مجھے یہ خطرہ ہوا کہ وہ ہم تک پہنچ جائیں گے تو میں نے ان کے لیے اُمیہ کے بیٹے کو چھوڑ دیا تا کہ وہ اس کے مارنے میں مشغول ہوں' پس انہوں نے اس کو قتل کر دیا' پھر بھی وہ نہیں مانے حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا پیچھا کیا اور اُمیہ بھاری بھرکم آدمی تھا' پھر جب وہ ہم تک پہنچ گئے تو میں نے اس سے کہا: تم گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ' تو وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا' پھر میں نے اپنے آپ کو اس کے اوپر گرا دیا تا کہ میں اس کو قتل ہونے سے بچاؤں' انہوں نے میرے نیچے درمیان سے اس پر تلواریں ماریں حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کی تلوار میرے پیر پر بھی لگی تھی اور حضرت عبد الرحمٰن اپنے قدم کی پشت پر ہمیں اس زخم کا نشان دکھاتے تھے۔ امام عبد اللہ نے کہا: یوسف نے صالح سے سماع کیا ہے اور ابراہیم نے ان کے والد سے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ (۲) یوسف بن یعقوب بن عبد اللہ (۳) صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف قرشی

Marfat.com

(۴) ان کے والد ابراہیم بن عبد الرحمٰن القرشی (۵) حضرت عبد الرحمان بن عوف القرشی رضی اللہ عنہ' یہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۱)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مسلمان تھے اور دار الاسلام میں تھے' انہوں نے اُمیہ بن خلف کو خط لکھا اور وہ کافر تھا اور دار الحرب میں تھا اور ان کو مکہ میں اپنے مال ومتاع کی حفاظت مطلوب تھی اور وکیل وہ ہوتا ہے جو اپنے مؤکل کے معاملات کی نگرانی کرے اور اس کی ضروریات کو پورا کرے' اس لیے حضرت عبد الرحمان بن عوف نے مکہ میں اُمیہ بن خلف کو اپنا وکیل بنالیا تھا کہ وہ مکہ میں ان کے مال ومتاع کی حفاظت کرے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ باب کے عنوان میں دو چیزوں کا ذکر ہے: مسلمان کا کافر کو دار الحرب میں یا دار الاسلام میں وکیل بنانا' اور اس حدیث میں صرف کافر کو دار الحرب میں وکیل بنانے کا ذکر ہے' کافر کو دار الاسلام میں وکیل بنانے کا ذکر نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب کافر کو دار الحرب میں وکیل بنانا جائز ہے تو دار الاسلام میں وکیل بنانا تو بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا' یا پھر اس حدیث کی عنوان کے ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے یعنی دلالت تضمنی کے اعتبار سے۔

اُمیہ بن خلف کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اُمیہ بن خلف الجمحی' تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخالف تھا' ایک دن وہ ایک گلی ہوئی بھربھری ہڈی اپنے ہاتھ میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کا رب اس کو زندہ کرے گا؟ پھر اس نے پھونک مار کر اس کو اڑا دیا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ (یٰس: ۷۸) اس نے کہا: گلی ہوئی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ ○

اس حدیث میں "صاغۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مائل ہونا اور چونکہ مال ومتاع کی طرف لوگ مائل ہوتے ہیں' اس لیے اس کو "صاغۃ" فرمایا۔

عبد النبی اور عبد الرسول نام رکھنے کو شیخ تقی عثمانی کا مکروہ قرار دینا اور اس پر مصنف کا تبصرہ

حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے مکتوب میں اپنا نام عبد الرحمان لکھا تھا' اس پر اُمیہ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کیا ہے؟ تم وہی نام لکھو جو زمانہ جاہلیت (قبل از ظہور اسلام) میں تمہارا نام تھا اور ان کا زمانہ جاہلیت میں عبد عمرو تھا۔

عبد عمرو کا لفظی معنی ہے: عمرو کا بندہ' لیکن یہاں بندہ کا معنی خادم اور غلام ہے کیونکہ عمرو کی عبادت نہیں کی جاتی تھی' اسی طرح عبد النبی اور عبد الرسول کا معنی بھی نبی اور رسول کا غلام ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت نہیں کی جاتی اور یہ اس پر واضح قرینہ ہے کہ یہاں عبد کا معنی غلام ہے۔

اس کی شرح میں شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

عبد النبی اور عبد الرسول میں اس بات کا ایہام ہے کہ میں نبی یا رسول کا بندہ ہوں' چونکہ یہ ایہام ہے اس واسطے ایسا نام رکھنا مکروہ ہے لیکن عبادت نہیں کی جاتی' اس واسطے حرام نہیں' مکروہ ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۵۱۳' مکتبۃ الحراء' کراچی)

قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ. (النور: ۳۲)

اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کردو اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا۔

اس آیت میں عبد کی اضافت مخلوق کی طرف کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے اور یہاں عبد کا معنی غلام ہے اور جب عبداللہ کہا جاتا ہے تو وہاں عبد کا معنی بندہ ہوتا ہے عربی میں غلام کو عبد کہا جاتا ہے اور نام عموماً عربی زبان کے اعتبار سے رکھے جاتے ہیں لہٰذا عبدالنبی اور عبدالرسول نام رکھنا جائز ہے شرک حرام یا مکروہ نہیں ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ نے کفر اور شرک کی باتوں کے تحت لکھا ہے: علی بخش حسین بخش عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا۔

(بہشتی زیور ج ۱ ص ۳۵ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور)

قرآن مجید کی اس نص قطعی کے مقابلہ میں تھانوی صاحب اور عثمانی صاحب کا قول صحیح نہیں ہے تاہم چونکہ اُردو میں عبد کا اطلاق صرف بندہ پر کیا جاتا ہے غلام پر نہیں کیا جاتا اس لیے غلام رسول اور غلام نبی نام رکھنا اولیٰ ہے اگرچہ نام رکھنے میں عربیت کا معنی اور اس کی ترکیب ملحوظ ہوتی ہے۔

اب امت کا کوئی فرد بھی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اُمیہ بن خلف کو امان دینا چاہتے تھے لیکن اس وقت تک مشرک کو امان دینے کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں تھی لیکن اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمادیا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ادنیٰ فرد بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۵۷۹ الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۰۸۸ المستدرک ج ۲ ص ۱۴۱ سنن بیہقی ج ۹ ص ۹۴ مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۵ طبع قدیم مسند احمد ج ۸۷۸۰ ج ۱۴ ص ۳۸۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

۳ - بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الصَّرْفِ وَالْمِيْزَانِ

بیع صَرف اور وزنی چیزوں میں وکالت

وَقَدْ وَكَّلَ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ فِي الصَّرْفِ.

اور حضرت عمر اور حضرت ابن عمر نے بیع صَرف میں وکیل بنایا۔

اس تعلیق کے موافق درج ذیل حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سونا چڑھایا ہوا ایک برتن دیا اور فرمایا: جاؤ! اس کو فروخت کردو انہوں نے ایک یہودی کو وہ برتن اس کے وزن سے کم میں فروخت کیا حضرت عمر نے فرمایا: اس کو واپس کردو یہودی نے کہا: میں اس کے وزن سے زیادہ رقم دوں گا حضرت عمر نے فرمایا: نہیں! اس کے وزن کے برابر رقم دو۔

اس اثر کو امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۲۴ تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۹۳)

۲۳۰۲، ۲۳۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَهُمْ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ اَكُلُّ تَمْرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالمجید بن سہیل بن عبدالرحمٰن بن عوف از سعید بن المسیب از حضرت ابوسعید خدری و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر پر عامل بنایا وہ آپ کے پاس عمدہ کھجوریں لے کر آیا آپ نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح ہیں؟

Marfat.com

خَيْبَرَ هٰكَذَا؟ فَقَالَ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ لَا تَفْعَلْ اِبِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا. وَقَالَ فِي الْمِيزَانِ مِثْلَ ذٰلِكَ.

اس نے کہا: ہم دو صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع یا تین صاع دے کر دو صاع کھجوریں لیتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کرو! تم (اپنی) تمام کھجوریں دراہم کے عوض فروخت کرو' پھر دراہم کے عوض عمدہ کھجوریں خریدو' اور آپ نے فرمایا: وزن میں اس کی مثل کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۰۲' اور ۲۲۰۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو کھجوروں کی خرید و فروخت کا حکم دیا تھا اور یہ گویا اس کو وکیل بنانا ہے' تاہم اس حدیث میں بیع صَرف کا ذکر ہے نہ اس شخص کو صراحۃً وکیل بنانے کا ذکر ہے اور یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

٤ - بَابُ إِذَا اَبْصَرَ الرَّاعِيُ اَوِ الْوَكِيلُ شَاةً تَمُوتُ، اَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ، ذَبَحَ وَاَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ

جب کسی چرواہے یا وکیل نے کسی بکری کو مرتے ہوئے دیکھا تو اس کو ذبح کر دیا یا جو چیز خراب ہو رہی تھی' اس کو درست کر دیا

٢٣٠٤ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ قَالَ اَنْبَاَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ غَنَمٌ تَرْعٰى بِسَلْعٍ، فَاَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَّنَا بِشَاةٍ مِّنْ غَنَمِنَا مَوْتًا، فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ، فَقَالَ لَهُمْ لَا تَاْكُلُوا حَتّٰى اَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَوْ اُرْسِلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّسْاَلُهُ، وَاَنَّهُ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَاكَ، اَوْ اَرْسَلَ اِلَيْهِ، فَاَمَرَهُ بِاَكْلِهَا. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَيُعْجِبُنِي اَنَّهَا اَمَةٌ، وَاَنَّهَا ذَبَحَتْ. تَابَعَهُ عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۵۵۰۱-۵۵۰۲-۵۵۰۴] (سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کعب بن مالک کے بیٹے سے سنا' وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا جو سَلع پہاڑ پر چرتا تھا' ہماری باندی نے بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری کو مرتے ہوئے دیکھا' اس نے ایک دھار والے پتھر کو توڑ کر اس پتھر سے اس بکری کو ذبح کر دیا' حضرت کعب بن مالک نے کہا: اس بکری کو نہ کھانا حتیٰ کہ میں خود نبی ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کرلوں یا کسی کو نبی ﷺ کے پاس بھیج کر اس کے متعلق سوال کرلوں' پھر انہوں نے خود نبی ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا یا کسی کو بھیج کر معلوم کرایا تو آپ نے اس بکری کو کھانے کا حکم دیا۔ عبید اللہ نے کہا: مجھے یہ پسند ہے کہ وہ باندی تھی اور اس نے ذبح کیا۔ معتمر کی متابعت عبدہ نے کی ہے از عبید اللہ۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن ابراہیم المعروف باِبن راھویہ (۲) معتمر بن سلیمان (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) ابن کعب' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے: عبد اللہ بن کعب' اور دوسرا قول ہے: عبد الرحمن بن کعب (۶) حضرت کعب بن

مالک انصاری رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۶)

مالک کی اجازت کے بغیر جانور کو ذبح کر دیا جائے پھر بھی وہ حلال ہے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب تک چرواہے یا وکیل کی کسی چیز میں خیانت ظاہر نہ ہو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں پانچ فوائد ہیں:

(۱) عورتوں اور باندیوں کے ذبح کرنے کا جواز (۲) دھاروالے پتھر سے ذبح کرنے کا جواز (۳) جو جانور مرنے کے قریب ہو اس کو ذبح کرنے کا جواز (۴) غیر مالک کا بغیر وکالت کے ذبح کرنے کا جواز (۵) پیش آمدہ مسئلہ کا حل معلوم کرنے کا جواز۔

نیز اس حدیث سے امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی اوزاعی اور ثوری نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر مالک کی اجازت کے بغیر کوئی شخص جانور کو ذبح کر دے پھر بھی اس کا ذبیحہ حلال ہے داؤد ظاہری اور اس کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ چور اور غاصب کا ذبیحہ حرام ہے مگر یہ قول شاذ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵ - بَابٌ وَّكَالَةُ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَةٌ

حاضر اور غائب کی وکالت جائز ہے

وَكَتَبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو إِلٰى قَهْرَمَانِهِ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهُ أَنْ يُّزَكِّيَ عَنْ أَهْلِهِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ.

اور حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے منتظم یا کارمختار کی طرف لکھا اور وہ اس وقت غائب تھے کہ ان کے چھوٹوں اور بڑوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر دیا جائے۔

اس تعلیق میں غائب کو وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔ (تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۹۴)

۲۳۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلٌ سِنٌّ مِّنَ الْإِبِلِ، فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ أَعْطُوهُ. فَطَلَبُوا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ أَعْطُوهُ. فَقَالَ أَوْفَيْتَنِي أَوْفَى اللّٰهُ بِكَ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً. [اطراف الحدیث: ۲۳۰۶-۲۳۹۰-۲۳۹۲-۲۳۹۳-۲۴۰۱-۲۶۰۶-۲۶۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سلمہ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص عمر کا اونٹ لینا تھا وہ شخص اپنے اونٹ کا مطالبہ کرنے آیا تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس کو اونٹ دے دو انہوں نے تلاش کیا تو اس عمر کا اونٹ نہیں ملا البتہ اس سے زیادہ عمر کا اونٹ مل گیا آپ نے فرمایا: وہی دے دو اس شخص نے کہا: آپ نے مجھے پورا پورا حق دیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پوری پوری جزاء دے تب آپ نے فرمایا: تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو عمدگی سے قرض ادا کریں۔

(صحیح مسلم: ۱۶۰۱ الرقم المسلسل: ۴۰۰۱ سنن ترمذی: ۱۳۱۷-۱۳۱۶ سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۳ مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۱ طبع قدیم مسند احمد: ۹۵۷۲- ج ۱۵ ص ۳۹۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) سفیان ثوری (۳) سلمہ بن کہیل (۴) ابوسلمہ بن عبدالرحمان (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۸)

حاضر کو وکیل بنانے میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی وضاحت اور حدیث مذکور سے ائمہ ثلاثہ کا استدلال اور امام ابوحنیفہ کی طرف سے مصنف کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص تندرست ہو اور شہر میں حاضر ہو اس کا کسی کو وکیل بنانا جائز نہیں ہے مگر جب دوسرا فریق اس پر راضی ہو یا وہ بیمار ہو یا مسافر ہو اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو اونٹ دے دو اور یہ آپ کا ان کو وکیل بنانا ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غائب تھے نہ بیمار تھے نہ مسافر تھے اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ حاضر اور تندرست کے وکیل بنانے کو ناجائز نہیں کہتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس پر وکیل بنانا لازم نہیں ہے۔

اس حدیث میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعی امام مالک امام احمد اور جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ حیوان کو قرض میں دینا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ منع کرتے ہیں اور یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے ایک اونٹ قرض لیا تھا جس کا قرض آپ نے ادا کرنے کا حکم دیا اور اس سے زیادہ عمر کا اونٹ دیا۔ علامہ عینی نے اس کا کوئی خاص جواب نہیں دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۸۰) شیخ تقی عثمانی سے بھی اس کا کوئی مسکت جواب نہیں بن سکا۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۵۲۳۔۵۱۸) اور مصنف کے نزدیک اس کا جواب یہ ہے:

امام ابوحنیفہ جو حیوان کو قرض میں دینے سے منع کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کی حیوان کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا۔

(سنن ترمذی: ۱۲۴۱ سنن ابوداؤد: ۳۳۵۶ سنن نسائی: ۴۶۲۱)

امام ابوحنیفہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور ائمہ ثلاثہ باب مذکور کی جس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے نیز ائمہ ثلاثہ کی حدیث حیوان کو قرض میں دینے کی اباحت پر دلالت کرتی ہے اور امام ابوحنیفہ کی حدیث حیوان کو قرض میں دینے کی ممانعت اور تحریم پر دلالت کرتی ہے اور جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے لہٰذا ائمہ ثلاثہ کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ کا استدلال دو وجہ سے قوی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۹۹۶۔ ج ۴ ص ۴۲۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) حیوان کو قرض دینے میں مذاہب فقہاء (۲) حیوان کو قرض دینے میں فقہاء احناف کا مؤقف (۳) حیوان کے قرض پر جمہور کی روایت کے جوابات (۴) حیوان کو قرض میں فروخت کرنے کی منسوخیت پر احادیث اور آثار (۵) حسن قضاء کا ثبوت۔

نوٹ: باب مذکور کی حدیث کے جو جوابات ہم نے شرح صحیح مسلم میں ذکر کیے تھے یہاں نعمۃ الباری میں اس سے مختلف جوابات ذکر کیے ہیں اور یہ شرح صحیح مسلم کے جوابات سے زیادہ قوی ہیں۔

٦ - بَابُ الْوَكَالَةِ فِي قَضَاءِ الدُّيُوْنِ

قرض کی ادائیگی کے لیے وکیل بنانا

۲۳۰٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلمہ بن کہیل انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا

Marfat.com

اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَقَاضَاهُ فَاَغْلَظَ، فَهَمَّ بِهٖ اَصْحَابُهٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ، فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا. ثُمَّ قَالَ اَعْطُوْهُ سِنًّا مِّثْلَ سِنِّهٖ. قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَا نَجِدُ اِلَّا اَمْثَلَ مِنْ سِنِّهٖ، فَقَالَ اَعْطُوْهُ، فَاِنَّ مِنْ خَیْرِکُمْ اَحْسَنَکُمْ قَضَاءً.

از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (قرض کا) تقاضا کرنے کے لیے آیا، اس نے سختی سے بات کی، آپ کے اصحاب (اس کو مارنے یا ڈانٹنے کے لیے) بڑھے، آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑو! جس کا حق ہوتا ہے اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے، پھر آپ نے فرمایا: اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ اس کو دے دو، آپ کے اصحاب نے کہا: ہمیں اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ نہیں ملا مگر اس کے اونٹ سے زیادہ عمر کا اونٹ ہے، آپ نے فرمایا: اس کو وہی دے دو! تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے بہتر قرض ادا کرے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

جس شخص سے آپ نے قرض لیا تھا، وہ کوئی کافر یا یہودی تھا یا کوئی غیر مہذب اعرابی تھا جو بارگاہِ نبوت میں گفتگو کرنے کے آداب سے ناواقف تھا، اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم اور آپ کے بلند اخلاق کا بیان ہے کہ آپ نے قرض خواہ کی سختی کے باوجود اس کے ساتھ نیک سلوک کیا، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں صحابہ کو قرض کی ادائیگی کے لیے وکیل بنانے کا ذکر ہے۔

٧- بَابٌ اِذَا وَهَبَ شَیْئًا لِّوَکِیْلٍ اَوْ شَفِیْعِ قَوْمٍ جَازَ

جب کسی قوم کے وکیل یا سفارشی کو کوئی چیز ہبہ کر دی تو جائز ہے

لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ هَوَازِنَ حِیْنَ سَاَلُوْهُ الْمَغَانِمَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَصِیْبِیْ لَکُمْ.

کیونکہ جب ہوازن کے وفد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غنیمتوں کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم میرا حصہ لے لو۔

امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں تھے اور ہم نے ہوازن کے اموال اور قیدیوں پر قبضہ کر لیا تھا، پھر وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور جعرانہ میں ان کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! ہم پر احسان کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری عورتیں اور بیٹے تم کو پسند ہیں یا تمہارے اموال؟ انہوں نے کہا: ہم کو ہماری عورتیں اور بیٹے پسند ہیں، آپ نے فرمایا: جو عورتیں اور بیٹے میرے اور بنو عبدالمطلب کے قبضہ میں ہیں وہ تمہارے ہیں، پھر مہاجرین اور انصار نے کہا: جو قیدی ہمارے قبضہ میں ہیں وہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے، پھر ان کے وفد کی طرف ان کی عورتیں اور بیٹے لوٹا دیئے گئے، ان قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی اور اونٹ اور گھوڑے شمار سے باہر تھے، حنین کا یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد شوال آٹھ ہجری میں ہوا تھا، حنین، مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ١٩٢)

اس تعلیق کی مزید تفصیل اس باب کی حدیث میں آ رہی ہے۔

٢٣٠٧، ٢٣٠٨- حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث

Marfat.com

حَدَّثَنِی اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِی عُقَیْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَزَعَمَ عُرْوَةُ اَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ، فَسَاَلُوْهُ اَنْ يَرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْحَدِيْثِ اِلَیَّ اَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوْا اِحْدَی الطَّائِفَتَيْنِ اِمَّا السَّبْیَ وَاِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَانَيْتُ بِكُمْ. وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ اِلَيْهِمْ اِلَّا اِحْدَی الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوْا فَاِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمُسْلِمِيْنَ، فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ هٰؤُلَاءِ قَدْ جَاؤُوْنَا تَائِبِيْنَ، وَاِنِّیْ قَدْ رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ بِذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰی حَظِّهٖ حَتّٰی نُعْطِيَهٗ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِیْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نَدْرِیْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ فِیْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَاْذَنْ، فَارْجِعُوْا حَتّٰی يَرْفَعُوْا اِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ اَمْرَكُمْ. فَرَجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا. [اطراف الحدیث (۲۳۰۷): ۲۵۳۹-۲۵۸۴-۲۶۰۷-۳۱۳۱-۴۳۱۸-۷۱۷۶][اطراف الحدیث (۲۳۰۸): ۲۵۴۰-۲۵۸۳-۲۶۰۸-۳۱۳۲-۴۳۱۹-۷۱۷۷][سنن ابوداؤد: ۲۶۹۳]

بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا کہ عروہ نے یہ گمان کیا کہ مروان بن الحکم اور حضرت مسور بن مخرمہ ان دونوں نے عروہ کو خبر دی کہ جب ہوازن کے مسلمانوں نے نبی ﷺ سے یہ سوال کیا کہ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کی طرف واپس کر دیے جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات سچی بات ہے تم لوگ دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کر لو یا قیدیوں کو یا اموال کو اور میں تم کو اس پر غور کے لیے مہلت دیتا ہوں رسول اللہ ﷺ جب طائف سے لوٹے تو آپ نے دس راتوں سے زیادہ دن ان کا انتظار کیا پھر جب ہوازن کے لوگوں نے یہ جان لیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف دو میں سے صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے اس کے بعد فرمایا: بے شک تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس (کفر سے) تائب ہو کر آئے ہیں اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں پس تم میں سے جو شخص خوش دلی سے ایسا کرنا چاہتا ہو وہ کر لے اور تم میں سے جو شخص قیدیوں میں سے اپنے حصہ کو برقرار رکھنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ جو پہلا مالِ غنیمت عطا فرمائے گا ہم اس کو اس میں سے دے دیں گے سو وہ اس طرح کر لے تب آپ کے اصحاب نے کہا: ہم خوشی سے قیدی رسول اللہ ﷺ کو دیتے ہیں تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں نہیں معلوم کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی تم واپس جاؤ اور اپنے عرفاء یعنی وکیلوں کو اور منتظموں کو ہمارے پاس بھیجو پھر وہ لوگ واپس گئے اور انہوں نے اپنے منتظموں سے مشورہ کیا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ انہوں نے خوش دلی سے یہ فیصلہ کیا ہے اور اس کی اجازت دی۔

Marfat.com

وفد کا معنیٰ' طائف کی طرف واپسی کی تاریخ' عریف کا معنیٰ' عوض دینے کے لیے مجہول مدت مقرر کرنے کا جواز اور وکیل کے اقرار کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں وفد ہوازن کا ذکر ہے۔ وفد ان چند لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں جو کسی شہر میں جا کر وہاں کے امراء سے ملاقات کا قصد کرتے ہیں۔

اس میں ذکر ہے: جب رسول اللہ ﷺ طائف سے لوٹے۔ نبی ﷺ نے جب بیس رمضان آٹھ ہجری کو مکہ فتح کر لیا تو پھر پانچ شوال کو آپ ہوازن کے خلاف جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوئے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے اوپر فتح عطا فرمائی اور یہی غزوۂ حنین تھا' حنین سے فارغ ہو کر آپ طائف کے لیے روانہ ہوئے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیس راتوں تک اہل طائف کا محاصرہ کیا' پھر آپ وہاں سے واپس آ گئے کیونکہ طائف کی فتح اگلے سال تک مؤخر ہو گئی تھی' طائف سے واپسی پر آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ جعرانہ میں قیام کیا اور آپ نے دس راتیں اور چند دن تک ہوازن کے وفد کا انتظار کیا۔ اس حدیث کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ غزوۂ حنین میں آئے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: تم واپس جاؤ اور اپنے عرفاء کو بھیجو' عرفاء' عریف کی جمع ہے' عریف اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی قوم کے احوال کو جاننے والا ہو' اس کو نقیب بھی کہتے ہیں اور یہ رئیس سے کم درجہ کا ہوتا ہے' التلویح میں مذکور ہے کہ جو شخص کسی قبیلہ یا محلہ کا منتظم ہو اس کو عریف کہتے ہیں۔

اس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم میں سے جو شخص ہوازن کے قیدیوں کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہو تو وہ ان کو اب آزاد کر دے' اس کے عوض اللہ تعالیٰ ہم کو جو پہلا مالِ غنیمت عطا فرمائے گا' ہم ان کو اس میں سے دے دیں گے' آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ کسی چیز کا عوض دینے کے لیے مجہول مدت کو مقرر کرنا بھی جائز ہے' کیونکہ یہ معلوم اور معین نہیں تھا کہ پہلا مالِ غنیمت کب حاصل ہوگا۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب اہل حرب پر فتح پا کر ان کے اموال کو مالِ غنیمت بنا لیا جائے اور لڑنے والوں کو لونڈیاں اور غلام بنا لیا جائے' پھر وہ اہل حرب مسلمان ہو جائیں اور اپنے اموال کو اور اپنے ان اصحاب کو طلب کریں جن کو قیدی بنایا جا چکا ہے اور مسلمانوں کا سربراہ ان کے قیدیوں کو واپس کرنے میں مصلحت سمجھے تو وہ ان کے قیدیوں کو آزاد کر کے واپس کر سکتا ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہوازن کے قیدیوں کو آزاد کر کے واپس کر دیا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام نے لونڈیوں اور غلاموں کے چلن کو ختم کیا ہے اور یہ کہ جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ ان پر احسان کر کے آزاد کرنا جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ہوازن کے جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ آزاد کر دیا تھا۔

اس حدیث میں عرفاء بنانے کا جواز ہے اور یہ کہ عرفاء وکیلوں کے قائم مقام ہوتے ہیں اور وکیل کا کسی چیز کے لیے اقرار کرنا اس کے مؤکل کے اقرار کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم اپنے عرفاء سے مشورہ کر لو کہ آیا وہ ہوازن کے قیدیوں کو خوش دلی سے آزاد کر رہے ہیں یا نہیں؟ اور انہوں نے جب مشورہ کے بعد بتایا کہ انہوں نے خوش دلی سے ہوازن کے قیدی آپ کو دے دیئے ہیں تا کہ آپ ان کو آزاد کر دیں تو آپ نے اپنے فیصلہ کو نافذ فرما دیا۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ حاکم کے سامنے وکیل کا اقرار کرنا جائز ہے اور دوسروں کے سامنے جائز نہیں ہے' امام مالک نے کہا

Marfat.com

ہے کہ جب تک مؤکل وکیل کو اقرار یا انکار کا اختیار نہ دے‘ اس وقت تک وکیل کا مؤکل کے حق میں اقرار یا انکار جائز نہیں ہے‘ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ وکیل کا اپنے مؤکل کے حق میں اقرار قابلِ قبول نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۹۵۔ ۱۹۴‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

٨ - بَابٌ اِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ رَّجُلًا اَنْ يُّعْطِيَ شَيْئًا، وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِي فَاَعْطٰى عَلٰى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ

جب ایک شخص کو کچھ دینے کے لیے وکیل بنایا اور یہ نہیں بتایا کہ کتنا دے‘ اس صورت میں وکیل کا لوگوں کے عرف کے مطابق دینا جائز ہے

٢٣٠٩ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ وَّغَيْرِهِ، يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ، وَلَمْ يُبَلِّغْهُ كُلُّهُمْ، رَجُلٌ وَّاحِدٌ مِّنْهُمْ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلٰى جَمَلٍ ثَفَالٍ، اِنَّمَا هُوَ فِي اٰخِرِ الْقَوْمِ، فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ مَنْ هٰذَا ؟ قُلْتُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ مَا لَكَ؟ قُلْتُ اِنِّي عَلٰى جَمَلٍ ثَفَالٍ، قَالَ اَمَعَكَ قَضِيبٌ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ اَعْطِنِيهِ. فَاَعْطَيْتُهُ فَضَرَبَهُ فَزَجَرَهُ، فَكَانَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ مِنْ اَوَّلِ الْقَوْمِ، قَالَ بِعْنِيهِ. فَقُلْتُ بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ بَلْ بِعْنِيهِ، قَدْ اَخَذْتُهُ بِاَرْبَعَةِ دَنَانِيرَ، وَلَكَ ظَهْرُهُ اِلَى الْمَدِينَةِ. فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ اَخَذْتُ اَرْتَحِلُ، قَالَ اَيْنَ تُرِيدُ؟ قُلْتُ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً قَدْ خَلَا مِنْهَا زَوْجُهَا، قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟ قُلْتُ اِنَّ اَبِي تُوُفِّيَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ، فَاَرَدْتُ اَنْ اَنْكِحَ امْرَاَةً قَدْ جَرَّبَتْ، خَلَا مِنْهَا، قَالَ فَذٰلِكَ. فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ يَا بِلَالُ، اقْضِهِ وَزِدْهُ. فَاَعْطَاهُ اَرْبَعَةَ دَنَانِيرَ وَزَادَهُ قِيرَاطًا، قَالَ جَابِرٌ لَا تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمْ يَكُنِ الْقِيرَاطُ يُفَارِقُ جِرَابَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح وغیرہ اور ان میں سے بعض نے بعض کی روایت پر اضافہ کیا ہے‘ تمام راویوں نے اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ تک نہیں پہنچایا‘ ان میں سے ایک شخص نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی کہ انہوں نے بتایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا‘ میں بہت سست رفتار اونٹ پر سوار تھا‘ وہ سب لوگوں کے آخر میں تھا‘ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے‘ آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: جابر بن عبد اللہ‘ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: میں سست رفتار اونٹ پر سوار ہوں‘ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس درخت کی کوئی شاخ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: وہ مجھے دو‘ پس میں نے آپ کو وہ شاخ دی‘ آپ نے اس اونٹ کو ڈانٹ کر وہ شاخ ماری‘ پھر وہ اونٹ اس جگہ سے چل کر سب سے آگے نکل گیا‘ آپ نے فرمایا: یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو‘ میں نے کہا: یارسول اللہ! بلکہ وہ آپ ہی کا ہے‘ آپ نے فرمایا: مجھ کو یہ فروخت کر دو‘ میں نے تم سے یہ اونٹ چار دینار کے عوض لے لیا اور تم مدینہ تک اس پر سواری کر سکتے ہو‘ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو میں جانے لگا‘ آپ نے پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: میں نے ایک ایسی عورت سے شادی کی ہے جس کا شوہر فوت ہو چکا ہے‘ آپ نے فرمایا: تم نے کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی! تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی‘ میں نے عرض کیا: میرے والد فوت ہو چکے ہیں اور انہوں نے چند بیٹیاں چھوڑی ہیں تو میں نے ارادہ کیا کہ میں کسی ایسی خاتون سے شادی کروں جو تجربہ

Marfat.com

کار ہو اور اس کا شوہر فوت ہو چکا ہو' آپ نے فرمایا: پھر ٹھیک ہے' جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ نے فرمایا: اے بلال! اس کو قیمت دے دو اور کچھ زیادہ دینا' تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر کو چار دینار دیئے اور ایک قیراط زیادہ دیا' حضرت جابر نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیا ہوا وہ زائد انعام کبھی خود سے جدا نہیں کرتا' پھر وہ قیراط حضرت جابر بن عبد اللہ کی ہتھیلی سے کبھی جدا نہیں ہوا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال کو حضرت جابر کے اونٹ کا معاوضہ دینے کے لیے وکیل بنایا اور انہیں فرمایا کہ کچھ زیادہ دینا' اور زیادہ دینے کی مقدار نہیں بتائی اور انہوں نے عرف کے مطابق ایک قیراط زیادہ دے دیا۔

۹ - بَابُ وَكَالَةِ الْاِمْرَاَةِ الْاِمَامَ فِي النِّكَاحِ

کسی عورت کا نکاح میں امام کو وکیل بنانا

۲۳۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ قَدْ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَّفْسِيْ. فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيْهَا' قَالَ قَدْ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. [اطراف الحدیث: ۵۰۲۹_۵۰۳۰_۵۰۸۷_۵۱۲۱_۵۱۲۶_۵۱۳۲_۵۱۳۵_۵۱۴۱_۵۱۴۹_۵۱۵۰_۵۸۷۱_۷۴۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا' ایک مرد نے کہا: اس عورت کا میرے ساتھ نکاح فرما دیں' آپ نے فرمایا: تم کو جو قرآن یاد ہے ہم نے اس کے سبب سے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۴۲۵' الرقم المسلسل: ۳۴۷۶' سنن ترمذی: ۱۱۱۴' سنن نسائی: ۳۳۳۶' سنن ابوداود: ۲۱۱۱' شرح مشکل الآثار: ۴۷۴۲' صحیح ابن حبان: ۴۰۹۳' سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۴۴' شرح السنۃ: ۲۳۰۲' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۵۰۔ ج ۳۷ ص ۴۹۸' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کر دیا تو گویا اس نے اپنے عقد نکاح کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا وکیل بنا دیا۔

حدیث مذکور کی مفصل روایت

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت آ کر عرض کرنے لگی: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس حاضر ہوئی ہوں اور میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر اٹھا کر اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر جھکا لیا' جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی' پھر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو آپ اس سے میرا نکاح کر دیں' آپ نے فرمایا: تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے' آپ نے فرمایا: تم گھر جاؤ! شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے' وہ گھر گئے اور واپس آ گئے اور آ کر کہا: اللہ کی قسم! مجھے کوئی چیز نہیں

Marfat.com

ملی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ! تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو وہ گئے اور پھر واپس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی لیکن میرے پاس صرف میرا یہ تہبند ہے اس کا آدھا حصہ میں اس عورت کو دے دوں گا۔ راوی سہیل کہتے ہیں کہ ان کے اوپر کوئی چادر نہیں تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے تہبند کا کیا کرے گی! اگر تم نے اس کو پہن لیا تو اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا اور اگر اس کو یہ پہن لے گی تو تمہارے پاس کچھ نہیں رہے گا' پھر وہ مجبوراً بیٹھ گئے' حتیٰ کہ جب ان کو بیٹھے بیٹھے بہت دیر ہوگئی تو پھر وہ کھڑے ہو گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا وہ پیٹھ موڑ کر جا رہے تھے' پھر آپ نے ان کو بلانے کا حکم دیا' جب وہ آئے تو آپ نے پوچھا: تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں اور وہ سورتیں گن کر بتائیں' آپ نے پوچھا: تم یہ سورتیں زبانی پڑھ سکتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ! تم کو جو قرآن مجید یاد ہے اس کے سبب سے میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۲۵' الرقم المسلسل: ۳۳۷۶)

دوسری روایت میں ہے: پھر انہوں نے اس عورت کو قرآن مجید کی تعلیم دی۔ (صحیح مسلم: ۱۴۲۵' الرقم المسلسل: ۳۳۷۷)

ابوسلمہ بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو کتنا مہر دیا تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ کی ازواج کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا اور یہ پانچ سو درہم ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج کا مہر تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۲۶' الرقم المسلسل: ۳۳۷۸' سنن ابوداؤد: ۲۱۰۵' سنن نسائی: ۳۳۴۴' سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۶)

اس روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا مہر تو چار ہزار درہم تھا؟ علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ زائد مقدار نجاشی نے اپنی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے پیش نظر دی تھی۔

امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد کی حدیث بہت اختصار سے روایت کی ہے' لیکن چونکہ اس سے بہت مسائل نکلتے ہیں' اس لیے ہم نے اس کی مفصل حدیث ذکر کی اور مذکور الصدر حدیث کو قارئین کے استفادہ کے لیے ذکر کر دیا ہے۔

آج کل (23-02-2008) ایک درہم 90 روپے کا ہے' اس حساب سے ازواجِ مطہرات کا مہر 45,000 روپے ہوا۔

حدیث مذکورہ سے اٹھارہ فقہی مسائل کا استخراج اور استنباط

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسب ذیل مسائل پر مشتمل ہے:

(۱) یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ کوئی عورت اپنا نفس آپ کو ہبہ کر سکتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ. (الاحزاب: ۵۰)

اور وہ مؤمنہ عورت بھی (آپ کے لیے حلال ہے) جس نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا' اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں' یہ حکم صرف آپ کے لیے مخصوص ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

(۲) جو عورت اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دے' آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ بغیر مہر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیں اور یہ بھی آپ کے خصائص میں سے ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ لفظ ہبہ سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے' اگر اس نے مہر مقرر کیا تو وہ اس کو لازم ہوگا اور اگر مہر مقرر نہیں کیا تو مہر مثل لازم ہوگا۔

Marfat.com

(۴) عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی نیک مسلمان کے ساتھ نکاح کے لیے خود کو پیش کرے۔

(۵) اگر کسی شخص کو کسی پیش کش کی ضرورت نہ ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ خاموش رہے اور فوراً منع کر کے اس کو شرمندہ نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس سے نکاح کی ضرورت نہیں تھی لیکن آپ نے اس کو فوراً منع نہیں فرمایا۔

(۶) جس عورت نے اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہبہ کر دیا ہو' اس کو نکاح کا پیغام دینا جائز ہے' جیسے اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا: آپ اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیں۔

(۷) امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ فقط ایجاب سے بھی نکاح ہو جاتا ہے خواہ دوسرا فریق قبول نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: ہم نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کر دیا اور اس عورت کے قبول کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

(۸) ولی اور حاکم کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی عورت کا تنگ دست شخص سے نکاح کر دے بہ شرطیکہ وہ راضی ہو۔

(۹) اگر کسی تنگ دست کو نکاح کی حاجت ہو تو وہ نکاح کر سکتا ہے' کیونکہ اس شخص نے کہا تھا: میرے پاس صرف ایک تہبند ہے۔

(۱۰) نکاح میں مہر کا معین کرنا مستحب ہے کیونکہ اس سے نزاع منقطع ہوتا ہے اور عورت کو زیادہ نفع ہوتا ہے' اس کو اگر دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی تو اس کے لیے نصف مہر واجب ہوگا اور اگر پہلے مہر مُعین نہیں کیا گیا تو اس صورت میں اس کو صرف کپڑوں کا جوڑا ملے گا۔

(۱۱) جب اس شخص نے کہا: میرے پاس تو صرف ایک تہبند ہے' تو آپ نے فرمایا: اگر تم نے وہ تہبند اس کو دے دیا تو تم برہنہ رہو گے' اس میں امام شافعی کے اس قول کی دلیل ہے کہ عورت دخول سے پہلے مکمل مہر کی مستحق ہوتی ہے اور ہمارا اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ عورت دخول سے پہلے نصف مہر کی مستحق ہوتی ہے۔

(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا: جاؤ! کچھ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو' اس میں امام شافعی کے اس قول کی دلیل ہے کہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اور جو چیز اجرت یا ثمن بن سکتی ہے وہ مہر بن سکتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مہر کی کم سے کم مقدار معین ہے اور وہ دس درہم (آج کل کے مطابق 900 روپے) ہیں' ہماری دلیل یہ صریح حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور دس درہم سے کم مہر مقرر نہ کیا جائے۔

(سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۴۷-۲۴۶' سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۴۱-۲۴۰)

اور آپ نے اس شخص کو انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم اس کی تالیف قلب کے لیے دیا تھا۔

(۱۳) امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرآن مجید کی ایک سورت کے عوض اس کا نکاح کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کو بھی مہر بنایا جا سکتا ہے' ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں "باء" عوض کی نہیں ہے بلکہ سببیت کی ہے یعنی چونکہ تم کو قرآن مجید یاد ہے اور تم مسلمان ہو' اس لیے ہم نے تمہارا اس عورت سے نکاح کر دیا اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ نکاح کے جواز کی شرط صرف اسلام ہے اور مال' نسب اور حرفت میں کفو اور مساوات نکاح کے جواز کی شرط نہیں ہے۔

(۱۴) اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ نکاح کی ولایت امام اور سربراہِ ملک کو حاصل ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم کو جو قرآن یاد ہے' اس کی وجہ سے ہم نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا۔

(۱۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا: جاؤ! کچھ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو' اس سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے' ہماری دلیل یہ صریح حدیث ہے:

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ مجھے تم سے بتوں کی بدبو آ رہی ہے؟ اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی' وہ دوبارہ آیا تو اس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تمہارے اوپر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں' اس نے وہ انگوٹھی بھی پھینک دی' پھر پوچھا: یارسول اللہ! میں کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ آپ نے فرمایا: چاندی کی اور وہ پورے ایک مثقال (ساڑھے چار ماشہ) کی نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۲۲۳' سنن ترمذی: ۱۷۸۵' سنن نسائی: ۵۲۱۰)

(۱۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کا جس مرد سے نکاح کر دیں اس کو انکار کا حق نہیں ہے خواہ وہ مال دار ہو یا فقیر' معزز ہو یا گھٹیا' تندرست ہو یا بیمار' کفو ہو یا غیر کفو۔

(۱۷) نکاح سے پہلے مرد عورت کو دیکھ سکتا ہے اور اس کے محاسن میں تدبر کر سکتا ہے کیونکہ آپ نے اس عورت کی طرف دیکھا اور پھر نظر جھکا لی۔

(۱۸) اس حدیث میں تعلیم قرآن کی اجرت کا جواز ہے کیونکہ امام شافعی کے قول کے مطابق تعلیم قرآن کو اس کا مہر بنایا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۳۸۳۔ ج ۳ ص ۸۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کرنے والی عورت کی تعیین (۲) تعلیم قرآن کے مہر ہونے کا حکم (۳) تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا حکم۔

١٠ - بَابُ إِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ رَّجُلًا، فَتَرَكَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَأَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ، وَإِنْ أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى جَازَ

جب کسی شخص نے ایک آدمی کو وکیل بنایا' پھر اس وکیل نے کوئی چیز (اپنے اجتہاد) سے چھوڑ دی اور مؤکل نے اس چھوڑنے کو جائز قرار دے دیا' اسی طرح اگر وکیل نے مدتِ معینہ کے لیے قرض دیا تو وہ بھی جائز ہے

٢٣١١ - وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَكَّلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكُوةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِي آتٍ، فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ إِنِّي مُحْتَاجٌ وَّعَلَيَّ عِيَالٌ وَّلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ، قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم ابو عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکوٰۃ رمضان (صدقۂ فطر) کی حفاظت کرنے کا وکیل بنایا' پس میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس طعام میں سے لپ بھر کر جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں تم کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا' اس نے کہا: میں ضرورت مند ہوں اور مجھ پر بال بچوں کی ذمہ داری ہے اور مجھے سخت ضرورت ہے تو میں نے اس کو چھوڑ دیا' جب صبح

Marfat.com

اللّٰهِ! شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ. فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَعُوْدُ. فَرَصَدْتُهُ فَجَاءَ يَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِيْ فَإِنِّيْ مُحْتَاجٌ وَّعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُوْدُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ؟ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَّعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ فَجَاءَ يَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِيْ أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا قُلْتُ مَا هُنَّ؟ قَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ ﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (البقرہ:٢٥٥) حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللّٰهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ مَا هِيَ؟ قُلْتُ قَالَ لِيْ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ ﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾. وَقَالَ لِيْ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ وَكَانُوْا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ.

ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! گزشتہ رات تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے بہت سخت ضرورت اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا' سو مجھے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے یقین تھا کہ وہ پھر آئے گا تو میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا' وہ پھر آ کر طعام کا لپ بھر کر جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے کہا: میں تجھ کو ضرور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا' اس نے کہا: مجھے چھوڑ دیجئے کیونکہ میں ضرورت مند ہوں اور مجھ پر بال بچوں کا بوجھ ہے' میں پھر نہیں آؤں گا' سو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' جب صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے مجھ سے بہت سخت ضرورت کی اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' آپ نے فرمایا: لیکن اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا' پس میں تیسری مرتبہ اس کی گھات میں بیٹھ گیا' سو وہ آیا اور طعام سے لپ بھر کر جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا' پس کہا: میں تجھ کو ضرور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا اور یہ تین بار میں سے آخری بار ہے' تو ہر مرتبہ کہتا ہے کہ میں پھر نہیں آؤں گا اور تو پھر آ جاتا ہے' اس نے کہا: آپ مجھے چھوڑ دیں! میں آپ کو چند ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تعالیٰ آپ کو نفع دے گا' میں نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ اس نے کہا: جب آپ بستر پر جائیں تو آیت الکرسی پڑھیں: "اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم" (الآیۃ) (البقرہ: ٢٥٥) حتیٰ کہ پوری آیت پڑھیں' تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی حفاظت کرتا رہے گا' اور شیطان آپ کے قریب نہیں آئے گا حتیٰ کہ صبح ہو جائے' پھر میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا' جب صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گزشتہ شب تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے کہا: میں تم کو چند ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تمہیں نفع دے گا تو میں نے اس کا

[اطراف الحدیث: ۳۲۷۵-۵۰۱۰]

راستہ چھوڑ دیا۔ آپ نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ میں نے بتایا: اس نے مجھ سے کہا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو اوّل سے آخر تک آیۃ الکرسی پڑھو حتیٰ کہ تم اس کو ختم کر لو: ''اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم'' (الآیۃ) (البقرہ: ۲۵۵) اور اس نے مجھ سے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب نہیں آسکے گا' اور صحابہ نیکی پر سب سے زیادہ حریص تھے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: بہرحال ہے تو وہ جھوٹا' لیکن یہ بات اس نے سچ کہی ہے' کیا تم جانتے ہو؟ اے ابوہریرہ! کہ ان تین راتوں میں کون تم سے باتیں کرتا رہا؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: وہ شیطان تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عثمان بن الہیثم' ان کی کنیت ابوعمرو ہے' یہ مؤذن بصری ہیں' یہ ۲۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عوف اعرابی (۳) محمد بن سیرین (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰۴)

علامہ مہلب اور علامہ ابن بطال کا امام بخاری کے عنوان پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کے عنوان میں امام بخاری نے لکھا ہے: پھر اس وکیل نے کوئی چیز (اپنے اجتہاد سے) چھوڑ دی۔

اس سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اس شخص کو چھوڑ دیا جو طعام سے لپ بھر کر لے گیا تھا' جب اس نے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی تھی' پھر انہوں نے نبی ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ نے حضرت ابوہریرہ کے اس فعل کو برقرار رکھا اور اس کا رد نہیں فرمایا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کی حفاظت کا وکیل بنایا گیا یا اس کو کسی مال کا امین بنایا گیا اور اس نے اس میں سے کوئی چیز کسی کو دے دی خواہ نیک کام کے لیے دی ہو تو یہ جائز نہیں ہے' اور حضرت ابوہریرہ کا یہ فعل اس لیے جائز ہوا کہ نبی ﷺ نے ان کے اس فعل پر رد نہیں فرمایا' کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت ابوہریرہ کو کسی چیز کے دینے کا وکیل نہیں بنایا تھا اور نہ ان کے لیے یہ مباح کیا تھا کہ اگر کوئی شخص ان سے کچھ لوٹ کر لے جائے تو وہ اس کو لوٹنے دیں' ان کو تو صرف صدقۃ الفطر کے مال کی حفاظت کا وکیل بنایا تھا۔

اور اس تاویل کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ جس شخص کو کسی مال کا امین بنایا جائے' اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس میں سے کسی چیز کو تلف کر دے اور اگر وہ اس میں سے کسی چیز کو تلف کرے گا تو وہ اس کا ضامن ہوگا' مگر یہ کہ اس مال کا مالک اس کو اجازت دے دے اور چونکہ اس کے جواز کا تعلق مال کے مالک کی اجازت کے ساتھ ہے تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اگر مال کے مالک نے اس کی

Marfat.com

اجازت نہیں دی تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا اور میرے علم میں فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اس لیے امام بخاری کا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ جس شخص کو کسی مال کی حفاظت کا وکیل بنایا گیا ہو' اس کے لیے کسی مال لوٹنے والے کو چھوڑنا جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب اور علامہ ابن بطال کا امام بخاری پر یہ رد کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ امام بخاری نے مطلقاً یہ نہیں کہا کہ وکیل کے لیے نقصان کرنے والے کو چھوڑنا جائز ہے بلکہ انہوں نے اس کو اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ مؤکل نے اس چھوڑنے کو جائز قرار دے دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس چھوڑنے کا جواز مؤکل کی اجازت پر موقوف ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

رہا امام بخاری کا یہ کہنا کہ اگر وکیل نے کسی کو مدتِ معینہ کے لیے قرض دیا تو یہ بھی جائز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میرے علم میں فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی امانت رکھی ہوئی ہو یا اس کے پاس کسی کا مال حفاظت کے لیے رکھا ہوا ہو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مال میں سے کسی کو قرض دے' نہ فی الحال اور نہ مدتِ معینہ کے لیے' لیکن اگر اس نے ایسا کر لیا تو اس مال کے مالک کے لیے اختیار ہوگا خواہ وہ اس کے فعل کو برقرار رکھے خواہ امانت رکھنے والے سے اس مال کو وصول کرے اور خواہ مقروض سے خود وصول کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کا مطلقاً یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ وکیل کے لیے مؤکل کے مال سے کسی کو قرض دینا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے جب عنوان کے پہلے جزء میں وکیل کے تصرف کے جواز کو مؤکل کی اجازت کے ساتھ مقید کر دیا ہے تو وہ قید عنوان کے دوسرے جزء میں بھی ملحوظ ہے' اس لیے علامہ ابن بطال اور علامہ مہلب کا یہ دوسرا اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔

بھوک کی وجہ سے چوری پر ہاتھ کاٹنا' حضرت ابوہریرہ کے شیطان کو دیکھنے کی توجیہ اور دیگر دس مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل نکالے ہیں:

(۱) اگر کوئی شخص بھوک کی وجہ سے چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' اور قاضی تک یہ معاملہ پہنچنے سے پہلے اس کو معاف کرنا جائز ہے۔

(۲) شیطان نے بتایا کہ رات کو آیۃ الکرسی پڑھ کر سونے سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو نفع بخش چیز کا علم ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی جھوٹا' سچی بات بھی بتاتا ہے۔

(۳) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ کل پھر آئے گا' اور ایسا ہی ہوا۔

(۴) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیطان کو دیکھا اور اس سے بات کی اور اس کو پکڑا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں تو یہ مذکور ہے کہ انسان شیطان کو نہیں دیکھ سکتا۔

اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ بے شک وہ (شیطان) اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں (الاعراف: ۲۷) سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان' شیطان کو اس کی صورتِ اصلیہ میں نہیں دیکھ سکتا' جب کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اس

وقت دیکھا تھا جب وہ انسان کی شکل میں چوری کے لیے آیا تھا۔

(۵) جب تیسری بار شیطان نے چوری کی اور اس کا عذر پیش کیا تو حضرت ابوہریرہ نے اس کا عذر قبول نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی جرم کا عذر صرف دو بار قبول کیا جا سکتا ہے۔

(۶) اس حدیث میں آیۃ الکرسی کی فضیلت ہے اور یہ بیان ہے کہ جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ کر سوئے' اس کو شیطان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنات چوری کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور دھوکا دیتے ہیں۔

(۸) اس سے معلوم ہوا کہ صدقۂ فطر کو عید کی رات سے پہلے جمع کرنا جائز ہے اور اس کی حفاظت کے لیے کسی کو مقرر کرنا جائز ہے۔

(۹) اس سے معلوم ہوا کہ شیطان اور بدکار سے بھی علم حاصل کرنا جائز ہے' جیسے حضرت ابوہریرہ کو آیۃ الکرسی کی فضیلت کا شیطان سے علم حاصل ہوا۔

(۱۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چور کا عذر بھی قبول کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱ - بَابٌ إِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَاسِدًا، فَبَيْعُهُ مَرْدُودٌ

جب وکیل کسی چیز کو بیع فاسد کے ساتھ خریدے تو اس کی بیع مردود ہے

۲۳۱۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ، عَنْ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ هٰذَا؟ قَالَ بِلَالٌ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ أَوَّهْ أَوَّهْ! عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا! لَا تَفْعَلْ، وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سلام ہیں از یحییٰ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عقبہ بن عبد الغافر سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بتایا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس برنی کھجور لے کر آئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے بلال! یہ کھجوریں کہاں سے لائے ہو؟ تو حضرت بلال نے کہا: ہمارے پاس ردی کھجوریں تھیں تو میں نے ان میں سے دو صاع کھجوروں کے عوض یہ ایک صاع کھجوریں خرید لیں تاکہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلائیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمایا: ''اوّہ' اوّہ'' (چچ چچ' اظہارِ افسوس کا کلمہ) یہ تو خالص سود ہے' خالص سود ہے' یہ نہ کرو' لیکن جب تم خریدنا چاہو تو (اپنی) کھجوروں کو فروخت کر دو اور اس کے عوض دوسری کھجوریں خرید لو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۲۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهِ، وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيقًا لَهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوفِ

وقف کے مال میں وکالت' وکیل کا خرچ' وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا اور خود بھی عرف کے موافق کھانا

یعنی ضرورت کے وقت وکیل کا وقف کے مال سے خود کھانا اور اپنے دوست کو کھلانا جائز ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ. (النساء:٦) اور جو شخص ضرورت مند ہو وہ عُرف اور دستور کے موافق کھا لے۔

٢٣١٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ فِيْ صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ اَنْ يَّاْكُلَ وَيُؤْكِلَ صَدِيْقًا غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِيْ صَدَقَةَ عُمَرَ يُهْدِيْ لِلنَّاسِ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ. [اطراف الحدیث:٢٧٣٧-٢٧٦٤-٢٧٧٢-٢٧٧٣-٢٧٧٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے مال کے متعلق فرمایا کہ ولی اگر صدقہ کے مال سے خود کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ اس سے مال جمع کرنا نہ چاہتا ہو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر کے صدقات کے منتظم اور متولی تھے تو اہل مکہ میں سے جو مہمان ان کے پاس آتے وہ ان کو (اس مال سے) کھلاتے تھے۔

(صحیح مسلم:١٦٣٢ الرقم المسلسل:٤١١٥ سنن ابوداؤد:٢٨٧٨ سنن ترمذی:١٣٧٥ سنن نسائی:٣٥٩٩ سنن ابن ماجہ:٢٣٩٦ مصنف ابن ابی شیبہ ج٦ ص٢٥٢ سنن کبریٰ:٦٤٢٨-٦٤٢٧ صحیح ابن حبان:٤٩٠١ سنن بیہقی ج٦ ص١٥٩-١٥٨ شعب الایمان:٣٤٤٦ شرح السنۃ:٢١٩٥ مسند احمد ج٢ ص١٣ طبع قدیم مسند احمد:٤٦٠٨-ج٨ ص٢١٧ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے عنوان میں چار چیزوں کا ذکر ہے:(١) وقف کے مال میں وکالت (٢) وکیل کا خرچ (٣) وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا (٤) وکیل کا خود بھی عرف کے موافق کھانا اور ان چاروں چیزوں کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام مسلم کی روایت میں اس کی زیادہ تفصیل ہے وہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی تو وہ اس کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے خیبر میں زمین ملی ہے اور میرے نزدیک اس سے اچھی زمین مجھے کبھی نہیں ملی پس آپ اس کے متعلق مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین کو اپنے پاس رکھو اور اس کی پیداوار کو صدقہ کر دو پھر حضرت عمر نے اس کا اس طرح صدقہ کیا کہ اس کی اصل زمین کو نہ فروخت کیا جائے گا نہ اس کو وراثت میں دیا جائے گا اور نہ ہبہ کیا جائے گا پھر حضرت عمر نے اس کو فقراء میں اور قرابت داروں اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے اور مسافروں کے لیے اور مہمانوں کے لیے وقف کر دیا اور جو شخص اس کا منتظم اور متولی ہو وہ اگر عرف اور رواج کے مطابق اس میں سے خود کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ وہ اس سے مال نہ بنائے۔ (صحیح مسلم:١٦٣٣-٤١١٥)

وقف کے مال سے خود کھانے اور کھلانے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے یہ اصول قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط کیا ہے:

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ. (النساء:٦) اور جو شخص ضرورت مند ہو وہ عرف اور دستور کے موافق کھا لے۔

اور عرف یہ ہے کہ کوئی شخص وقف کی آمدنی سے اپنی جائیداد نہ بنائے اور ضرورت کے وقت اس میں سے کھانا جائز ہے اور وقف

کا قاعدہ یہ ہے کہ اس کا منتظم حسب ضرورت اس سے خود کھائے اور کھلائے اور یہ امانت کے مال کی طرح نہیں ہے کیونکہ امانت میں سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر کھانا جائز نہیں ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳ - بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْحُدُوْدِ

حدود میں وکیل بنانا

۲۳۱۴، ۲۳۱۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلٰى امْرَأَةِ هٰذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ از حضرت زید بن خالد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے اُنیس! فلاں عورت کی طرف صبح جاؤ اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کردو۔

[اطراف الحدیث (۲۳۱۴): ۲۶۴۹ـ ۲۶۹۶ـ ۲۷۲۵ـ ۶۶۳۳ـ ۶۸۲۸ـ ۶۸۳۱ـ ۶۸۳۶ـ ۶۸۴۳ـ ۶۸۶۰ـ ۷۱۹۴ـ ۷۲۵۹ـ ۷۲۹۶]

[اطراف الحدیث (۲۳۱۵): ۲۶۹۵ـ ۲۷۲۴ـ ۶۶۳۳ـ ۶۸۲۷ـ ۶۸۳۳ـ ۶۸۳۵ـ ۶۸۴۲ـ ۶۸۵۹ـ ۷۱۹۳ـ ۷۲۵۸ـ ۷۲۶۰ـ ۷۲۷۸] (سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵ سنن ترمذی: ۱۴۳۳ سنن نسائی: ۵۴۲۵ سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انیس کو یہ حکم دیا کہ اگر وہ عورت اعتراف کرلے تو اس کو رجم کردو اور یہ حکم دینا ان کو وکیل بنانے کے مترادف ہے۔

حدود میں وکیل بنانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک حدود اور قصاص میں وکیل بنانا جائز نہیں ہے اور جب تک مدعی حاضر نہ ہو اس وقت تک حد اور قصاص کو جاری کرنا جائز نہیں ہے امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن ابی لیلیٰ اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ حدود قصاص اور دیون (قرضہ جات) میں کوئی فرق نہیں ہے مگر یہ کہ اس کا صاحب یہ کہے کہ اس نے قصاص کو معاف کردیا ہے۔

۲۳۱۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ جِيءَ بِالنُّعَيْمَانِ، أَوِ ابْنِ النُّعَيْمَانِ، شَارِبًا، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوْا قَالَ فَكُنْتُ أَنَا فِيْمَنْ ضَرَبَهُ، فَضَرَبْنَاهُ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ.

[اطراف الحدیث: ۶۷۷۴ـ ۶۷۷۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب الثقفی نے خبر دی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نعیمان یا ابن النعیمان کو اس کیفیت میں لایا گیا کہ انہوں نے شراب پی ہوئی تھی تو جو لوگ گھر میں تھے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو ماریں، میں بھی ان میں شامل تھا جنہوں نے ان کو مارا تھا پس ہم نے ان کو جوتیوں اور درخت کی شاخوں سے مارا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

شرابی کی حد کا بیان

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام جرائم میں سب سے کم حد شراب کی سزا ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ شراب کی حد کا معاملہ عورت کے زنا کی حد کی طرح نہیں ہے' جس میں وضع حمل کا انتظار کیا جاتا ہے' سو اس میں نشہ اُترنے کا انتظار نہیں کیا جاتا' اور اس میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب پینے والے کو جوتوں اور درخت کی شاخوں سے مارا جاتا تھا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی سزا اسی (۸۰) کوڑے مقرر کر دی اور اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۱۴)

١٤ - بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدِهَا

اونٹوں کا کسی کو وکیل بنانا اور ان کی حفاظت کرنا

٢٣١٧ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهُ حَتّٰى نُحِرَ الْهَدْيُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر ابن حزم از عمرہ بنت عبد الرحمان' انہوں نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے ہار میں نے اپنے ہاتھ سے بنائے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے ان ہاروں کو (اونٹوں کے گلے میں) ڈالا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹوں کو میرے والد رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ان چیزوں میں سے کوئی چیز حرام نہیں کی گئی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دی تھی حتیٰ کہ قربانی کے اونٹ کو نحر کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قربانی کے اونٹوں کا وکیل بنانے کا ذکر ہے۔

١٥ - بَابٌ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِوَكِيْلِهِ ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ وَقَالَ الْوَكِيْلُ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ

جب کسی شخص نے اپنے وکیل سے یہ کہا کہ آپ اس کو جہاں مناسب سمجھیں وہاں خرچ کر دیں اور وکیل نے کہا: تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے سن لیا

٢٣١٨ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا، وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ، فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران: ۹۲). قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے امام مالک پر قراءت کی از اسحاق بن عبد اللہ' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے انصار میں سب سے زیادہ مال دار تھے' اور ان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ تھا' اور یہ مسجد کے سامنے تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے اور جب آیت نازل ہوئی: تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے حتیٰ کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن

Marfat.com

إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُولُ فِي كِتَابِهِ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲). وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بِيرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَيْثُ شِئْتَ، فَقَالَ بَخٍ، ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ، قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيهَا، وَأَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ. قَالَ أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ. تَابَعَهُ إِسْمَاعِيلُ، عَنْ مَالِكٍ، وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ مَالِكٍ رَابِحٌ.

کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران: ۹۲) تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہوئے، پس کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: تم ہرگز نیکی کو نہیں پاسکتے حتیٰ کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران: ۹۲) اور بے شک میرے نزدیک سب سے پسندیدہ مال بیرحاء ہے، اور بے شک یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے، میں اس کی نیکی اور اس کے ذخیرہ کو اللہ کے پاس ہونے کی امید رکھتا ہوں، تو یارسول اللہ! آپ اس کو جہاں چاہیں خرچ کر دیں، پس آپ نے فرمایا: چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے، میں نے سن لیا کہ تم نے اس کے متعلق کیا کہا ہے اور میری رائے ہے کہ تم یہ مال اپنے قرابت داروں کو دے دو، حضرت ابوطلحہ نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا، پھر حضرت ابوطلحہ نے اس باغ کو اپنے رشتہ داروں میں اور چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ یحییٰ بن یحییٰ کی متابعت اسماعیل نے کی ہے از امام مالک، اور روح بن عبادہ نے کہا از مالک: یہاں ''رابح'' کا لفظ ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باغ بیرحاء کی تقسیم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وکیل بنایا تھا۔

١٦ - بَابُ وَكَالَةِ الْأَمِينِ فِي الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا

امانت دار آدمی کو خزانہ وغیرہ کا وکیل بنانا

٢٣١٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْأَمِينُ الَّذِي يُنْفِقُ وَرُبَّمَا قَالَ الَّذِي يُعْطِي مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا، طَيِّبٌ نَفْسُهُ، إِلَى الَّذِي أُمِرَ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: امانت دار خازن وہ ہے جو خرچ کرتا ہے اور بعض اوقات یہ فرمایا: جس شخص کو جس چیز کے دینے کا حکم دیا جائے، وہ اس کو پورا پورا اس کو خوشی سے دیتا ہے جسے دینے کا حکم دیا جائے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۳۸ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب الوکالۃ'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ

وذریاتہ اجمعین.

آج ١٧ صفر ١٤٢٩ھ/ ٢٤ فروری ٢٠٠٨ء بہ روز پیر "کتاب الوکالۃ" کی تکمیل ہوگئی' پروردگار عالم اور اے میرے رب! جس طرح آپ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہاں تک پہنچادیا ہے' پوری صحیح بخاری کی تکمیل کرادیں اور میری' میرے والدین کی اور تمام قارئین اور مؤمنین کی مغفرت فرمادیں۔

"کتاب الوکالۃ" میں ٢٦' احادیث ہیں' ان میں سے چھ معلق ہیں اور باقی موصول ہیں' ان میں سے بارہ احادیث مکرر ہیں اور باقی خالص احادیث ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

٤١ - كِتَابُ الْمُزَارَعَةِ

زمین کو بٹائی پر دینے کا بیان

مساقات اور مزارعت کا معنی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ ھ لکھتے ہیں:

ایک مرد اپنے درختوں کو دوسرے مرد کے سپرد کر دے تاکہ وہ حصہ معین کے عوض ان درختوں کی اصلاح اور پرورش کرے مثلاً نصف یا تہائی یا چوتھائی حصہ کے عوض' اس کو مساقات کہتے ہیں' اور اگر ایک مرد دوسرے مرد کو اپنی زمین سپرد کر دے تاکہ وہ حصہ معین کے عوض اس میں کھیتی باڑی کرے تو اس کو مزارعت کہتے ہیں۔

مساقات اور مزارعت میں مذاہب فقہاء اور صحت مزارعت کی شرائط

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مساقات اور مزارعت فاسد ہیں اور امام ابویوسف' امام محمد اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اہل علم میں سے امام ابوحنیفہ کے سوا کسی نے بھی مساقات اور مزارعت سے منع نہیں کیا' امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مجہول اور معدوم چیز کو اجرت پر طلب کرنا ہے' اس لیے جائز نہیں ہے' نیز حدیث میں مخابرت سے منع کیا گیا ہے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ٣ ص ٦٥ - ٦٤' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

علامہ احمد بن محمد بن جعفر البغدادی القدوری التوفی ٤٢٨ ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ تہائی یا چوتھائی حصہ کے عوض مزارعت باطل ہے اور صاحبین نے کہا ہے کہ جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کی چار قسمیں ہیں:

(١) جب زمین اور بیج ایک شخص کے ہوں اور عمل اور بیل دوسرے شخص کے ہوں تو مزارعت جائز ہے۔

(٢) اگر زمین ایک شخص کی ہو' اور عمل' بیل اور بیج دوسرے شخص کے ہوں' پھر بھی مزارعت جائز ہے۔

(٣) اگر زمین' بیج اور بیل ایک شخص کے ہوں اور عمل دوسرے شخص کا ہو' تب بھی مزارعت جائز ہے۔

(٤) اور اگر زمین اور بیل اور بیج ایک شخص کے ہوں اور عمل دوسرے شخص کا ہو تو یہ مزارعت باطل ہے۔

مزارعت اس وقت صحیح ہوتی ہے جب اس کی مدت معلوم ہو اور اس سے حاصل ہونے والی پیداوار دونوں میں بہ قدر حصہ مشترک ہو' اور ان دونوں میں کسی نے یہ شرط لگائی ہو کہ وہ اتنی معین بوریاں لے گا تو یہ شرط باطل ہے۔ اسی طرح جب انہوں

نے یہ شرط لگائی کہ وہ نہر والی زمین کی پیداوار لیں گے تو یہ شرط باطل ہے۔

(مختصر القدوری ص ۴۹۷۔۴۹۶' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۲ھ)

علامہ قاسم بن قلطو بغا المصری الحنفی المتوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں:

مزارعت کے جواز میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے' قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ نے کتاب کے شروع میں اسی طرح لکھا ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۱ ص ۳) اور ''کتاب المزارعة'' میں بھی یہی لکھا ہے' کیونکہ اب تمام شہروں میں اسی پر عمل ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۳ ص ۱۷۰) الخلاصة' مختارات النوازل اور ہدایہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے' کیونکہ لوگوں کو اس قول پر عمل کرنے کی ضرورت ہے اور اس پر تمام امت کا تعامل ظاہر ہو چکا ہے اور تعامل کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

(التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری ص ۳۱۵' مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ' ۱۴۲۲ھ)

١ - بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ

کاشتکاری اور درخت اُگانے کی فضیلت جب اس سے کھالیا جائے

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ○ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُوْنَ ○ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا﴾ (الواقعہ: ٦٥۔ ٦٣).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ (بہ ظاہر) کاشت کرتے ہو ○ اس کو (حقیقت میں) تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں ○ اگر ہم چاہیں تو اس کو بالکل چورا چورا کر دیں۔ (الواقعہ: ٦٥۔ ٦٣)

امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس آیت سے زراعت اور کاشت کاری کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنا احسان ذکر فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کاشت کاری اور کھیتی باڑی کرنا جائز ہے۔

٢٣٢٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ (ح). وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا' فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ' أَوْ إِنْسَانٌ' أَوْ بَهِيْمَةٌ' إِلَّا كَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ. وَقَالَ لَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ٦٠١٢] [صحیح مسلم: ١٥٥٣' الرقم المسلسل: ٣٨٦٤' سنن ترمذی: ١٣٨٢' مسند احمد ج ٥ ص ٤١٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے عبد الرحمان بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی درخت اُگاتا ہے یا کسی کھیت میں کاشت کرتا ہے' پس اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا جانور کھاتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے' اور ہم سے مسلم نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

باب مذکور کے مناسب دیگر احادیث

امام بخاری نے اس حدیث کی اختصار سے روایت کی ہے اور بعض احادیث میں اس کی زیادہ تفصیل ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے' اس سے جو کھالیا جائے

وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور جو اس سے چرالیا جائے وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور جو اس سے جرندے کھالیں وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور جو اس سے پرندے کھالیں وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۵۵۲' الرقم المسلسل: ۳۸۵۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّ معبد کے پاس باغ میں گئے' آپ نے پوچھا: اے اُمّ معبد! اس کھجور کے درخت کو کس نے اگایا ہے؟ آیا مسلمان نے یا کافر نے؟ انہوں نے کہا: بلکہ مسلمان نے' آپ نے فرمایا: جو مسلمان بھی کسی درخت کو اگائے' پھر اس سے کوئی انسان کھائے یا جانور کھائے یا پرندہ کھائے تو وہ اس کے لیے قیامت تک صدقہ ہو جاتا ہے۔
(صحیح مسلم: ۱۵۵۲' الرقم المسلسل: ۳۸۶۲)

اس حدیث سے کیا مراد ہے: آیا جب تک وہ درخت باقی رہتا ہے' وہ اس کے لیے صدقہ ہے یا جب تک لوگ اس سے نفع اٹھاتے رہیں' وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے' ظاہر یہ ہے کہ اس سے دوسرا معنی مراد ہے۔

کون سا ذریعۂ معاش سب سے افضل ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ کون سا ذریعہ معاش سب سے افضل ہے؟ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ سب سے افضل زراعت ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے افضل صنعت وحرفت ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ سب سے افضل تجارت ہے' اکثر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سب سے افضل ہاتھ کی کمائی اور صنعت وحرفت ہے' حدیث میں ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کون سا کسب سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر حلال بیع (خرید وفروخت)۔

(المعجم الکبیر: ۴۴۱۱' المستدرک ج ۲ ص ۱۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۲۶۵۔ ج ۲۸ ص ۵۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

تحقیق یہ ہے کہ اگر لوگوں کو خوراک اور غذا کی زیادہ ضرورت ہو تو زراعت سب سے افضل ہے تاکہ لوگ وسعت سے غذا حاصل کر سکیں' اور جب لوگوں کو تجارتی ساز وسامان کی زیادہ ضرورت ہو تو تجارت افضل ہے اور جب لوگوں کو صنعت وحرفت کی زیادہ ضرورت ہو' مثلاً لوہے' لکڑی اور پلاسٹک کی چیزیں بنوانا' یا کپڑے سلوانا اور کپڑے دھلوانا تو صنعت وحرفت کی زیادہ فضیلت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲ - بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الْاِشْتِغَالِ بِاٰلَةِ الزَّرْعِ اَوْ مُجَاوَزَةِ الْحَدِّ الَّذِیْ اُمِرَ بِهٖ

۲۳۲۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَالِمِ الْحِمْصِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادِ الْاَلْهَانِیُّ، عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ قَالَ وَرَاٰی سِكَّةً وَّشَيْئًا مِّنْ اٰلَةِ الْحَرْثِ، فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ هٰذَا بَيْتَ قَوْمٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الذُّلَّ. قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاسْمُ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیُّ بْنُ عَجْلَانَ.

زراعت کے آلات میں زیادہ مشغول رہنے یا اس میں حد سے بڑھنے کی خرابیاں

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن سالم حمصی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد الالہانی نے حدیث بیان کی از حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہل چلانے کا آلہ اور کھیتی باڑی کے دوسرے آلات دیکھے تو انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس گھر میں بھی یہ چیزیں داخل ہوں گی تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ذلت میں مبتلا کر

دے گا۔ امام بخاری نے کہا: حضرت ابوامامہ کا نام صدی بن عجلان ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

کھیتی باڑی میں زیادہ اشتغال کو ترک کرنے کی ترغیب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں بلند احوال پر رہنے کی ترغیب دی ہے اور عمدہ صنعت وحرفت کے کاموں پر برانگیختہ کیا ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خطرہ تھا کہ اگر آپ کی امت کھیتی باڑی میں زیادہ مشغول ہوگئی اور اس نے شہ سواری اور تیراندازی اور ہتھیاروں کی مشق کرنے کو ترک کر دیا تو ان پر وہ قومیں غالب آ جائیں گی جو جنگی مشقیں کرتی رہتی ہیں۔

اس حدیث میں نبوت کی علامت ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ آخر زمانہ میں ایسے حکام ہوں گے جو صدقات اور عشر لینے میں ظلم کریں گے اور اپنے حق سے زیادہ وصول کریں گے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی ذلت نہیں ہے کہ انسان اپنے حق سے زیادہ وصول کرے اور جب انسان حد سے تجاوز کرتا ہے تو اس پر ذلت مسلط کر دی جاتی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

زراعت کی دو حدیثوں میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ اکثر ظلم زراعت پیشہ لوگوں پر ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان سے حضرت ابوامامہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سابق میں تطبیق کی طرف اشارہ کیا ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو زراعت کی فضیلت میں ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ جب حدّ اعتدال کے ساتھ زراعت کی جائے' اور حضرت ابوامامہ کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب زراعت میں افراط اور غلو کیا جائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۰۴)

۳- بَابُ اِقْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ

کھیت کی حفاظت کے لیے کتے کو رکھنا

۲۳۲۲- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ، إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ. قَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَأَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ أَوْ حَرْثٍ أَوْ صَيْدٍ. وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ.

[طرف الحدیث: ۳۳۲۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کتا رکھا' اس کے (نیک) عمل سے ہر روز ایک قیراط کم کیا جاتا رہے گا ماسوا کھیت کی حفاظت کے یا مویشیوں کی حفاظت کے۔ ابن سیرین اور ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ماسوا بکریوں کی حفاظت کے یا کھیت کی حفاظت کے یا شکار کے کتے کے' اور ابوحازم نے کہا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ماسوا شکاری کتے کے یا مویشیوں کی حفاظت کے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۱۵۷۵ ' الرقم المسلسل: ۳۹۲۲ ' سنن ابوداؤد: ۲۸۴۴ ' سنن ترمذی: ۱۴۹۰ ' سنن نسائی: ۴۲۸۹ ' مصنف عبدالرزاق: ۱۹۶۱۲ ' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۵۱ ' شرح السنۃ: ۲۷۷۷ ' شرح مشکل الآثار: ۴۶۸۴ ' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۷ طبع قدیم ' مسند احمد: ۶۲۱ ۔ ج ۱۳ ص ۶۰ ' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کتوں کی وجہ سے گھر میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ کتے رکھنے کی وجہ سے نیک اعمال میں ایک قیراط یومیہ کی کمی کس سبب سے ہوتی ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ کتوں کی وجہ سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے' دوسرا قول یہ ہے کہ کتوں کی وجہ سے گھر کے پاس سے گزرنے والوں کو ایذاء پہنچتی ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ یہ کتے رکھنے کی سزا ہے کہ ہر روز ان کے نیک اعمال میں ایک قیراط کی کمی ہوتی ہے' یا اس وجہ سے کہ کتا اکثر نجاسات کھاتا ہے' یا اس کی بدبو کی کراہت کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ بعض کتے شیطان ہوتے ہیں' یا اس وجہ سے کہ اگر گھر والا غافل ہو تو وہ کھانے پینے کے برتن میں منہ ڈال دیتا ہے۔

اس حدیث کے مطابق تین قسم کے کتوں کے رکھنے کی اجازت ہے: (۱) شکار کا کتا (۲) کھیت کی حفاظت کا کتا (۳) مویشیوں کی حفاظت کا کتا۔ فقہاء شافعیہ نے ان کتوں میں گھر کی حفاظت کے لیے کتے کو بھی داخل کیا ہے بہ شرطیکہ گھر والوں کو چوروں' ڈاکوؤں اور دشمنوں کا خطرہ ہو۔

۲۳۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ اَنَّ السَّائِبَ ابْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ اَبِيْ زُهَيْرٍ' رَجُلًا مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ' وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَا يُغْنِيْ عَنْهُ زَرْعًا وَّلَا ضَرْعًا' نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهٖ قِيْرَاطٌ. قُلْتُ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ اِيْ وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یزید بن خصیفہ کہ سائب بن یزید نے ان کو حدیث بیان کی کہ سفیان بن ابی زہیر نے ازدشنوءۃ کے ایک مرد سے سنا اور وہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کھیت یا مویشیوں (کی حفاظت) کے بغیر کتا رکھا' اس کے (نیک) عمل سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا' (راوی نے کہا:) میں نے پوچھا: کیا آپ نے خود رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس مسجد کے رب کی قسم!

اس حدیث میں ازدشنوءہ کے جس مرد کا ذکر ہے' ان کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے۔

جس برتن میں کتا منہ ڈال دے' اس کو دھونا ضروری ہے

بعض فقہاء مالکیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کتے کو گھر میں رکھنا ناجائز ہے کیونکہ جب وہ گھر میں رہے گا تو اس سے اپنے آپ کو بچانا سخت مشکل ہوگا' علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کے معارض وہ حدیث ہے جس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھویا جائے' فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ امر تعبدی ہے' اس لیے نجاست کو مستلزم نہیں ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے اور یہ اپنے عموم کی وجہ سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے' اس کو نجاست کی وجہ سے دھویا جائے گا۔ فقہاء شافعیہ کہتے ہیں کہ اس برتن کو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے' ہم کہتے ہیں کہ سات

مرتبہ دھونا مستحب ہے اور تین مرتبہ دھونا فرض ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ جو اس حدیث کے راوی ہیں' وہ خود صرف تین مرتبہ دھوتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابُ اِسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ

بیل کو کاشت کاری کے لیے استعمال کرنا

٢٣٢٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰى بَقَرَةٍ اِلْتَفَتَتْ اِلَيْهِ' فَقَالَتْ لَمْ اُخْلَقْ لِهٰذَا' خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ' قَالَ اٰمَنْتُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ' وَاَخَذَ الذِّئْبُ شَاةً فَتَبِعَهَا الرَّاعِيْ' فَقَالَ الذِّئْبُ مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ' يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِيْ؟ قَالَ اٰمَنْتُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ. قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَمَا هُمَا يَوْمَئِذٍ فِي الْقَوْمِ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۷۱-۳۶۶۳-۳۶۹۰] (صحیح مسلم: ۲۳۸۸' الرقم المسلسل: ۶۰۷۷' سنن ترمذی: ۳۶۹۷' مسند الحمیدی: ۱۰۵۴' شرح السنۃ: ۳۸۸۹' سنن کبریٰ: ۸۱۱۱' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۵' الادب المفرد: ۹۰۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۵۱-ج ۱۲ ص ۳۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد' انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس وقت ایک شخص گائے کے اوپر سوار تھا تو اس نے مڑ کر اس سوار سے کہا: میں اس لیے نہیں پیدا کی گئی ہوں' میں تو صرف ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں' آپ نے فرمایا: اس پر میں ایمان لایا اور ابوبکر اور عمر' اور ایک بھیڑیے نے ایک بکری کو پکڑ لیا تو چرواہے نے اس کا پیچھا کیا' تب بھیڑیے نے کہا: درندوں کے دن اس بکری کا کون محافظ ہوگا' جس دن اس بکری کا میرے سوا کوئی محافظ نہیں ہو گا؟ آپ نے فرمایا: اس پر میں ایمان لایا اور ابوبکر و عمر۔ ابوسلمہ نے کہا: اس دن وہ دونوں صحابہ آپ کی مجلس میں نہیں تھے۔

گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان کے خلاف دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ ان کو سواری کے لیے پیدا کیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً. (النحل: ۸)

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زیبائش کے لیے پیدا کیے۔

اور گائے کو ہل چلانے کے لیے پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس میں کلام پیدا فرمانا معجزہ ہے' اور اس کا گوشت کھانے کی ممانعت نہیں ہے' نہ بنی اسرائیل میں نہ اسلام میں۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک گھوڑوں کا گوشت کھانا حلال ہے' امام اعظم ابوحنیفہ نے گھوڑوں کی تکریم کی وجہ سے ان کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا کیونکہ گھوڑے جہاد میں استعمال ہوتے تھے لیکن اب چونکہ فوجی ٹرک میں سفر کرتے ہیں' اس لیے اب گھوڑوں کو جہاد میں استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اب ان کا گوشت کھانا جائز ہے اور گدھوں کے گوشت کے کھانے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں حرام کر دیا تھا' اور خچر بھی گدھوں کے حکم میں ہے۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبر دینا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خصوصی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ نے غیب کی خبر دی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عظیم فضیلت ہے کیونکہ آپ نے اپنے ایمان لانے کو ان کے ایمان لانے کے قائم مقام قرار دیا۔

درندوں کے دن کے مصداق میں مختلف اقوال

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس دن سے مراد وہ دن ہے جس کی طرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اشارہ ہے کہ لوگ مدینہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے جب کہ وہ اس میں خیریت سے ہوں گے' اس دن مدینہ کو درندے اور پرندے ڈھانپ لیں گے' یہ دن ابھی تک واقع نہیں ہوا' لیکن ضرور واقع ہوگا کیونکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔

ابن العربی نے کہا: اس سے مراد وہ دن ہے جب کسی فتنہ کی وجہ سے مدینہ والے مدینہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

ابن العربی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حشر کی جگہ ہے یعنی قیامت کے دن ان بکریوں کا کون محافظ ہوگا۔

ابن قرقول نے کہا: اس سے مراد وہ دن ہے جس دن میں زمانۂ جاہلیت میں لوگ عید مناتے تھے' وہ اپنے کھیل کود میں اور میلہ میں مشغول ہوتے تھے اور بھیڑیا ان کی بکریوں کو اٹھا کر لے جاتا تھا۔

ابن قرقول کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بھوک کا دن ہے یعنی قحط کے ایام۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵ - بَابٌ إِذَا قَالَ اكْفِنِي مَؤُونَةَ النَّخْلِ أَوْ غَيْرِهِ، وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ

جب کسی شخص نے کہا کہ کھجور کے درخت اور دوسرے درختوں کی دیکھ بھال کی مشقت مجھ پر چھوڑ دو اور پھلوں میں' میں اور تم شریک رہیں گے

۲۳۲۵ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيلَ. قَالَ لَا. فَقَالُوا تَكْفُونَنَا الْمَؤُونَةَ، وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ، قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا.

[اطراف الحدیث: ۲۷۱۹-۳۷۸۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے کھجوروں کے باغات آپ ہم میں اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں میں تقسیم فرما دیں' آپ نے فرمایا: نہیں! پھر انصار نے (مہاجرین سے) کہا: آپ لوگ درختوں کی دیکھ بھال کی مشقت ہماری جگہ اٹھائیں اور ہم آپ لوگوں کو پھلوں میں شریک رکھیں گے' تو سب نے کہا: ہم نے سنا اور قبول کرلیا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

Marfat.com

مساقات کی تعریف' مضاربت میں فقہاء احناف کے مؤقف پر علامہ المہلب کا اعتراض اور مصنف کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ علامہ مہلب متوفی ٤٣٥ھ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

انصار نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ مہاجرین کو اپنے باغات میں شریک کر لیں' تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ اپنی زمینوں میں سے کسی حصے کو خارج کریں اور آپ کو علم تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کئی شہروں کو فتح کر دے گا اور تمام مسلمانوں کو غنی کر دے گا' تب انصار نے مہاجرین کو اپنے باغوں کے پھلوں میں شریک کر لیا کہ وہ باغ کی دیکھ بھال کیا کریں اور پھلوں میں حصہ دار ہوں اور یہ وہ چیز ہے جس کو مساقات اور باغات کو بٹائی پر دینا کہتے ہیں۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر بعض احادیث میں مہاجرین اور انصار کے درمیان شرکت کی مقدار کا بھی ذکر ہو تو اس پر محمول کیا جائے گا ورنہ ظاہر عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے درمیان پھلوں کی نصف مقدار کی شرکت تھی کیونکہ جب شرکت مبہم ہو تو مساقات کو نصف حصہ پر محمول کیا جاتا ہے۔

امام مالک سے روایت ہے کہ جب دو آدمی کسی سودے میں شریک ہوں' پھر وہ کسی تیسرے آدمی کو بھی شریک کر لیں اور اس کا حصہ مقرر نہ کریں تو پھر وہ سودا اُن کے درمیان تین حصوں میں منقسم ہوگا' اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب دو آدمی شریک ہوں تو ان کا حصہ نصف نصف ہوگا۔

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص اپنا مال کسی کو عمل کرنے کے لیے مضاربت پر دے تو وہ نفع میں شریک ہوگا یا نہیں؟ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اس شخص کو اپنے کام کی اجرت رواج کے مطابق ملے گی' اور نفع اور نقصان اس شخص کا ہوگا جس کا مال ہے' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے' اور حسن بصری اور ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ اس کو نصف نفع ملے گا' اوزاعی اور امام مالک کے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن بصری اور ان کے موافقین کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے اور جس نے مضاربت کو عمل کرنے والے کے رواج کے مطابق اجرت پر محمول کیا ہے' اس کا قول فاسد ہے' ورنہ لازم آئے گا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان جو مساقات ہوئی تھی وہ فاسد ہو' کیونکہ انہوں نے عمل کی بناء پر پھل لینے کی مقدار کو معین نہیں کیا تھا' اور اہل علم کے نزدیک مساقات مضاربت کے مشابہ ہے' اور یہ محال ہے کہ نبی ﷺ کے حکم اور آپ کے مشورہ سے مہاجرین اور انصار کے درمیان جو مساقات ہوئی تھی' وہ فاسد ہو۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٣٨١-٣٨٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ مضاربت کو مساقات پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مساقات میں کاشت کاری ہوتی ہے اور زمین سے پیداوار کا حصول مقصود ہوتا ہے اور مضاربت میں تجارت ہوتی ہے اور یہ الگ الگ ذریعہ معاش ہیں۔ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں یہ تو لکھا ہے کہ علامہ مہلب نے اس حدیث سے مساقات کے ثبوت پر استدلال کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٢٨) لیکن علامہ مہلب نے مضاربت کے متعلق فقہاء احناف کے مؤقف پر جو اعتراض کیا ہے' علامہ عینی نے اس اعتراض کا ذکر کیا ہے نہ اس کے جواب کے درپے ہوئے' اور یہ ان کی شان سے بہت بعید ہے۔

٦ - بَابُ قَطْعِ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ — پھل دار درخت اور کھجور کے درخت کو کاٹنا

اس باب میں پھل دار درخت اور کھجور کے درخت کو کاٹنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ○ (الحشر:۵)

تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیئے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا' سو وہ اللہ کے اذن سے ہوا' تا کہ وہ فاسقوں کو ذلیل کرے○

مسلمانوں نے بنو النضیر کو ان کے قلعوں سے نکال دیا اور ان کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کے کھجور کے درخت کاٹ دیں' پھر ان کے دلوں میں تردد ہوا تو انہوں نے کہا: ہم نے ان کے بعض درخت کاٹ دیئے ہیں اور بعض درخت چھوڑ دیئے ہیں تو ہم رسول اللہ ﷺ سے معلوم کریں کہ آیا ہم نے جو درخت کاٹے ہیں' اس میں ہمارے لیے کوئی اجر ہے اور ہم نے جو درخت چھوڑ دیئے ہیں' کیا ان کی وجہ سے ہم پر کوئی گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ (مذکور الصدر) آیت نازل فرمائی۔ (سنن ترمذی: ۳۳۰۳)

درختوں کو کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء

بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ کفار کے درخت کاٹنے اور ان کے قلعوں کو تباہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض اہل علم نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے' اور یہ اوزاعی کا قول ہے' اوزاعی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھل دار درخت کے کاٹنے اور کسی آبادی کو ویران کرنے سے منع کیا ہے اور اس کے بعد مسلمانوں نے اس پر عمل کیا ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ دشمن کی زمین کے جلانے اور ان کے پھل دار درختوں کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے' امام احمد نے کہا: بعض جگہوں میں اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا لیکن بے فائدہ اور عبث طور پر اُن کو جلانا نہیں چاہیے' علامہ نووی نے کہا ہے: یہی ائمہ اربعہ کا اور جمہور کا مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ اَنَسٌ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے حکم دیا تو کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا گیا۔

۲۳۲۶ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ' وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ' وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ:

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ
حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

[اطراف الحدیث: ۳۰۲۱' ۴۰۳۱' ۴۰۳۲' ۴۸۸۴] (صحیح مسلم: ۱۷۴۶' الرقم المسلسل: ۴۴۴۵' سنن ابن ماجہ: ۲۸۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے بنو النضیر کے کھجوروں کے درختوں کو جلانے اور کاٹنے کا حکم دیا' سو ان کو کاٹ دیا گیا' اور ان ہی درختوں کا نام البویرہ تھا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بھی اسی کے متعلق ہے:

اور بنی لوی (قریش کا قبیلہ) کے سرداروں پر (غلبہ کو) بویرہ کی آگ نے آسان بنا دیا' جو ہر طرف پھیلتی جا رہی تھی۔

متعدد حکمتوں کی وجہ سے درختوں کو کاٹنے کا جواز

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ عام درختوں کو اور کھجور کے درختوں کو لکڑی کے حصول کے لیے کاٹنا جائز ہے' یا جس جگہ پر درخت ہوں' اس جگہ کو کاشت کاری کے لیے خالی کرنا مقصود ہو تو اس جگہ کو خالی کرنے کے لیے درختوں کو کاٹنا جائز ہے یا درختوں کو اس جگہ برقرار رکھنے کی بہ نسبت وہاں پر کسی ایسی چیز کی تعمیر کرنا مقصود ہو' جس کی وجہ سے مسلمانوں کو زیادہ فائدہ ہو' مثلاً وہاں پر کوئی

Marfat.com

صنعت قائم کرنا مقصود ہو جیسے مل اور کارخانے ہوں یا کوئی اور مفید پروجیکٹ ہو یا وہاں کوئی عظیم الشان مسجد بنانا مطلوب ہو جیسے نبی ﷺ نے درختوں کو کاٹ کر وہاں مسجد (نبوی) تعمیر کرائی جو مہبط وحی الٰہی ہے اور محل ایمان ہے اور عنقریب ''کتاب الجهاد'' میں آئے گا کہ نبی ﷺ نے مشرکین کے درخت کٹوا دیئے اور ان کے شہروں کو کھنڈر بنا دیا اور اس کا کچھ حصہ ہم یہاں پر نقل کریں گے۔

درختوں کو کاٹنے اور ان کو برقرار رکھنے دونوں کا جواز

جو فقہاء مشرکین کے درختوں اور ان کی بیلوں کو کاٹنے کی اجازت دیتے ہیں وہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بنوالنضیر کے درخت کٹوا دیئے تھے اور فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب یہ توقع ہو کہ وہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے گا تو اس شہر کے پھل دار درختوں کو باقی رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا تھا کہ کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹا جائے اور وہ اس سے ناواقف نہیں تھے کہ نبی ﷺ نے بنوالنضیر کے درخت کٹوا دیئے تھے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے مطلع فرما دیا تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان شہروں کو مسلمانوں کے لیے فتح فرما دے گا اور نبی ﷺ نے اپنی امت کو اس کی بشارت بھی دے دی تھی اس کے باوجود آپ نے ان درختوں کو کٹوا دیا اس سے معلوم ہوا کہ کفار کو ذلیل اور رسوا کرنے کے لیے ان کے شہروں کے درختوں کو کاٹنا بھی جائز ہے اور اگر ان درختوں کو باقی رکھنے میں مسلمانوں کی منفعت ہو تو ان درختوں کو باقی رکھنا بھی جائز ہے تاہم امام بخاری نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ''کتاب المزارعة'' میں جو درج کیا ہے اس کی وجہ مجھے سمجھ نہیں آ سکی ہو سکتا ہے کہ یہ صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کرنے والوں اور لکھنے والوں کی غلطی ہو۔

درختوں کو کاٹنے کی حدیث کو ''کتاب المزارعة'' میں درج کرنے کی توجیہ

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: میں نے علامہ المہلب سے سوال کیا اور کہا کہ امام بخاری نے حضرت رافع بن خدیج کی اس حدیث کی یہاں روایت کی ہے جس میں بنوالنضیر کے درختوں کو کاٹنے کا ذکر ہے مجھے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آ سکی تو انہوں نے مجھ سے کہا ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی توجیہ ہو اور وہ یہ ہو سکتی ہے کہ جس شخص نے چند سالوں کے لیے اپنی زمین کو کرائے پر دیا تو کرایہ دار کے لیے جائز ہے کہ اس میں جس چیز کی چاہے کاشت کرے اور جن درختوں کو چاہے اُگائے یا لگائے جن کو اُگانے یا لگانے سے زمین کو ضرر نہ ہو اور جب کرائے کی مدت پوری ہو جائے اور زمین کا مالک یہ کہے کہ تم میری زمین سے اپنے کھیت کاٹ لو اور اپنے درخت اکھاڑ لو تو کرائے دار پر لازم ہے کہ وہ اس کی زمین کو فارغ کر دے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ظالم کو پرائی زمین میں کاشت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۰۷۳، سنن ترمذی: ۱۳۸۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۷، شرح معانی الآثار: ۵۸۴۲)

سو امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المزارعة'' میں اس لیے درج کیا ہے کہ جس طرح درختوں کو لگانا مستحسن ہے اسی طرح کسی ضرورت کی وجہ سے درختوں کو کاٹنا بھی مباح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۸۳-۳۸۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس عبارت میں علامہ ابن بطال سے تسامح ہوا ہے درخت کاٹنے کی حدیث حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

۷- بَابٌ   باب

اس باب کو امام بخاری نے بغیر عنوان کے ذکر کیا ہے اور یہ باب اس سے پہلے باب اور اس کے بعد والے باب کے درمیان بہ منزلہ فصل ہے۔

Marfat.com

٢٣٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُزْدَرَعًا، كُنَّا نُكْرِي الْاَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْاَرْضِ، قَالَ فَمِمَّا يُصَابُ ذٰلِكَ وَتَسْلَمُ الْاَرْضُ، وَمِمَّا يُصَابُ الْاَرْضُ وَيَسْلَمُ ذٰلِكَ، فَنُهِيْنَا، وَاَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی از حنظلہ بن قیس الانصاری' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم اہل مدینہ میں سب سے زیادہ کاشت کاری کرتے تھے ہم زمین کی ایک جانب کی پیداوار کے عوض اس کو کرائے پر دیتے تھے جس جانب کو زمین کا مالک معین اور موسوم کر دیتا تھا' حضرت رافع نے کہا: کبھی زمین کی اُس جانب پر کوئی آفت آ جاتی اور دوسری زمین سلامت رہتی' اور کبھی اِس زمین پر کوئی آفت آ جاتی اور وہ جانب سلامت رہتی تو ہمیں زمین کو (اس طرح) کرائے پر دینے سے منع کر دیا گیا اور سونے اور چاندی (کے عوض کرائے پر دینے) کا اس دور میں رواج نہیں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٨٦ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور یہاں پر بیان کیے جا رہے ہیں:

زمین کے ایک معین حصہ کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے کا عدم جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

عطاء' مجاہد' مسروق' شعبی' طاؤس' حسن بصری' ابن سیرین اور القاسم بن محمد کا مذہب یہ ہے کہ زمین کے ایک معین حصہ کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام زفر کا بھی یہی قول ہے' ان کا استدلال حضرت رافع بن خدیج کی اس حدیث مذکور سے ہے' اس کے علاوہ درج ذیل احادیث سے بھی ان کا استدلال ہے:

زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق احادیث

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کاشت کاری کرتے تھے' پس ہم زمین کو تہائی پیداوار اور چوتھائی پیداوار اور معین طعام کے عوض کرائے پر دیتے تھے' پس ایک دن ہمارے پاس میرے چچاؤں میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کام سے منع فرما دیا ہے جو ہمارے لیے نفع آور تھا' اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہمارے لیے زیادہ نفع آور ہے' آپ نے ہم کو اس سے منع فرمایا کہ ہم زمین کو تہائی پیداوار یا چوتھائی پیداوار یا معین طعام کے عوض کرائے پر دیں اور آپ نے زمین کے مالک کو یہ حکم دیا کہ وہ خود کاشت کرے یا کسی سے کاشت کرائے اور زمین کرائے پر دینے کو آپ نے ناپسند کیا۔ (صحیح مسلم: ١٥٤٨' الرقم المسلسل: ٣٨٣٦' سنن ابوداؤد: ٣٣٩٦-٣٣٩٥' سنن نسائی: ٣٨٩٥' سنن ابن ماجہ: ٢٤٦٥)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس میرے چچا حضرت ظہیر رضی اللہ آئے' اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کام سے منع فرما دیا ہے جس میں ہمارے لیے نفع تھا' میں نے پوچھا: وہ کیا کام ہے؟ اور رسول نے جو کچھ فرمایا ہے وہی حق ہے؟ انہوں نے بتایا کہ آپ نے مجھ سے پوچھا: تم اپنی زمینوں میں کس طرح کاشت کاری کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم زمین کو اس کی چوتھائی پیداوار کے عوض یا کھجور اور جو کے معین وسق کے عوض اجرت پر دیتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس

Marfat.com

طرح نہ کرو تم زمین میں خود کاشت کرو یا کسی سے کاشت کراؤ یا پھر زمین اپنے پاس رکھو۔
(صحیح مسلم:۱۵۴۸ الرقم المسلسل:۳۸۴۰ صحیح البخاری:۲۳۳۹ سنن نسائی:۳۹۲۳ سنن ابن ماجہ:۲۴۵۹)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے' انہوں نے کہا: میں نے پوچھا کہ کیا سونے اور چاندی کے عوض بھی زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا: سونے اور چاندی کے عوض زمین کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح مسلم:۱۵۴۷ الرقم المسلسل:۳۸۴۲ صحیح البخاری:۲۳۲۷ سنن ابوداؤد:۳۳۹۲ سنن نسائی:۳۸۹۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہر کے کنارے والی زمین کو تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض کرائے پر دیا جاتا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: جس کے پاس زمین ہو وہ اس میں خود کاشت کرے' اگر وہ اس میں خود کاشت نہیں کرتا تو وہ زمین اپنے کسی بھائی کو بخش دے اور اگر وہ کسی کو اپنی زمین نہیں دیتا تو پھر اس کو اپنے پاس رکھے۔ (صحیح مسلم:۱۵۳۶ الرقم المسلسل:۳۸۱۶)

زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء کے مذاہب اور اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چونکہ احادیث کے الفاظ مختلف ہیں اور ان کے معانی متبائن ہیں' اس وجہ سے علماء کے مختلف الفاظ ہیں اور ائمہ کے مختلف مذاہب ہیں' ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حافظ ابوعمر ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ کسی بھی طعام کے عوض زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے خواہ وہ کھانے کی چیز ہو یا پینے کی کیونکہ یہ طعام کی طعام کے عوض ادھار بیع ہے' اسی طرح زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں کے عوض بھی زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے' خواہ وہ کھانے پینے کی چیز نہ ہو' ماسوا لکڑیوں اور بانسوں کے' امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہی محفوظ مذہب ہے۔

(۲) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت میں لوگوں کا اختلاف ہے' طاؤس اور حسن بصری نے کہا کہ یہ مطلقاً ممنوع ہے' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت ہے۔

(۳) جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ وہ ایک قید سے مقید ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ زمین کی پیدوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔

(۴) بعض صحابہ اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ زمین کو کرائے پر دینا مضاربت کی مشابہت کی وجہ سے جائز ہے۔

(۵) زمین کو طعام کے عوض کرائے پر دینا جائز ہے جب کہ اس طعام کو ادا کرنے کا التزام کیا گیا ہو' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس کی اجازت دی ہے۔

(۶) ابن حزم نے کہا کہ زمین کی معین پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے کا جواز حسب ذیل صحابہ' تابعین اور ائمہ اور فقہاء سے منقول ہے:

حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن عمر' حضرت سعد' حضرت ابن مسعود' حضرت خباب' حضرت حذیفہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم۔

تابعین میں سے عبدالرحمان بن یزید بن موسیٰ ابن ابی لیلیٰ سفیان الثوری اور اوزاعی۔

ائمہ اور فقہاء میں سے امام ابویوسف امام محمد بن الحسن اور ابن المنذر۔

لیث کے اس میں مختلف اقوال ہیں امام احمد اور اسحاق نے اس کی اجازت دی ہے مگر انہوں نے یہ کہا ہے کہ بیج زمین کے مالک کی طرف سے ہو اور عمل کرنے والے کی طرف سے صرف بیل اور ہل چلانے کے آلات ہوں اور اس کا عمل ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

کاشت کاری کے لیے زمین کو کرائے پر دینے مزارعت مکانوں کو کرائے پر دینے اور مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینے کے متعلق شرح صحیح مسلم کی ابحاث

* باب مذکور کی حدیث سے متعلق احادیث شرح صحیح مسلم: ۳۸۴۹-۳۸۰۳ ج ۴ ص ۲۲۸-۲۱۳ پر مذکور ہیں ان احادیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① زمین پر کاشت کاری کی صورتیں ② زمین کو کرائے پر دینے میں مذاہب فقہاء ③ زمین کو کرائے پر دینے کے عدم جواز میں ابن حزم کے دلائل ④ زمین کو کرائے پر دینے کے ثبوت میں احادیث آثار اور اقوال تابعین ⑤ زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت کی روایات کے جوابات ⑥ مخابرہ (زمین کو بٹائی پر دینے) میں مذاہب فقہاء ⑦ زمین کو بٹائی پر دینے کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل ⑧ مزارعت پر اعتراضات کے جوابات ⑨ مزارعت کے جواز پر دلائل ⑩ احادیث مخابرہ پر فقہاء احناف کے اعتراضات ⑪ احادیث مخابرہ پر اعتراضات کے جوابات ⑫ احادیث مخابرہ پر فقہاء شافعیہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات ⑬ جواز مزارعت کے ثبوت میں احادیث آثار اور اقوال تابعین ⑭ زمین کو بٹائی پر دینے میں فقہاء احناف کا مؤقف ⑮ قرآن مجید کی روشنی میں زمین کی شخصی ملکیت پر بحث ونظر ⑯ کیا مکانوں کو کرائے پر دینا شرعاً حرام اور سود ہے ⑰ مکانوں کے کرائے کو سود قرار دینے پر ایک حدیث سے استدلال اور اس کا جواب ⑱ مکہ کے مکانوں کے کرائے کی ممانعت کی روایات پر بحث ونظر ⑲ مکہ کے مکانوں کی بیع اور کرائے میں مذاہب ائمہ ⑳ مکہ کے مکانوں کے کرائے کی ممانعت کی روایت سے علی العموم کرائے کے جواز پر استدلال ㉑ مکانوں کے کرائے کے جواز کے ثبوت میں روایات ㉒ مکانوں کے کرائے میں فقہاء حنبلیہ کا مؤقف ㉓ مکانوں کے کرائے میں فقہاء شافعیہ کا مؤقف ㉔ مکانوں کے کرائے میں فقہاء مالکیہ کا مؤقف ㉕ مکانوں کے کرائے میں فقہاء احناف کا مؤقف۔

۸- بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهٖ زمین کی نصف پیداوار اور اس کی مثل کے عوض مزارعت

صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار سے مزارعت کا ثبوت

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِيْنَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ إِلَّا يَزْرَعُوْنَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ.

اور قیس بن مسلم نے کہا از ابی جعفر انہوں نے کہا: مدینہ میں جس مہاجر کا بھی گھر تھا وہ تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت کرتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق اثر مصنف عبدالرزاق: ۱۴۵۵۵ میں اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۹ میں مذکور ہے۔

وَزَارَعَ عَلِيٌّ، وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، وَعُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَالْقَاسِمُ، وَعُرْوَةُ بْنُ

حضرت علی حضرت سعد بن مالک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور عمر بن عبدالعزیز القاسم عروہ بن الزبیر آل ابوبکر آل عمر

Marfat.com

الزُّبَيْرِ، وَآلُ أَبِي بَكْرٍ، وَآلُ عُمَرَ، وَآلُ عَلِيٍّ، وَابْنُ سِيرِينَ. آل علی اور ابن سیرین نے مزارعت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ والی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

عمرو بن صلیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نصف پیداوار پر مزارعت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۴۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

حضرت سعد بن مالک اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

ابراہیم بن مہاجر بیان کرتے ہیں کہ میں نے موسیٰ بن طلحہ سے مزارعت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت خباب کو زمین عطا کی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کو زمین عطا کی اور حضرت سعد کو زمین عطا کی اور حضرت صہیب کو زمین عطا کی اور یہ سب میرے پڑوسی تھے اور میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ اور حضرت سعد اپنی زمینوں کو تہائی اور چوتھائی کی پیداوار کے عوض مزارعت (بٹائی) پر دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

عمر بن عبدالعزیز والی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

خالد الحذاء بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے عدی کی طرف لکھا کہ وہ تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت کریں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

القاسم کی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

ہشام حدیث بیان کرتے ہیں کہ مجھے محمد بن سیرین نے القاسم بن محمد کی طرف بھیجا کہ میں ان سے اس شخص کے متعلق سوال کروں جس نے دوسرے شخص سے یہ کہا کہ میرے اس باغ میں کام کرو اور تم کو تہائی یا چوتھائی پھل ملیں گے تو القاسم بن محمد نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے پھر میں نے ابن سیرین کے پاس واپس جا کر ان کو خبر دی تو انہوں نے کہا: زمین میں کام کرنے کا یہ سب سے اچھا طریقہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۵۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس اثر میں ابن سیرین والی تعلیق کا بھی ذکر ہے۔

القاسم اور ابن سیرین والی تعلیق کا اس اثر میں بھی ذکر ہے۔

ہشام بیان کرتے ہیں کہ القاسم اور ابن سیرین اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنی زمین دوسرے شخص کو تہائی یا چوتھائی یا دسویں حصہ کی پیدوار کے عوض مزارعت پر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

عروہ بن الزبیر والی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد (عروہ بن الزبیر) زمین کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

آل ابو بکر آل عمر اور آل علی والی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

عمرو بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر سے تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت پر سوال کیا تو انہوں نے کہا: اگر تم آل ابو بکر آل عمر اور آل علی کی مزارعت کو دیکھو تو تم یہ پاؤ گے کہ وہ اس طرح مزارعت کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

Marfat.com

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ كُنْتُ اُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ فِي الزَّرْعِ.

اور عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا: میں عبدالرحمٰن بن یزید کے ساتھ مزارعت میں شریک تھا۔

اس تعلیق کے موافق درج ذیل اثر ہے:

ابن عامر بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا کہ میں تہائی اور چوتھائی پیداوار پر مزارعت کرتا تھا اور اس کو علقمہ اور اسود کی طرف لے جاتا تھا' اگر وہ اس میں کچھ حرج سمجھتے تو مجھے منع کر دیتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلٰى اِنْ جَآءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَهُ الشَّطْرُ' وَاِنْ جَآءُوْا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا.

اور عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں سے اس پر مزارعت کی کہ اگر حضرت عمر اپنے پاس سے بیج لائیں تو ان کے لیے نصف پیداوار ہو گی' اور اگر لوگ بیج لائیں تو ان کے لیے اتنا ہو گا۔

اس تعلیق کی امام ابن شیبہ نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اہل نجران' یہود اور نصاریٰ کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا اور ان کی زمینوں اور بیلوں کو خرید لیا اور عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں سے اس پر عمل کرایا کہ اگر وہ بیل اور ہل اپنے پاس سے لائیں تو ان کا حصہ دو تہائی ہو گا اور عمر بن عبدالعزیز کے لیے ایک تہائی ہو گا' اور اگر عمر بن عبدالعزیز اپنے پاس سے بیج لائیں تو ان کے لیے نصف ہو گا' اور انہوں نے کھجور کے درختوں میں ان سے اس پر عمل کرایا کہ ان کے لیے پانچواں حصہ ہو گا اور باقی عمر بن عبد العزیز کے لیے ہو گا اور انگوروں میں ان سے اس پر عمل کرایا کہ ان کے لیے ایک تہائی ہو گا اور عمر بن عبدالعزیز کے لیے دو تہائی ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۰۷' ۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ اَنْ تَكُوْنَ الْاَرْضُ لِاَحَدِهِمَا' فَيُنْفِقَانِ جَمِيْعًا' فَمَا خَرَجَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا.

اور حسن (بصری) نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ زمین ایک شخص کی ہو اور دونوں فریق اس میں خرچ کریں اور زمین سے جو پیداوار حاصل ہو وہ ان دونوں کے درمیان ہو۔

اس تعلیق کی امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۴)

وَرَاٰى ذٰلِكَ الزُّهْرِيُّ.

اور زہری نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کی امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام احمد بن حنبل کے نزدیک مجہول اجرت پر اجارہ کا جواز اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عدم جواز

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ اَنْ يُّجْتَنَى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ.

اور حسن بصری نے کہا کہ نصف کی شرط پر روئی چننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: روئی چننا' زیتون کو اٹھانا اور فصل کاٹنا' ان میں سے ہر ایک چیز حصہ معلوم کے عوض ہوتی ہے' تابعین کی ایک جماعت نے اس کو جائز قرار دیا ہے' اور یہی امام احمد بن حنبل کا قول ہے' انہوں نے اس کو مضاربت پر قیاس کیا ہے' کیونکہ مضاربت میں بھی مال کے ایک حصہ معلوم پر عمل کیا جاتا ہے اور اس کے مبلغ کا علم نہیں ہوتا' اسی طرح اگر جلاہے کو کپڑا بننے کے لیے سوت دیا جائے کہ کپڑے کا ایک حصہ معلوم اس کو دیا جائے گا اور بیل اور بکریاں چرواہے کو دی جائیں کہ اس کی اجرت میں اس کو حصہ معلوم دیا جائے گا تو یہ بھی مضاربت کے قیاس پر جائز ہے' امام مالک' فقہاء احناف اور امام شافعی نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے کہ یہ

Marfat.com

مجہول اجرت کے عوض کسی کو کرائے پر لینا ہے اور عطاء ابن سیرین' زہری اور قتادہ نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ ایک آدمی کپڑا بننے والے کو تہائی یا چوتھائی کپڑے کے عوض کپڑا بننے کے لیے دے اور امام احمد بن حنبل نے اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کی زمین نصف پیداوار کے حصول کی شرط پر یہودیوں کو دی تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۸۷۔۳۸۶ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس تعلیق کی مزارعت کے ساتھ مناسبت نہیں ہے' امام بخاری کو یہ تعلیق اجارہ میں بیان کرنی چاہیے تھی۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَّالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ لَا بَاْسَ اَنْ يُّعْطِيَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ اَوِ الرُّبُعِ وَنَحْوِهٖ.

اور ابراہیم' ابن سیرین' عطاء' الحکم' الزہری اور قتادہ نے کہا کہ تہائی یا چوتھائی کپڑے کے عوض کپڑا بننے کے لیے دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا ہے کہ اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۷۱۱)

مزارعت کے ساتھ اس تعلیق کی بھی کوئی مناسبت نہیں ہے' امام بخاری کو یہ تعلیق اجارہ میں بیان کرنی چاہیے تھی۔

اجیر (عامل یا مزدور) کے عمل کے کسی حصہ کو اجرت بنانے کا جمہور فقہاء احناف کے نزدیک عدم جواز

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص نے کپڑا بننے والے کو سوت دیا کہ وہ اس سوت کا کپڑا بن دے اور اس میں سے نصف کپڑا اس کا ہوگا تو یہ اجارہ فاسد ہے اور بننے والے کو نصاب کے مطابق اجرت دینی ہوگی۔

المبسوط میں علامہ الحلوانی نے اپنے استاذ ابوعلی سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ اپنے ملک نسف میں اس کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے' کیونکہ اس میں عرف ظاہر تھا' اسی طرح مشائخ بلخ بھی لوگوں کے تعامل کی وجہ سے کپڑے میں سے اجرت دینے کو جائز قرار دیتے تھے۔ علامہ الحلوانی نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے طعام لاد کر لے جانے کے لیے گدھا اجرت پر طلب کیا اور کہا کہ گدھے والے کو اس طعام کے لانے کے عوض اس میں سے ایک قفیز (چھ کلو) اجرت دی جائے گی تو یہ بھی ناجائز ہے' کیونکہ آجر نے اس چیز کو اجرت کا حصہ بنایا جو اس کے عمل کا حصہ ہے' تو یہ قفیز الطحان کے حکم میں ہے۔ الطحان کا معنی ہے: گندم کا پیسا ہوا آٹا' قفیز الطحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی کو گندم پیسنے کے لیے دی اور کہا کہ اس کی اجرت میں تم اس میں سے ایک قفیز (چھ کلو) آٹا لے لینا اور یہ بھی اس لیے ناجائز ہے کہ آجر نے اجیر کی اجرت کو اس کے عمل کا حصہ بنا دیا ہے' اگر وہ یہ قید نہ لگاتا کہ تم اس آٹے میں سے چھ کلو لے لینا تو پھر جائز ہوتا' مثلاً وہ یوں کہتا کہ میں اس کی اجرت میں تم کو چھ کلو آٹا دوں گا تب یہ جائز ہوتا' نیز حدیث میں بھی اس کی ممانعت ہے:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت سے منع فرمایا اور عبید اللہ نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ آپ نے قفیز الطحان سے بھی منع فرمایا۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۵۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۹)

اسی طرح جب کسی شخص نے تلوں سے تیل نکالنے کے لیے دوسرے کو اجرت پر طلب کیا اور کہا: اس کی اجرت یہ ہے کہ اس تیل میں سے تم بھی ایک کلو تیل لے لینا یا کسی شخص نے کسی عورت کو روئی دی کہ اس کا دھاگا بنا دو اور اس کی اجرت میں تم اس میں سے اتنا دھاگا لے لینا یا اس کو دھاگا بنانے کے لیے اُون دیا اور کہا: اس کی اجرت میں تم اس میں سے اتنا اُون لے لینا یا کسی سے کہا کہ تم کپاس کے کھیت سے روئی چنو اور اس کی اجرت میں تم اس میں سے اتنی روئی لے لینا یا کسی سے کہا کہ تم باجرہ سے بھوسا الگ کرو اور اس کی اجرت میں تم اس میں سے نصف باجرہ لے لینا یا کہا: تم گندم سے بھوسا الگ کرو اور اس کی اجرت میں تم اس میں سے نصف

Marfat.com

گندم لے لینا تو اجرت کی یہ تمام صورتیں ناجائز ہیں کیونکہ آجر نے اُجرت کو اجیر کے عمل کا حصہ بنا دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن نجیم مصری متوفی ۹۷۰ھ نے بھی اس مسئلہ کو بیان کیا ہے۔(الاشباہ والنظائر ص ۱۰۳ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

وَقَالَ مَعْمَرٌ لَا بَاسَ اَنْ تَكُوْنَ الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ اَوِ الرُّبُعِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى.

اور معمر نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مویشیوں کو تہائی یا چوتھائی مدتِ معینہ تک کرائے پر دیا جائے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ کسی چوپائے کو مثلاً گندم کی بوریاں لاد کر لانے لے جانے کے لیے کرائے پر طلب کیا جائے' بایں طور کہ وہ کرائے کی آمدنی آجر اور اجیر (کرائے پر دینے والے اور لینے والے) کے درمیان تقسیم ہو جائے' مثلاً آمدنی کا دو تہائی کرائے پر دینے والا رکھ لے اور ایک تہائی کرائے پر لینے والا رکھ لے' ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ اجارہ میں مضاربت نہیں ہوتی' مضاربت تجارت میں ہوتی ہے اور کرائے پر دینے والے کو رواج کے مطابق کرایہ لینا ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تاہم اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان مزارعت ہے' بہتر تھا کہ امام بخاری اس تعلیق کو اجارہ کے باب میں ذکر کرتے۔

۲۳۲۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَهٗ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ اَوْ زَرْعٍ فَكَانَ يُعْطِي اَزْوَاجَهٗ مِائَةَ وَسْقٍ، ثَمَانُوْنَ وَسْقَ تَمْرٍ، وَعِشْرُوْنَ وَسْقَ شَعِيْرٍ، فَقَسَمَ عُمَرُ خَيْبَرَ، فَخَيَّرَ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالْاَرْضِ، اَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ، فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْاَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوَسْقَ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ اِخْتَارَتِ الْاَرْضَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے کھیتوں اور باغات میں نصف زمین کی پیداوار یا نصف پھلوں کے عوض عمل کرایا' آپ اس میں سے اپنی ازواج کو ایک سو وسق دیتے تھے' اسی (۸۰) وسق کھجوریں دیتے تھے اور بیس (۲۰) وسق جَو دیتے تھے' پھر حضرت عمر نے خیبر کی پیداوار کو تقسیم کیا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اختیار دیا کہ (اگر وہ چاہیں) ان کو وہاں پانی اور قطعہ زمین دے دیا جائے یا ان کو اسی طرح وسق دیئے جائیں' تو بعض ازواج نے قطعہ زمین کو لینا پسند کیا اور بعض نے وسق لینا پسند کیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قطعہ زمین لینا پسند کیا تھا۔

امام بخاری نے صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں اس حدیث کو اختصار کے ساتھ درج کیا ہے اور اب اس کی تفصیل کے ساتھ روایت کی ہے' لہٰذا اب اس کی مکمل اور مفصل شرح کی جارہی ہے:

مزارعت اور مساقات کے متعلق صحابہ' تابعین اور فقہاء کے مذاہب اور اقوال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

زمین کو نصف' تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض کرائے (مزارعت یا بٹائی) پر دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

Marfat.com

حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن مسعود' حضرت سعد' حضرت زبیر' حضرت اسامہ' حضرت ابن عمر' حضرت معاذ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ جائز ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب' طاؤس اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ ہم نے ابوجعفر سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل خیبر سے نصف پیداوار پر عمل کرایا' پھر حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے' پھر ان کے گھروں والے آج تک تہائی اور چوتھائی پیداوار پر عمل کراتے رہے اور یہی اوزاعی' سفیان ثوری' امام ابویوسف' امام محمد اور امام احمد کا قول ہے' ان فقہاء صحابہ' تابعین اور تبع تابعین اور بعد کے علماء نے مزارعت اور مساقات کو جائز قرار دیا ہے (زمین کو معین پیداوار کے عوض کاشت پر دینا' مزارعت ہے اور باغ کو معین پھلوں کے عوض عمل پر دینا' مساقات ہے) اور بعض فقہاء صحابہ اور تابعین نے اس کو مکروہ کہا ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور عکرمہ اور ابراہیم نخعی سے بھی یہی روایت ہے' اور یہی امام مالک' امام ابوحنیفہ' لیث' امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے کہ مزارعت جائز نہیں ہے اور ان کے نزدیک مساقات جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام زفر نے کہا ہے کہ مزارعت اور مساقات کسی بھی وجہ سے جائز نہیں ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جن احادیث میں زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت ہے' ان ہی احادیث سے مزارعت کی ممانعت ثابت ہے' نیز انہوں نے کہا کہ یہ اجارہ مجہولہ ہے' کیونکہ کبھی زمین سے کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مزابنہ کی ممانعت سے مساقات منسوخ ہے۔

مزارعت اور مساقات کو جائز کہنے والوں کی دلیل اور اس کے جوابات

مزارعت اور مساقات کے مجوزین کی یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے اس پر عمل کرایا کہ زمین سے جو پیداوار حاصل ہوگی یا باغ میں جو پھل لگیں گے اس میں سے نصف ان کو دیا جائے گا' اور زمین اصل مال ہے' پس جو شخص اس میں عمل کرے تو اس کی پیداوار سے اس کو دینا جائز ہے' جیسے کسی چیز کی قیمت دی جاتی ہے۔ جن فقہاء نے مزارعت کو منع کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ مزارع سے زمین کی پیداوار لینا زمین کا کرایہ ہے اور یہ طعام کو طعام کے عوض ادھار فروخت کرنے کے باب سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخابرہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے اور وہ زمین کی پیداوار کے عوض اس کا کرایہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اہل خیبر سے خیبر میں عمل کرایا تھا' اس میں مزارعت کے جواز کی دلیل نہیں ہے کیونکہ ہمارا اختلاف اس صورت میں ہے جب خالی زمین ہو' اس میں درخت وغیرہ نہ ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اہل خیبر سے عمل کرایا تھا' اس میں کھجور کے باغات تھے اور دوسرے درخت تھے اور وہ زمین پھلوں کے تابع تھی اور یہ صورت ہمارے نزدیک بھی جائز ہے' لیکن جب زمین خالی ہو تو پھر اس کو بٹائی پر دینا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس زمین میں اجرت پر کاشت کرائی جائے تو اس کو بٹائی پر دینے کی ضرورت نہیں ہے' جیسے باغ کے پھل دار درختوں کو پانی دینے اور اس کی دیکھ بھال کی ضرورت ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو پھل ابھی پکے نہ ہوں اور ان کو درخت سے کاٹنے کی شرط نہ لگائی جائے تو ان پھلوں کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ درخت کے تابع ہیں اور ان پھلوں کی علیحدہ بیع جائز نہیں ہے اور ان کا مزارعت کو مساقات پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مساقات میں منفعت صرف باغ میں دیکھ بھال کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور اس میں اصل مال (یعنی زمین) کو اجارہ پر نہیں دیا جاتا' اس کے برخلاف زراعت کے حصول کے لیے زمین کو اجارہ پر دیا جا سکتا ہے۔

مساقات کو ناجائز کہنے والوں کی دلیل اور اس کے جوابات

جو فقہاء مساقات کو ناجائز کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا تو یہودیوں کو ان کی زمین کی ملکیت پر برقرار رکھتے ہوئے یہ شرط لگائی کہ وہ آدھے پھل بہ طور جزیہ ادا کریں' پس ان کے باغات سے جو پھل لیے گئے تھے' وہ بطور جزیہ

Marfat.com

لیے گئے تھے نہ کہ بہ طور مساقات۔
ان کے مخالفین نے کہا کہ یہ مفروضہ درج ذیل متعدد وجوہ سے باطل ہے:
(۱) عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو جنگ سے فتح کیا ہے اور ابن شہاب نے ابن المسیب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر سے خمس لیا ہے اور خمس صرف اس جگہ سے لیا جاتا ہے جس کو جنگ سے فتح کیا ہو۔
(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی تھی تو آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو خیبر سے اپنا حصہ دیا اور حضرت عمر کو خیبر سے اپنا حصہ دیا' پس حضرت عمر نے اپنے حصہ کو وقف کر دیا۔
(۳) حضرت عمر نے یہودیوں کو خیبر سے شام کی طرف جلاوطن کر دیا' اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خیبر کی زمین پر برقرار رکھا ہوتا اور ان کو اس زمین کا مالک نہ بنایا ہوتا تو بعد والوں کے لیے ان کو اس جگہ سے جلاوطن کرنا اور ان کو ان کی زمین سے جدا کرنا ممکن نہ ہوتا۔
اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو پھلوں کا اندازہ لگانے کے لیے خیبر بھیجا تا کہ وہ جان لیں کہ مسلمانوں کے اموال میں زکوٰۃ کی کتنی مقدار ہے' پس حضرت عائشہ نے بتایا کہ خیبر میں مسلمانوں کا مال تھا اور اس میں زکوٰۃ واجب تھی' لہٰذا ان فقہاء کا یہ قول باطل ہو گیا کہ یہ جزیہ تھا کیونکہ جزیہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی' یہ ابن القصار نے جواب دیا ہے۔

رہا امام بخاری کا یہ کہنا کہ عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں سے اس طرح معاملہ کیا کہ اگر بیج عمر بن عبدالعزیز کے ہوں تو وہ نصف پیداوار لیں گے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے مزارعت کو جائز قرار دیا ہے' ان کا اس میں اختلاف ہے کہ بیج کون پیش کرے گا' حضرت ابن مسعود' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ بیج عامل کی طرف سے ہوتے ہیں اور بعض محدثین سے روایت ہے کہ دونوں فریقوں میں سے جس نے بھی بیج پیش کر دیئے تو جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کا معاملہ کیا اور آپ نے اس شرط کو ترک کر دیا کہ بیج کون پیش کرے گا اور آپ کے اس شرط کو ترک کرنے میں یہ دلیل ہے کہ جس فریق نے بھی بیج پیش کر دیئے تو یہ جائز ہے اور امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ بیج زمین والے کی طرف سے ہوں گے اور عمل دوسرے فریق کی طرف سے ہو گا۔

امام محمد کی بیان کردہ اقسام' ان میں سے بعض کا جواز اور بعض کا عدم جواز اور ان کی توجیہ

امام محمد بن الحسن اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مزارعت کی چار قسمیں ہیں' ان میں سے تین جائز ہیں اور ایک قسم ناجائز ہے' ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:
(۱) زمین کے مالک کی طرف سے بیج ہوں اور عمل مزارع کرے۔
(۲) بیج اور کاشت کاری کے آلات دونوں مالک کی طرف سے ہوں اور عمل مزارع کی طرف سے ہو۔
(۳) بیج مزارع کی طرف سے ہو اور عمل اور تمام آلات بھی اس کی طرف سے ہوں۔
(۴) بیج مزارع کی طرف سے ہو اور عمل اور آلاتِ زراعت زمین کے مالک کی طرف سے ہوں۔
اوّل الذکر تینوں اقسام جائز ہیں اور ثانی الذکر قسم ناجائز ہے۔
پہلی تین اقسام کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مزارعت کو مضاربت پر قیاس کیا ہے کیونکہ مضاربت میں عامل نفع

Marfat.com

کے معلوم حصہ کی وجہ سے عمل کرتا ہے' اگرچہ اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کل کتنا نفع ہوگا' اسی طرح زمین کو معلوم حصہ کے حصول کی بناء پر دیا جاتا ہے' ہرچند کہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ زمین سے کل کتنی پیداوار حاصل ہوگی۔ چوتھی قسم کو انہوں نے اس لیے ناجائز کہا ہے کہ جب عمل اور آلات دونوں زمین کے مالک کی طرف سے ہوں گے تو مزارع کی طرف سے صرف بیج پیش کیے جائیں گے' پس گویا اس نے زمین کے مالک کو مجہول طعام کے عوض بیج اُدھار فروخت کر دیئے' اور یہ صورت تمام علماء کے نزدیک ناجائز ہے۔

حضرت عمر نے ازواجِ مطہرات کو خیبر کی زمینوں میں جو اختیار دیا تھا' اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو وسق طعام لینے اور خیبر کی زمین میں کاشت کرنے کے درمیان اختیار دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ خیبر کی زمین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت نہیں تھی جس کی آپ کے بعد وراثت ہوتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ ترک کیا ہے وہ صدقہ ہے' حضرت عمر نے ان کو وسق طعام لینے اور بغیر تملیک کے قطعہ زمین لینے کے درمیان اختیار دیا کیونکہ تازہ کھجوروں کی بھی چھواروں کی طرح خواہش ہوتی ہے' حضرت عائشہ نے قطعہ زمین کو اختیار کیا تا کہ وہ تازہ کھجوریں اور خشک کھجوریں یا چھوارے کھائیں اور ان کی وفات کے بعد وہ زمین اور باغات پھر مملکت کی مِلک میں چلے گئے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٣٨٦۔ ٣٨٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابوبکر کی تصریح کہ خیبر کی زمینوں سے حاصل شدہ نصف بہ طور مزارعت تھا نہ کہ بہ طور خراج ..... اور اس سے مصنف کی تائید

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے علامہ ابن بطال کی مذکور الصدر پوری عبارت نقل کی ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں:

علامہ ابوبکر الرازی نے (شرح مختصر طحاوی میں) لکھا ہے کہ خیبر کی زمینوں سے جو نصف پھل اور نصف زمین کی پیداوار لی گئی تھی' وہ بہ طور جزیہ تھی۔ اس کی تائید میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث نہیں ہے' کسی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جزیہ لیا تھا' حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی اور نہ حضرت ابوبکر نے اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے' یہاں تک کہ حضرت عمر نے ان کو جلاوطن کر دیا' اور اگر آپ ان سے جزیہ لیتے تو اس وقت جزیہ لیتے جب جزیہ کی آیت نازل ہوئی تھی' اور جو خراج مقرر کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ امام زمین کے ہر جریب (موجودہ تیس گز) کی پیداوار پر ان سے ایک صاع پیداوار اور ایک درہم لے گا۔

میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ ہے کہ خیبر کی زمین کی کاشت پر یہودیوں سے جو نصف لیا گیا تھا' وہ جزیہ تھا نہ خراج اور یہ وہی بات ہے جو ہم نے صحیح البخاری: ٢٢٨٥ کی شرح میں لکھی تھی اور علامہ عینی کا اس پر رد کیا تھا کہ انہوں نے کہا تھا کہ خیبر کی زمینوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جو پیداوار کا نصف لیا تھا وہ بہ طور خراج تھا اور ہم نے اس پر رد کیا تھا کہ آپ نے ان سے جو نصف لیا تھا' وہ بہ طور مزارعت تھا یا بہ طور مساقات تھا' اب یہاں پر اسی بات کو علامہ عینی نے علامہ ابوبکر رازی کے حوالے سے لکھا ہے۔

خراج کو ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کی تاویل اور اس پر مصنف کا تعاقب

اس کے بعد علامہ عینی پھر اس پیداوار کے نصف کو خراج ثابت کرنے کے لیے تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر تم یہ کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کے چھتیس حصے کیے تھے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ خراج نہیں تھا' تو میں کہوں گا کہ ہوسکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمینوں کے خراج کو تقسیم کیا ہو' بایں طور کہ یہ فرمایا ہو کہ یہ اس زمین کا خراج فلاں کے لیے ہے اور یہ اس

Marfat.com

زمین کا خراج فلاں کے لیے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی یہ تاویل اس وقت درست ہوگی' جب اس عبارت میں خراج کا لغوی معنی مراد ہو یعنی اس زمین سے نکلا ہوا یہ حصہ فلاں کا ہے اور زمین سے نکلا ہوا یہ حصہ فلاں کا ہے حالانکہ علامہ عینی خراج کے اصطلاحی معنی کو ثابت کر رہے تھے اور علامہ ابوبکر رازی نے بھی خراج کے اصطلاحی معنی کی نفی کی ہے اور اس پر دوسرا رد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ زمین سے نکلا ہوا یہ حصہ فلاں کا ہے اور یہ حصہ فلاں کا ہے اور آپ نے ان چھتیس حصوں کے متعلق اسی طرح فرمایا' یہ حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ اور اپنے گمان سے حدیث کو وضع کرنا' پھر اس کو معرض استدلال میں پیش کرنا نہایت عجیب ہے اور علامہ عینی ایسے عالم اور محدث کو بہر حال زیب نہیں دیتا۔

٩ - بَابُ إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِينَ فِي الْمُزَارَعَةِ

جب مزارعت میں سالوں کی تعداد معین نہ کی جائے

٢٣٢٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ عَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی زمین میں پھلوں اور غلہ کی نصف پیداوار کے عوض عمل کرایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے' تاہم جو اُمور وہاں نہیں بیان کیے گئے تھے وہ یہاں بیان کیے جا رہے ہیں۔

جب مزارعت میں مدت کا تعین نہ کیا جائے تو اس کی صحت میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے: جب مزارعت میں سالوں کی تعداد معین نہ کی جائے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے:

امام مالک' سفیان ثوری' امام شافعی اور ابوثور کے نزدیک یہ مکروہ ہے حتیٰ کہ مزارعت کی مدت مقرر کی جائے اور ابوثور نے کہا ہے کہ مدت کا تعین نہ کیا جائے تو اس مزارعت کو ایک سال پر محمول کیا جائے گا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس پر برقرار رکھیں گے' اور آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ کھجور کے درختوں کو مساقات پر دینا اور زمین کو مساقات پر دینا جائز ہے خواہ اس میں سالوں کا تعین نہ کیا جائے اور اس میں زمین اور باغ کے مالک کے لیے یہ جائز ہوگا کہ وہ جب چاہے مزارع کو اور باغ کی دیکھ بھال کرنے والے کو زمین اور باغ سے نکال دے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مزارعت اور کرائے میں فرق ہے کیونکہ مدت کا تعین کیے بغیر زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے اور اس میں زمین کا مالک جب چاہے کرائے دار کو زمین سے نکال نہیں سکتا' اور اس میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ مکانوں کو اور زمینوں کو بغیر مدت کے تعین کے کرائے پر دینا جائز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو زمین کی پیداوار کے عوض جو زمین دی تھی' اس کا تقاضا ایک سال کے لیے تھا حتیٰ کہ آپ اس کی اکثر مدت کو

بیان فرما دیتے' خلاصہ یہ ہے کہ مزارعت میں مدت کا تعین ضروری ہے اور عنقریب اس کی زیادہ وضاحت آئے گی۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۸۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' علامہ ابن بطال کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جو فقہاء مزارعت کی صحت اور اس کے جواز کے قائل ہیں' ان کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ یہ مزارعت ایک سال کی ہے یا دو سال کی ہے اور اگر اس نے اتنی کم مدت بیان کی جس میں زراعت نہیں ہو سکتی یا اتنی زیادہ مدت بیان کی' جس میں فریقین میں سے کوئی بھی عادۃً زندہ نہیں رہے گا تو یہ مزارعت فاسد ہو جائے گی' محمد بن سلمہ اور امام احمد سے روایت ہے کہ مدت کے بیان کے بغیر بھی مزارعت صحیح ہے' کیونکہ یہ عقد جائز غیر لازم ہے اور اکثر فقہاء کے نزدیک یہ عقد لازم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ باب اس سے پہلے اور اس کے بعد والے باب کے درمیان بہ منزلہ فصل ہے۔

۲۳۳۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو قُلْتُ لِطَاوُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ' فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ! قَالَ اَيْ عَمْرُو! إِنِّيْ اُعْطِيْهِمْ وَاُعِيْنُهُمْ' وَاِنَّ اَعْلَمَهُمْ اَخْبَرَنِيْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ' وَلٰكِنْ قَالَ اَنْ يَّمْنَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ' خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّاْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَّعْلُوْمًا.

[اطراف الحدیث: ۲۳۴۲ - ۲۶۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی کہ میں نے طاؤس سے کہا: کاش! تم مخابرہ کو ترک کر دیتے کیونکہ یہ لوگ (حضرت رافع بن خدیج وغیرہ) کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا۔ طاؤس نے کہا: اے عمرو! میں لوگوں کو (زمین) دیتا ہوں اور ان کی معاونت کرتا ہوں اور صحابہ کے سب سے بڑے عالم یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ آپ نے صرف یہ منع فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو اپنی زمین بلا معاوضہ دے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس سے کچھ معاوضہ لے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۵۰' الرقم المسلسل: ۳۸۴۸' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۹' سنن نسائی: ۳۸۷۳' سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۶' المعجم الکبیر: ۱۰۸۸۰' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۳۴' شرح السنۃ: ۱۶۸۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۸۷۔ ج ۳ ص ۵۰۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مخابرہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور مخابرہ اور مزارعت کا فرق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "مخابرۃ" کا لفظ ہے" مخابرۃ" کا لفظ" خبرۃ" سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: حصہ' یا یہ لفظ" خیبر" سے ماخوذ ہے' کیونکہ زمین کی پیداوار کا معاوضہ سب سے پہلے خیبر میں ہوا تھا اور" مخابرۃ" کا اصطلاحی معنی ہے: زمین کی بعض پیداوار کے عوض اس میں کھیتی باڑی کرنا' مزارعت کا بھی یہی معنی ہے لیکن ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ مخابرہ میں بیج عامل کی طرف سے ہوتا ہے اور مزارعت میں بیج زمین کے مالک کی طرف سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

زمین کو کرائے پر دینے سے ممانعت کی توجیہ

حضرت ابن عباس کے اس قول سے غرض یہ ہے کہ زمین مزارع کو عاریۃً عطا کی جائے کیونکہ زمین کے کرائے میں زمین کے مالک اور مزارع کے درمیان اختلاف ہو جاتا تھا اور لڑائی کی نوبت آ جاتی تھی۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرمائے' اللہ کی قسم! مجھ کو ان سے زیادہ حدیث کا علم تھا' کرائے سے ممانعت کی وجہ صرف یہ ہے کہ انصار کے دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لڑتے ہوئے آئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری یہی روش ہے تو پھر تم زمینوں کو کرائے پر نہ دیا کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۹۰' سنن نسائی: ۳۹۳۷' سنن ابن ماجہ: ۲۴۶۱)

امام طحاوی نے کہا: یہ حضرت زید بن ثابت ہیں جو بتا رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا تھا' وہ بہ طورِ تحریم نہیں تھا بلکہ بہ طورِ کراہت تھا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان شر کے وقوع کو ناپسند فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۴۰۔۲۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۴۸۔ ج ۴ ص ۲۲۷ میں مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

۱۱ - بَابُ الْمُزَارَعَةِ مَعَ الْيَهُوْدِ

یہود کے ساتھ مزارعت

۲۳۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ عَلٰى اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا' وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو خیبر اس شرط پر عطا کیا کہ وہ اس میں کھیتی باڑی کریں اور ان کو اس زمین کی پیداوار کا نصف ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵' اور ۲۳۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ

مزارعت میں جن شرائط کا لگانا مکروہ ہے

۲۳۳۲ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ' عَنْ يَّحْيٰى قَالَ سَمِعَ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ' عَنْ رَّافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ حَقْلًا' وَكَانَ اَحَدُنَا يُكْرِيْ اَرْضَهٗ' فَيَقُوْلُ هٰذِهِ الْقِطْعَةُ لِيْ وَهٰذِهٖ لَكَ' فَرُبَّمَا اَخْرَجَتْ ذِهٖ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهٖ' فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از یحییٰ' انہوں نے کہا کہ حنظلہ الزرقی نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اہل مدینہ میں سب سے زیادہ کھیتی باڑی کرنے والے تھے' ہم میں سے کوئی ایک شخص اپنی زمین کو کرائے پر دیتا تھا اور کہتا تھا کہ زمین کا یہ قطعہ میرے لیے ہے اور وہ قطعہ تمہارے لیے ہے اور بسا اوقات اس زمین سے پیداوار ہوتی اور اُس زمین

Marfat.com

سے پیداوار نہ ہوتی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مزارعت کے اندر مکروہ شرط کا بیان ہے۔

۱۳ - بَابٌ إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، وَكَانَ فِي ذَٰلِكَ صَلَاحٌ لَّهُمْ

جب کوئی شخص کسی قوم کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں زراعت کرے اور اس زراعت میں اس قوم کے لیے خیر ہو

۲۳۳۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَّمْشُونَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلّٰهِ، فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهُ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ، قَالَ أَحَدُهُمُ اللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ، كُنْتُ أَرْعَى عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ، فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيهِمَا قَبْلَ بَنِيَّ، وَإِنِّي اسْتَأْخَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ، فَوَجَدْتُهُمَا نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُوسِهِمَا، أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا، وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، فَفَرَجَ اللّٰهُ فَرَأَوُا السَّمَاءَ، وَقَالَ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ إِنَّهَا كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ، فَطَلَبْتُ مِنْهَا فَأَبَتْ حَتَّى أَتَيْتُهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَبَغَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ! اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت تین شخص سفر کر رہے تھے تو ان پر بارش ہونے لگی' سو انہوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی تو غار کا منہ ان پر بند ہو گیا' تو ان کے غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آ کر گر گئی' تب انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: تم نے جو اللہ کے لیے نیک اعمال کیے ہیں ان پر غور کرو اور ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو' شاید کہ اللہ تعالیٰ تم سے کشادگی کر دے' تب ان میں سے ایک نے اللہ سے دعا کی: اے اللہ! بے شک میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے' میں ان کی خاطر بکریاں چراتا تھا' پھر جب میں شام کو ان کے پاس آتا تو دودھ دوہتا' میں اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا' ایک دن مجھے تاخیر ہو گئی تو میں وقت پر نہیں پہنچ سکا حتیٰ کہ شام ہو گئی' پس میں نے اپنے ماں باپ کو سوئے ہوئے پایا' سو میں جس طرح دودھ دوہتا تھا' اس طرح میں نے دودھ دوہا' اور میں اپنے ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا' میں ان کو جگانا ناپسند کرتا تھا اور (ان سے پہلے) بچوں کو دودھ پلانا ناپسند کرتا تھا' بچے میرے قدموں کے پاس (بھوک سے) چلاتے رہے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی' پس اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضاجوئی کے لیے کیا ہے' سو تو ہمارے لیے (اس غار کے منہ کو) کچھ کشادہ کر دے تاکہ ہم آسمان کو دیکھ لیں' پس اللہ تعالیٰ نے کچھ کشادگی کر دی تو انہوں نے آسمان کو دیکھ لیا' اور دوسرے نے

Marfat.com

فَرْجَةٌ فَفَرَجَ، وَقَالَ الثَّالِثُ اللّٰهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ، فَلَمَّا قَضٰى عَمَلَهٗ قَالَ أَعْطِنِي حَقِّي، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهٗ حَتّٰى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَّرَاعِيَهَا، فَجَاءَنِي فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ، فَقُلْتُ اِذْهَبْ إِلٰى ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَرُعَاتِهَا فَخُذْ، فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِي، فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَخُذْ، فَأَخَذَهٗ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللّٰهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ فَسَعَيْتُ.

دعا کی: اے اللہ! بے شک میرے چچا کی ایک بیٹی تھی' میں اس سے اتنی زیادہ محبت کرتا تھا جتنی محبت مرد عورتوں سے کرتے ہیں' میں نے اس سے اپنی خواہش طلب کی تو اس نے انکار کیا حتیٰ کہ میں اس کو سو دینار لا کر دوں' پس میں نے دینار تلاش کیے حتیٰ کہ میں نے ان کو جمع کر لیا' پس جب میں اس کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر! اور ناحق مُہر کو نہ توڑ' پس میں کھڑا ہو گیا' پس اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ فعل محض تیری رضا کے لیے کیا ہے' سو تو ہمارے اس غار کا منہ کچھ کشادہ کر دے' پس اللہ نے غار کا منہ (کچھ اور) کشادہ کر دیا اور تیسرے شخص نے دعا کی: میں نے تین صاع (بارہ کلو) چاولوں کے عوض ایک مزدور رکھا' پس جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا' تو اس نے کہا: مجھے میرا حق دو' میں نے اس پر (وہ چاول) پیش کیے' اس نے ان سے اعراض کیا' پھر میں ان چاولوں کی کاشت کرتا رہا' حتیٰ کہ میں نے ان سے گائیں اور چرواہے رکھ لیے' پھر ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کہا: اللہ سے ڈرو! میں نے اس سے کہا: ان گایوں اور ان کے چرواہوں کی طرف جاؤ اور ان کو لے جاؤ' اس نے کہا: اللہ سے ڈرو! اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو' میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کر رہا' تم ان کو لے جاؤ' پس وہ ان کو لے گیا' پس اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا کے لیے کیا تھا' سو تو غار کے باقی منہ کو بھی کشادہ کر دے' تو اللہ نے غار کا (باقی منہ بھی) کشادہ کر دیا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور ابن عقبہ نے بیان کیا از نافع: پس میں نے کوشش کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ بیان ہے کہ اس تیسرے شخص نے اس مزدور کے چاولوں کی اس کی اجازت کے بغیر کاشت کی اور اس کاشت میں اس مزدور کا فائدہ تھا۔

۱۴ - بَابُ أَوْقَافِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَرْضِ الْخَرَاجِ وَمُزَارَعَتِهِمْ وَمُعَامَلَتِهِمْ

صحابہ کی وقف شدہ املاک اور خراج کی زمین اور ان کی مزارعت اور ان کا عمل کرنا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (اس باغ کی)

Marfat.com

تَصَدَّقْ بِاَصْلِهٖ لَا يُبَاعُ، وَلٰكِنْ يُّنْفَقُ ثَمَرُهٗ. فَتَصَدَّقَ بِهٖ.

اصل زمین کو وقف کر دو تا کہ اس کو فروخت نہ کیا جا سکے لیکن اس کے پھل خرچ کیے جائیں گے تو حضرت عمر نے اصل زمین کو وقف کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۷۷۲ میں روایت کی ہے۔

٢٣٣٤ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْ لَا اٰخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ، مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً اِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ اَهْلِهَا، كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ. [اطراف الحدیث: ۳۱۲۵۔ ۴۲۳۵۔ ۴۲۳۶] (سنن ابوداؤد: ۳۰۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہم کو صدقہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم کو عبدالرحمان نے خبر دی از امام مالک از زید بن اسلم انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جتنے شہر بھی فتح کرتا تو انہیں فتح کرنے والوں میں ہی تقسیم کر دیتا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین تقسیم کی تھی (لیکن چونکہ مجھے فتوحات کی کثرت کے پیش نظر بعد میں آنے والے مسلمانوں کا بھی خیال ہے اس لیے میں ایسا نہیں کرتا)۔

صحابہ کرام کے وقف کردہ اُمور زمین کا خراج‘ اس کی مزارعت اور اس کا معاملہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب عراق کو فتح کیا تو عراق کے مضافات اور وہاں کی زمینیں وہاں کے ذمیوں کو دے دیں اور ان سے زمین کی کاشت کاری پر خراج وصول کیا تا کہ اس سے مسلمانوں کے بیت المال میں اضافہ ہو اور اس کی آمدنی کو وہاں کے فقراء مسلمین پر خرچ کیا جا سکے اور بیت المال کے اموال سے بعد والے مسلمان بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۴ ۱۷‘ دارالمعرفہ بیروت‘ ۱۴۲۶ھ)

وقف کی تعریف‘ اس کا حکم‘ اس کا سبب‘ اس کا محل‘ وقف کے الفاظ اور اس کی شرائط

امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں دو چیزیں ذکر کی ہیں: ایک وقف اور دوسرا اخراج‘ پہلے ہم وقف کی تعریف کر رہے ہیں:

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وقف کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کو روک لینا اور مقید کر دینا۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک وقف کا شرعی معنی ہے: واقف کسی مخصوص چیز کو اپنی ملک میں روک لے اور اس کو اپنی ملکیت میں محفوظ اور مقید کر لے اور اس کی منفعت کو صدقہ کر دے خواہ اجمالی طور پر۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ وقف عاریت کی طرح جائز ہے‘ لازم نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ھ نے اس کی تعریف میں لکھا ہے:

کسی مخصوص چیز میں دوسروں کے تصرف کو منع کر دینا اور اس چیز کو واقف کا اپنی ملکیت میں رکھنا‘ پس وہ چیز اس کی زندگی میں اس کی ملکیت میں باقی رہے گی اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کی ملکیت ہو گی اور اس چیز کو بیچا جائے گا اور نہ اس کو ہبہ کیا جا

سکے گا۔

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک وقف کا شرعی معنی ہے: کسی مخصوص چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے حکم پر باقی رکھنا اور اس کی منفعت کو واقف کا اپنی پسند کے مطابق خرچ کرنا خواہ غنی پر خرچ کرے' پس وقف کرنے کے بعد یہ لازم ہو جاتا ہے' اب واقف کے لیے اس وقف کو باطل کرنا جائز نہیں ہے' اس میں واقف کی وراثت جاری نہیں ہوگی۔ (علامہ ابن ہمام و ابن الشحنہ)

وقف کا سبب دنیا میں اپنی محبوب اور پسندیدہ چیز سے اپنے دوستوں' رشتہ داروں اور فقراء کو نفع پہنچانا ہے اور آخرت میں ثواب کی نیت کرنا ہے' اور وقف کی نذر ماننے کی وجہ سے وقف کرنا واجب ہو جاتا ہے' پھر اس چیز کا یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

وقف کا محل قیمت والا مال ہے خواہ وہ غیر منقول شی ہو یا منقول ہو۔

وقف کے الفاظ یہ ہیں: مثلاً وہ یہ کہے کہ میں اس گھر کی آمدنی کو مساکین کے لیے دائماً وقف کرتا ہوں یا کہے کہ میرے مرنے کے بعد میرا یہ گھر وقف ہوگا (جب کہ وہ تہائی مال یا اس سے کم ہو)۔

وقف کی شرط یہ ہے کہ وہ مخصوص چیز اس کی صحیح ملکیت میں ہو اور وہ اس میں عبادت اور قرب الٰہی کی نیت کرے اور اس کا وقف فی الفور نافذ ہو' معلق نہ ہو' مثلاً یہ نہ کہے کہ جب فلاں شخص آئے گا تو یہ وقف ہوگا اور وہ کسی چیز کی طرف مضاف نہ ہو' مثلاً میں مروں گا تو یہ وقف ہوگا اور نہ مؤقت ہو' مثلاً یہ ایک ماہ کے لیے وقف ہوگا اور وقف کرنے سے اس چیز سے اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۶ ص ۴۱۲-۴۰۶ ملخصاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

سوادِ عراق (عراق کے مضافات اور دیہاتوں) کے متعلق حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا مؤقف اور سوادِ عراق کے خراج کی مقدار

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جب عراق کے سواد (مضافات اور دیہات) فتح ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے اس کے متعلق مشورہ کیا' تو عام صحابہ کی رائے یہ تھی کہ ان زمینوں کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیا جائے' حضرت بلال بن رباح رضی اللہ اس مؤقف اور اس رائے پر سب سے زیادہ اصرار کر رہے تھے' اور حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی کہ حضرت عمر سوادِ عراق کو مجاہدین میں تقسیم کر دیں جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان زمینوں کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے اور ان کو مجاہدین کے درمیان تقسیم نہ کیا جائے' اور جب ان صحابہ نے ان زمینوں کے تقسیم کرنے پر بہت زیادہ اصرار کیا تو حضرت عمر نے دعا کی: اے اللہ! تو بلال اور ان کے اصحاب کے لیے مجھ سے کافی ہو جا (یعنی میری طرف سے تو ان پر حجت قائم کر دے)' حضرت عثمان' حضرت علی اور حضرت طلحہ نے بھی حضرت عمر کی رائے کی حمایت کی تھی' پھر کئی دنوں تک یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: مجھے سوادِ عراق کو اپنے حال پر چھوڑنے کے متعلق اور ان کو مجاہدین کے درمیان تقسیم نہ کرنے کے متعلق قرآن مجید سے دلیل مل گئی ہے اور وہ یہ آیت ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ

(یہ اموال) ان فقراء مہاجرین کے لیے ہیں جن کو ان کے گھروں سے اور ان کے اموال سے نکال دیا گیا' وہ اللہ کے فضل

Marfat.com

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَO وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَO وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (الآیۃ) (الحشر: ۹۔۸)

اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہیں اور اللہ (کے دین) کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں' وہی سچے ہیںO اور (یہ اموال) ان لوگوں کے لیے ہیں جو دارِ ہجرت سے دارِ ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں (یعنی انصار) اور وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے' اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کو دی گئی ہے اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں شدید ضرورت ہو اور جن کو ان کے نفسوں کے بخل سے بچایا گیا' سو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیںO (اور یہ اموال) ان کے لیے ہیں جو ان (مہاجرین اور انصار) کے بعد آئے۔

حضرت عمر نے کہا: پس میں ان زمینوں کو تمہارے لیے کیسے تقسیم کر دوں اور ان کے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو بغیر تقسیم کے چھوڑ دوں' پھر حضرت عمر نے ان زمینوں کو وہاں کے رہنے والے اہل ذمہ پر چھوڑنے کا عزم کر لیا اور وہاں کے رہنے والوں پر ان زمینوں کا خراج مقرر کیا اور ان کے نفوس کے اوپر جزیہ مقرر کیا' حضرت عمر نے سوادِ عراق کی پیمائش کرائی تو وہ زمینیں دس لاکھ تیس جریب تھیں' حضرت عمر نے کھیت کے ہر جریب (تیس گز زمین) پر ایک قفیز (چھ کلو گندم یا جو) اور ایک درہم خراج مقرر کیا اور انگوروں پر دس درہم اور تازہ کھجوروں پر پانچ درہم خراج مقرر کیا اور ہر ذمی کے نفس پر حسب حیثیت بارہ درہم اور چوبیس درہم اور اڑتالیس درہم جزیہ مقرر کیا۔ (کتاب الخراج ص ۳۶۔۳۵' المطبعۃ السلفیہ و مکتبتہا' ۲۱ شارع الفتح' بالروضہ)

حضرت عمر کے استدلال کی تقریر اور سوشلسٹ حضرات کی دلیل کا جواب

میں کہتا ہوں کہ الحشر: ۸ سے حضرت عمر رضی اللہ کے استدلال کی تقریر اس طرح ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مفتوحہ زمینوں کی آمدنی کا مستحق بعد میں آنے والے مسلمانوں کو بھی قرار دیا ہے' پس اگر سوادِ عراق کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم کر دی جاتیں تو یہ زمینیں ان مجاہدین کی نجی ملکیت ہو جاتیں اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کی فلاح کے لیے بیت المال میں کوئی مد یا حصہ نہیں ہوتا اور جب یہ زمینیں وہاں کے رہنے والے ذمیوں کو دی گئیں اور ان سے خراج وصول کر کے بیت المال میں داخل کیا گیا تو بیت المال کی رقم سے بعد میں آنے والے مسلمانوں کی فلاح اور اعانت کی بھی سبیل پیدا ہو گئی اور قرآن مجید کا یہ منشاء پورا ہو گیا کہ اس نے الحشر: ۸ میں مفتوحہ زمینوں سے حاصل ہونے والے اموال میں بعد میں آنے والے مسلمانوں کا بھی حق رکھا ہے جب کہ مجاہدین کو عراق کے اموالِ غنیمت سے تو بہرحال حصہ مل چکا تھا۔ حضرت عمر نے مہاجرین میں سے ہر ایک کو پانچ ہزار درہم اور انصار میں سے ہر ایک کو تین ہزار درہم دیئے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو بارہ ہزار درہم دیئے۔ (کتاب الخراج ص ۴۵' المطبعۃ السلفیہ) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے اموالِ غنیمت میں سے مجاہدین کو دیا اور سوادِ عراق کے خراج کو بیت المال میں داخل کر کے بعد میں آنے والے مسلمانوں کے نفع کے لیے محفوظ رکھا' چونکہ حضرت عمر رضی اللہ نے سوادِ عراق کی اراضی وہاں کے باشندوں کی ملکیت میں دے دی تھی' اس لیے سوشلسٹوں کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے سوادِ عراق کی زمینوں کو قومی ملکیت میں لے لیا تھا یا اس میں سوشلزم کی کوئی دلیل ہے!

Marfat.com

خراج اور سوادِ عراق کے متعلق فقہاء امت کی تصریحات

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مضافات اور پہاڑی علاقوں پر خراج مقرر کیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۸۲ 'دار صادر' بیروت) علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں: سوادِ عراق (عراق کے مضافات اور بستیوں) کی زمین حضرت عمر رضی اللہ کے قصہ کی وجہ سے خراجی ہے' اسی طرح جو پہاڑی زمینیں سوادِ عراق کے قریب ہیں جیسے طبرستان وغیرہ کی زمینیں وہ خراجی ہیں' حضرت عمر رضی اللہ نے پہاڑی زمین والوں اور مضافات والوں پر خراج مقرر کیا۔

اسی طرح ہر وہ زمین جس کو جنگ اور غلبہ کی وجہ سے فتح کیا گیا ہو' اور اس زمین کو اس علاقہ کے لوگوں پر چھوڑ دیا گیا ہو' وہ خراجی ہے' جس طرح سیدنا عمر رضی اللہ نے سوادِ عراق میں کیا تھا' اسی طرح جس شہر کے لوگ حاکم سے ذمہ طلب کریں اور حاکم ان کو اثبات میں جواب دے اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کر دے اور یہ اس لیے ہے کہ زمین کا وظیفہ اصل میں خراج ہے اور اگر بعض زمینوں کے مالک پہلے مسلمان ہوں تو ان کی زمینوں کا خراج عشر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے' ورنہ اس زمین پر اصل کے مطابق خراج ہی ہوتا ہے۔
(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۲۹۴ 'ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

سوادِ عراق یعنی عراق کی بستیاں' اسی طرح ہر وہ شہر جو جنگ سے فتح ہوا ہو' اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں پر برقرار رکھا گیا ہو یا ان سے صلح کر لی گئی ہو' اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کیا گیا ہو تو وہ زمینیں وہاں کے رہنے والوں کی ملکیت ہیں۔ (در منتقیٰ) میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ شام اور مصر کی زمینیں بھی اسی طرح جنگ سے فتح کی گئی ہیں اور وہاں کے رہنے والوں کو خراج کے عوض وہاں پر برقرار رکھا گیا ہے' کیوں کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں کہا ہے: ان زمینوں کو جب (مجاہدین میں) تقسیم کر دیا جائے تو یہ عشری زمینیں ہیں اور اگر امام ان زمینوں کو وہاں کے ان رہنے والوں کے قبضہ میں رہنے دے' جن پر فتح حاصل کی گئی ہے تو یہ بھی مستحسن ہے کیونکہ مسلمانوں نے عراق' شام اور مصر کی زمینوں کو فتح کیا اور ان کو بالکل تقسیم نہیں کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ نے ان پر خراج مقرر کیا اور اس میں خمس نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوادِ عراق کی زمینیں وہاں کے رہنے والوں کی ملکیت ہیں۔
(ردالمحتار ج ۶ ص ۲۱۹ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۱۵ - بَابُ مَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَّوَاتًا — جس نے غیر آباد زمین کو آباد کیا

''ارضِ موات'' (مردہ زمین)' اس کو زندہ کرنے کا معنی اور اس کا حکم

اس عنوان میں ''ارض مَوات'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بنجر اور غیر آباد زمین۔ امام طحاوی نے لکھا ہے کہ یہ وہ زمین ہے جو کسی کی ملکیت ہو' اور نہ اس کا تعلق شہر کے مصالح اور فوائد سے ہو اور وہ شہر سے باہر ہو' خواہ وہ شہر کے قریب ہو یا شہر سے بعید ہو۔ اسی طرح ظاہر الروایہ میں ہے۔ القزاز نے کہا ہے کہ ارض موات' وہ زمین ہے جس میں تعمیر نہ کی گئی ہو' اور اس مردہ زمین کو زندہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس شخص کا کوئی مالک ہے' وہ اس زمین کو پانی سے سیراب کرے اور اس میں کھیت لگائے یا درخت اُگائے یا مکان بنائے تو اس کام سے وہ زمین اس کی ملکیت ہو جائے گی خواہ وہ آبادی کے قریب ہو یا آبادی سے دور ہو' اور اس کو سربراہِ ملک نے اس کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو۔ یہ تعریف جمہور نے کی ہے' اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس زمین کو آباد کرنے سے پہلے سربراہ ملک یا امیر شہر سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ وہ زمین آبادی کے قریب ہو'

Marfat.com

اور قرب کا ضابطہ یہ ہے کہ آبادی والوں کو اس جگہ کوئی کام پڑتا ہو مثلاً وہ وہاں بکریاں چراتے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَرَاٰی ذٰلِكَ عَلِیٌّ فِیْ اَرْضِ الْخَرَابِ بِالْكُوْفَةِ مَوَاتٌ. وَقَالَ عُمَرُ مَنْ اَحْیَا اَرْضًا مَّیِّتَةً فَهِیَ لَهٗ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک کوفہ کی بنجر زمین مردہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا' وہ اُسی کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیثِ موصول درج ذیل ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اسی کی ہے اور ظالم کی ناجائز کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔ (موطأ امام مالک: ۱۴۸۹ دار المعرفۃ بیروت)

وَیُرْوٰی عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ' وَقَالَ فِیْ غَیْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ ' وَلَیْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ فِیْهِ حَقٌّ.

اور حضرت عمرو ابن عوف رضی اللہ عنہما سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی مثل مروی ہے اور آپ نے مسلمان کی ناحق چیز کے متعلق فرمایا: ظالم کی کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول درج ذیل ہے:

کثیر بن عبد اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اسی کی ہے اور ظالم کی کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔ (المعجم الکبیر: ۵۔ ۴۔ ج ۱۷ ص ۱۴۔ ۱۳ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وَیُرْوٰی فِیْهِ عَنْ جَابِرٍ ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی مثل روایت کی گئی ہے۔

اس تعلیق کے موافقت حدیثِ موصول درج ذیل ہے:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اسی کی ہے اور ظالم کی کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۷۳ سنن ترمذی: ۱۳۷۸)

۲۳۳۵ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ ' عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ عُرْوَةَ ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْمَرَ اَرْضًا لَیْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی جعفر از محمد بن عبد الرحمان از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے کسی ایسی زمین کو آباد کیا جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

قَالَ عُرْوَةُ قَضٰی بِهٖ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِیْ خِلَافَتِهٖ.

عروہ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اسی کے موافق فیصلہ کیا تھا۔

اس تعلیق کے موافق حدیثِ موصول کو یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے۔

Marfat.com

بنجر زمین کو آباد کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث سے امام شافعی امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ بنجر زمین کو آباد کرنے میں سربراہِ ملک یا سربراہِ شہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے خواہ وہ زمین شہر کے قریب ہو یا شہر سے دور ہو اور امام مالک نے کہا ہے کہ سربراہِ ملک یا شہر کی اجازت لینا شہر کے قریب کی جگہ میں ضروری ہے اور اگر وہ زمین صحراء یا جنگلات میں ہو اور لوگ اس جگہ میں کاشت کی طمع نہ کرتے ہوں تو پھر سربراہِ ملک کی اجازت کے بغیر بھی وہ کاشت کردہ زمین اسی کی ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ سربراہ کی اجازت کے بغیر کسی کے لیے بنجر زمین کو آباد کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ زمین شہر کے قریب ہو یا شہر سے دور ہو اگر کسی نے سربراہ کی اجازت کے بغیر اس زمین کو آباد کیا تو وہ اس کا مالک نہیں ہوگا۔

سربراہِ ملک کی اجازت لینے پر امام ابوحنیفہ کی دلیل اور امام مالک اور امام شافعی کی دلیل کا جواب

امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے:
حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چراگاہ (بنانے کا اختیار) صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے النقیع (مدینہ کے قریب ایک جگہ) کو چراگاہ بنایا اور حضرت عمر نے سرف (مکہ کے قریب ایک جگہ) اور ربذہ (مدینہ کے قریب ایک جگہ) کو چراگاہ بنایا۔
(صحیح البخاری: ۲۳۷۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۷۵۰، المعجم الکبیر: ۷۴۱۹، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۴۶، شرح السنۃ: ۲۱۹۰)

اس حدیث میں ''حِمٰی'' کا لفظ ہے ''زمین پر بنائی ہوئی چراگاہ کو کہتے ہیں'' اس سے معلوم ہوا کہ زمینوں کا حکم سربراہانِ مملکت کی طرف مفوض ہے اور اس باب کی احادیث میں جو مذکور ہے کہ جس نے کسی بنجر زمین کو آباد کیا جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو وہ اس کی ملکیت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اور اس قسم کی دوسری احادیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے کسی بنجر زمین کو اس کی شرائط کے مطابق آباد کیا تو وہ اس کی ملکیت ہے اور اس کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ سربراہِ ملک یا شہر سے اس کو آباد کرنے کی اجازت حاصل کر لی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۴۸۔ ۲۴۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۶ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب اس سے پہلی حدیث اور اس کے بعد والی حدیث کے درمیان بہ منزلہ فصل ہے۔

۲۳۳۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي، فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ. فَقَالَ مُوسَى وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيخُ بِهِ، يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبداللہ بن عمر از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مکہ جاتے ہوئے) ذوالحلیفہ کے نشیب میں رات کے حصہ میں قیام کیا تو آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ آپ مبارک وادی میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ سالم نے بھی ہمارے ساتھ وہیں اونٹ بٹھایا جہاں حضرت ابن عمر اونٹ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ اَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِبَطْنِ الْوَادِيْ، بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّرِيْقِ وَسَطٌ مِّنْ ذٰلِكَ.

بٹھاتے تھے وہ اس جگہ کو تلاش کر رہے تھے جس جگہ رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا' یہ جگہ وادی عقیق کی مسجد کے نشیب میں ہے' وادی عقیق اور راستہ کے درمیان میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المزارعة'' میں اس لیے درج کیا ہے کہ ذوالحلیفہ ایسی جگہ ہے کہ وہ جگہ کاشت کاری کرنے سے کسی کی ملکیت میں نہیں آ سکتی کیونکہ عام آدمیوں کا وہاں ٹھہرنا ممنوع ہے' وہ صرف اہل مدینہ کا میقات ہے۔

۲۳۳۷ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحَاقَ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّيْلَةَ اَتَانِيْ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَهُوَ بِالْعَقِيْقِ اَنْ صَلِّ فِيْ هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ، وَقُلْ عُمْرَةٌ فِيْ حَجَّةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی از اوزاعی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت عمر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: آج رات میرے رب کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا' اس وقت آپ وادی عقیق میں تھے' اس آنے والے نے کہا: آپ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے اور کہیے کہ عمرہ حج میں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۳۴ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بہ ظاہر مذکور الصدر دونوں حدیثوں کی ''کتاب المزارعة'' کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' تاہم علامہ ابن بطال اور علامہ المہلب نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ ہرچند کہ وادی عقیق بنجر اور غیر آباد زمینوں میں سے ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ یہاں پر رات کے آخری حصہ میں ٹھہرے تھے وہ جگہ بنجر زمینوں کے عام حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس جگہ کا عام مسلمانوں کے حقوق سے تعلق ہے' اس لیے کوئی شخص اس جگہ کو اپنی نجی ملکیت میں نہیں لے سکتا خواہ وہ اس جگہ میں کاشت کاری کر کے اس جگہ کو آباد کرے اور پوری وادی عقیق کا یہی حکم ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یعنی حج کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کے لیے عام مسلمان وادی عقیق میں قیام کرتے ہیں' اس لیے اس وادی کا تعلق عام مسلمانوں کے حقوق سے ہے' اس لیے کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بنجر زمین کو آباد کرنے کی تاویل سے اس وادی کو اپنی نجی ملکیت میں داخل کرے۔

۱۷ - بَابُ اِذَا قَالَ رَبُّ الْاَرْضِ اُقِرُّكَ مَا اَقَرَّكَ اللّٰهُ وَلَمْ يَذْكُرْ اَجَلًا مَّعْلُوْمًا، فَهُمَا عَلٰى تَرَاضِيْهِمَا

جب زمین کا مالک کاشت کار سے یہ کہے کہ میں تمہیں کاشت کاری پر اس وقت تک برقرار رکھوں گا جب تک اللہ برقرار رکھے گا' اور مدت کا تعین نہ کرے تو یہ فریقین کی باہمی رضامندی پر محمول ہے

۲۳۳۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن المقدام نے

Marfat.com

فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى خَيْبَرَ، أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا، وَكَانَتِ الْأَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ، وَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا فَسَأَلَتِ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا أَنْ يَكْفُوْا عَمَلَهَا، وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا. فَقَرُّوْا بِهَا حَتّٰى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ إِلٰى تَيْمَاءَ وَأَرِيْحَاءَ.

اور امام عبدالرزاق نے کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہود اور نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے نکال دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خیبر پر فتح یاب ہوئے تھے تو آپ نے یہود کو خیبر سے نکالنے کا ارادہ کیا اور جب آپ خیبر پر غالب ہوئے تھے اس وقت وہ زمین اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور مسلمانوں کے لیے تھی' آپ نے یہود کو اس سرزمین سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کو وہاں برقرار رکھیں اور وہ آپ کی طرف سے وہاں عمل کریں گے اور اس کے عوض میں ان کو نصف پھل دے دیئے جائیں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس شرط پر برقرار رکھیں گے' سو ان کو اس شرط پر برقرار رکھا گیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مجہول مدت تک نصف پیداوار کے عوض کاشت کرانے کا ثبوت ہے' اور مجہول مدت تک کاشت کاری کرانے کی ہم یہاں تفصیل بیان کر رہے ہیں:

مدت کے تعین کے بغیر مساقات اور مزارعت میں مذاہب فقہاء اور باب مذکور کی حدیث کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ بعض غیر مقلدین علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مدت مجہول تک مساقات جائز ہے یعنی باغات کی دیکھ بھال کے لیے عمل کرانا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ہم تم کو اس وقت تک برقرار رکھیں گے جب تک ہم چاہیں گے اور آپ نے مدت کے تعین کا ذکر نہیں فرمایا تھا' اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مجہول مدت کے لیے مساقات کرانا جائز نہیں ہے اور انہوں نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا تھا جب یہود نے یہ کہا تھا کہ آپ ہمیں رہنے دیں اور ہم نصف پیداوار کے عوض آپ کے لیے عمل کرتے رہیں گے' تو آپ نے فرمایا: جب تک مصلحت ہوگی ہم تم سے عمل کراتے رہیں گے اور آپ نے ان سے کوئی معاہدہ نہیں فرمایا تھا اور اس کے بعد آپ نے ان سے مساقات پر عمل کرایا یعنی مدت کا تعین کر

Marfat.com

کے۔

علامہ نووی نے اس حدیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ مجہول مدت کے لیے مساقات کرانا' یہ صرف نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا اور یہ صرف ابتداء اسلام میں جائز تھا۔

ابوثور نے کہا: جب مساقات کو مطلق رکھا جائے اور مدت کا تعین نہ کیا جائے تو یہ مساقات صرف ایک سال کے لیے ہوتی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ قول محمد بن حسن کا ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ غلط ہے بلکہ یہ قول محمد بن سلمہ کا ہے' کیونکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ مدت کے تعین کے بغیر مزارعت جائز ہے' سو اسی طرح مساقات بھی جائز ہے کیونکہ وہ مزارعت کی طرح ہے۔

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ مساقات میں مدت کے تعین کی شرط ہے کیونکہ مساقات مزارعت کی مثل ہے اور ان میں سے ہر ایک اجارہ (اجرت دے کر کام کرانے) کی مثل ہے اور اجارہ مدت کے تعین کے بغیر جائز نہیں ہے' سو جب مساقات اور مزارعت میں مدت کا تعین نہ کیا جائے تو یہ جائز نہیں ہیں' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' مگر امام احمد نے یہ کہا ہے کہ کم از کم اتنی مدت کا تعین ضروری ہے جس میں پھل لگ سکیں۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تعین مدت کے بھی مساقات جائز ہے اور ائمہ فتویٰ کا قول اس کے خلاف ہے کہ بغیر مدت کے تعین کے مساقات جائز نہیں ہے' امام مالک نے کہا: ہمارے نزدیک مساقات کی مدت دو سال' تین سال اور چار سال ہے' اور ان کے اصحاب نے دس سال تک کی مدت کا بھی ذکر کیا ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مدت کے تعین کا ذکر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا ہے نہ اس حدیث کے کسی اور راوی نے کیا ہے' پس تم نے مساقات اور مزارعت میں مدت کے تعین کی شرط کہاں سے نکالی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اجارہ میں مدت کے تعین پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور جس اجارہ میں مدت کا تعین نہ کیا جائے' وہ اجارہ فاسد ہے کیونکہ مثلاً آجر (کام لینے والا) کہے گا: تم نے ایک سال تک کام کرنا ہے' اور اجیر (کام کرنے والا) کہے گا: میں نے چھ ماہ تک کام کرنا ہے' اور ان دونوں میں تنازع اور جھگڑا ہوگا اور جو اجارہ تنازع کا موجب ہو' وہ اجارہ فاسد ہوتا ہے' لہٰذا تعین مدت کے بغیر جو مزارعت یا مساقات کا عقد ہوگا' وہ فاسد ہوگا۔ رہا یہ کہ نبی ﷺ نے بھی یہود کے ساتھ مساقات کا عہد کیا تھا' اس میں آپ نے مدت کا تعین نہیں کیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ مدت کا تعین نہ ہونے سے آپ کے عقد کا فساد لازم نہیں آئے گا بلکہ آپ کا غیر جو ایسا عقد کرے گا اس کا عقد فاسد ہوگا' کیونکہ آپ پر وحی نازل ہوتی رہتی تھی اور بعض اوقات وحی سے احکام مقرر رکھے جاتے تھے اور بعض اوقات احکام منسوخ کر دیئے جاتے تھے' اور آپ نے جب مدت کا تعین کیے بغیر مساقات کا عقد کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس عمل اور عقد کو برقرار رکھا تو آپ کا یہ عقد جائز قرار پایا اور چونکہ آپ کے بعد والوں کی یہ شان نہیں ہے' اس لیے اگر وہ مدت کے تعین کے بغیر کوئی عقد کریں گے تو ان کا عقد فاسد ہوگا کیونکہ تعین مدت کے بغیر جو عقد کیا جائے گا' وہ تنازع کا موجب ہوگا اور نبی ﷺ سے کوئی شخص عقد کی مدت میں تنازع نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کا ارشاد حرف آخر ہوتا ہے اور اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہوتی اور آپ کے بعد والوں کی یہ شان نہیں ہے' اس لیے وہ جو عقد بغیر تعین مدت کے کریں گے' وہ عقد فاسد ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۳۔ ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸ - بَابُ مَا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَاسِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الزِّرَاعَةِ وَالثَّمَرَةِ

نبی ﷺ کے اصحاب کاشت کاری اور باغ بانی میں ایک دوسرے کی کس طرح مدد کرتے تھے؟

٢٣٣٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ، مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَمِّهِ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ظُهَيْرٌ لَقَدْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا، قُلْتُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ حَقٌّ، قَالَ دَعَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَحَاقِلِكُمْ؟ قُلْتُ نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرُّبُعِ، وَعَلَى الْأَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ، قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِزْرَعُوْهَا، أَوْ أَزْرِعُوْهَا، أَوْ أَمْسِكُوْهَا. قَالَ رَافِعٌ قُلْتُ سَمْعًا وَطَاعَةً.

[اطراف الحدیث: ٢٣٤٦-٢٣٤٣-٤٠١٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبردی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبردی از ابی النجاشی مولیٰ حضرت رافع بن خدیج انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج بن رافع رضی اللہ عنہ سے سنا از عم خود حضرت ظہیر بن رافع انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ظہیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع فرمادیا جس میں ہمیں فائدہ تھا میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی فرمایا ہے وہ برحق ہے حضرت رافع بن خدیج نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر پوچھا: تم اپنے کھیتوں میں کس طرح کام کرتے ہو؟ میں نے کہا: ہم اپنی نہر کے قریب والی زمینوں پر اجرت دیتے ہیں اور چند صاع کھجور اور جو کے عوض آپ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کرو تم اس میں خود کاشت کرو یا دوسروں سے کراؤ یا پھر اپنی زمین کو اپنے پاس رکھو۔ حضرت رافع نے کہا: میں نے آپ کا یہ ارشاد سنا اور تسلیم کرلیا۔

(صحیح مسلم: ٧-١٥٤ الرقم المسلسل: ٣٨٢٦ سنن ابوداؤد: ٣٣٨٩ سنن نسائی: ٣٩١٩ سنن ابن ماجہ: ٢٣٥٠ المعجم الکبیر: ٤٣٠٢ سنن بیہقی ج ٦ ص ١٣٠ شرح مشکل الآثار: ٢٦٨٠ المعجم الاوسط: ٣١١ مسند احمد ج ٢ ص ٦ طبع قدیم مسند احمد: ٢٥٠٣ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن مقاتل (٢) عبداللہ بن المبارک (٣) عبدالرحمان بن عمرو الاوزاعی (٤) ابوالنجاشی عطاء بن صہیب مولیٰ رافع بن خدیج (٥) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ (٦) حضرت ظہیر بن رافع الانصاری رضی اللہ عنہ حضرت رافع بن خدیج کے چچا۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٥٤)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ یا تم دوسروں سے کاشت کراؤ یعنی بغیر اجرت کے اس طرح کاشت کاری میں دوسروں کے ساتھ معاونت ہوگی۔

- اس حدیث میں "الربع" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چھوٹا دریا جس کو اُردو میں نہر کہتے ہیں۔

اس حدیث سے بعض فقہاء نے زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت پر استدلال کیا ہے اس کی تفصیلی بحث "کتاب المزارعة" میں گزر چکی ہے۔

٢٣٤٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَزْرَعُوْنَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبردی از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) تہائی چوتھائی اور نصف پیداوار کے عوض مزارعت کرتے تھے

Marfat.com

فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ لِيَمْنَحْهَا، فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

[طرف الحدیث: ۲۶۳۲] (صحیح مسلم: ۱۵۳۶، الرقم المسلسل: ۳۸۶۲)

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس زمین ہے وہ اس میں خود کاشت کرے یا وہ زمین کسی کو عطاء کر دے اگر وہ یہ نہیں کرتا تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے۔

یہ حدیث بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

۲۳۴۱ - وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

اور الربیع بن نافع ابوتوبہ نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہے وہ اس میں خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو عطا کر دے اگر وہ اس کا انکار کرتا ہے تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۵۰، الرقم المسلسل: ۳۸۴۸، سنن ابوداؤد: ۳۳۸۹، سنن ترمذی: ۱۳۸۵، سنن نسائی: ۳۸۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۶)

۲۳۴۲ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ ذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ، فَقَالَ يُزْرِعُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ، وَلَكِنْ قَالَ أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ شَيْئًا مَعْلُومًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس کا طاؤس سے ذکر کیا تو یزرع نے کہا (کہ حضرت رافع زمین کو کرائے پر دینے سے منع کرتے تھے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو (بلا معاوضہ) زمین عطا کر دے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس سے معین کرایہ لے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۴۳ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ، عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ، وَصَدْرًا مِّنْ إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ. [طرف الحدیث: ۲۳۴۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے عہد میں اپنی زمینوں کو کرائے پر دیتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۴۷، الرقم المسلسل: ۳۸۲۶، سنن ابوداؤد: ۳۳۸۹، سنن نسائی: ۳۹۱۹، سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۰)

۲۳۴۴ - ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى رَافِعٍ، فَذَهَبْتُ مَعَهُ، فَسَأَلَهُ،

پھر حضرت ابن عمر کے سامنے حضرت رافع بن خدیج کی یہ حدیث بیان کی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے، پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

Marfat.com

فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّا كُنَّا نُكْرِي مَزَارِعَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَى الْأَرْبِعَاءِ، وَبِشَيْءٍ مِّنَ التِّبْنِ.

کے پاس گئے' میں بھی ان کے ساتھ گیا' پس ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے' تب حضرت ابن عمر نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں نہروں کے کنارے کی زمینوں کی پیداوار اور کچھ بھوسے کے عوض زمینوں کو کرائے پر دیتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج حسب سابق ہے۔

زمینوں کو کرائے پر دینے کی ممانعت کا محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الاربعاء'' کا لفظ ہے' یہ ربیع کی جمع ہے اور اس کا معنی چھوٹا دریا ہے' اس کو اُردو میں نہر کہتے ہیں' امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کی مثل روایت کی ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خبر دی اور وہ اس وقت میرے ہاتھ کے اوپر ٹیک لگائے ہوئے تھے' حضرت رافع نے کہا کہ ان کے چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پھر واپس چلے گئے' پھر انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمادیا ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم کو معلوم تھا کہ ہمارے چچا کی زمینیں تھیں اور وہ ان کو اس شرط کے ساتھ کرائے پر دیتے تھے کہ نہروں کے کنارے والی زمین کی پیداوار ان کی ہوگی اور کچھ بھوسے کے عوض اور مجھے معلوم نہیں کہ بھوسے کی کتنی مقدار تھی۔

حضرت ابن عمر کی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ وہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے اس قول کا انکار کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین کو کرائے پر دینے سے مطلقاً منع فرماتے تھے' وہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرط فاسد کے ساتھ زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے اور وہ شرط فاسد یہ ہے کہ زمین کا مالک یہ شرط لگائے کہ زمین کا مالک نہر کے کنارے والی زمین کی پیداوار لے گا اور کچھ بھوسا لے گا' اور بھوسے کی مقدار مجہول ہے اور نہر کے کنارے والی زمین کی پیداوار لگانے کی شرط بھی باطل ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ اس زمین کی پیداوار ہوتی تھی اور دوسری زمین کی پیداوار نہیں ہوتی تھی' کیونکہ کبھی کسی زمین پر کوئی آفت آجاتی تھی اور دوسری زمین پر وہ آفت نہیں آتی تھی' پھر زمین کے مالک اور مزارع کے درمیان تنازع ہوتا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ کبھی زمین کا مالک پیداوار کے حصول سے محروم ہوتا تھا اور کبھی مزارع' اور اگر زمین کو اس طرح کرائے پر (یا بٹائی پر) دیا جائے کہ زمین سے جو پیداوار حاصل ہوگی' اس کا نصف یا تہائی یا چوتھائی زمین کا مالک لے گا اور باقی مزارع لے گا تو اس کی ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۳۴۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَعْلَمُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْأَرْضَ تُكْرَى، ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللّٰهِ أَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں زمینوں کو کرائے پر دیا جاتا تھا' پھر عبداللہ (ابن عمر رضی اللہ عنہما)

Marfat.com

يَكُونَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَحْدَثَ فِي ذٰلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهُ، فَتَرَكَ كِرَاءَ الْأَرْضِ.

کو یہ خوف ہوا کہ کہیں اس معاملہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نیا حکم نہ دیا ہو جس کا انہیں علم نہ ہو' پھر انہوں نے زمین کو کرائے پر دینے کو ترک کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۴۷' الرقم المسلسل: ۳۸۲۶' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۹' سنن نسائی: ۳۹۱۹' سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۰)

حدیث مذکور کی دیگر احادیث سے تائید

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کے شروع میں اس طرح ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین کرائے پر دیتے تھے حتیٰ کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ زمین کو کرائے پر دینے سے منع کرتے تھے' تب حضرت ابن عمر نے حضرت رافع سے ملاقات کی اور کہا: اے ابن خدیج! اس ممانعت کا کیا سبب ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے اپنے چچاؤں سے سنا اور وہ دونوں غزوۂ بدر میں حاضر ہو چکے ہیں' انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرما دیا ہے' پھر حضرت عبداللہ بن عمر کو یہ خوف ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں بعد میں کوئی نیا حکم فرمایا ہو' جس کا انہیں پہلے علم نہیں تھا' تو پھر انہوں نے زمین کرائے پر دینے کو ترک کر دیا اور جن فقہاء کا یہ موقف ہے کہ زمین کو اس کی پیداوار کے عوض کرائے پر دینا جائز نہیں ہے' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٩ - بَابُ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

سونے اور چاندی کے عوض زمین کو کرائے پر دینا

امام بخاری نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ زمین کو سونے اور چاندی کے عوض کرائے پر دینا ممنوع نہیں ہے' کرایہ پر دینا صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب کرایہ مجہول ہو یا جب زمین کے کسی معین حصہ کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دیا جائے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ أَمْثَلَ مَا أَنْتُمْ صَانِعُونَ أَنْ تَسْتَأْجِرُوا الْأَرْضَ الْبَيْضَاءَ، مِنَ السَّنَةِ إِلَى السَّنَةِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم جن کاموں کو کرنا چاہتے ہو' ان میں بہترین کام یہ ہے کہ اپنی خالی زمین کو ایک سال سے دوسرے سال تک کرائے پر دو۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ ثوری نے اپنی جامع میں بیان کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۱۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٢٣٤٦' ٢٣٤٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمَّايَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُكْرُونَ الْأَرْضَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْأَرْبِعَاءِ، أَوْ شَيْءٍ يَسْتَثْنِيهِ صَاحِبُ الْأَرْضِ، فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ لِرَافِعٍ فَكَيْفَ هِيَ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ؟ فَقَالَ رَافِعٌ لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّينَارِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از حنظلہ بن قیس از رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے دو چچاؤں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ نہر کے کنارے کی زمین کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دیتے تھے یا زمین کے کسی بھی ایسے حصہ کی پیداوار کے عوض جس کو زمین کا مالک اپنے لیے خاص کر لیتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا' حنظلہ نے کہا: پھر میں نے حضرت رافع سے

وَالدِّرْهَمِ. وَقَالَ اللَّيْثُ أَرَاهُ وَكَانَ الَّذِي نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيزُوهُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ.

پوچھا کہ اگر زمین کو درہم اور دینار کے عوض کرائے پر دیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت رافع نے کہا: درہم اور دینار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور لیث نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز سے منع فرمایا ہے' وہ یہ ہے کہ اگر اس میں حلال اور حرام کی تمیز رکھنے والے لوگ غور کریں تو اس کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ اس میں شرط اور جوا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے یہاں صرف باب لکھا ہے' اس کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور یہ دو بابوں کے درمیان بہ منزلہ فصل ہے۔

۲۳۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ، وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَنَّ رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ، فَقَالَ لَهُ أَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ؟ قَالَ بَلٰى، وَلٰكِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ، قَالَ فَبَذَرَ، فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ، فَكَانَ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى، دُونَكَ يَا ابْنَ آدَمَ، فَإِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ. فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا، فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ، وَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ۷۵۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از ہلال (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام کر رہے تھے' اور آپ کے پاس دیہات کا ایک شخص بیٹھا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: اہل جنت میں سے ایک شخص اپنے رب سے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت طلب کرے گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تمہاری یہ شان نہیں ہے کہ تم جو چاہتے ہو وہ تمہیں مل جاتا ہے' وہ کہے گا: کیوں نہیں! لیکن میں کھیتی باڑی کرنا چاہتا ہوں' پھر وہ ایک بیج بوئے گا تو اسی وقت فصل اُگ کر بڑی ہو جائے گی اور کٹ بھی جائے گی اور پہاڑ کی طرح اس کا ڈھیر لگ جائے گا (اور یہ سب پلک جھپکنے سے پہلے ہو جائے گا)' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ لو' اے ابن آدم! تمہیں کوئی چیز سیر نہیں کر سکتی' پھر اس دیہاتی نے کہا: اللہ کی قسم! وہ اللہ سے سوال کرنے والا شخص ضرور کوئی قرشی یا انصاری ہو گا' کیونکہ وہ لوگ کھیتی باڑی کرنے والے ہیں' اور رہے ہم! تو ہم کھیتی باڑی نہیں کرتے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر ہنسنے لگے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

Marfat.com

جنت میں ہر خواہش پوری ہو جائے گی

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان جنت میں جو کام کرنا چاہے گا اس کو وہ جنت میں حاصل ہو جائے گا قرآن مجید میں ہے:

وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ○ (الزخرف: ۷۱)

اور جنت میں وہ ہر چیز ہو گی جس کو ان کا دل چاہے گا اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم ان جنتوں میں ہمیشہ رہو گے ○

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بنو آدم کے دلوں میں متاع دنیا کی کثرت کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ اہل جنت کو کاموں کی مشقت اٹھانے سے محفوظ رکھے گا۔

نیز اس حدیث میں قناعت کی فضیلت ہے اور حرص کی مذمت ہے۔

۲۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغَرْسِ

درخت اُگانے کا بیان

۲۳۴۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ، عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِنَّا كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوْزٌ، تَاْخُذُ مِنْ اُصُوْلِ سِلْقٍ لَنَا، كُنَّا نَغْرِسُهُ فِيْ اَرْبِعَائِنَا، فَتَجْعَلُهُ فِيْ قِدْرٍ لَهَا، فَتَجْعَلُ فِيْهِ حَبَّاتٍ مِّنْ شَعِيْرٍ لَا اَعْلَمُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيْهِ شَحْمٌ، وَلَا وَدَكٌ، فَاِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ اِلَيْنَا، فَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ، وَمَا كُنَّا نَتَغَدّٰى وَلَا نَقِيْلُ اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن بہت خوش ہوتے تھے ہمارے پاس ایک بڑی بی تھیں جو ہمارے لیے ان چقندروں کی جڑوں کو اکھاڑتی تھیں جن کو ہم نہروں کے پاس اگاتے تھے وہ ان چقندروں کو اپنی دیگچی میں ڈالتیں اور ان میں جَو کے دانے ڈالتیں۔ ابو حازم نے کہا: میں نہیں جانتا مگر سہل نے یوں کہا کہ اس میں چربی ہوتی تھی نہ چکنائی پس جب ہم جمعہ کی نماز پڑھتے تو ہم ان کی زیارت کے لیے جاتے تو وہ اس طعام کو ہمیں پیش کرتیں سو ہم اس وجہ سے جمعہ کے دن خوش ہوتے تھے اور ہم جمعہ کی نماز کے بعد ہی کھانا کھاتے اور نیند لیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۳۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں ''کتاب المزارعۃ'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں نہروں کے کنارے چقندر اُگانے کا ذکر ہے۔

۲۳۵۰ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ، وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ، وَيَقُوْلُوْنَ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُوْنَ مِثْلَ اَحَادِيْثِهِ؟ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں حالانکہ مجھے اللہ سے ملاقات کرنی ہے! (یعنی میں کیسے غلط روایت کر سکتا ہوں!) وہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا سبب ہے کہ (دیگر)

Marfat.com

بِالْأَسْوَاقِ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا، أَلْزَمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَحْضُرُ حِينَ يَغِيبُونَ، وَأَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ مِنْكُمْ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هٰذِهِ، ثُمَّ يَجْمَعَهُ إِلَى صَدْرِهِ فَيَنْسَى مِنْ مَقَالَتِي شَيْئًا أَبَدًا. فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا، حَتَّى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ، ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ، مَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَى يَوْمِي هٰذَا، وَاللّٰهِ لَوْ لَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا أَبَدًا ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿الرَّحِيمُ﴾ (البقرۃ: ١٦٠-١٥٩).

مہاجرین اور انصار اتنی احادیث روایت نہیں کرتے جتنی ابوہریرہ احادیث روایت کرتے ہیں' اور بے شک مہاجرین میں سے جو میرے بھائی تھے' وہ بازاروں میں خرید وفروخت کرتے رہتے تھے اور انصار میں سے جو میرے بھائی تھے' ان کو کھیتی باڑی کے کام مشغول رکھتے تھے اور میں ایک مسکین آدمی تھا' پیٹ بھرنے کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر رہتا تھا' اور جس وقت وہ (میرے دیگر بھائی) غیر حاضر ہوتے تھے' میں اس وقت حاضر ہوتا تھا' اور جن احادیث کو وہ بھول جاتے تھے میں ان کو یاد رکھتا تھا' ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی اپنی چادر کو پھیلائے رکھے گا حتیٰ کہ میں اپنی اس بات کو مکمل کرلوں' پھر اس کو اپنے سینہ کے ساتھ اکٹھا کر کے اپنے سینہ کے ساتھ چمٹائے گا تو وہ میری احادیث کو کبھی نہیں بھولے گا' پس میں نے اپنی چادر کو پھیلایا اور میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چادر نہیں تھی' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات مکمل کرلی' پھر میں نے اس چادر کو اکٹھا کر کے اپنے سینہ کے ساتھ چمٹا لیا' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! پھر میں آج تک آپ کی احادیث میں سے کوئی چیز نہیں بھولا' اور اللہ کی قسم! اگر قرآن مجید کی یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں تمہیں کوئی حدیث بیان نہ کرتا' وہ دو آیتیں یہ ہیں: بے شک جو لوگ ہمارے نازل کیے ہوئے روشن دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جب کہ ہم ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر چکے ہیں' تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں O البتہ جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کرلی اور (چھپائی ہوئی باتوں کو) ظاہر کر دیا تو میں ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں توبہ قبول فرمانے والا' بڑا مہربان ہوں O (البقرہ: ١٦٠-١٥٩)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٨ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں کاشت کاری اور زراعت کا ذکر ہے۔

''کتاب المزارعۃ'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

آج ۵ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ/ ۱۴ مارچ ۲۰۰۸ء بہ روز جمعہ بعد نماز عصر' نعمۃ الباری شرح بخاری کی چوتھی جلد مکمل ہو گئی۔ اے بارِ الٰہ! جس طرح آپ نے یہ جلدیں مکمل کرا دی ہیں' اپنے فضل سے کرم سے صحیح بخاری کی شرح مکمل کرا دیں۔

یہ آخری بحث ''کتاب المزارعۃ'' پر مشتمل ہے' اس میں چالیس احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں نو تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں بائیس احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث اٹھارہ ہیں۔

نعمۃ الباری جلد رابع' ۹ شعبان ۱۴۲۸ھ کو شروع کی گئی تھی اور ۵ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ میں اس کا اختتام ہوا' اس طرح اس کی تکمیل ۶ ماہ ۲۴ دن میں ہوئی ہے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث' دار العلوم نعیمیہ' بلاک ۱۵' فیڈرل بی ایریا'
عقب ایوب منزل' کراچی۔ ۳۸

Marfat.com

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد رابع کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۲۴ اگست ۲۰۰۷ء	ابتداء کی گئی ۱۰ شعبان ۱۴۲۸ھ	جمعہ			۱۶۰۷
یکم ستمبر ۲۰۰۷ء	۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ	ہفتہ	۴۸	۴۸	۱۶۵۴
یکم اکتوبر ۲۰۰۷ء	۱۸ رمضان ۱۴۲۸ھ	پیر	۱۵۲	۱۸۰	۱۸۲۸
یکم نومبر ۲۰۰۷ء	۱۹ شوال ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۶۱	۳۴۱	۱۹۴۴
یکم دسمبر ۲۰۰۷ء	۲۰ ذیقعد ۱۴۲۸ھ	ہفتہ	۸۹	۴۳۰	۲۰۱۵
یکم جنوری ۲۰۰۸ء	۲۱ ذوالحج ۱۴۲۸ھ	منگل	۱۲۷	۵۵۷	۲۱۲۴
یکم فروری ۲۰۰۸ء	۲۲ محرم ۱۴۲۹ھ	جمعہ	۱۰۲	۶۵۵	۲۲۲۲
یکم مارچ ۲۰۰۸ء	۲۱ صفر ۱۴۲۹ھ	جمعہ	۹۵	۷۵۰	۲۳۲۲
۱۴ مارچ ۲۰۰۸ء	۵ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ	جمعہ	۵۰	۸۰۰	۲۳۵۰

Marfat.com

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبد اللہ بن مبارک، متوفی ۱۸۱ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۳ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، المسند، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۰ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود المتوفی ۲۰۴ھ، مسند ابو داؤد الطیالسی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ
۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۱۳- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، مصنف عبد الرزاق، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ
۱۴- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی، متوفی ۲۱۹ھ، المسند، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت
۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی، مکی، متوفی ۲۲۷ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۶- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، المصنف، مطبوعہ ادارہ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ
۱۷- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ دار الوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۸- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ
۱۹- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، المسند، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۲۰- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ، دار المعرفۃ، بیروت،

Marfat.com

۱۴۲۰ھ

۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ دار ارقم، بیروت

۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ کرمہ، ۱۴۱۷ھ

۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دار الجیل، بیروت، ۱۹۹۸ء

۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ

۲۹- امام علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۰- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دار الرایہ، ریاض، ۱۴۱۱ھ

۳۱- امام احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ موسسۃ القرآن، بیروت

۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ

۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳، سنن کبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ

۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۶- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ دار المامون التراث، بیروت، ۱۴۰۴ھ

۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ

۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ دار الباز، مکہ مکرمہ

۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ دار بلنسیہ، ریاض، ۱۴۲۰ھ

۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور، ۱۴۰۴ھ

۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ مکتبۃ الحرمین، الدبئی، ۱۴۲۶ھ

۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ

۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی،

Marfat.com

بیروت ۱۴۰۵ھ

۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دارالفکر' بیروت ۱۴۲۰ھ

۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت

۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالنفائس' بیروت

۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت

۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ

۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبہ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ

۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۱ھ

۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبہ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ

۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ

۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ

۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

Marfat.com

۶۹- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۷۰- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری' التوفی ۶۵۶ھ الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۱- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ

۷۲- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت

۷۳- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' التوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' التوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۷۶- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ

۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ

۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ

۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۶- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر' بیروت

۸۷- امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ' تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ

۸۸- امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۸۹- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

Marfat.com

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی' متوفی ۶۰۶ھ' تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۱- علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۲- قاضی ابو الخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی' متوفی ۶۸۵ھ' انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر

۹۳- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی' متوفی ۷۱۰ھ' مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور

۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی' لاہور

۹۶- شیخ محمود الحسن دیو بندی' متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ' شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ

۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی' متوفی ۴۶۳ھ' الاستذکار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ

۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ' تمہید' مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور' ۱۴۰۴ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ' اکمال المعلم بہ فوائد مسلم' مطبوعہ دار الوفا' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ' کشف المشکل علی صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ

۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری' متوفی ۶۵۶ھ' مختصر سنن ابو داؤد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت

۱۰۳- علامہ ابو عبداللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی' متوفی ۶۶۱ھ' کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۲۲ھ

۱۰۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی' المتوفی ۶۵۶ھ' المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ

۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی' متوفی ۷۴۳ھ' شرح الطیبی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' ۱۴۱۳ھ

۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی' متوفی ۷۹۵ھ' فتح الباری' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ

۱۰۸- علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی' متوفی ۸۲۸ھ' اکمال اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر' بیروت

۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی' متوفی ۸۵۵ھ' عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ' دار الکتب

Marfat.com

العلمیہ' ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' شرح سنن ابوداؤد' مطبوعہ مکتبہ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ

۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ' مکمل اکمال المعلم' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۰۶ھ

۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' التوشیح علی الجامع الصحیح' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۲ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' تنویر الحوالک' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۱۸- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ' تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ

۱۱۹- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' فیض القدیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ

۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی

۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی

۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ' مکتبہ حقانیہ پشاور

۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الاسرار المرفوعۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی' متوفی ۱۳۲۳ھ' لامع الدراری علی جامع البخاری' مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

۱۲۶- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنو

۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ

۱۲۸- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری' متوفی ۱۳۲۵ھ' تحفۃ الاحوذی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۲۹- شیخ انور شاہ کشمیری' متوفی ۱۳۵۲ھ' فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی' مصر' ۱۳۵۷ھ

۱۳۰- شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' فتح الملہم' مطبوعہ مکتبہ الحجاز' کراچی

۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی' اوجز المسالک الی مؤطا مالک' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی' انعام الباری' مطبوعہ مکتبۃ الحراء

۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان' کشف الباری' مکتبہ فاروقیہ' کراچی

کتب اسماء الرجال

۱۳۴- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' التاریخ الکبیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ

۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی' متوفی ۳۰۳ھ' منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل' دارالاحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۴ھ

۱۳۶- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ، تاریخ بغداد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی، متوفی ۷۴۲ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ

۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، الکاشف، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تقریب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۱۴۴- علامہ محمد بن طولون، متوفی ۹۵۳ھ، الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ

۱۴۵- علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، المتوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی

۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی ۱۱۶۲ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ مکتبۃ الغزالی، دمشق

کتب لغت

۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی، متوفی ۱۷۵ھ، کتاب العین، مطبوعہ انتشارات اسوہ، ایران، ۱۴۱۴ھ

۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح، مطبوعہ دار العلم، بیروت، ۱۴۰۴ھ

۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ، المفردات، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ

۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۸۳ھ، الفائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالغفار رازی متوفی ۶۶۰ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران

۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی ۸۱۷ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

۱۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مکتبہ دار الایمان، المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۵ھ

۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، مصر

۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی ۱۸۶۷ء، المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ، بیروت، ۱۹۲۷ء

۱۶۰- ابو نعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۱۶۱- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری، دستور العلماء، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت وفضائل

۱۶۲- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۳- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ
۱۶۴- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم بیروت
۱۶۵- حافظ ابوعمر و یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۶۷- علامہ عبد الرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد
۱۶۸- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران
۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۷۲- شیخ ابوعبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ التوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۷۳- علامہ تاج الدین ابونصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۱- علامہ محمد عبد الباقی زُرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

Marfat.com

۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ' افغانستان' ۱۴۰۵ھ

۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی' متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوزجندی' متوفی ۵۹۲ھ' فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ

۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوزجندی' متوفی ۵۹۲ھ' شرح الزیارات' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ۵۹۳ھ' ہدایہ اولین و آخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان

۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ' المحیط البرہانی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ

۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ' تبیین الحقائق' مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی' کراچی' ۱۴۲۱ھ

۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۹۱- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ

۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ

۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ

۱۹۵- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴' فتح باب العنایۃ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدر المختار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت

۱۹۷- ملا نظام الدین متوفی' ۱۱۶۱ھ' فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ

۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ

۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی' کوئٹہ

۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ

۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' ردالمحتار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' الام' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۳ھ

۲۰۴- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' الحاوی الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۰۵- علامہ ابو اسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۳۹۳ھ

۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

Marfat.com

۲۰۷- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' المغنی' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ
۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' الکافی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

Marfat.com

[illegible]

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

مصنف

علامہ غلام رسول سعیدی

[illegible]

ناشر

فرید بک سٹال (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

(الجزء الخامس)

Marfat.com

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا
اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جلد پنجم

الاحادیث: ۲۳۵۱ ——— ۳۰۹۰

کتاب المساقاۃ، کتاب فی الاستقراض، کتاب الخصومات، کتاب فی اللقطۃ، کتاب المظالم والغصب، کتاب الشرکۃ، کتاب الرھن، کتاب العتق، کتاب المکاتب، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، کتاب الشہادات، کتاب الصلح، کتاب الشروط، کتاب الوصایا، کتاب الجھاد والسیر

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

الطبع الاوّل : ذوالحجۃ 1431ھ/دسمبر 2010ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد' محمد اشتیاق'
: حافظ اختر حبیب اختر
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز' لاہور
قیمت : -/635 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بُک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۳۱۲۱۷۳۔۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۲۲۴۸۹۹
ای میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد پنجم)

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
☆	**خطبة الكتاب**	57
	٤٢ - كتاب المساقاة	59
	باب:١	
1	پانی کی تقسیم	59
	باب:٢	
2	پانی کی تقسیم	60
3	پانی کی اقسام	60
4	حضرت عثمان کا رومہ کے کنویں کو مسلمانوں کے لیے وقف کرنا اور اس سے مسلمانوں کے پانی لینے پر استدلال	61
5	تعلیق مذکور سے امام بخاری کے استدلال کی عدم صحت	62
6	حدیث مذکور کے رجال	62
7	صدر مجلس کی دائیں جانب سے تقسیم کی ابتداء کرنی چاہیے!	62
8	صدر مجلس کی دائیں جانب والا اعطا کا بائیں جانب والے سے زیادہ مستحق ہے خواہ بائیں جانب والا افضل ہو	64
9	حدیث مذکور کا اس حدیث سے تعارض جس میں بڑوں کو مقدم رکھنے کا حکم ہے اور اس اعتراض کا جواب	64
10	جس کے متعلق معلوم ہو کہ اس کی آمدنی حلال ہے' اس سے اس کے ہدیہ کے متعلق سوال نہیں کرنا چاہیے	65
11	رسول اللہ ﷺ نے دوسروں کو ترجیح دینے کے لیے حضرت ابن عباس سے سوال کیا تو اعرابی سے کیوں سوال نہیں کیا؟	65
	باب:٣	
12	جس شخص نے یہ کہا کہ پانی کا مالک پانی کا زیادہ حق دار ہے حتیٰ کہ وہ اپنی زمین سیراب کرلے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ ضرورت سے زیادہ پانی سے کسی کو منع نہ کیا جائے	65
13	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	66
14	حیوانات کو پلانے کے لیے اور کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی دینے میں مذاہب فقہاء	67
	باب:٤	
15	جس نے اپنی ملک میں کنواں کھودا' وہ ضامن نہیں ہوگا	67
16	جانور کے نقصان پہنچانے اور کنویں میں گرنے کے تاوان میں مذاہب فقہاء	68
	باب:٥	
17	کنویں کے متعلق جھگڑنا اور اس کا فیصلہ کرنا	68
18	جو شخص حق پر ہونے کے باوجود قسم نہ کھائے' اس کی جزاء	69
19	عہد شکنی کرنے اور جھوٹی قسم کھانے والوں کی سزا کا بیان	69

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
20	مدعی پر گواہ پیش کرنے اور مدعیٰ علیہ پر قسم کا لزوم	70
	باب:٦	
21	جو مسافر کو پانی دینے سے منع کرے اُس کا گناہ	70
22	ضرورت سے زائد پانی سے منع کرنے والوں کی سزا	70
	باب:٧	
23	نہروں کے پانی کو روکنا	71
24	حضرت زبیر اور انصاری کے نزاع میں آیا یہ انصاری صحابی تھے یا نہیں؟	72
25	رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر کو دو حکم دیئے' ان دو حکموں کا باہمی فرق	73
26	شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ یہ نزاع کھیت میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا	73
27	مصنف کے نزدیک یہ نزاع باغ میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا' اس پر مصنف کا حدیث کی عبارت سے استدلال	74
28	مصنف کا شارحین حدیث کی عبارات سے استدلال	74
29	مصنف کا بخاری کے مترجمین کی عبارت سے استدلال	75
30	وادی کے پانی کی ترتیب وار تقسیم اور اس کے ثبوت میں دیگر احادیث	75
31	وادی کے پانی کی تقسیم میں مذاہب فقہاء	76
	باب:٨	
32	جس کا باغ بلندی پر ہو وہ نچلے باغ سے پہلے اپنے باغ کو سیراب کرے	76
	باب:٩	
33	اوپر والوں کا (اپنے باغ کو) ٹخنوں تک پانی سے سیراب کرنا	77
	باب:١٠	
34	پانی پلانے کی فضیلت	78
35	جانوروں کو بھی ایذاء پہنچانا حرام ہے	79
	باب:١١	
36	جس کے نزدیک حوض کا مالک اور مشک کا مالک ہی اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے	79
37	علامہ ابن بطال اور علامہ ابن جوزی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ حشر کے دن حوض پر مرتدین کو کیسے بلائیں گے جب کہ آپ پر دنیا میں ان کے اعمال پیش کیے جا چکے تھے؟	80
38	صحیح بخاری کی ذکر کردہ مختصر حدیث کی صحیح مسلم میں تفصیل	81
39	علامہ زُرقانی کی طرف سے اعتراضِ مذکور کے دس جوابات	81
40	شیخ زکریا کاندھلوی کی طرف سے اعتراضِ مذکور کا جواب	83
41	مصنف کی طرف سے اعتراضِ مذکور کا جواب	83
42	حضرت ھاجر' حضرت اسماعیل اور قبیلہ جرہم کا تذکرہ	85
	باب:١٢	
43	اللہ اور رسول کے سوا مویشیوں کی چراگاہ کو مخصوص کرنے کی ممانعت	86
44	رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کا اپنے لیے چراگاہوں کو مخصوص کرنا	87
	باب:١٣	
45	نہروں سے عام لوگوں اور جانوروں کا پانی پینا	87
46	گھوڑوں پر زکوٰۃ کی دلیل' زلزال: ٨-٧ کا عموم' نبی ﷺ کے اجتہاد کی دلیل اور گھوڑوں کو پالنے کی ترغیب	89
	باب:١٤	
47	لکڑی اور گھاس کو فروخت کرنا	90

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
48	بعض الفاظ کے معانی، حدیث مذکور کے فقہی مسائل اور فوائد	92
	باب:۱۵	
49	سربراہِ ملک کا قطعاتِ زمین عطا کرنا	93
50	سربراہِ ملک کا جزیہ میں سے مستحقین کو عطا کرنا	94
51	سربراہِ ملک کا مستحقین کو پلاٹ عطا کرنا	94
52	قطعہ زمین مستحق افراد کو الاٹ کرنے کی فقہی حیثیت	95
53	اگر قطعہ زمین کو الاٹ کرنے میں شرعی قواعد کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس کا عدم جواز	96
54	جاگیرداری نظام کے مفاسد	97
	باب:۱۶	
55	قطعاتِ زمین کو لکھ کر دینا	97
	باب:۱۷	
56	پانی کے پاس اونٹنی کا دودھ دوہنا	98
	باب:۱۸	
57	کسی شخص کا باغ سے گزرنے کا حق یا پانی میں یا کھجور کے درختوں میں اس کا حق	98
58	"کتاب المساقات" کی تکمیل	100
	۴۳- کتاب فی الاستقراض واداء الدیون والحجر والتفلیس	101
	باب:۱	
1	جب کوئی شخص کسی چیز کو قرض سے خریدے اور اس کے پاس اس کی قیمت نہ ہو یا اس وقت اس کی قیمت نہ ہو	101
	باب:۲	
2	جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے اور جو ان کا مال ضائع کرنے کی نیت سے لے	102
3	حدیث مذکور کے رجال	102
4	انسان کی ادائیگی کو اللہ کی ادائیگی قرار دینا	102
5	قرض کی ادائیگی کی نیت کی فضیلت میں احادیث	103
	باب:۳	
6	قرضوں کا ادا کرنا	103
7	امانت کی ادائیگی کے متعلق احادیث	104
8	قرض ادا نہ کرنے پر وعید	105
	باب:۴	
9	اونٹ قرض لینا	106
	باب:۵	
10	عمدہ طریقہ سے قرض کا تقاضا کرنا	107
	باب:۶	
11	کیا قرض خواہ کو اس کے اونٹ کی عمر سے بڑا اونٹ دیا جائے؟	107
	باب:۷	
12	عمدگی سے قرض ادا کرنا	108
	باب:۸	
13	جب مقروض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے یا قرض خواہ اپنا حق معاف کردے تو جائز ہے	108
	باب:۹	
14	جس مقروض نے قرض کی ادائیگی میں اتنی ہی کھجوریں ناپ کر دیں یا اندازہ سے دیں یا کوئی اور جنس دی تب بھی جائز ہے	109
15	اپنے کسی کمال پر اپنے محبین کو مطلع کرنا	110
	باب:۱۰	
16	جس نے قرض سے پناہ طلب کی	110
17	معصیت کے ذرائع کو منقطع کرنا، اور قرض لینے کی فضیلت اور مذمت کی احادیث میں تطبیق	111

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۱	
18	جس مقروض نے اپنے اوپر قرض چھوڑا' اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم	112
19	"النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم" کی متعدد تفسیریں	113
	باب:۱۲	
20	مال دار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم ہے	113
	باب:۱۳	
21	جس کا حق ہوتا ہے' اس کو تقاضا کرنے میں سختی کی گنجائش ہوتی ہے	114
22	مال دار مقروض کی مذمت اور اس کو قید کرنے کا جواز اور مفلس مقروض کو مہلت دینے کا وجوب	115
	باب:۱۴	
23	جس کسی شخص کو اپنا مال بعینہٖ اس شخص کے پاس مل جائے جس کو بیع' قرض اور امانت میں دیوالیا قرار دیا گیا ہو تو وہ دوسروں کی بہ نسبت اپنے مال کا زیادہ حق دار ہے	115
24	حدیث مذکور کے رجال	117
25	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	117
26	جب دیوالیا قرار دیئے جانے والے کے پاس کسی کی چیز بعینہٖ موجود ہو تو وہ اس کو واپس لینے کا دوسروں سے زیادہ حق دار ہے' اس قاعدہ میں مذاہب فقہاء	117
27	بائع کو دیگر قرض خواہوں کے مساوی قرار دینے میں امام ابوحنیفہ منفرد نہیں ہیں بلکہ دوسرے فقہاء کا بھی یہی مؤقف ہے	118
28	محل نزاع کا تعین اور امام ابوحنیفہ پر حدیث کی مخالفت کا جواب	119
29	امام ابوجعفر طحاوی کی حدیث مذکور کی تقریر	120
30	رہن رکھوانے والا	121
31	امانت رکھوانے والا	121
32	عاریۃً رکھوانے والا	121
	باب:۱۵	
33	جس شخص نے قرض خواہ کو کل یا پرسوں تک کہا اور اس کو تاخیر نہیں قرار دیا	121
	باب:۱۶	
34	جس نے دیوالیا یا محتاج کے مال کو فروخت کر کے قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا یا وہ مال خود اسی کو دے دیا تھا کہ وہ اس مال کو اپنی ذات پر خرچ کرے	121
	باب:۱۷	
35	جس کسی نے مدتِ معین کے وعدہ پر قرض دیا یا مدتِ معین کے اُدھار پر کسی چیز کو فروخت کیا (تو یہ جائز ہے)	122
	باب:۱۸	
36	قرض (وصول کرنے میں) کمی کی سفارش کرنا	123
	باب:۱۹	
37	مال کو ضائع کرنے کی ممانعت	125
	باب:۲۰	
38	نوکر اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور وہ مالک کی اجازت کے بغیر (اس کے مال میں) عمل نہ کرے	126
39	"کتاب الاستقراض" کی تکمیل	127
	۴۴ - کتاب الخصومات	128
	باب:۱	
1	اشخاص کا ذکر اور مسلمان اور یہودی کے درمیان جھگڑے کا بیان	128

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
2	حدیث مذکور کے رجال	128
3	قرآن مجید کو سات حروف پر نازل کرنے کے متعلق متعدد روایات	129
4	جن سات حروف پر قرآن مجید کو نازل کیا گیا ہے ان کے متعدد مصادیق	130
5	اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ جب نبی ﷺ سب نبیوں سے افضل ہیں تو پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو	132
6	نبی ﷺ کا سب سے پہلے ہوش میں آنا اور آپ کا اور تمام انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا	133
7	تمام نبیوں اور رسولوں میں ہمارے نبی ﷺ کا سب سے زیادہ باکمال ہونا	134
8	ان کا بیان جو صور میں پھونکنے کے بعد بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ ہوں گے	135
9	حدیث مذکور کی دیگر روایات	137
10	قصاص میں طریقہ قتل کے متعلق مذاہب فقہاء	137
11	اشارہ سے تعیین پر عمل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	138
12	کسی بھاری چیز سے قتل کرنے کی وجہ سے قصاص کا لازم ہونا اور امام ابوحنیفہ پر اس حدیث کی مخالفت کا الزام	138
13	حدیث مذکور کے سلسلہ میں علماء غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات	139
	باب:۲	
14	جس نے کم عقل یا ضعیف العقل کے فیصلہ کو مسترد کر دیا خواہ اس پر سربراہِ ملک نے پابندی عائد نہ کی ہو	140
15	کم عقل کے تصرفات پر پابندی لگانے میں مذاہب فقہاء	140
16	کم عقل پر پابندی لگانے کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مؤقف	142
17	امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر اشکال اور اس کے جواب میں مصنف کا تفرد	142
18	اس امر کی توجیہ کہ امام بخاری نے اس باب کے اثبات کے لیے کسی حدیث کو روایت کیوں نہیں کیا؟	143
	باب:۳	
19	جس نے کسی ضعیف العقل شخص کا مال فروخت کر کے اس کی قیمت اس کو ادا کر دی اور اس کو درست کام کرنے کی نصیحت کی اور اس کو کم قیمت پر فروخت کرنے سے منع کیا' پھر اگر اس نے اپنا نقصان کیا تو اس کو پھر منع کرے کیونکہ نبی ﷺ نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور جس شخص کو خرید و فروخت میں دھوکا دیا جاتا تھا' اس سے فرمایا: جب تم خرید و فروخت کرو تو کہہ دیا کرو کہ کوئی دھوکا نہیں ہوگا اور نبی ﷺ نے اس سے مال واپس نہیں لیا	143
	باب:۴	
20	بعض مخالف فریقوں کا ایک دوسرے سے کلام کرنا	145
21	حدیث مذکور کے رجال	147
22	قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کے محامل	147
	باب:۵	
23	معلوم ہونے کے بعد اللہ کے نافرمانوں اور جھگڑا کرنے والوں کو گھر سے نکال دینا	148
	باب:۶	
24	جس کو مرنے والے نے وصیت کی ہے' اس کا دعویٰ کرنا	149

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۷	
25	جس سے شر اور فساد کا خطرہ ہو یا بچہ پڑھائی سے بھاگے تو اس کا باندھنا جائز ہے	149
26	مقروض کو قید کرنے کے سلسلے میں روایات	150
	باب:۸	
27	حرم میں باندھنا اور قید کرنا	150
28	اس اعتراض کا جواب کہ نافع نے صفوان سے شرط کے ساتھ بیع کی تھی اور یہ بیع فاسد ہے	151
29	مروجہ بیعانہ (عربون) کی تعریف	151
30	بیعانہ کی ممانعت میں حدیث	152
31	بیعانہ میں امام مالک کا موقف	152
32	بیعانہ میں امام شافعی کا موقف	152
33	بیعانہ میں امام ابوحنیفہ کا موقف	153
34	بیعانہ میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ	153
35	نافع بن عبد الحارث کی روایت پر دیگر علماء کا تبصرہ	154
36	نافع بن عبد الحارث کی روایت پر مصنف کا تبصرہ	154
37	نافع بن عبد الحارث کی روایت کا صحیح محمل	155
38	بعض صورتوں میں بیعانہ لینے کی گنجائش	155
	باب:۹	
39	مقروض کے ساتھ لازم اور چمٹے رہنا	156
	باب:۱۰	
40	تقاضا کرنا	157
41	"کتاب الخصومات" کی تکمیل	157
	۴۵ - كتاب في اللقطة	158
	باب:۱	
1	جب لقطہ کا مالک اس کی صحیح نشانی بتا دے تو لقطہ اٹھانے والا اس کو مالک کے سپرد کر دے	158
2	حدیث مذکور کے رجال	159

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
3	راستہ میں ملی ہوئی چیز یعنی لقطہ کا آیا تین سال تک اعلان کیا جائے گا یا ایک سال تک؟	159
4	راستہ میں پڑی ہوئی چیز (یعنی لقطہ) کے مالک پر اپنی ملکیت کے ثبوت میں آیا گواہ پیش کرنا لازم ہے یا نہیں؟	160
5	امام مالک اور امام احمد کے نزدیک لقطہ کے مالک کا صرف اس کی صفت بیان کرنا کافی ہے' اس پر ان کے دلائل	160
6	امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک مالک پر لازم ہے کہ وہ لقطہ پر اپنی ملکیت پر گواہ پیش کرے' اس پر ان کے دلائل	160
7	ان کی دلیل کا امام مالک اور امام احمد کی طرف سے جواب	160
8	مالک کو وہ چیز دینے کے بعد اگر کسی اور نے ملکیت ثابت کر دی تو اس صورت کا حکم اور اس میں مذاہب	160
9	مالک کو لقطہ دینے کے بعد جب کسی اور نے ملکیت ثابت کر دی تو اس لقطہ کی ضمان کس پر آئے گی؟ اس میں مذاہب فقہاء	161
10	اعلان کی مدت گزرنے کے بعد لقطہ کو اٹھانے والا اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے' خواہ وہ غنی ہو یا فقیر' اس میں مذاہب فقہاء	161
11	لقطہ اٹھاتے وقت آیا کسی کو گواہ بنانا ضروری ہے یا نہیں؟ اس میں مذاہب فقہاء	162
12	لقطہ سے متعلق شرح صحیح مسلم میں مذکور سترہ مباحث	162
	باب:۲	
13	گم شدہ اونٹ کا حکم	163
	باب:۳	
14	گم شدہ بکری کا حکم	163

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:٤	
15	اگر ایک سال کے بعد لقطہ کا مالک نہ ملے تو جس کو وہ لقطہ ملے گا وہی اس کا مالک ہو جائے گا	164
	باب:٥	
16	جب کسی شخص کو سمندر میں لکڑی یا چابک یا کوئی اور چیز ملے تو اس کا کیا حکم ہے؟	165
17	سمندر یا خشکی سے ملنے والی کم قیمت یا بے قیمت چیز کو اٹھا کر اس سے فائدہ حاصل کرنے کا جواز	165
	باب:٦	
18	جب کسی شخص کو راستہ میں پڑی ہوئی کھجور ملی	166
	باب:٧	
19	اہل مکہ کے لقطہ کا کس طرح اعلان کیا جائے	167
	باب:٨	
20	کسی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے	168
21	لوگوں کا طعام بلا اجازت کھانے کی تحقیق	169
22	مالک کی اجازت کے بغیر اس کا مال کھانے کی ممانعت میں احادیث	169
23	لوگوں کے طعام کو بلا اجازت کھانے کے متعلق احادیث	170
24	لوگوں کے طعام کو بلا اجازت کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	170
25	جن احادیث سے مسلمانوں کا طعام بلا اجازت کھانے کا جواز معلوم ہوتا ہے ان احادیث کے محامل	170
26	باب مذکور کی حدیث کے قرآن مجید سے صریح تعارض اور اس کے جواب میں مصنف کا تفرد	171
	باب:٩	
27	جب لقطہ کا مالک ایک سال کے بعد آئے تو لقطہ اٹھانے والا لقطہ اس کو واپس کر دے کیونکہ لقطہ اس کے پاس امانت ہے	173
	باب:١٠	
28	لقطہ کو اٹھا لے اور اس کو ضائع ہونے کے لیے نہ چھوڑے حتیٰ کہ اس کو غیر مستحق نہ اٹھائے	173
	باب:١١	
29	جس نے لقطہ کا اعلان کیا لیکن اسے سلطان کے سپرد نہیں کیا	174
30	**باب:١٢**	175
31	حدیث مذکور کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت اور ایک اعتراض کا جواب	176
32	حضرت ابوبکر صدیق نے چرواہے سے دودھ دوہنے کی اجازت طلب کی تھی، اس کی توجیہ	177
33	لقطہ کے اعلان کے لیے لقطہ کی مالیت اور لقطہ کے اعلان کی مدت میں شیخ تقی عثمانی اور مصنف کا اختلاف	177
34	''کتاب اللقطہ'' کی تکمیل	178
	٤٦-کتاب المظالم والغصب	179
	باب:١	
1	ظلم اور زیادتی کا بدلہ	179
2	آیات مذکورہ کی مختصر تفسیر	180
3	پل صراط کی تعریف میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	182
4	قصاص صرف ان سے لیا جائے گا جن کے مظالم ان کی نیکیوں سے کم ہوں	182
5	قیامت کے دن قصاص لینے کے متعلق احادیث	183
	باب:٢	
6	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے!O (ہود:١٨)	184

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
7	سرگوشی اور لعنت کا معنی اور خوارج اور معتزلہ کا رد	185
	باب:۳	
8	مسلمان' مسلمان پر خود ظلم کرے اور نہ کسی اور کو اس پر ظلم کرنے دے	185
9	مسلمانوں کی حاجات پوری کرنے کے متعلق دیگر احادیث	186
10	مسلمانوں کی پردہ پوشی کے متعلق دیگر احادیث	187
11	مسلمانوں میں حسن معاشرت اور پردہ پوشی کا استحباب	187
12	کس کے عیوب پر پردہ رکھنا چاہیے اور کس کے عیوب پر پردہ نہیں رکھنا چاہیے؟	187
	باب:۴	
13	اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم	188
14	ظالم کی مدد کا محمل	188
	باب:۵	
15	مظلوم کی دعا	189
	باب:٦	
16	ظالم سے بدلہ لینا	190
17	بدلہ لینے کو ترک کرنے اور زندہ اور مردہ لوگوں کو بُرا کہنے کی ممانعت میں احادیث	190
18	بدلہ لینے کے جواز کے متعلق احادیث	191
	باب:۷	
19	مظلوم کا معاف کر دینا	192
20	بدلہ لینے اور معاف کر دینے کے متعلق احادیث	193
	باب:۸	
21	ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا	193
22	ظلم سے دنیا میں دل کا اندھیرا ہوتا ہے اور آخرت میں اس سے آنکھوں کا اندھیرا ہوتا ہے	193
	باب:۹	
23	مظلوم کی دعا سے ڈرنا اور بچنا	194
	باب:۱۰	
24	جس شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو پھر مظلوم سے وہ ظلم معاف کرائے تو کیا اس ظلم کا بیان کرنا ضروری ہے؟	195
25	حدیث مذکور کا ایک آیت سے تعارض اور اس کا جواب	195
26	مظلوم کے حق سے بری ہونے کے لیے آیا ظلم کی مقدار بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟	196
27	غیبت اور منافع سے بَری ہونے کی صورت	196
	باب:۱۱	
28	جب مظلوم نے ظالم کو بَری کر دیا تو اب اس سے رجوع نہیں کر سکتا	196
29	حدیث مذکور کے رجال	197
30	حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	197
	باب:۱۲	
31	جب کوئی شخص دوسرے کو اجازت دے یا کچھ معاف کر دے مگر یہ نہ بیان کرے کہ کتنے کی اجازت دی ہے یا کتنے کو معاف کر دیا ہے؟	197
32	غیر معین چیز کو ہبہ کرنے میں مذاہب فقہاء	198
	باب:۱۳	
33	کسی کی تھوڑی سی زمین پر ظلم کرنے کا گناہ	198
34	سات زمینوں کا طوق بنا کر گلے میں ڈالنے کی کیفیت	198
35	زمین کا طوق بنا کر ڈالنے والی حدیث سے زمین کی نیچے سے اوپر تک ملکیت کا ثبوت اور سات زمینوں کے تحقق پر دلیل	199
36	زمین کے غصب میں فقہاء احناف کا موقف اور علامہ کرمانی کے بیان کردہ موقف کا رد	200

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
37	زمین کے غصب کے ثبوت میں جمہور کا رد اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلیل	200
38	ائمہ ثلاثہ اور امام ابوحنیفہ نے جن جن احادیث سے استدلال کیا ہے' ان کا تجزیہ	200
	باب: ۱۴	
39	جب ایک انسان دوسرے انسان کو کسی چیز کی اجازت دے (تو وہ اس کو استعمال کرسکتا ہے)	202
40	ساتھیوں کی اجازت سے دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کا جواز	202
41	دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کی توجیہات	203
42	دو دو کھجوریں ملا کر کھانے میں مذاہب فقہاء	203
43	دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کا منسوخ ہونا	203
44	اس باب کی حدیثوں کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت بیان کرنے میں مصنف کا تفرد	204
	باب: ۱۵	
45	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے○ (البقرہ: ۲۰۴)	205
46	آیت مذکورہ کا شانِ نزول	205
	باب: ۱۶	
47	جس نے باطل کی حمایت میں جھگڑا کیا اور اس کو اس کے باطل ہونے کا علم تھا	206
48	حدیث مذکور کے رجال	206
49	نبی ﷺ کا ازخود غیب کو نہ جاننا	207
50	حاکم کے اپنے علم کے متعلق فیصلہ کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر اہم مسائل	207
51	امام ابوحنیفہ کے نزدیک جھوٹے گواہوں کی بنیاد پر قاضی کا فیصلہ باطناً نافذ ہونا اور اس میں دوسرے فقہاء کا اختلاف	208
52	امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل	208
53	امام ابوحنیفہ کی تائید میں آثارِ صحابہ اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف کا حدیث کے مطابق ہونا	209
54	حدیث مذکور کے شرح صحیح مسلم میں بیس مباحث	210
	باب: ۱۷	
55	جس شخص نے جھگڑا کیا' پس بدزبانی کی	210
	باب: ۱۸	
56	مظلوم کو اگر ظالم کا مال مل جائے تو وہ اپنا بدلہ لے سکتا ہے	211
57	اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف کہ اگر کسی حق دار کو کسی کے پاس اپنی چیز مل جائے تو وہ اس کو لے سکتا ہے یا نہیں؟	212
58	مہمان کی ضیافت کے وجوب میں مذاہب فقہاء	213
59	مہمان کی ضیافت کے واجب نہ ہونے کے متعلق احادیث	213
60	جن احادیث سے مہمان کی ضیافت کا وجوب ثابت ہوتا ہے' ان کے محامل	214
	باب: ۱۹	
61	چبوتروں اور سائبانوں کے متعلق احادیث	215
62	اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت پر ایک اعتراض کا جواب	215
	باب: ۲۰	
63	کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے	216
64	پڑوسی کی دیوار پر لکڑی رکھنے کے مسئلہ میں مذاہب فقہاء	216
65	پڑوسی کی دیوار پر تصرف کے مسئلہ میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ' اور امام شافعی کا اس مسئلہ میں مشہور قول	216

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۱	
66	شراب کو راستہ میں انڈیل دینا	217
67	حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	218
68	شراب نوشی کی محفل کے شرکاء	218
69	''خمر''اور''فضیخ''کا معنی	218
70	تحریم خمر کی تاریخ اور خمر کو پاک کہنے پر ابن حزم کا رد	218
	باب:۲۲	
71	گھروں کے صحن اور راستوں پر بیٹھنا	219
72	مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم	220
73	راستوں کے حقوق کی تفصیل	220
	باب:۲۳	
74	راستہ میں کنوؤں کو بنانا جب کہ ان سے کسی کو ضرر نہ ہو	220
	باب:۲۴	
75	راستہ سے کسی نقصان دہ چیز کو دور کرنا	221
	باب:۲۵	
76	بالاخانے خواہ اتنے بلند ہوں جن سے جھانکا جا سکے یا اتنے بلند نہ ہوں جن سے جھانکا جا سکے خواہ وہ مکان کی چھت پر بنے ہوں یا کسی اور جگہ بنے ہوں	222
77	بالاخانوں کے متعلق فقہی احکام بیان کرنے میں علامہ عینی کا تفرد	222
78	''اطم''اور''آطام''کا معنی لکھنے میں شیخ عثمانی کی فاش غلطی	223
79	''عوالی''اور''غسان''کا معنی اور رسول اللہ ﷺ کے سیاہ فام غلام کا نام	229
80	''رمال''کا معنی لکھنے میں شیخ عثمانی کی غلطی	229
81	نبی ﷺ کے ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر الگ بالاخانہ میں رہنے کے اسباب	229
82	مغافیر کا معنی لکھنے میں شیخ عثمانی کی غلطی	230
83	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	231
84	حضرت عمر کے پڑوسی نے جو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے اس کی توجیہ	231
85	دنیا کی نعمتوں میں سے کم لینا' استاذ یا شیخ مغموم ہو تو اس کا دل بہلانا' اور مال میں فراخی کی دعا کا ناپسند ہونا	231
86	شوہر کا راز فاش کرنا گناہ ہے	232
87	نیک اعمال کے اظہار کا جواز	232
88	بیوی کو اختیار دینے سے آیا طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟	232
89	لغوی اور شرعی ایلاء کی تفصیل	232
90	شوہر سے اجازت لیے بغیر باپ کا بیٹی سے ملنے جانا' حصول علم اور حصول معاش دونوں کا انتظام کرنا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت	232
91	انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے اور صحابہ اور ازواج مطہرات کے محفوظ ہونے کا فرق اور اس میں مصنف کی مفصل اور منفرد تحقیق	233
	باب:۲۶	
92	جس نے اپنے اونٹ کو نصب شدہ پتھر یا مسجد کے دروازے کے ساتھ باندھا	235
93	اونٹ کے بول و براز کے پاک ہونے پر فقہاء مالکیہ کی دلیل اور اس کا جواب	235
	باب:۲۷	
94	قوم کے گھورے (کچرا گھر) پر کھڑے ہونا اور پیشاب کرنا	236
	باب:۲۸	
95	جس نے راستہ سے (کانٹوں والی) شاخ کو یا اور کسی ایذاء دینے والی چیز کو اٹھا کر پھینک دیا	236

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۹	
96	جب کشادہ راستہ میں اختلاف ہو اور وہ عام راستہ کے درمیان ہو اور وہاں کے رہنے والے کچھ عمارت بنانا چاہیں تو سات ہاتھ جگہ راستہ کے لیے چھوڑ دیں	236
97	سات ہاتھ راستہ چھوڑنے کی توجیہ اور اس میں اختلاف فقہاء	237
	باب:۳۰	
98	مالک کی اجازت کے بغیر لوٹ مار کرنا	238
99	جس لوٹ مار کی تحریم پر تمام فقہاء کا اجماع ہے	238
100	محفلِ نکاح میں چھوارے وغیرہ اُچھالنے اور بکھیرنے اور ان کو لوٹنے میں مذاہب فقہاء	239
101	محفلِ نکاح میں اُچھالے ہوئے چھواروں کے لوٹنے پر فقہاء احناف کا احادیث سے استدلال	239
102	لوٹنے کی تحریم اور اباحت کی متعارض احادیث میں امام طحاوی کی تطبیق	240
103	''مثلہ'' کا معنی	241
104	اجازت کے ساتھ لوٹنے کے جواز پر احناف کی ایک اور دلیل	241
	باب:۳۱	
105	صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا بیان	242
	باب:۳۲	
106	کیا ان مشکوں کو توڑ دیا جائے جن میں شراب ہو اور ان مشکوں کو پھاڑ دیا جائے جن میں شراب ہو؟ پس اگر کسی نے بت کو یا صلیب کو یا ستار کو توڑ دیا یا کسی ایسی لکڑی کو توڑ دیا جو غیر مفید ہو (تو کیا حکم ہے)؟ قاضی شریح کے پاس ایک ستار توڑنے کا مقدمہ لایا گیا تو انہوں نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں کیا	242
107	شراب کی مشک پھاڑنے' صلیب توڑنے اور ستار توڑنے کی ضمان میں اختلاف فقہاء	243
108	''صنم'' اور'' طنبور'' وغیرہ کے معانی اور ان کے فقہی احکام	243
109	پالتو گدھوں کے گوشت کی حرمت اور حلت میں مذاہب فقہاء	244
110	حضرت غالب کی حدیث سے پالتو گدھوں کے گوشت کی حلت پر استدلال	245
111	علامہ عینی کی طرف سے حدیث مذکور کا جواب	245
112	شیخ ابن حزم اور امام بیہقی کی طرف سے حدیث مذکور کا جواب	245
113	مصنف کی طرف سے حدیث مذکور کے جوابات	245
114	اس باب کی حدیثوں کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت نہ ہونا	246
115	حدیث مذکور کے رجال	246
116	نبی ﷺ نے کب کعبہ میں داخل ہو کر بتوں کو توڑا تھا؟	246
117	بتوں کو توڑنے سے آلاتِ غناء کے توڑنے پر استدلال	247
118	''سہوۃ'' تماثیل'' اور'' نمرقتین'' کے معانی اور گھروں میں تصاویر لٹکانے کا شرعی حکم	247
	باب:۳۳	
119	جو شخص اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑا	248
120	حدیث مذکور کے رجال	248
121	باب مذکور کی تائید میں دیگر احادیث	249
122	چوروں اور لٹیروں سے مدافعت کے متعلق اقوالِ فقہاء	249
	باب:۳۴	
123	جب کسی کا پیالہ یا کوئی اور چیز توڑ دی	250

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
124	پیالہ میں طعام بھیجنے والی ازواج مطہرات اور پیالہ توڑنے والی زوجہ مطہرہ کے اسماء	250
125	اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء کہ کسی چیز کے توڑنے پر اس کے تاوان میں آیا اس چیز کی مثل دی جائے گی یا اس کی قیمت؟	251
126	امام مالک اور امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کہ نبی ﷺ کا پیالہ کی مثل پیالہ دینا' ان کے مذہب کے خلاف ہے	252
127	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیالہ توڑنے کی توجیہ	252
	باب:۳۵	
128	جب کسی شخص نے کسی کی دیوار توڑ دی تو وہ اس دیوار کی مثل بنادے	253
129	انبیاء علیہم السلام کے لیے معجزات پر اور اولیاء کرام کے لیے کرامات کے اظہار پر قدرت کا ثبوت' حدیث مذکور کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت اور دیگر فوائد	254
130	''کتاب المظالم'' کی تکمیل	254
	۴۷- کتاب الشرکة	
1	شرکت کا اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام	255
	باب:۱	
2	کھانے' سفر خرچ اور سامان میں شرکت	255
3	ضرورت کی بناء پر اہل لشکر کے کھانوں کو ملانا' بھوک کی وجہ سے چوری کرنے والے کا ہاتھ نہ کاٹنا' رسول اللہ ﷺ کی برکت سے ایک کھجور کا ایک دن کے لیے کافی ہونا اور دیگر فوائد و مسائل	257
4	حدیث مذکور کے رجال	258
5	کھانوں کو جمع کر کے برابر تقسیم کرنا	258
6	اصاغر کے مشورہ پر اکابر کے عمل کرنے کا جواز اور دیگر فوائد	258
7	کسی کی فضیلت اور منقبت بیان کرنا	260
8	ایک دوسرے کے طعام کو ملانے پر حافظ ابن حجر کا اسے مجہول کا ہبہ قرار دینا اور علامہ عینی کا اس پر رد کرنا	260
	باب:۲	
9	جس مال میں دو آدمی شریک ہوں تو وہ اس مال کی زکوۃ برابر برابر منہا کرلیں	260
	باب:۳	
10	بکریوں کی تقسیم	261
11	حدیث مذکور کے رجال	262
12	جانوروں کی قیمت لگائے بغیر ان کو تقسیم کرنے میں مذاہب فقہاء	262
13	اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ نے ذوالحلیفہ میں پتیلیوں کو الٹنے کا حکم کیوں دیا تھا؟	262
14	اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا	263
15	دانتوں اور ناخنوں سے ذبح کرنے کی ممانعت	263
16	اگر کوئی پالتو جانور سرکشی سے بھاگ رہا ہو تو اس کو تیر مار کر ذبح کرنا جائز ہے' خواہ تیر کہیں بھی لگے اور وہ مر جائے تو حلال ہے	263
	باب:۴	
17	شرکاء کے درمیان دو دو کھجوریں ملا کر کھانا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک اپنے اصحاب سے اجازت نہ لے لے	264
18	شرکاء کی اجازت کے بغیر دو دو کھجوریں کھانے کے حکم میں اختلاف فقہاء	264
	باب:۵	
19	شرکاء کے درمیان چیزوں کی عدل کے ساتھ قیمت مقرر کرنا	265

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
20	حدیث مذکور کے رجال	266
21	غلام کی قیمت لگائے بغیر اس کو شرکاء کے درمیان تقسیم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل	266
22	ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب	266
23	حدیث مذکور کے رجال	267
	باب:٦	
24	کیا تقسیم میں قرعہ اندازی کی جائے گی؟	267
25	قرعہ اندازی کے جواز میں فقہاء کے نظریات	268
26	اگر بعض لوگوں کو ان کی نافرمانیوں پر ٹوکا نہ جائے تو عام عذاب کے آنے کا خطرہ ہے	268
27	نچلی منزل اور اوپر کی منزل کے احکام	269
	باب:٧	
28	یتیم کا دوسرے وارثوں کے ساتھ شریک ہونا	269
29	حدیث مذکور کے رجال	271
30	یتیموں کا ناحق مال کھانے کا عدم جواز	271
31	یتیم لڑکی کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں نکاح کا طریقہ اور اس کو ممنوع قرار دینا	271
	باب:٨	
32	زمینوں وغیرہ میں شرکت کا حکم	271
	باب:٩	
33	جب شرکاء اپنے گھروں وغیرہ کو تقسیم کرلیں تو وہ اب رجوع کر سکتے ہیں نہ شفعہ	272
	باب:١٠	
34	سونے چاندی اور ان تمام چیزوں میں شرکت جن میں بیع صرف ہوتی ہے	272
	باب:١١	
35	ذمیوں اور مشرکوں کے ساتھ مزارعت میں شرکت	273

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:١٢	
36	بکریوں کی تقسیم اور اس میں عدل کرنا	273
	باب:١٣	
37	طعام وغیرہ میں شرکت	274
38	حدیث مذکور کے رجال	275
39	نابالغ کو بیعت نہیں کرنا چاہیے' بیعت کا معنی اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	275
	باب:١٤	
40	غلام میں شریک ہونا	275
	باب:١٥	
41	قربانی کے جانوروں اور اونٹوں میں شرکت اور اگر کوئی قربانی بھیج چکا ہے اور اس نے کسی کو شریک کرلیا	276
	باب:١٦	
42	جس نے تقسیم میں دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا	277
43	''کتاب الشرکۃ'' کی تکمیل	278
	٤٨ - کتاب الرهن	279
	باب:١	
1	اپنے شہر میں رہن رکھنا	279
	باب:٢	
2	جس نے اپنی زرہ کو رہن رکھا	280
	باب:٣	
3	ہتھیاروں کو گروی رکھنا	280
4	کعب بن اشرف کو قتل کرنے کی تفصیل	281
5	اس اعتراض کا جواب کہ مسلمانوں نے کعب بن اشرف کو دھوکے سے قتل کیا تھا	283
	باب:٤	
6	گروی رکھے ہوئے جانور پر سواری کرنے اور اس	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کا دودھ پینے کا حکم	284
7	صحیح بخاری کی حدیث مذکور سے امام شافعی اور غیر مقلدین کا استدلال	284
8	امام بخاری کے مؤقف کے مطابق حدیث مذکور کی توجیہ	285
9	فقہاء مالکیہ کے نزدیک حدیث مذکور کی توجیہ	285
10	امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر مصنف کے دلائل	285
	باب:۵	
11	یہودی وغیرہ کے پاس رہن رکھنا	286
	باب:٦	
12	جب راہن اور مرتہن میں اختلاف ہو اور اسی طرح دوسرے لوگوں میں اختلاف ہو تو مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور مدعیٰ علیہ پر قسم لازم ہے	287
13	باب مذکور کی حدیث کی تائید	287
14	اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء کہ آیا راہن کا قول معتبر ہوگا یا مرتہن کا؟	287
15	''کتاب الرھن'' کی تکمیل	288
	۴۹ - کتاب العتق	289
	باب:۱	
1	غلام کو آزاد کرنے اور اس کی فضیلت میں جو احادیث وارد ہیں	289
2	حدیث مذکور کے رجال	290
3	غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت' آیا غلام کو آزاد کرنے سے زنا کا کفارہ ہوتا ہے یا نہیں؟ نیک اعمال کی جزا کا جنس عمل سے ہونا	290
4	شرح صحیح مسلم میں غلام کو آزاد کرنے کے مباحث	291
	باب:۲	
5	کون سے غلام کو آزاد کرنے میں زیادہ فضیلت ہے؟	291
6	حدیث مذکور کے رجال	291
7	جہاد کو ایمان کے ساتھ ذکر کرنے کی توجیہ ''ضائع'' اور ''صانع'' کے دو نسخے اور دیگر مسائل	292
	باب:۳	
8	سورج گرہن یا دیگر آسمانی نشانیوں کے ظہور کے وقت غلام کو آزاد کرنے کا استحباب	292
	باب:۴	
9	جب کسی نے دو آدمیوں کے درمیان مشترک غلام کو آزاد کیا یا کئی لوگوں کے درمیان مشترک باندی کو آزاد کیا	293
10	مشترک غلام کو آزاد کرنے اور دوسرے شریک کے حصہ کے حکم میں مذاہب فقہاء	293
	باب:۵	
11	جب کوئی شخص غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دے اور اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام سے کمائی کرائی جائے گی اور اس پر مشقت نہیں ڈالی جائے گی جس طرح مکاتب میں ہوتا ہے	295
	باب:٦	
12	آزاد کرنے اور طلاق دینے میں اور اس کی مثل میں خطاء اور نسیان کا حکم' اور کسی غلام کو آزاد کرنے کا اعتبار صرف اللہ کی رضا کی صورت میں ہوگا	296
13	خطاء اور نسیان کے لغوی اور اصطلاحی معانی اور ان کے احکام	296
14	امام بخاری کے فقہاء احناف پر اعتراضات اور فقہاء احناف کے جوابات	297
15	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب	298
16	حدیث مذکور کے رجال	298

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
17	وسوسہ کی تعریف' اس امت کے ساتھ اس کی تخصیص اور "ھَمّ" اور عزم کا فرق	299
	باب:۷	
18	کسی شخص نے آزاد کرنے کی نیت سے اپنے غلام سے کہا: وہ اللہ کے لیے ہے (تو وہ آزاد ہو گیا) اور اس پر گواہ بنانا چاہیے	300
19	غلام کو آزاد کرنے کے لیے اس کی آزادی پر گواہ بنانا ضروری نہیں ہے	301
	باب:۸	
20	ام الولد کا بیان	302
21	ام الولد کی آزادی اور اس کی بیع کے متعلق مذاہب فقہاء اور ان کے دلائل	302
	باب:۹	
22	مدبّر کی بیع	304
	باب:۱۰	
23	ولاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنے کا حکم	304
24	ولاء کی بیع اور اس کے ہبہ کی ممانعت پر دلائل	305
	باب:۱۱	
25	جب کسی مسلمان کا مشرک بھائی یا چچا ہو تو آیا ان کو رہا کرانے کے لیے اس کی طرف سے فدیہ دیا جا سکتا ہے؟	305
26	ملکیت کے بعد ذورحم محرم کے آزاد ہونے میں مذاہب فقہاء	306
27	ذورحم محرم کی ملکیت سے اس کے آزاد ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل	306
28	حضرت عباس کا اپنا فدیہ دینے اور عقیل کا فدیہ دینے کی مفصل روایت	306
29	امام بخاری کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت علی کی ملکیت میں آنے کے باوجود عباس اور عقیل آزاد کیوں نہیں ہوئے؟	307
30	عباس کے فدیہ سے ایک درہم بھی نہ چھوڑنے کی وجوہ	308
	باب:۱۲	
31	مشرک کو آزاد کرنا	308
	باب:۱۳	
32	اہل عرب میں سے کسی کو غلام بنانا' اور اس کو فروخت کرنا' اور عرب باندی سے جماع کرنا اور فدیہ لینا' اور بچوں کو قید کر کے غلام بنانا' پھر ہبہ کرنا	310
33	بنوالمصطلق کا تعارف	312
34	حضرت ام المؤمنین جویریہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کا واقعہ	312
35	غزوۂ بنوالمصطلق اور اس کے اموال غنیمت کا مختصر تذکرہ	313
36	عزل کی تعریف اور اس کے حکم میں مذاہب فقہاء	314
37	بت پرست اور مجوسی عورتوں سے مباشرت حرام ہے خواہ نکاح سے ہو خواہ بہ طور باندیوں کے	314
38	عرب غلاموں کو آزاد کرنے کا استحباب اور دیگر مسائل اور فوائد	315
	باب:۱۴	
39	باندی کو ادب سکھانے اور تعلیم دینے کی فضیلت	316
	باب:۱۵	
40	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ غلام تمہارے بھائی ہیں' ان کو اس میں سے کھلاؤ جس سے تم کھاتے ہو	316
	باب:۱۶	
41	جب بندہ اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرے اور اپنے مالک کی خیر خواہی کرے	318

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
42	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا غلامی کی آزمائش میں مبتلا ہونا	319
	باب:۱۷	
43	غلام کو سزا دینے میں حد سے تجاوز کرنا اور اس کو میرا بندہ یا میری بندی کہنا مکروہ ہے	319
44	حدیث مذکور کے رجال	321
45	اپنے غلام کو میرا بندہ اور اپنے آقا کو میرا رب کہنے کی تحقیق	322
	باب:۱۸	
46	جب کسی شخص کے پاس اس کا خادم طعام لے کر آئے	323
47	کھانے پینے اور پہننے میں غلام اور آقا کے درمیان مساوات کا استحباب	324
	باب:۱۹	
48	غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے	324
	باب:۲۰	
49	جب (مالک) غلام کو مارے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے	325
50	باب مذکور کے ثبوت میں دیگر احادیث	326
51	چہرے پر مارنے سے ممانعت کی توجیہ	326
	۵۰ - کتاب المکاتب	327
	باب:۱	
1	اس شخص کا گناہ جس نے اپنے مکاتب غلام پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائی	327
	باب:۲	
2	مکاتب اور اس کی قسطیں اور ہر سال میں ایک قسط کا لزوم	327
3	النور: ۳۳ میں خیر سے مراد مال ہے یا نیکی اور پرہیزگاری؟	328
4	مکاتبین کی مالی مدد کرنے کا حکم آیا ان کے مالکان کو ہے یا عام اغنیاء کو اور آیا یہ حکم وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے اور آیا مال کی مقدار معین ہے یا نہیں؟	328
5	مکاتب بنانے میں صحابہ کا تعامل	329
6	حقوق کی بیع اور دیگر مسائل	330
	باب:۳	
7	مکاتب بنانے میں کون سی شرطیں جائز ہیں اور جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے	331
	باب:۴	
8	مکاتب کا (بدل مکاتبت میں) مدد طلب کرنا اور لوگوں سے سوال کرنا	332
	باب:۵	
9	جب مکاتب راضی ہو تو اس کو فروخت کرنا	333
	باب:۶	
10	جب مکاتب نے کسی شخص سے کہا: مجھے خرید لو اور مجھے آزاد کر دو تو اس شخص نے اس وجہ سے خرید لیا	335
11	حدیث مذکور کا خلاصہ	335
12	''کتاب المکاتب'' کی تکمیل	336
	۵۱ - کتاب الھبة وفضلھا والتحریض علیھا	337
1	ہبہ کی اقسام	337
2	ہبہ کی اقسام کے ذکر میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	337
3	ہدیہ دینے اور ہدیہ قبول کرنے کے متعلق احادیث خواہ وہ ہدیہ مسلمان کا ہو یا کافر کا	338
	باب:۱	
4	ہبہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب	338

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
5	حدیث مذکور کے رجال	339
6	تھوڑے سے ہدیہ کی بھی قدر کرنی چاہیے	339
7	حدیث مذکور کے رجال	339
8	کھجور اور پانی پر دو کالی چیزوں کے اطلاق کی توجیہ	340
9	فقیر صابر اور غنی شاکر کے مقابلہ میں فقیر شاکر کی فضیلت اور رسول اللہ ﷺ کے فقر کا معنی	340
	باب:۲	
10	کم چیز کو ہبہ کرنا	340
11	ہدیہ پیش کرنے کی ترغیب	341
	باب:۳	
12	جس شخص نے اپنے اصحاب سے کسی ہدیہ کو طلب کیا	341
13	"لُدِغَ" کے معنی کی تحقیق' مصنف نے اس کا معنی کیا ہے: بچھو کا ڈسا ہوا' اور شیخ تقی عثمانی نے اس کا معنی کیا ہے: سانپ کا ڈسا ہوا	342
	باب:۴	
14	جس نے پانی یا دودھ طلب کیا	344
	باب:۵	
15	شکار کا ہدیہ قبول کرنا	346
16	مر الظہران کا محل وقوع' شکار پر غفلت کے اعتراض کا جواب اور خرگوش کھانے کی اباحت پر دلائل	346
17	آیا نبی ﷺ نے خرگوش کا گوشت کھایا ہے یا نہیں؟	
-	شیخ تقی عثمانی اور مصنف کی عبارات میں مناقشہ	347
	باب:۶	
18	ہدیہ کو قبول کرنا	348
19	حضرت صعب کے ہدیہ کو رد کرنے کی شیخ تقی عثمانی کی بیان کردہ غلط توجیہ	349
	باب:۷	
20	ہدیہ کو قبول کرنا	349
21	گوہ کو ناپسند کرنے کی توجیہ	350
22	گوہ کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	350
23	گوہ کھانے کی ممانعت پر فقہاء احناف کے دلائل	351
24	نبی ﷺ پر صدقہ حلال نہ ہونے کی توجیہ	352
	باب:۸	
25	کسی شخص نے اپنے صاحب کو ہدیہ پیش کیا اور اس کی کسی خاص زوجہ کا ارادہ کیا نہ اس کی دوسری ازواج کا	354
26	دلی محبت میں ازواج کے ساتھ مساوات کا نہ ہونا' حضرت عائشہ کی فضیلت کی وجوہ' غیرت میں ازواج کا معذور ہونا اور دیگر مسائل	356
	باب:۹	
27	جس ہدیہ کو واپس نہ کیا جائے	357
28	حدیث مذکور کے رجال	358
29	خوشبو کے ہدیے کو مسترد نہ کرنے کی توجیہ	358
	باب:۱۰	
30	جس کے نزدیک غائب چیز یا غائب لوگوں کو ہبہ کرنا جائز ہے	359
	باب:۱۱	
31	ہبہ میں معاوضہ دینا	359
32	ہدیہ کا معاوضہ دینے کا شرعی حکم	360
33	ہدیہ کی دو قسمیں	360
34	ہدیہ کا عوض دینے میں مذاہب فقہاء	360
35	ہدیہ کے معاوضہ کے وجوب میں فقہاء مالکیہ کے دلائل	360
36	فقہاء احناف کے دلائل اور فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات	361
	باب:۱۲	
37	اپنے بیٹے کو کچھ ہبہ کرنا	361

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
38	باب مذکور کے عنوان سے اس حدیث پر اشکال کا جواب: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے	361
39	باب مذکور کے عنوان کے ضمن میں چار احکام	362
40	تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے' اس حدیث کی تاویل	363
41	ضرورت کے وقت بیٹے کے سامان اور زمین کو فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء	363
42	ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات کرنے میں مذاہب فقہاء	364
43	حدیث مذکور کے رجال	365
44	اولاد کو ہبہ کرنے میں مساوات کے عدم وجوب پر جمہور فقہاء کے دلائل	365
45	زندگی میں اولاد کو ہبہ کرے تو کیا یہ ضروری ہے کہ بیٹے کو بیٹیوں سے دگنا دے!	366
46	اولاد کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنے کے جواز میں اختلافِ فقہاء امام ابوحنیفہ کے دلائل' اور فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات	366
47	محارم کو ہبہ کر کے رجوع کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف اور ان کے دلائل	367
48	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	367
	باب:۱۳	
49	ہبہ میں گواہ بنانا	367
50	حضرت نعمان بن بشیر کو باغ اور غلام ہدیہ کرنے کی دو حدیثیں اور ان میں تعارض کا بیان	368
51	مذکورہ دو حدیثوں میں امام ابن حبان کی تطبیق	368
52	امام ابن حبان کی تطبیق پر اس اعتراض کے جوابات کہ حضرت بشیر بن سعد کا بھولنا بہت بعید ہے	369
53	ان حدیثوں میں حافظ ابن حجر کی تطبیق	369
54	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر پر یہ اعتراض کہ حضرت بشیر بن سعد کا بھولنا بعید نہیں ہے اور مصنف کا محاکمہ	369
55	امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک ہبہ میں مساوات واجب نہیں ہے' بلکہ مستحب ہے	370
56	آیا جب اولاد کو ہبہ کیا جائے تو لڑکے اور لڑکی کا حصہ برابر ہوگا یا لڑکے کو لڑکی سے دگنا دیا جائے گا؟	370
57	عطیہ میں لڑکے اور لڑکی کا حصہ برابر رکھنے پر حدیث اور فقہ سے دلائل	371
58	حدیث مذکور کے دیگر فوائد اور مسائل	372
	باب:۱۴	
59	مرد کا اپنی بیوی کو ہبہ کرنے کا اور عورت کا اپنے شوہر کو ہبہ کرنے کا جواز	373
	باب:۱۵	
60	عورت کا اپنے شوہر کے غیر کو ہبہ کرنا اور آزاد کرنا اور باندی اور غلام کو آزاد کرنا جب کہ اس کا خاوند موجود ہو تو یہ جائز ہے بہ شرطیکہ وہ عورت کم عقل نہ ہو' اگر کم عقل ہو تو جائز نہیں	375
61	سمجھ دار عورت کے اپنے مال کو خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے میں اختلاف فقہاء	376
62	حدیث مذکور کے رجال	377
63	شادی شدہ سمجھ دار عورتوں کے اپنے اموال سے اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے پر امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے دلائل	377
64	امام مالک کے نزدیک شادی شدہ سمجھ دار عورت اپنے مال میں سے بھی شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ نہیں کر سکتی	378
65	رسول اللہ ﷺ کے سفروں میں قرعہ اندازی کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کیفیت	379
	باب:۱۶	
66	ہدیہ پیش کرنے کی ابتداء کس سے کی جائے؟	379
	باب:۱۷	
67	جس نے کسی عذر کی وجہ سے ہدیہ قبول نہیں کیا	379
	باب:۱۸	
68	جب کوئی شخص کسی سے ہبہ کرنے کا وعدہ کرے پھر اس چیز کے موصول ہونے سے پہلے وہ فوت ہو جائے	381
69	ہبہ میں قبضہ کی شرط پر امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے دلائل	381
70	ہبہ کے وعدہ کو پورا کرنے میں مذاہب فقہاء	382
	باب:۱۹	
71	غلام اور سامان پر کس طرح قبضہ ہوتا ہے؟	383
	باب:۲۰	
72	جب کوئی چیز کسی کو ہبہ کی' اس نے اس چیز پر قبضہ کر لیا اور زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کر لی	384
	باب:۲۱	
73	جب کوئی شخص اپنا قرض کسی کو ہبہ کر دے	385
	باب:۲۲	
74	ایک چیز جماعت کو ہبہ کرنا	387
75	علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	387
76	علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب	387
	باب:۲۳	
77	مقبوضہ اور غیر مقبوضہ اور منقسم اور غیر منقسم چیز کو ہبہ کرنے کا بیان	388
	باب:۲۴	
78	جب ایک جماعت کسی قوم کو ہبہ کرے	390
	باب:۲۵	
79	جس شخص کو کوئی ہدیہ پیش کیا گیا اور اس کے پاس اس کے ہم مجلس تھے تو وہ شخص خود اس کا زیادہ حق دار ہے	391
80	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے پیش نظر مجلس کے ہدایا میں مذاہب فقہاء	391
	باب:۲۶	
81	جب کوئی شخص کسی ایسے مرد کو اونٹ ہبہ کرے جو اس اونٹ پر سوار ہو تو یہ جائز ہے	393
	باب:۲۷	
82	جس (لباس) کا پہننا مکروہ ہو' اس (لباس) کو ہدیہ کرنا	393
83	حدیث مذکور کے رجال	394
84	حدیث میں مذکور پردہ کو ناپسند کرنے کی وجہ	394
85	''سیراء'' کا معنی' مردوں کے لیے ریشم پہننا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی اور حضرت علی نے حلہ کے چار ٹکڑے کن عورتوں کو دیئے؟	395
	باب:۲۸	
86	مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کا جواز	395
87	کفار اور مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کے جواز کے متعلق احادیث	395
88	مشرکین کے ہدایا کو قبول کرنے کی ممانعت اور جواز کی احادیث میں تطبیق	397
89	حضرت ھاجر کی مختصر سوانح	398
90	حضرت سارہ کی مختصر سوانح	399
91	اُکیدر دُومہ کا مختصر تذکرہ	399
92	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل	400
93	زہر آلود گوشت کھانے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اثر کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تحقیق اور مصنف کی نکات آفرینی	400
94	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر زہر کھانے کا اثر نہ ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تین سال تک اثر نہ ہونے کی وضاحت	401
	باب:۲۹	
95	مشرکین کو ہدیہ دینا	403
96	حدیث میں مذکور حضرت اسماء کی والدہ کا تذکرہ	404
97	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	404
	باب:۳۰	
98	ہبہ اور صدقہ میں کسی کے لیے رجوع کرنا جائز نہیں ہے	405
99	وہ سات صورتیں جن میں ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے	405
100	ہبہ سے رجوع کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	406
101	ہبہ سے رجوع کرنے کو مکروہ تنزیہی قرار دینے پر فقہاء احناف کی دلیل	406
102	ہبہ سے رجوع کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دینے پر حافظ ابن حجر کی دلیل	406
103	حافظ ابن حجر کی دلیل کا علامہ عینی کی طرف سے جواب	407
104	**باب:۳۱**	408
105	حدیث مذکور کے رجال	408
106	حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور مروان کا تذکرہ	408
107	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کی بحث	409
108	غیر مقلدین کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کے جوابات	409

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
109	شیخ تقی عثمانی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ	410
	باب:۳۲	
110	عمریٰ اور رقبیٰ کے متعلق جو کہا گیا ہے	410
111	عمریٰ کی اقسام	410
112	فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ عمریٰ میں تاحیات ملکیت ہوگی یا تاحیات منفعت ہوگی	411
113	العمریٰ میں امام مالک کا مؤقف اور اس کے خلاف جمہور کے دلائل	411
114	رقبیٰ کا معنی اور اس کے حکم میں مذاہب فقہاء	412
	باب:۳۳	
115	جس نے لوگوں سے عاریۃً گھوڑا لیا	413
116	جو چیز عاریۃً لی جائے اس کے نقصان میں مذاہب فقہاء	413
117	عاریۃً لی ہوئی چیز میں تاوان کے عدم لزوم کے متعلق احادیث اور آثار	414
	باب:۳۴	
118	دلہن کی شب زفاف کے لیے کوئی چیز عاریۃً لینا	415
	باب:۳۵	
119	دودھ دینے والے جانور کو عطاء کرنے کی فضیلت	415
120	''المنیحہ'' کی وضاحت	416
121	حدیث مذکور کے رجال	417
122	حدیث میں مذکور چالیس نیک خصلتوں کی علامہ ابن بطال کی طرف سے تعیین اور ان پر احادیث سے استدلال	417
123	مصنف کی طرف سے سات نیک خصلتوں پر حدیث سے استدلال	420
124	علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا علامہ ابن بطال کی شرح کو نقل کرنا	420

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
125	علامہ کرمانی کا علامہ ابن بطال پر اعتراض	420
126	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی توجیہ	421
	باب:۳۶	
127	جب کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں نے یہ باندی تمہیں بہ طور خادمہ دی ہے تو یہ جائز ہے	422
128	اگر کوئی شخص کسی سے یہ کہے: میں نے تم کو یہ غلام خدمت کے لیے دیا ہے تو آیا یہ عاریت ہے یا ہبہ؟	423
129	امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کہ حضرت سارہ کو حضرت ھاجر خدمت کے لیے دی گئی تھیں' حالانکہ یہ ہبہ تھا	423
130	مصنف کی طرف سے امام بخاری کے اعتراض کا جواب	423
	باب:۳۷	
131	جب کسی شخص کو گھوڑے پر سوار کیا جائے تو وہ عمریٰ اور صدقہ کی مثل ہے	424
132	باب کے عنوان کی وضاحت	424
133	امام بخاری کے اعتراض کی تقریر	425
134	علامہ عینی کی طرف سے اعتراضِ مذکور کا جواب	425
135	علامہ خطابی کی عبارت سے امام اعظم کے موقف کی تائید	425
136	"کتاب الھبہ" کی تکمیل	426
	۵۲ - کتاب الشھادات	427
1	شہادت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	427
2	شہادت کے متعلق احادیث	427
	باب:۱	
3	گواہوں کا پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے	428
4	البقرہ:۲۹۲ سے استدلال کرنے کی توجیہ	429
5	اس اعتراض کا جواب کہ قرض کو لکھنے کا حکم ایک حدیث کے خلاف ہے	429
	باب:۲	
6	جب ایک شخص کسی کو نیک قرار دینے کے لیے یہ کہے: ہم اس کے متعلق صرف خیر کو جانتے ہیں' یا کہے: میں صرف خیر کو جانتا ہوں (تو آیا یہ کافی ہے یا نہیں؟)	429
7	تعدیل کے کلمات میں مذاہب فقہاء	430
	باب:۳	
8	مخفی کی شہادت	431
9	حدیث مذکور کے مسائل	433
10	غیر مقلد علماء کا افتراء اور حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے میں فقہاء احناف کا موقف	433
	باب:۴	
11	جب ایک گواہ یا متعدد گواہ کسی چیز کی گواہی دیں اور دوسرے لوگ کہیں: ہمیں اس کا علم نہیں' تو جو گواہی دے گا اس کے مطابق فیصلہ ہوگا	434
	باب:۵	
12	گواہوں کا عادل ہونا	435
13	عادل کی تعریف میں متعدد اقوال	435
14	منافقین کا تعین صرف عہد رسالت میں ہو سکتا تھا اور دیگر مسائل	436
	باب:۶	
15	(کم از کم) کتنے آدمیوں کی تعدیل جائز ہے؟	437
16	جرح اور تعدیل میں مذاہب فقہاء	437
	باب:۷	
17	نسب اور مشہور رضاعت پر اور پرانی موت پر گواہی	438
18	غیر محرم کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور دیگر مسائل	439
19	حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	440

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
20	بھوک سے رضاعت ثابت ہونے کا معنی	441
21	رضاعت کے ثبوت میں دودھ کی مقدار اور پینے والے کی عمر کے متعلق مذاہب فقہاء	441
22	پانچ چسکیوں سے حرمت رضاعت کے ثبوت میں امام شافعی کے دلائل	442
23	مطلقاً دودھ پینے سے حرمت رضاعت کے ثبوت میں امام ابوحنیفہ کے دلائل اور امام شافعی کے دلائل کے جوابات	442
24	مدتِ رضاعت میں امام ابوحنیفہ اور جمہور کا اختلاف	443
	باب:۸	
25	تہمت لگانے والے، چوری کرنے والے اور زنا کرنے والے کی گواہی	443
26	جس پر حد قذف لگائی گئی ہو اس کی شہادت قبول کرنے کے متعلق آثار	446
27	جس پر حد قذف لگائی گئی ہو اس کی شہادت مسترد کرنے کے متعلق آثار	446
28	امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	447
29	امام ابوحنیفہ پر امام بخاری کے اعتراض کے جوابات	447
30	امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی صحت کی مزید تاکید	449
31	امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر دوسرا اعتراض	449
32	امام بخاری کے اعتراض کا جواب	449
33	عبارت مذکورہ میں امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر ایک اور اعتراض اور اس کا جواب	450
34	امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر تیسرا اعتراض اور اس کا جواب	450
35	ان تین صحابہ سے پچاس دن کلام کی ممانعت کی توجیہ بیان کرنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی	451
36	النور:۵۔۴ سے فقہاء احناف کے استدلال کا راجح ہونا	452
37	قاذف کے خلاف شدید وعید کی توجیہ	452
38	جس عورت نے چوری کی تھی اس کا نام اور اس کے لیے حضرت اسامہ کی سفارش کو مسترد کرنا	453
39	باب میں مذکور حدیث سے امام بخاری کا غلط استدلال	454
	باب:۹	
40	اگر لوگ کسی کو ظلم پر گواہ بنانا چاہیں تو وہ گواہ نہ بنے	454
41	''قرن'' کا معنی	455
42	ازخود گواہی دینے والے کی تحسین اور مذمت میں وارد احادیث میں تطبیق	456
43	موٹاپے کی وجہ	456
44	شہادت دینے سے پہلے قسم کھانے اور قسم کھانے سے پہلے شہادت دینے کی وضاحت	457
	باب:۱۰	
45	جھوٹی شہادت پر وعید	457
46	حدیث مذکور کے رجال	458
47	گناہ کبیرہ کی تعریف اور ان کی تعداد	458
48	اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کا معنی	459
49	''عقوق الوالدین'' کا معنی	459
50	قتل ناحق کے حرام ہونے پر قرآن اور احادیث سے دلائل	460
51	جھوٹی گواہی دینے والے کے متعلق مذاہب فقہاء	460
	باب:۱۱	
52	نابینا کی گواہی اور اس کا معاملہ اور اس کا نکاح کرنا اور اس کا نکاح کرانا، اور اس کی خرید وفروخت اور اس کی اذان وغیرہ کو قبول کرنا اور جو چیزیں آوازوں سے پہچانی جاتی ہیں	461
53	صرف آواز سننے کو شہادت کے قائم مقام کرنے میں مذاہب فقہاء	462

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
54	امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیقات اور روایت کردہ احادیث سے باب کے عنوان پر دلالت میں بحث ونظر	465
55	نابینا کی شہادت کو قبول کرنے میں مذاہب فقہاء	466
	باب:۱۲	
56	عورتوں کی شہادت	466
57	حدود اور قصاص میں اور جن اُمور پر مرد مطلع نہیں ہوتے' ان میں صرف عورتوں کی شہادت کے متعلق مذاہب فقہاء	466
58	جن اُمور پر صرف عورتیں مطلع ہوتی ہیں' ان میں عورتوں کی شہادت کی تعداد میں اختلافِ فقہاء	467
	باب:۱۳	
59	باندیوں اور غلاموں کی شہادت	468
60	غلاموں اور باندیوں کی شہادت کو قبول کرنے کے ثبوت میں امام بخاری کے نقل کردہ آثار	468
61	غلاموں اور باندیوں کی شہادت کو مسترد کرنے کے ثبوت میں جمہور کے نقل کردہ آثار	469
62	امام بخاری اور جمہور کے روایت کردہ آثار کے متعلق مصنف کی تحقیق	469
63	غلام کی شہادت کو قبول کرنے میں مذاہب ائمہ	470
64	امام بخاری کے دو ضمنی اعتراضوں کا جواب	470
	باب:۱۴	
65	دودھ پلانے والی کی شہادت	471
	باب:۱۵	
66	عورتوں کا ایک دوسرے کی تعدیل کرنا (نیک خصلتوں کو بیان کرنا)	471
67	حدیث مذکور کے رجال	478
68	حدیث مذکور میں درج مشکل الفاظ کے معانی	479
69	''افک'' کا معنی' ''اہل افک'' کے اسماء' ''جزع اظفار'' کا معنی اور حضرت صفوان بن المعطل رضی اللہ کا تذکرہ	479
70	حضرت علی نے حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر عورتوں کا جو مشورہ دیا تھا اس کی ایک توجیہ علامہ عینی کی طرف سے اور دیگر توجیہات مصنف کی طرف سے	479
71	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عالی ظرفی اور اخلاق کی بلندی	480
72	حدیث ''اِفک'' سے مستنبط بائیس فقہی مسائل	481
73	حدیث ''اِفک'' سے مستنبط مزید تیئس فقہی مسائل	483
74	حضرت عائشہ کی برأت میں ایک ماہ کی تاخیر میں مصنف کی بیان کردہ حکمتیں	485
	باب:۱۶	
75	جب ایک مرد دوسرے مرد کی تعدیل کرے تو یہ کافی ہے	486
76	حدیث مذکور کے رجال	487
77	کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے اور نہ کرنے کے محامل	487
	باب:۱۷	
78	کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنے کی کراہت اور تعریف کرنے والے کو چاہیے کہ وہ وہی بات کہے جو وہ جانتا ہے اور اس میں حد سے نہ بڑھے	488
79	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	488
	باب:۱۸	
80	بچوں کا بالغ ہونا اور ان کی شہادت کا بیان	488
81	حدیث مذکور کے رجال	490
82	علاماتِ بلوغ میں اختلافِ فقہاء اور اگر علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک لڑکے کی عمر کی حد انیس سال ہے اور لڑکی کی عمر کی حد سترہ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سال ہے اور امام شافعی کے نزدیک دونوں کی عمر کی حد پندرہ سال ہے	490
83	امام شافعی کی دلیل کا جواب	491
84	امام ابوحنیفہ کے نزدیک بلوغت کا معیار	491
85	بچوں کی گواہی میں اختلافِ فقہاء	491
	باب:۱۹	
86	قسم سے پہلے حاکم کا مدعی سے یہ سوال کرنا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟	492
	باب:۲۰	
87	اموال میں اور حدود میں مدعیٰ علیہ پر قسم ہوگی	493
88	ایک گواہ اور مدعی کی قسم کی بنیاد پر فیصلہ کا صحیح نہ ہونا	494
89	ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ نہ کرنے کے خلاف اعتراضات اور ان کا جواب	494
90	**باب:۰۰۰**	495
	باب:۲۱	
91	جب کوئی شخص دعویٰ کرے یا (اپنی بیوی پر) زنا کی تہمت لگائے تو اس کے لیے گواہ تلاش کرنا جائز ہے اور وہ گواہ طلب کرنے کے لیے روانہ ہو	496
92	باب کے عنوان سے عدم مطابقت کے اعتراض کا جواب	496
93	ہلال بن امیہ کا تذکرہ اور امام بخاری کی روایت کی توثیق	496
	باب:۲۲	
94	عصر کے بعد قسم کھانے کا حکم	497
	باب:۲۳	
95	مدعیٰ علیہ اس جگہ حلف اٹھائے جہاں اس پر قسم واجب ہوئی ہے اور اس کو اس جگہ سے دوسری جگہ نہ منتقل کیا جائے	497

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
96	مخصوص جگہ پر مدعیٰ علیہ سے قسم لینے میں مذاہب	498
	باب:۲۴	
97	جب لوگ قسم کھانے میں جلدی کریں	499
98	قسم لینے میں قرعہ اندازی کی حکمت	499
	باب:۲۵	
99	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	499
	باب:۲۶	
100	کس طرح قسم لی جائے گی؟	500
101	قسم کے الفاظ میں فقہاء کا اختلاف	502
	باب:۲۷	
102	جس نے قسم کے بعد گواہ پیش کیے	503
103	حاکم اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے اس سلسلہ میں مذاہب فقہاء	504
	باب:۲۸	
104	جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا	505
105	حدیث مذکور کے رجال	507
106	''حیرہ'' اور ''حبر'' کے معانی اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد	507
	باب:۲۹	
107	مشرکین سے گواہی وغیرہ کا سوال نہ کیا جائے	508
108	مشرکین اور اہل کتاب کی گواہی قبول کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	508
	باب:۳۰	
109	مشکلات میں قرعہ اندازی کرنا	509
110	حدیث مذکور کے فوائد	511
111	''کتاب الشھادات'' کی تکمیل	512
	۵۳-کتاب الصلح	514
	باب:۱	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	لوگوں کے درمیان صلح کرانا	514
2	حدیث مذکور کے رجال	516
3	نبی ﷺ کے محاسن اخلاق' تشریع کے لیے آپ کا مختلف سواریوں پر سوار ہونا' صحابہ کی تعظیم اور ادب اور دیگر فوائد	517
	باب:۲	
4	جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے' وہ جھوٹا نہیں ہے	517
5	حدیث مذکور کے رجال	517
6	تعریض کے ساتھ جھوٹ بولنے میں مذاہب	518
	باب:۳	
7	سربراہ اپنے اصحاب سے کہے: ہمیں صلح کرانے کے لیے لے چلو	519
	باب:۴	
8	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (خاوند اور بیوی) آپس میں صلح کرلیں' اور صلح کرنا بہتر ہے۔ (النساء:۱۲۸)	519
9	صلح کرنے کے لیے فریقین میں سے کسی ایک کو اپنے بعض حقوق کو چھوڑنا لازم ہے	520
	باب:۵	
10	اگر فریقین ظلم پر صلح کرلیں تو وہ صلح مردود ہے	521
11	زانی کو شہر بدر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	522
12	"احداث فی الدین" کی تعریف	522
	باب:۶	
13	صلح نامہ کس طرح لکھا جائے گا؟ (کیا اس طرح:) یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر فلاں بن فلاں نے صلح کی' خواہ اس کے قبیلہ یا نسب کی طرف نسبت نہ کی ہو	522
14	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کا ثبوت' حضرت علی سے فرمایا: میں تم سے ہوں' اس کے محامل اور حضرت زید بن حارثہ کا تذکرہ	524
	باب:۷	
15	مشرکین کے ساتھ صلح کرنا	525
	باب:۸	
16	دیت میں صلح کرنا	528
17	اس حدیث کی باب سے مطابقت اور حضرت ربیع اور حضرت انس بن النضر کا تذکرہ	529
18	قرآن مجید نے قصاص کو لازم کیا ہے' پھر حضرت انس بن النضر نے قصاص نہ دینے کی قسم کیوں کھائی؟	529
19	دانت اور ہڈی کا قصاص لینے میں مذاہب فقہاء' اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت اور دیگر مسائل	529
	باب:۹	
20	حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے نبی ﷺ کا یہ ارشاد: میرا یہ بیٹا سید ہے اور ہوسکتا ہے کہ اللہ اس کے سبب سے دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے	530
21	حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو سید فرمانے کی توجیہ	532
22	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کی تحریک	532
23	جب دو مسلمان برسرپیکار ہوں تو ان کے اسلام پر برقرار رہنے کا مدار	533
24	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کی پیش کش	533
25	تمام مسلمانوں کا حضرت معاویہ کی بیعت پر مجتمع ہونا	533
	باب:۱۰	
26	آیا سربراہ فریقین کو صلح کی طرف اشارہ کرسکتا ہے؟	534
27	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل	534
	باب:۱۱	
28	لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے اور عدل کرنے کی فضیلت	535
29	ہر جوڑ پر صدقہ کا وجوب اور اس کی ادائیگی کے طریقے	535

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۲	
30	جب سربراہ صلح کا اشارہ کرے اور کوئی شخص نہ مانے تو پھر وعدہ کے مطابق فیصلہ کرے	536
	باب:۱۳	
31	میت کے وارثوں اور مقروضوں کے درمیان صلح کرنا اور اندازہ سے قرض ادا کرنا	537
	باب:۱۴	
32	نقد رقم دے کر قرض کے بدلہ میں صلح کرنا	538
33	''کتاب الصلح'' کی تکمیل	539
	۵۴-کتاب الشروط	540
	باب:۱	
1	اسلام میں، احکام میں اور خرید وفروخت کے معاملات میں کون سی شرطیں لگانا جائز ہیں؟	540
2	مروان، حضرت مسور، حضرت سہیل بن عمرو اور حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہم کا تذکرہ	542
3	الممتحنہ: ۱۲-۱۰ کا ترجمہ	542
4	مسلمان کے مشرکین کے ساتھ رہنے میں مذاہب فقہاء	543
	باب:۲	
5	جس نے ایسے درخت کو فروخت کیا جس میں پیوندکاری کی جاچکی تھی	544
	باب:۳	
6	بیع میں شرطیں لگانا	544
	باب:۴	
7	اگر فروخت کرنے والے نے کسی خاص جگہ تک سواری کرنے کی شرط لگائی تو یہ جائز ہے	545
	باب:۵	
8	معاملات میں شرائط کا بیان	548
	باب:۶	
9	عقد نکاح کے وقت مہر میں شرطیں لگانا	549
10	مہر کے علاوہ نکاح کی باقی شرائط پوری کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	550
	باب:۷	
11	مزارعت (کھیتی باڑی) میں شرائط	551
	باب:۸	
12	نکاح میں جو شرائط جائز نہیں ہیں	551
	باب:۹	
13	حدود میں جو شرطیں لگانا جائز نہیں ہیں	551
	باب:۱۰	
14	مکاتب جب اس پر راضی ہو جائے کہ اس کو خرید کر آزاد کر دیا جائے تو اس کی کون سی شرائط جائز ہیں؟	552
	باب:۱۱	
15	طلاق میں شرطوں کا بیان	553
	باب:۱۲	
16	لوگوں کے ساتھ زبانی شرطیں لگانا	554
	باب:۱۳	
17	ولاء میں شرائط	555
	باب:۱۴	
18	جب مزارعین سے یہ شرط لگائی کہ میں جب چاہوں گا تمہیں خارج کر دوں گا	556
19	یہودیوں کو خیبر سے نکالنے کی دلیل، عداوت بھی ارتکاب جرم کا قرینہ ہے، یہودیوں سے حضرت ابن عمر کا قصاص کیوں نہیں لیا گیا؟	557
	باب:۱۵	
20	اہل حرب کے ساتھ جہاد اور صلاح کی شرائط اور شرائط کو لکھنا	557

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
21	مدتِ صلح کے متعلق فقہاء کے مختلف اقوال	568
22	شرائطِ صلح کو لکھنا اور احتیاط اور مصلحت کے تقاضے سے مسلح کافروں کے ساتھ تصادم سے گریز کرنا و دیگر مسائل	568
23	حضرت عمر کا دب کر صلح کرنے سے اضطراب اور حضرت ابوبکر کا اطمینان	569
24	سربراہ کی حفاظت کے لیے مسلح گارڈ کو رکھنا اور صحابہ کی آپ سے محبت اور غیرتِ ایمانی اور آپ کے بلغم کی طہارت اور اس کا باعث شفاء ہونا	569
	باب:۱۶	
25	قرض میں شرائط لگانا	570
	باب:۱۷	
26	مکاتب کا بیان اور اس میں جو شرائط کتاب اللہ کے خلاف ہوں	570
	باب:۱۸	
27	اقرار میں شرط لگانے یا استثناء کرنے کا جواز اور ان شرطوں کا جواز جو لوگوں کے درمیان متعارف ہوں اور جب کسی شخص نے کہا: (مجھ پر فلاں کے) ایک سو (درہم) ہیں' مگر ایک یا دو	571
28	اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کا بیان اور ان اسماء کی روایت کی تحقیق	572
29	ننانوے اسماء میں حصر نہیں ہے' ان کے علاوہ اور بھی اسماء الٰہیہ ہیں	573
30	اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور ایک کم سو اسماء ہونے اور پورے سو نہ ہونے کی توجیہ	573
31	''احصاء'' کے معانی اور ان اسماء کی معرفت سے جنت میں داخل ہونے کی توجیہ	574
32	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت	574

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۹	
33	وقف کی شرائط	574
34	''کتاب الشروط'' کی تکمیل	575
	۵۵-کتاب الوصایا	576
	باب:۱	
1	باب الوصایا اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ مرد کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہونی چاہیے	576
2	وصیت کی اقسام	577
3	وصیت کی شرائط اور رکن	577
4	ورثاء کے لیے وصیت کا منسوخ ہونا اور غیر ورثاء کے لیے تہائی مال کی وصیت کا استحباب	577
5	وصیت کے دیگر احکام	578
6	وصیت کے حکم میں مذاہب فقہاء	578
7	حدیث مذکور کے رجال	579
8	نبی ﷺ کے خچروں کی تفصیل	579
9	نبی ﷺ کے ہتھیاروں کی تفصیل	579
10	نبی ﷺ کی زمین کی تفصیل	580
11	حدیث مذکور کے رجال	580
12	رسول اللہ ﷺ کے وصیت نہ کرنے کی توجیہ اور شیعہ کے مزعوم کا رد	580
13	حدیث مذکور کے رجال	581
14	حضرت علی کے متعلق خلافت کی وصیت نہ ہونے پر دلائل	581
	باب:۲	
15	اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں	582
	باب:۳	
16	تہائی مال کی وصیت کرنا	583

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
17	تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے میں مذاہب فقہاء	584
	باب:۴	
18	وصیت کرنے والے نے وصی سے کہا: میری اولاد کی حفاظت کرنا اور وصی کے لیے دعویٰ کرنا جائز ہے	584
	باب:۵	
19	جب مریض اپنے سر سے واضح اشارہ کرے تو یہ جائز ہے	585
	باب:۶	
20	وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں	586
21	باب مذکور کی حدیث کی دیگر کتب حدیث میں تخریج	586
22	حدیث مذکور کے رجال	586
23	آیا ورثاء وصیت کی اجازت دے کر رجوع کر سکتے ہیں یا نہیں؟	587
	باب:۷	
24	موت کے وقت صدقہ کرنا	587
	باب:۸	
25	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ تقسیم وصیت کو ادا کرنے کے بعد ہے جو وہ کر جاتا ہے یا قرض ادا کرنے کے بعد۔ (النساء:۱۱)	588
	باب:۹	
26	اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تاویل: (تقسیم وراثت) وصیت کے بعد ہے یا قرض ادا کرنے کے بعد ہے۔ (النساء:۱۲)	592
	باب:۱۰	
27	جب کسی شخص نے اپنے رشتہ داروں کے لیے کوئی چیز وقف کی یا وصیت کی تو اس کا کیا حکم ہے اور رشتہ دار کون ہیں؟	595
	باب:۱۱	
28	کیا رشتہ داروں میں عورتیں اور بچے بھی داخل ہیں؟	598
29	اولاد کے لفظ میں بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد کے دخول میں مذاہب فقہاء	598
30	اولاد میں بیٹیوں کی اولاد کے دخول پر دلائل اور ان پر علامہ ابن بطال کا اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب	599
31	حدیث مذکور سے شیخ اسماعیل دہلوی کا اہل بیت کے حق میں شفاعت پر اعتراض اور مصنف کے جوابات	600
	باب:۱۲	
32	کیا وقف کرنے والا خود بھی اپنے وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟	601
	باب:۱۳	
33	جب کسی چیز کو وقف کر کے اس کو دوسرے کے حوالہ نہ کرے تو جائز ہے	602
	باب:۱۴	
34	جب کسی شخص نے کہا: میرا مکان اللہ کی رضاء کے لیے صدقہ ہے اور فقراء یا دوسرے لوگوں کا بیان نہیں کیا' تو یہ جائز ہے' خواہ وہ اس کو اپنے رشتہ داروں میں وقف کردے یا جہاں ارادہ کرے	603
	باب:۱۵	
35	جب کسی شخص نے کہا: میری زمین یا میرا باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے تو یہ جائز ہے' خواہ وہ یہ نہ بیان کرے کہ یہ کس کے لیے صدقہ ہے	604
36	حدیث مذکور کے رجال	604
37	حضرت سعد بن عبادہ کی ماں کا تذکرہ ''حائط'' اور ''مخراف'' کے معانی اور ایصال ثواب کا ثبوت	605

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
38	ایصالِ ثواب کے ثبوت میں بعض دیگر احادیث	605
	باب: ۱۶	
39	جب کسی شخص نے اپنا کچھ مال یا کوئی غلام یا کوئی سواری صدقہ کی یا وقف کی تو یہ جائز ہے	608
40	غنا کی فقر پر فضیلت اور توبہ کرنے کے بعد نیک اعمال کرنا	608
	باب: ۱۷	
41	جس شخص نے اپنے وکیل کو صدقہ دیا' پھر وکیل نے وہ صدقہ واپس کر دیا	609
	باب: ۱۸	
42	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج آ جائیں تو انہیں (بھی) اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کہو○ (النساء: ۸)	610
43	تقسیم وراثت کے وقت غیر وارثوں کی دل جوئی کے لیے انہیں صدقہ دینے کے حکم میں مذاہب فقہاء	610
	باب: ۱۹	
44	جو اچانک فوت ہو جائے' اس کی طرف سے صدقہ کرنا اور میت کی نذر کو پورا کرنا مستحب ہے	611
	باب: ۲۰	
45	وقف اور صدقہ میں گواہ بنانا	612
46	وقف پر گواہ بنانے کا حکم	612
	باب: ۲۱	
47	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یتیموں کو ان کے اموال دے دو اور (اپنے) خراب مال کو (ان کے) اچھے مال کے ساتھ تبدیل نہ کرو اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ' بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے○ اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں' ان سے نکاح کرو۔ (النساء: ۳-۲)	613
	باب: ۲۲	
48	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	614
49	ولی کے لیے ضرورت کے وقت مالِ یتیم سے کھانے کی تفصیل اور تحقیق	615
	باب: ۰۰۰	
50	وصی کا یتیم کے مال میں تجارت کرنا اور اپنی محنت کے اندازہ سے اس سے کھانا	616
	باب: ۲۳	
51	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ناجائز طریقوں سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے○ (النساء: ۱۰)	617
52	یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں کا آخرت میں انجام	617
53	حدیث مذکور کے رجال	618
54	"موبقات' شرك" اور "سحر" کے معانی اور "سحر" کی اقسام	618
55	گناہ کبیرہ کی تعداد میں فقہاء کے اقوال اور حدیث میں سات کبائر کی تعیین کی توجیہ	619
56	صغائر اور کبائر میں فرق اور صغائر اور کبائر کی تعریفیں	619
57	سحر کی حقیقت اور اس کے مصداق میں فقہاء کا اختلاف	620
58	سحر کی تعلیم کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف	620
59	جو شخص سحر کو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے' آیا وہ کافر ہے یا نہیں؟	621
60	آیا ساحر کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟	621
61	آیا ساحر کی توبہ قبول ہے یا نہیں؟	621

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
62	حدیث میں مذکور دیگر افعال کی تفصیل	622
	باب:۲۴	
63	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	622
	باب:۲۵	
64	سفر اور حضر میں یتیم سے خدمت طلب کرنا' جب کہ اس میں اس کی بہتری ہو اور ماں یا اس کے شوہر کا یتیم کے لیے غور وفکر کرنا	623
65	حضرت ابوطلحہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ اور حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	624
	باب:۲۶	
66	جب کسی شخص نے زمین وقف کی اور حدود بیان نہیں کیں تو یہ جائز ہے اور اسی طرح صدقہ بھی	624
	باب:۲۷	
67	جب ایک جماعت نے ایسی زمین کو وقف کیا جو مشترک اور غیر منقسم تھی تو یہ وقف جائز ہے	626
	باب:۲۸	
68	وقف کو کس طرح لکھا جائے گا؟	626
69	حضرت عمر کی وقف کے متعلق تحریر	627
70	وقف سے رجوع کرنے کے جواز پر امام ابوحنیفہ کی دلیل	627
71	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	627
	باب:۲۹	
72	مال دار' فقیر اور مہمان کے لیے وقف کرنا	627
	باب:۳۰	
73	مسجد کے لیے زمین کو وقف کرنا	628
	باب:۳۱	
74	سواریوں' گھوڑوں' سامان اور سونے اور چاندی کو وقف کرنا	628
	باب:۳۲	
75	وقف کے منتظم کا خرچ	629
	باب:۳۳	
76	جب کسی نے زمین وقف کی یا کنواں وقف کیا اور اس میں اپنے لیے عام مسلمانوں کی طرح پانی کے ڈول لینے کی شرط لگائی	630
77	باب مذکور کی حدیث کی مزید تفصیل	631
	باب:۳۴	
78	جب وقف کرنے والے نے کہا: ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے طلب کریں گے تو یہ جائز ہے	632
	باب:۳۵	
79	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	632
80	سفر میں وصیت کرنا اور غیر مسلموں کو گواہ بنانا	633
81	حدیث مذکور کے رجال	634
82	بنوسہم کے آدمی' تمیم داری اور عدی بن بداء کا تذکرہ	634
	باب:۳۶	
83	بغیر ورثاء کی موجودگی کے وصی کا میت کے قرض کو ادا کرنا	634
84	''کتاب الوصایا'' کی تکمیل	636
	۵۶ - کتاب الجہاد والسیر	637
	باب:۱	
1	جہاد اور سیر کی فضیلت	637
2	مجاہدین سے اللہ تعالیٰ کے جنت خریدنے کی وضاحت اور اس کے متعلق احادیث	637
3	نماز' والدین کے ساتھ نیکی اور جہاد کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی توجیہ	639
4	فرض عین جہاد کی تعریف	639

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
5	جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے کی صورتیں	640
6	جہاد کی مزید دو قسمیں: مدافعانہ جہاد اور جارحانہ جہاد	640
7	تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے کے متعلق ایک حدیث	641
8	مصنف کی طرف سے مشروعیت جہاد اور قتل مرتد پر اعتراض کے جوابات	641
9	غیر ملکی استعمار سے نجات اور آزادی حاصل کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کرنا بھی جہاد کی ایک قسم ہے اور اس کو دہشت گردی کہنا غلط ہے	643
10	دہشت گردی کیا چیز ہے اور جہاد اور دہشت گردی کا فرق	644
11	جہاد بالنفس اور جہاد اکبر کے متعلق احادیث	645
12	ہجرت منقطع ہونے والی حدیث پر اس حدیث سے اشکال کہ ہجرت تو قیامت تک منقطع نہیں ہوگی	646
13	ہجرت کی دو متعارض حدیثوں میں تطبیق	646
14	ہجرت کی اقسام	646
15	حدیث مذکور کے رجال	647
16	بعض مشکل الفاظ کے معانی	648
	باب:۲	
17	تمام لوگوں سے وہ مؤمن افضل ہے جو اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے	648
18	تجارت کا معنیٰ' جان سے جہاد کرنے کی تفصیل اور جنت کی طلب میں عبادت کرنے کا مطلوب ہونا	648
19	صدیقین اور علماء کے بعد مجاہدین کی فضیلت اور خلوت گزینی کا محمل	649
	باب:۳	
20	جہاد اور مرتبہ شہادت کے حصول کے لیے مردوں اور عورتوں کا دعا کرنا	650
21	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ شہادت تو کافر کے مسلمان پر غلبہ کو مستلزم ہے' پھر اس کی دعا کیسے جائز ہوگی؟	651
22	مصنف کی طرف سے اشکال مذکور کا جواب	652
23	حضرت ام حرام کے ساتھ آپ کی خلوت پر اعتراض کا جواب	652
24	شوہر کے مال سے مہمان کو کھانا کھلانا	652
25	خواتین کا سمندری راستہ سے جہاد کرنا' نبی ﷺ کا متعدد غیوب کی خبریں دینا اور بشارت دیتے ہوئے ہنسنا	653
26	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت کہ انہوں نے سب سے پہلے سمندری راستہ سے جہاد کیا	653
27	رسول اللہ ﷺ کے سر یا کپڑوں میں جوؤں کی تحقیق	654
	باب:۴	
28	اللہ کی راہ میں مجاہدین کے درجات	654
29	جو شخص جہاد نہیں کر سکا وہ بھی اللہ کے کرم سے جنت کا مستحق ہوگا	655
30	تمام امت کو جنت الفردوس کے طلب کرنے کا حکم ہے' اس میں وہ مسلمان بھی داخل ہیں جنہوں نے جہاد نہیں کیا	656
	باب:۵	
31	اللہ کی راہ میں صبح اور شام جانا	656
	باب:۶	
32	بڑی آنکھوں والی حوروں اور ان کی صفات کا بیان' جن کو دیکھ کر آنکھ حیران ہوگی جن کی آنکھوں کی پتلی بہت سیاہ ہوگی اور سفیدی بھی بہت صاف ہوگی	658
33	شہادت کی ترغیب اور شہید کا معنیٰ	659
	باب:۷	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
34	شہادت کی تمنا کرنا	660
35	جہاد کا فرضِ عین نہ ہونا' کسی جائز وجہ سے لشکر جہاد کے ساتھ نہ جانے کا جواز اور شہادت کی تمنا کا جائز ہونا	660
	باب:۸	
36	جہاد میں سواری سے گر کر مرنے والے کی فضیلت سو وہ بھی مجاہدین میں سے ہے	661
	باب:۹	
37	جس شخص پر اللہ کی راہ میں کوئی مصیبت آئے یا وہ زخمی ہو	662
38	ستر قاریوں کی شہادت کا قصہ	663
39	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام شعر و شاعری نہیں ہے	664
	باب:۱۰	
40	جو اللہ عزوجل کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے	664
41	شہید کو غسل نہ دینے پر دلیل اور اس دلیل پر حافظ ابن حجر کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب	665
	باب:۱۱	
42	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: تم ہمارے حق میں صرف دو خوبیوں (فتح اور شہادت) میں سے کسی ایک کا انتظار کر رہے ہو۔ (التوبہ:۵۲)	665
	باب:۱۲	
43	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایمان والوں میں سے بعض ایسے (باہمت) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دیا' سو ان میں سے کوئی (جہاد میں شریک ہو کر) اپنی نذر پوری کر چکا اور ان میں سے دوسرا انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں کچھ بھی) ردّ و بدل نہیں کیا○ (الاحزاب:۲۳)	666
44	اللہ سے عہد کرنے والے صحابہ کے مصادیق	666
45	حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دینے کا سبب اور اس کے متعلق حدیث	669
46	اللہ کی عبادت میں انسان کا خود کو ہلاکت میں ڈال دینے کا جواز	669
47	اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کے لیے خود کو ہلاکت میں ڈال دینے کا جواز	669
48	جنت کی خوشبو پانے کے دو محمل	670
49	الاحزاب:۲۳ کو صرف حضرت خزیمہ کی شہادت سے مصحف میں لکھنے کی توجیہ	670
50	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن تو' تواتر سے ثابت ہے' پھر صرف حضرت خزیمہ کی شہادت سے اس آیت کو مصحف میں کیوں لکھا گیا؟	670
51	حضرت خزیمہ کی شہادت سے جس آیت کو مصحف میں لکھا گیا' وہ الاحزاب:۲۳ تھی یا التوبہ:۱۲۸ تھی	671
	باب:۱۳	
52	نیک عمل سے پہلے قتال کرنا	671
53	منافقین اور بے عمل واعظین کے متعلق وعید	671
54	بلاضرورت جہاد کی صف کو توڑنے کی ممانعت	672
55	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت	673
56	اس مرد کا عمل مقدر کے اعتبار سے قلیل تھا اور مرتبے کے اعتبار سے عظیم تھا	673
57	اس مرد کے نام کی تحقیق اور بُرے نام کو بدل کر اچھا نام رکھنا اور "مقنع" کا معنی	673
58	دائمی جنت اور دائمی دوزخ کا مدار نیت پر ہے	673
	باب:۱۴	
59	جس شخص کو کوئی نامعلوم تیر آ کر لگا جس نے اس کو ہلاک کر دیا	674
60	حارثہ بن سراقہ کی ماں کا نام لکھنے میں امام بخاری کا سہو	674

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
61	حدیث مذکور سے نوحہ کے جواز پر استدلال اور اس کا ردّ	675
	باب:۱۵	
62	جس نے اس لیے قتال کیا تاکہ اللہ کا دین سربلند ہو	675
	باب:۱۶	
63	جس کے دونوں پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوگئے	675
64	آیت مذکورہ میں اعراب کا بیان اور ابتداء میں تمام مسلمانوں پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد پر جانے کا وجوب اور بعد میں اس حکم میں تخفیف	676
65	اللہ کی راہ میں پیر غبار آلود ہونے سے متعلق دیگر احادیث	677
	باب:۱۷	
66	اللہ کے راستہ میں غبار کو لوگوں (کے سر) سے صاف کرنا	677
	باب:۱۸	
67	جنگ (کے بعد) اور غبار پڑنے کے بعد غسل کرنا	678
	باب:۱۹	
68	اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی فضیلت	678
69	آل عمران:۱۶۹ کا شانِ نزول	679
70	شہداء کی حیات کے متعلق احادیث	679
	باب:۲۰	
71	فرشتوں کا شہید پر سایا کرنا	681
	باب:۲۱	
72	مجاہد کی یہ تمنا کہ وہ دنیا کی طرف لوٹ جائے	681
	باب:۲۲	
73	جنت کا چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے ہونا	682
	باب:۲۳	
74	جس نے جہاد کے لیے اولاد کی دعا کی	683

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
75	سو' ننانوے اور ستر کے عدد میں تعارض کا جواب اور حضرت سلیمان اور ہمارے نبی ﷺ کے ان شاء اللہ نہ کہنے کی توجیہ	683
76	جہاد کے لیے اولاد کی پیدائش کی دعا کرنا' حضرت سلیمان اور ہمارے نبی ﷺ کی قوتِ مردمی اور آپ کے علمِ غیب کا ثبوت	684
	باب:۲۴	
77	جنگ میں بہادری اور بزدلی کا بیان	685
78	نبی ﷺ کی صفات	685
79	نبی ﷺ کا حسن و جمال	685
80	نبی ﷺ کی شجاعت اور بہادری	686
81	نبی ﷺ کی جود و سخا اور فیاضی	687
82	بعض مشکل الفاظ کے معانی	689
	باب:۲۵	
83	بزدلی سے پناہ مانگنے کا بیان	689
84	بزدلی سے پناہ مانگنے کا سبب' ارذل عمر کا معنی اور نمازوں کے بعد عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا سے جاہلوں کا ردّ	690
85	مشکل الفاظ کے معانی	691
	باب:۲۶	
86	جس نے جنگ میں اپنے حاضر ہونے کے واقعات بیان کیے	691
87	حدیث مذکور کے رجال	692
88	بعض صحابہ کی کم روایت کرنے کی توجیہ	692
	باب:۲۷	
89	جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب اور جہاد اور نیت کا واجب ہونا	692
90	''خفافًا و ثقالًا'' کی متعدد تفسیریں	693

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
91	منافقین کی جھوٹی قسمیں	693
92	منافقین کو تہدید	694
	باب: ۲۸	
93	کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کر دے پھر وہ اسلام لا کر نیک کام کرے اور اس کے بعد وہ شہید کر دیا جائے	695
94	باب مذکور کے عنوان کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	695
95	اللہ تعالیٰ کی طرف ہنسنے کی نسبت کی تحقیق	696
96	اس حدیث میں مذکور پہلا قاتل آیا مسلمان تھا یا کافر؟	696
97	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	697
98	حدیث مذکور کے رجال	697
99	حدیث میں مذکور چار مزید رجال کا تذکرہ	697
100	حدیثِ مذکور کا سنن ابوداؤد کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب	698
101	شیخ سلیم اللہ کی ایک عبارت پر مصنف کا تبصرہ!	698
102	''وَبر'' کا معنی اور حضرت ابوہریرہ کا حضرت ابان کی مذمت کا جواب نہ دینا اور اس میں ان کی عظمت	699
103	حضرت ابوہریرہ کا حضرت ابان کو ''ابن قوقل'' کے قتل کا طعنہ دینا اور اس کی ایک نظیر	699
104	مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد جو شخص جہاد میں شریک ہو اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالنے میں فقہاء کا اختلاف	699
	باب: ۲۹	
105	جو شخص جہاد کو روزے پر ترجیح دے	700
106	حضرت ابوطلحہ کا تذکرہ	700
107	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے مسلسل روزے رکھنے کا سبب	700
108	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے مسلسل روزے رکھنے کی مدت	701
	باب: ۳۰	
109	جہاد میں مقتول ہونے کے علاوہ شہادت کی سات اقسام ہیں	701
110	حکمی شہداء کی اقسام	701
111	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے عدم مطابقت کا اعتراض علامہ عینی کا جواب اور اس پر مصنف کی تنقید	703
112	مقتول فی سبیل اللہ کو شہید کہنے کی وجوہات	704
113	طاعون کی قدیم تعریف	705
114	طاعون کی جدید تعریف اور طریقہ علاج	705
	باب: ۳۱	
115	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	706
116	آیاتِ مذکورہ کا شانِ نزول	706
117	حدیث مذکور میں بعض مشکل الفاظ کے معانی	707
118	حدیث مذکور کے رجال	707
119	حضرت جبریل امین کا سرعت کے ساتھ ''غیر اولی الضرر'' کے الفاظ کو لے کر نازل ہونا	708
120	جو شخص کسی عذر کی وجہ سے اپنے معمول کی عبادت کو نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی وجہ سے اس عبادت کا اجر عطاء فرماتا رہتا ہے	708
121	علامہ عینی کے استدلال پر مصنف کا اعتراض	709
	باب: ۳۲	
122	قتال کے وقت صبر کی فضیلت	709
	باب: ۳۳	
123	قتال پر برانگیختہ کرنا اور اُبھارنا	709
124	جب کفار مسلمانوں کے مقابلے میں دگنے ہوں تو پھر مسلمانوں کا ان سے مقابلہ کرنا واجب ہے	710

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
125	غزوۂ خندق کی تاریخ' آپ کا رجزیہ کلام پڑھنا اور خندق کھودنے کا اجر وثواب	711
	باب:۳۴	
126	خندق کھودنا	711
127	حدیث مذکور کے بعض الفاظ کی وضاحت	713
	باب:۳۵	
128	جو شخص کسی عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکا	713
	باب:۳۶	
129	اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت	714
130	روزہ کا افضل الاعمال ہونا	714
131	باب مذکور میں امام بخاری کی روایت کے مزید حوالہ جات	715
132	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	715
133	متعدد روایات میں تطبیق	715
	باب:۳۷	
134	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت	715
135	مشکل الفاظ کے معنی	717
	باب:۳۸	
136	جو شخص کسی غازی کو سامانِ سفر فراہم کرے یا اس کے پیچھے اس کے گھر والوں کی اچھی طرح خبر گیری کرے	717
137	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	717
	باب:۳۹	
138	قتال کے وقت خوشبو لگانا	718
139	حدیث مذکور کے رجال	719
140	الیمامہ کی وجہ تسمیہ اور جنگ یمامہ کا مختصر حال	719
141	حضرت ثابت بن قیس کی جنگ یمامہ میں معرکہ آرائی' مسلمانوں کی پسپائی سے ان کا بری ہونا اور	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	خواب میں اپنی زرہ کے متعلق وصیت کرنا	720
142	حضرت ثابت بن قیس بن الشماس کا مختصر تذکرہ	720
	باب:۴۰	
143	دشمن کی خبر لانے والوں کی فضیلت	721
144	حواری کا معنی اور اس کا بیان کہ بنو قریظہ کی جاسوسی حضرت زبیر نے کی تھی یا حضرت حذیفہ نے؟	722
	باب:۴۱	
145	کیا ایک شخص کو جاسوسی کے لیے بھیجا جا سکتا ہے؟	722
146	''طلیعة'' کو حواری قرار دینے کی توجیہ	722
147	ایک آدمی کے سفر کرنے کی ممانعت کی حدیث سے حدیثِ مذکور کا تعارض اور اس کا جواب	723
	باب:۴۲	
148	دو آدمیوں کا سفر کرنا	724
	باب:۴۳	
149	گھوڑوں کی پیشانیوں کے اوپر قیامت کے دن تک خیر اور برکت بندھی ہوئی ہے	724
150	مجاہدین کے گھوڑوں پر خیر وبرکت کے بندھے ہوئے ہونے سے مراد خیر وبرکت کا لزوم ہے	725
151	حدیث مذکور کے رجال	725
152	حدیث مذکور کا اس حدیث سے تعارض جس میں تصریح ہے کہ گھوڑوں میں نحوست ہے اور اس کا جواب	726
	باب:۴۴	
153	جہاد جاری رہے گا خواہ حاکم نیک ہو یا بد	726
	باب:۴۵	
154	جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑے کو تیار رکھا	727
155	جہاد کے لیے گھوڑا تیار رکھنے کے سلسلہ میں آٹھ مباحث	727
	باب:۴۶	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
156	گھوڑے اور گدھے کا نام رکھنا	729
157	اپنے جانوروں اور دیگر چیزوں کے نام رکھنے کا جواز	730
158	(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور آپ کا حسن خلق	731
159	(۲) جب سواری میں طاقت ہو تو اس پر دو آدمیوں کا سوار ہونا	731
160	(۳) سواری کا مالک اس سواری پر آگے بیٹھنے کا مستحق ہے	731
161	(۴) اپنے جانور کا مخصوص نام رکھنا	731
162	(۵) کنیت کی بجائے نام سے پکارنا	731
163	(۶) سواری پر باتیں کرنے کا جواز	731
164	(۷) پس پشت باتیں کرنے کا جواز	732
165	(۸) متعلم سے سوال کرنے کا جواز جب کہ متعلم کے نہ جاننے کا علم ہو	732
166	(۹) اس جواب کی حکمتیں کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے	732
167	(۱۰) اللہ کے حق اور بندوں کے حق کا فرق	732
168	(۱۱) جہالت سے حق ساقط نہیں ہوتا	732
169	(۱۲) بغیر دلیل کے اللہ پر ایمان لانا واجب ہے	732
170	(۱۳) جس حدیث کی فہم مشکل ہو وہ صرف ان کو سنائی جائے جو اس کے اہل ہوں	732
171	(۱۴) اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرنا	733
172	(۱۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب کی حکمتیں	733
	باب:٤٧	
173	گھوڑے کی نحوست کے متعلق جو کہا جاتا ہے	734
174	تین چیزوں میں نحوست کے ارشاد کا بدفالی کی مذمت کی احادیث سے تعارض اور اس کا جواب	734
	باب:٤٨	
175	گھوڑوں کی تین قسمیں	735
	باب:٤٩	
176	جس نے دوسرے کی سواری کو جہاد میں مارا	736
	باب:٥٠	
177	سرکش اور نر گھوڑوں پر سواری کرنا	737
178	نر گھوڑوں پر سوار ہونے کی فضیلت	738
179	مادہ گھوڑوں پر سوار ہونے کے متعلق آثار	738
	باب:٥١	
180	(مالِ غنیمت میں سے) گھوڑے کا حصہ	738
181	باب مذکور کی حدیث کے موافق احادیث	739
182	جمہور فقہاء کے نزدیک مالِ غنیمت سے گھوڑے سوار کے لیے گھوڑے کے دو حصے نکالے جائیں گے	739
183	امام ابوحنیفہ کے نزدیک مالِ غنیمت سے گھوڑے کا ایک حصہ نکالا جائے گا اور اس پر ان کے دلائل	739
	باب:٥٢	
184	جس نے جہاد میں دوسرے کی سواری کو چلایا	740
185	وادیٔ حنین کا محل وقوع' مسلمانوں کے جنگ سے فرار ہونے کی توجیہ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جنگ سے فرار ہونے کی نسبت کی اس کا حکم	740
186	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس رجزیہ کلام کی توجیہ کہ میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں	741
187	وہ بارہ صحابہ جو جنگ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر فرار نہیں ہوئے	741
188	حضرت عقیل بن ابی طالب کے مسلمان ہونے پر ایک اشکال کا جواب	742
189	بعض صحابہ کا تیروں کی بوچھاڑ سے جنگ میں پسپا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ہونا' ان کی عظمت کے خلاف نہیں بلکہ یہ سیاسی مصلحت کی بناء پر تھا	742
190	جہاد میں امیر لشکر کی خدمت کا جواز' لڑائی کی شدت کے دوران اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا جواز' اپنے نسب پر فخر کرنے کا جواز اور دیگر مسائل	742
	باب:٥٣	
191	سواری کی رکاب اور غرز	743
	باب:٥٤	
192	گھوڑے کی برہنہ پشت پر سوار ہونا	743
	باب:٥٥	
193	سست رفتار گھوڑے پر سوار ہونا	744
	باب:٥٦	
194	گھوڑوں کے درمیان تیز رفتاری کا مقابلہ کرانا	744
	باب:٥٧	
195	دوڑ میں مقابلہ کے لیے گھوڑوں کو اضمار کرنا	745
	باب:٥٨	
196	اضمار شدہ گھوڑوں کے مقابلہ کی آخری حد	745
	باب:٥٩	
197	نبی ﷺ کی اونٹنی کا ذکر	746
	باب:٦٠	
198	گدھے پر بیٹھ کر جہاد کرنا	747
	باب:٦١	
199	نبی ﷺ کے سفید خچر کا ذکر	747
	باب:٦٢	
200	عورتوں کا جہاد کرنا	748
	باب:٦٣	
201	عورتوں کا سمندری راستوں سے جہاد کرنا	749
	باب:٦٤	
202	کسی شخص کا اپنی کسی ایک بیوی کو جہاد پر لے جانا اور دوسری بیویوں کو چھوڑ دینا	750
	باب:٦٥	
203	عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد اور قتال کرنا	750
204	حدیث مذکور کے رجال	751
205	حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب	751
206	عورتوں' معذوروں اور تاجروں کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالنے میں مذاہب فقہاء	751
	باب:٦٦	
207	عورتوں کا جہاد میں مشکوں کو اُٹھا کر لوگوں کی طرف لانا	752
208	حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح	753
209	غیر کفو میں نکاح کے جواز کی تحقیق	754
210	امام بخاری کے بیان کردہ معنی پر حافظ ابن حجر کا تعاقب کرنا	755
	باب:٦٧	
211	عورتوں کا جہاد میں زخمیوں کو دوا دینا	755
212	عورتوں کے اجنبی بیمار مردوں کو دوا دینے کی توجیہ	755
	باب:٦٨	
213	عورتوں کا زخمیوں اور مقتولوں کو واپس بھیجنا	756
	باب:٦٩	
214	بدن سے تیر کو کھینچ کر نکالنا	756
215	حضرت عبید ابی عامر کا تذکرہ اور وفات سے پہلے مغفرت کی دعا کا جواز	757
	باب:٧٠	
216	جہاد کے دوران اللہ کی راہ میں حفاظت کرنا	757

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
217	اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی ضمانت دی ہے' پھر آپ نے کسی صحابی سے کیوں اپنی حفاظت کرائی اور دیگر مسائل	757
218	حدیث مذکور کے رجال	759
219	مشکل الفاظ کے معانی	759
	باب:۷۱	
220	جہاد میں خدمت کرنے کی فضیلت	760
	باب:۷۲	
221	اس شخص کی فضیلت جس نے سفر میں اپنے ساتھی کا سامان اٹھایا	761
	باب:۷۳	
222	اللہ کی راہ میں سرحد پر ایک روز پہرا دینے کی فضیلت	762
	باب:۷۴	
223	جس نے بچے کو خدمت کے لیے ساتھ لے جا کر جہاد کیا	762
	باب:۷۵	
224	سمندر پر سفر کرنا	764
	باب:۷۶	
225	جہاد میں کمزوروں اور نیک لوگوں (کی دعا) سے مدد حاصل کرنا	765
226	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	765
227	ضعفاء کی دعاؤں کے سبب سے نصرت اور رزق کا حصول	766
228	نیکوں کے توسل سے برکات کے نزول کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	766
229	نیکوں کے توسل سے برکات کے نزول کے ثبوت میں احادیث اور آثار	767
230	صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کی تعریفات	768
231	قرآن کا معنی اور قرآن کے متعلق احادیث	768
	باب:۷۷	
232	یہ نہ کہو کہ فلاں شخص شہید ہے	769
233	جس شخص نے زخموں کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی تھی' وہ کون تھا؟ اور یہ کس جہاد کا واقعہ ہے؟ اور دیگر فوائد	770
234	شہید وہ ہوتا ہے جس کی نیت شہادت کی ہو' اور اس اعتراض کا جواب کہ وہ شخص خودکشی کر کے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا' پھر اس کو دوزخی کیوں فرمایا؟	771
	باب:۷۸	
235	تیراندازی پر برانگیختہ کرنا	771
236	اس اشکال کا جواب کہ تیر مارنے کے مناسب یہ ہے کہ دور سے تیر مارا جائے نہ کہ قریب سے	772
	باب:۷۹	
237	نیزوں وغیرہ سے کھیلنے کا حکم	772
238	آلاتِ حرب کے ساتھ کھیلنے سے حضرت عمر کے منع کرنے کی توجیہ	773
	باب:۸۰	
239	ڈھال کا بیان اور جو شخص دوسرے کی ڈھال سے اپنا دفاع کرے	773
240	حضرت ابوطلحہ کی آپ پر جاں سپاری اور آپ کو ضرر پہنچانے والوں کا انجام	773
241	نبی ﷺ کے چہرۂ انور کے خون آلود ہونے کی حکمتیں	774
242	بنو النضیر کا ذکر' غزوۂ بنو النضیر کی تاریخ اور حدیث مذکور کی شرح میں علامہ عینی کا تسامح	775
243	فے کا لغوی اور شرعی معنی	776
244	فے کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ	776
245	اس اعتراض کا جواب کہ عنوان میں ڈھال کا ذکر	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ہے اور حدیث میں تیر اندازی کا	777
246	اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کے لیے فدا کرنے کی دعا نہیں کی بلکہ حضرت زبیر کے لیے بھی یہ دعا کی ہے	777
247	علامہ خطابی کا یہ کہنا کہ حضور کے والدین کفر پر فوت ہوئے تھے اس پر علامہ عینی کا تعاقب اور مصنف کی تحقیق	777
	باب:۸۱	
248	ڈھال کا بیان	778
248	جنگی مشقوں پر کھیل کے اطلاق کی توجیہ اور تین قسم کے کھیلوں کے جواز میں احادیث	779
250	مسجد میں کھیل کود کا عدم جواز اور حبشیوں کے مسجد میں کھیلنے کی توجیہ	779
251	مسجد میں علم کی تدریس کے متعلق فقہاء کے نظریات	780
252	نبی ﷺ کا حسن خُلق، عورتوں کا پردہ میں رہ کر مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور عبادت کے قصد سے کھیل کود دیکھنے کا جواز	780
253	علامہ ابن ابی جمرہ کی نکتہ آفرینی پر ایک اعتراض کا جواب	781
254	عورتوں کے لیے جہاد کی تعلیم کا جواز	781
255	ظاہری علامات دیکھ کر باطن پر حکم لگانا	781
256	عبادت کی نیت سے دنیاوی کاموں کا مستحب ہونا	782
257	علامہ ابن ابی جمرہ کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید	782
	باب:۸۲	
258	تلوار کے پرتلوں کا بیان اور تلوار کو گلے میں لٹکانا	783
	باب:۸۳	
259	تلواروں کے زیور کا بیان	783
260	حدیث مذکور کے رجال	784
261	''العلابی'' کا معنی اور تلوار کے اوپر سونے یا چاندی کا زیور چڑھانے کا شرعی حکم	784
	باب:۸۴	
262	جس نے سفر میں قیلولہ کے وقت اپنی تلوار کو درخت پر لٹکایا	784
263	اعرابی کا آپ کو تلوار سے قتل کرنے کی دھمکی دینا، پھر آپ کے حسن سلوک سے اس کا اسلام قبول کرنا	785
264	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل	786
	باب:۸۵	
265	خُود پہننے کا بیان	786
	باب:۸۶	
266	جس کے نزدیک موت کے وقت ہتھیاروں کا توڑنا جائز نہیں ہے	787
	باب:۸۷	
267	قیلولہ اور درختوں کے سائے کو طلب کرنے کے وقت لوگوں کا امیر لشکر کے پاس سے منتشر ہونا	787
	باب:۸۸	
268	نیزوں کا بیان	788
	باب:۸۹	
269	جہاد میں نبی ﷺ کی زرہ اور قمیص کا بیان	789
270	اس اشکال کا جواب کہ کیا حضرت ابوبکر کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اللہ پر توکل اور اعتماد تھا	790
	باب:۹۰	
271	سفر اور جہاد میں جبہ (لمبا کوٹ) پہننا	791
	باب:۹۱	
272	جنگ میں ریشم پہننا	792
273	حدیث مذکور کے رجال	792

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
274	ضرورت کی وجہ سے ریشم کے کپڑوں کو پہننے میں مذاہب فقہاء	792
275	علامہ ابن ابی جمرہ کی تحقیق	793
276	مبحث اوّل: بعض فقہاء کے نزدیک جس کو ریشم کے سوا اور کوئی کپڑا دستیاب نہ ہو اس کے لیے اس کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے	793
277	مبحث ثانی: نبی ﷺ جس طرح طب ادیان کے ماہر تھے اسی طرح طب ابدان کے ماہر تھے	793
278	مبحث ثالث: نبی ﷺ کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار تھا	793
	باب:۹۲	
279	چھری کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے	795
	باب:۹۳	
280	روم والوں سے قتال کا بیان	795
281	جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے کی وجہ سے یزید کی مغفرت کے متعلق علماء محققین کی آراء	796
282	حافظ ابن حجر کا بعض علماء کے اس قول کو رد کرنا کہ نبی ﷺ کی یہ بشارت جہاد قسطنطنیہ سے پہلے حمص میں جہاد کے متعلق ہے	796
283	علامہ عینی کا یزید کو مغفرت کی اس بشارت کے عموم سے خارج قرار دینا	797
284	علامہ قسطلانی کا اس بحث میں محاکمہ کرنا کہ یزید اس بشارت میں داخل ہے یا نہیں؟	797
285	کفر اور لعنِ یزید کے متعلق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کا موقف	798
286	مغفرتِ یزید کے متعلق شاہ ولی اللہ کا موقف	799
287	یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف	799
	باب:۹۴	
288	یہود کو قتل کرنا	800
289	یہود کا قتل کس زمانے میں ہوگا؟ اور ہمارے نبی ﷺ کا معجزہ	801
	باب:۹۵	
290	ترک (تاتاریوں) کا مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا	801
291	حدیث مذکور کے رجال	802
292	چند الفاظ کی تشریح اور اس سوال کا جواب کہ اس حدیث میں جو خبر دی گئی ہے آیا اُس کا وقوع ہو چکا یا مستقبل میں ہوگا؟	802
293	علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح	803
294	نبی ﷺ کے وہ معجزات جن کا آپ کے وصال کے بعد ظہور ہوا اور قیامت تک ان کا ظہور ہوتا رہے گا	803
	باب:۹۶	
295	ان لوگوں سے قتال کرنا جو بالوں کی جوتیاں پہنتے ہیں	806
	باب:۹۷	
296	جس نے فوج کی شکست کے وقت اپنے اصحاب کی صفیں بنوائیں اور اپنی سواری سے اترا اور مدد طلب کی	807
	باب:۹۸	
297	مشرکین کے خلاف شکست اور زلزلہ کی دعا کرنا	808
298	حدیث مذکور کے رجال	808
299	موافق اور مخالف دعا کرنے میں نبی ﷺ کی سیرت طیبہ	808
300	بعض الفاظ کے معانی اور بعض فقہی مسائل	810
301	غیر مقلد اور دیوبندی علماء کا آپ کی دعاء ضرر کو بددعا کہنا اور اس پر مصنف کا تعاقب	811

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
302	اہل کتاب کو ابتداءً سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں مذاہب فقہاء	812
303	بدمذہب اور بدعقیدہ لوگوں کو ابتداءً سلام کرنے اور ان کے سلام کے جواب دینے میں مصنف کا موقف اور اس سلسلے میں ایک مشکل کا حل	812
	باب:۹۹	
304	آیا مسلمان کے لیے اہل کتاب کی راہنمائی کرنا یا ان کو کتاب کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟	813
	باب:۱۰۰	
305	مشرکین کی تالیف قلب کے لیے ان کو ہدایت کی دعا دینا	814
306	حدیث مذکور کے رجال	815
307	حضرت طفیل بن عمرو الدوسی کا تذکرہ	815
	باب:۱۰۱	
308	یہودی اور نصرانی کو کس طرح دعوت دی جائے؟ اور ان سے کس بات پر جنگ کی جائے؟ اور نبی ﷺ نے کسریٰ اور قیصر کی طرف جو مکاتیب لکھے اور انہیں قتال سے پہلے اسلام کی جو دعوت دی	815
	باب:۱۰۲	
309	نبی ﷺ کا اسلام اور نبوت کی دعوت دینا اور اس کی دعوت دینا کہ کوئی شخص اللہ کے سوا کسی کو رب نہ قرار دے	817
310	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے خیبر کا فتح ہونا	822
311	علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح	824
312	علامہ ابن ابی جمرہ کی بیان کردہ جہاد کی اقسام پر مصنف کا ایک اور قسم کا اضافہ کرنا	824
313	مبحث ثانی: شریعت کے حکم پر اس کا سبب معلوم کیے بغیر عمل کرنا چاہیے	825
314	مبحث ثالث: جہاد کی دو قسمیں: تلوار سے جہاد اور دلائل سے جہاد	825
315	مبحث رابع: کفار کا فروع کے ساتھ مخاطب نہ ہونا اور اس پر مصنف کا تعاقب	826
316	مبحث خامس: مال کی حرمت بھی جان کی مثل ہے مگر جان کی حرمت مال کے تابع ہے	826
317	مبحث سادس: حدیث مذکور میں استثناء کے متصل یا منفصل ہونے کی تقریر اور ہر تقریر پر مصنف کا یہ ثابت کرنا کہ کفار فروع کے مخاطب ہیں	827
318	مبحث سابع: دنیاوی احکام ظاہر پر مبنی ہیں اور باطنی معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں' اس مبحث میں علامہ ابن ابی جمرہ کے دلائل پر مصنف کا اضافہ	827
319	مبحث ثامن: دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرنا اور ظاہر و باطن میں عمل کرنا	828
	باب:۱۰۳	
320	جس نے کسی مقام پر جہاد کا ارادہ کیا اور توریہ سے دوسرے مقام کا ذکر کیا اور جس نے جمعرات کے دن سفر کرنے کو پسند کیا	829
	باب:۱۰۴	
321	ظہر کے بعد (سفر کے لیے) نکلنا	831
	باب:۱۰۵	
322	مہینہ کے آخر میں (سفر کے لیے) نکلنا	831
	باب:۱۰۶	
323	رمضان میں (سفر کے لیے) نکلنا	832
	باب:۱۰۷	
324	مقیم کا مسافر کو رخصت کرنا	832
325	جن دو آدمیوں کے جلانے کا آپ نے حکم دیا تھا' ان کی تعیین' جلانے کے حکم کی وجہ اور اس حکم کو	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	منسوخ کرنے کی وجہ	833
	باب:۱۰۸	
326	امام کے احکام سننا اور ان کی اطاعت کرنا	834
327	معصیت میں حاکم کی اطاعت نہ کرنا اور ظالم حاکم کے خلاف بغاوت نہ کرنا	835
328	علامہ ابن بطال کی تائید میں مصنف کی پیش کردہ احادیث	835
	باب:۱۰۹	
329	امام کے پیچھے جنگ کی جائے اور اس کے سبب سے بچاؤ کیا جائے	836
330	سربراہِ ملک عادل ہو یا ظالم اس کے خلاف بغاوت کرنے کا عدم جواز اور جنگ میں امامِ عادل کا ساتھ نہ دینے کا جواز	837
331	حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ برحق تھے	838
332	امیر کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دینے کی توجیہ اور امام کو ڈھال قرار دینے کا معنی	838
	باب:۱۱۰	
333	جنگ میں اس پر بیعت کرنی کہ وہ امیر کا ساتھ چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے اور بعض لوگوں نے کہا ہے: موت پر بیعت کرنا	839
334	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ اور اس پر مصنف کا محاکمہ	839
335	واقعہ حرہ کی تاریخ اور اس کی تفصیل اور ابن حنظلہ کا تعارف	840
336	ابن الاکوع کے دوبارہ بیعت کرنے کی توجیہ اور مت پر بیعت کرنے کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	841
337	حضرت مجاشع اور ان کے بھائی کا تذکرہ اور ان کو ہجرت پر بیعت نہ کرنے کا سبب	842
338	حدیث مذکور کی تخریج شیخ البانی سے اور مصنف کا اس پر اضافہ اور شیخ البانی کی غلطی	842
	باب:۱۱۱	
339	امام لوگوں کو ان کی طاقت کے مطابق حکم دینے کا عزم کرے	843
340	مشکل الفاظ کے معانی اور امیرِ لشکر کو یہ تلقین کہ مسلمانوں کو آسان اور قابلِ عمل حکم دے	844
341	تقلید شخصی پر دلائل اور غیر مقلد عالم شیخ میواتی کے اکاذیب	844
	باب:۱۱۲	
342	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دن کے اوّل حصے میں قتال نہ کرتے تو دن کے آخری حصے میں قتال کرتے تھے حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا تھا	845
343	علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح	846
344	مبحث اوّل: ٹھنڈے وقت میں قتال کرنا چاہیے	846
345	مبحث ثانی: مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا ذکر کرنا	847
346	مبحث ثالث: ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرنا	847
347	مبحث رابع: اس حدیث کی توجیہ جس میں ارشاد ہے: جنت تلواروں کے سائے میں ہے' اور اس میں مصنف کی تحقیق	847
348	مبحث خامس: اللہ تعالیٰ سے دعا میں اللہ تعالیٰ کی ان تین مخصوص صفات کے ذکر کی توجیہ	848
349	مبحث سادس: شریعت اور طریقت اور مصنف کی بیان کردہ شریعت' طریقت اور حقیقت کی تعریفات	848

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۱۳	
350	کسی مرد کا امام سے اجازت طلب کرنا	848
	باب:۱۱۴	
351	نئی نئی شادی ہونے کے باوجود جو شخص جہاد کے لیے روانہ ہوا	850
	باب:۱۱۵	
352	جس نے شب زفاف کے بعد جہاد کرنے کو اختیار کیا ہو	850
	باب:۱۱۶	
353	دہشت کے وقت امام کا سبقت کرنا	851
	باب:۱۱۷	
354	دہشت کے وقت سرعت کے ساتھ گھوڑے کو ایڑ لگانا	851
	باب:۱۱۸	
355	دہشت کے وقت تنہا نکلنا	852
	باب:۱۱۹	
356	کسی کو اُجرت دے کر جہاد کرانا' اور اللہ کی راہ میں سواری دینا	852
357	''جعائل'' یعنی جہاد کی اُجرت کے متعلق آثارِ صحابہ وتابعین	853
	باب:۱۲۰	
358	مزدور کا بیان	855
359	مالِ غنیمت سے مزدور کا حصہ نکالنے میں مذاہب فقہاء	855
360	مالِ غنیمت کے نصف حصہ کی شرط پر گھوڑے کو کرائے پر لینے میں مذہب فقہاء	856
	باب:۱۲۱	
361	نبی ﷺ کے جھنڈے کے متعلق احادیث	857
362	جھنڈا گاڑنے کے لیے امام کی اجازت ضروری ہے	859
	باب:۱۲۲	
363	نبی ﷺ کا یہ ارشاد: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد کی گئی ہے	859
364	رعب اور زمین کے خزائن کی تشریح	860
365	''جوامع الکلم'' اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی	860
	باب:۱۲۳	
366	جہاد میں زادِ راہ کو لے جانا	861
367	حدیث مذکور کے رجال	862
368	''سُفرۃ'' اور ''نِطاق'' کے معانی	862
369	حدیث مذکور کے رجال	863
370	توکل' زادِ راہ کو ساتھ لے جانے سے مانع نہیں' قربانی کے تین دن بعد اس کا گوشت کھانے کا جواز اور دیگر مسائل	863
371	نبی ﷺ کا حسن خلق' تعلیم امت کے لیے حضرت عمر کی رائے کی طرف رجوع' آپ کی نبوت کی دلیل اور دیگر مسائل	864
	باب:۱۲۴	
372	کندھوں پر زادِ راہ رکھنا	865
	باب:۱۲۵	
373	عورت کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنا	865
	باب:۱۲۶	
374	جہاد اور حج میں سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنا	866
	باب:۱۲۷	
375	گدھے کے اوپر کسی کا پیچھے بیٹھنا	866
376	نبی ﷺ کی تواضع اور حسن اخلاق	867
	باب:۱۲۸	
377	جس نے رکاب یا اس کی مثل کسی چیز کو پکڑا	868

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
378	علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح	868
379	مبحث اوّل: انسان کے تین سو ساٹھ اعضاء ہیں اور ہر عضو کا صدقہ یہ ہے کہ وہ اس عضو سے کوئی نیک کام کرے	868
380	مبحث ثانی: عدل کرنے کے تین معانی	869
381	مبحث ثالث: کسی کو سواری پر بٹھانے سے صدقہ کا ثواب تب ہوگا جب جس کو بٹھایا ہے وہ ظالم یا فاسق نہ ہو اور اس کا سامان ناجائز اور حرام نہ ہو	869
382	مبحث رابع: اچھی بات کہہ کر خوش کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ سچی بات کہے	870
383	مبحث خامس: اعمال نامہ سے برائیوں کا مٹنا' بعض علماء کے نزدیک محسوس ہے اور بعض کے نزدیک معنوی	871
384	مبحث سادس	871
	باب: ۱۲۹	
385	دشمن کی زمین میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنا مکروہ ہے	871
386	دشمن کے علاقے میں قرآن مجید کی جلد کو لے جانے میں مذاہب فقہاء	872
	باب: ۱۳۰	
387	جنگ کے وقت تکبیر پڑھنا	872
388	آپ کے منادی کا تعین' پالتو گدھوں کی تحریم کی پانچ وجوہ اور پالتو گدھوں کی تحریم میں مذاہب فقہاء	873
	باب: ۱۳۱	
389	تکبیر پڑھتے ہوئے آواز بلند کرنا مکروہ ہے	874
390	علامہ ابن بطال کا فقہاء مالکیہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے یہ نقل کرنا کہ ابتداء میں تعلیم کے لیے ذکر بالجہر جائز تھا' اب کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے	875
391	حافظ ابن حجر کی یہ تصریح کہ صرف قتال کے وقت ذکر بالجہر ممنوع ہے اور باقی تمام اوقات میں ذکر بالجہر مشروع ہے	875
392	ذکر بالجہر کے متعلق احادیث اور ان کی شروح	875
393	شیخ محدث دہلوی کا ذکر بالجہر کے جواز کو راجح قرار دینا اور نواب بھوپالی کا ذکر بالجہر کو مستحب قرار دینا اور علامہ ابن بطال اور امام شافعی کا رد کرنا	876
394	علامہ خیر الدین رملی کا ذکر بالجہر اور ذکر خفی کے دلائل کو ذکر کر کے ذکر بالجہر کو راجح قرار دینا اور ذکر خفی کے دلائل کا محمل بیان کرنا	877
395	علامہ شامی کی یہ تصریح کہ تمام متقدمین اور متاخرین کے نزدیک ذکر بالجہر مستحب ہے	879
	باب: ۱۳۲	
396	جب وادی میں اترے تو تسبیح پڑھے	879
397	بلندی پر تکبیر پڑھنے اور پستی میں تسبیح پڑھنے کی حکمت	879
	باب: ۱۳۳	
398	جب کسی بلندی پر چڑھے تو تکبیر پڑھے	880
	باب: ۱۳۴	
399	مسافر دورانِ اقامت (یا بیمار دورانِ صحت) جو نیک کام کرتا تھا (بیماری اور) سفر میں بھی اس کے وہی نیک کام لکھے جاتے ہیں	881
400	حدیث مذکور کے رجال	881
401	باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	881
	باب: ۱۳۵	
402	کسی مرد کا رات کو اکیلے سفر کرنا	882
403	باب مذکور کی دونوں حدیثوں کا فرق	883
404	علامہ ابن ابی جمرۃ کی شرح	883

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
405	مبحث اوّل: جس طرح سوار کا رات میں تنہا سفر کا ممنوع ہے اسی طرح رات میں پیدل کا تنہا سفر کرنا ممنوع ہے	883
406	مبحث ثانی: رات کو تنہا سفر کرنے کی ممانعت عام لوگوں کے لیے ہے' خواص کے لیے نہیں ہے	884
407	مبحث ثالث: سفر سے مراد متعارف سفر نہیں بلکہ لغوی سفر مراد ہے	884
	باب:۱۳۶	
408	وطن کی طرف واپسی میں تیزی سے چلنا	884
409	شیخ البانی کا دو نمازوں کو جمع کرنے کی تمام احادیث کو جمع حقیقی پر محمول کرنا	885
410	مصنف کی یہ تحقیق کی عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دو نمازوں کو جمع کرنے کی احادیث جمع صوری پر محمول ہیں	885
	باب:۱۳۷	
411	جب کسی شخص نے کسی آدمی کو گھوڑے پر سوار کیا' پھر اس گھوڑے کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھا	886
	باب:۱۳۸	
412	والدین کی اجازت سے جہاد کرنا	887
413	حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اور اس حدیث کی مؤید دیگر روایات	888
	باب:۱۳۹	
414	اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹی وغیرہ لٹکانے کے متعلق احادیث	889
415	حدیث مذکور کے رجال	889
	باب:۱۴۰	
416	جو شخص کسی لشکر میں اپنا نام لکھوائے' پھر اس کی بیوی حج کرنے کے لیے نکلے اور اس شخص کا عذر ہو تو کیا اس شخص کو لشکر سے جانے کی اجازت دی جائے گی یا نہیں؟	890
417	علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح	890
418	مبحث اوّل: جب ایک حدیث چند احکام پر مشتمل ہو تو اس حکم کے متعلق سوال کرنا چاہیے' جس کا اس شخص کے ساتھ تعلق ہو	890
419	مبحث ثانی: دو مستحب حکموں میں سے کسی ایک مستحب حکم کو قرینہ کی بناء پر ترجیح دینا	891
420	مبحث ثالث: مسلمانوں کے امیر پر لازم ہے کہ وہ عوام کو اس کام کا حکم دے' جس میں منفعت زیادہ ہو	891
	باب:۱۴۱	
421	جاسوس کا حکم	891
422	حدیث مذکور کے رجال	892
423	روضہ خاخ کا محل وقوع' اللہ کے اس حکم کی توجیہ کہ تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے' اور جاسوس کو قتل کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل	893
	باب:۱۴۲	
424	قیدیوں کو کپڑے پہنانا	894
	باب:۱۴۳	
425	جس شخص کے ہاتھ پر کوئی مرد مسلمان ہوا' اس کی فضیلت	895
	باب:۱۴۴	
426	قیدیوں کو زنجیروں میں باندھنا	895
	باب:۱۴۵	
427	یہودی اور نصرانی کے مسلمان ہونے کی فضیلت	896
428	علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح	896
429	مبحث اوّل: حدیث میں مذکور تین لوگوں کے دگنے اجر کی علت اور علامہ ابن ابی جمرہ کے ایک استدلال	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	پر مصنف کا تعاقب	897
430	مبحث ثانی: ادب اور علم کے متعلق احادیث	897
431	مبحث ثالث: باندی کو تعلیم اور ادب سکھانے کا بیان	898
	باب:۱۴۶	
432	اگر کافروں پر شب خون مارا جائے اور حملہ کی زد میں ان کی اولاد اور کم سن بچے آ جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟	898
433	دارالحرب میں کافر عورتوں اور کم سن بچوں کو قتل کرنے اور قتل نہ کرنے کی دو مختلف حدیثوں میں تطبیق	899
	باب:۱۴۷	
434	بچوں کو دارالحرب میں قتل کرنے کا حکم	900
	باب:۱۴۸	
435	عورتوں کو دارالحرب میں قتل کرنے کا حکم	900
	باب:۱۴۹	
436	اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دیا جائے	901
437	حدیث مذکور کے رجال	902
438	آگ کا عذاب دینے میں اختلافِ ائمہ	902
439	آگ میں جلانے کے جواز پر امام مالک اور امام احمد کے دلائل	902
440	علامہ ابن ابی جمرہ الاندلسی کی شرح	902
441	مبحث اول: جب مجتہد کو اپنے اجتہاد کے خلاف دلیل ظاہر ہو تو وہ اپنے سابق اجتہاد سے رجوع کر لے	903
442	مبحث ثانی: جب مجتہد اپنے سابق اجتہاد سے رجوع کرے تو اس کی وجہ بھی بیان کرے	903
443	مبحث ثالث: حاکم سزا دینے میں کسی کو اپنا نائب بھی بنا سکتا ہے	903
444	مبحث رابع: جو اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی کرے آیا اس سے توبہ طلب کی جائے گی یا نہیں؟	903
	باب:۱۵۰	
445	اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: پس یا تو ان پر احسان کر کے چھوڑ دو اور یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔ (محمد:۴)	904
446	الانفال:۶۷ کی تفسیر	904
447	مشرکین کو قتل کرنے یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنے یا فدیہ لے کر انہیں چھوڑنے میں فقہاء تابعین کے مختلف اقوال	905
448	مشرکین کو قتل کرنے یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنے یا فدیہ لے کر انہیں چھوڑنے میں امام ابوحنیفہ اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب	905
	باب:۱۵۱	
449	مسلمان قیدی کے لیے جائز ہے کہ وہ قتل کر کے یا قید کرنے والوں کو دھوکا دے کر اپنے آپ کو کافروں کی قید سے چھڑا لے	906
450	کافروں کی قید سے مسلمان قیدی کے خود کو چھڑانے میں مذاہب ائمہ	906
	باب:۱۵۲	
451	اگر کوئی مشرک مسلمان کو جلا دے تو کیا اس مشرک کو (جواب میں) جلا دینا جائز ہے؟	907
452	**باب:۱۵۳**	908
453	ایک نبی علیہ السلام کے چیونٹیاں جلانے پر اعتراضات اور اس کے جوابات	908
454	حشرات الارض کو مارنے کے متعلق احادیث	909
455	حشرات الارض کو مارنے کے متعلق فقہاء کی عبارات	909
	باب:۱۵۴	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
456	(حربی کافروں کے) گھروں اور کھجور کے درختوں کو جلانا	909
457	مشکل الفاظ کے معانی اور مسائل اور فوائد	910
	باب:۱۵۵	
458	سوئے ہوئے مشرک کو قتل کرنا	911
459	حدیث مذکور کے رجال	912
460	ابورافع یہودی کو قتل کرنے والے انصار کے اسماء' ابورافع کو قتل کرنے کا سبب اور دیگر مسائل	912
	باب:۱۵٦	
461	دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو	913
462	دشمن کو مقابلہ کے چیلنج کا شرعی حکم	914
	باب:۱۵۷	
463	جنگ ایک دھوکا ہے	915
464	دورانِ جنگ دشمن کو دھوکا دینے کی مثالیں اور قیصرو کسریٰ کے متعلق آپ کی دعا کا قبول ہونا	915
465	جنگ میں دھوکا دینے کی وضاحت	916
	باب:۱۵۸	
466	جنگ میں جھوٹ بولنا	916
467	جھوٹ بولنے کے متعلق حدیث اور حضرت محمد بن مسلمہ کا توریہ اور تعریض	917
	باب:۱۵۹	
468	خفیہ منصوبہ سے اہل حرب (دشمن) کو قتل کرنا	918
	باب:۱٦۰	
469	جس سے فساد کا خطرہ ہو اس کے ساتھ حیلہ اور احتیاط کے ساتھ باتیں کرنا	918
	باب:۱٦۱	
470	دورانِ جنگ رجزیہ کلام پڑھنا اور خندق کھودتے ہوئے آواز کو بلند کرنا	919
	باب:۱٦۲	
471	جو گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھ سکتا ہو اس کا بیان	920
472	حضرت جریر پر نبی ﷺ کی شفقت	921
	باب:۱٦۳	
473	چٹائی کو جلا کر زخمی کی دوا بنانا اور عورت کا اپنے والد کے چہرے سے خون کو دھونا اور ڈھال میں پانی ڈال کر لانا	921
	باب:۱٦٤	
474	جنگ میں اختلاف اور جھگڑا کرنا مکروہ ہے اور جو امیرِ غزوہ کی نافرمانی کرے اس کی سزا کا بیان	922
475	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	924
476	مسلمانوں کے آپس کے اختلاف کی وجہ سے اللہ کا عذاب آنا' غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی شکست کی وجہ اور حضرت عمر نے جو ابوسفیان کا جواب دیا' اس میں ان کی معصیت نہیں تھی	925
477	غزوۂ اُحد میں نبی ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے اصحاب کے اسماء گرامی	926
	باب:۱٦۵	
478	جب لوگ رات کو خوف زدہ ہوں	926
	باب:۱٦٦	
479	جس نے دشمن کو دیکھ کر بہ آواز بلند کہا: "یا صباحاہ" حتیٰ کہ لوگوں کو سنائے	927
480	"الغابہ' یوم الرضع" کے معانی اور حدیث مذکور کے بعض مسائل	928
481	انسان کو زیادہ مشقت والا کام کرنا چاہیے	928
	باب:۱٦۷	
482	جس نے کہا: اس تیر کو سنبھالو! اور میں فلاں کا بیٹا ہوں	928

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
483	میدانِ جنگ میں اپنی کوئی امتیازی علامت بنانے میں اختلافِ ائمہ	929
	باب:۱۶۸	
484	جب دشمن کسی (مسلمان) مرد کے فیصلہ پر قلعہ سے اتر آئے	930
485	بنوقریظہ کو سزا دینے کے معاملہ میں حضرت سعد بن معاذ کو حاکم بنانے کی توجیہ اور بنوقریظہ کا انجام	930
486	دو فریقوں کے درمیان حکم بنانے کا جواز	933
487	حضرت سعد بن معاذ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا حکم اور جن احادیث میں قیام تعظیمی کی ممانعت ہے' ان کے جوابات	933
488	قیامِ تعظیمی کے متعلق مزید احادیث اور آثار	934
	باب:۱۶۹	
489	قیدی کو قتل کرنا اور کسی کو باندھ کر قتل کرنا	935
	باب:۱۷۰	
490	آیا کوئی شخص خود کو قید کرا سکتا ہے اور جو خود کو قید نہ کروائے' اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو شخص قتل کیے جانے کے وقت دو رکعت نماز پڑھے	936
491	حدیث مذکور کے رجال	939
492	جان بچانے کے لیے دشمن کی قید میں جانے کی رخصت' دشمن سے لڑ کر شہید ہونے کی رخصت اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل	939
493	مشکل الفاظ کے معانی' مبہم لوگوں کے اسماء اور بعض دیگر مسائل	940
	باب:۱۷۱	
494	قیدی کو قید سے چھڑانا	940
495	قیدیوں کو چھڑانے اور بھوکوں کو کھلانے کی فرضیت اور بیماروں کی عیادت کا استحباب	940
496	علم کی تعریف	942
	باب:۱۷۲	
497	مشرکین سے فدیہ لینا	942
498	علامہ المہلب کا یہ کہنا غلط ہے کہ نبی ﷺ نے کافروں کا خون بہانے سے پہلے عباس سے فدیہ لیا تھا اور اس پر اللہ نے آپ پر عتاب فرمایا	942
499	علامہ المہلب کا منشاء غلطی	943
500	امام رازی کا بھی یہ کہنا غلط ہے کہ کفار کا فدیہ قبول کرنا' آپ کی اجتہادی خطاء تھی اور اللہ نے اس وجہ سے آپ پر عتاب فرمایا	944
501	صحابہ کرام کے کفار کے فدیہ کو قبول کرنے اور نبی ﷺ کے اس کو برقرار رکھنے کے متعلق مصنف کا موقف	945
	باب:۱۷۲	
502	جب حربی دارالاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو	945
503	بغیر امان کے داخل ہونے والے حربی کے متعلق صحیح مسلم کی مفصل روایت	946
504	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ تطبیق اور حدیث مذکور کی مزید تفصیل	946
505	حربی' ذمی یا مسلم جاسوس کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	947
506	بلا اجازت دارالاسلام میں داخل ہونے والے حربی کے متعلق مذاہب فقہاء	947
	باب:۱۷۴	
507	ذمیوں کی مدافعت میں جنگ کی جائے اور ان کو غلام نہ بنایا جائے	948
	باب:۱۷۵	
508	وفد کو انعام و اکرام عطا کرنا	948

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۷۶	
509	کیا ذمیوں سے سفارش کی جائے اور ان سے معاملہ کیا جائے؟	948
510	وفد کو انعام دینے کی وجوہ' جس تیسری وصیت کو حضرت ابن عباس بھول گئے تھے اس کا ذکر اور ''ھجر'' کا معنی	949
	باب:۱۷۷	
511	وفود سے ملاقات کے موقع پر خوب صورت لباس پہننا	950
	باب:۱۷۸	
512	بچے پر کس طرح اسلام پیش کیا جائے گا؟	950
513	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت	952
514	ابن صیاد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشویش اور تفتیش	952
515	نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو ابن صیاد کے پاس گئے اور اس کی باتیں سننے کی کوشش کی' اس سے آپ کا مقصود دجال کا امتحان لینا تھا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں؟	953
516	ابن صیاد کے دجال ہونے کے متعلق مختلف روایات	954
	باب:۱۷۹	
517	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دجال کے متعلق یہ ارشاد کہ تم اسلام قبول کرلو سلامت رہو گے	954
	باب:۱۸۰	
518	جب دار الحرب میں کچھ لوگ اسلام قبول کرلیں اور ان کا مال ہو اور ان کی زمینیں ہوں تو وہ ان ہی کی ملکیت ہے	955
519	دار الحرب میں مسلمان کے چھوڑے ہوئے مال کے متعلق مذاہب ائمہ	955
	باب:۱۸۱	
520	سربراہ ملک کا لوگوں کی مردم شماری کرنا	957
521	مردم شماری کی مختلف روایات میں تطبیق	957
	باب:۱۸۲	
522	بے شک اللہ کسی فاجر مرد سے (بھی) دین کو تقویت دیتا ہے	958
523	اس غزوہ کی تعیین جس میں ایک مرد نے خودکشی کی اور خودکشی کی دو روایتوں میں تطبیق	959
524	جس شخص نے خودکشی کی تھی آیا وہ کافر تھا یا مسلم فاجر؟	959
525	جنگ میں کفار سے مدد لینے کی دو مختلف روایتوں میں تطبیق	959
	باب:۱۸۳	
526	جو شخص جنگ میں از خود امیر بن جائے جب اسے دشمن سے خطرہ ہو	960
527	غزوۂ موتہ کا مختصر تذکرہ	960
	باب:۱۸۴	
528	لشکر کی مدد کے لیے فوج روانہ کرنا	961
529	منسوخ التلاوت کا معنی	962
	باب:۱۸۵	
530	جو شخص دشمن پر فتح پانے کے بعد تین دن تک اس کی جگہ میں رہا	962
531	دشمن کی سرزمین میں تین دن تک قیام کرنے کی حکمت	963
	باب:۱۸۶	
532	جس نے اپنے غزوہ میں اور سفر میں غنیمت کو تقسیم کیا	963
533	فقہاء احناف کے نزدیک دار الحرب میں مال غنیمت کی تقسیم جائز نہیں' اس پر حافظ ابن حجر اور علامہ المہلب کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب	964
	باب:۱۸۷	
534	جب مشرکین کسی مسلمان کا مال لوٹ لیں' پھر وہ مسلمان اسی مال کو پالے	964

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
535	حدیث مذکور کے رجال	965
536	حدیث مذکور کے متعلق امام بخاری کا موقف	965
537	اگر کافر مسلمان کے کسی مال پر قبضہ کرلیں تو مسلمان فتح کے بعد آیا اس مال کو لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ	965
538	امام ابوحنیفہ کے موقف پر حضرت عمر کے ارشاد سے استدلال	966
	باب:۱۸۸	
539	فارسی یا کسی غیر عربی زبان میں کلام کرنا	967
540	حدیث مذکور کے رجال	968
541	حدیث مذکور کے رجال	969
542	زرد رنگ کی قمیص پہننے کا جواز' والدین کے سامنے بچوں کو کھیلنے دینا' غیر عربی زبان میں بات کرنا اور دیگر مسائل	969
	باب:۱۸۹	
543	خیانت کا حکم	970
544	خیانت کی مذمت میں دیگر احادیث	971
	باب:۱۹۰	
545	تھوڑی سی خیانت کرنا	971
546	خائن کا مال جلانے کے متعلق مذاہب ائمہ	973
547	"غلول" کا معنی اور خائن کو دوزخ میں ڈالنے کی توجیہ	973
	باب:۱۹۱	
548	مال غنیمت میں سے اونٹوں اور بکریوں کو ذبح کرنے کی کراہت	973
	باب:۱۹۲	
549	فتوحات کی بشارت دینا	975
	باب:۱۹۳	
550	بشارت دینے والے کو جو چیز دی جائے	976
	باب:۱۹۴	
551	فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے	976
552	فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہونے کا سبب	977
553	ہجرت کے منقطع ہونے کے متعلق علامہ ابن بطال کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تعاقب	977
	باب:۱۹۵	
554	ضرورت کے وقت ذمیہ یا مسلمان عورت کے بال دیکھنے کا جواز اور جب مسلمان عورت اللہ کی نافرمانی کرے تو اس کو برہنہ دیکھنے کا جواز	978
555	معصیت کی وجہ سے عزت اور حرمت کا ساقط ہونا اور عورتوں کو برہنہ دیکھنے کی مطلقاً ممانعت اور بدری صحابی ہونے کے باوجود حضرت علی کا کسی کو ناحق قتل نہ کرنا	980
556	اکثر اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمان فضیلت میں حضرت علی پر مقدم ہیں اور بعض کے نزدیک اس کے برعکس ہے	980
557	ابوعبدالرحمان عثمانی کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگمانی	980
558	اس عورت نے وہ مکتوب اپنے بالوں سے نکالا تھا یا نیفہ سے؟	981
	باب:۱۹۶	
559	غازیوں کا استقبال کرنا	981
560	حدیث مذکور کے رجال	981
561	اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ نے سواری پر بٹھانے سے حضرت ابن الزبیر کو چھوڑا تھا یا حضرت عبداللہ بن جعفر کو؟	982
562	حجاج اور مسافرین کا استقبال اور جس کو شارع علیہ السلام اکرام سے نوازیں اس کا اس پر فخر کرنا	982

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ	نمبرشمار	عنوان	صفحہ
563	ثنیۃ الوداع سے مراد دو گھاٹیاں ہیں' ایک گھاٹی مکہ کی سمت پر واقع ہے اور دوسری گھاٹی شام کی سمت پر	983			
	باب:۱۹۷				
564	جب جہاد سے لوٹے تو کیا کہے؟	984			
565	حافظ دمیاطی کا امام بخاری پر یہ تعاقب کہ حضرت صفیہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا خیبر سے واپسی کے موقع پر تھا نہ کہ عسفان سے واپسی پر	985			
566	امام بخاری پر حافظ دمیاطی کے اعتراض کا جواب	985			
	باب:۱۹۸				
567	جب انسان سفر سے واپس آئے تو نماز پڑھے	987			
	باب:۱۹۹				
568	سفر سے واپسی کے بعد کھانا تیار کرنا	988			
569	حضرت ابن عمر کا رمضان میں دورانِ سفر روزے نہ رکھنا اور بعد میں روزوں کی قضاء کرنا	989			
570	''کتاب الجہاد'' کی تکمیل	990			
571	حرفِ آخر	990			
☆	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد خامس کی ڈائری	992			
☆	ماخذ و مراجع	993			

خطبة الکتاب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین' الّذی جعلنا من المسلمین' ووصفنا بخیر امّة من الامم الماضین' وانعم علینا بتنزیل القرآن الکریم وھدانا بہ الی الصراط المستقیم. والصلٰوة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین' الذی شرح الفرقان باحادیثہ وبیانہ القویم' وکشف عن اسرارہ وغوامضہ لھدایة الناس اجمعین' وانقذنا بحسن سیرتہ من الظلمات والضلال المبین. وعلی الہ الطیبین واصحابہ الطاھرین الذین قاموا باشاعة الدین المتین مع کمال الخلوص والجھد العظیم' وعلی ازواجہ الطاھرات امھات المومنین' وعلی جمیع الائمة التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین.

وبعد فیقول العبد الفقیر الی مولاہ القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربہ السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیہ نعمة الباری) توکلا علی رحمة اللّٰہ وفضلہ العمیم. ولا یکون تحریرہ وتقریرہ وتکمیلہ الا نعمتہ العظمٰی. فلذا سمیتہ بنعمة الباری فی شرح صحیح البخاری. (تقبلہ اللّٰہ بلطفہ وتغمدنی بغفرانہ بمحض فضلہ)

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ. اعوذ باللّٰہ من شرور نفسی ومن سیئات اعمالی. من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل' فلا ھادی لہ. اللھم ارنی الحق حقًا وارزقنی اتباعہ. اللھم ارنی الباطل باطلًا وارزقنی اجتنابہ. اللھم اجعلنی فی تصنیف ھذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعلہ موافقًا باسمہ واحفظہ من شرور الاشرار والحاسدین. اللھم اجعلہ خالصا لوجھک الکریم ومقبولًا عندک وعند رسولک الرؤف الرحیم واجعلہ شائعًا ومستفیضًا ومفیضًا مرغوبًا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ولجمیع من انتسب الی من المتعلمین صدقة جاریة الی یوم القیامة وارزقنی زیارة النبی الکریم ﷺ فی الدنیا وشفاعتہ فی الاخرة واحینی علی الاسلام بالسلامة وامتنی علی الایمان بالکرامة. اللھم انت ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت. اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰہ. آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ.

Marfat.com

خطبة الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قوٰی اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف وعنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' اُن کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۴۲ - کِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

باغ بانی کا بیان

''مساقاۃ'' کا لغوی معنی ہے: پانی دینا اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: باغ کے درختوں اور بیلوں کو اُگانے اور ان کی دیکھ بھال کرنے اور باغ کے پھلوں کی حفاظت کرنے کا' باغ کے معین پھلوں کے عوض معاملہ' اس پر ''مساقاۃ'' اور معاملہ کے لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے' جس طرح مزارعت کو ''مخابرہ'' کہا جاتا ہے اور اجارہ کو بیع اور مضاربت کو مقارضہ اور صلوٰۃ (نماز) کو سجدہ کہہ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں ''مساقاۃ'' کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍO وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍO وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍO وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍO وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍO (الواقعہ: ۲۸-۳۲)

وہ بے کانٹوں کی بیریوں میں ہوں گےO اور تہ بہ تہ کیلوں میںO اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میںO اور چھلکتے ہوئے پانی میںO اور بہ کثرت پھلوں میںO

ہر چند کہ ان آیات میں جنت کے درختوں اور پھلوں کا ذکر ہے لیکن اس سے پھلوں اور درختوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَO ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَO لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَO اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَO بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَO اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَO ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَO لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَO (الواقعہ: ۶۳-۷۰)

بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ (بہ ظاہر) کاشت کرتے ہوO اس کو (حقیقت میں) تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیںO اگر ہم چاہیں تو اس کو بالکل چورا چورا کر دیں' پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤO کہ ہم پر تو تاوان پڑ گیاO بلکہ ہم تو محروم ہو گئےO بھلا بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہوO کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیںO اگر ہم چاہیں تو اس (پانی کو) سخت کڑوا بنا دیں تو پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟O

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًاO لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِيْرًاO (الفرقان: ۴۸-۴۹)

اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیاO تاکہ ہم اس پانی سے مردہ شہر کو زندہ کریں اور وہ پانی ہم اپنے پیدا کیے ہوئے بہت سے انسانوں اور چوپایوں کو پلائیںO

١ - بَابٌ فِي الشُّرْبِ

پانی کی تقسیم

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ

اور اللہ تعالیٰ کا قول: اور ہم نے پانی سے ہر جان دار چیز بنائی

Marfat.com

شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ○﴾ (الانبیاء: ۳۰) وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِکْرُهٗ ﴿اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ○ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ○لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْکُرُوْنَ○﴾ (الواقعۃ: ۶۸۔ ۷۰). ثَجَّاجًا (النبأ: ۱۴) مُنْصَبًّا. اَلْاُجَاجُ اَلْمُرُّ. اَلْمُزْنُ اَلسَّحَابُ.

تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے○ (الانبیاء: ۳۰) اور اللہ عزوجل کا قول: بھلا بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو○ کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں○ اگر ہم چاہیں تو اس (پانی کو) سخت کڑوا بنا دیں تو پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟○ (الواقعۃ: ۷۰۔۶۸) (امام بخاری نے کہا:) ''اجاجا'' کا معنی ہے: بہنے والا'' ''الاجاج'' کا معنی ہے: سخت کڑوا'' ''المزن'' کا معنی ہے: بادل۔

اس باب میں صرف قرآن مجید کی آیات مذکور ہیں اور اس سے متعلق تعلیقات اور احادیث اگلے باب میں مذکور ہیں۔

۲ - بَابٌ فِی الشُّرْبِ

پانی کی تقسیم

وَمَنْ رَاٰی صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهٗ وَوَصِیَّتَهٗ جَائِزَةً مَقْسُوْمًا کَانَ اَوْ غَیْرَ مَقْسُوْمٍ.

اور جس نے پانی کے صدقہ' ہبہ اور اس کی وصیت کو جائز قرار دیا خواہ پانی تقسیم شدہ ہو یا غیر تقسیم شدہ۔

پانی کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پانی کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) وہ پانی جو کسی کی ملکیت نہ ہو اور اس پانی کو پینے میں اور اپنے مویشیوں کو پلانے میں تمام لوگ مساوی ہوں جیسے بڑے بڑے دریا مثلاً نیل اور فرات۔

(۲) وہ پانی جو کسی کی ملکیت ہو مثلاً وہ پانی جس کو سربراہ مملکت نے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا ہو پس لوگ اس پانی کو پینے میں اور اپنے مویشیوں کو پلانے میں مساوی ہیں لیکن دریا کا پانی پینے سے ان کا حق کم ہے۔

(۳) وہ پانی جس کو کوئی شخص اپنے برتنوں میں بھر کر محفوظ کرتے ہے یہ پانی اس کی ملکیت ہے اور دوسروں کا حق اس سے منقطع ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے اس پانی کو ضائع کر دیا تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہو گا لیکن ایک حدیث کی بنا پر اس میں بھی دوسرے مسلمانوں کا حق متعلق ہے وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: آگ' پانی اور گھاس اور ان کی قیمت (لینا) حرام ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۴۷۲' المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۱۰۵)

جس شخص نے سب سے پہلے اس پانی کو اپنے برتن میں بھر لیا وہ دوسروں کی بہ نسبت اس کا زیادہ حق دار ہے' اور یہ اس کی ملکیت ہے اور دوسرے مسلمان جو اس میں شریک ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اس پانی کا زیادہ حاجت ہے تو جو مسلمان پیاسا ہو اور اس سے پانی کو طلب کرے یا اس کے مویشی پیاسے ہوں اور وہ اس سے پانی کو طلب کرے تو اس کو منع نہیں کیا جانا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عُثْمَانُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّشْتَرِیْ بِئْرَ رُوْمَةَ فَیَکُوْنُ دَلْوُهٗ فِیْهَا کَدِلَاءِ

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رومہ کے کنویں کو کون خریدے گا تاکہ اس کا ڈول بھی اس کنویں میں عام

الْمُسْلِمِيْنَ. فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. مسلمانوں کے ڈول کی مثل ہو جائے' تو حضرت عثمان رضی اللہ نے اس کنویں کو خرید لیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

حضرت عثمان کا رومہ کے کنویں کو مسلمانوں کے لیے وقف کرنا اور اس سے مسلمانوں کے پانی لینے پر استدلال

ثمامہ بن حزن القشیری بیان کرتے ہیں: میں اس مکان کے پاس حاضر تھا جب اس سے جھانک کر حضرت عثمان رضی اللہ نے کہا: میرے پاس اپنے ان دو صاحبوں کو لاؤ' پس ان دونوں کو لایا گیا تو وہ دونوں ایسے تھے جیسے دو اونٹ ہوں یا دو گدھے ہوں' حضرت عثمان رضی اللہ نے ان دونوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں' کیا تم کو معلوم ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تھے تو سوائے رومہ کے کنویں کے مسلمانوں کے پینے کے لیے میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہیں تھا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رومہ کا کنواں کون خریدتا ہے اور اس کا ڈول تمام مسلمانوں کے ڈولوں کے لیے کرتا ہے؟ اور اسے اس کے عوض جنت میں خیر ملے گی' تو میں نے اس کنویں کو اپنے اصل مال سے خرید لیا اور تم لوگ آج مجھ کو اس کنویں کا پانی پینے سے روک رہے ہو' حتیٰ کہ میں سمندر کا پانی پی رہا ہوں! تو ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تمہیں اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ اس مسجد میں تمام نمازیوں کے لیے گنجائش نہیں تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فلاں شخص کی زمین کا قطعہ خرید کر کون اس قطعہ زمین سے مسجد کی توسیع کرے گا اور اس کے عوض اس کو جنت میں خیر ملے گی؟ تو میں نے اس قطعہ زمین کو اپنے اصل مال سے خریدا اور تم آج مجھے اس زمین میں دو رکعت نماز پڑھنے نہیں دیتے! ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں! پھر حضرت عثمان رضی اللہ نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں! کیا تم کو معلوم ہے کہ غزوۂ تبوک کے لشکر کی میں نے اپنے مال سے مدد کی تھی؟ ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے ثبیر نامی پہاڑ پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے اور میں تھا' اس وقت وہ پہاڑ لرزنے لگا' حتیٰ کہ اس کے پتھر نشیب میں گرنے لگے تو نبی ﷺ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا اور فرمایا: اے ثبیر! ساکن ہو جا! تجھ پر ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں' ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں! تب حضرت عثمان نے کہا: اللہ اکبر! انہوں نے میرے حق میں گواہی دے دی' رب کعبہ کی قسم! میں شہید ہوں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۰۳' سنن نسائی: ۳۶۰۸)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رومہ کا کنواں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا' وہ اس کنویں کو بند کر کے قفل لگا دیتا اور غائب ہو جاتا' مسلمان اس کنویں سے پانی پینے کے لیے آتے تو وہ یہودی موجود نہ ہوتا اور مسلمان پانی پیے بغیر لوٹ جاتے' تب مسلمانوں نے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی ہے جو اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے' سو اس کے لیے جنت ہو گی' تو حضرت عثمان رضی اللہ نے اس کنویں کو خرید لیا' یہ کنواں مدینہ میں مشہور ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ نے اس کنویں کو پینتیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کنویں کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دے' اس کا بھی اس کنویں سے پانی لینے کا اتنا ہی حق ہوتا ہے' جتنا دوسرے مسلمانوں کا حق ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۰۳-۴۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تعلیق مذکور سے امام بخاری کے استدلال کی عدم صحت

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ جب کوئی مسلمان پانی کا کنواں کھودے یا اس کو خرید لے تو وہ اس کی ملکیت ہو جاتا ہے' لیکن دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کا حق اس سے منقطع نہیں ہوتا اور وہ حسب ضرورت اس سے پانی لے سکتے ہیں' لیکن اس تعلیق سے امام بخاری کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا اور وہ ان کی ملکیت نہیں رہا تھا' وہ اس کنویں سے اسی طرح پانی لیتے تھے' جس طرح دوسرے مسلمان پانی لیتے تھے' اور امام بخاری کا مدعا یہ تھا کہ جو پانی کسی مسلمان کی ملکیت ہو' اس سے دوسرے مسلمان پانی لے سکتے ہیں' جب کہ یہ کنواں وقف تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ملکیت نہیں رہا تھا۔

٢٣٥١ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ' وَعَنْ يَمِينِهٖ غُلَامٌ اَصْغَرُ الْقَوْمِ' وَالْاَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهٖ' فَقَالَ يَا غُلَامُ' اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَهُ الْاَشْيَاخَ؟ قَالَ مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ بِفَضْلِيْ مِنْكَ اَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ.

[اطراف الحدیث: ٢٣٦٦_٢٣٥١_٢٤٥١_٢٦٠٢_٢٦٠٥_٥٦٢٠]

(صحیح مسلم: ٢٠٣٠' الرقم المسلسل: ٥١٨٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس (کسی مشروب کا) پیالہ لایا گیا' آپ نے اس سے پیا' (اس وقت) آپ کی دائیں جانب ایک کم عمر لڑکا تھا اور دیگر لوگ اور معمر (صحابہ) آپ کی بائیں جانب تھے' آپ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں اپنا یہ (پس خوردہ) ان معمر لوگوں کو دے دوں؟ تو اس لڑکے نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کے بچے ہوئے مشروب میں سے اپنا حصہ کسی کو بھی نہیں دوں گا' تب آپ نے وہ بچا ہوا مشروب اسی (کم عمر لڑکے) کو دے دیا۔

اس باب کا عنوان ہے: پانی کو تقسیم کرنا اور اس سے مراد عام ہے' یعنی پانی کو تقسیم کرنا خواہ وہ مملوک ہو یا غیر مملوک ہو' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بچایا ہوا مشروب اس کم عمر لڑکے کو دے دیا تو وہ ان کی ملکیت ہو گیا اور انہوں نے اس مشروب کو دیگر افراد میں تقسیم کرنے کو پسند نہیں کیا' رہا یہ کہ وہ کون سا مشروب تھا تو ''کتاب الاشربہ'' میں اس کی تفصیل ہے کہ وہ پانی تھا یا دودھ میں ملا ہوا پانی تھا اور وہ کم عمر لڑکے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما تھے یا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) سعید بن ابی مریم' ان کا پورا نام سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجمحی ہے (٢) ابوغسان' ان کا نام محمد بن مطرف اللیثی المدنی ہے' انہوں نے عسقلان میں سکونت اختیار کر لی تھی (٣) ابوحازم' ان کا نام سلمہ بن دینار الاعرج المدنی ہے' ابوعمرو نے کہا ہے کہ ابوحازم نے یہ حدیث اپنے والد سے روایت کی ہے (٤) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' یہ صحابی رسول ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٦٨)

صدر مجلس کی دائیں جانب سے تقسیم کی ابتداء کرنی چاہیے!

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ابوعمرو نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابوحازم نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

تھے اور اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا محدثین کے نزدیک خطاء ہے' اس کے مقابل جو حدیث محفوظ ہے' وہ اس طرح ہے:

زہری از عمرو بن حرملہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مجلس میں تھے' وہاں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس ایک برتن میں دودھ لائیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کو پیا' میں آپ کے ساتھ تھا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ آپ کی بائیں جانب تھے' آپ نے مجھ سے فرمایا: اس پس خوردہ دودھ پر تمہارا حق ہے (کیونکہ تم دائیں جانب ہو) اور اگر تم چاہو تو اپنے اوپر خالد کو ترجیح دو' میں نے کہا: میں آپ کے پس خوردہ میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا' پھر آپ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ کوئی طعام عطا کرے' اسے یہ کہنا چاہیے: اے اللہ! ہم کو اس میں برکت دے اور ہم کو اس سے بہتر عطا فرما' اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائے اس کو یہ دعا کرنی چاہیے: اے اللہ! ہم کو اس میں برکت دے اور ہم کو اس سے زیادہ عطا فرما۔

اس حدیث میں دائیں جانب کی بائیں جانب پر فضیلت ہے اور یہ کہ جب مجلس میں کوئی چیز تقسیم کی جائے تو اس کی ابتداء صدر مجلس کی دائیں جانب سے کرنی چاہیے نہ کہ بائیں جانب سے۔

زیر بحث حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی عطیہ کا مستحق ہو' اس کی اجازت کے بغیر وہ عطیہ کسی اور کو نہیں دینا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کم عمر لڑکے سے پوچھا کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہ پس خوردہ مشروب معمر لوگوں کو دے دوں؟

٢٣٥٢ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهَا حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ دَاجِنٌ' وَهُوَ فِيْ دَارِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ' وَشِيْبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِّنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ فِيْ دَارِ اَنَسٍ' فَاُعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ' حَتّٰى اِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ عَنْ فِيْهِ' وَعَلٰى يَسَارِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ' وَعَنْ يَمِيْنِهٖ اَعْرَابِيٌّ' فَقَالَ عُمَرُ' وَخَافَ اَنْ يُّعْطِيَهُ الْاَعْرَابِيَّ اَعْطِ اَبَا بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدَكَ' فَاَعْطَاهُ الْاَعْرَابِيَّ الَّذِيْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ' ثُمَّ قَالَ الْاَيْمَنَ فَالْاَيْمَنَ. [اطراف الحدیث: ٢٥٧١-٥٦١٢-٥٦١٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک پالتو بکری کا دودھ دوہا گیا' اس وقت آپ (حضرت) انس بن مالک کے گھر میں تھے' (حضرت) انس کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر اس دودھ میں ملایا گیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ دودھ پیش کیا گیا' آپ نے اس دودھ سے پیا' پھر اس پیالہ کو اپنے منہ سے الگ کر دیا' آپ کی بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ آپ اپنا پس خوردہ دودھ اعرابی کو دے دیں گے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ابوبکر آپ کے پاس ہیں' آپ ان کو عطا کر دیں' سو آپ نے وہ دودھ اس اعرابی کو دے دیا جو آپ کی دائیں طرف تھا' پھر آپ نے فرمایا: دائیں طرف سے دو' پس دائیں طرف سے دو۔

(صحیح مسلم: ٢٠٢٩' الرقم المسلسل: ٥١٨٣' سنن ترمذی: ١٨٩٣' سنن ابن ماجہ: ٣٤٢٥' سنن ابوداؤد: ٣٧٢٦' صحیح ابن حبان: ٥٣٣٣-٥٣٣٣' تاریخ بغداد ج ٣ ص ١٥-٣١٥ ج ٧ ص ٣٣٦' مسند الحمیدی: ١١٨٢' مسند ابویعلیٰ: ٣٥٢' ٥٣' سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٨٥' شعب الایمان: ٦٠٣٣' شرح

Marfat.com

السنۃ: ۳۰۵۳'مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۷۷- ج ۱۹ ص ۱۳۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

صدر مجلس کی دائیں جانب والا عطا کا بائیں جانب والے سے زیادہ مستحق ہے خواہ بائیں جانب والا افضل ہو

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بچائے ہوئے دودھ کا پیالہ اعرابی کو دے دیا کیونکہ وہ دائیں جانب تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیا' اس لیے کہ وہ بائیں جانب تھے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو دائیں جانب بیٹھا ہو' اس کو ترجیح دینی چاہیے خواہ وہ کم درجہ کا ہو اور جب اصول یہ ہے کہ دائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیے تو اس اصول پر عمل کرنا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس عمل سے یہ بتایا ہے کہ اصول کو توڑنا نہیں چاہیے خواہ اصول پر عمل کرنے کی وجہ سے اعرابی کو حضرت ابوبکر پر ترجیح دینی پڑے۔

حدیث مذکور کا اس حدیث سے تعارض جس میں بڑوں کو مقدم رکھنے کا حکم ہے اور اس اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک حدیث اس کے خلاف ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب (کوئی مشروب) پیتے تو فرماتے: (دینے کی) ابتداء بڑوں سے کرو۔ (مسند ابویعلیٰ: ۲۴۲۵- ج ۴ ص ۳۱۵' المعجم الاوسط: ۳۷۸۶- ج ۳ ص ۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۱۰' حافظ الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے کہا ہے کہ امام ابویعلیٰ کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۲' دارالفکر' بیروت)

اسی طرح حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم بھی تھے' اس مجلس میں ایک پیالہ میں مشروب لایا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مشروب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا' حضرت ابوعبیدہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس مشروب کو پینے کے زیادہ حق دار ہیں' آپ نے فرمایا: تم اس کو لو' حضرت ابوعبیدہ نے وہ پیالہ لے لیا' پھر اس کو پینے سے پہلے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ آپ لے لیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پیو! بے شک ہمارے بڑوں کے ساتھ برکت ہے' پس جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہمارے (طریقہ کاملہ) سے نہیں ہے۔ (المعجم الکبیر: ۷۸۹۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس سند کے ایک راوی عبدالملک کو میں نہیں پہچانتا اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۲' دارالکتب العربی' بیروت)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جو صحابہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' ان کی دو صورتیں تھیں: ایک صورت یہ تھی کہ صحابہ دائیں اور بائیں جانب بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' اس صورت میں یہ حکم تھا کہ کسی چیز کو دینے کی ابتداء دائیں جانب سے کی جائے اور دوسری صورت یہ تھی کہ صحابہ صرف سامنے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' اس صورت میں حکم یہ تھا کہ دینے کی ابتداء بڑوں سے کی جائے۔

علامہ نووی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ بڑوں کو مقدم رکھنے کا حکم اس وقت ہے جب باقی اوصاف میں تمام شرکاء مجلس مساوی ہوں' ورنہ دائیں جانب سے ابتداء کی جائے۔

اس حدیث میں مشروب کے متعلق فرمایا ہے کہ دینے کی ابتداء دائیں جانب سے کی جائے' اب سوال یہ ہے کہ اگر مشروب کے بجائے پھل اور میوہ جات ہوں یا مٹھائی ہو تو ان کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کھانے اور پینے کی تمام چیزوں میں دینے کی ابتداء دائیں جانب سے کرنا مستحب ہے۔

Marfat.com

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں کوئی ہدیہ آئے تو ادب اور مروّت اور فضل و احسان کا تقاضا یہ ہے کہ تمام شرکاء مجلس اس ہدیہ میں مشترک ہوتے ہیں لیکن یہ مستحب ہے' واجب نہیں ہے حتیٰ کہ کسی شریک مجلس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس ہدیہ میں سے اپنا حصہ طلب کرے۔

ابن الملقن نے شرح البخاری میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ تمہارے جلساء ہدیہ میں شریک ہوتے ہیں' مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۱ ص ۳۲۹' مکتبۃ الغزالی' دمشق)

جس کے متعلق معلوم ہو کہ اس کی آمدنی حلال ہے' اس سے اس کے ہدیہ کے متعلق سوال نہیں کرنا چاہیے

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کے پاس کھانے یا پینے کی کوئی چیز ایسا شخص لائے جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ نیک اور متقی آدمی ہے اور اس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ اس کی آمدنی حلال ہے تو اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اس سے یہ سوال کرے کہ یہ کیا چیز ہے' اس کو تم نے کہاں سے اور کس ذریعہ سے حاصل کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کو ترجیح دینے کے لیے حضرت ابن عباس سے سوال کیا تو اعرابی سے کیوں سوال نہیں کیا؟

صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: کیا تم مجھے یہ اجازت دیتے ہو کہ میں اپنا یہ (پس خوردہ مشروب) ان معمر لوگوں کو دے دوں؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی اجازت نہیں دی' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا حضرت ابن عباس کو یہ نہیں چاہیے تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تو وہ اجازت دے دیتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم نہیں دیا تھا' اگر آپ ان کو حکم دیتے تو پھر ان پر واجب تھا کہ وہ اجازت دے دیتے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو یہ سوال کیا تھا کہ آپ اپنا پس خوردہ معمر اصحاب کو دے دیں تو آپ نے اعرابی سے یہ سوال کیوں نہیں کیا کہ آپ اپنا پس خوردہ دودھ حضرت ابوبکر کو عطا کر دیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اعرابی چونکہ زمانہ جاہلیت کے قریب تھا تو آپ نے اس سے اس لیے سوال نہیں کیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کو اس سوال سے وحشت (اُلجھن اور اکتاہٹ) ہو اور وہ آپ کے متعلق کوئی بدگمانی کرے اور رہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو ان کے متعلق آپ کو اطمینان تھا کہ ان کو اس سے وحشت نہیں ہوگی اور نہ وہ آپ کے متعلق کوئی بدگمانی کریں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص صدر مجلس کی دائیں جانب ہو وہ بائیں جانب والے کی بہ نسبت عطا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے' خواہ بائیں جانب والا اس سے مرتبہ اور درجہ میں کتنا ہی زیادہ افضل کیوں نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۱-۲۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ۵۱۷۳-۵۱۷۲- ج ۶ ص ۲۸۳ پر مذکور ہیں' ان کی شرح کا عنوان ہے: تبرکات اور عبادات میں دوسروں کے لیے ایثار نہیں کیا جاتا۔

۳ - بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتّٰى يَرْوٰى' لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس شخص نے یہ کہا کہ پانی کا مالک پانی کا زیادہ حق دار ہے حتیٰ کہ وہ اپنی زمین کو سیراب کر لے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ضرورت سے زیادہ

لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ

پانی سے کسی کو منع نہ کیا جائے

۲۳۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۵۴-۲۳۵۳-۶۹۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ضرورت سے زیادہ پانی سے منع نہ کیا جائے تا کہ اس کے سبب سے گھاس کی کاشت سے منع کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۶۶، الرقم المسلسل: ۳۸۹۷، سنن ترمذی: ۱۲۷۲، سنن نسائی: ۴۶۷۴، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۵۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۶۹۷۔ ج ۱۳ ص ۱۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ضرورت سے زائد پانی سے منع نہ کیا جائے، اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ جب ضرورت سے زائد پانی نہ لیا جائے تو زمین کا مالک اس پانی کا زیادہ حق دار ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا، ایک وہ شخص جس کے پاس ضرورت سے زائد پانی تھا اور اس نے کسی مسافر کو پانی لینے سے منع کیا، دوسرا وہ آدمی جس نے سودا بیچنے کے لیے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی، تیسرا وہ آدمی جس نے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کی، اگر وہ اس کو عطا کرے تو وہ اس کی بیعت کو پورا کرے اور اگر وہ اس کو عطا نہ کرے تو وہ اس کی بیعت کو پورا نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۲۶۷۲، صحیح مسلم: ۱۰۸، سنن ابوداؤد: ۳۴۷۴، سنن نسائی: ۴۴۷۴)

بہیسہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ میرے والد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو وہ آپ کے اور آپ کی قمیص کے درمیان داخل ہو گئے، وہ آپ کے بدن کو بوسا دے رہے تھے اور آپ سے لپٹ رہے تھے، پھر انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! وہ کون سی چیز ہے جس کو دینے سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی، انہوں نے پھر کہا: اے اللہ کے نبی! وہ کون سی چیز ہے جس کو دینے سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: نمک، انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! وہ کون سی چیز ہے جس سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم نیکی کرو تو وہ تمہارے لیے خیر ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۷۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین میں سے ایک شخص نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین غزوات میں تھا، میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: گھاس میں، پانی میں اور آگ میں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۷۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون سی چیز ہے جس سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی، نمک اور آگ، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پانی کو تو ہم نے پہچان لیا، پس نمک اور آگ کو منع نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اے حمیراء! جس نے آگ عطا کی، گویا اس نے آگ سے پکی ہوئی تمام چیزوں کو صدقہ کر دیا اور جس نے نمک عطا کیا اس نے گویا اس نمک کے ذائقہ کی تمام چیزوں کو صدقہ کر دیا اور جس نے کسی مسلمان کو اس جگہ ایک گھونٹ پانی پلایا جہاں پانی نہیں تھا، اس نے گویا ایک غلام کو آزاد کر دیا اور جس نے کسی مسلمان کو اس جگہ ایک گھونٹ پانی پلایا جہاں پانی نہیں تھا اس نے گویا اس مسلمان کو زندہ کر دیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۴۷۴)

۲۳۵۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ فَضْلَ الْكَلَأِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب از ابن المسیب و ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ضرورت سے زائد پانی کو منع نہ کرو تاکہ تم اس کی وجہ سے زائد گھاس کو منع کرو۔

حیوانات کو پلانے کے لیے اور کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ ضرورت سے زائد پانی کو منع کرنے کی ممانعت کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہ کے لیے ہے؟ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ علماء نے اس ممانعت کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ وہ پانی مملوک ہے یا نہیں ہے' پس اولیٰ یہ ہے کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے۔ التوضیح میں مذکور ہے کہ امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے اور علامہ خطابی اور علامہ ابن التین نے امام شافعی سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک فاضل پانی کو دینا مستحب ہے اور ہمارے نزدیک مویشیوں کو پلانے کے لیے پانی دینا واجب ہے اور کاشت کاری کے لیے پانی دینا واجب نہیں ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) فقہاء احناف کا بھی یہی مذہب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مویشی جاندار ہیں' اگر ان کو پانی نہیں ملا تو وہ پیاس سے مرجائیں گے اور کاشت کاری میں ایسا کوئی خطرہ نہیں' اس لیے حیوانوں کو پلانے کے لیے پانی دینا واجب ہے اور کاشت کاری کے لیے پانی دینا واجب نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۲۔۲۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ۳۸۹۴' اور ۳۸۹۵۔ ج ۴ ص ۲۹۲۔۲۹۱ پر مذکور ہیں' ان حدیثوں کی شرح کا عنوان ہے: فالتو پانی کی بیع میں مذاہب۔

۴ - بَابُ مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ

جس نے اپنی ملک میں کنواں کھودا' وہ ضامن نہیں ہوگا

اس عنوان کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے اپنی ملکیت میں کنواں کھودا اور اس میں کسی کے گرنے سے نقصان ہوگیا تو زمین کا مالک اس نقصان کا ضامن نہیں ہوگا' کیونکہ انسان کو اپنی ملکیت میں تصرف کرنے کا حق ہے۔

۲۳۵۵ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

[طرف الحدیث: ۴۴۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے خبر دی از اسرائیل از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معدن میں (گرنے کے نقصان کا) کوئی تاوان نہیں ہے اور کنویں میں (گرنے کے نقصان کا) کوئی تاوان نہیں ہے اور جانور کے مارنے کا کوئی تاوان نہیں ہے' اور دفینہ میں سے پانچواں حصہ (بیت المال کو) دینا واجب ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۱۰' الرقم المسلسل: ۴۳۵۶' سنن ابوداؤد: ۴۵۹۳' سنن ترمذی: ۱۳۷۷' سنن نسائی: ۲۴۹۶' مسند الحمیدی: ۱۰۷۹' مصنف ابن ابی

Marfat.com

شیبہ ج ۹ص ۲۷۱' المنتقی: ۳۷۲' سنن دارقطنی ج ۳ص ۱۵۱' سنن بیہقی ج ۴ص ۱۵۵' سنن دارمی: ۲۳۷۸-۱۶۶۸' سنن کبریٰ: ۵۸۳۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۲۶' صحیح ابن حبان: ۶۰۰۵' مسند احمد ج ۲ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۵۴- ج ۱۲ص ۱۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جانور کے نقصان پہنچانے اور کنویں میں گرنے کے تاوان میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کنویں میں کوئی تاوان نہیں ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے کسی ایسی جگہ کنواں کھودا' جہاں پر اس کے لیے کنواں کھودنا جائز تھا' پھر اس میں کوئی گر گیا تو اس کے اوپر کوئی تاوان نہیں ہے۔ اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری' باب: ۶۶ ''فی الرکاز الخمس'' میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ص ۲۷۳' مطبوعہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۱- ج ۴ص ۸۸۰ میں مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں حسب ذیل مسائل ذکر کیے گئے ہیں:

(۱) جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۲) جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۳) جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۴) جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء احناف کا نظریہ (۵) کنویں اور کان میں گرنے کا حکم (۶) ''رکاز'' سے دفینہ مراد ہے یا معدن (۷) معدنیات کی اقسام اور ان اقسام کے احکام (۸) معدنیات میں نصاب اور سال گزرنے کی شرط کی تحقیق (۹) جس جگہ معدنیات پائے گئے' اس جگہ کے اعتبار سے معدنیات کے احکام (۱۰) معدنیات کو حاصل کرنے والے کے اعتبار سے معدنیات کے احکام (۱۱) معدنیات کا مصرف اور زمین کے اعتبار سے معدنیات کا حکم (۱۲) اگر آج کل کسی کی زمین سے قدرتی گیس یا تیل نکل آئے تو ادائیگی خمس کی کیا صورت ہوگی؟

۵ - بَابُ الْخُصُومَةِ فِي الْبِئْرِ وَالْقَضَاءِ فِيهَا
کنویں کے متعلق جھگڑنا اور اس کا فیصلہ کرنا

اس باب میں کنویں کے متعلق جھگڑے اور اس میں فیصلہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۳۵۷'۲۳۵۶ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ' عَنْ أَبِي حَمْزَةَ' عَنِ الْأَعْمَشِ' عَنْ شَقِيقٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ' هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ' لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ الْآيَةَ. (آل عمران: ۷۷) فَجَاءَ الْأَشْعَثُ فَقَالَ مَا حَدَّثَكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ فِيَّ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ' كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِي' فَقَالَ لِي شُهُودَكَ؟ قُلْتُ مَا لِي شُهُودٌ' قَالَ فَيَمِينُهُ. قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' إِذًا يَحْلِفَ' فَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از شقیق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' جس شخص نے کوئی قسم کھائی جس کے ذریعہ وہ کسی مسلمان شخص کے مال پر قبضہ کر لے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے○ (آل عمران: ۷۷) پھر حضرت اشعث رضی اللہ عنہ آئے اور

وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ تَصْدِيْقًا لَّهُ.

[اطراف الحدیث (۲۳۵۶): ۲۴۱۶_۲۵۱۵_۲۶۶۶_۲۶۶۹_ ۲۶۷۳_۲۶۷۶_۴۵۴۹_۶۶۵۹_۶۶۷۶_۷۱۸۳_۷۴۴۵]

[اطراف الحدیث (۲۳۵۷): ۲۴۱۷_۲۵۱۶_۲۶۶۷_۲۶۷۰_۲۶۷۷_ ۴۵۵۰_۶۶۶۰_۶۶۷۷_۷۱۸۴]

کہا: تمہیں ابوعبدالرحمان نے اس آیت کے متعلق کیا بتایا ہے جو میرے متعلق نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرے عم زاد کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم اپنے گواہ لاؤ (کہ یہ تمہارا کنواں ہے)؟ میں نے کہا: میرے پاس گواہ نہیں ہیں' آپ نے فرمایا: پھر اس کی قسم ہوگی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو حلف اٹھالے گا! تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ذکر فرمایا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق نازل فرمائی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۸' الرقم المسلسل: ۳۵۲' سنن ترمذی: ۳۰۰۷' سنن ابوداؤد: ۳۲۴۳' سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۳' مسند الحمیدی: ۹۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۷۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷' مسند احمد: ۳۵۷۶۔ ج ۶ ص ۴۸' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جو شخص حق پر ہونے کے باوجود قسم نہ کھائے' اس کی جزاء

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عدی بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ امرء القیس اور حضرموت کے ایک شخص کے درمیان کوئی تنازعہ تھا' دونوں نے اپنا مقدمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا' آپ نے حضرمی سے فرمایا: تم گواہ پیش کرو' ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' حضرمی نے کہا: یارسول اللہ! اگر اس نے قسم کھالی تو پھر یہ میری زمین لے لے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کا مال کھانے کے لیے جھوٹی قسم کھائی' وہ جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر غضب ناک ہوگا' امرء القیس نے کہا: یارسول اللہ! جو شخص حق پر ہونے کے باوجود قسم نہ کھائے اور اپنا حق ترک کردے' اس کی کیا جزاء ہے؟ آپ نے فرمایا: جنت' اس نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں قسم کو ترک کرتا ہوں' عدی بن عمیرہ نے بیان کیا: پھر آل عمران: ۷۷ نازل ہوئی۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۳۲۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

عہد شکنی کرنے اور جھوٹی قسم کھانے والوں کی سزا کا بیان

ہر چند کہ آل عمران: ۷۷ کا شان نزول چند خاص لوگوں کے متعلق ہے لیکن اس آیت کے الفاظ عام ہیں: جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ اور اعتبار خصوصیت مورد کا نہیں بلکہ عموم الفاظ کا ہوتا ہے' اس لیے ہر عہد شکنی کرنے والے اور مال دنیا کی خاطر جھوٹی قسم کھانے والے کا یہی حکم ہے' اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی پانچ سزائیں بیان فرمائی ہیں: (۱) ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے (۲) آخرت میں اللہ ان سے کلام نہیں فرمائے گا یعنی اللہ تعالیٰ ان سے خوشی سے بات نہیں کرے گا (۳) قیامت کے دن ان کی طرف نظر نہیں فرمائے گا' یعنی ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا (۴) اللہ تعالیٰ ان کا تزکیہ نہیں فرمائے گا' اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے گناہوں کے میل اور زنگ سے پاک اور صاف نہیں کرے گا بلکہ ان کو ان کے گناہوں کی سزا دے گا اور ان کو معاف نہیں کرے گا اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے نیک بندوں کی تعریف اور ستائش کرے گا' ان کی تعریف اور تحسین نہیں کرے گا' بلکہ ان کی مذمت کرے گا اور ان کو زجر و توبیخ کرے گا۔

اس آیت کی مزید تفصیل کے لیے ہماری تفسیر تبیان القرآن میں آل عمران: ۷۷ کی تفسیر کا مطالعہ کریں۔

Marfat.com

مدعی پر گواہ پیش کرنے اور مدعیٰ علیہ پر قسم کا لزوم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اشعث سے فرمایا: تم اپنے گواہ لاؤ' انہوں نے کہا: میرے پاس گواہ نہیں ہیں' آپ نے فرمایا: پھر اس کی قسم ہوگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے' اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۶۱- ج ۱ ص ۶۰۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: باطن میں قضا نافذ نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کا استدلال اور احناف کا جواب۔

٦ - بَابُ اِثْمِ مَنْ مَّنَعَ ابْنَ السَّبِيْلِ مِنَ الْمَاءِ

جو مسافر کو پانی دینے سے منع کرے' اس کا گناہ

٢٣٥٨ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ رَجُلٌ كَانَ لَهٗ فَضْلُ مَاءٍ بِالطَّرِيْقِ فَمَنَعَهٗ مِنِ ابْنِ السَّبِيْلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَا يُبَايِعُهٗ اِلَّا لِدُنْيَا، فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ وَاِنْ لَمْ يُعْطِهٖ مِنْهَا سَخِطَ، وَرَجُلٌ اَقَامَ سِلْعَتَهٗ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ لَقَدْ اَعْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَ كَذَا، فَصَدَّقَهٗ رَجُلٌ. ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران: ۷۷).

[اطراف الحدیث: ۲۳۶۹-۲۶۷۲-۷۲۱۲-۷۴۴۶] (صحیح مسلم: ۱۰۸' الرقم المسلسل: ۲۰۰' سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۰' الاسماء والصفات ص ۲۲۳-۲۲۲' شرح السنۃ: ۱۶۶۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۴۴۴- ج ۱۲ ص ۴۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوحید بن زیاد نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کی طرف قیامت کے دن نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا' اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے' ایک وہ شخص جس کا راستہ میں ضرورت سے زائد پانی ہو' پھر وہ مسافر کو پانی سے منع کرے' دوسرا وہ شخص جس نے کسی امام سے صرف دنیا (کے مال) کے حصول کے لیے بیعت کی' اگر اس کو اس نے دنیا عطا کر دی تو وہ راضی ہو گیا اور اگر اس نے اس کو دنیا عطا نہیں کی تو وہ ناراض ہو گیا اور تیسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد سودا فروخت کیا اور کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! مجھے یہ چیز اتنے میں دی گئی ہے اور ایک آدمی نے اس کی تصدیق کر دی' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خرید تے ہیں (الآیۃ) (آل عمران: ۷۷)۔

ضرورت سے زائد پانی سے منع کرنے والوں کی سزا

اس حدیث میں اس شخص پر وعید ہے' جس کے پاس ضرورت سے زائد پانی ہو' پھر وہ مسافر کو پانی سے منع کرے' اس سے معلوم ہوا کہ پانی کے مالک کو پانی استعمال کرنے کی ترجیح ہے' اور مویشیوں اور انسانوں کو پانی دینے سے اگر پانی کا مالک منع کرے تو اس

Marfat.com

سے جنگ کی جائے گی اور اگر وہ اس جنگ میں مارا جائے تو اس کی کوئی دیت یا تاوان نہیں ہے اور اگر پانی کو طلب کرنے والا مارا جائے تو پانی کے مالک پر اس کی دیت ہے اور اس کو سزا بھی دی جائے گی اور اس کو قید بھی کیا جائے گا' اسی طرح علامہ داؤدی نے کہا ہے اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اگر وہ پیاس سے مر گیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ یعنی عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ داروں) پر ہے' اور اگر اس جنگ میں مسافروں سے کوئی مر گیا تو پانی سے منع کرنے والوں کا تمام مال ضبط کر لیا جائے گا اور ان کو قتل کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷ - بَابُ سَكْرِ الْاَنْهَارِ نہروں کے پانی کو روکنا

اس باب کے عنوان میں ''سکر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پانی کو روکنا اور نالے کے اوپر بند باندھنا۔

۲۳۶۰'۲۳۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ حَدَّثَهُ' اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ' خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِرَاجِ الْحَرَّةِ' الَّتِيْ يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخْلَ' فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ' فَاَبٰى عَلَيْهِ' فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ' ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ. فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ قَالَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ' ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ. فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَحْسِبُ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥). قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَيْسَ اَحَدٌ يَذْكُرُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اِلَّا اللَّيْثُ فَقَطْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اس سیاہ پتھریلی زمین کے نالے کے متعلق جھگڑا کیا' جس کا پانی مدینہ کے لوگ کھجور کے درختوں کو دیا کرتے تھے' انصاری نے حضرت زبیر سے کہا: پانی کو چھوڑ کر گزرنے دو' حضرت زبیر نے اس کا انکار کیا' پھر ان دونوں نے نبی کے سامنے اپنا اپنا موقف پیش کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے فرمایا: اے زبیر! (پہلے) تم پانی دے لو' پھر پانی کو اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' پس وہ انصاری غضب میں آیا' اس نے کہا کہ ہاں! زبیر آپ کے پھوپھی زاد ہیں نا' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' سو آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم اپنے درختوں کو پانی دو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ (باغ کی) منڈیروں تک چڑھ جائے' حضرت زبیر نے کہا: اور اللہ کی قسم! یہ آیت اسی قضیہ کے متعلق نازل ہوئی تھی: تو (اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں' پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف اپنے دلوں میں تنگی بھی نہ پائیں اور اس کو خوشی سے مان لیں O (النساء:٦٥) محمد بن العباس نے کہا کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ لیث کے سوا اور کسی نے نہیں کہا ہے: عروہ از عبد اللہ۔

[اطراف الحدیث:۲۳۶۱-۲۳۶۲-۲۷۰۸-۴۵۸۵] [صحیح مسلم: ۲۳۵۷' الرقم المسلسل:۶۰۰۶' سنن ابوداؤد:۳۶۳۷' سنن ترمذی:۱۳۶۸' سنن نسائی:۲۴۲۶' سنن ابن ماجہ:۱۵' شرح السنۃ:۲۱۹۴' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۵۳' المنتقی:۱۰۲۱' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۶ طبع قدیم' مسند احمد:۱۴۱۹' ج ۳ ص ۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر سے فرمایا: تم اپنے درختوں کو پانی دینے کے بعد پانی کو روک لو یا اس نالے پر بند باندھ دو۔

حضرت زبیر اور انصاری کے نزاع میں آیا یہ انصاری صحابی تھے یا نہیں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور وہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' ہمارے شیخ علامہ زین الدین نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ میں نے کسی حدیث میں اس انصاری کا نام نہیں پڑھا' گویا کہ حضرت زبیر اور اس حدیث کے دوسرے راویوں نے اس انصاری کا پردہ رکھا۔

داؤدی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ وہ انصاری منافق تھا' اگر تم یہ کہو کہ اس کے متعلق مذکور ہے کہ وہ انصار میں سے تھا تو علامہ نووی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ انصار کے قبیلہ سے تھا' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ انصار مسلمین میں سے تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے کتاب الصلح میں حضرت زبیر سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان سے انصار کے اس شخص نے جھگڑا کیا' جو غزوۂ بدر میں حاضر ہو چکا تھا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۰۸) اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سنن ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ وہ انصاری غضب میں آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! حضرت زبیر آپ کے عم زاد ہیں اس لیے! (سنن ترمذی: ۱۳۶۸) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یارسول اللہ سے خطاب کرنا' صحابہ کا طریقہ تھا' نہ کہ منافقین کا' منافقین آپ کو یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتے تھے۔ علامہ داؤدی نے اس پر اعتماد کیا ہے کہ وہ شخص منافق تھا اور اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ اس انصاری کے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے سے پہلے کا ہے کیونکہ جو مسلمان غزوۂ بدر میں شامل ہوئے' وہ سب مغفور ہیں اور ان سے نفاق کی نسبت مسلوب اور منتفی ہو چکی ہے اور رہا حضرت زبیر کا یہ کہنا کہ وہ انصار میں سے تھا تو یہ اس پر محمول ہے کہ یہاں انصار سے مراد لغوی معنی ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کرنے والوں میں سے تھا اور نہ یہ معنی ہے کہ وہ مشہور انصار میں سے تھا۔

علامہ تورپشتی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ بعض شارحین نے اس انصاری صحابی کو منافق کہنے کی جرأت کی ہے اور یہ بالکل باطل ہے کیونکہ انصار کا لفظ مدح پر دلالت کرتا ہے' اس لیے اس کے جواب میں اولیٰ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ غصہ اور غضب میں شیطان نے اس کو لغزش میں مبتلا کر دیا اور کسی بشر کا لغزش میں مبتلا ہونا بعید نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس عبارت میں انہوں نے یہ اعتراف کر لیا ہے کہ جنہوں نے حضرت زبیر سے جھگڑا کیا تھا' وہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ تھے' لیکن انہوں نے ان کو منافق قرار دینے کو باطل قرار دیا ہے اور یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ وہ معروف معنی میں انصاری نہیں تھے۔

الواحدی نے اسباب النزول میں کہا ہے کہ وہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ تھے' اسی طرح محمد بن الحسن النقاش اور مکی اور مہدوی نے کہا ہے: لیکن ان سب پر یہ رد کیا گیا ہے کہ حضرت حاطب مہاجروں میں سے تھے' انصار میں سے نہیں تھے لیکن اگر یہاں انصار کو لغوی معنی پر محمول کیا جائے اور انصار سے مراد معروف معنی نہ لیا جائے تو پھر ان کا کلام صحیح ہو سکتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۸۲-۲۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے مذکور الصدر اقوال بھی نقل کیے ہیں اور دیگر اقوال بھی نقل کیے ہیں' لیکن انہوں نے کوئی

فیصلہ کن بات نہیں لکھی، جس پر ان کا اعتماد ظاہر ہوتا ہو۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۷، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر کو دو حکم دیئے' ان دو حکموں کا باہمی فرق

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تاویل میں علماء کے مختلف اقوال ہیں' بعض نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ کا جو پہلا ارشاد تھا کہ اے زبیر! پہلے تم اپنے درختوں کو پانی دو' پھر اس پانی کو انصاری کے لیے چھوڑ دو (کیونکہ حضرت زبیر کا باغ اونچائی پر تھا اور انصاری کا باغ پتھریلی زمین کے نچلے حصہ پر تھا اور معروف یہی تھا کہ پہلے اونچائی والے پانی استعمال کرتے تھے' پھر نشیب والے)۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر سے بہ طور مشورہ یہ فرمایا تھا اور اس انصاری کی دل جوئی کے لیے فرمایا تھا اور یہ آپ کا دینی حکم اور فیصلہ نہیں تھا' اور جب اس انصاری نے آپ کا حکم نہیں مانا اور غضب ناک ہوا تو پھر آپ نے اس صورت میں دینی حکم دیا اور فیصلہ فرمایا: اے زبیر! تم اپنے درختوں کو پانی دو' پھر پانی کو روک لوحتیٰ کہ وہ پانی (باغ کی) منڈیروں تک چڑھ جائے (یعنی اس وقت تک پانی کو روکے رکھو اور اتنا پانی جمع کر لو کہ وہ انسان کے ٹخنوں کے برابر ہو جائے' پھر اس پانی کو اس انصاری کے لیے چھوڑ دو)۔ یعنی پہلا حکم بہ طور مشورہ تھا اور دوسرا حکم بہ طور قضاء اور فیصلہ تھا۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جب اس انصاری نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر سے قرابت داری کی وجہ سے یہ فرمایا ہے کہ پہلے حضرت زبیر اپنے درختوں کو پانی دے لیں' پھر اس انصاری کے لیے پانی چھوڑیں تو وہ اس قول کی وجہ سے دین سے مرتد ہو گیا اور اس کے باغ سے اس کی ملکیت زائل ہو گئی اور اب اس کا باغ فیئی ہو گیا اور تب رسول اللہ ﷺ نے اس کے باغ کو حضرت زبیر کی مِلک میں دے دیا' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ مالِ فیئی جس کو چاہیں عطا کر دیں۔

(معالم السنن ج ۴ ص ۱۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اس انصاری کے متعلق شارحین کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے کی وجہ سے وہ مرتد ہو گیا تھا اور جنہوں نے اس کو منافق قرار دیا ہے' وہ اسی اعتبار سے ہے لیکن اس پر یہ اشکال رہے گا کہ وہ تو غزوۂ بدر میں شریک تھے' اور ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ارتداد کے بعد انہوں نے توبہ کر لی تھی اور وہ خالص مؤمن ہو گئے تھے' شارحین کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ مؤمن تھے اور شیطان نے ان کو لغزش دے دی تھی اور بعد میں انہوں نے اس پر توبہ کر لی تھی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر اب کوئی شخص نبی ﷺ کے کسی حکم پر اعتراض کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا' نبی ﷺ نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا تھا کہ کہیں کفار یہ نہ کہیں کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں اور اس سے تبلیغ اسلام میں کوئی رکاوٹ ہو۔ اوّلِ اسلام میں نبی ﷺ' منافقین کی سخت باتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کی بدسلوکی کا جواب نیک سلوک سے دیتے تھے۔ (اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲۶' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ یہ نزاع کھیت میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا

ہم نے یہ لکھا ہے کہ حضرت زبیر اور اس انصاری کا جھگڑا باغ میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا' اس کے برخلاف شیخ تقی عثمانی نے یہ لکھا ہے کہ ان دونوں کا یہ جھگڑا کھیت میں پانی دینے کے متعلق تھا' ان کی عبارت کے چند جملے یہ ہیں:

اس میں قدرتی پانی کی نالیاں گزرتی تھیں تو جہاں سے یہ نالی گزر رہی تھی' وہاں سے اوپر کی طرف حضرت زبیر کا کھیت تھا' اور نیچے کی طرف ایک دوسرے صاحب کا کھیت تھا۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۶۳۸)

Marfat.com

آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ سے فرمایا: اے زبیر! پہلے تم اپنی کھیتی میں پانی دے دو پھر اپنے پڑوس کے لیے چھوڑ دو کیونکہ پہلے حضرت زبیر کی کھیتی آتی تھی۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۶۳۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے زبیر! تم اپنے کھیتوں کو پانی دو پھر تم پانی کو روکے رکھو یہاں تک کہ پانی منڈیروں تک لوٹ آئے یعنی منڈیروں تک بھر جائے پھر اس کے بعد چھوڑ دو۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۶۳۸)

مصنف کے نزدیک یہ نزاع باغ میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا

اس پر مصنف کا حدیث کی عبارت سے استدلال

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں کھیت کا ذکر نہیں ہے کھجور کے درختوں کو پانی دینے کا ذکر ہے حدیث کا الفاظ یہ ہیں:

فی شراج الحرة التی یسقون بها النخل.

ان کا جھگڑا حرہ کی پانی کی گزرگاہوں میں تھا جس سے وہ کھجور کے درختوں کو پانی پلاتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۶۰-۲۳۵۹ دار الفکر بیروت صحیح مسلم: ۲۳۵۷ سنن ابوداؤد: ۳۶۳۷ سنن ترمذی: ۱۳۶۸ سنن نسائی: ۲۴۲۶ سنن ابن ماجہ: ۱۵ دار الفکر بیروت)

اس حدیث میں کھجور کے درختوں کو پانی دینے کا ذکر ہے اور درخت باغ میں ہوتے ہیں کھیت میں تو مثلاً گندم یا جو کی فصل ہوتی ہے جس کے لیے عربی میں ''زرع'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے نیز متقدمین نے اس حدیث کی شرح میں ''حائط'' کا لفظ لکھا ہے اور ''حائط'' کا معنی باغ ہے۔

مصنف کا شارحین حدیث کی عبارات سے استدلال

قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

واختلف فی المراد به ههنا فقیل اصل الحائط وقیل اصول الشجر.

اس میں اختلاف ہے کہ یہاں پر کیا مراد ہے؟ ایک قول ہے: باغ کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے اور ایک قول ہے: درخت کی جڑوں تک۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۳۲۶ دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

یحتمل ان تکون صورة التسریح من داخل الحائط الذی یلی حائط الانصاری ویحتمل الزمن خارج الحائط.

پانی چھوڑنے کی صورت باغ کے اندر سے بھی ہو سکتی ہے جو انصاری کے باغ کے قریب تھا اور باغ کے باہر سے بھی ہو سکتی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۱۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

نیز علامہ ابی نے علامہ مازری کی اس عبارت کو نقل کیا ہے:

واختلف فی المراد بالجدر ههنا فقیل اصل الحائط وقیل اصل الشجر.

یہاں منڈیروں سے کیا مراد ہے؟ ایک قول ہے: باغ کی جڑوں تک۔ دوسرا قول ہے: درخت کی جڑ تک۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۱۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی متوفی ۸۹۵ھ نے لکھا ہے:

Marfat.com

وھل یراع بلوغ الکعبین فی الساقیۃ او فی ارض الحائط. کیا ٹانگوں کے ٹخنوں تک پانی کے پہنچنے کی رعایت مطلوب ہے یا باغ کی زمین تک۔

(مکمل اکمال الاکمال ج ۸ ص ۱۰۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مصنف کا بخاری کے مترجمین کی عبارت سے استدلال

صحیح بخاری کے مترجمین نے بھی باغ ہی لکھا ہے' غیر مقلد عالم شیخ محمد راز لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پہلے (اپنے باغ سینچ لے)۔

(صحیح البخاری ج ۳ ص ۵۰۱ ' مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور)

شیخ ظہور الباری اعظمی فاضل دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:

آں حضور نے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ (پہلے اپنا باغ) سینچ لیں۔ (تفہیم البخاری ج ا ص ۱۰۵۱ ' دار الاشاعت' کراچی)

وادی کے پانی کی ترتیب وار تقسیم اور اس کے ثبوت میں دیگر احادیث

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قدرتی وادیوں میں بہتا ہوا پانی ہر ایک کے لیے مباح ہے اور جس شخص تک اس وادی کا پانی پہلے پہنچے' وہ اس کا زیادہ حق دار ہے' کیونکہ اس وادی کا پانی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغ کی طرف سے بہتا ہوا آ رہا تھا' اس لیے وہ اس پانی کے حصول کے زیادہ حق دار تھے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کا باغ اونچائی پر ہو' پہلے اس وادی سے وہ پانی لے گا اور جس کا باغ زمین کے نچلے حصہ پر ہو' وہ اس کے بعد پانی لے گا اور وہ اس وادی پر بند باندھ لے گا حتیٰ کہ وہ پانی اس کے باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے' اس کے بعد وہ اس پانی کو زمین کے نچلے حصہ والوں کے لیے چھوڑ دے' پھر زمین کا یہ حصہ اس سے نچلی زمین پر مقدم ہے' وہ اس پانی کو روک لے حتیٰ کہ وہ اس کی دیواروں تک پہنچ جائے' اسی طرح اس باب کی حدیث میں ہے: آپ نے حضرت زبیر سے فرمایا: تم پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ منڈیروں تک چڑھ جائے یعنی باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے' اور دوسری حدیث میں ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیلِ مھزور (بنو قریظہ کی وادی) میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کا پانی روک لیا جائے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں تک پہنچ جائے' پھر زمین کے اوپر والے' نیچے والوں کے لیے پانی چھوڑ دیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۳۹ ' سنن ابن ماجہ: ۲۴۸۲)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وادی کے پانی سے کھجور کے درختوں کو پانی پلانے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اونچی زمین' پھر اونچی زمین کو نچلی زمین سے پہلے پانی دیا جائے گا اور پانی کو ٹخنوں تک چھوڑا جائے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں تک پہنچ جائے' پھر پانی کو نچلی زمین کی طرف چھوڑ دیا جائے اور اسی طرح اوپر والی زمین کو نچلی زمین پر مقدم کیا جاتا رہے گا "حتی تنقضی الحوائط" حتیٰ کہ باغات ختم ہو جائیں یا پانی ختم ہو جائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۴۸۳)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں "الحوائط" کا لفظ ہے' یہ "حائط" کی جمع ہے' جس کا معنی باغ ہے اور یہ واضح طور پر ہماری شرح کی صحت کی دلیل ہے کہ یہ نزاع کھیت میں پہلے پانی دینے کے متعلق نہیں تھا بلکہ باغ میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا۔

وادی کے پانی کی تقسیم میں مذاہب فقہاء

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر تم یہ سوال کرو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: پھر تم پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو۔ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آیا جو پانی اس کے روکنے کے بعد بچ گیا ہے وہ مراد ہے یا تمام وہ پانی جو ٹخنوں تک پہنچنے کے بعد باقی بچا ہے؟ اس کے جواب میں ہمارے شیخ (علامہ زین الدین) نے کہا ہے کہ صحیح وہ بات ہے جو فقہاء شافعیہ نے کہی ہے اور جو مالکیہ میں سے ابن ماجشون' ابن وہب اور ابن القاسم کا مختار ہے کہ جب آدمی باغ کی دیواروں کے پاس کھڑا ہو اور پانی اس کے ٹخنوں تک پہنچ جائے تو پھر وہ اپنے نیچے سے وادی کا تمام پانی چھوڑ دے اور پھر اس پانی کو بالکل نہ روکے۔ اس جگہ یہ اعتراض ہے:

امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ زمین کے اوپر والوں کو زمین کے نیچے والوں پر مقدم نہیں کیا جائے گا اور ہر ایک کو ان کے حصے کے مطابق پانی دیا جائے گا' اور ان کا یہ قول احادیث کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے:

امام ابوحنیفہ کے قول کا محمل یہ ہے کہ اس طرح نہ کیا جائے کہ تمام پانی اوپر والوں کو دے دیا جائے اور نیچے والوں کو بالکل محروم کر دیا جائے بلکہ پانی کے استحقاق میں سب برابر ہیں تاہم پہلے اوپر والا اپنے باغ کو سیراب کرے گا' پھر اس سے نیچے والا' پھر اس سے نیچے والا۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں:

اگر چھوٹی نہر ہو یا قدرتی پانی کی وادی اور لوگ اس پانی میں تنازع کریں تو پہلے ان کو پانی دیا جائے جو اوّل میں ہوں' پس وہ اس سے اپنی زمین کو سیراب کرے گا اور پانی کو روک کر رکھے گا حتیٰ کہ وہ پانی ٹخنوں تک پہنچ جائے' پھر اس پانی کو اس کے قریب والی زمین کی طرف چھوڑ دیا جائے گا' اس میں بھی اسی طرح کیا جائے گا اور تمام زمینوں کے ساتھ اسی طرح کیا جائے گا حتیٰ کہ زمینیں ختم ہو جائیں اور اگر پہلی زمین میں پانی دینے کے بعد پانی نہ بچے تو پھر ان کو کچھ نہیں دیا جائے گا' یہ زمینیں عصبات کی طرح ہیں' اگر پہلے عصبہ کو وراثت میں سے دینے کے بعد کچھ نہ بچے تو پھر دوسرے عصبات کو کچھ نہیں ملتا۔ فقہاء مدینہ' امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور ہمارے علم میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے (یعنی فقہاء احناف اور فقہاء حنبلیہ کا بھی یہی مذہب ہے) اور اس مسئلہ کی دلیل حضرت زبیر اور ایک انصاری کے نزاع کی حدیث ہے۔ (صحیح بخاری: ٢٣٦٠' صحیح مسلم: ١٨٣٠' وغیرہما)

(المغنی ج ٧ ص ٤٦٧' دار الحدیث' قاہرہ' ١٤٢٥ھ)

ان کے بعد علامہ عینی نے علامہ قرطبی کی عبارت نقل کی ہے اور اس کا بھی یہی مآل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٨٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٥٩٩١۔ ج ٦ ص ٨١٨ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حجیت حدیث' اور اس میں علامہ ابی کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ انصاری منافق تھا۔

٨ - بَابُ شُرْبِ الْاَعْلٰى قَبْلَ الْاَسْفَلِ

جس کا باغ بلندی پر ہو وہ نچلے باغ سے پہلے اپنے باغ کو سیراب کرے

٢٣٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت

Marfat.com

وَسَلَّمَ يَا زُبَيْرُ، اِسْقِ ثُمَّ اَرْسِلْ. فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ اِنَّهُ ابْنُ عَمَّتِكَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ يَبْلُغَ الْمَاءُ الْجَدْرَ، ثُمَّ اَمْسِكْ. فَقَالَ الزُّبَيْرُ فَاَحْسِبُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥).

زبیر رضی اللہ عنہ کا انصار کے ایک آدمی سے جھگڑا ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو' پھر (اس کی طرف) پانی چھوڑ دو' اس انصاری نے کہا: یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں نا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو' پھر جب پانی (باغ کی) دیواروں تک پہنچ جائے تو پانی کو روک لینا' حضرت زبیر نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی: (اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ (النساء:٦٥)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٦٠ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضرت زبیر کا باغ بلندی پر تھا اور آپ نے ان کو یہ حکم دیا کہ پہلے وہ اپنے باغ کو سیراب کریں۔

٩ - بَابُ شُرْبِ الْاَعْلٰى اِلَى الْكَعْبَيْنِ

اوپر والوں کا (اپنے باغ کو) ٹخنوں تک پانی سے سیراب کرنا

٢٣٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِيْ شِرَاجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ لِيَسْقِيَ بِهِ النَّخْلَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ فَاَمَرَهُ بِالْمَعْرُوْفِ ثُمَّ اَرْسِلْهُ اِلٰى جَارِكَ. فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ اِسْقِ ثُمَّ احْبِسْ، حَتّٰى يَرْجِعَ الْمَاءُ اِلَى الْجَدْرِ. وَاسْتَوْعٰى لَهُ حَقَّهُ، فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اُنْزِلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥). قَالَ لِي ابْنُ شِهَابٍ فَقَدَّرَتِ الْاَنْصَارُ وَالنَّاسُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِ، ثُمَّ احْبِسْ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ وَكَانَ ذٰلِكَ اِلَى الْكَعْبَيْنِ. اَلْجَدْرُ هُوَ الْاَصْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر' انہوں نے ان کو حدیث بیان کی کہ انصار کے ایک آدمی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے سیاہ پتھریلی زمین کی وادی کے پانی سے کھجور کے درختوں کو پانی دینے کے بارے میں جھگڑا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو' آپ نے ان کو یہ حکم دستور اور رواج کے مطابق دیا تھا' پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو' تب انصاری نے کہا: یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں نا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ میں) پانی دو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ پانی (باغ کی) دیواروں کی طرف لوٹ جائے اور آپ نے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق دیا' پس حضرت زبیر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ آیت اس قضیہ میں نازل ہوئی تھی: (اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ

Marfat.com

مان لیں۔ (النساء: ٦٥) مجھ سے ابن شہاب نے کہا: نبی ﷺ نے جو فرمایا تھا: اے زبیر! تم (باغ کو) سیراب کرو حتیٰ کہ پانی (باغ کی) دیواروں تک پہنچ جائے' اس ارشاد سے انصار اور دوسرے لوگوں نے یہ اندازہ کیا کہ پانی ٹخنوں تک پہنچ جائے۔ حدیث میں جو "الجدر" کا لفظ ہے' اس سے مراد جڑ ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ٢٣٦٠ کا مطالعہ کریں' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ٹخنوں تک باغ کو پانی سے سیراب کرنے کا ذکر ہے۔

١٠ - بَابُ فَضْلِ سَقْيِ الْمَاءِ

پانی پلانے کی فضیلت

٢٣٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ سُمَيٍّ' عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِيْ' فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ' فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا' ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ' يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ' فَقَالَ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا مِثْلُ الَّذِيْ بَلَغَ بِيْ' فَمَلَا خُفَّهٗ ثُمَّ اَمْسَكَهٗ بِفِيْهِ' ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ' فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' وَاِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟ قَالَ فِيْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ. تَابَعَهٗ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ' وَالرَّبِيْعُ بْنُ مُسْلِمٍ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص کہیں جا رہا تھا' اس اثناء میں اس کو سخت پیاس لگی' وہ کنویں میں اترا' پس اس نے پانی پیا' پھر کنویں سے باہر آیا تو ایک کتا ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا' اس نے کہا: یہ بھی میری مثل پیاسا ہے' پھر اس نے کنویں میں اتر کر اپنے موزے میں پانی بھرا اور موزہ اپنے منہ سے پکڑ کر اوپر کی طرف چڑھا اور کتے کو پانی پلایا تو اللہ نے اس کی قدر افزائی کی' سو اس کو بخش دیا' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! اور بے شک ہمارے لیے جانوروں میں بھی اجر ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر تر جگر میں اجر ہوتا ہے۔ حماد بن سلمہ اور الربیع بن مسلم نے اس حدیث کی از محمد بن زیاد متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٣ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جانوروں کو پانی پلانے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

٢٣٦٤ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ' عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ' عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةَ الْكُسُوْفِ' فَقَالَ دَنَتْ مِنِّي النَّارُ' حَتّٰى قُلْتُ اَيْ رَبِّ وَاَنَا مَعَهُمْ! فَإِذَا امْرَاَةٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ' قَالَ مَا شَاْنُ هٰذِهٖ؟ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز کسوف پڑھائی' پھر فرمایا: دوزخ کو میرے قریب کیا گیا حتیٰ کہ میں نے (تعجب سے) کہا: اے میرے رب! کیا میں ان کے ساتھ ہوں؟ (یعنی آپ تو جہنمیوں سے دور ہیں) پس وہاں ایک عورت تھی' میں نے گمان کیا کہ ایک بلی اس کو نوچ رہی تھی'

Marfat.com

آپ نے پوچھا: اس کا کیا ماجرا ہے؟ تو فرشتوں نے کہا: اس نے بلی کو باندھ کے رکھا تھا' حتیٰ کہ وہ بھوکی مرگئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۴۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں جانوروں کو کھلانے پلانے سے محروم رکھنے کا عذاب بیان کیا گیا ہے۔

۲۳۶۵ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا' فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ. قَالَ فَقَالَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لَا اَنْتِ اَطْعَمْتِيْهَا وَلَا سَقَيْتِيْهَا حِيْنَ حَبَسْتِيْهَا' وَلَا اَنْتِ اَرْسَلْتِيْهَا فَاَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ. [اطراف الحدیث: ۳۳۱۸۔ ۳۴۸۲] (صحیح مسلم: ۲۲۴۲' الرقم المسلسل: ۵۷۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کے سبب سے عذاب دیا گیا' اس نے بلی کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ وہ بھوک سے مرگئی' سو اس سبب سے وہ دوزخ میں داخل ہو گئی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کے فرشتے نے اس عورت سے کہا: اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے' تو نے اس بلی کو کھلایا نہ پلایا' جب تو نے اس کو باندھ کر رکھا اور نہ تو نے اس کو آزاد کیا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔

جانوروں کو بھی ایذاء پہنچانا حرام ہے

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہنم کو پیدا کیا جا چکا ہے اور اس میں اب بھی بعض لوگوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور بلی کی وجہ سے عذاب دینا' اس کی دلیل ہے کہ بلی کو ایذاء پہنچانا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱ - بَابُ مَنْ رَّاٰى اَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ اَوِ الْقِرْبَةِ اَحَقُّ بِمَائِهٖ

جس کے نزدیک حوض کا مالک اور مشک کا مالک ہی اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے

یعنی جس شخص کا حوض بھرا ہوا ہے یا اس کی مشک پانی سے بھری ہوئی ہے تو وہ دوسروں کی بہ نسبت اس پانی کا زیادہ حق دار ہے' کیونکہ وہ پانی اس کی ملکیت ہے اور اس کے قبضہ میں ہے اور اس کو بیچنے' خریدنے یا اس کو ہبہ کرنے کا وہی تصرف کر سکتا ہے اور کسی دوسرے شخص کے لیے اس کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۳۶۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ' وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ هُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ' وَالْاَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهٖ' قَالَ يَا غُلَامُ' اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ الْاَشْيَاخَ؟ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لایا گیا' آپ نے اس میں سے پیا' آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا جو سب سے کم عمر تھا اور معمر لوگ آپ کی بائیں جانب تھے' آپ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں (یہ پیالہ) معمر لوگوں کو دے دوں؟ اس

Marfat.com

لڑکے نے کہا: یا رسول اللہ! آپ سے مجھے جو میرا حصہ ملے گا اس پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ جس طرح کوئی شخص اپنے حوض یا مشک کے مشروب کا زیادہ مستحق ہوتا ہے' اسی طرح کوئی شخص اپنے پیالہ کے مشروب کا بھی زیادہ مستحق ہوتا ہے۔

۲۳۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ' لَأَذُوْدَنَّ رِجَالًا عَنْ حَوْضِيْ' كَمَا تُذَادُ الْغَرِيْبَةُ مِنَ الْإِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ. (صحیح مسلم: ۲۳۰۲' الرقم المسلسل: ۵۸۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں (قیامت کے دن) اپنے حوض سے کچھ لوگوں کو اس طرح منع کروں گا' جس طرح اجنبی اونٹوں کو حوض سے بھگا دیا جاتا ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: حوض کا مالک اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے۔ یعنی وہ جس کو چاہے اپنے حوض سے پانی دے اور جس کو چاہے نہ دے' اسی طرح قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حوض سے جس کو چاہیں گے پانی عطا فرمائیں گے اور جس کو چاہیں گے منع فرما دیں گے۔ مؤمنین کو اس حوض سے پانی عطا فرمائیں گے اور مرتدین کو منع فرما دیں گے۔

علامہ ابن بطال اور علامہ ابن جوزی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حشر کے دن حوض پر مرتدین کو کیسے بلائیں گے جب کہ آپ پر دنیا میں ان کے اعمال پیش کیے جا چکے تھے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حوض سے قیامت کے دن ان مرتدین کو بھگا دیں گے' جنہوں نے آپ کے بعد اپنے دین کو تبدیل کر لیا تھا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قیامت کے دن آپ کی امت تو غر محجل ہوگی (یعنی ان کا چہرہ اور ہاتھ پیر آثارِ وضوء سے سفید اور چمک دار ہوں گے) پس وہ مرتدین آپ کے پاس غر محجل ہو کر کیسے آئیں گے اور منافقین کے تو ہاتھ اور پیر اور چہرہ سفید نہیں ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر امت اس حال میں آئے گی کہ اس امت میں اس کے منافقین بھی ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۸۰۶' اور صحیح مسلم: ۱۸۲ میں اس کی مثل حدیث ہے)

قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امت میں منافقین بھی شامل ہیں:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ. (الحدید: ۱۳)

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں۔

لہٰذا صحیح یہ ہے کہ حشر کے دن مؤمنین میں وہ منافقین بھی شامل ہوں گے' جو ان کے ساتھ دنیا میں تھے حتیٰ کہ ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا' منافق کے لیے نہ غرہ ہوگا نہ تحجیل ہوگی لیکن مجموعی طور پر مؤمنوں پر غرہ اور

Marfat.com

تحجیل کی علامت لگادی جائے گی (یعنی ان کا چہرہ اوران کے ہاتھ پیر سفید ہوں گے) اور منافق ان کے درمیان میں ہوں گے۔
(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان منافقین یا مرتدین کا حال نبی ﷺ پر کیسے مخفی رہا' حالانکہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ پر خالص مسلمانوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' منافقین اور کافرین کے اعمال نہیں پیش کیے جاتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

صحیح بخاری کی ذکر کردہ مختصر حدیث کی صحیح مسلم میں تفصیل

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر بہت اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے' اس حدیث کی مفصل روایت درج ذیل ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا: ''السلام علیکم دار قوم مؤمنین!'' اور بے شک ان شاءاللہ ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں' میری خواہش ہے کہ ہم اپنے (دینی) بھائیوں کو دیکھیں' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں' آپ نے فرمایا: تم میرے اصحاب ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے' پھر صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! جو لوگ ابھی تک نہیں آئے آپ ان کو (قیامت کے دن) کیسے پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ کسی کے سفید چہرے اور سفید ہاتھ پاؤں والے گھوڑے' سیاہ گھوڑوں کے ساتھ مخلوط ہو جائیں تو کیا وہ ان سیاہ گھوڑوں میں سے اپنے گھوڑوں کو شناخت نہیں کر سکتا' صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: جب میری امت میرے حوض پر آئے گی تو ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں آثارِ وضوء سے سفید اور چمک دار ہوں گے اور میں ان کے استقبال کے لیے پہلے سے حوض پر موجود ہوں گا' اور سنو! بعض لوگ میرے حوض سے اس طرح دور کیے جائیں گے' جس طرح بھٹکا ہوا اونٹ دور کر دیا جاتا ہے' میں انہیں آواز دوں گا: اِدھر آؤ! پھر بتایا جائے گا کہ آپ کی وفات کے بعد انہوں نے دین بدل لیا تھا' پھر میں کہوں گا: ''سُحقًا سُحقًا'' (دور ہو جاؤ! دور ہو جاؤ!)۔ (صحیح مسلم: ۲۴۹' الرقم المسلسل: ۵۷۴' سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۶' صحیح ابن خزیمہ: ۶' مسند ابویعلیٰ: ۶۵۰۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ زُرقانی کی طرف سے اعتراضِ مذکور کے دس جوابات

اس حدیث پر بھی یہ اشکال ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے آپ کی وفات کے بعد دین بدل لیا تھا' آپ کیسے ان کو آواز دے کر بلائیں گے: اِدھر آؤ! علامہ محمد عبدالباقی الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ نے اس اشکال کا بہت تفصیل کے ساتھ جواب دیا ہے' وہ لکھتے ہیں:
ایک دوسری حدیث میں ہے: میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میری امت سے ہیں' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ از خود نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تھا! اس حدیث پر آپ کی دوسری حدیث سے اشکال ہے:
بکر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے' تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی' مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' جب میں نیک عمل دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب میں بُرا عمل دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴' دار صادر' بیروت' ۱۳۸۸ ھ)
حافظ سیوطی نے اس حدیث کا ذکر کر کے لکھا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔ (الجامع الصغیر ج ۱ ص ۵۸۲' دار الفکر' بیروت)

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ مناوی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔(المطالب العالیہ ج ۴ ص ۲۳۔ ۲۲ فیض القدیر ج ۳ ص ۴۰۱)
حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اور علامہ الہیثمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور مؤخر الذکر نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔
(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷ 'دارالفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴ 'دارالکتاب العربی بیروت)

(۲۔۱) اس اشکال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ پر اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں' مثلاً کہا جاتا ہے کہ آپ کے امتی نے بُرا کام کیا یا آپ کی امت نے اچھا کام کیا ہے یا اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور عامل کا تعین نہیں کیا جاتا' ان دو جوابوں کو علامہ اُبی نے ذکر کیا ہے اور یہ جواب بعید ہیں' ان کے خلاف یہ حدیث ہے:

ابن المبارک' سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ ہر روز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صبح اور شام آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' آپ ان لوگوں کو علامتوں اور اعمال سے پہچانتے ہیں۔

(۳) بعض علماء نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ ان میں حسرت اور رنج پیدا کرنے کے لیے ان کو بلائیں گے' کیونکہ جب آپ ان کو آواز دے کر بلائیں گے تو ان کو نجات کی امید حاصل ہوگی اور پھر جب آپ فرمائیں گے: ''سحقًا سحقًا'' دور ہو جاؤ! دور ہو جاؤ! تو ان کی امید بندھ کر ٹوٹ جائے گی' امید کا بندھ کر ٹوٹ جانا زیادہ رنج اور اذیت کا سبب ہوتا ہے۔

(۴) علامہ باجی اندلسی متوفی ۴۷۴ھ نے کہا ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ منافقین اور مرتدین میں سے جس نے بھی وضوء کیا ہو' اس کا چہرہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں' اس وجہ سے آپ نے انہیں آواز دے کر بلایا ہو اور اگر ہاتھ پیروں کی سفیدی صرف مؤمنوں کی علامت ہوتی تو آپ یہ گمان نہ فرماتے کہ وہ مؤمنوں میں سے ہیں۔

(۵) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن کو آپ نے آواز دے کر بلایا تھا' یہ وہ لوگ ہوں گے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا اور آپ کی وفات کے بعد انہوں نے دین تبدیل کرلیا اور مرتد ہوگئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ظاہری حیات میں ان کے ایمان اور اظہارِ اسلام کا علم تھا' اس کے اعتبار سے آپ نے ان کو آواز دے کر بلایا تھا خواہ ان کے ہاتھ پیر اور چہرہ سفید نہ ہو کیونکہ آپ کے نزدیک وہ آپ کی حیاتِ ظاہرہ میں مسلمان ہی تھے۔

(۶) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ پہلا جواب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ منافق کو نور دیا جائے گا اور اس کی ضرورت کے وقت پلِ صراط پر وہ نور بجھ جائے گا' اسی طرح یہ بھی مستبعد نہیں ہے کہ ان کو چہرے اور ہاتھ پیروں کی سفیدی دی جائے اور اسی سبب سے آپ نے ان کو آواز دے کر بلایا ہو اور جب ان کو اس کی ضرورت ہو تو ان سے وہ سفیدی سلب کرلی جائے اور ان کو حوض سے بھگا دیا جائے۔

(۷) علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ان کو حوض سے بھگانا' اس بات کی قطعی دلیل نہیں ہے کہ وہ دوزخی ہیں' یہ ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں ان کو بھگا دیا جائے اور آپ ان سے ''سحقًا سحقًا'' فرمائیں' پھر دوسرے وقت میں اللہ اپنی رحمت سے اس کی تلافی کردے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی شفاعت کرنے کا اذن عطا فرمائے۔

(۸) قاضی عیاض اور علامہ باجی نے کہا ہے کہ گویا کہ ان کو مؤمنینِ مرتکبینِ کبائر کے درجہ میں قرار دیا گیا ہے۔

(۹) قاضی عیاض نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہوسکتا ہے ان لوگوں نے سنت کو بدعت سے تبدیل کردیا ہو' لیکن وہ ایسی بدعت نہ ہو' جو اُن کو اسلام سے نکال دے۔

(۱۰) دوسرے علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کا چہرہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں گے کیونکہ مرتکب

Marfat.com

کبائر بھی بہر حال مؤمن ہوتا ہے اور اس سفیدی کی وجہ سے ہی رسول اللہ ﷺ نے ان کو آواز دے کر بلایا تھا۔
علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ہر وہ جماعت جس نے دین میں اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ بدعت نکالی تو اس کو حوض سے بھگا دیا جائے گا' اور ان میں سب سے زیادہ بُرے وہ لوگ ہیں جن کے عقائد مسلمانوں کی جماعت کے خلاف ہوں جیسے خوارج' روافض اور ناصبی اور وہ ظالم لوگ جو بے دھڑک سب کے سامنے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں' پس اس قسم کے تمام لوگوں کے متعلق یہ خطرہ ہے کہ وہ اس حدیث کے مصداق ہیں۔ (شرح الزرقانی علی الموطا للامام مالک ج ۱ ص ۱۲۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

شیخ زکریا کاندھلوی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

شیخ محمد زکریا بن محمد یحییٰ الکاندھلوی نے بھی ان ہی جوابات کا ذکر کیا ہے' جن کا ذکر علامہ عبد الباقی زرقانی نے کیا ہے۔
تاہم انہوں نے ایک جواب اضافی ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:
اگر رسول اللہ ﷺ پر اعمال پیش کیے جانے والی حدیث صحیح بھی ہو' تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی ﷺ ہر وقت یہ یاد رکھیں کہ فلاں وقت فلاں شخص نے کوئی ایسا کام کیا تھا جس سے وہ مرتد ہو گیا تھا' پھر میدانِ محشر میں اس کو دیکھ کر آپ کو یاد آئے کہ یہ تو وہی شخص ہے' جو مرتد ہو گیا تھا اور اس کا تقاضا یہ ہو کہ آپ اس کو حوض پر پانی پلانے کے لیے نہ بلائیں۔
(اوجز المسالک ج ۱ ص ۷۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)
اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا حوض پر مرتدین کو اصیحابی کہہ کر بلانا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ آپ کو ان کے مرتد ہونے کا علم نہ ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کے مرتد ہونے کا علم تو ہو لیکن حشر کی شورش اور ہنگاموں میں اس طرف آپ کی توجہ نہ رہی ہو' شیخ کاندھلوی کا یہ جواب صحیح ہے۔

مصنف کی طرف سے اعتراضِ مذکور کا جواب

تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کو دنیا میں بھی ان مرتدین کا علم تھا جن کو حشر کے دن نبی ﷺ حوض پر بلائیں گے اور جب آپ کی توجہ اس طرف ہو گی کہ یہ تو مرتد ہو گئے تھے تو آپ ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کو حوض سے واپس کر دیں گے اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:
نافع بن عمر بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے یہ حدیث بیان کی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حوض پر رہوں گا اور یہ دیکھوں گا کہ تم میں سے کون میرے پاس آتا ہے' کچھ لوگ میرے سامنے پکڑے جائیں گے' میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ میرے پیروکار ہیں اور میری امت سے ہیں' تو یہ کہا جائے گا: کیا آپ نے نہیں جانا کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا ہے؟ بہ خدا! آپ کی وفات کے بعد یہ لوگ فوراً اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے تھے۔ راوی ابن ابی ملیکہ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہم اس سے تیری پناہ میں آتے ہیں کہ ہم اپنی ایڑیوں پر پلٹ جائیں اور ہم اپنے دین میں کسی آزمائش سے دوچار ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۵۹۳' صحیح مسلم: ۲۲۹۳' الرقم المسلسل: ۵۸۶۶)
صحیح مسلم کی اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اما شعرت ما عملوا بعدك'' کیا آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کی وفات کے بعد کیا عمل کیے ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے یعنی آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی وفات کے بعد یہ اسلام سے کفر کی طرف پلٹ گئے تھے' سو یہ حدیث قیامت کے دن آپ کی بے علمی کی دلیل نہیں ہے' بلکہ آپ کے علم کی دلیل ہے۔

Marfat.com

صحیح بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''ھل شعرت ما عملوا بعدك'' کیا آپ کو علم ہے کہ انہوں نے آپ کی وفات کے بعد کیا عمل کیے تھے؟ اس حدیث میں بھی جملہ استفہامیہ ہے اور اس کا بھی وہی مآل ہے' صحیح مسلم میں ہمزہ استفہام کا ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں ''ھل'' استفہام کا ہے' اور جن احادیث میں حرف استفہام کا ذکر نہیں ہے' وہاں پر حرف استفہام کو مقدر ماننا ہوگا تا کہ اس باب کی تمام احادیث کا معنی واحد ہو اور ان میں تعارض نہ رہے۔

نیز میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں جو مؤمنوں اور کافروں کی علامات بیان کی گئی ہیں' ان علامات سے تو میدانِ حشر میں موجود ہر شخص کو پتا چل جائے گا کہ کون مؤمن ہے اور کون کافر یا مرتد ہے تو رسول اللہ ﷺ کو قیامت کے دن مرتدین کا علم کیسے نہیں ہوگا!

قرآن مجید میں کفار کی حسب ذیل علامات بیان کی گئی ہیں:

(۱) یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ. (آل عمران:۱۰۶) جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

یعنی مؤمنوں کے چہرے سفید ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(۲) وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِO (الواقعہ:۹) بائیں طرف والے بدبخت' کیسے بُرے ہیں بائیں طرف والےO

اس کے برعکس اہل ایمان کو دائیں جانب والا قرار دیا' فرمایا:

فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِO (الواقعہ:۸) دائیں طرف والے' کیسے اچھے ہیں دائیں طرف والےO

یعنی قیامت کے دن مؤمنوں کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور کفار کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا۔

(۳) وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًاO (طٰہٰ:۱۰۲) اس دن ہم مجرموں کو ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں خوف سے پتھرا کر نیلی پڑ چکی ہوں گیO

(۴) وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌO تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌO اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُO (عبس:۴۲-۴۰) کتنے منہ اس دن خاک آلود ہوں گےO ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگیO یہی لوگ کافر بدکار ہیںO

(۵) وَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِO (ابراہیم:۴۹) اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے وہ (ایک دوسرے کے ساتھ) زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گےO

(۶) یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ. (الرحمٰن:۴۱) اس دن مجرم اپنی صورتوں سے پہچانے جائیں گے۔

غرض یہ کہ قیامت کے دن کافروں اور مرتدوں کے چہرے سیاہ ہوں گے' ان کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا' ان کی آنکھیں نیلی اور پتھرائی ہوئی ہوں گی' ان کے چہرے غبار آلود اور تاریک ہوں گے' وہ ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں گے اور وہ اپنی صورتوں سے پہچان لیے جائیں گے' ایسے میں میدانِ محشر میں موجود ہر شخص ان کو دیکھ کر جان لے گا کہ یہ کافر اور مرتد ہیں' پھر کیسے ممکن ہے کہ جن کو دیکھ کر سب جان لیں گے کہ یہ کافر اور مرتد ہیں' رسول اللہ ﷺ انہیں دیکھ کر نہ جان سکیں!

* ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۰۸-۹۰۳ میں اور شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۷۵۳-۷۴۶ میں اس اعتراض کے متعدد جوابات لکھے ہیں' قارئین کو چاہیے کہ اس مسئلہ پر شرح صدر حاصل کرنے کے لیے ان جوابات کو بھی پڑھ لیں۔

Marfat.com

۲۳۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ اَيُّوْبَ وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرٍ، يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ، لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ اَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ، لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِيْنًا، وَاَقْبَلَ جُرْهُمُ فَقَالُوْا اَتَاْذَنِيْنَ اَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ نَعَمْ، وَلَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوْا نَعَمْ. [اطراف الحدیث: ۳۳۶۲-۳۳۶۳-۳۳۶۴-۳۳۶۵](اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ایوب و کثیر بن کثیر' ان میں سے ایک روایت میں دوسرے پر اضافہ کرتا تھا از سعید بن جبیر' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے! اگر انہوں نے زمزم کو چھوڑ دیا ہوتا یا آپ نے یوں فرمایا: اگر وہ زمزم سے چلو بھر کر نہ لیتیں تو وہ بہنے والا چشمہ ہوتا اور قبیلہ جرہم کے لوگ آئے تو انہوں نے حضرت ھاجر سے کہا: کیا آپ ہمیں اپنے نزدیک قیام کی اجازت دیتی ہیں؟ حضرت ھاجر نے کہا: ہاں! اور تمہارا پانی میں کوئی حق نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

حضرت ھاجر' حضرت اسماعیل اور قبیلہ جرہم کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کا ذکر ہے' اور یہ ھاجر ہیں (ھاجرہ نہیں) جب شام میں قحط پڑ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر کی طرف روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے' اور اس وقت مصر میں فرعونِ اول کی حکومت تھی' اس کا نام سنام بن علوان تھا' وہ سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھا اور حضرت سارہ تمام عورتوں سے زیادہ حسین تھیں' پھر حضرت سارہ کے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہوا' آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کو اس فرعون سے نجات دے دی اور فرعون نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجر بہ طور خادمہ دے دیں' حضرت ھاجر کے بارے میں اختلاف ہے' مقاتل نے کہا ہے کہ حضرت ھاجر' حضرت ھود علیہ السلام کی اولاد سے تھیں' اور الضحاک نے کہا ہے کہ وہ مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھیں یعنی شاہ زادی تھیں' یہ بادشاہ منف میں رہتا تھا' اس کے اوپر دوسرا بادشاہ غالب آ گیا' اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی کو قید کر لیا اور اس کو باندی بنا لیا' پھر اس نے حضرت سارہ کو یہ باندی ہبہ کر دی' پھر حضرت سارہ نے یہ باندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی' پھر ان کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ھاجر کو مکہ لے گئے' اس وقت مکہ میں خودرو جھاڑیاں تھیں اور کیکر اور ببول کے درخت تھے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو اس جگہ ٹھہرایا جہاں اس وقت کعبہ بنا ہوا ہے' حضرت ھاجر کے پاس پانی کی مشک تھی جس میں پانی ختم ہو چکا تھا' وہ خود بھی پیاسی تھیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی پیاسے تھے' پھر حضرت جبریل علیہ السلام وہاں پر نازل ہوئے اور ان دونوں کو زمزم کی جگہ لے گئے' پھر حضرت جبریل نے اپنی ایڑی ماری (بعض روایات کے مطابق اپنا پَر مارا) تو وہاں چشمہ اُبل پڑا' اسی لیے زمزم کو حضرت جبریل کی ایڑی کی ضرب کہا جاتا ہے' جب وہاں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا تو حضرت ھاجر نے اپنی مشک بھر لی' وہ چشمہ اُبل رہا تھا اور حضرت ھاجر اس سے پانی بھر رہی تھیں' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے! اگر وہ زمزم کو بہتا ہوا چھوڑ دیتیں تو وہ بہنے والا چشمہ ہو جاتا' پس حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس سے پانی پیا' اور حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت ھاجر سے کہا: آپ اس شہر کے لوگوں پر پیاس کا خطرہ محسوس

Marfat.com

نہ کریں، عنقریب اللہ کے مہمان اس چشمہ سے پانی پئیں گے اور اس جگہ اللہ اس بچے سے اور اس کے والد سے اپنا گھر بنوائے گا، پھر حضرت ھاجر اور حضرت اسماعیل اسی کیفیت پر تھے حتیٰ کہ وہاں سے قبیلہ جرہم کے لوگوں کا گزر ہوا، وہ اس راستہ سے ملک شام کی طرف جارہے تھے، وہ مکہ کے نچلے حصے میں اترے تو انہوں نے ایک پہاڑ پر پرندہ کو دیکھا، انہوں نے کہا: یہ پرندہ پانی کے گرد چکر لگا رہا ہے اور ہم اس وادی میں ہیں اور یہاں پانی نہیں ہے، پھر انہوں نے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو ان کو پانی نظر آیا، تب انہوں نے حضرت ھاجر سے کہا: اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہاں قیام کرلیں، ہم آپ کے ساتھ مانوس رہیں گے اور پانی پر آپ ہی کا قبضہ رہے گا، حضرت ھاجر نے ان کو اجازت دے دی اور وہ وہاں رہنے لگے اور یہ مکہ کے سب سے پہلے باشندے تھے، وہ وہاں رہتے رہے حتیٰ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہو گئے اور حضرت ھاجر کی وفات ہو گئی، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جرہم کی لڑکی سے نکاح کر لیا، ان کا نام الجداء بنت سعد العملاقی تھا اور ان کی زبان بولنے لگے اور یہی عربی زبان تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۹۷۔ ۲۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۳۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى سِلْعَةٍ لَقَدْ اَعْطٰى بِهَا اَكْثَرَ مِمَّا اَعْطٰى وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ الْيَوْمَ اَمْنَعُكَ فَضْلِيْ كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ. وَقَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعَ اَبَا صَالِحٍ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا، ایک وہ شخص جس نے قسم کھائی کہ اسے اس کے سودے کی قیمت اس سے زیادہ دی جا رہی تھی جتنی اب دی جارہی ہے اور وہ اس قسم میں جھوٹا تھا، دوسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد جھوٹی قسم پر حلف اٹھایا تاکہ اس قسم کے ذریعہ کسی مسلمان شخص کا مال کھا جائے، تیسرا وہ شخص جس نے اپنی ضرورت سے زائد پانی سے کسی کو منع کیا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: آج میں اپنے فضل سے تجھے اس طرح منع کروں گا جس طرح تو نے اپنی ضرورت سے زائد حصہ سے منع کیا تھا حالانکہ اس چیز کو تو نے پیدا بھی نہیں کیا تھا۔ اور علی نے کہا: ہمیں کئی مرتبہ سفیان نے عمرو سے روایت کی، انہوں نے کہا: ابوصالح اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۵۸ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ضرورت سے زائد پانی نہ دینے کی ممانعت ہے۔

۱۲ - بَابٌ لَا حِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ اور رسول کے سوا مویشیوں کی چراگاہ کو مخصوص کرنے کی ممانعت

اس باب کے عنوان میں "حِمٰی" کا لفظ ہے "حمٰی" کا معنی ہے: ایسی مخصوص چراگاہ جس میں کوئی دوسرا شخص اپنے جانور نہ

Marfat.com

چرا سکے۔ "مَحْمِیّ" کا معنی ہے: ممنوع' اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ سربراہِ ملک کسی چراگاہ کو اپنے مویشی چرانے کے ساتھ مخصوص کر لے اور عام آدمیوں کو وہاں اپنے جانور چرانے کی اجازت نہ ہو' زمانۂ جاہلیت میں کوئی سردار زمین کے کسی ٹکڑے کو اپنے جانوروں کے ساتھ خاص کر لیتا تھا اور عام آدمیوں کو وہاں جانور چرانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا' اور مخصوص چراگاہ کی نسبت صرف اللہ اور اس کے رسول کی طرف کی' ماسوا ان چراگاہوں کے جن میں جہاد کے لیے گھوڑوں اور اونٹوں کو چرایا جاتا ہو' جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نقیع نام کی ایک چراگاہ کو صدقہ کے جانوروں اور زکوٰۃ کے اونٹوں کے لیے مخصوص کر لیا تھا۔

۲۳۷۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ. وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ، وَأَنَّ عُمَرَ حَمَى السَّرَفَ وَالرَّبَذَةَ. [طرف الحديث: ۳۰۱۳] (سنن ابوداؤد: ۳۰۸۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مخصوص چراگاہیں صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔ امام بخاری نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقیع کی چراگاہ کو مخصوص کر لیا تھا اور حضرت عمر نے سرف اور ربذہ کو مخصوص کر لیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کا اپنے لیے چراگاہوں کو مخصوص کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مخصوص چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی چراگاہ کو صرف اپنے لیے خاص کرے اور عام لوگوں کو وہاں جانور چرانے سے منع کرے' یہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے جائز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء کے لیے جائز ہے' جن کو مسلمانوں کی مصلحت اور مفادِ عام کے پیشِ نظر اس کی ضرورت پڑتی ہے' جس طرح حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے ضرورت کی بناء پر اس طرح کیا' ان کے علاوہ اور کسی شخص کے لیے اس پر انکار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے اس طرح کر چکے ہیں اور آپ کے خلفاء کی اقتداء کرنا بھی لازم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۰۰)

۱۳ - بَابُ شُرْبِ النَّاسِ وَسَقْيِ الدَّوَابِّ مِنَ الْأَنْهَارِ

نہروں سے عام لوگوں اور جانوروں کا پانی پینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ راستہ کے دوران نہروں سے لوگوں کے خود پانی پینے اور اپنے جانوروں کو پانی پلانے کا کیا حکم ہے؟ اور اس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نہروں کا جاری پانی کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا اور بغیر کسی کی اجازت لیے جاری پانی سے پینے اور جانوروں کو پانی پلانے پر اجماع قائم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پانی کو انسانوں اور حیوانوں کے لیے پیدا کیا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس پانی کا اور کوئی مالک نہیں ہے' اور جب کوئی شخص اپنے برتن میں نہر سے پانی لے گا تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور اس کا اس پانی کو فروخت کرنا اور ہبہ کرنا اور صدقہ کرنا جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے کہا ہے کہ پانی کو پانی کے

عوض اضافہ کے ساتھ اور مدتِ معینہ کے اُدھار پر فروخت کرنا جائز ہے۔ امام محمد نے کہا ہے کہ پانی کی پیمائش کی جاتی ہے اور اس کا وزن کیا جاتا ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ ایک لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے اور چار لیٹر پانی سے غسل کرتے تھے (یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پانی کی پیمائش کی جاتی ہے)۔ اس وجہ سے پانی کو اضافہ کے ساتھ اور اُدھار فروخت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں حرمتِ سود کی علت پائی جاتی ہے اور وہ کیل اور وزن ہے اور شافعیہ کے نزدیک اس میں حرمتِ سود کی علت اس کا طعم ہے یعنی اس کا پینے کی چیز ہونا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۳۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ لِرَجُلٍ اَجْرٌ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَعَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ فَاَمَّا الَّذِيْ لَهٗ اَجْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَطَالَ لَهَا فِيْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا اَصَابَتْ فِيْ طِيَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٍ، وَلَوْ اَنَّهٗ انْقَطَعَ طِيَلُهَا، فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ، كَانَتْ اٰثَارُهَا وَاَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهٗ، وَلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ، وَلَمْ يُرِدْ اَنْ يَسْقِيَ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَهٗ، فَهِيَ لِذٰلِكَ اَجْرٌ. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ رِقَابِهَا، وَلَا ظُهُوْرِهَا، فَهِيَ لِذٰلِكَ سِتْرٌ. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ، فَهِيَ عَلٰى ذٰلِكَ وِزْرٌ. وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ، فَقَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهَا شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (الزلزلۃ: ۷-۸). [اطراف الحدیث: ۲۸۶۰-۳۶۴۶-۴۹۶۲-۴۹۶۳-۷۳۵۶] [صحیح مسلم: ۹۸۷' الرقم المسلسل: ۲۱۷۹' سنن ابوداؤد: ۱۶۵۸' سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۸' سنن ترمذی: ۱۶۳۶' مسند ابویعلیٰ: ۲۶۴۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۵۲' صحیح ابن حبان: ۴۶۷۱' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۲' مسند احمد: ۷۵۶۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۳ ص ۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' یہ حدیث شیخ البانی کی مسند

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از زید بن اسلم از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے ایک آدمی کے لیے اجر کا باعث ہوتے ہیں اور دوسرے آدمی کے لیے اس کے عیوب اور گناہوں کے لیے پردہ پوشی کا سبب ہوتے ہیں اور تیسرے آدمی کے لیے اس کے گناہوں کا بوجھ بن جاتے ہیں' رہا وہ شخص جس کے لیے گھوڑے اجر کا باعث ہوتے ہیں تو یہ وہ آدمی ہے جو گھوڑوں کو اللہ کی راہ میں باندھتا ہے' چنانچہ طویل عرصہ تک وہ اسے کسی سرسبز میدان میں باندھتا ہے یا کسی باغ میں تو وہ اس سرسبز میدان میں جس قدر چرے گا وہ اس کی نیکیوں میں شمار ہوگا' اگر اس کی رسّی ٹوٹ جائے اور وہ ایک بار یا دو بار پاؤں اٹھا کر اچھلا تو اس کے قدموں کے نشان اور اس کی لید بھی اس کے مالک کی نیکیوں میں لکھی جائے گی' اور اگر وہ گھوڑا کسی نہر کے پاس سے گزرا اور اس نہر سے اس نے پانی پیا خواہ اس کے مالک نے اس کو پانی پلانے کا اس کو پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو تو یہ بھی اس کے مالک کی نیکیوں میں شمار ہوگا' سو یہ گھوڑا اس کے مالک کے لیے اجر کا باعث ہے' اور جس شخص نے گھوڑے کو دوسروں سے مستغنی رہنے کے لیے اور سوال سے بچنے کے لیے باندھا' پھر اس نے گھوڑے کی سواری میں اور اس کی پیٹھ میں اللہ کے حق کو فراموش نہیں کیا تو یہ اس کے عیوب اور گناہوں کے لیے پردہ پوشی کا سبب ہے' اور جس نے اپنے گھوڑے کو فخر کرنے' دکھاوے اور مسلمانوں سے دشمنی کے لیے باندھا تو یہ گھوڑا اس کے گناہوں کے بوجھ کا سبب ہے اور رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر

Marfat.com

میں بھی مذکور ہے) اس کے متعلق کوئی خاص حکم نہیں نازل کیا گیا' سوائے اس جامع اور منفرد آیت کے: جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی تو وہ اس کی جزاء پائے گاO اور جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی بُرائی کی تو وہ اس کی سزا پائے گاO (الزلزال: ۸۔۷)

گھوڑوں پر زکوٰۃ کی دلیل' الزلزال: ۸۔۷ کا عموم' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد کی دلیل اور گھوڑوں کو پالنے کی ترغیب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر اس نے گھوڑے کی سواری میں اور اس کی پیٹھ میں اللہ کے حق کو فراموش نہیں کیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس گھوڑے کی تجارت میں سے اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہا۔ اس میں امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہوتی ہے' اور اس گھوڑے پر اتنا بوجھ نہیں لادا جس کو وہ اٹھا نہ سکتا ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جہاد میں اس گھوڑے پر سوار ہوتا ہو۔

گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نازل نہیں کیا گیا سوائے اس جامع اور منفرد آیت کے' جامع کے لفظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ آیت اطاعات کی تمام انواع پر مشتمل ہے اور ہر خیر اور نیکی کو شامل ہے اور منفرد کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے الفاظ کم ہیں لیکن اس کا معنی ہر خیر اور شر کو اور ہر نیکی اور بدی کو شامل ہے' یعنی جو شخص گدھوں کو نیکی اور خیر کے لیے استعمال کرے گا اس کو ثواب ہوگا' اور جو ان کو برائی اور شر کے لیے استعمال کرے گا اس کو عذاب ہو گا۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر ان کے متعلق کوئی مخصوص حکم نہیں نازل کیا گیا۔

بعض علماء نے حدیث کے اس قطعہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجتہاد نہیں کرتے تھے' آپ صرف وحی کے مطابق حکم دیتے تھے' لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گدھوں کے احکام اور احوال کے متعلق کوئی تفصیل نازل نہیں کی جیسی تفصیل اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے متعلق نازل کی ہے اور اس ارشاد میں آیت کے عموم سے استدلال کرنے کی طرف اشارہ ہے اور امت کو آیت سے مسائل کے استنباط اور اخراج اور قیاس کرنے کی طرف متوجہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص گدھوں کے معاملہ میں ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کرے گا' اس کو اس کا ثواب ہوگا اور جو شخص گدھوں کے معاملہ میں ایک ذرہ کے برابر بھی بُرائی کرے گا' اس کو اس کا عذاب ہوگا' مثلاً جو شخص گدھے پر بیٹھ کر نماز پڑھنے جائے گا یا جہاد کرنے جائے گا یا جو شخص تجارت کے لیے گدھے پر حلال مال لاد کر لے جائے گا' اس کو ثواب ہوگا اور جو شخص گدھے پر بیٹھ کر شراب پینے جائے گا یا زنا کرنے جائے گا یا جو شخص تجارت کے لیے گدھے پر حرام مال لاد کر لے جائے گا اس کو عذاب ہوگا' اور یہ سورۂ زلزال کی اس آیت سے بعینہٖ اجتہاد اور قیاس ہے' جس کا منکرین نے انکار کیا ہے۔

نیز اس حدیث میں گھوڑوں کو پالنے کی ترغیب ہے جب کہ انسان ان پر بیٹھ کر جہاد کرے اور ان کی زکوٰۃ ادا کرے اور جن کے پاس سواری نہ ہو' ان کو ان گھوڑوں پر سوار کرے کیونکہ گھوڑوں کی لید کا بھی قیامت کے دن وزن کیا جائے گا اور اس کا اس شخص کی نیکیوں میں شمار ہوگا اور اس حدیث میں یہ بھی بتایا ہے کہ دکھاوے اور ریاکاری کے لیے عمل کرنے کا کوئی اجر وثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

واضح رہے کہ گھوڑوں پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب ان کو تجارت کی نیت سے رکھا جائے اور ان کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے' اور اگر گھوڑے صرف سواری کے لیے ہوں تو پھر ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

۲۳۷۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَآءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا. قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از یزید مولی المنبعث از زید بن خالد رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے لقطہ (راستہ میں پڑی ہوئی چیز) کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اس چیز کی تھیلی کے مادے اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کرلو' پھر اس کا ایک سال تک اعلان کرتے رہو' اگر اس عرصہ میں اس کا مالک آ جائے تو وہ چیز اس کو دے دو ورنہ وہ چیز تمہاری ہے' سائل نے پوچھا: اگر وہ گم شدہ بکری ہو تو؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑیے کی ہے' سائل نے پوچھا: اگر وہ گم شدہ اونٹ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟ اس کے ساتھ اس کے پانی کی مشک اور اس کے کھر ہیں' وہ پانی پینے جائے گا اور درخت کے پتے کھائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو لے جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں اونٹ کے پانی پینے کے لیے پانی پر جانے کا ذکر ہے۔

۱۴ - بَابُ بَيْعِ الْحَطَبِ وَالْكَلَإِ

لکڑی اور گھاس کو فروخت کرنا

۲۳۷۳ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلًا، فَيَأْخُذَ حُزْمَةً مِّنْ حَطَبٍ، فَيَبِيعَ، فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهِ وَجْهَهُ، خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ، أُعْطِيَ أَمْ مُنِعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص رسیاں لے' پھر لکڑیوں کا گٹھا (باندھ کر) لائے پھر ان کو فروخت کرے اور اس کے سبب سے اللہ اس کو سوال کرنے سے بچا کر رکھے تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے' اس کو دیا جائے یا منع کر دیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں ''کتاب المساقات'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ جس طرح جنگل سے پانی لانا مباح ہے' اسی طرح جنگل سے لکڑیوں اور گھاس کو بھی لانا مباح ہے۔

Marfat.com

٢٣٧٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ، مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابی عبید مولیٰ عبدالرحمن بن عوف' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے' پس وہ اس کو دے یا منع کر دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۰ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث کو یہاں روایت کرنے کی وجہ اس سے پہلی حدیث میں بیان کی جا چکی ہے۔

٢٣٧٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَغْنَمٍ يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ وَأَعْطَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَارِفًا أُخْرٰى، فَأَنَخْتُهُمَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْخِرًا لِأَبِيعَهُ، وَمَعِي صَائِغٌ مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ، فَأَسْتَعِينَ بِهِ عَلٰى وَلِيمَةِ فَاطِمَةَ، وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَشْرَبُ فِي ذٰلِكَ الْبَيْتِ مَعَهُ قَيْنَةٌ، فَقَالَتْ أَلَا يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ . فَثَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ، فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، ثُمَّ أَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا. قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ وَمِنَ السَّنَامِ؟ قَالَ قَدْ جَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا فَذَهَبَ بِهَا، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَنَظَرْتُ إِلٰى مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِي، فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ، فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلٰى حَمْزَةَ، فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ، فَرَفَعَ حَمْزَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از علی بن حسین بن علی از والد خود حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ نے کہا کہ میں نے بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک اونٹنی مالِ غنیمت میں حاصل کی اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک اور اونٹنی بھی عطا فرمائی' میں نے ان دونوں اونٹنیوں کو انصار کے ایک آدمی کے دروازے کے پاس بٹھایا اور میرا ارادہ تھا کہ میں ان دونوں اونٹنیوں کے اوپر اذخر گھاس کو فروخت کرنے کے لیے لاد کر لاؤں گا اور میرے ساتھ بنوقینقاع کا ایک سنار تھا اور اس کو فروخت کر کے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ کے ولیمہ میں مدد حاصل کروں گا' اور حضرت حمزہ رضی اللہ اس گھر میں شراب پی رہے تھے (اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی) ان کے ساتھ ایک گانے والی تھی' اس نے یہ مصرع پڑھا: اٹھو! اے حمزہ! فربہ جوان اونٹنیوں کی طرف' تو سیدنا حمزہ رضی اللہ تلوار لے کر جوش میں ان اونٹنیوں کی طرف بڑھے اور ان کے کوہانوں پر وار کر کے ان کی کوکھوں کو چیر ڈالا' پھر ان کی کلیجیوں کو نکال لیا۔ ابن جریج نے کہا: میں نے ابن شہاب سے پوچھا: کیا ان کا کوہان بھی کاٹ لیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ ان کے دونوں کوہان کاٹ لیے اور ان کو لے گئے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ نے کہا: مجھے

Marfat.com

بَصَرَهُ وَقَالَ هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبَائِي. فَرَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَهْقِرُ حَتَّى خَرَجَ عَنْهُمْ، وَذَلِكَ قَبْلَ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ.

یہ منظر دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا' میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا' اس وقت آپ کی مجلس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے' میں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی' آپ وہاں سے نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ بھی تھے' میں آپ کے ساتھ گیا' آپ حضرت حمزہ کے پاس گئے' آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا' حضرت حمزہ نے آپ کی طرف نظر اٹھا کر کہا: تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اُلٹے پاؤں واپس آ گئے' یہ واقعہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸۹ میں گزر چکی ہے' مفصل شرح یہاں ذکر کی جا رہی ہے۔

بعض الفاظ کے معانی' حدیث مذکور کے فقہی مسائل اور فوائد

اس حدیث میں ''شارف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جوان اور فربہ اونٹنی۔

نیز اس حدیث میں یوم بدر کا لفظ ہے' غزوہ بدر ۲ ھ میں ہوا تھا۔

اس حدیث میں ''صائغ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سُنار۔

''قینۃ'' کا معنی ہے: باندی' اور یہاں اس سے مراد ہے: گانے والی۔

• اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے' انہوں نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تھا' اس وقت یہ کم سن اور بچے تھے' آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم ان کو پہلے زید بن محمد کہتے تھے' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ. (الاحزاب:۵) ان منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپ ہی کی طرف نسبت کر کے بلاؤ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا' حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔

اس میں مذکور ہے: حضرت حمزہ نے کہا: تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو۔ اس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر فخر کا اظہار کیا کہ میں حضرت عبد المطلب کے زیادہ قریب ہوں۔ علامہ داؤدی نے کہا کہ حضرت حمزہ کی مراد یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد تھے' یہ دونوں حضرت عبد المطلب کے غلام کی مثل تھے کیونکہ حضرت عبد المطلب ان دونوں کے والد تھے اور باپ اپنی اولاد کے مال میں تصرف کرنے کا مالک ہوتا ہے' لہٰذا حضرت عبد المطلب ان دونوں کے بہ منزلہ مالک تھے اور وہ دونوں ان کے بہ منزلہ غلام تھے اور حضرت عبد المطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے اور دادا بھی مالک اور آقا کے حکم میں ہوتا ہے اور وہ حضرت حمزہ کے والد تھے' اس لیے انہوں نے کہا کہ تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو' اور یہ الفاظ انہوں نے شراب کے نشہ میں کہے تھے' اس لیے ان کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور توہین کی۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ شراب کی تحریم سے پہلے کا واقعہ تھا' کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے اور غزوۂ اُحد پندرہ شوال' تین ہجری ہفتہ کے دن ہوا تھا' اور شراب اس کے بعد حرام کی گئی تھی' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کے قول اور فعل میں معذور قرار دیا اور ان سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو اونٹنیاں ملی تھیں' ایک اونٹنی مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ تھی اور دوسری اونٹنی وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ خمس میں سے ملی تھی اور آپ نے وہ اونٹنی حضرت علی کو عطا کر دی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اس وقت گھر میں ایک باندی سے گانا سن رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ باندی سے گانا سننا جائز ہے' لیکن اس گانے کے ساتھ معازف اور مزامیر (موسیقی کے آلات) نہیں تھے' اس سے معلوم ہوا کہ ایسا گانا مباح ہے جس کے ساتھ معازف اور مزامیر یعنی آلاتِ غنانہ ہوں اور اُس گانے کا مضمون کسی خلافِ شرع امر پر مبنی نہ ہو۔

اس باندی نے حضرت علی کی اونٹنیوں کی طرف اشارہ کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ دار کی اونٹنیوں کی طرف ذبح کرنے کا اشارہ کرنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رشتہ دار کی اونٹنیوں کو اس کی اجازت کے بغیر ذبح کرنا جائز ہے' مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت حمزہ نے یہ کام شراب کے نشہ میں کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے ظلم کی شکایت کرنا جائز ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کی شکایت کے ازالہ کے لیے تشریف لے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کو عوام پر ہونے والے ظلم کے ازالہ کے لیے سعی اور جدوجہد کرنی چاہیے اور آپ اپنے ساتھ حضرت زید بن حارثہ کو بھی لے کر گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ سلطان جب کسی پیش آمدہ معاملہ کی تفتیش کے لیے جائے تو اپنے خادم کو بھی لے کر جا سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ کے پاس گئے اور آپ نے ان پر اظہارِ ناراضگی فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نشہ میں ہو اگر اس کو ملامت کا شعور ہو تو اس کو ملامت کرنی چاہیے۔

حضرت حمزہ نے حضرت علی کی دو اونٹنیاں کاٹ کر تلف کر دی تھیں' ان اونٹنیوں کا تاوان حضرت حمزہ پر آتا تھا لیکن حضرت علی نے حضرت حمزہ سے قرابت کی بناء پر ان سے تاوان نہیں لیا' حالانکہ حضرت علی کو اس وقت رقم کی ضرورت تھی کیونکہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقدِ نکاح کا ولیمہ کرنا تھا' یہ ان کے عمدہ اخلاق اور کریمانہ خصائل کا اثر تھا۔

١٥ - بَابُ الْقَطَائِعِ — سربراہِ ملک کا قطعاتِ زمین عطا کرنا

اس باب کے عنوان میں "القطائع" کا لفظ ہے' یہ "قطیعۃ" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: سربراہِ ملک کسی شخص کو زمین کا قطعہ (پلاٹ) عطا کر دے اور وہ شخص زمین کے اس قطعہ کا مالک بن جائے۔

٢٣٧٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْطِعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ حَتّٰى تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِثْلَ الَّذِي تُقْطِعُ لَنَا' قَالَ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً' فَاصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوْنِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے قطعات عطا کرنے کا ارادہ کیا تو انصار نے کہا: آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی ایسے قطعات عطا کریں' جیسے قطعات آپ ہمیں عطا کر رہے ہیں' آپ

[اطراف الحدیث: ۲۳۷۷-۳۱۶۳-۳۷۹۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے فرمایا: عنقریب تم میری وفات کے بعد دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہے' تم اس پر صبر کرنا حتیٰ کہ (قیامت کے دن) تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین کی زمین کے قطعات عطا کرنے کا ارادہ کیا۔

سربراہِ ملک کا جزیہ میں سے مستحقین کو عطا کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ بحرین کا مال جزیہ تھا کیونکہ اس زمانہ میں مجوس بہت بڑی تعداد میں تھے کیونکہ وہاں کسریٰ کی سلطنت تھی اور وہاں پر مجوس کے علاوہ دوسرے اہل ذمہ بھی تھے اور اس وقت وہاں کے گورنر ابان بن سعید بن العاص تھے۔ علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ اس عبارت میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو جن قطعات کے عطا فرمانے کا ارادہ کیا تھا' وہ زمین کے قطعات نہیں تھے کیونکہ وہ زمین صلح سے حاصل ہوئی تھی اور وہاں کے باشندے جزیہ ادا کرتے تھے بلکہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ بحرین سے جو مال بہ طور جزیہ آیا تھا' آپ اس میں سے انصار کو عطا کریں' کیونکہ جزیہ خراج اور خمس کے قائم مقام ہے اور اغنیاء کے لیے اس کو لینا جائز ہے۔

بعض احادیث میں یہ عبارت ہے کہ وہ قطعہ زمین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہیں تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دینے کا ارادہ نہیں کیا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بنو النضیر کو جلاوطن کیا تھا تو آپ نے ان کی زمین مہاجرین کو عطا کر دی تھی تاکہ مہاجرین انصار کی عطا اور ان کی مشارکت سے بے نیاز ہو جائیں اور ان کی عطا کردہ چیزوں کو واپس کر دیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو انصار سے فرمایا: عنقریب تم میری وفات کے بعد دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہے' تم اس پر صبر کرنا حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔ اس ارشاد میں یہ اشارہ ہے کہ خلافت انصار میں نہیں ہوگی' کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے ان کو قیامت تک صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور صبر وہی کرتا ہے جو مغلوب اور محکوم ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سربراہِ ملک کا مستحقین کو پلاٹ عطا کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کے قبضہ میں جو زمینیں ہیں' ان میں سے وہ کوئی قطعۂ زمین جس کو وہ مستحق سمجھے' عطا کر دے۔

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ جن لوگوں نے کسی زمین کو آباد کیا ہے' ان کے لیے اس زمین میں درخت لگانا اور ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اور اس زمین میں جو پانی کے چشمے اور نمک اور دیگر معدنیات ہوں' ان کا کسی کو عطا کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نمک اور پانی میں تمام لوگ شریک ہیں۔

نیز اس حدیث میں آپ کی نبوت کی دلیل ہے' کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی اور بتایا کہ میرے بعد دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قطعہ زمین مستحق افراد کو الاٹ کرنے کی فقہی حیثیت

قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ نے خلیفہ ہارون رشید سے کہا:

اے امیر المؤمنین! آپ نے ان زمینوں کے متعلق سوال کیا ہے جو جنگ سے فتح ہوئی ہوں یا وہاں کے باشندوں کے ساتھ صلح سے فتح ہوئی ہیں اور ان کی بعض بستیوں میں بہت سی خالی زمینیں ہوتی ہیں' جہاں پر کسی کھیتی باڑی کا اثر ہوتا ہے نہ وہاں کوئی تعمیر ہوتی ہے' سو جب وہاں کوئی تعمیر ہو نہ کھیت ہو' نہ وہاں کوئی چراگاہ ہو نہ قبرستان ہو اور وہ زمین کسی کی ملک میں نہ ہو اور نہ اس پر کسی کا قبضہ ہو' تو وہ غیر آباد زمین ہے' جو شخص اس زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ہے اور آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ اس زمین کا قطعہ جس کو چاہیں عطا کر دیں' اور آپ چاہیں تو اس زمین کو کرائے پر دے کر اس میں کاشت کاری کرائیں' اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ہے' بشرطیکہ ملک کے سربراہ نے اسے اس زمین کو آباد کرنے کی اجازت دی ہو اور جس شخص نے سربراہِ ملک کی اجازت کے بغیر کسی زمین کو آباد کیا تو وہ اس کی ملکیت نہیں ہوگی اور سربراہ کے لیے یہ جائز ہے کہ اس شخص کو اس زمین سے نکال دے اور اس کی مرضی ہے کہ وہ اس زمین کو کرائے پر دے دے یا وہ قطعہ زمین کسی اور کو الاٹ کر دے یا کچھ اور کرے۔

امام ابو یوسف سے کہا گیا کہ امام ابوحنیفہ نے جو سربراہِ ملک کی اجازت کی شرط لگائی ہے' اس کے خلاف یہ احادیث ہیں:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بنجر زمین کو آباد کیا تو وہ زمین اسی کی ہے اور ظالم کو کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۷۳' سنن ترمذی: ۱۳۷۸' دار الفکر' بیروت)

عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی بنجر زمین کو آباد کیا تو وہ اسی کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۰۷۴' دار الفکر' بیروت)

قاضی ابو یوسف نے کہا: امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ سربراہ ملک کی اجازت اس لیے ضروری ہے کہ اگر دو آدمیوں نے زمین کو آباد کرنے کے لیے ایک ہی جگہ کو منتخب کیا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو منع کرتا ہے تو ان میں سے کس کو اس زمین کے آباد کرنے کا مستحق قرار دیا جائے گا؟ یا ایک شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرتا ہے اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ اس زمین کی مجھے ضرورت ہے تو پھر اس کا کیسے فیصلہ ہوگا؟ اس لیے ان تنازعات کو ختم کرنے کے لیے سربراہِ ملک کی اجازت کی ضرورت ہے' اور امام ابوحنیفہ کا قول حدیث کے خلاف اس وقت ہوتا' جب امام ابوحنیفہ یہ کہتے کہ اگر کسی شخص نے امام کی اجازت سے بھی غیر آباد زمین کو آباد کیا' پھر بھی وہ زمین اس کی ملکیت نہیں ہوگی۔

امام ابو یوسف نے کہا: بہر حال اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے کہ جب اس زمین کی ملکیت میں کسی کا ضرر نہ ہو اور نہ کسی کا اس میں تنازع ہو تو وہ زمین آباد کرنے والے کی ملکیت ہوگی' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اجازت دی ہے' وہ قیامت تک قائم رہے گی اور اگر اس سے کسی کا ضرر ہو تو اس حدیث کے مطابق عمل کیا جائے گا کہ ظالم کو کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی غیر آباد زمین کو آباد کیا تو وہ اسی کی ملکیت ہے اور ظالم کو کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۳۷۸' مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع' ریاض)

ظالم کی کاشت کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی زمین میں کاشت کرے۔ (سنن ترمذی ص ۳۲۶' ریاض)

(کتاب الخراج ص ۶۴ - ۶۳' المکتبۃ السلفیہ)

اگر قطعہ زمین کو الاٹ کرنے میں شرعی قواعد کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس کا عدم جواز

صحیح البخاری: ۲۳۷۶ میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین کے قطعاتِ زمین عطا کیے ہیں اور سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ملکیت ہے اور امام ابو یوسف نے دلائل سے بیان کیا ہے کہ سربراہِ ملک اگر کسی شخص کو کوئی غیر آباد زمین الاٹ کر دے تا کہ وہ اس زمین میں زراعت کرے تو یہ جائز ہے' لیکن عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ہر جائز کام میں اس کی حدود کو فراموش کر کے چور دروازوں سے ناجائز کاموں کے راستے نکال لیے جاتے ہیں' پس قاعدہ تو یہ تھا کہ سربراہِ ملک کو اس کی اجازت دی گئی کہ وہ غیر آباد زمین کو آباد کرنے کے لیے وہ قطعہ زمین کسی آباد کرنے والے کو عطا کر دے لیکن اس پر عمل یوں کیا گیا کہ سربراہِ ملک اپنے حامیوں کو خوش کرنے کے لیے یا ان کے کسی ناجائز کام پر ان کو نوازنے کے لیے ان کو پلاٹ الاٹ کر دیتا ہے' حالانکہ وہ سربراہ اس ملک کی زمین کا مالک نہیں ہوتا کہ وہ جس کو چاہے اس ملک کی زمینیں الاٹ کر دے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

بنو زریق کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایک قطعہ زمین دیا اور اس کی ایک دستاویز لکھ دی اور اس پر چند لوگوں کو گواہ بنایا' ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے' حضرت طلحہ حضرت عمر کے پاس وہ دستاویز لے کر آئے اور کہا: اس پر آپ دستخط کر دیں' حضرت عمر نے فرمایا: میں اس پر دستخط نہیں کروں گا' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اور مسلمانوں کے سوا یہ قطعہ زمین صرف تم کو دیا جائے! وہ ناراض ہو کر چلے گئے اور حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر ہیں' حضرت ابو بکر نے کہا: نہیں! وہ عمر ہیں لیکن انہوں نے انکار کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۰۲۱۔ ج ۶ ص ۴۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حافظ ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن العساکر المتوفی ۵۷۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ از ابن سیرین از عبیدہ روایت کی ہے' جس کو حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور علامہ علی متقی بن حسام الدین ھندی متوفی ۹۷۵ھ نے متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے اس طرح لکھا ہے:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک غیر آباد اور بنجر زمین کا قطعہ عُیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کے نام لکھ دیا اور اس کی دستاویز میں حضرت عمر کا نام بھی بہ طور گواہ لکھا' حضرت عمر نے اس دستاویز کو مٹا دیا اور کہا: یہ بُری دستاویز ہے' اور حضرت ابو بکر سے کہا کہ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے ان دونوں کو جو یہ زمین الاٹ کی ہے' آیا یہ زمین صرف آپ کی ملکیت تھی یا یہ زمین تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے؟ حضرت ابو بکر نے کہا: بلکہ یہ زمین تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے' حضرت عمر نے کہا: پھر آپ کو کس نے برانگیختہ کیا کہ آپ دیگر مسلمانوں کو چھوڑ کر صرف ان دو شخصوں کو زمین الاٹ کریں؟ حضرت ابو بکر نے کہا: میرے گرد جو لوگ تھے میں نے ان سے مشورہ کیا تھا' حضرت عمر نے پوچھا: کیا اس عطا پر تمام مسلمان راضی ہو گئے تھے؟ حضرت ابو بکر نے کہا: میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ اس کام خلافت کے تم زیادہ اہل ہو مگر تم نہیں مانتے تھے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۹ ص ۱۴۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ' جمع الجوامع: ۲۳۲۴۔ ج ۱۲ ص ۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' کنز العمال: ۹۱۵۱۔ ج ۳ ص ۹۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

غور فرمایئے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلیفہ مسلمین کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ بغیر دلیل اور مرجح کے قطعہ زمین جس کو چاہے عطا کر دے بلکہ اس عطا کے لیے شرعی قواعد کی پابندی ضروری ہے' جس کی تفصیل امام ابو یوسف نے یوں بیان کی ہے کہ جس شخص کو وہ زمین دی جائے' وہ تین سال کے اندر اس کو زراعت سے آباد کرے ورنہ ملک کا سربراہ اس سے وہ زمین واپس لے کر اس کو خود آباد

Marfat.com

کرائے یا کسی اور مستحق کو دے دے۔ (کتاب الخراج ص ٦١)

جاگیرداری نظام کے مفاسد

اور چونکہ ان شرعی قواعد کا لحاظ نہیں کیا گیا تو امیر مملکت کے ہاتھوں میں ملک کی زمین اس کی شخصی ملکیت کی طرح ہو گئی اور اس نے جس کو چاہا اس پر نوازش کر کے پلاٹ الاٹ کر دیئے۔ انگریزوں کے دورِ حکومت میں جو لوگ انگریز کی چاپلوسی کرتے اور حریت پسند مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرتے' انگریز ان غدار مسلمانوں کو بڑی بڑی جاگیروں سے نوازتے' ان کو خان بہادر کا لقب دیا جاتا یا ان کو کسی علاقہ کا نواب اور حاکم بنا دیا جاتا اور یوں جاگیرداری نظام وجود میں آیا' آزادی کے بعد انگریز تو یہاں سے چلا گیا لیکن اس نے جو جاگیرداری نظام کا پودا لگایا تھا' وہ اپنے برگ و بار لاتا رہا۔

اور پاکستان میں جمہوری نظام کے تحت منتخب ہونے والا صدر اس ملک کی زمینوں کو اپنے من پسند افراد میں بانٹتا رہا اور اس بات کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا کہ یہ نئے مالکان' زمین میں کاشت کاری کر کے اس ملک کی زراعت کو فروغ دیں گے یا اس پلاٹ میں کوئی انڈسٹری یا صنعت قائم کریں گے یا کوئی بڑی فیکٹری لگا کر وہ چیزیں بنائیں گے جن کو ہمیں باہر کے ملکوں سے درآمد کرنا پڑتا ہے اور ملک کے زرمبادلہ کی بچت ہو گی اور ملک کے باشندوں کے لیے روزگار فراہم ہو گا اور ملک زرعی پیداوار یا صنعتی پیداوار کے لحاظ سے خودکفیل ہو جائے گا!

خلاصہ یہ ہے کہ ملک کا فرماں روا ملک اور قوم کی اجتماعی مصلحت سے اگر مستحق افراد کو کوئی قطعہ زمین الاٹ کر دے تو جائز ہے لیکن ان کو اس کا پابند بنائے کہ وہ تین سال کے اندر اندر اس زمین میں کاشت کاری کر کے اس زمین کو ملک اور قوم کے لیے سودمند بنائیں گے یا اس قطعہ اراضی پر کوئی بڑا صنعتی پلانٹ لگائیں گے' جس سے ملک میں صنعتی ترقی ہو گی اور یہاں کے لوگوں کو صالح روزگار حاصل ہو گا' ورنہ اس الاٹ منٹ کو منسوخ کر دیا جائے اور حکومت اپنے طور پر اس قطعہ زمین کو ملک اور قوم کے لیے کارآمد اور سودمند بنائے اور ملک کی زمین کو عطا کرنے کا اختیار صرف اس لیے نہ رہ جائے کہ ہر حکمران اپنے من چاہے افراد کو نوازتا رہے اور اس کو سیاسی رشوت کا ذریعہ بنائے رکھے۔

١٦ - بَابُ كِتَابَةِ الْقَطَائِعِ قطعاتِ زمین کو لکھ کر دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سربراہِ ملک کسی کے نام قطعہ زمین لکھ کر دے دے تو یہ جائز ہے تا کہ اس کے پاس سند رہے۔

٢٣٧٧ - وَقَالَ اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ لِيُقْطِعَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ، فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ فَعَلْتَ، فَاكْتُبْ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا، فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً، فَاصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوْنِي.

اور لیث نے کہا از یحییٰ بن سعید از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تا کہ بحرین کا ایک قطعہ ان کو عطا کر دیں تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ اس طرح کر رہے ہیں تو ہمارے بھائیوں میں سے قریش کو بھی اتنا ہی عطا کر دیں' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور قطعات نہیں تھے تو آپ نے فرمایا: بے شک تم عنقریب میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی' پس تم صبر کرنا حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۲۳۷۶ کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷ - بَابُ حَلَبِ الْإِبِلِ عَلَى الْمَاءِ
پانی کے پاس اونٹنی کا دودھ دوہنا

۲۳۷۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ حَقِّ الْإِبِلِ اَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اونٹنیوں کا حق یہ ہے کہ پانی کے پاس ان کا دودھ دوہا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۸ - بَابُ الرَّجُلِ يَكُوْنُ لَهٗ مَمَرٌّ اَوْ شِرْبٌ فِيْ حَائِطٍ اَوْ فِيْ نَخْلٍ
کسی شخص کا باغ سے گزرنے کا حق یا پانی میں یا کھجور کے درختوں میں اس کا حق

امام بخاری نے یہاں پر پانچ احادیث ذکر کی ہیں' وہ سب اس سے پہلے گزر چکی ہیں۔ ان ابواب کی فقہ یہ ہے کہ ایک چیز میں کئی حقوق جمع ہو سکتے ہیں مثلاً ایک چیز کسی شخص کی ملکیت ہو اور دوسرے شخص کا اس سے کوئی نفع متعلق ہو' جیسے کسی شخص کے باغ میں ایک شخص کے پھل ہوں' پس اس شخص کا اس باغ سے اپنے پھل لینے کے لیے اس باغ میں داخل ہونے کا حق ہے یا ایک شخص کی زمین ہو اور دوسرے شخص کے پانی کا اس میں حق ہو' پس پانی پینے کے لیے اس شخص کا اس زمین میں داخل ہونے کا حق ہے اور ان اُمور کا اس باب کی احادیث میں بیان آرہا ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا بَعْدَ اَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پیوند لگانے کے بعد کھجور کا درخت فروخت کیا' اس کے پھل بائع کے لیے ہیں۔

اس تعلیق کی حدیث موصول صحیح البخاری: ۲۲۰۴ میں گزر چکی ہے۔

فَلِلْبَائِعِ الْمَمَرُّ وَالسَّقْيُ حَتّٰى يَرْفَعَ، وَكَذٰلِكَ رَبُّ الْعَرِيَّةِ.

سو بائع کے لیے اس باغ سے گزرنے اور پانی پلانے کا حق ہے حتیٰ کہ اس باغ سے پھل توڑ لیے جائیں' اسی طرح صاحب عریہ کو بھی یہ حق حاصل ہوتا ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے جس کو انہوں نے اس باب کی احادیث سے مستنبط کیا ہے۔

۲۳۷۹ - اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ اَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ، وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهٗ مَالٌ فَمَالُهٗ لِلَّذِيْ بَاعَهٗ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سالم بن عبداللہ از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کھجور کے درخت میں پیوند لگانے کے بعد اس کو فروخت کیا تو اس درخت کے پھل بائع کے لیے

Marfat.com

الْمُبْتَاعُ. وَعَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ فِي الْعَبْدِ.

ہیں، سوا اس کے کہ خریدار ان کی شرط لگا لے اور جس شخص نے کسی غلام کو خریدا اور اس کا مال تھا، تو اس کا مال بائع کے لیے ہے، سوا اس کے کہ خریدار اس کی شرط لگا لے اور از امام مالک از نافع از حضرت ابن عمر از حضرت عمر غلام کے متعلق حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُبَاعَ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا تَمْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے العرایا میں اندازے سے کھجوروں کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ، وَعَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَاَنْ لَّا تُبَاعَ اِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ اِلَّا الْعَرَايَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ اور محاقلہ سے اور مزابنہ سے منع فرمایا اور پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ان کی بیع صرف دینار اور درہم کے عوض کی جائے، ماسوا بیع عرایا کے۔

بیع عرایا کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کسی ضرورت مند کو اپنے باغ سے تازہ کھجوریں توڑنے کی اجازت دے دے، پھر اس کے بار بار آنے سے اس کو حرج ہو تو وہ اس کو تازہ کھجوروں کے عوض اندازہ سے پانچ وسق چھوارے دے دے، یہ صورۃً بیع ہے اور درحقیقت صدقہ یا ہبہ ہے، اور مخابرہ یہ ہے کہ پھلوں کی معین مقدار کے عوض باغ کی حفاظت اور خبر گیری کرائی جائے، اور محاقلہ یہ ہے کہ کھیت کی معین پیداوار کے عوض کسی چیز کی اپنے کھیت میں کاشت کرائی جائے، اور مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لٹکے ہوئے ناپختہ پھلوں کی بیع کی جائے۔ اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۴۸۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ اَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى اَبِي اَحْمَدَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ، فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ، اَوْ فِي خَمْسَةِ اَوْسُقٍ. شَكَّ دَاوُدُ فِي ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از داؤد بن حصین از ابی سفیان مولی ابی احمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع العرایا میں پانچ وسق یا پانچ وسق سے کم کھجوروں کی اندازے سے بیع کرنے کی اجازت دی۔ اس میں راوی داؤد بن حصین کو شک ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٢٣٨٣، ٢٣٨٤ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ، مَوْلٰى بَنِيْ حَارِثَةَ اَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ وَسَهْلَ بْنَ اَبِيْ حَثْمَةَ حَدَّثَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، اِلَّا اَصْحَابَ الْعَرَايَا، فَاِنَّهُ اَذِنَ لَهُمْ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنِيْ بُشَيْرٌ، مِثْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ولید بن کثیر نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے بشیر بن یسار مولیٰ بنی حارثہ نے خبر دی کہ حضرت رافع بن خدیج اور حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہما ان دونوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المزابنہ سے یعنی پھلوں کی کھجوروں کے عوض درخت پر بیع سے منع فرمایا ماسوا بیع العرایا کے کیونکہ آپ نے اس کی ان کے لیے اجازت دی ہے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اور ابن اسحاق نے کہا: مجھے بشیر نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢١٩١ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب المساقات'' کی تکمیل

''الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین'' آج ١٨ ربیع الاوّل ١٤٢٩ھ/ ٢٧ مارچ ٢٠٠٨ء بروز جمعرات قبیل نماز فجر ''کتاب المساقات'' مکمل ہوگئی، اس کتاب میں چھتیس احادیث ہیں، جن میں سے پانچ تعلیقات ہیں اور بقیہ موصول احادیث ہیں اور اس میں سترہ احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث اُنیس (١٩) ہیں۔ اے بارِالٰہ! جس طرح آپ نے ''کتاب المساقات'' مکمل کرادی ہے، صحیح بخاری کی بقیہ کتب اور ابواب کو بھی مکمل کرادیں اور اپنے فضل سے میری اور میرے والدین کی مغفرت فرمادیں۔ (آمین)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٤٣ - كِتَابٌ فِي الْاِسْتِقْرَاضِ وَاَدَاءِ الدُّيُوْنِ وَالْحَجْرِ وَالتَّفْلِيْسِ

قرض لینے، قرض ادا کرنے، کسی کے تصرفات پر پابندی لگانے اور کسی کو دیوالیا قرار دینے کا بیان

اس عنوان میں ''استقراض'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: قرض طلب کرنا اور ''اداء الدیون'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: قرض ادا کرنا اور ''حجر'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: کسی شخص کو اس کی کم عقلی یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے تصرفات سے روک دینا اور ''تفلیس'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: جس شخص کے اوپر قرضے بہت زیادہ ہوں اور ان قرضوں کو ادا کرنے کے لیے اس کے پاس رقم نہ ہو تو حاکم اس کو دیوالیہ قرار دے دے، پھر اس کے تمام مال و متاع کو نیلام کر کے وہ رقم اس کے قرض خواہوں کو دی جائے اور قرض کی اوسط کے لحاظ سے اس پر اس نقصان کو تقسیم کیا جائے۔

١ - بَابُ مَنِ اشْتَرٰى بِالدَّيْنِ وَلَيْسَ عِنْدَهٗ ثَمَنُهٗ، اَوْ لَيْسَ بِحَضْرَتِهٖ

جب کوئی شخص کسی چیز کو قرض سے خریدے اور اس کے پاس اس کی قیمت نہ ہو یا اس وقت اس کی قیمت نہ ہو

٢٣٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ كَيْفَ تَرٰى بَعِيْرَكَ، اَتَبِيْعُنِيْهِ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَبِعْتُهٗ اِيَّاهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، غَدَوْتُ اِلَيْهِ بِالْبَعِيْرِ، فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از المغیرہ از الشعبی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا، آپ نے فرمایا: تمہارا اپنے اونٹ کے متعلق کیا خیال ہے؟ کیا تم مجھے یہ اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر میں نے آپ کو وہ اونٹ فروخت کر دیا، پھر جب آپ مدینہ میں آئے تو میں صبح کو وہ اونٹ لے گیا تو آپ نے مجھے

Marfat.com

اس کی قیمت ادا کر دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت جابر سے وہ اونٹ خرید لیا تھا اور اس وقت اس کی قیمت ادا نہیں کی تھی۔

۲۳۸۶ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ اِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ' فَقَالَ حَدَّثَنِي الْاَسْوَدُ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى طَعَامًا مِنْ يَهُوْدِيٍّ اِلٰى اَجَلٍ' وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم ابراہیم کے پاس اُدھار بیع میں رہن رکھنے کا ذکر کر رہے تھے تو انہوں نے کہا: مجھے اسود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے ایک یہودی سے ایک معین مدت کے اُدھار پر طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کے اُدھار طعام خریدنے کا ذکر ہے۔

۲ - بَابُ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَ هَا اَوْ اِتْلَافَهَا

جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے اور جو اُن کا مال ضائع کرنے کی نیت سے لے

۲۳۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ' عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ' عَنْ اَبِي الْغَيْثِ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَ هَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ' وَمَنْ اَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ. (سنن ابن ماجہ: ۲۴۱۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴' شرح السنۃ: ۲۱۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۷۳۳' ج ۱۴ ص ۳۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' شیخ البانی نے سنن ابن ماجہ کی سند کو بھی صحیح لکھا ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابوالغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جس نے لوگوں کے اموال لیے اور وہ ان کو ادا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے (ان اموال کو) ادا کر دے گا' اور جس نے (لوگوں کے) اموال لیے اور وہ ان کو تلف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو اللہ اس کو تلف کر دے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ بن عمرو بن اویس (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب القرشی التیمی (۳) ثور بن زید' یہ عمرو الدیلی کے بھائی ہیں اور یہ ثور بن یزید کے غیر ہیں (۴) ابوالغیث' یہ ابوعبداللہ بن المطیع کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۱۷)

انسان کی ادائیگی کو اللہ کی ادائیگی قرار دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ نے انسان کی ادائیگی کو اللہ کی ادائیگی فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کبھی ثواب نیکی کی جنس سے ہوتا ہے اور انسان کے تلف کرنے کو اللہ کا تلف کرنا فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کبھی سزا معصیت کی جنس سے ہوتی ہے۔

اس حدیث میں لوگوں کے اموال کی ادائیگی میں سُستی کو ترک کرنے پر اُبھارا ہے' اور قرض میں حسن ادائیگی کی ترغیب دی ہے' نیز اس حدیث میں نیت کو اخلاص پر رکھنے کی ترغیب ہے' کیونکہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے۔

قرض کی ادائیگی کی نیت کی فضیلت میں احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرض لیا کرتی تھیں اور ان کے پاس ادائیگی کے لیے رقم نہیں ہوتی تھی' ان سے کہا گیا کہ جب آپ کے پاس ادائیگی کے لیے رقم نہیں ہوتی تو آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس بندہ کی قرض ادا کرنے کی نیت ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد حاصل ہوتی رہتی ہے' تو میں اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد طلب کرتی ہوں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۲۲' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۱-۹۹-۷۲)

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قرض لیا اور اس کے دل میں اس قرض کو ادا کرنے کا ارادہ تھا' پھر وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے گا اور اس کے قرض خواہ کو جس طرح وہ چاہے گا راضی کر دے گا' اور جس نے قرض لیا اور اس کے دل میں اس قرض کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں تھا' پھر وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قرض خواہ کی طرف سے اس سے بدلہ لے گا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۲۳' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۹۷' کنز العمال: ۱۵۴۴۵)

حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنی شدت نازل فرمائی ہے' آپ سے اس شدت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: قرض کے معاملہ میں' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں مارا جائے' پھر اس کو زندہ کیا جائے اور اس پر قرض ہو تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۳۱۴' بیروت' المستدرک ج ۲ ص ۲۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۵' کنز العمال: ۱۵۴۷۳)

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ قرض لیا کرتے تھے' ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ قرض ادا کر دے۔

(سنن دارمی ج ۲ ص ۲۶۳' المستدرک ج ۲ ص ۲۳' کنز العمال: ۱۵۴۳۰' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۴' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۶۰۳)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ تین چیزوں سے بَری تھا' تکبر' خیانت اور قرض سے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۱۵۷۲' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۰۲-۱۰۱)

۳- بَابُ أَدَاءِ الدُّيُونِ

قرضوں کا ادا کرنا

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا○﴾ (النساء: ۵۸).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو' بے شک اللہ تمہیں کیسی اچھی نصیحت فرماتا ہے' بے شک اللہ سننے والا' دیکھنے والا ہے○ (النساء: ۵۸)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق فرماتے ہیں:

Marfat.com

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' فتح مکہ کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان سے چابیاں لے لیں' پھر آپ بیت اللہ کے باہر اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے آئے' پھر آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ کو بلایا اور انہیں چابیاں دے دیں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۹۲' دار المعرفہ' بیروت)

امانت کی ادائیگی کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے پاس امانت رکھے' اس کی امانت ادا کرو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے' اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۳۵' سنن ترمذی: ۱۲۶۸' سنن دارمی: ۲۵۹۷' المستدرک ج ۲ ص ۴۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: مجالس کی گفتگو امانت ہوتی ہے' ماسوا اس کے کہ کسی کا ناجائز خون بہانا ہو یا کسی کی آبروریزی کرنی ہو یا کسی کا مال ناحق طریقہ سے حاصل کرنا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۶۹)

یعنی اگر مجلس میں ایسی کوئی بات کی جائے تو اس کی صاحبِ حق کو اطلاع دے کر خبردار کر دینا چاہیے ورنہ مجلس میں کسی کے متعلق جو بات ہو' اسے دوسرے تک نہیں پہنچانا چاہیے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو تو میں تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (۱) جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو تم امانت ادا کرو (۲) جب تم عہد کرو تو اس کو پورا کرو (۳) جب تم بات کرو تو سچ بولو (۴) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو (۵) اپنی نظریں نیچی رکھو (۶) اپنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔

(شعب الایمان: ۵۲۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں سے جو چیزیں سب سے پہلے اٹھا لی جائیں گی' وہ حیا اور امانت ہیں' سو تم اللہ عزوجل سے ان کا سوال کرو۔ (شعب الایمان: ۵۲۷۶)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کی نماز اور روزے سے تم دھوکے میں نہ آنا' جو چاہے نماز پڑھے اور جو چاہے روزے رکھے لیکن جو امانت دار نہیں ہے' وہ دین دار نہیں ہے۔ (شعب الایمان: ۵۲۷۹)

۲۳۸۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَبْصَرَ يَعْنِي أُحُدًا قَالَ مَا أُحِبُّ أَنَّهُ تَحَوَّلَ لِي ذَهَبًا، يَمْكُثُ عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا دِينَارًا أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ. ثُمَّ قَالَ إِنَّ الْأَكْثَرِينَ هُمُ الْأَقَلُّونَ، إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا. وَأَشَارَ أَبُو شِهَابٍ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَعَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ. وَقَالَ مَكَانَكَ. وَتَقَدَّمَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَسَمِعْتُ صَوْتًا، فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَهُ، ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از الاعمش از زید بن وہب از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا' جب آپ نے اُحد کی طرف دیکھا تو فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ یہ اُحد پہاڑ میرے لیے سونا ہو جائے اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین دن سے زیادہ باقی رہے سوا اس ایک دینار کے جس کو میں قرض ادا کرنے کے لیے محفوظ رکھوں' پھر فرمایا: جو زیادہ مال رکھنے والے ہیں وہی کم مال والے ہوں گے' ماسوا ان کے جنہوں نے اس طرح اور اس طرح مال کو (راہِ حق میں) خرچ کیا۔ ابوشہاب نے اپنے سامنے

ذَكَرْتُ قَوْلَهُ مَكَانَكَ حَتَّى اٰتِيَكَ. فَلَمَّا جَآءَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، الَّذِىْ سَمِعْتُ؟ اَوْ قَالَ الصَّوْتُ الَّذِىْ سَمِعْتُ؟ قَالَ وَهَلْ سَمِعْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ اَتَانِىْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قُلْتُ وَاِنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ نَعَمْ.

اور دائیں اور بائیں اشارہ کیا' اور ایسے لوگ بہت کم ہیں' پھر آپ نے فرمایا: تم یہیں ٹھہرے رہو' اور آپ تھوڑی دور آگے گئے تو میں نے ایسی آواز سنی جیسے آپ کسی سے بات کر رہے ہوں' میں نے سوچا میں آپ کے پاس جاؤں' پھر مجھے آپ کا یہ ارشاد یاد آیا کہ تم یہیں ٹھہرو' حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آؤں' پھر جب آپ آئے تو میں نے آپ سے پوچھا: یارسول اللہ! میں نے کچھ سنا تھا یا میں نے کوئی آواز سنی تھی' آپ نے پوچھا: تم نے بھی سنا تھا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے' پس انہوں نے کہا: آپ کی امت میں سے جو بھی اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتا تھا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا' میں نے کہا: خواہ اس نے اس طرح اور اس طرح کے کام کیے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۳۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض ادا کرنے کی اہمیت کا ذکر ہے۔

۲۳۸۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ، عَنْ يُوْنُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِىْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا، مَا يَسُرُّنِىْ اَنْ لَّا يَمُرَّ عَلَىَّ ثَلَاثٌ وَعِنْدِىْ مِنْهُ شَىْءٌ، اِلَّا شَىْءٌ اَرْصِدُهُ لِدَيْنٍ. رَوَاهُ صَالِحٌ وَعُقَيْلٌ، عَنِ الزُّهْرِىِّ.

[اطراف الحدیث: ۶۴۴۵-۷۲۲۸] (صحیح مسلم: ۹۹۱' الرقم المسلسل: ۲۱۹۱' شعب الایمان: ۵۵۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۸۹۳-ج ۱۵ ص ۵۵۰' مؤسسة الرسالة' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن شبیب بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس' ابن شہاب نے کہا: مجھے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ مجھ پر تین دن گزر جائیں اور میرے پاس اس سونے میں سے کچھ باقی ہو مگر اتنی چیز جس کو میں قرض ادا کرنے کے لیے رکھ لوں۔ اس حدیث کی صالح اور عقیل نے زہری سے روایت کی ہے۔

قرض ادا نہ کرنے پر وعید

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرض کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس کو ادا کرنے کی تیاری کرنی چاہیے اور جب انسان اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر قادر ہو تو اس کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا چاہیے' اور اس کو اس سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ قرض اس کا احاطہ کر لے کیونکہ جب انسان مقروض ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو اس میں جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے

Marfat.com

اور قرض کی ادائیگی میں تاخیر سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ جب انسان کو قرض ادا کرنے پر قدرت ہو اور وہ قرض ادا نہ کرے تو یہ امانت میں خیانت ہے اور خیانت کرنے اور قرض ادا نہ کرنے پر وعید ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے قرض اور خیانت کے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں خیانت سب سے بڑا گناہ ہے کیونکہ قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا: اپنی امانت کو ادا کرو وہ کہے گا: میں کہاں سے امانت ادا کروں دنیا جا چکی ہے۔ اس سے کہا جائے گا: ہم تم کو امانت دکھائیں گے پھر اس کو جہنم کی تہ میں امانت کی مثل دکھائی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: اس میں اترو اور اس امانت کو نکال کر لاؤ وہ جہنم میں اترے گا اور اس امانت کو اٹھا کر اپنی گردن پر رکھے گا حتیٰ کہ جب نکلنے کے قریب ہوگا تو پھر پھسل کر نیچے جا گرے گا اور مسلسل ابد تک گرتا ہی رہے گا۔ اس حدیث کو اسماعیل بن اسحاق نے از زاذان از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابُ اِسْتِقْرَاضِ الْإِبِلِ — اونٹ قرض لینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اونٹوں کو قرض میں لینا جائز ہے اور یہ اوزاعی اور لیث بن سعد کا مذہب ہے امام مالک امام شافعی امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور الثوری حسن بن صالح اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ حیوان کو قرض میں لینا جائز نہیں ہے اس کو جائز قرار دینے والے اس باب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کی حیوان کے عوض اُدھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۵۶ سنن ترمذی: ۱۲۴۱ سنن نسائی: ۴۶۳۱ مسند احمد ج ۵ ص ۲۱ طبع قدیم مسند احمد: ۲۰۲۶۴ الیانی)

اور اس باب کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل مذکور ہے اور جس حدیث سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے نیز اس باب کی حدیث اباحت پر دلالت کرتی ہے اور جس حدیث سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے وہ ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور جب حرام اور اباحت میں تعارض ہو تو حرام کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے۔

۲۳۹۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ بِمِنًى يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا تَقَاضٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا وَاشْتَرُوْا لَهٗ بَعِيْرًا فَاَعْطُوْهُ اِيَّاهُ وَقَالُوْا لَا نَجِدُ اِلَّا اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ اشْتَرُوْهُ فَاَعْطُوْهُ اِيَّاهُ فَاِنَّ خَيْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلمہ بن کہیل نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے منیٰ میں سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقاضا کیا پس سختی کی آپ کے اصحاب نے (اس کو ڈانٹنے یا مارنے کا) ارادہ کیا آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ جس کا حق ہوتا ہے اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور اس کے لیے ایک اونٹ خرید کر اس کو عطا کر دو صحابہ نے کہا: ہم کو ایسا اونٹ ملا ہے جو اس کے اونٹ سے زیادہ عمر کا ہے آپ نے فرمایا: وہی خرید کر اس کو عطا کر دو کیونکہ تم میں بہترین

Marfat.com

شخص وہ ہے جو قرض اچھی طرح سے ادا کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض کو ادا کرنے کا ذکر ہے۔

٥ - بَابُ حُسْنِ التَّقَاضِي

عمدہ طریقہ سے قرض کا تقاضا کرنا

۲۳۹۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَاتَ رَجُلٌ فَقِيلَ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ؟ قَالَ كُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فَاَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوْسِرِ وَاُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَغُفِرَ لَهُ. قَالَ اَبُو مَسْعُودٍ سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک از ربعی از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص فوت ہو گیا' اس سے اس کے اعمال کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا: میں لوگوں کو چیزیں فروخت کرتا تھا تو میں مال داروں کو ادائیگی کے لیے مہلت دیا کرتا تھا اور تنگ دستوں کا قرض معاف کر دیا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں قرض ادا کرنے کا ذکر ہے۔

٦ - بَابٌ هَلْ يُعْطٰى اَكْبَرَ مِنْ سِنِّهٖ؟

کیا قرض خواہ کو اس کے اونٹ کی عمر سے بڑا اونٹ دیا جائے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو جتنی عمر کا اونٹ قرض میں دیا تھا' مقروض اس کو اس کے اونٹ سے بڑی عمر کا اونٹ واپس دے سکتا ہے۔

۲۳۹۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ بَعِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوهُ. فَقَالُوا مَا نَجِدُ اِلَّا سِنًّا اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ فَقَالَ الرَّجُلُ اَوْفَيْتَنِي اَوْفَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوهُ فَاِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ اَحْسَنَهُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے سلمہ بن کہیل نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اپنے اونٹ کا تقاضا کرنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اونٹ دے دو' صحابہ نے کہا: ہم کو صرف اس کے اونٹ سے بڑی عمر کا اونٹ ملا ہے' اس شخص نے کہا: آپ مجھے پورا پورا قرض ادا کریں' اللہ تعالیٰ آپ کو پورا پورا اجر عطا فرمائے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو وہی اونٹ دے دو' کیونکہ وہی بہترین لوگ ہیں جو قرض اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض کی ادائیگی کا ذکر ہے۔

۷ - بَابُ حُسْنِ الْقَضَاءِ

عمدگی سے قرض ادا کرنا

۲۳۹۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِنٌّ مِنَ الْاِبِلِ، فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوْهُ. فَطَلَبُوْا . فَطَلَبُوْا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُ اِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ اَعْطُوْهُ. فَقَالَ اَوْفَيْتَنِيْ وَفَى اللّٰهُ بِكَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خِيَارَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سلمہ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص عمر کا اونٹ لینا تھا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اپنے اونٹ کا تقاضا کرنے لگا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اونٹ عطا کر دو' صحابہ نے اس کی عمر کا اونٹ تلاش کیا تو ان کو نہیں ملا' مگر اس سے بڑی عمر کا اونٹ مل گیا' تو آپ نے فرمایا: اس کو وہی اونٹ دے دو' اس شخص نے کہا: آپ نے مجھے پورا پورا قرض ادا کیا ہے' اللہ آپ کو پورا پورا اجر عطا فرمائے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو بہت اچھی طرح قرض ادا کریں۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۹۴ - حَدَّثَنَا خَلَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ .قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهُ قَالَ ضُحًى، فَقَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ لِيْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا' اس وقت آپ مسجد میں تھے' مسعر نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ چاشت کا وقت تھا' آپ نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو' اور میرا آپ کے اوپر قرض تھا' آپ نے مجھے قرض ادا کیا اور مجھے زیادہ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو بھی یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں قرض کو عمدہ طریقہ سے ادا کرنے کا ذکر ہے۔

۸ - بَابٌ اِذَا قَضٰى دُوْنَ حَقِّهٖ اَوْ حَلَّلَهٗ فَهُوَ جَائِزٌ

جب مقروض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے یا قرض خواہ اپنا حق معاف کر دے تو جائز ہے

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں یہ کہا ہے کہ جب مقروض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے تو یہ جائز ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے' یہ اس وقت جائز ہے جب قرض خواہ اپنا باقی حق معاف کر دے' کیونکہ اگر قرض خواہ چاہے تو وہ اپنا تمام قرض بھی معاف کر سکتا ہے اور جب وہ تمام قرض معاف کر سکتا ہے تو بعض قرض کو بہ طریق اولیٰ معاف کر سکتا ہے۔

۲۳۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث

أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوقِهِمْ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَقْبَلُوا تَمْرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوا أَبِي فَأَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِي، وَقَالَ سَنَغْدُو عَلَيْكَ. فَغَدَا عَلَيْنَا حِينَ أَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّخْلِ وَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ، وَبَقِيَ لَنَا مِنْ تَمْرِهَا.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبردی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ان کو خبردی کہ ان کے والد غزوۂ اُحد کے دن شہید کر دیئے گئے تھے اور ان پر قرض تھا' پس قرض خواہوں نے اپنے حقوق کا شدت سے تقاضا کیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے یہ درخواست کی کہ آپ ان قرض خواہوں سے سفارش کریں کہ وہ میرے والد کے قرض میں میرے باغ کے تمام پھلوں کو قبول کرلیں اور میرے والد کا قرض معاف کر دیں' انہوں نے اس پیش کش کا انکار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو میرا باغ عطا نہیں کیا اور فرمایا: ہم کل تمہارے پاس آئیں گے' پھر آپ دوسرے دن صبح ہمارے پاس تشریف لائے' آپ نے کھجوروں کے درختوں کے گرد طواف کیا اور اس کے پھلوں میں برکت کی دعا کی' پس میں نے اُن پھلوں کو کاٹا اور ان کا پورا قرض ادا کر دیا اور ہمارے لیے پھر بھی پھل بچ گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے۔امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قرض کی ادائیگی کا ذکر ہے' نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت جابر کے باغ کے تمام پھل ان کے قرض خواہوں کے قرض میں پورے نہیں تھے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس باغ کے گرد چکر لگانے اور برکت کی دعا سے وہ پھل اس قدر زیادہ ہوگئے کہ حضرت جابر کا تمام قرض بھی ادا ہو گیا اور وہ پھل پھر بھی بچ گئے۔

۹- بَابٌ إِذَا قَاصَّ أَوْ جَازَفَهُ فِي الدَّيْنِ تَمْرًا بِتَمْرٍ أَوْ غَيْرِهِ

جس مقروض نے قرض کی ادائیگی میں اتنی ہی کھجوریں ناپ کر دیں یا اندازہ سے دیں یا کوئی اور جنس دی' تب بھی جائز ہے

۲۳۹۶- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِينَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَأَبَى أَنْ يُنْظِرَهُ، فَكَلَّمَ جَابِرٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ لِيَأْخُذَ تَمْرَ نَخْلِهِ بِالَّذِي لَهُ فَأَبَى، فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی از ہشام از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے یہ بتایا کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تھے اور ان پر ایک یہودی کا تیس وسق (سات ہزار دو سو کلوگرام) کھجوروں کا قرض تھا' حضرت جابر نے اس یہودی سے قرض کی ادائیگی میں مہلت طلب کی تو اس نے مہلت دینے سے انکار کیا' تب حضرت جابر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس یہودی سے میری

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخلَ فَمَشٰى فِيهَا، ثُمَّ قَالَ لِجَابِرٍ جُدَّ لَهُ، فَاَوْفِ لَهُ الَّذِي لَهُ. فَجَدَّهُ بَعْدَ مَا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَوْفَاهُ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا، وَفَضَلَتْ لَهُ سَبْعَةَ عَشَرَ وَسْقًا، فَجَآءَ جَابِرٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَهُ بِالَّذِي كَانَ، فَوَجَدَهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ اَخْبَرَهُ بِالْفَضْلِ، فَقَالَ اَخْبِرْ ذٰلِكَ ابْنَ الْخَطَّابِ. فَذَهَبَ جَابِرٌ اِلٰى عُمَرَ فَاَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ عَلِمْتُ حِيْنَ مَشٰى فِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُبَارَكَنَّ فِيهَا.

سفارش کریں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے اس یہودی سے سفارش کی کہ وہ حضرت جابر کے قرض میں ان کے باغ کے تمام پھل قبول کر لے' اس یہودی نے انکار کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں داخل ہوئے اور اس باغ میں چلے (یعنی درختوں کے گرد طواف کیا)' پھر حضرت جابر سے فرمایا کہ اس باغ کے پھل توڑ کر اس یہودی کا قرض ادا کرو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس جانے کے بعد میں نے اس باغ کے پھل توڑے' پس تیس وسق پورے کر دیئے اور سترہ وسق (چار ہزار اسی کلو) کھجوریں پھر بھی بچ گئیں' پھر حضرت جابر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تا کہ آپ کو خبر دیں کہ تمام قرض ادا ہو گیا اور سترہ وسق کھجوریں پھر بھی بچ گئیں' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ رہے تھے' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جابر نے آپ کو کھجوروں کے زیادہ ہو جانے کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: ابن الخطاب کو بھی اس کی خبر دو' حضرت جابر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دینے گئے تو حضرت عمر نے کہا: میں تو کھجوروں کے بڑھ جانے کو اسی وقت سمجھ گیا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درختوں کے گرد طواف کیا تھا کہ اب ضرور ان میں برکت دی جائے گی۔

اپنے کسی کمال پر اپنے محبین کو مطلع کرنا

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے فرمایا کہ تم ابن الخطاب یعنی حضرت عمر کو اس کی خبر دو' تا کہ اس معجزہ کے علم سے ان کا ایمان زیادہ ہو کہ جو کھجوریں اس قرض کی ادائیگی کے لیے بھی ناکافی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چکر لگانے کی برکت سے وہ کھجوریں قرض ادا کرنے کے بعد بھی بچ گئیں' اور حضرت عمر کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ وہ حضرت جابر کے قرض کی ادائیگی کے متعلق بے حد فکر مند تھے۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اپنا خاص کمال اپنے خاص محبین کو بتانا چاہیے تا کہ وہ خوش ہوں اور صاحب کمال سے اُن کی محبت اور عقیدت میں اضافہ ہو۔

۱۰ - بَابُ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنَ الدَّيْنِ　جس نے قرض سے پناہ طلب کی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرض سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے کیونکہ آدمی قرض اس وقت لیتا ہے جب وہ تنگ دست اور مفلس ہو اور مفلسی بھی ایک آزمائش ہے' اور جب انسان مقروض ہو جاتا ہے تو وہ قرض کو ادا کرنے کے لیے جو میعاد مقرر کرتا ہے' بعض اوقات وہ اس میعاد پر قرض ادا نہیں کر سکتا تو وعدہ خلافی ہوتی ہے' پھر وعدہ خلافی کے جواز کے لیے وہ قرض خواہ سے جھوٹے عذر تراشتا ہے اور یوں قرض کی وجہ سے وہ وعدہ خلافی کرنے اور جھوٹ بولنے کا مرتکب ہوتا ہے اور قرض کی وجہ سے وہ کئی گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض میں مبتلا ہونے سے اللہ کی پناہ طلب کی ہے۔

Marfat.com

۲۳۹۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). وَحَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي اَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي عَتِيقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلٰوةِ، وَيَقُولُ اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ. فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ، وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری (ح) اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا مانگتے تھے اور اللہ سے یوں عرض کرتے تھے: اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تو کسی کہنے والے نے ان سے کہا: یارسول اللہ! آپ قرض سے کتنی بار پناہ طلب کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص مقروض ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں قرض سے پناہ طلب کرنے کا ذکر ہے۔

معصیت کے ذرائع کو منقطع کرنا' اور قرض لینے کی فضیلت اور مذمت کی احادیث میں تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معصیت اور گناہ کے ذرائع اور اسباب کو قطع کرنا واجب ہے جیسے کسی کے ماں باپ کو گالی دینا حرام ہے کیونکہ یہ اس کے ماں باپ کو گالی دینے کا ذریعہ اور سبب ہے' اسی طرح کافروں کے جھوٹے خداؤں کو برا کہنا منع ہے کیونکہ یہ ہمارے سچے خدا کو برا کہنے کا سبب اور ذریعہ ہے' اسی طرح بغیر شرعی ضرورت کے قرض لینا منع ہے کیونکہ قرض جھوٹ بولنے اور وعدہ خلافی کا سبب اور ذریعہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث اُس حدیث کے مخالف ہے جس میں قرض لینے کی تحسین ہے اور وہ یہ ہے:

جعفر بن محمد از والد خود از حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ قرض ادا کر دے جب کہ اس نے کسی مکروہ کام کے لیے قرض نہ لیا ہو' اور حضرت عبداللہ بن جعفر' حارثہ سے کہتے تھے: جاؤ! میرے لیے قرض لو کیونکہ میں ایک رات بھی ایسی بسر کرنا نہیں چاہتا جس میں اللہ تعالیٰ میرے ساتھ نہ ہو۔

امام طبری نے کہا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ان میں سے کوئی حدیث دوسری حدیث کے مخالف نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اس وقت مقروض کے ساتھ ہوتا ہے' جب اس نے کسی مکروہ کام کے لیے قرض نہ لیا ہو اور وہ اس قرض کو ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور اس کے پاس اتنی گنجائش ہو جس سے وہ قرض ادا کر سکے' ایسے مقروض کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے اور جس قرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ طلب کی ہے' اس کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں:

(۱) جو شخص کسی مکروہ کام کو کرنے کے لیے قرض لے اور اس کے پاس اس قرض کو ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو۔

(۲) اس نے کسی مکروہ کام کے لیے تو قرض نہ لیا ہو لیکن اس کے پاس اس قرض کو واپس کرنے کے وسائل نہ ہوں تو وہ اپنے مسلمان

بھائی کے مال کو تلف کرنے والا اور ہلاک کرنے والا ہے۔

(۳) اس کے پاس اس قرض کو واپس کرنے کے وسائل ہوں لیکن اس کا عزم یہ ہو کہ وہ اس قرض کو ادا نہیں کرے گا تو وہ اپنے رب کا نافرمان ہے اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے ہر ایک قرض خواہ سے اپنے وعدہ کی مخالفت کرنے والا ہے اگر اس نے وعدہ کیا ہو۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض لیا تھا لیکن یہ وہ صورت نہیں ہے کہ جس میں کسی مکروہ کام کے لیے قرض لیا جائے۔

اور سلف صالحین قرض لیتے رہے ہیں' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس وقت بھی قرض لیا جب وہ خلیفہ تھے' پھر جب حضرت عمر زخمی ہو گئے تو انہوں نے کہا: دیکھو! مجھ پر کتنا قرض ہے؟ تو وہ اسی ہزار یا اس سے زیادہ تھا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ قرض تھا' جس کا امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں قرض سے پناہ طلب کرنے کا ذکر ہے۔

۱۱ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلٰى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا

جس مقروض نے اپنے اوپر قرض چھوڑا' اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم

اس سے پہلے باب میں قرض سے پناہ طلب کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ ہر چند کہ قرض سے پناہ طلب کرنی چاہیے لیکن مقروض ہونا کوئی معصیت نہیں ہے جو مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے منافی ہو۔

۲۳۹۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ' وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَاِلَيْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے (ترکہ میں) مال چھوڑا' وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے کسی قرض کا ذمہ چھوڑا یا اپنی اولاد کی کفالت کا ذمہ چھوڑا تو اس کو ہم ادا کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۹۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھنی چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قرض چھوڑ کر یا اولاد چھوڑ کر مر جائے اور اس کے ترکہ سے اس کے ذمہ کو ادا کرنا مشکل ہو تو سربراہ ملک اس کے ذمہ کو پورا کرے۔

۲۳۹۹ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ' عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اَوْلٰى بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ' اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی مومن ہو' میں اس کے دنیا اور آخرت کے اُمور میں اس سے زیادہ حق دار ہوں اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: نبی

Marfat.com

﴿اَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب:٦) فَاَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوْا، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضَيَاعًا فَلْيَاْتِنِيْ، فَاَنَا مَوْلَاهُ.

مؤمنین سے زیادہ ان کی جانوں پر (تصرف کا) حق دار ہے۔ (الاحزاب:٦) لہٰذا جو مؤمن فوت ہو گیا اور اس نے مال چھوڑا تو وہ مال اس کے وارثوں کا ہے خواہ وہ جو بھی ہوں اور اگر اس نے قرض یا عیال کو چھوڑا ہے تو وہ میرے ذمہ ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۲۹۸ میں گزر چکی ہے۔

"النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسهم" کی متعدد تفسیریں

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کا حکم دیں تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور جب بھی آپ کسی کام سے منع کریں تو اس سے اجتناب کرنا لازم ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے، وہ وحی غیر متلو ہے جو کہ وحی متلو کے مطابق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو کسی کام کا حکم دیں اور ان کے نفوس ان کو کسی اور کام کا حکم دیں تو ان کا نفسوں کے حکم کی اطاعت کی بجائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرنا ان کے زیادہ لائق ہے۔

مقاتل نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرنا، ان کا ایک دوسرے کے حکم کی اطاعت کرنے سے زیادہ لائق ہے۔

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ شرعی احکام کو نافذ کرنا اور حدود کو جاری کرنا عام دنیاوی احکام پر عمل کرنے کی بہ نسبت زیادہ لائق ہے کیونکہ اس میں مخلوق کی مصلحت ہے اور ان کو فساد سے دور کرنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے میں ان کے لیے پاکیزہ زندگی اور راحت ہے اور ان کے اپنے نفس کے احکام پر عمل کرنے میں ان کی ہلاکت اور بے راہ روی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مؤمنوں کے نفس کے احکام ان کو دنیا کی آگ اور مصائب سے بچاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام ان کو آخرت کی آگ اور مصائب سے بچاتے ہیں۔

اور میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے سے وہ یادِ خدا اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ہیں، ان کو دنیا میں چین اور سکون ملتا ہے اور ان کا دل مطمئن رہتا ہے اور دنیا کے لوگ ان کو عزت اور عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں، جب کہ نفس کے احکام پر عمل کرنے سے وہ فسق اور فجور میں مبتلا ہوتے ہیں اور بے چینی اور اضطراب کی آگ میں جلتے رہتے ہیں، پھر وہ سکون کی تلاش میں کبھی اپنے آپ کو شراب میں ڈبو لیتے ہیں، پھر بھی ان کو سکون نہیں ملتا اور وہ تیز سے تیز تر نشہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں، کبھی چرس اور ہیروئن کی پناہ لیتے ہیں اور کبھی نشہ کے انجکشن لگواتے ہیں اور ان کے اثراتِ بد سے طرح طرح کی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو کر زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار رہتے ہیں!

١٢ - بَابُ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ

مال دار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم ہے

٢٤٠٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، اَخِيْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام بن منبہ جو وہب بن منبہ کے بھائی ہیں، انہوں نے حضرت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال دار کا (قرض کی ادائیگی) میں تاخیر کرنا ظلم ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۷ میں گزر چکی ہے' یہ پوری حدیث اس طرح ہے کہ غنی کا تاخیر کرنا ظلم ہے اور جس مقروض کا قرض کسی مال دار کے حوالہ کیا جائے' اُسے اس کو مان لینا چاہیے۔

۱۳ - بَابٌ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ

جس کا حق ہوتا ہے' اس کو تقاضا کرنے میں سختی کی گنجائش ہوتی ہے

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوْبَتَهُ وَعِرْضَهُ. قَالَ سُفْيَانُ عِرْضَهُ يَقُوْلُ مَطَلْتَنِي' وَعُقُوْبَتُهُ الْحَبْسُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس کے پاس قرض ادا کرنے کی گنجائش ہو' اس کا تاخیر کرنا اس کی سزا اور اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے' عزت کو حلال کرنا یہ ہے کہ قرض خواہ کہے: تم مجھ سے ٹال مٹول کر رہے ہو' اور اس کی سزا اس کو قید کرنا ہے۔

تعلیق مذکور کی حدیث مذکور اور اس کی مؤید احادیث درج ذیل ہیں:

عمرو بن الشرید از والد خود از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس شخص کے پاس قرض کو ادا کرنے کی گنجائش ہو اور وہ ادائیگی میں تاخیر کرے تو یہ اس کی عزت (کی خرابی) کو اور اس کی سزا کو جائز کر دیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۲۸' سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۷' سنن نسائی: ۴۷۰۳)

عبداللہ بن مبارک نے کہا: عزت کو حلال کرنے کا معنی ہے: اس کو سختی کے ساتھ ڈانٹا جائے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے۔

اہل بادیہ میں سے ایک شخص اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے ایک مقروض کو لے کر آیا' آپ نے فرمایا: اس کو اپنی گرفت میں رکھو' پھر آپ نے فرمایا: اے بنو تمیم کے بھائی! تم اپنے قیدی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟ (سنن ابوداؤد: ۳۶۲۹' سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۸)

بہز بن حکیم اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اس پر ایک تہمت کی وجہ سے قید کر لیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۳۰' سنن ترمذی: ۱۴۱۷' سنن نسائی: ۴۸۹۰)

ان احادیث میں قیدی کو سختی کے ساتھ ڈانٹنے اور اس کو قید کرنے کا ثبوت ہے اور نادہندہ مقروض پر سختی کرنے کا ثبوت ہے۔

۲٤۰۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ شُعْبَةَ' عَنْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يَتَقَاضَاهُ فَاَغْلَظَ لَهُ' فَهَمَّ بِهِ اَصْحَابُهُ' فَقَالَ دَعُوْهُ' فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور اس نے سختی سے بات کی تو آپ کے اصحاب نے اس (کو مارنے یا ڈانٹنے) کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' کیونکہ جس کا حق ہوتا ہے' اس کو سختی سے بات کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سختی کے ساتھ قرض کا تقاضا کرنا جائز ہے۔

مال دار مقروض کی مذمت اور اس کو قید کرنے کا جواز اور مفلس مقروض کو مہلت دینے کا وجوب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب کسی مال دار مقروض نے قرض ادا کرنے میں تاخیر کی تو اس نے ظلم کیا اور ظلم حرام ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ اصبغ اور سحنون نے کہا: جو شخص قرض ادا کرنے میں تاخیر کرے' اس کی شہادت جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ظالم فرمایا ہے' اور دوسرے علماء کے نزدیک اس شخص کی عدالت ساقط نہیں ہوتی' ہاں! اگر وہ قرض میں زیادہ تاخیر کرتا ہو اور یہ اس کا غالب عمل ہو' پھر اس کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

مال دار ظالم کی قرض میں ادائیگی پر مذمت کے جواز میں بعض علماء نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ. (النساء:۱۴۸)

اللہ تعالیٰ بہ آوازِ بلند بُری بات کہنے کو ناپسند فرماتا ہے سوائے مظلوم (کی بات) کے۔

یہ آیت اس شخص کے متعلق نازل ہوئی تھی' جس نے کسی کی ضیافت (دعوت) کرنے سے منع کر دیا تھا تو اس کے لیے مباح کیا گیا کہ وہ ضیافت سے منع کرنے والے کو "لئیم" (ملامت کیا ہوا) کہے۔

اور اس کو قید کرنے کی سزا کا جواز یہ ہے کہ جب اس شخص کے لیے مال متوقع ہو یا قرض کی ادائیگی کے برابر مال کی اُمید ہو تو اس وقت اس کو قید کیا جائے گا' اور اگر مقروض کی غربت اور اس کا افلاس ثابت ہو تو پھر اس کو مہلت دینا واجب ہے اور اس کو قید نہیں کیا جائے گا کیونکہ قید کرنے کی علت اب زائل ہو چکی ہے اور اس کی علت ہے: قرض ادا کرنے پر قادر ہونا'

اس میں اختلاف ہے کہ جب کسی مقروض شخص کا مفلس ہونا ثابت ہو جائے اور قاضی یہ حکم دے کہ اس کو قید سے نکال دیا جائے تو کیا اس کی رہائی کے بعد قرض خواہ پر یہ لازم ہے کہ اس کے ساتھ رہے' امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کے قرض خواہوں کا اس کے ساتھ رہنا لازم نہیں ہے اور جب تک اس مقروض کے پاس دوبارہ مال نہ آ جائے' اس وقت تک وہ اس کے درپے نہ ہو' اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ قاضی قرض خواہوں کو اس کے ساتھ لازم رہنے سے منع نہ کرے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مال دار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم ہے' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو مال دار نہ ہو' اس کی تاخیر ظلم نہیں ہے۔ فلہٰذا غریب اور مفلس سے قرض کا مطالبہ بھی نہ کیا جائے اور جب مطالبہ اس سے ساقط ہو گیا تو اس کو قید کرنا اور اس کے ساتھ لازم رہنا بھی ساقط ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۴ - بَابُ اِذَا وَجَدَ مَالَهٗ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيْعَةِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ

جب کسی شخص کو اپنا مال بعینہٖ اس شخص کے پاس مل جائے جس کو بیع' قرض اور امانت میں دیوالیا قرار دیا گیا ہو تو وہ دوسروں کی بہ نسبت اپنے مال کا زیادہ حق دار ہے

بیع کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو کسی آدمی نے کوئی چیز فروخت کی' پھر اس آدمی کو عدالت نے دیوالیا قرار دے دیا اور اس شخص کا

سامان نیلام کیا جا رہا ہو اور اس شخص کو اپنی فروخت کی ہوئی چیز بعینہ اس خریدار کے سامان میں مل جائے تو وہ دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اپنی چیز کا زیادہ حق دار ہے' قرض کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو کسی آدمی نے کوئی چیز قرض دی اور دیوالیہ قرار دیئے جانے کی وجہ سے اس مقروض کا سامان نیلام ہو رہا ہو اور اس سامان میں قرض خواہ کو اپنی چیز بعینہ مل جائے تو دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اپنی اس چیز کا قرض دینے والا زیادہ حق دار ہے' اسی طرح اگر اس نے اس شخص کے پاس نیلامی کے وقت اپنی چیز بعینہ دیکھ لی تو دوسروں کی بہ نسبت اپنی اس چیز کا وہ زیادہ حق دار ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ اِذَا اَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ وَلَا بَيْعُهُ وَلَا شِرَاؤُهُ.

اور حسن بصری نے کہا ہے کہ جب کسی شخص کو دیوالیا قرار دیا گیا تو یہ ظاہر ہو گیا کہ اس شخص کا آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا فروخت کرنا اور نہ اس کا خریدنا جائز ہے۔

اس شخص کے تصرفات کے غیر مؤثر ہونے کے لیے یہ قید ہے کہ حاکم کے سامنے اس کو دیوالیا قرار دیا گیا ہو' اس قید کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک حاکم کے سامنے اس کو دیوالیا نہیں قرار دیا گیا تو اس کے آزاد کرنے اور خرید و فروخت کرنے کے تمام تصرفات جائز ہوں گے اور جب حاکم نے اس کو دیوالیا قرار دے دیا ہو تو پھر اس کے تصرفات کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ابراہیم نخعی کے نزدیک جس کے تصرفات پر پابندی ہو' اس کا فروخت کرنا اور خریدنا جائز ہے اور اکثر علماء کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے ماسوا بیع الوفاء کے اور بعض کے نزدیک اس کے تصرفات موقوف ہیں' امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے' اس کے اقرار میں اختلاف ہے اور جمہور کے نزدیک اس کا اقرار مقبول ہے۔

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَضَى عُثْمَانُ مَنِ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ اَنْ يُّفْلِسَ فَهُوَ لَهٗ' وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهٗ بِعَيْنِهٖ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ.

اور سعید بن المسیب نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ جس شخص نے کسی آدمی کے دیوالیا قرار دیئے جانے سے پہلے اپنا حق طلب کر لیا تو وہ اس کو ملے گا اور جس نے (نیلامی کے وقت) اپنے سامان کو بعینہ پہچان لیا تو وہ اس کا حق دار ہے۔

حضرت عثمان کے اس فیصلہ کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کا کسی دوسرے پر حق ہو اور وہ اپنے حق کو اس سے پہلے وصول کر لے جب حاکم اس کو دیوالیا قرار دے تو یہ جائز ہے اور خاص اس چیز کے متعلق دوسرے قرض خواہ اس سے تعرض نہیں کر سکتے بلکہ جو بھی اس کے اوپر اپنا حق ثابت کرے گا' وہ اس سے دلیل کا مطالبہ کرے گا' اس کے برخلاف جب کسی نے اس کے پاس اپنا سامان بعینہ پالیا تو وہ دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اپنی چیز کا زیادہ حق دار ہو گا۔ اس تعلیق کو امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۴۰۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے خبر دی کہ عمر بن عبد العزیز نے ان کو خبر دی کہ ابوبکر بن عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے

وَسَلَّمَ، اَوْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَدْرَكَ مَالَهٗ بِعَيْنِهٖ عِنْدَ رَجُلٍ، اَوْ اِنْسَانٍ، قَدْ اَفْلَسَ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنْ غَيْرِهٖ.

ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یا انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی ایسے آدمی کے پاس اپنے مال کو بعینہٖ پایا جس کو دیوالیا قرار دیا گیا تھا تو وہ اپنے مال کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۵۹، الرقم المسلسل: ۳۸۷۸، سنن ابوداؤد: ۳۵۲۰-۳۵۱۹، سنن ترمذی: ۱۲۶۲، سنن نسائی: ۴۶۷۶، سنن ابن ماجہ: ۲۳۵۹-۲۳۵۸، مسند ابویعلیٰ: ۶۴۷۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۱۶۱-۱۵۱۶۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۰۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج۶ ص ۳۶-۳۵، ج ۱۴ ص ۲۷۶-۲۷۵، صحیح ابن حبان: ۵۰۳۷-۵۰۳۶، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۳۰-۲۹، سنن بیہقی ج۶ ص ۴۵-۴۴، شرح السنۃ: ۲۱۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۸، مسند احمد: ۷۱۲۴، ج ۱۲ ص ۲۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس، یہ احمد بن عبداللہ بن یونس التمیمی الیربوعی ہیں (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم (۵) عمر بن عبدالعزیز بن مروان الخلیفۃ العادل القرشی الاموی (۶) ابوبکر بن عبدالرحمان، یہ بہت زیادہ نمازیں پڑھتے تھے، اس لیے ان کو راہب قریش کہا جاتا تھا (۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۳۳)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت صرف بیع کے ذکر میں ہے، کیونکہ اس باب کی اکثر احادیث بیع کے متعلق وارد ہیں، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے: جس کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ جب کسی شخص نے کوئی سودا خریدا، پھر اس کو دیوالیا قرار دے دیا گیا اور وہ چیز بعینہٖ اس کے پاس ہے تو وہ دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اس چیز کا زیادہ حق دار ہے۔ اور امام مالک نے یہ مرسل روایت کی ہے کہ جس شخص نے کوئی سودا فروخت کیا اور اس خریدار کو دیوالیا قرار دے دیا گیا اور بائع نے ابھی تک اس کی قیمت پر قبضہ نہیں کیا اور اس شخص نے وہ چیز بعینہٖ پالی تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے، لیکن امام بخاری نے جس حدیث کی روایت کی ہے اس میں بیع کا ذکر نہیں ہے، اس لیے حدیث مذکور باب کے مطابق نہیں ہے۔

جب دیوالیا قرار دیئے جانے والے کے پاس کسی کی چیز بعینہٖ موجود ہو تو وہ اس کو واپس لینے کا دوسروں سے زیادہ حق دار ہے، اس قاعدہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے یہ روایت ہے کہ جب خریدار کو دیوالیا قرار دیا جائے اور بائع (فروخت کرنے والے) نے اس کے پاس اپنا سامان بعینہٖ پایا تو وہ اس سامان کو لینے کے لیے دوسرے قرض خواہوں سے زیادہ مستحق ہے اور یہی عروہ بن الزبیر کا قول ہے، امام مالک، اوزاعی، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی موقف ہے اور ان کا استدلال اسی باب کی حدیث سے ہے۔

ابراہیم نخعی اور حسن بصری سے یہ روایت ہے کہ بائع اس مسئلہ میں دیگر قرض خواہوں کے مساوی ہے، اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے، اور دیوالیے والی حدیث کو انہوں نے قیاس سے مسترد کر دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ خریدا ہوا سامان خریدار کا مال ہے اور اس کی قیمت اس کے ذمہ ہے اور جس شخص نے کسی چیز کو فروخت کیا، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس چیز کو روک کے رکھے

حتیٰ کہ خریدار اس کی قیمت ادا کرے' جس طرح رہن رکھنے والے کے لیے یہ جائز ہے کہ جس چیز کو رہن رکھا گیا ہے' وہ اس کو اس وقت تک روکے رکھے حتیٰ کہ وہ رہن رکھنے والے سے اپنی رقم وصول کر لے' پھر جب رہن رکھنے والا مرہون چیز رہن رکھوانے والے کو سونپ دے تو اب رہن رکھنے والے کے لیے اس چیز کو روکے رکھنا جائز نہیں ہے' اسی طرح جب بائع فروخت شدہ چیز سے اپنا قبضہ ختم کر دے اور وہ چیز خریدار کو سونپ دے تو اب وہ چیز بائع کی ضمان سے نکل کر خریدار کی ضمان میں آ گئی۔

اور سنت ان میں سے ہر ایک کے قول سے مستغنی ہے اور اس میں قیاس اور نظر کا کوئی دخل نہیں ہے' قیاس اور نظر کا اس میں اس وقت دخل ہوتا جب یہاں سنت نہ ہوتی لیکن جب یہاں سنت موجود ہے تو وہ اپنے مخالفین پر حجت ہے' نیز جب بائع کا حق بعینہٖ چیز سے ذمہ کی طرف منتقل ہو گیا اور خریدار کے دیوالیہ ہونے کی وجہ سے اس کا اس چیز پر قبضہ متعذر اور مشکل ہو گیا تو واجب ہے کہ اس کا رجوع بعینہٖ اس چیز کی طرف ہو جب کہ وہ چیز باقی ہو۔

اگر فقہاء کوفہ یہ کہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو ارشاد ہے: پس وہ اس چیز کا زیادہ حق دار ہے' یہ امانت رکھوانے والے اور قرض دینے والے پر محمول ہے نہ کہ بائع پر' تو کہا جائے گا کہ یہ جواب فاسد ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صاحب متاع (سامان والے) کو یہ حق دیا ہے کہ جب اس کی چیز دیوالیا کے پاس بعینہٖ موجود ہو تو وہ اس چیز کو واپس لے سکتا ہے اور امانت رکھوانے والا اپنے مال کا زیادہ حق دار ہے خواہ وہ مال اپنی صفت پر قائم ہو یا اس کی صفت متغیر ہو چکی ہو' پس اس حدیث کو امانت رکھوانے پر محمول کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث کو بائع پر محمول کرنا واجب ہے کیونکہ جب بائع اپنے مال کو اسی صفت پر بعینہٖ موجود پائے گا اور اس میں کوئی تغیر نہیں ہو گا تو وہ اپنے مال کی طرف رجوع کرے گا اور جب اس کا مال متغیر ہو جائے گا تو پھر وہ اس کی طرف رجوع نہیں کرے گا۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۳۲-۴۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

بائع کو دیگر قرض خواہوں کے مساوی قرار دینے میں امام ابوحنیفہ منفرد نہیں ہیں بلکہ دوسرے فقہاء کا بھی یہی مؤقف ہے

علامہ ابن بطال نے یہ تاثر دیا ہے کہ صرف فقہاء احناف کا یہ مذہب ہے کہ جب دیوالیا قرار دیئے جانے والے کے پاس کسی کی چیز بعینہٖ موجود ہو تو اس کو واپس لینے والوں میں بائع شامل نہیں ہے اور یہ مؤقف حدیث کے خلاف ہے' پہلے ہم یہ واضح کریں گے کہ یہ مؤقف صرف امام ابوحنیفہ کا نہیں ہے بلکہ دوسرے فقہاء بھی اس میں شریک ہیں' پھر ہم یہ بتلائیں گے کہ یہ مؤقف حدیث کے موافق ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابراہیم النخعی' حسن بصری' شعبی اور ایک روایت کے مطابق وکیع بن الجراح' اور عبداللہ بن شبرمہ قاضیٔ کوفہ' اور امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام زفر' ان سب کا یہ مذہب ہے کہ سامان فروخت کرنے والا یعنی بائع اپنی چیز خریدار سے وصول کرنے میں دیگر قرض خواہوں کے مساوی ہے اور عمر بن عبدالعزیز سے یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ جس شخص نے اپنے سامان کی قیمت طلب کی' پھر خریدار کو دیوالیا قرار دے دیا گیا تو وہ بائع اور دیگر قرض خواہ اس مطالبہ میں مساوی ہیں اور یہ زہری کا قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے' جس طرح ان فقہاء کرام کا مؤقف ہے اور قتادہ نے از خلاس بن عمرو از حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب وہ چیز دیوالیا قرار دیئے جانے والے کے پاس بعینہٖ موجود ہو تو بائع اس چیز کو مشتری سے لینے میں دیگر قرض خواہوں کی مثل یا ان کے مساوی ہے اور اس تصریح سے علامہ ابن المنذر کے اس قول کا رد ہو جاتا ہے کہ ہمارے علم کے مطابق حضرت

Marfat.com

عثمان کا اس موقف میں صحابہ میں سے کوئی مخالف نہیں ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول اس باب کے اوائل میں گزر چکا ہے۔ اور سفیان ثوری نے از مغیرہ از ابراہیم روایت کی ہے کہ بائع اور دیگر قرض خواہ شرعاً مساوی ہیں اور شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ اس نے بعینہٖ اپنا مال پایا ہے تو شعبی نے کہا: دیگر قرض خواہوں کے بغیر تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۳۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

محل نزاع کا تعین اور امام ابوحنیفہ پر حدیث کی مخالفت کا جواب

امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی شخص مثلاً زید کے پاس کسی نے امانت رکھوائی یا کسی اور نے اس کو عاریۃً کوئی چیز دی یا اس نے کسی کو کوئی چیز فروخت کی' خریدار نے اس چیز پر ابھی قبضہ نہیں کیا اور وہ چیز بائع یعنی زید کے پاس بعینہٖ موجود ہے' اسی طرح امانت اور عاریت بھی اس کے پاس بعینہٖ موجود ہے اور اس اثناء میں عدالت نے زید کو دیوالیہ قرار دے دیا اور اس کے تمام مال ومتاع کو نیلام کرنے کا حکم دے دیا تو جن لوگوں کی چیزیں اس کے پاس بعینہٖ موجود ہیں' وہ نیلام میں شامل نہیں ہوں گی اور ان لوگوں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ بائع سے اپنی وہ چیز وصول کر لیں اور اس کا باقی مال ومتاع نیلام کر دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے کہ بائع دیگر قرض خواہوں کے مساوی ہے' اس کے برخلاف امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ بائع کو اپنا حق وصول کرنے میں دیگر قرض خواہوں پر ترجیح ہوگی جیسا کہ علامہ ابن بطال نے لکھا ہے' نیز علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول حدیث کے خلاف ہے اور انہوں نے اپنے قیاس سے حدیث کو مسترد کیا ہے' ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو مسترد کرنا تب لازم آتا کہ حدیث میں بائع کو ترجیح دینے کا ذکر ہوتا اور امام ابوحنیفہ فرماتے کہ بائع کو اس کا حق نہیں ملے گا' اس بحث کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس حدیث پر ایک بار پھر نظر ڈال لی جائے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی ایسے آدمی کے پاس اپنا مال بعینہٖ پایا جس کو دیوالیہ قرار دیا گیا تھا تو وہ اپنے مال کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۲۴۰۲)

اس حدیث کے متن میں سرے سے بائع کا ذکر ہی نہیں ہے' چہ جائیکہ بائع کو دوسرے قرض خواہوں پر ترجیح دینے کا ذکر ہو' پھر اگر امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ بائع دوسرے قرض خواہوں کے مساوی ہے یعنی جس نے بھی مقروض کے مال ومتاع کی نیلامی سے پہلے اس کے پاس اپنے مال کو بعینہٖ موجود پایا تو اس کو نیلام میں شامل نہیں کیا جائے گا اور دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اس کو اپنا بعینہٖ مال وصول کرنے کا حق ہوگا' خواہ وہ بائع ہو یا امانت رکھوانے والا ہو یا کوئی چیز عاریۃً دینے والا ہو' تو امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی ہرگز مخالفت نہیں کی بلکہ ان کا قول حدیث کے عموم کے موافق ہے کیونکہ حدیث میں بر سبیل عموم یہ تصریح ہے کہ جس شخص نے کسی ایسے آدمی کے پاس اپنا مال بعینہٖ پایا جس کو دیوالیہ قرار دیا گیا تھا تو وہ اپنے مال کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوگا۔ اس حدیث میں اس شخص کی تعیین نہیں کی گئی' وہ شخص بائع بھی ہو سکتا ہے' امانت رکھوانے والا بھی ہو سکتا ہے اور وہ شخص بھی ہو سکتا ہے جس کی کوئی چیز غصب کر لی گئی تھی اور وہ چیز بعینہٖ اس کے پاس پائی گئی جس کو دیوالیہ قرار دیا ہے' اس حدیث میں عموم ہے اور اس عموم کے موافق امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ بائع اس حکم میں دوسرے قرض خواہوں کی مثل یا ان کے مساوی ہے' حدیث کی مخالفت تو امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ نے کی ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ بائع کو دوسرے قرض خواہوں پر ترجیح ہے جب کہ اس حدیث کے متن میں سرے سے بائع کا ذکر ہی نہیں ہے۔

Marfat.com

امام ابوجعفر طحاوی کی حدیث مذکور کی تقریر

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے بھی اس اعتراض کا یہی جواب دیا ہے' وہ فرماتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: پس اس شخص نے اپنے مال کو بعینہ پالیا۔ اور اس کا مال بعینہ مال مغصوب پر اور عاریۃً دیئے ہوئے مال پر اور امانت پر بھی صادق آتا ہے' سو یہ لوگ اس مال کو لینے میں باقی قرض خواہوں سے زیادہ حق دار ہیں اور اس کی تائید میں یہ احادیث ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا کوئی سامان چوری ہو گیا ہو یا اس کا کوئی سامان ضائع ہو گیا ہو اور وہ بعینہ اس سامان کو کسی شخص کے قبضہ میں پائے تو وہ اس سامان کا زیادہ حق دار ہے اور جس نے یہ سامان کسی سے خریدا ہے' وہ اپنی قیمت کو بائع سے طلب کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۳۱' مسند احمد ج ۵ ص ۱۳' شرح معانی الآثار: ۶۰۴۱)

ابوبکر بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سامان کے متعلق فیصلہ فرمایا جس کو کسی شخص نے خریدا' پھر اس خریدار کو دیوالیا قرار دیا گیا اور وہ سامان بعینہ بائع کے پاس موجود تھا اور خریدار نے اس کی قیمت سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بائع بھی دیگر قرض خواہوں کی مثل یا ان کے مساوی ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۶۴۰۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بعینہ اس حدیث کے مطابق ہے۔

ابوبکر بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کوئی سامان خریدا' پھر اس خریدار کو دیوالیا قرار دے دیا گیا اور بائع نے ابھی اس سے بالکل قیمت وصول نہیں کی تھی' پھر بائع نے اپنے مال کو بعینہ پالیا تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے پس اگر خریدار مر گیا تو بائع دیگر قرض خواہوں کی مثل ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۲۲-۳۵۲۰' موطأ امام مالک: کتاب البیوع: ۸۷' شرح معانی الآثار: ۶۰۴۳)

امام ابوحنیفہ کا قول اس حدیث کے بالکل مطابق ہے۔

ہم نے شروع میں ذکر کیا تھا کہ جب مقروض کو دیوالیا قرار دیا جائے تو تمام قرض خواہوں کی رقم میں اسی تناسب سے کمی ہو جائے گی' اس کی مثال درج ذیل ہے:

زید کے پاس کسی نے ۸۰۰ روپے کی چیز رہن (گروی) رکھوائی تھی' دوسرے شخص نے اس کے پاس ۶۰۰ روپے کی چیز امانت رکھوائی تھی' تیسرے شخص نے اس کو ۴۰۰ روپے کی چیز عاریتاً دی تھی' اب زید کو عدالت نے دیوالیہ قرار دے کر اس کے سامان کی نیلامی کا حکم دیا' جب اس کے تمام اثاثوں کو نیلام کیا گیا تو ایک ہزار (۱۰۰۰) روپیہ حاصل ہوا' اب یہ ایک ہزار روپے' رہن رکھوانے والے' امانت رکھوانے والے اور عاریتاً چیز رکھوانے والے کے درمیان اس طرح تقسیم کیے جائیں گے کہ سب کو اپنے حصہ کی رقم کا نقصان جمیع نقصان کی اوسط سے برداشت کرنا پڑے' اس کی صورت یہ ہے:

نیلامی کے بعد حاصل شدہ رقم کو (جو ایک ہزار روپے ہے) رہن رکھوانے والے' امانت رکھوانے والے اور عاریتاً رکھوانے والے کی کل رقم (جو ۱۸۰۰ روپے ہے) سے تقسیم کیا جائے گا' جو حاصل آئے گا اس کو ہر ایک کی رقم سے ضرب دیا جائے گا' یہ وہ رقم ہو گی جو ہر ایک کو اس کی اصل رقم کے عوض میں ملے گی' چنانچہ:

نیلامی کے بعد حاصل شدہ رقم ۱۰۰۰ روپے کو کل رقم ۱۸۰۰ روپے سے تقسیم کیا گیا تو حاصل تقسیم 0.555 ہوا۔

Marfat.com

رہن رکھوانے والا

.555 حاصل تقسیم کو رہن رکھوانے والے کی اصل رقم ۸۰۰ سے ضرب دیا گیا' حاصل ضرب ۴۴۴ روپے ۴۴ پیسے' یہ وہ رقم ہے جو اس کو اس کی اصل رقم ۸۰۰ کے بدلہ میں ملے گی۔

امانت رکھوانے والا

.555 حاصل تقسیم کو امانت رکھوانے والے کی اصل رقم ۶۰۰ روپے سے ضرب دیا گیا' حاصل ضرب ۳۳۳ روپے ۳۳ پیسے' یہ وہ رقم ہے جو امانتاً چیز رکھوانے والے کو اس کی اصل رقم کے بدلہ میں ملے گی۔

عاریۃً رکھوانے والا

.555 حاصل تقسیم کو عاریۃً رکھوانے والے کی اصل رقم ۴۰۰ روپے سے ضرب دیا گیا' حاصل ضرب ۲۲۲ روپے ۲۲ پیسے' یہ وہ رقم ہے جو عاریۃً رکھوانے والے کو اس کے اصل مال کے بدلہ میں ملے گی۔

۱۵ - بَابُ مَنْ اَخَّرَ الْغَرِيْمَ اِلَى الْغَدِ اَوْ نَحْوِهٖ' وَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ مَطْلًا

جس شخص نے قرض خواہ کو کل یا پرسوں تک کہا اور اس کو تاخیر نہیں قرار دیا

وَقَالَ جَابِرٌ اِشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِىْ حُقُوْقِهِمْ فِىْ دَيْنِ اَبِىْ' فَسَاَلَهُمُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِىْ فَاَبَوْا' فَلَمْ يُعْطِهِمُ الْحَائِطَ' وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ' وَقَالَ سَاَغْدُوْ عَلَيْكَ غَدًا. فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ اَصْبَحَ' فَدَعَا فِىْ ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ' فَقَضَيْتُهُمْ.

اور حضرت جابر رضی اللہ نے کہا: میرے والد کے قرض میں قرض خواہوں نے اپنے قرض کا شدت سے مطالبہ کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ وہ اپنے قرض کے عوض میرے باغ کے پھلوں کو قبول کر لیں' سو انہوں نے انکار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو باغ نہیں دیا اور نہ اس کے پھل توڑنے کا حکم دیا اور فرمایا: میں تمہارے پاس کل آؤں گا' پھر دوسری صبح کو آپ ہمارے پاس تشریف لائے' تشریف لائے' پھر آپ نے باغ کے پھلوں میں برکت کی دعا کی تو میں نے ان کا قرض ادا کر دیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۳۹۶۔۲۳۹۵ میں گزر چکی ہے اور ان کی مفصل شرح وہیں پر کر دی گئی ہے۔امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: میں کل آؤں گا۔

۱۶ - بَابُ مَنْ بَاعَ مَالَ الْمُفْلِسِ اَوِ الْمُعْدِمِ' فَقَسَمَهٗ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ' اَوْ اَعْطَاهُ حَتّٰى يُنْفِقَ عَلٰى نَفْسِهٖ

جس نے دیوالیا یا محتاج کے مال کو فروخت کر کے قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا یا وہ مال خود اسی کو دے دیا تھا کہ وہ اس مال کو اپنی ذات پر خرچ کرے

۲۴۰۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ اَبِىْ رَبَاحٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَعْتَقَ رَجُلٌ غُلَامًا لَهٗ عَنْ دُبُرٍ' فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن ابی رباح نے حدیث بیان کی از حضرت جابر

Marfat.com

وَسَلَّمَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، فَأَخَذَ ثَمَنَهُ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ.

بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا یعنی اس سے کہا: تم میری موت کے بعد آزاد ہو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس غلام کو حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خرید لیا' آپ نے اس کی قیمت وصول کر کے اس شخص کو دے دی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس محتاج کا کل سرمایہ صرف وہی غلام تھا اور اس نے اپنی موت کے بعد اس کو آزاد کرنے کا اعلان کر دیا تھا' اس سے اس کے وارثوں کی حق تلفی ہوتی تھی' اس لیے آپ نے اس کی زندگی میں ہی اس غلام کو فروخت کر دیا' گویا اس شخص کا اس غلام کو مدبر کرنا صحیح نہیں تھا۔

۱۷ - بَابٌ إِذَا أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى' أَوْ أَجَّلَهُ فِي الْبَيْعِ
جس کسی نے مدتِ معین کے وعدہ پر قرض دیا یا مدتِ معین کے اُدھار پر کسی چیز کو فروخت کیا (تو یہ جائز ہے)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں: اس عنوان میں جو پہلا مسئلہ مذکور ہے' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص نے کسی آدمی کو چند دینار یا دراہم قرض دیئے یا ایسی چیز قرض دی جس کو ناپ کر یا تول کر فروخت کیا جاتا ہے یا اس کے سوا کوئی چیز نقد فروخت کی' پھر اس نے اس چیز کی قیمت کو ایک مدت تک مؤخر کر دیا' پھر اس نے اس سے رجوع کا ارادہ کیا اور اس چیز کی قیمت قرض کی مدت پوری ہونے سے پہلے وصول کرنی چاہی تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے' کیونکہ قیمت کی وصولی کو مؤخر کرنے سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ارادہ کیا جاتا ہے اور یہ تقرب کی نیت کو بدلنا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ خواہ قرض مدتِ معینہ تک ہو یا غیر معینہ مدت تک' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ جب چاہے قرض وصول کر لے' اسی طرح عاریت کو بھی' اور ان کے نزدیک قرض کی ادائیگی میں تاخیر جائز نہیں ہے اور غصب شدہ چیز کی ادائیگی میں تاخیر جائز ہے اور تلف کی ہوئی چیز کی ادائیگی میں بھی تاخیر جائز ہے۔

امام شافعی کے نزدیک جب اس نے قرض کی ادائیگی کو مؤخر کر دیا تو وہ اس میں جب چاہے رجوع کر سکتا ہے' اسی طرح عاریت وغیرہ کا حکم ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ وعدہ کے باب سے ہے۔

امام مالک کے نزدیک قرض کو مدتِ معینہ پر ادا کرنا لازم ہے اور عاریت وغیرہ ان کے نزدیک عرف پر محمول ہے' ان کے نزدیک یہ تمام چیزیں ان نیک اعمال سے ہیں جن کو اس نے اپنے نفس پر واجب کر لیا ہے' اس لیے ان کو پورا کرنا لازم ہے' کیونکہ جو قرض مدتِ معینہ کے لیے ہو' ان کے نزدیک اس میں تاخیر کرنا یا مدت پوری ہونے سے پہلے اس قرض کا تقاضا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر یہ جائز ہو تو مدت کا معین کرنا اور اس کو ترک کرنا دونوں برابر ہوں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے لکھا ہے کہ اس عنوان کے تحت دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مدتِ معینہ کے لیے کسی کو قرض دینا جائز ہے یا مدتِ معینہ تک اُدھار بیع کرنا جائز ہے اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْقَرْضِ إِلَى أَجَلٍ لَا بَأْسَ بِهِ، وَإِنْ أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِنْ دَرَاهِمِهِ، مَا لَمْ يَشْتَرِطْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مدتِ معینہ تک قرض دینے میں کوئی حرج نہیں، خواہ بغیر شرط کے اس کے دراہم سے افضل دراہم دے۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حسب ذیل روایت ہے:

ابن ابی زائدہ نے زکریا سے روایت کی کہ میں نے عامر سے پوچھا: ایک آدمی قرض طلب کرتا ہے، پس جب وہ اس کو ادا کرتا ہے تو اس سے بہتر ادا کرتا ہے، انہوں نے کہا: جب تک وہ بہتر ادائیگی کی شرط نہ لگائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۵۶- ج ۴ ص ۵۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ هُوَ إِلَى أَجَلِهِ فِي الْقَرْضِ.

اور عطاء اور عمرو بن دینار نے کہا: قرض میں وہ اس کی مدت تک ہے۔

اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے ابن جریج سے ان دونوں کی سند موصول سے روایت کیا ہے، علامہ ابن التین نے کہا: امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب نہیں ہے، ان کا مذہب یہ ہے کہ ہر کاروباری قرض میں مدت کا تعین صحیح ہے اور نجی قرض میں مدت کا تعین صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ کاروباری اُدھار کے لیے عموماً دَین کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور نجی اُدھار کے لیے عموماً قرض کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اور یہ جو کہا ہے کہ قرض میں مدت کا تعین صحیح نہیں ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً سو روپیہ قرض دینے والا یہ کہے کہ مجھے فلاں تاریخ کو سو روپے واپس دینا تو یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ ربٰو النسیئۃ ہو جائے گا اور اگر قرض لینے والا یہ کہے کہ میں فلاں تاریخ کو سو روپیہ ادا کروں گا تو اس کی طرف سے مدت کا تعین کرنا جائز ہے۔

۲۴۰۴- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل کے دوسرے شخص سے کہا کہ وہ اس کو قرض دے تو اس نے اس کو مدتِ معینہ کے لیے قرض دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں مدتِ معینہ تک قرض کا ذکر ہے۔

۱۸- بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي وَضْعِ الدَّيْنِ — قرض (وصول کرنے میں) کمی کی سفارش کرنا

یعنی جو شخص تنگ دست ہو اور وہ پورا قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے قرض میں کمی کی سفارش کرنا جائز ہے۔

۲۴۰۵- حَدَّثَنَا مُوسٰى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أُصِيبَ عَبْدُ اللّٰهِ وَتَرَكَ عِيَالًا وَّدَيْنًا، فَطَلَبْتُ إِلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ از عامر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ (ان کے والد)

Marfat.com

اَصْحَابَ الدَّيْنِ اَنْ يَضَعُوْا بَعْضًا مِّنْ دَيْنِهٖ فَاَبَوْا' فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَشْفَعْتُ بِهٖ عَلَيْهِمْ فَاَبَوْا' فَقَالَ صَنِّفْ تَمْرَكَ كُلَّ شَيْءٍ مِّنْهُ عَلٰى حِدَتِهٖ' عِذْقَ ابْنِ زَيْدٍ عَلٰى حِدَةٍ' وَاللِّيْنَ عَلٰى حِدَةٍ' وَالْعَجْوَةَ عَلٰى حِدَةٍ' ثُمَّ اَحْضِرْهُمْ حَتّٰى اٰتِيَكَ' فَفَعَلْتُ' ثُمَّ جَآءَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ عَلَيْهِ' وَقَالَ لِكُلِّ رَجُلٍ حَتّٰى اسْتَوْفٰى' وَبَقِيَ التَّمْرُ كَمَا هُوَ' كَاَنَّهٗ لَمْ يُمَسَّ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور انہوں نے اولاد اور قرض چھوڑا' پس میں نے قرض خواہوں سے یہ کہا کہ وہ اپنے قرض سے کچھ کم کر دیں' سو انہوں نے انکار کیا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ ان سے قرض میں کچھ کمی کرنے کی سفارش کریں (آپ نے سفارش کی) انہوں نے پھر انکار کیا تو آپ نے فرمایا: تم کھجور کی تمام قسموں کو الگ الگ کر کے ڈھیریاں بناؤ' عذق ابن زید الگ کر دو' لین الگ کر دو اور عجوہ الگ کر دو (یہ سب عمدہ قسم کی کھجوروں کے نام ہیں)' پھر ان قرض خواہوں کو بلاؤ حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آؤں' سو میں نے ایسا ہی کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر ان کھجوروں پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے ہر شخص سے کہا' حتیٰ کہ اس نے اپنا پورا قرض وصول کر لیا اور کھجوریں اسی طرح باقی رہیں' گویا کہ کسی نے ان کو چھوا تک نہیں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض میں کمی کرنے کی سفارش کرنے کا ذکر ہے۔

٢٤٠٦ - وَغَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاضِحٍ لَّنَا فَاَزْحَفَ الْجَمَلُ' فَتَخَلَّفَ عَلَيَّ' فَوَكَزَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَلْفِهٖ' قَالَ بِعْنِيْهِ وَلَكَ ظَهْرُهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ. فَلَمَّا دَنَوْنَا اسْتَاْذَنْتُ' قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ' قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا؟ قُلْتُ ثَيِّبًا' اُصِيْبَ عَبْدُ اللّٰهِ وَتَرَكَ جَوَارِيَ صِغَارًا' فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا تُعَلِّمُهُنَّ وَتُؤَدِّبُهُنَّ' ثُمَّ قَالَ اِئْتِ اَهْلَكَ. فَقَدِمْتُ فَاَخْبَرْتُ خَالِيْ بِبَيْعِ الْجَمَلِ فَلَامَنِيْ' فَاَخْبَرْتُهٗ بِاِعْيَاءِ الْجَمَلِ' وَبِالَّذِيْ كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَكْزِهٖ اِيَّاهُ' فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَوْتُ اِلَيْهِ بِالْجَمَلِ' فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَ الْجَمَلِ وَالْجَمَلَ' وَسَهْمِيْ مَعَ الْقَوْمِ.

اور (حضرت جابر نے کہا:) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں اپنے پانی لانے والے اونٹ پر سوار تھا' پس وہ اونٹ تھک گیا تو وہ سب سے پیچھے رہ گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے اسے ایک گھونسا مارا' (اور) فرمایا: مجھے یہ اونٹ فروخت کر دو' اور مدینہ تک تم اس پر سوار رہو' پھر جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو میں نے آپ سے اجازت طلب کی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے کس سے شادی کی ہے کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا: میں نے بیوہ سے شادی کی ہے' (میرے والد) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے کم سن لڑکیاں چھوڑی تھیں' اس لیے میں نے بیوہ عورت سے شادی کی تاکہ وہ ان (بہنوں) کو تربیت دے اور ان کو ادب سکھائے' پھر آپ نے فرمایا: تم اپنی اہلیہ کے پاس جاؤ' پس میں گھر آیا اور میں نے اپنے ماموں کو خبر دی کہ میں نے وہ اونٹ فروخت کر دیا ہے تو انہوں نے مجھے ملامت کی' پھر میں نے انہیں اونٹ کے تھک جانے کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسے گھونسا مارنے

کا واقعہ سنایا' پھر جب میں صبح کو نبی ﷺ کے پاس اونٹ لے کر پہنچا تو آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت عطا کی اور وہ اونٹ بھی عطا کر دیا اور مسلمانوں کے ساتھ جو میرا مالِ غنیمت میں حصہ تھا' وہ بھی عطا کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے مدتِ معینہ کے قرض پر ان سے ان کا اونٹ خریدا۔

۱۹ - بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ
مال کو ضائع کرنے کی ممانعت

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَO﴾ (البقرة:۲۰۵) وَ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَO﴾ (یونس:۸۱) وَقَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿أَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا أَوْ أَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ أَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا﴾ (ھود:۸۷) وَقَالَ تَعَالٰى ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ أَمْوَالَكُمْ﴾ (النساء:۵). وَالْحَجْرِ فِيْ ذٰلِكَ' وَمَا يُنْهٰى عَنِ الْخِدَاعِ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتاO (البقرہ:۲۰۵) اور بے شک اللہ فساد کرنے والوں کے کام درست نہیں فرماتاO (یونس:۸۱) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب کی قوم کا قول کا نقل کرتے ہوئے فرمایا: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے یا یہ کہ ہم جو چاہیں وہ اپنے اموال میں نہ کریں۔ (ھود:۸۷) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کم عقلوں کو ان کے وہ اموال نہ دو جو تمہاری تحویل میں ہیں۔ (النساء:۵) اور ان کے تصرفات پر پابندی لگانے کا حکم دیا اور ان کو خرید و فروخت میں دھوکا کھانے سے منع فرمایا۔

اس باب میں مال ضائع کرنے کی ممانعت کو بیان کیا گیا ہے' مال ضائع کرنے سے مراد یہ ہے کہ مال کو اس کے صحیح مصرف میں نہ خرچ کیا جائے' ایک قول یہ ہے کہ مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اور اس کی اطاعت کے غیر میں خرچ کرنا مال کو ضائع کرنا ہے اور اس کو ''اسراف'' اور ''تبذیر'' بھی کہتے ہیں۔

۲۴۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ أُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ' فَقَالَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ. فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے خرید و فروخت میں دھوکا دیا جاتا ہے' آپ نے فرمایا: جب تم خرید و فروخت کرو تو کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہ دیا جائے' سو وہ شخص یہ کہہ دیا کرتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس شخص کی کم عقلی کی وجہ سے اس کے تصرفات پر پابندی لگائی گئی تھی اور اسے یہ کہا گیا کہ جب تم خرید و فروخت کرو تو یہ کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہ دیا جائے' تا کہ اس کا مال ضائع نہ ہو۔

Marfat.com

٢٤٠٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ وَرَّادٍ، مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنَعَ وَهَاتِ. وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از الشعبی از ورّاد مولی المغیرہ بن شعبہ از حضرت مغیرہ بن شعبہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کر دیا ہے اور بیٹیوں کے زندہ درگور کرنے کو اور جس چیز کے دینے کو تم پر واجب کیا ہے اس سے منع کرنے کو اور جس چیز کے لینے سے تم کو منع کیا ہے اس کے طلب کرنے کو اور تمہارے فضول بحث کرنے کو ناپسند فرمایا ہے اور زیادہ سوال کرنے کو اور مال ضائع کرنے کو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٨٤٤ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مال ضائع کرنے کی ممانعت ہے۔

٢٠ - بَابُ الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ، وَلَا يَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهِ

نوکر اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور وہ مالک کی اجازت کے بغیر (اس کے مال میں) عمل نہ کرے

٢٤٠٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ، وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. قَالَ فَسَمِعْتُ هٰؤُلَاءِ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا محافظ ہے اور اس سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، پس سربراہ ملک اپنے ملک کے باشندوں کا محافظ ہے اور اس سے ان باشندوں کے متعلق سوال ہوگا اور ایک آدمی اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور اس سے اپنے گھر والوں کے متعلق سوال ہوگا، اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظ ہے اور اس سے اس کے گھر کی چیزوں کے متعلق سوال ہو گا اور خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال ہوگا، حضرت ابن عمر نے کہا: پس میں نے ان لوگوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سنا، اور میں گمان کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ایک آدمی اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا، اور تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال

Marfat.com

کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نوکر اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے یعنی اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مالک کا مال ضائع کرے۔

''کتاب الاستقراض'' کی تکمیل

''الحمد للّٰه رب العٰلمين والصلٰوة والسلام علٰى سيّد المرسلين'' آج ۲۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ/ ۴' اپریل ۲۰۰۸ء بہ روز جمعہ بعداز نمازِ جمعہ ''کتاب الاستقراض'' کی تکمیل ہو گئی' الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے اس کتاب کی تکمیل کرادی ہے' صحیح البخاری کی بقیہ کتب کی بھی تکمیل کرادیں' اور میری' میرے والدین کی اور میرے قارئین اور معاونین کی مغفرت فرما دیں۔ آمین!

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٤٤ - كِتَابُ الْخُصُوْمَاتِ

جھگڑوں کا بیان

١ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْإِشْخَاصِ وَالْخُصُوْمَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِ

اشخاص کا ذکر اور مسلمان اور یہودی کے درمیان جھگڑے کا بیان

اس باب کے عنوان میں ''خصومات'' کا ذکر ہے اور ''خصومات''، ''خصومت'' کی جمع ہے حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے لکھا ہے کہ ''اشخاص'' کا معنی ہے: مقروض کو ایک جگہ سے دوسری جگہ حاضر کرنا اور اس سے مراد یہ ہے کہ قرض خواہ مقروض کو اس وقت تک کے لیے تصرف کرنے سے روک دے جب تک کہ وہ اس کا قرض ادا نہ کرے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٦٧٠)

شیخ عثمانی نے لکھا ہے: اس کا معنی ہے: مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لے جانا۔ (انعام الباری ج ٧ ص ٦٩٣) یہ صحیح نہیں ہے۔

٢٤١٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ أَخْبَرَنِي قَالَ سَمِعْتُ النَّزَّالَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، فَأَتَيْتُ بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ. قَالَ شُعْبَةُ أَظُنُّهُ قَالَ لَا تَخْتَلِفُوْا، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا. [اطراف الحدیث: ٣٤٧٦-٥٠٦٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالملک بن میسرہ نے خبر دی کہ میں نے نزال سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص سے قرآن مجید کی ایک آیت اس طرح سنی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف سنی تھی، پس میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا، آپ نے (ہم دونوں سے اس آیت کو سن کر) فرمایا: تم دونوں درست پڑھ رہے ہو۔ شعبہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: تم (ایک دوسرے سے) اختلاف نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تھا تو وہ ہلاک ہو گئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابوالولید ہشام بن عبدالملک الطیالسی (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) عبدالملک بن میسرہ الہلالی، ان کو الزراد کہا جاتا ہے

Marfat.com

(۴) نزال بن سبرہ الہلالی (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۴۹)

قرآن مجید کو سات حروف پر نازل کرنے کے متعلق متعدد روایات

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ الرحمان پڑھائی' پھر میں شام کے وقت مسجد میں گیا اور وہاں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھ گیا' پھر میں نے ایک شخص سے کہا: مجھے قرآن سناؤ تو وہ ان حروف کے ساتھ قرآن مجید پڑھ رہا تھا' جن حروف کے ساتھ میں نہیں پڑھتا تھا' میں نے پوچھا: تم کو کس نے پڑھایا ہے؟ اس نے کہا: مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھایا ہے' پھر ہم دونوں گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے' ہم نے کہا: ہمارا قرآن پڑھنے میں اختلاف ہو گیا ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اسی طرح قرآن مجید پڑھے جس طرح اس کو پڑھایا گیا ہے' کیونکہ تم سے پہلے لوگ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے' حضرت ابن مسعود نے کہا: پھر ہم چلے گئے اور ہم میں سے ہر شخص اس طرح قرآن مجید پڑھتا تھا' جس طرح دوسرا نہیں پڑھتا تھا۔

(صحیح ابن حبان: ۷۴۷۔ ج ۳ ص ۲۳۔ ۲۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' المستدرک ج ۲ ص ۲۲۴۔ ۲۲۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۳۸۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۲۹' مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۲۔ ۴۱۱۔ ۳۹۳)

نیز امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی التوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک آیت پڑھی اور میں اس آیت کو دوسری طرح پڑھتا تھا' میں نے اس سے پوچھا: تم کو یہ آیت کس نے پڑھائی ہے؟ اس نے کہا: مجھ کو یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی ہے' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے فلاں فلاں آیت اس طرح پڑھائی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس شخص نے کہا: آپ نے مجھے فلاں فلاں آیت اس طرح پڑھائی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! بے شک حضرت جبریل اور حضرت میکائیل دونوں میرے پاس آئے' پھر حضرت جبریل علیہ السلام میری دائیں طرف بیٹھ گئے اور حضرت میکائیل علیہ السلام میری بائیں طرف بیٹھ گئے' پھر حضرت جبریل نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ قرآن مجید ایک حرف پر پڑھئے' پھر حضرت میکائیل نے کہا: آپ اللہ سے مزید طلب کریں' تو میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے مزید عطا فرما! تو حضرت میکائیل نے کہا: آپ دو حرفوں پر پڑھئے' پھر حضرت میکائیل نے کہا: آپ مزید طلب کیجئے حتیٰ کہ وہ سات حرفوں تک پہنچے اور کہا: آپ قرآن مجید کو سات حرفوں پر پڑھئے اور ان میں سے ہر حرف شافی کافی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۷۳۷۔ ج ۳ ص ۱۲۔ ۱۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۱۷)

نیز امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی التوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے' اس وقت آپ بنو غفار کے تالاب کے پاس تھے (یہ مکہ کے قریب سرف کے اوپر ایک جگہ ہے) تو حضرت جبریل نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ قرآن ایک حرف پر پڑھائیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ عزوجل سے اس کے عفو اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے حضرت جبریل سے کہا: آپ اللہ سے میری امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' کیونکہ وہ ایک حرف پر قرآن پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی' حضرت جبریل چلے گئے' پھر لوٹ آئے' پھر کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ

Marfat.com

اپنی امت کو یہ قرآن دو حرفوں پر پڑھائیں' آپ نے فرمایا: میں اللہ عزوجل سے اس کے عفو اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے حضرت جبریل سے فرمایا: آپ اللہ تعالیٰ سے میری امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' کیونکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی' حضرت جبریل چلے گئے' پھر واپس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ قرآن تین حرفوں پر پڑھائیں' آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے اس کے عفو اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں' آپ میری امت کے لیے (مزید) تخفیف کا سوال کیجئے کیونکہ وہ اس کی (بھی) طاقت نہیں رکھتی' حضرت جبریل چلے گئے' پھر لوٹ آئے' پس کہا: بے شک اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ قرآن سات حرفوں پر پڑھائیں' پس جس نے ان میں سے کسی ایک حرف پر پڑھا تو گویا اس نے (سب حرفوں پر) پڑھا۔

(صحیح ابن حبان: ٧٣٨- ج ٣ ص ١٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤١٤ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی ج ٢ ص ٨-٧' مسند احمد ج ٥ ص ١٢٨-١٢٧' صحیح مسلم: ٨٢١' سنن ابوداؤد: ١٤٧٨)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں سورۃ الفرقان پڑھ رہے تھے' سو میں نے غور سے ان کی قراءت کو سنا' وہ ان حروفِ کثیرہ کے ساتھ قرآن مجید پڑھ رہے تھے جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے قرآن مجید نہیں پڑھایا تھا' پس قریب تھا کہ میں نماز میں ان پر جھپٹ پڑتا' لیکن میں نے ان کے سلام پھیرنے کا انتظار کیا' پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کو اپنی چادر سے گھسیٹا' میں نے کہا: میں جو ابھی تم سے سورت سن رہا تھا' وہ سورت تم کو کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا: مجھ کو وہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی ہے' میں نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! تم نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے' جو سورت تم پڑھ رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھی وہ سورت پڑھائی ہے' پس میں ان کو گھسیٹتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گیا' پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ان کو اس طرح سورۃ الفرقان پڑھتے ہوئے سنا ہے جس طرح آپ نے مجھے نہیں پڑھائی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ان کو چھوڑ دو' (اور فرمایا:) اے ہشام! تم پڑھو' سو انہوں نے وہ سورت اسی طرح پڑھی جس طرح میں نے ان سے سنا تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے عمر! اب تم پڑھو' پھر میں نے اس طرح وہ سورت پڑھی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وہ سورت پڑھائی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے' تم کو جو حرف آسان لگے' تم اس پر پڑھو۔ (صحیح البخاری: ٢٤١٩' صحیح مسلم: ٨١٨' سنن ترمذی: ٢٩٥٢' سنن نسائی: ٩٣٣-٩٣٢' صحیح ابن حبان: ٧٤١' مسند احمد: ٢٧٧' مسند احمد ج ١ ص ٤٠' بیت الافکار الدولیۃ الاردن' ریاض' ٢٠٠٥ء)

جن سات حروف پر قرآن مجید کو نازل کیا گیا ہے' ان کے متعدد مصادیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں مذکور ہے کہ قرآن مجید کو سات حروف پر پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کلامِ عرب میں ایک لفظ کے متعدد مترادفات ہوتے ہیں' سو جس شخص کی زبان سے جو لفظ آسانی سے ادا ہو جائے وہ اس لفظ کو پڑھ لے' خواہ وہ مترادفات ایک لغت ہی سے ہوں کیونکہ حضرت ہشام اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں کی لغت' لغت قریش تھی' اس کے باوجود ان دونوں کی قراءت میں اختلاف ہوا۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید لسانِ قریش پر نازل ہوا ہے' ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ قرآن مجید

Marfat.com

اوّلاً لسانِ قریش پر نازل ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے یہ آسانی کر دی کہ وہ قرآن مجید کو اپنی اپنی لغت پر پڑھیں لیکن وہ لغاتِ عرب سے خارج نہ ہوں کیونکہ لسانِ عرب ہی لسانِ عربی مبین ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے' تم کو جو حرف آسان لگے تم اس پر پڑھ لو' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر لفظ کو سات طریقوں سے پڑھا جائے گا' حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے بلکہ یہ غیر ممکن ہے بلکہ قرآن مجید میں کوئی ایسا لفظ نہیں پایا گیا جس کو سات طریقوں سے پڑھا گیا مگر بہت کم' سو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی لفظ کو زیادہ سے زیادہ سات طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔

حضرت عمر اور حضرت ہشام میں جو سورۃ الفرقان کی قراءت میں اختلاف ہوا تھا' اس کی علامہ ابن التین نے اس طرح نشان دہی کی ہے کہ اس سورت میں مذکور ہے:

"تبارك الذی نزّل الفرقان" ابوالجوزاء اور ابوسواء نے اس کو "أنزل الفرقان" پڑھا ہے۔

اس میں ہے: "علٰی عبده" عبد اللہ بن الزبیر اور عاصم الجحدری نے اس کو "علٰی عباده" پڑھا ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس کی اور بہت مثالیں دی ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ان کے درمیان اسی طرح کا اختلاف ہو' تاہم کسی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ہشام میں قراءت کے اختلاف کی کیا نوعیت تھی۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۳۔ ۳۲' ملخصاً' دار نشر الکتب الاسلامیہ' ۱۴۰۱ھ)

علامہ شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

ان اقوال میں صحت کے قریب یہ قول ہے کہ ان سات حروف سے مراد سات لغات ہیں' ابوحاتم السجستانی نے کہا ہے کہ قرآن مجید لغت قریش پر نازل ہوا اور ہذیل اور تیم الرباب' اور الازد اور ربیعہ اور ہوازن اور سعد بن بکر کی لغات پر' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ. (القمر: ١٧) اور ضرور ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔

پس اگر قرآن کو صرف ایک حرف پر نازل کیا جاتا تو اس سے مقصود الٹ ہو جاتا' اس میں سلف کا اختلاف ہے کہ قرآن مجید کا جو نسخہ اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے' آیا اس میں وہ ساتوں حروف موجود ہیں یا اس میں ان میں سے صرف ایک حرف موجود ہے؟ علامہ ابوبکر بن الباقلانی کا پہلے قول کی طرف اعتماد ہے اور امام طبری اور علماء کی ایک جماعت نے دوسرے قول کی تصریح کی ہے اور یہی معتمد ہے اور اس ایک حرف سے مراد لغت قریش ہے۔ (مشکل الآثار ج ۴ ص ۱۹۴۔ ۱۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

حافظ ابن حجر نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ سات حروف سے مراد سات مشہور قراءات ہیں۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۰' دار نشر الکتب الاسلامیہ' ۱۴۰۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ بحث' صحیح البخاری: ۴۹۹۲ کی شرح میں لکھی ہے۔

٢٤١١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ وعبد الرحمٰن الاعرج از حضرت

Marfat.com

تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُوْدِ، قَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِيْ اِصْطَفٰى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِيْنَ، فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ وَالَّذِيْ اِصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْعَالَمِيْنَ، فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِيِّ، فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ، فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَهٗ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى، فَاِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ، فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ، فَاِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ، فَلَا اَدْرِيْ اَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِيْ، اَوْ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ. [اطراف الحدیث: ٣٤٠٨-٣٤١٤-٤٨١٣-٦٥١٧-٦٥١٨-٧٤٢٨-٧٤٧٢] [صحیح مسلم: ٢٣٧٣ الرقم المسلسل: ٦٠٤٥ سنن ابوداؤد: ٤٦٧١ سنن نسائی: ١٦٣١ سنن کبریٰ: ٧٧٥٨ شرح السنۃ: ٤٣٠٢)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو بُرا کہا' ایک شخص مسلمانوں میں سے تھا اور دوسرا شخص یہود میں سے تھا' مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی' پھر یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی! پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اس یہودی کے چہرے پر تھپڑ مارا' وہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی جو اس کے اور اس مسلمان کے درمیان ہوا تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسلمان کو بلایا اور اس سے اس واقعہ کے متعلق سوال کیا تو اس مسلمان نے آپ کو خبر دی' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت مت دو' کیونکہ تمام لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہوں گا' پھر میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اس وقت حضرت موسیٰ عرش کی ایک جانب کو پکڑے ہوئے ہوں گے' پس میں ازخود نہیں جانتا کہ آیا وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے' پس مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ نے بے ہوش ہونے والوں میں سے مستثنیٰ رکھا ہے۔

اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں سے افضل ہیں تو پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت مت دو' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں اس کو بہ طور فخر نہیں کہتا' اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور میں اس کو بہ طور فخر نہیں کہتا' اور ہر نبی خواہ وہ حضرت آدم ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور' وہ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے' اور میں وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی' اور میں یہ بہ طور فخر نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت یا اپنے رب کے انعام کے اظہار کے طور پر بیان کر رہا ہوں)۔

(سنن ترمذی: ٣٦١٥-٣١٤٨-٣٦١٥ سنن ابن ماجہ: ٤٣٠٨ مسند احمد: ١٠٩٨٧ مسند احمد ج ٣ ص ٧٥٠' شیخ البانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے' تعلیق مسند احمد ص ٧٥٠' بیت الافکار الدولیہ' اردن' ٢٠٠٥ء)

اور جب آپ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں تو پھر آپ کے اس ارشاد کی کیا توجیہ ہے کہ مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو' اس

Marfat.com

سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) آپ کا یہ ارشاد اس وقت کا ہے جب آپ کو یہ علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور جب آپ کو یہ علم دے دیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا۔

(۲) آپ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آپ کو دوسرے نبیوں پر اس طرح فضیلت دی جائے جو ان کی تنقیص کو مستلزم ہو کیونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص اور توہین بھی کفر ہے۔

(۳) آپ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آپ کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر اس طرح فضیلت دی جائے جو لڑائی اور جھگڑے کی موجب ہو جس طرح اس حدیث میں مذکور مسلمان نے آپ کو فضیلت دی تھی۔

(۴) آپ کا یہ ارشاد تواضعاً اور انکساراً تھا' تاکہ کوئی شخص آپ کی طرف تکبر کی تہمت نہ لگائے۔

(۵) آپ کا یہ ارشاد نفسِ نبوت میں دوسرے انبیاء پر فضیلت دینے سے ممانعت کے لیے تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مؤمن یہ کہتے ہیں:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ. (البقرہ:۲۸۵) ہم اللہ کے رسولوں میں سے (ایمان لانے میں یا نفس رسالت میں) کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم بغیر علم کے مجھ کو دوسرے رسولوں پر فضیلت مت دو یا تم اپنی طرف سے مجھ کو دوسرے رسولوں پر فضیلت مت دو' کیونکہ مجھ کو تو دوسرے رسولوں پر اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ. (البقرہ:۲۵۳) یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے۔

یعنی وہ صور میں پھونکنے کی ہولناک آواز سن کر بے ہوش ہو جائیں گے۔ اس حدیث میں ''یصعقون'' کا لفظ ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ شدید آواز کو سن کر انسان جو بے ہوش ہو جائے' اس کو ''الصعق'' کہتے ہیں' بعض اوقات انسان اس آواز کی دہشت سے مر جاتا ہے' پھر اس لفظ کو موت کے معنی میں بہ کثرت استعمال کیا جاتا ہے اور ''الصعقة'' کا معنی ہے: ایک مرتبہ کی آواز۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ''الصعق'' اور ''الصعقة'' کا معنی ہلاکت اور موت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا. (الاعراف:۱۴۳) پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے ہوش میں آنا اور آپ کا اور تمام انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے: سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ ایک اور حدیث میں ہے: سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی تجلی کے وقت بے ہوش ہو کر گر گئے تھے' اس بے ہوشی کے عوض ان کو صور قیامت سے بے ہوش نہیں کیا گیا' پس جس وقت سب لوگ بے ہوش ہوں گے' اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں گے اور ہوش میں ہوں

Marfat.com

گے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ موت عدم نہیں ہے' موت تو ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہے' اور جب شہداء زندہ ہوتے ہیں تو انبیاء علیہم السلام حیات کے زیادہ حق دار اور زیادہ لائق ہیں' نیز حدیث میں ہے:

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ایام میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا اور اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی اور اسی دن میں قیامت کا صور پھونکا جائے گا' اور اسی دن سب بے ہوش ہوں گے' سو اس دن تم مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو' کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا' حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا! آپ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر اجساد انبیاء کو حرام فرما دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۷' شیخ البانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے' مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

یہ حدیث سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۵۷ میں بھی مذکور ہے' اور شیخ البانی نے اس کے متعلق بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح السند ہے۔ (مکتبۃ المعارف' ریاض)

یہ حدیث سنن ابوداؤد: ۱۵۳۱' اور سنن نسائی: ۱۳۷۴ میں بھی مذکور ہے اور ان سب حدیثوں کو شیخ البانی نے صحیح لکھا ہے۔ (مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع' ریاض)

اور بے شک شب معراج میں انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں اور آسمان میں جمع ہوئے' خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ (صحیح البخاری: ۳۴۹' صحیح مسلم: ۱۶۳) اور ان احادیث سے قطعیت کے ساتھ یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام ہم سے غائب رکھے گئے ہیں' بایں طور کہ ہم ان کا ادراک نہیں کرتے' ہر چند کہ وہ زندہ اور موجود ہیں اور ان کا حال ملائکہ علیہم السلام کی طرح ہے کیونکہ وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور ہماری نوع میں سے کوئی شخص بھی ان کو نہیں دیکھتا' سوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اعزاز کے ساتھ خاص کر لیا ہو۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وہ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہیں تو جب صور میں بے ہوش کرنے کی پھونک پھونکی گئی تو ہر وہ شخص جو آسمانوں اور زمین میں تھا' وہ بے ہوش ہو گیا' سوا ان کے جن کو اللہ نے چاہا' غیر انبیاء پر جب یہ صور پھونکا گیا تو وہ مر گئے اور انبیاء علیہم السلام پر جب یہ صور پھونکا گیا تو زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ صرف بے ہوش ہو گئے اور جب صور میں زیادہ زندہ کرنے کی پھونک ماری جائے گی تو جو مر گیا تھا وہ زندہ ہو جائے گا اور جو بے ہوش ہوا تھا' وہ ہوش میں آ جائے گا اور جب یہ ثابت ہو گیا تو معلوم ہو گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے ہوش میں آئیں گے اور تمام لوگوں سے پہلے خواہ انبیاء ہوں یا ان کے غیر' سب سے پہلے اپنی قبر سے نکلیں گے' ماسوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کیونکہ ان کے متعلق تردد ہے کہ آیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے یا وہ اسی حالت پر برقرار تھے اور بے ہوش نہیں ہوئے تھے اور وہ جس حال پر بھی ہوں' یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظیم فضیلت ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۵۳۔ ۳۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تمام نبیوں اور رسولوں میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ باکمال ہونا

میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت جزئی ہے' اور ایسے جزئی فضائل دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہوئے' مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو تمام انسانوں کے باپ ہونے کا شرف حاصل ہے' وہ عالم اجسام میں سب سے پہلے جسمانی طور پر پیدا ہوئے' حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے تشریعی نبی ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں' حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں' مگر یہ سب جزئی فضائل ہیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک فضیلت ہی ان تمام فضائل پر حاوی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ اللہ عزوجل کے محبوب ہیں اور ہر ممکن نعمت اور ہر ممکن فضیلت محبوب کو عطا کی جاتی ہے کیونکہ نعمت اور فضیلت نہ

Marfat.com

دینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کا عطا کرنا ممکن نہ ہو جیسے الوہیت' اور ہمارا کلام ممکن فضیلت میں ہے یا نہ دینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دینے والا بخیل ہو اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی فیاض اور جواد نہیں ہے' یا نہ دینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دینے والا تو فیاض اور جواد ہے مگر لینے والے میں استعداد اور صلاحیت نہیں ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی باصلاحیت نہیں ہے' ایک اور وجہ یہ ہوتی ہے کہ فضیلت ممکن بھی ہے' دینے والا فیاض بھی ہے' لینے والا باصلاحیت بھی ہے مگر اس سے بڑھ کر کوئی اور محبوب ہے' اس لیے اس کو فضیلت عطا نہیں کرتا مگر یہاں تو لینے والے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ سے بڑھ کر اللہ کو کوئی اور محبوب نہیں ہے اور جب فضیلت ممکن بھی ہے' دینے والا فیاض بھی' لینے والا باصلاحیت بھی اور وہ سب سے بڑھ کر محبوب بھی ہے تو پھر یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی کمال پیدا کیا ہو یا کوئی فضیلت تخلیق کی ہو اور وہ آپ کو نہ ملی ہو' بلکہ فضیلت وہی ہے جو آپ کے دامن میں ہے اور کمال وہی ہے جس سے آپ متصف ہیں اور جس کو آپ سے کوئی نسبت نہیں' اس کو فضل اور کمال سے کوئی نسبت نہیں۔

ان کا بیان جو صور میں پھونکنے کے بعد بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ ہوں گے

اس حدیث میں مذکور ہے: پس میں از خود نہیں جانتا کہ آیا حضرت موسیٰ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے' پس مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ نے بے ہوش ہونے والوں میں سے مستثنیٰ رکھا ہے۔

اس استثناء کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۤءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ (الزمر: ٦٨)

پس صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے' ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے گا' پھر دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے ۝

حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو بے ہوش کرنے سے مستثنیٰ رکھا ہے تو انہوں نے کہا: وہ اللہ عزوجل کے شہداء ہیں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۲۵۳' معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۱۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تین کا استثناء فرمایا ہے: حضرت جبریل' حضرت میکائیل اور ملک الموت کا۔ (کتاب البعث والنشور للبیہقی: ٦٨' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں کن کن کا بے ہوش ہونے سے استثناء فرمایا ہے' حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے کہ اس سے مراد شہداء ہیں' جن کو اپنے رب کے پاس سے رزق دیا جاتا ہے وہ دوبارہ زندہ کیے جانے تک ہوش میں رہیں گے اور یہ سعید بن جبیر کا قول ہے' امام قشیری نے کہا کہ ان میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں' کیونکہ ان کے پاس نبوت بھی ہے اور شہادت بھی' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں' مقاتل نے کہا: اس سے مراد حضرت جبریل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل اور ملک الموت ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۲۳۔ ۲۲۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صور میں پھونکنے کے بعد جو بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ ہوں گے' وہ حضرت جبریل' حضرت اسرافیل' حضرت میکائیل اور حضرت عزرائیل ہیں' کعب احبار نے ان میں حاملین عرش کا بھی اضافہ کیا ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا: پھران میں سے پہلے تین فوت ہوں گے' ان کے بعد ملک الموت' اور ملک الموت ان کی روح کو قبض کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان پر بھی موت طاری فرما دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٤١٢ - حَدَّثَنِیْ مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى' عَنْ أَبِيهِ' عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ جَآءَ يَهُوْدِيٌّ' فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ' ضَرَبَ وَجْهِي رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِكَ' فَقَالَ مَنْ؟ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ' قَالَ أُدْعُوهُ. فَقَالَ أَضَرَبْتَهُ؟ قَالَ سَمِعْتُهُ بِالسُّوقِ يَحْلِفُ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ' قُلْتُ أَيْ خَبِيْثُ' عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ ضَرَبْتُ وَجْهَهُ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ' فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ' فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ' فَإِذَا أَنَا بِمُوْسٰى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ' فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ' أَمْ حُوسِبَ بِصَعْقَةِ الْأُوْلٰى.

[اطراف الحدیث: ۳۳۹۸-۳۴۱۳-۶۹۱۶-۶۹۱۷-۷۴۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھ سے موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' ایک یہودی نے آ کر کہا: یا ابا القاسم! آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے میرے چہرے پر تھپڑ مارا ہے' آپ نے فرمایا: کس نے؟ تب کسی نے کہا: وہ انصار کا ایک شخص ہے' آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ' آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم نے اس کو مارا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے سنا یہ بازار میں قسم کھا کر کہہ رہا تھا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو ہر بشر پر فضیلت دی! میں نے کہا: اے خبیث! کیا (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی؟ پس مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے اس کے چہرے پر مارا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے درمیان کسی کو (کسی پر) فضیلت مت دو' کیونکہ قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے' پھر میں وہ شخص ہوں گا جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی' پس اس وقت حضرت موسیٰ عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کو پکڑ کر کھڑے ہوں گے' پس میں از خود نہیں جانتا کہ آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہوئے تھے (پھر مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے) یا پہلے ''صعقہ'' کی وجہ سے (جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ طور پر تجلی فرمائی تھی اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو گئے تھے) ان کا حساب کر لیا گیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث' صحیح البخاری: ۲۴۱۱ کا مطالعہ کریں' رہا یہ کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوئے تھے اور آپ سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے تو اس صورت میں آپ کا یہ فرمانا کہ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا' جیسا کہ صحیح البخاری: ۲۴۱۱ میں ہے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے گمان کے مطابق فرمایا تھا کہ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔

٢٤١٣ - حَدَّثَنِيْ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ' قِيْلَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِكِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو

أَفُلَانٌ، أَفُلَانٌ؟ حَتّٰی سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ، فَأَوْمَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ فَاعْتَرَفَ، فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ٢٧٤٦-٥٢٩٥-٦٨٧٦-٦٨٧٧-٦٨٧٩-٦٨٨٤-٦٨٨٥] (صحیح مسلم: ١٦٧٢، الرقم المسلسل: ٤٢٥٢، سنن ابوداؤد: ٤٥٢٩، سنن نسائی: ٤٧٧٩، سنن ابن ماجہ: ٢٦٦٦)

پتھروں کے درمیان کچل دیا' اس سے پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ یہ (ظلم) کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے' کیا فلاں نے حتیٰ کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے سر سے اشارہ کیا (کہ ہاں!) پس اس یہودی کو پکڑ لیا گیا تو اس نے اعتراف کر لیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا گیا۔

حدیث مذکور کی دیگر روایات

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے انصار کی ایک لڑکی کو اس کے زیورات کی وجہ سے قتل کر دیا' پھر اس کو کنویں میں ڈال دیا' پھر اس کا سر پتھر سے کچل دیا' پس وہ پکڑا گیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا' پس آپ نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کیا جائے حتیٰ کہ یہ مر جائے' سو اس کو سنگسار کیا گیا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ (صحیح مسلم: ١٦٧٢، الرقم المسلسل: ٤٣٥٤، سنن ابوداؤد: ٤٥٢٨، سنن نسائی: ٤٠٤٥، مسند احمد: ١٢٦٦٧، مسند احمد ج ٣ ص ١٦٣، بیت الافکار الدولیہ' اردن' ٢٠٠٥ء)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکی اس حال میں پائی گئی کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا گیا تھا' مسلمانوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا؟ کیا فلاں نے؟ کیا فلاں نے؟ حتیٰ کہ انہوں نے ایک یہودی کا ذکر کیا تو اس لڑکی نے سر سے اشارہ کیا' پس اس یہودی کو پکڑ لیا گیا تو اس نے اقرار کر لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کا سر پتھروں سے کچل دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ١٦٧٢، الرقم المسلسل: ٤٢٥٦، سنن ابوداؤد: ٤٥٢٧، سنن ترمذی: ١٣٩٤، سنن نسائی: ٤٧٤٢، سنن ابن ماجہ: ٢٦٥٦)

قصاص میں طریقہ قتل کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے عمر بن عبدالعزیز' قتادہ' حسن' ابن سیرین' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق بن المنذر اور غیر مقلدین کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ قاتل کو اسی طرح قتل کیا جائے گا' جس طرح اس نے قتل کیا ہے۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ اگر قاتل نے کسی کو پتھر سے یا لاٹھی سے یا آگ میں جلا کر قتل کیا ہے یا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کیا ہے تو قاتل کو بھی اسی طرح قتل کیا جائے گا اور اس پر یہ عمل بار بار کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر قاتل نے کسی کو پتھر یا لاٹھی سے مارا ہے' حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کو پتھر یا لاٹھی سے مارا جاتا رہے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے اور اگر اس نے اس کو بغیر کھانے پینے کے قید میں رکھا حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کو بھی اتنی ہی مدت قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے اور اگر وہ نہیں مرا تو اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے گا' اسی طرح اگر قاتل نے کسی کو غرق کر دیا یا اس کو کسی بلندی سے گرا دیا ہے تو اس کو بھی اسی طرح قتل کیا جائے گا' پس اگر کسی کے دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے تو قاتل کے بھی دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے جائیں گے' پس اگر وہ مر گیا تو فبہا ورنہ اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے گا۔

ابو محمد ابن حزم نے کہا: اگر وہ نہیں مرا تو اس کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا اور اسے کچھ کھانے پینے کو نہیں دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے گا' اسی طرح اگر اس نے کسی کو بھوک اور پیاس سے مارا ہے تو اس کو بھی بھوکا اور پیاسا رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے اور اس میں مدت کی بالکل رعایت نہیں کی جائے گی' ابن شبرمہ نے کہا: اگر اس نے کسی کو پانی میں ڈبو کر مارا ہے تو قاتل کو بھی پانی میں ڈبو کے

Marfat.com

رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے۔

عامر الشعبی' ابراہیم نخعی' حسن بصری' سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ان تمام صورتوں میں قاتل کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا' امام ابو حنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ یہ حدیث حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ٢٦٦٨۔ ٢٦٦٧' سنن بیہقی ج ٨ ص ٦٣۔ ٦٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٩ ص ٣٥٤' سنن دار قطنی ج ٣ ص ١٠٦۔ ٨٨۔ ٨٧' مجمع الزوائد ج ٦ ص ٢٩١' الکامل لابن عدی ج ٣ ص ١١٠٢۔ ج ٥ ص ١٩٧٨۔ ج ٧ ص ٢٥٤٣' کنز العمال: ٣٩٨٠٧)

اس حدیث میں قصاص کا طریقہ معین نہیں ہے' صحیح بخاری کے باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ قاتل کا سر پتھروں سے کچلا گیا تھا اور صحیح مسلم: ١٦٧٢' سنن ابوداؤد: ٤٥٢٨' اور سنن نسائی: ٤٠٤٥ میں ہے کہ اس کو سنگسار کیا گیا تھا' اور جب اس حدیث میں اور بھی احتمال ہیں تو پھر اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس یہودی نے اس لڑکی کے زیورات لوٹنے کے لیے اس کو قتل کیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم: ١٦٧٢' اور سنن ابوداؤد اور مسند احمد کی حدیث میں اس کی صراحت ہے' پس وہ شخص ڈاکو کے حکم میں ہے اور ڈاکو کو قصاص میں قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو اللہ کے حق کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے اور اللہ کا حق لینے کے لیے اس کو جس طرح بھی قتل کر دیا جائے' وہ جائز ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس یہودی کا پتھروں سے سر کچلنے کا واقعہ مثلہ کی تحریم سے پہلے کا ہے' جیسے پہلے عرنیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئی تھیں' بعد میں آپ نے مثلہ کرنے سے منع فرما دیا۔

اشارہ سے تعیین پر عمل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس لڑکی نے سر سے اشارہ کر کے بتایا: ہاں! یہی قاتل ہے۔ مریض کے اشارے کے متعلق بھی اختلاف ہے' لیث' امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جو مریض مرنے والا ہو' وہ حاضرین میں سے کسی کی طرف اشارہ کر کے وصیت کرے تو اس کی وصیت جائز ہے اور امام ابو حنیفہ' اوزاعی اور ثوری کا مذہب یہ ہے کہ جب مریض سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے' پھر وہ سر سے یا ہاتھ سے اشارہ کر کے کچھ بتائے تو وہ غیر معتبر ہے اور اس پر اس وقت تک عمل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ کلام نہ کرے' امام ابو حنیفہ نے کہا کہ گونگا شخص یا جس کی زبان میں کسی آفت کی وجہ سے کلام کرنے کی طاقت نہ رہے' ان کا صرف اشارہ معتبر ہوگا۔

صاحب التوضیح نے کہا کہ باب مذکور کی حدیث امام ابو حنیفہ کے خلاف حجت ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ شخص اگر اس حدیث میں غور کر لیتا تو امام ابو حنیفہ کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ کرتا' اور جس شخص کی عقل فاسد ہو' وہ ایسی ہی باتیں کرتا ہے۔ اس حدیث میں صراحت سے مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی کو قتل کرنے میں اس لڑکی کے اشارہ پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ جب اس یہودی نے اس لڑکی کو قتل کرنے کا اعتراف کر لیا' تب آپ نے اس یہودی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

کسی بھاری چیز سے قتل کرنے کی وجہ سے قصاص کا لازم ہونا اور امام ابو حنیفہ پر اس حدیث کی مخالفت کا الزام

بعض شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی بھاری چیز پتھر یا لاٹھی سے قتل کر دے تو اس پر قصاص لازم نہیں آتا بلکہ اس پر دیت مغلظہ لازم آتی ہے اور امام ابو حنیفہ نے اس مسئلہ میں امام مالک'

Marfat.com

امام شافعی امام احمد اور جمہور فقہاء کی مخالفت کی ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ اس یہودی نے اس لڑکی کے سر پر پتھر مار کر اس کو ہلاک کر دیا اور اس سے قصاص لیا گیا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ وہ یہودی راہ زن اور ڈاکو تھا' اس نے زیورات لوٹنے کے لیے اس لڑکی کو قتل کیا اور زمین میں فساد اور دہشت گردی کی اور اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو کسی طریقہ سے بھی قتل کر دیا جائے' سو اس کو قتل کرنا تعزیر کے قبیل سے ہے نہ کہ قصاص کے قبیل سے۔

اس پر پھر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اس یہودی کو سیاسۃً قتل کیا گیا تھا تو اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچلا کیوں گیا؟ اس کا جواب بھی ہم پہلے ذکر کر چکے کہ یہ واقعہ مثلہ کرنے کی ممانعت سے پہلے تھا اور اس ممانعت کے بعد کسی کو اس طرح قتل نہیں کیا گیا۔

نیز علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورت کے بدلہ میں مرد کو قتل کرنا جائز ہے اور یہ کہ مسلمان کے بدلہ میں کافر کو قتل کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۵۸۔۳۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے سلسلہ میں علماء غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات

ایک غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

زمانہ رسالت میں ایک یہودی ڈاکو نے ایک لڑکی پر حملہ کیا' جو چاندی کے کڑے پہنے ہوئے تھی' یہودی نے اس بچی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا اور کڑے اس کے بدن سے اتار لیے' چنانچہ وہ بھی اس حال میں کہ اس میں کچھ جان باقی تھی' آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی اور اس نے اس یہودی کا یہ ڈاکہ ظاہر کر دیا' اس کی سزا میں یہودی کا بھی سر دو پتھروں کے درمیان کچل کر اس کو ہلاک کر دیا گیا۔

مالکیہ' شافعیہ' حنابلہ اور جمہور نے اس سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ جو شخص جس کسی چیز سے کسی کو قتل کرے' اسی کی مثل سے اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔ قصاص کا تقاضا بھی یہی ہے مگر حضرت امام ابو حنیفہ کی رائے اس کے خلاف ہے' وہ مماثلت کے قائل نہیں ہیں اور یہاں جو مذکور ہے' اسے محض سیاسی اور تعزیری حیثیت دیتے ہیں' قانونی حیثیت میں اسے تسلیم نہیں کرتے مگر آپ کا یہ خیال حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے' حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے: جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ (تشریح صحیح بخاری از محمد داؤد راز ج ۳ ص ۵۴۳' مکتبہ قدوسیہ لاہور' ۲۰۰۴ء)

شیخ داؤد راز نے اس حدیث کی تقریر میں خود ہی یہ لکھ دیا ہے کہ یہودی ڈاکو نے ڈاکہ کیا تھا اور اس کی سزا میں اس یہودی ڈاکو کو پتھروں سے ہلاک کیا گیا۔

شیخ داؤد کی اس تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ قصاص کا معاملہ نہیں تھا سزا کا معاملہ تھا' اور ڈاکو کو سزا دینا یہ تعزیر ہے اور سیاسۃً قتل کرنا ہے' خواہ کسی طریقہ سے قتل کیا جائے' لہٰذا انہوں نے امام ابو حنیفہ پر جو اعتراض کیا تھا' وہ ساقط ہو گیا۔

شیخ داؤد راز نے ایک اور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ سے سرقہ کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

مالکیہ' شافعیہ' حنابلہ اور اہل حدیث سب نے اس حدیث کے موافق یہ حکم دیا ہے کہ قاتل کو اسی طرح ماریں گے جس طرح اس نے مقتول کو مارا ہے' لیکن حنفیہ نے اس کے خلاف یہ حکم دیا ہے کہ قصاص ہمیشہ دھار دار ہتھیار جیسے تلوار سے لیا جائے۔

(تیسیر الباری ج ۳ ص ۵۳۷' نعمانی کتب خانہ' لاہور' ۱۹۹۰ء)

شیخ وحید الزمان کا یہ کہنا غلط ہے کہ حنفیہ نے حدیث کے خلاف یہ حکم دیا ہے کہ قصاص ہمیشہ تلوار سے لینا چاہیے کیونکہ حنفیہ کا یہ حکم

Marfat.com

دینا خود ایک حدیث کے موافق ہے اور وہ حدیث یہ ہے: ''لا قود الا بالسیف'' قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ اور ہم اس سے پہلے با حوالہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ' سنن بیہقی' مصنف ابن ابی شیبہ' سنن دار قطنی اور دیگر امہات کتب حدیث میں مذکور ہے۔ ثانیاً ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ یہ قصاص کا معاملہ نہیں تھا بلکہ اس یہودی ڈاکو کو تعزیری سزا دی گئی تھی اور اس کو سیاسۃً قتل کیا گیا تھا۔

دراصل ان دونوں غیر مقلد عالموں نے یہ اعتراض نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ سے سرقہ کیا ہے' وہ لکھتے ہیں: اس حدیث مالکیہ' شافعیہ' حنابلہ اور جمہور نے اس پر استدلال کیا ہے کہ قاتل نے جس چیز سے قتل کیا ہے' اس کو اسی کی مثل سے قتل کیا جائے گا اور یہ کہ قصاص کسی دھار والے ہتھیار کے ساتھ مخصوص نہیں ہے' امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ قصاص صرف دھار والے ہتھیار سے لیا جائے گا۔ (عون الباری ج ۳ ص ۲۳۲' دار الرشید' حلب' سوریا)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ قدس سرہ نے کسی حدیث کی مخالفت نہیں کی' بلکہ حدیث کی اتباع میں یہ کہا ہے کہ قصاص صرف تلوار سے یا دھار والے ہتھیار سے لیا جائے گا' اور رہی اس باب کی حدیث تو وہ قصاص سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس میں ایک یہودی ڈاکو کے ڈاکے کی سزا کو بیان کیا گیا ہے۔ اگر یہ حدیث قصاص سے متعلق ہوتی تو آپ اس مقتولہ لڑکی کے اولیاء اور وارثوں سے فرماتے: تم چاہو تو اس یہودی کو قصاص میں قتل کر دو اور چاہو تو اس سے خون بہا اور دیت وصول کر لو اور چاہو تو اس کو معاف کر دو' جیسا کہ قصاص کا قاعدہ ہے لیکن جب آپ نے ایسا کچھ نہیں فرمایا' بلکہ اس کو لازماً سزا دی اور اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا تو معلوم ہو گیا کہ یہ قصاص کا معاملہ نہیں تھا' بلکہ اس ڈاکو کو اس کے جرم کی سزا دی گئی تھی' جس طرح عرینیین کو اونٹ چرانے اور اونٹوں کے محافظوں کو قتل کرنے کے جرم کی سزا دی گئی تھی اور وہ بھی ڈاکے کی سزا تھی۔

٢ - بَابُ مَنْ رَدَّ اَمْرَ السَّفِيْهِ وَالضَّعِيْفِ الْعَقْلِ' وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ حَجَرَ عَلَيْهِ الْاِمَامُ

جس نے کم عقل یا ضعیف العقل کے فیصلہ کو مسترد کر دیا خواہ اس پر سربراہِ ملک نے پابندی عائد نہ کی ہو

اس باب کے عنوان میں ''سفیہ'' کا ذکر ہے' ''سفیہ'' سے مراد ایسا شخص ہے جو محض اپنی خواہش سے شرعی تقاضوں کے خلاف کام کرتا ہو' خواہ اس میں دینی یا دنیاوی مصلحت نہ ہو مثلاً وہ کسی مال دار آدمی کو خیرات میں اپنا مال دے دے یا کسی معمولی چیز کو بہت مہنگی قیمت سے خرید لے۔

کم عقل کے تصرفات پر پابندی لگانے میں مذاہب فقہاء

ابن القاسم مالکی اور اصبغ مالکی نے کہا ہے کہ کم عقل کے تصرفات کو اس وقت مسترد کیا جائے گا جب اس کا کم عقل ہونا ظاہر ہو جائے' دوسرے مالکی فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس کے تصرفات کو صرف اس وقت مسترد کیا جائے جب وہ پابندی کے بعد تصرفات کرے' فقہاء شافعیہ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی شخص کی کم عقلی کی وجہ سے اس کے تصرفات پر پابندی نہیں لائی جائے گی' اور نہ اس کے تصرف کو مسترد کیا جائے گا' امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک وہ اگر ایسے تصرفات کرے جو سنجیدگی اور مذاق دونوں میں صحیح ہوں جیسے نکاح' طلاق اور غلام کو آزاد کرنا یا طلاق سے رجوع کرنا تو اس پر پابندی لگائی جائے گی' اسی طرح اس کے جو تصرفات خرید و فروخت کرنے' ہبہ کرنے' کرائے پر دینے اور صدقہ کرنے سے متعلق ہوں' ان میں بھی اس پر پابندی لگائی جائے گی' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے تصرفات پر پابندی نہیں لگائی جائے گی' خواہ وہ غفلت سے بلا قصد کوئی کام کرے اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ کس کام میں فائدہ ہوتا ہے تب بھی اس کے تصرفات پر پابندی نہیں ہو گی اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس کے ایسے

Marfat.com

تصرفات پر پابندی ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ عَلَى الْمُتَصَدِّقِ قَبْلَ النَّهْيِ ثُمَّ نَهَاهُ.

اور حضرت جابر رضی اللہ سے یہ روایت ذکر کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم عقل کے تصرف کو منع کرنے سے پہلے اس کے صدقہ کو منع کر دیا' پھر بعد میں اس کو تصرف کرنے سے منع کر دیا۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص کو ابو مذکور کہا جاتا تھا' اس نے اپنے ایک مدبر غلام کو آزاد کر دیا جس کا نام یعقوب تھا' اس شخص کا اس مدبر غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کو بلایا اور فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو حضرت نعیم بن عبد اللہ نے اس غلام کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دراہم ابو مذکور کو دے دیئے اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص محتاج ہو تو وہ (صدقہ کی) ابتداء اپنے نفس سے کرے' پھر اگر اس کے پاس زائد مال ہو تو اپنے عیال پر خرچ کرے اور اگر پھر بھی مال بچ رہے تو اپنے قرابت داروں اور رشتہ داروں پر خرچ کرے اور اگر پھر بھی مال زیادہ ہو تو اِدھر اور اُدھر خرچ کرے۔ (صحیح مسلم: ۹۹۷' سنن ابوداؤد: ۳۹۵۷' سنن نسائی: ۴۶۶۲)

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو مذکور کے مدبر غلام کو فروخت کر دیا' مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جس کے متعلق اس کا مالک کہہ دے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو' اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کو فروخت کر کے یہ مسئلہ بتا دیا کہ جس شخص کا اس غلام کے سوا اور کوئی مال نہ ہو' اس کا اپنے غلام کو مدبر کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس شخص کے مرنے کے بعد اس غلام پر اس کے وارثوں کا حق ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتا دیا کہ ابو مذکور نے کم عقلی کی بناء پر اس غلام کو مدبر کیا تھا اور آپ نے اس کو فروخت کر کے اس کم عقل کے مدبر کرنے کو فسخ کر دیا کیونکہ اس نے غلام کو مدبر کر کے اپنی بھی حق تلفی کی اور اپنے عیال کی بھی حق تلفی کی' اس لیے آپ نے اس غلام کو فروخت کر کے وہ آٹھ سو درہم ابو مذکور کو دے دیئے' اس طرح ابو مذکور کے تصرف کو ان کی کم عقلی کی وجہ سے مسترد کر دیا اور اس تعلیق کو ذکر کرنے سے امام بخاری کا یہی مقصد تھا اور چونکہ اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص محتاج ہو تو وہ (صدقہ کرنے کی) ابتداء اپنے نفس سے کرے' پھر اگر مال بچ رہے تو اپنے عیال پر اور پھر اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرے' اس غلام کو فروخت کر کے آپ نے اس غلام پر صدقہ کو مسترد کیا اور بعد میں صدقہ کرنے کا جو اصول بتایا' اس سے کم عقلوں کو صدقہ کرنے سے منع فرما دیا۔

وَقَالَ مَالِكٌ إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ عَلٰى رَجُلٍ مَالٌ' وَلَهُ عَبْدٌ لَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهُ فَأَعْتَقَهُ' لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ.

اور امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب ایک شخص کا دوسرے شخص کے ذمہ کوئی مال ہو اور اس شخص کے پاس صرف ایک غلام ہو' اور اس کے سوا اور کچھ نہ ہو' اور وہ اس غلام کو آزاد کر دے تو اس کا اس غلام کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل امام مالک کی ان عبارات میں ہے:

امام مالک نے کہا کہ مدبر کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور کسی کے لیے اس کو خریدنا بھی جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ مدبر خود اپنے نفس کو اپنے مالک سے خرید لے تو یہ اس کے لیے جائز ہے یا کوئی اور شخص مدبر کے مالک کو مال دے اور اس کا مالک اس کو آزاد کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔

Marfat.com

امام مالک نے کہا: اگر مدبر کا مالک مرجائے اور اس کا اس مدبر غلام کے سوا اور کوئی مال نہ ہو تو اس کے تیسرے حصہ کو آزاد کیا جائے اور باقی دو تہائی اس کے وارثوں کے لیے ہوں گے' پس اگر مدبر کا مالک مرجائے اور اس پر اتنا قرض ہو جو اس مدبر کو بھی محیط ہو تو اس مدبر کو مالک کے قرض میں فروخت کیا جائے گا' کیونکہ اس کا مالک اس کے صرف تیسرے حصہ کو آزاد کرنے کا حق دار تھا۔

(موطأ امام مالک- کتاب المدبر- باب:٥- بیع المدبر- حدیث:٦'المکتبۃ التوفیقیہ' موطأ امام مالک ج ٢ ص ٢٢٧' بیروت)

کم عقل پر پابندی لگانے کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مؤقف

علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: آزاد' بالغ' عاقل اور کم عقل شخص پر اس کے مال میں تصرف پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے' خواہ وہ اپنے مال کو فضول خرچ کرتا ہو اور اس کو ضائع کرتا ہو اور ایسی جگہوں پر اپنے مال کو خرچ کرتا ہو' جس میں کوئی غرض ہو اور نہ کوئی مصلحت ہو اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ ایسے کم عقل شخص کے تصرف پر پابندی لگائی جائے گی اور اس کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے منع کیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ وہ شخص اپنے مال کو خرچ کر کے اس کو ضائع کرنے والا ہے اور اس طرح خرچ کرنے والا نہیں ہے' جس طرح عقل کا تقاضا ہے' پس اس کو بچے پر قیاس کر کے اس کو تصرف سے روکا جائے بلکہ بچے کی بہ نسبت زیادہ شدت سے منع کیا جائے گا کیونکہ بچے میں تو یہ خطرہ ہے کہ وہ مال کو ضائع کر دے گا اور یہ بالفعل مال کو ضائع کر رہا ہے اور اس پر بغیر پابندی لگائے اس کو روکنا ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی زبان سے بھی تصرف کر کے اپنے مال کو ضائع کر سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ مخاطب ہے اور عاقل ہے' لہٰذا اس کو کم عقل قرار دے کر اس پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس اقدام سے اس کی ولایت کو سلب کرنا لازم آئے گا اور یہ کہ اس کی آدمیت کو زائل کر کے اس کو جانوروں سے ملانا لازم آئے گا اور اس کا ضرر اس کی فضول خرچی کے ضرر سے زیادہ ہے' لہٰذا ادنیٰ ضرر کو دور کرنے کے لیے اعلیٰ ضرر کو نہیں برداشت کیا جائے گا حتیٰ کہ اگر پابندی لگانے سے ضرر عام دفع ہوتا تو پھر پابندی لگائی جائے گی' مثلاً جاہل طبیب اور اناڑی حکیم (جس نے کسی سے باقاعدہ علم طب حاصل نہ کیا ہو) جو اپنے ٹوٹکوں سے لوگوں کی جان اور صحت سے کھیلتا ہو یا بے حیا مفتی جو رشوت لے کر لوگوں کی خواہشات کے مطابق فتوے دے یا جس کو دیوالیہ قرار دے دیا گیا ہو' وہ لوگوں کو کرایہ پر چیزیں دے' ایسے لوگوں کے تصرفات پر پابندی لگانا ضروری ہے تاکہ عام لوگ ان کے تصرفات کے شر اور ضرر سے محفوظ رہ سکیں کیونکہ اس میں ادنیٰ ضرر کو برداشت کر کے لوگوں کو اعلیٰ ضرر سے بچانا ہے اور کم عقل شخص کو اس کے مالی تصرفات سے نہیں روکا جائے گا اور اس کا ہبہ کرنا اور صدقہ کرنا نافذ ہوگا۔

(ہدایہ اخیرین ص ٣٥٥' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر اشکال اور اس کے جواب میں مصنف کا تفرد

تاہم امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر یہ اعتراض بہرحال ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک کم عقل شخص حضرت حبان بن منقذ کے تصرف پر پابندی لگائی جیسا کہ صحیح بخاری' صحیح مسلم اور نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضرت حبان بن منقذ نے اپنے ایک غلام کو مدبر کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مدبر غلام کو فروخت کر کے ان کے تصرف کو فسخ کر دیا' جب کہ مدبر کو فروخت نہیں کیا جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو فروخت کر کے یہ مسئلہ بتا دیا کہ حضرت ابومذکور کا اس غلام کو مدبر کرنا صحیح نہیں تھا اور یہی ان کے تصرف پر پابندی لگانا ہے جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک آزاد' عاقل' بالغ اور کم عقل کے تصرف پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے؟ میں نے فقہاء احناف اور احناف شارحین میں سے کسی کی کتاب میں نہیں پڑھا' جو اس اشکال کے جواب کے درپے ہوا ہو' لیکن اس عاجز پر فیوضات الٰہیہ کے انوار سے اس اشکال کا

Marfat.com

یہ جواب منکشف ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابومذکور کے تصرف پر اس صورت میں پابندی لگائی جب ان کے تصرف سے ان کے ورثاء کا نقصان ہو رہا تھا' کیونکہ اس غلام کے سوا ان کا کوئی مال نہیں تھا اور ان کے مرنے کے بعد وہ غلام ان کے وارثوں کا مال تھا' اب اگر ان کے مرنے کے بعد اس غلام کو آزاد کر دیا جاتا جیسا کہ مدبر میں ہوتا ہے تو یہ ان کے وارثوں کا نقصان ہوتا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ تو جائز ہے کہ کوئی آزاد' عاقل' بالغ اور کم عقل شخص اپنے تصرف سے اپنا نقصان کرلے لیکن اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسروں کا نقصان کرے' اسی لیے امام ابوحنیفہ جاہل طبیب اور راشی مفتی کے تصرفات پر پابندی لگانے کو جائز کہتے ہیں کیونکہ وہ دوسروں کے نقصان کا سبب ہیں' اسی طرح حضرت ابومذکور کا اپنے غلام کو مدبر کرنا اپنے ورثاء کو نقصان پہنچانے کا سبب تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مدبر غلام کو فروخت کر کے ان کے ایسے تصرف پر پابندی لگا دی جو دوسروں کے لیے باعثِ ضرر تھا' لہٰذا امام ابوحنیفہ کے مؤقف اور زیر بحث حدیث میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمِ کرم سے میں اس اشکال کے حل میں متفرد ہوں' اور یہ میں کسی فخر' عُجب اور تکبر سے نہیں کہہ رہا بلکہ نعمت الباری کے اظہار اور فیضانِ رسول کو آشکار کرنے کے لیے کہہ رہا ہوں' کیونکہ دوسرے فقہاء احناف اور شارحین نے اس اشکال کا ذکر کیا ہے' نہ اس کے جواب کے درپے ہوئے ہیں' یہ صرف اس عاجز فقیر پر اس کے ربِ قدیر کا کرم ہے۔ والحمد للّٰہ رب العلمین.

اس امر کی توجیہ کہ امام بخاری نے اس باب کے اثبات کے لیے کسی حدیث کو روایت کیوں نہیں کیا؟

امام بخاری نے اس باب کا عنوان لکھا ہے' پھر دو تعلیقات ذکر کی ہیں' لیکن اس عنوان کو ثابت کرنے کے لیے اپنے اسلوب کے مطابق اپنی سند کے ساتھ کوئی حدیث روایت نہیں کی' ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ امام بخاری کو اپنی شرائط کے مطابق اس عنوان کے اثبات کے لیے کوئی حدیث نہ ملی ہو یا امام بخاری نے حدیث روایت کی ہو لیکن ناسخین سے وہ روایت ساقط ہوگئی ہو' لیکن بہترین جواب یہ ہے کہ چونکہ ان تعلیقات سے امام بخاری کا منشاء پورا ہو گیا تھا اور امام بخاری کے مؤقف پر ان تعلیقات میں واضح دلیل تھی' اس لیے امام بخاری نے اس عنوان کے لیے کسی حدیث کی روایت کرنا مناسب خیال نہیں کیا یا ممکن ہے کوئی اور وجہ ہو جو ہم پر منکشف نہیں ہو سکی' علامہ عینی نے تو اس مسئلہ کو چھیڑا نہیں اور حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے کہ اس عنوان کے اثبات کے لیے امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس عنوان کے اثبات کے لیے حدیث ہے: ابوالزبیر' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنوعذرہ کے ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس شخص سے پوچھا: کیا اس غلام کے علاوہ تمہارا کوئی مال ہے؟ اس نے کہا: نہیں! پھر اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: تم اپنے نفس سے ابتداء کر کے اس پر صدقہ کرو' پھر اگر مال بچ جائے تو وہ تمہارے اہل کے لیے ہے۔ (الحدیث) اور اس اضافہ کے ساتھ ابوالزبیر حضرت جابر کی روایت میں منفرد ہیں اور کسی روایت میں تفرد امام بخاری کی شرائط میں سے نہیں ہے اور امام بخاری اکثر اسی حدیث پر جزم کرتے ہیں' جو ان کی شرط کے مطابق ہو اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳ - بَابُ مَنْ بَاعَ عَلَى الضَّعِيفِ وَنَحْوِهِ، فَدَفَعَ ثَمَنَهُ إِلَيْهِ، وَأَمَرَهُ بِالْإِصْلَاحِ وَالْقِيَامِ جس نے کسی ضعیف العقل شخص کا مال فروخت کر کے اس کی قیمت اس کو ادا کر دی اور اس کو درست کام کرنے

Marfat.com

بِشَأْنِهٖ، فَإِنْ أَفْسَدَ بَعْدُ مَنَعَهُ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ. وَقَالَ لِلَّذِيْ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ. وَلَمْ يَأْخُذِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ

کی نصیحت کی اور اس کو کم قیمت پر فروخت کرنے سے منع کیا' پھر اگر اس نے اپنا نقصان کیا تو اس کو پھر منع کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور جس شخص کو خرید وفروخت میں دھوکا دیا جاتا تھا' اس سے فرمایا: جب تم خرید وفروخت کرو تو کہہ دیا کرو کہ کوئی دھوکا نہیں ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مال واپس نہیں لیا

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۱۱۷ میں ہے' جس شخص کو خرید وفروخت میں دھوکا دیا جاتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خرید وفروخت کا مال واپس نہیں لیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کم عقل شخص کو خرید وفروخت میں تصرف کرنے کی اجازت دی اور یہی امام ابوحنیفہ کا موقف ہے۔

٢٤١٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ. فَكَانَ يَقُوْلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص کو خرید وفروخت میں دھوکا دیا جاتا تھا تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم خرید وفروخت کیا کرو تو کہہ دیا کرو: کوئی دھوکا نہیں ہوگا' تو پھر وہ اس طرح کہہ دیا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۱۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بھی ایک قسم کے جھگڑے کا ذکر ہے۔

٢٤١٥ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ، لَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَابْتَاعَهُ مِنْهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے ایک ایسے غلام کو آزاد کر دیا کہ اس کے پاس اس غلام کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے آزاد کرنے کو (عملاً) مسترد کر دیا' پھر آپ سے اس غلام کو حضرت نعیم بن النحام نے خرید لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں بھی تقدیراً تنازع کا ذکر ہے کیونکہ اگر وہ غلام آزاد کر دیا جاتا تو ہو سکتا تھا بعد میں ان کے ورثاء یہ جھگڑا کھڑا کرتے کہ چونکہ

Marfat.com

ان کا غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا' اس لیے تم کو انہیں آزاد کرنے کا حق نہیں تھا' لہٰذا تم آزاد نہیں ہوئے۔

٤ - بَابُ كَلَامِ الْخُصُوْمِ بَعْضِهِمْ فِيْ بَعْضٍ

بعض مخالف فریقوں کا ایک دوسرے سے کلام کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مخالف فریقوں کا ایک دوسرے سے بات کرنا تو ناگزیر ہے لیکن اگر وہ ایک دوسرے سے رواداری کے ساتھ بات کریں اور کوئی فحش بات نہ کریں جس سے حد یا تعزیر واجب ہو تو پھر ان کا ایک دوسرے سے بات کرنا جائز ہے۔

٢٤١٦، ٢٤١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ، وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. قَالَ فَقَالَ الْأَشْعَثُ فِيَّ وَاللّٰهِ كَانَ ذٰلِكَ، كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ، فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ إِحْلِفْ. قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِذًا يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِيْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران: ٧٧) إِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے خبر دی از اعمش از شقیق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر حلف اٹھایا اور وہ اس میں جھوٹا تھا تا کہ وہ کسی شخص کے مال پر قبضہ کرلے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا' اشعث نے کہا: اللہ کی قسم! آپ کا یہ ارشاد میرے متعلق ہے' میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا تھا تو میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں! پھر آپ نے یہودی سے فرمایا: تم حلف اٹھاؤ' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو حلف اٹھالے گا اور میرا مال لے جائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O (آل عمران: ۷۷)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۶-۲۳۵۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ایک مسلمان اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑے کا ذکر ہے۔

٢٤١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عبداللہ بن کعب بن مالک از حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے حضرت ابن

Marfat.com

الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ، فَنَادٰى يَا كَعْبُ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا. فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ اَيِ الشَّطْرَ، قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے مسجد میں اپنے قرض کا تقاضا کیا' پس ان دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سنا' آپ ان کی طرف آئے اور آپ نے حجرہ کا پردہ کھولا' پس آپ نے بلند آواز سے فرمایا: یا کعب! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم اپنے قرض سے اتنا کم کر دو' آپ نے ان کی طرف نصف کا اشارہ کیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کم کر دیا' پھر آپ نے حضرت ابن ابی حدرد سے فرمایا: اب اٹھو! تم اس کو ادا کر دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہما کے درمیان جھگڑے کا ذکر ہے۔

٢٤١٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَؤُهَا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَاَنِيْهَا، وَكِدْتُّ اَنْ اَعْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ اَمْهَلْتُهٗ حَتَّى انْصَرَفَ، ثُمَّ لَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ، فَجِئْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَاُ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَاْتَنِيْهَا، فَقَالَ لِيْ اَرْسِلْهُ. ثُمَّ قَالَ لَهُ اقْرَاْ. فَقَرَاَ، قَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ. ثُمَّ قَالَ لِيَ اقْرَاْ. فَقَرَاْتُ، فَقَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ، فَاقْرَءُوْا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ.

[اطراف الحدیث: ٤٩٩٢-٥٠٤١-٦٩٣٦-٧٥٥٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از عبدالرحمان بن عبدالقاری' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما کو سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا' وہ اس طریقہ کے خلاف پڑھ رہے تھے جس طرح میں پڑھتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہ سورت پڑھائی تھی' قریب تھا کہ میں ان پر جھپٹ پڑتا' لیکن میں نے ان کو مہلت دی حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہوگئے' پھر میں نے ان کو اپنی چادر سے پکڑ کر گھسیٹا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا' میں نے عرض کیا: میں نے ان کو اس قراءت کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا ہے جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا ہے' آپ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو' پھر آپ نے ان سے فرمایا: اب تم پڑھو' سو انہوں نے پڑھا: آپ نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: تم پڑھو' پس میں نے پڑھا' آپ نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' بے شک قرآن مجید سات حرفوں پر نازل ہوا ہے' تم کو ان میں سے جو حرف آسان لگے' تم اس پر پڑھو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) عبدالرحمن بن عبدالقاری' ان کی نسبت بنو قارہ بن الدیش کی طرف ہے۔مشہور یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں' ایک قول یہ ہے کہ صحابی ہیں' ان کی ۸۰ھ میں مدینہ میں وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی (۶) ہشام بن حکیم بن حزام القرشی' یہ صحابی ابن صحابی ہیں' انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا تھا' یہ علم وفضل والے صحابہ میں سے ہیں' نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے۔(عمدۃ القاری ج ۱۲ص ۳۶۲-۳۶۱)

قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے' ان سات حروف کے معنی میں دس اقوال ہیں:

(۱) خلیل نے کہا ہے کہ اس سے مراد سات قراءات ہیں اور یہ وہ اسماء اور افعال ہیں جن کو سات طریقوں سے پڑھا جاتا ہے۔ جیسے "نرتع" اور "نلعب" کو سات طریقوں پڑھا جاتا ہے۔

اس میں اصولیین کا اختلاف ہے کہ آیا اب بھی سات حروف پر قرآن مجید کو پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں' امام طبری وغیرہ نے اس سے منع کیا ہے اور کہا ہے کہ اب صرف ایک حرف (قراءت) پر قرآن مجید کو پڑھا جا سکتا ہے اور یہ وہ حرف ہے جو حضرت زید بن ثابت سے ثابت ہے اور شیخ ابوالحسن اشعری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن سات حروف پر قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور مسلمانوں کو ان حروف پر پڑھنے کی اجازت دی ہے' اب امت کے لیے اس سے منع کرنا جائز نہیں ہے' بلکہ یہ سات حروف ہماری اس قراءت میں موجود ہیں اور یہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ہیں اور ان کی کوئی معین جگہ معلوم نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ قرآن پڑھنے والے کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ جس حرف پر اس کے لیے قرآن مجید کو پڑھنا آسان ہو' اس حرف پر پڑھ لے اور یہ اس صورت میں ہے جس میں معنی متفق اور متقارب ہو اور یہ اجازت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے پہلے تھی' اور اب کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اجماع صحابہ کے خلاف قرآن مجید پڑھے۔

(۲) ابوالعباس احمد بن یحییٰ نے کہا ہے کہ سات حروف سے مراد عرب کی سات فصیح لغات ہیں' جیسے لغت قریش اور لغت نزار وغیرہ۔

(۳) یہ سات حروف صرف مضر کی سات لغات ہیں اور یہ قرآن مجید میں متفرق ہیں کسی ایک کلمہ میں مجتمع نہیں ہیں۔

(۴) ایک کلمہ میں بھی یہ سات حروف پڑھے جا سکتے ہیں۔

(۵) یہ سات حروف تلاوت کی صورت میں ہیں' جیسے ادغام وغیرہ۔

(۶) سات حروف سے مراد قرآن مجید کے خطاب کی سات اقسام ہیں' جو یہ ہیں: (۱) زجر و توبیخ (۲) امر (۳) حلال (۴) حرام (۵) محکم (۶) متشابہ (۷) امثال۔

(۷) سات حروف سے مراد اعراب ہیں کیونکہ وہ کلمہ کے آخر میں آتے ہیں' امام مالک سے منقول ہے کہ اس سے مراد کلمہ کے آخر کو بدلنا ہے' جیسے "غفور رحیم" کو بدل کے "سمیع بصیر" پڑھا جائے' تاہم آیت رحمت کو عذاب سے نہ بدلا جائے اور نہ آیت عذاب کو رحمت سے بدلا جائے۔

(۸) سات حروف سے مراد حروف' اسماء اور افعال ہیں جن کو مختلف طریقوں سے پڑھا جائے جیسے "نرتع و نلعب"۔

Marfat.com

(۹) سات حروف سے معانی متفقہ متقاربہ مراد ہیں جیسے "اَقْبِل" "تعال" اور "ھلم"۔ ان سب کا معنی ہے: آؤ اور ان میں ایک لفظ کی جگہ دوسرے لفظ کو پڑھنا جائز ہے یعنی ایک لفظ کو اس کے مترادف سے بدلنا۔

(۱۰) سات حروف سے مراد قراءات وتجوید کے سات طریقے ہیں جیسے (۱) امالہ (۲) فتح (۳) ترقیق (۴) تفخیم (۵) تسہیل (۶) ادغام (۷) اظہار۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان سات حروف میں حصر نہیں ہے یہ صرف آسانی کے لیے فرمایا ہے اور اکثر نے کہا ہے کہ ان سات میں حصر ہے نیز علامہ عینی نے کہا ہے کہ زیر بحث حدیث میں حضرت ہشام نے حضرت عمر کی اطاعت اس لیے کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد خیر کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین میں بہت متصلب تھے اور حضرت ہشام ان کے بعد متصلب تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۶۴۔ ۳۶۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵ - بَابُ اِخْرَاجِ اَهْلِ الْمَعَاصِيْ وَالْخُصُوْمِ مِنَ الْبُيُوْتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ

معلوم ہونے کے بعد اللہ کے نافرمانوں اور جھگڑا کرنے والوں کو گھر سے نکال دینا

وَقَدْ اَخْرَجَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اُخْتَ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حِيْنَ نَاحَتْ.

اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہن نے نوحہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو گھر سے نکال دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس بہن کا نام ام فروہ تھا۔ اس تعلیق کو امام محمد بن سعد نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے اوپر نوحہ کرنے والیوں کو جمع کیا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ان عورتوں کو حضرت ابوبکر کے اوپر نوحہ کرنے سے منع کیا' انہوں نے نوحہ ترک کرنے سے انکار کیا' تب ہشام بن الولید نے کہا کہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی (یعنی حضرت ام فروہ جو حضرت ابوبکر کی بہن ہیں' ان) کو بلائیں' پھر انہوں نے درّہ کو بلند کر کے اس کی کئی ضرب لگائیں' جب نوحہ کرنے والیوں نے یہ سنا تو وہ منتشر ہوگئیں' پھر حضرت عمر نے کہا: تم یہ چاہتی ہو کہ تمہارے رونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر کو عذاب دیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک گھر والوں کے رونے کی وجہ سے مردہ کو عذاب دیا جاتا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

میت پر نوحہ کرنے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف تھا' اس کی تفصیل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نوحہ کو میت کے لیے جو باعث عذاب قرار دیا' اس کی توجیہات کے لیے صحیح البخاری: ۱۲۸۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۴۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَتُقَامَ، ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى مَنَازِلِ قَوْمٍ لَا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ، فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سعید بن ابراہیم از حمید بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک میں نے ارادہ کیا ہے کہ نماز پڑھنے کا حکم دوں' پس نماز قائم کی جائے' پھر میں ان لوگوں کے گھروں کی طرف جاؤں' جو نماز پڑھنے نہیں آتے' پھر میں ان کو آگ لگا دوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۴۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اگر

Marfat.com

آپ ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دیتے تو وہ لوگ ضرور اپنے گھروں سے نکلتے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز کی جماعت کو ترک کر کے اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو گھروں سے نکال دیا جائے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

٦ - بَابُ دَعْوَى الْوَصِيِّ لِلْمَيِّتِ جس کو مرنے والے نے وصیت کی ہے اس کا دعویٰ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جس شخص کو مرنے والے نے یہ وصیت کی ہے کہ فلاں شخص میرے نسب سے ہے اور وہ میرا بیٹا ہے تو وہ شخص میت کی طرف سے یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ فلاں شخص اس میت کا بیٹا ہے۔

٢٤٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ وَسَعْدَ بْنَ اَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اِخْتَصَمَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ اَمَةِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَوْصَانِي اَخِي اِذَا قَدِمْتُ اَنْ اَنْظُرَ ابْنَ اَمَةِ زَمْعَةَ فَاَقْبِضْهُ فَاِنَّهُ ابْنِي. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ اَخِي وَابْنُ اَمَةِ اَبِي، وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ اَبِي. فَرَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ عبد بن زمعہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زمعہ کی باندی کے بیٹے کے متعلق جھگڑا کیا' پس حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! میرے بھائی نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو تم زمعہ کی باندی کے بیٹے پر نظر رکھنا' پس اس پر قبضہ کر لینا کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے اور عبد بن زمعہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عتبہ کے ساتھ واضح مشابہت دیکھی تو آپ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! وہ تمہارا (بھائی) ہے' بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا' اور اے سودہ! اب تم اس سے پردہ کیا کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٥٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ زمعہ کے بیٹے میں عبد بن زمعہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے درمیان جھگڑا ہوا' حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے' میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے اور عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے' میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔

٧ - بَابُ التَّوَثُّقِ مِمَّنْ تُخْشٰى مَعَرَّتُهُ جس سے شر اور فساد کا خطرہ ہو یا بچہ پڑھائی سے بھاگے تو اس کا باندھنا جائز ہے

اس باب کے عنوان میں ''توثق'' اور ''معرتہ'' کا لفظ ہے' ''معرۃ'' کا ماخذ ''عر'' ہے' اس کا معنی ہے: شر' فساد اور مکروہ کام' اور ''توثق'' کا معنی ہے: کسی چیز کو محکم اور مضبوط کرنا' یہ مضبوطی کبھی قید کرنے سے اور باندھنے سے بھی حاصل ہوتی ہے اور وہی یہاں مراد ہے۔

وَقَيَّدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عِكْرِمَةَ عَلٰى تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَالسُّنَنِ وَالْفَرَائِضِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (اپنے غلام) عکرمہ کو قرآن' سنن اور فرائض کی تعلیم کے لیے قید کر لیا تھا۔

عکرمہ اہل بربر میں سے تھے اور مغرب کے رہنے والے تھے' یہ پہلے حصین بن ابی الحر العنبری کے غلام تھے' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ کے گورنر ہوئے تو حصین نے حضرت ابن عباس کو عکرمہ ہبہ کر دیا۔ عکرمہ نے صحابہ

Marfat.com

کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں اور اکثر احادیث حضرت ابن عباس سے روایت کی ہیں' ابراہیم نخعی' اعمش' قتادہ اور امام ابوحنیفہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے چالیس سال علم حاصل کیا' حضرت ابن عباس گھر کے اندر ہوتے تھے اور میں دروازہ پر فتوے دیتا تھا' شعبی بیان کرتے ہیں کہ عکرمہ سے بڑھ کر کوئی شخص کتاب اللہ کا عالم نہیں ہے' عکرمہ ۱۰۵ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر اسّی (۸۰) سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۶۶)

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے' اس کی اصل یہ ہے:

زبیر بن حریث' عکرمہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دیتے تھے اور مجھے قرآن اور سنت کی تعلیم دیتے تھے' جس وقت حضرت ابن عباس عکرمہ کو باندھ کر پڑھاتے تھے' اس وقت وہ کم عمر تھے اور نوعمری کے تقاضے سے پڑھائی سے بھاگ جاتے تھے' اس لیے حضرت ابن عباس ان کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیتے تھے' اب بھی اگر کوئی بچہ پڑھائی سے بھاگے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۲۲۰۔۲۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

٢٤٢٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ. قَالَ عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. قَالَ أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں کی ایک جماعت کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو لے کر آئے' جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا' وہ اہل یمامہ کا سردار تھا' صحابہ نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس سے پوچھا: اے ثمامہ! تمہارے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا: اے محمد! میرے پاس خیر ہے! پھر پوری بات ذکر کی' آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ثمامہ کو ستون کے ساتھ باندھنے کا ذکر ہے۔

مقروض کو قید کرنے کے سلسلے میں روایات

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مقروض کو قید کر لیتے تھے' ابن سیرین نے کہا کہ قاضی شریح جب کسی کے خلاف فیصلہ کرتے تو حکم دیتے کہ ان کے اٹھنے تک اس شخص کو مسجد میں روک لیا جائے' پھر اگر وہ قرض ادا کر دیتا تو فبہا ورنہ اس کو قید میں ڈالنے کا حکم دیتے' اور طاؤس نے کہا: جب تک کوئی شخص حکم کا اقرار نہ کرے تو اس کو قید کر لیا جائے اور معمر کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت کی وجہ سے ایک شخص کو قید کر لیا اور ثمامہ کی حدیث اس باب میں اصل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۶۷۔۳۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٨ - بَابُ الرَّبْطِ وَالْحَبْسِ فِي الْحَرَمِ

حرم میں باندھنا اور قید کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقروض کو حرم میں باندھنا جائز ہے اور اس میں طاؤس کا رد ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ مکہ میں

قید کرنا مکروہ ہے طاؤس کا استدلال اس حدیث سے ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ طاؤس نے مکہ میں قید کرنے کو مکروہ قرار دیا' انہوں نے کہا: جس جگہ رحمت کا گھر ہو وہاں عذاب کا گھر نہیں بنانا چاہیے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۸۴٦۔ ج ۳ ص ۴۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

وَاشْتَرٰی نَافِعُ بْنُ عَبْدِ الْحَارِثِ دَارًا لِلسِّجْنِ بِمَكَّةَ، مِنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَلٰى أَنَّ عُمَرَ إِنْ رَضِيَ فَالْبَيْعُ بَيْعُهُ، وَإِنْ لَّمْ يَرْضَ عُمَرُ فَلِصَفْوَانَ أَرْبَعُ مِائَةٍ.

اور نافع بن عبد الحارث نے صفوان بن امیہ سے قید خانہ بنانے کے لیے مکہ میں ایک گھر خریدا' اس شرط پر کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ اس بیع سے راضی ہو گئے تو یہ بیع ہو گی اور اگر حضرت عمر راضی نہیں ہوئے تو وہ صفوان کو چار سو درہم واپس دے دیں گے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ٦ ص ۳۴ (نشر السنۃ' ملتان) مصنف عبد الرزاق: ۹۲۷٦۔ ج ۵ ص ۱۰۳ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳٦٦۲۔ ج ۱۱ ص ٦۷۲ میں ہے (مجلس علمی' بیروت)۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ یہ بیع تین ہزار میں ہوئی اور اگر حضرت عمر راضی نہیں ہوئے تو نافع' صفوان کو چار سو درہم دیں گے' اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ یہ بیع چار ہزار درہم میں ہوئی اور اگر حضرت عمر راضی نہیں ہوئے تو نافع' صفوان کو چار سو درہم دیں گے اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں عُربان (بیعانہ) کو حلال کر دیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ نافع نے صفوان سے شرط کے ساتھ بیع کی تھی اور یہ بیع فاسد ہے

بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نافع نے صفوان سے اس شرط پر یہ بیع کی تھی کہ اگر حضرت عمر اس بیع سے راضی ہو گئے تو یہ بیع ہو گی' ورنہ نافع' صفوان کو چار سو درہم واپس کر دیں گے اور اگر بیع میں کوئی شرط رکھی جائے تو وہ بیع فاسد ہوتی ہے؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ شرط نفس عقد میں داخل نہیں تھی' بلکہ نافع نے صفوان سے یہ وعدہ کیا تھا' یا یہ بیع بشرط الخیار تھی اور اس بیع میں نافع نے یہ اختیار رکھا تھا کہ اگر حضرت عمر نے اس بیع کو پسند کر لیا تو یہ بیع ہو گی ورنہ نہیں' یعنی اگر حضرت عمر نے چار سو درہم میں اس مکان کو قید خانہ بنانے کے لیے پسند کر لیا تو چار سو درہم میں اس مکان کی بیع ہو جائے گی' ورنہ نہیں ہو گی۔

المہلب نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اگر حضرت عمر نے اس بیع کو پسند نہیں کیا تو نافع صفوان کو چار سو درہم دے کر یہ مکان خود خرید لیں گے اور یہ بیع جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳٦۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مروّجہ بیعانہ (عُربون) کی تعریف

خرید و فروخت میں بیعانہ کا بھی رواج ہے' جس کو عربی میں عُربون یا عُربان کہتے ہیں' اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً زید' عمرو سے پانچ ہزار روپے میں ایک مکان خریدتا ہے اور کہتا ہے کہ میں پانچ ہزار روپے ادا کر کے مکان پر قبضہ کر لوں گا اور اس کو ایک ہزار روپے بیعانہ دیتا ہے کہ اگر اس نے بائع کو باقی ماندہ چار ہزار روپے دے دیئے تو یہ بیع ہو جائے گی اور ایک ہزار روپے کا بیعانہ کل رقم میں محسوب ہو جائے گا' ورنہ بائع کو یہ حق ہو گا کہ وہ اس بیعانہ پر قبضہ کر لے۔ احادیث میں اس بیعانہ کی ممانعت ہے اور فقہاء میں سے امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی نے اس کو ناجائز کہا ہے' صرف امام احمد نے اس کو جائز کہا ہے اور ان کا استدلال امام بخاری کی اس مذکور تعلیق سے ہے۔ ہم اس بحث میں پہلے احادیث کے حوالوں سے بیعانہ کی ممانعت بیان کریں گے' پھر ائمہ ثلاثہ کی تصریحات پیش کریں گے اور آخر میں امام احمد بن حنبل کی دلیل بیان کر کے اس کا جواب لکھیں گے۔ فنقول وباللّٰہ التوفیق.

Marfat.com

بیعانہ کی ممانعت میں حدیث

عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے اور وہ اپنے دادا (عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عُربان کی بیع (بیعانہ) سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۰۲ 'سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۲ 'مشکوٰۃ: ۲۸۶۴ 'موطأ امام مالک۔ کتاب البیوع۔حدیث:۱ 'مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۳ 'سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۲)

بیعانہ میں امام مالک کا مؤقف

امام مالک نے کہا ہے کہ عربون (بیعانہ) کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص کسی غلام یا باندی کو خریدے' پھر بائع سے کہے کہ میں تم کو ایک درہم یا دینار اس شرط پر دیتا ہوں کہ اگر میں نے اس غلام یا باندی کو خرید لیا تو میں نے تم کو جو ایک دینار یا درہم دیا ہے' وہ اس غلام یا باندی کی قیمت میں محسوب ہوگا اور اگر میں نے اس بیع کو ترک کر دیا تو میں نے جو ایک دینار یا درہم دیا ہے وہ تمہارا ہے' یہ رقم بائع کے لیے بلا معاوضہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ (موطأ امام مالک۔کتاب البیوع۔حدیث:۱ 'المکتبۃ التوفیقیہ' موطأ امام مالک ج ۲ ص ۱۰۲)

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر المالکی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے جو عربون (بیعانہ) کی تفسیر کی ہے' اس پر تمام شہروں کے فقہاء متفق ہیں خواہ وہ حجازی ہوں یا عراقی' ان میں سے امام شافعی' الثوری' امام ابوحنیفہ' اوزاعی' لیث بن سعد اور عبدالعزیز بن سلمہ ہیں کیونکہ اس بیع میں غرر اور مخاطرہ (دھوکا اور نقصان کا خطرہ یعنی Risk رِسک) ہے اور بغیر عوض اور ہبہ کے دوسرے کا مال کھانا ہے اور یہ باطل ہے۔

اس صورت کے اعتبار سے بیع العربان (بیعانہ) ان کے نزدیک منسوخ ہے' جب وہ قبضہ سے پہلے اور بعد ہو اور سودا اگر موجود ہو تو اس کو واپس کیا جائے گا اور اگر وہ ہلاک ہو چکا ہے تو قبضہ کے دن جو اس کی قیمت تھی' اس کو واپس کیا جائے گا اور ہر حال میں جو کچھ بیعانہ لیا گیا ہے' اس کو واپس کیا جائے گا۔

تابعین کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے بیع العربان (بیعانہ) کو جائز کہا ہے' ان تابعین میں مجاہد' ابن سیرین' نافع بن عبدالحارث اور زید بن اسلم ہیں اور ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' زید بن اسلم یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے اور اس حدیث کو ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی سند کے ساتھ نہیں پہچانتے' اور ہو سکتا ہے کہ جس عُربان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی تھی' وہ یہ ہو کہ اگر بیع مکمل ہوگئی تو جو پیشگی رقم دی گئی ہے' وہ سودے کی قیمت میں محسوب ہوگی اور اگر بیع مکمل نہیں ہوئی تو بائع نے جو پیشگی رقم لی ہے' وہ اس کو واپس کر دے گا اور اس اعتبار سے عربان (بیعانہ) سب کے نزدیک جائز ہے۔

یہ امام مالک کا' ان کے اصحاب کا اور تمام فقہاء کا قول ہے۔ (الاستذکار ج ۱۹ ص ۱۱۔۱۰ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے مزید تفصیل سے لکھا ہے:

زید بن اسلم نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع عربان (بیعانہ) کی اجازت دی ہے تو یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے' اس حدیث کو عبدالرزاق اسلمی نے زید بن اسلم سے مرسلاً روایت کیا ہے اور یہ اور اس کی مثل حجت نہیں ہے۔
(التمہید ج ۱۰ ص ۴۰۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

بیعانہ میں امام شافعی کا مؤقف

علامہ محی الدین بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عربان سے منع

Marfat.com

فرمایا ہے' اس حدیث کو امام مالک نے اپنی موطأ میں اور امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے' مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور یہ دراصل امام مالک کی مرسل ہے۔

اگر عربان کی نفس عقد میں شرط ہو تو حضرت ابن عباس' حسن بصری' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور شوافع کے نزدیک عربان باطل ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس بیع کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک اور امام شافعی نے اس حدیث کی وجہ سے اس بیع کو باطل کہا ہے کیونکہ اس میں شرط فاسد ہے' غرر (نقصان کا خطرہ Risk) ہے اور باطل کے ذریعہ دوسرے کا مال کھانا ہے' فقہاء احناف نے بھی اس کو باطل کہا ہے۔ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا جواز منقول ہے اور اسی کی طرف امام احمد بن حنبل کا میلان ہے۔ (المجموع شرح المہذب ج ۹ ص ۳۳۵۔ ۳۳۴' دار الفکر' بیروت)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(معالم السنن ج ۳ ص ۱۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

بیعانہ میں امام ابوحنیفہ کا موقف

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کے نزدیک یہ بیع باطل ہے کیونکہ اس میں شرط اور غرر (نقصان کا خطرہ Risk) ہے۔

(مرقات ج ۶ ص ۸۶' المکتبۃ الحقانیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

عربون (بیعانہ) کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کوئی چیز خریدتا ہے اور بائع کو اس کی قیمت کا کچھ حصہ پیشگی دے دیتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تم فکرمت کرو' میں باقی قیمت بھی دے کر اس چیز کو خرید لوں گا' اگر میں نے اس چیز کو نہ خریدا تو میں نے پیشگی قیمت کا جو حصہ تمہیں دیا ہے' وہ تمہارا ہو جائے گا' اس سے مقصود اس بیع کی تاکید ہوتی ہے تاکہ اس چیز کو اور کوئی نہ خریدے' یہ بیعانہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں شرط ہے اور غرر ہے (یعنی نقصان کا خطرہ (Risk) ہے)۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۳۴' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

بیعانہ وغیرہ امر فضول ہے جسے بیع سے کچھ تعلق نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۸ ص ۲۵۲' رضا فاؤنڈیشن' لاہور)

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

''امام مالک و ابوداؤد و ابن ماجہ بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ'' راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعانہ سے منع فرمایا۔ (بہار شریعت حصہ ۱۱ ص ۶۰' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

بیعانہ میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

عربون (بیعانہ) کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص سودا خریدے اور بائع کو کچھ درہم دے اور یہ شرط رکھے کہ اگر میں نے یہ سودا لے لیا تو یہ درہم سودے کی قیمت میں محسوب ہو جائیں گے اور اگر میں نے یہ سودا نہیں لیا تو پھر یہ درہم بائع کے ہوں گے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے اس کی اجازت دی ہے' ابن سیرین نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' سعید بن المسیب اور ابن سیرین نے کہا ہے کہ اگر اس کو سودا

Marfat.com

پسند نہ ہو تو وہ اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ کوئی چیز بھی دے۔

ابوالخطاب کا مختار یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے امام مالک' امام شافعی اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری سے مروی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عربون سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۰۲' سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۲' موطا امام مالک۔ کتاب البیوع۔ حدیث:۱) نیز اس میں بغیر کسی عوض کے بائع کو کچھ دراہم دینے کی شرط لگائی گئی ہے اور اس میں خیار مجہول ہے کیونکہ اس میں یہ شرط ہے کہ خریدار کو سودا واپس کرنے کا حق ہے اور اس میں مدت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ امام احمد کی دلیل یہ ہے:

نافع بن عبدالحارث سے روایت ہے کہ انہوں نے صفوان بن امیہ سے قید خانہ کے لیے ایک مکان خریدا اور یہ شرط رکھی کہ اگر حضرت عمر نے اس مکان کو پسند کر لیا تو یہ بیع ہو جائے گی ورنہ تم کو اتنے پیسے مل جائیں گے۔

اثرم کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا: آپ اس روایت کی طرف گئے ہیں؟ امام احمد نے کہا: میں اور کیا کہوں! یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور انہوں نے اس کے خلاف حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا۔

ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس مکان کو اسی شرط پر خریدا ہو اور جوائمہ عربون (بیعانہ) کے فساد کے قائل ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اگر خریدار نے اس سودے کو نہیں خریدا تو بائع ان دراہم کا مستحق نہیں ہوگا اور بائع نے اتنی مدت تک جو انتظار کیا ہے اور بیع کی مدت میں جو تاخیر ہوئی ہے' اس کے عوض ان دراہم کو درست قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ انتظار کرنا ان دراہم کا معاوضہ ہوتا تو پھر اس سودے کو خریدنے کی صورت میں ان دراہم کو اس سودے کی قیمت میں محسوب کرنا صحیح نہ ہوتا۔

(المغنی ج ۵ ص ۶۱۱-۶۱۰' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

نافع بن عبدالحارث کی روایت پر دیگر علماء کا تبصرہ

امام احمد نے نافع بن عبدالحارث کی روایت سے جو استدلال کیا ہے' وہ اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحاتم نے کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور یہ حدیث مرسل ہے اور یہ محمد بن اسحاق کی از محمد بن اسلم روایت ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ از معتمر بن سلیمان از والد خود از محمد بن اسلم روایت ہے۔ (الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۱۱۲' بہ حوالہ حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۱۷۶' مجلس علمی' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا ہے کہ مصنف عبدالرزاق کی جو روایت ہے' اس کی سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۶۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں:

اولیٰ وہ ہے جو جمہور کا مذہب ہے کیونکہ عمرو بن شعیب کی حدیث متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے اور بعض سندوں سے بعض دوسری سندوں کی تقویت ہوتی ہے اور اس حدیث میں بیعانہ کی تحریم ہے اور نافع بن عبدالحارث کی حدیث میں بیعانہ کی اباحت ہے اور تحریم اباحت پر راجح ہوتی ہے جیسا کہ اصول میں مقرر ہے اور بیعانہ کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ اس میں دو فاسد شرطیں ہیں: ایک یہ کہ اگر خریدار نے سودا نہیں لیا تو بائع کو جو پیشگی رقم دی گئی ہے' اس کا کوئی عوض نہیں ہوگا' دوسری یہ کہ اگر خریدار اس بیع سے راضی نہیں ہوا تو وہ یہ سودا بائع کو واپس کر دے گا۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۱' دارالوفاء' ریاض' ۱۴۲۱ھ)

نافع بن عبدالحارث کی روایت پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ نافع بن عبدالحارث کی روایت کو مسترد کرنے کی قوی وجہ یہ ہے کہ اس روایت کے متن میں شدید اضطراب ہے۔ امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے' اس میں مذکور ہے کہ نافع نے وہ گھر صفوان سے چار سو درہم میں خریدا اور اگر حضرت عمر اس پر

راضی نہ ہوئے تو وہ صفوان کو چار سو درہم واپس دے دیں گے اور امام عبدالرزاق نے جو روایت ذکر کی ہے اس میں مذکور ہے کہ نافع نے صفوان سے وہ گھر تین ہزار درہم میں خریدا اور اگر حضرت عمر اس پر راضی نہیں ہوئے تو نافع، صفوان کو چار سو درہم دیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق: ٩٢٧٦ - ج ٥ ص ١٠٣ دارالکتب العلمیہ بیروت) اور امام ابن ابی شیبہ نے جو روایت ذکر کی ہے اس میں مذکور ہے کہ نافع نے صفوان سے وہ گھر چار ہزار درہم میں خریدا اور اگر حضرت عمر اس بیع پر راضی نہیں ہوئے تو نافع، صفوان کو چار سو درہم دیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٣٢٦٢ - ج ١١ ص ٦٧٢ مجلس علمی بیروت)

اور اصول میں یہ بات مقرر ہے کہ جس حدیث کے متن میں اتنا شدید اضطراب ہو اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے لہٰذا نافع بن عبدالحارث کی روایت سے امام احمد بن حنبل کا استدلال درست نہیں ہے جب کہ اس حدیث کے راویوں پر شدید جرح بھی کی گئی ہے۔

نافع بن عبدالحارث کی روایت کا صحیح محمل

نیز امام احمد نے اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا ہے کہ نافع نے صفوان کو جو چار سو درہم دیئے تھے وہ بہ طور بیعانہ دیئے تھے اگر حضرت عمر نے اس بیع کو پسند نہیں کیا تو صفوان ان چار سو درہموں کو بلا معاوضہ رکھ لیں گے اور یہی بیعانہ ہے جب کہ ان چار سو درہموں کو دینے کی صحیح وجہ یہ ہے:

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٧٣ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہ چار سو درہم اتنی مدت تک مکان کو موقوف رکھنے کا کرایا نہیں تھا جتنی مدت میں حضرت عمر کی طرف سے اس بیع کی منظوری کا جواب آتا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ نافع نے صفوان سے یوں کہا کہ اگر حضرت عمر نے اس مکان کو چار سو درہم میں خریدنا منظور نہیں کیا تو اس مکان کو میں تم سے چار سو درہم میں خرید لوں گا' اور نافع اس مکان کو خریدنے کے لیے حضرت عمر کی طرف سے وکیل تھے اور وکیل کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اگر مؤکل اس کی بیع کو قبول نہ کرے تو وہ اس چیز کو خود خرید سکتا ہے۔ اس تقریر سے یہ شبہ دور ہو گیا کہ نافع نے اس بیع میں حضرت عمر کے منظور کرنے کی شرط لگائی تھی اور بیع میں شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے اور شبہ دور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نافع نے اس بیع میں حضرت عمر کے منظور کرنے کی شرط نہیں لگائی تھی بلکہ صفوان سے یہ کہا تھا کہ اگر حضرت عمر نے چار سو درہم میں یہ مکان نہیں خریدا تو میں خرید لوں گا۔ (تیسیر القاری ج ٢ ص ٣٥٧' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بعض صورتوں میں بیعانہ لینے کی گنجائش

ہر چند کہ ہماری بیان کردہ تفصیل کے مطابق جمہور ائمہ اور فقہاء کے نزدیک بیعانہ لینا جائز نہیں ہے لیکن بعض صورتوں میں بیعانہ لینا ناگزیر ہو جاتا ہے' مثلاً ایک شخص نے کسی ادارہ کو پانچ لاکھ روپے کے کپڑوں کے سوٹ اور چمڑے کی مصنوعات کا آرڈر دیا' اس ادارہ نے چار لاکھ روپے لگا کر وہ مال تیار کیا اور جب ڈلیوری کا وقت آیا تو عین موقع پر خریدار نے آرڈر کینسل کر دیا' جس سے بائع کا چار لاکھ کا نقصان ہو گیا' اگر بائع نے خریدار سے ایک لاکھ یا دو لاکھ روپے بیعانہ لیا ہوتا تو بائع کا یہ بھاری نقصان نہ ہوتا' اس لیے اس قسم کی صورتوں میں بائع کو بھاری نقصان سے محفوظ رکھنے کے لیے امام احمد کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے خریدار سے بیعانہ لینے کی گنجائش ہے۔ حدیث میں ہے: ''لا ضرر ولا ضرار'' کوئی شخص اپنے صاحب کو کسی وجہ سے بھی ضرر نہ پہنچائے اور نہ دو آدمیوں میں سے ہر ایک دوسرے کو ضرر پہنچائے۔ (سنن ابن ماجہ: ٢٣٤١)

وَسَجَنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ. حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں قید خانہ بنایا۔

Marfat.com

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

امام محمد بن سعد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایامِ حکومت میں مکہ میں قید خانہ بنایا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۱۸۶ دار صادر بیروت)

٢٤٢٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ اَبِي سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ سواروں کی ایک جماعت نجد کی طرف بھیجی وہ بنوحنیفہ کے ایک آدمی کو لے کر آئے جس کا نام ثمامہ بن اُثال تھا پھر انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۶۲ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ثمامہ بن اُثال کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا ذکر ہے۔

٩ - بَابُ الْمُلَازَمَةِ
مقروض کے ساتھ لازم اور چمٹے رہنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر قرض خواہ مقروض کے ساتھ چمٹا رہے تو یہ جائز ہے۔

٢٤٢٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، وَقَالَ غَيْرُهُ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِي حَدْرَدٍ الْاَسْلَمِيِّ دَيْنٌ، فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ، فَتَكَلَّمَا حَتّٰى ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَا كَعْبُ. وَاَشَارَ بِيَدِهِ، كَاَنَّهُ يَقُوْلُ النِّصْفَ، فَاَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی اور ان کے علاوہ دیگر نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ہرمز از عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری از حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے قرض وصول کرنا تھا پس حضرت کعب کی حضرت ابن ابی حدرد سے ملاقات ہوگئی تو حضرت کعب نے ان کو پکڑ لیا پھر وہ دونوں بحث کرتے رہے حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں پھر ان دونوں کے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور فرمایا: اے کعب! اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا گویا کہ آپ نصف قرض کو کم کرنے کا فرما رہے تھے تو حضرت کعب نے اپنے قرض سے نصف وصول کیا اور نصف کو ترک کر دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس

Marfat.com

میں قرض خواہ کو مقروض کے ساتھ لازم رہنے کا ذکر ہے۔

١٠ - بَابُ التَّقَاضِیْ — تقاضا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ قرض کا تقاضا کرنا اور اس کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

٢٤٢٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَرَاهِمُ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ لَا أَقْضِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يُمِيْتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثَكَ. قَالَ فَدَعْنِي حَتّٰى أَمُوْتَ، ثُمَّ أُبْعَثَ، فَأُوْتٰى مَالًا وَوَلَدًا ثُمَّ أَقْضِيَكَ. فَنَزَلَتْ ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا۝﴾ الْاٰيَةَ (مریم:٧٧).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت خباب رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں لوہار تھا اور میرے عاص بن وائل پر چند دراہم تھے' میں اس کے پاس ان کا تقاضا کرنے گیا' اس نے کہا: میں تم کو وہ دراہم اس وقت تک نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کفر کرو' میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم کو مارے' پھر زندہ کرے' اس نے کہا: پھر چھوڑو حتیٰ کہ میں مر جاؤں' پھر میں زندہ کیا جاؤں' پھر مجھے مال اور اولاد دی جائے گی' پھر میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا' تب یہ آیت نازل ہوئی: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی۝ (مریم:٧٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٢٠٩١ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض کا تقاضا کرنے کا ذکر ہے۔

"کتاب الخصومات" کی تکمیل

"الحمد للّٰه رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین وعلٰی آله واصحابه اجمعین" آج ٤ ربیع الثانی ١٤٢٩ھ/١١ اپریل ٢٠٠٨ء بہ روز جمعہ "کتاب الخصومات" کی تکمیل ہوگئی' اے مالک ارض وسماء! جس طرح آپ نے اس کتاب کو مکمل کرا دیا ہے' صحیح بخاری کی باقی کتب کو بھی مکمل کرا دیں اور اس گناہ گار کی' اس کے والدین کی اور قارئین کی مغفرت فرما دیں۔

سابق "کتاب الاقتراض" اور اس "کتاب الخصومات" میں پچاس احادیث ہیں' جن میں سے چھ تعلیقات ہیں اور ٣٨ احادیث مکرر ہیں اور باقی ١٦ احادیث خالص ہیں اور ان میں صحابہ اور تابعین کے بارہ آثار ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٤٥ - كِتَابٌ فِى اللُّقْطَةِ

راستے میں پڑی ہوئی چیز (لقطہ) کے احکام کا بیان

١ - بَابٌ إِذَا أَخْبَرَهُ رَبُّ اللُّقْطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ إِلَيْهِ

٢٤٢٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ لَقِيتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ أَخَذْتُ صُرَّةً مِائَةَ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا. فَعَرَّفْتُهَا حَوْلَهَا، فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا. فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَلَاثًا، فَقَالَ احْفَظْ وِعَاءَهَا، وَعَدَدَهَا، وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا. فَاسْتَمْتَعْتُ فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ. فَقَالَ لَا أَدْرِي ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، أَوْ حَوْلًا وَاحِدًا. [طرف الحدیث: ۲۴۳۷] (صحیح مسلم: ۱۷۲۳، الرقم المسلسل: ۴۳۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۷۰۲-۱۷۰۱، سنن ترمذی: ۱۳۷۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۶، سنن کبریٰ: ۵۸۲۴، صحیح ابن حبان: ۴۸۹۱، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۵۲، شرح مشکل الآثار: ۴۶۹۸، مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۷-۱۲۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۱۶۷- ج ۳۵ ص ۹۸-۹۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

جب لقطہ کا مالک اس کی صحیح نشانی بتا دے تو لقطہ اٹھانے والا اس کو مالک کے سپرد کر دے

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی اور مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلمہ انہوں نے کہا: میں نے سوید بن غفلہ سے سنا انہوں نے کہا: میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملا انہوں نے کہا: میں نے سو دینار کی ایک تھیلی اٹھائی پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال تک اعلان کرو پس میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا پھر مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اس کو پہچانتا ہو میں آپ کے پاس پھر آیا آپ نے فرمایا: اس کا (مزید) ایک سال اعلان کرو میں نے اس کا پھر ایک سال تک اعلان کیا پس مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اس کو پہچانتا ہو میں آپ کے پاس پھر تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے فرمایا: اس کی تھیلی کو اور اس کے دینار کی تعداد کو اور اس کو بند کرنے کی ڈوری کو ذہن نشین رکھو پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو ورنہ تم اس سے خود نفع اٹھاؤ سو میں نے اس سے نفع اٹھایا۔ شعبہ نے کہا: میری پھر بعد میں سلمہ بن کہیل سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: مجھے یاد نہیں انہوں نے تین سال کہے تھے یا ایک سال کہا تھا۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلمہ بن کہیل (۴) سوید بن غفلہ الکوفی' انہوں نے زمانۂ جاہلیت کو پایا تھا' پھر مسلمان ہوئے تھے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور اسی (۸۰) ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال تھی' ان سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں اس سال مدینہ میں آیا جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے ہاتھ جھاڑ چکے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۷۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اس کی تھیلی کو اور اس کے دینار کی تعداد کو اور اس کو بند کرنے کی ڈوری کو یاد رکھو' پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو۔

راستہ میں ملی ہوئی چیز یعنی لقطہ کا آیا تین سال تک اعلان کیا جائے گا یا ایک سال تک؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے راستہ میں گری ہوئی چیز یعنی لقطہ کا تین سال تک اعلان کرنے کا حکم دیا اور ائمہ فتویٰ میں سے کسی نے بھی اس حدیث کے ظاہر کے مطابق فتویٰ نہیں دیا' کیونکہ سوید بن غفلہ کی دوسری بار حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اعلان کرنے کی مدت تین سال ہے یا ایک سال ہے؟ اور ان کے اس شک سے معلوم ہوا کہ تین سال تک اعلان کرنا واجب نہیں ہے۔

اور کسی سے تین سال تک اعلان کرنے کی روایت نہیں ہے سوائے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے' وہ روایت یہ ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا کہ سفیان بن عبد اللہ الثقفی کو چمڑے کا ایک تھیلا ملا جس میں بہت عظیم مال تھا' وہ اس مال کو لے کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس کی خبر دی' حضرت عمر نے کہا: یہ مال تمہارا ہے' انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! مجھے اس مال کی ضرورت نہیں ہے اور میرے علاوہ دوسرے لوگ اس مال کے زیادہ محتاج ہیں' حضرت عمر نے کہا: پھر اس کا ایک سال تک اعلان کرو' انہوں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' پھر وہ اس مال کو لے کر آئے' حضرت عمر نے کہا: یہ تمہارا مال ہے' انہوں نے پھر اپنے قول کو دہرایا' حضرت عمر نے کہا: اس کا ایک سال اور اعلان کرو' سو انہوں نے کیا' وہ پھر اس کو لے کر آئے' سفیان نے پھر اپنے قول کو دہرایا' پھر حضرت عمر نے کہا: اس کا ایک سال اعلان کرو' انہوں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' وہ اس کو پھر لے کر آئے' حضرت عمر نے کہا: یہ تمہارا مال ہے' سفیان نے پھر پہلے قول کی طرح کہا' حضرت عمر نے کہا: اس کا ایک سال اعلان کرو' پھر جب سفیان نے انکار کیا تو حضرت عمر نے کہا: اس مال کو مسلمانوں کے بیت المال میں رکھ دو۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۹۲۹۸۔ ج ۹ ص ۵۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

نیز حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے دیگر صحابہ کی طرح ایک سال تک اعلان کرنے کی بھی روایت ہے اور وہ مصنف عبد الرزاق: ۱۹۲۹۹ میں ہے' اور جن کی روایت میں ایک سال تک اعلان کا ذکر ہے' اُن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سعید بن المسیب اور شعبی ہیں' امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ یہ حدیث' صحیح البخاری: ۲۴۲۷ میں آ رہی ہے' اس میں آپ نے صرف ایک سال تک اعلان کرنے کا حکم دیا ہے۔

راستہ میں پڑی ہوئی چیز (یعنی لقطہ) کے مالک پر اپنی ملکیت کے ثبوت میں آیا گواہ پیش کرنا لازم ہے یا نہیں؟

جب راستہ میں گری ہوئی چیز کا مالک اس چیز کی علامت بتا کر آئے تو آیا اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اس پر گواہ پیش کرے کہ وہ چیز اس کی ہے یا اس پر یہ لازم نہیں ہے؟ امام مالک لیث اور محدثین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب وہ اس چیز کی نشانی بتائے تو اس کو وہ چیز دینا واجب ہے اور اس کو گواہ پیش کرنے کا مکلف نہیں کیا جائے گا' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص گواہ پیش کیے بغیر اس چیز کو نہیں لے سکتا۔

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک لقطہ کے مالک کا صرف اس کی صفت بیان کرنا کافی ہے' اس پر ان کے دلائل

ابن القصار نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: تم اس کی تھیلی کو اور اس کے دینار کی تعداد کو اور اس کو بند کرنے کی ڈوری کو یاد رکھو' پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو' ورنہ تم خود اس سے نفع اٹھاؤ۔ اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر اس کا مالک آئے اور وہ گواہ پیش کرے تب اس کو دو' آپ نے چیز اٹھانے والے کو صرف اس مال کی تھیلی اور اس کی ڈوری کو یاد رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ اس کو منضبط رکھے اور جب اس کا مالک آئے اور اس کی علامت بتادے تو اس کی چیز اس کو دے دے' اور اگر اس چیز کی علامتیں بتانے پر اس چیز کو دینا واجب نہ ہوتا تو پھر اس چیز کی علامتیں یاد رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا اور اگر اس چیز کے مالک پر گواہ پیش کرنے کو لازم کیا جاتا تو اس کے لیے مشکل ہوتا کیونکہ اس کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ چیز اس سے کب گری ہے؟ تاکہ وہ اس پر اس وجہ سے گواہ قائم کرتا۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک مالک پر لازم ہے کہ وہ لقطہ پر اپنی ملکیت پر گواہ پیش کرے'۔۔۔ اس پر ان کے دلائل

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: مدعی پر گواہ (پیش کرنا ہے) اور مدعیٰ علیہ پر قسم (کھانا ہے)۔

(سنن ترمذی: ۱۳۴۶' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۷۹۔ ج ۱۰ ص ۲۵۲' مشکوٰۃ: ۳۷۶۹' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۵۷)

اور اس گری ہوئی چیز کا مالک مدعی ہے' پس وہ بغیر گواہ کے اس چیز کا مستحق نہیں ہوگا۔

ان کی دلیل کا امام مالک اور امام احمد کی طرف سے جواب

امام مالک اور امام احمد کی طرف سے اس حدیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ مدعی پر گواہ پیش کرنا اس وقت لازم ہے جب مدعی اس چیز پر دعویٰ کرتا ہو اور مدعیٰ علیہ اس چیز پر خود دعویٰ کرتا ہو اور جو اس چیز کو اٹھانے والا ہے' وہ اس چیز پر اپنی ملکیت کا دعویٰ نہیں کرتا۔

مالک کو وہ چیز دینے کے بعد اگر کسی اور نے ملکیت ثابت کر دی تو اس صورت کا حکم اور اس میں مذاہب

جب اس چیز کے مالک نے اس چیز کی صفات اور علامتیں بیان کر دیں اور اس چیز کے اٹھانے والے نے وہ چیز اس کے سپرد کر دی' پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے اس پر گواہ پیش کر دیئے کہ وہ چیز اس کی ہے تو ابن القاسم نے کہا: وہ چیز اٹھانے والا کسی چیز کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ اس کے اوپر جو واجب تھا وہ اس نے کر دیا اور وہ اس چیز کا امین تھا اور امین پر ضمان نہیں ہوتی اور اگر ایک شخص نے اس چیز کی علامتیں بیان کیں اور دوسرے شخص نے اس پر گواہ پیش کر دیئے کہ وہ اس کی چیز ہے تو وہ چیز ان دونوں کے درمیان تقسیم

کردی جائے گی جیسا اس وقت کیا جاتا ہے جب ایک چیز کے دو دعویٰ دار ہوں اور دونوں نے گواہ پیش کر دیئے ہوں۔

اور اشہب نے کہا ہے کہ جب دوسرا شخص اس چیز کی ملکیت پر گواہ پیش کرے تو جس نے اس چیز کی علامت بیان کی ہے' اس کے مقابلہ میں اس کو وہ چیز دی جائے گی جس نے اس کی ملکیت پر گواہ پیش کیے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب دوسرے شخص نے گواہ پیش کر دیئے تو چیز اٹھانے والے پر ضمان لازم آئے گی اور ابن القاسم کا قول اولیٰ ہے کیونکہ چیز اٹھانے والا امین ہے اور امین پر ضمانت لازم نہیں آتی اور امام مالک اور ان کے اصحاب کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب دوسرا شخص بھی علامت بیان کر رہا ہو اور اس کے پاس گواہ نہ ہو تو اسے کچھ نہیں ملے گا۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٥١۔ ٤٥٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

مالک کو لقطہ دینے کے بعد جب کسی اور نے ملکیت ثابت کر دی تو اس لقطہ کی ضمان کس پر آئے گی؟

اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جب مالک راستہ میں پڑی ہوئی چیز کی ملکیت پر گواہ قائم کر دے اور چیز اٹھانے والا وہ چیز اس شخص کو دے چکا ہو جس نے اس کی علامت بیان کی تھی تو آیا اس پر ضمان آئے گی یا نہیں؟ امام شافعی کہتے ہیں کہ اس پر ضمان آئے گی کیونکہ اس نے مالک کے غیر کو وہ چیز دی ہے اور امام مالک کہتے ہیں کہ اس پر ضمان نہیں آئے گی کیونکہ اس نے شارع علیہ السلام کے مطابق وہ چیز علامت بیان کرنے والے کو دے دی ہے' اور ہمارے اصحاب احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے علامت بیان کرنے والے کو وہ چیز دے دی' پھر کسی دوسرے شخص نے آ کر گواہ پیش کر دیئے کہ وہ اس کی چیز ہے تو اگر وہ چیز بعینہٖ موجود ہے تو اس نے جس کو وہ چیز دی ہے' اس سے واپس لے کر اس کے مالک کو دے دے' جس نے اپنی ملکیت پر گواہ قائم کیے ہیں اور اگر وہ چیز ہلاک ہو گئی ہے تو اس کا مالک چیز اٹھانے والے اور جس کو وہ چیز دی گئی ہے' ان میں سے جس کو چاہے ضامن بنا دے' اور اگر چیز اٹھانے والا ضامن ہوا ہے تو وہ اس چیز کی قیمت اس سے وصول کرے جس کو چیز دی ہے' اور چیز لینے والا کسی سے رجوع نہیں کرے گا اور جب چیز اٹھانے والے کے پاس کوئی شخص آ کر اس کی علامت بتائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو چیز دیتے وقت کسی کو کفیل بنا لے کہ اگر وہ چیز کسی اور کی ثابت ہو گئی تو وہ اس سے اس چیز کو واپس لے کر دے گا۔

اعلان کی مدت گزرنے کے بعد لقطہ کو اٹھانے والا اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے' خواہ وہ غنی ہو یا فقیر

اس میں مذاہب فقہاء

جب اس چیز کا مالک نہیں آیا تو اس کا اٹھانے والا اس چیز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اس حدیث کے ظاہر سے فقہاء کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جب چیز اٹھانے والے نے ایک سال تک اعلان کر دیا تو اس کے بعد وہ اس چیز سے استفادہ کر سکتا ہے خواہ وہ غنی ہو یا فقیر' حضرت علی نے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس چیز کو لیا تھا حالانکہ وہ خوش حال صحابہ میں سے تھے' امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر چیز اٹھانے والا خوش حال ہے تو اس کے لیے اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے اور اگر وہ فقیر ہے تو اس کے لیے اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اور اس چیز کو غنی پر صدقہ نہ کرے' اور اس کو کسی فقیر پر صدقہ کرے خواہ وہ اجنبی ہو یا اس کا رشتہ دار ہو' اسی طرح اگر اس کے ماں باپ' اس کی بیوی یا اس کی اولاد فقیر ہو تو وہ ان پر بھی صدقہ کر سکتا ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ ظاہر حدیث تمہارے خلاف حجت ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اس سے فائدہ اٹھاؤ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص واقعہ ہے' اس میں عموم نہیں ہے' ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے فقر

کا علم ہو یا وہ غنی ہوں لیکن ان پر قرضے ہوں' اور اگر ہم یہ مان لیں کہ وہ اس وقت غنی تھے اور ان پر قرضے بھی نہیں تھے' تو ہمارے نزدیک امام اور سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی غنی کو بھی اس چیز سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم ہو کہ وہ چیز کسی کافر حربی کی ملکیت ہے' سو غنی کے لیے بھی اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

لقطہ اٹھاتے وقت آیا کسی کو گواہ بنانا ضروری ہے یا نہیں؟ اس میں مذاہب فقہاء

اگر سال پورا ہونے سے پہلے وہ چیز ضائع ہو جائے تو اس میں اختلاف ہے کہ اس چیز کو اٹھانے والا آیا ضامن ہوگا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اگر اس نے چیز کو اٹھاتے وقت کسی کو گواہ بنالیا تھا کہ اس نے یہ چیز اس لیے اٹھائی ہے کہ وہ یہ چیز اس کے مالک کو واپس کر دے گا تو پھر وہ ضامن نہیں ہوگا ورنہ وہ ضامن ہوگا' گواہ بنانے پر امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو راستہ میں پڑی ہوئی کوئی چیز ملی تو وہ اس پر کسی نیک آدمی کو یا چند نیک آدمیوں کو گواہ بنالے' اس چیز کو چھپائے نہ غائب کرے' اگر اس کا مالک آ جائے تو وہ چیز اس کو واپس کر دے ورنہ وہ اللہ عزوجل کا مال ہے' وہ جس کو چاہے عطا فرمادے۔ (سنن ابوداؤد: ١٧٠٩٬٢٥٠٥' سنن ابن ماجہ: ١٧٠٩)

امام ابویوسف سے یہ روایت ہے کہ گواہ بنانا لازم نہیں ہے' جس طرح وہ مالک کی اجازت سے اس چیز کو لے سکتا ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی موقف ہے' اور اگر اس نے چیز اٹھاتے وقت کسی کو گواہ نہیں بنایا اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اس چیز کو اس لیے اٹھایا ہے تاکہ وہ چیز اس کے مالک کو واپس کر دے اور اس چیز کے مالک نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے لیے اس چیز کو اٹھایا تھا تو اس چیز کے مالک کے قول کا اعتبار ہوگا اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک چیز اٹھانے والا اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور امام ابویوسف کے نزدیک چیز اٹھانے والے کا قول معتبر ہوگا اور اگر اس موقع پر کسی کو گواہ بنانا ممکن نہ ہو' بایں طور کہ وہاں پر کوئی نہ ہو یا اٹھانے والے کو ظالموں سے خطرہ ہو تو پھر اجماع ہے کہ اس صورت میں کوئی ضامن نہیں ہوگا۔

اگر ایک سال گزرنے کے بعد وہ چیز بغیر تفریط کے ضائع ہو جائے تو جمہور کے نزدیک اس پر کوئی ضمان نہیں ہے' اور علامہ ابن التین نے فقہاء شافعیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر اس چیز کو رکھنے والے نے اس چیز کی ملکیت کی نیت کی تھی اور پھر ایک سال کے بعد اس کی تفریط یا تقصیر کے بغیر وہ چیز ضائع ہو گئی تو پھر وہ ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣٧٦-٣٧٧ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

لقطہ سے متعلق شرح صحیح مسلم میں مذکور سترہ مباحث

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٣٩٢۔ ج ٥ ص ٢١٤ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(١) لقطہ کا معنی (٢) لقطہ کے حکم میں مذاہب فقہاء (٣) لقطہ کو اٹھانے میں فقہاء احناف کا موقف (٤) لقطہ کی اقسام اور ان کے احکام (٥) لقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار (٦) لقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء (٧) آج کل کے دور میں لقطہ کے اعلان کا طریقہ کار (٨) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (٩) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (١٠) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (١١) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ (١٢) امام شافعی کے دلائل کے جوابات (١٣) لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں احادیث (١٤) لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں آثار صحابہ و تابعین (١٥) حضرت ابی کی حدیث کی وضاحت اور فقہاء احناف کے جوابات کی تفصیل اور تنقیح (١٦) اونٹ پکڑنے کے متعلق سوال کرنے پر

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے ناراض ہونے کی وجہ ⑰ حجاج کے لقطہ اٹھانے میں مذاہب فقہاء اور ممانعت کی حکمت۔ یہ مباحث شرح صحیح مسلم میں ج ۵ ص ۲۳۸۔۲۱۷ پر مذکور ہیں۔

٢ - بَابُ ضَالَّةِ الْإِبِلِ — گم شدہ اونٹ کا حکم

اس باب کے عنوان میں اونٹ کا ذکر ہے اور اس سے مراد ہر وہ بڑا چوپایا ہے جو خود اپنی حفاظت کر سکے اور پانی اور گھاس وغیرہ کی تلاش میں از خود جا سکے جیسے اونٹ اور بیل وغیرہ۔

٢٤٢٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ رَبِيعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَمَّا يَلْتَقِطُهُ، فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ احْفَظْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا. قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ ضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ربیعہ انہوں نے کہا: مجھے یزید نے حدیث بیان کی جو المنبعث کے آزاد کردہ غلام ہیں از حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک اعرابی نے راستہ میں گری ہوئی چیز (لقطہ) کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: تم اس کا ایک سال تک اعلان کرو پھر اس کی تھیلی اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کر لو پھر اگر کوئی تمہارے پاس آ کر اس لقطہ اور اس کے اوصاف کی خبر دے تو وہ اس کو دے دو اور اگر ایک سال اعلان کے بعد بھی تمہارے پاس کوئی شخص نہ آئے تو تم اس کو خرچ کرنے کے متعلق شرعی حکم معلوم کرو اس اعرابی نے کہا: یارسول اللہ! پھر گم شدہ بکری (کا کیا حکم ہے)؟ آپ نے فرمایا: اس کو تم لے جاؤ گے یا تمہارا بھائی لے جائے گا یا بھیڑیا لے جائے گا، اس اعرابی نے کہا: اور گم شدہ اونٹ؟ پس نبی ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا، آپ نے فرمایا: تمہیں اونٹ کے متعلق کیا تشویش ہے، اس کے ساتھ اس کے کھر ہیں، جن سے وہ چلے گا اور اس کے پانی کا مشکیزہ ہے، وہ پانی پر جائے گا اور درخت کے پتے کھائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں گم شدہ اونٹ کا ذکر ہے۔

٣ - بَابُ ضَالَّةِ الْغَنَمِ — گم شدہ بکری کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو راستہ میں گم شدہ بکری مل جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

٢٤٢٨ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ أَنَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان

Marfat.com

سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَزَعَمَ اَنَّهُ قَالَ اِعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً. يَقُوْلُ يَزِيْدُ اِنْ لَّمْ تُعْرَفِ اسْتَنْفَقَ بِهَا صَاحِبُهَا، وَكَانَتْ وَدِيْعَةً عِنْدَهُ. قَالَ يَحْيٰى فَهٰذَا الَّذِيْ لَا اَدْرِيْ اَفِيْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ اَمْ شَيْءٌ مِنْ عِنْدِهٖ. ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تَرٰى فِيْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْهَا، فَاِنَّمَا هِيَ لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ يَزِيْدُ وَهِيَ تُعَرَّفُ اَيْضًا . ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تَرٰى فِيْ ضَالَّةِ الْاِبِلِ؟ قَالَ فَقَالَ دَعْهَا فَاِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاْكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَجِدَهَا رَبُّهَا.

کی از یحییٰ از یزید جو منبعث کے آزاد کردہ غلام ہیں، انہوں نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ (راستہ میں گری ہوئی چیز) کے متعلق سوال کیا گیا، ان کا زعم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تھیلی کو اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کر لو پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو، زید نے کہا: اگر اس کا مالک نہ ملے تو لقطہ والا اس کو خرچ کرے اور وہ اس کے پاس امانت ہے۔ یحییٰ نے کہا: یہ وہ جملہ ہے جس کے متعلق میں نہیں جانتا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا اس کو راوی نے اپنی طرف سے کہا ہے، پھر سائل نے کہا: گم شدہ بکری کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو پکڑ لو پس وہ تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیے کی، یزید نے کہا: اس کا بھی اعلان کیا جائے گا، پھر سائل نے پوچھا: گم شدہ اونٹ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑو، اس کے ساتھ اس کے کُھر ہیں اور اس کے پانی کا مشکیزہ ہے، وہ پانی پر جائے گا اور درختوں کے پتے کھاتا رہے گا، حتیٰ کہ وہ اپنے مالک کو مل جائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابٌ اِذَا لَمْ يُوْجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِيَ لِمَنْ وَجَدَهَا

اگر ایک سال کے بعد لقطہ کا مالک نہ ملے تو جس کو وہ لقطہ ملے گا وہی اس کا مالک ہو جائے گا

٢٤٢٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ اِعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَاِلَّا فَشَاْنَكَ بِهَا. قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ هِيَ لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ فَضَالَّةُ الْاِبِلِ؟ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاْكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از یزید جو المنبعث کے آزاد کردہ غلام ہیں از حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے لقطہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اس کی تھیلی اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کر لو پھر اس کا ایک سال تک اعلان کرو، پس اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کو دے دو ورنہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ، اس نے پوچھا: اور گم شدہ بکری؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیے کی، اس نے پوچھا: اور گم شدہ اونٹ؟ آپ نے فرمایا: تمہیں اس کی کیوں

تشویش ہے؟ اس کے ساتھ اس کے پانی کا مشکیزہ ہے اور اس کے کھر ہیں' وہ پانی پر جائے گا اور درخت کے پتے کھائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو مل جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابٌ اِذَا وَجَدَ خَشَبَةً فِي الْبَحْرِ اَوْ سَوْطًا اَوْ نَحْوَهٗ

جب کسی شخص کو سمندر میں لکڑی یا چابک یا کوئی اور چیز ملے تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس سے پہلے خشکی میں گم شدہ چیزوں کے احکام کے متعلق احادیث روایت کی تھیں' اب امام بخاری سمندر میں ملنے والی چیزوں کے احکام کے متعلق احادیث روایت کر رہے ہیں' امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ جب کسی شخص کو سمندر میں کوئی چیز ملے تو آیا وہ اس چیز کو پکڑ لے' یا چھوڑ دے اور اگر اس نے اس چیز کو پکڑ لیا ہے تو آیا وہ اس کا مالک ہے یا اس کا حکم لقطہ کی طرح ہے؟

سمندر یا خشکی سے ملنے والی کم قیمت یا بے قیمت چیز کو اٹھا کر اس سے فائدہ حاصل کرنے کا جواز

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک سے روایت ہے کہ اگر سمندر سے لکڑی ملے تو اس کا چھوڑ دینا افضل ہے' فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر وہ معمولی چیز ہو تو اس کو لے کر اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اور اس کے اعلان کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور عطاء' نخعی اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک درہم سے کم کی چیز سے نفع حاصل کرنا جائز ہے' اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ چابک' رسّی اور اس جیسی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتے تھے' اور عطاء نے کہا کہ جب مسافر چابک' مشک اور جوتے اُٹھا کر نفع حاصل کرے تو جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اس اسرائیلی نے اپنے گھر والوں کے لیے لکڑی لی اور اس نے وہ لکڑی اعلان کرنے کے لیے نہیں لی تھی اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کو یہ کام نہیں کرنا چاہیے تھا۔

میں کہتا ہوں: جوتوں سے مراد اس دور کے جوتے ہیں جو ایک درہم سے کم مالیت کے ہوتے تھے اور اب 2008ء میں ایک درہم نوے روپے کا ہے۔

اور ہدایہ میں مذکور ہے کہ اگر لقطہ اس قسم کا ہو جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ اس کا مالک اس کو طلب نہیں کرے گا جیسے کھجور کی گٹھلی اور انار کے چھلکے تو ان کو راستہ سے اٹھانا مباح ہے اور بغیر اعلان کیے ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے' اور ابن رشد نے کہا ہے کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ سے گزرے اور اس میں ایک کھجور پڑی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہو گی تو میں اسے اٹھا کر کھا لیتا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۵۵' صحیح مسلم: ۱۰۷۱' الرقم المسلسل: ۲۳۶۸) اور آپ نے اس میں اعلان کرنے کا ذکر نہیں کیا اور یہ چابک اور لاٹھی کی مثل ہے اور اگر کسی شخص نے کسی مردہ بکری کی کھال اتار لی تو وہ اسی کی ہے اور اس کا مالک اس سے وہ کھال لے سکتا ہے' اسی طرح مردہ بکری کے اُون کا بھی یہی حکم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۸۳-۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۴۳۰ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ' وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا اور اس کے بیان میں فرمایا: وہ شخص اس کشتی کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا جو اس کا مال لے کر

Marfat.com

فَخَرَجَ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا هُوَ بِالْخَشَبَةِ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ.

آئی ہو تو اس نے ایک لکڑی دیکھی' اس نے اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے ایندھن کے لیے اٹھالیا' جب اس لکڑی کو چیرا تو اس میں سے مال اور ایک رقعہ نکلا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری کا اس حدیث کو یہاں روایت کرنے سے مقصد یہ ہے کہ سمندر سے کوئی لکڑی ملے تو اس کو اٹھا کر اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ اس اسرائیلی نے اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے ایندھن کے طور پر لیا تھا اور نبی ﷺ نے اس کی مذمت نہیں کی' اس سے اس کا جواز معلوم ہوا' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو راستہ میں پڑے ہوئے چابک' لاٹھی' رسی اور اس جیسی چیزیں اٹھا کر ان سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۱۷)

٦ - بَابٌ إِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ — جب کسی شخص کو راستہ میں پڑی ہوئی کھجور ملی

اس عنوان میں کھجور کا لفظ قید احترازی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کم قیمت یا بے قیمت ہو' سو اس کو اٹھانے والا اس کو اپنے صرف میں لاسکتا ہے اور اس پر اس کا اعلان کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے۔

٢٤٣١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ، قَالَ لَوْ لَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از طلحہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ راستہ میں پڑی ہوئی ایک کھجور کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی کھجور ہوگی تو میں اس کو اٹھا کر کھالیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ راستہ میں پڑی ہوئی کھانے پینے کی کم قیمت یا بے قیمت چیزوں کو اٹھا کر کھانا جائز ہے اور ان کا اعلان کرنا لازم نہیں ہے۔

٢٤٣٢ - وَقَالَ يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ. وَقَالَ زَائِدَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي، فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي، فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا، ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأُلْقِيهَا.

اور یحییٰ نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی اور زائدہ نے کہا از منصور از طلحہ انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی اور ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: میں اپنے گھر واپس جاتا ہوں تو میں اپنے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں' میں اس کو کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں' پھر مجھے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ یہ کھجور صدقہ کی ہوگی' پھر میں اس کو گرا دیتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۰۵۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے تا کہ

Marfat.com

معلوم ہو کہ مشتبہ چیزوں سے بچنا چاہیے۔

۷ - بَابٌ كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ أَهْلِ مَكَّةَ
اہل مکہ کے لقطہ کا کس طرح اعلان کیا جائے

امام بخاری نے یہ باب ان لوگوں کا رد کرنے کے لیے قائم کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ اہل حرم کا لقطہ نہ اٹھایا جائے' ان لوگوں کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عبدالرحمان بن عثمان التیمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجاج کے لقطہ کو اٹھانے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۲۴' الرقم المسلسل: ۴۴۰۰' سنن ابوداؤد: ۱۷۱۹)

جمہور نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برائے ملکیت حجاج کا لقطہ اٹھانے سے منع فرمایا اور برائے حفاظت ان کا لقطہ اٹھانے سے منع نہیں فرمایا۔

وَقَالَ طَاوُسٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهَا إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

اور طاؤس نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ اہل حرم کے لقطہ کو وہی شخص اٹھائے' جو اس کا اعلان کرے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث صحیح البخاری کی کتاب الحج' باب: ۷ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا مُعَرِّفٍ.

اور خالد نے کہا از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: مکہ کا لقطہ اٹھانا صرف اس شخص کے لیے جائز ہے جو اعلان کرنے والا ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' کتاب الحج' باب: ۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۴۳۳ - وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُعْضَدُ عِضَاهُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا. فَقَالَ عَبَّاسٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ.

اور احمد بن سعد نے کہا کہ ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ کے کانٹوں والے درختوں کو نہیں کاٹا جائے گا اور اس کے شکار کو متنفر نہیں کیا جائے گا اور وہاں کا لقطہ اٹھانا صرف اُسی شخص کے لیے حلال ہے جو اس کا اعلان کرنے والا ہو' اور اس کی خشک گھاس کو بھی کاٹا نہیں جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یارسول اللہ! اذخر گھاس کو مستثنیٰ کر دیجیے' آپ نے فرمایا: سوا اذخر کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اعلان کرنے والے کے لیے اہل حرم کے لقطہ اٹھانے کا بھی ذکر ہے۔

۲۴۳۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث

Marfat.com

یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، قَامَ فِی النَّاسِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِیْلَ وَسَلَّطَ عَلَیْهَا رَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِیْنَ، فَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ كَانَ قَبْلِیْ، وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ لِیْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِیْ، فَلَا یُنَفَّرُ صَیْدُهَا، وَلَا یُخْتَلٰی شَوْكُهَا، وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ. وَمَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِیْلٌ فَهُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ اِمَّا اَنْ یُّفْدٰی وَاِمَّا اَنْ یُّقِیْدَ. فَقَالَ الْعَبَّاسُ اِلَّا الْاِذْخِرَ، فَاِنَّا نَجْعَلُهٗ لِقُبُوْرِنَا وَبُیُوْتِنَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِذْخِرَ. فَقَامَ اَبُوْ شَاهٍ، رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْیَمَنِ، فَقَالَ اُكْتُبُوْا لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبُوْا لِاَبِیْ شَاهٍ. قُلْتُ لِلْاَوْزَاعِیِّ مَا قَوْلُهٗ اُكْتُبُوْا لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِیْ سَمِعَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مکہ فتح کر دیا تو آپ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء کی' پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا تھا' اور مکہ کے اوپر اپنے رسول کو اور مؤمنوں کو مسلط کر دیا' پس مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ (میں جنگ کرنا) حلال نہیں تھا اور بے شک وہ میرے لیے صرف دن کے ایک گھنٹہ کے لیے حلال کیا گیا اور بے شک وہ میرے بعد کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا' پس مکہ کے شکار کو متنفر نہ کیا جائے اور نہ اس کے کانٹوں والے درختوں کو کاٹا جائے اور نہ اس کے راستہ میں پڑی ہوئی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا اٹھایا جائے اور جس کا کوئی مقتول اس میں قتل کیا گیا' اس کو دو چیزوں میں ایک کا اختیار ہے یا تو وہ دیت قبول کر لے یا قصاص لے لے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اذخر (خشک گھاس) کا استثنیٰ کر دیجئے کیونکہ ہم اس کو اپنی قبروں میں اور گھروں (کی چھتوں) میں رکھتے ہیں' پس یمن کے ایک شخص ابوشاہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ (خطبہ) میرے لیے لکھ دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔ میں نے اوزاعی سے کہا: ابوشاہ نے جو کہا تھا: یارسول اللہ! اس کو میرے لیے لکھ دیں' اس کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے بتایا: اس سے مراد وہ خطبہ ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اعلان کرنے والا اہل حرم کا لقطہ اٹھا سکتا ہے۔

۸- بَابٌ لَا تُحْتَلَبُ مَاشِيَةُ اَحَدٍ بِغَيْرِ اِذْنٍ
کسی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے

اس عنوان میں جو جانور کا ذکر ہے' اس سے مراد اونٹنی' گائے' بھینس اور بکری ہے۔

۲۴۳۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

Marfat.com

عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ، اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهٗ، فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهٗ، فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهٗ؟ فَاِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيْهِمْ اَطْعِمَاتِهِمْ، فَلَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِهٖ.

(صحیح مسلم: ۱۷۲۶، الرقم المسلسل: ۴۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۶۲۳)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے، کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص اس کے گودام میں جا کر اس کا ذخیرہ کھولے اور اس میں سے طعام نکال کر لے جائے؟ پس ان کے مویشیوں کے تھنوں میں ان کا طعام محفوظ ہوتا ہے، لہٰذا کوئی شخص کسی دوسرے کے مویشی کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کوئی شخص کسی دوسرے کے مویشی کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔

لوگوں کا طعام بلا اجازت کھانے کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کے مویشیوں سے دودھ دوہنے کی اجازت لینی ضروری ہے اور ذمیوں سے دودھ دوہنے کی اجازت لینی ضروری نہیں ہے، کیونکہ صحابہ اہل ذمہ پر یہ شرط عائد کرتے تھے کہ وہ مسلمانوں کی دعوت کریں گے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جو مسافر کسی ذمی کے پاس ٹھہرے، وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز نہ لے، ان پر یہ اعتراض کیا گیا کہ پھر اہل ذمہ پر مسلمانوں کی دعوت کو جو لازم کیا گیا ہے، اس کا کیا حل ہوگا؟ تو انہوں نے کہا: یہ حکم پہلے تھا جب ان پر تختی تھی، اب یہ حکم نہیں ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مویشی والوں سے اجازت لینے کا حکم اب منسوخ ہو چکا ہے، یہ حکم زکوٰۃ کے فرض ہونے سے پہلے تھا، انہوں نے کہا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی ضیافت کرنا واجب تھی، پھر زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا، امام طحاوی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

مالک کی اجازت کے بغیر اس کا مال کھانے کی ممانعت میں احادیث

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی خوشی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:

ابی حرۃ الرقاشی اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان مرد کا مال اس کی خوشی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۰۰۔ ج ۸ ص ۱۸۲، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۶، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷۲، کنز العمال: ۳۹۷)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حج میں فرمایا: بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ۶۷، صحیح مسلم: ۱۲۱۸، سنن ابوداؤد: ۱۹۰۵، سنن ترمذی: ۸۶۳، سنن نسائی: ۲۷۰۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۴، مسند احمد ج ۵ ص ۷۳)

صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث (۲۴۳۵) میں خصوصاً دودھ کو بغیر اجازت کے دوہنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ لوگ دودھ کے معاملہ میں بہت بے پرواہی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا دودھ بغیر اجازت کے دوہ لیتے ہیں ورنہ دودھ ہو یا کھجور، کسی چیز کو بھی بغیر

Marfat.com

اجازت کے لینا جائز نہیں ہے۔

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ کسی جانور کا دودھ دوہنا یا کسی کی کھجور لینا' اس کی خوشی کے بغیر جائز نہیں ہے۔

لوگوں کے طعام کو بلا اجازت کھانے کے متعلق احادیث

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کسی کے جانور سے دودھ دوہنا جائز ہے' خواہ اس کے مالک کا حال معلوم نہ ہو' کیونکہ شارع علیہ السلام نے ہم کو یہ حق عطا کر دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کے مویشیوں کے پاس جائے' اگر ان کا مالک موجود ہو تو وہ اس سے اجازت طلب کرے' اگر وہ اجازت دے دے تو ان کا دودھ دوہ کر پی لے' اگر وہاں ان کا مالک موجود نہ ہو تو تین مرتبہ آواز دے' اگر کوئی اس کو جواب دے تو اس سے اجازت طلب کرے' ورنہ دودھ دوہ کر پی لے اور لے کر نہ جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۶۱۹' سنن ترمذی: ۱۲۹۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی چرواہے کے پاس جاؤ تو اس کو تین بار آواز دو' اگر وہ تم کو جواب دے تو فبہا' ورنہ تم دودھ فاسد کیے بغیر پی لو' اور جب تم کسی باغ میں جاؤ تو باغ والے کو تین بار آواز دو' اگر وہ تم کو جواب دے تو فبہا' ورنہ باغ میں خرابی کیے بغیر کھالو۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۰۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی باغ کے پاس سے گزرے تو اس سے (پھل توڑ کر) کھالے اور اٹھا کر نہ لے جائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۰۱' سنن ترمذی: ۱۲۹۱)

ان فقہاء نے ہجرت کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوبکر نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا' ایک بکریوں کا چرواہا اس چٹان کی طرف آ رہا تھا اور اس کا بھی وہی ارادہ تھا جو ہمارا ارادہ تھا' یعنی اس چٹان کا سایا حاصل کرنا' میں نے اس سے پوچھا: اے لڑکے! تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟ اس نے کہا: اہل مدینہ کے ایک آدمی کے لیے' میں نے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: کیا تم ہمارے لیے دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: ہاں! پھر اس نے ایک بکری پکڑی' میں نے کہا: میں اس کے تھنوں کو گرد و غبار سے صاف کرلوں' پھر اس نے اپنے ایک برتن میں میرے لیے دودھ دوہا اور میرے پاس ایک برتن تھا جس میں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پینے کے لیے اور وضوء کے لیے پانی رکھتا تھا' میں اس برتن میں آپ کے لیے دودھ لے گیا۔ (الحدیث) (صحیح مسلم: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۴۱۵)

لوگوں کے طعام کو بلا اجازت کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

جمہور علماء اور شہروں کے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کے لیے دوسرے شخص کے باغ سے کھانا جائز ہے اور نہ دوسرے شخص کے جانوروں سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دودھ دوہنا جائز ہے' سوا اس صورت کے کہ وہ شخص بھوک سے جاں بلب ہو تو اس صورت میں اس کے لیے اتنی مقدار میں پھل کھانا یا دودھ پینا جائز ہے' جس سے اس کی بھوک مٹ جائے اور اس کی جان بچ جائے' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔

جن احادیث سے مسلمانوں کا طعام بلا اجازت کھانے کا جواز معلوم ہوتا ہے' ان احادیث کے محامل

جن احادیث سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کے مویشیوں سے دودھ دوہ کر پینا جائز ہے' اسی طرح اس کے باغ سے پھل توڑ کر کھانا جائز ہے' ان احادیث کے جوابات حسب ذیل ہیں:

Marfat.com

(۱) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ معروف قاعدہ یہ ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور اس قاعدہ کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

(۲) جن احادیث میں مالک کی اجازت کے بغیر اس کے جانوروں کو دودھ دوہ کر پینے سے منع فرمایا ہے' وہ سند کے لحاظ سے زیادہ قوی احادیث ہیں کیونکہ وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث ہیں اور جن احادیث میں مالک کی اجازت کے بغیر اس کے جانوروں کا دودھ پینے اور اس کے باغ کے پھل کھانے کی اجازت دی گئی ہے' وہ سنن ابوداؤد' سنن ترمذی' سنن ابن ماجہ اور مسند احمد کی احادیث ہیں اور صحیحین کی احادیث سنن کی احادیث سے زیادہ قوی ہیں۔

(۳) جن احادیث میں مالک کی اجازت کے بغیر کھانے پینے کی اجازت دی گئی ہے' وہ مُبیح احادیث ہیں اور جن احادیث میں ممانعت ہے' وہ محرم احادیث ہیں اور جب مُبیح اور محرم میں تعارض ہو تو مُحرِم کو مُبیح پر ترجیح دی جاتی ہے۔

(۴) جن احادیث میں مالک کی اجازت کے بغیر کھانے پینے کی اجازت ہے' وہ اس صورت پر محمول ہے جب کھانے پینے والے کو معلوم ہو کہ ان چیزوں کا مالک اس کے مال سے کھانے پینے سے خوش ہوتا ہے' اور یہ اس کی معروف اور مشہور عادت ہو۔

(۵) یہ احادیث ابتداء اسلام پر محمول ہیں' کیونکہ ابتداء اسلام میں لوگوں پر مسافروں کی ضیافت کرنا واجب تھا' امام طحاوی نے لکھا ہے کہ بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا۔

(۶) یہ احادیث اس صورت پر محمول ہیں جب کھانے پینے والا بھوک اور پیاس سے جان بلب ہو' اس حالت میں اس کے لیے بغیر اجازت بھی اتنی مقدار میں کھانا اور پینا جائز ہے' جس سے اس کی بھوک اور پیاس مٹ جائے اور اس کی جان بچ جائے۔

(۷) حضرت ابوبکر نے چرواہے سے لے کر رسول اللہ ﷺ کو جو دودھ پلایا تھا جیسا کہ حدیثِ ہجرت میں ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ وہ چرواہا حضرت ابوبکر کو پہچانتا تھا اور اس کے مالک نے اس کو اجازت دی تھی کہ تم راستہ میں سے گزرنے والوں کو ان بکریوں کا دودھ پلا دیا کرو یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہچان لیا تھا کہ اس کے مالک نے ان بکریوں کا دودھ پلانا مباح کر دیا ہے' یا حضرت ابوبکر نے اس سے دودھ اس لیے لیا تھا کہ یہ حربی کا مال ہے اور حربی کے مال کی کوئی امان نہیں ہوتی۔

میرے نزدیک یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ حالت حرب میں حربی کے مال کی کوئی امان نہیں ہوتی اور عام حالات میں ذمی کا مال بھی شرعاً اسی طرح محفوظ ہے' جس طرح مسلمانوں کا مال محفوظ ہے' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حالت جنگ اور حالت امن میں فرق کیا ہے' حالت جنگ میں اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر کو قتل کر دے تو اس پر قصاص نہیں ہے اور اگر حالت امن میں کوئی مسلمان کسی کافر ذمی کو قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا' اسی طرح ان کے اموال کا حکم ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(۸) ابن ابی صفرہ نے کہا ہے کہ حدیثِ ہجرت کشادگی کے زمانہ پر محمول ہے اور ممانعت کی احادیث تنگی کے زمانہ پر محمول ہیں۔

میرے نزدیک یہ جواب بھی درست نہیں ہے' بلکہ جس زمانہ میں آپ نے ہجرت کی تھی' وہ زمانہ مسلمانوں پر تنگی کا تھا' اس کے بعد کثرتِ فتوحات اور مالِ غنیمت اور مالِ فئے کی کثرت کی وجہ سے مسلمانوں پر کشادگی آ گئی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(۹) علامہ داؤدی نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور رسول اللہ ﷺ نے مالک کی اجازت کے بغیر وہ دودھ اس لیے پیا تھا کہ وہ دونوں مسافر تھے' اور مسافر اگر ضرورت مند ہو تو وہ کسی کا طعام بلا اجازت کھا سکتا ہے۔

باب مذکور کی حدیث کے قرآن مجید سے صریح تعارض اور اس کے جواب میں مصنف کا تفرد

علامہ بدرالدین عینی' حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن بطال نے باب مذکور کی حدیث کا حدیثِ ہجرت سے تعارض بیان کیا

Marfat.com

ہے اور اپنی اپنی تحقیق کے مطابق اس تعارض کے جوابات ذکر کیے ہیں' لیکن میں نے دیکھا کہ یہ حدیث قرآن مجید کی ایک آیت سے متعارض ہے اور کسی نے اس کا شافی اور کافی جواب نہیں دیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی توفیق سے پہلے اس حدیث کا قرآن مجید سے تعارض بیان کیا اور پھر انوار فیوضاتِ الٰہیہ سے اس کا جواب لکھا۔

اس تعارض کی تقریر اس طرح ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۭ (النور:٦١)

اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ' یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے قبضے میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے' اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ اپنے دوست کے گھر سے کھانے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے خواہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

اب اس پر یہ اعتراض ہے کہ دوست کے گھر سے بغیر اجازت کے کھانے کی قرآن مجید نے اجازت دی ہے اور اس حدیث میں مویشیوں کا دودھ دوہنے کے لیے اجازت کو ضروری قرار دیا ہے اور بہ ظاہر تعارض ہے' اس کی مزید وضاحت ان آثار سے ہوتی ہے:

حسن اور قتادہ کی یہ رائے تھی کہ ایک شخص اپنے دوست کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہو سکتا ہے اور اس کی عمدہ اور لذیذ چیزوں کو کھا سکتا ہے' خواہ اس کا دوست گھر میں موجود نہ ہو لیکن اس کو وہاں سے چیزیں اٹھا کر لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

قتادہ' ضحاک اور ابن جریج نے کہا: یہ آیت بنولیث بن عمرو کے متعلق نازل ہوئی ہے جو بنو کنانہ کے قبیلہ کا تھا' ان میں سے ایک شخص تنہا کھانا نہیں کھاتا تھا حتیٰ کہ کوئی مہمان بھی اس کے ساتھ کھانا کھائے۔

عکرمہ اور ابو صالح نے کہا: یہ آیت انصار کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی ہے' جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا تو وہ اس مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے تو ان کو اجازت دی گئی کہ وہ جس طرح چاہیں کھالیں' تنہا یا کسی کے ساتھ مل کر۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ١٤٨٨٨' معالم التنزیل ج ٣ ص ٣٣٢-٣٣١' الدر المنثور ج ٦ ص ٢٠٧-٢٠٦)

میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں اور امام بخاری کی اس روایت میں صریح تعارض ہے کیونکہ آیت کا مفاد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے دوست کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کھا سکتا ہے' اور اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی مثلاً اونٹنی یا بکری کی اس کی اجازت کے بغیر دودھ نہیں دوہ سکتا' اور میرے نزدیک اس اشکال کا حل یہ ہے کہ آیت اس صورت پر محمول ہے جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ اگر اس نے کسی شخص کی بکری سے اس کی اجازت کے بغیر دودھ دوہ کر پی لیا تو اس کو ناگوار نہیں ہوگا اور حدیث اس صورت پر محمول ہے جب اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اگر اس نے بکری والے کی اجازت کے بغیر دودھ دوہ کر پی لیا تو اس کو ناگوار ہوگا یا نہیں؟ اس کا دوسرا حل یہ ہے کہ اس آیت میں دوست کے لیے بغیر اجازت کھانے پینے کا حکم ہے اور اس حدیث میں اجنبی شخص کے لیے کسی کی بکری سے دودھ دوہ کر پینے کی ممانعت ہے۔

اور یوں اس اشکال کا حل ہو گیا اور تعارض مندفع ہو گیا' اس اشکال کے حل میں اللہ تعالیٰ نے مجھے تفرد عطا کیا ہے اور میں یہ کہتا

Marfat.com

فخر اور عُجب کی بناء پر نہیں کہہ رہا' جیسا کہ بعض کم عقلوں اور کم سوادوں کا خیال ہے بلکہ محض نعمۃ الباری کے اظہار اور اس کے رسول ﷺ کی نظرِ عنایت کو آشکار کرنے کے لیے کہہ رہا ہوں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٣٩٧۔ ج ٤ ص ٣٣٤ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(١) پرائے جانور کا دودھ دوہنے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق (٢) بلا اجازت پرائی چیز لینے کے جواز میں امام احمد کا نظریہ اور ان کے دلائل (٣) بلا اجازت پرائی چیز لینے کے عدم جواز میں جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ اور فقہاء حنبلیہ کے دلائل کے جوابات (٤) ضرورت کے لیے پس انداز کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے (٥) قیاس سے استدلال کی دلیل (٦) دودھ دینے والے جانور کو دودھ کے عوض فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء۔

٩ - بَابٌ إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ، لِأَنَّهَا وَدِيعَةٌ عِنْدَهُ

جب لقطہ کا مالک ایک سال کے بعد آئے تو لقطہ اٹھانے والا لقطہ اس کو واپس کر دے کیونکہ لقطہ اس کے پاس امانت ہے

٢٤٣٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ، قَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، ثُمَّ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا، حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از یزید المنبعث کے آزاد کردہ غلام از حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ کے متعلق سوال کیا' آپ نے اس سے فرمایا: ایک سال اعلان کرو' پھر اس کی تھیلی اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کر لو پھر اس کو خرچ کر لو پس اگر اس کا مالک آئے تو اس کو ادا کر دو' مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر وہ بکری ہو؟ آپ نے فرمایا: اس کو پکڑ لو' کیونکہ وہ تمہارے لیے ہے یا تمہارے بھائی کے لیے ہے یا بھیڑیے کے لیے ہے' اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! پس اگر وہ اونٹ ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ غضب میں آ گئے حتیٰ کہ آپ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے یا آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا' آپ نے فرمایا: تمہیں اونٹ کے متعلق کیا تشویش ہے؟ اس کے ساتھ اس کے کھر ہیں اور اس کے پانی کی مشک ہے' حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو مل جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩١ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں آپ کا یہ حکم ہے کہ جب لقطہ کا مالک آئے تو اس کو لقطہ دے دیا جائے۔

١٠ - بَابٌ هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ وَلَا يَدَعُهَا تَضِيعُ حَتّٰى لَا يَأْخُذَهَا مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ؟

لقطہ کو اٹھا لے اور اس کو ضائع ہونے کے لیے نہ چھوڑے حتیٰ کہ اس کو غیر مستحق نہ اٹھائے

Marfat.com

۲۴۳۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ وَزَيْدِ بْنِ صُوحَانَ فِي غَزَاةٍ، فَوَجَدْتُ سَوْطًا، فَقَالَ لِي أَلْقِهِ، قُلْتُ لَا، وَلٰكِنْ إِنْ وَجَدْتُ صَاحِبَهُ وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ، فَلَمَّا رَجَعْنَا حَجَجْنَا، فَمَرَرْتُ بِالْمَدِينَةِ، فَسَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ وَجَدْتُ صُرَّةً عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا. فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُ، فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا. فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اعْرِفْ عِدَّتَهَا، وَوِكَاءَهَا، وَوِعَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِلَّا اسْتَمْتِعْ بِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلمہ بن کہیل' انہوں نے کہا: ہم نے سوید بن غفلہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا' تو مجھے ایک چابک ملا' انہوں نے کہا: یہ میری طرف پھینک دو' میں نے کہا: نہیں! لیکن اگر مجھے اس کا مالک مل گیا تو میں یہ اس کو دے دوں گا ورنہ میں خود اس سے فائدہ اٹھاؤں گا' پس جب ہم واپس گئے تو ہم نے حج کیا' پس میں مدینہ کے پاس سے گزرا تو میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انہیں ایک تھیلی ملی تھی جس میں سو دینار تھے' تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ تھیلی لے کر گیا' آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرو' تو میں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' میں پھر گیا تو آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرو' تو میں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' میں پھر گیا تو آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرو' سو میں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' میں چوتھی بار گیا تو آپ نے فرمایا: ان دیناروں کی تعداد کو اور ان کی تھیلی کو اور تھیلی کی ڈوری کو ذہن نشین کر لو' پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو ورنہ اس سے تم خود فائدہ اٹھاؤ۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بِهٰذَا، قَالَ فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ، فَقَالَ لَا أَدْرِي أَثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، أَوْ حَوْلًا وَاحِدًا.

ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابی نے خبر دی از شعبہ از سلمہ اسی حدیث کی' انہوں نے کہا: پھر میں اس کے بعد (ابی سے) مکہ میں ملا' تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا آپ نے تین سال فرمائے تھے یا ایک سال فرمایا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۲۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث کی یہاں دوسری سند مذکور ہے۔

۱۱ - بَابٌ مَنْ عَرَّفَ اللُّقَطَةَ وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ

جس نے لقطہ کا اعلان کیا لیکن اسے سلطان کے سپرد نہیں کیا

اس باب کے عنوان کا خلاصہ یہ ہے کہ لقطہ اٹھانے والے پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اس لقطہ کو سلطان کے پاس جا کر دے' خواہ وہ لقطہ قلیل ہو یا کثیر ہو' کیونکہ حدیث میں یہی حکم ہے کہ لقطہ اٹھانے والا اس کا اعلان کرے گا' سوا اس صورت کے کہ لقطہ اٹھانے والا دیانت دار نہ ہو' تب سلطان اس سے لقطہ لے لے اور کسی دیانت دار شخص کو اعلان کرنے کے لیے دے دے' بعض لوگوں نے یہ کہا

Marfat.com

ہے کہ اگر لقطہ قلیل ہو تو خود اعلان کرے اور کثیر ہو تو بیت المال میں جمع کر دے اور جمہور نے اس کے خلاف کہا ہے۔ بعض لوگوں نے گری ہوئی چیز اور گم شدہ چیز میں فرق کیا ہے اور بعض مالکیہ اور شافعیہ نے دیانت دار اور غیر دیانت دار میں فرق کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ وہ دیانت دار ہو تو خود اعلان کرے اور غیر دیانت دار کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ سلطان کو دے دے تا کہ سلطان کسی دیانت دار کو لقطہ اعلان کرنے کے لیے دے دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۹۶-۳۹۵)

۲۴۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ، قَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعِفَاصِهَا وَوِكَائِهَا، وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْ بِهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ، فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ وَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، دَعْهَا حَتّٰى يَجِدَهَا رَبُّهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ، فَقَالَ هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ربیعہ از یزید جو المنبعث کے آزاد کردہ غلام ہیں از حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: ایک سال تک اعلان کرو' پھر اگر کوئی شخص تمہارے پاس اس کی تھیلی اور اس کی ڈوری کے متعلق سوال کرے تو اس کو دے دو ورنہ اس کو تم خود خرچ کر لو' اور اس نے آپ سے گم شدہ اونٹ کے متعلق سوال کیا تو آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور فرمایا: تمہیں اس کے متعلق کیا تشویش ہے؟ اس کے ساتھ اس کے پانی کی مشک ہے اور اس کے کھر ہیں وہ پانی پر جائے گا اور درختوں کے پتے کھائے گا' اس کو چھوڑ دو حتیٰ کہ اس کا مالک اسے مل جائے اور اس نے گم شدہ بکری کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ تمہارے لیے ہے یا تمہارے بھائی کے لیے ہے یا بھیڑیے کے لیے ہے۔

حدیث مذکور کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ لقطہ اٹھانے والا وہ لقطہ سلطان کو دے دے بلکہ آپ نے لقطہ اٹھانے والے کو خود اس کے اعلان کرنے کا حکم دیا' تاہم باب کی عنوان کے ساتھ اس وقت مکمل مطابقت ہوتی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہ ارشاد فرماتے کہ تم خود اعلان کرنا اور سلطان کو اعلان کرنے کے لیے نہ دینا کیونکہ کسی چیز کا ذکر نہ کرنا' اس سے منع کرنے کو مستلزم نہیں ہے' تاہم امام بخاری کے ابواب کے عنوانوں کی حدیثوں کے ساتھ مطابقت عموماً نامکمل ہوتی ہے۔

۱۲ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان ذکر نہیں کیا اور یہ باب' ابواب سابقہ سے فصل کے حکم میں ہے۔

۲۴۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ أَخْبَرَنِي الْبَرَاءُ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی از ابو اسحاق' انہوں نے کہا: مجھے حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے خبر دی از حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (ح) اور

Marfat.com

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ' عَنِ الْبَرَاءِ' عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اِنْطَلَقْتُ' فَاِذَا اَنَا بِرَاعِیْ غَنَمٍ یَسُوْقُ غَنَمَهٗ' فَقُلْتُ لِمَنْ اَنْتَ؟ قَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَیْشٍ' فَسَمَّاهُ فَعَرَفْتُهٗ' فَقُلْتُ هَلْ فِیْ غَنَمِكَ مِنْ لَّبَنٍ؟ فَقَالَ نَعَمْ' فَقُلْتُ هَلْ اَنْتَ حَالِبٌ لِّیْ ؟ قَالَ نَعَمْ' فَاَمَرْتُهٗ' فَاعْتَقَلَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهٖ' ثُمَّ اَمَرْتُهٗ اَنْ یَّنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ' ثُمَّ اَمَرْتُهٗ اَنْ یَّنْفُضَ کَفَّیْهِ' فَقَالَ هٰکَذَا' ضَرَبَ اِحْدٰی کَفَّیْهِ بِالْاُخْرٰی' فَحَلَبَ کُثْبَةً مِّنْ لَّبَنٍ' وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِدَاوَةً عَلٰی فَمِهَا خِرْقَةٌ' فَصَبَبْتُ عَلَی اللَّبَنِ حَتّٰی بَرَدَ اَسْفَلُهٗ' فَانْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِشْرَبْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ. [اطراف الحدیث:۳۶۱۵-۳۶۵۲-۳۹۰۸-۳۹۱۷-۵۶۰۷] (صحیح مسلم:۲۰۰۹' الرقم المسلسل:۵۱۳۲)

ہمیں عبداللہ بن رجاء نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی از ابواسحاق از حضرت البراء از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں (غارِ ثور سے) روانہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک بکریوں کے چرانے والا ہے' جو اپنی بکریوں کو ہانک رہا ہے' پس میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟ اس نے کہا: قریش کے ایک مرد کے لیے' اس نے اس مرد کا نام لیا تو میں نے اس کو پہچان لیا' پس میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم میرے لیے دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! پھر میں نے اسے کہا تو اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کو باندھ دیا' پھر میں نے اس سے کہا کہ اس کے تھنوں سے گرد و غبار کو جھاڑ دو' پھر میں نے اس سے کہا کہ اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر جھاڑ لو' تو اس نے اپنا ہاتھ جھاڑ لیا' پھر اس نے تھوڑا سا دودھ دوہا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک برتن ساتھ لیا تھا جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا (اس برتن میں دودھ ڈالا)' پھر میں نے دودھ پر پانی ڈالا جس سے اس دودھ کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا' پھر میں اس دودھ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دودھ پی لیجئے' آپ نے وہ دودھ اتنا پیا کہ میں خوش ہو گیا۔

حدیث مذکور کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت اور ایک اعتراض کا جواب

بہ ظاہر اس حدیث کی اس باب سے پہلے ابواب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے ابواب میں لقطہ سے متعلق احادیث ہیں اور اس باب میں ہجرت کے متعلق حدیث ہے' تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث کی بھی لقطہ کے ساتھ مناسبت ہے' کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحرا میں ایک بکری سے دودھ دوہا اور اس بکری کا محافظ بھی چونکہ صرف ایک تھا' سو وہ بھی لقطہ کے مشابہ تھی' لیکن یہ زبردستی کی مناسبت ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے پہلے صحیح البخاری: ۲۴۳۵ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم گزر چکا ہے کہ کوئی شخص کسی جانور سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دودھ نہ دوہے اور یہاں حضرت ابوبکر نے اس بکری کے مالک کی اجازت کے بغیر اس کا دودھ دوہا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس چرواہے سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ اس کا مالک کون ہے اور اس کے متعلق حضرت ابوبکر کو معلوم تھا کہ اس نے چرواہے کو یہ اجازت دی تھی کہ تم گزرنے والوں کو اس کی بکریوں سے دودھ دوہ کر پلا دیا کرو۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق نے چرواہے سے دودھ دوہنے کی اجازت طلب کی تھی' اس کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سوال کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس چرواہے سے دودھ پینے کی اجازت کیوں طلب کی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہوسکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالت حرب میں مشرکین کے مال لینے کی اجازت دی گئی ہو اور آپ کے لیے مشرکین کے اموال حلال تھے' میں نے المہلب سے اس جواب کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: یہ جواب کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ حرب اور جہاد تو مدینہ میں فرض ہوا تھا' یعنی ہجرت کے بعد اور یہ حدیث ہجرت سے پہلے کی ہے' اور اگر ان بکریوں کا تعلق مالِ غنیمت سے ہوتا تو پھر حضرت ابوبکر کو اس چرواہے سے دودھ دوہنے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں تھی۔

اس زمانہ میں عرف یہ تھا کہ اشراف اور اخیاء اپنی بکریوں کے دودھ سے گزرنے والوں اور مسافروں کی ضیافت کرتے تھے' سو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی اعتبار سے چرواہے سے سوال کیا اور حضرت ابوبکر کو علم تھا کہ ان بکریوں کا مالک اشراف اور اخیاء میں سے تھا' اس لیے آپ نے اس چرواہے سے دودھ دوہنے کی اجازت طلب کی۔

نیز اس حدیث میں یہ ذکر بھی ہے کہ صحابہ کرام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کس قدر ادب اور احترام کرتے تھے کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس بکری کے تھن صاف کیے' اس برتن کو صاف کیا' پھر اس میں دودھ دوہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کیا۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۵۶۵۔ ۵۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

لقطہ کے اعلان کے لیے لقطہ کی مالیت اور لقطہ کے اعلان کی مدت میں شیخ تقی عثمانی اور مصنف کا اختلاف

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

سوال: لقطہ کے لیے کتنے پیسے ہوں تو تعریف کرنا ضروری ہے؟

(تعریف کا معنی یہ ہے کہ لقطہ کتنی مالیت کا ہو تو اس کا اعلان کرنا ضروری ہے؟ سعیدی غفرلہٗ)

جواب: اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی' جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ کوئی بیچارہ اس کو تلاش کرتا ہوگا' اس کی ضرورت کا ہے' اس کی تعریف کرنا ضروری ہے' ایک آنہ یا ایک پیسہ ہو تو عام طور سے لوگ اس کی تلاش نہیں کرتے تو تعریف نہ کرے۔

(انعام الباری ج ۷ ص ۴۳۳' مکتبۃ الحراء' کراچی)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لقطہ کا اعلان کرنے کے لیے اس کی مالیت کا کوئی تعین نہیں ہے' لیکن یہ کہنا فقہاء کرام کی تصریحات کے خلاف ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ اگر لقطہ دو سو درہم (612.36 گرام چاندی) یا اس سے زیادہ مالیت کا ہو تو ایک سال اعلان کیا جائے اور اگر دو سو درہم سے کم مالیت کا ہو تو دس درہم (30.618 گرام چاندی) تک ایک ماہ اعلان کیا جائے اور اگر دس درہم سے کم مالیت کی چیز ہو تو جتنی مدت مناسب سمجھے اعلان کرے اور ایک روایت یہ ہے کہ تین درہم (9.1854 گرام چاندی) سے لے کر دس درہم تک دس دن اعلان کرے اور ایک درہم (3.618 گرام چاندی) سے لے کر تین درہم چاندی تک تین دن اعلان کرے۔

واضح رہے کہ آج کل (۲۰۰۸ء میں) ایک درہم تقریباً تو ے روپے کا ہے' اس سے حساب لگالیں۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵۱۔ ۳۵۰' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

Marfat.com

''کتاب اللقطه'' کی تکمیل

''الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین'' آج ۹ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ/ ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء بہ روز بدھ بعد نمازِ عصر ''کتاب اللقطه'' کی تکمیل ہوگئی۔ اے خداوند کریم! جس طرح آپ نے اس کتاب کی تکمیل کرائی ہے' پوری صحیح بخاری کو مکمل کرا دیں اور میری' میرے والدین کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دیں۔

''کتاب اللقطه'' اکیس احادیث مرفوعہ پر مشتمل ہے' اس میں پانچ احادیث معلق ہیں اور باقی موصول ہیں اور اس میں اٹھارہ احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث تین ہیں اور اس میں زید مولی المنبعث کا صرف ایک اثر ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

٤٦ - كِتَابُ الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ

لوگوں پر ظلم اور غصب کرنے کا بیان

اس باب میں لوگوں پر ظلم کرنے اور ان کے اموال کے غصب کرنے کی ممانعت اور تحریم بیان کی گئی ہے' اس عنوان میں ''مظالم'' کا لفظ ہے' یہ ''مظلمة'' کی جمع ہے' ''مظلمة'' مصدر میمی ہے' اس کا مادہ ظلم ہے' ظلم کا معنی ہے: حد سے تجاوز کرنا' اس کا معنی یہ ہے: کسی چیز کو اس کے شرعی مقام کے غیر میں رکھنا یا غیر کی ملک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا' کسی شخص سے جو چیز ناحق لی جائے وہ بھی ظلم ہے' اور غصب کا معنی ہے: کسی کا مال ظلماً چھین لینا' یا کسی کے مال پر ظلماً قبضہ کرنا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُO مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌO﴾ (ابراہیم: ٤٢ـ ٤٣) رَافِعِي رُءُوْسِهِمْ الْمُقْنِعُ وَالْمُقْمِحُ وَاحِدٌ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا' وہ انہیں اس دن تک ڈھیل دے رہا ہے جس دن (دہشت سے) سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گیO لوگ اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے بے تحاشا دوڑ رہے ہوں گےO اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے اس حال میں کہ ان کی پلک نہ جھپک رہی ہو گی اور ان کے دل خوف کی وجہ سے اُڑ رہے ہوں گےO (ابراہیم: ۴۳ـ ۴۲) اس آیت میں ''مقنعی رء وسهم'' کے الفاظ ہیں' ان کا معنی ہے: وہ اپنے سروں کو بلند کیے ہوئے ہوں گے۔ ''المقنع'' اور ''المقمع'' کا معنی واحد ہے۔

١ - بَابُ قِصَاصِ الْمَظَالِمِ

ظلم اور زیادتی کا بدلہ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مُهْطِعِيْنَ﴾ اَیْ مُدِيْمِي النَّظَرِ وَقَالَ غَيْرُهُ مُسْرِعِيْنَ ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌO﴾ (ابراہیم: ٤٣) يَعْنِي جُوْفًا لَا عُقُوْلَ لَهُمْ تَفْسِيْرُ مُجَاهِدٍ اَخْرَجَهُ الْفِرْيَابِيُّ عَنْهُ وَقَدْ ذَكَرْنَا مَعْنٰى ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ قَوْلُهُ جُوْفًا بِضَمِّ الْجِيْمِ جَمْعُ اَجْوَفَ

اور مجاہد نے کہا: ''مهطعين'' کا معنی ہے: وہ پلک جھپکائے بغیر ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں گے' اور دوسروں نے کہا: وہ دوڑ رہے ہوں گے (اس حال میں کہ ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہو گی اور ان کے دل ہواء ہو رہے ہوں گےO ابراہیم: ۴۳) یعنی ان کے سر خالی ہوں گے' ان میں عقلیں نہیں ہوں گی۔ مجاہد کی تفسیر کو فریابی نے ان سے روایت کیا ہے اور ہم اس آیت کا معنی بیان کر

Marfat.com

قَوْلُهٗ يَعْنِي لَا عُقُولَ لَهُمْ، كَذَا فَسَّرَهٗ أَبُو عُبَيْدَةَ فِي الْمَجَازِ، وَقِيلَ مَعْنٰى وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ، نُزِعَتْ أَفْئِدَتُهُمْ مِنْ أَجْوَافِهِمْ ﴿وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلٰى أَجَلٍ قَرِيبٍ نُجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ مِنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍO وَسَكَنْتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَO وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُO فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍO﴾ (ابراہیم:٤٤۔ ٤٧).

چکے ہیں کہ اس حال میں کہ ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہو گی اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔ اس آیت میں "جوف" کا لفظ ہے یہ "اجوف" کی جمع ہے یعنی ان کی عقلیں نہیں ہوں گی۔ اسی طرح ابوعبیدہ نے مجاز میں اس کی تفسیر کی ہے اور دوسرا قول (یہ ہے کہ اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے) کا معنی ہے: ان کے سروں سے ان کی عقلیں نکال لی گئی ہوں گی۔ آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم لوگ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کچھ مدت کی مہلت دے دے، ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں گے (تو ان سے کہا جائے گا:) کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گاO اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بھی بیان کر دی تھیںO اور انہوں نے گہری سازشیں کیں اور اللہ کے پاس ان کی سازشیں لکھی ہوئی ہیں، اور ان کی سازشیں ایسی (خطرناک) ہیں کہ ان سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ہل جائیںO تو تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کرنے والا ہے، بے شک اللہ بہت غالب، انتقام لینے والا ہےO (ابراہیم: ٤٧۔ ٤٤)

آیاتِ مذکورہ کی مختصر تفسیر

ابراہیم: ٤٢ میں فرمایا ہے: اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا، وہ انہیں اس دن تک ڈھیل دے رہا ہے، جس دن (دہشت سے) سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گیO یعنی ان کو قیامت تک ڈھیل دے رہا ہے۔

اس آیت سے مقصود اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مظلوم کا انتقام نہ لے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کے ظلم سے لاعلم اور غافل ہے اور یا اس سے انتقام لینے سے عاجز ہے اور یا اس کے ظلم پر راضی ہے اور جب کہ یہ تمام اُمور اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہیں تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن تمام انسان، یہ جہان اور اس کی تمام چیزیں فنا کر دی جائیں گی اور ان تمام چیزوں کا فنا ہو جانا ہی قیامت ہے، اس کے بعد حشر اور روزِ حساب قائم ہوگا اور ظالم کو اس کے ظلم پر سزا دی جائے گی اور مظلوم کو اس کی مظلومیت پر جزاء دی جائے گی۔

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کاموں سے بے خبر سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کاموں سے بے خبر نہ سمجھنا۔

Marfat.com

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اگر چہ بہ ظاہر نبی ﷺ سے خطاب ہے لیکن حقیقت میں آپ کی امت سے خطاب ہے یعنی اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کو ظالموں سے غافل گمان نہ کرنا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مظلوموں کو تسلی دی ہے اور ظالموں کو ڈرایا اور دھمکایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی سزا کو قیامت کے دن تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے' پھر یہ بتایا ہے کہ اس دن کی ہولناکیوں سے لوگوں کا کیا حال اور کیا کیفیت ہوگی؟ اس دن دہشت سے سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی' لوگ سر اٹھائے ہوئے بے تحاشا دوڑ رہے ہوں گے' اس حال میں کہ ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔

ابراہیم: ۴۵۔۴۴ میں بتایا ہے کہ جب قیامت کے دن کفار عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ دوبارہ ہمیں دنیا میں بھیج دے تو ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسول کی پیروی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے: کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گا' یعنی کیا اس سے پہلے تم قیامت اور مر کر دوبارہ زندہ کیے جانے اور جزاء اور سزا کے دن کا انکار نہیں کرتے تھے اور تم کو ہمارے رسولوں نے بتا دیا تھا کہ پچھلی امتوں میں سے جس نے ہمارے پیغام کو جھٹلایا' اس پر کس قسم کا عذاب آیا تھا اور اس سے پہلے قوم ثمود کے گھروں میں تباہی کے آثار دیکھ چکے ہو تو تم نے ان کے آثار دیکھ کر عبرت کیوں نہیں حاصل کی تھی۔

ابراہیم: ۴۶ میں فرمایا: اور انہوں نے گہری سازشیں کیں' اور اللہ کے پاس ان کی سازشیں لکھی ہوئی ہیں اور ان کی سازشیں ایسی (خطرناک) ہیں کہ ان سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ہل جائیں O

سازش کرنے والوں سے مراد کفارِ مکہ ہیں' جب انہوں نے سیدنا محمد ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی اور آپ کے کاشانہ اقدس کا محاصرہ کر لیا تھا کہ جیسے ہی آپ گھر سے باہر نکلیں' آپ کو (معاذ اللہ) قتل کر دیا جائے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ اس مکر اور سازش سے مراد یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ اور کفار نے اللہ تعالیٰ کے شریک گھڑ لیے اور عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹوں کو منسوب کیا۔ (جامع البیان جز ۱۳ ص ۳۲۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ابراہیم: ۴۷ میں فرمایا: تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کرنے والا ہے' بے شک اللہ بہت غالب' انتقام لینے والا ہے O

رسولوں نے اپنی امتوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ قیامت آئے گی اور سب لوگ مر جائیں گے اور سب چیزیں ختم ہو جائیں گی' پھر اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کرے گا' اور سب انسانوں سے حساب لے گا' مؤمنوں اور پرہیزگاروں کو جزاء دے گا اور کافروں اور ظالموں کو سزا دے گا اور یہ اس لیے ضروری ہے کہ اگر قیامت قائم نہ ہو اور ظالموں کو سزا اور مظلوموں کو جزاء نہ دی جائے تو ظالم بغیر سزا کے اور مظلوم بغیر جزاء کے رہ جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

یہ ان آیات کی مختصر تفسیر ہے' اور اس باب کی حدیثوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے گا' قصاص کا معنی یہ ہے کہ مقتول کا ولی قاتل سے اور مجروح کا ولی جارح سے بدلہ لے گا یعنی قاتل اور جارح کو اسی طرح قتل اور زخمی کرے گا۔

٢٤٤٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے خبر دی'

الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ حُبِسُوا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيَتَقَاصُّونَ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا نُقُّوا وَهُذِّبُوا أُذِنَ لَهُمْ بِدُخُولِ الْجَنَّةِ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ لَأَحَدُهُمْ بِمَسْكَنِهِ فِي الْجَنَّةِ أَدَلُّ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا. وَقَالَ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ. [طرف الحدیث:٦٥٣٥]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی المتوکل الناجی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب مؤمنوں کو دوزخ سے نجات مل جائے گی تو ان کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا' پھر انہوں نے دنیا میں ایک دوسرے پر جو ظلم کیے تھے ان کا بدلہ لیا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ بالکل پاک اور صاف ہو جائیں گے تو ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! ان میں سے کوئی ایک شخص جنت میں اپنے گھر کو اپنے دنیا میں گھر کی بہ نسبت زیادہ جاننے والا ہوگا' اور یونس بن محمد نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمتوکل نے حدیث بیان کی۔

پل صراط کی تعریف میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' پل صراط کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہ پل جنت کی ایک طرف پر ہوگا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۰۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! یہ حدیث میں کس قدر بے جا تصرف ہے' حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ پل جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگا اور یہ شخص یہ کہتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ پل جنت کی ایک طرف پر ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قصاص صرف ان سے لیا جائے گا جن کے مظالم ان کی نیکیوں سے کم ہوں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس قصاص کا ذکر ہے' یہ بعض لوگوں سے لیا جائے گا اور یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے مظالم ان کی تمام نیکیوں پر محیط اور مستغرق نہ ہوں کیونکہ اگر ان کے مظالم ان کی تمام نیکیوں پر محیط اور مستغرق ہوں تو پھر ان پر عذاب واجب ہوگا اور پھر وہ اس قول کے مصداق نہیں ہوں گے کہ انہوں نے دوزخ سے نجات پائی' لہٰذا اس حدیث میں ان لوگوں کے مظالم کے قصاص کا ذکر ہے' جس کے مظالم کم ہوں۔

اس حدیث کے مطابق مسلمان ایک دوسرے سے قصاص لیں گے' پس جس شخص کے مظالم اپنے بھائی کے مظالم سے زیادہ ہوں گے تو اس کی نیکیاں اس سے لے کر اس کے بھائی کو دی جائیں گی کیونکہ جس شخص کے اوپر کسی کا حق ہوگا' وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا' جنت میں سب پاک صاف ہو کر داخل ہوں گے۔

المہلب نے کہا ہے کہ یہ قصاص ابدان میں ہوگا' پس جس شخص نے کسی کو تھپڑ مارا ہوگا تو مظلوم سے کہا جائے گا: تم چاہو تو اس سے بدلہ لے لو اور تم چاہو تو اس کو معاف کر دو اور تم کو اس کا اجر ملے گا' اور دوسروں نے کہا ہے کہ مال اور اسباب کا آخرت میں قصاص

Marfat.com

نہیں ہوگا' آخرت میں صرف نیکوں اور گناہ گاروں سے قصاص لیا جائے گا' پس جس شخص نے کسی پر ظلم کیا ہوگا اور اس کی نیکیاں ہوں گی تو اس کی نیکیاں لے کر مظلوم کو دی جائیں گی اور اگر ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو پھر مظلوم کے گناہ لے کر ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٥٦٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ ھ)

قیامت کے دن قصاص لینے کے متعلق احادیث

سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ (بندوں کے) فیصلہ سے فارغ ہوگا تو جانوروں کی طرف متوجہ ہوگا حتیٰ کہ جس سینگ والی بکری نے سینگ والی بکری کو سینگ مارے ہوں گے' اس کو اس سے بدلہ دلائے گا۔

علامہ عینی نے یہ حدیث کتاب الترغیب والترہیب کے حوالے سے لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤٠١) لیکن مجھے اس میں یہ حدیث نہیں ملی' سو میں نے امہات کتب حدیث سے درج ذیل احادیث تلاش کیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ضرور حقوق والوں کو ان کے حقوق ادا کیے جائیں گے حتیٰ کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ والی بکری کو حق دلایا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ٢٥٨٢' سنن ترمذی: ٢٤٢٠' صحیح ابن حبان: ٧٣٦٣' مسند احمد ج ٢ ص ٤١١۔ ٢٣٥۔ ٣٢٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو ظلماً ایک چابک مارا' قیامت کے دن اس سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ (مسند البزار: ٣٤٥٤' مجمع الزوائد ج ١٠ ص ٣٥٣' الترغیب والترہیب: ٥٢٨٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا وہ شخص مفلس ہوگا جو قیامت کے دن نمازیں' روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا' اس نے کسی شخص کو گالی دی ہوگی اور اس شخص پر تہمت لگائی ہوگی اور اس شخص کا مال کھایا ہوگا اور اس شخص کا خون بہایا ہوگا اور اس شخص کو مارا ہوگا تو اس شخص کو اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا اور اس کے اوپر جو حقوق ہیں' اگر حق داروں کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو پھر حق داروں کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ٢٤١٨' مسند احمد ج ٢ ص ٣٣٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! میرے دو غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور مجھ سے خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں' میں ان کو مارتا ہوں اور ان کو گالیاں دیتا ہوں تو میرا اور ان کا کیسا حساب ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی خیانت اور ان کی نافرمانی اور ان کے جھوٹ اور تمہاری ان کو سزا دینے کا حساب کیا جائے گا' اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے کم ہوئی تو یہ تمہاری فضیلت ہوگی' اور اگر تمہاری سزا ان کے جرائم کے برابر ہوگی تو تمہارا اور ان کا معاملہ برابر ہوگا' تمہاری کوئی فضیلت ہوگی نہ تم سے کوئی مواخذہ ہوگا' اور اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو تم نے جتنی زیادہ سزا دی' ان کی طرف سے اس کا قصاص لیا جائے گا' پھر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رونے لگا اور چلانے لگا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا' کیا تم نے اللہ کی کتاب میں یہ آیت نہیں پڑھی:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۗ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۗ	اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو رکھیں گے' سو کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ برابر

وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَO(الانبیاء:٤٧)

بھی ہوا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیںO

اس شخص نے کہا: میں اس کے سوا اور کوئی خیر نہیں پاتا کہ میں ان غلاموں کو اپنے پاس سے جدا کر دوں' میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ سب غلام آزاد ہیں۔ (سنن ترمذی:٣١٦٥' مسند احمد ج٦ص٢٨٠)

میدانِ حشر میں قصاص اس لیے لیا جائے گا کہ شاید کوئی اپنا حق معاف کر دے یا اللہ تعالیٰ ظالم کی طرف سے مظلوم کو معاوضہ دے دے!

٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَO﴾(ھود:١٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہےO(ھود:١٨)

اس باب میں فرشتوں یا رسولوں کے قیامت کے دن اس قول کی حکایت کی گئی ہے جو وہ کہیں گے:

سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہوO(ھود:١٨) یہ سورۂ ھود کی اس آیت کا آخری حصہ ہے اور مکمل آیت اس طرح ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَO(ھود:١٨)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان تراشے یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور تمام گواہ یہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا' سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہوO

اس آیت میں ''الاشھاد'' (گواہ) کا ذکر ہے' اس سے مراد فرشتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد انبیاء ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے جو لوگوں کے متعلق گواہی دیں گے اور کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا یعنی ان لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ کا شریک ہے اور اس کا بیٹا ہے' سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو یعنی مشرکین پر۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں لوگوں کے ایک دوسرے پر ظلم کا ذکر ہے۔

٢٤٤١ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ أَخْبَرَنِيْ قَتَادَةُ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِيْ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا آخِذٌ بِيَدِهِ، إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّجْوٰى؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ، فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ، فَيَقُوْلُ أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُوْلُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ، حَتّٰى إِذَا قَرَّرَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی از صفوان بن محرز المازنی' انہوں نے بیان کیا: جس وقت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا رہا تھا' میں نے ان کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا' اس وقت ایک شخص آیا اور اس نے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''النجوٰی'' (سرگوشی) کی کیا تفسیر سنی ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ مؤمن کو قریب کرے گا' پھر اس کے اوپر (اپنی رحمت کا) پَر رکھ دے گا اور اس کو

Marfat.com

بِذُنُوبِهِ' وَرَاٰى فِي نَفْسِهِ اَنَّهُ هَلَكَ' قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا' وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ' فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ. وَاَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُوْنَ' فَيَقُوْلُ ﴿الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۝﴾ (ھود:١٨).

[اطراف الحدیث: ٤٦٨٥-٦٠٧٠-٧٥١٤] (صحیح مسلم: ٢٧٦٨' الرقم المسلسل:٦٩٠٩' سنن ابن ماجہ:١٨٣' السنن الکبریٰ: ١١٢٤٢' صحیح ابن خزیمہ ج١ ص٣٨٦' مسند احمد ج٢ ص١٠٥ طبع قدیم' مسند احمد:٥٨٢٤-ج١٠ص٨٥-٨٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

چھپا لے گا' پس فرمائے گا: کیا تم فلاں گناہ کو پہچانتے ہو؟ کیا تم فلاں گناہ کو پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا: ہاں! اے میرے رب! حتیٰ کہ اللہ اس سے اس کے (تمام) گناہوں کا اقرار کرائے گا' اور وہ شخص دل میں یہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہو گیا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تجھ پر' پردہ رکھا تھا اور میں آج تجھے بخش دیتا ہوں' پھر اس کو اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی اور رہے کافر اور منافق تو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تمام گواہ یہ کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا' سو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۝ (ھود:١٨)

سرگوشی اور لعنت کا معنی اور خوارج اور معتزلہ کا ردّ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''النجویٰ'' (سرگوشی) کا لفظ ہے' یہ وہ سرگوشی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندۂ مؤمن کے درمیان ہوگی' اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جب وہ بندہ مؤمن کو چپکے چپکے اس کے گناہ یاد دلائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ یہاں ظالموں سے مراد کفار اور منافقین ہیں' اور ہر ظالم اس آیت میں داخل نہیں ہے' کیونکہ صغیرہ گناہوں کے مرتکب پر لعنت نہیں کی جاتی' اور لعنت کا معنی ہے: رحمت سے دور کرنا' کفار کو رحمت سے بالکل دور کر دیا جاتا ہے اور فساق مؤمنین کو اللہ تعالیٰ کے قرب خاص سے دور کر دیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں خوارج کے خلاف دلیل ہے کیونکہ وہ فساق مؤمنین کی تکفیر کرتے ہیں اور اس حدیث میں فساق مؤمنین کی مغفرت کا ذکر ہے اور اس میں معتزلہ کا بھی ردّ ہے کیونکہ وہ بھی فساق مؤمنین کی مغفرت کے قائل نہیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج١٢ ص٤٠٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں بندہ کے گناہوں کا ذکر ہے اور گناہ کرنا بندہ کا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔

٣ - بَابٌ لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ

مسلمان' مسلمان پر خود ظلم کرے اور نہ کسی اور کو اس پر ظلم کرنے دے

٢٤٤٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَالِمًا اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ' لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ' وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ' وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب کہ سالم نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے' وہ نہ اس پر خود ظلم کرے اور نہ کسی اور کو اس پر ظلم کرنے دے اور جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا

Marfat.com

مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

[طرف الحدیث: ۶۹۵۱] (صحیح مسلم: ۲۵۸۰، الرقم المسلسل: ۶۴۷۳، سنن ابوداؤد: ۴۸۹۳، سنن ترمذی: ۱۴۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۸۹)

ہے اللہ اس کی ضرورت پوری کرنے میں رہتا ہے اور جس نے کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور کی تو اللہ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کر دے گا' اور جس نے کسی مسلمان کا پردہ رکھا' اللہ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

مسلمانوں کی حاجات پوری کرنے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کی ایک ایسی مخلوق ہے جس کو اس نے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے' لوگ اپنی ضروریات میں ان کی طرف بھاگتے ہیں' یہی لوگ اللہ کے عذاب سے امن میں رہیں گے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۹۲' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے مگر حافظ المنذری نے الترغیب والترہیب: ۳۸۶۲ میں اس سے استدلال کیا ہے)

حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی ضرورت پوری کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر پچھتر ہزار فرشتوں سے سایا کرتا ہے جو اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لیے دعا کرتے ہیں' اگر صبح ہو تو شام تک اور اگر شام ہو تو صبح تک' وہ ایک قدم چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔ (الترغیب والترہیب: ۳۸۶۸' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۹' حافظ الہیثمی نے کہا: امام طبرانی نے اس حدیث کی المعجم الاوسط میں روایت کی ہے' اس کی سند میں ایک راوی جعفر بن میسرہ الاشجعی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بندہ کی اس کی حاجت میں مدد کرے' اللہ اس کو اس دن ثابت قدم رکھے گا' جس دن لوگوں کے قدم پھسل جائیں گے۔

(الترغیب والترہیب: ۳۸۶۹' حافظ الہیثمی نے کہا کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے: مسکین بن سراج' اور وہ ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۹۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل دوزخ سے ایک مخلوق نکلے گی تو ان کا گزر اہل جنت میں سے ایک شخص کے پاس سے ہوگا' وہ اس جنتی شخص سے کہے گا: اے فلاں! کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا؟ جنتی شخص کہے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گا: میں وہ ہوں کہ ایک دن تم نے مجھ سے وضوء کے لیے پانی مانگا تھا تو میں نے تم کو پانی دیا تھا' تو وہ جنتی شخص اس کی سفارش کرے گا' اور ایک آدمی جنتی شخص کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا: اے فلاں! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ وہ پوچھے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گا: تم نے مجھے فلاں فلاں کام کے لیے بھیجا تھا تو میں نے تمہارا کام کر دیا تھا' تو وہ اس کی شفاعت کرے گا' پس اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (الترغیب والترہیب: ۳۸۷۱' الاصبہانی نے اس کو الترغیب: ۱۱۴۸ میں روایت کیا ہے' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کو امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند: ۲۷۸۹ میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں عبدالرحیم بن زید العمی ہے اور وہ متروک ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۹۰)

ان تمام حدیثوں کی سند ضعیف ہے اور ہم نے دو وجہوں سے ان کا ذکر کیا ہے' اوّل اس لیے کہ فضائل اعمال میں ضعیف الاسناد احادیث معتبر ہوتی ہیں اور ثانی اس لیے کہ حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ ایسے مستند حافظ نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں کی پردہ پوشی کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب پر پردہ رکھا' قیامت کے دن اللہ اس کے عیب پر پردہ رکھے گا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو ظاہر کیا' اللہ اس کے عیب کو ظاہر کر دے گا حتیٰ کہ اس کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔ (سنن ابن ماجہ:٢٥٤٦)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی کوئی مصیبت دور کی تو اللہ قیامت کے دن اس کی مصیبت کو دور کر دے گا' اور جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا' قیامت کے دن اللہ اس کے عیب پر پردہ رکھے گا' اور جس نے کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کی تو اللہ اس کی کسی تکلیف کو دور کر دے گا۔

(المعجم الکبیر: ٣٥٠ ـ ج١٩ ص١٥٨' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج٨ ص ١٩٣)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کے عیب پر پردہ رکھا' اس نے گویا ایک زندہ درگور کو اس کی قبر میں زندہ کیا۔ (المعجم الاوسط:٨٦١٣٣' مکتبۃ المعارف' ریاض' ١٤١٥ھ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس نے کوئی عیب دیکھ کر اس پر پردہ رکھا' اس نے گویا زندہ درگور کو اس کی قبر میں زندہ کیا۔ (سنن ابوداؤد:٤٨٩١ ـ ٤٨٧٠' المعجم الکبیر: ٨٨٤ ـ ج١٧' مسند احمد ج٤ ص١٤٧' المستدرک: ٧٢٢٣)

مسلمانوں میں حسن معاشرت اور پردہ پوشی کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اسلام کے بہ کثرت آداب اور اخلاقی تعلیمات ہیں' اس میں مسلمانوں کے درمیان حسنِ معاشرت' باہمی اُلفت' مؤمنین کے عیوب کی پردہ پوشی کی ترغیب اور ان کے عیوب کے سننے اور انہیں مشہور کرنے کی ممانعت ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آخرت میں جو مسلمانوں کو جزاء ملے گی' وہ دنیاوی عبادات کی جنس سے ملے گی۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی ایسے عیب یا کسی ایسی لغزش پر مطلع ہو' جس سے حد واجب ہوتی ہو یا تعزیر واجب ہوتی ہو' یا اس سے اس کو عیب یا عار لاحق ہوتا ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس پر پردہ رکھے اور اس کام میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھے' اور جو شخص ایسے کسی کام میں مبتلا ہو' اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے ستر سے اپنے آپ کو مستور رکھے' اور جس نے ایسا نہیں کیا اور اس نے حد کا اقرار کر لیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا' اور کسی حدیث میں اس سے ممانعت نہیں ہے' بلکہ احادیث میں یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی موجب حد کام کیا اور اس پر حد لگ گئی تو وہ حد اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گی۔

(شرح ابن بطال ج٦ ص٥٦٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

کس کے عیوب پر پردہ رکھنا چاہیے اور کس کے عیوب پر پردہ نہیں رکھنا چاہیے؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کا استحباب اس وقت ہے' جب وہ تنہائی میں گناہ کرے اور وہ اس پر نادم ہو اور اگر وہ سر عام کوئی گناہ کبیرہ کرے اور اس پر اصرار کرے تو پھر اس کو عدالت سے سزا دلوانا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچانا واجب ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم فاجر (کے عیب) کے

ذکر کی رعایت کرتے ہو اس میں جو عیوب ہیں ان کا ذکر کرو تا کہ لوگ اس کو پہچان لیں اور اس سے احتراز کریں۔
(سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢١٠ ' المعجم الکبیر: ١٠١٠۔ ج ١٩ ' کامل ابن عدی ج ٢ ص ٥٩٥ ' تاریخ بغداد ج ١ ص ٣٨٢ ' اتحاف ج ٧ ص ٥٥٥)

اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے۔

صاحب التوضیح نے کہا: یہ ضعیف ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: بہز بن حکیم از والد خود از جد خود' یہ سند صحیح ہے۔ عبدالرحمن بن ابی حاتم نے کہا: میرے والد کہتے تھے: اس کی حدیث لکھی جاتی ہے لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ ہے' امام ابوداؤد نے کہا: میرے نزدیک یہ حجت ہے' امام بخاری نے اس سے استشہاد کیا ہے اور الادب المفرد میں اس کی روایات درج کی ہیں اور سنن اربعہ میں اس کی روایات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤٠٥ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں گناہوں سے منع فرمایا ہے۔

٤ - بَابٌ اَعِنْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُومًا

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم

٢٤٤٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ وَحُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُومًا.

[اطراف الحدیث: ٢٤٤٤ـ ٦٩٥٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن ابی بکر بن انس اور حمید الطویل نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

٢٤٤٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ' عَنْ حُمَيْدٍ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُومًا. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' هٰذَا نَنْصُرُهٗ مَظْلُومًا' فَكَيْفَ نَنْصُرُهٗ ظَالِمًا؟ قَالَ تَاْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ.

(ان حدیثوں کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ مظلوم ہے ہم اس کی مدد کریں گے لیکن ہم ظالم کی کیسے مدد کریں؟ آپ نے فرمایا: تم اس کے ہاتھوں کو پکڑ لو۔

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ظالم کو ظلم سے روکنے کا ذکر ہے۔

ظالم کی مدد کا محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ تم ظالم کو ظلم سے روک لو' یہ اس کی مدد ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر وہ ظالم ہے تو تم اس کو ظلم سے منع کرو' یہی اس کی مدد ہے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ظالم بھی فی نفسہٖ مظلوم ہے' اس لیے کسی شخص کو حساً اور معنیً ظلم سے روکنا اس کی مدد ہے' اگر کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے اور اس شخص کا گمان ہے کہ اگر وہ اس کو زنا سے روکے تو وہ رک جائے گا تو اس کو اسے منع کرنا چاہیے' کیونکہ اس کو زنا سے روکنا درحقیقت اس کو رجم کیے جانے اور سنگسار کیے جانے سے روکنا ہے اور اس کو قتل کرنے سے روکنا' اس کو قصاص میں قتل کیے

Marfat.com

جانے سے روکنا ہے اور یہی اس ظالم کی مدد کرنا ہے۔

٥ - بَابُ نَصْرِ الْمَظْلُوْمِ — مظلوم کی مدد

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے۔

٢٤٤٥ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ فَذَكَرَ عِيَادَةَ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعَ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيْتَ الْعَاطِسِ وَرَدَّ السَّلَامِ وَنَصْرَ الْمَظْلُوْمِ وَاِجَابَةَ الدَّاعِي وَاِبْرَارَ الْمُقْسِمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن الربیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث بن سلیم انہوں نے کہا: میں نے معاویہ بن سوید سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا' پھر انہوں نے (۱) مریض کی عیادت (۲) جنازوں کے ساتھ جانے (۳) چھینک لینے والے کو جواب دینے (۴) سلام کا جواب دینے (۵) مظلوم کی مدد کرنے (۶) دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے (۷) اور قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کروانے کا ذکر کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۳۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مظلوم کی مدد کا ذکر ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

مریض کی عیادت کرنا سنت مرغوبہ ہے' جنازوں کے ساتھ جانا فرضِ کفایہ سے ہے' چھینک والے کے جواب میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ فرضِ کفایہ میں سے ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے' دعوت کو قبول کرنا بھی سنت ہے اور ولیمہ کو قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے اور قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کروانا جہاں تک ممکن ہو مباح ہے' اور سلام میں ابتداء کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۷۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں مظلوم کی مدد کا ذکر ہے۔

٢٤٤٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا. وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے دیوار کی طرح ہے' اس کے بعض حصوں سے دوسرے بعض حصے مضبوط ہوتے ہیں' پھر آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔ بہ ظاہر اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

Marfat.com

٦ - بَابُ الْاِنْتِصَارِ مِنَ الظَّالِمِ

ظالم سے بدلہ لینا

لِقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا﴾ (النساء:١٤٨).

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ بہ آوازِ بلند بُری بات کہنے کو ناپسند فرماتا ہے سوائے مظلوم (کی بات) کے اور اللہ بہت سننے والا بہت علم والا ہے○ (النساء:١٤٨)

بدلہ لینے کو ترک کرنے اور زندہ اور مردہ لوگوں کو بُرا کہنے کی ممانعت میں احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث المتوفی ٢٧٥ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی بیٹھے ہوئے تھے' ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا اور ان کو اذیت دی' حضرت ابوبکر خاموش رہے' پھر ان کو دوسری دفعہ اذیت دی' پھر بھی حضرت ابوبکر خاموش رہے' پھر ان کو تیسری بار اذیت دی تو حضرت ابوبکر نے اس سے بدلہ لیا' حضرت ابوبکر نے جب بدلہ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اٹھ کر تشریف لے جانے لگے' حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب وہ شخص تم کو بُرا کہتا تھا تو آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی تکذیب کرتا تھا' اور جب تم نے اس سے بدلہ لیا تو شیطان آ گیا اور جس جگہ شیطان آ جائے تو میں وہاں بیٹھنے والا نہیں ہوں۔ (سنن ابوداؤد:٤٨٩٦' دارالفکر' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو دو آدمی ایک دوسرے کو گالی دے رہے ہوں تو اس کا وبال اس پر ہے جو اُن میں سے ابتداء کرے۔ (سنن ابوداؤد:٤٨٩٤' سنن ترمذی:١٩٨١)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو اس کو چھوڑ دو اور اس کو بُرا نہ کہو۔ (سنن ابوداؤد:٤٨٩٩' سنن ترمذی:٣٨٩٥)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے فوت شدہ لوگوں کی خوبیاں ذکر کرو اور ان کی بُرائیوں کا ذکر کرنے سے باز رہو۔ (سنن ابوداؤد، ٤٩٠٠' سنن ترمذی:١٠١٩)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بنی اسرائیل کے دو شخص بھائی بنے ہوئے تھے' ان میں سے ایک شخص گناہ کرتا تھا اور دوسرا شخص عبادت میں بہت کوشش کرتا تھا' عبادت گزار جب بھی دوسرے شخص کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس سے کہتا: بُرے کام کم کرو' ایک دن اس نے اسے کہا: رک جاؤ' اس شخص نے کہا: تم مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو' کیا تم میرے نگہبان مقرر کیے گئے ہو؟ اس نیک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! تم کو اللہ نہیں بخشے گا یا تم کو جنت میں داخل نہیں کرے گا' پھر ان دونوں کی روحوں کو قبض کر لیا گیا' پھر وہ دونوں رب العلمین کے پاس جمع ہوئے' اللہ تعالیٰ نے عبادت میں کوشش کرنے والے سے فرمایا: کیا تم مجھے جاننے والے تھے؟ یا تم میرے افعال پر قادر تھے؟ پھر اس گناہ کرنے والے سے فرمایا: جا تو میری رحمت کے سبب سے جنت میں داخل ہو جا' اور دوسرے کے متعلق فرمایا: اس کو دوزخ میں لے جاؤ۔

(سنن ابوداؤد:٤٩٠١' دارالفکر' بیروت' ١٤٢١ھ)

قرآن مجید کی آیت النساء:١٤٨' اور مذکور الصدر احادیث سے معلوم ہوا کہ افضل یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا از خود بدلہ نہ لے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے اوپر چھوڑ دے تاہم اگر وہ خود بدلہ لے تو یہ بھی جائز ہے لیکن بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہ

Marfat.com

کرے اور کسی زندہ یا مردہ کو بُرا نہ کہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق قسم کھا کر یہ نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو بخشے گا یا نہیں بخشے گا' اسے کیا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کیا کرے گا اور کیا نہیں کرے گا' تاہم بدلہ لینے کے جواز کے متعلق یہ آیت ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ O﴾ (الشوریٰ:۳۹). اور ان لوگوں کے خلاف جب کوئی بغاوت کرے تو وہ صرف بدلہ لیتے ہیں O (الشوریٰ:۳۹)

اس آیت میں بدلہ لینے کے جواز کا ثبوت ہے اور درج ذیل حدیثوں میں بھی اس کا ثبوت ہے:

بدلہ لینے کے جواز کے متعلق احادیث

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت ہمارے پاس حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی تھیں' اس وقت آپ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کر رہے تھے' میں نے آپ کو اشارہ سے بتایا کہ اس وقت حضرت زینب بھی موجود ہیں' آپ اس کام سے رُک گئے' حضرت زینب رضی اللہ عنہا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت اور ناگوار باتیں کرنے لگیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع فرمایا لیکن وہ سخت باتیں کہنے سے نہیں رُکیں' تب آپ نے مجھ سے فرمایا: تم بھی ان کی سخت باتوں کا جواب دو' پھر میں نے ان کو جواب دیا تو میں ان پر غالب آ گئی۔ (سنن ابوداؤد:۴۸۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج نے حضرت سیدتنا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا' انہوں نے آنے کی اجازت طلب کی' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ ایک چادر میں لیٹے ہوئے تھے' آپ نے ان کو اجازت دی' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کی ازواج نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے' وہ یہ سوال کرتی ہیں کہ آپ حضرت ابوقحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں۔ میں خاموش تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اس سے محبت کرو' جب حضرت (سیدتنا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا تو وہ کھڑی ہوگئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے پاس واپس گئیں اور ان کو بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا عرض کیا اور آپ نے اس کا کیا جواب دیا' پس ازواج نے ان سے کہا: ہمارے گمان میں آپ نے ہمارا مقصد پورا نہیں کیا' آپ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں اور آپ سے عرض کریں کہ آپ کی ازواج آپ کو قسم دیتی ہیں کہ آپ حضرت ابوقحافہ (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' حضرت سیدتنا فاطمہ نے فرمایا: نہیں! میں اس مسئلہ میں بالکل آپ سے بات نہیں کروں گی' پھر ازواج نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہی میرے مرتبہ کی تھیں اور میں نے حضرت زینب سے بڑھ کر کوئی عورت دین دار اور اللہ عزوجل سے ڈرنے والی' اور سچ بولنے والی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے والی اور صدقہ وخیرات کرنے والی نہیں دیکھی' وہ بہت محنت اور مشقت سے کام کرتی تھیں' البتہ ان کی زبان میں تیزی تھی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی حضرت عائشہ کے ساتھ ایک چادر میں تھے' جس حال میں حضرت سیدتنا فاطمہ آئی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت دی' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک آپ کی ازواج نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے' وہ آپ سے یہ سوال کرتی ہیں کہ آپ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' اور انہوں نے میرے متعلق سخت اور ناگوار باتیں کہیں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہی تھی اور میں آپ کی نظر کی منتظر تھی' کیا آپ مجھے جواب دینے کی اجازت دیتے ہیں' حضرت زینب اسی طرح سخت باتیں کر رہی تھیں حتیٰ کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا بدلہ لینا ناگوار نہیں ہوگا' پھر میں نے بھی بولنا شروع کیا

Marfat.com

حتیٰ کہ میں ان پر غالب آ گئی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔

(صحیح بخاری:٢٥٨١' صحیح مسلم:٢٤٤٢' سنن نسائی:٣٩٥٠)

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ اَنْ يُّسْتَذَلُّوْا' فَاِذَا قَدَرُوْا عَفَوْا.

ابراہیم نے کہا: سلف ذلیل ہونے کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ ظالم سے بدلہ لینے پر قادر ہوتے تو اسے معاف کر دیتے تھے۔

اس تعلیق کی امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں قبیصہ سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤٠٩' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٧- بَابُ عَفْوِ الْمَظْلُوْمِ — مظلوم کا معاف کر دینا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مظلوم کا ظلم کو معاف کر دینا مستحسن ہے۔

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًاO﴾ (النساء: ١٤٩).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم کسی نیکی کو ظاہر کرو یا چھپا کر کرو' یا کسی بُرائی کو معاف کر دو تو بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت قدرت والا ہےO (النساء:١٤٩)

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تین چیزوں کے متعلق میں حلف اٹھاتا ہوں' صدقہ کرنے سے کسی کا مال کم نہیں ہوتا' اس لیے تم صدقہ کیا کرو' اور جو شخص اللہ کی رضا کے لیے کسی کو معاف کر دیتا ہے' اللہ قیامت کے دن اس کی عزت کو زیادہ کرتا ہے' اور جو شخص سوال کرنے کا دروازہ کھولتا ہے' اللہ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ:٨٤٩' کشف الاستار:٩٢٩)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَOوَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍOاِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌOوَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِOوَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍO﴾ (الشوریٰ: ٤٠- ٤٤).

اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے' پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے' بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتاO اور جس نے اپنے اوپر ظلم کیے جانے کا بدلہ لے لیا تو اب اس سے مواخذہ کرنے کا کوئی جواز نہیںO مواخذہ کرنے کا جواز صرف ان لوگوں کے خلاف ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور روئے زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں' ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہےO اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہےO اور جسے اللہ گم راہ کر دے اس کے لیے اس کے بعد کوئی کارساز نہیں ہے اور آپ دیکھیں گے کہ ظالم لوگ جب عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟O

(الشوریٰ:٤٤-٤٠)

Marfat.com

بدلہ لینے اور معاف کر دینے کے متعلق احادیث

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے غضب کے تقاضوں کو پورا کرنے پر قادر تھا اور اس نے اپنے غصہ کو پی لیا تو قیامت کے دن اللہ تمام لوگوں کے سامنے اس کو بلا کر فرمائے گا کہ وہ جس حور کو چاہے پسند کر لے۔

(سنن ابوداؤد: ٤٧٧٧ 'سنن ترمذی: ٢٠٢١ 'مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٨ 'المعجم الکبیر ج ٢٠ ص ١٨٩-١٨٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی لغزش کو معاف کیا' قیامت کے دن اللہ اس کی لغزش کو معاف کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ٣٤٦٠ 'سنن ابن ماجہ: ٢١٩٩ 'مسند احمد ج ٢ ص ٢٥٢)

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غصہ ضبط کر کے اس کا گھونٹ پیتا ہے' اللہ تعالیٰ کو اس گھونٹ سے بڑھ کر کوئی گھونٹ پسند نہیں ہے یا جو شخص مصیبت کے وقت صبر کا گھونٹ پیتا ہے اور اللہ کے خوف سے جس شخص کی آنکھ سے آنسو کا قطرہ گرتا ہے' اس سے بڑھ کر کوئی قطرہ پسند نہیں ہے یا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں گرتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ٢٠٢٨٩ 'الجامع لشعب الایمان: ٧٩٥٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: باوقار لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دو۔

(سنن ابوداؤد: ٤٣٧٥ 'مسند ابویعلیٰ ج ٨ ص ٢٦٣ 'مسند احمد ج ٦ ص ١٨١)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی زبان پر قابو رکھا' اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا' اور جس نے اپنے غصہ کو روکا' قیامت کے دن اللہ اس سے اپنے غضب کو روک لے گا اور جس نے اللہ کے سامنے اپنا عذر پیش کیا' اللہ اس کا عذر قبول کر لے گا۔ (تاریخ بغداد ج ٥ ص ٣٠٨ 'الجامع لشعب الایمان: ٧٩٥٨)

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ظالم سے بدلہ لینے کا ذکر ہے۔

٨ - بَابٌ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ — ظلم' قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا

اس باب میں "ظلمات" کا لفظ ہے' یہ "ظلمة" کی جمع ہے' ظلمت نور کی ضد ہے یعنی اندھیرا۔

٢٤٤٧ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْمَاجِشُوْنُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (صحیح مسلم: ٢٥٧٩' الرقم المسلسل: ٦٤٧٢' سنن ترمذی: ٢٠٣٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز الماجشون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ظلم قیامت کے دن کئی اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

ظلم سے دنیا میں دل کا اندھیرا ہوتا ہے اور آخرت میں اس سے آنکھوں کا اندھیرا ہوتا ہے

علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

ظلم دو عظیم گناہوں پر مشتمل ہے: (١) کسی کا مال ناحق طریقہ سے لینا (٢) اور جو شخص نیکی کا حکم دے رہا ہو اس کی مخالفت کرنا' اور یہ بہت بڑا گناہ ہے' ظلم اسی شخص پر کیا جاتا ہے جو عموماً بدلہ لینے پر قادر نہیں ہوتا اور ظلم' دل کی ظلمت سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کا دل ہدایت کے نور سے روشن ہوتا تو وہ ظلم کے انجام پر غور کرتا' پس جن لوگوں نے تقویٰ سے دنیا میں نور حاصل کر لیا' ان سے ظلم کے اندھیرے زائل ہو جاتے ہیں' پھر وہ ظلم کرنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ (کشف المشکل ج ٣ ص ٢٤٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

Marfat.com

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: ہم کو معلوم نہیں کہ یہ اندھیرے کیسے ہیں؟ آیا یہ دل کے اندھیرے ہیں یا آنکھوں کے اندھیرے ہیں' قرآن مجید یہ بتاتا ہے کہ یہ آنکھوں کے اندھیرے ہیں' جیسے اس آیت میں ہے:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ O (الحدید:١٣)

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ہمیں دیکھو (تاکہ) ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں' (ان سے) کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے لوٹو' پھر وہاں کوئی نور تلاش کرو تو (اسی وقت) ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں (ایک) دروازہ ہوگا' اس کے اندر کی جانب رحمت اور باہر کی جانب عذاب ہوگا O

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب ان سے نور روک لیا جائے گا تو وہ اندھیروں میں رہ جائیں گے اور وہ اندھیرے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ لیں گے' جیسے دنیا میں ان کی آنکھوں پر کفر کے پردے پڑے ہوئے تھے' اس کے مقابلہ میں مؤمنوں کا جو نور ہوگا' وہ بھی آنکھوں سے نظر آنے والا ہوگا' قرآن مجید میں ہے:

نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ. (التحریم:٨)

مؤمنوں کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو یہ اجر وثواب عطا فرمائے گا کہ ان کے ایمان کا نور ان کے ساتھ لازم رہے گا اور وہ اس کو دیکھ کر لذت حاصل کریں گے اور ان کی بصارت قوی ہو جائے گی اور کفار اور منافقین کو یہ عذاب دے گا کہ ان پر اندھیرا کر دے گا اور ان کو اس نور کی طرف دیکھنے کی لذت سے محروم کر دے گا۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٧٣-٧٢ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ظلم سے یہاں شرک مراد ہے اور وہ ان پر ظاہری اور باطنی اندھیروں کا سبب بن جائے گا اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ ظلم سے مراد ہے: کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا' اور مشرکین کا ظلم یہ ہے کہ جو عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے کرنی چاہیے تھی' انہوں نے وہ عبادت بتوں کے لیے کی اور عبادت کو غیر محل میں رکھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں ظلم کو اندھیرا قرار دیا گیا ہے۔

٩ - بَابُ الْاِتِّقَاءِ وَالْحَذَرِ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ

مظلوم کی دعا سے ڈرنا اور بچنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مظلوم کی دعا مسترد نہیں ہوتی' لہٰذا اس سے ڈرنا اور بچنا چاہیے۔

٢٤٤٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ' عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ' عَنْ أَبِيْ مَعْبَدٍ' مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق مکی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی از ابو معبد مولیٰ ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی

Marfat.com

الْيَمَنِ، فَقَالَ اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَاِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.

طرف بھیجا' پس فرمایا: مظلوم کی دعا سے بچنا کیونکہ اس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٩٥ میں گزر چکی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مظلوم کی دعا قبول کی جاتی ہے' خواہ وہ فاجر ہو' اس کا فجور اس کے نفس پر ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٩٩٨٧۔ ج ١٥ ص ١٩٥۔ ١٩٤' مجلس علمی' بیروت' تاریخ بغداد ج ٢ ص ٢٧٢' مجمع الزوائد ج ١٠ ص ١٥١)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں مظلوم کی دعا سے بچنے کا حکم ہے۔

١٠ - بَابُ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ، هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَتَهُ

جس شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو' پھر مظلوم سے وہ ظلم معاف کرائے تو کیا اس ظلم کا بیان کرنا ضروری ہے؟

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب ظالم مظلوم سے اپنا ظلم معاف کرائے تو آیا اس پر اس ظلم کو بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

٢٤٤٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِاَحَدٍ مِنْ عِرْضِهِ اَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ، قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ، اِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ، وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ اِنَّمَا سُمِّيَ الْمَقْبُرِيَّ لِاَنَّهُ كَانَ يَنْزِلُ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ. (قَوْلُهُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ......اِلٰى اٰخِرِهِ' اِنَّمَا يَثْبُتُ فِيْ رِوَايَةِ الْكُشْمِيْهَنِيْ وَحْدَهُ) قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ هُوَ مَوْلٰى بَنِيْ لَيْثٍ، وَهُوَ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ، وَاسْمُ اَبِيْ سَعِيْدٍ كَيْسَانُ.

[طرف الحدیث: ٦٥٣٤] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی دوسرے شخص کی عزت پر ظلم کیا ہو یا کسی اور چیز پر' اس پر لازم ہے کہ وہ اس دن کے آنے سے پہلے اس کو معاف کرالے' جب نہ کوئی دینار ہوگا نہ درہم ہوگا' اگر اس کا کوئی عمل صالح ہوگا تو وہ اس ظلم کی مقدار کے مطابق لے لیا جائے گا اور اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا ہے کہ اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا ہے کہ سعید کو مقبری اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ قبرستان کے کنارے میں رہتے تھے۔ (ابوعبداللہ نے کہا ...... سے لے کر آخر تک یہ قول صرف الکشمیہنی کی روایت میں ہے) امام ابوعبداللہ نے کہا: اور سعید مقبری' وہ بنولیث کے آزاد کردہ غلام ہیں اور وہ سعید بن ابوسعید ہیں اور ابوسعید کا نام کیسان ہے۔

حدیث مذکور کا ایک آیت سے تعارض اور اس کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے:

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى. (الانعام: ١٦٤)

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بغیر کسی حق کے محض رشتہ داری یا دوستی کی وجہ سے کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مظلوم کا ظالم پر جو حق ہے اور اس حق کا عوض دینے کے لیے ظالم کے پاس نیکیاں نہیں ہیں تو پھر مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے' لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤١٣)

مظلوم کے حق سے بری ہونے کے لیے آیا ظلم کی مقدار بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

المہلب نے کہا ہے کہ اگر ظالم نے یہ بیان کر دیا کہ اس کے اوپر مظلوم کا کتنا حق ہے' مثلاً اس نے مظلوم کے ہزار روپے چھینے تھے اور اس نے اس کو ہزار روپے دے دیئے تو اس کا حق ادا ہو گیا اور اگر اس نے اس کو پانچ سو روپے دیئے تھے تو اس کے پانچ سو روپے اس پر باقی رہ گئے' لہٰذا آخرت میں اس سے پانچ سو روپے کی مقدار نیکیاں لے لی جائیں گی' مثلاً اس نے پانچ سو روپے خیرات کیے تھے تو اس کی یہ نیکی مظلوم کے اعمال نامہ میں ڈال دی جائے گی اور اگر اس کی کوئی نیکی نہیں ہے تو پھر مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے دنیا میں مظلوم سے حق معاف کرا لیا تو اس کا حق معاف ہو جائے گا' یہ مطلقاً صحیح نہیں ہے' بلکہ یہ اس وقت صحیح ہو گا جب وہ اس کی مقدار بتائے اور جتنی مقدار کا معاوضہ دے گا' اتنی مقدار معاف ہو گی' یہ قول صحیح ہے کیونکہ حدیث میں ہے: اگر اس (ظالم) کا کوئی عمل صالح ہو گا تو وہ اس ظلم کی مقدار کے مطابق لے لیا جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٧٣-٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

غیبت اور منافع سے بَری ہونے کی صورت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے شخص کی غیبت کرے' اگر جس کی غیبت کی ہے اس کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص نے غیبت کی ہے تو غیبت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو بتائے کہ میں نے تمہاری غیبت کی ہے' تم اپنا حق مجھے معاف کر دو اور اگر اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں نے غیبت کی ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے اور اس کو خبر نہ دے اور اگر اس کا مال غصب کیا ہے یا چرایا ہے تو جتنا مال اس کو واپس کرے گا' اتنے مال کے حق سے وہ بَری ہو جائے گا' اور جہاں تک منافع کا تعلق ہے مثلاً کسی کے مکان میں ظلماً رہا یا کسی کی سواری پر ظلماً سوار ہوا' یا کسی کا کپڑا ظلماً پہنا' تو عرف اور دستور کے مطابق اس کا جتنا کرایہ ادا کر دیا تو اتنا حق معاف ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' سے مناسبت واضح ہے۔

١١ - بَابٌ إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا رُجُوعَ فِيهِ

جب مظلوم نے ظالم کو بَری کر دیا تو اب اس سے رجوع نہیں کر سکتا

٢٤٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فِي هٰذِهِ الْآيَةِ ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ (النساء: ١٢٨). قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ' لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں

مِّنْهَا، يُرِيْدُ اَنْ يُّفَارِقَهَا، فَقَالَتْ اَجْعَلُكَ مِنْ شَاْنِيْ فِيْ حِلٍّ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۹۴-۴۶۰۱-۵۲۰۶] [صحیح مسلم: ۳۰۲۱، الرقم المسلسل: ۷۴۳۱]

صلح کرلیں اور صلح کرنا بہتر ہے۔ (الآیۃ) (النساء: ۱۲۸) حضرت عائشہ نے فرمایا: ایسا ہوتا تھا کہ ایک مرد کے نکاح میں کوئی عورت ہوتی جس سے وہ زیادہ مال نہ حاصل کر سکا ہو تو وہ اس کو طلاق دینے کا ارادہ کرتا تو اس کی بیوی یہ کہتی کہ میں اپنا حق تم پر معاف کرتی ہوں، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۱۵)

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان یہ ہے کہ جب کسی شخص نے مظلوم سے اپنا حق معاف کرالیا، یا مظلوم کو اس کا حق ادا کر دیا تو اب وہ اس سے رجوع نہیں کر سکتا اور اس حدیث میں خلع کا ذکر ہے کہ عورت نے اپنا مہر معاف کر کے شوہر سے خلع حاصل کر لیا اور بہ ظاہر یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ عنوان میں اور حدیث میں اس طرح مطابقت ہے کہ جب عورت نے شوہر کو مہر معاف کر دیا تو مہر معاف کرنے کے بعد اب وہ اس سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتی، جس طرح مظلوم اپنا حق معاف کرنے کے بعد پھر ظالم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کر سکتا تو عنوان میں اور حدیث میں معاف کرنے کے بعد مطالبہ نہ کر سکنے میں مطابقت ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ظلم کو معاف کرنے کا ذکر ہے۔

۱۲ - بَابٌ اِذَا اَذِنَ لَهٗ اَوْ اَحَلَّهٗ وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ هُوَ؟

جب کوئی شخص دوسرے کو اجازت دے یا کچھ معاف کر دے مگر یہ نہ بیان کرے کہ کتنے کی اجازت دی ہے یا کتنے کو معاف کر دیا ہے؟

۲۴۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِيْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْاَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا. قَالَ فَتَلَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی حازم بن دینار از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مشروب لایا گیا، آپ نے اس سے پیا، آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا، اور بائیں جانب بڑی عمر کے لوگ تھے، آپ نے اس لڑکے سے فرمایا: کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں اپنا (پس خوردہ) ان لوگوں کو دے دوں، اس لڑکے نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! آپ سے مجھے جو حصہ ملا ہے، میں اس پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ اسی لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اگر وہ لڑکا (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اجازت دے دیتے کہ آپ بائیں جانب والوں کو یہ مشروب عطا کر دیں تو بائیں جانب تو بہت لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ معلوم نہ ہوتا کہ حضرت ابن عباس نے ان میں سے کس کے لیے اجازت دی ہے اور کس کے لیے اجازت نہیں دی' سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اس طرح مبہم جماعت کو عطا کرنا بھی جائز ہے۔

غیر معین چیز کو ہبہ کرنے میں مذاہب فقہاء

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کسی غیر معین چیز کو لوگوں کے لیے ہبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک غیر معین چیز کو ہبہ کرنا جائز ہے' اور اس پر قبضہ کرنا جائز ہے' جیسا کہ غیر معین چیز کی بیع جائز ہے' خواہ اس غیر معین چیز کی تقسیم ہو سکے جیسے گھر اور زمین یا اس کی تقسیم نہ ہو سکے جیسے غلام' اور اس چیز کو خالی کر دینے سے قبضہ ہو جائے' یا منتقل ہونے سے قبضہ ہو جائے' امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اگر وہ غیر معین چیز تقسیم ہو سکتی ہو تو اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ تقسیم نہ ہو سکے تو پھر اس کو ہبہ کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۱۸۔۲۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت واضح نہیں ہے۔

۱۳ - بَابُ اِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِّنَ الْاَرْضِ — کسی کی تھوڑی سی زمین پر ظلم کرنے کا گناہ

اس باب سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ غصب کرنا صرف منقولہ اشیاء کے ساتھ خاص نہیں ہے' غیر منقول اشیاء جیسے زمین' مکان' کھیت اور باغ وغیرہ کا غصب ہونا بھی ممکن ہے اور ان کا بھی اسی طرح گناہ ہے۔

۲٤٥٢ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ قَالَ اَخْبَرَهُ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ. [طرف الحدیث: ۳۱۹۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے طلحہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمن بن عمرو بن سہل نے کہا کہ ان کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے تھوڑی سی زمین بھی ظلماً لی تو سات زمینوں تک اس کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۱۰' الرقم المسلسل: ۴۰۲۳' سنن ترمذی: ۱۴۱۸' الاحاد والمثانی: ۲۳' المنتقی: ۱۰۱۹' مسند ابو یعلیٰ: ۹۵۴' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۹۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سات زمینوں کا طوق بنا کر گلے میں ڈالنے کی کیفیت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات زمینوں کا طوق ڈالنے کی کیفیت خود بیان فرمائی ہے:

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' جس شخص نے کسی کی ایک بالشت زمین بھی ظلماً لی تو اللہ اس کو ساتویں زمین تک زمین کھودنے کا مکلف کرے گا' پھر اس زمین کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔

Marfat.com

شعبی نے از ایمن از یعلیٰ بن مرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ روایت کی ہے کہ جس نے کسی کی ایک بالشت زمین چرائی یا اس کا غلہ چرایا تو وہ سات زمینوں تک اس کو اٹھائے ہوئے آئے گا۔

ایک اور سند سے از یعلیٰ بن مرہ روایت ہے کہ جس نے کسی کی زمین ناحق لی' اس کو میدانِ حشر تک اس زمین کی مٹی لانے کا مکلف کیا جائے گا۔

علامہ المہلب نے بیان کیا ہے کہ اس کو سات زمینوں میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ سات زمینیں اس کی گردن میں طوق کی طرح ہو جائیں گی۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٧٧-٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ٣٨٨ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے دو محمل ہیں: ایک یہ ہے کہ اس نے جتنی زمین غصب کی ہے' اس کو اس کا مکلف کیا جائے کہ وہ اس زمین کو اٹھا کر محشر کی طرف لے جائے تو وہ زمین اس کے گلے میں طوق کی طرح ہو جائے گی اور دوسرا محمل یہ ہے کہ اس کو سات زمینوں تک دھنسانے کی سزا دی جائے گی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں: طوق ڈالنے کا معنی یہ ہے کہ یہ سات زمینیں اٹھا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائیں گی تو وہ اس کے گلے میں طوق کی طرح ہو جائیں گی یا ان زمینوں کو اس کے گلے میں طوق کی طرح کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی گردن کو اتنا لمبا کر دے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کافر کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کی طرح ہوگی۔

علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں: غاصب کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالنا محال نہیں ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن کے اوپر اونٹ سوار ہو' یا فرمایا: اس کی گردن پر بکری سوار ہو' اور رہا خسف تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی موت کے بعد اس کو سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے یا حشر میں اس کو دھنسا دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤١٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

زمین کا طوق بنا کر ڈالنے والی حدیث سے زمین کی نیچے سے اوپر تک ملکیت کا ثبوت اور سات زمینوں کے تحقق پر دلیل

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص زمین کے کسی حصہ کا مالک ہوتا ہے' وہ زمین کی انتہا تک اس کا مالک ہوتا ہے' اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس زمین کے نیچے کسی کو تہ خانہ کھودنے یا کنواں کھودنے سے منع کرے' خواہ اس سے اس کی زمین کو ضرر ہو یا نہ ہو' یہ علامہ خطابی کا قول ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ زمین کا نچلا حصہ اس کے اوپر والے حصہ کے تابع ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زمین کو کھودے اور اس میں معدن نکل آئے تو وہ کس کی ملکیت ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ اسی شخص کی ملکیت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے اور اس تقدیر پر اس کے لیے جائز ہے کہ وہ زمین کو نیچے تک جتنا گہرا کھودنا چاہے' کھودلے' اسی طرح وہ اپنی زمین کی سیدھ میں جتنا چاہے اوپر تک عمارت بنا لے اور جتنی منزلیں چاہے بنالے جب تک کسی کو اس سے نقصان نہ پہنچے۔ علامہ داؤدی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ سات زمینیں ایک دوسرے کو محیط ہیں اور ان کے درمیان شگاف نہیں ہے (جیسے پیاز کے چھلکے ایک دوسرے کو محیط ہوتے ہیں)' ایک قول یہ ہے کہ ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے جیسے دو آسمانوں کے درمیان مسافت ہے' اور اس میں یہ دلیل بھی

Marfat.com

ہے کہ زمینیں سات ہیں' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ. (الطلاق:١٢)

اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمینوں سے بھی ان کی مثل (سات)۔

زمین کے غصب میں فقہاء احناف کا مؤقف اور علامہ کرمانی کے بیان کردہ مؤقف کا ردّ

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ زیر بحث حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین کو بھی غصب کیا جاتا ہے اور احناف کا مذہب اس کے خلاف ہے۔ (شرح الکرمانی ج ١١ص ٢٤' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ کرمانی کی بے سوچے سمجھے' اٹکل پچو سے' بے تکی بات ہے اور مذہب حنفیہ کا مطالعہ کیے بغیر ان کے متعلق اندازہ سے بات کہنا ہے' کیونکہ ان کا مذہب اس کے برخلاف ہے' فقہاء احناف کے مذہب کی تفصیل اس طرح ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک غصب صرف ان چیزوں میں متحقق ہوتا ہے جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکے' کیونکہ کسی چیز کو منتقل کرنے سے قبضہ کا ازالہ ہوتا ہے اور زمین کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا' پس جب کسی شخص نے زمین کو غصب کیا اور وہ اس کے پاس ہلاک ہوگئی تو وہ ضامن نہیں ہوگا' اور امام محمد نے کہا ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور یہی امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے' امام زفر' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' کیونکہ ان کے نزدیک زمین میں بھی غصب متحقق ہوتا ہے' اور یہ اختلاف غصب میں ہے' تلف کرنے میں نہیں ہے۔ ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک زمین میں بھی غصب متحقق ہوتا ہے' لیکن ایسے طریقہ سے کہ اس میں ضمان واجب نہیں ہے' اور اکثر فقہاء احناف اس پر متفق ہیں کہ زمین میں بالکل غصب متحقق نہیں ہے۔

زمین کے غصب کے ثبوت میں جمہور کا ردّ اور امام اعظم ابو حنیفہ کے مؤقف پر دلیل

جمہور کا اس باب کی حدیث سے زمین کے غصب کے تحقق پر استدلال کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے اس حدیث میں غصب کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ زمین کو ظلماً لینے کا ذکر فرمایا ہے اور اس کی جزاء یہ بیان فرمائی ہے کہ قیامت کے دن اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا' اگر اس سے مراد معروف غصب ہوتا تو آپ دنیا میں اس کی ضمان بیان فرماتے کیونکہ غصب دنیاوی جرم ہے' لہٰذا آپ اس کا ضمان بیان فرماتے جو کہ دنیاوی حکم ہے اور اس کو بیان کرنے کی زیادہ ضرورت ہے' اور آپ نے اس کی سزا میں جو طوق ڈالنے کا ذکر فرمایا ہے' یہ اس کی مکمل جزاء ہے اور جو شخص اس پر ضمان کا اضافہ کرے گا' وہ آپ کی بیان کردہ سزا کو منسوخ کرے گا اور قیاس سے کسی حدیث کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی روایت میں غصب کا لفظ ہو تو اس کی اس معروف غصب پر دلالت نہیں ہے' جو ضمان کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آزاد کو فروخت کرنے پر وعید کا ذکر ہے لیکن یہ متعارف بیع کی دلیل نہیں ہے' اسی طرح اگر کسی روایت میں غصب کا لفظ ہو تو وہ متعارف غصب پر دلیل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں صحیح البخاری: ٢٤٥٢' اور صحیح مسلم: ١٦١٠ میں غصب کا لفظ نہیں ہے بلکہ یہ ذکر ہے کہ جس نے کسی کی تھوڑی سی زمین بھی ظلماً لی...... پس واضح ہوا کہ جس روایت میں غصب کا لفظ ہے' اس سے مراد کسی کی زمین کو ظلماً لینا ہے نہ کہ معروف غصب مراد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ص ٢٢٠-٢١٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ائمہ ثلاثہ اور امام ابو حنیفہ نے جن جن احادیث سے استدلال کیا ہے' ان کا تجزیہ

میں کہتا ہوں کہ جس روایت میں غصب کا لفظ ہے' وہ حسب ذیل ہے:

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی آدمی سے ظلماً زمین کو غصب کیا' وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا۔ (حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۸۷) (المعجم الکبیر: ۲۵۔ ج ۲۲ ص ۱۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' کنز العمال: ۳۰۳۶۶۔ ج ۱۰ ص ۶۴۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

جن احادیث میں غصب کا لفظ نہیں ہے بلکہ زمین کو ظلماً لینے کا ذکر ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کا پہلے با حوالہ ذکر ہو چکا ہے' دیگر احادیث یہ ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بغیر جواز کے تھوڑی سی زمین بھی لی' اس کو سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا' اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

(مسند ابویعلیٰ: ۷۴۴' مسند البزار: ۱۳۷۴' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷۵)

الحکم بن الحارث اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسلمانوں کے راستہ میں سے ایک بالشت بھی لی' وہ اس کی سات زمینوں کو اٹھائے ہوئے آئے گا۔ (المعجم الکبیر: ۳۱۷۲' المعجم الصغیر: ۱۱۹۷' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷۶)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کی زمین تھوڑی سی بھی لی' قیامت کے دن وہ سات زمینیں اس کے گلے میں ڈالی جائیں گی۔ (المعجم الکبیر: ۳۱۔ ج ۲۰ ص ۲۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت یعلیٰ بن مرۃ الثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کسی کی زمین ناحق لی' اسے اس کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس کی مٹی میدانِ حشر تک لے کر جائے۔

(مشکل الآثار: ۶۱۵۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۶۵' المعجم الکبیر: ۶۹۱۔ ج ۲۲' المعجم الکبیر: ۶۹۳۔ ج ۲۲' المعجم الاوسط: ۵۷۴۶' المعجم الصغیر: ۱۰۵۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۵۵۸۔ ج ۲۹ ص ۹۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' شعیب الارنؤوط نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے)

جمہور فقہاء نے جس حدیث میں غصب کے لفظ سے استدلال کیا ہے' اس کو صرف امام طبرانی نے سند ضعیف سے روایت کیا ہے' اور فقہاء احناف نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے' اس کو امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی' امام ابن ابی عاصم' امام احمد' امام ابویعلیٰ اور دیگر مستند ائمہ نے روایت کیا ہے' لیکن ان روایتوں میں کسی چیز کو ظلماً لینے کا جو ذکر ہے' اُسی کو شرعاً غصب کہا جاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۲۰۔ ج ۴ ص ۴۴۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالنے کی وضاحت (۲) سات زمینوں کا ثبوت (۳) زمین کو غصب کرنے میں فقہاء احناف کے قول کی وضاحت (۴) مالک زمین کا زمین کے اوپر اور نیچے تصرف (۵) زمین کے تیل یا گیس کا حکم۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ظلماً زمین لینے کا ذکر ہے۔

٢٤٥٣ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أُنَاسٍ خُصُومَةٌ، فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ لَهُ يَا أَبَا سَلَمَةَ، اجْتَنِبِ الْأَرْضَ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ ان کے اور لوگوں کے درمیان کوئی جھگڑا تھا تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا

مِنَ الْاَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ.
[طرف الحدیث:۳۱۹۵]

ذکر کیا' پس آپ نے ان سے فرمایا: اے ابوسلمہ! زمین سے اجتناب کرنا' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے ظلم سے بالشت بھر بھی زمین لی تو اس کو سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث: ۲۴۵۲ کی مثل ہے۔

٢٤٥٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ' خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ قَالَ الْفِرَبْرِيُّ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرِ بْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِخُرَاسَانَ فِيْ كِتَابِ ابْنِ الْمُبَارَكِ' اَمْلَاهُ عَلَيْهِمْ بِالْبَصْرَةِ. [طرف الحدیث:۳۱۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے تھوڑی سی زمین کو بھی ناحق لیا' اس کو قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔ فربری نے کہا کہ ابوجعفر بن ابی حاتم نے کہا: امام ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: یہ حدیث خراسان میں عبداللہ بن المبارک نے نہیں لکھوائی' انہوں نے یہ کتاب بصرہ میں لکھوائی ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۴۵۲ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابٌ اِذَا اَذِنَ اِنْسَانٌ لِاٰخَرَ شَيْئًا جَازَ

جب ایک انسان دوسرے انسان کو کسی چیز کی اجازت دے (تو وہ اس کو استعمال کرسکتا ہے)

٢٤٥٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ جَبَلَةَ كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِرَاقِ' فَاَصَابَنَا سَنَةٌ' فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ' فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا فَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْاِقْرَانِ' اِلَّا اَنْ يَّسْتَاْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ اَخَاهُ.

[اطراف الحدیث:۲۴۸۹-۲۴۹۰-۵۴۴۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از جبلہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں بعض عراقیوں کے ساتھ تھے' وہاں ہم قحط میں مبتلا ہو گئے تو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ ہمیں ایک کھجور دیتے تھے' اسی اثناء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (دو دو کھجوروں کو) ساتھ ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے' مگر یہ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے اجازت طلب کرلے۔

(صحیح مسلم:۲۰۴۵' الرقم المسلسل:۵۲۲۷' سنن ابوداؤد:۳۸۳۴' سنن ابن ماجہ:۳۳۳۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج۸ ص۳۰۵' مسند ابویعلیٰ: ۵۷۳۶' تاریخ بغداد ج۷ ص۱۸۰' حلیۃ الاولیاء ج۷ ص۲۳۳' سنن کبریٰ:۶۷۳۰' المعجم الاوسط:۱۲۷۱' مسند احمد ج۲ ص۷ طبع قدیم' مسند احمد:۴۵۱۳۔ ج۸ ص۱۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ساتھیوں کی اجازت سے دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اجازت صرف اپنی ملکیت میں دی جائے گی جیسا کہ گوشت کے مالک نے اس شخص کو اجازت دی جو نبی ﷺ کے ساتھ آیا تھا' پس اس کے لیے اس طعام سے کھانا جائز ہوگیا' جس طرح نبی ﷺ نے اجازت دی ہے کہ جب چند آدمی مل کر کھجوریں کھا رہے ہوں اور وہ کسی ایک آدمی کو کھجوریں ملا کر کھانے کی اجازت دے دیں تو اس کے لیے دو دو کھجوریں ملا کر کھانا جائز ہے اور اس کے بغیر کھجوریں ملا کر کھانا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٧٨۔٤٧٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے' اس ممانعت کی علت کی دو وجہیں ہیں: پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا ہے کہ یہ فعل قبیح ہے اور یہ آدمی کی حرص پر دلالت کرتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ کھجوریں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی ملکیت تھیں اور حضرت ابن الزبیر نے ان کو برابر برابر کا مالک بنا دیا تھا تو جو شخص دو دو کھجوریں ملا کر کھائے گا' وہ دوسروں سے زیادہ کھائے گا لیکن جب کھجوریں کسی ایک آدمی کی ملکیت ہوں تو وہ جس طرح چاہے ان کھجوروں کو کھا سکتا ہے' جس طرح روایت ہے کہ حضرت سالم مٹھی بھر بھر کر کھجوریں کھاتے تھے ایک قول یہ ہے کہ جب طعام اتنا ہو کہ وہ سب سیر ہو کر کھا سکیں تو پھر ان میں کسی ایک آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ جس طرح چاہے کھائے۔

دو دو کھجوریں ملا کر کھانے میں مذاہب فقہاء

اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانا مطلقاً حرام ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ اگر کسی نے چند آدمیوں کو کھجوریں مل کر کھانے کے لیے دی ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کی اجازت نہ دی ہو تو پھر کسی ایک کا دو دو کھجوریں ملا کر کھانا مکروہ تحریمی ہے' اور اگر کسی کو اجازت دی ہو یا وہ کھجوریں سب کے سیر ہونے کے لیے کافی ہوں تو پھر کسی ایک کا دو دو کھجوریں ملا کر کھانا مکروہ تنزیہی اور خلافِ ادب ہے کیونکہ یہ فعل اس کی زیادہ حرص پر دلالت کرتا ہے۔

دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کا منسوخ ہونا

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کسی آدمی نے طعام لا کر رکھ دیا تو کھانے والے اس طعام کے مالک ہیں یا نہیں؟ اگر ہم یہ کہیں کہ اس کے طعام رکھنے سے وہ سب اس طعام کے مالک ہو گئے ہیں تو پھر کسی ایک کا دوسرے سے زیادہ کھانا حرام ہے' اور اگر ہم یہ کہیں کہ ان میں سے ہر ایک اُس طعام کا مالک ہو گیا ہے تو پھر کسی ایک کا دوسرے سے زیادہ کھانا خلافِ ادب ہے اور مکروہ تنزیہی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کا حکم دوسری حدیث سے منسوخ ہو گیا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو دو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع کیا تھا' اب اللہ نے تم پر وسعت کر دی ہے' سو اب تم دو دو کھجوریں ملا کر کھا لیا کرو۔

(المعجم الاوسط: ٧٠٦٤' حافظ طبرانی نے کہا: اس حدیث کو عطاء خراسانی سے صرف یزید بن بزیع نے روایت کیا ہے)

امام ابن شاہین المتوفی ٣٨٥ھ نے اس حدیث کو الناسخ والمنسوخ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ جس حدیث میں دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کی ممانعت ہے' وہ صحیح الاسناد ہے اور جس حدیث میں اس کی اباحت ہے وہ اتنی قوی نہیں ہے' کیونکہ اس کی سند میں اضطراب ہے اور اگر وہ صحیح حدیث ہو تو پھر وہ ممانعت والی حدیث کی ناسخ ہے۔

Marfat.com

(الناسخ والمنسوخ ص ۲۶۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۱۲ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کسی اہم چیز کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ یہ عبادات اور تکالیف شرعیہ کے باب سے نہیں ہے' یہ دنیاوی مصلحتوں کے قبیل سے ہے' اس لیے اس میں حدیث ثانی کافی ہے' پھر اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی مُمانعت اس وقت تھی جب مسلمان تنگ دست تھے اور خوراک کا حصول مشکل تھا' تو آپ نے فقراء' ضعفاء اور مساکین کی جانب کی رعایت کرتے ہوئے دو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا اور لوگوں کو ایثار اور باہمی غم گساری کی ترغیب دی اور جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وسعت' فراخی اور کشادگی عطا فرمائی اور کثرتِ فتوحات اور اموالِ غنیمت اور فئے کی بہتات سے مسلمان خوش حال اور غنی ہو گئے تو پھر آپ نے دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کی اجازت دے دی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵۔ ۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ بغیر اجازت کے دو کھجوروں کو ملا کر کھانا ظلم ہے۔

٢٤٥٦ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ' عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ شُعَيْبٍ' كَانَ لَهٗ غُلَامٌ لَّحَّامٌ' فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ شُعَيْبٍ اِصْنَعْ لِیْ طَعَامَ خَمْسَةٍ' لَعَلِّیْ اَدْعُو النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ' وَاَبْصَرَ فِیْ وَجْهِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ' فَدَعَاهُ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ لَّمْ يُدْعَ' فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا قَدِ اتَّبَعَنَا' اَتَاْذَنُ لَهٗ . قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابووائل از حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص تھے جن کو ابوشعیب کہا جاتا تھا' ان کا غلام گوشت فروخت کرنے والا تھا' ان سے حضرت ابوشعیب رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو' شاید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دوں' آپ پانچ میں سے پانچویں ہوں گے' اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں بھوک کے آثار دیکھے تھے' پس انہوں نے آپ کو دعوت دی' آپ کے ساتھ ایک ایسا شخص بھی چلا گیا جس کو دعوت نہیں دی گئی تھی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص ہمارے ساتھ آ گیا ہے' کیا تم اس کو (بھی) اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں!

اس باب کی حدیثوں کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت بیان کرنے میں مصنف کا تفرد

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی ''کتاب المظالم والغصب'' سے بہ ظاہر کوئی مناسبت نہیں ہے' تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ ظلم کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کے محل کے غیر میں رکھنا' سو جو شخص بن بلائے دعوت میں چلا گیا تھا' وہ مدعو نہیں تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو مدعوئین میں شامل کر لیا' اسی طرح اس سے پہلے حدیث میں دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کا ذکر ہے' جب کہ ایک ایک کھجور کھانی چاہیے اور دو کھجوریں ملا کر کھانا کسی چیز کو اس کے محل کے غیر میں رکھنا ہے۔

ہم نے جو کہا ہے کہ جو شخص بن بلائے کسی کی دعوت میں چلا جائے' یہ خود کو غیر محل میں رکھنے کی وجہ سے ظلم ہے' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو دعوت دی گئی اور اس نے (کسی عذر کے بغیر) وہ دعوت قبول نہیں کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو شخص بغیر دعوت کے کسی کے ہاں چلا گیا تو وہ چور بن کر داخل ہوا اور لٹیرا بن کر نکلا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷٤۱، دارالفکر بیروت ۱٤۲۱ھ)

ان دونوں حدیثوں کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت شرح ابن بطال، عمدۃ القاری، فتح الباری اور انعام الباری کسی میں مذکور نہیں ہے، یہ صرف نعمت الباری کی خصوصیت اور تفرد ہے اور اللہ کا فضل اور اس کا انعام ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۵۲٦۔ ج٦ ص ۳۰۲ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے: دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کا شرعی حکم۔

۱۵ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝﴾ (البقرہ:۲۰٤) اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے ۝ (البقرہ: ۲۰٤)

اس آیت میں ''اَلَدُّ'' کا لفظ ہے، اس کا مصدر ''لدد'' ہے، اس کا معنی ہے: جھگڑا کرنا۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے کہا: جو شخص کج بحث، ہٹ دھرم اور ظالم ہو، وہ ''الد الخصام'' ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تمہارے گناہ گار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ جھگڑتے رہو۔

(سنن ترمذی: ۱۹۹٤) (الدرالمنثور ج ۱ ص ۵۳۵، دارالفکر بیروت)

آیت مذکورہ کا شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

السدی نے کہا ہے: یہ آیت اخنس بن شریق الثقفی کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اسلام کو ظاہر کیا اور اس کے باطن میں اس کے خلاف تھا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت منافقین کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی ہے، جنہوں نے حضرت خبیب اور دیگر ان اصحاب رضی اللہ عنہم کی مذمت کی تھی، جو شہید ہو گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت کی اور حضرت خبیب اور ان کے اصحاب کی مدح کی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت تمام منافقین کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔ یہ قتادہ، مجاہد، ربیع بن انس اور متعدد مفسرین کا قول ہے اور یہی صحیح قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱٤۲۱ھ)

نیز اس آیت میں ''خصام'' کا لفظ ہے، یہ ''خصم'' کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: سخت جھگڑا کرنے والے، اور ''الد الخصام'' کا معنی ہے: جھگڑا کرنے والوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو۔

۲٤۵۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مردوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض (ناپسند) وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ جھگڑالو ہو۔

[اطراف الحدیث: ٤۵۲۳۔ ۷۱۸۸]

Marfat.com

(صحیح مسلم: ٢٦٦٨' الرقم المسلسل: ٦٦٧٥' سنن ترمذی: ٢٩٨٧' سنن نسائی: ٥٤٣٨' سنن کبریٰ: ٥٩٨٦' مسند احمد ج ٦ ص ٦٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٣٤٣- ج ٤٠ ص ٤٠١' مؤسسة الرسالة' بیروت)

''ابغض'' کا معنی ہے: جس سے سب سے زیادہ بغض ہو اور وہ کافر ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے متعلق نازل ہوئی ہے اور وہ پکا منافق تھا' یا یہ زجر اور ڈانٹ ڈپٹ میں تغلیظ کے لیے فرمایا ہے' یا اس سے مراد ایسا شخص ہے جو حرام کو حلال کرنے کے لیے جھگڑ رہا ہو۔

١٦ - بَابُ اِثْمِ مَنْ خَاصَمَ فِيْ بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ

جس نے باطل کی حمایت میں جھگڑا کیا اور اس کو اس کے باطل ہونے کا علم تھا

٢٤٥٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اُمَّهَا اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهَا، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ سَمِعَ خُصُوْمَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ، وَاِنَّهُ يَاْتِيْنِي الْخَصْمُ، فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ، فَاَحْسِبُ اَنَّهُ صَدَقَ، فَاَقْضِيَ لَهُ بِذٰلِكَ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ، فَاِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ، فَلْيَاْخُذْهَا اَوْ لِيَتْرُكْهَا.

[اطراف الحدیث: ٢٦٨٠- ٦٩٦٧- ٧١٦٩- ٧١٨١- ٧١٨٥]

(صحیح مسلم: ١٧١٣' الرقم المسلسل: ٤٣٦٤' سنن ابوداؤد: ٣٦٠٨' سنن ابن ماجہ: ٢٣٧٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ ان کو زینب بنت ام سلمہ نے خبر دی کہ ان کو ان کی والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں' انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرہ کے دروازہ پر جھگڑے کی آواز سنی' آپ ان کی طرف باہر آئے' آپ نے فرمایا: میں صرف بشر ہوں (یعنی خدا اور عالم الغیب نہیں ہوں) اور میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں' پس ہو سکتا ہے تم میں سے بعض لوگ دوسروں سے زیادہ چرب زبان ہوں اور میں اس کو سچا گمان کر لوں اور اس کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو اگر میں نے (بالفرض) کسی مسلمان کے حق کا دوسرے کے لیے فیصلہ کر دیا تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے خواہ وہ اس کو لے لے خواہ چھوڑ دے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ چرب زبانی سے کسی کے مال کو اپنا مال ثابت کرنا ظلم ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ الاویسی (٢) ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمان بن عوف (٣) صالح بن کیسان مؤدب' عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے (٤) محمد بن مسلم بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) عروہ بن الزبیر بن العوام (٦) حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد کی بیٹی ہیں' ان کا نام برہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا (٧) ان کی والدہ سیدتنا (ام المؤمنین) ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں' ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٧)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازخود غیب کو نہ جاننا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں صرف بشر ہوں یعنی میں الغیب کو اور بواطن اُمور کو (ازخود) نہیں جانتا' جیسا کہ بشریت کے حال کا تقاضا ہے۔ آپ صرف ظاہر کے موافق حکم کرتے تھے اور سرائر (بواطن) کا متولی اللہ تعالیٰ ہے اور اگر اللہ چاہے تو آپ کو بواطن پر مطلع فرما دیتا ہے' حتیٰ کہ آپ یقین کے ساتھ حکم دیتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی اقتداء کرے اس لیے آپ نے اپنے احکام کو ظاہر پر محمول کیا تاکہ آپ کی امت خوش دلی سے آپ کی اطاعت کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۔ ۷)

یہ ساری عبارت علامہ یوسف کرمانی کی ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۲۶) اس عبارت کے بعد علامہ کرمانی نے لکھا ہے:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جمہور کی دلیل ہے کہ قاضی کا حکم صرف ظاہر میں نافذ ہوتا ہے اور کسی حرام کو حلال نہیں کرتا' حتیٰ کہ اگر دو گواہ جھوٹی گواہی دیں کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو جس کو ان کے جھوٹ کا علم ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قاضی کے طلاق کے فیصلہ کے بعد اس عورت سے نکاح کرے' اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا یہ قول اس حدیث اور اجماع کے خلاف ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۲۶' داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ نووی کے اس اعتراض پر ہم آخر میں بحث کریں گے۔

حاکم کے اپنے علم کے متعلق فیصلہ کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر اہم مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اس امت کے شرف اور عظمت کی وجہ سے ظاہر کے مطابق حکم دیا جاتا ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں صرف اسی کے موافق حکم دیتا ہوں جس کو میں سنتا ہوں' اس میں حصر کیا گیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ میں کوئی حکم نہیں دیتا مگر اس کے موافق جو میں سنتا ہوں' اس مسئلہ میں اختلاف ہے' امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ حاکم اپنے علم سے کسی چیز میں فیصلہ نہیں کرے گا' امام احمد' اسحاق' ابوعبید اور شعبی کا بھی یہی قول ہے۔

اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ حاکم اپنے علم کے مطابق ہر چیز میں فیصلہ کرے گا خواہ وہ اموال ہوں یا حدود ہوں' ابوثور کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے اور ایک جماعت نے فرق کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ حاکم نے خصوصاً مجلس قضاء میں جو کچھ سنا ہے' وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے گا' اور مجلس قضاء سے پہلے یا بعد میں جو کچھ سنا ہے' اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا اور نہ مجلس قضاء کے غیر میں کوئی فیصلہ کرے گا' جب کہ مجلس قضاء میں کوئی گواہ نہ پیش ہوا ہو۔ یہ اوزاعی اور بعض اصحاب مالک کا قول ہے۔

اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ حاکم نے مجلس قضاء میں اور اس کے غیر میں جو کچھ سنا ہے اس کے مطابق فیصلہ کرے گا' نہ فیصلہ سے پہلے اور نہ اس شہر کے غیر میں' خصوصاً اموال میں' یہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ جو شخص چرب زبان ہوتا ہے' وہ اپنے باطل اور جھوٹے موقف پر بھی اس طرح دلائل پیش کرتا ہے کہ اس کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ہے لیکن اس سے کوئی حرام حلال نہیں ہوتا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے' علامہ خطابی نے کہا ہے

Marfat.com

کہ یہ محققین کا قول ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مجتہد کا ہر حکم صحیح نہیں ہوتا' اور جب وہ اجتہاد کرے تو اس پر خطاء کا گناہ نہیں ہوتا۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قاضی کا اپنے ظن پر عمل کرنا جائز ہے جب کہ اس کا گمان یہ ہو کہ اس کا ظن صحیح ہے۔

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ قاضی کسی مال کی تملیک یا کسی نکاح کے اثبات یا طلاق کے نافذ کرنے کے متعلق جو بھی فیصلہ کرے' اس پر عمل کیا جائے گا خواہ اس کا باطن گواہوں کی گواہی کے خلاف ہو اور قاضی کا فیصلہ کسی چیز کی تملیک کو واجب نہیں کرتا نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہے نہ کسی حلال کو حرام کرتا ہے' یہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے' انہوں نے کہا ہے کہ وہ جس کی تملیک کا حکم دیتا ہے' وہ باطن کے حکم سے ہے اور جو طلاق کا یا نکاح کا فیصلہ ان گواہوں سے کیا ہو جو ظاہر میں نیک ہوں اور باطن میں ان پر جرح ہو تو ان گواہوں کی بنیاد پر حاکم کا فیصلہ ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے نافذ ہو جاتا ہے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک جھوٹے گواہوں کی بنیاد پر قاضی کا فیصلہ باطناً نافذ ہونا اور اس میں دوسرے فقہاء کا اختلاف

امام ابوحنیفہ نے جو یہ کہا ہے کہ حاکم گواہوں کی بنیاد پر جو فیصلہ کرے وہ باطن میں بھی نافذ ہو جاتا ہے' خواہ گواہ جھوٹے ہوں' اس میں دوسرے فقہاء کا اختلاف ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کے اوپر ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ اس نے اس سے نکاح کیا ہے اور اس پر گواہ قائم کر دیئے ہوں اور قاضی نے اس عورت کو اس شخص کی بیوی قرار دے دیا ہو اور واقع میں اس شخص نے اس عورت سے نکاح نہ کیا ہو تو اس مرد کے لیے اس عورت کے ساتھ رہنا جائز ہے' اور اگر وہ عورت اس مرد کو مباشرت کے لیے بلائے تو اس مرد کے لیے اس عورت کے ساتھ مباشرت کرنا جائز ہے' یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے' امام ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا' اور ان کا دوسرا قول امام محمد کے موافق ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد کے لیے اس عورت سے مباشرت کرنا جائز نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے' اس لیے کہ قاضی نے فیصلہ میں خطاء کی ہے' کیونکہ گواہ جھوٹے ہیں' پس یہ ایسا ہے جیسے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ گواہ غلام ہیں یا کافر ہیں' امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ قاضی کے نزدیک گواہ سچے ہیں (کیونکہ قاضی پر ان کا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا) اور یہ اس لیے حجت ہے کہ حقیقت صدق پر مطلع ہونا بہت مشکل ہے' اس کے برخلاف کفر اور غلامی پر مطلع ہونا بہت آسان ہے' اور جب قاضی نے یہ فیصلہ حجت کی بناء پر کیا ہے تو اس فیصلہ کو باطن میں نافذ کرنا ممکن ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے نکاح ہو چکا تھا' جس کو جھگڑا ختم کرنے کے لیے اب نافذ کیا ہے' اس کے برخلاف مطلق ملکیت کے دعویٰ میں ایسا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا کیونکہ ملکیت کے اسباب متعدد ہیں (مثلاً ہبہ' وراثت اور خریداری)۔

(ہدایہ اولین ص ۴۴۳' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے امام ابوحنیفہ کی تائید میں یہ حدیث پیش کی ہے:

حضرت علی رضی اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے حضرت علی کے سامنے اس پر گواہ پیش کیے کہ ایک عورت اس کی بیوی ہے' حضرت علی نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا' اس عورت نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر میرے لیے اس فیصلہ پر عمل کرنے کے سوا اور

کوئی چارہ کار نہ ہو تو پھر آپ میرا اس سے نکاح کر دیجئے' حضرت علی نے فرمایا: تمہارے ان دونوں گواہوں نے اس سے تمہارا نکاح کر دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ نکاح باطن میں بھی منعقد ہو گیا تھا' کیونکہ اگر یہ نکاح باطن میں منعقد نہ ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ اس عورت کے مطالبہ پر ان کا نکاح کر دیتے۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (البنایہ ج ۶ ص ۹۰۔۸۹' المکتبۃ الحقانیہ' ملتان)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(المبسوط ج ۱۶ ص ۲۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۳۹۷) مگر یہ غلط ہے' کتاب الخراج میں یہ روایت نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کی تائید میں آثارِ صحابہ اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف کا حدیث کے مطابق ہونا

امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب حاکم کسی عقد کے اثبات کا یا کسی عقد کے فسخ کا گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے جب کہ جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا ہو اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں تو امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جب حاکم گواہوں کی بنیاد پر کسی عقد کے اثبات کا یا کسی عقد کے فسخ کا فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو گا خواہ وہ گواہ جھوٹے ہوں۔

امام ابوبکر رازی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کی مثل حضرت علی رضی اللہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ اور الشعبی سے مروی ہے' امام ابو یوسف نے از عمرو بن المقدام از والد خود یہ روایت کی ہے کہ کسی قبیلہ کے آدمی نے ایک ایسی عورت کو نکاح کا پیغام دیا جس سے وہ کم حیثیت کا تھا' اس عورت نے اس مرد سے نکاح کرنے سے انکار کیا' تب اس مرد نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس عورت سے نکاح کر چکا ہے اور اس نے حضرت علی رضی اللہ کے سامنے اس پر دو گواہ بھی پیش کر دیئے' اس عورت نے کہا: میرا اس مرد سے نکاح نہیں ہوا' حضرت علی نے فرمایا: ان دو گواہوں نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا اور ان دونوں پر نکاح کو نافذ کر دیا۔

شعبہ بن الحجاج نے زید سے روایت کی ہے کہ دو مردوں نے ایک مرد کے خلاف جھوٹی گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے' تو قاضی نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی' پھر ان دو گواہوں میں سے ایک نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو شعبی نے کہا: یہ جائز ہے۔

رہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تو انہوں نے ایک غلام کو اس طور پر فروخت کیا کہ وہ عیب سے بَری ہے' پھر خریدار نے حضرت عثمان رضی اللہ کی عدالت میں مقدمہ کیا تو حضرت عثمان نے حضرت ابن عمر سے کہا: کیا آپ قسم کھاتے ہیں کہ جب آپ نے اس غلام کو فروخت کیا تھا تو اس میں کوئی عیب نہیں تھا' حضرت ابن عمر نے قسم کھانے سے انکار کیا تو حضرت عثمان نے ان کو غلام واپس کر دیا' پھر حضرت ابن عمر نے یہ غلام زیادہ نفع پر فروخت کر دیا' حضرت ابن عمر نے اس فیصلہ کو تسلیم کر لیا تھا حالانکہ ان کو علم تھا کہ یہ فیصلہ واقع کے خلاف ہے' اور اگر حضرت عثمان کو بھی حضرت ابن عمر کی طرح علم ہوتا تو وہ یہ فیصلہ نہ کرتے اور حضرت ابن عمر کو وہ غلام واپس نہ کرتے' اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمر کا یہ مذہب تھا کہ جب حاکم کسی عقد کو فسخ کر دے تو اس کا یہ فسخ نافذ ہو جاتا ہے اگرچہ واقع میں اس

Marfat.com

کے خلاف ہو۔

نیز امام ابوحنیفہ کے مؤقف کے برحق ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حاکم اس کا مکلف ہے کہ جب اس کے سامنے دو ایسے گواہ گواہی دیں جن کا ظاہر حال عدل اور نیک ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے اور اگر اس نے ان گواہوں کی گواہی کے باوجود کسی عقد کے اثبات یا کسی عقد کے فسخ کرنے میں توقف کیا تو وہ گناہ گار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا ترک کرنے والا ہوگا' کیونکہ اس کو ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کا مکلف کیا گیا ہے اور جو چیز باطن اور غیب ہے' اس کا کھوج لگانے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا مکلف نہیں کیا گیا جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں صرف بشر ہوں اور میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں' پس ہوسکتا ہے کہ تم میں سے بعض دوسروں سے زیادہ چرب زبان ہوں اور میں اس کو سچا گمان کرلوں اور اس کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ کردوں' تو اگر (بالفرض) میں نے کسی مسلمان کے حق کا دوسرے کے لیے فیصلہ کردیا تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے' خواہ وہ اس کو لے لے خواہ چھوڑ دے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۵۸' صحیح مسلم: ۱۷۱۳) (احکام القرآن ج ۱ ص ۲۵۳-۲۵۲ ملخصاً وموضحاً' سہیل اکیڈمی' ۱۴۰۰ھ)

رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ' شعبہ بن الحجاج اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ان آثار میں امام ابوحنیفہ کے اس مؤقف پر واضح دلیل ہے کہ حاکم کا فیصلہ ظاہر اور باطن دونوں میں نافذ ہو جاتا ہے' وللہ الحمد۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر بہت زیادہ تفصیل سے لکھا ہے جیسا کہ ابھی ہم اس حدیث کی شرح کے عنوان بیان کریں گے تو واضح ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کے شرح صحیح مسلم میں بیس مباحث

باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۹۔ ج ۵ ص ۸۶ پر مذکور ہے' اس شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ کے بشر اور نور ہونے کی تحقیق (۲) نبی کی حقیقت کا عام انسانوں کی حقیقت سے ممتاز ہونا (۳) نبی کی خصوصیات (۴) نبی کے چھیالیس امتیازات (۵) نبی اور غیر نبی کا فرق (۶) رسول اللہ ﷺ کی نورانیت کا بیان (۷) رسول اللہ ﷺ کی حسی نورانیت اور حسن و جمال (۸) بشریت کا نورانیت سے افضل ہونا (۹) رسول اللہ ﷺ کا بے مثل ہونا (۱۰) قرآن مجید کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا اوّل الخلق ہونا (۱۱) احادیث کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا بے مثل ہونا (۱۲) رسول اللہ ﷺ کے اوّل الخلق ہونے کے بارے میں علماء کے نظریات اور مصنف کا مؤقف (۱۳) مخلوق کی طرف علمِ غیب کی نسبت کی تحقیق (۱۴) قرآن اور سنت کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے علم کی وسعت (۱۵) فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے علم کی وسعت (۱۶) قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں مذاہب ائمہ (۱۷) قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں فقہاء احناف کا مؤقف (۱۸) جن صورتوں میں فقہاء احناف کے نزدیک قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتی ہے (۱۹) فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کی شرائط (۲۰) قضاء باطن کے نفاذ میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ۔

* یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۲۱-۸۷ پر پھیلی ہوئی ہے اور میرا گمان ہے کہ اس حدیث کی شرح میں کسی شارح نے اتنے مباحث اور مطالب بیان نہیں کیے۔ وذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء.

۱۷ - بَابُ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ — جس شخص نے جھگڑا کیا' پس بدزبانی کی

اس حدیث میں "فجر" کا لفظ ہے' یہ "فجور" سے ماخوذ ہے' "فجور" کا معنی ہے: جھوٹ بولنا' اور اللہ اور رسول کی نافرمانی کرنا' اصل میں "فجور" کا معنی ہے: کسی چیز کو پھاڑنا اور کھولنا' جب پانی کسی چیز کو پھاڑ دے تو کہتے ہیں: "فجر الماء" ای

Marfat.com

طرح جب کسی معصیت کو کھولے تو کہتے ہیں: ''فجر الصبح''۔

٢٤٥٩ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا، أَوْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْ أَرْبَعَةٍ، كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے خبر دی از شعبہ از سلیمان از عبداللہ بن مرہ، از مسروق از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: چار خصلتیں جس میں ہوں وہ منافق ہوگا، اور جس میں ان چار خصلتوں میں سے ایک خصلت ہو، اس میں ایک نفاق کی خصلت ہو گی حتیٰ کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے، وہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب عہد کرے تو اس کو توڑ دے اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٤ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ بدزبانی کرنا بھی ظلم ہے۔

١٨ - بَابُ قِصَاصِ الْمَظْلُوْمِ إِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهٖ

مظلوم کو اگر ظالم کا مال مل جائے تو وہ اپنا بدلہ لے سکتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کا مال ظلماً لیا ہو پھر مظلوم اس ظالم کے مال پر قابض ہو تو وہ اس مال میں سے اپنے حق کی مقدار لے سکتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يُقَاصُّهٗ، وَقَرَأَ ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ (النحل:١٢٦).

اور ابن سیرین نے کہا: وہ اس مال سے اپنا بدلہ لے لے اور یہ آیت پڑھی: اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ (النحل:١٢٦)

اس آیت کے شانِ نزول میں یہ روایت بیان کی گئی ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن ٦٤ انصار شہید ہوئے اور ٦ مہاجرین شہید ہوئے، ان میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کو کفار نے مثلہ کیا تھا (یعنی ان کے اعضاء کاٹ دیئے تھے) تب انصار نے کہا: اگر کسی دن ہمیں موقع ملے گا تو ہم بھی ان کے ساتھ اسی طرح کر کے دکھا دیں گے، پھر فتح مکہ کے دن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔

(سنن ترمذی: ٣١٢٩، صحیح ابن حبان: ٤٨٧، المستدرک ج ٢ ص ٣٥٩ ـ ٣٥٨، دلائل النبوۃ ج ٣ ص ٢٨٩، المعجم الکبیر: ٢٩٧٣)

اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر کسی شخص نے تم سے کوئی چیز چھینی ہے تو تم بھی اس سے اتنی ہی چیز لے سکتے ہو۔

٢٤٦٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

رَبِيعَةَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِّسِّيْكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ اَنْ اُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا؟ فَقَالَ لَا حَرَجَ عَلَيْكِ اَنْ تُطْعِمِيْهِمْ بِالْمَعْرُوْفِ.

بیان کیا کہ حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ آئیں اور کہا: یا رسول اللہ! ابوسفیان کنجوس آدمی ہیں' کم خرچ دیتے ہیں کیا مجھ پر کوئی حرج ہے کہ میں اپنے عیال کو ان کے مال سے کھلاؤں؟ تو آپ نے فرمایا: اگر تم ان کو دستور کے مطابق کھلاؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اپنے عیال کے گزارے سے حضرت ہند کو کم خرچ دینا' ایک طرح کا ظلم ہے تو آپ نے حضرت ہند کو اجازت دی کہ حضرت ابوسفیان کے مال سے اتنا خرچ لے لیا کریں جو دستور کے مطابق ان کے گزارے کے لیے کافی ہو' اس سے معلوم ہوا کہ جب مظلوم کو ظالم کا مال مل جائے تو وہ اس سے اپنے حق کے مطابق لے سکتا ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف کہ اگر کسی حق دار کو کسی کے پاس اپنی چیز مل جائے تو وہ اس کو لے سکتا ہے یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص کے پاس امانت رکھوائی گئی ہے اگر وہ امانت کو دینے سے انکار کر دے اور امانت رکھوانے والے کو اس کا مال مل جائے تو آیا وہ اپنے حق کے برابر اس کے مال سے لے سکتا ہے یا نہیں۔

اس مسئلہ میں امام مالک کے دو قول ہیں: ابن القاسم نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے: ایسا نہ کیا جائے۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے پاس امانت رکھے' اس کی امانت ادا کر دو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے' اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۴' المعجم الکبیر: ۷۶۰' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۴۵)

اور زیاد نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ مظلوم کے لیے جائز ہے کہ وہ ظالم کے مال سے اپنے حق کے برابر لے لے اور زیادہ نہ لے' اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور انہوں نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ جب منکر کے مال پر قرض نہ ہو تو اسے جب اس کے مال سے اپنا حق لینے کا موقع ملے تو اس کے مال سے اپنے حق کے برابر وصول کر لے اور اگر اس کے مال پر قرض ہو تو وہ اسی تناسب سے لے گا جس تناسب سے دوسرے قرض خواہ لے رہے ہیں' مثلاً اگر دوسرے قرض خواہ اپنے کل مال کا ساٹھ فی صد لے رہے ہیں تو وہ بھی اپنے حق کا ساٹھ فی صد لے گا۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ وہ سونے سے سونے کو لے گا اور چاندی سے چاندی کو اور ناپ والی چیز سے ناپ والی چیز کو لے گا اور وزنی چیز سے وزنی چیز کو لے گا اور ان کے علاوہ سے نہیں لے گا اور امام زفر نے کہا ہے کہ وہ قیمت کے عوض میں سامان کو لے سکتا ہے۔ متاخرین احناف نے امام شافعی کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۵۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث کے دیگر فوائد یہ ہیں کہ باپ پر اولاد کا اتنا خرچ واجب ہے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہو' اور یہ کہ ضرورت کی وجہ سے اجنبی عورت کا کلام سننا جائز ہے اور ضرورت کے موقع پر کسی کا عیب بیان کرنا جائز ہے جیسے حضرت ہند نے بتایا کہ حضرت ابوسفیان بخیل آدمی ہیں' پورا خرچ نہیں دیتے۔ جو لوگ قضاء علی الغائب کے قائل ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' لیکن ان کا استدلال دو وجہوں سے فاسد ہے' اوّل اس لیے کہ اس حدیث میں فتویٰ کا ذکر ہے' فیصلہ کا ذکر نہیں ہے اور ثانی اس لیے کہ

Marfat.com

حضرت ابوسفیان رضی اللہ اس مجلس سے غائب تھے اس شہر سے غائب نہیں تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲٤٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ، عَنْ اَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ تَبْعَثُنَا، فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَّا يَقْرُوْنَنَا، فَمَا تَرٰى فِيْهِ؟ فَقَالَ لَنَا اِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ، فَاُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا، فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلُوْا، فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ. [طرف الحدیث: ٦١٣٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یزید نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از عقبہ بن عامر رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ ہمیں (صدقات وصول کرنے کے لیے) بھیجتے ہیں ہم ایک قوم کے پاس جا کر ٹھہرتے ہیں وہ ہماری ضیافت نہیں کرتے آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے ہم سے فرمایا: اگر تم کسی قوم کے پاس ٹھہرو پس تمہارے لیے اس چیز کا حکم کیا جائے جو مہمان کے لیے چاہیے تو اس کو قبول کر لو اور اگر وہ تمہاری ضیافت نہ کریں تو تم ان سے اتنا لے لو جتنا مہمان کا حق ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٧٢٧ الرقم المسلسل: ٤٤٠٧ سنن ابوداؤد: ٣٧٥٢ سنن ترمذی: ١٥٨٩ سنن ابن ماجہ: ٣٦٧٦ الادب المفرد: ٧٤٥ شرح مشکل الآثار: ٢٨١٤ صحیح ابن حبان: ٥٢٨٨ المعجم الکبیر: ٧٦٦ ج ١٧ ص ٢٧٨ سنن بیہقی ج ٩ ص ١٩٧ شرح السنۃ: ٣٠٠٣ مسند احمد ج ٤ ص ١٤٩ طبع قدیم مسند احمد: ١٧٣٤٥ ج ٢٨ ص ٥٧٩ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ بغیر کسی شرعی جواز کے کسی مسلمان کا مال کھانا ظلم ہے۔

مہمان کی ضیافت کے وجوب میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر میں یہ ثبوت ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا واجب ہے اور اگر صاحب خانہ ضیافت نہ کرے تو مہمان کا اس سے ضیافت کی مقدار کو جبراً وصول کرنا جائز ہے لیث کا مطلقاً یہی مذہب ہے اور امام احمد نے کہا ہے کہ یہ حدیث خانہ بدوشوں کے متعلق ہے دیہاتوں اور شہروں کے متعلق نہیں ہے انہوں نے ضیافت کے وجوب پر درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوکریمہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمان کی رات کی ضیافت کرنا ہر مسلمان پر حق واجب ہے پس جس نے اس کے گھر میں صبح کی تو (رات کی مہمانی) اس پر قرض ہے وہ اگر چاہے تو اس کا تقاضا کرے اور اگر چاہے تو ترک کر دے۔ (سنن ابوداؤد: ٣٧٥٠ سنن ابن ماجہ: ٣٦٧٧)

حضرت مقدام ابوکریمہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مہمان کسی قوم کے پاس گیا اور صبح کو محروم اٹھا تو ہر مسلمان پر حق ہے کہ اس کی مدد کرے حتیٰ کہ اس کی رات کی ضیافت اس کے کھیت اور مال سے لے لی جائے۔

(سنن ابوداؤد: ٣٧٥١)

مہمان کی ضیافت کے واجب نہ ہونے کے متعلق احادیث

جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے امام طحاوی نے کہا ہے کہ پہلے ضیافت کرنا واجب تھا

Marfat.com

پھر اس کا وجوب منسوخ ہو گیا' اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا اصحاب کہیں گئے حتیٰ کہ بھوک کی شدت سے قریب تھا کہ میری سماعت اور بصارت چلی جاتی' ہم نے اپنے آپ کو لوگوں پر پیش کیا لیکن کسی نے ہماری ضیافت نہیں کی' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کو شدید بھوک لگی تھی' ہم نے اپنے آپ کو لوگوں پر پیش کیا' پس کسی نے ہماری ضیافت نہیں کی تو ہم آپ کے پاس آئے ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنے گھر لے گئے وہاں آپ کے پاس چار بکریاں تھیں' پس آپ نے فرمایا: اے مقداد! ان کا دودھ دوہو اور دودھ کے حصے کرو' ہر دو ساتھیوں کو ایک حصہ دو۔ (الحدیث بطولہ) (شرح معانی الآثار: ٦٥٠٢)

امام طحاوی فرماتے ہیں:

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی کسی نے ضیافت نہیں کی حالانکہ ان کو شدید بھوک لگی ہوئی تھی' پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو ملامت نہیں کی جنہوں نے ان کی ضیافت نہیں کی تھی۔

عبداللہ بن السائب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے صاحب کا سامان نہ لے' مذاق سے نہ سنجیدگی سے اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی لے تو وہ اس کو واپس کر دے۔

(سنن ابوداؤد: ٥٠٠٣' سنن ترمذی: ٢١٦٠' مسند احمد ج ٤ ص ٢٢١' شرح معانی الآثار: ٦٥٠٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے ضیافت میں اس حدیث پر عمل کیا ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ تھا' پس ایک کسان کے گھر میں ہمیں رات آ گئی' وہاں اونٹ کے اوپر سامان لدا ہوا تھا' تو مجھ سے حضرت سعد نے کہا: اگر تم برحق مسلمان ہو تو اس سامان میں سے کچھ نہ کھانا' پھر ہم نے وہ رات بھوکے گزاری۔ (شرح معانی الآثار: ٦٥٠٥)

امام طحاوی فرماتے ہیں:

یہ حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں' جو فرماتے ہیں کہ اگر تم برحق مسلمان ہو تو اس سامان سے کچھ نہ کھانا' اس سے معلوم ہوا کہ ان کو یہ علم تھا کہ ضیافت کا حق وصول کرنا' اسلام کے احکام میں سے نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ٤ ص ٤٥-٤٤' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

جن احادیث سے مہمان کی ضیافت کا وجوب ثابت ہوتا ہے' ان کے محامل

جن احادیث میں مہمانوں کی ضیافت کو واجب قرار دیا گیا ہے' ان کے جواب میں کہا گیا ہے کہ یہ اول اسلام پر محمول ہیں' اس وقت ایک دوسرے کی غم گساری کرنا واجب تھی' پھر جب فتوحات کی کثرت ہوئی اور مسلمانوں پر خوش حالی آ گئی تو یہ وجوب منسوخ ہو گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجتے تھے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا' جب مسلمانوں کا کوئی بیت المال نہیں تھا لیکن آج کل عاملین کو بیت المال سے رزق دیا جاتا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ضیافت کا وجوب اہل ذمہ پر تھا' حضرت عمر نے جب شام کے نصاریٰ پر جزیہ مقرر کیا تو ان پر لازم کیا کہ جو ان کے پاس مسلمان آئیں' وہ ان کی ضیافت کریں۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ درج ذیل آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا:

Marfat.com

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

(البقرہ:١٨٨)

پانچواں جواب یہ ہے کہ یہ حکم صرف اس علاقہ کے لیے ہے جہاں لوگ خیموں میں رہتے تھے اور وہاں گلیاں اور بازار نہیں تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ١٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '١٤٢١ھ)

١٩ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّقَائِفِ چبوتروں اور سائبانوں کے متعلق احادیث

اس باب کے عنوان میں ''سقائف'' کا لفظ ہے' یہ ''سقیفه'' کی جمع ہے' نواب وحید الزمان نے ''سقیفه'' کا ترجمہ منڈوا کیا ہے۔ (تیسیر الباری ج ٣ ص ٥٦٨) اور شیخ محمد راز نے اس کا ترجمہ چوپال کیا ہے۔ (اُردو صحیح بخاری ج ٣ ص ٥٨٣) اور شیخ تقی عثمانی نے اس کا ترجمہ چھپر کیا ہے۔ (انعام الباری ج ٧ ص ٧٥٥) لیکن موجودہ دور میں یہ الفاظ متروک ہو چکے ہیں اور اب مناسب یہ ہے کہ ''سقیفه'' کا ترجمہ چبوترہ یا سائبان کیا جائے۔

امام بخاری نے اس عنوان کو لاکر یہ اشارہ کیا ہے کہ مسلمان کے لیے عام جگہوں پر بیٹھنا جائز ہے جب کہ وہ اس جگہ کے حقوق ادا کرتا رہے' وہ اپنی نظریں نیچی رکھے' سلام کا جواب دے' کسی گم شدہ کو راستہ دکھائے' نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب بنو ساعدہ کے سائبان میں بیٹھے۔

یہ تعلیق صحیح البخاری: ٧٥٦٣ کی طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے۔

٢٤٦٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ ح. وَاَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ حِينَ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ اجْتَمَعُوْا فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ فَقُلْتُ لِاَبِي بَكْرٍ انْطَلِقْ بِنَا، فَجِئْنَاهُمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ. [اطراف الحدیث: ٣٤٤٥-٣٩٢٨-٤٠٢١-٦٨٢٩-٦٨٣٠-٧٣٢٣] (امام بخاری اس روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی از حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض فرمائی تو بنو ساعدہ کے سائبان میں انصار جمع ہوئے تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم بھی وہاں چلیں' پس ہم بنو ساعدہ کے سائبان میں آئے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں وارد کرنے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بنو ساعدہ کے سائبان میں گئے' اس میں کون سی ظلم کی بات ہے جو اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں درج کیا ہے؟ علامہ کرمانی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کسی عام مجلس میں جا کر بیٹھنا جائز ہے اور ظلم نہیں ہے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس پر وہ اعتراض ہے جو اسی سے سمجھ میں آ رہا ہے۔ (اور غالباً وہ اعتراض یہ ہے کہ یہ ظلم نہیں ہے بلکہ ظلم کی ضد ہے۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ١٣ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '١٤٢١ھ)

Marfat.com

٢٠ - بَابٌ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ

کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے

٢٤٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ. ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا لِي أَرَاكُمْ مُعْرِضِينَ، وَاللّٰهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ. [اطراف الحدیث: ٥٦٢٧-٥٦٢٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ میں تم کو اس حکم سے اعراض کرتے ہوئے دیکھتا ہوں! اللہ کی قسم! (اگر تم نہ مانے تو) میں یہ لکڑی تمہارے کندھوں کے درمیان رکھ دوں گا۔

(صحیح مسلم: ١٦٠٩، الرقم المسلسل: ٤٠٢٢، سنن ابوداؤد: ٣٦٣٤، سنن ابن ماجہ: ٢٣٣٥، سنن ترمذی: ١٣٥٣، سنن بیہقی ج ٦ ص ٦٨، مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٠ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٢٧٥- ج ١٢ ص ٢٢٢، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے نہ دینا ظلم ہے۔

پڑوسی کی دیوار پر لکڑی رکھنے کے مسئلہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے، ایک قوم نے کہا ہے کہ پڑوسی کی لکڑی کو اپنی دیوار پر رکھنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔

بعض علماء نے کہا: اگر پڑوسی اجازت طلب کرے کہ وہ اپنی لکڑی کو تمہاری دیوار پر رکھ لے تو پھر یہ واجب ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کی لکڑی دیوار پر رکھنے سے تمہاری دیوار یا مکان کو ضرر نہ پہنچے تو پھر یہ واجب ہے ورنہ مستحب ہے، امام شافعی، امام احمد، داؤد ظاہری، ابوثور اور محدثین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے، اور یہی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

امام شافعی نے از امام مالک سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ الضحاک بن خلیفہ نے محمد بن مسلمہ سے سوال کیا کہ وہ ایک نہر نکالنا چاہتے ہیں جو محمد بن مسلمہ کی زمین سے گزرے گی تو ضحاک نے اس سے منع کیا، انہوں نے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو حضرت عمر نے فرمایا: وہ ضرور وہاں سے گزرے گی خواہ اس کو تمہارے پیٹ سے گزرنا پڑے، حضرت عمر نے اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے اور اس کو ہر اس صورت میں جاری کیا ہے، جب ایک شخص کو اپنے نفع کے لیے دوسرے پڑوسی کی زمین کی ضرورت پڑے۔

پڑوسی کی دیوار پر تصرف کے مسئلہ میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ اور امام شافعی کا اس مسئلہ میں مشہور قول

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

جن لوگوں کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ میں تم کو اس حکم سے اعراض کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، اللہ کی قسم! میں

Marfat.com

یہ لکڑی تمہارے کندھوں کے درمیان رکھ دوں گا' اگر یہ حکم واجب ہوتا تو حضرات صحابہ اس سے بے خبر نہ ہوتے اور صحابہ اس قدر زیادہ تھے کہ وہ اس حکم سے ناواقف نہ ہوتے اور یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ جن کے متعلق حضرت ابو ہریرہ نے یہ کہا تھا وہ غیر فقہاء ہوں' بلکہ یہی متعین ہے کیونکہ اگر وہ فقہاء صحابہ ہوتے تو حضرت ابو ہریرہ ان کے متعلق ایسا کلام نہ کہتے۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ یہ حکم واجب ہے کیونکہ حضرت عمر نے یہ فیصلہ کیا اور ان کے زمانہ کے لوگوں میں سے کسی نے اس حکم کی مخالفت نہیں کی' پس واضح ہو گیا کہ اس حکم کا وجوب صحابہ کے اتفاق سے تھا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۹۲۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ محض ایک دعویٰ ہے جو دلیل قائم کرنے کا محتاج ہے' امام شافعی کے جدید دو قول ہیں: ان میں سے مشہور قول یہ ہے کہ یہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے' اگر مالک اپنی دیوار پر لکڑی نہ رکھنے دے تو اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا' اور یہی ہمارے اصحاب کا قول ہے اور جن احادیث میں اس لکڑی کو پڑوسی کی دیوار پر رکھنے کا حکم ہے' وہ استحباب پر محمول ہیں اور جن احادیث میں اس کی ممانعت ہے' وہ تنزیہہ پر محمول ہیں تا کہ ان احادیث کی ان احادیث کے ساتھ تطبیق ہو' جن احادیث میں مسلمان کے مال کو اس کی مرضی کے بغیر حرام قرار دیا ہے' اور یہ اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت جبریل مسلسل پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بھی قرار دیں گے اور جس طرح آپ نے فرمایا: اس شخص کا ایمان (کامل) نہیں ہے جو رات شکم سیر ہو کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱ - بَابُ صَبِّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيقِ — شراب کو راستہ میں انڈیل دینا

ابتداء اسلام میں شراب کو راستہ میں گرا دینا ممنوع نہیں تھا' لیکن بعد میں جب شراب کی نجاست کو بیان کر دیا گیا تو یہ ممنوع ہو گیا کیونکہ اس سے گلیاں اور بازار نجس ہو جاتے ہیں اور سحنون مالکی نے اس سے بھی منع کیا ہے کہ جس کنویں میں چوہا گر گیا ہو' اس کے پانی کو راستہ پر گرایا جائے تو شراب کو راستہ میں گرانا تو بہ طریق اولیٰ ممنوع ہو گا' کیونکہ جب راستہ پر شراب گری ہو گی یا نجس پانی گرا ہو گا تو گزرنے والوں کے کپڑے نجس ہونے کے خطرے میں ہوں گے۔

٢٤٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَبُو يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ، وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، قَالَ فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ اخْرُجْ فَأَهْرِقْهَا، فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا، فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُونِهِمْ! فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا﴾ (المائدہ: ۹۳) الْآيَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم ابو یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عفان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں لوگوں کو خمر (شراب) پلا رہا تھا اور وہ خمر اس وقت فضیخ (کچی کھجوروں یا انگوروں کا شیرہ) تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے منادی نے اعلان کیا کہ سنو! خمر (شراب) کو اب حرام کر دیا گیا ہے' پھر مجھ سے حضرت ابو طلحہ نے کہا: اٹھو! اور شراب کو بہا دو' پس میں نکلا اور میں نے شراب کو بہا دیا' پھر شراب مدینہ کی گلیوں میں بہہ رہی تھی' پھر کچھ لوگوں نے کہا: کئی مسلمان شہید ہو گئے اور شراب ان کے پیٹوں میں تھی' تب یہ آیت نازل

Marfat.com

ہوئی: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں' اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ (المائدۃ:۹۳)

[اطراف الحدیث:۴۶۱۷-۴۶۲۰-۵۵۸۰-۵۵۸۲-۵۵۸۳-۵۵۸۴-۵۶۰۰-۵۶۲۲-۷۲۵۳] [صحیح مسلم:۱۹۸۰' الرقم المسلسل:۵۰۲۴' سنن نسائی:۵۵۴۱' سنن داری:۶۲' صحیح ابن حبان:۳۰۳' دلائل النبوۃ ج۱ ص ۲۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۳۷۶- ج ۲۱ ص ۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر کا نام ہے' ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ بیعت عقبہ' غزوۂ بدر' غزوۂ اُحد اور بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے ہیں' یہ نقباء میں سے ایک ہیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے ہیں' اور شام میں فوت ہوئے تھے' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے سمندر کے ایک غزوہ میں شرکت کی تھی اور اس میں فوت ہو گئے تھے' پھر سات دن کے بعد ان کو جو جزیرہ ملا' اس میں ان کو دفن کر دیا اور ان سات دنوں میں ان کا جسم متغیر نہیں ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶)

شراب نوشی کی محفل کے شرکاء

اس مجلس کے شرکاء میں حضرت ابوعبید اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما بھی تھے' جیسا کہ امام بخاری نے ''کتاب الاشربہ'' میں روایت کی ہے' اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت انس نے کہا: میں کھڑا ہوا حضرت ابوطلحہ' حضرت ابوایوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی اصحاب رضی اللہ عنہم کو شراب پلا رہا تھا۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل:۵۰۲۵) اور امام مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ میں کھڑا ہوا اپنے کئی چچاؤں کو شراب پلا رہا تھا۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل:۵۰۲۶) ایک اور روایت میں ہے: میں حضرت ابوطلحہ' حضرت ابودجانہ' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اور انصار کی ایک جماعت کو شراب پلا رہا تھا۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل:۵۰۲۸) ایک اور روایت میں ہے: میں حضرت ابوطلحہ' حضرت ابودجانہ اور حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہم کو مشک کے منہ سے شراب نکال کر پلا رہا تھا۔
(صحیح مسلم' الرقم المسلسل:۵۰۲۹)

''خمر'' اور ''فضیخ'' کا معنی

اس حدیث میں ''خمر'' کا ذکر ہے' خمر کی اصل ''مخامرہ'' اور ''تخمیر'' ہے اور ''مخامرہ'' کا معنی ڈھانپنا ہے' خمر کو اس لیے خمر کہتے ہیں کہ یہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے' ابن سیدہ نے بیان کیا ہے کہ انگوروں کا کچا شیرہ جو کئی دن پڑے رہنے کے بعد جھاگ چھوڑ دیتا ہے اور نشہ آور ہو جاتا ہے' وہ خمر ہے اور یہی خمر کی حقیقت ہے' اس کے علاوہ بھی اس کے اور متعدد نام ہیں' جن کی تعداد دو سو کے قریب ہے۔

اس میں ''الفضیخ'' کا ذکر ہے' یہ کچی کھجوروں کے کچے شیرہ کا نام ہے۔ امام ابوحنیفہ نے اعراب سے روایت کی ہے کہ انگوروں کے شیرہ کو اور کچی کھجوروں کے شیرہ کو بھی ''الفضیخ'' کہتے ہیں۔

تحریم خمر کی تاریخ اور خمر کو پاک کہنے پر ابن حزم کا رد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خمر حرام ہے' امام ابن سعد وغیرہ نے روایت بیان کی ہے کہ خمر ۲ھ کو غزوۂ اُحد کے بعد حرام کی گئی

Marfat.com

ہے۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبر واحد بھی حجت ہے اور یہ کہ شراب کا رکھنا بھی حرام ہے کیونکہ آپ نے شراب کو بہا دینے کا حکم دیا۔
شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ خمر مدینہ کی گلیوں میں بہہ رہی تھی اور صحابہ مدینہ کی گلیوں میں ننگے پیر چلتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ خمر نجس نہیں ہے علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ ابن حزم کی سنگین جرأت ہے کیونکہ قرآن مجید میں خمر کے نجس ہونے کی نص صریح ہے:

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ. (المائدہ:٩٠)

خمر (شراب) اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض نجس ہیں شیطانی کاموں سے ہیں سو تم ان سے اجتناب کرو۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ١٧-١٦ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ شراب نوشی کی محفل سجانا ظلم ہے تاہم اس حدیث میں جس محفل کا ذکر ہے وہ ظلم نہیں تھی۔

٢٢ - بَابُ اَفْنِيَةِ الدُّوْرِ وَالْجُلُوْسِ فِيْهَا وَالْجُلُوْسِ عَلَى الصَّعَدَاتِ

گھروں کے صحن اور راستوں پر بیٹھنا

اس باب میں گھروں میں صحن بنانے کا بیان ہے اور راستوں میں بیٹھنے کا ذکر ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ فَابْتَنٰى اَبُوْ بَكْرٍ مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ يُصَلِّىْ فِيْهِ وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی وہ اس میں نماز اور قرآن مجید پڑھتے تھے انہیں دیکھنے کے لیے مشرکین کی عورتوں اور بچوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی اور وہ حضرت ابوبکر کے قرآن مجید پڑھنے پر تعجب کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دن مکہ میں تھے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ٤٧٦ میں گزر چکی ہے۔

٢٤٦٥ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ. فَقَالُوْا مَا لَنَا بُدٌّ اِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيْهَا. قَالَ فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجَالِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهَا. قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ؟ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْاَذٰى وَرَدُّ السَّلَامِ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ. [طرف الحدیث: ٦٢٢٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمر حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: تم لوگ راستوں پر بیٹھنے سے اجتناب کرو صحابہ نے کہا: ہمارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے یہ ہمارے بیٹھنے کی جگہیں ہیں یہاں بیٹھ کر ہم باتیں کرتے ہیں آپ نے فرمایا: اگر تمہارے لیے ان راستوں پر بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے تو تم ان راستوں کا حق ادا کرو صحابہ نے پوچھا: راستوں کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نظر نیچے رکھنا اور

Marfat.com

تکلیف دِہ چیز کو ہٹانا اور سلام کا جواب دینا اور نیک کاموں کا حکم دینا اور بُرے کاموں سے روکنا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۲۱' الرقم المسلسل: ۵۴۵۶' سنن ابوداؤد: ۴۸۱۵' شعب الایمان: ۹۰۸۷-۹۰۸۵' صحیح ابن حبان: ۵۹۵' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۹۴' شرح السنۃ: ۳۳۳۸' الادب المفرد: ۱۱۵۰' شرح مشکل الآثار: ۱۶۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۳۰۹- ج ۱۷ ص ۴۱۱)

مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ ہر مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت کی شرم گاہ اور تمام محرمات کو دیکھنے سے نظریں نیچی رکھنی چاہئیں اور ہر اس چیز کو دیکھنے سے احتراز کرنا چاہیے جس کو دیکھنے سے فتنہ کا خطرہ ہو۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اچانک نظر پڑنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نظر ہٹالوں۔ (سنن ترمذی: ۲۷۷۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸ طبع قدیم)

ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر مت ڈالو تمہارے لیے صرف پہلی نظر (معاف) ہے اور دوسری نظر تمہارے لیے (معاف) نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۴۹' سنن ترمذی: ۲۷۷۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۱' المستدرک ج ۳ ص ۱۲۳' مصنف ج ۱۲ ص ۶۴' سنن داری ج ۲ ص ۲۹۸)

راستوں کے حقوق کی تفصیل

نیز اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس کو سلام کیا جائے' اس پر سلام کا جواب دینا واجب ہے' اور نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا لازم ہے اور تکلیف دِہ چیز کو راستہ سے ہٹانا واجب ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جو شخص مظلوم ہو' اس کی مدد کرنا واجب ہے۔

عبد اللہ بن ابی صفرہ نے کہا: اس حدیث میں بُرائی کے ذرائع کا سد باب فرمایا ہے کیونکہ راستوں پر بیٹھنا نظر اوپر اٹھانے کا ذریعہ ہے اور نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے میں کمی کا ذریعہ ہے' اس لیے آپ نے راستوں پر بیٹھنے سے ہی منع فرما دیا۔ امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں گھروں میں رہنے کی تلقین فرمائی ہے' تاکہ آدمی ان چیزوں کو دیکھنے سے محفوظ رہے جن کو دیکھنا ممنوع ہے اور ان چیزوں کے سننے سے مامون رہے جن کا سننا مکروہ یا ممنوع ہے۔

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجالس شیطان کے حلقے ہیں' اگر وہ حق دیکھیں تو اس پر عمل نہ کر سکیں' اگر وہ باطل دیکھیں تو اس کو دور نہ کر سکیں۔

اہل علم اور اہل فضل کو راستہ میں بیٹھنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ راستہ کے حقوق ادا کر سکتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۵۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ جو شخص کسی راستہ سے گزرے اور اس کا حق ادا نہ کرے تو یہ اس کا ظلم ہے۔

۲۳ - بَابُ الْاٰبَارِ عَلَى الطُّرُقِ إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا

راستہ میں کنوؤں کو بنانا جب کہ ان سے کسی کو ضرر نہ ہو

٢٤٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِطَرِيْقٍ، اِشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا، فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ، فَاِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ، يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ بَلَغَ مِنِّيْ، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّهٗ مَاءً، فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَاَجْرًا؟ فَقَالَ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از سمی جو ابوبکر کے آزاد کردہ غلام ہیں از ابوصالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت ایک آدمی راستہ میں تھا' اس کو شدید پیاس لگی' اس کو ایک کنواں نظر آیا' وہ اس کنویں میں اترا' پس اس نے پانی پیا' پھر وہ کنویں سے باہر نکلا تو ایک کتا ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا تو اس آدمی نے کہا: اس کتے کو بھی اسی طرح شدید پیاس لگی ہوئی ہے جس طرح مجھے پیاس لگی ہوئی تھی' پھر وہ کنویں میں اترا' پس اس نے موزہ کو پانی سے بھرا' پس کتے کو پانی پلایا تو اللہ نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی' پس اس کو بخش دیا' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہمارے لیے حیوانات میں بھی اجر ہے؟ پس آپ نے فرمایا: ہر تر جگر والے کے ساتھ (نیکی کرنے کا) اجر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٣ میں گزر چکی ہے' تاہم اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت واضح نہیں ہے کیونکہ پیاسے کتے کو پانی پلانا تو ظلم کی ضد ہے۔

علامہ المہلب المتوفی ٤٣٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مباح زمین میں یا مملوک زمین میں کنواں کھودنا جائز ہے اور اس سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ کنویں سے پیاسے سیراب ہوتے ہیں اور ضرورت منداس سے پانی حاصل کرتے ہیں' کبھی رات میں اس سے نقصان ہوسکتا ہے کہ اندھیرے میں کوئی انسان یا جانور اس میں گر جائے لیکن اس کا نقصان بہت کم ہے اور اس میں فائدہ بہت زیادہ ہے' اس لیے اس سے منع نہیں کیا جائے گا اور اگر اس سے کسی کا نقصان ہو تو اس کا تاوان نہیں دیا جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٥٨٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ جو شخص بھی کنواں کھودے' وہ اس کی اطراف میں منڈیر بنائے تا کہ کسی نقصان کا خطرہ نہ رہے۔

٢٤ - بَابُ اِمَاطَةِ الْاَذٰى

راستہ سے کسی نقصان دِہ چیز کو دور کرنا

وَقَالَ هَمَّامٌ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ.

اور ہمام نے کہا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: راستہ سے تکلیف دِہ چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ٢٩٨٩ میں مذکور ہے اور یہ تعلیق اس طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے۔ علامہ ابن بطال اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مالک نے اس کے موافق یہ حدیث روایت کی ہے کہ ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا' اس نے راستہ میں کانٹوں کی ایک شاخ

Marfat.com

پڑی دیکھی تو اس نے اس کو وہاں سے ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی اور اس کو بخش دیا۔

(موطأ امام مالک: ۲۹۹ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صدقہ کا معنی ہے کہ جس پر صدقہ کیا ہو اس کو نفع پہنچانا اور جس نے راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹائی اس نے اس شخص پر سلامتی کا صدقہ کیا تو اس کو صدقہ کا اجر ملے گا۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٨٦ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

٢٥ - بَابُ الْغُرْفَةِ وَالْعُلِّيَّةِ الْمُشْرِفَةِ وَغَيْرِ الْمُشْرِفَةِ فِي السُّطُوْحِ وَغَيْرِهَا

بالاخانے خواہ اتنے بلند ہوں جن سے جھانکا جاسکے یا اتنے بلند نہ ہوں جن سے جھانکا جاسکے خواہ وہ مکان کی چھت پر بنے ہوں یا کسی اور جگہ بنے ہوں

بالاخانوں کے متعلق فقہی احکام بیان کرنے میں علامہ عینی کا تفرد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''غرفہ'' کا معنی ہے: بالاخانہ یعنی مکان کی چھت پر کوئی کمرا بنا ہوا ہو امام بخاری نے جو اس باب کا عنوان لکھا ہے اس سے بالاخانوں کی چار قسمیں سمجھ میں آتی ہیں:

(۱) مکان کی چھت کے اوپر اتنا بلند کمرا بنا ہو جس سے جھانکا جاسکے (۲) مکان کی چھت کے علاوہ کسی بلند جگہ پر کوئی کمرا بنا ہو جس سے جھانکا جاسکے (۳) مکان کی چھت کے اوپر کوئی کمرا بنا ہوا ہو جس سے جھانکا نہ جاسکے (۴) مکان کی چھت کے علاوہ کسی بلند جگہ پر کوئی کمرا بنا ہوا ہو جس سے جھانکا نہ جاسکے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مکان کی چھت کے اوپر کمرا بنانا مباح ہے جب کہ اس سے کسی کی پردہ دار خواتین کو جھانک کر نہ دیکھا جائے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٨٩)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی آدمی اپنے مکان کی چھت پر اتنا بلند کمرا بنائے جس سے دوسرے گھروں میں جھانکا جائے تو وہ مباح نہیں ہے اسی طرح جب وہ مکان کی چھت کے علاوہ کسی بلند جگہ پر کمرا بنائے جس سے دوسروں کے گھروں میں جھانکا جاسکے تو وہ بھی مباح نہیں ہے اور میں نے صحیح بخاری کے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس مقام کی تحقیق کی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٢١ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح ہے کیونکہ علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸٦ھ نے اس عنوان کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔ (شرح الکرمانی ج ١١ ص ٣٣ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس عنوان کی شرح میں کچھ لکھا ہے نہ اس حدیث کی شرح میں۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٩٤٧ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲٦ھ)

باقی شارحین علامہ کرمانی اور حافظ ابن حجر کے تابع ہیں جب انہوں نے کچھ نہیں لکھا تو باقی شارحین نے تو بہ طریق اولیٰ کچھ نہیں لکھا ہے اس لیے علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح ہے کہ ان کے علاوہ صحیح بخاری کے کسی شارح نے اس کی تحقیق نہیں کی۔

٢٤٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے

Marfat.com

عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ، ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرٰى؟ إِنِّي أَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از زہری از عروہ از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قلعوں میں سے کسی قلعہ پر کھڑے ہو کر جھانکا' پھر فرمایا: کیا تم وہ چیزیں دیکھ رہے ہو جن کو میں دیکھ رہا ہوں؟ بے شک میں تمہارے گھروں کے درمیان فتنوں کے وقوع کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں' جیسے (لگاتار) بارش کے قطرے گرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٧٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو'' کتاب المظالم '' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ بلند قلعہ سے کسی کے گھر میں جھانکنا ظلم ہے۔

''اطم'' اور'' آطام'' کا معنی لکھنے میں شیخ تقی عثمانی کی فاش غلطی

اس حدیث میں مذکور ہے:'' اشرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اطم من آطام المدینة''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قلعوں میں سے کسی قلعہ پر کھڑے ہو کر جھانکا۔

شیخ تقی عثمانی نے اس کے ترجمہ میں لکھا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ سے جھانکا۔ (انعام الباری ج ٧ ص ٦١٧' مکتبۃ الحراء' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ'' اطم '' کا معنی ٹیلہ لکھنا غلط ہے' تمام علماء لغت اور شارحین نے اس کا معنی قلعہ یا پتھروں سے بنا ہوا قلعہ لکھا ہے۔

علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ٥٨٢ھ لکھتے ہیں:

'' الاطم: الحصن '' یعنی قلعہ' حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے تو آپ نے اس کو دیکھا' وہ بنو مغالہ کے قلعوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ (الفائق ج ١ ص ٤٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٧ھ)

لغت حدیث کے امام المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

'' اطم '' کا معنی ہے: بلند عمارت' حدیث میں ہے کہ حضرت بلال بلند عمارت پر کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے' اس کی جمع '' آطام '' ہے' جس کا معنی ہے: بلند قلعے' حدیث میں ہے: حتیٰ کہ سورج مدینہ کے بلند اطام (قلعوں) میں چھپ گیا۔

(النہایہ ج ١ ص ٥٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

علامہ محمد طاہر گجراتی متوفی ٩٨٦ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (مجمع بحار الانوار ج ١ ص ٨٣' مکتبہ دار الایمان' مدینہ منورہ' ١٤١٥ھ)

المنجد کے دیوبندی مترجمین نے لکھا ہے۔

'' الاطم '' قلعہ' جمع '' اطام ''۔ (المنجد (اردو) ص ٥٨' دار الاشاعت' کراچی)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں:

'' اطم '' کی جمع '' آطام '' ہے اور یہ اہل مدینہ کے قلعے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ '' اطم '' وہ قلعہ ہے جو پتھروں سے بنا ہوا ہو۔

(شرح الکرمانی ج ١١ ص ٣٣' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''الاطم'' یہ قلعہ ہے بلند عمارتوں کو ''اطام'' کہتے ہیں۔ (ہدی الساری مع فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲٦ھ)

علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے: ''اطم'' کا معنی ہے: بلند عمارت جس سے جھانکا جا سکے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ پر بنے ہوئے قلعے ہیں۔ (ارشاد الساری ج ۵ ص ۵۳۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خاتم شُرّاح البخاری علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''اُطُم'' کی جمع ''آطام'' ہے اور یہ اہل مدینہ کے قلعے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ''اطم'' وہ قلعہ ہے جو پتھروں سے بنایا گیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ نے لکھا ہے: ''اطم'' کا معنی ہے: بلند عمارت' اس کی جمع ''اطام'' ہے۔

(شرح الطیبی ج ۱۰ ص ۵٦-۵۵' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

''اطم'' کا معنی ہے: پہاڑ کی چوٹی یا قلعہ یا بلند عمارت۔ (مرقات ج ۹ ص ۲٦۵' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

''اُطُم'' قصر بلند کو کہتے ہیں اور ہر اس قلعہ کو جس کو پتھروں سے بنایا گیا ہو اور مدینہ منورہ کے گرد ایسے قلعے تھے کہ یہود اور دوسرے لوگ ان میں رہتے تھے' پس حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن ان ہی قلعوں میں سے ایک قلعہ پر آئے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۰۳' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

''اطم'' کا معنی ہے: بلند جگہ اور اس کا معنی قلعہ بھی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی پتھروں سے بنا ہوا قلعہ ہے۔

(تیسیر القاری ج ۲ ص ۱۷۴' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

غیر مقلد شارحین نے بھی اس کا صحیح معنی لکھا ہے:

شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے بلند مکانوں میں سے ایک مکان پر چڑھے۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۵۷۲' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

شیخ محمد راز میواتی لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے۔ (ترجمہ و حاشیہ صحیح بخاری ج ۳ ص ۵۸۷' مکتبہ قدوسیہ' لاہور)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ کسی بلند جگہ کھڑے ہو کر دوسروں کے گھروں میں جھانکنا ظلم ہے۔

٢٤٦٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں اس

Marfat.com

اَسْاَلَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ الْمَرْاَتَيْنِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اللَّتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ لَهُمَا ﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ (التحریم:٤). فَحَجَجْتُ مَعَهُ' فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْاِدَاوَةِ فَتَبَرَّزَ' حَتّٰى جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلٰى يَدَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ فَتَوَضَّاَ' فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ' مَنِ الْمَرْاَتَانِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' اللَّتَانِ قَالَ لَهُمَا ﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ﴾' فَقَالَ وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ' عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ' ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيْثَ يَسُوْقُهُ' فَقَالَ اِنِّيْ كُنْتُ وَجَارٌ لِّيْ مِنَ الْاَنْصَارِ فِيْ بَنِيْ اُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ' وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ' وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَيَنْزِلُ هُوَ يَوْمًا وَاَنْزِلُ يَوْمًا' فَاِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْاَمْرِ وَغَيْرِهِ' وَاِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَهُ' وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ' فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ' فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَاْخُذْنَ مِنْ اَدَبِ نِسَاءِ الْاَنْصَارِ' فَصِحْتُ عَلٰى امْرَاَتِيْ فَرَاجَعَتْنِيْ' فَاَنْكَرْتُ اَنْ تُرَاجِعَنِيْ' فَقَالَتْ وَلِمَ تُنْكِرُ اَنْ اُرَاجِعَكَ؟ فَوَاللّٰهِ اِنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ' وَاِنَّ اِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ. فَاَفْزَعَنِيْ' فَقُلْتُ خَابَتْ مَنْ فَعَلَ مِنْهُنَّ بِعَظِيْمٍ' ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ' فَقُلْتُ اَيْ حَفْصَةُ' اَتُغَاضِبُ اِحْدَاكُنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ نَعَمْ' فَقُلْتُ خَابَتْ وَخَسِرَتْ' اَفَتَاْمَنُ اَنْ يَغْضَبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَهْلِكِيْنَ؟ لَا تَسْتَكْثِرِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تُرَاجِعِيْهِ فِيْ شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيْهِ' وَاسْاَلِيْنِيْ مَا بَدَا لَكِ' وَلَا يَغُرَّنَّكِ

پر ہمیشہ حریص رہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی ازواج میں سے ان دو عورتوں کے متعلق سوال کروں' جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔ (التحریم:۴) پس میں نے ان کے ساتھ حج کیا' وہ راستے سے ایک طرف ہٹ گئے اور میں بھی پانی کا برتن لے کر گیا' حضرت عمر نے قضاء حاجت کی' پھر میں نے ان کے ہاتھوں پر پانی ڈال کر ان کو وضوء کرایا' پس میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! نبی ﷺ کی ازواج میں سے وہ کون سی دو عورتیں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) تب حضرت عمر نے کہا: تم پر تعجب ہے! اے ابن عباس! وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ شروع سے بیان کیا' انہوں نے بتایا کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنی امیہ بن زید (کے محلہ) میں رہتے تھے' یہ مدینہ کی بالائی بستیاں ہیں' اور ہم دونوں باری باری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' ایک دن وہ جاتے تھے اور ایک میں جاتا تھا' پس جب میں جاتا تھا تو میں اس دن کی خبر لے کر آتا تھا کہ کیا حکم نازل ہوا ہے اور جس دن وہ جاتا تو وہ اسی طرح کرتا اور ہم قریش کے لوگ عورتوں پر حاوی رہتے تھے' پس جب ہم انصار کے پاس آئے تو ان لوگوں پر ان کی عورتیں حاوی رہتی تھیں' پھر ہماری عورتیں انصار کی عورتوں کی ریس کرنے لگیں' تو ایک دن میں اپنی بیوی پر چیخا تو اس نے بھی اسی طرح مجھ کو پلٹ کر جواب دیا' مجھے اس کا یہ جواب دینا بہت معیوب لگا' اس نے کہا: آپ میرے پلٹ کر جواب دینے سے حیران کیوں ہو رہے ہیں؟ پس اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی ازواج بھی آپ کو پلٹ کر جواب دیتی ہیں اور ان میں سے کوئی آپ کو سارا سارا دن چھوڑے رکھتی ہے حتیٰ کہ رات کو بھی۔ میں یہ سن کر گھبرا گیا' میں نے کہا: ان میں سے جس نے یہ کام کیا وہ بہت ناکام ہو گئی' پھر میں نے اپنے کپڑے بدلے اور میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' میں نے پوچھا: اے حفصہ! کیا تم میں سے کوئی ایک رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

اَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ اَوْضَأَ مِنْكِ وَاَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ وَكُنَّا تَحَدَّثْنَا اَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ النِّعَالَ لِغَزْوِنَا، فَنَزَلَ صَاحِبِي يَوْمَ نَوْبَتِهٖ، فَرَجَعَ عِشَاءً، فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيْدًا، وَقَالَ اَنَائِمٌ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ، فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ، وَقَالَ حَدَثَ اَمْرٌ عَظِيْمٌ، قُلْتُ مَا هُوَ اَجَاءَتْ غَسَّانُ؟ قَالَ لَا، بَلْ اَعْظَمُ مِنْهُ وَاَطْوَلُ، طَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهٗ، قَالَ قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ، كُنْتُ اَظُنُّ اَنَّ هٰذَا يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ، فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَصَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ مَشْرُبَةً لَهٗ فَاعْتَزَلَ فِيْهَا، فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ، فَاِذَا هِيَ تَبْكِي، قُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ؟ اَوَلَمْ اَكُنْ حَذَّرْتُكِ؟ اَطَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ لَا اَدْرِيْ، هُوَ ذَا فِي الْمَشْرُبَةِ، فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ، فَاِذَا حَوْلَهٗ رَهْطٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيْلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا اَجِدُ، فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِي هُوَ فِيْهَا، فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهٗ اَسْوَدَ اِسْتَاْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ ذَكَرْتُكَ لَهٗ فَصَمَتَ، فَانْصَرَفْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا اَجِدُ فَجِئْتُ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ، فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا اَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ، فَقُلْتُ اِسْتَاْذِنْ لِعُمَرَ، فَذَكَرَ مِثْلَهٗ، فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا فَاِذَا الْغُلَامُ يَدْعُوْنِي، قَالَ اَذِنَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ، لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ فِرَاشٌ، قَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهٖ، مُتَّكِيءٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ، حَشْوُهَا لِيْفٌ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ وَاَنَا قَائِمٌ طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَرَفَعَ بَصَرَهٗ اِلَيَّ،

سے سارا سارا دن ناراض رہتی ہے حتیٰ کہ رات تک؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا: وہ تو ناکام اور نامراد ہوگئی' کیا تم اللہ کے غضب اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے بے خوف ہوگئی ہو؟ پھر تم ہلاک ہو جاؤ گی' تم رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مطالبہ نہ کرو' اور آپ کو کسی بات کا پلٹ کر جواب نہ دیا کرو اور نہ آپ کو چھوڑا کرو' تم کو جو چیز چاہیے ہو' تم اس کا مجھ سے مطالبہ کیا کرو' تم کسی فریب میں مبتلا نہ ہونا' بے شک تمہاری سوکن تم سے زیادہ خوب صورت ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو تم سے زیادہ محبوب ہیں' ان کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں' اور ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ غسان کا بادشاہ ہم سے لڑنے کے لیے اپنے گھوڑوں کو نعل لگا رہا ہے' میرا ساتھی اپنی باری کے دن ایک مرتبہ گیا' پھر عشاء کے وقت واپس آیا' اور میرا دروازہ بہت زور سے کھٹکھٹایا' اور کہا: کیا وہ سوئے ہوئے ہیں؟ تو میں گھبرا کر اس کے پاس گیا' اور اس نے بتایا کہ بہت بڑا واقعہ ہوگیا ہے' میں نے پوچھا: کیا ہوا ہے؟ کیا غسان نے حملہ کر دیا ہے؟ اس نے کہا: اس سے بھی بڑی اور لمبی بات ہوگئی ہے' رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے' میں نے کہا: حفصہ تو ناکام اور نامراد ہوگئی' مجھے گمان تھا کہ ایسا ہونے والا ہے' پھر میں نے اپنے کپڑے تبدیل کیے (اور روانہ ہوا) اور صبح کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی' آپ اپنے بالاخانے میں داخل ہوئے اور اس میں علیحدگی سے چلے گئے' میں حضرت حفصہ کے پاس گیا تو وہ اس وقت رو رہی تھیں' میں نے کہا: تم کیوں رو رہی ہو؟ کیا میں نے تم کو اس دن سے خبردار نہیں کیا تھا! کیا تم سب کو رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتی آپ اس بالاخانے میں ہیں' میں باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا' پس اس وقت منبر کے پاس لوگوں کی ایک جماعت تھی اور ان میں سے بعض رو رہے تھے' میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا' پھر میرے دل میں جو بات تھی وہ غالب آ گئی' پس میں اس بالاخانے کے پاس آیا جس میں آپ تشریف فرما تھے' میں نے آپ کے سیاہ فام غلام سے کہا: جاؤ! عمر کے لیے اجازت طلب کرو' وہ بالاخانے

فَقَالَ لَا. ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَسْتَأْنِسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ رَأَيْتَنِيْ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلٰى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَذَكَرَهُ، فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُلْتُ لَوْ رَأَيْتَنِيْ وَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ فَتَبَسَّمَ أُخْرٰى، فَجَلَسْتُ حِيْنَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ، ثُمَّ رَفَعْتُ بَصَرِيْ فِيْ بَيْتِهِ، فَوَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ فِيْهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ، غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلَاثَةٍ، فَقُلْتُ ادْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى أُمَّتِكَ، فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا، وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ، وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ أَوَفِيْ شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ أُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِيْ، فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ حِيْنَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلٰى عَائِشَةَ، وَكَانَ قَدْ قَالَ مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا، مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِيْنَ عَاتَبَهُ اللّٰهُ، فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ، دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا، وَإِنَّا أَصْبَحْنَا لِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً أَعُدُّهَا عَدًّا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ. وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ، قَالَتْ عَائِشَةُ فَأُنْزِلَتْ آيَةُ التَّخْيِيْرِ، فَبَدَأَ بِيْ أَوَّلَ امْرَأَةٍ، فَقَالَ إِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا، وَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِيْ حَتّٰى تَسْتَأْمِرِيْ أَبَوَيْكِ. قَالَتْ قَدْ أَعْلَمُ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِيْ بِفِرَاقِكَ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَالَ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِلٰى قَوْلِهِ. عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب: ٢٨-٢٩). قُلْتُ أَفِيْ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ؟ فَإِنِّيْ أُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ خَيَّرَ

میں گیا' پھر نبی ﷺ سے کوئی بات کر کے واپس آ گیا' پھر بتایا کہ میں نے نبی ﷺ سے آپ کا ذکر کیا تھا' آپ سن کر خاموش رہے' پھر میں وہاں سے واپس آ گیا حتیٰ کہ جو صحابہ منبر کے پاس تھے ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا' پھر دل میں جو بات تھی اس نے مجھ کو اُبھارا' پس میں آیا' پھر اس کی مثل ذکر کیا' پھر میں آ کر منبر کے پاس صحابہ کی جماعت کے ساتھ بیٹھ گیا' پھر میرے دل کی بات مجھ پر غالب آ گئی' میں پھر (تیسری بار) اس غلام کے پاس گیا' پس اس سے کہا: جاؤ! عمر کے لیے اجازت طلب کرو' اس نے آ کر پہلے کی مثل جواب دیا' جب میں نے واپس جانے کے لیے پیٹھ موڑی تو وہ غلام مجھے بلا رہا تھا' اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے اجازت دے دی ہے' میں آپ کے پاس حاضر ہوا' اس وقت آپ بُنی ہوئی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے' آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہیں تھا' اور چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو پر منقش ہو گئے تھے' آپ رنگے ہوئے چمڑے کے ایک گدے (یا تکیے) سے ٹیک لگائے ہوئے تھے' جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی' پس میں نے آپ کو سلام کیا' پھر میں نے کھڑے ہو کر کہا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے میری طرف نظر اٹھائی' پھر فرمایا: نہیں! پھر میں نے کھڑے ہوئے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کا دل بہلا رہا ہوں' یارسول اللہ! آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم قریش کے لوگ اپنی عورتوں پر حاوی رہتے تھے' پھر ہم ان لوگوں کے پاس آئے جن کی عورتیں ان پر حاوی رہتی تھیں' پس حضرت عمر نے بتایا کہ نبی ﷺ مسکرائے' پھر میں نے بتایا: کاش! آپ کو معلوم ہوتا کہ میں حفصہ کے پاس گیا' پس میں نے کہا: تم کسی خود فریبی میں نہ رہنا' یہ تمہاری سوکن تم سے زیادہ خوب صورت ہے' اور نبی ﷺ کو تم سے زیادہ محبوب ہے' ان کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں' آپ پھر دوبارہ مسکرائے' جب میں نے آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو میں پھر دوبارہ بیٹھ گیا' پھر میں نے نظر اٹھا کر آپ کے گھر کا جائزہ لیا' پس اللہ کی قسم! مجھے وہاں پر تین کچی کھالوں کے سوا اور کوئی چیز نظر نہیں آئی پس میں نے کہا: آپ اللہ

Marfat.com

نِسَاءَهُ، فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ.

سے دعا کیجئے کہ اللہ آپ کی امت پر کشادگی کرے کیونکہ فارس اور روم پر کشادگی کی گئی ہے اور انہیں دنیا دی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی بالکل عبادت نہیں کرتے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے، پس آپ نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! کیا تم کو (اپنے دین میں) شک ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی پسند کی چیزیں جلد ہی دنیا کی زندگی میں دے دی گئی ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لیے مغفرت طلب کیجئے، پس حضرت حفصہ نے آپ کے راز کی بات حضرت عائشہ کو بتا دی تھی تو اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج سے علیحدہ ہوکر بالاخانے میں رہنے لگے تھے، اور آپ کو جوان سے شدید رنج پہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: میں ایک ماہ تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا، پھر جب انتیس (۲۹) دن گزر گئے تو آپ حضرت عائشہ کے پاس گئے اور ان سے ابتداء کی، حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ ہمارے پاس ایک ماہ تک نہیں آئیں گے اور ہم نے آج انتیسویں (۲۹) رات کی صبح کی ہے، میں تو ایک ایک رات گن رہی تھی، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ مہینہ انتیس دنوں کا ہے، حضرت عائشہ نے کہا: پھر آیت تخییر نازل ہوئی، تو آپ نے اپنی ازواج میں سے سب سے پہلے مجھ سے ابتداء کی، آپ نے فرمایا: میں تمہیں ایک چیز کی نصیحت کرتا ہوں اور تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کرلو، حضرت عائشہ نے کہا: آپ خوب جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے فراق کا مشورہ نہیں دیں گے، پھر آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو، تو آؤ! میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کردوں O اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا، تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے O (الاحزاب: ۲۹-۲۸) میں نے کہا: کیا میں اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی! پس بے شک میں اللہ کا، اور اس کے

Marfat.com

رسول کا اور دارِ آخرت کا ارادہ کرتی ہوں' پھر آپ نے اپنی (باقی) ازواج کو اختیار دیا تو انہوں نے بھی حضرت عائشہ کے قول کی مثل کہا۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۸۹ میں گزر چکی ہے اور اب یہاں اس کی مفصل شرح کی جارہی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں بالا خانہ کا ذکر ہے۔

''عوالی'' اور ''غسّان'' کا معنی اور رسول اللہ ﷺ کے سیاہ فام غلام کا نام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''عوالی مدینه'' کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ بستیاں ہیں جو مدینہ کے قریب تھیں' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''عوالی'' سے مراد وہ بستیاں ہیں جو مدینہ کی بلندی پر بنی ہوئی تھیں' ان کا مدینہ سے کم از کم فاصلہ چار میل تھا اور زیادہ سے زیادہ فاصلہ نجد کی جانب آٹھ میل تھا۔

اس میں ''غسّان'' کا ذکر ہے' ''غسّان'' شام کی طرف پانی کا ایک چشمہ ہے' وہاں پر اَزد کی قوم ٹھہری تھی' اس وجہ سے اس کا نام ''غسان'' پڑ گیا۔

اس میں رسول اللہ ﷺ کے سیاہ فام غلام کا ذکر ہے' ان کا نام رباح تھا۔

''رمال'' کا معنی لکھنے میں شیخ عثمانی کی غلطی

اس حدیث میں ''رمال'' کا ذکر ہے' شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''رمال'' کا معنی ہے: بان۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۶۸)

میں کہتا ہوں: یہ غلط ہے' ''رمال'' کا معنی بان نہیں ہے' بلکہ نزدیک نزدیک اور گھنی بُنائی ہے۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

''رمال'' بہ معنی ''مرمول'' ہے یعنی منسوج 'بنا ہوا' کہا جاتا ہے: ''رملت الحصیر'' میں نے چٹائی کی بُنائی کی۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''رمال الحصیر'' کا معنی ہے: باریک باریک بنی ہوئی چٹائی۔

(شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۳۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''رمال حصیر'' کا معنی ہے: وہ چٹائی جو کھجور کی شاخوں کی رسیوں سے بُنی ہوئی ہو۔

(ہدی الساری مع فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۷' دارالمعرفۃ' بیروت)

دس علماء دیوبند نے المنجد کا ترجمہ کیا ہے' اس میں لکھا ہے: ''رمل'' کا معنی ہے: باریک بُننا۔

(المنجد (اُردو) ص ۴۰۹' دارالاشاعت' کراچی)

نبی ﷺ کے ازواجِ مطہرات سے ناراض ہو کر الگ بالا خانہ میں رہنے کے اسباب

نبی ﷺ جو ازواجِ مطہرات سے ناراض ہو کر ایک ماہ کے لیے اپنے بالا خانے میں رہنے لگے تھے' اس کے متعدد اسباب بیان کیے گئے ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت کی' اس بات کا حضرت

Marfat.com

حفصہ کو علم ہو گیا تو آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس بات کو مخفی رکھنا اور میں نے اپنے نفس پر ماریہ کو حرام کر لیا ہے' پھر حضرت حفصہ نے یہ بات حضرت عائشہ کو بتا دی' جس سے حضرت عائشہ ناراض ہوئیں' جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ ایک ماہ تک ازواج کے قریب نہیں جائیں گے۔

(۲) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد پلاتی تھیں' اس وجہ سے آپ وہاں زیادہ دیر ٹھہرتے تھے' دوسری ازواج کو یہ ناگوار ہوا' انہوں نے کہا: آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے' مغافیر ایک قسم کا گوند ہے جو کھجور یا کیلے کے درخت پر لگا ہوتا ہے' اس کی بو آپ کو ناپسند تھی' آپ نے فرمایا: میں نے مغافیر نہیں کھایا' زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے' اگر تم کو میرا وہاں جانا ناگوار ہے تو میں اپنے اوپر شہد کو حرام کر لیتا ہوں' تب یہ آیت نازل ہوئی:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التحریم:١)

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں' جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے' آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں' اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ۝

مغافیر کا معنی لکھنے میں شیخ عثمانی کی غلطی

ہم نے لکھا ہے کہ مغافیر ایک قسم کا گوند ہے' شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے: مغافیر ایک گھاس ہوتی تھی۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۲۷۷)
شیخ عثمانی نے غلط لکھا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مغافیر گوند کے مشابہ ایک چیز ہے۔ (فتح الباری ج ١٠ ص ٢١٧) نیز ''عُـرفُـط'' کے معنی میں لکھتے ہیں: یہ کھجور یا کیلے کا درخت ہے جس پر گوند لگتا ہے' اس کو مغافیر کہتے ہیں' اس کی بو سخت ناگوار ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ١ ص ٢٠٩)

علماء دیوبند کی ترجمہ کردہ لغت میں لکھا ہے: مغافیر' ایک درخت کا گوند۔ (المنجد (اُردو) ص ١٣ ٧)

(۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کے ملک اور آخرت کی نعمتوں کے درمیان اختیار دیا تو آپ نے آخرت کو دنیا پر اختیار کر لیا' اور جب آپ نے آخرت کو اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی ازواج کو بھی دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیں' تاکہ ان کا حال بھی آپ کی مثل ہو جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ ایک دن تمام ازواج جمع ہوئیں اور انہوں نے کہا: جس طرح عورتیں زیورات چاہتی ہیں' ہم بھی اسی طرح زیورات چاہتی ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ہر زوجہ نے الگ الگ خواہش کی' حضرت ام سلمہ نے نقش و نگار والے کپڑے طلب کیے' حضرت میمونہ نے یمن کے حُلّے طلب کیے' حضرت زینب نے دھاری دار کپڑے طلب کیے' حضرت اُم حبیبہ نے سحولی کپڑے طلب کیے' حضرت حفصہ نے مصر کے بنے ہوئے کپڑے طلب کیے' حضرت جویریہ نے دوپٹے طلب کیے' حضرت سودہ نے خیبر کی چادر کو طلب کیا' حضرت عائشہ نے کسی چیز کو طلب نہیں کیا' اس وقت آپ کے نکاح میں نو (۹) ازواج مطہرات تھیں' ان میں سے پانچ قریش سے تھیں: حضرت عائشہ' حضرت حفصہ بنت عمر' حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان' حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت ام سلمہ بنت ابی الحارث رضی اللہ عنہم اور چار غیر قریش سے تھیں: حضرت صفیہ بنت حیی' حضرت میمونہ بنت الحارث' حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ' حضرت جویریہ بنت الحارث المصطلقیہ رضی اللہ عنہم۔

مفسرین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے آپ سے دنیا کے سامان میں سے کچھ طلب کیا اور زیادہ نفقہ طلب کیا' رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ کو اس سے رنج ہوا' آپ ان سے الگ ہو گئے اور آپ نے قسم کھائی کہ آپ ایک ماہ تک ان کے قریب نہیں جائیں گے اور یہ ایلاء شرعی نہیں تھا بلکہ ایلاء لغوی تھا' اور نبی ﷺ اس دن نماز پڑھانے نہیں آئے' صحابہ نے پوچھا تو حضرت عمر نے کہا: میں جا کر معلوم کرتا ہوں' پھر وہ ہوا جس کا اس باب کی حدیث میں ذکر ہے۔

• جب اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل کی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ سے ابتداء کی اور ان کے سامنے الاحزاب: ۲۹۔ ۲۸ کی تلاوت کی اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کو' اس کے رسول کو اور آخرت کو اختیار کر لیا تو رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ کو جو نصیحت کی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کو نصیحت کرے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے اور اس کو پلٹ کر جواب نہ دے۔

حضرت عمر اور دوسرے صحابہ' رسول اللہ ﷺ کے بالا خانہ میں علیحدہ رہنے سے رنج اور تشویش میں تھے' اس سے معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے کس قدر محبت کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے بالا خانہ پر رباح نامی غلام رکھا ہوا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ حکام کے لیے اپنے گھر پر دربان رکھنا جائز ہے۔

حضرت عمر نے بار بار حاضر ہونے کی اجازت طلب کی' اس سے معلوم ہوا کہ بار بار آنے کی اجازت طلب کرنا جائز ہے اور حاکم کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی کو ملاقات کی اجازت دے یا نہ دے' اور ملاقاتی کے لیے جائز ہے کہ وہ اجازت نہ ملنے پر دوبارہ اجازت طلب کرے یا واپس چلا جائے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم سے اس کے خانگی معاملات کے متعلق بھی سوال کرنا جائز ہے۔

حضرت عمر کے پڑوسی نے جو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے' اس کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر کے پڑوسی نے حضرت عمر کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے' حالانکہ واقع میں آپ نے کسی زوجہ کو طلاق نہیں دی تھی' اس کی توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کئی ایام سے بالا خانہ میں رہ رہے تھے اور ازواج کے گھروں میں نہیں جا رہے تھے' اس قرینہ سے صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ بعد میں حضرت عمر نے اپنے اس پڑوسی سے باز پرس نہیں کی کہ تم نے غلط خبر کیوں دی تھی؟ کیونکہ حضرت عمر نے جان لیا تھا کہ اس نے اپنے وہم سے خبر دی تھی اور وہم کا منشاء موجود تھا۔

دنیا کی نعمتوں میں سے کم لینا' استاذ یا شیخ مغموم ہو تو اس کا دل بہلانا' اور مال میں فراخی کی دعا کا ناپسند ہونا

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کی نعمتوں میں سے کم چیزوں کو اختیار کرنا چاہیے اور باقی نعمتوں کو آخرت کے لیے چھوڑ دینا چاہیے' جس طرح حضرت عمر کو نبی ﷺ کے بالا خانہ میں کم نعمتیں نظر آئیں۔

نبی ﷺ ازواج کے رویہ کی وجہ سے مغموم تھے تو حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کا دل بہلاتا ہوں' پھر ایسی باتیں کیں جن سے نبی ﷺ دوبار مسکرائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب استاذ یا شیخ مغموم ہو تو شاگرد اور مرید کو ایسی دل خوش کن باتیں کرنی چاہئیں جن سے استاذ کا دل بہلے۔

Marfat.com

حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ اپنی امت کے لیے کشادگی کی دعا کیجئے' یہ بات آپ کو پسند نہیں آئی' تو حضرت عمر نے فوراً کہا: یارسول اللہ! میرے لیے مغفرت کی دعا کیجئے۔ اس میں یہ ثبوت ہے کہ ناپسندیدہ بات پر فوراً استغفار کرنا چاہیے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب شفاعت کا ثبوت ہے۔

شوہر کا راز فاش کرنا گناہ ہے

جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کر دیا اور حضرت عائشہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراض ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو توبہ کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کا راز فاش کرنا بیوی کی معصیت ہے جس پر توبہ واجب کی گئی ہے' اسی طرح شوہر پر ناراض ہونے کا بھی یہی حکم ہے' اس لیے بیوی پر واجب ہے کہ وہ ان دونوں باتوں سے اجتناب کرے۔

نیک اعمال کے اظہار کا جواز

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس سال میں نے حضرت عمر کے ساتھ حج کیا تھا' اور اس میں ذکر کیا کہ میں نے حضرت عمر کو وضوء کرایا' اس میں یہ ثبوت ہے کہ اپنے کسی نیک عمل کا ذکر کرنا جائز ہے اور یہ ریا کاری اور دکھاوا نہیں ہے' جب کہ اس سے محض کسی واقعہ کی تعیین مقصود ہو اور اپنی صالحیت کا اظہار مقصود نہ ہو' اور اس میں عبادت پر استعانت کے جواز کی بھی دلیل ہے۔

بیوی کو اختیار دینے سے آیا طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کو اختیار کرلیں یا اللہ اور رسول کو اور آخرت کو اختیار کرلیں تو اس سے ان پر طلاق واقع نہیں ہوئی' لہٰذا امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو اختیار دے کہ چاہے مجھے اختیار کرلو یا اپنے آپ کو؟ تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اختیار دینے کے بعد وہ اپنے آپ کو اختیار کرلے تو امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک طلاق بائنہ ہوگی اور اس سے تین طلاقیں نہیں ہوں گی' جب کہ اس پیش کش سے شوہر کی مراد طلاق دینا ہو' امام مالک نے کہا: اس صورت میں تین طلاقیں ہوں گی۔

لغوی اور شرعی ایلاء کی تفصیل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ میں ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہیں جاؤں گا اور جب آپ ایک ماہ تک نہیں گئے تو آپ کی قسم پوری ہوگئی' یہ شرعی ایلاء نہیں ہے' لغوی ایلاء ہے۔ شرعی ایلاء یہ ہے کہ ایک شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے پاس نہیں جائے گا' پھر اگر وہ چار ماہ تک نہ جائے تو اس کی قسم پوری ہوگئی اور اس کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی' اس صورت میں عدت کے اندر اور عدت پوری ہونے کے بعد باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے اور اگر وہ چار ماہ سے پہلے بیوی کے پاس چلا گیا تو اس کی قسم ٹوٹ گئی' جس کا کفارہ دینا ہوگا لیکن نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

شوہر سے اجازت لیے بغیر باپ کا بیٹی سے ملنے جانا' حصولِ علم اور حصولِ معاش دونوں کا انتظام کرنا۔۔۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر حضرت حفصہ کے پاس ان کو سمجھانے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ باپ اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے اس کے گھر جاسکتا ہے اور اس میں شوہر سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔

اس حدیث میں حضرت عمر اور ان کے پڑوسی کا باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے اور ایک دوسرے کو شرعی احکام کی

Marfat.com

خبر دینے کا ذکر ہے اس میں علم شرعی کی طلب اور حصولِ معاش کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ بندہ حصولِ علم شرعی اور حصولِ معاش دونوں کا انتظام کرے اور علم شرعی کے حصول میں ایک دوسرے سے تعاون کرے۔

صحابہ ایک دوسرے کو نبی ﷺ کے ارشادات اور افعال کی خبر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور اگر وہ کسی صحابی سے سن کر بھی کہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تو یہ خبر مسند کی طرح ہے' مرسل نہیں ہے' کیونکہ تمام صحابہ صادق اور ثقہ ہیں۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے کہ نبی ﷺ نے آیت تخییر سب سے پہلے حضرت عائشہ کے سامنے پڑھی اور جب انہوں نے کہا: میں نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو اختیار کرلیا تو آپ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ کے چہرۂ انور سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۔ ۲۵' مع اضافات کثیرۃ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے اور صحابہ اور ازواجِ مطہرات کے محفوظ ہونے کا فرق اور اس میں مصنف کی مفصل اور منفرد تحقیق

انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں یعنی انہیں گناہ کرنے پر قدرت تو ہے لیکن ان کے دلوں پر خشیتِ الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ قدرت کے باوجود گناہ نہیں کرتے' اسی وجہ سے ان کا گناہ نہ کرنا باعثِ کمال ہے' نیز اگر انہیں گناہ کرنے پر قدرت نہ ہوتی تو ان کو ترکِ معصیت کا مکلف کرنا صحیح نہ ہوتا' بعض اوقات انبیاء علیہم السلام سے اجتہادی خطاء ہو جاتی ہے' لیکن وحی کے ذریعہ ان کو اس خطاء پر مطلع کیا جاتا ہے تو وہ فوراً اس کا تدارک کر لیتے ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوعہ سے کھانا' حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کے لیے دعا فرمانا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک قبطی کو تادیباً گھونسا مارنا جس سے وہ ہلاک ہو گیا' حضرت یونس علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے جانا' لیکن جب ان نفوسِ قدسیہ کو ان اجتہادی خطاؤں پر وحی سے مطلع کیا گیا تو ان حضرات نے فوراً توبہ اور استغفار کر کے اپنی اجتہادی خطاؤں کا تدارک کر لیا' تاہم ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے متعلق محققین کا مؤقف یہ ہے کہ آپ سے کبھی اجتہادی خطاء بھی سرزد نہیں ہوئی۔ صحابہ کرام اور ازواجِ مطہرات معصوم نہیں ہیں' محفوظ ہیں۔ محفوظ کا معنی یہ ہے کہ بشری تقاضے سے کبھی ان سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے لیکن موت سے پہلے ان کو اس گناہ پر توبہ کی توفیق دے دی جاتی ہے' جیسے حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہما اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی اور ان پر حدِ قذف لگائی گئی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۷۵) حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ سے زنا کا فعل سرزد ہو گیا' اور ان کو سنگسار کیا گیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۱۹) حضرت ابن نعیمان نے شراب پی اور ان کو جوتے اور کوڑے لگائے گئے۔ (صحیح البخاری: ۶۷۷۵) حضرت عمرو بن سمرہ نے چوری کی اور ان کا ہاتھ کاٹا گیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۸) لیکن ان تمام صحابہ نے حد جاری ہونے سے پہلے اپنے اپنے گناہوں پر توبہ کر لی تھی۔

اسی طرح ازواجِ مطہرات بھی محفوظ ہیں' بعض اوقات ان سے بشری تقاضے سے خطاء سرزد ہو گئی' لیکن انہوں نے اس پر مداومت نہیں کی اور فوراً اس پر توبہ کر کے اس خطاء کی تلافی کر لی۔

حضرت عائشہ اور دیگر ازواج نے جو کہا تھا: کیا آپ نے مغافیر پیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۶۷) یہ جملہ استفہامیہ ہے' اس میں خبر نہیں ہے کہ اس کو جھوٹ کہا جا سکے' تاہم یہ بھی انہوں نے نبی ﷺ سے غلبۂ محبت کی بناء پر کہا تھا' اس میں کسی قسم کی خطاء نہیں ہے اور حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر ازواج نے جو زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا' یہ بھی زیادہ سے زیادہ خطاء ہے' اسی طرح حضرت حفصہ نے جو نبی ﷺ کا راز فاش کیا تھا اور حضرت عائشہ جو برہم ہوئی تھیں' یہ ان کی خطاء ہے' قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کا حکم دیا' انہوں

نے اس پر توبہ کر لی اور وہ اس خطاء سے پھر پہلے کی طرح پاک اور صاف ہو گئیں' کیونکہ حدیث میں ہے:

عُبیدہ بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے' جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۰)

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ صحابہ کرام اتنے عظیم مرتبہ کے تھے' پھر ان سے گناہ کیوں ہوئے؟ اس کے دو جواب ہیں: ایک یہ کہ ان سے گناہ ہوئے اور ان پر حد جاری ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اجراء حد کا نمونہ فراہم ہو گیا' سو ان کے گناہ بھی تکمیل دین کا سبب بنے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ان سے گناہ سرزد ہوئے تو عصمت اور حفاظت کا فرق معلوم ہوا اور نبی اور صحابی کا فرق ہو گیا کیونکہ نبی سے گناہ نہیں ہوتا' زیادہ سے زیادہ اجتہادی خطاء ہوتی ہے' اور وحی سے اس خطاء پر مطلع ہونے کے بعد وہ فوراً توبہ کر لیتے ہیں اور صحابہ کرام سے بعض اوقات گناہ بھی سرزد ہو جاتے ہیں لیکن فوت ہونے سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دی جاتی ہے اور جو گناہوں سے توبہ کر چکا ہو' وہ پہلے کی طرح گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے' لہٰذا سابقہ گناہوں کی وجہ سے ان کو ملامت کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ ملامت گناہ عظیم اور شدید گم راہی ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام سے جو اجتہادی خطائیں سرزد ہوئیں' ان پر حرف گیری کرنا بھی سنگین قسم کی گم راہی ہے اور ہمارے دور میں ہمارے علم کے مطابق صرف سیّد مودودی نے یہ جسارت کی تھی اور ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں اس کی متعلقہ آیات کی تفسیر میں نشان دہی کی ہے۔

دوسرے شارحین اور علماء نے یہ تو لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور صحابہ کرام محفوظ ہوتے ہیں لیکن کسی نے بھی معصوم اور محفوظ کی منضبط تعریف بیان نہیں کی اور نہ ان کا فرق بیان کیا ہے' یہ انوارِ فیوضِ الٰہیہ اور انعاماتِ نبویہ سے قارئین کو اس کی تفصیل اور تحقیق صرف نعمۃ الباری میں ملے گی۔ وللہ الحمد علٰی ذالك.

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ ازواجِ مطہرات کو ایسا کام نہیں کرنا چاہیے تھا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے۔

٢٤٦٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ آلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَائِهٖ شَهْرًا وَّكَانَتِ انْفَكَّتْ قَدَمُهٗ، فَجَلَسَ فِيْ عُلِّيَّةٍ لَّهٗ، فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ لَا، وَلٰكِنِّيْ آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا. فَمَكَثَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ نَزَلَ، فَدَخَلَ عَلٰى نِسَائِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ماہ تک اپنی ازواج کے قریب نہ جانے کی قسم کھائی' اور آپ کے قدم کے جوڑ میں موچ آ گئی تھی' پس آپ اپنے بالاخانہ میں ٹھہرے رہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر پوچھا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن میں نے ایک مہینہ تک ان کے قریب نہ جانے کی قسم کھائی ہے' پھر آپ انتیس دن بالاخانہ میں رہے' پھر نیچے اترے اور اپنی ازواج کے پاس گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۸' اور ۲۴۶۸ میں آ چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں بالاخانہ کا ذکر ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں کیوں روایت کیا ہے؟ اس کی وجہ ہم

Marfat.com

اس سے پہلی حدیث میں لکھ چکے ہیں۔

٢٦- بَابُ مَنْ عَقَلَ بَعِيرَهُ عَلَى الْبَلَاطِ أَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ

جس نے اپنے اونٹ کو نصب شدہ پتھر یا مسجد کے دروازے کے ساتھ باندھا

٢٤٧٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَالَ أَبُو عُقَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ أَتَيْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ فَقُلْتُ هٰذَا جَمَلُكَ، فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيفُ بِالْجَمَلِ، قَالَ الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعقیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمتوکل الناجی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں حضرت جابر رضی اللہ کے پاس آیا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے' میں بھی آپ کی طرف داخل ہوا اور میں نے اونٹ کو مسجد کے دروازہ کے پاس لگے ہوئے پتھر کے ساتھ باندھ دیا' پھر میں نے کہا: یہ آپ کا اونٹ ہے' آپ باہر آئے اور اونٹ کے گرد گھومنے لگے' (پھر) فرمایا: قیمت (بھی) تمہاری ہے اور اونٹ (بھی) تمہارا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' دیگر اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں' امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں شاید اس لیے روایت کیا ہے کہ ان کے خیال میں مسجد کے دروازہ کے ساتھ اونٹ کو باندھنا ظلم ہے' یعنی اونٹ کو وہاں نہیں باندھنا چاہیے تھا اور یہ کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا ہے۔

اونٹ کے بول و براز کے پاک ہونے پر فقہاء مالکیہ کی دلیل اور اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص مسجد کے صحن میں اور اس کے قریب آئے' اس کے لیے وہاں اونٹ کو بٹھانا جائز ہے اور اونٹ کے بٹھانے پر قیاس کرتے ہوئے یہ بھی جائز ہے کہ کوئی شخص مسجد میں اپنا سامان رکھ دے' اور اس حدیث میں امام مالک اور فقہاء کوفہ کی یہ دلیل ہے کہ اونٹوں کا پیشاب اور ان کی لید پاک ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک اونٹوں کا پیشاب اور ان کی لید نجس ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اس حدیث میں امام شافعی کا رد ہے' جو اونٹوں کی لید اور پیشاب کو نجس کہتے ہیں اور اگر ان کے زعم کے مطابق اونٹوں کا پیشاب اور لید نجس ہوتی تو حضرت جابر رضی اللہ اپنے اونٹ کو مسجد میں داخل نہ کرتے' اور جب انہوں نے اونٹ کو مسجد میں داخل کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ لیا تھا تو آپ اس کو جائز نہ قرار دیتے اور ان پر انکار کرتے اور ان کو یہ حکم دیتے کہ اس اونٹ کو مسجد سے نکال دو' کیونکہ اس کی لید اور پیشاب کا خطرہ تھا اور یہ اطمینان نہیں تھا کہ وہ اونٹ پیشاب نہیں کرے گا اور لید نہیں کرے گا اور امام شافعی کے قول کے مطابق اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا پیشاب اور اس کی لید نجس ہے اور دوسروں کے مذہب کے مطابق اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے کیونکہ اس کی لید اور پیشاب پاک ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ۴۹۲-۴۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ٧٨٦ھ علامہ ابن بطال کے دلائل کے جواب میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں اونٹ کو مسجد میں باندھنے پر کوئی دلیل نہیں ہے (کیونکہ حضرت جابر نے اونٹ کو مسجد کے

Marfat.com

دروازہ کے ساتھ پتھر کے ساتھ باندھا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ) اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اونٹ نے مسجد میں پیشاب اور لید کی تھی اور اگر بالفرض اونٹ مسجد میں پیشاب اور لید کرتا تو مسجد کو دھولیا جاتا' سو اس حدیث میں ان کے مذہب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(شرح الکرمانی ج ١١ص ٤٠' داراحیاء التراث العربی بیروت)

٢٧ - بَابُ الْوُقُوْفِ وَالْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ

قوم کے گھورے (کچرا گھر) پر کھڑے ہونا اور پیشاب کرنا

٢٤٧١ - حَدَّثَنِی سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ' عَنْ شُعْبَةَ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ اَبِی وَائِلٍ' عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اَوْ قَالَ لَقَدْ اَتَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' سُبَاطَةَ قَوْمٍ' فَبَالَ قَائِمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی از شعبہ از منصور' از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے کچرا خانہ پر آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٤ میں گزر چکی ہے' رہا یہ کہ اس حدیث کو امام بخاری نے ''کتاب المظالم'' میں کیوں روایت کیا ہے' کیا ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کچرا گھر پر پیشاب کرنا ظلم تھا! بخاری پرستوں کو اس سوال کا جواب ضرور دینا چاہیے۔

میں نے صحیح بخاری کی شروحات میں سے شرح ابن بطال' شرح الکرمانی' عمدۃ القاری' فتح الباری' ارشاد الساری اور انعام الباری وغیرہما کو دیکھا' کسی نے اس مسئلہ کو نہیں اٹھایا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں کس وجہ سے روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری کی مغفرت فرمائے' ان کا بہت بلند مقام ہے لیکن ہم ایسے ناقص لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں کیوں روایت کیا ہے!

٢٨ - بَابُ مَنْ اَخَذَ الْغُصْنَ' وَمَا يُؤْذِی النَّاسَ فِی الطَّرِيْقِ' فَرَمٰی بِهٖ

جس نے راستہ سے (کانٹوں والی) شاخ کو یا اور کسی ایذاء دینے والی چیز کو اٹھا کر پھینک دیا

٢٤٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ سُمَیٍّ' عَنْ اَبِی صَالِحٍ' عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِی بِطَرِيْقٍ' وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ فَاَخَذَهٗ' فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ' فَغَفَرَ لَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص کسی راستہ میں جا رہا تھا' اس نے کانٹوں والی شاخ کو دیکھا' اس نے اس کو اٹھا لیا تو اللہ نے اس کی اس نیکی کی قدر افزائی کی' سو اس کو بخش دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٥٢ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں ''کتاب المظالم'' میں روایت کیا ہے' جب کہ راستہ میں کسی ایذاء دینے والی چیز کو ہٹا دینا ظلم نہیں ہے بلکہ نہ ہٹانا ظلم ہے' بخاری پرستوں کو اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔

٢٩ - بَابُ اِذَا اخْتَلَفُوْا فِی الطَّرِيْقِ الْمِيْتَاءِ وَهِیَ الرَّحْبَةُ تَكُوْنُ بَيْنَ الطَّرِيْقِ' ثُمَّ

جب کشادہ راستہ میں اختلاف ہو اور وہ عام راستہ کے درمیان ہو اور وہاں کے رہنے

Marfat.com

يُرِيْدُ اَهْلُهَا الْبُنْيَانَ، فَتُرِكَ مِنْهَا الطَّرِيْقُ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ

والے کچھ عمارت بنانا چاہیں تو سات ہاتھ جگہ راستہ کے لیے چھوڑ دیں

اس باب کے عنوان میں ''الطريق الميتاء'' کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ کشادہ جگہ ہے جو راستہ کے درمیان ہو' ابوعمرو الشیبانی نے کہا ہے: ''الميتاء'' سب سے بڑے راستے کو کہتے ہیں جہاں لوگوں کا بہ کثرت گزر ہوتا ہو' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد آباد راستہ ہے۔امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے' اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب اس راستہ کے اصحاب وہاں کوئی عمارت بنانا چاہیں تو اس راستہ سے گزرنے والوں کے لیے سات ہاتھ کے قریب جگہ چھوڑ دیں (جو تقریباً ساڑھے دس فٹ کے برابر ہے)۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۔۳۲)

٢٤٧٣ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيْتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَشَاجَرُوْا فِي الطَّرِيْقِ بِسَبْعَةِ اَذْرُعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از الزبیر بن خریت از عکرمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے عام راستہ کے لیے (جگہ چھوڑنے میں) اختلاف کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات ہاتھ جگہ چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۱۳' الرقم المسلسل: ۴۰۳۰' سنن ترمذی: ۱۳۵۶' سنن ابوداؤد: ۳۶۳۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۵۵' شرح مشکل الآثار: ۱۱۹۲' مسند البزار: ۳۶۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۵۴۷۔ج ۱۵ ص ۳۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سات ہاتھ راستہ چھوڑنے کی توجیہ اور اس میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ جب زمین والے کوئی عمارت بنانے کا ارادہ کریں تو سات ہاتھ راستہ چھوڑ دیں تاکہ اس جگہ سے گزرنے والوں کو حرج نہ ہو' آپ نے سات ہاتھ اس لیے مقرر فرمائے ہیں کہ اس راستہ پر بوجھ لادنے والوں کا آنا اور جانا ہوگا اور ایک دوسرے سے ٹکراؤ ہوگا' اسی طرح گھوڑے سواروں اور اونٹ سواروں کا آنا اور جانا ہوگا اور ضرورت کے وقت ان کے لیے کافی راستہ چھوڑنا ضروری ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ فقہاء کے نزدیک یہ حدیث وجوب پر محمول ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے اختلاف کے وقت اس کا فیصلہ فرمایا تھا' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سات ہاتھ کی مقدار کو تو چھوڑنا ضروری ہے اور اس کے بعد بھی اگر شرکاء کے لیے اتنی زمین بچ جائے جس سے وہ نفع اٹھا سکیں اور کسی کو اس سے نقصان نہ ہو تو شرکاء اس کو حاصل کرلیں' اور یہی اس حدیث کا معنی ہے اور اگر سات ہاتھ چھوڑنے کے بعد بعض شرکاء کے لیے اتنی جگہ بچے جس سے وہ فائدہ حاصل نہ کرسکیں تو وہ اس حدیث کے معنی میں داخل نہیں ہے۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا محمل بڑے بڑے راستے (شارع عام) ہیں اور وہ راستے ہیں جن میں زیادہ اختلاف ہوتا ہے اور جو بڑے راستوں کی شاخیں ہیں' ان کے لیے اتنی جگہ چھوڑ دینا کافی ہے جس پر اتفاق ہو جائے خواہ وہ سات ہاتھ سے کم ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۵۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ شارع عام کے لیے سات ہاتھ سے کم جگہ چھوڑنا ظلم ہے۔

۳۰- بَابُ النُّهْبٰی بِغَیْرِ اِذْنِ صَاحِبِهٖ
مالک کی اجازت کے بغیر لوٹ مار کرنا

وَقَالَ عُبَادَةُ بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا نَنْتَهِبَ.

اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم لوٹ مار نہیں کریں گے۔

تعلیق مذکور ایک طویل حدیث کا قطعہ ہے' مکمل حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان نقباء میں سے تھا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت لی تھی' انہوں نے بتایا کہ ہم نے آپ سے اس پر بیعت کی کہ ہم اللہ کے ساتھ شرک نہیں کریں گے اور نہ چوری کریں گے اور نہ زنا کریں گے اور نہ اس کو قتل کریں گے جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ لوٹ مار کریں گے اور نہ نافرمانی کریں گے' اگر ہم نے یہ وعدہ پورا کر لیا تو ہم کو جنت ملے گی اور اگر ہم نے ان میں سے کسی میں تقصیر کر لی تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف مفوض ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۹۳' صحیح مسلم: ۱۸۰۹' سنن ترمذی: ۱۴۳۹' سنن نسائی: ۱۴۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۳)

۲۴۷۴- حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّ' وَهُوَ جَدُّهٗ اَبُوْ اُمِّهٖ' قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّهْبٰى وَالْمُثْلَةِ.

[طرف الحدیث: ۵۵۱۶] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' اور وہ ان کے نانا ہیں ان کی ماں کے والد' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوٹ مار کرنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

جس لوٹ مار کی تحریم پر تمام فقہاء کا اجماع ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس لوٹ مار کی تحریم پر علماء کا اجماع ہے' یہ وہ ہے جو عرب لوٹ مار کرتے تھے اور لوگوں کے ہاتھوں سے ناحق مال چھین کر بھاگ جاتے تھے' سو یہ وہ لوٹ مار ہے جو مؤمن نہیں کرتا' جس طرح مؤمن چوری نہیں کرتا اور زنا نہیں کرتا اور اس کا ایمان کامل رہتا ہے اور حضرت عبادہ نے جو فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے بیعت لی تھی کہ ہم لوٹ مار نہیں کریں گے' اس سے مراد یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے اموال کو ناحق چھین کر نہیں بھاگ جائیں گے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حسن بصری اور نخعی نے اس حدیث کی تفسیر میں کہا ہے کہ جو لوٹ مار حرام ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال اس کی اجازت کے بغیر لے جائے اور وہ آدمی اس کو ناپسند کرتا ہو' یہ قتادہ کا قول ہے۔

ابو عبید نے کہا ہے کہ جو لوٹ مار مکروہ ہے' وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کسی جماعت کو کوئی مال دے اور اس کی غرض یہ ہو کہ وہ جماعت اس مال میں مساوی ہے' پھر ان میں سے جو طاقتور ہو وہ کمزور پر غالب آ کر اس کو اس مال سے محروم کر دے اور اس کا دل اس فعل سے خوش نہ ہو۔

محفلِ نکاح میں چھوارے وغیرہ اُچھالنے اور بکھیر نے اور ان کو لوٹنے میں مذاہبِ فقہاء

شادی وغیرہ کے موقع پر جو بچوں کے سروں کے اوپر سے مٹھائی یا چھوارے وغیرہ اُچھال کر پھینکتے ہیں تو امام مالک اور امام شافعی نے اس کو مکروہ کہا ہے اور فقہاء کوفہ (احناف) نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

ابھری نے کہا: اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں کبھی مٹھائی یا چھوارے ایسے شخص کے ہاتھ میں آ جاتے ہیں جس کو مالک پسند نہیں کرتا اور وہ کسی اور کو دینا چاہتا ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہدی کو نحر کر لیا تو اس کے متعلق فرمایا: آؤ! لوٹ کر لے جاؤ! ابن المنذر نے کہا: یہ حدیث اس کی حجت ہے جس نے اُچھالی ہوئی چیزوں کو لینے کی اجازت دی ہے کیونکہ اس کے لینے کو لوگوں کے لیے مباح کیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قربانی کیے ہوئے اونٹوں کے گوشت کے لینے کو جو مباح فرمایا تھا' یہ معنی مجلسِ نکاح میں اُچھالے ہوئے چھواروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۹۵۔ ۴۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

محفلِ نکاح میں اُچھالے ہوئے چھواروں کے لوٹنے پر فقہاء احناف کا احادیث سے استدلال

حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر (دس ذوالحج' قربانی کا دن) ہے' پھر یوم القرّ (گیارہ ذوالحج' منیٰ میں برقرار رہنے کا) ہے (اور ان میں سے کسی دن) پانچ یا چھ اونٹنیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب لائی گئیں' آپ ان اونٹنیوں کو نحر (قربان) کر رہے تھے' پس وہ اونٹنیاں بڑھ بڑھ کر آپ کے قریب ہو رہی تھیں کہ آپ ان سے نحر کی ابتداء کریں' پھر جب وہ اونٹنیاں اپنے پہلوؤں پر گر گئیں تو آپ نے آہستہ سے کچھ فرمایا' جس کو میں نہیں سمجھ سکا' پھر میں نے کسی قریب کھڑے ہوئے ساتھی سے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا: آپ نے فرمایا: جو چاہے ان میں سے گوشت کاٹ کر لے جائے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۱۷۔ ۲۸۶۶' السنن الکبریٰ: ۴۰۹۸' صحیح ابن حبان: ۲۸۱۱' المستدرک ج ۴ ص ۲۲۱' شرح مشکل الآثار: ۱۹: ۱۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۱۔ ۲۴۷' سنن ابوداؤد: ۱۷۶۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰' مسند احمد: ۱۹۰۷۵۔ ج ۳۱ ص ۴۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

اس حدیث میں آپ نے قربانی کے گوشت کو لوٹ کر لے جانے کی اجازت دی ہے اور محفلِ نکاح میں جو چھوارے لُٹائے جاتے ہیں اور لوگ ان کو لوٹتے ہیں' ان کے جواز کی بھی یہی حدیث اصل ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کسی صحابی کے نکاح کی تقریب میں تھے' آپ نے فرمایا: کھانے کی چیزیں لاؤ اور دف بجاؤ' پھر دف کو لایا گیا اور میوے اور مٹھائی لائی گئی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان چیزوں کو لوٹو' کسی صحابی نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے لوٹنے سے منع نہیں فرمایا! آپ نے فرمایا: میں نے تم کو لشکر کے مالِ غنیمت کو لوٹنے سے منع کیا ہے' رہی شادی کی تقریب تو اس میں تم کو لوٹنے سے منع نہیں کیا' پس لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھینچا اور آپ نے ان کو کھینچا۔

(سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۸۸' نشر السنۃ' ملتان)

علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان الماردینی الحنفی المتوفی ۸۴۵ھ' اس حدیث کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا عنوان ہے: خوشی کے دنوں میں کھانے پینے کی چیزوں کو بکھیرنا' اُچھالنا اور لُٹانا۔

Marfat.com

یہ اس حدیث کی مثل ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹنی کو نحر کرنے کے بعد فرمایا: جو چاہے اس کا گوشت کاٹ کر لے جائے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰) کیونکہ اس میں اباحت ہے اور ہر ایک کو یہ نہیں معلوم کہ اس کے لیے کتنی مقدار کو مباح کیا گیا ہے' علامہ ابن المنذر نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں کے اوپر کسی چیز کو بکھیرا جائے تو میرے نزدیک اس چیز کو لینا مکروہ ہے' پھر علامہ ابن المنذر نے کہا: میرے نزدیک اس کا لینا مکروہ نہیں ہے' اور علامہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شادی کی تقریب میں میووں وغیرہ کو لٹانا جائز ہے اور یہ وہ لوٹ مار نہیں ہے جو ناجائز ہے۔

(الجوہر النقی علی ھامش البیہقی ج ۷ ص ۲۸۸' نشر السنۃ' ملتان)

لوٹنے کی تحریم اور اباحت کی متعارض احادیث میں امام طحاوی کی تطبیق

امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوٹ مار کرنے سے منع کیا اور فرمایا: جس نے لوٹ مار کی' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (شرح مشکل الآثار: ۱۳۱٦' شرح السنۃ: ۲۱٦۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۰' مسند البزار: ۱۷۳۳' مصنف عبدالرزاق: ٦٦۹۰' سنن ترمذی: ۱٦۰۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۷)

حضرت ثعلبہ بن الحکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی پتیلیوں کے پاس سے گزرے جن میں لوٹی ہوئی بکریوں کا گوشت پک رہا تھا تو آپ نے فرمایا: لوٹا ہوا مال حلال نہیں ہے۔

امام ابوجعفر فرماتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان احادیث سے یہ مراد ہو کہ ہر لوٹی ہوئی چیز حرام ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مخصوص لوٹی ہوئی چیز کی تحریم مراد ہو' پھر ہم نے اس مسئلہ میں غور کیا تو لوٹنے کے جواز میں یہ احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ دن یوم النحر ہے' پھر یوم القر ہے' پھر میں نے پانچ یا چھ اونٹنیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کیں' تو ان میں سے ہر اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہو رہی تھی کہ آپ اس سے نحر کی ابتداء کریں' پھر جب وہ اپنے پہلوؤں پر گر گئیں' تو آپ نے کچھ فرمایا: جس کو میں نہیں سمجھ سکا' تو جو شخص میرے پہلو میں تھا میں نے اس سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ تو اس نے کہا: آپ نے فرمایا ہے کہ جو چاہے ان کا گوشت کاٹ کر لے جائے۔ (شرح مشکل الآثار: ۱۳۱۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۱-۲۴۳' صحیح ابن حبان: ۲۸۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹوں کے محافظ حضرت ناجیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جو اونٹ تھک جائے میں اس کے ساتھ کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اس کو نحر کر دو' پھر اس کے ہار کو اس کے خون میں ڈبو دو' پھر وہ خون اس کے پہلو پر اس طرح لگاؤ' پھر اس اونٹ کے اور لوگوں کے درمیان تخلیہ کر دو (یعنی رکاوٹیں ہٹا دو)۔ (شرح مشکل الآثار: ۱۳۲۰' صحیح ابن حبان: ۴۰۲۳)

ہشام بن عروہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک قربانی کے اونٹ والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! اگر میری قربانی کا اونٹ تھک جائے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اس کو نحر کر دو' پھر اس کے ہار کو اس کے خون میں ڈبو دو' پھر اس اونٹ اور لوگوں کے درمیان تخلیہ کر دو کہ وہ اس کو آ کر کھائیں۔

(شرح مشکل الآثار: ۱۳۲۱' موطأ امام مالک: ۸۴۸' سنن ابوداؤد: ۱۷٦۲' سنن ترمذی: ۹۱۰' سنن ابن ماجہ: ۳۱۰٦)

امام ابوجعفر طحاوی فرماتے ہیں: ان دونوں حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہدی (قربانی کے جانور) کو لوگوں کے کھانے کے لیے مباح کر دیا تھا اور جن لوگوں کے لیے اس ہدی کو حلال کیا تھا' ان سے مراد مخصوص اور معین لوگ نہیں تھے اور

Marfat.com

نہ یہ معین کیا تھا کہ وہ اس ہدی میں سے اتنا گوشت لے سکتے ہیں' اس سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ جن احادیث میں آپ نے لوٹنے کو حرام قرار دیا ہے' وہ لوٹنے کی اس صورت کے خلاف ہیں اور وہ ان چیزوں کے متعلق ہے جن کو لوٹنے کی آپ نے اجازت نہیں دی اور جن چیزوں کو آپ نے لوٹنے کی اجازت دی ہے' ان کو لوٹنا مباح ہے۔

(شرح مشکل الآثار ج ۳ص ۳۶۱-۳۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

''مثلہ'' کا معنی

اس حدیث میں ''مُثلہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اعضاء میں سزا جاری کرنا' جیسے ناک یا کان کاٹنا یا آنکھ نکال دینا۔

۲۴۷۵- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً، يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ، حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ. وَعَنْ سَعِيدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، إِلَّا النُّهْبَةَ. قَالَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُ بِخَطِّ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ تَفْسِيرُهُ أَنْ يُنْزَعَ مِنْهُ، يُرِيدُ الْإِيمَانَ. [اطراف الحدیث: ۵۵۷۸-۶۷۷۲-۶۸۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابوبکر بن عبد الرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے' وہ اس حال میں مؤمن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شخص شراب پیتا ہے تو وہ اس حال میں مؤمن نہیں ہوتا اور جو شخص چوری کرتا ہے تو اس حال میں وہ مؤمن نہیں ہوتا' اور جو شخص لوٹ مار کرتا ہے اور لوگ اس کی لوٹ مار کے وقت اس کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ اس حال میں مؤمن نہیں ہوتا' اور سعید اور ابوسلمہ نے از حضرت ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' لوٹ کے الفاظ کے سوا اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔ فربری نے کہا: میں نے ابوجعفر کے رسم الخط میں لکھا ہوا پایا' امام ابوعبداللہ نے کہا: اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس شخص کے سینے سے ایمان نکال لیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۷' الرقم المسلسل: ۱۰۸' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۵۵۱' صحیح ابن حبان: ۵۹۷۹' شرح السنۃ: ۴۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۷' مسند احمد: ۸۲۰۲- ج ۱۳ ص ۵۲۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اجازت کے ساتھ لوٹنے کے جواز پر احناف کی ایک اور دلیل

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص لوٹ مار کرتا ہے اور لوگ اس کی لوٹ مار کے وقت اس کی طرف نظریں اُٹھا کر دیکھتے ہیں۔
یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ وہ بلا اجازت لوٹ مار کرتا ہے کیونکہ لوگ اسی وقت اس کی طرف دیکھتے ہیں جب وہ بغیر اجازت کے لوٹ رہا ہو۔ (فتح الباری ج ۳ص ۷۹۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ جب بغیر اجازت کے لوٹنا ممنوع ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اجازت کے ساتھ لوٹنا جائز ہے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ بغیر اجازت کے کسی چیز کو لوٹنا

Marfat.com

ظلم ہے۔

٣١ - بَابُ كَسْرِ الصَّلِيبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِيرِ — صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد عیسائیوں کی صلیب کو اور مشرکین کے بتوں کو توڑ دیں گے اور اس باب سے یہ اشارہ کرنا مقصود نہیں ہے کہ ہمیں اہل ذمہ کی صلیبوں کو توڑ دینا چاہیے کیونکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اہل ذمہ کو ان کی عبادات کے ساتھ ترک کر دیں' اور اہل حرب کی صلیبوں کو توڑنا اور ان کے خنزیروں کو قتل کرنا جائز ہے' صلیب سے مراد وہ مستطیل یا مربع لکڑی ہے جس کے متعلق عیسائیوں کا یہ فاسد زعم ہے کہ اس صورت کی لکڑی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ان کے اس عقیدہ کا رد فرمایا ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ. (النساء:١٥٧) — اور انہوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا نہ سولی دی۔

اصل میں یہ صلیب لکڑی کی تھی اور اکثر اوقات سے یہ لوگ سونے' چاندی اور پیتل کی بھی صلیبیں بناتے ہیں۔

٢٤٧٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا' فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ' وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ' وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ' وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ أَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں ابن مریم نازل ہو جائیں' وہ حکم نافذ کرنے والے اور عدل سے فیصلہ کرنے والے ہوں گے' پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال اتنا بڑھ جائے گا حتیٰ کہ اس کو کوئی شخص قبول نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٢٢٢ گزر چکی ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ سے جزیہ لینا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا حکم ہے تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر ہمارے نبی کی شریعت کو منسوخ کر دیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ کا معنی ہے: کسی حکم کی مدت بیان کرنا اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ جزیہ کی مشروعیت کی مدت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام کافروں سے جہاد کریں گے اور یہود و نصاریٰ میں سے جو کافر ہوں گے' وہ سب مارے جائیں گے اور صرف مسلمان باقی رہ جائیں گے' اس لیے اس وقت جزیہ کی ضرورت نہیں رہے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس وقت مال کو بہائیں گے' اس وقت اس مال کو لینے والا کوئی نہیں ہوگا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو' "كتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جہاد ظالم یہود و نصاریٰ اور کافروں کے خلاف ہوگا۔

٣٢ - بَابٌ هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِي فِيهَا — کیا ان مٹکوں کو توڑ دیا جائے جن میں شراب ہو اور

الْخَمْرُ؟ أَوْ تُخَرَّقُ الزِّقَاقُ، فَإِنْ كَسَرَ صَنَمًا، أَوْ صَلِيبًا، أَوْ طُنْبُورًا، أَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ؟ بِخَشَبِهِ وَأُتِيَ شُرَيْحٌ فِي طُنْبُورٍ كُسِرَ، فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ.

ان مشکوں کو پھاڑ دیا جائے جن میں شراب ہو؟ پس اگر کسی نے بت کو یا صلیب کو یا ستار کو توڑ دیا یا کسی ایسی لکڑی کو توڑ دیا جو غیر مفید ہو (تو کیا حکم ہے)؟ قاضی شریح کے پاس ایک ستار توڑنے کا مقدمہ لایا گیا تو انہوں نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں کیا

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابو حصین بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی کا ستار توڑ دیا' وہ یہ مقدمہ قاضی شریح کے پاس لے گئے' انہوں نے اس شخص کو ضامن نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۲۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

شراب کی مشک پھاڑنے' صلیب توڑنے اور ستار توڑنے کی ضمان میں اختلافِ فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی نے مسلمان کی شراب کی مشک پھاڑ دی تو امام محمد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک وہ اس نقصان کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ اس نقصان کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ یہ بھی نیکی کے حکم دینے کا ایک طریقہ ہے۔ ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نصرانی کی صلیب توڑ دی تو وہ صلیب کی قیمت کا ضامن ہوگا' کیونکہ جو نصرانی ذمی ہو' اس کو اس کے عقیدہ پر برقرار رکھا گیا ہے' امام احمد نے کہا ہے: وہ ضامن نہیں ہوگا' اور امام شافعی نے کہا ہے: اگر ٹوٹنے کے بعد بھی اس میں مباح نفع کی صلاحیت ہے تو پھر وہ ضامن نہیں ہوگا' ورنہ وہ ٹوٹنے سے پہلے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

''صنم'' اور ''طنبور'' وغیرہ کے معانی اور ان کے فقہی احکام

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''صنم'' وہ چیز ہے جسے اللہ کو چھوڑ کر معبود بنایا گیا ہو' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا جسم اور اس کی صورت ہو اور جس کا جسم اور صورت نہ ہو' وہ ''وثن'' ہے' نیز انہوں نے کہا: لکڑی یا پتھر کو تراش کر آدمی کی صورت بنائی جائے اور اس کو نصب کر کے اس کی عبادت کی جائے تو وہ ''وثن'' ہے اور ''صنم'' بغیر جسم کی صورت ہے' اور دوسرے علماء نے ان میں فرق نہیں کیا۔

ستار کو عربی میں ''طنبور'' کہتے ہیں: یہ گانے بجانے کے آلات میں سے ایک آلہ ہے۔

یا وہ لکڑی جو قابل نفع نہ ہو' یعنی ستار کے علاوہ دوسرے گانے بجانے کے آلات۔

ہمارے علماء احناف نے کہا ہے کہ جس شخص نے کسی مسلمان کا ستار یا سارنگی یا بانسری یا دف توڑ ڈالا تو وہ ضامن ہوگا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان چیزوں کی بیع جائز ہے اور امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ ان آلات غناء کے توڑنے سے وہ ضامن نہیں ہوگا' اور ان آلات کی بیع جائز نہیں ہے۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ اختلاف اس دف اور اس طبل میں ہے جو لھو ولعب کے لیے ہوں' اور جو طبل جہاد کے لیے ہو یا وہ دف ہو جس کو شادی اور خوشی کے مواقع پر بجانا جائز ہے' اگر ان آلات کو کسی نے توڑ دیا تو وہ ان کا ضامن ہوگا۔

فقہاء احناف کی کتاب الذخیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ شادی کے موقع پر دف بجانے میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے (اور یہی صحیح قول ہے کیونکہ یہ قول حدیث کے مطابق ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) رہا وہ دف جو

ہمارے زمانہ میں دیگر آلاتِ غناء کے ساتھ بجایا جاتا ہے سو وہ بالاتفاق مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۲۴۷۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نِيْرَانًا تُوْقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَقَالَ عَلٰى مَا تُوْقَدُ هٰذِهِ النِّيْرَانُ؟ قَالُوْا عَلَى الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ قَالَ اِكْسِرُوْهَا وَاَهْرِقُوْهَا. قَالُوْا اَلَا نُهَرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ قَالَ اِغْسِلُوْا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ اَبِي اُوَيْسٍ يَقُوْلُ الْحُمُرِ الْاَنَسِيَّةِ. بِنَصْبِ الْاَلِفِ وَالنُّوْنِ.

[اطراف الحدیث: ۴۱۹۶-۵۴۹۷-۶۱۴۸-۶۳۳۱-۶۸۹۱]

(صحیح مسلم: ۱۸۰۲ الرقم المسلسل: ۴۵۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم الضحاک بن مخلد نے از یزید بن ابی عبید روایت کی انہوں نے از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ غزوۂ خیبر کے دن آگ جل رہی ہے آپ نے پوچھا: یہ کس چیز پر آگ جل رہی ہے؟ صحابہ نے بتایا کہ یہ پالتو گدھے (پکائے جارہے) ہیں آپ نے فرمایا: ان پتیلیوں کو توڑ دو اور (ان کا گوشت) گرا دو صحابہ نے پوچھا: آیا ہم ان کا گوشت گرا کر دیگچیوں کو دھو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: دھولو۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: ابن ابی اویس کہا کرتے تھے: ''الحمر الانسیّہ'' میں الف اور نون پر نصب (زبر) ہے۔

پالتو گدھوں کے گوشت کی حرمت اور حلت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پالتو گدھوں کا گوشت نجس ہے کیونکہ آپ نے یہ حکم دیا کہ ان پتیلیوں میں جو گوشت پک رہا ہے اس کو گرا دو اور اس ارشاد میں گوشت کی بہت زیادہ تحریم ہے۔

جن علماء نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حلال کہا ہے انہوں نے اس کو حرام قرار دینے کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں:

بعض مالکیہ اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا: اگر پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام نہ قرار دیا جاتا تو مسلمان ان کو ذبح کر کر کے کھا جاتے اور پھر مسلمانوں کی سواری کے لیے گدھے مشکل سے ملتے۔ اس بناء پر یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ نے کس وجہ سے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ گدھوں پر بوجھ لادا جاتا ہے۔

سعید بن جبیر نے کہا کہ آپ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پالتو گدھے گندگی وغیرہ بھی کھاتے ہیں اور اس بناء پر یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ چونکہ ان گدھوں کو مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے مسلمانوں نے ذبح کر کے پکا لیا تھا اس لیے آپ نے ان کے پکائے ہوئے طعام کو پھینک دینے کا حکم دیا۔

ابو عمر بن عبد البر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی اس میں یہ دلیل ہے کہ پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے کی ممانعت بغیر کسی سبب کے تھی اور یہ محض حکم تعبدی ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ گھوڑوں کا مرتبہ گدھوں سے بلند ہے اور گھوڑوں کو کھانے سے ان کی کمی کا خطرہ گدھوں کی کمی کے خطرہ سے زیادہ شدید ہے کیونکہ گھوڑوں کی ضرورت جہاد میں ہوتی ہے لہٰذا یہ واضح ہو گیا کہ پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے کی ممانعت اس وجہ سے نہیں تھی کہ سواری اور بوجھ

لادنے کے لیے ان کی ضرورت تھی بلکہ ان کی ممانعت محض امر تعبدی ہے۔

حضرت غالب کی حدیث سے پالتو گدھوں کے گوشت کی حلت پر استدلال

بعض مالکیہ جو پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے کے جواز کے قائل ہیں' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم قحط سے دوچار تھے اور میرے پاس اپنے گھر والوں کو کھلانے کے لیے کوئی مال نہیں تھا سوائے میرے پالتو گدھوں کے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا تھا' تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم قحط زدہ ہیں اور سوائے فربہ گدھوں کے میرے پاس اپنے گھر والوں کو کھلانے کے لیے اور کوئی چیز نہیں ہے' آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو اپنے فربہ گدھوں سے کھلاؤ' میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا تھا کہ وہ گندی چیزیں کھاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۰۸)

علامہ عینی کی طرف سے حدیث مذکور کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

مسعر نے کہا ہے کہ میری غالب رائے یہ ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا' وہ حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ ہیں' اور ایک سند میں حضرت عبدالرحمٰن بن معقل کا ذکر ہے' اور ایک سند میں حضرت عبدالرحمٰن بن بشر کا ذکر ہے' اور ایک سند میں عبداللہ بن بشر کا ذکر ہے اور یہ بہت شدید اختلاف ہے' اس لیے یہ حدیث ان احادیث صحیحہ سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی' جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا ہے۔

شیخ ابن حزم اور امام بیہقی کی طرف سے حدیث مذکور کا جواب

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنی تمام سندوں کے ساتھ باطل ہے کیونکہ اس کی تمام سندوں میں عبدالرحمٰن بن بشر سے روایت ہے اور وہ مجہول ہے۔ دوسری سند عبداللہ بن عمرو بن لویم سے مروی ہے اور وہ بھی مجہول ہے یا شریک کی سند سے مروی ہے اور وہ مجہول ہے' پھر ابن الحسن سے مروی ہے اور اس کا پتا نہیں وہ کون ہے' یا سلمٰی بنت النضر الخضر یہ سے یہ حدیث مروی ہے اور اس کا پتا نہیں ہے کہ وہ کون ہے۔ (المحلی بالآثار ج ٦ ص ٨١۔٨٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے' پھر اس کی علت کے بیان میں بہت تطویل کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٣۔ ٤٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مصنف کی طرف سے حدیث مذکور کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قحط کے ایام میں پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی ہے اور ایام قحط میں احکام آسانی پر مبنی ہوتے ہیں اور عام ایام میں آپ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے کی ممانعت ہے' وہ محرِّم ہے اور سنن ابوداؤد کی یہ حدیث مبیح ہے اور تحریم اور اباحت میں جب تعارض ہو تو تحریم کی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے' تیسرا جواب یہ ہے کہ تحریم والی حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے اور اباحت والی حدیث سنن ابوداؤد کی روایت ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کو سنن ابوداؤد کی روایت پر ترجیح ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٩٥٣۔ ج ٥ ص ٥٨٦۔ ٥٨٣ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

Marfat.com

① خیبر کا لغوی معنی' جغرافیائی محل وقوع' تاریخ اور غزوۂ خیبر کے اہم واقعات ② ران کے شرم گاہ ہونے کی تحقیق ③ خیبر کا تمام علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا یا بعض؟ ④ اللہ تعالیٰ کے لیے ''میں فدا ہوں'' کہنے کی تحقیق۔

تاہم شرح صحیح مسلم میں گدھے کے گوشت کی حرمت اور حلت کی بحث نہیں کی گئی' یہ بحث صرف نعمۃ الباری میں ہے۔

٢٤٧٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّوْنَ نُصُبًا، فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُوْدٍ فِيْ يَدِهٖ، وَجَعَلَ يَقُوْلُ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ اَلْاٰيَةَ (بنی اسرائیل: ٨١).

(صحیح مسلم: ١٧٨١' الرقم المسلسل: ٤٥١٧' سنن ترمذی: ٣١٣٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے حدیث بیان کی از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے' اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے' آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی' وہ آپ ان بتوں پر مارتے اور فرماتے: حق آ گیا اور باطل چلا گیا۔ (بنی اسرائیل: ٨١)

اس باب کی حدیثوں کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت نہ ہونا

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب کے عنوان میں بتوں کو توڑنے کا ذکر تھا اور اس باب میں بتوں کو چھڑی مارنے کا ذکر ہے' تاہم ''کتاب المظالم'' کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت ظاہر نہیں ہے کیونکہ بتوں کو توڑنا اور ان پر چھڑی مارنا ظلم نہیں ہے' عین عدل ہے' اسی طرح حدیث: ٢٤٧٧ میں پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دینے کا ذکر ہے اور اس کی بھی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' بخاری پرستوں کو اس پر غور کرنا چاہیے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ' جو ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں (٢) سفیان' یہ سفیان بن عیینہ ہیں (٣) ابن ابی نجیح' یہ عبداللہ بن یسار ہیں (٤) مجاہد بن جبیر (٥) ابو معمر (٦) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٤)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کب کعبہ میں داخل ہو کر بتوں کو توڑا تھا؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے' مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت' اور یہ رمضان ٨ھ میں ہوا تھا۔

اس حدیث میں ہے: مکہ میں تین سو ساٹھ ''نُصب'' تھے' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ تراشے ہوئے پتھر ہیں جن کو زمانۂ جاہلیت میں مشرکین کعبہ میں رکھتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کعبہ میں تصویریں تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان تصویروں کو مٹا دیں' انہوں نے ایک کپڑے سے ان تصویروں کو مٹا دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں کعبہ میں داخل ہوئے کہ اس میں کوئی تصویر نہیں تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بتوں پر چھڑی اس لیے مارتے تھے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ یہ بت اپنی ذات سے ضرر کو دور نہیں کر سکتے تو لوگوں سے ضرر کو کس طرح دور کر سکتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٥' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

Marfat.com

بتوں کو توڑنے سے آلاتِ غناء کے توڑنے پر استدلال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی فقہ یہ ہے کہ آلاتِ باطلہ اور ہر وہ چیز جس کو صرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کیا جاسکے جیسے ستار' سارنگی' بانسری اور ڈھولک وغیرہ' جن میں مشغول رہنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے' سو ایسی چیزوں کو اس طرح توڑ دینا چاہیے کہ ان کی ہیئت اور صورت بگڑ جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کو توڑ ڈالا تھا حتیٰ کی ان کی صورتیں بگڑ گئیں۔

سلف صالحین کی ایک جماعت کے متعلق مروی ہے کہ وہ آلاتِ لھو ولعب کو توڑ دیتے تھے۔

سفیان نے از منصور از ابراہیم یہ روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب جب راستہ میں دف بجانے والی لڑکیوں کو دیکھتے تو ان دفوف (دف کی جمع) کو توڑ دیتے تھے اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جب وہ کسی شخص کو چوسر کھیلتے ہوئے دیکھتے تھے تو اس کو مارتے تھے اور اس کی گوٹوں کو توڑنے کا حکم دیتے تھے۔

علامہ المہلب المالکی التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ جب لکڑی کے بنے ہوئے آلاتِ لھو کو توڑ دیا جائے اور اس لکڑی میں منفعت ہو تو اس لکڑی کا مالک اس کا زیادہ حق دار ہے' ہاں! اگر سربراہِ ملک یہ دیکھے کہ ان آلات کا صرف توڑ دینا اس شخص کی سزا کے لیے ناکافی ہے تو وہ لکڑیوں کو جلا دے' جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی دکان جلا دی تھی جو شراب فروخت کرتا تھا' اور جو لوگ نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھروں کو جلانے کا ارادہ فرمایا تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حرام مال کو تلف کر کے سزا دینے کی اصل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ۴۹۷-۴۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٤٧٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتِ اتَّخَذَتْ عَلٰى سَهْوَةٍ لَّهَا سِتْرًا فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ، فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا. [اطراف الحدیث: ۵۹۵۴-۵۹۵۵-۶۱۰۹] (صحیح مسلم: ۲۱۰۷' الرقم المسلسل: ۵۴۱۳' سنن ابوداؤد: ۴۱۵۳' سنن نسائی: ۵۳۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر یا اپنے طاق کے اوپر ایسا پردہ ڈالا تھا جس میں تصاویر تھیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو پھاڑ ڈالا' پھر حضرت عائشہ نے اس پردہ کے دو گدے بنا لیے' پس یہ گھر میں تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان گدوں پر بیٹھتے تھے۔

"سھوۃ' تماثیل" اور "نمرقتین" کے معانی اور گھروں میں تصاویر لٹکانے کا شرعی حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "سھوۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی وہ سائبان ہے جو گھروں کے سامنے ہوتا ہے' ایک قول ہے کہ اس کا معنی چھوٹا سا گھر ہے' ایک قول یہ ہے کہ گھروں میں چیزیں رکھنے کے لیے جو طاق بنایا جاتا ہے اس کو "سھوۃ" کہتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ گھروں میں سامان رکھنے کے لیے جو کوٹھڑی بنائی جاتی ہے اس کو "سھوۃ" کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ پردہ طاق کے اوپر لٹکا ہوا تھا یا کوٹھڑی کے اوپر' بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پردہ گھر کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا۔

Marfat.com

اس حدیث میں ''تماثیل'' کا لفظ ہے' یہ ''تمثال'' کی جمع ہے' ''تمثال'' کا معنی ہے: جان دار کے مشابہ صورت' خواہ وہ مجسم ہو یا غیر مجسم۔ صاحب المغرب نے یہ کہا ہے کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ صرف وہ تصویر ممنوع ہے جس کا جسم ہو' جیسے مجسمہ' تو یہ حدیث اس شخص کے گمان کی تکذیب کرتی ہے' کیونکہ اس حدیث میں جن تصاویر کی ممانعت کا ذکر ہے' وہ پردہ میں نقش تھیں یعنی چھپی ہوئی تھیں۔

اس حدیث میں ''نمرقتین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھوٹے گدے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں کے بنے ہوئے گدوں پر بیٹھتے تھے جن پر تصویریں بنی ہوئی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ گھروں میں مطلقاً تصاویر رکھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ ان تصاویر کا رکھنا ممنوع ہے جن کو عزت اور احترام کے ساتھ رکھا جائے' بعض لوگ اپنے والد' شیخ یا اپنے استاذ کی تصویر کو فریم کرا کر گھر میں تعظیم سے رکھتے ہیں' یا قومی لیڈروں کی تصاویر کو گھروں' دفتروں یا شاہراہوں پر لگایا جاتا ہے' یہ جائز نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے درج کیا ہے کہ گھروں میں تصاویر کو عزت اور احترام کے ساتھ رکھنا ظلم ہے۔

٣٣ - بَابُ مَنْ قَاتَلَ دُوْنَ مَالِهٖ — جو شخص اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑا

اس باب کے عنوان کی یہ توجیہ ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑا' اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس کی توضیح یوں بھی ہو سکتی ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑا اور مارا گیا تو وہ شہید ہے' امام بخاری نے اس باب میں آنے والی حدیث پر اکتفاء کرتے ہوئے اس کا ذکر نہیں کیا۔

٢٤٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ' هُوَ ابْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ' قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الْاَسْوَدِ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی اور وہ ابن ابی ایوب ہیں' انہوں نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے۔

(صحیح مسلم: ١٤١' الرقم المسلسل: ٢٥٨' سنن ترمذی: ١٤٢٤' سنن ابوداؤد: ٤٧٧١' مصنف عبدالرزاق: ١٨٥٦٨' سنن بیہقی ج ٨ ص ٣٣٥' مسند احمد ج ٢ ص ٢٠٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٩٢٢۔ ج ١١ ص ٥٢٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے' البتہ ''کتاب المظالم'' کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت ظاہر نہیں ہے' کیونکہ اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑنا ظلم نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن یزید القرشی العدوی' ابو عبدالرحمن المقری (٢) سعید بن ابوایوب' ابوایوب کا نام مقلاص الخزاعی ہے (٣) ابوالاسود محمد بن عبدالرحیم (٤) عکرمہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا آزاد کردہ غلام (٥) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٧)

باب مذکور کی تائید میں دیگر احادیث

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے اور جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے۔

(سنن ابوداؤد:۴۷۷۲'سنن ترمذی:۱۴۲۱'سنن ترمذی:۲۵۸۰'سنن نسائی:۴۱۰۱)

حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مظلومیت سے مارا گیا' وہ شہید ہے۔

(سنن نسائی:۴۱۰۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مال کے پاس مظلوماً مارا گیا اس کے لیے جنت ہے۔(سنن نسائی:۴۰۹۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ ایک شخص آئے اور میرا مال لوٹنے کا ارادہ کرے (تو میں کیا کروں؟) آپ نے فرمایا: تم اپنا مال اس کو مت دو'اس نے پوچھا: یہ بتایئے کہ اگر وہ مجھ سے لڑے؟ آپ نے فرمایا: تم اس سے لڑو'اس نے پوچھا: یہ بتایئے اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا: پھر تم شہید ہو'اس نے پوچھا: یہ بتایئے اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: وہ دوزخ میں جائے گا۔(صحیح مسلم:۱۴۰'سنن نسائی:۴۰۸۹)

چوروں اور لٹیروں سے مدافعت کے متعلق اقوالِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو ان ابواب میں اس لیے داخل کیا ہے تا کہ تم کو یہ معلوم ہو کہ انسان کے لیے اپنی جان اور اپنے مال کی طرف سے مدافعت کرنا جائز ہے اور اگر وہ مدافعت کرتا ہوا مارا گیا تو وہ شہید ہوگا اور اگر اس نے اپنی مدافعت کرتے ہوئے حملہ آور کو قتل کر دیا تو اس کی دیت ہوگی نہ اس سے قصاص لیا جائے گا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ چوروں سے قتال کرنا اور اپنی جان اور مال کا دفاع کرتے ہوئے ان کو مار ڈالنا جائز ہے۔

ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ اگر تم کو یہ خطرہ ہو کہ چور حملہ کرنے میں تم پر سبقت کرے گا تو تم اس پر سبقت کرو اور حسن بصری نے کہا ہے کہ جب رات کو چور ہتھیار لے کر آئے تو تم اس کو قتل کر دو'امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کچھ لوگ رات کو سفر کرتے ہیں' پھر ان کو چور مل جاتے ہیں' امام مالک نے کہا: ان کو اللہ سے ڈراؤ اگر وہ نہ مانیں تو پھر ان سے لڑو۔ سفیان ثوری اور عبداللہ ابن المبارک نے کہا: ایک دمڑی کے لیے بھی ان سے لڑو۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: اگر چور سامنے سے آ رہا ہو تو اس پر حملہ کرو اور اگر وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا ہو تو پھر حملہ نہ کرو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ایک چور کسی کے گھر میں داخل ہوا اور مال چوری کر کے گھر سے نکل گیا' پھر اس شخص نے چور کا پیچھا کر کے اس کو قتل کر دیا تو قتل کرنے والے پر کیا تاوان ہے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: کچھ نہیں۔

امام شافعی نے فرمایا: جس شخص کے مال کا صحرا میں یا شہر میں ارادہ کیا گیا' یا اس کی بیوی کی عزت کا ارادہ کیا گیا تو اس شخص کے لیے جائز ہے کہ اس کو منع کرے اور لوگوں سے مدد طلب کرے' اگر وہ باز آ جائے تو اس سے لڑنے کا حق نہیں ہے' اگر وہ باز نہ آئے تو

اس شخص کے لیے اپنی جان مال اور اپنی اہلیہ کی عزت کی مدافعت کے لیے اس سے لڑنا جائز ہے اور اگر اس حملہ میں وہ لوٹنے والا مارا گیا تو اس کی کوئی دیت ہے نہ قصاص ہے نہ کفارہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٩٨ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

٣٤ - بَابٌ إِذَا كَسَرَ قَصْعَةً أَوْ شَيْئًا لِغَيْرِهِ

جب کسی کا پیالہ یا کوئی اور چیز توڑ دی

٢٤٨١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ، فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ، فَضَمَّهَا وَجَعَلَ فِيهَا الطَّعَامَ، وَقَالَ كُلُوا. وَحَبَسَ الرَّسُولَ وَالْقَصْعَةَ حَتَّى فَرَغُوا فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيحَةَ وَحَبَسَ الْمَكْسُورَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے پاس تھے تو امہات المؤمنین میں سے کسی نے اپنے خادم کے ہاتھ ایک پیالہ بھیجا تو اس زوجہ مطہرہ نے اپنا ہاتھ مار کر اس پیالہ کو توڑ دیا آپ نے اس کے ٹکڑوں کو ملا کر جوڑا اور اس میں جو طعام تھا وہ اس میں رکھ دیا اور صحابہ سے فرمایا: اسے کھاؤ اور آپ نے اس پیالہ لانے والے کو اور اس پیالہ کو روک لیا حتیٰ کہ جب صحابہ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے دوسرا سالم پیالہ دے دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ رکھ لیا۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

[طرف الحدیث: ٥٢٢٥] (سنن ابوداؤد: ٣٥٦٧، سنن ترمذی: ١٣٥٩، سنن نسائی: ٣٩٦٢، سنن ابن ماجہ: ٢٣٣٣، مسند احمد ج ٣ ص ١٠٥ طبع قدیم مسند احمد: ١٣٨٠٨، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

پیالہ میں طعام بھیجنے والی ازواجِ مطہرات اور پیالہ توڑنے والی زوجہ مطہرہ کے اسماء

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ٣٠٣ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ ایک پیالہ میں طعام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف گئیں، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی چادر سے تہبند باندھی ہوئی آئیں اور ان کے پاس ایک باریک پتھر تھا انہوں نے وہ پتھر پیالہ پر مار کر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالہ کے ٹکڑے جمع کیے اور صحابہ سے دو بار فرمایا: تم کھاؤ تمہاری ماں غارت ہو جائے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کا (ثابت و سالم) پیالہ لیا اور اس کو حضرت ام سلمہ کی طرف بھیج دیا اور حضرت ام سلمہ کا پیالہ حضرت عائشہ کو دے دیا۔ (سنن نسائی: ٦٩٦٢، دار الفکر بیروت)

یہ حجاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی متوفی ٢٧٣ھ روایت کرتے ہیں:

بنو سواۃ کے ایک آدمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق بتایئے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھتے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ O (القلم:۴) اور بے شک آپ ضرور عظیم اخلاق پر فائز ہیں O

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے' میں نے آپ کے لیے طعام تیار کیا' اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کے لیے طعام تیار کیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے پہلے طعام تیار کرلیا' میں نے خادمہ سے کہا: جاؤ! جا کر حضرت حفصہ کے پیالہ کو الٹ دو' وہ حضرت حفصہ کے پاس جا ملی' اس وقت وہ اس طعام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھنے کا ارادہ کر رہی تھیں تو خادمہ نے ان کا پیالہ اُلٹ دیا اور وہ گر کر ٹوٹ گیا اور طعام بکھر گیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیالہ کے ٹکڑوں کو اور اس طعام کو اکٹھا کر کے دسترخوان پر رکھا' ان سب نے وہ کھایا' پھر آپ نے میرے پیالہ کو حضرت حفصہ کے پاس بھیج دیا اور فرمایا: اپنے برتن کی جگہ اس برتن کو لے لو اور جو کچھ اس میں ہے وہ کھاؤ' حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں نے پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے میں ناگواری کا اثر نہیں دیکھا۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۳۳۳' دارالفکر' بیروت)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: جس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ نے ہاتھ مار کر پیالہ توڑا تھا' وہ بھی اس خادمہ نے توڑا تھا لیکن حضرت عائشہ نے توڑنے کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ خادمہ کو انہوں نے بھیجا تھا' ابن حزم نے محلّی میں ذکر کیا ہے کہ یہ طعام حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھیجا تھا' امام ابوداؤد اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ یہ طعام حضرت صفیہ نے بھیجا تھا اور ان احادیث میں تعارض نہیں ہے کیونکہ یہ متعدد واقعات ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۰۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء کہ کسی چیز کے توڑنے پر اس کے تاوان میں آیا اس چیز کی مثل دی جائے گی یا اس کی قیمت؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ جس زوجہ مطہرہ نے پیالہ میں آپ کے لیے طعام بھیجا تھا' وہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور جس زوجہ مطہرہ نے ہاتھ مار کر پیالہ توڑ دیا تھا' وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

اگر کوئی شخص کسی کا برتن توڑ دے یا کسی کا جانور ہلاک کر دے تو اس کے تاوان کے لزوم میں اختلاف ہے' فقہاء احناف' امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ اس چیز کی مثل ادا کرے' اور وہ اس چیز کی قیمت اسی وقت ادا کرے گا' جب اس چیز کی مثل نہ ملے' ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے' انہوں نے کہا ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالہ کے بدلہ میں پیالہ دیا۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جس نے کسی کا برتن یا کوئی سامان توڑ دیا یا کسی کا جانور ہلاک کر دیا تو اس پر لازم ہے کہ اس دن اس چیز کی جو قیمت ہو وہ ادا کرے اور یہ سب سے بہترین معاوضہ ہے۔ ان کا استدلال اس سے ہے کہ ایک غلام دو آدمیوں کا مشترک تھا' ایک آدمی نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس غلام کی قیمت میں اس کے شریک کا جو بقیہ حصہ تھا' وہ اپنے شریک کو ادا کرے اور یہ فیصلہ نہیں فرمایا کہ وہ اس غلام کی مثل کا حصہ ادا کرے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام مالک اور امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ کی مثل پیالہ دینا' ان کے مذہب کے خلاف ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ سامان میں اس چیز کی مثل دینی ہوگی' وہ اس باب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کا مذہب ہے اور ان کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جو چیز ناپ یا تول والی نہ ہو' اس میں اس چیز کی قیمت دینی ہوگی اور جو چیز ناپ یا تول والی ہو' اس کی اس کو ہلاک کرنے والے دن کے مطابق مثل دینی ہوگی۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیالہ تو ناپ یا تول والی چیزوں میں سے نہیں تھا' پھر آپ نے اس کے تاوان میں اس کی مثل پیالہ کیوں دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے وہ پیالہ بہ طور تاوان نہیں دیا تھا کیونکہ آپ کے گھر کی چیزیں آپ کی ملکیت تھیں' سو آپ نے اپنی ملکیت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل فرمایا تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کی مثل ہو اور اس کو کوئی شخص ہلاک کر دے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس چیز کی مثل ادا کرے اور اگر وہ چیز ان چیزوں میں سے ہو' جن کی قیمت دی جاتی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی قیمت ادا کرے' اور جن چیزوں کی مثل ہوتی ہے یہ وہ ہیں جو ناپ کر دی جاتی ہیں جیسے گندم اور جو چیزیں تول کر دی جاتی ہیں جیسے دراہم اور دنانیر (دینار کی جمع) اور جن چیزوں کی مثل نہیں ہوتی' یہ عددی چیزیں ہیں جیسے خربوزہ' انار' اور کپڑے اور جانور وغیرہ' رہا یہ اعتراض کہ پیالہ تو اس اعتبار سے غیر مثلی چیز ہے' پھر آپ نے اس کے تاوان میں اس کی مثل پیالہ کیوں دیا؟ تو اس کا وہی جواب ہے جو علامہ ابن جوزی نے دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیالہ توڑنے کی توجیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسری زوجہ مطہرہ کے بھیجے ہوئے پیالہ کو توڑ دیا تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر کوئی عتاب نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر بیوی غیرت کی حالت میں کوئی ایسا کام کرے جو بظاہر خلافِ اولیٰ ہو تو اس کو معذور رکھا جاتا ہے' غیرت کا معنی یہ ہے کہ جس کو کسی سے شدید اور غیر معمولی محبت ہو' وہ اپنے محبوب کے ساتھ کسی اور کی شرکت کو برداشت نہیں کرتا' اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر میں تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طعام پیش کرنے کا حق بھی ان ہی کا تھا اور جب کسی اور زوجہ مطہرہ نے آپ کے لیے طعام بھیجا تو یہ حضرت عائشہ سے برداشت نہ ہو سکا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ ان کی حق تلفی ہے اور جذبات کی شدت میں اس پیالہ پر ہاتھ مار کر اس کو گرا دیا' بہ ظاہر یوں لگتا تھا کہ جس زوجہ مطہرہ نے حضرت عائشہ کی باری میں ان کے گھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے طعام بھیجا تھا وہ حضرت عائشہ کی دل آزاری کرنا چاہتی تھیں' اس کے ردِ عمل میں حضرت عائشہ نے اس پیالہ پر ہاتھ مار کر اس کو گرا دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بعض ازواجِ مطہرات کو یہ شکایت تھی کہ صحابہ کرام' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جو ہدیے بھیجتے ہیں' وہ اسی دن بھیجتے ہیں جب آپ حضرت عائشہ کے گھر میں ہوتے' انہوں نے آپ کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ لوگوں سے فرما دیں کہ وہ حضرت عائشہ کی باری کا انتظار نہ کیا کریں' انہوں نے جو ہدیہ دینا ہو' وہ آپ کو پیش کر دیا کریں خواہ آپ کسی زوجہ کے گھر میں ہوں' لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا' بلکہ حضرت ام سلمہ سے فرمایا: تم مجھے عائشہ کے معاملہ میں اذیت نہ دو' کیونکہ عائشہ کے سوا کسی زوجہ کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ میں اس کے بستر پر ہوں اور مجھ پر وحی نازل ہو' تب حضرت ام سلمہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو ایذاء دینے کی وجہ سے اللہ سے توبہ کرتی ہوں' پھر ازواج

مطہرات نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سفارش کرائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں' حضرت سیدہ فاطمہ نے کہا: کیوں نہیں! اور وہ پھر واپس آ گئیں' ازواج مطہرات نے کہا: آپ دوبارہ جائیں' لیکن حضرت سیدہ نے انکار کیا' پھر ازواج مطہرات نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بھیجا' ان کی زبان میں تیزی تھی' انہوں نے سخت باتیں کیں اور حضرت عائشہ کو برا کہا اور وہ بیٹھی سنتی رہیں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف دیکھا کہ وہ کیا جواب دیتی ہیں' پھر حضرت عائشہ نے جواب دینا شروع کیا' حتیٰ کہ حضرت زینب کو لاجواب کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے!(صحیح بخاری:۲۵۸۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سوکنوں کے درمیان طبعی طور پر کچھ نہ کچھ رنجش اور چپقلش ہوتی ہے' ہر چند کہ حضرات ازواج مطہرات بہت بلند پایہ کے اخلاق کی حامل تھیں لیکن بشری تقاضے سے وہ بھی ایک دوسرے کے خلاف کچھ نہ کچھ جذبات رکھتی تھیں لیکن جذبات کی رو میں بہہ کر وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتی تھیں جو خلافِ شرع ہو اور معصیت کے دائرہ میں آتا ہو' وہ آپس میں ایک دوسرے کو جو کچھ کہیں' ہمارے نزدیک وہ سب محترم ہیں اور ہماری مقدس مائیں ہیں' تاہم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد ازواجِ مطہرات میں سب سے بلند مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو''کتاب المظالم''میں ذکر کیا ہے' جس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس پیالہ کو توڑنا ظلم تھا' ہم اس سے ہزار بار اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ظلم کی نسبت کی جائے۔

٣٥ - بَابٌ إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ

جب کسی شخص نے کسی کی دیوار توڑ دی تو وہ اس دیوار کی مثل بنا دے

٢٤٨٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ هُوَ ابْنُ حَازِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ يُصَلِّي، فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ فَأَبٰى أَنْ يُجِيبَهَا، فَقَالَ أُجِيبُهَا أَوْ أُصَلِّي؟ ثُمَّ أَتَتْهُ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى تُرِيَهُ الْمُومِسَاتِ، وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ، فَكَلَّمَتْهُ فَأَبٰى، فَأَتَتْ رَاعِيًا فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَتْ هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ، فَأَتَوْهُ وَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ فَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلّٰى، ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ مَنْ أَبُوكَ يَا غُلَامُ؟ قَالَ الرَّاعِي، قَالُوا نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ لَا، إِلَّا مِنْ طِينٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی اور وہ ابن حازم ہیں از محمد بن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو اسرائیل میں ایک شخص کو جریج کہا جاتا تھا' وہ نماز پڑھ رہا تھا' اس حال میں اس کے پاس اس کی ماں آئی اور اس کو بلایا' اس نے ماں کو جواب دینے سے انکار کیا اور (دل میں) کہا: میں ماں کو جواب دوں یا نماز پڑھوں؟ اس کی ماں پھر اس کے پاس آئی' پس دعا کی: اے اللہ! جریج کی روح اس وقت تک نہ قبض کرنا حتیٰ کہ یہ فاحشہ عورتوں کو دیکھ لے اور جریج اپنے گرجے میں رہتا تھا تو ایک عورت نے کہا: میں جریج کو ضرور فتنہ میں ڈالوں گی' اس نے خود کو جریج پر پیش کیا اور اس سے بات کی تو جریج نے انکار کیا' پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے اوپر قدرت دی' تو اس کے ہاں ایک بچہ پیدا ہو گیا' اس

عورت نے کہا: یہ جریج سے پیدا ہوا ہے' پھر لوگ جریج کے پاس آئے اور اس کا گرجا توڑ ڈالا' اس کو گرجا سے نکال باہر کیا اور اس کی بہت مذمت کی' جریج نے وضوء کیا اور نماز پڑھی' پھر نوزائیدہ بچہ کے پاس جا کر کہا: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس بچہ نے کہا: چرواہا ہے' لوگوں نے کہا: ہم آپ کے لیے سونے کا گرجا بنا دیتے ہیں' جریج نے کہا: نہیں! صرف مٹی کا بنا دو۔

انبیاء علیہم السلام کے لیے معجزات پر اور اولیاء کرام کے لیے کرامات کے اظہار پر قدرت کا ثبوت'....

حدیث مذکور کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت اور دیگر فوائد

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٠٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جب مسجد توڑنے والوں پر مسجد کا بنانا لازم ہے تو دیوار توڑنے والے پر دیوار کا بنانا لازم ہے اور اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے درج کیا ہے کہ اس عورت کا جریج کو گناہ کی دعوت دینا ظلم تھا' اور اس پر بدکاری کی تہمت لگانا بھی ظلم تھا اور بغیر تحقیق کے لوگوں کا جریج کو زدوکوب کرنا بھی ظلم تھا اور ان کا مسجد کو منہدم کرنا بھی ظلم تھا اور ان تمام مظالم کی بنیاد جریج کا اپنی ماں کو جواب نہ دینے والا ظلم تھا' جس کی وجہ سے وہ ماں کی بددعا کا شکار ہوا۔ اس حدیث میں جریج کی ماں کی کرامت ہے اور جریج کی بھی کرامت ہے کہ اس کے کہنے سے نوزائیدہ بچے نے کلام کیا اور اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بغیر دعا کیے بھی کرامت کا ظہور ہو جاتا ہے اور اسی طرح بعض اوقات بغیر دعا کے معجزات کا بھی ظہور ہو جاتا ہے جیسے بغیر دعا کے صرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چکر لگانے سے یا ان کی کھجوروں پر بیٹھنے سے کھجوروں کا بڑھ جانا (صحیح البخاری: ٢٣٩٦) اور ایک دودھ کے پیالہ کا ستر قاریوں کے لیے کافی ہو جانا۔ (صحیح البخاری: ٦٤٥٢) ان حدیثوں سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کو معجزہ اور کرامت کے اظہار کا اختیار نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم السلام معجزہ کے اظہار میں اور اولیاء کرام کرامت کے صدور میں اس طرح مجبور ہوتے ہیں' جس طرح لکھنے کے لیے کاتب کے ہاتھ میں قلم مجبور ہوتا ہے۔ شیخ رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوّب میں ص ١٧٧-١٧١ کی طویل عبارت میں یہی کچھ لکھا ہے' اور ہم نے جو صحیح بخاری کی احادیث ذکر کی ہیں' ان سے صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو معجزہ اور کرامت کے اظہار کا اختیار ہوتا ہے۔

''کتاب المظالم'' کی تکمیل

''الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا وسیّد المرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین''.

آج ٢٩ ربیع الثانی ١٤٢٩ھ/ ٦ مئی ٢٠٠٨ء بہ روز منگل بعد از نمازِ عصر ''کتاب المظالم'' کی تکمیل ہوگئی' الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے صحیح البخاری کی اس کتاب کی تکمیل کرادی ہے' اپنے فضل وکرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے صحیح البخاری کی بقیہ کتب اور ابواب کی بھی تکمیل کرادیں اور اس گناہ گار کی محض اپنے کرم سے مغفرت فرمادیں اور میرے والدین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادیں۔

''کتاب المظالم'' میں اڑتالیس (٤٨) احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں چھ تعلیقات ہیں اور اٹھائیس مکرر احادیث ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۴۷ - کِتَابُ الشَّرِكَةِ

شرکت کا بیان‘ یعنی حصہ داری کا

قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں شرکت کا ذکر ہے۔

وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ. (سبا: ۲۲) اور ان کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں تھا۔

اور حدیث میں بھی شرکت کا ذکر ہے:

من اعتق شرکاء له فی عبد. جس نے غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۵۲۲‘ صحیح مسلم: ۱۵۰۱‘ سنن ابوداؤد: ۳۹۴۰‘ سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۸)

شرکت کا اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام

شرکت کا اصطلاحی معنی ہے: ایک چیز میں دو یا دو سے زیادہ حصہ داروں کا حق‘ اس کا دوسرا معنی ہے: حصہ داری کا عقد کرنا‘ پھر اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) شرکت ملک‘ یعنی دو آدمی کسی چیز کے مالک ہوں خواہ وراثت سے‘ خواہ خریداری سے‘ خواہ ہبہ کے ذریعہ سے‘ خواہ کسی چیز پر طاقت سے قبضہ کر کے‘ خواہ بغیر کسی عمل کے ان کا مال اس طرح مختلط ہو کہ ان کو تمیز اور ممتاز کرنا مشکل اور دشوار ہو‘ ان میں سے ہر ایک شرکت ملک ہے اور ان میں ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہے (۲) شرکت عقد‘ یعنی ہر دو میں سے ایک شخص کہے: میں نے تم کو اس چیز میں اتنے کے عوض شریک کر لیا‘ اور دوسرا کہے: میں نے اس کو قبول کر لیا۔ اس کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) شرکت مفاوضہ: دو آدمیوں کا ایک کاروبار میں مساوی حیثیت سے شریک ہونا۔

(۲) شرکت عنان: دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کا کسی کاروبار میں شرکت کرنا خواہ ان کی حیثیت اور سرمایہ مساوی ہو یا نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵۶‘ موضحاً‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت)

۱ - بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرُوضِ

کھانے‘ سفر خرچ اور سامان میں شرکت

وَكَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ وَيُوزَنُ‘ مُجَازَفَةً أَوْ قَبْضَةً قَبْضَةً‘ لَمَّا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُونَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا‘ أَنْ يَأْكُلَ هٰذَا بَعْضًا وَهٰذَا بَعْضًا‘ وَكَذٰلِكَ مُجَازَفَةُ

اور جن چیزوں میں ناپ‘ تول ہوتی ہے یا ان کو اندازہ سے دیا جاتا ہے یا ان کو مٹھی بھر بھر کر دیا جاتا ہے‘ ان میں کس طرح تقسیم کی جائے گی‘ کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں

Marfat.com

الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَالْقِرَانُ فِي التَّمْرِ.

ہے کہ سفر خرچ میں سے بعض شرکاء اس کو کھالیں اور بعض اُس کو کھالیں، اسی طرح اندازے سے سونے اور چاندی کو دیں اور دو دو کھجوریں ملا کر کھائیں۔

اس باب میں طعام میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس عنوان میں ''نهد'' کا لفظ ہے اس کے حسب ذیل معانی ہیں:

التہذیب میں مذکور ہے: لوگوں کا اپنے شرکاءِ سفر کی تعداد کے اعتبار سے سفر خرچ لے کر چلنا۔

المحکم میں مذکور ہے کہ کھانے پینے میں معاونت کرنا ''نهد'' ہے دوسرا قول ہے: شرکاءِ سفر کا زادِراہ کو مختلط کرنا ''نهد'' ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٥٦)

٢٤٨٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ، فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَأَنَا فِيهِمْ، فَخَرَجْنَا حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ، فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذٰلِكَ الْجَيْشِ فَجُمِعَ ذٰلِكَ كُلُّهُ، فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ، فَكَانَ يُقَوِّتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلًا قَلِيلًا حَتّٰى فَنِيَ، فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ، فَقُلْتُ وَمَا تُغْنِي تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ، قَالَ ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ، فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ، فَأَكَلَ مِنْهُ ذٰلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا، ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ، ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا. [اطراف الحدیث: ٢٩٨٣-٤٣٦٠-٤٣٦١-٤٣٦٢-٥٤٩٣-٥٤٩٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا، اس لشکر میں تین سو افراد تھے اور میں بھی ان میں تھا، ہم روانہ ہوئے، حتیٰ کہ جب ہم نے کچھ راستہ طے کر لیا تو زادِراہ ختم ہو گیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ سب لشکر والے اپنا اپنا کھانا لے آئیں، پس سب کھانوں کو جمع کیا گیا تو میرے حصہ میں ایک کھجور آئی، حضرت ابوعبیدہ ہر روز ہمیں تھوڑی تھوڑی خوراک دیتے تھے، حتیٰ کہ وہ زادِراہ بھی ختم ہو گیا، پھر ہم کو صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی۔ وہب بن کیسان نے پوچھا: ایک کھجور سے آپ کا کیسے گزارہ ہوتا تھا؟ حضرت جابر نے کہا: پھر ایک وقت میں وہ ایک ایک کھجور بھی ختم ہو گئی، پھر ہم سمندر تک پہنچے تو وہاں پہاڑی کی مانند ایک مچھلی تھی، وہ پورا لشکر اٹھارہ دنوں تک اس مچھلی کو کھاتا رہا، پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس مچھلی کی پسلیوں میں سے دو پسلیاں نکالنے کا حکم دیا، ان پسلیوں کو نصب کیا گیا، پھر ایک اونٹنی پر سامان لادا گیا، وہ اونٹنی ان پسلیوں کے درمیان سے گزر گئی اور ان کو چھو نہ سکی۔

(صحیح مسلم: ١٩٣٥، الرقم المسلسل: ٤٨٩١، سنن ابوداؤد: ٣٨٤٠، سنن نسائی: ٤٣٥٠، سنن ترمذی: ٢٤٧٥، سنن ابن ماجہ: ٤١٥٩، صحیح ابن حبان: ٥٢٦٠، سنن بیہقی ج ٩ ص ٢٥١، مسند احمد ج ٣ ص ٣١١ طبع قدیم، مسند احمد: ١٤٣٣٨۔ ج ٢٢ ص ٢٤٢، مؤسسة الرسالة، بیروت)

Marfat.com

ضرورت کی بناء پر اہل لشکر کے کھانوں کو ملانا' بھوک کی وجہ سے چوری کرنے والے کا ہاتھ نہ کاٹنا'۔۔۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ایک کھجور کا ایک دن کے لیے کافی ہونا اور دیگر فوائد و مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام کھانوں کو جمع کیا اور ان کو سب لشکر میں برابر برابر تقسیم کیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے لشکر میں ضرورت کا مشاہدہ کیا اور ان کو یہ خطرہ تھا کہ جس شخص کے پاس بالکل زاد نہیں ہوگا' وہ بھوک سے مرجائے گا' جب ان پر یہ منکشف ہوا کہ جس کے پاس بالکل زادِ راہ نہیں ہے' اس کی غم گساری کرنا ان پر واجب ہے اور باقی لشکر والے اس پر راضی تھے' اس لیے انہوں نے سب کا کھانا جمع کر کے تمام لشکر والوں میں برابر تقسیم کر دیا اور سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد مرتبہ اس طرح کیا تھا' اس لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ اس طرح کرنا سنت ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اگر کوئی شخص بھوک سے مجبور ہو کر چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ ضرورت مندوں کی غم گساری کرنا واجب ہے اور علامہ ابن عبدالبر نے اس مسئلہ کو کھانے پینے کی چوری کے ساتھ خاص کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک پر لازم ہے کہ وہ شہریوں کے لیے خوراک کا انتظام کرے خواہ اس کو وہ خوراک قیمتہً حاصل کرنی پڑے جیسا کہ اس سفر میں حضرت ابوعبیدہ نے لشکر والوں کے لیے خوراک کا انتظام کیا تھا۔

اس حدیث سے اس لشکر میں شریک صحابہ کی قوتِ ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے کہ تین سو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے روانہ ہو گئے حالانکہ ان کے پاس تھیلوں میں کچھ کھجوریں تھیں۔

قاضی عیاض نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے تھیلوں میں کچھ زائد کھجوریں ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کھجوروں کی مقدار کم ہو لیکن وہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے ملی تھیں' اس لیے ان میں برکت تھی' اسی لیے ایک شخص کو پورے دن کے لیے ایک کھجور کافی ہوجاتی تھی۔

اس حدیث میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امین الامّت کا لقب دیا تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر لشکر پر لازم ہے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس درجہ محبت تھی کہ انہوں نے زخمی ہونے کے باوجود آپ کے حکم پر لبیک کہا اور اس پُر مشقت سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔

اس حدیث میں تقدیر پر راضی ہونے اور امیر کی اطاعت کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ طعام میں شرکت جائز ہے اور جب مسافروں کے حال کے مناسب ہو تو ایک دوسرے کے زادِ راہ کو مخلوط کرنا اور ملانا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶۰-۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۴۸۴ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ' عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ عُبَیْدٍ' عَنْ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَفَّتْ اَزْوَادُ الْقَوْمِ وَاَمْلَقُوْا' فَاَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ نَحْرِ اِبِلِهِمْ فَاَذِنَ لَهُمْ' فَلَقِیَهُمْ عُمَرُ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن مرحوم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ (غزوۂ ہوازن کے سفر میں) لوگوں کے زادِ راہ بہت کم ہو گئے اور وہ فقر اور احتیاج کے قریب پہنچ گئے' پھر وہ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے

Marfat.com

بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ، فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادِ فِي النَّاسِ، يَأْتُونَ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ. فَبُسِطَ لِذٰلِكَ نِطَعٌ وَجَعَلُوهُ عَلَى النِّطَعِ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ، فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتّٰى فَرَغُوا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ. [طرف الحدیث: ۲۹۸۲] (صحیح مسلم: ۲۷، الرقم المسلسل: ۴۵)

کی اجازت لینے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' پھر ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے تو انہوں نے حضرت عمر کو ماجرا سنایا' حضرت عمر نے کہا: اونٹوں کو ذبح کرنے کے بعد تم زندہ کیسے رہو گے؟ پھر حضرت عمر' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' پس کہا: یا رسول اللہ! اونٹوں کے ذبح کرنے کے بعد یہ کیسے باقی رہیں گے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ اپنے بچے ہوئے کھانے لے آئیں' پھر اس کے لیے چمڑے کا دسترخوان بچھایا گیا اور وہ کھانے اس چمڑے پر رکھ دیئے گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر دعا کی اور اس کھانے پر برکت طلب کی' پھر آپ نے لوگوں کے برتن منگائے اور لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن مرحوم' یہ بشر بن عبیس بن مرحوم بن عبد العزیز العطار ہیں (۲) حاتم بن اسماعیل ابو اسماعیل (۳) یزید بن ابی عبید مولیٰ سلمہ بن اکوع' یہ ۱۴۶ھ یا ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' ان کا نام سنان بن عبد اللہ اسلمی ہے اور ان کی کنیت ابو مسلم ہے' ایک قول ابو عامر ہے اور دوسرا قول ابو ایاس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶۰)

کھانوں کو جمع کر کے برابر تقسیم کرنا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس تقسیم کی صرف کھانوں میں گنجائش ہے' کیونکہ زادِ راہ صرف کھانوں کے لیے وضع کیا گیا ہے کیونکہ وہ برابر برابر کھاتے ہیں اور ہر شخص اپنے زادِ راہ کی مقدار کے برابر کھاتا ہے' اور بعض اوقات ایک آدمی دوسرے سے زیادہ کھاتا ہے اور یہ تقسیم عرف کے اعتبار سے وضع کی گئی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابو عبیدہ نے لوگوں کے باقی ماندہ کھانے جمع کیے اور پھر سب لوگوں کو اس میں شریک کیا' بایں طور کہ ہر ایک کو کھانا دے دیا' اور ان میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ جن کا کھانا بچا ہوا نہیں تھا اور بعض لوگوں کا کھانا دوسروں سے کم تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر بھر کر ان میں تقسیم کیا' نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کو چاہیے کہ وہ سفر اور حضر میں عوام کی کفالت کا انتظام کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اصاغر کے مشورہ پر اکابر کے عمل کرنے کا جواز اور دیگر فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یہ اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے اونٹوں کو ذبح کر لیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ اونٹوں کو اگر ذبح کر دیا تو پھر ہم باقی کیسے رہیں گے' اس لیے آپ سب لوگوں کا کھانا منگا کر اس پر برکت کی دعا فرمادیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر سربراہ مناسب سمجھے تو اپنے پہلے فیصلہ کو ترک کر کے اپنے کسی ماتحت کے مشورہ پر عمل کر سکتا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج١ ص ٥٦٤ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ'١٤١٧ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم امت کے لیے حضرت عمر کے مشورہ پر عمل کیا تھا' ورنہ اگر آپ کے ارشاد پر وہ اونٹ ذبح کر دیئے جاتے تو کوئی حرج نہ ہوتا' نہ کوئی بھوکا مرتا اور اگر کوئی مشکل پیش آتی تو اس کے حل کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔

نیز اس حدیث میں کھانا سامنے رکھ کر دعا کرنے کا بھی ثبوت ہے اور اہل سنت جو کھانے پر فاتحہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں' اس میں اس کا بھی ایک گونہ ثبوت ہے۔

اس میں یہ ذکر بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے تھوڑا سا کھانا تین سو صحابہ کے لیے کافی ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ معجزہ دیکھ کر کلمہ شہادت پڑھا اور خود اپنی نبوت کی تصدیق فرمائی۔

٢٤٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَنْحَرُ جَزُورًا، فَتُقْسَمُ عَشْرَ قِسَمٍ، فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنجاشی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پھر ہم اونٹ کو ذبح کر کے اس کے دس حصوں کو تقسیم کرتے تھے' پھر ہم غروب آفتاب سے پہلے اس کا پکا ہوا گوشت کھا لیتے تھے۔

یہ حدیث ''کتاب الصلوٰۃ'' میں ''وقت المغرب'' کے باب میں گزر چکی ہے' لیکن یہاں اس کا متن مختلف ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کے دس حصے کرنے کا ذکر ہے۔

٢٤٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ، أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ، جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ، فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اشعریین کا کسی غزوہ میں زادِ راہ ختم ہو جاتا ہے یا جب مدینہ میں ان کے گھر والوں کا طعام کم ہو جاتا ہے تو ان کے پاس جتنا کھانا ہوتا ہے' وہ اس کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں' پھر وہ اس کو ایک برتن میں برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں' سو وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان کے پاس جتنا کھانا ہوتا ہے' وہ اس کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں' پھر وہ اس کو ایک برتن میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

کسی کی فضیلت اور منقبت بیان کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اشعریین کی عظیم منقبت ہے کہ وہ اپنے حصے کی چیزوں کا دوسروں کے لیے ایثار کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی غم گساری کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ان کا اور کیا شرف ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا: وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کی منقبت اور اس کی فضیلت کو بیان کرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سفر اور حضر میں کھانوں کو ملانا اور ایک دوسرے کے ساتھ اس کھانے کو کھانا مباح ہے۔

ایک دوسرے کے طعام کو ملانے پر حافظ ابن حجر کا اسے مجہول کا ہبہ قرار دینا اور علامہ عینی کا اس پر رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجہول چیز کو ہبہ کرنا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۰۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو مجہول چیز کے ہبہ کرنے پر دلالت کرتا ہو' اس حدیث میں صرف یہ ذکر ہے کہ جب اشعریین کا کسی غزوہ میں زادِراہ ختم ہو جاتا ہے یا جب مدینہ میں ان کے گھروں کا طعام کم ہو جاتا ہے تو ان کے پاس جتنا کھانا ہوتا ہے' وہ اس کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں' پھر وہ اس کو ایک برتن میں برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔

اس حدیث میں بعض اشعریین کی دوسرے اشعریین کے ساتھ غم گساری کا ذکر ہے اور ایک دوسرے کے طعام کی اباحت کا ذکر ہے' اور اس کا نام ہبہ نہیں ہے' کیونکہ ہبہ کا معنی ہے: کسی کو مال کا مالک بنا دینا اور تملیک اباحت کے خلاف ہے' نیز ہبہ میں ایجاب و قبول ضروری ہے' کیونکہ ایجاب وقبول سے ہبہ کا عقد مکمل ہوتا ہے' تیسری وجہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء اور تابعین وغیرہم کے نزدیک ہبہ میں قبضہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲- بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ فِي الصَّدَقَةِ

جس مال میں دو آدمی شریک ہوں تو وہ اس مال کی زکوٰۃ برابر برابر منہا کر لیں

یعنی جس کسی مال میں دو آدمی شریک ہوں اور ان کا مال مختلط اور ملا جلا ہو تو وہ اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد اس زکوٰۃ سے جو مال میں کمی ہوئی ہے' اس کو آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیں۔

۲۴۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهٗ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ، الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے زکوٰۃ کا وہ فریضہ لکھا جس زکوٰۃ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرض کیا تھا اور فرمایا: جو مال دو شریکوں کا ہو' اس میں وہ (زکوٰۃ دینے کے بعد) ایک دوسرے سے برابر برابر رجوع کریں گے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شرکت کا ذکر ہے۔

۳ - بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ

بکریوں کی تقسیم

اس باب میں عدل کے ساتھ بکریوں کی تقسیم کا ذکر ہے۔

۲۴۸۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ، فَأَصَابُوْا إِبِلًا وَغَنَمًا، قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُخْرَيَاتِ الْقَوْمِ، فَعَجِلُوْا وَذَبَحُوْا وَنَصَبُوا الْقُدُوْرَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُوْرِ فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَمَ، فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ، فَطَلَبُوْهُ فَأَعْيَاهُمْ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ، فَأَهْوٰى رَجُلٌ مِّنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوْا بِهِ هٰكَذَا. فَقَالَ جَدِّيْ إِنَّا نَرْجُوْ أَوْ نَخَافُ الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ قَالَ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوْهُ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، فَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ. [اطراف الحدیث: ۲۵۰۷۔ ۳۰۷۵۔ ۵۴۹۸۔ ۵۵۰۳۔ ۵۵۰۶۔ ۵۵۰۹۔ ۵۵۴۳۔ ۵۵۴۴] (صحیح مسلم: ۱۹۶۸' الرقم المسلسل: ۴۹۸۵' سنن ابوداؤد: ۲۸۲۱' سنن ترمذی: ۱۴۹۲۔ ۱۴۹۱' سنن نسائی: ۴۲۹۷' سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۳۔ ۳۱۳۷' سنن کبریٰ: ۴۴۹۹' مصنف عبدالرزاق: ۸۴۸۱' سنن دارمی ج ۲ ص ۸۴' المنتقی: ۸۹۵' المعجم الکبیر: ۴۳۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۴۶' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۲۶۱۔ ج ۲۸ ص ۹۸ طبع قدیم' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الحکم الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از سعید بن مسروق از عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج از جد خود' انہوں نے بیان کیا کہ ہم ذوالحلیفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے تو لوگوں کو سخت بھوک لگی' اور لوگوں کو مالِ غنیمت میں اونٹ اور بکریاں ملی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے پیچھے تھے' لوگوں نے جلدی کی اور ان جانوروں کو ذبح کر کے پتیلیاں چولہوں پر چڑھا دیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم دیا' سو پتیلیوں کو اُلٹ دیا گیا' پھر آپ نے ان اونٹوں اور بکریوں کو تقسیم کیا اور دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا' ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا' لوگوں نے اس کو ڈھونڈا مگر اس اونٹ نے ان کو تھکا دیا' اس دن لوگوں کے پاس گھوڑے بہت کم تھے' تو ان میں سے ایک شخص نے اس کو اپنے تیر سے نشانہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹھہرا لیا' پھر آپ نے فرمایا: ان جانوروں میں جنگلی جانوروں کی طرح وحشت اور تنفر ہوتا ہے' سو ان میں سے جو تم پر غالب آ جائے' تم اس کے ساتھ اسی طرح کرو' پس میرے دادا نے کہا: ہمیں اُمید ہے' یا کہا: ہمیں کل دشمن کا خطرہ ہے اور ہمارے ساتھ (بعض اوقات) چھری نہیں ہوتی' تو کیا ہم بانس کی کھپچی (یا سرکنڈے) سے ذبح کر لیا کریں؟ آپ نے فرمایا: جو چیز بھی جانور کا خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اس کو کھالو' سوائے دانتوں اور ناخنوں کے' اور میں ابھی تم کو اس کی وجہ بتاتا ہوں' رہے دانت تو وہ ہڈی ہیں اور رہے ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ نے ان اونٹوں اور بکریوں کو تقسیم کیا اور ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن الحکم الانصاری (۲) ابوعوانہ ان کا نام الوضاح بن عبد اللہ الیشکری ہے (۳) سعید بن مسروق بن مہدی الثوری' یہ سفیان الثوری کے والد ہیں (۴) عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج (۵) حضرت رافع بن خدیج بن رافع بن عدی الاوسی الانصاری الحارثی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶۴)

جانوروں کی قیمت لگائے بغیر ان کو تقسیم کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' فقہاء احناف اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ بکریوں' گایوں اور اونٹوں کو بغیر قیمت مقرر کیے تقسیم کرنا جائز ہے' جب کہ یہ باہمی رضامندی سے ہو اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ کسی حیوان کو اس کی قیمت لگائے بغیر تقسیم کرنا جائز نہیں ہے اور جن فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غنیمتوں کو تقسیم کیا اور خیبر کی اکثر غنیمتوں میں اونٹ اور بکریاں تھیں اور ان میں سے کسی کی قیمت مقرر کرنے کا حدیث میں ذکر نہیں ہے۔

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بکریوں کو اونٹوں کے ساتھ تقسیم کرنا بہ طور قیمت تھا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا اور یہی تقویم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس کی توجیہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم کیوں دیا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگوں نے جلدی کی اور ان جانوروں کو ذبح کر کے پتیلیاں چولہوں پر چڑھا دیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم دیا۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس سبب سے پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم دیا تھا؟

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پیچھے چھوڑ دیا تھا اور جلدی جلدی پتیلیوں پر گوشت چڑھا کر پکانے لگے تھے اور وہ اس بات سے نہیں ڈرے کہ ہوسکتا ہے کفار ان کے ساتھ بدعہدی کریں اور پلٹ کر ان پر حملہ کر دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی مراد اور مقصود کے برعکس ان کو پتیلیوں کے اُلٹنے کا حکم دیا اور یہ ان کی سزا تھی جیسے وارث کو قتل کرنے سے قاتل میراث سے محروم کر دیا جاتا ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ جلدی جلدی آگے بڑھے اور مالِ غنیمت کو لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی لوگوں کے پیچھے تھے اور لوگوں نے پتیلیاں چڑھا دی تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پتیلیوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو اُلٹ دیا جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۲۱' سنن ترمذی: ۱۴۹۱)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان کو پتیلیاں اُلٹنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ دارالاسلام تک پہنچ چکے تھے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر غنیمتِ مشترکہ سے مال نکال کر تقسیم سے پہلے کھانا جائز نہیں ہے' کیونکہ تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت کو کھانا صرف دارالحرب میں مباح ہے اور آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ پتیلیوں سے صرف شوربا نکال کر اس کو تلف کر دیا جائے اور یہ ان کو سزا دی تھی۔ رہا گوشت تو اس کو انہوں نے ضائع نہیں کیا تھا بلکہ اس کو بھی مالِ غنیمت میں شمار کر لیا گیا تھا اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ آپ نے گوشت کو بھی گرا دینے کا حکم دیا تھا' کیونکہ وہ مالِ غنیمت میں سے تھا اور آپ نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ یہ منقول نہیں ہے کہ

Marfat.com

اس گوشت کو اٹھا کر مالِ غنیمت میں شامل کیا گیا یا جمع کیا گیا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی منقول نہیں ہے کہ اس گوشت کو جلا دیا گیا یا اس کو ضائع کر دیا گیا' اس لیے اس حدیث کی قواعد شرعیہ کے مطابق تاویل کرنا واجب ہے' اس کے برخلاف یوم خیبر کو پالتو گدھوں کے گوشت کو پتیلیوں سے نکال کر پھینک دیا گیا تھا کیونکہ وہ گوشت نجس تھا۔

اس کی توجیہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ قربانی میں ایک اونٹ سات بکریوں کے برابر قرار دیا جاتا ہے اور یہاں آپ نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت ایک اونٹ کی قیمت دس بکریوں کے برابر تھی' اس لیے آپ نے اس کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا تھا۔

دانتوں اور ناخنوں سے ذبح کرنے کی ممانعت

آپ نے بانس کی کھپچی سے ذبح کرنے کے متعلق فرمایا: جو چیز بھی خون بہا دے' اس سے ذبح کرنا جائز ہے اور دانت کے متعلق فرمایا: وہ ہڈی ہے۔ التیمی نے کہا کہ ہڈی سے عموماً کسی چیز کو کاٹا نہیں جاتا' اس کے کاٹنے سے زخم ہو جاتا ہے اور خون نکلتا ہے' اس سے گردن کی رگیں نہیں کٹتیں اور کاٹنے والے کو یہ یقین نہیں ہوتا کہ جانور ذبح ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے آپ نے دانتوں سے ذبح کرنے سے منع فرما دیا' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہڈی کے ساتھ ذبح کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کہ خون لگنے سے وہ نجس ہو جائے گی اور وہ جنات کی خوراک ہے جو ہمارے بھائی ہیں' اسی لیے آپ نے ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے بھی منع فرما دیا ہے۔

ناخنوں کے ساتھ آپ نے ذبح کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ وہ حبشیوں کی چھری ہے اور کفار کے ساتھ تشبیہ ہے' اور حبشی لوگ جانور کو اپنے ناخنوں سے ذبح کرتے ہیں تو اس سے جانور کا دم گھٹتا ہے اور اس کو اذیت ہوتی ہے۔

اگر کوئی پالتو جانور سرکشی سے بھاگ رہا ہو تو اس کو تیر مار کر ذبح کرنا جائز ہے' خواہ تیر کہیں بھی لگے۔۔۔۔ اور وہ مر جائے تو حلال ہے

جو پالتو جانور سرکشی سے بھاگ جائے اور انسان اس کو پکڑنے پر قادر نہ ہو تو بسم اللہ پڑھ کر اس کو تیر سے شکار کر لینا جائز ہے' جس طرح دوسرے وحشی جانوروں کو شکار کیا جاتا ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے اور طاؤس' عطاء' شعبی' اسود بن یزید' نخعی' حکم' حماد' ثوری' امام احمد' مزنی اور داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔

ابوالعشراء اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہنسلی کی ہڈی اور حلقوم کے درمیان ذبح نہیں ہوتا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس کی ران میں بھی نیزہ مارو تو وہ تمہارے ذبح کے لیے کافی ہے۔

امام ابوداؤد نے کہا: یہ صرف اس جانور کے لیے جائز ہے جو بلندی سے گرا ہو یا جو وحشت زدہ ہو کر سرکشی سے بھاگ رہا ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۲۸۲۵' سنن ترمذی: ۱۴۸۱' سنن نسائی: ۴۴۲۰' سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۴)

امام ترمذی نے یزید بن ہارون سے روایت کی ہے کہ یہ حدیث صرف ضرورت اور اضطرار کے مواضع پر محمول ہے۔

(سنن ترمذی ص ۶۲۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ بہ طور عموم اس حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا' یہ حدیث صرف بلندی سے گرنے والے اور وحشت سے بھاگنے والے جانور کے متعلق ہے' جس کو ذبح کرنے پر انسان قادر نہ ہو۔

ابوالحسن المیمونی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے امام احمد بن حنبل سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا' تو انہوں نے کہا: میرے نزدیک یہ روایت غلط ہے' میں نے پوچھا: پھر آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھے یہ پتا نہیں ہے اور نہ میں اس کے متعلق فتویٰ دیتا ہوں' ماسوا ضرورت اور اضطرار کے مواقع کے' تم سے جس طرح بھی ممکن ہو' ہنسلی کی ہڈی اور حلقوم کے درمیان ذبح کرو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام محمد بن الحسن از امام ابوحنیفہ از سعید بن مسروق از عبایہ بن رفاعہ بن رافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک اونٹ مدینہ کے کنویں میں گر گیا اور کوئی شخص اس کو نحر کرنے پر قادر نہ ہوا' پھر اس کی کوکھ میں چھری ماری گئی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو درہم کے عوض اس کے گوشت کا دسواں حصہ خریدا۔

علاوہ ازیں ہم نے بہ کثرت صحابہ اور تابعین سے نقل کیا ہے کہ ضرورت کے موقع پر اس طرح ذبح کرنا کافی ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶۷۔۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۹۷۷۔ ج ۶ ص ۱۶۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) آلاتِ ذبح کے بارے میں مذاہب فقہاء (۲) ذبح کی رگوں کے بارے میں مذاہب فقہاء (۳) ذبح اور نحر کا ایک دوسرے کے قائم مقام ہونا (۴) ذکاۃ اضطراری کی تفصیل اور مذاہب فقہاء۔

٤ - بَابُ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ حَتّٰى يَسْتَاْذِنَ أَصْحَابَهُ

شرکاء کے درمیان دو دو کھجوریں ملا کر کھانا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک اپنے اصحاب سے اجازت نہ لے لے

شرکاء کی اجازت کے بغیر دو دو کھجوریں کھانے کے حکم میں اختلافِ فقہاء

جب کوئی آدمی اپنے شرکاء کے ساتھ مل کر کھجوریں کھائے تو اس کو دو دو کھجوریں ملا کر نہیں کھانی چاہئیں حتیٰ کہ اپنے اصحاب سے اس کی اجازت لے لے۔ اور یہ کھانے کے ادب کا طریقہ ہے' کیونکہ جو لوگ ایک ساتھ کھجوریں کھا رہے ہیں' وہ سب کھانے میں مساوی ہیں' پس اگر کوئی شخص اپنے ساتھی سے زیادہ کھائے تو یہ اس کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے شادی اور ولیمہ کے کھانے میں ٹوٹ کر کھانے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ ادب کے خلاف ہے اور میزبان اس کو پسند بھی نہیں کرے گا' اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے اور جو اس طرح کھائے گا وہ گناہ گار ہو گا' اور ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے کیونکہ یہ اصل میں مباح ہے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے طعام کھانے کے لیے رکھا جاتا ہے اور یہ تکریم کے طریقہ پر ہوتا ہے' بخل کے طریقہ پر نہیں ہوتا کیونکہ کھانا کھانے میں لوگوں کی مختلف عادات ہوتی ہیں' بعض لوگوں کے لیے کم مقدار میں کھانا کافی ہوتا ہے اور بعض لوگوں کے لیے دگنا کھانا بھی کافی نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۴۸۹ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقْرُنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جبلہ بن سحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

جَمِيعًا حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ.

اس سے منع کیا ہے کہ ایک آدمی جماعت میں دو دو کھجوریں ملا کر کھائے حتیٰ کہ اپنے اصحاب سے اجازت حاصل کر لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵۵ میں گزر چکی ہے'امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں شرکاء کے مل کر کھانے کا ذکر ہے۔

۲۴۹۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَبَلَةَ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِينَةِ، فَأَصَابَتْنَا سَنَةٌ، فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُولُ لَا تَقْرُنُوا، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از جبلہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے' تو ہم قحط کا شکار ہو گئے' پس حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہمیں ایک' ایک کھجور دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ کھجوروں کو مت ملانا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کو ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے' حتیٰ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے اجازت طلب کر لے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۴۵۵ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ تَقْوِيمِ الْأَشْيَاءِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ بِقِيمَةِ عَدْلٍ

شرکاء کے درمیان چیزوں کی عدل کے ساتھ قیمت مقرر کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو سامان اور دیگر چیزیں شرکاء کے درمیان مشترک ہوں' اس کی کسی نیک آدمی سے قیمت لگوانی چاہیے' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اختلاف اس میں ہے کہ اگر ان چیزوں کو قیمت لگوائے بغیر تقسیم کر دیا گیا تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور باقی فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

۲۴۹۱ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ عَبْدٍ، أَوْ شِرْكًا، أَوْ قَالَ نَصِيبًا، وَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيقٌ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ. قَالَ لَا أَدْرِي قَوْلُهُ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ، قَوْلٌ مِنْ نَافِعٍ، أَوْ فِي الْحَدِيثِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۲۵۰۳ـ۲۵۲۱ـ۲۵۲۲ـ۲۵۲۳ـ۲۵۲۴ـ۲۵۲۵][صحیح مسلم: ۱۵۰۱' الرقم المسلسل: ۳۶۶۱' سنن ابوداؤد: ۳۹۴۰' سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی کسی نیک آدمی کی لگائی ہوئی قیمت کے برابر ہو تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ ہی آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔ ایوب نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ نافع کا یہ کہنا کہ ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ ہی آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا ہے' نافع کا اپنا قول ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا جز ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) عبدالوارث بن سعید التمیمی العنبری (۳) ایوب بن تمیمہ السختیانی (۴) نافع مولیٰ حضرت ابن عمر (۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۷۲)

اس حدیث میں ''شقص'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: حصہ خواہ کم ہو یا زیادہ اس کے بعد اس حدیث میں ''شرك'' اور ''نصیب'' کا لفظ ہے ان کا معنی بھی حصہ ہے۔

غلام کی قیمت لگائے بغیر اس کو شرکاء کے درمیان تقسیم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک جب تک غلام کی قیمت نہ لگالی جائے اس وقت تک اس کو تقسیم کرنا جائز نہیں ہے ان دونوں اماموں نے اس حدیث سے اور اس کے بعد والی حدیث سے استدلال کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کو آزاد کرنے کے لیے فروخت کرنے میں اس کی قیمت لگانے کی اجازت دی ہے اسی طرح اس کو تقسیم کرنے کے لیے بھی اس کی قیمت لگائی جائے گی اور امام مالک امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ جب فریقین راضی ہو جائیں تو اس کی قیمت لگوائے بغیر بھی اس کو تقسیم کرنا جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کی غنیمتوں کو بغیر قیمت لگوائے تقسیم کر دیا اور ان غنیمتوں میں زیادہ تر قیدی اور مویشی تھے اور غلاموں میں اور باقی حیوانات میں کوئی فرق نہیں ہے اور اس حدیث میں کسی قیدی کی قیمت لگانے کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ غلام کو صرف اس وقت تقسیم کیا جائے گا جب اس کے ساتھ کوئی اور چیز بھی ہو کیونکہ غلاموں میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے کیونکہ ان کی صفاتِ باطنہ مختلف ہوتی ہیں مثلاً ان کی ذہانت ان کی امانت داری ان کی شہ سواری ان کی لکھائی پڑھائی اور دیگر پیشوں میں مہارت لہٰذا ان کی قیمت لگوانے میں دشواری ہوتی ہے ماسوا اس صورت کے کہ ان کے ساتھ کوئی اور چیز بھی ہو پس اس وقت ان تمام کو شرکاء کی رضا کے بغیر تقسیم کر دینا جائز ہے لہٰذا اس وقت غلام کی بیع تبعاً ہو گی جیسے راستے اور پانی کی بیع تبعاً ہوتی ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ غلام کو جبراً تقسیم کیا جائے گا امام شافعی امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے کیونکہ جنس ایک ہے اور فرق صرف قیمت میں ہے اور یہ تقسیم کے صحیح ہونے سے مانع نہیں ہے جیسا کہ اونٹ گائے اور بکریوں میں ہوتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب

امام ابوحنیفہ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ حیوانات میں ایک جنس ہونے کی صورت میں فرق بہت کم ہوتا ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ مذکر اور مؤنث بنو آدم میں دو مختلف جنسیں ہیں اور حیوانات میں یہ ایک ہی جنس ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ کسی شخص نے کسی آدمی کو غلام سمجھ کر خریدا لیکن وہ باندی نکلی تو یہ عقد منعقد نہیں ہوگا اور اگر اس نے بکری یا اونٹ کو مذکر سمجھ کر خریدا لیکن وہ مؤنث نکلی تو وہ عقد منعقد ہو جائے گا اور غنیمتوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ سربراہ کے لیے غنیمتوں کو فروخت کرنا اور ان کی قیمتوں کو مجاہدین میں تقسیم کرنا جائز ہے کیونکہ مجاہدین کا حق صرف مالیت میں ہے اور غلام میں شریک کا حق مالیت میں بھی ہے اور اس خاص غلام میں بھی ہے۔

٢٤٩٢ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا:

Marfat.com

النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ شَقِيْصًا مِّنْ مَّمْلُوْكِهٖ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهٗ فِیْ مَالِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ مَالٌ، قُوِّمَ الْمَمْلُوْكُ قِيْمَةَ عَدْلٍ، ثُمَّ اسْتُسْعِیَ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ.

[اطراف الحدیث: ۲۵۰۴، ۲۵۲۶، ۲۵۲۷]

ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے خبر دی از قتادہ از النضر بن انس از بشیر بن نہیک از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے مملوک میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس غلام کو اپنے مال سے آزاد کرائے پس اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس غلام کی عدل کے ساتھ قیمت مقرر کی جائے گی پھر اس سے کہا جائے گا کہ وہ کما کر دوسرے شریک کی قیمت ادا کرے لیکن اس پر مشقت نہیں ڈالی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۱۵۰۲، الرقم المسلسل: ۳۶۶۳، سنن ابوداؤد: ۳۹۳۴، سنن ترمذی: ۱۳۵۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۷، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۷۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۷۱۷، مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۸۷۳۔ ج ۱۶ ص ۵۰۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: اس غلام کی عدل کے ساتھ قیمت مقرر کی جائے گی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) سعید بن ابی عروبہ، ان کا نام مہران الیشکری ہے (۴) قتادہ بن دعامہ (۵) النضر بن انس بن مالک البخاری (۶) بشیر بن نہیک السلولی، ان کو السدوسی بھی کہا جاتا ہے (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۷۶)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب میں بیان کی جاچکی ہے۔

٦ - بَابٌ هَلْ يُقْرَعُ فِی الْقِسْمَةِ وَالْاِسْتِهَامِ فِيْهِ

کیا تقسیم میں قرعہ اندازی کی جائے گی؟

٢٤٩٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ زَكَرِيَّاءُ قَالَ سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰی حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰی سَفِيْنَةٍ، فَاَصَابَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِيْنَ فِیْ اَسْفَلِهَا، اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰی مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِیْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا، وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَاِنْ يَتْرُكُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا، وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰی اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا.

[طرف الحدیث: ۲۶۸۶] (سنن ترمذی: ۲۱۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے زکریا نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عامر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرنے پر قائم ہو اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے، ان کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ بحری جہاز میں سوار ہوئے اور انہوں نے اس میں رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تو بعض لوگوں کے لیے اوپر کے حصہ میں رہائش کے لیے قرعہ نکلا اور بعض لوگوں کے لیے نیچے کے حصہ میں رہائش کا قرعہ نکلا، سو جو لوگ نچلے حصے میں تھے، وہ پانی لینے کے لیے اوپر کے حصہ میں جاتے تو انہوں نے کہا: اگر ہم اپنے رہائشی حصے میں سوراخ کر دیں اور سمندر سے پانی لے لیں اور اپنے اوپر والوں کو

Marfat.com

تنگ نہ کریں (تو بہتر ہے) پس اگر ان لوگوں کو ان کے ارادہ کے
ساتھ چھوڑ دیا جائے (تا کہ وہ جہاز کے پیندے میں سوراخ کر
دیں) تو سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو
پکڑ لیا گیا تو وہ بھی نجات پا جائیں گے اور باقی لوگ بھی نجات پا
جائیں گے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور انہوں نے اس بحری جہاز میں رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی۔

قرعہ اندازی کے جواز میں فقہاء کے نظریات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص شرکاء کے درمیان عدل کے ساتھ تقسیم کرنا چاہتا ہو اس کے لیے قرعہ اندازی کرنا سنت ہے تمام فقہاء کا اس کے مسنون ہونے پر اتفاق ہے بعض فقہاء کوفہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور جو احادیث قرعہ اندازی کے ثبوت میں وارد ہیں ان کا رد کیا ہے اور ان کا زعم ہے کہ ان کا کوئی معنی نہیں ہے اور قرعہ اندازی فال نکالنے والے تیروں کے مشابہ ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے علامہ ابن المنذر نے امام ابوحنیفہ سے اس کے جواز کا ایک قول نقل کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ قیاس کے اعتبار سے قرعہ اندازی صحیح نہیں ہے لیکن ہم نے قیاس کو ترک کر دیا ہے کیونکہ قرعہ اندازی کے ثبوت میں احادیث اور آثار وارد ہیں۔

علامہ اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ قرعہ اندازی سے کسی حق چیز کو باطل کرنا لازم نہیں آتا جیسا کہ فقہاء کوفہ کا زعم ہے اور جب شرکاء کے درمیان کسی زمین یا مکان کی تقسیم کرنا واجب ہو تو ان پر لازم ہے کہ وہ عدل کے ساتھ اس کی قیمت مقرر کریں پھر قرعہ اندازی کریں اور ہر ایک کے لیے وہ چیز ہو جائے جو اس کے نام قرعہ سے نکلی ہے اور اس کے لیے اس مشترک زمین سے وہ معین حصہ ہو جائے اور اس کے لیے وہ حصہ اس قیمت کے عوض ہوگا جو اس کی قیمت معین کی گئی ہے۔

قرعہ اندازی اس چیز کو منع کرتی ہے کہ شرکاء میں سے ہر ایک کسی زمین کے معین حصہ کو حاصل کرے کیونکہ زمین کے جب کئی حصے ہوں اور ہر حصہ کی قیمت معین کر دی گئی ہو اور ان حصوں میں سے کوئی ایسا حصہ ہو جس میں سب کی رغبت اور دلچسپی ہو تو پھر کون اس حصہ کو خریدے گا اس کا فیصلہ قرعہ اندازی سے ہی ہو سکے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کچھ لوگ بحری جہاز میں سوار ہوئے اور انہوں نے اس میں رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی۔ آپ کے اس ارشاد میں قرعہ اندازی کے جواز کی دلیل ہے کیونکہ آپ نے اس قرعہ اندازی کو برقرار رکھا ہے اور آپ نے جہاز میں قرعہ اندازی کرنے والوں کی مذمت نہیں کی اور نہ ان کے فعل کو باطل فرمایا ہے بلکہ آپ اس پر راضی ہوئے اور جو لوگ دین میں ہلاک ہونے سے نجات پا گئے ان کی اس سے مثال دی ہے امام بخاری نے ''کتاب الشھادات'' کے آخر میں قرعہ اندازی کے ثبوت میں بہت احادیث روایت کی ہیں اور مشکلات میں قرعہ اندازی کے عنوان سے باب قائم کیا ہے۔

اگر بعض لوگوں کو ان کی نافرمانیوں پر ٹوکا نہ جائے تو عام عذاب کے آنے کا خطرہ ہے

المھلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ چند مخصوص لوگوں کی نافرمانی سے عام لوگوں کو عذاب ہوتا ہے اگر عام لوگ ان کو نافرمانی کرنے سے نہ روکیں اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ نیکی کے حکم دینے

Marfat.com

کوترک کرنے سے اور برائی سے منع کرنے کوترک کرنے سے عذاب کا استحقاق ہوتا ہے اور اس میں یہ ہدایت ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو مسئلہ سمجھانے کے لیے مثال بیان کرے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاز میں سفر کرنے والوں کی مثال سے یہ سمجھایا کہ اگر برا کام کرنے والوں کے ہاتھوں کو نہ روکا جائے تو سب ڈوب جائیں گے اور اس مثال سے یہ بتایا ہے کہ ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کی اذیت پر صبر کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ صبر نہ کرنے کی وجہ سے وہ اس سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائے جیسے جہاز کے نچلے حصہ والوں کا پانی لینے کے لیے بار بار اوپر کے حصہ میں جانا ان کے لیے تکلیف دہ تھا اگر وہ اس پر صبر نہ کرتے تو نچلے حصہ والے جہاز کے پیندے میں پانی لینے کے لیے سوراخ کر دیتے جس سے سب ڈوب جاتے۔

نچلی منزل اور اوپر کی منزل کے احکام

اشہب مالکی نے کہا ہے کہ ایک مکان کی دو منزلیں ہیں ایک منزل میں کوئی اوپر رہتا ہے اور نچلی منزل میں کوئی دوسرا شخص رہتا ہے نچلی منزل والا اس منزل کو منہدم کرنا چاہے یا اوپر کی منزل والا اس کے اوپر مزید منزل بنانا چاہے تو نچلی منزل والے کے لیے اس منزل کو منہدم کرنا جائز نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ اوپر والوں کے لیے بھی اس میں فائدہ ہو ورنہ نچلی منزل کے منہدم ہونے سے اوپر کی منزل بھی منہدم ہو جائے گی اور اوپر والوں کے لیے بھی اس منزل کے اوپر منزل بنانا جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ اس سے نچلی منزل والوں کو ضرر نہ ہو۔

حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث میں اشہب مالکی کے قول کی دلیل ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیچے کے حصہ والوں کے لیے کوئی ایسا کام کرنا جائز نہیں ہے جس سے اوپر کے حصہ والوں کو ضرر ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۔۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اسی شرح کے اکثر حصہ کو نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

(اگر اوپر کے حصے میں مالک مکان رہ رہا ہو اور نچلی منزل پر کرائے دار یا اس کے برعکس ہو تو مالک مکان کو اوپر ایک اور منزل ڈالنے کے لیے کرائے دار کی اجازت حاصل کرنا واجب تو نہیں البتہ مستحسن ہے۔ سعیدی غفرلہ)

٧ - بَابُ شِرْكَةِ الْيَتِيمِ وَأَهْلِ الْمِيرَاثِ

یتیم کا دوسرے وارثوں کے ساتھ شریک ہونا

٢٤٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَامِرِيُّ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا . إِلٰى قَوْلِهِ . وَرُبَاعَ﴾ (النساء:٣). فَقَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي، هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا، تُشَارِكُهُ فِي مَالِهِ، فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا، فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا، بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ العامری الاویسی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا اور لیث نے کہا کہ مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے۔ (النساء:٣) تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھانجے! یہ آیت

Marfat.com

فِي صَدَاقِهَا، فَيُعْطِيهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ، فَنُهُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْهُنَّ اِلَّا اَنْ يُّقْسِطُوْا لَهُنَّ، وَيَبْلُغُوْا بِهِنَّ اَعْلَى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ، وَاُمِرُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا مَا طَابَ لَهُمْ مِّنَ النِّسَآءِ سِوَاهُنَّ. قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ. اِلٰى قَوْلِهٖ . وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء: ۱۲۷) وَالَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ اَنَّهٗ يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْاٰيَةُ الْاُوْلٰى، الَّتِيْ قَالَ فِيْهَا ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (النساء: ۳) قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللّٰهِ فِي الْاٰيَةِ الْاُخْرٰى ﴿وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء: ۳). يَعْنِيْ هِيَ رَغْبَةُ اَحَدِكُمْ بِيَتِيْمَتِهِ الَّتِيْ فِيْ حَجْرِهٖ، حِيْنَ تَكُوْنُ قَلِيْلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ، فَنُهُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا مَا رَغِبُوْا فِيْ مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ اِلَّا بِالْقِسْطِ، مِنْ اَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ.

[اطراف الحدیث: ۲۷۶۳-۴۵۷۳-۴۵۷۴-۴۶۰۰-۵۰۶۴-۵۰۹۲-۵۰۹۸-۵۱۲۸-۵۱۳۱-۶۹۶۵] (صحیح مسلم: ۳۰۱۸، الرقم المسلسل: ۷۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۲۰۶۸، سنن نسائی: ۳۳۴۳)

اس یتیم لڑکی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنے ولی (رشتہ کے بھائی) کے زیر پرورش ہو اور ترکہ میں اس کی شریک ہو، اس کا مال اور اس کا حسن اس ولی کو پسند ہو، وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہو مگر اس کو رواج اور دستور کے مطابق مہر نہ دینا چاہتا ہو اور اس کو اتنا مہر نہ دینا چاہتا ہو جتنا مہر اس کو دوسرے دیں تو ایسے ولی کو اس یتیم لڑکی سے نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا سوا اس صورت کے کہ وہ ان کے ساتھ عدل سے کام لیں، اور اس یتیم لڑکی کے ولی اس کو رواج کے مطابق عمدہ مہر دیں اور اس یتیم لڑکی کے سرپرستوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اس یتیم لڑکی کے سوا اور عورتوں سے نکاح کر لیں جو ان کو پسند ہوں۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: پھر اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق وہی (سابق) حکم دیتا ہے اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں جن کا وہ حق تم انہیں نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو اور کم زور بچوں کے متعلق (بھی تمہیں حکم دیتا ہے) اور یہ کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھی نیک کام کرتے ہو تو بے شک اللہ کو اس کا علم ہے O (النساء: ۱۲۷) اور جس کا اللہ نے ذکر کیا ہے جس کی تم پر تلاوت کی جاتی ہے یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ نے فرمایا ہے: اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے۔ (النساء: ۳) حضرت عائشہ نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد جو دوسری آیت میں ہے: اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو۔ (النساء: ۱۲۷) جو یتیم لڑکی تمہارے زیر پرورش ہو اور اس کا مال اور حسن کم ہو اس سے تم نفرت کرتے ہو تو ان کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ جن یتیم لڑکیوں کے مال اور حسن میں تمہاری رغبت ہے ان سے بغیر انصاف کے نکاح کرو۔

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس جملہ میں مطابقت ہے: جو یتیم لڑکی اپنے ولی کے زیر پرورش ہو اور وہ اس کے مال میں شریک ہو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن یحییٰ بن عمرو بن اویس القرشی العامری الاویسی' یہ ان کے دادا اویس کی طرف نسبت ہے (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف' ابواسحاق القرشی الزہری' یہ بغداد میں منصب قضاء پر فائز تھے (۳) صالح بن کیسان ابومحمد مؤدب' یہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ کے بیٹے ہیں (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (٦) لیث بن سعد (۷) یونس بن یزید الایلی (۸) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۲)

یتیموں کا ناحق مال کھانے کا عدم جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کے نزدیک یتیم کے مال میں بدنیتی سے اختلاط جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے اموال کے کھانے کو حرام فرمادیا ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ. (البقرہ:۲۲۰)

اور یہ لوگ آپ سے یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ ان کی خیرخواہی کرنا بہتر ہے اور اگر تم اپنا اور ان کا خرچ مشترک رکھو (تو کوئی حرج نہیں) وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ کون خیرخواہی کرنے والا ہے اور کون بدخواہی کرنے والا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یتیم کے مال میں شرکت اور اختلاط کو بغیر ان پر ظلم کے مباح کر دیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

یتیم لڑکی کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں نکاح کا طریقہ اور اس کو ممنوع قرار دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کے پاس یتیم لڑکی ہوتی تھی تو وہ اس کے اوپر اپنے کپڑے ڈال دیتا تھا اور جب وہ ایسا کر لیتا تو کوئی دوسرا شخص اس سے کبھی بھی نکاح نہیں کرسکتا تھا' پس اگر وہ لڑکی خوب صورت ہوتی تو وہ اس سے شادی کر کے اس کا مال کھاجاتا تھا اور اگر وہ خوب صورت نہ ہوتی تو وہ دوسرے مردوں کو اس کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دیتا حتیٰ کہ وہ مرجاتی اور اس کے مرنے کے بعد وہ اس کے ترکہ کا وارث ہوجاتا تو لوگوں کو اس سے منع کر کے اس فعل کو حرام کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۳۸۸۔ ج ۷ ص ۱۰۰۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان یہ ہے:
"فانكحوا ما طاب لكم من النساء" کی تفسیر

۸- بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الْاَرَضِيْنَ وَغَيْرِهَا

زمینوں وغیرہ میں شرکت کا حکم

Marfat.com

اس باب میں زمینوں مکانوں اور باغات وغیرہ میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۴۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِيْ كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کو لازم کر دیا پس جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے مقرر کر دیے جائیں تو پھر کوئی شفعہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۱۳ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غیر منقسم زمینوں میں شفعہ کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

۹ - بَابُ اِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الدُّوْرَ اَوْ غَيْرَهَا، فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوْعٌ وَلَا شُفْعَةٌ

جب شرکاء اپنے گھروں وغیرہ کو تقسیم کر لیں تو وہ اب رجوع کر سکتے ہیں نہ شفعہ

۲۴۹۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از ابوسلمہ بن عبد الرحمان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا پس جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے مقرر ہو جائیں تو پھر کوئی شفعہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۲۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ الْاِشْتِرَاكِ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَمَا يَكُوْنُ فِيْهِ مِنَ الصَّرْفِ

سونے چاندی اور ان تمام چیزوں میں شرکت جن میں بیع صرف ہوتی ہے

اس باب میں سونے اور چاندی میں اشتراک کا حکم بیان کیا گیا ہے یہ اس وقت جائز ہے جب شرکاء میں سے ہر ایک کے پاس دراہم یا دینار ہوں اس میں شرط یہ ہے کہ ان کا مال مخلط ہو اور وہ بیع صرف کریں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا قائم مقام ہو یہ بالاتفاق صحیح ہے اس میں اس وقت اختلاف ہے جب ان میں سے ایک کے پاس دینار ہوں اور دوسرے کے پاس دراہم ہوں امام مالک فقہاء کوفہ امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۴۹۷، ۲۴۹۸ - حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ عُثْمَانَ، يَعْنِي ابْنَ الْاَسْوَدِ، قَالَ اَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ اَبِيْ مُسْلِمٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا الْمِنْهَالِ عَنِ الصَّرْفِ يَدًا بِيَدٍ، فَقَالَ اِشْتَرَيْتُ اَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عثمان یعنی ابن الاسود انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن ابی مسلم نے خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوالمنہال سے دست بہ دست بیع

Marfat.com

وَشَرِيكٌ لِيْ شَيْئًا يَدًا بِيَدٍ وَنَسِيئَةً فَجَاءَ نَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ فَعَلْتُ اَنَا وَشَرِيكِيْ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ فَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَخُذُوْهُ وَمَا كَانَ نَسِيئَةً فَذَرُوْهُ.

صَرف کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے اور میرے ایک شریک نے دست بہ دست اور اُدھار بیع صَرف کی' پھر ہمارے پاس حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ آئے تو ہم نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے اور میرے ایک شریک حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا' پھر ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جو دست بہ دست ہو (نقد) تو اس کو لے لو اور جو اُدھار ہو اس کو چھوڑ دو۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٦١ 'اور ٢٠٦٠ میں گزر چکی ہے۔

١١ - بَابُ مُشَارَكَةِ الذِّمِّيِّ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ

ذمیوں اور مشرکوں کے ساتھ مزارعت میں شرکت

اس باب میں اہل ذمہ' مشرکین اور مسلمانوں کی مزارعت میں شرکت کا بیان ہے' اس عنوان میں مشرکین سے مراد وہ ہیں جو مسلمانوں کی حکومت سے اجازت حاصل کر کے عارضی طور پر مسلمانوں کے ملک میں داخل ہوئے ہوں' ان کو مستأمن کہتے ہیں' سو یہ بھی ذمیوں کے حکم میں ہیں' رہا مشرک حربی تو اس کے ساتھ مسلمانوں کی دارالاسلام میں مزارعت میں شرکت متصور نہیں ہے' بہر حال اہل ذمہ اور مستأمنین کے ساتھ مسلمانوں کی مزارعت میں شرکت جائز ہے۔

امام مالک کے نزدیک مزارعت کے علاوہ مسلمان اور ذمی کے درمیان مشارکت جائز نہیں ہے' امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اہل ذمہ کے ساتھ شرکت مفاوضہ جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٨٧)

٢٤٩٩ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ' اَنْ يَعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا' وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بنت اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر (کی زمین) یہودیوں کو دی کہ وہ اس میں کام کریں اور زراعت کریں اور اس زمین کی پیداوار سے نصف ان کو ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٨٥ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودیوں کے درمیان مزارعت میں شرکت کا ثبوت ہے۔

١٢ - بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ وَالْعَدْلِ فِيْهَا

بکریوں کی تقسیم اور اس میں عدل کرنا

٢٥٠٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ' عَنْ اَبِي الْخَيْرِ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ' وہ بیان

Marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلٰى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُوْدٌ، فَذَكَرَهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهِ اَنْتَ.

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بکریاں دیں کہ قربانی کے دن ان کو صحابہ میں تقسیم کر دیں' ان میں سے ایک سال کا بکری کا بچہ بچ گیا' انہوں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اس کی تم قربانی کر لو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٠٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں بکریوں کی تقسیم کا ذکر ہے۔

١٣ - بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهٖ

طعام وغیرہ میں شرکت

اس باب میں طعام وغیرہ میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہے' وغیرہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کا مالک بنانا جائز ہو اور سامان میں شرکت کے متعلق اختلاف ہے' امام مالک اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک جائز ہے' سفیان ثوری' فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کے نزدیک ناجائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٨٩)

وَيُذْكَرُ اَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهُ اٰخَرُ فَرَاٰى عُمَرُ اَنَّ لَهُ شِرْكَةً.

اور مذکور ہے کہ ایک شخص نے کسی چیز کی قیمت لگائی تو دوسرے نے اس کو آنکھ سے اشارہ کیا (تو اس نے اس کو خرید لیا)' پس حضرت عمر نے یہ سمجھا کہ وہ اس کا شریک ہے۔

علامہ عینی نے یہ لکھا ہے کہ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔

٢٥٠١'٢٥٠٢ - **حَدَّثَنَا** اَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدٌ، عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ، وَكَانَ قَدْ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَهَبَتْ بِهٖ اُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْهُ، فَقَالَ هُوَ صَغِيْرٌ. فَمَسَحَ رَاْسَهُ وَدَعَا لَهُ. وَعَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهٖ جَدُّهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ اِلَى السُّوْقِ، فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ، فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، فَيَقُوْلَانِ لَهُ اَشْرِكْنَا، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيَشْرَكُهُمْ، فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ، فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْمَنْزِلِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ اَشْرِكْنِيْ فَاِذَا سَكَتَ فَهُوَ شَرِيْكُهُ بِالنِّصْفِ.

[طرف الحدیث (٢٥٠١): ٧٢١٠] [طرف الحدیث (٢٥٠٢):

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے سعید نے خبر دی از زہرہ بن معبد از جد خود' عبداللہ بن ہشام سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا تھا اور ان کی والدہ حضرت زینب بنت حمید رضی اللہ عنہا ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئی تھیں' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس کو بیعت کر لیجئے' تو آپ نے فرمایا: یہ ابھی چھوٹا ہے' پھر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعا کی' اور زہرہ بن معبد بیان کرتے ہیں: ان کے دادا' عبداللہ بن ہشام ان کو بازار لے گئے' پھر انہوں نے طعام خریدا' پھر ان کی حضرت ابن عمر اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی تو ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اس طعام میں ہمیں بھی شریک کر لیں' کیونکہ نبی ﷺ نے آپ کے لیے برکت کی دعا فرمائی ہے' تو حضرت عبداللہ بن ہشام نے ان کو شریک کر لیا اور کبھی وہ (غلہ سے لدا ہوا) پورا اونٹ نفع میں حاصل کر لیتے اور اس کو گھر

Marfat.com

٢٣٥٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بھیج دیتے۔ امام ابوعبداللہ نے کہا کہ جب کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ مجھے شریک کرلو اور وہ خاموش رہے تو وہ نصف میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) اصبغ بن الفرج ابوعبداللہ (٢) عبداللہ بن وہب بن مسلم ابومحمد (٣) سعید بن ابی ایوب الخزاعی ابوایوب کا نام مقلاص ہے (۴) زہرہ بن معبد بن عبداللہ بن ہشام' زہرہ کا نام مذکر اور مؤنث میں مشترک ہے (۵) ان کے دادا حضرت عبداللہ بن ہشام بن زہرہ التیمی رضی اللہ عنہ' ہشام فتح مکہ سے پہلے کفر کی حالت میں فوت ہو گیا تھا' اور حضرت عبداللہ بن ہشام فتح مصر کے موقع پر حاضر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تک موجود رہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٩٠)

نابالغ کو بیعت نہیں کرنا چاہیے' بیعت کا معنی اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت زینب بنت حمید کا ذکر ہے' یہ صحابیات میں سے تھیں۔

اس میں ذکر ہے کہ ان کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اس کو بیعت کر لیجئے۔

اس بیعت سے بیعت اسلام مراد ہے' اس کا معنی ہے: اپنے نفس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ فروخت کر دینا اور آپ کے تمام احکام کی اطاعت کرنا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کم سن بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا چاہیے اور نابالغ کو بیعت نہیں کرنا چاہیے اور جو ''مراہق'' (قریب البلوغ لڑکا) جہاد کی طاقت رکھتا تھا' آپ اس کو بیعت کر لیتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلب معاش کے لیے بازار میں جانا چاہیے اور برکت جہاں سے بھی ملے' اس کو حاصل کرنا چاہیے۔

اس حدیث میں ان جاہل اور بناوٹی زاہدوں کا رد ہے' جن کا اعتقاد ہے کہ معاش کو طلب کرنا مذموم ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جو بچہ شارع علیہ السلام سے کسی چیز کو بھی یاد رکھے' وہ صحابی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواتین اپنے بچوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جاتی تھیں۔

اس حدیث میں تجارت کو طلب کرنے کا ثبوت ہے اور شرکت کے سوال کا بھی ثبوت ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن ہشام کے متعلق آپ کی دعا قبول ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٩١۔٩٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

١٤ - بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الرَّقِيقِ

غلام میں شریک ہونا

٢٥٠٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ، وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يُعْتِقَ كُلَّهُ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ قَدْرَ ثَمَنِهِ، يُقَامُ قِيمَةَ عَدْلٍ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس آدمی نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا' اس پر واجب ہے کہ وہ پورا غلام آزاد کرے' اگر اس کے پاس اس کی قیمت کے برابر مال ہے تو

وَيُعْطَى شُرَكَاؤُهُ حِصَصَهُمْ وَيُخَلَّى سَبِيلُ الْمُعْتَقِ.

عدل کے ساتھ اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اس کے شرکاء کو ان کا حصہ ادا کیا جائے گا اور اس آزاد شدہ غلام کا پیچھا چھوڑ دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں غلام میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٥٠٤ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ فِي عَبْدٍ أُعْتِقَ كُلُّهُ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا يُسْتَسْعَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از قتادہ از النضر بن انس از بشیر بن نہیک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس آدمی نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو وہ پورا غلام آزاد کیا جائے گا' اگر اس آدمی کے پاس مال ہے تو فبہا ورنہ باقی حصہ داروں کو ان کے حصوں کی قیمت ادا کرنے کے لیے اس سے محنت مزدوری کرائی جائے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابُ الْاِشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ وَالْبُدْنِ

قربانی کے جانوروں اور اونٹوں میں شرکت اور اگر کوئی قربانی بھیج چکا ہے اور اس نے کسی کو شریک کر لیا

وَإِذَا أَشْرَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي هَدْيِهِ بَعْدَ مَا أَهْدٰى.

اور جب کوئی آدمی کسی دوسرے کو ہدی بھیجنے کے لیے کسی کو اپنی ہدی میں شریک کرے۔

ھدی کا معنی ہے: قربانی کا جانور۔

٢٥٠٥، ٢٥٠٦ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ. وَعَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صُبْحَ رَابِعَةٍ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ لَا يَخْلِطُهُمْ شَيْءٌ، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً، وَأَنْ نَحِلَّ إِلَى نِسَائِنَا، فَفَشَتْ فِي ذٰلِكَ الْقَالَةُ. قَالَ عَطَاءٌ فَقَالَ جَابِرٌ فَيَرُوحُ أَحَدُنَا إِلَى مِنًى وَذَكَرُهُ يَقْطُرُ مَنِيًّا، فَقَالَ جَابِرٌ بِكَفِّهِ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ بَلَغَنِي أَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از جابر اور از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار ذوالحجہ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے' آپ نے اس حج میں کسی اور چیز کو (یعنی عمرہ کو) شریک نہیں کیا تھا' پس جب ہم مکہ پہنچ گئے تو آپ نے حکم دیا کہ ہم اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں اور ہم اپنی بیویوں کے لیے حلال ہو جائیں' یہ بات لوگوں میں پھیل گئی۔ عطاء بیان کرتے ہیں: پھر حضرت جابر نے کہا: کیا ہم میں سے کوئی شخص منی اس حالت میں جائے گا کہ

Marfat.com

اَقْوَامًا يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا، وَاللّٰهِ لَاَنَا اَبَرُّ وَاَتْقٰى لِلّٰهِ مِنْهُمْ، وَلَوْ اَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَيْتُ، وَلَوْ لَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ. فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هِيَ لَنَا اَوْ لِلْاَبَدِ؟ فَقَالَ لَا، بَلْ لِلْاَبَدِ. قَالَ وَجَاءَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ اَحَدُهُمَا يَقُوْلُ لَبَّيْكَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ الْاٰخَرُ لَبَّيْكَ بِحَجَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُقِيْمَ عَلٰى اِحْرَامِهِ، وَاَشْرَكَهُ فِي الْهَدْيِ.

اس کے آلہ تناسل سے منی ٹپک رہی ہوگی' پھر حضرت جابر نے ہاتھ سے اشارہ کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' پس فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ اس طرح اور اس طرح کہتے ہیں اور اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے زیادہ نیکی کرنے والا ہوں اور اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں' اور اگر میں پہلے اس چیز کی طرف متوجہ ہو گیا ہوتا جو مجھے بعد میں پیش آئی ہے تو میں قربانی کا جانور نہ بھیجتا' اور اگر میرے پاس قربانی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا' پس حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس کہا: یارسول اللہ! یہ حکم (ایام حج میں عمرہ کرنا) ہمارے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ حضرت جابر نے کہا: پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (یمن سے) آئے' پس عطاء اور طاؤس' ان دونوں میں سے ایک نے تو یوں بیان کیا کہ حضرت علی نے احرام باندھتے وقت اس طرح کہا تھا: میں اس کے ساتھ لبیک کہتا ہوں جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک کہا تھا' اور دوسرے نے یوں کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے ساتھ لبیک کہتا ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں اور انہیں اپنی قربانی میں شریک کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۵' اور ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں قربانی کے جانور میں شرکت کا ذکر ہے۔

۱۶ - بَابُ مَنْ عَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ فِي الْقَسْمِ

جس نے تقسیم میں دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا

۲۵۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ تِهَامَةَ، فَاَصَبْنَا غَنَمًا وَاِبِلًا، فَعَجِلَ الْقَوْمُ فَاَغْلَوْا بِهَا الْقُدُوْرَ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِهَا فَاُكْفِئَتْ، ثُمَّ عَدَلَ عَشْرًا مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ، ثُمَّ اِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از والد خود از عبایہ بن رفاعہ از جد خود' حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے مقام ذوالحلیفہ میں تھے' ہمیں (مال غنیمت میں) بکریاں اور اونٹ ملے تھے تو لوگوں نے ان (کو ذبح کر کے) ان کا گوشت پتیلیوں میں چڑھا دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے تو آپ کے حکم سے پتیلیوں کو الٹ دیا گیا' پھر آپ

Marfat.com

بَعِيرًا مِنْهَا نَدَّ، وَلَيْسَ فِي الْقَوْمِ إِلَّا خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بِسَهْمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هٰكَذَا. قَالَ قَالَ جَدِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا نَرْجُو أَوْ نَخَافُ أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا، وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ اِعْجَلْ، أَوْ أَرِنِي، مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوا، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.

نے دس بکریوں کوایک اونٹ کے برابر قرار دیا' پھران میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا' اور اس وقت لوگوں کے پاس گھوڑے تھوڑے سے تھے' ایک شخص نے اونٹ کو تیر مار کر روک لیا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح وحشت اور اجنبیت ہوتی ہے' سو جب تم ان جانوروں پر غلبہ نہ پاسکو تو ان کو اسی طرح تیر مار کر روک لیا کرو' میرے دادا نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں توقع ہے' یا کہا: ہمیں خطرہ ہے کہ کل ہمارا دشمن سے ٹکراؤ ہوگا اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے' کیا ہم دھار والی لکڑی (سرکنڈے) سے ذبح کر سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: (ذبح کرنے میں) جلدی کیا کرو' جو چیز (جانور کا) خون بہا دے' اسی سے ذبح کر لیا کرو اور اس پر بسم اللہ پڑھ لی جائے تو اس کو کھالیا کرو' اور دانت اور ناخن سے ذبح نہ کرو' اور میں عنقریب اس کی وجہ بتاتا ہوں' رہے دانت تو وہ ہڈی ہیں اور رہے ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر کرنے کی تصریح ہے۔

''کتاب الشرکة'' کی تکمیل

آج ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ/ ۱۳ مئی ۲۰۰۸ء' بہ روز منگل ''کتاب الشرکة'' مکمل ہوگئی۔ الٰہ العٰلمین! باقی صحیح البخاری کو بھی مکمل کرادیں اور میری مغفرت فرمادیں۔ آمین

''کتاب الشرکة'' میں ستائیس احادیث مرفوعہ ہیں' اس میں ایک تعلیق ہے اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور اس میں تیرہ احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث چودہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۴۸ - کِتَابُ الرَّھْنِ

رہن کا بیان

رہن کے متعلق قرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں:

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ. (البقرہ:۲۸۳)

اور اگر تم سفر میں ہو (اور تم نے کاروباری قرض پر مبنی کوئی معاملہ کرنا ہو) اور تمہیں دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو قبضہ دی ہوئی رہن (کی بنیاد پر کاروباری قرض) کا معاملہ کرلو۔

اس آیت کے سیاق میں رہن کا لفظ ہے اور رہن کا معنی ہے: کاروباری قرض' اور نجی قرضوں کے لیے قرض کا لفظ استعمال ہوتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ O (المدثر:۳۸)

ہر نفس اپنے عمل کے بدلہ میں رہن رکھا ہوا ہے O

اس آیت میں رہن کا لغوی معنی مراد ہے' اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے۔

رہن کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کو گروی رکھنا' کسی چیز کو کسی کے قبضہ میں دینا' کسی چیز کو کسی کے پاس روک کر رکھنا۔

رہن کا اصطلاحی معنی ہے: قرض کے بدلہ میں کسی چیز کو کسی کے پاس بہ طور ضمانت رکھوانا اور قرض ادا کرنے کے بعد اس چیز کو چھڑا لینا۔ رہن سے مقصود قرض کا وثوق ہے' رہن رکھنے والے کو راہن اور جس کے پاس رہن رکھیں اس کو مرتھن کہتے ہیں۔

۱ - بَابٌ فِي الرَّهْنِ فِي الْحَضَرِ

اپنے شہر میں رہن رکھنا

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾ (البقرہ:۲۸۳).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم سفر میں ہو اور تم کو دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو قبضہ میں دی ہوئی رہن پر معاملہ کرلو۔

یعنی جب تم کسی مدتِ معین کے لیے قرض لو اور اس قرض کی دستاویز لکھنے کے لیے کوئی شخص نہ ملے تو قرض خواہ کے لیے اطمینان اور وثوق کے لیے اپنی کوئی چیز اس کے قبضہ میں دے دو۔

اس آیت میں سفر میں گروی رکھنے کا ذکر ہے لیکن تمام فقہاء کے نزدیک حضر (اپنے شہر) میں اور سفر دونوں میں گروی رکھنا جائز ہے' امام بخاری نے حضر میں گروی رکھنے کا عنوان قائم کیا ہے' کیونکہ سفر میں گروی رکھنے کا ذکر تو قرآن مجید میں ہے۔

۲۵۰۸ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی'

Marfat.com

عَنْهُ قَالَ وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ بِشَعِيرٍ، وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَا أَصْبَحَ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا صَاعٌ، وَلَا أَمْسَى، وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ.

انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جَو کے عوض اپنی زرہ کو رہن رکھا' اور (ایک دن) میں خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جَو کی روٹی اور باسی چربی لے کر گیا' اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: آلِ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس صرف چار کلو طعام ہے' اور اس وقت آپ کے گھروں میں نو ازواج تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۰۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں رہن رکھنے کا ذکر ہے۔

٢ - بَابُ مَنْ رَهَنَ دِرْعَهُ

جس نے اپنی زرہ کو رہن رکھا

٢٥٠٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ وَالْقَبِيلَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے ابراہیم کے پاس رہن کا اور قرض کی ضمانت کا ذکر کیا تو ابراہیم نے کہا: ہمیں اسود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے مدتِ معین کے اُدھار پر طعام خریدا اور اپنی زرہ گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

٣ - بَابُ رَهْنِ السِّلَاحِ

ہتھیاروں کو گروی رکھنا

اس سے پہلے باب میں رہن کو گروی رکھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں ہتھیاروں کو گروی رکھنے کا ذکر ہے۔

اور ان میں مناسبت یہ ہے کہ زرہ سے بھی اپنے نفس کی مدافعت کی جاتی ہے اور ہتھیاروں سے بھی اپنے نفس کی مدافعت کی جاتی ہے' ہتھیاروں سے مراد وہ آلات ہیں جن سے حملہ یا حملہ کا دفاع کیا جاتا ہے۔

٢٥١٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ آذَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَنَا، فَأَتَاهُ فَقَالَ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ، فَقَالَ ارْهَنُونِي نِسَاءَكُمْ، قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا، وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ؟ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو سخت ایذاء پہنچائی ہے' تو حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں (اس کو قتل کروں گا)! پھر وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق (چار کلو) یا دو وسق طعام اُدھار دو' تو اس نے

فَارْهَنُوْنِیْ اَبْنَاءَ كُمْ، قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُ اَبْنَاءَ نَا، فَيُسَبُّ اَحَدُهُمْ، فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ اَوْ وَسْقَيْنِ، هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا، وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّاْمَةَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِى السِّلَاحَ فَوَعَدَهُ اَنْ يَّاْتِيَهُ، فَقَتَلُوْهُ، ثُمَّ اَتَوُا النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ.

[اطراف الحدیث:۳۰۳۱-۳۰۳۲-۴۰۳۷] (سنن ابوداؤد:۲۵۶۸)

کہا: تم اپنی عورتوں کو میرے پاس گروی رکھ دو' انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ دیں! حالانکہ تم عرب کے سب سے خوب صورت مرد ہو' اس نے کہا: پھر تم اپنے بیٹے میرے پاس گروی رکھ دو' انہوں نے کہا: ہم اپنے بیٹے تمہارے پاس کیسے گروی رکھ سکتے ہیں' پھر کوئی شخص ان کو طعنہ دے گا کہ یہ ایک وسق کے عوض یا دو وسق کے عوض گروی رکھا گیا تھا' اور یہ ہمارے لیے باعث عار ہے' لیکن ہم تمہارے پاس اللامۃ گروی رکھتے ہیں' سفیان نے کہا: یعنی ہتھیار' حضرت محمد بن مسلمہ نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے پاس پھر آئیں گے' پس (انہوں نے رات کو) اسے قتل کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس کی خبر دی۔

کعب بن اشرف کو قتل کرنے کی تفصیل

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور رسول کو بہت ایذاء دی ہے' حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کو میں قتل کروں گا' پھر کہا: یارسول اللہ! کیا آپ اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تب انہوں نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کوئی (غلط) بات کہہ دوں' آپ نے فرمایا: ہاں! کہہ دینا' پس وہ کعب بن اشرف کے پاس آئے' اور کہا: یہ شخص ہم سے صدقہ کا سوال کرتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا دیا ہے' اس نے پوچھا: تم ان سے ملول خاطر ہوتے ہو؟ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: ہم نے ان کی پیروی کی ہے اور اب ہم ان کے چھوڑنے کو ناپسند کرتے ہیں حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں کہ ان کا معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق یا دو وسق طعام اُدھار دو' کعب بن اشرف نے کہا: تم ہمارے پاس کیا چیز گروی رکھو گے؟ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: تم کیا چیز گروی رکھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں تمہاری عورتوں کو گروی رکھنا چاہتا ہوں' انہوں نے کہا: سبحان اللہ! تم عرب کے حسین ترین مرد ہو' ہم تمہارے پاس اپنی عورتوں کو گروی رکھیں یہ ہمارے لیے عار کا سبب ہے' اس نے کہا: پھر تم اپنی اولاد کو میرے پاس گروی رکھ دو' انہوں نے کہا: سبحان اللہ! ہمارے بیٹے کو کوئی شخص یہ طعنہ دے گا کہ تو ایک وسق یا دو وسق طعام کے عوض گروی رکھا گیا تھا' اس نے کہا: پھر تم ہمارے پاس اللامۃ یعنی ہتھیار گروی رکھ دو' حضرت محمد نے مسلمہ نے کہا: ہاں! یہ ہو سکتا ہے' پھر جب وہ اس کے پاس گئے تو اس کو آواز دی' وہ ان کے پاس اس حالت میں آیا کہ اس سے خوشبو آ رہی تھی جو اس کے سر سے پھوٹ رہی تھی' پس جب حضرت محمد بن مسلمہ اس کے پاس بیٹھے اور وہ اس کے پاس تین یا چار مردوں کو لے کر آئے تھے اور انہوں نے ان کو اپنی اسکیم بتا دی تھی' اس نے کہا کہ میرے پاس ایسی خوشبو ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ اچھی خوشبو ہے' حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: کیا تم مجھے اس کو سونگھنے کی اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنا ہاتھ اس کے سر میں داخل کر کے اس کو سونگھا' حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: میں دوبارہ سونگھنا چاہتا ہوں' اس نے کہا: اچھا ٹھیک ہے' انہوں نے پھر اپنا ہاتھ اس کے سر میں داخل کیا اور جب اس کے سر کو اپنی گرفت میں لے لیا تو پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: حملہ کر دو' سو انہوں نے اس پر ضرب لگائی حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ (صحیح البخاری:۴۰۳۱' صحیح مسلم:۱۸۹۱' سنن ابوداؤد:۲۷۶۸)

Marfat.com

امام ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی المتوفی ۲۰۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ کعب بن اشرف شاعر تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہجو کرتا تھا اور اپنے اشعار میں کفار کو آپ کے خلاف جنگ پر اُبھارتا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں کے رہنے والے مختلف عقائد کے لوگ تھے' ان میں وہ مسلمان بھی تھے جن کو اسلام کی دعوت نے متحد کر دیا تھا' ان میں اَوس اور خزرج کے دو قبیلے بھی تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے ان کی اصلاح کا ارادہ کیا' ان میں بعض ایسے بھی تھے کہ ایک شخص مسلمان تھا اور اس کا باپ کافر تھا۔

کعب بن اشرف بدستور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ کے اصحاب کی اشعار میں مذمت کرتا رہا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! تو کعب بن اشرف کے پھیلائے ہوئے شر میں میری طرف سے کافی ہو جا!

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ اس نے مجھے اذیت پہنچائی ہے' تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کو قتل کروں گا' آپ نے فرمایا: تم اس کو قتل کر دو' پھر حضرت محمد بن مسلمہ نے کئی دن تک کھانے پینے کو چھوڑ دیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا اور پوچھا: اے محمد! کیا تم نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے ایک حکم دیا ہے' مجھے معلوم نہیں کہ میں اس حکم کو پورا کر سکوں گا یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے لیے کوشش کرو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس معاملہ میں (حضرت) سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) سے مشورہ کرو۔

پھر حضرت محمد بن مسلمہ اور اَوس کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی' ان میں حضرت عباد بن بشر' حضرت ابونائلہ' سلامان بن سلامہ' حضرت الحارث بن اوس اور حضرت ابوعیسیٰ بن جبر رضی اللہ عنہم تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اس کو قتل تو کر دیں گے لیکن آپ ہمیں یہ اجازت دیں کہ (اس کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے) ہمیں کچھ کہنا پڑے تو ہم کہہ دیں' آپ نے فرمایا: تم کہہ سکتے ہو' پھر حضرت ابونائلہ اس کے پاس گئے' جب کعب بن اشرف نے ان کو دیکھا تو اس نے خطرہ محسوس کیا اور اس نے سوچا کہ ان کے پیچھے اور لوگ بھی ہوں گے' اس کا رنگ اُڑ گیا اور وہ مرعوب ہو گیا اور حضرت ابونائلہ اور حضرت محمد بن مسلمہ اس کے رضاعی بھائی تھے' وہ اس کے ساتھ کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔

جب کعب بن اشرف کا خوف دور ہو گیا تو اس نے پوچھا: آپ لوگ کیسے آئے ہیں؟ حضرت ابونائلہ نے کہا: جب سے یہ شخص مدینہ میں آیا ہے' ہم پر مصائب ٹوٹ پڑے ہیں اور اس نے عربوں سے جنگ شروع کر دی ہے اور وہ ایک کمان سے ہم پر تیر چھوڑ رہا ہے' ہم لوگ بھوک اور افلاس کا شکار ہیں اور ہمارے بچے ضائع ہو رہے ہیں اور ہم صدقہ لینے کے محتاج ہو گئے ہیں' کعب نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو تم سے پہلے ہی یہ کہتا تھا کہ آخر کار یہی ہونا ہے۔

ابونائلہ نے کہا: میرے ساتھ میرے اور بھی اصحاب ہیں' ان کی رائے بھی میری طرح ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں ان کو تمہارے پاس لے کر آؤں اور ہم تم سے کچھ طعام اور کھجوریں خریدیں اور تم ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ہم تمہارے پاس ضمانت کے لیے کچھ چیزیں رکھ دیں گے' کعب نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو' حضرت ابونائلہ نے کہا: ہم ان کی رسوائی چاہتے ہیں اور ان سے دور ہونا چاہتے ہیں' کعب نے کہا: اے ابونائلہ! تم نے مجھے خوش کر دیا' اب یہ بتاؤ! تم کیا چیز میرے پاس رہن رکھو گے' کیا تم اپنے بیٹے اور اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھو گے؟ حضرت ابونائلہ نے کہا: کیا تم ہمیں رسوا کرنا چاہتے ہو اور ہمارا راز افشاء کرنا چاہتے ہو! ہم تمہارے پاس اپنا اسلحہ گروی رکھیں گے' کعب اس پر راضی ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت ابونائلہ نے یہ اس لیے کہا تھا کہ جب وہ اور ان کے اصحاب اس پر حملہ کرنے کے لیے آئیں تو وہ کوئی خطرہ محسوس نہ کرے پھر انہوں نے اس سے ملاقات کے لیے ایک دن مقرر کر لیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو اس کی خبر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو بقیع تک چھوڑنے کے لیے آئے' اور آپ نے ان کو دعا کے ساتھ رخصت کیا اور کہا: اللہ کی برکت اور اس کی مدد تمہارے شامل حال ہو!

رات کو انہوں نے کعب بن اشرف کو جگایا اور وہ اپنی بیوی کے منع کرنے کے باوجود باہر نکل آیا' انہوں نے اس سے کہا: اے کعب! ہم ایک بڑھیا کے نالہ کی طرف جا کر باتیں کرتے ہیں' پھر ابونائلہ نے کعب کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا' اور کہا: اے کعب بن اشرف! تمہارے عطر کی کتنی پیاری خوشبو آ رہی ہے! اور کعب بن اشرف مشک اور عنبر کا تیل استعمال کرتا تھا' وہ تھوڑی دیر تک ساتھ ساتھ چلتے رہے' پھر اچانک ابونائلہ نے اس کے بالوں کو پکڑ کر اس کی کنپٹیوں سے اس کا سر پکڑ لیا اور اپنے اصحاب سے کہا: اس اللہ کے دشمن کو قتل کر دو' پھر ان کے اصحاب نے اس پر تلواریں مارنی شروع کر دیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا کہ مجھے یاد آیا کہ میرے پاس ایک خنجر ہے' میں نے وہ خنجر اس کے پیٹ کے آر پار کر دیا' پھر وہ اللہ کا دشمن زور سے چلایا' پھر انہوں نے اس کے قتل سے نمٹ کر اس کا سر کاٹ لیا اور اس کو اپنے ساتھ لے گئے' حتیٰ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے' جب وہ بقیع الغرقد میں پہنچے تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات نماز پڑھتے رہے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البقیع میں اللہ اکبر کی آواز سنی تو آپ نے جان لیا کہ مسلمانوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا ہے' جب مسلمان آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: یہ تمام چہرے کامیاب ہوگئے' مسلمانوں نے کہا: اور آپ کا چہرہ بھی یا رسول اللہ! اور مسلمانوں نے آپ کے سامنے کعب بن اشرف کا سر پھینک دیا اور آپ نے اس کے قتل ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر ادا کیا۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ کعب بن اشرف کا قتل ۲۵ ربیع الاوّل کو ہوا تھا۔

(کتاب المغازی ج ۱ ص ۱۷۳-۱۷۷ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی اس حدیث کو تفصیل سے روایت کیا ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۱۸۷-۱۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ مسلمانوں نے کعب بن اشرف کو دھوکے سے قتل کیا تھا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسلمانوں کے لیے کعب بن اشرف کو دھوکے سے قتل کرنا کس طرح جائز ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کعب بن اشرف جب مکہ میں گیا اور اس نے کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے پر بھڑکایا اور اس نے اپنے قصائد میں مسلمانوں کی جوان عورتوں کا ذکر کیا تو اس نے عہد شکنی کی' پھر اس کو قتل کرنا واجب ہو گیا خواہ اس کو کسی طرح سے بھی قتل کیا جائے' اسی طرح جو اس کے قائم مقام ابورافع وغیرہ تھے' ان کا بھی یہی حکم تھا۔

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد اور آپ کی امان میں داخل نہیں تھا بلکہ آپ کے عہد سے منحرف ہو کر اپنی قوم کے ساتھ اپنے قلعہ میں رہتا تھا۔

علامہ المازری نے کہا ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ کیا ہوا عہد توڑ دیا تھا اور اہل حرب کے ساتھ ان کی معاونت کرتا تھا' پھر

Marfat.com

حضرت محمد بن مسلمہ نے اس کو امان نہیں دی تھی لیکن وہ اس سے خرید و فروخت میں کلام کرتے تھے' پس وہ ان سے مانوس ہو گیا تھا اور وہ بغیر کسی عہد اور امان کے اس کو قتل کرنے پر قادر ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص نے کہا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنا عہد شکنی تھی' تو حضرت علی نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس شخص کی گردن اُڑا دی گئی کیونکہ غدر اور عہد شکنی اس وقت ہوتی' جب اس کو پہلے صحیح امان دی گئی ہوتی اور کعب بن اشرف خود عہد شکنی کرنے والا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابُ اَلرَّهْنُ مَرْكُوْبٌ وَمَحْلُوْبٌ

گروی رکھے ہوئے جانور پر سواری کرنے اور اس کا دودھ پینے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رہن رکھے ہوئے جانور پر سواری کرنا اور اگر وہ دودھ دیتا ہو تو اس کا دودھ پینا جائز ہے۔

وَقَالَ مُغِيْرَةُ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ تُرْكَبُ الضَّالَّةُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا' وَتُحْلَبُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا' وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ.

اور مغیرہ نے کہا: از ابراہیم کہ گم شدہ جانور پر اس کے چارہ کی مقدار کے عوض سواری کی جائے گی اور اس کے چارہ کی مقدار کے عوض اس کا دودھ بھی دوہا جائے گا' اسی طرح گروی میں رکھے ہوئے جانور کا بھی حکم ہے۔

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۰۲)

٢٥١١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ' عَنْ عَامِرٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ' وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا.

[طرف الحدیث: ۲۵۱۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: گروی شدہ جانور پر اس کا خرچ نکالنے کے لیے اس پر سواری کی جائے اور گروی شدہ دودھ دینے والے جانور کا (خرچ نکالنے کے لیے) اس کا دودھ پیا جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۲۶' سنن ترمذی: ۱۲۵۴' سنن ابن ماجہ: ۲۴۴۰)

صحیح بخاری کی حدیث مذکور سے امام شافعی اور غیر مقلدین کا استدلال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ابراہیم نخعی' امام شافعی اور غیر مقلدین کی جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو جانور رہن رکھا گیا ہو' اس پر اس کے خرچ کے عوض سواری کی جائے گی اور اسی طرح اس کا دودھ بھی پیا جائے گا۔

اور سفیان الثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد نے یہ کہا ہے کہ رہن رکھنے والے کو یہ حق نہیں ہے اور یہ رہن کے حکم کے منافی ہے' رہن کا حکم یہ ہے کہ وہ اس کو دائمی طور پر روک کر رکھے' اور وہ اس کا مالک نہیں ہے لہٰذا اس کے لیے رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے' وہ اس سے کوئی خدمت لے سکتا ہے' نہ اس پر سواری کر سکتا ہے اور نہ اس کا دودھ پی سکتا ہے اور اگر مکان رہن ہو تو وہ اس میں رہائش بھی نہیں رکھ سکتا' اور نہ وہ رہن رکھوانے والے کی اجازت کے بغیر اس کو کہیں فروخت کر سکتا ہے اور اگر اس نے اس کو فروخت کر دیا تو وہ مالک کی اجازت کے اوپر موقوف ہے' اگر اس نے اجازت دے دی تو وہ قیمت رہن رہے گی' خواہ مرتہن یہ شرط رکھے کہ وہ اس کے پاس رہن رہے گی یا نہیں' امام ابویوسف سے یہ روایت ہے کہ وہ چیز

بغیر شرط کے رہن نہیں ہوگی' اسی طرح مرتہن کے لیے رہن سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے' حتیٰ کہ اگر غلام رہن رکھا ہوا ہے تو وہ اس سے خدمت نہیں لے سکتا' اور اگر سواری رہن رکھی ہوئی ہے تو وہ اس پر سوار نہیں ہو سکتا اور اگر کپڑا رہن رکھا ہوا ہے تو وہ اس کو پہن نہیں سکتا اور اگر قرآن شریف رہن رکھا ہوا ہے تو وہ اس کو پڑھ نہیں سکتا' اور راہن کی اجازت کے بغیر وہ اس کو فروخت نہیں کر سکتا۔

امام بخاری کے مؤقف کے مطابق حدیث مذکور کی توجیہ

امام طحاوی نے ہمارے اصحاب کی طرف سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رہن کا خرچ راہن پر ہوتا ہے مرتہن پر نہیں ہوتا' اور جس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے' وہ مجمل ہے' اس میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ کون سوار ہوگا اور کون دودھ پیے گا' پس مخالف کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ یہ کہے کہ یہ حق مرتہن کا ہے اور راہن کا نہیں ہے اور راہن اور مرتہن میں سے اس حدیث کو بغیر دلیل کے کسی ایک پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔

ہشیم نے از زکریا از شعبی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی چوپایہ رہن رکھا ہوا ہو تو مرتہن کے اوپر اس کو چارہ کھلانا ہے اور اس کا دودھ پیا جائے گا اور جب دودھ پیے گا' اس پر اس کا خرچ ہے اور وہ اس پر سواری کرے گا۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں سوار ہونے اور دودھ پینے کا جو ذکر ہے' اس سے مراد مرتہن (رہن رکھنے والا) ہے نہ کہ راہن (رہن رکھوانے والا)' پس سواری کرنے اور دودھ پینے کا حق اس کو دیا گیا ہے اور اس کے معاوضہ میں اس پر اس جانور کا خرچ لازم کیا گیا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ حدیث اس زمانہ پر محمول ہے جب سود حلال تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قرض سے منع نہیں فرمایا تھا جس سے کوئی منفعت حاصل ہو اور نہ کسی چیز کی اس سے زیادہ چیز کے عوض بیع سے منع فرمایا تھا' پھر بعد میں آپ نے سود کو حرام فرما دیا اور ہر اس قرض سے منع فرما دیا جس سے کوئی منفعت حاصل ہو۔

صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) سبحان اللہ! یہ محض اپنی رائے سے فیصلہ کرنا ہے' یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف کیسے حجت ہو سکتی ہے جب کہ ہم اس کی توجیہ بیان کر چکے ہیں' علاوہ ازیں شعبی نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ شعبی سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ رہن سے بالکل فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا' پس یہ شعبی کا مذہب ہے اور وہی حضرت ابوہریرہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں' جو ان کے قول اور ان کے مذہب کے خلاف ہے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب یہ حدیث ان کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک حدیث مذکور کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ نے بھی اس حدیث کا یہی جواب لکھا ہے کہ مرتہن کا رہن سے فائدہ اٹھانا سود ہے اور حرام ہے اور صحیح بخاری کی یہ حدیث مذکور منسوخ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر مصنف کے دلائل

مرتہن' راہن کو قرض دے کر اپنے قرض کی ضمانت کے طور پر راہن کی کوئی چیز رہن رکھتا ہے' اگر وہ اس رہن میں رکھی ہوئی چیز سے منفعت حاصل کرے' مثلاً وہ رہن میں رکھے ہوئے گھوڑے پر سواری کرے یا رہن میں رکھی ہوئی گائے کا دودھ نکال کر پیے گا تو

Marfat.com

وہ اپنے قرض سے منفعت حاصل کر رہا ہے اور یہ درج ذیل آثار کی بناء پر جائز نہیں ہے:

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہر وہ قرض جس سے منفعت حاصل ہو وہ مکروہ ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۶۷۳۶ ج ۸ ص ۱۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں:

ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے پانچ سو دینار اس شرط پر قرض لیے کہ وہ اس کے گھوڑے پر سواری کرے گا' تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ نے کہا: اس نے جو اس کے گھوڑے کی پشت پر سواری کی ہے' وہ سود ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۶۷۳۷ ج ۸ ص ۱۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۸۰)

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ عطاء سے روایت کرتے ہیں: فقہاء تابعین ہر اس قرض کو مکروہ قرار دیتے تھے جس سے منفعت حاصل ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۷۷ ج ۱۰ ص ۶۴۷-۶۴۸ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

ابراہیم نے کہا: ہر وہ قرض جو منفعت حاصل کرے' وہ سود ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۷۸ ج ۱۰ ص ۶۴۸ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

حسن بصری اور محمد بن سیرین کہتے تھے کہ جس قرض سے منفعت حاصل ہو وہ مکروہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۷۹ ج ۱۰ ص ۶۴۸ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

ابراہیم نخعی نے کہا: جب کوئی شخص کسی آدمی کی زمین رہن رکھے تو اس کے لیے اس زمین میں کوئی عمل (کاشت کاری) کرنا جائز نہیں ہے اگر اس نے اس زمین میں کچھ عمل کیا تو زمین کے مالک کو اس کے حساب سے اس کی اجرت مثلیہ دی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۳۱ ج ۱۰ ص ۶۵۹ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

۲۵۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا، وَعَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے خبر دی از الشعبی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز رہن ہو اس کے خرچ کے عوض اس پر سواری کی جائے گی اور اس کے خرچ کے عوض اس کا دودھ پیا جائے گا جب کہ وہ رہن ہو اور جو شخص سوار ہوگا یا دودھ پئے گا' اس کے ذمہ خرچ ہوگا۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب' صحیح البخاری: ۲۵۱۱ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ الرَّهْنِ عِنْدَ الْيَهُوْدِ وَغَيْرِهِمْ

یہودی وغیرہ کے پاس رہن رکھنا

۲۵۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا، وَرَهَنَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے طعام خریدا' اور اس کے پاس زرہ رہن

Marfat.com

دِرْعَهُ. رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہودی کے پاس رہن رکھنے کا ذکر ہے۔

٦ - بَابٌ إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ وَنَحْوُهُ، فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ

جب راہن اور مرتہن میں اختلاف ہو اور اسی طرح دوسرے لوگوں میں اختلاف ہو تو مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور مدعیٰ علیہ پر قسم لازم ہے

یعنی جب راہن اور مرتہن میں اس طرح اختلاف ہو جائے کہ راہن کہے کہ میں نے سو روپیہ میں چیز تمہارے پاس گروی رکھی تھی اور مرتہن کہے کہ نہیں تم نے دو سو روپیہ کے عوض یہ چیز گروی رکھی تھی۔

٢٥١٤ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى أَنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ.[اطراف الحدیث: ۲۶۶۸۔ ۴۵۵۲](صحیح مسلم: ۱۷۱۱' الرقم المسلسل: ۴۳۶۱' سنن ابوداؤد: ۳۶۱۹' سنن ترمذی: ۱۳۴۲' سنن نسائی: ۵۴۲۵' سنن ابن ماجہ: ۲۳۲۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی' از ابن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (دو عورتوں کے مقدمہ کے متعلق) سوال کیا تو انہوں نے مجھے جواب میں لکھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

باب مذکور کی حدیث کی تائید

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: مدعی پر گواہ ہیں اور مدعا علیہ پر قسم ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۳۴۶' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۷۹۔ ج ۱۰ ص ۲۵۲' مشکوٰۃ: ۳۷۶۹' سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۵۷' کنز العمال: ۱۵۲۸۲)

اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء کہ آیا راہن کا قول معتبر ہو گا یا مرتہن کا؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں دو قول ہیں' پہلا قول یہ ہے:

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' سفیان ثوری' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ جب راہن اور مرتہن میں اختلاف ہو تو راہن کے قول کا اس کی قسم کے ساتھ اعتبار کیا جائے گا' انہوں نے کہا ہے کہ مرتہن مدعی ہے' پس جب اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو راہن سے حلف لیا جائے گا کیونکہ وہ مدعیٰ علیہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مرتہن کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جب تک کہ اس کی بتائی ہوئی قیمت رہن کی قیمت سے زیادہ نہ ہو' یہ حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے اور یہی امام مالک کا مذہب ہے' انہوں نے کہا ہے کہ مرتہن سے قسم لے کر اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا' جب کہ اس کی بتائی ہوئی قیمت رہن کی قیمت کے درمیان ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٥١٥، ٢٥١٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے

Marfat.com

حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا، وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا . فَقَرَاَ اِلٰى . عَذَابٌ اَلِيْمٌO﴾ (آل عمران:۷۷). ثُمَّ اِنَّ الْاَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ اِلَيْنَا فَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ فَحَدَّثْنَاهُ، قَالَ فَقَالَ صَدَقَ، لَفِيَّ وَاللّٰهِ اُنْزِلَتْ، كَانَتْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِيْ بِئْرٍ، فَاخْتَصَمْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدُكَ اَوْ يَمِيْنُهُ. قُلْتُ اِنَّهُ اِذًا يَحْلِفُ وَلَا يُبَالِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا، هُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ، ثُمَّ اقْتَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا. اِلٰى. وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌO﴾ (آل عمران:۷۷).

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابووائل انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بتایا جس شخص نے کسی ایسی چیز پر قسم کھائی جس سے وہ مال کا مستحق ہو اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہےO (آل عمران: ۷۷) پھر حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ تم سے ابوعبدالرحمان نے کیا کہا تھا؟ پس ہم نے ان سے بیان کیا تو انہوں نے کہا: حضرت ابن مسعود نے سچ کہا ہے بے شک یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے میرے اور ایک شخص کے درمیان ایک کنویں میں تنازعہ تھا ہم دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ لاؤ ورنہ یہ قسم کھائے گا میں نے کہا: یہ تو قسم کھالے گا اور اس کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایسی قسم کھائی جس سے وہ مال کا مستحق ہو اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں (الآیۃ)۔ (آل عمران:۷۷)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۵۷-۲۳۵۶ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ مدعی پر گواہ پیش کرنا ہیں اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔

''کتاب الرھن'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین. آج ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ/ ۱۶ مئی ۲۰۰۸ء بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ ''کتاب الرھن'' مکمل ہوگئی الٰہ العلمین! اس کو قبول فرما صحیح بخاری کے بقیہ ابواب کو بھی مکمل فرمادے اور میری میرے والدین کی اور قارئین کی مغفرت فرمادے! (آمین)

''کتاب الرھن'' میں نو احادیث مرفوعہ موصولہ ہیں اور چھ احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث تین ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۴۹ - كِتَابُ الْعِتْقِ

غلاموں کو آزاد کرنے کا بیان

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ''اعتاق'' کا معنی ہے: آزادی کو ثابت کرنا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ''اعتاق'' کا معنی ہے: کوئی ایسا کام کرنا جو غلام کی آزادی کا موجب ہو۔

۱ - بَابٌ مَا جَاءَ فِي الْعِتْقِ وَفَضْلِهِ

غلام کو آزاد کرنے اور اس کی فضیلت میں جو احادیث وارد ہیں

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿فَكُّ رَقَبَةٍO اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍO يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾ (البلد:۱۳-۱۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: غلامی سے گردن چھڑانا O یا بھوک کے دن کھانا کھلانا O ایسے یتیم کو جو رشتہ دار بھی ہو O (البلد:۱۵-۱۳)

اس باب میں غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۵۱۷ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ صَاحِبُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، قَالَ قَالَ لِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ اَعْتَقَ امْرَءًا مُسْلِمًا، اِسْتَنْقَذَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ. قَالَ سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، فَعَمَدَ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِلٰى عَبْدٍ لَّهٗ قَدْ اَعْطَاهُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَشَرَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ، اَوْ اَلْفَ دِيْنَارٍ، فَاَعْتَقَهٗ.

[طرف الحدیث:۶۷۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے واقد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن مرجانہ نے حدیث بیان کی' جو حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے صاحب تھے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی کسی مسلمان مرد کو آزاد کیا تو اللہ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کا ایک عضو دوزخ سے آزاد کردے گا۔ سعید بن مرجانہ نے کہا: پھر میں ان کو حضرت علی بن حسین کے پاس لے کر گیا (اور ان کے سامنے وہ حدیث بیان کی) تو حضرت علی بن حسین (زین العابدین) نے اپنے اس غلام کی طرف رخ کیا' جس کے عوض عبد اللہ بن جعفر دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار دے رہے تھے' پس انہوں نے اس کو آزاد کر دیا۔

Marfat.com

(صحیح مسلم:۱۵۰۹'الرقم المسلسل:۳۶۸۶'سنن ترمذی:۱۵۴۶'السنن الکبریٰ:۴۸۷۵'المنتقی:۹۶۸'شرح مشکل الآثار:۷۱۹'سنن بیہقی ج ۶ص ۲۷۳'
شعب الایمان:۴۳۳۹'مسند احمد ج ۲ص ۴۲۰ طبع قدیم'مسند احمد:۴۴۳۱۔ ج ۱۵ص ۲۶۱۔ ۲۶۰'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: جس شخص نے بھی کسی مسلمان مرد کو آزاد کیا تو اللہ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کا ایک عضو دوزخ سے آزاد کر دے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس' یہ احمد بن عبداللہ بن یونس بن عبداللہ التمیمی الیربوعی ہیں (۲) عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب العدوی القرشی (۳) واقد بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب العدوی القرشی' یہ عاصم بن محمد کے بھائی ہیں (۴) سعید بن مرجانہ' یہ سعید بن عبداللہ ہیں جو بنو عامر کے مولیٰ تھے اور مرجانہ ان کی ماں کا نام ہے' یہ ۹۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ص ۱۱۰)

غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت' آیا غلام کو آزاد کرنے سے زنا کا کفارہ ہوتا ہے یا نہیں؟

نیک اعمال کی جزاء کا جنسِ عمل سے ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس غلام کو آزاد کرنا چاہیے جس کے تمام اعضاء مکمل ہوں یعنی وہ اندھا' کانا' لنگڑا اور لولا نہ ہو' بعض اوقات ناقص الاعضاء زیادہ مہنگا ہوتا ہے جیسے خصی کیونکہ وہ گھر کے اندر بھی جا سکتا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ باندی کو آزاد کرنا افضل ہے یا غلام کو آزاد کرنا افضل ہے؟ صحیح یہ ہے کہ باندی کی بہ نسبت غلام کو آزاد کرنا افضل ہے کیونکہ غلام میں بعض ایسے اعضاء ہوتے ہیں جو باندی میں نہیں ہوتے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ مرد غلام کو آزاد کرے اور عورت باندی کو آزاد کرے تا کہ آزاد کرنے والے کا ہر عضو اس کے عضو کے بدلہ میں دوزخ سے آزاد ہو جائے۔ علامہ مرغینانی فرغانی نے ہدایہ میں لکھا ہے: تا کہ اعضاء کا مقابلہ اعضاء کے ساتھ متحقق ہو جائے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ زنا گناہ کبیرہ ہے' توبہ کے سوا کوئی عبادت اس کا کفارہ نہیں ہو سکتی اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے اپنے بعض اعضاء کا عورت کے بعض اعضاء کے ساتھ مَس کرنے اور چھونے کا ارادہ کیا اور اس میں اپنے آلہ کو داخل نہیں کیا تو کسی غلام کو آزاد کرنے سے اس کے یہ اعضاء دوزخ سے آزاد ہو جائیں گے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی عورت کی فرج کو آزاد کرنے سے میزان میں اس کے اس عمل کا کفارہ ہو جائے۔ (مصنف کے نزدیک ظاہر حدیث کے اعتبار سے یہی احتمال راجح ہے اور اللہ کی رحمت کو مقید کرنے کے بجائے اس کو عموم اور اطلاق پر رکھنا' علامہ ابن العربی کی تقیید پر راجح ہے)

اس حدیث میں غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے اور یہ کہ نیک اعمال میں غلام کو آزاد کرنے کا بہت بلند مرتبہ ہے اور بعض اوقات اس کی وجہ سے اللہ اس کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی جزاء اس عمل کی جنس سے عطا فرماتا ہے' بندہ کسی غلام کو آزاد کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی جزاء میں اس بندہ کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان غلام کو آزاد کرنا کافر غلام کو آزاد کرنے سے بہت افضل ہے۔

Marfat.com

شرح صحیح مسلم میں غلام کو آزاد کرنے کے مباحث

باب مذکور کی حدیث' صحیح مسلم: ۳۶۸۸-۳۔ ج ۴ ص ۸۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:
بغیر توبہ کے محض عبادات سے مغفرت کی بحث۔

کتاب العتق کی ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت مفصل بحث کی ہے' اس کے عنوانات درج ذیل ہیں:
(۱) اسلام نے سب سے پہلے غلامی کے خاتمہ کے لیے قانون بنائے (۲) اسلام میں غلاموں کو آزاد کرنے کے قوانین اور ترغیبات (۳) مسلمانوں کے غلام آزاد کرنے کی چند مثالیں (۴) اسیرانِ جنگ کے بارے میں اسلام کی ہدایات (۵) جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی مشروعیت کا سبب (۶) جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے فوائد اور ثمرات (۷) کیا بغیر نکاح کے لونڈیوں سے مباشرت کرنا قابل اعتراض ہے۔

یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۴-۷۴ میں پھیلی ہوئی ہے اور شاید کسی اور شرح میں قارئین کو اتنا مواد میسر نہ ہو سکے۔

وذالك فضل الله يؤتيه من يشاء.

۲ - بَابٌ اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ

۲۵۱۸ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ اَبِیْ مُرَاوِحٍ، عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ، وَجِهَادٌ فِیْ سَبِیْلِهٖ. قُلْتُ فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَغْلَاهَا ثَمَنًا، وَاَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا. قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ تُعِیْنُ صَانِعًا، اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ. قَالَ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ، فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تَتَصَدَّقُ بِهَا عَلٰی نَفْسِكَ. (صحیح مسلم: ۸۴' الرقم المسلسل: ۱۵۲' سنن نسائی: ۳۱۲۶' سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۳)

کون سے غلام کو آزاد کرنے میں زیادہ فضیلت ہے؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از ابی مراوح از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کون سا (نیک) عمل کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا' میں نے پوچھا: اور کون سے غلام کو آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی قیمت سب سے زیادہ ہو اور جو اس کے مالکوں کے نزدیک سب سے زیادہ نفیس ہو' میں نے پوچھا: اگر میں یہ نیک کام نہ کر سکوں تو؟ فرمایا: پھر کسی فقیر کی مدد کرو یا کسی بے ہنر کی مدد کرو' اس نے پوچھا: اگر میں یہ نہ کر سکوں تو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو شر اور برائی سے دور رکھو' پس بے شک یہ بھی صدقہ ہے' اس کے ساتھ اپنے نفس پر صدقہ کرو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے پوچھا: کون سے غلام کو آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی قیمت سب سے زیادہ ہو اور جو اس کے مالکوں کے نزدیک سب سے زیادہ نفیس ہو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام ابو محمد العبسی (۲) ہشام بن عروہ (۳) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) ابو مراوح اللیثی' ان کا نام سعد ہے' زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کا نام معلوم نہیں' حاکم نے کہا ہے کہ ابو احمد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپ کی زیارت نہیں کی (۵) حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام جندب بن جنادہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱۳)

Marfat.com

جہاد کو ایمان کے ساتھ ذکر کرنے کی توجیہ "ضائع" اور "صانع" کے دو نسخے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: افضل ایمان' اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا ہے۔ اس حدیث میں اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ جہاد کا ذکر فرمایا ہے' کیونکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں تا کہ اللہ کا دین سربلند ہو' نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اگر تم یہ نہ کر سکو تو کسی فقیر کی مدد کرو یا کسی بے ہنر کی مدد کرو۔

دراصل اس حدیث کے دو نسخے ہیں: ایک نسخے میں "ضائع" کا لفظ ہے' اس کا معنی فقیر ہے کیونکہ فقیر مال نہ ہونے کی وجہ سے اپنے بچوں اور گھر والوں کو ضائع کر رہا ہوتا ہے اور دوسرے نسخے میں "صانع" کا لفظ ہے' یعنی ہنرمند اور کاری گر یعنی تم بھی اس کے ساتھ مل کر کام کرو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں یہ نہ کر سکوں تو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو شر اور بُرائی سے دور رکھو' کیونکہ جو شخص کسی کے ساتھ نیکی نہیں کر سکتا' اس کے حق میں یہی صدقہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ بُرائی نہ کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استاذ اور شیخ سے بار بار سوال کرنا جائز ہے' اور استاذ اور شیخ کو چاہیے کہ وہ شاگرد کے بار بار سوال کرنے سے تنگ نہ ہو اور اس کے ساتھ نرمی کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳ - بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعَتَاقَةِ فِي الْكُسُوْفِ أَوِ الْاٰيَاتِ

سورج گرہن یا دیگر آسمانی نشانیوں کے ظہور کے وقت غلام کو آزاد کرنے کا استحباب

دیگر آسمانی نشانیوں سے مراد ہے: جیسے چاند کو گہن لگنا' سخت اندھیرا' سرخ اور کالی آندھیاں' اور زلزلے وغیرہ۔

۲۵۱۹ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ' عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ. تَابَعَهُ عَلِيٌّ' عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ' عَنْ هِشَامٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن مسعود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ بن قدامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ علی نے موسیٰ بن مسعود کی متابعت کی ہے' از دراوردی از ہشام۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں غلام کو آزاد کرنے کا ذکر ہے۔

۲۵۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَثَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ' عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ عِنْدَ الْكُسُوْفِ بِالْعَتَاقَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٤ - بَابٌ إِذَا أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ، أَوْ أَمَةً بَيْنَ الشُّرَكَاءِ

جب کسی نے دو آدمیوں کے درمیان مشترک غلام کو آزاد کیا یا کئی لوگوں کے درمیان مشترک باندی کو آزاد کیا

ہر چند کہ ایک غلام دو آدمیوں میں مشترک ہو یا ایک باندی کئی آدمیوں میں مشترک ہو اور ان میں سے کوئی ایک اپنے حصہ کے غلام یا باندی کو آزاد کر دے تو مسئلہ کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن امام بخاری نے حدیث کے الفاظ کی اتباع کرتے ہوئے یہ عنوان قائم کیا ہے۔

٢٥٢١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَإِنْ كَانَ مُوسِرًا قُوِّمَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُعْتَقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: جس نے دو آدمیوں کے درمیان مشترک غلام کو آزاد کیا' پس اگر وہ خوش حال ہے تو اس غلام کی قیمت ڈالی جائے گی' پھر اس کو آزاد کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

مشترک غلام کو آزاد کرنے اور دوسرے شریک کے حصہ کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب کوئی غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو' پھر ان میں سے کوئی ایک شریک اس غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دے تو اس کے شریک کے حصہ کی قیمت ڈالی جائے گی اور پورا غلام آزاد کر دیا جائے گا اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو اس پر اپنے شریک کے حصہ کی ضمان نہیں ڈالی جائے گی اور اگر وہ خوش حال ہے تو پھر اس پر ضمان ڈالی جائے گی اور ظاہر حدیث کے مطابق غلام کی قیمت کے بقیہ حصہ کے لیے اس سے محنت مزدوری نہیں کرائی جائے گی۔

امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ جس شریک نے اس غلام میں سے اپنا حصہ آزاد نہیں کیا ہے' اس شریک کو اپنے حصہ کی قیمت ادا کرنے کے لیے غلام سے محنت مزدوری کرائی جائے گی جب کہ آزاد کرنے والا تنگ دست ہو۔

شعبی' حسن بصری' اوزاعی' سعید بن مسیب اور قتادہ وغیرہم کا بھی یہی قول ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے' جو عنقریب صحیح بخاری میں آ رہی ہے۔

اور رہے امام ابوحنیفہ تو وہ یہ فرماتے ہیں کہ جب آزاد کرنے والا خوش حال ہو تو اس کے شریک کو اختیار ہے' وہ اگر چاہے تو اس غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کر دے اور ولاء دونوں شریکوں کے درمیان آدھی آدھی ہو گی اور اگر وہ چاہے تو اپنے حصہ کے عوض غلام سے محنت مزدوری کرائے' پس جب غلام کما کر نصف قیمت اس شریک کو ادا کر دے گا تو وہ آزاد کر دیا جائے گا اور اگر وہ دوسرا شریک چاہے تو آزاد کرنے والے شریک کو نصف قیمت کا ضامن قرار دے' پس جب آزاد کرنے والا دوسرے شریک کو نصف قیمت ادا کر دے گا تو اس کو آزاد کر دیا جائے گا اور وہ غلام محنت مزدوری سے نصف قیمت کما کر ضامن کو ادا کرے گا اور ولاء آزاد کرنے والے کے

Marfat.com

لیے ہوگی' اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو پھر دوسرے شریک کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو وہ بھی اس غلام کو آزاد کر دے اور اگر وہ چاہے تو نصف قیمت کے عوض غلام سے کمائی کرائے' پس وہ جو بھی کرے' ولاء ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگی۔

امام ابوحنیفہ کے مذہب کا حاصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک آزادی میں تجزی اور تقسیم ہوئی ہے اور آزاد کرنے والے کا خوش حال ہونا غلام سے کمائی کرانے سے مانع نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے' جو اس حدیث کے بعد صحیح بخاری: ۲۵۲۲ میں آرہی ہے' اس حدیث میں آزادی کے تجزی اور تقسیم پر بھی دلیل ہے اور اس حدیث میں غلام سے کمائی کرانے کا بھی ثبوت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ، فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ، قُوِّمَ الْعَبْدُ قِيمَةَ عَدْلٍ، فَاَعْطٰى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ، وَعَتَقَ عَلَيْهِ، وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا' پس اس کے پاس اتنا مال تھا جو غلام کی قیمت کو پہنچ جائے تو کسی نیک شخص سے غلام کی قیمت لگوائی جائے گی' پھر اس غلام کے شرکاء کو ان کے حصے دیئے جائیں گے اور اس غلام کو آزاد کر دیا جائے گا' ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ آزاد کیا جائے گا جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ غلام کے آزاد ہونے میں تجزی اور تقسیم ہوتی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مؤقف ہے۔

۲۵۲۳ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ، عَنْ اَبِي اُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ فَعَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ، اِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَهُ، فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ عَلَى الْمُعْتِقِ، فَاُعْتِقَ مِنْهُ مَا اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا تو اس پر پورے غلام کو آزاد کرنا لازم ہے' بہ شرطیکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی قیمت کو پہنچ جائے' پس اگر اس غلام کے پاس مال نہ ہو تو اس غلام کی قیمت آزاد کرنے والے پر لگائی جائے گی اور اس غلام کا جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا تھا' اتنا حصہ آزاد کر دیا جائے گا۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اِخْتَصَرَهُ.

امام بخاری نے کہا: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی از عبیداللہ' اختصار کے ساتھ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں بھی امام ابوحنیفہ کے اس مؤقف پر واضح دلیل ہے کہ غلام کی آزادی کی تجزی اور تقسیم ہو سکتی ہے۔

۲۵۲۴ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث -

Marfat.com

اَيُّوْبَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ نَصِيبًا لَهٗ فِيْ مَمْلُوْكٍ، اَوْ شِرْكًا لَهٗ فِيْ عَبْدٍ، وَكَانَ لَهٗ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيمَتَهٗ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ، فَهُوَ عَتِيقٌ. قَالَ نَافِعٌ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ. قَالَ اَيُّوْبُ لَا اَدْرِيْ اَشَيْءٌ قَالَهٗ نَافِعٌ، اَوْ شَيْءٌ فِي الْحَدِيْثِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جس شخص نے مملوک میں اپنا حصہ یا غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال تھا جو عدل کے ساتھ اس غلام کی لگائی ہوئی قیمت کو پہنچتا تھا تو وہ غلام آزاد ہو گا' نافع نے کہا: ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ آزاد کر دیا جائے گا جتنا اس شخص نے آزاد کیا تھا۔ راوی ایوب نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ یہ آخری حصہ نافع کا قول ہے یا حدیث کا حصہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں بھی آزادی کی تجزی اور تقسیم کا ذکر ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

۲۵۲۵ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مِقْدَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يُفْتِيْ فِي الْعَبْدِ اَوِ الْاَمَةِ يَكُوْنُ بَيْنَ شُرَكَاءَ، فَيُعْتِقُ اَحَدُهُمْ نَصِيبَهٗ مِنْهُ، يَقُوْلُ قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ عِتْقُهٗ كُلِّهٖ، اِذَا كَانَ لِلَّذِيْ اَعْتَقَ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ، يُقَوَّمُ مِنْ مَالِهٖ قِيمَةَ الْعَدْلِ، وَيُدْفَعُ اِلَى الشُّرَكَاءِ اَنْصِبَاؤُهُمْ، وَيُخَلّٰى سَبِيلُ الْمُعْتَقِ، يُخْبِرُ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَرَوَاهُ اللَّيْثُ، وَابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، وَابْنُ اِسْحَاقَ، وَجُوَيْرِيَةُ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، وَاِسْمَاعِيلُ بْنُ اُمَيَّةَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَصَرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن مقدام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جو غلام یا باندی چند شرکاء کے درمیان مشترک ہو' پھر ان میں سے کوئی شخص اپنے غلام کے حصہ کو آزاد کر دے تو اس پورے غلام کو آزاد کرنا واجب ہو گا' جب کہ اس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی عدل کے ساتھ لگائی ہوئی قیمت کو پہنچتا ہو اور باقی شرکاء کو اس غلام میں ان کے حصوں کی قیمت ادا کی جائے گی اور اس غلام کا راستہ چھوڑ دیا جائے گا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس فتویٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے بیان کرتے ہیں۔ اس حدیث کو لیث' ابن ذئب' ابن اسحاق' جویریہ' یحییٰ بن سعید' اسماعیل بن امیہ نے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اختصار سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں بھی امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل ہے۔

۵ - بَابٌ اِذَا اَعْتَقَ نَصِيبًا لَهٗ فِيْ عَبْدٍ، وَلَيْسَ لَهٗ مَالٌ، اُسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ، عَلٰى نَحْوِ الْكِتَابَةِ

جب کوئی شخص غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دے اور اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام سے کمائی کرائی جائے گی اور اس پر مشقت نہیں ڈالی جائے گی جس طرح مکاتب میں ہوتا ہے

Marfat.com

٢٥٢٦ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِی النَّضْرُ بْنُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ بَشِیْرِ بْنِ نَهِیْكٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شَقِیْصًا مِّنْ عَبْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے النضر بن انس بن مالک نے حدیث بیان کی از بشیر بن نہیک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلام کا ایک حصہ آزاد کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٥٢٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ بَشِیْرِ بْنِ نَهِیْكٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ نَصِیْبًا اَوْ شَقِیْصًا فِیْ مَمْلُوْكٍ، فَخَلَاصُهٗ عَلَیْهِ فِیْ مَالِهٖ، اِنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ، وَاِلَّا قُوِّمَ عَلَیْهِ، فَاسْتُسْعِیَ بِهٖ غَیْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَیْهِ. تَابَعَهٗ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ، وَاَبَانُ، وَمُوْسٰی بْنُ خَلَفٍ، عَنْ قَتَادَةَ، اِخْتَصَرَهٗ شُعْبَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از النضر بن انس از بشیر بن نہیک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلام میں اپنا حصہ آزاد کیا تو اس غلام کو پورا آزاد کرنا اس کے ذمہ ہے' بہ شرطیکہ اس کے پاس مال ہو' ورنہ اس غلام کی قیمت لگائی جائے گی اور اس سے کمائی کرائی جائے گی اور اس کو مشقت میں نہیں ڈالا جائے گا۔ سعید کی متابعت حجاج بن حجاج' ابان اور موسیٰ بن خلف نے کی ہے از قتادہ اور شعبہ نے اس کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۴۹۲ میں گزر چکی ہے۔ امام ابوحنیفہ نے ان مؤخر الذکر پانچ حدیثوں (۲۵۲۷۔ ۲۵۲۲) کی اتباع کی ہے اور ان کے موافق مؤقف اختیار کیا ہے۔

٦ - بَابُ الْخَطَاِ وَالنِّسْیَانِ فِی الْعَتَاقَةِ وَالطَّلَاقِ وَنَحْوِهٖ، وَلَا عَتَاقَةَ اِلَّا لِوَجْهِ اللّٰهِ

آزاد کرنے اور طلاق دینے میں اور اس کی مثل میں خطاء اور نسیان کا حکم' اور کسی غلام کو آزاد کرنے کا اعتبار صرف اللہ کی رضا کی صورت میں ہوگا

خطاء اور نسیان کے لغوی اور اصطلاحی معانی اور ان کے احکام

اس باب کے عنوان میں خطاء اور نسیان کا ذکر ہے' خطاء کا معنی ہے: صحیح اور درست کام کی ضد' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓی اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا. (النساء: ۹۲)

اور جس نے کسی مسلمان کو خطاءً (بلاقصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔

اور نسیان کا معنی ہے: بھولنا' یعنی کسی چیز کی صورت انسان کے ذہن اور اس کے حافظہ سے نکل جائے اور جب اس کی نسبت اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے: ترک کرنا' قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ. (الکہف: ۲۴) اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کرلیں۔

خطاء کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ کسی کام کو مکمل قصد کے بغیر کیا جائے اور نسیان کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ انسان کو بہت سی چیزیں یاد ہوں اور کسی ایک چیز کے علم کی صورت اس کے ذہن اور حافظہ سے نکل جائے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اس کو بہت سی چیزیں یاد ہوں' یہ اس لیے کہا ہے تا کہ نیند' بے ہوشی اور جنون سے احتراز ہو جائے۔ اگر انسان کوئی کام بلا قصد کرے اور معمولی سی تنبیہ سے وہ متنبہ ہو جائے تو اس کو سہو کہتے ہیں' ورنہ وہ خطاء ہے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ کسی چیز کے علم کی صورت انسان کے حافظہ میں ہو لیکن اس کی طرف توجہ نہ ہو تو وہ سہو ہے اور اس کے علم کی صورت حافظہ سے نکل جائے تو پھر وہ نسیان ہے۔

خطاء کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی سے کچھ اور کہنا چاہتا تھا مگر اس کے منہ سے نکل گیا: تجھ کو طلاق ہے' تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے خطاء سے طلاق دی یا بھول کر طلاق دی یا مذاق سے طلاق دی تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کے فقہاء احناف پر اعتراضات اور فقہاء احناف کے جوابات

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

عبد اللہ بن طاؤس اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بغیر عدت کے طلاق نہیں ہوتی اور بغیر اللہ کی رضا کے آزاد کرنا نہیں ہوتا۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۹۴۱۔ ج ۱۱ ص ۲۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ امام بخاری نے اس تعلیق سے فقہاء احناف کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے' کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ تم شیطان کے لیے آزاد ہو یا بت کے لیے آزاد ہو' تو وہ آزاد ہو جائے گا' کیونکہ اس نے اپنی ولایت میں اور اپنے عمل میں تصرف کیا ہے اور اس نے شیطان کا یا بت کا جو نام لیا ہے' اس کی وجہ سے وہ گناہ گار ہوگا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آزاد کرنے کے ثواب کے لیے اخلاص ضروری ہے اور جب وہ غیر اللہ کا نام لے گا تو اس کو ثواب نہیں ملے گا لیکن غلام بہر حال آزاد ہو جائے گا۔ (میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جو شخص بت یا شیطان کا نام لے کر یہ کہے کہ میں فلاں بت کے لیے یا شیطان کے لیے تجھے آزاد کرتا ہوں' وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ سعیدی غفرلہٗ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مرد کے لیے اسی چیز کا اجر ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱ میں ہے۔

وَلَا نِيَّةَ لِلنَّاسِيْ وَالْمُخْطِئِ. اور بھولنے والے اور خطاء کرنے والے کی نیت نہیں ہوتی۔

اس کلام سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ چونکہ بھولنے والے اور خطاء کار کی نیت نہیں ہوتی' اس لیے اگر وہ بھول کر اپنے غلام کو آزاد کر دے یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا خطاء سے آزاد کر دے یا بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق اور اس کے آزاد کرنے کو واقع نہیں ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بھولنے والا یا خطاء کار عاقل' بالغ ہے' اس لیے اس کے کلام کو لغو نہیں قرار دیا جائے گا اور اس کے کلام کو

نافذ کر دیا جائے گا' نیز اگر نسیان اور خطاء سے طلاق اور آزادی کو نافذ نہ کیا جائے تو پھر نہ کوئی غلام آزاد ہوگا اور نہ کسی بیوی کو طلاق پڑے گی کیونکہ کوئی شخص طلاق دے کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے بھولے سے طلاق دی تھی یا غلطی سے میرے منہ سے طلاق کا لفظ نکل گیا تھا' میں کہنا کچھ اور چاہتا تھا' اسی طرح جب کوئی شخص اپنے غلام سے کہہ دے کہ تم آزاد ہو تو وہ بھی بعد میں اسی طرح بہانے کر سکتا ہے۔

اس بحث میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے خطاء' نسیان اور جبراً کیے جانے والے کاموں کو اٹھالیا گیا ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۷۸۹' کنز العمال: ۱۰۳۰۷)

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ جب امت سے خطاء اور نسیان کی صورت میں حکم اُٹھالیا گیا ہے تو جب کوئی اُمتی بھولے سے طلاق دے گا یا غلام آزاد کرے گا تو اس پر کوئی حکم مترتب نہیں ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حقوق اللہ میں نسیان یا خطاء سے جو کام کیا جائے اس پر مواخذہ نہیں ہوگا لیکن حقوق العباد میں اور دنیاوی معاملات میں ان پر حکم مترتب ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۲۸ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِيْ عَنْ اُمَّتِيْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا' مَا لَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَكَلَّمْ.

[اطراف الحدیث: ۵۲۶۹۔ ۶۶۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از قتادہ از زُرارۃ بن اوفیٰ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے سینوں میں جو وسوسے آتے ہیں' ان سے اللہ نے درگزر فرمالیا ہے جب تک کہ وہ ان پر عمل نہ کرے یا کلام نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۷' الرقم المسلسل: ۳۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۲۰۹' سنن ترمذی: ۱۱۸۶' سنن نسائی: ۳۴۳۳' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۴۹۸۔ ج ۱۵ ص ۳۰۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب

اس باب کا عنوان ہے: آزاد کرنے میں اور طلاق دینے میں خطاء اور نسیان کا حکم' اور اس باب میں جو حدیث ذکر کی ہے' وہ وسوسہ کے متعلق ہے اور اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری اس حدیث کی روایت کر کے اس پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ جب تک کوئی شخص وسوسہ کے مطابق کلام یا عمل نہ کرے' اس کے وسوسہ اور خیال کا کوئی اعتبار نہیں ہے' اسی طرح جب تک انسان پورے عزم سے کلام نہ کرے تو اس کے نسیان اور خطاء کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی' اس میں حُمید کی طرف نسبت ہے اور راوی کے اجداد کی طرف نسبت ہے اور ان کے جد اعلیٰ کا نام ہے: عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ بن اسامہ بن عبداللہ بن الزبیر بن حمید ابوبکر (۲) سفیان بن عیینہ (۳) مسعر بن کدام (۴) قتادہ (۵) زرارۃ ابن ابی اوفیٰ' ان کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲۶)

Marfat.com

وسوسہ کی تعریف اس امت کے ساتھ اس کی تخصیص اور ''ھَمّ'' اور عزم کا فرق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میری امت کے سینوں میں جو وسوسے آتے ہیں ان سے اللہ نے درگزر فرمالیا ہے جب تک کہ وہ ان پر عمل نہ کرے یا کلام نہ کرے۔

یہ اس امت کی خصوصیت ہے اور اس سے پہلی امتوں کا وسوسوں پر مواخذہ ہوتا تھا' اس میں اختلاف ہے کہ ابتداء اسلام میں وسوسوں پر مواخذہ ہوتا تھا' پھر اس کو منسوخ کر دیا اور امت پر تخفیف کر دی یا یہ تخصیص ہے اور نسخ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ. (البقرہ:۲۸۴) اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا' سو جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔

حضرت ابوہریرہ' حضرت ابن عباس اور دیگر متعدد صحابہ سے مروی ہے کہ اس آیت کا حکم درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ. (البقرہ:۲۸۶) اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا' جو اس (شخص) نے نیک کام کیے ہیں ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے اور جو اس نے بُرے کام کیے ہیں' ان کا نقصان (بھی) اس کے لیے ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ علماء نے کہا ہے کہ جس نے اپنے دل سے گناہ کا عزم کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اس گناہ پر اس کا مواخذہ کیا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گناہ کے عزم اور دل کے باقی تمام بُرے افعال پر مواخذہ ہوتا ہے جیسے حسد کرنا اور بے حیائی کے پھیلانے سے محبت کرنا لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے دل میں ان کاموں کو جمالے اور حدیث میں جو وارد ہوا کہ وسوسوں پر مواخذہ نہیں ہوتا' یہ اس صورت میں ہے جب وہ ان وسوسوں کو دل میں نہ جمائے اور ان کے موافق کام کرنے کا عزم نہ کرے اور اس کے دل میں صرف بُرے کاموں کا خیال آئے اور ان کاموں پر وہ دل کو نہ جمائے اور اس کو ''ھَمّ'' کہتے ہیں اور ''ھَمّ'' میں اور عزم میں فرق کیا جاتا ہے' ''ھَمّ'' کی تعریف یہ ہے کہ انسان کوئی بُرا کام کرنے کا سوچے اور غالب جانب اس کام کو کرنے کی ہو اور مغلوب جانب یہ ہو کہ وہ اس کام کو نہ کرے' کیونکہ ہو سکتا ہے اس کام سے اس کو دنیا اور آخرت میں نقصان ہو' اور جب یہ مغلوب جانب زائل ہو جائے اور انسان کا دل یہ کہے کہ خواہ اس کام میں اس کو نقصان ہو' وہ اس کام کو ضرور کرے گا اور اس کام کو کرنے کا مصمّم ارادہ کر لے تو اس کو عزم کہتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انسان وسوسے پر عمل نہ کرے' اس سے مواخذہ نہیں ہوتا خواہ وہ اس وسوسہ کو دل میں جمائے یا نہ جمائے اور آپ نے یہ کہا ہے کہ جب وہ وسوسہ پر دل کو جمائے تو اس پر مواخذہ ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث صحیح میں مطابقت کے لیے اس حدیث کو اس صورت پر (یعنی مصمّم ارادہ پر) محمول کرنا ضروری ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. (النور:۱۹) بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

Marfat.com

نیز وسوسہ کا لفظ تردّد اور تزلزل میں استعمال ہوتا ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے: جو چیز فکر میں گردش کرتی ہو اور اس کے لیے ٹھہراؤ اور جماؤ نہ ہو' وہ ''ھــمّ'' ہے اور جو چیز دل و دماغ میں راسخ ہو جائے اور اس پر دل جم جائے' وہ عزم ہے اور اگر وہ کام نیک ہو تو اس پر ثواب ہوتا ہے اور اگر وہ کام بُرا ہو تو اس پر مواخذہ ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ قاضی عیاض نے ''ھَمّ'' اور عزم میں جو فرق بیان کیا ہے' عام اہل علم' فقہاء' متکلمین' محدثین اور مفسرین کا یہی مختار ہے اور جو اس کی مخالفت کرے' اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲۸۔۱۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَلِامْرِئٍ مَّا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از محمد بن ابراہیم التیمی از علقمہ بن وقاص اللیثی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی عمل ہوتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہو' پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو (اللہ کے نزدیک) اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف (ہی) ہے اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو' جس کو وہ پائے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت (اللہ کے نزدیک) اسی کی طرف ہے' جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں نیت کا ذکر ہے۔

۷ - بَابٌ إِذَا قَالَ رَجُلٌ لِعَبْدِهٖ هُوَ لِلّٰهِ، وَنَوَى الْعِتْقَ، وَالْإِشْهَادُ فِي الْعِتْقِ

کسی شخص نے آزاد کرنے کی نیت سے اپنے غلام سے کہا: وہ اللہ کے لیے ہے (تو وہ آزاد ہو گیا) اور اس پر گواہ بنانا چاہیے

۲۵۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ لَمَّا أَقْبَلَ يُرِيْدُ الْإِسْلَامَ، وَمَعَهُ غُلَامُهُ، ضَلَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِنْ صَاحِبِهِ، فَأَقْبَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ جَالِسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، هٰذَا غُلَامُكَ قَدْ أَتَاكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی از محمد بن بشر از اسماعیل از قیس از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ اسلام لانے کے ارادہ سے نکلے تو ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا' (راہ میں) وہ دونوں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے' پھر اس کے بعد جب حضرت ابو ہریرہ آئے تو ان کا غلام بھی آ گیا' اس وقت وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! لو یہ تمہارا غلام بھی آ گیا

Marfat.com

فَقَالَ اَمَا اِنِّیْ اُشْهِدُكَ اَنَّهٗ حُرٌّ، قَالَ فَهُوَ حِيْنَ يَقُوْلُ:

يَا لَيْلَةً مِّنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا

عَلٰى اَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

[اطراف الحدیث:۲۵۳۱-۲۵۳۲-۴۳۹۳] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: میں آپ کو گواہ کر کے یہ کہتا ہوں کہ یہ آزاد ہے' راوی کہتا ہے کہ اس وقت حضرت ابو ہریرہ نے یہ شعر پڑھا تھا:

ہائے وہ کتنی لمبی اور تکلیف دِہ رات تھی

جس نے مجھے دارالکفر سے نجات دلائی تھی

غلام کو آزاد کرنے کے لیے اس کی آزادی پر گواہ بنانا ضروری نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ وہ آزاد ہے' یا وہ اللہ کی رضا کے لیے ہے یا وہ اللہ کے لیے ہے اور اس سے اس غلام کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس غلام کو آزاد کرے' اور ہر وہ کلام جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنے غلام کو آزاد کر رہا ہے' اس سے وہ غلام آزاد ہو جائے گا' اور اس پر گواہ بنانا آزاد ہونے والے غلام کے حقوق سے متعلق ہے' اور اللہ کے نزدیک گواہ بنائے بغیر بھی اس کا آزاد کرنا مکمل ہو جائے گا' آزاد کرنے کا تعلق صرف اس کے قول اور اس کی نیت سے ہے اور گواہ بنانے کا اس میں دخل نہیں ہے' حضرت عمران کی بیوی نے کہا تھا:

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ. (آل عمران:۳۵)

اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے' اس کی میں نے تیرے لیے نذر مانی ہے (خاص تیرے لیے دیگر ذمہ داریوں سے) آزاد کیا ہوا' سو تو میری طرف سے (اس نذر کو) قبول فرما۔

ان کا خیال تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا اور انہوں نے اس کو مسجد قدس کی خدمت کرنے کے لیے وقف کرنے کی نیت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ. (آل عمران:۳۷)

تو اس کے رب نے اس کو اچھی طرح قبول فرمالیا۔

حضرت عمران کی بیوی کی نذر صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے پوری ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی طرف سے قبول فرما لیا' اور ان کے پیٹ میں جو بھی بچہ تھا' اس کو انہوں نے مسجد قدس کے لیے وقف کرنے کی نذر مان لی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اس پر گواہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جب انسان کی اُمید پوری ہو جائے اور اس کو فتنوں اور مصائب سے نجات مل جائے تو اس کے شکر میں غلام آزاد کرنا چاہیے' جس طرح جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کو دارالکفر سے نجات مل گئی اور غم کی لمبی رات ختم ہوگئی اور ان کا گم شدہ غلام مل گیا تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس غلام کو آزاد کر دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۵۳۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ فِی الطَّرِيْقِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

Marfat.com

يَـا لَيْـلَـةً مِّنْ طُوْلِهَـا وَعَنَـائِهَـا
عَـلٰـى اَنَّهَـا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

قَـالَ وَاَبَقَ مِنِّيْ غُـلَامٌ لِّيْ فِي الطَّرِيْقِ، قَالَ فَلَمَّا قَدِمْتُ عَـلَـى الـنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَايَعْتُهٗ، فَبَيْـنَـا اَنَا عِنْدَهٗ اِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ، هٰذَا غُـلَامُكَ. فَقُلْتُ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ . فَاَعْتَقْتُـهٗ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَقُلْ اَبُوْ كُرَيْبٍ، عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ حُرٌّ.

میں حاضر ہوا تو میں نے راستہ میں یہ شعر پڑھا:

ہائے وہ کتنی لمبی اور تکلیف دِہ رات تھی
جس نے مجھے دار الکفر سے نجات دلائی تھی

حضرت ابوہریرہ نے بتایا: میرا غلام راستہ میں مجھ سے بھاگ گیا تھا' پس جب میں نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ سے بیعت کی' پس جس وقت میں آپ کی خدمت میں تھا تو اچانک میرا غلام آ گیا' تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ تمہارا غلام ہے! میں نے کہا: یہ اللہ کے لیے آزاد ہے' پس میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ امام ابوعبداللہ نے کہا کہ ابوکریب نے از ابواسامہ یہ نہیں کہا کہ وہ آزاد ہے۔

اس حدیث کی شرح ابھی صحیح البخاری: ۲۵۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۳۲ - حَدَّثَنَا شِهَـابُ بْنُ عَبَّادٍ قَـالَ حَدَّثَنَا اِبْـرَاهِيْمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ لَمَّا اَقْبَلَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ الـلّٰـهُ عَنْـهُ، وَمَـعَـهٗ غُـلَامُـهٗ، وَهُـوَ يَطْلُبُ الْاِسْـلَامَ، فَضَلَّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَـهٗ بِهٰذَا، وَقَالَ اَمَا اِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنَّـهٗ لِلّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں شہاب بن عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن حمید نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے بیان کیا: جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ساتھ ان کا غلام تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام کو طلب کرنے آ رہے تھے' پس وہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے' (نبی ﷺ نے فرمایا: یہ ہے تمہارا غلام!) حضرت ابوہریرہ نے کہا: بہرحال میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ غلام اللہ کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۵۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۸ - بَابُ اُمِّ الْوَلَدِ — ام الولد کا بیان

ام الولد کی آزادی اور اس کی بیع کے متعلق مذاہب فقہاء اور ان کے دلائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ بیان کرتے ہیں:

اس باب میں ام الولد کے حکم کا بیان ہے' امام بخاری نے عنوان میں یہ نہیں بیان کیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے اس حکم کے بیان کو اس لیے ترک کر دیا کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

علامہ ابوعمر ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ متقدمین اور متاخرین علماء کا ام الولد کو آزاد کرنے میں اور اس کی بیع کے جواز میں اختلاف ہے' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ ام الولد کی بیع جائز نہیں ہے' اور اس کی مثل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبد العزیز سے بھی مروی ہے' اور یہ حسن بصری' عطاء' مجاہد' سالم' ابن شہاب اور ابراہیم نخعی اور اکثر فقہاء تابعین سے مروی ہے' امام مالک' سفیان ثوری' اوزاعی' لیث' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے' اور یہی امام ابویوسف' امام محمد' امام زفر اور امام احمد کا قول ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر' حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم' ام الولد کی بیع کو جائز قرار دیتے تھے۔ داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے' حضرت جابر اور حضرت ابوسعید نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں امہات الاولاد کو فروخت کرتے تھے' امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تھے اور ہم امہات الاولاد کو فروخت کرتے تھے اور آپ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ کی باندی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو آپ نے فرمایا: ماریہ کو ان کے بچے نے آزاد کر دیا' مگر اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور اس حدیث کو محدثین ثابت نہیں قرار دیتے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس باندی سے اس کے مالک کا بچہ پیدا ہوا تو اپنے مالک کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہے' حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اس حکم کی دلیل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ. (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں' ان کی اطاعت کرو۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحبانِ امر میں سے ہیں اور انہوں نے فرمایا: اُمّ ولد کو اس کا بچہ آزاد کر دیتا ہے خواہ وہ ولد ناتمام ہو (کچا بچہ جو نو ماہ کی مدت سے کم میں پیدا ہوا ہو)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ باندی سے اس کا مالک پیدا ہوگا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۵۰ میں ہے' وہیں اس کی مفصل شرح گزر چکی ہے۔

۲۵۳۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ عُتْبَةَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ' عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنْ يَّقْبِضَ اِلَيْهِ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ' قَالَ عُتْبَةُ اِنَّهُ ابْنِيْ' فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْفَتْحِ' اَخَذَ سَعْدٌ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ' فَاَقْبَلَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَاَقْبَلَ مَعَهٗ بِعَبْدِ بْنِ زَمْعَةَ' فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' هٰذَا ابْنُ اَخِيْ' عَهِدَ اِلَيَّ اَنَّهُ ابْنُهٗ' فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' هٰذَا اَخِيْ ابْنُ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ' وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ' فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى ابْنِ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ' فَاِذَا هُوَ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ زمعہ کی باندی کے بیٹے پر اس کی طرف سے قبضہ کرلیں' عتبہ نے کہا: کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے' تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے زمانہ میں آئے تو حضرت سعد نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کو پکڑا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور ان کے ساتھ ساتھ عبد بن زمعہ بھی گئے' پس حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے' اس نے مجھ کو یہ وصیت کی تھی کہ یہ اس کا بیٹا ہے' پس عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے' زمعہ کی باندی کا بیٹا ہے اور اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کی طرف

Marfat.com

يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ. مِنْ اَجَلِ اَنَّهُ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ اَبِيهِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجِبِيْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ. مِمَّا رَاٰى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ، وَكَانَتْ سَوْدَةُ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

دیکھا تو وہ تمام لوگوں سے زیادہ زمعہ کے مشابہ تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے کیونکہ یہ تمہارے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سودہ بنت زمعہ! تم اس سے پردہ کیا کرو کیونکہ آپ نے اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت دیکھی تھی اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اس باندی کا ذکر ہے جس سے بچہ پیدا ہوا تھا اور وہی اُم ولد ہوتی ہے اور اس باب کا عنوان ام ولد ہے۔

۹ - بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ — مدبّر کی بیع

مدبّر اس غلام کو کہتے ہیں جس کو اس کا مالک کہہ دے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔

۲۵۳۴ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَعْتَقَ رَجُلٌ مِّنَّا عَبْدًا لَّهُ عَنْ دُبُرٍ، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ فَبَاعَهُ. قَالَ جَابِرٌ مَاتَ الْغُلَامُ عَامَ اَوَّلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم میں سے ایک آدمی نے اپنے غلام کو اپنے مرنے کے بعد آزاد کرنے کا کہہ دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کو بلایا اور اس کو فروخت کر دیا' حضرت جابر نے بتایا کہ وہ غلام پہلے سال فوت ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مدبّر کا ذکر ہے۔

۱۰ - بَابُ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهِ — وَلاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنے کا حکم

کسی غلام کو کوئی شخص آزاد کر دے' آزاد ہونے کے بعد وہ شخص بہت مال حاصل کرے' پھر وہ مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر اس کا ترکہ اس کے آزاد کرنے والے کو ملتا ہے' اس کو وَلاء کہتے ہیں۔

۲۵۳۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهِ.

[طرف الحدیث: ۶۷۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَلاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۰۶' الرقم المسلسل: ۳۶۷۹' سنن ابوداؤد: ۲۹۱۹' سنن ترمذی: ۱۲۴۰' سنن نسائی: ۴۶۶۸' سنن ابن ماجہ: ۲۷۴۷' سنن کبریٰ للنسائی: ۴۷۳۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۲' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۲۴۵' المعجم الکبیر: ۱۳۱۸۴' المعجم الاوسط: ۷۶۲' مسند احمد

ج ۲ ص ۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۶۰۴۔ ج ۸ ص ۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ولاء کی بیع اور اس کے ہبہ کی ممانعت پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء حجاز وعراق کا اس پر اجماع ہے کہ ولاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن التین نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ولاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا حلال نہیں ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرتا ہے اور ولاء کا حکم نسب کے حکم کی طرح ہے' پس جس طرح نسب کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے' اسی طرح ولاء کو نقل کرنا اور اس کی تحویل کرنا بھی جائز نہیں ہے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

٢٥٣٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ' عَنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرَيْتُ بَرِيْرَةَ' فَاشْتَرَطَ اَهْلُهَا وَلَاءَ هَا' فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَقَالَ اَعْتِقِيْهَا' فَاِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ اَعْطَى الْوَرِقَ. فَاَعْتَقْتُهَا' فَدَعَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَيَّرَهَا مِنْ زَوْجِهَا' فَقَالَتْ لَوْ اَعْطَانِيْ كَذَا وَ كَذَا مَا ثَبَتُّ عِنْدَهٗ' فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدا تو اس کے مالکوں نے اپنے لیے ولا کی شرط لگائی' میں نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: تم اس کو آزاد کردو' بے شک ولاء اس کی ہوتی ہے جو دراہم عطا کرتا ہے' پس میں نے حضرت بریرہ کو آزاد کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ کو بلایا اور ان کو ان کے شوہر کے نکاح میں برقرار رہنے کا اختیار دیا' تو حضرت بریرہ نے کہا کہ اگر ان کے شوہر مجھے اتنی اتنی دولت دیں' پھر بھی میں ان کے ساتھ نہیں رہوں گی' پس انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا (یعنی اپنے شوہر کے نکاح کو مسترد کر دیا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ ولاء کو منتقل نہیں کیا جاتا۔

١١ - بَابٌ اِذَا اُسِرَ اَخُو الرَّجُلِ' اَوْ عَمُّهٗ' هَلْ يُفَادٰى اِذَا كَانَ مُشْرِكًا؟

جب کسی مسلمان کا مشرک بھائی یا چچا ہو تو آیا ان کو رہا کرانے کے لیے اس کی طرف سے فدیہ دیا جا سکتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کا بھائی یا چچا قید کر لیا جائے تو آیا اس کو رہا کرانے کے لیے فدیہ دیا جا سکتا ہے؟ امام بخاری نے اس عنوان میں حکم نہیں بیان کیا' کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

امام بخاری نے اس باب کی حدیث میں بھائی اور چچا کے ذکر پر اقتصار کیا ہے کیونکہ انہوں نے اس باب کی حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی اور چچا کا مالک ہو جائے تو وہ اس کی ملکیت میں آنے سے آزاد نہیں ہوں گے' اسی طرح چچازاد

Marfat.com

بھائی بھی' کیونکہ نبی ﷺ مالِ غنیمت میں اپنے حصہ سے اپنے چچا حضرت عباس اور اپنے چچازاد بھائی عقیل کے مالک ہو گئے تھے لیکن وہ آزاد نہیں ہوئے' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ اپنے بھائی عقیل اور اپنے چچا عباس کے مالک ہو گئے تھے' لیکن وہ آزاد نہیں ہوئے۔

ملکیت کے بعد ذورحم محرم کے آزاد ہونے میں مذاہب فقہاء

اس مسئلہ میں اختلافِ فقہاء اس طرح ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ کتاب اللہ میں جو اہل فرائض ہیں صرف وہی کسی شخص کی ملکیت میں آنے سے آزاد کیے جائیں گے اور وہ اولاد ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہوں اور بیٹے کی اولاد یا اولاد در اولاد ہوں' اور باپ' دادا اور دادیاں وغیرہ اور اس کے بھائی خواہ عینی ہوں یا علاتی ہوں یا اخیافی ہوں۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اولاد اور باپ دادا کا کوئی شخص مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائیں گے لیکن بھائی آزاد نہیں ہوں گے' ان کی دلیل یہ ہے کہ عقیل حضرت علی رضی اللہ کے بھائی تھے اور جب حضرت علی مالِ غنیمت میں اپنے حصہ کی وجہ سے اس کے مالک ہو گئے تو وہ آزاد نہیں کیے گئے۔

اور فقہاء احناف کے نزدیک جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے اور ذورحم محرم وہ لوگ ہیں جو بلا واسطہ کسی ایک اصل کی طرف منسوب ہوں جیسے دو بھائی یا اُن میں سے ایک' ایک واسطہ سے منسوب ہو اور دوسرا دو واسطوں سے منسوب ہو' جیسے چچا اور چچا کا بیٹا اور جو رشتہ دار محرم نہ ہوں' وہ آزاد نہیں ہوتے جیسے ماموں زاد بھائی اور چچازاد بھائی اور خالہ زاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی وغیرہ۔

ذورحم محرم کی ملکیت سے اس کے آزاد ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۴۹' سنن ترمذی: ۱۳۶۵' سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۴)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے فرمایا: جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہو گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۵۰)

حسن بصری نے کہا: جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ محرم آزاد ہو جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۵۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۵' سنن ترمذی: ۱۳۶۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵)

وَقَالَ اَنَسٌ قَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيلًا.

اور حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے عرض کیا: میں نے اپنے نفس کا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۴۲۱ میں مذکور ہے۔

حضرت عباس کا اپنا فدیہ دینے اور عقیل کا فدیہ دینے کی مفصل روایت

امام بیہقی نے سند موصول کے ساتھ ابراہیم بن طہمان سے روایت کی ہے کہ عباس' نبی ﷺ کے چچا تھے' جب ان کو جنگ بدر

میں قید کیا گیا تو انہوں نے سونے کے سو اوقیہ اپنے نفس کا فدیہ دیا۔ ابن کثیر نے کہا کہ انہوں نے اپنے بھتیجوں عقیل کی اور نوفل کی طرف سے بھی فدیہ دیا۔ ہشام بن الکلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت عباس نے چار ہزار درہم اپنے نفس کا فدیہ دیا اور مسلمان ہر قیدی سے چالیس اوقیہ فدیہ لے رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عباس سے دگنا فدیہ لو' حضرت عباس نے کہا: آپ نے تو مجھے ساری زندگی کے لیے فقر میں چھوڑا ہے! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو تم ام الفضل کے پاس چھوڑ کر آئے تھے؟ حضرت عباس نے کہا: اے بھتیجے! آپ کو اس مال کی کس نے خبر دی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ نے اس کی خبر دی! تب حضرت عباس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صادق ہیں! اور آج سے پہلے مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' وہ مسلمان ہو گئے اور اپنے دونوں بھتیجوں کو بھی اسلام لانے کا حکم دیا' چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ (مگر صحیح یہ ہے کہ عقیل بن ابی طالب مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ سعیدی غفرلہٗ)

زہری نے ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ قریش نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ کی رقوم بھیجیں' پس ہر قوم نے اتنا فدیہ دیا جس سے مسلمان راضی ہو گئے' حضرت عباس نے کہا: یا رسول اللہ! میں تو مسلمان تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپ کے اسلام کا اللہ کو علم ہے' اگر ایسا ہی ہے جیسا آپ نے کہا ہے تو اللہ آپ کو جزاء دے گا' لیکن آپ کا ظاہر یہ ہے کہ آپ ہم پر حملہ کرنے والوں میں شریک تھے' آپ اپنا فدیہ بھی دیں اور اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی فدیہ دیں' نوفل بن الحارث بن عبد المطلب کا اور عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا جو بنی الحارث بن فہر کے بھائی ہیں' حضرت عباس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس اتنا مال نہیں ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ مال کہاں ہے جس کو تم نے اور ام الفضل دونوں نے مل کر دفن کیا تھا؟ حضرت عباس کہتے ہیں کہ پھر میں نے کہا: میں نے اس سفر میں جو مال پایا تھا' سو وہ یہ مال ہے جس کو میں نے ام الفضل کے ساتھ مل کر دفن کیا تھا' اپنے بیٹوں فضل' عبد اللہ اور قثم کے لیے' اور اللہ کی قسم! یہ وہ مال ہے جس کو میرے اور ام الفضل کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا' پھر حضرت عباس نے اپنا فدیہ بھی دیا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی فدیہ دیا اور اپنے حلیف کا فدیہ بھی دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۳۹)

وَكَانَ عَلِيٌّ لَهُ نَصِيبٌ فِي تِلْكَ الْغَنِيمَةِ الَّتِي أَصَابَ مِنْ أَخِيهِ عَقِيلٍ وَمِنْ عَمِّهِ عَبَّاسٍ.

اور اس مالِ غنیمت میں حضرت علی کا بھی حصہ تھا جو ان کے بھائی عقیل اور ان کے چچا عباس سے ملا تھا۔

امام بخاری کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت علی کی ملکیت میں آنے کے باوجود عباس اور عقیل آزاد کیوں نہیں ہوئے؟

یہ امام بخاری کی عبارت ہے جو انہوں نے اس چیز پر استدلال کرنے کے لیے پیش کی ہے کہ محض بھائی یا چچا کے ملکیت میں آ جانے سے وہ آزاد نہیں ہوتے ورنہ حضرت علی جب مالِ غنیمت کے حصہ سے حضرت عباس اور عقیل کے مالک ہو گئے تھے تو وہ بھی آزاد ہو جاتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کافر مالِ غنیمت کی وجہ سے ابتداءً ملکیت میں نہیں آتا بلکہ مسلمان کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اس کو قتل کر دے یا اس کو غلام بنا لے یا اس سے فدیہ لے لے' اس وقت تک حضرت عباس اسلام نہیں لائے تھے اور عقیل آخر وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے' لہٰذا وہ اس حکم میں نہیں تھے کہ حضرت علی کی ملکیت میں آتے ہی وہ آزاد ہو جاتے۔

۲۵۳۷- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوْسٰى، عَنِ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ

Marfat.com

شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا ائْذَنْ لَنَا فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ، فَقَالَ لَا تَدَعُونَ مِنْهُ دِرْهَمًا. [اطراف الحدیث: ۳۰۴۸۔۴۰۱۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے حدیث بیان کی از موسیٰ از ابن شہاب انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے چند مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت طلب کی کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے عباس سے فدیہ لینے کو ترک کر دیں؟ آپ نے فرمایا: تم ان سے ایک درہم کو بھی ترک نہ کرو۔

عباس کے فدیہ سے ایک درہم بھی نہ چھوڑنے کی وجہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عباس سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے ایک درہم بھی چھوڑنے سے جو منع فرمایا ہے اس ممانعت کی علت میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس وقت عباس مشرک تھے دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے عباس کے ساتھ رعایت کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ کہیں کسی مسلمان کے دل میں یہ بدگمانی نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کے ساتھ رعایت کر رہے ہیں جس طرح آپ نے انصار کو منع کیا تھا کہ وہ جنگ بدر میں عتبہ شیبہ اور ولید کو اپنے ساتھ مقابلہ کے لیے نہ للکاریں کیونکہ اگر انصار اس مقابلہ میں شہید ہو جاتے تو ہو سکتا تھا کہ باقی انصار کے دلوں میں بدگمانی آتی' اس لیے آپ نے حضرت علی' حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ ان کی للکار کا جواب دیں۔

مصنف کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ عباس غزوۂ بدر کے دن قریش کے ساتھ قید کیے گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فدیہ لیا تھا تو انصار نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے اور آپ کی عباس سے قرابت کی وجہ سے ان سے فدیہ لینے کو ترک کر دیں' سو آپ نے اس کی اجازت نہیں دی اور مساوات کے اصول کو قائم رکھا کہ جب سب جنگی قیدیوں سے فدیہ لیا جا رہا ہے تو آپ کے چچا عباس سے بھی فدیہ لیا جائے گا اور آپ کے ساتھ نسبی قرابت کی وجہ سے ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی اور یہی آپ کی سیرت کا وہ زرین پہلو ہے جس کی وجہ سے اسلام بہت جلد لوگوں کے دلوں میں پھیل گیا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ عباس مال دار آدمی تھے اور اس وقت مسلمانوں کو مال کی ضرورت تھی' سو ان سے پورا پورا فدیہ لیا گیا اور اس کو غانمین کے حقوق میں صرف کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۱)

۱۲ - بَابُ عِتْقِ الْمُشْرِكِ — مشرک کو آزاد کرنا

نفلی طور پر مشرک غلام کو آزاد کرنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' اختلاف اس صورت میں ہے کہ کسی چیز کے کفارہ میں مشرک غلام کو آزاد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۵۳۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ، وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ، فَلَمَّا أَسْلَمَ حَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ، وَأَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ، قَالَ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے زمانۂ جاہلیت میں سو غلام آزاد کیے تھے اور ان کو سو اونٹوں پر سوار کیا تھا' پھر جب وہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے سو

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ اَشْيَاءَ كُنْتُ اَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنْتُ اَتَحَنَّثُ بِهَا؟ يَعْنِي اَتَبَرَّرُ بِهَا قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ.

اونٹ سواری کے لیے دیئے اور سو غلام آزاد کیے تھے تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ جن کاموں کو میں زمانۂ جاہلیت میں نیکی سمجھ کر کرتا تھا' ان کا کیا حکم ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے جو پہلے نیکی کی تھی' اسی کی وجہ سے تم کو اسلام لانے کی توفیق ملی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۳۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ حکیم بن حزام نے زمانۂ جاہلیت میں جن غلاموں کو آزاد کیا تھا' وہ مشرک ہی تھے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفلی طور پر مشرک غلاموں کو بھی آزاد کرنا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حکیم بن حزام کے اس فعل پر رد نہیں فرمایا اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسلمان کسی مشرک غلام کو آزاد کر دے تو اس کو اس فعل پر اجر ملے گا۔

اگر قسم اور ظہار کے کفارہ میں مشرک غلام کو آزاد کر دیا جائے تو ہمارے نزدیک یہ جائز ہے اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' جس طرح قتل خطاء کے کفارہ میں یہ جائز نہیں ہے' امام احمد کا ایک قول ہمارے مذہب کی مثل بھی ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم اور ظہار کے کفارے میں مطلقاً غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے' قسم کے کفارہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ. (المائدہ: ۸۹)

سو (قسم کا) کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اور جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو' وہ تین دن کے روزے رکھے۔

اور ظہار کے کفارہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا. (المجادلہ: ۳)

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیں' پھر عمل زوجیت کے لیے لوٹنا چاہیں جس کے متعلق وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں تو ان پر عمل زوجیت سے پہلے ایک غلام کی گردن کو آزاد کرنا ہے۔

قسم اور ظہار دونوں کے کفارے میں مطلقاً غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے اور قتل خطاء کے کفارے میں مؤمن غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖۤ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۚ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ. (النساء: ۹۲)

اور جس نے کسی مسلمان کو خطاءً (بلاقصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے' اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں' پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان کی گردن (غلام یا لونڈی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اگر وہ (مقتول) اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان کی گردن

Marfat.com

(غلام یا باندی) کو آزاد کیا جائے۔

سو کفارۂ قسم اور کفارۂ ظہار میں مطلقاً غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا اور قتل خطاء کی آیت میں مؤمن غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر نص پر اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جائے' جو نص مطلق ہے اس پر اطلاق کے ساتھ عمل کیا جائے اور جو نص مقید ہے اس پر تقیید کے ساتھ عمل کیا جائے اور قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے میں یہ دقت اور ژرف نگاہی صرف امام ابوحنیفہ کے مذہب کی خصوصیت ہے۔

۱۳ - بَابُ مَنْ مَّلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيْقًا، فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدٰى وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ

اہل عرب میں سے کسی کو غلام بنانا' اور اس کو فروخت کرنا' اور عرب باندی سے جماع کرنا اور فدیہ لینا' اور بچوں کو قید کر کے غلام بنانا' پھر ہبہ کرنا

اس باب میں اہل عرب میں سے کسی کو غلام بنانے کا حکم بیان کیا گیا ہے' امام بخاری نے اس باب میں پانچ اُمور کا ذکر کیا ہے: (۱) ہبہ کرنا (۲) فروخت کرنا (۳) جماع کرنا (۴) فدیہ لینا (۵) قید کرنا' اور اس باب میں چار احادیث بیان کی ہیں اور فروخت کرنے کے علاوہ ہر امر کے متعلق حدیث روایت کی ہے اور فروخت کرنے کا بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں ذکر ہے۔

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ ارادہ کیا ہے کہ اہل عرب کو غلام بنانے میں فقہاء کا اختلاف ہے' جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ جب اہل عرب کو قید کر لیا جائے تو ان کو غلام بنانا جائز ہے' اور جب کوئی شخص کسی عرب باندی سے شادی کرلے تو اس کی اولاد بھی حبعاً غلام ہوگی۔ فقہاء احناف' امام مالک' امام شافعی اور لیث کا یہی مؤقف ہے' اور ان کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں۔

ثوری' اوزاعی اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ اہل عرب کو غلام نہیں بنایا جائے گا' سعید بن المسیب کا بھی یہی قول ہے اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ جب کسی شخص نے کسی باندی سے نکاح کیا اور اس کو یہ علم تھا کہ وہ باندی ہے تو اس سے جو اولاد ہوگی' وہ اس کے مالک کی غلام ہوگی خواہ وہ عربی ہو' قریشی ہو یا کوئی اور ہو۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ يَسْتَوٗنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ○﴾ (النحل:۷۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ایک ایسے غلام کی مثال بیان فرماتا ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے اور کسی چیز پر قادر نہیں ہے' اور (دوسرا) ایسا شخص ہے' جس کو ہم نے اپنی طرف سے عمدہ رزق عطاء فرمایا ہے' سو وہ اس میں سے پوشیدہ طور پر اور ظاہراً خرچ کرتا ہے' کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہے بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے○ (النحل:۷۵)

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً عبد مملوک کا ذکر کیا ہے اور اس عبد مملوک یعنی غلام کو عجمی ہونے کے ساتھ مقید نہیں کیا' اس سے معلوم ہوگیا کہ غلام بنانے میں عربی اور عجمی کا کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۵۳۹'۲۵۴۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ذَكَرَ عُرْوَةُ اَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ قَالَ اَخْبَرَاهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے خبر دی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ عروہ نے ذکر کیا کہ مروان اور حضرت مسور

Marfat.com

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ إِنَّ مَعِيَ مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا الْمَالَ وَإِمَّا السَّبْيَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا إِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ جَاءُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ، قَالَ إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ. فَرَجَعَ النَّاسُ. فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا. فَهٰذَا الَّذِي بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ.

بن مخرمہ' ان دونوں نے خبر دی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوازن کا وفد آیا تو آپ کھڑے ہو گئے' انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کی طرف لوٹا دیں' آپ فرمایا: میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو' میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے جو زیادہ سچی ہو' تم لوگ دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کر لو: یا مال یا قیدی' اسی لیے میں نے ان کی تقسیم میں بھی تاخیر کی تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دس سے زیادہ راتوں تک انتظار کیا' جب آپ طائف سے لوٹے تھے' جب اہل ہوازن کو یہ معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دو میں سے صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدیوں کے لینے کو اختیار کرتے ہیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے' اور آپ نے اللہ کی ایسی حمد کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر فرمایا: اللہ کی حمد کے بعد! تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے بھائی ہمارے پاس تائب ہو کر آئے ہیں' اور میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ان کی طرف ان کے قیدی واپس کر دوں' سو تم میں سے جو شخص یہ خوش دلی سے کرنا چاہے وہ کر لے اور جو ان قیدیوں میں سے اپنا حصہ رکھنا چاہے (وہ انتظار کرے) حتیٰ کہ ہم کو اللہ جو پہلا مالِ غنیمت عطاء فرمائے گا' ہم اس میں سے اسے دے دیں گے' پس جو چاہے وہ ایسا کر لے' تو لوگوں نے کہا: ہم خوشی سے اس پر راضی ہیں' آپ نے فرمایا: ہمیں یہ نہیں معلوم کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی' پس تم واپس جاؤ اور ہمارے پاس تمہارے معاملات کے منتظمین اور کار مختار آئیں' پھر لوگ واپس گئے اور انہوں نے اپنے منتظمین سے مشورہ کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے' اور آپ سے کہا کہ وہ اس فیصلہ پر خوش ہیں اور آپ کو اجازت دی' پس یہ وہ خبر ہے جو ہم تک ہوازن کے قیدیوں کے سلسلہ میں پہنچی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۸' اور ۲۳۰۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اہل عرب کو قیدی اور غلام بنانے کا ذکر ہے۔

۲۵٤۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الحسن نے حدیث

اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّوْنَ وَاَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَسَبَى ذَرَارِيَّهُمْ وَاَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ. قَالَ حَدَّثَنِي بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَكَانَ فِي ذٰلِكَ الْجَيْشِ.

(صحیح مسلم: ۱۷۳۰، الرقم المسلسل: ۴۴۱۰، سنن ابوداؤد: ۲۶۳۳)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے نافع کی طرف مکتوب لکھا انہوں نے مجھے جواب میں لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالمصطلق پر حملہ کیا اور وہ اس وقت بالکل غافل تھے اور ان کے مویشی پانی کے حوض پر پانی پی رہے تھے آپ نے ان کے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا اور ان کے بچوں کو قید کر لیا اور اس دن آپ نے حضرت جویریہ کو بھی (قیدیوں میں) پایا نافع نے کہا: مجھے یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی اور وہ اس لشکر میں تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں عرب عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے کا ذکر ہے۔

بنوالمصطلق کا تعارف

اس حدیث میں بنوالمصطلق کا ذکر ہے یہ خزاعہ کی شاخ ہے اور مصطلق ابن سعد بن عمرو بن ربیعہ ابن حارثہ بن عمرو بن عامر ہیں اور عمرو ابوخزاعہ ہیں ان کو مصطلق اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ ان کی آواز بہت حسین تھی اور ''صلق'' کا معنی آواز کی شدت اور تیزی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۵)

حضرت ام المؤمنین جویریہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالمصطلق کے قیدیوں کو تقسیم کیا تو حضرت جویریہ بنت الحارث حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں یا ان کے عم زاد کے حصہ میں آئیں انہوں نے ان کو ان کے نفس پر مکاتبہ بنا دیا اور وہ بہت شیریں اور ملیح خاتون تھیں جو بھی ان کو دیکھتا تھا وہ اپنا دل پکڑ کر بیٹھ جاتا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہ آپ ان کے بدل کتابت میں مدد فرمائیں حضرت عائشہ نے کہا: اللہ کی قسم! جب میں نے ان کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا تو میں نے ان کو ناپسند کیا اور میں نے جان لیا کہ عنقریب آپ بھی ان کے حسن و جمال کو اس طرح دیکھ لیں گے جس طرح میں نے دیکھا ہے پس وہ آپ کے پاس حاضر ہوئیں پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار ہوں جو اپنی قوم کے سردار ہیں اور مجھ پر وہ مصائب ٹوٹ پڑے ہیں جو آپ سے مخفی نہیں ہیں میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے عم زاد کے حصہ میں آچکی ہوں تو انہوں نے مجھے مکاتبہ کر دیا ہے تو میں بدل کتابت کے سلسلہ میں آپ سے مدد طلب کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہوں آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے زیادہ اچھی بات نہ بتاؤں؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں تمہارا بدل کتابت ادا کر دوں اور میں تم سے نکاح کر لوں! انہوں نے کہا: جی ہاں! یارسول اللہ! میں اس پر راضی ہوں! حضرت عائشہ نے کہا: یہ خبر لوگوں میں پھیل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا ہے تب مسلمانوں نے کہا کہ بنوالمصطلق تو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سسرال والے ہیں تو بنوالمصطلق کے جو قیدی ان کے ہاتھوں میں تھے انہوں نے ان سب کو رہا کر دیا حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت جویریہ سے نکاح کیا تھا اس کی وجہ سے بنوالمصطلق کے ایک سو گھر والے آزاد کر دیئے گئے اور میرے علم میں ایسی کوئی عورت نہیں ہے جو حضرت جویریہ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے برکت والی ہو!

Marfat.com

غزوۂ بنوالمصطلق اور اس کے اموالِ غنیمت کا مختصر تذکرہ

امام بخاری نے کہا ہے کہ غزوۂ بنوالمصطلق ہی غزوۃ المریسیع ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ چھ ہجری میں ہوا ہے' اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ یہ چار ہجری میں ہوا ہے' اور الصغانی نے کہا ہے کہ غزوۃ المریسیع پانچ ہجری میں ہوا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ بنوالمصطلق خزاعہ کی شاخ ہے' یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنا چاہتے تھے' اور یہ اپنے ایک کنویں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے جس کا نام المریسیع ہے' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ اس غزوہ میں سات سو صحابہ شریک تھے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ بنوالمصطلق آپ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں اور ان کے قائد الحارث بن ابی ضرار ہیں جو (حضرت) جویریہ بنت الحارث (رضی اللہ عنہا) کے والد ہیں' جن سے آپ نے نکاح کیا تھا' جب آپ نے یہ سنا تو آپ ان کی طرف روانہ ہوئے حتیٰ کہ جس جگہ ان کے پانی کا ذخیرہ تھا اور اس جگہ کا نام المریسیع تھا اور وہ جگہ قدید کی جانب ساحل کی طرف ہے' وہاں آپ کا ان سے مقابلہ ہوا اور وہاں ایک دوسرے کے خلاف جنگ ہوئی' پس اللہ تعالیٰ نے بنوالمصطلق کو شکست دی' اور جو لوگ مارے گئے تھے وہ مارے گئے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بیٹوں کو اور ان کی عورتوں کو اور اُن کے اموال کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ اس مالِ غنیمت میں دو ہزار اونٹ تھے' پانچ ہزار بکریاں تھیں اور دو سو عورتیں قید کی گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھائیس دن مدینہ سے باہر رہے اور یکم رمضان کو مدینہ منورہ میں واپس آئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۷-۱۴۵ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَسَاَلْتُهٗ، فَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ، فَاَصَبْنَا سَبْيًا مِّنْ سَبْيِ الْعَرَبِ، فَاشْتَهَيْنَا النِّسَآءَ، فَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ، وَاَحْبَبْنَا الْعَزْلَ، فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا، مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از محمد بن یحییٰ بن حبان از ابن محیریز' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو میں نے ان سے سوال کیا' پس انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنوالمصطلق میں گئے تو عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی ہمارے ہاتھ آئے' پھر (راستہ میں) ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی اور عورتوں سے دور رہنا ہم پر دشوار ہو گیا' ہم نے عزل کرنا چاہا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اگر تم عزل نہ کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے' جو روحیں بھی قیامت تک پیدا ہونے والی ہیں' وہ ضرور پیدا ہو کر رہیں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۲۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں عرب عورتوں کو قید کرنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے' اور بعض دیگر ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

عزل کی تعریف اور اس کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عزل کا ذکر ہے' عزل کا معنی ہے: عورت سے مباشرت کے وقت جب انزال ہونے لگے تو مرد اپنے آلۂ تناسل کو عورت کے اندام نہانی سے باہر نکال لے۔

عزل کے حکم میں فقہاء متقدمین اور متاخرین میں کافی اختلاف ہے' امام شافعی کے نزدیک عزل کی اباحت زیادہ ظاہر ہے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اس عورت کی اجازت ہو یا نہ ہو' امام مالک نے حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابوایوب انصاری' حضرت زید بن ثابت انصاری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ وہ عزل کرتے تھے' یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' امام مالک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بھی کی ہے کہ وہ عزل کو مکروہ قرار دیتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دونوں قول مروی ہیں' جو عزل کو مکروہ کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عزل کے متعلق فرمایا: یہ مخفی طریقہ سے زندہ درگور کرنا ہے۔ ائمہ فتویٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ جب آزاد عورت اپنے خاوند کو اجازت دے تو پھر اس کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے۔

شادی شدہ باندی کے ساتھ عزل کرنے میں اختلاف ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس باندی کی اجازت سے اس کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے' امام ابو یوسف نے بھی کہا: اس باندی کی اجازت سے جائز ہے' امام شافعی نے کہا: اس باندی کا خاوند اس باندی کی اور اس کے مالک کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کر سکتا ہے۔

بت پرست اور مجوسی عورتوں سے مباشرت حرام ہے خواہ نکاح سے ہو خواہ بہ طور باندیوں کے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق تھا کہ ان کے حصہ میں جو قیدی عورتیں آئی ہیں' ان سے مباشرت کرنا جائز ہے اور یہ جواز اس وقت ہوگا جب ان قیدی عورتوں کا استبراء ہو جائے یعنی ان پر ایک حیض گزر جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے رحم میں کسی کا نطفہ ٹھہرا ہوا نہیں ہے اور اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ جو کافر عورتیں قید ہو کر آئی ہیں' ان کا ان کے پہلے کافر خاوندوں سے نکاح منقطع ہو چکا ہے۔

جو بت پرست اور مجوسی عورتیں قید ہو کر آئیں' ان سے مباشرت کے جواز میں اختلاف ہے۔ سعید بن المسیب' عطاء' طاؤس اور مجاہد نے ان سے مباشرت کی اجازت دی ہے' یہ قول شاذ ہے' فقہاء میں سے کسی نے اس قول کی طرف التفات نہیں کیا اور ائمہ فتویٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ بت پرست عورتوں کے ساتھ مباشرت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ. (البقرہ:۲۲۱)

اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے صرف اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ. (المائدہ:۵)

اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں) جب تم ان کے مہر ان کو ادا کر دو' بہ شرطیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو نہ کہ کھلم کھلا بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ طریقہ سے آشنا بنانے والے۔

Marfat.com

اور صحابہ نے جو عرب کی قیدی عورتوں سے مباشرت کے جواز پر اتفاق کیا ہے' وہ ان عورتوں کے اسلام لانے کے بعد ہے' کیونکہ ہوازن کے لوگ آٹھ ہجری میں قید ہوئے تھے اور بنو المصطلق کے لوگ چھ ہجری میں قید ہوئے تھے' اور سورۂ بقرہ مدینہ میں ابتداءً نازل ہوئی تھی اور اس میں یہ آیت ہے کہ مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور صحابہ کے نزدیک یہ چیز مقرر تھی کہ جب تک بت پرست عورتیں اسلام نہ لے آئیں' ان سے مباشرت کرنا جائز نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے یہ روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ جہاد کرتے تھے پس جب ان کو مالِ غنیمت سے کوئی باندی حاصل ہوتی اور وہ اس سے مباشرت کرنا چاہتے تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیتے' پھر اس کو اسلام کی تعلیم دیتے اور اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے اور جب ایک حیض گزرنے کے بعد اس کا رحم صاف ہو جاتا تو پھر اس سے مباشرت کرتے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ (البقرہ:۲۲۱) اس آیت کے عموم کا یہ تقاضا ہے کہ مجوسی اور بت پرست عورتوں سے مباشرت حرام ہے خواہ نکاح سے ہوں یا بہ طور باندیوں کے ہوں۔ ائمہ فتویٰ اور فقہاء کا یہی مختار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۸۔۱۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' شرح ابن بطال ج ۷ ص ۵۰۔۴۸)

۲۵۴۳ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَا اَزَالُ اُحِبُّ بَنِيْ تَمِيْمٍ (ح) وَحَدَّثَنِيْ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ. وَعَنْ عُمَارَةَ، عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَا زِلْتُ اُحِبُّ بَنِيْ تَمِيْمٍ مُنْذُ ثَلَاثٍ، سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْهِمْ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ هُمْ اَشَدُّ اُمَّتِيْ عَلَى الدَّجَّالِ. قَالَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا. وَكَانَتْ سَبِيَّةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ اَعْتِقِيْهَا فَاِنَّهَا مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از عمارہ بن القعقاع از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں ہمیشہ بنوتمیم سے محبت کرتا ہوں۔ (ح) اور مجھے ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جریر بن عبدالحمید نے حدیث بیان کی از المغیرہ از الحارث از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ اور از عمارہ از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہمیشہ سے بنوتمیم سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے متعلق تین باتیں سنی ہیں: (۱) آپ فرمارہے تھے کہ یہ لوگ میری امت میں دجال کے سب سے زیادہ مخالف ہوں گے (۲) اور جب ان کے صدقات آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں (۳) اور ان کی ایک قیدی عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی تو آپ نے فرمایا: اس کو آزاد کردو' یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔

[طرف الحدیث:۴۳۶۶] (صحیح مسلم:۲۵۲۵' الرقم المسلسل:۶۳۴۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اس کو آزاد کردو' یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔

عرب غلاموں کو آزاد کرنے کا استحباب اور دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس باندی کو آزاد کردو کیونکہ یہ حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے' آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ اہل عرب کو لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے' مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کو آزاد کرنا زیادہ افضل ہے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جن عربوں کو غلام بنایا گیا تھا' ان کے متعلق حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنی وسعت دی ہے کہ تم عربوں کے علاوہ اہل کتاب کو غلام بنالو نیز مرد کے لیے اس میں عار ہوتا ہے کہ وہ اپنے چچا کی بیٹی کو باندی بنائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو غلام بنانا زیادہ عار کے لائق ہے' تاہم یہ حکم مستحب ہے' نہ یہ کہ عربوں کو غلام بنانا حرام ہے۔

بنوتمیم اپنے اموال میں سے سب سے زیادہ افضل چیز کا صدقہ کرتے تھے' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے صدقات کو پسند فرمایا' زمانہ جاہلیت میں اور اسلام کی ابتداء میں ان میں بہت اشراف اور معززین تھے' اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرب قیامت میں ہونے والے واقعات کی خبر دی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۸۔ ۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* حدیث مذکور' شرح صحیح مسلم: ۶۳۲۸۔ ج ۶ ص ۱۴۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٤ - بَابُ فَضْلِ مَنْ أَدَّبَ جَارِيَتَهُ وَعَلَّمَهَا

باندی کو ادب سکھانے اور تعلیم دینے کی فضیلت

٢٥٤٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ إِلَيْهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ أَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے محمد بن فضیل سے سنا از مطرف از الشعبی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی کوئی باندی ہو' پس اس نے اس کو تعلیم دی ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہو' پھر اس کو آزاد کر دیا ہو اور اس سے نکاح کر لیا ہو تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں باندی کو تعلیم دینے کا ذکر ہے۔

١٥ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَبِيدُ إِخْوَانُكُمْ، فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کہ غلام تمہارے بھائی ہیں' ان کو اس میں سے کھلاؤ جس میں سے تم کھاتے ہو

وَقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو' اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ (نیکی کرو)' بے شک

اَیۡمَانُکُمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرًاO﴾ اللہ مغرور متکبر کو پسند نہیں کرتاO (النساء:٣٦)
(النساء:٣٦).

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے' کیونکہ وہ خالق اور رازق ہے اور وہ تمام احوال میں اپنی مخلوق کو نعمتیں عطاء فرمانے والا ہے' اس کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو دنیا میں انسان کی پیدائش کا سبب بنایا ہے' پھر قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور احادیث میں بھی ان پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے' یتیموں پر اس لیے کہ وہ اپنے ساتھ نیکی کرنے والوں کو کھو چکے ہیں اور مسکینوں پر اس لیے کہ وہ ضرورت مند ہیں اور ان کی ضرورت پوری کرنے والا کوئی نہیں ہے' اور قرابت دار پڑوسی سے مراد مسلمان پڑوسی ہے اور اجنبی پڑوسی سے مراد وہ پڑوسی ہیں جو یہود و نصاریٰ ہوں اور مسافروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو سفر میں شریک ہوں اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ غلام معاشی طور پر کمزور ہوتا ہے اور لوگوں کے ہاتھوں میں قید ہوتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلاموں کا اس قدر خیال تھا کہ آپ نے مرض الموت میں بھی نماز پڑھنے اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٢٩٠)

خیثمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس ان کا کارمختار (سیکرٹری) آیا' حضرت عبداللہ بن عمرو نے اس سے پوچھا: کیا تم نے غلاموں کو ان کی خوراک دے دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت عبداللہ نے فرمایا: جاؤ! جا کر ان کو خوراک دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کسی آدمی کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مملوکوں کو ان کی خوراک دینے میں تاخیر کرے۔ (صحیح مسلم:٩٩٦' الرقم المسلسل:٢٢٠١)

قَالَ اَبُوۡ عَبۡدِ اللّٰهِ ذِی الۡقُرۡبٰی اَلۡقَرِیۡبُ. وَالۡجُنُبُ الۡغَرِیۡبُ. اَلۡجَارُ الۡجُنُبُ یَعۡنِی الصَّاحِبَ فِی السَّفَرِ.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اس آیت میں ''ذی القربی'' سے مراد ہے: رشتہ دار اور ''الجنب'' سے مراد ہے: مسافر اور ''الجار الجنب'' سے مراد ہے: سفر کا رفیق اور ساتھی۔

٢٥٤٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بۡنُ اَبِیۡ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعۡبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الۡاَحۡدَبُ قَالَ سَمِعۡتُ الۡمَعۡرُوۡرَ بۡنَ سُوَیۡدٍ قَالَ رَاَیۡتُ اَبَا ذَرٍّ الۡغِفَارِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ' وَعَلَیۡهِ حُلَّةٌ' وَعَلٰی غُلَامِهٖ حُلَّةٌ' فَسَاَلۡنَاهُ عَنۡ ذٰلِكَ' فَقَالَ اِنِّیۡ سَابَبۡتُ رَجُلًا' فَشَكَانِیۡ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اَعَیَّرۡتَهٗ بِاُمِّهٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اِخۡوَانَكُمۡ خَوَلُكُمۡ' جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحۡتَ اَیۡدِیۡكُمۡ' فَمَنۡ كَانَ اَخُوۡهُ تَحۡتَ یَدِهٖ' فَلۡیُطۡعِمۡهُ مِمَّا یَاۡكُلُ' وَلۡیُلۡبِسۡهُ مِمَّا یَلۡبَسُ' وَلَا تُكَلِّفُوۡهُمۡ مَا یَغۡلِبُهُمۡ' فَاِنۡ كَلَّفۡتُمُوۡهُمۡ مَا یَغۡلِبُهُمۡ فَاَعِیۡنُوۡهُمۡ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں واصل الاحدب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے المعرور بن سوید سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک جبہ پہنے ہوئے ہیں اور ان کے غلام نے بھی ویسا ہی جبہ پہنا ہوا ہے' ہم نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا' انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک شخص (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کو برا کہا تھا (انہیں حبشیہ کے بیٹے کہا تھا)' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے اس کو اس کی ماں سے عار دلائی ہے! پھر فرمایا: تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت بنا دیا ہے

پس جس شخص کا بھائی اس کا ماتحت ہو تو وہ اس کو اس سے کھلائے جس سے وہ خود کھاتا ہے اور اس (کپڑے) سے پہنائے جس کو وہ خود پہنتا ہو اور تم ان کی طاقت سے زیادہ کام کا ان کو مکلف نہ کرو' اگر تم ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کام کرنے کے لیے کہو تو ان کی مدد کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰ میں کی جا چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ حکم دیا ہے کہ جو تم خود کھاتے ہو' اسی میں سے اپنے غلاموں کو کھلاؤ۔

اس حدیث میں نوکروں اور خداموں کو گالی دینے کی ممانعت ہے اور ان کو ماں سے عار دلانے کی رسول اللہ ﷺ نے مذمت فرمائی ہے اور ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کی ترغیب ہے اور نوکر اور خادم کو بھائی کہنے کی تلقین ہے اور کسی مسلمان کو حقیر جاننے سے منع فرمایا ہے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے پر ابھارا ہے۔

١٦ - بَابُ الْعَبْدِ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَنَصَحَ سَيِّدَهُ

جب بندہ اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرے اور اپنے مالک کی خیر خواہی کرے

٢٥٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ' وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ' كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ. [طرف الحدیث: ٢٥٥٠]

(صحیح مسلم: ١٦٦٤' الرقم المسلسل: ۴۲۰۹' سنن ابوداؤد: ۵۱۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی غلام اپنے مالک کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرے تو اسے اس کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷ میں کر دی گئی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور اپنے مالک کی خیر خواہی کرنے والے غلام کے لیے دگنے اجر کی بشارت دی گئی ہے۔

٢٥٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ' عَنْ صَالِحٍ' عَنِ الشَّعْبِيِّ' عَنْ أَبِي بُرْدَةَ' عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا' وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا' فَلَهُ أَجْرَانِ' وَأَيُّمَا عَبْدٍ أَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ فَلَهُ أَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از صالح از شعبی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی کوئی باندی ہو' پس وہ اس کو ادب سکھائے' سو اچھا ادب سکھائے اور اس کو آزاد کر دے اور اس سے نکاح کر لے تو اس کے لیے دو اجر ہوں گے اور جو غلام اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے تو اس کے لیے دو اجر ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٥٤٨ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ' قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں

Marfat.com

سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الصَّالِحِ اَجْرَانِ. وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ' لَوْ لَا الْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ' وَالْحَجُّ' وَبِرُّ اُمِّىْ' لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَمُوْتَ وَاَنَا مَمْلُوْكٌ.
(صحیح مسلم:۱۶۶۵' الرقم المسلسل:۴۲۴۱)

یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مملوک غلام نیک ہو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' حج کرنا اور ماں کے ساتھ نیکی کرنا مشروع نہ ہوتا تو میں یہ پسند کرتا کہ میری اس حالت میں وفات ہو کہ میں غلام ہوں۔

امام مسلم نے اس حدیث کی روایت کے بعد یہ اضافہ کیا ہے کہ جب تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ زندہ تھیں تو انہوں نے حج نہیں کیا تا کہ انہیں اپنی والدہ کی خدمت کا موقع ملتا رہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا غلامی کی آزمائش میں مبتلا ہونا

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور اولیاء کو آزمائشوں میں مبتلا کیا' حضرت یوسف علیہ السلام غلامی کی آزمائش میں مبتلا کیے گئے اور جب بخت نصر نے دیگر اسرائیلیوں کے ساتھ حضرت دانیال علیہ السلام کو قید کر لیا تو ان کو بھی غلامی کی مشقت میں مبتلا کیا گیا۔ اسی طرح روایت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس کسی سائل نے آ کر اللہ کی رضا کے لیے سوال کیا اور ان کے پاس اسے دینے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی تو انہوں نے اس سے فرمایا: تم نے مجھ سے اللہ کی رضا کے لیے سوال کیا اور اس وقت تمہیں دینے کے لیے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے' تم ایسا کرو کہ مجھے فروخت کر دو اور تم کو میرے عوض جو قیمت ملے' اس کو اپنی ضروریات پر خرچ کر لو۔ (اعلام السنن ج ۲ ص ۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

۲۵۴۹ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ' عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعِمَّا لِاَحَدِهِمْ' يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهٖ' وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهٖ. (صحیح مسلم:۱۶۶۶' الرقم المسلسل:۴۲۴۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے وہ شخص کتنا اچھا ہے جو اپنے رب کی بھی اچھی طرح عبادت کرتا ہے اور اپنے مالک کی بھی خیر خواہی کرتا ہے۔

۱۷ - بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّطَاوُلِ عَلَى الرَّقِيْقِ' وَقَوْلِهٖ عَبْدِىْ اَوْ اَمَتِىْ

غلام کو سزا دینے میں حد سے تجاوز کرنا اور اس کو میرا بندہ یا میری بندی کہنا مکروہ ہے

غلام کو میرا بندہ یا باندی کو میری بندی کہنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ سب اللہ کے بندے ہیں اور غلام اور باندی کے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہیے اور جس طرح غلام کو مالک کے ساتھ خیر خواہی کرنی چاہیے اسی طرح مالک کو بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾ (النور:۳۲).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے باصلاحیت بندوں اور بندیوں کا۔ (النور:۳۲)

Marfat.com

امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے پیش کیا ہے کہ اس آیت میں مخاطبین کی طرف بندہ اور بندی کی اضافت کی گئی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا یہ کہنا جائز ہے کہ فلاں آدمی میرا بندہ ہے یا فلاں عورت میری بندی ہے اگر چہ سب اللہ کے بندے ہیں یعنی حقیقت میں تو سب اللہ کے بندے ہیں لیکن مجازاً غلام کے متعلق یہ کہنا جائز ہے کہ وہ میرا بندہ ہے یعنی میرا خادم ہے اسی وجہ سے عبدالرسول اور عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے اور بہت علماء نے یہ نام رکھے ہیں تاہم افضل یہ ہے کہ عبداللہ یا عبدالرحمٰن نام رکھا جائے۔

وَقَالَ ﴿عَبْدًا مَّمْلُوْكًا﴾ (النحل:۷۵). اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ایک ایسے عبد (بندہ) کی مثال بیان فرماتا ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے۔(النحل:۷۵)

اس آیت میں بھی عبد (بندہ) کی نسبت مخلوق کی طرف کی گئی ہے اس میں بھی یہ دلیل ہے کہ اپنے غلام کو میرا بندہ کہنا جائز ہے۔

﴿وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ﴾ (یوسف:۲۵). اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان دونوں نے اس عورت کے سیّد (مالک) کو دروازہ کے قریب پایا۔(یوسف:۲۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زلیخا کے خاوند پر سیّد (مالک) کا اطلاق فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ غلام اپنے مالک کو سیّد کہہ سکتا ہے۔

وَقَالَ ﴿مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ (النساء:۲۵). اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمانوں کی مملوکہ باندیوں سے نکاح کرے۔(النساء:۲۵)

اس آیت سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ غلام پر ''فتـی'' (خادم) اور باندی پر ''فـتـاۃ'' (خادمہ) کا اطلاق کرنا چاہیے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سیّد (سردار) کو لینے کے لیے کھڑے ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم سے قلعہ سے نکل آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور وہ اس جگہ کے قریب ہی تھے وہ ایک دراز گوش پر بیٹھ کر آئے جب وہ قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کو لینے کے لیے کھڑے ہو پھر وہ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بیٹھ گئے تو آپ نے ان سے فرمایا: یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر اپنے قلعہ سے اترے ہیں پس حضرت سعد بن معاذ نے کہا: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے فرشتے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۴۳ صحیح مسلم: ۱۷۶۸ الرقم المسلسل: ۴۴۸۷ سنن ابوداؤد: ۵۲۱۵ سنن نسائی: ۷۱۰)

اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو انصار کا سیّد فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ غلام اپنے مالک کو سیّدی و مولائی کہہ سکتا ہے۔

﴿اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ﴾ (یوسف:۴۲) اَيْ سَيِّدِكَ، وَمَنْ سَيِّدُكُمْ. (اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس کے متعلق یوسف کا گمان تھا کہ وہ ان دونوں میں سے نجات پانے والا ہے اس سے انہوں

Marfat.com

نے کہا کہ) تم اپنے رب (آقا) کے سامنے میرا ذکر کرنا۔ (یوسف: ۴۲) یعنی اپنے سید (آقا) سے اور تمہارا آقا کون ہے۔

اس آیت سے بھی امام بخاری کا یہ مقصود ہے کہ غلام اپنے آقا کو رب اور سید کہہ سکتا ہے۔

۲۵۵۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَصَحَ الْعَبْدُ سَيِّدَهُ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب غلام اپنے مالک کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرے تو اس کو دو مرتبہ اجر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۵۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَمْلُوكُ الَّذِي يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ، وَيُؤَدِّي إِلٰى سَيِّدِهِ الَّذِي لَهُ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ وَالنَّصِيحَةِ وَالطَّاعَةِ، لَهُ أَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: وہ غلام جو اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرتا ہے اور اس کے سید (آقا) کا جو اس پر حق ہے اس کو پورا ادا کرتا ہے اور اس کی خیر خواہی اور اطاعت کرتا ہے اس کے لیے دو اجر ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ أَطْعِمْ رَبَّكَ، وَضِّئْ رَبَّكَ، اِسْقِ رَبَّكَ، وَلْيَقُلْ سَيِّدِي مَوْلَايَ، وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ عَبْدِي أَمَتِي، وَلْيَقُلْ فَتَايَ وَفَتَاتِي وَغُلَامِي. (صحیح مسلم: ۲۲۴۹، الرقم المسلسل: ۵۷۶۷، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۲۴۲، مشکل الآثار: ۱۵۶۸، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۷۲۹۔ ج ۱۵ ص ۴۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (اپنے غلام سے) یہ نہ کہے کہ اپنے رب کو کھلاؤ، اپنے رب کو وضوء کراؤ، اپنے رب کو پانی پلاؤ، بلکہ اس کو کہنا چاہیے: میرا سردار، میرا آقا اور تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا بندہ یا میری بندی، اور اس کو یوں کہنا چاہیے کہ میرا خادم اور میری خادمہ اور میرا غلام۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد، امام بخاری نے محمد کی نسبت بیان نہیں کی، الجیانی نے کہا: یہ محمد بن سلام ہیں، حاکم نے کہا: یہ محمد بن یحییٰ الذہلی ہیں، امام مسلم نے کتاب الادب میں محمد بن رافع لکھا ہے، علامہ عینی نے اسی کو ترجیح دی ہے (۲) عبد الرزاق بن ہمام (۳) معمر بن راشد

Marfat.com

(۴) ہمام بن منبہ (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶۱)

اپنے غلام کو میرا بندہ اور اپنے آقا کو میرا رب کہنے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں جو غلام کو عبدی (میرا بندہ) کہنے سے منع فرمایا ہے وہ بہ طور تنزیہ ہے اور تواضع کی وجہ سے ہے اور کسی شخص کا اپنے غلام کو میرا بندہ کہنا جائز ہے جیسا کہ النور: ۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے مخاطبین کی طرف لفظ "عباد" کی اضافت فرمائی ہے' اور اپنے غلام کو تکبر سے میرا بندہ کہنا حرام ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا زیادہ لائق ہے' کیونکہ جب کوئی شخص کہے گا: میرا بندہ تو اس میں خالق اور مخلوق مشترک ہوں گے' اس لیے اللہ کا بندہ یا اللہ کی بندی کہنا چاہیے۔ رہا اپنے مالک اور آقا کو رب کہنا تو ہر چند کہ یہ لفظ بھی مشترک ہے اور خالق کے غیر پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے' جیسے کہا جاتا ہے: "رب الدار" (مکان کا مالک) اور امام بخاری نے یوسف: ۲۵' اور یوسف: ۴۲ کی مثال دی ہے تاہم رب کا لفظ اغلب اور اکثر اطلاقات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے' اس لیے واجب ہے کہ مخلوق کے لیے لفظ رب کا استعمال نہ کیا جائے' کیونکہ اللہ اور مخلوق میں شرکت نہیں ہو سکتی' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ کے غیر کو رحمٰن اور مستحق عبادت کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں' اسی طرح رب کا لفظ بھی اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے نہیں کہنا چاہیے' ہاں رحیم' علیم' قدیر' سمیع اور بصیر وغیرہ جو اسماء ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہیں' اس لیے ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے غیر پر ہو سکتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۵۷۔۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور ادب اور تواضع کے اعتبار سے علامہ ابن بطال کی تحقیق واجب الاتباع ہے۔

٢٥٥٣ - حَدَّثَنِي أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ مِنَ الْعَبْدِ، فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيمَتَهُ، يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ، وَأُعْتِقَ مِنْ مَالِهِ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا' پھر اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی قیمت کو پہنچ جاتا ہو تو عدل کے ساتھ اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اس شخص کے مال سے اس غلام کی قیمت لگائی جائے گی ورنہ جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا ہے' اتنا حصہ آزاد کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۲۱ میں گزر چکی ہے' امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی اتباع میں یہ کہا ہے کہ غلام کی آزادی کی تجزی اور تقسیم ہو سکتی ہے۔

٢٥٥٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا' پس ملک کا سربراہ عوام کا محافظ ہے اور

Marfat.com

عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْھُمْ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ بَعْلِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْؤُوْلَۃٌ عَنْھُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَھُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْہُ اَلَا فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ.

اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی محافظ ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال کیا جائے گا اور غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا' سنو! تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غلام اور اس کے آقا کا ذکر ہے۔

٢٥٥٥_٢٥٥٦ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ' عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَزَیْدَ بْنَ خَالِدٍ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا زَنَتِ الْاَمَۃُ فَاجْلِدُوْھَا' ثُمَّ اِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْھَا' ثُمَّ اِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْھَا فِی الثَّالِثَۃِ اَوِ الرَّابِعَۃِ بِیْعُوْھَا وَلَوْ بِضَفِیْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب باندی زنا کرے تو اسے کوڑے مارو' وہ پھر زنا کرے تو اسے کوڑے مارو' پھر جب وہ تیسری بار یا چوتھی بار زنا کرے تو اس کو بیچ دو' خواہ ایک رسّی کے عوض۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵۴' اور ۲۱۵۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں باندی کی سزا اور اس کی اصلاح کا ذکر ہے۔

١٨ - بَابٌ اِذَا اَتَاہُ خَادِمُہٗ بِطَعَامِہٖ جب کسی شخص کے پاس اس کا خادم طعام لے کر آئے

اس حدیث کے عنوان میں خادم کا ذکر ہے اور اس کو غلام یا باندی کے ساتھ مقید نہیں کیا' اس کا معنی یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس اس کا خادم طعام لے کر آئے تو وہ اس کو اپنے پاس بٹھائے خواہ وہ خادم آزاد ہو یا غلام ہو' مرد ہو یا عورت ہو۔

٢٥٥٧ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْھَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی اَحَدَکُمْ خَادِمُہٗ بِطَعَامِہٖ' فَاِنْ لَّمْ یُجْلِسْہُ مَعَہٗ' فَلْیُنَاوِلْہُ لُقْمَۃً اَوْ لُقْمَتَیْنِ' اَوْ اُکْلَۃً اَوْ اُکْلَتَیْنِ' فَاِنَّہٗ وَلِیَ عِلَاجَہٗ. [طرف الحدیث: ۵۴۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم طعام لے کر آئے' پس اگر اس نے اس کو اپنے ساتھ نہیں بٹھایا تو اس کو ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک نوالہ یا دو نوالے کھلائے کیونکہ اس خادم نے اس طعام کو

Marfat.com

پکانے کی مشقت برداشت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۶۳، الرقم المسلسل: ۴۲۰۸، سنن ابوداؤد: ۳۸۴۶، سنن بیہقی ج ۸ ص ۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۷۲۶، ج ۱۳ ص ۱۵۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

کھانے پینے اور پہننے میں غلام اور آقا کے درمیان مساوات کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ کھانے پینے اور لباس میں غلام اور آقا کے درمیان مساوات ہونی چاہیے، یہ ارشاد ترغیب، تحریک اور بہ طور استحباب ہے اور اس کو مالک اور آقا پر واجب نہیں قرار دیا، کیونکہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں مالک پر یہ واجب نہیں قرار دیا کہ وہ غلام کو وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے، تاہم اس حدیث میں مکارم اخلاق کی ہدایت دی ہے کہ جب غلام یا نوکر یا خادم نے کھانا پکانے کی مشقت برداشت کی ہے تو اس کو بھی اس سے کھلائے خواہ دو نوالے ہی کھلائے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس کو ساتھ بٹھا کر کھلائے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۹ - بَابُ الْعَبْدُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے

یہ باب ''کتاب الاستقراض'' کے آخر میں اسی عنوان کے ساتھ گزر چکا ہے۔

وَنَسَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَالَ إِلَى السَّيِّدِ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی مالک اور آقا کی طرف نسبت کی ہے۔

امام بخاری نے اپنے اس قول سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو فروخت کیا اور اس غلام کے پاس مال تھا تو وہ مال فروخت کرنے والا کا ہوگا، سوا اس کے کہ خریدار اس کی شرط لگا لے۔ (الحدیث)۔

(صحیح مسلم: ۱۵۴۳، سنن ابوداؤد: ۳۴۳۳، سنن نسائی: ۴۶۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۱)

یہ امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا کیونکہ غلامی ملکیت کے منافی ہے، اور غلام کو فروخت کرتے وقت اور غلام کو آزاد کرتے وقت غلام کا مالک اس کے آقا کی ملکیت میں ہوتا ہے، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے، سعید بن المسیب، سفیان ثوری، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مؤقف ہے اور ایک جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ فروخت کرتے وقت اور آزاد کرتے وقت غلام کے پاس جو مال ہوتا ہے، وہ اس غلام ہی کی ملکیت ہوتا ہے، حضرت عمر، حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے اور النخعی اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۵۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا

وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ فِيْ أَهْلِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْأَةُ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ. قَالَ فَسَمِعْتُ هٰؤُلَاءِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَحْسِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالرَّجُلُ فِيْ مَالِ اَبِيْهِ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ.

ہے کہ تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا' پس امام محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور مرد اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا' اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظ ہے' اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے' اور نوکر اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے' اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے یہ احادیث نبی ﷺ سے سنی ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا' سو تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۸۳ میں گزر چکی ہے۔

٢٠ - بَابٌ إِذَا ضَرَبَ الْعَبْدَ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ

جب (مالک) غلام کو مارے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے

یعنی جب مالک ادب سکھانے کے لیے غلام کو مارے تو اس کے چہرے کی تکریم کے لیے اس کے چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔

٢٥٥٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ ح. قَالَ وَاَخْبَرَنِي ابْنُ فُلَانٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ.

(صحیح مسلم: ٢٦١٢' الرقم المسلسل: ٦٥٤٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی' (ح) انہوں نے کہا: اور مجھے خبر دی ابن فلاں نے از سعید المقبری از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی سے لڑے تو وہ چہرے (پر مارنے) سے اجتناب کرے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب کافر کے چہرے پر بھی مارنا ممنوع ہے تو مسلمان کے چہرے پر مارنا بہ طریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

Marfat.com

باب مذکور کے ثبوت میں دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر تھپڑ نہ مارے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۱۲' الرقم المسلسل: ۶۵۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۲' الرقم المسلسل: ۶۵۵۰' مسند حمیدی: ۱۱۲۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴)

چہرے پر مارنے سے ممانعت کی توجیہ

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

چہرے پر مارنے کی ممانعت سے چہرے کو عیب دار ہونے سے محفوظ رکھنا مقصود ہے' کیونکہ چہرے پر ضرب کے نشان بہت جلد ظاہر ہو جاتے ہیں اور اس سے چہرہ عیب دار ہو جاتا ہے' نیز چہرے میں اعضاء نفیسہ ہیں اور ادراک کے ذرائع ہیں' اس لیے چہرہ کو بگاڑنا اور قبیح بنانا بہت مذموم اور معیوب ہے کیونکہ انسان کی صورت کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور اس صورت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کو مکرم کیا ہے اور اس کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے۔

بعض احادیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو صورتِ رحمٰن پر پیدا کیا ہے' غالباً یہ حدیث روایت بالمعنی ہے۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صورتیں ہیں جو مخلوق کی صورتوں کی مثل نہیں ہیں' اور یہ قول فاسد ہے' کیونکہ صورت کسی مرکب چیز کی ہوتی ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ حادث ہے نہ مرکب ہے' لہٰذا اس کی کوئی صورت نہیں ہے' پس اس حدیث کی تاویل کی ضرورت ہے' اس کی ایک تاویل یہ ہے کہ "صورته" کی ضمیر آدم کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو آدم کی صورت پر پیدا کیا یعنی آدم کو اس صورت پر پیدا کیا جو آدم کی صورت ہونی چاہیے تھی۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ اس حدیث میں صورت کا معنی صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفت علم پر پیدا کیا۔ اس کی تیسری تاویل یہ ہے کہ اضافت تشریف کے لیے ہے یعنی آدم کی صورت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت شرف والی اور معظم ہے جیسا کہ الشمس: ۱۳ میں ہے: "نَاقَةَ اللّٰهِ" (اللہ کی اونٹنی) یعنی وہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور شرف والی تھی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۹۰۔ ۸۷ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث پر "کتاب العتق" ختم ہوگئی اور اس کے بعد "کتاب المکاتب" شروع ہو رہی ہے' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ صحیح بخاری کی باقی کتب اور ابواب کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچا دے۔ (آمین)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۵۰ - كِتَابُ الْمُكَاتَبِ

مکاتب کا بیان

اس کتاب میں مکاتب کے احکام بیان کیے گئے ہیں' مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس سے اس کا مالک یہ کہے کہ تم مجھے اتنے روپے اتنی قسطوں میں لا کر دو تو میں تمہیں آزاد کردوں گا اور جب غلام یہ رقم ادا کردے گا تو اس کو آزاد کر دیا جائے گا۔

زمانہ جاہلیت میں بھی غلاموں کو آزاد کیا جاتا تھا' اس میں اختلاف ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے کس کو مکاتب کیا گیا' ایک قول ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے مکاتب کیا گیا' ان کے مالکوں نے ان سے کہا تھا کہ تم ایک سو کھجور کے پودے لگاؤ پھر تم آزاد ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم یہ پودے لگا لو تو مجھے خبر دینا' جب انہوں نے وہ پودے لگا لیے تو انہوں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے برکت کی دعا کی' پھر ان میں سے کوئی پودا بھی نہیں سوکھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ابوالمؤمل کو مکاتب کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (بدل مکاتبت ادا کرنے میں) ان کی مدد کرو' ان کی اتنی مدد کی گئی کہ انہوں نے بدل مکاتبت ادا کر دیا اور پھر بھی ان کے پاس چند روپے بچ گئے' پھر ان روپوں کے متعلق انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ان روپوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دو' اور عورتوں میں جس کو اسلام میں سب سے پہلے مکاتب کیا گیا' وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جس کو سب سے پہلے مکاتب کیا گیا' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ابو اُمیہ تھے' پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام سیرین تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱ - بَابُ اِثْمِ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ
اس شخص کا گناہ جس نے اپنے مکاتب غلام پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائی

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جس نے اپنے مکاتب غلام پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائی' امام بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث روایت نہیں کی' اور اس باب کو کتاب المکاتب میں بیان کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے' امام بخاری نے کتاب الحدود میں ایک باب داخل کیا ہے: غلام پر زنا کی تہمت لگانا' اور اس باب میں ایک حدیث بھی وارد کی ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔

۲ - بَابُ الْمُكَاتَبِ' وَنُجُوْمِهٖ فِیْ كُلِّ سَنَةٍ نَجْمٌ
مکاتب اور اس کی قسطیں اور ہر سال میں ایک قسط کا لزوم

اس باب میں مکاتب اور اس کی قسط کا بیان ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ آزاد کرنے کی کم از کم مدت دو مہینوں میں دو قسطیں ہیں؛ علامہ رافعی نے کہا ہے کہ عرب اپنے معاملات کا مدار ستاروں کے طلوع پر رکھتے تھے کیونکہ وہ حساب نہیں جانتے تھے' ان میں سے کوئی شخص کہتا تھا: جب ثریا ستارہ طلوع ہوگا تو میں تیرا قرض ادا کردوں گا' اس وجہ سے اوقات کا نام نجوم پڑ گیا اور نجم کا اطلاق قسط پر ہونے لگا۔

وَقَوْلِهٖ ﴿وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْکِتَابَ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ فَکَاتِبُوْھُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْھِمْ خَیْرًا وَّاٰتُوْھُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اٰتَاکُمْ﴾ (النور:۳۳).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو مکاتب کردو' اگر تمہارے علم میں ان کی خیر ہو اور تم ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تم کو دیا ہے۔ (النور:۳۳)

النور: ۳۳ میں خیر سے مراد مال ہے یا نیکی اور پرہیز گاری؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں فرمایا ہے: اگر تمہارے علم میں ان کی خیر ہو' اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں خیر سے کیا مراد ہے؟ سفیان ثوری نے کہا: اس سے مراد ہے: کمانے اور کسی پیشہ کے مطابق کام کرنے کی قوت' تاکہ وہ کما کر بدل مکاتبت کی قسطیں ادا کرسکیں۔ حضرت ابن عمر نے کہا: جس کو کوئی پیشہ نہیں آتا اس کو مکاتب کرنا مکروہ ہے' حسن بصری نے کہا: خیر سے مراد ہے: صدق' امانت اور وفاء' بعض علماء نے کہا: اس سے مراد نیکی اور نماز کو قائم کرنا ہے' مجاہد نے کہا: اس سے مراد مال ہے' عطاء' ابن رزین اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ابن حزم نے لکھا ہے کہ ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس آیت میں خیر سے مراد مال ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر خیر سے مراد مال ہوتا تو اس سے پہلے ''فیھم'' کا لفظ نہ ہوتا بلکہ ''لھم'' یا ''عندھم'' یا ''معھم'' کا لفظ ہوتا یعنی یوں ہوتا کہ اگر تم کو علم ہو کہ ان کے لیے مال ہے یا ان کے پاس مال ہے یا ان کے ساتھ مال ہے' اور جب اس سے پہلے ''فیھم'' کا لفظ ہے تو اب معنی ہوا: اگر تمہیں معلوم ہو کہ ان میں مال ہے اور اس طرح لغت عربی میں بالکل نہیں کہا جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ خیر سے مراد مال نہیں ہے بلکہ اس سے مراد دین ہے۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا میں مکاتب ہو جاؤں جب کہ میرے پاس مال نہیں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک خیر سے مراد مال نہیں ہے۔

امام طحاوی نے لکھا ہے: جس نے یہ کہا کہ اس آیت میں خیر سے مراد مال ہے' وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے' کیونکہ غلام خود اپنی ذات میں اپنے آقا کا مال ہے تو اس کے پاس مال کیسے ہوگا! اور ہمارے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس غلام کے متعلق تمہیں دین اور صدق کا علم ہو اور جس کے متعلق تمہیں یہ علم ہو کہ وہ تم سے جو معاملہ طے کرے گا وہ اس کو پورا کرے اور اس کی جتنی قسطیں مقرر کی جائیں گی' وہ ان کو پورا کردے گا تو اس کو تم مکاتب کردو۔

مکاتبین کی مالی مدد کرنے کا حکم آیا ان کے مالکان کو ہے یا عام اغنیاء کو اور آیا یہ حکم وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے اور آیا مال کی مقدار معین ہے یا نہیں؟

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور تم ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو' جو اس نے تم کو دیا ہے۔

Marfat.com

اس میں اختلاف ہے کہ وہ کون مخاطبین ہیں جنہیں بدل مکاتبت ادا کرنے کا حکم دیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ اغنیاء ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے' ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ مکاتبین کو زکوٰۃ دیں تا کہ وہ آزاد ہوں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ان کے مالکان ہیں' ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ مکاتبین کی مدد کریں اور وہ بدل مکاتبت میں کمی کردیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ بدل مکاتبت کو دینا آیا واجب ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک یہ دینا واجب ہے' جب کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک یہ واجب نہیں ہے اور اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ استحباب کے لیے ہے اور اس لیے کہ مکاتب کو آزاد کرانے میں اس کی مدد ہو جائے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ مکاتب کو آزاد کرانے کے لیے کچھ رقم دینا مقرر ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک یہ مقدار غیر معین ہے' امام احمد کے نزدیک بدل مکاتبت کی چوتھائی رقم دینا واجب ہے' یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تہائی رقم دینا واجب ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک کوئی مقدار معین نہیں ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک ان کو رقم دینا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکان کو کوئی رقم دینے کا حکم نہیں دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶۹۔ ۱۶۷' دار الکتب العربیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مکاتب بنانے میں صحابہ کا تعامل

وَقَالَ رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَوَاجِبٌ عَلَيَّ إِذَا عَلِمْتُ لَهُ مَالًا أَنْ أُكَاتِبَهُ؟ قَالَ مَا أُرَاهُ إِلَّا وَاجِبًا.

اور روح نے کہا از ابن جریج: میں نے عطاء سے پوچھا: اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے غلام کے پاس مال ہے اور وہ مکاتب بننا چاہتا ہے تو کیا مجھ پر واجب ہے کہ میں اس کو مکاتب بناؤں؟ عطاء نے کہا: میرا گمان تو یہی ہے۔

اس تعلیق کے موافق اثر کو شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(المحلی بالآثار ج ۸ ص ۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

وَقَالَهُ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ تَأْثُرُهُ عَنْ أَحَدٍ؟ قَالَ لَا' ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنَّ مُوسَى بْنَ أَنَسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سِيرِينَ سَأَلَ أَنَسًا الْمُكَاتَبَةَ' وَكَانَ كَثِيرَ الْمَالِ فَأَبَى' فَانْطَلَقَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ كَاتِبْهُ' فَأَبَى' فَضَرَبَهُ بِالدِّرَّةِ وَيَتْلُو عُمَرُ ﴿فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا﴾ (النور:۳۳) فَكَاتَبَهُ.

اور عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا آپ اس حکم کو کسی سے روایت کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! پھر انہوں نے مجھے خبر دی کہ موسیٰ بن انس نے ان کو خبر دی کہ (ابن سیرین کے والد) سیرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ درخواست کی کہ وہ ان کو مکاتب بنا دیں اور سیرین کے پاس بہت مال تھا' تو حضرت انس نے انکار کیا' پھر سیرین نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو حضرت عمر نے حضرت انس کو حکم دیا کہ انہیں مکاتب بناؤ' حضرت انس نے پھر انکار کیا تو حضرت عمر نے ان کو ایک درہ مارا اور یہ آیت پڑھی: اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو مکاتب کر دو اگر تمہارے علم میں ان کی خیر ہو۔ (النور:۳۳)

Marfat.com

پھر حضرت انس نے سیرین کو مکاتب کر دیا۔

اس تعلیق کو بھی شیخ ابن حزم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۸ ص ۲۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۵۶۰ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ بَرِيْرَةَ دَخَلَتْ عَلَيْهَا تَسْتَعِيْنُهَا فِي كِتَابَتِهَا، وَعَلَيْهَا خَمْسُ اَوَاقِيَّ، نُجِّمَتْ عَلَيْهَا فِي خَمْسِ سِنِيْنَ، فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ وَنَفِسَتْ فِيْهَا أَرَأَيْتِ إِنْ عَدَدْتُ لَهُمْ عَدَّةً وَاحِدَةً، أَيَبِيْعُكِ أَهْلُكِ فَأُعْتِقَكِ فَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِي؟ فَذَهَبَتْ بَرِيْرَةُ إِلٰى أَهْلِهَا، فَعَرَضَتْ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ، فَقَالُوْا لَا، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ لَنَا الْوَلَاءُ، قَالَتْ عَائِشَةُ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، شَرْطُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں وہ ان سے اپنی مکاتبت میں مدد طلب کرتی تھیں اور ان پر (آزاد ہونے کے لیے) پانچ سال میں پانچ اواق (دو سو درہم) مقرر کیے گئے تھے' حضرت عائشہ نے ان کو مکاتب کرنے میں رغبت کی اور فرمایا: اگر میں ان کو یک مشت یہ رقم دے دوں' پھر میں تم کو آزاد کر دوں اور تمہاری ولاء میرے لیے ہو؟ تو حضرت بریرہ اپنے مالکوں کے پاس گئیں اور ان کے سامنے حضرت عائشہ کی پیش کش بیان کی' پس انہوں نے کہا: نہیں! ولاء ہمارے لیے ہوگی' حضرت عائشہ نے کہا: پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو خرید کر پھر آزاد کر دو' ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پس آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے! جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں' جس نے بھی ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے' پس وہ باطل شرط ہے' اللہ کی شرط (پوری کی جانے کی) زیادہ مستحق اور زیادہ مضبوط ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں باندی کو مکاتب کرنے اور اس کی قسطوں کی ادائیگی کی مدت کا بیان ہے۔

حقوق کی بیع اور دیگر مسائل

اس حدیث کے بہت زیادہ فوائد ہیں' جن کو علماء نے بیان کیا ہے حتیٰ کہ محمد بن جریر نے اس کے فوائد میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۶۱ پر حدیث: ۳۶۷۲ کی شرح میں ہم نے اس حدیث سے مستنبط ہونے والے ایک سو باسٹھ مسائل لکھے ہیں' اس حدیث کا اہم فائدہ یہ ہے کہ جس بیع میں شرط لگائی جائے وہ جائز نہیں ہے اور بیع اس چیز کی ہوتی ہے جو خارج میں موجود ہو' یہودی لوگ حضرت بریرہ کی ولاء کو خریدنا چاہتے تھے یعنی وہ اس حق کو خریدنا چاہتے تھے کہ حضرت بریرہ آزاد ہو کر مال دار ہو جائیں اور وفات کے وقت ان کا کوئی وارث نہ ہو تو ان کا ترکہ ان کے سابقہ مالکان کو مل جائے حالانکہ یہ حق آزاد کرنے والے کا ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حقوق شرعیہ کی بیع جائز نہیں ہے' لہٰذا ولاء' میراث' شفعہ اور تفویض طلاق وغیرہ کی بیع جائز نہیں ہے' درآمد برآمد کا لائسنس' پنشن لینے کا حق' کسی مکان یا دکان کو کرائے پر دینے کا حق' ان حقوق کی آج کل خرید و فروخت ہوتی ہے لیکن ان کی

Marfat.com

خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔

۳ - بَابُ مَا يَجُوزُ مِنْ شُرُوطِ الْمُكَاتَبِ، وَمَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى

مکاتب بنانے میں کون سی شرطیں جائز ہیں اور جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ بیع میں شرط کی متعدد اقسام ہیں: (۱) ایسی شرط جو مطلقاً عقد کرنے کا تقاضا ہے جیسے جس چیز کا عقد ہوا ہے اس کو ادا کرنے کی شرط (۲) جس شرط میں مصلحت ہو جیسے رہن رکھنے کی شرط' یہ دونوں شرطیں بالاتفاق جائز ہیں (۳) غلام کو فروخت کرتے وقت اس کو آزاد کرنے کی شرط' جمہور کے نزدیک یہ شرط جائز ہے' جیسے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے (۴) جو شرط عقد کے تقاضے پر زائد ہو اور اس میں خریدار کی کوئی مصلحت نہ ہو' جیسے کوئی شخص گھوڑا فروخت کرے اور یہ شرط لگائے کہ تم اس پر سواری نہ کرنا' یہ شرط جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۲)

فِيهِ ابْنُ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

امام بخاری نے اس قول سے حدیث: ۲۵۶۵ کی طرف اشارہ کیا ہے' جو اس باب کے آخر میں آئے گی۔

۲۵۶۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا، وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا، قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ ارْجِعِي إِلَى أَهْلِكِ، فَإِنْ أَحَبُّوا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ، وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ! فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيرَةُ لِأَهْلِهَا فَأَبَوْا، وَقَالُوا إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ، وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لَنَا، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعِي، فَأَعْتِقِي، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. قَالَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنْ شَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ، شَرْطُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے بدل مکاتبت میں ان سے مدد طلب کرنے کے لیے ان کے پاس آئیں اور انہوں نے اپنے بدل مکاتبت میں سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا' حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا: تم اپنے مالکوں کے پاس جاؤ اگر وہ پسند کریں تو میں اس طرح کرتی ہوں کہ میں تمہارا بدل مکاتبت (یک مشت) ادا کر دیتی ہوں اور تمہاری وَلاء میرے لیے ہوگی' حضرت بریرہ نے اپنے مالکوں سے اس پیش کش کا ذکر کیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا: اگر وہ یہ نیکی کر کے تم پر یہ مہربانی کرنا چاہتی ہیں تو کریں مگر تمہاری وَلاء ہمارے لیے ہوگی' حضرت عائشہ نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے! جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں' جس شخص نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو وہ شرط اس کے لیے نہیں ہوگی خواہ وہ ایسی سو شرطیں لگائے' اللہ کی شرط

Marfat.com

(پوری کیے جانے کی) زیادہ مستحق ہے اور زیادہ مضبوط ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵٦ میں گزر چکی ہے۔

۲۵٦۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَرَادَتْ عَائِشَةُ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً لِتُعْتِقَهَا' فَقَالَ اَهْلُهَا عَلٰى اَنَّ وَلَاءَ هَا لَنَا' قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكَ' فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے آزاد کرنے کے لیے ایک باندی خریدنے کا ارادہ کیا تو اس باندی کے مالکوں نے یہ شرط رکھی کہ وَلاء ان کے لیے ہو گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت عائشہ سے) فرمایا: تمہیں ان کی شرط خریدنے سے باز نہ رکھے' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵٦ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ اِسْتِعَانَةِ الْمُكَاتَبِ وَسُؤَالِهِ النَّاسَ

مکاتب کا (بدل مکاتبت میں) مدد طلب کرنا اور لوگوں سے سوال کرنا

۲۵٦۳ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ اِنِّيْ كَاتَبْتُ اَهْلِيْ عَلٰى تِسْعِ اَوَاقٍ' فِيْ كُلِّ عَامٍ اَوْقِيَةٌ' فَاَعِيْنِيْنِيْ' فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِنْ اَحَبَّ اَهْلُكِ اَنْ اَعُدَّهَا لَهُمْ عَدَّةً وَّاحِدَةً وَّاُعْتِقَكِ فَعَلْتُ' وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِيْ' فَذَهَبَتْ اِلٰى اَهْلِهَا فَاَبَوْا ذٰلِكَ عَلَيْهَا' فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ' فَاَبَوْا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ' فَسَمِعَ بِذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَسَاَلَنِيْ فَاَخْبَرْتُهُ' فَقَالَ خُذِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا' وَاشْتَرِطِيْ لَهُمُ الْوَلَاءَ' فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ' ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ' فَمَا بَالُ رِجَالٍ مِّنْكُمْ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ فَاَيُّمَا شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ' وَاِنْ كَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ آئیں' پس انہوں نے کہا کہ مجھے میرے مالکوں نے نو اواق (تین سو ساٹھ درہم' آج کل ۲۰۰۸ء میں ایک درہم تقریباً سو روپے کا ہے) کے عوض مکاتبہ کر دیا ہے' ہر سال میں ایک اوقیہ (چالیس درہم) دینا ہوگا' پس آپ میری مدد کیجئے' تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تمہارے مالکان پسند کریں تو میں یہ کرتی ہوں کہ میں ان کو یک مشت یہ اقساط ادا کر دوں اور تم کو آزاد کر دوں اور وَلاء میرے لیے ہو گی' پھر حضرت بریرہ اپنے مالکوں کی طرف گئیں تو انہوں نے اس پیش کش کا انکار کیا' پھر حضرت بریرہ نے (حضرت عائشہ سے) کہا: میں نے ان کے سامنے آپ کی پیش کش رکھی تھی تو انہوں نے اس کے سوا انکار کر دیا کہ وَلاء ان کے لیے ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو سن لیا تو آپ نے مجھ سے اس کے متعلق سوال کیا تو میں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا: تم بریرہ کو لے لو

Marfat.com

مِائَةَ شَرْطٍ، فَقَضَاءُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَ شَرْطُ اللّٰهِ اَوْثَقُ، مَا بَالُ رِجَالٍ مِّنْكُمْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمْ اَعْتِقْ يَا فُلَانُ وَلِيَ الْوَلَاءُ، اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

اور اس کو آزاد کر دو اور ان کے سامنے وَلاء کی شرط رکھو' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ کی حمد اور ثناء کی' پھر آپ نے فرمایا: حمد وثناء کے بعد' تم میں سے ان مردوں کا کیا حال ہے! جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں' پس ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو' سو وہ باطل ہے' خواہ وہ سو شرطیں ہوں' پس اللہ کا حکم اطاعت کا زیادہ حق دار ہے اور اللہ کی شرط پوری کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے اور تم میں سے ان مردوں کا کیا حال ہے! جو کہتے ہیں: اے فلاں! آزاد کر دو اور وَلاء میرے لیے ہوگی' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵٦ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ بَيْعِ الْمُكَاتَبِ اِذَا رَضِيَ — جب مکاتب راضی ہو تو اس کو فروخت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکاتب کو فروخت کرنا جائز ہے' اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب مکاتب فروخت کیے جانے پر راضی ہو خواہ وہ بدل مکاتبت ادا کرنے سے عاجز نہ ہو' یہ امام احمد' اوزاعی' لیث' ابوثور' امام مالک اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کا قول ہے' ابن جریر اور ابن منذر کا یہی مختار ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ مکاتب کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی' عطاء' لیث' امام احمد اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ مکاتب کو مکاتبت پر برقرار رکھتے ہوئے فروخت کرنا جائز ہے' اگر اس نے اقساط ادا کر دیں تو اس کو آزاد کر دیا جائے اور اگر وہ اقساط ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو بہ دستور غلام رہے گا' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مکاتب جب تک مکاتب ہو' اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ هُوَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب تک مکاتب پر کچھ بھی باقی ہو' وہ غلام ہے۔

اس تعلیق کو امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے:

عمران بن بشیر از سالم سیلان روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا وجہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ مجھ سے (آزاد مردوں کی طرح) حیا نہیں فرماتیں! حضرت عائشہ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں مکاتب ہو چکا ہوں! حضرت عائشہ نے فرمایا: جب تک تم پر کچھ بھی باقی ہے تم (بہ دستور) غلام ہو۔

(شرح معانی الآثار: ۴۶۱۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی' حضرت عائشہ نے پوچھا: تمہاری کتابت کی کتنی اقساط باقی ہیں؟ میں نے کہا: دس اواق' آپ نے فرمایا: آ جاؤ! جب تک تم پر کچھ بھی باقی ہے تم غلام ہو۔

(شرح معانی الآثار: ۴۶۱٦' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ.

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک اس کے اوپر ایک درہم بھی باقی ہے (وہ غلام ہے)۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے روایت کیا ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مکاتب کے متعلق کہا: جب تک اس کے اوپر ایک درہم بھی باقی ہے وہ غلام ہے۔ (مسند الامام الشافعی ص ۲۰۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۰ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جب تک مکاتب پر اس کی مکاتبت سے کچھ بھی باقی ہو وہ غلام ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۶۲۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ عَبْدٌ إِنْ عَاشَ وَإِنْ مَاتَ وَإِنْ جَنٰى، مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ (مکاتب) غلام ہی ہے جب تک وہ زندہ ہے اور اگر وہ مر گیا اور اس کے اوپر اس کی جنایت باقی ہو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تک مکاتب پر مکاتبت کا کچھ بھی باقی ہے وہ غلام ہے۔
(شرح معانی الآثار: ۴۶۲۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مکاتب نے اگر کوئی جرم کیا اور مرنے سے پہلے اس نے مکاتبت کی قسط ادا نہیں کی تو اس کو غلام ہی قرار دیا جائے گا اور اس کے جرم کا تاوان اس کے مالک کو بھرنا ہوگا۔

۲۵٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِينُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَقَالَتْ لَهَا إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَصُبَّ لَهُمْ ثَمَنَكِ صَبَّةً وَّاحِدَةً فَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ، فَذَكَرَتْ بَرِيرَةُ ذٰلِكَ لِأَهْلِهَا، فَقَالُوْا لَا، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ الْوَلَاءُ لَنَا. قَالَ مَالِكٌ قَالَ يَحْيٰى فَزَعَمَتْ عَمْرَةُ أَنَّ عَائِشَةَ ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس (مکاتبت کی قسطوں میں) مدد طلب کرنے کے لیے آئیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: اگر تمہارے مالکان پسند کریں تو میں تمہاری قیمت ان کو یک مشت ادا کر دوں پھر تمہیں آزاد کر دوں پھر حضرت بریرہ نے اس کا ذکر اپنے مالکوں سے کیا تو انہوں نے کہا: نہیں! یہ صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ولاء ہمارے لیے ہو۔ امام مالک نے کہا کہ یحییٰ نے بیان کیا: پس عمرہ کا یہ زعم تھا کہ حضرت عائشہ نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو خرید لو اور اس کو آزاد کر دو کیونکہ ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابٌ إِذَا قَالَ الْمُكَاتَبُ اشْتَرِنِي وَأَعْتِقْنِي، فَاشْتَرَاهُ لِذٰلِكَ

جب مکاتب نے کسی شخص سے کہا: مجھے خرید لو اور مجھے آزاد کر دو تو اس شخص نے اس وجہ سے خرید لیا

امام بخاری نے عنوان میں اس مسئلہ کا جواب ذکر نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی غلام کو آزاد کرنے کے لیے خریدا تو اس کا خریدنا جائز ہے۔

٢٥٦٥ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي' أَيْمَنُ' قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' فَقُلْتُ كُنْتُ غُلَامًا لِعُتْبَةَ بْنِ أَبِي لَهَبٍ' وَمَاتَ وَوَرِثَنِي بَنُوهُ' وَإِنَّهُمْ بَاعُونِي مِنِ ابْنِ أَبِي عَمْرٍو' فَأَعْتَقَنِي ابْنُ أَبِي عَمْرٍو' وَاشْتَرَطَ بَنُو عُتْبَةَ الْوَلَاءَ' فَقَالَتْ دَخَلَتْ بَرِيرَةُ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ' فَقَالَتِ اشْتَرِينِي وَأَعْتِقِينِي' قَالَتْ نَعَمْ. قَالَتْ لَا يَبِيعُونِي حَتّٰى يَشْتَرِطُوا وَلَائِي' فَقَالَتْ لَا حَاجَةَ لِي بِذٰلِكَ' فَسَمِعَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بَلَغَهُ' فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ' فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ مَا قَالَتْ لَهَا' فَقَالَ اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا' وَدَعِيهِمْ يَشْتَرِطُونَ مَا شَاؤُوا. فَاشْتَرَتْهَا عَائِشَةُ فَأَعْتَقَتْهَا' وَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا الْوَلَاءَ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ' وَإِنِ اشْتَرَطُوا مِائَةَ شَرْطٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے باپ ایمن نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا کہ میں عتبہ بن ابولہب کا غلام تھا' وہ مر گیا اور میں اس کے بیٹوں کی وراثت میں آ گیا اور انہوں نے مجھے ابن ابی عمرو کے ہاتھ فروخت کر دیا' پھر مجھے ابن ابی عمرو نے آزاد کر دیا اور عتبہ کے بیٹوں نے ولاء کی شرط لگا دی' پس حضرت عائشہ نے فرمایا: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ اس وقت مکاتبہ تھیں' پس انہوں نے کہا: آپ مجھے خرید لیں اور آزاد کر دیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: چلو! ٹھیک ہے' حضرت بریرہ نے کہا: وہ مجھے اس وقت تک فروخت نہیں کریں گے حتیٰ کہ میری ولاء کی شرط لگائیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سن لیا یا آپ تک یہ بات پہنچ گئی تو آپ نے حضرت عائشہ سے ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے بتایا جو حضرت بریرہ نے ان سے کہا تھا' پس آپ نے (حضرت عائشہ سے) فرمایا: تم اس کو خرید لو اور اس کو آزاد کر دو' اور ان کو چھوڑ دو' وہ جو چاہیں شرط لگائیں' پس حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کو خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے ولاء کی شرط لگائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' خواہ وہ سو شرطیں لگائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا خلاصہ

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ابوایمن نے بیان کیا ہے کہ میں عتبہ کے بیٹوں کا غلام تھا' انہوں نے مجھے ابن ابی عمرو کے ہاتھ فروخت کر دیا' انہوں نے مجھے آزاد کر دیا اور اب عتبہ کے بیٹوں نے میری ولاء کی شرط لگائی' اس پر حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کا

Marfat.com

واقعہ سنا کر یہ بتایا کہ وَلاء صرف آزاد کرنے والے کی ہوتی ہے لہٰذا تمہاری وَلاء پر عتبہ کے بیٹوں کا حق نہیں ہے بلکہ اس پر ابن ابی عمرو کا حق ہے۔

اس حدیث میں عتبہ کے بیٹوں کا ذکر ہے اور وہ عباس' ابوخراش' ہشام اور یزید ہیں۔

نیز اس حدیث میں ابن ابی عمرو کا ذکر ہے اور وہ عبداللہ بن ابی عمرو بن عبداللہ مخزومی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ عتبہ بن ابی لہب صحابی تھے' فتح مکہ کے دن وہ اور اس کا بھائی معتب دونوں اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور ان کا ایک بھائی عتیبہ تھا' وہ کفر کی حالت میں مر گیا تھا۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۵۱' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

''کتاب المکاتب'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ/ ۲۸ مئی ۲۰۰۸ء بہ روز بدھ ''کتاب المکاتب'' مکمل ہو گئی۔

الٰہ العلمین! اے مالک ارض وسماء! جس طرح آپ نے اس کتاب کو مکمل کرا دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب کو بھی مکمل کرا دیں اور میری' میرے والدین کی اور قارئین کی مغفرت فرما دیں۔ (آمین)

''کتاب العتق'' اور اس سے متصل'' کتاب المکاتب'' میں چھیاسٹھ (۶۶) احادیث ہیں' ان میں تیرہ (۱۳) تعلیقات ہیں اور بقیہ احادیث موصولہ ہیں اور ان میں انچاس (۴۹) احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث سترہ (۱۷) ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۵۱ - كِتَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا وَالتَّحْرِيضِ عَلَيْهَا

ہبہ کرنے کی فضیلت اور اس پر ترغیب کا بیان

ہبہ کا لغوی معنی ہے: کسی دوسرے شخص کو ایسی چیز عطاء کرنا جس سے اس کو نفع حاصل ہو خواہ وہ مال ہو یا غیر مال ہو۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے اس مال کو ہبہ کیا اور کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کو اللہ نے نیک بیٹا ہبہ کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا○ (مریم:۱۹)

(جبریل نے) کہا: (اے مریم!) میں صرف تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تم کو پاکیزہ لڑکا ہبہ کروں○

ہبہ کا شرعی معنی یہ ہے: کسی دوسرے شخص کو بغیر کسی معاوضہ کے کسی مال کا مالک بنانا۔

ہبہ کی اقسام

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

ہبہ کی تعریف ہے: بغیر معاوضہ کے مالک بنانا' اور اس کے تحت کئی انواع ہیں: مثلاً مقروض کو اپنے قرض سے بری کر دینا اور صدقہ کرنا اور آخرت کے ثواب کو ہبہ کرنا اور ہدیہ وہ ہے جو کسی شخص کو تکریم کی جہت سے دیا جاتا ہے۔

(شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۱۰۹' داراحیاء التراث العربی بیروت)

ہبہ کی اقسام کے ذکر میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ علامہ کرمانی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

جس نے ہبہ کو زندگی کے ساتھ خاص کیا ہے' اس کی اس قید سے وصیت ہبہ سے خارج ہو گئی' حالانکہ وصیت میں بھی یہ تین قسمیں ہوتی ہیں (قرض سے بری کرنا' صدقہ کرنا اور ہدیہ دینا) اور کبھی ہبہ کو معاوضہ کے بدل کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے اور ہبہ کی مشہور تعریف ہے: کسی کو بغیر معاوضہ کے مالک بنانا' اور امام بخاری کی مراد ہبہ کا عام معنی ہے' کیونکہ انہوں نے ہدیہ کی حدیثوں کو بھی اس باب میں شامل کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۵۳' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہبہ کی اقسام مذکورہ ہبہ کے لغوی معنی کے اعتبار سے ہیں' نہ کہ ہبہ کے شرعی معنی کے اعتبار سے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کی عبارت سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ ہبہ کی یہ اقسام اس کے شرعی معنی کے اعتبار سے ہیں' اسی لیے علامہ عینی نے اس پر گرفت کی ہے۔

ہدیہ دینے اور ہدیہ قبول کرنے کے متعلق احادیث' خواہ وہ ہدیہ مسلمان کا ہو یا کافر کا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیے دو' کیونکہ ہدیہ سینہ کے کینہ کو دور کرتا ہے' اور کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر نہ جانے خواہ وہ بکری کا کھر بھیجے۔ (سنن ترمذی: ۲۱۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیے دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو۔

(الادب المفرد للبخاری: ۶۰۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۹)

عطاء الخراسانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے مصافحہ کرو' اس سے کینہ ختم ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو ہدیے دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو' اس سے بخل ختم ہوتا ہے۔ (موطا امام مالک: ۱۷۳۱' دار المعرفہ' بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو اور ہجرت کرو اور اپنی اولاد کو وارث بناؤ اور معزز لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دو۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۰۵۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے بکری کے ایک پایہ کا ہدیہ دیا جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا اور اگر مجھے بکری کے ایک پایہ کی دعوت دی جائے تو میں اس میں جاؤں گا۔ (سنن ترمذی: ۱۳۳۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ دیا تو آپ نے اس کو قبول فرمالیا اور دوسرے بادشاہوں نے آپ کو ہدیے دیئے تو آپ نے قبول فرمالیے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۵۔۹۶' مسند البزار: ۷۷۸' سنن نسائی: ۳۸۵۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُکیدر صاحب رومہ کی طرف ایک لشکر بھیجا' اس نے آپ کی طرف ایک ریشمی جبہ بھیجا جس میں سونے کی بُنائی کی ہوئی تھی۔ (سنن نسائی: ۵۳۱۲' سنن ترمذی: ۱۷۲۳)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جنگ حنین کے دن' میں اور ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ہم آپ سے الگ نہیں ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید خچر پر سوار تھے' جو آپ کو فروہ بن نغاثہ الجذامی نے ہدیہ کیا تھا۔ الحدیث

(صحیح مسلم: ۱۷۷۵' الرقم المسلسل: ۴۵۰۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبطیوں کے امیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو باندیاں اور ایک خچر ہبہ کیا تھا' آپ اس خچر پر مدینہ میں سواری کرتے تھے' آپ نے ان میں سے ایک باندی (حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا) اپنے لیے رکھ لیں' ان سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور دوسری باندی آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی۔

(تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۱۰۵۰' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

۱- بَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا

ہبہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب

۲۵۶۶- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا، وَلَوْ فِرْسِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از المقبری از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کے ہدیہ کو ہرگز

Marfat.com

شَاۃٍ. [طرف الحدیث: ۶۰۱۷] حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۰، الرقم المسلسل: ۲۲۶۸، سنن ترمذی: ۲۱۳۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۷۷، شرح السنۃ: ۱۶۴۱، مسند احمد ج ۲ ص ۶۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۵۹۱۔ ج ۱۳ ص ۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ طبع قدیم)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ہدیہ دینے کی ترغیب ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عاصم بن علی بن عاصم صہیب ابوالحسن، یہ ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن ابی ذئب، یہ محمد بن عبدالرحمن بن الحارث بن ابی ذئب ہیں اور ان کا نام ہشام ہے (۳) سعید المقبری (۴) ان کے والد کیسان (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۸)

تھوڑے سے ہدیہ کی بھی قدر کرنی چاہیے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ اگر ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کو بکری کا کھر بھی بھیجے تو وہ اس کو حقیر نہ جانے۔

اس حدیث سے بکری کے کھر کی خصوصیت مراد نہیں ہے، بلکہ تھوڑی سی چیز کے ہدیہ بھیجنے اور اس کے قبول کرنے میں مبالغہ مراد ہے کیونکہ عام طور پر بکری کے کھر کا ہدیہ نہیں بھیجا جاتا، بہر حال کوئی چیز بھیجنا نہ بھیجنے سے بہتر ہے۔

۲۵۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ ابْنَ اُخْتِيْ، اِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ اِلَى الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ، ثَلَاثَةَ اَهِلَّةٍ فِيْ شَهْرَيْنِ، وَمَا اُوْقِدَتْ فِيْ اَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ. فَقُلْتُ يَا خَالَةُ، مَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ؟ قَالَتْ الْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ، اِلَّا اَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيْرَانٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ، يَمْنَحُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَلْبَانِهِمْ فَيَسْقِيْنَا. [اطراف الحدیث: ۶۴۵۸-۶۴۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از یزید بن رومان از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے اپنے بھانجے عروہ سے کہا: بے شک ہم ایک چاند کی پہلی تاریخ سے دوسرے چاند کی پہلی تک، پھر اسی طرح دو مہینوں میں تین پہلی تاریخ کے چاند دیکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی، عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے خالہ! پھر آپ لوگ کس چیز پر زندہ رہتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: دو کالی چیزوں پر، کھجور اور پانی پر، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ انصاری پڑوسی تھے، ان کے پاس بکریاں تھیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا دودھ بھیجتے تھے تو آپ ہمیں دودھ پلاتے تھے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں دودھ کا ہدیہ بھیجنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ بن عمرو بن اویس (۲) عبدالعزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد سلمہ بن دینار (۴) یزید بن رومان (۵) عروہ بن الزبیر (۶) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۰)

Marfat.com

کھجور اور پانی پر دو کالی چیزوں کے اطلاق کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: عروہ نے پوچھا: اے خالہ! پھر آپ لوگ کس چیز پر زندہ رہتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: دو کالی چیزوں پر' کھجور اور پانی پر۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ پانی تو کالا نہیں ہوتا' پھر حضرت عائشہ نے کھجور اور پانی دونوں کے لیے کالے کا لفظ کیوں استعمال کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باب تغلیب سے ہے' کھجور تو کالی ہوتی ہے اس کی وجہ سے کھجور کے رنگ کو پانی کے رنگ پر غلبہ دے کر اسے بھی کالا فرما دیا' اور حضرت عائشہ نے کھجور کو کالی اس لیے فرمایا کہ مدینہ کی اکثر کھجوریں کالی ہوتی ہیں' اس لیے ان کے رنگ کو دوسری کھجوروں کے رنگ پر غلبہ دے دیا۔

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کی دو کالی چیزوں سے مراد رات کی سیاہی تھی اور حرہ سے مراد وہ سبزیاں ہیں' جو کچی کھائی جاتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۱)

میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے دو کالی چیزوں کی تفسیر کھجور اور پانی سے کی ہے۔

فقیر صابر اور غنی شاکر کے مقابلہ میں فقیر شاکر کی فضیلت اور رسول اللہ ﷺ کے فقر کا معنی

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں دو' دو مہینوں تک آگ نہیں جلتی تھی اور آپ کے گھر والے دو' دو ماہ تک صرف کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے تھے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو دنیا کی عیش و عشرت سے کس قدر بے رغبتی تھی' اور آپ دنیا کی کم چیزوں پر قناعت کرتے تھے' اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے تھے کیونکہ جب آپ کو دنیا اور آخرت کی چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا اور آپ نے آخرت کو اختیار کر لیا تو اس پر آپ کی مدح اور ستائش کی گئی اور آپ نے اس کو پسند کیا کہ آپ نبی اور بندے ہوں' نہ کہ نبی اور بادشاہ اور یہی آپ کی سنت اور آپ کا طریقہ ہے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ دنیا کی کم چیزوں کو لینے میں اور بہ قدر ضرورت نعمتوں کے حصول میں فضیلت ہے' اور اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ فقر کو غنیٰ پر فضیلت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر افضل ہے؟ بعض عارفین نے کہا ہے کہ فقیر صابر افضل ہے نہ غنی شاکر افضل ہے بلکہ افضل فقیر شاکر ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اکثر ایام فقر و فاقہ میں گزرتے تھے اور آپ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے اور آپ سید الشاکرین تھے۔

واضح رہے کہ جب نبی ﷺ کے لیے فقر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد مادی فقر نہیں ہوتا جیسے آج کل تنگ دست لوگ ہوتے ہیں بلکہ اس سے مراد فقر الی اللہ ہے' یعنی آپ مال و دولت کے محتاج نہیں تھے' صرف اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے' متاع دنیا آپ کے پاس ہو یا نہ ہو' آپ کی شکر گزاری' عبادت و ریاضت اور تبلیغ دین کی مصروفیات اور اس کی مشقتوں میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

۲ - بَابُ الْقَلِيْلِ مِنَ الْهِبَةِ کم چیز کو ہبہ کرنا

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کم مقدار میں کوئی چیز ہدیہ میں بھیجے تو وہ اس کو حقیر نہ جانے اور نہ

Marfat.com

اس کو کم ہونے کی بناء پر مسترد کرے۔

۲۵۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ دُعِيتُ إِلَى ذِرَاعٍ، أَوْ كُرَاعٍ، لَأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اگر مجھے (بکری کے) بازو یا پائے کی بھی دعوت دی جائے تو میں قبول کرلوں گا اور اگر مجھے (بکری کا) بازو یا پایا بھی ہدیہ کیا جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا۔

[طرف الحدیث:۵۱۷۸] (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

ہدیہ پیش کرنے کی ترغیب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ہدیہ پیش کرنے' صلہ رحم کرنے' تالیف قلب اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے ساتھ پیش آنے پر برانگیختہ کیا ہے اور آپ نے یہ بتایا ہے کہ آپ کو جو ہدیہ پیش کیا جائے یا جس چیز کی دعوت دی جائے' آپ اس کو قبول فرماتے ہیں تاکہ کوئی شخص ہدیہ کے کم ہونے کی بناء پر اس کو مسترد نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳- بَابُ مَنِ اسْتَوْهَبَ مِنْ أَصْحَابِهِ شَيْئًا — جس شخص نے اپنے اصحاب سے کسی ہدیہ کو طلب کیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے احباب سے کسی ہدیہ کو طلب کیا تو وہ جائز ہے' خواہ وہ ہدیہ کوئی خارجی چیز ہو یا کسی چیز کی منفعت ہو' تاہم یہ جواز اس صورت میں ہے کہ جب ہدیہ طلب کرنے والے کو یہ گمان یا اندازہ ہو کہ اس ہدیہ کو طلب کرنے سے اس شخص کے دل میں کوئی تنگی' ملال یا بوجھ نہیں ہوگا اور جس سے وہ ہدیہ مانگ رہا ہے' وہ اس کا بے تکلف دوست ہو یا اس کا عقیدت مند اور شاگرد یا مرید ہو اور اس کے لیے اپنے استاذ یا شیخ کو ہدیہ پیش کرنا باعث فخر ہوگا۔

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۵۷۴۹' ۵۷۳۶' ۵۰۰۷' اور ۲۲۷۶ میں ہے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سفر کرتے ہوئے ایک بستی میں پہنچے' اس بستی کے لوگوں سے انہوں نے کھانا طلب کیا تو انہوں نے کھانا نہیں دیا' اتفاق سے اس بستی کے سردار کو بچھو نے کاٹا ہوا تھا اور کسی علاج سے اس کو فائدہ نہیں ہوا' سردار کے کہنے سے اس بستی کے لوگوں نے صحابہ سے پوچھا: کیا تم دَم کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! لیکن تم نے ہمیں کھانا نہیں دیا تھا' اس لیے ہم دَم نہیں کریں گے۔ پھر (تیس بکریوں کے معاوضہ پر) ان کی صلح ہوگئی' صحابہ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دَم کیا تو وہ سردار بالکل تندرست ہوگیا اور بستی والوں نے وہ بکریاں دے دیں' پھر صحابہ کا باہم اختلاف ہوا کہ ان بکریوں کا لینا آیا جائز بھی تھا یا نہیں؟ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا' تم ان بکریوں کو تقسیم کرلو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھو۔ (صحیح البخاری: ۲۲۷۶' صحیح مسلم: ۲۲۰۱ ملخصاً' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

''لُدِغَ'' کے معنی کی تحقیق' مصنف نے اس کا معنی کیا ہے: بچھو کا ڈسا ہوا' اور شیخ تقی عثمانی نے اس کا معنی کیا ہے: سانپ کا ڈسا ہوا

شیخ تقی عثمانی نے اس حدیث کے ترجمہ میں ''لُدِغَ'' کے معنی میں لکھا ہے:

ان کے ہاں کسی آدمی کو سانپ نے ڈس لیا۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۴۶۲)

شیخ تقی عثمانی نے جہاں اس حدیث کا خلاصہ لکھا ہے' وہاں بھی یہی لکھا ہے:

حضرت ابوسعید خدری نے سانپ کے کاٹے کا دَم کیا تھا۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۸۵۶)

جب کہ لغت اور شروحِ حدیث میں ''لُدِغَ'' کا معنی بچھو کا کاٹا ہوا لکھا ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''لُدِغَ: یقال لَدَغَتْهُ الْعَقْرَبُ اَیْ ضَرَبَتْهُ بِذَنْبِهَا'' لدغ کے معنی میں کہا جاتا ہے: اس کو بچھو نے کاٹا یعنی اس پر اپنی دُم ماری۔ (ھدی الساری مع فتح الباری ج ۱ ص ۲۳۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

دس علماء دیوبند نے مل کر مشہور لغت کی کتاب المنجد کا ترجمہ کیا ہے' اس میں ''لدغ'' کا معنی لکھا ہے:

''لدغه العقرب فلانًا'' کسی پر بچھو چھوڑنا کہ وہ اس کو کاٹ لے۔ (المنجد اُردو' ص ۹۱۸' دار الاشاعت' کراچی' ۱۹۹۴ء)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''لُدِغَ'' کا معنی ہے: ڈسنا' خواہ سانپ کا ڈسنا ہو یا بچھو کا' اور اس کا اکثر استعمال بچھو میں ہوتا ہے' اور اعمش کی روایت میں بچھو کا معنی متعین ہے' خصوصاً (راوی) اعمش نے بچھو کی تصریح کی ہے جیسا کہ عنقریب فضائل القرآن میں آئے گا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۷۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''لدغ'' کا معنی ہے: سانپ یا بچھو کا ڈسنا' اور امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ وہ بچھو کا کاٹا ہوا تھا' اور اعمش نے تصریح کی ہے کہ وہ بچھو کا کاٹا ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۴۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے امام ترمذی کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: ہمیں ہناد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از جعفر بن ایاس از ابی نضرہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا' ہم ایک قوم کے پاس ٹھہرے' ہم نے ان سے ضیافت طلب کی تو انہوں نے ہماری ضیافت نہیں کی' پھر ان کے سردار کو ڈس لیا گیا' سو وہ لوگ ہمارے پاس آئے' پس انہوں نے پوچھا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو بچھو کے کاٹے ہوئے پر دَم کرتا ہے؟

(سنن ترمذی: ۲۰۶۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ متعین ہو گیا کہ یہاں ''لدغ'' کا معنی ہے: بچھو کا کاٹا ہوا' اور یہ اعمش کی روایت ہے اور علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا تھا کہ اعمش کی روایت میں تصریح ہے کہ اس سے مراد بچھو کا کاٹا ہوا ہے' وہ بھی یہی روایت ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ' علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۱۰۷۸ھ اور غیر مقلد عالم عبد الرحمٰن

Marfat.com

مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔(التوشیح ج ۳ ص ۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ'ارشاد الساری ج ۵ ص ۱۷' ۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ' مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۴۹۱۔۴۹۰' دارالایمان' مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ھ' تحفۃ الاحوذی ج ۶ ص ۲۱۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۲۵۶۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اِلَی امْرَاَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ' وَكَانَ لَهَا غُلَامٌ نَجَّارٌ' قَالَ لَهَا مُرِیْ عَبْدَكِ فَلْيَعْمَلْ لَنَا اَعْوَادَ الْمِنْبَرِ. فَاَمَرَتْ عَبْدَهَا' فَذَهَبَ فَقَطَعَ مِنَ الطَّرْفَاءِ' فَصَنَعَ لَهُ مِنْبَرًا' فَلَمَّا قَضَاهُ' اَرْسَلَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ قَدْ قَضَاهُ' قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلِیْ بِهٖ اِلَیَّ. فَجَاؤُوْا بِهٖ' فَاحْتَمَلَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ حَيْثُ تَرَوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین میں سے ایک عورت کا غلام بڑھئی (درکھان) تھا' آپ نے اس عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے غلام سے کہو کہ میرے لیے لکڑیوں کا منبر بنا دے' اس نے اپنے غلام کو حکم دیا' اس نے جھاؤ کے درخت سے لکڑیاں کاٹیں اور آپ کے لیے منبر بنا دیا' جب اس نے منبر بنا دیا تو اس عورت نے آپ کو پیغام بھیجا کہ اس نے منبر بنا دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو میرے پاس لاؤ' صحابہ اس منبر کو لے کر آئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھوا کر وہاں رکھوا دیا' جہاں پر اس کو تم اب دیکھ رہے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے اس خاتون سے منبر کو طلب کیا تھا اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اپنے اصحاب سے کوئی چیز طلب کرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے مہاجرین میں سے ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا۔ علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ اکثر روایات میں مذکور ہے کہ وہ عورت انصار میں سے تھی' ہو سکتا ہے کہ اس عورت نے ہجرت کی ہو لیکن وہ عورت اصل میں انصاریہ تھی۔

علامہ ابن بطال نے بھی لکھا ہے کہ وہ عورت انصاریہ تھی۔(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۳)

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ' عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ السَّلَمِیِّ' عَنْ اَبِيْهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَنْزِلٍ فِیْ طَرِيْقِ مَكَّةَ' وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَازِلٌ اَمَامَنَا' وَالْقَوْمُ مُحْرِمُوْنَ وَاَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ' فَاَبْصَرُوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا' وَاَنَا مَشْغُوْلٌ اَخْصِفُ نَعْلِیْ' فَلَمْ يُؤْذِنُوْنِیْ بِهٖ' وَاَحَبُّوْا لَوْ اَنِّیْ اَبْصَرْتُهٗ' وَالْتَفَتُّ فَاَبْصَرْتُهٗ' فَقُمْتُ اِلَی الْفَرَسِ فَاَسْرَجْتُهٗ' ثُمَّ رَكِبْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی حازم از عبداللہ بن ابی قتادہ السلمی از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ کے راستے میں ایک جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند مردوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آگے ٹھہرے ہوئے تھے اور لوگ احرام باندھے ہوئے تھے اور میں غیر محرم تھا' پس لوگوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا اور میں اس وقت اپنی جوتی کی مرمت کرنے میں مشغول تھا تو انہوں نے مجھے خبر نہیں دی اور ان کو یہ پسند تھا کہ کاش! میں اس کو دیکھ لیتا' پس (اچانک) میں نے توجہ کی تو اس کو دیکھ لیا' میں نے اٹھ کر

Marfat.com

وَنَسِيْتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، فَقُلْتُ لَهُمْ نَاوِلُوْنِي السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، فَغَضِبْتُ فَنَزَلْتُ فَاَخَذْتُهُمَا، ثُمَّ رَكِبْتُ فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ، ثُمَّ جِئْتُ بِهٖ وَقَدْ مَاتَ، فَوَقَعُوْا فِيْهِ يَاْكُلُوْنَهُ، ثُمَّ اِنَّهُمْ شَكُّوْا فِيْ اَكْلِهِمْ اِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ، فَرُحْنَا وَخَبَاْتُ الْعَضُدَ مَعِيَ، فَاَدْرَكْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ فَاَكَلَهَا حَتّٰى نَفَّدَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ. فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

گھوڑے پر زین بچھائی' پھر میں اس پر سوار ہوا' اور میں چابک اور نیزے کو بھول گیا' میں نے ان سے کہا: مجھے چابک اور نیزہ اٹھا دو' پس انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم تمہاری اس شکار پر بالکل مدد نہیں کریں گے' سو میں غضب ناک ہوا' پس میں اترا اور میں نے چابک اور نیزہ لے لیا' پھر میں گھوڑے پر سوار ہوا اور میں نے اس کو اس جنگلی گدھے پر دوڑایا' پس اس کو زخمی کر دیا' پھر اس کو لے کر آیا اور اس وقت وہ مر چکا تھا' پھر وہ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو (پکا کر) کھانے لگے' پھر اس کو کھانے کے دوران انہوں نے یہ شکایت کی کہ وہ تو مُحرم ہیں' پس ہم روانہ ہوئے اور میں نے اس شکار کا ایک بازو اپنے ساتھ چھپا کر رکھ لیا' پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیا تو ہم نے آپ سے اس (شکار) کو کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے پوچھا: تمہارے پاس اس شکار میں سے کچھ (باقی) ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! اور میں نے وہ بازو آپ کو پیش کیا' آپ نے اس کو کھایا حتیٰ کہ اس کو ختم کر دیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔ محمد بن جعفر نے کہا: مجھے یہ حدیث زید بن اسلم نے بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس اس شکار میں سے کچھ باقی ہے؟ اور اس کا ایک بازو لے کر اس کو کھایا۔ اس سے پہلی حدیث میں یہ مذکور تھا کہ آپ نے حضرت ابو سعید سے فرمایا: ان بکریوں میں میرا حصہ بھی رکھو' اور ان حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ اپنے اصحاب سے کوئی چیز طلب کرنا جائز ہے اور آپ کی سنت ہے تا کہ وہ آپ کے ساتھ زیادہ مانوس ہوں اور ان کو اور دیگر مسلمانوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو کہ اپنے احباب اور اصحاب سے ہدیہ طلب کرنا جائز ہے اور وہ اس معاملہ میں تردد کا شکار نہ ہوں' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مُحرِم کا کیا ہوا شکار مُحرِم کھا سکتے ہیں' تاہم اگر غیر محرم نے کسی خاص محرم کے لیے شکار کیا ہو تو پھر وہ محرم نہیں کھا سکتا۔

٤ - بَابُ مَنِ اسْتَسْقٰى

جس نے پانی یا دودھ طلب کیا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے پانی یا دودھ طلب کیا تو وہ جائز ہے' بہ شرطیکہ جس سے طلب کیا ہو وہ بغیر کسی تنگی کے خوشی سے دے رہا ہو۔

وَقَالَ سَهْلٌ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِنِيْ.

اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سہل! مجھے پانی پلاؤ۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

Marfat.com

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرب کی ایک عورت کا ذکر کیا گیا' پس آپ نے حضرت ابواُسید ساعدی کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو لے کر آئیں تو وہ اس عورت کو آپ کے پاس لے کر آئے' پھر وہ بنوساعدہ کے قلعہ میں ٹھہریں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس عورت کے پاس گئے' آپ نے دیکھا کہ وہ عورت سر جھکائے بیٹھی ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے گفتگو کی تو انہوں نے کہا: میں تم سے اللہ کی پناہ طلب کرتی ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو خود سے پناہ دے دی' بعد میں لوگوں نے ان سے کہا: کیا تم کو معلوم ہے یہ کون تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! لوگوں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور تم کو نکاح کا پیغام دینے آئے تھے' اس پر انہوں نے کہا: پھر تو میں بہت بدنصیب ہوں (کہ آپ کا پیغام مسترد کر دیا)' پھر اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوساعدہ کے چبوترے پر تشریف لا کر وہاں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھ گئے' پھر فرمایا: اے سہل! مجھے پانی پلاؤ' پس میں نے ان کے لیے یہ پیالہ نکالا اور ان سب کو اس میں پانی پلایا' پھر حضرت سہل ہمارے لیے بھی وہی پیالہ لائے اور ہم نے بھی اس میں پانی پیا' ابوحازم نے بیان کیا ہے کہ پھر اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے ان سے وہ پیالہ مانگ لیا تھا' پس انہوں نے ان کو وہ پیالہ ہبہ کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۳۷' صحیح مسلم: ۲۰۰۷' الرقم المسلسل: ۵۱۳۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۱۔ ج ۵ ص ۱۴۷' شرح السنۃ ج ۳ ص ۷۰' مشکوٰۃ: ۲۷۶۳)

اس حدیث میں یہ جملہ ہے: اے سہل! مجھے پانی پلاؤ۔ اور یہ باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

۲۵۷۱ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ طُوَالَةَ، اِسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَارِنَا هٰذِهٖ، فَاسْتَسْقٰى، فَحَلَبْنَا لَهٗ شَاةً لَّنَا ثُمَّ شُبْتُهٗ مِنْ مَّاءِ بِئْرِنَا هٰذِهٖ، فَاَعْطَيْتُهٗ، وَاَبُوْ بَكْرٍ عَنْ يَسَارِهٖ، وَعُمَرُ تُجَاهَهٗ، وَاَعْرَابِيٌّ عَنْ يَمِيْنِهٖ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ عُمَرُ هٰذَا اَبُوْ بَكْرٍ، فَاَعْطَى الْاَعْرَابِيَّ فَضْلَهٗ، ثُمَّ قَالَ الْاَيْمَنُوْنَ الْاَيْمَنُوْنَ، اَلَا فَيَمِّنُوْا. قَالَ اَنَسٌ فَهِيَ سُنَّةٌ، فَهِيَ سُنَّةٌ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوطوالہ نے حدیث بیان کی جن کا نام عبداللہ بن عبدالرحمان ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اس گھر میں آئے' پس آپ نے پانی طلب کیا' ہم نے آپ کے لیے اپنی بکری کا دودھ دوہا' پھر میں نے اس میں اپنے اس کنویں کا پانی ملایا' پھر میں نے آپ کو وہ پانی پیش کیا' اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے' اور ایک اعرابی (دیہاتی) آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے' جب آپ دودھ پی کر فارغ ہوئے تو حضرت عمر نے کہا: حضرت ابوبکر یہ بیٹھے ہیں' آپ نے اپنا پس خوردہ اس اعرابی کو دے دیا' اور فرمایا: دائیں طرف والے (مقدم ہیں)' سنو! دائیں طرف والوں سے ابتداء کرو' حضرت انس نے تین دفعہ کہا: یہی سنت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں پانی طلب کرنے کا ذکر ہے' جب کہ جن سے طلب کیا جائے ان پر بار اور شاق نہ ہو' اور اس میں دودھ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس میں پانی ملانے کا ثبوت ہے' آپ نے ایسا نہیں کیا کہ اس اعرابی سے اجازت لے کر اپنا پس خوردہ حضرت ابوبکر کو دے دیتے' اس میں

Marfat.com

اس اعرابی کی تالیف قلب تھی اور دائیں جانب سے ابتداء کرنے کی ترجیح تھی کہ آپ نے حضرت ابوبکر سے محبت اور ان کی فضیلت کے باوجود اس شخص کو اپنا پس خوردہ عطا کر دیا' جو آپ کی دائیں جانب تھا اور اس میں امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب وہ کسی جماعت میں کسی چیز کو تقسیم کریں تو ہر حال میں دائیں جانب سے ابتداء کریں۔

۵ - بَابُ قَبُوْلِ هَدِيَّةِ الصَّيْدِ — شکار کا ہدیہ قبول کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شکار کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔

وَقَبِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَبِيْ قَتَادَةَ عَضُدَ الصَّيْدِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے شکار کا ہدیہ قبول فرمایا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' ابھی صحیح البخاری: ۲۵۷۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۷۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَسَعَى الْقَوْمُ فَلَغِبُوْا، فَاَدْرَكْتُهَا فَاَخَذْتُهَا، فَاَتَيْتُ بِهَا اَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا، وَبَعَثَ بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَرِكِهَا اَوْ فَخِذَيْهَا، قَالَ فَخِذَيْهَا لَا شَكَّ فِيْهِ، فَقَبِلَهُ. قُلْتُ وَاَكَلَ مِنْهُ؟ قَالَ وَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ قَبِلَهُ. [اطراف الحدیث: ۵۴۸۹-۵۵۳۵] (صحیح مسلم: ۱۹۵۳' الرقم المسلسل: ۴۹۴۱' سنن ابوداؤد: ۳۷۹۱' سنن ترمذی: ۱۷۸۹' سنن نسائی: ۴۳۱۰' سنن ابن ماجہ: ۳۲۴۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید بن انس بن مالک از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مر الظہران نام کی جگہ میں ایک خرگوش کا پیچھا کیا' لوگ اس کے پیچھے دوڑے پس تھک گئے' میں نے اس کو پا کر پکڑ لیا' پھر میں اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آیا' انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کے کولھوں کا یا اس کی رانوں کا گوشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ شعبہ نے کہا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رانوں کا گوشت بھیجا تھا' آپ نے اس کو قبول فرمالیا' میں نے پوچھا: آپ نے اس میں سے کچھ کھایا بھی تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس میں سے آپ نے کھایا تھا' پھر بعد میں کہا: آپ نے اس کو قبول فرمالیا تھا۔

مر الظہران کا محل وقوع' شکار پر غفلت کے اعتراض کا جواب اور خرگوش کھانے کی اباحت پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مر الظہران کا ذکر ہے' یہ مکہ سے ایک مرحلہ کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: یہ مکہ سے مدینہ کی جانب پانچ میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔ کثیر عزہ نے کہا ہے کہ اس جگہ کا پانی کڑوا ہے' اس لیے اس کو مُر کہتے ہیں' کیونکہ مُر کا معنی ہے: کڑوا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شکار کی طلب میں بھاگنا مستحب ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنگل میں رہتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور جو شکار کا پیچھا کرتا ہے' وہ غافل ہو جاتا ہے اور جو شیطان کی پیروی کرتا ہے' وہ فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(سنن نسائی: ۴۳۱۵' سنن ابوداؤد: ۲۸۵۹' سنن ترمذی: ۲۲۵۶)

الجواب: اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص شکار میں اس قدر ڈوب گیا کہ اس کی نمازیں قضاء ہو گئیں اور دین اور دنیا کے بہت سے

Marfat.com

نیک کام اس سے فوت ہو گئے تو وہ شخص غافل ہے اور جو شخص شکار کرنے میں اتنا مستغرق نہیں ہوتا کہ اس سے نمازیں رہ جائیں تو وہ غافل نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے احباب' اصحاب اور بزرگوں کی طرف تھوڑی مقدار میں ہدیہ پیش کرنا بھی جائز ہے کیونکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خرگوش کی رانیں بھیجی تھیں اور وہ مقدار میں بہت کم تھیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہدیہ میں بھیجی جائے' وہ اس کو قبول کر لینی چاہیے بہ شرطیکہ اس کا کوئی عذر نہ ہو' عذر یہ ہے کہ مثلاً وہ شوگر کا مریض ہے اور اسے ہدیہ میں مٹھائی یا زیادہ نشاستہ والی چیز بھیجی گئی ہے۔

اس حدیث میں خرگوش کے کھانے کا ثبوت ہے' اس کے کھانے کے جواز پر ائمہ اربعہ متفق ہیں تاہم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کے نزدیک خرگوش کا کھانا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھنا ہوا خرگوش لے کر آیا اور آپ کے سامنے رکھ دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توقف کیا اور خود نہیں کھایا اور لوگوں سے فرمایا کہ وہ کھائیں تو اس اعرابی نے بھی توقف کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم کیوں نہیں کھا رہے؟ اس نے کہا: میں ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: اگر تم روزے رکھتے ہو تو ایامِ بیض میں روزے رکھا کرو' یعنی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کو۔ (سنن نسائی: ۴۳۱۶)

آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرگوش کا گوشت کھایا ہے یا نہیں؟ شیخ تقی عثمانی اور مصنف کی عبارات میں مناقشہ

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

صحیح بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خرگوش کے گوشت کو قبول کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دسترخوان پر اس کا کھایا جانا تو ثابت ہے لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کو کھانا ثابت نہیں۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۸۵۸' مکتبۃ الحراء' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرگوش کا گوشت کھایا ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

موسیٰ بن طلحہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بُھنا ہوا خرگوش پیش کیا' آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم کھاؤ! اعرابی نے کہا: میں نے اس میں حیض کا خون دیکھا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کچھ نہیں' اور اعرابی سے فرمایا: اب تم کھاؤ! اس نے کہا: میں روزے سے ہوں' آپ نے پوچھا: کون سے روزے؟ اس نے کہا: ہر ماہ تین دن کے روزے' آپ نے فرمایا: تم نے ایامِ بیض (تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ) کو روزے کیوں نہیں رکھے!

(سنن نسائی: ۲۴۲۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

ہم اسی حدیث کے موافق کہتے ہیں کہ خرگوش کھایا جائے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرگوش کا ہدیہ قبول فرمایا اور اس میں سے کھایا ہے اور اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم کو اس کے کھانے کا حکم دیا ہے۔

اس اعرابی نے جو یہ کہا تھا کہ میں نے اس خرگوش میں حیض کا خون دیکھا ہے' اس کی مراد یہ تھی کہ جاہل عرب یہ کہتے تھے کہ خرگوش کو عورتوں کی طرح خون آتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں ہے۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہدیہ پیش کرنے والا اس ہدیہ میں سے کھائے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس

Marfat.com

اعرابی کو اس ہدیہ میں سے کھانے کی دعوت دی اور آپ مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۲۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

خرگوش کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھنا ہوا خرگوش پیش کیا گیا تو آپ نے اس میں سے کھایا اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو اس میں سے کھانے کا حکم دیا۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۴۱' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ شمس الدین آفندی نے اپنی شروح میں اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۱۴ ص ۳۲۴' ملتان' نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر ج ۹ ص ۵۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اسی طرح علامہ جلال الدین خوارزمی نے بھی اپنی شرح میں اس عبارت کو قائم رکھا ہے۔

(فتح القدیر مع الکفایہ ج ۸ ص ۴۲۱' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ عبداللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ نے بھی اپنی کتاب میں ہدایہ کی عبارت کو قائم رکھا ہے۔

(نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ج ۴ ص ۴۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ زیلعی حنفی فقہاء احناف کے مؤقف پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک آدمی بھنا ہوا خرگوش لے کر آیا' جب اس نے وہ خرگوش آپ کے سامنے رکھا تو کہا: یا رسول اللہ! میں نے اس کا خون دیکھا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا اور نہیں کھایا اور آپ کے پاس جو اصحاب تھے' ان سے فرمایا: تم کھاؤ! پس بے شک جب مجھے اس کی خواہش ہوگی تو میں اس کو کھاؤں گا۔

(سنن نسائی: ۴۳۲۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ' نصب الرایہ ج ۴ ص ۴۸۹)

نیز علامہ زیلعی حنفی نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خرگوش ہدیہ کیا گیا' اس وقت میں سوئی ہوئی تھی تو آپ نے میرے لیے اس کا پچھلا حصہ چھپا کر رکھ دیا' جب میں اُٹھی تو آپ نے مجھے وہ کھلایا۔

(سنن دارقطنی: ۴۷۰۳' دارالمعرفہ' بیروت' نصب الرایہ ج ۴ ص ۴۹۰)

اس حدیث کی سند میں یزید بن عیاض ضعیف راوی ہے' مگر جب کسی حدیث سے مجتہد استدلال کرتا ہے تو وہ سند قوی ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان احادیث کی روشنی میں فقہاء احناف کا مختار یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرگوش کا گوشت کھایا ہے اور شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کو کھانا ثابت نہیں ہے۔

٦ - بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ

ہدیہ کو قبول کرنا

٢٥٧٣ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّهُ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت عبداللہ بن عباس از حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہم وہ بیان کرتے ہیں کہ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰى مَا فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ اَمَا اِنَّا لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ.

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک جنگلی گدھا پیش کیا'اس وقت آپ الابواء (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ) یا ودّان (یہ بھی مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے) میں تھے' آپ نے یہ گدھا ان کو واپس کر دیا' جب آپ نے دیکھا کہ حضرت الصعب کے چہرے پر رنج کے آثار ہیں' تو آپ نے فرمایا: ہم نے یہ جنگلی گدھا صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲۵ میں گزر چکی ہے' اس باب کا عنوان ہے: ہدیہ کو قبول کرنا' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت الصعب کے ہدیہ کو مسترد کر دیا' مگر اس کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نے ان کے ہدیہ کو مسترد کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ ہم مُحرم ہیں' یعنی اگر ہم محرم نہ ہوتے تو تمہارے اس جنگلی گدھے کو قبول فرما لیتے۔ اس سے پہلے صحیح البخاری: ۲۵۷۰ میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جنگلی گدھا شکار کیا اور اس کا گوشت آپ کو پیش کیا تو آپ نے اس کو قبول فرما لیا اور یہاں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت الصعب کا پیش کیا ہوا جنگلی گدھا مسترد فرما دیا' جب کہ آپ دونوں صورتوں میں محرم تھے' وجہ فرق یہ ہے کہ حضرت الصعب نے زندہ جنگلی گدھا پیش کیا تھا اور محرم شکار کا مالک نہیں ہو سکتا اور حضرت ابوقتادہ نے جنگلی گدھے کو ذبح کر کے اس کا گوشت پیش کیا تھا اور محرم' غیر محرم کے ذبیحہ کا مالک ہو سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۹)

حضرت صعب کے ہدیہ کو رد کرنے کی شیخ تقی عثمانی کی بیان کردہ غلط توجیہ

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ محرم کے لیے زندہ شکار کو قبول کرنا جائز نہیں ہے' اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اگر آپ مُحرم نہ ہوتے تو اس ہدیہ کو قبول کر لیتے اور محرم کے لیے اس کو قبول کرنا جائز نہیں ہے' اس کے برخلاف شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے: آپ کے ارشاد کا معنی یہ ہے: اگر حالت احرام میں ہم شکار کا ہدیہ قبول کر لیں تو لوگ اس سے حالت احرام میں شکار کی حلت پر استدلال کر لیں گے' اس واسطے ہم نے انکار کر دیا ورنہ فی نفسہٖ آپ کے ہدیہ کو قبول کرنے میں کوئی انکار نہیں۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۸۵۹۔۸۵۸) یہ توجیہ اس لیے غلط ہے کہ اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ محرم فی نفسہٖ شکار کا ہدیہ قبول کر سکتا ہے' حالانکہ محرم کے لیے شکار کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے۔

۷- بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ — ہدیہ کو قبول کرنا

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے: اس سے پہلے باب کا عنوان بھی ہدیہ کو قبول کرنا تھا اور اس باب کا عنوان بھی ہدیہ کو قبول کرنا ہے اور یہ تکرار بلا فائدہ ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۵۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ یہ بلا فائدہ تکرار نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے باب میں خصوصیت کے ساتھ شکار کے ہدیہ کا ذکر تھا اور اس باب میں عام ہدیہ کا ذکر ہے خواہ وہ شکار ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

۲۵۷۴- حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُوْنَ بِهَا اَوْ يَبْتَغُوْنَ بِذٰلِكَ مَرْضَاةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ صحابہ اپنے ہدیے پیش کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ

Marfat.com

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کی باری کا انتظار کرتے تھے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کا قصد کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث:۲۵۸۰-۲۵۸۱-۳۷۷۵]

(صحیح مسلم:۲۴۴۱' الرقم المسلسل:۶۱۸۳' سنن نسائی:۳۹۵۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: صحابہ اپنے ہدیے پیش کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے تھے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ ہدیہ پیش کرنے کے لیے اس کی رضا کا قصد کیا جائے جس کو ہدیہ پیش کرنا ہو اور اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کی فضیلت کی دلیل ہے۔

۲۵۷۵ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ اِيَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَهْدَتْ اُمُّ حُفَيْدٍ، خَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ، اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِطًا وَّسَمْنًا وَّاَضُبًّا، فَاَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَقِطِ وَالسَّمْنِ، وَتَرَكَ الضَّبَّ تَقَذُّرًا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاُكِلَ عَلٰى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا اُكِلَ عَلٰى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس کی خالہ حضرت ام حفید رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر' گھی اور گوہ (ایک جانور) کو پیش کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر اور گھی کو کھالیا اور گوہ سے گھن کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا' حضرت ابن عباس نے کہا: سو گوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی گئی ہے' اگر وہ حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر نہ کھائی جاتی۔

[اطراف الحدیث:۵۳۸۹-۵۴۰۲-۷۳۵۸]

(صحیح مسلم:۱۹۴۷' الرقم المسلسل:۴۹۳۲' سنن ابوداؤد:۳۷۹۳' سنن نسائی:۴۳۱۸)

گوہ کو ناپسند کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضرت ابن عباس اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم کو گوہ کھانے کا حکم دیا' ان دونوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کیوں نہیں کھاتے؟ تو آپ نے فرمایا: میرے پاس اللہ تعالیٰ کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں' جن سے میں مناجات کرتا ہوں اور گوہ کی بو بہت ثقیل (ناگوار) ہوتی ہے' اس لیے آپ نے گوہ سے گھن کی' اس وجہ سے کہ فرشتوں کو اس کی بو سے اذیت پہنچے گی۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس چیز کو کھانے کی انسان کو عادت نہ ہو اور اس کو اس سے گھن آتی ہو' وہ اس کی ناپسندیدگی کا اظہار کرسکتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

گوہ کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک گوہ کا کھانا مباح ہے' ان میں حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عباس' حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہم اور دیگر

Marfat.com

نبی ﷺ کے اصحاب ہیں' حضرت ابوسعید نے کہا: ہمیں سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب کو اگر کوئی شخص گوہ ہدیہ میں دیتا تو وہ اس کے نزدیک مرغی سے زیادہ پسندیدہ تھی' حضرت عمر نے کہا: اگر مجھے ہر گوہ کے بدلہ میں فربہ مرغی ملتی تو میں یہ چاہتا کہ مجھے ہر سوراخ میں گوہ مل جاتی' امام مالک' امام شافعی' لیث اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے' اور امام ابوحنیفہ نے کہا: گوہ حرام ہے (بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔سعیدی غفرلہٗ) سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گوہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔(سنن ابوداؤد: ۳۷۹۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کی مثل مروی ہے۔(المغنی ج ۱۳ ص ۱۰۴' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ شمس الدین عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(الشرح الکبیر ج ۱۳ ص ۸۸' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

بجو' گوہ' کچھوہ' تتیہ اور تمام حشرات الارض کا کھانا مکروہ تحریمی ہے' رہی گوہ تو اس کی کراہت کی یہ وجہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے گوہ کے کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے منع فرمایا اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے جو گوہ کے کھانے کو مباح کہتے ہیں۔(ہدایہ اخیرین ص ۴۴۰' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

گوہ کھانے کی ممانعت پر فقہاء احناف کے دلائل

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس کی ممانعت پر حسب ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کیا کوئی گوہ کو کھائے گا! اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے' اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ گوہ کو کون کھائے گا؟ اور امام احمد' اسحاق اور امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ سعید بن مسیب سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو حدیث ذکر کی ہے' وہ مجھے نہیں ملی' ہاں! امام ابوداؤد نے حضرت عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گوہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ مع ہدایہ اخیرین ص ۴۴۰' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ گوہ کا کھانا مکروہ (تحریمی) ہے' امام محمد بن الحسن نے اس پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کو گوہ ہدیہ کی گئی تو آپ نے اس کو نہیں کھایا' پھر ایک سائل آیا تو حضرت عائشہ نے اس کو وہ گوہ دینے کا ارادہ کیا تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تم اس کو وہ چیز دے رہی ہو جس کو تم خود نہیں کھاتیں!

(شرح معانی الآثار: ۶۲۲۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام محمد رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے گوہ کے کھانے کو مکروہ قرار دیا۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پلیٹ لائی گئی جس میں بھنی ہوئی گوہ تھیں' آپ نے فرمایا: تم لوگ کھاؤ مجھے اس سے گھن آتی ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۶۲۳۰ 'مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۸)

یہ امام طحاوی کا تفرد ہے' فقہاء احناف کے نزدیک یہ حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے جس میں آپ نے گوہ کھانے سے منع فرمایا ہے اور اب عام مسلمانوں کے لیے بھی گوہ کھانا جائز نہیں ہے۔

۲۵۷۶ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِطَعَامٍ سَاَلَ عَنْهُ اَهَدِيَّةٌ اَمْ صَدَقَةٌ؟ فَاِنْ قِيْلَ صَدَقَةٌ' قَالَ لِاَصْحَابِهٖ كُلُوْا. وَلَمْ يَاْكُلْ' وَاِنْ قِيْلَ هَدِيَّةٌ' ضَرَبَ بِيَدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَ مَعَهُمْ.

(صحیح مسلم: ۱۰۷۷' الرقم المسلسل: ۲۳۸۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی طعام پیش کیا جاتا تو آپ اس کے متعلق سوال کرتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ ہے؟ پس اگر یہ بتایا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ اپنے اصحاب سے فرماتے کہ کھاؤ اور خود تناول نہیں فرماتے تھے اور اگر یہ کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنا ہاتھ بڑھاتے' پس اپنے اصحاب کے ساتھ کھاتے۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ہدیہ قبول کرنے کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ حلال نہ ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نہیں کھاتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ لوگوں کا میل ہوتا ہے اور صدقہ لینا پستی اور گراوٹ کو قبول کرنے کے قائم مقام ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر نصیحت کر رہے تھے اور سوال سے رکنے کی تلقین فرما رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نچلا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۲۹' صحیح مسلم: ۱۰۳۳' الرقم المسلسل: ۲۲۷۳)

اور انبیاء علیہم السلام پستی اور گراوٹ سے منزہ ہوتے ہیں اور اغنیاء کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمتیں گنواتے ہوئے فرمایا:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰىO (الضحیٰ: ۸) اور آپ کو ضرورت مند پایا تو غنی کر دیاO

سو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنی کر دیا ہے تو پھر آپ کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۵۷۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

Marfat.com

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ، فَقِیْلَ تُصُدِّقَ عَلٰی بَرِیْرَةَ، قَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِیَّةٌ.

کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گوشت بھیجا گیا' پس بتایا گیا کہ یہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا ہے' آپ نے فرمایا: یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ہدیہ کا ذکر ہے۔

۲۵۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِیَ بَرِیْرَةَ، وَاَنَّهُمُ اشْتَرَطُوْا وَلَاءَهَا، فَذُكِرَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرِیْهَا فَاَعْتِقِیْهَا، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. وَاُهْدِیَ لَهَا لَحْمٌ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰی بَرِیْرَةَ، هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِیَّةٌ. وَخُیِّرَتْ. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ زَوْجُهَا حُرٌّ اَوْ عَبْدٌ؟ قَالَ شُعْبَةُ سَاَلْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَوْجِهَا، قَالَ لَا اَدْرِیْ، اَحُرٌّ اَمْ عَبْدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمن بن القاسم انہوں نے کہا: میں نے اس کو ان سے سنا از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنے کا ارادہ کیا اور ان کے مالکوں نے ان کی ولاء کی شرط رکھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت عائشہ سے) فرمایا: تم اس کو خرید لو اور تم اس کو آزاد کردو' کیونکہ ولاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوشت ہدیہ کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ گوشت بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے اور یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے' اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو (اپنے شوہر کے نکاح میں برقرار رہنے یا نہ رہنے کا) اختیار دیا گیا۔ عبدالرحمان نے کہا: ان کے شوہر آزاد تھے یا غلام تھے؟ شعبہ نے کہا: میں نے عبدالرحمان سے ان کے شوہر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ ان کے شوہر آزاد تھے یا غلام تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت بریرہ کو ہدیہ میں گوشت دینے کا ذکر ہے' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عبدالرحمان نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ ان کے شوہر آزاد تھے یا غلام تھے' لیکن مشہور یہ ہے کہ ان کے شوہر غلام تھے' اس وجہ سے آزاد ہونے کے بعد حضرت بریرہ کو ان کے نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیا گیا تھا' اس کو خیارِ عتق کہتے ہیں' ان کے شوہر کا نام حضرت مغیث رضی اللہ عنہ تھا۔ امام مالک' امام شافعی اور اہل حجاز کا قول یہ ہے کہ ان کے شوہر غلام تھے اور اہل عراق کا قول یہ ہے کہ وہ آزاد تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن

Marfat.com

قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَ لَهَا عِنْدَكُمْ شَیْءٌ. قَالَتْ لَا، اِلَّا شَیْءٌ بَعَثَتْ بِهٖ اُمُّ عَطِيَّةَ، مِنَ الشَّاةِ الَّتِیْ بُعِثَتْ اِلَيْهَا مِنَ الصَّدَقَةِ، قَالَ اِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از حفصہ بنت سیرین از حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے پس ان سے پوچھا: تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ صرف صدقہ کی بکری ہے جو اُم عطیہ کو دی گئی تھی آپ نے فرمایا: وہ (صدقہ) اپنے محل کو پہنچ چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ جو بکری حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کی گئی' جب انہوں نے وہ بکری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کی تو وہ ہدیہ بن گئی کیونکہ کسی چیز کی ملکیت کے بدلنے سے اس چیز کا حکم بدل جاتا ہے۔

٨ - بَابُ مَنْ اَهْدٰى اِلٰى صَاحِبِهٖ وَتَحَرّٰى بَعْضَ نِسَائِهٖ دُوْنَ بَعْضٍ

کسی شخص نے اپنے صاحب کو ہدیہ پیش کیا اور اس کی کسی خاص زوجہ کا ارادہ کیا نہ اس کی دوسری ازواج کا

٢٥٨٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمِیْ، وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اِنَّ صَوَاحِبِیْ اجْتَمَعْنَ، فَذَكَرَتْ لَهٗ، فَاَعْرَضَ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ صحابہ اپنے ہدیے پیش کرنے کے لیے میری باری کا انتظار کرتے تھے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میری سہیلیاں جمع ہوئیں' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا (کہ آپ صحابہ کو ایسا کرنے سے منع کریں) تو آپ نے اعراض فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۷۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ صحابہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن اپنے ہدیے آپ کو پیش کرتے تھے اور دوسری ازواج کی باریوں کے دن اپنے ہدیے پیش نہیں کرتے تھے۔

٢٥٨١ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَخِیْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ نِسَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ حِزْبَيْنِ فَحِزْبٌ فِيْهِ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ، وَالْحِزْبُ الْاٰخَرُ اُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ قَدْ عَلِمُوْا حُبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے دو گروہ تھے ایک گروہ میں حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت صفیہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہن تھیں اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ ' فَإِذَا كَانَتْ عِنْدَ اَحَدِهِمْ هَدِيَّةٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّهْدِيَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَهَا' حَتّٰى اِذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' بَعَثَ صَاحِبُ الْهَدِيَّةِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' فَكَلَّمَ حِزْبُ اُمِّ سَلَمَةَ' فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ' فَيَقُوْلُ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْدِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً فَلْيُهْدِهَا اِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ مِنْ بُيُوْتِ نِسَائِهٖ' فَكَلَّمَتْهُ اُمُّ سَلَمَةَ بِمَا قُلْنَ فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا' فَسَاَلْنَهَا' فَقَالَتْ مَا قَالَ لِيْ شَيْئًا' فَقُلْنَ لَهَا فَكَلِّمِيْهِ' قَالَتْ فَكَلَّمَتْهُ حِيْنَ دَارَ اِلَيْهَا اَيْضًا فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا' فَسَاَلْنَهَا فَقَالَتْ مَا قَالَ لِيْ شَيْئًا' فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْهِ حَتّٰى يُكَلِّمَكِ' فَدَارَ اِلَيْهَا فَكَلَّمَتْهُ' فَقَالَ لَهَا لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ' فَاِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَاْتِنِيْ وَاَنَا فِيْ ثَوْبِ امْرَاَةٍ اِلَّا عَائِشَةَ. قَالَتْ فَقُلْتُ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اَذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' ثُمَّ اِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَرْسَلَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ اِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللّٰهَ الْعَدْلَ فِيْ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ' فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ' اَلَا تُحِبِّيْنَ مَا اُحِبُّ؟ قَالَتْ بَلٰى' فَرَجَعَتْ اِلَيْهِنَّ فَاَخْبَرَتْهُنَّ' فَقُلْنَ ارْجِعِيْ اِلَيْهِ' فَاَبَتْ اَنْ تَرْجِعَ' فَاَرْسَلْنَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ' فَاَتَتْهُ فَاَغْلَظَتْ' وَقَالَتْ اِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللّٰهَ الْعَدْلَ فِيْ بِنْتِ ابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ' فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا حَتّٰى تَنَاوَلَتْ عَائِشَةَ وَهِيَ قَاعِدَةٌ فَسَبَّتْهَا' حَتّٰى اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْظُرُ اِلٰى عَائِشَةَ هَلْ تَكَلَّمُ' قَالَ فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ تَرُدُّ عَلٰى زَيْنَبَ حَتّٰى اَسْكَتَتْهَا' قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ

تھیں' اور مسلمانوں کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت ہے' پس جب ان میں سے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی ہدیہ پیش کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ توقف کرتا' حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ان کے گھر ہوتے تو وہ ہدیہ والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ اس دن پیش کرتا جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوتے' تو حضرت ام سلمہ کے گروہ نے حضرت ام سلمہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کریں کہ آپ لوگوں سے یہ کہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہے تو وہ آپ کو ہدیہ پیش کر دیا کرے خواہ آپ اپنی ازواج میں سے کسی زوجہ کے گھر ہوں' تو حضرت ام سلمہ نے ان کی خواہش کے مطابق آپ سے عرض کی تو آپ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا' پھر ان کے گروہ والیوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا تو ان کے گروہ والیوں نے ان سے کہا: آپ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کریں' جب آپ حضرت ام سلمہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے دوبارہ عرض کیا' آپ نے (اس بار بھی) انہیں کوئی جواب نہیں دیا' ان کے گروہ والیوں نے پھر ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے آپ سے عرض کیا تھا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا' انہوں نے کہا: آپ پھر عرض کریں' پس جب آپ حضرت ام سلمہ کی طرف آئے تو انہوں نے پھر آپ سے عرض کیا' تو آپ نے فرمایا: تم مجھے عائشہ کے متعلق اذیت نہ دو' کیونکہ میرے پاس اللہ کی وحی کبھی اس حالت میں نہیں آئی جب میں اپنی کسی بیوی کے بستر پر ہوں سوائے عائشہ کے' حضرت ام سلمہ نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اذیت دینے کی وجہ سے اللہ سے توبہ کرتی ہوں' پھر ان ازواج نے حضرت سیدتنا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام اللہ علیہا کو بلایا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا کہ وہ آپ سے یہ عرض کریں کہ آپ کی ازواج آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہیں کہ آپ حضرت ابوبکر کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' حضرت سیدہ فاطمہ نے آپ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَائِشَةَ' وَقَالَ اِنَّهَا بِنْتُ اَبِىْ بَكْرٍ.

سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پھر وہ ازواج کی طرف لوٹ آئیں اور ان کو اس بات کی خبر دی تو انہوں نے کہا: آپ پھر ان کے پاس جائیں' تو حضرت سیّدہ نے دوبارہ جانے سے انکار کیا' پھر ازواج نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیجا' پس وہ آپ کے پاس آئیں اور بہت سختی سے بات کی اور کہا: آپ کی ازواج آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہیں کہ آپ حضرت ابوقحافہ کے بیٹے رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' پھر ان کی آواز بلند ہوگئی حتیٰ کہ انہوں نے حضرت عائشہ کو بھی سخت سست کہا اور وہ بیٹھی ہوئی تھیں اور حضرت زینب ان کو سخت سست کہہ رہی تھیں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عائشہ کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کیا کہتی ہیں؟ پھر حضرت عائشہ بولیں اور حضرت زینب کو جواب دینا شروع کیا حتیٰ کہ ان کو لاجواب کردیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔

قَالَ الْبُخَارِيُّ اَلْكَلَامُ الْاٰخِيْرُ قِصَّةُ فَاطِمَةَ يُذْكَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ رَجُلٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَقَالَ اَبُوْ مَرْوَانَ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ عُرْوَةَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ يَوْمَ عَائِشَةَ. وَعَنْ هِشَامٍ' عَنْ رَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ' وَرَجُلٍ مِّنَ الْمَوَالِيْ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ' قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا.

امام بخاری نے کہا: آخری کلام سیّدہ فاطمہ کا قصہ ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے از ہشام بن عروہ از ایک مرد از زہری از محمد بن عبدالرحمٰن اور ابومروان نے کہا از ہشام از عروہ کہ لوگ اپنے ہدیوں میں حضرت عائشہ کی باری کا انتظار کرتے تھے اور از ہشام از ایک مرد قرشی اور از ایک غلام از زہری از محمد بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ جس وقت سیدہ فاطمہ نے اجازت طلب کی' اس وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۷۴ میں گزر چکی ہے' وہاں امام بخاری نے اس حدیث کا اختصار سے ذکر کیا تھا' اس لیے وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی تھی اور اب اس کی مفصل شرح کی جارہی ہے۔

دلی محبت میں ازواج کے ساتھ مساوات کا نہ ہونا' حضرت عائشہ کی فضیلت کی وجوہ' غیرت میں ازواج کا معذور ہونا اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ کی ازواج آپ کو اللہ کی قسم

Marfat.com

دے کر آپ سے عدل کا سوال کرتی ہیں' یعنی جتنی محبت آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کرتے ہیں' دوسری ازواج سے بھی آپ اتنی ہی محبت کریں' کیونکہ دیگر تمام افعال میں تو آپ تمام ازواج سے مساوی سلوک کرتے تھے اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ آپ کو اس کا مکلف نہیں کیا گیا تھا کہ آپ سب سے مساوی محبت کریں کیونکہ اس پر آپ کو قدرت نہیں تھی' آپ کو صرف اس کا مکلف کیا گیا تھا کہ آپ خانگی افعال اور دیگر معاملات میں ان کے ساتھ مساوات کریں' حتیٰ کہ علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ ازواج کی باریاں مقرر کرنا بھی آپ پر واجب تھا یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کے متعلق حضرت زینب بنت جحش سے فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے' یعنی یہ اپنے باپ کی طرح شریفہ' عاقلہ اور عارفہ ہے' یا یہ بہت ذہین اور باریک بین ہے۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت عظیم فضیلت ہے کہ تمام صحابہ آپ کو خوش کرنا چاہتے تھے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ کے سوا اور کسی زوجہ کو یہ شرف حاصل نہیں تھا کہ ان کے بستر پر اللہ کی وحی نازل ہو' سو جس طرح اللہ تعالیٰ وحی کا ہدیہ صرف حضرت عائشہ کے بستر پر نازل فرماتا تھا' اسی طرح اس نے صحابہ کے دلوں میں بھی یہ بات ڈال دی کہ وہ اپنے ہدیے اس دن بھیجتے تھے جب حضرت عائشہ کی باری ہوتی اور آپ ان کے گھر ہوتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باری باری ہر زوجہ کے گھر میں رہتے تھے اور باری باری ان کو سفر میں ساتھ لے جاتے تھے اور گھر کے اخراجات میں ان کے ساتھ عدل فرماتے تھے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کی بیویاں جب آپس میں بحث اور مناظرہ کریں تو شوہر کو ان کے درمیان دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے جس طرح جب حضرت عائشہ اور حضرت زینب کے درمیان بحث ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں مداخلت نہیں کی (ہاں! اُن میں موافقت اور محبت قائم کرنے کی کوشش کرنا ایک مستحسن اور پسندیدہ امر ہے)۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عائشہ کو اذیت دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا ہے' کیونکہ آپ نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا: تم مجھ کو عائشہ کے معاملہ میں اذیت نہ دو' حالانکہ اگر آپ صحابہ کو حضرت عائشہ کی تخصیص کرنے سے منع فرما دیتے تو اس سے حضرت عائشہ کو اذیت ہوتی لیکن آپ نے حضرت عائشہ کی اذیت کو اپنی اذیت قرار دے کر فرمایا: تم مجھے عائشہ کے معاملہ میں اذیت نہ دو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت احترام کرتی تھیں اور آپ سے بہت حیاء کرتی تھیں' اس لیے از خود انہوں نے آپ سے نہیں کہا' بلکہ پہلے آپ کی لاڈلی صاحب زادی سے سفارش کرائی' پھر آپ کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے سفارش کرائی' اس سے معلوم ہوا کہ سفارش کرانا جائز ہے اور اس سے سفارش کرانی چاہیے جو اس کے نزدیک محبوب اور معزز ہو جس کے پاس سفارش کرائی جائے۔

حضرت ام سلمہ' حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عدل کرنے کے لیے کہا حالانکہ سب کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ عدل کرنے والے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر عتاب نہیں فرمایا' کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ ازواجِ مطہرات جذبۂ غیرت کی وجہ سے مغلوب ہیں اور غیرت کا جذبہ فطری امر ہے اور بشری تقاضا ہے' اس لیے آپ نے ان کو معذور قرار دیا اور ان کو ملامت نہیں فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۹۷۔۱۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹ - بَابُ مَا لَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ جس ہدیہ کو واپس نہ کیا جائے

۲۵۸۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَنَاوَلَنِیْ طِيْبًا' قَالَ كَانَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ' قَالَ وَزَعَمَ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عزرہ بن ثابت انصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے خوشبو لگائی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خوشبو کو مسترد نہیں کرتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو مسترد نہیں کرتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۵۹۲۹] (سنن ترمذی: ۲۷۸۹' سنن نسائی: ۵۲۷۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابومعمر عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المنقری (۲) عبدالوارث بن سعید (۳) عزرہ بن ثابت الانصاری (۴) ثمامہ بن عبد اللہ بن انس قاضی بصرہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۸)

اس باب کے عنوان میں ہدیہ کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے اور اس حدیث سے واضح ہوا کہ ہدیہ سے مراد خوشبو کا ہدیہ ہے اور اگر کوئی خوشبو کا ہدیہ دے تو اس کو واپس نہیں کرنا چاہیے۔

خوشبو کے ہدیے کو مسترد نہ کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کے ہدیہ کو اس لیے مسترد نہیں فرماتے تھے کہ آپ کے ساتھ فرشتے رہتے تھے اور آپ ان کے ساتھ سرگوشی کرتے رہتے تھے' اسی وجہ سے لہسن یا اور کوئی بدبودار چیز نہیں کھاتے تھے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی صحیح سبب اور معقول وجہ سے ہدیہ کو مسترد کرنا جائز ہے اور خوشبو کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ خوشبو ان چیزوں میں سے ہے جو مباح ہیں اور ان کی تحسین کی جاتی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۸)

میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی چیزوں میں سے میرے دل میں عورتوں کی محبت ڈالی گئی ہے اور خوشبو کی اور نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا گیا ہے۔ (سنن نسائی: ۳۹۴۶۔ ۳۹۴۵' دارالفکر' بیروت)

اس زمانہ میں عورتوں کو حقیر سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ پیدا ہوتے ہی عورتوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا' اس لیے آپ کے دل میں عورتوں کی محبت ڈالی گئی تاکہ آپ کی اتباع میں لوگ عورتوں سے محبت کریں' اور چونکہ آپ فرشتوں سے ہم کلام ہوتے تھے' اس لیے آپ کے دل میں خوشبو کی محبت ڈالی گئی اور چونکہ آپ اس کیفیت سے نماز پڑھتے تھے گویا کہ آپ نماز میں اپنے رب کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے تھے' اور جب کوئی شخص اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں' اس لیے فرمایا کہ نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیا گیا ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں صلوٰۃ سے مراد یہ نمازِ معروفہ اور مخصوصہ نہ ہو بلکہ صلوٰۃ سے مراد وہ صلوٰۃ ہو جو اللہ تعالیٰ آپ پر بھیجتا ہے' وہ خاص رحمت جو آپ کی شان کے لائق ہے اور اس رحمت کو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیا گیا ہے۔

اور اس حدیث میں آپ کی عظمت اور عفت کی طرف اشارہ ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ کے دل میں عورتوں کی محبت ڈال دی

گئی تھی' پھر بھی آپ نے دوسرے نبیوں کی بہ نسبت کم عورتوں سے نکاح کیا کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں تھیں' نیز ایک جنتی مرد کی سو بیویاں ہوں گی اور آپ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی' اس حساب سے آپ کو چار ہزار مردوں کے جماع کرنے کی طاقت دی گئی تھی۔ (فتح الباری ج ا ص ۴۹۶' نعمۃ الباری ج ا ص ۷۵۷) پھر آپ کا صرف گیارہ ازواج پر قناعت کرنا اپنے نفس پر انتہائی ضبط اور کمال عفت کی دلیل ہے۔

۱۰ - بَابُ مَنْ رَاٰی الْهِبَةَ الْغَائِبَةَ جَائِزَةً

جس کے نزدیک غائب چیز یا غائب لوگوں کو ہبہ کرنا جائز ہے

اس عنوان کے دو محمل ہیں یا تو جس چیز کو وہ ہبہ کر رہا ہے وہ چیز غائب ہو یا جن لوگوں کو وہ ہبہ کر رہا ہے' وہ لوگ غائب ہوں۔

۲۵۸۴'۲۵۸۳ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ذَكَرَ عُرْوَةُ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَمَرْوَانَ قَالَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ' قَامَ فِي النَّاسِ' فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ' ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ' فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ' وَاِنِّيْ رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ' فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ' وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهٖ حَتّٰى نُعْطِيَهٗ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا. فَقَالَ النَّاسُ طَيَّبْنَا لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ عروہ نے ذکر کیا کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوازن کا وفد آیا تو آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے' پھر اللہ تعالیٰ کی وہ حمد و ثناء کی جس کا وہ اہل ہے' پھر اس کے بعد فرمایا: حمد و ثناء کے بعد تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ میں ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں' سو تم میں سے جو شخص خوشی سے اس طرح کرنا چاہتا ہو وہ اپنے قیدی واپس کر دے' اور جو لوگ یہ چاہیں کہ ان کو ان کا حصہ ملے (تو وہ بھی اپنے قیدی واپس کر دیں) اور ہمیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ جو پہلا مالِ غنیمت عطا فرمائے گا' ہم اس مالِ غنیمت سے اس کو ان قیدیوں کا معاوضہ دے دیں گے' تو لوگوں نے کہا: ہم آپ کی خاطر ان قیدیوں کو خوشی سے واپس کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۸۴-۲۵۸۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ہوازن کے قیدیوں کو ہبہ کرنے کا ذکر ہے اور وہ اس وقت غائب تھے۔

۱۱ - بَابُ الْمُكَافَاةِ فِي الْهِبَةِ

ہبہ میں معاوضہ دینا

۲۵۸۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا. لَمْ يَذْكُرْ وَكِيْعٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا معاوضہ عطاء فرماتے تھے۔

Marfat.com

وَمُحَاضِرٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ.   وکیع اور محاضر نے از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ نہیں ذکر کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۳۶، سنن ترمذی: ۱۹۵۳)

ہدیہ کا معاوضہ دینے کا شرعی حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہدیہ کے معاوضہ میں ہدیہ دینا شرعاً مطلوب ہے کیونکہ اس میں شارع علیہ السلام کی اقتداء ہے، صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک ہدیہ کے معاوضہ میں ہدیہ دینا مطلقاً واجب نہیں ہے، خواہ اعلیٰ ادنیٰ کو ہدیہ دے یا ادنیٰ اعلیٰ کو ہدیہ دے یا مساوی، مساوی کو ہدیہ دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۱)

ہدیہ کی دو قسمیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ ہدیہ کی دو قسمیں ہیں، ایک ہدیہ معاوضہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور دوسرا ہدیہ نیکی کرنے اور قرب اور محبت کی وجہ سے ہوتا ہے، پس جو ہدیہ معاوضہ لینے کی وجہ سے ہوتا ہے، وہ بیع کی مثل ہوتا ہے اس میں عوض واجب ہوتا ہے اور جس کو ہدیہ دیا جاتا ہے اس کو معاوضہ دینے پر مجبور کیا جاتا ہے اور جو ہدیہ محض نیکی کرنے اور اللہ کی رضا اور جس کو ہدیہ دینا ہو اس کی محبت کی وجہ سے دیا جائے، اس میں ہدیہ لینے والے پر اس کا معاوضہ دینا واجب نہیں ہے اور اگر اس نے جواباً ہدیہ دے دیا تو یہ مستحسن ہے۔

ہدیہ کا عوض دینے میں مذاہب فقہاء

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص نے کسی کو کوئی چیز ہبہ کی، پھر اس کا معاوضہ طلب کیا اور کہا کہ میں نے تو معاوضہ کے لیے یہ دیا تھا، امام مالک نے کہا ہے کہ اس صورت میں دیکھا جائے گا اگر وہ ہدیہ ایسا ہے کہ جس کو ہدیہ دیا جائے، اس سے اس کا معاوضہ طلب کیا جاتا ہے تو وہ اس کا معاوضہ طلب کر سکتا ہے جیسے فقیر غنی کو ہبہ کرے یا غلام اپنے مالک کو ہبہ کرے یا کوئی ماتحت اپنے سربراہ کو ہبہ کرے یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے، اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے ہبہ کرتے وقت عوض لینے کی شرط نہیں لگائی تھی تو اس کو عوض نہیں ملے گا اور یہ امام شافعی کا دوسرا قول ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ معاوضہ لینے کے لیے ہبہ کرنا باطل ہے، اس سے ہبہ منعقد نہیں ہوتا اور اس لیے بھی کہ یہ مجہول قیمت کے عوض بیع ہے۔

ہدیہ کے معاوضہ کے وجوب میں فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ قبول کرتے تھے اور اس کا معاوضہ عطاء فرماتے تھے اور آپ کی اقتداء کرنا واجب ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.   بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

(الاحزاب: ۲۱)

اور اس کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی چیز ہبہ کی، آپ نے اس کو اس پر معاوضہ دیا اور فرمایا: تم راضی ہو گئے؟ اس نے کہا: نہیں! پھر آپ نے اور زیادہ دیا اور پوچھا: اب راضی ہو گئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پھر

اور زیادہ دیا اور پوچھا: اب راضی ہو گئے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اب میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں صرف قرشی کا یا انصاری کا یا ثقفی کا ہدیہ قبول کروں گا۔ (مسند البزار: ۱۹۳۸ صحیح ابن حبان: ۶۳۸۴ المعجم للطبرانی: ۱۰۸۹۷ مسند الحمیدی: ۱۰۵۲ مصنف عبدالرزاق: ۱۶۵۲۱ مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۵ طبع قدیم مسند احمد: ۲۶۸۷ ج ۴ ص ۴۲۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ہبہ عوض کا تقاضا کرتا ہے خواہ عوض کی شرط نہ لگائی گئی ہو کیونکہ نبی ﷺ نے اس کے ہبہ کے بدلہ میں عوض دیا اور اس میں مسلسل اضافہ فرماتے رہے حتیٰ کہ وہ راضی ہو گیا اور اگر ہبہ کے بدلہ میں عوض دینا واجب نہ ہوتا تو آپ اس میں اضافہ نہ فرماتے اور اگر آپ نے اس کو بہ طور نفل عوض دیا ہوتا تو پھر آپ کے اوپر اس میں اضافہ کرنا واجب نہ ہوتا اور جب اعرابی نے اس میں اضافہ طلب کیا تھا تو آپ اس پر انکار فرمادیتے تاکہ لوگوں کو بھی یہ مسئلہ معلوم ہو جاتا۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۹)

فقہاء احناف کے دلائل اور فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات

فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ ہبہ بہ طور تبرع ہوتا ہے اگر اس میں عوض کو دینا واجب کر دیا جائے تو پھر ہبہ بہ طور تبرع نہیں رہے گا اور یہ معاوضات کے قبیل سے ہو جائے گا اور عرب بیع اور ہبہ کے الفاظ میں فرق کرتے ہیں بیع کے مقابلہ میں معاوضہ واجب ہوتا ہے اگر ہبہ کے مقابلہ میں بھی معاوضہ واجب ہو تو پھر بیع اور ہبہ میں کیا فرق رہے گا!

رہا یہ کہ نبی ﷺ اس اعرابی کے مطالبہ پر مسلسل معاوضہ میں اضافہ فرماتے رہے اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ معاوضہ دینا آپ پر واجب تھا بلکہ یہ نبی ﷺ کے مکارم اخلاق کا تقاضا تھا اور معاوضہ دینے میں یہ آپ کی عادت کریمہ تھی۔

۱۲ - بَابُ الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ — اپنے بیٹے کو کچھ ہبہ کرنا

وَإِذَا أَعْطَى بَعْضَ وَلَدِهِ شَيْئًا لَمْ يَجُزْ، حَتَّى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرِينَ مِثْلَهُ، وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ.

اور جب اپنے کسی بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو یہ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ سب اولاد کے درمیان عدل کرے اور دوسروں کو بھی اس کی مثل دے اور ایسے ظلم پر گواہ بھی نہ بنایا جائے۔

باب مذکور کے عنوان سے اس حدیث پر اشکال کا جواب: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے: بیٹے کو کچھ ہبہ کرنا اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حدیث سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ بیٹے کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے وہ حدیث یہ ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس مال بھی ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرے والد کو میرے مال کی احتیاج ہے؟ آپ نے فرمایا: تم خود اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے اور بے شک تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی سے ہے پس تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۳۰ دارالفکر بیروت)

وجہ اشکال یہ ہے کہ جب بیٹے کا مال باپ کا مال ہوتا ہے تو اگر باپ نے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو گویا اس نے وہ چیز اپنے آپ کو ہبہ کی اور اپنے آپ کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا بیٹے کو ہبہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اس لیے امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا: بیٹے کو ہبہ کرنا یعنی بیٹے کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

باب مذکور کے عنوان کے ضمن میں چار احکام

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ عنوان چار احکام پر مشتمل ہے' پہلا حکم یہ ہے کہ بیٹے کو ہبہ کرنا جائز ہے اور یہ عنوان اس لیے قائم کیا ہے کہ ایک مشہور حدیث سے اشکال ہوتا ہے' وہ حدیث یہ ہے: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کے لیے ہے۔ کیونکہ جب بیٹے کا مال باپ کا مال ہوتا ہے تو جب باپ نے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو گویا وہ چیز اپنے آپ کو ہبہ کی۔ پس اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا اس میں تاویل ہے۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے اور امام دارقطنی نے کہا ہے: اس کی روایت میں عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق متفرد ہے اور ابن القطان نے کہا: اس کی سند صحیح ہے' اور المنذری نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقات ہیں' اور یہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر سے مروی ہے جو المعجم الصغیر میں ہے' اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس کا ایک طویل حصہ روایت کیا ہے اور اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیح ابن حبان میں ہے اور حضرت سمرہ اور حضرت عمر سے اس حدیث کی روایت مسند البزار میں ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک روایت طبرانی میں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کی روایت مسند ابویعلیٰ میں ہے' پس اس حدیث کی تمام سندوں کا مجموعہ اس حدیث کی قوت کو کم نہیں کرتا' اس لیے اس حدیث کی تاویل متعین ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث درج ذیل کتب میں ہے:

سنن ابوداؤد: ۳۵۳۰' سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۲-۲۲۹۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۴' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۸۱-۴۸۰' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۵-۱۵۴' المطالب العالیہ: ۲۵۰۹-۱۴۳۸' مصنف عبدالرزاق: ۱۶۶۲۸' صحیح ابن حبان: ۱۰۹۴' کنز العمال: ۴۵۴۱۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۶۱-۱۵۹-۱۵۸- ج ۱۴ ص ۱۹۷-۱۹۶' عقیلی ج ۲ ص ۲۳۴' کامل ابن عدی ج ۲ ص ۷۴۷- ج ۳ ص ۱۲۱۲-

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ عنوان جس دوسرے حکم پر مشتمل ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص جب اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو ان کے درمیان عدل کرے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' تیسرا حکم یہ ہے کہ والد اپنی اولاد کو ہبہ کر کے رجوع کر سکتا ہے' اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے:

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو کوئی چیز عطاء کرے' پھر اس سے رجوع کرے سوائے والد کے کہ وہ اپنے بیٹے کو کوئی چیز عطا کرے (پھر وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۳۹' سنن ترمذی: ۱۳۰۳' سنن نسائی: ۳۶۹۲' سنن ابن ماجہ: ۲۳۷۷)

یہ عنوان جس چوتھے حکم پر مشتمل ہے' وہ یہ ہے کہ والد اپنی اولاد کے مال سے عُرف اور دستور کے مطابق کھا سکتا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ جس حدیث میں ہے: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ اعتراف کر لیا کہ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے اور اس حدیث میں تاویل کرنا متعین ہے لیکن انہوں نے اس کی تاویل ذکر نہیں کی' اسی طرح علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی یہ واضح کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن انہوں نے بھی اس کی تاویل ذکر نہیں کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۲-۲۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے تو اس حدیث کی تاویل نہیں لکھی لیکن ہم اللہ کے فضل سے اس کی تاویل تلاش کر کے لکھ رہے ہیں:

تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے' اس حدیث کی تاویل

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد: ۳۵۳۰ میں یہ الفاظ ہیں کہ میرے والد کو میرے مال کی احتیاج ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ کسی ناگہانی آفت کی وجہ سے میرے والد کا تمام مال ضائع ہو گیا اور اب اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ جس سے وہ اپنی خورد ونوش اور دیگر ضروری اخراجات چلا سکے' اس صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے' یعنی اب بہ قدرِ ضرورت تمہارا باپ تمہارے مال سے لے سکتا ہے' اور اگر بیٹے کے پاس مال نہ ہو اور وہ کمائی کر سکتا ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ کمائی کر کے اپنے باپ کو کھلائے' اور اس صورت کے علاوہ اگر اس حدیث کا یہ معنی ہو کہ بیٹے کا مال باپ کے لیے مباح ہے' اس کو ضرورت ہو یا نہ ہو' وہ بیٹے کا مال لے سکتا ہے اور جس طرح چاہے اس کو خرچ کر سکتا ہے تو میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ فقہاء میں سے کسی نے بھی اس حدیث کا یہ معنی کیا ہو۔ (معالم السنن ج ۳ ص ۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کے بعد امام بخاری کی یہ عبارت ہے:

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عطیہ میں اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔

اس تعلیق کے موافق حدیثِ موصول' صحیح البخاری: ۲۵۸۷ میں آ رہی ہے۔

وَهَلْ لِلْوَالِدِ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْ عَطِيَّتِهٖ؟ وَمَا يَاْكُلُ مِنْ مَّالِ وَلَدِهٖ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا يَتَعَدّٰى؟ کیا والد کے لیے اپنے عطیہ میں رجوع کرنا جائز ہے اور والد اپنے بیٹے کے مال سے عرف اور دستور کے موافق کھائے اور حد سے تجاوز نہ کرے؟

ضرورت کے وقت بیٹے کے سامان اور زمین کو فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں دو مسئلے ذکر کیے ہیں: پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کر دے تو کیا اس کے لیے اس میں رجوع کرنا جائز ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے:

طاؤس' عکرمہ' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کے نزدیک ہبہ کرنے والا ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا مگر باپ نے اپنے بیٹے کو جو عطاء کیا ہے' وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے اور اصول میں جو دیگر افراد شامل ہیں' وہ امام شافعی کے نزدیک باپ ہی کی مثل ہیں' امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کے نزدیک ماں بھی اولاد کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کر سکتی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے مال سے دستور کے مطابق کھا سکتا ہے' جیسا کہ سنن ابوداؤد کی حدیث: ۳۵۳۰ سے واضح ہو چکا ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو باپ محتاج اور ضرورت مند ہو' اس کے لیے یہ جائز ہے کہ اگر اس کا بیٹا غائب ہو تو وہ اس کا سامان فروخت کر کے اپنی خوراک کا انتظام کر لے کیونکہ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ضرورت کے وقت اپنے بیٹے کے مال کا مالک ہو جائے' تاہم اپنی ضرورت کے لیے بیٹے کی زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دونوں صورتوں

میں بیٹے کے سامان کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ ماں کے لیے بیٹے کے مال کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے خواہ بیٹا چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۳)

ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات کرنے میں مذاہب فقہاء

وَاشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُمَرَ بَعِيرًا، ثُمَّ اَعْطَاهُ ابْنَ عُمَرَ، وَقَالَ اصْنَعْ بِهٖ مَا شِئْتَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا اور اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو وہ اونٹ عطاء فرما دیا اور فرمایا: تم اس اونٹ کے ساتھ جو چاہو کرو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اگر حضرت عمر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے کہ آپ یہ اونٹ حضرت ابن عمر کو دے دیں تو آپ دے دیتے لیکن اگر آپ ایسا کرتے تو حضرت عمر کے تمام بیٹوں میں عدل نہ ہوتا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے اونٹ خریدا' پھر حضرت ابن عمر کو عطاء کیا اور اس طرح یہ حدیث باب کے موافق ہوگئی کہ ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات ہونی چاہیے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات کرنا آیا واجب ہے یا مستحب ہے۔

امام مالک' لیث' سفیان ثوری' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ جائز ہے کہ وہ اپنی اولاد میں سے ایک کو کوئی چیز عطاء کرے اور دوسروں کو عطاء نہ کرے' اور ان میں سے بعض نے اس کو مکروہ (تنزیہی) قرار دیا ہے اور تمام اولاد کو برابر برابر عطاء کرنا سب کے نزدیک مستحب ہے' امام احمد اور ابن المبارک کے نزدیک بعض اولاد کو ہبہ میں دوسروں پر ترجیح دینا مکروہ (تحریمی) ہے' یعنی ان کے نزدیک مساوات واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۴۔ ۲۰۳)

۲۵۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَمُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ نَحَلْتُ ابْنِیْ هٰذَا غُلَامًا، فَقَالَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهٗ؟ قَالَ لَا، قَالَ فَارْجِعْهُ. [اطراف الحدیث: ۲۵۸۷۔ ۲۶۵۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمٰن اور محمد بن النعمان بن بشیر' ان دونوں نے ان کو یہ حدیث بیان کی از حضرت النعمان بن بشیر کہ ان کے والد ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر گئے اور بتایا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام عطاء کیا ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اس کی مثل غلام عطاء کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر اس ہبہ سے رجوع کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۶۸' سنن ترمذی: ۱۳۶۷' سنن نسائی: ۳۶۷۳' سنن ابن ماجہ: ۲۳۷۶' سنن کبریٰ: ۶۵۰۴' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۳۵۴۔ ج ۳۰ ص ۳۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اپنے بیٹے کو کچھ ہبہ کرنا' اور اس حدیث میں بھی یہی مذکور ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حمید بن عبد الرحمان بن عوف (۵) محمد بن النعمان بن بشیر انصاری' امام ابن حبان نے ان کا ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے' العجلی نے کہا: یہ ثقہ تابعی ہیں (۶) حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما' یہ انصاری خزرجی ہیں' ان کے والد بشیر بدریین میں سے ہیں' انہوں نے انصار میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی' یہ بارہ ہجری میں مسیلمہ کذاب کے خلاف حضرت خالد بن ولید کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۴)

اولاد کو ہبہ کرنے میں مساوات کے عدم وجوب پر جمہور فقہاء کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنی اولاد میں سے بعض کو عطاء کرے اور دوسروں کو عطاء نہ کرے تو اس کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ طاؤس نے کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے' عروہ اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے' اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت نعمان بن بشیر کو دیئے ہوئے عطیہ کو مسترد کر دیا تھا اور آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۵۸۷) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۷۳) اور امام مالک کا زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ ان کے نزدیک بعض اولاد کو ہبہ کرنا اور دوسروں کو ہبہ نہ کرنا جائز ہے' اور یہی فقہاء احناف اور امام شافعی کا مذہب ہے۔

عطاء اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ لڑکے کو دو حصے دے اور لڑکی کو ایک حصہ دے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد دینے کے لیے فرمایا ہے اور یہ امام محمد بن الحسن اور امام احمد کا دوسرا قول ہے۔

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ جو فقہاء اولاد میں تفضیل اور ترجیح کو جائز قرار دیتے ہیں' وہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس وقت حضرت نعمان کم سن تھے اور اگر بالفرض وہ بالغ تھے تو ابھی انہوں نے اس غلام پر قبضہ نہیں کیا تھا' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

داؤد بن ابی ہند' شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر نے کہا: میرے والد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور کہا: یا رسول اللہ! آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ میں نے نعمان کو اپنے مال سے اتنا اور اتنا عطاء کیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو اتنا عطاء کیا ہے جتنا نعمان کو عطاء کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر اس پر تم کسی اور کو گواہ بناؤ۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۷۶)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: تم اس پر کسی اور کو گواہ بناؤ۔ اگر یہ ہبہ صحیح نہ ہوتا تو آپ اس پر کسی اور کو گواہ بنانے کا حکم نہ دیتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا اور فرمایا: تم اس ہبہ سے رجوع کر لو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو اس ہبہ سے رجوع کرنے کا حکم دیا تھا' یہ اس کی دلیل ہے کہ ہبہ مکمل ہو چکا تھا اور آپ نے اس سے رجوع کا حکم اس لیے دیا تھا کہ مستحب اور مسنون یہ ہے کہ سب کو برابر برابر دیا جائے' اور جب اس پر اجماع ہے کہ مالک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنا مال لوگوں میں سے جن کو چاہے عطاء کرے اور دوسروں کو عطاء نہ کرے' اسی طرح اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنی اولاد میں سے جن کو چاہے عطاء کرے اور دوسروں کو عطاء نہ کرے' تو اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو ہبہ کرنے میں اس پر مساوات واجب نہیں ہے' اس

پر مزید دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عطاء کیا اور دوسری اولاد کو عطاء نہیں کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عاصم کو عطاء کیا اور باقی اولاد کو عطاء نہیں کیا اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کو عطاء کیا اور دوسری اولاد کو عطاء نہیں کیا' اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما' دونوں امام ہیں اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا مقام ہے اور صحابہ میں سے کوئی ان کے مقام کا انکار نہیں کرتا تھا۔

زندگی میں اولاد کو ہبہ کرے تو کیا یہ ضروری ہے کہ بیٹے کو بیٹیوں سے دگنا دے!

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب زندگی میں اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو بیٹے کو دو حصے دے اور بیٹی کو ایک حصہ دے' جس طرح موت کے بعد وراثت کی تقسیم ہوتی ہے' ان کا قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے یہ فرمایا تھا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اس کی مثل عطاء کیا ہے؟ (صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۷۶) اور یہ نہیں فرمایا تھا: کیا تم نے بیٹوں کو بیٹیوں سے دگنا دیا ہے؟ اگر بیٹے کو بیٹیوں سے دگنا دینا مستحب ہوتا تو آپ ان سے ضرور یہ سوال کرتے جیسا کہ آپ نے یہ سوال کیا تھا: تم نے ہر بیٹے کو اس کی مثل دیا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ مستحب صرف یہ ہے کہ تمام اولاد کو مساوی دیا جائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت بشیر کی کوئی بیٹی نہیں تھی' اس لیے آپ نے یہ سوال نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر کی بہن تھی جیسا کہ محدثین اور مؤرخین نے نقل کیا ہے۔

اولاد کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنے کے جواز میں اختلافِ فقہاء' امام ابوحنیفہ کے دلائل'... اور فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات

المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بشیر سے فرمایا: اس ہبہ سے رجوع کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۶۸) اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کر کے اس سے رجوع کر سکتا ہے اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کر سکتا ہے' خواہ بیٹے نے اس ہبہ پر قبضہ کر لیا ہو' جب تک بیٹے کے قبضہ میں وہ چیز متغیر نہ ہوئی ہو یا اس نے وہ چیز قرض میں نہ دی ہو یا بیٹی نے ہبہ کے بعد شادی نہ کر لی ہو' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ باپ ہبہ میں ہر حال میں رجوع کر سکتا ہے اور انہوں نے اس چیز کو بہ طور قرض دینے یا شادی کا اعتبار نہیں کیا۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے رجوع نہیں کر سکتا اور حضرت نعمان کی حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بشیر کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کریں' اگر کوئی شخص یہ جواب دے کہ حضرت نعمان نے اس وقت تک اس ہبہ پر قبضہ نہیں کیا تھا' اس لیے ان کے باپ کا اس میں رجوع کرنا جائز تھا' تو یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ امام مالک کے نزدیک صرف قول سے ہبہ لازم ہو جاتا ہے' اس پر قبضہ ضروری نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ امام مالک کا تفرد ہے لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک ہبہ اس وقت لازم اور مکمل ہوتا ہے جب وہ شخص اس چیز پر قبضہ کر لے جس کو ہبہ کیا گیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اگر حضرت نعمان نے اس غلام پر قبضہ نہیں کیا تھا اور ہبہ مکمل نہیں ہوا تھا تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا معنی ہے: تم اس ہبہ سے رجوع کر لو۔

میں کہتا ہوں کہ اوّل تو حضرت نعمان اس وقت کم سن تھے' اس لیے ان کا قبضہ متحقق نہیں ہوا تھا' ثانیاً نفسِ ہبہ تو ہو چکا تھا' اگرچہ ہبہ مکمل نہیں ہوا تھا' اور رجوع کرنے کے لیے اتنی مقدار کافی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۸۳-۸۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس وقت ہبہ مکمل نہیں ہوا تھا' اس لیے آپ نے اس سے رجوع کا حکم دیا تھا۔

محارم کو ہبہ کر کے رجوع کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف اور ان کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے کسی اجنبی کو کوئی چیز ہبہ کی ہو تو وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے' بہ شرطیکہ اس نے ہبہ کے عوض میں کوئی چیز نہ لی ہو' یا اس نے ہبہ میں کوئی متصل زیادتی نہ کی ہو' یا واہب اور موہوب لہ میں سے کوئی فوت نہ ہوا ہو' یا وہ ہبہ موہوب لہ کی ملکیت سے نکل نہ گیا ہو اور اگر اس نے اپنے کسی ذی رحم محرم کو کوئی چیز ہبہ کی تو اس کے لیے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۲۹۲' رحمانی کتب خانہ' لاہور)

فقہاء احناف جو کہتے ہیں کہ باپ کے لیے بیٹے کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذی رحم محرم کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔(سنن دارقطنی: ۲۹۴۲' دار المعرفہ بیروت' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۸۱' المستدرک ج ۲ ص ۵۲)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرے تو یہ قطع رحم ہے اور یہ چیز بیٹے کو باپ کی نافرمانی پر برانگیختہ کرے گی حالانکہ باپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ بیٹے کو نیکی پر برانگیختہ کرے۔ (المبسوط ج ۱۲ ص ۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۶۵۔ ج ۴ ص ۴۷۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) حضرت نعمان بن بشیر کو غلام ہبہ کرنے کی مختلف روایتوں میں تطبیق (۲) اولاد کو مساوات سے ہبہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ (۳) اولاد کو مساوات سے ہبہ کرنے کے متعلق مذہب احناف (۴) اولاد اور دیگر محارم کو ہبہ کے بعد رجوع کرنے کے عدم جواز کی تحقیق۔

۱۳ - بَابُ الْإِشْهَادِ فِي الْهِبَةِ — ہبہ میں گواہ بنانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہبہ میں گواہ بنانے کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ جائز ہے یا نہیں!

۲۵۸۷ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اَعْطَانِيْ اَبِيْ عَطِيَّةً، فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا اَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اَعْطَيْتُ ابْنِيْ مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً، فَاَمَرَتْنِيْ اَنْ اُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ اَعْطَيْتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از عامر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا اور وہ اس وقت منبر پر تھے اور وہ بیان کر رہے تھے کہ مجھے میرے والد نے ایک عطیہ دیا تو حضرت عمرۃ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ تم (اس عطیہ پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بناؤ' لہٰذا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' پس کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو جو عمرۃ بنت رواحہ سے ہے' ایک عطیہ دیا

سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ لَا' قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ. قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهٗ.

ہے' تو اس نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ میں آپ کو (اس عطیہ پر) گواہ بناؤں' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو اس (عطیہ) کی مثل دی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان (ہبہ میں) مساوات کرو۔ حضرت نعمان نے بیان کیا: پھر میرے والد واپس گئے اور اس عطیہ سے رجوع کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٥٨٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ہبہ پر گواہ بنانے کا ذکر ہے' تاہم' ہم اس حدیث کی شرح میں چند ایسے اُمور بیان کر رہے ہیں جو اس سے پہلی حدیث کی شرح میں نہیں بیان کیے گئے۔

حضرت نعمان بن بشیر کو باغ اور غلام ہدیہ کرنے کی دو حدیثیں اور ان میں تعارض کا بیان

صحیح البخاری: ٢٥٨٦ میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر کے والد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک غلام ہبہ کیا تھا' بعض احادیث میں ہے کہ حضرت بشیر بن سعد نے ان کو ایک باغ ہبہ کیا تھا' ہم پہلے اس حدیث کا ذکر کریں گے' پھر ان دونوں حدیثوں میں وجہ تطبیق بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز!

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ٣٥٤ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابو حریز بیان کرتے ہیں کہ عامر نے ان کو حدیث بیان کی کہ میرے والد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! (حضرت) عمرة بنت رواحہ (رضی اللہ عنہا) نے ایک لڑکے کو جنم دیا ہے اور میں نے اس کا نام نُعمان رکھا ہے' اور اس نے اس لڑکے کو پالنے سے انکار کر دیا ہے حتیٰ کہ میں اس لڑکے کو اپنا باغ ہبہ کر دوں جو میرا سب سے اَفضل مال ہے' اور اس نے کہا ہے کہ تم اس ہبہ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بناؤ' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا اس لڑکے کے علاوہ بھی تمہاری اولاد ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: مجھے عدل کے سوا اور کسی چیز پر گواہ نہ بناؤ' کیونکہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا۔

(صحیح ابن حبان: ٥١٠٧- ج ١١ ص ٥٠٧- ٥٠٦' مؤسسة الرسالة' بیروت' ١٤١٤ھ)

مذکورہ دو حدیثوں میں امام ابن حبان کی تطبیق

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابو حاتم محمد بن حبان لکھتے ہیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے عطیہ کے متعلق دو حدیثیں ہیں' ایک حدیث میں ہے کہ ان کے والد نے ان کو غلام عطاء کیا تھا' اور دوسری حدیث میں ہے کہ ان کے والد نے ان کو باغ عطاء کیا تھا' اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ان احادیث میں تضاد اور تباین ہے' اور فی الواقع ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت نعمان کے لیے دو مرتبہ ہبہ کیا گیا تھا۔ پہلی بار کا واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت عمرة بنت رواحہ سے حضرت نعمان پیدا ہوئے تو حضرت عمرة نے ان کو پالنے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ ان کے والد ان کو باغ ہبہ کریں' ان کے والد نے ان کو باغ ہبہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اس پر گواہ ہو جائیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا' پھر جب اس لڑکے کی پیدائش کے بعد ایک مدت گزر گئی تو پھر حضرت عمرة نے حضرت بشیر سے کہا: میرے اس بیٹے کو کچھ ہبہ کرو' حضرت بشیر نے اس کو ایک سال یا دو سال التواء میں رکھا' پھر انہوں نے اس کو ایک غلام عطاء کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے کہ آپ کو اس پر

Marfat.com

گواہ بنائیں' آپ نے فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ' اور حق کے قریب بات یہ ہے کہ حضرت نعمان پہلا حکم بھول گئے تھے یا ان کو یہ وہم ہوا کہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ جو فرمایا تھا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ' یہ اس نفی کی زیادہ تاکید کے لیے تھا۔

(صحیح ابن حبان ج ۱۱ ص ۵۰۸۔۵۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام ابن حبان کی تطبیق پر اس اعتراض کے جوابات کہ حضرت بشیر بن سعد کا بھولنا بہت بعید ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے ان دو حدیثوں میں تطبیق دی ہے' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر یہ تطبیق اس وجہ سے دھندلی اور میلی ہو جاتی ہے کہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا اس حکم کو بھول جانا بہت بعید ہے جب کہ یہ حکم بہت اہم تھا' تاہم اس کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب پہلی بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ' تو حضرت بشیر بن سعد نے یہ سمجھا کہ یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے اور یہ کام مکروہ تنزیہی ہے' اس لیے انہوں نے سال دو سال کے بعد حضرت نعمان کو غلام ہبہ کر دیا' یا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت بشیر بن سعد نے یہ گمان کیا کہ باغ پر گواہ بننے کی ممانعت سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ غلام کے ہبہ پر بھی گواہ نہ بنیں کیونکہ باغ کی قیمت غلام کی قیمت سے بہت زیادہ تھی۔

ان حدیثوں میں حافظ ابن حجر کی تطبیق

پھر ان حدیثوں میں تطبیق کی ایک اور وجہ مجھ پر منکشف ہوئی جس میں یہ خدشہ نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت عمرۃ بنت رواحہ نے حضرت نعمان کو پالنے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ وہ ان کو باغ ہبہ کر دیں' تو حضرت بشیر بن سعد نے ان کی دل جوئی کے لیے حضرت نعمان کو باغ ہبہ کر دیا' پھر حضرت بشیر بن سعد کو خیال آیا کہ ابھی اس باغ پر کسی نے قبضہ نہیں کیا ہے تو انہوں نے اس ہبہ سے رجوع کر لیا اور باغ کے بدلہ میں حضرت نعمان کو غلام ہبہ کر دیا' حضرت عمرہ بھی اس پر راضی ہو گئیں مگر ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں حضرت بشیر بن سعد اس غلام کے ہبہ سے بھی رجوع نہ کر لیں' اس لیے انہوں نے کہا کہ آپ اس ہبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ کر لیں اور حضرت بشیر بن سعد صرف اسی بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ کہنے کے لیے گئے تھے کہ آپ اس ہبہ پر گواہ ہو جائیں' ہم نے جو ان حدیثوں میں وجہ تطبیق بیان کی ہے' اس سے یہ اعتراض اُٹھ جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما چکے تھے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا تو دوبارہ حضرت بشیر بن سعد آپ کے پاس کیوں گئے کہ آپ گواہ بن جائیں اور اب اس جواب کی ضرورت نہیں رہتی کہ حضرت بشیر بن سعد آپ کے پہلی بار والے ارشاد کو بھول گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر پر یہ اعتراض کہ حضرت بشیر بن سعد کا بھولنا بعید نہیں ہے اور مصنف کا محاکمہ

امام ابن حبان کی تطبیق اس پر مبنی ہے کہ حضرت بشیر بن سعد یہ بھول گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہبہ پر گواہ بننے سے منع فرمایا ہے' حافظ ابن حجر نے اس تطبیق کو دھندلا اور گدلا قرار دیا ہے کہ حضرت بشیر بن سعد اس ممانعت کو بھول گئے تھے' حالانکہ یہ ممانعت بہت اہم تھی' اس لیے انہوں نے از خود ان حدیثوں میں تطبیق بیان کی۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے بھولنے میں کوئی بُعد نہیں ہے' کیونکہ انسان نسیان سے ماخوذ ہے اور دنیا کے احوال کے تفکرات اور احوال آخرت کے غم سے انسان بعض چیزوں کو بھول جاتا ہے اور انسان پر نسیان غالب ہے۔

اس حدیث میں حضرت عمرہ بنت رواحہ کا ذکر ہے' یہ انصاریہ خاتون ہیں' حضرت بشیر بن سعد کی بیوی ہیں اور حضرت نعمان بن

Marfat.com

بشیر کی والدہ ہیں اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ لکھنا صحیح ہے کہ یہ بہت بعید ہے کہ حضرت بشیر بن سعد اتنے اہم حکم کو بھول جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کرنے اور اس ہبہ کو ظلم قرار دینے کے باوجود پھر سال دو سال کے بعد آپ کو اس ہبہ پر گواہ بنانے کے لیے چلے جائیں اور اگر یہ مان لیا جائے تو پھر صحابہ کرام کی روایات پر اعتماد نہیں رہے گا۔

امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک ہبہ میں مساوات واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان (ہبہ میں) مساوات کرو۔ اس سے امام بخاری' امام احمد' طاؤس' ثوری اور بعض مالکیہ نے یہ سمجھا ہے کہ اولاد کے درمیان ہبہ میں مساوات کرنا واجب ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام شافعی اور اکثر فقہاء مالکیہ کا یہ مذہب ہے کہ ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات کرنا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۸)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو مقامِ غابہ کے کھیت میں سے بیس وسق (ایک وسق دو سو چالیس کلوگرام کا ہوتا ہے) اناج ہبہ کر دیا کہ وہ کھیت میں سے اس کو کاٹ لیں' جب حضرت ابوبکر صدیق کی وفات آ پہنچی تو انہوں نے حضرت عائشہ سے کہا: اے میری بیٹی! مجھے تم سے زیادہ کسی کا غنا محبوب نہیں ہے' اور نہ مجھے اپنے بعد تم سے زیادہ کسی کا فقر ناگوار ہے اور میں نے تم کو بیس وسق اناج ہبہ کر دیا تھا کہ تم غابہ کے کھیت میں سے کاٹ لینا' اگر تم وہ اناج کاٹ لیتیں تو وہ اناج تمہارا ہوتا' لیکن اب اس مال میں وراثت جاری ہو گی اور اس میں تمہارا بھائی اور دو بہنیں بھی وارث ہیں' حضرت عائشہ نے کہا: اللہ کی قسم! ابا جان! اگر یہ ترکہ اتنا اتنا بھی ہوتا تو مجھے پرواہ نہیں ہے لیکن میری تو ایک بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہیں' دوسری کون ہے؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا: وہ خارجہ (حضرت ابوبکر کی بیوی جو اس وقت حاملہ تھیں) کی بیٹی ہے' میرا گمان ہے کہ ان سے لڑکی پیدا ہو گی۔

(شرح معانی الآثار: ۵۷۱۶' موطأ امام مالک' کتاب الاقضیہ' حدیث: ۴۰' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۷۰)

اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق پر غیب منکشف فرما دیا تھا اور ان کو یہ علم تھا کہ ان کی بیوی سے لڑکی پیدا ہو گی' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کو باقی وارثوں سے زیادہ ہبہ کیا تھا' مگر حضرت عائشہ نے وہ بیس وسق اناج کھیت سے نہیں کاٹا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر کی وفات ہو گئی اور وہ مال وراثت میں چلا گیا۔

صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے بیٹوں میں سے ام کلثوم کے بیٹوں کو زیادہ ہبہ کیا۔ (شرح معانی الآثار: ۵۷۱۸)

آیا جب اولاد کو ہبہ کیا جائے تو لڑکے اور لڑکی کا حصہ برابر ہو گا یا لڑکے کو لڑکی سے دگنا دیا جائے گا؟

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے درمیان ہبہ میں مساوات رکھی جائے گی' اور امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ ان کو وراثت کے مطابق ہبہ کیا جائے گا اور لڑکے کو لڑکی سے دگنا دیا جائے گا۔

امام ابوجعفر نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنی اولاد کو عطیہ میں مساوی رکھو جس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں برابر ہوں۔ اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطیہ میں عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات کا

ارادہ فرمایا تھا۔

اس حدیث کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شخص تھا' پس اس کا بیٹا آیا تو اس نے اس کو بوسا دیا اور اس کو اپنی ران کے اوپر بٹھالیا' پھر اس کی بیٹی آئی تو اس نے اس کو اپنے پہلو کے ساتھ بٹھالیا' آپ نے فرمایا: تم نے ان کے درمیان عدل کیوں نہیں کیا؟ (شرح معانی الآثار:۵۷۱۹)

امام طحاوی فرماتے ہیں: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹے اور بیٹی کے درمیان عدل کا ارادہ فرمایا اور کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے اور یہ حدیث عطیہ میں بھی مساوات کی دلیل ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۲۶۱' قدیمی کتب خانہ کراچی)

عطیہ میں لڑکے اور لڑکی کا حصہ برابر رکھنے پر حدیث اور فقہ سے دلائل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کے درمیان عطیہ میں مساوات رکھو' اگر میں کسی کو زیادہ دیتا تو عورتوں کو زیادہ دیتا۔

(المعجم الکبیر:۱۱۹۹۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۷۷' المطالب العالیہ: ۱۴۳۳' تلخیص الحبیر: ۱۳۲۴' کنز العمال:۴۵۳۵۹)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن صالح کاتب اللیث ہے' عبدالملک بن شعیب نے کہا: یہ ثقہ مامون ہے اور اس کی بہت تعریف کی اور امام احمد وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۴' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

رہی عدل کی کیفیت تو امام ابویوسف نے کہا ہے کہ ان کے درمیان عطیہ میں مساوات رکھی جائے اور مذکر کو مؤنث پر فضیلت نہ دی جائے' اور امام محمد نے کہا: ان کو وراثت کی ترتیب کے موافق دیا جائے اور مذکر کو مؤنث سے دگنا دیا جائے۔

اسی طرح قاضی ابوبکر جصاص نے مختصر طحاوی کی شرح میں ان کا اختلاف بیان کیا ہے۔

(مختصر اختلاف الفقہاء ج ۴ ص ۱۴۲' دار البشارۃ الاسلامیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام محمد نے الموطأ میں ذکر کیا ہے کہ مرد کو چاہیے کہ عطیہ میں اپنی اولاد کو مساوی رکھے' اور بعض کو بعض پر فضیلت نہ دے' اور اس عبارت کا ظاہر تقاضا یہ ہے کہ امام محمد کا قول امام ابویوسف کے ساتھ ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ روایت ہے کہ حضرت نعمان کے والد حضرت بشیر حضرت نعمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے' پس کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک اپنا غلام دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے اپنی ہر اولاد کو اس کی مثل دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس سے رجوع کرو۔ (صحیح البخاری:۲۵۸۶) اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ عطیہ میں اولاد کے درمیان مساوات رکھی جائے اور اس لیے بھی کہ مساوات سے تالیف قلب ہوتی ہے اور کسی ایک کو زیادہ دینے سے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے' اس لیے مساوات اولیٰ ہے۔

(بدائع الصنائع ص ۱۱۵-۱۱۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی المتوفی ۳۷۰ھ کی عبارت اختصار کے ساتھ درج ہے:

المعلی بن منصور نے امام ابویوسف سے یہ روایت کی ہے: اگر کوئی شخص اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو ترجیح دے اور اس کا مقصود

Marfat.com

دوسروں کو ضرر پہنچانا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اور مناسب یہ ہے کہ ان میں مساوات رکھے اور اگر اس کی اولاد میں مذکر اور مؤنث ہوں تو ان کو عطیہ میں مساوی رکھے' معلّی نے کہا کہ امام محمد نے کہا ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے دگنا دے۔

ثوری نے کہا ہے کہ اگر وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو زیادہ دے تو کوئی حرج نہیں ہے' امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ حسن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ عطیہ میں تمام اولاد کو مساوی رکھے۔

مساوات پر دلیل یہ حدیث ہے:

زہیر بن معاویہ از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' پس عرض کیا: یارسول اللہ! فلاں کی بیٹی نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں اپنے بیٹے کو غلام دوں اور اس نے کہا ہے کہ اس کے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بناؤ' آپ نے پوچھا: کیا اس لڑکے کے اور بھائی ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم نے سب کو غلام عطاء کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: یہ بہتر نہیں ہے! میں صرف حق کی گواہی دیتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۴)

علامہ جصاص فرماتے ہیں: اس حدیث سے امام مالک اور ثوری کا قول باطل ہو گیا اور عطیہ میں مذکر اور مؤنث کے درمیان مساوات رکھنے میں امام ابو یوسف کا قول صحیح ہو گیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تھا: کیا تم نے اپنی ہر اولاد کو اس کی مثل عطا کیا ہے؟ اور آپ نے مذکر اور مؤنث کے درمیان فرق کا ذکر نہیں کیا اور آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان مساوات کرو' اور آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے خوش ہو گے کہ تمہاری ساری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں مساوی ہو۔ آپ کا یہ ارشاد بھی مذکر اور مؤنث کے عطیہ میں مساوات کرنے کی دلیل ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۷۶۔ ۴۰۷۲۔ ۴۰۷۱)

مغیرہ نے شعبی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو' جس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ وہ تمہارے درمیان نیکی کرنے میں عدل کریں۔ (شرح معانی الآثار: ۵۱۰۰)

(مختصر اختلاف الفقہاء ج ۴ ص ۱۴۵۔ ۱۴۲ ملخصاً' دار البشارۃ الاسلامیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ جصاص حنفی کی صریح عبارات اور احادیث مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ عطیہ میں مذکر اور مؤنث کے درمیان مساوات رکھنا راجح ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد اور مسائل

(۱) بھائیوں کے درمیان تالیف قلب رکھنی چاہیے کیونکہ اس کو ترک کرنے سے بعض اوقات ان میں ایک دوسرے سے بغض ہو گا اور اس سے آباء کی نافرمانی ہو گی۔

(۲) جب باپ کم سن بچے کو ہبہ کرے تو بچہ کا قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بچہ کی طرف سے باپ قبضہ کر لے تو کافی ہے۔

(۳) کسی ناجائز چیز پر گواہ بننا مکروہ ہے۔

(۴) ہبہ پر گواہ بنانا جائز ہے مگر واجب نہیں ہے۔

(۵) بعض بیویوں اور بعض اولاد سے زیادہ محبت رکھنا جائز ہے کیونکہ دلی محبت پر انسان کا اختیار نہیں ہوتا۔

(۶) حاکم اور مفتی کا استفسار کرنا جائز ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہاری اور اولاد بھی ہے؟ اور تم نے ان کو بھی اس کی مثل دیا ہے؟

Marfat.com

(۷) ماں اپنے بچے کے بہتر مستقبل کے لیے شوہر سے کسی چیز کے ہبہ کا سوال کر سکتی ہے۔
(۸) حق کو قبول کرنے میں اور حاکم کا فیصلہ ماننے میں جلدی کرنی چاہیے جیسے حضرت بشیر بن سعد نے فوراً ہبہ سے رجوع کرلیا۔
(۹) حرص کا انجام اچھا نہیں ہوتا' اگر حضرت عمرۃ' حضرت بشیر کے ہبہ کرنے پر راضی ہو جاتیں اور ان سے یہ نہ کہتیں کہ اس ہبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناؤ تو وہ اس ہبہ سے رجوع نہ کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
(۱۰) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی چاہے تو اولاد کو پالنے سے انکار کر سکتی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

١٤ - بَابُ هِبَةِ الرَّجُلِ لِامْرَاَتِهٖ وَالْمَرْاَةِ لِزَوْجِهَا
مرد کا اپنی بیوی کو ہبہ کرنے کا اور عورت کا اپنے شوہر کو ہبہ کرنے کا جواز

اس باب میں شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کو ہبہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور جب وہ ایک دوسرے کو ہبہ کر سکتے ہیں تو پھر ان کا اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا حکم یہ ہے کہ ان کا ایک دوسرے کو ہبہ کرنے کے بعد اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ جَائِزَةٌ. ابراہیم نے کہا: جائز ہے۔

ابراہیم بن یزید النخعی نے کہا ہے کہ ان کا ایک دوسرے کو ہبہ کرنا جائز ہے۔
اس تعلیق کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:
منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جب عورت شوہر کو ہبہ کر دے یا شوہر عورت کو ہبہ کر دے تو ہر ایک کا دوسرے کو عطاء کرنا جائز ہے یعنی شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کو عطاء کرے تو یہ جائز ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۶۸۶۶۔ ج ۹ ص ۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَا يَرْجِعَانِ. اور عمر بن عبد العزیز نے کہا: وہ دونوں رجوع نہ کریں۔

اس تعلیق کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:
ثوری نے از عبد الرحمان بن زیاد از عمر بن عبد العزیز' ابراہیم کے قول کی مثل روایت کی ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۶۸۶۷۔ ج ۹ ص ۴۸۔۴۷)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا کہ قاضی شریح کے پاس ایک عورت آئی' جس نے اپنے شوہر کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کیا تھا تو انہوں نے اس کے شوہر سے کہا: تم اس پر گواہ پیش کرو کہ تمہاری بیوی نے تم کو یہ اپنی دلی خوشی سے بغیر جبر اور ذلت کے ہبہ کیا تھا' ورنہ یہ قسم کھائے گی کہ اس نے تم کو خوشی سے ہبہ نہیں کیا تھا بلکہ جبر اور ذلت سے ہبہ کیا تھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۶۸۶۸۔ ج ۹ ص ۴۸)

وَاسْتَاْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهٗ فِيْ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی کہ آپ اپنی بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزار لیں۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۵۸۸ میں مذکور ہے۔
اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ ازواج مطہرات نے اپنی باریاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیں اور یہ بیوی کا شوہر کو

کوئی چیز ہبہ کرتا ہے۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعَائِدُ فِیْ هِبَتِهٖ، کَالْکَلْبِ یَعُوْدُ فِیْ قَیْئِهٖ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ کر کے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کر کے کھالے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۵۸۹ میں مذکور ہے۔

اس حدیث سے طاؤس' عکرمہ' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے اس پر استدلال کیا ہے کہ کسی ہبہ کرنے والے کے لیے اپنے ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں سوائے باپ کے جو بیٹے کو ہبہ کرتا ہے' امام مالک کے نزدیک کوئی شخص کسی اجنبی کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کر سکتا ہے بہ شرطیکہ اس نے اس سے اس ہبہ کا عوض نہ لیا ہو' ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی قول ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کا اجنبی کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز ہے جب کہ اس سے عوض نہ لیا ہو جب تک وہ چیز قائم ہو' اور یہ قول حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور بہت سے فقہاء تابعین کا بھی یہی قول ہے۔

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ ہبہ کر کے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کر کے کھالے' اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ ہبہ کر کے رجوع کرنا اتنا قبیح ہے جتنا کتے کا قے کر کے کھانا قبیح ہے اور یہ مروت اور اخلاق کے اعتبار سے قبیح ہے' شرعاً قبیح نہیں ہے کیونکہ کتے کا فعل حلال اور حرام کے ساتھ متصف نہیں کیا جاتا۔

وَقَالَ الزُّهْرِیُّ، فِیْمَنْ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ هَبِیْ لِیْ بَعْضَ صَدَاقِكِ اَوْ كُلَّهٗ، ثُمَّ لَمْ یَمْكُثْ اِلَّا یَسِیْرًا حَتّٰی طَلَّقَهَا فَرَجَعَتْ فِیْهِ، قَالَ یَرُدُّ اِلَیْهَا اِنْ كَانَ خَلَبَهَا، وَاِنْ كَانَتْ اَعْطَتْهُ عَنْ طِیْبِ نَفْسٍ لَیْسَ فِیْ شَیْءٍ مِنْ اَمْرِهٖ خَدِیْعَةٌ جَازَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ﴾ (النساء: ٤).

اور زہری نے کہا: جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: مجھے اپنے مہر کا بعض یا کل ہبہ کر دو' پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے اس کو طلاق دے دی' پھر اس کی بیوی نے اس ہبہ سے رجوع کر لیا۔ زہری نے کہا: اس نے جو مہر پر قبضہ کیا ہے وہ اس کو واپس کرنا ہوگا' اگر اس نے اس کو دھوکا دیا ہے اور اگر اس کی بیوی نے اس کو اپنی خوشی سے مہر دیا ہے اور اس میں اس شخص نے بالکل دھوکا نہیں دیا تھا تو پھر یہ جائز ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پس اگر وہ عورتیں خوشی سے اس (مہر) میں سے تم کو کچھ دیں تو اس کو مزے مزے سے کھاؤ۔ (النساء: ۴)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کو عبداللہ نے از یونس بن یزید سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۸۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا لَمَّا ثَقُلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ وَجَعُهٗ، اِسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ یُّمَرَّضَ فِیْ بَیْتِیْ، فَاَذِنَّ لَهٗ، فَخَرَجَ بَیْنَ رَجُلَیْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْاَرْضَ، وَكَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے یہ اجازت طلب کی کہ آپ بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں' تو انہوں نے آپ کو اجازت

Marfat.com

بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ' فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَذَكَرْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ ؟ قُلْتُ لَا' قَالَ هُوَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِي طَالِبٍ.

دے دی' پس آپ دو آدمیوں کے سہارے سے اپنے قدموں کو گھسیٹتے ہوئے اس طرح نکلے کہ ان سے زمین پر لکیریں پڑ رہی تھیں اور آپ حضرت عباس اور ایک اور آدمی رضی اللہ عنہما کے درمیان تھے' عبید اللہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ کی اس حدیث کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ مرد کون تھا جس کا حضرت عائشہ نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج نے آپ کو اپنی اپنی باریاں ہبہ کیں۔

۲۵۸۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَائِدُ فِي هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ يَعُوْدُ فِي قَيْئِهٖ. [اطراف الحدیث: ۲۶۲۱-۲۶۲۲-۲۶۲۳-۶۹۷۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے' جو قے کر کے کھا لے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۲' الرقم المسلسل: ۴۰۶۱' سنن ابوداؤد: ۳۵۳۸' سنن نسائی: ۳۶۹۳' سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۶۴۹' صحیح ابن حبان: ۵۱۲۱' المعجم الطبرانی: ۱۰۶۹۲' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۸۱' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۸۰' شرح السنۃ: ۲۲۰۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۲۹- ج ۴ ص ۳۲۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح اس باب کی تعلیق: ۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۵ - بَابُ هِبَةِ الْمَرْاَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَعِتْقِهَا' اِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَائِزٌ' اِذَا لَمْ تَكُنْ سَفِيهَةً' فَاِذَا كَانَتْ سَفِيهَةً لَمْ يَجُزْ

عورت کا اپنے شوہر کے غیر کو ہبہ کرنا اور آزاد کرنا اور باندی اور غلام کو آزاد کرنا جب کہ اس کا خاوند موجود ہو تو یہ جائز ہے بہ شرطیکہ وہ عورت کم عقل نہ ہو' اگر کم عقل ہو تو جائز نہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ﴾ (النساء: ۵).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم کم عقلوں کو اپنے اموال نہ دو۔ (النساء: ۵)

امام بخاری نے اس عنوان سے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو ان کے مخالف ہیں۔

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: کسی عورت کے لیے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو عطیہ دینا جائز نہیں ہے۔ (سنن نسائی: ۳۷۶۲)

Marfat.com

سمجھ دار عورت کے اپنے مال کو خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے میں اختلاف فقہاء

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ایسی عورت اور عقل مند بالغ مرد کے خرچ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور طاؤس اور حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ بغیر خاوند کی اجازت کے عورت کا کسی کو ہبہ کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔

لیث نے کہا ہے کہ شادی شدہ عورت کا کسی کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور وہ تھوڑی سی مقدار کسی ذی رحم محرم کو ہدیہ کر سکتی ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ عورت صرف اپنے تہائی مال سے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو ہبہ کر سکتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۹۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا لِيْ مَالٌ، اِلَّا مَا اَدْخَلَ الزُّبَيْرُ عَلَيَّ، فَاَتَصَدَّقُ؟ قَالَ تَصَدَّقِيْ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از عباد بن عبداللہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہیں ہے جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (حضرت اسماء کے شوہر) نے میرے پاس رکھا ہوا ہے' کیا پس میں (اس میں سے) صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا: صدقہ کرو اور جمع کر کے نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم سے مال روک لے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۳۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں شوہر کے مال سے صدقہ کرنے کا ذکر ہے۔

۲۵۹۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْفِقِيْ، وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خرچ کرو اور گن گن کے نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم کو حساب سے دے گا اور تم جمع نہ کرو ورنہ اللہ بھی تم سے (اپنی عطاء) روک لے گا۔

اس حدیث کی شرح بھی ۱۴۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً، وَلَمْ تَسْتَاْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِيْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ قَالَتْ اَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنِّيْ اَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِيْ؟ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی از لیث از یزید از بکیر از کریب مولیٰ ابن عباس' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک باندی کو آزاد کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لی جب ان کی باری کا دن آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا؟

Marfat.com

اَوَفَعَلْتِ؟ قَالَتْ نَعَمْ، قَالَ اَمَا اِنَّكِ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ.

آپ نے پوچھا: کیا تم نے ایسا کرلیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اگر تم یہ باندی اپنے ماموں کو ہبہ کر دیتیں تو تم کو زیادہ اجر ملتا۔

وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ مَيْمُوْنَةَ اَعْتَقَتْ. [طرف الحدیث: ۲۵۹۴]

اور بکر بن مضر نے کہا از عمرو از بکیر از کریب کہ حضرت میمونہ نے آزاد کر دیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۹۹۹' الرقم المسلسل: ۲۲۰۶' مسند ابو یعلیٰ: ۷۱۰۹' شرح مشکل الآثار: ۴۳۷۶' شرح السنۃ: ۱۶۸۷' السنن الکبریٰ: ۴۹۳۱' سنن بیہقی ج ۴ص ۱۷۹' شعب الایمان: ۳۴۲۴' مسند احمد ج ۶ص ۳۳۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۸۲۲۔ج ۴۴ص ۴۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر' یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ہیں یا ابو زکریا مخزومی ہیں (۲) لیث بن سعد (۳) یزید بن ابی حبیب (۴) بکیر بن عبد اللہ الاشج (۵) کریب مولیٰ ابن عباس ابو رشد (۶) حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ص ۲۱۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت میمونہ بنت الحارث عقل مند خاتون تھیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لیے بغیر اپنی باندی کو آزاد کر دیا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے آزاد کرنے کو برقرار رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ عقل مند خاتون اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں تصرف کر سکتی ہے جیسا کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے۔

شادی شدہ سمجھ دار عورتوں کے اپنے اموال سے اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے پر---- امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو شادی شدہ عورت خود اپنے مال کی مالک ہو اور عقل مند ہو' آیا وہ خود اپنے مال میں تصرف کر سکتی ہے یا نہیں؟ ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس عورت کے درمیان اور عقل مند بالغ مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور جس طرح عقل مند بالغ مرد اپنے مال میں از خود تصرف کر سکتا ہے' یہ عورت بھی تصرف کر سکتی ہے' یہ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور سفیان ثوری اور ابوثور کا مذہب ہے۔ ان حضرات کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ. (النساء: ۶)

اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو حتیٰ کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں' پس اگر تم ان میں سمجھ داری کے آثار دیکھو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مذکر اور مؤنث کے درمیان فرق کیے بغیر یہ فرمایا ہے کہ جب وہ عقل مند ہوں اور بالغ ہو جائیں تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو اور اس حکم میں مردوں کو عورتوں سے مخصوص نہیں فرمایا' پس معلوم ہوا کہ جو بالغ اور سمجھ دار ہو' وہ اپنے اموال میں تصرف کرنے کا مجاز ہے' خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ.

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی جب کہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر

کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے سوا اس کے کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں۔ (البقرہ: ۲۳۷)

پس طلاق کے بعد عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے مہر میں سے کچھ چھوڑ دے اور اس کے لیے اسے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے' پس یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو اپنے مال کے معاملہ میں اختیار ہے اور یہ کہ اس میں عورت اور مرد کو برابر کا اختیار ہے۔

فقہاء احناف نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء کو صدقہ کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اس کے لیے حضرت زبیر سے اجازت طلب کریں اور حضرت میمونہ نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں طلب کی' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن عورتوں کو خطبہ دیا اور ان کو حکم دیا کہ تم صدقہ دو خواہ تم اپنے زیورات سے صدقہ دو۔ (سنن ترمذی: ۶۳۵) اور کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہے کہ ان عورتوں نے اپنے شوہروں سے اجازت لے کر صدقہ دیا ہو اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ تم اپنے شوہروں سے صدقہ دینے کی اجازت طلب کرو۔

امام مالک کے نزدیک شادی شدہ سمجھ دار عورت اپنے مال میں سے بھی شوہر کی اجازت کے بغیر.... صدقہ نہیں کر سکتی

امام مالک نے کہا ہے کہ عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں سے بھی صدقہ نہیں دے سکتی' ہاں! تہائی مال میں سے وہ صدقہ کر سکتی ہے جیسا کہ تہائی مال میں وہ از خود وصیت کر سکتی ہے۔

جن احادیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے' ان کی امام مالک نے یہ تاویل کی ہے کہ ان سے مراد تھوڑے مال کا صدقہ کرنا ہے نہ کہ زیادہ مال کا۔ (شرح ابن بطال ج ۱۳ ص ۸۹۔۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۵۹۳ - حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ' فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ' وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَاَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا' غَيْرَ اَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' تَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے' پس جس کے نام کا قرعہ نکل آتا' اسے اپنے ساتھ لے جاتے اور آپ ان میں سے ہر زوجہ کے لیے ایک دن اور ایک رات کی تقسیم کرتے تھے سوائے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے' انہوں نے اپنے دن اور رات کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی' وہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا طلب کرتی تھیں۔

[اطراف الحدیث: ۲۶۳۷۔۲۶۶۱۔۲۶۸۸۔۲۸۷۹۔۴۰۲۵۔۴۱۴۱۔۴۶۹۰۔۴۷۴۹۔۴۷۵۰۔۴۷۵۷۔۵۲۱۲۔۶۶۶۲۔۶۶۷۹۔ ۷۳۶۹۔۷۳۷۰۔۷۵۰۰۔۷۵۴۵] (صحیح مسلم: ۱۴۶۳' الرقم المسلسل: ۳۵۱۹' سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۲)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: عورت کا اپنے شوہر کے غیر کو ہبہ کرنا' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفروں میں قرعہ اندازی کی کیفیت

اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سفر کے لیے ازواجِ مطہرات میں قرعہ اندازی کرتے تھے یا آپ نے کسی مخصوص سفر میں قرعہ اندازی کی تھی؟ امام مالک نے المدونہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات میں سے جس کو چاہتے جس سفر میں چاہتے لے جاتے۔ ابن الجلاب نے کہا ہے کہ اگر آپ تجارت کے سفر کا ارادہ فرماتے تو اس میں دو روایتیں ہیں' ایک یہ ہے کہ وہ سفر حج اور غزوہ کی مثل ہے' اور دوسری روایت یہ ہے کہ آپ اس میں قرعہ اندازی نہیں کرتے تھے' اور انہوں نے کہا ہے کہ جب آپ حج یا غزوہ کا سفر کرتے تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے' پھر جب وہ سفر ختم ہو جاتا تو پھر دوسرے سفر میں جس سے چاہتے ابتداء کرتے۔

١٦ - بَابُ بِمَنْ يُبْدَأُ بِالْهَدِيَّةِ — ہدیہ پیش کرنے کی ابتداء کس سے کی جائے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تعارض ہو تو ہدیہ پیش کرنے کی ابتداء کس سے کی جائے؟

٢٥٩٤ - وَقَالَ بَكْرٌ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ مَيْمُوْنَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً لَهَا فَقَالَ لَهَا لَوْ وَصَلْتِ بَعْضَ اَخْوَالِكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ.

اور بکر نے کہا از عمرو از بکیر از کریب مولی ابن عباس کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں' انہوں نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا تو آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم یہ باندی اپنے کسی ماموں کو دے دیتیں تو یہ تمہارے لیے زیادہ اجر کا باعث ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ کی ابتداء ذوی الارحام سے کرنی چاہیے۔

٢٥٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ لِي جَارَيْنِ، فَاِلٰى اَيِّهِمَا اُهْدِيْ؟ قَالَ اِلٰى اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی عمران الجونی از طلحہ بن عبد اللہ' بنو تیم بن مرہ کا ایک مرد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں' میں ان میں سے کس کو ہدیہ دینے کی ابتداء کروں؟ آپ نے فرمایا: جو تمہارے دروازہ کے زیادہ قریب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۵۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ کس سے ہدیہ کی ابتداء کرنی چاہیے۔

١٧ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ — جس نے کسی عذر کی وجہ سے ہدیہ قبول نہیں کیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے کسی عذر کی وجہ سے ہدیہ قبول نہیں کیا تو جائز ہے جیسے مقروض قرض خواہ کو ہدیہ دے' یا جیسے مقدمہ کا کوئی فریق جج کو کوئی ہدیہ دے یا کوئی ضرورت مند کسی پولیس افسر کو ہدیہ دے اور یہ لوگ سود یا رشوت سے بچنے کے لیے ہدیہ قبول نہ کریں۔

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِي

اور عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

Marfat.com

زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً وَّالْيَوْمَ رِشْوَةً. ہدیہ بہ طور ہدیہ ہوتا تھا اور آج کل ہدیہ بہ طور رشوت ہوتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

فرات بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عمر بن عبدالعزیز کو سیب کھانے کی خواہش ہوئی تو انہیں اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس کے عوض وہ سیب خرید سکیں، ہم ان کے ساتھ سوار ہو کر نکلے تو ان کے پاس ایک منذر کے غلام ایک تھال میں سیب لے کر آئے، عمر بن عبدالعزیز نے تھال میں سے ایک سیب اٹھا کر سونگھا، پھر واپس رکھ دیا، میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، میں نے ان سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ان کے لیے یہ ہدیہ ہوتا تھا اور ان کے بعد کے عمال کے لیے یہ رشوت ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۲۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

جو ہدیہ کسی ناجائز یا غیر قانونی کام کے کرانے کے لیے دیا جائے، وہ رشوت ہے، لینے والے کے لیے یہ ہر حال میں حرام ہے اور دینے والا اگر ظلم سے بچنے کے لیے یا اپنا حق حاصل کرنے کے لیے دے تو اس کے حق میں رشوت حرام نہیں ہے۔

۲۵۹۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيَّ، وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُخْبِرُ اَنَّهٗ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارَ وَحْشٍ، وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَرَدَّهٗ، قَالَ صَعْبٌ فَلَمَّا عَرَفَ فِيْ وَجْهِيْ رَدَّهٗ هَدِيَّتِيْ قَالَ لَيْسَ بِنَا رَدٌّ عَلَيْكَ، وَلٰكِنَّا حُرُمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت الصعب بن جثامہ اللیثی رضی اللہ عنہ سے سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے، وہ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جنگلی گدھا ہدیہ میں پیش کیا، آپ اس وقت الابواء یا وڈان میں تھے، اور آپ مُحرِم تھے، آپ نے اس ہدیہ کو واپس کر دیا، حضرت الصعب نے بتایا جب آپ نے میرے چہرے پر ملال کے آثار دیکھے کہ آپ نے میرا ہدیہ مسترد کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا: ہم نے اور کسی وجہ سے تمہارا ہدیہ واپس نہیں کیا، صرف اس وجہ سے تمہارا ہدیہ واپس کیا ہے کہ ہم مُحرِم ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۲۵ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عذر کی وجہ سے ہدیہ واپس کر دیا کہ آپ محرم تھے۔

۲۵۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِسْتَعْمَلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ بن الزبیر از حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ وہ بیان

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ' یُقَالُ لَہٗ ابْنُ الْاُتْبِیَّۃِ' عَلَی الصَّدَقَۃِ' فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ ھٰذَا لَکُمْ وَھٰذَا اُھْدِیَ لِیْ. قَالَ فَھَلَّا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْہِ اَوْ بَیْتِ اُمِّہٖ' فَیَنْظُرَ اَیُھْدٰی لَہٗ اَمْ لَا؟ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ' لَا یَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْہُ شَیْئًا اِلَّا جَآءَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَحْمِلُہٗ عَلٰی رَقَبَتِہٖ' اِنْ کَانَ بَعِیْرًا لَہٗ رُغَآءٌ' اَوْ بَقَرَۃً لَھَا خُوَارٌ' اَوْ شَاۃً تَیْعَرُ. ثُمَّ رَفَعَ بِیَدِہٖ حَتّٰی رَاَیْنَا عُفْرَۃَ اِبْطَیْہِ اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ' اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ. ثَلَاثًا.

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو صدقات کا عامل بنایا جس کا نام ابن الاُتبیۃ تھا' جب وہ صدقات لے کر آیا تو اس نے کہا: یہ صدقات آپ لوگوں کے ہیں اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ کی گئی ہیں' آپ نے فرمایا: یہ شخص اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر جا کر کیوں نہیں بیٹھا' پھر یہ دیکھتا کہ اس کو کوئی ہدیہ دیا جاتا یا نہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم میں سے جو شخص بھی کوئی چیز لے گا تو قیامت کے دن وہ شخص اس چیز کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا' اگر اونٹ ہوگا تو وہ بڑبڑا رہا ہوگا اور اگر گائے ہوگی تو وہ ڈکرا رہی ہوگی اور اگر بکری ہوگی تو وہ ممیا رہی ہوگی' پھر آپ نے اپنا ہاتھ بلند کیا حتیٰ کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی' (پھر آپ نے دعا کی:) اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! یہ آپ نے تین بار دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اگر عمال ازخود صدقات میں سے کوئی چیز رکھ لیں تو وہ ناجائز ہے' اور رشوت کے حکم میں ہے' اسی طرح اگر دینی مدارس کے سفیر وغیرہ چندہ کی رقوم اور اجناس میں کوئی چیز اپنے پاس یہ کہہ کر رکھ لیں کہ یہ چیز مجھے دی گئی ہے تو یہ بھی اسی طرح ناجائز ہے۔

۱۸ - بَابٌ اِذَا وَھَبَ ھِبَۃً اَوْ وَعَدَ' ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ اَنْ تَصِلَ اِلَیْہِ

جب کوئی شخص کسی سے ہبہ کرنے کا وعدہ کرے' پھر اس چیز کے موصول ہونے سے پہلے وہ فوت ہو جائے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص دوسرے آدمی کو کوئی چیز ہبہ کرے یا کسی دوسرے آدمی سے ہبہ کرنے کا وعدہ کرے' پھر اس کو وہ چیز ہبہ کرنے سے پہلے فوت ہو جائے جس کا اس نے وعدہ کیا ہے تو پھر اس صورت میں کیا حکم ہے۔

اکثر فقہاء اور تابعین کے نزدیک ہبہ میں قبضہ کرنا شرط ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے اور (ایک روایت کے مطابق) امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کو ہبہ کیا ہے' اگر وہ ٹھوس چیز ہے جو بغیر قبضہ کے سالم رہ سکتی ہے تو بغیر قبضہ کے بھی اس کا ہبہ مکمل ہو جاتا ہے اور جو چیز ناپی جاتی ہو اور تولی جاتی ہو' اس کا بغیر قبضہ کے ہبہ صحیح نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک بغیر قبضہ کے بھی ہبہ صحیح ہو جاتا ہے' وہ ہبہ کو بیع پر قیاس کرتے ہیں۔

ہبہ میں قبضہ کی شرط پر امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے دلائل

ہمارے اصحاب احناف نے اور اصحاب شافعی نے قبضہ کی شرط پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو غابہ میں بیس وسق اناج ہبہ کیا اور فرمایا: تم اس کو کاٹ کر اپنے قبضہ میں کر لینا' حضرت عائشہ نے ان بیس وسق اناج کو کاٹ کر قبضہ میں نہیں لیا' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آ گیا' آپ نے فرمایا: اگر تم اس بیس وسق اناج کو کاٹ کر اپنے قبضہ میں کر لیتیں تو وہ تمہارا مال ہو جاتا لیکن تم نے اس کو کاٹ کر قبضہ میں نہیں لیا حتیٰ کہ میری وفات کا وقت آ

Marfat.com

گیا' اس لیے اب وہ میری میراث میں شامل ہوگا۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب الاقضیہ۔ حدیث: ۴۰' شرح معانی الآثار: ۵۷۱۶)

اس سلسلہ میں حسب ذیل آثار سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری وحماد وابن شبرمہ انہوں نے کہا: صدقہ اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ اس پر قبضہ نہ کر لیا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۹۰۱۔ ج۹ ص ۵۴' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شعبی نے بیان کیا کہ شریح اور مسروق اس وقت تک صدقہ کو جائز نہیں کہتے تھے حتیٰ کہ اس پر قبضہ کر لیا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۶۹۰۲۔ ج۸۹ ص ۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

شعبی نے کہا: صرف وہ صدقہ جائز ہے جس پر قبضہ کیا ہوا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۹۰۳)

القاسم بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما صدقہ کو جائز قرار دیتے تھے خواہ اس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور شعبی بغیر قبضہ کے صدقہ کو جائز نہیں قرار دیتے تھے' اور سفیان کے نزدیک حضرت معاذ اور شعبی کا قول زیادہ پسندیدہ تھا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۹۰۶۔ ج۹ ص ۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہبہ کے وعدہ کو پورا کرنے میں مذاہب فقہاء

رہا ہبہ کرنے کا وعدہ کرنا تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ ہبہ کا وعدہ کرنے سے ہبہ کرنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ ایسے منافع ہیں جن پر قبضہ نہیں کیا گیا' لہٰذا وعدہ کرنے والے کے لیے اس سے رجوع کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا: رہا وعدہ مثلاً ایک آدمی دوسرے آدمی سے یہ سوال کرے کہ وہ اس کو ہبہ کرے' پھر اس پر یہ ظاہر ہو کہ اس کو یہ ہبہ نہیں کرنا چاہیے تو میری رائے میں اس پر یہ ہبہ کرنا لازم نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ عَبِيْدَةُ اِنْ مَاتَا وَكَانَتْ فُصِلَتِ الْهَدِيَّةُ' وَالْمُهْدٰى لَهُ حَيٌّ فَهِيَ لِوَرَثَتِهٖ' وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ فُصِلَتْ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الَّذِيْ اَهْدٰى . وَقَالَ الْحَسَنُ اَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الْمُهْدٰى لَهٗ' اِذَا قَبَضَهَا الرَّسُوْلُ.

اور عبیدہ بن عمر سلمانی نے کہا: اگر وہ دونوں فوت ہو گئے' یعنی ہدیہ دینے والا اور جس کو ہدیہ دیا گیا ہے' وہ دونوں فوت ہو گئے اور ہدیہ پر قبضہ ہو گیا اور جس کے لیے ہدیہ کیا گیا ہو' وہ زندہ ہو تو وہ ہدیہ اس کے وارثوں کا ہے اور اگر اس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو تو یہ ہدیہ اس کے وارث کے لیے ہے' جس نے ہدیہ دیا ہے۔ اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ان میں سے جو بھی پہلے مر گیا تو وہ ہدیہ اس کے وارثوں کو ملے گا' جس کے لیے ہدیہ کیا گیا تھا جب اس کے نمائندہ نے اس پر قبضہ کر لیا ہو۔

اس عبارت میں کہا ہے کہ جس نے ہدیہ دیا ہے اور جس کو ہدیہ دیا ہے' اگر ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ ہدیہ اس شخص کے وارثوں کے لیے ہوگا جس کو ہدیہ دیا گیا تھا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ الحکم' امام احمد اور اسحاق کا یہ مذہب ہے کہ اگر اس نے ہدیہ کے ساتھ مہدی کے نمائندہ کو بھی بھیجا اور جس کو ہدیہ بھیجا تھا' وہ مر گیا تو پھر وہ ہدیہ اس کے وارثوں کا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۹۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَیْنِ اَعْطَیْتُکَ ھٰکَذَا' ثَلَاثًا. فَلَمْ یَقْدَمْ حَتّٰی تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ' فَاَمَرَ اَبُوْ بَکْرٍ مُنَادِیًا فَنَادٰی مَنْ کَانَ لَہٗ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِدَۃٌ اَوْ دَیْنٌ فَلْیَاْتِنَا' فَاَتَیْتُہٗ فَقُلْتُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَدَنِیْ' فَحَثٰی لِیْ' ثَلَاثًا.

انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کررہے تھے کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا دوں گا' پھر بحرین کا مال نہیں آیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ نے ایک اعلان کرنے والے کو بھیجا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو یا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے' سو میں ان کے پاس گیا' پس میں نے ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو انہوں نے مجھے تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھ بھر بھر کے مال دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر سے بحرین کے مال میں سے دینے کا وعدہ فرمایا تھا' پھر آپ بحرین کا مال پہنچنے سے پہلے وفات پا گئے تو حضرت ابوبکر نے اس مال میں سے حضرت جابر رضی اللہ کو عطاء کر دیا۔

۱۹ - بَابُ کَیْفَ یُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ غلام اور سامان پر کس طرح قبضہ ہوتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس غلام کو ہبہ کر دیا جائے اور جس سامان کو ہبہ کر دیا جائے' اس پر کس طرح قبضہ کیا جائے گا۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ کُنْتُ عَلٰی بَکْرٍ صَعْبٍ' فَاشْتَرَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ' وَقَالَ ھُوَ لَکَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو خرید لیا اور فرمایا: اے عبد اللہ! یہ اونٹ تمہارا ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول امام بخاری نے صحیح البخاری: ۲۱۱۵ میں ذکر کی ہے۔

اور یہاں پر اس تعلیق کو ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جس چیز کو ہبہ کر دیا گیا' اس پر کس طرح قبضہ کیا جاتا ہے۔

۲۵۹۹ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ' عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ' عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّہٗ قَالَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْبِیَۃً' وَلَمْ یُعْطِ مَخْرَمَۃَ مِنْھَا شَیْئًا' فَقَالَ مَخْرَمَۃُ یَا بُنَیَّ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ' فَانْطَلَقْتُ مَعَہٗ' فَقَالَ اُدْخُلْ فَادْعُہٗ لِیْ' قَالَ فَدَعَوْتُہٗ لَہٗ فَخَرَجَ اِلَیْہِ وَعَلَیْہِ قَبَاءٌ مِّنْھَا' فَقَالَ خَبَاْنَا ھٰذَا لَکَ. قَالَ فَنَظَرَ اِلَیْہِ' فَقَالَ رَضِیَ مَخْرَمَۃُ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۵۷-۳۱۲۷-۵۸۰۰-۵۸۶۲-۶۱۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ قبائیں (اچکنیں' شیروانیاں) تقسیم کیں اور حضرت مخرمہ رضی اللہ کو اس میں سے کوئی چیز نہیں دی' تو حضرت مخرمہ نے کہا: اے میرے بیٹے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلو! تو میں ان کے ساتھ چل پڑا' پس میرے والد نے کہا: اندر داخل ہو! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے لیے بلاؤ' سو میں نے آپ کو بلایا' آپ تشریف لائے اور آپ کے اوپر ایک قباء تھی' آپ نے فرمایا: ہم نے یہ قباء

Marfat.com

تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی' میرے والد نے اس کو دیکھا اور کہا: مخرمہ راضی ہو گیا۔ (صحیح مسلم:۱۰۵۸' الرقم المسلسل:۲۳۲۰' سنن ترمذی:۲۸۲۷' سنن نسائی:۵۳۳۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جو سامان کسی کی طرف منتقل کر دیا جائے تو وہ اس کا قبضہ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں حضرت مخرمہ بن نوفل الزہری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے' انہوں نے ۱۱۵ سال کی عمر پائی اور یہ ۵۴ھ میں فوت ہوئے تھے۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ اپنے اصحاب کی تالیف قلب کرنی چاہیے اور جس شخص کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہو وہ چیز اس کی طرف منتقل کر دی جائے تو یہ اس کا قبضہ ہوتا ہے۔

٢٠ - بَابٌ اِذَا وَهَبَ هِبَةً فَقَبَضَهَا الْاٰخَرُ وَلَمْ يَقُلْ قَبِلْتُ

جب کوئی چیز کسی کو ہبہ کی' اس نے اس چیز پر قبضہ کر لیا اور زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کر لی

٢٦٠٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَكْتُ، فَقَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ وَقَعْتُ بِاَهْلِيْ فِيْ رَمَضَانَ، قَالَ تَجِدُ رَقَبَةً؟ قَالَ لَا، قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ لَا، قَالَ فَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟ قَالَ لَا، قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِعَرَقٍ، وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فِيْهِ تَمْرٌ، فَقَالَ اِذْهَبْ بِهٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ. قَالَ عَلٰى اَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَحْوَجُ مِنَّا، قَالَ اِذْهَبْ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے محبوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از حمید بن عبدالرحمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں ہلاک ہو گیا' آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: میں نے رمضان کے مہینہ میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا' آپ نے اس سے پوچھا: تمہارے پاس کوئی غلام ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! پھر انصار میں سے ایک آدمی کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک ٹوکرا لے کر آیا' جس میں کھجوریں تھیں' آپ نے فرمایا: جاؤ! ان کو صدقہ کر دو! اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا مجھ سے بھی زیادہ کسی ضرورت مند پر؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! مدینہ کی دو طرفوں کے درمیان ہم سے زیادہ کوئی گھر محتاج نہیں ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنے گھر والوں کو یہ کھجوریں کھلا دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۹۳۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو کھجوریں ہبہ کر دیں' اس نے ان کھجوروں پر قبضہ کر لیا لیکن زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں نے ان کو قبول کر لیا۔

Marfat.com

۲۱ - بَابٌ إِذَا وَهَبَ دَيْنًا عَلٰى رَجُلٍ — جب کوئی شخص اپنا قرض کسی کو ہبہ کر دے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص اپنا قرض کسی کو ہبہ کر دے تو کیا حکم ہے؟ یعنی جائز ہے۔

قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ هُوَ جَائِزٌ. — شعبہ نے کہا از الحکم: یہ جائز ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

امام ابن ابی شیبہ از ابن ابی زائدہ از شعبہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کا کسی پر قرض تھا' وہ اس نے مقروض کو ہبہ کر دیا تو اب اس کے لیے اس قرض سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بہ حوالہ عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۶)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس شخص کا کسی دوسرے آدمی پر کوئی قرض ہو' پھر قرض خواہ اس مقروض کے اوپر قرض کو ہبہ کر دے یا اس کو اس قرض سے بری کر دے تو اب مقروض کو اس قرض پر قبضہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ قرض پہلے ہی اس کے ذمہ میں قبضہ کیا ہوا ہے' اس میں صرف قرض خواہ کے قبول کرنے کی ضرورت ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کے قرض خواہوں سے صرف یہ سوال کیا تھا کہ وہ حضرت جابر کے والد کے قرض میں ان کے باغ کے پھلوں کو قبول کر لیں اور ان کو بقیہ قرض سے بری کر دیں تو اگر وہ قرض خواہ اس پر راضی ہو جاتے' جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیش کش کی تھی تو اس سے حضرت جابر کے والد کا قرض پورا ہو جاتا اور حضرت جابر اپنے والد کے قرض سے بری ہو جاتے اور اس کا علم صرف قرض خواہوں کے اس قول سے ہوتا کہ ہم نے اس کو قبول کر لیا اور ہم اس پر راضی ہیں۔

ابوثور نے کہا: یہ ہبہ جائز ہے' اس پر کسی کو گواہ بنایا جائے یا نہ بنایا جائے جب وہ دونوں فریق اس پر برقرار رہیں' اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا: یہ ہبہ ناجائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک وہی ہبہ جائز ہے جس پر قبضہ کیا گیا ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۹۶۔۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں' الماوردی نے اس ہبہ کو باطل کہا ہے اور امام غزالی نے اس ہبہ کو صحیح کہا ہے۔ ہمارے اصحاب احناف نے یہ کہا ہے کہ جس پر قرض نہیں ہے' اس کو قرض کا مالک بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس کو سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے' اور اگر اس کو قرض کا مالک بنایا جس پر قرض ہے تو پھر یہ جائز ہے کیونکہ یہ اس سے قرض کو ساقط کرنا ہے اور اس کو قرض سے بری کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۷۔۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

وَوَهَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لِرَجُلٍ دَيْنَهُ. — اور حسن بن علی علیہما السلام نے ایک شخص کے قرض کو ہبہ کر دیا۔

یعنی جس شخص پر قرض تھا' اس کو قرض سے بری کر دیا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ حَقٌّ فَلْيُعْطِهِ أَوْ لِيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ. — اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص پر کسی کا حق ہو' وہ اس کو ادا کر دے یا اس سے معاف کرا لے۔

اس تعلیق کو مسدد نے اپنی مسند میں اپنی سند کے ساتھ از حضرت سعید مقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس پر کسی کا حق ہے' وہ اس کو ادا کر دے یا اس سے معاف کرا لے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۷)

Marfat.com

فَقَالَ جَابِرٌ قُتِلَ اَبِیْ وَعَلَیْهِ دَیْنٌ، فَسَاَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غُرَمَاءَهُ اَنْ یَّقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِیْ وَیُحَلِّلُوْا اَبِیْ.

سو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے والد شہید کر دیئے گئے اور ان پر قرض تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قرض خواہوں سے یہ سوال کیا کہ وہ میرے باغ کے پھلوں کو (اپنے قرض میں) قبول کر لیں اور میرے والد کو قرض سے بَری کر دیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ کے والد کا نام حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ الخزرجی رضی اللہ عنہ ہے' یہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ یہ حدیث سند موصول کے ساتھ کتاب القرض میں گزر چکی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۰۵)

۲۶۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا یُوْنُسُ، وَقَالَ اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ شَهِیْدًا، فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِیْ حُقُوْقِهِمْ، فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَکَلَّمْتُهُ، فَسَاَلَهُمْ اَنْ یَّقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِیْ وَیُحَلِّلُوْا اَبِیْ فَاَبَوْا، فَلَمْ یُعْطِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِیْ وَلَمْ یَکْسِرْهُ لَهُمْ، وَلٰکِنْ قَالَ سَاَغْدُوْا عَلَیْكَ. فَغَدَا عَلَیْنَا حَتّٰی اَصْبَحَ، فَطَافَ فِی النَّخْلِ وَدَعَا فِیْ ثَمَرِهٖ بِالْبَرَکَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَیْتُهُمْ حُقُوْقَهُمْ، وَبَقِیَ لَنَا مِنْ ثَمَرِهَا بَقِیَّةٌ، ثُمَّ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فَاَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ اِسْمَعْ وَهُوَ جَالِسٌ یَا عُمَرُ فَقَالَ عُمَرُ اَلَا یَکُوْنُ قَدْ عَلِمْنَا اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان کے والد جنگ اُحد میں شہید کر دیئے گئے تو قرض خواہوں نے بہت شدت کے ساتھ اپنے قرض کا تقاضا کیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ درخواست کی کہ آپ ان سے یہ سوال کریں کہ وہ اپنے (قرض میں) میرے باغ کے پھلوں کو قبول کر لیں اور میرے والد کو قرض سے بَری کر دیں' پس انہوں نے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو میرا باغ نہیں دیا اور نہ ان کے لیے پھلوں کو کٹوایا' لیکن آپ نے فرمایا: میں کل صبح تمہارے پاس آؤں گا' پھر دوسرے دن صبح کو آپ ہمارے پاس آئے' آپ نے کھجور کے درختوں کے گرد ایک چکر لگایا اور اس کے پھلوں میں برکت کی دعا کی' پھر میں نے ان پھلوں کو درختوں سے اتار کر ان کے حقوق ادا کر دیئے اور باغ کے پھلوں سے ہمارے لیے پھل بچ گئے' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا' اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے' پس میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمر! سنو! اور وہ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے' پس حضرت عمر نے کہا: سنیں! ہم پہلے ہی یہ جان چکے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کی قسم! آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہوں سے یہ سوال کیا کہ وہ حضرت جابر کے باغ کے پھلوں کو قبول کر لیں اور ان کے والد کو

Marfat.com

اپنے قرض سے بَری کردیں اور اگر وہ اس کو قبول کر لیتے تو حضرت جابر کے والد ان کے قرض سے بَری ہو جاتے اور اس سے یہ ثابت ہو جاتا کہ قرض خواہ مقروض کو اپنا قرض ہبہ کر دے اور یہی اس باب کا عنوان ہے جو کچھ تکلف سے ثابت ہوتا ہے۔

۲۲ - بَابُ هِبَةِ الْوَاحِدِ لِلْجَمَاعَةِ ایک چیز جماعت کو ہبہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک چیز پوری جماعت کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

وَقَالَتْ أَسْمَاءُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَابْنِ أَبِي عَتِيقٍ وَرِثْتُ عَنْ أُخْتِي عَائِشَةَ مَالًا بِالْغَابَةِ، وَقَدْ أَعْطَانِي بِهِ مُعَاوِيَةُ مِائَةَ أَلْفٍ، فَهُوَ لَكُمَا.

اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے قاسم بن محمد اور ابن ابی عتیق سے کہا کہ مجھے اپنی بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی زمین غابہ میں بہ طور وراثت ملی تھی' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے اس زمین کے عوض ایک لاکھ درہم کی پیش کش کی تھی لیکن میں نے ان کو فروخت نہیں کی' اب یہی زمین تم دونوں کو ہدیہ ہے۔

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق کو امام ابوحنیفہ کا ردّ کرنے کے لیے وارد کیا ہے' کیونکہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک گھر دو آدمیوں کو ہبہ کرے یا کوئی سامان دو آدمیوں کو ہبہ کرے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ گھر اور سامان تقسیم ہو سکتا ہے اور انہوں نے بغیر تقسیم کے اس کے اوپر قبضہ کر لیا اور یہ جائز نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ ان میں سے ہر ایک کا حصہ الگ الگ تقسیم ہو' کیونکہ ان کے نزدیک ہبہ کی صحت کی شرط یہ ہے کہ اس پر قبضہ ہو۔

امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک ایک چیز جماعت کو ہبہ کرنا جائز ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اگر مکان کا ایک حصہ یا غلام کا ایک حصہ کسی کو ہبہ کیا جائے تو یہ جائز ہے خواہ اس کو الگ الگ تقسیم نہ کیا گیا ہو' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے۔ جنہوں نے اس کو جائز کہا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے سے فرمایا کہ وہ اس دودھ میں سے اپنا حصہ بڑے لوگوں کو دے دے اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر وہ لڑکا اپنا حصہ ان بڑے لوگوں کو دے دیتا تو ان لوگوں کا اس دودھ میں حصہ غیر منقسم اور غیر متمیز ہوتا' پس ثابت ہوا کہ غیر منقسم اور غیر متمیز چیز کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۹۷-۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ غابہ میں جو مال تھا' ہو سکتا ہے کہ وہ منقسم ہو' تو اس میں کوئی نزاع نہیں ہے کیونکہ جو مال منقسم ہو' اس کے ہبہ کرنے کو امام اعظم ابوحنیفہ جائز قرار دیتے ہیں اور اگر وہ مال غیر منقسم ہو تو اس کا عدم انقسام ہبہ پر قبضہ کے وقت ہبہ سے مانع ہے اور ہبہ کے عقد کے وقت ہبہ سے مانع نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۶۰۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی

فَشَرِبَ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ إِنْ أَذِنْتَ لِي أَعْطَيْتُ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِنَصِيبِي مِنْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَحَدًا، فَتَلَّهُ فِي يَدِهِ.

ﷺ کے پاس ایک مشروب لایا گیا' آپ نے اسے پیا' آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب بڑی عمر کے لوگ تھے آپ نے اس لڑکے سے فرمایا: اگر تم اجازت دو تو میں اس مشروب کا باقی ماندہ ان لوگوں کو عطاء کر دوں؟ اس لڑکے نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کا جو حصہ مجھے ملا ہے' اس پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا' پھر آپ نے وہ پس ماندہ مشروب جھٹکے سے اس لڑکے کی طرف بڑھا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ ان کے خیال میں اس حدیث میں غیر منقسم اور غیر متعین چیز کو ہبہ کرنے کا ثبوت ہے۔

۲۳ - بَابُ الْهِبَةِ الْمَقْبُوضَةِ وَغَيْرِ الْمَقْبُوضَةِ، وَالْمَقْسُومَةِ وَغَيْرِ الْمَقْسُومَةِ

مقبوضہ اور غیر مقبوضہ اور منقسم اور غیر منقسم چیز کو ہبہ کرنے کا بیان

مقبوضہ اور غیر مقبوضہ چیز کو ہبہ کرنے کا بیان تو گزر چکا ہے' اس حدیث سے غیر منقسم چیز کو ہبہ کرنے کا بیان مقصود ہے۔

وَقَدْ وَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِهَوَازِنَ مَا غَنِمُوا مِنْهُمْ وَهُوَ غَيْرُ مَقْسُومٍ.

اور نبی ﷺ نے ہوازن کے اصحاب کو وہ چیزیں ہبہ کیں' جو اُن سے غنیمت کے طور پر لی تھیں اور وہ چیزیں غیر منقسم تھیں۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۳۰۸' اور ۲۳۰۷ میں مذکور ہے۔

۲۶۰۳ - حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ مُحَارِبٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَضَانِي وَزَادَنِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ثابت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از محارب از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا' آپ نے مجھے (اونٹ کی) قیمت ادا کی اور زیادہ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت جابر کو جو قیمت ادا کی تھی' وہ غیر منقسم تھی مگر ان کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کا مقصود غیر منقسم چیز کو ہبہ کرنے کا جواز ہے اور یہاں پر طے شدہ قیمت سے زیادہ دینے کا جواز ہے۔

۲۶۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبٍ، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ بِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا فِي سَفَرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَوَزَنَ، قَالَ شُعْبَةُ أُرَاهُ فَوَزَنَ لِي فَأَرْجَحَ فَمَا زَالَ مِنْهَا شَيْءٌ حَتّٰى أَصَابَهَا أَهْلُ الشَّامِ يَوْمَ الْحَرَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محارب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک سفر میں نبی ﷺ کو ایک اونٹ فروخت کیا' جب ہم مدینہ آئے تو آپ نے فرمایا: مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھو' پس آپ نے (چاندی کا) وزن کیا۔ شعبہ نے کہا: پس میرے لیے وزن کیا

Marfat.com

اور زیادہ وزن کیا' پھر وہ چاندی ہمیشہ میرے پاس رہی حتیٰ کہ جنگ حرہ کے دن اہل شام نے اس کو لے لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۹ میں گزر چکی ہے' حرہ کی جنگ کا یہ واقعہ ۶۳ ھ میں ہوا تھا۔

* اس واقعہ کی تفصیل شرح صحیح مسلم: ۱۴۱۰ ۳ کے تحت ج ۳ ص ۶۱۳ تا ۶۱۰ میں بیان کی گئی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۶۰۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ لَا وَاللّٰهِ، لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا، فَتَلَّهُ فِي يَدِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مشروب لایا گیا' آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب بڑی عمر کے لوگ تھے' آپ نے لڑکے سے پوچھا: کیا تم مجھے یہ اجازت دیتے ہو کہ میں ان لوگوں کو (اپنا پس خوردہ) دے دوں؟ لڑکے نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! آپ سے جو مجھے میرا حصہ ملے گا میں اس پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا' پھر آپ نے وہ مشروب جھٹکے سے اس لڑکے کی طرف بڑھا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غیر منقسم چیز کے ہبہ کرنے کا ذکر ہے۔

۲۶۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ دَعُوهُ، فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا. وَقَالَ اشْتَرُوا لَهُ سِنًّا فَأَعْطُوهَا إِيَّاهُ. فَقَالُوا إِنَّا لَا نَجِدُ سِنًّا إِلَّا سِنًّا هِيَ أَفْضَلُ مِنْ سِنِّهِ، قَالَ فَاشْتَرُوهَا، فَأَعْطُوهَا إِيَّاهُ، فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عثمان بن جبلہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرض تھا (اس نے سختی سے تقاضا کیا) آپ کے اصحاب نے اس کو ڈانٹنے یا مارنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ جس کا حق ہوتا ہے' اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے' اور فرمایا: اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ خرید کر اس کو دے دو۔ صحابہ نے کہا: ہم کو اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ نہیں ملا' مگر اس کے اونٹ کی عمر سے زیادہ عمر کا اونٹ ملا ہے' آپ نے فرمایا: وہی اونٹ خرید کر اس کو عطاء کر دو' تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو تم میں سے سب سے بہتر قرض ادا کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اونٹ کی عمر سے زیادہ عمر کے اونٹ کو عطاء کرنے کا حکم دیا اور یہ زیادتی غیر منقسم ہے۔

Marfat.com

٢٤ - بَابٌ إِذَا وَهَبَ جَمَاعَةٌ لِقَوْمٍ

٢٦٠٧، ٢٦٠٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ فِي الْمُسْلِمِينَ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هٰؤُلَاءِ جَاؤُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلٰى حَظِّهِ حَتّٰى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ طَيَّبْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيهِ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتّٰى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ. فَرَجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا. وَهٰذَا الَّذِي بَلَغَنَا مِنْ سَبْيِ هَوَازِنَ. هٰذَا آخِرُ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ، يَعْنِي فَهٰذَا الَّذِي بَلَغَنَا.

جب ایک جماعت کسی قوم کو ہبہ کرے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مروان بن الحکم اور حضرت مسور بن مخرمہ' ان دونوں نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب آپ کے پاس ہوازن کے مسلمانوں کا وفد آیا' انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کی طرف ان کے اموال اور ان کے قیدی واپس کر دیں' آپ نے ان سے فرمایا: میرے ساتھ جتنی بڑی جماعت ہے اس کو تم بھی دیکھ رہے ہو اور میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو' تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لو' یا قیدیوں کو یا اموال کو' اور میں نے تو تمہارا (پہلے ہی) انتظار کیا تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف سے لوٹے تھے تو آپ نے ان کا دس سے زیادہ راتوں تک انتظار کیا تھا' پھر جب ہوازن کے لوگوں پر یہ منکشف ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف صرف دو چیزوں میں سے ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں' تو آپ مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے' پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی ایسی ثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر فرمایا: حمد و ثناء کے بعد سنو! بے شک تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میری یہ رائے ہے کہ میں ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں' پس تم میں سے جو شخص خوشی سے اس پر عمل کرے سو وہ کرے اور تم میں سے جو شخص اپنا حصہ پسند کرتا ہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ (اس کے بعد) جو پہلا مال غنیمت عطاء فرمائے گا' ہم اس میں سے اس کو عطاء کر دیں گے تو وہ ایسا کرلے' تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے خوشی سے ایسا کر لیا' تو آپ نے ان سے فرمایا: ہم (از خود) نہیں جانتے کہ تم میں سے وہ کون ہیں' جنہوں نے خوشی سے اجازت دی ہے اور وہ کون ہیں جنہوں نے خوشی سے اجازت نہیں دی ہے' تم لوگ واپس جاؤ حتیٰ کہ ہمارے پاس اپنے کارمختاروں (سیکرٹریوں) اور اپنے معاملات میں غور کرنے والوں کو بھیجو' پھر لوگ واپس گئے اور اپنے کارمختاروں سے

مشورہ کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس آئے اور آپ کو یہ خبر دی کہ انہوں نے خوشی سے ایسا کیا ہے اور اجازت دی ہے۔ (امام بخاری نے کہا:) ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ہم کو جو خبر ملی ہے' یہ زہری کا آخری قول ہے جو ہم تک پہنچا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۸' اور ۲۳۰۷ میں گزر چکی ہے۔

صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام بخاری' امام ابوحنیفہ کا رد کرنا چاہتے ہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک غیر منقسم اور غیر متمیز چیز کا ہبہ صحیح نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوازن کے لوگوں کو جوان کے قیدی ہبہ کیے تھے' وہ غیر منقسم اور غیر متمیز ہی تھے' علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ امام ابوحنیفہ ہبہ شرعیہ میں ایسا کہتے ہیں اور یہ ہبہ شرعیہ نہیں تھا کیونکہ آپ نے ان کے قیدی ان کو واپس کیے تھے اور کسی کی چیز اس کو واپس کرنا عرف میں ہبہ نہیں کہلاتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث عنوانِ باب کے مطابق نہیں ہے۔

۲۵ - بَابُ مَنْ اُهْدِيَ لَهٗ هَدِيَّةٌ وَعِنْدَهٗ جُلَسَاؤُهٗ فَهُوَ اَحَقُّ

جس شخص کو' کوئی ہدیہ پیش کیا گیا اور اس کے پاس اس کے ہم مجلس تھے تو وہ شخص خود اس کا زیادہ حق دار ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو مجلس میں ہدیہ پیش کیا گیا تو شرکاء مجلس کی بہ نسبت وہ شخص خود اس ہدیہ کا زیادہ حق دار ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ جُلَسَاءَهٗ شُرَكَاءُهٗ وَلَمْ يَصِحَّ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس کے ہم مجلس بھی اس ہدیہ میں شریک ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو' کوئی ہدیہ پیش کیا گیا اور اس کے پاس کچھ لوگ بھی بیٹھے ہوں تو وہ لوگ بھی اس ہدیہ میں شریک ہیں۔ امام بیہقی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف (یعنی قولِ صحابی) ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۸۳' نشر السنۃ' ملتان)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام عبد بن حمید نے روایت کیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی مندل بن علی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس کو محمد بن مسلم الطائفی نے بھی روایت کیا ہے' اس کی سند میں عمرو ضعیف راوی ہے' امام عبدالرزاق نے کہا ہے کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ موقوف ہے' العقیلی نے کہا ہے کہ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سند صحیح کے ساتھ کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے پیش نظر مجلس کے ہدایا میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر بالفرض یہ حدیث ثابت ہو کہ مجلس کے ہم نشین بھی ہدیہ میں شریک ہوتے ہیں' تو فقہاء کے نزدیک اس پر عمل کرنا مستحب

Marfat.com

ہے اور اس ہدیہ سے مراد معمولی ہدیے ہیں جن کو دینے میں عموماً لوگ بخل نہیں کرتے اور جو ہدیے قیمتی ہوں جیسے دکانیں' مکانات اور قیمتی مال تو ان کا مستحق وہ شخص ہے جس کو مجلس میں ہدیہ دیا گیا ہے' جیسا کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے۔
کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اونٹ کا تقاضا کیا تھا اور اس کے اونٹ کی عمر کی مثل کا اونٹ نہیں ملا تو آپ نے فرمایا: اس کو اس کے اونٹ سے افضل اونٹ دے دو' اور اس فضیلت میں آپ نے حاضرین مجلس میں سے کسی کو شریک نہیں کیا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو لوگوں کے سامنے اونٹ ہبہ کیا اور ان لوگوں کو کچھ نہیں دیا۔ اسی کے موافق مذاہب فقہاء ہیں۔

امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ہارون رشید نے ان کی طرف مال کثیر کا ہدیہ بھیجا' اس وقت وہ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' ان اصحاب میں سے کسی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تمہارے ہم نشین بھی ہدیے میں شریک ہوتے ہیں' تو امام ابو یوسف نے کہا: اس قسم کا ہدیہ اس حدیث کا محمل نہیں ہے' اس حدیث کا محمل معمولی قسم کے ہدیے ہیں' یعنی جو کھانے پینے کی چیزیں ہوں جن کو لوگ خوشی سے دوسروں کو دے دیتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۰۱۔ ۱۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۶۰۹- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ' عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ' عَنْ اَبِي سَلَمَةَ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَخَذَ سِنًّا' فَجَاءَهُ صَاحِبُهُ يَتَقَاضَاهُ' فَقَالَ اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا. ثُمَّ قَضَاهُ اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ' وَقَالَ اَفْضَلُكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سلمہ بن کہیل از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے (کسی سے) ایک عمر کا اونٹ لیا' اس کا مالک آپ کے پاس تقاضا کرنے کے لیے آیا' آپ نے فرمایا: صاحب حق کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے' پھر آپ نے اس کا حق ادا کیا اور اس کی عمر کے اونٹ سے افضل اونٹ عطاء کیا اور فرمایا: تم میں سے سب سے افضل شخص وہ ہے' جو سب سے عمدہ قرض ادا کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجلس میں اس قرض خواہ کو زیادہ عمر کا اونٹ عطاء کیا اور اس زیادتی میں اس مجلس کے شرکاء کو شریک نہیں کیا۔

۲۶۱۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ' عَنْ عَمْرٍو' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ' فَكَانَ عَلٰى بَكْرٍ لِعُمَرَ صَعْبٍ' فَكَانَ يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَيَقُوْلُ اَبُوْهُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ' لَا يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعْنِيْهِ. فَقَالَ عُمَرُ هُوَ لَكَ' فَاشْتَرَاهُ' ثُمَّ قَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ' فَاصْنَعْ بِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ جاتا تھا اور ان کے والد (حضرت عمر) ان سے کہتے تھے: اے عبداللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے کہا: یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو' حضرت عمر نے کہا: یہ آپ کا ہی ہے' سو آپ نے

Marfat.com

مَا شِئْتَ.

اس کو خرید لیا' پھر آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! یہ تمہارا ہے' تم اس کا جو چاہو کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۱۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری کا اس حدیث کی روایت سے بھی یہی مقصد ہے کہ آپ نے اور لوگوں کی موجودگی میں وہ اونٹ حضرت عمر کو عطاء کیا اور اس میں اور لوگوں کا حصہ نہیں تھا۔

۲۶ - بَابُ اِذَا وَهَبَ بَعِيْرًا لِرَجُلٍ وَهُوَ رَاكِبُهٗ فَهُوَ جَائِزٌ

جب کوئی شخص کسی ایسے مرد کو اونٹ ہبہ کرے جو اس اونٹ پر سوار ہو تو یہ جائز ہے

۲۶۱۱ - وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ' وَكُنْتُ عَلٰى بَكْرٍ صَعْبٍ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ. فَابْتَاعَهٗ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ.

اور حمیدی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ اونٹ مجھ کو فروخت کر دو' پھر آپ نے اس کو خرید لیا' پس آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! یہ تمہارا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابُ هَدِيَّةِ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا

جس (لباس) کا پہننا مکروہ ہو' اس (لباس) کو ہدیہ کرنا

۲۶۱۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ' فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' لَوِ اشْتَرَيْتَهَا فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ' قَالَ اِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ. ثُمَّ جَاءَتْ حُلَلٌ' فَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ مِنْهَا حُلَّةً' وَقَالَ اَكَسَوْتَنِيْهَا' وَقُلْتَ فِيْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ؟ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا. فَكَسَا عُمَرُ اَخًا لَهٗ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازہ کے پاس سِیَراء (ایک قسم کا ریشم) کا حُلّہ دیکھا' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ اس حُلّہ کو خرید لیں تو اس کو جمعہ کے دن پہنا کریں اور جب کوئی وفد آئے' تو آپ نے فرمایا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر حُلّے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے حضرت عمر کو ایک حُلّہ دیا' حضرت عمر نے کہا: آپ نے مجھے پہننے کے لیے یہ حُلّہ دیا ہے' اور آپ نے عُطارد کے حُلّہ کے متعلق جو کہا تھا سو کہا تھا' تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو یہ اس لیے نہیں دیا کہ تم اس کو پہنو' پھر حضرت عمر نے وہ حُلّہ مکہ میں اپنے ایک مشرک بھائی کو دے دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ مکروہ

Marfat.com

چیز کو بھی ہدیہ میں دینا جائز ہے کیونکہ مردوں کو ریشم پہننا مکروہ ہے اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو ریشمی حلّہ کا ہدیہ دیا۔ اس حدیث میں حضرت عمر کے جس بھائی کا ذکر ہے وہ ان کے رضاعی یا اخیانی (ماں شریک) بھائی تھے۔

٢٦١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ اَبِيْهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ بِنْتِهٖ فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا، وَجَاءَ عَلِيٌّ فَذَكَرَتْ لَهٗ ذٰلِكَ، فَذَكَرَهٗ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ عَلٰى بَابِهَا سِتْرًا مَوْشِيًّا. فَقَالَ مَا لِيْ وَلِلدُّنْيَا فَاَتَاهَا عَلِيٌّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهَا، فَقَالَتْ لِيَاْمُرْنِيْ فِيْهِ بِمَا شَاءَ، قَالَ تُرْسِلُ بِهٖ اِلٰى فُلَانٍ، اَهْلِ بَيْتٍ بِهِمْ حَاجَةٌ. (سنن ابوداؤد: ٤١٤٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از والد خود از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو اس میں داخل نہیں ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت سیدہ نے اس کا ذکر کیا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے ان کے دروازہ پر ایک منقش پردہ دیکھا، تو میں نے کہا: مجھے دنیا کی زینت سے کیا سروکار ہے! پھر حضرت سیدہ فاطمہ کے پاس حضرت علی آئے اور ان کو (آپ کے اندر نہ آنے کی) یہ وجہ بتائی تو حضرت سیدہ نے کہا: انہیں چاہیے کہ وہ اس کے متعلق مجھے جو حکم چاہیں وہ دیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اس پردہ کو فلاں گھر والوں کے پاس بھیج دیں انہیں اس کی ضرورت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن جعفر بن ابی الحسین ابوجعفر حافظ کوفی (۲) محمد بن فضیل بن غزوان (۳) ان کے والد فضیل بن غزوان بن جریر ابوالفضل الضبی الکوفی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۵)

حدیث میں مذکور پردہ کو ناپسند کرنے کی وجہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کے لیے وہ پردہ ناپسند فرمایا کیونکہ حضرت سیدہ ان لوگوں میں سے تھیں جن کی رغبت آخرت میں ہوتی ہے اور وہ دنیا کی زندگی میں اپنی پسندیدہ چیزوں سے خوش نہیں ہوتیں اس کے باوجود آپ نے فلاں گھر والوں کے لیے اس پردہ کو دینے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ ناپسندیدہ چیز کا بھی ہدیہ دینا جائز ہے۔

٢٦١٤ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَهْدٰى اِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةَ سِيَرَاءَ، فَلَبِسْتُهَا، فَرَاَيْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهٖ فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِيْ. [اطراف الحدیث: ٥٣٦٦-٥٨٤٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبدالملک بن میسرہ نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا از حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سیراء کا (ریشمی) حلّہ ہدیہ کیا گیا تھا میں نے اس کو پہن لیا تو میں نے آپ کے چہرہ پر غضب کے آثار دیکھے تو میں نے اس کو شق کر کے اسے (اپنی قوم کی) عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۷۱، الرقم المسلسل: ۵۳۱۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۴۳، سنن نسائی: ۵۲۹۶، مسند البزار: ۷۳۱، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۹ طبع قدیم، مسند

احمد:۱۷۱۱۱-ج ۲۲ص ۳۶۷'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

''سیراء'' کا معنی'مردوں کے لیے ریشم پہننا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی اور حضرت علی نے ----- حُلّہ کے چار ٹکڑے کن عورتوں کو دیئے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''سیراء'' کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: خالص ریشم۔

نیز اس میں مذکور ہے:میں نے آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے'بہ ظاہر اس کا معنی ہے:مردوں کے لیے ریشم پہننا مکروہ تحریمی ہے'المہلب کے بھائی ابوعبداللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اگر ریشم کا پہننا حرام ہوتا تو فقط آپ کے چہرے پر غضب کے آثار نہ ہوتے بلکہ آپ اس سے صراحۃً منع فرماتے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حُلّہ کا ہدیہ دینے والا کون تھا؟ تو علماء نے کہا ہے کہ وہ دُومہ کا بادشاہ اُکَیدر تھا' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ دومۃ الجندل ایک جگہ کا نام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے اس حلّہ کو پھاڑ کر اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا'اس سے مراد ہے:اپنی قوم کی عورتوں کے درمیان'اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ میں نے اپنی ازواج کے درمیان تقسیم کر دیا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں حضرت سیّدہ فاطمہ کے علاوہ حضرت علی کی اور کوئی زوجہ نہیں تھی اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: میں نے اس حلّہ کو پھاڑ کر چار دوپٹے بنائے' ایک دوپٹہ اپنی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے لیے' دوسرا دوپٹہ اپنی زوجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے' تیسرا دوپٹہ حضرت فاطمہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے لیے' چوتھے کو راوی بھول گیا' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حق کے مشابہ یہ ہے کہ چوتھا دوپٹہ حضرت فاطمہ بنت شیبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا کے لیے تھا جو حضرت علی کے بھائی عقیل کی زوجہ تھیں اور ابوالعلاء بن سلیمان نے کہا ہے کہ یہ حضرت ام ھانی ء فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے لیے تھا' اس کے علاوہ دو قول اور ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ص ۲۳۷-۲۳۶'دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

۲۸ - بَابُ قَبُوْلِ الْھَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کا جواز

امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے' جس میں مشرک کے ہدیہ کو قبول کرنے کی ممانعت ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مُلاعب الاسنّہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ہدیہ لے کر آیا' آپ نے اس کے سامنے اسلام کو پیش کیا تو اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔الحدیث

(حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۴۷'دارالکتاب العربی' بیروت'۱۴۰۲ھ)

کفار اور مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کے جواز کے متعلق احادیث

مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کے جواز کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قُتیلہ بنت عبدالعزّی اپنی بیٹی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس چند عَلدْ گوہ' کڑوی سبزیاں اور گھی کے ہدیے لے کر آئیں تو حضرت اسماء نے ان کے ہدیے قبول کرنے اور ان کو اپنے گھر میں داخل کرنے سے منع کر دیا (کیونکہ وہ مشرکہ تھیں)' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

Marfat.com

لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ○ (الممتحنہ:۸)

اور اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے اور تھوڑا تھوڑا دینے سے نہیں منع فرماتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا' بے شک اللہ تھوڑا تھوڑا دینے والوں کو بھی پسند فرماتا ہے ○

تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی (مشرکہ) والدہ کے ہدیہ کو قبول کر لیں اور ان کو اپنے گھر میں آنے دیں۔

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد نے اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند کو عمدہ قرار دیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی مصعب بن ثابت ہے' اس کو امام احمد اور دیگر نے ضعیف کہا ہے اور امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۲' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ المقوقس القبطی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو باندیاں ہبہ کیں' ان میں سے ایک حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں' اور دوسری باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیں اور یہ حضرت عبد الرحمان بن حسان رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں اور اس نے آپ کو ایک خچر ہبہ کیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا۔ (مسند البزار: ۱۹۳۵' بیروت)

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ روم کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چند ہدیے بھیجے اور اس نے آپ کی طرف جو ہدیے بھیجے تھے' ان میں ایک گھڑا تھا جس میں ادرک تھی' آپ نے ہر شخص کو اس میں سے ایک ٹکڑا کھلایا اور مجھے بھی اس میں سے ایک ٹکڑا کھلایا۔ (المعجم الاوسط: ۴۴۳۸۔ ج ۳ ص ۲۰۹' مکتبۃ المعارف' ریاض)

اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس کی سند کا ایک راوی عمرو بن حکام ضعیف ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دادا روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری لے کر آئی' آپ نے اس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا کھالیا' پھر اس عورت کو پکڑ کر لایا گیا' صحابہ نے عرض کیا: کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر میں ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلق کے کوے میں اس کا اثر پہچانتا رہا۔

(المعجم الاوسط: ۴۴۳۸۔ ج ۳ ص ۲۰۹' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۷ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ المقوقس صاحب الاسکندریہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف شام کی بنی ہوئی لکڑی کی سرمہ دانی اور آئینہ اور کنگھی بھیجی۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۳' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ذی یزن کے بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک گھڑا بھیجا جس میں ''من'' تھا' آپ نے اس کو قبول فرمالیا۔

اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ہے' اس کو ضعیف کہا گیا ہے اور اس کی توثیق

Marfat.com

بھی کی گئی ہے۔ (مَنّ سے مراد شہد کی طرح میٹھی چیز ہے) (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۳' دار الکتاب العربی بیروت)

مشرکین کے ہدایا کو قبول کرنے کی ممانعت اور جواز کی احادیث میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے متعدد احادیث روایت کی ہیں' جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے' امام طبری نے مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کی ممانعت میں اور ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور عام مسلمانوں کے لیے قبول کرنا جائز ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہدیہ قبول فرمایا ہے' دیگر علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جو کافر دوستی اور محبت کے اعتبار سے ہدیہ دیں' ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور جن کے اسلام لانے کی اُمید ہو' ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جو کفار اہل کتاب سے ہوں' ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اور جو کفار بت پرست ہوں' ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے' اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ممانعت اُمراء کے لیے ہے اور جواز عوام کے لیے ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ' بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس بحث میں اسی طرح لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاجَرَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ، فَدَخَلَ قَرْيَةً فِيْهَا مَلِكٌ اَوْ جَبَّارٌ، فَقَالَ اَعْطُوْهَا اٰجَرَ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی' پس وہ ایک ایسی بستی میں داخل ہوئے جس میں کافر بادشاہ تھا' یا فرمایا: ظالم بادشاہ تھا' پھر اس بادشاہ نے کہا: (حضرت) سارہ کو اجر (ھاجر) عطاء کردو۔

اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے' اس کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ' ظالم بادشاہوں میں سے ایک ظالم بادشاہ کی بستی میں پہنچے' اس ظالم بادشاہ کو بتایا گیا کہ ایک مرد سب سے حسین عورت کے ساتھ آیا ہے' اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اپنا ایک نمائندہ بھیجا اور حضرت سارہ کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتایا کہ یہ میری بہن ہے' پھر حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے فرمایا: اے سارہ! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے' اور اس بادشاہ نے تمہارے متعلق سوال کیا تو میں نے اس کو بتایا ہے کہ تم میری (دینی) بہن ہو' سو تم میری تکذیب نہ کرنا (یعنی مجھے جھوٹا نہ کرنا)' اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بُلوالیا' جب حضرت سارہ وہاں پہنچیں تو اس نے اپنا ہاتھ حضرت سارہ کی طرف بڑھایا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہوگیا' پس اس نے کہا: آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں' میں آپ کو کوئی نقصان نہیں دوں گا' حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا ہاتھ درست کر دیا گیا' اس نے پھر دوسری بار اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس کے ہاتھ کو پھر اسی طرح یا اس سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ پکڑ لیا گیا' پس اس نے کہا: آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں' میں آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا' پس حضرت سارہ نے دعا کی تو اس کو چھوڑ دیا گیا' پھر اس نے اپنے بعض کارندوں کو بلایا' پس ان سے کہا: تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے تم میرے پاس کسی جنّیہ کو لے آئے ہو' اور اس نے حضرت سارہ کو ھاجر بہ طور خادمہ دے دیں۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۳۳۵۸، ۲۲۱۷ صحیح مسلم: ۲۳۷۱ ملخصاً 'دار الفکر بیروت)

اس حدیث کو امام بخاری نے اس عنوان میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے کیونکہ اس کافر بادشاہ نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجر کا ہدیہ دیا' حضرت سارہ نے اس کو قبول کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو مقرر رکھا۔

حضرت ھاجر کی مختصر سوانح

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ھاجر کے متعلق اختلاف ہے' مقاتل نے کہا: یہ حضرت ھود علیہ السلام کی اولاد سے ہیں' اور ضحاک نے کہا: یہ بادشاہِ مصر کی بیٹی ہیں اور وہ بادشاہ منف میں رہنے والا تھا اور اس کے اوپر ایک اور بادشاہ تھا' اور کہا گیا ہے کہ اس بادشاہ پر فرعون غالب آ گیا' سو اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی کو قید کر دیا' پھر اس نے وہ حضرت سارہ کو ہبہ کر دیں اور حضرت سارہ نے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے مباشرت کی تو ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت سارہ کی مختصر سوانح

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ھاران کی بیٹی تھیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بہن تھیں' جیسا کہ علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے اور السدی نے کہا ہے کہ حضرت سارہ حران بادشاہ کی بیٹی تھیں' ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خبر پہنچی تو وہ آپ کے اوپر ایمان لے آئیں اور بتوں کی عبادت کرنے پر انہوں نے اپنی قوم کی مذمت کی' پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حران میں آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَاُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سَمٌّ.

اور نبی ﷺ کو ایک بکری ہبہ کی گئی جس میں زہر تھا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۶۱۷ میں آ رہی ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ اَهْدٰى مَلِكُ اَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ' وَكَسَاهُ بُرْدًا' وَكَتَبَ لَهٗ بِبَحْرِهِمْ.

اور ابو حمید نے کہا کہ ایلہ کے بادشاہ نے نبی ﷺ کو ایک سفید خچر ہدیہ کیا اور آپ کو چادر پہنائی اور آپ نے اس کے لیے اس کے علاقہ اور اس کے شہر کی حکومت لکھ دی۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں ایلہ کا ذکر ہے' یہ مصر سے مکہ کی طرف جانے والے راستہ میں ساحل سمندر کے ساتھ ایک شہر ہے' اس حدیث میں ''بحر'' کا لفظ ہے' اس سے مراد سمندر نہیں ہے بلکہ سمندر کے کنارے آباد شہر مراد ہے۔

۲۶۱۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ' عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ' وَكَانَ يَنْهٰى عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نبی

Marfat.com

الْحَرِيرِ، فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا. [اطراف الحدیث:۲۶۱۶۔ ۳۲۴۸] (صحیح مسلم:۲۴۶۹، الرقم المسلسل:۶۲۴۵)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سُندُس (باریک ریشم) کا جبہ ہدیہ کیا گیا اور آپ ریشم پہننے سے منع فرماتے تھے لوگوں کو اس (ریشمی جبہ) سے بہت تعجب ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ حسین ہیں۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشمی جبہ ہدیہ کیا گیا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے اس ریشمی جبہ کو پہنا بھی ہو امام بخاری نے یہ حدیث صرف اس لیے روایت کی ہے کہ یہ جبہ آپ کو اُکیدر دُومہ نے ہدیہ کیا تھا اور وہ مشرک تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کافر اور مشرک کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔

۲۶۱۶ - وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ إِنَّ أُكَيْدِرَ دُوْمَةَ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور سعید نے کہا از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ اُکیدر دُومہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۶۱۵ میں گزر چکی ہے۔

اُکیدر دُومہ کا مختصر تذکرہ

اُکیدر اُکدر کی تصغیر ہے' یہ عبد الملک بن عبد الجن کا بیٹا تھا' یہ کندہ کی طرف منسوب تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف حضرت خالد بن الولید کو ایک لشکر میں بھیجا تھا' انہوں نے اس کو قید کر لیا اور اس کے بھائی حسان کو قتل کر دیا' اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ میں لے کر آئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اس پر صلح کر لی کہ یہ جزیہ ادا کرے گا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو رہا کر دیا۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ اس کے اسلام قبول کرنے میں اختلاف ہے۔ الباذری نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تھا تو اس نے اسلام قبول کر لیا تھا' پھر یہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو پھر یہ مرتد ہو گیا' پھر جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق سے شام کی طرف لوٹے تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' اور اُکیدر' دُومۃ کا بادشاہ تھا۔

دُومۃ' تبوک کے قریب ایک شہر ہے' جس میں کھجور کے درخت ہیں' یہ مدینہ سے دس مراحل دور ہے' اور دمشق سے آٹھ مراحل دور ہے اور اس کا نام دُومۃ الجندل ہے' جندل کا معنی پتھر ہے اور دُومۃ کا معنی کسی چیز کا اجتماع ہے اور اس کو دُومۃ الجندل اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں بہت زیادہ پتھر مجتمع ہیں۔

امام ابویعلیٰ نے سند قوی کے ساتھ حضرت قیس بن النعمان سے یہ روایت کی ہے کہ جب یہ آیا تو یہ ریشم کی ایک قباء (ایک قسم کی شیروانی) جس پر سونے کی کڑھائی کی ہوئی تھی' لے کر آیا اور وہ آپ کو ہدیہ کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو واپس کر دیا' پھر آپ کو ہدیہ مسترد کرنے کا افسوس ہوا تو آپ نے اس سے رجوع کر لیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ یہ عمر (رضی اللہ) کو دے دو' اور امام مسلم کی روایت (صحیح مسلم:۲۰۷۱) میں ہے کہ اُکیدر دُومہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ریشمی کپڑا ہبہ کیا تھا تو آپ نے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور حضرت علی نے اس کے دوپٹے بنا کر اپنی قوم کی چار خواتین میں تقسیم کر دیئے' اس کی تفصیل صحیح البخاری:۲۶۱۴ میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۲-۲۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✻ باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم:۵۲۸۷۔ ج ۶ ص ۳۳۸' اور شرح صحیح مسلم:۵۳۰۸۔ ج ۶ ص ۳۴۵ میں مذکور ہے اس کی شرح کے درج ذیل عنوان ہیں:

① کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ ② مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل ③ سونے چاندی کے بٹن اور گھڑی کے چین کا حکم۔

۲۶۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُوْمَةٍ فَاَكَلَ مِنْهَا، فَجِيْءَ بِهَا، فَقِيْلَ اَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ فَمَا زِلْتُ اَعْرِفُهَا فِيْ لَهَوَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح مسلم: ۲۱۹۰، الرقم المسلسل: ۵۵۹۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۰۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری لے کر آئی' آپ نے اس سے کچھ (گوشت) کھایا' پھر اس عورت کو آپ کے پاس لایا گیا' پس آپ سے کہا گیا: ہم اس کو قتل نہ کردیں! (آپ نے فرمایا: نہیں! صحیح مسلم: ۲۱۹۰) پھر میں ہمیشہ اس زہر کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلق کے کوے میں پہچانتا رہا۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس یہودی عورت کا نام زینب تھا اور اس کے اسلام لانے میں اختلاف ہے۔

اس حدیث میں ''لَهَوَات'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حلق کا کوا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہل کتاب کے طعام کو تفتیش کیے بغیر کھانا جائز ہے۔

نیز اس سے معلوم ہوا کہ تمام اُمور کو اس وقت تک صحت پر محمول کرنا چاہیے جب تک کہ ان کے خلاف دلیل قائم نہ ہو۔

اسی طرح جو چیز مسلمانوں کے بازار میں فروخت ہوتی ہو' اس کو اس وقت تک صحت پر محمول کرنا چاہیے جب تک کہ اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

زہر آلود گوشت کھانے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اثر کی تحقیق اور مصنف کی نکات آفرینی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں زہر پہنچا لیکن اس کے اثر سے اسی وقت آپ کی وفات نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اثر کو روک لیا اور تین سال بعد اس کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی اور یہ بھی آپ کا معجزہ ہے اور اس میں یہ حکمت تھی کہ آپ میں شہادتِ سرّیہ کا وصف متحقق ہو۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم تھا کہ بکری کے اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے' اس کے باوجود آپ نے اس زہر آلود گوشت کو کھایا تو یہ اپنے نفس کی ہلاکت کا سبب ہے اور یہ جائز نہیں ہے' اور اگر آپ کو یہ علم نہیں تھا تو یہ آپ کے علم غیب کی نفی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس گوشت کو کھانے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس طرف توجہ نہیں تھی کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر مطلع فرما دیا تھا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے' لہٰذا یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطائی علم غیب کے منافی نہیں ہے اور ذاتی علم غیب کے ہم قائل نہیں ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک زہرآلود بکری کا ہدیہ دیا یا بھنا ہوا زہرآلود بھیڑ کے بچہ کا ہدیہ دیا' جب اس نے وہ گوشت آپ کے قریب کیا اور لوگوں نے اس کو کھانے کے لیے اپنے ہاتھ بڑھائے تو آپ نے (صحابہ سے) فرمایا: رُک جاؤ! کیونکہ اس کے اعضاء میں سے ایک عضو نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے' پھر آپ نے اس عورت کو بلایا اور اس سے پوچھا: کیا تم نے اس میں زہر ملایا تھا؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے پوچھا: تم کو اس کام پر کس نے برانگیختہ کیا؟ اس عورت نے کہا: میں نے یہ چاہا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو لوگ آپ سے راحت میں آجائیں گے اور اگر آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اس زہر پر مطلع فرما دے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو سزا نہیں دی۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ص ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ذکر کی ہے' اس میں مذکور ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا' اس عورت نے پوچھا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: میرے ہاتھ میں اس بکری کا اگلا پایہ ہے' اس نے مجھے بتایا ہے۔ اس عورت نے کہا' اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۴ص ۲۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بکری کے اعضاء بھی آپ کی رسالت کو پہچانتے تھے' آپ سے کلام کرتے تھے اور اپنے حال کی آپ کو خبر دیتے تھے اور یہ آپ کی نبوت اور رسالت پر قوی معجزہ ہے۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

الزہری نے کہا: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کندھے پر فصد لگوائی اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سال زندہ رہے' حتیٰ کہ پھر آپ کو وہ درد ہوا جس میں آپ کی وفات ہوگئی' آپ نے فرمایا: میں نے غزوۂ خیبر کے موقع پر بکری کا جو گوشت کھایا تھا' اس سے اب میری پشت کی رگ کے کٹنے کا وقت ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شہادت کی حالت میں ہوئی۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ص ۲۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر زہر کھانے کا اثر نہ ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تین سال تک اثر نہ ہونے کی وضاحت

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابویعلیٰ' امام بیہقی اور امام ابونعیم نے ابوالسفر سے روایت کی ہے کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ الحیرہ میں پہنچے تو لوگوں نے ان سے کہا: آپ زہر سے بچیں کہیں عجمی لوگ آپ کو زہر نہ کھلا دیں' حضرت خالد بن ولید نے کہا: تم میرے پاس زہر لاؤ اور کہا: بسم اللہ! اور زہر کھا لیا' ان پر زہر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

کلبی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت خالد بن الولید الحیرہ میں گئے' لوگوں نے ان کے پاس عبدالمسیح (عیسائی پادری) کو ایک گھنٹہ میں ختم کر دینے والا زہر دے کر بھیجا' اس کے پاس زہر تھا' حضرت خالد نے کہا: مجھے زہر دو' پھر انہوں نے اس کو اپنی ہتھیلی میں رکھ کر کہا: اللہ کے نام سے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے' اللہ کے نام ہے' جس کے نام کے ساتھ کوئی بیماری ضرر نہیں دیتی' پھر حضرت خالد بن ولید نے وہ زہر کھا لیا' عبدالمسیح اپنی قوم میں واپس گیا' اور اس نے کہا: اس نے وہ زہر کھا لیا اور اس کو کوئی ضرر نہیں ہوا' سو تم لوگ ان سے صلح کر لو۔ (جامع کرامات الاولیاء جز ۱ص ۱۳۵' مرکز اہل سنت' برکات رضا)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ نے بھی اس کو لکھا ہے۔ (جمال الاولیاء ص ۳۷' مکتبہ اسلامیہ' لاہور)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس زہر کا اگرچہ فی الفور اثر نہیں ہوا تھا اور اس سے آپ کی فی الفور وفات نہیں ہوئی لیکن آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں مسلسل اس کھانے کے درد کو محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ وقت ہے کہ میں اس زہر کے اثر سے اپنی پشت کی رگ کے کٹنے کو پا رہا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر زہر کا اثر نہیں ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اثر ہوا۔ اس سے بہ ظاہر حضرت خالد کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت اور برتری معلوم ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس زہر کا اثر برقرار رکھنے سے آپ میں شہادت کے وصف کو برقرار رکھنا مقصود تھا' جب کہ آپ کو جس طرح یہ علم دیا گیا تھا کہ یہ بکری زہر آلود ہے' اسی طرح آپ کو یہ بھی علم دیا گیا تھا کہ آپ پر اس زہر کا فی الفور اثر نہیں ہوگا اور چونکہ آپ میں معنوی شہادت کو متحقق کرنا ہے' اس لیے آپ پر اس کا بہ تدریج اثر ہو گا اور یہی زہر اپنے وقت مقرر میں آپ کی وفات کا سبب ہوگا۔

رہا حضرت خالد بن ولید پر زہر کا اثر نہ ہونا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیوں کے سامنے اسلام کی حقانیت ظاہر کی جائے کہ کوئی چیز اپنی ذات میں مؤثر نہیں ہے اور اگر اللہ چاہے تو زہر کھانے کے باوجود اس کا اثر نہیں ہو سکتا اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خالد کو الہام سے اس پر مطلع کر دیا ہو کہ ابھی ان کی موت کا وقت نہیں آیا' لہٰذا تین سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس زہر کا اثر نہ ہونا آپ کا معجزہ ہے اور حضرت خالد پر اس زہر کا اثر نہ ہونا ان کی کرامت ہے۔

٢٦١٨ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ طَعَامٌ؟ فَاِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ اَوْ نَحْوُهُ، فَعُجِنَ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُّشْرِكٌ، مُشْعَانٌّ طَوِيْلٌ، بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعًا اَمْ عَطِيَّةً، اَوْ قَالَ اَمْ هِبَةً. قَالَ لَا، بَلْ بَيْعٌ، فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً، فَصُنِعَتْ، وَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوَادِ الْبَطْنِ اَنْ يُّشْوٰى، وَاَيْمُ اللّٰهِ، مَا فِي الثَّلَاثِيْنَ وَالْمِائَةِ اِلَّا قَدْ حَزَّ (بِسَوَادِ) النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ حُزَّةً مِّنْ سَوَادِ بَطْنِهَا، اِنْ كَانَ شَاهِدًا اَعْطَاهَا اِيَّاهُ، وَاِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَاَ لَهُ، فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَيْنِ، فَاَكَلُوْا اَجْمَعُوْنَ وَشَبِعْنَا، فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ، فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيْرِ، اَوْ كَمَا قَالَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی عثمان از حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک سو اور تیس افراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی شخص کے پاس طعام ہے؟ پس اس وقت ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کی مثل طعام (آٹا) تھا' پھر اس آٹے کو گوندھا گیا' پھر ایک دراز قد قوی ہیکل مشرک بکریوں کو ہانکتا ہوا آیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: (یہ بکریاں) (بہ طور) بیع ہیں یا عطیہ ہیں؟ یا فرمایا: (بہ طور) ہبہ ہیں؟ اس نے کہا: نہیں! بلکہ بہ طور بیع ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خریدی' پھر اس کو ذبح کیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو پکایا جائے اور اللہ کی قسم! ان ایک سو تیس آدمیوں میں سے ہر شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کلیجی میں سے کاٹ کر ایک ٹکڑا دیا' اگر وہ شخص حاضر تھا تو اس کو کلیجی کا ایک ٹکڑا دے دیا اور اگر وہ شخص غائب تھا تو اس کے لیے چھپا کر رکھ لیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سالن کو دو پیالوں میں ڈالا' تمام لوگوں نے وہ سالن کھایا اور ہم سیر ہو گئے اور ان دو پیالوں میں سالن پھر بھی بچ گیا' ہم نے اس کو اونٹ پر لاد لیا یا جس طرح انہوں نے کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۲۱۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ہبہ اور عطیہ کا ذکر ہے۔

۲۹ - بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْمُشْرِكِيْنَ
مشرکین کو ہدیہ دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین کو ہدیہ دینے کا کیا حکم ہے' خلاصہ یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَO﴾ (الممتحنۃ:۸).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے اور تھوڑا تھوڑا دینے سے نہیں منع فرماتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی' اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا' بے شک اللہ تھوڑا تھوڑا دینے والوں کو بھی پسند فرماتا ہےO(الممتحنۃ:۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں غیر محارب مشرکین کو ہدیہ دینے سے منع نہیں فرماتا' اس سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ مشرکین کو ہدیہ دینا جائز ہے۔

۲۶۱۹ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاٰى عُمَرُ حُلَّةً عَلٰى رَجُلٍ تُبَاعُ، فَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْتَعْ هٰذِهِ الْحُلَّةَ تَلْبَسْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاِذَا جَاءَكَ الْوَفْدُ. فَقَالَ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ. فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا بِحُلَلٍ، فَاَرْسَلَ اِلٰى عُمَرَ مِنْهَا بِحُلَّةٍ، فَقَالَ عُمَرُ كَيْفَ اَلْبَسُهَا وَقَدْ قُلْتَ مَا قُلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا، تَبِيْعُهَا اَوْ تَكْسُوْهَا. فَاَرْسَلَ بِهَا عُمَرُ اِلٰى اَخٍ لَّهٗ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ، قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے پاس ایک حلّہ دیکھا جو فروخت کیا جارہا تھا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ یہ حلّہ خرید لیں اور اس کو جمعہ کے دن پہنا کریں اور جب آپ کے پاس کوئی وفد (ملنے کے لیے) آئے' آپ نے فرمایا: اس حلّہ کو وہ (مرد) پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی حلّے آئے تو آپ نے ان میں سے ایک حلّہ حضرت عمر کی طرف بھیجا' تو حضرت عمر نے کہا: میں اس کو کیسے پہنوں حالانکہ آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے جو فرمایا ہے' آپ نے فرمایا: میں نے یہ حلّہ تم کو اس لیے نہیں دیا کہ تم اس کو پہنو' تم اس کو فروخت کر دو یا (کسی اور کو) پہناؤ' پس حضرت عمر نے وہ حلّہ اپنے اس بھائی کو دے دیا جو اہل مکہ میں سے تھا اور ابھی اسلام نہیں لایا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۸۸۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر نے اپنے مشرک بھائی کو ہدیہ میں حلّہ دیا تھا۔

۲۶۲۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ، فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ نَعَمْ، صِلِي أُمَّكِ.

[اطراف الحدیث: ۳۱۸۳-۵۹۷۸-۵۹۷۹]

ہشام از والد خود از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میرے پاس میری والدہ آئیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مشرکہ تھیں تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ معلوم کیا' میں نے کہا: اور وہ (اسلام سے) اعراض کرنے والی ہیں' کیا میں اپنی ماں سے حسن سلوک (صلہ رحم) کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اپنی ماں سے صلہ رحم کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۳' الرقم المسلسل: ۲۲۱۳' سنن ابوداؤد: ۱۶۶۸' مسند الحمیدی: ۳۱۸' الادب المفرد: ۲۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۱' شرح السنۃ: ۳۴۲۵' شعب الایمان: ۷۹۳۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۶۳۴' مصنف عبدالرزاق: ۹۹۳۲' سنن سعید بن منصور: ۲۹۱۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۱۳-ج ۴۴ ص ۴۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث میں مذکور حضرت اسماء کی والدہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسماء کی والدہ کے مصداق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کی سوتیلی والدہ تھیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کی رضاعی ماں تھیں' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کی نسبی ماں تھیں' اس پر دلیل یہ ہے کہ امام ابن سعد' امام ابوداؤد الطیالسی اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ قتیلہ اپنی بیٹی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کے لیے مدینہ آئیں' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو زمانۂ جاہلیت میں طلاق دے دی تھی اور وہ انگوروں اور گھی کا ہدیہ لے کر آئی تھیں' حضرت اسماء نے ان کو گھر میں آنے اور ان کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے حضرت عائشہ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کریں' آپ نے فرمایا: ان کو چاہیے کہ وہ اپنی والدہ کو آنے دیں۔

حضرت اسماء کی والدہ کے نام کے متعلق اختلاف ہے' اکثر علماء نے کہا ہے کہ ان کا نام قتیلہ ہے' زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ ان کا نام قتلہ ہے' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ان کا نام ام بکر ہے' علامہ ابن التین نے کہا کہ شاید یہ ان کی کنیت ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان کا نام قتیلہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۶)

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح مسلمان ماں کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے' اسی طرح کافرہ ماں کے ساتھ بھی نیکی کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مسلمان بیٹے پر اپنے کافر ماں باپ کا خرچ بھی واجب ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔

اس میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے کہ انہوں نے پیش آمدہ مسئلہ پر غور کیا کہ آیا کافر ماں سے میل جول جائز ہے یا نہیں؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کیا' اسی طرح اب ہمیں چاہیے کہ کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ میں حدیث رسول کی طرف رجوع کریں۔

(میں کہتا ہوں کہ علماء کو چاہیے کہ کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ میں حدیث رسول کی طرف رجوع کریں اور عوام کو چاہیے کہ ایسے مسائل میں کسی جید عالم یا فقیہ سے رجوع کریں۔ سعیدی غفرلہٗ) (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۶-۲۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۳۰ - بَابٌ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْ هِبَتِهٖ وَصَدَقَتِهٖ

ہبہ اور صدقہ میں کسی کے لیے رجوع کرنا جائز نہیں ہے

۲۶۲۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَ شُعْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام اور شعبہ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا کہ ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کی مثل ہے' جو اپنی قے میں رجوع کرے (یعنی قے کر کے کھالے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۸۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک ہبہ میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے' تاہم اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا' اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے اس سے واپس لینا اتنا قبیح اور معیوب ہے جتنا کسی کا قے کر کے اس کو کھالینا' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک کسی شخص کو اس کے ہبہ کا عوض نہ دیا جائے' وہ اس ہبہ کا زیادہ حق دار ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۷' دار الفکر' بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہبہ کا معاوضہ لے لیا جائے تو وہ لازم ہو جاتا ہے' اسی طرح اگر فریقین میں سے کسی کی وفات ہو جائے' پھر بھی ہبہ لازم ہو جاتا ہے۔ فقہاء نے ہبہ کے لزوم کی اور بھی صورتیں بیان کی ہیں۔

وہ سات صورتیں جن میں ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے

فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ سات صورتوں میں ہبہ کر کے واپس لینا جائز نہیں ہے۔

علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نے یہ سات صورتیں تفصیل سے ذکر کی ہیں:

(۱) جس چیز کو ہبہ کیا ہے' اس میں کچھ زیادتی یا اضافہ ہو گیا' اگر یہ اضافہ متصل ہے تو اب واہب اس ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا' مثلاً کسی شخص نے زمین ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس زمین پر مکان بنایا یا باغ لگا دیا تو یہ زیادتی متصل ہے۔ اب واہب اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔

(۲) واہب یا موہوب لہ میں سے کسی کی وفات ہو جائے تو اب واہب اس ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا۔

(۳) اگر واہب نے اپنے ہبہ کا عوض لے لیا تو اب اس کا اپنے ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(۴) جس چیز کو ہبہ کیا تھا وہ چیز موہوب لہ کی ملکیت سے خارج ہو گئی مثلاً موہوب لہ نے اس چیز کو فروخت کر دیا یا صدقہ کر دیا تو اب واہب کا اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(۵) بیوی کو کوئی چیز ہبہ کی تھی' اب شوہر کا اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(۶) ذو رحم محرم کو کوئی چیز ہبہ کی تھی تو اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے' مثلاً باپ' دادا' ماں' دادی' بیٹا' پوتا' نواسی' نواسا' بھائی' بہن اور چچا' پھوپھی یہ سب ذو رحم محرم ہیں۔

(۷) جو چیز ہبہ کی تھی وہ چیز ہلاک ہو گئی تو اب اس سے رجوع کرنا جائز نہیں کیونکہ اب وہ چیز ہی نہیں رہی تو رجوع کس سے کرے گا۔

Marfat.com

(الدر المختار ورد المختار ج ۸ ص ۴۴۴-۴۳۶ ملخصاً دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

۲۶۲۲ - وَحَدَّثَنِی عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ، الَّذِیْ يَعُوْدُ فِیْ هِبَتِهٖ، كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِیْ قَيْئِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالرحمٰن بن المبارک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ سے رجوع کرنے میں ہمارے لیے اس سے بُری کوئی مثال نہیں ہے جیسے کتا اپنی قے میں رجوع کرلے (یعنی قے کرکے کھا لے)۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۵۸۹ میں گزر چکی ہے۔

ہبہ سے رجوع کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کسی چیز کو ہبہ کرکے اس سے رجوع کرنا کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے، حضرت ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے، طاؤس اور حسن بصری بھی یہی کہتے ہیں، اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے، اس باب میں ایک اور قول ہے، وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے کسی ذی رحم محرم کو ہبہ کیا، اس کے لیے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے، بہ شرطیکہ اس سے عوض نہ لیا ہو، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول اس کے خلاف ہے کہ اگر ہبہ کرنے والے نے ہبہ کا عوض نہیں لیا ہے تو وہ ذی رحم محرم سے بھی رجوع کرسکتا ہے۔

سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ذی رحم محرم کے غیر کو، کوئی چیز ہبہ کی، اور وہ چیز قائم ہو اور ہلاک نہ ہوئی ہو اور اس چیز میں کوئی اضافہ نہ ہوا ہو اور اس کا کوئی عوض نہ لیا ہو تو اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے، جیسے اس نے اپنے چچازاد یا ماموں زاد کو، کوئی چیز ہبہ کی ہو، اور اگر اس نے اپنے ذی رحم محرم کو، کوئی چیز ہبہ کی ہے تو اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے، مثلاً اس کی بیٹی یا بھائی یا دادا یا نانا یا ماموں یا چچا یا بھتیجا یا بھانجا۔

امام مالک نے کہا ہے کہ جس چیز کو ثواب کے لیے ہبہ کیا ہے، اس سے رجوع کرنا جائز ہے خواہ محرم کو ہبہ کیا ہو یا غیر محرم کو۔

ہبہ سے رجوع کرنے کو مکروہ تنزیہی قرار دینے پر فقہاء احناف کی دلیل

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: وہ اس کتے کی مثل ہے جو قے میں رجوع کرلے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو قے میں رجوع کرنے والا ہے، وہ کتا ہے اور کتا کسی حلال یا حرام کا مکلف نہیں ہے، لہٰذا اس سے ہبہ میں رجوع کی ممانعت ثابت نہیں ہوگی، پس اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس سے منزہ فرمایا ہے کہ وہ کتے کی مثل کوئی کام کریں، سو ہبہ میں رجوع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۱۰-۱۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

ہبہ سے رجوع کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دینے پر حافظ ابن حجر کی دلیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے اس سے بُری مثال نہیں ہے۔ یعنی ہم مؤمنین کی جماعت کو ایسی مذموم صفت کے ساتھ

Marfat.com

متصف نہیں ہونا چاہیے جس میں وہ خسیس حیوانات کے خسیس احوال میں مشابہ ہوں' آپ نے یوں نہیں فرمایا کہ تم ہبہ کر کے رجوع نہ کرو' بلکہ فرمایا: ہبہ کر کے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کر کے رجوع کر لے' اور اس میں ہبہ میں رجوع کی ممانعت زیادہ قوی اور زیادہ واضح ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد کہ ہبہ میں رجوع کرنے والا قے میں رجوع کرنے والے کی مثل ہے' اگرچہ تحریم کا تقاضا کرتا ہے لیکن دوسری حدیث میں فرمایا: وہ اس کتے کی مثل ہے جو قے میں رجوع کرے' اور کتا غیر مکلف ہے' پس اس پر قے کو کھانا حرام نہیں ہے' سو اس سے مراد یہ ہے کہ کتے کے فعل کے مشابہ فعل سے منزہ ہونا چاہیے' یعنی ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

امام طحاوی کی اس دلیل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس قسم کی چیزوں میں شریعت کا عرف زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) میں مبالغہ ہے' جیسے آپ نے فرمایا: جس نے چوسر کھیلی گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت میں ڈبو لیا۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۸۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کی دلیل کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

بعض علماء (حافظ ابن حجر) نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ تاویل بعید ہے' اور احادیث کے سیاق کے منافی ہے' اس قسم کی چیزوں میں شریعت کا عرف زجر و توبیخ میں مبالغہ ہے' میں کہتا ہوں کہ اس معترض کا امام طحاوی کی دلیل کو بعید کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس نے بُعد کی وجہ نہیں بیان کی اور نہ احادیث کے سیاق کے منافی ہونے کی وجہ بیان کی اور ہم اس میں مبالغہ کی نفی نہیں کرتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہبہ سے رجوع کی کتے کے قے کر کے رجوع سے تشبیہ دینے میں اس کی کراہت کی تغلیظ میں اور اس فعل کے قبح میں مبالغہ ہی مراد ہے اور یہ رجوع سے ممانعت کا تقاضا نہیں کرتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۸)

٢٦٢٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ مِنْهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ وَاحِدٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے ہیں: میں نے (ایک شخص کو) اللہ کی راہ میں ایک گھوڑا دیا' اس کے پاس جو گھوڑا تھا اس نے اس کو ضائع کر دیا' تو میں نے اس سے اس گھوڑے کو خریدنے کا ارادہ کیا' اور میرا گمان تھا کہ وہ مجھے اس گھوڑے کو رعایت کے ساتھ فروخت کر دے گا' میں نے اس مسئلہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' آپ نے فرمایا: اس کو مت خریدو' خواہ وہ تم کو وہ گھوڑا ایک درہم کے عوض میں دے کیونکہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے میں رجوع کرتا ہے (یعنی قے کر کے کھا لیتا ہے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۰ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک صدقہ اور ہبہ میں کوئی فرق نہیں ہے' حالانکہ

Marfat.com

صدقہ اور ہبہ میں فرق ہے' کیونکہ بعض صورتوں میں ہبہ کر کے رجوع کرنا جائز ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے جب کہ صدقہ میں مطلقاً رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۱ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان ذکر نہیں کیا اور امام بخاری کے اسلوب کے مطابق یہ باب' ابواب سابقہ سے بہ منزلہ فصل ہے۔

۲۶۲۴ - حَدَّثَنِی اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَیْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ اَنَّ بَنِیْ صُهَیْبٍ مَوْلٰی بَنِیْ جُدْعَانَ' ادَّعَوْا بَیْتَیْنِ وَحُجْرَةً' اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰی ذٰلِكَ صُهَیْبًا' فَقَالَ مَرْوَانُ مَنْ یَّشْهَدُ لَكُمَا عَلٰی ذٰلِكَ؟ قَالُوْا ابْنُ عُمَرَ' فَدَعَاهُ' فَشَهِدَ لَاَعْطٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صُهَیْبًا بَیْتَیْنِ وَحُجْرَةً' فَقَضٰی مَرْوَانُ بِشَهَادَتِهٖ لَهُمْ. (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی کہ بنو جدعان کے غلام بنو صہیب نے دعویٰ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو دو مکان اور ایک حجرہ عطاء فرمایا تھا (جو ان کو بہ طور وراثت ملنا چاہیے)' مروان نے پوچھا: تمہارے اس دعویٰ پر کون گواہی دے گا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' مروان نے ان کو بلایا تو انہوں نے گواہی دی کہ (واقعی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صہیب کو دو مکان اور ایک حجرہ عطاء فرمایا تھا' پس مروان نے حضرت ابن عمر کی گواہی سے صہیب کے بیٹوں کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفراء ابواسحاق المروزی (۲) ہشام بن یوسف ابوعبدالرحمان الصنعانی الیمانی (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی (۴) عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ المکی' یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے قاضی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۰)

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ' ان کے بیٹوں اور مروان کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت صہیب اور ان کے بیٹوں اور مروان کا تذکرہ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب کا پورا نام ہے: صہیب بن سنان بن خالد الموصلی' الرومی' المکی' المدنی' یہ ان صحابہ میں سے ہیں' جو اسلام قبول کرنے میں سابقین اولین میں سے ہیں اور جن کو اسلام لانے کی وجہ سے کفار کی طرف سے عذاب دیا جاتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ابوغسان ہے' ان کو رومیوں نے نینویٰ میں قید کر لیا تھا' ان کی والدہ کا نام ام سلمٰی بنت عمرو بن تمیم ہے' ان کے گھر موصل کی سرزمین میں تھے' رومیوں نے وہاں پر حملہ کیا اور حضرت صہیب کو گرفتار کر لیا' اس وقت وہ کم سن لڑکے تھے' پھر انہوں نے روم میں پرورش پائی' پھر ان کو بنو کلب نے خرید لیا' اور ان کو مکہ میں لے کر آئے' پھر ان کو عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرہ نے خرید لیا' پس ان کو آزاد کر دیا' پھر وہ اس کے ساتھ مکہ میں رہے' حتیٰ کہ ابن جدعان فوت ہو گیا' پس

Marfat.com

انہوں نے نصف ربیع الاوّل میں مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قباء میں پالیا' ابھی آپ مدینہ میں داخل نہیں ہوئے تھے' یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے اور اڑتیس ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔ حضرت صہیب کے بیٹوں کے یہ نام ہیں: حمزہ' سعد' صالح' صیفی' عباد' عثمان' حبیب اور محمد اور یہ سب حضرت صہیب سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مروان کا ذکر ہے' اس کا پورا نام مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ الاموی ہے' یہ اس وقت حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کی بحث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الھبہ میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت صہیب کو دو مکان اور ایک حجرہ ہدیہ کیا تھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مروان نے فقط حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت سے کیسے حضرت صہیب کے حق میں فیصلہ کر دیا جب کہ یہ خلافِ سنت ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مدعی کے دعویٰ پر دو گواہ ہوں ورنہ منکر قسم کھائے' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض احادیث میں مدعی کے ایک گواہ اور منکر کی قسم پر بھی فیصلہ کا ذکر ہے اور مروان نے اس کے مطابق فیصلہ کیا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

غیر مقلدین کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کے جوابات

اس حدیث کی بنیاد پر بعض غیر مقلدین نے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیا ہے' غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

ایک گواہ اور ایک مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا جائز ہے' اہل حدیث اور شافعی اور احمد اور اکثر علماء کا یہی قول ہے' حنفیہ اس کو جائز نہیں رکھتے۔ (حاشیہ وترجمہ صحیح البخاری ج ۴ ص ۱۱۱' مکتبہ قدوسیہ' اردو بازار لاہور)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب اس حدیث پر مبنی ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: مدعی پر گواہ پیش کرنا ہے اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۳۴۱' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۷۹۔ ج ۱۰ ص ۲۵۲' المطالب العالیہ: ۱۲۳۰' مشکوٰۃ: ۳۷۶۹' کنز العمال: ۱۵۲۸۲)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مدعی پر قسم نہیں لوٹائی جائے گی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تقسیم کر دی ہے کہ مدعی پر گواہ ہیں اور منکر پر قسم ہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے اور آپ نے قسم کی جنس کو منکرین پر لازم کیا ہے' اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۲۱۱۔ ۲۱۰' مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنے کی جو حدیث ہے' اس کے متعلق حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنے کی جو حدیث ہے' اس کو امام مسلم نے از عمرو بن دینار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے' لیکن امام ترمذی نے کتاب العلل میں امام بخاری سے یہ روایت کیا ہے کہ عمرو بن دینار نے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے نہیں سنی' امام دار قطنی نے اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے' اس میں عمرو بن دینار اور حضرت ابن عباس کے درمیان ایک اور

راوی کو داخل کیا ہے اور وہ طاؤس ہے اور ان میں سے جابر بن زید کا اضافہ کیا ہے' اور امام ابوداؤد نے اس کو از محمد بن مسلم الطائفی از عمرو بن دینار از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے اور امام شافعی نے اس کو از معاذ بن عبدالرحمان از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے۔الخ (الدرایۃ مع تخریج احادیث الہدایۃ آخرین ص ۲۱۰' مکتبہ رحمانیہ لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کی حدیث کی سند منقطع اور مضطرب ہے اور وہ اس صحیح السند حدیث سے تصادم کی صلاحیت نہیں رکھتی جس میں آپ نے فرمایا: مدعی پر گواہ ہیں اور مدعٰی علیہ پر قسم ہے۔ ثانیاً اس منقطع حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ کے فعل کا ذکر ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے' وہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے' اور ثالثاً ہماری حدیث کا مفاد یہ ہے کہ ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ جائز نہیں ہے اور امام شافعی کی حدیث کا مفاد یہ ہے کہ ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ جائز ہے تو ہماری حدیث مُحرِّم ہے اور ان کی حدیث مبیح ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے۔

رہی صحیح البخاری کی حدیث مذکور تو اس میں صرف حضرت عبداللہ بن عمر کی گواہی کا ذکر ہے اور قسم کا ذکر نہیں ہے اور اگر اس کے ساتھ قسم کو ملا بھی لیا جائے تو یہ مروان کا فعل ہے' جس میں یہ قوت نہیں ہے کہ وہ نبی ﷺ کے صاف' صحیح اور صریح ارشاد کے مزاحم ہو سکے۔

شیخ تقی عثمانی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

شیخ تقی عثمانی نے اس حدیث کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ مروان نے یہ دو مکان اور ایک حجرہ شہادت کی بناء پر نہیں دیئے تھے بلکہ بہ طور حاکم اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے بیت المال سے دیئے تھے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۸۹۵' مکتبۃ الحراء' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے' جس کا یہ معنی ہو کہ مروان نے یہ مکان بیت المال سے دیئے تھے بلکہ اس کے خلاف حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مروان نے یہ مکان حضرت ابن عمر کی شہادت کی بناء پر دیئے تھے۔

۳۲- بَابُ مَا قِيلَ فِي الْعُمْرٰى وَالرُّقْبٰى — عمریٰ اور رقبیٰ کے متعلق جو کہا گیا ہے

اس باب میں عمریٰ اور رقبیٰ کے شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں:

''العمریٰ'' اصل میں ''العمر'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی پوری حیات اور پوری زندگی ہے' اور ''الرقبیٰ'' اصل میں ''المراقبہ'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ایک دوسرے کا انتظار کرنا ہے' امام بخاری نے عمریٰ کے متعلق دو حدیثیں ذکر کی ہیں اور رقبیٰ کے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔

اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرٰى جَعَلْتُهَا لَهٗ. — میں نے اس کو تمام عمر کے لیے مکان دے دیا تو یہ عمریٰ ہے یعنی میں نے یہ مکان اس کی ملکیت میں دے دیا۔

امام بخاری نے اپنے اس قول سے عمریٰ کی تعریف کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی اس کو میں نے یہ چیز مدت عمر کے لیے دی ہے۔

عمریٰ کی اقسام

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے العمریٰ کی تین حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں:

(۱) ایک شخص کسی سے کہے: میں نے تمام عمر کے لیے تم کو یہ مکان دیا' پس جب تم مر جاؤ گے تو یہ مکان تمہارے وارثوں کے لیے

گا' تو یہ ہبہ صحیح ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اختلاف صرف اس میں ہے کہ آیا وہ رقبہ کا مالک ہوگا یا منفعت کا مالک ہوگا۔

(۲) ایک شخص کسی سے یہ کہے کہ میں نے تم کو تمام عمر کے لیے یہ مکان دیا اور یہ نہ کہے کہ تمہارے بعد یہ تمہارے وارثوں کا ہوگا' اس کے متعلق چار قول ہیں:

(ا) امام ابوحنیفہ' امام احمد اور امام شافعی کا قولِ جدید یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح ہے' یہ مکان اس کے لیے ہوگا اور اس کے بعد اس کے وارثوں کا ہوگا۔

(ب) امام شافعی کا قولِ قدیم یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کو وقت معین کے لیے مالک بنایا ہے۔

(ج) امام شافعی کا ایک اور قولِ قدیم یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح ہے اور یہ عمریٰ صرف اس کی زندگی تک ہوگا اور اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف لوٹ جائے گا' جس نے اس کو ہبہ کیا تھا۔

(د) یہ عاریت ہے اور دینے والا جب چاہے اس کو واپس لے سکتا ہے (علامہ عینی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ کس کا مذہب ہے)۔

(۳) دینے والا وارثوں کا ذکر نہ کرے اور نہ اس کو مطلقاً دے بلکہ یہ کہے کہ یہ چیز میں تم کو تمہاری مدتِ عمر کے لیے دے رہا ہوں' جب تم مرجاؤ گے تو یہ میری یا میرے وارثوں کی طرف لوٹ جائے گی' امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ عمریٰ صحیح نہیں ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عمریٰ صحیح ہے اور اس کی شرط لغو ہے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ عمریٰ میں تاحیات ملکیت ہوگی یا تاحیات منفعت ہوگی

اب اس میں اختلاف ہے کہ جب وہ چیز اس کی ملک میں آ گئی' جس کے لیے عمریٰ کیا ہے تو آیا وہ اس چیز کے رقبہ کا مالک ہو گیا' وہ اس کو فروخت کر سکتا ہے' خرید سکتا ہے اور دیگر تصرفات کر سکتا ہے؟ سو یہ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ وہ صرف منفعت کا مالک ہے جیسے وقف ہوتا ہے' اس مذہب کے مطابق جب وہ فوت ہو جائے گا جس کے لیے تاحیات ہبہ کیا تھا تو پھر یہ چیز ہبہ کرنے والے کی طرف لوٹ جائے گی' نیز امام مالک نے کہا ہے کہ خواہ بہ طور عمریٰ دینے والے نے یہ کہہ دیا کہ تمہارے مرنے کے بعد یہ چیز تمہارے وارثوں کی ہوگی' پھر بھی وہ اس کی موت کے بعد اصل مالک کی طرف لوٹ جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۳۔ ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

العمریٰ میں امام مالک کا مؤقف اور اس کے خلاف جمہور کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ' امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے دوسرے سے کہا: میں نے تم کو اپنا یہ گھر یا یہ زمین عمر بھر کے لیے دے دی تو اس نے اس شخص کو اپنی مدتِ حیات میں یہ مکان یا زمین نفع حاصل کرنے کے لیے دی ہے اور جب وہ مر جائے گا تو وہ مکان یا زمین اس کے اصل مالک کی طرف لوٹ جائے گی اور جب اس نے یہ کہا کہ میں نے یہ مکان تم کو عمر بھر کے لیے دیا ہے اور تمہارے بعد یہ تمہارے وارثوں کا ہوگا' تب بھی اس نے اس شخص کے لیے اس مکان کی منفعت کو ہبہ کیا ہے اور اس شخص اور اس کے وارثوں کے مرنے کے بعد وہ مکان اصل مالک کی طرف لوٹ جائے گا کیونکہ اس نے مکان کی منفعت ہبہ کی تھی' مکان کا رقبہ ہبہ نہیں کیا تھا۔ امام شافعی کا ایک قول بھی اس کے موافق ہے۔

فقہاء احناف' امام شافعی کا دوسرا قول اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ بعد میں وہ مکان اس کی ملکیت ہو جاتا ہے' جس کو

Marfat.com

ہبہ کیا گیا ہے اور اس کے مرنے کے بعد وہ اس کے وارثوں کی مِلک ہو جائے گا اور ہبہ کرنے والے کی طرف وہ کبھی بھی نہیں لوٹے گا۔ جمہور کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے لیے اور اس کے وارثوں کے لیے عمریٰ کیا گیا تو یہ ہبہ اس کے لیے ہے اور یہ ہبہ اس کی طرف کبھی بھی نہیں لوٹے گا جس نے یہ ہبہ کیا تھا کیونکہ اس نے اس کو ایسا ہبہ کیا ہے جس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

(موطأ امام مالک۔ کتاب الاقضیۃ۔ باب العمریٰ۔ حدیث: ۴۳' صحیح مسلم: ۱۶۲۵' سنن ابوداؤد: ۳۵۵۳' سنن ترمذی: ۱۳۵۰)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی ہے:

صحیح البخاری: ۲۶۲۵' سنن ابوداؤد: ۳۵۵۰' سنن ترمذی: ۱۳۵۰' سنن نسائی: ۳۷۴۵' سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۰' مصنف عبدالرزاق: ۱۶۸۷۶' صحیح ابن حبان: ۵۱۴۱' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۷۳' شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۳۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ امام مالک نے خود اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی مخالفت کی ہے' پھر انہوں نے لکھا ہے کہ اصحاب مالک نے کہا کہ اہل عرب کے عرف میں عمریٰ سے مراد کسی ضرورت مند کو رہائش کی جگہ دینا ہے' یہ ''المنحۃ'' ہے اور ''العاریت'' ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

﴿اِسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا﴾ (ھود: ٦١) جَعَلَكُمْ عُمَّارًا. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس میں تم کو آباد کیا۔ (ھود: ۶۱) امام بخاری نے اس آیت کا معنی بیان کیا: اور اس نے تمہیں زمین میں بسایا۔

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ''استعمر''، ''اعمر'' کے معنی میں ہے۔

رقبیٰ کا معنی اور اس کے حکم میں مذاہب فقہاء

رقبیٰ کی تفسیر یہ ہے کہ یہ لفظ ''رقوب'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی انتظار کرنا ہے' مثلاً ایک شخص دوسرے شخص سے کہے: میں نے تمہیں اپنا گھر دیا ہے' اگر میں تم سے پہلے مر گیا تو یہ تمہارا ہے اور اگر تم مجھ سے پہلے مر گئے تو پھر یہ گھر میرا ہے' گویا ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کی موت کا انتظار کرتا ہے۔

امام ترمذی نے کہا ہے کہ اہل کوفہ اور بعض دوسرے اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ عمریٰ تو جائز ہے اور رقبیٰ جائز نہیں ہے۔

صاحب الہدایہ نے یہ کہا ہے کہ جس کے لیے بہ طور عمریٰ کوئی چیز ہبہ کی گئی' وہ اپنی زندگی میں اس چیز کا مالک ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے ورثہ اس چیز کے مالک ہوں گے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت جابر بن عبداللہ' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا قول ہے' اور شریح' مجاہد' طاؤس اور ثوری سے بھی منقول ہے اور صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ' امام محمد اور امام مالک کے نزدیک رقبیٰ باطل ہے اور امام ابویوسف نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے اور امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٦٢٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابوسلمہ

عَنْهُ قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرٰى اَنَّهَا لِمَنْ وُهِبَتْ لَهٗ.

از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے حق میں عمریٰ کا فیصلہ کیا' جس کے لیے اس کو ہبہ کیا گیا تھا۔

(صحیح مسلم:۱۶۲۵' الرقم المسلسل:۴۰۷۹' سنن ابوداؤد:۳۵۵۰' سنن ترمذی:۱۳۵۰' سنن نسائی:۳۷۴۵' سنن ابن ماجہ:۲۳۸۰)

اس حدیث کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اموال اپنے پاس روکے رکھو' اور کسی کو مت دو' پس جس کو کوئی چیز بہ طور عمریٰ ہبہ کی گئی' وہ اسی کی ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۳ طبع قدیم' مسند احمد:۱۴۱۲۶۔ ج ۲۲ ص ۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۲۶۲۶ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنِي النَّضْرُ ابْنُ اَنَسٍ' عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ. وَقَالَ عَطَاءٌ حَدَّثَنِي جَابِرٌ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے النضر بن انس نے حدیث بیان کی از بشیر بن نہیک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: عمریٰ جائز ہے' اور عطاء نے کہا: مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح اس باب کی شرح کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

۳۳ - بَابُ مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ

جس نے لوگوں سے عاریۃً گھوڑا لیا

یہاں سے امام بخاری نے عاریت کے احکام بیان کرنے شروع کیے ہیں:

۲۶۲۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ' فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ اَبِيْ طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوْبُ فَرَكِبَ' فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ' وَاِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

[اطراف الحدیث:۲۸۲۰۔۲۸۵۷۔۲۸۶۲۔۲۸۶۶۔۲۸۶۷۔ ۲۹۰۸۔۲۹۶۸۔۲۹۶۹۔۳۰۴۰۔۶۰۳۳۔۶۲۱۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں دہشت پھیلی ہوئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے عاریۃً گھوڑا لیا' جس کو المندوب کہا جاتا تھا' آپ اس پر سوار ہوئے (اور مدینہ کے گرد چکر لگایا) جب آپ واپس آئے تو آپ نے فرمایا: ہمیں تو خطرہ کی (کوئی چیز) نظر نہیں آئی اور ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا۔

جو چیز عاریۃً لی جائے' اس کے نقصان میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حیوان اور زمین کی عاریت میں اختلاف ہے' ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جس نے کسی ایسے حیوان یا غیر حیوان کو عاریۃً لیا جس میں کوئی عیب نہیں تھا' پھر وہ اس کے پاس ضائع ہو گیا اور وہ اس کے ضائع ہونے کا مصداق ہو تو وہ اس کا طرف اس وقت ضامن ہو گا جب اس نے اس میں کوئی تجاوز یا نقصان کیا ہو' یہ فقہاء احناف اور اوزاعی کا قول ہے۔

Marfat.com

عطاء نے کہا ہے کہ جو چیز عاریۃً لی گئی ہو اس کے نقصان کا ہر حال میں تاوان بھرنا ہوگا' خواہ اس میں عیب ہو یا نہ ہو اور خواہ اس نے اس میں حد سے تجاوز کیا ہو یا نہ' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ حجۃ الوداع میں فرما رہے تھے: جو چیز عاریۃً لی جاتی ہے' وہ واپس کی جائے گی اور جو ضامن ہے وہ تاوان بھرے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۶۵' سنن ترمذی: ۱۲۶۵)

اور فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ عاریت امانت کی طرح ہے اور جس طرح امانت میں تاوان نہیں دیا جاتا' اسی طرح عاریت میں بھی تاوان نہیں دیا جاتا اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ امین پر تاوان نہیں ہے۔

حسن بصری اور ابراہیم نخعی بھی عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ڈالتے تھے' قاضی شریح نے کہا: جو شخص کوئی چیز عاریۃً لے اور اس کے پاس اس میں کوئی نقصان ہو جائے تو اس سے تاوان نہیں لیا جائے گا' اسی طرح جس کے پاس امانت رکھی جائے اور وہ اس میں تعدی اور تجاوز نہ کرے تو اس سے بھی تاوان نہیں لیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۱۷۔۱۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

عاریۃً لی ہوئی چیز میں تاوان کے عدم لزوم کے متعلق احادیث اور آثار

عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے' وہ ان کے دادا (عمرو بن العاص) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ہے جب کہ وہ خیانت کرنے والا نہ ہو اور نہ امین پر تاوان ہے جب کہ وہ خیانت کرنے والا نہ ہو۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۲۶۔ ج ۲ ص ۱۳۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۹۱)

ابراہیم نخعی نے کہا کہ عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ہے اور نہ امین پر تاوان ہے' سوا اس کے کہ وہ اس میں خیانت کریں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۲۔ ج ۸ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۴۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

عبداللہ بن عکیم الجہنی نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عاریت بہ منزلہ امانت ہے' اس میں صرف اس صورت میں تاوان ہے' جب حد سے تجاوز کیا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۳۔ ج ۸ ص ۱۳۷)

الحکم بن عتیبہ نے کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا: عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۴۔ ج ۸ ص ۱۳۷)

محمد بن حنفیہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عاریت میں تاوان نہیں ہے' وہ عرف اور رواج کے مطابق ہے' سوا اس کے کہ وہ اس میں خلاف کرے (تعدی یا خیانت کرے) تو پھر اس پر تاوان ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۶۔ ج ۸ ص ۱۳۸)

اور محمد بن حنفیہ نے بیان کیا کہ ابو عامر الشعبی نے کہا: عاریت والے پر ضمان ہے نہ امانت والے پر۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۶۔ ج ۸ ص ۱۳۸)

امام عبدالرزاق نے کہا کہ ہم کو معمر نے بیان کیا کہ الزہری عاریت میں تاوان لازم نہیں کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۵۔ ج ۸ ص ۱۳۸)

عبدالملک بن ابی غنیۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حکم اور حماد عاریت میں تاوان لازم نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۴۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

سوادۃ بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے لکھ کر یہ معلوم کیا کہ ایک خاتون نے شادی کے لیے زیورات عاریۃً لیے' پس وہ زیورات ضائع یا گم ہو گئے تو عمر بن عبدالعزیز نے جواب میں لکھا کہ اس عورت پر ضمان یا تاوان نہیں ہے' سوا اس

Marfat.com

کے کہ اس نے خیانت کی ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۴۱ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

عوف' محمد سے روایت کرتے ہیں کہ قاضی شریح نے کہا: امانۃ چیز لینے والے پر تاوان نہیں مگر یہ کہ وہ خیانت کرنے والا ہو اور نہ امین پر تاوان ہے مگر یہ کہ وہ خیانت کرنے والا ہو۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۲۸۔ ج ۲ ص ۶۳۳ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

یہ تمام احادیث اور آثار فقہاء احناف کے مؤقف کے مؤید ہیں۔

۳۴ - بَابُ الْاِسْتِعَارَةِ لِلْعَرُوْسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ دلہن کی شبِ زفاف کے لیے کوئی چیز عاریۃً لینا

اس عنوان میں ''البناء'' کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: شبِ زفاف' اور ''العروس'' کا لفظ ہے اور یہ مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہے' اس کا معنی ہے: دولہا یا دلہن۔

۲٦۲۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' وَعَلَيْهَا دِرْعُ قِطْرٍ' ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ' فَقَالَتِ ارْفَعْ بَصَرَكَ اِلٰى جَارِيَتِيْ انْظُرْ اِلَيْهَا' فَاِنَّهَا تَزْهٰى اَنْ تَلْبَسَهُ فِي الْبَيْتِ' وَقَدْ كَانَ لِيْ مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِيْنَةِ اِلَّا اَرْسَلَتْ اِلَيَّ تَسْتَعِيْرُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' انہوں نے قطر (موٹے سوتی کپڑے) کی قمیص پہنی ہوئی تھی' (جس کی قیمت) پانچ درہم تھی' تو آپ نے فرمایا: ذرا نظر اٹھا کر میری باندی کی طرف دیکھو' یہ گھر میں (بھی) اس قمیص کو پہننا اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہے' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں میرے پاس ان میں سے ایک قمیص تھی اور جو عورت بھی مدینہ میں مزین ہونا چاہتی تو وہ میرے پاس کسی کو بھیج کر اس قمیص کو عاریۃً لیتی۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ عورت گھر میں بھی عمدہ لباس پہن سکتی ہے اور اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ گھر میں ایسا لباس پہنتی تھیں جس کو پہننا ان کی خادمہ بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتی تھی اور اس حدیث میں کسی چیز کو عاریۃً لینے کا ثبوت ہے اور امام بخاری نے اس کو ثابت کرنے کے لیے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

۳۵ - بَابُ فَضْلِ الْمَنِيْحَةِ دودھ دینے والے جانور کو عطاء کرنے کی فضیلت

اس باب کے عنوان میں ''المنیحۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری کسی ضرورت مند کو عاریۃً دی جائے تاکہ وہ اس کا دودھ پی کر پھر اس کو واپس کر دے' عربی میں اس کو ''المنیحہ'' کہتے ہیں' اُردو میں اس کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے۔ المنجد اُردو ص ۹۷۷ میں اس کا معنی لکھا ہے: دودھ دینے والا جانور کسی کو فائدہ اٹھانے کے لیے دینا۔

۲٦۲۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْمَنِيْحَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً' وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ' تَغْدُوْ بِاِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِاِنَاءٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہی اچھا عطیہ اس دودھ دینے والی اونٹنی کا ہے جو زیادہ دودھ دیتی ہو اور اس بکری کا جو زیادہ دودھ دیتی

Marfat.com

اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ وَاِسْمَاعِيلُ عَنْ مَالِكٍ قَالَ نِعْمَ الصَّدَقَةُ. [طرف الحدیث: ۵۶۰۸]

ہو' جس سے صبح بھی دودھ دوہا جاتا ہو اور شام کو بھی دودھ دوہا جاتا ہو۔ (امام بخاری نے کہا:) ہمیں عبداللہ بن یوسف اور اسماعیل نے حدیث بیان کی از امام مالک' انہوں نے کہا: کیا ہی اچھا صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱۹' الرقم المسلسل: ۲۲۳۶' الحمیدی: ۱۰۶۱' مسند ابویعلیٰ: ۶۲۶۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۵۔ ۱۸۴' شرح السنۃ: ۱۶۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۰۱۔ ج ۱۲ ص ۲۴۹۔ ۲۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں ''المنیحہ'' کا ذکر ہے' جس کا عنوان میں ذکر ہے۔

''المنیحہ'' کی وضاحت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

''المنیحہ'' اس دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری کو کہتے ہیں جو ضرورت مندوں کو دودھ دینے کے لیے عاریۃً دی جائے' پھر وہ دودھ پینے کے بعد اس کو مالکوں کی طرف لوٹا دیں' اور ''العاریۃ'' کا معنی ہے: کسی کو اس جانور کے منافع کا مالک بنانا نہ کہ عین اس جانور کا' انصار نے مہاجرین کو منائح عطاء کیے تھے' اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خیبر کی غنیمتیں عطاء کیں تو آپ نے انصار کے منائح اور ان کے پھل والے درخت ان کو لوٹا دیئے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۶۳۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْمَدِينَةَ مِنْ مَكَّةَ وَلَيْسَ بِاَيْدِيهِمْ يَعْنِي شَيْئًا، وَكَانَتِ الْاَنْصَارُ اَهْلَ الْاَرْضِ وَالْعَقَارِ، فَقَاسَمَهُمُ الْاَنْصَارُ عَلٰى اَنْ يُعْطُوهُمْ ثِمَارَ اَمْوَالِهِمْ كُلَّ عَامٍ وَيَكْفُوهُمُ الْعَمَلَ وَالْمَؤُونَةَ، وَكَانَتْ اُمُّهُ اُمُّ اَنَسٍ اُمُّ سُلَيْمٍ، كَانَتْ اُمَّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ، فَكَانَتْ اَعْطَتْ اُمُّ اَنَسٍ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا، فَاَعْطَاهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَيْمَنَ مَوْلَاتَهُ اُمَّ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِي اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قِتَالِ اَهْلِ خَيْبَرَ، فَانْصَرَفَ اِلَى الْمَدِينَةِ، رَدَّ الْمُهَاجِرُونَ اِلَى الْاَنْصَارِ مَنَائِحَهُمُ الَّتِي كَانُوا مَنَحُوهُمْ مِنْ ثِمَارِهِمْ، فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اُمِّهِ عِذَاقَهَا، وَاَعْطٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَيْمَنَ مَكَانَهُنَّ مِنْ حَائِطِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ میں آئے اور اس وقت ان کے ہاتھوں میں کوئی چیز نہیں تھی اور انصار زمین اور جائیداد والے تھے' تو انصار نے ان سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ ان کو اپنے باغات کے پھل ہر سال دیا کریں گے اور اس کے بدلہ میں وہ (ان کی زمینوں میں) کام کاج اور مشقت کریں گے' اور ان کی والدہ یعنی حضرت انس کی والدہ ام سلیم جو حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ کی بھی والدہ تھیں تو انہوں نے (حضرت انس کی والدہ نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کے چند درخت دیئے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ درخت حضرت اُم ایمن کو عطاء کر دیئے جو آپ کی باندی تھیں (اور) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں' ابن شہاب نے کہا: پس مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اہل خیبر کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوئے تو آپ مدینہ لوٹ گئے اور مہاجرین نے انصار کے دیئے ہوئے عطیات جو انہوں نے پھلوں کی صورت میں دیئے تھے لوٹا دیئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ اَخْبَرَنَا اَبِيْ عَنْ يُوْنُسَ بِهٰذَا وَقَالَ مَكَانَهُنَّ مِنْ خَالِصِهٖ.[اطراف الحدیث:۳۱۲۸-۴۰۳۰-۴۱۲۰][صحیح مسلم:۱۷۷۱،الرقم المسلسل:۴۴۹۴]

حضرت انس کی والدہ کو ان کے دیئے ہوئے درخت واپس کر دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام ایمن کو ان درختوں کے بدلہ میں اپنے باغ سے درخت عطاء کر دیئے اور احمد بن شعیب نے کہا: ہمیں میرے والد نے از یونس اس حدیث کی خبر دی اور انہوں نے ''مکانھن من حائطه'' کی جگہ ''مکانھن من خالصه'' بیان کیا۔ (حائط اور خالص کا مفاد ایک ہے یعنی وہ باغ خالص ان کے لیے تھا)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے کہ انصار مہاجرین کو ہر سال اپنے باغات کے پھل دیا کریں گے اور یہاں منائح کا یہی معنی ہے۔

اس حدیث میں ''عذاق'' کا لفظ ہے یہ ''عذق'' کی جمع ہے اس کا معنی ہے: کھجور کا درخت۔

۲۶۳۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ كَبْشَةَ السَّلُوْلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً اَعْلَاهُنَّ مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ. قَالَ حَسَّانُ فَعَدَدْنَا مَا دُوْنَ مَنِيْحَةِ الْعَنْزِ مِنْ رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَاِمَاطَةِ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَنَحْوِهٖ فَمَا اسْتَطَعْنَا اَنْ نَبْلُغَ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً.

(سنن ابوداؤد:۱۶۸۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از حسان بن عطیہ از ابی کبشہ السلولی انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چالیس ایسی خصلتیں ہیں جن میں سب سے اعلیٰ خصلت دودھ دینے والی بکری کا عطیہ ہے جو شخص ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت پر اس کے ثواب کی اُمید اور اللہ کے وعدہ کی تصدیق کے ساتھ عمل کرنے والا ہوگا تو اللہ اس کو اس خصلت پر عمل کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا۔ حسان نے کہا: ہم نے دودھ دینے والی بکری کے سوا اس کو گنا تو وہ سلام کا جواب دینا ہے اور چھینکنے والے کا جواب دینا ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا وغیرہ ہے سو ہم پندرہ خصلتیں بھی شمار نہ کر سکے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق الہمدانی (۳) عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی (۴) حسان بن عطیہ الشامی ابوبکر (۵) ابوکبشہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے اس کو السلولی کہا ہے یہ سلول کی طرف نسبت ہے جو ہوازن کا قبیلہ ہے (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۶۵)

حدیث میں مذکور چالیس نیک خصلتوں کی علامہ ابن بطال کی طرف سے تعیین اور ان پر احادیث سے استدلال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حسان نے کہا: ہم نے دودھ دینے والی بکری کو دینے کے سوا ان خصلتوں کو گنا' جن کی وجہ سے بندہ جنت میں داخل ہوتا ہے تو ہم پندرہ خصلتیں بھی نہ گن سکے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: حسان کا ان چالیس نیک خصلتوں کو نہ پانا' اس کو مستلزم نہیں ہے کہ کوئی اور ان چالیس خصلتوں کو نہ پا سکے اور مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے معاصر علماء نے ایسی خصلتوں کو نکالا جن سے جنت ملتی ہے تو ان کا عدد چالیس سے زیادہ ہے اور وہ تمام خصلتیں احادیث سے مستنبط ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس عمل کے متعلق سوال کیا جو اس کو جنت میں داخل کر دے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بتایا: (۱) وہ غلاموں کو آزاد کرے (۲) پھر اس کو بتایا وہ زیادہ دودھ دینے والا جانور عطاء کرے (۳) جو رشتہ دار تعلق منقطع کرے' اس سے تعلق جوڑے (۴) اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتے تو بھوکے کو کھانا کھلاؤ (۵) اور پیاسے کو پانی پلاؤ (۶) آخری خصلتوں میں سب سے اعلیٰ دودھ دینے والے جانور کا عطیہ ہے اور تعلق توڑنے والے رشتہ دار سے تعلق جوڑنا ان میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ جانور کے عطیہ سے افضل ہے۔

(۷) جو مسلمان ملے اس کو سلام کرے' حدیث میں ہے: جو کہے: ''السلام علیك'' اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۱) اور جو ''رحمة الله'' کا اضافہ کرے اس کے لیے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۱) اور جس نے ''وبركاته'' کا اضافہ کیا' اس کے لیے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۱) (۸) چھینکنے والے کو جواب دینا' اس کے متقارب حدیث ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب: ۲۴۸۶)

(۹) حدیث میں ہے: ایک شخص نے راستہ سے کانٹوں والی شاخ ہٹا دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدردانی کی' سو اس کو بخش دیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۶) (۱۰) کاریگر کی مدد کرنا (۱۱) جس کو کام نہ آتا ہو اس کے لیے کام کرنا (۱۲) پریشان اور وحشت زدہ کا دل بہلانا (۱۳) جوتی کا تسمہ بھی قبول کرنا (۱۴) رسی بھی دی جائے تو قبول کرنا' حدیث میں ہے:

کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم کسی چیز کو حقیر نہ جانو' خواہ جوتی کا تسمہ دیا جائے یا رسی کا ٹکڑا دیا جائے' اور خواہ کسی وحشت زدہ کا دل بہلایا جائے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۳)

(۱۵) کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرنا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی مصیبت کو دور کیا' اللہ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور فرما دے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۴۴۲' صحیح مسلم: ۲۵۸۰)

(۱۶) اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنا یا اس کی حاجت میں کام آنا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے' جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۴)

(۱۷) مسلمان کی پردہ پوشی کرنا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔
(صحیح البخاری: ۲۴۴۳' صحیح مسلم: ۲۵۸۰' سنن ابوداؤد: ۴۸۹۳' سنن ترمذی: ۱۴۲۶)

(۱۸) مسلمان بھائی کے لیے مجلس میں کشادگی کرنا' حدیث میں ہے:

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں تمہارے بھائی کے سینہ میں محبت پیدا کرتی ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم اس کے لیے مجلس میں کشادگی کرو۔ (مجھے اس حدیث کا حوالہ نہیں مل سکا)

(۱۹) مسلمان کا دل خوش کرنا (۲۰) مظلوموں کی مدد کرنا (۲۱) ظالم کو ظلم سے روکنا' حدیث میں ہے:

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۴۴۳' سنن ترمذی: ۲۲۵۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۱)

(۲۲) نیکی کا راستہ دکھانا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی کی رہ نمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مثل ہے۔ (مجمع الزوائد ج ا ص ۱۶۶)

(۲۳) نیکی کا حکم دینا (۲۴) لوگوں کے درمیان صلح کرانا (۲۵) خیرات کرنا' قرآن مجید میں ہے:

لَا خَيْرَ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (النساء: ۱۱۴)

ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوا اس کے جو صدقہ کرنے کا حکم دے' یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا اور جس نے اللہ کی رضاء جوئی کے لیے یہ کام کیے تو عنقریب ہم اس کو اجر عظیم عطاء کریں گے ○

(۲۶) سائل کو نرمی اور ملائمت سے لوٹانا' قرآن مجید میں ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى. (البقرہ: ۲۶۳)

نرمی سے بات کرنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچے۔

اور حدیث میں ہے:

دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقہ) سے اور جس کو یہ میسر نہ ہو' وہ کوئی اچھی بات کہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۷)

(۲۷) مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیت تیار کرے' جس سے انسان اور پرندے کھائیں' حدیث میں ہے:

جو مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کوئی کھیت تیار کرتا ہے' جس سے کوئی انسان یا پرندہ یا جانور کھاتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۳۲۰' صحیح مسلم: ۱۵۵۳' سنن ترمذی: ۱۳۸۲)

(۲۸) پڑوسی کو ہدیہ پیش کرنا' حدیث میں ہے:

اے مسلمان عورتو! تم اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھو خواہ وہ بکری کا جلا ہوا کھر ہدیہ دے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۶۶' صحیح مسلم: ۱۰۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۵)

(۲۹) کسی مسلمان کی سفارش کرنا' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا. (النساء: ۸۵)

جو اچھی سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ ہے۔

اور حدیث میں ہے: تم شفاعت کرو' تم اجر پاؤ گے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۲۷' صحیح مسلم: ۲۶۲۷' سنن ابوداؤد: ۵۱۰۸)

(۳۰) بیماروں کی عیادت کرنا' حدیث میں ہے:

مریض کی عیادت کرنے والا جنت کے باغات میں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۸' سنن ترمذی: ۹۶۷)

(۳۱) جو شخص کسی مسلمان بھائی کی غیبت کرے' اس کا دفاع کرنا۔ حدیث میں ہے:

Marfat.com

جس نے کسی مؤمن کو منافق کی غیبت سے محفوظ رکھا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کی دوزخ کی آگ سے حفاظت کرے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۸۳' مشکوٰۃ: ۴۹۸۶)

(۳۲) مسلمان سے مصافحہ کرنا' حدیث میں ہے:

جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے مصافحہ کرتا ہے' پس اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے الگ کرتا ہے تو ان دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۱۲-۵۲۱۱) ایک اور حدیث میں ہے:

ایک دوسرے سے مصافحہ کرو' یہ کینہ کو دور کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ: ۴۶۹۳)

(۳۳) اللہ کی محبت کی وجہ سے ملنا (۳۴) اللہ کی محبت کی وجہ سے بیٹھنا (۳۵) اللہ کی محبت کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملاقات کرنا (۳۶) اللہ کی محبت کی وجہ سے اس کی راہ میں خرچ کرنا (۳۷) ایک آدمی کا سواری پر بٹھانے میں دوسرے کی مدد کرنا (۳۸) اس کا سامان اٹھا کر دے (۳۹) ہر مسلمان کی خیر خواہی کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۳-۱۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے سات نیک خصلتوں پر حدیث سے استدلال

علامہ ابن بطال نے ۳۳ نیک اعمال پر تو احادیث سے نشان دہی کی ہے مگر آخری سات اعمال پر کسی حدیث کی نشان دہی نہیں کی' تاہم میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے ایک حدیث پیش کر رہا ہوں جس میں سات نیک اعمال کا ذکر ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا' جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ نوجوان جس کی نشو ونما اپنے رب کی عبادت میں ہوئی (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے (۴) وہ دو آدمی جو ایک دوسرے سے اللہ کے لیے محبت رکھتے ہوں' اللہ کی محبت میں ملتے ہوں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوتے ہوں (۵) وہ شخص جس کو ایک مقتدر اور حسین عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو تو وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے' پس اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۶۰' صحیح مسلم: ۱۰۳۱)

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا علامہ ابن بطال کی شرح کو نقل کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ چالیس خصلتیں ایسی ہیں کہ جو شخص ان چالیس خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت پر بھی عمل کرے تو اللہ اس خصلت پر عمل کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا' اس حدیث میں ان چالیس خصلتوں کا ذکر نہیں ہے' تاہم علامہ ابن بطال نے تتبع اور تلاش سے چالیس نیک خصلتوں کا ذکر کیا اور احادیث سے ان کی تائید کی ہے۔ علامہ بدر الدین عینی نے علامہ ابن بطال کی یہ مکمل عبارت نقل کر دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۷-۲۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کے ذکر کیے ہوئے چالیس خصائل میں سے انیس خصائل کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان خصائل کا ذکر احادیث صحیحہ میں ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۹۲' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ کرمانی کا علامہ ابن بطال پر اعتراض

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے علامہ ابن بطال کی مکمل عبارت نقل کرنے کے بعد اس پر حسب ذیل اعتراض کیا ہے:

Marfat.com

علامہ ابن بطال کا یہ کلام رجماً بالغیب (اٹکل پچو) ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ علامہ ابن بطال نے جو چالیس نیک اعمال ذکر کیے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد وہ چالیس اعمال نہ ہوں ان کے علاوہ ہوں پھر علامہ ابن بطال نے کیسے جانا کہ یہ نیک اعمال دودھ دینے والی بکری کو عطاء کرنے سے کم درجہ کے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: چالیس خصلتوں میں سب سے اعلیٰ خصلت دودھ دینے والی بکری کا عطیہ ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ اعمال دودھ والی بکری کے عطیہ کی مثل ہوں یا اس سے افضل ہوں پھر اس میں یہ تحکم (اپنی رائے سے یہ فرض کر لینا) ہے کہ سلام کرنے کو ان نیک اعمال میں داخل کیا ہے اور سلام کے جواب دینے کو ان نیک اعمال میں داخل نہیں کیا حالانکہ حدیث میں سلام کا جواب دینے کی زیادہ صراحت ہے اسی طرح انہوں نے نیکی کا حکم دینے کو ان اعمال میں داخل کیا ہے اور برائی سے منع کرنے کو ان اعمال میں داخل نہیں کیا اس کے علاوہ ان چالیس خصال میں آخری وصف کے دخول کا تکرار ہے۔ (شرح الکرمانی ج۱۱ص ۱۵۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی کا علامہ ابن بطال پر یہ اعتراض اس وقت وارد ہوتا جب علامہ ابن بطال نے یہ دعویٰ کیا ہوتا کہ یہ وہی چالیس خصلتیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد تھیں اور ان تمام خصلتوں سے دودھ والی بکری کا عطیہ افضل ہے اور ان خصلتوں کے متعلق آپ نے فرمایا: ان میں سے کسی ایک خصلت پر بھی اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی تصدیق کے ساتھ عمل کرنے والا جنت میں داخل ہو جائے گا' سو علامہ ابن بطال نے ذخیرہ احادیث سے ان خصلتوں کو تلاش کیا' جن پر زیادہ اجر وثواب یا جنت کی بشارت ہے اور ان کی یہ کوشش مستحسن اور محمود ہے' قدیم مصنفین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ حدیث کا ذکر کر دیتے تھے اور اس کی تخریج نہیں کرتے تھے اور ہم اپنی تصانیف میں بالعموم ان احادیث کی تخریج کر دیتے ہیں' سو ہم نے یہاں بھی علامہ ابن بطال کی ذکر کردہ احادیث کی تخریج کر دی ہے۔ وللہ الحمد!

٢٦٣٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لِرِجَالٍ مِّنَّا فُضُولُ أَرَضِينَ فَقَالُوا نُؤَاجِرُهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَإِنْ أَبٰى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم میں سے بعض مردوں کے پاس زمینیں تھیں' انہوں نے کہا: ہم ان زمینوں کو تہائی اور چوتھائی اور نصف پیداوار کے عوض کرائے پر دیتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس (زائد) زمین ہو' وہ اس میں خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو عطا کر دے' پس اگر وہ انکار کرے تو وہ اپنی زمین کو روک کر رکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۴۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اپنے بھائی کو زمین عطاء کرنے کا ذکر ہے۔

٢٦٣٣ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ

اور محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسعید نے

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ، فَقَالَ وَيْحَكَ إِنَّ الْهِجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيدٌ، فَهَلْ لَّكَ مِنْ إِبِلٍ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَتُعْطِي صَدَقَتَهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا شَيْئًا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے پس کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم ان میں سے کچھ عطاء کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم ان کو پانی پلانے کے لیے گھاٹ پر لے جانے والے دن لوگوں کے لیے دوہتے ہو گے! اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم سمندروں کے پار عمل کرتے رہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ہرگز کسی عمل کو ترک نہیں فرمائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۵۲ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں عطاء کرنے کا ذکر ہے۔

٢٦٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَعْلَمُهُمْ بِذَاكَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى أَرْضٍ تَهْتَزُّ زَرْعًا، فَقَالَ لِمَنْ هٰذِهِ؟ فَقَالُوا اِكْتَرَاهَا فُلَانٌ، فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ مَنَحَهَا إِيَّاهُ، كَانَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ أَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهَا أَجْرًا مَّعْلُومًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی جو اس حدیث کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی زمین پر تشریف لے گئے جس میں کھیت لہلہا رہے تھے آپ نے پوچھا: یہ کس کی زمین ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ اس زمین کو فلاں نے کرائے پر دیا ہے آپ نے فرمایا: تاہم اگر وہ زمین کو عطاء کر دیتا تو وہ اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہوتا کہ وہ اس کا معین کرایا لیتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۳۰ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں زمین کو عطاء کرنے کا ذکر ہے۔

٣٦ - بَابُ إِذَا قَالَ أَخْدَمْتُكَ هٰذِهِ الْجَارِيَةَ، عَلَى مَا يَتَعَارَفُ النَّاسُ، فَهُوَ جَائِزٌ

جب کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں نے یہ باندی تمہیں بہ طور خادمہ دی ہے تو یہ جائز ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اگر لوگوں کا عرف یہ ہو کہ کوئی شخص دوسرے سے یہ کہے کہ میں نے تم کو یہ باندی خدمت کے لیے دی ہے یہ ہبہ ہے تو پھر یہ ہبہ ہوگا اور اگر لوگوں کا عرف یہ ہو کہ یہ عاریت ہے تو پھر یہ عاریت ہوگا۔

Marfat.com

اگر کوئی شخص کسی سے یہ کہے: میں نے تم کو یہ غلام خدمت کے لیے دیا ہے تو آیا یہ عاریت ہے یا ہبہ؟

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تم کو یہ غلام یا یہ باندی خدمت کے لیے عطاء کی ہے تو اس سے مراد خدمت کے لیے دینا ہوتا ہے' اس غلام یا باندی کا مالک بنانا نہیں ہوتا۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۴)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تمہیں خدمت کے لیے یہ غلام دیا ہے تو یہ عاریت ہے کیونکہ اس نے اس کو اس غلام سے خدمت لینے کی اجازت دی ہے اور جب یہ عاریت ہے تو وہ اس سے جب چاہے رجوع کر سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کہ حضرت سارہ کو حضرت ھاجر خدمت کے لیے دی گئی تھیں'۔۔۔ حالانکہ یہ ہبہ تھا

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ هٰذِهٖ عَارِيَةٌ. اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ عاریت ہے۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

اس عبارت سے امام بخاری' امام ابوحنیفہ پر اعتراض کر رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تمہیں خدمت کے لیے یہ باندی دی ہے تو یہ عاریت ہے' حالانکہ حضرت ھاجَر کا قصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ہبہ ہے' سو یہ حدیث امام ابوحنیفہ پر رد کرتی ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۱۵۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صرف یہ جملہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے کہ اس (حضرت سارہ) کو ھاجَر عطا کر دو' اور جب اس نے کہا: اور اس نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجر خدمت کے لیے دے دی' تو یہ جملہ ہبہ پر دلالت نہیں کرتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی یہ عبارت واضح نہیں ہے اور اس سے امام بخاری کا اعتراض مکمل طور پر نہیں اُٹھتا۔

مصنف کی طرف سے امام بخاری کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ پر اس وقت اعتراض ہوتا جب حدیث میں صرف یہ جملہ ہوتا کہ اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجر خدمت کے لیے دے دی۔ لیکن حدیث میں یہ جملہ بھی ہے کہ اس کو یعنی حضرت سارہ کو حضرت ھاجر عطاء کر دو' اور یہ جملہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے۔

ثانیاً اگر صرف اس جملہ کا لحاظ کیا جائے کہ اس نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجَر خدمت کے لیے دے دی' تب بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا کلام عرف پر محمول ہوتا ہے' اگر عرف میں یہ کلام ہبہ ہو تو پھر یہ ہبہ ہوتا ہے اور اس وقت کے عرف میں یہ کلام ہبہ پر محمول ہوتا تھا جیسا کہ حضرت ھاجر کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے امام ابوحنیفہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وَاِنْ قَالَ كَسَوْتُكَ هٰذَا الثَّوْبَ' فَهٰذِهٖ هِبَةٌ. اور اگر کسی نے کہا: میں نے تم کو یہ کپڑا پہنا دیا تو یہ ہبہ ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے اتنی مدت کے لیے تم کو یہ کپڑا پہنا دیا ہے تو اس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ عاریت

Marfat.com

ہے اور اگر وہ مدت کا ذکر نہ کرے اور صرف یہ کہے کہ میں نے تم کو یہ کپڑا پہنا دیا ہے تو یہ ہبہ ہے۔

کیونکہ قرآن مجید میں قسم کے کفارہ میں فرمایا ہے:

فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ. (المائدہ:۸۹)

پس اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اس درمیانی قسم کے کھانے سے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے پہنانا ہے۔

اور اس پر امت کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد کھانے اور کپڑوں کا مالک بنانا ہے۔

٢٦٣٥ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاجَرَ اِبْرَاهِيْمُ بِسَارَةَ، فَاَعْطَوْهَا اٰجَرَ، فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ اَشَعَرْتَ اَنَّ اللّٰهَ كَبَتَ الْكَافِرَ، وَاَخْدَمَ وَلِيْدَةً؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی ان لوگوں نے حضرت سارہ کو حضرت اجر ہبہ کردی پس وہ لوٹ آئیں سو انہوں نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ نے کافر کو ذلیل کر دیا اور ایک باندی خدمت کے لیے دی؟

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ.

اور ابن سیرین نے کہا از ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: پس حضرت سارہ کو حضرت ھاجر خدمت کے لیے دی۔

۳۷ - بَابٌ اِذَا حَمَلَ رَجُلٌ عَلٰى فَرَسٍ، فَهُوَ كَالْعُمْرٰى وَالصَّدَقَةِ

جب کسی شخص کو گھوڑے پر سوار کیا جائے تو وہ عمریٰ اور صدقہ کی مثل ہے

باب کے عنوان کی وضاحت

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب کسی شخص کو گھوڑا اس لیے ہبہ کیا جائے کہ وہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو اس سے کیا مراد ہے؟ آیا اس شخص کو گھوڑے کا مالک بنا دیا ہے یا اس گھوڑے کو جہاد کے لیے وقف کر دیا ہے امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے کہ وہ عمریٰ کی مثل ہے یعنی اس کا وہ حکم ہے جو عمریٰ کا حکم ہے اور صدقہ کا حکم ہے اور حدیث میں عمریٰ کا حکم درج ذیل ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے لیے اور اس کے وارثوں کے لیے عمریٰ کیا گیا تو یہ ہبہ اس کے لیے ہے اور یہ ہبہ واہب کی طرف کبھی نہیں لوٹے گا کیونکہ اس نے ایسا ہبہ کیا ہے جس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۵ سنن ابوداؤد: ۳۵۵۳ سنن ترمذی: ۱۳۵۰)

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَهٗ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْهَا.

اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وہ اس میں رجوع کر سکتا ہے۔

یہ امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض ہے۔

Marfat.com

امام بخاری کے اعتراض کی تقریر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس کے لیے عمریٰ کیا گیا ہے جب وہ اس پر قبضہ کر لے تو پھر اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح صدقہ کرنے کے بعد بھی اس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے اللہ کی راہ میں وہ صدقہ دیا ہے لہٰذا جس نے کسی شخص کو جہاد کے لیے گھوڑے پر سوار کیا اور یہ کہا کہ یہ تمہارے لیے ہے تو وہ اس کا مالک ہو گیا اور جو شخص کسی چیز کو اللہ کی راہ میں روک لے وہ بہ منزلہ اوقاف ہے اور جمہور علماء کے نزدیک اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ہر چیز کو روکنا باطل ہے اور وہ چیز اپنے مالک کی طرف لوٹ جائے گی۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی آدمی کسی شخص سے یہ کہتا ہے کہ میں نے تمہیں اس گھوڑے پر سوار کر دیا تو فقہاء احناف کے نزدیک یہ اس وقت ہبہ ہو گا جب وہ اس کو وہ گھوڑا ہبہ کرنے کی نیت کرے گا کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے اس کو عاریۃً گھوڑے پر سوار کیا ہو پس اگر اس نے اس شخص کو مالک بنانے کی نیت سے گھوڑے پر سوار کیا ہے تو پھر وہ ہبہ ہو گا اور امام بخاری نے امام ابوحنیفہ پر جو طعن کیا ہے وہ لازم نہیں آتا کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے اور اس پر اپنے مقام میں دلائل پیش کیے جا چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۶۳۶ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا يَسْأَلُ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَرَأَيْتُهُ يُبَاعُ، فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَا تَشْتَرِ، وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا وہ زید بن اسلم سے سوال کر رہے تھے انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے بتایا کہ میں نے (کسی شخص کو) اللہ کی راہ میں گھوڑے پر سوار کیا پھر میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت کیا جا رہا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (اس کو خریدنے کا) سوال کیا آپ نے فرمایا: اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ سے رجوع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۹۰ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک کسی چیز کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ خطابی کی عبارت سے امام اعظم کے موقف کی تائید

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے اللہ کی رضا کے لیے اس گھوڑے کو اپنی مِلک سے نکال دیا ہو اور ان کے دل میں اس کے متعلق کچھ تردد ہو اور جب انہوں نے اس کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اس کو پھر حاصل کرنا چاہا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خطرہ ہوا کہ ان

Marfat.com

کی نیت فاسد ہو جائے گی اور ان کا اجر ضائع ہو جائے گا' اس لیے آپ نے ان کو اس گھوڑے کے خریدنے سے منع فرمایا اور اس کو صدقہ سے رجوع کرنے کے مشابہ قرار دیا خواہ وہ اس گھوڑے کو قیمۃً لے رہے تھے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ نے مہاجرین کو مکہ میں واپس اپنے گھروں میں جانے سے منع فرمادیا تھا اور فتح مکہ کے ایام میں آپ نے ان کو وہاں رہنے سے منع فرمادیا' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! ہماری موت کو مکہ میں مقدر نہ فرمانا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۵) اور حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت میں ہے کہ جب وہ مکہ میں بیمار ہوگئے اور ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ مکہ میں فوت ہو جائیں گے تو آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرمایا: بے شک تم باقی رہو گے حتیٰ کہ اللہ ایک قوم کو تم سے نفع پہنچائے گا اور دوسری قوم کو تم سے نقصان ہوگا لیکن (حضرت) سعد بن خولہ پر افسوس ہے کہ وہ مکہ میں فوت ہوگئے اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو مکمل کردے اور ان کو اپنی ایڑیوں پر واپس نہ لوٹا۔ (صحیح البخاری: ۳۹۳۶' صحیح مسلم: ۱۶۲۸)

اور یہ اس باب سے نہیں ہے کہ آدمی جس زمین کو صدقہ کر چکا ہو' پھر اس زمین کی پیداوار میں سے کسی چیز کو خریدے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رومہ کے کنویں کو خرید لیا تھا اور اس کنویں کو مسلمانوں کے اوپر صدقہ کر دیا تھا' پھر دوسرے مسلمانوں کی طرح وہ بھی اس کنویں سے پانی پیتے تھے' تاہم جب کوئی شخص کسی چیز کو وقف نہ کرے بلکہ نیکی اور مروّت کے حصول کے لیے اس کو صدقہ کرے تو یہ ہبہ کے قائم مقام ہے اور اس کے لیے اس چیز کو اس سے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۳۔۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ خطابی کی یہ شرح امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی تائید کرتی ہے۔

''کتاب الھبہ'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین! آج ۲۲ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ/ ۲۷ جون ۲۰۰۸ء بہ روز جمعہ صحیح البخاری کی ''کتاب الھبہ'' مکمل ہوگئی' اے بار الٰہ! اس تحریر کو مسلمانوں کے لیے نفع آور بنا! اور اس کتاب کو مکمل فرمادے اور میری' میرے والدین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمادے۔

''کتاب الھبہ'' میں ۹۹' احادیث ہیں اور اس میں ۲۳ تعلیقات ہیں اور ۶۸' احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث ۳۱ ہیں اور اس میں ۱۳' آثارِ صحابہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۵۲ - كِتَابُ الشَّهَادَاتِ

شہادات کا بیان

اس کتاب میں "شهادات" کے احکام بیان کیے گئے ہیں' "شهادات" "شهادت" کی جمع ہے اور یہ "شهد يشهد" کا مصدر ہے۔

شہادت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں:

شہادت کا معنی ہے: خبر قاطع یعنی ایسی چیز کی خبر دینا جس کا ثبوت اور تحقق یقینی ہو اور "مشاهدة" کا معنی ہے: معائنہ یعنی اس چیز کی خبر دینا جس کو آنکھ سے دیکھا ہو اور "شاهد" کا معنی ہے: حاضر یعنی جو واقعہ کی شہادت دے رہا ہے وہ اس پر حاضر تھا۔

(الصحاح ج ۲ ص ۴۹۴ 'دار العلم للملایین' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

"شاهد" کا معنی ہے: جو شہادت میں امین ہو اور جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو' جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو اس کو شہید کہتے ہیں کیونکہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں یا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کو جنت کی شہادت دیتے ہیں یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو گزشتہ امتوں کے سامنے شہادت دیں گے یا اس لیے کہ وہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہے اور "شاهد" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' جمعہ کے دن' یوم قیامت اور یوم عرفہ کو "مشهود" کہتے ہیں۔

(القاموس ص ۲۹۲ 'مؤسسة الرسالة' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد بن علی میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ شہادت کا اصطلاحی معنی لکھتے ہیں:

شہادت کا شرعی معنی ہے: قاضی کی مجلس میں لفظ شہادت کے ساتھ آنکھ سے دیکھے ہوئے کسی واقعہ کی خبر دینا' جس سے مدعی کا مدعی علیہ پر حق ثابت ہو۔ (کتاب التعریفات ص ۹۳ 'دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

شہادت کے متعلق احادیث

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بہترین گواہ کی خبر نہ دوں! یہ وہ شخص ہے جو اس سے سوال کرنے سے پہلے شہادت دیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۶۸۳۔ج ۳۶ ص ۱۶ طبع قدیم' مؤسسة الرسالة' بیروت)

Marfat.com

یعنی یہ وہ شخص ہے کہ صاحب حق کو علم نہیں ہوتا کہ اس کے حق کی اس کے پاس شہادت ہے اور یہ شخص اس کے حق کی شہادت دیتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر ان کے بعد وہ لوگ ہوں گے جو از خود شہادت دیں گے اور ان سے شہادت نہیں طلب کی جائے گی۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ۶۴۲۸' صحیح مسلم: ۲۵۳۵' سنن ابوداؤد: ۴۶۵۷' سنن ترمذی: ۲۲۲۲' سنن نسائی: ۳۸۰۹)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہ کثرت لعنت کرنے والے قیامت کے دن شفاعت کرنے والے ہوں گے نہ گواہی دینے والے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۹۸' سنن ابوداؤد: ۴۹۰۷' مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۸)

۱ - بَابُ مَا جَآءَ فِي الْبَيِّنَةِ عَلَى الْمُدَّعِيْ گواہوں کا پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے

اس باب میں نص قرآن سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ گواہوں کا پیش کرنا مدعی پر متعین ہے۔

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ ۢبِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْاَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ ۢبِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۝﴾ (البقرہ: ۲۸۲).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہیے اور جس شخص کو اللہ نے لکھنا سکھایا ہو' اس کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے اور جس شخص پر قرض ہو' لکھوانا اس کی ذمہ داری ہے' اور اس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو اس کا رب ہے اور اس (قرض) سے کچھ کم نہ کرے اور اگر مقروض کم عقل ہو یا کم زور ہو یا وہ خود لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی (سرپرست) عدل سے لکھوادے اور تم اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنالو' پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (ان کو گواہ بنالو)' جن کو تم گواہوں سے پسند کرتے ہو کہ ان دو میں سے کوئی ایک (عورت) بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے اور جب گواہوں کو (گواہی کے لیے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں' اور (قرض) چھوٹا ہو یا بڑا' اس کی میعاد تک اس (کی دستاویز) کو لکھنے میں تساہل نہ کرو' اللہ کے نزدیک یہ بہت عادلانہ کارروائی ہے اور گواہی دینے کے لیے بہت درست طریقہ ہے اور شکوک و شبہات دور کرنے کے بہت قریب ہے' ہاں! جو تجارتی لین دین تم آپس میں دست بہ دست کرتے ہو' اس کو نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو' اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو' اور اگر تم نے ایسا کیا

Marfat.com

تو وہ بے شک تمہارا گناہ ہوگا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہےO(البقرہ:۲۸۲)

البقرہ:۲۹۲ سے استدلال کرنے کی توجیہ

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو ثابت کرنے کے لیے کسی حدیث کی روایت نہیں کی اور البقرہ:۲۸۲' اور النساء:۱۳۵ کے ذکر کرنے کو کافی قرار دیا۔

اس آیت سے استدلال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر بغیر گواہوں کے مدعی کا قول کافی ہوتا تو اس کے دعویٰ کو لکھوانے اور اس پر گواہ بنانے کی ضرورت نہ ہوتی اور یہ چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ گواہ پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ قرض کو لکھنے کا حکم ایک حدیث کے خلاف ہے

اس آیت میں فرمایا ہے: اسے (قرض کی مدت کو) لکھ لیا کرو۔ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں لکھنے کا حکم دیا ہے' حالانکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم اُمّی امت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری:۱۹۱۳' صحیح مسلم:۱۰۸۰' سنن ابوداؤد:۲۳۱۹' سنن نسائی:۲۱۴۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ دَین (قرض) بہ حیثیت دَین لکھنے کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے حفظ کرنے کو لوگوں پر آسان کر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بھی محفوظ ہیں' اور قرآن مجید کی اس آیت میں عقائد اور فروع کو لکھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس آیت میں خرید وفروخت' رہن اور قرض کے لین دین کے معاملات کو لکھنے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم بھی لوگوں کی آسانی کے لیے بہ طور ارشاد ہے بہ طور وجوب نہیں ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے' اگر کسی نے لکھ لیا تو وہ مستحسن ہے اور اگر لکھنے کو ترک کر دیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًاO﴾ (النساء:۱۳۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ' خواہ (یہ گواہی) تمہارے خلاف ہو یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے (فریق معاملہ) خواہ امیر ہو یا غریب' اللہ ان کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے' لہٰذا تم خواہش کی پیروی کر کے عدل سے روگردانی نہ کرو' اگر تم نے گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہےO(النساء:۱۳۵)

اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ تم عدل کے ساتھ گواہی دو اور عدل کے ساتھ گواہی دینے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ کرو' خواہ وہ گواہی تمہارے خلاف کیوں نہ ہو اور اگر گواہی تمہارے والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ہو تو ان کی رعایت نہ کرو بلکہ حق کی رعایت کرو۔

۲ - بَابٌ اِذَا عَدَّلَ رَجُلٌ اَحَدًا فَقَالَ لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا' اَوْ قَالَ مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَيْرًا

جب ایک شخص کسی کو نیک قرار دینے کے لیے یہ کہے: ہم اس کے متعلق صرف خیر کو جانتے ہیں' یا کہے: میں صرف خیر کو جانتا ہوں (تو آیا یہ کافی ہے یا نہیں؟)

Marfat.com

امام بخاری نے اس عنوان میں یہ نہیں بیان کیا کہ اتنا کہنا تعدیل کے لیے کافی ہے یا نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے اس عنوان میں عدل کا ذکر ہے اور یہ تعدیل سے ماخوذ ہے تعدیل کا معنی یہ ہے کہ جب کسی گواہ کا حال معلوم کیا جائے تو کوئی شخص یہ کہے کہ وہ نیک ہے یعنی گواہی دینے کے قابل ہے۔

تعدیل کے کلمات میں مذاہب فقہاء

امام طحاوی نے امام ابو یوسف سے یہ روایت کی ہے کہ جب کسی نے کسی شخص کے متعلق یہ کہہ دیا کہ ہم اس کے متعلق صرف خیر کو جانتے ہیں تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی اور انہوں نے اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا اختلاف ذکر نہیں کیا اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں ان کے متعلق صرف خیر کا علم ہے۔

امام محمد نے کہا ہے کہ تعدیل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ کہے کہ یہ شخص نیک ہے اور اس کی شہادت جائز ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کا اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ نیک ہے۔

علامہ ابن التین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ جب وہ کسی شخص کی تعدیل اور تحسین کرتے تو وہ یہ کہتے تھے کہ ہمیں اس شخص کے متعلق صرف خیر کا علم ہے۔

ابن القاسم نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ تعدیل کے لیے اتنا کہنا کافی نہیں ہے کہ ہمیں اس کے متعلق صرف خیر کا علم ہے بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ میں اس کو نیک گمان کرتا ہوں اور اس کی گواہی پر میں راضی ہوں۔

المزنی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ تعدیل کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ کہے کہ میرے نزدیک یہ نیک ہے خواہ میرے حق میں گواہی دے یا میرے خلاف' پھر اگر وہ اس کے باطنی احوال سے واقف ہو تو اس کی گواہی قبول کرے ورنہ نہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٦٣٧ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ثَوْبَانُ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا، حِيْنَ قَالَ لَهَا اَهْلُ الْاِفْكِ مَا قَالُوْا فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَاُسَامَةَ، حِيْنَ اِسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ، يَسْتَأْمِرُهُمَا فِي فِرَاقِ اَهْلِهٖ، فَاَمَّا اُسَامَةُ فَقَالَ اَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا، وَقَالَتْ بَرِيْرَةُ اِنْ رَاَيْتُ عَلَيْهَا اَمْرًا اَغْمِصُهُ اَكْثَرَ مِنْ اَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ، تَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ اَهْلِهَا، فَتَاْتِي الدَّاجِنُ فَتَاْكُلُهُ، فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن عمر النمیری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ثوبان نے حدیث بیان کی اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر' ابن المسیب' علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے خبر دی اور ان میں سے بعض کی حدیث دوسروں کی حدیث کی تصدیق کرتی تھی' جب (حضرت عائشہ) پر تہمت لگانے والوں نے جو کہا سو کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کو بلایا' جب آپ پر وحی آنے میں تاخیر ہو گئی تھی تو آپ ان سے اپنی اہلیہ کو جدا کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے تھے' پس رہے حضرت اسامہ تو انہوں نے کہا: یہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہمیں ان کے متعلق صرف خیر کا علم ہے اور حضرت

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَعْذِرُنَا فِيْ رَجُلٍ بَلَغَنِيْ اَذَاهُ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ مِنْ اَهْلِيْ اِلَّا خَيْرًا، وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا.

بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے ان کے متعلق کسی ایسی چیز کا علم نہیں جو ان کے لیے باعث عیب ہو تاہم اتنی بات ضروری ہے کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں وہ اپنے گھر والوں کا آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس شخص کے متعلق کون معذور قرار دے گا جس نے میرے گھر والوں کے متعلق مجھے اذیت پہنچائی ہے' پس اللہ کی قسم! مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق خیر کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں اور انہوں نے (ان کے ساتھ) جس شخص (کے ملوث ہونے) کا ذکر کیا ہے' اس کے متعلق بھی مجھے سوائے خیر کے اور کسی چیز کا علم نہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں تعدیل کے الفاظ کا ذکر ہے۔

۳- بَابُ شَهَادَةِ الْمُخْتَبِيْ — مخفی کی شہادت

اس باب کے عنوان میں ''مختبی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھپا ہوا' یعنی جو گواہ گواہی کو ادا کرتے وقت چھپا ہوا ہو' اور اس کا حال کسی پر منکشف نہ ہو' آیا ایسے شخص کی شہادت جائز ہے یا نہیں؟

وَاَجَازَهُ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ.

اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دی ہے۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ صغار صحابہ میں سے ہیں' ان کے والد بھی صحابی تھے' صحیح البخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ پر ہے' اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے' وہ کہتے تھے کہ مخفی کی شہادت جائز ہے اور اسی طرح خائن اور فاجر کی شہادت بھی جائز ہے۔

قَالَ وَكَذٰلِكَ يُفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ.

انہوں نے کہا: اسی طرح جھوٹے فاجر کے ساتھ بھی کیا جائے گا۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے کہا: جس طرح مخفی کی شہادت جائز ہے' اسی طرح جھوٹے فاجر کے ساتھ بھی کیا جائے گا' ان کی اس سے مراد وہ مقروض ہے جو علانیہ قرض کا اعتراف نہ کرے' پھر قرض خواہ اس کو کسی جگہ اکیلے میں ملے اور جو اس کے قرض کا اقرار کرتا ہو' اس نے اس کو چھپا دیا ہو' پھر اگر وہ کسی دوسرے معاملہ میں گواہی دے تو حضرت عمرو بن حریث نے کہا: اس کی گواہی سنی جائے گی۔

امام شافعی کا جدید قول یہی ہے' امام مالک' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور قاضی شریح' شعبی اور نخعی سے روایت ہے کہ وہ مخفی کی شہادت کو جائز نہیں قرار دیتے تھے' انہوں نے کہا کہ جب اس کے خلاف شہادت دی گئی ہو اور اس نے اپنے آپ کو چھپا لیا ہو تو وہ عدل (نیک) نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب اور امام شافعی کا قول قدیم ہے۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ السَّمْعُ شَهَادَةٌ.

اور الشعبی' ابن سیرین' عطاء اور قتادہ نے کہا: سننا شہادت ہے۔

یعنی جب ایک شخص نے کسی سے کوئی بات سنی اور وہ اس موقع پر حاضر نہیں تھا تو عامر شعبی' محمد بن سیرین' عطاء بن ابی رباح اور

Marfat.com

قتادہ بن دعامہ کے نزدیک اس کی شہادت سنی جائے گی' شعبی کی تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے' اور شعبی سے روایت ہے کہ سنی ہوئی بات کی شہادت جائز ہے' اسی طرح عبیدہ اور ابراہیم نے کہا کہ سنی ہوئی بات کی شہادت جائز ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے کوئی بات سن رہا ہو اور اس کو دیکھ رہا ہو' جس سے بات سنی ہے تو اس کی شہادت دینا جائز ہے' خواہ وہ اس موقع پر حاضر نہ ہو۔ (یہ قول امام ابوحنیفہ کے خلاف ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

وَقَالَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ لَمْ يُشْهِدُوْنِيْ عَلٰى شَيْءٍ وَّاِنِّيْ سَمِعْتُ كَذَا وَ كَذَا.

اور حسن بصری کہتے تھے کہ انہوں نے مجھے کسی چیز پر گواہ نہیں بنایا اور میں نے اس طرح اور اس طرح سنا ہے۔

حسن بصری کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۷۷-۲۷۶ سے ماخوذ ہیں۔

۲۶۳۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْاَنْصَارِيُّ' يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ' حَتّٰى اِذَا دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' طَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ' وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ' وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَّهٗ فِيْهَا رَمْرَمَةٌ' اَوْ زَمْزَمَةٌ' فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ' فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ اَيْ صَافِ هٰذَا مُحَمَّدٌ' فَتَنَاهَى ابْنُ صَيَّادٍ' قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' وہ کہتے ہیں کہ سالم نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابی بن کعب انصاری گئے اور وہ کھجور کے اس درخت کا قصد کر رہے تھے' جس میں ابن صیاد تھا' حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنوں کی آڑ میں چھپ کر چلنے لگے اور آپ یہ چاہتے تھے کہ اس سے پہلے کہ ابن صیاد آپ کو دیکھے' آپ ابن صیاد کی کوئی بات سن لیں اور اس وقت ابن صیاد ایک چادر میں زمین پر لیٹا ہوا تھا اور کچھ گنگنا رہا تھا' تو ابن صیاد کی ماں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا کہ آپ کھجور کے درختوں کے تنوں کی آڑ میں چھپتے ہوئے آ رہے ہیں تو اس نے ابن صیاد سے کہا: اے صاف! یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' تو ابن صیاد گنگنانے سے رک گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ اس کو اپنے حال پر رہنے دیتی تو اس کا معاملہ کھل جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۵۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے چھپ کر اس کی باتیں سن رہے تھے' اگر آپ اس کی باتیں سن کر بیان فرماتے تو یہ چھپے ہوئے شخص کی شہادت ہوتی۔

فقہاء احناف اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ خبر ہوتی' شہادت نہ ہوتی۔

۲۶۳۹ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ اِمْرَاَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں' انہوں نے کہا: میں (حضرت

فَطَلَّقَنِي فَأَبَتَّ طَلَاقِي، فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَيْرِ، إِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ، فَقَالَ أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلٰى رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتّٰى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ. وَأَبُو بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهُ، وَخَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ بِالْبَابِ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ، فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَسْمَعُ إِلٰى هٰذِهِ مَا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟[اطراف الحدیث:۵۲۶۰-۵۲۶۱-۵۲۶۵-۵۳۱۷-۵۷۹۲-۵۸۲۵-۶۰۸۴] (صحیح مسلم:۱۴۳۳ الرقم المسلسل:۳۴۱۶' سنن ترمذی:۱۱۲۱' سنن ابن ماجہ:۱۹۳۲)

رفاعہ کے پاس تھی' انہوں نے مجھے طلاق دے دی' پس انہوں نے میری طلاق کو مغلظ کر دیا' پھر میں نے حضرت عبدالرحمان بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اور ان کے پاس صرف کپڑے کے پلو کی طرح تھا' آپ نے فرمایا: کیا تم رفاعہ کی طرف لوٹ کر جانا چاہتی ہو' نہیں! (تم نہیں لوٹ سکتیں) حتیٰ کہ تم اس کی مٹھاس چکھ لو اور وہ تمہاری مٹھاس چکھ لے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے ہوئے تھے' اور حضرت خالد بن سعید بن العاص دروازہ پر منتظر تھے کہ ان کو اجازت دی جائے' انہوں نے کہا: اے ابوبکر! کیا آپ اس عورت کی بات نہیں سن رہے تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کس طرح بلند آواز سے بات کر رہی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ حضرت خالد بن سعید دروازہ کے پار سے اس عورت کی باتیں سن رہے تھے اور انہوں نے اپنی سماعت پر اعتماد کرتے ہوئے اس عورت کی تیز زبان پر اعتراض کیا اور وہ بہ منزلہ مخفی تھے گویا ایک مخفی شخص نے بات سن کر اس کی گواہی دی' فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خبر دی تھی' شہادت نہیں دی تھی۔

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے سند جید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الغمیصاء یا الرمیصاء نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر شکایت کرنے لگی کہ اس کا خاوند اس سے جماع کرنے پر قادر نہیں ہے' پھر تھوڑی دیر میں اس کے خاوند بھی آ گئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ جھوٹی ہے' انہوں نے کہا: وہ اس سے مقاربت کرتے ہیں لیکن یہ اپنے پہلے خاوند کی طرف لوٹ کر جانا چاہتی ہے' آپ نے فرمایا: یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے حتیٰ کہ یہ اس کی (یعنی حضرت عبدالرحمان بن الزبیر) کی مٹھاس چکھ لے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد اس سے رجوع کرنا چاہے تو یہ ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور وہ اس کے ساتھ دخول کرے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ پہلے شوہر کے لیے اس عورت کے حلال ہونے کی شرط ہے' اس مسئلہ میں صرف سعید بن المسیب' خوارج' شیعہ' داؤد ظاہری اور بشر مریسی نے خلاف کیا ہے اور ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور اس میں دخول شرط ہے' انزال شرط نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۱-۲۷۹ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

غیر مقلد علماء کا افتراء اور حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے میں فقہاء احناف کا موقف

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز لکھتے ہیں:

فرضی حلالہ کرنے والوں پر لعنت آئی ہے جیسا کہ فقہاء حنفیہ کے ہاں رواج ہے کہ وہ تین طلاق والی عورت کو فرضی حلالہ کرانے کا فتویٰ دیا کرتے ہیں جو باعث لعنت ہے۔ (ترجمہ وتشریح صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۲۴-۱۲۳' مکتبہ قدوسیہ لاہور)

یہ غیر مقلدین کا افتراء اور بہتان ہے اور دروغ بے فروغ ہے' اگر یہ لوگ سچے ہیں تو کسی حنفی فقیہ کے حوالے سے بتائیں کہ فلاں

Marfat.com

حنفی فقیہ نے تین طلاقوں والی عورت کو فرضی حلالہ کرانے کا فتویٰ دیا ہے' اس کے برعکس حنفی فقہاء نے تو حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے استفسار کیا گیا:

مسئلہ ۱۸۸: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حلالہ مع شرط کے یعنی اس قصد سے کہ بعد چند روز کے طلاق دے دے تاکہ زوج سابق کے واسطے بعد عدت گزارنے کے حلال ہو جائے' جائز ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

شرائط اور چیز ہے اور قصد اور چیز' شرط تو یہ ہے کہ عقد نکاح میں یہ شرط لگا لے' یہ ناجائز و گناہ ہے اور حدیث میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے اور قصد یہ کہ دل میں اس کا ارادہ ہو مگر شرط نہ کی جائے تو یہ جائز ہے بلکہ اس پر اجر کی اُمید ہے۔ درمختار میں ہے:

حلالہ کی شرط پر نکاح کہ میں اس شرط پر تجھ سے نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق دے کر حلال کر دوں گا' دوسرے شخص کا نکاح مکروہ تحریمہ ہے لیکن دونوں نے اگر دل میں حلالہ کی نیت کی تو مکروہ نہیں' اس صورت میں دوسرا شخص اصلاح کی غرض سے نکاح کرنے پر اجر کا مستحق ہوگا۔ مختصراً (درمختار' باب الرجعۃ ج ۱ ص ۲۴۱' مطبع مجتبائی' دہلی) (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۴۰۹' رضا فاؤنڈیشن لاہور)

٤ - بَابٌ اِذَا شَهِدَ شَاهِدٌ' اَوْ شُهُوْدٌ بِشَيْءٍ' فَقَالَ 'اٰخَرُوْنَ مَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ' يُحْكَمُ بِقَوْلِ مَنْ شَهِدَ

جب ایک گواہ یا متعدد گواہ کسی چیز کی گواہی دیں اور دوسرے لوگ کہیں: ہمیں اس کا علم نہیں' تو جو گواہی دے گا اس کے مطابق فیصلہ ہوگا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اثبات' نفی سے اولیٰ ہے اور جب گواہ کسی چیز کا اثبات کر رہے ہوں تو ان کی گواہی پر فیصلہ کیا جائے گا۔

قَالَ الْحُمَيْدِيُّ هٰذَا كَمَا اَخْبَرَ بِلَالٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي الْكَعْبَةِ. وَقَالَ الْفَضْلُ لَمْ يُصَلِّ' فَاَخَذَ النَّاسُ بِشَهَادَةِ بِلَالٍ.

الحمیدی نے کہا: یہ اس طرح ہے جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے اور حضرت الفضل نے کہا: نماز نہیں پڑھی تو لوگوں نے حضرت بلال کی شہادت پر عمل کیا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۱۴۸۳ میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت بلال نے خبر دی تھی' شہادت نہیں دی تھی۔

(سعیدی غفرلہٗ)

كَذٰلِكَ اِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ اَنَّ لِفُلَانٍ عَلٰى فُلَانٍ اَلْفَ دِرْهَمٍ' وَشَهِدَ اٰخَرَانِ بِاَلْفٍ وَّخَمْسِ مِائَةٍ' يُقْضٰى بِالزِّيَادَةِ.

اسی طرح اگر دو گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں شخص کے فلاں کے اوپر ایک ہزار درہم ہیں اور دوسرے دو گواہ یہ گواہی دیں کہ اس پر ایک ہزار پانچ سو درہم ہیں تو زیادہ درہم کا فیصلہ کیا جائے گا۔

امام بخاری نے حضرت بلال کی خبر کے اوپر اس جزئیہ کو متفرع کیا ہے۔

٢٦٤٠ - حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِیْ اِهَابِ بْنِ عَزِیْزٍ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِیْ تَزَوَّجَ فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِیْ وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ فَاَرْسَلَ اِلٰی اٰلِ اَبِیْ اِهَابٍ یَسْاَلُهُمْ فَقَالُوْا مَا عَلِمْنَا اَرْضَعَتْ صَاحِبَتَنَا فَرَكِبَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ فَسَاَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَیْفَ وَقَدْ قِیْلَ فَفَارَقَهَا وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَیْرَهُ.

بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا' پس ان کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے کہا: میں نے عقبہ کو اور جس سے اس نے نکاح کیا ہے' ان دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ حضرت عقبہ نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے مجھے خبر دی تھی' پھر انہوں نے آل ابواہاب کی طرف کسی کو بھیجا کہ وہ ان سے اس کے متعلق سوال کرے' انہوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ اس نے ہماری لڑکی کو دودھ پلایا ہے' پھر حضرت عقبہ سوار ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچے پھر آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (تم) کیسے (اس کو نکاح میں رکھو گے) (حالانکہ اس کے متعلق یہ بات) کہی گئی ہے' تو حضرت عقبہ اس عورت سے جدا ہو گئے اور اس عورت نے ان کے سوا کسی اور شخص سے نکاح کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح نہیں ہے' تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عورت نے رضاعت کے اثبات کی خبر دی اور حضرت عقبہ نے نفی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ طور استحباب اثبات کی خبر کو ترجیح دی۔

۵ - بَابُ الشُّهَدَآءِ الْعُدُوْلِ گواہوں کا عادل ہونا

عادل کی تعریف میں متعدد اقوال

اس باب میں گواہوں کے عادل ہونے کا ذکر ہے' عادل سے مراد وہ شخص ہے جس سے خیر کا ظہور ہو' ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس میں کوئی مشکوک بات نہ ہو' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ امام احمد اور اسحاق کا مذہب ہے' ابراہیم سے ایک روایت یہ ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس کا پیٹ اور اس کی شرم گاہ حرام میں ملوث نہ ہو' شعبی نے کہا: جب تک مسلمان پر حد نہ لگی ہو یا اس کے دین میں کسی بدعقیدگی کا علم نہ ہو اس کی شہادت جائز ہے' حسن بصری کہتے تھے کہ جو شخص نماز پڑھتا ہو اس کی شہادت جائز ہے سوا اس کے کہ اس کا مخالف اس میں کوئی شرعی عیب ثابت کرے' ابوعبید نے کتاب القضاء میں لکھا ہے کہ جس شخص نے اللہ کے کسی حکم کو ضائع کیا ہو یا اللہ کے منع کیے ہوئے کام کا ارتکاب کیا ہو' وہ عادل نہیں ہے۔ امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی سے منقول ہے کہ جس کی اطاعت اس کی معصیت سے زیادہ ہو اور اس میں غالب خیر (نیکی) ہو وہ عادل ہے' امام شافعی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس نے کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جس پر حد واجب ہو یا حد کے مشابہ کوئی کام نہ کیا ہو تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی کیونکہ کوئی شخص بھی گناہ سے خالی نہیں ہوتا اور جو شخص علانیہ معصیت کرتا ہو اور وہ اگر جھوٹ بولتا ہو اس کی شہادت جائز نہیں ہے' داؤدی نے کہا ہے کہ جو شخص فرائض پابندی سے ادا کرتا ہو اور کسی نیک کام کا مخالف نہ ہو اور باطل کاموں میں زیادہ مشغول نہ رہتا ہو اور اس کی حدیث پر تہمت نہ ہو اور اس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کسی گناہ کبیرہ پر اصرار (یعنی اس پر مسلسل عمل کرنا اور توبہ نہ کرنا) کیا ہے اور اس کی سیرت کا

Marfat.com

سفر میں امتحان لیا گیا ہو تو اس کی شہادت جائز ہے' اہل عراق نے کہا ہے کہ اسلام میں جو عدالت مطلوب ہے' وہ یہ ہے کہ اس میں کوئی فسق ظاہر نہ ہو' امام شافعی نے الرسالۃ میں لکھا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہو وہ عادل ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ عادل نہیں ہے' ابوثور نے کہا ہے کہ جس کے اکثر کام خیر ہوں' اس کے دین میں کوئی بدعقیدگی نہ ہو اور وہ گناہ پر اصرار نہ کرتا ہو خواہ وہ صغیرہ گناہ ہو وہ شخص عادل ہے اور جو شخص گناہ پر قائم رہتا ہے خواہ وہ صغیرہ گناہ ہو' اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ عادل کی یہ تمام تعریفیں صحیح ہیں' ان سب تعریفوں کا مآل واحد ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ شخص علانیہ فسق کا مرتکب نہ ہو اور اس کی خیر اس کے شر پر غالب ہو تو وہ شخص عادل ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ (الطلاق:۲).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنے دو نیک آدمیوں کو گواہ بنا لو۔ (الطلاق:۲)

وَ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ (البقرہ:۲۸۲).

اور جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو۔ (البقرہ:۲۸۲)

۲۶٤۱ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُتْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنَّ اُنَاسًا كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ، وَاِنَّمَا نَاْخُذُكُمُ الْاٰنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ اَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا اَمِنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ وَلَيْسَ اِلَيْنَا مِنْ سَرِيْرَتِهٖ شَيْءٌ، اَللّٰهُ يُحَاسِبُهٗ فِيْ سَرِيْرَتِهٖ، وَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَاْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ، وَاِنْ قَالَ اِنَّ سَرِيْرَتَهٗ حَسَنَةٌ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن عتبہ نے کہا کہ میں نے سنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وحی کے ذریعہ لوگوں کا مواخذہ کیا جاتا تھا اور بے شک اب وحی منقطع ہو چکی ہے اور اب ہم تمہارا مواخذہ تمہارے ظاہر اعمال کے سبب سے کریں گے' پس جس نے ہمارے لیے نیک عمل کو ظاہر کیا' ہم اس کو امان میں رکھیں گے اور اس کو اپنا مقرب کریں گے اور اس کے باطن کی کوئی چیز ہماری طرف مفوض نہیں ہے' اس کے باطن کا اللہ حساب کرے گا' اور جس نے ہمارے سامنے کسی برے کام کو ظاہر کیا' ہم اس کو امان میں نہیں رکھیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے خواہ وہ یہ کہے کہ اس کے باطن میں نیکی ہے۔

منافقین کا تعین صرف عہد رسالت میں ہو سکتا تھا اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وحی سے مواخذہ کیا جاتا تھا۔

یعنی بعض اوقات وحی کے ذریعہ لوگوں کے احوال منکشف ہو جاتے تھے' جیسے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھتیس منافقوں کو نام لے لے کر مسجد سے نکال دیا' آپ فرماتے: اے فلاں! مسجد سے نکل جاؤ کیونکہ تم منافق ہو۔

(المعجم الاوسط: ۷۹۶- ج ۱ ص ۲۴۲' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳)

Marfat.com

ہم اس کو امان میں رکھیں گے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم اس کو امین قرار دیں گے۔
اور ہم اس کو اپنا مقرب کریں گے یعنی اس کی تعظیم اور تکریم کریں گے۔
اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس سے خیر اور نیکی کا ظہور ہو اس کی شہادت کو قبول کرنا واجب ہے' پہلے زمانہ میں خیر کا غلبہ تھا اور زیادہ تر لوگ عادل تھے پھر بہ تدریج شر بڑھنے لگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦ - بَابُ تَعْدِيْلِ كَمْ يَجُوْزُ (کم از کم) کتنے آدمیوں کی تعدیل جائز ہے؟

جرح اور تعدیل میں مذاہب فقہاء

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو نیک اور شہادت کے قابل بنانے کے لیے کتنے آدمیوں کی تعدیل کی ضرورت ہے' تعدیل کے لیے کوئی عدد معین ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' اسی لیے امام بخاری نے عنوان میں عدد کی تصریح نہیں کی' امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل میں دو آدمیوں سے کم کو قبول نہیں کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل میں ایک آدمی بھی کافی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ جرح اور تعدیل میں ایک آدمی کا قول بھی کافی ہے اور امام محمد بن الحسن' امام شافعی کے ساتھ ہیں۔

اس پر اتفاق ہے کہ اگر دو آدمی کسی کو عادل قرار دیں اور ایک اس پر جرح کرے تو تعدیل کرنے والے اولیٰ ہیں اور اگر ایک آدمی مقبول ہوتا تو ایک دوسرے کی تعدیل ایک آدمی کی جرح کے ساتھ صحیح نہ ہوتی۔

اور اس پر اتفاق ہے کہ اگر جرح اور تعدیل مساوی ہوں تو تعدیل کے مقابلہ میں جرح پر عمل کرنا چاہیے' یہ المدونہ میں امام مالک کا قول ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جرح باطن ہے اور تعدیل علم ظاہر ہے اور جارح معدل کی تصدیق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے اس کا جو حال بیان کیا ہے' میں اس کی تصدیق کرتا ہوں' لیکن میں اس کا وہ حال بیان کر رہا ہوں جو تم نہیں جانتے' اس وجہ سے جرح' تعدیل پر راجح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۲۳۔ ۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ تعدیل جرح پر مقدم ہے اور یہی صحیح ہے۔

۲٦٤۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، أَوْ قَالَ غَيْرَ ذٰلِكَ، فَقَالَ وَجَبَتْ. فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قُلْتَ لِهٰذَا وَجَبَتْ وَلِهٰذَا وَجَبَتْ؟ قَالَ شَهَادَةُ الْقَوْمِ، اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی اچھائی بیان کی' تو آپ نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی' پھر دوسرا جنازہ گزرا' پس لوگوں نے اس کی برائی بیان کی یا اس کے سوا کوئی بات کہی تو آپ نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی' پس کہا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کے لیے بھی کہا: واجب ہوگئی' اور اس کے لیے بھی کہا: واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: مومن لوگوں کی گواہی (اللہ کے نزدیک مقبول ہے) یہ زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۶۷ میں گزر چکی ہے اس حدیث میں "المؤمنون" کا لفظ ہے اور یہ جمع کا صیغہ ہے اور اس پر الف لام داخل ہے اور جب جمع کے صیغہ پر الف لام داخل ہو تو اس سے جمع کا معنی باطل ہو جاتا ہے اور جنس کا معنی مراد ہوتا ہے اور یہ ایک مؤمن کو بھی شامل ہے خلاصہ یہ ہے کہ ایک مؤمن کی بھی شہادت مقبول ہے اور اس سے امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۶۴۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ وَهُمْ يَمُوتُونَ مَوْتًا ذَرِيعًا فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰى فَأُثْنِيَ خَيْرًا فَقَالَ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقُلْتُ مَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ. قُلْنَا وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ وَثَلَاثَةٌ. قُلْنَا وَاثْنَانِ؟ قَالَ وَاثْنَانِ. ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از ابی الاسود انہوں نے بیان کیا: میں مدینہ میں آیا (ان دنوں) وہاں مرض (پھیلا ہوا) تھا اور لوگ بہت تیزی سے مر رہے تھے میں حضرت عمر رضی اللہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا سو ایک جنازہ گزرا تو اس کی تعریف کی گئی تو حضرت عمر نے کہا: یہ واجب ہو گئی پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا تو اس کی بھی تعریف کی گئی تو حضرت عمر نے کہا: یہ واجب ہو گئی پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا اس کی بُرائی بیان کی گئی پس حضرت عمر نے کہا: یہ واجب ہو گئی میں نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا واجب ہو گئی؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا (آپ نے فرمایا:) جس مسلمان کے لیے چار آدمی بھی نیکی کی گواہی دیں اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا ہم نے پوچھا: اور تین؟ تو آپ نے فرمایا: اور تین ہم نے پوچھا: اور دو؟ تو آپ نے فرمایا: اور دو پھر ہم نے ایک کے متعلق آپ سے سوال نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۶۸ میں گزر چکی ہے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اسی طرح مطابقت ہے جس طرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الْأَنْسَابِ، وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيضِ، وَالْمَوْتِ الْقَدِيمِ

نسب اور مشہور رضاعت پر اور پرانی موت پر گواہی

اس باب کا معنی یہ ہے کہ جو نسب صحیح ہو اور رضاع مشہور ہو اور پرانی موت ہو اور یہ چیزیں شہرت سے معلوم ہوں اور ان میں کوئی شک اور شبہ نہ ہو تو ان کی معرفت کے لیے گواہوں کے عدد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں جو لوگوں کو ان کی رضاعت حریت اور نسب معلوم تھا زمانہ اسلام میں بھی وہی برقرار رہا۔

امام مالک امام شافعی اور فقہاء کوفہ کے نزدیک نسب پرانی موت اور نکاح جو سنا ہوا مشہور ہو اس کی شہادت دینا جائز ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ نکاح کے متعلق سن کر شہادت دینا جائز ہے اور طلاق میں جائز نہیں ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک گھر کی ملکیت کے متعلق سن کر شہادت دینا جائز ہے' امام شافعی نے کپڑوں کا بھی اضافہ کیا ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْضَعَتْنِيْ وَاَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔

یہ تعلیق مکمل حدیث کا ایک قطعہ ہے' یہ مکمل حدیث' صحیح البخاری: ۵۱۰۱ میں ہے۔

وَالتَّثَبُّتِ فِيْهِ.

اور رضاعت کا صحیح ثبوت ہو۔

امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ جب تک رضاعت کا صحیح ثبوت نہ ہو' اس کی گواہی نہ دی جائے' اور اس باب کے عنوان سے امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ نسب' رضاعت اور پرانی موت کے واقعات کو آنکھ سے دیکھنا ضروری نہیں ہے اور ان چیزوں کی صرف بر بناء شہرت گواہی دینا جائز ہے اور پرانی موت سے ان کی مراد یہ ہے کہ جس شخص کی موت کو چالیس' پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۹۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۲٦٤٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا الْحَكَمُ' عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ' عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ اسْتَاْذَنَ عَلَيَّ اَفْلَحُ فَلَمْ اٰذَنْ لَهٗ' فَقَالَ اَتَحْتَجِبِيْنَ مِنِّيْ وَاَنَا عَمُّكِ؟ فَقُلْتُ. وَكَيْفَ ذٰلِكَ؟ قَالَ اَرْضَعَتْكِ امْرَاَةُ اَخِيْ بِلَبَنِ اَخِيْ. فَقَالَتْ سَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَ اَفْلَحُ' اِئْذَنِيْ لَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۹۶_۵۱۰۳_۵۱۱۱_۵۲۳۹_۶۱۵۶] (صحیح مسلم: ۱۴۴۵' الرقم المسلسل: ۳۴۶۲' سنن نسائی: ۳۳۱۴' سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۸' سنن ترمذی: ۱۱۵۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حکم نے خبر دی از عراک بن مالک از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے حضرت افلح نے (گھر میں آنے کی) اجازت طلب کی تو میں نے ان کو اجازت نہیں دی' انہوں نے پوچھا: کیا آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کا (رضاعی) چچا ہوں؟ میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میرے بھائی کی بیوی نے آپ کو میرے بھائی ہی کا دودھ پلایا تھا' حضرت عائشہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: افلح نے سچ کہا ہے' تم اس کو (آنے کی) اجازت دے دو۔

غیر محرم کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رضاعی چچا محرم ہوتا ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو شخص عورت کا محرم نہ ہو' اس کو گھر میں آنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اس سے پردہ کرے' آیت حجاب نازل ہونے کے بعد اس پر اجماع ہے' بعض احادیث میں جو عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کا ذکر ہے وہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

حضرت افلح' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا تھے' اس کے باوجود انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گھر میں داخل ہونے کی

اجازت طلب کی' اس سے معلوم ہوا کہ محرم کو بھی اجازت لے کر گھر میں آنا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ عورت گھر میں ایسے حال میں ہو کہ محرم کا اس حال میں عورت کو دیکھنا جائز نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲٦٤٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ' عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بِنْتِ حَمْزَةَ لَا تَحِلُّ لِي' يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ' هِيَ بِنْتُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ. [طرف الحدیث: ۵۱۰۰] (صحیح مسلم: ۷-۱۴۴' الرقم المسلسل: ۳۴۷۳' سنن نسائی: ۳۳۰۲' سنن نسائی: ۱۹۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے متعلق فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں ہے' جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت (دودھ کے رشتوں) سے بھی حرام ہو جاتے ہیں اور وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں رضاعت کے حکم کا ذکر ہے۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم تھے اور رضاعی بھائی تھے' حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کو دودھ پلایا تھا' یہ ابولہب کی باندی تھیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال زیادہ تھی' یہ غزوۂ بدر کے بعد غزوۂ اُحد میں بھی حاضر ہوئے اور نصف شوال ۳ھ کو وہیں شہید ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۰)

۲٦٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ' عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا' زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا' وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ' قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' أُرَاهُ فُلَانًا' لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ' فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ' قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرَاهُ فُلَانًا. لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ' فَقَالَتْ عَائِشَةُ لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ' إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ.

[اطراف الحدیث: ۳۱۰۵-۵۰۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ بن ابی بکر از عمرہ بنت عبد الرحمٰن کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے' انہوں نے ایک آدمی کی آواز سنی جو حضرت حفصہ کے گھر میں اجازت طلب کر رہا تھا' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرا گمان ہے کہ یہ حضرت حفصہ کا رضاعی چچا ہے' پھر حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص آپ کے گھر میں آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے' حضرت عائشہ نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا گمان ہے یہ فلاں شخص ہے جو (حضرت) حفصہ کا رضاعی چچا ہے' پس حضرت عائشہ نے کہا: اگر فلاں شخص زندہ ہوتا جو اُن کا رضاعی چچا تھا تو وہ میرے پاس داخل ہوتا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! بے شک رضاعت ان چیزوں کو حرام کر دیتی ہے جن کو ولادت حرام کر دیتی ہے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۱۴۴۴'الرقم المسلسل: ۳۴۵۹' سنن نسائی: ۳۳۱۰) ۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں رضاعت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی تھیں۔

٢٦٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي رَجُلٌ، قَالَ يَا عَائِشَةُ مَنْ هٰذَا؟ قُلْتُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، قَالَ يَا عَائِشَةُ، انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ، فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ . تَابَعَهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ. [طرف الحدیث: ۵۱۰۲] (صحیح مسلم: ۱۴۵۵' الرقم المسلسل: ۳۴۹۶' سنن ابوداؤد: ۲۰۵۸' سنن نسائی: ۳۳۰۹' سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اشعث بن ابی الشعثاء از والد خود از مسروق' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس ایک مرد تھا' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے بتایا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اپنے رضاعی بھائیوں کی اچھی طرح چھان بین کر لیا کرو کیونکہ رضاعت وہی معتبر ہوتی ہے جو بھوک سے ہو یعنی مدتِ رضاعت میں ہو۔ اس حدیث کی روایت میں ابن مہدی نے محمد بن کثیر کی متابعت کی ہے از سفیان۔

بھوک سے رضاعت ثابت ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رضاعت وہی معتبر ہوتی ہے' جو بھوک سے ہو۔

یعنی ہر وہ شخص جو کسی کی ماں کا دودھ پی لے' وہ رضاعی بھائی نہیں ہوتا بلکہ شرط یہ ہے کہ اس کا دودھ پینا بھوک کی وجہ سے ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ رضاعت جس سے حرمت ثابت ہوتی ہے' یہ اس وقت ہوتی ہے جب دودھ پینے والا کم سن بچہ ہو اور دودھ پینے سے اس کی بھوک مٹتی ہو' اور جو بالغ ہونے کے بعد دودھ پیتا ہے' اس کی دودھ پینے سے بھوک نہیں مٹتی' وہ صرف روٹی کھانے سے سیر ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ایک چسکی یا دو چسکیاں بھوک کو نہیں مٹاتیں' اسی طرح دو سال کے بعد دودھ پینا بھی' اس سے رضاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب دو سال کے دوران اتنا دودھ پیا جائے جس سے بھوک مٹ جائے اور وہ پانچ چسکیوں کا اندازہ ہے' اس لیے رضاعت کے ثبوت میں عمر اور دودھ کی مقدار دونوں کا اعتبار ضروری ہے۔

رضاعت کے ثبوت میں دودھ کی مقدار اور پینے والے کی عمر کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ دودھ کی مقدار اور پینے والے کی عمر کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ رہی مقدار تو امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ پانچ چسکیوں سے کم میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی' امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کا ایک قول تین چسکیوں کا ہے' اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ ایک چسکی سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے' صحابہ میں سے حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے عطاء' طاؤس' سعید بن المسیب' الحسن البصری' مکحول' زہری' قتادہ' حکم' حماد اور ائمہ مجتہدین میں سے امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔

Marfat.com

پانچ چسکیوں سے حرمت رضاعت کے ثبوت میں امام شافعی کے دلائل

امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ دس معین چسکیاں حرمت کو ثابت کرتی ہیں' پھر یہ آیت پانچ معین چسکیوں سے منسوخ ہوگئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوگئے اور یہ آیت قرآن مجید میں پڑھی جاتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۴۵۲' الرقم المسلسل: ۳۴۸۷' سنن ابوداؤد: ۲۰۶۲' سنن ترمذی: ۱۱۵۳' سنن نسائی: ۳۳۰۳' سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۴)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے یہ حدیث بھی مروی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک چسکی اور دو چسکیاں حرام نہیں کرتیں۔

(صحیح مسلم: ۱۴۵۰' الرقم المسلسل: ۳۴۸۰' سنن ابوداؤد: ۲۰۶۳' سنن ترمذی: ۱۱۵۳' سنن نسائی: ۳۳۱۰' سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۲)

مطلقاً دودھ پینے سے حرمت رضاعت کے ثبوت میں امام ابوحنیفہ کے دلائل اور امام شافعی کے دلائل کے جوابات

امام ابوحنیفہ کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ. (النساء: ۲۳) اور (تم پر حرام کی گئی ہیں) تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں دودھ کی چسکیوں کا عدد ذکر نہیں ہے اور اس آیت میں مطلقاً دودھ پلانے کی وجہ سے دودھ پلانے والی کو دودھ پینے والے پر حرام قرار دیا ہے اور اگر اس آیت کو پانچ چسکیوں کے ساتھ مقید کیا جائے تو یہ خبر واحد سے قرآن مجید میں اضافہ ہے اور قرآن کریم کے اطلاق کو منسوخ کرنا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح درج ذیل احادیث کے اطلاق کو بھی منسوخ کرنا ہے:

یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب. رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۶۴۵)

ان الرضاعة تحرم ما یحرم من الولادة. رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۶۴۶)

اور امام شافعی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے' وہ منسوخ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلے ایک چسکی اور دو چسکیوں سے حرمت نہیں ہوتی تھی' لیکن اب ایک چسکی بھی حرام کر دیتی ہے۔ سو حضرت ابن عباس نے اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے' ان کے اس قول کو امام ابوبکر رازی نے نقل کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ کی تائید میں اور امام شافعی کے رد میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ خبر واحد سے قرآن ثابت نہیں ہوتا یعنی حضرت عائشہ سے جو حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ آیت اس طرح پڑھی جاتی تھی کہ پانچ چسکیوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

یہ حدیث خبر واحد ہے اور قرآن مجید کی آیت خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتی' لہٰذا جب یہ آیت ثابت نہیں ہوئی تو پانچ چسکیوں سے حرمت بھی ثابت نہیں ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

مدتِ رضاعت میں امام ابوحنیفہ اور جمہور کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث مضطرب ہیں' لہٰذا ان کو ترک کرنا واجب ہے' اور کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے' اس لیے کہ یہ حدیث ایک مرتبہ ابن زید سے مروی ہے' ایک مرتبہ حضرت عائشہ سے' اور ایک مرتبہ ابن زید کے والد سے اور اس کی مثل ساقط ہو جاتی ہے' رہی رضاعت کی مدت تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ اڑھائی سال ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دو سال ہے اور یہی امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے اور امام زفر کے نزدیک تین سال ہے' اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں ہے کیونکہ نصوص میں اطلاق ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل درج ذیل آیت ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ. (البقرہ: ۲۳۳)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں' یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہے۔

اور یہ آیت ہے:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا. (الاحقاف: ۱۵)

اور اس کو پیٹ میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا۔

کم سے کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے' تو دودھ چھڑانے کی مدت دو سال بچی۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل درج ذیل آیت ہے:

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا. (البقرہ: ۲۳۳)

پھر اگر ماں باپ باہمی مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ آیت اس آیت کے بعد ہے کہ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو سال کے بعد بھی دودھ پلانے کی گنجائش ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یک لخت دودھ کا چھڑانا ممکن نہیں ہے' تا کہ اس مدت میں بچہ دودھ کے ساتھ دوسری غذا کھانے کا عادی ہو جائے اور اس کی غذا کبھی دودھ ہو اور کبھی دوسرا طعام ہو اور عادۃً اس کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے' جیسے حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۴-۲۹۳)

میں کہتا ہوں کہ مدتِ رضاعت کے بیان میں علامہ ابن بطال کی یہ بہت عمدہ تقریر ہے جس کو علامہ عینی نے یہاں نقل کیا ہے' لیکن یہ تقریر مجھے صرف علامہ عینی کی عبارت میں ملی ہے' شرح ابن بطال میں مجھے اس مقام پر یہ عبارت نہیں ملی۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ ھ لکھتے ہیں:

بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے' اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ (بہار شریعت حصہ ۷ ص ۱۹' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

الاحقاف: ۱۵ کی تفسیر میں ہم نے اس کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۸۱۔

۸ - بَابُ شَهَادَةِ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِي

تہمت لگانے والے' چوری کرنے والے اور زنا کرنے والے کی گواہی

اس باب میں امام بخاری نے تہمت لگانے والے' چوری کرنے والے اور زنا کرنے والے کی گواہی کا حکم بیان کیا ہے' امام

Marfat.com

بخاری نے ازخود اس حکم کی تصریح نہیں کی کیونکہ اس کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَO اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا﴾ (النور:٤-٥).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیںO سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں۔ (النور:۵-۴)

امام بخاری نے ان دونوں آیتوں کے بعض حصے بیان کیے ہیں' ہم اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے یہ مکمل آیتیں لکھ رہے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَO اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO (النور:٥-٤)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں' پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیںO سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہےO

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

النور:۵ میں فرمایا ہے: سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں۔

کیونکہ توبہ کرنے سے پہلے گناہ مٹ جاتے ہیں' لہٰذا توبہ کرنے والا فاسق نہیں ہوگا' رہی اس کی شہادت تو فقہاء احناف کے نزدیک اس کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی' کیونکہ تہمت لگانے والے کی شہادت کو مسترد کرنا اس کی حد کا تتمہ ہے اور اس کی شہادت کو مسترد کرنا' اس کی حد کا جز ہے یعنی اس کی پوری حد اس کو اسی کوڑے لگانا اور اس کی شہادت کو مسترد کرنا ہے۔

النور:۴ میں فرمایا ہے: یہی لوگ فاسق ہیں۔ یہ جملہ خبریہ ہے' اس میں حکام سے خطاب نہیں ہے' اور اس سے پہلا جملہ جس میں فرمایا ہے: تم ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو' یہ جملہ انشائیہ ہے اور اس میں حکام سے خطاب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جب تہمت لگانے والا توبہ کر لے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک پھر بھی اس کی شہادت مسترد کی جائے گی۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک توبہ کرنے کے بعد وہ نیکوں اور متقین میں سے ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ توبہ کرنے کے بعد اس پر اتنا زمانہ گزرنا ضروری ہے کہ اس کی نیکی اور پرہیزگاری ثابت ہو جائے اور اس کے لیے انہوں نے ایک سال کی مدت مقرر کی ہے۔

وَجَلَدَ عُمَرُ اَبَا بَكْرَةَ وَشِبْلَ بْنَ مَعْبَدٍ وَنَافِعًا بِقَذْفِ الْمُغِيْرَةِ' ثُمَّ اسْتَتَابَهُمْ' وَقَالَ مَنْ تَابَ قَبِلْتُ شَهَادَتَهُ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' شبل بن معبد اور نافع کو حضرت مغیرہ بن شعبہ پر تہمت لگانے کی وجہ سے (اسی) کوڑے مارے' پھر ان سے توبہ طلب کی اور فرمایا: جس نے توبہ کر لی' اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ان کا قصہ متعدد اسانید سے روایت کیا گیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے گورنر مقرر تھے' حضرت ابوبکرہ' شبل بن معبد' نافع (حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے اخیافی بھائی) اور زیاد بن سفیان نے ان پر زنا کی تہمت لگائی' وہ سب جمع ہو گئے' پس انہوں نے دیکھا کہ حضرت مغیرہ ایک عورت کے بطن پر ہیں' اس کو الرقطاء ام جمیل بنت عمرو

Marfat.com

بن الاقثم الہلالیہ کہا جاتا تھا اور اس کے خاوند کا نام الحجاج بن عتیک بن الحارث بن عوف الجشمی تھا' پس وہ لوگ حضرت عمر کے پاس گئے اور ان سے حضرت مغیرہ کی شکایت کی تو حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ کو مقرر کر دیا' اور حضرت مغیرہ کو حاضر کیا گیا' ان میں سے تین نے حضرت مغیرہ کے خلاف زنا کی شہادت دی' رہے زیاد تو انہوں نے زنا کی شہادت نہیں دی' انہوں نے کہا کہ میں نے ایک قبیح منظر دیکھا اور میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اس صورت کے ساتھ اختلاط کیا یا نہیں' پھر حضرت عمر نے حکم دیا کہ ان تینوں پر حد قذف لگائی جائے' امام حاکم نے اس قصہ میں طویل روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۶-۲۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: وہ روایت یہ ہے:

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبدالعزیز بن ابی بکرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد کے باب صغیر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ہم میں ابوبکرہ اور ان کے بھائی نافع اور شبل بن معبد تھے' پس حضرت مغیرہ بن شعبہ مسجد کے سایوں میں چلتے ہوئے آئے اور حضرت ابوبکرہ کے پاس پہنچے' پس ان کو سلام کیا' حضرت ابوبکرہ نے کہا: اے امیر! آپ دارالامارۃ سے یہاں کس سبب سے آئے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں تم سے باتیں کروں گا' حضرت ابوبکرہ نے کہا: اے امیر! آپ کو اس کی کیا ضرورت ہے! آپ اپنے دارالامارۃ میں بیٹھیں اور جس کو چاہیں اس کو بلا کر باتیں کریں' حضرت مغیرہ نے کہا: اے ابوبکرہ! میں جو کچھ کر رہا ہوں اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' پھر وہ باب صغیر سے نکلے اور قیس کی بیوی اُم جمیل کے دروازہ کی طرف گئے' عبدالعزیز بن ابوبکر نے کہا: ابوعبداللہ کے گھر اور اس عورت کے گھر کے درمیان راستہ تھا' حضرت ابوبکرہ اس راستہ میں داخل ہوئے اور کہا: مجھے اس معاملہ میں صبر نہیں آ رہا' انہوں نے ایک لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا: اس بالاخانہ پر چڑھو اور اس کھڑکی سے دیکھو' اس نے جا کر دیکھا پھر تھوڑی دیر میں واپس آ گیا اور اس نے کہا: میں نے ان دونوں کو ایک لحاف میں دیکھا ہے' حضرت ابوبکرہ نے لوگوں سے کہا: میرے ساتھ اٹھو' وہ لوگ اٹھے' پہلے حضرت ابوبکرہ نے دیکھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا' پھر انہوں نے اپنے بھائی سے کہا: تم دیکھو! انہوں نے دیکھا' پھر حضرت ابوبکرہ نے پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا: میں نے زنا دیکھا' پھر کہا: تم نے کیا دیکھا غور کرو! انہوں نے کہا: میں نے محصن (شادی شدہ) کا زنا دیکھا' حضرت ابوبکرہ نے کہا: میں تم کو اس پر گواہ بناتا ہوں' انہوں نے کہا: ہاں! پھر حضرت ابوبکرہ اپنے گھر چلے گئے اور جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا' وہ انہوں نے حضرت عمر کی طرف لکھ کر بھیج دیا' حضرت عمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا یہ فعل حد سے زیادہ قبیح لگا' انہوں نے فوراً حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا' حضرت ابوموسیٰ اشعری نے تین دن بعد حضرت مغیرہ کو اور حضرت ابوبکرہ اور دیگر گواہوں کو بلایا اور کہا: بہت اچھا ہوگا اگر یہ واقعہ تم پر جھوٹ ثابت ہو اور بہت افسوس ہوگا اگر یہ واقعہ سچ ثابت ہو' پھر حضرت ابوبکرہ اور ان کے گواہوں نے امیر المؤمنین کے سامنے گواہی دی' حضرت عمر نے فرمایا: اے ابوبکرہ! تمہارے پاس جو گواہی ہے اس کو بیان کرو' انہوں نے گواہی دی کہ میں نے شادی شدہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھا' پھر حضرت ابوعبداللہ نے اپنے بھائی کو بلایا تو انہوں نے گواہی دی' پس انہوں نے کہا: میں نے شادی شدہ کا زنا دیکھا' پھر شبل بن معبد البجلی نے اسی طرح گواہی دی' پھر زیاد سے پوچھا کہ تم نے کیا دیکھا تو انہوں نے کہا: میں نے ان دونوں کو ایک بستر میں دیکھا اور میں نے زور زور سے سانس لینے کی آواز سنی' اس کے بعد کیا ہوا مجھے اس کا پتا نہیں' حضرت عمر' حضرت مغیرہ کے (حد سے) نجات پانے پر خوش ہوئے اور انہوں نے بلند آواز سے کہا: اللہ اکبر' اور زیاد کے سوا باقی لوگوں پر حد قذف لگائی۔ (المستدرک ج ۳ ص ۴۴۹-۴۴۸' دار الباز' مکہ مکرمہ)

Marfat.com

علامہ ذہبی نے اس واقعہ کو بغیر کسی جرح کے نقل کیا ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۴۵۰-۴۴۸)

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے ان تینوں پر حد قذف جاری کرنے کے بعد فرمایا: جس نے توبہ کر لی اس کی شہادت قبول کی جائے گی اس سے ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ جس پر حد قذف جاری ہو گئی توبہ کے بعد اس کی شہادت قبول کی جائے گی جب کہ ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○ (النور:۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں (پھر اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں○

وَاَجَازَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُتْبَةَ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَسَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَطَاوٗسٌ، وَمُجَاهِدٌ، وَالشَّعْبِيُّ، وَعِكْرِمَةُ، وَالزُّهْرِيُّ، وَمُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ، وَشُرَيْحٌ، وَمُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ.

اور (جس پر حد قذف لگائی گئی ہو اس کی شہادت کی) عبداللہ بن عتبہ عمر بن عبدالعزیز سعید بن جبیر طاؤس مجاہد شعبی عکرمہ زہری محارب بن دثار شریح اور معاویہ بن قرہ نے اجازت دی ہے۔

جس پر حد قذف لگائی گئی ہو اس کی شہادت قبول کرنے کے متعلق آثار

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شعبی سے روایت ہے کہ جب تہمت لگانے والا توبہ کر لے اور خیر کے سوا اس کی کسی بات کا علم نہ ہو تو پھر اس کی شہادت جائز ہے۔

ابن ابی نجیح نے کہا: تہمت لگانے والا جب توبہ کر لے تو اس کی شہادت جائز ہے ان سے پوچھا گیا: آپ سے یہ کس نے کہا؟ انہوں نے کہا: عطاء طاؤس اور مجاہد نے۔

عمران بن موسیٰ نے کہا: میں عمر بن عبدالعزیز کے سامنے حاضر تھا انہوں نے تہمت لگانے والے کی شہادت کو جائز قرار دیا۔

عمران بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عتبہ تہمت لگانے والے کی شہادت کو جائز قرار دیتے تھے۔

معمر بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا: جب تہمت لگانے والے کو حد لگا دی جائے تو امام کو چاہیے کہ اس سے توبہ طلب کرے اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ان لوگوں کے ساتھ کیا تھا جنہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف گواہی دی تھی پس حضرت ابوبکرہ کے سوا سب نے توبہ کر لی سو اُن کی شہادت قبول نہیں کی گئی۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ۹۶ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جس پر حد قذف لگائی گئی ہو اس کی شہادت مسترد کرنے کے متعلق آثار

شعبی بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح قاذف (تہمت لگانے والے) کے سوا ہر شخص کی شہادت قبول کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کی توبہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے اور ہم اس کی شہادت کو جائز قرار نہیں دیتے۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح یہ کہتے تھے کہ قاذف (تہمت لگانے والے) کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب یہ کہتے تھے کہ قاذف (تہمت لگانے والے) کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی اس کی توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے۔

Marfat.com

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: قاذف کی توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

مغیرہ نے بیان کیا کہ ابراہیم نخعی قاذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کرتے تھے۔

عمرو بن سعید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس پر اسلام میں حد لگائی گئی ہو اس کی شہادت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ۹۸-۹۶ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ نے بھی ان تمام آثار کی روایت کی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۸۴)

وَقَالَ اَبُو الزِّنَادِ الْاَمْرُ عِنْدَنَا بِالْمَدِيْنَةِ اِذَا رَجَعَ الْقَاذِفُ عَنْ قَوْلِهٖ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ.

اور ابوالزناد نے کہا: ہمارے نزدیک مدینہ میں یہ مقرر ہے کہ جب قاذف اپنے قول سے رجوع کرلے اور اپنے رب سے استغفار کرے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۸)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ اِذَا اَكْذَبَ نَفْسَهٗ جُلِدَ وَقُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ.

اور شعبی اور قتادہ نے کہا ہے کہ جب قاذف اپنے نفس کی تکذیب کردے اور اس پر حد قذف جاری کردی جائے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

ہم ابھی شعبی اور قتادہ سے یہ نقل کر چکے ہیں کہ قاذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

وَقَالَ الثَّوْرِيُّ اِذَا جُلِدَ الْعَبْدُ ثُمَّ اُعْتِقَ جَازَتْ شَهَادَتُهٗ وَاِنِ اسْتُقْضِيَ الْمَحْدُوْدُ فَقَضَايَاهُ جَائِزَةٌ.

اور ثوری نے کہا کہ جب کسی غلام کو کوڑے لگائے جائیں پھر اس کو آزاد کردیا جائے تو اس کی شہادت جائز ہے اور جس پر حد جاری کی گئی ہو پھر اس کو قاضی بنایا جائے تو اس کا فیصلہ کرنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس تعلیق میں یہ تصریح نہیں ہے کہ جس پر حد قذف لگائی گئی ہو اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ الْقَاذِفِ وَاِنْ تَابَ.

اور بعض الناس (بعض لوگوں) نے کہا کہ ہر چند قاذف توبہ کرلے پھر بھی اس کی شہادت جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ پر امام بخاری کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے امام بخاری امام ابوحنیفہ پر طعن کر رہے ہیں لیکن ان کا یہ طعن صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ پہلے شخص نہیں ہیں جس نے یہ کہا ہو کہ قاذف کی شہادت جائز نہیں ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان سے پہلے شعبی' قاضی شریح' قتادہ' سعید بن مسیب' حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے بھی یہی کہا ہے کہ قاذف کی شہادت قبول نہیں کیا جائے گی' ان کے علاوہ دیگر آثار یہ ہیں:

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح نے کہا کہ جب کسی شخص کے اوپر قذف کی وجہ سے حد لگائی جائے تو اس کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷ ۲۱۰۳ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۲' دار الکتب العلمیہ بیروت)

Marfat.com

یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری' قاذف کے متعلق یہ کہتے تھے کہ قاذف کی توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے اور اس کی شہادت جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۴۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور سعید بن المسیب نے کہا: قاذف کی شہادت نہیں ہوگی' اس کی توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۴۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

واصل نے ابراہیم نخعی سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۴۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمان ایک دوسرے کے حق میں عدول (جائز الشہادت) ہیں سوا اس کے جس پر جھوٹ کی وجہ سے حد لگائی گئی ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۴۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام دارقطنی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اس حدیث کو لکھ کر بھیجا۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۰۷' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۹۷' اعلام الموقعین ج ۱ ص ۶۷)

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کی شہادت جائز نہیں ہے: خیانت کرنے والا مرد' خیانت کرنے والی عورت' جس کو حد میں کوڑے لگائے گئے ہوں' جو اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہو' جس کی جھوٹی شہادت کا تجربہ ہو چکا ہو' جو اپنے گھر والوں کے تابع ہو اور جو ولاء اور قرابت میں متہم ہو۔

(سنن ترمذی: ۲۲۹۸' مشکوٰۃ: ۳۷۸۱)

ہر چند کہ امام ترمذی نے اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے' لیکن چونکہ دیگر احادیث اور آثار اس حدیث کے مؤید ہیں' اس لیے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور لائق استدلال ہے۔

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کی شہادت قبول نہیں ہے: خیانت کرنے والا مرد' خیانت کرنے والی عورت' جس کو اسلام میں حد لگ چکی ہو اور جو شخص اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۶۶' المشکوٰۃ: ۳۷۸۲)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خائن کی اور جس پر اسلام میں حد لگ چکی ہو اور جو اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہو' ان کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۹۴۰۔ ج ۱۱ ص ۵۳۱' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۰۱۔۱۵۵' سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۴۴)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خائن اور خائنہ کی اور جس کو حد میں کوڑے لگے ہوں اور اپنے بھائی سے عداوت رکھنے والے کی اور جس کی جھوٹی شہادت کا تجربہ ہو اور ولاء اور قرابت میں متہم ہو' (ان کی) شہادت جائز نہیں ہے۔

(سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۵' نشر السنۃ' ملتان)

سالم بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا: قاذف کی عذاب عظیم سے توبہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے اور اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ (سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۶' نشر السنہ' ملتان)

امام بیہقی نے قاذف کی شہادت کو رد کرنے کے متعلق عمرو بن شعیب اور سعید بن المسیب کی روایت کردہ احادیث کو اور قاضی شریح کے اثر کو بھی روایت کیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۶۔۱۵۵)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی صحت کی مزید تاکید

علامہ علاء الدین بن علی بن عثمان المارد ینی الشہیر بان الترکمانی متوفی ۷۴۵ھ لکھتے ہیں:

ابن حزم نے محلّٰی میں لکھا ہے: ابن جریج از عطاء الخراسانی از ابن شہاب روایت ہے کہ قاذف خواہ توبہ کر لے اس کی شہادت جائز نہیں ہے۔

شعبی کا قول بھی یہی ہے اور نخعی اور ابن المسیب کا ایک قول اور حسن بصری کا قول اور مجاہد کا ایک قول' اور مسروق کا قول اور ایک قول یہ ہے کہ قاذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ توبہ کر لے' اور شریح نے کہا ہے کہ جس کو قذف میں حد لگ چکی ہو' اس کی توبہ کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی' اور یہی امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور سفیان کا قول ہے۔

ابن المسیب نے حضرت عمر سے یہ روایت کی ہے کہ اگر قاذف توبہ کر لے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی' اس کا جواب یہ ہے کہ امام مالک اور ابن معین نے حضرت عمر سے ابن المسیب کے سماع کا انکار کیا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ دراصل ابن المسیب نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں کی ہے بلکہ عمر بن قیس سے روایت کی ہے اور یہ عمر بن قیس ضعیف ہے' اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت کے خلاف ہے کہ قاذف کی شہادت قبول کی جائے گی۔

(الجوہر النقی مع سنن البیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۴۔۱۵۲)

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر دوسرا اعتراض

ثُمَّ قَالَ لَا يَجُوْزُ نِكَاحٌ بِغَيْرِ شَاهِدَيْنِ' فَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ مَحْدُوْدَيْنِ جَازَ' وَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ عَبْدَيْنِ لَمْ يَجُزْ.

پھر (امام ابوحنیفہ نے) کہا: بغیر دو گواہوں کے نکاح جائز نہیں ہے' پس اگر اس نے ان دو کی گواہی سے نکاح کیا جن پر حد لگ چکی ہے تو یہ نکاح جائز ہے اور اگر اس نے دو غلاموں کی گواہی سے نکاح کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔

امام بخاری اس عبارت سے یہ بتا رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے مؤقف میں تناقض ہے' ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص پر حد قذف لگ چکی ہو' اس کی شہادت جائز نہیں ہے اور دوسری طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ جس پر حد لگ چکی ہو' اس کو نکاح میں گواہ بنانا جائز ہے۔

امام بخاری کے اعتراض کا جواب

دراصل یہاں پر دو چیزیں ہیں: ایک چیز ہے کسی کو گواہ بنانا اور دوسری چیز ہے اس کا گواہی دینا۔ مجلس نکاح میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور ان کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے' دو گواہوں کا ہونا اس لیے ضروری ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاحشہ عورتیں وہ ہیں جو بغیر گواہ کے از خود نکاح کرتی ہیں۔

Marfat.com

(سنن ترمذی: ۱۱۰۳)

امام ترمذی فرماتے ہیں: صحیح حدیث وہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بغیر گواہوں کے نکاح جائز نہیں ہے اور اس باب میں حضرت عمران بن حصین' حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی حدیث مروی ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب' فقہاء تابعین اور دوسروں نے کہا: بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا اور ہمارے نزدیک متقدمین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (سنن ترمذی ص ۴۶۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس حدیث میں دو گواہوں کے ساتھ عادل ہونے کی قید نہیں ہے' اس لیے جو دو مسلمان فاسق ہوں خواہ ان پر حد قذف لگ چکی ہو' وہ اگر مجلس نکاح میں موجود ہوں تو نکاح ہو جائے گا' اس لیے ان کو نکاح کا گواہ بنانا جائز ہے لیکن اگر بعد میں نکاح میں اختلاف ہو جائے تو ان کا اس نکاح کے ثبوت میں گواہی دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں تصریح ہے کہ جس پر حد قذف لگ چکی ہو' اس کا گواہی دینا جائز نہیں ہے۔ (النور: ۴) امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ ان کو نکاح میں گواہ بنانا جائز ہے' یہ نہیں کہا کہ ان کا گواہی دینا جائز ہے' لہٰذا امام ابوحنیفہ کے مؤقف میں کوئی تناقض نہیں ہے' گواہ بنانے اور گواہی دینے میں باریک فرق ہے' جس کی طرف امام بخاری نے توجہ نہیں کی اور امام ابوحنیفہ پر اعتراض کر دیا۔

عبارت مذکورہ میں امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر ایک اور اعتراض اور اس کا جواب

امام ابوحنیفہ نے جو کہا ہے کہ دو غلاموں کی گواہی سے نکاح جائز نہیں ہے' یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کو گواہ بنانا صحیح ہے جس کو اپنے نفس پر ولایت حاصل ہو اور جس کے تصرفات صحیح ہوں اور جس کے تصرفات صحیح نہ ہوں' اس کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے' اس لیے اگر مجلس نکاح میں صرف بچے ہوں یا پاگل ہوں تو وہ نکاح صحیح نہیں ہے کیونکہ بچوں اور پاگلوں کے تصرفات شرعاً صحیح نہیں ہوتے' اسی طرح غلاموں کے تصرفات بھی صحیح نہیں ہوتے' اس لیے دو غلاموں کو مجلس نکاح میں گواہ بنانا صحیح نہیں ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے۔

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر تیسرا اعتراض اور اس کا جواب

وَاَجَازَ شَهَادَةَ الْمَحْدُوْدِ وَالْعَبْدِ وَالْاَمَةِ لِرُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ.

(امام ابوحنیفہ نے) کہا: ہلال رمضان کی رؤیت کے لیے اس کی شہادت جائز ہے جس پر حد جاری کی گئی ہو اور غلام کی اور باندی کی۔

اس عبارت سے بھی امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کا تناقض ثابت کیا ہے کہ ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہیں کہ جس پر حد جاری کی گئی ہو' اس کی شہادت جائز نہیں ہے' اسی طرح غلام اور باندی کی شہادت کو بھی منع کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ یہ شہادت دیں کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے تو ان کی شہادت کو قبول کیا جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ لوگ یہ کہیں کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے تو یہ خبر ہے' شہادت نہیں ہے' اس لیے جب لوگ ہلال رمضان کو دیکھنے کی خبر دیں گے تو اس کو قبول کر لیا جائے گا۔

وَكَيْفَ تُعْرَفُ تَوْبَتُهُ وَقَدْ نَفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّانِيَ سَنَةً.

(امام بخاری کہتے ہیں:) ہم قاذف کی توبہ کو کیسے معلوم کریں گے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس عبارت کا تعلق امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے ساتھ نہیں ہے بلکہ یہ عبارت باب کے عنوان کا ایک حصہ ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہ عبارت باب کے عنوان کا تتمہ ہے۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری اکثر ایسا کرتے ہیں کہ باب کا ایک جز لکھنے کے بعد دوسرا جز لکھتے ہیں' خواہ ان دونوں جزءوں کے درمیان کافی بُعد ہو چکا ہو۔
امام بخاری نے اس عبارت سے اس مسئلہ میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔
اکثر متقدمین نے یہ کہا ہے کہ قاذف کی توبہ تب ہوگی جب وہ اپنے نفس کی تکذیب کرے' یعنی وہ یہ کہے کہ میں نے جو فلاں شخص پر زنا کی تہمت لگائی تھی تو وہ میں نے جھوٹ بولا تھا' یہ امام شافعی کا قول ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اسماعیل بن اسحاق نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔
امام بخاری کا موقف یہ ہے کہ قاذف کی توبہ کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کی تکذیب کرے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زانی کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا حکم دیا اور یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے یہ شرط لگائی ہو کہ زانی اپنی تکذیب کرے اور شہر بدر ہونے کی مدت میں یہ اعتراف کرے کہ میں نے زنا کر کے اللہ عزوجل کی معصیت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یعنی جب زانی کی توبہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنی معصیت کا اعتراف کرے تو قاذف کی توبہ میں بھی یہ شرط نہیں ہوگی کہ وہ اپنے جھوٹے ہونے کا اعتراف کرے۔

وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ حَتّٰى مَضٰى خَمْسُوْنَ لَيْلَةً.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک اور ان کے دو صاحبوں کے ساتھ بات کرنے سے منع فرمادیا حتیٰ کہ پچاس راتیں گزر گئیں۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:
حضرت کعب بن مالک کے دو صاحبوں سے مراد حضرت مرارہ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما ہیں' یہ تین اصحاب غزوۂ تبوک میں جانے سے پیچھے رہ گئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بات کرنے سے منع فرما دیا تھا' حتیٰ کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔
اگر تم یہ سوال کرو کہ ان تین صحابہ کے قصہ کو اس باب میں ذکر کرنے کی کیا مناسبت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تین صحابہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لیے بغیر پیچھے رہ گئے اور یہ چوری اور دوسرے گناہوں کی طرح معصیت ہے۔
علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ قذف سے توبہ کرنے میں یہ شرط نہیں ہے کہ تہمت لگانے والا اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہر بدر کرنے کی مدت میں زانی پر یہ شرط عائد نہیں کی کہ وہ اپنی معصیت کا اقرار کرے اور نہ ان تین صحابہ پر یہ لازم قرار دیا کہ وہ ان پچاس دنوں میں اپنی معصیت کا اقرار کریں' اگر یہ شرط ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا ذکر فرماتے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۱۷۱-۱۷۰' داراحیاء التراث العربی بیروت)

ان تین صحابہ سے پچاس دن کلام کی ممانعت کی توجیہ بیان کرنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں: اب یہاں پچاس دن اس لیے رکھے گئے تا کہ ان کے طرزِ عمل کا اندازہ کیا جائے' اسی طرح محدود بالقذف کو ایک مدت تک دیکھا جائے گا کہ اس کا طرزِ عمل کیسا ہے' اگر طرزِ عمل درست معلوم ہو تو پھر اس کی توبہ قبول کر سکتے ہیں اور

آئندہ اس کی گواہی بھی قبول کی جا سکتی ہے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۹۲۰)

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ قاذف کی گواہی قبول کی جا سکتی ہے اور یہ فقہاء احناف کے مذہب کے خلاف ہے۔

شیخ تقی عثمانی نے خود لکھا ہے: امام ابو حنیفہ کے نزدیک قاذف کی شہادت قبول نہیں ہوتی' چاہے وہ توبہ بھی کر چکا ہو۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۹۱۴)

شیخ تقی عثمانی کی غلطی یہ ہے کہ وہ حنفی شارح ہیں اور اس عبارت میں انہوں نے ائمہ ثلاثہ کے مؤقف کی وکالت کی ہے۔

النور: ۵۔ ۴ سے فقہاء احناف کے استدلال کا راجح ہونا

النور: ۵۔ ۴ میں فرمایا ہے: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں' (پھر اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں O سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں۔

اس آیت میں جو استثناء ہے' اس میں اختلاف ہے' آیا یہ آخری جملہ کے ساتھ متعلق ہے' یعنی یہی لوگ فاسق ہیں سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں وہ فاسق نہیں ہیں' اور یہ فقہاء احناف کا مختار ہے یا یہ استثناء مجموعہ کے ساتھ متعلق ہے' یعنی تم ان کی شہادت کو کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں' سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ توبہ کے بعد ان کی شہادت قبول کر لی جائے گی اور یہ ائمہ ثلاثہ کا مختار ہے۔

فقہاء احناف کا مختار حسب ذیل وجوہ سے راجح ہے:

(ا) استثناء میں اصل یہ ہے کہ وہ قریب کے لفظ کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے' اس لیے اس آیت میں استثناء قریب کے جملہ کے ساتھ لاحق ہوگا اور معنی اس طرح ہوگا: یہی لوگ فاسق ہیں سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں۔

(ب) اگر استثناء کو مجموعہ کے ساتھ لاحق کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ توبہ کے بعد قاذف کی شہادت قبول ہوگی تو اس آیت میں ''ابدًا'' کا جو لفظ ہے' وہ بے فائدہ رہے گا کیونکہ ''ابدًا'' کا معنی یہ ہے کہ قاذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کی جائے اور اگر توبہ کے بعد قاذف کی شہادت قبول کر لی گئی تو پھر ''ابدًا'' کا ذکر کرنا بے کار رہے گا۔

(ج) اس آیت سے مقصود قاذف کے جرم کی سنگینی اور اہمیت ہے' اگر توبہ کے بعد قاذف کی شہادت قبول کر لی گئی تو قذف میں اور چوری اور زنا میں کیا فرق رہے گا' کیونکہ توبہ کے بعد تو چور اور زانی کی شہادت بھی قبول کی جاتی ہے۔

قاذف کے خلاف شدید وعید کی توجیہ

اس آیت میں قاذف کے لیے شدید وعید ہے کہ اس کو اسی کوڑے مارے جائیں اور کبھی بھی اس کی توبہ قبول نہ کی جائے' اس سخت وعید کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اپنے مسلمان بھائیوں کے عیوب ظاہر نہ کریں اور ان کے عیوب تلاش نہ کریں اور نبی ﷺ نے مسلمانوں کے عیوب ڈھونڈنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور اس شخص کی شدید مذمت فرمائی ہے جو مسلمانوں کی خلوت کی برائیوں کو آشکارا کرتا ہے اور لوگوں میں بیان کرتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو برزہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ان لوگوں کی جماعت جو اپنی زبان سے اسلام لائے ہیں اور ان کے دل میں اسلام داخل نہیں ہوا! تم مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب کو تلاش نہ کرو' کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب کو تلاش کرے گا' اللہ اس کے عیوب ظاہر کر دے گا اور جس کے عیوب کو اللہ ظاہر کر دے گا' وہ اسے اس کے گھر میں رسوا کر دے

Marfat.com

گا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۸۰ سنن ترمذی: ۲۰۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی دنیاوی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کی' اللہ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کر دے گا' اور جس نے کسی کی مشکل کو آسان کیا' اللہ اس کی دنیا اور آخرت کی مشکلوں کو آسان کر دے گا' اور جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا' اللہ دنیا اور آخرت میں اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا' اور اللہ اس وقت تک بندہ کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۹۴۶ سنن ترمذی: ۱۴۲۵)

اس آیت میں یہ بھی بتایا ہے کہ صرف گناہوں سے توبہ کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ بندہ پر لازم ہے کہ وہ توبہ کے بعد نیک اعمال کرے اور ان گناہوں کی تلافی کرے۔

اس باب میں امام بخاری کی تعلیقات کی مبسوط شرح اور ان تعلیقات کے مالہ وماعلیہ کو ذکر کرنے کے بعد اب ہم اس باب کی حدیث کو ذکر کر کے اس کی شرح ذکر کر رہے ہیں:

٢٦٤٨ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ، فَأُتِيَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَمَرَ فَقُطِعَتْ يَدُهَا، قَالَتْ عَائِشَةُ فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا وَتَزَوَّجَتْ، وَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۳۴۷۵-۳۷۳۲-۳۷۳۳-۴۳۰۴-۶۷۸۷-۶۷۸۸-۶۸۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس' اور لیث نے بیان کیا کہ مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ فتح مکہ کے غزوہ میں ایک عورت نے چوری کی' اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا' پھر آپ کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اس نے بہت اچھی توبہ کی اور اس نے شادی کر لی اور وہ اس کے بعد بھی آتی تھی اور میں اس کی ضرورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا کرتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۸۸' الرقم المسلسل: ۴۳۰۲' سنن نسائی: ۱۹۰۲)

جس عورت نے چوری کی تھی اس کا نام اور اس کے لیے حضرت اسامہ کی سفارش کو مسترد کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس عورت نے چوری کی تھی' اس کا نام فاطمہ بنت اسود ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کی چوری اپنی شرائط کے ساتھ ثابت ہو گئی تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کی سفارش کی تھی لیکن آپ نے ان کی سفارش کو مسترد کر دیا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قریش کے لیے یہ بات بہت سنگین تھی کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سفارش کون کرے گا! حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے ہیں' ان کے سوا ان کی سفارش کی جرأت کون کر سکتا ہے! پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سفارش کی تو آپ نے فرمایا: تم اللہ کی حدود میں سے

Marfat.com

ایک حد کے متعلق سفارش کر رہے ہو! پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لیے گم راہ ہو گئے تھے کہ جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی پس ماندہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس پر حد جاری کر دیتے (یہ تو فاطمہ بنت اسود ہے) اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو ضرور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۸-۲۶۴۸)

باب میں مذکور حدیث سے امام بخاری کا غلط استدلال

امام بخاری نے یہ حدیث یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ جب چور توبہ کر لے اور اس کے بعد نیک اعمال کرے تو اس کی شہادت قبول کی جاتی ہے' امام بخاری نے قاذف کو چور پر قیاس کیا ہے کہ جب چور توبہ کر لے اور نیک عمل کرے تو اس کی شہادت قبول کر لی جاتی ہے تو جب قاذف توبہ کر لے اور اس کے بعد نیک عمل کرے تو پھر اس کی شہادت بھی قبول کرنی چاہیے' لیکن امام بخاری کا یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ قاذف کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ تم ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو' اور چور اور دیگر مرتکبین کبائر کے متعلق اس طرح نہیں فرمایا' اس لیے قاذف کو چور پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اور امام بخاری کا یہ استدلال بہت کمزور ہے۔

۲۶۴۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَمَرَ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصِنْ بِجَلْدِ مِائَةٍ، وَتَغْرِيْبِ عَامٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے یہ حکم دیا کہ جس نے زنا کیا اور وہ شادی شدہ نہیں تھا' اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کی حد بیان فرمائی ہے اور اس میں توبہ کا ذکر نہیں فرمایا۔

۹ - بَابٌ لَا يَشْهَدُ عَلٰى شَهَادَةِ جَوْرٍ اِذَا اُشْهِدَ

اگر لوگ کسی کو ظلم پر گواہ بنانا چاہیں تو وہ گواہ نہ بنے

۲۶۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَاَلَتْ اُمِّي اَبِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِي مِنْ مَالِهِ، ثُمَّ بَدَا لَهُ فَوَهَبَهَا لِي، فَقَالَتْ لَا اَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخَذَ بِيَدِي، وَاَنَا غُلَامٌ، فَاَتٰى بِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَاَلَتْنِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِهٰذَا، قَالَ اَلَكَ وَلَدٌ سِوَاهُ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاُرَاهُ قَالَ لَا تُشْهِدْنِي عَلٰى جَوْرٍ. وَقَالَ اَبُوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحیان التیمی نے خبر دی از شعبی از حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے میرے والد سے یہ سوال کیا کہ وہ مجھے اپنے مال سے کچھ ہبہ کر دیں' (پہلے انہوں نے انکار کیا) پھر ان کو خیال آیا تو انہوں نے ہبہ کر دیا' میری والدہ نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی حتیٰ کہ آپ (اس ہبہ پر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنائیں' پس میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور میں اس وقت لڑکا تھا' پس میرے والد نے کہا:

Marfat.com

حُرَيْزٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ.

اس کی ماں بنت رواحہ نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں اس لڑکے کو کچھ ہبہ کر دوں' آپ نے پوچھا: کیا اس لڑکے کے علاوہ تمہاری اور بھی اولاد ہے؟ میرے والد نے کہا: جی ہاں! پس میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ' اور ابو حریز نے کہا از شعبی: میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۵۸۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ظلم پر گواہ نہ بننے کا ذکر ہے۔

۲۶۵۱ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. قَالَ عِمْرَانُ لَا اَدْرِيْ، اَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ قَرْنَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ.

(صحیح مسلم:۲۵۳۵' الرقم المسلسل:۶۳۷۰' سنن نسائی:۳۸۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہدم بن مضرب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں (صحابہ)' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں (تابعین)' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں (تبع تابعین)۔ حضرت عمران نے کہا: میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین کا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو خیانت کریں گے' وہ امانت دار نہیں ہوں گے' وہ (از خود) گواہ بنیں گے اور ان کو گواہ نہیں بنایا جائے گا' وہ نذر مانیں گے اور نذر کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

''قرن'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''قرن'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایک زمانہ کے لوگ کیونکہ وہ وجود میں مقترن ہوتے ہیں یعنی ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس سے مراد ہے: میرے اصحاب یعنی جنہوں نے ایمان کے ساتھ آپ کو دیکھا ہو یا آپ کا کلام سنا ہو' اور ''قران'' کا معنی ہے: ایک زمانہ کے ہم عصر لوگ' ''قرن'' کی مدت میں اختلاف ہے' ایک قول ہے: اسی سال' دوسرا قول ہے: چالیس سال' اور تیسرا قول ہے: سو سال یعنی سو سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرن تھا' قزاز نے کہا ہے کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: تم ایک قرن تک زندہ رہو گے' تو وہ سو سال تک زندہ رہا۔ ثعلب نے کہا: یہی مختار ہے' ابن التین نے کہا: بیس سال سے لے کر ایک سو بیس سال تک ایک قرن ہے' ابن سیدہ نے کہا: یہ ایک زمانہ کے لوگوں کی متوسط عمروں کی مقدار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں ارشاد ہے: وہ (ازخود) گواہ بنیں گے اور ان کو گواہ بنایا نہیں جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہاں ان لوگوں کی مذمت میں فرمایا ہے وہ ازخود گواہ بنیں گے حالانکہ ایک اور حدیث میں ایسے شخص کی تحسین کی ہے وہ حدیث یہ ہے:

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں یہ وہ لوگ ہیں جو ان سے سوال کرنے سے پہلے شہادت دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۷۱۹ سنن ابوداؤد: ۳۵۹۶ سنن ترمذی: ۲۲۹۵ سنن ابن ماجہ: ۲۳۶۴)

ازخود گواہی دینے والے کی تحسین اور مذمت میں وارد احادیث میں تطبیق

علامہ عبدالرحمن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے بعض اہل علم کے حوالے سے لکھا ہے کہ جس حدیث میں ازخود گواہی دینے والے کی مذمت کی ہے اس سے مراد جھوٹی گواہی دینے والا ہے (امام ترمذی نے اس کو سنن ترمذی: ۲۳۰۲ کے تحت لکھا ہے) اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو اپنے اصحاب کی وصیت کرتا ہوں پھر ان لوگوں کی جو ان کے قریب ہوں پھر ان لوگوں کی جو ان کے قریب ہوں پھر جھوٹ پھیل جائے گا حتیٰ کہ ایک آدمی حلف اٹھائے گا حالانکہ اس سے حلف طلب نہیں کیا جائے گا اور ایک شخص گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی: ۲۱۶۵ مسند احمد ج ۱ ص ۱۸)

اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی حدیث سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز پر گواہ ہو اور وہ اس شہادت کو ادا کرے اور اس شہادت کی ادائیگی سے انکار نہ کرے۔ (کشف المشکل ج ۳ ص ۳۳۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی متوفی ۷۹۴ھ لکھتے ہیں:

جس حدیث میں ازخود گواہی دینے والے کی تحسین فرمائی ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کے حقوق میں گواہی دیں اور جس حدیث میں ان کی مذمت فرمائی ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے حقوق میں گواہی دیں جن کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں ہوتا دوسرا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو ازخود غیب کی شہادت دیں مثلاً فلاں لوگ دوزخی ہیں اور فلاں لوگ جنتی ہیں اور تحسین ان لوگوں کی فرمائی ہے جو ازخود غیب کی شہادت نہ دیں بلکہ ظاہری معاملات کی ازخود گواہی دیں۔

(التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح علیٰ حاشیہ کشف المشکل ج ۳ ص ۳۳۵)

موٹاپے کی وجہ

نیز اس حدیث میں ارشاد ہے: اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: ان میں موٹاپا اس لیے ظاہر ہوگا کہ وہ بہ کثرت طعام کھائیں گے اور ان میں احکام شرعیہ سے غفلت قوی ہوگی کیونکہ جس شخص کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے وہ کم کھانا کھاتا ہے کیونکہ زیادہ سیر ہو کر طعام کھانے سے عقل پر غفلت طاری ہوتی ہے۔

علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

یہ لوگ زیادہ وسعت سے کھاتے اور پیتے ہیں اور زیادہ کھانا اور پینا موٹاپے کا سبب ہے اور آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو لوگ ضرورت سے زیادہ کھانے پینے میں مشغول رہیں گے اور موٹاپے کا شکار ہوں گے۔ (کشف المشکل مع التنقیح ج ۳ ص ۳۳۵)

Marfat.com

۲۶۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ أَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ. قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَكَانُوا يَضْرِبُونَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں' پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قسم کھانے سے پہلے گواہی دیں گے اور گواہی دینے سے پہلے قسم کھائیں گے۔ ابراہیم نخعی نے کہا: (ہمارے بڑے) ہم کو شہادت دینے اور عہد کرنے پر مارتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۳۶۵۱-۳۶۵۱-۶۴۲۹-۶۶۵۸] (صحیح مسلم: ۲۵۳۳'

الرقم المسلسل: ۶۳۶۴' سنن ترمذی: ۳۸۸۵' سنن ابن ماجہ: ۲۳۶۲)

شہادت دینے سے پہلے قسم کھانے اور قسم کھانے سے پہلے شہادت دینے کی وضاحت

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ لوگ قسم کو شہادت پر مقدم کریں گے اور شہادت کو قسم پر مقدم کریں گے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے تو دور لازم آتا ہے' پھر اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے' جو شہادت دینے پر بہت حریص ہوں گے اور اس کی ترویج کے بہت مشتاق ہوں گے' وہ جس چیز پر شہادت دیں گے اس پر حلف اٹھائیں گے' کبھی وہ شہادت دینے سے پہلے حلف اٹھائیں گے اور کبھی حلف اٹھانے سے پہلے شہادت دیں گے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہو کہ وہ شہادت دینے اور قسم کھانے میں جلدی کریں گے اور وہ ان دونوں چیزوں پر حریص ہوں گے اور ان کی حرص کا ثمرہ یہ ہوگا کہ کبھی وہ شہادت دینے سے پہلے قسم کھائیں گے اور کبھی قسم کھانے سے پہلے شہادت دیں گے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۱۷۳' داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابراہیم نخعی نے کہا: وہ ہم کو شہادت دینے اور عہد کرنے پر مارتے تھے' امام بخاری نے کتاب الفضائل میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ہم اس وقت کم عمر تھے' صحیح مسلم میں ہے کہ وہ ہم کو شہادت دینے اور عہد کرنے سے منع کرتے تھے۔ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا: اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم کو قسم کھانے کی عادت نہ پڑ جائے اور ہم بات بات پر قسم نہ کھانے لگیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰ - بَابُ مَا قِيلَ فِي شَهَادَةِ الزُّوْرِ

جھوٹی شہادت پر وعید

اس باب میں جھوٹی شہادت پر تغلیظ اور وعید کو بیان کیا گیا ہے۔

لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّوْرَ﴾ (الفرقان: ۷۲).

کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ (الفرقان: ۷۲)

اس آیت کو جھوٹی گواہی پر تہدید اور وعید کے سلسلہ میں بیان کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ یہ آیت ان لوگوں کی مدح میں نازل ہوئی ہے جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور اس سے پہلی آیات بھی ان لوگوں کے حق میں ہیں' جو توبہ کرتے ہیں اور اعمال صالحہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

وَكِتْمَانِ الشَّهَادَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ (البقرہ:۲۸۳)

اور شہادت کے چھپانے پر (جو وعید ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی چھپائے گا' اس کا دل گناہ آلود ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو خوب جاننے والا ہےO (البقرہ:۲۸۳)

یعنی جب تم کو شہادت ادا کرنے کے لیے بلایا جائے تو تم شہادت کو نہ چھپاؤ' اور شہادت کو چھپانے کی یہ صورت بھی ہے کہ جب کسی چیز پر گواہ بننے کا موقع ہو تو انسان اس پر گواہ نہ بنے' ایسے شخص کے متعلق فرمایا: اس کا دل گناہ آلود ہے۔

﴿تَلْوُوْا﴾ اَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ.

اور تم اپنی زبانوں سے گواہی میں ہیر پھیر کرتے ہو۔

امام بخاری نے اس عبارت سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ تَلْوٗا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًاO (النساء:۱۳۵)

اور اگر تم نے گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہےO

۲۶۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ قَالَ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ جَرِيْرٍ وَعَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ قَالَ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ. تَابَعَهٗ غُنْدَرٌ وَاَبُوْ عَامِرٍ وَبَهْزٌ وَعَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے وہب بن جریر اور عبدالملک بن ابراہیم سے سنا' ان دونوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن ابی بکر بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ وہب بن جریر کی حدیث کی متابعت غندر' ابو عامر' بہز اور عبدالصمد نے کی ہے از شعبہ۔

[اطراف الحدیث:۵۹۷۷۔۶۸۷۱]

(صحیح مسلم:۸۸' الرقم المسلسل:۱۶۲' سنن ترمذی:۱۲۱۱' سنن نسائی:۴۰۱۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۳۷۷۔ ج ۱۹ ص ۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن منیر ابو عبدالرحمان الزاہد (۲) وہب بن جریر بن حازم الازدی ابو العباس (۳) عبدالملک بن ابراہیم ابو عبداللہ' مولیٰ بنی عبدالدار القرشی (۴) شعبہ بن الحجاج (۵) عبیداللہ بن ابی بکر بن انس بن مالک (۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۷۔۳۰۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جھوٹی گواہی دینا۔

گناہ کبیرہ کی تعریف اور ان کی تعداد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''کبائر'' کا ذکر ہے' ''کبیرہ'' کی جمع ہے' یہ گناہوں میں سے اس قبیح فعل کو کہتے ہیں جس کو شریعت میں منع کیا گیا ہو' اور اس کا ارتکاب بہت سنگین ہو' جیسے قتل ناحق' زنا اور جہاد سے پیٹھ پھیرنا' اس کی متعدد تعریفیں ہیں: ایک قول

Marfat.com

ہے: ہر معصیت گناہ کبیرہ ہے دوسرا قول ہے: گناہ کبیرہ ہر وہ فعل ہے جس پر دوزخ کی آگ یا لعنت یا غضب یا عذاب کی وعید ہو میں کہتا ہوں کہ کبیرہ ایک امر اضافی ہے اور ہر اوپر والا گناہ اپنے ماتحت کے اعتبار سے گناہ کبیرہ ہے اور نیچے والا گناہ اپنے مافوق کے اعتبار سے گناہ صغیرہ ہے۔

اس حدیث میں چار کبائر کا ذکر ہے تاہم ان میں حصر نہیں ہے کیونکہ ایک اور حدیث میں سات کبائر کا ذکر ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہو اس کو قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیرنا اور شادی شدہ پاک دامن مسلمان عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح البخاری: ۲۷۶۶' صحیح مسلم: ۸۹' الرقم المسلسل: ۱۶۴' سنن ابوداؤد: ۲۸۷۴' سنن نسائی: ۳۶۷۰)

امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے ان سات کے علاوہ بعض اور کبائر کی روایت کی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سات افراد پر لعنت کی ہے' پھر فرمایا: جس نے قوم لوط کا عمل کیا وہ ملعون ہے' جس نے عورت اور اس کی بیٹی کو نکاح میں جمع کیا وہ ملعون ہے' جس نے اپنے والدین کو گالی دی وہ ملعون ہے' جس نے کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کی وہ ملعون ہے' جس نے زمین کی حد کو بدلا وہ ملعون ہے' جس نے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا وہ ملعون ہے اور جس نے اپنی نسبت اپنے غیر کی طرف کی وہ ملعون ہے۔

(المستدرک: ۸۱۱۸۔ ج ۵ ص ۵۰۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے شیخ ابو طالب مکی نے حسب ذیل سترہ کبائر ذکر کیے ہیں:

(۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) کسی معصیت پر اصرار کرنا (۳) اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا (۴) کسی مصیبت سے بے خوف ہونا (۵) جھوٹی گواہی دینا (۶) شادی شدہ پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا (۷) جھوٹی قسم کھانا (۸) جادو کرنا (۹) انگور کی شراب پینا اور دیگر نشہ آور مشروب پینا (۱۰) ظلم سے یتیم کا مال کھانا (۱۱) سود کھانا (۱۲) زنا کرنا (۱۳) قومِ لوط کا عمل کرنا (۱۴) ناحق قتل کرنا (۱۵) چوری کرنا (۱۶) میدانِ جنگ سے بھاگنا (۱۷) ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اور اس ناکارہ نے الشوریٰ: ۳۶ کی تفسیر میں ایک سو اٹھارہ کبائر کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۶۱۵۔ ۶۱۴)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کا معنی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب گناہ کبیرہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے سب سے پہلے جو گناہ کبیرہ بیان فرمایا' وہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا ہے۔ شرک کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود اور قدیم بالذات ماننا یا کسی کو عبادت کا مستحق ماننا اور یا کسی مخلوق کی صفت کو مستقل بالذات ماننا' تاہم اللہ تعالیٰ کی دین اور عطاء سے کسی کو کوئی صفت حاصل ہو تو وہ شرک نہیں ہے' جیسے اللہ تعالیٰ از خود سمیع و بصیر اور علیم و قدیر ہے اور انسان اس کے بنانے سے سمیع و بصیر اور علیم و قدیر ہے تو یہ شرک نہیں ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ از خود غیب کا عالم ہے اور انبیاء علیہم السلام اس کی عطاء سے غیب پر مطلع ہیں تو ان کو غیب پر مطلع ماننا شرک نہیں ہے۔

''عقوق الوالدین'' کا معنی

''عق'' کا معنی ہے: قطع کرنا اور کاٹنا۔ ''عاق'' وہ شخص ہے جو والدین کی اطاعت کی لاٹھی کو کاٹ ڈالے' تاہم اگر والدین کسی

Marfat.com

غیر شرعی کام کرنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت واجب نہیں ہے۔

ابوعمرو بن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ہر وہ فعل جس سے والدین کو ایذاء پہنچے وہ حرام ہے بہ شرطیکہ وہ فعل افعالِ واجبہ سے نہ ہو' ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ فعل جو معصیت نہ ہو' اس میں والدین کی اطاعت واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۸)

قتل ناحق کے حرام ہونے پر قرآن اور احادیث سے دلائل

قتل ناحق کے حرام ہونے کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا. (النساء: ۹۳) اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اور قتل ناحق کی حرمت میں احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ میرا کسی کافر شخص سے مقابلہ ہو اور وہ مجھ سے قتال کرے اور تلوار سے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالے پھر وہ مجھ سے بچنے کے لیے ایک درخت کی آڑ میں آئے اور کہے کہ میں اللہ کے لیے اسلام لے آیا' یارسول اللہ! کیا میں اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل مت کرو' میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ میرا ایک ہاتھ کاٹ چکا ہے' اور اس نے میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد کلمہ پڑھا ہے' کیا میں اس کو قتل کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل مت کرو' اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ تمہارے قتل کرنے سے پہلے والے درجہ میں ہوگا اور تم اس کے کلمہ پڑھنے سے پہلے والے درجہ میں ہو گے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۱۹' صحیح مسلم: ۹۵' سنن ابوداؤد: ۲۶۴۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کی بہ نسبت پوری دنیا کا زوال زیادہ آسان ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۰۰' سنن نسائی: ۳۹۹۸)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر تمام آسمان اور زمین والے کسی ایک مؤمن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔

(سنن ترمذی: ۱۴۰۲' المستدرک ج ۴ ص ۳۵۲' کنزالعمال: ۳۹۵۴)

النساء: ۹۳ میں فرمایا ہے: اور جو شخص کسی مسلمان کو قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ مسلمان کا قتل گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کی سزا دوزخ کا دائمی عذاب نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ دائمی عذاب کا مستحق ہے' یہ نہیں فرمایا کہ اس کو دائمی عذاب ہوگا۔ دوسرا جواب یہ کہ یہ دائمی عذاب اُس صورت میں ہوگا جب وہ حلال سمجھ کر مسلمان کو قتل کرے' اور یہ ضابطہ ہے کہ معصیت کو حلال سمجھنا کفر ہے اور کافر کے لیے دائمی عذاب ہے۔

جھوٹی گواہی دینے والے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جھوٹے گواہ کی سزا میں اختلاف ہے' امام عبدالرزاق نے مکحول اور ولید بن ابی مالک سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شام میں اپنے گورنروں کی طرف لکھا کہ جھوٹے گواہ کو سو کوڑے مارے جائیں' اس کا سر مونڈا جائے اور اس کو لمبے عرصہ تک قید میں رکھا جائے۔

Marfat.com

حضرت عمر سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا منہ کالا کیا جائے' اس کا عمامہ اس کے گلے میں ڈال کر اس کو گلیوں میں پھرایا جائے اور اعلان کیا جائے کہ یہ جھوٹا گواہ ہے اور اس کی شہادت کبھی بھی نہیں قبول کی جائے گی۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اس کو کوڑے مارے جائیں' اس کو گلیوں میں پھرایا جائے اور اس کی تذلیل کی جائے۔

ابن القاسم نے کہا: مجھے امام مالک سے یہ بات پہنچی ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ اس کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ توبہ کرلے اور توبہ کے بعد نیک عمل کرے' یہ قول حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اتباع میں ہے۔

ابن ابی لیلیٰ نے کہا: اس کو تعزیر لگائی جائے گی' امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی نے کہا: اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور اس کی تشہیر کی جائے گی' امام احمد' اسحاق اور ابو ثور کا بھی یہی قول ہے اور شریح نے کہا ہے کہ اس کی تشہیر کی جائے گی اور اس کو تعزیر نہیں دی جائے گی اور یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جھوٹی گواہی دینا فسق ہے اور جو کسی مسلمان کو فاسق کہے' اس کو تعزیر دی جائے گی اور اس کو فاسق کہے جانے سے بہتر یہ ہے کہ اس کو تعزیر دی جائے اور اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے کہ جس نے جھوٹی گواہی دینے کے علاوہ کوئی اور فسق کیا تو اس کی توبہ مقبول ہے اور اس کے بعد اس کی شہادت جائز ہے' سو جھوٹی گواہی دینے کا معاملہ بھی اسی طرح ہونا چاہیے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۲۹۔۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٦٥٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ ثَلَاثًا، قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ. قَالَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ. وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

[اطراف الحدیث: ۵۹۷۶۔ ۶۲۷۳۔ ۶۲۷۴۔ ۶۹۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الجریری نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن ابی بکرہ از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ کبیرہ کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' آپ بیٹھ گئے حالانکہ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر آپ نے فرمایا: اور جھوٹی بات کہنا (یا جھوٹی گواہی دینا)۔ راوی نے کہا: آپ اس کی بار بار تکرار فرماتے رہے' حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش! آپ سکوت فرماتے' اور اسماعیل بن ابراہیم نے کہا: ہمیں الجریری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کی شرح کا مطالعہ فرمائیں۔

١١ - بَابُ شَهَادَةِ الْأَعْمٰى وَأَمْرِهِ وَنِكَاحِهِ وَإِنْكَاحِهِ وَمُبَايَعَتِهِ وَقَبُوْلِهِ

نابینا کی گواہی اور اس کا معاملہ اور اس کا نکاح کرنا اور اس کا نکاح کرانا' اور اس کی خرید وفروخت

Marfat.com

فِي التَّأْذِينِ وَغَيْرِهٖ، وَمَا يُعْرَفُ بِالْأَصْوَاتِ

اور اس کی اذان وغیرہ کو قبول کرنا اور جو چیزیں آوازوں سے پہچانی جاتی ہیں

اس باب میں نابینا کی شہادت کا حکم بیان کیا گیا ہے' ابن القصار نے کہا ہے کہ شریعت میں آواز کو شہادت کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نابینا اپنی بیوی کی آواز سنے تو اس کا اپنی بیوی سے مباشرت کرنا جائز ہے۔

وَاَجَازَ شَهَادَتَهٗ قَاسِمٌ وَالْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ.

اور قاسم' حسن بصری' ابن سیرین' زہری اور عطاء نے نابینا کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔

اس تعلیق کے ثبوت میں آثار حسب ذیل ہیں:

اشعث نے بیان کیا کہ حسن بصری کہتے تھے کہ نابینا کی شہادت صرف اس وقت جائز ہے' جب اس نے نابینا ہونے سے پہلے کسی چیز کو دیکھا ہوا ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۴۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اشعث نے بیان کیا کہ حسن بصری اور ابن سیرین دونوں نے کہا کہ نابینا کی گواہی جائز ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابن ابی الذئب نے کہا کہ زہری نابینا کی شہادت کو جائز قرار دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

قاسم اور عطاء کی شہادت کی روایت سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۱)

صرف آواز سننے کو شہادت کے قائم مقام کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ شریعت میں آواز شہادت کے قائم مقام ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نابینا آدمی اپنی بیوی کی آواز سن کر اسے پہچان کر اس سے عمل زوجیت کرتا ہے اور عمل زوجیت پر اقدام کرنا اور اس کو مباح سمجھنا حقوق کی شہادت ادا کرنے سے زیادہ اہم ہے' اور جو فقہاء نابینا کی شہادت کو ناجائز کہتے ہیں' انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ عقود اور اقرارات میں خبر مستفیض کی بناء پر شہادت دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ خبر مستفیض سے یقین حاصل نہیں ہوتا' سو اسی طرح نابینا کی شہادت بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے بھی یہ یقین حاصل نہیں ہوتا کہ یہ فلاں آدمی کی آواز ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی آواز دوسرے کی آواز کے ساتھ مشابہ ہو' جیسا کہ کسی کی تحریر دیکھ کر اس پر شہادت دینا جائز نہیں ہے کہ یہ فلاں کی تحریر ہے حتیٰ کہ وہ یہ ذکر کرے کہ اس نے اس شخص کو یہ تحریر لکھتے ہوئے دیکھا ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ عقود اور اقرارات میں سننے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان میں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی' اس کے برخلاف افعال میں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور امام مالک نے تحریر پر شہادت کے جواز سے رجوع کر لیا ہے کیونکہ تحریر میں بہت زیادہ اشتباہ ہوتا ہے اور آوازوں میں اور چہروں میں اتنا اشتباہ نہیں ہوتا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زبانوں اور رنگوں کے اختلاف سے اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے اور تحریروں کے اختلاف کا ذکر نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش

اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ O ہے اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے بے شک اس میں عالموں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O (الروم: ۲۲)

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس آیت کی تفسیر میں اس ناکارہ نے لکھا ہے:

تم اپنی زبانوں کے اختلاف پر غور کرو عربوں کی زبان اور ہے افریقیوں کی زبان اور ہے انگریزی جرمن فارسی اور ہسپانوی زبان اور ہے کرۂ ارض پر بے شمار زبانیں بولی جاتی ہیں اور کوئی زبان دوسری زبان سے نہیں ملتی ان زبانوں کا خالق کون ہے؟ تم اپنے رنگوں پر غور کرو جسمانی ساخت پر سوچو کسی کا رنگ دوسرے کے رنگ سے نہیں ملتا کسی کا چہرہ دوسرے کے چہرے سے نہیں ملتا حتیٰ کہ کسی کے ہاتھ کی لکیریں دوسرے کے ہاتھ کی لکیروں سے نہیں ملتیں ہزار ہا سال سے ارب ہا انسان پیدا ہو رہے ہیں اور کسی کا نقش دوسرے کے نقش سے رنگ رنگ سے اور لکیریں لکیروں سے نہیں ملتیں اتنی باریکی اور بوقلمونی کس کی تخلیق ہے؟ کیا یہ محض اتفاق ہے یا پتھر کی مورتیوں کا کارنامہ ہے یا کسی دیوی یا دیوتا کی صناعی ہے! تم کہتے ہو کہ اس عالم کو بنانے میں خدا کے کچھ شریک ہیں وہ شریک خود کیوں نہیں کہتے کہ اس جہان کو ہم نے بنایا ہے یا اس کو بنانے میں ہمارا بھی حصہ ہے اللہ تعالیٰ ہر نبی سے یہ کہلواتا رہا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اگر واقع میں اس کے کچھ شریک تھے تو انہوں نے اس کا رد کیوں نہیں کیا وہ بھی اپنا کوئی نمائندہ بھیجتے کوئی آسمانی کتاب نازل کرتے۔ (تبیان القرآن ج ۹ ص ۱۴۸ فرید بک سٹال لاہور)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ تَجُوْزُ شَهَادَتُهٗ اِذَا كَانَ عَاقِلًا. اور شعبی نے کہا: جب نابینا عاقل ہو تو اس کی شہادت جائز ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن شیبہ نے سند موصول سے روایت کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۴ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ الْحَكَمُ رُبَّ شَيْءٍ تَجُوْزُ فِيْهِ. اور حکم نے کہا: بعض چیزوں میں نابینا کی شہادت جائز ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۲ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ اَرَاَيْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ لَوْ شَهِدَ عَلٰى شَهَادَةٍ اَكُنْتَ تَرُدُّهٗ؟ اور زہری نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کسی کی شہادت پر شہادت دیں تو کیا تم اس کو رد کر دو گے؟

اس حدیث کو سند موصول کے ساتھ کرابیسی نے روایت کیا ہے اور اس کی تائید شعبی کے اس قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے نابینا کے متعلق کہا ہے کہ جب وہ عاقل ہو تو اس کی شہادت جائز ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو سب سے زیادہ ذہین اور فطین تھے اور سب سے زیادہ معاملات کی باریکیوں کو جاننے والے تھے اسی وجہ سے زہری نے ان کے نابینا ہونے کے بعد ان کی شہادت کے مسترد کرنے کو مستبعد قرار دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۲)

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبْعَثُ رَجُلًا اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ اَفْطَرَ، وَيَسْاَلُ عَنِ الْفَجْرِ، فَاِذَا قِيْلَ لَهٗ طَلَعَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ. اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب سورج غروب ہو جاتا تو کسی شخص کو بھیجتے اور روزہ افطار کر لیتے اور فجر کے متعلق سوال کرتے پس جب آپ سے کہا جاتا کہ فجر طلوع ہو گئی ہے تو آپ دو رکعت فجر

Marfat.com

پڑھ لیتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس لیے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اخیر عمر میں نابینا ہو چکے تھے اور وہ سورج کے طلوع اور غروب کے متعلق کسی شخص کی خبر پر اعتماد کرتے تھے اور اس کی آواز سے اس کو پہچانتے تھے۔

وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اِسْتَأْذَنْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَعَرَفَتْ صَوْتِيْ، قَالَتْ سُلَيْمَانُ، اُدْخُلْ، فَإِنَّكَ مَمْلُوْكٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ.

اور سلیمان بن یسار نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے میری آواز پہچان لی اور فرمایا: سلیمان! تم داخل ہو جاؤ! جب تک تم پر کچھ (رقم) بھی باقی ہو تم (بدستور) غلام ہو۔

حضرت سلیمان بن یسار، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کے نزدیک مطلقاً غلام کسی خاتون کے پاس جا سکتا ہے، خواہ وہ ان کا غلام ہو یا نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۳)

وَاَجَازَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ شَهَادَةَ امْرَاَةٍ مُنْتَقِبَةٍ.

اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نقاب پوش عورت کی گواہی کو جائز قرار دیا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نقاب پوش عورت سے کلام فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٢٦٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَاُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لَقَدْ اَذْكَرَنِيْ كَذَا وَكَذَا اٰيَةً اَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا. وَزَادَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَائِشَةَ تَهَجَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ، فَسَمِعَ صَوْتَ عَبَّادٍ يُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ يَا عَائِشَةُ، لَصَوْتُ عَبَّادٍ هٰذَا؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: اللہ اس شخص پر رحمت نازل فرمائے اس نے مجھے فلاں فلاں قرآن مجید کی آیت یاد دلا دی، جس کو میں فلاں فلاں سورت سے بھول چکا تھا۔ حضرت عباد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں تہجد کی نماز پڑھی، پس آپ نے حضرت عباد کی آواز سنی، وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ عباد کی آواز ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے دعا کی: اے اللہ! عباد پر رحم فرما!

اس تعلیق میں حضرت عباد بن بشر انصاری اشہلی کا ذکر ہے، یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور جب یہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکل کر گئے تھے تو ان کی لاٹھی روشن ہو گئی تھی، زہری نے کہا: یہ جنگ یمامہ کے دن شہید ہو گئے تھے، اس وقت ان کی عمر پینتالیس سال تھی۔ امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے، اس کی سند موصول امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رات کو مسجد میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا جائز ہے اور جس انسان سے کوئی خیر حاصل ہو اس

کے حق میں دعا کرنی چاہیے خواہ اس نے اس خیر کو پہنچانے کا قصد نہ کیا ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھولنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۴) یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ بھولنا کتنی حکمتوں اور امت کے لیے عظیم فوائد پر مشتمل ہوتا ہے!

٢٦٥٦ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ، أَوْ قَالَ حَتَّى تَسْمَعُوا أَذَانَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ. وَكَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ رَجُلًا أَعْمَى، لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يَقُولَ لَهُ النَّاسُ أَصْبَحْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از سالم بن عبداللہ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں' سو تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ اذان دی جائے' یا فرمایا: حتیٰ کہ تم ابن ام مکتوم کی اذان سنو اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا آدمی تھے' وہ اس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ لوگ کہتے کہ تمہاری صبح ہو گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۱۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ لوگ نابینا کی آواز پر اعتماد کرتے تھے اور نابینا شخص لوگوں کی آواز پر اعتماد کرتا تھا۔

٢٦٥٧ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةٌ، فَقَالَ لِي أَبِي مَخْرَمَةُ انْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ عَسٰى أَنْ يُعْطِيَنَا مِنْهَا شَيْئًا، فَقَامَ أَبِي عَلَى الْبَابِ، فَتَكَلَّمَ، فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ قَبَاءٌ، وَهُوَ يُرِيهِ مَحَاسِنَهُ، وَهُوَ يَقُولُ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ، خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں زیاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں حاتم بن وردان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی مُلیکہ از حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند قبائیں آئیں تو مجھ سے میرے والد حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو شاید آپ ان میں سے ہمیں چند قبائیں عطاء فرمائیں' پس میرے والد دروازہ پر کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات پہچان لی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے اور آپ کے پاس ایک قباء تھی اور آپ اس کی خوبیاں دکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے: میں نے یہ تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی' میں نے یہ تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مخرمہ کی آواز سن کر ان کو پہچان لیا۔

امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیقات اور روایت کردہ احادیث سے باب کے عنوان پر دلالت میں بحث ونظر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

ان احادیث سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نابینا کی شہادت جائز ہے' اسماعیلی نے کہا کہ امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں' ان تمام سے نابینا کی شہادت کو قبول کرنا ثابت نہیں ہوتا' جہاں تک نابینا کے نکاح کرنے کا تعلق ہے' اس میں نابینا کے صرف اپنے نفس پر نکاح کو لازم کرنا ہے اور کسی اور پر اس کی شہادت حجت نہیں ہے۔

جس تعلیق میں امام بخاری نے حضرت ابن عباس کے متعلق زہری کا قول نقل کیا ہے تو وہ قابل استدلال نہیں ہے اور جس تعلیق میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباد کی آواز سن کر ان کو پہچان لیا اور حضرت مخرمہ کی آواز سن کر ان کو پہچان لیا تو اس میں نابینا کی شہادت کا ذکر نہیں ہے' اور جس حدیث میں حضرت ابن ام مکتوم کی اذان دینے کا ذکر کیا ہے تو وہ لوگوں کے بتانے سے اذان دیتے تھے' از خود کسی چیز کی شہادت نہیں دیتے تھے' غرض امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نابینا کی شہادت کو قبول کرنا جائز ہے۔

نابینا کی شہادت کو قبول کرنے میں مذاہب فقہاء

صاحب التلویح نے یہ کہا ہے کہ علامہ اسماعیلی کا اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے قاسم' حسن بصری' ابن سیرین' زہری' عطاء' شعبی اور حکم کی یہ تصریحات نقل کی ہیں کہ نابینا کی شہادت کو قبول کرنا جائز ہے اور یہ امام بخاری کی دلیل ہے۔ (البتہ اس کے ثبوت میں جو احادیث روایت کی ہیں' ان سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ سعیدی غفرلہٗ)

ان کے علاوہ قاضی شریح' ربیعہ' یحییٰ بن سعید انصاری' ابن جریج' ایاس بن معاویہ اور ابن ابی لیلیٰ کا ایک قول بھی یہی ہے اور امام مالک' لیث' امام احمد' اسحاق' ابوسلیمان اور ہمارے اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

حسن بصری اور ابن ابی لیلیٰ کا ایک قول یہ ہے کہ جس چیز کو نابینا اپنے نابینا ہونے سے پہلے پہچانتا ہو تو اس میں اس کی شہادت جائز ہے او جس چیز کو اس نے اپنے نابینا ہونے کے بعد پہچانا ہو تو اس میں اس کی شہادت جائز نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسف' امام شافعی اور ان کے اصحاب کا بھی قول ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا: تھوڑی سی چیز میں اس کی شہادت جائز ہے۔ امام زفر نے کہا: نابینا کی شہادت صرف نسب میں مقبول ہے' امام ابوحنیفہ نے فرمایا: نابینا کی شہادت کسی چیز میں بھی اصلاً مقبول نہیں ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں چھ مذاہب ہیں: (۱) نابینا کی شہادت مطلقاً منع ہے (۲) مطلقاً جائز ہے (۳) صرف آواز سن کر شہادت دینا جائز ہے (۴) جس چیز کا نابینا کو پہلے علم ہو اس کی شہادت جائز ہے اور جس کا بعد میں علم ہو اس کی شہادت جائز نہیں (۵) تھوڑی سی چیز میں شہادت جائز ہے (۶) خصوصاً نسب میں شہادت دینا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲ - بَابُ شَهَادَةِ النِّسَاءِ عورتوں کی شہادت

اس باب میں عورتوں کی شہادت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ﴾ (البقرہ:۲۸۲).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ (البقرہ:۲۸۲)

حدود اور قصاص میں اور جن اُمور پر مرد مطلع نہیں ہوتے' ان میں صرف ــــــــ

عورتوں کی شہادت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام بخاری نے اس آیت کا ایک حصہ ذکر کیا ہے کیونکہ یہ حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت جائز ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اکثر علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے' ابن المسیب' نخعی' حسن بصری' زہری' ربیعہ' امام مالک' لیث' فقہاء کوفہ' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا یہی قول ہے' اور نکاح' طلاق' عتق (آزاد کرنے) نسب اور الولاء میں اختلاف ہے' ربیعہ' امام مالک' امام شافعی اور ابوثور کا یہ مذہب ہے کہ کسی چیز میں ان کی مردوں کے ساتھ شہادت جائز نہیں ہے' اور فقہاء کوفہ نے ان تمام چیزوں میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ جن اُمور پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے جیسے حیض اور بچہ کی ولادت اور پیدا ہونے کے بعد بچہ کے رونے اور عورتوں کے مخفی عیوب' ان اُمور پر ضرورت کی وجہ سے صرف عورتوں کی شہادت جائز ہے' تاہم رضاعت کے معاملہ میں اختلاف ہے' بعض فقہاء نے رضاعت کے ثبوت میں صرف عورتوں کی شہادت کو جائز کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت جائز ہے' ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ رضاعت کے لیے بھی وہی شہادت ضروری ہے' جو شہادت مال کے ثبوت کے لیے ضروری ہوتی ہے یعنی دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی اور رضاعت میں صرف عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی' امام شافعی کے نزدیک چار عورتوں کی شہادت سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور امام مالک کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور امام احمد کے نزدیک فقط دودھ پلانے والی کے قول سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور الکافی میں مذکور ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ عورت انعقادِ نکاح سے پہلے گواہی دے یا انعقادِ نکاح کے بعد گواہی دے۔

جن اُمور پر صرف عورتیں مطلع ہوتی ہیں' ان میں عورتوں کی شہادت کی تعداد میں اختلافِ فقہاء

جن معاملات پر مرد مطلع نہیں ہوتے اور ان پر صرف عورتیں مطلع ہوتی ہیں' ان میں عورتوں کی شہادت کے عدد میں اختلاف ہے' نخعی' عطاء بن ابی رباح' امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے کہ ان میں چار عورتوں سے کم کی شہادت قبول نہیں ہے' اور امام مالک' ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا ہے کہ ان اُمور میں دو عورتوں کی گواہی بھی جائز ہے' امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر دائی کے ساتھ ایک اور عورت بھی ہو تو اس کی شہادت جائز ہے' شعبی سے روایت ہے کہ ان اُمور میں ایک عورت کی شہادت بھی جائز ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ قرض میں دو عورتوں کی گواہی دوسری عورت کی قسم کے ساتھ جائز ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ دو عورتوں کی شہادت میں مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی اور مدعی سے قسم نہیں لی جائے گی' فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ صرف عورتوں کی شہادت فقط دو جگہوں پر جائز ہے: مال کے ثبوت میں اور ان اُمور میں جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے۔

۲۶۵۸ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ زَیْدٌ عَنْ عِیَاضِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَیْسَ شَہَادَۃُ الْمَرْاَۃِ مِثْلَ نِصْفِ شَہَادَۃِ الرَّجُلِ؟ قُلْنَا بَلٰی' قَالَ فَذٰلِکَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِہَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی از عیاض بن عبداللہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کی گواہی ایک مرد کی گواہی کا نصف نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ اس کی عقل کی کمی کی بناء پر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس

Marfat.com

میں عورت کی نصف شہادت کا ذکر ہے۔

۱۳ - بَابُ شَهَادَةِ الْإِمَاءِ وَالْعَبِيْدِ باندیوں اور غلاموں کی شہادت

اس باب میں باندیوں اور غلاموں کی شہادت کا حکم بیان کیا گیا ہے اور ان کا حکم یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک ان کی شہادت مطلقاً مقبول نہیں ہے امام احمد' اسحاق اور ابوثور کے نزدیک معمولی چیزوں میں ان کی شہادت قبول کی جائے گی' شریح' حسن بصری اور نخعی کا بھی یہی قول ہے۔ امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ غلاموں اور باندیوں کی شہادت جائز ہے' اس پر انہوں نے حسب ذیل آثار سے استدلال کیا ہے۔

غلاموں اور باندیوں کی شہادت کو قبول کرنے کے ثبوت میں امام بخاری کے نقل کردہ آثار

وَقَالَ اَنَسٌ شَهَادَةُ الْعَبْدِ جَائِزَةٌ إِذَا كَانَ عَدْلًا. اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب غلام نیک اور متقی ہو تو اس کی شہادت جائز ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے: مختار بن فلفل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے غلام کی شہادت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: یہ جائز ہے اور میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی نے غلام کی شہادت کو رد کیا ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَاَجَازَهُ شُرَيْحٌ وَزُرَارَةُ بْنُ اَوْفٰى. اور شریح اور زرارہ بن اوفیٰ نے اس کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عامر بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح نے غلام کی شہادت کو جائز کہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ شَهَادَتُهُ جَائِزَةٌ إِلَّا الْعَبْدَ لِسَيِّدِهِ. اور ابن سیرین نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز ہے مگر غلام کی شہادت اپنے آقا کے لیے (جائز نہیں ہے)۔

وَاَجَازَهُ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ فِي الشَّيْءِ التَّافِهِ. اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ حقیر چیز میں غلام کی شہادت جائز ہے۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے: منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ فقہاء تابعین حقیر چیز میں غلام کی شہادت کو جائز قرار دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ شُرَيْحٌ كُلُّكُمْ بَنُوْ عَبِيْدٍ وَإِمَاءٍ. اور شریح نے کہا: تم سب غلاموں اور باندیوں کی اولاد ہو۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے: عمار الدھنی بیان کرتے ہیں کہ میں شریح کے پاس تھا' ان کے سامنے ایک غلام نے ایک گھر کے اوپر شہادت دی' انہوں نے اس کی شہادت کو جائز قرار دیا' ان کو بتایا گیا کہ یہ غلام ہے' انہوں نے کہا: ہم سب اللہ تعالیٰ کے غلام اور باندیاں ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک غلاموں اور باندیوں کی شہادت جائز نہیں ہے اور ان کا استدلال درج ذیل

آثار سے ہے:

غلاموں اور باندیوں کی شہادت کو مسترد کرنے کے ثبوت میں جمہور کے نقل کردہ آثار

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۶۵۷ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۲۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۶۵۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۲۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

محمد بن راشد بیان کرتے ہیں کہ مکحول نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۶۵۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۲۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عبدالملک بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے خواہ وہ حقیر چیز کی شہادت دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۶۶۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۲۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابن ابی نجیح بیان کرتے ہیں کہ "وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ" (البقرہ:۲۸۲) اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کی شہادت طلب کرو' اس آیت کی تفسیر میں مجاہد نے کہا: اس سے مراد دو آزاد مرد ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۶۶۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۲۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

زکریا بیان کرتے ہیں کہ عامر نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۶۶۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۲۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عیسیٰ بن ابی عزۃ بیان کرتے ہیں کہ شعبی نے غلام کی شہادت کو مسترد کر دیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۶۶۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۲۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وکیع بیان کرتے ہیں کہ سفیان نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۶۶۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ ایک درہم میں بھی غلام کی شہادت کو جائز نہیں کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۶۶۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۲۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کافر' بچے اور غلام کی شہادت اس وقت جائز ہے' جب وہ اس حال میں شہادت نہ دیں اور جب کافر مسلمان ہونے کے بعد گواہی دے اور بچہ بڑا ہونے کے بعد گواہی دے اور غلام آزاد ہونے کے بعد گواہی دے اور یہ سب اس وقت نیک اور متقی ہوں تو ان کی شہادت جائز ہے۔

(مصنف عبدالرزاق:۱۵۵۷۴۔ ج۸ ص ۲۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام بخاری اور جمہور کے روایت کردہ آثار کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے ایک صحابی (حضرت انس) اور چار تابعین کی روایت سے بیان کیا ہے کہ غلام اور باندیوں کی شہادت جائز ہے اور ائمہ ثلاثہ نے دو صحابہ (حضرت ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم) اور نو تابعین کی روایت سے ثابت کیا ہے کہ

Marfat.com

غلاموں اور باندیوں کی شہادت جائز نہیں ہے علاوہ ازیں ائمہ ثلاثہ کی روایات غلاموں اور باندیوں کی شہادت کے حرام ہونے کے ثبوت میں ہیں اور امام بخاری کی روایات غلاموں اور باندیوں کی شہادت کے حلال اور جائز ہونے کے ثبوت میں ہیں اور جب حلّت اور حرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے لہٰذا اس معاملہ میں ائمہ ثلاثہ کا مؤقف مضبوط ہے اور امام بخاری کا مؤقف کم زور ہے۔

غلام کی شہادت کو قبول کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

غلام کی شہادت قبول کرنے کے متعلق حسب ذیل تین قول ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آزاد کی شہادت کی طرح غلام کی شہادت کو قبول کرنا بھی جائز ہے اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ اور قاضی شریح کا قول ہے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے۔

(۲) حقیر اور معمولی چیزوں میں غلام کی شہادت کو قبول کرنا جائز ہے یہ شعبی حسن بصری اور نخعی کا قول ہے۔

(۳) غلام کی شہادت کو کسی چیز میں بھی قبول کرنا جائز ہے یہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے عطاء سفیان ثوری مکحول اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے امام مالک امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۶۵۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ اَوْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ اَنَّهُ تَزَوَّجَ اُمَّ يَحْيٰى بِنْتَ اَبِيْ اِهَابٍ قَالَ فَجَاءَتْ اَمَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ قَدْ اَرْضَعْتُكُمَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْرَضَ عَنِّيْ قَالَ فَتَنَحَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ قَالَ وَكَيْفَ وَقَدْ زَعَمَتْ اَنْ قَدْ اَرْضَعَتْكُمَا؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ (ح) اور ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحیٰی بن سعید نے حدیث بیان کی از ابن جریج انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا انہوں نے کہا: مجھے حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی یا کہا: میں نے ان سے سنا ہے کہ انہوں نے ام یحیٰی بنت ابی اھاب سے شادی کی انہوں نے کہا کہ پس ایک سیاہ باندی آئی سو اس نے کہا: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے میں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے مجھ سے اعراض فرمایا تو میں ایک طرف مڑ گیا پس میں نے آپ سے (دوبارہ) اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: تم اس کو کیسے نکاح میں رکھو گے حالانکہ اس عورت کا یہ زعم ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے؟ سو آپ نے ان کو اس سے منع فرمادیا۔

امام بخاری کے دو ضمنی اعتراضوں کا جواب

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۸ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ایک باندی کی شہادت کا ذکر ہے اور یہ حدیث دو طرح سے فقہاء احناف کے مؤقف کے خلاف ہے: اول اس لیے کہ اس میں باندی

Marfat.com

کی شہادت قبول کرنے کا ذکر ہے اور ثانی اس لیے کہ فقہاء احناف کہتے ہیں کہ ایک عورت کی شہادت سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور اس حدیث میں ایک عورت کی شہادت سے رضاعت کا ثبوت ہے۔

ان دونوں اعتراضوں کا جواب یہ ہے کہ اس عورت کی شہادت سے حضرت عقبہ اور ان کی زوجہ کے درمیان تفریق واجب نہیں ہوئی تھی' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عقبہ سے اس باندی کی گواہی کا واقعہ سن کر ان سے اعراض نہ فرماتے کیونکہ اگر اس باندی کی شہادت مقبول ہوتی اور اس کی شہادت سے رضاعت ثابت ہو جاتی تو حضرت عقبہ پر ان کی بیوی حرام ہو جاتی اور اس سے ان کی تفریق فوراً واجب ہو جاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھا کہ فوراً حضرت عقبہ کو اپنی بیوی سے مفارقت کا حکم فرماتے لیکن جب کہ آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ یہ قصہ سن کر ان سے اعراض فرمایا اور دوسری بار ان کے عرض کرنے پر فرمایا: تم اس کو کیسے اپنے نکاح میں رکھو گے حالانکہ اس عورت کا زعم یہ ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ مراد یہ تھی کہ لوگ تم پر یہ تہمت لگائیں گے کہ تم نے اپنی رضاعی بہن کو نکاح میں رکھا ہوا ہے اور تہمت سے بچنا مستحب ہے' سو آپ نے ان کو جو اپنی بیوی سے مفارقت کا حکم دیا تھا' وہ بہ طور وجوب نہیں بلکہ بہ طور استحباب تھا۔

١٤ - بَابُ شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ

دودھ پلانے والی کی شہادت

٢٦٦٠ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ وَكَيْفَ وَقَدْ قِيلَ! دَعْهَا عَنْكَ أَوْ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید از ابن ابی ملیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی تو ایک عورت نے آ کر کہا: بے شک میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو کیسے اپنے نکاح میں رکھو گے حالانکہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے! تم اس کو اپنی طرف سے چھوڑ دو' یا اس کی مثل کوئی بات فرمائی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۸۸ یا اس سے سابق حدیث کی شرح کا مطالعہ فرمائیں۔

١٥ - بَابُ تَعْدِيلِ النِّسَاءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا

عورتوں کا ایک دوسرے کی تعدیل کرنا (نیک خصلتوں کو بیان کرنا)

٢٦٦١ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، فَأَفْهَمَنِي بَعْضَهُ أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا، فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنْ حَدِيثِهَا،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالربیع سلیمان بن داؤد نے حدیث بیان کی' امام بخاری نے کہا: اس حدیث کے بعض مضامین مجھے امام احمد نے سمجھائے' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ابن شہاب الزہری از عروہ بن الزبیر' سعید بن المسیب' علقمہ بن وقاص اللیثی اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' جب ان کے متعلق تہمت لگانے والوں نے جو کہا سو کہا' پس اللہ نے ان کو اس تہمت سے بری کر دیا' زہری نے کہا: ان سب نے مجھے اپنی حدیث کا ایک

Marfat.com

وَبَعْضُهُمْ اَوْعٰى مِنْ بَعْضٍ، وَاَثْبَتُ لَهُ اقْتِصَاصًا، وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِيْ حَدَّثَنِيْ عَنْ عَائِشَةَ، وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا، زَعَمُوْا اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ اَزْوَاجِهٖ، فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ، فَاَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ غَزَاةٍ غَزَاهَا، فَخَرَجَ سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَهٗ، بَعْدَ مَا اُنْزِلَ الْحِجَابُ، فَاَنَا اُحْمَلُ فِيْ هَوْدَجٍ وَاُنْزَلُ فِيْهِ، فَسِرْنَا حَتّٰى اِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهٖ تِلْكَ وَقَفَلَ، وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ، اٰذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ، فَقُمْتُ حِيْنَ اٰذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ، فَمَشَيْتُ حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ، فَلَمَّا قَضَيْتُ شَاْنِيْ، اَقْبَلْتُ اِلَى الرَّحْلِ، فَلَمَسْتُ صَدْرِيْ، فَاِذَا عِقْدٌ لِّيْ مِنْ جَزْعِ اَظْفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ، فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِيْ فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهٗ، فَاَقْبَلَ الَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ لِيْ، فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِيْ فَرَحَلُوْهُ عَلٰى بَعِيْرِيَ الَّذِيْ كُنْتُ اَرْكَبُ، وَهُمْ يَحْسِبُوْنَ اَنِّيْ فِيْهِ، وَكَانَ النِّسَاءُ اِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يَثْقُلْنَ، وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ، وَاِنَّمَا يَاْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ، فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ حِيْنَ رَفَعُوْهُ ثِقَلَ الْهَوْدَجِ فَاحْتَمَلُوْهُ، وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ، فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوْا، فَوَجَدْتُ عِقْدِيْ بَعْدَمَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ، فَجِئْتُ مَنْزِلَهُمْ وَلَيْسَ فِيْهِ اَحَدٌ، فَاَمَمْتُ مَنْزِلِيَ الَّذِيْ كُنْتُ بِهٖ، فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنِيْ فَيَرْجِعُوْنَ اِلَيَّ، فَبَيْنَا اَنَا جَالِسَةٌ غَلَبَتْنِيْ عَيْنَايَ فَنِمْتُ، وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْجَيْشِ، فَاَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِيْ، فَرَاٰى سَوَادَ اِنْسَانٍ نَائِمٍ فَاَتَانِيْ، فَكَانَ يَرَانِيْ قَبْلَ الْحِجَابِ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهٖ، حِيْنَ اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ، فَوَطِئَ يَدَهَا فَرَكِبْتُهَا، فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ بِيْ

حصہ بیان کیا اور ان میں سے بعض دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے اور ان سے زیادہ قصہ کو منضبط کرنے والے تھے اور میں نے ان میں سے ہر ایک کی اس حدیث کو محفوظ رکھا جو اس نے مجھے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان میں سے بعض کی حدیث بعض دوسروں کی حدیث کی تصدیق کرتی ہے انہوں نے یہ زعم کیا کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے' پھر ان میں سے جس کے نام کا قرعہ نکل آتا' اس کو اپنے ساتھ سفر پر لے جاتے' پس آپ نے ہمارے درمیان اس غزوہ کے لیے قرعہ اندازی کی جس میں آپ روانہ ہو رہے تھے تو میرا قرعہ نکل آیا' پس احکامِ حجاب نازل ہونے کے بعد میں آپ کے ساتھ نکلی' سو مجھے ایک کجاوہ میں بٹھایا گیا اور اسی سے مجھے اتارا جاتا' سو ہم روانہ ہوئے' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غزوہ سے فارغ ہو گئے' اور آپ لوٹے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ نے کوچ کرنے کا اعلان کرایا' تو میں اس وقت کھڑی ہوئی جب انہوں نے کوچ کا اعلان کیا' پس میں چلتی رہی حتیٰ کہ میں لشکر سے آگے بڑھ گئی' پس جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہو گئی تو میں کجاوے کے پاس آئی' پھر میں نے اپنے سینہ کو ٹٹولا تو میرا یمن کی سیپیوں کا ہار (کہیں) ٹوٹ کر گر گیا تھا' پھر میں واپس گئی اور میں اپنے ہار کو تلاش کرنے لگی' سو اس کی تلاش نے مجھے روک لیا' اس اثناء میں میرا کجاوہ اٹھانے والے آئے اور انہوں نے میرا کجاوہ اٹھا کر اس اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار تھی' اور وہ یہ گمان کر رہے تھے کہ میں کجاوے میں سوار ہوں' اور اس زمانہ میں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں' بھاری بھرکم نہیں ہوتی تھیں اور ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا' وہ بہت تھوڑا کھانا کھاتی تھیں' اس لیے لوگوں نے جب پالان اٹھایا تو ان کو پالان کے وزن میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوا' سو انہوں نے اس پالان کو اٹھا لیا' اور میں (یوں بھی) کم سن لڑکی تھی' لہٰذا انہوں نے اونٹ کو ہانک دیا اور خود بھی روانہ ہو گئے' پھر جب لشکر روانہ ہو چکا تو مجھے اپنا ہار مل گیا' پس میں ان کے پڑاؤ پر آئی اور وہاں

Marfat.com

الرَّاحِلَةَ، حَتّٰى اَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَمَا نَزَلُوْا مُعَرِّسِيْنَ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ، فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ.

وَكَانَ الَّذِيْ تَوَلَّى الْاِفْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنِ سَلُوْلَ، فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ، فَاشْتَكَيْتُ بِهَا شَهْرًا، وَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ مِنْ قَوْلِ اَصْحَابِ الْاِفْكِ، وَيَرِيْبُنِيْ فِيْ وَجَعِيْ اَنِّيْ لَا اَرٰى مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِيْ كُنْتُ اَرٰى مِنْهُ حِيْنَ اَمْرَضُ، اِنَّمَا يَدْخُلُ فَيُسَلِّمُ، ثُمَّ يَقُوْلُ كَيْفَ تِيْكُمْ؟ لَا اَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ حَتّٰى نَقَهْتُ، فَخَرَجْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ، مُتَبَرَّزُنَا، لَا نَخْرُجُ اِلَّا لَيْلًا اِلٰى لَيْلٍ، وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيْبًا مِنْ بُيُوْتِنَا، وَاَمْرُنَا اَمْرُ الْعَرَبِ الْاُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ اَوْ فِي التَّنَزُّهِ، فَاَقْبَلْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ بِنْتُ اَبِيْ رُهْمٍ نَمْشِيْ، فَعَثَرَتْ فِيْ مِرْطِهَا، فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ، فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ، اَتَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا؟ فَقَالَتْ يَا هَنْتَاهُ اَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قَالُوْا؟ فَاَخْبَرَتْنِيْ بِقَوْلِ اَهْلِ الْاِفْكِ، فَازْدَدْتُ مَرَضًا اِلٰى مَرَضِيْ، فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰى بَيْتِيْ، دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ، فَقَالَ كَيْفَ تِيْكُمْ؟ فَقُلْتُ ائْذَنْ لِيْ اِلٰى اَبَوَيَّ، قَالَتْ وَاَنَا حِيْنَئِذٍ اُرِيْدُ اَنْ اَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا، فَاَذِنَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُ اَبَوَيَّ، فَقُلْتُ لِاُمِّيْ مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ؟ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّةُ، هَوِّنِيْ عَلٰى نَفْسِكِ الشَّاْنَ، فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ قَطُّ وَضِيْئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا، وَلَهَا ضَرَائِرُ، اِلَّا اَكْثَرْنَ عَلَيْهَا، فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَلَقَدْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِهٰذَا؟ قَالَتْ فَبِتُّ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى اَصْبَحْتُ، لَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ، وَلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، ثُمَّ اَصْبَحْتُ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَاُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، حِيْنَ اسْتَلْبَثَ

کوئی بھی نہیں تھا' تو میں نے اس جگہ کا قصد کیا جہاں پر میں (پہلے) تھی' میں نے یہ گمان کیا کہ وہ عنقریب مجھے گم پائیں گے تو میری طرف واپس آئیں گے' پس جب میں بیٹھی ہوئی تھی تو میری آنکھ لگ گئی اور حضرت صفوان بن المعطل السلمی پھر الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے' پس صبح کو وہ میرے قیام کی جگہ پر پہنچے تو انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا جسم دیکھا تو وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے احکامِ حجاب نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا' انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو میں بیدار ہوگئی' انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور اس کے اگلے پاؤں کو موڑ دیا' پس میں اس اونٹنی پر سوار ہوگئی' وہ مجھے اس اونٹنی پر بٹھا کر اس کے آگے آگے چلنے لگے حتیٰ کہ ہم لشکر تک پہنچ گئے اور وہ دوپہر میں استراحت کے لیے پڑاؤ ڈال چکے تھے' (بس اتنا واقعہ تھا) پس جس کو ہلاک ہونا تھا (وہ مجھ پر تہمت باندھ کر) ہلاک ہوگیا اور اس تہمت میں پیش پیش عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا' پھر ہم مدینہ پہنچے اور میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا چرچا ہو رہا تھا' اور مجھے اپنی بیماری میں اس سے شبہ ہوتا تھا کہ میں اس دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ لطف نہیں دیکھتی تھی جو اس سے پہلے میں بیماری میں آپ کا لطف دیکھتی تھی' آپ گھر میں داخل ہو کر صرف مجھے سلام کرتے اور پھر پوچھتے: تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ اور مجھے تہمت سے متعلق کسی چیز کی خبر نہیں تھی' حتیٰ کہ جب میری حالت سنبھلی تو میں ام مسطح کے ساتھ میدانوں کی طرف گئی جہاں قضاء حاجت کرتے تھے' ہم صرف ایک رات سے دوسری رات تک کے وقت میں جایا کرتے تھے' اور یہ اس سے پہلے کی بات ہے کہ ہم اپنے گھروں کے قریب بیت الخلاء بناتے (قضاء حاجت کے لیے) جنگلوں میں جانا ہمارا طریقہ پرانے زمانے کے مطابق تھا' تو میں اور ام مسطح بنت ابی رھم جا رہے تھے کہ وہ اپنی چادر میں اُلجھ کر گر گئیں تو انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے! میں نے کہا: آپ نے بہت بُری بات کہی ہے' آپ ایسے شخص کو بُرا کہہ رہی ہیں جو غزوۂ بدر میں حاضر تھا! انہوں نے کہا: اے بھولی بھالی! کیا تم نے نہیں سنا کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ پھر انہوں نے

Marfat.com

الْوَحْيُ، يَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ، فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِالَّذِي يَعْلَمُ فِي نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ لَهُمْ، فَقَالَ أُسَامَةُ أَهْلُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نَعْلَمُ وَاللَّهِ إِلَّا خَيْرًا، وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَمْ يُضَيِّقِ اللَّهُ عَلَيْكَ، وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ، وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ، فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيرَةَ، فَقَالَ يَا بَرِيرَةُ، هَلْ رَأَيْتِ فِيهَا شَيْئًا يَرِيبُكِ؟ فَقَالَ بَرِيرَةُ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، إِنْ رَأَيْتُ مِنْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ، تَنَامُ عَنِ الْعَجِينِ، فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ. فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ، فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيِّ ابْنِ سَلُولَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِي فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا، وَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي. فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا وَاللَّهِ أَعْذُرُكَ مِنْهُ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا فِيهِ أَمْرَكَ. فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ، وَكَانَ قَبْلَ ذَلِكَ رَجُلًا صَالِحًا، وَلَكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ، فَقَالَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ لَا تَقْتُلُهُ، وَلَا تَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ. فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ فَقَالَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ، وَاللَّهِ لَنَقْتُلَنَّهُ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ. فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ، حَتَّى هَمُّوا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَنَزَلَ فَخَفَّضَهُمْ، حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ، وَبَكَيْتُ يَوْمِي لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، فَأَصْبَحَ عِنْدِي أَبَوَايَ، قَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا، حَتَّى

مجھے تہمت لگانے والوں کی باتیں سنائیں اور میری بیماری میں ایک اور بیماری کا اضافہ ہوگیا' پس جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے' پس آپ نے سلام کیا اور پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں اور میں اس وقت یہ ارادہ رکھتی تھی کہ میں ان سے اس خبر کی تحقیق کروں' رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی' تو میں اپنے والدین کے پاس آئی' میں نے اپنی والدہ سے کہا: یہ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے میری بیٹی! اپنے آپ کو تحمل سے رکھو' بات یہ ہے کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے نزدیک خوب صورت ہو اور وہ اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس پر غلبہ پانے کی کوششیں کرتی ہیں' میں نے کہا: سبحان اللہ! لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: میں نے وہ رات اس طرح گزاری حتیٰ کہ صبح تک میرے آنسو تھمتے نہ تھے اور میں نیند کو سرمہ نہ بنا سکی' پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلایا' اس وقت تک اس معاملہ میں وحی نازل نہیں ہوئی تھی' آپ ان سے اپنی اہلیہ کو جدا کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے تھے' رہے حضرت اسامہ تو انہوں نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کو وہ اپنے دل میں آپ کی اپنی اہلیہ سے محبت کو جانتے تھے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اہلیہ کے متعلق ہم سوائے خیر کے اور کسی چیز کو نہیں جانتے' اور رہے حضرت علی بن ابی طالب تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کے اوپر تنگی نہیں رکھی اور ان کے سوا عورتیں بہت ہیں' اور آپ (ان کی) خادمہ سے پوچھئے وہ آپ کو سچ بتائے گی' تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا' پس فرمایا: اے بریرہ! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تم کو شک میں ڈالے؟ پس حضرت بریرہ نے کہا: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس سے میں ان پر عیب لگاؤں' زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں' آٹا گوندھتے ہوئے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا

أَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي، قَالَتْ فَبَيْنَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي إِذِ اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا، فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذَٰلِكَ إِذْ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ، وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مِنْ يَوْمِ قِيلَ فِيَّ مَا قِيلَ قَبْلَهَا، وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لَا يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي شَيْءٌ، قَالَتْ فَتَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ، فَإِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً، وَقُلْتُ لِأَبِي أَجِبْ عَنِّي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لِأُمِّي أَجِيبِي عَنِّي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَالَ، قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ، فَقُلْتُ إِنِّي وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ سَمِعْتُمْ مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ، وَوَقَرَ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ، وَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي لَبَرِيئَةٌ، لَا تُصَدِّقُونِي بِذَٰلِكَ، وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ، لَتُصَدِّقُنِّي، وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ إِذْ قَالَ ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ O﴾ (یوسف:۱۸).

ثُمَّ تَحَوَّلْتُ عَلَى فِرَاشِي، وَأَنَا أَرْجُو أَنْ يُبَرِّئَنِي اللّٰهُ، وَلَكِنْ وَاللّٰهِ مَا ظَنَنْتُ أَنْ يُنْزِلَ فِي شَأْنِي وَحْيًا، وَلَأَنَا أَحْقَرُ فِي نَفْسِي مِنْ أَنْ يُتَكَلَّمَ بِالْقُرْآنِ فِي أَمْرِي، وَلَكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

کھا جاتی ہے پس اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (منبر پر) کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن ابی ابن سلول (کی تہمت کے سلسلہ میں) براءت طلب کی پس فرمایا: مجھے اس شخص کے متعلق کون تہمت سے بری قرار دے گا' جس کی ایذاء رسانی اب میری اہلیہ تک پہنچ چکی ہے' پس اللہ کی قسم! میں اپنی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا' اور انہوں نے (ایسے شخص کے ساتھ تہمت لگائی) کہ میں اس کے متعلق سوائے خیر اور کچھ نہیں جانتا' اور وہ جب بھی میری اہلیہ کے پاس جاتا تھا تو میں اس کے ساتھ ہوتا تھا' تب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں آپ کو اس تہمت سے بری قرار دیتا ہوں' اگر (یہ تہمت لگانے والا) اوس میں سے ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر وہ ہمارے بھائیوں میں خزرج سے ہے تو آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اس میں آپ کے حکم کے مطابق عمل کریں گے' تب خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور وہ اس سے پہلے نیک شخص تھے لیکن ان کو تعصب نے اُبھارا' تب انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا' تم اس کو مت قتل کرنا اور نہ تم اس پر قادر ہو سکو گے' پھر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا' اور اللہ کی قسم! ہم اس کو ضرور قتل کریں گے' پس بے شک تم منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے جھگڑ رہے ہو' پھر اوس اور خزرج کے دونوں قبیلے جوش میں آ گئے' حتیٰ کہ انہوں نے (لڑنے کا) قصد کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے' پس آپ منبر سے اترے اور لوگوں کو ٹھنڈا کیا' حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے اور آپ خاموش رہے اور میں اس دن روتی رہی' میرے آنسو تھمتے نہیں تھے اور نہ میں نیند کو (اپنی آنکھوں کا) سرمہ بنا سکی' پس صبح کو میرے پاس میرے والدین آئے اور میں دو راتیں اور ایک دن روتی رہی تھی' حتیٰ کہ میں گمان کر رہی تھی کہ میرا رونا میرا جگر شق کر دے گا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جس وقت وہ دونوں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی' انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت طلب کی' پس میں نے اس کو اجازت دے دی' سو

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللّٰهُ، فَوَاللّٰهِ مَا رَامَ مَجْلِسَهُ، وَلَا خَرَجَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ، حَتّٰى اُنْزِلَ عَلَيْهِ، فَاَخَذَهُ مَا كَانَ يَاْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ، حَتّٰى اِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِي يَوْمٍ شَاتٍ، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَكَانَ اَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اَنْ قَالَ لِي يَا عَائِشَةُ، اِحْمَدِي اللّٰهَ، فَقَدْ بَرَّاَكِ اللّٰهُ. فَقَالَتْ لِي اُمِّي قُوْمِي اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ، وَلَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ (النور:١١) الْاٰيَاتِ. فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذَا فِي بَرَاءَتِي، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحِ بْنِ اُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ، وَاللّٰهِ لَا اُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا اَبَدًا، بَعْدَمَا قَالَ لِعَائِشَةَ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ. اِلٰى قَوْلِهٖ. غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (النور:٢٢)، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ بَلٰى وَاللّٰهِ اِنِّي لَاُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِي، فَرَجَعَ اِلٰى مِسْطَحٍ الَّذِي كَانَ يَجْرِي عَلَيْهِ. وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ اَمْرِي، فَقَالَ يَا زَيْنَبُ، مَا عَلِمْتِ، مَا رَاَيْتِ؟ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي، وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا اِلَّا خَيْرًا، قَالَتْ وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِيْنِي، فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ. قَالَ وَحَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ مِثْلَهُ. قَالَ وَحَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ رَبِيْعَةَ ابْنِ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ مِثْلَهُ. (صحیح مسلم:٢٧٧٠، الرقم المسلسل:٦٩١٣، سنن ترمذی:٣١٩١، سنن ابوداود:٥٢١٩، المعجم الکبیر:١٥٠۔ ج ٢٣ ص ٥٠، مصنف عبدالرزاق:٩٧٤٨، مسند ابویعلیٰ:٤٩٣١، سنن بیہقی ج ٧ ص ١٠١،

وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی تو جس وقت ہم اسی حال میں تھے اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے' پس آپ بیٹھ گئے اور جس دن سے میرے متعلق یہ بات کہی گئی تھی' آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ ہو چکا تھا اور آپ کی طرف میرے متعلق کوئی چیز نازل نہیں ہوئی تھی' حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر فرمایا: اے عائشہ! بے شک تمہارے متعلق مجھے اس طرح اور اس طرح خبر پہنچی ہے' پس اگر تم بے قصور ہو تو عنقریب اللہ تم کو بری کر دے گا اور اگر (بالفرض) تم سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو تم اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف توبہ کرو' کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے' پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے' جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات پوری کر لی تو میرے آنسو رک گئے حتیٰ کہ میں نے آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا' اور میں نے اپنے والد سے کہا: آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں' پس میں نے اپنی والدہ سے کہا: آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو اس چیز کا جواب دیں' جو آپ نے فرمایا ہے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں' حضرت عائشہ نے کہا: میں ایک کم عمر لڑکی تھی' میں قرآن کو بھی بہت زیادہ نہیں پڑھتی تھی تو میں نے کہا: بے شک اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں نے وہ باتیں سن لی ہیں' جو لوگوں نے کہی ہیں اور وہ باتیں آپ لوگوں کے دلوں میں جم گئی ہیں اور آپ لوگوں نے ان باتوں کی تصدیق کر دی ہے' اور اگر میں کہوں کہ میں (اس تہمت سے) بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک میں (اس تہمت سے) بری ہوں تو آپ لوگ میری اس بات کی تصدیق نہیں کریں گے' اور اگر میں آپ لوگوں کی خاطر کسی بات کا اعتراف کر لوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق کر دیں گے' اور اللہ کی قسم! میں اپنے اور تمہارے متعلق صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کی مثال پاتی ہوں جب انہوں نے فرمایا تھا: "پس اب صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے

Marfat.com

مسند احمد ج ۶ ص ۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۳۱۷۔ ج ۴۰ ص ۲۷ ۳۔ ۳۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اُس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہےO''۔ (یوسف:۱۸) پھر میں اپنے بستر پر منتقل ہوگئی اور میں یہ امید رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بَری کر دے گا' لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ میری شان میں وحی نازل فرمائے گا اور میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر خیال کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں کلام فرمائے اور میں یہ امید رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند میں ایسا خواب دکھا دے گا جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بَری کر دے گا' پس اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مجلس کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ گھر والوں سے کوئی باہر نکلا تھا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور جس طرح (نزولِ وحی کے وقت) آپ پسینے پسینے ہو جاتے تھے' وہی کیفیت آپ پر طاری ہوگئی' موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے آپ کے جسم اطہر سے گرنے لگے' حالانکہ وہ سردی کا دن تھا' جب وہ کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقطع ہوئی تو آپ ہنس رہے تھے' پس اس وقت جو آپ نے پہلی بات کی' وہ یہ تھی کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی حمد کرو! اس نے تمہیں بَری کر دیا ہے' میری والدہ نے مجھ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑی ہو' میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں اللہ کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ''بے شک جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے'' (النور:۱۱' یہاں سے دس آیات ہیں) جب اللہ نے میری براءت میں یہ آیات نازل فرمادیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ حضرت مسطح بن اثاثہ پر اپنی قرابت داری کی وجہ سے خرچ کرتے تھے' حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! مسطح نے عائشہ پر جو تہمت لگائی ہے' اس کے بعد میں اب کبھی بھی مسطح پر کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اور تم میں سے اصحابِ فضل اور اربابِ وسعت یہ قسم نہ کھائیں (الیٰ قولہٖ تعالیٰ) اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO''۔ (النور:۲۲) تب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! میں ضرور یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت فرما دے! لہٰذا حضرت

ابوبکر نے حضرت مسطح پر خرچ کرنے کی طرف رجوع کرلیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے معاملہ کے متعلق سوال کیا' پس فرمایا: اے زینب! تم نے جو کچھ سنا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنی سماعت کو اور اپنی بصارت کو (اس شر سے) محفوظ رکھتی ہوں (کہ جو کچھ میں نے دیکھا یا سنا ہو وہ آپ سے بیان کروں) اور اللہ کی قسم! میں ان کے متعلق سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں جانتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ یہی (میری وہ سوکن تھیں) جو میری ہم سری کی دعویٰ دار تھیں' لیکن ان کو ان کے تقویٰ کی وجہ سے اللہ نے (تہمت لگانے سے) محفوظ رکھا۔ امام بخاری نے کہا: ہم کو فلیح نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور از حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما' ان کی روایت اس حدیث کی مثل ہے' اور امام بخاری نے کہا: ہم کو فلیح نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان اور یحییٰ بن سعید از القاسم بن محمد بن بکر' ان کی روایت بھی اس حدیث کی مثل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بریرہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نیک خصلتوں کو بیان کیا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اس سے پہلے' صحیح البخاری: ۲۶۳۷' اور ۲۵۹۳ میں روایت کیا ہے' لیکن مکمل تفصیل کے ساتھ اس حدیث کو یہاں (صحیح البخاری: ۲۶۶۱) میں روایت کیا ہے' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں اس حدیث کا صرف اتنا حصہ روایت کیا ہے' جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ جب متعدد ازواج ہوں تو سفر میں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے ان میں قرعہ اندازی کرنی چاہیے اور صحیح البخاری: ۲۶۳۷ میں اس حدیث کا صرف اتنا حصہ روایت کیا ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ کسی کی تعدیل کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ہم اس کے متعلق سوائے خیر اور کچھ نہیں جانتے' چونکہ امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو پوری تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے' اس لیے ہم بھی یہاں اس کی تفصیل کے ساتھ شرح کر رہے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالربیع سلیمان بن داؤد العتکی' ان کی ۲۳۱ھ میں وفات ہوئی (۲) احمد' ان کے نام میں اختلاف ہے' الدمیاطی نے کہا: ان کا نام احمد بن یونس ہے' کرمانی نے کہا کہ بعض نسخوں میں ہے: ان کا نام احمد بن عبداللہ بن یوسف الیربوعی ہے' ان کا لقب شیخ الاسلام ہے' ابن خلفون نے کہا: یہ احمد بن حنبل ہیں' علامہ ذہبی نے کہا: یہ احمد بن النضر نیشاپوری ہیں (۳) فلیح بن سلیمان بن المغیرہ' ان کا نام عبدالملک ہے اور فلیح ان کا لقب ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن زبیر بن العوام (۶) سعید بن مسیب (۷) علقمہ بن وقاص اللیثی العتواری (۸) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الہذلی' یہ سات فقہاء میں سے ایک ہیں (۹) ام

Marfat.com

المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۲۱)

حدیث مذکور میں درج مشکل الفاظ کے معانی

''افک'' کا معنی''اھل افک'' کے اسماء''جزع اظفار'' کا معنی ------------

اور حضرت صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں''اھل الافک'' کا ذکر ہے' سہیلی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ آیت ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ. (النور:۱۱) بے شک جن لوگوں نے تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک گروہ ہے۔

ان کا سرخیل عبداللہ بن اُبی تھا' اس کے علاوہ جو لوگ ملوث ہوئے وہ حضرت حمنہ بنت جحش' ان کے بھائی حضرت عبداللہ ابواحمد' حضرت مسطح' حضرت حسان رضی اللہ عنہم (ایک قول یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان میں نہیں تھے)' یزید بن رفاعہ' عبداللہ بن اُبی اس قصہ کو موضوع بحث بناتا تھا اور لوگوں میں اس کا ذکر شائع کرتا تھا۔

''افک'' کا معنی کذب' افتراء اور بہتان ہے۔

نیز اس حدیث میں''جزع اظفار'' کا لفظ ہے''جزع'' کا معنی ہے: سیپی' اور''اظفار'' یمن کی ایک بستی کا نام ہے یعنی یمن کے ایک قصبہ کی سیپی۔

اس میں''العلقۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: قلیل یعنی وہ عورتیں بہت کم کھاتی تھیں' صرف اتنا جس سے رمق حیات برقرار رہے۔

اس میں حضرت صفوان بن المعطل السلمی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' قاضی ابوبکر بن العربی نے ذکر کیا ہے کہ یہ عورتوں سے منقطع رہتے تھے' انہوں نے کبھی بھی کسی عورت کا کپڑا نہیں کھولا' اور سیر میں لکھا ہے کہ حضرت صفوان کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کو اس حال میں پایا کہ وہ عورتوں کے پاس نہیں جاتے تھے' ان کا سب سے پہلا غزوہ المریسیع تھا' علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ وہ غزوۂ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے ہیں اور بہت بہادر' نیک اور شاعر تھے' امام ابن اسحاق سے منقول ہے کہ وہ انیس ہجری میں غزوۂ ارمینیہ میں شہید ہو گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اٹھاون ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

اس حدیث میں''نحر الظھیرہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سخت گرمی کی دوپہر۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۲۶۔۳۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حضرت علی نے حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر عورتوں کا جو مشورہ دیا تھا' اس کی ایک توجیہ علامہ عینی کی طرف سے اور دیگر توجیہات مصنف کی طرف سے

علامہ عینی نے لکھا ہے: حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے تنگی نہیں رکھی اور حضرت عائشہ کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں۔ حضرت علی نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصلحت اور آپ کی خیرخواہی کے لیے کہی تھی' کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خبر سے بہت صدمہ پہنچا ہے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو خوشی پہنچانے کا ارادہ کیا' (خدانخواستہ)

Marfat.com

انہوں نے حضرت عائشہ سے عداوت کی بناء پر یہ بات نہیں کہی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۲۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس وجہ سے کہی ہو کہ ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس ناپاک تہمت سے بَری ہیں اور وہ پاک دامن ہیں لیکن آپ کے لیے عورتوں کی کمی تو نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ لازم نہیں کیا ہے کہ آپ حضرت عائشہ کو ہی اپنے حرم میں رکھیں' ان کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں تو آپ کو ایسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا کیا ضروری ہے' جس پر غلط ہی سہی لیکن ایک بار تہمت لگ چکی ہے۔

لیکن حضرت علی نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی کہ اگر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حرم سے الگ کر دیتے تو منافقین یہ کہتے کہ ہم سچے تھے اور ضرور یہ واقعہ ہوا ہے تب ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے حرم سے الگ کر دیا ہے' دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ سے بہت زیادہ محبت تھی اور آپ کی دل آزاری نہیں چاہتے تھے اور اگر آپ ان کو اپنے حرم سے الگ کر دیتے تو ضرور ان کی دل آزاری ہوتی۔ حضرت علی نے اس پر بھی توجہ نہیں فرمائی کہ ہونا تو یہ چاہیے کہ مجرم کو سزا دی جائے نہ یہ کہ جو بے قصور ہو اس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جو سزا کے مترادف ہو۔

رہا یہ کہ بہر حال حضرت عائشہ پر تہمت تو لگ چکی ہے تو اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت اور وقار میں کوئی کمی نہیں آئی' حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بن یامین پر چوری کرنے کی ناجائز تہمت لگائی گئی' علاوہ ازیں سیدنا یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی بیوی کے ساتھ ناجائز تہمت لگائی گئی تو اس سے ان کے مرتبہ میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ ناجائز تہمت پر صبر کرنے کی وجہ سے ان کے درجات مزید بلند ہوئے' حضرت مریم پر فحش کام کے ارتکاب کی تہمت لگائی گئی' اس سے ان کی عظمت میں کوئی کمی نہیں آئی' بنی اسرائیل کے عابد جریج پر ایک چرواہی کے ساتھ فحش کام کی تہمت لگائی گئی' اس سے ان کی عزت اور حرمت میں کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ کرامت عطاء کی کہ ان کے حکم سے ایک نوزائیدہ بچہ نے کلام کیا اور بتایا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔

حضرت عائشہ نے اس ناجائز تہمت پر جو صدمہ اٹھایا اور صبر کیا تو اس سے اللہ تعالیٰ نے ان کا مرتبہ اس طرح بلند کیا کہ حضرت عائشہ کی برأت میں قرآن مجید کی دس آیات نازل ہوئیں اور حدِ قذف کا قانون نازل فرمایا کہ جو شخص کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے گا' اس کو اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عالی ظرفی اور اخلاق کی بلندی

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت عائشہ کے متعلق جو مشورہ دیا تھا' اس سے حضرت عائشہ کے دل میں حضرت علی کے خلاف کوئی رنجش پیدا ہوئی' لیکن ایسا نہیں ہے' اس واقعہ کے بعد بھی حضرت عائشہ کے دل میں حضرت علی کا اسی طرح احترام تھا جیسے پہلے تھا' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

جمیع بن عمر التیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' پس آپ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کون سب سے زیادہ محبوب تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: (سیدتنا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا)' پھر پوچھا گیا: اور مَردوں میں؟ تو آپ نے فرمایا: ان کے شوہر! بے شک میرے علم کے مطابق وہ بہ کثرت روزے رکھنے والے اور بہ کثرت قیام کرنے والے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۷۴)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بھی تہمت لگانے والوں میں شامل تھے اور ان پر حد قذف لگائی گئی تھی' لیکن حضرت عائشہ ان کا بھی دفاع کرتی تھیں اور ان کی تحسین کرتی تھیں۔

Marfat.com

علامہ یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ اور علامہ ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ نے لکھا ہے:

محمد بن السائب بن برکہ نے اپنی والدہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت عائشہ کے ساتھ طواف میں تھیں اور ان کے ساتھ ام حکیم بنت خالد بن العاص بھی تھیں اور اُم حکیم بنت عبداللہ بن ابی ربیعہ بھی تھیں' ان دونوں نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور ان کی مذمت کی اور ان کو بُرا کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: تم ان کو بُرا کہہ رہی ہو' حالانکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل کرے گا' کیونکہ وہ اپنی زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے تھے۔

(الاستیعاب ج ۱ ص ۴۰۴' اسد الغابہ ج ۲ ص ۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حدیث ''اِفک'' سے مستنبط بائیس فقہی مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۳۸۸ھ نے حدیث ''افک'' سے درج ذیل فقہی مسائل مستنبط کیے ہیں:

(۱) عورت اپنے خاوند سے اجازت لیے بغیر بھی قضاء حاجت کے لیے جنگل یا میدان میں جا سکتی ہے۔

(۲) مردوں کا عورتوں کو اونٹ کے کجاوے میں بٹھانے کا جواز۔

(۳) اس خدمت کے دوران اجنبی مردوں کا عورتوں سے باتیں کرنے کو ترک کرنا۔

(۴) فحش بات کے ذکر کو ترک کرنا جیسا کہ حضرت عائشہ کو اس تہمت کے متعلق نہیں بتایا گیا حتیٰ کہ حضرت ام مسطح نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔

(۵) سلطان یا امام کی اہلیہ کے متعلق جب لوگ ناگفتنی بات کر کے اس کو ایذاء دیں تو امام کا اس کی شکایت اپنے لوگوں سے کرنا اور ان سے اس کی مدافعت چاہنا۔

(۶) بعض نے کہا ہے کہ سلطان کا اپنے رازداروں سے اپنی اہلیہ سے فراق کے متعلق مشورہ کرنا۔

(۷) کسی شخص کے باطنی احوال کی تفتیش اور پڑتال ان لوگوں سے کرنا جو اس کے پوشیدہ احوال سے واقف ہوں' تاکہ اس کے نیک اور متقی ہونے کا حکم لگایا جا سکے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کے باطنی اُمور کے متعلق حضرت بریرہ' حضرت اُسامہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہم سے سوالات کیے۔

(۸) حضرت عائشہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے والدین کے گھر گئیں' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو اپنے خاوند سے اجازت لے کر اپنے والدین کے گھر جانا چاہیے۔

(۹) جب ام مسطح نے حضرت مسطح کے متعلق کہا: مسطح ہلاک ہو جائے! تو حضرت عائشہ نے ان کو بددعا دینے سے منع فرمایا اور کہا کہ ایسا نہ کہیں' وہ بدری صحابی ہیں' اس سے اصحاب بدر کی فضیلت معلوم ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ جو اصحاب بدر کو بُرا کہے' اس کو منع کرنا چاہیے۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: اگر (بالفرض) تم سے گناہ ہو گیا ہے تو تم توبہ اور استغفار کر لو' اس سے معلوم ہوا کہ جس کے گناہ کرنے پر دلیل قائم نہ ہو اس کو بھی توبہ کا حکم دینا چاہیے۔

(۱۱) اگر کسی سے کوئی فحش کام ہو گیا ہو تو اس کا اظہار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ فحشاء کا اظہار بھی معصیت ہے۔

(۱۲) صبر جمیل یہ ہے کہ انسان صرف اللہ کے سامنے اپنا عذر پیش کرے کیونکہ حضرت عائشہ نے کسی کے سامنے اس تہمت سے برأت

Marfat.com

کو بیان نہیں کیا۔

(۱۳) ایک ماہ تک نبی ﷺ حضرت عائشہ پر لگائی گئی تہمت کے سلسلہ میں پریشان اور غمگین رہے اور آپ پر اس معاملہ میں وحی نازل نہیں ہوئی' اس سے معلوم ہوا کہ وحی کا نزول آپ کے اختیار میں نہیں ہے کہ جب آپ چاہیں' آپ پر وحی نازل ہو جائے اور یہ آپ کی نبوت کے صدق کی قوی دلیل ہے کیونکہ اگر آپ سچے نبی نہ ہوتے تو ہر ضرورت کے موقع پر اپنی طرف سے وحی بنا لیتے۔

(۱۴) نبی ﷺ نے عبداللہ بن اُبی پر حد قذف جاری نہیں کی حالانکہ اس تہمت کا بانی مبانی وہی تھا کیونکہ اس کا بہت بڑا گروہ اور جتھا تھا اور یہ ۴ھ کا واقعہ ہے' اس وقت مسلمانوں کی زیادہ بڑی تعداد نہیں تھی' اگر آپ اس پر حد جاری کرنے کا حکم دیتے تو عبداللہ بن ابی کے حامی اس کی مخالفت کرتے اور بہت بڑا فتنہ ہو جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ فتنہ سے بچنے کے لیے کسی برحق کام سے بھی اعراض اور اغماض کر لینا چاہیے۔

(۱۵) عبداللہ بن اُبی حضرت سعد بن عبادہ کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتا تھا' اس لیے انہوں نے اس کی عصبیت کی وجہ سے اس کی حمایت کی اور حضرت سعد بن معاذ کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا' اوس اور خزرج میں اس وقت جنگ ہونے والی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فریقین کو ٹھنڈا کیا' قبیلہ اوس کے لوگ جو قبیلہ خزرج پر برہم تھے' اس کی وجہ صرف رسول اللہ ﷺ سے محبت تھی اور ان کا غضب ناک ہونا صرف رسول اللہ ﷺ کے حرم کی عزت و ناموس کی حفاظت کی وجہ سے تھا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کے متعلق کوئی نازیبا بات کہے تو مسلمانوں کو اس کے خلاف برسرِ پیکار ہونا چاہیے' اسی لیے فقہاء نے کہا ہے کہ جو شخص حضرت عائشہ پر فحش تہمت لگائے گا' وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا۔

(۱۶) حضرت اُسید بن حضیر نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا: تم منافق ہو اور منافقین کی حمایت میں لڑ رہے ہو' حالانکہ حضرت سعد بن عبادہ منافق نہ تھے' سچے مسلمان تھے اور نبی ﷺ نے بھی حضرت اُسید بن حضیر کو اس پر ملامت نہیں کی' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص منافقین کی حمایت کرے تو اس کو منافقین کے منزلہ میں نازل کر کے اس کو منافق کہنا جائز ہے خواہ وہ منافق نہ ہو' اسی طرح اگر کوئی شخص شرابیوں کی حمایت میں لڑے تو اس کو شرابی کہنا جائز ہے' خواہ وہ شخص شرابی نہ ہو۔

(۱۷) اسی طرح جب کوئی شخص فی نفسہٖ نیک ہو لیکن وہ بدکاروں کی حمایت کرے تو اس سے نیکی کا وصف زائل ہو جائے گا کیونکہ جب حضرت سعد بن عبادہ نے عبداللہ بن اُبی کی حمایت کی تو حضرت عائشہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ حضرت سعد بن عبادہ نے عصبیت کی وجہ سے عبداللہ بن ابی کی حمایت کی' ورنہ اس سے پہلے وہ نیک آدمی تھے۔

(۱۸) نبی ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ کو کوئی سزا نہیں دی' اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح شبہات کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے' اسی طرح شبہات کی وجہ سے بھی سزا ساقط ہو جاتی ہے اور یہاں پر شبہ یہ تھا کہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن ابی پر حد قذف جاری نہیں کی تھی اور نہ اس وقت تک حضرت عائشہ کی برأت میں وحی نازل ہوئی تھی۔

(۱۹) جو شخص نبی ﷺ کی اہلیہ کے متعلق کوئی ایذاء رساں بات کہے یا آپ کی عزت اور حرمت کے خلاف کوئی بات کہے' اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر وہ شخص (جس نے آپ کے حرم کو ایذاء پہنچائی ہے) اگر قبیلہ اوس سے ہو تو ہم خود اس کو قتل کر دیں گے اور نبی ﷺ نے ان کی اس بات پر ردّ نہیں فرمایا' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کو جس تہمت سے بری کر دیا ہے' پھر کوئی شخص حضرت عائشہ پر وہ تہمت لگائے تو وہ شخص واجب القتل ہے کیونکہ وہ شخص قرآن مجید کی

Marfat.com

تکذیب کر رہا ہے اور قرآن کریم کی تکذیب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کو مستلزم ہے۔

(۲۰) نظر کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی ازواج میں سے کسی زوجہ پر بھی ایسی تہمت لگائے تو وہ بھی واجب القتل ہے' کیونکہ حضرت اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق قرآن مجید کے نزول سے پہلے کہا تھا کہ اگر وہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم خود اس کو قتل کر دیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا رد نہیں فرمایا' اگر حضرت اُسید کا یہ قول غلط ہوتا تو اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت فرمانا جائز نہیں تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو بیان کرنا آپ پر فرض ہے اور جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی بھی زوجہ پر تہمت لگائی' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچائی اور آپ کی تنقیص کی اور اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان صحیح نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ○

(۲۱) جو شخص ایذاء پہنچانے والا ہو' اس کی توبہ کے بعد اس کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کو ترک نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس واقعہ کے بعد اب کبھی مسطح پر خرچ نہیں کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:
''تم میں سے اصحابِ فضل اور اربابِ وسعت اس طرح کی قسم نہ کھائیں''۔ (النور:۲۲)

(۲۲) جو شخص اپنے قصور کا اعتراف کر لے اور توبہ کر لے تو اس کو معاف کر دینا چاہیے تا کہ اس کو بھی اللہ تعالیٰ معاف فرما دے' جس طرح حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہما کے معاملہ میں ہوا۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۳۵۔ ۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث ''اِفك'' سے مستنبط مزید تیئس فقہی مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث ''افك'' سے حسب ذیل فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) کسی حدیث کے متعدد قطعات مبہمہ کو جمع کر کے روایت کرنا جائز ہے' جیسا کہ اس حدیث کے متعدد قطعات کو عروہ بن الزبیر' سعید بن المسیب' علقمہ بن وقاص اللیثی اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے روایت کیا اور ابن شہاب زہری نے ان متعدد قطعات کو ملا کر ایک مربوط حدیث کے طور پر بیان کیا۔

(۲) اس حدیث میں سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرنے کا ذکر ہے' اس سے امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء نے قرعہ اندازی کے جواز پر استدلال کیا ہے' امام ابوحنیفہ کے اس میں دو قول ہیں: مشہور قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور ایک قول جواز کا ہے' تاہم صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ قرعہ اندازی جائز نہ ہو کیونکہ قرعہ اندازی جوئے میں ہوتی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ قرعہ اندازی سے ایک ہی زوجہ کا نام ہر بار نکلے' لیکن چونکہ بہ کثرت احادیث اور آثار میں قرعہ اندازی کا ثبوت ہے' اس لیے ہم نے ان احادیث اور آثار کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا اور سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کو جائز قرار دیا ہے۔ مختصر القدوری میں لکھا ہوا ہے کہ ازواج کا سفر میں کوئی حق نہیں ہے اور شوہر جس زوجہ کو چاہے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے' اور اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شوہر پر

حالت سفر میں تقسیم واجب نہیں ہے لیکن ازواج کی دل داری کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرنا مستحب ہے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں یا جہاد میں اپنی بیوی کو ساتھ لے جانا جائز ہے۔

(۴) اجنبی مردوں کا عورت کو کجاوے میں بٹھانا جائز ہے اور سفر میں مردوں سے ان کی خدمت لینا جائز ہے۔

(۵) لشکر کا کوچ کرنا امیر لشکر کی اجازت پر موقوف ہے۔

(۶) عورتوں کے لیے کم کھانا افضل ہے تاکہ وہ ہلکی پھلکی رہیں۔

(۷) لشکر کے پیچھے ایک آدمی کو رکھنا چاہیے تاکہ جو شخص لشکر سے کٹ گیا ہو اس کو لشکر کے ساتھ ملائے' گری پڑی چیز اُٹھالے اور ضرورت مند کی مدد کرے۔

(۸) اجنبی عورتوں کے ساتھ حسن ادب کو ملحوظ رکھے' خاص طور پر تنہائی اور جنگل میں۔

(۹) جب وہ کسی اجنبی عورت کو لے جائے تو اس کے آگے آگے چلے' برابر برابر اور پیچھے نہ چلے۔

(۱۰) دین اور دنیا کی جو بھی مصیبت پیش آئے' اس وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا مستحب ہے۔

(۱۱) عورت کا اجنبی مرد کے سامنے چہرہ چھپالینا مستحب (بلکہ واجب ہے۔سعیدی) ہے' خواہ وہ اجنبی مرد صالح ہو جیسے حضرت عائشہ نے حضرت صفوان کو دیکھ کر اپنے چہرے پر کپڑے کا پلو ڈال لیا۔

(۱۲) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ سے حضرت عائشہ کے متعلق پوچھا: آیا تم نے کوئی شک میں ڈالنے والی چیز دیکھی ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے حلف نہ طلب کیا جائے' پھر بھی اس کا حلف اٹھانا جائز ہے۔

(۱۳) جب کسی شخص پر کوئی تہمت لگائی جائے تو لوگوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اس کا چرچا نہ کریں اور اس کو راز میں رکھیں کیونکہ ایک مہینہ تک حضرت عائشہ کو اس کی خبر نہیں ہوئی حتیٰ کہ حضرت مسطح کی والدہ نے آپ کو اس تہمت کی خبر دی۔

(۱۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عائشہ کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آتے تھے اور اس تہمت کے بعد آپ کے لطف میں کمی ہوگئی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے ساتھ لطف سے پیش آئے اور اگر ایسا کوئی امر حادث ہو تو وہ اپنے لطف میں کمی کردے تاکہ اس کی بیوی اس کا سبب دریافت کرے اور بات صاف ہو جائے۔

(۱۵) جو بات سنی جائے اگر اس سے تعلق ہو تو اس کے متعلق بحث اور تفتیش کی جائے اور جس سے کوئی تعلق نہ ہو' اس کے متعلق بحث اور تفتیش نہ کی جائے۔

(۱۶) جب کوئی اہم بات پیش آئے تو امام لوگوں کو خطبہ دے اور لوگوں سے اس کے متعلق سوالات کرے' جیسے جب یہ تہمت کا واقعہ پیش آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اس واقعہ کے متعلق صحابہ کی آراء معلوم کیں۔

(۱۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفوان کے متعلق فرمایا: میں اس کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا' اس میں حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے۔

(۱۸) اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اُسید بن حضیر کی بھی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کا دفاع کیا اور اس کی حرمت کی خاطر لڑے۔

(۱۹) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اور خزرج دونوں فریقوں کو ٹھنڈا کیا' جب کہ وہ برسرِ پیکار تھے' اس سے معلوم ہوا کہ فتنوں' خصومات اور

Marfat.com

منازعات کو قطع کرانا چاہیے اور باہم صلح کرانی چاہیے۔

(۲۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کو توبہ کرنے کے لیے کہا' اس سے معلوم ہوا کہ کوئی عظیم اور مقدس شخصیت بھی اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے سے مستغنی نہیں ہوتی۔

(۲۱) حضرت عائشہ نے اپنے والدین سے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کریں' اس سے معلوم ہوا کہ کسی اہم معاملہ میں اصاغر کے بجائے اکابر سے بات کرانی چاہیے۔

(۲۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: اے عائشہ! اٹھو! اللہ تعالیٰ کی حمد کرو! اس نے تمہیں (اس تہمت سے) بری کر دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی نئی اور تازہ نعمت حاصل ہو تو اس پر پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

(۲۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں سے بھی تعدیل اور تزکیہ کرانا جائز ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما سے حضرت عائشہ کے متعلق سوال کیا اور انہوں نے حضرت عائشہ کی فضیلت بیان کی اور اسی چیز کے متعلق امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۴۔۳۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ کی برأت میں ایک ماہ کی تاخیر میں مصنف کی بیان کردہ حکمتیں

اس حدیث سے علامہ مہلب مالکی نے بائیس فقہی مسائل مستنبط کیے ہیں اور علامہ عینی نے تئیس مسائل مستنبط کیے ہیں' اس طرح اس حدیث سے پینتالیس مسائل مالکی اور حنفی علماء نے مستنبط کیے ہیں' لیکن ایک اہم مسئلہ جس پر ان علماء نے غور نہیں کیا' وہ یہ ہے کہ ایک ماہ تک اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل نہیں ہوئی' اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کی ایک وجہ جو میرے ناقص ذہن میں آئی ہے' وہ یہ ہے کہ اس عرصہ میں یہ امتیاز ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کون مخلص ہے اور کون مخلص نہیں ہے؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جنہوں نے اس تہمت لگانے میں حصہ لیا تھا' اُن پر حد قذف لگائی گئی اور یہ حضرت حسان بن ثابت' حضرت مسطح بن اُثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم اور ان کے بھائی تھے' اور تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی مغفرت کر دی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو' تمہارے لیے جنت واجب ہو گئی ہے' یا فرمایا: بے شک میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۸۳' صحیح مسلم: ۲۴۹۴' سنن ابوداؤد: ۲۶۵۰' سنن ترمذی: ۳۳۱۶)

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ بدری صحابہ سے کوئی گناہ نہیں ہوگا' کیونکہ حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اُثاثہ دونوں بدری صحابہ تھے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور ان دونوں پر حد قذف جاری کی گئی اور وہ اس حد سے پاک ہو گئے' اس سے معلوم ہوا کہ اہل بدر کے متعلق جو حدیث میں وارد ہے کہ وہ جنتی ہیں یا ان کی مغفرت کر دی گئی ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان سے کوئی گناہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے محفوظ رکھے گا اور اگر ان سے کوئی گناہ ہو گیا تو ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے دے گا' بہر حال اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ اہل بدر کے لیے جنت یا مغفرت کی بشارت کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان سے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اس سے ایک اور مسئلہ یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور صحابہ کرام محفوظ ہیں اور معصوم کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے قصد اور ارادہ سے کبھی بھی گناہ نہیں کرتے اور محفوظ کا معنی یہ ہے کہ وہ عموماً گناہ نہیں کرتے اور اگر بشری تقاضے سے ان سے کوئی گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے دیتا ہے' جیسے حضرت حسان' حضرت مسطح

Marfat.com

اور حضرت حمنہ کے معاملہ میں ہوا' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور ان پر حد قذف جاری کی گئی اور موت سے پہلے ان کی توبہ ہوگئی' خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس معاملہ میں فوراً وحی نازل نہ کرنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ مخلصین اور غیر مخلصین مسلمانوں میں امتیاز ہو گیا' دوسری وجہ یہ ہے کہ وحی میں تاخیر کی وجہ سے بعض مسلمانوں پر حد قذف لگائی گئی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وحی میں تاخیر کی وجہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ جنت اور مغفرت کی بشارت گناہ نہ کرنے کو مستلزم نہیں ہے اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس سے معصوم اور محفوظ کا فرق معلوم ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح میں یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ آیا نزولِ وحی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو یقیناً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ پھر آپ اتنے دن پریشان کیوں رہے اور صحابہ سے اس معاملہ میں تفتیش کیوں کی اور حضرت عائشہ کو توبہ کرنے کی تلقین کیوں کی؟ سو اس عنوان پر مکمل بحث ہم نے سورۃ النور: ۲۰ کی تفسیر میں کر دی ہے۔ (تبیان القرآن ج ۸ ص ۹۱۔۸۷)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی حمد کرو! اللہ نے تمہاری برأت کر دی ہے' اور حضرت عائشہ کی والدہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو' تو حضرت عائشہ نے کہا: بہ خدا! میں ان کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اللہ کی حمد کروں گی' حضرت عائشہ کے اس قول سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم سے انکار کیا تھا' بلکہ حضرت عائشہ کے اس کلام کا معنی یہ تھا کہ میں اس احسان پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکر ادا کروں گی۔ اس کی مفصل بحث تبیان القرآن ج ۸ ص ۹۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۶ - بَابٌ إِذَا زَكَّى رَجُلٌ رَجُلًا كَفَاهُ

جب ایک مرد دوسرے مرد کی تعدیل کرے تو یہ کافی ہے

تعدیل کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے صالح اور صادق ہونے کی گواہی دے' اس کو تزکیہ بھی کہتے ہیں۔ امام بخاری کا مختار یہ ہے کہ تعدیل کے لیے ایک آدمی بھی کافی ہے' جیسا کہ اس باب کے عنوان سے ظاہر ہے' اس مسئلہ میں اختلاف ہے' امام محمد بن الحسن کے نزدیک تعدیل کے لیے دو آدمیوں کی ضرورت ہے۔ امام شافعی' امام مالک اور امام طحاوی کا بھی یہی موقف ہے' امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا موقف یہ ہے کہ تعدیل کے لیے ایک آدمی بھی کافی ہے' تاہم دو آدمی ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔

وَقَالَ أَبُو جَمِيلَةَ وَجَدْتُ مَنْبُوذًا' فَلَمَّا رَآنِي عُمَرُ قَالَ عَسَى الْغُوَيْرُ أَبْؤُسًا' كَأَنَّهُ يَتَّهِمُنِي' قَالَ عَرِيفِي إِنَّهُ رَجُلٌ صَالِحٌ' قَالَ كَذٰلِكَ؟ اِذْهَبْ وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهُ.

اور ابوجمیلہ نے کہا: میں نے ایک لڑکا راستہ میں پڑا ہوا پایا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ہوسکتا ہے کہ یہ غویر کسی مصیبت کا پیش خیمہ ہو' گویا کہ وہ مجھ پر تہمت باندھ رہے تھے' میرے واقف کار نے کہا: یہ نیک آدمی ہیں' حضرت عمر نے کہا: اگر یہ درست ہے تو پھر اس بچے کو لے جاؤ' اس کا خرچ ہمارے (بیت المال کے) ذمہ ہوگا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ کسی غار میں گئے' وہ غار ان پر گر گیا اور وہ اس میں دب گئے' وہ بہ ظاہر سلامتی کے لیے اس غار میں گھسے تھے اور وہ غار ان کے لیے ناگہانی آفت بن گیا' جب سے یہ مثل جاری ہوگئی کہ آدمی کسی چیز کو

Marfat.com

فائدہ مند سمجھے اور وہ اچانک اس کے لیے مصیبت بن جائے۔

ابو جمیلہ نے ایک لڑکا راستہ میں پڑا ہوا پایا اور حضرت عمر کو دکھایا' حضرت عمر نے یہ گمان کیا کہ شاید میں نے یہ لڑکا حضرت عمر کو اس لیے دکھایا ہے کہ اس کا وظیفہ بیت المال سے جاری کر دیا جائے' ابو جمیلہ کے ایک واقف کار نے حضرت عمر کو بتایا کہ یہ نیک آدمی ہیں' تب حضرت عمر نے کہا: اگر یہ درست ہے تو پھر اس بچے کو لے جاؤ' اس کا خرچ ہمارے ذمہ ہوگا۔ امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ ابو جمیلہ کی صرف ایک آدمی نے تعدیل کی اور انہوں نے اس کو نیک قرار دے دیا۔

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ راستہ میں پڑے ہوئے بچہ کو اٹھانا جائز ہے اور اس کا خرچ بیت المال کے ذمہ ہوگا اور وہ بچہ آزاد ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۶۔۳۳۵)

۲۶۶۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَثْنٰى رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ وَيْلَكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ. مِرَارًا، ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا اَخَاهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا، وَاللّٰهُ حَسِيْبُهُ، وَلَا اُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا، اَحْسِبُهُ كَذَا وَكَذَا، اِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذٰلِكَ مِنْهُ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۶۱۔۶۱۶۲] [صحیح مسلم: ۳۰۰۰، الرقم المسلسل: ۷۳۹۵، سنن ابوداؤد: ۴۸۰۵، سنن ابن ماجہ: ۳۷۴۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے خبر دی از عبدالرحمان بن ابی بکرہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کی تعریف کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی' تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی' یہ آپ نے کئی دفعہ فرمایا' پھر فرمایا: تم میں سے جو شخص لامحالہ اپنے بھائی کی تعریف کرے تو وہ کہے: میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے اور حقیقتِ حال کو اللہ جاننے والا ہے' اور میں اللہ کے سامنے کسی کی ستائش نہیں کرتا اور میرا اس کے متعلق اس اس طرح گمان ہے' اگر وہ اس کے متعلق اس چیز کو جانتا ہو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سلام (۲) عبدالوہاب بن عبدالمجید الثقفی البصری (۳) خالد بن مہران الحذاء البصری (۴) عبدالرحمان بن ابی بکرہ (۵) ان کے والد حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام نفیع بن الحارث الثقفی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۶)

اس باب کا عنوان ہے: جب ایک مرد دوسرے مرد کی تعدیل کرے تو یہ کافی ہے' اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی تعدیل اور تزکیہ میں غلو اور مبالغہ نہ کرے اور چونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے شخص کی تعریف کی تو اس سے امام بخاری کا یہ موقف ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک آدمی کی تعدیل بھی کافی ہے۔

کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے اور نہ کرنے کے محامل

اس حدیث میں ارشاد ہے: تم میں سے جو شخص لامحالہ اپنے بھائی کی تعریف کرے تو وہ کہے کہ میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے۔ یعنی کسی شخص کے متعلق یقین سے یہ نہ کہے کہ وہ نیک ہے' کیونکہ وہ اس کے تمام احوال پر مطلع نہیں ہوتا بلکہ یوں کہے کہ ہم اس کے ظاہر احوال کے اعتبار سے یوں سمجھتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں کسی کے سامنے اس کی منہ پر تعریف کرنے سے ممانعت کی گئی ہے' حالانکہ بعض

Marfat.com

احادیث میں منہ پر تعریف کرنے کا بھی ثبوت ہے' خود نبی ﷺ نے کئی مرتبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ان کے منہ پر تعریف کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت ان افراد کے متعلق ہے' جن کے تقویٰ اور پارسائی پر مکمل اعتماد نہ ہو اور جن کے تقویٰ اور پارسائی پر مکمل اعتماد ہو' ان کے سامنے ان کی تعریف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۷ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْإِطْنَابِ فِي الْمَدْحِ، وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ

کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنے کی کراہت اور تعریف کرنے والے کو چاہیے کہ وہ وہی بات کہے جو وہ جانتا ہے اور اس میں حد سے نہ بڑھے

۲۶۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِي عَلٰى رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ فِي مَدْحِهِ، فَقَالَ أَهْلَكْتُمْ أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ.

[طرف الحدیث: ۶۰۶۰] (صحیح مسلم: ۳۰۰۱' الرقم المسلسل: ۷۳۹۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الصباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سنا' ایک شخص کسی دوسرے شخص کی تعریف کر رہا تھا اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا تھا' آپ نے فرمایا: تم نے (اس کو) ہلاک کر دیا' یا (فرمایا:) تم نے اس کی پیٹھ کاٹ دی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جو شخص کسی کی تعریف میں مبالغہ کرتا ہے' وہ ضرور اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہتا ہے جس کا اسے علم نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کی خلوت اور تنہائی پر مطلع نہیں ہوتا' اس وجہ سے نبی ﷺ نے کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس مضمون کی اور بھی احادیث ہیں:

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

ابومعمر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کسی امیر کی تعریف کی تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر مٹی ڈال دی' اور انہوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم تعریف کرنے والوں کے چہروں پر مٹی ڈال دیں۔

(صحیح مسلم: ۳۰۰۲' سنن ابوداؤد: ۴۸۰۴' سنن ترمذی: ۲۴۰۱' سنن ابن ماجہ: ۳۷۴۲)

ہمام بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح کر رہا تھا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل جھکے اور وہ بھاری بھرکم آدمی تھے' پھر انہوں نے اس شخص کے چہرے پر کنکریاں ماریں' ان سے حضرت عثمان نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم مدح کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈالو۔

(صحیح مسلم: ۳۰۰۲' الرقم المسلسل: ۷۴۰۰' سنن ابوداؤد: ۴۸۰۴)

۱۸ - بَابُ بُلُوغِ الصِّبْيَانِ وَشَهَادَتِهِمْ

بچوں کا بالغ ہونا اور ان کی شہادت کا بیان

اس باب میں دو حکم بیان کیے گئے ہیں: ایک بچوں کے بالغ ہونے کا بیان' اور دوسرا ان کی شہادت کا بیان۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا﴾ (النور: ۵۹).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تمہارے لڑکے سن بلوغت کو پہنچ جائیں تو ان کو بھی اجازت طلب کر کے آنا چاہیے۔ (النور: ۵۹)

Marfat.com

اس آیت میں ''اطفال'' کا لفظ ہے یہ ''طفل'' کی جمع ہے اس کا معنی ہے: بچہ اس کا اطلاق مذکر اور مونث اور واحد اور جمع پر ہوتا ہے اور اس آیت میں ''حُلُم'' کا ذکر ہے اس کا معنی ہے: بلوغت۔

امام بخاری نے اس آیت کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس آیت میں بچوں کے بالغ ہونے پر حکم کو معلق فرمایا ہے۔

وَقَالَ مُغِيرَةُ اِحْتَلَمْتُ وَاَنَا ابْنُ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ سَنَةً.

اور مغیرہ نے کہا: مجھے بارہ سال کی عمر میں احتلام ہو گیا تھا۔

ان کا پورا نام ہے: مغیرہ بن مقسم الضبی الکوفی' یہ ابراہیم نخعی کے (فیض یافتہ) فقہاء میں سے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے اساتذہ میں سے ہیں' یہ ۱۳۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۰)

وَبُلُوْغُ النِّسَآءِ فِي الْحَيْضِ. لِقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَالّٰٓـئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ. اِلٰى قَوْلِهٖ. اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق: ٤).

اور عورتوں کی بلوغت حیض سے ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں (الی قولہ) حمل وضع ہونے تک۔ (الطلاق: ۴)

یہ پوری آیت اس طرح ہے: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں' اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی عدت بھی یہی ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

یعنی جو حاملہ عورتیں مطلقہ ہوں اور جن کا خاوند فوت ہو گیا ہو' ان کی عدت وضع حمل ہے اور جس جوان عورت کو حیض نہ آئے اور اس کو شک ہو کہ آیا وہ حاملہ ہے یا نہیں؟ اگر اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو اس کی عدت بھی وضع حمل ہے' اور اگر اس کا حمل ظاہر نہ ہو تو پھر اس کی عدت میں اختلاف ہے' امام مالک' امام احمد' اسحاق اور ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے اور ان کے پاس اس کے ثبوت میں حضرت عمر سے روایت ہے اور اہل عراق نے کہا ہے کہ اس کی عدت تین حیض ہے' اگر اس کا حیض نہیں آ رہا ہے تو وہ اس کا انتظار کرے خواہ بیس سال گزر جائیں حتیٰ کہ وہ بوڑھی ہو کر سن ایاس کو پہنچ جائے' پھر اس کی عدت تین ماہ ہو گی۔ امام شافعی کا بھی صحیح قول یہی ہے اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے' حضرت ابن مسعود اور ان کے اصحاب سے بھی یہی روایت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۱)

وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ اَدْرَكْتُ جَارَةً لَنَا جَدَّةً بِنْتَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ سَنَةً.

اور حسن بن صالح نے کہا: میری ایک پڑوسن اکیس سال کی عمر میں نانی تھی۔

علامہ عینی نے کہا: اس کی صورت یہ ہے کہ اس کو نو سال کی عمر میں حیض آ گیا اور اس کی شادی ہو گئی' دس سال کی عمر میں اس کی بچی ہو گئی اور وہ بھی نو سال کی عمر میں بالغ ہو گئی اور ایک سال کے بعد اس کے ہاں بچہ ہو گیا اور کوئی عورت کم سے کم انیس سال میں نانی بن سکتی ہے۔ امام شافعی سے روایت ہے کہ انہوں نے یمن میں انیس سال کی عمر کی ایک نانی دیکھی' وہ بھی اسی طرح نو سال کی عمر میں بالغ ہوئی اور دس سال کی عمر میں اس کے ہاں بچی ہو گئی اور وہ بچی بھی نو سال کی عمر میں بالغ ہوئی اور دس سال کی عمر میں وہ ماں بن گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۱)

٢٦٦٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ اُحُدٍ، وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْنِىْ. ثُمَّ عَرَضَنِىْ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، وَاَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ، فَاَجَازَنِىْ. قَالَ نَافِعٌ فَقَدِمْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَهُوَ خَلِيْفَةٌ فَحَدَّثْتُهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ. فَقَالَ اِنَّ هٰذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ، وَكَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهِ اَنْ يَفْرِضُوْا لِمَنْ بَلَغَ خَمْسَ عَشْرَةَ. [طرف الحدیث:۴۰۹۷] (صحیح مسلم:۱۸۶۸، الرقم المسلسل:۴۰۹۷، سنن ابن ماجہ:۲۵۴۳)

نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے غزوۂ اُحد میں پیش کیا' اس وقت وہ چودہ سال کے تھے تو آپ نے مجھے اجازت نہیں دی' پھر میں نے اپنے آپ کو خندق کے دن پیش کیا' اس وقت میں پندرہ برس کا تھا' تو آپ نے مجھے اجازت دے دی' نافع نے کہا: میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا اور وہ اس وقت خلیفہ تھے' میں نے ان کے سامنے یہ حدیث بیان کی' پس انہوں نے کہا: یہ صغیر اور کبیر کے درمیان حد ہے' اور انہوں نے اپنے عُمّال کی طرف مکتوب لکھا کہ جو شخص پندرہ سال کی عمر کا ہو گیا ہو' اس کے لیے اہل لشکر کا وظیفہ جاری کر دیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبیداللہ بن سعید ابوقدامۃ السرخسی (۲) ابواسامہ حماد بن اسامۃ (۳) عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۴) نافع مولیٰ ابن عمر ابوعبداللہ المدنی متوفی ۱۱۷ھ (۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ لڑکا پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جاتا ہے۔

علاماتِ بلوغ میں اختلافِ فقہاء اور اگر علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک لڑکے کی عمر کی حد انیس سال ہے اور لڑکی کی عمر کی حد سترہ سال ہے اور امام شافعی کے نزدیک دونوں کی عمر کی حد پندرہ سال ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں میں بلوغ کی علامت احتلام ہے اور عورتوں میں بلوغ کی علامت حیض ہے' اور اس بلوغ کی علامت کے بعد ان پر عبادات اور حدود لازم ہو جاتی ہیں' اور جو شخص بالغ ہو گیا اور اس کی سمجھ ظاہر ہو گئی' اس کی گواہی جائز ہے اور اس پر فرائض اور دیگر احکامِ شرعیہ لازم ہیں۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب مردوں کو پندرہ سال تک احتلام نہ ہو اور عورتوں کو پندرہ سال تک حیض نہ آئے تو پھر ان کو بالغ قرار دینے کا کیا معیار ہے؟ قاسم اور سالم سے روایت ہے کہ پھر زیرِ ناف بالوں کا اُگنا بلوغ کی علامت ہے' یہ لیث کا قول ہے' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے' امام مالک نے کہا: یا تو اس کے بال اُگ جائیں یا اس کی عمر کے لڑکے بالغ ہو جائیں۔

امام ابوحنیفہ نے زیرِ ناف بال اُگنے کا اعتبار نہیں کیا' انہوں نے کہا: اگر علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو لڑکی میں بلوغ کی حد سترہ سال ہے اور لڑکے میں انیس سال ہے' اور ان سے لڑکے میں اٹھارہ سال کی بھی ایک روایت ہے۔ زیرِ ناف بال اُگنے میں امام شافعی کے دو قول ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ جب علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو لڑکے اور لڑکی دونوں کو پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جائے گا' ان کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ یہی اوزاعی' امام ابویوسف اور امام محمد کا مذہب ہے' ابن الماجشون اور ابن وہب کا بھی یہی قول ہے۔

Marfat.com

جن فقہاء نے بلوغت کے لیے زیرِناف بالوں کے اُگنے کا اعتبار کیا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے جن پر استرا چل چکا ہو' ان کو قتل کر دیا جائے۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب

امام شافعی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ یوم اُحد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس کر دیا تھا اور پھر یوم خندق کو جب ان کی عمر پندرہ برس ہو گئی تھی تو ان کو قبول کر لیا تو اس سے معلوم ہوا کہ پندرہ برس کی عمر میں انسان بالغ ہو جاتا ہے اور اس کے لیے تمام احکامِ شرعیہ ثابت ہو جاتے ہیں۔

امام شافعی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہاد میں شریک ہونے کے لیے پندرہ برس کی عمر معیار ہے اور اس عمر کا تعلق قوت اور صلاحیتِ جہاد کے ساتھ ہے' اس عمر کا اس بلوغ کے ساتھ تعلق نہیں جس عمر میں تمام احکامِ شرعیہ ثابت ہوتے ہیں' اس عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صرف قتال کی اجازت دی تھی اور ہم کہتے ہیں کہ اگر بچہ اس سے کم عمر میں بھی قتال کر سکتا ہو تو اس کا جہاد میں شریک ہونا جائز ہے اور مالِ غنیمت سے اس کا حصہ نکالا جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ مراھقین (قریب بہ بلوغ لڑکوں) کو قتال کی اجازت دے دیتے تھے جب وہ اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر دیتے' حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی غزوہ میں' میں نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا تو آپ نے مجھے قتال کرنے کی اجازت نہیں دی' پھر آپ کے سامنے میرے علاوہ کوئی اور لڑکا پیش کیا گیا تو آپ نے اس کو اجازت دے دی' تب میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس کو قبول کر لیا اور مجھ کو مسترد کر دیا' پس اگر یہ لڑکا مجھ سے کشتی لڑے تو میں اس کو پچھاڑ دوں گا' آپ نے فرمایا: تم اس سے کشتی لڑو' سو میں نے اس کو پچھاڑ دیا' پھر مجھے بھی جہاد میں شامل کر لیا گیا۔

امام ابوحنیفہ نے بھی حضرت ابن عمر کی حدیث کا یہی جواب دیا ہے کہ آپ نے ان کو ان کی قوت کی وجہ سے غزوۂ خندق میں شامل کر لیا تھا اور ان کے ضعف کی وجہ سے ان کو غزوۂ اُحد میں مسترد کر دیا تھا' کیونکہ وہ لڑکے کی بلوغت کے لیے اٹھارہ سال کی عمر کا اعتبار کرتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۴۳-۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک بلوغت کا معیار

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ بلوغت میں زیرِناف بالوں کے اُگنے کا اعتبار نہیں کرتے' انہوں نے کہا ہے کہ اگر لڑکی کو حیض نہ آئے تو اس کی بلوغت کی حد سترہ سال ہے اور اگر لڑکے کو احتلام نہ ہو تو اس کی بلوغت کی حد انیس سال ہے اور ان کا ایک قول اٹھارہ سال کا ہے۔

بچوں کی گواہی میں اختلافِ فقہاء

جہاں تک بچوں کی شہادت کا تعلق ہے تو فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ بچوں کی شہادت جائز نہیں ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قاسم' سالم' عطاء' شعبی' حسن' ابن ابی لیلیٰ' سفیان ثوری' فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور اور ابوعبید کا یہی مذہب ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ قصاص اور زخموں میں ان کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی جائز ہے' حضرت علی' حضرت ابن الزبیر' شریح' نخعی' عروہ' زہری' ربیعہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جس کی عمر کے پندرہ سال مکمل ہو گئے' اس پر بالغین کے احکام جاری کر دیئے جائیں گے' خواہ اس کو

Marfat.com

احتلام نہ ہوا ہو پس وہ عبادات کا مکلف ہوگا اور اس پر حدود جاری کی جائیں گی اور وہ مال غنیمت میں سے اپنے حصہ کا مستحق ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۳)

میں کہتا ہوں کہ یہ تحریر امام ابو یوسف اور امام محمد کے مذہب کے مطابق ہے۔

٢٦٦٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صفوان بن سلیم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے ہیں' آپ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

١٩ - بَابُ سُؤَالِ الْحَاكِمِ الْمُدَّعِيَ هَلْ لَّكَ بَيِّنَةٌ؟ قَبْلَ الْيَمِيْنِ

قسم سے پہلے حاکم کا مدعی سے یہ سوال کرنا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے

یعنی حاکم مدعی علیہ کو قسم دینے سے پہلے مدعی سے یہ سوال کرے کہ کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟

٢٦٦٦، ٢٦٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ، وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. قَالَ فَقَالَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فِيَّ وَاللّٰهِ كَانَ ذٰلِكَ، كَانَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ أَرْضٌ، فَجَحَدَنِيْ، فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَالَ قُلْتُ لَا، قَالَ فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ احْلِفْ. قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذًا يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِيْ، قَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران: ۷۷) إِلٰى اٰخِرِ الْأٰيَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی از الاعمش از شقیق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ایسی چیز پر حلف اٹھایا جس میں وہ جھوٹا تھا تاکہ وہ (اس قسم کے ذریعہ) کسی مسلمان کا مال ہڑپ کر لے تو وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا' راوی نے کہا کہ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ حدیث میرے متعلق ہے' میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کا تنازع تھا' اس نے (میرے حق کا) انکار کیا' تو میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گیا' پس مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں! پھر آپ نے یہودی سے فرمایا: تم قسم کھاؤ! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو قسم کھا لے گا اور میرا مال لے جائے گا' انہوں نے کہا: تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ اخیر آیت تک (آل عمران: ۷۷)

Marfat.com

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۵۷ اور ۲۲۵۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟

۲۰ - بَابُ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ فِي الْأَمْوَالِ وَالْحُدُوْدِ

اموال میں اور حدود میں مدعٰی علیہ پر قسم ہوگی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قسم مدعٰی علیہ پر ہے نہ کہ مدعی پر، یہ عنوان دو حکموں پر مشتمل ہے: پہلا حکم یہ ہے کہ قسم مدعٰی علیہ پر ہے اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اموال اور حدود میں قسم مدعٰی علیہ پر ہے۔ پہلے حکم کا معنی یہ ہے کہ مدعی پر صرف گواہ پیش کرنا ہے اور اس پر قسم کھانا نہیں ہے، امام مالک، فقہاء احناف، امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ جب حاکم کو شک ہو تو وہ مدعی پر گواہ کے علاوہ قسم کو بھی لازم کر سکتا ہے۔ جمہور کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ. (النور: ۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں (پھر اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تہمت لگانے والوں کو صرف گواہ پیش کرنے سے بری فرما دیا ہے اور ان کو قسم کھانے کا حکم نہیں دیا۔

اس عنوان میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ شارع نے قسم مدعٰی علیہ پر لازم کی ہے۔

اس عنوان میں دوسرا حکم یہ ہے کہ اموال اور حدود میں قسم مدعٰی علیہ پر ہے، اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم عام ہے، اموال، حدود اور نکاح وغیرہ میں جاری ہوتا ہے اور امام مالک نے نکاح، طلاق، عتاق اور فدیہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان میں سے کسی چیز میں قسم واجب نہیں ہے، حتیٰ کہ مدعی گواہ قائم کرے خواہ ایک گواہ ہو اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ قسم مدعٰی علیہ کے ساتھ صرف اموال میں خاص ہے نہ کہ حدود میں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهٗ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دو گواہ ہیں، ورنہ اس کی قسم ہوگی۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول، صحیح البخاری: ۲۶۷۰، ۲۶۶۹ میں ہے، اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مدعی پر صرف گواہ پیش کرنا ہے اور مدعٰی علیہ پر صرف قسم ہے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے۔

وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ كَلَّمَنِيْ أَبُو الزِّنَادِ فِيْ شَهَادَةِ الشَّاهِدِ، وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ، فَقُلْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدٰهُمَا الْأُخْرٰى﴾ (البقرۃ: ۲۸۲)، قُلْتُ إِذَا كَانَ يَكْتَفِيْ بِشَهَادَةِ شَاهِدٍ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ،

اور قتیبہ نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن شبرمہ، انہوں نے کہا کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے متعلق مجھ سے ابو الزناد نے کلام کیا تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تم اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنا لو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (ان کو گواہ بنا لو) جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک (عورت) اگر بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے۔ (البقرۃ: ۲۸۲) میں نے کہا: جب ایک گواہ اور

فَمَا يَحْتَاجُ اَنْ تُذَكِّرَ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى؟ مَا كَانَ يَصْنَعُ بِذِكْرِ هٰذِهِ الْاُخْرٰى؟ مدعی کی قسم کافی ہے تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلائے؟ پھر اس دوسری کے یاد دلانے کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟

ایک گواہ اور مدعی کی قسم کی بنیاد پر فیصلہ کا صحیح نہ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس کا حاصل یہ ہے کہ ابوالزناد کا مذہب یہ تھا کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح ہے اور یہ اہل حجاز کا مذہب ہے' اور ابن شبرمہ کا مذہب یہ ہے کہ مدعی کے گواہ اور اس کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے اور انہوں نے البقرہ: ۲۸۲ سے استدلال کیا' ابن شبرمہ کا مذہب وہی ہے جو ابن ابی لیلیٰ' عطاء' النخعی' الشعبی' اوزاعی' اہل کوفہ اور اصحاب مالک میں سے اہل اندلس کا مذہب ہے' وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی نص صریح سے ثابت ہے کہ نزاعی معاملات میں دو گواہ ہوں یا پھر ایک مرد اور دو عورتیں ہوں اور اس میں مدعی کی قسم کا کوئی دخل نہیں اور اس میں مدعی کی قسم کو لازم کرنا قرآن مجید پر اضافہ ہے اور جن احادیث میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کا ذکر ہے' وہ سب اخبار احاد ہیں اور چونکہ وہ احادیث نص قرآن کے مخالف ہیں' اس لیے ان پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے قرآن مجید کا نسخ لازم آئے گا اور خبر واحد سے قرآن مجید کو نسخ کرنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۷۔۳۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' بیروت)

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ نہ کرنے کے خلاف اعتراضات اور ان کا جواب

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کی احادیث کی تائید میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر قرآن مجید پر زائد ہونے کی وجہ سے ایک گواہ اور مدعی کی قسم کا اعتبار نہیں کیا جاتا تو پھر اور بہت سی احادیث کا اعتبار بھی نہیں کرنا چاہیے' جیسے نبیذ سے وضوء کرنا' نماز میں قہقہہ سے وضوء کا وجوب' قے سے وضوء کا وجوب' غسل میں غرارے کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا وجوب' نہ کہ وضوء میں' قیدی کافرہ عورت سے استبراء کرنا (یعنی ایک حیض گزرنے سے پہلے اس سے مباشرت نہ کرنا) جو شخص ایسی چیز چرائے جو جلد خراب ہو جاتی ہے' اس کا ہاتھ نہ کاٹنا' ولادت میں ایک عورت کی گواہی کا کافی ہونا' صرف تلوار سے قصاص لینے کا وجوب' صرف شہر میں جمعہ کا وجوب' جہاد میں ہاتھوں کو نہ کاٹنا' کافر کا مسلمان کے ترکہ کا وارث نہ ہونا' جو مچھلی طبعی موت سے مر کر سطح آب پر تیرنے لگے اس کا حرام ہونا' کچلیوں سے پھاڑنے والے درندوں کا حرام ہونا' پنجوں اور ناخنوں سے پھاڑنے والے پرندوں کا حرام ہونا' بیٹے کو قتل کرنے پر باپ سے قصاص نہ لینا' مقتول کے ترکہ سے قاتل کا وارث نہ ہونا' اس طرح کی اور بہت احادیث اور مسائل ہیں' ان سب میں قرآن مجید پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ ان احادیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

ان سب کا جواب یہ ہے کہ جو حدیث نص پر زائد ہے اگر وہ بنفسہٖ مستقل حکم ہو جیسا کہ مذکور الصدر مثالوں میں ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس کا نام نسخ نہیں ہے کیونکہ وہ نص کے حکم میں تغیر نہیں کرتا اور نہ اس کو تبدیل کرتا ہے' جب کہ مدعی کے گواہ اور اس کی قسم پر فیصلہ کی حدیث البقرہ: ۲۸۲ کے حکم کی مغیّر اور مبدِّل ہے' جیسا کہ ابن شبرمہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۸۔۳۴۶ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۶۶۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی از ابن ابی

٢١ - بَابٌ اِذَا ادَّعٰى اَوْ قَذَفَ فَلَهٗ اَنْ يَّلْتَمِسَ الْبَيِّنَةَ وَيَنْطَلِقَ لِطَلَبِ الْبَيِّنَةِ

جب کوئی شخص دعویٰ کرے یا (اپنی بیوی پر) زنا کی تہمت لگائے تو اس کے لیے گواہ تلاش کرنا جائز ہے اور وہ گواہ طلب کرنے کے لیے روانہ ہو

٢٦٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةُ اَوْ حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ. فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا رَاٰى اَحَدُنَا عَلٰى امْرَاَتِهٖ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ؟ فَجَعَلَ يَقُوْلُ الْبَيِّنَةُ وَاِلَّا حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ. فَذَكَرَ حَدِيْثَ اللِّعَانِ. [اطراف الحدیث: ٤٧٤٧-٥٣٠٧]

(سنن ابوداؤد: ٢٢٥٤، سنن ترمذی: ٣١٧٩، سنن ابن ماجہ: ٢٠٦٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی انہوں نے کہا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے اوپر کوئی مرد دیکھے تو کیا وہ گواہ تلاش کرنے کے لیے جائے گا؟ پس آپ یہی فرماتے رہے کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی پھر حدیث لعان کا ذکر کیا۔

باب کے عنوان سے عدم مطابقت کے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ باب کا عنوان مطلق ہے کہ کوئی شخص کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور حدیث خصوصاً اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے متعلق وارد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت لعان کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے جب شوہر اور اجنبی شخص کے لیے کسی عورت پر زنا کی تہمت لگانے کا حکم مساوی تھا اور جب تہمت لگانے والے کے لیے گواہ پیش کرنے کا حکم ہے تو ہر مدعی کے لیے گواہ پیش کرنے کا حکم بہ طریق اولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۲۳ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

ہلال بن امیہ کا تذکرہ اور امام بخاری کی روایت کی توثیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: ہلال بن اُمیہ بن عامر بن قیس بن عبدالاعلم یہ قدیم الاسلام ہیں اور بدری صحابی ہیں انہوں نے ہی اپنی بیوی کے ساتھ لعان کیا تھا اور یہ ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں جو غزوۂ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے۔ امام طبری اور علامہ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ہلال بن امیہ کا ذکر صحیح نہیں ہے تہمت لگانے والے صحابی حضرت عویمر العجلانی تھے اور یہ واقعہ شعبان نو (۹) ہجری کا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے تھے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ غلطی اس حدیث کے راوی ہشام بن حسان سے ہوئی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں توقف فرمایا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے لعان کی آیت نازل فرمائی اور اگر یہ دو واقعے ہوتے (ایک حضرت ہلال کا دوسرا حضرت عویمر کا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم بیان کرنے میں توقف نہ فرماتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۵۴)

Marfat.com

مخصوص جگہ پر مدعیٰ علیہ سے قسم لینے میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف اور فقہاء حنبلیہ کا یہی مذہب ہے کہ مدعیٰ علیہ پر جس جگہ قسم واجب ہوئی اس سے اسی جگہ حلف لیا جائے اور اس کو دوسری جگہ قسم کھانے کے لیے نہ کہا جائے' امام بخاری کا بھی اسی طرف رجحان ہے۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں یہ قسم جامع مسجد میں منبر کے پاس لی جائے گی اور اس سے کم رقم میں یہ قسم حاکم کی مجلس میں یا جس جگہ حاکم کہے' وہاں قسم لی جائے گی اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے قسم کھائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۵۹-۳۵۸)

قَضٰى مَرْوَانُ بِالْيَمِيْنِ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ اَحْلِفُ لَهٗ مَكَانِيْ، فَجَعَلَ زَيْدٌ يَحْلِفُ، وَاَبٰى اَنْ يَّحْلِفَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَجَعَلَ مَرْوَانُ يَعْجَبُ مِنْهُ.

مروان نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے متعلق منبر پر قسم کھانے کا فیصلہ کیا' تو انہوں نے کہا: میں اپنی جگہ قسم کھاؤں گا' تو حضرت زید بن ثابت نے قسم کھائی اور منبر پر قسم کھانے سے انکار کیا' پس مروان کو ان پر تعجب ہوتا رہا۔

اس تعلیق کی اصل موطأ امام مالک' کتاب الاقضیہ' باب: ۹' حدیث: ۱۲- ج ۲ ص ۱۷۴' مطبوعہ المکتبۃ التوفیقیہ میں ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ مقامِ ابراہیم اور بیت اللہ کے درمیان حلف اٹھا رہے ہیں' انہوں نے پوچھا: کیا یہ قتل کے متعلق قسم کھا رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں! پھر پوچھا: کیا یہ عظیم مال کے متعلق قسم کھا رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: مجھے خطرہ ہے کہ لوگ اس مقام کو معمولی سمجھیں گے اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر بھی تعظیم میں اس جگہ کی مثل ہے کیونکہ جو شخص آپ کے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے' اس کے متعلق سخت وعید وارد ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے منبر کے پاس قسم نہیں کھائی اور جو منبر کے پاس قسم کھانے کو جائز قرار دیتا ہے' وہ مروان کے قول پر بلا دلیل عمل کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدَاكَ اَوْ يَمِيْنُهٗ . فَلَمْ يَخُصَّ مَكَانًا دُوْنَ مَكَانٍ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دو گواہ ہوں گے ورنہ اس کی قسم ہوگی اور آپ نے کسی خاص جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۲۶۷۰-۲۶۶۹ میں ہے اور اس تعلیق کا ظاہر بھی امام ابوحنیفہ کا مؤید ہے۔

۲۶۷۳ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالًا، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی از اعمش از ابی وائل از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر قسم کھائی تا کہ اس کا مال ہڑپ کر لے (اور وہ اس قسم میں جھوٹا تھا) تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس

حدیث میں قسم کھانے کے لیے کسی جگہ کے تعین کا ذکر نہیں ہے۔

۲۴ - بَابٌ إِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِي الْيَمِيْنِ
جب لوگ قسم کھانے میں جلدی کریں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں پر قسم واجب ہوتی ہے جب وہ قسم کھانے میں جلدی کریں تو پہلے کس سے قسم لی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے درمیان قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا جائے گا۔

۲۶۷۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلٰى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ، فَأَسْرَعُوْا، فَأَمَرَ أَنْ يُّسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِيْنِ أَيُّهُمْ يَحْلِفُ. (سنن ابوداؤد: ۳۶۱۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں پر قسم پیش کی' وہ (قسم کھانے میں) جلدی کرنے لگے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کے درمیان قسم لینے میں قرعہ اندازی کی جائے کہ کون حلف اٹھائے گا۔

قسم لینے میں قرعہ اندازی کی حکمت

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

لوگوں کے درمیان قرعہ اندازی اس وقت کی جاتی ہے جب کسی چیز کے مستحق ہونے میں سب کے درجات مساوی ہوں' مثلاً ایک چیز دو آدمیوں کے پاس ہے اور ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ پوری چیز اس کی ہے' ان میں سے ایک یہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ قسم کھا کر اس چیز پر قبضہ کر لے اور دوسرا بھی اسی طرح ارادہ کرتا ہے تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی' پھر جس کے نام کا قرعہ نکل آئے گا' وہ حلف اٹھا کر اس چیز کا مستحق ہو جائے گا۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھانے میں لوگوں کے جلدی کرنے کو اس لیے ناپسند فرمایا ہے کہ کہیں وہ سب یک بارگی قسم نہ کھالیں' پھر جس کا حق ہے وہ قسم کھا کر اپنا حق نہیں لے سکے گا' اس لیے یہ چاہیے کہ ہر شخص الگ الگ قسم کھائے کہ اس چیز پر اس کا حق ہے' پس جب ہر شخص قسم کھا کر اپنا حق لینا چاہتا ہو یا خود سے ضرر کو دور کرنا چاہتا ہو تو اس کی یہ صورت ہے کہ وہ لوگ قرعہ اندازی کر لیں اور جس کے نام کا قرعہ ہو صرف وہ قسم کھائے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اپنے ساتھ کسی زوجہ کو لے جانے کے لیے ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کی' حالانکہ تمام ازواج احترام میں مساوی تھیں اور کوئی زوجہ سفر کے استحقاق میں دوسری سے اولیٰ نہیں تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۴ھ)

۲۵ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ۝﴾ (آل عمران: ۷۷)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۝ (آل عمران: ۷۷)

Marfat.com

اس آیت میں ان لوگوں کے متعلق شدید وعید ہے جو جھوٹی قسمیں کھا کر دنیا کا حقیر اور تھوڑا مال حاصل کرتے ہیں۔

٢٦٧٥ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ أَبُو إِسْمَاعِيلَ السَّكْسَكِيُّ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ أَقَامَ رَجُلٌ سِلْعَتَهُ، فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطِهَا، فَنَزَلَتْ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (آل عمران: ٧٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عوام نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم ابو اسماعیل السکسکی نے خبر دی انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ ایک شخص نے اپنا سودا دکھایا' پھر اللہ کی قسم کھا کر کہا: اس نے اس سودے کے اتنے پیسے دیئے ہیں' حالانکہ اس نے اتنے پیسے نہیں دیئے تھے' تب یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران: ۷۷)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸۸ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى اَلنَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ.

اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے کہا: ''ناجش'' (خریدار کو پھانسنے کے لیے زیادہ بولی لگوانے والا) سود خور خائن ہے۔

''نجش'' کے متعلق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۱۴۲ میں گزر چکی ہے' وہاں ''نجش'' کی بحث کی جا چکی ہے۔

٢٦٧٧، ٢٦٧٦ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ كَاذِبًا، لِيَقْتَطِعَ مَالَ رَجُلٍ. أَوْ قَالَ أَخِيهِ. لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، وَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيقَ ذٰلِكَ فِي الْقُرْآنِ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ الْآيَةَ (آل عمران: ٧٧)، فَلَقِيَنِي الْأَشْعَثُ فَقَالَ مَا حَدَّثَكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ الْيَوْمَ؟ قُلْتُ كَذَا وَ كَذَا، قَالَ فِيَّ أُنْزِلَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر قسم کھائی حالانکہ وہ جھوٹا تھا' تا کہ وہ کسی مرد کا مال ہڑپ کر لے' یا فرمایا: اپنے بھائی کا مال (ہڑپ کر لے) تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا' اور اللہ عزوجل نے اس کی قرآن میں تصدیق نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران: ۷۷) پوری آیت پڑھی' پھر مجھ سے حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی' پھر پوچھا: حضرت عبداللہ نے آج تمہیں کون سی حدیث بیان کی ہے؟ میں نے بتایا: اس طرح اور اس طرح کہا ہے' انہوں نے کہا: یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۷' اور ۲۳۵۶ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابٌ كَيْفَ يُسْتَحْلَفُ

کس طرح قسم لی جائے گی؟

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص پر قسم لازم آ رہی ہے' اس سے کس طرح قسم لی جائے گی؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ﴾ (التوبہ:٦٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مسلمانو!) منافقین تمہیں راضی کرنے کے لیے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔ (التوبہ:۶۲)

وَقَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ ﴿ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًاO﴾ (النساء:٦٢).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: پھر یہ آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آئیں کہ ہمارا تو ماسوا نیکی اور باہمی موافقت کے اور کوئی ارادہ نہ تھاO (النساء:۶۲)

وَقَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ﴾ (التوبہ:٥٦).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیںO (التوبہ:۵۶)

وَ﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ﴾ (التوبہ:٦٢).

اور فرمایا: (اے مسلمانو!) منافقین تمہیں راضی کرنے کے لیے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔ (التوبہ:۶۲)

﴿فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا﴾ (المائدہ:١٠٧).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: (اور وہ گواہ) اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (وصیوں) کی شہادت سے زیادہ برحق ہے۔ (المائدہ:۱۰۷)

امام بخاری نے ان آیات کا ذکر کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی قسم کا ذکر ہے' اور یہ آیات اس باب کے عنوان کے مناسب ہیں' ان آیات کو ذکر کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ قسم کا قاعدہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اسم کا ذکر کیا جائے جیسا کہ عنقریب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت آ رہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قسم کھانے والا ہو' وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔ (صحیح البخاری:۲۶۷۹)

يُقَالُ بِاللّٰهِ وَتَاللّٰهِ وَوَاللّٰهِ.

کہا جاتا ہے: "بِاللّٰه وَتَاللّٰه وَ وَاللّٰه"۔

امام بخاری نے اس عبارت سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جس اسم کی قسم کھائی جاتی ہے' وہ لفظ اللہ ہے اور جن حروف کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے' وہ باء تاء اور واؤ ہیں۔

باء کی مثال یہ آیت ہے:

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ. (النمل:۴۹)

کافروں نے کہا: ہم سب آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر عہد کرتے ہیں۔

اور تاء کی مثال یہ آیت ہے:

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا. (یوسف:۹۱)

انہوں نے کہا: بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی۔

اور واؤ کی مثال یہ آیت ہے:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَO (الانعام:۲۳)

اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے' ہم شرک کرنے والے نہ تھےO

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ حَلَفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا بَعْدَ الْعَصْرِ. وَلَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جس نے عصر کے بعد اللہ کی قسم کھائی' اس حال میں کہ وہ جھوٹ بولنے والا تھا' اور اللہ کے نام کے

Marfat.com

بغیر قسم نہیں کھائی جاتی۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ صحیح البخاری: ۲۶۷۲ میں گزر چکی ہے اور یہاں پر اس کی روایت بالمعنی کی ہے۔

۲۶۷۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ. فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ. قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عم خود ابی سہیل از والد خود انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا تو وہ آپ سے اسلام کے متعلق سوال کر رہا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں تو اس نے پوچھا: کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی چیز فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفل نماز پڑھو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور رمضان کے روزے اس نے پوچھا: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی چیز مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفلی روزے رکھو۔ راوی نے کہا: اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوۃ کا ذکر کیا اس نے پوچھا: کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی چیز فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفلی زکوۃ ادا کرو۔ راوی کہتا ہے کہ اس شخص نے پیٹھ موڑی اور اس وقت وہ یہ کہہ رہا تھا: اور اللہ کی قسم! میں ان پر کوئی چیز زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں لفظ اللہ کے ساتھ قسم کھانے کا ذکر ہے اور وہ یہ جملہ ہے: اور اللہ کی قسم! میں ان پر کوئی چیز زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔

۲۶۷۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ قَالَ ذَكَرَ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۳۶-۶۱۰۸-۶۶۴۶-۶۶۴۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ نافع نے ذکر کیا از حضرت عبداللہ رضی اللہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قسم کھانے والا ہو تو وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

قسم کے الفاظ میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کس کیفیت کے ساتھ قسم کھانا واجب ہے ایک جماعت نے کہا ہے کہ صرف لفظ اللہ کے ساتھ قسم

کھائے اور اس میں کوئی اضافہ نہ کرے' امام مالک نے کہا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائے کہ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

الکوفی نے کہا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائے کہ اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اگر قاضی کو اس پر اطمینان نہ ہو تو وہ ان الفاظ کا اضافہ کرے: جو غیب اور شہادت کا عالم ہے' رحمٰن اور رحیم ہے' وہ پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننا والا ہے' جس کو معلوم ہے کہ خائن آنکھ نے کیا چھپایا ہے اور جو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں جو قرآن مجید کی آیات اور احادیث ذکر کی ہیں' اس میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ صرف لفظ اللہ کی قسم کھانی چاہیے اور اس پر کسی لفظ کا اضافہ نہیں کرنا چاہیے' اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا کہ آپ اللہ کی قسم کھائیں کہ جب آپ نے اس چیز کو فروخت کیا تھا تو آپ کے علم میں اس میں کوئی نقص نہیں تھا اور اس پر اجماع ہے کہ حاکم کو طلاق کی یا غلام آزاد کرنے کی یا حج کی یا مصحف کی قسم نہیں دینی چاہیے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اللہ کے نام کے بغیر قسم کھانا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے۔ اس میں حسب ذیل تین مسالک ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ساتھ قسم کھانا جائز ہے۔

(۲) لات' عزیٰ اور دیگر بتوں کے نام کے ساتھ قسم کھانا حرام ہے اور اگر قسم کھانے میں ان بتوں کی تعظیم کا قصد کیا جائے تو پھر یہ کفر ہے۔

(۳) ان کے علاوہ اور کسی ایسے اسم کے ساتھ قسم کھائی جس کی تعظیم کا قصد نہیں کیا جاتا تو اس کے حرام یا مکروہ ہونے میں اختلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷- بَابُ مَنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ الْيَمِينِ — جس نے قسم کے بعد گواہ پیش کیے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے مدعیٰ علیہ کے قسم کھانے کے بعد گواہ پیش کیے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کی جزاء کو عنوان میں ذکر نہیں کیا' یعنی آیا اس کے گواہ قبول ہوں گے یا نہیں؟ سو اس مسئلہ میں اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک اس کے گواہ قبول کیے جائیں گے' فقہاء احناف' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے' ثوری' لیث اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ اگر مدعی نے مدعیٰ علیہ سے قسم لے لی اور اس کو اس وقت گواہوں کا علم نہیں تھا اور اس کو بعد میں گواہوں کا پتا چلا تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا' اور اگر اس نے مدعیٰ علیہ سے قسم لے لی اور اپنے گواہوں کو ترک کر کے اس کی قسم پر راضی ہو گیا' خواہ اس کے گواہ حاضر ہوں یا غائب ہوں تو پھر اس کا ان گواہوں کے اوپر کوئی حق نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۵)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ بَعْضَكُمُ الْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی دلیل کو زیادہ بہتر طور پر پیش کر سکے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث اس باب میں آ رہی ہے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَشُرَيْحٌ الْبَيِّنَةُ الْعَادِلَةُ أَحَقُّ مِنَ الْيَمِينِ الْفَاجِرَةِ.

اور طاؤس اور ابراہیم اور شریح نے کہا کہ عادل گواہ جھوٹی قسم کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے۔

Marfat.com

ان کے کلام کا معنی یہ ہے کہ مدعی علیہ کے جھوٹی قسم کھانے کے بعد مدعی کے نیک گواہوں کو سننا زیادہ لائق ہے۔

۲۶۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَلْحَنُ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِحَقِّ اَخِيْهِ شَيْئًا بِقَوْلِهٖ، فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ، فَلَا يَاْخُذْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروۃ از والد خود از زینب از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی دلیل کو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ اچھی طرح پیش کرسکتا ہو، پس میں (بالفرض) کسی کے لیے اس کے بھائی کے حق میں سے اس کی چرب زبانی کی وجہ سے کسی چیز کا فیصلہ کردوں تو میں اس کے لیے صرف آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں، سو وہ اس کو نہ لے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۵۸ میں گزر چکی ہے، اس باب کا عنوان ہے: جس نے مدعی علیہ کی قسم کے بعد گواہ پیش کیے جب کہ اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے؟ اس کی یہ تاویل کی گئی ہے کہ اس حدیث میں مقدمات کا ذکر ہے اور مقدمات میں گواہ ہوتے ہیں مگر اس کو یہ لازم نہیں ہے کہ گواہ مدعی علیہ کی قسم کے بعد پیش کیے جائیں حتیٰ کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہو۔

حاکم اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے، اس سلسلہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حاکم کا فیصلہ کسی حرام چیز کو حلال نہیں کرتا، خواہ اس کا تعلق مال سے ہو یا دیگر حقوق سے ہو۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اموال میں حاکم کا اپنے علم سے فیصلہ کرنا حرام ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ حاکم کا فیصلہ طلاق، نکاح اور نسب میں متعدد اُمور کا احتمال رکھتا ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ حاکم اپنے علم سے مطلقاً فیصلہ نہ کرے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حاکم صرف ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، اور جس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ حاکم نے فیصلہ میں خطاء کی ہے اور وہ اس کو کچھ نذرانہ دے تو حاکم کے لیے اس کا لینا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث، شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۹۔ ج ۵ ص ۸۶ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری حجت کی بناء پر فیصلہ کا حکم دینے کی حکمت (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر اور نور ہونے کی تحقیق (۳) نبی کی حقیقت کا عام انسانوں کی حقیقت سے ممتاز ہونا (۴) نبی کی خصوصیات (۵) نبی کے چھیالیس امتیازات (۶) نبی اور غیر نبی کا فرق (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا بیان (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسی نورانیت اور حسن و جمال (۹) بشریت کا نورانیت سے افضل ہونا (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثل ہونا (۱۱) قرآن مجید کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول الخلق ہونا (۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل الخلق ہونے کے بارے میں علماء کے نظریات اور مصنف کا مؤقف (۱۳) مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کی تحقیق (۱۴) قرآن اور سنت کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت (۱۵) فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت (۱۶) قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں فقہاء احناف کا مؤقف (۱۷) جن صورتوں میں فقہاء احناف کے نزدیک قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتی ہے (۱۸) فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کی شرائط (۱۹) قضاء باطنی کے نفاذ میں

Marfat.com

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ۔

۲۸ - بَابُ مَنْ اَمَرَ بِاِنْجَازِ الْوَعْدِ — جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

وعدہ کو پورا کرنا مطلوب ہے اس کا حکم دیا گیا ہے مگر یہ فرض یا واجب نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جس نے کسی چیز کا وعدہ کیا وہ مقروضوں کی طرح نہیں ہوگا' اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ وعدہ پورا کرنا مستحسن ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین کی ہے جنہوں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور اپنی نذر پوری کی اور یہ مکارمِ اخلاق میں سے ہے اور جب کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والے تھے' اس لیے آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے جس سے کسی چیز کے عطاء کرنے کا وعدہ کیا ہو' وہ آئے اور آ کر مجھ سے وہ چیز لے لے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۸۔۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَفَعَلَهُ الْحَسَنُ. حسن بصری نے وعدہ پورا کیا۔

وَذَكَرَ ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ (مریم:۵۴). اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ وہ وعدہ میں سچے تھے۔ (مریم:۵۴)

وَقَضَى ابْنُ الْاَشْوَعِ بِالْوَعْدِ. اور ابن الاشوع نے وعدہ پورا کرنے کا فیصلہ کیا۔

یہ سعید بن عمرو بن الاشوع الہمدانی ہیں جو خالد القسری کے زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے' یہ ایک صدی ہجری کے بعد کا واقعہ ہے۔

وَذَكَرَ ذٰلِكَ عَنْ سَمُرَةَ. انہوں نے اس کا ذکر کیا از حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ۔

یعنی ابن الاشوع نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے وعدہ پورا کرنے کا فیصلہ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَذَكَرَ صِهْرًا لَّهٗ' قَالَ وَعَدَنِيْ فَوَفٰى لِيْ. اور حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا' آپ نے اپنے داماد کا ذکر کیا اور فرمایا: انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا' سو اس کو پورا کیا۔

آپ کے داماد سے مراد حضرت ابو العاص بن الربیع ہیں جو آپ کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے' ایک قول یہ ہے کہ ''صهر'' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' کیونکہ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح آپ سے کیا تھا اور ''صهر'' کا معنی داماد بھی ہوتا ہے اور خسر بھی۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ' وَرَاَيْتُ اِسْحٰقَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ يَحْتَجُّ بِحَدِيْثِ ابْنِ الْاَشْوَعِ. امام ابوعبداللہ نے کہا: اور میں نے اسحاق بن ابراہیم کو دیکھا' وہ ابن الاشوع کی حدیث سے استدلال کرتے تھے۔

اس سے مراد وہ حدیث ہے جو ابن الاشوع نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۷۔۳۶۶ میں کی ہے۔

۲۶۸۱ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ صَالِحٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث

Marfat.com

عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سُفْيَانَ اَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهٗ سَاَلْتُكَ مَاذَا يَاْمُرُكُمْ؟ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ اَمَرَكُمْ بِالصَّلٰوةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ، وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ، قَالَ وَهٰذِهٖ صِفَةُ نَبِيٍّ.

بیان کی از صالح از ابن شہاب از عبید اللہ بن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بتایا کہ ان کو ابوسفیان نے خبر دی کہ ہرقل نے ان سے کہا: میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تم کو نماز پڑھنے' سچ بولنے' پاکیزگی' عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں' ہرقل نے کہا: اور یہی نبی کی صفات ہوتی ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں عہد پورا کرنے کا ذکر ہے۔

٢٦٨٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ اَبِيْ سُهَيْلٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ اَبِيْ عَامِرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابو سہیل از نافع بن مالک بن ابی عامر از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳ میں گزر چکی ہے۔

٢٦٨٣ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ لَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ اَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَنْ كَانَ لَهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ، اَوْ كَانَتْ لَهٗ قِبَلَهٗ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنَا. قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ وَعَدَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْطِيَنِيْ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا، فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ جَابِرٌ فَعَدَّ فِيْ يَدِيْ خَمْسَ مِائَةٍ، ثُمَّ خَمْسَ مِائَةٍ، ثُمَّ خَمْسَ مِائَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن دینار نے خبر دی از محمد بن علی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس العلاء بن الحضرمی کی طرف سے مال آیا تو حضرت ابوبکر نے کہا: جس شخص کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی قرض ہو یا جس شخص سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عطا کرنے کا وعدہ کیا ہو وہ ہمارے پاس آئے' تو حضرت جابر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے اتنا اور اتنا اور اتنا عطا فرمائیں گے' پس انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ پھیلایا۔ حضرت جابر نے بتایا: پس حضرت ابوبکر نے میرے ہاتھوں میں پانچ سو پھر پانچ سو پھر پانچ سو گن کر دیے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٢٦٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ، عَنْ سَالِمٍ الْأَفْطَسِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلَنِي يَهُودِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْحِيرَةِ أَيَّ الْأَجَلَيْنِ قَضَى مُوسَى؟ قُلْتُ لَا أَدْرِي، حَتَّى أَقْدَمَ عَلَى حَبْرِ الْعَرَبِ فَأَسْأَلَهُ، فَقَدِمْتُ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ قَضَى أَكْثَرَهُمَا وَأَطْيَبَهُمَا، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ فَعَلَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن شجاع نے حدیث بیان کی از سالم الافطس از سعید بن جبیر انہوں نے کہا: مجھ سے اہل حیرہ کے ایک یہودی نے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت کو پورا کیا تھا' میں نے کہا: میں نہیں جانتا حتیٰ کہ میں عرب کے کسی عالم کے پاس جا کر اس سے سوال کروں' پھر میں آیا اور میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت موسیٰ نے زیادہ لمبی اور زیادہ پاکیزہ مدت کو پورا کیا تھا' بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی بات فرماتے ہیں تو اس کو پورا کر دیتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبدالرحیم ابویحییٰ (۲) سعید بن سلیمان' یہ سعدویہ بغدادی کے نام سے مشہور ہیں (۳) مروان بن شجاع ابوعمرو مولیٰ مروان بن محمد بن الحکم القرشی الاموی الجزری' یہ ۱۸۴ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے تھے (۴) سالم بن عجلان الافطس' یہ ۱۳۲ھ میں شہید ہو گئے تھے (۵) سعید بن جبیر (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۹)

''حِیرہ'' اور ''حبر'' کے معانی اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''اھل حیرہ'' کا ذکر ہے: ''حِیرہ'' عراق کا ایک مشہور شہر ہے' جو کوفہ کے قریب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت کو پورا کیا تھا؟ ان دو مدتوں کا بیان حسب ذیل آیت میں ہے:

قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ. (القصص: ۲۷)

(حضرت شعیب نے حضرت موسیٰ سے) کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا آپ سے نکاح کر دوں' اس (مہر) پر کہ آٹھ سال تک آپ اُجرت پر میرا کام کریں' پھر اگر آپ دس سال پورے کر دیں تو یہ آپ کی طرف سے ہوگا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دس سال خدمت کر کے لمبی مدت پوری کر دی تھی۔

اس حدیث میں ''حَبْر'' کا ذکر ہے' ''حبر'' عالم دین کو کہتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو۔ اس کی جمع احبار ہے۔

حضرت موسیٰ نے زیادہ لمبی اور زیادہ پاکیزہ مدت کو پورا کیا تھا' حضرت ابوسعید نے کہا: یہ مدت دس سال تھی اور زیادہ پاکیزہ کا معنی ہے: جو مدت حضرت شعیب علیہ السلام کے دل میں زیادہ پاکیزہ تھی۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی بات فرماتے ہیں تو اس کو پورا کر دیتے ہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں' انہوں نے فرمایا تھا کہ میں جو مدت بھی پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مضائقہ نہیں اور پھر انہوں نے لمبی مدت کو پورا کر دیا

Marfat.com

اور اللہ کے رسول کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ جو بات فرماتے ہیں اس کو پورا کر دیتے ہیں اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اسی جملہ میں ہے۔

۲۹ - بَابٌ لَا يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا

مشرکین سے گواہی وغیرہ کا سوال نہ کیا جائے

مشرکین اور اہل کتاب کی گواہی قبول کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس باب کے عنوان سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ مشرکین کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک ان کی گواہی بالکل قبول نہیں کی جائے گی' اور نہ ایک دوسرے کے متعلق ان کی گواہی قبول کی جائے گی اور بعض فقہاء نے اہل کتاب کی ایک دوسرے کے متعلق اور مسلمانوں کے متعلق گواہی قبول کرنے کی اجازت دی ہے' اور یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ مشرکین کی ایک دوسرے کے متعلق گواہی جائز ہے' یہ عمر بن عبدالعزیز' شعبی' نافع' حماد اور وکیع کا قول ہے' امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ صرف یہودی کی گواہی یہودی کے متعلق اور نصرانی کی گواہی نصرانی کے متعلق قبول کی جائے گی' اور یہ زہری' ضحاک' حکم' ابن ابی لیلیٰ' عطاء' ابوسلمہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْمِلَلِ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾ (المائدہ:١٤).

شعبی نے کہا: دوسرے مذاہب کی ایک دوسرے کے متعلق گواہی قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض کو بھڑکا دیا ہے۔ (المائدہ:۱۴)

اس تعلیق کے متعلق آثار حسب ذیل ہیں:

داؤد بیان کرتے ہیں کہ شعبی نے کہا: مسلمانوں کے سوا ایک ملت کی شہادت دوسری ملت کے متعلق جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۳۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۸۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حماد بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم' شعبی اور حسن بصری نے کہا: ایک ملت والوں کی صرف اپنی ملت والوں کے متعلق شہادت جائز ہے' یہودی کی یہودی کے متعلق اور نصرانی کی نصرانی کے متعلق۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۳۳۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۸۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ، وَ ﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ﴾ الْآيَةَ (البقرہ:١٣٦).

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ ان کی تکذیب کرو اور کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو اس نے نازل کیا گیا۔ (البقرہ:۱۳۶)

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۴۴۸۵ میں ہے۔

٢٦٨٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! تم لوگ اہل کتاب سے

Marfat.com

الْكِتَابِ، وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللّٰهِ، تَقْرَؤُونَهُ لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللّٰهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ وَغَيَّرُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكِتَابَ فَقَالُوا ﴿هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (البقرہ:۷۹) أَفَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مُسَاءَلَتِهِمْ، وَلَا وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ. [اطراف الحدیث:۷۳۶۳-۷۵۲۲-۷۵۲۳]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کس طرح سوال کرتے ہو! حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ اللہ کی طرف سے سب سے بعد میں نازل ہوئی ہے تم اس کی تلاوت کرتے ہو اور اس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ نے تم کو پہلے ہی بتا دیا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کے لکھے ہوئے کو بدل دیا ہے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتاب میں تغیر کر دیا ہے پھر وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں۔ (البقرہ:۷۹) پس تمہارے پاس جو علم (قرآن) آ چکا ہے کیا وہ تم کو ان (اہل کتاب) سے سوال کرنے سے منع نہیں کرتا! اللہ کی قسم! ہم نے ان کے کسی آدمی کو کبھی نہیں دیکھا جو تم سے اس کے متعلق سوال کرتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔

یعنی جب اہل کتاب تم سے سوال نہیں کرتے تو تم کو بہ طریق اولیٰ ان سے سوال نہیں کرنا چاہیے' اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ اہل کتاب کی گواہی کو قبول کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔

۳۰ - بَابُ الْقُرْعَةِ فِي الْمُشْكِلَاتِ — مشکلات میں قرعہ اندازی کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرعہ اندازی کرنا جائز ہے اور اس باب کی "کتاب الشهادت" کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح گواہ کے ذریعہ دو فریقوں میں جھگڑا ختم ہو جاتا ہے' اسی طرح قرعہ اندازی کے ذریعہ بھی دو فریقوں میں جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔

وَقَوْلِهِ ﴿إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ (آل عمران:٤٤). وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اقْتَرَعُوا فَجَرَتِ الْأَقْلَامُ مَعَ الْجِرْيَةِ، وَعَالَ قَلَمُ زَكَرِيَّاءَ الْجِرْيَةَ، فَكَفَلَهَا زَكَرِيَّاءُ. وَقَوْلِهِ ﴿فَسَاهَمَ﴾ أَقْرَعَ ﴿فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ﴾ (الصافات:١٤١) مِنَ الْمَسْهُومِينَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب وہ (قرعہ اندازی کے لیے) اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ مریم کی کفالت ان میں سے کون کرے۔ (آل عمران:۴۴) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب سب لوگوں نے نہر اُردن میں اپنے اپنے قلم ڈالے تو تمام قلم پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہہ گئے لیکن حضرت زکریاء کا قلم اوپر اُٹھ گیا' پھر حضرت زکریاء نے مریم کی کفالت کی' دوسری آیت میں "فساهم" کا معنی ہے: پس انہوں نے قرعہ ڈالا اور "فکان من المدحضین" (الصّٰفّٰت:۱۴۱) کا معنی ہے: ان ہی کے نام پر قرعہ نکلا۔

یہ دوسری آیت حضرت یونس بن متی کے متعلق ہے' جب انہوں نے اپنی قوم اہل نینویٰ کو اپنے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تو انہوں نے دعوت کو قبول کرنے میں تاخیر کر دی تو حضرت یونس علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا کی اور ان کو تین دن کے بعد عذاب سے ڈرایا' اور ان کے درمیان سے چلے گئے' ان کی قوم نے دھوئیں کو دیکھا اور عذاب کی دیگر علامات دیکھیں تو وہ حضرت یونس علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور ان کی تصدیق کی' اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کی اور انہوں نے اپنے تمام مظالم کی تلافی کی حتیٰ کہ جن

Marfat.com

غصب شدہ پتھروں سے مکان بنائے تھے ان پتھروں کو مکانوں سے اکھاڑ کر نکال دیا' پھر وہ حضرت یونس علیہ السلام کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے تو وہ ان کو نہیں ملے' وہ اسی حال پر رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور کر دیا' پھر حضرت یونس علیہ السلام ایک کشتی میں سوار ہوئے' وہ چل نہیں رہی تھی' کشتی والوں نے کہا: تم میں ایک غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے' پھر انہوں نے قرعہ اندازی کی تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا' انہوں نے حضرت یونس کو دریا میں ڈال دیا اور ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا' وہ کتنے دن مچھلی کے پیٹ میں رہے' اس میں اختلاف ہے اور ایک دن سے لے کر چالیس دن تک کے اقوال ہیں' اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو وحی کی تھی کہ وہ ان کو نگل لے اور ان کی کوئی ہڈی نہ ٹوٹے۔

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ فَاَسْرَعُوْا' فَاَمَرَ اَنْ يُّسْهَمَ بَيْنَهُمْ اَيُّهُمْ يَحْلِفُ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں پر قسم کھانے کو پیش کیا' وہ (قسم کھانے میں) جلدی کرنے لگے' تو آپ نے حکم دیا کہ ان کے درمیان قسم لینے میں قرعہ اندازی کی جائے کہ کون حلف اٹھائے گا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۶۷۴ میں گزر چکی ہے' جس سے قرعہ اندازی کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

۲۶۸۶ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي الشَّعْبِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا' مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً' فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَعْلَاهَا' فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ اَسْفَلِهَا يَمُرُّوْنَ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِيْ اَعْلَاهَا' فَتَاَذَّوْا بِهٖ' فَاَخَذَ فَاْسًا' فَجَعَلَ يَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ' فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا مَا لَكَ؟ قَالَ تَاَذَّيْتُمْ بِيْ وَلَا بُدَّ لِيْ مِنَ الْمَاءِ' فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَهُمْ' وَاِنْ تَرَكُوْهُ اَهْلَكُوْهُ وَاَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شعبی نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حدود میں نرمی کرنے والوں اور اللہ کی حدود کا ارتکاب کرنے والوں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے ایک کشتی میں قرعہ اندازی کی' پس بعض لوگ کشتی کے نچلے حصے میں رہے اور بعض لوگ کشتی کے اوپر والے حصے میں رہے' پس جو لوگ کشتی کے نچلے حصے میں تھے' وہ پانی لینے کے لیے کشتی کے اوپر والے حصے کے لوگوں کے پاس سے گزرتے تھے' جس سے ان کو تکلیف ہوتی تھی تو ان میں سے کوئی کلہاڑی لے کر کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے لگا' پس اوپر والے اس کے پاس آئے اور پوچھا: یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا: تم کو مجھ سے تکلیف پہنچتی ہے اور مجھے پانی لینے کی ضرورت ہے' پس اگر اوپر والے اس کے ہاتھ پکڑ لیں تو وہ اس کو بھی (ڈوبنے سے) بچالیں گے اور اپنے آپ کو بھی بچالیں گے اور اگر انہوں نے (اس کو) چھوڑ دیا تو وہ اس کو بھی ہلاکت میں ڈالیں گے اور خود کو بھی ہلاک کر دیں گے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرعہ اندازی کا ثبوت ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو شخص حدود کو قائم کرتا ہے وہ خود بھی نجات پالیتا ہے اور جس پر حدود قائم کرتا ہے' اس کو بھی نجات مل جاتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکی کے حکم دینے کو ترک کرنے سے عذاب کا استحقاق ہوتا ہے' اور بعض لوگوں کے گناہوں سے سب پر عذاب آ جاتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم دین کو مسئلہ سمجھانے کے لیے مثال سے وضاحت کرنی چاہیے۔

۲۶۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ اَنَّ اُمَّ الْعَلَاءِ' امْرَاَةٌ مِنْ نِّسَائِهِمْ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَ لَـهُ سَهْمُهُ فِي السُّكْنٰى' حِيْنَ اِقْتَرَعَتِ الْاَنْصَارُ سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ' قَالَتْ اُمُّ الْعَلَاءِ فَسَكَنَ عِنْدَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ' فَاشْتَكٰى فَمَرَّضْنَاهُ حَتّٰى اِذَا تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِيْ ثِيَابِهٖ' دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّائِبِ' فَشَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ اَكْرَمَكَ اللّٰهُ' فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكِ اَنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَهٗ؟ فَقُلْتُ لَا اَدْرِيْ' بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا عُثْمَانُ فَقَدْ جَآءَهُ وَاللّٰهِ الْيَقِيْنُ' وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ' وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِهٖ. قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا اُزَكِّيْ اَحَدًا بَعْدَهٗ اَبَدًا. وَاَحْزَنَنِيْ ذٰلِكَ' قَالَتْ فَنِمْتُ' فَاُرِيْتُ لِعُثْمَانَ عَيْنًا تَجْرِيْ' فَجِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ' فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے خارجہ بن زید انصاری نے حدیث بیان کی کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا انصار کی عورتوں میں سے ایک عورت تھیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی' انہوں نے ان کو خبر دی کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی رہائش کا قرعہ ان کے نام نکلا' حضرت ام العلاء نے کہا: پس حضرت عثمان بن مظعون ہمارے پاس رہے' پس وہ بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی تیمارداری کی' حتیٰ کہ جب وہ فوت ہو گئے تو ہم نے ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابوالسائب! آپ پر اللہ کی رحمت ہو! میں آپ کے متعلق گواہی دیتی ہوں کہ بے شک اللہ نے آپ کو عزت دی ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ بے شک اللہ نے ان کو عزت دی ہے' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' میں نہیں جانتی! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہے عثمان تو اللہ کی قسم! ان کے پاس یقینی بات آ چکی ہے' اور مجھے ان کے لیے خیر کی امید ہے اور اللہ کی قسم! میں ازخود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا' حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں اس واقعہ کے بعد اب کسی کی کبھی بھی ستائش نہیں کروں گی اور مجھے اس واقعہ نے غم زدہ کیا' پھر میں سو گئی' پھر مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت عثمان کے لیے ایک چشمہ جاری ہے' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

Marfat.com

آئی پس آپ کو اس خواب کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: یہ ان کا عمل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی گئی تھی۔

۲۶۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَاَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ اَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَبْتَغِي بِذٰلِكَ رِضَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے' پھر جس کا قرعہ نکل آتا' آپ اس کے ساتھ سفر پر نکلتے' اور آپ ان میں سے ہر زوجہ کے لیے ایک دن اور ایک رات کی تقسیم فرماتے' سوائے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے' جنہوں نے اپنے دن اور رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کر دیا تھا' وہ اس ہبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی رکھنے کا ارادہ کرتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۶۸۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلٰى اَبِي بَكْرٍ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از سمی مولیٰ ابوبکر از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ اذان دینے اور صفِ اوّل میں (کتنا اجر ہے)' پھر انہیں سوائے قرعہ اندازی کرنے کے اس کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے اور اگر لوگ جان لیں کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے میں (کتنا اجر ہے) تو وہ ضرور اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر لوگ جان لیں کہ عشاء اور صبح (کی نماز میں' کتنا اجر ہے) تو وہ ضرور ان نمازوں میں آئیں گے خواہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے آئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۱۵ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب الشهادات'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰة والسلام علیٰ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین ○ آج

Marfat.com

۲۷ رجب' شب معراج ۱۴۲۹ھ/۳۱ جولائی ۲۰۰۸ء بہ روز جمعرات ''کتاب الشہادات'' کی شرح مکمل ہوگئی۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' باقی کتاب کی شرح بھی مکمل کرا دیں' مجھے گناہوں سے محفوظ رکھیں اور میری خطاؤں کو معاف کر دیں اور مجھے جنت الفردوس عطا فرما دیں۔

''کتاب الشہادات'' میں چھہتر (۷۶) احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں گیارہ (۱۱) تعلیقات ہیں اور بقیہ احادیث موصولہ ہیں اور ان میں اڑتالیس (۴۸) مکررات ہیں اور خالص احادیث اٹھائیس (۲۸) ہیں اور ان میں تہتر (۷۳) آثار صحابہ و تابعین ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

۵۳ - کِتَابُ الصُّلْحِ

صلح کا بیان

صلح کا لفظ فساد کی ضد ہے اس کا شرعی معنی ہے: ایسا عقد جو مدعی اور مدعٰی علیہ کے درمیان نزاع اور خصومت کو ختم کر دے۔

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ لوگوں کے درمیان صلح کرانا

اس باب میں لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النساء: ١١٤).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوا اس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے یا نیکی کرنے کا حکم دے یا لوگوں میں صلح کرانے کا اور جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرے تو عنقریب ہم اس کو اجر عظیم عطاء فرمائیں گے O (النساء: ۱۱۴)

اس آیت میں دیگر نیک کاموں کے ساتھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت بیان فرمائی ہے صلح کرانے سے فریقین کے درمیان مخاصمت اور جھگڑے ختم ہوتے ہیں اور صلح کرانا مستحب کام ہے۔

اس آیت میں "معروف" کا ذکر ہے "معروف" ایک جامع لفظ ہے اور ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اس کے تقرب کے حصول میں اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک میں مشہور ہو اس کو "معروف" کہتے ہیں اور ہر اس کام کو "معروف" کہتے ہیں جس کا شریعت نے حکم دیا ہو اور جس قبیح اور بُرے کام سے شریعت نے روکا ہو اس کو منکر کہتے ہیں۔

وَخُرُوجِ الْإِمَامِ إِلَى الْمَوَاضِعِ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ بِأَصْحَابِهِ.

اور سربراہ کا اپنے اصحاب کے ساتھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے مختلف جگہوں پر جانا۔

اس عبارت کا بھی آیت مذکورہ کے ساتھ ربط ہے یعنی جب لوگوں کے درمیان حقیقت اور صحیح نتیجہ کا حصول مشکل ہو جائے تو اس وقت سربراہ ان کے پاس جائے اور دونوں فریقوں کا موقف سنے اور پھر ان کو حق بات بتائے جس پر عمل کرنے سے ان کے درمیان نزاع اور جھگڑا ختم ہو جائے۔

٢٦٩٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُنَاسًا مِّنْ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اُنَاسٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ، فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَلَمْ يَاْتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ بِلَالٌ، فَاَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ وَلَمْ يَاْتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ، فَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبِسَ، وَقَدْ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَهَلْ لَكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ فَقَالَ نَعَمْ، اِنْ شِئْتَ، فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ، فَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ، حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ الْاَوَّلِ، فَاَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيْحِ حَتّٰى اَكْثَرُوْا، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ لَا يَكَادُ يَلْتَفِتُ فِي الصَّلٰوةِ، فَالْتَفَتَ فَاِذَا هُوَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهٗ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ بِيَدِهٖ، فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّصَلِّيَ كَمَا هُوَ، فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهٗ حَتّٰى دَخَلَ فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ، اِذَا نَابَكُمْ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِكُمْ اَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيْحِ، اِنَّمَا التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ، فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا الْتَفَتَ، يَا اَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ لَمْ تُصَلِّ بِالنَّاسِ؟ فَقَالَ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بنوعمرو بن عوف کے لوگوں کے درمیان کچھ تنازع تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے روانہ ہوئے' پس نماز کا وقت آ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (واپس) نہیں آئے' پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے نماز کی اذان دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ہنوز) نہیں آئے تھے تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پس کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہیں رک گئے ہیں اور اب نماز کا وقت آ گیا ہے' تو اب لوگوں کو نماز پڑھانے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو تو' پھر حضرت بلال نے نماز کی اقامت کہی' پس حضرت ابوبکر آگے بڑھ گئے (اور نماز پڑھانے لگے)' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کے درمیان میں چلتے ہوئے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں آ کر کھڑے ہو گئے' پھر لوگ تالیاں بجانے لگے حتیٰ کہ انہوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں' اور حضرت ابوبکر نماز میں ادھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' پھر انہوں نے توجہ کی تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہاتھ کے اشارہ سے حکم دیا کہ وہ اسی طرح نماز پڑھاتے رہیں' پس حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا' پھر وہ الٹے پیر لوٹ آئے حتیٰ کہ وہ (پچھلی) صف میں داخل ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی' پھر جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہو گئے تو آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو! جب تمہیں نماز میں (اچانک) کوئی چیز پیش آتی ہے تو تم تالیاں بجانے لگتے ہو' تالیاں بجانا تو صرف عورتوں کے لیے (مشروع) ہے' جس شخص کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو اسے سبحان اللہ کہنا چاہیے' کیونکہ جو شخص بھی اس کو یہ کہتے ہوئے سنے گا وہ اس کی طرف متوجہ ہوگا' اے ابوبکر! جب میں نے تم کو اشارہ سے کہا تھا کہ تم لوگوں کو نماز پڑھاتے رہو تو تم کو نماز پڑھانے سے کس چیز نے روکا تھا؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کو یہ لائق نہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھاتا رہتا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صلح کرانے کے لیے بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں چلے گئے تھے۔

اس حدیث میں ''تصفیح'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: اس طرح ہاتھ پر ہاتھ مارا جائے کہ اس کی آواز سنائی دے' اس کو عرف میں تالی بجانا کہتے ہیں۔

۲۶۹۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ اَنَّ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَتَیْتَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ اُبَیٍّ' فَانْطَلَقَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَکِبَ حِمَارًا' فَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُوْنَ یَمْشُوْنَ مَعَہٗ' وَھِیَ اَرْضٌ سَبِخَۃٌ' فَلَمَّا اَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلَیْکَ عَنِّیْ' وَاللّٰہِ لَقَدْ اٰذَانِیْ نَتْنُ حِمَارِکَ' فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنْھُمْ وَاللّٰہِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَطْیَبُ رِیْحًا مِّنْکَ' فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللّٰہِ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِہٖ' فَشَتَمَہٗ' فَغَضِبَ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا اَصْحَابُہٗ' فَکَانَ بَیْنَھُمَا ضَرْبٌ بِالْجَرِیْدِ وَالْاَیْدِیْ وَالنِّعَالِ' فَبَلَغَنَا اَنَّھَا اُنْزِلَتْ ﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا﴾ (الحجرات:۹).

(صحیح مسلم: ۱۷۹۹' الرقم المسلسل: ۴۵۵۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں (تو اچھا ہو)' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف روانہ ہوئے اور دراز گوش پر سوار ہوئے اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے' وہ شور والی زمین تھی' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے تو اس نے کہا: میرے پاس سے ہٹو! اللہ کی قسم! تمہارے گدھے کی بدبو مجھے تکلیف دے رہی ہے' پھر ان ہی میں سے ایک انصاری نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دراز گوش کی بو تم سے زیادہ خوش بودار ہے' پھر عبداللہ بن ابی کی قوم کا ایک شخص غضب میں آ گیا تو اس نے اس صحابی کو برا کہا' پھر ہر دو طرف کے اصحاب غضب میں آ گئے' وہ ایک دوسرے کو درخت کی شاخوں' ہاتھوں اور جوتوں سے مارنے لگے' پس ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو تم ان میں صلح کرادو۔ (الحجرات:۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد' ان کا پہلے کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے (۲) معتمر (۳) ان کے والد سلیمان بن طرخان (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۷۹)

اس باب کا عنوان ہے: سربراہ کا اپنے اصحاب کے ساتھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے مختلف جگہوں پر جانا۔ اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن اُبی بن سلول کی طرف گئے' تاکہ اس کو اسلام کی دعوت دیں' اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ ابتداء میں مدینہ منورہ آئے تھے' کیونکہ اسلام کی تبلیغ آپ پر فرض تھی' اور آپ کو یہ توقع تھی کہ اس کے اسلام قبول کرنے سے اس کی قوم کے بہت لوگ اسلام قبول کر لیں گے اور اہل مدینہ کا ارادہ تھا کہ وہ اس کو امارت کا تاج پہنائیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن اخلاق، تشریع کے لیے آپ کا مختلف سواریوں پر سوار ہونا، صحابہ کی تعظیم اور ادب اور دیگر فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت درگزر فرماتے تھے اور کفار اور منافقین کی طرف سے جو آپ کو ایذاء پہنچتی تھی' آپ اس پر صبر فرماتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دراز گوش پر سوار ہونا اکابر کے لیے باعث عار نہیں ہے اور نہ کسی نقص کا موجب ہے' آپ اس لیے دراز گوش پر سوار ہوئے تاکہ دراز گوش پر سوار ہونا مشروع اور سنت ہو جائے' ایک مرتبہ جب مدینہ منورہ میں خوف اور دہشت کی فضاء تھی تو آپ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے تھے' اور غزوۂ حنین کے دن آپ خچر پر سوار ہوئے تھے تاکہ مسلمان آپ کو دیکھ کر ثابت قدم رہیں اور ان کے دل جمے رہیں اور یوم عرفہ کو آپ نے اپنی اونٹنی پر وقوف کیا اور اس پر بیٹھ کر آپ عرفات سے مزدلفہ روانہ ہوئے اور مزدلفہ سے منٰی روانہ ہوئے اور منٰی سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔

عبداللہ بن اُبی کی بدتمیزی پر صحابہ کرام برہم ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت تعظیم اور آپ کا بہت ادب کرتے تھے اور ان کو آپ سے بہت شدید محبت تھی۔

صحابہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دراز گوش کی بو عبداللہ بن ابی کی بو سے زیادہ خوش بودار ہے' ان کے اس قول میں کفار اور منافقین کا رد کرنے اور ان کو جواب دینے کا ثبوت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراز گوش پر سوار تھے اور صحابہ آپ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے' اس میں یہ ثبوت ہے کہ اگر استاذ اور شیخ سواری پر سوار ہو تو تلامذہ کا اس کے ساتھ پیدل چلنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢ - بَابٌ لَيْسَ الْكَاذِبُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ

جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے' وہ جھوٹا نہیں ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بھی بولنا پڑے تو اس کو جھوٹا نہیں کہا جائے گا نہ اس کا جھوٹوں میں شمار کیا جائے گا' کیونکہ وہ فساد کو ختم کرنے کے لیے اور شر کو مٹانے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ اس حدیث میں کذاب کی نفی فرمائی ہے' اس سے مراد ہے: وہ کاذب نہیں ہے۔

٢٦٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اُمَّهٗ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عُقْبَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ ' فَيَنْمِيْ خَيْرًا اَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا. (صحیح مسلم: ۲۶۰۵' الرقم المسلسل: ۶۵۲۸' سنن ابوداؤد: ۴۹۲۰' سنن ترمذی: ۱۹۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب کہ حمید بن عبدالرحمان نے ان کو خبر دی کہ ان کی والدہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ شخص بہت جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے' پس وہ خیر کے قصد سے چغلی کھائے یا اپنی بات سے خیر کا قصد کرے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ بن عمرو بن اویس (۲) ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمان بن عوف (۳) صالح بن کیسان

Marfat.com

(۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف بن عبد عوف (۶) ان کی والدہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا
(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۸۲)

تعریض کے ساتھ جھوٹ بولنے میں مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کچھ اضافہ ہے جس کا امام بخاری نے اپنی روایت میں ذکر نہیں کیا' اضافہ کے ساتھ روایت اس طرح ہے:

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف تین چیزوں میں جھوٹ کی رخصت کے متعلق سنا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ان کو جھوٹ شمار نہیں کرتا: (۱) ایک شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے اور کوئی ایسی بات کہے جس سے نیکی کا ارادہ کرے (۲) ایک شخص اپنی بیوی سے بات کرے اور ایک عورت اپنے شوہر سے بات کرے (۳) ایک شخص جنگ میں کوئی بات کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۲۱)

ایک جماعت نے کہا ہے کہ سنجیدگی اور مذاق سے تعریضاً جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: سنجیدگی اور مذاق سے جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی اولاد سے کوئی وعدہ کرے اور پھر اس کو پورا نہ کرے اور اگر تم چاہو تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھو:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (التوبہ: ۱۱۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو ○

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ تعریضاً جھوٹ بولنا جائز ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مجھے تعریضاً جھوٹ بولنے کے عوض فلاں فلاں چیز مل جائے' یہ سفیان کا اور جمہور علماء کا قول ہے۔

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جھوٹ بولنے کے جواز کا عقیدہ رکھے' اور تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ بولنے سے مطلقاً منع فرمایا ہے' اس لیے جھوٹ بولنے کو جائز سمجھنا جائز نہیں ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اجازت دی ہے کہ کوئی شخص لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے اُن سے سنی ہوئی اچھی بات کو بیان کرے اور اس نے ان سے جو بُری بات سنی ہو اس کے ذکر سے خاموش رہے' جو مشکل ہو اس کو آسان کرے اور جو بعید ہو اس کو قریب کرے' اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی چیز کی واقع کے خلاف اور جھوٹی خبر دے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اس کو حرام قرار دے دیا ہے' اسی طرح مرد عورت کو خوش کرنے کے لیے کوئی وعدہ کرے اور یہ جھوٹ نہیں ہے' کیونکہ جھوٹ یہ ہے کہ وعدہ کے خلاف کوئی خبر دی جائے اور وعدہ پورا کرنے کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہے اور مستقبل میں اس کی اُمید ہوتی ہے لہٰذا یہ جھوٹ نہیں ہے' اور جنگ میں بھی تعریض سے کام لے اور ایسا لفظ بولے جس کے دو معنی ہوں' خود بعید معنی کا قصد کرے اور مخاطب کو قریب معنی کا وہم ڈالے۔

اور تعریض کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ احادیث مروی ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہم سے مذاق بھی فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! مگر میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ (سنن ترمذی: ۱۹۹۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۰' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۴۸' الادب المفرد: ۲۶۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواری طلب کی تو آپ نے فرمایا: میں تم کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا' اس نے کہا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر اونٹ' اونٹنی کا بچہ ہی

Marfat.com

ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۹۸ 'سنن ترمذی: ۱۹۹۱ 'مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷ 'الادب المفرد: ۲۶۸)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوڑھی عورت آئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل کر دے' تو آپ نے فرمایا: اے ام فلاں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں داخل ہوگی! وہ عورت پیٹھ موڑ کر رونے لگی تو آپ نے فرمایا: اس کو بتاؤ کہ جنت میں کوئی بڑھاپے کی حالت میں نہیں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءًO فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًاO ہم نے ان عورتوں کو خاص پیدائش پر بنایاO تو ہم نے ان کو کنواریاں بنایاO (الواقعہ: ۳۶-۳۵)

(شمائل ترمذی: ۲۴۱ 'البعث والنشور للبیہقی: ۳۸۲ 'مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۱۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر کلام سے یہ وہم ہوا کہ جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی' لیکن بعد میں آپ نے یہ واضح فرمایا کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ تعریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے' اور صریح جھوٹ بولنا بالکل جائز نہیں ہے' ہاں! اگر انسان کو اپنی جان کا خطرہ ہو تو پھر اس کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے' جیسے جان بچانے کے لیے مردار اور خنزیر کا گوشت کھانا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۶۷-۶۵ ملخصاً 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی اس عبارت میں تعریض کا ذکر ہے' تعریض کا ایک معنی یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں' ایک قریب اور دوسرا بعید' متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں قریب معنی کا وہم ڈالے۔

تعریض کا دوسرا معنی یہ ہے کہ متکلم فعل کا اسناد ظاہر فاعل کی طرف کرے اور خود اس کی مراد کسی اور فاعل کی طرف اسناد ہو۔

۳- بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ لِأَصْحَابِهِ اِذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحُ

سربراہ اپنے اصحاب سے کہے: ہمیں صلح کرانے کے لیے لے چلو

۲۶۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُوَيْسِيُّ وَاِسْحَاقُ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اَهْلَ قُبَاءٍ اقْتَتَلُوْا حَتّٰى تَرَامَوْا بِالْحِجَارَةِ' فَاُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ' فَقَالَ اِذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحُ بَيْنَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی اور اسحاق بن محمد الفروی نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قباء آپس میں لڑ پڑے' انہوں نے ایک دوسرے کو پتھر مارے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: چلو ہم ان کے درمیان صلح کرائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صلح کرانے کا ذکر ہے۔

۴- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَّالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء: ۱۲۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (خاوند اور بیوی) آپس میں صلح کر لیں' اور صلح کرنا بہتر ہے۔ (النساء: ۱۲۸)

یہ پوری آیت مع ترجمہ کے اس طرح ہے:

Marfat.com

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ ۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا O (النساء: ۱۲۸)

اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں' اور صلح کرنا بہتر ہے' اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے اور اگر تم نیک کام کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو' تو بے شک اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O

صلح کرنے کے لیے فریقین میں سے کسی ایک کو اپنے بعض حقوق کو چھوڑنا لازم ہے

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر عورت کو متعدد قرینوں سے معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر اس کی طرف رغبت نہیں کرتا' مثلاً وہ اس کے ساتھ محبت آمیز سلوک نہ کرے' اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھے' اس سے بات چیت کم کرے یا بالکل نہ کرے' نہ اس کے ساتھ عمل زوجیت کرے خواہ اس کی وجہ اس کی بدصورتی ہو یا وہ زیادہ عمر کی ہو یا اس کے مزاج میں شوہر کے ساتھ ہم آہنگی نہ ہو یا وہ مالی اعتبار سے شوہر کے معیار کی نہ ہو یا جہیز کم لائی ہو' اور اب عورت کو یہ خطرہ ہو کہ اگر یہی صورتِ حال رہی تو شوہر اس کو طلاق دے کر الگ کر دے گا اور عورت یہ چاہتی ہو کہ نکاح کا بندھن قائم رہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ عورت اپنے بعض حقوق کو ساقط کر دے اور شوہر کو طلاق دینے سے منع کرے مثلاً وہ اس کو دوسری شادی کی اجازت دے دے' اور اگر اس کی دوسری بیوی ہو جس سے شوہر کو زیادہ دلچسپی ہو تو اپنی باری ساقط کر دے یا اس کا جو خرچ شوہر کے ذمہ ہے' اس کو ساقط کر دے اور اس طرح شوہر کے ساتھ صلح کرلے' یوں شوہر اپنی پسند کی بیوی کے ساتھ وقت گزارے گا اور وہ مطلقہ ہونے سے بچ جائے گی۔ اس کی تائید میں حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ خطرہ محسوس ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو طلاق دے دیں گے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے طلاق نہ دیں اور مجھے نکاح میں برقرار رکھیں' اور میری باری حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو دے دیں' جب آپ نے ایسا کر لیا تو مذکور الصدر آیت (النساء: ۱۲۸) نازل ہوئی۔ (سنن ترمذی: ۳۰۵۱)

اس آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ انسان فطرتاً بخل پر حریص ہے' عورتیں اپنے حقوق پر حریص ہیں' وہ چاہتی ہیں کہ ان کو اپنی باریوں سے حصہ ملتا رہے اور ان کو رہائش' کھانے اور کپڑوں کا خرچ ملتا رہے' اور شوہر ان کا پورا مہر ادا کرے' اسی طرح مرد مال کو اپنے پاس رکھنے پر حریص ہوتے ہیں' وہ اپنی پسند کی بیوی کے پاس زیادہ وقت گزارنا چاہتے ہیں اور جو بیوی ناپسند ہو اس کو طلاق دے کر اس سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور مہر معاف کرا لینا چاہتے ہیں' سو دونوں میں سے ہر فریق اپنا حق زیادہ سے زیادہ لینا چاہتا ہے اور دوسرے کا حق کم سے کم دینا چاہتا ہے لیکن صلح کرنے کے لیے ہر فریق کو اپنے کچھ حقوق چھوڑنے پڑتے ہیں اور دوسرے فریق کو کچھ حقوق دینے پڑتے ہیں' ہر چند کہ دلوں میں حرص رکھی گئی ہے لیکن صلح کرنے کے لیے اپنے کچھ حقوق سے دستبردار ہونا لازم ہے' جیسا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا۔

۲۶۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ (النساء: ۱۲۸) قَالَتْ هُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا:) اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی

Marfat.com

الرَّجُلُ يَرٰى مِنِ امْرَاَتِهٖ مَالَا يُعْجِبُهٗ، كِبَرًا اَوْ غَيْرَهٗ، فَيُرِيْدُ فِرَاقَهَا، فَتَقُوْلُ اَمْسِكْنِيْ وَاقْسِمْ لِيْ مَا شِئْتَ، قَالَتْ فَلَا بَاْسَ اِذَا تَرَاضَيَا.

کا خدشہ ہو۔ (النساء: ۱۲۸) حضرت عائشہ نے بتایا: اس آیت میں ایسا مرد مراد ہے جو اپنی بیوی میں ایسا وصف دیکھے جو اسے پسند نہ ہو' بڑھاپا یا کوئی اور وصف ہو اور وہ اس سے الگ ہونے کا ارادہ کرے' عورت اس سے کہے: مجھے اپنے نکاح میں رکھو اور مجھے جو چاہو دیتے رہو' حضرت عائشہ نے فرمایا: جب وہ دونوں اس پر راضی ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۵۰ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صلح کرنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ متعدد ازواج میں مساوات کو ترک کرنا اور کسی بیوی کو دوسری پر فضیلت دینا' صرف اس وقت جائز ہے جب دوسری بیوی اس پر راضی ہو' اور شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان جو بھی سمجھوتا ہو جائے' اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

۵ - بَابٌ اِذَا اصْطَلَحُوْا عَلٰى صُلْحِ جَوْرٍ فَالصُّلْحُ مَرْدُوْدٌ

اگر فریقین ظلم پر صلح کر لیں تو وہ صلح مردود ہے

۲۶۹۵، ۲۶۹۶ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَا جَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَامَ خَصْمُهٗ فَقَالَ صَدَقَ، اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ اِنَّ ابْنِيْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا، فَزَنٰى بِامْرَاَتِهٖ، فَقَالُوْا لِيْ عَلٰى ابْنِكَ الرَّجْمُ، فَفَدَيْتُ ابْنِيْ مِنْهُ بِمِائَةٍ مِّنَ الْغَنَمِ وَوَلِيْدَةٍ، ثُمَّ سَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ فَقَالُوْا اِنَّمَا عَلٰى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، اَمَّا الْوَلِيْدَةُ وَالْغَنَمُ فَرَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلٰى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ، وَاَمَّا اَنْتَ يَا اُنَيْسُ. لِرَجُلٍ. فَاغْدُ عَلَى امْرَاَةِ هٰذَا فَارْجُمْهَا. فَغَدَا عَلَيْهَا اُنَيْسٌ فَرَجَمَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن عبداللہ از حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما' وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی نے آ کر کہا: یارسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کیجئے' اس کا فریق مخالف کھڑا ہوا' اس نے کہا: اس نے سچ کہا ہے' ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کیجئے' دیہاتی نے کہا: میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا' اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا' پس لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے بیٹے کو رجم کیا جائے گا تو میں نے سو بکریوں اور ایک باندی کو اپنے بیٹے کے فدیہ میں دیا' پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا' رہی باندی اور بکریاں تو وہ تمہیں واپس دی جائیں گی اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا' اور آپ نے ایک مرد سے فرمایا: اور تم اے انیس! صبح اس شخص کی

بیوی کے پاس جاؤ اور اس کو سنگسار کر دو؛ پھر صبح کو حضرت انیس نے اس عورت کو رجم کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۵۔ ۲۳۱۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ پہلے اس دیہاتی کے لڑکے کے متعلق غلط فیصلہ پر صلح کی گئی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صلح کو مسترد کر دیا اور صحیح فیصلہ فرمایا۔

زانی کو شہر بدر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر غیر شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا' اور ابراہیم نخعی' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام زفر کا موقف یہ ہے کہ جب کنوارا مرد زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور اس کو شہر بدر نہیں کیا جائے گا' ہاں! اگر سربراہ کو اس مرد سے شر اور فساد کا خطرہ ہو تو پھر اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے گا اور ان کے نزدیک یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔

۲۶۹۷ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ. رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ، وَعَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَبِي عَوْنٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ. (صحیح مسلم: ۱۷۱۸' الرقم المسلسل: ۴۳۸۳' سنن ابوداؤد: ۴۶۰۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس دین میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔ اس حدیث کو عبداللہ بن جعفر مخرمی اور عبدالواحد بن ابی عون نے از سعد بن ابراہیم روایت کیا ہے۔

''احداث في الدين'' کی تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے ہمارے اس امر میں احداث کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر میں ''احداث'' کا معنی یہ ہے کہ آپ کے دین میں کسی ایسے نئے کام کا ارتکاب کیا جائے' جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو۔

آپ نے فرمایا: ایسا کام مردود ہے' یعنی وہ باطل ہے اور قابل شمار نہیں ہے' اس سے ان بدعات کا رد مقصود ہے' جن کی اصل دین میں نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۷۲' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر)

٦ - بَابُ كَيْفَ يُكْتَبُ هٰذَا مَا صَالَحَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَفُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَإِنْ لَّمْ يَنْسُبْهُ إِلَى نَسَبِهِ أَوْ قَبِيلَتِهِ

صلح نامہ کس طرح لکھا جائے گا؟ (کیا اس طرح:) یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر فلاں بن فلاں نے صلح کی' خواہ اس کے قبیلہ یا نسب کی طرف نسبت نہ کی ہو

یعنی جب فلاں بن فلاں مشہور ہو اور لوگوں کے درمیان اس کا نسب معروف ہو تو صلح نامہ میں اس کا نسب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور آج کل دستاویزات میں جو نسب لکھنے کا رواج ہے' وہ احتیاط کی بناء پر ہے۔

Marfat.com

۲۶۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا صَالَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الْحُدَيْبِيَةِ، كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بَيْنَهُمْ كِتَابًا، فَكَتَبَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لَا تَكْتُبْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، لَوْ كُنْتَ رَسُوْلًا لَمْ نُقَاتِلْكَ، فَقَالَ لِعَلِيٍّ امْحُهُ. فَقَالَ عَلِيٌّ مَا أَنَا بِالَّذِيْ أَمْحَاهُ، فَمَحَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَصَالَحَهُمْ عَلٰى أَنْ يَّدْخُلَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَلَا يَدْخُلُوْهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ، فَسَأَلُوْهُ مَا جُلُبَّانُ السِّلَاحِ؟ فَقَالَ الْقِرَابُ بِمَا فِيْهِ. (صحیح مسلم: ۱۷۸۳، الرقم المسلسل: ۴۵۲۱، سنن ابوداؤد: ۱۸۳۲، سنن دارمی: ۲۵۰۷، سنن ترمذی: ۹۳۸، صحیح ابن حبان: ۴۸۷۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۶۳۵۔ ج ۳۰ ص ۵۹۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حدیبیہ سے صلح کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان مکتوب لکھا' پس لکھا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' تو مشرکین نے کہا: ''محمد رسول اللہ'' نہ لکھو اگر آپ (ہمارے نزدیک) رسول ہوتے تو ہم آپ سے جنگ نہ کرتے' پس آپ نے حضرت علی سے فرمایا: اس کو مٹا دو' تب حضرت علی نے کہا: میں وہ نہیں ہوں جو آپ (کے نام) کو مٹا دوں' تب اس (نام) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مٹا دیا' اور آپ نے مشرکین سے اس پر صلح کر لی کہ آپ اور آپ کے اصحاب (آئندہ سال) تین دن (کے لیے مکہ میں) داخل ہوں گے اور آپ اور آپ کے اصحاب ہتھیاروں کو صرف میان میں رکھ کر لے جائیں گے' لوگوں نے سوال کیا کہ ''جلبان'' کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے بتایا: میان اور جو چیز اس کے اندر ہو۔

اس حدیث کی زیادہ تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

۲۶۹۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، فَأَبٰى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَّدَعُوْهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ، حَتّٰى قَاضَاهُمْ عَلٰى أَنْ يُّقِيْمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوْا هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا لَا نُقِرُّ بِهَا، فَلَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ، لٰكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ. ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ امْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا أَمْحُوْكَ أَبَدًا، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ، فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدۃ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے اس سے انکار کیا کہ آپ کو مکہ میں داخل ہونے دیں حتیٰ کہ آپ نے ان سے اس پر صلح کر لی کہ (آئندہ سال) آپ مکہ میں تین دن رہیں گے' جب انہوں نے یہ مکتوب لکھا تو اس میں لکھا: یہ وہ مکتوب ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی ہے' تو مشرکین نے کہا: ہم آپ کو ان الفاظ پر برقرار نہیں رکھیں گے' اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو منع نہ کرتے' لیکن آپ محمد بن عبد اللہ ہیں' آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور میں محمد بن عبد اللہ بھی ہوں' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ کو) مٹا دو' حضرت علی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم!

Marfat.com

عَبْدِ اللّٰهِ، لَا یَدْخُلُ مَکَّةَ سِلَاحٌ اِلَّا فِی الْقِرَابِ، وَاَنْ لَّا یَخْرُجَ مِنْ اَهْلِهَا بِاَحَدٍ اِنْ اَرَادَ اَنْ یَّتْبَعَهٗ، وَاَنْ لَّا یَمْنَعَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ اَرَادَ اَنْ یُّقِیْمَ بِهَا. فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَی الْاَجَلُ، اَتَوْا عَلِیًّا فَقَالُوْا قُلْ لِصَاحِبِكَ اُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَی الْاَجَلُ، فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَتَبِعَتْهُمُ ابْنَةُ حَمْزَةَ یَا عَمِّ یَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِیٌّ، فَاَخَذَ بِیَدِهَا، وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَیْهَا السَّلَامُ، دُوْنَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا، فَاخْتَصَمَ فِیْهَا عَلِیٌّ وَزَیْدٌ وَجَعْفَرٌ، فَقَالَ عَلِیٌّ اَنَا اَحَقُّ بِهَا، وَهِیَ ابْنَةُ عَمِّیْ، وَقَالَ جَعْفَرٌ ابْنَةُ عَمِّیْ وَخَالَتُهَا تَحْتِیْ، وَقَالَ زَیْدٌ ابْنَةُ اَخِیْ، فَقَضٰی بِهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا، وَقَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ. وَقَالَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ. وَقَالَ لِجَعْفَرٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ وَقَالَ لِزَیْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا.

(اس حدیث کی تخریج بھی وہی ہے جو حدیث سابق کی تخریج ہے)

میں آپ (کے نام) کو کبھی نہیں مٹاؤں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکتوب کو پکڑا' پس لکھا: یہ وہ مکتوب ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے صلح کی ہے کہ مکہ میں میان کے بغیر کوئی ہتھیار داخل نہیں کیا جائے گا' اور اہل مکہ میں سے کوئی شخص نہیں جائے گا خواہ وہ ان کے ساتھ جانا چاہے' اور اگر ان کے اصحاب میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے گا تو وہ اس کو منع نہیں کریں گے' (جب آئندہ سال) آپ مکہ میں داخل ہوئے اور مدت پوری ہوگئی تو مشرکین حضرت علی کے پاس آئے' پس انہوں نے کہا: اپنے پیغمبر سے کہو کہ اب ہمارے پاس سے چلے جائیں' کیونکہ اب مدت پوری ہو چکی ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلنے لگے تب حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ان کے پیچھے اے میرے چچا! اے میرے چچا! کہتی ہوئی آئیں' پس حضرت علی نے ان کو لے لیا' پس ان کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو لو' انہوں نے ان کو اٹھا لیا' پھر ان کے بارے میں حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم کا نزاع ہوا' حضرت علی نے کہا: میں ان کا زیادہ حق دار ہوں یہ میرے چچا کی بیٹی ہے' حضرت جعفر نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہیں اور ان کی خالہ میرے نکاح میں ہیں' اور حضرت زید نے کہا: یہ میری بھتیجی ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا: خالہ ماں کے درجہ میں ہے' اور حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں' اور حضرت جعفر سے فرمایا: تم میری شکل وصورت اور میرے اخلاق کے مشابہ ہو' اور حضرت زید سے فرمایا: تم ہمارے (دینی) بھائی ہو اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کا ثبوت' حضرت علی سے فرمایا: میں تم سے ہوں' اس کے محامل اور حضرت زید بن حارثہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکتوب میں لکھا: یہ وہ مکتوب ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے صلح کی ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ○ (العنکبوت: ۴۸)

اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے (اگر ایسا ہوتا) تو باطل پرست ضرور

Marfat.com

شک میں پڑ جاتےO

اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے ہاتھ سے نہیں لکھتے تھے اور اس حدیث میں آپ کے لکھنے کا ذکر ہے' سو یہ حدیث قرآن مجید کے معارض ہے'اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ ذکر ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے نہ پڑھتے تھے اور نہ لکھتے تھے اور اس آیت میں نزولِ قرآن کے بعد پڑھنے اور لکھنے کی نفی نہیں ہے' لہٰذا یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ اکثر اوقات نہیں لکھتے تھے اور چند بار لکھنا اس کے معارض نہیں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے قلم ہاتھ میں پکڑا تو اللہ نے آپ کی طرف وحی کی' سو آپ نے وحی کی تعلیم سے لکھا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی اس وقت تک وفات نہیں ہوئی جب تک آپ نے لکھ نہیں لیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا لکھنا بھی آپ کا معجزہ تھا' خلاصہ یہ ہے کہ اوّل تو اس آیت میں نزولِ قرآن سے پہلے لکھنے کی نفی ہے اور آپ نے نزولِ قرآن کے بعد لکھا ہے' ثانیاً قرآن مجید میں اکثر اوقات میں لکھنے کی نفی ہے اور آپ نے بعض اوقات میں لکھا ہے' ثالثاً قرآن مجید میں آپ کے عادۃً لکھنے کی نفی ہے اور آپ نے جو لکھا تھا' وہ خلافِ عادت اور معجزہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا: خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ماں کے بعد بچہ کی پرورش کا حق خالہ کا ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں' اس ارشاد میں حضرت علی کی عظیم منقبت ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ تم مجھ سے متصل ہو۔

مصنف کے نزدیک ''تم مجھ سے ہو'' کا معنی یہ ہے کہ میرے خاندان سے ہو اور ''میں تم سے ہوں'' کا معنی ہے: میرے کمالات ولایت کا ظہور تم سے ہوگا' یا میری شجاعت کا ظہور تم سے ہوگا یا میرے کمالاتِ علم کا ظہور تم سے ہوگا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو یعنی اخوتِ اسلام کے اعتبار سے ہمارے دینی بھائی ہو اور فرمایا: تم ہمارے آزاد کردہ غلام ہو' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زید کو بچپن میں خرید لیا تھا' پھر نبی ﷺ کو انہیں ہبہ کر دیا اور اس وقت یہ بچے تھے' آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم ان کو زید بن محمد کہا کرتے تھے' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ. (الاحزاب:۵)

ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپ ہی کا بیٹا کہہ کر بلایا کرو' یہ اللہ کے نزدیک بہت منصفانہ بات ہے' پھر اگر ان کے باپ تمہیں معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دوست۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس لشکر میں بھی حضرت زید بن حارثہ کو بھیجا اس میں ان ہی کو لشکر کا امیر بنایا اور اگر وہ زندہ رہتے تو آپ ان ہی کو خلیفہ بناتے' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو اپنے ساتھ لے گئے' کیا یہ معاہدہ کے خلاف نہیں تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ معاہدہ مردوں سے متعلق تھا اور یہ عورت تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۷۸۔۲۷۶' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر)

۷- بَابُ الصُّلْحِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ
مشرکین کے ساتھ صلح کرنا

اس باب میں مشرکین کے ساتھ صلح کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

فِيهِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ. اس باب میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ سے روایت ہے۔

اس تعلیق میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں یہ ذکر تھا کہ ہرقل نے حضرت ابوسفیان کو قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اس مدت میں بلایا تھا' جس مدت میں ان کی مسلمانوں کے ساتھ صلح ہو چکی تھی' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۷ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَكُونُ هُدْنَةٌ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ. اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تمہارے اور رومیوں کے درمیان صلح ہو جائے گی۔

اس تعلیق کے موافق مکمل حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وقوع قیامت کی چھ نشانیوں کا شمار کرلو: (۱) میری وفات (۲) پھر بیت المقدس کی فتح (۳) پھر تم میں ایک وبا شدت سے پھیلے گی جیسے بکریوں میں طاعون پھیلتا ہے (۴) پھر مال اتنا زیادہ ہوگا کہ اگر ایک شخص کسی کو سو دینار دے گا تو وہ اس پر بھی ناراض ہوگا (۵) پھر زبردست فتنہ آئے گا جو عرب کے ہر گھر میں داخل ہو جائے گا (۶) پھر تمہارے اور رومیوں کے درمیان صلح ہوگی۔ (صحیح البخاری: ۳۱۷۶)

وَفِيهِ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ. اور اس باب میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ کی روایت ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

ابووائل نے کہا: ہم مقام صفین میں تھے' تو حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: اے لوگو! تم اپنی رائے کو غلط قرار دو' ہم صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' اگر ہم نے لڑنا ہوتا تو ہم ضرور لڑتے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۳۱۸۲)

وَأَسْمَاءُ، وَالْمِسْوَرُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اور حضرت اسماء اور حضرت مسور رضی اللہ عنہما نے بھی اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

اس تعلیق میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی جس حدیث کا ذکر ہے' وہ حسب ذیل ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں میرے پاس میری والدہ آئیں اور وہ اس وقت مشرکہ تھیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری ماں اسلام سے اعراض کرتی ہیں' آیا میں ان سے ملنا جلنا رکھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اپنی ماں سے ملنا جلنا رکھو (اس حدیث میں بھی ایک قسم کا صلح کا معنی ہے)۔ (صحیح البخاری: ۲۶۲۰)

اور حضرت مسور بن مخرمہ کی حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۱۲۔۲۷۱۱ میں آرہی ہے۔

۲۷۰۰- وَقَالَ مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور موسیٰ بن مسعود نے کہا کہ ہمیں سفیان بن سعید نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ یوم حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ساتھ تین چیزوں پر صلح کی: (۱) مشرکین

Marfat.com

عَلٰى ثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ عَلٰى اَنَّ مَنْ اَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ رَدَّهٗ اِلَيْهِمْ وَمَنْ اَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَرُدُّوْهُ وَعَلٰى اَنْ يَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَيُقِيْمَ بِهَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَا يَدْخُلَهَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ السَّيْفِ وَالْقَوْسِ وَنَحْوِهٖ. فَجَاءَ اَبُوْ جَنْدَلٍ يَحْجُلُ فِيْ قُيُوْدِهٖ فَرَدَّهٗ اِلَيْهِمْ.

میں سے جو آپ کے پاس آئے گا' آپ اسے ان کی طرف واپس کر دیں گے (۲) مسلمانوں میں سے جو ان کے پاس جائے گا وہ اسے آپ کی طرف واپس نہیں کریں گے (۳) مسلمان اگلے سال مکہ میں آئیں گے اور وہاں تین دن رہیں گے اور وہ اس حال میں مکہ میں داخل ہوں گے کہ ان کے ہتھیار' تلوار اور کمان وغیرہ غلاف میں ہوں گے' پھر حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آئے تو آپ نے انہیں واپس کر دیا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ مُؤَمَّلٌ عَنْ سُفْيَانَ اَبَا جَنْدَلٍ فَقَالَ اِلَّا بِجُلُبِ السِّلَاحِ.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: مؤمل نے از سفیان حضرت ابوجندل کا ذکر نہیں کیا اور یہ کہا ہے کہ وہ ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر آئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۸۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صلح کا ذکر ہے۔

۲۷۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَدْيَهٗ وَحَلَقَ رَاْسَهٗ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَقَاضَاهُمْ عَلٰى اَنْ يَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ وَلَا يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ اِلَّا سُيُوْفًا وَلَا يُقِيْمَ بِهَا اِلَّا مَا اَحَبُّوْا. فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ فَلَمَّا اَقَامَ بِهَا ثَلَاثًا اَمَرُوْهُ اَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن رافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سریج بن نعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت کرتے ہوئے (مدینہ سے) نکلے تو آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان کفارِ قریش حائل ہو گئے' آپ نے اپنی ہدی کو نحر کیا اور حدیبیہ میں اپنا سر منڈایا اور ان سے اس پر صلح کی کہ آپ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور تلواروں کے سوا ان کے خلاف کوئی ہتھیار نہیں اٹھائیں گے اور وہاں صرف اتنی مدت قیام کریں گے' جتنی مدت وہ پسند کریں گے' پھر آپ نے آئندہ سال عمرہ کیا اور مکہ میں اس طرح داخل ہوئے' جس طرح ان سے صلح کی تھی' جب آپ نے وہاں تین دن قیام کر لیا تو انہوں نے آپ کو وہاں سے جانے کے لیے کہا' سو آپ چلے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۵۲ میں گزر چکی ہے۔

اس صلح پر بہت عظیم مصلحت مرتب ہوئی اور یہی صلح' فتح مکہ کا پیش خیمہ بنی' صلح حدیبیہ سے پہلے مشرکین کا مسلمانوں کے ساتھ ملنا جلنا نہیں تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے محاسن اور اعلیٰ اقدار سے ناواقف تھے' صلح حدیبیہ کے بعد ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کے معجزات کو دیکھنے کا موقع ملا اور ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہو گئے اور فتح مکہ سے پہلے بہت سے مشرکین اسلام میں

Marfat.com

داخل ہو گئے اور فتح مکہ کے بعد اردگرد کے قبائل جو اہل مکہ کے اسلام کے منتظر تھے' وہ سب مسلمان ہو گئے اور پورا جزیرۂ عرب اسلام میں داخل ہو گیا۔

٢٧٠٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِي حَثْمَةَ قَالَ اِنطَلَقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ اِلٰى خَيْبَرَ، وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ. [اطراف الحدیث: ۳۱۷۳-۶۱۴۳-۶۸۹۸-۷۱۹۲] (صحیح مسلم: ۱۶۶۹' الرقم المسلسل: ۴۲۳۳' سنن ابوداؤد: ۴۵۲۰' سنن ترمذی: ۱۴۲۲' سنن نسائی: ۴۷۱۲' سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از بشیر بن یسار از حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید خیبر کی طرف گئے اور ان دنوں صلح تھی۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ایامِ صلح کا ذکر ہے' یہ مفصل حدیث ''کتاب الحدود'' میں آئے گی اور وہاں ان شاء اللہ اس کی مفصل شرح کی جائے گی۔

٨ - بَابُ الصُّلْحِ فِي الدِّيَةِ

دیت میں صلح کرنا

دیت کا معنی یہ ہے کہ قصاص کے بجائے مال معین ادا کیا جائے' انسان کو قتل کرنے کی دیت مختلف عمروں کے سو اونٹ ہوتے ہیں اور یہ دیت قاتل کے عصبات پر واجب ہوتی ہیں اور اس کو تین سال کی مدت میں متعدد اقساط میں ادا کیا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کے اعضاء کو تلف کر دے تو مختلف اعضاء کی مختلف دیت ہوتی ہے۔

٢٧٠٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ الرُّبَيِّعَ وَهِيَ اِبْنَةُ النَّضْرِ، كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ، فَطَلَبُوا الْاَرْشَ وَطَلَبُوا الْعَفْوَ فَاَبَوْا، فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهُمْ بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ اَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا، فَقَالَ يَا اَنَسُ، كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ. فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ، مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ. زَادَ الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ.

[اطراف الحدیث: ۲۸۰۶-۴۴۹۹-۴۵۰۰-۴۶۱۱-۶۸۹۴]

(صحیح مسلم: ۱۶۷۵' الرقم المسلسل: ۴۲۶۵' سنن نسائی: ۴۷۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا جو النضر کی بیٹی ہیں' انہوں نے ایک جوان لڑکی کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تو اس لڑکی والوں نے ان دانتوں کی دیت کا مطالبہ کیا اور حضرت ربیع کے گھر والوں نے اس دیت کی معافی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے انکار کیا تو وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس آپ نے ان کو قصاص ادا کرنے کا حکم دیا تو حضرت انس بن النضر نے کہا: یارسول اللہ! کیا الربیع کے دانت توڑے جائیں گے! نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے' آپ نے فرمایا: اے انس! کتاب اللہ میں قصاص ہے' پھر وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے معاف کر دیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ (کسی کام کی) اللہ پر قسم کھا لیں' تو اللہ ان کو اس قسم میں سچا کر دے گا۔ فزاری نے از حمید از حضرت

Marfat.com

انس رضی اللہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے
دیت کو قبول کر لیا۔

اس حدیث کی باب سے مطابقت اور حضرت ربیع اور حضرت انس بن النضر کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت کو قبول کر لیا اور دیت قصاص کے عوض میں ہوتی ہے اور ان لوگوں کا قصاص کے بجائے دیت کو قبول کرنا صرف صلح کی وجہ سے ہوا تھا۔

اس حدیث میں حضرت ربیع کا ذکر ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ کی پھوپھی ہیں اور اس حدیث میں ''جاریہ'' کا ذکر ہے' اس سے مراد باندی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد جوان لڑکی ہے' اور اس حدیث میں حضرت انس بن النضر کا ذکر ہے' یہ حضرت انس بن مالک کے چچا ہیں' یہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور ان کے جسم پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلواروں کے زخم تھے' اور نیزوں اور تیروں کے زخم الگ تھے۔

قرآن مجید نے قصاص کو لازم کیا ہے' پھر حضرت انس بن النضر نے قصاص نہ دینے کی قسم کیوں کھائی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس بن النضر رضی اللہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا الربیع کے دانت توڑ دیئے جائیں گے؟ نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ دانت کا بدلہ دانت ہے' یہ تو قرآن مجید کا حکم ہے' حضرت انس بن النضر نے اس کا کیسے انکار کیا؟

قرآن مجید میں ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ. (المائدہ:۴۵)

اور تورات میں ہم نے ان پر فرض کیا تھا کہ جان کے بدلہ جان' اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور ناک کے بدلہ ناک اور کان کے بدلہ کان اور دانت کے بدلہ دانت اور (دیگر) زخموں کا (بھی) بدلہ ہے سو جو شخص بدلہ معاف کر دے تو یہ معافی اس کے لیے کفارہ ہوگی۔

یہ پہلے تورات میں حکم تھا لیکن شریعت اسلام میں بھی قصاص کے اس حکم کو باقی رکھا گیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ انس بن النضر نے قصاص کے شرعی حکم کا انکار نہیں کیا تھا اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ان کو اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ شریعت نے قصاص کو فرض کر دیا ہے اور ان کو یہ گمان تھا کہ شریعت میں قصاص اور دیت میں اختیار دیا گیا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں شفاعت کرائیں گے یا ان کو یہ توقع تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید تھی کہ وہ ان کے خصم کے دل میں یہ بات ڈال دے گا کہ وہ قصاص کے بجائے دیت لینے پر راضی ہو جائیں' اس وجہ سے انہوں نے قسم کھائی کہ ربیع کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔

دانت اور ہڈی کا قصاص لینے میں مذاہب فقہاء' اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دانت توڑنے میں دانت کا قصاص لینا واجب ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر تمام دانت توڑ دیئے ہیں تو اس کا قصاص لینے پر اجماع ہے اور بعض دانت توڑنے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اکثر فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں قصاص نہیں ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ قصاص اس وقت ہوتا ہے جب ان میں مماثلت ممکن ہو

Marfat.com

جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ. (البقرہ:۱۹۴)
سو جو شخص تم پر زیادتی کرے تم (بھی) اس کی زیادتی کا بدلہ لو اس زیادتی کی مثل جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

فقہاء احناف لیث اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ دانتوں کے علاوہ ہڈی توڑنے میں قصاص نہیں ہے کیونکہ اس میں مماثلت پر اعتماد نہیں ہے علامہ ابن رشد نے القواعد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ ہڈی میں قصاص نہیں ہے اور اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوڑ کے علاوہ ہڈی میں قصاص نہیں لیا مگر اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔

حضرت انس بن نضر نے قسم کھا کر کہا کہ اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے گمان کے مطابق قسم کھا سکتا ہے۔

حضرت انس نے جس طرح قسم کھائی تھی اسی طرح ہو گیا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ قسم کھالیں کہ اللہ ایسا کرے گا تو اللہ ایسا کر دیتا ہے اور اس میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قصاص لینے کو معاف کرنا اور اس کی شفاعت کرنا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۱ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

۹ - بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: میرا یہ بیٹا سیّد ہے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کے سبب سے دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے

اس باب کے عنوان میں "سید" کا ذکر ہے "سید" کا معنی ہے: رئیس اور سردار۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عظیم جماعتیں فرمایا کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے دو گروہ تھے ایک گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور دوسرا گروہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ جس طرح آپ نے فرمایا تھا اسی طرح واقع ہوا۔ اصل واقعہ اس طرح ہوا کہ جب سترہ رمضان چالیس ہجری کو عبدالرحمان بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے پھر آپ نے دیکھا کہ ایک گروہ آپ کی طرف تھا اور ایک گروہ حضرت معاویہ کی طرف تھا تو آپ نے مناسب سمجھا کہ مسلمانوں کی وحدت قائم رکھنے کے لیے اور ان کے درمیان خون ریزی سے بچنے کے لیے حضرت معاویہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو جائیں سو آپ نے پانچ ربیع الاوّل اکتالیس ہجری کو خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی اور اس سال کا نام عام الجماعۃ رکھا گیا اور یہ وہی چیز ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ ہو سکتا ہے کہ اس (حضرت حسن) کے سبب سے اللہ دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۲ طبع مصر)

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِکْرُهٗ ﴿فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا﴾ (الحجرات: ۹)
اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: تو ان میں صلح کرادو۔ (الحجرات: ۹).

Marfat.com

امام بخاری نے اس آیت کے دو الفاظ ذکر کیے ہیں' پوری آیت اس طرح ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَO (الحجرات:۹)

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کرادو' پھر اگر ان میں سے ایک دوسری پر زیادتی کرے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کی مرتکب ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے' پھر اگر وہ لوٹ آئے تو عدل کے ساتھ ان میں صلح کرادو اور انصاف کرو' بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہےO

٢٧٠٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ اِسْتَقْبَلَ وَاللّٰهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ اَمْثَالِ الْجِبَالِ' فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اِنِّيْ لَاَرٰى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّيْ حَتّٰى تَقْتُلَ اَقْرَانَهَا' فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ وَكَانَ وَاللّٰهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ اَيْ عَمْرُو' اِنْ قَتَلَ هٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ' وَهٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ' مَنْ لِّيْ بِاُمُوْرِ النَّاسِ' مَنْ لِّيْ بِنِسَائِهِمْ' مَنْ لِّيْ بِضَيْعَتِهِمْ؟ فَبَعَثَ اِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ' مِنْ بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ' فَقَالَ اذْهَبَا اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ' فَاعْرِضَا عَلَيْهِ' وَقُوْلَا لَهٗ' وَاطْلُبَا اِلَيْهِ. فَاَتَيَاهُ فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهٗ فَطَلَبَا اِلَيْهِ' فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اِنَّا بَنُوْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ' قَدْ اَصَبْنَا مِنْ هٰذَا الْمَالِ' وَاِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِيْ دِمَائِهَا. قَالَا فَاِنَّهٗ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا' وَيَطْلُبُ اِلَيْكَ وَيَسْاَلُكَ' قَالَ فَمَنْ لِّيْ بِهٰذَا؟ قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهٖ' فَمَا سَاَلَهُمَا شَيْئًا اِلَّا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهٖ' فَصَالَحَهٗ. فَقَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرَةَ يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ' وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اِلٰى جَنْبِهٖ' وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ اُخْرٰى' وَيَقُوْلُ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ' وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی موسیٰ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی قسم! جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں پہاڑوں جیسا لشکر لے کر آئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مخالفین کو مارے بغیر نہیں لوٹے گا' حضرت معاویہ نے کہا: اور اللہ کی قسم! وہ دونوں آدمیوں میں زیادہ بہتر تھے' اے عمرو! اگر اس لشکر نے اُس لشکر کو قتل کر دیا اور اُس لشکر نے اس لشکر کو قتل کر دیا تو لوگوں پر حکمرانی کے لیے کون میرا ساتھ دے گا اور لوگوں کی عورتوں کی حفاظت کے معاملہ میں کون میرا ساتھ دے گا اور لوگوں کے بچوں کی نگہداشت کے لیے کون میرا ساتھ دے گا؟ پھر حضرت معاویہ نے حضرت حسن کے پاس قبیلہ بنو شمس کے دو آدمی بھیجے' عبدالرحمان بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز' ان سے کہا کہ تم دونوں اس شخص (حضرت حسن) کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے (صلح کی) پیش کش کرو' تم دونوں ان سے بات کرو اور فیصلہ ان پر چھوڑ دو' وہ دونوں حضرت حسن کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی اور فیصلہ ان پر چھوڑ دیا' پس حضرت حسن بن علی نے ان دونوں سے کہا: ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور ہم کو اس مال سے حصہ ملا ہے اور ہمارے ساتھ جو لشکر ہے یہ خون ریزی میں طاق ہے' ان دونوں نے کہا کہ حضرت معاویہ نے آپ کو اتنے اور اتنے مال کی پیش کش کی ہے' وہ آپ سے صلح کے طلب گار ہیں اور انہوں نے فیصلہ آپ پر چھوڑ دیا ہے' حضرت حسن نے کہا: میرے

Marfat.com

اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لِیْ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّمَا ثَبَتَ لَنَا سَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ.

[اطراف الحدیث:۳۶۲۹۔۳۷۴۶۔۷۱۰۹] (سنن ابوداؤد: ۴۶۶۲ 'سنن ترمذی: ۳۷۷۳ 'المعجم الکبیر: ۲۵۹۰ 'مسند الحمیدی: ۷۹۳ 'سنن کبریٰ: ۱۷۱۸۰ 'عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۲۵۲ 'مسند البزار: ۳۶۵۵ 'دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۴۲ 'المستدرک ج ۳ ص ۱۷۵۔۱۷۴ 'مسند احمد ج ۵ ص ۳۸ طبع قدیم 'مسند احمد: ۲۰۳۹۲۔ج ۳۴ ص ۳۳ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت)

لیے اس کا ضامن کون ہوگا؟ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اس کے ضامن ہیں' پھر حضرت حسن نے جس چیز کا بھی سوال کیا تو ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اس کے ضامن ہیں' پھر حضرت حسن نے حضرت معاویہ سے صلح کرلی' پھر حضرت حسن بصری نے کہا: میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو کی طرف تھے اور آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کبھی حضرت حسن کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور آپ فرمارہے تھے کہ میرا یہ بیٹا سیّد ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کے سبب سے اللہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے۔امام بخاری نے کہا: مجھ سے علی بن عبداللہ (مدینی) نے کہا: اس حدیث کی بناء پر ہمارے نزدیک حسن بصری کا حضرت ابوبکرہ سے سماع ثابت ہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو سیّد فرمانے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سیّد ہے۔

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا: اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ سیادت کا مستحق وہ شخص ہوتا ہے جس سے لوگ نفع حاصل کریں کیونکہ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سیادت کو لوگوں کے درمیان صلح کرانے پر معلق فرمایا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت معاویہ نے کہا: اگر اس لشکر نے اُس لشکر کو قتل کردیا اور اُس نے اِس کو قتل کردیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ کی نظر عواقب اور انجامِ کار پر تھی اور وہ مسلمانوں کے درمیان جنگ اور خون ریزی کو ناپسند کرتے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص نے کہا: اللہ کی قسم! وہ دونوں میں بہتر تھے۔حضرت عمرو بن العاص کی مراد یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن العاص سے بہتر تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کی تحریک

حضرت معاویہ نے حضرت حسن کے پاس دو آدمی بھیجے اور کہا: ان کے پاس جاؤ اور ان کو صلح کی پیش کش کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ صلح کرنے میں رغبت رکھتے تھے اور انہوں نے حضرت حسن پر مال پیش کیا اور ان پر مال خرچ کیا اور ان کو صلح کرنے میں رغبت دلائی' تاکہ مسلمانوں کی جانیں محفوظ رہیں اور ان میں خون ریزی نہ ہو اور انہوں نے جان لیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کس وجہ سے سیّد فرمایا ہے' اور یہ کہ اللہ ان کے سبب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے گا'

حضرت حسن نے فرمایا: ہم بنو عبدالمطلب ہیں' ہماری فطرت میں یہ ہے کہ ہم اپنے گرد لوگوں پر کرم اور سخاوت سے کام لیں' ہم نے

خلافت سے اس مال کو حاصل کیا ہے اور لوگوں پر خرچ کرنا اور سخاوت کرنا ہماری عادت بن گئی ہے' اگر میں اس خلافت کو چھوڑ دوں تو یہ ہماری عادت کے خلاف ہوگا اور ہمارے ساتھ جو لشکر ہے یہ لڑائی میں ماہر ہے' یہ بغیر رقم لیے ماننے والے نہیں ہیں' حضرت حسن کی مراد یہ تھی کہ بغیر مال خرچ کیے فتنہ کو ٹھنڈا کرنا ممکن نہیں ہے' ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے ہر سال اتنا مال' اتنا غلہ اور اناج اور اتنے کپڑے مقرر کرتے ہیں اور ان کے علاوہ جو آپ کو ضرورت ہو' پھر ان دونوں نے حضرت حسن سے اس پر صلح کر لی۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ مال لے کر خلافت سے دست بردار ہونا اور صلح کر لینا جائز ہے اور یہ مال حلال اور طیب ہے۔

جب دو مسلمان برسرِ پیکار ہوں تو ان کے اسلام پر برقرار رہنے کا مدار

اس حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے۔ اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ اگر مسلمان' مسلمانوں سے جنگ کریں تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے' جب کہ دونوں فریق تاویل اور اجتہاد سے جنگ کر رہے ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۱)

اس حدیث میں جو وعید ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب وہ بغیر تاویل اور اجتہاد کے جنگ کر رہے ہوں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کی پیش کش

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو اہل کوفہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بیعت کر لی اور اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی' پھر حضرت معاویہ اہل شام کے ساتھ کوفہ کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور حضرت حسن اہل عراق کے ساتھ روانہ ہوئے' پھر ارضِ کوفہ کی ایک منزل پر دونوں کا آمنا سامنا ہوا' پس حضرت حسن نے اپنے ساتھ اہل عراق کی کثرت کو دیکھا' پھر انہوں نے نداء کی کہ اے معاویہ! میں نے اللہ کے پاس جو اجر ہے اس کو اختیار کر لیا ہے' پس اگر یہ خلافت تمہارا حق ہے تو مجھے اس میں تم سے نزاع نہیں کرنا چاہیے اور اگر یہ خلافت میرا حق ہے تو میں نے یہ تم کو دے دی ہے' پھر حضرت معاویہ کے اصحاب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے' عنقریب اس کے سبب سے اللہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا' پس اللہ آپ کو مسلمانوں کی طرف سے نیک جزاء عطا فرمائے۔

تمام مسلمانوں کا حضرت معاویہ کی بیعت پر مجتمع ہونا

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے معاویہ! مسلمانوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا اور دنیا کی طلب میں ان کو تلوار سے ختم نہ کر دینا' پھر حضرت حسن نے خلافت حضرت معاویہ کے سپرد کر دی اور ان سے صلح کر لی اور کتاب اللہ اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو قائم کرنے کے لیے حضرت معاویہ کی بیعت کر لی کہ وہ ان کے احکام کو سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے' پھر وہ دونوں کوفہ میں داخل ہوئے اور حضرت معاویہ نے عراق والوں سے اپنی بیعت لی اور یہ سال مسلمانوں کے اجتماع کا سال قرار پایا' اور تمام مسلمانوں کا جنگ ختم ہونے پر اتفاق ہو گیا' اور ان تمام مسلمانوں نے حضرت معاویہ سے بیعت کر لی جو اس سے پہلے ان سے الگ تھے' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر مسلمین نے حضرت معاویہ سے بیعت کر لی' حضرت معاویہ نے حضرت حسن کو تین لاکھ روپے' ایک ہزار کپڑے' تیس غلام اور ایک سو اونٹ دیے' حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ چلے گئے' حضرت معاویہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا' اور عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا اور خود دمشق چلے گئے اور اس کو اپنا دار الخلافت قرار دیا۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۹۷۔۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے اس شرح کے تمام اہم نکات کو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۴۔ ۲۸۳ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں صرف تین سطریں لکھیں جن میں اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت کی توجیہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صلح کرنے کا حکم دیا ہے اور حضرت حسن اللہ کے حکم پر عمل کرنے پر حریص تھے اس لیے انہوں نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۴۲ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۰ - بَابٌ هَلْ يُشِيْرُ الْإِمَامُ بِالصُّلْحِ آیا سربراہ فریقین کو صلح کی طرف اشارہ کر سکتا ہے؟

جمہور فقہاء کے نزدیک سربراہ کا فریقین کو صلح کے لیے کہنا جائز ہے امام مالک کا اس میں اختلاف ہے علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس باب کی دونوں حدیثوں میں اس کا ذکر نہیں ہے جس کا امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے تاہم اس کا جواب یہ ہے کہ ان حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں افضل کام کی ترغیب دی اور یہی صلح کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

۲۷۰۵ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أُمَّهُ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُمَا وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْآخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْءٍ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا أَفْعَلُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ الْمُتَأَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ؟ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَهُ أَيُّ ذٰلِكَ أَحَبَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از یحییٰ بن سعید از ابی الرجال محمد بن عبدالرحمان کہ ان کی والدہ عمرۃ بنت عبدالرحمان نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ پر دو جھگڑا کرنے والوں کی بلند آوازیں سنیں ان میں سے ایک اپنے قرض میں سے کچھ کم کرا رہا تھا اور ادائیگی کے مطالبہ میں نرمی کرا رہا تھا اور دوسرا کہہ رہا تھا: اللہ کی قسم! میں نہیں کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کے پاس آئے اور پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جو اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ وہ نیکی نہیں کرے گا؟ تو اس شخص نے کہا: یہ میں ہوں! یارسول اللہ! اور اس شخص کو اختیار ہے جو پسند کرے (خواہ قرض میں کمی کرائے خواہ واپسی کی رقم میں اضافہ کرائے)۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقروض کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے اور اس کے قرض سے کچھ کم کر کے اس پر احسان کرنا چاہیے۔
(۲) جو شخص کسی نیک کام کو ترک کرنے کی قسم کھائے اس کو ڈانٹنا چاہیے۔
(۳) صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کو بہت جلد سمجھ لیتے تھے اور آپ کی منشاء کے مطابق عمل کرتے تھے اور وہ نیکی پر بہت حریص تھے۔
(۴) مقروض کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ قرض خواہ سے کہے کہ تم اپنے قرض میں کچھ کمی کر دو یا ادائیگی کی مہلت میں اضافہ کر دو بہ شرطیکہ وہ اس سے یہ سوال عاجزی سے اور گڑگڑا کر نہ کرے۔

Marfat.com

(۵) مقروض کی شفاعت کرنا جائز ہے۔

۲۷۰۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ مَالٌ، فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ، حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَا كَعْبُ. فَأَشَارَ بِيَدِهِ، كَأَنَّهُ يَقُولُ النِّصْفَ، فَأَخَذَ نِصْفَ مَا لَهُ عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی از حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ان کا حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ پر کچھ مال کا قرض تھا، ان کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کو پکڑ لیا حتیٰ کہ ان دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے کعب! پس اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، گویا آپ فرما رہے تھے: نصف لے لو! تو انہوں نے ان سے نصف مال لے لیا اور نصف چھوڑ دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو اور اس سے پہلی حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ ان میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرض خواہ اور مقروض کے درمیان صلح کرائی ہے۔

۱۱ - بَابُ فَضْلِ الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ وَالْعَدْلِ بَيْنَهُمْ

لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے اور عدل کرنے کی فضیلت

اس باب میں لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے اور عدل کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۷۰۷ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ، يَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ. [اطراف الحدیث: ۲۸۹۱-۲۹۸۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر جس روز سورج طلوع ہوتا ہے، لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے (اور فرمایا:) دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا بھی صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۹، الرقم المسلسل: ۲۲۲۴، صحیح ابن حبان: ۳۳۸۱، شرح السنۃ: ۱۶۴۵، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۸-۱۸۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۱۸۳- ج ۱۳ ص ۵۱۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ہر جوڑ پر صدقہ کا وجوب اور اس کی ادائیگی کے طریقے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "سلامی" کا لفظ ہے "سلامی" کا معنی ہے: جوڑ۔ ابن الاعرابی نے کہا ہے: یہ ہاتھوں اور پیروں کی ہڈیاں ہیں۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ انسان کی ہڈیاں اس کے وجود کی اصل ہیں، ان ہڈیوں سے اس کے منافع حاصل ہوتے ہیں، کیونکہ انسان جو بھی حرکت کرتا ہے وہ ہڈیوں اور جوڑ کے توسط سے کرتا ہے، اور یہ انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور ہر نعمت

Marfat.com

کی وجہ سے منعم کا شکر ادا کرنا واجب ہوتا ہے پس اس کو ہر ہڈی کے مقابلہ میں صدقہ دینا چاہیے تاکہ اس کا شکر ادا ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر احسان ہے کہ اس نے تخفیف فرمادی اور دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنے کو بھی ہڈیوں اور جوڑوں کا صدقہ قرار دے دیا۔

انسان کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور اس پر ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرنا واجب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمادی اور بعض مستحبات کو بھی صدقہ قرار دے دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۰۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم کی روایت میں اس صدقہ کی ادائیگی کی مزید تفصیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے ہر جوڑ پر اس دن صدقہ واجب ہوتا ہے جس دن میں ان پر سورج طلوع ہوتا ہے آپ نے فرمایا: تم دو آدمیوں کے درمیان عدل کرو تو یہ صدقہ ہے کوئی شخص اپنی سواری پر کسی کو سوار کرلے تو یہ بھی صدقہ ہے یا کسی کا سامان اپنے اوپر اٹھالے تو یہ بھی صدقہ ہے کسی سے نیکی کی بات کہنا بھی صدقہ ہے نماز پڑھنے کے لیے ہر قدم کو اٹھا کر چلنا بھی صدقہ ہے اور راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۰۹ الرقم المسلسل: ۲۲۲۴)

۱۲ - بَابٌ اِذَا اَشَارَ الْاِمَامُ بِالصُّلْحِ فَاَبٰى، حَكَمَ عَلَيْهِ بِالْحُكْمِ الْبَيِّنِ

جب سربراہ صلح کا اشارہ کرے اور کوئی شخص نہ مانے تو پھر وعدہ کے مطابق فیصلہ کرے

اس عنوان میں ''الحکم البین'' کا ذکر ہے اس سے مراد وہ شرعی حکم ہے جو ظاہر ہو۔

۲۷۰۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ الزُّبَيْرَ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّهُ خَاصَمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِرَاجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ، كَانَا يَسْقِيَانِ بِهٖ كِلَاهُمَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ اَرْسِلْ اِلٰى جَارِكَ. فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اٰنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِسْقِ، ثُمَّ احْبِسْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْجَدْرَ. فَاسْتَوْعٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ حَقَّهٗ لِلزُّبَيْرِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ ذٰلِكَ اَشَارَ عَلَى الزُّبَيْرِ بِرَاْيٍ سَعَةٍ لَّهٗ وَلِلْاَنْصَارِيِّ، فَلَمَّا اَحْفَظَ الْاَنْصَارِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْعٰى لِلزُّبَيْرِ حَقَّهٗ فِيْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ، قَالَ عُرْوَةُ قَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ مَا اَحْسِبُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ اِلَّا فِيْ ذٰلِكَ، ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت زبیر نے بتایا: ان کا اور ایک انصاری صحابی کا جو غزوہ بدر میں شریک تھے مدینہ کی پتھریلی زمین کی نالی کے متعلق جھگڑا ہو گیا وہ اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے وہ دونوں اس (نالی) سے (اپنے اپنے باغ کو) سیراب کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے زبیر! پہلے تم (اپنی زمین کو) سیراب کرلو پھر پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو پس وہ انصاری غضب ناک ہو گیا اس نے کہا: یارسول اللہ! (یہ فیصلہ اس وجہ سے کیا ہے کہ) یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا پھر آپ نے (حضرت زبیر سے) فرمایا: پہلے تم سیراب کرو پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ پانی دیواروں تک پہنچ جائے پس اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق عطاء فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے) اپنی رائے سے ایسا فیصلہ کیا تھا جس میں حضرت زبیر اور اس انصاری دونوں کی رعایت تھی پھر جب اس انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ دلایا تو آپ نے حضرت زبیر کو

Marfat.com

شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ الاٰیَة (النساء:٦٥).

صریح قاعدہ کے مطابق پورا حق دیا' عروہ نے کہا: حضرت زبیر نے بیان کیا کہ میرا گمان ہے کہ یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی ہے: تو (اے نبی مکرم!) آپ کے رب کی قسم! وہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے ہر جھگڑے میں حاکم نہ مان لیں۔ (النساء:٦٥)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۶۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ سربراہ نے پہلے مصالحانہ فیصلہ فرمایا لیکن جب فریق ثانی نے اس فیصلہ کو نہیں مانا تو شریعت ظاہرہ کا فیصلہ فرمایا۔

۱۳ - بَابُ الصُّلْحِ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ وَأَصْحَابِ الْمِيرَاثِ وَالْمُجَازَفَةِ فِي ذٰلِكَ

میت کے وارثوں اور مقروضوں کے درمیان صلح کرنا اور اندازہ سے قرض ادا کرنا

اس باب میں میت کے وارثوں اور مقروضوں کے درمیان صلح کا حکم بیان کیا ہے' اور اس عنوان میں ''مجازفت'' کا ذکر ہے اس کا معنی ہے: اندازہ سے کوئی عوض دینا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَتَخَارَجَ الشَّرِيكَانِ' فَيَأْخُذَ هٰذَا دَيْنًا' وَهٰذَا عَيْنًا' فَإِنْ تَوِيَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلٰى صَاحِبِهِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۸۱' مجلس علمی' بیروت)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ دو شریک یہ طے کر لیں کہ ایک شخص قرض وصول کرے گا اور دوسرا شریک نقد رقم لے گا' پھر اگر ان میں سے ایک کا حصہ ڈوب جائے (یعنی قرض وصول نہ ہو) تو وہ دوسرے شریک سے رجوع نہیں کرے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' اور علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' جب دو قرض خواہ شریک اپنے حصوں کو تقسیم کریں' ان میں سے ایک' ایک چیز لے اور دوسرا دوسری چیز لے' پھر ایک کا حصہ ڈوب جائے اور دوسرے کا حصہ مل جائے تو اگر وہ مقروض کو بری کر دے تو جائز ہے اور نخعی نے کہا: جو ڈوب گیا ہے یا جو مل گیا ہے' وہ دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگا' امام مالک' امام شافعی اور فقہاء کوفہ کا یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷۰۹ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ' عَنْ وَهْبِ ابْنِ كَيْسَانَ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ تُوُفِّيَ أَبِي وَعَلَيْهِ دَيْنٌ' فَعَرَضْتُ عَلٰى غُرَمَائِهِ أَنْ يَأْخُذُوا التَّمْرَ بِمَا عَلَيْهِ فَأَبَوْا' وَلَمْ يَرَوْا أَنَّ فِيهِ وَفَاءً' فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ' فَقَالَ إِذَا جَدَدْتَهُ فَوَضَعْتَهُ فِي الْمِرْبَدِ اٰذَنْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد فوت ہو گئے اور ان پر قرض تھا تو میں نے اپنے قرض خواہوں کو یہ پیش کش کی کہ وہ میرے کھجور کے درخت کھجوروں سمیت لے لیں تو انہوں نے انکار کیا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس سے ان کا قرض پورا نہیں ہوگا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے اس کا ذکر

Marfat.com

فَجَاءَ وَمَعَهُ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ، فَجَلَسَ عَلَيْهِ وَدَعَا بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ قَالَ ادْعُ غُرَمَاءَكَ فَاَوْفِهِمْ. فَمَا تَرَكْتُ اَحَدًا لَهُ عَلٰى اَبِىْ دَيْنٌ اِلَّا قَضَيْتُهُ، وَفَضَلَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَسْقًا سَبْعَةٌ عَجْوَةٌ وَسِتَّةٌ لَوْنٌ، اَوْ سِتَّةٌ عَجْوَةٌ وَسَبْعَةٌ لَوْنٌ، فَوَافَيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَضَحِكَ، فَقَالَ اِئْتِ اَبَا بَكْرٍ وَّ عُمَرَ فَاَخْبِرْهُمَا. فَقَالَا لَقَدْ عَلِمْنَا اِذْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَنَعَ اَنْ سَيَكُوْنُ ذٰلِكَ. وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ صَلٰوةَ الْعَصْرِ، وَلَمْ يَذْكُرْ اَبَا بَكْرٍ، وَلَا ضَحِكَ، وَقَالَ وَتَرَكَ اَبِىْ عَلَيْهِ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا دَيْنًا. وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ صَلٰوةَ الظُّهْرِ.

کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم کھجوریں (درختوں سے) اتار لو اور ان کو کھلیان میں جمع کر لو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دینا' پس آپ آئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' آپ کھجوروں کے ڈھیر پر بیٹھ گئے اور برکت کی دعا کی' پھر فرمایا: اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ اور ان کو ناپ ناپ کر (کھجوریں) دو' سو جن کا میرے باپ پر قرض تھا' میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا مگر اس کا قرض ادا کر دیا اور تیرہ وسق کھجوریں پھر بھی بچ گئیں' ان میں سے سات وسق عجوہ تھیں اور چھ وسق دیگر مختلف نوع کی کھجوریں تھیں یا چھ وسق عجوہ تھیں اور سات وسق دیگر مختلف اقسام کی کھجوریں تھیں' پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب تک ان کا قرض ادا کر دیا' پھر میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ ہنسے اور فرمایا: تم ابوبکر اور عمر کے پاس جاؤ اور انہیں اس کی خبر دو' تو ان دونوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا تھا تو ہم نے جان لیا تھا کہ اسی طرح ہوگا اور ہشام نے کہا از وہب از حضرت جابر: نمازِ عصر (یعنی نمازِ مغرب کے بدلے) اور انہوں نے حضرت ابوبکر کا ذکر نہیں کیا اور نہ آپ کے ہنسنے کا' اور حضرت جابر نے کہا: میرے والد نے مجھ پر تیس وسق قرض چھوڑا تھا' اور ابن اسحاق نے از وہب از حضرت جابر نمازِ ظہر کا ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس جگہ اس حدیث کی روایت اس لیے کی ہے کہ اس حدیث میں قرض خواہوں اور مقروض کے درمیان صلح کرانے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں ''مربد'' کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں پر کھجوروں کو خشک کیا جاتا ہے' اور اس میں ''وسق'' کا ذکر ہے' یہ ۲۴۰ کلوگرام کا پیمانہ ہے' اور اس میں عجوہ کا ذکر ہے' یہ مدینہ کی عمدہ کھجوروں کی قسم ہے' اس روایت میں نمازِ مغرب تک قرض ادا کرنے کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں نمازِ عصر تک کا ذکر ہے اور ایک اور روایت میں نمازِ ظہر تک کا ذکر ہے اور یہ کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۱۰)

۱۴ - بَابُ الصُّلْحِ بِالدَّيْنِ وَالْعَيْنِ

نقد رقم دے کر قرض کے بدلہ میں صلح کرنا

۲۷۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِىْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبٍ اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ تَقَاضٰى ابْنَ اَبِىْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن

Marfat.com

حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمَا، حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ، فَنَادٰى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، فَقَالَ يَا كَعْبُ. فَقَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ ضَعِ الشَّطْرَ، فَقَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

کعب نے خبر دی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے اس قرض کا مسجد میں تقاضا کیا جوان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا' پس ان دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں' حتیٰ کہ ان آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر میں سن لیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کی طرف آئے حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا' پھر آپ نے حضرت کعب بن مالک کو آواز دی' پس فرمایا: اے کعب! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں! یارسول اللہ! آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: آدھا (قرض) کم کردو' حضرت کعب نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کر دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھو! اب قرض ادا کردو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے' یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں نقد رقم کا ذکر نہیں ہے۔

''کتاب الصلح'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

آج ۴ شعبان ۱۴۲۹ھ/ ۷ اگست ۲۰۰۸ء بہ روز جمعرات ''کتاب الصلح'' کی تکمیل ہوگئی' اے مالکِ ارض وسماء! جس طرح یہاں تک صحیح البخاری کی شرح مکمل کرادی ہے' صحیح البخاری کی باقی احادیث کی بھی شرح مکمل کرادے' اس شرح کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرما اور میری' میرے والدین کی اور میرے تمام قارئین کی مغفرت فرمادے۔ (آمین)

''کتاب الصلح'' میں اکتیس (۳۱) احادیث مرفوع ہیں' ان میں سے بارہ (۱۲) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں سے انیس مکررات ہیں اور خالص احادیث بارہ ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٥٤- كِتَابُ الشُّرُوطِ

شرطوں کا بیان

یہ کتاب "شروط" کے احکام کے بیان میں ہے "شروط"، "شرط" کی جمع ہے اس کا معنی علامت ہے اصطلاح میں شرط کا معنی ہے: جس پر کسی چیز کا وجود موقوف ہو اور وہ اس چیز میں داخل نہ ہو اس کتاب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کون سی شرطیں صحیح ہیں اور کون سی شرطیں صحیح نہیں ہیں۔

١ - بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الشُّرُوطِ فِي الْإِسْلَامِ وَالْأَحْكَامِ وَالْمُبَايَعَةِ

اسلام میں احکام میں اور خرید وفروخت کے معاملات میں کون سی شرطیں لگانا جائز ہیں؟

اس سے مراد ہے: اسلام میں دخول کے وقت کون سی شرطیں لگانا جائز ہیں؟ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی اسلام پر بیعت لی تو یہ شرط لگائی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا، اور یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص اسلام میں داخل ہوتے وقت یہ شرط لگائے کہ نماز نہیں پڑھوں گا یا میں قدرت کے باوجود زکوۃ نہیں دوں گا۔[1] اور احکام سے مراد یہ ہے کہ چیز کے عقد کرنے یا عقد کو فسخ کرنے یا دیگر معاملات کی شرائط اور خرید وفروخت کا بھی یہی معنی ہے۔

٢٧١٢،٢٧١١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُخْبِرَانِ عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی انہوں نے مروان اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے خبر دیتے ہیں کہ جب سہیل بن عمرو نے (حدیبیہ کے)

---

[1] یہاں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے دو نمازیں پڑھنے کی شرط پر اسلام قبول کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ شرط منظور فرمائی۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۵) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً اس حدیث کی سند میں ایک راوی مبہم ہے اور اس کا نام مذکور نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ ثانیاً مسند احمد ہی میں اس کے معارض یہ حدیث بھی ہے کہ ثقیف کے ایک وفد نے اس شرط پر ایمان قبول کیا کہ انہیں جہاد کے لیے نہ بلایا جائے اور ان کے مال سے عشر نہ لیا جائے اور وہ نماز بھی نہیں پڑھیں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دو باتیں قبول فرمائیں اور نماز ترک کرنے کی شرط قبول نہ فرمائی اور فرمایا: جس دین میں نماز نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۸)

Marfat.com

كَاتَبَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو يَوْمَئِذٍ، كَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ، إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ، فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذٰلِكَ وَامْتَعَضُوا مِنْهُ، وَأَبَى سُهَيْلٌ إِلَّا ذٰلِكَ، فَكَاتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ذٰلِكَ، فَرَدَّ يَوْمَئِذٍ أَبَا جَنْدَلٍ إِلَى أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَلَمْ يَأْتِهِ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا، وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ، وَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ وَهِيَ عَاتِقٌ، فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ، فَلَمْ يَرْجِعْهَا إِلَيْهِمْ، لِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِنَّ ﴿إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ. إِلَى قَوْلِهِ. وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾ (الممتحنہ: ۱۰). قَالَ عُرْوَةُ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ. إِلَى. غَفُورٌ رَحِيمٌ O﴾ (الممتحنہ: ۱۰-۱۲).

دن (کفار کی طرف سے) شرائط لکھیں تو سہیل بن عمرو نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ شرط لگائی کہ ہماری طرف سے آپ کے پاس جو شخص بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' اسے آپ کو ہمیں واپس کرنا ہوگا اور ہمارے اور اس کے درمیان تخلیہ کرنا ہوگا' مسلمانوں نے اس شرط کو ناپسند کیا اور ان کو اس پر رنج ہوا' اور سہیل نے اس شرط کے بغیر صلح کرنے سے انکار کر دیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی شرط کے مطابق صلح نامہ لکھوایا' پس آپ نے اسی طرح حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کی طرف لوٹا دیا' اور اس مدت میں جو بھی مرد آپ کے پاس آئے' خواہ وہ مسلمان ہوں' آپ نے ان کو واپس کر دیا' (اسی اثناء میں) چند عورتیں بھی ہجرت کرتی ہوئی آئیں اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی ان عورتوں میں تھیں جو ان دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کرتی ہوئی آئی تھیں اور وہ جوان تھیں اور جب ان کے گھر والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لیے آئے تو آپ نے ان کو ان کے گھر والوں کی طرف واپس نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی ہے: جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم انہیں آزما لیا کرو' اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے' یہ آیت یہاں تک ہے: وہ کفار ان مومنات کے لیے حلال نہیں ہیں۔ (الممتحنہ: ۱۰) عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ خبر دی کہ اس آیت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان عورتوں کا امتحان لیتے تھے: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم انہیں آزما لیا کرو۔ (الممتحنہ: ۱۰) یہ آیت یہاں تک ہے: بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الممتحنہ: ۱۲)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۵۔ ۱۶۹۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں شرائط لکھنے کا ذکر ہے۔

۲۷۱۳ - قَالَ عُرْوَةُ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ

عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ خبر دی کہ اس آیت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان عورتوں کا امتحان لیتے تھے: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے

Marfat.com

فَامْتَحِنُوْهُنَّ . اِلٰى. غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO﴾ (الممتحنۃ: ١٠ـ١٢). قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ اَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنْهُنَّ قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَايَعْتُكِ. كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهٖ وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهٗ يَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ وَمَا بَايَعَهُنَّ اِلَّا بِقَوْلِهٖ.

[اطراف الحدیث: ٢٧٣٣ـ٣١٨٢ـ٤٨٩١ـ٥٢٨٨ـ٧٢١٤]

(صحیح مسلم: ١٨٦٦، الرقم المسلسل: ٤٧٢٧)

آئیں تو تم انہیں آزمالیا کرو۔ (الممتحنۃ: ١٠) یہ آیت یہاں تک ہے: بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO (الممتحنۃ: ١٢) عروہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: جس نے ان عورتوں میں سے اس شرط کا اقرار کیا' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو بیعت کرلیا' آپ اس سے یہ کلام فرماتے: اور اللہ کی قسم! آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو بیعت کرتے ہوئے نہیں چھوا اور آپ نے ان کو صرف اپنے قول سے بیعت فرمایا۔

مروان' حضرت مسور' حضرت سہیل بن عمرو اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہم کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مروان کا ذکر ہے' اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ثابت ہے نہ اس کا صحابی ہونا ثابت ہے' کیونکہ یہ بچپن میں طائف چلا گیا تھا' جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ الحکم کو مدینہ سے نکال دیا تھا' اس وقت یہ سمجھ دار نہیں تھا' یہ اپنے باپ کے ساتھ طائف میں رہا' حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے' پھر انہوں نے ان دونوں کو مدینہ بلالیا۔ مروان نے حدیبیہ کے متعلق طویل حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ رہے حضرت مسور رضی اللہ عنہ تو ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع صحت کے ساتھ ثابت ہے لیکن یہ فتح مکہ کے بعد اپنے والد کے ساتھ آئے تھے' اس وقت یہ کم سن تھے اور یہ قصہ اس سے دو سال پہلے کا ہے' یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ مجہول کی روایت ہے کیونکہ تمام صحابہ عدول ہیں اور ان کے اسماء کی معرفت نہ ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ اس صلح نامہ کو لکھنے والے سہیل بن عمرو تھے' یہ قریش کے اشراف میں سے تھے اور ان کے خطیب تھے' یہ غزوۂ بدر میں قید ہو گئے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آج تمہارے سامنے کے دانت اکھاڑ دوں گا تو پھر تم خطبہ نہیں دے سکو گے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو! ہوسکتا ہے کہ یہ کسی ایسی جگہ کھڑا ہو کر خطبہ دے کہ تم اس کی تحسین کرو' انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرلیا' یہ بہت نرم دل تھے اور قرآن پڑھتے وقت بہت روتے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مکہ میں لوگ مختلف ہو گئے اور کافی لوگ مرتد ہو گئے' تب حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو ٹھنڈا کیا اور ان کو اختلاف کرنے سے منع کیا اور یہ وہی خطبہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ تم اس کے خطبہ کی تحسین کرو۔ اور اس حدیث میں حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے' یہ حمید بن عبد الرحمان کی بہن ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ام کلثوم کے متعلق "عاتق" کا لفظ ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نوجوان عورت تھیں۔

اس حدیث میں الممتحنۃ: ١٠ـ١٢ کے بعض الفاظ کا ذکر ہے' ان تینوں آیتوں کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

الممتحنۃ: ١٠ـ١٢ کا ترجمہ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو' اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے پھر اگر تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ' یہ مؤمن عورتیں ان کفار کے لیے حلال نہیں ہیں اور نہ وہ کفار ان کے لیے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو ان پر خرچ کیا ہے وہ تم ان کافروں کو دے دو' اور ان عورتوں سے

Marfat.com

نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے' جب تم ان کے مہر ادا کردو' اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنی زوجیت میں نہ روکے رکھو اور تم نے جو (ان کے مہر میں) خرچ کیا ہے' وہ (کافروں سے) طلب کرلو اور جو کافروں نے خرچ کیا' وہ (تم سے) مانگ لیں' یہ اللہ کا حکم ہے' وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے' اور اللہ بہت جاننے والا بے حد حکمت والا ہےO اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی تم سے چھوٹ کر کافروں کے پاس چلی جائے' پھر تم (کفار سے) مالِ غنیمت حاصل کرلو تو (مالِ غنیمت میں سے) ان مسلمانوں کو اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے ان بیویوں پر خرچ کیا تھا جو کافروں کی طرف چلی گئی ہیں' اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لا چکے ہوO اے نبی (مکرم)! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی' اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی' اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کریں اور آپ ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہےO (الممتحنہ: ١٢-١٠)

مسلمان کے مشرکین کے ساتھ رہنے میں مذاہب فقہاء

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ جب مشرکین سے صلح ہو جائے تو جو شخص مسلمان ہو کر ان کی طرف آیا ہو تو آیا وہ اس کو مشرکین کی طرف واپس کریں یا نہیں؟ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اب اس مسلمان کو مشرکین کی طرف واپس کرنا جائز نہیں ہے اور پہلا حکم اب منسوخ ہو چکا ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے بَری ہوں جو مشرکین کے ساتھ رہتا ہے' صحابہ نے پوچھا: کیوں؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم ان دونوں کی آگ ایک جگہ (چولہے پر) جلتی ہوئی نہ دیکھو۔

(سنن ترمذی: ١٦٠٤' سنن ابوداؤد: ٢٦٤٥' سنن نسائی: ٤٧٩٤)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کے ساتھ رہائش نہ رکھو اور نہ ان کے ساتھ اکٹھے رہو' پس جس نے ان کے ساتھ رہائش رکھی یا ان کے ساتھ اکٹھے رہا تو وہ ان ہی کی مثل ہے۔ (سنن ترمذی: ١٦٠٥)

اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ دار الحرب سے ہجرت کرنا مردوں اور عورتوں پر فرض ہے اور یہ حکم ہجرت کی فرضیت سے جاری ہے' یہ فقہاء احناف اور اصحابِ مالک کا قول ہے' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ حکم مردوں میں غیر منسوخ ہے اور سوائے خلیفہ یا اس کے قائم مقام کے اور کوئی شخص یہ عقد نہیں کرسکتا' اور خلیفہ کے علاوہ کوئی اور شخص یہ عقد کرے گا تو وہ مردود ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤١٦-٤١٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٧١٤ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاشْتَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زیاد بن علاقہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تو آپ نے مجھ پر یہ شرط رکھی کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شرط کا ذکر ہے۔

۲۷۱۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل انہوں نے کہا: مجھے قیس بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۷ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں بیعت کی شرائط کا ذکر ہے۔

۲ - بَابٌ إِذَا بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ

جس نے ایسے درخت کو فروخت کیا جس میں پیوندکاری کی جا چکی تھی

پیوندکاری کا معنی ہے: ایک درخت کی شاخ کو دوسرے درخت کی شاخ میں لگا دینا اس سے درخت میں زیادہ پھل آتے ہیں۔

۲۷۱٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ، فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوند لگایا جا چکا تھا تو اس درخت کے پھل فروخت کرنے والے کے لیے ہیں سوا اس کے کہ خریدار اس کی شرط لگائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۰۳ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شرط کا ذکر ہے۔

۳ - بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْبَيْعِ

بیع میں شرطیں لگانا

اس باب میں بیع میں شرطیں لگانے کا ذکر ہے۔

۲۷۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ عَائِشَةَ تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا، وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا، قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ ارْجِعِي إِلٰى أَهْلِكِ، فَإِنْ أَحَبُّوا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيرَةُ إِلٰى أَهْلِهَا فَأَبَوْا، وَقَالُوا إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنی مکاتبت کے متعلق مدد طلب کرنے کے لیے آئیں انہوں نے ابھی تک اپنی مکاتبت کی کوئی قسط اپنے مالکوں کو ادا نہیں کی تھی حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا: تم اپنے مالکوں کے پاس جاؤ اگر وہ یہ پسند کریں کہ میں تمہاری مکاتبت کی اقساط ادا کروں اس شرط پر کہ تمہاری ولاء میرے لیے ہو

وَيَكُونَ لَنَا وَلَاءُكِ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا ابْتَاعِي فَاَعْتِقِي، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

گی تو میں ایسا کر لیتی ہوں' حضرت بریرہ نے اس شرط کا اپنے مالکوں سے ذکر کیا تو انہوں نے (اس شرط کو ماننے سے) انکار کر دیا' اور انہوں نے کہا: اگر حضرت عائشہ چاہیں تو ثواب کی نیت سے تمہارے ساتھ یہ نیکی کر سکتی ہیں لیکن تمہاری ولاء ہمارے ہی لیے ہوگی' پھر حضرت عائشہ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' آپ نے فرمایا: تم (بریرہ کو) خرید لو اور آزاد کر دو ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بیع میں شرط لگانے کا ذکر ہے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر بیع میں شرط لگائی جائے تو بیع اور شرط دونوں باطل ہیں۔

٤ - بَابُ اِذَا اشْتَرَطَ الْبَائِعُ ظَهْرَ الدَّآبَّةِ اِلٰى مَكَانٍ مُّسَمًّى جَازَ

اگر فروخت کرنے والے نے کسی خاص جگہ تک سواری کرنے کی شرط لگائی تو یہ جائز ہے

امام بخاری کے نزدیک اس صورت میں بیع جائز ہے' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک بھی اس صورت میں بیع جائز ہے کیونکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی معین قیمت کے عوض کسی سواری کو اس شرط پر فروخت کرے کہ فلاں جگہ تک وہ اس پر سواری کرے گا' تو یہ شرط اور بیع جائز ہے' انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ یہ بیع فاسد ہے' اس کی تفصیل ''کتاب البیوع'' میں گزر چکی ہے۔

٢٧١٨ - حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّآءُ قَالَ سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُولُ حَدَّثَنِي جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلٰى جَمَلٍ لَهُ قَدْ اَعْيَا، فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَهُ، فَدَعَا لَهُ فَسَارَ بِسَيْرٍ لَيْسَ يَسِيرُ مِثْلَهُ، ثُمَّ قَالَ بِعْنِيهِ بِاَوْقِيَّةٍ، قُلْتُ لَا، ثُمَّ قَالَ بِعْنِيهِ بِوَقِيَّةٍ فَبِعْتُهُ، فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهُ اِلٰى اَهْلِي، فَلَمَّا قَدِمْنَا اَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ، ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَاَرْسَلَ عَلٰى اِثْرِي قَالَ مَا كُنْتُ لِاٰخُذَ جَمَلَكَ، فَخُذْ جَمَلَكَ، ذٰلِكَ فَهُوَ مَالُكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عامر سے سنا' وہ کہتے تھے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ اپنے ایک اونٹ پر سواری کر رہے تھے' جس نے ان کو تھکا دیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو آپ نے اس کو (چھڑی) ماری اور اس کے لیے دعا کی تو وہ اس وقت تیز چل رہا تھا کہ وہ اس سے پہلے اتنا تیز نہیں چلتا تھا' پھر آپ نے فرمایا: یہ مجھے ایک وقیہ (چالیس درہم) کے عوض فروخت کر دو' میں نے کہا: نہیں! (یعنی آپ بغیر قیمت کے لے لیں) آپ نے پھر فرمایا: یہ مجھے ایک وقیہ کے عوض فروخت کر دو' تو میں نے اس کو فروخت کر دیا اور اپنے گھر تک اس پر سواری کرنے کو مستثنیٰ کر لیا' پس جب ہم (مدینہ) پہنچ گئے تو میں اس اونٹ کو لے کر حاضر ہوا' آپ نے مجھے اس کی قیمت نقد دے دی' پھر میں لوٹ گیا' آپ نے میرے پیچھے کسی کو بھیجا'

Marfat.com

آپ نے فرمایا: میں تمہارا یہ اونٹ نہیں لے رہا' تم یہ اونٹ لے جاؤ یہ تمہارا مال ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۷۰ میں گزر چکی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اس سودے میں تم کو نقصان پہنچایا ہے تا کہ میں یہ اونٹ تم سے لے لوں؟ تم اپنا یہ اونٹ بھی لے لو اور یہ درا ہم بھی لے لو' یہ تمہارے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸۵' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۵' سنن ترمذی: ۱۲۵۳' سنن نسائی: ۴۶۳۷)

وَقَالَ شُعْبَةُ' عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ عَامِرٍ' عَنْ جَابِرٍ أَفْقَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ.

اور شعبہ نے کہا: از مغیرہ از عامر از حضرت جابر' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس اونٹ کی پیٹھ پر مدینہ تک سوار کیا۔

یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ میں سند موصول کے ساتھ مذکور ہے' تعلیق مذکور سے اور اس کے بعد کی تعلیقات سے امام بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ حضرت جابر کی یہ حدیث متعدد الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

وَقَالَ إِسْحَاقُ' عَنْ جَرِيرٍ' عَنْ مُغِيرَةَ فَبِعْتُهُ عَلَى أَنَّ لِي فَقَارَ ظَهْرِهِ حَتّٰى أَبْلُغَ الْمَدِينَةَ.

اور اسحاق نے کہا از جریر از مغیرہ: حضرت جابر نے کہا: میں نے یہ اونٹ اس شرط پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فروخت کر دیا کہ میں اس کی پشت پر سواری کروں گا حتیٰ کہ میں مدینہ پہنچ جاؤں۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۹۶۷' صحیح مسلم: ۷۱۵' سنن ابوداؤد: ۳۷۷۲' سنن نسائی: ۴۷۲۷ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ وَغَيْرُهُ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ.

اور عطاء اور دوسروں نے بیان کیا کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) تم اس اونٹ پر مدینہ تک سواری کر سکتے ہو۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۳۰۹ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ' عَنْ جَابِرٍ شَرَطَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ.

اور محمد بن المنکدر نے کہا از جابر' انہوں نے کہا: میں نے اس شرط پر اونٹ فروخت کیا کہ میں مدینہ تک اس پر سواری کروں گا۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ جَابِرٍ وَلَكَ ظَهْرُهُ حَتّٰى تَرْجِعَ.

اور زید بن اسلم نے کہا از حضرت جابر: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) تم اس اونٹ پر سواری کر سکتے ہو حتیٰ کہ تم لوٹ آؤ۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ' عَنْ جَابِرٍ أَفْقَرْنَاكَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ.

اور ابو الزبیر نے کہا از حضرت جابر: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) ہم نے تم کو مدینہ تک اس اونٹ کی سواری کا ضرورت مند پایا۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ الْاَعْمَشُ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ تَبَلَّغْ عَلَيْهِ اِلٰى اَهْلِكَ.
اور الاعمش نے کہا از سالم از حضرت جابر: (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) تم اس پر سوار ہو کر اپنے گھر تک پہنچ جاؤ۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْاِشْتِرَاطُ اَكْثَرُ وَاَصَحُّ عِنْدِیْ.
امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: (سواری کی) شرط کی روایات بہت زیادہ ہیں اور وہ میرے نزدیک زیادہ صحیح ہیں۔

حضرت جابر کی حدیث میں راویوں کا اختلاف ہے کہ آیا مدینہ تک اونٹ پر سواری کی شرط عقد بیع میں مذکور تھی یا رسول اللہ ﷺ نے بغیر شرط کے حضرت جابر کے لیے مدینہ تک سواری کو مباح کر دیا تھا' امام بخاری کے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ شرط عقد بیع میں مذکور تھی۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہاں پر حقیقت میں بیع نہیں تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر کو وہ اونٹ بھی دے دیا تھا اور اس کی قیمت بھی دے دی تھی' یہ صورۃً بیع تھی اور حقیقت میں تبرع اور احسان تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۲۰)

وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَابْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ اشْتَرَاهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَقِيَّةٍ.
اور عبیداللہ اور ابن اسحاق نے کہا از وہب از حضرت جابر: (وہ بیان کرتے ہیں کہ) نبی ﷺ نے اس اونٹ کو ایک وقیہ کے عوض فروخت کر دیا۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۰۹۷ پر مذکور ہے' اس حدیث میں ''وَقیہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی چالیس درہم ہے۔

وَتَابَعَهُ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ، عَنْ جَابِرٍ.
اور وہب کی متابعت زید بن اسلم نے کی ہے از حضرت جابر۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری ۲۷۱۸' اور سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ وَغَيْرِهِ، عَنْ جَابِرٍ اَخَذْتُهُ بِاَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ. وَهٰذَا يَكُوْنُ اَوْقِيَّةً عَلٰى حِسَابِ الدِّيْنَارِ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ.
اور ابن جریج نے کہا از عطاء وغیرہ از حضرت جابر' انہوں نے بیان کیا: میں نے اس اونٹ کو چار دینار میں لیا تھا' اور یہ اس حساب سے ہے کہ ایک اوقیہ دینار کے حساب سے دس دراہم کا ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۳۰۹ میں مذکور ہے۔

وَلَمْ يُبَيِّنِ الثَّمَنَ مُغِيْرَةُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ. وَابْنُ الْمُنْكَدِرِ وَاَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ.
اور مغیرہ نے از شعبی از حضرت جابر اور ابن المنکدر اور ابوالزبیر از حضرت جابر اس کی قیمت بیان نہیں کی۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۳۸۵ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ الْاَعْمَشُ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ اَوْقِيَّةُ ذَهَبٍ.
اور الاعمش نے کہا از سالم از حضرت جابر: سونے کا اوقیہ۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ، عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ بِمِائَتَیْ دِرْهَمٍ.
اور ابو اسحاق نے کہا از سالم از حضرت جابر' انہوں نے بیان کیا: دو سو درہم کے عوض۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ،
اور داؤد بن قیس نے کہا از عبیداللہ بن مقسم از حضرت جابر'

Marfat.com

عَنْ جَابِرٍ اشْتَرَاهُ بِطَرِيْقِ تَبُوْكَ' اَحْسِبُهُ قَالَ بِاَرْبَعِ اَوَاقٍ.

انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اس اونٹ کو تبوک کے راستہ میں چار اوقیہ کے عوض خریدا تھا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ نَضْرَةَ' عَنْ جَابِرٍ اِشْتَرَاهُ بِعِشْرِيْنَ دِيْنَارًا.

اور ابونضرۃ نے کہا از حضرت جابر' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اس اونٹ کو بیس دینار میں خریدا تھا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے۔

وَقَوْلُ الشَّعْبِيِّ بِوَقِيَّةٍ اَكْثَرُ. اَلْاِشْتِرَاطُ' اَكْثَرُ وَاَصَحُّ عِنْدِيْ. قَالَهُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ.

اور اکثر روایات میں شعبی کا ایک وقیہ کا قول ہے' (اسی طرح اونٹ کی بیع کے عقد میں مدینہ تک سواری کی) شرط بھی اکثر روایات میں ہے اور یہی میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے' یہ امام ابوعبداللہ بخاری کا قول ہے۔

امام بخاری کا یہ قول بھی صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے' لیکن امام بخاری کا اس کو عقد بیع میں شرط قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حقیقت میں بیع نہیں تھی' آپ نے حضرت جابر کو اونٹ بھی دے دیا تھا اور اس کی قیمت بھی' بلکہ یہ آپ کی طرف سے تبرع اور احسان تھا اور عقد بیع میں شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

٥ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمُعَامَلَةِ — معاملات میں شرائط کا بیان

اس باب میں معاملات مثلاً مزارعت اور مساقات وغیرہ کی شرائط کا بیان ہے۔

۲۷۱۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ' قَالَ لَا. فَقَالَ الْاَنْصَارُ تَكْفُوْنَا الْمُؤْنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ. قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان (ہمارے) کھجور کے درخت تقسیم کر دیجئے' آپ نے فرمایا: نہیں! پھر انصار نے (مہاجرین سے) کہا: آپ ہمارے ساتھ (باغات کی) مشقت میں ہاتھ بٹائیں' ہم آپ لوگوں کو پھلوں میں شریک کریں گے' تو انہوں نے کہا: ہم نے اس کو سنا اور اس پر عمل کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں باغ کے پھلوں کے حصول کی شرط کا ذکر ہے۔

۲۷۲۰ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بنت اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ

Marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ، اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود کو یہ پیش کش کی کہ وہ (کھیتوں میں) کام کریں اور کھیتی باڑی کریں اور زمین سے جو پیداوار حاصل ہوگی' ان کو اس کا نصف ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمَهْرِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ

عقد نکاح کے وقت مہر میں شرطیں لگانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عقد نکاح کے وقت مہر میں شرطیں لگانے کا کیا حکم ہے؟

وَقَالَ عُمَرُ اِنَّ مَقَاطِعَ الْحُقُوْقِ عِنْدَ الشُّرُوْطِ، وَلَكَ مَا شَرَطْتَ.

اور عمر (بن عبدالعزیز) نے کہا: حقوق کے منقطع ہونے کی جگہ شرائط کا وجود ہے اور تمہیں اپنی شرط کا حق ہے۔

یعنی کسی حق کے ملنے کی انتہاء شرط کے تحقق سے ہوتی ہے' جب کسی حق کے وصول ہونے کے لیے کوئی شرط لگا دی گئی تو وہ حق ختم ہو جاتا ہے۔ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے اس باب میں درج کیا ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کرے اور اس عورت کے لیے اس کے مکان کی شرط لگا دے۔

عبدالرحمن بن غنم بیان کرتے ہیں کہ عمر (بن عبدالعزیز) نے کہا: اس عورت کو (اس مکان کا) حق ہے' ایک آدمی نے کہا: پھر وہ اس کو طلاق دے دے گا' تو انہوں نے کہا: حقوق شرط سے منقطع ہو جاتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۴۴۳۔ ج ۳ ص ۱۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس اثر کی وضاحت اس دوسرے اثر سے ہوتی ہے:

ابوالزناد بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عمر بن عبدالعزیز کی عدالت میں اپنے شوہر کے خلاف مقدمہ پیش کیا' اس کے شوہر نے اس عورت سے نکاح کے وقت اس کو مکان دینے کی شرط لگائی تھی' پھر اس شخص نے اس عورت کو اس مکان سے نکالنے کا ارادہ کیا تو عمر بن عبدالعزیز نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مکان اس عورت کا ہے اور شوہر اس عورت کو اس مکان سے نہیں نکال سکتا اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونے کے عوض میں اس کی فرج کو حلال قرار دو (یعنی اُحد پہاڑ کے برابر سونے کو اس کا مہر رکھو) تو میں اس عورت کے لیے اس کو وصول کروں گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۴۴۸۔ ج ۳ ص ۴۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ الْمِسْوَرُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ صِهْرًا لَّهُ، فَاَثْنٰى عَلَيْهِ فِيْ مُصَاهَرَتِهٖ فَاَحْسَنَ، قَالَ حَدَّثَنِيْ وَصَدَقَنِيْ، وَوَعَدَنِيْ فَوَفٰى لِيْ.

اور حضرت مسور (بن مخرمہ) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے اپنے داماد کا ذکر کیا' پس اس کی دامادی کی تحسین کی اور فرمایا: اس نے مجھے خبر دی اور مجھ سے سچ کہا اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا' سو اس کو پورا کیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری۔ کتاب الشہادات۔ باب: ۲۹ میں مذکور ہے۔

اس تعلیق میں داماد سے مراد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوالعاص بن الربیع ہیں' ان کو غزوۂ بدر میں قید کیا گیا تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کی وجہ سے ان کو فدیہ لیے بغیر آزاد کر دیا گیا تھا' جب مشرکین ان کے پاس گئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

صاحبزادی کو طلاق دے دیں تو انہوں نے انکار کر دیا تھا' تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی دامادی کی تحسین اور قدر افزائی کی اور غزوۂ بدر کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے حضرت زینب کو طلب کیا تو انہوں نے ان کو واپس کر دیا' اور یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٢٥)

٢٧٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ اَبِي حَبِيْبٍ' عَنْ اَبِي الْخَيْرِ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِهَا مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ.

[طرف الحدیث: ٥١٥١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شرط سب سے زیادہ پوری کی جانے کی مستحق ہے' وہ وہ ہے جس کے سبب سے تم فُروج کو حلال کرتے ہو۔

(صحیح مسلم: ١٤١٨' الرقم المسلسل: ٣٣٦١' سنن ابوداؤد: ٢١٣٩' سنن ترمذی: ١١٣٠' سنن نسائی: ٣٢٧٨' سنن ابن ماجہ: ١٩٥٤' مصنف عبدالرزاق: ١٠٦١٣' سنن سعید بن منصور: ٦٥٨' سنن دارمی: ٢٢٠٣' الاحاد والمثانی: ٢٥٨٤' سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٤٨' شرح السنۃ: ٢٢٧٠' مسند احمد ج ٤ ص ١٤٤ طبع قدیم' مسند احمد: ١٧٣٠٢۔ ج ٢٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: عقد نکاح کے وقت مہر کی شرائط' اور اس حدیث میں مذکور ہے: جس شرط کے سبب سے تم فروج کو حلال کرتے ہو' وہ شرط پوری کی جانے کی زیادہ مستحق ہے' یعنی مہر ادا کیے جانے کا زیادہ حق دار ہے' اور عقد نکاح کے وقت یہ بیان کرنا چاہیے کہ مہر کی مقدار کتنی ہے اور وہ عند المطالبہ یک مشت ادا کیا جائے گا جس کو مہر معجّل کہتے ہیں یا قسط وار ادا کیا جائے گا یا انقطاع نکاح کے وقت ادا کیا جائے گا خواہ انقطاع نکاح موت سے ہو یا طلاق سے ہو' جس کو مہر مؤجل کہتے ہیں۔

مہر کے علاوہ نکاح کی باقی شرائط پوری کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عقبہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی ﷺ کے اصحاب میں سے بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے' ان میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں' انہوں نے کہا: جب کوئی مرد کسی عورت سے شادی کرے اور اس عورت کے لیے یہ شرط لگائے کہ وہ اس عورت کو اس کے شہر سے باہر نہیں نکالے گا تو پھر مرد کے لیے اس عورت کو شہر سے باہر نکالنا جائز نہیں ہے' اور بعض اہل علم کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے' اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کی شرط اس عورت کی شرط کے اوپر مقدم ہے' گویا حضرت علی کے نزدیک اس عورت کے شوہر کے لیے اس عورت کو شہر سے باہر لے جانا جائز ہے' خواہ اس عورت نے یہ شرط رکھی ہو کہ وہ اس کو شہر سے باہر نہیں لے جائے گا' بعض اہل علم کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی سفیان ثوری اور بعض فقہاء کوفہ کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ٤٧٥' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٣ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ مہر کو ادا کرنا تو بالاتفاق سب کے نزدیک واجب ہے اور مہر کے علاوہ نکاح میں جو دیگر شرائط رکھی گئی ہیں' ان کو پورا کرنے میں اختلاف ہے' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ان کا پورا کرنا لازم ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک ان کا پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

٧ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ
مزارعت (کھیتی باڑی) میں شرائط

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مزارعت میں شرطیں لگانے کا کیا حکم ہے۔

٢٧٢٢ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كُنَّا أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ حَقْلًا، فَكُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ، فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ هٰذِهٖ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهٖ، فَنُهِينَا عَنْ ذٰلِكَ، وَلَمْ نُنْهَ عَنِ الْوَرِقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حنظلة الزرقی سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم میں سے اکثر انصار کھیتی باڑی کرتے تھے' پس ہم زمین کرائے پر دیتے تھے' تو بعض اوقات زمین کا یہ حصہ اناج اُگاتا اور وہ حصہ اناج نہ اُگاتا' تو ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور چاندی (دراہم) کے عوض کرائے سے منع نہیں کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٨٦ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی بہ ظاہر عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس میں زراعت کی شرط کا ذکر نہیں ہے۔

٨ - بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي النِّكَاحِ
نکاح میں جو شرائط جائز نہیں ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کون سی شرائط نکاح میں جائز نہیں ہیں؟

٢٧٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَزِيدَنَّ عَلٰى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبَنَّ عَلٰى خِطْبَتِهٖ، وَلَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَكْفِئَ إِنَاءَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے اور تم مصنوعی قیمت نہ بڑھاؤ' اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر اضافہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام دے اور نہ کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کا سوال کرے تاکہ اس کا حصہ بھی خود وصول کرلے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٤٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں نکاح کی ناجائز شرط کا ذکر ہے۔

٩ - بَابُ الشُّرُوْطِ الَّتِي لَا تَحِلُّ فِي الْحُدُوْدِ
حدود میں جو شرطیں لگانا جائز نہیں ہیں

اس باب میں ان شرائط کا بیان کیا گیا ہے جو حدود میں جائز نہیں ہیں۔

Marfat.com

۲۷۲۴، ۲۷۲۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُمَا قَالَا اِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنْشُدُكَ اللّٰهَ اِلَّا قَضَيْتَ لِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَ الْخَصْمُ الْاٰخَرُ، وَهُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ نَعَمْ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَائْذَنْ لِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ. قَالَ اِنَّ ابْنِيْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا، فَزَنٰى بِامْرَاَتِهٖ، وَاِنِّيْ اُخْبِرْتُ اَنَّ عَلٰى ابْنِي الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَّوَلِيْدَةٍ، فَسَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ، فَاَخْبَرُوْنِيْ اَنَّمَا عَلٰى ابْنِيْ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ، وَاَنَّ عَلٰى امْرَاَةِ هٰذَا الرَّجْمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، اَلْوَلِيْدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلٰى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ، اُغْدُ يَا اُنَيْسُ اِلَى امْرَاَةِ هٰذَا، فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا. قَالَ فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ، فَاَمَرَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابوہریرہ وحضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما' ان دونوں نے بیان کیا کہ دیہاتیوں میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرا فیصلہ صرف کتاب اللہ سے کریں' پھر اس کے مخالف نے کہا' جو اس سے زیادہ ضرورت مند تھا: جی ہاں! آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کریں اور مجھے (بات کرنے کی) اجازت دیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم بات کرو' اس نے کہا: میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا' اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا اور بے شک مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو سنگسار کرنے کی سزا ہو گی' تو میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں اور ایک باندی فدیہ میں دی' پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور اس کی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا' باندی اور بکریاں تو تم کو واپس کر دی جائیں گی اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا' اے انیس! صبح کو اس عورت کے پاس جاؤ' اگر وہ اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دینا۔ راوی نے کہا: پھر وہ صبح اس کے پاس گئے تو اس نے (زنا کا) اعتراف کر لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا' سو اس کو رجم کر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۵۔ ۲۳۱۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے حدیث کا جو عنوان قائم کیا ہے' یہ حدیث اس کے مطابق نہیں ہے' کیونکہ اس میں کسی ناجائز شرط کا بیان نہیں ہے۔

۱۰ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنْ شُرُوْطِ الْمُكَاتَبِ اِذَا رَضِيَ بِالْبَيْعِ عَلٰى اَنْ يُّعْتَقَ

مکاتب جب اس پر راضی ہو جائے کہ اس کو خرید کر آزاد کر دیا جائے تو اس کی کون سی شرائط جائز ہیں؟

۲۷۲۶ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث

Marfat.com

الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ الْمَكِّيُّ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتْ عَلَيَّ بَرِيْرَةُ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ، فَقَالَتْ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِشْتَرِيْنِيْ، فَاِنَّ اَهْلِيْ يَبِيْعُوْنِيْ، فَاَعْتِقِيْنِيْ، قَالَتْ نَعَمْ، قَالَتْ اِنَّ اَهْلِيْ لَا يَبِيْعُوْنِيْ حَتّٰى يَشْتَرِطُوْا وَلَائِيْ، قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْكِ، فَسَمِعَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ بَلَغَهُ، فَقَالَ مَا شَانُ بَرِيْرَةَ؟ فَقَالَ اِشْتَرِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا، وَلْيَشْتَرِطُوْا مَا شَاؤُوْا. قَالَتْ فَاشْتَرَيْتُهَا فَاَعْتَقْتُهَا، وَاشْتَرَطَ اَهْلُهَا وَلَاءَ هَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ، وَاِنِ اشْتَرَطُوْا مِائَةَ شَرْطٍ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن المکی نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے بیان کیا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے بتایا کہ میرے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ اس وقت مکاتبہ تھیں انہوں نے عرض کیا: اے ام المؤمنین! آپ مجھے خرید لیجئے کیونکہ میرے مالکان مجھے فروخت کر رہے ہیں پھر آپ مجھے آزاد کر دیں حضرت عائشہ نے کہا: ہاں! حضرت بریرہ نے کہا: میرے مالکان مجھے فروخت نہیں کریں گے حتیٰ کہ وہ میری وَلاء لینے کی شرط لگائیں حضرت عائشہ نے فرمایا: (پھر) مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو سن لیا تھا یا آپ کو اس کی خبر پہنچ گئی تھی آپ نے پوچھا: بریرہ کا کیا معاملہ ہے؟ تم اس کو خرید لو اور آزاد کر دو اور وہ لوگ جو شرط لگانا چاہیں لگا لیں حضرت عائشہ نے بتایا: پھر میں نے حضرت بریرہ کو خرید کر آزاد کر دیا اور ان کے مالکوں نے وَلاء کی شرط لگائی تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے خواہ وہ سو شرطیں لگائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٥٦٠ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مکاتب کو فروخت کرنے والے اس میں وَلاء کی شرط نہیں رکھ سکتے۔

١١- بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الطَّلَاقِ

طلاق میں شرطوں کا بیان

اس باب میں طلاق کو شرطوں پر معلق کرنے کے حکم کا بیان ہے۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالْحَسَنُ وَعَطَاءٌ اِنْ بَدَا بِالطَّلَاقِ اَوْ اَخَّرَ فَهُوَ اَحَقُّ بِشَرْطِهٖ.

اور ابن المسیب' حسن بصری اور عطاء نے کہا: اگر اس نے طلاق کو شروع میں ذکر کیا یا آخر میں تو وہ اس کی شرط کا زیادہ حق دار ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب اور حسن بصری دونوں نے کہا: (طلاق دینے والے کے لیے) استثناء کرنے کا حق ہے خواہ وہ طلاق کا پہلے ذکر کرے یا بعد میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ١٨٠١٢- ج ٤ ص ٨٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

یعنی جب وہ طلاق کو کسی چیز پر معلق کرے یا کسی شرط کے ساتھ طلاق دے تو اس کو یہ حق ہے کہ وہ اس میں سے کسی چیز کو مستثنیٰ کرے' استثناء سے مراد یہ ہے کہ وہ کہے: ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا)۔ اس کی وضاحت درج ذیل اثر سے ہوتی ہے:

لیث بیان کرتے ہیں کہ عطاء' طاؤس' مجاہد' نخعی اور زہری نے کہا: جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: اگر میں نے فلاں فلاں کام نہیں کیا تو تم کو طلاق ہے' ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا)' تو اس کو استثناء کا حق ہے۔

Marfat.com

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٨٠١٧- ج ٤ ص ٨٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

٢٧٢٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّي، وَاَنْ يَّبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْاَعْرَابِيِّ، وَاَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا، وَاَنْ يَّسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ، وَنَهٰى عَنِ النَّجْشِ، وَعَنِ التَّصْرِيَةِ. تَابَعَهُ مُعَاذٌ وَ عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ شُعْبَةَ، وَقَالَ غُنْدَرٌ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ نُهِيَ. وَقَالَ اٰدَمُ نُهِيْنَا. وَقَالَ النَّضْرُ وَحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ نَهٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں کے شہر پہنچنے سے پہلے ان سے ملاقات کرنے سے منع فرمایا' اور مہاجر (شہری) کی دیہاتی کے ساتھ بیع سے منع فرمایا اور اس سے منع فرمایا کہ کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کی شرط لگائے اور اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت پر قیمت لگائے اور کسی خریدار کو پھنسانے کے لیے مصنوعی قیمت بڑھائے اور اونٹنی یا بکری کے تھنوں کو باندھے۔ محمد بن عرعرہ کی متابعت معاذ اور عبدالصمد نے کی ہے از شعبہ' اور غندر اور عبدالرحمان نے کہا: ان سے منع کیا گیا ہے' اور آدم نے کہا: ہم کو منع کیا گیا ہے' اور النضر اور حجاج بن منہال نے کہا: آپ نے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٤٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں طلاق کی شرط کا ذکر ہے' تاہم یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

١٢ - بَابُ الشُّرُوْطِ مَعَ النَّاسِ بِالْقَوْلِ — لوگوں کے ساتھ زبانی شرطیں لگانا

یعنی بغیر گواہ قائم کیے اور بغیر لکھنے کے صرف زبان سے لوگوں کے ساتھ شرطیں لگانا۔

٢٧٢٨ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَّعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اِنَّا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَدَّثَنِيْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوْسٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ ﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا○﴾ (الكهف: ٧٢-٧٥) كَانَتِ الْاُوْلٰى نِسْيَانًا وَالْوُسْطٰى شَرْطًا وَالثَّالِثَةُ عَمْدًا قَالَ ﴿لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا○﴾ (الكهف: ٧٣) ﴿لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ﴾ (الكهف:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یعلیٰ بن مسلم نے اور عمرو بن دینار نے خبر دی از سعید بن جبیر' ان میں سے ایک اپنے صاحب پر اضافہ کرتا تھا اور دوسروں نے کہا: میں نے ان سے سنا' وہ سعید بن جبیر سے حدیث بیان کرتے تھے' انہوں نے کہا: بے شک ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ جو اللہ کے رسول ہیں...... پھر حدیث ذکر کی' (حضرت خضر نے) کہا: کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکتے○ (الکہف: ٧٥-٧٢) پہلی مرتبہ بھول تھی اور دوسری مرتبہ شرط تھی اور تیسری مرتبہ قصد تھا' حضرت موسیٰ نے کہا:

Marfat.com

٧٤)﴿فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُّرِيدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهُ﴾ (الکہف:٧٧) قَرَاَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ.

میری بھول پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے اور میرے کام میں مجھ پر دشواری نہ ڈالیےO (الکہف:٧٣) جب وہ دونوں ایک لڑکے سے ملے تو (حضرت خضر نے) اس کو قتل کر دیا۔ (الکہف:٧٤) پھر وہ دونوں آگے چلے' پھر ان دونوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی تو (حضرت خضر نے) اس کو سیدھا کر دیا۔ (الکہف:٧٧) حضرت ابن عباس نے یہ قراءت کی کہ ان کے آگے بادشاہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شرط کا ذکر ہے کیونکہ دوسری بار حضرت موسیٰ نے کہا تھا: اگر اس کے بعد میں آپ سے کوئی سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں' بے شک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے۔ (الکہف:٧٦)

١٣ - بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْوَلَاءِ

وَلاء میں شرائط

اس باب میں وَلاء کی شرطوں کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٧٢٩ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْنِي بَرِيرَةُ فَقَالَتْ كَاتَبْتُ اَهْلِي عَلٰى تِسْعِ اَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ اَوْقِيَّةٌ فَاَعِينِينِي فَقَالَتْ اِنْ اَحَبُّوا اَنْ اَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ اِلٰى اَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ فَاَبَوْا عَلَيْهَا فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَقَالَتْ اِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَاَبَوْا اِلَّا اَنْ يَّكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَّشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ قَضَاءُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ اَوْثَقُ وَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ میرے پاس حضرت بریرہ آئیں' انہوں نے بتایا کہ میرے مالکوں نے مجھے نو (٩) اوقیہ (٣٦٠ درہم) کے عوض مکاتب کر دیا ہے کہ میں ہر سال ایک اوقیہ (٤٠ درہم) ادا کروں' سو آپ اس میں میری مدد کیجئے' تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر وہ پسند کریں کہ میں ان کو اتنے دراہم فراہم کروں اور تمہاری وَلاء میرے لیے ہو تو میں ایسا کرتی ہوں' پس حضرت بریرہ اپنے مالکوں کے پاس گئیں اور ان کو یہ (پیش کش) بتائی' تو انہوں نے اس کا انکار کیا' پھر حضرت بریرہ ان کے پاس سے ہو کر آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے' حضرت بریرہ نے کہا: میں نے ان کے سامنے یہ پیش کش رکھی تھی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا' سوا اس کے کہ وَلاء ان کے لیے ہو' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن لیا' پھر حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا: تم بریرہ کو رکھ لو اور ان کے سامنے وَلاء کی شرط رکھو' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' سو حضرت عائشہ نے اسی طرح کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد اور ثناء کی' پھر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی

Marfat.com

شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں' ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے خواہ سو شرطیں ہوں' اللہ کا کیا ہوا فیصلہ برحق ہے' اللہ کی شرط زیادہ مستحکم ہے اور ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ولاء کی شرائط کا ذکر ہے۔

۱۴ - بَابٌ اِذَا اشْتَرَطَ فِي الْمُزَارَعَةِ اِذَا شِئْتُ اَخْرَجْتُكَ

جب مزارعین سے یہ شرط لگائی کہ میں جب چاہوں گا تمہیں خارج کردوں گا

ہر چند کہ اس باب کے عنوان میں ''مزارعت'' کا لفظ ہے' لیکن یہ مصدر مبنی للفاعل ہے اور اس سے مراد مزارعین ہیں۔

٢٧٣٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى اَبُوْ غَسَّانَ الْكِنَانِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فَدَعَ اَهْلُ خَيْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ عُمَرُ خَطِيْبًا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَامَلَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَقَالَ نُقِرُّكُمْ مَا اَقَرَّكُمُ اللّٰهُ وَاِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ اِلٰى مَالِهِ هُنَاكَ فَعُدِيَ عَلَيْهِ مِنَ اللَّيْلِ فَفُدِعَتْ يَدَاهُ وَرِجْلَاهُ وَلَيْسَ لَنَا هُنَاكَ عَدُوٌّ غَيْرُهُمْ هُمْ عَدُوُّنَا وَتُهْمَتُنَا وَقَدْ رَاَيْتُ اِجْلَاءَهُمْ فَلَمَّا اَجْمَعَ عُمَرُ عَلٰى ذٰلِكَ اَتَاهُ اَحَدُ بَنِيْ اَبِي الْحُقَيْقِ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُخْرِجُنَا وَقَدْ اَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَامَلَنَا عَلَى الْاَمْوَالِ وَشَرَطَ ذٰلِكَ لَنَا فَقَالَ عُمَرُ اَظَنَنْتَ اَنِّيْ نَسِيْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ كَيْفَ بِكَ اِذَا اُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُوْ بِكَ قَلُوْصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ فَقَالَ كَانَتْ هٰذِهٖ هُزَيْلَةً مِّنْ اَبِي الْقَاسِمِ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ فَاَجْلَاهُمْ عُمَرُ وَاَعْطَاهُمْ قِيْمَةَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ مَالًا وَّاِبِلًا وَّعُرُوْضًا مِّنْ اَقْتَابٍ وَّحِبَالٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَحْسِبُهُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن یحییٰ ابو غسان الکنانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: جب اہل خیبر نے ان کے ہاتھ پیر توڑ ڈالے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا' پس کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے ان کے اموال (باغات) پر کھیتی باڑی کا معاملہ کیا' اور فرمایا: جب تک اللہ تم کو برقرار رکھے گا' ہم تم کو برقرار رکھیں گے اور بے شک عبداللہ بن عمر وہاں اپنے مال (باغ) کی طرف گئے تھے' تو رات کو ان پر ظلم کیا گیا' پس ان کے ہاتھوں اور پیروں کو مروڑ کر ٹیڑھا کر دیا گیا اور یہاں پر ان کے سوا اور کوئی دشمن نہیں ہے' پس وہی ہمارے دشمن ہیں' اور ان ہی پر ہماری تہمت ہے' اور میں نے ان کو شہر بدر کرنا مناسب سمجھا ہے' پس جب حضرت عمر نے اس کا عزم مصمم کر لیا تو ان کے پاس ابوالحقیق کے بیٹے آئے تو انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ ہم کو نکال رہے ہیں' حالانکہ ہم کو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے برقرار رکھا تھا' اور ہم کو یہاں کے اموال (باغات) پر عامل بنایا تھا' اور ہمارے لیے (عمل کی) شرط لگائی تھی' تب حضرت عمر نے کہا: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھول گیا ہوں؟ آپ نے فرمایا تھا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کو خیبر سے نکال دیا جائے گا اور تمہیں تمہارے اونٹ ایک رات سے دوسری رات تک لے کر

Marfat.com

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَصَرَهُ.

(سنن ابوداؤد: ۳۰۰۷)

پھرتے رہیں گے؟ اس نے کہا: یہ تو ابوالقاسم نے مذاق سے فرمایا تھا' حضرت عمر نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تم جھوٹ بولتے ہو' پھر حضرت عمر نے ان کو (خیبر سے) بے وطن کر دیا' اور باغات میں ان کے پھلوں کا جو حصہ تھا' اس کے عوض میں ان کو اونٹ' سامان' پالان اور رسیاں وغیرہ دے دیں۔ اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے روایت کیا ہے از عبید اللہ' میں گمان کرتا ہوں کہ از نافع از حضرت ابن عمر از حضرت عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' انہوں نے اس کا اختصار کیا ہے۔

یہودیوں کو خیبر سے نکالنے کی دلیل' عداوت بھی ارتکابِ جرم کا قرینہ ہے' یہودیوں سے حضرت ابن عمر کا قصاص کیوں نہیں لیا گیا؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر سے یہودیوں کو نکال دیا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

حضرت عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری عہد میں یہ وصیت فرمائی کہ سرزمین عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو باغات میں کام لینے کے لیے برقرار رکھا تھا ورنہ ان کا باغات میں کوئی حق نہیں تھا' اور ان سے یہ طے کیا تھا کہ وہ باغات میں کام کریں تو ان کو نصف اجر ملے گا' اس لیے حضرت عمر نے جب ان کو نکالا تو ان کے حصہ کے نصف پھلوں کے معاوضہ میں اونٹ' پالان' رسیاں اور دیگر سامان عطاء کر دیا۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عداوت کی وجہ بھی جرم کے ارتکاب کا قرینہ ہے' جس طرح حضرت عمر نے حضرت ابن عمر کے ہاتھوں اور پاؤں کو ٹیڑھا کرنے کے جرم میں ان کو خیبر سے نکال دیا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عمر نے ان سے قصاص کیوں نہیں لیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رات کا وقت تھا اور اس وقت حضرت ابن عمر سوئے ہوئے تھے اور وہ حملہ آوروں کو پہچان نہیں سکے تھے' اس لیے ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا اور شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے' جیسے حضرت عبد اللہ بن سہل رضی اللہ عنہ پر قاتلین مشتبہ ہو گئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے قصاص ساقط کر دیا اور خود دیت ادا کر دی۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب زمین کا مالک مزارع کے کسی جرم کی وجہ سے اس سے کام لینا ناپسند کرے تو وہ اس کو کام سے نکال دے' خواہ وہ کام شروع کر چکا ہو اور اس کو اس کے کیے ہوئے کام کا معاوضہ دے دے' جس طرح حضرت عمر نے کیا تھا۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ ماہانہ' سالانہ اور اندازہ سے اُجرت دی جا سکتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۳۵۔ ۴۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٥ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْجِهَادِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ وَكِتَابَةِ الشُّرُوْطِ

اہل حرب کے ساتھ جہاد اور صلح کی شرائط اور شرائط کو لکھنا

اس باب میں جہاد کی شرائط کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اہل حرب کے ساتھ صلح کا حکم بیان کیا گیا ہے اور شرائط کو لکھنے کا بیان ہے۔

Marfat.com

۲۷۳۱،۲۷۳۲ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ اَخْبَرَنِی الزُّهْرِیُّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ یُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَدِیْثَ صَاحِبِهٖ قَالَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَیْبِیَةِ حَتّٰى كَانُوْا بِبَعْضِ الطَّرِیْقِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ بِالْغَمِیْمِ فِیْ خَیْلٍ لِّقُرَیْشٍ طَلِیْعَةٌ فَخُذُوْا ذَاتَ الْیَمِیْنِ فَوَاللّٰهِ مَا شَعَرَ بِهِمْ خَالِدٌ حَتّٰى اِذَا هُمْ بِقَتَرَةِ الْجَیْشِ فَانْطَلَقَ یَرْكُضُ نَذِیْرًا لِّقُرَیْشٍ وَّسَارَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالثَّنِیَّةِ الَّتِیْ یُهْبَطُ عَلَیْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ فَاَلَحَّتْ فَقَالُوْا خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ وَّلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِیْلِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یَسْاَلُوْنِیْ خُطَّةً یُّعَظِّمُوْنَ فِیْهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَیْتُهُمْ اِیَّاهَا ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ قَالَ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتّٰى نَزَلَ بِاَقْصَى الْحُدَیْبِیَةِ عَلٰى ثَمَدٍ قَلِیْلِ الْمَاءِ یَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا فَلَمْ یُلَبِّثْهُ النَّاسُ حَتّٰى نَزَحُوْهُ وَشُكِیَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشُ فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهٖ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْهِ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَ یَجِیْشُ لَهُمْ بِالرِّیِّ حَتّٰى صَدَرُوْا عَنْهُ فَبَیْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ جَاءَ بُدَیْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِیُّ فِیْ نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ مِنْ خُزَاعَةَ وَكَانُوْا عَیْبَةَ نُصْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ تِهَامَةَ فَقَالَ اِنِّیْ تَرَكْتُ كَعْبَ بْنَ لُؤَیٍّ وَّعَامِرَ بْنَ لُؤَیٍّ نَزَلُوْا اَعْدَادَ مِیَاهِ الْحُدَیْبِیَةِ وَمَعَهُمُ الْعُوْذُ الْمَطَافِیْلُ وَهُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَیْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی از المسور بن مخرمہ اور مروان' ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کی تصدیق کرتا ہے' ان دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صلح) حدیبیہ کے زمانہ میں (مدینہ سے) نکلے' حتیٰ کہ جب راستہ میں ایک مقام پر پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد بن ولید (ہماری نقل و حرکت کی جاسوسی کے لیے) مقامِ غمیم میں قریش کے سواروں کے ساتھ بہ طور مقدمۃ الجیش ہے' لہٰذا تم لوگ دائیں طرف کے راستہ سے چلو' پس اللہ کی قسم! خالد کو مسلمانوں کے لشکر کا بالکل پتا نہیں چلا حتیٰ کہ جب انہوں نے مسلمانوں کے لشکر کا غبار اُٹھتا ہوا دیکھا تو وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے قریش کو خبردار کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے' حتیٰ کہ جب آپ وادی ثنیہ پر پہنچے' جہاں سے مکہ میں داخل ہونے کے لیے اترتے ہیں تو آپ کی سواری بیٹھ گئی' صحابہ اس کو اٹھانے کے لیے "حل' حل" (اٹھو! اٹھو!) کہنے لگے' لیکن وہ اسی طرح اَڑی رہی' صحابہ نے کہا: قصواء اَڑ گئی ہے' قصواء اَڑ گئی ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: القصواء اَڑی نہیں ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے' اس کو اس ذات نے چلنے سے روک لیا ہے' جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! قریش مجھ سے جب بھی کسی ایسے امر کا سوال کریں گے جس میں وہ اللہ کی حرمات کی تعظیم کریں گے تو میں ان کو وہ عطاء کروں گا' پھر آپ نے قصواء کو ڈانٹا تو وہ اُچھل کر کھڑی ہو گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے آگے نکل گئے' حتیٰ کہ حدیبیہ کے آخری کنارے مقامِ ثمد پر قیام فرمایا' اس جگہ کم پانی تھا جس کو صحابہ تھوڑا تھوڑا استعمال کر رہے تھے' پھر انہوں نے اس گڑھے کا سارا پانی نکال لیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی گئی' آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا' پھر آپ نے ان کو حکم دیا کہ اس تیر کو اس گڑھے میں گاڑ دیں' پس اللہ کی قسم! اس گڑھے میں جوش سے

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ أَحَدٍ وَّلٰكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِيْنَ وَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ نَهِكَتْهُمُ الْحَرْبُ وَأَضَرَّتْ بِهِمْ فَإِنْ شَاءُوْا مَادَدْتُهُمْ مُدَّةً وَّيُخَلُّوْا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ النَّاسِ فَإِنْ أَظْهَرْ فَإِنْ شَاءُوْا أَنْ يَّدْخُلُوْا فِيْمَا دَخَلَ فِيْهِ النَّاسُ فَعَلُوْا وَإِلَّا فَقَدْ جَمُّوْا وَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَأُقَاتِلَنَّهُمْ عَلٰى أَمْرِيْ هٰذَا حَتّٰى تَنْفَرِدَ سَالِفَتِيْ وَلَيُنْفِذَنَّ اللّٰهُ أَمْرَهٗ فَقَالَ بُدَيْلٌ سَأُبَلِّغُهُمْ مَا تَقُوْلُ قَالَ فَانْطَلَقَ حَتّٰى أَتٰى قُرَيْشًا قَالَ إِنَّا قَدْ جِئْنَاكُمْ مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ وَسَمِعْنَاهُ يَقُوْلُ قَوْلًا فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَّعْرِضَهٗ عَلَيْكُمْ فَعَلْنَا فَقَالَ سُفَهَاؤُهُمْ لَا حَاجَةَ لَنَا أَنْ تُخْبِرَنَا عَنْهُ بِشَيْءٍ وَّقَالَ ذَوُوا الرَّأْيِ مِنْهُمْ هَاتِ مَا سَمِعْتَهٗ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا فَحَدَّثَهُمْ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ أَيْ قَوْمِ أَلَسْتُمْ بِالْوَالِدِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ أَوَ لَسْتُ بِالْوَلَدِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَهَلْ تَتَّهِمُوْنِيْ قَالُوْا لَا قَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّيْ اسْتَنْفَرْتُ أَهْلَ عُكَاظٍ فَلَمَّا بَلَّحُوْا عَلَيَّ جِئْتُكُمْ بِأَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَمَنْ أَطَاعَنِيْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَإِنَّ هٰذَا قَدْ عَرَضَ لَكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ اقْبَلُوْهَا وَدَعُوْنِيْ آتِيْهِ قَالُوْا ائْتِهِ فَأَتَاهُ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ قَوْلِهٖ لِبُدَيْلٍ فَقَالَ عُرْوَةُ عِنْدَ ذٰلِكَ أَيْ مُحَمَّدُ أَرَأَيْتَ إِنِ اسْتَأْصَلْتَ أَمْرَ قَوْمِكَ هَلْ سَمِعْتَ بِأَحَدٍ مِّنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ أَهْلَهٗ قَبْلَكَ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرٰى فَإِنِّيْ وَاللّٰهِ لَأَرٰى وُجُوْهًا وَّإِنِّيْ لَأَرٰى أَشْوَابًا مِّنَ النَّاسِ خَلِيْقًا أَنْ يَّفِرُّوْا وَيَدَعُوْكَ فَقَالَ لَهٗ أَبُوْبَكْرٍ اُمْصُصْ بِبَظْرِ اللَّاتِ أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهٗ فَقَالَ مَنْ ذَا قَالُوْا أَبُوْبَكْرٍ قَالَ أَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِيْ لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لَأَجَبْتُكَ قَالَ وَجَعَلَ يُكَلِّمُ

پانی اُبلنے لگا' اور لوگ اس پانی سے سیراب ہو گئے' لوگ اس حال میں تھے کہ بدیل بن ورقاء الخزاعی اپنی قوم خزاعہ کے چند لوگوں کے ساتھ آیا' یہ لوگ تہامہ کے رہنے والے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے رازدار اور خیر خواہ تھے' اس نے بتایا کہ میں اپنے پیچھے کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی کو چھوڑ کر آ رہا ہوں' یہ لوگ حدیبیہ کے پانی کے گرد ڈیرہ ڈال چکے ہیں اور ان کے ساتھ دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کے ساتھ ہیں' یہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ پہنچنے سے روکیں گے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم یہاں کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے ہیں بلکہ ہم یہاں عمرہ کرنے آئے ہیں' لیکن (واقعہ یہ ہے کہ) جنگوں (کے تسلسل) نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اور ان کو نقصان اٹھانا پڑا ہے' پس اگر وہ چاہیں تو میں انہیں ایک مدت تک صلح کی مہلت دوں' اور وہ میرے اور لوگوں کے درمیان نہ پڑیں' پھر اگر میں (اپنے مشن میں) کامیاب ہو جاؤں تو وہ پھر دین اسلام میں داخل ہو جائیں جس طرح (دوسرے) لوگ داخل ہوئے ہیں' سو وہ اگر چاہیں تو ایسا کر لیں' اور اگر (بالفرض) میں کامیاب نہ ہوا تو وہ بھی جنگ کی کوفت سے آرام پالیں گے' اور اگر انہوں نے اس کا انکار کیا تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں اپنے دین کے تحفظ کے لیے ان سے لڑتا رہوں گا حتیٰ کہ میرا سر تن سے جدا ہو جائے اور اللہ ضرور اپنے دین کو غلبہ عطاء فرمائے گا' پس بدیل نے کہا: میں عنقریب آپ کا پیغام ان کو پہنچا دوں گا' پھر بدیل واپس گیا اور قریش کے پاس پہنچا اور کہا: میں تمہارے پاس اس شخص کی طرف سے آیا ہوں اور میں نے سنا کہ انہوں نے ایک پیش کش کی ہے' اگر تم لوگ چاہو کہ ہم تمہارے سامنے اس کو بیان کریں تو ہم بیان کرتے ہیں' تو قریش کے جاہلوں نے کہا: ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ تم ہمیں کسی چیز کی خبر دو اور قریش کے بردبار لوگوں نے کہا: تم ہمیں بتاؤ وہ تم سے کیا کہہ رہے تھے تو میں نے ان کو بتایا وہ اس طرح اور اس طرح کہہ رہے تھے اور بدیل نے ان کو بتایا کہ نبی ﷺ نے کیا فرمایا تھا' تب عروہ بن مسعود نے کھڑے ہو کر کہا: اے لوگو!

Marfat.com

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلَّمَا تَكَلَّمَ اَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ فَكُلَّمَا اَهْوٰى عُرْوَةُ بِيَدِهٖ اِلٰى لِحْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ يَدَهٗ بِنَعْلِ السَّيْفِ وَقَالَ لَهٗ اَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَاْسَهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالُوا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَقَالَ اَىْ غُدَرُ اَلَسْتُ اَسْعٰى فِىْ غَدْرَتِكَ وَكَانَ الْمُغِيرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِى الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ وَاَخَذَ اَمْوَالَهُمْ ثُمَّ جَاءَ فَاَسْلَمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَمَّا الْاِسْلَامَ فَاَقْبَلُ وَاَمَّا الْمَالَ فَلَسْتُ مِنْهُ فِىْ شَىْءٍ ثُمَّ اِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَيْنَيْهِ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِىْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَاِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ فَرَجَعَ عُرْوَةُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَىْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُّ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِىْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَاِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ وَاِنَّهٗ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوْهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِىْ كِنَانَةَ دَعُوْنِىْ اٰتِيْهِ

کیا تم باپ (کی طرح مجھ پر شفیق) نہیں ہو؟ اور کیا میں بیٹے (کی طرح تمہارا خیر خواہ) نہیں ہوں؟ نیز کہا: کیا تم مجھ پر کوئی تہمت لگاتے ہو؟ لوگوں نے کہا: نہیں! پھر کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے اہل عکاظ کو تمہاری مدد کے لیے بلایا تھا اور جب وہ نہیں آئے تو میں اپنے گھر والوں کو اور اپنے بیٹوں کو اور اپنے خدام کو لے کر تمہارے پاس آیا' لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! تو اس شخص نے تمہارے سامنے ایک نیک پیش کش کی ہے' تم اس کو قبول کر لو اور مجھے اس کے پاس جانے دو' لوگوں نے کہا: تم اس کے پاس جاؤ' پس وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے گفتگو شروع کی' آپ نے اس سے وہی باتیں کیں جو آپ بدیل سے فرما چکے تھے' اس وقت عروہ نے کہا: اے محمد! یہ بتاؤ کہ اگر آپ نے اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ دیا تو کیا آپ نے اس سے پہلے یہ سنا ہے کہ کسی عرب نے اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ دیا ہو اور اگر دوسری صورت ہوئی (یعنی اگر آپ ہم پر غالب نہ آ سکے) تو بے شک اللہ کی قسم! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اور میں لوگوں کی ایسی جماعت دیکھ رہا ہوں جو بھاگ جائیں گے اور آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے' تب اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو لات (بت) کی فرج چوس! کیا ہم آپ سے بھاگ جائیں گے اور آپ کو چھوڑ دیں گے! اس نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت ابوبکر ہیں' اس نے کہا: سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تمہارا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں ابھی تک نہیں دے سکا ہوں تو میں اس کا تمہیں ضرور جواب دیتا' اور وہ نبی ﷺ سے بات کر رہا تھا' وہ جب بھی بات کرتا تو آپ کی مبارک ڈاڑھی کو پکڑتا' اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے سر کے پاس کھڑے ہوئے تھے' ان کے پاس تلوار تھی اور ان کے سر پر خود تھا' پس جب بھی عروہ اپنا ہاتھ نبی ﷺ کی مبارک ڈاڑھی کی طرف لے جاتا تو وہ اپنی تلوار کے پچھلے حصہ کو اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے کہ رسول اللہ ﷺ کی مبارک ڈاڑھی سے اپنا ہاتھ پیچھے کرو' عروہ نے اپنا سر اٹھا کر پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ہیں' اس نے کہا:

فَقَالُوْا ائْتِهِ فَلَمَّا اَشْرَفَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا فُلَانٌ وَّهُوَ مِنْ قَوْمٍ يُّعَظِّمُوْنَ الْبُدْنَ فَابْعَثُوْهَا لَهُ فَبُعِثَتْ لَهُ وَاسْتَقْبَلَهُ النَّاسُ يُلَبُّوْنَ فَمَا رَاٰى ذٰلِكَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا يَنْبَغِيْ لِهٰؤُلَاءِ اَنْ يُّصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهِ قَالَ رَاَيْتُ الْبُدْنَ قَدْ قُلِّدَتْ وَاُشْعِرَتْ فَمَا اَرٰى اَنْ يُّصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهُ مِكْرَزُ بْنُ حَفْصٍ فَقَالَ دَعُوْنِيْ اٰتِيْهِ فَقَالُوْا ائْتِهِ فَلَمَّا اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مِكْرَزٌ وَّهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا هُوَ يُكَلِّمُهُ اِذْ جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ مَعْمَرٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّهُ لَمَّا جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ قَالَ مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَجَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ هَاتِ اُكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابًا فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَاتِبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اُكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ سُهَيْلٌ اَمَّا الرَّحْمٰنُ فَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا هُوَ وَلٰكِنِ اكْتُبْ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ كَمَا كُنْتَ تَكْتُبُ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاللّٰهِ لَا نَكْتُبُهَا اِلَّا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبْ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ثُمَّ قَالَ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَاللّٰهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ وَلٰكِنِ اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِنْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ اُكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَذٰلِكَ لِقَوْلِهٖ لَا يَسْاَلُوْنِيْ

اے دغاباز! کیا میں نے تجھے تیری دغابازی کی سزا سے نہیں بچایا تھا! دراصل حضرت مغیرہ زمانۂ جاہلیت میں چند لوگوں کے ساتھی تھے پھر انہوں نے ان سب کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیا تھا' پھر وہ (مدینہ) آ کر مسلمان ہو گئے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: رہا تمہارا اسلام تو میں اس کو قبول کرتا ہوں' رہا تمہارا مال تو میں اس میں سے کوئی چیز نہیں لوں گا' عروہ کن اکھیوں سے نبی ﷺ کے اصحاب کی طرف دیکھ رہے تھے' پھر راوی نے کہا: اللہ کی قسم! جب بھی رسول اللہ ﷺ بلغم تھوکتے تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں آ جاتا' وہ اس بلغم کو اپنے چہرے اور بدن پر ملتا اور جب آپ کوئی حکم دیتے تو وہ سب اس کی تعمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور جب آپ وضوء کرتے تو وہ آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے اس طرح جھپٹتے تھے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب آپ بات کرتے تو وہ سب آپ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کر دیتے' اور وہ آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے' پھر عروہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور کہا: اے لوگو! اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا ہوں اور اللہ کی قسم! میں نے ہرگز نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی اس کے لوگ اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم (سیدنا) محمد (ﷺ) کے اصحاب (سیدنا) محمد (ﷺ) کی کرتے ہیں' وہ جب بھی بلغم تھوکتے ہیں تو وہ ان میں سے کسی نہ کسی مرد کے ہاتھ میں آ جاتا ہے' وہ اس بلغم کو اپنے چہرے اور اپنے بدن پر ملتا ہے اور جب وہ ان کو کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو وہ سب اس کی تعمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ وضوء کرتے ہیں تو وہ ان کے وضوء کا بچا ہوا پانی لینے کے لیے اس طرح جھپٹتے ہیں گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے' اور جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے سامنے وہ سب اپنی آوازوں کو پست کر دیتے ہیں اور وہ ان کی تعظیم کے لیے ان کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے' اور انہوں نے تم کو ایک نیک پیش کش کی ہے تم اس کو قبول کر لو پھر بنو کنانہ کے ایک مرد نے کہا: مجھے (بھی) ان کے پاس جانے دو' تو لوگوں نے

Marfat.com

خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَيْتُهُمْ اِيَّاهَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَنْ تُخَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَطُوْفُ بِهٖ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَّاللّٰهِ لَا تَتَحَدَّثُ الْعَرَبُ اَنَّا اُخِذْنَا ضُغْطَةً وَّلٰكِنْ ذٰلِكَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَكَتَبَ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَّعَلٰى اَنَّهٗ لَا يَاْتِيْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَّاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَّهٗ اِلَيْنَا قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ كَيْفَ يُرَدُّ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جَاءَ مُسْلِمًا فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ دَخَلَ اَبُوْ جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو يَّرْسُفُ فِيْ قُيُوْدِهٖ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ اَسْفَلِ مَكَّةَ حَتّٰى رَمٰى بِنَفْسِهٖ بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ سُهَيْلٌ هٰذَا يَا مُحَمَّدُ اَوَّلُ مَا اُقَاضِيْكَ عَلَيْهِ اَنْ تَرُدَّهٗ اِلَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ قَالَ فَوَاللّٰهِ اِذًا لَّمْ اُصَالِحْكَ عَلٰى شَيْءٍ اَبَدًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجِزْهُ لِيْ فَقَالَ مَا اَنَا بِمُجِيْزِهٖ لَكَ قَالَ بَلٰى فَافْعَلْ قَالَ مَا اَنَا بِفَاعِلٍ قَالَ مِكْرَزٌ بَلْ قَدْ اَجَزْنَاهُ لَكَ.

قَالَ اَبُوْ جَنْدَلٍ اَيْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اُرَدُّ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا اَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ لَقِيْتُ؟ وَكَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَلَسْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا؟ قَالَ بَلٰى قُلْتُ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلٰى قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا اِذًا؟ قَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَسْتُ اَعْصِيْهِ وَهُوَ نَاصِرِيْ قُلْتُ اَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا اَنَّا سَنَاْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوْفُ بِهٖ قَالَ بَلٰى فَاَخْبَرْتُكَ اَنَّا نَاْتِيْهِ الْعَامَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّكَ اٰتِيْهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهٖ قَالَ فَاَتَيْتُ اَبَابَكْرٍ فَقُلْتُ يَا

کہا: تم (بھی) ان کے پاس جاؤ' جب اس نے نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کو جھانک کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ فلاں شخص ہے' یہ ایسی قوم کا فرد ہے جو بیت اللہ کی قربانی کے اونٹوں کی تعظیم کرتی ہے' اس لیے قربانی کے اونٹ اس کے سامنے کر دو' سو قربانی کے اونٹ اس کے سامنے کیے گئے اور صحابہ اس کے سامنے بلند آواز سے لبیک اللھم لبیک پڑھنے لگے' جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ کی زیارت سے نہیں روکنا چاہیے' جب وہ اپنے اصحاب کی طرف واپس گیا تو اس نے کہا: میں نے قربانی کے اونٹ دیکھے' ان کو ہار ڈالے ہوئے تھے اور ان میں اِشعار کیا ہوا تھا' پس میں نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں کو بیت اللہ کی زیارت سے روکا جائے' پھر ان میں سے ایک اور شخص کھڑا ہوا' جس کا نام مِکرز بن حفص تھا' اس نے (بھی) کہا: مجھے (بھی) ان کے پاس جانے دو' قریش نے کہا: تم (بھی) ان کے پاس جاؤ' جب اس نے گردن اُٹھا کر مسلمانوں کی طرف دیکھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ مکرز ہے اور یہ بدمعاش آدمی ہے' پھر وہ نبی ﷺ سے باتیں کرنے لگا' پس جس وقت وہ آپ سے باتیں کر رہا تھا' اچانک سہیل بن عمرو آ گیا.......... معمر نے کہا: پس مجھے ایوب نے خبر دی از عکرمہ کہ جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملہ کو آسان کر دیا ہے۔ معمر نے کہا کہ زہری نے اپنی حدیث میں بیان کیا' پھر سہیل بن عمرو آیا تو اس نے کہا: لاؤ! میں ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ لکھ دوں' تو نبی ﷺ نے کاتب کو بلایا' پس نبی ﷺ نے فرمایا: لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! سہیل نے کہا: رہا رحمٰن (کا لفظ) تو میں نہیں جانتا کہ اس کا کیا معنی ہے: لیکن لکھو: ''باسمك اللّٰهم'' جس طرح تم پہلے لکھتے تھے' مسلمانوں نے کہا: ہم صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھیں گے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: ''باسمك اللّٰهم'' لکھ دو' پھر آپ نے فرمایا: یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے' تب سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ

Marfat.com

اَبَابَكْرٍ اَلَيْسَ هٰذَا نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا قَالَ بَلٰى قُلْتُ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ قَالَ بَلٰى وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِيْنِنَا اِذًا قَالَ اَيُّهَا الرَّجُلُ اِنَّهُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ يَعْصِي رَبَّهُ وَهُوَ نَاصِرُهُ فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ فَوَاللّٰهِ اِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قُلْتُ اَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثُنَا اَنَّا سَنَاْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوْفُ بِهِ قَالَ بَلٰى اَفَاَخْبَرَكَ اَنَّكَ تَاْتِيْهِ الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّكَ اٰتِيْهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ عُمَرُ فَعَمِلْتُ لِذٰلِكَ اَعْمَالًا قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهِ قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتّٰى قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ اَحَدٌ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَذَكَرَ لَهَا مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَتُحِبُّ ذٰلِكَ اُخْرُجْ ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ اَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتّٰى تَنْحَرَ بُدْنَكَ وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ اَحَدًا مِنْهُمْ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ نَحَرَ بُدْنَهُ وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ فَلَمَّا رَاَوْا ذٰلِكَ قَامُوْا فَنَحَرُوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا ثُمَّ جَاءَهُ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ.

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ﴾ حَتّٰى بَلَغَ ﴿بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ (الممتحنہ: ١٠) فَطَلَّقَ عُمَرُ يَوْمَئِذٍ امْرَاَتَيْنِ كَانَتَا لَهُ فِي الشِّرْكِ فَتَزَوَّجَ اِحْدَاهُمَا مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِي سُفْيَانَ وَالْاُخْرٰى صَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَجَاءَهُ اَبُوْ بَصِيْرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَهُوَ مُسْلِمٌ فَاَرْسَلُوْا فِي طَلَبِهِ رَجُلَيْنِ فَقَالُوا الْعَهْدَ الَّذِيْ جَعَلْتَ لَنَا فَدَفَعَهُ اِلَى الرَّجُلَيْنِ فَخَرَجَا بِهِ حَتّٰى بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَنَزَلُوْا

کرتے' لیکن لکھو: محمد بن عبداللہ' تو نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اگر چہ تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا ہے' محمد بن عبداللہ (ہی) لکھ دو' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا تھا: قریش جب بھی مجھ سے کسی ایسے امر کا سوال کریں گے جس میں وہ اللہ کی حرمات کی تعظیم کریں گے تو میں ان کو وہ امر عطا کر دوں گا۔ تب نبی ﷺ نے فرمایا: یہ صلح اس پر ہے کہ تم ہمارے کعبہ کے درمیان تخلیہ کر دو' پس ہم کعبہ کا طواف کر لیں' پھر سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! عرب یہ باتیں نہ کریں کہ ہم سے جبراً یہ معاہدہ کرایا گیا' لیکن یہ کام آئندہ سال ہوگا' پس یہ لکھ دیا گیا' پھر سہیل نے کہا: اور یہ صلح اس شرط پر ہے کہ ہم میں سے جو مرد آپ کے پاس آئے گا خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' آپ اس کو ہماری طرف واپس کریں گے' مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! وہ مرد کیسے مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا جب کہ وہ مسلمان ہو کر آیا ہے' جس وقت ان کے درمیان یہ باتیں ہو رہی تھیں' اچانک حضرت ابوجندل بن سہیل بن عمرو اپنی ایڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آ گئے' وہ مکہ کے نچلے حصہ سے نکلے اور انہوں نے خود کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا' تب سہیل نے کہا: اے محمد (ﷺ)! یہ پہلا شخص ہے جس کے لیے میں (معاہدہ کے مطابق) مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اس کو ہمیں واپس کر دیں' نبی ﷺ نے فرمایا: ابھی تک ہم نے معاہدہ مکمل نہیں لکھا ہے' اس نے کہا: اللہ کی قسم! پھر میں آپ سے کبھی بھی کسی بات پر صلح نہیں کروں گا' نبی ﷺ نے فرمایا: اچھا میری خاطر اس کو اجازت دے دو' اس نے کہا: میں اس کو آپ کی خاطر (بھی) اجازت نہیں دوں گا' آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! تم ایسا کر لو' اس نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' مکرز نے کہا: کیوں نہیں! ہم آپ کی خاطر اس کو اجازت دیتے ہیں' حضرت ابوجندل نے کہا: اے مسلمانو! کیا مجھے مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا حالانکہ میں مسلمان ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں' کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ مجھے کتنی اذیت دی گئی ہے اور ان کو اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے بہت سخت عذاب دیا گیا تھا۔ راوی نے بتایا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں نبی ﷺ کے پاس گیا' پس

يَأْكُلُونَ مِنْ تَمْرٍ لَهُمْ فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَى سَيْفَكَ هٰذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا فَاسْتَلَّهُ الْآخَرُ فَقَالَ أَجَلْ وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَجَيِّدٌ لَقَدْ جَرَّبْتُ بِهِ ثُمَّ جَرَّبْتُ فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْهِ فَأَمْكَنَهُ مِنْهُ فَضَرَبَهُ حَتّٰى بَرَدَ وَفَرَّ الْآخَرُ حَتّٰى أَتَى الْمَدِينَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُو فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَآهُ لَقَدْ رَأَى هٰذَا ذُعْرًا فَلَمَّا انْتَهٰى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُتِلَ وَاللّٰهِ صَاحِبِي وَإِنِّي لَمَقْتُولٌ فَجَاءَ أَبُو بَصِيرٍ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ وَاللّٰهِ أَوْفَى اللّٰهُ ذِمَّتَكَ قَدْ رَدَدْتَنِي إِلَيْهِمْ ثُمَّ أَنْجَانِي اللّٰهُ مِنْهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلُ أُمِّهِ مِسْعَرَ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ أَنَّهُ سَيَرُدُّهُ إِلَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى أَتَى سِيفَ الْبَحْرِ قَالَ وَيَنْفَلِتُ مِنْهُمْ أَبُو جَنْدَلِ ابْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ أَسْلَمَ إِلَّا لَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ حَتّٰى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ. فَوَاللّٰهِ مَا يَسْمَعُونَ بِعِيرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ إِلَى الشَّامِ إِلَّا اعْتَرَضُوا لَهَا فَقَتَلُوهُمْ وَأَخَذُوا أَمْوَالَهُمْ فَأَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُهُ بِاللّٰهِ وَالرَّحِمِ لَمَّا أَرْسَلَ فَمَنْ أَتَاهُ فَهُوَ آمِنٌ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ حَتّٰى بَلَغَ ﴿الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ (الفتح: ۲۴-۲۶) وَكَانَتْ حَمِيَّتُهُمْ أَنَّهُمْ لَمْ يُقِرُّوا أَنَّهُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَلَمْ يُقِرُّوا بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَحَالُوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ.

میں نے کہا: کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم نے اپنے دین کے معاملہ میں دباؤ کو کیوں اختیار کریں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میری مدد فرمانے والا ہے' میں نے کہا: کیا آپ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے' آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! (لیکن) کیا میں نے تم کو یہ خبر دی تھی کہ ہم اس سال آئیں گے! حضرت عمر نے بتایا: میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پس بے شک میں آؤں گا اور بیت اللہ کا طواف کروں گا' حضرت عمر نے کہا: پھر میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا تو میں نے کہا: اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین میں دباؤ کو کیوں اختیار کریں؟ انہوں نے کہا: اے مرد! وہ بے شک ضرور رسول اللہ ﷺ ہیں' اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کی مدد کرنے والا ہے' پس تم ان کی رکاب مضبوطی سے پکڑے رکھو' سو اللہ کی قسم! وہ ضرور حق پر ہیں' میں نے کہا: کیا وہ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے' حضرت ابوبکر نے کہا: کیوں نہیں! کیا آپ نے تم کو یہ خبر دی تھی کہ ہم اس سال جائیں گے؟ میں نے کہا: نہیں! حضرت ابوبکر نے کہا: پس بے شک آپ بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے' زہری نے بتایا کہ حضرت عمر نے کہا: بعد میں' میں نے (اپنی اس حجت بازی کی تلافی کے لیے) نیک اعمال کیے۔ راوی نے کہا: جب صلح کے معاہدہ کو لکھنے سے فراغت ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اٹھو اور اپنے اونٹوں کو نحر کرو اور اپنے سروں کو مونڈو' راوی نے کہا: پس اللہ کی قسم! ان میں سے کوئی آدمی نہیں اٹھا حتیٰ کہ آپ نے تین مرتبہ یہ حکم دیا' پس جب ان میں سے کوئی مرد نہیں اٹھا تو

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کو لوگوں کا یہ طرز عمل بتایا' تو حضرت ام سلمہ نے کہا: یا نبی اللہ! کیا آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ باہر نکلیں' پھر ان میں سے کسی سے کوئی بات نہ کریں حتیٰ کہ آپ اپنے اونٹ کو نحر کردیں اور آپ اپنے سر مونڈنے والے کو بلائیں تو وہ آپ کا سر مونڈ دے گا' پس آپ باہر نکلے اور آپ نے ان میں سے کسی سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ آپ نے یہ کرلیا' اپنے اونٹ کو نحر کیا اور اپنے سر مونڈنے والے کو بلایا تو اس نے آپ کا سر مونڈ دیا' صحابہ نے جب (آپ کا) یہ عمل دیکھا تو وہ (بھی) اٹھے اور انہوں نے اپنے اپنے اونٹ نحر کیے اور وہ ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے' اور یوں لگتا تھا کہ وہ رنج اور غم میں ایک دوسرے کو قتل کردیں گے' پھر نو (۹) مؤمن عورتیں آئیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو۔ (الممتحنہ: ۱۰' یہ آیت ''عصم الکوافر'' تک ہے) پس حضرت عمر نے اس دن اپنی ان دو بیویوں کو طلاق دے دی جو مشرکہ تھیں' پھر ان میں سے ایک کے ساتھ معاویہ بن ابی سفیان نے نکاح کرلیا اور دوسری کے ساتھ صفوان بن امیہ نے نکاح کرلیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف لوٹ گئے' پھر آپ کے پاس حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ آ گئے' یہ قریش کے ایک مرد تھے جو اسلام لا چکے تھے' قریش نے ان کا مطالبہ کرنے کے لیے دو آدمیوں کو بھیجا' پس انہوں نے کہا: آپ نے جو معاہدہ ہم سے کیا ہے (اس کے مطابق ابوبصیر کو ہمارے حوالے کر دیں) آپ نے حضرت ابوبصیر کو ان دونوں کے حوالے کر دیا' وہ دونوں ان کو لے کر گئے حتیٰ کہ ذوالحلیفہ پر پہنچ گئے' پس وہ اتر کر اپنی کھجوروں کو کھانے لگے' پھر حضرت ابوبصیر نے ان میں سے کسی ایک سے کہا: اے فلاں! اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری یہ تلوار بہت عمدہ ہے' اس کے دوسرے ساتھی نے تلوار میان سے نکال لی اور کہا: ہاں! اللہ کی قسم! یہ بہت عمدہ تلوار ہے' میں نے اس کا بار بار تجربہ کیا ہے' تو حضرت ابوبصیر نے کہا: ذرا مجھے دکھاؤ تو میں اس کا معائنہ کروں! پھر انہوں نے اس سے اس تلوار کو لے کر اپنے قبضہ میں کرلیا'

Marfat.com

کر لیا' پس اس کو اس تلوار کی ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا اور دوسرا بھاگ گیا حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گیا' پھر وہ دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہو گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا: یہ شخص خوف زدہ ہے' جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! میرا ساتھی قتل کر دیا گیا' اور بے شک میں بھی ضرور قتل کر دیا جاؤں گا' پھر حضرت ابوبصیر آئے' پس انہوں نے کہا: یا نبی اللہ! بے شک اللہ نے آپ کو آپ کے ذمہ سے بَری کر دیا ہے' آپ نے مجھے ان کی طرف واپس کر دیا تھا' پھر اللہ نے مجھ کو ان سے نجات دے دی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی ماں پر افسوس ہو! اگر وہاں پر اس کا ایک بھی مددگار ہوتا تو یہ جنگ کی آگ کو بھڑکانے والا تھا' جب حضرت ابوبصیر نے یہ بات سنی تو انہوں نے سمجھ لیا کہ آپ عنقریب ان کو مشرکین کی طرف واپس کر دیں گے' سو وہ وہاں سے نکل گئے اور سمندر کے کنارے پر آ گئے اور حضرت ابوجندل بن سہیل بھی مشرکین کے پاس سے بھاگ کر ان کے پاس آ گئے' اور حضرت ابوبصیر سے آ ملے' اور اب صورتِ حال یہ تھی کہ جو شخص بھی اسلام لا کر قریش کے پاس سے نکلتا' وہ حضرت ابوبصیر سے آ کر مل جاتا' حتیٰ کہ وہاں ان کی ایک جماعت بن گئی' پس اللہ کی قسم جب بھی وہ یہ خبر سنتے کہ قریش کا کوئی قافلہ شام کی طرف جا رہا ہے تو وہ قافلہ والوں کو قتل کر دیتے اور ان کے اموال کو (بہ طور غنیمت) لوٹ لیتے' پھر قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اللہ اور صلہ رحم کی قسم دے کر یہ درخواست کی کہ اب جو بھی (مکہ سے) آپ کے پاس آئے گا اس کو امان ہو گی' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبصیر اور ان کے اصحاب کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کارروائی سے رُک جائیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور وہی (اللہ) ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ میں' تمہیں ان پر کامیاب فرمانے کے بعد۔ (الفتح: ۲۶-۲۴' یہ آیت "حمیة الجاهلیه" تک ہے) اور ان کی عصبیت جاہلیہ یہ تھی کہ انہوں نے آپ کے نبی اللہ ہونے کا اقرار نہیں کیا تھا' اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا اقرار نہیں کیا تھا اور مسلمانوں اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے

Marfat.com

تھے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ ﴿مَعَرَّةٌ﴾ (الفتح: ٢٥) اَلْعُرُّ الْجَرَبُ ﴿تَزَيَّلُوْا﴾ (الفتح: ٢٥) اِنْمَازُوْا اَلْحَمِيَّةُ حَمِيْتُ اَنْفِي حَمِيَّةً وَمَحْمِيَّةً وَحَمَيْتُ الْمَرِيْضَ حِمْيَةً حَمَيْتُ الْقَوْمَ مَنَعْتُهُمْ حِمَايَةً وَاَحْمَيْتُ الْحِمٰى جَعَلْتُهُ حِمًى لَا يُدْخَلُ. وَاَحْمَيْتُ الْحَدِيْدَ وَاَحْمَيْتُ الرَّجُلَ اِذَا اَغْضَبْتَهُ اِحْمَاءً.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: (الفتح: ۲۵ میں) ''معرۃ'' کا لفظ ہے یہ ''عر'' سے بنا ہے اس کا معنی وبائی پھوڑے پھنسیاں ہیں اور اس سے مراد ہے: اچانک ٹوٹ پڑنے والی مصیبت اور اس آیت میں ''تزیلوا'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: نکل کر ممتاز ہو جاتے اور اس آیت میں ''الحمیۃ'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ''انفی حمیۃ'' یعنی عار اور غیرت اس کا دوسرا معنی ہے: ''حمیت المریض'' مریض کو طعام سے پرہیز کرایا اور اس کا تیسرا معنی ہے: ''حمیت القوم'' قوم کو شر اور ایذاء سے محفوظ رکھا' اس کا چوتھا معنی ہے: ''احمیت الحمی'' کسی مضر چیز سے روکا اور اس کو داخل نہیں ہونے دیا اس کا پانچواں معنی ہے: ''احمیت الحدید'' لوہے کو گرم کیا اس کا چھٹا معنی ہے: ''احمیت الرجل'' کسی شخص کو غضب ناک کیا۔

''حمیۃ'' کے یہ چھ معانی امام بخاری نے بیان کیے ہیں اس کا ساتواں معنی ہے: ''حمی النہار'' دن گرم ہوا ''حمی التنور'' تنور گرم ہوا اس کا آٹھواں معنی ہے: ''حامیت علی ضیفی'' میں نے مہمان کے ساتھ محفل گرم کی' اس کا نواں معنی ہے: ''احمیت من الطعام'' میں نے کھانا گرم کیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٣)

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩٥' اور ١٦٩٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے ان حدیثوں کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ ان میں اہل حرب کے ساتھ مصالحت کی شرائط بیان کی گئی ہیں۔

٢٧٣٣ - وَقَالَ عُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ وَبَلَغَنَا اَنَّهُ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَّرُدُّوْا اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا اَنْفَقُوْا عَلٰى مَنْ هَاجَرَ مِنْ اَزْوَاجِهِمْ وَحَكَمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ لَّا يُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ اَنَّ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَاَتَيْنِ قُرَيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ اُمَيَّةَ وَابْنَةَ جَرْوَلِ الْخُزَاعِيِّ فَتَزَوَّجَ قُرَيْبَةَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ وَتَزَوَّجَ الْاُخْرٰى اَبُوْ جَهْمٍ فَلَمَّا اَبَى الْكُفَّارُ اَنْ يُّقِرُّوْا بِاَدَاءِ مَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ﴾ (الممتحنۃ: ١١)

اور عقیل نے کہا از زہری' عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کا امتحان لیتے تھے اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ مشرکین کی طرف (وہ رقم) لوٹا دو جو انہوں نے ان عورتوں پر خرچ کی ہے' جنہوں نے اپنے شوہروں سے ہجرت کر لی ہے اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دے دی' قریبہ بنت ابی امیہ کو اور جرول خزاعی کی بیٹی کو' قریبہ نے تو معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری سے ابوجہم نے نکاح کر لیا' پھر مسلمانوں نے جو اپنی بیویوں پر خرچ کیا تھا جب کافروں نے اس کو ادا کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور اگر تمہاری بیویوں

Marfat.com

وَالْعَقْبُ مَا يُؤَدِّي الْمُسْلِمُونَ إِلَى مَنْ هَاجَرَتِ امْرَأَتُهُ مِنَ الْكُفَّارِ فَأَمَرَ أَنْ يُعْطِي مَنْ ذَهَبَ لَهُ زَوْجٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ مَا أَنْفَقَ مِنْ صَدَاقِ نِسَاءِ الْكُفَّارِ اللَّاتِي هَاجَرْنَ وَمَا نَعْلَمُ أَحَدًا مِّنَ الْمُهَاجِرَاتِ ارْتَدَّتْ بَعْدَ إِيمَانِهَا وَبَلَغَنَا أَنَّ أَبَا بَصِيرِ بْنَ أَسِيدٍ الثَّقَفِيَّ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا مُّهَاجِرًا فِي الْمُدَّةِ فَكَتَبَ الْأَخْنَسُ بْنُ شَرِيقٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ أَبَا بَصِيرٍ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

میں سے کوئی تم سے چھوٹ کر کافروں کے پاس چلی جائے پھر (کفار سے) تم غنیمت حاصل کرلو۔ (الممتحنہ:۱۱) (یعنی اس مال غنیمت سے اپنا معاوضہ حاصل کرلو) اور معاوضہ یہ تھا کہ کفار کی جو بیویاں ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آ جائیں تو مسلمان ان کافروں کو ان کا خرچ دیتے تھے' تو اللہ نے حکم دیا کہ مسلمانوں کی جو بیویاں (مرتد ہوکر) کافروں کے پاس چلی گئی ہیں' ان کے مہر اور نفقہ کے اخراجات کفار کی ان عورتوں کے مہر سے ادا کر دیئے جائیں جو ہجرت کر کے آ گئی ہیں (اور کسی مسلمان نے ان سے نکاح کرلیا ہے) اور ہمیں علم نہیں ہے کہ کوئی ہجرت کرنے والی عورت ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئی ہو' اور ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ابوبصیر بن اسید الثقفی ایمان لا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس مدت میں ہجرت کر کے آئے' پس اخنس بن شریق نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مکتوب لکھا' جس میں حضرت ابوبصیر (کی واپسی) کا سوال کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۱۳ میں گزر چکی ہے۔

مدتِ صلح کے متعلق فقہاء کے مختلف اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے طویل حدیث میں اہل حرب کے ساتھ صلح کا بیان کیا گیا ہے' صلح کی مدت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت دس سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے' امام شافعی اور جمہور فقہاء کا یہی مختار ہے' دوسرا قول ہے کہ دس سال سے زیادہ بھی صلح کی مدت مقرر کرنا جائز ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ صلح کی مدت چار سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے' چوتھا قول تین سال کا ہے اور پانچواں قول دو سال کا ہے۔

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ کفار سے مالی فدیہ لے کر ان سے صلح کرنا جائز ہے یا ان کو مالی فدیہ دے کر بھی ان سے صلح کرنا جائز ہے' جب کہ اس صلح میں سے مسلمانوں کے حق میں خیر ہو' کفار سے جو مالی فدیہ لیا جائے گا' اس کو جزیہ کے مصارف میں خرچ کیا جائے گا۔

شرائط صلح کو لکھنا اور احتیاط اور مصلحت کے تقاضے سے مسلح کافروں کے ساتھ تصادم سے گریز کرنا و دیگر مسائل

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان چند شرائط پر صلح ہو تو ان شرائط کو لکھ لینا چاہیے اور ان پر گواہی قائم کر لینی چاہیے تاکہ اختلاف اور نزاع کی صورت میں تصفیہ ہو سکے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب راستہ میں کفار کا مسلح لشکر ہو تو اس کے ساتھ تصادم سے گریز کرنا چاہیے' اور دوسرا راستہ اختیار کر کے اس سے بچ نکلنا چاہیے' یہ بزدلی نہیں ہے بلکہ حکمت عملی ہے اور وقت کا تقاضا ہے' جس طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ خالد بن ولید مسلح سواروں کے ساتھ راستہ میں کھڑے ہیں تو آپ نے دوسرا راستہ اختیار کر لیا۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی القصواء کو جب مکہ کی طرف موڑا جاتا تو وہ بیٹھ جاتی اور جب دوسری طرف موڑا جاتا تو وہ چل پڑتی جیسا کہ ابرہہ کے ہاتھیوں کے ساتھ ہوا تھا' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اونٹنی کو اس ذات نے بٹھا دیا ہے جس نے ہاتھیوں کو بٹھا دیا تھا' اس واقعہ میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی علامت ہے۔

جب سہیل بن عمرو کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملہ کو سہل کر دیا ہے' اس میں کسی لفظ کو سن کر اس سے نیک فال نکالنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ جب فریق مخالف سے کسی شرط پر صلح ہو اور وہ فریق اس شرط کو واپس لے لے تو دوسرے فریق پر بھی اس شرط کی پابندی لازم نہیں ہے' جس طرح مشرکین نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی کارروائی کے بعد یہ شرط واپس لے لی کہ اب جو مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ آئے تو مسلمانوں پر اس کو واپس کرنا لازم نہیں ہے۔

حضرت عمر کا دب کر صلح کرنے سے اضطراب اور حضرت ابوبکر کا اطمینان

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ اگر دین کا یا کوئی علمی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو اس کے متعلق بار بار سوال کرنا اور بحث اور معارضہ کرنا جائز ہے' جب کہ نیت صرف مسئلہ سمجھنے کی ہو' ضد' عناد اور ہٹ دھرمی کی نیت نہ ہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح کی شرائط کے متعلق یہ سمجھنا چاہا تھا کہ آخر ہم مشرکین سے دب کر کیوں صلح کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلجان کو دور کرنے کے لیے نبی ﷺ سے بھی سوالات کیے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی سوالات کیے اور حضرت ابوبکر نے بالکل وہی جوابات دیئے جو رسول اللہ ﷺ نے دیئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سوچ اور فکر واحد تھی بلکہ حضرت ابوبکر کا ذہن رسول اللہ ﷺ کے ذہن کا عکس تھا اور آپ کے فیضان سے مستفید تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بحث اور تکرار کی تلافی کے لیے بعد میں زیادہ نیک عمل کیے' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو جب بھی ایسی صورت پیش آئے' مثلاً کسی مسئلہ کو سمجھنے کے لیے اپنے استاذ سے زیادہ بحث اور تکرار ہو تو اس کے تدارک کے لیے زیادہ نیک عمل کرنے چاہئیں۔

سربراہ کی حفاظت کے لیے مسلح گارڈ کو رکھنا اور صحابہ کی آپ سے محبت اور غیرت ایمانی اور آپ کے بلغم کی طہارت اور اس کا باعث شفاء ہونا

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے سر کے پاس دشمنوں سے آپ کی حفاظت کے لیے تلوار لیے کھڑے رہے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کی حفاظت کے لیے مسلح گارڈ کو کھڑا رکھنا چاہیے اور جب کوئی شخص سربراہ پر حملہ کرے تو وہ گارڈ اس کا ہر ممکن طریقہ سے دفاع کرے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عروہ بن مسعود جب آپ سے باتیں کرتے ہوئے اپنا ہاتھ آپ کی مبارک ڈاڑھی کی طرف بڑھاتا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اس کے ہاتھ میں اپنی تلوار کی میان کا پچھلا حصہ مارتے' اس حدیث میں صحابہ کرام کی رسول اللہ ﷺ سے کمال محبت کا اور ان کی جاں نثاری اور غیرتِ ایمانی کا ثبوت ہے۔

اس میں یہ ذکر ہے کہ عروہ بن مسعود نے رسول اللہ ﷺ نے کہا: میں آپ کے ساتھ ایسے لوگ دیکھ رہا ہوں جو آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے' اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تو لات (بت) کی فرج چوس! کیا ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے اس قول کی وجہ سے حضرت ابوبکر کو ملامت نہیں کی اور یہ نہیں فرمایا: تم نے فحش کلام کیا ہے اور گالی دی ہے' اگر ان کا یہ کلام غلط ہوتا تو آپ ضرور اس سے منع فرماتے اور ان کو ملامت فرماتے' اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے گستاخوں کے ساتھ دورانِ معرکہ اس قسم کا سخت کلام کرنا جائز ہے' جس طرح جب ولید بن مغیرہ نے رسول اللہ ﷺ کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اس کو فرمایا: ''عُتُلٍّ ۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍO'' (القلم: ۱۳) نہایت بدخو' ان سب کے بعد بداصل O اس سے معلوم ہوا کہ گستاخوں اور بدمذہبوں سے دورانِ جنگ اس قسم کا کلام کرنا جائز ہے۔

حضرت عمر اپنی ذہنی خلش کو دور کرنے کے لیے حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور حضرت ابوبکر نے وہی جواب دیئے جو رسول اللہ ﷺ نے جوابات دیئے تھے' اس سے حضرت ابوبکر کی حضرت عمر پر فضیلت ظاہر ہوئی۔

صحابہ کرام' رسول اللہ ﷺ کے وضوء کا بچا ہوا پانی لینے کے لیے ایک دوسرے سے جھگڑ پڑتے اور اس پانی کو اپنے چہروں اور بدن پر ملتے' اس سے صحابہ کی رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت کا پتا چلتا ہے اور اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ بلغم تھوکتے تو صحابہ اس کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے' اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتے اور اپنے منہ پر اور بدن پر ملتے' اس سے معلوم ہوا کہ بلغم طاہر ہے' عام آدمی کے تھوک اور بلغم سے کراہیت اور گھن آتی ہے' اگر آپ کا بلغم بھی عام آدمیوں کے بلغم کی طرح ہوتا تو صحابہ کیونکر اسے اپنے ہاتھوں پر لیتے اور چہروں پر ملتے' آپ کا بلغم بہت نفیس اور پاکیزہ تھا' نہایت خوشبودار تھا' عام آدمیوں کا تھوک بیماری کے جراثیم سے آلودہ اور بدبودار ہوتا ہے اور آپ کا لعاب اور بلغم مبارک شفاء کا سبب ہوتا ہے اور کتنے ہی مریضوں کو آپ کے لعاب سے شفاء حاصل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵۔ ۲۴ 'ملخصا وموضحا' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْقَرْضِ — قرض میں شرائط لگانا

اس باب میں قرض میں شرائط لگانے کا حکم بیان کیا ہے۔

۲۷۳۴ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ رَجُلًا سَاَلَ بَعْضَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَنْ يُّسْلِفَهٗ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى.

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ ﷺ' آپ نے ایک مرد کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل کے کسی شخص سے یہ سوال کیا کہ وہ اسے ایک ہزار دینار قرض دے' اس نے ایک مدتِ معین تک کے وعدہ پر اس کو ایک ہزار دینار دیئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' وَعَطَاءٌ اِذَا اَجَّلَهٗ فِي الْقَرْضِ جَازَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عطاء نے کہا: جب قرض میں مدت کو مقرر کر لیا جائے تو جائز ہے۔

امام بخاری کا یہ قول اس حدیث کی وضاحت کے لیے ہے۔

۱۷ - بَابُ الْمُكَاتَبِ وَمَا لَا يَحِلُّ مِنَ الشُّرُوْطِ الَّتِيْ تُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰى — مکاتب کا بیان اور اس میں جو شرائط کتاب اللہ کے خلاف ہوں

اس باب میں مکاتب کا حکم بیان کیا گیا اور اس میں جو شرائط ناجائز ہیں' ان کا بیان ہے اور یہ اس سے پہلے اس باب میں گزر چکا ہے کہ مکاتب کی جو شرائط جائز ہیں۔

Marfat.com

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي الْمُكَاتَبِ شُرُوْطُهُمْ بَيْنَهُمْ.

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: مکاتب کی شرائط ان کے درمیان معتبر ہوتی ہیں۔

اس تعلیق کو سفیان ثوری نے ''کتاب الفرائض'' میں سند موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے' اس کا معنی ہے: مکاتبین اور ان کے مالکان کے درمیان جو شرائط ہوں' وہ معتبر ہوتی ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَوْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كُلُّ شَرْطٍ خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يُقَالُ عَنْ كِلَيْهِمَا عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ.

اور حضرت ابن عمر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہر وہ شرط جو کتاب اللہ کے خلاف ہو' وہ باطل ہے خواہ وہ سو شرطیں لگائے اور امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: یہ اثر دونوں سے مروی ہے' حضرت عمر سے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۷۲۹' اور ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۷۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْاَلُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ اِنْ شِئْتِ اَعْطَيْتُ اَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِيْ فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْهُ ذٰلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْتَاعِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهٗ وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عمرۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اپنی مکاتبت (کی ادائیگی) کے متعلق سوال کرنے کے لیے آئیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے مالکوں کو (مکاتبت کی رقم) عطاء کر دوں اور وَلاء میرے لیے ہوگی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خرید لو اور اس کو آزاد کر دو' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے' پس آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں' جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے' وہ اس کے لیے نہیں ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مکاتب کی ان شرائط کا ذکر ہے' جو کتاب اللہ کے خلاف ہیں۔

۱۸ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْاِشْتِرَاطِ وَالثُّنْيَا فِي الْاِقْرَارِ وَالشُّرُوْطِ الَّتِيْ يَتَعَارَفُهَا النَّاسُ بَيْنَهُمْ وَاِذَا قَالَ مِائَةٌ اِلَّا وَاحِدَةً اَوْ ثِنْتَيْنِ

اقرار میں شرط لگانے یا استثناء کرنے کا جواز اور ان شرطوں کا جواز جو لوگوں کے درمیان متعارف ہوں اور جب کسی شخص نے کہا: (مجھ پر فلاں کے) ایک سو (درہم) ہیں' مگر ایک یا دو

وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ رَجُلٌ

اور ابن عون نے کہا از ابن سیرین: کسی شخص نے اونٹ والے

لِكَرِيِّهٖ اَدْخِلْ رِكَابَكَ فَاِنْ لَّمْ اَرْحَلْ مَعَكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَلَكَ مِائَةُ دِرْهَمٍ فَلَمْ يَخْرُجْ فَقَالَ شُرَيْحٌ مَنْ شَرَطَ عَلٰى نَفْسِهٖ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ فَهُوَ عَلَيْهِ.

سے کہا: تو اپنے اونٹ اندر لا کر باندھ دے اگر میں فلاں فلاں دن تمہارے ساتھ نہ جا سکا تو میں تم کو سو درہم دوں گا' پھر وہ اس دن نہ جا سکا تو قاضی شریح نے کہا: جس نے اپنی خوشی سے اپنے اوپر کوئی شرط لگائی جب کہ اس پر جبر نہیں کیا گیا تھا تو وہ شرط اس کو پوری کرنی ہو گی۔

اس اثر میں ''کری'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کرائے کے اونٹ' اور اس میں ''رکاب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ اونٹ جس پر سفر کیا جاتا ہے' اس مسئلہ میں علماء نے قاضی شریح سے اختلاف کیا ہے اور اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٩-٢٨)

وَقَالَ اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اَنَّ رَجُلًا بَاعَ طَعَامًا وَقَالَ اِنْ لَّمْ اٰتِكَ الْاَرْبِعَاءَ فَلَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بَيْعٌ فَلَمْ يَجِئْ فَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْمُشْتَرِيْ اَنْتَ اَخْلَفْتَ' فَقَضٰى عَلَيْهِ.

اور ایوب نے کہا از ابن سیرین' وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے غلہ فروخت کیا اور خریدار نے کہا: اگر میں تمہارے پاس بدھ کے دن تک نہ آ سکا تو میرے اور تمہارے درمیان بیع باقی نہیں رہے گی' پس وہ نہیں آیا تو شریح نے خریدار سے کہا: تم نے وعدہ خلافی کی ہے اور اس کے خلاف فیصلہ کیا۔

یہ شرط قاضی شریح کے نزدیک جائز ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے' امام مالک' امام شافعی اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ بیع صحیح ہے اور شرط باطل ہے' اس تعلیق کو بھی امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٩)

٢٧٣٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے ننانوے نام ہیں' ایک کم سو' جس نے ان کا شمار کر لیا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

[اطراف الحدیث: ٦٤١٠-٧٣٩٢] (صحیح مسلم: ٢٦٧٧' الرقم المسلسل: ٦٧٠٤' سنن ترمذی: ٣٥٠٨' سنن ابن ماجہ: ٣٨٦١' شعب الایمان: ١٠٢' کتاب الدعاء للطبرانی: ١٠٩' مسند الحمیدی: ١١٣٠' کتاب الاسماء والصفات ص ٤' سنن کبریٰ: ٧٦٥٩' مسند احمد ج ٢ ص ٢٥٨' مسند احمد: ٧٥٠٢- ج ١٢ ص ٤٦٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کا بیان اور ان اسماء کی روایت کی تحقیق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں' جس نے ان کو شمار کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا (وہ یہ ہیں): ''**ھو اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم' الملک' القدوس' السلام' المؤمن' المھیمن' العزیز' الجبار' المتکبر' الخالق' الباری' المصور' الغفار' القھار' الوھاب' الرزاق' الفتاح' العلیم' القابض' الباسط' الخافض' الرافع' المعز' المذل' السمیع' البصیر' الحکم' العدل' اللطیف'**

الخبیر' الحلیم' العظیم' الغفور' الشکور' العلی' الکبیر' الحفیظ' المقیت' الحسیب' الجلیل' الکریم' الرقیب' المجیب' الواسع' الحکیم' الودود' المجید' الباعث' الشهید' الحق' الوکیل' القوی' المتین' الولی' الحمید' المحصی' المبدئ' المعید' المحیی' الممیت' الحی' القیوم' الواجد' الماجد' الواحد' الصمد' القادر' المقتدر' المقدم' المؤخر' الاوّل' الاٰخر' الظاهر' الباطن' الوالی' المتعالی' البرّ' التواب' المنتقم' العفو' الرؤوف' مالك الملك' ذوالجلال والاکرام' المقسط' الجامع' الغنی' المغنی' المانع' الضار' النافع' النور' الهادی' البدیع' الباقی' الوارث' الرشید' الصبور"۔(سنن ترمذی:۳۵۰۷'دارالمعرفہ'بیروت'۱۴۲۳ھ)

اس حدیث کو روایت کر کے امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسن غریب ہے' ہمیں یہ حدیث از صفوان بن صالح سے ایک سے زیادہ نے روایت کی ہے اور ہم اس حدیث کو صرف صفوان بن صالح سے پہچانتے ہیں اور وہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

یہ حدیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے' جن حدیثوں میں اسماء کا ذکر ہے' ان میں سے اکثر روایات کی ہمیں سند صحیح کا علم نہیں ہے۔

اس حدیث کی آدم بن ابی ایاس نے متعدد سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں اسماء کا ذکر کیا ہے' اس کی سند صحیح نہیں ہے۔(سنن ترمذی:۳۴۹۱'دارالمعرفہ'بیروت'۱۴۲۳ھ)

ننانوے اسماء میں حصر نہیں ہے' ان کے علاوہ اور بھی اسماء الٰہیہ ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے دیگر اسماء کی نفی نہیں ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے ہر اس اسم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں جس کا تو نے خود نام رکھا ہے' یا جس اسم کو تو نے اپنی کتابوں میں نازل کیا ہے' یا جس اسم کی تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو تعلیم دی ہے یا جس اسم کو تو نے اپنے اس علمِ غیب میں خاص کر لیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی: اے اللہ! میں تیرے اسماء حسنیٰ کے وسیلہ سے سوال کرتی ہوں! خواہ تیرے وہ اسماء ہمیں معلوم ہوں یا معلوم نہ ہوں' اور میں تیرے اس عظیم' اعظم' کبیر' اکبر اسم کے وسیلہ سے دعا کرتی ہوں' جس کے وسیلہ سے تو دعا قبول کرتا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے صحیح دعا کی' تم نے صحیح دعا کی۔

اور ان ننانوے اسماء کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت مشہور اسماء ہیں اور ان کے معانی بہت واضح ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور ایک کم سو اسماء ہونے اور پورے سو نہ ہونے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات کی معرفت توقیفی ہے' جن کا علم وحی اور سنت سے ہوتا ہے اور ہمارے لیے ان میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہم اپنی منتہاء عقل اور مبلغ علم سے ان کی طرف ہدایت نہیں پا سکتے اور بغیر اذنِ شرع کے اللہ تعالیٰ پر کسی اسم کے اطلاق سے ہمیں منع کر دیا گیا ہے' خواہ اس کو عقل اور قیاس جائز قرار دے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ایک کم سو اسماء فرمانے کی کیا وجہ ہے اور پورے سو اسماء کیوں نہیں فرمائے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سو کا عدد جفت ہے اور ننانوے کا عدد طاق ہے اور طاق کا عدد جفت سے افضل ہے' اسی وجہ سے حدیث میں ہے کہ بے شک اللہ وتر ہے اور

Marfat.com

وتر کو پسند فرماتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مکمل اسماء سو ہیں اور ہم کو ان میں سے صرف ننانوے پر مطلع فرمایا ہے اور ایک اسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے اور اس پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا اور وہی اسم اعظم ہے۔

''احصاء'' کے معانی اور ان اسماء کی معرفت سے جنت میں داخل ہونے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے ان اسماء کا شمار کر لیا' اس حدیث میں ''احصاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس نے ان اسماء کا شمار کر کے پورا پڑھ لیا ہے' یعنی ان اسماء میں سے صرف بعض کو پڑھ کر صرف ان ہی پر اقتصار نہیں کیا' بلکہ تمام اسماء کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' ''احصاء'' کا دوسرا معنی ہے: جو ان اسماء کی طاقت رکھے' یعنی جو ان اسماء کے معانی پر غور کرے اور ان کے تقاضے پر عمل کرے اور ان کی صفات سے خود کو متصف کرے' مثلاً جب رزاق کا اسم پڑھے تو لوگوں کو رزق دے اور ''احصاء'' کا تیسرا معنی ہے: تعقل کرنا یعنی جو شخص ان تمام اسماء کا تعقل کرے اور ان کے معانی کے علم کا احاطہ کرے۔ ''احصاء'' کا چوتھا معنی ہے: جو ان اسماء کی معرفت حاصل کرے اور ان اسماء کی معرفت وہی حاصل کرے گا' جو مؤمن ہوگا اور مؤمن بہر حال جنت میں داخل ہوگا۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جس نے قرآن مجید کو پڑھا حتیٰ کہ اس کو پورا ختم کر لیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء مذکور ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک حدیث میں مذکور ہے: جس نے ان اسماء کو حفظ کر لیا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۳۔ ۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق ہم نے الاعراف: ۱۸۰' تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۳۲۔ ۴۲۴ میں زیادہ تفصیل سے بحث کی ہے' اس بحث کے عنوان درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا معنی (۲) اسم مسمّٰی کا عین ہے یا غیر (۳) اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق (۴) اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی تفصیل (۵) اسم اعظم کی تحقیق (۶) الحاد کا معنی (۷) اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی تفصیل (۸) اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے پر مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۶۸۵۔ ج ۷ ص ۴۵۵۔ ۴۴۹ پر مذکور ہے' اس میں بھی یہی عنوانات ہیں' تاہم تبیان القرآن میں زیادہ تفصیل ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: اقرار میں شرط اور استثناء کا ذکر کرنا' اور جو شرطیں لوگوں کے درمیان متعارف ہیں اور جب کوئی شخص کہے: مجھ پر سو (درہم لازم ہیں) مگر ایک یا دو۔ جب کہ اس حدیث میں اقرار کا ذکر ہے نہ شرط کا' صرف یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں ایک کم سو' اور صرف ان الفاظ کی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں روایت کر دی ہے ورنہ اس حدیث کی عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

١٩ - بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْوَقْفِ

وقف کی شرائط

اس باب میں وقف کی شرائط کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٧٣٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ أَنْبَأَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد اللہ انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی'

Marfat.com

الْخَطَّابِ أَصَابَ أَرْضًا بِخَيْبَرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا فَقَالَ يَارَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ فَمَا تَأْمُرُنِي بِهِ؟ قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبَى وَفِي الرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالضَّيْفِ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ وَيُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ سِيرِينَ فَقَالَ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا.

انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی' وہ اس زمین کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس کہا: یارسول اللہ! خیبر میں مجھے ایسی زمین ملی ہے کہ ویسا نفیس مال مجھے کبھی نہیں ملا' سو آپ مجھے اس کے متعلق کیا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین کو اپنی ملکیت میں باقی رکھ کر اس کی پیداوار کو صدقہ کر دو۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر حضرت عمر نے اس کو صدقہ کر دیا کہ اس زمین کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا' نہ اس کا وارث بنایا جائے گا اور اس کی پیداوار کو فقراء میں اور قرابت داروں میں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں میں اور مہمانوں (کے خرچ) میں صدقہ کر دیا اور جو شخص اس زمین کا متولی ہو اس پر اس زمین سے دستور کے مطابق کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہ مال جمع کیے بغیر اس زمین میں سے کھائے۔ راوی نے کہا: میں نے یہ حدیث ابن سیرین کو بیان کی تو انہوں نے کہا: وہ مال جمع کرنے والا نہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں وقف کی شرائط کا ذکر ہے۔

''کتاب الشروط'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۲ شعبان ۱۴۲۹ھ/ ۱۵ اگست ۲۰۰۸ء بروز جمعہ ''کتاب الشروط'' کی تکمیل ہوگئی۔
اے مالک الملک! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب اور ابواب کو بھی مکمل فرما دے۔
''کتاب الشروط'' میں سینتالیس احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں سے پانچ خالص احادیث ہیں' باقی مکررات ہیں اور ستائیس تعلیقات ہیں اور گیارہ آثار صحابہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۵۵- کِتَابُ الْوَصَايَا

وصیتوں کا بیان

اس کتاب میں وصیتوں کے احکام بیان کیے گئے ہیں' اس کتاب کے عنوان میں ''وصایا'' کا لفظ ہے اور یہ وصیت کی جمع ہے' کہا جاتا ہے: فلاں شخص کے لیے اتنے مال کی وصیت کی یعنی اس نے اپنے مال میں سے اتنا مال اس کو دینے کے لیے مقرر کر دیا' جس کے لیے وصیت کی جائے اس کو موصی لہٗ کہتے ہیں اور جس کو کسی وصیت کا ذمہ دار بنایا جائے اس کو وصی کہتے ہیں۔ شریعت میں ممنوعات سے سختی سے منع کرنے کو اور مامورات پر برانگیختہ کرنے کو بھی وصیت کہتے ہیں۔

١ - بَابُ الْوَصَايَا وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَّةُ الرَّجُلِ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ

باب الوصایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ مرد کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہونی چاہیے

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرد کے پاس اس کی وصیت لکھی ہوئی ہونی چاہیے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ○ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○﴾ (البقرۃ: ١٨٠_١٨٢) ﴿جَنَفًا﴾ مَيْلًا ﴿مُتَجَانِفٌ﴾ (المائدہ: ٣) مَائِلٌ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کسی کو موت آئے (سو) اگر اس نے مال چھوڑا ہے (تو) اس پر ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے دستور کے موافق وصیت کرنا فرض کیا گیا ہے' یہ پرہیزگاروں پر حق ہے○ سو جس نے وصیت کو سننے کے بعد اس کو تبدیل کیا تو اس کا گناہ صرف تبدیل کرنے والوں پر ہے' بے شک اللہ سب کچھ سننے والا بہت جاننے والا ہے○ پھر جس کو وصیت کرنے والے سے بے انصافی یا گناہ کا خوف ہو' پس وہ ان کے درمیان صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (البقرۃ: ١٨٢_١٨٠) ''جنفا'' کا معنی بے انصافی ہے اور ''متجانف'' کا معنی ہے: بے انصافی کرنے والا' ''مائل'' کا معنی ہے: جھکنے والا۔

Marfat.com

وصیت کی اقسام

علامہ شامی نے وصیت کی حسب ذیل چار اقسام بیان کی ہیں:

(۱) واجب: انسان اللہ تعالیٰ کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا' ان کی وصیت اس پر کرنا واجب ہے' مثلاً جن سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی' یا حج نہیں کیا تو ان کے متعلق وصیت کرے' یا اس سے نمازیں اور روزے چھوٹ گئے جن کی قضا نہیں کی' ان کے فدیہ کے متعلق وصیت کرے' اسی طرح انسان بندوں کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا' ان کے متعلق وصیت کرے مثلاً کسی کا قرض دینا ہے' جس کا کسی کو پتا نہیں' کسی کی امانت لوٹانی ہے تو اس کی وصیت کرے' یہ وصیت واجب ہے۔

(۲) مستحب: دینی مدارس' مساجد' علماء' دینی طلبہ' غریب رشتہ داروں اور دیگر اُمورِ خیر کے لیے وصیت کرنا مستحب ہے۔

(۳) مباح: امیر رشتہ داروں اور دنیاداروں کے لیے وصیت کرنا مباح ہے۔

(۴) مکروہ: فاسقوں اور فاجروں کے لیے وصیت کرنا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار ج ۱۰ ص ۴۱۵' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

وصیت کی شرائط اور رکن

(۱) وصیت کرنے والا مالک بنانے کا اہل ہو' اس لیے نابالغ' مجنون اور مکاتب کی وصیت صحیح نہیں ہے۔

(۲) وصیت کرنے والے کے ترکہ پر قرض محیط نہ ہو کیونکہ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے۔

(۳) جس کے لیے وصیت کی جائے وہ وصیت کے وقت زندہ ہو' خواہ تحقیقاً یا تقدیراً (جیسے حاملہ کے پیٹ میں بچے کے لیے وصیت کی جائے)۔

(۴) جس کے لیے وصیت کی جائے' وہ وارث نہ ہو۔

(۵) جس کے لیے وصیت کی جائے وہ قاتل ہو' خواہ قتل عمد ہو یا قتل خطاء' البتہ قتل بالسبب وصیت کے منافی نہیں ہے۔

(۶) جس چیز کی وصیت کی ہو' وہ تملیک کے قابل ہو' خواہ وہ اس وقت موجود ہو یا اس کا وجود بعد میں ہو' مثلاً ایک سال یا ہمیشہ کے لیے باغ یا درخت کے پھلوں کی وصیت کی جائے۔

(۷) کل ترکہ کے تہائی مال میں وصیت کی جائے۔

وصیت کا رکن یہ ہے کہ وصیت کرنے والا کہے: میں نے فلاں چیز کی فلاں شخص کے لیے وصیت کی ہے۔

(درمختار علی حامش ردالمحتار ج ۱۰ ص ۴۱۶۔۴۱۵' داراحیاء التراث العربی بیروت)

ورثاء کے لیے وصیت کا منسوخ ہونا اور غیر ورثاء کے لیے تہائی مال کی وصیت کا استحباب

امام بخاری نے البقرہ: ۸۲۔۸۰ کو ذکر کیا ہے' اس سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وصیت کرنا فرض ہے' تاہم جمہور علماء اور اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیتیں میراث کی آیتوں سے منسوخ ہیں' کیونکہ والدین اور دیگر رشتہ داروں کے حصے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرما دیئے' اس لیے ان کے متعلق وصیت کرنے کا وجوب اب منسوخ ہو گیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے' سو وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ (الحدیث)

(جامع ترمذی ص ۳۰۸' نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

Marfat.com

وصیت کے دیگر احکام

اگر تمام وارث تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنے کی اجازت دیں تو یہ جائز ہے کیونکہ تہائی مال کی حد ورثاء کا حق محفوظ کرنے کے لیے قائم کی گئی ہے سو اگر ورثاء خود اپنے حق سے دستبردار ہو رہے ہوں تو پھر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے البتہ اگر ورثاء چاہیں تو جائز ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۵۲ نشر السنۃ ملتان)

اگر کوئی شخص کسی وارث کو محروم کر دے یا کسی شخص کے لیے اس قدر زیادہ وصیت کرے جس سے دوسرے حق داروں کے حصوں میں کمی ہو تو وہ شخص گناہ گار ہوگا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک مرد اور عورت ساٹھ سال تک عبادت کرتے رہتے ہیں' پھر ان کو موت آجاتی ہے اور وہ وصیت میں (کسی کو) ضرر پہنچاتے ہیں تو ان کے لیے دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۰' مطبع مجتبائی پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

۲۷۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوْصِي فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس کوئی وصیت کے لائق چیز ہو اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو اس کے لیے وصیت لکھے بغیر دو راتیں گزارنا بھی جائز نہیں ہے۔ محمد بن مسلم نے امام مالک کی متابعت کی ہے از عمرو از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۷' الرقم المسلسل: ۴۰۹۵' سنن ابوداؤد: ۲۸۶۲' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۵۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۷۲-۲۷۱' شرح السنۃ: ۱۴۵۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۹۳۰- ج ۱۰ ص ۱۵۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وصیت کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے' علماء غیر مقلدین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ وصیت کرنا واجب ہے زہری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وصیت کو واجب فرمایا ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وصیت کرنا واجب نہیں ہے' خواہ وصیت کرنے والا امیر ہو یا فقیر ہو' یہ نخعی' شعبی' ثوری' امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے' نخعی اور شعبی نے کہا ہے کہ والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷۳۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابوبکیر نے حدیث بیان

Marfat.com

الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ خَتَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخِىْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً. [اطراف الحدیث: ۲۸۷۳-۲۹۱۲-۳۰۹۸-۴۴۶۱] (سنن نسائی: ۳۵۹۸-۳۵۹۷-۳۵۹۶)

کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر بن معاویہ الجعفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحق نے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث جو (رشتہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر نسبتی تھے حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت کوئی درہم چھوڑا نہ دینار نہ غلام نہ باندی نہ کوئی اور چیز سوائے ایک سفید خچر کے اور ہتھیار کے اور زمین کے جن کو آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن الحارث البغدادی یہ نیشاپور میں رہتے تھے اور ۲۶۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن ابی بکیر العبدی الکوفی یہ کرمان کے قاضی تھے اور ۲۰۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) زہیر بن معاویہ (۴) ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی الکوفی (۵) عمرو بن الحارث بن ابی ضرار بن عائذ بن مالک بن خزیمہ یہ المصطلق بن سعد بن کعب بن عمرو ہیں اور یہ حضرت جویریہ بنت الحارث بن ضرار کے بھائی ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور ام المومنین ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲-۴۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے کیونکہ یہ باب الوصایا ہے اور اس حدیث میں وصیت کا کوئی ذکر نہیں ہے اور وفات کے وقت اپنے ترکہ کو صدقہ کرنے کا ذکر ہے اور اس کا وصیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچروں کی تفصیل

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید خچر کا ذکر ہے آپ کے پاس چھ خچر تھے ایک خچر سرخ رنگ کا تھا جس کا نام دُلدل تھا یہ آپ کو المقوقس نے ہدیہ کیا تھا دوسرے خچر کا نام فضہ تھا یہ آپ کو فروۃ بن عمرو الجذامی نے ہدیہ کیا تھا پس آپ نے وہ خچر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا تیسرا خچر آپ کے پاس دومۃ الجندلۃ کے صاحب نے بھیجا تھا چوتھا خچر آپ کو ایلۃ کے بادشاہ نے بھیجا تھا اس خچر کا نام ایلیہ تھا امام مسلم نے کہا ہے کہ وہ خچر سفید تھا پانچواں خچر آپ کو نجاشی نے بھیجا تھا اور چھٹا خچر آپ کو کسریٰ نے بھیجا تھا یہ ثابت نہیں ہے۔ آپ کے خچروں میں سفید رنگ کا خچر صرف ایلیہ تھا آپ کے بعد آپ کے خچروں میں سے جو باقی رہا وہ دلدل تھا علماء نے کہا ہے کہ وہ آپ کے بعد کافی عرصہ باقی رہا حتیٰ کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد وہ عبد اللہ بن جعفر کے پاس رہا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہتھیاروں کی تفصیل

اس حدیث میں آپ کے ہتھیاروں کا ذکر ہے یعنی لوہے کے وہ آلات جن سے قتال کیا جاتا ہے ان کو سلاح کہتے ہیں صرف تلوار کو بھی سلاح کہتے ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے مراد تلواریں اور نیزے ہیں آپ کے پاس دس تلواریں تھیں ان میں سے مشہور ذوالفقار ہے۔ المراۃ میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس ذوالفقار ہمیشہ رہی حتیٰ کہ آپ نے وفات سے پہلے وہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی پھر وہ تلوار محمد بن الحنفیہ کی طرف منتقل ہو گئی پھر محمد بن عبد اللہ بن الحسن بن الحسین رضی اللہ عنہم کی طرف منتقل ہو گئی اور آپ کے پاس پانچ نیزے تھے۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمین کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس زمین تھی جس کو آپ نے صدقہ کر دیا تھا' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ زمین فدک کے باغات تھے جو کہ خیبر میں تھے' یہ باغات آپ نے اپنی صحت کے زمانہ میں صدقہ کیے تھے' اس کی طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کیا ہے' جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے: آپ نے کسی چیز کی وصیت نہیں کی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷۴۰ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصٰى فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ اَوْ اُمِرُوْا بِالْوَصِيَّةِ قَالَ اَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ. [اطراف الحدیث: ۴۴۶۰-۵۰۲۲] (صحیح مسلم: ۱۶۳۴' الرقم المسلسل: ۴۱۱۸' سنن ترمذی: ۲۱۱۹' سنن نسائی: ۳۶۲۰' سنن ابن ماجہ: ۲۶۹۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں طلحہ بن مصرف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں! پس میں نے کہا: لوگوں پر کیسے وصیت فرض کی گئی ہے یا لوگوں کو کس طرح وصیت کا حکم دیا گیا ہے؟ انہوں نے بتایا: آپ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خلاد بن یحییٰ بن صفوان ابومحمد السلمی' ان سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (۲) مالک بن مغول البجلی الکوفی' یہ ۱۵۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی' یہ ہمدان کے قبیلہ بنی یام سے ہیں' یہ ۱۱۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ' ان کا نام علقمہ بن خالد الاسلمی ہے' یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصیت نہ کرنے کی توجیہ اور شیعہ کے مزعوم کا رد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ طلحہ بن مصرف نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ اس کا معنی ہے: کیا آپ نے مال کی وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں! کیونکہ آپ نے مال نہیں چھوڑا تھا! پھر جب انہوں نے پوچھا کہ آپ نے لوگوں پر وصیت کیسے فرض کی تھی تو حضرت ابن ابی اوفیٰ نے اس کا جواب دیا کہ آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی۔

اس کی توجیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ شیعہ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کی وصیت کی تھی' اس لیے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے کہا کہ آپ نے کسی کے لیے وصیت نہیں کی تھی' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بھی اس کا رد فرمایا ہے' جب حضرت علی سے یہ سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف آپ کے لیے کوئی وصیت کی تھی جو عام لوگوں کے لیے نہیں کی تھی؟ تو حضرت علی نے فرمایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور روح کو پیدا کیا' ہمارے پاس اللہ کی کتاب کے سوا اور کوئی چیز نہیں اور وہ جو اس صحیفہ میں ہے (یعنی دیت کے احکام)۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ کے اس ارشاد سے شیعہ کی اکثر ان جھوٹی باتوں کا رد ہو جاتا ہے جو انہوں نے حضرت علی کی خلافت بلا فصل کے متعلق گھڑ لی ہیں۔

رہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمین' آپ کے ہتھیار اور آپ کے خچر تو آپ نے ان کے متعلق کوئی ایسی وصیت نہیں کی جیسے لوگ اپنے اموال کے متعلق وصیت کرتے ہیں' کیونکہ آپ نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جائے گا' ہمارا جو بھی ترکہ ہے وہ صدقہ ہے' پس آپ نے جو کچھ بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے' اس کے بعد مال کی قسم سے کوئی ایسی چیز نہیں رہی جس کی وصیت کی جا سکے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۱۱۴۔ ج ۴ ص ۵۲۶۔ ۵۱۹ پر مذکور ہے' اس شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصیت نہ کرنے پر سوالات کے جوابات (۲) احادیث اہل سنت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت اور وصیت کی نفی (۳) احادیث اہل تشیع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت اور وصیت کی نفی (۴) ''اَھَجَرَ'' کی تحقیق (۵) حدیث قرطاس میں حضرت عمر پر حضور کا کہنا نہ ماننے کا اعتراض اور اس کے جوابات (۶) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت علی کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے۔

۲۷۴۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ ذَكَرُوْا عِنْدَ عَائِشَةَ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ وَصِيًّا فَقَالَتْ مَتٰى اَوْصٰى اِلَيْهِ وَقَدْ كُنْتُ مُسْنِدَتَهٗ اِلٰى صَدْرِيْ اَوْ قَالَتْ حَجْرِيْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَلَقَدِ انْخَنَثَ فِيْ حَجْرِيْ فَمَا شَعَرْتُ اَنَّهٗ قَدْ مَاتَ فَمَتٰى اَوْصٰى اِلَيْهِ.

[طرف الحدیث: ۴۴۵۹] (صحیح مسلم: ۱۶۳۶' الرقم المسلسل: ۴۱۲۲' سنن نسائی: ۳۶۲۴' سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۶' مسند احمد ج ۶ ص ۳۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے خبر دی از ابن عون از ابراہیم از الاسود' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) وصی تھے' تو حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ نے ان کی طرف کب وصیت کی' میرا سینہ آپ کی ٹیک تھا یا میری گود (آپ کی ٹیک تھی) آپ نے ایک طشت منگایا' پس تحقیق یہ ہے کہ آپ میری گود میں جھک گئے اور مجھے نہیں معلوم ہوا کہ آپ کی وفات ہو گئی ہے تو آپ نے کب ان کے لیے وصیت کی تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن زرارۃ بن واقد الکلابی نیشاپوری (۲) اسماعیل بن علیہ (۳) ابن عون' یہ عبد اللہ بن عون ہیں (۴) ابراہیم' یہ نخعی ہیں (۵) اسود' یہ اسود بن یزید ہیں' یہ ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۴)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا انکار کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کی طرف وصیت فرمائی۔

حضرت علی کے متعلق خلافت کی وصیت نہ ہونے پر دلائل

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

شیعہ اور روافض نے بہت باطل اور جھوٹی احادیث گھڑی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ کو خلیفہ بنایا تھا اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ خبر متواتر ہے' حالانکہ یہ محض افتراء اور جھوٹ ہے' اگر اس میں سے کوئی چیز صحیح ہوتی تو صحابہ اس کا سقیفہ بنو ساعدہ میں ذکر کرتے

Marfat.com

اور حضرت علی کی طرف رجوع کرتے' یا حضرت علی اپنی خلافت پر اس سے استدلال کرتے اور ان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اس پر خاموش رہتے کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے اور نبی ﷺ کا حق ہے اور ان کا حق ہے اور تمام مسلمانوں کا حق ہے' پھر سب کو معلوم ہے کہ حضرت علی کا علم بہت عظیم تھا اور وہ دین میں بہت متصلب تھے اور ان کی شجاعت کا بھی یہ تقاضا تھا کہ وہ اللہ کے دین میں کسی سے نہ ڈرتے اور تقیہ نہ کرتے' جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کے خلاف تقیہ نہیں کیا' جب انہوں نے ان کی مخالفت کی تھی' پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور مسلمانوں نے اپنے اجتہاد سے حضرت علی کو خلیفہ بنا دیا تب بھی حضرت علی نے یہ نہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خلیفہ بنانے کی وصیت کی تھی اور نہ کسی اور نے ذکر کیا' اس سے یقینی طور معلوم ہو گیا کہ شیعہ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں۔ (المفہم ج ۴ ص ۵۵۷' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

٢ - بَابٌ اَنْ يَّتْرُكَ وَرَثَتَهُ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّتَكَفَّفُوا النَّاسَ

اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑنا' اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں

ہاتھ پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھوکے ہوں اور اپنا پیٹ بھرنے کے لیے لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں اور اپنی ضروریات کے لیے لوگوں سے سوال کریں۔

٢٧٤٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِبْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ وَهُوَ يَكْرَهُ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْاَرْضِ الَّتِيْ هَاجَرَ مِنْهَا قَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ ابْنَ عَفْرَاءَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهٖ؟ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرُ؟ قَالَ لَا قُلْتُ الثُّلُثُ قَالَ فَالثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ وَاِنَّكَ مَهْمَا اَنْفَقْتَ مِنْ نَّفَقَةٍ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ حَتَّى اللُّقْمَةُ الَّتِيْ تَرْفَعُهَا اِلٰى فِيْ امْرَاَتِكَ وَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّرْفَعَكَ فَيَنْتَفِعَ بِكَ نَاسٌ وَّيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ يَوْمَئِذٍ اِلَّا ابْنَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عامر بن سعد از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے آئے اور اس وقت میں مکہ میں تھا' اور آپ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ جو شخص سرزمین مکہ سے ہجرت کر چکا ہو' وہ مکہ میں فوت ہو جائے' آپ نے فرمایا: اللہ عفراء کے بیٹے پر رحم فرمائے! (یعنی سعید بن خولہ پر) میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: تو آدھے مال کی؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: تہائی مال کی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تہائی مال کی' تہائی مال بہت ہے' بے شک اگر تم اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو تنگ دست چھوڑ دو' وہ (اپنی ضروریات کے لیے) لوگوں کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلاتے رہیں اور بے شک تم جو بھی خرچ کرو گے تو وہ صدقہ ہے' حتیٰ کہ جو لقمہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں رکھتے ہو' اور عنقریب اللہ تمہارا درجہ بلند کرے گا' تم سے کچھ لوگ فائدہ حاصل کریں گے (یعنی مسلمان) اور دوسرے لوگوں کو تم سے نقصان ہو گا (یعنی کفار کو)' اور اس وقت ان کی صرف

Marfat.com

ایک بیٹی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں وصیت کا ذکر ہے۔

۳ - بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ — تہائی مال کی وصیت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تہائی مال کی وصیت کرنا جائز ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا يَجُوزُ لِلذِّمِّيِّ وَصِيَّةٌ إِلَّا الثُّلُثُ.

اور حسن (بصری) نے کہا: ذمی کے لیے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حسن بصری کی مراد یہ ہے کہ جب ذمی نے اپنے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی تو یہ جائز نہیں ہے' اور رہا مسلمان تو جب اس نے اپنے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی' پس اگر اس کے وارث نہ ہوں تو اس کی وصیت جائز ہے اور اگر اس کے وارث ہوں اور وہ اس وصیت کو جائز قرار دیں' پھر بھی وصیت جائز ہے اور اگر وہ اس کو مسترد کر دیں تو پھر وصیت باطل ہو جائے گی' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ صرف تہائی مال میں وصیت کرنا جائز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری پر تعجب ہے کہ انہوں نے حسن بصری سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کو جائز نہیں قرار دیتے' حالانکہ امام بخاری کے نزدیک مسلمانوں کے لیے بھی اس کے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور فقہاء احناف کے علاوہ دوسرے ائمہ کا بھی یہی مذہب ہے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری' حسن بصری کے قول سے فقہاء احناف کا رد کرنا چاہتے ہیں' میں کہتا ہوں کہ سبحان اللہ! حسن بصری کا قول فقہاء احناف پر کیسے حجت ہو سکتا ہے!

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۰)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (المائدہ: ۴۹).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ ان کے درمیان اس (قرآن) کے ساتھ فیصلہ کریں جس کو اللہ نے نازل کیا ہے۔ (المائدہ: ۴۹)

امام بخاری نے اس آیت کو فقہاء احناف کا رد کرنے کے لیے لکھا ہے کہ جس نے تہائی مال سے زیادہ وصیت کی' اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز کیا' جب کہ قرآن مجید میں یہ حکم نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کو دیگر ورثاء کی حق تلفی کی وجہ سے منع فرمایا ہے اور فقہاء احناف تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کو اس وقت جائز کہتے ہیں جب ورثاء نہ ہوں یا ورثاء ہوں اور اس وصیت کو جائز قرار دے دیں' سو یہ آیت امام بخاری کے مدعا پر دلالت نہیں کرتی۔

۲۷۴۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَوْ غَضَّ النَّاسُ اِلَى الرُّبُعِ لِاَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ اَوْ كَبِيرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے فرمایا: کاش! لوگ وصیت کو چوتھائی تک کم کر دیتے (تو اچھا ہوتا)' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہائی' تہائی بہت ہے یا بڑا حصہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱٦۲۹' الرقم المسلسل: ۴۱۰۹' سنن نسائی: ۳٦۳۴' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۱' مسند الحمیدی: ۵۲۷' سنن ابوداؤد: ۲٦۱۰' مسند البزار: ۱۰۸۴')

المنتقی: ۸۸۲ مسند احمد ج ا ص ۱۷۹ مسند احمد: ۱۵۴۶ - ج ۳ ص ۱۲۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع قائم ہے کہ تہائی مال کی وصیت کرنا جائز ہے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پانچویں حصہ کی وصیت کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کی غلیمتوں کے پانچویں حصہ پر راضی ہے قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چوتھائی مال کی وصیت کی اور اسحاق نے کہا کہ سنت چوتھائی مال کی وصیت ہے اسی طرح حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے سوائے امام ابوحنیفہ ان کے اصحاب اور شریک بن عبداللہ کے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عبیدہ مسروق اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے خواہ اس کا کوئی وارث نہ ہو امام مالک امام شافعی اوزاعی اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۷۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرِضْتُ فَعَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ لَّا يَرُدَّنِي عَلٰى عَقِبِي قَالَ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْفَعُكَ وَيَنْفَعُ بِكَ نَاسًا قُلْتُ أُرِيدُ أَنْ أُوصِيَ وَإِنَّمَا لِيَ ابْنَةٌ قُلْتُ أُوصِي بِالنِّصْفِ قَالَ النِّصْفُ كَثِيرٌ قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ أَوْ كَبِيرٌ فَأَوْصَى النَّاسُ بِالثُّلُثِ وَجَازَ ذٰلِكَ لَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن عدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مروان نے حدیث بیان کی از ہاشم بن ہاشم از عامر بن سعد از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے الٹے پیر نہ لوٹا دے آپ نے فرمایا: ہوسکتا ہے کہ اللہ تمہارا درجہ بلند فرمائے اور تم سے لوگوں کو نفع پہنچائے میں نے عرض کیا کہ میں وصیت کرنا چاہتا ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے میں نے پوچھا: میں نصف مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نصف بہت زیادہ ہے میں نے پوچھا: میں تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: تہائی مال بہت زیادہ ہے یا فرمایا: بہت بڑا ہے انہوں نے کہا کہ پھر لوگ بھی تہائی مال کی وصیت کرنے لگے اور یہ ان کے لیے جائز ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۶ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں تہائی مال کی وصیت کرنے کا ذکر ہے۔

٤ - بَابُ قَوْلِ الْمُوْصِيْ لِوَصِيِّهٖ تَعَاهَدْ وَلَدِيْ وَمَا يَجُوْزُ لِلْوَصِيِّ مِنَ الدَّعْوٰى

وصیت کرنے والے نے وصی سے کہا: میری اولاد کی حفاظت کرنا اور وصی کے لیے دعویٰ کرنا جائز ہے

یعنی وصیت کرنے والے نے وصی سے کہا: میری اولاد کے معاملات میں غور وفکر کرنا اور ان کے احوال کی خبر خبر رکھنا۔

۲۷۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

Marfat.com

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلٰى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ إِلَيْكَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدٌ فَقَالَ ابْنُ أَخِي قَدْ كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ أَخِي وَابْنُ أَمَةِ أَبِي وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ فَتَسَاوَقَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْنُ أَخِي كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ احْتَجِبِي مِنْهُ لَمَّا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى.

حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ وہ بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا میرے نطفہ سے ہے' تم اس کے اوپر قبضہ کر لینا' پھر جب فتح مکہ کا سال آیا تو حضرت سعد نے اس لڑکے پر قبضہ کر لیا' پس کہا: یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے' اس نے مجھے اس کے متعلق وصیت کی تھی' پھر حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے' اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے تو ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا' پس حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے! میرے بھائی نے مجھے اس کے متعلق وصیت کی تھی' پھر حضرت عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (فیصلہ) فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے' بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر ہو' اور زانی کے لیے پتھر ہیں' پھر آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اس سے پردہ کیا کرو' کیونکہ آپ نے اس میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تھی' پھر زمعہ کے بیٹے نے حضرت سودہ کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ وہ اللہ سے جا ملے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ عتبہ نے اپنے وصی یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تھا کہ میرے بیٹے کے نسب کی حفاظت کرنا۔

۵ - بَابُ إِذَا أَوْمَأَ الْمَرِيضُ بِرَأْسِهِ إِشَارَةً بَيِّنَةً جَازَتْ

جب مریض اپنے سر سے واضح اشارہ کرے تو یہ جائز ہے

۲۷۴۶ - حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ أَفُلَانٌ أَوْ فُلَانٌ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا فَجِيءَ بِهِ فَلَمْ يَزَلْ حَتّٰى اعْتَرَفَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن ابی عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا' اس سے پوچھا گیا: تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے یا فلاں نے؟ حتیٰ کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس لڑکی نے سر سے اشارہ کیا' پھر اس کو یہودی کو لایا گیا' اس سے مسلسل پوچھا گیا حتیٰ کہ اس نے اعتراف کر لیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے (اس کے سر کچلنے کا) حکم دیا تو پتھروں سے اس کا سر کچل دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۱۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں مریض کے سر سے واضح اشارہ کرنے کا ثبوت ہے۔

٦ - بَابٌ لَّا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ — وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

٢٧٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ وَرْقَاءَ عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّ فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْاَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسَ وَجَعَلَ لِلْمَرْاَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ. [اطراف الحدیث: ۴۵۷۸-۶۷۳۹]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از ورقاء از ابن ابی نجیح از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ مال اولاد کے لیے ہوتا تھا اور وصیت والدین کے لیے ہوتی تھی' پھر اس میں سے اللہ نے جو چاہا وہ منسوخ کر دیا' پس مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصوں کے برابر کر دیا' اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ کر دیا اور بیوی کے لیے (اولاد ہونے کی صورت میں) آٹھواں حصہ اور (اولاد نہ ہو تو) چوتھا حصہ کر دیا اور خاوند کے لیے (اولاد نہ ہو تو) نصف حصہ اور (اولاد ہو تو) چوتھائی حصہ کر دیا۔

باب مذکور کی حدیث کی دیگر کتب حدیث میں تخریج

حضرت ابوامامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر حق دار کا حق ادا کر دیا ہے' لہٰذا وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے' بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۱۲۱-۲۱۲۰' سنن ابوداؤد: ۳۵۶۵-۲۸۷۰' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۸-۱۸۷-۱۸۶' سنن بیہقی ج ۶ ص ۸۵- ص ۲۶۳-۲۶۴-۲۴۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۱۴۹' سنن دار قطنی ج ۴ ص ۹۸-۹۷-۷۰' مصنف عبدالرزاق: ۱۶۳۰۷' مشکوٰۃ: ۳۰۷۴' مطالب: ۱۴۶۷' کنز العمال: ۴۶۰۵۷-۴۶۰۵۷' تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۳۷' کامل ابن عدی ج ۱ ص ۲۰۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن یوسف الفریابی (۲) ورقاء بن عمر بن کلیب ابوبشر الیشکری' یہ اصل میں خوارزم کے تھے' ایک قول یہ ہے کہ کوفہ کے تھے' انہوں نے مدائن میں رہائش رکھی (۳) عبداللہ بن ابی نجیح (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۴)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ والدین کے لیے وصیت منسوخ ہو گئی اور اس کے بدلہ ان کے لیے وراثت کا حصہ مقرر کر دیا گیا' اس سے معلوم ہوا کہ جب والدین کو وراثت مل گئی تو پھر ان کے لیے وصیت جائز نہیں اور جب والدین کے لیے وصیت جائز نہیں تو دیگر ورثاء کے لیے بہ طریق اولیٰ وصیت جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

آیا ورثاء وصیت کی اجازت دے کر رجوع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے' حضرت ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ الحدیث (سنن ترمذی: ۲۱۲۰)

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ورثاء کے لیے وصیت جائز ہے اور ان کے لیے اس میں رجوع کا حق نہیں ہے' یہ عطاء' حسن بصری' ابن ابی لیلیٰ' زہری' ربیعہ اور اوزاعی کا قول ہے' اور دوسری جماعت نے کہا ہے کہ وہ اگر چاہیں تو اس میں رجوع کر سکتے ہیں' یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' شریح' حکم' طاؤس' ثوری' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا قول ہے۔

امام مالک نے کہا ہے: جب ورثاء نے اس کی صحت کے زمانہ میں وصیت کی اجازت دے دی تو وہ اس وصیت سے رجوع کر سکتے ہیں' اور اگر انہوں نے اس کے مرض میں وصیت کی اجازت دی ہے اور اس وقت کہ جب ان کو مال سے محجوب کیا جائے تو یہ جائز ہے اور یہ اسحاق کا قول ہے۔

پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ وصیت کی ممانعت دوسرے ورثاء کی وجہ سے تھی' پس جب انہوں نے وصیت کی اجازت دے دی تو یہ وصیت جائز ہوگئی' اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص پر کچھ لوگوں کا مال واجب ہو تو جب وہ لوگ اس کو قرض سے بری کر دیں تو وہ بری ہو جائے گا اور اس پر اتفاق ہے کہ جب کوئی شخص کسی اجنبی کے لیے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے اور ورثاء اس کی اجازت دے دیں تو یہ جائز ہے۔

جن لوگوں نے اس میں رجوع کو جائز قرار دیا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت انہوں نے اس وصیت کو جائز کہا تھا' اس وقت وہ اس مال کے مالک نہیں تھے' وہ اس مال کے مالک وصیت کرنے والے کی موت کے بعد ہوں گے اور کبھی وارث اس سے پہلے فوت ہو جاتا ہے اور وہ وارث نہیں ہوتا اور دوسرا وارث ہو جاتا ہے اور اس نے اجازت دی ہے' جس کا اس میں کوئی حق نہیں تھا' لہٰذا اس سے کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔

امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ جب وصیت کرنے والا تندرست تھا تو وہ اپنے پورے مال کا حق دار تھا کہ اس میں جو چاہے کرے' پس جب ورثاء نے اس کی صحت میں اجازت دے دی تو انہوں نے ایسی چیز کو ترک کر دیا جو ان کے لیے واجب نہیں تھی اور جب انہوں نے اس کے مرض میں اجازت دی ہے تو انہوں نے اپنے حق کو ترک کر دیا' اب ان کے لیے اس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۲۱-۱۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۷- بَابُ الصَّدَقَةِ عِنْدَ الْمَوْتِ — موت کے وقت صدقہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ موت کے وقت صدقہ کرنا جائز ہے' اگرچہ زندگی میں صدقہ کرنا افضل ہے۔

۲۷۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ حَرِيْصٌ تَاْمُلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از سفیان از عمارۃ از ابوزرعۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست

Marfat.com

الْغِنٰى وَتَخْشَى الْفَقْرَ وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.

ہو حریص ہو تمہیں مال و دولت کی امید ہو اور تم کو فقر کا خطرہ ہو اور (صدقہ میں) ڈھیل نہ دیتے رہو حتیٰ کہ جب تمہاری جان حلقوم تک پہنچ جائے تو پھر تم کہو کہ فلاں کے لیے اتنا ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے اور اب تو یہ فلاں کے لیے ہو ہی جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۴۱۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں موت کے وقت صدقہ کرنے کا جواز بیان کیا گیا ہے۔

۸ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾ (النساء:۱۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ تقسیم وصیت کو ادا کرنے کے بعد ہے جو وہ کر جاتا ہے یا قرض ادا کرنے کے بعد۔ (النساء:۱۱)

اس باب کے عنوان سے امام بخاری کی غرض اس پر استدلال کرنا ہے کہ مریض کے لیے قرض کا اقرار کرنا مطلقاً جائز ہے خواہ جس کے لیے اس نے اقرار کیا ہو' وہ اس کا وارث ہو یا اجنبی ہو۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ شُرَيْحًا وَّعُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَطَاؤُسًا وَّعَطَاءً وَابْنَ اُذَيْنَةَ اَجَازُوْا اِقْرَارَ الْمَرِيْضِ بِدَيْنٍ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ شریح' عمر بن عبد العزیز' طاؤس' عطاء اور ابن اذینہ نے مریض کے قرض کے اقرار کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

یہ تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ:۲۱۱۳۶ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ اَحَقُّ مَا تَصَدَّقَ بِهِ الرَّجُلُ اٰخِرَ يَوْمٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَاَوَّلَ يَوْمٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ.

اور حسن بصری نے کہا: آدمی جس چیز کا دنیا کے آخری دن میں اور آخرت کے پہلے دن میں صدقہ کرے' وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا: وارث کے لیے اقرار کرنا جائز نہیں ہے اور حسن بصری نے کہا: اس کی موت کے وقت جو اس کا دنیا میں آخری دن ہے اور آخرت کا پہلا دن ہے' اس دن وہ کسی کے لیے اقرار کرے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ اس تعلیق سے مقصود یہ ہے کہ مریض کا مرض موت میں اقرار کرنا تصدیق کے زیادہ لائق ہے اور اس کے نافذ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول سنن دارمی:۳۲۵۸ (دار المعرفہ' بیروت) میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَالْحَكَمُ اِذَا اَبْرَاَ الْوَارِثَ مِنَ الدَّيْنِ بَرِئَ.

ابراہیم اور حکم نے کہا: جب وارث کو قرض سے بری کر دیا تو وہ بری ہو جائے گا۔

یعنی ابراہیم نخعی اور حکم بن عیینہ نے کہا: جب مریض نے وارث کو قرض سے بری کر دیا تو وہ بری ہو جائے گا۔

یہ تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ:۲۳۵۲۷ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

وَاَوْصٰى رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ اَنْ لَّا تُكْشَفَ امْرَاَتُهُ الْفَزَارِيَّةُ عَمَّا اُغْلِقَ عَلَيْهِ بَابُهَا.

اور رافع بن خدیج نے یہ وصیت کی کہ فزاری عورت کے جس مال کا دروازہ بند کیا ہوا ہے' اس کو نہ کھولا جائے۔

اس تعلیق سے مقصود یہ ہے کہ کسی عورت کے خاوند کے فوت ہونے کے بعد اس سے تعرض نہ کیا جائے کیونکہ اب کے گھر میں جتنا

Marfat.com

بھی مال ہے وہ اس عورت کا ہے خواہ اس کے خاوند نے اس کی شہادت نہ دی ہو گواہی اور اقرار کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے جب یہ معلوم ہو کہ اس کے خاوند نے جب اس سے نکاح کیا تھا تو وہ فقیرہ اور تہی دست تھی اور اس کے گھر میں جو بھی مردوں کا مال اور اسباب ہے وہ اس کے خاوند کا ہے۔ امام مالک کا یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۷)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِذْ قَالَ لِمَمْلُوكِهِ عِنْدَ الْمَوْتِ قَدْ كُنْتُ أَعْتَقْتُكَ جَازَ.

اور حسن بصری نے کہا کہ جب کسی شخص نے موت کے وقت اپنے غلام سے کہا: میں تم کو آزاد کر چکا ہوں تو یہ جائز ہے۔

حسن بصری کا یہ قول ان کے اس قاعدہ کے مطابق ہے کہ مریض کا اقرار مطلقاً نافذ ہو جاتا ہے اور یہ اپنے اطلاق کی وجہ سے اس کو شامل ہے کہ وہ غلام اس کے تمام مال سے ہو اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ غلام صرف اس کے تہائی مال سے آزاد کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ میں اس تعلیق کی حدیث موصول پر واقف نہیں ہو سکا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۹۷)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ إِذَا قَالَتِ الْمَرْأَةُ عِنْدَ مَوْتِهَا إِنَّ زَوْجِي قَضَانِي وَقَبَضْتُ مِنْهُ جَازَ.

اور شعبی نے کہا: جب کسی عورت نے اپنی موت کے وقت کہا کہ میرے خاوند نے (میرا حق) ادا کر دیا تھا اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا تو (یہ اقرار) جائز ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس عورت پر اس حالت میں جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی جائے گی۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۹۷ دار المعرفہ بیروت)

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا يَجُوزُ إِقْرَارُهُ لِسُوْءِ الظَّنِّ بِهِ لِلْوَرَثَةِ ثُمَّ اسْتَحْسَنَ فَقَالَ يَجُوزُ إِقْرَارُهُ بِالْوَدِيعَةِ وَالْبِضَاعَةِ وَالْمُضَارَبَةِ.

(امام بخاری نے کہا:) اور بعض الناس (امام ابوحنیفہ) نے کہا: اس مرد کا (یعنی مریض کا) یہ اقرار جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے وارث اس پر بدگمانی کریں گے پھر انہوں نے اس کے قول کو مستحسن قرار دیا اور کہا: امانت بضاعت اور مضاربت کے متعلق اس کا قول جائز ہے۔

بضاعت کا معنی ہے: کسی نے کسی کو تجارت کے لیے رقم دی اور اس نے کہا: اس کا نفع میں رکھوں گا' اور مضاربت کا معنی ہے: اس کا نفع دونوں میں تقسیم ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس تعلیق میں امام ابوحنیفہ پر طعن و تشنیع کی ہے اور اس قول میں ان کی بے ادبی مخفی نہیں ہے امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ اس قول سے اس مریض کے متعلق ورثاء یہ بدگمانی کریں گے کہ وہ دوسرے ورثاء کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس چیز پر بدگمانی کا اطلاق نہیں کیا جاتا' اور فقہاء احناف نے یہ نہیں کہا ہے کہ اس مریض کا اقرار بعض وارثوں کی بدگمانی کی وجہ سے جائز نہیں ہے بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ مریض کے اس اقرار کی وجہ سے بعض دوسرے وارثوں کو ضرر ہو گا' جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے لیے کسی قرض کا اقرار کرنا جائز ہے اور امام مالک کا مذہب بھی امام ابوحنیفہ کی طرح ہے اور علامہ رویانی شافعی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور قاضی شریح اور حسن بن صالح نے کہا ہے کہ بیوی کے مہر کے علاوہ مریض کا کسی وارث کے حق میں اقرار جائز نہیں ہے اور قاسم' سالم اور سفیان ثوری نے کہا ہے کہ مریض کا وارث کے حق میں اقرار کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام شافعی نے ان فقہاء کے قول کی طرف

Marfat.com

رجوع کرلیا ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے۔

امام بخاری پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس قول کی نسبت صرف امام ابو حنیفہ کی طرف کی ہے اور ان پر طعن اور تشنیع کی ہے حالانکہ یہ ان کا منفرد مذہب نہیں ہے بلکہ دیگر فقہاء کا بھی یہی قول ہے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ پھر امام ابو حنیفہ نے استحسان سے اس اقرار کو جائز کہا ہے اور قرض کے اقرار میں اور امانت' بضاعت اور مضاربت کے اقرار میں فرق ظاہر ہے کیونکہ قرض کے اقرار کی بناء لزوم پر ہے اور ان چیزوں کے اقرار کی بناء امانت پر ہے اور لزوم اور امانت میں عظیم فرق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۸۔۵۷)

وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ.

اور تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تم بدگمانی کرنے سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۶۷۲۴ پر مذکور ہے۔

امام بخاری کے خیال میں فقہاء احناف مریض کے اقرار کو اس لیے منع کرتے ہیں کہ اس کے ورثاء اس کے متعلق بدگمانی کریں گے' امام بخاری اپنے زعم میں ان کا رد کرتے ہیں کہ بدگمانی کرنے سے حدیث میں منع کیا گیا ہے' لہٰذا مریض کے اقرار کا اعتبار کرنا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف مریض کے متعلق بدگمانی کی وجہ سے اس کے اقرار کو منع نہیں کرتے بلکہ اس لیے منع کرتے ہیں کہ جب مریض اپنے ترکہ میں سے کسی کے متعلق رقم دینے کا اقرار کرے گا تو اس سے اس کے وارثوں کو ضرر ہوگا۔

وَلَا يَحِلُّ مَالُ الْمُسْلِمِيْنَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُنَافِقِ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

اور مسلمانوں کا مال (ناجائز کھانا) حلال نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: منافق کی نشانی یہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۳۴ پر مذکور ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو بھی اپنے اس مدعا کے ثبوت میں بیان کیا ہے کہ اگر مریض کسی کے حق یا اس کی رقم کا اقرار کرے تو یہ اقرار صحیح ہوگا کیونکہ اگر یہ اقرار صحیح نہ ہو تو جس شخص کا اس پر حق ہے' اس کے ساتھ خیانت ہوگی اور خیانت کرنا نفاق کی علامت ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے حق کا اقرار کرنا واجب ہے' لیکن امام بخاری کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ کسی کے حق کا اقرار کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس اقرار کی وجہ سے اس پر کوئی تہمت نہ ہو یا اس اقرار کی وجہ سے کسی کو ضرر نہ ہو جیسے کوئی شخص کسی اجنبی کے حق کا اقرار کرے' اور جب مریض کسی کے حق کا اقرار کرے گا تو اس سے وارثوں کو ضرر ہوگا اور مریض پر یہ تہمت ہوگی کہ وہ وارثوں کا حصہ کم کرنے کے لیے کسی کے حق کا اقرار کر رہا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾ (النساء: ۵۸) فَلَمْ يَخُصَّ وَارِثًا وَلَا غَيْرَهُ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کی امانتیں ادا کر دو۔ (النساء: ۵۸) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وارث کا یا کسی اور کا استثناء نہیں کیا۔

امام بخاری نے اس آیت کے عموم سے بھی اس پر استدلال کیا ہے کہ مریض کے لیے کسی کے حق کا اقرار کرنا واجب ہے کیونکہ کسی کا حق اس کے پاس امانت ہے اور امانت والے کی امانت کو ادا کرنا واجب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت واجب ہے کہ جب کسی کی امانت ادا کرنے سے دوسرے کو ضرر نہ ہو' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار''۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۰)

یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی وجہ سے بھی ضرر نہ پہنچائے اور نہ فریقین میں سے کوئی فریق دوسرے کو ضرر پہنچائے۔

اور جب مریض اپنے ترکہ میں سے کسی کے حق کا اقرار کرے گا تو اس سے ورثاء کا حصہ کم ہو جائے گا اور ان کا نقصان ہوگا اور کسی کو نقصان پہنچانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے' نیز مریض پر یہ تہمت لگے گی کہ وہ ورثاء کا حصہ کم کرنے کے لیے کسی کے حق کا اقرار کر رہا ہے اور مواضع تہمت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے' حدیث میں ہے:

علامہ محمد بن محمد حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

زبیر بن بکار نے وفقیات میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص تہمت کے درپے ہوا تو جب اس پر بدگمانی کی جائے تو وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے' اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی نے میری طرف لکھا کہ جس نے اپنے نفس کو تہمت پر پیش کیا' وہ اپنے سوا کسی کو ہرگز ملامت نہ کرے۔

(اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین ج ۷ ص ۲۸۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی مواضع تہمت سے احتراز فرماتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں معتکف تھے تو وہ آپ کی زیارت کے لیے آئیں اور یہ رمضان کے آخری عشرہ کا واقعہ ہے' وہ آپ کے ساتھ کچھ دیر باتیں کرتی رہیں' پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کو واپس کرنے کے لیے کھڑے ہوئے' حتیٰ کہ جب وہ مسجد کے دروازہ پر پہنچیں' جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے پاس ہے تو دو انصار کے مرد گزرے' ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں ٹھہرو! یہ صفیہ بنت حیی ہیں' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! اور ان پر یہ وضاحت بہت سخت اور شاق گزری' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے اور مجھے یہ خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی شبہ ڈال دے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۳۵' صحیح مسلم: ۲۱۷۵' سنن ابوداؤد: ۲۴۷۵' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۹)

ان آثار اور احادیث سے واضح ہوا کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو تہمت سے دور رکھے' لہٰذا اگر مریض نے اپنے ترکہ میں سے کسی کے حق کا اقرار کیا تو ورثاء اس پر یہ تہمت لگائیں گے کہ اس نے ورثاء کا میراث سے حصہ کم کرنے کے لیے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے' اس لیے مریض کا کسی کے حق کا اقرار کرنا جائز نہیں ہے اور النساء: ۵۸ میں جو امانت واپس کرنے کا حکم ہے' وہ ان احادیث اور آثار کی بناء پر اس صورت کے ساتھ مقید ہے' جب امانت واپس کرنے سے اس پر کوئی تہمت نہ لگے' لہٰذا اس آیت کے عموم سے امام بخاری کا استدلال صحیح نہیں ہے۔

فِيهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ منافق کی نشانی یہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے' وہ حدیث صحیح بخاری میں آ رہی ہے اور اس کا جواب گزشتہ سطور میں آ چکا ہے۔

۲۷۴۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابوالربیع

Marfat.com

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ أَبُو سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ.

ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن مالک بن ابی عامر ابو سہیل نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں' جب وہ بات کرتا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ خیانت کرتا ہے اور جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۳۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ مریض کا کسی کے حق کا اقرار کرنا جائز ہے اور اس حدیث سے وہ امام ابوحنیفہ پر رد کرنا چاہتے ہیں۔ اس حدیث سے امام بخاری کی وجہ استدلال اور امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب ہم اس باب کی تعلیقات میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اور ہم نے امام ابوحنیفہ کے مذہب کو بہ کثرت دلائل سے بالکل بے غبار کر دیا ہے۔ واللہ الحمد!

۹ - بَابُ تَأْوِيلِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصٰى بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ (النساء:۱۲)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تاویل: (تقسیم وراثت) وصیت کے بعد ہے یا قرض ادا کرنے کے بعد ہے۔ (النساء:۱۲)

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ النساء: ۱۲ میں میت کی وصیت کا ذکر مقدم ہے اور میت کے قرض ادا کرنے کا ذکر مؤخر ہے' جب کہ مسلمانوں کا اس پر تعامل ہے کہ میت کے ترکہ سے پہلے اس کا قرض ادا کیا جاتا ہے کیونکہ یہ واجب ہے اور اس کے بعد اس کے ترکہ سے تہائی مال تک اس کی وصیت پوری کی جاتی ہے' کیونکہ یہ مستحب ہے اور عقل صریح کا بھی یہی تقاضا ہے۔

وصیت کو قرض پر مقدم کرنے کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) وصیت کو نیکی اور صلہ رحم کے طور پر پورا کیا جاتا ہے' اس کے برخلاف قرض کو قہراً ادا کیا جاتا ہے' اس اعتبار سے وصیت افضل ہے' اس لیے اس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) وصیت کو ترکہ سے بغیر عوض کے پورا کیا جاتا ہے' اس کے برخلاف قرض کو عوض سے لیا جاتا ہے' اس لیے وہ ورثاء پر دشوار ہوتا ہے' اس لیے اس کا ذکر مؤخر کیا گیا ہے۔

(۳) وصیت میں یہ خطرہ ہے کہ ورثاء اس کو پورا کرنے میں تقصیر نہ کریں' لہٰذا وہ اہم ہے' اس لیے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔

(۴) وصیت کو وصیت کرنے والا خود ایجاد کرتا ہے' اس لیے اس پر عمل کرنے کی ترغیب کے لیے اس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) وصیت کا تعلق عموماً فقیر اور مسکین کے حصہ سے ہوتا ہے اور قرض کا تعلق امیر آدمی کے حصے سے ہوتا ہے' اس وجہ سے وصیت کا پہلے اور قرض کا بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) وصیت کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں ہوتا اور قرض کا مطالبہ کرنے والا ہوتا ہے' اس لیے وصیت کا پہلے ذکر کیا گیا اور قرض کا بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

وَيُذْكَرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (میت کی) وصیت سے پہلے (اس کا) قرض ادا کیا۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق کو صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے اس میں اشارہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث حسب ذیل ہے:

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم یہ آیت اس طرح پڑھتے ہو:

مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ. (النساء:۱۲) (تقسیم وراثت) وصیت کے بعد ہے جس کی تم کو وصیت کی جاتی ہے یا قرض کے بعد۔

اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت پوری کرنے سے پہلے قرض ادا کیا۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی: ۲۰۹۴ سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۵ مسند احمد ج ۱ ص ۷۹)

امام ترمذی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو ہم صرف از ابواسحاق از حارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے پہچانتے ہیں اور بعض اہل علم نے حارث میں کلام کیا ہے اور اس حدیث میں عام اہل علم کا عمل ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۲۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کا راوی الحارث بن عبداللہ الاعور ضعیف ہے ابن ابی خیثمہ کہتے تھے کہ میرے والد نے کہا: الحارث الاعور کذاب ہے ابوزرعہ نے کہا: اس کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' ابن المدینی نے کہا: الحارث کذاب ہے اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام بخاری کی یہ عادت نہیں ہے کہ وہ حدیث ضعیف سے استدلال کریں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے لیکن جب امام بخاری نے یہ دیکھا کہ علماء نے اس حدیث پر عمل کیا ہے جس طرح امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے تو انہوں نے اس حدیث پر اعتماد کر لیا کیونکہ اس حدیث کے تقاضے پر اعتماد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا﴾ (النساء:۵۸) فَاَدَاءُ الْاَمَانَةِ اَحَقُّ مِنْ تَطَوُّعِ الْوَصِیَّةِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت رکھنے والوں کی امانت ادا کر دو۔ (النساء:۵۸) پس امانت (یعنی قرض) کا ادا کرنا نفلی وصیت کو پورا کرنے کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے۔

امام بخاری نے اس سے پہلے باب میں اس آیت کو یہ ثابت کرنے کے لیے ذکر کیا تھا کہ مریض کا اقرار کرنا جائز ہے اور ہم اس پر کلام کر چکے ہیں۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ صرف اس کا مستحسن ہے جو صدقہ کرنے کے بعد خوش حال ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ۱۴۲۶ میں مذکور ہے وہاں اس حدیث پر بحث کی جا چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا یُوْصِی الْعَبْدُ اِلَّا بِاِذْنِ اَهْلِهٖ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غلام صرف اپنے مالکوں کی اجازت سے وصیت کرے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۵۱۷ (مجلس علمی بیروت) میں مذکور ہے۔

یہ حدیث صرف اس صورت پر محمول ہے جب غلام مقروض نہ ہو۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَبْدُ رَاعٍ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلام اپنے مالک کے مال کا محافظ

Marfat.com

فِیْ مَالِ سَیِّدِهٖ.

ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۵۵۴ میں مذکور ہے۔

جب قرض ادا کرنے میں اور وصیت پوری کرنے میں تعارض ہو تو قرض ادا کرنے کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ قرض کو ادا کرنا واجب ہے اور وصیت کو پورا کرنا نفل ہے۔

۲۷۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّ حَکِیْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ قَالَ لِیْ یَا حَکِیْمُ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِیْهِ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ یُبَارَكْ لَهٗ فِیْهِ وَکَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی قَالَ حَکِیْمٌ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَیْئًا حَتّٰی اُفَارِقَ الدُّنْیَا فَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ یَدْعُوْا حَکِیْمًا لِیُعْطِیَهُ الْعَطَاءَ فَیَاْبٰی اَنْ یَّقْبَلَ مِنْهُ شَیْئًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِیُعْطِیَهٗ فَیَاْبٰی اَنْ یَّقْبَلَهٗ فَقَالَ یَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اِنِّیْ اَعْرِضُ عَلَیْهِ حَقَّهُ الَّذِیْ قَسَمَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ هٰذَا الْفَیْءِ فَیَاْبٰی اَنْ یَّاْخُذَهٗ فَلَمْ یَرْزَاْ حَکِیْمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تُوُفِّیَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطاء کیا' میں نے پھر آپ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطاء کیا' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے حکیم! بے شک یہ مال سرسبز میٹھا ہے' لیکن جو اس مال کو استغناء کے ساتھ لے گا' اس کے لیے اس مال میں برکت دی جائے گی' اور جو اپنے نفس کو جھکا کر اس مال کو لے گا اس کے لیے اس مال میں برکت نہیں دی جائے گی' اور وہ اس شخص کی طرح ہو گا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا' اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے' حضرت حکیم نے بتایا کہ پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کے بعد کسی سے کچھ نہیں لوں گا حتیٰ کہ میں اس دنیا سے چلا جاؤں' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم کو (وظیفہ) عطاء کرنے کے لیے بلاتے تھے' پس وہ اس عطاء میں سے کوئی بھی چیز لینے سے انکار کرتے تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو عطاء کرنے کے لیے بلاتے تھے' پس وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے' پھر حضرت عمر نے کہا: اے مسلمانو! میں ان کو ان کا وہ حق دیتا ہوں جو اللہ نے اس فے (مال غنیمت) سے ان کے لیے تقسیم کیا ہے اور یہ اس کو لینے سے انکار کرتے ہیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت حکیم نے لوگوں سے کچھ نہیں لیا حتیٰ کہ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عطیات کو قبول کرنے میں زہد کی تعلیم دی ہے اور لینے والے ہاتھ کو نچلا ہاتھ فرمایا ہے تاکہ لوگ لینے سے متنفر ہوں اور قرض کا تقاضا کرنے میں یہ مثال نہیں بیان فرمائی کیونکہ قرض کو وصول کرنے والا ہاتھ نچلا ہاتھ نہیں ہے کیونکہ اس کو یہ حق

Marfat.com

حاصل ہے کہ وہ اپنا قرض جبراً وصول کرے لہٰذا قرض قوی ہے اس لیے قرض کو وصیت پر مقدم فرمایا ہے۔

۲۷۵۱ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّخْتِيَانِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْؤُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَالْإِمَامُ رَاعٍ وَّمَسْؤُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهٖ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَّمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهٖ رَاعٍ وَّمَسْؤُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بشر بن محمد السختیانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص چرواہا (محافظ) ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا اور امام محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا اور مرد اپنی بیوی کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا' اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظہ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا' اور خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا' راوی نے کہا: اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا کہ مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں کیوں ذکر کیا ہے' اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی' بہ ظاہر اس حدیث کی اس باب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وصیت کے ذکر کو قرض پر کیوں مقدم کیا گیا ہے اور اس حدیث میں اس کے مناسب کوئی چیز نہیں ہے۔

۱۰ - بَابٌ إِذَا وَقَفَ أَوْ أَوْصٰى لِأَقَارِبِهٖ وَمَنِ الْأَقَارِبُ؟

جب کسی شخص نے اپنے رشتہ داروں کے لیے کوئی چیز وقف کی یا وصیت کی تو اس کا کیا حکم ہے اور رشتہ دار کون ہیں؟

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا' کیونکہ اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے رشتہ داروں کے لیے تہائی مال کی وصیت کرے تو اس وصیت میں کون سے رشتہ دار شامل ہوں گے؟ امام ابوحنیفہ نے کہا: اس سے مراد اس کے تمام ذورحم محرم ہیں خواہ وہ اس کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں یا اس کی ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں اور اس میں ان کی اولاد داخل نہیں ہوگی۔ امام طحاوی نے کہا: البتہ اس میں باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو ماں کی طرف سے رشتہ داروں پر ترجیح ہوگی اور اس میں قرب کا اعتبار ہوگا' جو زیادہ قریب ہوگا' اس کو زیادہ ترجیح ہوگی۔

اس میں امام شافعی کا مذہب وہ ہے جس کو علامہ نووی نے الروضۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے زید کے رشتہ داروں کے لیے وصیت کی تو اس میں مذکر اور مؤنث' اور فقیر اور غنی اور وارث اور غیر وارث اور محرم اور غیر محرم اور قریب اور بعید اور مسلم اور کافر سب داخل ہوں گے' کیونکہ رشتہ دار کا لفظ ان سب کو شامل ہے۔

الماوردی الشافعی نے کہا ہے کہ ہر شخص کے لیے وصیت جائز ہے' جس پر وقف کرنا جائز ہے' خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو' عاقل ہو یا

Marfat.com

مجنون ہو موجود ہو یا معدوم ہو بہ شرطیکہ وہ وارث یا قاتل نہ ہو۔

امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ وصیت ہر اس شخص کے لیے جائز ہے جس میں وصیت کرنے والے اور جس کے لیے وصیت کی ہے ان کا باپ واحد ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۶۳ - ۶۲ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ طَلْحَةَ اِجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ اَقَارِبِكَ فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

اور ثابت نے کہا: از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس باغ کو اپنے رشتہ دار فقراء کے لیے (وقف) کردو تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے لیے وقف کر دیا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح مسلم: ۲۲۰۵ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسٍ مِّثْلَ حَدِيْثِ ثَابِتٍ قَالَ اِجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ قَرَابَتِكَ قَالَ اَنَسٌ فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَكَانَا اَقْرَبَ اِلَيْهِ مِنِّيْ وَكَانَ قَرَابَةُ حَسَّانَ وَاُبَيٍّ مِّنْ اَبِيْ طَلْحَةَ وَاسْمُهٗ زَيْدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ الْاَسْوَدِ بْنِ حَرَامِ بْنِ عَمْرِو بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ وَحَسَّانُ ابْنُ ثَابِتِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ حَرَامٍ فَيَجْتَمِعَانِ اِلٰى حَرَامٍ وَهُوَ الْاَبُ الثَّالِثُ وَحَرَامُ ابْنُ عَمْرِو بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ فَهُوَ يُجَامِعُ حَسَّانَ وَ اَبَا طَلْحَةَ وَاُبَيًّا اِلٰى سِتَّةِ اٰبَاءٍ اِلٰى عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ وَهُوَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبِ بْنِ قَيْسِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ فَعَمْرُو بْنُ مَالِكٍ يَجْمَعُ حَسَّانَ وَاَبَا طَلْحَةَ وَاُبَيًّا.

اور انصاری نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ جیسے ثابت کی حدیث ہے' (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) فرمایا: اس (باغ) کو اپنے رشتہ دار فقراء کے لیے (وقف) کردو' حضرت انس نے کہا: پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس (باغ) کو حضرت حسان اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کے لیے وقف کر دیا اور وہ دونوں میری بہ نسبت ان کے زیادہ قریب تھے' اور حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب کی حضرت ابوطلحہ سے قرابت اس طرح تھی کہ حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل بن الاسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار ہے اور حسان بن ثابت بن المنذر بن حرام ہے' پس یہ دونوں حرام میں جمع ہو جاتے ہیں اور حرام ان کی پشت میں تیسرے نمبر کے باپ ہیں' اور حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار' وہ حضرت حسان اور حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی' عمرو بن مالک کے ساتھ چھٹی پشت میں جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار ہیں' پس عمرو بن مالک میں حضرت حسان اور حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی جمع ہو جاتے ہیں۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے حضرت ابوطلحہ' حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کا نسب بیان کیا ہے' تا کہ ان کی باہمی رشتہ داری واضح ہو۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا اَوْصٰى لِقَرَابَتِهٖ فَهُوَ اِلٰى اٰبَائِهٖ فِي الْاِسْلَامِ.

اور بعض لوگوں نے کہا کہ جب کسی شخص نے اپنے رشتہ داروں کے لیے وصیت کی تو وہ اس کے مسلمان آباء واجداد کی طرف راجع ہے۔

Marfat.com

اس تعلیق میں بعض لوگوں سے امام بخاری کی مراد امام ابو یوسف ہیں' جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں' اس باب کے شروع میں اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ذکر کر دیا گیا ہے اور امام محمد بن حسن شیبانی امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۶۵)

۲۷۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ طَلْحَةَ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْطَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ سے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ تم اس (باغ) کو اپنے رشتہ داروں میں (وقف) کر دو' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کرتا ہوں' پھر حضرت ابوطلحہ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں رشتہ داروں میں وقف کرنے کا ذکر ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۝﴾ (الشعراء: ۲۱۴) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی: اور آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرایئے۝ (الشعراء: ۲۱۴) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قریش کی جماعت!

اس تعلیق میں امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے' اور اس کی مفصل روایت سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۷۵۳ میں ہے۔

۱۱ - بَابٌ هَلْ يَدْخُلُ النِّسَاءُ وَالْوَلَدُ فِي الْاَقَارِبِ

کیا رشتہ داروں میں عورتیں اور بچے بھی داخل ہیں؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ عورتیں اور بچے رشتہ داروں میں داخل ہیں یا نہیں؟

۲۷۵۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۝﴾ (الشعراء: ۲۱۴) قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی: آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرایئے۝ (الشعراء: ۲۱۴) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: اے قریش کی جماعت! یا اس کی مثل کوئی اور الفاظ فرمائے: تم اپنی جانوں کو (ایمان لا کر) عذاب سے بچا لو میں تمہیں (اللہ کی اجازت کے بغیر) اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچاؤں گا' اے بنو عبد مناف!

Marfat.com

اللّٰهِ شَيْئًا وَّ يَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِيْ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا تَابَعَهُ اَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

[اطراف الحدیث: ۳۵۲۷-۴۷۷۱]

(میں اذنِ الٰہی کے بغیر) تم کو اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچاؤں گا' اے عباس بن عبدالمطلب! میں تمہیں (حکمِ الٰہی کے بغیر) اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچاؤں گا اور اے صفیہ! رسول اللہ کی پھوپھی! (اذنِ الٰہی کے بغیر) میں تم کو اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچاؤں گا' اور اے فاطمہ بنت محمد! تم میرے مال سے جو چاہو سوال کرو' (اللہ کی اجازت کے بغیر) میں تم سے اللہ کا عذاب بالکل دور نہیں کروں گا۔ اصبغ نے شعیب کی متابعت کی ہے از ابن وہب از یونس از ابن شہاب۔

(صحیح مسلم: ۲۰۴' الرقم المسلسل: ۳۸۹' سنن نسائی: ۳۶۴۳' سنن ترمذی: ۳۱۸۵' صحیح ابن حبان: ۶۴۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۷۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۴۰۲- ج ۱۴ ص ۱۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مکمل مطابقت نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث میں جو آیت ذکر کی ہے وہ رشتہ داروں کو ڈرانے کے متعلق ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' اور اس باب کا عنوان ہے کہ کیا عورتیں اور بچے رشتہ داروں میں داخل ہیں؟ اس حدیث میں عورتوں کا ذکر تو ہے لیکن بچوں کا ذکر نہیں ہے' اس لحاظ سے اس حدیث کی باب کے عنوان کے صرف ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت کمسن بچی تھیں' اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہوگئی۔)

اولاد کے لفظ میں بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد کے دخول میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اولاد کے لفظ کا بیٹوں اور بیٹیوں دونوں پر اطلاق ہوتا ہے' اور وہ عورتیں جو اس کی صلب سے ہوں جیسے بیٹی اور عصبات جیسے پھوپھی اور بہن' یہ قریبی رشتہ داروں میں داخل ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنی پھوپھی کو عذاب سے ڈرایا' اسی طرح اپنی بیٹی کو بھی عذاب سے ڈرایا۔

اس میں اختلاف ہے کہ بیٹیوں کی اولاد یا پھوپھیوں کی اولاد' جو ایک باپ میں جمع نہ ہوں' وہ قریبی رشتہ داروں میں داخل ہیں یا نہیں؟ پس امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی جائیداد کو اپنی اولاد پر وقف کیا تو اس میں اس کا بیٹا اور بیٹے کی اولاد داخل ہے' اور بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہے' اسی طرح جب اس نے اپنے رشتہ داروں کے لیے وصیت کی تو اس میں اس کی بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہوگی' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قرابت ہر ذی رحم محرم کے ساتھ خاص ہے' پس ان کے نزدیک قرابت داروں سے چچا کا بیٹا' پھوپھی کا بیٹا اور ماموں کا بیٹا اور خالہ کا بیٹا خارج ہیں کیونکہ یہ محرم نہیں ہیں۔

امام شافعی کے نزدیک ہر ذی رحم محرم اور اس کا غیر رشتہ دار ہے' لہٰذا ان کے نزدیک چچا کا بیٹا وغیرہ ساقط نہیں ہوتا اور امام مالک نے کہا: اس میں بیٹیوں کی اولاد داخل نہیں ہے۔

Marfat.com

اولاد میں بیٹیوں کی اولاد کے دخول پر دلائل اور ان پر علامہ ابن بطال کا اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ جن فقہاء نے بیٹیوں کی اولاد کو اقارب اور رشتہ داروں میں داخل کیا ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے' اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے اور آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کبھی حضرت حسن کی طرف اور آپ یہ فرما رہے تھے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۷۰۴-۳۶۲۹ 'سنن ابوداؤد: ۴۶۶۲ 'سنن ترمذی: ۳۷۷۳ 'مسند احمد ج ۵ ص ۳۷)

اور قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى. (الحجرات:۱۳) بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔

پس اولاد مرد کا بھی حصہ ہے اور عورت کا بھی حصہ ہے اور تولد (پیدائش) جس طرح باپ کی طرف سے ہوتی ہے' اسی طرح ماں کی طرف سے ہوتی ہے اور قرآن مجید کی درج ذیل آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (الانعام: ۸۵-۸۴)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطاء کیے' ہم نے سب کو ہدایت دی' اور ان سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی' اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزاء دیتے ہیں ۝ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (سب کو ہدایت عطاء فرمائی)' یہ سب صالحین میں سے ہیں ۝

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد فرمایا ہے حالانکہ وہ ان کی بیٹی کے بیٹے ہیں' اور بیٹے کی اولاد اور بیٹی کی اولاد میں کوئی فرق نہیں کیا۔

اس آیت سے استدلال کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ پر حضرت ابراہیم کی ذرّیت کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت حسن بن علی کو فرمایا: یہ میرا بیٹا ہے یہ بھی اطلاق مجازی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۳۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ جواب صحیح نہیں ہے' قرآن مجید اور حدیث رسول کے اطلاق کو بغیر کسی دلیل کے مجاز پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے' کسی لفظ کو مجاز پر اس وقت محمول کیا جاتا ہے جب اس لفظ سے حقیقت کا ارادہ کرنا محال ہو اور یہاں پر ایسا نہیں ہے' لہٰذا صحیح یہ ہے کہ اولاد کا لفظ بیٹے کی اولاد اور بیٹی کی اولاد دونوں کو شامل ہے اور جب کسی شخص نے اپنی اولاد کے لیے وصیت کی یا ان کے لیے جائیداد کو وقف کیا تو اس میں بیٹوں اور بیٹیوں دونوں کی اولاد شامل ہوگی اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور سے شیخ اسماعیل دہلوی کا اہل بیت کے حق میں شفاعت پر اعتراض اور مصنف کے جوابات

اس حدیث صحیح البخاری: ۲۷۵۳ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جمع کر کے ایمان نہ لانے کی تقدیر پر سب کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ نے اس حدیث کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابوہریرہ نے کہ جب اتری یہ آیت کہ ڈراوے تو اپنی برادری کو جو نا تار کھتے ہیں تجھ سے' تو پیغمبر خدا نے اپنے ناتے والوں کو پھر اکٹھا کر کے پکارا' اور جدا جدا بھی' سو فرمایا: اے اولاد کعب بن لوی کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے' کیونکہ بے شک میں نہیں اختیار رکھتا تمہارا اللہ کے یہاں کچھ' یا یوں فرمایا کہ بے شک میں نہیں کام آنے کا تمہارے' اللہ کے یہاں کچھ' اور اے اولاد مرہ بن کعب! اے اولاد عبد شمس کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے' کیونکہ بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے' اللہ کے یہاں کچھ' اور اے اولاد عبد مناف کی! بچاؤ تم اپنی جان کو آگ سے' کیونکہ بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے' اللہ کے ہاں کچھ' اور اے اولاد عبد المطلب کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے' کیونکہ بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے' اللہ کے یہاں کچھ' اور اے فاطمہ! بچاؤ تم اپنی جان کو آگ سے' مانگ لے مجھ سے جتنا چاہیے میرا مال' نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے یہاں کچھ۔

اس حدیث کا مذکور الصدر ترجمہ کرنے کے بعد شیخ اسماعیل دہلوی نے ف کا عنوان قائم کر کے اس حدیث کا حسب ذیل فائدہ لکھا ہے:

یعنی اور جو لوگ کسی بزرگ کے قرابتی ہوتے ہیں' ان کو اس کی حمایت پر بھروسا ہوتا ہے اور اس پر مغرور ہو کر اللہ کا خوف کم رکھتے ہیں' سو اس لیے اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ اپنے قرابتیوں کو ڈرا دیوے' انہوں نے سب کو اپنی بیٹی تک (کو) کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو' سو یہ میرا مال موجود ہے' اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے' وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا' سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا ...کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آتی جب تک کچھ معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے تو کچھ کام نہیں نکلتا۔ (تقویۃ الایمان (کلاں) ص ۲۵' مطبوعہ علیمی' لاہور)

شیخ اسماعیل دہلوی نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قریبی اعزہ کو حتیٰ کہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے' ہمارے نزدیک یہ کہنا قطعاً باطل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اقارب کو اذنِ الٰہی سے ضرور فائدہ پہنچائیں گے اور اس کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

امام مسلم نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس کے آخر میں ہے: میرا تمہارے ساتھ رحم کا تعلق ہے اور میں عنقریب اس کی تراوٹ تمہیں پہنچاؤں گا' یعنی تم کو نفع پہنچاؤں گا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۴' الرقم المسلسل: ۴۸۹' سنن نسائی: ۳۶۴۳)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا' پھر جوان سے زیادہ قریب ہوں۔ الحدیث

(المعجم الکبیر: ۱۳۵۵۰' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۹۰' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۸۱-۳۸۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ نہ تمہیں عذاب دے گا اور نہ تمہاری اولاد کو۔

(المعجم الکبیر: ۱۱۶۸۵- ج ۱۱' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں)

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے میرے رب نے میرے اہل بیت کے متعلق یہ وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جس نے توحید کا اقرار کیا' میں ان کو عذاب نہیں دوں گا۔

(المستدرک ج ۳ ص ۱۵۰' حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۷۰۴)

اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے بنوعبد مناف' حضرت عباس' حضرت صفیہ اور حضرت سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: (اللہ کی اجازت کے بغیر) میں تم سے اللہ کا عذاب بالکل دور نہیں کروں گا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۵۳) اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ آپ کے رشتہ داروں میں سے جو آپ پر ایمان نہیں لایا اور موت تک کفر اور شرک پر قائم رہا' آپ اس کی شفاعت نہیں فرمائیں گے اور اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کریں گے' لیکن جو آپ پر ایمان لے آیا اور اس سے عمل میں کچھ تقصیر ہوگئی اور آپ ایسے عام مسلمانوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے تو پھر آپ اپنے خواص اور اپنے اقربین کی شفاعت کیوں نہیں فرمائیں گے۔

اس حدیث کی بہت زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے الشعراء: ۲۱۴ میں کی ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۸ ص ۴۶۷۔۴۶۱۔

۱۲ - بَابُ هَلْ يَنْتَفِعُ الْوَاقِفُ بِوَقْفِهٖ؟ کیا وقف کرنے والا خود بھی اپنے وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دوسروں کی طرح واقف خود بھی اپنے وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

وَقَدِ اشْتَرَطَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَّلِيَهٗ اَنْ يَّاْكُلَ. اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر وقف کا منتظم وقف سے کچھ کھالے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۳۷ میں مذکور ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وقف کرنے والے کے لیے اپنے وقف سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے اس وقف کو اللہ کی رضا کے لیے نکالا ہے اور اس کو اپنی مِلک سے منقطع کر دیا ہے' لہٰذا اس کا اس وقف سے کچھ فائدہ اٹھانا اپنے صدقہ میں رجوع کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا ہے اور اس کے لیے صرف اس صورت میں اپنے وقف سے نفع اٹھانا جائز ہے' جب اس نے اس وقف میں اس کی شرط لگا دی ہو یا وقف کرنے والا اس وقف کا محتاج ہو جائے یا اس کے ورثاء محتاج ہوں تو پھر ان کے لیے اس وقف سے کھانا جائز ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی مکان کو یا کسی ہتھیار کو یا کسی غلام کو اللہ کی راہ میں وقف کیا اور طویل عرصہ تک یہ وقف جاری رہا' پھر واقف نے ارادہ کیا کہ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح اس وقف سے فائدہ اٹھائے تو اگر وہ اس کا محتاج ہے تو پھر اس کا اس وقف سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۳۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَقَدْ يَلِي الْوَاقِفُ اَوْ غَيْرُهٗ. اور کبھی واقف خود اور کبھی دوسرا شخص اس کے وقف کا منتظم ہوتا ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وقف کرنے والا یہ شرط لگا لے کہ وہ اس واقف کا خود انتظام کرے گا تو یہ جائز ہے۔

وَكَذٰلِكَ مَنْ جَعَلَ بَدَنَةً اَوْ شَيْئًا لِلّٰهِ فَلَهٗ اَنْ يَّنْتَفِعَ بِهَا كَمَا يَنْتَفِعُ غَيْرُهٗ وَاِنْ لَّمْ يَشْتَرِطْ. اور اسی طرح جس شخص نے قربانی کے اونٹ کو یا اور کسی چیز کو اللہ کے لیے وقف کر دیا تو اس کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا جائز

Marfat.com

ہے‘ جس طرح دوسروں کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے‘
خواہ اس نے شرط نہ لگائی ہو۔

یہ بھی امام بخاری کی عبارت ہے اور اس سے انہوں نے یہ اشارہ کیا ہے کہ واقف کے لیے اپنے وقف سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے‘ بہ شرطیکہ اس سے اس کے وقف کو ضرر نہ پہنچے۔

٢٧٥٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ لَهُ ارْكَبْهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ أَوْ وَيْحَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کیا‘ انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کا اونٹ لے جارہا تھا‘ آپ نے اس سے فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ‘ تو اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے‘ پھر آپ نے اس سے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: تمہیں عذاب ہو‘ یا فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم اس پر سوار ہو جاؤ۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ١٦٩٠ میں گزر چکی ہے‘ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کا حکم دیا‘ اس سے معلوم ہوا کہ جس اونٹ کو قربانی کے لیے وقف کر دیا ہو‘ اس سے بھی نفع حاصل کرنا جائز ہے۔

٢٧٥٥ - حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کا اونٹ لے جارہا تھا‘ آپ نے اس سے فرمایا: اس پر سوار ہو! اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے‘ آپ نے دوسری بار یا تیسری بار فرمایا: تم پر افسوس ہے! اس پر سوار ہو۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ١٦٩٩ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابٌ إِذَا وَقَفَ شَيْئًا فَلَمْ يَدْفَعْهُ إِلٰى غَيْرِهٖ فَهُوَ جَائِزٌ

جب کسی چیز کو وقف کر کے اس کو دوسرے کے حوالہ نہ کرے تو جائز ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ وقف صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کو اپنے قبضہ سے نکال کر دوسرے کو دیا جائے‘ امام شافعی اور امام ابو یوسف کا یہی قول ہے اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ اس وقت تک وقف صحیح نہیں ہے جب تک کہ اس کو اپنے قبضہ سے نکال کر دوسرے کے حوالہ نہ کر دے‘ امام ابو یوسف اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر‘ حضرت علی اور سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہم نے کچھ اموال وقف کیے اور ان کو اپنے قبضہ میں رکھا اور وہ اس میں سے صدقہ کرتے تھے اور اس سے نفع حاصل کرتے تھے‘ امام طحاوی نے کہا ہے کہ وقف‘ غلام کو آزاد کرنے کے مشابہ ہے کیونکہ ان دونوں میں اللہ کی رضا کے لیے دوسروں کو کسی چیز کا مالک بنایا جاتا ہے‘

Marfat.com

لہٰذا صرف قول سے یہ نافذ ہو جاتا ہے اور اس میں قبضہ کی ضرورت نہیں ہے اور یہ ہبہ سے ممتاز ہے کیونکہ اس میں کسی آدمی کو مالک بنایا جاتا ہے اس لیے وہ بغیر قبضہ کے مکمل نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۶۹)

لِاَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَوْقَفَ وَقَالَ لَا جُنَاحَ عَلٰی مَنْ وَّلِیَهٗ اَنْ یَّاْكُلَ وَلَمْ یَخُصَّ اِنْ وَّلِیَهٗ عُمَرُ اَوْ غَیْرُهٗ.

کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کیا اور فرمایا: جو اس کا منتظم بنے اس کے لیے اس میں سے کھانے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور انہوں نے اس کی تخصیص نہیں کی کہ خواہ اس کا انتظام حضرت عمر کریں یا کوئی دوسرا کرے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جس قول سے استدلال کیا ہے وہ صحیح البخاری: ۲۷۷۳ میں مذکور ہے حضرت عمر نے جب وقف کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اس کو اپنے قبضہ سے نکال دیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر واقف وقف کو اپنے قبضہ میں رکھے پھر بھی وقف صحیح ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ طَلْحَةَ اَرٰی اَنْ تَجْعَلَهَا فِی الْاَقْرَبِیْنَ فَقَالَ اَفْعَلُ فَقَسَمَهَا فِیْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِیْ عَمِّهٖ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ تم اس باغ کو اپنے قرابت داروں میں وقف کردو تو انہوں نے کہا: میں کرتا ہوں! پھر انہوں نے اس باغ کو اپنے قرابت داروں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری: ۲۷۵۲ میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقف کرنے کے جواز میں قبضہ کی شرط نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث روایت نہیں کی اور تعلیقات کے ضمن میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان پر اکتفاء کر لیا ہے۔

۱۴ - بَابٌ اِذَا قَالَ دَارِیْ صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ وَلَمْ یُبَیِّنْ لِلْفُقَرَاءِ اَوْ غَیْرِهِمْ فَهُوَ جَائِزٌ وَّیَضَعُهَا فِی الْاَقْرَبِیْنَ اَوْ حَیْثُ اَرَادَ

جب کسی شخص نے کہا: میرا مکان اللہ کی رضاء کے لیے صدقہ ہے اور فقراء یا دوسرے لوگوں کا بیان نہیں کیا تو یہ جائز ہے خواہ وہ اس کو اپنے رشتہ داروں میں وقف کر دے یا جہاں ارادہ کرے

علامہ محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے: جب کوئی شخص یہ کہے کہ میری یہ زمین صدقہ ہے اور اس پر کوئی اضافہ نہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ اصل زمین کو فقراء اور مساکین پر صدقہ کر دے یا اس کو فروخت کر دے اور اس کی قیمت کو مساکین پر صدقہ کر دے اور یہ وقف نہیں ہے اور اگر وہ فوت ہو گیا تو یہ ساری زمین اس کی وراثت میں ہوگی اور ہر وہ صدقہ جس کی کسی مسکین کی طرف اضافت نہ ہو اس کا یہی حکم ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ طَلْحَةَ حِیْنَ قَالَ اَحَبُّ اَمْوَالِیْ اِلَیَّ بِیْرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ فَاَجَازَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ.

جب حضرت ابوطلحہ نے کہا: میرا سب سے پسندیدہ مال بیرحاء (کا باغ) ہے اور یہ اللہ کی رضاء کے لیے صدقہ ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (تم اس باغ کو اپنے قرابت

Marfat.com

داروں میں وقف کردو پس حضرت ابوطلحہ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں وقف کر دیا) تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَايَجُوْزُ حَتّٰى يُبَيِّنَ لِمَنْ وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ.

اور بعض فقہاء نے کہا کہ یہ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ یہ بیان کر دے کہ یہ (صدقہ) کس کے لیے ہے اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے یعنی بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس طرح صدقہ کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ معین کر کے بتائے کہ وہ کس کے لیے صدقہ کر رہا ہے اور بعض فقہاء سے امام بخاری کی مراد امام شافعی ہیں وہ کہتے ہیں کہ وقف اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ اس کا مصرف معین کر دے اور وہ چیز اس کی ملک میں رہے گی اور وقف نہیں ہوگی اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں وقف صحیح ہے اور امام مالک امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷)

۱۵ - بَابٌ اِذَا قَالَ اَرْضِيْ اَوْ بُسْتَانِيْ صَدَقَةٌ عَنْ اُمِّيْ فَهُوَ جَائِزٌ وَّاِنْ لَّمْ يُبَيِّنْ لِّمَنْ ذٰلِكَ

جب کسی شخص نے کہا: میری زمین یا میرا باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے تو یہ جائز ہے خواہ وہ یہ نہ بیان کرے کہ یہ کس کے لیے صدقہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ صورت مذکورہ میں صدقہ جائز ہے اور ہم اس سے پہلے باب میں بیان کر چکے ہیں کہ اس صورت میں امام شافعی اور امام مالک اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا اختلاف ہے۔

۲۷۵۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْلٰى اَنَّهٗ سَمِعَ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ اَنْبَاَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تُوُفِّيَتْ اُمُّهٗ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ تُوُفِّيَتْ وَاَنَا غَائِبٌ عَنْهَا اَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا. [اطراف الحدیث: ۲۷۶۲-۲۷۷۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یعلیٰ نے خبر دی انہوں نے عکرمہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں فوت ہوگئیں اور وہ اس وقت اپنی ماں کے پاس سے غائب تھے (یعنی ان کے پاس نہ تھے) سو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک میری ماں وفات پا گئی ہیں اور میں اس وقت ان سے غائب تھا اگر میں ان کی طرف سے کسی چیز کو صدقہ کروں تو کیا اس سے ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پس میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا المخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سلام صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں صرف محمد مذکور ہے اور مشہور محمد بن سلام ہے (۲) مخلد بن یزید (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۴) یعلیٰ بن حکیم دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام یعلیٰ بن مسلم بن ھرمز ہے (۵) عکرمہ مولیٰ ابن عباس

Marfat.com

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۷۱)

حضرت سعد بن عبادہ کی ماں کا تذکرہ "حائط" اور "مخراف" کے معانی اور ایصالِ ثواب کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد بن عبادہ کی ماں کا ذکر ہے' ان کا نام عمرۃ بنت مسعود ہے' یہ انصار یہ خزرجیہ ہیں' امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ اسلام لائیں اور بیعت کی اور یہ پانچ ہجری میں فوت ہوگئیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت غزوۂ دومۃ الجندل میں تھے اور ان کے بیٹے حضرت سعد بن عبادہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' جب یہ حضرات اس غزوہ سے واپس آئے تو حضرت سعد بن عبادہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ نے ان کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی' ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل صحابی ہے' کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت اپنے والدین کے ساتھ مکہ میں تھے۔

نیز اس حدیث میں "حائط" اور "مخراف" کا لفظ ہے "حائط" کا معنی ہے: کھجوروں کا ایسا باغ جس کے گرد چار دیواری ہو۔ "مخراف" حضرت سعد بن عبادہ کے باغ کا نام ہے' اور "مخراف" اس تھیلے کو کہتے ہیں جس میں درختوں سے پھل توڑ کر رکھ لیے جاتے ہیں' علامہ ابن الاثیر نے کہا: "مخراف" کا معنی کھجور کا درخت ہے اور اس کا معنی تازہ کھجوریں بھی ہیں' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ "مخراف" کا معنی درخت ہے اور یہی صحیح ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس سے اس کو نفع ہوتا ہے اور قرآن مجید پڑھنے کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایصالِ ثواب کے ثبوت میں بعض دیگر احادیث

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو کچھ صدقہ کرتی' پس اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو کوئی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۲۷۶۰-۱۳۸۸' صحیح مسلم: ۱۰۰۴' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۷)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے' قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کر دیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے' وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا موقع تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۱۳' صحیح مسلم: ۱۳۳۴' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹' سنن نسائی: ۲۶۴۱)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اب وہ فوت ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ کا قرض ادا کرو وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹' مسند الحمیدی: ۵۰۷' سنن دارمی: ۱۸۴۰)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی' پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئی' آیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف

سے حج کرو' یہ بتاؤ کہ! اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اللہ کا قرض ادا کرو' کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے۔
(صحیح البخاری: ۷۳۱۵' موطأ امام مالک: ۲۳۶)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا' وہ مینڈھا لایا گیا تا کہ آپ اس کی قربانی کریں' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ! پھر فرمایا: اس چھری کو پتھر سے تیز کرو' انہوں نے اس چھری کی دھار تیز کی' پھر آپ نے اس چھری کو پکڑ کر اس مینڈھے کو گرایا' پھر اس کو ذبح کرنے لگے' پھر یہ دعا کی: بسم اللہ! اے اللہ! اس کو محمد اور آلِ محمد اور اُمتِ محمد کی طرف سے قبول فرما! پھر اس کو قربان کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۷' سنن ابوداؤد: ۲۷۹۲)

(۶) حنش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے' میں نے ان سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں' سو میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں (سنن ترمذی میں ہے: میں اس قربانی کو کبھی ترک نہیں کروں گا)۔
(سنن ابوداؤد: ۲۷۹۰' سنن ترمذی: ۱۴۹۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۷' المستدرک ج ۴ ص ۲۳۰۔۲۲۹' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۸۸)

(۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ بے شک میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی ہے' اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم پر پانی کا صدقہ لازم ہے۔ (المعجم الاوسط: ۸۰۵۷' مکتبۃ المعارف' ریاض)

(۸) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے' انہوں نے کوئی وصیت کی ہے نہ صدقہ' اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا وہ مقبول ہوگا؟ اور انہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگرچہ تم بکری کا جلا ہوا کھر صدقہ کرو۔ (المعجم الاوسط: ۷۴۸۶' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

(۹) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص نفلی صدقہ کر کے اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے قرار دیتا ہے تو انہیں بھی اس صدقہ کا اجر وثواب ملتا ہے اور اس کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔
(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۹' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

(۱۰) عمرو بن شعیب اپنے باپ سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے اپنے حصہ کے پچاس غلام آزاد کر دیئے' پھر اس کے دوسرے بیٹے عمرو نے ارادہ کیا کہ بقیہ پچاس غلام آزاد کر دے' پھر انہوں نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لوں' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے اپنے حصہ کے پچاس غلام آزاد کر دیئے اور پچاس غلاموں کو آزاد کرنا باقی ہے' کیا میں اپنے باپ کی طرف سے ان کو آزاد کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو پھر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا تم اس کی طرف سے حج کرتے تو اس کو ان عبادات کا ثواب پہنچتا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۸۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۷۔۳۸۶' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۲)

(۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا ہے' اگر اچانک انتقال نہ ہوا ہوتا تو ضرور وہ صدقہ کرتیں اور کچھ دیتیں' تو کیا میرا ان کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کرنا انہیں کفایت کرے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم ان کی طرف سے صدقہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۸۱)

Marfat.com

(۱۲) حجاج بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: میرے ماں باپ ہیں جن کے ساتھ میں زندگی میں نیکی کرتا تھا' اب ان کی موت کے بعد میں ان کے ساتھ کیسے نیکی کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ نیکی اس طرح ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لیے روزہ رکھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۷ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا: شبرمہ کی طرف سے لبیک' آپ نے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی ہے یا میرا رشتہ دار ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنا حج کرلیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پہلے اپنا حج کرو' پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۱۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۳۹)

(۱۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا یا ان کا کوئی قرض ادا کیا' وہ قیامت کے دن نیکی کرنے والوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۱۵) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو وہ حج اس کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور اس کے والدین کی طرف سے بھی اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۱۶) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ اور ماں کی طرف سے حج کیا' اس کا اپنا حج بھی ہوگیا اور اس کو دس حج کرنے کی فضیلت ملے گی۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ 'بیروت)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس پر جو حج فرض ہے' وہ اس کو ادا کرنے کی نیت کرے' پھر اس کا ثواب اپنے ماں باپ کو پہنچا دے۔

(۱۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہوگیا اور اس نے حج نہیں کیا: آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کرتے تو وہ قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھا' پھر اس کا اجر اس قبرستان کے مُردوں کو بخش دیا تو اس قبرستان کے جتنے مردے ہیں' اتنی بار اس کے پڑھنے کا اس شخص کو اجر ملے گا۔ (جمع الجوامع: ۲۳۱۵۲' التذکرہ ج ۱ ص ۱۲۸' شرح الصدور ص ۳۱۲)

(۱۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قبرستان میں جا کر سورۂ یٰسٓ پڑھی' اللہ تعالیٰ اس دن مُردوں کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے اور قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کو نیکیاں عطاء فرماتا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۳۷۳ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت)

(۲۰) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورۂ یٰسٓ پڑھے تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔ (کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۸ 'مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

ایصال ثواب کے ثبوت میں یہ بیس احادیث ہیں اور ایک حدیث اس باب میں مذکور ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۵۶) سو یہ کل اکیس احادیث ہیں' ان میں سے بعض کی سند کی تفصیل اور ان پر اعتراضات کے جوابات اور ایصال ثواب کے ثبوت میں ائمہ مذاہب کے

Marfat.com

اقوال اور دیگر مباحث ہم نے سورۃ النجم: ۳۹ کی تفسیر میں بیان کر دیے ہیں' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۵۷۶-۵۳۲۔

۱۶ - بَابٌ إِذَا تَصَدَّقَ أَوْ وَقَفَ بَعْضَ مَالِهِ أَوْ بَعْضَ رَقِيقِهِ أَوْ دَوَابِّهِ فَهُوَ جَائِزٌ

جب کسی شخص نے اپنا کچھ مال یا کوئی غلام یا کوئی سواری' صدقہ کی یا وقف کی تو یہ جائز ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کچھ مال کا صدقہ کرے یا اس کو وقف کرے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی اور اکثر فقہاء اس پر متفق ہیں کہ تندرست آدمی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی صحت کے زمانہ میں اپنے کل مال کا صدقہ کر دے' مگر فقہاء نے کہا ہے کہ اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے لیے اتنا مال باقی رکھے جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اور قدرتی آفات' مرض اور فقر وغیرہ میں اسے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے' کیونکہ دنیا کی آفات اور مصائب بہت زیادہ ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اچانک اس کی بینائی جاتی رہے یا وہ اپاہج ہو جائے اور اسے علاج کے لیے رقم کی ضرورت ہو' کیونکہ جب حضرت کعب بن مالک نے کہا: اے نبی اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ ہمیشہ سچ بولوں گا اور اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کروں گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو' یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر: ۹۰- ج ۱۹ ص ۴۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۷۵۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِي صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ. [اطراف الحدیث: ۲۹۴۷-۲۹۴۸-۲۹۴۹-۲۹۵۰-۳۰۸۸-۳۵۵۶-۳۸۸۹-۳۹۵۱-۴۴۱۸-۴۶۷۳-۴۶۷۶-۴۶۷۷-۴۶۷۸-۶۲۵۵-۶۶۹۰-۷۲۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمان بن عبد اللہ بن کعب نے خبر دی کہ عبد اللہ بن کعب نے بتایا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال سے خالی ہو جاؤں اور اس کو اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کر دوں' تو آپ نے فرمایا: تم اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو' یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے' تو میں نے عرض کیا: مجھے خیبر میں جو مال ملا تھا اس کو اپنے لیے رکھ لیتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۷۶۹' الرقم المسلسل: ۶۹۱۰' سنن ابوداؤد: ۲۲۰۲' سنن نسائی: ۳۴۲۱-۳۴۲۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۷۷۰- ج ۲۵ ص ۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کے لیے اپنے بعض مال کا صدقہ کرنا جائز ہے۔

غنا کی فقر پر فضیلت اور توبہ کرنے کے بعد نیک اعمال کرنا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ غنیٰ' فقر سے افضل ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مال تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین کا صدقہ کرنا جائز ہے اور غلام کو مساکین پر وقف کرنا جائز ہے۔
غلام اور حیوان کو صدقہ کرنے میں جو فقہاء کا اختلاف ہے' اس کا میں عنقریب ذکر کروں گا۔
المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ سے توبہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور اس شخص کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرے اور دوسرے نیک اعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۷ - بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ اِلٰی وَكِيْلِهٖ ثُمَّ رَدَّ الْوَكِيْلُ اِلَيْهِ

جس شخص نے اپنے وکیل کو صدقہ دیا' پھر وکیل نے وہ صدقہ واپس کر دیا

صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں یہ عنوان اور یہ حدیث مذکور نہیں ہے' اسی وجہ سے علامہ ابن بطال نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

۲۷۵۸ - وَقَالَ اِسْمٰعِيْلُ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲) جَاءَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِیْ كِتَابِهٖ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲) وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِیْ اِلَیَّ بِيْرُحَاءَ قَالَ وَكَانَتْ حَدِيْقَةً كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَسْتَظِلُّ بِهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّائِهَا فَهِیَ اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِلٰی رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْجُوْا بِرَّهٗ وَذُخْرَهٗ فَضَعْهَا اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ يَا اَبَا طَلْحَةَ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ قَبِلْنَاهُ مِنْكَ وَرَدَدْنَاهُ اِلَيْكَ فَاجْعَلْهُ فِی الْاَقْرَبِيْنَ فَتَصَدَّقَ بِهٖ اَبُوْ طَلْحَةَ عَلٰی ذَوِیْ رَحِمِهٖ قَالَ وَكَانَ مِنْهُمْ اُبَیٌّ وَّحَسَّانُ قَالَ وَبَاعَ حَسَّانُ حِصَّتَهٗ مِنْهُ مِنْ مُّعَاوِيَةَ فَقِيْلَ لَهٗ تَبِيْعُ صَدَقَةَ اَبِیْ طَلْحَةَ فَقَالَ اَلَا اَبِيْعُ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ بِصَاعٍ مِّنْ دَرَاهِمَ قَالَ وَكَانَتْ تِلْكَ الْحَدِيْقَةُ فِیْ مَوْضِعِ قَصْرِ بَنِیْ حُدَيْلَةَ الَّذِیْ بَنَاهُ مُعَاوِيَةُ۔

اور اسماعیل نے کہا: مجھے عبد العزیز بن عبد اللہ بن ابی سلمہ نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ' (انہوں نے کہا:) مجھے اس حدیث کا علم صرف حضرت انس رضی اللہ سے ہے' انہوں نے بتایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: تم اس وقت تک ہرگز نیکی نہ پا سکو گے جب تک کہ اس چیز سے نہ خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران:۹۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ آئے پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: تم اس وقت تک ہرگز نیکی نہ پا سکو گے جب تک کہ اس چیز سے نہ خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران: ۹۲) اور میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء ہے اور وہ ایک باغ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے اور اس کا سایا طلب کرتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے' سو اب وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کی راہ میں صدقہ ہے) میں اس کی نیکی اور اس کے ذخیرۂ آخرت ہونے کی امید رکھتا ہوں' یا رسول اللہ! آپ کو اللہ عزوجل جہاں بتائے آپ اس کو وہاں خرچ کیجئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو! اے ابوطلحہ! یہ تو بہت نفع آور مال ہے' ہم نے اس کو تم سے قبول کر لیا اور ہم نے اس کو تمہیں واپس کر دیا' تم یہ اپنے قرابت داروں کو دے دو' تو حضرت ابوطلحہ نے وہ اپنے ذوالارحام (ماں کی طرف سے قرابت داروں) کو دے دیا' اور ان میں حضرت اُبی تھے اور حضرت حسان تھے' حضرت انس نے بتایا کہ حضرت حسان نے اپنا حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ کو فروخت کر دیا'

Marfat.com

ان سے کہا گیا: کیا تم حضرت ابوطلحہ کا صدقہ فروخت کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: کیا میں ایک صاع کھجوروں کو ایک صاع دراہم کے عوض فروخت نہ کروں اور یہ باغ بنو حدیلہ کے اس محل کی جگہ تھا جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے باغ کے صدقہ کرنے کا وکیل بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہ باغ ان کو واپس کر دیا۔

۱۸ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (النساء:۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج آ جائیں تو انہیں (بھی) اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کہو (النساء:۸)

تقسیم وراثت کے وقت غیر وارثوں کی دل جوئی کے لیے انہیں صدقہ دینے کے حکم میں مذاہب فقہاء

ابتداء اسلام میں ان غیر وارثوں کو صدقہ کرنا واجب تھا' پھر یہ مستحب ہو گیا۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں؟ مجاہد' ابو العالیہ' شعبی' حسن بصری اور ابراہیم نخعی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اہل میراث پر واجب ہے کہ وہ میراث میں سے غیر ورثاء کو بھی صدقہ دیں' اور ابن المسیب نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے' یہ حکم فرائض کے نزول سے پہلے تھا' جب اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حصہ مقرر فرما دیا تو جس طرح اس کے وصیت کرنے کی فرضیت منسوخ ہو گئی' اسی طرح تقسیم وراثت کے وقت غیر وارثوں کی دل جوئی کے لیے انہیں صدقہ دینے کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ یہ جمہور فقہاء' ائمہ اربعہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۲۷۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ نَاسًا يَزْعُمُوْنَ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ نُسِخَتْ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نُسِخَتْ وَلٰكِنَّهَا مِمَّا تَهَاوَنَ النَّاسُ هُمَا وَالِيَانِ وَالٍ يَرِثُ وَذَاكَ الَّذِيْ يَرْزُقُ وَوَالٍ لَّا يَرِثُ فَذَاكَ الَّذِيْ يَقُوْلُ بِالْمَعْرُوْفِ يَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ أَنْ أُعْطِيَكَ.

[طرف الحدیث: ۴۵۷۶] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الفضل ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے اور نہیں! اللہ کی قسم! یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی لیکن یہ آیت اس قبیل سے ہے جس (پر عمل کرنے) میں لوگوں نے سستی کی ہے اور والی دو قسم کے ہیں' ایک وہ ہیں جو خود وارث ہیں اور حاضرین کو دیتے ہیں اور دوسرے وہ والی ہیں جو وارث نہیں ہیں' پس یہی وہ ہیں جو عمدگی سے جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں تم کو دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک النساء: ۸ منسوخ نہیں ہے۔

Marfat.com

۱۹ - بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ تُوُفِّيَ فَجَاةً أَنْ يَتَصَدَّقُوا عَنْهُ وَقَضَاءِ النُّذُورِ عَنِ الْمَيِّتِ

جو اچانک فوت ہو جائے اس کی طرف سے صدقہ کرنا اور میت کی نذر کو پورا کرنا مستحب ہے

۲۷۶۰ - حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ تَصَدَّقْ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کرتیں تو صدقہ کرتیں کیا میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم ان کی طرف سے صدقہ کر دو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۸۸ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اس کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثبوت ہے جو اچانک فوت ہو جائے۔

۲۷۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ اسْتَفْتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ فَقَالَ اقْضِهِ عَنْهَا. [اطراف الحدیث: ۶۶۹۸-۶۹۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری ماں فوت ہو گئیں اور ان پر نذر تھی آپ نے فرمایا: تم اس نذر کو ان کی طرف سے ادا کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۳۸، الرقم المسلسل: ۴۱۲۶، سنن ابوداؤد: ۳۳۰۷، سنن ترمذی: ۱۵۴۶، سنن نسائی: ۳۸۱۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۲، مسند الحمیدی: ۵۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۷، مسند ابو داؤد الطیالسی: ۲۷۱۷، مسند ابو یعلیٰ ۲۳۸۳، مصنف عبد الرزاق: ۱۵۸۹۹، صحیح ابن حبان: ۴۳۹۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۶، شرح السنۃ: ۲۴۴۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۹ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۹۳۔ ج ۳ ص ۳۸۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے جزء ثانی کے ساتھ مطابقت ہے اس باب کی دونوں حدیثوں میں میت کی طرف سے ایصال ثواب کا ثبوت ہے۔ ان حدیثوں کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۷۵۶ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۱۲۲۔ ج ۴ ص ۵۲۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) نذر کا لغوی معنی (۲) نذر کا شرعی معنی (۳) نذر کا حکم (۴) نذر کی شرائط (۵) نذر کی اقسام (۶) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۷) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۸) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۹) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ (۱۰) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں غیر مقلدین کا نظریہ (۱۱) اولیاء اللہ کی نذر ماننے کا معروف اور مروج غلط طریقہ اور اس کی اصلاح کی صورتیں (۱۲) اولیاء اللہ کی مروج نذر کے متعلق شاہ مسعود دہلوی کا نظریہ (۱۳) اولیاء اللہ کی مروج نذر کے متعلق مولانا

Marfat.com

ریاست علی خاں کا نظریہ ⑭ اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلق شاہ عبد العزیز کا نظریہ ⑮ کیا میت کے لیے لغوی نذر ماننا جائز ہے؟ ⑯ لغوی قسم اور لغوی نذر کی تحقیق ⑰ مصیبت کے وقت کٹر مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی نذر ماننا ⑱ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے متعلق راہِ اعتدال اپنایئے ⑲ نذر سے ممانعت کی وجوہات ⑳ نذرِ معصیت پر کفارے کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ㉑ نذرِ معصیت پر لزومِ کفارہ کے بارے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ ㉒ نذرِ معصیت پر لزومِ کفارہ کے بارے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ ㉓ نذرِ معصیت پر لزومِ کفارہ کے بارے میں فقہاء احناف کا نظریہ ㉔ مذہب احناف کے بیان میں بعض شارحین کی لغزش ㉕ شیخ کشمیری کے اشکال کا جواب ㉖ نذرِ معصیت میں کفارہ لازم ہونے پر علامہ ماردینی حنفی کے دلائل۔

* نذر کی یہ بحث، شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۵۲-۵۳۴ پر مذکور ہے۔

٢٠ - بَابُ الْإِشْهَادِ فِي الْوَقْفِ وَالصَّدَقَةِ — وقف اور صدقہ میں گواہ بنانا

اس باب میں وقف اور صدقہ میں گواہ بنانے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٧٦٢ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي يَعْلَى أَنَّهُ سَمِعَ عِكْرِمَةَ مَوْلَى بْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَنْبَأَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَخَا بَنِي سَاعِدَةَ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا فَهَلْ يَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ کو یعلیٰ نے خبر دی کہ انہوں نے عکرمہ مولیٰ ابن عباس سے سنا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو بنو ساعدہ کے بھائی ہیں ان کی ماں فوت ہو گئیں اور وہ اس وقت ان سے غائب تھے سو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پس عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہیں اور میں اس وقت ان کے پاس سے غائب تھا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا ان کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پس بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷۵۶ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں کسی کی طرف سے صدقہ پر کسی کو گواہ بنانے کا ذکر ہے۔

وقف پر گواہ بنانے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وقف میں گواہ بنانا واجب ہے اور اس کے بغیر وقف مکمل نہیں ہوتا۔ علامہ المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بیعت میں گواہ بنانے کا حکم دیا ہے اور بیع میں ظاہر عوض کے سبب سے چیز ملک سے نکل جاتی ہے تو وقف میں گواہ بنانا زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ اس میں چیز بغیر عوض کے ملک سے نکل جاتی ہے جب کہ اکثر وقف اور صدقہ بغیر عوض کے ہوتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

۲۱ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ○ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (النساء:۲-۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یتیموں کو ان کے اموال دے دو اور (اپنے) خراب مال کو (ان کے) اچھے مال کے ساتھ تبدیل نہ کرو اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ' بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے ○ اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں' ان سے نکاح کرو۔ (النساء:۳-۲)

اس باب میں اور اس کے بعد کے تین ابواب میں قرآن مجید کی آیات کو عنوان بنایا گیا ہے' اس سے پہلے ابواب میں وصیتوں اور اوقاف کا ذکر تھا' اور اس باب میں ''یتامٰی'' کا ذکر ہے اور ان میں مناسبت یہ ہے کہ جس طرح وقف کا منتظم وقف کی مصلحت میں غور وفکر کرتا ہے' اسی طرح یتیم کا ولی اور سرپرست اس کی مصلحت میں غور وفکر کرتا ہے۔

النساء:۲ میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی مذمت کی ہے' اس کے متعلق یہ حدیثیں ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ کیا کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا' مسلمان پاک دامن بے قصور عورت پر تہمت لگانا۔

(صحیح البخاری:۶۸۵۷' صحیح مسلم:۸۹' سنن ابوداؤد:۲۸۷۴' سنن نسائی:۳۶۷۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کیا جائے اور سب سے بُرا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔ (سنن ابن ماجہ:۳۶۷۹)

النساء:۳ میں نکاح کا ذکر ہے اور نکاح کے متعلق یہ حدیثیں ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو' وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح نظر کو زیادہ نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت رکھتا ہے اور تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کریں گے۔

(صحیح البخاری:۱۹۰۵' صحیح مسلم:۱۴۰۰' سنن ترمذی:۱۰۸۱' سنن ابوداؤد:۲۰۴۶' سنن نسائی:۳۲۰۸' سنن ابن ماجہ:۱۸۴۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا عارضی نفع کا سامان ہے اور اس میں بہترین نفع کی چیز نیک عورت ہے۔ (صحیح مسلم:۱۴۶۷' سنن نسائی:۳۲۳۲' سنن ابن ماجہ:۱۸۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸)

۲۷۶۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا کہ عروہ بن الزبیر یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے

Marfat.com

تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (النساء:۳) قَالَ هِيَ الْيَتِيْمَةُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا وَمَالِهَا وَيُرِيْدُ اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا بِاَدْنٰى مِنْ سُنَّةِ نِسَائِهَا فَنُهُوْا عَنْ نِكَاحِهِنَّ اِلَّا اَنْ يُّقْسِطُوْا لَهُنَّ فِي اِكْمَالِ الصَّدَاقِ وَاُمِرُوْا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ. قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ﴾ (النساء:۱۲۷) قَالَتْ فَبَيَّنَ اللّٰهُ فِي هٰذِهٖ اَنَّ الْيَتِيْمَةَ اِذَا كَانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَّمَالٍ رَغِبُوْا فِي نِكَاحِهَا وَلَمْ يُلْحِقُوْهَا بِسُنَّتِهَا بِاِكْمَالِ الصَّدَاقِ فَاِذَا كَانَتْ مَرْغُوْبَةً عَنْهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَكُوْهَا وَالْتَمَسُوْا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ قَالَ فَكَمَا يَتْرُكُوْنَهَا حِيْنَ يَرْغَبُوْنَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَّنْكِحُوْهَا اِذَا رَغِبُوْا فِيْهَا اِلَّا اَنْ يُّقْسِطُوْا لَهَا الْاَوْفٰى مِنَ الصَّدَاقِ وَيُعْطُوْهَا حَقَّهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: اور اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔ (النساء:۳) حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ آیت اس یتیم لڑکی کے لیے ہے جو اپنے ولی کے زیر پرورش ہوتی ہے وہ اس کے حسن و جمال اور اس کے مال و دولت میں رغبت کرتا ہے اور کم مہر کے عوض اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے جو اس جیسی لڑکیوں کا مہر ہوتا ہے تو ان کو ان یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا' سوا اس کے کہ وہ انصاف کے ساتھ ان کا پورا پورا مہر مقرر کریں اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ان یتیم لڑکیوں کے سوا اور کسی سے نکاح کر لیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: پھر اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور یہ لوگ آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں ان کے متعلق حکم دیتا ہے۔ (النساء:۱۲۷) حضرت عائشہ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرما دیا کہ جب کوئی یتیم لڑکی خوب صورت اور مال دار ہو اور (اس کے ولی) اس سے نکاح کرنے میں راغب ہوں اور اس لڑکی کا مہر اس کے رواج کے مطابق نہ دیں تو وہ اس سے نکاح نہ کریں' پس جب اس لڑکی کا حسن اور اس کا مال کم ہوتا تو وہ اس لڑکی کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے سوا کسی اور عورت کو طلب کرتے' پس جس طرح جب وہ کسی لڑکی سے رغبت نہ کریں تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں' اسی طرح جب وہ کسی لڑکی سے رغبت کریں تو اس سے ان کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے' سوا اس کے کہ وہ انصاف سے اس کا پورا پورا مہر ادا کر دیں اور اس کا حق اس کو دے دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَا اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا

اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں' پس اگر تم ان میں عقل مندی (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور (ان کے اموال) فضول خرچی اور جلد بازی سے نہ کھاؤ (اس ڈر سے) کہ وہ بڑے ہو جائیں

Marfat.com

دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا○ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾ (النساء:٦-٧) حَسِيْبًا يَعْنِىْ كَافِيًا۔

(اور تم سے اپنا حق طلب کریں) اور (یتیم کا وہ ولی) جسے ضرورت نہ ہو وہ (اس کا مال خرچ کرنے سے) بچتا رہے اور جس کو ضرورت ہو وہ (اس کے مال سے) دستور کے مطابق کھالے پھر جب تم ان کے مال ان کے سپرد کرنے لگو تو ان پر گواہ بنالو اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا○ مردوں کے لیے اس (مال) میں سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لیے بھی اس (مال) میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ گئے خواہ وہ تھوڑا حصہ مقرر کیا ہوا ہو یا بہت ہو○ (النساء:٧-٦) اس آیت میں ''حسیب'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کافی ہے۔

ولی کے لیے ضرورت کے وقت مالِ یتیم سے کھانے کی تفصیل اور تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور میرے پاس ایک یتیم ہے تو آپ نے فرمایا: تم یتیم کے مال سے کھالو اس میں فضول خرچی اور جلد بازی نہ کرنا اور نہ اس کے مال کو (اپنے لیے) جمع کرنا اور نہ اپنے مال کو بچانا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۶ طبع قدیم)

اور دستور کے مطابق کھانے کی کیفیت یہ ہے کہ انگلیوں کی اطراف سے کھائے اور اس میں فضول خرچ نہ کرے اور نہ کپڑے بنائے یہ سُدّی کا قول ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ وہ سوتی کپڑے اور حُلّے نہ پہنے بس اتنا لباس پہنے جو ستر عورت کے لیے کافی ہو اور اتنا کھائے جس سے رمقِ حیات برقرار رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کی کھجوروں کے باغ سے کھائے اور اس کے مویشیوں کا دودھ نکال کر پیئے اور اس پر کوئی قضاء نہیں ہے رہا سونا اور چاندی تو اس کو نہ لے (اسی طرح کرنسی نوٹ بھی نہ لے) اور اگر ان میں سے کچھ لیا ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے یہ حسن بصری اور فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اگر وہ غنی ہے تو اس کا اجر اللہ پر ہے اور اگر وہ فقیر ہے تو دستور کے مطابق کھالے اور اپنے آپ کو ایسا مزدور قرار دے جو اپنی ضروریات کے مطابق مزدوری لیتا ہے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے آپ کو بیت المال سے وظیفہ لینے میں یتیم کے ولی کی طرح قرار دیا ہے اگر مجھے ضرورت نہ ہو تو پھر میں نہیں لیتا اور اگر مجھے ضرورت ہو تو میں دستور کے مطابق کھالیتا ہوں اور جب میں خوش حال ہو جاؤں تو میں بیت المال سے لی ہوئی رقم کو واپس کر دیتا ہوں فقہاء نے کہا ہے کہ اس کو اس وقت کی جو اُجرت ملتی ہے وہ اس سے کم لے یا اپنی ضرورت کے مطابق لے اور اس میں اختلاف ہے کہ وہ خوش حالی کے بعد اس رقم کو واپس کرے یا نہ کرے امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ واپس نہ کرے کیونکہ اس نے اپنے عمل (یتیم کی پرورش اور اس کے مال کی حفاظت) کی اُجرت لی ہے اور وہ ضرورت مند بھی ہے اور ان کے نزدیک یہی صحیح قول ہے اور اس لیے بھی کہ اس آیت نے اس کے لیے یتیم کے مال کو بغیر معاوضہ کے مباح کر دیا ہے اور علامہ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے یعنی منسوخ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۸۲-۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٠٠٠ - بَابٌ وَمَا لِلْوَصِيِّ أَنْ يَّعْمَلَ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ وَمَا يَأْكُلُ مِنْهُ بِقَدْرِ عُمَالَتِهٖ

وصی کا یتیم کے مال میں تجارت کرنا اور اپنی محنت کے اندازہ سے اس سے کھانا

وصی سے مراد وہ شخص ہے جس کو یہ وصیت کی گئی ہو کہ وہ یتیم کی پرورش کرے اور اس کے مال کی حفاظت کرے اس لیے وصی کو اس کی اجازت ہے کہ وہ یتیم کے مال میں خرید و فروخت کر کے تجارت کرے اور اپنی محنت کے اندازہ سے اس کی اجرت لے۔

٢٧٦٤ - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ الْأَشْعَثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ سَعِيْدٍ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ تَصَدَّقَ بِمَالٍ لَّهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُقَالُ لَهٗ ثَمْغٌ وَكَانَ نَخْلًا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ اسْتَفَدْتُّ مَالًا وَهُوَ عِنْدِيْ نَفِيْسٌ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْ بِأَصْلِهٖ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَلٰكِنْ يُّنْفَقُ ثَمَرُهٗ فَتَصَدَّقَ بِهٖ عُمَرُ فَصَدَقَتُهٗ تِلْكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِي الرِّقَابِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالضَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَلَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَّلِيَهٗ أَنْ يَّأْكُلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ أَوْ يُوْكِلَ صَدِيْقَهٗ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہارون بن اشعث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوسعید مولیٰ بنی ہاشم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں صخر بن جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اپنے کچھ مال کا صدقہ کیا جس کو ثمغ کہا جاتا تھا اور وہ کھجور کے باغات تھے پس حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کچھ مال حاصل کیا ہے اور وہ میرے نزدیک (بہت) نفیس ہے سو میں نے اس کو صدقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اصل مال کو صدقہ کر دو کہ نہ اس کو فروخت کیا جا سکے نہ ہبہ کیا جا سکے نہ وراثت میں دیا جا سکے لیکن اس کے پھلوں کو خرچ کیا جائے پس حضرت عمر نے اس کا صدقہ کر دیا اور ان کا یہ صدقہ اللہ کی راہ میں تھا اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور مسکینوں اور مہمانوں اور مسافروں میں اور رشتہ داروں میں اور جو اس صدقہ کا منتظم ہو وہ اگر دستور کے مطابق اس سے کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ اس سے مال جمع نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢٣١٣ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''ثمغ'' کا لفظ ہے یہ حضرت عمر کی وہ زمین تھی جو مدینہ کے اطراف میں تھی۔

٢٧٦٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء:٦) قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِيْ وَالِي الْيَتِيْمِ أَنْ يُّصِيْبَ مِنْ مَّالِهٖ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا بِقَدْرِ مَالِهٖ بِالْمَعْرُوْفِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ (قرآن مجید کی یہ آیت:) جو مال دار ہے وہ بچتا رہے اور جو ضرورت مند ہے وہ دستور کے مطابق اس سے کھالے۔ (النساء:٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ آیت یتیم کے ولی کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ وہ یتیم کا مال حاصل کرے جب وہ ضرورت مند ہو تو اس

Marfat.com

کے مال سے دستور کے مطابق کھالے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۝ ﴾ (النساء: ۱۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جولوگ ناجائز طریقوں سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے O (النساء: ۱۰)

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جولوگ ناجائز طریقوں سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں' ان کا آخرت میں کیا حال ہوگا اور ان سے مقصود لوگوں کو ڈرانا ہے تاکہ وہ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھانے سے باز رہیں۔

یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں کا آخرت میں انجام

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو اپنی قبروں سے اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ ان کے منہ میں آگ بھڑک رہی ہوگی' آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ہے: بے شک جولوگ ناجائز طریقوں سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ (النساء: ۱۰)

سدی نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ جوشخص ظلماً یتیم کا مال کھاتا ہے' وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ آگ کے شعلے اس کے منہ سے' اس کے کانوں سے' اس کی ناک سے اور اس کی آنکھوں سے نکل رہے ہوں گے اور ہر جوشخص اس کو دیکھے گا' وہ پہچان لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھاتا تھا۔

عبیداللہ بن ابی جعفر نے کہا: جس شخص نے یتیم کا مال کھایا' قیامت کے دن اس کے ہونٹوں کو پکڑا جائے گا اور اس کے منہ میں انگارے بھر دیئے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: اب اس کو کھاؤ! جس طرح تم دنیا میں یتیم کا مال کھاتے تھے' پھر اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں بتایئے کہ شب معراج آپ کو کیا دکھایا گیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اللہ کی ایک مخلوق کو دیکھا' ان کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے' ان کے جبڑوں میں آگ ڈالی جا رہی تھی' جو ان کے نیچے سے نکل رہی تھی اور وہ چلا رہے تھے' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے تھے اور اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے تھے اور عنقریب ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۸۷۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

۲۷۶۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الْمَدَنِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث

Marfat.com

عَنْ اَبِی الْغَیْثِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ.

[اطراف الحدیث: ۵۷۶۴۔ ۶۸۵۷]

بیان کی از ثور بن زید المدنی از ابی الغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کیا کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حق کے سوا حرام کر دیا ہے' اس کو قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑنا اور پاک دامن جرم سے بَری بھولی بھالی مؤمن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگانا۔

(صحیح مسلم: ۸۹' الرقم المسلسل: ۱۶۳' سنن ابوداؤد: ۲۸۷۴' سنن نسائی: ۳۶۷۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ ابوالقاسم القرشی العامری الاوسی (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب القرشی التیمی (۳) ثور بن زید الدیلی (۴) ابوالغیث سالم مولیٰ ابی مطیع القرشی (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۸۵)

''موبقات' شرك'' اور ''سحر'' کے معانی اور ''سحر'' کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الموبقات'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ''المهلكات''۔

نیز اس حدیث میں ''شرك باللّٰه'' کا لفظ ہے' اس کا لغوی معنی ہے: ایک شخص کو دوسرے کا شریک بنانا' اور اس کا شرعی معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت قرار دینا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب بالذات یا قدیم بالذات ماننا' یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی کوئی صفت مستقل بالذات ماننا۔

اور اس میں ''سحر'' کا لفظ ہے' اس کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کی حقیقت بدل دینا۔ الجوہری نے کہا ہے کہ سحر کا ماخذ لطیف اور دقیق ہے' ابوعبداللہ الرازی نے بیان کیا ہے کہ سحر کی آٹھ اقسام ہیں:

(۱) کذابین کا سحر: یہ وہ لوگ ہیں جو سات سیاروں کی پرستش کرتے ہیں' ان کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ سیارے عالم کی تدبیر کرتے ہیں اور یہ خیر اور شر کو لاتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان ہی لوگوں کا رد کرنے کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔

(۲) دلوں اور دماغوں میں وہم ڈالنے والوں کا سحر۔

(۳) جنات سے استعانت کرنے والوں کا سحر' اور جنات کی دو قسمیں ہیں: مؤمنین اور کافرین' اور کفار ہی شیاطین ہیں' جادو کی یہ قسم منتر پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے' اس کو عزائم اور عمل تسخیر بھی کہتے ہیں۔

(۴) تخیلات' نظر بندی اور شعبدہ' بعض مفسرین نے کہا ہے کہ فرعون کے جادوگروں کا سحر بھی اسی قسم سے تھا۔

(۵) آلات اور اوزاروں کے ذریعہ عجیب وغریب کام کرنا۔

(۶) بعض دواؤں کے خواص سے استعانت کرنا' یعنی کھانے پینے کی چیزوں میں۔

(۷) جادوگر یہ دعویٰ کرے کہ وہ اسم اعظم کو جانتا ہے اور جنات اکثر امور میں اس کی اطاعت اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

(۸) مخفی اور دقیق وجوہ سے لوگوں میں چغلی کھانا اور یہ لوگوں میں بہت عام ہے۔

Marfat.com

ان اقسام میں سے بہت سی اقسام کو فن سحر میں اس لیے داخل کر لیا ہے کہ ان کے مدارک بہت لطیف ہیں' کیونکہ لغت میں سحر اس کو کہتے ہیں جو لطیف ہو اور اس کا سبب مخفی ہو' اسی وجہ سے حدیث میں مذکور ہے کہ بعض بیان ضرور سحر ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۷۶۷)

اور سحری کے وقت کو ''سحور'' کہتے ہیں کیونکہ وہ رات کے آخری وقت کا قلیل حصہ ہوتا ہے اور پانی پینے کی طرف کے پھیپھڑے کو بھی سحر کہتے ہیں کیونکہ یہ غذاء کا محل ہے اور اجزاء بدن میں اس کا حلول کرنا بہت خفی اور لطیف ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعداد میں فقہاء کے اقوال اور حدیث میں سات کبائر کی تعیین کی توجیہ

اس حدیث میں سات کبائر کا ذکر ہے اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ کبائر سات سے زیادہ ہوں' کیونکہ دوسری احادیث میں ان کبائر کا ذکر ہے: جھوٹ بولنا' مرد کا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا' جھوٹی قسم کھانا' بیت اللہ کو حلال سمجھنا' جو شخص کسی پاک دامن عورت سے زنا کرے اس کے لیے عورت کو روکنا' جو شخص کسی مسلمان کو قتل کرے اس کے لیے اس مسلمان کو روکنا' کافروں کو مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں پر مطلع کرنا اور مسلمانوں کے راز بتانا' ناحق فیصلہ کرنا' گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ شرک کے بعد سب سے بڑا کبیرہ گناہ قتل کرنا ہے' اور بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کبائر سات ہیں' انہوں نے اس عدد کو اس باب کی حدیث سے اخذ کیا ہے' اور بعض علماء نے کہا ہے کہ کبائر گیارہ ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کبائر ستر کے قریب ہیں اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ کبائر سات سو ہیں' تحقیق یہ ہے کہ کبائر میں کسی عدد کی تصریح اس کے منافی نہیں ہے کہ کبائر اس عدد سے زیادہ ہوں۔

اس حدیث میں جو سات کبائر کی تعیین ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کو اس وقت صرف سات کبائر کا علم ہو' پھر آپ کی طرف مزید کبائر کی وحی کی گئی یا اس وقت جن کبائر کو بتانے کی ضرورت تھی' وہ سات ہی تھے۔

صغائر اور کبائر میں فرق اور صغائر اور کبائر کی تعریفیں

صغائر اور کبائر میں فرق یہ ہے کہ جن کاموں کے گناہ کبیرہ ہونے کی تصریح کی گئی ہے' اگر ان میں کسی کام کا فساد کم ہو تو وہ صغیرہ ہے اور اگر اس کا فساد گناہ کبیرہ کے مساوی ہو یا زیادہ تو پھر وہ کبیرہ ہے۔

پس جس نے رب عزوجل کو گالی دی یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یا کسی رسول کی توہین کی یا ان میں سے کسی کی تکذیب کی یا کعبہ مشرفہ پر نجاست لگائی یا قرآن مجید کے کسی نسخہ کو نجاست میں پھینک دیا' تو یہ سب سے بڑے کبائر ہیں' اگرچہ شریعت میں ان کے ذکر کی تصریح نہیں ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ گناہ جس کے ساتھ کسی وعید یا حد کا ذکر ہو یا اس کام پر لعنت ہو تو وہ گناہ کبیرہ ہے' یہ قول حسن بصری سے منقول ہے' ایک قول یہ ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے' جس کا مرتکب دین کی توہین کر رہا ہو۔

حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہو' وہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ. (النساء: ۳۱) اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: محققین کا یہی مذہب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کے جلال کی طرف ہر نسبت کبیرہ ہے۔

Marfat.com

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے النساء:۳۱ میں کبائر کا ذکر کیا ہے اور اس آیت میں صغائر کا ذکر فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ. (النجم:۳۲) اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں سوائے چھوٹے گناہوں کے۔

پس جن کاموں سے منع فرمایا ہے وہ کبائر بھی ہیں اور صغائر بھی ہیں اور النساء:۳۱ میں فرمایا ہے: اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے اور النجم:۳۱ میں ''کبائر'' اور ''فواحش'' سے ''لمم'' (گناہ صغیرہ) کا استثناء فرمایا ہے تو قرآن مجید کے اتنے عظیم عالم سے کبائر سے صغائر کا فرق کیسے مخفی رہ سکتا ہے' لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک کبائر اور صغائر میں کوئی فرق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس کام سے بھی منع فرمایا ہے' وہ کبیرہ ہے۔

سحر کی حقیقت اور اس کے مصداق میں فقہاء کا اختلاف

سحر کی حقیقت ہے' ابوالمظفر یحییٰ بن محمد نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے کہ سحر کی حقیقت ہے' کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ سحر کی کوئی حقیقت نہیں ہے' اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک سحر برحق ہے اور اس کی حقیقت ہے' اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا فرما دیتا ہے' معتزلہ اور ابو اسحاق اسفرائنی شافعی کا اس میں اختلاف ہے' انہوں نے کہا ہے کہ یہ نظر بندی اور تخییل ہے یعنی کسی کے خیال میں کوئی چیز ڈال دینا اور سحر کی بعض قسموں کا تعلق ہاتھ کی صفائی اور شعبدہ بازی سے ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ سحر کی بعض انواع کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اسماء کو پڑھ کر دَم کرنے سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق شیاطین کے عہود سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق دواؤں اور دھوئیں وغیرہ سے ہوتا ہے۔

معتزلہ نے سحر کے وجود کا انکار کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جو سحر کا اقرار کرے' وہ کافر ہے اور رہے اہل سنت تو انہوں نے کہا کہ یہ جائز ہے کہ ساحر ہوا میں پرواز کرے اور یہ کہ وہ انسان کو گدھا بنا دے اور گدھے کو انسان بنا دے' مگر انہوں نے یہ کہا ہے کہ جب ساحر کوئی عمل کرتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس چیز کو پیدا کر دیتا ہے اور سحر کے وقوع پر دلیل یہ آیت ہے:

وَمَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ. (البقرہ:۱۰۲) اور وہ اس سحر کے سبب سے کسی کو ضرر پہنچانے والے نہیں تھے مگر اللہ کے اذن سے۔

سحر کی تعلیم کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف

اس میں بھی اختلاف ہے کہ سحر کی تعلیم جائز ہے یا نہیں؟ امام رازی نے کہا ہے کہ سحر کا علم قبیح نہیں ہے اور نہ ممنوع ہے' اس پر محققین کا اتفاق ہے' کیونکہ علم اپنی ذات میں شریف ہے اور اس لیے کہ اگر سحر کا علم نہ ہو تو سحر اور معجزہ میں فرق نہیں ہو سکے گا اور معجزہ کو معجزہ سمجھنے کا علم واجب ہے اور جس پر واجب موقوف ہو' وہ بھی واجب ہوتا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ سحر کا علم حاصل کرنا واجب ہے' یہ امام رازی کی عبارت ہے۔

امام رازی کی اس عبارت میں کئی وجوہ سے بحث ہے: اوّل اس لیے کہ سحر کا علم قبیح نہیں ہے' اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ سحر کا علم عقلاً قبیح نہیں ہے تو معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں اور اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ شرعاً قبیح نہیں ہے تو یہ آیت اس کے خلاف ہے:

Marfat.com

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ. (البقرہ:۱۰۲) وہ اس سحر کے پیچھے لگ گئے جسے سلیمان کے عہد سلطنت میں شیطان پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا' ہاں! شیطانوں نے ہی کفر کیا' وہ لوگوں کو سحر سکھاتے تھے۔

اس آیت میں واضح طور سے سحر کی تعلیم کی مذمت فرمائی ہے۔

امام رازی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ سحر کی تعلیم ممنوع نہیں ہے' سحر کی تعلیم کیسے ممنوع نہیں ہوگی جب کہ البقرہ:۱۰۲ میں تعلیم سحر کی مذمت ہے اور حدیث میں ہے: جو کسی عرّاف یا کاہن کے پاس گیا' اس نے اس کا انکار کر دیا جو (سیدنا) محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم:۲۲۳۰)

جو شخص سحر کو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے' آیا وہ کافر ہے یا نہیں؟

جو شخص جادو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے' اس کے حکم میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے کہ وہ اس سے کافر ہو جائے گا' اور بعض احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ اس لیے جادو سیکھتا ہے تا کہ وہ دوسرے کے کیے ہوئے جادو کے شر سے بچ سکے یا اس سے اجتناب کرے تو یہ کفر نہیں ہے اور جس نے اس کے جواز کا اعتقاد رکھ کر اس کو سیکھا' یا اس سے نفع حاصل کرنے کے لیے اس کو سیکھا تو وہ کافر ہو جائے گا' اور اسی طرح جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ شیاطین جادو سے جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں تو وہ بھی کافر ہو جائے گا' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جس نے جادو سیکھا تو ہم اس سے کہیں گے کہ تم بتاؤ کہ تم جادو سے کیا کر سکتے ہو؟ اگر اس نے یہ کہا کہ وہ جادو کے ذریعہ سات سیاروں کا تقرب حاصل کرتا ہے اور یہ سیارگان ہر وہ کام کرتے ہیں جو ان سے طلب کیا جائے' تو پھر وہ کافر ہو جائے گا۔

آیا ساحر کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟

امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ صرف سحر کے فعل کی وجہ سے ساحر کو قتل کر دیا جائے گا' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس کو اس وقت قتل کیا جائے گا جب وہ بار بار سحر کا فعل کرے گا یا کسی شخص معین میں جادو کرنے کا اقرار کرے گا۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کو حدًا قتل کیا جائے گا اور امام شافعی کے نزدیک اس حالت میں اس کو قصاصاً قتل کیا جائے گا' اگر اہل کتاب میں سے کوئی ساحر ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو بھی اسی طرح قتل کیا جائے گا' جس طرح مسلمان کو قتل کیا جاتا ہے' اور امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' اور جو عورت ساحرہ ہو' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا لیکن اس کو قید کیا جائے گا اور ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے کہ اس کا وہی حکم ہے' جو مردوں کا حکم ہے۔

آیا ساحر کی توبہ قبول ہے یا نہیں؟

امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا مشہور قول یہ ہے کہ ساحر کی توبہ قبول نہیں ہے' امام احمد کی دوسری روایت یہ ہے کہ ساحر کی توبہ قبول ہے' امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ جب اس کا سحر ظاہر ہو جائے تو اس کو زندیق کی طرح قتل کر دیا جائے گا اور اگر اس نے ظہور سے پہلے توبہ کر لی اور وہ توبہ کرتا ہوا آیا تو ہم اس کی توبہ قبول کر لیں گے اور اس کو قتل نہیں کریں گے اور اگر اس نے جادو کر کے کسی کو قتل کر دیا تو ہم اس کو قتل کر دیں گے' امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر ساحر نے یہ کہا کہ اس نے عمدًا قتل نہیں کیا تو وہ خطاء کار ہے اور اس پر دیت واجب ہوگی۔

Marfat.com

حدیث میں مذکور دیگر افعال کی تفصیل

اس حدیث میں میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑنے کو بھی کبیرہ فرمایا ہے اور یہ حدیث حسن بصری پر حجت ہے وہ صرف جنگ بدر سے پیٹھ موڑنے کو کبیرہ کہتے تھے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُO (الانفال:١٦)

اور جو اس دن ان سے پیٹھ پھیرے گا' سوا اس کے کہ وہ جنگ کی کوئی چال چل رہا ہو یا اپنی جماعت سے ملنا چاہتا ہو تو وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہےO

اور اس حدیث میں مُحْصَنَۃ عورت کو تہمت لگانے کا ذکر ہے' اور شریعت میں احصان چار چیزوں سے ہوتا ہے: اسلام' عفت' شادی شدہ ہونا اور آزاد ہونا' اور ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ وہ مکلف ہو یعنی عاقل بالغ ہو' آزاد ہو' مسلمان ہو اور زنا سے اجتناب کرنے والا ہو تو پھر وہ محصن ہے' اور ان میں سے ایک وصف بھی نہ ہو تو پھر وہ محصن نہیں ہے۔

٢٤ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌO ﴾ (البقرۃ:٢٢٠)

اور آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں' آپ کہیے: ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر (خرچ میں) تم انہیں اپنے ساتھ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے (خوب) جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ضرور سختی میں ڈال دیتا' بے شک اللہ بہت غالب ہے' بڑی حکمت والاO (البقرۃ:٢٢٠)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: اچھے طریقہ کے سوا مال یتیم کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔ (الانعام:١٥٢) بے شک جو لوگ ناجائز طور پر یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔ (النساء:١٠) تو جس کے زیر پرورش بھی کوئی یتیم تھا' اس نے اپنے طعام کو یتیم کے طعام سے اور اپنے مشروب کو یتیم کے مشروب سے الگ کر لیا' پھر یتیم کا جو طعام بچ جاتا اس کو حفاظت سے رکھ دیتا حتیٰ کہ یتیم اس کو کھا لیتا یا وہ طعام خراب ہو جاتا' سو یہ حکم ان پر بہت دشوار ہوا' تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور آپ سے (لوگ) یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں' آپ کہیے کہ ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر خرچ میں تم انہیں اپنے ساتھ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ (البقرۃ:٢٢٠) (سنن ابوداؤد:٢٨٧١' سنن نسائی:٣٦٧١)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہا: میں فقیر ہوں میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور میرے پاس ایک یتیم ہے' تو آپ نے فرمایا: تم یتیم کے مال سے کھالو' جب کہ تم نہ فضول خرچ کرنے والے ہو نہ جلد بازی کرنے والے ہو اور نہ مال جمع کرنے والے ہو۔

(سنن ابوداؤد:٢٨٧٢' سنن نسائی:٣٦٧٠' سنن ابن ماجہ:٢٧١٨)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ پر دلوں کا حال روشن ہے' وہ خیر خواہ اور بدخواہ کو جانتا ہے' اس کو علم ہے کہ یتیم کے مال کو ضائع

Marfat.com

سے بچانے کے لیے کون مشترک کھانا پکایا کرتا ہے اور یتیم کے مال سے (بہ طور خیانت) فائدہ اٹھانے کے لیے کون ایسا کرتا ہے' یتیم کی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے نقد مال اور باقی رہنے والی چیزوں کو الگ اس کے حساب میں رکھو اور جو چیزیں جلد خراب ہونے والی ہیں' ان میں اپنا اور یتیم کا کھانا بہ قدر حساب مشترک رکھو۔

لَاعْنَتَكُمْ لَاَحْرَجَكُمْ وَضَيَّقَ عَلَيْكُمْ ﴿وَعَنَتْ﴾ (طٰہٰ:١١١) خَضَعَتْ.

''لاعنتکم'' کا معنی ہے: تم کو حرج میں ڈال دیتا اور تم پر تنگی کر دیتا' اور ''عنت'' کا معنی ہے: ذلت میں مبتلا ہوئی۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے جس کو امام ابن المنذر نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۰)

٢٧٦٧ - وَقَالَ لَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ مَارَدَّ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى اَحَدٍ وَّصِيَّةً.

اور ہم سے سلیمان نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی کی وصیت کو اس کے اوپر مسترد نہیں کیا۔

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس کی طرف وصیت کی جاتی' اس کو قبول فرما لیتے تھے۔

وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَحَبُّ الْاَشْيَاءِ اِلَيْهِ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ اَنْ يَّجْتَمِعَ اِلَيْهِ نُصَحَاؤُهٗ وَ اَوْلِيَاؤُهٗ فَيَنْظُرُوا الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ لَّهٗ.

اور ابن سیرین کے نزدیک یتیم کے مال میں سب سے پسندیدہ چیز یہ تھی کہ یتیم کے خیر خواہوں اور اس کے سرپرستوں کو جمع کیا جائے' پھر وہ اس پر غور کریں کہ کون سا کام یتیم کے لیے بہتر ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے۔

وَكَانَ طَاؤُسٌ اِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْيَتَامٰى قَرَءَ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ (البقرۃ:٢٢٠)

اور جب طاؤس سے یتیموں کے معاملات میں سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ یہ آیت پڑھتے: اور اللہ فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے (خوب) جانتا ہے۔ (البقرۃ:٢٢٠)

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ سفیان بن عیینہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۱)

وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْ يَتَامَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ يُنْفِقُ الْوَلِيُّ عَلٰى كُلِّ اِنْسَانٍ بِقَدْرِهٖ مِنْ حِصَّتِهٖ.

اور عطاء نے چھوٹے اور بڑے یتیموں کے متعلق کہا کہ ولی ہر انسان پر اس کے حصہ کے اندازہ سے خرچ کرے۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۱)

٢٥ - بَابُ اسْتِخْدَامِ الْيَتِيْمِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ اِذَا كَانَ صَلَاحًا لَّهٗ وَنَظَرِ الْاُمِّ وَ زَوْجِهَا لِلْيَتِيْمِ

سفر اور حضر میں یتیم سے خدمت طلب کرنا' جب کہ اس میں اس کی بہتری ہو اور ماں یا اس کے شوہر کا یتیم کے لیے غور وفکر کرنا

٢٧٦٨ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ لَيْسَ لَهٗ خَادِمٌ فَاَخَذَ اَبُوْ طَلْحَةَ بِيَدِيْ فَانْطَلَقَ بِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے' اس وقت آپ کا کوئی خادم نہیں تھا' پس حضرت

وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدُمْكَ قَالَ فَخَدَمْتُهُ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ مَا قَالَ لِيْ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا هٰكَذَا وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ اَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هٰذَا هٰكَذَا۔ [اطراف الحدیث: ۷۰۳۸-۶۹۱۱] (صحیح مسلم: ۲۳۰۹' ۲۳' الرقم المسلسل: ۵۹۰۵' سنن ابوداؤد: ۴۷۷۳' مسند ابویعلیٰ: ۳۳۴۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۷۴- ج ۱۹ ص ۳۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے سو کہا: یارسول اللہ! بے شک انس سمجھ دار لڑکے ہیں' پس یہ آپ کی خدمت کریں گے' حضرت انس نے بتایا: سو میں نے سفر اور حضر میں آپ کی خدمت کی' میں نے جس کام کو کیا آپ نے مجھ سے (کبھی) یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اس کام کو کیوں کیا اور جس کام کو میں نے نہیں کیا آپ نے (کبھی) اس کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا!

حضرت ابوطلحہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ اور حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' یہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں' جو حضرت انس کی والدہ ہیں' حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہیل انصاری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شروع کی' اس وقت میری عمر دس سال تھی اور جب آپ کی وفات ہوئی' اس وقت میری عمر بیس سال تھی' حضرت انس کی وفات ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں ہوئی اور ان کی عمر ایک سو سال سے زیادہ تھی اور یہ بصرہ میں رہنے والے صحابہ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے' یہ بڑھاپے میں کمزوری کی وجہ سے روزے نہیں رکھتے تھے اور روزہ کا فدیہ دیتے تھے۔

اس حدیث میں ''کیّس'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ذہین اور عقل مند۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اگر یتیم کے لیے خیر ہو تو اس کو سفر میں لے جانا جائز ہے اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو کسی شخص کے منہ پر اس کی تعریف کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت طلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت انس کے منہ پر ان کی تعریف کی' اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ چھوٹے بچے سے خدمت لینا جائز ہے اور یہ کہ امام اور عالم کی خدمت کرنا مسلمانوں پر واجب ہے اور یہ کہ خدمت کرنے والے کے لیے شرف اور برکت حاصل ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۹۳-۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۶- بَابٌ إِذَا وَقَفَ أَرْضًا وَّلَمْ يُبَيِّنِ الْحُدُوْدَ فَهُوَ جَائِزٌ وَّكَذٰلِكَ الصَّدَقَةُ

جب کسی شخص نے زمین وقف کی اور حدود بیان نہیں کیں تو یہ جائز ہے اور اسی طرح صدقہ بھی

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے زمین وقف کی اور اس کی حدود بیان نہیں کیں تو یہ جائز ہے اور یہ مطلق نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد وہ زمین ہے جو مشہور ہو' اور اس کی حدود کو بیان کرنے کی ضرورت نہ ہو' اور اگر وہ زمین مشہور نہ ہو تو پھر اس کی حدود کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ التباس نہ ہو' اسی طرح جس وقف کو لفظ صدقہ کے ساتھ بیان کیا جائے' اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۲۷۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ اَكْثَرَ اَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ کے انصار میں سب سے زیادہ کھجور کے باغات تھے

Marfat.com

وَكَانَ اَحَبُّ مَالِهِ اِلَيْهِ بِيرُحَاءَ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲) قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲) وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بِيرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ اَوْ رَايِحٌ شَكَّ ابْنُ مَسْلَمَةَ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَفْعَلُ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَفِيْ بَنِيْ عَمِّهٖ وَقَالَ اِسْمَاعِيْلُ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيٰى عَنْ مَّالِكٍ رَايِحٌ.

اوران کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء (کا باغ) تھا' جو مسجد کے بالمقابل تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: تم ہرگز نیکی کو نہیں پاؤ گے جب تک کہ تم ان چیزوں سے خرچ نہ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران:۹۲) تو حضرت ابوطلحہ نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم ہرگز نیکی کو نہیں پاؤ گے جب تک کہ تم ان چیزوں سے خرچ نہ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران:۹۲) اور میرے نزدیک میرا سب سے پسندیدہ مال بیرحاء ہے اور یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے' میں اس کی نیکی اور اللہ کے پاس اس کے ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں' پس جہاں آپ کو اللہ بتائے آپ اس کو وہاں خرچ کر دیں' آپ نے فرمایا: اس کو رہنے دو یہ نفع آور مال ہے' یا فرمایا: یہ نفع آور ہے۔ اس میں راوی ابن مسلمہ کو شک ہے' (آپ نے فرمایا:) تم نے جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا ہے' اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو' حضرت ابوطلحہ نے کہا: یارسول اللہ! میں یہی کروں گا' پس حضرت ابوطلحہ نے یہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اسماعیل نے کہا اور عبداللہ بن یوسف اور یحییٰ بن یحییٰ نے از امام مالک کہا: ''رایح''۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے' اس باب کے عنوان میں ''وقف'' کا لفظ ہے اور اس حدیث میں ''صدقہ'' کا لفظ ہے اور ان دونوں کے معنی متقارب ہیں اور ان کا حکم واحد ہے۔

۲۷۷۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ اَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّهٗ تُوُفِّيَتْ اَيَنْفَعُهَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ لِيْ مِخْرَافًا وَ اُشْهِدُكَ اَنِّيْ قَدْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں زکریا بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ان کی ماں فوت ہوگئی ہے' اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میرا ایک مخراف نامی باغ ہے' میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابٌ اِذَا اَوْقَفَ جَمَاعَةٌ اَرْضًا مُّشَاعًا فَهُوَ جَائِزٌ

جب ایک جماعت نے ایسی زمین کو وقف کیا جو مشترک اور غیر منقسم تھی تو یہ وقف جائز ہے

اس عنوان میں جماعت کی قید سے اس زمین سے احتراز کرلیا' جب ایک آدمی نے غیر منقسم (غیر متمیز اور غیر ممتاز) زمین کو وقف کیا تو یہ امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

۲۷۷۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا قَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنانے کا حکم دیا' پس فرمایا: اے بنو النجار! مجھے اپنا یہ باغ قیمۃً دے دو' انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے طلب کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک جماعت نے اپنی غیر منقسم (غیر متمیز) زمین اللہ کے لیے وقف کر دی۔

۲۸ - بَابُ الْوَقْفِ وَ كَيْفَ يُكْتَبُ

وقف کو کس طرح لکھا جائے گا؟

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ وقف کو کس طرح لکھا جائے گا۔

۲۷۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَصَابَ عُمَرُ بِخَيْبَرَ اَرْضًا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَبْتُ اَرْضًا لَمْ اُصِبْ مَالًا قَطُّ اَنْفَسَ مِنْهُ فَكَيْفَ تَاْمُرُنِيْ بِهٖ قَالَ اِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ اَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ عُمَرُ اَنَّهٗ لَا يُبَاعُ اَصْلُهَا وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ فِي الْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبٰى وَالرِّقَابِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالضَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيْلِ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَّلِيَهَا اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ يُطْعِمَ صَدِيْقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر میں زمین پائی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: میں نے خیبر میں زمین پائی ہے اور ایسا مال میں نے کبھی حاصل نہیں کیا' جو اس سے زیادہ نفیس ہو تو آپ مجھے اس میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین تم اپنے قبضہ میں روک کر رکھو اور اس کے منافع کو خیرات کر دو' سو حضرت عمر نے اس زمین کو اس شرط کے ساتھ صدقہ کیا کہ اصل زمین کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے نہ اس کو وراثت میں دیا جائے گا' (یہ زمین) فقراء کے لیے ہے اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے ہے اور اللہ کی راہ میں (مجاہدوں کے لیے ہے) اور مہمانوں اور مسافروں کے لیے (وقف ہے)' جو اس زمین کا متولی یا منتظم ہو وہ اگر دستور کے مطابق اس

سے کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' بہ شرطیکہ وہ اس سے مال جمع نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر کی وقف کے متعلق تحریر

اس حدیث میں شرائط کے الفاظ ہیں اور یہ تمام شرائط ''کتاب الوقف'' میں لکھی گئی ہیں' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب وقف لکھی ہے جس کو معیقیب نے لکھا ہے اور وہ حضرت عمر کے کاتب تھے' اور اس پر حضرت عبداللہ بن ارقم گواہ ہوئے تھے اور یہ حضرت عمر کی خلافت کا زمانہ تھا کیونکہ معیقیب' حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں لکھتے تھے' حضرت عمر نے اس زمین کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں وقف کر دیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یہ زبانی وقف تھا' بعد میں حضرت عمر نے اس کو اپنے عہد خلافت میں باضابطہ تحریر کرایا' اس کی صورت یہ ہے: یہ وہ تحریر ہے جس کو حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عمر کی مدینہ میں زمین کے متعلق لکھا ہے' پھر مذکور الصدر حدیث لکھی اور حضرت عبداللہ بن ارقم اس پر گواہ ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وقف سے رجوع کرنے کے جواز پر امام ابوحنیفہ کی دلیل

امام طحاوی نے از امام مالک از ابن شہاب' یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے یہ یاد نہ ہوتا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ صدقہ کیا تھا تو میں اس کو واپس کر دیتا' امام ابوحنیفہ اور امام زفر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین کو وقف کر دینا' اس سے رجوع کرنے سے مانع نہیں ہے اور حضرت عمر نے جو وقف میں رجوع کرنے سے منع کیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تھا اور انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک امر کا ذکر کریں' پھر اس کی مخالفت کریں۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس پر دو اعتراض کیے ہیں: اوّل یہ ہے کہ

یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ ابن شہاب زہری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا' دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک وقف کا لزوم صحیح ہو' مگر یہ کہ واقف نے وقف سے رجوع کرنے کی شرط لگائی ہو تو ان کے نزدیک اس کا وقف سے رجوع کرنا جائز ہو۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ زہری کی روایت کا منقطع ہونا مضر نہیں ہے کیونکہ انقطاع حدیث کی صحت میں اس وقت مضر ہوتا ہے' جب اس راوی کی شرائط میں سے کوئی شرط فوت ہو اور ابن شہاب زہری فن حدیث میں بہت عظیم امام ہیں' لہٰذا ان کی روایت میں کوئی تہمت نہیں لگ سکتی' خصوصاً جب امام مالک ایسے عظیم امام ان سے روایت کر رہے ہوں' اگر ان کو اس روایت پر اعتماد نہ ہوتا تو وہ اس کو روایت نہ کرتے اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جس احتمال پر کوئی دلیل قائم نہ ہو' اس پر عمل نہیں کیا جاتا اور نہ اس کی طرف التفات کیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۹ - بَابُ الْوَقْفِ لِلْغَنِيِّ وَالْفَقِيرِ وَالضَّيْفِ

مال دار' فقیر اور مہمان کے لیے وقف کرنا

Marfat.com

اس باب میں مال دار فقیر اور مہمان کے لیے وقف کرنے کا جواز بیان کیا گیا ہے۔

۲۷۷۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَجَدَ مَالًا بِخَیْبَرَ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ قَالَ اِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهٖ فِی الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَذِی الْقُرْبٰی وَالضَّیْفِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر میں مال پایا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے سو آپ کو اس مال کی خبر دی' آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس مال کو صدقہ کر دو' پس حضرت عمر نے اس زمین کو فقراء اور مساکین' قرابت داروں اور مہمان کے لیے وقف کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

۳۰ - بَابُ وَقْفِ الْاَرْضِ لِلْمَسْجِدِ — مسجد کے لیے زمین کو وقف کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کے لیے زمین کو وقف کرنا جائز ہے۔

۲۷۷۴ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو التَّیَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ اَمَرَ بِالْمَسْجِدِ فَقَالَ یَا بَنِی النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِیْ بِحَائِطِکُمْ هٰذَا فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَی اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے مسجد بنانے کا حکم دیا' پھر آپ نے فرمایا: اے بنو النجار! مجھے اپنا یہ باغ قیمۃً دے دو' انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مسجد کے لیے زمین وقف کرنے کا ثبوت ہے۔

۳۱ - بَابُ وَقْفِ الدَّوَابِّ وَالْکُرَاعِ وَالْعُرُوْضِ وَالصَّامِتِ — سواریوں' گھوڑوں' سامان اور سونے اور چاندی کو وقف کرنا

اس باب کے عنوان میں ''دواب'' کا لفظ ہے' یہ ''دابۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: سواری' اور ''کراع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گھوڑے' اور ''عروض'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: متاع اور سامان' اور ''الصامت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سونا اور چاندی۔

قَالَ الزُّهْرِیُّ فِیْمَنْ جَعَلَ اَلْفَ دِیْنَارٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدَفَعَهَا اِلٰی غُلَامٍ لَّهٗ تَاجِرٍ یَّتَّجِرُ بِهَا وَجَعَلَ رِبْحَهٗ صَدَقَةً لِّلْمَسَاکِیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ هَلْ لِلرَّجُلِ اَنْ

اور الزہری نے کہا: جس نے اللہ کی راہ میں ایک ہزار دینار وقف کیے اور وہ دینار اپنے اس غلام کو دے دیے جو تاجر ہے اور ان کے ساتھ تجارت کرتا ہے اور اس کا نفع مسکینوں اور قرابت داروں

Marfat.com

يَأْكُلَ مِنْ رِبْحِ ذٰلِكَ الْأَلْفِ شَيْئًا وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ جَعَلَ رِبْحَهَا صَدَقَةً فِي الْمَسَاكِيْنِ قَالَ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا.

کے لیے وقف کر دیا' کیا اس شخص کے لیے جائز ہے کہ ان ہزار دینار کے نفع سے کچھ کھائے خواہ اس نے اس کے نفع کو مساکین کے لیے وقف نہ کیا ہو' زہری نے کہا: اس کے لیے اس نفع سے کھانا جائز نہیں ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن وہب نے اپنی موطأ میں روایت کیا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ زہری نے جو کہا ہے کہ اس کے لیے اس نفع سے کھانا جائز نہیں ہے' یہ اس وقت ہے جب اس کو اس کی ضرورت نہ ہو اور جب اس کو اس سے کھانے کی ضرورت ہو اور وہ اس کو کھانے کا محتاج ہو تو پھر اس کے لیے اس سے کھانا مباح ہے اور اس صورت میں وہ ایک مسکین کی طرح ہوگا' یہ امام مالک کا مسلک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۷)

۲۷۷۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ لَّهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَعْطَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا رَجُلًا فَأُخْبِرَ عُمَرُ أَنَّهُ قَدْ وَقَفَهَا يَبِيْعُهَا فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبْتَاعَهَا فَقَالَ لَا تَبْتَعْهَا وَلَا تَرْجِعَنَّ فِيْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس گھوڑے کو اللہ کی راہ میں سواری کے لیے دیا جو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطاء کیا تھا تاکہ وہ (جہاد میں) اس پر کسی آدمی کو سوار کریں' پھر حضرت عمر کو معلوم ہوا کہ انہوں نے جس شخص پر یہ گھوڑا وقف کیا تھا' وہ اس کو بیچ رہا ہے' تب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ وہ اس گھوڑے کو خرید لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں گھوڑے کو وقف کرنے کا ذکر ہے۔

۳۲ - بَابُ نَفَقَةِ الْقَيِّمِ لِلْوَقْفِ — وقف کے منتظم کا خرچ

اس باب کے عنوان میں ''قیم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وقف کا منتظم اور وقف کا عامل' اس میں وقف کا مزدور' منشی اور وکیل بھی داخل ہیں۔

۲۷۷٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا مَّا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمَؤُوْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ورثاء دینار کو تقسیم نہیں کریں گے' میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور اپنی زمین کے عاملین کی مشقت کے

معاوضہ کے خرچ کے بعد جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ [اطراف الحدیث: ۳۰۹۶-۶۷۲۹]

(صحیح مسلم: ۱۷۶۰ الرقم المسلسل: ۴۴۷۷، سنن ابوداؤد: ۲۹۷۴، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۵ طبع قدیم مسند احمد: ۸۸۹۲، ج ۱۴ ص ۲۷۴، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے: میرے ورثاء۔ اس سے مراد ہے: جو بالقوۃ آپ کے وارث ہیں ورنہ آپ نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جائے گا' ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

۲۷۷۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ اِشْتَرَطَ فِيْ وَقْفِهِ اَنْ يَّاْكُلَ مَنْ وَّلِيَهُ وَيُوْكِلَ صَدِيْقَهُ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ مَّالًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنے وقف میں یہ شرط لگائی کہ جو اس وقف کا انتظام کرے گا' وہ اس وقف سے کھائے گا اور وہ اپنے دوست کو بھی کھلائے گا اور اس سے مال جمع نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے' کیونکہ اس میں وقف کے منتظم کے خرچ کا ذکر ہے۔

۳۳ - بَابٌ اِذَا وَقَفَ اَرْضًا اَوْ بِئْرًا وَاشْتَرَطَ لِنَفْسِهٖ مِثْلَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ

جب کسی نے زمین وقف کی یا کنواں وقف کیا اور اس میں اپنے لیے عام مسلمانوں کی طرح پانی کے ڈول لینے کی شرط لگائی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے زمین وقف کی یا کنواں وقف کیا اور اس میں اپنی منفعت کی بھی شرط لگائی تو یہ جائز ہے۔

وَاَوْقَفَ اَنَسٌ دَارًا فَكَانَ اِذَا قَدِمَهَا نَزَلَهَا.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک مکان وقف کیا تھا تو جب وہ (مدینہ) آتے تو اس مکان میں ٹھہرتے تھے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۱ (نشر السنۃ ملتان) پر مذکور ہے۔

وَتَصَدَّقَ الزُّبَيْرُ بِدُوْرِهٖ وَقَالَ لِلْمَرْدُوْدَةِ مِنْ بَنَاتِهٖ اَنْ تَسْكُنَ غَيْرَ مُضِرَّةٍ وَّلَا مُضَرٍّ بِهَا فَاِنِ اسْتَغْنَتْ بِزَوْجٍ فَلَيْسَ لَهَا حَقٌّ.

اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کو وقف کر دیا تھا' وہ جب کبھی (مدینہ) آتے تو اس گھر میں ٹھہرتے تھے اور انہوں نے اپنی ایک مطلقہ بیٹی سے کہا کہ وہ اس گھر میں رہیں لیکن اس گھر کو نقصان نہ پہنچائیں اور نہ کوئی اور اس گھر میں نقصان پہنچائے' پس اگر وہ شوہر کی وجہ سے اس گھر سے مستغنی ہو جائیں تو پھر ان کا اس گھر میں کوئی حق نہیں ہے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' سنن دارمی: ۳۳۰۱ میں مذکور ہے۔

وَجَعَلَ ابْنُ عُمَرَ نَصِيْبَهُ مِنْ دَارِ عُمَرَ سُكْنٰى

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے (وقف

Marfat.com

لِذَوِی الْحَاجَةِ مِنْ اٰلِ عَبْدِ اللّٰهِ.

کیے ہوئے) گھر کے رہائش کے حصہ کو اپنی ضرورت مند اولاد کو دے دیا تھا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث 'الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۱۳۲ (دارالکتب العلمیہ بیروت) میں مذکور ہے۔

۲۷۷۸ - وَقَالَ عَبْدَانُ اَخْبَرَنِی اَبِی عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِی اِسْحَاقَ عَنْ اَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَیْثُ حُوْصِرَ اَشْرَفَ عَلَیْهِمْ وَقَالَ اَنْشُدُکُمْ وَلَا اَنْشُدُ اِلَّا اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَفَرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرْتُهَا اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ جَهَّزَ جَیْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزْتُهُمْ قَالَ فَصَدَّقُوْهُ بِمَا قَالَ.

(امام بخاری اس روایت میں منفرد ہیں)

اور عبدان نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از ابی عبدالرحمان کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جب محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے محاصرہ کرنے والوں سے جھانک کر فرمایا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے سوا اور کوئی قسم نہیں دیتا تھا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: جس نے رومہ کے کنویں کو کھودا اس کے لیے جنت ہے' پس میں نے اس کنویں کو کھودا' کیا تم نہیں جانتے کہ آپ نے فرمایا تھا: جس نے تنگ دستی کے لشکر (غزوۂ تبوک کے لشکر) کو ساز و سامان سے لیس کر دیا اس کے لیے جنت ہے' پس میں نے اس لشکر کو ساز و سامان سے لیس کیا تھا۔ راوی نے کہا: پس محاصرین نے حضرت عثمان کے قول کی تصدیق کی۔

باب مذکور کی حدیث کی مزید تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان نے محاصرین کے اوپر جھانک کر فرمایا: میں تمہیں اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں روما کے کنویں کے سوا اور کوئی میٹھا پانی نہیں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو اس کنویں کو خریدے اور اپنا ڈول عام مسلمانوں کے ڈول کی طرح کر دے' اور اس کو جنت میں اس سے بہتر عوض ملے گا' تو انہوں نے کہا: اے اللہ! ہاں! اور آج تم مجھے اس کنویں سے پانی نہیں پینے دیتے حتیٰ کہ میں سمندر کا پانی پی رہا ہوں! پھر حضرت عثمان نے ان سے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہے کہ مسجد نمازیوں کے لیے تنگ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو آل فلاں سے زمین خریدے اور مسجد میں توسیع کرے تو اس کو جنت میں اس کے عوض بہتر جگہ ملے گی' پس میں نے اپنے خالص مال سے اس جگہ کو خریدا اور تم لوگ آج مجھے اس مسجد میں نماز پڑھنے نہیں دیتے! ان لوگوں نے کہا: اے اللہ! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ میں نے اپنے خالص مال سے غزوۂ تبوک کے لشکر کو ساز و سامان سے لیس کیا' انہوں نے کہا: اے اللہ! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے ثبیر نامی پہاڑ پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے اور میں تھا' پس وہ پہاڑ لرزنے لگا حتیٰ کہ اس کے پتھر گرنے لگے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا پیر مارا اور فرمایا: اے ثبیر! ساکن ہو جا! تجھ پر صرف ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں' ان لوگوں نے کہا: اے اللہ! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: اللہ اکبر! انہوں نے گواہی دے دی' حضرت عثمان نے کہا: میں شہید ہوں۔ اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۰۱۔ ۱۰۰' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

وَقَالَ عُمَرُ فِيْ وَقْفِهِ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَّلِيَهُ اَنْ يَّاْكُلَ.

اور حضرت عمر نے اپنے وقف کے متعلق کہا: جو اس کا منتظم ہو اس پر اس سے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں مذکور ہے۔

وَقَدْ يَلِيْهِ الْوَاقِفُ وَغَيْرُهُ فَهُوَ وَاسِعٌ لِّكُلٍّ.

اور اس وقف کا منتظم واقف بھی ہوتا ہے اور دوسرا بھی' پس یہ سب کے لیے وسیع ہے۔

یہ امام بخاری کا کلام ہے' داؤدی نے کہا ہے کہ اس سے امام بخاری کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر نے کسی دوسرے کو وقف کا منتظم بنایا تھا' وہ خود وقف کے منتظم نہیں بنے تھے۔

٣٤ - بَابٌ اِذَا قَالَ الْوَاقِفُ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ فَهُوَ جَائِزٌ

جب وقف کرنے والے نے کہا: ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے طلب کریں گے تو یہ جائز ہے

٢٧٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ قَالُوْا لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو النجار! مجھے اپنا باغ قیمۃً دے دو' انہوں نے کہا: ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے طلب کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۴ میں گزر چکی ہے۔

٣٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ۝ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝﴾ (المائدہ:۱۰۶-۱۰۸)

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو وصیت کے وقت تمہاری آپس کی گواہی (اس طرح ہو) کہ تم میں سے دو نیک (باشرع) شخص ہوں اور اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو' پھر تمہیں موت کی مصیبت پہنچے تو غیروں میں سے ہی دو شخص گواہ ہوں' اگر تمہیں ان پر شک ہو تو ان دو گواہوں کو (مسلمانوں کے سامنے) نماز کے بعد روک لو' وہ اللہ کی قسم اٹھا کر کہیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی مال نہیں لیں گے خواہ قریبی رشتہ دار ہوں (ہم ان کی رعایت نہیں کریں گے) اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائیں گے' اگر ہم ایسا کریں تو ہم اس وقت گناہ گاروں میں سے ہوں گے۝ پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان گواہوں نے ضائع کیا ہے' ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ گواہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (دو وصیوں) کی

Marfat.com

شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا' ورنہ ہمارا شمار ظالموں میں ہوگاO یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ (وصی) اس طرح شہادت دیں جس طرح شہادت دینے کا حق ہے یا وہ اس بات سے ڈریں کہ (ورثاء کی) قسموں کے بعد ان کی قسمیں مسترد کر دی جائیں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام) سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتاO (المائدہ:۱۰۸۔ ۱۰۶)

سفر میں وصیت کرنا اور غیر مسلموں کو گواہ بنانا

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اصل میں مسلمان گواہوں کو مقرر کرنا چاہیے اور یہ کہ ضرورت کے پیش نظر غیر مسلموں کو بھی گواہ بنایا جاسکتا ہے' اس آیت میں فرمایا ہے: تم میں سے دو شخص گواہ ہوں' اس کا معنی ہے: تمہارے دین اور تمہاری ملت سے دو گواہ ہوں' یہ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس' سعید بن مسیب' سعید بن جبیر' شریح بن سیرین اور شعبی کا قول ہے' امام احمد کا بھی یہی مختار ہے' پھر فرمایا کہ سفر میں غیروں میں سے ہی دو گواہ بنالیے جائیں' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور دیگر مذکور الصدر فقہاء تابعین کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمہارے دین اور تمہاری ملت کے غیر ہوں' یعنی اہل کتاب میں سے ہوں اور حسن اور عکرمہ کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے اقرباء اور رشتہ داروں کے غیر ہوں۔

جب یہ مراد لی جائے کہ غیروں سے مراد غیر مسلم اور اہل کتاب ہیں اور یہ کہ سفر میں وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنالیا جائے تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت غیر محکمہ اور منسوخ ہے' یا یہ کہ اب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے' حضرت ابن عباس' ابن المسیب' ابن جبیر' ابن سیرین' قتادہ' شعبی' سفیان ثوری اور امام احمد کے نزدیک یہ آیت محکمہ ہے اور اب بھی اہل کتاب کو سفر میں وصیت پر گواہ بنانا جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہو گئی:

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ. (الطلاق:۲) اور اپنوں (یعنی مسلمانوں) میں سے دو نیک شخصوں کو گواہ بناؤ۔

زید بن اسلم' امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی اسی طرف میلان ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اہل کفر عادل (نیک) نہیں ہیں' اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ یہ حاجت اور ضرورت کا مقام ہے اور ایسے موقع پر صرف عورتوں کی گواہی بھی صحیح ہوتی ہے' جیسے حیض' نفاس اور بچے کی پیدائش میں عورتوں کی گواہی صحیح ہوتی ہے۔

(زاد المسیر ج ۲ ص ۴۴۷۔ ۴۴۶' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

۲۷۸۰ - وَقَالَ لِیْ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِی الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَهْمٍ مَعَ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ وَعَدِیِّ بْنِ بَدَّاءٍ فَمَاتَ السَّهْمِیُّ بِاَرْضٍ لَیْسَ بِهَا مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمَا

اور مجھ سے علی بن عبد اللہ نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی القاسم از عبد الملک بن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ بنو سہم سے ایک آدمی' تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ (سفر پر) نکلا' پس سہمی ایسے علاقہ میں فوت ہو گیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا' پھر جب وہ

Marfat.com

بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوا جَامًا مِّنْ فِضَّةٍ مُّخَوَّصًا مِّنْ ذَهَبٍ فَاَحْلَفَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمَكَّةَ فَقَالُوا ابْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِيْمٍ وَّعَدِيٍّ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ اَوْلِيَائِهِ فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَاِنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ قَالَ وَفِيْهِمْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ﴾ (المائدہ:۱۰۶)

دونوں اس کے ترکہ کو لے کر مدینہ آئے (تو اس کے ورثاء نے) چاندی کا ایک جام کم پایا جس پر سونے کا کام کیا گیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے قسم لے لی' پھر وہ چاندی کا جام مکہ میں پایا گیا' ان لوگوں نے کہا: ہم نے یہ جام تمیم اور عدی سے خریدا ہے' پھر اس مرنے والے کے دو رشتہ دار کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہماری گواہی تمیم اور عدی کی گواہی سے زیادہ معتبر ہے اور یہ جام ان کے رشتہ دار ہی کا ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: یہ آیت ان ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے' یعنی اے ایمان والو! تمہاری گواہی اس طرح ہو' سے لے کر آخر تک۔ (المائدہ:۱۰۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) یحییٰ بن آدم بن سلیمان المخزومی (۳) یحییٰ بن زکریاء بن ابی زائدہ' ان کا نام میمون ابوسعید الہمدانی القاضی ہے (۴) محمد بن ابی القاسم' جن کو الطویل کہا جاتا ہے' ان کے باپ کا نام معلوم نہیں ہو سکا (۵) عبد الملک بن سعید بن جبیر (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۰۵)

بنو سہم کے آدمی' تمیم داری اور عدی بن بداء کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بنو سہم کا ایک آدمی تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ سفر پر نکلا۔

اس آدمی کا نام بزیل تھا' اسی طرح امام ترمذی کی روایت میں ہے اور امام طبری کی روایت میں ہے: اس کا نام بدیل ہے' کلبی کی روایت میں ہے: اس کا نام بدیل بن ابی ماریہ ہے' ابن جریج نے لکھا ہے: یہ مسلمان تھا۔

نیز اس حدیث میں تمیم داری کا ذکر ہے' یہ مشہور صحابی ہیں' ان کی نسبت دار کی طرف ہے' یہ پہلے نصرانی تھے' اس حدیث میں جس قصہ کا ذکر ہے' یہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے' یہ ۹ ھ میں اسلام لائے اور مدینہ میں رہے' حضرت عثمان کی شہادت کے بعد یہ شام منتقل ہو گئے' یہ ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کر لیتے تھے۔

اور اس حدیث میں عدی بن بداء کا ذکر ہے' امام ترمذی نے کہا: یہ نصرانی تھے' ان کے اسلام لانے کا قصہ ہمیں نہیں پہنچا' امام واقدی نے کہا ہے کہ عدی بن بداء' حضرت تمیم داری کے اخیافی بھائی تھے یا رضاعی بھائی تھے۔

حضرت عمرو بن العاص اور المطلب بن ابی وداعہ نے تمیم اور عدی دونوں کے خلاف گواہی دی تھی' تمیم داری نے خیانت کا اعتراف کر لیا تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے تمیم! اسلام لے آؤ! اللہ تعالیٰ تم سے درگزر فرمائے' پس وہ اسلام لے آئے اور انہوں نے اسلام میں نیک کام کیے اور عدی بداء نصرانی ہونے ہی کی حالت میں فوت ہو گیا۔

اس حدیث میں جام کا ذکر ہے' یہ چاندی کا پیالہ تھا اور اس پر سونے کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۰۷۔۱۰۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۶- بَابُ قَضَاءِ الْوَصِيِّ دَيْنَ الْمَيِّتِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِّنَ الْوَرَثَةِ

بغیر ورثاء کی موجودگی کے وصی کا میت کے قرض کو ادا کرنا

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ورثاء کی موجودگی کے بغیر وصی کا میت کے قرض کو ادا کرنا جائز ہے اور اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۲۷۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ اَوِ الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنْ فِرَاسٍ قَالَ قَالَ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَبَاهُ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ وَّتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا فَلَمَّا حَضَرَ جِدَادُ النَّخْلِ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِيْ اُسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَّاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّرَاكَ الْغُرَمَاءُ قَالَ اِذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَتِهٖ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ اُغْرُوْا بِيْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ اَطَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ اَمَانَةَ وَالِدِيْ وَاَنَا وَاللّٰهِ رَاضٍ اَنْ يُّؤَدِّيَ اللّٰهُ اَمَانَةَ وَالِدِيْ وَلَا اَرْجِعَ اِلٰى اَخَوَاتِيْ بِتَمْرَةٍ فَسَلِمَ وَاللّٰهِ الْبَيَادِرُ كُلُّهَا حَتّٰى اِنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّهٗ لَمْ يَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن سابق نے یا ان سے فضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از فراس' انہوں نے کہا کہ شعبی نے بتایا کہ مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے چھ بیٹیاں چھوڑیں اور انہوں نے اپنے اوپر قرض چھوڑا تھا' جب کھجور کے درختوں سے کھجوروں کے اتارنے کا وقت آیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' پس میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے اپنے اوپر بہت قرض چھوڑا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کو قرض خواہ دیکھ لیں' آپ نے فرمایا: تم جاؤ! اور ہر قسم کی کھجوروں کا (کھلیان میں) الگ الگ ڈھیر لگا دو' پس میں نے ایسا کر لیا' پھر میں نے آپ کو بلایا' جب قرض خواہوں نے آپ کو میرے ساتھ دیکھا تو اور زیادہ سختی سے مطالبہ شروع کر دیا' جب آپ نے ان کی اس کارروائی کو دیکھا تو آپ نے کھلیان کے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے' پھر فرمایا: اپنے اصحاب کو بلاؤ' پھر آپ ان کو مسلسل ناپ ناپ کر دیتے رہے' حتیٰ کہ اللہ نے میرے والد کی امانت کو ادا کر دیا' اور میں اللہ کی قسم! اس پر راضی تھا کہ اللہ میرے والد کی امانت کو ادا کر دے اور میں اپنی بہنوں کے لیے اس میں سے ایک کھجور بھی واپس نہ لے جاؤں' پس اللہ کی قسم! تمام کھلیان سلامت رہے حتیٰ کہ میں کھجوروں کے اس ڈھیر کی طرف دیکھ رہا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اُغْرُوْ بِيْ يَعْنِيْ هِيْجُوْا بِيْ ﴿فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾ (المائدہ:۱۴)

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اس حدیث میں ''اغروا بی'' کے الفاظ ہیں' اس کا معنی ہے: وہ مجھ کو دیکھ کر جوش میں آ گئے اور سختی کرنے لگے۔ قرآن مجید میں ہے: پس ہم نے ان کے درمیان

Marfat.com

عداوت اور بغض کو ابھارا۔ (المائدہ: ۱۴) اس میں بھی ''اغرینا'' اسی
معنی میں ہے۔

''کتاب الوصایا'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین سیّدنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وذریتہٖ وازواجہٖ اجمعین! آج ۲۵ شعبان ۱۴۲۹ھ/ ۲۸ اگست ۲۰۰۸ء بہ روز جمعرات ''کتاب الوصایا'' مکمل ہوگئی۔ الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے اپنے فضل وکرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے' اسی طرح صحیح البخاری کی باقی احادیث کی بھی تکمیل کرا دیں۔

''کتاب الوصایا'' میں ساٹھ احادیث ہیں' ان میں سے اٹھارہ تعلیقات ہیں' باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں بیالیس احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث اٹھارہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٥٦ - كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ

جہاد اور سِیَر کا بیان

یہ کتاب احکامِ جہاد میں ہے' جہاد کا لغوی معنی ہے: مشقت' اور اصطلاحِ شرع میں اس کا معنی ہے: اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے مشقت کر کے کفار کو قتل کرنا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا معنی ہے: نفس کو جھکا کر اس سے شریعت کے مطابق کام کرانا اور اتباعِ شہوات اور حصولِ لذات میں نفس کی مخالفت کرنا۔ صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں ''کتاب الجهاد'' اسی مقام پر مذکور ہے' تاہم علامہ ابن بطال نے ''کتاب الجهاد'' کو حج اور صوم کے بعد اور بیوع سے پہلے ذکر کیا ہے۔

١ - بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ — جہاد اور سِیر کی فضیلت

اس عنوان میں ''سِیر'' کا لفظ ہے' یہ ''سیرت'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: طریقہ۔ یہاں پر جمع کا لفظ اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ لفظ مغازی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقوں اور سیرتوں کا جامع ہے' اسی طرح یہ لفظ صحابہ کی سیرتوں کا بھی جامع ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ. إِلٰى قَوْلِهٖ. وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (التوبہ: ١١١-١١٢)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا' وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں' اس پر اللہ کا سچا وعدہ ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہے' پس تم اپنی اس بیع کے ساتھ خوش ہو جاؤ' جو تم نے بیع کی ہے...... اور مؤمنین کو بشارت دیجئے' تک ہے۔ (التوبہ: ١١٢-١١١)

مجاہدین سے اللہ تعالیٰ کے جنت خریدنے کی وضاحت اور اس کے متعلق احادیث

مجاہدین اپنی جانوں اور مالوں کو جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جو جنت عطا فرمائی ہے' اس کو اللہ تعالیٰ نے ''شراء'' (خریدنے) سے تشبیہ دی ہے۔ عرف میں خریدنے کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص ایک چیز کو اپنی ملک سے نکال کے دوسرے کو کسی اور چیز کے عوض میں دیتا ہے' جو نفع میں اس چیز کے برابر ہوتی ہے یا کم یا زیادہ' پس مجاہدین نے اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ کے ہاتھ اس جنت کے بدلہ میں فروخت کر دیا' جو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لیے تیار کی ہے' بایں طور کہ وہ اہل جنت میں سے ہو جائیں۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس کو اپنے گھر سے نکلنے کا محرک صرف اس کی راہ میں جہاد کرنے کا جذبہ ہوتا ہے اور اس کے کلام کی تصدیق کرنا ہوتا ہے' اللہ اس کے لیے اس بات کا ضامن ہو گیا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کر دے یا اس کو اس کے گھر اجر و ثواب اور مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹا دے۔

(صحیح البخاری: ٣٦٣ ٧' صحیح مسلم: ١٨٧٦' سنن ابن ماجہ: ٢٧٥٣' سنن نسائی: ٥٠٢٩' سنن کبریٰ للبیہقی ج ٩ ص ١٥٧' سنن سعید بن منصور: ٢٣١١)

یہ آیت آخری بیعت عقبہ کے موقع پر بعثت نبوی کے تیرھویں سال میں نازل ہوئی تھی' اس موقع پر مدینہ سے آئے ہوئے ستر آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن قرظی وغیرہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ اپنے رب کے لیے اور اپنی ذات کے لیے جو چاہیں شرط لگالیں۔ آپ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ' اور میں اپنے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم میری حفاظت اس طرح کرو گے' جس طرح تم اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو' انہوں نے کہا: جب ہم یہ کرلیں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: جنت! انہوں نے کہا: یہ نفع والی بیع ہے' ہم اس کو خود فسخ کریں گے نہ اس کے فسخ کرنے کو پسند کریں گے۔ (جامع البیان جز ١١ ص ٤٩' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

التوبہ: ١١٢ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔ اس کے متعلق امام بخاری نے کہا:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْحُدُوْدُ الطَّاعَةُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''الحدود الطاعۃ''۔

امام ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث (اثر) تفسیر امام ابن ابی حاتم: ١٦٩٣۔ ج ١ ص ٣١٩ (مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ) میں روایت کی ہے' یعنی اللہ کی حدود یہ ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے اور ان کی نافرمانی نہ کی جائے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ١ ص ٣١٩' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

٢٧٨٢ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ الْوَلِيْدَ بْنَ الْعَيْزَارِ ذَكَرَ عَنْ اَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَلصَّلٰوةُ عَلٰى مِيْقَاتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَكَتَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الولید بن العیزار سے سنا' انہوں نے ذکر کیا از ابی عمرو الشیبانی' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے اور اگر میں زیادہ سوال کرتا تو آپ زیادہ جواب دیتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٢٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جہاد کا ذکر ہے۔

Marfat.com

نماز' والدین کے ساتھ نیکی اور جہاد کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی توجیہ

امام طبری نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز' والدین کے ساتھ نیکی اور جہاد کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ تینوں عبادتیں دیگر عبادات کا عنوان ہیں' کیونکہ جس نے بغیر عذر کے فرض نماز کو ضائع کر دیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا' حالانکہ نماز پڑھنا بہت آسان ہے اور اس کی فضیلت بہت زیادہ ہے تو وہ دیگر عبادات کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا' اور جس نے اپنے والدین کے ساتھ نیکی نہیں کی حالانکہ اس پر ان کا حق بہت زیادہ ہے تو وہ دوسرے مستحقین کے ساتھ بہت کم نیکی کرنے والا ہوگا اور جس نے کفار کے خلاف جہاد کو ترک کر دیا جب کہ کفار اس کے دین کے ساتھ شدید عداوت رکھنے والے ہیں تو وہ فساق اور فجار کے ساتھ جہاد کو بہت زیادہ ترک کرنے والا ہوگا۔

جہاد کی دو قسمیں ہیں: فرضِ عین اور فرضِ کفایہ' ان کی تفصیل علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ نے اس طرح بیان کی ہے:

فرضِ عین جہاد کی تعریف

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ تین حالتوں میں جہاد فرض عین ہے:

(۱) سربراہِ مملکت اسلامیہ کسی شخص یا کسی جماعت کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کفار سے قتال کے لیے طلب کرے تو ان پر جہاد کے لیے نکلنا فرض عین ہے' اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِؕ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ○ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَیْـٴًـاؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ○ (التوبہ: ۳۹-۳۸)

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ جہاد کے لیے نکلو تو تم بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے' حالانکہ دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے○ اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے بدلہ میں دوسری قوم لے آئے گا اور تم اس کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○

اس آیت کی جہاد کے فرضِ عین ہونے پر اس طرح دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سربراہِ ملت اسلامیہ کے طلب کرنے کے بعد جہاد کے لیے نکلنے میں سستی کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور جہاد کے لیے نہ نکلنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی ہے۔

سربراہِ ملت اسلامیہ کے طلب کرنے پر جہاد کے فرض ہونے پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب (مکہ سے مدینہ کی طرف) ہجرت نہیں ہے' لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے طلب کیا جائے تو تم جہاد کے لیے نکلو۔

(صحیح البخاری: ۲۸۲۵' صحیح مسلم: ۱۳۵۳' سنن ابوداؤد: ۲۴۸۰' سنن ترمذی: ۱۵۹۰)

اس حدیث کی جہاد کے فرض عین ہونے پر اس طرح دلالت ہے کہ نبی ﷺ نے امام کے طلب کرنے کے بعد جہاد کے لیے نکلنے کا امر فرمایا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

(۲) جہاد کے فرض عین ہونے کی دوسری حالت یہ ہے کہ دشمن مسلمانوں کے کسی شہر پر حملہ کر کے اس میں داخل ہو جائے یا ان کی

Marfat.com

مملکت کے کسی حصہ پر قابض ہو جائے تو اس وقت دشمن سے قتال کرنا فرضِ عین ہے اور اس کی فرضیت اجماع سے ثابت ہے۔

(۳) جہاد کے فرضِ عین ہونے کی تیسری حالت یہ ہے کہ جب دشمن سے صف بہ صف مقابلہ ہو رہا ہو تو اس وقت دشمن سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا حرام ہے' قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَO (الانفال:۱۵)

اے ایمان والو! جب میدانِ جنگ میں تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیروO

جب سربراہِ ملت اسلامیہ تبلیغ اسلام کے لیے کفار سے قتال کرنے کے لیے عام مسلمانوں کو طلب کرے تو تمام مسلمانوں پر جہاد کے لیے نکلنا نماز اور روزے کی طرح فرض ہے' پس بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے اور بچے اپنے والدین کی اجازت کے بغیر نکلیں۔

جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے کی صورتیں

جب دشمن مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرے نہ اس کے کسی حصہ پر قبضہ کرے' نہ سربراہِ ملت اسلامیہ عام مسلمانوں کو جہاد کے لیے طلب کرے تو تبلیغ اسلام کے لیے کفار پر حملہ کرنا فرضِ کفایہ ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًاO (النساء:۹۵)

بلا عذر جہاد سے بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں' اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر کئی درجہ فضیلت دی ہے' اور سب سے اللہ نے اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے' اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر بہت بڑے ثواب کی بشارت دی ہےO

اس آیت کی جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے پر اس طرح دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں اور بلا عذر جہاد نہ کرنے والوں دونوں سے اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے' البتہ جہاد کرنے والوں کو زیادہ اجر وثواب کی بشارت دی ہے' اگر ہر جہاد فرضِ عین ہوتا تو جہاد نہ کرنے والے گناہ گار ہوتے اور ان سے اچھے اجر کا وعدہ نہ فرماتا کیونکہ مقصود تو اللہ کے دین کی سربلندی اور تبلیغ اسلام ہے' سو جن مسلمانوں نے اس فریضہ کو ادا کر لیا تو باقی مسلمانوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو گئی جیسا کہ تمام فروضِ کفایہ میں ہوتا ہے۔

(بدائع الصنائع ج۹ ص ۳۸۲-۳۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

جہاد کی مزید دو قسمیں: مدافعانہ جہاد اور جارحانہ جہاد

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو ابتداءً آپ کو مدافعانہ جہاد کی اجازت دی گئی' یعنی جب آپ پر یا مسلمانوں پر حملہ کیا جائے تو آپ کو اس حملہ کا دفاع کرنے کی اجازت دی گئی' چنانچہ فرمایا:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨO (الحج:۳۹)

جن لوگوں سے ناحق قتال کیا جاتا ہے ان کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے' اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہےO

اور جارحانہ جہاد کے متعلق یہ آیت ہے:

Marfat.com

Marfat.com

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ. (التوبہ:۵)

پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو یعنی ان کو گھیر و اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے کے متعلق ایک حدیث

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی شخص کو کسی بڑے لشکر یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت فرماتے' اور اس امیر کے ساتھ جو مسلمان ہوتے' ان کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت فرماتے' پھر فرماتے: اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جنگ کرو جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر کریں ان کے خلاف قتال کرو' خیانت نہ کرو' عہد شکنی نہ کرو' مثلہ نہ کرو (کسی شخص کے اعضاء نہ کاٹو)' کسی بچہ کو قتل نہ کرو' جب تمہارا مشرکین میں سے اپنے دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دو' وہ ان میں سے جس چیز کو بھی مان لیں' تم ان کو ان سے قبول کرلو اور پھر ان پر حملہ کرنے سے رُک جاؤ' ان کو یہ دعوت دو کہ وہ اپنے شہر سے دارِ مہاجرین کی طرف منتقل ہو جائیں اور ان کو یہ بتاؤ کہ اگر انہوں نے ایسا کرلیا تو ان کے وہ حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے حقوق ہیں اور ان پر وہ چیزیں فرض ہوں گی جو مہاجرین پر فرض ہیں اور اگر وہ اپنے شہر سے منتقل ہونے سے انکار کردیں تو وہ مسلمان اعرابیوں کی طرح ہوں گے اور ان پر اللہ کا وہ حکم جاری ہوگا جو مؤمنین پر جاری ہے اور مالِ غنیمت اور فے میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا' البتہ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کریں تو پھر ان کا حصہ ہوگا اور اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو' اگر وہ اس کو مان لیں تو پھر ان سے جزیہ قبول کرلو' اور ان پر حملہ کرنے سے رک جاؤ' اور اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو اللہ سے مدد حاصل کر کے ان سے قتال کرو' اور جب تم قلعہ میں بند لوگوں کا محاصرہ کرو اور وہ یہ ارادہ کریں کہ تم ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو ضامن بناؤ تو تم اللہ اور اس کے رسول کو ضامن نہ بناؤ' لیکن تم اپنی اور اپنے اصحاب کی ضمانت دو' کیونکہ اگر تم نے اپنی اور اپنے اصحاب کی ذمہ داری کو ادا نہ کیا تو یہ اس سے آسان ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف ضمانت توڑنے کی نسبت کرو اور جب تم قلعہ والوں کا محاصرہ کرو اور وہ یہ ارادہ کریں کہ تم ان کو اللہ کے حکم سے قلعہ سے باہر لاؤ تو تم اللہ کے حکم سے ان کو باہر نہ لانا' لیکن تم ان کو اپنے حکم سے قلعہ سے نکالنا' کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے یا نہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۷۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۶۱۲' سنن ترمذی: ۱۴۱۵' سنن ابن ماجہ: ۲۸۵۸)

مصنف کی طرف سے مشروعیت جہاد اور قتل مرتد پر اعتراض کے جوابات

یہودی اور عیسائی مستشرقین معترضین کو سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ کفار کے خلاف جنگ اور جہاد کرنے میں اسلام تنہا اور منفرد نہیں ہے' بلکہ موجودہ تورات (کتاب مقدس' بائبل) میں بھی اپنے مخالف کفار کے ساتھ جنگ اور جہاد کرنے کی تلقین اور ترغیب دی گئی ہے' اور موجودہ انجیل میں تصریح ہے کہ تورات کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہے' اب آپ تورات کے اس اقتباس کا مطالعہ فرمائیں:

جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دیناO اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریںO اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تو اس کا محاصرہ کرناO اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کردے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالناO لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو

جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو' کھاناO ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیںO پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے' کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھناO بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اُموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم ہے' بالکل نیست کر دیناO تا کہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لیے کیے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگوO

(استثناء باب:۲۰' آیت:۱۸۔۱۰) (عہد نامہ قدیم:۱۸۶)

واضح رہے کہ عیسائیوں کے نزدیک بھی کفار کے خلاف جہاد کا یہ حکم باقی ہے' منسوخ نہیں ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں' منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوںO کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائےO (متی باب:۵' آیت:۱۸۔۱۷) (نیا عہد نامہ:۸)

جو غیر مسلم مستشرقین اسلام کے نظریہ جہاد پر اعتراض کرتے ہیں' انہیں تورات اور انجیل کے ان اقتباسات کو بہ غور پڑھنا چاہیے۔اب جہاد کے متعلق اسلام کا نظریہ ملاحظہ کریں:

جہاد کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے شہر پر حملہ کیا جائے اور مسلمان مدافعانہ جنگ کریں' یہ جہاد فرض عین ہے' اس کی مثال غزوۂ بدر' غزوۂ اُحد اور غزوۂ خندق ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ''لا اکراہ فی الدین'' کے خلاف نہیں ہے اور نہ اس پر کوئی ہوش مند اعتراض کر سکتا ہے اور جہاد کی دوسری صورت یہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کیا جائے اور بہ شرط استطاعت از خود کافروں کے ملک پر حملہ کیا جائے' یہ جہاد فرض کفایہ ہے' فتح مکہ' فتح طائف اور فتح خیبر میں اس کی مثالیں ہیں اور بعد میں مسلمانوں نے مصر' شام' عراق' ایران اور بہت سے علاقوں میں تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کیا اور دنیا کے تین براعظموں میں مسلمانوں کی حکومت پہنچ گئی اور اس میں یہ تفصیل ہے کہ جب مشرکین سے جہاد کیا جائے تو یا تلوار ہے یا اسلام' اور اہل کتاب کے ساتھ جنگ ہو تو پھر تین صورتیں ہیں: یا وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ دیں یا پھر جنگ کریں۔

اہل کتاب کے ساتھ جزیہ کی رعایت اس لیے رکھی ہے کہ وہ الوہیت اور رسالت کے کسی نہ کسی طور پر قائل ہیں' آخرت پر ایمان رکھتے ہیں' جزا سزا اور حلال وحرام کے اصولی طور پر معترف ہیں اور جب وہ جزیہ دے کر مسلمانوں کے باج گزار ہو جائیں گے اور ان کا مسلمانوں کے ساتھ میل جول ہو گا تو مسلمانوں کو ان میں تبلیغ اسلام کے مواقع میسر ہوں گے اور انہیں بھی اسلام کی تعلیمات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا اور وہ جلد یا بہ دیر اسلام کو قبول کر لیں گے اور ان کا اسلام کو قبول کرنا بہ رضا ورغبت ہو گا' اس میں جبر کا کوئی دخل نہیں ہے' جہاد کی اس شکل پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اب صرف ایک شکل رہ جاتی ہے اور وہ ہے: تبلیغ اسلام کے لیے مشرکین کے خلاف جہاد' یا وہ اسلام کو قبول کر لیں ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے گا اور اس پر بادی النظر میں اعتراض ہوتا ہے کہ یہ جبر واکراہ ہے لیکن درحقیقت یہ بھی جبر نہیں ہے' اگر کوئی شخص کسی ملک کا باشندہ ہو' اس ملک کے بادشاہ کی مہیا کی ہوئی سہولتوں اور فائدوں سے بہرہ اندوز ہوتا اور اس ملک کی زمین میں گھر بنا کر رہتا ہو اور تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہو لیکن وہ اس ملک کے بادشاہ یا حکمران کی حکومت کو نہ مانے' اس کے قوانین پر عمل نہ کرے اور اس کے برعکس اس حکومت کے مخالف اور دشمن ملک اور حکومت کا علی الاعلان دم بھرتا ہو' اور اس کی وفاداری کا اعلان کرتا ہو تو کیا اس کو گردن

زدنی نہیں قرار دیا جائے گا اور اس کو غدر قرار دے کر قتل نہیں کیا جائے گا' کیا آج دنیا کے تمام مہذب ملکوں کا اس پر عمل نہیں ہے اور اگر اس شخص سے یہ کہا جائے کہ یا تو تم اس ملک کی وفاداری کا اعلان کرو ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا تو یہ کیوں عدل وانصاف کے مطابق نہیں ہے جب کہ آج کی نام نہاد مہذب دنیا میں ایسے شخص کو یہ موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جاتا ہے' سو اسی طرح جو شخص اللہ کی بنائی ہوئی زمین میں رہتا ہے اور اس کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن وہ اللہ کو مانتا ہے نہ اس کے کسی اصول اور قانون کو' اور دنیا میں آسمانی مذاہب کی جتنی شکلیں ہیں' ان میں سے وہ کسی کو بھی نہیں مانتا تو اس سے یہ کہنا بجا اور عدل وانصاف کے مطابق ہے کہ یا تو اللہ کے دین کو قبول کر لو ورنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ' نیز جس طرح ہر حکومت میں ریاست کے غدار کی سزا موت ہے' اسی طرح اسلام میں بھی مرتد کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے' اس کو تین دن موقع دیا جاتا ہے کہ وہ غور وفکر کرے اور اگر اس کو اسلام کے خلاف کوئی شبہ ہے تو اس کو زائل کیا جائے لیکن اگر وہ اس کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہتا ہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے جب کہ غدار وطن کے لیے یہ رعایت نہیں ہوتی۔

تمام مہذب دنیا میں جرائم پر سزاؤں کا نظام جاری ہے' اور جب کسی قاتل' چور' ڈاکو یا ریاست کے غدار کو سزا دی جائے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ جبر ہے اور حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف ہے' اسی طرح جب مشرک کو ایمان نہ لانے پر جہاد میں قتل کیا جائے یا مرتد کو توبہ نہ کرنے پر قتل کیا جائے تو یہ بھی ان کے جرائم کی سزا ہے' جبر نہیں ہے اور حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف نہیں ہے۔

کیا دین اسلام قبول کرنے میں جبر کا نہ ہونا مشروعیت جہاد کے خلاف ہے؟ میں اس اشکال کے جواب میں کئی دن غور کرتا رہا' میں نے اس سوال کے جواب کی تلاش کے لیے قدیم اور جدید متعدد تفاسیر کو دیکھا' لیکن میں نے دیکھا کہ کسی نے بھی اس کو حل نہیں کیا اور مدافعانہ جنگ اور جزیہ کے اختیار سے اصل اشکال کو ٹالنے کی کوشش کی' بہر حال میرے ذہن میں جو جواب آیا وہ میں نے لکھ دیا ہے' اگر یہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو یہ میری فکر کی کمی ہے اور آئندہ آنے والے علماء کے لیے دعوتِ فکر ہے۔

غیر ملکی استعمار سے نجات اور آزادی حاصل کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کرنا بھی جہاد کی ایک قسم ہے اور اس کو دہشت گردی کہنا غلط ہے

مذکور الصدر تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں' ایک جہاد فرضِ عین ہے اور دوسرا جہاد فرض کفایہ ہے' اور یہ دونوں جہاد سربراہِ ملت اسلامیہ کے حکم اور اس کے اعلان سے کیے جاتے ہیں لیکن یہاں پر ایک صورت اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی کافر ملک نے کسی مسلمان ملک پر قبضہ کر کے اس مسلمان ملک کو اپنی کالونی بنا لیا ہو اور وہاں کے باشندوں کو اپنا غلام بنا لیا ہو تو وہاں کے مسلمان باشندے علماء دین کے تعاون اور تائید سے اس کافر ملک سے آزادی کے حصول کے لیے مسلح جدوجہد کریں تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ جیسے متحدہ برصغیر کے مسلمانوں نے انگریز کی غلامی سے آزادی کے حصول کے لیے مسلح جدوجہد کی' یا جس طرح افغانستان کے مسلمانوں نے روس کے اقتدار سے نجات حاصل کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کی یا جس طرح مقبوضہ کشمیر کے مسلمان ہندوؤں کے غاصبانہ قبضہ سے آزادی حاصل کرنے کے لیے غیر اعلانیہ مسلح جنگ کر رہے ہیں' اسی طرح فلسطین کے مسلمان یہودیوں کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف مسلح جدوجہد کر رہے ہیں' آیا ان کی یہ جدوجہد جائز ہے یا نہیں؟ مخالفین اس کو دہشت گردی کا نام دیتے ہیں' ہمارے نزدیک یہ بھی حکماً جہاد ہے اور اس کی شرعی نظیر یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابوجندل بن سہیل اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہما صلح حدیبیہ کے بعد ساحل سمندر پر جمع ہو گئے اور دیگر مسلمان بھی ان کے ساتھ آ کر مل گئے' کفارِ قریش ان کو جبراً مکہ لے جانا چاہتے تھے اور صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو مدینہ میں رکھ نہیں سکتے تھے' اس لیے وہ کفارِ قریش کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے

ساحل سمندر پر جمع ہو گئے اور قریش کے جو تجارتی قافلے شام کی طرف جاتے تھے' ان پر حملے کر کے ان کو لوٹ لیتے تھے' رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا اور حضرت ابوبصیر اور حضرت ابوجندل کی اس مسلح جدوجہد کے نتیجہ میں کفارِ قریش کو یہ شرط واپس لینی پڑی کہ مکہ سے جو شخص مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا' اس کو جانے نہیں دیا جائے گا' اور پھر مکہ سے لوگ مسلمان ہو کر آزادانہ مدینہ جانے لگے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲' طویل حدیث کا آخری حصہ)

آزادی کے حصول کے لیے مسلح جدوجہد کے جواز کی عام نظیر یہ ہے کہ پہلے امریکا' برطانیہ کی کالونی تھا' امریکا کے باشندوں نے برطانیہ کے استعمار سے آزادی حاصل کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کی' حتیٰ کہ امریکی باشندوں نے برطانوی استعمار کی غلامی سے نجات حاصل کر لی اور ۱۷۸۷ء میں جارج واشنگٹن کی قیادت میں امریکا آزاد ہو گیا' امریکی باشندوں نے حصول آزادی کے لیے جو یہ مسلح جدوجہد کی ہے' اس کو دنیا میں کسی نے بھی دہشت گردی نہیں کہا' اسی طرح آئرلینڈ کے باشندوں نے اپنے کیتھولک مذہب کے تحفظ کے لیے جو مسلح جدوجہد کی' ۲۱ اپریل ۱۹۱۶ء میں نصف آئرلینڈ آزاد کرایا' جس کا نام آئرش ری پبلکن رکھا گیا' ان کا قائد مائیکل کولن تھا' اس کو بھی دہشت گردی نہیں کہا گیا تو پھر اگر کشمیر اور فلسطین کے مسلمان اپنی ریاست کی آزادی کے لیے مسلح جدوجہد کریں یا عراق اور افغانستان کے مسلمان غیر ملکی ناجائز اقتدار اور ان کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف مسلح جدوجہد کریں تو اس کو دہشت گردی کہنے کا کیا جواز ہے!

دہشت گردی کیا چیز ہے اور جہاد اور دہشت گردی کا فرق

دنیا کے نام نہاد مہذب ممالک نے ابھی تک دہشت گردی کی کوئی جامع تعریف نہیں کی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے قابض استعمار کے خلاف مسلح جدوجہد کو دہشت گردی کا نام دیا تو پھر امریکیوں نے برطانوی استعمار کے خلاف جو مسلح جدوجہد کی تھی اس کو بھی دہشت گردی کہا جائے گا اور امریکا بھی دہشت گرد قرار پائے گا' اس لیے آج تک دہشت گردی کی کوئی تعریف نہیں کی گئی' جس سے امریکا کے باشندے تو دہشت گردی کی زد میں نہ آئیں اور فلسطین اور عراق کے مسلمان باشندے دہشت گرد قرار پائیں۔

ہمارے نزدیک دہشت گردی بے قصور انسانوں کو اور بے گناہ مسلمانوں کو ہلاک کرنا اور ان کی املاک کو تباہ کرنا ہے' خودکش حملوں اور ریموٹ کنٹرول بموں سے مساجد' امام بارگاہوں' عمارتوں کو اور مختلف اشخاص کو ہلاک کرنا ہے' اور فساد فی الارض کرنا ہے اور دہشت گردی کی مذمت اور اس کے جرم ہونے کی اصل قرآن مجید کی ان آیات میں ہے:

وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ○ (البقرہ: ۲۰۵)	اور جب وہ پیٹھ موڑ کر جاتا ہے تو اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ زمین میں فساد برپا کرے اور کھیتوں کو (برباد) کرے اور جانوروں کو ہلاک کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتا ○

اسی طرح درج ذیل آیت میں فساد فی الارض کی سزا کو بیان فرمایا ہے اور اس سے بھی دہشت گردی کی تعریف پر روشنی پڑتی ہے:

إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُّقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○	اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے پھرتے ہیں' ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو (اپنے وطن

Marfat.com

کی) زمین سے نکال دیا جائے' یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے O (المائدہ: ۳۳)

ہماری اس تحریر سے جہاد اور دہشت گردی کا فرق بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اللہ کے منکروں کو قتل کرنا جہاد ہے اور زمین میں فساد پھیلانا اور بے قصور لوگوں کو قتل کرنا دہشت گردی ہے۔

جہاد بالنفس اور جہاد اکبر کے متعلق احادیث

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ احادیث روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ عزوجل کی اطاعت میں اپنے نفس سے اور اس کی خواہشات سے جہاد کرو۔

علاء بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مجاہدین میں سے کون افضل ہے؟ انہوں نے کہا: جو شخص اللہ عزوجل کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے' سائل نے پوچھا: یہ آپ کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے؟ انہوں نے بتایا: بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۴۹ طبع قدیم حلیۃ الاولیاء: ۲۲۳۳۔ ۲۲۳۲ طبع جدید)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے' ایک روایت میں ہے: جو اللہ کے لیے یا اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔

(سنن ترمذی: ۱۶۲۱' صحیح ابن حبان: ۴۶۲۴' المعجم الکبیر: ۸۰۳۔ ۸۰۲۔ ج ۱۸ ص ۳۱۲۔ ۳۱۱' المستدرک ج ۲ ص ۱۴۴۔ ۷۲' سنن سعید بن منصور: ۲۴۱۴' مسند البزار: ۳۷۵۳' مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۔ ۲۰ طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۹۵۱۔ ج ۳۹ ص ۳۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اور اس معنی میں درج ذیل مشہور حدیث ہے' علامہ علی متقی بن حسام الدین متوفی ۹۷۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مجاہدین کا ایک گروہ آیا تو آپ نے فرمایا:

قدمتم خير مقدم قدمتم من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر مجاهدة العبد هواه. (الدیلمی)

تم آئے ہو تمہارا آنا مبارک ہو' تم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف آئے ہو اور وہ بندہ کا اپنی خواہشات کے خلاف جہاد کرنا ہے' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(کنز العمال: ۱۱۷۷۹۔ ج ۴ ص ۶۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

۲۷۸۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فتح (مکہ) کے بعد کوئی ہجرت (فرض) نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑو۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں جہاد کا ذکر ہے۔

ہجرت منقطع ہونے والی حدیث پر اس حدیث سے اشکال کہ ہجرت تو قیامت تک منقطع نہیں ہوگی

حضرت معاویہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی حتیٰ کہ توبہ منقطع ہو جائے اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۷۹' سنن دارمی ج ۲ ص ۲۴۰' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۱' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۲' مشکوٰۃ: ۲۳۴۶)

ہجرت کی دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ابتداء اسلام میں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا مستحب تھا' فرض نہیں تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً. (النساء: ۱۰۰)　اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا' وہ زمین میں بہت جگہ اور وسعت پائے گا۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور مشرکین نے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں بہت شدت کر دی اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ آپ کی طرف ہجرت کریں' آپ سے دین سیکھیں اور اگر اچانک کوئی افتاد پڑے تو آپ کی مدد کریں اور اس زمانہ میں سب سے بڑا خطرہ اہل مکہ اور قریش سے تھا' اور جب مکہ فتح ہو گیا اور قریش اطاعت گزار ہو گئے تو پھر یہ وجہ جاتی رہی اور ہجرت کے وجوب کا حکم اٹھ گیا اور پھر ہجرت کے استحباب کا حکم لوٹ آیا' پس یہاں دو ہجرتیں ہیں' جو ہجرت منقطع ہو چکی ہے' وہ فرض ہے اور جو ہجرت باقی ہے وہ مستحب ہے' اور ان دونوں حدیثوں میں یہ تطبیق کا طریقہ ہے۔

(معالم السنن شرح سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ خطابی نے یہ تقریر شرح بخاری میں بھی ذکر کی ہے۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

ہجرت کی اقسام

متعدد علماء نے ہجرت کی حسب ذیل اقسام ذکر کی ہیں:

(۱) دار الخوف سے دار الامن کی طرف ہجرت' جیسے ابتداء میں مسلمانوں نے مکہ معظمہ سے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی یا جیسے اب مسلمان بھارت سے برطانیہ' امریکا یا جرمنی کی طرف ہجرت کریں۔

(۲) دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت جیسے فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی (جیسے آج کل فلسطین کے مسلمان' اسرائیل سے شام اور مصر کی طرف چلے جائیں)۔

(۳) مختلف قبیلوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت۔

(۴) جو شخص کافر ملکوں میں رہتا ہو' اور وہاں دین کے اظہار پر قادر نہ ہو اور اس کے لیے وہاں اسلام کے شعائر پر عمل کرنا ممکن نہ ہو' اس پر وہاں سے اسلامی ملک کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے' جیسے فرانس میں عورتوں کو چہرہ پر نقاب ڈالنا قانوناً ممنوع ہے اور ترکی میں بھی ایسا ہی ہے تو وہاں کے رہنے والوں پر واجب ہے کہ وہ کسی ایسے ملک میں ہجرت کر جائیں جہاں پر وہ آزادی سے اسلام کے احکام پر عمل کر سکیں۔

(۵) جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان ممنوعہ کاموں سے ہجرت کرنا۔ حدیث میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہاجر وہ ہے جو ان کاموں سے ہجرت کر لے (یعنی اُن کاموں کو چھوڑ دے) جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری:۱۰)

٢٧٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ تُرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ أَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی عمرۃ نے حدیث بیان کی از عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ جہاد کو افضل عمل فرماتے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جہاد کا ذکر ہے۔ حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں دورانِ حج کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

٢٧٨٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حَصِينٍ أَنَّ ذَكْوَانَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ قَالَ لَا أَجِدُهُ قَالَ هَلْ تَسْتَطِيعُ إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُومَ وَلَا تَفْتُرَ وَتَصُومَ وَلَا تُفْطِرَ قَالَ وَمَنْ يَسْتَطِيعُ ذَلِكَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِي طِوَلِهِ فَيُكْتَبُ لَهُ حَسَنَاتٍ. (صحیح مسلم: ۱۸۷۸' الرقم المسلسل: ۴۷۶۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عفان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جحادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحصین نے خبر دی کہ ذکوان نے کہا کہ ان کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا' اس نے کہا: مجھے ایسا عمل بتایئے جو (ثواب میں) جہاد کے برابر ہو؟ آپ نے فرمایا: میں ایسا عمل نہیں پاتا' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ جب مجاہد (جہاد کے لیے) روانہ ہو تو تم مسجد میں آ کر نماز میں قیام کرو اور تم کو (قیام میں) سستی نہ ہو اور تم روزے رکھو اور کوئی روزہ نہ چھوڑو' اس شخص نے کہا: ایسا کون کر سکتا ہے! حضرت ابوہریرہ نے کہا: مجاہد کا رسّی سے بندھا ہوا گھوڑا (جب زمین پر پیر مارتا ہے) تو اس پر بھی اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور' ابوعلی جیانی نے کہا ہے کہ یہ اسحاق بن راھویہ ہیں یا اسحاق بن منصور ہیں (۲) عفان بن مسلم الصفاء الانصاری (۳) ہمام بن یحییٰ بن دینار العوزی الازدی الشیبانی (۴) محمد بن جُحادہ الایامی الازدی (۵) ابوحصین عثمان بن عاصم الاسدی (۶) ذکوان ابوصالح السمان الزیات (۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۱۵)

Marfat.com

بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: میں ایسا عمل نہیں پاتا یعنی میں ایسا عمل نہیں پاتا جو اجر وثواب میں جہاد کے مساوی ہو۔

اس حدیث میں ''یستن'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: خوشی سے چلنا یا دوڑنا' الجوہری نے کہا ہے کہ دونوں پیر اٹھا کر ان کو یک بارگی زمین پر مارے۔

اس حدیث میں ''طوله'' کا لفظ ہے یہ اس رسّی کو کہتے ہیں جس سے سواری کو باندھا جاتا ہے اور اس رسّی کی ایک طرف کو پکڑ کر جانور کو چراگاہ میں چھوڑ دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ص ۱۱۶-۱۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲ - بَابُ اَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ يُّجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تمام لوگوں سے وہ مومن افضل ہے جو اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍO تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُO﴾ (الصف: ۱۰-۱۲).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دےO تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے' اگر تم علم رکھتے ہوO وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور عمدہ پاکیزہ مکانوں میں دائمی جنتوں میں یہی بہت بڑی کامیابی ہےO (الصف: ۱۲-۱۰)

تجارت کا معنی' جان سے جہاد کرنے کی تفصیل اور جنت کی طلب میں عبادت کرنے کا مطلوب ہونا

الصف: ۱۰ میں تجارت کا ذکر ہے' ایک چیز کے عوض میں دوسری چیز کے حصول کو تجارت کہتے ہیں' جس طرح تاجر کو تجارت' تنگ دستی کی تکلیف سے نجات دیتی ہے اور جس طرح تجارت میں نفع اور نقصان ہوتا ہے' اسی طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرتا ہے' اس کو بہت عظیم اجر وثواب حاصل ہوتا ہے اور اس کو دوزخ کے عذاب سے نجات ملتی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا' اس کو دوزخ کا دائمی عذاب ہوتا ہے' اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے کہ دوزخ کے عذاب کے ڈر سے ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا بھی اللہ کا مطلوب ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے دوزخ سے پناہ طلب کی ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں دوزخ کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۳۷۶)

الصف: ۱۱ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور جہاد تین قسم کے ہیں: (۱) اپنے نفس سے جہاد اور اس کا معنی ہے: نفس کو مشقت میں ڈال کر مشکل عبادات انجام دینا (۲) نفس سے اس کی لذتوں اور اس کی شہوتوں کو چھڑا کر جہاد کرنا (۳) مخلوق کو نفع پہنچانے کے لیے نفس سے جہاد کرنا۔

الصف: ۱۲ میں ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے پر مغفرت اور دائمی جنتوں کی بشارت دی ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جنت کی طلب میں عبادت کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہے اور جاہل صوفیاء جنت کی طلب میں عبادت کرنے کی مذمت کرتے ہیں۔

ان آیات کی مزید تفسیر الصف: ۱۰-۱۲' تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۸۷۲-۸۷۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۷۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنٌ يُّجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ قَالُوْا ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ مُؤْمِنٌ فِيْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَتَّقِي اللّٰهَ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ.

[طرف الحدیث: ۶۴۹۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید لیثی نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ (آپ سے) پوچھا گیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ کون افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے' لوگوں نے پوچھا: پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ مؤمن جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہے' اللہ سے ڈرتا رہے اور اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۸۸' الرقم المسلسل: ۴۷۷۹' سنن ابوداؤد: ۲۴۸۵' سنن ترمذی: ۱۶۶۰' سنن نسائی: ۳۱۰۵' سنن ابن ماجہ: ۳۹۷۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۵۹' شعب الایمان: ۴۲۱۴' شرح السنۃ: ۲۶۲۲' مسند احمد ج ۳ ص ۸۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۸۳۸- ج ۱۸ ص ۳۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

صدیقین اور علماء کے بعد مجاہدین کی فضیلت اور خلوت گزینی کا محمل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ مؤمن سب سے افضل ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ تمام لوگوں میں سب سے افضل ہے' کیونکہ تمام لوگوں میں سب سے افضل وہ ہے جو صدیقین کے مرتبہ پر فائز ہو اور وہ لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرائے۔ یہ حدیث مخصوص عنہ البعض ہے' اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ افضل لوگوں میں سے ہے' اسی طرح علماء اور فقہاء افضل ہیں۔

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر رہنے میں اگر فتنہ کا خطرہ ہو تو پھر گوشہ نشینی افضل ہے اور جب فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو تو لوگوں کے ساتھ مل کر رہنا افضل ہے' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مؤمن لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی ایذاء پر صبر کرتا ہے اس کو اس مؤمن سے زیادہ اجر ملتا ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی ایذاء پر صبر نہیں کرتا۔

(سنن ترمذی: ۲۵۱۵' سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۲)

احادیث میں لوگوں سے احتراز اور انفراد کے وقت پہاڑوں کی گھاٹیوں کا ذکر ہے کیونکہ فتنہ اور فساد کے وقت عموماً لوگ ایسی جگہوں کی طرف نکل جاتے ہیں' ورنہ ہر وہ جگہ جو لوگوں سے بعید ہو' وہ اس معنی میں داخل ہے جیسے مساجد اور رہائشی مکان وغیرہ۔

Marfat.com

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! نجات کس طرح ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اپنی زبان روک کے رکھو اور تمہارے گھر میں تمہاری گنجائش ہو اور تم اپنے گناہوں پر رو دو۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۸۔۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۷۷۴۔ ج ۵ ص ۹۰۱ پر مذکور ہے۔ اس حدیث کی شرح کا عنوان ہے: شہر میں رہ کر اجتماعی اور تمدنی زندگی گزارنا افضل ہے یا پہاڑ کے دامنوں، گھاٹیوں اور وادیوں میں خلوت گزینی افضل ہے۔

٢٧٨٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ وَتَوَكَّلَ اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِهِ بِأَنْ يَتَوَفَّاهُ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرْجِعَهُ سَالِمًا مَعَ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ اس کی راہ میں کون جہاد کرتا ہے (تو اس کی مثال) اس شخص کی طرح ہے جو روزہ رکھتا ہو اور (رات کو نماز میں) قیام کرتا ہو، اور اللہ (از راہِ کرم) اس کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے اس کا ضامن ہو گیا ہے کہ اس کو وفات دے کر اس کو جنت میں داخل کر دے گا یا اس کو زندہ سلامت اجر اور مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۶ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مجاہد کی فضیلت کا ذکر ہے۔

٣ - بَابُ الدُّعَاءِ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

جہاد اور مرتبہ شہادت کے حصول کے لیے مردوں اور عورتوں کا دعا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردوں اور عورتوں کا یہ دعا کرنا جائز ہے کہ اے اللہ! مجھے جہاد کرنے کی سعادت عطا فرما! یا اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطاء فرما۔

وَقَالَ عُمَرُ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي بَلَدِ رَسُولِكَ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: (اے اللہ!) مجھے اپنے رسول کے شہر میں شہادت عطاء فرما۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث، صحیح البخاری: ۱۸۹۰ میں مذکور ہے۔

٢٧٨٨، ٢٧٨٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ يُوسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے سنا کہ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حرام بنت ملحان کے پاس جایا کرتے تھے، وہ آپ کو طعام پیش کرتی تھیں اور حضرت ام حرام، حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، پس ایک

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِيْ رَاْسَهٗ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْاَسِرَّةِ اَوْمِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ شَكَّ اِسْحَاقُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَضَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ وَمَا يُضْحِكُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ فِي الْاَوَّلِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِيْ زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ. [اطراف الحدیث (۲۷۸۸):۲۷۹۹-۲۸۷۷-۲۸۹۴-۶۲۸۲-۷۰۰۲][اطراف الحدیث (۲۷۸۹):۲۸۰۰-۲۸۷۸-۲۸۹۵-۲۹۲۴-۶۲۸۳-۷۰۰۲][صحیح مسلم:۱۹۱۲' الرقم المسلسل:۴۸۲۷' سنن ابوداؤد:۲۴۹۱' سنن ترمذی:۱۶۴۵' سنن نسائی:۳۱۷۱)

دن رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا اور وہ آپ کے سر سے جوئیں نکالنے لگیں' پس رسول اللہ ﷺ سو گئے' پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' حضرت ام حرام بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو کیا بات ہنسا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کر رہے تھے کہ وہ سمندر کے وسط میں تختوں پر اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں یا ان کی مثال ان بادشاہوں کی طرح تھی جو تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں' اس میں اسحاق کو شک ہے' حضرت ام حرام نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے ان مجاہدین میں سے کر دے' پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر رکھ دیا (اور سو گئے) پھر آپ (دوبارہ) ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کیے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں' جس طرح آپ نے پہلی بار فرمایا تھا' حضرت ام حرام بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان مجاہدین میں سے کر دے' آپ نے فرمایا: تم پہلے مجاہدین میں سے ہو' پس وہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں سمندری سفر پر روانہ ہوئیں' پھر جب (واپسی میں) وہ سمندر سے باہر آئیں تو ان کی سواری نے ان کو نیچے گرا دیا' پس وہ جاں بحق ہوگئیں۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ شہادت تو کافر کے مسلمان پر غلبہ کو مستلزم ہے' پھر اس کی دعا کیسے جائز ہوگی؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ شہادت کی دعا کرنا جائز ہے' اس پر یہ اشکال ہے کہ شہادت کی دعا اس کو مستلزم ہے کہ مسلمانوں کے خلاف کافر کی مدد طلب کی جائے۔ علامہ ابن المنیر نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس دعاء سے مقصود اصلی اس بلند درجہ کا حصول ہے جو شہادت پر مترتب ہوتا ہے' ہر چند کہ کفار سے جہاد میں بعض مسلمان بھی قتل کیے جاتے ہیں' لیکن جب مسلمان جہاد کی دعا کرتا ہے تو اس کا یہ مقصود نہیں ہوتا' اس کا مقصود کفار کو قتل کر کے دین اسلام کی برتری ثابت کرنا ہوتا ہے

Marfat.com

اور اس لیے وہ اس مقصد کی خاطر اپنی جان اور مال کو خرچ کرتا ہے' لہٰذا شہادت کی دعا کرنا بھی جائز ہے اور جہاد کی دعا کرنا بھی جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۳۴ 'دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا ہے کہ جو شخص شہادت کی دعا کرتا ہے' اس کا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ کافر اس کو قتل کر دے بلکہ اس کا مقصود بلند درجہ کا حصول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عادتِ جاریہ یہ ہے کہ یہ بلند درجہ شہادت کے حصول کے بعد ملتا ہے۔

مصنف کی طرف سے اشکال مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں جوابوں میں کوئی فرق نہیں ہے' اصل بات یہ ہے کہ ایک چیز ہے حسن لذاتہٖ اور قبیح لغیرہٖ۔ جہاد کرنا حسن لذاتہٖ ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کا سبب ہے اور قبیح لغیرہٖ ہے کیونکہ یہ شہروں کے ویران ہونے اور باغات اور کھیتوں کو اجاڑنے اور مخلوقِ خدا کو قتل کرنے کا سبب ہے' اسی طرح وضوء کرنا بھی حسن لذاتہٖ اور قبیح لغیرہٖ ہے' حسن اس لیے ہے کہ یہ نماز کا وسیلہ ہے اور قبیح اس لیے ہے کہ یہ پانی کے ضائع کرنے کو مستلزم ہے' پس جہاد کی دعا اس حیثیت سے کی جاتی ہے کہ یہ دین کی سربلندی کا سبب ہے' نہ اس حیثیت سے کہ شہروں کو ویران کیا جائے اور کھیتوں اور باغات کو اُجاڑا جائے اور مخلوق خدا کو قتل کیا جائے' سو جہاد حسن لذاتہٖ ہے اور اسی حیثیت سے جہاد کی دعا کی جاتی ہے' اسی طرح شہادت بھی حسن لذاتہٖ اور قبیح لغیرہٖ ہے' حسن اس لیے ہے کہ یہ بہت بلند درجہ ہے' مسلمان شہید ہوتے ہی اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے اور اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور قبیح اس لیے ہے کہ شہید ہونا اس کو مستلزم ہے کہ کافر مسلمان پر غلبہ پا کر اس کو قتل کر دے اور شہادت کی دعا اس حیثیت سے کی جاتی ہے کہ وہ حسن لذاتہٖ ہے نہ اس حیثیت سے کہ وہ قبیح لغیرہٖ ہے۔

حضرت ام حرام کے ساتھ آپ کی خلوت پر اعتراض کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المهلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی گود میں سر رکھ کر سو گئے تھے اور وہ آپ کے سر میں جوئیں دیکھ رہی تھیں' دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ آپ کے والد یا آپ کے دادا کی طرف سے آپ کی خالہ تھیں کیونکہ حضرت عبدالمطلب کی والدہ بنوالنجار سے تھیں اور آپ ان کی زیارت کرنے کے لیے ان کے پاس جایا کرتے تھے اور زیارت کرنا بھی صلہ رحم سے ہے' اور یہ واقعہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کے جواز کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہاں ان کے بیٹے ہوں یا خادم ہوں یا ان کے شوہر بھی ہوں' علاوہ ازیں آپ معصوم ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خلوت آپ کی خصوصیت ہو۔

شوہر کے مال سے مہمان کو کھانا کھلانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام حرام آپ کو کھانا کھلاتی تھیں' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کے مال سے کھانا کھلانا جائز ہے کیونکہ عموماً گھر میں جو طعام ہوتا ہے وہ شوہر کے مال سے ہوتا ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب وکیل اور امین کو یہ معلوم ہو کہ اس کے مال کو خرچ کرنے سے گھر والا خوش ہوگا تو اس کے لیے گھر والے کا مال خرچ کرنا جائز ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ام حرام کے شوہر' حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کو اس سے خوشی ہوتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر میں کھانا کھائیں۔

Marfat.com

خواتین کا سمندری راستہ سے جہاد کرنا' نبی ﷺ کا متعدد غیوب کی خبریں دینا اور بشارت دیتے ہوئے ہنسنا

رسول اللہ ﷺ جب بیدار ہوئے تو ہنستے ہوئے اٹھے' رسول اللہ ﷺ اس وجہ سے ہنستے ہوئے اُٹھے تھے کہ آپ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو کتنا اجر عطاء فرمائے گا اور وہ دنیا میں کتنی خیر حاصل کریں گے اور آپ نے خواب میں یہ دیکھا کہ آپ کی امت جنت میں تختوں پر اس طرح بیٹھی ہوگی جس طرح بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے سمندری راستے سے بھی جہاد کرنا جائز ہے اور اس کے بعد امام بخاری عورتوں کے جہاد کرنے کا مستقل باب لارہے ہیں۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ جہاد کرتی تھیں' ہم زخمیوں کو دوا دیتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۳۲۴) اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر سربراہِ ملت اسلام کے جھنڈے تلے جہاد کرنا جائز ہے' اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت تک جہاد مشروع رہے گا کیونکہ آپ نے دوسرے بادشاہوں کو بھی سمندر میں تختوں پر اسی طرح بیٹھے ہوئے دیکھا' جس طرح پہلے بادشاہوں کو سمندر میں تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝ ان کا بڑا گروہ پہلے لوگوں میں ہوگا ۝ اور ایک بڑا گروہ پچھلوں میں سے بھی (ہوگا) ۝ (الواقعہ: ۴۰-۳۹)

یہ حدیث علاماتِ نبوت میں سے ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے متعدد غیوب کی ان کے وقوع سے پہلے خبر دی ہے' ان میں سے ایک خبر یہ ہے کہ آپ کی امت سمندری راستے سے جہاد کرے گی اور دوسری خبر یہ ہے کہ آپ کا ہنسنا اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو فتوحات عطاء فرمائے گا اور ان کو مالِ غنیمت عطاء فرمائے گا اور تیسری خبر یہ ہے کہ آپ نے اپنی امت کے جہاد کی صفت بیان فرمائی کہ وہ اس سمندر کے وسط میں تختوں پر اس طرح سفر کریں گے' جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں' اور چوتھی خبر یہ ہے کہ آپ نے حضرت ام حرام سے کہا: تم پہلوں میں سے ہو اور پھر اسی طرح ہوا' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سمندری راستہ سے جہاد کرنے روم گئیں' اور اسی غزوہ میں وہ جاں بہ حق ہوگئیں اور ان تمام خبروں کا اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر علم نہیں ہوسکتا تھا' اللہ تعالیٰ نے نیند میں آپ کو یہ خبریں عطاء کی تھیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کو کسی چیز کی بشارت دے تو اس کا اس پر ہنسنا جائز ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت کہ انہوں نے سب سے پہلے سمندری راستہ سے جہاد کیا

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں سمندری راستے سے پہلا جہاد کیا تھا' جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خواب میں بشارت دی تھی اور جن لوگوں نے حضرت معاویہ کے پرچم تلے جہاد کیا تھا' ان کو رسول اللہ نے اوّلین قرار دیا' اہل سیرت نے لکھا ہے کہ یہ مجاہدین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھے۔ الزبیر بن ابی بکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت معاویہ نے مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے قبرص کی طرف جہاد کیا تھا اور ان کے ساتھ حضرت ام حرام تھیں' جو حضرت عبادہ بن الصامت کی زوجہ تھیں جب وہ سمندری سفر سے واپسی میں بحری جہاز سے اتریں تو خچر پر سوار ہوئیں اور اس سے گر کر شہید ہوگئیں۔ ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ یہ غزوہ اٹھائیس (۲۸) ہجری میں ہوا تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے راستہ میں مرنا شہادت ہے' کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے ابو العجفاء اسلمی سے روایت کی

Marfat.com

ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا یا مر گیا تو وہ جنت میں ہوگا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۱-۱۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر یا کپڑوں میں جوؤں کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام حرام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر میں جوئیں دیکھ رہی تھیں اور ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشروں میں سے ایک بشر تھے' اپنے کپڑوں سے جوئیں دیکھ لیتے تھے۔

(الحدیث) (شمائل ترمذی: ۳۲۷' شرح السنۃ: ۳۵۷۰' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶)

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

جوئیں' میل کچیل' گرد و غبار اور پسینہ کی آمیزش سے پیدا ہوتی ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ نظیف اور صاف تھے' آپ کا پسینہ بھی خوشبودار تھا اور جوئیں دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے بدن مبارک یا آپ کے کپڑوں میں جوئیں پائی گئی ہوں' ابن وسیع نے یہ کہا ہے کہ اگر بالفرض آپ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں ہوں بھی تو وہ آپ کے بدن شریف کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو ایذاء نہیں دیتی تھیں۔ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل موضحاص ۴۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ عبد الروف المناوی المصری المتوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن سبع نے لکھا ہے اور اس کی شفاء کے اکثر شارحین نے پیروی کی ہے کہ آپ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں نہیں تھیں کیونکہ آپ نور ہیں اور جوئیں میل کچیل سے پیدا ہوتی ہیں اور آپ کے بدن میں میل نہیں تھا' اور اکثر جوئیں پسینہ سے پیدا ہوتی ہیں اور آپ کا پسینہ طیب و طاہر تھا' جوئیں دیکھنے سے جوؤں کا وجود لازم نہیں آتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ عمل تعلیم کے لیے ہو' یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے کپڑوں میں (کسی کے کپڑوں سے) جوئیں آ گئی ہوں' لیکن وہ آپ کو ایذاء نہیں دیتی تھیں' اور آپ ان کو ناپسند کرنے کی وجہ سے نکال لیتے تھے۔ (شرح الشمائل علیٰ ہامش جمع الوسائل ج ۲ ص ۱۸۶' نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

آپ کی تعظیم کی وجہ سے جوئیں آپ کو ایذاء نہیں دیتی تھیں۔ (جمع الوسائل ج ۲ ص ۱۸۵' نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ آپ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں نہیں تھیں اور آپ کا اپنے کپڑوں سے جوئیں تلاش کرنا جوؤں کے وجود کو مستلزم نہیں ہے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ عمل تعلیم امت کے لیے ہو اور حضرت ام حرام آپ کا سر سہلا کر آپ کو آرام پہنچا رہی تھیں' جس کو راوی نے جوئیں دیکھنے سے تعبیر کر دیا۔

٤ - بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ کی راہ میں مجاہدین کے درجات

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا وہ شخص ہے جو اللہ کے نام کو بلند کرنے اور دین کی نصرت کے لیے جہاد کرے اور دنیا کی طرف التفات نہ کرے۔

يُقَالُ هٰذِهِ سَبِيْلِيْ وَهٰذَا سَبِيْلِيْ. کہا جاتا ہے: یہ میرا راستہ ہے اور یہ میرا راستہ ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے "هذه" اسم اشارہ مؤنث ہے اور "هذا" اسم اشارہ مذکر ہے "سبیل" کی طرف دونوں لفظوں سے اشارہ ہوتا ہے' اور عربی میں "سبیل" کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے آتا ہے۔ "سبیل" کا معنی ہے: راستہ' اور "سبیل

اللّٰہ'' کا معنی ہے: ہدایت کا وہ راستہ جس کی طرف تمام رسولوں نے دعوت دی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ غُزًّی (آل عمران:١٥٦) وَاحِدُھَا غَازٍ' ھُمْ دَرَجَاتٌ (آل عمران:١٦٣)' لَھُمْ دَرَجَاتٌ.

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''غزًّا'' (جمع کا صیغہ ہے) اس کا واحد ''غازی'' ہے اور ان کے درجات ہیں' یعنی ان کے لیے درجات ہیں۔

یعنی ان کے لیے منازل ہیں اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجاہدین درجات والے ہیں۔

٢٧٩٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْجَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَ اَعْلَى الْجَنَّةِ اُرَاهُ قَالَ فَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ وَفَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ. [طرف الحدیث: ٧٤٢٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے' تو (از راہِ کرم) اللہ پر یہ حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کر دے' خواہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اس زمین میں بیٹھا رہے جس میں اس کی ولادت ہوئی ہے' تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! تو کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے پیدا کیا ہے اور دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے' پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے الفردوس کا سوال کرو' کیونکہ وہ جنت کے درمیان میں ہے اور سب سے بلند جنت ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے' جس سے جنت کے دریا نکلتے ہیں' اور محمد بن فلیح نے اپنے والد سے روایت کی: اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ جنت کے سو درجات ہیں۔

جو شخص جہاد نہیں کر سکا وہ بھی اللہ کے کرم سے جنت کا مستحق ہوگا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اللہ اور رسول پر ایمان لانے کی وجہ سے جنت کا استحقاق ہوتا ہے' روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت کی قیمت لا الٰہ الا اللہ ہے اور اس کلمہ کی شہادت دینے سے اور نیک اعمال کی وجہ سے مسلمان جنت کے درجات اور منازل کا مستحق ہوتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فردوس جنت کے وسط میں ہے' ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ وہ متوسط جنت ہے اور جنت کا ہر جانب سے احاطہ کیا ہوا ہے اور آپ نے فرمایا: وہ سب سے بلند جنت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت یعنی باغات کی اس صورت میں مدح فرمائی ہے جب وہ بلندی پر ہوں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ. (البقرہ:٢٦٥) اس کی مثال اس باغ کی سی ہے جو اونچی زمین پر ہو۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے' از راہِ کرم اللہ پر حق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے خواہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنے وطن کی زمین میں بیٹھا رہے' اس ارشاد میں اس شخص کی دل جوئی ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے محروم رہا کیونکہ وہ اللہ پر ایمان لایا ہے اور اس نے ان فرائض پر عمل کرنے کا التزام کیا ہے جو اس کو جنت تک پہنچاتے ہیں اور وہی طالبین کا مقصود ہے' اور اس وجہ سے لوگ جہاد میں اپنی جانوں کو خرچ کرتے ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا گیا کہ کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے درجات کی خبر دی' اور جنت میں ان کی فضیلت بتائی تاکہ آپ کی امت مشرکین کے خلاف جہاد کرنے پر اور کلمۂ اسلام کو سر بلند کرنے پر راغب ہو' یہ حدیث زکوٰۃ اور حج کے فرض ہونے سے پہلے کی ہے' اسی وجہ سے آپ نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

تمام امت کو جنت الفردوس کے طلب کرنے کا حکم ہے' اس میں وہ مسلمان بھی داخل ہیں جنہوں نے جہاد نہیں کیا

سہل بن حنیف اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے صدقِ قلب سے اللہ سے شہادت کا سوال کیا' اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کا درجہ عطاء فرمائے گا خواہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو۔

اور حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس اعلیٰ کا سوال کرو' آپ کا یہ ارشاد تمام امت کے لیے ہے' اس میں مجاہدین اور ان کے غیر دونوں داخل ہیں' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو جہاد نہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کو بھی مجاہد کا درجہ عطاء فرما دیتا ہے' کیونکہ فردوس سب سے بلند درجہ ہے اور کوئی درجہ اس کے اوپر نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام امت کو فردوس کے طلب کرنے کا حکم دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس کو فردوس میں جگہ دے گا خواہ اس نے جہاد نہ کیا ہو' اس کا وہ درجہ بلندی میں فردوس کے قریب ہوگا اور فردوس کے بہت درجات ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا' اپنے فضل سے وہ درجات عطاء فرمائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۳-۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٧٩١ - حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِي فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ لَمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا قَالَا اَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از سمرہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات دو مردوں کو دیکھا وہ میرے پاس آئے' پس ان دونوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا' پس انہوں نے مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین تھا اور بہت افضل تھا' میں نے اس سے پہلے اس سے زیادہ حسین گھر کبھی نہیں دیکھا' انہوں نے کہا: یہ گھر شہداء کا گھر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

٥ - بَابُ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ
اللہ کی راہ میں صبح اور شام جانا

Marfat.com

اس باب کے عنوان میں "الغدوۃ" اور "الروحۃ" کی فضیلت کا ذکر ہے طلوع آفتاب سے لے کر زوال آفتاب تک کے وقت کو "الغدوۃ" کہتے ہیں یعنی دن کے اوّل حصہ سے لے کر دن کے نصف حصہ تک کے وقت میں جانا اور "الروحۃ" کا معنی ہے: زوال آفتاب سے لے کر رات تک کا وقت اور اس وقت میں کہیں جانے کو "الروحۃ" کہتے ہیں اور اس عنوان میں "فی سبیل اللّٰہ" کے الفاظ ہیں یعنی اللہ کی راہ میں اور اس سے مراد جہاد ہے۔

وَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ. اور تم میں سے کسی ایک کی کمان کی قاب (جتنی) جنت میں جگہ۔

یعنی تم کو جنت میں تمہاری کمان کی قاب جتنی جگہ بھی مل جائے تو بہت افضل ہے۔ صاحب العین نے کہا: قاب کا معنی ہے: کمان کے طول کی مقدار۔ مجاہد سے روایت ہے کہ قاب کا معنی ہے: ایک ہاتھ کی مقدار۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۲۸)

میں کہتا ہوں کہ اس تعلیق کے موافق یہ حدیثیں ہیں:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرا دینا' دنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے' اور تم میں سے کسی ایک کے چابک جتنی جنت میں جگہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے افضل ہے اور بندے کا شام کے وقت اللہ کی راہ میں جانا یا صبح کے وقت اللہ کی راہ میں جانا' دنیا اور دنیا کی چیزوں سے افضل ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۸۹۲' سنن ترمذی: ۱۶۴۸) اور قاب قوسین والی حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۹۳ میں ہے۔

۲۷۹۲ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا. [اطراف الحدیث: ۲۷۹۶ـ۶۵۶۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں دن کے اوّل وقت میں جانا یا دن کے آخر وقت میں جانا' دنیا اور مافیہا (دنیا کی چیزوں) سے بہتر ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۸۰' الرقم المسلسل: ۴۷۶۶' سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۸۶' صحیح ابن حبان: ۴۶۰۲' شعب الایمان: ۴۲۵۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۵۰ـ ج ۱۹ ص ۳۵۳ طبع قدیم' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

۲۷۹۳ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ. وَقَالَ لَغَدْوَةٌ اَوْ رَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَ تَغْرُبُ. [طرف الحدیث:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عبد الرحمان بن ابی عمرۃ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کمان کی قاب جتنی جگہ ضرور ان جگہوں سے بہتر ہے جہاں سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے اور فرمایا: دن کے اوّل حصہ یا دن کے آخر حصہ میں اللہ کی راہ

Marfat.com

۳۲۵۳] (صحیح مسلم: ۱۸۸۱ ٬ الرقم المسلسل: ۴۷۶۸ ٬ سنن نسائی: ۳۱۱۸) میں جانا' ان جگہوں سے بہتر ہے جہاں سورج طلوع ہوتا ہے یا سورج غروب ہوتا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے جزء اوّل کے ساتھ مطابقت ہے۔

اس حدیث میں جو ارشاد ہے کہ ضرور جنت میں کمان کی قاب جتنی جگہ (یعنی ایک ہاتھ کی مقدار) ضرور ان جگہوں سے بہتر ہے جہاں سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور یہ اس لیے فرمایا کہ لوگوں کے دلوں میں دنیا کے مِلک کی بڑائی جمی ہوئی ہے۔

٢٧٩٤ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّوْحَةُ وَالْغَدْوَةُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَفْضَلُ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۸۲۹_۳۲۵۰_۶۴۱۵]

(صحیح مسلم: ۱۸۸۲ ٬ الرقم المسلسل: ۴۷۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن کے آخر حصہ میں اور دن کے اوّل حصہ میں اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) جانا دنیا اور مافیہا سے افضل ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ دنیا اور مافیہا سے افضل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس میں دنیا اور مافیہا سے زیادہ ثواب ہے حالانکہ دنیا میں تو کوئی ثواب نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر انسان دنیا اور مافیہا کا مالک بھی ہو جائے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھی کر دے' تب بھی اس کا ثواب زیادہ ہوگا کیونکہ دنیا کی چیزیں فانی ہیں اور زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں باقی رہنے والی ہیں اور لازوال ہیں۔

٦ - بَابُ الْحُورِ الْعِينِ وَصِفَتِهِنَّ يَحَارُ فِيهَا الطَّرْفُ شَدِيدَةُ سَوَادِ الْعَيْنِ شَدِيدَةُ بَيَاضِ الْعَيْنِ

بڑی آنکھوں والی حوروں اور ان کی صفات کا بیان' جن کو دیکھ کر آنکھ حیران ہوگی جن کی آنکھوں کی پتلی بہت سیاہ ہوگی اور سفیدی بھی بہت صاف ہوگی

﴿زَوَّجْنٰهُمْ﴾ (الدخان: ٥٤) أَنْكَحْنَاهُمْ.

اور قرآن مجید میں ہے: "وزوجنهم" (الدخان: ۵۴) اس کا معنی ہے: ہم نے ان کا نکاح کر دیا۔

اس باب کے عنوان میں جو "الحور" کا لفظ ہے' یہ "الحوراء" کی جمع ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جس کی آنکھ کی سفیدی بہت صاف ہو اور پتلی بہت سیاہ ہو اور اس کا ڈھیلا گول ہو اور پلکیں باریک ہوں اور باقی جگہ سفید ہو تو وہ حور ہے' ایک قول یہ ہے کہ حور کی آنکھیں ہرن اور گائے کی طرح سیاہ ہوتی ہیں اور حور بنو آدم سے نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۳۱)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جہاد کے ابواب میں حوروں کے ذکر کی کیا مناسبت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجاہدین کو جنت عطاء کی جائے گی اور ان کو جنت میں حوریں بھی عطاء کی جائیں گی۔ حوروں کی صفت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں بڑی آنکھوں والی حوروں کے جمع ہونے کی جگہ ہے' وہ ایسی بلند آواز سے گا رہی ہوں گی کہ مخلوق نے ایسی آواز نہیں سنی ہوگی' وہ گا رہی ہوں گی: ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں' سو ہم فنا نہیں ہوں گی' ہم ہمیشہ خوش رہنے والیاں ہیں' سو ہم غمگین نہیں ہوں گی' ہم راضی رہنے والیاں ہیں' سو ہم ناراض نہیں ہوں گی' اس شخص کے

Marfat.com

لیے خوشی ہو جو ہمارے لیے ہے اور ہم اس کے لیے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۲۵۶۴)

۲۷۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَمُوْتُ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ يَسُرُّهُ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَاَنَّ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا اِلَّا الشَّهِيْدَ لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ فَاِنَّهُ يَسُرُّهُ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ مَرَّةً اُخْرٰى. [طرف الحدیث: ۲۸۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ہر وہ بندہ جو فوت ہو اور اللہ کے پاس اس کی نیکیاں (جمع ہوں) وہ دنیا میں واپس آنے سے خوش نہیں ہوگا خواہ اس کو دنیا اور مافیہا مل جائے' ماسوا شہید کے' جب وہ شہادت کی فضیلت دیکھے گا' پس وہ اس سے خوش ہوگا کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور ایک بار پھر اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۷' الرقم المسلسل: ۴۷۹۰' سنن ترمذی: ۱۹۹۱' مسند ابویعلیٰ: ۳۴۹۸' شعب الایمان: ۴۲۴۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۲۷۳۔ ج ۱۹ ص ۲۹۲ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۲۷۹۶ - قَالَ وَسَمِعْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اَوْ مَوْضِعُ قِيْدٍ يَعْنِيْ سَوْطَهُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَوْ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَاَتْهُ رِيْحًا وَلَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَاْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

حمید نے کہا: اور میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن کے آخر وقت میں یا اول وقت میں اللہ کی راہ میں جانا ضرور دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کی کمان کی قاب جتنی جگہ یا اس کے چابک جتنی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور اہل جنت میں سے کوئی عورت زمین والوں کی طرف جھانکے تو وہ زمین اور آسمان کے درمیان کو روشن کر دے گی' اور زمین والوں کو خوشبو سے بھر دے گی اور جو اس کے سر کے اوپر دوپٹہ ہے' وہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹۲ میں گزر چکی ہے۔

شہادت کی ترغیب اور شہید کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس باب میں امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ شہید کے سوا کوئی بھی دنیا میں واپس جانے کی تمنا نہیں کرے گا' یہ حدیث شہادت کی طلب اور اس کی ترغیب پر دلالت کرتی ہے' علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ شہداء کو شہداء اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملکوت اور اس کی نشانیوں پر حاضر ہوتے ہیں اور ان کی شہادت دیتے ہیں اور شہداء کا واحد شہید ہے' جیسے علماء کا واحد علیم ہے اور کفلاء کا واحد کفیل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

اس حدیث میں ''نصیف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی دوپٹہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۳۴)

٧ - بَابُ تَمَنِّي الشَّهَادَةِ — شہادت کی تمنا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شہادت کی تمنا کرنا جائز ہے۔

٢٧٩٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَّتَخَلَّفُوا عَنِّي وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُّ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر ایسا نہ ہوتا کہ مسلمان مردوں کے دل اس سے آزردہ ہوتے ہیں کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے چلا جاؤں اور مجھے اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ میں ان (سب) کو (اپنے ساتھ جہاد پر لے جانے کے لیے) سوار کروں تو میں کسی جہاد پر جانے والے لشکر کے ساتھ جانے سے نہ رکتا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میری ضرور یہ تمنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں شہید کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر شہید کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر شہید کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر شہید کیا جاؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦ میں گزر چکی ہے۔

جہاد کا فرضِ عین نہ ہونا' کسی جائز وجہ سے لشکر جہاد کے ساتھ نہ جانے کا جواز اور شہادت کی تمنا کا جائز ہونا

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ہر شخص پر جہاد کرنا فرضِ عین نہیں ہے' اگر یہ فرضِ عین ہوتا تو شارع علیہ السلام کسی جہاد کے لشکر کے ساتھ جانے سے نہ رُکتے اور نہ کسی دوسرے کے لیے جہادی لشکر کے ساتھ جانے سے رکنے کو مباح فرماتے' یہ اس صورت میں ہے جب دشمن اسلام نے مسلمانوں پر حملہ نہ کیا ہو اور ان پر غلبہ نہ پا رہا ہو' ورنہ اسلام کے دفاع کے لیے ہر اس شخص پر جہاد کرنا فرض ہے' جس کو جہاد کرنے کی قوت حاصل ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اور عالم کے لیے عبادت کے کسی فعل کو اس وقت ترک کرنا جائز ہے جب اس کے اصحاب مخلصین اور خیر خواہ اس جیسی عبادت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اور یہ صحابہ پر کرم اور آدابِ اخلاق سے ہے۔

نیز اس حدیث میں شہادت کی تمنا کرنے کا جواز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تمنا کرنے سے جو منع فرمایا ہے' یہ اس سے مستثنیٰ ہے' کیونکہ مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے اور دین کی سربلندی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے اشتیاق میں موت کی تمنا کرنا جائز ہے۔

٢٧٩٨ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الصَّفَّارُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن یعقوب الصفار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ

Marfat.com

هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ وَقَالَ مَا يَسُرُّنَا أَنَّهُمْ عِنْدَنَا قَالَ أَيُّوبُ أَوْ قَالَ مَا يَسُرُّهُمْ أَنَّهُمْ عِنْدَنَا وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ہلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا' پس فرمایا: زید (بن ثابت) نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر جعفر (بن ابی طالب) نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر بغیر کسی کے حکم کے خالد بن ولید نے جھنڈا لیا تو ان کے لیے فتح ہو گئی اور ہمیں اس کی خوشی نہیں ہے کہ جو لوگ شہید ہوئے وہ ہمارے پاس زندہ رہے۔ ایوب نے کہا: یا آپ نے فرمایا: انہیں اس کی کوئی خوشی نہیں ہے کہ وہ ہمارے پاس زندہ ہوتے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۶ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ فَضْلِ مَنْ يُصْرَعُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَمَاتَ فَهُوَ مِنْهُمْ

جہاد میں سواری سے گر کر مرنے والے کی فضیلت سو وہ بھی مجاہدین میں سے ہے

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ﴾ (النساء: ۱۰۰) وَقَعَ: وَجَبَ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے' پھر اس کو موت آ جائے تو بے شک اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم) پر ثابت ہو گیا۔ (النساء: ۱۰۰) اس آیت میں ''وقع'' کا معنی ہے: واجب ہو گیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص جس کا نام ضمرہ بن العیص یا العیص بن ضمرہ تھا' جب ہجرت کا حکم نازل ہوا تو وہ بیمار تھا' اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: وہ اس کو چارپائی پر ڈال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلیں' وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے' وہ ابھی مقام تنعیم (مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے' جہاں سے اہل مکہ احرام باندھتے ہیں) پر پہنچے تھے کہ اس شخص کی وفات ہو گئی' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۲۸۲' دار احیاء التراث العربی بیروت)

۲۷۹۹، ۲۸۰۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ قَالَتْ نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّي ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ فَقُلْتُ مَا أَضْحَكَكَ؟ قَالَ أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ يَرْكَبُونَ هٰذَا الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ قَالَتْ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از محمد بن یحییٰ بن حبان از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از خالہ خود از حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب سو گئے' پھر آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے' میں نے پوچھا: آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر اس حال میں پیش کیے گئے کہ وہ اس سبز سمندر پر سفر کر رہے

Marfat.com

فَفَعَلَ مِثْلَهَا فَقَالَتْ مِثْلَ قَوْلِهَا فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا فَقَالَتْ أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُوْنَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا انْصَرَفُوْا مِنْ غَزْوِهِمْ قَافِلِيْنَ فَنَزَلُوا الشَّامَ فَقُرِّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ.

تھے (وہ اس طرح بیٹھے ہوئے تھے) جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں' حضرت ام حرام نے کہا: پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے' سو آپ نے ان کے لیے دعا کی' پھر آپ دوسری بار سو گئے' پھر آپ نے اسی طرح کیا' حضرت ام حرام نے پھر پہلی بار کی طرح پوچھا' آپ نے پھر اسی طرح جواب دیا' پس حضرت ام حرام نے کہا: آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں کر دے' آپ نے فرمایا: تم پہلوں میں سے ہو' پس وہ اپنے شوہر حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے نکلیں' جب مسلمانوں نے پہلی بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سمندری سفر کیا' جب وہ اپنے غزوہ سے واپس لوٹے تو وہ شام میں اترے' حضرت ام حرام کے قریب ان کی سواری لائی گئی تاکہ وہ اس پر سوار ہوں' اس سواری نے ان کو گرا دیا' پس وہ فوت ہو گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۸۹' اور ۲۷۸۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شام میں اترے' اس کا معنی ہے: وہ شام کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اُترے۔

٩ - بَابُ مَنْ يُّنْكَبُ أَوْ يُطْعَنُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جس شخص پر اللہ کی راہ میں کوئی مصیبت آئے یا وہ زخمی ہو

اس باب کے عنوان میں ''ینکب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی حادثہ میں انسان کے کسی عضو پر چوٹ لگے اور اس کا خون بہے۔

٢٨٠١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْحَوْضِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْوَامًا مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ إِلٰى بَنِيْ عَامِرٍ فِيْ سَبْعِيْنَ رَجُلًا فَلَمَّا قَدِمُوْا قَالَ لَهُمْ خَالِيْ أَتَقَدَّمُكُمْ فَإِنْ أَمَّنُوْنِيْ حَتّٰى أُبَلِّغَهُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَّا كُنْتُمْ مِّنِّيْ قَرِيْبًا فَتَقَدَّمَ فَأَمَّنُوْهُ فَبَيْنَمَا يُحَدِّثُهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوْمَؤُوْا إِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَطَعَنَهُ فَأَنْفَذَهُ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ثُمَّ مَالُوْا عَلٰى بَقِيَّةِ أَصْحَابِهِ فَقَتَلُوْهُمْ إِلَّا رَجُلٌ أَعْرَجُ صَعِدَ الْجَبَلَ قَالَ هَمَّامٌ فَأُرَاهُ آخَرَ مَعَهُ فَأَخْبَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر الحوضی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو سلیم کے ستر آدمیوں کو بنو عامر کی طرف تبلیغ کے لیے بھیجا' جب یہ (بیر) معونہ پر پہنچے تو ان سے میرے ماموں نے کہا: میں تم سے آگے جاتا ہوں' اگر انہوں نے مجھے امان رکھا حتیٰ کہ میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام پہنچاؤں تو فبہا ورنہ تم میرے قریب تو ہو' میرے ماموں آگے چلے گئے' انہوں نے ان کو امان رکھا' پس جس وقت وہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنا رہے تھے انہوں نے اپنے ایک مرد کی طرف اشارہ کیا اور اس نے میرے ماموں کو نیزہ گھونپ دیا جو ان کے جسم کے پار نکل گیا (اس وقت

Marfat.com

جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدْ لَقُوا رَبَّهُمْ فَرَضِيَ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ فَكُنَّا نَقْرَأُ أَنْ بَلِّغُوا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ فَدَعَا عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِي لِحْيَانَ وَبَنِي عُصَيَّةَ الَّذِينَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

میرے ماموں کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے:) اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا! پھر ان کافروں نے اس صحابی کے بقیہ ساتھیوں پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا سوائے ایک لنگڑے صحابی کے وہ لنگڑے آدمی پہاڑ پر چڑھ گئے تھے' ہمام نے بیان کیا کہ میرا گمان ہے کہ ان کے ایک دوسرے ساتھی بھی ان کے ساتھ تھے' پھر (حضرت) جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ وہ سب اپنے رب سے جا ملے ہیں' پس وہ ان سے راضی ہو گیا اور اس نے ان کو راضی کر دیا' پھر ہم قرآن میں یہ پڑھتے تھے: ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ بے شک ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا' پھر بعد میں یہ آیت منسوخ ہو گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چالیس روز تک صبح کی نماز میں ان کے خلاف دعا کرتے رہے' رِعل' ذکوان' بنولحیان اور بنوعصیہ پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اللہ کی راہ میں مصیبت پیش آنے اور زخمی ہونے کا ذکر ہے۔

ستر قاریوں کی شہادت کا قصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ تورپشتی نے بیان کیا کہ یہ ستر اصحاب لوگوں میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار تھے' یہ مسجد نبوی کے چبوترہ میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے' اور جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی تو یہ ان کی مدد کرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہل نجد کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا' جب یہ بیر معونہ کے مقام پر پہنچے تو عامر بن طفیل نے چند قبائل رعل ذکوان اور عصیہ کو اشارہ کیا' انہوں نے ان ستر قاریوں کو شہید کر دیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: بیر معونہ کا یہ لشکر صفر ۴ھ میں روانہ ہوا تھا' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم شوال' ذوالقعدۃ' ذوالحجۃ اور محرم تک ٹھہرے رہے' پھر آپ نے غزوۂ اُحد کے چار مہینے بعد صفر کے مہینے میں اصحاب بیر معونہ کو بھیجا' موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ ان ستر قاریوں کے قائد اور امیر حضرت منذر بن عمرو تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ مرثد بن ابی مرثد تھے۔ اس حدیث میں حضرت انس کے ماموں کا ذکر ہے' وہ حرام بن ملحان ہیں۔ اس حدیث سے یہ وہم ہوتا ہے کہ آپ نے بنوسلیم کو بھیجا تھا جب کہ صحیح یہ ہے کہ آپ نے قراء انصار کو اہل نجد کی طرف بھیجا تھا' رہے بنوسلیم تو انہوں نے قراء انصار کے ساتھ عہد شکنی کی تھی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ عہد شکنی کریں' ان کا نام لے کر ان کے خلاف دعا کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۳۹۔ ۱۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۸۰۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

Marfat.com

اَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ بَعْضِ الْمَشَاهِدِ وَقَدْ دَمِيَتْ اِصْبَعُهُ فَقَالَ
هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ
وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس از حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ میں تھے اور آپ کی انگلی خون آلود ہو گئی تھی' آپ نے اپنی انگلی سے مخاطب ہو کر فرمایا: تو صرف ایک خون آلود انگلی ہے اور جو مصیبت تجھے پہنچی ہے' وہ اللہ کی راہ میں پہنچی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام شعر و شاعری نہیں ہے

اس مقام پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: "هل انت الا اصبع دميت وفي سبيل الله ما لقيت" بہ ظاہر شعر ہے' حالانکہ قرآن مجید میں یہ ارشاد ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ. (یٰس:٦٩) اور ہم نے آپ کو شعر کہنا نہیں سکھایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شعر نہیں ہے' رجز ہے' رجز اس کلام موزون کو کہتے ہیں جو میدانِ جنگ میں بہادری کے اظہار کے لیے پڑھا جاتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ شعر اس کلام کو کہتے ہیں جس میں بالقصد دو فقروں کو ایک وزن پر لایا جاتا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ شعر وہ کلام ہوتا ہے جس میں خیال آرائی ہو اور جھوٹی باتیں ہوں' عرب کہتے تھے کہ زیادہ اچھا شعر وہی ہوتا ہے جس میں زیادہ جھوٹی باتیں ہوں' اور قریش جو آپ کو شاعر کہتے تھے' وہ اسی معنی میں کہتے تھے کہ ان کے نزدیک آپ نے جنت اور جنت کی نعمتوں کی جو خبریں دی تھیں اور حور و قصور' غلمان اور دودھ اور شہد کے دریاؤں کا جو ذکر کیا ہے' وہ سب خیالی باتیں ہیں اور دوزخ اور اس کے ہول ناک عذاب کی جو تفصیلات بیان کی ہیں' وہ سب جھوٹی باتیں ہیں اور وہ اسی اعتبار سے قرآن مجید کو شعر اور آپ کو شاعر کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ○ (یٰس:٦٩)

اور ہم نے اپنے نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان (کی شان) کے لائق ہے' یہ (کتاب) تو صرف نصیحت اور روشن قرآن ہے ○

١٠ - بَابُ مَنْ يُّجْرَحُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

جو اللہ عزوجل کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے

اس باب میں اس مجاہد کی فضیلت بیان فرمائی ہے' جو اللہ عزوجل کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے۔

٢٨٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُكْلَمُ اَحَدٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُّكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهٖ اِلَّا جَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اللہ کی راہ میں جس شخص کو زخمی کیا جاتا ہے اور

Marfat.com

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ. اللہ خوب جانتا ہے کہ اس کی راہ میں کس شخص کو زخمی کیا جاتا ہے' سو وہ شخص قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ (اس کا) رنگ خون کا رنگ ہوگا اور (اس کی) خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی۔

شہید کو غسل نہ دینے پر دلیل اور اس دلیل پر حافظ ابن حجر کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شہید اس ہیئت اور اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں اس کی روح نکالی گئی تھی اور اس میں یہ حکمت ہے کہ شہید کے جسم پر ایسی علامت اور دلیل ہو' جس سے یہ ظاہر ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی جان دی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ شہید کو اس کے خون اور خون آلود کپڑوں میں دفن کیا جائے گا اور اس سے اس کا خون صاف نہیں کیا جائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور اس کو اسی حالت میں دفن کیا جائے گا تا کہ وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال بیان فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے:

اگر شہید کو دنیا میں غسل دے دیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خود آلود حالت میں نہ اٹھایا جا سکے۔

(فتح الباری ج ۱۴ ص ۲۴۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ شہید کے جسم پر خون اور شہادت کے آثار باقی رکھنے کے لیے یہ لازم ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے بلکہ غسل نہ دینے سے مراد یہ ہے کہ شہید کی وہ حالت متغیر نہ ہو' جس حالت میں وہ شہید ہوا ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی چیز اپنی حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو جائے تو پھر اس حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے' جس حالت کی طرف وہ چیز منتقل ہوئی ہے' جیسے جب کسی پانی میں نجاست گر جائے اور اس کے رنگ' بو اور ذائقہ میں سے کوئی چیز تبدیل ہو جائے تو پھر وہ مطلق پانی کے حکم میں نہیں رہتا اور نجس پانی ہو جاتا ہے' اسی طرح جب خمر (انگور کی شراب) میں نمک ڈال دیا جائے تو وہ سرکہ بن جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ (التوبہ:٥٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: تم ہمارے حق میں صرف دو خوبیوں (فتح اور شہادت) میں سے کسی ایک کا انتظار کر رہے ہو۔ (التوبہ:٥٢)

دو خوبیوں سے مراد شہادت اور کفار کے خلاف جنگ میں کامیابی ہے۔ حضرت ابن عباس' مجاہد' قتادہ اور دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ جب ہم کفار سے مقابلہ کریں اور ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ہو تو اگر ہم ان پر غالب اور کامیاب ہو جائیں تو ہمارے لیے غنیمت اور اجر ہوگا اور اگر اس کے برعکس ہو تو ہمارے لیے شہادت ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۲)

وَالْحَرْبُ سِجَالٌ. اور جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے' کبھی ایک کے ہاتھ میں اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول اس باب کی حدیث میں آ رہی ہے' اس تعلیق کا معنی یہ ہے کہ جس طرح کنویں کا ڈول لوگ کھینچتے ہیں تو وہ کبھی ایک کے ہاتھ میں ہوتا ہے' کبھی دوسرے کے ہاتھ میں' اسی طرح جب دو فریقوں کے درمیان جنگ ہوتی ہے تو

Marfat.com

کبھی ایک فریق فتح حاصل کرتا ہے اور کبھی دوسرا۔

٢٨٠٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ اَخْبَرَهُ اَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ سَاَلْتُكَ كَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ فَزَعَمْتَ اَنَّ الْحَرْبَ سِجَالٌ وَدُوَلٌ فَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى ثُمَّ تَكُوْنُ لَهُمُ الْعَاقِبَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ ابوسفیان (رضی اللہ) نے ان کو خبر دی کہ ہرقل نے ان سے کہا کہ میں نے تم سے یہ سوال کیا تھا کہ تمہاری ان کے ساتھ جنگ کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟ تو تم نے کہا کہ جنگ تو کنویں کے ڈولوں کی طرح ہے' سو اس طرح رسولوں کی آزمائش کی جاتی ہے' پھر ان ہی کا انجام (بہتر) ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جنگ میں کبھی ایک فریق کو فتح حاصل ہوتی ہے' کبھی دوسرے کو۔

١٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۝﴾ (الاحزاب:٢٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایمان والوں میں سے بعض ایسے (باہمت) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دیا' سو ان میں سے کوئی (جہاد میں شریک ہو کر) اپنی نذر پوری کر چکا اور ان میں سے دوسرا انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں کچھ بھی) ردّ و بدل نہیں کیا۝ (الاحزاب:٢٣)

اللہ سے عہد کرنے والے صحابہ کے مصادیق

ان مؤمنوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ دین کی سربلندی کے لیے آئندہ کفار کے خلاف جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہیں گے اور یہ مؤمنین حضرت عثمان بن عفان' حضرت طلحہ بن عبیداللہ' حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل' حضرت حمزہ' حضرت مصعب بن عمیر' حضرت انس بن نضر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم تھے' انہوں نے نذر مانی تھی کہ جب بھی کفار رسول اللہ پر حملہ کرنے آئیں گے تو وہ مقابلہ میں ثابت قدم رہیں گے اور وہ مسلسل قتال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ شہید ہو جائیں' اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنوں کو مردوں سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جمادات اور نباتات کے بعد پہلا مرتبہ حیوانات کا ہے' اس کے بعد انسانوں کا مرتبہ ہے اور مردوں میں بھی زیادہ مرتبہ ان مردوں کا ہے جو ہمت والے مرد ہوں اور مردِ میدان ہوں۔

(الوسیط ج ٣ ص ٦٥ ٣ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' الدرالمنثور ج ٦ ص ٥١٨-٥١٧ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اس آیت میں نذر پوری کرنے کی تحسین فرمائی ہے' حالانکہ حدیث میں نذر ماننے کو ناپسند فرمایا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نذر ماننے سے منع کیا اور فرمایا: نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی' صرف بخیل شخص نذر مان کر عبادت کرتا ہے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری:٦٦٠٨' صحیح مسلم:١٦٣٩' سنن ابوداؤد:٣٢٨٧' سنن نسائی:٣٨٠١' سنن ابن ماجہ:٢١٢٤)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شخص کو عبادت کی نذر ماننے سے منع فرمایا جو شخص اس نذر کی وجہ سے تکلفاً اور جبراً عبادت کرے اور دل سے اس عبادت پر خوش نہ ہو' یا جو شخص بہ صورتِ معاوضہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کا فلاں کام کر دیا تو وہ اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ کی فلاں عبادت کرے گا' جب کہ عبادت خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے یا آپ نے اس شخص کو نذر ماننے سے منع فرمایا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ نذر ماننے سے تقدیر بدل جاتی ہے اور جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نذر مانے' اس کا نذر ماننا مکروہ نہیں ہے اور اس آیت میں جن مؤمنین کا ذکر فرمایا ہے' انہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے نذر مانی تھی۔

اس آیت کی مزید وضاحت الاحزاب: ٢٣ کی تفسیر میں تبیان القرآن ج ٩ ص ٤٠٣۔٤٠١ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٢٨٠٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْخُزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا (ح) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادٌ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَابَ عَمِّي اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِي اَصْحَابَهُ وَاَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا سَعْدُ بْنَ مُعَاذٍ اَلْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ قَالَ سَعْدٌ فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ قَالَ اَنَسٌ فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ وَّوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَقَدْ مَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ قَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُرٰى اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهٖ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب:٢٣) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ. [اطراف الحدیث: ٤٠٤٨۔ ٤٧٨٣] (صحیح مسلم: ١٩٠٣' الرقم المسلسل: ٤٨١١' سنن ترمذی: ٣٢٠٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سعید الخزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا کہ میں نے انس سے سوال کیا' (ح) انہوں نے کہا کہ ہمیں عمرو بن زرارۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حمید طویل نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ایک جہاد (غزوۂ بدر) میں حاضر نہ ہو سکے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا: آپ نے مشرکین سے جو پہلا قتال کیا ہے میں اس قتال میں نہیں تھا' اب اگر اللہ نے مجھے مشرکین کے خلاف قتال میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ دیکھ لے گا میں کس طرح قتال کرتا ہوں! پھر جنگ اُحد کا دن آیا اور مسلمان پیچھے ہٹ گئے تو حضرت انس بن نضر نے کہا: اے اللہ! ان لوگوں نے یعنی ان کے اصحاب نے جو کچھ کیا ہے' میں اس سے معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ ان مشرکین نے کیا ہے اس سے بیزار ہوں' پھر جب وہ آگے بڑھے تو ان کا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا تو انہوں نے کہا: اے سعد بن معاذ! وہ جنت ہے' اور النضر کے رب کی قسم! مجھے اُحد کے پاس سے اس کی خوشبو آ رہی ہے' حضرت سعد بن معاذ نے کہا: یا رسول اللہ! جو کچھ انہوں نے کر دکھایا وہ میں نہیں کر سکتا تھا' حضرت انس نے کہا: ہم نے ان کے جسم پر اسی (٨٠) سے زیادہ تلواروں کے ضرب کے نشانات اور نیزوں کے گھونپنے کے اور تیروں کے لگنے کے نشانات دیکھے اور ہم نے دیکھا

کہ وہ شہید کر دیئے گئے تھے اور مشرکین نے ان کو مثلہ کر دیا تھا (ان کے اعضاء کاٹ ڈالے تھے) اور ان کی بہن کے سوا ان کو کسی نے نہیں پہچانا تھا اور انہوں نے بھی ان کو انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا' اور ہم یہ گمان کرتے تھے کہ یہ آیت ان کے اور ان کے مشابہ مؤمنوں کے متعلق نازل ہوئی ہے: بعض ایسے (باہمت) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کر دیا۔ (الاحزاب:٢٣) آخر آیت تک قراءت کریں۔

٢٨٠٦ - وَقَالَ اِنَّ اُخْتَهٗ وَهِيَ تُسَمَّى الرُّبَيِّعَ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ امْرَاَةٍ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا فَرَضُوْا بِالْاَرْشِ وَتَرَكُوا الْقِصَاصَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ.

اور حمید الطویل نے کہا: بے شک ان کی بہن جن کا نام الربیع تھا' انہوں نے ایک عورت کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کا قصاص لینے کا حکم دیا' تب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے' پھر وہ لوگ دیت لینے پر راضی ہو گئے اور انہوں نے قصاص (کا مطالبہ) چھوڑ دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں اگر وہ اللہ کے اوپر قسم کھالیں (کہ اللہ ایسا کرے گا) تو اللہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٠٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں جہاد کے متعلق حضرت انس بن النضر کی نذر پوری کرنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں جہاد میں اپنی جان خرچ کرنے کا ذکر ہے اور نذر پوری کرنے کی فضیلت ہے' اور شہادت کو طلب کرنا اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت ہے اور اس میں حضرت انس بن النضر کی واضح فضیلت ہے اور ان کی جرأت وہمت' قوتِ ایمان اور تقویٰ کا بیان ہے۔

٢٨٠٧ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ اُرَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ عَتِيْقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَسَخْتُ الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ فَفَقَدْتُ اٰيَةً مِّنْ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ بِهَا فَلَمْ اَجِدْهَا اِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ الَّذِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان' مجھے گمان ہے از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از خارجہ بن زید کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب میں نے قرآن مجید کے مختلف نسخے نقل کیے تو میں نے سورۂ احزاب کی وہ آیت گم پائی' جس کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھتے ہوئے سنتا تھا' میں نے وہ آیت صرف حضرت خزیمہ بن

Marfat.com

جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهٗ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ وَهُوَ قَوْلُهٗ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب:۲۳).

ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پائی' جن کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا' وہ آیت یہ ہے: (ترجمہ) بعض ایسے (باہمت) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کر دیا۔ (الاحزاب:۲۳)

[اطراف الحدیث:۴۰۴۹-۴۶۷۹-۴۷۸۴-۴۹۸۶-۴۹۸۸-۴۹۸۹-۷۱۹۱-۷۴۲۵] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دینے کا سبب اور اس کے متعلق حدیث

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت کو جو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا ہے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

عمارۃ بن خزیمہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے ان کو حدیث بیان کی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب سے ہیں' وہ بتاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس اعرابی کو اپنے ساتھ چلنے کے لیے فرمایا تا کہ اس کو گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیز تیز چل رہے تھے اور وہ اعرابی آہستہ آہستہ چل رہا تھا' پھر اور لوگوں نے اس گھوڑے کی قیمت ڈالنی شروع کر دی اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں' پھر اس اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ندا کی: اگر آپ اس گھوڑے کو خرید رہے ہیں تو فبہا ورنہ میں نے اس گھوڑے کو فروخت کر دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اس اعرابی کی ندا سنی تو آپ نے فرمایا: کیا میں وہ گھوڑا تم سے خرید نہیں چکا؟ اس اعرابی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں نے آپ کو یہ گھوڑا فروخت نہیں کیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں' اس اعرابی نے کہا: اچھا! پھر آپ اس پر گواہ لائیں' پس حضرت خزیمہ بن ثابت نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم کس سبب سے گواہی دے رہے ہو؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیونکہ میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا۔ (سنن ابوداؤد:۳۶۰۷' سنن نسائی:۴۶۶۱)

اللہ کی عبادت میں انسان کا خود کو ہلاکت میں ڈال دینے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت انس بن نضر نے کہا: یارسول اللہ! اب اگر اللہ نے مجھے مشرکین کے خلاف قتال میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ دیکھ لے گا میں کس طرح قتال کرتا ہوں۔ پھر حضرت انس بن نضر جاتے ہی مشرکین پر ٹوٹ پڑے اور ان کے جسم پر تلواروں' نیزوں اور تیروں کے اسی (۸۰) سے زیادہ زخم آئے' ان کے اعضاء کو کاٹ دیا گیا تھا اور ان کو پہچاننا ممکن نہیں رہا تھا' ان کی بہن نے ان کو صرف انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سخت اور شدید طریقہ پر عمل کرنا جائز ہے اور انسان کا جہاد میں خود کو جاں بحق کر دینا جائز ہے۔

اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کے لیے خود کو ہلاکت میں ڈال دینے کا جواز

اپنے آپ کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنا جائز ہے اور یہ اس آیت کے منافی نہیں ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ. (البقرہ:۱۹۵) اور تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف نہ ڈالو۔

کیونکہ انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا تو انہوں نے مشرکین سے لڑائی میں اپنے آپ کو سخت مشقت اور شدت میں ڈال کر اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا' بایں طور کہ انہوں نے جنت کے بدلہ میں اپنے نفسوں کو فروخت کر دیا۔

Marfat.com

جنت کی خوشبو پانے کے دو محمل

حضرت انس بن نضر نے کہا: میں اُحد کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔
یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت انس کا یہ کلام حقیقت پر محمول ہو' کیونکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے پائی اور سونگھی جاتی ہے' پس یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت انس نے جنت کی خوشبو سونگھ لی ہو' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ کلام مجاز پر محمول ہو اور اس کا معنی یہ ہو کہ میں جانتا ہوں کہ جنت اس جگہ ہے جس جگہ میں اللہ کی راہ میں قتال کر رہا ہوں' کیونکہ اس جگہ جنت کو حاصل کیا جاتا ہے اور خریدا جاتا ہے۔

الاحزاب: ۲۳ کو صرف حضرت خزیمہ کی شہادت سے مصحف میں لکھنے کی توجیہ

حضرت زید بن ثابت نے کہا: میں نے سورۃ الاحزاب کی ایک آیت کو گم پایا اور اس کو صرف حضرت خزیمہ کے پاس پایا۔ حضرت زید کا اس کلام سے یہ ارادہ نہیں تھا کہ تمام مسلمانوں کے ذہن اور ان کی یادداشت سے یہ آیت نکل چکی تھی کیونکہ حضرت زید کو یہ آیت حفظ تھی' اور روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' اور روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے بھی اسی طرح کہا تھا اور ہلال بن امیہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور جب قرآن مجید کو صحیفوں سے جمع کیا جا رہا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت زید بن ثابت کو یہ حکم دیا تھا کہ جس چیز کے قرآن ہونے کا وہ انکار کریں اس پر دو مردوں کی شہادت طلب کریں اور وہ اس بات کی شہادت دیں کہ انہوں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے سنا ہے تاکہ اس کے قرآن ہونے کا زیادہ قوی اور مضبوط ثبوت ہو' اور کوئی شخص اس کا انکار کرنے کی جرأت نہ کر سکے' یہ قاضی ابوبکر بن الطیب کا قول ہے' اس میں اور وجوہ بھی ذکر کی گئی ہیں اور یہ سب سے بہترین وجہ ہے اور میں عنقریب اس کا فضائل قرآن کے باب میں ذکر کروں گا۔ (ان شاء اللہ) (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۳۔۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ قرآن تو' تواتر سے ثابت ہے' پھر صرف حضرت خزیمہ کی شہادت سے ----- اس آیت کو مصحف میں کیوں لکھا گیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایک یا دو آدمیوں کے قول سے کسی آیت کو مصحف میں لکھنا کس طرح جائز ہے' حالانکہ کسی بات کے قرآن ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ متواتر ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت ان کے نزدیک متواتر تھی' اس لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے' لیکن انہوں نے صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس اس آیت کو لکھے ہوئے دیکھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تواتر اور عدم تواتر کا تصور آپ کے اصحاب کے بعد ہے' کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ یہ قرآن ہے اور وہ اس کا قرآن ہونا قطعی طور سے جانتے تھے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت ہلال بن امیہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور یہ ایک جماعت ہے۔
حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری ذوالشہادتین (دو شہادتوں والے) کے لقب سے معروف تھے' یہ غزوۂ بدر اور بعد کے غزوات میں حاضر تھے' جنگ صفین میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو انہوں نے بھی اپنی تلوار برہنہ کر کے قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہوگئے' جنگ صفین سینتیس (۳۷) ھ میں ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۷۔۱۴۶' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت خزیمہ کی شہادت سے جس آیت کو مصحف میں لکھا گیا' وہ الاحزاب: ۲۳ تھی یا التوبہ: ۲۸ تھی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

خارجہ اور عبید کا اس آیت کی تعیین میں اختلاف ہے جس کو حضرت زید بن ثابت نے حضرت خزیمہ کے پاس پایا تھا' خارجہ نے کہا: وہ یہ آیت تھی: ''مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا'' (الاحزاب: ۲۳) اور عبید نے کہا: وہ یہ آیت ہے: ''لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ'' (التوبہ: ۲۸) امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو ان دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے' گویا کہ یہ دونوں حدیثیں ان کے نزدیک صحیح ہیں' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شعیب نے الزہری سے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ روایت کیا ہے' اسی طرح ابراہیم بن سعد نے زہری سے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ عنقریب فضائل قرآن میں آئے گا' اور عبید بن السباق کی روایت میں وہ اضافہ ہے' جو خارجہ کی روایت میں نہیں ہے اور اس حدیث کے بقیہ مباحث ان شاء اللہ فضائل قرآن کے باب میں ذکر کیے جائیں گے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۴۵۔۲۴۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۸۰۳۔ ج ۵ ص ۹۱۳۔ ۹۱۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں صرف یہ فائدہ لکھا گیا ہے کہ شہداء کے لیے جنت کا ثبوت ہے' شیخ تقی عثمانی نے اس حدیث کا مکمل ترجمہ بھی نہیں کیا اور اس کی شرح بالکل نہیں لکھی۔

(انعام الباری ج ۷ ص ۱۰۷)

شیخ سلیم اللہ نے اس حدیث کی شرح میں اس کی تحقیق نہیں کی کہ صرف حضرت خزیمہ کی شہادت سے اس آیت کو مصحف میں کیسے شامل کر لیا گیا؟ (کشف الباری۔ کتاب الجہاد۔ ج ۱ ص ۱۵۴۔۱۵۱)

۱۳ - بَابٌ عَمَلٌ صَالِحٌ قَبْلَ الْقِتَالِ　نیک عمل سے پہلے قتال کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کے خلاف جنگ کرنے سے پہلے نیک عمل کرنا چاہیے۔

وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ اِنَّمَا تُقَاتِلُوْنَ بِاَعْمَالِكُمْ.

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اپنے (نیک) اعمال کی وجہ سے ہی (کفار سے) قتال کرتے ہو۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: حضرت ابوالدرداء کا نام عویمر بن مالک خزرجی انصاری ہے' یہ تعلیق ابواسحاق الفزاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: اے لوگو! کفار کے خلاف قتال کرنے سے پہلے نیک عمل کرو' کیونکہ تم اپنے اعمال کی وجہ سے قتال کرتے ہو' امام بخاری نے ان کے اس قول کے جزء اول کو حدیث کا عنوان بنایا اور جزء ثانی کو تعلیق کے طور پر ذکر کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۷)

وَقَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝﴾ (الصف: ۲۔۴).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد: اے ایمان والو! تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو جن پر تم خود عمل نہیں کرتے؟ ۝ اللہ اس پر سخت غضب ناک ہوتا ہے کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ۝ بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ قتال کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں ۝ (الصف: ۴۔۲)

منافقین اور بے عمل واعظین کے متعلق وعید

الصف: ۳ کے متعلق بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو کہتے تھے: اگر تم اللہ کے دشمنوں

Marfat.com

سے مقابلہ کرنے کے لیے نکلے اور تم نے ان سے قتال کیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ان کے خلاف قتال کریں گے اور جب مسلمان کفار سے مقابلہ کے لیے نکلے تو وہ پیچھے لوٹ گئے اور انہوں نے قتال نہیں کیا۔

اسی طرح انسان جب کسی شخص سے کسی چیز کو دینے کا وعدہ کرے یا اس کے لیے کسی کام کو کرنے کا وعدہ کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے ورنہ وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا۔

اسی طرح اس آیت کے مصداق وہ علماء اور واعظین ہیں جو لوگوں کو بُرائی سے روکتے ہیں اور خود بُرائی سے نہیں رُکتے۔ اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اس کی انتڑیاں دوزخ میں بکھر جائیں گی اور وہ اس طرح دوزخ میں گردش کر رہا ہوگا' جس طرح چکی کے گرد گدھا گردش کرتا ہے' دوزخی اس کے گرد جمع ہو کر اس سے کہیں گے: اے فلاں! کیا بات ہے؟ تم تو ہم کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور بُرائی سے روکتے تھے' وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو بُرائی سے روکتا تھا اور خود بُرے کام کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ٣٢٦٧' صحیح مسلم: ٢٩٨٩' سنن ابوداؤد: ٤٨٦٢' سنن ابن ماجہ: ٣٩٨٢)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی شب میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے' جب بھی ان کو کاٹا جاتا وہ جڑ جاتے اور پھر ان کو کاٹا جاتا' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آپ کی امت کے وہ واعظین ہیں جو لوگوں سے کہتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے' کتاب اللہ کو پڑھتے تھے اور عمل نہیں کرتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٣٨٦' مسند ابویعلیٰ: ٣٩٩٢' مجمع الزوائد ج ٧ ص ٢٧٦' مسند ابویعلیٰ کی سند صحیح ہے)

بلاضرورت جہاد کی صف کو توڑنے کی ممانعت

الصف: ٤ کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں ثابت قدم رہتے ہیں اور اس طرح قدم جمائے کھڑے رہتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ قتال کے وقت صف سے باہر نہیں نکلنا چاہیے اور صف کو توڑنا نہیں چاہیے' سوا اس کے کہ کوئی ضروری اور اہم کام ہو' یا امیر لشکر کو کوئی اہم پیغام دینا ہو یا دشمن کا کوئی فوجی للکار رہا ہو تو اس سے مقابلہ کے لیے نکلنا جائز ہے۔

٢٨٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ابْنُ سَوَّارٍ الْفَزَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُقَاتِلُ أَوْ أُسْلِمُ قَالَ أَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَأَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمِلَ قَلِيْلًا وَأُجِرَ كَثِيْرًا.

(صحیح مسلم: ١٩٠٠' الرقم المسلسل: ٤٨٠٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ بن سوّار الفزاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسا شخص آیا' جس نے لوہے کا خود پہن رکھا تھا' اس نے پوچھا: یارسول اللہ! میں قتال کروں یا اسلام قبول کروں؟ آپ نے فرمایا: اسلام لاؤ' پھر قتال کرو' پس وہ اسلام لایا' پھر اس نے قتال کیا' پس وہ شہید ہو گیا' تو

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے عمل کم کیا اور اس کو اجر زیادہ دیا گیا۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: قتال سے پہلے نیک کام کرنا' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ قتال سے پہلے وہ شخص اسلام لایا' اور یہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے عمل قلیل کیا اور اس کو اجر زیادہ دیا گیا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: اس نے عمل صالح کیا بلکہ افضل الاعمال کیا' سب سے قوی اور سب سے نیک عمل کیا' اور وہ اسلام لانا ہے' پھر اسلام لانے کے بعد اس نے قتال کیا۔

اس مرد کا عمل مقدار کے اعتبار سے قلیل تھا اور مرتبے کے اعتبار سے عظیم تھا

میں کہتا ہوں کہ بہ ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ علامہ عینی اس پر اعتراض کر رہے ہیں کہ یہ تو بہت بڑا عمل ہے اور نبی ﷺ اس کو قلیل عمل فرما رہے ہیں' تاہم علامہ عینی کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ عمل کیفیت کے اعتبار سے تو بہت عظیم ہے اور اس کا کوئی ثانی نہیں لیکن مقدار کے اعتبار سے تو یہ قلیل ہے' اسلام لانا اور کلمہ پڑھنا تو چند ساعتوں میں ہو جاتا ہے' اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس نے عمل قلیل کیا یعنی مقدار کے اعتبار سے اور کمیت کے لحاظ سے تو یہ عمل قلیل ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے یہ عمل بہت عظیم ہے۔

اس مرد کے نام کی تحقیق اور بُرے نام کو بدل کر اچھا نام رکھنا اور ''مقنع'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک مرد آیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس مرد کا نام اُصرم تھا' اور وہ عمرو بن ثابت الاشہلی ہے' اس کا حال بہت عجیب ہے کیونکہ وہ جنت میں داخل ہو گیا اور اس نے اللہ کے لیے ایک سجدہ بھی نہیں کیا۔

علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ یہ اصرم الشقری ہے' یہ اس جماعت میں آیا تھا جو رسول اللہ ﷺ کے پاس بنوشقرہ سے آئی تھی۔ نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: اصرم' آپ نے فرمایا: زرعۃ ہو (اس کی وجہ یہ ہے کہ اصرم کا معنی ہے: بہت زیادہ کاٹنے والا اور یہ بدفالی ہے' اس لیے آپ نے اس کا نام بدلا اور فرمایا: تم زرعۃ ہو' یعنی کھیت ہو)۔

اس حدیث میں ''رجلٌ'' کے بعد یہ لفظ ہے: ''مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ'' یعنی لوہے کو سر پر اوڑھا ہوا اور اس سے خود مراد ہے یعنی لوہے کی ٹوپی۔

دائمی جنت اور دائمی دوزخ کا مدار نیت پر ہے

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل فرماتا ہے اور تھوڑے عمل پر بہت زیادہ ثواب عطاء فرماتا ہے' کیونکہ اسلام لانے کی وجہ سے وہ مرد جنت کی دائمی نعمت (ں) کا مستحق ہو گیا' خواہ اس کا عمل مقدار کے اعتبار سے قلیل تھا چونکہ اس کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر وہ زندہ رہا تو اپنی پوری زندگی میں مؤمن رہے گا تو اس کی نیت نے اس کو فائدہ پہنچایا' اسی طرح کافر جب کفر کرے اور اسی ساعت میں مر جائے تو اس پر دائمی دوزخ واجب ہو گی' چونکہ اس کے کفر کے ساتھ یہ اعتقاد ملا ہوا تھا کہ وہ اپنی پوری زندگی میں کفر پر ہی رہے گا۔

Marfat.com

١٤ - بَابُ مَنْ اَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ

جس شخص کو کوئی نامعلوم تیر آ کر لگا جس نے اس کو ہلاک کر دیا

اس باب کے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو ایک تیر آ کر لگا جس نے اس کو ہلاک کر دیا اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ تیر کس نے مارا تھا۔

٢٨٠٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ اُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِيَ اُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَلَا تُحَدِّثُنِيْ عَنْ حَارِثَةَ وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَاِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ قَالَ يَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ وَاِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى.

[اطراف الحدیث: ٣٩٨٢-٦٥٥٠-٦٥٦٧]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن محمد ابواحمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ الربیع بنت البراء کی ماں' اور وہ حارثہ بن سراقہ کی ماں ہیں' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں' پس انہوں نے کہا: اے نبی اللہ! کیا آپ مجھے حارثہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے' اور حارثہ جنگِ بدر میں شہید کر دیئے گئے تھے' ان کو کسی نامعلوم جگہ سے تیر آ کر لگا تھا' (ان کی ماں نے کہا:) اگر وہ جنت میں ہے تو میں نے اس پر صبر کر لیا اور اگر اس کے سوا کوئی بات ہے تو میں اس کے اوپر خوب رونے کی کوشش کروں گی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے اُم حارثہ! جنت میں تو متعدد جنتیں ہیں اور بے شک تمہارا بیٹا تو فردوسِ اعلیٰ (سب سے بلند جنت) میں پہنچ گیا۔

حارثہ بن سراقہ کی ماں کا نام لکھنے میں امام بخاری کا سہو

امام بخاری نے لکھا ہے کہ یہ عورت رُبیع بنت البراء کی ماں ہیں' یہ امام بخاری سے سہو ہوا ہے' صحیح یہ ہے کہ یہ حارثہ بن سراقہ کی ماں ہیں' دوسرا سہو یہ ہوا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ اُن کا نام رُبیع بنت البراء ہے حالانکہ ربیع' البراء کی بیٹی نہیں ہیں' وہ النضر کی بیٹی ہیں اور وہ حضرت انس بن مالک کی پھوپھی ہیں' اور یہی وہ خاتون ہیں جنہوں نے ایک عورت کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تھے۔ اس کی تفصیل صحیح البخاری: ٢٨٠٦ میں گزر چکی ہے۔

امام ترمذی اور امام ابن خزیمہ نے بھی اس حدیث کو از قتادہ روایت کیا ہے' وہ روایت اس طرح ہے:

از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رُبیع بنت النضر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور ان کا بیٹا حارثہ بن سراقہ جنگ بدر میں نامعلوم تیر سے شہید ہو گیا تھا۔ الحدیث (سنن ترمذی: ٣١٧٤)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ وہ خاتون حارثہ کی ماں تھیں نہ کہ رُبیع کی' اور یہ بھی تصریح ہے کہ ربیع' النضر کی بیٹی تھی نہ کہ البراء کی۔

امام ابن الاثیر نے جامع الاصول میں اور الاسماعیلی اور ابونعیم نے اپنی اپنی مستخرج میں اسی طرح تصریح کی ہے۔

حدیث مذکور سے نوحہ کے جواز پر استدلال اور اس کا ردّ

اس خاتون نے کہا کہ اگر میرا بیٹا جنت میں نہیں ہے تو میں اس پر خوب رونے کی کوشش کروں گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رونے سے منع نہیں کیا بلکہ رونے پر برقرار رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت پر رونا جائز ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی موت پر رونے سے منع فرمایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ نوحہ کی تحریم سے پہلے کا ہے' کیونکہ نوحہ کی تحریم غزوۂ اُحد کے بعد ہوئی ہے' اور یہ واقعہ غزوۂ بدر کے بعد کا ہے' سو اس حدیث سے نوحہ کا جواز ثابت نہ ہوا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کی حضرت انس سے جو روایت ہے' اُس میں اس طرح مذکور ہے: اگر میرا بیٹا جنت میں نہیں ہے تو میں اس کے لیے خوب دعا کرنے کی کوشش کروں گی نہ کہ خوب رونے کی کوشش کروں گی۔

اس حدیث میں ''الفردوس'' کا لفظ ہے' فردوس اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں متعدد باغات ہوں' درخت ہوں' سبزہ زار ہو' کھجور کے لمبے لمبے اور گھنے درخت ہوں۔ الازہری نے کہا ہے: ہر وہ گھنا درخت جس کے پتے ایک دوسرے کو چھپالیں وہ جنت ہے' کیونکہ جنت کا معنی ہے: چھپالینا' اور چونکہ جنت بھی مخلوق کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہے' اس لیے اس کو جنت کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۵۱۔ ۱۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٥ - بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

جس نے اس لیے قتال کیا تا کہ اللہ کا دین سربلند ہو

اس باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے قتال کیا۔

٢٨١٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرٰی مَكَانُهٗ فَمَنْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی وائل از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے پوچھا کہ ایک مرد مالِ غنیمت کے لیے قتال کرتا ہے اور ایک مرد اس لیے قتال کرتا ہے کہ اس کی ناموری ہو اور ایک مرد اس لیے قتال کرتا ہے کہ اس کی بہادری کا پتا چلے' تو ان میں سے کون اللہ کی راہ میں (قتال کرنے والا) ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا دین سربلند ہو' وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جس کے دونوں پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے

اس باب میں پیروں کا ذکر ہے' ان کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں بھاگنے' دوڑنے سے گرد و غبار اُڑتا ہے' یہ گرد و غبار ہر چند کہ تمام جسم پر پڑتا ہے لیکن اس کا سبب پیر ہوتے ہیں' اس لیے امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے: جس

Marfat.com

کے دونوں پیر غبار آلود ہو گئے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَO﴾ (التوبہ: ١٢٠).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: مدینہ والوں کے یہ لائق نہ تھا (یہ آیت یہاں تک ہے:) بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتاO (التوبہ: ١٢٠)

امام بخاری نے یہ پوری آیت ذکر نہیں کی' ہم یہ پوری آیت اور اس کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَO

مدینہ والوں کو اور ان کے آس پاس جو دیہاتی لوگ ہیں' ان کو یہ لائق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ وہ رسول کی جان سے زیادہ اپنی جان سے رغبت کریں' کیونکہ انہیں جب بھی کوئی پیاس اور تھکاوٹ اور بھوک پہنچتی ہے اور جب بھی کسی ایسی جگہ پہنچتے ہیں جس سے کافر غضب ناک ہوں اور جب بھی دشمن سے کوئی چیز چھینتے ہیں تو ان کے لیے اس کی وجہ سے نیک عمل لکھا جاتا ہے' بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتاO

آیت مذکورہ میں اعراب کا بیان اور ابتداء میں تمام مسلمانوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد پر جانے کا وجوب اور بعد میں اس حکم میں تخفیف

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں جن اعراب کا ذکر کیا گیا ہے' وہ یہ ہیں: مزینہ' جہینہ' اشجع' اسلم اور غفار' اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں مدینہ کے گرد رہنے والے تمام اعراب مراد ہیں۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں نہ جانے کی ممانعت فرمادی ہے اور اب کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو دھوپ' گرمی' بھوک' پیاس اور سفر کی مشقت اور دشمن کے حملوں سے محفوظ اور مامون رکھنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت گرمی کے سفر میں بھوک' پیاس اور دشمن کے حملوں کی زد میں جاتا ہوا دیکھتا رہے' گویا اس کی جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان سے زیادہ قیمتی اور حفاظت کے قابل ہے۔

اس آیت کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص پر امیر لشکر کے ساتھ جہاد پر جانا واجب ہو' لیکن دیگر شرعی دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص پر جہاد کے لیے روانہ ہونا واجب نہیں ہے' کیونکہ بیماروں' کمزوروں اور عاجزوں پر جہاد کے لیے جانا واجب نہیں ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ: ٢٨٦)

اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ. (الفتح: ١٧)

اندھے پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گرفت ہے اور نہ بیمار سے کوئی مواخذہ ہوگا۔

نیز جب مسلمانوں کی تعداد کم تھی تو ہر شخص پر واجب تھا کہ وہ جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جائے لیکن جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

Marfat.com

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَآفَّةً. (التوبہ:۱۲۲) اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمام مسلمان (اللہ کی راہ میں) روانہ ہوں۔

قتادہ نے کہا ہے کہ تمام مسلمانوں پر جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب اس وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسہ جہاد کے لیے روانہ ہوں اور اس وقت بغیر عذر کے کسی کے لیے آپ کا ساتھ چھوڑنا جائز نہ تھا اور ابن عطیہ نے یہ کہا ہے کہ تمام مسلمانوں پر روانہ ہونا اس وقت واجب تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مسلمانوں کو روانہ ہونے کا حکم دیں' اور یہی قول صحیح ہے' کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دیں اور بلائیں تو آپ کے حکم کی اطاعت کرنا اور آپ کے بلانے پر جانا واجب ہے' اسی طرح بعد میں مسلمانوں کے حکمران جب مسلمانوں کو لشکر اسلام میں شامل ہونے کے لیے بلائیں تو ان کے حکم کی اطاعت کرنا اور ان کے بلانے پر جہاد کے لیے جانا بھی واجب ہے۔ (تفسیر کبیر ج ٦ ص ١٢٩' موضحاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

۲۸۱۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبَايَةُ بْنُ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْسٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَبْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبایہ بن رافع بن خدیج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابوعبس نے خبر دی' وہ عبدالرحمن بن جبر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس بندے کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے' اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۰۷ میں گزر چکی ہے۔

اللہ کی راہ میں پیر غبار آلود ہونے سے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے خوف سے رویا ہو' وہ اس وقت تک دوزخ میں داخل نہیں ہو گا حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوں گے۔

(سنن ترمذی: ۱۶۳۳' المستدرک ج ۴ ص ۲۶۰' شعب الایمان: ۸۰۰' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ کے پیٹ میں اللہ کی راہ میں غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہوں گے اور نہ کسی بندہ کے دل میں ایمان اور بخل جمع ہوں گے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۷۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کا چہرہ اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوا' اس کو اللہ قیامت کے دن دوزخ کے دھوئیں سے امن میں رکھے گا' اور ہر وہ شخص جس کے دونوں پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے' اس کے پیروں کو قیامت کے دن دوزخ سے امن میں رکھے گا۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۷' شعب الایمان: ۴۲۹۶)

۱۷ - بَابُ مَسْحِ الْغُبَارِ عَنِ النَّاسِ فِي السَّبِيلِ

اللہ کے راستہ میں غبار کو لوگوں (کے سر) سے صاف کرنا

صحیح بخاری کے دوسرے نسخوں میں ''الناس'' کے بجائے ''الرأس'' کا لفظ ہے' یعنی غبار کو سر سے صاف کرنا۔

Marfat.com

٢٨١٢ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَهُ وَلِعَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ائْتِيَا اَبَا سَعِيْدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيْثِهٖ فَاَتَيْنَاهُ وَهُوَ وَاَخُوْهُ فِيْ حَائِطٍ لَّهُمَا يَسْقِيَانِهٖ فَلَمَّا رَاٰنَا جَاءَ فَاحْتَبٰى وَجَلَسَ فَقَالَ كُنَّا نَنْقُلُ لَبِنَ الْمَسْجِدِ لَبِنَةً لَبِنَةً وَّكَانَ عَمَّارٌ يَّنْقُلُ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ فَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَنْ رَّاْسِهِ الْغُبَارَ وَقَالَ وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ عَمَّارٌ يَّدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ وَيَدْعُوْنَهٗ اِلَى النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے عکرمہ سے اور علی بن عبداللہ سے کہا: تم دونوں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے ان کی (روایت کردہ) حدیث سنو' پس ہم دونوں ان کے پاس گئے اور وہ اور ان کے بھائی اپنے باغ میں پانی دے رہے تھے' جب انہوں نے ہم کو دیکھا تو انہوں نے چادر اوڑھی اور اکڑوں بیٹھ گئے' پس انہوں نے بیان کیا کہ ہم مسجد سے ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو' دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور ان کے سر سے غبار کو صاف کیا اور فرمایا: عمار کے لیے افسوس ہے کہ اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا' عمار ان کو اللہ کی طرف بلائیں گے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٤٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سر سے غبار صاف کرنے کا ذکر ہے۔

١٨ - بَابُ الْغُسْلِ بَعْدَ الْحَرْبِ وَالْغُبَارِ

جنگ (کے بعد) اور غبار پڑنے کے بعد غسل کرنا

٢٨١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَجَعَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَقَدْ عَصَبَ رَاْسَهُ الْغُبَارُ فَقَالَ وَضَعْتَ السِّلَاحَ فَوَ اللّٰهِ مَا وَضَعْتُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ قَالَ هَا هُنَا وَاَوْمَا اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ قَالَتْ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبردی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ خندق سے لوٹے اور آپ نے ہتھیار اتار کر غسل کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل اس حال میں آئے کہ (گویا) ان کے سر پر غبار نے پٹی باندھی ہوئی تھی' پس انہوں نے کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیئے' پس اللہ کی قسم! میں نے (ابھی تک) ہتھیار نہیں اتارے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کہاں (چلنا ہے)؟ حضرت جبریل نے کہا: اس طرف! اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف روانہ ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٦٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سر سے غبار کو صاف کرنے کا ذکر ہے۔

١٩ - بَابُ فَضْلِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی فضیلت

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ١٦٩ـ ١٧١).

اور جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں انہیں رزق دیا جارہا ہے ۝ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو عطا فرمایا ہے وہ اس پر خوش ہیں اور ان کے بعد والے لوگ جو ابھی ان سے نہیں ملے ان کے متعلق اس بشارت سے خوش ہو رہے ہیں کہ ان پر بھی نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے ۝ وہ اللہ کی طرف سے نعمت اور فضل پر خوشی منا رہے ہیں اور اس پر کہ اللہ مؤمنین کا اجر ضائع نہیں فرماتا ۝ (آل عمران: ۱۷۱ـ ۱۶۹)

آل عمران: ١٦٩ کا شانِ نزول

یہ آیت جنگِ بدر اور جنگ اُحد کے شہداء کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت ان ہی دو مشہور جنگوں میں مسلمان شہید ہوئے تھے اور منافق مسلمانوں کو جہاد کرنے سے اس لیے روکتے تھے کہ وہ ان دو جنگوں میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی طرح شہید نہ ہو جائیں۔

شہداء کی حیات کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بھائی جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا وہ جنت کے دریاؤں میں جاتے ہیں اور جنت کے پھلوں سے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہاں پلٹ آتے ہیں جب انہوں نے کھانے پینے اور آرام کرنے کی پاکیزہ چیزیں حاصل کرلیں تو انہوں نے کہا: ہمارے بھائیوں تک ہمارا یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم کو جنت میں رزق دیا جاتا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے سستی نہ کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان تک تمہارا یہ پیغام میں پہنچاؤں گا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں ان کے رب کی طرف سے رزق دیا جارہا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج اص ۳۴۱ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے فرمایا: اے جابر! کیا بات ہے! میں تم کو غم زدہ دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے بچے اور قرض چھوڑا ہے آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ خوش خبری نہ دوں کہ اللہ نے ان سے کس طرح ملاقات کی ہے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی سے بلاحجاب بات نہیں کی مگر تمہارے والد سے بلاحجاب بات کی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے! تم تمنا کرو میں تم کو عطاء کروں گا تمہارے والد نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے زندہ کر اور میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں یہ کہہ چکا ہوں کہ یہ دوبارہ دنیا کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے آپ نے فرمایا: پھر یہ آیت نازل ہوئی: اور جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہیں۔

(سنن ترمذی: ۳۰۱۰ سنن ابن ماجہ: ۱۹۰ دارالمعرفہ بیروت)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کسی نے اس آیت (آل عمران: ١٦٩) کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے

کہا: ہم نے اس آیت کے متعلق سوال کیا تھا تو آپ نے ہمیں یہ خبر دی کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں اور وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی ہیں اور عرش کے نیچے جو قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں ان میں بسیرا کرتی ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو؟ تو میں تمہیں اور زیادہ دوں؟ انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہم اور کیا زیادہ چاہیں گے! ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں' پھر اللہ ان کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا اور فرمایا: اگر تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تم کو اور زیادہ دوں! جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کو نہیں چھوڑا جاتا تو انہوں نے کہا: ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ ہم دنیا کی طرف لوٹ جائیں اور پھر تیری راہ میں دوبارہ قتل کیے جائیں۔ (صحیح مسلم: ۴۸۶۲' سنن ترمذی: ۳۰۱۱)

۲۸۱۴ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلَاثِيْنَ غَدَاةً عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قَالَ اَنَسٌ اُنْزِلَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْاٰنٌ قَرَاْنَاهُ ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس روز تک صبح کی نماز میں ان لوگوں کے خلاف دعا کی جنہوں نے بیر معونہ میں (ستر قاریوں کو) شہید کر دیا تھا' رِعل' ذکوان اور عُصیہ پر جنہوں نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی تھی' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا: جو لوگ بیر معونہ میں شہید کر دیئے گئے تھے' ان کے متعلق قرآن نازل ہوا' جس کی ہم قراءت کرتے تھے' پھر اس کے بعد اس کو منسوخ کر دیا گیا' وہ آیت یہ تھی: (ترجمہ) ہماری قوم کو (ہماری طرف سے) یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے' اور ہم نے اس سے پہلے جو احادیث ذکر کی ہیں' وہ بھی اس کی شرح کے لیے کافی ہیں۔

۲۸۱۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِصْطَبَحَ نَاسٌ اَلْخَمْرَ يَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ فَقِيْلَ لِسُفْيَانَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَالَ لَيْسَ هٰذَا فِيْهِ. [اطراف الحدیث: ۴۰۴۴-۴۶۱۸] (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ از عمرو' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ غزوۂ اُحد کے دن صبح لوگوں نے شراب پی' پھر وہ شہید کر دیئے گئے' سفیان سے کہا گیا: کیا اس دن کے آخر میں؟ (کیا وہ اس دن کے آخر میں شہید کر دیئے گئے تھے؟) سفیان نے کہا: یہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اصطبح'' اس کا معنی ہے: انہوں نے صبح کو شراب پی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا وہ اس دن کے آخر میں شہید کر دیئے گئے تھے؟ سفیان نے کہا: یہ الفاظ اس حدیث میں مذکور نہیں

Marfat.com

ہیں اس پر یہ اعتراض ہے کہ القواریری نے سفیان سے اس اضافے کو اس طرح روایت کیا ہے کہ لوگوں نے دن کے اوّل حصے میں شراب پی اور دن کے آخری حصے میں شہید ہو گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سفیان اس اضافے کو بھول گئے ہوں۔

سفیان عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جو صبح کے وقت شراب پی تھی اس سے ان کو کوئی ضرر نہیں ہوا کیونکہ اس وقت شراب پینا مباح تھا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کے بعد ان کی مدح فرمائی اور ان سے خوف اور ملال دور کر دیا گیا۔

۲۰ - بَابُ ظِلِّ الْمَلَائِكَةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

فرشتوں کا شہید پر سایا کرنا

۲۸۱۶ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ جِيْءَ بِاَبِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ وَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَذَهَبْتُ اَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهِ فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ فَقِيْلَ ابْنَةُ عَمْرٍو اَوْ اُخْتُ عَمْرٍو فَقَالَ لِمَ تَبْكِيْ؟ اَوْلَا تَبْكِيْ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِاَجْنِحَتِهَا قُلْتُ لِصَدَقَةَ اَفِيْهِ حَتّٰى رُفِعَ قَالَ رُبَّمَا قَالَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے محمد بن المنکدر سے سنا وہ کہتے ہیں: انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ (کی لاش) کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اس حال میں کہ ان کو مُثلہ کر دیا گیا تھا (یعنی ان کے اعضاء کاٹ دیئے گئے تھے) اور ان کو آپ کے سامنے رکھ دیا گیا سو میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانے لگا تو مجھ کو میری قوم کے افراد نے منع کیا پھر آپ نے کسی رونے اور چلانے والی کی آواز سنی تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے آپ نے فرمایا: تم کیوں روتی ہے؟ یا فرمایا: تم مت روؤ اس پر فرشتے اپنے پَروں سے مسلسل سایا کیے ہوئے ہیں۔ راوی کہتا ہے: میں نے صدقہ سے پوچھا: کیا حدیث میں یہ الفاظ ہیں: حتیٰ کہ ان (کی لاش) کو اٹھا لیا گیا؟ صدقہ نے کہا: بسا اوقات یہ الفاظ حدیث میں ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۴۴ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شہید پر فرشتوں کے سایا کرنے کا ذکر ہے۔

۲۱ - بَابُ تَمَنِّي الْمُجَاهِدِ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا

مجاہد کی یہ تمنا کہ وہ دنیا کی طرف لوٹ جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شہید یہ تمنا کرتا ہے کہ وہ دنیا کی طرف لوٹ جائے۔

۲۸۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ

Marfat.com

يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ.

بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوائے شہید کے کوئی بھی جنت میں داخل ہونے والا شخص یہ تمنا نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس جائے خواہ اس کو روئے زمین کی (تمام) چیزیں مل جائیں' شہید یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ جائے' پس اس کو دس مرتبہ شہید کیا جائے کیونکہ وہ عزت اور کرامت دیکھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابٌ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ بَارِقَةِ السُّيُوفِ

جنت کا چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے ہونا

وَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِسَالَةِ رَبِّنَا قَالَ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ.

اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہمارے رب کا یہ پیغام دیا کہ اس نے ارشاد فرمایا کہ ہم میں سے جو بھی قتل کیا جائے گا' وہ (سیدھا) جنت کی طرف جائے گا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۳۱۵۹ میں ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ بَلٰى.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور ان کے مقتول دوزخ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں!

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۳۱۸۱ میں ہے۔ اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۸۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَكَانَ كَاتِبَهُ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ تَابَعَهُ الْأُوَيْسِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم ابی النضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ اور وہ ان کے کاتب تھے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے ان کی طرف یہ لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ معاویہ بن عمرو کی اس حدیث میں الاویسی نے متابعت کی ہے از ابی الزناد از موسیٰ بن عقبہ۔

[اطراف الحدیث: ۲۸۳۳-۲۹۶۶-۳۰۲۴-۷۲۳۷] (صحیح مسلم: ۱۷۴۲' الرقم المسلسل: ۴۴۳۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۳۱' مصنف عبدالرزاق: ۹۵۱۴' کتاب الدعا للطبرانی: ۱۰۶۹' سنن سعید بن منصور: ۲۵۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۳۰' المستدرک ج ۲ ص ۷۸' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۶۰' سنن بیہقی ج ۹ ص ۷۶' شعب الایمان: ۴۳۰۸' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۱۴- ج ۳۱ ص ۴۶۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ جنت کا چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے ہونا' تلواروں کے

Marfat.com

سائے تلے ہونے کو مستلزم ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جنت میں پہنچانے کا سبب اللہ کی راہ میں تلواروں سے کفار کو قتل کرنا ہے۔

٢٣ - بَابُ مَنْ طَلَبَ الْوَلَدَ لِلْجِهَادِ

جس نے جہاد کے لیے اولاد کی دعا کی

اَیْ هٰذَا بَابٌ فِیْ بَیَانِ مَنْ نَوٰی عِنْدَ الْمُجَامَعَةِ مَعَ اَهْلِهٖ حُصُوْلَ لِیُجَاهِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُحْصَلُ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرٌ لِاَجَلِ نِیَّتِهٖ وَاِنْ لَّمْ یُحْصَلْ لَهٗ وَلَدٌ.

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے مجامعت کے وقت حصولِ اولاد کی دعا کی تا کہ اس کی اولاد اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو اس کو اس کی نیت کی وجہ سے اجر ملے گا خواہ اولاد پیدا نہ ہو۔

٢٨١٩ - وَقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِیْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَیْمٰنُ بْنُ دَاوٗدَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ لَاَطُوْفَنَّ اللَّیْلَةَ عَلٰی مِائَةِ امْرَاَةٍ اَوْ تِسْعٍ وَّتِسْعِیْنَ کُلُّهُنَّ یَاْتِیْ بِفَارِسٍ یُّجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ قُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ یَقُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ یَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَّالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ. [اطراف الحدیث: ٣٤٢٤-٥٢٤٢-٦٦٣٩-٦٧٢٠-٧٤٦٩] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ھرمز' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کہا: آج رات میں ضرور ایک سو یا ننانوے بیویوں سے جماع کروں گا' ان سب سے ایک شہ سوار پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا' ان کے صاحب نے کہا: آپ ان شاء اللہ کہیے' تو انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا تو ان بیویوں میں سے ایک کے سوا کوئی بیوی حاملہ نہیں ہوئی اور اس سے بھی آدھا بچہ پیدا ہوا' اور اس ذات کی قسم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جان جس کے قبضہ و قدرت میں ہے! اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو وہ تمام شہ سوار (پیدا ہوتے) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔

سو' ننانوے اور ستر کے عدد میں تعارض کا جواب اور حضرت سلیمان اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان شاء اللہ نہ کہنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں سو بیویوں میں طواف کروں گا' طواف کا معنی ہے: کسی چیز کے گرد چکر لگانا اور وہ یہاں جماع کرنے سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں ایک سو یا ننانوے بیویوں کا ذکر ہے اور ایک حدیث میں ستر بیویوں کا ذکر ہے' اس میں راوی کو شک ہے اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ قلیل عدد کے ذکر سے کثیر عدد کی نفی نہیں ہوتی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سے ان کے صاحب نے کہا: صاحب سے مراد ان کا وزیر ہے خواہ وہ انسان ہو یا جن' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتہ ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے زبان سے ان شاء اللہ نہیں کہا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دل سے بھی اللہ کی طرف تفویض کرنے سے غافل ہو گئے تھے' کیونکہ یہ چیز منصب نبوت کے خلاف ہے' جیسے ہمارے نبی

سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ یہ اتفاق پیش آیا کہ آپ سے روح' حضرت خضر اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں کل بتادوں گا' کیونکہ آپ کو اعتماد تھا کہ کل وحی نازل ہوگی تو آپ بتادیں گے' آپ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تصدیق کے لیے کل وحی نازل فرمادے گا لیکن آپ زبان سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے' یہ بات نہیں تھی کہ آپ نے اس کام کی دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض نہیں کی تھی' پھر وحی تاخیر سے نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ تعلیم دی:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًاO اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ. (الکہف: ٢٤-٢٣)

اور آپ کسی کام کے متعلق ہرگز یہ نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوںO مگر یہ کہ اللہ چاہے' اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کرلیں۔

اس کے بعد آپ مستقبل میں کسی کام کرنے کے متعلق ان شاء اللہ کہا کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے ان تین چیزوں کے سوال میں خضر کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٦٢) یہ ان سے سہو ہوا ہے' نبی ﷺ سے روح اور ذوالقرنین کے علاوہ اصحابِ کہف کے متعلق سوال کیا گیا تھا۔

ان میں سے صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اور اس سے بھی صرف مرد کی ایک جانب پیدا ہوئی' دوسری روایت میں ہے: اس سے آدھا انسان پیدا ہوا۔

جہاد کے لیے اولاد کی پیدائش کی دعا کرنا' حضرت سلیمان اور ہمارے نبی ﷺ کی قوتِ مردمی۔۔۔۔ اور آپ کے علم غیب کا ثبوت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے بچوں کی پیدائش کی دعا کرنی چاہیے۔

جس نے کسی کام کے کرنے سے پہلے ان شاء اللہ کہا تو اس کا وہ کام پورا ہو جاتا ہے' بہ شرطیکہ اس کا وہ کام تقدیر کے موافق ہو' اور جس نے ان شاء اللہ نہیں کہا تو اغلب یہ ہے کہ اس کا وہ کام پورا نہیں ہوگا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوتِ مردمی بہت قوی تھی کیونکہ انہوں نے ایک رات میں ایک سو بیویوں سے جماع کیا اور ان پر ضعف طاری نہیں ہوا' جب کہ وہ عبادات اور ریاضات میں بھی بہت کوشش کرتے تھے' حالانکہ عام آدمی ایسا کرنے پر عادۃً قادر نہیں ہے' حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ اور کسی نبی کے متعلق ایسا منقول نہیں ہے' ہاں! ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے متعلق یہ منقول ہے کہ آپ کو تیس (جنتی) مردوں کے جماع کی قوت عطاء کی گئی تھی' اور مجاہد نے کہا: آپ کو چالیس جنتی مردوں کی قوت عطا کی گئی تھی اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت سے بہت زیادہ ہے اور نبی ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر اپنی تمام ازواج کے پاس جاتے اور ایک غسل کے ساتھ ان سب سے جماع کرتے' پھر اس زوجہ کے پاس رات کو ٹھہرتے جس کی باری ہوتی تھی کیونکہ آپ تمام ازواج کے حقوق ادا کرنے پر قادر تھے' حالانکہ آپ کی خوراک بہت کم تھی اور آپ کے علاوہ اور کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں نے بعض مشائخ کبار سے سنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی علیہ السلام کو چالیس مردوں کی قوت دی گئی ہے اور ہمارے نبی ﷺ کو چالیس نبیوں کی قوت دی گئی ہے تو آپ کو ایک ہزار چھ سو مردوں کی قوت دی گئی ہے' سو غور کرو جن کو ایک ہزار چھ سو مردوں کی قوتِ مردمی دی گئی ہو' اس کے باوجود وہ صرف نو ازواج پر قناعت کریں تو یہ ان کا اپنے نفس پر کتنا زیادہ کنٹرول ہے۔

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دو چیزوں کی قسم کھائی تھی' ایک یہ کہ وہ ایک سو عورتوں سے جماع کریں گے اور دوسری یہ کہ ان کی ہر بیوی سے ایک مجاہد شہ سوار پیدا ہوگا' پہلی چیز ان کے اختیار میں تھی' سو وہ ہوگئی اور دوسری چیز ان کے اختیار میں نہیں تھی' سو وہ پوری نہ ہو سکی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قصہ کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی گئی تھی اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کو انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کی خبر دی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۴۔ ۱۶۲)

میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ آپ کو علم غیب عطاء کیا گیا ہے اور آپ کو جو علم غیب عطاء کیا گیا ہے' وہ تمام مخلوق کے مجموعی علم غیب سے زیادہ ہے' اس کو ہمارے علماء علم کلی اور علم ما کان وما یکون سے تعبیر کرتے ہیں۔ "ولا مشاحة في الاصطلاح"۔ تاہم آپ کے اس علم کی اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہیں ہے جو ایک قطرہ کی سمندر کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔

٢٤ - بَابُ الشَّجَاعَةِ فِي الْحَرْبِ وَالْجُبْنِ

جنگ میں بہادری اور بزدلی کا بیان

اس باب میں جنگ میں بہادری کی مدح کی گئی ہے اور بزدلی کی مذمت کی گئی ہے۔

٢٨٢٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَهُمْ عَلٰى فَرَسٍ وَّقَالَ وَجَدْنَاهُ بَحْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عبدالملک بن واقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ حسین تھے اور سب سے زیادہ بہادر تھے' اور سب سے زیادہ سخی تھے' (ایک رات) تمام اہل مدینہ خوف زدہ تھے (ایک آواز سنائی دی تھی اور سب اس کی طرف بڑھ رہے تھے) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار سب سے آگے تھے' آپ نے فرمایا: ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح (تیز رو) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بہادری کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین صفات ذکر کی گئی ہیں' آپ کا سب سے زیادہ حسین ہونا' آپ کا سب سے زیادہ بہادر ہونا اور آپ کا سب سے زیادہ فیاض ہونا۔

حکماء اسلام نے کہا ہے کہ انسان کی تین قوتیں ہیں: (۱) عقلیہ (۲) غضبیہ اور (۳) شہویہ' قوتِ غضبیہ کا کمال شجاعت ہے اور قوتِ شہویہ کا کمال فیاضی ہے اور قوتِ عقلیہ کا کمال حکمت ہے اور یہ تین قوتیں اصولِ اخلاق سے ہیں' اور آپ کا حسین وجمیل ہونا ایک اضافی صفت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن وجمال

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ سرخ رنگ کا

حلّہ پہنے ہوئے تھے' میں کبھی آپ کو دیکھتا تھا اور کبھی چاند کی طرف' پس اللہ کی قسم! آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔
(سنن ترمذی: ۲۸۱۱' المعجم الکبیر: ۱۸۴۲۔ ج ۲ ص ۲۰۶' المستدرک ج ۴ ص ۱۸۶)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہر مسلمان آپ کو اسی طرح دیکھتا ہے برخلاف ان لوگوں کے جن کے دل اندھے ہو چکے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَO اور آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ کچھ نہیں دیکھتےO (الاعراف: ۱۹۸)

وہ کافر آپ کے جمال اور کمال کو نہیں دیکھتے کیونکہ ان کی آنکھوں میں نقص ہے' جیسے چمگادڑ سورج کے نور کو نہیں دیکھ سکتا۔

حضرت جابر نے کہا کہ آپ چاند سے زیادہ حسین ہیں کیونکہ آپ کا نور آفاق اور انفس میں' خارج میں اور ذہن میں ظاہر ہے اور آپ کے صوری اور معنوی کمالات چاند سے زیادہ ہیں' بلکہ حقیقت میں ہر نور آپ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے' آپ کے چہرہ کا نور ذاتی ہے (یعنی چاند کی طرح سورج سے مستفاد نہیں ہے) وہ دن اور رات میں آپ سے الگ نہیں ہوتا' اور چاند کا نور مکتسب اور مستعار ہے کبھی وہ نور کم ہوتا ہے اور کبھی اس کو گہن لگ جاتا ہے۔ (جمع الوسائل ج ۱ ص ۵۶' اصح المطابع' کراچی)

نیز ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

بعض محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کا جمال غایت کمال میں تھا اور آپ کی صفاء اور کثرتِ ضیاء کا یہ حال تھا کہ آپ کی صورت کا نور جب دیوار پر پڑتا تو وہ دیوار آئینہ کی مثل ہو جاتی تھی اور گزرنے والوں کو اس میں اپنا عکس نظر آتا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے جمال اور کمال کو آپ کے اصحاب سے مخفی رکھا تھا کیونکہ اگر آپ کا پورا جمال ان پر ظاہر ہو جاتا تو ان کے لیے آپ کو دیکھنا دشوار ہو جاتا۔ (جمع الوسائل ج ۲ ص ۹' اصح المطابع' کراچی)

شاہ عبدالرحیم دہلوی لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے آپ سے سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار سے مصر کی عورتوں نے انگلیاں کاٹ لی تھیں' آپ کے جمال سے کسی عورت نے انگلیاں نہیں کاٹیں؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے میرے جمال کو لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھا۔ (انفاس العارفین ص ۳۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دانتوں میں باریک باریک جھریاں تھیں' جب آپ بات کرتے تو آپ کے دانتوں کی جھریوں سے نور نکلتا دکھائی دیتا۔
(شمائل ترمذی: ۱۵' المعجم الکبیر: ۱۲۸۱۔ ج ۱۱ ص ۴۱۶' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۱۵' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۹)

ہر چند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن ضعیف الاسناد حدیث تعدد اسناد کی وجہ سے حسن ہو جاتی ہے' نیز یہ حدیث فضائل و مناقب میں ہے اور فضائل و مناقب میں ضعاف کا اعتبار ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی شجاعت اور بہادری

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو عمارہ! کیا تم لوگوں نے غزوۂ حنین کے دن پیٹھ پھیر لی تھی تو حضرت البراء نے کہا اور میں اس وقت سن رہا تھا: رہے رسول اللہ ﷺ تو آپ نے اس دن پیٹھ نہیں پھیری تھی اور حضرت ابوسفیان بن الحارث آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے' جب مشرکین نے اپنے حملے سے آپ کو ڈھانپ لیا تو آپ خچر

Marfat.com

سے اترے اور آپ فرما رہے تھے:

أنا ابن عبد المطلب أنا النبي لا كذب

میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں

(الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ۳۵۴ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت البراء نے کہا: لوگوں نے اس سے زیادہ سخت دن نہیں دیکھا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

ابواسحٰق حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب جنگ بھڑک اٹھتی تو ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب سے محفوظ ہوتے تھے اور ہم میں سے اس شخص کو محفوظ قرار دیا جاتا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محاذات (سیدھ) میں ہوتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۸۷۴' سنن ترمذی: ۱۶۸۸' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۰)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ بھڑک اٹھتی اور لوگ ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوتے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب سے محفوظ رہتے تھے اور دشمن کے سب سے قریب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے تھے۔

(الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ۳۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن دیکھا' ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں تھے اور آپ ہم سب سے زیادہ دشمن کے قریب تھے اور لوگوں پر وہ سب سے زیادہ سخت دن تھا۔ (الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ۳۵۷)

عبد الواحد بن ایمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' انہوں نے بتایا کہ میں غزوۂ خندق کے دن خندق کھود رہا تھا' پس میرے سامنے ایک بہت سخت چٹان آ گئی تو صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر کہا: یہ بہت شدید چٹان ہے' آپ نے فرمایا: میں اترتا ہوں' پھر آپ اس حال میں کھڑے ہوئے کہ آپ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدال لے کر ایک ضرب لگائی تو وہ چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔ (الحدیث)

(الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ۳۵۸' صحیح البخاری: ۴۱۰۱' صحیح مسلم: ۲۰۳۹' سنن دارمی: ۲۳۹۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جود و سخا اور فیاضی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر کی سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور آپ سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے' جب حضرت جبریل آپ سے ملاقات کرتے تھے اور حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان ختم ہو جاتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور جب حضرت جبریل آپ سے ملاقات کرتے تو آپ برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶' صحیح مسلم: ۲۳۰۸' سنن نسائی: ۲۰۹۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۸)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا گیا جس کے متعلق آپ نے فرمایا ہو: نہیں! (صحیح البخاری: ۶۰۳۴' صحیح مسلم: ۲۳۱۱' صحیح ابن حبان: ۶۳۷۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے۔

(شمائل ترمذی: ۳۵۵' تاریخ بغداد ج ۷ ص ۹۸' کنز العمال: ۱۸۴۱۲)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ غزوۂ حنین سے واپس آئے تو اعراب آپ کے ساتھ چمٹ گئے'

وہ آپ سے سوال کر رہے تھے' پس انہوں نے آپ کو ایک درخت کے ساتھ لگا دیا' سواری سے آپ کی چادر گر گئی' آپ نے فرمایا: میری چادر مجھے واپس دو' کیا تم مجھ پر بخل کا خوف کرتے ہو! اللہ کی قسم! اگر میرے پاس ان درختوں کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو تم مجھے بخیل پاتے نہ بزدل نہ جھوٹا۔

(صحیح البخاری: ۲۸۲۱' مصنف عبدالرزاق: ۹۴۹۷' صحیح ابن حبان: ۴۸۲۰' المعجم الکبیر: ۱۵۵۱' شرح السنۃ: ۳۶۸۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا' اس نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان بکریاں عطاء کیں' پھر وہ شخص اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا: تم اسلام قبول کر لو' کیونکہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہر شخص کو عطاء کرتے ہیں اور فاقہ کا خوف نہیں کرتے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۲' الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ۳۶۴)

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے غزوۂ حنین کے دن عطاء کیا اور آپ اس وقت میرے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ مبغوض (ناپسندیدہ) تھے' آپ مجھے مسلسل عطاء فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ میرے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۳' سنن ترمذی: ۶۶۶' المعجم الکبیر: ۷۳۴۰' صحیح ابن حبان: ۴۸۲۸)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آ کر سوال کیا کہ آپ اس کو عطاء فرمائیں' آپ نے فرمایا: میرے پاس اس وقت کوئی چیز نہیں ہے' لیکن تم میرے نام سے (قرض) خرید لو' پھر جب میرے پاس کوئی چیز آئے گی تو میں اس کو ادا کر دوں گا' تو حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کو اس چیز کا مکلف نہیں کیا جس کی آپ قدرت نہیں رکھتے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر کی بات کو ناپسند کیا' پھر ایک انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! آپ خرچ کیجئے اور عرش والے سے کم دینے کا ڈر نہ رکھئے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرائے اور آپ کے چہرے پر انصاری کی بات سے خوشی دکھائی دی' پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ (مسند البزار: ۳۶۶۲' الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ۳۶۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور (جواب میں) اس سے بہتر ہدیہ عطاء فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۸۵' سنن ابوداؤد: ۳۵۳۶' سنن ترمذی: ۱۹۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں یہ ضرور پسند کروں گا کہ مجھ پر اس حال میں تین راتیں نہ گزریں کہ میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی ہو' سوا اس دینار کے جس کو میں اپنا قرض ادا کرنے کے لیے رکھ لوں۔

(صحیح بخاری: ۶۴۴۵' مسند احمد ۲ ص ۲۵۷)

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ایک کناروں والی چادر لے کر آئی' حضرت سہل نے لوگوں سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ چادر کا کیا معنی ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! اس عورت نے کہا: میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے اور میں آپ کو پہنانے کے لیے لائی ہوں' آپ نے اس چادر کو قبول کر لیا اور آپ کو اس وقت اس کی ضرورت بھی تھی' پھر آپ اس چادر کو تہبند کے طور پر باندھ کر باہر تشریف لائے تو ایک صاحب نے کہا: یہ تو بہت اچھی چادر ہے' یہ آپ مجھے پہنا دیجئے' لوگوں نے ان سے کہا: آپ نے یہ (چادر مانگ کر) اچھا نہیں کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ضرورت کی وجہ سے اس چادر کو پہنا تھا اور تم نے یہ مانگ لی حالانکہ تم کو معلوم ہوا کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں کرتے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنے پہننے کے لیے یہ چادر نہیں مانگی تھی' میں نے تو صرف اس لیے اس چادر کا سوال کیا تھا کہ یہ میرا کفن ہو جائے' حضرت سہل نے بتایا کہ پھر وہ چادر ان کا

Marfat.com

کفن ہو گئی۔ (صحیح البخاری:۱۲۷۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' آپ نے ان کو عطاء فرمایا' انہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے ان کو عطاء فرمایا حتیٰ کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا' آپ نے فرمایا: میرے پاس جو بھی خیر ہو گی' میں اس کو ہرگز تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا' اور جو اپنے آپ کو سوال سے روکے گا' اللہ اس کو روک کر رکھے گا' اور جو مستغنی رہے گا اللہ اس کو غنی کر دے گا' اور جو صبر کرے گا' اللہ اس کو صابر بنا دے گا اور کسی کو صبر سے اچھی اور وسیع چیز نہیں دی گئی۔

(صحیح البخاری:۱۴۶۹' صحیح مسلم:۱۰۵۳' سنن ابوداؤد:۱۶۴۴' سنن ترمذی:۲۰۳۱' سنن نسائی:۲۵۸۴)

۲۸۲۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ اَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَهُ النَّاسُ يَسْئَلُونَهُ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ اِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَائَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ لَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذُوْبًا وَّلَا جَبَانًا. [طرف الحدیث:۳۱۴۸]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد بن جبیر بن مطعم نے خبر دی کہ محمد بن جبیر نے کہا کہ مجھے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین سے واپس جا رہے تھے اور آپ کے ساتھ (اور بہت) لوگ تھے تو کچھ (اعرابی) لوگ آپ سے سوال کرتے ہوئے لپٹ گئے' حتیٰ کہ آپ ایک ببول کے درخت کے ساتھ لگ گئے اور آپ کی چادر (ببول کے کانٹوں میں) اُلجھ گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہر گئے اور فرمایا: مجھے میری چادر (نکال) دو' اور فرمایا: اگر میرے پاس اس درخت کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں تم میں تقسیم کر دیتا' تم مجھے بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ بزدل۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''العضاہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کیکر یا ببول کا درخت۔

اس حدیث میں ''نَعَم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی اونٹ ہے' ابوجعفر النحاس نے کہا: اس کا معنی اونٹ' گائے اور بکریاں ہیں' الجوہری نے کہا: ''النعم'' کا واحد ''الانعام'' ہے۔

آپ نے فرمایا: تم مجھے بخیل نہ پاتے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی معزز آدمی کی نیک اور اعلیٰ صفات کے متعلق جہلاء بدگمانی کریں تو وہ ان کا رد کر کے اپنی عمدہ صفات کو بیان کرے۔

اس حدیث میں بخیل کا ذکر ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: بخیل وہ شخص ہے جو کوئی چیز نہ دے اور شحیح وہ شخص ہے جو اپنے بھائی کا مال ناحق لے' طاؤس نے کہا: بخیل وہ ہے جو اپنی مِلک میں بخل کرے اور شحیح وہ ہے جو لوگوں کی مِلک میں بخل کرے۔

اس حدیث میں ''کذوب'' کا لفظ ہے' ''کذوب''' ''صدوق'' کی ضد ہے' یعنی جھوٹ بولنے والا۔

اس حدیث میں ''جبان'' کا لفظ ہے' یہ شجاع کی ضد ہے یعنی بزدل۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۷۔۱۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵ - بَابُ مَا يُتَعَوَّذُ مِنَ الْجُبْنِ

بزدلی سے پناہ مانگنے کا بیان

Marfat.com

اس باب میں بزدلی سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔

٢٨٢٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيَّ قَالَ كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ بَنِيهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ وَيَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَحَدَّثْتُ بِهِ مُصْعَبًا فَصَدَّقَهُ. [اطراف الحدیث: ٦٣٦٥- ٦٣٧٠-٦٣٧٤-٦٣٩٠] (سنن ترمذی: ٣٥٦٧، سنن نسائی: ٥٤٦٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن عمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن میمون اودی سے سنا انہوں نے بتایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو ان کلمات کی اس طرح تعلیم دے رہے تھے جس طرح معلم لڑکوں کو کتابت کی تعلیم دیتے ہیں اور وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ نماز کے بعد پناہ طلب کرتے تھے: اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اے اللہ! میں ارذل عمر کی طرف لوٹائے جانے سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اے اللہ! میں دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں! پھر میں نے مصعب کو یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے تصدیق کی۔

بزدلی سے پناہ مانگنے کا سبب' ارذل عمر کا معنی اور نمازوں کے بعد عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا سے جاہلوں کا رد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بزدلی سے پناہ مانگی کیونکہ انسان بزدلی کی وجہ سے میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے' جس کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور بعض اوقات انسان بزدلی کی وجہ سے اپنا دین بدل کر مرتد ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں ارذل عمر کا ذکر ہے' ارذل عمر کا یہ معنی ہے کہ انسان بڑھاپے میں بچپن کی حالت کی طرف لوٹ جائے' اس کی عقل اور فہم کم زور ہو' ایک قول یہ ہے کہ ارذل عمر' بڑھاپے اور کمزوری کی وہ حالت ہے کہ انسان فرائض ادا نہ کر سکے اور اپنے کام از خود نہ کر سکے' اور وہ اپنے گھر والوں کے اوپر بار اور بوجھ بن جائے اور وہ لوگ اس کی موت کی تمنا کریں اور اگر اس کے گھر والے نہ ہوں تو پھر اس کی مصیبت اور بھی زیادہ شدید ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں عذاب قبر سے پناہ طلب کی ہے' اس حدیث میں ان جاہلوں کا رد ہے جو قبر یا دوزخ کے عذاب سے پناہ کی طلب سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی عبادت صرف اللہ کے لیے کرنی چاہیے' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد یہ دعا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون اخلاص کو جاننے والا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٦٨-١٦٧ مع زیادۃ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٨٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اس طرح)

Marfat.com

وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

[اطراف الحدیث: ٤٧٠٧ـ ٦٣٦٧ـ ٦٣٧١]

دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عجز سے سستی سے بزدلی سے اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اور میں زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اور میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں!

(صحیح مسلم: ٢٧٠٦ ' الرقم المسلسل: ٦٧٦٧ ' سنن ابوداؤد: ٥٤٤٨ ' سنن نسائی: ٥٤٤٨ ' الادب المفرد: ٦٧١ ' صحیح ابن حبان: ١٠٠٩ ' کتاب الدعاء للطبرانی: ١٣٤٨ ' کتاب الدعوات للبیہقی: ٢٩٢ ' شرح السنۃ: ١٣٥٦ ' مسند احمد ج ٣ ص ١١٣ طبع قدیم ' مسند احمد: ١٢١١٣ ـ ج ١٩ ص ١٦٦ ' مؤسسۃ الرسالۃ ' بیروت)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''عجز'' کا لفظ ہے' یہ لفظ قدرت کی ضد ہے' متکلمین کے نزدیک اس کا معنی ہے: جس کام کی کوئی طاقت نہ رکھے اور فقہاء کے نزدیک اس کا معنی ہے: جب انسان ارادہ کرے تو اس کام کو نہ کر سکے' اس حدیث میں ''کسل'' کا لفظ ہے' یہ لفظ ہمت کی ضد ہے' اس کا معنی ہے: تھکاوٹ کے بعد جسم کو راحت پہنچانا' اس سے اس لیے پناہ طلب کی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے نیک کام بعید ہو جاتے ہیں۔

اس میں ''ھَرَم'' کا لفظ ہے' یہ لفظ ''شباب'' کی ضد ہے' اس کا معنی ہے: اتنی بڑی عمر ہو جانا جس میں اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں اور توانائی باقی نہیں رہتی' اس سے اس لیے پناہ طلب کی ہے کہ یہ وہ بیماری ہے جس کی کوئی دوا نہیں۔

اس حدیث میں ''مَحْیا'' اور ''مَمَات'' کا لفظ ہے' یہ دونوں لفظ مصدر میمی ہیں اور ان کا معنی حیات اور موت ہے۔ حیات کا فتنہ یہ ہے کہ آدمی دنیا میں منہمک ہو کر آخرت کو بھول جائے' اور موت کا فتنہ یہ ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ (العیاذ باللہ)

اس میں عذابِ قبر کا ذکر ہے' عذابِ قبر سے مراد یہ ہے کہ آدمی منکر نکیر کے سوالوں کا صحیح جواب نہ دے سکے اور اس کے کیے ہوئے بُرے اعمال اس کو دکھائے جائیں۔ (العیاذ باللہ) (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٦٨ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٦ - بَابُ مَنْ حَدَّثَ بِمَشَاهِدِهٖ فِي الْحَرْبِ

جس نے جنگ میں اپنے حاضر ہونے کے واقعات بیان کیے

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ اسلام کے اظہار اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اس نے میدانِ جہاد میں جو تکلیف اور مشقت اٹھائی ہے' اس کو بیان کرے' تاکہ بعد والوں کو جہاد کرنے کی ترغیب ہو اور وہ اس کی اتباع و اقتداء کریں' لیکن اگر وہ اپنی شجاعت اور فخر کو ظاہر کرنے کے لیے ایسا کرے تو پھر یہ جائز نہیں۔

قَالَهُ اَبُوْعُثْمَانَ عَنْ سَعْدٍ.

اس کو ابوعثمان نے سعد سے روایت کیا۔

اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ روایت' صحیح البخاری: ٣٧٢٣ـ ٣٧٢٢' اور ٤٠٦٢ میں ہے۔

٢٨٢٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ صَحِبْتُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَسَعْدًا وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از محمد بن یوسف از السائب بن یزید' انہوں نے کہا: میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ' حضرت سعد' حضرت مقداد بن اسود اور حضرت عبدالرحمان

Marfat.com

عَنْهُمْ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا مِّنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنِّيْ سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ اُحُدٍ. [طرف الحدیث: ۴۰۶۲]

بن عوف رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا' میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کرتا ہو مگر میں نے حضرت طلحہ سے سنا کہ وہ غزوۂ اُحد کے متعلق حدیث بیان کرتے تھے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبۃ بن سعید' ان کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے (۲) حاتم بن اسماعیل الکوفی' یہ مدینہ میں رہتے تھے (۳) محمد بن یوسف بن عبداللہ' ان کی ماں سائب بن یزید کی بیٹی ہیں' انہوں نے اپنے نانا سائب بن یزید سے سماع کیا (۴) حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہما یہ کم عمر صحابی ہیں' ان کے ماں باپ دونوں صحابی ہیں' ان کے ماں باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں ان کو حج کرایا تھا' اس وقت ان کی عمر ۷ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۹)

بعض صحابہ کی کم روایت کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد کا ذکر ہے' یہ حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں۔

ان صحابہ میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان نہیں کرتا تھا۔ علامہ ابن بطال وغیرہ نے کہا ہے کہ بہت سارے بڑے بڑے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے' اس خوف سے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں کمی بیشی نہ ہو جائے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وعید میں نہ داخل ہو جائیں: جس نے مجھ سے وہ بات نقل کی جو میں نے نہیں کہی' وہ اپنے بیٹھنے کا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ اس لیے وہ حدیث بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر عمل کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو کم بیان کرو اور میں بھی تمہارا شریک ہوں۔

حضرت السائب بن یزید نے کہا: مگر میں نے سنا کہ حضرت طلحہ' جنگِ اُحد کی حدیث بیان کرتے تھے' یعنی میں نے حضرت طلحہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا' وہ صرف جنگِ اُحد میں اپنے حاضر ہونے کے واقعات بیان کرتے تھے' چونکہ وہ جنگ میں بہت ثابت قدم تھے اور ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد کے علاوہ اور کوئی نہیں رہا تھا' اس لیے حضرت طلحہ نے جنگ اُحد میں اپنے دیکھے ہوئے واقعات کو بیان کیا تاکہ بعد کے لوگوں کو اس میں رغبت ہو اور وہ ان کی اقتداء کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٧ - بَابُ وُجُوْبِ النَّفِيْرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ

جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب اور جہاد اور نیت کا واجب ہونا

اس باب کے عنوان میں ''نفیر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی کے حکم سے ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا' یہاں مراد ہے: کفار سے قتال کرنے کے لیے نکلنا اور اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کتنا جہاد کرنا واجب ہے اور یہ بیان کیا جائے گا کہ جہاد کی نیت کرنا جائز ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی راہ میں نکلو خواہ ہلکے ہو کر خواہ

بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ الْاٰيَةَ(التوبہ:۴۱۔۴۲).

بوجھل ہو کر اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو' یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے' اگر تم جانتے ہو○(اے رسولِ مکرم! آپ نے جس طرف نکلنے کے لیے کہا تھا) اگر وہ سہل الحصول مال ہوتا اور متوسط سفر ہوتا تو (یہ منافقین) ضرور آپ کے پیچھے چل پڑتے' لیکن دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا' اور عنقریب یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے۔(الآیۃ)(التوبہ:۴۲۔۴۱)

"خفافًا وثقالًا" کی متعدد تفسیریں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا ہے: جب آیت جہاد نازل ہوئی تو ہم میں سے بعض لوگ بوجھل تھے' بعض کام کاج والے تھے' بعض لوگ بال بچوں والے تھے اور بعض لوگوں کی مختلف مصروفیات تھیں' تب یہ آیت نازل ہوئی:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا.(التوبہ:۴۱) اللہ کی راہ میں نکلو خواہ ہلکے ہو کر خواہ بوجھل ہو کر۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بہت بھاری اور فربہ بدن کے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ غزوۂ تبوک کے سال عام مسلمانوں کو کوچ کا حکم دیں تا کہ روم کے اہل کتاب کافروں سے قتال کیا جائے اور آپ نے مسلمانوں کو ہر حال میں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا' خواہ وہ خوشی سے نکلیں یا ناخوشی سے مشکل سے نکلیں یا آسانی سے چنانچہ فرمایا:"اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا"(التوبہ:۴۱)۔

حضرت ابوطلحہ نے اس کی تفسیر میں کہا: خواہ ادھیڑ عمر ہو خواہ جوان' اللہ تعالیٰ کسی کا عذر نہیں سنے گا' پھر انہوں نے شام میں جا کر قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' عکرمہ' حسن بصری' شعبی' مقاتل بن حیان اور زید بن اسلم سے مروی ہے اور مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ خواہ جوان ہوں یا بوڑھے ہوں اور دولت مند ہوں یا مسکین ہوں' ایک قول ہے: خواہ وہ صحت مند ہوں یا بیمار ہوں' ایک قول یہ ہے کہ خواہ ان کے پاس اسلحہ زیادہ ہو یا کم ہو' ایک قول یہ ہے کہ خواہ وہ سوار ہوں یا پیدل ہوں' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ خواہ کنوارے ہوں یا شادی شدہ ہوں۔

اور ارشاد ہے: تم اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ آیت کے اس حصہ میں جہاد کو واجب کیا ہے۔

اور فرمایا: یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ یعنی دنیا اور آخرت میں' کیونکہ مالِ غنیمت کی صورت میں تم کو اپنے دشمن کا مال حاصل ہو جائے گا اور آخرت میں تم کو بہت عزت اور کرامت حاصل ہو گی۔

منافقین کی جھوٹی قسمیں

تیز ارشاد فرمایا: لیکن دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا۔(التوبہ:۴۱)

یہ آیت غزوۂ تبوک کے موقع پر منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی اگر کسی قریب کے سفر میں ان کو مال ملنے کی توقع ہوتی تو یہ مال کے لالچ میں آپ کے پیچھے چل پڑتے' لیکن تبوک کا یہ دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا' پھر فرمایا: یہ عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہمارے پاس طاقت ہوتی یا ہم قادر ہوتے تو ضرور آپ کے ساتھ جاتے اور یہ ان کا جھوٹ اور نفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ O (التوبہ:۴۲)

وہ اپنی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹ بولنے والے ہیںO

یعنی یہ جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِهٖ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌO﴾ (التوبہ:۳۸-۳۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم بوجھل ہو کر زمین سے چپک جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ یہ آیت یہاں تک ہے: اور اللہ ہر چیز پر قادر ہےO (التوبہ:۳۹-۳۸)

منافقین کو تہدید

ان آیتوں سے ان لوگوں پر عتاب شروع فرمایا ہے جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اس میں فرمایا ہے کہ کیا تم نے آخرت کے بدلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ اس میں دنیا سے بے رغبتی کی تلقین کی ہے اور آخرت کی طرف رغبت دلائی ہے کیونکہ دنیا کا ساز و سامان اور دنیا کے منافع آخرت کی بہ نسبت قلیل ہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے اس کے بعد فرمایا:

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌO (التوبہ:۳۹)

اگر تم (اللہ کی راہ میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ ایک اور قوم لے آئے گا اور تم اس کو بالکل نقصان نہیں پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہےO

یعنی اگر تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے لیے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور اپنے نبی کی نصرت کے لیے اور ان کے دین کو نافذ کرنے کے لیے تمہارے علاوہ ایک اور قوم کو لے آئے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے بغیر اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے پر قادر ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿اِنْفِرُوْا ثُبَاتٍ﴾ (النساء:۷۱) سَرَايَا مُتَفَرِّقِيْنَ يُقَالُ وَاحِدُ الثُّبَاتِ ثُبَةٌ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: "فانفروا ثبات" (النساء:۷۱) مختلف ٹولیوں میں نکلو۔ کہا جاتا ہے کہ "الثبات" کا واحد "ثبۃ" ہے۔

اس تعلیق کی مکمل تفسیر امام طبری کی جامع البیان میں ہے قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًاO (النساء:۷۱)

اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لو پھر (دشمن کی طرف) الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو یا سب مل کر روانہ ہوںO

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر مین لکھتے ہیں:

تم اپنا اسلحہ اور ڈھال وغیرہ لے لو جن سے تم لڑائی کے دوران اپنا بچاؤ اور دفاع کرو گے پھر تم دشمن کی طرف ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کے ساتھ مسلح ہو کر نکلو یعنی مختلف مسلح ٹولیوں کی صورت میں یا تم اپنے نبی کے ساتھ اکٹھے نکلو اس آیت میں "ثبات" جمع کا صیغہ ہے اور یہ "ثبۃ" کی جمع ہے اور "ثبۃ" کا معنی ہے: ایک جماعت۔

(تفسیر ابن جریر جز ۵ ص ۱۹۶-۱۹۵ داراحیاء التراث العربی بیروت)

Marfat.com

امام بخاری نے (النساء:۷۱) کے حوالے سے اپنی تعلیق میں جو کچھ لکھا ہے اسی کو تفصیل کے ساتھ امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

٢٨٢٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُوْرٌ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں لیکن جہاد ہے اور نیت ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو تم جہاد کے لیے نکلو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٣٤٩ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو تم جہاد کے لیے نکلو اور اس باب کا عنوان ہے: جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب۔

٢٨ - بَابُ الْكَافِرِ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ ثُمَّ يُسْلِمُ فَيُسَدِّدُ بَعْدُ وَيُقْتَلُ

کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کر دے، پھر وہ اسلام لا کر نیک کام کرے اور اس کے بعد وہ شہید کر دیا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کرے، پھر وہ اسلام لا کر نیک کام کرے پھر اس کو قتل کر دیا جائے تو وہ شہادت کا مرتبہ پائے گا۔

٢٨٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَضْحَكُ اللّٰهُ اِلٰى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هٰذَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهَدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ دو آدمیوں کی طرف دیکھ کر (اپنی شان کے مطابق) ہنستا ہے ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے وہ دونوں جنت میں داخل ہوتے ہیں (ان میں سے) ایک اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہے پس اس کو قتل کر دیا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ قاتل کی توبہ قبول فرما لیتا ہے پس وہ شہید کر دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٨٩٠ الرقم المسلسل: ٤٧٨٧ مصنف عبدالرزاق: ٢٠٢٨٠ صحیح ابن خزیمہ: ج ٢ ص ٥٧٣-٥٧٢ والآجری فی (الشریعۃ) ص ٢٧٨ سنن بیہقی ج ٢ ص ١٦٥ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ٤٦٨ شرح السنۃ: ٢٦٣٣ مسند احمد ج ٢ ص ٢١٨ طبع قدیم مسند احمد: ٨٢٢٤ - ج ١٣ ص ٥٣٣ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب مذکور کے عنوان کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں لکھا ہے: پھر وہ اسلام لا کر نیک کام کرے اور اس کے بعد اس کو شہید کر دیا جائے۔ امام بخاری نے نیک کام کرنے کے بعد شہید کا اضافہ اس لیے کیا ہے تاکہ نیک کاموں کی تفصیل پر تنبیہ ہو' ہر چند کہ شہادت دیگر نیک کاموں سے افضل ہے' لیکن جنت میں داخل ہونا شہید کے ساتھ مختص نہیں ہے' پس گویا کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو اس حدیث کی شرح کے قائم مقام قرار دیا ہے۔

(حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ مجھ پر یہ نکتہ منکشف ہوا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوزخ میں ایسے دو شخص جمع نہیں ہوں گے: وہ مسلمان جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو' پھر اس مسلمان نے نیک کام کیے ہوں۔ الحدیث' اس حدیث کو امام احمد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔
(فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی' حافظ ابن حجر کی اس نکتہ آفرینی پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

باب کا عنوان اس سے متعلق ہوتا ہے جس پر حدیث دلالت کرتی ہے' پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عنوان تو یہاں پر صحیح بخاری میں ہو اور حدیث مسند احمد یا سنن نسائی میں ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کی طرف ہنسنے کی نسبت کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہنسنے کی نسبت ہے۔ اس قسم کے الفاظ کا جب اللہ تعالیٰ پر اطلاق ہوتا ہے تو اس سے مراد ان کے لوازم ہوتے ہیں اور ہنسنے کو رضا لازم ہے۔

علامہ خطابی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو عظیم اجر عطاء فرماتا ہے جو کہ ہنسنے اور راضی ہونے کا تقاضا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کے اس فعل سے ان پر فرشتے ہنستے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اس فعل کی اپنی طرف نسبت فرمائی ہو۔ مصنف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہنستا ہے لیکن اس کا ہنسنا مخلوق کے ہنسنے کی مثل نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور پہلا قاتل آیا مسلمان تھا یا کافر؟

حافظ ابن عبد البر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے' وہ جنتی ہوتا ہے اور اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ پہلا قاتل کافر تھا' کہا گیا ہے کہ یہ وہی ہے جس کا امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں استنباط کیا ہے' لیکن اس قاتل کے مسلمان ہونے سے بھی کوئی مانع نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: اللہ اس قاتل کی توبہ قبول فرمالیتا ہے جیسے ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو عمداً بغیر کسی شبہ کے قتل کرے' پھر قاتل توبہ کرے اور اللہ عزوجل کی راہ میں شہید ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۳-۱۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۸۲۷ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عنبسۃ بن سعید نے خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں

Marfat.com

افْتَتَحُوْهَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْهِمْ لِيْ فَقَالَ بَعْضُ بَنِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ لَا تُسْهِمْ لَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ ابْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ وَاعَجَبًا لِوَبْرٍ تَدَلّٰى عَلَيْنَا مِنْ قَدُوْمِ ضَانٍ يَنْعٰى عَلَيَّ قَتْلَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيَّ وَلَمْ يُهِنِّيْ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ فَلَا اَدْرِيْ اَسْهَمَ لَهٗ اَمْ لَمْ يُسْهِمْ لَهٗ قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنِيْهِ السَّعِيْدِيُّ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ.

رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' اس وقت آپ خیبر کے فتح ہونے کے بعد خیبر میں ہی تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (مالِ غنیمت میں سے) میرا حصہ لگائیں' تو سعید بن العاص کے کسی بیٹے نے کہا: یارسول اللہ! اس کا حصہ نہ لگائیں' تو حضرت ابوہریرہ نے کہا: یہ ابن قوقل کا قاتل ہے' اس پر سعید بن العاص کے بیٹے نے کہا: اس بلی جیسے جانور پر تعجب ہے جو ضان پہاڑی کی چوٹی سے اتر کر ہمارے پاس آیا ہے' یہ مجھ پر ایک ایسے مسلمان شخص کے قتل کا الزام لگا رہا ہے جس کو اللہ نے میرے ہاتھوں سے عزت دی ہے اور مجھے اس کے ہاتھوں سے ذلیل نہیں کیا۔ راوی نے کہا: پس مجھے پتا نہیں کہ آپ نے اس کا (مالِ غنیمت سے) حصہ نکالا یا نہیں۔ اور سفیان نے کہا: مجھے یہ حدیث السعیدی نے از جدِ خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّعِيْدِيُّ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: السعیدی عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص ہے (امام بخاری نے اس عبارت میں السعیدی کا نام ونسب بیان کیا ہے)۔

[اطراف الحدیث: ۴۲۳۷-۴۲۳۸-۴۲۳۹]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جس کو اللہ نے میرے ہاتھوں سے عزت دی ہے۔ یعنی حضرت عنبسہ بن سعید نے کفر کی حالت میں ابن قوقل یعنی نعمان کو شہید کر دیا تھا تو اس قتل کی وجہ سے حضرت نعمان کو شہادت کی عزت حاصل ہوئی اور حضرت عنبسہ بن سعید کفر کی حالت میں قتل نہیں کیے گئے' ورنہ وہ دوزخ میں داخل ہوتے بلکہ وہ مسلمان ہو گئے اور وہ فتح خیبر سے پہلے اور حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حُمیدی' یہ عبداللہ بن الزبیر ابوبکر ہیں' یہ اپنے ایک دادا کی طرف منسوب ہیں' جن کا نام حُمید بن زہیر تھا اور وہ قریش سے تھے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) عنبسہ' یہ سعید اُموی کے بیٹے ہیں (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۴)

حدیث میں مذکور چار مزید رجال کا تذکرہ

(۱) اس حدیث میں سعید بن العاص کے کسی بیٹے کا ذکر ہے' یہ ابان بن سعید بن العاص ہیں' یہ اپنے دو بھائیوں خالد اور عمرو کے بعد اسلام لائے تھے اور انہوں نے اسلام میں نیک کام کیے' اور ابان بن سعید حدیبیہ اور خیبر کے درمیانی زمانہ میں اسلام لائے تھے۔

Marfat.com

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سعید بن العاص کے دونوں بیٹے ابان اور عمرو جنگ یرموک میں شہید کر دیئے گئے تھے جنگ یرموک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پانچ رجب پندرہ ہجری کو ہوئی تھی۔

(۲) اس حدیث میں ابن قوقل کا بھی ذکر ہے' یہ نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن اصرم ہیں اور قوقل' ثعلبہ کا لقب ہے' یہ جعفر کے وزن پر ہے' یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور کبھی نعمان کو ان کے دادا کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے' امام بغوی نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے' امام بغوی نے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے جنگ اُحد کے دن کہا تھا: اے میرے رب! میں نے قسم کھائی ہے کہ میں غروبِ آفتاب سے پہلے جنت میں ہوں گا' پھر وہ اسی دن شہید ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کو جنت میں دیکھا ہے۔

(۳) اس حدیث میں السعیدی کا ذکر ہے' ان کے نام و نسب کی خود امام بخاری نے وضاحت کی ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: صالح ہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کا سنن ابوداؤد کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

صحیح بخاری کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مالِ غنیمت سے اپنا حصہ نکالنے کا سوال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور یہ حدیث سنن ابوداؤد کی درج ذیل حدیث کے معارض ہے:

عنبسہ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابان بن سعید بن العاص کو مدینہ منورہ سے نجد کی طرف ایک لشکر میں بھیجا' پس حضرت ابان بن سعید اپنے اصحاب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس خیبر میں اس وقت آئے جب خیبر فتح ہو چکا تھا اور ان کے گھوڑوں کی زین کسنے کا تسمہ کھجور کی چھال کا تھا' حضرت ابان نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے (مالِ غنیمت) تقسیم کیجئے' حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! ان کے لیے تقسیم نہ کیجئے' تب حضرت ابان نے کہا: اے بلی جیسے! تم ہمارے پاس ضان پہاڑ سے اتر کر آئے ہو! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابان! بیٹھ جاؤ' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے مالِ غنیمت تقسیم نہیں کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۲۳' دارالفکر بیروت)

سو ان حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں مذکور ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم کا سوال حضرت ابوہریرہ نے کیا تھا اور اس پر حضرت ابان بن سعید نے کہا تھا کہ اس کا حصہ نہ لگائیں اور سنن ابوداؤد کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابان بن سعید نے مالِ غنیمت سے اپنا حصہ نکالنے کا سوال کیا تھا اور اس پر حضرت ابوہریرہ نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ! ان کا حصہ تقسیم نہ کریں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تھا' جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور اگر امام ابوداؤد کی سند صحیح ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں نے سوال کیا ہو اور دونوں نے دوسرے کے لیے مالِ غنیمت کی تقسیم سے منع کیا ہو۔ حضرت ابوہریرہ کی دلیل یہ تھی کہ حضرت ابان' ابن قوقل (نعمان بن مالک) کے قاتل ہیں اور حضرت ابان کی دلیل یہ تھی کہ حضرت ابوہریرہ اس جنگ میں شامل نہیں تھے۔

شیخ سلیم اللہ کی ایک عبارت پر مصنف کا تبصرہ!

شیخ سلیم اللہ خاں نے بھی ان دونوں کا مؤقف لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ اگر سنن ابوداؤد کی روایت کو صحیح بخاری کی روایت کے برابر بھی قرار دیا جائے تو اس

Marfat.com

بات کا احتمال ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کے لیے منع کیا ہو' چنانچہ حضرت ابان رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے یہ دلیل دے کر منع کیا کہ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے یہ دلیل پیش کی کہ یہ جنگ و جہاد کے لائق نہیں کہ اس کو حصہ دیا جائے۔ (کشف الباری۔ کتاب الجہاد۔ ج ١ ص ٢٥٧' مکتبہ فاروقیہ کراچی)

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہ نے جو حضرتِ ابان کو مالِ غنیمت سے حصہ نہ دینے کے لیے کہا تھا' اس کی وجہ تو صحیح بخاری کے متن میں موجود ہے اور شیخ سلیم اللہ نے حضرت ابوہریرہ کو نہ دینے کی جو وجہ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھی ہے کہ یہ جنگ اور جہاد کے لائق نہیں ہے کہ اس کو حصہ دیا جائے' تو یہ ان کی خود ساختہ اور طبع زاد ہے' علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے اس طرح نہیں لکھا۔ یہ بحث علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٧٥ پر کی ہے اور وہاں یہ وجہ مذکور نہیں' اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں سنن ابوداؤد کا ذکر ہی نہیں کیا' نہ انہوں نے تعارض کا بیان کیا' نہ اس تعارض کو اُٹھانے کے در پے ہوئے۔

''وَبْر'' کا معنی اور حضرت ابوہریرہ کا حضرت ابان کی مذمت کا جواب نہ دینا اور اس میں ان کی عظمت

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابان بن سعید نے حضرت ابوہریرہ کے متعلق کہا: ''واعجبا لوبْرٍ'' ''وَبْر'' ایک خاکی رنگ کا چھوٹا سا جانور ہوتا ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سفید رنگ کا بلی کے برابر جانور ہے' اور اس کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں اور یہ پہاڑی جانوروں میں سے ہے۔ حضرت ابان نے حضرت ابوہریرہ کو ان کی تحقیر اور ان کی اہانت کے لیے بلی سے چھوٹا جانور کہا اور حضرت ابوہریرہ نے پلٹ کر حضرت ابان کو اس کا جواب نہیں دیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابان نے حضرت ابوہریرہ کی دین داری اور تقویٰ پر کوئی تہمت نہیں لگائی تھی' صرف ان کی ظاہری جسامت کی مذمت کی تھی اور ظاہری جسامت تو اللہ کی بنائی ہوئی ہے' اس لیے انہوں نے اس کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا' اس سے حضرت ابوہریرہ کا ظرف اور ان کے حوصلے کا پتا چلتا ہے۔

حضرت ابان نے کہا تھا: یہ ''ضان'' سے آیا ہے' ''ضان'' ایک پہاڑ کا نام ہے' ان کا مطلب یہ تھا کہ یہ پہاڑی اور گنوار آدمی ہے اور دین کی باتوں میں دخل دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ فلاں کو مالِ غنیمت سے حصہ نہ دیا جائے۔

حضرت ابوہریرہ کا حضرت ابان کو ''ابن قوقل'' کے قتل کا طعنہ دینا اور اس کی ایک نظیر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابان کو طعنہ دیا تھا کہ انہوں نے ابن قوقل کو قتل کیا ہے' یہ ایسا ہی طعنہ ہے جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیا تھا کہ آپ نے شجرِ ممنوع سے کھایا اور اس کے نتیجے میں ان کو جنت سے نکالا گیا' اور ان کا یہ طعن درست نہ تھا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام اس پر توبہ کر چکے تھے' چونکہ حضرت ابان حضرت ابن قوقل کو قتل کرنے کے بعد توبہ کر چکے تھے اور توبہ سابقہ گناہ کو مٹا دیتی ہے اور انہوں نے جو ابن قوقل کو قتل کیا تو اس وجہ سے ابن قوقل کو شہادت حاصل ہوئی اور اس قتل کی وجہ سے ان کو عزت اور کرامت ملی اور حضرت سعید بن ابان اسلام لائے اور نیک کام کیے اور پھر وہ شہید ہوئے اور ان کو بھی جنت ملی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابان نے جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جواب دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملامت نہیں کی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد جو شخص جہاد میں شریک ہوا اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالنے میں فقہاء کا اختلاف

اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص جہاد میں اس وقت جا کر ملے جب جہاد مکمل ہو چکا ہو اور مالِ غنیمت تقسیم کیا جا چکا ہو تو آیا اس شخص کو اس جہاد کے مالِ غنیمت سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ جمہور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اس شخص کو مالِ غنیمت سے حصہ نہیں دیا جائے گا' کیونکہ حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے حضرت ابوہریرہ کو حصہ دیا ہو' اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص جہاد میں قوم کے امیر کے کسی کام کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا ہو تو اس کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا جائے گا' جیسا کہ حضرت

Marfat.com

عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی تیمارداری میں مشغول تھے اس وجہ سے وہ غزوۂ بدر کی جنگ میں شریک نہیں ہوئے پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت سے ان کا حصہ نکالا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۷۔۱۷۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۹ - بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ عَلَى الصَّوْمِ — جو شخص جہاد کو روزے پر ترجیح دے

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص جہاد میں شریک ہونے کے لیے روزہ نہ رکھے تاکہ اس کے بدن میں جہاد کے لیے قوت اور توانائی برقرار رہے اور روزہ رکھنے سے اس کی طاقت میں کمی نہ ہو تو ایسے مجاہد کے لیے بھی روزے کا اجر لکھا جاتا ہے۔

۲۸۲۸ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ لَا يَصُوْمُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَجْلِ الْغَزْوِ فَلَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ اَرَهٗ مُفْطِرًا اِلَّا يَوْمَ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰى۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبۃ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ثابت البنانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جہاد کرنے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے تھے پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے ان کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں کے سوا روزہ چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت ابوطلحہ کا تذکرہ

حضرت ابوطلحہ حضرت انس کی والدہ کے شوہر ہیں ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے۔ حضرت ابوطلحہ جو جہاد کے لیے روزہ چھوڑ دیتے تھے اس کی وجہ درج ذیل حدیث پر عمل کرنا ہے۔

ابوبکر بن عبد الرحمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال میں لوگوں کو سفر میں روزہ چھوڑنے کا حکم دیا اور فرمایا: تم اپنے دشمن کے لیے طاقت حاصل کرو۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور ابوبکر نے کہا: جس نے مجھے حدیث بیان کی ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیاس یا گرمی کی شدت سے مقامِ عرج میں اپنے سر پر پانی ڈال رہے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ لوگوں کے ایک گروہ نے اس وقت روزہ رکھ لیا جب آپ نے روزہ رکھا تھا انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام کدید پر پہنچے تو آپ نے ایک پیالے میں پانی منگوایا پس پانی پی لیا پھر لوگوں نے بھی روزہ چھوڑ دیا۔ (موطأ امام مالک: ۶۶۷۔ ج ۱ ص ۱۷۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ)

نوٹ: سفر میں روزہ چھوڑنے کے متعلق ان کتابوں میں بھی حدیث ہے: صحیح مسلم: ۲۶۰۵ سنن ترمذی: ۷۱۰ سنن نسائی: ۲۲۶۲۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے مسلسل روزے رکھنے کا سبب

حضرت ابوطلحہ جہاد میں شہسوار تھے اور بہت جدوجہد کرتے تھے اسی لیے وہ دشمن کے خلاف طاقت برقرار رکھنے کے لیے روزہ چھوڑ دیتے تھے اور یہ حدیث جہاد کے سوا باقی نفل اعمال پر جہاد کی فضیلت کی دلیل ہے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور اسلام قوی ہو گیا اور دشمنانِ اسلام پر مسلمانوں کی گرفت مضبوط ہو گئی تو اس وقت انہوں نے مناسب یہ سمجھا کہ اب وہ روزے رکھنے میں اپنا حصہ نکالیں تاکہ ان کے لیے یہ دونوں عظیم عبادتیں جمع ہو جائیں اور قیامت کے دن وہ باب ریان سے جنت میں داخل،

Marfat.com

ہوں۔ حضرت انس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوطلحہ کو عیدین کے سوا روزہ چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے عیدین کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور ایام تشریق میں روزے رکھنے کی ممانعت بھی اس میں داخل ہے۔

نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے مسلسل روزے رکھنے کی مدت

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ کی وفات کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے اور وہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے سوا کوئی روزہ نہیں چھوڑتے تھے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حاکم پر دو اعتراض ہیں' اوّل یہ ہے کہ اصل حدیث صحیح البخاری میں موجود ہے' لہٰذا حاکم کا استدراک صحیح نہیں ہے (کیونکہ حاکم نے مستدرک میں ان احادیث کو جمع کیا ہے جو کسی باب کے تحت امام بخاری سے درج کرنے سے رہ گئی ہوں)۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حاکم نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے زندہ رہنے کی جو مدت بیان کی ہے وہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابوطلحہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد صرف تئیس (۲۳) یا چوبیس (۲۴) سال زندہ رہے تھے' اور بعض علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ حاکم نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے زندہ رہنے کی جو مدت بیان کی ہے وہ غلط ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) غلط کی تصریح یہ جائے خود غلط ہے' کیونکہ ابوعمر نے بیان کیا ہے کہ ابوزرعہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوطلحہ' نبی ﷺ کی وفات کے بعد شام میں چالیس (۴۰) سال زندہ رہے اور لگاتار روزے رکھتے رہے اور ابوزرعہ نے کہا: میں نے ابونعیم سے سنا' انہوں نے از حماد بن سلمہ از حضرت انس یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوطلحہ' نبی ﷺ کے بعد چالیس سال تک مسلسل روزے رکھتے رہے۔

٣٠ - بَابُ الشَّهَادَةِ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ

جہاد میں مقتول ہونے کے علاوہ شہادت کی سات اقسام ہیں

حکمی شہداء کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ شہادت کی سات اقسام ہیں:

(۱) حضرت جابر بن عتیک نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے کے سوا شہادت کی سات اقسام ہیں: (۱) طاعون میں مرنے والا شہید ہے (۲) ڈوب کر مرنے والا شہید ہے (۳) نمونیہ میں مرنے والا شہید ہے (۴) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے (۵) جل کر مرنے والا شہید ہے (۶) دب کر مرنے والا شہید ہے (۷) جو عورت بچہ کی ولادت میں مر جائے' وہ شہید ہے' یہ حدیث الموطأ میں ہے۔

(موطأ امام مالک: ۵۶۳۔ ج۱ص ۲۱۸' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

(۲) اس باب کی حدیث میں ہے کہ شہداء پانچ ہیں اور ان کا تذکرہ عنقریب صحیح البخاری: ۲۸۲۹ میں آئے گا۔

(۳) امام ترمذی نے حضرت فضالہ بن عبید سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شہداء چار ہیں' ایک وہ شخص جس کا عمدہ ایمان ہو' اس کا دشمن سے مقابلہ ہو سو وہ اللہ کی تصدیق کرے حتیٰ کہ قتل کر دیا جائے' پس یہ وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن لوگ اس کی طرف اس طرح نظر اٹھا کر دیکھیں گے' آپ نے اپنا سر اٹھایا حتیٰ کہ آپ کی ٹوپی گر گئی۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے پتا نہیں

Marfat.com

حضرت عمر نے اپنی ٹوپی کا ارادہ کیا تھا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ دوسرا شخص وہ ہے جس کا عمدہ ایمان ہو اس کا دشمن سے مقابلہ ہو اس کو ایک نامعلوم تیر آ کر لگے جو اس کو ہلاک کر دے وہ دوسرے درجہ میں ہے انہوں نے کہا کہ تیسرا وہ شخص ہے جس کے اچھے اور برے اعمال ملے جلے ہیں اس نے اللہ کی تصدیق کی حتیٰ کہ وہ قتل کر دیا گیا پس یہ تیسرے درجہ میں ہے انہوں نے بیان کیا: چوتھا وہ مؤمن ہے جس نے اپنی جان پر بہت اسراف کیا اس کا دشمن سے مقابلہ ہوا تو اس نے اللہ کی تصدیق کی حتیٰ کہ وہ شہید کر دیا گیا سو یہ چوتھے درجہ میں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۶۴۴ مسند احمد ج ۱ ص ۲۲)

اس مقام پر اور بھی صحیح احادیث ہیں:

(۴) جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۸۰ صحیح مسلم: ۱۴۱ سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲ سنن ترمذی: ۱۴۱۸ سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۰ مسند احمد ج ۱ ص ۷۹ سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۶۵)

(۵) جو اپنی بیوی کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۲۱ سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲ سنن نسائی: ۴۱۰۱)

(۶) جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۲۱ سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲ سنن نسائی: ۴۱۰۱)

(۷) جس کو اس کے گھوڑے نے گرا کر ہلاک کر دیا جس کو کسی زہریلے جانور نے ڈنک مارا اور جو اپنے بستر پر طبعی موت سے مر گیا وہ شہید ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۹۹)

(۸) جس کو بادشاہ نے ظلماً قید میں رکھا اس پر ضرب لگائی پس وہ مر گیا تو وہ شہید ہے۔ (اس حدیث کا حوالہ مجھے نہیں مل سکا)

(۹) ہر وہ موت جس میں کوئی مسلمان مر جائے تو وہ شہید ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج ۵ ص ۲۶۹ مکتبہ اسلامی بیروت)

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سرحد کی حفاظت کرنے والا خواہ اپنے بستر پر مرے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے اور شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۳۱۸)

(۱۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو پہاڑ سے گر کر مر جائے وہ شہید ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۶۹ مکتبہ اسلامی بیروت)

(۱۲) حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ مسافر شہید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱)

(۱۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جو بیماری میں مر جائے وہ شہید ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۱۵)

(۱۴) حضرت عبادہ بن الصامت نے بیان کیا کہ جس کو کسی سے عشق ہو گیا اور اس نے گناہ نہیں کیا اور اس نے اپنے عشق کو چھپایا اور مر گیا تو وہ شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۲)

(۱۵) حضرت معقل بن یسار نے بیان کیا جس نے صبح اٹھ کر تین مرتبہ یہ پڑھا: "اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم" اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھیں تو اگر وہ اس دن مر گیا تو وہ شہید ہے۔ (شعب الایمان: ۲۵۰۱ الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۳۱۸)

(۱۶) آجری کی روایت میں ہے: اے انس! اگر تم ہمیشہ باوضوء رہ سکتے ہو تو ایسا کرو کیونکہ ملک الموت جب کسی بندہ کی روح قبض کرے اور وہ باوضوء ہو تو اس کو شہید لکھا جاتا ہے۔ (التذکرۃ فی أمور الآخرۃ ص ۱۸۲)

(۱۷) ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جس نے چاشت کی نماز پڑھی اور ہر ماہ تین روزے رکھے اور وتر کو ترک نہیں کیا تو وہ شہید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۱ الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۴۰۷ کنز العمال: ۲۱۵۱۵)

(۱۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوا اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور وہ

Marfat.com

قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر ہوگی۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۶' کنز العمال: ۲۱۰۸۳)

(۱۹) ابوموسیٰ نے بیان کیا: جو شخص تپ دق میں فوت ہوا یا سفر میں فوت ہوا' وہ شہید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱)

(۲۰) حضرت انس نے بیان کیا کہ جو شخص بخار میں فوت ہوا' وہ شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۶)

(۲۱) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جو شخص طلب علم میں فوت ہوا' وہ شہید ہے۔ (مسند البزار: ۱۳۸' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۴)

(۲۲) حضرت ابومالک اشعری سے روایت ہے کہ جو شخص جہاد کے لیے نکلا' وہ شہید ہے۔ (اتحاف ج ۶ ص ۲۳۷)

علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۹۔۱۷۸ میں بائیس احادیث ذکر کی ہیں' میں نے ایک حدیث کے سوا ان تمام احادیث کی تخریج کر دی ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان میں سے بعض احادیث کا ذکر کیا ہے لیکن ہم نے صرف علامہ عینی کی ذکر کردہ احادیث کی تخریج کی ہے۔

علامہ سیوطی نے شہادت کی تیس قسمیں بیان کی ہیں' علامہ شامی نے تینتالیس (۴۳) قسمیں بیان کی ہیں اور ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۹۴۵۔۹۳۵ میں مستند احادیث کے حوالہ جات کے ساتھ پینتالیس (۴۵) احادیث ذکر کی ہیں' پھر ہم نے تبیان القرآن میں مزید اضافہ کر کے کل اکیاون اقسام لکھ دی ہیں اور ان سب کے ثبوت میں احادیث ذکر کی ہیں اور یہ ہماری منفرد کوشش ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی انعام ہے۔ دیکھئے: تبیان القرآن۔ آل عمران: ۱۶۹۔ ج ۲ ص ۴۶۷۔ ۴۶۳۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں شہداء کی تعداد چالیس کے قریب پہنچتی ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن احادیث میں کسی عدد معین کی تصریح کی گئی ہے مثلاً شہداء تین ہیں' بعض احادیث میں ہے کہ شہداء پانچ ہیں اور بعض میں ہے کہ شہداء سات ہیں تو ان میں موافقت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عدد کی تصریح اس سے زیادہ عدد کے منافی نہیں ہوتی' مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میرے پاس دس روپے ہیں تو وہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس کے پاس سو روپے ہوں۔

۲۸۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ الْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شہداء پانچ ہیں: جو طاعون میں مر گیا ہو' جو پیٹ کی بیماری میں مر گیا ہو' جو ڈوب کر مرا ہو' جو کسی چیز کے نیچے دب کر مرا ہو اور جو اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۵۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے عدم مطابقت کا اعتراض' علامہ عینی کا جواب اور اس پر مصنف کی تنقید

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ بالکل مطابقت نہیں ہے کیونکہ باب کے عنوان میں مذکور ہے: شہداء سات ہیں' اور اس حدیث میں مذکور ہے: شہداء پانچ ہیں' اور یہ اس کی دلیل ہے کہ امام بخاری فوت ہو گئے اور وہ اس کتاب پر نظر ثانی نہیں کر سکے' اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ شہداء سات ہیں' وہ حضرت جابر بن عتیک سے مروی ہے' یہ حدیث موطأ امام مالک: ۵۶۳ میں مذکور ہے۔ (ہم اس حدیث کو اس باب کی تشریح میں ذکر کر چکے ہیں) (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں یہ کہا ہے کہ شہداء سات ہیں اور اس میں یہ تنبیہ کی ہے کہ شہید صرف وہ نہیں ہے جو میدانِ جہاد میں قتل کیا جائے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی شہداء کی اقسام ہیں' پھر وہ حدیث ذکر کی کہ جس میں یہ ارشاد ہے کہ شہداء پانچ ہیں اور اس سے یہ تنبیہ کی کہ جن احادیث میں شہداء کی اقسام کا عدد بیان کیا ہے' ان میں امام بخاری کے نزدیک صحیح اور ان کی شرط کے مطابق صرف وہ حدیث ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ شہداء کی پانچ اقسام ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس بناء پر اگر امام بخاری باب کا عنوان یہ لکھتے کہ شہداء پانچ ہیں' تو دونوں مطلوب حاصل ہو جاتے' یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ شہداء صرف وہ نہیں ہیں جو میدانِ جہاد میں قتل کیے جائیں اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ اس مسئلہ میں امام بخاری کے نزدیک صحیح حدیث صرف وہ ہے جس میں پانچ شہداء کا ذکر ہے اور باب کے عنوان میں اور حدیث میں مطابقت بھی حاصل ہو جاتی اور علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض وارد نہ ہوتا کہ اس باب کے عنوان میں اور اس میں ذکر کردہ حدیث کے درمیان کوئی مطابقت نہیں ہے۔

مقتول فی سبیل اللہ کو شہید کہنے کی وجوہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں شہید کا ذکر ہے' جو شخص میدانِ جہاد میں قتل کر دیا جائے' اس کا نام شہید رکھنے میں اختلاف ہے۔ علامہ النضر بن شمیل نے کہا ہے: اس کو شہید اس لیے کہتے ہی کہ وہ زندہ ہے' گویا اس کی روح شاہد ہے یعنی حاضر ہے' اور ابن الانباری نے کہا ہے کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے اس کے لیے جنت کی شہادت دیتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ جیسے ہی شہید کی روح اس کے بدن سے نکلتی ہے' وہ عزت و کرامت کی ان تمام چیزوں پر حاضر ہو جاتی ہے جو اس کے لیے تیار کی گئی ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کی روح دوزخ سے امان پانے پر حاضر ہو جاتی ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس کے شہید ہونے پر ایک گواہ ہوتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی موت کے وقت اس کے پاس صرف رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن صرف وہی رسولوں کی تبلیغ کی شہادت دے گا' اور ایک قول یہ ہے کہ فرشتے اس کے حسن خاتمہ کی شہادت دیتے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ انبیاء اس کی حسن اتباع کی شہادت دیں گے' اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ عزوجل اس کی حسن نیت اور اس کے اخلاص کی شہادت دے گا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ موت کے وقت فرشتوں کا مشاہدہ کرتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ دار دنیا اور دار آخرت میں ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو دوزخ کے عذاب سے امان کی شہادت دی جاتی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس پر ایسی علامت ہوتی ہے جو اس کی نجات کی شہادت دیتی ہے۔ (فتح الباری ج ۱۴ ص ۲۶۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۲۸۳۰ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِّكُلِّ مُسْلِمٍ.

[طرف الحدیث: ۵۷۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی از حفصہ بنت سیرین از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔

Marfat.com

طاعون کی قدیم تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی التوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

طاعون ایک عام وبائی مرض ہے اس کے جراثیم فضا میں پھیل جاتے ہیں اور اس سے لوگوں کے مزاج اور بدن متاثر ہو جاتے ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے جو تم سے پہلی امتوں پر بھیجا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

طاعون کی جدید تعریف اور طریقہ علاج

ڈاکٹر کیپٹن اختر ایف آر سی ایس (لندن) لکھتے ہیں:

انگریزی میں طاعون کو "پلیگ" کہتے ہیں پلیگ ایک گرام نیگٹیو بیکٹیریا وائی پسٹس کی وجہ سے ہوتی ہے جو کہ جنگلی چوہوں سے گھریلو چوہوں میں منتقل ہوتا ہے۔ جب ان چوہوں کی تعداد کم ہونے لگتی ہے تو ان کو کاٹنے والی مکھیاں انسانوں کو کاٹ کر بیماری پھیلانے کا باعث بنتی ہیں کبھی کبھی یہ متاثرہ شخص کا یا خانہ جلد کے ساتھ لگ جانے اور سانس کے بخارات کے ذریعے سے بھی پھیلتی ہے اس کی چار قسمیں اب تک معلوم ہو چکی ہیں: بوبونک نمونک سیپٹسمک اور کوٹینیسیس (جلدی)۔

(۱) بوبونک پلیگ: یہ سب سے عام قسم ہے اور نوے فیصد متاثرہ لوگوں کو یہی ہوتی ہے یہ انفیکشن لگنے کے ایک ہفتے کے بعد شدت سے ظاہر ہوتی ہے اور شدید بخار ہوتا ہے سردی لگتی ہے سر میں درد اور جسم میں درد اور متلی ہوتی ہے اور الٹی بھی آتی ہے شدید کمزوری اور نقاہت ہوتی ہے اس کے بعد بغل میں درد ہوتا ہے خاص طور پر رانوں کے جوڑوں میں سخت گٹھلیاں بن جاتی ہیں ایک سے دو ہفتے میں ان سے پیپ نکلنی شروع ہو جاتی ہے اور آنتوں میں یا پھیپھڑوں اور پیشاب کے راستے میں خون بھی آ سکتا ہے سننے کی قوت کم ہو جاتی ہے آواز بھرا جاتی ہے زبان سوج جاتی ہے اور سفید اور خشک ہو جاتی ہے زہر پھیل جانے پر مریض گھبرایا ہوا نظر آتا ہے۔

(۲) نمونک پلیگ: اس طاعون میں اچانک سخت نمونیا خون والی بلغم اور سانس کی تنگی ہو جاتی ہے اور رنگ نیلا پڑ جاتا ہے اور اس میں مبتلا تقریباً تمام متاثرہ مریض چل بستے ہیں۔

(۳) سیپٹسمک پلیگ: اس طاعون میں شدید انفیکشن ہوتی ہے اور نالیوں میں خون جم جاتا ہے اور مریض شاک میں چلا جاتا ہے اگر علاج نہ ہو تو ۲ سے ۵ دن میں موت واقع ہو جاتی ہے اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ جسم میں گٹھلیاں بھی بنیں۔

(۴) کوٹینیسیس پلیگ: اس طاعون میں جلد پر دانے نکل آتے ہیں یا پسینے کے غدود یا بالوں کی جڑوں میں پیپ پڑ جاتی ہے یا جلد اس طرح ہو جاتی ہے جیسے جل گئی ہو یا سارے جسم پر نیلے دھبے پڑ جاتے ہیں جو کہ گل جاتے ہیں یا گینگرین ہو جاتا ہے۔

تشخیص: لمف نوڈ کے مواد خون کے کلچر اور بلغم کے معائنے میں جراثیم کی موجودگی سے ہوتی ہے اور علاج کلچر کی رپورٹ آنے سے پہلے شروع ہو جانا چاہیے۔

علاج: ۵ دن کے لیے ہر چھ گھنٹے بعد (سٹرپٹو مائیسن ۵۰۰ ملی گرام) Streptomycine. 500mg کے ٹیکے لگائے جائیں اور ہر چھ گھنٹے بعد چودہ دن تک (ٹیٹرا سائیقلین کیپسول) Tetracycline. cap کھلائے جائیں۔

(ایلوپیتھک پریکٹس آف میڈیسن ص ۱۹۵۔ ۱۹۴ منہاس پبلشرز ۱۹۹۵ء)

Marfat.com

٣١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَّكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء: ٩٥_٩٦).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں' اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والے مجاہدوں کو اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر درجہ میں فضیلت دی ہے' اور سب سے اللہ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت دی ہے' یہ آیت ''غفوراً رحیماًO'' تک ہے۔ (النساء: ٩٦_٩٥)

آیاتِ مذکورہ کا شانِ نزول

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں' سفر میں سختیاں اور بھوک اور پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ میں زخم کھاتے ہیں' ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے جو بغیر کسی جسمانی عذر کے جہاد کے لیے نہیں نکلتے اور اپنی جان اور مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' حدیث میں ہے:

حضرت البراء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ جب النساء: ٩٥ نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمرو' ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' وہ نابینا تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں! آپ مجھے جہاد کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''غیر اولی الضرر'' یعنی جن کو کوئی ضرر اور عذر نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ٤٥٩٤' صحیح مسلم: ١٨٩٨' سنن ترمذی: ٣٠٣٢)

اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو مسلمان جہاد میں شامل ہونے کی نیت رکھتے ہوں لیکن جسمانی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکیں' وہ اجر و ثواب میں مجاہدین کے برابر ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بلا عذر جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں کے متعلق فرمایا ہے: وہ مجاہدوں کے برابر نہیں ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ عذر والے مجاہدین کے برابر ہیں' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غزوہ میں فرمایا: ہم مدینہ میں کچھ مسلمانوں کو چھوڑ آئے ہیں اور ہم نے جب بھی کسی گھاٹی یا وادی کو عبور کیا ہے تو وہ ہمارے ساتھ تھے' وہ عذر کی وجہ سے نہیں جا سکے تھے۔ (صحیح البخاری: ٢٨٣٩)

٢٨٣١ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النساء: ٩٥) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا فَجَاءَ بِكِتَابٍ فَكَتَبَهَا وَشَكَا ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ ضَرَارَتَهٗ فَنَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ﴾ (النساء: ٩٥).

[اطراف الحدیث: ٤٥٩٣_٤٥٩٤_٤٩٩٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: جہاد سے بیٹھ رہنے والے مسلمان ان کے برابر نہیں ہیں (النساء: ٩٥) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا تو وہ ایک چوڑی ہڈی لے کر آئے اور اس آیت کو لکھا اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے جب اپنے نابینا ہونے کی شکایت کی تو یہ آیت اس طرح نازل ہوئی: بلا ضرر جہاد سے بیٹھ

Marfat.com

رہنے والے مسلمان ان کے برابر نہیں ہیں۔

حدیث مذکور میں بعض مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''کتف'' کا ذکر ہے' یہ ایک چوڑی ہڈی ہے جو انسان اور چوپایوں کے شانے میں ہوتی ہے' چونکہ اس زمانے میں کاغذ کم ہوتے تھے' اس لیے لوگ چوڑی ہڈی پر لکھ لیا کرتے تھے۔

اس حدیث میں ابن اُم مکتوم کا ذکر ہے' ان کا نام عمرو بن قیس العامری ہے اور ان کی ماں کا نام عاتکۃ المخزومیۃ ہے' ان کا ضرر یہ تھا کہ یہ نابینا تھے' اس حدیث میں کاتب کو رکھنے اور اس سے لکھوانے کا ثبوت ہے' اور یہ ثبوت ہے کہ علم کی باتوں کو لکھ کر مقید کرنا چاہیے۔کہا جاتا ہے: ''العلم صیدٌ و الکتابة قید'' یعنی علم ایک بھاگنے والا شکار ہے اور اس کو لکھنے کی زنجیر سے باندھ دیا جائے۔

٢٨٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَاَخْبَرَنَا اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْلٰى عَلَيْهِ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (النساء:٩٥) قَالَ فَجَاءَهٗ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُّ وَكَانَ رَجُلًا اَعْمٰى فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ﴾ (النساء:٩٥). [طرف الحدیث: ٤٥٩٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن السعد الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صالح بن کیسان نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سہل بن سعد الساعدی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مروان بن الحکم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' میں ان کے پاس گیا حتیٰ کہ میں ان کے پہلو میں بیٹھ گیا تو انہوں نے ہمیں خبر دی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ آیت لکھوائی: جہاد سے بیٹھنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں' (النساء:٩٥) انہوں نے بتایا کہ پھر آپ کے پاس حضرت ابن ام مکتوم آئے اور اس وقت آپ مجھے یہ آیت لکھوا رہے تھے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں جہاد کی استطاعت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا' اور وہ نابینا شخص تھے' تب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی' اور اس وقت آپ کی ران میری ران کے اوپر تھی' تو مجھے آپ کی ران اتنی بھاری لگی کہ لگتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی (نزولِ وحی کے ثقل سے)' پھر آپ سے (نزولِ وحی کی) کیفیت دور ہوگئی تو اللہ عزوجل نے یہ الفاظ نازل فرمائے: سوا اصحابِ ضرر کے۔ (النساء:٩٥)

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کے اکثر رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے' اس حدیث میں مروان ابن الحکم کا ذکر ہے' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ کا امیر اور گورنر تھا اور اس حدیث میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' آپ صحابی ہیں اور مروان سے روایت کرتے ہیں اور وہ تابعی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٨٣)

Marfat.com

حضرت جبریل امین کا سرعت کے ساتھ "غیر اولی الضرر" کے الفاظ کو لے کر نازل ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران حضرت زید بن ثابت کی ران پر تھی اور وہ بیان کرتے ہیں کہ وحی کے ثقل سے لگتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی۔

ابن التین نے کہا ہے کہ جب "غیر اولی الضرر" کے الفاظ نازل ہوئے تو حضرت جبریل ایک ہزار سال کی مسافت کو طے کر کے آسمان پر چڑھے اور پھر واپس آئے اور یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلم کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی' اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل آسمان سے وحی حاصل کرتے ہوں اور واقع میں اسی طرح ہوا کیونکہ قرآن مجید تمام یک بارگی لیلۃ القدر میں نازل ہوا' پھر وقفے وقفے سے حسب حال متفرق طور پر نازل ہوتا رہا۔

جو شخص کسی عذر کی وجہ سے اپنے معمول کی عبادت نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی وجہ سے اس عبادت کا اجر عطاء فرماتا رہتا ہے

حضرت ابن ام مکتوم اپنے نابینا ہونے کے عذر کی وجہ سے جہاد میں شامل نہ ہو سکے تو ان کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کا اجر عطاء فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی عذر کی وجہ سے جہاد یا کوئی اور نیک کام نہ کر سکے اور اس کی نیت اس نیک کام کو کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر عطا فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب عذر کو مستثنیٰ فرمایا ہے اور ان کو بھی ان سے ملا دیا ہے جن کو جہاد کی فضیلت حاصل ہو گی' اور ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مدینے میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے عذر کی وجہ سے ہمارے ساتھ نہیں جا سکے مگر ہم جس وادی یا جس گھاٹی میں بھی گئے' وہ ہمارے ساتھ تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۸۳۹)

اسی طرح اگر کوئی شخص صحت کے زمانے میں کوئی نیک عمل کرتا ہو' پھر بیماری میں وہ اس نیک کام کو نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اس نیک کام کا اجر عطا فرماتا ہے' اسی طرح جو آدمی اپنی معمول کی عبادت نیند کے غلبے کی وجہ سے نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ اسے اس عبادت کا اجر عطا فرماتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے' اسی طرح اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور وہ سفر کی وجہ سے ان عبادات کو نہ کر سکے جو وہ حضر میں کرتا تھا تو اسے بھی اللہ تعالیٰ ان عبادات کا اجر عطا فرماتا ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دن میں جو عمل کرتا ہے' اس پر وہ عمل ختم ہوتا ہے' پس جب مؤمن بیمار ہو جائے تو فرشتے کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے اپنے فلاں بندے کو محبوس کر لیا تو رب عزوجل فرماتا ہے: اس کے لیے اسی عمل کی مثل کو ختم کرو حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے یا فوت ہو جائے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۶' المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۸۴' شرح السنۃ: ۱۴۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے بدن کی کسی بیماری میں مبتلا کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو حکم دیتا ہے جو اس کے اعمال لکھتے ہیں کہ ہر روز میرے اس بندے کے لیے ان نیک اعمال کو لکھتے رہو جو وہ اس بیماری سے پہلے کرتا تھا جب تک وہ اس بیماری میں مبتلا رہے۔

اس حدیث کو امام احمد' امام بزار اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور مسند احمد کے رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۴)

Marfat.com

علامہ عینی نے اس مطلوب پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍO(التین:٦)

مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا ثواب ہےO

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی ان کا اجر کسی زمانے میں منقطع نہیں ہوگا خواہ وہ بوڑھا ہو یا کمزور ہو' کیونکہ انسان اپنی نیت کی وجہ سے عامل کا اجر پاتا ہے' جب وہ اس عمل کو نہ کر سکے جس کی اس نے نیت کی ہو۔

(عمدۃ القاری ج۱۴ص ۱۸۳' مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے استدلال پر مصنف کا اعتراض

میں کہتا ہوں کہ مذکور الصدر آیت سے علامہ عینی کا استدلال مخدوش ہے کیونکہ ان کا مطلوب یہ ہے کہ جو شخص کسی عذر کی وجہ سے نیت کے باوجود اس عمل کو نہ کر سکے جو اس کا معمول تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی وجہ سے اس کو اجر عطا فرماتا ہے اور اس آیت میں اس پر دلالت نہیں ہے' کیونکہ اس سے پہلے یہ ذکر نہیں ہے کہ اگر کوئی بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے کوئی نیک عمل نہ کر سکے تو اسے اس نیک عمل کا اجر ملے گا بلکہ یہاں پر مطلقاً ایمان والوں کا اور نیک عمل والوں کا ذکر ہے۔

٣٢- بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الْقِتَالِ — قتال کے وقت صبر کی فضیلت

اس باب میں کفار کے ساتھ قتال کے وقت صبر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

٢٨٣٣- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ اَبِى النَّضْرِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِىْ اَوْفٰى كَتَبَ فَقَرَاْتُهُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم ابی النضر' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے (مکتوب) لکھا' پس میں نے اس کو پڑھا (تو اس میں یہ لکھا تھا): بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارا ان سے مقابلہ ہو تو صبر کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨١٨ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں جو صبر کرنے کا حکم ہے' ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ جب قتال کا ارادہ کرو تو صبر کرو یعنی اس میں ثابت قدم رہو یا پھر جب قتال شروع کرو تو ثابت قدم رہو' یا جس حال میں قتال کر رہے ہو اس میں ثابت قدم رہو۔

٣٣- بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الْقِتَالِ — قتال پر برانگیختہ کرنا اور اُبھارنا

یعنی اس باب میں قتل پر ابھارنے کا بیان ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ (الانفال:٦٥).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور مؤمنین کو قتال پر برانگیختہ کیجئے۔ (الانفال:٦٥)

Marfat.com

جب کفار مسلمانوں کے مقابلے میں دگنے ہوں تو پھر مسلمانوں کا ان سے مقابلہ کرنا واجب ہے

اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے اس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ جب کفار کے خلاف قتال کی صفیں بنواتے اور دشمن کا سامنا کرتے تو ان کو جہاد پر ابھارتے تھے اسی وجہ سے غزوۂ بدر کے دن جب مشرکین اپنے کثیر عدد کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس جنت کی طرف کھڑے ہو جاؤ جس کی چوڑائی تمام آسمان اور زمین ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت یعنی الانفال: ٦٥ نازل ہوئی تو مسلمانوں کو یہ آیت بہت بھاری لگی اور ان کے لیے یہ حکم دشوار ہوا کہ بیس آدمی دو سو سے قتال کریں اور سو آدمی ہزار سے قتال کریں' جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے کہ پہلے ایک کا مقابلہ دس سے کرنے کا حکم دیا' پھر جب مسلمانوں کو یہ حکم دشوار لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف کر دی اور ایک کا مقابلہ دو سے کرنے کا حکم دیا اور اس کی تفصیل ان آیات میں ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ○ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (الانفال: ٦٥-٦٦)

اے نبی (مکرم)! مؤمنین کو قتال پر برانگیختہ کیجئے' اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آ جائیں گے' کیونکہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے ○ اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے اور اسے معلوم ہے کہ تم میں کمزوری ہے' پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو (کافروں) پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ اللہ کے اذن سے دو ہزار (کافروں) پر غالب آ جائیں گے' اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○

پس جب مسلمان دشمن کے مقابلہ میں اتنی تعداد میں ہوتے جس تعداد کا اس آیت میں ذکر ہے یعنی بیس کافروں کے مقابلہ میں دس مسلمان ہوتے تو ان کے لیے دشمن سے بھاگنا جائز نہ تھا اور جب مسلمان اس سے کم تعداد میں ہوتے تو پھر ان کا دشمن سے مقابلہ کرنا واجب نہ تھا اور علی ابن ابی طلحہ العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے اور امام ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ مجاہد' عطاء' عکرمہ' حسن بن زید بن اسلم' عطاء خراسانی اور ضحاک وغیرہ سے اس کی مثل مروی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٨٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٨٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْخَنْدَقِ فَاِذَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ فِيْ غَدَاةٍ بَارِدَةٍ فَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ عَبِيْدٌ يَّعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَهُمْ فَلَمَّا رَاٰى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خندق کے لیے نکلے تو آپ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار سردی کی صبح میں خندق کھود رہے تھے' ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کے لیے یہ کام کرتے' پھر جب آپ نے ان میں تھکاوٹ

Marfat.com

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَةْ
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ
نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَابَقِيْنَا اَبَدًا

اور بھوک کو دیکھا تو فرمایا:
اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے
پس تو انصار اور مہاجرین کو بخش دینا
پھر مسلمانوں نے اس کے جواب میں کہا:
ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد کی بیعت کی ہے
جہاد پر ہمیشہ' جب تک ہم باقی رہیں

[اطراف الحدیث: ۲۸۳۵-۲۹۶۱-۳۷۹۵-۳۷۹۶-۴۰۹۹-۴۱۰۰-۶۴۱۳-۷۲۰۱] (صحیح مسلم: ۱۸۰۵' الرقم المسلسل: ۴۵۶۵' سنن ترمذی: ۳۸۵۷)

غزوۂ خندق کی تاریخ' آپ کا رجز یہ کلام پڑھنا اور خندق کھودنے کا اجر وثواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق' عروۃ بن الزبیر اور قتادہ نے تصریح کی ہے کہ غزوۂ خندق شوال پانچ ہجری میں ہوا تھا اور موسیٰ بن عقبہ نے از زہری بیان کیا ہے کہ غزوۂ خندق شوال چار ہجری میں ہوا تھا اور اسی طرح امام مالک بن انس نے کہا ہے' اس غزوہ کا سبب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ آپ سے جنگ کرنے کے لیے متعدد قبائل جمع ہو رہے ہیں تو آپ نے مدینہ کے سامنے کی جانب خندق کھودنے کا حکم دیا' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا' امام طبری اور علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ منوجہر بن ایرج وہ شخص تھا' جس نے سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں خندق کھودی تھی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ شعر کی صورت میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مذکور ہے' یہ آپ کا ارشاد نہیں ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کا قول ہے اور اگر یہ آپ کا قول بھی ہو تو اتنی مقدار پڑھنے سے آپ کا شاعر ہونا لازم نہیں آتا' آپ کا شاعر ہونا تب لازم آتا جب آپ فن شاعری کا قصد کرتے اور آپ کو اس کے سبب کا علم ہوتا اور اس کی شرائط کا' اور زحاف' خرم' قبض اور تمام اصطلاحات کا علم ہوتا۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس پر یہ اعتراض ہے کہ شعراء عرب ان میں سے کسی چیز کو نہیں جانتے تھے اور ان کو شاعر کہا جاتا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ کفار قریش آپ کو شاعر اس لیے کہتے تھے کہ ان کے نزدیک شعر میں خیالی اور جھوٹی باتیں کہی جاتی ہیں اور وہ یہ کہتے تھے کہ آپ نے جنت اور دوزخ کی جو تفصیلات بیان کی وہ سب معاذ اللہ خیال آفرینی اور جھوٹ ہے' وہ اس وجہ سے آپ کو شاعر کہتے تھے اور یہاں پر جو آپ نے کلام موزون میں اللہ تعالیٰ سے انصار اور مہاجرین کے لیے مغفرت کی دعا کی ہے' اس پر تو کفار قریش کے اعتبار سے بھی شعر کی تعریف صادق نہیں آئی۔

علامہ عینی اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ کی راہ میں خندق کھودنا' اپنے شہر کی حفاظت کرنا اور سرحدوں میں کفار کے دخول کو بند کرنا بھی جہاد ہے' اس پر وہی اجر ملتا ہے جو مہاجرین کا اجر ہوتا ہے اور ان پر خرچ کرنے کا اجر ایک سے لے کر سات سو درجے تک بڑھا دیا جاتا ہے اور مسلمانوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے رجز یہ کلام پڑھنا جائز ہے اور اس کو شعر کہنا درست نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٤ - بَابُ حَفْرِ الْخَنْدَقِ خندق کھودنا

اس باب میں مدینہ کے سامنے کی جانب (جہاں سے حملہ آور آ سکتے تھے) صحابہ کے خندق کھودنے کا ذکر ہے۔

۲۸۳۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان

Marfat.com

قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِينَةِ وَيَنْقُلُونَ التُّرَابَ عَلٰى مُتُونِهِمْ وَيَقُولُونَ...

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی ڈال کر منتقل کر رہے تھے اور یہ کلام پڑھ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا
عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِينَا أَبَدًا
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجِيبُهُمْ وَيَقُولُ
اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةْ
فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد کی بیعت کی
اسلام کے اوپر جب تک ہم ہمیشہ باقی رہیں
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب میں فرماتے تھے:
اے اللہ! خیر تو صرف آخرت کی خیر ہے
پس تو انصار اور مہاجرین میں برکت فرما!

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

٢٨٣٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ يَقُولُ لَوْ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا.

[اطراف الحدیث: ٢٨٣٧ـ ٣٠٣٤ـ ٤١٠٤ـ ٤١٠٦ـ ٦٦٢٠ـ ٧٢٣٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احزاب کے دن مٹی منتقل کر رہے تھے اور یہ پڑھ رہے تھے: اے اللہ! اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔

(صحیح مسلم: ١٨٠٣، الرقم المسلسل: ٤٥٦٢، سنن ترمذی: ٣٨٥٧، مسند ابوداؤد الطیالسی: ٧١٢، الطبقات الکبری ج ٢ ص ٧١-٧٠، سنن داری: ٢٤٥٥، سنن کبری للنسائی: ٨٨٥٧، صحیح ابن حبان: ٤٥٣٥، سنن بیہقی ج ٧ ص ٤٣، دلائل النبوۃ ج ٣ ص ٤١٣، شرح السنۃ: ٣٧٩٢، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٥١٧، مشکل الآثار: ٣٣٢٥، مسند احمد ج ٤ ص ٢٨٥ طبع قدیم، مسند احمد: ١٨٥١٣ـ ج ٣٠ ص ٤٧٥، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

٢٨٣٧ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ يَنْقُلُ التُّرَابَ وَقَدْ وَارَى التُّرَابُ بَيَاضَ بَطْنِهِ وَهُوَ يَقُولُ:

لَوْ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ... وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلِ السَّكِينَةَ عَلَيْنَا ... وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ... إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احزاب کے دن مٹی منتقل کر رہے تھے مٹی نے آپ کے پیٹ کی سفیدی کو چھپا دیا تھا اور آپ یہ پڑھ رہے تھے:

اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے
اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے
پس تو ہم پر سکون نازل فرما
اور اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ

Marfat.com

بے شک ان لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے
جب انہوں نے فتنہ (میں ڈالنے کا) ارادہ کیا تو ہم نے انکار کیا

حدیث مذکور کے بعض الفاظ کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جنگ احزاب کا ذکر ہے'احزاب' حزب کی جمع ہے' حزب کا معنی ہے: لوگوں کی جماعت' چونکہ اس جنگ میں کفار کی متعدد جماعتوں نے مل کر مدینہ پر حملہ کیا تھا' اس لیے اس کو جنگ احزاب کہتے ہیں اور چونکہ اس جنگ میں مدینہ کے سامنے کفار کے راستہ میں خندق کھودی گئی تھی' اس لیے اس کو جنگ خندق بھی کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٥ - بَابُ مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ — جو شخص کسی عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکا

اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے عذر کا ذکر کیا ہے' عذر اس وصف کو کہتے ہیں جو مکلف پر طاری ہو اور وہ وصف اس مکلف پر سہولت اور آسانی کا تقاضا کرے۔ صاحب عذر کا حکم یہ ہے کہ اس کو بھی جہاد کرنے والے کا اجر ملتا ہے۔

٢٨٣٨ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح).

[اطراف الحدیث: ۲۸۳۹-۴۴۲۳] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ نے انہیں حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم غزوۂ تبوک سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ واپس آئے۔ ح

٢٨٣٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزَاةٍ فَقَالَ اِنَّ اَقْوَامًا بِالْمَدِيْنَةِ خَلْفَنَا مَاسَلَكْنَا شِعْبًا وَّلَا وَادِيًا اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا فِيْهِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ مُّوْسَى بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ الْاَوَّلُ اَصَحُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں' از حمید از حضرت انس رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ میں تھے' پس آپ نے فرمایا: کچھ لوگ ہمارے پیچھے مدینے میں (رہ گئے) ہیں' ہم جس گھاٹی یا جس وادی میں بھی گئے' وہ اس میں ہمارے ساتھ تھے' ان کو عذر نے روک لیا تھا' اور موسیٰ نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از حمید از موسیٰ بن انس از والد خود کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ پہلی سند زیادہ صحیح ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۲۸۳۸ میں گزری ہے' اور ان دونوں حدیثوں کی شرح یہاں کی جا رہی ہے۔ اس حدیث میں

- ''شِعب'' کالفظ ہے' یہ پہاڑی راستے کو کہتے ہیں جس کا معنی گھاٹی ہے اور ''شعب'' بڑے قبیلے کو بھی کہتے ہیں۔
- اس حدیث میں مذکور ہے: وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ یعنی وہ ثواب میں ہمارے شریک ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں ہے کہ ان کو عذر نے روک لیا۔ حضرت جابر کی روایت میں ہے: ان کو مرض نے روک لیا' جس کی وجہ سے وہ سفر نہ کر سکے اور یہی عموماً سفر نہ کرنے کا عذر ہوتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی عذر کی وجہ سے کوئی عبادت نہ کر سکے' اس کے لیے اس عبادت کا اجر لکھا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جس شخص کو نیند کا غلبہ تہجد کی نماز سے روک لے' اس کے لیے تہجد کی نماز کا اجر لکھا جاتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے۔

٣٦ - بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ — اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت

اس باب کے عنوان میں جو "اللہ کی راہ میں" کہا ہے' اس سے مراد جہاد ہے اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس سے مراد اللہ کی اطاعت ہے۔ یعنی جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے روزہ رکھے' اس کی فضیلت۔

٢٨٤٠ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّسُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ اَنَّهُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْنَ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید اور سہیل بن ابی صالح نے خبر دی' بے شک ان دونوں نے النعمان بن ابی عیاش سے سنا از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا' اس کے چہرہ کو اللہ دوزخ سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دے گا۔

(صحیح مسلم: ١١٥٣' الرقم المسلسل: ٢٦٠' سنن ترمذی: ١٦٢٣' سنن نسائی: ٢٢٤٥۔ ٢٢٤٤' سنن ابن ماجہ: ١٧١٧' صحیح ابن خزیمہ: ٢١١٣' مصنف عبدالرزاق: ٩٦٨٥' سنن بیہقی ج ٩ ص ١٧٣' سنن سعید ابن منصور: ٢٤٢٣' مسند ابویعلیٰ: ١٢٥٧' صحیح ابن حبان: ٣٤١٧' شرح السنۃ: ١٨١١' مسند احمد ج ٣ ص ٨٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٧٩٠۔ ج ١٨ ص ٣١٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

روزہ کا افضل الاعمال ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب متوفی ٤٣٥ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام نیک اعمال میں روزہ رکھنا سب سے افضل عمل ہے' سوائے اس صورت کے کہ روزہ رکھنے سے دشمن سے مقابلے کے وقت انسان کو کمزوری محسوس ہو' کیونکہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی غزوہ میں دشمن سے مقابلے سے چند دن پہلے فرمایا: تم اپنے دشمن سے مقابلے کے لیے قوت حاصل کرو۔ (موطأ امام مالک: ٦٦٧) سو ان کو روزہ چھوڑنے کا حکم دیا' کیونکہ روزہ دار کا جسم کمزور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اجسام کی فطری قوت غذا میں رکھی ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا: سب سے افضل روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑتے تھے اور دشمن سے مقابلے کے وقت فرار نہیں ہوتے تھے۔ (صحیح البخاری: ١٩٧٩) اس لیے اگر دشمن سے مقابلے کے وقت کمزوری کا خطرہ ہو تو پھر روزہ رکھنا مکروہ ہے' کیونکہ جہاد کرنے اور مشرکین کو قتل کرنے میں اس سے زیادہ اجر ہوتا ہے جو روزے کی قوت کے ساتھ روزہ رکھنے کا اجر ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۵۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

باب مذکور میں امام بخاری کی روایت کے مزید حوالہ جات

امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی کہ جو شخص اللہ کے لیے ایک دن روزہ رکھتا ہے' اللہ اس کے چہرہ کو دوزخ سے ستر (۷۰) سال کی مسافت دور کر دیتا ہے۔

یہ حدیث دیگر اسانید سے بھی مروی ہے' چند اسانید درج ذیل ہیں:

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے' سنن نسائی: ۲۲۴۳۔ حضرت ابوسعید سے مروی ہے' سنن نسائی: ۲۲۴۹ تا ۲۲۴۳۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن اللہ عزوجل کی راہ میں روزہ رکھا' اللہ اس کو سو سال کی مسافت جہنم سے دور کر دیتا ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۵۰' یہ حدیث عمرو بن عنبسہ سے بھی مروی ہے' المعجم الاوسط: ۳۲۷۳)

عتبہ بن عبد السلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں ایک دن فرض روزہ رکھا' اللہ اس کو جہنم سے اتنی دور کر دیتا ہے جتنا آسمانوں اور سات زمینوں کا فاصلہ ہے اور جس نے اللہ کی راہ میں نفلی روزہ رکھا' اللہ اس کو جہنم سے اتنی دور کر دیتا ہے جتنا فاصلہ زمین سے آسمان کا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۲۹۵۔ ج ۱۷ ص ۱۲۰)

حضرت سلامہ بن قیصر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اللہ کی رضاء جوئی کے لیے ایک دن روزہ رکھا' اللہ اس کو جہنم سے اتنی دور کر دے گا جتنی دور ایک کوے کا بچہ اُڑ کر جائے حتیٰ کہ وہ اُڑتے اُڑتے بوڑھا ہو کر مر جائے۔ (المعجم الکبیر: ۶۳۶۵۔ ج ۷ ص ۵۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا' اللہ اس کو دوزخ سے اتنی دور کر دیتا ہے جتنا اس کے اور خندق کے درمیان فاصلہ ہے۔ (المعجم الاوسط: ۴۸۲۳)

متعدد روایات میں تطبیق

ان روایات میں امام بخاری کی روایت راجح ہے کیونکہ یہ حدیث دیگر اسانید اور دیگر کتب حدیث میں بھی مذکور ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریجاً علم عطا فرمایا' پہلے بتایا کہ اس کو ایک سو سال کی مسافت دوزخ سے دور کر دیا جائے گا' پھر بتایا: اس کو آسمانوں اور زمینوں کی مسافت جتنا دوزخ سے دور کر دیا جائے گا' پھر خندق کے فاصلہ جتنی دوری کا علم عطا فرمایا' پھر کوے کی پرواز جتنی دُوری کا علم عطا فرمایا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ مختلف احادیث روزہ رکھنے والے کے اخلاص اور اس کی دین سے محبت کے اعتبار سے ہیں۔

۳۷ - بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ — اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت

اللہ کی راہ سے مراد جہاد ہے' امام بخاری نے جہاد کا لفظ ذکر نہیں کیا' عام لفظ اللہ کی راہ میں استعمال کیا ہے' تا کہ یہ لفظ جہاد اور دوسری عبادات کو بھی شامل ہو جائے۔

۲۸۴۱ - حَدَّثَنِيْ سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے سعد بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی

Marfat.com

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ اَیْ فُلُ هَلُمَّ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَاكَ الَّذِيْ لَا تَوٰی عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ.

سلمہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز کا ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا' اسے جنت کے محافظین بلائیں گے ہر دروازہ کا محافظ اسے بلائے گا: اے فلاں! ادھر آؤ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اس شخص کو کوئی خوف نہیں ہوگا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم بھی ان ہی میں سے ہوگے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۸۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّمَا اَخْشٰى عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِيْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَرَكَاتِ الْاَرْضِ ثُمَّ ذَكَرَ زَهْرَةَ الدُّنْيَا فَبَدَاَ بِاِحْدَاهُمَا وَثَنّٰى بِالْاُخْرٰى فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَ يَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا يُوْحٰى اِلَيْهِ وَسَكَتَ النَّاسُ كَاَنَّ عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الطَّيْرَ ثُمَّ اَنَّهُ مَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ الرُّحَضَاءَ فَقَالَ اَيْنَ السَّائِلُ اٰنِفًا؟ اَوَ خَيْرٌ هُوَ؟ ثَلٰثًا اِنَّ الْخَيْرَ لَا يَاْتِيْ اِلَّا بِالْخَيْرِ وَاِنَّهُ كُلَّمَا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ مَا يَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ يُلِمُّ اِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضِرِ كُلَّمَا اَكَلَتْ حَتّٰى اِذَا (اِمْتَدَّتْ) امْتَلَاَتْ خَاصِرَتَاهَا اِسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ رَتَعَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لِمَنْ اَخَذَهُ بِحَقِّهِ فَجَعَلَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَنْ لَّمْ يَاْخُذْهُ بِحَقِّهِ فَهُوَ كَالْاٰكِلِ الَّذِيْ لَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ عَلَيْهِ شَهِيْدًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے' پس آپ نے فرمایا: مجھے اپنے بعد تم پر زمین کی ان برکات کا خوف ہے جو تم پر کھول دی جائیں گی' پھر آپ نے دنیا کی تروتازگی کا ذکر فرمایا' پہلے دنیا کی برکات کا ذکر کیا' پھر ان کی خوش نمائی کا ذکر کیا' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! کیا بھلائی بُرائی لائے گی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے' ہم نے (دل میں) کہا: آپ پر وحی کی جارہی ہے' اور لوگ خاموش تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں' پھر آپ نے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھا' پس آپ نے فرمایا: ابھی سوال کرنے والا کہاں ہے؟ کیا یہ بھی خیر ہے؟ (یعنی کیا دنیا کی برکتیں بھی خیر ہیں؟) یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا' خیر تو صرف خیر ہی لاتی ہے' دیکھو فصل بہار جو کچھ اُگاتی ہے وہ جانور کا پیٹ پھلا کر اس کو مار ڈالتی ہے' سوا اس جانور کے جو صرف سبزہ کھاتا ہے' وہ جب بھی کھاتا ہے تو اس کی کوکھیں بھر جاتی ہیں' وہ دھوپ میں جاتا ہے اور لید کرتا ہے اور پیشاب کرتا ہے' پھر چرنے لگتا ہے اور بے شک یہ (دنیا کا مال) سرسبز اور میٹھا ہے' وہ مسلمان کیا ہی اچھا ہے جو اپنے حق کے مطابق (دنیا کا مال) لیتا ہے اور اس کو اللہ کی راہ میں' اور یتیموں میں اور مسکینوں میں اور مسافروں میں خرچ کرتا ہے اور جو شخص اپنے حق کے مطابق نہیں لیتا' وہ اس کھانے والے کی طرح ہے جو سیر نہیں ہوتا' اور وہ قیامت کے دن اس (مال) پر گواہ ہوگا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۹۲۱ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ خیر صرف خیر ہی لاتی ہے' یعنی جو حقیقی خیر ہو وہ صرف خیر ہی لاتی ہے اور یہ مالِ دنیا حقیقی خیر نہیں ہے کیونکہ اس میں فتنہ ہے' اور اس مال میں مشغول ہونے کی وجہ سے انسان آخرت کی طرف کامل توجہ نہیں کر سکتا۔

نیز اس حدیث میں ''حبطًا'' کا ذکر ہے اور یہ پیٹ پھولنے کی بیماری ہے' جب زیادہ گھاس چرنے کی وجہ سے جانور کا پیٹ پھول جائے اور وہ مر جائے تو کہتے ہیں: ''حبطت الدابة''۔

''فثلطت'' جب اونٹنی کو پتلی مینگنیاں آئیں تو کہتے ہیں: ''ثلطت''۔

اور وہ اس پر گواہ ہوگا' یعنی وہ اس شخص کی صورت میں آئے گا' جو اس پر خیانت کی گواہی دے گا۔

٣٨ - بَابُ فَضْلِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا اَوْ خَلَفَهٗ بِخَيْرٍ

جو شخص کسی غازی کو سامانِ سفر فراہم کرے یا اس کے پیچھے اس کے گھر والوں کی اچھی طرح خبر گیری کرے

اس باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو کسی مجاہد کو سامانِ سفر فراہم کرے' یا کسی مجاہد کے جہاد میں جانے کے بعد اس کے گھر والوں کی اچھی طرح نگرانی اور خیر خواہی کرے۔

٢٨٤٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ بُسْرُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بسر بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کسی غازی کو سامانِ سفر فراہم کیا تو تحقیق یہ ہے کہ اس نے جہاد کیا اور جس نے کسی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی کے گھر والوں کی اس کے پیچھے اچھی طرح نگہبانی کی تو تحقیق یہ ہے کہ اس نے جہاد کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۹۵' الرقم المسلسل: ۴۷۹۵' سنن ابوداؤد: ۲۵۰۹' سنن ترمذی: ۱۶۳۱-۱۶۲۸' سنن نسائی: ۳۱۸۰' سنن ابن ماجہ: ۲۷۶۵' المعجم الکبیر: ۵۲۷۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۴۷' شعب الایمان: ۳۹۵۲' شرح السنۃ: ۱۸۱۸' صحیح ابن حبان: ۴۶۳۰' مصنف عبدالرزاق: ۹۰۵۷' مسند الحمیدی: ۸۰۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۵۱' سنن کبریٰ للنسائی: ۴۳۳۰' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۸' سنن سعید بن منصور: ۲۳۲۸' المعجم الاوسط: ۷۶۹۶' المعجم الصغیر: ۸۰۴۲' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۴۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۳۳- ج ۲۸ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی جہاد کرنے والے کو سامانِ سفر فراہم کیا یا کسی حج کرنے والے کو سامانِ سفر فراہم کیا یا ان کے پیچھے ان کے گھر والوں کی نگہبانی کی یا کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو اس کو بھی

Marfat.com

ان ہی کی مثل اجر ملے گا اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۳۳۰' صحیح ابن حبان: ۴۶۳۰' سنن ترمذی: ۸۰۷' سنن ابن ماجہ: ۱۷۴۶)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں سامانِ سفر فراہم کیا' اس کو بھی اس کی مثل اجر ملے گا' اور جس نے کسی غازی کے گھر والوں کی نیکی کے ساتھ نگہبانی کی اور اس کے گھر والوں پر اپنا مال خرچ کیا' اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔

(المعجم الاوسط: ۹۸۷۴' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ۔ اس حدیث کے تمام رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں' یہ علامہ المنذری کی تحقیق ہے)

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی غازی کو سامانِ سفر فراہم کیا' اس کو اس کی مثل اجر ملے گا اور جس نے کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر والوں کی حفاظت کی' اس کو بھی اس کی مثل اجر ملے گا۔

(المعجم الاوسط: ۸۰۳۴' مکتبۃ المعارف' ریاض)

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں سامانِ سفر فراہم کیا' اسے بھی اس کی مثل اجر ملے گا اور جس نے کسی غازی کے گھر والوں کی اچھی طرح حفاظت کی' اسے بھی اس کی مثل اجر ملے گا۔

(المعجم الکبیر: ۵۲۳۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

٢٨٤٤ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِينَةِ غَيْرَ بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ إِنِّي أَرْحَمُهَا قُتِلَ أَخُوهَا مَعِي.

(صحیح مسلم: ۲۴۵۵' الرقم المسلسل: ۶۲۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبد اللہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے میں سوائے حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر کے اور کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے مگر اپنی ازواج کے گھروں میں' آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ان پر مہربانی کرتا ہوں کیونکہ ان کا بھائی میرے ساتھ شہید ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ حضرت اُم سلیم کے بھائی کی شہادت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت اُم سلیم کے بھائی کے گھر والوں کا خیال رکھتے تھے اور ان کی خبر گیری کرتے تھے' اسی وجہ سے حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کی بھی خبر گیری کرتے تھے اور ان پر مہربانی فرماتے تھے۔

٣٩ - بَابُ التَّحَنُّطِ عِنْدَ الْقِتَالِ

قتال کے وقت خوشبو لگانا

اس باب کے عنوان میں "الحنوط" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ عطر جو متعدد عطروں سے ملا کر بنایا گیا ہو اور میت کے کفن پر وہ خوشبو لگائی جاتی ہے' سو اس خوشبو کو کفار سے قتال کے وقت استعمال کرنا جائز ہے اور اسی لیے امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے۔

٢٨٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ أَنَسٍ قَالَ وَذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ قَالَ أَتٰى أَنَسٌ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ وَقَدْ حَسَرَ عَنْ فَخِذَيْهِ وَهُوَ يَتَحَنَّطُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی' از موسیٰ بن انس' انہوں نے جنگِ یمامہ کے دن کا ذکر کیا' انہوں نے

فَقَالَ يَا عَمِّ مَا يَحْبِسُكَ اَنْ لَّا تَجِيْءَ قَالَ الْاٰنَ يَا ابْنَ اَخِيْ وَجَعَلَ يَتَحَنَّطُ يَعْنِيْ مِنَ الْحَنُوْطِ ثُمَّ جَاءَ فَجَلَسَ فَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ اِنْكِشَافًا مِنَ النَّاسِ فَقَالَ هٰكَذَا عَنْ وُّجُوْهِنَا حَتّٰى نُضَارِبَ الْقَوْمَ مَا هٰكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا عَوَّدْتُّمْ اَقْرَانَكُمْ رَوَاهُ حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بتایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' اس حال میں کہ انہوں نے اپنی رانوں سے کپڑا کھولا ہوا تھا اور وہ خوشبو لگا رہے تھے' تو حضرت انس نے ان سے کہا: اے چچا! آپ کو جہاد میں شریک ہونے سے کس چیز نے روکا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: اے بھتیجے! میں ابھی آتا ہوں! اور وہ (بدستور) خوشبو لگاتے رہے' پھر آئے' پس آکر بیٹھ گئے' تو حضرت انس نے باتوں میں مسلمانوں کی کچھ کم ہمتی کا ذکر کیا تو حضرت ثابت بن قیس نے کہا: تم ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم دشمنوں پر حملہ کرسکیں' انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے (بلکہ صفِ اوّل اپنی جگہ سے نہیں ہٹتی تھی اور صفِ ثانی اس کی مدد کے لیے موجود رہتی تھی) تم نے اپنے حریفوں کو بُری عادت ڈال دی ہے (یعنی تم نے اپنے دشمن کی قوت سے مرعوب ہو کر اس سے فرار کو اختیار کیا۔ بہ حتیٰ کہ وہ تمہاری پسپائی کا ارادہ کر رہے ہیں) (پھر حضرت ثابت قتال کرنے لگے حتیٰ کہ وہ شہید ہوگئے)۔ اس حدیث کو حماد نے از ثابت از انس روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب' ابومحمد الحجی البصری (۲) خالد بن الحارث الہُجَیمی (۳) ابن عون' یہ عبداللہ بن عون ہیں (۴) موسیٰ بن انس بن مالک (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۶) حضرت ثابت بن قیس بن شماس الخزرجی خطیب الانصار' یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ص ۱۹۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: اور وہ قتال سے پہلے خوشبو لگا رہے تھے۔ قتال سے پہلے خوشبو اس لیے لگائی جاتی ہے کہ اگر مجاہد میدانِ جنگ میں شہید ہو جائے اور چند دن تک اس کا جسم وہیں پڑا رہ جائے تو لوگوں کو اس سے بدبو نہ آئے' وہ اپنے جسم پر اچھی طرح مل کر خوشبو لگا لیتا ہے تاکہ اس کا جسم بدبودار نہ ہو جائے۔ قدیم زمانے میں مصر میں لاشوں کو "حنوط" کیا جاتا تھا اور اس کے ساتھ کئی دوائیں بھی ملی جاتی تھیں' جس کی وجہ سے اس کا جسم ایک عرصے تک محفوظ رہتا تھا۔

الیمامہ کی وجہ تسمیہ اور جنگِ یمامہ کا مختصر حال

علامہ بدرالدین عینی نے الحموی سے نقل کیا ہے کہ الیمامہ' طائف سے دو مرحلے پر یمن کا ایک شہر ہے' یمامہ ایک نیلی آنکھوں والی لڑکی کا نام تھا' یہ لڑکی تین دن کی مسافت سے کسی سوار کو آتے ہوئے دیکھ لیتی تھی' اس شہر کا نام اس لڑکی کے نام پر پڑ گیا۔ الجاحظ نے ذکر کیا ہے کہ الیمامہ' لقمان بن عاد کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی تھی۔

اس حدیث میں یمامہ کے دن کا ذکر ہے' اس دن میں مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کے اصحاب بنوحنیفہ کے درمیان سخت جنگ ہوئی تھی' یہ جنگ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۲ھ میں ہوئی تھی' یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا' اس جنگ میں چار سو پچاس حفاظ

Marfat.com

کرام شہید ہوئے اور صحابہ میں سے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ شہید ہوئے' یہ مسلمانوں کے علم بردار تھے۔ بنو حنیفہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی اور مسلمانوں کا لشکر بھی کئی ہزار افراد پر مشتمل تھا' بنو حنیفہ کے لشکر سے تقریباً اکیس ہزار افراد مارے گئے اور ان ہی میں مسیلمہ کذاب بھی تھا' اس کو حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ نے قتل کیا تھا' انہوں نے اسلام لانے سے پہلے اسلام کے بطل جلیل حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ کو شہید کیا تھا اور اسلام لانے کے بعد انہوں نے ایک بڑے کافر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا' انہوں نے مسیلمہ کو نیزہ مارا تھا جو اس کے آر پار ہو گیا تھا' پھر حضرت ابو دجانہ رضی اللہ نے اس پر تلوار کا کاری وار کیا اور اسے جہنم رسید کر دیا۔

حضرت ثابت بن قیس کی جنگ یمامہ میں معرکہ آرائی' مسلمانوں کی پسپائی سے ان کا بری ہونا ...... اور خواب میں اپنی زرہ کے متعلق وصیت کرنا

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس اس حال میں آئے کہ ان کے بدن پر خوشبو لگی ہوئی تھی اور ان کا کفن منتشر ہو رہا تھا اور انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! ان مسلمانوں نے جو پسپائی اختیار کی ہے' میں اس سے بری ہوتا ہوں' واقعہ یہ ہے کہ جنگ یمامہ سے پہلے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے اور وہ پیچھے ہٹنے لگے تھے' اس وقت حضرت ثابت بن قیس کی غیر ایمانی جوش میں آئی اور وہ تلوار لے کر کفار کی صفوں میں گھس گئے اور ان سے قتال کرتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے' حضرت ثابت بن قیس کے جسم پر ایک زرہ تھی' ان کی لاش کے پاس سے ایک مسلمان کا گزر ہوا اور اس نے وہ زرہ اتار لی' حضرت ثابت بن قیس کو کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور انہوں نے بتایا کہ فلاں شخص کے پاس میری زرہ ہے جو اس نے میرے جسم سے اٹھالی تھی' تم جا کر لشکر کے امیر کو یہ بتاؤ کہ فلاں شخص کے پاس میری زرہ ہے' اس کو اپنے قبضے میں لے لے اور اسے بیچ کر میرا قرض ادا کرو' سو ایسا ہی ہوا' اس خواب میں جو انہوں نے وصیت کی تھی اس پر عمل کیا گیا اور یہ واحد شخص ہیں جن کی خواب میں بتائی ہوئی وصیت پر عمل کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٩٧' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ثابت بن قیس بن الشماس کا مختصر تذکرہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب درج ذیل آیت نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O

اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور ان کے ساتھ زیادہ بلند آواز سے بات نہ کرو' ایک دوسرے کے ساتھ تمہارے بلند آواز سے باتیں کرنے کی طرح' (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور (بھی) نہ ہو O (الحجرات: ٢)

حضرت ثابت بن قیس بن شماس بہت اونچی آواز سے بولتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے کہا: میں ہی وہ شخص ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بولتا ہے' سو میرے عمل ضائع کر دیئے گئے اور میں دوزخی ہوں اور وہ اپنے گھر میں غمزدہ ہو کر بیٹھ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تلاش کیا تو بعض لوگ ان کے پاس گئے اور انہیں جا کر بتایا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاش کر رہے ہیں اور تم یہاں بیٹھے ہو تو انہوں نے کہا: میں اونچی آواز سے بولتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بھی اونچی آواز سے بولتا ہوں' سو میں اہل دوزخ سے ہوں۔ جب ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی تو آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ وہ اہل جنت سے ہے۔ حضرت انس رضی اللہ نے بتایا: ہم ان کو اپنے سامنے چلتے ہوئے دیکھتے تھے اور ہمیں معلوم تھا کہ وہ اہل جنت

سے ہیں' پس جب جنگ یمامہ کا دن آیا اور ہم میں سے بعض مسلمان بنو حنیفہ کے لشکر کے دباؤ سے پیچھے ہٹ گئے تھے تو حضرت ثابت بن قیس آئے اور انہوں نے خوشبو لگا کے کفن پہنا اور انہوں نے پیچھے ہٹنے والے مسلمانوں کو ملامت کی اور کہا: تم نے اپنے حریفوں کے لیے بُری مثال چھوڑی' پھر انہوں نے بنو حنیفہ کے لشکر سے قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۹۹۔ ج ۱۹ ص ۳۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے:

جب حضرت ثابت بن قیس نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ میرے اعمال ضائع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ تم صفات محمودہ کے ساتھ زندہ رہو گے اور شہادت کی صورت میں مرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا' پس جنگ یمامہ کے دن وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شہید ہوئے' پھر ایک مسلمان نے ان کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے بتایا کہ جب میں قتل کیا گیا تو ایک مسلمان شخص نے میری زرہ اتار لی اور اس کو لشکر کے بہت پیچھے چھپا دیا اور اس نے زرہ کے اوپر ایک ہانڈی رکھ دی اور ہانڈی کے اوپر پالان رکھ دیا' تم امیر لشکر کے پاس جا کر یہ بتاؤ اور اس کو محض خواب سمجھ کر میری نصیحت کو ضائع نہ کر دینا' اور جب تم مدینے پہنچو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ کو یہ بتانا اور یہ کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے اور اس زرہ کو بیچ کر میرا قرض ادا کر دیا جائے' فلاں فلاں غلام آزاد کر دیا جائے' اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دی تو انہوں نے اس کی وصیت کو نافذ کر دیا اور ہمیں علم نہیں کہ کسی اور شخص کی موت کے بعد اس کی خواب میں بتائی ہوئی وصیت کو نافذ کر دیا ہو۔

(المستدرک: ۵۰۳۶۔ ج ۳ ص ۲۳۶' المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ)

٤٠ - بَابُ فَضْلِ الطَّلِيعَةِ — دشمن کی خبر لانے والوں کی فضیلت

اس باب کے عنوان میں ''الطلیعة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: فوج کا وہ دستہ جس کو دشمن اور اس کے احوال کی اطلاع حاصل کرنے کے لیے بھیجا جائے' اس کی جمع ''طلائع'' ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ یہ جاسوسوں کی طرح ہوتے ہیں۔

(النہایہ لابن الاثیر ج ۳ ص ۱۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

٢٨٤٦ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْأَحْزَابِ؟ قَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟ قَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ. [اطراف الحدیث: ۲۸۴۷۔ ۲۹۹۷۔ ۳۷۱۹۔ ۴۱۱۳۔ ۷۲۶۱]

(صحیح مسلم: ۲۴۱۵' الرقم المسلسل: ۶۱۳۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن فرمایا: میرے پاس (بنو قریظہ کے) لوگوں کی خبر کون لے کر آئے گا؟ حضرت زبیر نے کہا: میں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس (بنو قریظہ کے) لوگوں کی خبر کون لے کر آئے گا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری (مددگار) ہوتے ہیں اور میرے مددگار زبیر ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کی جاسوسی کرنے کی پیش کش کی تو آپ نے ان کی فضیلت بیان فرمائی کہ وہ آپ کے حواری ہیں اور اس باب کا عنوان ہے: دشمن کی خبر لانے والوں کی فضیلت۔

Marfat.com

حواری کا معنی اور اس کا بیان کہ بنوقریظہ کی جاسوسی حضرت زبیر نے کی تھی یا حضرت حذیفہ نے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''یوم الاحزاب'' کا ذکر ہے' اس سے مراد غزوۂ خندق کا دن ہے' اس دن کو یوم الاحزاب اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن کفار کی متعدد جماعتیں مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوئی تھیں' اور احزاب کا معنی ہے: متعدد جماعتیں۔

نیز اس حدیث میں ''حواری'' کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: مخلصین اور مددگار' اس لفظ کی اصل ''تحویر'' ہے' جس کا معنی تبییض ہے' یعنی سفید کرنا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ دھوبی تھے اور کپڑے کو دھو کر صاف اور سفید کرتے تھے۔ اس حدیث میں بنوقریظہ کی جاسوسی کے لیے حضرت زبیر کا ذکر ہے اور مشہور یہ ہے کہ ان کی جاسوسی کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ گئے تھے۔

امام ابن اسحاق وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ آپ نے فرمایا: کون ایسا شخص ہے جو یہ دیکھ کر آئے کہ بنوقریظہ کیا کر رہے ہیں؟ پھر وہ واپس آئے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کروں گا کہ وہ اس کو جنت میں میرا رفیق بنا دے' تو خوف اور گھبراہٹ کی شدت اور سخت سردی کی وجہ سے کوئی بھی نہیں کھڑا ہوا' تب آپ نے فرمایا: اے حذیفہ! اٹھو! اور ان لوگوں میں گھس جاؤ اور آپ نے فرمایا: تم اٹھو! اللہ تعالیٰ تمہارے آگے اور پیچھے سے اور دائیں اور بائیں سے تمہاری حفاظت فرمائے! حتیٰ کہ تم ہماری طرف لوٹ آؤ' پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے خوش ہو گئے اور ان کو کوئی مشکل پیش نہیں آئی اور حقیقت حال کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے' تاہم یہ ممکن ہے کہ دونوں کی جاسوسی کے الگ الگ واقعات ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۱ - بَابٌ هَلْ يُبْعَثُ الطَّلِيعَةُ وَحْدَهُ — کیا ایک شخص کو جاسوسی کے لیے بھیجا جا سکتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص کو بھی جاسوسی کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔

۲۸۴۷ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَدَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَالَ صَدَقَةُ اَظُنُّهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ. (اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (بنوقریظہ کی خبر لانے کے لیے) لوگوں کو بلایا' (امام بخاری کے استاذ) صدقہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ غزوۂ خندق کا دن تھا' تو حضرت زبیر نے لبیک کہا' آپ نے پھر لوگوں کو بلایا تو حضرت زبیر نے لبیک کہا' آپ نے پھر لوگوں کو بلایا تو حضرت زبیر نے لبیک کہا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور بے شک میرے حواری حضرت زبیر بن العوام ہیں۔

''طلیعۃ'' کو حواری قرار دینے کی توجیہ

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ ہر چند کہ ''طلیعۃ'' جاسوس کو کہا جاتا ہے' لیکن ''طلیعۃ'' اس کا مستحق ہے کہ اس کو ناصر کہا جائے' کیونکہ رسول اللہ نے ''طلیعۃ'' کو حواری فرمایا اور ''طلیعہ'' کو حواری کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا:

مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ — اللہ کی طرف کون میرے مددگار بنیں گے؟ حواریوں نے کہا:

Marfat.com

أَنْصَارُ اللّٰهِ. (آل عمران:٥٢) ہم اللہ کے دین کی طرف مددگار ہیں۔

جب حضرت عیسیٰ نے یہ کہا تو حواریوں کے سوا اور کسی نے جواب نہیں دیا تھا' اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا کہ میرے پاس ان لوگوں کی خبر کون لائے گا؟ تو حضرت زبیر کے سوا اور کسی نے جواب نہیں دیا' اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو حضرت عیسیٰ کے حواریوں سے تشبیہ دی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام لوگوں کو قتال کی طرف بلائے کیونکہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی معین شخص کو حکم دیتے کہ تم جاؤ اور بنو قریظہ کے احوال کی خبر لے کر آؤ اور اس شخص پر واجب اور لازم ہوتا کہ وہ ان کی خبر لے کر آئے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو بجالانا لازم اور واجب ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طریقے سے فرمایا کہ ان کی خبر لے کر آؤ' تاکہ جو شخص ان کی خبر لانے کے لیے اٹھے' اس کی شجاعت اور فضیلت ظاہر ہو۔

ایک آدمی کے سفر کرنے کی ممانعت کی حدیث سے حدیثِ مذکور کا تعارض اور اس کا جواب

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے' وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک سوار شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین آدمی تین سوار ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ٢٦٠٧' سنن ترمذی: ١٦٧٤' مسند احمد ج ٢ ص ٢١٤_١٨٦' سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٥٧' المستدرک ج ٢ ص ١٠٢' مشکوٰۃ: ٣٢١٠' کنز العمال: ١٧٥١٥' تاریخ بغداد ج ٥ ص ٣٨٣)

ایک اور حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کی ان خرابیوں کا علم ہوتا' جن کا مجھے علم ہے تو کوئی مسافر رات کو اکیلا سفر نہ کرتا۔ (سنن ترمذی: ١٦٧٣' مسند احمد ج ٢ ص ٢٣)

بہ ظاہر پہلی حدیث کا یہ تقاضا ہے کہ ایک آدمی یا دو آدمی رات کو تنہا سفر نہ کریں اور تین آدمی رات کو سفر کر سکتے ہیں' لیکن پہلی حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور امام ترمذی نے دوسری حدیث کی سند کو اصل قرار دیا ہے۔

ان حدیثوں کی بناء پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو رات میں تنہا سفر پر بھیجا اور ان حدیثوں میں تنہا سفر کرنے والے کو آپ نے شیطان قرار دیا ہے' سو صحیح بخاری کی روایت میں اور ان حدیثوں میں واضح تعارض ہے۔

علامہ المہلب نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس حدیث میں ایک سفر کرنے والے کو شیطان فرمایا ہے' وہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ سفر کرنے والا سفر میں کسی شخص سے مانوس نہ ہو اور اس کے لیے راستہ اجنبی ہو' گویا آپ نے اس کو اس پر برانگیختہ کیا کہ وہ کسی ساتھی کے ساتھ سفر کرے تاکہ اس کے لیے سفر آسان ہو' اگر کوئی دشواری پیش آئے تو اس کا ساتھی اس کی مدد کرے اور حضرت حذیفہ کے سفر کا معاملہ اس سے مختلف تھا' آپ نے ان کو قریش کی جاسوسی کے لیے بھیجا تھا' تاکہ معلوم ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے میں ان کے کیا عزائم ہیں اور اگر بغیر جاسوس بھیجے ان کے عزائم معلوم ہو جاتے تو اس میں زیادہ سلامتی تھی' لیکن آپ نے یہ چاہا کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ کوئی شخص دین کی حمایت اور مسلمانوں کی منفعت میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر رات کو تنہا سفر کرے تو یہ جائز ہے اور شیطان کے مکر سے اللہ اس کا محافظ ہو گا' کیونکہ حدیث میں ہے کہ جب حضرت حذیفہ ان کے پڑاؤ میں پہنچے تو ابوسفیان نے مشرکین سے کہا: تم میں سے ہر شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لے' تو حضرت حذیفہ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا: تم کون ہو؟ تو اس شخص نے یہ سمجھا کہ یہ بھی (یعنی حضرت حذیفہ) اُن ہی کا ساتھی ہے۔ (صحیح مسلم: ٤٦٤٠ ملخصاً) ابوسفیان کے حکم پر عمل کرنے کے لیے مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ تم کون

ہو؟ اگر حضرت حذیفہ کے ساتھ کوئی دوسرا ساتھی بھی ہوتا تو وہ اس تدبیر پر شاید عمل نہ کر سکتے اور یہ حضرت حذیفہ کو تنہا سفر پر بھیجنے کی بلیغ حکمت تھی' اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی دلیل ہے' کیونکہ آپ کو علم تھا کہ حضرت حذیفہ کو تنہا بھیجنے کے بعد ان کے ساتھ کیا واقعات پیش آئیں گے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ٥٦۔ ٥٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٤٢ - بَابُ سَفَرِ الْاِثْنَيْنِ — دو آدمیوں کا سفر کرنا

اس باب کے عنوان میں ''سفر الاثنین'' لکھا ہوا ہے۔ صحیح بخاری کے شارح علامہ داؤدی نے اس سے یہ سمجھا کہ یہاں پیر کے دن سفر کرنا مراد ہے اور پھر امام بخاری پر اعتراض کیا کہ اس باب کے تحت حدیث میں پیر کے دن سفر کرنے کا ذکر نہیں ہے' ان کا یہ اعتراض فاسد ہے' کیونکہ ''اثنین'' کے دو معنی ہیں' ایک معنی ہے: دو آدمی' اور اس حدیث کے سیاق وسباق سے یہ معنی متعین ہے کہ یہاں دو آدمیوں کے سفر کرنے کے جواز میں امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے' البتہ پیر کے دن سفر کرنے کا ذکر ایک اور حدیث میں ہے: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن سفر کرنے کو پسند کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۵۰)

(نوٹ: علامہ عینی نے پیر کے دن کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ حدیث میں صرف جمعرات کا ذکر ہے۔ عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۰۱)

٢٨٤٨ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ انْصَرَفْتُ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اَنَا وَصَاحِبٌ لِّيْ اَذِّنَا وَاَقِيْمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو شہاب نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از ابی قلابہ از مالک بن الحویرث' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے لوٹا تو آپ نے ہم سے فرمایا' اس وقت میں تھا اور میرا ایک ساتھی تھا' آپ نے فرمایا: تم دونوں اذان دینا اور اقامت کہنا اور جو تم دونوں میں بڑا ہو' وہ امامت کرائے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ حضرت مالک بن الحویرث اور ان کا ساتھی دونوں اٹھ کر سفر پر جا رہے تھے' سو اس میں دو آدمیوں کے سفر پر جانے کا ذکر ہے اور اس سے علامہ داؤدی کی غلطی واضح ہو جاتی ہے کہ اس باب کے عنوان میں ''اثنین'' سے مراد دو آدمی ہیں نہ کہ پیر کا دن' اس حدیث سے مستنبط باقی مسائل اور فوائد کا ذکر' صحیح البخاری: ٦٢٨ میں کیا جا چکا ہے۔

٤٣ - بَابُ الْخَيْلِ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ — گھوڑوں کی پیشانیوں کے اوپر قیامت کے دن تک خیر اور برکت بندھی ہوئی ہے

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کی جو عبارت لکھی ہے' وہ بعینہٖ اس حدیث کی عبارت ہے۔

٢٨٤٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْلُ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ.

[طرف الحدیث: ٣٦٤٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر اور برکت بندھی ہوئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۱، الرقم المسلسل: ۴۷۳۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۱۶، ج ۸ ص ۴۳۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

مجاہدین کے گھوڑوں پر خیر و برکت کے بندھے ہوئے ہونے سے مراد خیر و برکت کا لزوم ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر اور برکت بندھی ہوئی ہے یہ استعارہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ خیر اور برکت ان کی پیشانیوں کو لازم ہے گویا کہ یہ ان کی پیشانیوں میں بندھی ہوئی ہے کیونکہ خیر اور برکت کوئی محسوس چیز نہیں ہے جس کی گھوڑوں کی پیشانیوں پر گرہ لگائی جاسکے۔

اس حدیث میں ''نواصی'' کا لفظ ہے یہ ''ناصیة'' کی جمع ہے اور ''ناصیة'' پیشانی کے ابتدائی حصے کو کہتے ہیں جس پر سر کے بال لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں گھوڑوں کی پیشانیوں کا ذکر ہے اس سے مراد تمام گھوڑے اور ہر قسم کے گھوڑے نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد صرف مجاہدین کے گھوڑے ہیں۔

گھوڑوں کی پیشانیوں میں جو خیر و برکت ہے اس سے مراد دنیا کی خیر بھی ہے اور آخرت کی خیر بھی ہے گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کرنے سے جو مالِ غنیمت حاصل ہوتا ہے وہ دنیا کی خیر ہے اور اس کی وجہ سے جو اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے وہ آخرت کی خیر ہے۔

اس حدیث میں گھوڑوں کو اللہ کی راہ میں باندھنے کی فضیلت اور اس کی ترغیب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۰۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۸۵۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنٍ وَابْنِ اَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْجَعْدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ تَابَعَهُ مُسَدَّدٌ عَنْ هُشَيْمٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ. [اطراف الحدیث: ۲۸۵۲-۳۱۱۹-۳۶۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حصین و ابن ابی السفر از شعبی از عروۃ بن الجعد از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں پر قیامت کے دن تک خیر بندھی ہوئی ہے اور سلیمان نے کہا از شعبہ از عروۃ بن ابی الجعد سلیمان کی متابعت مسدد نے کی ہے از ہشیم از حصین از شعبی از عروہ بن ابی الجعد۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۳، الرقم المسلسل: ۴۷۴۲، سنن ترمذی: ۱۶۹۴، سنن نسائی: ۳۵۷۲، سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۶-۲۳۰۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر بن الحارث (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) حصین بن عبدالرحمٰن السلمی (۴) عبداللہ بن ابی السفر (۵) عامر الشعبی (۶) عروہ بن الجعد ان کو عروہ بن ابی الجعد البارقی الازدی بھی کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۰۲)

۲۸۵۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَرَكَةُ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی التیاح از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔

Marfat.com

[طرف الحدیث: ٣٦٤٥] (صحیح مسلم: ١٨٧٣، الرقم المسلسل: ٤٧٤٧، سنن نسائی: ٣٥٧١، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٤٨١، سنن سعید بن منصور: ٢٤٢٧، مسند ابویعلیٰ: ٤١٧٣-٤١٧٧، صحیح ابن حبان: ٤٦٧٠، سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٢٩، شرح السنۃ: ٢٦٤٣، مسند احمد ج ٣ ص ١١٤ طبع قدیم، مسند احمد: ١٢١٢٥- ج ١٩ ص ١٧٧، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کا اس حدیث سے تعارض جس میں تصریح ہے کہ گھوڑوں میں نحوست ہے اور اس کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے اور اس کا اس حدیث سے تعارض ہے، جس میں مذکور ہے کہ گھوڑوں میں نحوست ہے۔ (صحیح البخاری: ٢٨٥٨) اس کا جواب یہ ہے کہ ان گھوڑوں میں نحوست ہے جن کو جہاد کے لیے نہ باندھا گیا ہو بلکہ ان کو فخر اور تکبر کے لیے باندھا گیا ہو، اور خیر اور برکت ان گھوڑوں میں ہے، جن کو جہاد کے لیے باندھا گیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٠٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٤٤- بَابُ الْجِهَادِ مَاضٍ مَعَ الْبِرِّ وَالْفَاجِرِ جہاد جاری رہے گا خواہ حاکم نیک ہو یا بد

اس باب میں جہاد کے قیامت تک جاری رہنے کا بیان ہے خواہ حاکم نیک ہو یا بد، اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر ہر امیر کی اقتداء میں جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو، اور تم پر ہر مسلمان کی اقتداء میں نماز پڑھنا واجب ہے، خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو اور خواہ وہ گناہ کبیرہ کرتا ہو، اور تم پر ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو اور خواہ وہ گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ٢٥٣٣)

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر بندھی ہوئی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث، صحیح البخاری: ٢٨٤٩ میں مذکور ہے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ جب قیامت تک مجاہدین کے گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت بندھی ہوئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک جہاد ہوتا رہے گا، اور یہ بات معلوم ہے کہ آپ کی امت میں ظالم حکام بھی ہوں گے جو عدل نہیں کریں گے اور مالِ غنیمت کو جمع کریں گے، اس کے باوجود ان کی قیادت میں جہاد کو واجب قرار دیا گیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ہر نیک اور بد کی اقتداء میں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

٢٨٥٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَلْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء نے حدیث بیان کی از عامر، انہوں نے بیان کیا: ہمیں عروۃ البارقی نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر بندھی ہوئی ہے اور اجر اور مالِ غنیمت (ان کو) لازم ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٨٥٠ میں مذکور ہے۔ اس حدیث کی سند میں عروۃ البارقی مذکور ہے۔ البارقی میں بارق کی طرف نسبت ہے، یہ یمن کا ایک پہاڑ ہے اور علامہ رشاطی نے کہا: یہ زبارق کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ ہے۔

اور اس حدیث میں جہاد کے لیے گھوڑے پالنے اور رکھنے کی ترغیب ہے، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کبھی منقطع نہیں ہو گا۔

٤٥ - بَابُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑے کو تیار رکھا

اس باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے گھوڑے کو اس نیت سے تیار رکھا کہ ہوسکتا ہے اسے اسلام کی سرحد کی حفاظت کے لیے جہاد کی ضرورت پیش آئے تو اس کے پاس گھوڑا موجود اور تیار ہو۔

لِقَوْلِـهٖ تَعَالٰی ﴿وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾ (الانفال: ٦٠).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گھوڑوں کو تیار رکھنے میں۔ (الانفال: ٦٠)

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ. (الانفال: ٦٠)

اور اے مسلمانو! تم اپنی استطاعت کے مطابق اپنے (ہتھیاروں) کی قوت کو اور باندھے ہوئے گھوڑوں کو ان کے لیے تیار رکھو جن سے تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھو۔

٢٨٥٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدًا الْمَقْبُرِيَّ يُحَدِّثُ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِيْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِيْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبَعَهٗ وَرِيَّهٗ وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِيْ مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں طلحہ بن ابی سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سعید مقبری سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کی تصدیق کے ساتھ اللہ کی راہ میں گھوڑے کو تیار رکھا تو اس گھوڑے کا وہ چارہ جس کو وہ سیر ہو کر کھائے اور وہ پانی جس کو وہ سیر ہو کر پیے اور اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اس کے میزان میں وزن کیا جائے گا۔

جہاد کے لیے گھوڑا تیار رکھنے کے سلسلہ میں آٹھ مباحث

علامہ ابو محمد ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ٦٩٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کی تصدیق کے ساتھ اللہ کی راہ میں گھوڑے کو تیار رکھا اور اس کو پالا پوسا تو وہ گھوڑا جو کچھ بھی کھائے اور جہاں بھی جائے تو وہ اس شخص کی نیکیاں اور اس کے اُجور ہوں گے۔ یہاں چند مباحث غور طلب ہیں۔

مبحث اوّل: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گھوڑوں کو تیار رکھنے کا ذکر فرمایا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ گھوڑے کو دشمنانِ اسلام سے جہاد کے لیے تیار رکھے' اس کے علاوہ اس کی اور کوئی نیت نہ ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ گھوڑا اسبابِ زینت میں سے ہے اور انسان کے دل میں گھوڑے پر سوار ہونے کی محبت ہوتی ہے اور وہ اپنے گھوڑے کی وجہ سے دوسرے انسانوں پر فخر کرتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اس گھوڑے کو صرف جہاد کے لیے تیار رکھے اور کسی اور غرض کا اس کے دل میں شائبہ نہ ہو۔

Marfat.com

مبحثِ ثانی: اس حدیث میں نبی ﷺ نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کی تصدیق کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اس کا یہ یقین ہو کہ اللہ ہی اس کی عبادت کا مستحق ہے اور اس کا یہ فعل صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہے' اور اس کے وعدے کی تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے احسانات اور نیک افعال پر اجر عطا فرمانے کے متعلق جو کچھ سنا ہے' اس کے متعلق اسے کوئی شک نہ ہو۔

مبحثِ ثالث: آپ نے فرمایا: اس کا گھوڑا سیر ہو کر جو کچھ کھائے گا اور پیے گا اور اس کی لید اور پیشاب کو قیامت کے دن اس کے میزان میں وزن کیا جائے گا' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں قیامت کے دن اس کی میزان میں اس کی نیکیاں ہوں گی' اسی طرح دوسری حدیث میں ہے کہ اگر وہ گھوڑا ایک بلندی یا دو بلندیوں پر چڑھے تو اس کو بھی قیامت کے دن میزان میں وزن کیا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل اور اس کی شفقت ہے۔

مبحثِ رابع: معتزلہ میزان کا اور اس میں وزن کرنے کا انکار کرتے ہیں اور اس حدیث میں میزان کے تحقق اور اس کے وجود کی دلیل ہے اور قیامت کے دن میزان موجود ہوگی اور اس میں وزن کیا جاتا ہوا دکھائی دے گا' کیونکہ نبی ﷺ کا خطاب اسی صورت پر محمول کیا جائے گا جو یہاں دنیا میں معروف اور مروّج ہے لیکن یہاں پر ایک فرق ہے۔ دنیا میں بھاری پلّہ نیچے جھکتا ہے اور ہلکا پلّہ اوپر ہوتا ہے اور قیامت کے دن وزن اس کے برعکس ہوگا' جو پلّہ بھاری ہوگا وہ اوپر ہوگا اور جو پلّہ ہلکا ہوگا وہ نیچے ہوگا۔

مبحثِ خامس: اس حدیث میں اہل سنت کے اس قول کی دلیل ہے کہ قیامت کے دن نیکیوں کا وجود ہوگا اور نیکیاں جواہرِ محسوسات ہوں گی' کیونکہ نبی ﷺ نے نیکیوں کا ذکر فرمایا ہے' لیکن وہاں پر نیکیوں کا ثقل اور ان کا رجحان صرف حُسنِ نیت کے اعتبار سے ہوگا' اور نبی ﷺ نے ایک اور حدیث میں اس پر اضافہ فرمایا' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا اجر اس کی نیت کے اعتبار سے عطا فرمائے گا۔

مبحثِ سادس: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن نیکیوں کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' وہ باقی رہیں گی یعنی فنا نہیں ہوں گی اور بعض نیکیاں ایسی ہوں گی جو رد کر دی جائیں گی اور قبول نہیں ہوں گی اور بعض نیکیاں ایسی ہوں گی جو ان مظلوموں کو دے دی جائیں گی' جن کے حقوق ان نیکیوں والوں کے ذمے تھے اور انہوں نے حقوق ادا نہیں کیے۔

مبحثِ سابع: اس حدیث میں صرف گھوڑے کا ذکر ہے' اس لیے یہاں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آیا دوسری چیزیں جو نیک کام میں گھوڑے کے مشابہ ہوں آیا ان کا بھی وہی حکم ہے یا نہیں؟

مبحثِ ثامن: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں: دنیوی اور اخروی' اور ان میں فرق نیت سے ہوتا ہے' کبھی کوئی چیز دنیا کے لیے ہوتی ہے اور نیت کی وجہ سے وہ چیز آخرت کی طرف راجع ہو جاتی ہے اور کبھی کوئی چیز آخرت کے لیے ہوتی ہے اور نیت کی وجہ سے وہ چیز دنیا کی طرف راجع ہو جاتی ہے' بنا بریں گھوڑا دنیا کے لیے ہوتا ہے کیونکہ گھوڑے کی وجہ سے اس کے مالک کی دنیا میں عزت ہوتی ہے اور زینت ہوتی ہے اور وہ مختلف مہمات میں اس کے کام آتا ہے' لیکن جب وہ اس گھوڑے میں اخلاص کے ساتھ جہاد کی نیت کر لے تو وہ آخرت کی طرف راجع ہو جاتا ہے' اور اس میں اس کو وہ ثواب ملتا ہے جس کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' اسی طرح جو شخص علمِ دین کو حاصل کرتا ہے' اگر اس کا مقصد شہرت اور دنیا میں اپنی عزت افزائی ہو تو اسے اس کا آخرت میں اجر نہیں ملے گا بلکہ عذاب ہوگا' اور نبی ﷺ نے ایک اور حدیث میں اسی طرف اشارہ کیا ہے' آپ نے فرمایا: جس نے ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف کی' سو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت ایسی دنیا کی طرف ہو جس کو وہ پائے یا ایسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرلے' پس اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے یعنی اس کی

Marfat.com

نیت کی ہے اور تمام اعمال اسی طریقے پر ہیں اور محققین نے کہا ہے کہ جو فعل مباح ہو وہ بھی حسن نیت کی وجہ سے مستحب ہو جاتا ہے مثلاً کھانا' پینا' سونا' جاگنا باتیں کرنا' بیوی سے دل بہلانا' یہ سب کام مباح ہیں لیکن اگر انسان ان کاموں میں یہ نیت کر لے کہ یہ کام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں یا ان کاموں سے عبادت میں تقویت حاصل ہوتی ہے تو یہ کام بھی مستحب ہیں۔

(بہجۃ النفوس شرح مختصر صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۱۸۔ ۱۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

نوٹ: علامہ ابن ابی جمرہ متوفی ۶۹۹ھ کی یہ کتاب ''بہجۃ النفوس'' بہت عرصے سے نایاب تھی' مجھے یہ کتاب میرے مخلص دوست حکیم عظمت اللہ زید مجدہٗ نے سید سجاد حیدر صاحب سے لے کر ارسال کی' اس کتاب کے چار اجزاء ہیں' اب تک میری شرح اس کتاب کے تیسرے جز کے صفحہ ۱۱۶ تک ہو چکی ہے' اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے' اسی طرح میرے ایک مخلص دوست پروفیسر سمیع اللہ زید علمہٗ وجہٗ نے مجھے بخاری کی ایک اور شرح ''عون الباری'' ارسال کی تھی' اللہ تعالیٰ ان کے علم و فضل میں اور دنیا و آخرت میں برکتیں اور سعادتیں عطا فرمائے۔

٤٦ - بَابُ اِسْمِ الْفَرَسِ وَالْحِمَارِ گھوڑے اور گدھے کا نام رکھنا

ہر چند کہ اس عنوان میں صرف گھوڑے اور گدھے کا ذکر ہے لیکن ان کے علاوہ دوسرے جانوروں کا مخصوص نام رکھنا بھی جائز ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چوبیس گھوڑے تھے اور ان میں سے ہر ایک کا مخصوص نام تھا' مثلاً السکب' المرتجز اور اللحیف' اور آپ کا ایک گدھا تھا' اس کا نام یعفور تھا اور آپ کا ایک خچر تھا اس کا نام دلدل تھا اور آپ کی بہت دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں' ان کا نام الحناء اور السمراء تھا' اور آپ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام القصویٰ تھا اور دوسری اونٹنی تھی' اس کا نام العضباء تھا اور آپ کی سات بکریاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک کا مخصوص نام تھا اور آپ کی ایک بکری عیشہ کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۰۶)

٢٨٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِی بَکْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ اَبِی حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَخَلَّفَ اَبُوْ قَتَادَةَ مَعَ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ وَهُوَ غَیْرُ مُحْرِمٍ فَرَاَوْا حِمَارًا وَّحْشِیًّا قَبْلَ اَنْ یَّرَاهُ فَلَمَّا رَاَوْهُ تَرَکُوْهُ حَتّٰی رَاٰهُ اَبُوْ قَتَادَةَ فَرَکِبَ فَرَسًا لَّهٗ یُقَالُ لَهُ الْجَرَادَةُ فَسَاَلَهُمْ اَنْ یُّنَاوِلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَتَنَاوَلَهٗ فَحَمَلَ فَعَقَرَهٗ ثُمَّ اَکَلَ فَاَکَلُوْا فَقَدِمُوْا فَلَمَّا اَدْرَکُوْهُ قَالَ هَلْ مَعَکُمْ مِّنْهُ شَیْءٌ قَالَ مَعَنَا رِجْلُهٗ فَاَخَذَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَکَلَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے' پھر حضرت ابوقتادہ اپنے بعض اصحاب کے ساتھ پیچھے رہ گئے اور وہ سب مُحرم تھے اور حضرت ابوقتادہ غیر مُحرم تھے' پس ان سب نے حضرت ابوقتادہ کے دیکھنے سے پہلے ایک جنگلی گدھا دیکھا' پھر جب ان سب نے دیکھ لیا تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس جنگلی گدھے کو حضرت ابوقتادہ نے بھی دیکھ لیا' وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے' جس کو الجرادہ کہا جاتا تھا' حضرت ابوقتادہ نے ان سے کہا کہ وہ ان کا چابک اٹھا کر دے دیں' انہوں نے انکار کیا' پھر انہوں نے خود چابک اٹھا لیا اور جنگلی گدھے کو زخمی کر دیا' پھر انہوں نے اس کو کھایا اور ان کے ساتھیوں نے بھی کھایا' پھر وہ آگے چلے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لیا' آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس جنگلی گدھے کے شکار کی کوئی چیز ہے؟ حضرت

Marfat.com

ابوقتادہ نے کہا: ہمارے پاس ایک ٹانگ ہے' تو نبی ﷺ نے اس کو کھالیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری کا اس روایت کو یہاں لانے سے یہ مقصد ہے کہ گھوڑے کا نام رکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت ابوقتادہ کے گھوڑے کا نام جرادۃ تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کے گھوڑے کا نام الحزوۃ تھا' لیکن صحیح وہی نام ہے جو یہاں اس حدیث میں مذکور ہے۔ (عمدة القاری ج ۱۴ ص ۲۶۰)

۲۸۵۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اُبَيُّ ابْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطِنَا فَرَسٌ يُّقَالُ لَهُ اللُّعَيْفُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَللُّخَيْفُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اُبی بن عباس بن سہل نے حدیث بیان کی از والدِ خود از جدِ خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے باغ میں نبی ﷺ کا ایک گھوڑا تھا' جس کو اللُّعیف کہا جاتا تھا۔ امام ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اللخیف کہا ہے ("اللخیف" گھوڑے کا نام)۔

اپنے جانوروں اور دیگر چیزوں کے نام رکھنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کی ملکیت میں جو چیزیں تھیں' آپ ان کا مخصوص نام رکھتے تھے اور جن کاموں سے آپ نے منع نہیں فرمایا اور ان کاموں کو آپ نے کیا ہے' ان میں آپ کی اقتداء کرنا مستحسن ہے' پس صحیح یہ ہے کہ جس شخص پر اللہ نے انعام کیا ہو اور غلام عطاء کیے ہوں اور چوپائے عطا کیے ہوں اور پرندے عطا کیے ہوں اور چیزیں عطاء کی ہوں تو اس کو چاہیے کہ ان چیزوں کے مخصوص نام رکھے جس طرح نبی ﷺ نے اُن چیزوں کے مخصوص نام رکھے تا کہ وہ چیزیں دوسری چیزوں سے ممتاز ہوں۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۸۵٦ - حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ سَمِعَ يَحْيَى بْنَ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ مُّعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ يُّقَالُ لَهٗ عُفَيْرٌ فَقَالَ يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِيْ حَقَّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے یحییٰ بن آدم سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پیچھے دراز گوش (گدھے) پر سوار تھا' جس کو عُفیر کہا جاتا تھا' آپ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم جانتے ہو اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والا ہے' آپ نے فرمایا: پس بے شک اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے (اُس کے کرم سے) کہ وہ اس

شخص کو بالکل عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا' پس میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ دے دوں! آپ نے فرمایا: ان کو خوش خبری نہ دو' ورنہ وہ اسی پر تکیہ کر لیں گے (اور نیک عمل نہیں کریں گے)۔

[اطراف الحدیث: ۵۹۶۸-۶۲۶۸-۶۵۰۰-۶۵۰۰-۷۳۷۳]
(صحیح مسلم: ۳۰' الرقم المسلسل: ۱۵۱' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۹)

علامہ عبداللہ بن ابی جمرۃ اندلسی متوفی ۶۹۹ھ نے اس حدیث کے حسب ذیل پندرہ فوائد ذکر کیے ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور آپ کا حسن خلق

اس حدیث میں آپ کی تواضع اور آپ کے حسن خلق پر اس طرح دلیل ہے کہ آپ اور ایک دوسرا شخص ایک سواری پر سوار ہوتے تھے۔

(۲) جب سواری میں طاقت ہو تو اس پر دو آدمیوں کا سوار ہونا

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب سواری میں طاقت ہو تو اس پر دو آدمیوں کا سوار ہونا جائز ہے۔

(۳) سواری کا مالک اس سواری پر آگے بیٹھنے کا مستحق ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سواری کا مالک اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کا مستحق ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سواری کے مالک تھے اور آپ اس سواری پر آگے بیٹھے تھے۔

(۴) اپنے جانور کا مخصوص نام رکھنا

اس حدیث میں اپنے جانور کا مخصوص نام رکھنے کی دلیل ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سواری کا نام عفیر رکھا گیا تھا' اسی طرح آپ کی اونٹنی کا نام عضباء رکھا گیا تھا۔

(۵) کنیت کی بجائے نام سے پکارنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکارا: یامعاذ! اس میں یہ دلیل ہے کہ کنیت کو ترک کر کے نام سے پکارنا افضل ہے' اور بیٹے کے نام کی طرف اضافت کر کے کنیت رکھنا جائز ہے کیونکہ عرب اس طرح کنیت رکھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب رکھی' البتہ ایسے نام رکھنا ممنوع ہیں' جن سے اپنے نفس کی تعریف اور تحسین کی گئی ہو کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت جویریہ کا نام پہلے برّہ تھا' یعنی نیک کام کرنے والی تو آپ نے ان کا نام تبدیل کر کے جویریہ رکھ دیا اور فرمایا: تم خودستائی نہ کرو اور اپنی تعریف اور تحسین نہ کرو۔ اور اگر اس طرح کے ناموں کے ساتھ کنیت رکھنی جائز ہوتی تو سلف صالحین ان ناموں کے ساتھ کنیت رکھتے کیونکہ وہ ہدایت کے آفتاب اور اندھیروں کے چراغ تھے۔

(۶) سواری پر باتیں کرنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے سواری پر باتیں کیں' اس سے سواری پر باتیں کرنے کا جواز معلوم ہوا۔

Marfat.com

(۷) پس پشت باتیں کرنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ کا چہرہ سامنے کی طرف تھا اور آپ کی پشت حضرت معاذ کی طرف تھی' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص سے اس حالت میں کلام کرنا جائز ہے جب اس کا چہرہ کلام کرنے والے کے بالمقابل نہ ہو' اس کی وجہ سواری کی حالت میں کلام کرنا ہے۔

(۸) متعلم سے سوال کرنے کا جواز جب کہ متعلم کے نہ جاننے کا علم ہو

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ سے سوال کیا' حالانکہ آپ کو علم تھا کہ جس چیز کا آپ نے سوال کیا ہے اس کا حضرت معاذ کو بالکل علم نہیں ہے کیونکہ آپ نے سوال کیا تھا: اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں پر اللہ پر کیا حق ہے؟ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی شخص سے اس چیز کے متعلق سوال کیا جائے' جس کا اسے علم نہ ہو تو پھر وہ اس کے جواب کا مشتاق اور منتظر ہوگا' پھر وہ جواب اس کے ذہن میں قائم رہے گا۔

(۹) اس جواب کی حکمتیں کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے

جب نبی ﷺ نے حضرت معاذ سے مذکور سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والا ہے' اسی طرح صحابہ نے جواب دیا تھا' جب آپ نے ان سے پوچھا تھا: یہ کون سا شہر ہے؟ اس جواب کی ایک حکمت یہ ہے کہ یہ ادب کے موافق ہے' دوسری حکمت یہ ہے کہ وہ آپ سے جواب سن کر سننے کا شرف اور برکت حاصل کرنا چاہتے تھے' تیسری حکمت یہ ہے کہ وہ آپ کے علم کے سامنے اپنے علم کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تھے۔

(۱۰) اللہ کے حق اور بندوں کے حق کا فرق

آپ نے بتایا کہ اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ شرک نہ کریں اور اس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جب بندے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں تو وہ ان کو بالکل عذاب نہ دے' یہ حق فی نفسہٖ واجب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کو اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔

(۱۱) جہالت سے حق ساقط نہیں ہوتا

اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں' اگر بندوں کو اس کے حق کا پتا نہ ہو' تب بھی اللہ کی عبادت ان سے ساقط نہیں ہوگی۔

(۱۲) بغیر دلیل کے اللہ پر ایمان لانا واجب ہے

نبی ﷺ نے یہ بتایا کہ اللہ کا بندوں پر حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور یہ نہیں فرمایا کہ پہلے وہ غور و فکر کر کے اللہ کے وجود اور اس کے واحد ہونے کا علم حاصل کریں' پھر اس پر ایمان لائیں' اس سے معلوم ہوا کہ بغیر دلیل کے اللہ پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۱۳) جس حدیث کی فہم مشکل ہو' وہ صرف ان کو سنائی جائے جو اس کے اہل ہوں

نبی ﷺ نے حضرت معاذ کو یہ بتایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کریں گے' اللہ تعالیٰ ان کو بالکل عذاب نہیں دے گا اور دوسرے لوگوں کو یہ حدیث سنانے سے منع کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث کی فہم مشکل ہو' وہ صرف ان کو سنائی جائے جو اس کے اہل ہوں' اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کے سامنے صرف وہ حدیث بیان کرو جس کو وہ سمجھتے ہوں' کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے! (صحیح البخاری۔ کتاب العلم۔ باب:۴۹)

(۱۴) اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرنا

حضرت معاذ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب میں کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جواب کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دینا چاہیے اور ان کے سامنے اپنی علمیت نہیں بیان کرنی چاہیے' بلکہ ان کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرنا چاہیے۔

(۱۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب کی حکمتیں

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سوال کے جواب میں خود ہی فرمایا کہ اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جب بندے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں تو وہ ان کو بالکل عذاب نہ دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب کی حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر شاگرد کے سوال کرنے سے پہلے استاذ اس کو مسئلہ بتا دے تو بہت اچھا ہے کیونکہ حضرت معاذ کے سوال کرنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بتا دیا کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے اور میں کہتا ہوں: اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سائل کے مانگنے سے پہلے اس کو عطا کر دیتے ہیں' جیسے آپ نے ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ کو ان کے مانگنے سے پہلے دودھ کا پیالہ عطا فرما دیا۔ (صحیح البخاری: ۶۴۵۲)

(۲) اس حدیث میں دلیل ہے کہ راستے میں سواریوں پر بھی عمل کی ترغیب دینا جائز ہے۔

(۳) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں تو اس میں اعمال کی طرف اشارہ کیا اور جب یہ فرمایا کہ وہ اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں تو اس میں آپ نے عقیدہ کی طرف اشارہ کیا۔

(۴) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحیح عقیدہ اور اعمال پر دوام دونوں ضروری ہیں' اگر صرف عقیدہ صحیح ہو اور اعمال نہ ہوں' تب بھی نجات مشکل ہے اور اگر دائمی عمل ہو اور عقیدہ صحیح نہ ہو' تب بھی نجات نہیں ہو سکتی۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو یہ بشارت دینے سے اس لیے منع فرمایا کہ کہیں لوگ اس بشارت پر توکل کر کے نہ بیٹھ جائیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ یہاں جاننا چاہیے کہ توکل کی دو قسمیں ہیں' ایک توکلِ لغوی ہے' جس میں انسان عمل نہ کرے اور کسی چیز کے حصول کے اسباب کو حاصل کیے بغیر اس چیز کے حصول کی اُمید رکھے اور اس حدیث میں آپ نے جس توکل سے منع فرمایا ہے وہ یہی توکلِ لغوی ہے' اور دوسرا توکلِ شرعی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرے اور تمام ان ممنوعہ کاموں سے اجتناب کرے جن سے اس نے منع کیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی اُمید رکھے۔

(بہجۃ النفوس شرح مختصر صحیح البخاری جز ۳ ص ۱۲۲۔۱۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

۲۸۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لَنَا يُقَالُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ مدینہ

Marfat.com

لَـهُ مَنْدُوبٌ فَقَالَ مَا رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَّإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

میں (کسی وجہ سے) خوف اور گھبراہٹ پھیل گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک گھوڑا عاریۃً لیا' جس کو مندوب کہا جاتا تھا' پس آپ نے فرمایا: ہم نے کوئی وحشت (کی وجہ) نہیں دیکھی' پھر آپ نے فرمایا: بے شک ہم نے اس گھوڑے کو ضرور سمندر (کی طرح تیز رو) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲٦۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت انس کے گھوڑے کا نام مندوب تھا اور یہی اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنے کی وجہ ہے۔

٤٧ - بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ شُؤْمِ الْفَرَسِ

گھوڑے کی نحوست کے متعلق جو کہا جاتا ہے

اس باب کے عنوان میں "شوم" کا ذکر ہے "شوم" کا معنی ہے: نحوست' یعنی بے برکتی۔ اس جگہ یہ بحث ہے کہ آیا اس عنوان میں تمام گھوڑوں کی نحوست مراد ہے یا بعض گھوڑوں کی۔

۲۸۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثَةٍ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نحوست صرف تین چیزوں میں ہے: گھوڑے' عورت اور گھر میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۹۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں گھوڑے کی نحوست کا ذکر ہے۔

تین چیزوں میں نحوست کے ارشاد کا بدفالی کی مذمت کی احادیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں فرمایا کہ ان تین چیزوں میں نحوست ہے' حالانکہ بدفالی نکالنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بدفالی نکالنا شرک ہے اور ہم میں سے ہر شخص بدفالی نکالتا ہے لیکن اللہ توکل کے سبب سے بدفالی ختم کر دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۱۰' سنن ترمذی: ۱٦۱۴' سنن ابن ماجہ: ۳۵۳۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ کوئی مرض (خود بخود) متعدی ہوتا ہے اور نہ کوئی بدفالی ہے اور میں نیک فال کو پسند کرتا ہوں' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! نیک فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھی بات (یعنی کسی بات سے اچھا مطلب نکالنا)۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۱٦' سنن ترمذی: ۱٦۱۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۸)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان تین چیزوں میں نحوست ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ واقع میں ان تین چیزوں میں نحوست ہے' بلکہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ جاہلیت کی حکایت کی ہے کہ وہ ان تین چیزوں میں نحوست سمجھتے تھے اور شرعی احکام کے لحاظ سے کسی چیز میں نحوست نہیں ہے جیسا کہ مذکور الصدر احادیث میں اس کی تصریح ہے۔

دوسرا جواب: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی اور جب ان میں نحوست

Marfat.com

نہیں ہے تو کسی چیز میں نحوست نہیں ہے اور ان تین چیزوں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان تین چیزوں کے ساتھ انسان کا اکثر یا ہمیشہ واسطہ رہتا ہے کیونکہ کہیں آنے جانے کے لیے اس کو گھوڑے کی ضرورت پڑتی ہے' رہائش کے لیے مکان کے سوا کوئی چارہ نہیں اور گھر بسانے اور اپنی نسل بڑھانے کے لیے بیوی کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ وہ اکھڑ اور سرکش ہو اور اپنی پیٹھ سے سوار کو گرا دیتا ہو' اور مکان کی نحوست یہ ہے کہ وہ مسجد سے دور ہو' اس میں اذان کی آواز نہ آتی ہو یا وہ مکان رہنے کے لیے تنگ ہو' اور بیوی کی نحوست یہ ہے کہ وہ بدخلق اور بدمزاج ہو یا وہ بانجھ ہو اور اس سے اولاد نہ ہو۔

٢٨٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الْمَرْاَةِ وَالْفَرَسِ وَالْمَسْكَنِ. [طرف الحدیث:٥٠٩٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی حازم بن دینار از حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں (نحوست) ہے تو وہ عورت' گھوڑے اور گھر میں ہے۔

٤٨ - بَابُ الْخَيْلِ لِثَلَاثَةٍ

گھوڑوں کی تین قسمیں

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً﴾ (النحل:٨).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تاکہ تم ان پر سواری کرو (اور وہ تمہاری) زینت ہوں۔ (النحل:٨)

٢٨٦٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ لِرَجُلٍ اَجْرٌ وَّلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّعَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ فَاَمَّا الَّذِيْ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَطَالَ فِيْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ فَمَا اَصَابَتْ فِيْ طِيَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٍ وَّلَوْ اَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ اَرْوَاثُهَا وَاٰثَارُهَا حَسَنَاتٍ لَّهٗ وَلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ اَنْ تَسْقِيَهَا كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَّهٗ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَّرِئَاءً وَّنِوَاءً لِّاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِيَ وِزْرٌ عَلٰى ذٰلِكَ وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں: (ایک گھوڑا) مرد کے لیے اجر ہے' (ایک گھوڑا) مرد کے لیے ستر ہے اور (ایک گھوڑا) مرد کے لیے گناہ ہے' سو رہا وہ گھوڑا جو آدمی کے لیے اجر ہے' یہ وہ گھوڑا ہے کہ جس کو آدمی نے اللہ کی راہ میں باندھ کر رکھا' پس اس کی رسّی گھاس کے قطعہ میں یا باغ میں لمبی رکھی ہے' پس وہ گھوڑا گھاس کے قطعہ سے یا باغ سے لمبی رسّی ہونے کی وجہ سے (وہاں جا کر جو کچھ کھائے گا) تو وہ اس شخص کی نیکیاں ہوں گی' اور اگر اس گھوڑے نے اس کی رسّی کی لمبائی کاٹ دی' پھر وہ ایک بلند جگہ پر یا دو بلند جگہوں پر چڑھا اور اس نے وہاں لید کی تو اس کا وہاں چڑھنا اور لید کرنا بھی اس شخص کی نیکیاں ہوں گی اور اگر وہ گھوڑا کسی دریا کے پاس سے گزرا اور اس نے اس سے پانی پیا اور اس کے مالک نے اس کو پانی پلانے کا ارادہ

Marfat.com

يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗOوَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗO﴾ (الزلزال:۷۔۸)۔

نہیں کیا تھا' (تب بھی) یہ اس شخص کی نیکیاں ہوں گی (یعنی وہ گھوڑا جتنا پانی پئے گا اتنی ہی وہ اس کے مالک کی نیکیاں شمار ہوں گی) اور جس مرد نے اپنے گھوڑے کو فخر اور دکھاوے اور مسلمانوں کی دشمنی کے لیے باندھ کر رکھا تو یہ گھوڑا اس کے لیے گناہ کا باعث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کے متعلق مجھ پر کوئی (خصوصی) آیت نازل نہیں ہوئی سوائے اس جامع اور منفرد آیت کے: پس جس نے ایک ذرہ کے برابر نیکی کی وہ اس کی (جزاء) دیکھے گاO اور جس نے کوئی ایک ذرہ کے برابر بُرائی کی تو وہ اس کی (سزا) دیکھے گاO (الزلزال:۸۔۷)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۷۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض مشکل الفاظ کے معانی پھر ذکر کیے جا رہے ہیں:

اس حدیث میں ''مرج'' کا لفظ ہے' اس کا اطلاق گھاس کے قطعہ پر ہوتا ہے' اور ''روضہ'' کا لفظ ہے' اس کا اکثر اطلاق بلند جگہ پر ہوتا ہے' اور ''روضہ'' اس جگہ کو بھی کہتے ہیں جہاں پانی ہو' اور ''روضہ'' باغ کو بھی کہتے ہیں' اور اس حدیث میں ''طیل'' کا لفظ ہے اس کا معنی رسّی ہے' اور اس میں ''فَاسْتَنَّتْ'' کا لفظ ہے' یہ ''استنان'' سے ماخوذ ہے' اور اس میں ''نواء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دشمنی۔

٤٩ - بَابُ مَنْ ضَرَبَ دَابَّةَ غَيْرِهٖ فِي الْغَزْوِ

جس نے دوسرے کی سواری کو جہاد میں مارا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے سفرِ جہاد میں دوسرے کی سواری کو تیز چلانے کے لیے لکڑی سے مارا تو یہ عمل جائز ہے' کیونکہ درج ذیل حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر کے سست رفتار اونٹ کو تیز چلانے کے لیے لکڑی سے ایک یا دو بار مارا۔

٢٨٦١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَقِيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ اَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ فَقُلْتُ لَهٗ حَدِّثْنِيْ بِمَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَافَرْتُ مَعَهٗ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ قَالَ اَبُوْ عَقِيْلٍ لَا اَدْرِيْ غَزْوَةً اَوْ عُمْرَةً فَلَمَّا اَنْ اَقْبَلْنَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّتَعَجَّلَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَلْيُعَجِّلْ قَالَ جَابِرٌ فَاَقْبَلْنَا وَاَنَا عَلٰى جَمَلٍ لِّيْ اَرْمَكَ لَيْسَ فِيْهِ شِيَةٌ وَّالنَّاسُ خَلْفِيْ فَبَيْنَمَا اَنَا كَذٰلِكَ اِذْ قَامَ عَلَيَّ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ اِسْتَمْسِكْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعقیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمتوکل الناجی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' پس میں نے ان سے کہا: آپ مجھے ایسی حدیث بیان کیجئے جس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو؟ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں گیا۔ ابوعقیل راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں وہ غزوہ کا سفر تھا یا عمرہ کا سفر تھا' پس جب ہم روانہ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے گھر جلدی جانا چاہتا ہو' وہ جلدی چلا جائے۔ حضرت جابر نے کہا: اور میں ایسے اونٹ پر سوار تھا جس میں سرخ اور کالی

Marfat.com

فَضَرَبَهُ بِسَوْطِهِ ضَرْبَةً فَوَثَبَ الْبَعِيرُ مَكَانَهُ فَقَالَ أَتَبِيعُ الْجَمَلَ قُلْتُ نَعَمْ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فِي طَوَائِفِ أَصْحَابِهِ فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ فَقُلْتُ لَهُ هٰذَا جَمَلُكَ فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيفُ بِالْجَمَلِ وَيَقُولُ الْجَمَلُ جَمَلُنَا فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَاقٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ أَعْطُوهَا جَابِرًا ثُمَّ قَالَ اِسْتَوْفَيْتَ الثَّمَنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ.

دھاریاں تھیں' اور اس میں اس رنگ کے علاوہ اور کوئی عیب نہیں تھا' اور لوگ میرے پیچھے چل رہے تھے' پس اسی اثناء میں' میں اسی طرح جا رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے جابر! ٹھہر جا! (تو میں نے اپنا اونٹ ٹھہرالیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے چابک سے ضرب لگائی' پس وہ اونٹ اپنی جگہ سے اچھلا' کودا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم یہ اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! پس جب ہم مدینہ پہنچے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے تو میں بھی آپ کی طرف داخل ہوا اور میں نے اونٹ کو پتھریلے فرش پر باندھ دیا' پس میں نے کہا: کیا یہی آپ کا اونٹ ہے؟ تو آپ باہر آئے' پس آپ نے اونٹ کے گرد چکر لگایا' اور آپ فرما رہے تھے: یہ اونٹ ہمارا اونٹ ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اوقیہ سونا بھیجا' پھر فرمایا: یہ جابر کو دے دو' پھر آپ نے فرمایا: تم نے قیمت پر قبضہ کر لیا' میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: قیمت بھی تمہاری ہے (اور) اونٹ بھی تمہارا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں دوسرے کی سواری کو لکڑی مارنے کا ذکر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کے اونٹ کو تیز چلانے کے لیے چابک مارا تھا' البتہ چند مشکل الفاظ کے معانی پھر ذکر کیے جا رہے ہیں' اس حدیث میں ''ارمك'' کا لفظ ہے' یہ ''احمر'' کے وزن پر ہے' اس کا معنی ہے: وہ چیز جس میں سرخ اور سیاہ ملی جلی دھاریاں ہوں۔ اس میں لکھا ہے: ''لَيْسَ فِيهِ شِيَةٌ''، ''شية'' کا معنی ہے: عیب' جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ''مُسَلَّمَةٌ لَّاشِيَةَ فِيهَا'' (البقرہ:۷۱) اور اس میں ''البلاط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پتھریلی زمین' جس جگہ پتھر بچھے ہوئے ہوں۔

٥٠ - بَابُ الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ الصَّعْبَةِ وَالْفُحُولَةِ مِنَ الْخَيْلِ

سرکش اور نر گھوڑوں پر سواری کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سرکش اور نر گھوڑوں پر سواری کرنا جائز ہے۔

وَقَالَ رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّونَ الْفُحُولَةَ لِأَنَّهَا أَجْرَى وَأَجْسَرُ.

اور راشد بن سعد نے کہا کہ سلف (صحابہ) نر جانور (پر سواری) کو پسند کرتے تھے کیونکہ وہ زیادہ تیز رفتار اور زیادہ بہادر ہوتا ہے۔

راشد بن سعد المقرئی تابعی ہیں' یہ مقراء نام کی دمشق کی بستی کے رہنے والے تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان' حضرت ابوامامہ' حضرت معاویہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۱۶)

٢٨٦٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث

اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِّاَبِيْ طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ مَنْدُوْبٌ فَرَكِبَهُ وَقَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبردی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبردی از قتادۃ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا کہ (ایک مرتبہ) مدینہ میں دہشت پھیلی ہوئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ کا گھوڑا عاریۃً لیا جس کو مندوب کہا جاتا تھا' پس آپ اس پر سوار ہوئے اور فرمایا: ہم نے (کسی قسم کی) دہشت نہیں دیکھی اور ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں نرگھوڑے کا ذکر ہے کیونکہ اس کا نام مندوب تھا۔

نرگھوڑوں پر سوار ہونے کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں کوئی فقہی مسئلہ نہیں ہے' اس باب میں صرف یہ ذکر ہے کہ نرگھوڑوں پر سواری کرنا مادہ گھوڑوں پر سواری کرنے سے افضل ہے' کیونکہ وہ بہت تیز رفتار اور بہادر ہوتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ مدینہ منورہ مادہ گھوڑوں سے خالی نہیں تھا اور یہ معلوم نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ تمام اصحاب نے نرگھوڑے کے علاوہ کسی مادہ گھوڑے پر سواری کی ہو اور اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ نرگھوڑے مادہ گھوڑوں سے افضل تھے مگر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ سے منقول ہے کہ ان کی ایک چتکبری مادہ گھوڑی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مادہ گھوڑوں پر سوار ہونے کے متعلق آثار

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام دارقطنی نے اپنی سنن میں حضرت مقداد رضی اللہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مادہ گھوڑی پر جہاد کیا۔ (سنن دارقطنی: ۴۰۹۶' دارالمعرفہ' بیروت)

الولید بن مسلم نے اپنی ''کتاب الجهاد'' میں حضرت عبادہ بن نسی سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام کفار پر شب خون مارنے میں اور جب جنگی معاملات کو مخفی رکھنا ہوتا تھا تو وہ مادہ گھوڑیوں پر سوار ہونے کو پسند کرتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ صرف مادہ گھوڑی پر سوار ہو کر قتال کرتے تھے۔

ابوعبدالرحمن نے حضرت معاذ بن العلاء رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ تم مادہ گھوڑیوں کو لازم رکھو کیونکہ ان کی پیٹھوں میں عزت ہے اور ان کے پیٹوں میں خزانہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥١ - بَابُ سِهَامِ الْفَرَسِ (مالِ غنیمت میں سے) گھوڑے کا حصہ

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ مالِ غنیمت میں سے گھوڑے کا کتنا حصہ نکالا جائے گا۔

وَقَالَ مَالِكٌ يُسْهَمُ لِلْخَيْلِ وَالْبَرَاذِيْنِ مِنْهَا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا

امام مالک نے کہا کہ گھوڑوں اور خچروں کا مالِ غنیمت میں سے حصہ نکالا جائے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گھوڑے اور

وَزِیۡنَۃً﴾ (النحل:٨) وَلَا یُسْھَمُ لِاَکْثَرَ مِنْ فَرَسٍ.

خچر اور گدھے (پیدا کیے) تا کہ تم ان پر سواری کرو اور وہ تمہاری زینت ہوں۔ (النحل:٨) اور گھوڑے کے مالک کے لیے ایک گھوڑے سے زیادہ کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔

٢٨٦٣ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ اَبِیْ اُسَامَۃَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْفَرَسِ سَھْمَیْنِ وَلِصَاحِبِہٖ سَھْمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابواسامہ از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے لیے دو حصے مقرر کیے اور اس کے مالک کے لیے ایک حصہ مقرر کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٢٢٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مالِ غنیمت میں سے گھوڑے کا حصہ بیان کیا گیا ہے' درحقیقت گھوڑے کا جو حصہ ہوتا ہے' وہ بھی اس کے مالک کو دیا جاتا ہے' لیکن کیونکہ وہ حصہ گھوڑے کے سبب سے ملتا ہے اس لیے اس حصہ کی گھوڑے کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق احادیث

ابوعمرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم چار اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہمارے ساتھ ایک گھوڑا تھا' تو آپ نے ہم میں سے ہر انسان کو ایک حصہ عطا کیا' اور گھوڑے کو دو حصے عطا کیے۔ (سنن ابوداؤد: ٢٧٣٣)

حضرت مجمع بن جاریۃ الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کا مالِ غنیمت اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا تو اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھارہ حصے کیے' اور لشکر پندرہ سو افراد پر مشتمل تھا' ان میں تین سو گھوڑے سوار تھے' تو آپ نے گھوڑے سوار کو دو حصے دیے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٧٣٦)

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے سال میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے لیے چار حصے مقرر کیے' ایک حصہ حضرت زبیر کے لیے اور ایک حصہ ان کی رشتہ دار حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کے لیے جو حضرت زبیر کی ماں تھیں اور دو حصے ان کے گھوڑے کے لیے۔ (سنن نسائی: ٣٥٩٢' سنن دارقطنی ج ٤ ص ١١٠' مسند احمد ج ١ ص ١٦٦)

جمہور فقہاء کے نزدیک مالِ غنیمت سے گھوڑے سوار کے لیے گھوڑے کے دو حصے نکالے جائیں گے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے جمہور فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ گھوڑے سوار مجاہد کو مالِ غنیمت سے تین حصے دیئے جائیں گے' دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے ہوں گے اور ایک حصہ گھوڑے کے مالک کے لیے ہوگا۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد' امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مالِ غنیمت سے گھوڑے کا ایک حصہ نکالا جائے گا اور اس پر ان کے دلائل

اور امام ابوحنیفہ نے یہ فرمایا ہے کہ گھوڑے سوار کو ایک حصہ دیا جائے گا اور ایک حصہ اس کے گھوڑے کے لیے دیا جائے گا' ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت مقداد بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے' جس کا نام سبحۃ تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مالِ غنیمت سے دو حصے دیئے' ایک حصہ ان کے گھوڑے کے لیے اور ایک حصہ ان کے لیے۔

(المعجم الکبیر: ٦١٤ ـ ج ٢٠ ص ٢٦١ 'داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بنوقریظہ کے خلاف جنگ میں گھوڑے پر سوار تھا' پس ایک حصہ میرے لیے رکھا گیا اور ایک حصہ میرے گھوڑے کے لیے۔ (کتاب المغازی للواقدی ج ٢ ص ٢٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے سوار کے لیے دو حصے رکھے اور پیدل کے لیے ایک حصہ رکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢١٨ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تمام متقدمین اور متاخرین فقہاء کی مخالفت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ گھوڑے سوار کو صرف ایک حصہ دیا جائے گا' اور علامہ ابن سحنون مالکی نے کہا ہے: امام ابوحنیفہ کا مؤقف تمام فقہاء سے منفرد ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: نہیں! بلکہ حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢١٨ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٥٢ - بَابُ مَنْ قَادَ دَابَّةَ غَيْرِهٖ فِي الْحَرْبِ جس نے جہاد میں دوسرے کی سواری کو چلایا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص میدانِ جہاد میں دوسرے کی سواری کو چلا کر لے جائے تو یہ جائز ہے۔

٢٨٦٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لٰكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ إِنَّ هَوَازِنَ كَانُوا قَوْمًا رُمَاةً وَإِنَّا لَمَّا لَقِيْنَاهُمْ حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ فَانْهَزَمُوا فَأَقْبَلَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى الْغَنَائِمِ وَاسْتَقْبَلُونَا بِالسِّهَامِ فَأَمَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَفِرَّ فَلَقَدْ رَأَيْتُهٗ وَإِنَّهٗ لَعَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ آخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

[اطراف الحدیث: ٢٨٧٤ ـ ٢٩٣٠ ـ ٣٠٤٢ ـ ٤٣١٥ ـ ٤٣١٦ ـ ٤٣١٧] [صحیح مسلم: ١٧٧٦' الرقم المسلسل: ٤٥٠٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سہل بن یوسف نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے؟ انہوں نے کہا: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرار نہیں ہوئے تھے' بے شک ہوازن کے لوگ تیرانداز تھے اور بے شک جب ہمارا ان سے مقابلہ ہوا تو ہم نے ان پر حملہ کیا' سو وہ شکست کھا گئے' پھر مسلمان مالِ غنیمت لوٹنے لگے' اور انہوں نے ہمیں تیروں پر رکھ لیا' پس رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ فرار نہیں ہوئے' پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا' آپ سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان (بن حارث) آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ رجز فرما رہے تھے:

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

وادیٔ حنین کا محلِ وقوع' مسلمانوں کے جنگ سے فرار ہونے کی توجیہ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جنگ سے فرار ہونے کی نسبت کی' اس کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حنین کا ذکر ہے' حنین ایک وادی ہے جو کہ مکہ سے تین راتوں کی مسافت پر ہے' طائف کے قریب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرار نہیں ہوئے۔ آپ کا اور تمام انبیاء علیہم السلام کا یہ حال معلوم ہے کہ وہ کبھی بھی جنگ سے فرار نہیں ہوئے' کیونکہ وہ بہت بہادر ہوتے ہیں اور انہیں اللہ عزوجل کے وعدے کی قوی تصدیق ہوتی ہے اور انہیں شہادت

کی اور اللہ عزوجل سے ملاقات کی شدید رغبت ہوتی ہے اور ان میں سے کسی کے متعلق بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ (معاذ اللہ) فرار ہوا ہو اور جس شخص نے ایسا کہا اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی' کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس وصف کا انکار کیا ہے' جس کا علم قطعی ہے اور یہ کفر ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کسی نقص یا عیب کی نسبت کی' اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ علامہ ابن بطال نے کہا: وہ کافر ہے' لیکن اگر اس نے کوئی تاویل کی یا کوئی عذر پیش کیا تو اس کو قبول کیا جائے گا۔

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ فرار نہیں ہوئے' تو اس سے پہلے عبارت محذوف ہے' اصل عبارت یوں ہے: رہے ہم تو ہم تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے فرار ہو گئے تھے' اور رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ فرار نہیں ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ سفید خچر پر سوار تھے' اس خچر میں اختلاف ہے۔ صحیح مسلم میں ہے: یہ سفید خچر تھی جو آپ کو فروہ بن نفاثہ نے ہدیہ کی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ ملگجا خچر تھا۔ امام ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ دُلدُل پر سوار تھے' جو آپ کو المقوقس نے ہدیہ کیا تھا۔

اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسفیان آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے' یہ ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے' ان کا نام ابوسفیان ہی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام المغیرہ ہے' یہ فضلاء صحابہ میں سے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس رجز یہ کلام کی توجیہ کہ میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں ہے اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نبی ہوں اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔ اس کا معنی ہے: میں اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا نہیں ہوں' یا اس کا معنی ہے: میں اپنے کسی قول میں جھوٹا نہیں ہوں۔

آپ نے فرمایا: میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے دادا عبد المطلب پر فخر کیا' اور کافر آباء پر فخر کرنا جائز نہیں ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عبد المطلب مؤمن تھے۔

اس حدیث میں ہے کہ مسلمان مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور ہوازن نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی (تو مسلمان بھاگ گئے)' رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ وہاں قائم رہے۔

وہ بارہ صحابہ جو جنگ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر فرار نہیں ہوئے

اس دن سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھاگ گئے تھے اور صرف بارہ آدمی آپ کے ساتھ تھے: حضرت عتبہ' حضرت معتب اور ابولہب کے دو بیٹے' حضرت جعفر بن ابی سفیان بن الحارث' حضرت عقیل بن ابی طالب' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت فضل بن عباس' حضرت اسامہ' حضرت قثم بن عباس' حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہم' اور اس دن یہ صحابہ شہید ہو گئے: حضرت ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب' حضرت اُم سُلیم (حضرت انس بن مالک کی والدہ) رضی اللہ عنہا۔

حضرت عقیل بن ابی طالب کے مسلمان ہونے پر ایک اشکال کا جواب

میں کہتا ہوں: علامہ بدر الدین عینی نے اپنی مذکور الصدر عبارت میں عقیل بن ابی طالب کا صحابہ میں ذکر کیا ہے اور ان کو مسلمان لکھا ہے' اسی طرح اسماء رجال کے ماہرین نے لکھا ہے۔

حافظ جمال الدین یوسف المزی المتوفی ٧٤٢ ھ' عقیل بن ابی طالب کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ زبردستی لائے گئے تھے اور اس دن ان کو قید کیا گیا تھا' پھر یہ حدیبیہ سے پہلے اسلام لے آئے اور غزوۂ موتہ میں حاضر ہوئے' یہ اپنے بھائی جعفر بن ابی طالب سے دس سال بڑے تھے اور حضرت جعفر' حضرت علی سے دس سال بڑے تھے اور طالب' عقیل سے دس سال بڑے تھے اور طالب کفر پر مرے۔ (تہذیب الکمال ج ۱۳ ص ۱۴۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب الہاشمی' حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے اور غزوۂ موتہ میں حاضر ہوئے تھے' اس کے بعد وہی تہذیب الکمال کی عبارت ہے۔ اس پر انہوں نے یہ مزید لکھا ہے کہ زبیر بن بکار نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے: جنگ حنین میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو صحابہ ثابت قدم رہے: حضرت عباس' حضرت علی' حضرت عقیل رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت۔ (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

تاہم ان عبارات پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ صحیح البخاری: ۱۵۸۸ میں یہ تصریح ہے کہ عقیل اور طالب دونوں کافر تھے اور یہ دونوں ابوطالب کے وارث ہوئے اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ان کے وارث نہیں ہوئے' کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے' اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ آئے اور آپ سے پوچھا گیا کہ کل آپ کہاں ٹھہریں گے تو آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے رہنے کے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے' اور عقیل اور طالب کفر پر مرے تھے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ عقیل اور طالب' ابوطالب کی موت کے وقت دونوں کافر تھے لیکن عقیل صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ عنہ' اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کی تھی' اس وقت یہ ابوطالب کے مکان پر قابض تھے اور یہ قاعدہ ہے کہ ہجرت کے وقت جو جس مکان پر قابض تھا' وہ اخیر وقت تک اس پر قابض ہی قرار پایا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۹' عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۵)

بعض صحابہ کا تیروں کی بوچھاڑ سے جنگ میں پسپا ہونا' ان کی عظمت کے خلاف نہیں بلکہ یہ سیاسی مصلحت کی بناء پر تھا

اس حدیث سے یہ گمان نہ کیا جائے کہ چونکہ بعض صحابہ تیروں کی بوچھاڑ سے بھاگ گئے تھے تو ان کا یہ فعل گناہ تھا اور ہمارے لیے بھی میدان جہاد سے بھاگنا جائز ہے۔ یہ گمان صحیح نہیں ہے کیونکہ جنگ میں بعض سیاسی مصلحتیں اور سیاسی اقدام ہوتے ہیں' بعض اوقات کسی جگہ سے مصلحتاً مجاہد پیچھے ہٹتے ہیں اور کسی دوسرے محاذ سے دشمن پر حملہ کرتے ہیں' سو اس حدیث سے یہ سمجھنا چاہیے کہ جنگ کی مصلحت کی بناء پر بعض اوقات کسی مورچے سے پیچھے ہٹنا جائز ہے' بہ شرطیکہ یہ نیت ہو کہ وہ جنگ میں ثابت قدم رہیں گے اور کسی دوسرے مورچے سے پلٹ کر دشمن پر حملہ کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۲۔ ۲۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جہاد میں امیر لشکر کی خدمت کا جواز' لڑائی کی شدت کے دوران اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا جواز' اپنے نسب پر فخر کرنے کا جواز اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) جنگ کے دوران سربراہ ملت اسلامیہ کی خدمت کرنا جیسے حضرت ابوسفیان بن حارث' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔

Marfat.com

(۲) حالتِ جنگ میں اللہ کی راہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جائز ہے کیونکہ جب بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور صرف بارہ مرد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہ گئے تو ان بارہ مردوں نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی اور اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لازم رکھا۔

(۳) امام کا جنگ میں خچر پر سوار ہونے کا جواز اور جنگ کی مصلحت کی وجہ سے ایک مورچے سے دوسرے مورچے کی طرف منتقل ہونے کا جواز۔

(۴) عین جہاد کے وقت اپنے نسب پر فخر کرنے کا جواز جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

(۵) آپ نے فرمایا: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ اس میں آپ کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعے یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ بہرحال اس جنگ میں کامیاب ہوں گے اگرچہ جنگ کروٹیں بدل رہی تھی اور اس وقت میں کفار کا پلہ بھاری تھا اور مسلمان پسپا ہو رہے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پُر عزم تھے۔

(۶) جس نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جنگ میں شکست کھائی وہ کافر ہو گیا اور اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اسی طرح کسی بھی جنگ میں کسی بھی نبی علیہ السلام کے متعلق اگر کسی نے یہ کہا کہ انہوں نے اس جنگ میں شکست کھائی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۷۳-۷۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث کی علامہ عینی اور علامہ ابن بطال نے بہت مفصل شرح کی ہے لیکن حیرت ہے کہ علامہ ابن حجر نے اس کی شرح میں صرف دو سطریں لکھی ہیں اور شیخ تقی عثمانی نے اس حدیث کو سرے سے چھوڑ دیا اور ان کے شیخ، شیخ سلیم اللہ نے بعض غیر ضروری چیزوں میں بہت طویل کلام کیا ہے اور جو ضروری اور اہم مباحث تھے ان کو چھوڑ دیا ہے ان ضروری مباحث کا علم ہمارے قائم کردہ عنوانوں سے ہوگا۔

٥٣ - بَابُ الرِّكَابِ وَالْغَرْزِ لِلدَّابَّةِ — سواری کی رکاب اور غرز

اس باب میں رکاب اور غرز کا ذکر ہے رکاب اس چیز کو کہتے ہیں جس پر پیر رکھ کر سواری پر سوار ہوتے ہیں غرز کا بھی یہی معنی ہے اور یہ دونوں مترادف لفظ ہیں ایک قول یہ ہے کہ رکاب لوہے یا لکڑی کی ہوتی ہے اور غرز صرف چمڑے کی ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ رکاب گھوڑے کی ہوتی ہے اور غرز اونٹ کی ہوتی ہے۔

٢٨٦٥ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ وَاسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً أَهَلَّ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا پیر رکاب میں داخل کر دیتے اور اونٹنی ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس سیدھی کھڑی ہو جاتی تو آپ مُحرم ہو جاتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۶۶ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں رکاب کا ذکر ہے۔

٥٤ - بَابُ رُكُوبِ الْفَرَسِ الْعُرْيِ — گھوڑے کی برہنہ پشت پر سوار ہونا

اس باب کے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کی ایسی پشت پر سوار ہونا جائز ہے جس پر زین کسی ہوئی نہ ہو یا اس کی پشت پر

Marfat.com

اور کوئی کپڑا ڈالا ہوا نہ ہو۔

٢٨٦٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَرَسٍ عُرْيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ فِي عُنُقِهِ سَيْفٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے آگے نکل گئے حالانکہ آپ گھوڑے کی برہنہ پیٹھ پر سوار تھے جس پر پالان نہیں تھی اور آپ کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٢٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں آپ کی تواضع کا ثبوت ہے' اور یہ کہ آپ کو گھوڑے پر سوار ہونے کی خوب مشق تھی' اور اس میں گلے میں تلوار لٹکانے کا ثبوت ہے۔

٥٥ - بَابُ الْفَرَسِ الْقَطُوْفِ — سست رفتار گھوڑے پر سوار ہونا

اس باب کے عنوان میں "قطوف" کا لفظ ہے "قطوف" کا معنی ہے: جس کے قدم ہموار ہوں یا جو تنگی سے چلے' یا جو سست رفتاری سے چلے۔ الثعالبی نے کہا ہے کہ اگر گھوڑا اچھل اچھل کر چلے تو اسے "قطوف" کہتے ہیں اور اگر وہ اگلی ٹانگوں کو اٹھائے اور پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو تو اس کو "سبوت" کہتے ہیں اور اگر وہ اپنے سوار کو آسانی سے سوار نہ ہونے دے تو اس کو "قموص" کہتے ہیں اور اگر وہ اپنے سوار کے ساتھ سرکشی کرے تو اس کو "شموس" کہتے ہیں۔

٢٨٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَزِعُوْا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِأَبِيْ طَلْحَةَ كَانَ يَقْطِفُ أَوْ كَانَ فِيْهِ قِطَافٌ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يُجَارٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ایک مرتبہ اہل مدینہ خوف زدہ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوطلحہ کے ایک سست رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے' یا اس گھوڑے میں سست رفتاری تھی' پھر جب واپس آئے تو آپ نے فرمایا: ہم نے تمہارے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رو) پایا' اس کے بعد اس گھوڑے پر (کوئی اور گھوڑا) سبقت نہیں لے جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٢٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سست رفتار گھوڑے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے کہ وہ سست رفتار گھوڑا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی وجہ سے وہ اس قدر تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس پر سبقت نہیں لے جا سکتا تھا۔

٥٦ - بَابُ السَّبْقِ بَيْنَ الْخَيْلِ — گھوڑوں کے درمیان تیز رفتاری کا مقابلہ کرانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ گھوڑوں کے درمیان بغیر شرط کے تیز رفتاری میں مقابلے کرانا جائز ہے۔

Marfat.com

٢٨٦٨ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَجْرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ضُمِّرَ مِنَ الْخَيْلِ مِنَ الْحَفْيَاءِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَاَجْرٰى مَالَمْ يُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَكُنْتُ فِيمَنْ اَجْرٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جن گھوڑوں میں اضمار کیا گیا تھا' ان گھوڑوں کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک مقابلہ کرایا' اور جن گھوڑوں میں اضمار نہیں کیا گیا تھا' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الثنیۃ سے لے کر مسجد بنو زریق تک دوڑایا' حضرت ابن عمر نے بتایا کہ میں بھی ان میں شامل تھا جن کے گھوڑوں کو دوڑایا گیا تھا۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ سُفْيَانُ بَيْنَ الْحَفْيَاءِ اِلَى الثَّنِيَّةِ الْوَدَاعِ خَمْسَةُ اَمْيَالٍ اَوْ سِتَّةٌ وَبَيْنَ ثَنِيَّةٍ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ مِيْلٌ.

عبداللہ نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی' سفیان نے بتایا کہ الحفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک پانچ یا چھ میل ہیں اور ثنیہ سے لے کر مسجد بنو زریق تک ایک میل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں گھوڑوں کے درمیان تیز رفتاری کے مقابلہ کرانے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں ''اضمار'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: پہلے گھوڑوں کو خوب کھلانا پلانا اور بعد میں چند دن ان کو بھوکا رکھنا' اس عمل سے ان کا جسم قوی ہوتا ہے اور ان میں دوڑنے کی زیادہ قوت اور زیادہ برداشت پیدا ہوتی ہے۔

٥٧ - بَابُ اِضْمَارِ الْخَيْلِ لِلسَّبْقِ

دوڑ میں مقابلہ کے لیے گھوڑوں کو اضمار کرنا

٢٨٦٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضَمَّرْ وَكَانَ اَمَدُهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ سَابَقَ بِهَا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَمَدًا غَايَةً ﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ﴾ (الحدید:١٦).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان مقابلہ کرایا جن کو اضمار نہیں کیا گیا تھا اور ان کی آخری حد الثنیۃ سے لے کر مسجد بنو زریق تک تھی اور بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (بھی) مقابلہ کیا تھا۔ امام ابو عبداللہ بخاری نے کہا: ''امد'' کا معنی آخری ہے اور پس جب ان پر طویل مدت گزر گئی۔ (الحدید:١٦) میں بھی یہی معنی مراد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۰ میں گزر چکی ہے۔

٥٨ - بَابُ غَايَةِ السَّبْقِ لِلْخَيْلِ الْمُضَمَّرَةِ

اضمار شدہ گھوڑوں کے مقابلہ کی آخری حد

٢٨٧٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے

Marfat.com

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَابَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي قَدْ أُضْمِرَتْ فَأَرْسَلَهَا مِنَ الْحَفْيَاءِ وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ فَقُلْتُ لِمُوسٰى فَكَمْ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ سِتَّةُ أَمْيَالٍ أَوْ سَبْعَةٌ وَّسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ فَأَرْسَلَهَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَكَانَ أَمَدُهَا مَسْجِدَ بَنِي زُرَيْقٍ قُلْتُ فَكَمْ بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ مِيْلٌ أَوْ نَحْوُهٗ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ مِمَّنْ سَابَقَ فِيْهَا.

کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جن گھوڑوں کو اضمار کیا گیا تھا' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحفیاء سے چھوڑ دیا (دوڑایا) اور ان کی آخری حد ثنیۃ الوداع تھی۔ راوی نے کہا: میں نے موسیٰ سے پوچھا: ان کے درمیان کتنی مسافت تھی؟ انہوں نے کہا: چھ یا سات میل اور جن گھوڑوں کو اضمار نہیں کیا گیا تھا' ان کو ثنیۃ الوداع سے چھوڑا اور ان کی آخری حد مسجد بنوزریق تھی' میں نے پوچھا: ان کے درمیان کتنی مسافت تھی؟ انہوں نے کہا: ایک میل یا اس کی مثل' اور حضرت ابن عمر ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس دوڑ میں مقابلہ کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٠ میں گزر چکی ہے۔

٥٩ - بَابُ نَاقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا ذکر

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی القصواء اور العضباء کا ذکر کیا جائے گا۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ أَرْدَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو (اپنی اونٹنی) القصواء پر اپنے پیچھے بٹھایا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مندہ نے کتاب الارداف میں اس تعلیق کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: "اَلْقُصْوٰی" میں قاف پر پیش ہے اور یہ اسم مقصور ہے اور اہل لغت کے نزدیک اس پر زبر ہے اور یہ اسم ممدود ہے یعنی القصواء' اس کے کان کا چوتھائی حصہ کٹا ہوا تھا' یہ وہی اونٹنی ہے جس پر بیٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تھی' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس اونٹنی کو بنوالحریش سے خریدا تھا اور یہ ملگجی رنگ کی تھی' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اس پر نہیں بیٹھتے تھے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو العضباء کہا جاتا تھا' یہ اس کا لقب تھا' اور اس کے کان میں شگاف نہیں تھا اور امام خلیل نے کتاب العین میں اس کی تصریح کی ہے کہ العضباء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے کان میں شگاف ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٢٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَالَ الْمِسْوَرُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ.

اور حضرت المسور رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصویٰ نہیں بیٹھی۔

اس تعلیق کا ذکر' صحیح البخاری: ٢٧٣١ میں ہے۔

٢٨٧١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَتْ نَاقَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے

Marfat.com

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهَا الْعَضْبَاءُ.

کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کو العضباء کہا جاتا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۲۸۷۲-۶۵۰۱]

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ باب کے عنوان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کا ذکر ہے اور یہ العضباء وغیرہ کو شامل ہے۔

٢٨٧٢ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةٌ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ لَا تُسْبَقُ قَالَ حُمَيْدٌ اَوْ لَا تَكَادُ تُسْبَقُ فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ فَسَبَقَهَا فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى عَرَفَهُ فَقَالَ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهُ طَوَّلَهُ مُوْسٰى عَنْ حَمَّادٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی جس کو العضباء کہا جاتا تھا' وہ کبھی پیچھے نہیں رہتی تھی' حمید نے کہا: یا وہ پیچھے رہنے کے قریب نہیں رہتی تھی' پھر ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا تو اس نے العضباء کو پیچھے چھوڑ دیا تو یہ بات مسلمانوں پر بہت دشوار گزری حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پریشانی کو جان لیا تو آپ نے فرمایا: اللہ پر یہ حق ہے کہ جو چیز بھی دنیا میں بلند ہوتی ہے وہ اس کو پست کر دیتا ہے (کیونکہ مطلقاً بلندی صرف اللہ ہی کے لیے ہے)۔ اس حدیث کو موسیٰ نے از حماد از ثابت از حضرت انس از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طوالت کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو بھی امام بخاری نے اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اونٹنی کا ذکر ہے۔

٦٠ - بَابُ الْغَزْوِ عَلَى الْحَمِيْرِ

گدھے پر بیٹھ کر جہاد کرنا

اس باب کے تحت امام بخاری نے کوئی حدیث درج نہیں کی' اور امام بخاری کا یہ قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی باب کے تحت حدیث ذکر نہ کریں تو وہ باب ابواب سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔

٦١ - بَابُ بَغْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْضَاءِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید خچر کا ذکر

قَالَهُ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ اَهْدٰى مَلِكُ اَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ.

اور ابوحمید نے کہا کہ ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفید خچر ہدیہ کی تھی۔

ابوحمید کا پورا نام حضرت عبدالرحمان بن سعد الساعدی ہے' یہ صحابی ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں فوت ہوئے۔

ایلہ' یہ حجاز کی انتہاء اور شام کی ابتداء ہے اور شام اور مدینے کے درمیان پندرہ مرحلے کا فاصلہ ہے۔

جس بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خچر ہدیہ کیا تھا' اس کا نام یوحنا بن روبۃ تھا۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ایلہ کے

Marfat.com

بادشاہ کا قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مکتوب لے کر آیا اور اس نے آپ کو سفید خچر ہدیہ کیا' اور اس خچر کا نام دلدل تھا اور صحیح یہ ہے کہ دلدل آپ کو المقوقس نے ہدیہ کیا تھا۔

امام بخاری کی یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۹)

۲۸۷۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوإِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمرو بن الحارث سے سنا' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکہ میں صرف سفید خچر اور ہتھیار اور ایک زمین چھوڑی تھی اور جو کچھ آپ نے چھوڑا' وہ صدقہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۳۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں جس زمین کا ذکر ہے' وہ فدک کی آدھی زمین تھی' اور وادی قریٰ کی تہائی زمین تھی اور خیبر کی زمین سے آپ کا حصہ تھا اور بنو نضیر سے آپ کا حق تھا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم جماعت انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۹)

۲۸۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوإِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عُمَارَةَ وَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ وَلّٰى سَرْعَانُ النَّاسِ فَلَقِيَهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَأَبُوسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ آخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے کہا: اے ابوعمارہ! کیا تم لوگوں نے غزوۂ حنین کے دن پیٹھ پھیری تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں! اور اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری تھی' لیکن جلدی میں کچھ لوگوں نے پیٹھ پھیری تھی' جن پر ہوازن کے تیروں کی بوچھاڑ ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن الحارث اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے۔

۶۲ - بَابُ جِهَادِ النِّسَاءِ

عورتوں کا جہاد کرنا

اس باب میں عورتوں کے جہاد کرنے کا حکم بیان فرمایا ہے۔

۲۸۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از معاویہ بن اسحاق از عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں

Marfat.com

قَالَتْ اِسْتَاذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بِهٰذَا.

کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت طلب کی' تو آپ نے فرمایا: تمہارا جہاد حج کرنا ہے' اور عبداللہ بن الولید نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از معاویہ اسی طرح۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ عورتوں کا جہاد حج کرنا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم دیکھتی ہیں کہ افضل عمل جہاد ہے' تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۸۴)

۲۸۷۶ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از معاویہ اسی طرح۔

یہاں امام بخاری نے اس حدیث کو دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

وَعَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهُ نِسَاءُهُ عَنِ الْجِهَادِ فَقَالَ نِعْمَ الْجِهَادُ الْحَجُّ.

اور حبیب بن ابی عمرہ بیان کرتے ہیں: از حضرت عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ سے آپ کی ازواج نے جہاد سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: بہترین جہاد حج کرنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۰ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ غَزْوِ الْمَرْاَةِ فِي الْبَحْرِ عورتوں کا سمندری راستوں سے جہاد کرنا

اس باب میں سمندری راستے سے عورتوں کے جہاد کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۸۷۸'۲۸۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَةِ مِلْحَانَ فَاتَّكَاَ عِنْدَهَا ثُمَّ ضَحِكَ فَقَالَتْ لِمَ تَضْحَكُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ يَرْكَبُوْنَ الْبَحْرَ الْاَخْضَرَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَثَلُهُمْ مَثَلُ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا مِنْهُمْ ثُمَّ عَادَ فَضَحِكَ فَقَالَتْ لَهُ مِثْلَ اَوْ مِمَّ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهَا مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عبدالرحمن الانصاری' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے' پس ان کے پاس ٹیک لگائی' پھر آپ ہنسے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ اللہ کی راہ میں سبز سمندر پر سواری کریں گے اور ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر ہوتے ہیں۔ حضرت بنت ملحان نے کہا: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں سے کردے' آپ نے دعا کی: اے

اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَلَسْتِ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ قَالَ قَالَ اَنَسٌ فَتَزَوَّجَتْ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ مَعَ بِنْتِ قَرَظَةَ فَلَمَّا قَفَلَتْ رَكِبَتْ دَابَّتَهَا فَوَقَصَتْ بِهَا فَسَقَطَتْ عَنْهَا فَمَاتَتْ.

اللہ! اس کو ان میں سے کر دے پھر آپ دوبارہ لیٹ گئے پس آپ ہنسے' تو حضرت بنت ملحان نے اسی کی مثل سوال کیا یا کہا: کس وجہ سے؟ آپ نے بھی اسی کی مثل جواب دیا' پس انہوں نے کہا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے' آپ نے فرمایا: تم پہلوں میں سے ہو' اور دوسروں میں سے نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت انس نے بیان کیا: پس حضرت بنت ملحان نے عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا' پس وہ بنت قرظہ کے ساتھ سمندر میں سوار ہوئیں' جب وہ واپس لوٹیں تو اپنی سواری پر سوار ہوئیں' پس ان کی سواری نے ان کی گردن توڑ دی' سو وہ اس سے گر گئیں اور اس (حادثہ) سے ان کی وفات ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۸۹۔۲۷۸۸ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ حَمْلِ الرَّجُلِ امْرَاَتَهُ فِي الْغَزْوِ دُوْنَ بَعْضِ نِسَائِهِ

کسی شخص کا اپنی کسی ایک بیوی کو جہاد پر لے جانا اور دوسری بیویوں کو چھوڑ دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص جہاد پر روانہ ہو تو قرعہ اندازی کے بعد اپنی کسی ایک بیوی کو ساتھ لے جائے۔

۲۸۷۹ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ ابْنَ وَقَّاصٍ وَّعُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ كُلٌّ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنَ الْحَدِيْثِ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَاَيَّتُهُنَّ يَخْرُجُ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيْهَا سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا اُنْزِلَ الْحِجَابُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن المنہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عمیر النمیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عروہ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ سے حضرت عائشہ کی حدیث سنی' ان سب نے مجھے حدیث کا ایک حصہ بیان کیا' حضرت عائشہ نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جہاد کے لیے) روانہ ہونے کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے' پس جس کا قرعہ نکل آتا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے جاتے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں قرعہ اندازی کی جس میں آپ نے جہاد کیا تھا' پس اس میں میرا قرعہ نکل آیا' حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد میں آپ کے ساتھ روانہ ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے۔

٦٥ - بَابُ غَزْوِ النِّسَاءِ وَقِتَالِهِنَّ مَعَ الرِّجَالِ

عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد اور قتال کرنا

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہونا جائز ہے۔

٢٨٨٠ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَأُمَّ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ أَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ وَقَالَ غَيْرُهُ تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا ثُمَّ تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهَا فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ.

[اطراف الحدیث: ٢٩٠٢-٣٨١١-٤٠٦٤] (صحیح مسلم: ١٨١١، الرقم المسلسل: ٤٥٧٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب غزوۂ اُحد کا دن تھا تو لوگ شکست کھا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو گئے' حضرت انس نے کہا: اور میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ دونوں اپنے پائنچے اوپر کیے ہوئے تھیں اور میں ان کی پنڈلیوں کے زیور کو دیکھ رہا تھا' وہ مشک لے کے بھاگ رہی تھیں اور دوسروں نے کہا کہ وہ مشکوں کو اپنی پیٹھوں پر لاد کر لا رہی تھیں' پھر (زخمی) لوگوں کے منہ میں ان مشکوں سے پانی ڈال رہی تھیں' پھر لوٹ کر جاتیں' پس ان مشکوں کو بھر کر لاتیں' پھر (زخمی) لوگوں کے منہ میں ان مشکوں سے پانی ڈالتیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابو معمر' عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المنقری (٢) عبدالوارث بن سعید (٣) عبدالعزیز بن صہیب ابو حمزہ (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٣٣)

حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ اس باب کا یہ عنوان ہے: عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد اور قتال کرنا۔ اور اس حدیث میں عورتوں کے قتال کا بالکل ذکر نہیں ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا زخمی مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں' لہٰذا عنوان میں عورتوں کے جہاد اور قتال سے مراد عام ہے کہ وہ خود قتال کریں یا قتال میں مجاہدین کی اعانت کریں' البتہ دوسری احادیث میں حضرت اُم سلیم کے قتال کا بھی ذکر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم سلیم نے غزوۂ حنین میں ایک خنجر رکھا ہوا تھا' انہوں نے بتایا کہ میں نے خنجر اس لیے رکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو میں اس کے پیٹ میں یہ خنجر گھونپ دوں گی۔ (صحیح مسلم: ١٨٠٩)

سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت اُم سلیم نے مشرکین کو قتل کرنے کے لیے خنجر تیار کر کے رکھا ہوا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین سے قتال کرنے میں وہ مردوں کے حکم میں تھیں اور اس اعتبار سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے۔ غزوۂ اُحد کے بعد حجاب کے احکام نازل ہوئے ہیں' اس لیے یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ان خواتین کی طرف کیوں دیکھ رہے تھے۔

عورتوں' معذوروں اور تاجروں کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا مالِ غنیمت سے عورت کا حصہ نکالا جائے گا یا نہیں؟

اوزاعی نے کہا ہے کہ عورتوں کا حصہ نکالا جائے گا کیونکہ نبی ﷺ نے خیبر کے مالِ غنیمت سے عورتوں کا حصہ نکالا تھا اور مسلمانوں نے اس پر عمل کیا تھا' سفیان ثوری' فقہاء کوفہ' لیث اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کا حصہ نہیں نکالا جائے گا لیکن ان کو تھوڑا سا مال دیا جائے گا' کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت نجدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ہم عورتوں کو مالِ غنیمت سے کچھ ملتا تھا' اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارا حصہ مقرر نہیں کیا تھا۔

نابینا' اپاہج اور جس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں' اس کے متعلق اختلاف ہے' اگر یہ لوگ جہاد میں کسی قسم کی مدد کر سکیں مثلاً اپاہج سواری پر سوار ہو کر قتال کر سکے یا نابینا تیر اٹھا کر دے سکے یا ان کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو ان کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا ورنہ نہیں۔

تاجر اور مزدور کے متعلق تین اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ جب وہ لوگوں کے ساتھ قتال میں حاضر ہوں تو ان کا حصہ نکالا جائے گا' خواہ وہ قتال کریں یا نہ کریں' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا حصہ بالکل نہیں نکالا جائے گا اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ قتال کریں تو ان کا حصہ نکالا جائے گا' ورنہ نہیں۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ مزدور اور تاجر کا حصہ صرف اس صورت میں نکالا جائے گا' جب وہ قتال کریں' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے' امام ابوحنیفہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ ہر اس آزاد شخص کا حصہ نکالا جائے گا جو قتال کرے' اور یہی امام احمد کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۵-۲۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٦ - بَابُ حَمْلِ النِّسَاءِ الْقِرَبَ إِلَى النَّاسِ فِي الْغَزْوِ

عورتوں کا جہاد میں مشکوں کو اٹھا کر لوگوں کی طرف لانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا جہاد میں مشکوں کو اٹھا کر لانا جائز ہے۔

٢٨٨١ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ثَعْلَبَةُ ابْنُ أَبِي مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَسَمَ مُرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْمَدِينَةِ فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَعْطِ هٰذَا ابْنَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي عِنْدَكَ يُرِيدُونَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ أُمُّ سَلِيطٍ أَحَقُّ وَأُمُّ سَلِيطٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ تَزْفِرُ تَخِيطُ. [طرف الحدیث: ۴۰۷۱]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب' ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ بے شک حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں کچھ چادریں تقسیم کیں' پس ایک نئی چادر بچ گئی تو حضرت عمر کے ہم نشینوں میں سے کسی نے کہا: یہ چادر آپ رسول اللہ ﷺ کی اس صاحب زادی کو دے دیں جو آپ کے نکاح میں ہیں' ان کی مراد حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھیں' تب حضرت عمر نے فرمایا: حضرت اُم سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ مستحق ہیں' اور حضرت ام سلیط انصار کی ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی' حضرت عمر نے کہا: بے شک وہ غزوۂ اُحد کے دن ہمارے لیے مشکیں اٹھا کر لاتی تھیں۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: "تزفر" کا معنی ہے: وہ سیتی تھیں۔

Marfat.com

حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہوئی تھیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے نکاح کا پیغام دیا' حضرت علی نے فرمایا: میں اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں' اگر آپ نے اس کو راضی کر دیا تو میں اس کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں گا' پس حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو حضرت عمر کے پاس ایک چادر دے کر بھیجا اور ان سے فرمایا: تم ان سے یہ کہنا کہ یہ وہ چادر ہے جس کے متعلق میں نے آپ سے کہا تھا' حضرت ام کلثوم نے حضرت عمر سے اسی طرح کہا' حضرت عمر نے ان سے کہا: آپ حضرت علی سے کہیں کہ میں راضی ہو گیا' آپ سے اللہ راضی ہو۔ جب حضرت ام کلثوم' حضرت علی کے پاس واپس گئیں تو حضرت علی نے بتایا کہ حضرت عمر تمہارے شوہر ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۶۔۲۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا تھا جن کی والدہ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں' اس وجہ سے حضرت عمر کے ہم نشینوں نے کہا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ آپ کی حیات میں پیدا ہوئی تھیں اور وہ حضرت سیدہ فاطمہ کی سب سے چھوٹی صاحب زادی تھیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۸۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا' حضرت علی نے فرمایا: وہ ابھی کم سن ہے' حضرت عمر نے فرمایا: اے ابوالحسن! آپ اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیں' اس کی جتنی حفاظت میں کروں گا کوئی اور اتنی حفاظت نہیں کر سکے گا' حضرت علی نے فرمایا: میں اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں اگر آپ اس سے راضی ہو گئے تو میں نے اس سے آپ کا نکاح کر دیا' پس حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو ایک چادر دے کر حضرت عمر کی طرف بھیجا اور حضرت ام کلثوم سے فرمایا: تم ان سے یہ کہنا: یہ وہ چادر ہے جس کے متعلق میں نے آپ سے کہا تھا' حضرت ام کلثوم نے حضرت عمر سے اسی طرح کہا تو حضرت عمر نے ان سے کہا: آپ حضرت علی سے کہیں کہ میں راضی ہوں' آپ سے اللہ راضی ہو' حضرت علی نے فرمایا: اے بیٹی! یہ تمہارے شوہر ہیں' پھر حضرت عمر آ کر باغ میں بیٹھے جہاں مہاجرین اولین بیٹھے تھے' پس فرمایا: مجھے مبارک باد دو! لوگوں نے پوچھا: اے امیر المومنین! کس بات کی؟ فرمایا: میں نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لیا ہے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نکاح اور نسب اور سسرال کا رشتہ قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوا میرے نکاح اور نسب اور سسرال کے رشتہ کے اور میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسب اور نکاح کا رشتہ تو تھا' پس میں نے چاہا کہ میں آپ کے ساتھ سسرال کا رشتہ بھی جوڑ لوں' پس لوگوں نے حضرت عمر کو مبارک باد دی' پس ان سے حضرت کا ایک بیٹا زید بن عمر اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئیں۔

حضرت رقیہ اور ان کا بیٹا زید ایک زمانہ میں پیدا ہوئے' بنو عدی کے خلاف ایک جنگ میں شہید ہو گئے تھے' وہ ان کے درمیان صلح کرانے گئے تھے' پس رات کے اندھیرے میں ایک شخص نے ان کے سر پر پتھر مار کر ان کا سر پھاڑ دیا تو وہ بے ہوش ہو کر گر گئے' پھر چند روز بعد وہ بھی فوت ہو گئے اور ان کی والدہ بھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' ان کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کیا تھا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت ام کلثوم سے عون بن جعفر نے نکاح کیا تھا۔

Marfat.com

حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ام کلثوم بنت علی' حضرت عمر کی شہادت کے بعد بیوہ ہوگئیں تو حضرت ام کلثوم کے پاس ان کے دونوں بھائی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے اور ان کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے نکاح کا معاملہ اپنے والد حضرت علی کے سپرد کردیں' سو آپ نے ایسا کردیا اور حضرت علی نے آپ کا نکاح عون بن جعفر سے کردیا۔

(اسد الغابۃ ج ۷ ص ۳۷۸۔ ۳۷۷ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ قصہ درج ذیل کتب میں بھی ہے' بعض میں اختصار کے ساتھ اور بعض میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے:

سنن ترمذی: ۸: ۱۹۳' الاصابۃ: ۷: ۱۲۲۳' الاستیعاب: ۴: ۳۶۶' الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۶۳' تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۳۶۵' الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۵۳۷۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین میں سے آپ کے زیادہ اقرب اور زیادہ اولیٰ وہ مسلمان ہیں جو دین اسلام کی حمایت اور دین کی نصرت میں دوسروں سے بڑھ کر ہوں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ قیمتی چادروں کی تقسیم کے موقع پر صحابہ نے حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی سے زیادہ حق دار قرار دیا' کیونکہ حضرت اُم سلیط رضی اللہ عنہا دین اسلام کی حمایت اور نصرت میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر تھیں اور یہ قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۭ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ۭ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی. (الحدید:۱۰)

(اے مسلمانو!) تم میں سے وہ لوگ ان کے برابر نہیں ہیں جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا' وہ لوگ ان مسلمانوں سے بڑے درجہ میں ہیں' جنہوں نے (فتح مکہ) کے بعد اپنے مال خرچ کیے اور دشمنانِ اسلام سے قتال کیا اور اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی شخص نسبی قرابت کی وجہ سے خلافت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ دین اسلام کی حمایت' نصرت اور دین اسلام کی حمایت میں اپنے مال کو خرچ کرنے اور دین اسلام کی خاطر دشمنانِ اسلام سے قتال کرنے میں جس کا حصہ زیادہ ہوگا' وہی آپ کے بعد خلافت کا زیادہ مستحق ہوگا۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز کی تحقیق

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے جائز ہے' کیونکہ حضرت ام کلثوم سیّدہ تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر سیّد تھے' اس کے باوجود حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کردیا۔

بعض لوگوں نے ایسا نکاح کرنے والوں کو کافر قرار دیا' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں لکھا:

حاشاللہ! اسے کفر سے کیا علاقہ! کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہیے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں' امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کو کہ بطن پاک حضرت بتول زہراء رضی اللہ عنہا سے تھیں' امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور ان سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور امیر المؤمنین عمر نسباً سادات میں سے نہیں۔ سیّدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی' ہو جائے گا اگرچہ سیّد نہ ہو مثلاً شیخ' صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی اور اگر

Marfat.com

غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا جیسے کسی شیخ' انصاری یا مغل پٹھان سے مگر جب کہ وہ معزز عالم دین ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ٥ ص ٣٩٩ 'سنی دارالاشاعت' فیصل آباد)

* اس مسئلہ کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ١١٠٥-١٠٢٣ میں بیان کردی ہے اور مخالفین اس کا مدلل جواب دینے سے عاجز رہے ہیں۔

امام بخاری کے بیان کردہ معنی پر حافظ ابن حجر کا تعاقب کرنا

اس حدیث کے آخر میں امام بخاری نے ''تزفر'' کا معنی لکھا ہے: سیتی تھیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کے اس بیان کیے ہوئے معنی کا رد کیا گیا ہے کہ ''زفر'' کا لغوی معنی سینا لغت میں معروف نہیں ہے۔ ''زفر'' کا لغوی معنی ہے: اٹھانا' امام خلیل نے کہا ہے کہ ''زفر'' کا معنی ہے: کسی چیز کو اٹھانا' اور ''زفر'' کا معنی مشک بھی ہے جب وہ پانی سے بھری ہوئی ہو اور جو باندیاں پانی سے بھری ہوئی مشک اٹھاتی ہیں' ان کو ''زوافر'' کہا جاتا ہے' اور ''الزفر'' کا معنی ہے: ''البحر الفیاض'' اور ایک قول یہ ہے کہ ''زافر'' اس شخص کو کہتے ہیں جو مشک اٹھانے میں مدد دیتا ہے' امام ابونعیم نے المستخرج میں کہا ہے کہ ''تھزفر'' کا معنی ہے: وہ اٹھاتی ہے اور ابوصالح کاتب اللیث نے کہا ہے کہ ''تزفر'' کا معنی ہے: جو تی سیتی ہے' حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ امام بخاری کی تفسیر اسی قول پر مبنی ہو۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٢٨٩ 'دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٦٧ - بَابُ مُدَاوَاةِ النِّسَاءِ الْجَرْحٰى فِي الْغَزْوِ

عورتوں کا جہاد میں زخمیوں کو دوا دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتیں جہاد میں زخمیوں کو دوا دے سکتی ہیں خواہ زخمی مرد ہوں یا عورتیں۔

٢٨٨٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْقِي وَنُدَاوِي الْجَرْحٰى وَنَرُدُّ الْقَتْلٰى إِلَى الْمَدِينَةِ.

[اطراف الحدیث: ٢٨٨٣-٥٦٧٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن ذکوان نے حدیث بیان کی از الربیع بنت معوذ' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زخمیوں کو پانی پلاتے تھے اور دوا دیتے تھے اور مقتولین کو مدینہ پہنچاتے تھے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

عورتوں کے اجنبی بیمار مردوں کو دوا دینے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا غیر محرم بیمار کو دوا دینا اور پانی پلانا جائز ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عورت کا غیر محرم کو دوا دینا اور پانی پلانا کیونکر جائز ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص زخمی ہو' اس کو دوا دینے سے کوئی لذت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے زخم دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور عورتیں صرف یہ کرتی تھیں کہ بیمار کے پاس دوا اور پانی رکھ دیتی تھیں' اور یہ اس صورت میں ہے جب کوئی مرد دوا دینے والا نہ ہو' ایسی صورت میں اس کو دوا دینا ضرورت کی وجہ سے ہے اور ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیزیں مباح ہوجاتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٢٧ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

Marfat.com

٦٨ - بَابُ رَدِّ النِّسَاءِ الْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى عورتوں کا زخمیوں اور مقتولوں کو واپس بھیجنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عورتیں زخمیوں کو مدینہ بھیج دیں' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن دو اور تین مقتولوں کو سواری پر رکھا جاتا اور عورتیں ان کو ان کی قبروں کی جگہ پر بھیج دیتیں۔

٢٨٨٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ وَنَرُدُّ الْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی از خالد بن ذکوان از حضرت الربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے' پس ہم لوگوں کو پانی پلاتے اور ان کی خدمت کرتے تھے اور زخمیوں اور مقتولوں کو مدینہ بھیج دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٨٢ میں گزر چکی ہے۔

٦٩ - بَابُ نَزْعِ السَّهْمِ مِنَ الْبَدَنِ بدن سے تیر کو کھینچ کر نکالنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس مجاہد کے بدن پر آ کر تیر لگا ہو اس کے بدن سے تیر کو کھینچ کر نکالنا جائز ہے' بعض شارحین نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے یہ عنوان اس لیے قائم کیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ شہید کے بدن سے تیر کھینچ کر نکال لینا جائز ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ شہید کے جسم کو اس تیر کے ساتھ دفن کر دیا جائے' جس طرح اس کے جسم کو اس پر لگے ہوئے خون کے ساتھ دفن کر دیا جاتا ہے تا کہ قیامت کے دن وہ اسی طرح اس لگے ہوئے خون کے ساتھ اُٹھے' لیکن ان کی یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس باب کا تعلق اس شخص کے ساتھ ہے جس کو تیر آ کر لگا ہو اور اس میں ابھی حیات ہو۔ اس سے بہتر توجیہ علامہ المہلب نے کی ہے کہ اس عنوان کا یہ مطلب ہے کہ مجاہد کے جسم سے تیر کھینچ کر نکال لیا جائے خواہ اس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہو جائے اور یہ اس کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں ہے کیونکہ اس سے مقصود اس کے جسم کی اصلاح ہے اور یہ اس کو دوا دینے اور اس کے علاج کا ایک طریقہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٣٨۔ ٢٣٧)

٢٨٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رُمِيَ أَبُوْ عَامِرٍ فِي رُكْبَتِهِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ قَالَ انْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهُ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ.

[اطراف الحدیث: ٤٣٢٣۔ ٦٣٨٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامۃ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو عامر کے گھٹنے میں تیر آ کر لگا تو میں ان کے پاس پہنچا' انہوں نے کہا: اس تیر کو کھینچ کر نکال دو' سو میں نے اس تیر کو کھینچا تو اس سے خون بہنے لگا' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! عبید ابو عامر کی مغفرت فرما!

(صحیح مسلم: ٢٤٩٨' الرقم المسلسل: ٦٣٠١' الطبقات الکبریٰ ج ٤ ص ١١٥' مسند احمد ج ٤ ص ٤١٢ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩٦٩٣۔ ج ٣٢ ص ٤٩٧ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبید ابی عامر کا تذکرہ اور وفات سے پہلے مغفرت کی دعا کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے ان کا نام عبید بن وہب ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عبید بن سلیم اشعری ہے یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ کے چچا ہیں اور ان کا شمار کبار صحابہ میں ہوتا ہے یہ جنگ اوطاس میں شہید ہو گئے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ان کو تیر لگا ہے تو آپ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! عبید ابی عامر کی مغفرت فرما! حالانکہ اس وقت وہ فوت نہیں ہوئے تھے لیکن آپ کو علم تھا کہ وہ اس حادثہ میں فوت ہو جائیں گے اس لیے آپ نے ان کی مغفرت کی دعا کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ کسی کے فوت ہونے کے بعد اس کی مغفرت کی دعا کرنا جائز ہے۔

٧٠ - بَابُ الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ — جہاد کے دوران اللہ کی راہ میں حفاظت کرنا

اس باب میں اللہ کی راہ میں حفاظت کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

٢٨٨٥ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهِرَ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ قَالَ لَيْتَ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِي صَالِحًا يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ أَنَا سَعْدُ ابْنُ أَبِي وَقَّاصٍ جِئْتُ لِأَحْرُسَكَ وَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ۷۲۳۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک رات) بیدار ہوئے پس جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے فرمایا: کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک شخص آج رات میری حفاظت کرتا! اچانک ہم نے ہتھیار کی آواز سنی آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں سعد بن ابی وقاص ہوں میں آپ کی حفاظت کرنے کے لیے آیا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے۔

(صحیح مسلم: ۲۴۱۰ الرقم المسلسل: ۶۱۲۴ سنن ترمذی: ۳۷۵۶ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۸۹-۸۸ الادب المفرد: ۸۷۸ سنن کبریٰ للنسائی: ۸۲۱۷ مسند ابو یعلیٰ: ۴۸۵۶ مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۱ طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۰۹۳ ج ۴۲ ص ۱۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے: اللہ کی راہ میں حفاظت کرنا اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے: کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی مرد آج رات میری حفاظت کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی ضمانت دی ہے پھر آپ نے کسی صحابی سے کیوں اپنی حفاظت کرائی --- اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے۔ اس حدیث میں یہ نہیں بیان کیا گیا کہ یہ واقعہ کس زمانے میں ہوا۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدینہ منورہ آنے سے پہلے کا واقعہ ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا

ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو ایک رات بیدار ہوئے' پس فرمایا: کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک مرد آج رات میری حفاظت کرتا! حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اسی دوران ہم نے کسی ہتھیار کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنی۔ آپ نے فرمایا: کون ہے؟ (آنے والے نے) کہا: میں سعد بن ابی وقاص ہوں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم اس وقت کس سبب سے آئے؟ انہوں نے کہا: میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خطرہ ہوا تو میں آپ کی حفاظت کے لیے آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دعا دی' پھر آپ سو گئے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۱۰' الرقم المسلسل: ۶۱۲۵)

اس حدیث میں جو ذکر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جب آپ ابتداءً مدینہ میں آئے کیونکہ اس وقت حضرت عائشہ آپ کے پاس نہیں تھیں' اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس باب کا عنوان ہے: جہاد میں اللہ کی راہ میں حفاظت کرنا' لیکن اس حدیث میں اللہ کی راہ میں جہاد کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اللہ کی راہ میں ہوتے تھے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدہ: ۶۷) اور اللہ آپ کی لوگوں (کے شر) سے حفاظت کرے گا۔

تو جب اللہ آپ کی حفاظت کا ذمہ لے چکا ہے تو پھر آپ کو کسی صحابی سے حفاظت کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ علامہ قرطبی نے کہا ہے: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے گا اور اس کو غلبہ عطا کرے گا' جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ. (الفتح: ۲۸) (اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین عطا فرما کر بھیجا تا کہ اس کو سب دینوں پر غالب کر دے۔

جس طرح اس آیت کا نزول کفار سے جہاد کے منافی نہیں ہے' سو اسی طرح ''**واللہ یعصمک من الناس**'' آپ کی حفاظت کرانے کے منافی نہیں ہے۔

اس حدیث کے دیگر فوائد یہ ہیں: (۱) دشمن سے حفاظت کا بندوبست کرنا (۲) لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے سربراہ کی قتل کے خوف سے حفاظت کریں (۳) اس میں اس شخص کی تحسین کا ثبوت ہے جو از خود کوئی نیکی کرے' جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ از خود آپ کی حفاظت کے لیے آئے تو آپ نے ان کو نیک مرد فرمایا اور دعا دی (۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حفاظت کے اسباب کا حصول توکل کے منافی نہیں ہے۔

۲۸۸۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْبَكْرٍ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَ الدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ. لَمْ يَرْفَعْهُ اِسْرَائِيْلُ' عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے خبر دی از ابوحصین از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو دینار اور درہم کا اور القطیفہ (مخملی چادر) اور الخمیصہ (سیاہ چوکور چادر جس میں بیل بوٹے ہوں) کا بندہ ہو' وہ ہلاک ہو گیا اگر اس کو عطا کیا جائے تو راضی ہوتا ہے' اگر عطا نہ کیا جائے تو راضی نہیں ہوتا۔ اس

Marfat.com

[اطراف الحدیث: ۲۸۸۷۔ ۶۴۳۵] (سنن ابن ماجہ: ۴۱۳۶)

حدیث کو اسرائیل نے ابوحصین سے مرفوعاً روایت نہیں کیا۔

۲۸۸۷ - وَزَادَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ، وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ، وَ عَبْدُ الْخَمِيْصَةِ، اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ، وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَاْسُهٗ مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَاِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ اِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ. قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ لَمْ يَرْفَعْهُ اِسْرَائِيْلُ وَمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ اَبِيْ حُصَيْنٍ وَّقَالَ تَعْسًا كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ فَاَتْعَسَهُمُ اللّٰهُ طُوْبٰى فُعْلٰى مِنْ كُلِّ شَيْءٍ طَيِّبٍ وَهِيَ يَاءٌ حُوِّلَتْ اِلَى الْوَاوِ وَهِيَ مِنْ يَطِيْبُ.

اور عمرو نے ہم کو یہ اضافہ کیا ہے: انہوں نے کہا: ہم کو عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار نے خبر دی از والدخود از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ فرمایا: دینار کا بندہ اور درہم کا بندہ اور الخمیصہ کا بندہ ہلاک ہو گیا' اگر اس کو عطا کیا جائے تو وہ راضی ہوتا ہے اور اگر اس کو عطا نہ کیا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے' (اور فرمایا:) وہ ہلاک ہو گیا اور ناکام ہو گیا' اور جب اس کو کانٹا چبھے تو نہ نکلے' اس بندے کے لیے خوشی ہو جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑنے والا ہے' اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور اس کے دونوں پیر غبار آلود ہیں' اگر وہ سرحد پر پہرا دے رہا ہے (تو وہ تندہی سے) پہرہ دیتا ہے اور اگر وہ لشکر کے آخر میں دیکھ بھال کے لیے ہے (تو وہ تندہی سے) دیکھ بھال میں (مشغول) ہے' اگر وہ اجازت طلب کرے تو اس کو اجازت نہیں دی جاتی اور اگر وہ (کسی کی) شفاعت کرے تو اس کی شفاعت قبول نہیں کی جاتی۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اس حدیث کو اسرائیل اور محمد بن جحادۃ نے ابوحصین سے مرفوعاً روایت نہیں کیا اور کہا: ''تعسا'' گویا کہ کہا: اللہ اس کو ہلاک کر دے! اس حدیث میں ''طوبٰی''، ''فعلٰی'' کے وزن پر ہے' ہر اچھی چیز سے' نیز اس میں یا واؤ سے بدل گئی ہے اور یہ ''یطیب'' سے بنا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو ۲۸۸۶ کی ہے اور عنقریب آ رہی ہے۔ اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: اگر وہ سرحد پر پہرا دے رہا ہے تو وہ تندہی سے پہرا دیتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن یوسف' ابویوسف (۲) ابوبکر بن عیاش بن سالم الحناط المقبری' ان کے نام میں بہت اختلاف ہے' صحیح یہ ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے (۳) ابوحصین' ان کا نام عثمان بن عاصم الاسدی ہے (۴) ابوصالح' ذکوان السمان الزیات (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (۶) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی (۷) محمد بن جحادہ العودی (۸) عمرو بن مرزوق باہلی (۹) عبدالرحمن بن دینار مولیٰ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (۱۰) ان کے والد عبداللہ بن دینار۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۴۰)

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''تعس'' کا لفظ ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ''تعس'' کا معنی منہ کے بل اوندھا گر گیا' یعنی لڑکھڑایا' پھر

Marfat.com

منہ کے بل گر گیا' قرآن مجید میں ہے: ''فَتَعْسًا لَّهُمْ'' (محمد:۸) تو ان کے لیے ہلاکت ہے۔

اور اس میں مذکور ہے: ''عبد الدينار'' اس سے مجاز مراد ہے' یعنی اس نے اپنی حرص کی وجہ سے دینار اور درہم کو اتنا زیادہ طلب کیا گویا کہ وہ ان کا بندہ ہے' اور اس کی تمام کوشش دولت کی طلب میں ہوتی ہے' گویا کہ وہ دولت کی ہی عبادت کرتا ہے۔

''القطيفه'' اس کا معنی ہے: مخملی چادر۔

''الخميصه'' سیاہ چوکور چادر جس میں نقش و نگار بنے ہوں۔

''انتکس'' اس پر دوبارہ مرض لوٹ آیا۔

''شيك'' اس کو ایسا کانٹا چبھ گیا' جس کو نکالنے پر وہ قادر نہ ہو سکا۔

''ان كان في الحراسة'' یعنی وہ لشکر کے اگلے حصے میں ہو' اور ''الساقة'' سے مراد ہے: وہ لشکر کے آخری حصہ میں ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۴۲-۲۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧١ - بَابُ فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي الْغَزْوِ جہاد میں خدمت کرنے کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ غازی کے لیے خدمت کرنے کی فضیلت ہے' خواہ وہ کسی چھوٹے کی خدمت کرے یا بڑے کی یا کسی اپنے برابر کی خدمت کرے۔ اس باب میں حضرت انس سے مروی تین احادیث ہیں' پہلی حدیث میں بیان ہے کہ بڑے نے چھوٹے کی خدمت کی' دوسری حدیث میں بیان ہے کہ چھوٹے نے بڑے کی خدمت کی اور تیسری حدیث میں بیان ہے کہ کسی شخص نے اپنے برابر کے شخص کی خدمت کی۔

٢٨٨٨ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَحِبْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَكَانَ يَخْدُمُنِي وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ جَرِيرٌ إِنِّي رَأَيْتُ الْأَنْصَارَ يَصْنَعُونَ شَيْئًا لَّا أَجِدُ أَحَدًا مِّنْهُمْ إِلَّا أَكْرَمْتُهُ.

(صحیح مسلم: ۲۵۱۳' الرقم المسلسل: ۶۳۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از یونس بن عبید از ثابت البنانی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (سفر میں) تھا' اور وہ میری خدمت کرتے تھے حالانکہ وہ حضرت انس سے بڑے تھے' حضرت جریر نے کہا: میں نے انصار کو ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت' جس کی وجہ سے) میں ان میں سے جس سے بھی ملتا تھا' اس کی تعظیم کرتا تھا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ بڑے چھوٹے کی خدمت کرتے تھے' اور یہ انصار کی فضیلت ہے اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ وہ تواضع کرتے تھے اور عمر میں بڑے ہونے کے باوجود سفر میں اپنے سے چھوٹے (یعنی حضرت انس) کی خدمت کرتے تھے۔

٢٨٨٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب بن حطب' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان

Marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ أَخْدُمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا وَّبَدَا لَهُ أُحُدٌ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ مَابَيْنَ لَابَتَيْهَا كَتَحْرِيمِ إِبْرَاهِيمَ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمُدِّنَا.

کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلا' میں آپ کی خدمت کرتا تھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس جارہے تھے اور آپ کے سامنے اُحد پہاڑ ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ ایک پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں' پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے مدینہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اے اللہ! میں اس کی دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کے خطہ کو حرم قرار دیتا ہوں' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا' اے اللہ! ہمارے صاع اور مُد میں برکت عطا فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ چھوٹے نے بڑے کی عزت کی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص بڑا ہو' خواہ وہ عمر میں بڑا ہو یا قوم میں بڑا ہو یا علم میں بڑا ہو یا نیکی میں بڑا ہو یا مرتبہ میں بڑا ہو' چھوٹے کو اس کی عزت کرنی چاہیے۔

٢٨٩٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ زَكَرِيَّاءَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ مُّوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُنَا ظِلًّا الَّذِي يَسْتَظِلُّ بِكِسَائِهِ وَأَمَّا الَّذِينَ صَامُوا فَلَمْ يَعْمَلُوا شَيْئًا وَّأَمَّا الَّذِينَ أَفْطَرُوا فَبَعَثُوا الرِّكَابَ وَامْتَهَنُوا وَعَالَجُوا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابوالربیع نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن زکریا' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از مورق العجلی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' اور ہم میں سے اکثر اپنی اپنی چادروں سے سایا کر رہے تھے' رہے وہ لوگ جنہوں نے روزہ رکھا تھا تو انہوں نے کوئی کام نہیں کیا' اور رہے وہ لوگ جنہوں نے روزہ نہیں رکھا تھا تو انہوں نے اونٹوں کو (پانی پلانے کے لیے) اٹھایا' اور کھانا پکانے کے لیے دوسرے کام کیے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج تو روزہ چھوڑنے والے اجر لے گئے۔

(صحیح مسلم: ١١١٩' الرقم المسلسل: ٢٥١١' سنن نسائی: ٢٢٧٩)

روزہ چھوڑنے والوں کا زیادہ اجر اس لیے ہے کہ روزہ رکھنے والوں کا نفع صرف ان کی ذات تک محدود ہے اور روزہ چھوڑنے والوں کو روزہ رکھنے والوں کی خدمت کا اجر ملے گا' اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ خدمت کرنے کا اجر روزہ رکھنے سے زیادہ ہوتا ہے اور اس میں اپنے برابر والوں کی خدمت کا ثبوت ہے۔

٧٢ - بَابُ فَضْلِ مَنْ حَمَلَ مَتَاعَ صَاحِبِهِ فِي السَّفَرِ

اس شخص کی فضیلت جس نے سفر میں اپنے ساتھی کا سامان اٹھایا

٢٨٩١ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ سُلَامَى عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ يُّعِينُ الرَّجُلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے ہر جوڑ کا اس پر ہر روز صدقہ

Marfat.com

فِي دَابَّتِهِ يُحَامِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ وَّالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ وَكُلُّ خَطْوَةٍ يَّمْشِيهَا إِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَّدَلُّ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ.

واجب ہوتا ہے' خواہ وہ کسی مرد کی اس کی سواری میں مدد کرے' اس کو اس سواری پر سوار کرے' یا اس سواری پر اس کا سامان اُٹھا کر رکھے تو یہ صدقہ ہے' اور نیک بات کہنا اور نماز کی طرف ہر قدم چلنا صدقہ ہے اور کسی کی راستے پر راہنمائی کرنا صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۷ میں گزر چکی ہے۔

٧٣ - بَابُ فَضْلِ رِبَاطِ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ — اللہ کی راہ میں سرحد پر ایک روز پہرا دینے کی فضیلت

اس باب میں ''رباط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مسلمانوں اور کفار کے ملکوں کی درمیانی جگہ پر مسلمانوں کی حفاظت کے لیے پہرا دینا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا﴾ إِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ (آل عمران: ۲۰۰).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے ایمان والو! صبر کرو۔ (آل عمران: ۲۰۰) آخر آیت تک۔

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا.
(آل عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور اپنی سرحدوں کے لیے تیار رہو۔

زید بن اسلم نے کہا ہے کہ جہاد کی مشقت پر صبر کرو اور دشمن سے مقابلہ پر صبر کرو' اور گھوڑوں پر بیٹھ کے دشمنوں کی سرحدوں پر اسلامی ملک کی حفاظت کرو' اور حسن بصری نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ مصیبتوں پر صبر کرو اور پانچ نمازوں کی مشقت پر صبر کرو۔

٢٨٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ قَالَ سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَالرَّوْحَةُ يَرُوحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابونضر سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن اللہ کی راہ میں سرحد پر پہرا دینا' دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔ اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کے چابک جتنی جگہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے' اور بندہ دن کا آخری حصہ جو اللہ کی راہ میں گزارے یا دن کا ابتدائی حصہ اللہ کی راہ میں گزارے' وہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں سرحد پر پہرا دینے کا ذکر ہے۔

٧٤ - بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِّلْخِدْمَةِ — جس نے بچے کو خدمت کے لیے ساتھ لے جا کر جہاد کیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بچے کو بھی خدمت کے لیے جہاد میں ساتھ لے جائے تو یہ جائز ہے' ظاہر چونکہ

Marfat.com

کہ بچے پر جہاد واجب نہیں ہے۔

٢٨٩٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي طَلْحَةَ الْتَمِسْ لِيْ غُلَامًا مِّنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِيْ حَتّٰى أَخْرُجَ إِلٰى خَيْبَرَ فَخَرَجَ بِيْ أَبُوْ طَلْحَةَ مُرْدِفِيَّ وَأَنَا غُلَامٌ رَاهَقْتُ الْحُلُمَ فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ كَثِيْرًا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهٗ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا فَاصْطَفَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِيْ نِطَعٍ صَغِيْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّيْ لَهَا وَرَاءَهٗ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهٖ فَيَضَعُ رُكْبَتَهٗ فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهٖ حَتّٰى تَرْكَبَ فَسِرْنَا حَتّٰى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ نَظَرَ إِلٰى أُحُدٍ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا بِمِثْلِ مَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ سے فرمایا: تم اپنے لڑکوں میں سے میرے لیے ایک لڑکا تلاش کرو جو میری خدمت کرے حتیٰ کہ میں خیبر کی طرف روانہ ہوں' پھر حضرت ابوطلحہ مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر نکلے اور اس وقت میں بلوغت کے قریب لڑکا تھا' سو جب آپ کہیں ٹھہرتے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' پس میں اکثر آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنتا تھا: اے اللہ! میں پریشانی سے اور غم سے اور عاجز ہونے سے اور سستی سے اور بخل سے اور بزدلی سے اور قرض کے بوجھ سے اور مردوں کے غلبہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں! پھر ہم خیبر میں آئے' پھر جب اللہ نے آپ پر قلعہ کو فتح کر دیا اور آپ کے سامنے حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کا جمال ذکر کیا گیا اور ان کے (سابق) شوہر کو قتل کر دیا گیا تھا اور اس وقت وہ دلہن تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لیے پسند فرمالیا' پس آپ ان کو لے کر روانہ ہوئے' جب ہم مقام سد صہباء پر پہنچے تو وہ حیض سے پاک ہو چکی تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری' پھر حیس (کھجور اور گھی اور پنیر سے بنایا ہوا طعام) تیار کیا گیا اور چھوٹے چمڑے کے دسترخوان میں رکھا گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے اردگرد لوگ ہیں' ان میں اعلان کر دو' پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صفیہ کے ساتھ نکاح کا ولیمہ تھا' پھر ہم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے' پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت صفیہ کے لیے اپنے پیچھے اپنی چادر سے پردہ باندھ رہے تھے' پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھتے اور اپنا گھٹنا کھڑا رکھتے' پھر حضرت صفیہ اپنا پیر آپ کے گھٹنے پر رکھتیں' حتیٰ کہ اونٹ پر سوار ہو جاتیں' پھر ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے اُحد پہاڑ کی طرف دیکھا' پس فرمایا: یہ پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں' پھر آپ نے مدینہ کی

Marfat.com

طرف دیکھ کر دعا کی: اے اللہ! میں اس کی دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کی جگہ کو اس طرح حرم قرار دیتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا' اے اللہ! ان کے لیے ان کے مُد اور صاع میں برکت فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جہاد کے دوران خدمت کرنے والے لڑکے کو ساتھ رکھنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں بغیر معاوضہ کے یتیم سے خدمت لینے کے جواز کا ثبوت ہے' کیونکہ حضرت انس' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغیر کسی اُجرت اور بغیر کسی خرچ کے خدمت کرتے تھے' اس لیے یہ جائز ہے کہ یتیم کو اس کی ماں یا اس کا وصی کسی کی خدمت کے لیے سپرد کر دے اور یہ بھی جائز ہے کہ یتیم کو کسی بڑے عالم کی خدمت کے لیے بغیر کسی شرط کے سپرد کر دیا جائے' اور اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ بچوں کو جہاد میں لے جانا جائز ہے' اور امام بخاری نے اسی کو ثابت کرنے کے لیے یہ باب قائم کیا ہے۔

٧٥ - بَابُ رُكُوْبِ الْبَحْرِ — سمندر پر سفر کرنا

اس باب میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ سمندر کے راستہ سفر کرنا جائز ہے' اور جب جہاد کے لیے سمندر کے راستہ سفر کرنا جائز ہے تو حج کے لیے سمندر کے راستہ سفر کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ عورتوں کے لیے سمندری راستہ سے حج کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس میں ان کا سَتر نہیں ہو سکتا اور بعض علماء نے مطلقاً سمندری راستہ سے سفر کرنے کو منع کیا ہے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو سمندری سفر سے منع کرتے تھے' سو انہوں نے اپنی پوری زندگی میں سمندری سفر نہیں کیا' اور اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ سنت سے ثابت ہے کہ مردوں اور عورتوں کا سمندری راستہ سے جہاد کے لیے سفر کرنا جائز ہے اور امام بخاری نے اسی لیے یہ باب قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٥٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٨٩٥،٢٨٩٤ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ حَدَّثَتْنِيْ اُمُّ حَرَامٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا فِيْ بَيْتِهَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُضْحِكُكَ فَقَالَ عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَرْكَبُوْنَ الْبَحْرَ كَالْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ اَنْتِ مِنْهُمْ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَيَقُوْلُ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ فَتَزَوَّجَ بِهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَخَرَجَ بِهَا اِلَى الْغَزْوِ فَلَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن یحییٰ بن حبان از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے گھر میں تھے' پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' حضرت ام حرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کو کس وجہ سے ہنسی آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اپنی امت کے کچھ لوگوں پر تعجب ہوا' جو سمندر میں اس طرح سفر کریں گے جس طرح بادشاہ تختوں پر ہوتے ہیں' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے' تو آپ نے فرمایا: تم ان کے ساتھ ہو گی' پھر آپ سو گئے' پس آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' پھر آپ نے دو یا تین مرتبہ اسی طرح فرمایا' میں نے عرض کیا: یا رسول

Marfat.com

رَجَعَتْ قُرِّبَتْ دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَوَقَعَتْ فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا.

اللہ! آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے تو آپ فرما رہے تھے: تم پہلوں میں سے ہو' پھر ان سے حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا' وہ ان کے ساتھ جہاد کے لیے نکلیں' جب وہ واپس آئیں تو سواری کے قریب سوار ہونے کے لیے گئیں تو وہ گر گئیں اور ان کی گردن ٹوٹ گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۸۸-۲۷۸۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سمندر پر سفر کرنے کا ثبوت ہے۔

٧٦ - بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ فِي الْحَرْبِ

جہاد میں کمزوروں اور نیک لوگوں (کی دعا) سے مدد حاصل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں کمزوروں اور نیک لوگوں کی دعا اور ان کی برکت سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنِي أَبُوْ سُفْيَانَ قَالَ قَالَ لِي قَيْصَرُ سَأَلْتُكَ أَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّ ضُعَفَاءَهُمْ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ مجھ سے قیصر نے کہا: میں نے تم سے یہ سوال کیا تھا کہ معزز لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ تو تم نے جواب دیا کہ پس ماندہ لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہی لوگ رسولوں کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٨٩٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَأَى سَعْدٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلٰى مَنْ دُوْنَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۵۹۴-۳۶۴۹] (سنن نسائی: ۳۱۷۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن طلحہ نے حدیث بیان کی از طلحہ از مصعب بن سعد' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ انہیں (اپنے مال وغیرہ کی وجہ سے) ان کے ماسوا پر فضیلت حاصل ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف کمزور لوگوں (کی دعا کے سبب سے ہی) تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

مصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اصحاب سے افضل ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کی صرف اس کے کمزور لوگوں کی وجہ سے مدد فرماتا ہے' ان کی دعاؤں کے سبب سے اور ان کی نمازوں کی وجہ سے اور ان کے اخلاص کے سبب سے۔ (سنن نسائی: ۳۱۷۵)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ کو ضعیف لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تم کو صرف ضعفاء کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد: ٢٥٩٤' سنن ترمذی: ١٧٠٢' سنن نسائی: ٣١٧٦)

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی المتوفی ٤٣٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضعفاء کی دعا سے مسلمانوں کی مدد کی جاتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ٦٥٣٦۔ ج ٥ ص ١١٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

ضعفاء کی دعاؤں کے سبب سے نصرت اور رزق کا حصول

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ ضعفاء کی عبادت اور ان کی دعا میں شدید اخلاص ہوتا ہے اور بہت زیادہ خشوع وخضوع ہوتا ہے کیونکہ ان کا دل دنیا کی خوش نما چیزوں اور اس کی زینت کے ساتھ تعلق سے خالی ہوتا ہے اور ان کے دل ان چیزوں سے صاف ہوتے ہیں جو اللہ سے دور کر دیتی ہیں' سو ان کو صرف اللہ سے قرب کے حصول کی فکر ہوتی ہے' سو وہ اپنے باطن کو صاف رکھتے ہیں' اس لیے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

علامہ المہلب المتوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ اس لیے فرمایا تھا کہ ان کو عجز اور تواضع اور تکبر کے ازالہ پر برانگیختہ کریں۔ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص دوسروں کے سامنے اپنے اوپر فخر کرے' اس کو ان دوسروں کے فضائل بیان کرنے چاہئیں تاکہ وہ کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضعفاء کا وہ حال بیان کیا جو طاقتور اور مال دار لوگوں کو حاصل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٥ ص ٩٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ اس قصہ میں یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ ایک مرد اپنی قوم کی حمایت کرتا ہے اور اپنے اصحاب سے دشمن کے حملوں کا دفاع کرتا ہے' کیا اس کا بھی مالِ غنیمت سے اتنا ہی حصہ ہوگا جتنا کہ دوسروں کا حصہ ہوتا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں تم پر روئے! اے سعد کی ماں کے بیٹے! تمہاری جو مدد کی جاتی ہے اور تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے' وہ صرف تمہارے ضعفاء کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ٩٧٥٢۔ ج ٥ ص ٣٠٤' مسند احمد ج ١ ص ١٧٣' المعجم الاوسط: ٩٢٤٩)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص جو سمجھتے تھے کہ ان کے لیے فضیلت ہے' اس سے ان کی یہ مراد نہیں تھی کہ ان کا مرتبہ اور شرف دوسروں سے افضل ہے بلکہ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ جو مسلمان دوسرے مسلمانوں سے زیادہ بہادری کے کمال دکھائیں اور زیادہ دادِ شجاعت دیں' آیا ان کا حصہ کمزور مسلمانوں سے زیادہ ہوگا یا نہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں یہ فرمایا کہ کمزور مسلمانوں کی دعاؤں کے سبب سے ہی تم کو فتوحات حاصل ہوتی ہیں۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٢٩٦' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی المتوفی ٨٥٥ھ نے بھی اسی شرح کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٥١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نیکوں کے توسل سے برکات کے نزول کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے سبب سے کفار اور فساق پر ہونے والے عذاب کو دور کر دیتا ہے' اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو اس عذاب سے زمین تباہ ہو جاتی' اس کی تصدیق ان آیات میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ. (الانفال:۳۳) اور اللہ (کے شایانِ شان) نہیں کہ ان کافروں کو عذاب دے جب کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان میں موجود ہیں۔

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا○ (الفتح:۲۵) اور اگر وہ ایمان والے وہاں سے نکل جاتے تو ہم ان (مکہ والوں میں سے) کافروں کو دردناک عذاب دیتے○

حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گاؤں والوں کی ایک گرتی ہوئی دیوار بنا دی' حالانکہ ان لوگوں نے ان کی میزبانی اور ضیافت سے انکار کر دیا تھا اور دیوار بنانے کی اُجرت بھی نہیں لی' حضرت خضر نے اس کی وجہ بیان کی:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا. (الکہف:۸۲) اور رہی دیوار تو وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔

نیکوں کے توسل سے برکات کے نزول کے ثبوت میں احادیث اور آثار

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں ہمیشہ سات ایسے شخص رہیں گے جن کی برکت سے تمہاری مدد کی جائے گی اور جن کے وسیلہ سے تم پر بارشیں نازل ہوں گی اور جن کی وجہ سے تم کو رزق دیا جائے گا' حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی۔

حضرت عبادۃ ابن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تیس ابدال ہیں' ان کی وجہ سے تم کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کے وسیلہ سے تم پر بارشیں ہوتی ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ حسن بصری بھی ان ہی میں سے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۴۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک صالح مؤمن کی برکت سے اللہ اس کے پڑوس کے سو گھروں سے مصائب کو دور کر دیتا ہے' پھر حضرت ابن عمر نے یہ آیت پڑھی:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ. (البقرہ:۲۵۱) اور اگر اللہ بعض (برے) لوگوں (کے عذاب) کو بعض (نیک) لوگوں (کی برکت) سے دور نہ کرتا تو زمین میں فساد ہو جاتا۔

(جامع البیان:۴۴۸۹' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۲-۲' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۶۷)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام زمین کی میخیں ہیں اور جب نبوت منقطع ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے ایک قوم کو پیدا کر دیا جن کو ابدال کہا جاتا ہے' وہ زیادہ روزوں اور زیادہ نمازوں کی وجہ سے لوگوں پر فضیلت نہیں رکھتے لیکن وہ حسن اخلاق' خدا خوفی' حسن نیت' تمام مسلمانوں کے لیے دلوں میں خیر خواہی' اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی' صبر' حلم' عقل مندی اور تواضع کی وجہ سے فضیلت رکھتے ہیں' وہی انبیاء علیہم السلام کے خلفاء ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کر لیا اور ان کو اپنے لیے خاص کر لیا' یہ وہ چالیس صدیق ہیں' ان میں سے تیس ایسے اشخاص ہیں جن کا یقین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یقین کی مثل ہے' ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ زمین والوں سے آفتوں اور مصائب کو دور فرماتا ہے' ان ہی کی وجہ سے ان پر بارشیں ہوتی ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' ان میں سے جو شخص بھی فوت ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اس کا بدل پیدا فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

(نوادر الاصول ج ا ص ۲۶۲ 'دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

۲۸۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَأْتِي زَمَانٌ يَغْزُو فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ. [اطراف الحدیث: ۳۵۹۴-۳۶۴۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے جابر سے سنا از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائے گا: آیا تم میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے؟ تو کہا جائے گا کہ ہاں! پھر ان کو فتح حاصل ہو گی' پھر ایک زمانہ آئے گا تو کہا جائے گا: آیا تم میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے مصاحبت رکھنے والا ہے؟ تو کہا جائے گا کہ ہاں! پس ان کو فتح حاصل ہو گی' پھر ایک زمانہ آئے گا تو کہا جائے گا: آیا تم میں سے ایسا شخص ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے صاحب سے مصاحبت کی ہو؟ تو کہا جائے گا کہ ہاں! پس اس کو فتح حاصل ہو گی۔

(صحیح مسلم: ۲۵۳۲' الرقم المسلسل' مسند الحمیدی: ۷۴۳' مسند ابویعلیٰ: ۹۷۴' صحیح ابن حبان: ۴۷۶۸' شرح السنۃ: ۳۸۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۴۱۔ ج ۱۷ ص ۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کی تعریفات

جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میں رہا ہو' وہ صحابی ہے اور جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی مصاحبت میں رہا ہو' وہ تابعی ہے اور جو مسلمان تابعین کی مصاحبت میں رہا ہو' وہ تبع تابعی ہے۔ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کی دعاؤں سے مدد حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ دنیاوی اعتبار سے کمزور ہیں اور آخرت کے اعتبار سے قوی ہیں۔

اس حدیث میں ''فئام'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: لوگوں کی جماعت

قرن کا معنی اور قرن کے متعلق احادیث

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: سب لوگوں میں بہترین میرا قرن ہے' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر ان کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو موٹے ہوں گے اور موٹاپے کو پسند کریں گے' جو ان کی شہادت سے پہلے شہادت دیں گے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۰۲' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۵۳)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام قرون میں بہترین قرن وہ ہے جس میں میں ہوں' پھر دوسرا قرن ہے' پھر تیسرا قرن ہے' پھر چوتھا قرن ہے' اللہ اس کی (یعنی چوتھے قرن کی) بالکل بھی پرواہ نہیں کرتا۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۷۲' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت سعید بن تمیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی امت میں سب سے بہترین لوگ کون

Marfat.com

ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اور میرے اقران' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر دوسرا قرن ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر تیسرا قرن ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر ایسے لوگ ہوں گے جو حلف اٹھائیں گے اور ان سے حلف نہیں لیا جائے گا' وہ گواہی دیں گے اور ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی' وہ امانت رکھیں گے اور ادا نہیں کریں گے۔

(المعجم الکبیر: ٥٤٦٠' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد: ١٦٤٠٩)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

قرن' زمانہ کے ایک وقت کو کہتے ہیں' اس کی مدت چالیس سال ہے' ایک قول ہے: اس کی مدت اسی (۸۰) سال ہے اور ایک قول ہے: اس کی مدت سو سال ہے' ابو العباس نے کہا: یہی قول مختار ہے' قرآن مجید میں ہے:

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ. کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنے زمانہ کے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ (الانعام: ٦)

الازہری نے کہا: قرن ہر اُس مدت کو کہتے ہیں جس میں کوئی نبی ہو یا اس میں اہل علم کا ایک طبقہ ہو' خواہ اس کے سال کم ہوں یا زیادہ ہوں' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم میں بہترین میرا قرن ہے یعنی میرے اصحاب ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں یعنی تابعین' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں یعنی تبع تابعین' قرن کا اشتقاق "اقـــران" سے ہے یعنی بعد میں آنے والے وہ لوگ جو پہلے لوگوں سے ملے ہوئے ہوں۔ (لسان العرب ج ۱۲ ص ۸۷ ملخصاً' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

اس حدیث میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور آپ کے اصحاب کی فضیلت ہے' آپ کا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے قیامت تک کے لوگوں کی صفات کی خبر دی ہے اور اس میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

۷۷ - بَابُ لَا يَقُولُ فُلَانٌ شَهِيدٌ یہ نہ کہو کہ فلاں شخص شہید ہے

یعنی قطعی طور پر کسی کے متعلق یہ نہ کہا جائے کہ وہ شہید ہے سوا اس کے جس کے متعلق وحی نازل ہوئی ہو۔

قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِهِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہی کو علم ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اللہ ہی کو علم ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۸۷ میں ہے۔

۲۸۹۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَقٰى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخَرُونَ إِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور مشرکین کا باہم مقابلہ ہوا' پس انہوں نے ایک دوسرے سے قتال کیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کی طرف چلے گئے اور دوسرے اپنے لشکر کی طرف چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ایک ایسا شخص تھا جو کسی بھی منفرد

Marfat.com

وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ فَقَالَ مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ قَالَ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ أَنَا لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. [اطراف الحدیث: ۴۲۰۲-۴۲۰۷-۶۴۹۳-۶۶۰۷] (صحیح مسلم: ۱۱۲ 'الرقم المسلسل: ۲۰۷)

شخص کو نہیں چھوڑتا تھا خواہ وہ اپنے لشکر سے الگ ہو گیا ہو یا شروع سے الگ ہو مگر اس کا پیچھا کر کے اس کو قتل کر دیتا تھا' تو کسی نے کہا: آج جتنی جزاء ہم میں اس شخص کو ملے گی کسی اور کو نہیں ملے گی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہا وہ شخص تو وہ دوزخی ہے' پھر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا' پس وہ اس کے ساتھ نکلا' جب وہ ٹھہرتا تو وہ اس کے ساتھ ٹھہر جاتا اور جب وہ تیز چلتا تو وہ اس کے ساتھ تیز چلتا' پھر وہ شخص شدید زخمی ہو گیا' اس نے موت کو جلدی طلب کیا' اس نے تلوار کا قبضہ زمین پر اور اس کی نوک اپنے پستانوں کے درمیان رکھی اور تلوار پر جھک کر (اس کو دبایا) اور اپنے آپ کو قتل کر لیا' پھر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں! آپ نے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: جس شخص کے متعلق ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اور لوگوں پر یہ بہت شاق گزرا تھا' تو میں نے کہا: میں تم کو ابھی مطمئن کر دیتا ہوں' پھر میں اس کی طلب میں نکلا' وہ شخص بہت شدید زخمی ہو گیا تھا' اس نے موت کو جلدی طلب کیا' اس نے اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنے پستانوں کے درمیان رکھی' پھر اس نے جھک کر تلوار کو دبایا اور خود کو قتل کر لیا' پس اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک شخص بہ ظاہر لوگوں کے نزدیک اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے اور وہ اہل دوزخ سے ہوتا ہے' اور ایک شخص بہ ظاہر لوگوں کے نزدیک اہل دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے اور وہ اہل جنت سے ہوتا ہے۔

جس شخص نے زخموں کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی تھی' وہ کون تھا؟ اور یہ کس جہاد کا واقعہ ہے؟ اور دیگر فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: مسلمانوں کا اور مشرکین کا باہم مقابلہ ہوا' یہ واقعہ غزوۂ خیبر کا ہے۔ امام بخاری نے بعینہٖ اس حدیث کو غزوۂ خیبر میں روایت کیا ہے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ اُحد کا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص کا نام قزمان تھا اور اس کا منافقین میں شمار ہوتا تھا' وہ غزوۂ اُحد میں نہیں گیا تو اس کو عورتوں نے ملامت کی اور کہا: مرد تو جہاد کے لیے روانہ ہو گئے اور تم صرف عورت ہو' پس وہ اُحد کی طرف نکلا اور اس نے صف اول میں قتال کیا اور سب سے پہلے تیر مارا' پھر جب مسلمان پسپا ہو کر فرار ہوئے تو اس نے اپنی تلوار کو توڑا اور چلا کر کہا: موت فرار سے بہتر ہے' اے آل اوس! اپنے خاندان کے لیے قتل کرو' پھر وہ مشرکین کے درمیان

Marfat.com

میں گھس گیا حتیٰ کہ اس نے سات مشرکین کو قتل کیا اور زخمی ہو گیا' حضرت قتادہ بن النعمان اس کے پاس سے گزرے اور کہا: تم کو شہادت مبارک ہو! تو اس نے کہا: میں نے دین کے لیے قتال نہیں کیا' پھر اس نے خودکشی کر لی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ فاجر شخص سے اس دین کو طاقت دیتا ہے۔ (کشف المشکل ج ۴ ص ۱۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی' واقعہ اس کے مطابق ہو گیا اور اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے اور اس میں مسلمانوں کے ایمان پر مطمئن ہونے کا بیان ہے کیونکہ جیسے ہی اس شخص نے خودکشی کی تو اس صحابی نے کہا: میں آپ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہوں' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے اور حسن نیت کا۔

(عمدة القاری ج ۱۴ ص ۲۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شہید وہ ہوتا ہے جس کی نیت شہادت کی ہو' اور اس اعتراض کا جواب کہ وہ شخص خودکشی کر کے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا' پھر اس کو دوزخی کیوں فرمایا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو شخص دورانِ جہاد مر جائے' وہ شہید ہو۔ حدیث میں ہے:

امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم شہید کس کو قرار دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: جو شخص کسی ہتھیار سے زخمی ہوا ہو' آپ نے فرمایا: کتنے لوگ ہتھیار سے زخمی ہوتے ہیں حالانکہ وہ شہید نہیں ہوتے اور نہ ان کی تحسین کی جاتی ہے اور کتنے لوگ اپنے بستروں پر طبعی موت مرتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہوتے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱۲۱۸۹' طبع جدید) حافظ ابن حجر نے کہا: اس کی سند پر اعتراض ہے۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ شہید دوزخ میں نہیں داخل ہو گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا کہ یہ اہل دوزخ سے ہے' اور اس شخص کا صرف یہ گناہ ظاہر ہوا تھا کہ اس نے خودکشی کر لی تھی اور اس فعل کی وجہ سے وہ صرف فاسق اور عاصی ہوا' کافر نہیں ہوا' لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے باطن میں اس کے کفر پر مطلع ہوں یا اس نے خودکشی کو حلال سمجھ کر اپنے آپ کو قتل کیا ہو تو پھر وہ حرام کو حلال قرار دینے کی وجہ سے کافر ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۹۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۷۸ - بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الرَّمْيِ

تیراندازی پر برانگیختہ کرنا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ (الانفال: ٦٠).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو!) تم میں جس قدر طاقت ہے ان کے لیے (ہتھیاروں کی) قوت تیار رکھو اور گھوڑوں کو باندھنے سے تم اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھاؤ۔ (الانفال: ۶۰)

حدیث میں ہے کہ قوت تیراندازی ہے' لیکن یہ اس دور کے اعتبار سے ہے' آج کل دشمنانِ اسلام کے خلاف جو ہتھیار زیادہ مؤثر ہو اس کو تیار کرنا چاہیے' جیسے راکٹ' میزائل' ٹینک' لڑاکا طیارے وغیرہ۔

۲۸۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سلمہ بن

Marfat.com

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ أَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِرْمُوْا بَنِيْ إِسْمَاعِيْلَ فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا إِرْمُوْا وَأَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِأَيْدِيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ؟ قَالُوْا كَيْفَ نَرْمِيْ وَأَنْتَ مَعَهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِرْمُوْا وَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ. [اطراف الحدیث: ۳۳۷۳-۳۵۰۷] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اکوع رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو اسلم کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے' وہ تیراندازی (کی مشق) کررہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو اسماعیل! تم تیراندازی کرو' کیونکہ تمہارے باپ تیراندازی کرنے والے تھے' تم تیراندازی کرو اور میں بنوفلاں کے ساتھ ہوں۔ راوی نے کہا: پھر دو فریقوں میں سے ایک نے اپنے ہاتھ روک لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا ہوا؟ تم تیراندازی کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: ہم کیسے تیر ماریں جب کہ آپ ان کے ساتھ ہیں' تو آپ نے فرمایا: تم تیر اندازی کرو' میں سب کے ساتھ ہوں۔

٢٩٠٠ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيْلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِيْ أُسَيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ حِيْنَ صَفَفْنَا لِقُرَيْشٍ وَّصَفُّوْا لَنَا إِذَا أَكْثَبُوْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ. (اطراف الحدیث: ۳۹۸۴-۳۹۸۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن الغسیل نے حدیث بیان کی از حمزہ بن ابی اسید از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: جب ہم نے قریش کے مقابلہ میں صفیں بنائیں اور انہوں نے ہمارے لیے صفیں بنائیں' تو آپ نے فرمایا: جب وہ تمہارے قریب آجائیں تو تم تیراندازی شروع کردینا۔

اس اشکال کا جواب کہ تیر مارنے کے مناسب یہ ہے کہ دور سے تیر مارا جائے نہ کہ قریب سے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ''کثبوا'' کا معنی ہے: وہ قریب آجائیں' اور جب دشمن قریب ہو تو اس پر نیزوں سے حملہ کرنا مناسب ہے اور جب دشمن دور ہو' تب اس پر تیروں سے حملہ کرنا مناسب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب دشمن دور ہو اور اس پر تیروں سے حملہ کیا جائے تو ہوسکتا ہے کہ تیر نشانے پر نہ لگیں اور جب دشمن قریب ہو تو پھر نشانے کے خطاء ہونے کا کم امکان ہوتا ہے' اس لیے آپ نے فرمایا: جب دشمن قریب آجائے تو تم تیر مارنا۔

٧٩ - بَابُ اللَّهْوِ بِالْحِرَابِ وَنَحْوِهَا — نیزوں وغیرہ سے کھیلنے کا حکم

اس باب کے عنوان میں ''الحراب'' کا لفظ ہے' ''الحراب'' کا معنی ہے: آلاتِ حرب' مثلاً تلوار' کمان' تیر اور نیزہ وغیرہ۔

٢٩٠١ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ دَخَلَ عُمَرُ فَأَهْوٰى إِلَى الْحَصٰى فَحَصَبَهُمْ بِهَا فَقَالَ دَعْهُمْ يَا عُمَرُ وَزَادَ عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا قَالَ مَعْمَرٌ فِي الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حبشی نیزوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے (اس وقت) حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے' انہوں نے کنکریاں اٹھا کر ان کو ماریں تو آپ نے فرمایا: اے عمر! ان کو رہنے دو۔ اور علی نے اضافہ کیا ہے کہ ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر

Marfat.com

نے مسجد میں خبر دی۔

(صحیح مسلم: ۸۹۳' الرقم المسلسل: ۱۹۵۳' مصنف عبدالرزاق: ۱۹۷۲۴' صحیح ابن حبان: ۵۸۶۷' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۷' شرح السنۃ: ۱۱۱۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۰۸۰۔ ج ۱۳ ص ۴۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

آلاتِ حرب کے ساتھ کھیلنے سے حضرت عمر کے منع کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

توضیح میں مذکور ہے کہ آلاتِ حرب سے کھیلنا سنت ہے تاکہ اس عمل سے دشمن پر حملہ کرنے کی تیاری ہو اور لوگوں کو آلاتِ حرب سے جنگ کرنے کی مشق ہو' شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حکمت کا علم نہیں تھا' اس وجہ سے انہوں نے آلاتِ حرب سے کھیلنے والوں کو کنکریاں ماریں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: رہنے دو۔

اس کے بعد علامہ عینی مزید لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص تاویل سے خطاء کرے' اس کو ملامت نہیں کی جاتی' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملامت نہیں کی' کیونکہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے آلاتِ حرب سے مشق کرنے والوں کو کنکریاں ماری تھیں' اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حبشیوں کو کنکریاں ماری تھیں' ہوسکتا ہے کہ انہوں نے یہ گمان کیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حبشیوں کو نہیں دیکھا تھا اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ نے ان حبشیوں کو دیکھا ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر نے یہ گمان کیا ہو کہ آپ نے ان کے منع کرنے سے حیاء فرمائی اور یہ وجہ زیادہ اولیٰ ہے' کیونکہ انہوں نے حبشیوں سے کہا تھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے ہو؟ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اس قسم کا کھیل جس میں آلاتِ حرب کے ذریعے لڑنے کی مشق ہو تو ایسا کھیل مسجد میں کھیلنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵۷' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٨٠ - بَابُ الْمِجَنِّ وَمَنْ يَّتَتَرَّسُ بِتُرْسِ صَاحِبِهٖ

ڈھال کا بیان اور جو شخص دوسرے کی ڈھال سے اپنا دفاع کرے

اس باب میں ڈھال کا ذکر کیا گیا ہے' ڈھال سے آدمی مخالف کے حملے سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

٢٩٠٢ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَّاحِدٍ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ فَكَانَ اِذَا رَمٰى تَشَرَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْظُرُ اِلٰى مَوْضِعِ نَبْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ ایک ڈھال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اپنا دفاع کر رہے تھے اور حضرت ابوطلحہ بہت اچھے تیر انداز تھے' پس جب وہ تیر مارتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کس جگہ جا کر گرا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۸۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ اس ڈھال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے۔

حضرت ابوطلحہ کی آپ پر جاں سپاری اور آپ کو ضرر پہنچانے والوں کا انجام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ ایک ڈھال سے حضرت ابوطلحہ کا دفاع کر رہے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ تیر مارنے والا ڈھال کو نہیں پکڑ سکتا' کیونکہ وہ دونوں ہاتھوں سے تیر مار رہا ہوتا ہے' اس لیے رسول اللہ ﷺ ان کا دفاع کرتے تھے تاکہ ان کو تیر نہ لگ جائے اور حضرت ابوطلحہ بہت اچھے تیرانداز تھے اور ان کے ہاتھ میں دو یا تین کمانیں ٹوٹ گئی تھیں۔ (تاہم صحیح بخاری کا متن اس کے خلاف ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور ایک روایت میں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتے تھے: آپ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں ورنہ دشمن آپ کو نشانہ بنائے گا اور میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے' اور حضرت سہل کی حدیث میں ہے کہ جب غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے اور آپ کا خود ٹوٹ گیا اور آپ کے سامنے کے دانت مبارک شہید ہو گئے (یعنی ان کا کچھ حصہ شہید ہو گیا) اور عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کا چہرۂ انور زخمی کر دیا اور ابن قمیئہ نے آپ کو تیر امارا اور کہا: سنبھالو اسے! تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: اللہ تجھے دوزخ میں ذلیل کر دے گا' اس کے بعد عتبہ بن ابی وقاص بکریوں کے ڈھیر میں گھسا تو اس کو ایک بکرے نے پیچھے سے سینگ مارا اور اسے بچنے کی جگہ نہیں ملی اور وہ وہیں مر گیا' اور ابی بن خلف نے آپ کو تیر مارنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوطلحہ اس کے تیر اور آپ کے درمیان حائل ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو تیر مارا تو وہ ڈھال کے اندر سے جا کر اس کے سینے میں پیوست ہو گیا اور وہ مر گیا۔

اس باب کا عنوان ہے: دوسرے کا ڈھال سے دفاع کرنا' اور اس کی مطابقت اس حدیث سے اس طرح ہے کہ نبی ﷺ اپنی ڈھال سے حضرت ابوطلحہ کا دفاع کر رہے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٩٠٣ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ لَمَّا كُسِرَتْ بَيْضَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِهٖ وَاُدْمِيَ وَجْهُهٗ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهٗ وَكَانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُهٗ فَلَمَّا رَاَتِ الدَّمَ يَزِيْدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً عَمَدَتْ اِلٰى حَصِيْرٍ فَاَحْرَقَتْهَا وَاَلْصَقَتْهَا عَلٰى جُرْحِهٖ فَرَقَا الدَّمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے سر مبارک پر آپ کا خود ٹوٹ گیا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا اور آپ کے سامنے کے دانت شہید ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی بھر بھر کر بار بار لا رہے تھے اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا زخم دھو رہی تھیں' پس جب انہوں نے دیکھا کہ خون پانی سے زیادہ بڑھ رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی کو جلایا اور اس (کی راکھ) کو آپ کے زخم پر رکھ دیا' جس سے خون رُک گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳ میں گزر چکی ہے۔

نبی ﷺ کے چہرۂ انور کے خون آلود ہونے کی حکمتیں

اس حدیث میں نبی ﷺ کی آزمائش اور آپ کے مصائب کا بیان ہے تاکہ آپ کا اجر زیادہ ہو اور اللہ کی راہ میں خون بہنے اور زخمی ہونے کے لیے آپ کی زندگی میں نمونہ ہو' تاکہ بعد میں اگر کوئی مسلمان جہاد میں زخمی ہو تو اس کو ملال نہ ہو اور وہ یہ سوچے کہ میں تو کیا چیز ہوں' خود اللہ کے رسول اس کی راہ میں زخمی ہوئے تھے' اور شیطان صحابہ کرام کے دلوں میں یہ وسوسہ نہ ڈال سکے کہ تم ان کی خاطر اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالتے اور ان کو بچانے کے لیے زخمی ہوتے ہو اور یہ آرام سے رہتے ہیں اور جب نبی ﷺ بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوئے اور آپ کا خون بہا تو اس لعین کے لیے یہ وسوسہ ڈالنے کی گنجائش نہ رہی۔

Marfat.com

۲۹۰٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّالَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً وَّكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهٖ ثُمَّ يَجْعَلُ مَابَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ. [اطراف الحدیث: ۳۰۹۴-۴۰۳۳-۴۸۸۵-۵۳۵۷-۵۳۵۸-۶۷۲۸-۷۳۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از الزہری از مالک بن اوس بن الحدثان از حضرت عمر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر کے اموال' اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ طور فے عطا فرمائے تھے اور مسلمانوں نے ان اموال کی خاطر اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ' لہٰذا وہ اموال صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے' سو آپ ان اموال کو اپنے اہل پر ایک سال کا نفقہ دینے میں خرچ کرتے تھے اور باقی اموال کو ہتھیاروں اور گھوڑوں میں خرچ فرماتے تھے تاکہ اللہ کی راہ میں جہاد کی تیاری ہوتی رہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۵۷' الرقم المسلسل: ۴۴۶۶' سنن ابوداؤد: ۲۹۶۵' سنن ترمذی: ۱۷۱۹' سنن نسائی: ۴۱۵۱' مسند الحمیدی: ۲۲' مسند الشافعی ج ۲ ص ۱۲۳' مسند البزار: ۲۵۵' المنتقی: ۱۰۹۷' سنن بیہقی ج ٦ ص ۲۹۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰- ج ۱ ص ۳۰٦-۳۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بنوالنضیر کا ذکر' غزوہ بنوالنضیر کی تاریخ اور حدیث مذکور کی شرح میں علامہ عینی کا تسامح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بنوالنضیر کا ذکر ہے' بنوالنضیر اور بنوقریظہ' بنواسرائیل (یہود) کے دو قبیلے تھے۔

نیز اس حدیث میں فے کا ذکر ہے' فے ان اموال کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کو کفار سے بغیر جنگ اور جہاد کے حاصل ہوں' کفار مسلمانوں کے ملک میں جو اپنے اموال چھوڑ کر چلے جائیں' وہ سب اموال فے ہیں (ہندو اور سکھ پاکستان میں جو اپنی جائیداد اور اموال چھوڑ کر چلے گئے' وہ بھی فے ہیں)۔

اس میں ذکر ہے: '' مما لم یوجف '' یہ لفظ '' ایجاف '' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: تیز چلنا اور دوڑنا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: انہوں نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو دوڑا کر ان اموال کے حصول میں کوئی عمل نہیں کیا' غزوہ بنوالنضیر چار ہجری میں ہوا تھا اور زہری نے کہا ہے: یہ تین ہجری میں ہوا تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے: حضرت عمر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اموالِ فے کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے اور مسلمانوں کو اس میں سے کچھ نہیں دیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اموال میں سے اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے تھے اور ان کو ان میں سے ایک سال کا نفقہ دیتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۵۷' الرقم المسلسل: ۴۴۶۸' صحیح البخاری: ۵۳۵۸' سنن ابوداؤد: ۲۹۶۳' سنن ترمذی: ۱۶۱۰' مسند احمد: ۳۳۳) (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ مؤخر الذکر حدیث کا تعلق اموالِ فدک سے ہے اور فدک کے اموال بھی فے تھے' جن کو خیبر کے یہودی چھوڑ گئے تھے اور یہ سات ہجری کا واقعہ ہے' علامہ عینی نے اس حدیث کو بنوالنضیر کی حدیث کی شرح میں اس لیے ذکر کر دیا کہ اموالِ فے کے ذکر میں دونوں حدیثیں مشترک ہیں۔

اس حدیث میں چونکہ اموالِ فے کا ذکر آ گیا ہے' اس لیے ہم اس کی تحقیق کر رہے ہیں:

Marfat.com

فے کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ محمد بن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۲ھ لکھتے ہیں:

فے کا لغوی معنی ہے: لوٹنا اور پلٹنا' اور اصطلاحِ شرع میں اس کا معنی ہے: اموالِ کفار میں سے جو مال مسلمانوں کو بغیر جنگ اور جہاد کے حاصل ہوا ہو۔ (نہایہ ج ۳ ص ۴۸۳' مؤسسۃ مطبوعاتی ایران' ۱۳۶۴ھ)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

فئی وہ مال ہے جو حربیوں سے بغیر جنگ کے حاصل ہو' جو مال صلح سے حاصل ہو جیسے جزیہ اور خراج' وہ بھی مالِ فے ہے' مالِ فے میں تصرف کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۶ ص ۴۵۵' دار الفکر' بیروت)

فے کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ

ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

فے اس مال کو کہتے ہیں جس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے جنگ نہ کی ہو' مثلاً جو اموال مسلمانوں کے امیر کی طرف سفارت کے ذریعہ بھیجے جاتے ہوں یا وہ اموال جو اہلِ حرب سے کسی معاہدے کی بنیاد پر لیے جاتے ہوں' اس مال سے خمس نہیں لیا جاتا' کیونکہ خمس اس مال سے لیا جاتا ہے جو کفار سے بہ ذریعہ جنگ حاصل کیا گیا ہو۔

مالِ فے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرفات کے ساتھ مخصوص ہے' خواہ آپ اپنے اوپر خرچ کریں یا جن لوگوں پر آپ خرچ کرنا چاہیں' ان کے اوپر خرچ کریں' اسی وجہ سے اموالِ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہیں' کیونکہ ان کے حصول کے لیے صحابہ نے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے تھے' روایت ہے کہ جب اہلِ فدک کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو خیبر سے جلاوطن کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس معاہدے پر صلح کر لی کہ وہ وہاں کی زمینوں پر کاشت کاری کریں گے اور پیداوار کا نصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعد کے حکام میں یہ فرق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ اموال خرچ کے لیے ہوتے تھے اور بعد کے ائمہ کے پاس جو اموالِ فے آتے ہیں' وہ عام مسلمانوں پر خرچ کے لیے ہوتے ہیں' کیونکہ یہ فتوحات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے تھیں' جیسا کہ آپ نے فرمایا: میری اس چیز سے مدد کی گئی ہے کہ دو ماہ کی مسافت تک میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۷ ص ۱۱۶' مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی' ۱۴۰۰ھ)

۲۹۰۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَلِيٍّ. حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفَدِّي رَجُلًا بَعْدَ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي.

[اطراف الحدیث: ۴۰۵۸-۴۰۵۹-۶۱۸۴]

انہوں نے کہا: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن شداد از علی۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن شداد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد (سعد بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ کے بعد

Marfat.com

کسی پر فداء کرنے کی دعا کی ہو میں نے آپ سے سنا' آپ فرما رہے تھے: تیر مارو! تم پر میرا باپ اور میری ماں فدا ہوں!

(صحیح مسلم: ۲۴۱۱' الرقم المسلسل: ۶۱۲۷' سنن نسائی: ۳۶۷۷' سنن ابن ماجہ: ۱۲۹' مسند ابوداؤد والطیالسی: ۱۰۲' مسند البزار: ۷۹۷' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۹۱' شرح السنۃ: ۳۹۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۴۷۔ ج ۲ ص ۳۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ عنوان میں ڈھال کا ذکر ہے اور حدیث میں تیر اندازی کا

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: ڈھال کا بیان' اور عنوان کا دوسرا جزء ہے: جو شخص دوسرے کی ڈھال سے دفاع کرے' اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے دو جزوں میں سے کسی جز کے ساتھ مطابقت نہیں ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس باب سے پہلے باب کا عنوان ہے: تیر اندازی' تو اصل میں یہ حدیث اس باب میں ذکر کرنی چاہیے تھی' تو ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کیا' انہوں نے اس حدیث کو اُس باب کے بجائے اس باب میں ذکر کر دیا ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود امام بخاری سے یہ بھول چوک ہوئی ہو' کیونکہ بہر حال امام بخاری انسان ہیں' فرشتہ نہیں ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے لیے فدا کرنے کی دعا نہیں کی۔۔۔۔۔ بلکہ حضرت زبیر کے لیے بھی یہ دعا کی ہے

اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے بعد کسی کے لیے فداء کرنے کی دعا کی ہو' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کے لیے فداء کرنے کی دعا کی۔ (صحیح البخاری: ۳۷۲۰' صحیح مسلم: ۲۴۱۶) اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر مطلع نہ ہوئے ہوں' میں کہتا ہوں کہ عدمِ اطلاع کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے کے بجائے اگر امام بخاری کی طرف کر دی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

ہم نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' اس میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (غزوۂ خندق کے دن) فرمایا: بنو قریظہ کے پاس کون جائے گا؟ پس میرے پاس ان کی خبر لے کر آئے' حضرت زبیر نے کہا: میں گیا! پس جب میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اپنے ماں' باپ کو جمع کیا اور فرمایا: تم پر میرے باپ اور میری ماں فداء ہوں!

(صحیح البخاری: ۳۷۲۰' صحیح مسلم: ۲۴۱۶)

علامہ خطابی کا یہ کہنا کہ حضور کے والدین کفر پر فوت ہوئے تھے' اس پر علامہ عینی کا تعاقب اور مصنف کی تحقیق

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس میں والدین کے حق کی تنقیص ہے (کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدین کو حضرت سعد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما پر فداء کیا) اس وہم کا ازالہ یہ ہے کہ آپ کے والدین کفر پر مرے تھے اور حضرت سعد مسلمان مرد تھے جو دین کی نصرت میں کفار سے قتال کر رہے تھے' لہٰذا ہر کافر کو ان پر فداء کرنا جائز ہے' ممنوع نہیں ہے۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ عینی نے اس جواب کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ کہنا کہ آپ کے والدین کفر پر مرے تھے' یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایمان لانے کے لیے ان کو زندہ کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ آپ کے والدین کے ایمان کے متعلق تین قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ ایامِ فترت میں تھے اور ان ایام میں انسان مکلف نہیں ہوتا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ملت ابراہیمی پر فوت ہوئے تھے' اور تیسرا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کو قبر میں زندہ کیا اور وہ اللہ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔ ہم نے اس کی مکمل تحقیق اپنی تفسیر تبیان القرآن ج ٨ ص ٥١١۔٧٦٤ میں (الشعراء: ٢١٩۔٢١٨ کی) تفسیر میں کی ہے۔

پھر علامہ عینی نے اس اعتراض کا خود جواب دیا ہے کہ کسی پر کسی کو فداء کرنا نیکی اور محبت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے اور باپ جیسا بھی ہو' بہرحال اس کا احترام ہوتا ہے' امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جس نے کسی مسلمان کے کافر ماں' باپ کو اذیت دی تو اس کو سزا دی جائے گی' کیونکہ اس شخص کے نزدیک اس کے ماں' باپ کا احترام ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی اس عبارت سے بھی یہ وہم ہوتا ہے کہ آپ کے والدین (معاذ اللہ) مؤمن نہیں تھے اور یہ صحیح نہیں ہے۔

٨١ - بَابُ الدَّرَقِ ڈھال کا بیان

اس باب میں ڈھال کے استعمال کے مشروع ہونے کا بیان ہے۔

٢٩٠٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کا ترانہ گا رہی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ نے اپنا چہرہ پھیر لیا' پھر حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شیطان کا مزمار؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے' پس فرمایا: ان کو چھوڑو! پھر جب آپ کی توجہ ہٹی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا تو وہ چلی گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٤٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٠٧ - قَالَتْ وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمَّا قَالَ تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ عَلَى خَدِّي خَدِّهِ وَيَقُولُ دُونَكُمْ بَنِي أَرْفِدَةَ حَتّٰى إِذَا مَلِلْتُ قَالَ حَسْبُكِ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِي قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَحْمَدُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ فَلَمَّا غَفَلَ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ عید کے دن حبشی ڈھال اور آلاتِ حرب (مثلاً نیزوں) کے ساتھ کھیلتے تھے' پس یا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا یا آپ نے از خود فرمایا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا (اور میرا چہرہ) آپ کے چہرے پر تھا' اور آپ فرما رہے تھے: شاباش! بنو ارفدہ حتیٰ کہ میں اُکتا گئی' آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اتنا دیکھنا کافی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر تم جاؤ۔

Marfat.com

امام ابوعبداللہ نے کہا: امام احمد نے ابن وہب سے روایت کیا ہے:

جب آپ کی توجہ ہٹ گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ڈھال کا ذکر ہے۔

جنگی مشقوں پر کھیل کے اطلاق کی توجیہ اور تین قسم کے کھیلوں کے جواز میں احادیث

علامہ محمد بن عبداللہ بن ابی جمرۃ اندلسی متوفی ۶۹۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے حبشیوں کی جنگی مشقوں پر کھیل کا اطلاق فرمایا' حالانکہ وہ معین فرض ہے کیونکہ ان پر جہاد کی فرضیت متعین تھی' اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

مؤمن کا کھیل تین چیزوں سے ہے اور یہ تینوں چیزیں عبادت ہیں' اس میں کوئی شک نہیں۔

میں کہتا ہوں: علامہ ابن ابی جمرہ نے جن الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے' وہ مجھ کو نہیں مل سکی' البتہ حافظ سیوطی المتوفی ۹۱۱ ھ نے اس کے مقارب درج ذیل حدیث ذکر کی ہے:

امام ابوعبید نے کتاب الخیر میں از ابی الشعثاء از جابر بن زید رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے: تیر اندازی کرو اور گھوڑوں پر سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا مجھے زیادہ پسند ہے' ہر وہ کھیل جس کو مؤمن کھیلے وہ باطل ہے' سوا تین کھیلوں کے' تمہارا اپنی کمان سے تیر چلانا' اور تمہارا اپنے گھوڑے کو سدھانا اور تمہارا اپنی بیوی سے دل لگی کرنا' سو یہ چیزیں برحق ہیں۔ (الدر المنثور ج ۳ ص ۱۹۳' طبع ایران)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دنیا کے کھیلوں میں سے ہر چیز باطل ہے سوائے تین کھیلوں کے' تمہارا اپنی کمان سے تیر چلانا اور تمہارا اپنے گھوڑے کو سدھانا اور تمہارا اپنی بیوی سے دل لگی کرنا' سو یہ چیزیں برحق ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۶۹' دار الفکر' بیروت)

اس کے بعد علامہ ابن ابی جمرہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہمارے زمانے میں فاضل اوقات کو جو یوں ہی گزارا جاتا ہے یہ بدعات میں سے ہے کیونکہ یہ سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ عید کا دن چھٹی کا دن ہے اور سلف صالحین اس دن جہاد کی مشقوں میں مشغول رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تم اس کھیل کو دیکھنا چاہتی ہو؟ اگر یہ کھیل برحق نہ ہوتا تو آپ ایسا نہ فرماتے۔

مسجد میں کھیل کود کا عدم جواز اور حبشیوں کے مسجد میں کھیلنے کی توجیہ

اس حدیث میں مسجد میں نیزوں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں عموم مراد نہیں ہے کیونکہ اس کا عموم قرآن مجید احادیث اور آثار کے خلاف ہے' قرآن مجید میں ہے:

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ○ (النور: ۳۶)

(وہ ہدایت یافتہ لوگ) ان گھروں میں ہیں جن کے لیے اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے' وہ ان گھروں میں صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں○

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد میں صرف اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت جائز ہے اور علماء نے کہا ہے کہ پانچ فرض نمازوں کے

Marfat.com

بعد مساجد کو بند کر دیا جائے اور کھولا نہ جائے اور اس آیت میں ذکر سے بھی یہی مراد ہے اور اس آیت میں بلند کرنے سے مراد یہ ہے کہ مساجد کو فرائض کے علاوہ اوقات میں بند کر دیا جائے' اور اس سلسلے میں حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے کسی شخص سے یہ سنا کہ وہ اپنی گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کہے: اللہ تمہاری اس چیز کو واپس نہ لوٹائے۔

(صحیح مسلم: ۵۶۸' سنن ابوداؤد: ۴۷۳' سنن ابن ماجہ: ۷۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹)

نیز ایک اور حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں کوئی چیز بیچ رہا ہے یا خرید رہا ہے تو اسے کہو: اللہ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے' اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو تم کہو کہ اللہ تمہاری چیز کو واپس نہ کرے۔ (سنن ترمذی: ۱۳۲۱' سنن دارمی: ۱۴۰۱)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں قصاص لینے سے اور اشعار پڑھنے سے اور حدود قائم کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۹۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۴)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں صرف عبادات ادا کرنا جائز ہے اور کھیل کود جائز نہیں' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں گم شدہ چیز کے اعلان کا ارادہ کرے یا شعر پڑھنے کا' وہ مسجد سے باہر نکل جائے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد میں کچھ فروخت کرنا چاہتا تھا تو حضرت ابن مسعود نے اسے بلا کر فرمایا: تم دنیا کے بازار میں جاؤ! یہ آخرت کا بازار ہے! اس لیے مسجد میں کھیل کود جائز نہیں ہے۔

اور اس حدیث میں جو ذکر ہے کہ وہ حبشی مسجد میں نیزوں سے کھیل رہے تھے تو وہ ضرورت کی بناء پر ہے' کیونکہ اس وقت مدینہ میں اتنی گنجائش نہیں تھی اور گھر تنگ تھے اور جہاد کی تیاری کے لیے آلاتِ حرب کے ساتھ مشق کرنا ضروری تھا' پس جب اس طرح کی ضرورت ہو تو پھر مسجد میں جنگی مشقوں کا کھیل کھیلنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ شیخ ابوالحسن اللخمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

مسجد میں علم کی تدریس کے متعلق فقہاء کے نظریات

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ مسجد میں علم کی تدریس جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ علم کی تدریس نفسِ جہاد سے افضل ہے اور یہ کھیل نہیں ہے بلکہ یہ نفسِ عبادت ہے۔ اس میں دو قول ہیں' جنہوں نے علم کی تدریس کو از قبیلِ دین قرار دیا ہے' انہوں نے اس کو جائز کہا ہے اور جنہوں نے کہا ہے: یہ بشر کا کلام ہے انہوں نے اس کی اجازت نہیں دی' کیونکہ اس کی وجہ سے مسجد میں آواز بلند کرنا لازم آئے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنِ خُلق' عورتوں کا پردہ میں رہ کر مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور عبادت کے قصد سے کھیل کود دیکھنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا اور میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا۔

اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور آپ کے حسنِ اخلاق کی دلیل ہے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھیں' اس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب عورتیں پردہ میں ہوں تو ان کا مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے یا جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی نکتہ آفرینی پر ایک اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں' پس حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' یہ اس کے بعد کا واقعہ ہے جب ہمیں پردہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اس سے پردہ کرو' ہم نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہے' ہم کو دیکھتا ہے نہ ہم کو پہچانتا ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو' کیا تم اس کو نہیں دیکھ رہیں؟

(سنن ابوداؤد: ٤١١٢' سنن ترمذی: ٢٧٧٨' تاریخ بغداد ج ٣ ص ١٧' شرح مشکل الآثار: ٢٨٩' مسند ابویعلیٰ: ٦٩٢٢' صحیح ابن حبان: ٥٥٧٥' سنن بیہقی ج ٧ ص ٩١-٩٢' السنن الکبریٰ للنسائی: ٩٢٤١' کتاب الآداب للبیہقی: ٧٤٧' مسند احمد ج ٦ ص ١٩٦)

اس حدیث کا بہترین جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ حبشیوں کے چہروں کی طرف نہیں دیکھ رہی تھیں' صرف ان کے کھیل کی طرف دیکھ رہی تھیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہو۔

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں نبہان کا ذکر ہے جو حضرت ام سلمہ کا غلام تھا اور اس کا حال مجہول ہے' علاوہ ازیں یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث صحیحہ کے معارض ہے' اس لیے یہی کہا جائے گا کہ جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو پھر عورتوں کا مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ عبادت کے قصد سے کھیل کو دیکھنا جائز ہے' کیونکہ حبشیوں کا کھیل جہاد کی مشق کے لیے تھا' اور اگر اس کو دیکھنا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرما دیتے' اور آپ اپنی ازواج کو کسی ناجائز چیز کے دیکھنے پر برقرار نہ رکھتے' جب کہ اکثر اولیاء صرف واجب یا مستحب پر عمل کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے متعلق یہ کیسے کہا جائے گا کہ وہ حرام کام کو دیکھ رہی تھیں۔

عورتوں کے لیے جہاد کی تعلیم کا جواز

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کی اقسام کی تعلیم جائز ہے کیونکہ حبشیوں کی اس جنگی مشق سے اس چیز کی تعلیم ہوتی ہے کہ مخالف کے حملہ کا کس طرح دفاع کیا جائے گا' ہرچند کہ عورتیں جہاد کی مکلف نہیں ہیں لیکن ان کو بھی جہاد کی ضرورت پیش آسکتی ہے' جیسے ملک شام میں جنگ یرموک کے موقع پر عورتوں نے مخالفین کے حملوں کا دفاع کیا تھا۔

ظاہری علامات دیکھ کر باطن پر حکم لگانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا: حتیٰ کہ جب میں اُکتا گئی تو آپ نے پوچھا: کیا اتنا دیکھنا تمہارے لیے کافی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: پھر اب جاؤ!

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظاہری علامات سے باطن پر حکم لگانا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کے چہرے پر اکتاہٹ کے آثار دیکھ کر یہ اندازہ لگایا کہ وہ اب اکتا چکی ہیں' لیکن اس سے باطن پر مطلقاً حکم لگانا جائز نہیں ہے' جب تک کہ یقین حاصل نہ ہو جائے' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے پوچھا: کیا تمہارے لیے اتنا دیکھ لینا کافی ہے؟ اس سے یہ بھی معلوم

ہوا کہ متعلم کے لیے اس وقت تک تعلیم کا حصول جائز ہے جب تک اس کو اکتاہٹ نہ ہو۔

عبادت کی نیت سے دنیاوی کاموں کا مستحب ہونا

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حبشیوں کا کھیل جہاد کی مشق کی وجہ سے جائز ہے' اسی طرح ہر دنیاوی کام میں جب نیکی اور عبادت کی نیت کر لی جائے تو وہ بھی جائز ہو جائے گا' جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں حالانکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور میں بیویوں سے جماع کرتا ہوں حالانکہ مجھے شہوت نہیں ہے' آپ سے پوچھا گیا: آپ پھر کس لیے ایسا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس اُمید سے کہ شاید اللہ تعالیٰ میری پشت سے ایسی اولاد نکالے جس سے قیامت کے دن سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت زیادہ ہو! (بہجۃ النفوس شرح البخاری ج ۳ ص ۱۲۷۔۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

علامہ ابن ابی جمرہ کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے غالباً علامہ ابن ابی جمرہ نے درج ذیل حدیث کو پیش نظر نہیں رکھا:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! مال دار لوگ تو (زیادہ) ثواب لے گئے' جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں اور جس طرح ہم روزہ رکھتے ہیں وہ بھی روزہ رکھتے ہیں اور وہ اپنے زائد اموال کا صدقہ بھی کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا اللہ نے تمہارے لیے وہ کام نہیں رکھے جس کا تم صدقہ کرو؟ بے شک ہر تسبیح کرنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر پڑھنا صدقہ ہے اور ہر حمد کرنا صدقہ ہے' اور ہر لا الٰہ الا اللہ پڑھنا صدقہ ہے اور نیک کام کا حکم دینا صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنا صدقہ ہے اور تم میں سے کسی شخص کا (اپنی بیوی سے) جماع کرنا بھی صدقہ ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت سے جماع کرے پھر بھی اس کو اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ اپنی شہوت کو حرام جگہ میں خرچ کرتا تو کیا اس کو گناہ ہوتا؟ پس اسی طرح جب وہ اپنی شہوت کو حلال جگہ میں خرچ کرے گا تو اس کو اجر ملے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۰۶' الرقم المسلسل: ۲۲۱۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ صرف شہوت پوری کرنے کی نیت سے اپنی بیوی سے جماع کرنا بھی نیک کام ہے اور باعثِ اجر ہے' رہا یہ کہ علامہ ابن ابی جمرہ نے حضرت عمر کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ میں اپنی بیویوں سے جماع کرتا ہوں حالانکہ مجھے شہوت نہیں ہے' اور آپ نے فرمایا: میں صرف اس اُمید سے ایسا کرتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ میری پشت سے ایسی اولاد نکالے جس سے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت زیادہ ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو حضرت عمر نے اپنے قول میں اپنی بیوی کے ساتھ شہوت کے ساتھ جماع کرنے سے منع نہیں فرمایا' صرف اپنی حسن نیت کا ذکر کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں اضافہ کے لیے ایسا کرتا ہوں' ثانیاً اگر بالفرض اس قول سے شہوت کی نفی بھی مستنبط ہوتی ہو تو حضرت عمر کا یہ اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس صریح ارشاد سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور حضرت امام ابوحنیفہ نے یہ فرمایا ہے کہ جب مجھے قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں کسی حکم کی تصریح نہ ملے' تب میں آپ کے اصحاب میں سے کسی کے قول کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۶۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۴ھ) اس سے معلوم ہوا کہ صحابی کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر مقدم نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں علامہ ابن ابی جمرۃ نے اس اثر کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور ہمیں اس قول کی سند کا حال معلوم نہیں ہے' اللہ جانے یہ حضرت عمر کا قول ہے بھی یا نہیں۔

Marfat.com

٨٢ - بَابُ الْحَمَائِلِ وَتَعْلِيقِ السَّيْفِ بِالْعُنُقِ

تلوار کے پرتلوں کا بیان اور تلوار کو گلے میں لٹکانا

اس باب میں "حمائل" کا لفظ ہے' یہ "حِمالة" کی جمع ہے' اس کا معنی پرتلہ ہے یعنی چمڑے کی وہ بیلٹ یا پٹی جس کے ساتھ تلوار کو گردن میں لٹکا لیا جائے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ "حمیله" کی جمع ہے' جس کے ساتھ تلوار کو لٹکایا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۰۰)

علامہ عینی نے اس کا رد کیا ہے کہ "حمیله" کا معنی پرتلہ نہیں ہے بلکہ "حمیله" اس کوڑے کرکٹ کو کہتے ہیں جس کو سیلاب اٹھا کر لے آتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۴)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس باب کے قائم کرنے سے امام بخاری کا یہ مقصد ہے کہ تلوار کو گلے میں لٹکانا چاہیے' اس کے برخلاف بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ تلوار کو سینہ پر پٹی کے ساتھ لٹکانا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۰۳)

٢٩٠٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوْا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِأَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ وَفِيْ عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا ثُمَّ قَالَ وَجَدْنَاهُ بَحْرًا أَوْقَالَ إِنَّهُ لَبَحْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ بہادر تھے اور ایک رات اہل مدینہ دہشت زدہ تھے' وہ اس آواز کی سمت نکلے (جس سے خوف ہوا تھا)' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے آگے تھے اور آپ نے ہی اس خبر کی چھان بین کی تھی' اور آپ حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے اور آپ کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی اور آپ فرمار ہے تھے: تم کو نہیں ڈرایا گیا' تم کو نہیں ڈرایا گیا' پھر آپ نے فرمایا: ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رو) پایا' یا فرمایا: یہ سمندر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے۔

٨٣ - بَابُ مَا جَاءَ فِيْ حِلْيَةِ السُّيُوْفِ

تلواروں کے زیور کا بیان

اس باب کے عنوان میں "حِلية" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سونے اور چاندی کو ڈھال کر آرائش کی جو چیزیں بنائی جائیں۔

٢٩٠٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ حَبِيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُوْلُ لَقَدْ فَتَحَ الْفُتُوْحَ قَوْمٌ مَّا كَانَتْ حِلْيَةُ سُيُوْفِهِمُ الذَّهَبَ وَلَا الْفِضَّةَ إِنَّمَا كَانَتْ حِلْيَتُهُمُ الْعَلَابِيَّ وَالْآنُكَ وَالْحَدِيْدَ.

(سنن ابن ماجہ: ۲۸۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن حبیب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک قوم (صحابہ) نے بہت فتوحات حاصل کیں اور ان کی تلواروں کا زیور سونے اور چاندی کا (بنا ہوا) نہیں تھا' ان کی

Marfat.com

تلواروں کا زیور صرف کچے چمڑے کا (غلاف) ہوتا تھا یا سیسہ اور لوہے کا (بنا ہوا ہوتا) تھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے' کیونکہ باب کا عنوان ہے: تلواروں کا زیور' اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کچے چمڑے اور سیسہ اور لوہے سے تلواروں کو مزین کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد بن موسیٰ ابوالعباس' ان کو مردویہ المروزی کہا جاتا تھا (۲) عبداللہ بن المبارک المروزی (۳) عبدالرحمٰن بن عمر الاوزاعی (۴) سلیمان بن حبیب المحاربی' یہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں دمشق کے قاضی تھے (۵) حضرت ابوامامۃ بن عجلان الباہلی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۳)

''العلابی'' کا معنی اور تلوار کے اوپر سونے یا چاندی کا زیور چڑھانے کا شرعی حکم

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی التوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''العلابی'' کا لفظ ہے' یہ ''العلباء'' کی جمع ہے' اور اس کا معنی ہے: اونٹ کا مضبوط پٹھا' اور ''الآنك'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سیسہ۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۳۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ماجہ کی روایت میں زیادہ تفصیل ہے:

اوزاعی بیان کرتے ہیں: مجھے سلیمان بن حبیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہم حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ہماری تلواروں کے اوپر کچھ چاندی کا زیور لگا ہوا دیکھا' تو وہ غضب ناک ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ایک قوم (صحابہ) نے بہت فتوحات کیں اور ان کی تلواروں کے اوپر سیسے' لوہے اور کچے چمڑے کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۸۰۷)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے: تم اہل جاہلیت سے زیادہ بخیل ہو' بے شک اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک شخص کو ایک درہم دیتا ہے جس کو وہ اللہ کی راہ میں سات سو دراہم کے عوض خرچ کرتا ہے' پھر تم خرچ کرنے سے بخل کرتے ہو' اور امام طبرانی نے ایک اور سند کے ساتھ سلیمان بن حبیب سے روایت کیا ہے کہ ہم روم سے لوٹتے ہوئے حمص گئے تو ہم حضرت ابوامامہ کے پاس پہنچے وہ اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو پیغام دے کر بھیجا گیا' وہ آپ نے ہمیں پہنچا دیا اور تم ہماری طرف سے پیغام پہنچاتے ہو' پھر انہوں نے ہماری تلوار کی طرف دیکھا تو اس میں کچھ چاندی تھی تو وہ بہت سخت غضب ناک ہوئے۔
(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٨٤ - بَابُ مَنْ عَلَّقَ سَيْفَهُ بِالشَّجَرِ فِي السَّفَرِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ

جس نے سفر میں قیلولہ کے وقت اپنی تلوار کو درخت پر لٹکایا

اس باب کے عنوان میں قیلولہ کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: دوپہر کے وقت سونا۔

٢٩١٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے

Marfat.com

وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ وَّعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اللّٰهُ ثَلٰثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ. [اطراف الحدیث: ۲۹۱۳۔ ۴۱۳۴۔ ۴۱۳۵۔ ۴۱۳۶۔ ۴۱۳۹] (صحیح مسلم: ۸۴۳' الرقم المسلسل: ۱۸۳۳)

کہا: مجھے سنان بن ابی سنان الدولی اور ابوسلمۃ بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ وہ نجد کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے' سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے تو وہ بھی آپ کے ساتھ لوٹے' پس انہیں دوپہر کے وقت ایک ایسی وادی میں نیند آ گئی جس میں ببول کے درخت بہت زیادہ تھے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سواری سے) اترے اور لوگ منتشر ہو کر درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے اور اس پر اپنی تلوار لٹکا دی اور ہم بھی سو گئے' پس اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلا رہے تھے اور آپ کے پاس ایک اعرابی تھا' پس آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو اس نے مجھ پر تلوار سونت لی' میں بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی' اس نے کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے تین بار کہا: اللہ! آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی اور بیٹھ گئے۔

اعرابی کا آپ کو تلوار سے قتل کرنے کی دھمکی دینا' پھر آپ کے حسن سلوک سے اس کا اسلام قبول کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے اپنی تلوار نکال کر کہا: یا محمد! اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدہ:٦٧) اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

اس حدیث میں ذکر ہے: اچانک دیکھا تو آپ کے پاس ایک اعرابی تھا' اس اعرابی کا نام غورث تھا' الخطیب نے کہا ہے کہ اس کا نام غورک تھا۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے اترے اور آپ نے اپنے گیلے کپڑے اتار کر ایک درخت پر سوکھنے کے لیے پھیلا دیئے جو بارش سے بھیگ گئے تھے' تو کافروں نے اپنے سردار دعثور سے کہا اور وہ بہت بہادر شخص تھا کہ اس وقت (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اکیلے ہیں' اب تم ان پر حملہ کرو' چنانچہ وہ تلوار لے کر آیا اور آپ کے سر کے اوپر کھڑا ہو گیا' اور کہنے لگا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تب حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے سینہ پر ضرب لگا کر اس کو دھکا دیا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تلوار کو پکڑ کر اٹھا لیا اور فرمایا: آج تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: کوئی نہیں! آپ نے فرمایا: اب تم جاؤ اور اپنا کام کرو! پھر وہ دوبارہ آیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا' اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں' پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔

امام بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: پس اس اعرابی کے ہاتھ سے تلوار گر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تلوار کو پکڑ لیا اور

Marfat.com

فرمایا: اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: آپ تلوار پکڑنے والوں میں سے بہترین ہو جائیں! آپ نے پوچھا: تم اسلام قبول کرتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! لیکن میں آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں آپ سے قتال کروں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ سے قتال کریں گے' پھر وہ اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہا: میں اس شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو تمام لوگوں میں سب سے افضل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب اس اعرابی نے کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تو آپ نے تین بار کہا: اللہ! پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اس دھمکی کی کوئی پرواہ نہیں کی' کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ پر بہت اعتماد تھا اور بے پناہ توکل تھا' پس اس اعرابی نے جان لیا کہ وہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا' جب اس شخص نے یہ جان لیا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور بہ ظاہر وہ آپ کو قتل کرنے پر قادر تھا اور موت بالکل سامنے تھی' اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ڈرے' نہ گھبرائے اور بالکل مطمئن کھڑے رہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم کرامت تھی اور بہت روشن معجزہ تھا تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لے آیا۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قافلہ والوں کے لیے سفر میں قیلولہ کی خاطر ادھر اُدھر منتشر ہو کر درختوں کے سائے میں آرام کرنا جائز ہے اور ان پر یہ ضروری ہے کہ وہ سربراہِ قوم کی حفاظت کا انتظام کریں۔

اور یہ دلیل ہے کہ جب مسافروں کو امن اور اطمینان ہو تو وہ اپنے ہتھیار رکھ کر سو سکتے ہیں۔

اور یہ دلیل ہے کہ قوم کا سربراہ جب کوئی نئی بات دیکھے تو لوگوں کو بلائے اور یہ کہ جب کوئی شخص سربراہ کے ساتھ بدسلوکی یا زیادتی کرے تو وہ اس کو معاف کر دے' اور اگر وہ چاہے تو اس کو دھمکائے اور اگر وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے۔

اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاہلوں کی بدسلوکی پر صبر کرتے تھے اور انتقام لینے پر قادر ہونے کے باوجود ان کو معاف کر دیتے تھے او آپ کی اسی درخشاں سیرت سے اسلام پھیلا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۶-۲۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۸۵ - بَابُ لُبْسِ الْبَيْضَةِ — خود پہننے کا بیان

اس باب کے عنوان میں ''البیضة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جنگ کے دوران سر پر پہننے والی لوہے کی ٹوپی۔ اس کو اُردو میں خود کہتے ہیں۔

۲۹۱۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ جُرْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ جُرِحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ فَكَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَغْسِلُ الدَّمَ وَعَلِيٌّ يُمْسِكُ فَلَمَّا رَأَتْ أَنَّ الدَّمَ لَا يَزِيدُ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ حَصِيرًا فَأَحْرَقَتْهُ حَتّٰى صَارَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے غزوۂ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا اور آپ کے سامنے کے دانت شہید ہو گئے اور آپ کا خود آپ کے سر مبارک پر ٹوٹ گیا' حضرت (سیّدتنا) فاطمہ علیہا السلام آپ کا خون دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے' جب حضرت فاطمہ

Marfat.com

رَمَادًا ثُمَّ أَلْزَقَتْهُ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ.

نے دیکھا کہ دھونے سے خون زیادہ نکل رہا ہے تو انہوں نے چٹائی جلا کر زخم میں بھر دی' پھر خون رُک گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں خود کا ذکر ہے' ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے' اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود پہن کر جہاد کرتے تھے تاکہ امت کے لیے خود پہننے کا نمونہ ہو اور خود پہننا آپ کی سنت ہو' حضرت سیّدہ فاطمہ نے آپ کے زخم پر راکھ بھر دی' اس میں علاج کرنے کا شرعی ثبوت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہونا' آپ کے دانتوں کا شہید ہونا اور آپ کے چہرے سے خون بہنا اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی اصل ہے۔

٨٦ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ كَسْرَ السِّلَاحِ عِنْدَ الْمَوْتِ

جس کے نزدیک موت کے وقت ہتھیاروں کا توڑنا جائز نہیں ہے

اس حدیث کے عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت کا یہ دستور جائز نہیں ہے کہ جب قوم کا امیر یا سربراہ فوت ہو جاتا تو وہ لوگ اس کے ہتھیار توڑ دیتے تھے اور اس کی سواریوں کو ذبح کرا دیتے تھے' اور بعض اوقات خود سربراہ اس کی وصیت کر دیتا تھا' پس شارع علیہ السلام نے ان کے اس دستور کی مخالفت کی اور اپنے وصال کے بعد اپنے ہتھیار' اپنی سواری اور اپنی زمین کو چھوڑ دیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کے ردّ کی طرف اشارہ کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ہتھیاروں کو توڑنا اور سواری کو بلاضرورت ذبح کرنا مال کو ضائع کرنا ہے اور مال کو ضائع کرنا حرام ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اہل جاہلیت کا یہ دستور تھا' اس لیے اس کے بطلان کو ظاہر کرنے کی ضرورت تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۷)

٢٩١٢ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَةً بَيْضَاءَ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از سفیان از ابواسحاق از عمرو بن الحارث' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ہتھیار' سفید خچر اور زمین کو چھوڑا تھا' جن کو صدقہ قرار دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۳۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت ہتھیاروں کو چھوڑا تھا' یعنی ان کو توڑنے کی وصیت نہیں کی تھی۔

٨٧ - بَابُ تَفَرُّقِ النَّاسِ عَنِ الْإِمَامِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ وَالْاِسْتِظْلَالِ بِالشَّجَرِ

قیلولہ اور درختوں کے سائے کو طلب کرنے کے وقت لوگوں کا امیر لشکر کے پاس سے منتشر ہونا

٢٩١٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ وَأَبُو سَلَمَةَ أَنَّ جَابِرًا أَخْبَرَهُ (ح) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں سنان بن ابی سنان اور ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ

اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ سِنَانٍ الدُّؤَلِيِّ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ وَّهُوَ لَا يَشْعُرُ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِيْ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قُلْتُ اَللّٰهُ فَشَامَ السَّيْفَ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ.

حضرت جابر رضی اللہ نے ان کو خبر دی (ح) اور ہم کو موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم کو ابن شہاب نے خبر دی از سنان بن ابی سنان الدؤلی کہ ان کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تو ایسی وادی میں اترے جس میں ببول کے درخت بہت زیادہ تھے انہیں دوپہر کے وقت نیند آنے لگی وہ درختوں کا سایا طلب کر رہے تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے اترے پھر اس درخت پر اپنی تلوار لٹکا دی پھر آپ سو گئے پس آپ بیدار ہوئے تو آپ کے سامنے ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اور آپ کو اس کا پتا نہیں تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اس شخص نے میری تلوار مجھ پر سونت لی تھی پھر کہا: اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ! پس اس نے تلوار میان میں ڈال لی اور وہ یہاں بیٹھا ہوا ہے پھر آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ قیلولہ کے وقت لوگوں کا سربراہ سے منتشر ہونا جائز ہے۔

۸۸ - بَابُ مَا قِيْلَ فِي الرِّمَاحِ

نیزوں کا بیان

اس باب میں نیزوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِيْ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: میرا رزق میرے نیزہ کے سایا کے نیچے کر دیا گیا ہے اور ذلت اور پستی ان لوگوں پر (مسلط) کر دی گئی ہے جنہوں نے میرے حکم کی مخالفت کی۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ الاشبیلی نے الجمع بین الصحیحین میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۸)

۲۹۱۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰى اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيْقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ اَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِيْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَاٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ از نافع مولیٰ ابی قتادہ الانصاری از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حتیٰ کہ مکہ کے کسی راستے میں وہ اپنے ان اصحاب کے ساتھ جو مُحرِم تھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) پیچھے رہ گئے خود وہ غیر محرم تھے

Marfat.com

حِمَارًا وَّحْشِيًّا فَاسْتَوٰى عَلٰى فَرَسِهٖ فَسَاَلَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يُّنَاوِلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَسَاَلَهُمْ رُمْحَهٗ فَاَبَوْا فَاَخَذَهٗ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهٗ فَاَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبٰى بَعْضٌ فَلَمَّا اَدْرَكُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ اِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ اَطْعَمَكُمُوْهَا اللّٰهُ.

پس انہوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا تو حضرت ابوقتادہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے انہوں نے اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ وہ ان کو ان کا چابک اٹھا کر دے دیں تو انہوں نے انکار کیا' پھر انہوں نے سوال کیا کہ وہ ان کو ان کا نیزہ اٹھا کر دے دیں تو انہوں نے (پھر) انکار کیا' پس انہوں نے خود وہ نیزہ اٹھالیا اور اس جنگلی گدھے پر حملہ کیا' پس اس کو قتل کر دیا' پھر نبی ﷺ کے بعض اصحاب نے اس میں سے گوشت کھایا اور بعض نے انکار کیا' پھر جب وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے جا ملے تو آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ تو وہ طعام ہے جو اللہ نے تم کو کھلایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں نیزہ کا ذکر ہے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ فِي الْحِمَارِ الْوَحْشِيِّ مِثْلُ حَدِيْثِ اَبِي النَّضْرِ قَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَّحْمِهٖ شَيْءٌ.

اور زید بن اسلم نے از عطاء بن یسار از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ جنگلی گدھے کی حدیث ابوالنضر کی حدیث کی مثل روایت کی ہے: (اس میں مذکور ہے:) کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ چیز ہے؟

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۱۸۲۱' اور ۱۲۷۰ میں گزر چکی ہے۔

٨٩ - بَابُ مَاقِيْلَ فِيْ دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمِيْصِ فِي الْحَرْبِ

جہاد میں نبی ﷺ کی زرہ اور قمیص کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی زرہ کس چیز کی بنی ہوئی تھی اور جنگ میں نبی ﷺ کی قمیص کا کیا حکم تھا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: اور رہا خالد تو اس کی زرہیں اللہ کی راہ میں وقف ہیں۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۴۶۸ میں گزر چکی ہے۔

٢٩١٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ وَهُوَ فِي الدِّرْعِ فَخَرَجَ وَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (غزوۂ بدر کے دن) ایک خیمہ میں دعا کی: اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں' اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یارسول

یَقُوْلُ ﴿سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَOبَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ وَالسَّاعَۃُ اَدْھٰی وَاَمَرُّO﴾ (القمر:۴۵۔۴۶) وَقَالَ وُھَیْبٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ یَوْمَ بَدْرٍ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اللہ! اتنی دعا آپ کے لیے کافی ہے' تحقیق آپ نے اپنے رب سے بہت اصرار کیا ہے' پھر رسول اللہ ﷺ یہ آیات پڑھتے ہوئے باہر آئے: عنقریب کافروں کا یہ لشکر شکست کھائے ہوئے ہوگا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گےO بلکہ ان سے اصل وعدہ تو قیامت کا ہے اور قیامت بڑی آفت اور بہت کڑوی ہےO (القمر:۴۶۔۴۵) اس وقت آپ زرہ پہنے ہوئے تھے' اور وہیب نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی: بدر کے دن۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ اس وقت آپ زرہ پہنے ہوئے تھے۔

اس اشکال کا جواب کہ کیا حضرت ابوبکر کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اللہ پر توکل اور اعتماد تھا

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

بہت سے علماء کے ذہنوں میں اس حدیث کی وجہ سے اشکال ہوتا ہے کہ نبی ﷺ بہت گریہ وزاری سے دعا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پرسکون تھے اور آپ سے کہہ رہے تھے کہ آپ نے اپنے رب سے بہت دعا کی ہے اور آپ کو بھی پرسکون کر رہے تھے' اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو اپنے رب پر جو توکل اور اعتماد تھا' وہ نبی ﷺ کو نہیں تھا' اور حضرت ابوبکر کا مقام آپ سے بلند تھا اور یہ وہم قطعاً فاسد ہے۔

نبی ﷺ نے جو اس قدر اصرار سے گڑگڑا کر دعا کی' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے اصحاب پر بہت شفیق تھے کیونکہ ان کا دشمن سے یہ پہلا مقابلہ تھا' اور آپ کے اصحاب کی تعداد بہت کم تھی اور دشمن کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ تھی' اس لیے نبی ﷺ نے بہت اصرار سے گڑگڑا کر دعا کی تاکہ آپ کے اصحاب کے دل پرسکون ہو جائیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ کا وسیلہ مقبول ہے اور آپ کی دعا مستجاب ہے اور جب حضرت ابوبکر کو یقین ہوگیا کہ آپ کی دعا قبول ہوگئی ہے تو انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ نے بہت دعا کرلی ہے' آپ اس پر اکتفاء کریں۔ (اعلام السنن ج ۲ ص ۱۳۷۔۱۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

۲۹۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُہٗ مَرْھُوْنَۃٌ عِنْدَ یَھُوْدِیٍّ بِثَلَاثِیْنَ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ وَقَالَ یَعْلٰی حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ دِرْعٌ مِّنْ حَدِیْدٍ وَقَالَ مُعَلّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ وَقَالَ رَھَنَہٗ دِرْعًا مِّنْ حَدِیْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جَو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی' اور یعلیٰ نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی کہ وہ زرہ لوہے کی تھی' اور معلّٰی نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی اور کہا: آپ نے اپنی لوہے کی زرہ گروی رکھی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں زرہ کا ذکر ہے۔

Marfat.com

۲۹۱۷ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ مَثَلُ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلٰى تَرَاقِيهِمَا فَكُلَّمَا هَمَّ الْمُتَصَدِّقُ بِصَدَقَتِهِ اتَّسَعَتْ عَلَيْهِ حَتّٰى تُعَفِّيَ أَثَرَهُ وَكُلَّمَا هَمَّ الْبَخِيلُ بِالصَّدَقَةِ انْقَبَضَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ إِلٰى صَاحِبَتِهَا وَتَقَلَّصَتْ عَلَيْهِ وَانْضَمَّتْ يَدَاهُ إِلٰى تَرَاقِيهِ فَسَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَيَجْتَهِدُ أَنْ يُوَسِّعَهَا فَلَا تَتَّسِعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو مردوں کی طرح ہے جن پر لوہے کے دو کوٹ ہوں' ان دونوں کے ہاتھ ان دونوں کی گردنوں تک بندھے ہوئے ہوں' پس جب بھی صدقہ کرنے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کوٹ اتنا کشادہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا نشان مٹ جاتا ہے اور بخیل جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کوٹ کی ہر کڑی دوسری کڑی کے ساتھ مل کر تنگ ہو جاتی ہے اور وہ اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ مل جاتے ہیں' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: پھر بخیل اس کوٹ کو ڈھیلا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں لوہے کے کوٹ کا ذکر ہے اور اس سے مراد زرہ ہے۔

۹۰ - بَابُ الْجُبَّةِ فِي السَّفَرِ وَالْحَرْبِ

سفر اور جہاد میں جبہ (لمبا کوٹ) پہننا

۲۹۱۸ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحٰى مُسْلِمٍ هُوَ ابْنُ صُبَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَنْ مَسْرُوْقٍ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ فَلَقِيتُهُ بِمَاءٍ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتُ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَعَلٰى خُفَّيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابی الضحیٰ مسلم اور وہ ابن صُبیح ہیں' انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی از مسروق' حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے' پھر آپ (واپس) آئے تو میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا اور آپ کے اوپر شامی جبہ تھا' آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنا چہرہ دھویا' پھر آپ اس (جبہ) کی آستینوں سے اپنے دونوں ہاتھ نکالنے لگے' سو وہ آستینیں تنگ تھیں تو آپ نے اپنے ہاتھوں کو نیچے سے نکالا' پھر ان ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں جبہ کا ذکر ہے' نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عالم کی سفر میں خدمت کرنی چاہیے۔

۹۱ - بَابُ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ جنگ میں ریشم پہننا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگ میں مردوں کے لیے ریشم کا لباس پہننا جائز ہے۔

۲۹۱۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ فِي قَمِيصٍ مِّنْ حَرِيرٍ مِّنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا. [اطراف الحدیث: ۲۹۲۰-۲۹۲۱-۲۹۲۲-۵۸۳۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں احمد بن المقدام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش کی وجہ سے ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی۔

(صحیح مسلم: ۲۰۷۶ الرقم المسلسل: ۵۳۲۲ سنن ابوداؤد: ۴۰۵۶ سنن نسائی: ۵۳۱۰ سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۲ سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۶۸ مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۰ مسند احمد: ۱۲۸۶۳ ج ۲۰ ص ۲۷۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن المقدام ابوالاشعث العجلی البصری (۲) خالد بن الحارث بن سلیم الہجیمی (۳) سعید بن ابی عروبہ (۴) قتادہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۷۳)

ضرورت کی وجہ سے ریشم کے کپڑوں کو پہننے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جنگ میں ریشم کا لباس پہننے کے متعلق متقدمین کا اختلاف ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ کہا ہے ابن محیریز، عکرمہ اور ابن سیرین کا بھی یہی مؤقف ہے انہوں نے کہا ہے کہ جنگ میں اس کی کراہت زیادہ شدید ہے کیونکہ مسلمان جنگ میں شہید ہونے کی امید رکھتے ہیں امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے امام مالک نے کہا کہ میں نے کسی ایسے شخص کو جنگ میں ریشم کا لباس پہنے ہوئے نہیں دیکھا جس کی اقتداء کی جاتی ہو۔

بعض فقہاء نے جنگ میں ریشم پہننے کی اجازت دی ہے معمر نے از ثابت یہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا وہ جنگ میں دیباج پہنتے تھے عطاء نے کہا: جنگ میں دیباج پہننا ہتھیار ہے عروہ اور حسن بصری نے بھی اس کی اجازت دی ہے امام ابویوسف اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

ابن حبیب نے ابن ماجشون سے نقل کیا ہے کہ جہاد میں ریشم پہننا اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے تاکہ دشمن کو ڈرایا جائے اور اس کے سامنے فخر کا اظہار کیا جائے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ جن فقہاء نے جنگ اور جہاد میں ریشم پہننے کو مکروہ کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ریشم کی ممانعت کو ہر حال میں عام قرار دیا ہے اور جنہوں نے جنگ میں اس کی اجازت دی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش اور جوؤں کی وجہ سے ریشم کا لباس پہننے کی اجازت دی ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کی ایذاء خارش اور جوؤں سے زیادہ ہو مثلاً دشمن کے ہتھیار تو اس سے بچنے کے لیے بھی ریشم پہننا جائز ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عطاء بیان کرتے ہیں: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہماری طرف ایک جبہ نکالا جس میں دیباج کے بٹن لگے ہوئے تھے

Marfat.com

اور انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو جنگ میں پہنچتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۱۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ابی جمرہ کی تحقیق

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ خارش کی علت سے ریشم کا لباس پہننا جائز ہے اور اس میں چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: بعض فقہاء کے نزدیک جس کو ریشم کے سوا اور کوئی کپڑا دستیاب نہ ہو اس کے لیے اس کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ہر ضرورت کے موقع پر ریشم کا پہننا جائز ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جس ضرورت کا حدیث میں ذکر ہے' صرف اسی موقع پر ریشم کا پہننا جائز ہے' اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جس شخص کو نماز پڑھنے کے لیے ریشم کے کپڑے کے سوا اور کوئی کپڑا نہ ملے تو اوّل الذکر فقہاء کے نزدیک اس کا اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے اور ثانی الذکر کے نزدیک اس کا اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مبحث ثانی: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح طب ادیان کے ماہر تھے' اسی طرح طب ابدان کے ماہر تھے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح ادیان کی طب کے ماہر تھے' اسی طرح ابدان کی طب کے بھی ماہر تھے' ایک عیسائی کی کسی صحابی سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: ہمارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکیم بھی تھے اور تمہارے نبی حکیم نہیں تھے' تو صحابی نے کہا: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار جملوں میں پورے طب کا خلاصہ بیان فرما دیا اور وہ یہ ہیں: (۱) معدہ بیماری کا گھر ہے (۲) پرہیز دواء کی اصل ہے (۳) ہر بیماری کی اصل بدہضمی ہے (۴) ہر علاج کی اصل عادت کی موافقت ہے۔ یہ سن کر اس عیسائی نے کہا: تمہارے نبی نے طب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔

مبحث ثالث: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بغیر نزولِ وحی کے ابتداءً چیزوں کو حلال یا حرام کرنا جائز ہے کیونکہ آپ نے بغیر کسی آیت کے نزول کے ریشم کو حرام کر دیا اور پھر بغیر کسی آیت کے نزول کے خارش زدہ کے لیے ریشم کو حلال فرما دیا' بعض علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے اور صحیح جمہور کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار ہے' اور اس کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس جب بھی کسی کام کو کرنے یا ترک کرنے کے متعلق میرا حکم آئے تو وہ کہے: مجھے نہیں معلوم! اللہ کی کتاب میں جس کا حکم ہوگا ہم (صرف) اس کی پیروی کریں گے۔

(سنن ابو داؤد: ۴۶۰۵' سنن ترمذی: ۲۶۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۳' مسند احمد ج ۶ ص ۸)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو! مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کی مثل ہے' سنو! عنقریب ایک شخص سیر ہو کر اپنے تخت پر بیٹھا ہوگا' وہ کہے گا: اس قرآن کو لازم رکھو' پس تم اس میں جو حلال پاؤ اس کو حلال قرار دو' اور جو تم اس میں حرام پاؤ اس کو حرام قرار دو' اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا ہے' وہ اسی طرح ہے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے' سنو! تمہارے لیے پالتو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ ہر کچلیوں سے شکار کرنے والے درندے حلال ہیں اور نہ کسی ذمی کی کوئی گری ہوئی چیز حلال ہے' سوا اس کے جس سے اس کا مالک مستغنی ہو اور جو شخص کسی قوم کے پاس جائے' ان پر اس کی ضیافت کرنا

Marfat.com

لازم ہے اور اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو اس مہمان کے لیے جائز ہے کہ وہ ان سے اپنی ضیافت کی مقدار کے موافق جرمانہ وصول کر لے۔ (سنن ابوداؤد: ٣٦٠٤' سنن ترمذی: ٢٦٦٤' سنن ابن ماجہ: ١٢' سنن دارمی: ٥٨٦' مسند احمد ج ٤ ص ١٣٢)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شارع ہیں اور از خود احکام نافذ کرنے کے مجاز ہیں۔

(بہجۃ النفوس شرح مختصر صحیح البخاری ج ٣ ص ١٣٠۔١٢٩ مختصراً وموضحاً ومخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

میں کہتا ہوں: تاہم یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چیزوں کو از خود حلال یا حرام کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے' آپ مزاج شناسائے الوہیت ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف کوئی حکم نافذ نہیں کرتے۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٥٣١٥۔ ج ٦ ص ٣٥٠ پر مذکور ہے اور ہم نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ علاج کی ضرورت سے کسی حرام چیز کو اختیار کرنا جائز ہے اور جس چیز کا علاج اس حرام چیز کے سوا نہیں ہو سکتا یا مسلمان معالج کو اس کے سوا کسی حلال دواء کا علم نہیں ہے تو اس مریض کے حق میں وہ چیز حرام نہیں ہے۔

٢٩٢٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَّالزُّبَيْرَ شَكَوَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْقَمْلَ فَاَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيرِ فَرَاَيْتُهُ عَلَيْهِمَا فِي غَزَاةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ (ح) انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے ان دونوں کو ریشم کے کپڑے پہننے کی اجازت دی' پس میں نے جہاد میں ان کو ریشم کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩١٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٢١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي قَتَادَةُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِي حَرِيرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کو (جنگ میں یا جوؤں کی وجہ سے) ریشم پہننے کی اجازت دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩١٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَخَّصَ اَوْ رُخِّصَ لِحِكَّةٍ بِهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے خارش

Marfat.com

کی وجہ سے ان دونوں کو رخصت دی یا ان کو رخصت دی گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۲ - بَابُ مَايُذْكَرُ فِي السِّكِّيْنِ

چھری کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے

اس باب میں چھری کے استعمال کا جواز بیان کیا گیا ہے۔

۲۹۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ جَعْفَرَ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِنْ كَتِفٍ يَحْتَزُّ مِنْهَا ثُمَّ دُعِيَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از جعفر بن عمرو بن امیہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کے کندھے کا گوشت (چھری سے) کاٹ کر کھا رہے تھے' پھر نماز کی اذان کہی گئی تو آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَزَادَ فَأَلْقَى السِّكِّيْنَ.

ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری اور یہ اضافہ کیا کہ آپ نے چھری پھینک دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں چھری کے استعمال کا ذکر ہے۔

۹۳ - بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ قِتَالِ الرُّوْمِ

روم والوں سے قتال کا بیان

اس باب میں روم والوں سے قتال کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۹۲٤ - حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيْدَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِيْ سَاحَةِ حِمْصَ وَهُوَ فِيْ بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ قَالَ عُمَيْرٌ فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوْا قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَا فِيْهِمْ؟ قَالَ أَنْتِ فِيْهِمْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ فَقُلْتُ أَنَا فِيْهِمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن یزید دمشقی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثور بن یزید نے حدیث بیان کی از خالد بن معدان کہ عمیر بن الاسود العنسی نے ان کو حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ حمص کے ساحل پر اتر رہے تھے اور حضرت عبادہ اپنے مکان میں تھے اور ان کے ساتھ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا تھیں' عمیر نے کہا: پس ہم کو حضرت ام حرام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے جو پہلا لشکر سمندر کے راستہ جہاد کرے گا' تحقیق یہ ہے کہ اس نے جنت کو واجب کر لیا ہے۔ حضرت ام حرام نے بتایا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: تم ان میں ہوگی! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: میری امت میں سے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر (قسطنطنیہ)
میں جہاد کرے گا' وہ بخشا ہوا ہوگا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ!
میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: نہیں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۸۹ میں گزر چکی ہے۔

جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے کی وجہ سے یزید کی مغفرت کے متعلق علماء محققین کی آراء

یہ حدیث: ۲۷۸۹ میں بھی گزری ہے' مگر وہاں اس حدیث میں یہ جملہ مذکور نہیں تھا: میری امت میں سے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جہاد کرے گا وہ بخشا ہوا ہوگا۔ اب ہم اس جگہ اس جملہ کی مکمل شرح کر رہے ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے روم میں جہاد کیا تھا' اور ان کے بیٹے یزید کی بھی فضیلت ہے جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کا بعض علماء کے اس قول کو رد کرنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بشارت جہاد قسطنطنیہ سے پہلے حمص میں جہاد کے متعلق ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یزید کی فضیلت ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا' علامہ ابن التین اور علامہ ابن المنیر نے ان کا رد کیا ہے کہ اس حدیث کی بشارت میں یزید کے دخول سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل کے ذریعہ سے اس بشارت کے عموم سے خارج نہ ہو' کیونکہ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس لشکر کا مغفور ہونا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس لشکر میں مغفرت کی شرط پائی جاتی ہو' حتیٰ کہ اگر اس لشکر کا کوئی فرد (العیاذ باللہ) مرتد ہو جائے تو وہ مغفرت کے عموم میں بالاتفاق داخل نہیں ہوگا' رہا ابن التین کا یہ کہنا کہ ہوسکتا ہے کہ یزید اس لشکر میں شامل نہ ہو تو ان کا یہ کہنا اس لیے مردود ہے کہ وہ اس لشکر کا بالاتفاق امیر تھا' ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ وہ لشکر میں تو ہو مگر اس نے خود قتال نہ کیا ہو اور یہ بشارت ان کے لیے ہے جنہوں نے اہل قسطنطنیہ سے قتال کیا ہو۔

بعض علماء نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ مدینہ قیصر سے وہ شہر مراد ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے وقت قیصر روم کا شہر تھا اور وہ شہر حمص ہے نہ کہ قسطنطنیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے وقت قیصر کا دارالخلافہ حمص ہی تھا' لیکن یہ تاویل اس لیے مردود ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جن لوگوں نے پہلے سمندر کے راستہ سے قتال کیا تھا' ان میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا تھیں اور حمص اس غزوہ سے پہلے فتح ہو چکا تھا' جس میں حضرت ام حرام تھیں۔ واللہ اعلم

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یزید جس غزوہ مذکورہ میں تھا' وہ باون (۵۲) ہجری میں ہوا تھا' اور اس غزوہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے' پس انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کو قسطنطنیہ کے دروازہ کے پاس دفن کیا جائے اور وہاں ان کی قبر بنائی جائے' سو ایسا کیا گیا' پس کہا جاتا ہے کہ روم کے لوگ ان کی قبر کے پاس بارش کو طلب کرنے کی دعا کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۰۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۳۲۶ھ)

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یزید کے لشکر کے تحت جنگ کرنے کا ذکر صحیح بخاری کے متن میں بھی ہے۔

امام بخاری متوفی ۲۵٦ ھ لکھتے ہیں:

محمد نے کہا: میں نے یہ حدیث ان لوگوں میں بیان کی جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت ابوایوب بھی موجود تھے جو اس غزوہ میں فوت ہو گئے تھے جس میں یزید بن معاویہ روم کی سرزمین میں ان کا امیر تھا۔ (صحیح البخاری:۱۱۸٦)

اس عبارت کی شرح میں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اور حال یہ ہے کہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اپنے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کا امیر تھا' یہ غزوہ سمندر پار قسطنطنیہ کے شہر میں ہوا تھا' یہ لوگ ۵۰ ھ کے بعد اس شہر میں پہنچے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ٦۲ ۳-٦۱ ۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ عینی کا یزید کو مغفرت کی اس بشارت کے عموم سے خارج قرار دینا

تاہم باب مذکور کی حدیث: ۲۹۲۴ کی شرح میں علامہ عینی نے اس کے خلاف لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''مدینة قیصر'' سے مراد قسطنطنیہ ہے اور ذکر کیا گیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے روم کے شہروں میں جہاد کیا حتیٰ کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ تھے' ان میں حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم بھی تھے' اور یہیں پر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب حضرت ابوایوب انصاری کی وفات ہوئی تھی اور وہیں پر ان کی قبر ہے اور جب روم کے لوگوں پر قحط پڑتا ہے تو وہ حضرت ابوایوب کی قبر کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں۔

صاحب المرآۃ نے کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یزید بن معاویہ نے ۵۲ ھ میں قسطنطنیہ میں جہاد کیا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک عظیم لشکر سفیان بن عوف کی قیادت میں قسطنطنیہ روانہ کیا تھا' وہ روم کے شہروں میں بہت دور تک گھستے چلے گئے تھے' اس لشکر میں حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر' حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم تھے اور قسطنطنیہ کے محاصرہ کے دوران حضرت ابوایوب فوت ہو گئے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ اکابر صحابہ سفیان بن عوف کی زیر قیادت جہاد کر رہے تھے اور یزید بن معاویہ کے ساتھ نہیں تھے کیونکہ وہ ان اکابر صحابہ کی قیادت کا اہل نہیں تھا' اور المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ کی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے سمندر کے راستہ جہاد کیا اور ان کے بیٹے یزید کی فضیلت ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر پر حملہ کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں یزید کی کون سی فضیلت ہے؟ اور اس کا حال مشہور ہے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس لشکر کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ بخشا ہوا ہے' میں کہتا ہوں کہ یزید کے اس بشارت کے عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آیا کہ وہ کسی خاص دلیل کی بناء پر اس عموم سے نہ نکلے' کیونکہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس لشکر کے بخشے ہوئے ہونے کی یہ شرط ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہوں' حتیٰ کہ اس لشکر میں شامل کوئی شخص اس کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ اس بشارت کے عموم میں داخل نہیں رہے گا' لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کے مغفور ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۷۸-۲۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ قسطلانی کا اس بحث میں محاکمہ کرنا کہ یزید اس بشارت میں داخل ہے یا نہیں؟

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ المہلب نے بنوامیہ کی حمایت میں لکھا ہے لیکن بشارت کے عموم سے یہ لازم نہیں آتا کہ یزید کسی اور دلیل کی بناء پر اس بشارت سے خارج ہو اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے یزید پر لعنت کی ہے کیونکہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دینے سے کافر ہو گیا تھا اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے حضرت حسین کو قتل کیا یا ان کو قتل کرنے کا حکم دیا یا اس کی اجازت دی اور اس پر راضی ہوا اس پر لعنت کرنا جائز ہے اور حق یہ ہے کہ حضرت حسین کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور اس کا خوش ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی اہانت کرنا تواتر معنوی سے ثابت ہے اگرچہ اس کی تفصیل اخبار آحاد میں ہے سو ہم اس کے معاملہ میں کوئی توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں بھی کوئی توقف نہیں کرتے اس پر بھی لعنت ہو اور اس کے اعوان و انصار پر بھی لعنت ہو۔

(شرح عقائد نسفی ص ۱۹۷ 'سکندر علی بہادر علی تاجران کتب' کراچی۔ ۳۸)

اور جو فقہاء یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں وہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھنے والوں پر اور اہل قبلہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ارشاد الساری ج ٦ ص ۴۵۵۔ ۴۵۴ 'دارالفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ یزید مغفرت کی بشارت میں داخل ہے یا نہیں؟ وہ اس پر موقوف ہے کہ یزید کافر ہے یا نہیں؟ جن لوگوں کے نزدیک یزید کافر ہے ان کے نزدیک وہ اس بشارت میں داخل نہیں ہے اور جن لوگوں کے نزدیک یزید کا کفر ثابت نہیں ہے وہ اگرچہ سخت ترین عذاب کا مستحق ہے لیکن بالآخر اس کی مغفرت ہو جائے گی اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا موقف درج ذیل ہے:

کفر اور لعنِ یزید کے متعلق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کا موقف

یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق و فاجر و جری علی الکبائر تھا اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں: "فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ○" (محمد: ۲۲۔ ۲۳) کیا قریب ہے کہ اگر والیٔ ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو ○ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں ○ شک نہیں کہ یزید نے والیٔ ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے تین دن مسجد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے اذان و نماز رہی مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کیے کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے غلاف شریف پھاڑا اور جلایا مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے سر انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا؟ ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر "لَعَنَهُمُ اللَّهُ" فرمایا لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ "فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○ إِلَّا مَنْ تَابَ" (مریم:

Marfat.com

۵۹_۶۰)اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کا عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت وبدمذہبی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں' جس میں محبت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شمہ ہو" وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ O "(الشعراء:۲۲۷) شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدو وعنود ہے' ایسے گمراہ بددین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سود ہے' اس کی غایت اسی قدر تو کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلا وجہ شرعی دست کشی کر کے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ تو ان کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زہراء' علی مرتضیٰ اور خود حضور سیّد الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا دل دکھا چکا ہے' اللہ واحد قہار کو ایذاء دے چکا ہے" وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ O (التوبہ:۶۱) "إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا O "(الاحزاب:۵۷)۔ (فتاویٰ رضویہ ج۶ ص ۱۰۸_۱۰۷ طبع قدیم' مکتبہ رضویہ کراچی' ۱۴۰۵ھ)

مغفرتِ یزید کے متعلق شاہ ولی اللہ کا موقف

اس بحث میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ کی درج ذیل عبارت بہت عمدہ ہے' وہ لکھتے ہیں:

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی "مغفور لهم" سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر کا ایک حصہ تھے' بلکہ لشکر کے سرکردہ شخص اور قائد تھے جیسا کہ کتب تاریخ اس پر شاہد وگواہ ہیں' مگر درست بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ اس غزوہ میں شریک ہونے سے قبل کہ جو ان کے گناہ تھے ان کی مغفرت کر دی گئی ہے' کیونکہ جہاد از قبیل کفارات ہے اور کفارات کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان سے پہلے جو گناہ ہوئے' ان کو مٹا دیں نہ کہ بعد میں واقع ہونے والے گناہوں کو زائل کر دیں' ہاں! اس کلام کے ساتھ اگر یہ بھی ہوتا کہ قیامت تک کے لیے ان کے گناہوں کی مغفرت کر دی گئی ہے تو یہ حدیث یزید کی نجات پر دلالت کرتی' اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں (یعنی جب قیامت تک کے لیے مغفرت کا ذکر نہیں ہے تو یزید کی نجات بھی ثابت نہیں ہے) بلکہ یزید نے اس غزوہ کے بعد جن قبائح کا ارتکاب کیا ہے' ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے' جیسے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت' مدینہ منورہ پر تخریب کاری اور توڑ پھوڑ' اور شراب پینے پر اصرار وغیرہ' اگر خدا نے چاہا تو وہ ان کو معاف کر دے گا یا سزا دے گا جیسا کہ دیگر تمام گناہ گاروں کے بارے میں حکم ہے۔ (رسالہ شرح تراجم ابواب البخاری صحیح البخاری ج۱ ص ۳۴' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

شیخ سلیم اللہ نے بھی اس عبارت کا حوالہ دیا ہے اور اس کو سب سے بہترین اور معتدل قول قرار دیا ہے۔

(کشف الباری۔ کتاب الجہاد والسیر ص ۶۸۷' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اسی عبارت پر اعتماد کیا ہے اور ان کی عبارت کا خلاصہ لکھا ہے اور بہت مختصر لکھا ہے۔ (انعام الباری ج۷ ص ۱۰۶۷' مکتبۃ الحراء' کراچی)

اس بحث میں مصنف کا موقف درج ذیل ہے:

یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف

یزید کے تین جرم متواتر ہیں' اس نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے جبری بیعت لینے کے لیے عبید اللہ بن زیاد کو روانہ کیا اور اس کو حضرت حسین کے مرتبہ اور مقام کی رعایت کرنے کی کوئی ہدایت نہیں کی۔ اس نے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یا نہیں اور قتل کی خبر سن کر خوش ہوا تھا یا نہیں؟ اس میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے' لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس نے قاتلین کو کوئی سزا نہیں دی جب کہ وہ سزا دینے پر پوری طرح قادر تھا اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی' اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ قتل اس کے ایماء

Marfat.com

سے ہوا اور وہ اس قتل سے راضی تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر کربلا میں جو ظلم وستم ڈھایا گیا اور پھر ظالموں سے یزید نے بحیثیت حاکم کوئی باز پرس نہیں کی انہیں مظالم کی وجہ سے بعض علماء (امام احمد علامہ ابن جوزی اور علامہ تفتازانی وغیرہ) نے یزید پر لعنت کی ہے ہر چند کہ محققین اور محتاط علماء نے یزید پر شخصی لعنت کرنے سے منع کیا ہے اور اسی میں سلامتی سمجھی ہے کہ یزید کے معاملے کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

یزید کا دوسرا جرم مدینہ منورہ پر حملہ کا حکم دینا اور تین دن کے لیے مدینہ میں لوٹ مار قتل وغارت گری اور عصمت دری کی عام اجازت دینا ہے اس وجہ سے بھی بعض علماء نے یزید پر شخصی لعنت کی ہے اور تیسرا جرم مکہ مکرمہ پر حملہ کا حکم دینا اور کعبہ کو جلانا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے العواصم من القواصم میں لکھا ہے کہ امام احمد نے کتاب الزہد میں یزید کا ذکر اخیار تابعین میں کیا ہے۔ میں نے کتاب الزہد پوری پڑھی اس میں یزید کا ذکر نہیں ہے۔ اس معاملہ میں یقیناً ابن عربی کو وہم ہوا ہے علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابن العربی کا یزید کو برحق اور حضرت حسین کو خاطی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ہم اس نظریہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں جس شخص نے آل رسول پر ظلم کیے حرم مدینہ کی بے حرمتی کی خانہ کعبہ کو جلایا ہمارے دل میں اس کے بارے میں نرمی کا کوئی شمہ نہیں ہے یہ شخص بہت بڑا ظالم اور فاسق وفاجر تھا اگر ہمیں شرعی حدود وقیود اور قواعد شرعیہ کا پاس نہ ہوتا تو ہم یزید پر کفر کا حکم لگا دیتے اور اس پر شخصی لعنت کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہ ہوتا۔ (شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٧٦٣ فرید بک سٹال لاہور)

ان سطور پر اب میں یہ اضافہ کر رہا ہوں کہ یزید اپنے جرائم کی وجہ سے ہر چند کہ شدید ترین عذاب کا مستحق ہے لیکن چونکہ اکابر فقہاء اسلام نے یزید کو کافر نہیں قرار دیا اس لیے اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم: ۳۱۴۱ ـ ج ۳ ص ۷۶۳ ـ ۶۰۰ میں یزید کے ایمان یا کفر کے متعلق طویل بحث کی ہے ہم اس کے عنوانات یہاں پر ذکر کر رہے ہیں:

① یزید کے دور حکومت میں خانہ کعبہ کو جلانے کا پس منظر وپیش منظر ② بیعت یزید کے سلسلہ میں حضرت حسین کا موقف ③ بیعت یزید کے سلسلہ میں جمہور صحابہ کا موقف ④ واقعہ حرہ کی تفصیلات ⑤ مسلم بن عقبہ صحابی نہیں تھا ⑥ مسلم بن عقبہ کی عبرت ناک موت ⑦ واقعہ حرہ کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث ⑧ مصنف کا موقف ⑨ یزیدی فوجوں کا کعبہ کو جلانا ⑩ خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یزید کی تکفیر ⑪ حضرت حسین کو شہید کرنے کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث ⑫ شہادت حسین پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ ⑬ یزید پر لعنت کے سلسلہ میں امام غزالی کی رائے ⑭ علامہ زبیدی کی رائے ⑮ علامہ حلبی کی رائے ⑯ مصنف کا موقف ⑰ یزید کے کفریہ اشعار کی تحقیق ⑱ جہاد مدینہ قیصر کی بشارت میں یزید کے دخول کی تحقیق ⑲ حدیث مدینہ قیصر کی تحقیق ⑳ حضرت حسین اور یزید کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے نظریات ㉑ لعن یزید کے بارے میں ابن جوزی کا نظریہ ㉒ لعن یزید کے بارے میں محدث دہلوی کا نظریہ ㉓ یزید کے متعلق حافظ ابن کثیر کی رائے ㉔ لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی کی رائے ㉕ لعن یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے ㉖ یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف۔

٩٤ - بَابُ قِتَالِ الْيَهُوْدِ

یہود کو قتل کرنا

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر کو بیان کیا گیا ہے کہ آئندہ زمانے میں یہود کو قتل کیا جائے گا اور یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی۔

٢٩٢٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن محمد الفروی

Marfat.com

حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ اَحَدُهُمْ وَرَاءَ الْحَجَرِ فَيَقُوْلُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَّرَائِيْ فَاقْتُلْهُ.

[طرف الحدیث: ۳۵۹۳] (صحیح مسلم: ۲۹۲۱، الرقم المسلسل: ۷۲۲۹)

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہودیوں سے قتال کرتے رہو گے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی ایک یہودی پتھر کے پیچھے (چھپا) ہوگا تو وہ پتھر کہے گا: یہ میرے پیچھے یہودی ہے اس کو قتل کردو۔

یہود کا قتل کس زمانے میں ہوگا؟ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

اس حدیث میں مذکور ہے: تم یہودیوں سے قتال کرو گے۔ اس ارشاد میں حاضرین سے خطاب ہے اور اس سے مراد ان کے علاوہ آپ کی امت کے دوسرے افراد ہیں کیونکہ یہ قتال اس وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے سو اس وقت مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حلیف ہوں گے اور یہودی دجال کے ساتھ ہوں گے۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت باقی رہے گی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے۔

اور اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی ہے جو بہت بعد میں ہوگا اور آپ نے یہ خبر دی ہے کہ پتھر کلام کریں گے اور چھپے ہوئے یہودی کی خبر دیں گے اور یہ بتائیں گے کہ یہودی کہاں چھپا ہوا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ پتھر کہے گا: اے اللہ کے بندے! اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل پتھر میں کلام پیدا کردے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۷۸، مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۹۲۶ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوا الْيَهُوْدَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْحَجَرُ وَرَاءَهُ الْيَهُوْدِيُّ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَّرَائِيْ فَاقْتُلْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از عمارۃ بن القعقاع از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم یہود سے قتال کرو گے حتیٰ کہ پتھر کہے گا کہ اس کے پیچھے یہودی ہے وہ کہے گا: اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے ہے سو تم اس کو قتل کردو۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

٩٥ - بَابُ قِتَالِ التُّرْكِ
ترک (تاتاریوں) کا مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا

اس باب میں تاتاریوں کے مسلمانوں کو قتل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲۹۲۷ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا يَنْتَعِلُوْنَ نِعَالَ الشَّعَرِ وَاِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابی النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حسن بصری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں عمرو بن تغلب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک قیامت کی علامتوں (میں) سے یہ ہے کہ تم ایسی قوم

Marfat.com

عِرَاضَ الْوُجُوْهِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

[طرف الحدیث: ۳۵۹۲][صحیح مسلم: ۲۹۱۲' الرقم المسلسل: ۷۲۰۴'

سنن ابوداؤد: ۴۳۰۴' سنن ترمذی: ۲۲۲۲' سنن ابن ماجہ: ۴۰۹۶]

سے قتال کرو گے جو بالوں کی رسیاں بنا کر اس سے جوتیاں بناتے ہوں گے' اور تم ایسی قوم سے قتال کرو گے جن کے چہرے چوڑے اور چپٹے ہوں گے گویا کہ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھال کی طرح ہوں گے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعمان' محمد بن الفضل السدوسی (۲) جریر بن حازم (۳) الحسن البصری (۴) عمرو بن تغلب العبدی' ان کا تعلق عبدالقیس سے ہے اور ان کا شمار اہل بصرہ (میں) سے ہوتا ہے' اس حدیث کے تمام رجال بصری ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۸۰' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

چند الفاظ کی تشریح اور اس سوال کا جواب کہ اس حدیث میں جو خبر دی گئی ہے' آیا اُس کا وقوع ہو چکا یا مستقبل میں ہو گا؟

علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اشراط الساعة'' اس کا معنی ہے: قیامت کے دن کی علامات' اس میں مذکور ہے: ''ينتعلون بنعال الشعر'' اس کا معنی ہے: وہ بالوں سے رسیاں بناتے تھے اور ان رسیوں سے جوتیاں بناتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ ان کے بال بہت گھنے اور لمبے تھے' جب وہ ان بالوں کو لٹکاتے تو وہ لباس کی طرح ساتر ہو جاتے' اور وہ بال ان کے پیروں تک پہنچتے اور ان کی جوتیوں کے حکم میں ہو جاتے' یا وہ ایسے جانوروں کی کھال کا لباس پہنتے تھے' جن کی جلد پر بہت لمبے اور گھنے بال ہوتے تھے جیسے بھیڑیا وغیرہ۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کیونکہ آپ نے اس چیز کی خبر دی ہے جو مستقبل کے زمانے میں واقع ہو گی' اب سوال یہ ہے کہ یہ واقع ہو چکا ہے یا آئندہ ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ کا کچھ حصہ ۶۱۷ھ میں ہو چکا ہے' اس وقت ترک کا ایک عظیم لشکر نکلا' جس نے ماوراء النہر کے رہنے والوں سے قتال کیا جو خراسان کے شہر میں رہتے تھے اور سب مسلمانوں کو قتل کر دیا' ان میں سے صرف وہ بچے جو غاروں اور جنگلوں میں چھپ گئے تھے' انہوں نے اسلامی شہروں کو پامال کیا' پھر وہ کوہستان کے شہر میں پہنچ گئے اور انہوں نے تہران' قزوین اور دیگر اسلامی شہروں کو تباہ و برباد کر دیا' انہوں نے عورتوں کو اپنے لیے مباح کر لیا' پھر وہ عراقِ ثانی تک پہنچ گئے جس کا بڑا شہر اصفہان تھا' اور بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا اور انہوں نے مسلمانوں کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۸۱' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی ترکوں سے مراد غالباً تاتاری ہیں' اور جن تاتاریوں نے مسلمانوں کے شہروں کو تباہ و برباد کیا' وہ چنگیز اور ہلاکو کی فوجیں تھیں۔

۲۹۲۸ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از الاعرج'

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ.

[اطراف الحدیث: ۲۹۲۹-۳۵۸۷-۳۵۹۰-۳۵۹۱]

انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم ترک سے قتال کرو جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی' چہرے سرخ ہوں گے اور ناک چپٹی ہوگی گویا کہ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھال کی مانند ہوں گے اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ان لوگوں سے قتال نہ کرو جو بالوں کی جوتیاں پہنتے ہوں گے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ جن دو گروہوں کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' ان کا ظہور قرب قیامت میں ہوگا' اور یہاں پر دو بحث ہیں:

مبحث اوّل: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس کا عام مشاہدہ ہوتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس کا اس وقت مشاہدہ نہیں ہوتا لیکن ان پر ایمان لایا جاتا ہے اور ان کی تصدیق کی جاتی ہے' اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کی طرف منتقل ہو گئے لیکن آپ کے معجزات قیامت تک باقی رہیں گے' اس کا بیان اس طرح ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا مشاہدہ کیا جن معجزات کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں سے ظاہر فرمایا' اور وہ ان خبروں پر بھی ایمان لائے جن کا وقوع صحابہ کے بعد ہوگا۔ اسی طرح ان کے بعد کے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا مشاہدہ کریں گے اور یہ چیز قیامت تک مستمر رہے گی' اور یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بہت قوی دلیل ہے کہ آپ کے معجزات کا قیامت تک مشاہدہ ہوتا رہے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات جن کا آپ کے وصال کے بعد ظہور ہوا اور قیامت تک ان کا ظہور ہوتا رہے گا

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ بہت عمدہ لکھا ہے کہ قیامت تک لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا مشاہدہ کرتے رہیں گے لیکن اس کی کوئی مثال نہیں دی' سو ہم اپنی تحقیق اور تتبع سے اس کی دس مثالیں پیش کرتے ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنا مکتوب دے کر بھیجا' اور اس کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ کا یہ مکتوب عظیم البحرین کو جا کر دے' پس عظیم البحرین نے وہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا' جب کسریٰ نے یہ مکتوب پڑھا تو اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' حضرت ابن عباس نے کہا: پس میرا گمان ہے کہ حضرت المسیب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا فرمائی کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ (صحیح البخاری: ۶۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۴)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جس کسریٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا' اس کا نام پرویز بن ہرمز بن انوشروان تھا اور جب اس نے آپ کا مکتوب ٹکڑے ٹکڑے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ مر جائے گا تو پھر کوئی کسریٰ نہیں ہوگا' پس کسریٰ کے اوپر اس کا بیٹا شرویہ مسلط ہو گیا اور اس نے اس کو سات ہجری میں قتل کر دیا' پھر اس کے ملک کے مکمل ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے تمام روئے زمین سے کسریٰ کی سلطنت

Marfat.com

زائل ہوگئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ تھا' اس طرح پرویز کا لقب کسریٰ تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایران کو فتح کیا اور تمام روئے زمین سے کسریٰ کی سلطنت کا نام ونشان مٹ گیا اور یوں حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے اثر کو دیکھا اور آپ کے اس معجزہ کا مشاہدہ کیا۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے سونے کے دو کنگن رکھے گئے' میں ان سے گھبرایا اور ان کو ناپسند کیا تو مجھے ان پر پھونک مارنے کی اجازت دی گئی' پس وہ دونوں کنگن اُڑ گئے تو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ دو جھوٹے (نبی) نکلیں گے' عبید اللہ نے کہا: ان میں سے ایک العنسی تھا جس کو فیروز نے یمن میں قتل کر دیا اور دوسرا مسیلمہ (کذاب) تھا' صاحب الیمامۃ۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۱-۷۰۳۴' صحیح مسلم: ۲۲۷۴' سنن ترمذی: ۲۲۹۲)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ دونوں جھوٹے مدعیانِ نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں قتل کر دیئے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۱۱-۲۱۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اور اس طرح اس زمانہ کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کے صدق اور آپ کے اس معجزہ کو دیکھ لیا۔

(۳) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۲۱' صحیح مسلم: ۲۹۱۹' سنن ترمذی: ۲۲۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۷۷)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

رہا کسریٰ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جڑ کاٹ دی' اور اس کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے ملک اور اس کی سرزمین کا وارث بنا دیا۔ والحمد للّٰہ رب العالمین. رہا قیصر تو وہ روم کا بادشاہ تھا اور شام کا ملک اس کے قبضے میں تھا اور وہیں بیت المقدس تھا اور یہی وہ جگہ ہے کہ نصاریٰ کی قربانی صرف اسی جگہ مکمل ہوتی تھی' مسلمانوں نے اس پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے خزانوں اور مال کے وارث ہو گئے اور قیصر کے بعد قیصر نام کا کوئی اور شخص روم میں اس کا جانشین نہیں ہوا' اور اس کے بعد کوئی قیصر شام کا فرماں روا نہیں ہوا' اور آخر زمانے میں قسطنطنیہ کی فتح کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

(اعلام السنن شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۵۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

کسریٰ اور قیصر کی موت کے بعد ایران اور شام میں اب تک اس نام کے بادشاہ نہیں ہوئے' اب تک مسلمانوں نے یہ دیکھ لیا کہ آپ کا یہ ارشاد پورا ہوا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ معجزہ ہے جسے مسلمان آپ کی وفات سے لے کر اب تک دیکھ رہے ہیں اور قیامت تک دیکھتے رہیں گے۔

(۴) علامہ ابن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ بیان کرتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے از ابی موسیٰ از الحسن البصری روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ بن مالک سے فرمایا: اس وقت

Marfat.com

تمہاری کیا شان ہوگی جب تم کسریٰ کے دو کنگن اور اس کا منطقہ اور اس کا تاج پہنو گے! راوی نے کہا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے دو کنگن اور اس کا منطقہ اور تاج آیا (یعنی مالِ غنیمت میں) تو حضرت عمر نے سراقہ بن مالک کو بلایا اور ان کو یہ چیزیں پہنا دیں۔ (اسد الغابۃ ج ۲ ص ۴۱۴ 'اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بشارت ہجرت کے موقع پر دی تھی اور آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ بشارت پوری ہوئی اور اس زمانے کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ معجزہ دیکھا اور اسی طرح آپ کی دیگر بشارتیں اور پیشین گوئیاں بھی قیامت تک پوری ہوتی رہیں گی۔

(۵) قرآنِ مجید میں ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ○ (الحجر: ۹)	بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں○

قرآن مجید کی حفاظت کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس میں سے کوئی آیت کم نہیں ہو سکتی اور چودہ سو سال سے دنیا کے تمام لوگ دیکھ رہے ہیں کہ قرآن مجید کی کوئی آیت کم نہیں ہوئی اور اسی طرح قیامت تک دیکھتے رہیں گے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔

(۶) اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

لَا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِہٖ. (حٰمٓ السجدہ: ۴۲)	اس کتاب میں باطل نہیں آ سکتا نہ اس کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا اور جو کلام غیر قرآن ہو وہ اس میں داخل نہیں ہو سکتا' اور چودہ سو سال سے دنیا دیکھ رہی ہے کہ قرآن مجید میں کسی اور کے کلام کا اضافہ نہیں ہو سکا اور آپ کا یہ معجزہ بھی قیامت تک باقی رہے گا۔

(۷) نیز قرآن مجید میں ہے:

وَاِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ. (البقرہ: ۲۳)	اور اگر تم اس کلام کے متعلق شک میں ہو جو ہم نے اپنے مکرم بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی سورت بنا کر لے آؤ۔

قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی مثل کوئی سورت نہیں لا سکتا' قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں اور ہر سورت کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ کوئی اس کی مثل نہیں لا سکتا اور چودہ سو سال گزر چکے ہیں' علوم و فنون میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے اور قرآن اور اسلام کے بے شمار دشمن ہیں' اس کے باوجود آج تک کوئی قرآنِ مجید کی کسی سورت کی مثل بنا کر نہیں لا سکا' اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔

(۸) اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

قُلۡ اِنۡ کَانَتۡ لَکُمُ الدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ عِنۡدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً مِّنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ○ وَلَنۡ یَّتَمَنَّوۡہُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ. (البقرہ: ۹۵-۹۴)	آپ کہیے کہ (اے یہودیو!) اگر آخرت کا گھر اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے بجائے خصوصیت سے تمہارے لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو○ اور وہ ہرگز کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے' اپنے ان (برے) کاموں کی وجہ سے جو وہ پہلے کر چکے ہیں۔

Marfat.com

قرآن مجید نے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ یہودی کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے' یہودی نبی ﷺ کے دشمن اور مکذب تھے' انہیں چاہیے تھا کہ وہ نبی ﷺ سے کہتے کہ ہم نے موت کی تمنا کر لی' نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی یہودی نے موت کی تمنا کی تو صفحہ ہستی سے یہودیت مٹ جائے گی' تمنا دل سے ہوتی ہے اور نبی ﷺ نے ان کے دلوں کے متعلق پیشین گوئی کی کہ وہ موت کی تمنا نہیں کرسکیں گے' وہ موت کی تمنا نہ کرسکے اور قیامت تک نہیں کرسکیں گے' نبی ﷺ کا یہ معجزہ بھی قیامت تک باقی رہے گا۔

(۹) اور اسی طرح یہ آیت ہے:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا. (البقرہ:۱۴۲)

عنقریب بے وقوف لوگ (یہودی) کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ تھے۔

اس آیت میں یہودیوں کی زبانوں پر پیشین گوئی کی ہے کہ وہ مسلمانوں پر یہ اعتراض کریں گے کہ انہوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو کیوں قبلہ بنالیا اور یہودی چونکہ نبی ﷺ کے دشمن اور مکذب تھے تو ان کے لیے بہت آسان تھا کہ وہ نبی ﷺ کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے یہ اعتراض نہ کرتے لیکن انہوں نے یہ اعتراض کیا اور قرآن سچا ہو گیا اور آپ کی نبوت ثابت ہو گئی اور یہ آپ کا وہ معجزہ ہے جس کو عہد رسالت سے لے کر آج تک مسلمان دیکھ رہے ہیں۔

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ ارضِ حجاز سے ایسی آگ نمودار نہ ہو جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں۔ (صحیح البخاری:۷۱۱۸' صحیح مسلم:۲۹۰۲)

نبی ﷺ کا یہ معجزہ قربِ قیامت میں ظاہر ہوگا' اسی طرح نبی ﷺ نے قیامت کی اور علامتیں جو بیان فرمائی ہیں کہ تیس جھوٹے نبیوں کا خروج ہوگا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا' دجال کا خروج ہوگا' دآبۃ الارض کا ظہور ہوگا' زمین تین مرتبہ دھنسے گی' اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' ان کے علاوہ آپ نے اور بہت علامتیں بیان فرمائیں اور جب یہ علامتیں ظاہر ہوں گی تو سب نبی ﷺ کی تصدیق کریں گے اور یہ آپ کے وہ معجزات ہیں جن کا قربِ قیامت میں ظہور ہوگا۔ (تلك عشرة كاملة)

دنیا میں ہمارے نبی ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام آئے اور انہوں نے اپنی اپنی امتوں کے سامنے معجزات دکھائے خواہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہو یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ کیے ہوئے مردے ہوں' سب کے معجزات ان کے ساتھ ہی چلے گئے' اب کسی نبی کا کوئی معجزہ باقی نہیں' صرف ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے معجزات ہیں' جو قیامت تک باقی ہیں' اسی طرح کسی نبی کی لائی ہوئی کتاب اپنے اصل متن کے ساتھ موجود نہیں ہے' سب کی کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے' صرف ہمارے نبی ﷺ کی لائی ہوئی کتاب اپنے اصل متن کے ساتھ قیامت تک موجود رہے گی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

۹۶ - بَابُ قِتَالِ الَّذِيْنَ يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعَرَ

ان لوگوں سے قتال کرنا جو بالوں کی جوتیاں پہنتے ہیں

۲۹۲۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ. قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ فِيْهِ اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' الزہری نے کہا از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم ان لوگوں سے قتال کرو جو بالوں کی بنی ہوئی جوتیاں پہنتے ہیں اور اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم ان لوگوں سے قتال کرو جن کے

Marfat.com

اَبِی هُرَيْرَةَ رِوَايَةً صِغَارَ الْاَعْيُنِ ذُلْفَ الْاُنُوفِ كَاَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے۔ سفیان نے کہا اور ابوالزناد نے از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ اضافہ کیا ہے کہ ان کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی اور ناک چپٹی ہوگی گویا کہ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۹۷ - بَابُ مَنْ صَفَّ اَصْحَابَهُ عِنْدَ الْهَزِيمَةِ وَنَزَلَ عَنْ دَابَّتِهِ وَاسْتَنْصَرَ

جس نے فوج کی شکست کے وقت اپنے اصحاب کی صفیں بنوائیں اور اپنی سواری سے اترا اور مدد طلب کی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے اصحاب کی شکست کے وقت ان کی صفیں بنوائیں اور خود ثابت قدم رہا' اور وہ اپنی سواری سے اترا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی۔ اس عنوان سے امام بخاری نے غزوۂ حنین کی طرف اشارہ کیا ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اپنے دشمن سے شکست کھا کر پلٹ آئے تھے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْئًا وَّضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ○ (التوبہ:۲۵)

بے شک اللہ نے بہ کثرت مواقع پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں ڈال دیا' حالانکہ اس (کثرت) نے کسی چیز کو تم سے دور نہ کیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی' پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے واپس لوٹے○

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر ثابت قدم رہے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی شجاعت اور بہادری عطا کی تھی۔

۲۹۳۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَسَاَلَهُ رَجُلٌ اَكُنْتُمْ فَرَرْتُمْ يَا اَبَا عُمَارَةَ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّهُ خَرَجَ شُبَّانُ اَصْحَابِهِ وَخِفَافُهُمْ حُسَّرًا لَيْسَ بِسِلَاحٍ فَاَتَوْا قَوْمًا رُمَاةً جَمْعَ هَوَازِنَ وَبَنِیْ نَصْرٍ مَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ فَرَشَقُوهُمْ رَشْقًا مَا يَكَادُوْنَ يُخْطِئُوْنَ فَاَقْبَلُوْا هُنَالِكَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰی بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَابْنُ عَمِّهِ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَقُوْدُ بِهِ فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ ثُمَّ قَالَ

اَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

ثُمَّ صَفَّ اَصْحَابَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا اور ان سے ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ اے ابوعمارہ! کیا تم حنین کے دن بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری لیکن آپ کے اصحاب میں سے چند نوجوان جن کے پاس بھاری اسلحہ نہیں تھا اور نہ ان کے پاس زرہ اور خود تھا' وہ ایک ایسی قوم کے سامنے آئے جو زبردست تیرانداز تھی اور انہوں نے ہوازن اور بنونصر کو جمع کر لیا' ان کا تقریباً کوئی تیر ساقط نہیں ہوتا تھا' انہوں نے ان نوجوانوں پر تاک تاک کر تیر مارے اور تقریباً ان کا کوئی نشانہ خطاء نہیں ہو رہا تھا' پس اس وقت وہ نوجوان صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' اس وقت آپ اپنی سفید خچر پر سوار تھے اور آپ کے عم زاد حضرت ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اس خچر کو چلا رہے تھے

Marfat.com

آپ اس خچر سے اترے اور اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کی' پھر آپ نے پڑھا: بے شک میں نبی ہوں اور (دعویٰ نبوت میں) جھوٹا نہیں ہوں' اور بے شک میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں' پھر آپ نے اپنے اصحاب کی صفیں بنوائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں پسپائی کے وقت صفیں بنوانے کا ذکر ہے۔

۹۸ - بَابُ الدُّعَاءِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ بِالْهَزِيمَةِ وَالزَّلْزَلَةِ

مشرکین کے خلاف شکست اور زلزلہ کی دعا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مسلمانوں کا امیر مشرکین سے جنگ کرے تو جنگ کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ان کے خلاف شکست اور زلزلہ کی دعا کرنا جائز ہے۔ زلزلہ کا معنی ہے: زمین کا بہت زور سے اور شدید حرکت کرنا۔

۲۹۳۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا شَغَلُونَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ.

[اطراف الحدیث: ۴۱۱۱-۴۵۳۳-۶۳۹۶] (صحیح مسلم: ۶۲۷' الرقم مسلسل: ۱۳۰۷' سنن ابوداؤد: ۴۰۹' سنن ترمذی: ۲۹۹۵' سنن نسائی: ۴۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از محمد از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ جب جنگ احزاب (خندق) کا دن تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کے گھروں کو' اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے' جنہوں نے ہمیں درمیانی نماز پڑھنے سے مشغول رکھا' یہ آپ نے اس وقت دعا کی تھی جب سورج غروب ہو چکا تھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: اللہ ان کے گھروں کو' ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔ کیونکہ جب ان کے گھروں میں آگ لگے گی تو ان میں زلزلہ پیدا ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفراء ابو اسحاق رازی (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی (۳) ہشام' بعض علماء نے کہا: یہ ہشام الدستوائی ہیں' اور الاصیلی نے کہا: یہ ہشام بن حسان ہیں' اور کرمانی نے کہا: یہ ہشام بن عروہ ہیں (۴) محمد بن سیرین (۵) عبیدہ بن عمرو السلمانی ابو مسلم الکوفی (۶) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۸۴)

موافق اور مخالف دعا کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے یعنی جب وہ زندہ ہوں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے یعنی ان کے مرنے کے بعد۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: انہوں نے ہمیں درمیانی نماز پڑھنے سے مشغول رکھا' جب مسلمانوں پر معاملہ مشکل

ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے کفار کے خلاف دعا کی تو ان کے متعلق آپ کی دعا قبول کی گئی اور نبی ﷺ کبھی کچھ لوگوں کے حق میں دعا فرماتے ہیں اور کبھی کچھ لوگوں کے خلاف دعا فرماتے ہیں اور آپ ان لوگوں کے خلاف دعا فرماتے تھے' جو مسلمانوں کو شدید اذیت پہنچاتے تھے' اور جن لوگوں کے متعلق آپ کو یہ اُمید ہوتی تھی کہ وہ مسلمانوں کی طرف لوٹ آئیں گے تو آپ ان کے حق میں ہدایت کی دعا کرتے تھے' جب آپ سے کہا گیا کہ دوس اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کو کوئی اذیت نہیں پہنچائی تھی' تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور انہیں ہمارے پاس لے آ!

یہ دعا آپ نے اس وقت کی جب سورج غروب ہو گیا' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ درمیانی نماز عصر کی نماز ہے' اور یہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے' اور امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ تصریح کی ہے کہ درمیانی نماز سے مراد صبح کی نماز ہے' اس میں اور بھی اقوال ہیں جن کا ذکر ہم ''کتاب الصلوٰۃ'' میں کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٨٥)

٢٩٣٢ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوا فِي الْقُنُوتِ اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللَّهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللَّهُمَّ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ذکوان از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قنوت میں یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے! اے اللہ! الولید ابن الولید کو نجات دے! اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے! اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو نجات دے! اے اللہ! مضر کے خلاف اپنی گرفت کو سخت کر دے! اے اللہ! ان پر ایسے قحط کے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے سال تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٧ میں گزر چکی ہے' اور امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مشرکین کے خلاف دعاء ضرر کا ذکر ہے۔

٢٩٣٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ اللَّهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب (خندق) کے دن انہوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے خلاف دعاء ضرر کی' پس کہا: اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے' جلد حساب لینے والے! اے اللہ! (کافروں کی) ان جماعتوں کو پسپا کر دے! اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان پر زلزلہ طاری فرما!

[اطراف الحدیث: ٢٩٦٥-٣٠٢٥-٤١١٥-٦٣٩٢-٧٤٨٩]

(صحیح مسلم: ١٧٤٢' الرقم المسلسل: ٤٤٣٣' سنن ابوداؤد: ٢٦٣١' سنن ترمذی: ١٦٧٨' مسند احمد ج ٤ ص ٣٥٥' طبع قدیم' مسند احمد: ١٩١٣١- ج ٣١ ص ٤٧٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان پر زلزلہ طاری فرما!
اس حدیث میں مذکور ہے: جلد حساب لینے والے۔ اس کا معنی ہے: حساب کا وقت آنے کے بعد ان کا جلد حساب لینے والے یا اس کا معنی ان کے حساب میں جلدی کرنے والے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ان کو شکست دے یعنی ان کی قوت اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دے اور ان کو کسی جگہ سکون اور قرار نہ ملے۔ اس حدیث میں دعائیہ جملے ایک وزن پر ہیں جیسے "اهزمهم وزلزلهم" اس کلام کو تکلف سے ایک وزن پر نہیں لایا گیا بلکہ یہ اتفاقاً ایک وزن پر کلام ہے۔

۲۹۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اَبُوْجَهْلٍ وَّنَاسٌ مِّنْ قُرَیْشٍ وَنُحِرَتْ جَزُوْرٌ بِنَاحِیَةِ مَكَّةَ فَاَرْسَلُوْا فَجَاءُ وْا مِنْ سَلَاهَا وَطَرَحُوْهُ عَلَیْهِ فَجَاءَ تْ فَاطِمَةُ فَاَلْقَتْهُ عَنْهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ لِّاَبِیْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَّعُتْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ وَشَیْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ وَالْوَلِیْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ اَبِیْ مُعَیْطٍ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَیْتُهُمْ فِیْ قَلِیْبِ بَدْرٍ قَتْلٰی قَالَ اَبُوْاِسْحَاقَ وَنَسِیْتُ السَّابِعَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ یُوْسُفُ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ اُمَیَّةُ بْنُ خَلَفٍ وَقَالَ شُعْبَةُ اُمَیَّةُ اَوْ اُبَیٌّ وَالصَّحِیْحُ اُمَیَّةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن عون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے تو ابوجہل اور قریش کے لوگوں نے کہا: جاؤ! اس ذبح شدہ اونٹنی کی اوجھڑی لے آؤ! اور اس دن مکہ کی ایک جانب میں ایک اونٹنی کو نحر کیا گیا تھا تو انہوں نے کسی کو بھیجا اور وہ اس کا بچہ دان لے کر آیا اور (نماز میں) آپ پر وہ بچہ دان ڈال دیا، پس سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور (آپ کے اوپر سے) وہ بچہ دان پھینک دیا، تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! قریش کو پکڑ لے! اے اللہ! قریش کو پکڑ لے! اے اللہ! قریش کو پکڑ لے! ابوجہل بن ہشام کو اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور ولید بن عتبہ کو اور ابی بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو۔ حضرت عبداللہ (بن مسعود) نے کہا: پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے ان سب کو بدر کے کنویں میں مقتول پڑے دیکھا۔ ابواسحاق نے کہا: میں ساتویں کافر کا نام بھول گیا۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا کہ یوسف بن اسحاق نے کہا از ابی اسحاق: وہ امیہ بن خلف ہے اور شعبہ نے کہا: اُمیہ ہے یا اُبی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اُمیہ ہے۔

بعض الفاظ کے معانی اور بعض فقہی مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں ابوجہل کا ذکر ہے اس کا نام عمرو بن ہشام ہے۔
اس حدیث میں قریش کے لوگوں کا ذکر ہے ان سے مراد وہی سات لوگ ہیں جن کا آپ نے دعا میں ذکر کیا ہے۔
اس حدیث میں "سلا" کا ذکر ہے اس سے مراد وہ باریک جھلی ہے جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے اس کو بچہ دان کہتے ہیں، جس

Marfat.com

میں گوبر اور خون ہوتا ہے۔ اس حدیث سے امام مالک نے حلال جانور کے گوبر کی طہارت پر استدلال کیا ہے لیکن یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اوّل تو اس حدیث میں گوبر کا صراحت سے ذکر نہیں ہے اور ثانی اس لیے کہ آپ نے گوبر کو نجس فرمایا ہے۔
(صحیح البخاری:۱۵۶)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے' دیکھئے ہماری کتاب: نعمۃ الباری ج ۱ ص ۷۰۶۔ ۷۰۳۔

غیر مقلد اور دیوبندی علماء کا آپ کی دعاءِ ضرر کو بد دعا کہنا اور اس پر مصنف کا تعاقب

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: مشرکین کے خلاف شکست اور زلزلہ کی دعا کرنا۔
غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز نے اس کے ترجمہ میں لکھا: مشرکین کے خلاف شکست اور زلزلے کی بد دعا کرنا۔
(ترجمہ وشرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۳۵۰' مکتبہ قدوسیہ لاہور)

شیخ سلیم اللہ خان نے بھی یہاں بد دعا کا لفظ لکھا ہے' ان کی عبارت یہ ہے:
اس میں نبی کریم ﷺ نے مشرکین کے خلاف بد دعا فرمائی ہے اور یہی مقصود ترجمہ بھی تھا۔
(کشف الباری۔ کتاب الجہاد والسیر ص ۲۸۷' مکتبہ فاروقیہ کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے بھی لکھا ہے:
جب آپ ﷺ نے ان کے حق میں بد دعا کی تو یہ بات ان کو بہت گراں گزری۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۳۹۳' مکتبۃ الحراء کراچی)
میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ کا کوئی قول بد نہیں ہے' اس لیے آپ نے مشرکین کے خلاف جو دعاءِ ضرر کی ہے' اس کو بد دعا کہنا ناجائز اور گناہ ہے' آپ کا ہر فعل حسن اور واجب الاتباع ہے۔

۲۹۳۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ الْيَهُودَ دَخَلُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ فَلَعَنْتُهُمْ فَقَالَ مَا لَكِ؟ قُلْتُ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ فَلَمْ تَسْمَعِي مَا قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود نبی ﷺ کے پاس آئے تو کہا: ''السام علیک'' (تم پر موت آئے) تو میں نے ان پر لعنت کی' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا ہے! آپ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے (ان کو) کیا جواب دیا ہے! (میں نے کہا:) ''وعلیکم'' (تم پر آئے)۔

(صحیح مسلم: ۲۱۶۵' الرقم المسلسل: ۵۵۴۹' سنن ترمذی: ۲۷۰۱' مسند الحمیدی: ۲۴۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۵۷۲۔ ۱۰۲۱۳' عمل الیوم واللیلۃ: ۳۸۱' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۲۱' شعب الایمان: ۸۰۹۹' الادب المفرد: ۴۶۲' مسند احمد ج ۶ ص ۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۹۰۔ ج ۴۰ ص ۱۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس باب کے عنوان میں نبی ﷺ کی کفار کے خلاف دعاءِ ضرر کا بیان ہے اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ آپ نے یہودیوں سے فرمایا: ''وعلیکم'' یعنی تم پر موت آئے' اور یہ یہودیوں کے خلاف نبی ﷺ کی دعاءِ ضرر ہے۔

اہل کتاب کو ابتداءً سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ اہل کتاب کو ابتداءً سلام نہ کیا جائے ماسوا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' صدی ابن عجلان اور ابن محیریز کے انہوں نے کہا ہے کہ اہل کتاب کو ابتداءً اسلام کرنا جائز ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب کا بھی یہی قول ہے' علامہ ماوردی نے کہا ہے کہ ان کو واحد کے صیغہ سے سلام کر کے '' علیك '' کہا جائے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ '' علیکم '' نہ کہا جائے اور انہوں نے کہا ہے کہ ان کو فقط '' و علیکم السلام '' کہا جائے اور '' و رحمة الله و بر کاته '' نہ کہا جائے' لیکن یہ قول ضعیف ہے اور احادیث کے خلاف ہے۔

ابراہیم اور علقمہ نے کہا ہے کہ ضرورت یا حاجت کی بناء پر ان کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے۔ اوزاعی نے کہا ہے کہ اگر تم نے ان کو ابتداءً سلام کیا تو متعدد صالحین نے ان کو ابتداءً سلام کیا اور اگر تم نے ان کو سلام نہیں کیا تو متعدد صالحین نے ان کو ابتداءً سلام نہیں کیا۔

کفار کے سلام کا جواب دینے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے' فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ کفار اور مسلمین دونوں کے سلام کا جواب دینا فرض ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْرُدُّوْهَا. (النساء:٨٦)   اور جب تمہیں کسی لفظ کے ساتھ سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کی مخلوق میں سے جو شخص تم کو سلام کرے تو تم اس کے سلام کا جواب دو' خواہ وہ مجوسی ہو۔

علامہ ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ جس یہودی یا نصرانی کے پاس سے گزرتے' اس کو ابتداءً سلام کرتے۔

حضرت ابن مسعود' حضرت ابوالدرداء اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم اہل کتاب کو ابتداءً سلام کرتے تھے' حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کے سلام کا جواب دیتے تھے اور ان کو ابتداءً سلام نہیں کرتے تھے' ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ. (الزخرف:٨٩)   سو آپ ان سے درگزر فرمائیں اور کہیں: (بس ہمارا) سلام ہو۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اہل کتاب کے سلام کا جواب نہ دیا جائے اور النساء:٨٦ میں سلام کے جواب دینے کا جو حکم ہے' وہ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہی اکثرین کا قول ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر تم کسی ذمی کو مسلمان گمان کر کے سلام کرو تو تم اپنے سلام کو واپس نہ لو اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اگر ناواقفیت سے کسی ذمی کو سلام کرتے تو اس سے وہ سلام واپس لے لیتے اور اس سے کہتے کہ میرا اسلام مجھے واپس کر دو۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٨٩۔٢٨٨' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

بد مذہب اور بد عقیدہ لوگوں کو ابتداءً سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں مصنف کا موقف اور اس سلسلے میں ایک مشکل کا حل

میں کہتا ہوں: ہر چند کہ اہل کتاب اور دیگر کفار کو ابتداءً سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے' لیکن صحیح قول یہی ہے کہ کفار اور اہل کتاب کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے نہ ان کے سلام کا جواب دینا جائز ہے اور بعض فقہاء نے النساء: ٨٦' اور الزخرف: ٨٩ سے جو اس کے جواز پر استدلال کیا ہے' وہ ضعیف ہے کیونکہ یہ دونوں آیتیں مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور

اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ یہود کو ابتداءً سلام کرو اور نہ نصاریٰ کو ابتداءً سلام کرو؛ پس جب تم ان میں سے کسی ایک کو راستے میں ملو تو اس کو اس راستے سے زیادہ تنگ راستے پر چلنے پر مجبور کرو۔

(صحیح مسلم: ۲۱۶۷، سنن ترمذی: ۱۶۰۲، الادب المفرد: ۱۱۰۳، شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۳۴۱، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۵۶۷۔ ج ۱۳ ص ۱۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کا افسر کافر یا بدعقیدہ ہوتا ہے مثلاً مرزائی، رافضی یا وہابی، تو جب اس کا دفتر میں اپنے اس بدعقیدہ یا بدمذہب افسر کا سامنا ہو اور وہ اس کو سلام نہ کرے یا اس کے سلام کا جواب نہ دے تو وہ افسر اس سے بغض اور عداوت رکھے گا اور اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوگا اور بعض اوقات اس کی ملازمت خطرے میں پڑ جائے گی اور اگر وہ اس کو سلام کرلے یا اس کے سلام کا جواب دے دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہوگی، تو اس مشکل کا حل یہ ہے کہ اس شخص کو چاہیے کہ اس کے دائیں بائیں جو فرشتے ہیں، ان کی نیت کر کے کہے: ''السلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته'' جیسے کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور وہ دائیں اور بائیں سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں طرف کے فرشتوں کی نیت کر کے کہتا ہے: ''السلام علیکم ورحمة اللّٰه''۔

٩٩ - بَابُ هَلْ يُرْشِدُ الْمُسْلِمُ اَهْلَ الْكِتَابِ اَوْ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

آیا مسلمان کے لیے اہل کتاب کی راہنمائی کرنا یا ان کو کتاب کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا کسی مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ کسی یہودی یا نصرانی کو اسلام کی دعوت دے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: کسی حربی اور ذمی کو قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں اور یہ امید رکھنی چاہیے کہ شاید یہ اسلام میں رغبت کرنے لگے، امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کو کسی کتاب کی تعلیم دے نہ قرآن مجید کی، امام شافعی کا بھی ایک یہی قول ہے، اور امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ھرقل کو اپنا مکتوب بھیجا تھا، جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی تھی، اس مکتوب کا خلاصہ یہ ہے:

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم○ (سیدنا) محمد بن عبداللہ اور اللہ کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ھرقل کی طرف! اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے حمد و صلوٰۃ کے بعد میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، تم اسلام لے آؤ! سلامت رہو گے، اللہ تم کو دگنا اجر عطا فرمائے گا، اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے پیروکاروں کا گناہ بھی تم پر ہوگا، اور اس کے بعد یہ آیت لکھی:

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ○ (آل عمران: ۶۴)

اے اہل کتاب! اس بات کی طرف آ جاؤ، جو ہمارے اور تمہارے درمیان متفق علیہ ہے کہ ہم اللہ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہ قرار دے پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو کہ لوگو! گواہ رہو! بے شک ہم مسلمان ہیں○

یہ مکمل حدیث صحیح البخاری: ۷ میں مذکور ہے نیز امام طحاوی نے درج ذیل آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى

اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے تو

Marfat.com

يَسْمَعَ كَلَمَ اللّٰهِ. (التوبہ:٦) آپ اس کو پناہ دے دیں حتیٰ کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن ابی کے پاس سے گزرے اور اس وقت اس کی مجلس میں مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں کی جماعت تھی، تو آپ نے ان کے سامنے قرآنِ مجید پڑھا۔

ان آیتوں اور حدیثوں سے واضح ہوا کہ اہل کتاب اور مشرکین کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو قرآن مجید کی تعلیم دینا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۸۹ ملخصاً ومزیداً وتخریجاً، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٢٩٣٦ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلٰى قَيْصَرَ وَقَالَ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ.

[طرف الحدیث:٢٩٤٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عم، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کی طرف مکتوب لکھا کہ اگر تم نے (دین اسلام سے) روگردانی کی تو تمہارے پیروکاروں کا گناہ (بھی) تم پر ہوگا۔

اس حدیث کی شرح بہت تفصیل سے صحیح البخاری: ٧ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اہل کتاب کی رہنمائی کرنے کا ثبوت ہے۔

١٠٠ - بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمُشْرِكِيْنَ بِالْهُدٰى لِيَتَأَلَّفَهُمْ
مشرکین کی تالیف قلب کے لیے ان کو ہدایت کی دعا دینا

اس باب میں مشرکین کے لیے دعاء خیر کا ذکر ہے، یہ اس وقت ہے جب ان کے نقصان پہنچانے کا خطرہ نہ ہو اور ان کی ہدایت کی توقع ہو اور جب مشرکین سے یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنی قوت سے مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے تو اس وقت ان کے لیے دعاء ضرر جائز ہے۔

٢٩٣٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ طُفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو الدَّوْسِيُّ وَأَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ دَوْسًا عَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهَا فَقِيْلَ هَلَكَتْ دَوْسٌ قَالَ اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ.

[اطراف الحدیث:٤٣٩٢-٦٣٩٧] (صحیح مسلم:٢٥٢٤، الرقم المسلسل:٦٣٤٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی کہ بے شک عبد الرحمان نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ طفیل بن عمرو الدوسی اور ان کے اصحاب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک دوس نے (اللہ تعالیٰ کی) نافرمانی کی ہے اور (اسلام سے) انکار کیا ہے تو آپ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے، کہا گیا کہ دوس ہلاک ہو جائیں، تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان سب کو لے آ!

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ (۳) ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان (۴) عبدالرحمن' وہ ابن ھرمز الاعرج کے بیٹے ہیں (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ!

حضرت طفیل بن عمرو الدوسی کا تذکرہ

طفیل بن عمرو الدوسی اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تھی' پھر وہ اپنی قوم کے شہر دوس میں چلے گئے تھے' پھر وہ وہیں مقیم رہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کر لی' اس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' اس زمانہ میں آپ خیبر میں تھے' ان کے ساتھ ان کی قوم کے پیروکار بھی تھے' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مقیم رہے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی' اس کے بعد وہ مسلمانوں کے ساتھ رہے حتیٰ کہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے دور خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے' حضرت طفیل بن عمرو کو ذوالنور کہا جاتا تھا' ہشام الکلبی نے کہا ہے کہ ان کو ذوالنور اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک وفد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! دوس کے اوپر زنا کا غلبہ ہو گیا ہے' آپ ان کے خلاف دعاء ضرر کیجئے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے! پھر انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے ان کی طرف بھیج دیں اور مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیں جس سے وہ ہدایت پائیں' تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے لیے نور بنا دے! تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمکنے لگا' تو انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے خدشہ ہے کہ لوگ کہیں گے کہ اس کی شکل بگڑ گئی ہے' پھر وہ نور ان کے چابک کی طرف منتقل ہو گیا' اندھیری رات میں ان کا چابک روشن ہو جاتا تھا' پھر ان کو ذوالنور کہا جانے لگا۔

وہ دوسری بار اپنے اصحاب کے ساتھ خیبر میں آئے تھے' ان کے اصحاب اسّی یا نوّے کے قریب تھے۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو اور ان کے اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ ان کی قوم جو اللہ کی نافرمانی کر رہی ہے' آپ اس کے خلاف ہلاکت کی دعا کریں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ہدایت کی دعا کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم ہے اور تمام جہانوں پر آپ کی رحمت ہے' میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ رحمۃ للعلمین ہیں' اس کے باوجود آپ یہ چاہتے تھے کہ لوگ اسلام میں داخل ہوں' لہٰذا آپ اس وقت تک ان کے خلاف دعاء ضرر نہیں کرتے تھے جب تک آپ کو یہ توقع ہوتی تھی کہ وہ اسلام کو قبول کر لیں گے' بلکہ آپ ان ہی کے لیے ہدایت کی دعا کرتے تھے جن کے متعلق آپ کو یہ توقع ہوتی تھی کہ وہ اسلام لے آئیں گے اور جن کے متعلق آپ کو یہ توقع نہیں ہوتی تھی بلکہ ان سے مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کا خطرہ ہوتا تھا' ان کے خلاف آپ دعاء ضرر کرتے تھے' جیسے آپ نے قریش کے خلاف دعاء ضرر کی تھی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۲ ص ۳۱۴-۳۱۱ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۱۰۱ - بَابُ دَعْوَةِ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَعَلٰى مَا يُقَاتَلُوْنَ عَلَيْهِ؟ وَمَا كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى كِسْرٰى

یہودی اور نصرانی کو کس طرح دعوت دی جائے؟ اور ان سے کس بات پر جنگ کی جائے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر کی طرف جو مکاتیب لکھے اور انہیں

وَقَيْصَرَ وَالدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ — قتال سے پہلے اسلام کی جو دعوت دی

اس باب میں یہودی اور نصرانی کو اسلام کی دعوت دینے کا بیان ہے اور یہ بیان ہے کہ ان سے کس چیز پر جنگ کی جائے گی اور آپ نے کسریٰ اور قیصر کی طرف جو مکاتیب لکھے ان کا ذکر ہے۔

ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ تھا اور روم (شام) کے بادشاہوں کا لقب قیصر تھا' ترکی کے بادشاہوں کا لقب خاقان تھا اور حبشہ کے بادشاہوں کا لقب نجاشی تھا اور مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا اور مسلمان بادشاہوں کا لقب سلطان تھا۔

٢٩٣٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكْتُبَ اِلَى الرُّوْمِ قِيْلَ لَهٗ اِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُوْنَ كِتَابًا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَخْتُوْمًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِهٖ فِيْ يَدِهٖ وَنَقَشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی ابن الجعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روم والوں کی طرف مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ صرف اسی مکتوب کو پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہو تو آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی' پس گویا کہ میں آپ کے ہاتھ میں انگوٹھی کی سفیدی کی طرف دیکھ رہا ہوں' اس میں نقش تھا: محمد رسول اللہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٥ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں روم والوں کی طرف مکتوب لکھنے کا ذکر ہے اور روم میں قیصر کی حکومت تھی۔

٢٩٣٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلٰى كِسْرٰى فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ يَدْفَعُهٗ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَهٗ خَرَّقَهٗ فَحَسِبْتُ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مکتوب کسریٰ کی طرف بھیجا' (پس اس مکتوب کو لے جانے والے کو) یہ حکم دیا کہ وہ مکتوب بحرین کے گورنر کو دے دے' اور بحرین کا گورنر وہ مکتوب کسریٰ کو دے دے' جب کسریٰ نے اس مکتوب کو پڑھا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (راوی نے کہا:) پس میرا گمان ہے کہ سعید بن مسیب نے کہا کہ آپ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں (یعنی ان کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے)۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ٦٤ میں گزر چکی ہے' جس کسریٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پارہ پارہ کیا تھا اس کا نام پرویز تھا اور پرویز نام کے تقریباً جتنے لوگ گزرے ہیں وہ سب ہی احادیث کے مخالف تھے' جیسے مشہور منکرِ حدیث غلام احمد پرویز اور ہمارے زمانے میں پاکستان کا سابق صدر پرویز مشرف' اس نے بھی اپنے دورِ اقتدار میں حدود بل میں احادیثِ رسول کو مسترد کیا

۱۰۲ - بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالنُّبُوَّةِ وَأَنْ لَّا يَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام اور نبوت کی دعوت دینا اور اس کی دعوت دینا کہ کوئی شخص اللہ کے سوا کسی کو رب نہ قرار دے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور اس کی دعوت دی کہ کوئی شخص اللہ کو چھوڑ کر کسی کو اپنا رب نہ قرار دے یعنی یہ نہ کہے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نہ یہ کہے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک ہماری مثل بشر تھے یعنی خدا نہیں تھے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ﴾ (آل عمران:۷۹) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: کسی بشر کو یہ لائق نہیں کہ اللہ اس کو کتاب' حکم اور نبوت دے' پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ (آل عمران:۷۹)

۲۹٤۰ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى قَيْصَرَ يَدْعُوْهُ اِلَى الْاِسْلَامِ وَبَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلَيْهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى لِيَدْفَعَهٗ اِلٰى قَيْصَرَ وَكَانَ قَيْصَرُ لَمَّا كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ جُنُوْدَ فَارِسَ مَشٰى مِنْ حِمْصَ اِلٰى اِيْلِيَاءَ شُكْرًا لِّمَا اَبْلَاهُ اللّٰهُ فَلَمَّا جَاءَ قَيْصَرَ كِتَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِيْنَ قَرَاَهٗ اِلْتَمِسُوْا لِيْ هٰهُنَا اَحَدًا مِّنْ قَوْمِهٖ لِاَسْاَلَهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' از صالح بن کیسان از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کی طرف مکتوب لکھا' آپ اس کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور آپ نے اپنا مکتوب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ اس مکتوب کو بصریٰ کے گورنر کو دے دیں' تاکہ وہ اس مکتوب کو قیصر کے حوالے کرے' اور جب قیصر کو اللہ نے فارس کے لشکروں پر غالب کر دیا تو وہ حمص سے ایلیا کی طرف روانہ ہوا' تاکہ وہ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے (کہ اس کے مقبوضہ علاقے اس کو واپس مل گئے تھے)' پس جب قیصر کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پہنچا تو اس نے کہا: میرے لیے اس شخص کی قوم کے کسی شخص کو تلاش کرو تاکہ میں اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کروں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۹٤۱ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سُفْيَانَ اَنَّهٗ كَانَ بِالشَّامِ فِيْ رِجَالٍ مِّنْ قُرَيْشٍ قَدِمُوْا تِجَارًا فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَوَجَدَنَا رَسُوْلُ قَيْصَرَ بِبَعْضِ الشَّامِ فَانْطَلَقَ بِيْ وَبِاَصْحَابِيْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ وہ شام میں قریش کے مردوں کی ایک جماعت میں تھے' وہ وہاں پر اس صلح کی مدت میں تجارت کرنے کے لیے آئے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے درمیان مقرر کی گئی تھی' ابوسفیان نے کہا: پس ہم نے شام کے کسی علاقہ میں قیصر کے نمائندہ کو پایا' وہ

Marfat.com

حَتّٰی قَدِمْنَا اِیْلِیَاءَ فَاُدْخِلْنَا عَلَیْهِ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ فِیْ مَجْلِسِ مُلْکِهٖ وَعَلَیْهِ التَّاجُ وَاِذَا حَوْلَهٗ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ فَقَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ سَلْهُمْ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا اِلٰی هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ؟

مجھے اور میرے اصحاب کو لے گیا حتیٰ کہ ہم کو ایلیاء (بیت المقدس) میں لے گیا' پس ہم قیصر کے پاس داخل کیے گئے اس وقت وہ اپنے ملک کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے اوپر تاج تھا اور اس کے گرد روم (شام) کے سردار تھے' پس اس نے اپنے مترجم سے کہا: ان لوگوں سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس شخص کے نسب کے قریب ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ نبی ہے؟

قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ فَقُلْتُ اَنَا اَقْرَبُهُمْ اِلَیْهِ نَسَبًا قَالَ مَا قَرَابَةُ مَا بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ؟ فَقُلْتُ هُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَلَیْسَ فِی الرَّکْبِ یَوْمَئِذٍ اَحَدٌ مِّنْ بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ غَیْرِیْ فَقَالَ قَیْصَرُ اَدْنُوْهُ وَاَمَرَ بِاَصْحَابِیْ فَجَعَلُوْا خَلْفَ ظَهْرِیْ عِنْدَ کَتِفِیْ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لِاَصْحَابِهٖ اِنِّیْ سَائِلٌ هٰذَا الرَّجُلَ عَنِ الَّذِیْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ فَاِنْ کَذَبَ فَکَذِّبُوْهُ.

ابوسفیان نے بیان کیا کہ میں نے کہا: میں اس کے نسب کے سب سے زیادہ قریب ہوں' قیصر نے پوچھا: تمہاری اور اس شخص کے درمیان کیا رشتہ داری ہے؟ میں نے کہا: وہ میرے چچا کا بیٹا ہے' اور تاجروں کی جماعت میں اس دن میرے سوا کوئی بنو عبد مناف سے نہیں تھا' پس قیصر نے کہا: اس شخص کو میرے قریب کردو اور اس نے میرے اصحاب کو حکم دے کر میرے پیچھے میرے کندھے کے پاس کھڑا کر دیا' پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا: اس کے اصحاب سے کہو کہ میں اس مرد کے متعلق سوال کروں گا جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے' اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اس کو جھوٹا قرار دے دینا۔

قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ وَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَیَاءُ یَوْمَئِذٍ مِّنْ اَنْ یَّاْثُرَ اَصْحَابِیْ عَنِّی الْکَذِبَ لَکَذَبْتُهٗ حِیْنَ سَاَلَنِیْ عَنْهُ وَلٰکِنِّیْ اسْتَحْیَیْتُ اَنْ یَّاْثُرُوا الْکَذِبَ عَنِّیْ فَصَدَقْتُهٗ.

ابوسفیان نے کہا: اللہ کی قسم! اگر اس دن مجھے اس بات سے حیاء نہ آتی کہ میرے اصحاب مجھے جھوٹا کہیں گے تو میں ضرور آپ کے متعلق جھوٹ بولتا جب قیصر آپ کے متعلق مجھ سے سوال کرتا' لیکن مجھے اس سے حیاء آئی کہ میرے اصحاب میری تکذیب کریں' لہٰذا میں نے آپ کے متعلق سچ کہا۔

ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَهٗ کَیْفَ نَسَبُ هٰذَا الرَّجُلِ فِیْکُمْ؟ قُلْتُ هُوَ فِیْنَا ذُوْ نَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ قَبْلَهٗ؟ قُلْتُ لَا فَقَالَ کُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ عَلَی الْکَذِبِ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ مَا قَالَ؟ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ کَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ؟ قُلْتُ لَا قَالَ فَاَشْرَافُ النَّاسِ یَتَّبِعُوْنَهٗ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ قَالَ فَیَزِیْدُوْنَ اَوْ یَنْقُصُوْنَ؟ قُلْتُ بَلْ یَزِیْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ یَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِّدِیْنِهٖ بَعْدَ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْهِ؟ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ یَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ الْاٰنَ مِنْهُ فِیْ مُدَّةٍ نَحْنُ

پھر قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا: اس سے پوچھو کہ اس شخص کا نسب تم لوگوں میں کیسا ہے؟ میں نے کہا: وہ ہم میں عمدہ نسب والے ہیں' اس نے کہا: کیا اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے دعویٰ نبوت کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! پھر اس نے کہا: کیا اس شخص پر دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے بھی تم اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: کیا اس کے آباء و اجداد میں سے کوئی شخص بادشاہ تھا؟ میں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: آیا معزز لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ میں نے کہا: بلکہ پس ماندہ لوگ! اس نے کہا: کیا وہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟

نَخَافُ اَنْ يَّغْدِرَ قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ وَلَمْ يُمْكِنِّيْ كَلِمَةٌ اُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا اَنْتَقِصُهُ بِهٖ لَا اَخَافُ اَنْ تُؤْثَرَ عَنِّيْ غَيْرُهَا قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ وَقَاتَلَكُمْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ حَرْبُهٗ وَحَرْبُكُمْ؟ قُلْتُ كَانَتْ دُوَلًا وَّسِجَالًا يُدَالُ عَلَيْنَا الْمَرَّةَ وَنُدَالُ عَلَيْهِ الْاُخْرٰى قَالَ فَمَاذَا يَاْمُرُكُمْ؟ قَالَ يَاْمُرُنَا اَنْ نَّعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّيَنْهَانَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا وَيَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ.

میں نے کہا: بلکہ زیادہ ہو رہے ہیں' اس نے کہا: کیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس کے دین کو ناپسند کر کے اس کے دین سے پلٹ جاتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! اور ہم اب اس کے ساتھ مدت میں ہیں تو ہمیں اس کی عہد شکنی کا خوف ہے' ابوسفیان نے کہا: اس بات کے علاوہ مجھے کوئی اور ایسی بات کہنا کا موقع نہیں ملا جس سے میں آپ کی تنقیص کر سکوں اور مجھے یہ خطرہ نہ ہو کہ مجھے جھوٹا کہا جائے گا' قیصر نے پوچھا: کیا کبھی تم نے اس سے جنگ کی ہے اور اس نے تم سے جنگ کی ہے؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: پس اس کی جنگ اور تمہاری جنگ کیسی ہوتی تھی؟ میں نے کہا: وہ کنویں کے ڈول کی طرح تھی' کبھی وہ ڈول ہمارے پاس آ جاتا اور کبھی اس کے پاس چلا جاتا' اس نے کہا: پس وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا: وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں اور وہ ہمیں اس طریقے سے روکتے ہیں جس کے مطابق ہمارے آباء و اجداد عبادت کرتے تھے' وہ ہمیں نماز پڑھنے' صدقہ دینے' پاک دامنی' عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

فَقَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ حِيْنَ قُلْتُ ذٰلِكَ لَهٗ قُلْ لَّهٗ اِنِّيْ سَاَلْتُكَ عَنْ نَّسَبِهٖ فِيْكُمْ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ ذُوْ نَسَبٍ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهٗ؟ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا. فَقُلْتُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَالَ هٰذَا قَبْلَهٗ قُلْتُ رَجُلٌ يَّاْتَمُّ بِقَوْلٍ قَدْ قِيْلَ قَبْلَهٗ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ؟ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِّيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ؟ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مَلِكٌ؟ قُلْتُ يَطْلُبُ مُلْكَ اٰبَائِهٖ وَسَاَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهٗ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَزَعَمْتَ اَنَّ ضُعَفَاءَهُمْ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ

پس قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا: جب میں نے اس سے یہ کہا کہ اس سے کہو کہ میں نے تم سے تمہارے درمیان اس شخص کے نسب کے متعلق سوال کیا تو تم نے کہا: ان کا عمدہ نسب ہے' اور اسی طرح رسول اپنی قوم کے عمدہ نسب سے مبعوث کیے جاتے ہیں' اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا اس سے پہلے بھی کسی نے تم میں سے دعویٰ نبوت کیا تھا؟ تو تم نے کہا: نہیں! تو میں نے (دل میں) کہا: اگر تم میں سے کسی نے ان سے پہلے یہ دعویٰ نبوت کیا ہوتا تو میں کہتا: اس شخص نے اس دعویٰ نبوت کی پیروی کی ہے جو اس سے پہلے کیا گیا تھا' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا اس دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے تم اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تو تم نے کہا: نہیں! پس میں نے جان لیا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ شخص لوگوں پر تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اللہ پر جھوٹ بولے' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا

Marfat.com

وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَوْ يَنْقُصُونَ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذٰلِكَ الْإِيمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَّا فَكَذٰلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تَخْلِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوبَ لَا يَسْخَطُهُ أَحَدٌ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا يَغْدِرُونَ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوهُ وَقَاتَلَكُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ قَدْ فَعَلَ وَأَنَّ حَرْبَكُمْ وَحَرْبَهُ تَكُونُ دُوَلًا وَيُدَالُ عَلَيْكُمُ الْمَرَّةَ وَتُدَالُونَ عَلَيْهِ الْأُخْرٰى وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى وَتَكُونُ لَهَا الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتُكَ بِمَا ذَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَيَنْهَاكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُكُمْ وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ قَالَ وَهٰذِهٖ صِفَةُ النَّبِيِّ قَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَّلٰكِنْ لَمْ أَظُنَّ أَنَّهُ مِنْكُمْ وَإِنْ يَّكُ مَا قُلْتَ حَقًّا فَيُوشِكُ أَنْ يَّمْلِكَ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَلَوْ أَرْجُوا أَنْ أَخْلُصَ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لُقِيَّهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ قَدَمَيْهِ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُرِئَ فَإِذَا فِيهِ

اس کے آباء واجداد میں سے کوئی شخص بادشاہ تھا؟ تو تم نے کہا: نہیں! پس میں نے (دل میں) کہا: اگر اس کے آباء واجداد میں سے کوئی شخص بادشاہ ہوتا تو میں کہتا: یہ شخص اپنے آباء واجداد کے ملک کو طلب کر رہا ہے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا معزز لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ تو تم نے کہا کہ پس ماندہ لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں اور وہی رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے کہا: وہ زیادہ ہو رہے ہیں اور اسی طرح ایمان ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہو جائے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس کے دین کو ناپسند کر کے اس سے پلٹ جاتا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! اور ایمان کی یہی شان ہے کہ جب اس کی صداقت دل میں بیٹھ جاتی ہے تو کوئی اس سے ناراض نہیں ہوتا اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! اور اسی طرح رسول عہد شکنی نہیں کرتے' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کبھی تم نے اس سے جنگ کی ہے اور اس نے تم سے جنگ کی ہے؟ تو تم نے کہا: ایسا ہو چکا ہے اور تمہاری جنگ اور اس کی جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہوتی ہے' کبھی ڈول تم سے لیا جاتا ہے اور کبھی تم اس سے ڈول لے لیتے ہو' اور اسی طرح رسول آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں اور ان ہی کے لیے اچھا انجام ہوتا ہے' اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ تمہیں کن چیزوں کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے کہا کہ وہ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کرو اور وہ تم کو ان طریقوں سے منع کرتے ہیں جن کے مطابق تمہارے آباء واجداد عبادت کرتے تھے اور وہ تم کو نماز پڑھنے' سچ بولنے' پاک دامن رہنے' عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں' قیصر نے کہا: اور یہی نبی کی صفت ہے' اور میں جانتا تھا کہ وہ نبی ظہور پذیر ہونے والے ہیں' لیکن میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے اور اگر جو کچھ تم نے بتایا ہے وہ برحق ہے تو وہ عنقریب میرے ان دو قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے' اور اگر مجھے امید ہوتی کہ میں ان

Marfat.com

تک پہنچ جاؤں گا تو میں مشقت برداشت کر کے ان سے ملاقات کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کے دونوں پیروں کو دھوتا۔ ابوسفیان نے کہا: پھر قیصر نے رسول اللہ ﷺ کا مکتوب منگوایا' پس اس کو پڑھا گیا تو اس میں لکھا ہوا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

مِنْ مُّحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ بِدَعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ وَ اَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْاَرِيْسِيِّيْنَ ﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۝﴾ (آل عمران:٦٤)

(یہ مکتوب' سیدنا) محمد' اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف ہے' جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو' اللہ کی حمد و ثناء کے بعد' میں تم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں' تم اسلام قبول کرلو' سلامت رہو گے' تم اسلام قبول کرلو' اللہ تم کو دو اجر عطا فرمائے گا' اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے پیروکاروں کے گناہ کا بوجھ بھی تم پر ہوگا' آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہ بنائے' پس اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو کہ (لوگو!) تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۝ (آل عمران:٦٤)

قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا اَنْ قَضٰى مَقَالَتَهٗ عَلَتْ اَصْوَاتُ الَّذِيْنَ حَوْلَهٗ مِنْ عُظَمَاءِ الرُّوْمِ وَكَثُرَ لَغَطُهُمْ فَلَا اَدْرِىْ مَاذَا قَالُوْا وَاُمِرْنَا فَاُخْرِجْنَا فَلَمَّا اَنْ خَرَجْتُ مَعَ اَصْحَابِىْ وَخَلَوْتُ بِهِمْ قُلْتُ لَهُمْ لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِىْ كَبْشَةَ هٰذَا مَلِكُ بَنِى الْاَصْفَرِ يَخَافُهٗ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ وَاللّٰهِ مَازِلْتُ ذَلِيْلًا مُّسْتَيْقِنًا بِاَنَّ اَمْرَهٗ سَيَظْهَرُ حَتّٰى اَدْخَلَ اللّٰهُ قَلْبِىَ الْاِسْلَامَ وَاَنَا كَارِهٌ.

ابوسفیان نے کہا: جب قیصر نے اپنی بات ختم کر لی تو اس کے گرد روم (شام) کے سردار تھے' ان کی آوازیں بلند ہو گئیں اور ان کا شور بہت زیادہ ہو گیا' سو میں نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا کہا' اور ہمیں نکل جانے کا حکم دیا گیا' سو ہم نکال دیئے گئے' پھر جب میں اپنے اصحاب کے ساتھ نکلا اور ان کے ساتھ تنہائی کا موقع ملا' تو میں نے کہا: ابوکبشہ کے بیٹے (یعنی نبی ﷺ) کا معاملہ بہت بڑھ گیا ہے' زرد رولوگوں کا یہ بادشاہ بھی ان سے ڈرتا ہے' ابوسفیان نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اس دن سے اپنی ذلت کا یقین ہو گیا تھا اور مجھے یہ یقین ہو گیا تھا کہ عنقریب ان کا دین سر بلند ہوگا' حتیٰ کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام کو داخل کر دیا حالانکہ میں (پہلے) اس کو ناپسند کرتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قیصر کو اسلام کی دعوت دینے کا ذکر ہے۔

Marfat.com

٢٩٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ فَقَامُوْا يَرْجُوْنَ لِذٰلِكَ أَيُّهُمْ يُعْطٰى فَغَدَوْا وَكُلُّهُمْ يَرْجُوْا أَنْ يُعْطٰى فَقَالَ أَيْنَ عَلِيٌّ فَقِيلَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ فَأَمَرَ فَدُعِيَ لَهُ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ مَكَانَهُ حَتّٰى كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ شَيْءٌ فَقَالَ نُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يُهْدٰى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ.

[اطراف الحدیث: ٣٠٠٩-٣٧٠١-٤٢١٠] [صحیح مسلم: ٢٤٠٦، الرقم المسلسل: ٦١١٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مسلمہ القعنبی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے غزوۂ خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کل میں اس مرد کو جھنڈا عطا کروں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ خیبر کو فتح کرے گا' پس تمام صحابہ کھڑے ہوئے اس انتظار میں تھے کہ آپ کس کو جھنڈا عطا کرتے ہیں' پھر صبح ہوئی اور ہر شخص یہ اُمید کر رہا تھا کہ اس کو جھنڈا عطا کیا جائے گا' تب آپ نے پوچھا: علی کہاں ہیں؟ آپ کو بتایا گیا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے' آپ نے ان کو بلانے کا حکم دیا' سوان کو بلایا گیا' آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو اسی وقت وہ تندرست ہو گئے حتیٰ کہ گویا ان کی آنکھوں میں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں' آپ نے فرمایا: ہم ان سے قتال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں' آپ نے فرمایا: تم ٹھہرو! حتیٰ کہ تم ان کے میدان میں جاؤ اور ان کو اسلام کی دعوت دو' اور ان کو بتاؤ کہ اسلام کے کیا احکام ان پر واجب ہیں؟ پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص تمہارے سبب سے ہدایت پا جائے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر ان کو اسلام کی دعوت دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے خیبر کا فتح ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

غزوۂ خیبر ٧ھ کی ابتداء میں ہوا تھا' اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے تو مدینہ منورہ میں تقریباً بیس دن ٹھہرے' پھر آپ خیبر کی طرف روانہ ہو گئے جس کی فتح کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا۔

امام ابن اسحاق نے از عمرو بن الاکوع یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف بھیجا' انہوں نے قتال کیا' پھر لوٹ آئے اور فتح حاصل نہیں ہوئی' پھر دوسرے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا' انہوں نے بھی قتال کیا اور واپس آ گئے اور فتح حاصل نہیں ہوئی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا' جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے' اللہ اس کے ہاتھوں سے خیبر کو فتح کرے گا' سلمہ نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا' وہ اس وقت بے ریش تھے' آپ نے ان کی آنکھوں کے درمیان لعاب دہن ڈالا' پھر آپ نے فرمایا: یہ جھنڈا لو اور روانہ ہو جاؤ! حتیٰ کہ اللہ تم کو فتح عطا فرمائے گا' پھر حضرت علی تیزی سے روانہ ہوئے اور ایک قلعہ کے نیچے پتھر میں جھنڈا گاڑ دیا' ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے دیکھا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ حضرت علی نے کہا: میں علی بن ابی طالب

ہوں' اس یہودی نے کہا: اس کتاب کی قسم جو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہے! تم غالب ہو' پھر حضرت علی اس وقت واپس آئے جب اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے کہا کہ خیبر کے قلعوں میں سب سے پہلے ناعم کا قلعہ فتح ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اس موقع پر تمام اصحاب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طالب تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلوب تھے' اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن کی برکت اور اس کی شفاء کا ثبوت ہے اور اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے مثال شجاعت اور بہادری کا ثبوت ہے۔

٢٩٤٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يُغِرْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا اَمْسَكَ وَاِنْ لَمْ يَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ بَعْدَ مَا يُصْبِحُ فَنَزَلْنَا خَيْبَرَ لَيْلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' (انہوں نے کہا:) ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی قوم سے قتال کرتے تو صبح سے پہلے ان پر حملہ نہیں کرتے تھے' پس اگر آپ اذان سنتے تو (حملہ کرنے سے) رُک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو صبح کے بعد ان پر حملہ کر دیتے' سو ہم خیبر میں رات کے وقت پہنچے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غزوۂ خیبر کا ذکر ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح ہونے تک حملہ کرنے میں اس لیے توقف فرماتے تھے کہ وہ لوگ صبح کو اذان دیتے ہیں یا نہیں! اگر وہ اذان دیتے تو معلوم ہو جاتا کہ وہ لوگ شعائر اسلام پر عمل کرنے والے ہیں اور وہ مسلمانوں کی بستی ہے' اس لیے آپ ان پر حملہ نہ کرتے۔

٢٩٤٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا غَزَا بِنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہمارے ساتھ (کسی جگہ) حملہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَهَا لَيْلًا وَّكَانَ اِذَا جَاءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لَا يُغِيْرُ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَلَمَّا اَصْبَحَ خَرَجَتْ يَهُوْدُ بِمَسَاحِيْهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمۃ نے حدیث بیان کی از امام مالک از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی طرف نکلے پس آپ رات کو خیبر میں آئے اور آپ جب رات میں کسی قوم کے پاس پہنچتے تھے تو آپ ان پر حملہ نہیں کرتے تھے' حتیٰ کہ صبح ہو جاتی' پس جب صبح ہوئی تو یہود اپنی کدالیں اور ٹوکرے لے کر باہر نکلے' جب انہوں نے آپ

Marfat.com

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ.

کو دیکھا تو کہا: (سیدنا) محمد اور اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد اور لشکر (آیا ہے)؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! خیبر تباہ ہو گیا' بے شک جب ہم کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن کو (عذاب سے) ڈرایا گیا ہے' ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٤٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ نَفْسَهُ وَمَالَهُ اِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ رَوَاهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں: لا الہ الا اللہ' پس جس نے کہا: لا الہ الا اللہ' اس نے مجھ سے اپنی جان کو اور مال کو محفوظ کر لیا' سوا اللہ کے حق کے اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس حدیث کو حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۹' اور ۲۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی المتوفی ٦٩٩ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث بہ ظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ مشرکین سے قتال کیا جائے حتیٰ کہ وہ اسلام قبول کر لیں اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیں تو ان کی جان اور مال محفوظ رہے گا' سوا اس کے کہ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کے یا بندوں کے حقوق ہوں۔ اس کی شرح میں چند مباحث ہیں:

علامہ ابن ابی جمرہ کی بیان کردہ جہاد کی اقسام پر مصنف کا ایک اور قسم کا اضافہ کرنا

مبحث اوّل: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اگر اس حکم سے مراد صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے لیے یہ حکم واجب تھا اور اگر اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت دونوں کو حکم ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ بعض اوقات یہ حکم واجب ہے اور بعض اوقات یہ حکم مستحب ہے' پھر اس کا تعین قرائن اور مصالح کے اعتبار سے ہوگا' مثلاً جب جہاد کرنا فرضِ عین ہو تو اس حکم پر عمل کرنا فرضِ عین ہوگا یعنی جب دشمن مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرے اور جب جہاد کرنا فرضِ کفایہ ہو یعنی تبلیغ اسلام کے لیے مسلمان کافر ملک پر حملہ کریں تو اس حکم پر عمل کرنا مستحب ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں پر ایک قسم اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے پاس دشمن سے مقابلہ کی طاقت نہ ہو اور اس سے مقابلہ کرنا خودکشی کے مترادف ہو' اور دشمن کے پاس ایسا اسلحہ ہو جو مسلمانوں کے پاس نہ ہو' جیسے امریکا کے پاس ہزاروں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم ہیں اور جدید ترین میزائل اور جنگی طیارے ہیں اور ایٹمی آبدوزیں ہیں' ایسے میں اگر مسلمان ملک تبلیغ اسلام کے لیے امریکا پر حملہ کریں تو ان کے ہاتھ سوائے ہلاکت اور رسوائی کے کچھ

Marfat.com

نہیں آئے گا' سوایسے دشمن پر تبلیغ اسلام کے لیے حملہ کرنا ممنوع ہوگا اور اس کی دلیل درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے' صحابہ نے پوچھا: وہ اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا؟ آپ نے فرمایا: وہ ایسی آزمائش کے درپے ہو' جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔

(سنن ترمذی: ۲۲۵۴' سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۶' شرح السنۃ: ۳۶۰۱' مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۵' الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۳۰۷)

اس کی واضح مثال عراق ہے' عراق نے ۱۹۹۱ء میں امریکا سمیت تیس ملکوں سے جنگ مول لی' اس کے نتیجہ میں آٹھ دس دنوں میں امریکا نے عراق پر قبضہ کرلیا اور اٹھارہ سال گزر گئے تاحال امریکا کی فوجیں عراق میں موجود ہیں اور دن بہ دن عراق کی حالت خراب ہو رہی ہے' سو جہاد کی یہ قسم ممنوع ہے' کیونکہ اس سے مسلمانوں کے ہاتھ ذلت اور پسپائی کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔

مبحث ثانی: شریعت کے حکم پر اس کا سبب معلوم کیے بغیر عمل کرنا چاہیے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شریعت کے کسی حکم سے مطلوب اس پر عمل کرنا ہوتا ہے نہ کہ اس حکم کی علت پر غور کرنا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلیں' اور آپ نے اس کا سبب نہیں بیان فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر عمل کر کے مشرکین سے قتال کرنا شروع کر دیا' سو اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کے حکم پر اس کا سبب معلوم کیے بغیر عمل کرنا چاہیے' ہاں! جب شریعت خود کسی حکم کی علت بیان کردے تو یہ اس کی رحمت ہے۔

مبحث ثالث: جہاد کی دو قسمیں: تلوار سے جہاد اور دلائل سے جہاد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے قتال کا حکم دیا گیا ہے' آیا اس قتال سے مراد معروف قتال ہے جو ہتھیاروں سے ہوتا ہے یا اس سے مراد دلائل سے قتال کرنا ہے اور اس حدیث میں دونوں کا احتمال ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ○ (الفرقان: ۵۲)

سو آپ کافروں کی پیروی نہ کریں اور قرآن کے ذریعہ ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں ○

اس آیت میں ''بہ'' کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

آپ اس قرآن کے ساتھ ان سے بڑا جہاد کیجئے' حتیٰ کہ وہ اس قرآن میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرائض کا اقرار کرلیں اور خوشی یا ناخوشی سے اس قرآن پر عمل کریں۔ (جامع البیان جز ۱۹ ص ۲۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنی زبانوں کے ساتھ مشرکین سے قتال کرو۔ (میں اس حدیث کی تخریج پر مطلع نہیں ہوسکا۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ ان کے ساتھ حجت اور برہان کے ساتھ قتال کریں اور یہ حکم ہجرت سے پہلے تھا' پھر ہجرت کے بعد آپ کو تلوار کے ساتھ قتال کا حکم دیا گیا اور یہ حکم ان کے لیے دیا گیا جو آپ سے نزاع کریں یا قتال کریں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا. (الحج: ۳۹)

ان مسلمانوں کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی ہے' جن سے ناحق قتال کیا جاتا ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔

پھر آٹھ ہجری کے بعد سورۂ توبہ نازل ہوئی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ تمام مشرکین سے قتال کریں حتیٰ کہ وہ اسلام کے احکام کا اقرار کرلیں یا ذلت اور پسپائی کے ساتھ جزیہ ادا کریں اور ظاہر یہ ہے کہ اس باب کی حدیث میں قتال سے مراد حجت اور

Marfat.com

برہان کے ساتھ قتال ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں پر جزیہ کا حکم نہیں دیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد عام قتال ہو اور آپ نے یہاں جزیہ کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ وہ دوسرے دلائل سے معلوم ہے۔

مبحث رابع: کفار کا فروع کے ساتھ مخاطب نہ ہونا اور اس پر مصنف کا تعاقب

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کفار فروع کے مخاطب نہیں ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: مجھے ان سے قتال کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلیں' اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو صرف توحید کا اقرار کرنے کا مکلف کیا گیا ہے اور دیگر فروعی احکام کا ان کو مکلف نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ کفار فروعی احکام کے مخاطب نہیں ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ابی جمرہ کی یہ نکتہ آفرینی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں ''محمد رسول اللہ'' کا بھی ذکر نہیں ہے' حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ کفار توحید اور رسالت دونوں کے اقرار کے مخاطب ہیں' نیز اس حدیث میں اجمال ہے اور قرآن مجید میں اس حکم کی تفصیل ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ. (التوبہ:٥)

سو مشرکین کو قتل کر دو تم انہیں جہاں پاؤ اور ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو' پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ مشرکین کی جان اور مال کے تحفظ کے لیے صرف توحید اور رسالت کا اقرار کافی نہیں ہے بلکہ ان کا نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا بھی ضروری ہے اور یہ فروعی اعمال ہیں' اس سے واضح ہوا کہ مشرکین فروعی اعمال کے مخاطب ہیں۔

اور یہ آیات بھی ہماری دلیل ہیں:

اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ○ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ○ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ○ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ○ (المدثر:٣٩-٤٤)

ماسوا دائیں طرف والوں کے○ وہ جنتوں میں ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہوں گے○ مجرموں کے متعلق○ (پھر جنتی لوگ مجرموں سے پوچھیں گے:) تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی؟○ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے○ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے○

ان آیات سے واضح ہوگیا کہ مشرکین جس طرح توحید اور رسالت کے اقرار کے مخاطب ہیں' اسی طرح فروعی احکام مثلاً نماز اور زکوٰۃ کے بھی مخاطب ہیں۔ دراصل صرف ایک حدیث یا ایک آیت کو دیکھ کر کوئی موقف قائم کرلینا صحیح نہیں ہے جب تک کہ اس موضوع سے متعلق تمام آیات اور احادیث کو نہ دیکھ لیا جائے۔

مبحث خامس: مال کی حرمت بھی جان کی مثل ہے مگر جان کی حرمت' مال کے تابع ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کرلیا۔ آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ مال کی حرمت بھی جان کی مثل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کا ایک حکم بیان فرمایا ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مال جان کے تابع ہے' سو جس مشرک کو قتل کرنا مباح ہے' اس کا مال لینا بھی مباح ہے۔

Marfat.com

مبحث سادس: حدیث مذکور میں استثناء کے متصل یا منفصل ہونے کی تقریر' اور ہر تقریر پر مصنف کا یہ ثابت کرنا کہ کفار فروع کے مخاطب ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اس نے مجھ سے اپنی جان کو اور مال کو محفوظ کر لیا سوا اللہ کے حق کے۔ اس حدیث میں جو استثناء ہے وہ متصل بھی ہو سکتا ہے اور منفصل بھی۔ بہ ظاہر یہ استثناء مال کے ساتھ متعلق ہے کیونکہ وہ قریب ہے اور مال کے حق سے مراد زکوٰۃ ہے یا لوگوں کے جو مالی حقوق ہیں مثلاً اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو؟ یا کسی کا مال غصب کیا ہو یا کسی کی امانت ادا نہ کی ہو تو اس سے زکوٰۃ اور بندوں کے مالی حقوق وصول کیے جائیں گے' ورنہ اس کا مال محفوظ نہیں ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی ہماری تائید ہوتی ہے کہ مشرکین فروع کے مخاطب ہیں۔

اور اگر یہ استثناء منفصل ہو تو یہ جان کے ساتھ بھی متعلق ہوگا' یعنی اس کی جان اس وقت محفوظ ہوگی جب اس کی جان کے ساتھ کسی کا حق متعلق نہ ہو' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان اس کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اس کو تین وجہوں کے سوا قتل کرنا جائز نہیں ہے: (۱) وہ شادی شدہ زانی ہو (۲) اور جان کا بدلہ جان ہے (۳) اور جو اپنے دین کو چھوڑ کر (مسلمانوں کی) جماعت سے الگ ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۷۸' صحیح مسلم: ۱۶۷۶' سنن ابوداؤد: ۴۳۵۲' سنن ترمذی: ۱۴۰۲' سنن نسائی: ۴۰۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۴)

میں کہتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مشرکین کی جان و مال کے تحفظ کے لیے صرف توحید و رسالت کا اقرار کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جب شادی شدہ ہوں تو زنا نہ کریں اور کسی کو ناحق قتل نہ کریں اور مرتد نہ ہوں اور یہ سب فروعی احکام ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین فروع کے مخاطب ہیں' سو جس حدیث سے علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ ثابت کیا تھا کہ کفار فروع کے مخاطب نہیں ہیں' اسی سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ کفار فروع کے مخاطب ہیں۔

مبحث سابع: دنیاوی احکام ظاہر پر مبنی ہیں اور باطنی معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں'

اس مبحث میں علامہ ابن ابی جمرہ کے دلائل پر مصنف کا اضافہ

اس حدیث کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ کے ذمہ جو حقوق ہیں تو حکام تو صرف اس کے ظاہر کا محاسبہ کر سکتے ہیں اور اس کے باطن کا محاسبہ کرنا اللہ کے ذمہ ہے' کیونکہ انسان ظاہر اور باطن دونوں کے حقوق سے بری ہونے کا مکلف ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ. (الانعام: ۱۵۱) — اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (البقرہ: ۱۸۸) — اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ (بہ طور رشوت) وہ مال حاکموں تک پہنچاؤ کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ کے ساتھ (ناجائز طور پر) جان بوجھ کر تم کھالو ○

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ. (النساء: ۱۴۵) — بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

منافقین اسی لیے دوزخ کے سب سے آخری طبقہ میں ہوں گے کہ وہ ایمان ظاہر کرتے تھے اور ان کے باطن میں کفر تھا۔

اسی طرح حدیث میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے مقدمہ کو زیادہ دلائل کے ساتھ پیش کرے اور میں اس کے دلائل سن کر اس کے متعلق فیصلہ کر دوں' پس اگر (بہ فرضِ محال) میں نے اس کے بھائی کا حق اس کو دے دیا تو میں اس کو صرف آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۷۱۸۵' صحیح مسلم: ۱۷۱۳' سنن ابوداؤد: ۳۵۸۳' سنن ترمذی: ۱۳۳۹' سنن نسائی: ۵۴۰۱' سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۷)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ حکام صرف ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کے مکلف ہیں اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ابی جمرہ کی یہ نکتہ آفرینی بہت خوب ہے مگر میں نے اس مؤقف پر زیادہ واضح دلائل پیش کیے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری کی ایک حدیث کے آخر میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کی تفتیش کروں اور نہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے پیٹ چاک کروں۔ (صحیح البخاری: ۴۳۵۱' صحیح مسلم: ۱۰۶۴' الرقم المسلسل: ۲۴۳۱' سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴' سنن نسائی: ۲۵۷۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تمہارا مواخذہ ان اعمال پر کریں گے جو ہم پر ظاہر ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۴۱)

حضرت کعب بن مالک کی طویل حدیث کے وسط میں ہے:

جو لوگ غزوۂ تبوک میں جانے سے پیچھے رہ گئے تھے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر عذر پیش کرتے اور قسمیں کھاتے اور یہ اسی (۸۰) سے زیادہ لوگ تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ظاہر کو قبول کر لیا اور ان کو بیعت کر لیا اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۴۸۔ ۲۷۵۷' صحیح مسلم: ۲۷۶۹' الرقم المسلسل: ۶۹۱۰' سنن ابوداؤد: ۲۲۰۲' سنن نسائی: ۳۴۲۱۔ ۳۴۲۰)

مبحث ثامن: دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرنا اور ظاہر و باطن میں عمل کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس لیے مکلف کو چاہیے کہ جب تک وہ اس دنیا میں زندہ ہے' علم دین کی روشنی میں اپنے اعمال کا تجزیہ اور محاسبہ کرتا رہے' تاکہ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اس کو نقصان کا سامنا کرنا پڑے کہ اس نے باطنی حقوق ادا نہ کیے ہوں اور اس نے کتاب و سنت کے مطابق ظاہر اور باطن میں عمل نہ کیے ہوں! اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اس کے اجر و ثواب کی اُمید رکھتا رہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عقل مند شخص وہ ہے جس نے اپنے نفس کا حساب کیا اور موت کے بعد کے لیے عمل کیا اور عاجز شخص وہ ہے جس نے اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کی اور اللہ سے (ثواب کی) تمنا کی۔

(سنن ترمذی: ۲۴۵۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴)

امام ترمذی اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص دنیا میں اپنا حساب کرتا ہے' اس سے پہلے کہ قیامت کے دن اس سے حساب لیا جائے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو' اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور سب سے بڑی پیشی

کے لیے اپنے اعمال کو مزین کرو' قیامت کے دن اسی سے خفیف حساب لیا جائے گا جو دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا رہے گا۔
اور میمون بن مہران نے کہا: بندہ اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنا محاسبہ نہ کرے' جس طرح وہ اپنے شریک کا محاسبہ کرتا ہے کہ وہ کہاں سے کھاتا ہے اور کہاں سے پیتا ہے۔ (سنن ترمذی ص ۹۶۵' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

۱۰۳ - بَابُ مَنْ اَرَادَ غَزْوَةً فَوَرّٰى بِغَيْرِهَا وَمَنْ اَحَبَّ الْخُرُوْجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ

جس نے کسی مقام پر جہاد کا ارادہ کیا اور توریہ سے دوسرے مقام کا ذکر کیا اور جس نے جمعرات کے دن سفر کرنے کو پسند کیا

اس باب کے دو جز ہیں: (۱) جس مقام پر جہاد کا ارادہ کیا اس کی بجائے توریۃً دوسرے مقام کا ذکر کرے۔
حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
اس عنوان میں ''ورّٰی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اصل چیز کو چھپایا اور دوسری چیز کا ذکر کیا اور یہ لفظ ''وراء'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی پیچھے ہے' اور جو شخص توریہ کرتا ہے وہ اصل بات کو اپنے پیچھے کر دیتا ہے اور دوسری بات کا ذکر کرتا ہے۔
(۲) اس عنوان کا دوسرا جز ہے: جمعرات کے دن سفر کرنا۔ اس کی تشریح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:
جمعرات کے دن سفر کے لیے نکلنے کا سبب وہ ہے جس کو امام طبرانی نے حضرت عبیط بن شریط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لیے جمعرات کے دن سفر میں برکت رکھی گئی ہے لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر کو پسند کرتے تھے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی: ۲۱۲۸' مکتبۃ المعارف' ریاض) یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ آپ ہمیشہ جمعرات کے دن سفر کریں' کیونکہ آپ کسی مانع کی وجہ سے ہفتہ کے دن بھی سفر کرتے تھے۔
(فتح الباری ج ۴ ص ۳۱۵' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس شرح کی بعض چیزوں سے اختلاف کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:
جمعرات کے دن سفر کرنے کی حکمت کو اس ضعیف السند حدیث سے بیان کرنا بے سود ہے کیونکہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر کرنے کو پسند فرماتے تھے اور آپ کا جمعرات کے دن سفر کو پسند فرمانا ضرور کسی حکمت پر مبنی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے دن بھی سفر کرنے کو پسند فرماتے تھے کیونکہ ایک حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ ہفتہ اور جمعرات کے سفر میں برکت فرمائے اور چونکہ امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں تھی' اس لیے انہوں نے صرف جمعرات کے دن سفر کرنے کی حدیث کو ذکر کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۹۴۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِّنْ بَنِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ جو حضرت کعب بن مالک کے بیٹوں کے قائد تھے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی غزوہ کا ارادہ

Marfat.com

فرماتے تو کسی دوسرے غزوہ سے اس کا توریہ فرماتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں کسی دوسرے غزوہ کے توریہ کا ذکر ہے توریہ کا معنی ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں: ایک قریب اور دوسرا بعید متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب اس لفظ کا قریب معنی سمجھے۔

٢٩٤٨ - وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُرِيْدُ غَزْوَةً يَغْزُوْهَا اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوْكَ فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَّاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَّمَفَازًا وَّاسْتَقْبَلَ غَزْوَ عَدُوٍّ كَثِيْرٍ فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ عَدُوِّهِمْ وَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور مجھے احمد بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ جہاد کا ارادہ کرتے اور اس جگہ کے سوا کسی دوسری جگہ پر توریہ کرتے حتیٰ کہ غزوۂ تبوک آ گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غزوہ میں شدید گرمی میں جانا تھا اور لمبا سفر کر کے جنگلوں کو تہہ کرنا تھا اور بہت بڑے لشکر کا سامنا کرنا تھا تو آپ نے مسلمانوں سے صاف فرما دیا کہ وہ اپنے دشمن سے مقابلے کی پوری تیاری کر لیں اور آپ نے ان کو بتا دیا کہ آپ کس جگہ جانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے اس حدیث میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے یہ غزوہ رجب ۹ ہجری میں ہوا تھا اس حدیث میں "مفاز" کا ذکر ہے اس کا معنی جنگل ہے یہاں اس کو "مفاز" سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ "مفاز" کے معنی ہیں: کامیابی کی جگہ اور اس میں "تفاؤل" اور نیک شگون ہے۔

٢٩٤٩ - وَعَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يَقُوْلُ لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ اِذَا خَرَجَ فِيْ سَفَرٍ اِلَّا يَوْمَ الْخَمِيْسِ.

اور از یونس از زہری انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمان بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر کے لیے نکلیں مگر آپ جمعرات کے دن نکلتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں جمعرات کے دن سفر کرنے کا ذکر ہے۔

٢٩٥٠ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عبد الرحمان بن کعب

Marfat.com

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ یُحِبُّ اَنْ یَّخْرُجَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ.

مالک از والد خود رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعرات کے دن غزوۂ تبوک کے لیے نکلے اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ جمعرات کے دن (سفر کے لیے) نکلیں۔

١٠٤- بَابُ الْخُرُوْجِ بَعْدَ الظُّهْرِ

ظہر کے بعد (سفر کے لیے) نکلنا

٢٩٥١- حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِالْمَدِیْنَةِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ رَكْعَتَیْنِ وَسَمِعْتُهُمْ یَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِیْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت نماز پڑھی (یعنی قصر نماز) اور میں نے ان سے سنا کہ وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ کر بلند آواز سے لبیک کہہ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٨٩ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز پڑھ کر حج قران کے سفر کے لیے روانہ ہوئے تھے۔

١٠٥- بَابُ الْخُرُوْجِ اٰخِرَ الشَّهْرِ

مہینہ کے آخر میں (سفر کے لیے) نکلنا

وَقَالَ كُرَیْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا انْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ لِخَمْسٍ بَقِیْنَ مِنْ ذِی الْقَعْدَةِ وَقَدِمَ مَكَّةَ لِاَرْبَعِ لَیَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِی الْحِجَّةِ.

اور کریب نے کہا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچیس ذی القعدہ کو روانہ ہوئے اور چار ذی الحج کو مکہ میں آئے۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ١٥٤٨ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٥٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ یَّحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ لَیَالٍ بَقِیْنَ مِنْ ذِی الْقَعْدَةِ وَلَا نَرٰی اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَّكَّةَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَكُنْ مَّعَهٗ هَدْیٌ اِذَا طَافَ بِالْبَیْتِ وَسَعٰی بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَنْ یَّحِلَّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَدُخِلَ عَلَیْنَا یَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هٰذَا فَقَالَ نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِهٖ قَالَ یَحْیٰی فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِیْثَ لِلْقَاسِمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ٢٥ ذی القعدہ کو روانہ ہوئے اور ہمارا مقصد صرف حج تھا' پس جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا: جس کے ساتھ ھدی (قربانی کا جانور) نہیں ہے جب وہ بیت اللہ کا طواف کر لے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کر لے تو وہ احرام کھول دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر قربانی کے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا' میں نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی ہے۔ یحییٰ نے کہا: میں نے اس حدیث کا قاسم

Marfat.com

بْنِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ اَتَتْكَ وَاللّٰهِ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهِهٖ.

بن محمد سے ذکر کیا' تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! عمرہ بنت عبد الرحمان نے یہ حدیث تم کو صحیح طریقے سے بیان کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ پچیس ذی القعدہ کو یعنی مہینہ کے آخر میں حج کے سفر کے لیے روانہ ہوئے اور یہی باب کا عنوان تھا۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

زمانۂ جاہلیت کے افعال میں یہ مشہور تھا کہ مہینہ کے اوّل میں سفر کے لیے نکلنا چاہیے اور نبی ﷺ نے مہینے کے آخر میں حج کا سفر کر کے یہ بتایا کہ مہینہ کے آخر میں سفر کے لیے روانہ ہونا بھی جائز ہے' اور زمانۂ جاہلیت کے افعال کی طرف آپ نے کوئی توجہ نہیں کی۔ (شرح ابن بطال ج ٥ ص ١٣٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

١٠٦- بَابُ الْخُرُوْجِ فِيْ رَمَضَانَ — رمضان میں (سفر کے لیے) نکلنا

امام بخاری نے اس باب کو لانے سے ان لوگوں پر ردّ کا اشارہ کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ رمضان میں سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

٢٩٥٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيْدَ اَفْطَرَ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّسَاقَ الْحَدِيْثَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ رمضان میں (سفر کے لیے) روانہ ہوئے' پس آپ نے روزہ رکھا' پس آپ نے مقامِ کدید پر پہنچ کر (وقت سے پہلے) روزہ کھول دیا۔ سفیان نے بیان کیا کہ زہری نے کہا: مجھے عبید اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور پوری حدیث بیان کی۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا قَوْلُ الزُّهْرِيِّ وَاِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام ابوعبد اللہ بخاری نے کہا: یہ زہری کا قول ہے اور رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل پر عمل کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٩٤٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں رمضان میں سفر کرنے کا ذکر ہے' ابن شہاب زہری کے نزدیک رمضان میں سفر کرنے کے بعد' وقت سے پہلے روزہ چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ امام بخاری نے زہری کے اس قول کا ردّ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری فعل یہ ہے کہ آپ نے مقامِ کدید میں وقت سے پہلے روزہ چھوڑ دیا تھا' اور آپ کے آخری فعل پر عمل کیا جاتا ہے' لہٰذا جب سفر پُر مشقت ہو اور اس میں روزہ برقرار رکھنا مشکل ہو تو وقت سے پہلے روزہ کھولنا جائز ہے۔

١٠٧- بَابُ التَّوْدِيْعِ — مقیم کا مسافر کو رخصت کرنا

اس باب کا عنوان ہے: '' التودیع '' اس کا معنی ہے: کسی کو رخصت کرنا' خواہ مقیم مسافر کو رخصت کرے یا مسافر مقیم کو رخصت

Marfat.com

کرے اس باب کی حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مسافر کا مقیم کو رخصت کرنا مراد ہے۔

٢٩٥٤ - وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْثٍ وَّقَالَ لَنَا اِنْ لَقِيْتُمْ فُلَانًا وَّ فُلَانًا لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا فَحَرِّقُوْهُمَا بِالنَّارِ قَالَ ثُمَّ اَتَيْنَاهُ نُوَدِّعُهٗ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ فَقَالَ اِنِّيْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحَرِّقُوْا فُلَانًا وَّفُلَانًا بِالنَّارِ وَاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ فَاِنْ اَخَذْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا.

[طرف الحدیث:٣٠١٦] (سنن ترمذی:١٥٧١ 'سنن ابوداؤد: ٢٦٧٤)

اور ابن وہب نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از سلیمان بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا اور ہم سے فرمایا کہ اگر تمہاری قریش کے فلاں اور فلاں مردوں سے ملاقات ہو آپ نے ان دونوں کا نام بھی لیا تھا' تو ان دونوں کو آگ میں جلا دینا۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا: پھر ہم آپ کے پاس آئے' اس وقت ہم آپ سے رخصت ہو رہے تھے' جب ہم نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا' تب آپ نے فرمایا: بے شک میں نے تم کو یہ حکم دیا تھا کہ تم فلاں فلاں کو آگ میں جلا دینا اور بے شک اللہ کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہیں دیتا' پس اگر تم ان کو پکڑ لو تو ان کو قتل کر دینا۔

جن دو آدمیوں کے جلانے کا آپ نے حکم دیا تھا' ان کی تعیین' جلانے کے حکم کی وجہ اور اس حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

قریش کے جن دو آدمیوں کا اس حدیث میں ذکر ہے' ان میں سے ایک ھبار بن اسود تھا اور دوسرا اس کا ساتھی تھا' اس کے نام میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا: اس کا نام نافع بن عبد قیس تھا' اور علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس کا نام خالد بن عبد قیس تھا۔

اس کا قصہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص بن الربیع کو صحابہ نے گرفتار کر لیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر اس کو چھوڑنے کا حکم دیا کہ وہ آپ کی صاحب زادی کو مدینہ بھیج دے' اس نے آپ کی صاحب زادی کو روانہ کر دیا تو ہبار بن اسود اور اس کے ساتھی نے ان کا پیچھا کیا' اس نے آپ کے اونٹ پر کوئی نوک دار چیز چبھوئی' جس سے وہ اونٹ اُچھلا اور آپ اونٹ سے گر گئیں اور بیمار ہو گئیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے ایک لشکر بھیجا اور حکم دیا کہ ان کو جلا دینا' پھر فرمایا: مجھے اللہ سے حیاء آتی ہے' اللہ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہیں دینا چاہیے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہیں دیتا' یہ حدیث بہ ظاہر خبر ہے اور حقیقت میں نہی ہے' یعنی آگ سے جلانے کی ممانعت ہے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ آگ سے جلانے کی ممانعت تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ آپ کا یہ ارشاد بہ طور تواضع ہے اور اس پر دلیل کہ آگ سے جلانا حرام نہیں ہے' یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے چرانے والوں اور ان کے محافظوں کے قتل کرنے والوں کی آنکھوں کو جلایا اور خارجیوں کو آگ میں جلایا' اور اکثر فقہاء مدینہ نے کہا ہے کہ کافروں کے قلعوں کو آگ میں کافروں سمیت جلانا جائز ہے اور ابن بریدہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی طرف ایک مرد کو بھیجا جس نے آپ پر جھوٹ باندھا تھا اور ایک عورت سے زنا کیا تھا' آپ نے حکم دیا کہ اگر تم اس کو زندہ پاؤ تو اس کو قتل کر دینا' اور اگر تم اس کو مردہ پاؤ تو آگ سے جلا دینا' اس مرد نے دیکھا کہ وہ شخص سانپ کے ڈسنے سے مر گیا تھا' پس انہوں نے اس کو آگ سے جلا دیا' اور حدیث میں ہے کہ کسی

Marfat.com

نبی علیہ السلام کو چیونٹی نے کاٹا تو انہوں نے حکم دیا کہ چیونٹیوں کی پوری بستی کو آگ لگا دی جائے' پس چیونٹیوں کی پوری بستی جلا دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس نبی سے فرمایا کہ آپ نے صرف ایک چیونٹی کو کیوں نہیں جلایا' اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں چیونٹیوں کو جلانے کی اجازت ہے کیونکہ جب ایک کو جلانا جائز ہے تو باقی چیونٹیوں کو بھی جلانا جائز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کلام میں جلانے کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اونٹوں کے چرانے والوں کی آنکھوں کو جو جلایا گیا تھا' وہ یا تو قصاصاً تھا یا وہ جلانا منسوخ ہو چکا ہے' اور کافروں کو ان کے قلعوں میں جلانے کا جو قصہ ہے' یہ اس صوت میں ہے جب کافروں کے خلاف فتح حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہ ہو' اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ان کے ساتھ قلعہ میں عورتیں اور بچے نہ ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس باب کی حدیثِ صحیح ان تمام تاویلات کو رد کرتی ہے کیونکہ اس حدیث کا ظاہر ممانعت ہے اور اس سے مراد تحریم ہے اور یہ آپ کے پہلے حکم کے لیے ناسخ ہے' خواہ آپ کا بعد کا حکم وحی سے ہو یا آپ کے اجتہاد سے ہو۔ علامہ ابن العربی نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی حکم کو اس پر عمل کرنے سے پہلے منسوخ کرنا جائز ہے۔ الحازمی نے کہا ہے کہ ایک جماعت کا یہ مؤقف ہے کہ حدود میں جلانے سے منع کیا جائے گا' اور انہوں نے کہا ہے کہ اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور دیگر اہل کوفہ کا یہی مذہب ہے اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جو مرتد ہو' اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق آگ سے جلانا جائز ہے' کیونکہ حضرت علی نے بعض مرتدین کو آگ میں زندہ جلا دیا تھا اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کسی کو آگ سے جلائے گا' اسے قصاص میں آگ سے جلا دیا جائے گا' امام مالک' اہل مدینہ' امام شافعی اور ان کے اصحاب' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی شہر کے اکابر کے لیے مسافر کو رخصت کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۸ - بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ امام کے احکام سننا اور ان کی اطاعت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ سربراہِ ملک کے احکام کو سننا اور ان کی اطاعت کرنا واجب ہے' جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دے۔

۲۹۵۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ مَّالَمْ يُؤْمَرْ بِالْمَعْصِيَةِ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ. [طرف الحدیث: ۷۱۴۴]

(صحیح مسلم: ۱۸۳۹' الرقم المسلسل: ۴۶۵۶' سنن ترمذی: ۱۷۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ح) اور مجھے محمد بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریا نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا کہ امیر کے احکام کو سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے' جب تک کہ گناہ کا حکم نہ دیا جائے' پس جب گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ کوئی حکم سنا جائے گا اور نہ اس کی اطاعت کی جائے گی۔

Marfat.com

معصیت میں حاکم کی اطاعت نہ کرنا اور ظالم حاکم کے خلاف بغاوت نہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے خوارج نے استدلال کیا ہے اور ان کا یہ نظریہ ہے کہ ظالم خلفاء اور حکام کے خلاف خروج کرنا جائز ہے اور جمہور امت کا یہ نظریہ ہے کہ ان کے خلاف خروج جائز نہیں ہے اور نہ ان کی بیعت کو توڑنا جائز ہے' سوائے اس صورت کے کہ وہ ایمان کے بعد کفر کا اظہار کریں اور نمازوں کو ترک کر دیں' رہا یہ کہ اگر وہ اس سے کم ظلم کریں تو ان کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے جب کہ ان کی حکومت مستحکم ہو اور لوگ ان کا ساتھ دے رہے ہوں' کیونکہ ان کے خلاف خروج کو ترک کرنے سے عورتوں کی عصمت کی حفاظت ہوتی ہے' اور لوگوں کی جان و مال کی حفاظت ہوتی ہے اور ان کے خلاف خروج کرنے سے ملک میں انتشار ہوگا اور امت کی وحدت پارہ پارہ ہو جائے گی' نیز کسی ظالم کی موافقت میں قتال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ کسی معصیت کا حکم دیں تو نہ ان کا حکم سننا اور نہ ان کی اطاعت کرنا۔ اور اسی طرح دوسری حدیث میں ہے:

خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بہترین سربراہ وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں' اور تمہارے بدترین سربراہ وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا ایسی صورت میں ہم ان کی بیعت توڑ نہ دیں' تو آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک کہ وہ تم میں نماز کو قائم کرتے رہیں' پس جس شخص کا سربراہ کوئی گناہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کی معصیت کو برا جانے اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے یعنی اس کے خلاف خروج نہ کرے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تمہارے ایسے حکمران ہوں گے جو فساد کریں گے' اور اللہ جو ان کی وجہ سے اصلاح کرے گا وہ اس فساد سے زیادہ ہوگی' پس ان حکمرانوں میں سے جو شخص اللہ کی اطاعت کے ساتھ عمل کرے' اس کے لیے اجر ہوگا اور تم پر شکر لازم ہوگا اور ان حکمرانوں میں سے جو شخص اللہ کی معصیت کے ساتھ عمل کرے تو اس پر گناہ ہوگا اور تم پر صبر لازم ہوگا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۴۲۔۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی تائید میں مصنف کی پیش کردہ احادیث

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو احادیث ذکر کی ہیں' انہوں نے اگرچہ ان احادیث کا حوالہ نہیں دیا مگر وہ سب مستند احادیث ہیں' ہم ان کی تائید اور تقویت کے لیے حوالہ جات کے ساتھ احادیث ذکر کر رہے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان شخص پر حاکم کی بات سننا اور اس پر عمل کرنا لازم ہے خواہ اس کی بات اس کو پسند ہو یا ناپسند' البتہ معصیت کا حکم مستثنیٰ ہے' اگر اس کو معصیت کا حکم دیا جائے تو اس میں نہ سماع ہے نہ بلاغت۔ (صحیح مسلم: ۱۸۳۹' سنن ترمذی: ۱۷۰۷' سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۴)

حضرت عبادۃ بن الصامت اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشکل اور آسانی میں اور خوشی اور ناخوشی میں اور خود پر ترجیح دیئے جانے کی صورت میں سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت لی اور اس پر بیعت لی کہ ہم کسی شخص سے اس کے اقتدار کے خلاف جنگ نہیں کریں گے اور ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق کے سوا کچھ نہیں کہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ (صحیح البخاری: ۷۱۹۹' صحیح مسلم: ۱۷۰۹' سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۶)

جنادہ بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اس وقت وہ بیمار تھے' ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ

آپ کو صحت عطا فرمائے ہم کو ایسی حدیث سنایئے جس کو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو اور وہ ہم کو نفع دے۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بلایا' ہم نے آپ سے بیعت کی' آپ نے ہم سے جن چیزوں پر بیعت لی تھی' وہ یہ تھیں کہ ہم خوشی اور ناخوشی میں' اور مشکل اور آسانی میں اور ہم پر ترجیح دیئے جانے کی صورت میں بھی سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کریں اور جو شخص صاحب اقتدار ہو اس کے خلاف جنگ نہ کریں' ہاں! اگر تم کو اس میں کھلم کھلا کفر نظر آئے' جس کے کفر ہونے پر تمہارے پاس قرآن اور سنت سے واضح دلیل ہو تو یہ صورت الگ ہے۔ (صحیح البخاری: ٧٠٥٥' صحیح مسلم: ١٨٤٠' الرقم المسلسل: ٤٦٦٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص (حاکم کی) اطاعت سے نکل جائے اور (مسلمانوں کی) جماعت کو چھوڑ دے تو وہ جاہلیت کی موت مرا اور جو شخص اندھی تقلید میں کسی کے جھنڈے تلے جنگ کرے یا کسی کی عصبیت کی بناء پر غضب ناک ہو یا عصبیت کی دعوت دے یا عصبیت کی خاطر جنگ کرے اور مارا جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور جس شخص نے میری امت پر خروج کیا اور اچھوں اور بُروں سب کو قتل کیا' کسی مؤمن کا لحاظ کیا نہ کسی سے کیا ہوا عہد پورا کیا' وہ میرے دین پر نہیں ہے اور نہ میرا اس سے کوئی تعلق ہے۔ (صحیح مسلم: ١٨٤٨' سنن ابن ماجہ: ٣٩٤٨)

١٠٩ - بَابُ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَاءِ الْإِمَامِ وَيُتَّقٰى بِهٖ

امام کے پیچھے جنگ کی جائے اور اس کے سبب سے بچاؤ کیا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام ڈھال ہے' اس کے پیچھے قتال کیا جائے' اس سے مراد یہ ہے کہ امام کی مدافعت میں قتال کیا جائے خواہ امام پیچھے ہو یا آگے ہو اور ''وراء'' کا لفظ دونوں معنی کے لیے آتا ہے۔

٢٩٥٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ الْاَعْرَجَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی کہ بے شک اعرج نے ان سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم (دنیا میں) آخر ہیں اور (آخرت میں) سابق ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں کیوں ذکر کیا ہے' یہ مجھ پر منکشف نہیں ہو سکا' تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام بخاری کی عادت ہے کہ اس سند کے ساتھ پہلے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں' بعد میں دوسری احادیث کی روایت کرتے ہیں اور علامہ ابن المنیر نے تکلف کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہم ایسے آخر ہیں جو سابق ہیں' اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ ہی امام ہیں اور ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ آپ کی طرف سے قتال کرے اور آپ کی نصرت کرے' اس لیے کہ آپ اگرچہ زمانہ کے لحاظ سے مؤخر ہیں لیکن آپ اس اعتبار سے مقدم ہیں کہ آپ سے پہلے ہر نبی نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر اس نے آپ کا زمانہ پا لیا تو وہ آپ پر ایمان لائے گا اور آپ کی نصرت کرے گا۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٣١٨' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس توجیہ میں تکلف کی وجہ بیان نہیں کی اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس توجیہ کا تکلف اور ضعف منکشف ہوا ہے' وہ یہ ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: امام کے پیچھے قتال کیا جائے۔ اس عبارت میں امام سے

Marfat.com

مراد یہ ہے کہ جو کسی زمانہ میں بھی ملک کا سربراہ ہو اس سے خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد نہیں ہے جیسا کہ اس باب کی دوسری حدیث سے صراحتاً ظاہر ہو رہا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اس باب کے تحت اس حدیث کو ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

۲۹۵۷ - وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا وَّاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ. [طرف الحدیث: ۷۱۳۷]

اور اسی سند کے ساتھ (یہ حدیث ہے کہ) جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر (سربراہِ ملک) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی' اس نے میری نافرمانی کی اور امام صرف ڈھال ہے اس کے پیچھے قتال کیا جائے اور اس کے سبب سے بچاؤ کیا جائے' اگر وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دے اور عدل کرے تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ اس کے خلاف کرے تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۳۵' الرقم المسلسل: ۴۶۴۰' سنن نسائی: ۸۷۲۸' سنن ابن ماجہ: ۲۸۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۲۱۲' شرح السنۃ: ۲۴۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۴۳۴۔ج ۱۲ ص ۴۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سربراہِ ملک عادل ہو یا ظالم' اس کے خلاف بغاوت کرنے کا عدم جواز اور جنگ میں امام عادل کا ساتھ نہ دینے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ "من وراء الامام" کا معنی ہے کہ امام کے آگے قتال کیا جائے جیسا کہ قرآن مجید میں "وراء" کا لفظ اس معنی میں وارد ہوا ہے:

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ. (الکہف: ۷۹) اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: اس کے سبب سے بچاؤ کیا جائے۔ یعنی اس کی رائے پر عمل کیا جائے اور اس کی وجہ سے دین میں خطاء سے بچا جائے اور شبہات پر عمل کرنے سے اجتناب کیا جائے' اور امام لوگوں کے درمیان ڈھال ہے' کیونکہ امام کے سبب سے اللہ تعالیٰ کمزور لوگوں سے شر اور فساد کو دور کرتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے' سو امام ان کے لیے اور تمام مسلمان کی حرمات کے لیے ستر اور پردہ ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں جو امام کے آگے قتال کرنے کا حکم دیا ہے تو اس امام سے مراد امامِ عادل ہے' سو جو شخص امام عادل (نیک سربراہِ ملک) کے خلاف خروج (بغاوت) کرے تو تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ امام کی حمایت میں قتال کریں' سوا اس صورت کے کہ امام خود اپنی خلافت کی بقاء کے لیے باغیوں سے قتال کرنا نہ چاہے' جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا تھا' اور اگر باغی لوگ امام کو قتل کر دیں تو ان باغیوں سے امام کا قصاص لینا واجب ہوگا۔

اور اگر امام (سربراہِ ملک) غیر عادل ہو یعنی فاسق ہو تب بھی علماء اہل سنت کے نزدیک یہ واجب ہے کہ اس کے خلاف بغاوت نہ کی جائے' اس کے ساتھ حدود قائم کی جائیں' اس کی اقتداء میں نمازیں پڑھی جائیں' حج اور جہاد کیا جائے اور اس کو زکوٰۃ ادا کی جائے اور جو لوگ کسی تاویل سے اس کے خلاف جہاد کریں تو وہ اپنی بغاوت میں فاسق اور ظالم ہوں گے کیونکہ ان کی بغاوت کی وجہ سے

Marfat.com

مسلمانوں میں تفرقہ ہوگا اور خون ریزی ہوگی اور اگر امام ان باغیوں سے قتال کرے تو مسلمان اس کی حمایت میں قتال نہ کریں اور تحقیق یہ ہے کہ بہت سے صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں قتال کو ترک کر دیا حالانکہ دین اور عقل میں ان کا مقام کسی سے مخفی نہیں ہے اور ان صحابہ نے قتال کو فتنہ قرار دیا اور ہر فریق یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا مدِ مقابل باغی گروہ ہے اور اہل علم کے نزدیک یہی تعصب کا معیار ہے' اور جس شخص نے حضرت علی کی حمایت میں قتال نہیں کیا' وہ اس پر ناراض نہیں ہوئے اور انہوں نے ان لوگوں کو گناہ گار نہیں قرار دیا' حالانکہ حضرت علی نے ان کو اپنی حمایت میں قتال کرنے کی دعوت دی تھی' لیکن انہوں نے ان کی حمایت میں قتال کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت علی نے ان کو معذور قرار دیا۔ اسی طرح نیک سربراہِ ملک پر واجب ہے کہ وہ شوریٰ سے مشورہ کرے اور ان کی رائے پر عمل کرے اور ہم ''کتاب الفتن'' میں اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت کریں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۴۵۔ ۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو جنگ ہوئی' اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ برحق تھے

میں کہتا ہوں کہ یہ درست ہے کہ بعض صحابہ نے اس جنگ میں حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما میں سے کسی کا ساتھ نہیں دیا' لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی حیثیت برابر تھی کیونکہ جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس مناقشہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے صائب تھی اور وہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء لاحق ہوئی تھی' لیکن وہ اس میں اپنے اجتہاد کی وجہ سے معذور ہیں' علامہ مہلب نے جو یہ لکھا ہے کہ دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کا مخالف باغی ہے' اور اہل علم کے نزدیک یہی عصبیت میں ہوتا ہے۔ علامہ مہلب کے اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی حیثیت برابر تھی' جب کہ یہ صحیح نہیں ہے' اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ ہم علامہ المہلب کی اس غلطی سے قارئین کو آگاہ کریں۔

امیر کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دینے کی توجیہ اور امام کو ڈھال قرار دینے کا معنی

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی' اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش اور اس زمانے کے دیگر اہل عرب امارت (امیر مقرر کرنے) کو نہیں پہچانتے تھے' وہ صرف اپنے قبیلوں کے رئیسوں کی پیروی کرتے تھے اور جب ان پر امراء کو حاکم بنا دیا گیا' تو یہ ان کو ناگوار ہوا اور ان میں سے بعض لوگ امراء کے احکام کی پیروی کرنے سے منحرف ہوئے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے ان کو یہ تعلیم دی کہ امراء کی اطاعت آپ کی اطاعت کے ساتھ مربوط ہے تاکہ ان کے اوپر امراء کی اطاعت دشوار نہ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ امام ڈھال ہے' اس میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید ہے کہ جس نے امراء کے کسی حکم کی اطاعت کی' پھر اس پر یہ منکشف ہوا کہ امیر کا یہ حکم غلط تھا تو وہ اس کے حکم پر عمل کرنے میں معذور ہے اور اس غلط حکم کی ذمہ داری حکم دینے والے پر ہے۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: امام ڈھال ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مسلمانوں کو دشمن کے حملہ سے پہنچنے والی ایذاء سے بچاتا ہے اور بعض مسلمانوں کو بعض دوسرے مسلمانوں کی ایذاء سے بچاتا ہے اور اس حدیث میں امام سے مراد ہر وہ شخص ہے جو لوگوں کے معاملات کا منتظم ہو اور ان پر حاکم ہو۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۱۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ امام ڈھال ہے اور اس کے آگے قتال کیا جائے' اس کا معنی یہ ہے کہ امام کے ساتھ کفار سے اور باغیوں سے اور تمام دہشت گردوں سے قتال کیا جائے' اگر امام کے آگے ان سے قتال نہ کیا جائے تو لوگوں کو قتل کیا جائے گا اور طاقتور ضعیف کا مال کھا جائے گا اور حدود و فرائض کو ضائع کیا جائے گا اور اہل حرب مسلمانوں پر حملہ کرنے لگیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۰۹' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱۰ - بَابُ الْبَيْعَةِ فِي الْحَرْبِ أَنْ لَّا يَفِرُّوْا وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى الْمَوْتِ

جنگ میں اس پر بیعت کرنی کہ وہ امیر کا ساتھ چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے' اور بعض لوگوں نے کہا ہے: موت پر بیعت کرنا

مراد یہ ہے کہ جنگ میں موت پر بیعت کرنا۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ اور اس پر مصنف کا محاکمہ

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: امام بخاری نے اس طرح اشارہ کیا ہے کہ ان دونوں روایتوں میں منافات نہیں ہے کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ دو باتیں الگ الگ مقام پر کہی گئی ہوں یا ان میں سے ایک بات دوسری کو مستلزم ہو۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۱۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس شرح پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں کسی وجہ سے منافات نہیں ہے' کیونکہ موت پر بیعت کرنے کا معنی ہی یہ ہے کہ وہ بھاگیں گے نہیں خواہ مر جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے حافظ عسقلانی پر جو رد کیا ہے' اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان میں سے ایک بات دوسری کو مستلزم ہے یعنی موت پر بیعت کرنا' اس کو مستلزم ہے کہ وہ بھاگیں گے نہیں خواہ وہ مر جائیں' اور یہ بات علامہ عینی نے بھی لکھی ہے۔

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح:۱۸).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: البتہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ مومنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ (الفتح:۱۸)

۲۹۵۸ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِيْ بَايَعْنَا تَحْتَهَا كَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ فَسَأَلْتُ نَافِعًا عَلَى اَيِّ شَيْءٍ بَايَعَهُمْ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا بَلْ بَايَعَهُمْ عَلَى الصَّبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: (صلح حدیبیہ کے بعد) ہم اگلے سال لوٹے تو ہم میں سے کوئی دو شخص اس درخت پر جمع نہیں ہوئے جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی' یہ اللہ کی طرف سے رحمت تھی' (جویریہ نے کہا:) میں نے نافع

Marfat.com

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں) سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کس چیز پر بیعت لی تھی' کیا موت پر بیعت لی تھی؟ نافع نے کہا: نہیں! بلکہ صبر پر بیعت لی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ سے ماخوذ ہے: بلکہ آپ نے ان سے صبر پر بیعت لی تھی۔ کیونکہ صبر پر بیعت کرنا اس کو مستلزم ہے کہ جنگ میں بھاگا نہ جائے اور یہ حدیث امام بخاری کی منفرد روایات میں سے ہے' یعنی وہ اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

٢٩٥٩ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ زَمَنَ الْحَرَّةِ اَتَاهُ اٰتٍ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ ابْنَ حَنْظَلَةَ يُبَايِعُ النَّاسَ عَلَى الْمَوْتِ فَقَالَ لَا اُبَايِعُ عَلٰى هٰذَا اَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباد بن تمیم از حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب حرہ کا زمانہ تھا تو ان کے پاس کوئی آنے والا آیا' پس ان سے کہا کہ بے شک ابن حنظلہ لوگوں سے موت پر بیعت لے رہا ہے' تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے بعد میں کسی سے موت پر بیعت نہیں کروں گا۔

[طرف الحدیث: ۴۱۶۷] [صحیح مسلم: ۱۸۶۱' الرقم المسلسل: ۴۷۱۷]

واقعہ حرّہ کی تاریخ اور اس کی تفصیل اور ابن حنظلہ کا تعارف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

واقعہ حرہ' مدینہ میں یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں ۶۳ (تریسٹھ) ہجری میں ہوا تھا' اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے جو حضرت حنظلہ بن ابی عامر کے بیٹے تھے اور حضرت حنظلہ کا لقب غسیلِ ملائکہ ہے' اس لقب کا سبب یہ ہے کہ وہ جنگِ اُحد میں جنابت کی حالت میں شہید ہو گئے تھے تو ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا اور اس رات ان کی زوجہ حاملہ ہو گئی تھیں' اور اس سے ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن حنظلہ پیدا ہوئے اور انہیں نبی ﷺ کی متعدد روایات یاد ہیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۱۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الواقدی اور ابوعبید نے لکھا ہے کہ حرہ اور اقم اور اطم مدینہ کی دو شرقی جانبوں میں ہیں اور حرہ' اصل میں اس زمین کو کہتے ہیں جو سیاہ پتھروں والی ہو' اور عرب کے ملکوں میں بہت حرار ہیں' (حرار: حرہ کی جمع ہے) مشہور یہ ہے کہ تیس حرہ ہیں' یہ یعقوب حموی کا قول ہے۔

واقعہ حرہ کا سبب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور دوسرے اہلِ مدینہ یزید کے پاس ایک وفد میں گئے تو انہوں نے وہاں پر کئی غیر شرعی چیزیں دیکھیں تو انہوں نے یزید کی بیعت توڑ دی' اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کر لی' یزید نے اہلِ مدینہ کی طرف مسلم بن عقبہ کو بھیجا جس کو مُسرف بن عقبہ کہا جاتا تھا' اس نے اہلِ مدینہ کے ساتھ سخت ظلم کیا اور سترہ سو مرد قتل کر دیئے' اور عورتوں اور بچوں کے سوا ان کی تعداد دس ہزار تک پہنچتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۱۲' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٩٦٠ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث

يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَدَلْتُ إِلَى ظِلِّ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ قَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ أَلَا تُبَايِعُ قَالَ قُلْتُ قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَيْضًا فَبَايَعْتُهُ الثَّانِيَةَ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُبَايِعُونَ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ.

[اطراف الحدیث: ٤١٦٩-٧٢٠٦-٧٢٠٨]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از سلمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی پھر میں آپ سے مڑ کر درخت کے سائے کی طرف چلا گیا' پھر جب لوگ کم ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابن الاکوع! کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟ وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! میں بیعت کر چکا ہوں' آپ نے فرمایا: اور بھی! پس میں نے دوبارہ بیعت کی۔ (یزید بن ابی عبید کہتے ہیں:) میں نے کہا: اے ابو مسلم! اس دن آپ کس چیز پر بیعت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: موت پر۔

(اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو ہم نے صحیح البخاری: ٢٩٥٩ میں بیان کی تھی' یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے)

ابن الاکوع کے دوبارہ بیعت کرنے کی توجیہ اور موت پر بیعت کرنے کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن الاکوع رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم بیعت نہیں کرو گے حالانکہ لوگوں کے ساتھ آپ ان سے بیعت لے چکے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ان کی بیعت کی تاکید کا ارادہ کیا کیونکہ وہ بہت بہادر تھے اور جہاد میں ثابت قدم رہنے میں مشہور تھے۔

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ امام ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے الفتح: ١٨ کی تفسیر میں یہ حدیث روایت کی ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم نہیں بھاگیں گے اور موت پر بیعت نہیں کی' اور عنقریب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت آئے گی کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم آپ کے احکام سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بیعتِ رضوان کے موقع پر یہ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بیعت لے رہے تھے اور میں درختوں کی شاخوں میں سے کوئی شاخ آپ کے سر سے ہٹا رہا تھا اور اس وقت ہماری تعداد ١٤٠٠ (چودہ سو) تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣١٣' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے اس اعتراض کا جواب نہیں لکھا' لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے' کیونکہ آپ نے متعدد مواقع پر صحابہ سے بیعت لی تھی' کہیں کسی حدیث میں موت پر بیعت لینے کا ذکر ہے اور کہیں نہیں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے۔

٢٩٦١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ كَانَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُولُ

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِينَا أَبَدًا

فَأَجَابَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار خندق کے دن یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

ہم وہ ہیں جنہوں نے (سیدنا) محمد سے بیعت کی ہے

جہاد پر جب تک ہم زندہ رہیں

Marfat.com

فَاكْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا:
اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے
پس تو انصار اور مہاجرین کو عزت دے

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں انصار کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر تاحیات بیعت کی ہے۔

۲۹۶۳'۲۹۶۲ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ مُجَاشِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَخِيْ فَقُلْتُ بَايِعْنَا عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِاَهْلِهَا فَقُلْتُ عَلَامَ تُبَايِعُنَا قَالَ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْجِهَادِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے محمد بن فضیل سے سنا از عاصم از ابی عثمان از حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرا بھائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' میں نے عرض کیا: آپ ہمیں ہجرت پر بیعت کر لیں' تو آپ نے فرمایا: ہجرت ان کے اہل کے لیے گزر چکی ہے' میں نے پوچھا: پھر آپ ہمیں کس چیز پر بیعت کریں گے؟ آپ نے فرمایا: اسلام اور جہاد پر۔

[اطراف الحدیث (۲۹۶۲): ۳۰۷۸-۴۳۰۵-۴۳۰۷][اطراف الحدیث (۲۹۶۳): ۳۰۷۹-۴۳۰۶-۴۳۰۸][صحیح مسلم: ۱۸۶۳' الرقم المسلسل: ۴۷۷۱۹]

حضرت مجاشع اور ان کے بھائی کا تذکرہ اور ان کو ہجرت پر بیعت نہ کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ کا پورا نام مجاشع بن مسعود السلمی ہے اور ان کے بھائی کا نام مجالد بن مسعود السلمی ہے۔ ابوعمر نے کہا: مجھے ان کے صحابی ہونے کا علم نہیں ہے اور نہ ان کی کسی روایت کا علم ہے' ان کے بھائی حضرت مجاشع فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے' امام ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ مجالد جنگ جمل میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ بھی جنگ جمل میں شہید ہو گئے تھے۔

فتح مکہ تک اہل مکہ پر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھی' اس کے بعد اس ہجرت کی فرضیت زائل ہو گئی اور حضرت مجاشع چونکہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت پر ان کو بیعت نہیں کیا بلکہ ان کو اسلام اور جہاد پر بیعت کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام طحاوی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے تاکہ آپ ان کو ہجرت پر بیعت کر لیں' تو آپ نے فرمایا: نہیں! ان کی اسلام پر بیعت کی جائے گی کیونکہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اور ان کے بھائی تابعین میں سے ہو گئے۔ (تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۲۱۷۱-۳-ج ۶ ص ۱۱' دار بلنسیۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ)

حدیث مذکور کی تخریج شیخ البانی سے اور مصنف کا اس پر اضافہ اور شیخ البانی کی غلطی

شیخ محمد ناصر الدین البانی' اس حدیث کی تخریج میں لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے مشکل الآثار (ج ۳ ص ۲۵۲) میں اور حاکم نے المستدرک (ج ۳ ص ۶۱۶) میں دو سندوں کے ساتھ یہ روایت ذکر

Marfat.com

کی ہے کہ حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں فتح مکہ کے بعد اپنے بھائی مجالد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر گیا' تاکہ آپ اس کو ہجرت پر بیعت کرلیں تو آپ نے فرمایا: میں اس کو اسلام' ایمان اور جہاد پر بیعت کروں گا۔

پھر شیخ البانی نے اس حدیث کی تخریج میں صحیح البخاری: ۴۳۰۵' صحیح ابوعوانہ ج ۴ ص ۴۹۹' اور مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹ کا ذکر کیا۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۶۶۲' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ شیخ البانی نے اس حدیث کی مکمل تخریج نہیں کی' اس کی مکمل تخریج حسب ذیل ہے:

مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹' صحیح البخاری: ۴۳۰۶۔ ۴۳۰۵۔ ۲۹۶۳۔ ۲۹۶۲' المعجم الکبیر: ۷۶۶۔ ج ۲۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۸' صحیح مسلم: ۱۸۶۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۔

شیخ البانی نے صحیح ابن حبان: ۴۵۷۷ میں بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے' مگر اس نمبر میں یہ حدیث نہیں ہے۔

۱۱۱ - بَابُ عَزْمِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ فِيمَا يُطِيقُونَ

امام لوگوں کو ان کی طاقت کے مطابق حکم دینے کا عزم کرے

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ لشکر کے امیر کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو ایسے کاموں کا حکم دے جن کو وہ کر سکیں' اسی عنوان میں عزم کا لفظ مذکور ہے' عزم کا معنی ہے: کسی کام کو کرنے کی پختہ نیت جس میں کوئی تذبذب اور تردد نہ ہو۔

٢٩٦٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَقَدْ أَتَانِي الْيَوْمَ رَجُلٌ فَسَأَلَنِي عَنْ أَمْرٍ مَا دَرَيْتُ مَا أَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ رَجُلًا مُؤْدِيًا نَشِيطًا يَخْرُجُ مَعَ أُمَرَائِنَا فِي الْمَغَازِي فَيَعْزِمُ عَلَيْنَا فِي أَشْيَاءَ لَا نُحْصِيهَا. فَقُلْتُ لَهُ وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لَكَ إِلَّا أَنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَسَى أَنْ لَا يَعْزِمَ عَلَيْنَا فِي أَمْرٍ إِلَّا مَرَّةً حَتَّى نَفْعَلَهُ وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَنْ يَزَالَ بِخَيْرٍ مَا اتَّقَى اللَّهَ وَإِذَا شَكَّ فِي نَفْسِهِ شَيْءٌ سَأَلَ رَجُلًا فَشَفَاهُ مِنْهُ وَأَوْشَكَ أَنْ لَا تَجِدُوهُ وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ مَا أَذْكُرُ مَا غَبَرَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا كَالثَّغْبِ شُرِبَ صَفْوُهُ وَبَقِيَ كَدَرُهُ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابو وائل' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ تحقیق یہ ہے کہ آج میرے پاس ایک شخص آیا' اس نے مجھ سے ایسی چیز کے متعلق سوال کیا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں اس کو کیا جواب دوں' اس شخص نے پوچھا تھا: یہ بتایئے کہ ایک شخص مسلح ہو اور خوش ہو اور وہ ہمارے امیروں کے ساتھ جہاد میں جائے اور وہ امیر ہم کو ایسے کاموں کا حکم دے جن کی ہم طاقت نہیں رکھتے؟ پس میں نے اس سے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں تمہیں کیا جواب دوں' مگر بات یہ ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے' تو آپ ہم کو کسی کام کے کرنے کا صرف ایک بار حکم دیتے تھے اور ہم اس حکم کو بجالاتے تھے' اور تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک خیریت سے رہے گا جب تک اللہ سے ڈرتا رہے گا اور جب تم میں کسی شخص کو کسی کام میں شک ہو تو وہ ایسے شخص سے سوال کرے جو اس کو شافی جواب دے سکے' اور ہوسکتا ہے کہ تم ایسے شخص کو نہ پاؤ اور اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! اب جتنی دنیا باقی رہ گئی ہے' اس کے متعلق مجھے یہی معلوم ہے کہ وہ تالاب کی طرح ہے

Marfat.com

جس کا صاف اور شفاف پانی تو پیا جا چکا ہے اور صرف گدلا پانی اور
تلچھٹ باقی رہ گیا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی اور امیرِ لشکر کو یہ تلقین کہ مسلمانوں کو آسان اور قابل عمل حکم دے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لانحصیھا'' اس کا معنی ہے: (جن کی) ہم طاقت نہیں رکھتے۔ قرآن مجید میں ہے: ''عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ'' (المزمل: ۲۰) اللہ کو معلوم ہے کہ تم اس کی ہرگز طاقت نہیں رکھو گے۔

اور اس میں ''مؤدیًا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مکمل ہتھیاروں کے ساتھ مسلح۔

''ثغب'' ایسا تالاب جس کا پانی ٹھنڈا ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ جو حضرت عثمان رضی اللہ کی شہادت سے پہلے فوت ہو چکے تھے' وہ یہ فرماتے ہیں کہ اب لوگ گدلے اور تلچھٹ پانی کی طرح باقی رہ گئے ہیں یعنی نیک اور اچھے لوگ دنیا سے جا چکے ہیں تو حضرت عثمان کی شہادت کے بعد اور اس کے بعد کے لوگ کیسے ہوں گے!

حضرت ابن مسعود رضی اللہ نے اس شخص کے مخصوص سوال کا جواب نہیں دیا' بلکہ پہلے یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جس کام کا حکم دیتے تھے' ہم اس کو بجالاتے تھے یعنی آپ ہمیں کسی ایسے مشکل کام کا حکم نہیں دیتے تھے جس کو ہم نہ کر سکیں' سو اسی طرح لشکر کے امیر کو بھی ایسے کام کا حکم دینا چاہیے جس کو لوگ آسانی سے کر سکیں اور کسی مشکل کام کا حکم نہیں دینا چاہیے' پھر بتایا: جب تم کو کسی مسئلہ میں تردد ہو تو کسی ایسے عالم سے سوال کرو جو تم کو شافی جواب دے سکے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۲۱-۳۲۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

تقلید شخصی پر دلائل اور غیر مقلد عالم شیخ میواتی کے اکاذیب

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن مسعود کے اس جواب میں تقلید شخصی کا ثبوت ہے' حضرت ابن مسعود نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اس صورت میں قرآن اور حدیث کی طرف رجوع کرو کیونکہ عام آدمی از خود قرآن اور حدیث سے پیش آمدہ مسئلہ کا حل نہیں نکال سکتا' اس لیے فرمایا: تم ایسے عالم سے سوال کرو جو تم کو شافی جواب دے سکے۔

شیخ داؤد راز نے اس حدیث کی شرح میں بالکل اس کے برعکس لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس سے تقلید شخصی کا بھی رد ہوا' یہ غلط ہے کہ عام آدمی ایک عالم ہی کے ساتھ چمٹ جائے بلکہ جو بھی عالم اس کو اچھا نظر آئے اس سے مسئلہ پوچھ لے' یہ حکم بھی ان عالموں کے لیے ہے جو زندہ موجود ہیں' پھر جن کو دنیا سے گئے ہوئے صدیاں بیت چکی ہیں' ان ہی کی تقلید کیے جانا بلکہ ان کے نام پر ایک مستقل شریعت گھڑ لینا' یہ وہ مرض ہے جس میں عام مقلدین گرفتار ہیں۔ جنہوں نے دینِ حق کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کر کے وحدتِ ملّی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ صد افسوس! کہ امت میں پہلا مہلک فساد اسی تقلید شخصی سے شروع ہوا۔

دین حق را چار مذہب ساختند ۔۔۔ رخنہ در دین نبی انداختند

(صحیح بخاری مع ترجمہ وتشریح از محمد داؤد راز میواتی ج ۴ ص ۷۵' مکتبہ قدوسیہ' لاہور)

میں کہتا ہوں: غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز نے لکھا ہے کہ ایک ہی عالم کے ساتھ چمٹ جانا غلط ہے' حالانکہ جس حدیث کی وہ شرح کر رہے ہیں' اس میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ عام آدمی ایک ہی عالم کے ساتھ وابستہ نہ رہے' یہ ان کا

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ پر افتراء ہے' اسی طرح انہوں نے یہ بھی افتراء کیا ہے کہ مقلدین ایک عالم کے نام پر مستقل شریعت گھڑ لیتے ہیں' اسی طرح انہوں نے بلا دلیل لکھا کہ امت میں پہلا مہلک فساد اسی تقلید شخصی سے شروع ہوا۔

ہم نے تقلید شخصی کے ثبوت میں اپنی تفسیر تبیان القرآن ج ٦ ص ٤٤٤۔ ٤٣٤' النحل: ٤٣ کی تفسیر میں ایک سو آثار صحابہ و تابعین پیش کیے ہیں۔

شیخ راز میواتی نے مقلدین کو یہ طعنہ بھی دیا ہے کہ وہ زندہ لوگوں کے بجائے فوت شدہ ائمہ کی تقلید کرتے ہیں' حالانکہ غیر مقلدین بھی اپنے فوت شدہ امام شیخ داؤد ظاہری المتوفی ٣٠٧ھ کی تقلید کرتے ہیں اور انہوں نے اس کو بھی غلط لکھا ہے کہ عام آدمی ایک ہی عالم کے ساتھ چمٹ جائے بلکہ جو بھی عالم اس کو اچھا نظر آئے اس سے مسئلہ پوچھے' حالانکہ غیر مقلدین بھی ایک ہی عالم شیخ داؤد ظاہری متوفی ٣٠٧ھ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں' اور ان کے علاوہ اور کسی عالم یا امام کی تحقیق پر عمل نہیں کرتے' ورنہ شیخ میواتی کے قول کے مطابق چاہیے تھا کہ وہ کبھی ایک عالم کے قول کے مطابق عمل کرتے' کبھی دوسرے عالم کے قول پر عمل کرتے' کبھی تیسرے کے قول پر۔

ہر دور میں مقلدین کے مقابلہ میں غیر مقلدین کی تعداد بہت کم رہی ہے اور شرق اور غرب کے تمام مسلمان چار اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرتے ہیں' اور غیر مقلدین مسلمانوں کی اس عظیم اکثریت کی ہر دور میں مخالفت کرتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے مسلمانوں کی جماعت سے کٹ کر الگ ہونے والے شخص کو گمراہ اور جہنمی قرار دیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○ (النساء: ١١٥)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور تمام مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے○

اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو جماعت سے الگ ہوا' وہ جہنم میں الگ رہے گا۔ (سنن ترمذی: ٢١٦٨' مشکوٰۃ: ١٧٣)

میں غیر مقلدین حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اس وعید سے ڈریں اور تقلید نہ کرنے کو چھوڑ دیں اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت سے وابستہ ہو جائیں۔

١١٢ - بَابُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دن کے اوّل حصے میں قتال نہ کرتے تو دن کے آخری حصے میں قتال کرتے تھے حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا تھا

دن کے اوّل حصے میں قتال کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جب سورج نصف النہار سے زائل ہو جاتا ہے تو فتح اور نصرت کی ہوائیں چلتی ہیں اور ٹھنڈک کے وقت قتال کرنے کی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣١٥' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٩٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ عَنْ مُوْسٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث

Marfat.com

بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ قَالَ كَتَبَ اِلَيْهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِي اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَرَاْتُهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيْهَا انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ اور وہ ان کے کاتب تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے ان کی طرف ایک مکتوب لکھا' انہوں نے کہا: پس میں نے اس مکتوب کو پڑھا (اس میں مذکور تھا) کہ بعض ان دنوں میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن سے مقابلہ ہوتا تو آپ انتظار کرتے رہتے حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں زوالِ آفتاب کے بعد قتال کرنے کا ذکر ہے۔

٢٩٦٦ - ثُمَّ قَالَ فِي النَّاسِ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ.

پھر آپ نے لوگوں کے سامنے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو' پس جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرو اور یاد رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے' پھر آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے اور بادل کے چلانے والے! کافروں کی جماعتوں کو شکست دینے والے! ان کو شکست دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۱۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج کے زوال کے بعد مجاہدین سے خطاب فرمایا۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابو محمد عبداللہ بن ابی جمرۃ اندلسی متوفی ۶۹۹ ھ نے اس حدیث کی شرح میں چند مباحث لکھے ہیں جن کو ہم اپنی ترتیب اور تلخیص کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

مبحث اوّل: ٹھنڈے وقت میں قتال کرنا چاہیے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن سے مقابلہ ہوتا تو آپ انتظار کرتے رہتے حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دشمن سے قتال میں سنت یہ ہے کہ صبح کے وقت قتال کیا جائے یا پچھلے پہر قتال کیا جائے کیونکہ ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے اوّل حصہ میں قتال کرتے' پھر اس کو زوال تک چھوڑ دیتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے: قتال کو چھوڑ دو حتیٰ کہ ہوائیں چل پڑیں' اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اللہ کی مدد صرف ہواؤں سے حاصل ہوتی ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (باد) صبا سے میری مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو (باد) دبور سے ہلاک کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۵' صحیح مسلم: ۹۰۰' مسند احمد ج ۱ص ۲۲۸)

علامہ طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں: مشرق سے مغرب کی طرف چلنے والی ہوا کو صبا کہتے ہیں اور جو ہوا اس کے برعکس ہو اسے دبور کہتے ہیں۔ (مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۲۹۳' مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱۴۱۵ھ)

مبحث ثانی: مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا ذکر کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کے اوپر کوئی تکلیف دہ حادثہ نازل ہو تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو یاد کرے خواہ وہ اس حکم کو پہلے سے جاننے والا ہو اس کی مثال یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا' اور اس میں یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ.

اور محمد (معبود نہیں) صرف رسول ہیں' ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہوں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (آل عمران: ۱۴۴)

مبحث ثالث: ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرنا

اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اور تم اللہ سے عافیت کا سوال کرو۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ امن کے زمانے میں بھی عافیت کا سوال کرتا رہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے عافیت کا سوال کرو۔ (سنن ترمذی: ۳۵۲۷) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا جس پر بہت زیادہ مصائب تھے' آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے اللہ سے کوئی دعا کی ہے؟ تو اس نے کہا: میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا ہے کہ اے میرے رب! اگر تو نے آخرت میں میرے لیے کوئی عذاب رکھا ہے تو وہ مجھے دنیا میں ہی دے دے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اللہ سے عفو اور عافیت کا سوال کیوں نہیں کرتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کسی ممکن کو کرنے سے عاجز نہیں ہے' وہ جس طرح اپنے فضل سے (عذاب) اکبر سے نجات دینے پر قادر ہے' اسی طرح (عذاب) اصغر سے نجات دینے پر بھی قادر ہے' کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں اس کی ملک ہیں اور ان میں اس کا حکم نافذ ہے' وہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا' اسی طرح ہم جس حال میں ہیں' اللہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ دشمن سے مقابلہ کے بغیر ہماری مدد فرمائے' پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرنا چاہیے۔

مبحث رابع: اس حدیث کی توجیہ جس میں ارشاد ہے: جنت تلواروں کے سائے میں ہے'------- اور اس میں مصنف کی تحقیق

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے' اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تلوار سے قتال اس وقت ہوتا ہے جب بہت شدید جنگ ہو' اور اس حالت میں کثرت کے ساتھ گرد و غبار اُڑ رہا ہو' حتیٰ کہ وہ لڑنے والوں کی طرف لوٹ کر سائے کی طرح ہو گیا ہو اور یہ سایا اس وقت حاصل ہوتا ہے جب تلواروں سے قتال کیا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں تلواروں سے مراد ہتھیار لینے چاہئیں خصوصاً وہ ہتھیار جو اس زمانہ میں مروج ہوں' جب دشمن اسلام سے جنگ ہو رہی ہو کیونکہ اب تو مشین گنوں اور رائفلوں اور ٹینک اور توپوں اور میزائلوں سے جنگ ہوتی ہے اور جس طرح پہلے زمانہ میں تلوار دشمن کے خلاف ایک مؤثر ہتھیار تھی' اسی طرح جس زمانہ میں دشمن کے خلاف جو مؤثر ہتھیار ہوں ان کو حاصل کرنا چاہیے' اور اگر ان ہتھیاروں کے باوجود مجاہدین شہید ہو گئے تو شہید کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جنت میں داخل فرماتا ہے' اس لیے جنت اسے

Marfat.com

ان ہتھیاروں کے سائے میں ملے گی۔

مبحث خامس: اللہ تعالیٰ سے دعا میں اللہ تعالیٰ کی ان تین مخصوص صفات کے ذکر کی توجیہ

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا ہے: اے اللہ! کتاب کو نازل فرمانے والے! بادل کو چلانے والے! اور (کفار کی) فوجوں کو شکست دینے والے! ان کو شکست دے دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما! اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ان تین صفات کا کیوں ذکر فرمایا ہے اور کوئی دوسری صفات کا کیوں ذکر نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا سے یہ مقصود ہے کہ دشمن اسلام بہت زیادہ تھے اور ان کے خلاف فتح حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے سوا ممکن نہیں ہے' سو جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت سے اپنے کلام اور اپنی کتاب کو اپنے خاص بندہ پر نازل فرمایا' سو اسی عظیم قدرت سے ہم کو کفار کے خلاف فتح عطا فرما! اسی طرح بادل زمین اور آسمان کے درمیان بغیر کسی ستون کے معلق ہیں اور ان میں پانی رُکا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی عظیم قدرت سے ان بادلوں کو ہواؤں سے چلاتا ہے اور بارش نازل فرماتا ہے' اسی طرح اپنی قدرت سے مسلمانوں کی تھوڑی سی جماعت کو کفار کی بڑی جماعت کے خلاف فتح عطا فرما! اور فرمایا: کفار کی جماعتوں کو شکست دینے والے! کیونکہ حقیقت میں وہی کفار کو سرنگوں کرتا ہے اور مسلمانوں کو سربلند فرماتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو دعا میں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا ذکر کرے' جن صفات کا اس کی دعا کے قبول ہونے میں دخل ہو اور اثر ہو۔

مبحث سادس: شریعت اور طریقت اور مصنف کی بیان کردہ شریعت' طریقت اور حقیقت کی تعریفات

نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب بندہ پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اس مصیبت کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے خلاف شکست کی دعا کی اور مسلمانوں کے لیے فتح اور نصرت کی دعا کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر شریعت اور طریقت کو جمع فرمایا' کیونکہ ہتھیار اور مادی اسباب کو جمع کرنا شریعت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی احتیاج کو ظاہر کرنا طریقت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال پر عمل کرنا شریعت ہے اور آپ کے افعال کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے اور آپ کے احوال اور آپ کی قلبی واردات کے مطابق اپنے قلب کو ڈھال لینا حقیقت ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے اقوال اور افعال کے مطابق عمل کرنا شریعت ہے اور مشائخ کے بتائے ہوئے وظائف کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے اور قلب پر اس کا ثمرہ مرتب ہونا حتیٰ کہ مؤمن کا قلب تجلیاتِ الٰہیہ کا آئینہ ہو جائے' یہ حقیقت ہے۔

(بہجۃ النفوس ج ۳ ص ۱۳۸۔۱۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

۱۱۳ - بَابُ اِسْتِئْذَانِ الرَّجُلِ الْإِمَامَ — کسی مرد کا امام سے اجازت طلب کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رعایا میں سے کوئی شخص سلطان کی مجلس سے اٹھ کر جانا چاہے تو اس سے اجازت طلب کر کے جائے۔

لِقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ﴾ (النور: ٦٢)۔ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایمان والے وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر حقیقۃً ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ کسی اجتماعی مہم میں رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے۔ (النور: ٦٢) آخر آیت تک۔

Marfat.com

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' باقی آیت اس طرح ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O (النور:٦٢)

بے شک جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں' وہی حقیقت میں اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں' پس جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دے دیں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں' بے شک اللہ بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

مفسرین نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر چڑھتے اور کوئی شخص اپنے کسی کام سے یا کسی عذر سے مسجد سے جانا چاہتا تو جب تک وہ آپ سے اجازت نہ حاصل کر لیتا' نہیں جاتا تھا' مجاہد نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ وہ ہاتھ کے اشارہ سے اجازت دے اور اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو اجازت دینے کا حکم نہیں دیا۔

مقاتل نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' انہوں نے غزوۂ تبوک میں اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی تھی' تو آپ نے فرمایا: تم جاؤ! تم منافق نہیں ہو! اور آپ یہ بات منافقین کو سنانا چاہتے تھے گویا یہ بات بہ طور تعریض تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٩٦٧ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْمُغِیْرَةِ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَلَاحَقَ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰی نَاضِحٍ لَّنَا قَدْ اَعْیَا فَلَا یَكَادُ یَسِیْرُ فَقَالَ لِیْ مَا لِبَعِیْرِكَ؟ قَالَ قُلْتُ عَیِیَ قَالَ فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَزَجَرَهٗ وَدَعَا لَهٗ فَمَا زَالَ بَیْنَ یَدَیِ الْاِبِلِ قُدَّامَهَا یَسِیْرُ فَقَالَ لِیْ كَیْفَ تَرٰی بَعِیْرَكَ قَالَ قُلْتُ بِخَیْرٍ قَدْ اَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ قَالَ اَفَتَبِیْعُنِیْهِ قَالَ فَاسْتَحْیَیْتُ وَلَمْ یَكُنْ لَّنَا نَاضِحٌ غَیْرَهٗ قَالَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَبِعْنِیْهِ فَبِعْتُهٗ اِیَّاهُ عَلٰی اَنَّ لِیْ فَقَارَ ظَهْرِهٖ حَتّٰی اَبْلُغَ الْمَدِیْنَةَ قَالَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ عَرُوْسٌ فَاسْتَاْذَنْتُهٗ فَاَذِنَ لِیْ فَتَقَدَّمْتُ النَّاسَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ حَتّٰی اَتَیْتُ الْمَدِیْنَةَ فَلَقِیَنِیْ خَالِیْ فَسَاَلَنِیْ عَنِ الْبَعِیْرِ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا صَنَعْتُ فِیْهِ فَلَامَنِیْ قَالَ وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِیْ حِیْنَ اسْتَاْذَنْتُهٗ هَلْ تَزَوَّجْتَ بِكْرًا اَمْ ثَیِّبًا فَقُلْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از مغیرہ از شعبی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوہ (تبوک) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے آ کر مجھ سے مل گئے' اس وقت میں اپنے اس اونٹ پر سوار تھا جس پر ہم پانی لاد کر لاتے تھے' وہ تھک چکا تھا اور آہستہ آہستہ چل رہا تھا' آپ نے مجھ سے پوچھا: تمہارے اونٹ کو کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ تھک چکا ہے' حضرت جابر نے بتایا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آ کر اس کو جھڑکا اور اس کے لیے دعا کی' پھر وہ مسلسل تمام اونٹوں سے آگے چل رہا تھا' آپ نے پوچھا: اب تم اپنے اونٹ کو کیسا پا رہے ہو؟ حضرت جابر نے بتایا: میں نے کہا کہ بہت اچھا ہے! اس کو آپ کی برکت پہنچ گئی ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم اس کو فروخت کرو گے؟ حضرت جابر نے بتایا: پس مجھے حیاء آئی اور ہمارے پاس اس اونٹ کے علاوہ پانی لانے کے لیے اور کوئی اونٹ نہیں تھا' حضرت جابر نے بتایا: میں نے کہا کہ جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر تم یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو' تو میں نے یہ اونٹ آپ کو فروخت کر دیا' پس میں نے اس شرط پر آپ کو فروخت کیا کہ مجھے

Marfat.com

تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا فَقَالَ هَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُوُفِّيَ وَالِدِي أَوِ اسْتُشْهِدَ وَلِي أَخَوَاتٌ صِغَارٌ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ مِثْلَهُنَّ فَلَا تُؤَدِّبُهُنَّ وَلَا تَقُومُ عَلَيْهِنَّ فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا لِتَقُومَ عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدِّبَهُنَّ قَالَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيرِ فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ قَالَ الْمُغِيرَةُ هٰذَا فِي قَضَائِنَا حَسَنٌ لَّا نَرٰى بِهِ بَأْسًا.

مدینہ جانے تک اس اونٹ پر سوار ہونے کی ضرورت ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں (تو) شادی شدہ ہوں' تو میں نے آپ سے اجازت طلب کی' پس آپ نے مجھے اجازت دے دی' سو میں مدینہ کی طرف لوگوں سے آگے نکلا حتیٰ کہ میں مدینہ پہنچ گیا' پھر مجھ سے میرے ماموں ملے تو انہوں نے مجھ سے اونٹ کے متعلق دریافت کیا تو میں نے اونٹ کے متعلق جو کچھ کیا تھا' وہ ان کو بتایا تو انہوں نے مجھ کو ملامت کی' حضرت جابر نے بتایا کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی تھی تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے بتایا کہ میں نے بیوہ سے شادی کی ہے' آپ نے فرمایا: تم نے کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی' تم اس سے دل لگی کرتے وہ تم سے دل لگی کرتی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد فوت ہو چکے تھے' یا کہا: شہید ہو چکے تھے اور میری چھوٹی چھوٹی بہنیں تھیں تو میں نے ناپسند کیا کہ میں ان جیسی لڑکی سے شادی کرلوں جو ان کو تربیت دے سکے نہ سدھا سکے' تو میں نے بیوہ سے شادی کی جو ان کی نگاہ داشت کرے اور ان کو ادب سکھائے' حضرت جابر نے بتایا: پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچے تو میں صبح کو آپ کے پاس اونٹ لے گیا' آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت عطا کی اور اونٹ (بھی) مجھے واپس کر دیا۔ مغیرہ نے کہا: یہ بیع اس شرط کے ساتھ ہمارے رواج میں بہت عمدہ ہے' ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' پھر آپ سے اجازت لے کر مدینہ گئے تھے' اس حدیث کے آخر میں مغیرہ کے قول کا ذکر ہے' یہ وہی مغیرہ ہیں جن کا اس حدیث کی سند میں ذکر ہے' اور بہ ظاہر یہ تعلیق ہے۔

١١٤ - بَابُ مَنْ غَزَا وَهُوَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسِهِ

نئی نئی شادی ہونے کے باوجود جو شخص جہاد کے لیے روانہ ہوا

فِيهِ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے روایت ہے۔

اس روایت سے مراد وہی حدیث ہے جس کی ابھی روایت کی ہے۔

١١٥ - بَابُ مَنِ اخْتَارَ

جس نے شب زفاف کے بعد جہاد

الْغَزْوَ بَعْدَ الْبِنَاءِ

کرنے کو اختیار کیا ہو

یعنی جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ شب زفاف گزارنے کے بعد جہاد کے لیے جائے تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

فِيْهِ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب کے ثبوت میں حضرت ابوہریرہ نے نبی ﷺ سے حدیث روایت کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی نے جہاد میں یہ اعلان کیا کہ میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ جائے جس نے نکاح کیا ہو اور وہ شب زفاف گزارنے کا ارادہ کر رہا ہو' یہ حدیث صحیح البخاری: ۳۱۶۷ میں مذکور ہے۔ علامہ کرمانی نے یہ لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی روایت نہیں کی کیونکہ یہ حدیث ان کی شرط کے مطابق نہیں تھی اور اس باب کے عنوان سے یہ اشارہ کیا کہ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اور علامہ کرمانی کو یہ مستحضر نہیں تھا کہ یہ حدیث صحیح البخاری: ۳۱۶۷ میں مذکور ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۲۲' عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۱۹)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث روایت نہیں کی' غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صحیح البخاری: ۳۱۶۷ میں اس باب کے مناسب حدیث روایت کر دی ہے' نیز امام بخاری کا اسلوب یہ ہے کہ جس باب کے تحت وہ کوئی حدیث روایت نہ کریں' وہ باب' ابوابِ سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔

١١٦ - بَابُ مُبَادَرَةِ الْإِمَامِ عِنْدَ الْفَزَعِ

دہشت کے وقت امام کا سبقت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی وجہ سے شہر میں خوف اور دہشت ہو تو امام گھوڑے پر سوار ہو کر تفتیش اور تحقیق کے لیے نکل جائے۔

٢٩٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ فَقَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ مدینہ میں دہشت تھی تو نبی ﷺ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے' پس آپ نے فرمایا: ہم نے کوئی (خطرہ والی) چیز نہیں دیکھی اور ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رو) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ دوسروں پر سبقت کر کے تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر تحقیق کے لیے نکل گئے تھے۔

١١٧ - بَابُ السُّرْعَةِ وَالرَّكْضِ فِي الْفَزَعِ

دہشت کے وقت سرعت کے ساتھ گھوڑے کو ایڑ لگانا

٢٩٦٩ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ ابْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن سہل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن محمد نے حدیث بیان

Marfat.com

مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ فَزِعَ النَّاسُ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِي طَلْحَةَ بَطِيْئًا ثُمَّ خَرَجَ يَرْكُضُ وَحْدَهٗ فَرَكِبَ النَّاسُ يَرْكُضُوْنَ خَلْفَهٗ فَقَالَ لَمْ تُرَاعُوْا اِنَّهٗ لَبَحْرٌ فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ لوگ دہشت زدہ ہو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ست رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ تنہا اس گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے نکلے پھر لوگ آپ کے پیچھے گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے آپ نے فرمایا: تم خوف نہ کرو یہ گھوڑا تو (تیز رفتاری میں) سمندر ہے تب اس دن کے بعد کوئی شخص اس گھوڑے پر سبقت نہیں کر سکا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۸ - بَابُ الْخُرُوْجِ فِي الْفَزَعِ وَحْدَهٗ
دہشت کے وقت تنہا نکلنا

امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس سے پہلی حدیث پر اکتفاء کر لیا اور شاید تکرار سے بچنے کے لیے حدیث کو ذکر نہیں کیا۔

۱۱۹ - بَابُ الْجَعَائِلِ وَالْحُمْلَانِ فِي السَّبِيْلِ
کسی کو اُجرت دے کر جہاد کرانا اور اللہ کی راہ میں سواری دینا

اس باب کے عنوان میں ''جعائل'' کا لفظ ہے یہ ''جعیلة'' یا ''جعالة'' کی جمع ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز کی اُجرت مقرر کرنا اور اس میں ''حملان'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی شخص کو سواری مہیا کرنا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ الْغَزْوُ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اُعِيْنَكَ بِطَائِفَةٍ مِّنْ مَّالِيْ قُلْتُ اَوْسَعَ اللّٰهُ عَلَيَّ قَالَ اِنَّ غِنَاكَ لَكَ وَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ مَّالِيْ فِيْ هٰذَا الْوَجْهِ.

اور مجاہد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں جہاد پر جانے کا ارادہ کر رہا ہوں حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے کچھ مال سے تمہاری مدد کروں (مجاہد کہتے ہیں:) میں نے کہا: اللہ نے مجھے بہت وسعت دی ہے حضرت ابن عمر نے فرمایا: تمہاری مالی وسعت تمہیں مبارک ہو! میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے مال میں سے کچھ حصہ جہاد میں خرچ ہو جائے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ۳۸۹۹ میں مذکور ہے۔

حضرت ابن عمر کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی شخص اپنا کچھ مال نفلی طور پر جہاد میں خرچ کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح جب کوئی شخص کسی مجاہد کو جہاد کے لیے سواری مہیا کرے تو یہ بھی جائز ہے اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب کوئی شخص خود اپنے آپ کو اُجرت کے عوض جہاد کے لیے پیش کرے یا اپنی سواری کو جہاد کے لیے اُجرت پر پیش کرے۔ امام مالک نے کہا: یہ مکروہ ہے۔ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اپنے آپ کو اُجرت کے عوض جہاد کے لیے پیش کرنا مکروہ ہے ہاں! اگر مسلمانوں میں ضعف ہو اور بیت المال خالی ہو تو پھر جائز ہے سو ایسی صورت میں اگر بعض مسلمان بعض دوسرے مسلمانوں کی مدد کریں تو پھر جائز ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ اُجرت لے کر جہاد کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ اُجرت پر جہاد کرے گا تو میں اس کو مسترد کر دوں گا انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے جس نے جہاد کیا تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا اس لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص

Marfat.com

اُجرت لے کر جہاد کرے۔

وَقَالَ عُمَرُ إِنَّ نَاسًا يَأْخُذُونَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ لِيُجَاهِدُوْا ثُمَّ لَا يُجَاهِدُوْنَ فَمَنْ فَعَلَهُ فَنَحْنُ أَحَقُّ بِمَالِهِ حَتّٰى نَأْخُذَ مِنْهُ مَا أَخَذَ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ بیت المال سے جہاد کرنے کے لیے وظیفہ لیتے ہیں' پھر جہاد نہیں کرتے' سو جس نے ایسا کیا تو ہم اس کے مال کے زیادہ مستحق ہیں حتیٰ کہ جو مال اس نے لیا' وہ ہم اس سے وصول کر لیں۔

یہ تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۸۱۶ میں مذکور ہے۔ (ج ۶ ص ۴۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس نے بیت المال سے کسی کام کے عوض کوئی وظیفہ لیا' پھر وہ کام نہیں کیا اس سے وہ وظیفہ واپس لیا جائے گا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی دینی کام کرنے کا کوئی وظیفہ لیتا ہے اور وہ اس دینی کام کرنے کا اہل نہیں ہے تو اس سے وہ مال واپس لیا جائے گا۔

وَقَالَ طَاوُسٌ وَمُجَاهِدٌ إِذَا دُفِعَ إِلَيْكَ شَيْءٌ تَخْرُجُ بِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاصْنَعْ بِهٖ مَا شِئْتَ وَضَعْهُ عِنْدَ أَهْلِكَ.

اور طاؤس اور مجاہد نے کہا: جب تم کو کچھ مال اس لیے دیا گیا کہ تم اس سے اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو تو تم اس مال سے جو چاہے کرو' اور اس مال کو اپنے گھر والوں کے پاس رکھو (یعنی ان پر خرچ کرو)۔

یہ تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ طاؤس اور مجاہد جہاد کے عوض اُجرت لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور سعید بن مسیب یہ کہتے تھے کہ جب کسی انسان کو جہاد کے عوض کوئی مال دیا جائے تو یہ اس کا حق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''جعائل'' یعنی جہاد پر اُجرت لینے کے مسئلہ کو زیادہ واضح کرنے کے لیے ہم اس پر مزید آثار پیش کر رہے ہیں:

''جعائل'' یعنی جہاد کی اُجرت کے متعلق آثارِ صحابہ و تابعین

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ''جعالۃ'' کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا: میں جہاد سے اپنا حصہ فروخت نہیں کرتا (یعنی جہاد کے عوض کوئی مال نہیں لیتا)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۱۹۔ ج ۴ ص ۲۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عیزار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے ''جعائل'' کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اگر تم جہاد کے لیے کچھ مال لو تو اس کو جہاد میں خرچ کرو اور اس کو نہ لینا افضل ہے' اور میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: میں اس کے عوض مال لینا نہیں چاہتا مگر وہ مال جو اللہ مجھے خود عطا فرمائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۰۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

عبید بن الاعجم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''جعائل'' کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اگر تم اس مال کو اللہ کی راہ میں ہتھیاروں اور گھوڑوں پر صرف کرو تو جائز ہے اور اگر تم اس مال کو غلام یا باندیوں میں خرچ کرو تو یہ بے سود ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۱)

اسود سے ایک آدمی کے متعلق سوال کیا گیا جو اجرت پر پیسے لے کر جہاد کرتا ہے' اس کو کم پیسے ملتے ہیں اور وہ اس سے زیادہ

Marfat.com

طلب کرتا ہے' تو انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے اور قاضی شریح سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: جس کام میں شک ہو اس کو چھوڑ کر وہ کام کرو جس میں شک نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۳۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

سعید بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ مکحول "جعالہ" میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۴۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر الحضرمی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے جو لوگ اُجرت لے کر جہاد کرتے ہیں' ان کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرح ہے' جو اپنے بچہ کو دودھ پلاتی تھیں اور اس کی اُجرت لیتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۵۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے سوال کیا کہ ایک آدمی جہاد کرتا ہے اور اس کی مدد کی جاتی ہے تو انہوں نے کہا: ہمیشہ سے مسلمان ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۶۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

بشر بیان کرتے ہیں کہ ربیع "جعالة" لیتے تھے اور اس کو مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۷۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن لیث کو اجرت دی تو انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۸۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

عامر بیان کرتے ہیں کہ عکرمہ' اسود اور مسروق لشکر میں "جعائل" کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۹۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

موسیٰ بن عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ نعمان بن ابی عیاش' ابن قسیط اور عمر بن علقمہ "جعائل" لیتے تھے اور جہاد میں روانہ ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۳۱۔ ج ۴ ص ۲۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ہر چند کہ بعض صحابہ اور تابعین نے "جعائل" کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن دوسرے صحابہ اور تابعین کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مباح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ درست ہے۔

۲۹۷۰ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ فَقَالَ زَيْدٌ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَرَأَيْتُهُ يُبَاعُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْتَرِيْهِ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مالک بن انس سے سنا' انہوں نے زید بن اسلم سے سوال کیا تو زید نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے (کسی کو) اللہ کی راہ میں گھوڑا دیا' پھر میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت کیا جا رہا ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں اس کو خرید لوں؟ تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع مت کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہاں پر باب کا جو عنوان قائم کیا ہے' اس حدیث کی اس باب کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص کو جہاد کے لیے سواری مہیا کی اور یہ بھی اس باب کے عنوان میں داخل

Marfat.com

ہے ہر چند کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "جعائل" کو صراحۃً ناپسند کیا ہے۔

۲۹۷۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ فَسَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں (کسی کو) ایک گھوڑے پر سوار کیا، پھر انہوں نے دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت کیا جا رہا ہے تو انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۸۹ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ایک گھوڑے کو اللہ کی راہ میں دینے کا ذکر ہے۔

۲۹۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ وَلٰكِنْ لَا أَجِدُ حَمُولَةً وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ وَيَشُقُّ عَلَيَّ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي وَلَوَدِدْتُ أَنِّي قَاتَلْتُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَقُتِلْتُ ثُمَّ أُحْيِيتُ ثُمَّ قُتِلْتُ ثُمَّ أُحْيِيتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید انصاری، انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے نہ رہتا لیکن میرے پاس اتنی سواریاں نہیں ہیں اور میں اتنی سواریاں نہیں پاتا کہ میں ان سب کو سوار کر سکوں اور مجھ پر یہ دشوار ہے کہ وہ (میرے اصحاب) میرے ساتھ نہ ہوں، اور مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتال کروں، پھر مجھے شہید کیا جائے، پھر مجھے زندہ کیا جائے، پھر شہید کیا جائے، پھر زندہ کیا جائے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۰ - بَابُ الْأَجِيرِ — مزدور کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں مزدور کا کیا حکم ہے، آیا مال غنیمت سے اس کا حصہ نکالا جائے گا یا نہیں؟

وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْنُ سِيرِينَ يُقْسَمُ لِلْأَجِيرِ مِنَ الْمَغْنَمِ.

حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: مال غنیمت سے مزدور کا حصہ نکالا جائے گا۔

مالِ غنیمت سے مزدور کا حصہ نکالنے میں مذاہب فقہاء

امام عبدالرزاق نے از ثوری از اشعث روایت کیا ہے کہ حسن بصری اور ابن سیرین ان دونوں نے کہا کہ مزدور کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۵۱۹۔ ج ۵ ص ۱۵۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

یہ حدیث امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیق کے خلاف ہے البتہ مصنف ابن شیبہ میں اس تعلیق کے موافق یہ اثر ہے:

امام ابن ابی شیبہ نے از عبدالرحیم بن سلیمان از اشعث روایت کیا ہے کہ حسن بصری ابن سیرین اور الحکم نے کہا ہے کہ غلام اور مزدور جب جہاد میں حاضر ہوں تو ان کو مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٣٢٠٠- ج ٦ ص ٤٩٦ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

الثوری نے کہا ہے کہ مزدور کا حصہ صرف اس صورت میں نکالا جائے گا جب وہ قتال کرے اور جب اس کو قتال کے لیے اُجرت پر طلب کیا جائے گا تو فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک اس کا حصہ نہیں نکالا جائے گا اور دوسرے ائمہ نے کہا ہے کہ اس کا حصہ نکالا جائے گا اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر امام کچھ لوگوں کو لڑنے کے لیے اُجرت پر طلب کرے تو اس اُجرت کے سوا ان کا مالِ غنیمت سے حصہ نہیں نکالا جائے گا' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب اس پر جہاد واجب نہ ہو اور رہا آزاد بالغ' مسلمان جب وہ صف میں حاضر ہو تو اس پر جہاد متعین ہے تو اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا اور اس کی اُجرت واجب نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٢٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

وَاَخَذَ عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ فَرَسًا عَلَى النِّصْفِ فَبَلَغَ سَهْمُ الْفَرَسِ اَرْبَعَ مِائَةِ دِينَارٍ فَاَخَذَ مِائَتَيْنِ وَاَعْطَى صَاحِبَهُ مِائَتَيْنِ.

اور عطیہ بن قیس نے ایک گھوڑا (مالِ غنیمت کے حصہ کے) نصف کی شرط پر لیا' گھوڑے کے حصہ میں (فتح کے بعد مالِ غنیمت سے) چار سو دینار ملے' عطیہ نے دو سو دینار خود رکھ لیے اور دو سو دینار گھوڑے کے مالک کو دے دیئے۔

مالِ غنیمت کے نصف حصہ کی شرط پر گھوڑے کو کرائے پر لینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

عطیہ بن قیس الکلاعی ابو یحیٰی الحمصی' ان کو دمشقی بھی کہا جاتا ہے' ابومسہر نے کہا: عطیہ بن قیس کی ولادت رسول اللہ ﷺ کی حیات میں سات ہجری میں ہوئی تھی' انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ١١٠ھ میں جہاد کیا' عطیہ بن قیس نے جو یہ کارروائی کی تھی' یہ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں' کیونکہ یہ مجہول اجارہ ہے کیونکہ پہلے مالِ غنیمت کا نصف معلوم نہیں تھا' اور ایسی صورت میں گھوڑے کے مالک کو دستور کے مطابق کرایا دیا جائے گا اور سوار کو مالِ غنیمت سے جو حصہ ملے گا' وہ اس کا ہوگا اور اوزاعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ جہاد میں گھوڑے کے مالک کو مالِ غنیمت کا نصف دیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٢٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٢٩٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ اَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَحَمَلْتُ عَلٰى بَكْرٍ فَهُوَ اَوْثَقُ اَعْمَالِي فِي نَفْسِي فَاسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا فَقَاتَلَ رَجُلًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از صفوان بن یعلیٰ از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک ہوا' پس میں نے جوان اونٹ پر (کسی کو) سوار کیا اور میرے خیال میں یہ میرا سب سے قابل بھروسا

Marfat.com

الْآخَرَ فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنْ فِيهِ وَنَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدَرَهَا فَقَالَ أَيَدْفَعُ يَدَهُ إِلَيْكَ فَتَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ.

عمل تھا' پس میں نے ایک مزدور کو اُجرت پر لیا تو وہ ایک آدمی سے لڑ پڑا' ان میں سے ایک نے دوسرے (کے ہاتھ) کو دانتوں سے کاٹا' دوسرے نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچ لیا اور اس کے سامنے کے دانت نکال دیئے' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس (اپنے دانتوں کی دیت کا مطالبہ لے کر) گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دانتوں کے معاوضہ کو ساقط کر دیا' پس فرمایا: کیا یہ اپنا ہاتھ تمہارے (منہ کے) پاس رہنے دیتا! اور تم اس کو بیل کی طرح چباتے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٤٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ایک مزدور کو کرائے پر لینے کا ذکر ہے۔

١٢١ - بَابُ مَا قِيلَ فِي لِوَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے متعلق احادیث

اس باب کے عنوان میں ''لواءٌ'' کا لفظ ہے' عربی میں جھنڈے کے لیے دولفظ مستعمل ہیں: ''لواءٌ'' اور ''رَایة''۔ ابن العربی نے کہا ہے کہ ایک کپڑے کو نیزے کی اوپر کی طرف باندھ کر لپیٹ دیا جاتا ہے' اس کو ''لِواءٌ'' کہتے ہیں اور ''رَایة'' اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کو نیزے کی اوپر کی طرف باندھ کر اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور ہوا اس کو لہراتی رہتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''لِـواء'' لشکر کا جھنڈا ہے اور یہ ''رأیة'' سے چھوٹا ہوتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ ''لواء'' امیر کا جھنڈا ہے اور ''رایة'' جنگ جو کا جھنڈا ہے۔

امام ترمذی نے ''لواء'' اور ''رایة'' میں فرق کیا ہے کیونکہ پہلے انہوں نے یہ عنوان قائم کیا: ''بـاب الالویة'' پھر اس میں یہ حدیث روایت کی:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کا لواء سفید رنگ کا تھا۔

(سنن ترمذی: ١٦٧٩' سنن ابوداؤد: ٢٥٩٢' سنن نسائی: ٢٨٦٦' سنن ابن ماجہ: ٢٨١٧)

پھر انہوں نے دوسرا عنوان قائم کیا: ''باب فی الرأیات'' اور اس میں یہ حدیث روایت کی:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''رأیة'' کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: وہ سیاہ اور سفید دھاریوں کا چوکور جھنڈا تھا۔ (سنن ترمذی: ١٦٨٠' سنن ابوداؤد: ٢٥٩١' مسند احمد ج ٤ ص ٢٩٧)

امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی نے از عبداللہ بن بریدۃ از والد خود روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رأیـة'' سیاہ رنگ کا تھا اور آپ کا ''لواء'' سفید رنگ کا تھا۔ (کامل ابن عدی ج ٣ ص ٣٤٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حاکم نے المستدرک: ٢٥٠٥ میں اس کے برعکس روایت کیا ہے:

سماک بن حرب اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رأیة'' زرد رنگ کا دیکھا۔

امام ابن عدی نے روایت کیا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رأیـة'' سیاہ رنگ کا تھا اور آپ کا ''لواء'' سفید رنگ کا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(المعجم الاوسط: ٢١٩' سنن ترمذی: ١٦٨١' حاکم نے المستدرک: ٢٥٠٦ میں اس کے برعکس روایت کیا ہے' مجمع الزوائد ج ٥ ص ٣٢٤)

امام ابن ابی عاصم نے کتاب الجہاد میں از کرز بن اسامہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کیا ہے کہ آپ نے بنو سلیم کا ''رایۃ'' سرخ رنگ کا باندھا اور انہوں نے حضرت مزیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' آپ نے انصار کا ''رایۃ'' زرد رنگ کا باندھا۔ (الاحاد والمثانی: ۲۷۹۱)

مذکور الصدر احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈوں کے مختلف رنگ بیان کیے گئے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے مختلف اوقات میں مختلف رنگوں کے جھنڈے استعمال کیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۹۷۴ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ الْقُرَظِيُّ أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ صَاحِبَ لِوَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ الْحَجَّ فَرَجَّلَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ثعلبہ بن ابی مالک القرظی نے خبر دی کہ حضرت قیس بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا اٹھانے والے تھے' انہوں نے حج کا ارادہ کیا تو اپنے بالوں کو سنوارا۔

۲۹۷۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ فَقَالَ أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِي فَتَحَهَا فِي صَبَاحِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ قَالَ لَيَأْخُذَنَّ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوهُ فَقَالُوا هٰذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۳۷۰۲-۴۲۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گئے' اور ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی' پس انہوں نے دل میں کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گیا ہوں' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے' اس رات کی شام کو جس کی صبح کو خیبر فتح ہوا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور اس کو جھنڈا عطا کروں گا' یا فرمایا: ضرور صبح مجھ سے وہ شخص جھنڈا لے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہوگا' یا فرمایا: جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا تو اللہ اس کے ذریعہ خیبر فتح کرے گا' پھر اچانک حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے اور ہمیں ان کے آنے کی توقع نہیں تھی تو لوگوں نے کہا: یہ حضرت علی ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ خیبر فتح کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں جھنڈے کا ذکر ہے۔

۲۹۷۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَافِعِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام

Marfat.com

جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ لِلزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هَاهُنَا أَمَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ؟[طرف الحدیث:۴۲۸۰]

بن عروہ از والد خود از نافع بن جبیر' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے سنا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے: کیا نبی ﷺ نے تمہیں اس جگہ جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا تھا؟

یہ حدیث' صحیح البخاری:۴۲۸۰ کا ایک قطعہ ہے' اس حدیث میں یہ جملہ مذکور ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے یہ کہا: اے ابوعبداللہ! کیا یہ وہ جگہ ہے جہاں تم کو رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا تھا (یہ جگہ مقام الحجون ہے)۔

جھنڈا گاڑنے کے لیے امام کی اجازت ضروری ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جھنڈا صرف امام کی اجازت سے گاڑا جاتا ہے کیونکہ وہ اس بات کی علامت ہے کہ امام اس جگہ موجود ہے' اس لیے جھنڈا گاڑنے میں امام کے حکم کے بغیر تصرف نہ کیا جائے' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ غزوۂ موتہ کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا کہ اب زید بن حارثہ نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر بغیر کسی کے حکم کے حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا لیا تو ان کو فتح عطا کی گئی' اور اس سے پہلے حدیث میں ہے کہ جس آدمی نے حج کا ارادہ کیا تھا تو اس نے اپنے بالوں کو سنوارا یا ان میں کنگھی کی کیونکہ وہ بال کافی عرصے سے گرد و غبار میں اَٹے ہوئے تھے' اور حدیث:۲۹۷۵ میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ذریعہ اللہ خیبر کو فتح کرے گا۔ اس حدیث میں آپ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ خبر صرف وحی سے حاصل ہوتی ہے اور اس میں آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۲۲- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ

نبی ﷺ کا یہ ارشاد: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد کی گئی ہے

وَقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ ﴿سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران:۱۵۱)

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: جن لوگوں نے کفر کیا ہم عنقریب ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے' کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک کیا جس کے لیے اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ (آل عمران:۱۵۱)

نبی ﷺ کے معجزات اور خصائص میں سے یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں نبی ﷺ کا خوف ڈال دیا' اس وجہ سے نبی ﷺ کو مالِ فئی عطا کیا گیا اور یہ ہر وہ مال ہے جس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ' اور نبی ﷺ کے رعب اور آپ کے خوف کی وجہ سے کفار اپنا جو مال چھوڑ کر چلے گئے' وہ مالِ فئی ہے' اسی طرح ان سے جو جزیہ اور خراج لیا جاتا ہے' اس کا بھی یہی حکم ہے۔

قَالَهٗ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کر کے کہا۔

اس تعلیق میں صحیح البخاری:۳۳۵ کی طرف اشارہ ہے' جس کا متن حسب ذیل ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں: (۱) ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی (۲) تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور

Marfat.com

طہارت کا ذریعہ بنادیا گیا (یعنی تیمم)' سو میری امت کا جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے (۳) اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے ان کو حلال نہیں کیا گیا تھا (۴) اور مجھے شفاعت عطا کی گئی (۵) اور پہلے نبی ایک مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری:۳۳۵' صحیح مسلم:۵۲۱)

۲۹۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ فَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُوتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَقَدْ ذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُونَهَا.

[اطراف الحدیث:۶۹۹۸-۷۰۱۳-۷۲۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جوامع الکلم کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی' میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں' اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب کے پاس چلے گئے' اب تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو۔

(صحیح مسلم:۵۲۳' الرقم المسلسل:۱۰۵۴' سنن ترمذی:۱۵۵۹' سنن نسائی:۳۰۸۴' سنن ابن ماجہ:۵۶۷' سنن بیہقی ج۵ ص۱۷۴' مسند احمد ج۲ ص۴۵۵ طبع قدیم' مسند احمد:۹۸۶۷-ج۱۵ ص۵۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے کہ میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے۔

رعب اور زمین کے خزائن کی تشریح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے' یہ وہ نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کو عنایت کی ہے اور آپ کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میرے پاس تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب کے لوگوں کے پاس مال بہت کم تھا تو آپ نے ان کو یہ بشارت دی کہ عنقریب کسریٰ اور قیصر کے اموال انہیں دے دیئے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے (رب کے پاس) چلے گئے' اب تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور آپ نے ان خزانوں میں سے کوئی چیز حاصل نہیں کی' بلکہ ان خزانوں میں سے جو کچھ ملا اس کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیا اور تمہیں ترجیح دی' پھر آج تم ان خزانوں کو آپ کے وعدہ کے مطابق نکال رہے ہو۔

(شرح ابن بطال ج۵ ص۱۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

''جوامع الکلم'' اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''جوامع الکلم'' کا لفظ ہے' ''جوامع الکلم'' اس کلام کو کہتے ہیں جس کی عبارت مختصر ہو اور اس کے معانی بہت زیادہ ہوں' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ قرآن مجید ''جوامع الکلم'' ہے کیونکہ اس میں الفاظ بہت کم ہیں اور اس کے معانی بہت زیادہ ہیں اور اکثر احادیث نبویہ بھی اسی طرح ہیں۔

Marfat.com

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''جوامع الکلم'' اس کلام کو کہتے ہیں جس کی عبارت مختصر ہو اور اس کے معانی میں بہت تفصیل ہو۔
اسماعیلی نے کہا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ایک یا دو جملوں میں ان مضامین کثیرہ کو جمع کر دیا جو آپ سے پہلے متعدد آسمانی کتب اور صحائف میں لکھے ہوئے تھے۔
نیز اس حدیث میں زمین کے خزانوں کی چابیوں کا ذکر ہے' علامہ ابن التین نے کہا: اس سے مراد وہ فتوحات ہیں جو آپ کے بعد آپ کی امت کو حاصل ہوئیں اور انہوں نے ان فتوحات سے اموالِ غنیمت کو حاصل کیا اور پہلے بادشاہوں نے جو خزانے جمع کر کے رکھے تھے' ان کو حاصل کر لیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زمین کے خزانوں سے مراد معدنیات ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۷)
میں کہتا ہوں کہ یہ آخری تفسیر بہت مناسب ہے کیونکہ زمین میں چھپے ہوئے وہ خزانے جو پہلے ظاہر نہیں تھے' وہ قدرتی گیس اور تیل ہے جن کو اس زمانے کے مسلمانوں نے حاصل کیا ہے' جزائر عرب' عرب امارات' عراق اور ایران اسی سیال دولت کی وجہ سے مالا مال ہیں۔

۲۹۷۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا سُفْیَانَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ هِرَقْلَ اَرْسَلَ اِلَیْهِ وَهُمْ بِاِیْلِیَاءَ ثُمَّ دَعَا بِکِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْکِتَابِ کَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ فَارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ وَاُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِاَصْحَابِیْ حِیْنَ اُخْرِجْنَا لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِیْ کَبْشَةَ اِنَّهٗ یَخَافُهٗ مَلِکُ بَنِی الْاَصْفَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی' ان کو (حضرت) ابوسفیان نے خبر دی کہ ھرقل نے ان کو بلوایا اور وہ اس وقت ایلیاء (بیت المقدس) میں تھے' پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب منگوایا' پھر جب وہ اس مکتوب کو پڑھنے سے فارغ ہو گیا تو وہاں بہت شور ہو گیا' پس آوازیں بلند ہو گئیں اور ہم کو نکال دیا گیا' پس جب ہم کو نکال دیا گیا تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ ابن ابی کبشہ (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ بہت عظیم ہو گیا ہے' زرد رو لوگوں کا بادشاہ بھی ان سے ڈرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ زرد رو قوم کا بادشاہ بھی ان سے ڈرتا ہے یعنی آپ کا رعب اس پر بھی چھایا ہوا ہے' اور اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔

۱۲۳ - بَابُ حَمْلِ الزَّادِ فِی الْغَزْوِ

جہاد میں زادِ راہ کو لے جانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں زادِ راہ کو لے جانا جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی﴾ (البقرۃ:۱۹۷).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سفر میں کھانے کی چیزیں تیار رکھو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ (البقرۃ:۱۹۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگ بغیر زادِ راہ لیے حج پر جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۸)

۲۹۷۹ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے

Marfat.com

اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ وَحَدَّثَتْنِیْ اَیْضًا فَاطِمَةُ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ صَنَعْتُ سُفْرَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْ بَکْرٍ حِیْنَ اَرَادَ اَنْ یُّهَاجِرَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ قَالَتْ فَلَمْ نَجِدْ لِسُفْرَتِهٖ وَلَا لِسِقَائِهٖ مَانَرْبِطُهُمَا بِهٖ فَقُلْتُ لِاَبِیْ بَکْرٍ وَاللّٰهِ مَااَجِدُ شَیْئًا اَرْبِطُ بِهٖ اِلَّا نِطَاقِیْ قَالَ فَشُقِّیْهِ بِاثْنَیْنِ فَارْبِطِیْهِ بِوَاحِدٍ السِّقَاءَ وَبِالْاٰخَرِ السُّفْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلِذٰلِكَ سُمِّیَتْ ذَاتَ النِّطَاقَیْنِ.

[اطراف الحدیث: ٣٩٠٧-٥٣٨٨] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی اور مجھے فاطمہ نے بھی حدیث بیان کی از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہ میں نے حضرت ابوبکر کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے لیے طعام تیار کیا' یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت اسماء نے کہا: ہم نے آپ کے طعام اور آپ کے پانی کے لیے کوئی چیز نہیں پائی جس سے ہم اس کو باندھتے' پس میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں سوائے اپنے نطاق (ازار بند) کے کوئی چیز نہیں پاتی جس کے ساتھ ان کو باندھوں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ازار بند کے دو ٹکڑے کر دو ایک کے ساتھ پانی کے مشکیزے کو باندھ دو اور دوسرے کے ساتھ طعام کو باندھ دو پس میں نے ایسا کر لیا۔ راوی کہتا ہے: اسی وجہ سے ان کا لقب ذات النطاقین (دو ازار بند والی) پڑ گیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبید بن اسماعیل' ان کا نام اصل میں عبداللہ ہے' ان کی کنیت محمد الھباری القرشی الکوفی ہے' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (٢) ابواسامہ' ان کا نام احمد بن اسامہ ہے (٣) ہشام' یہ عروہ کے بیٹے ہیں' یہ اپنے والد عروہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (٤) فاطمہ' یہ المنذر کی بیٹی ہیں اور ہشام کی زوجہ ہیں (٥) اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٢٩)

''سُفرۃ'' اور ''نِطاق'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''سُفرۃ'' کا لفظ ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا: ''سُفرۃ'' اس طعام کو کہتے ہیں جس کو مسافر اپنے سفر کے لیے تیار کرتا ہے' اور عموماً اس کو گول چمڑے میں باندھا جاتا ہے' پھر اس لفظ کو طعام کے بجائے اس چمڑے کے غلاف کے لیے بولا جانے لگا۔

نیز حدیث میں ''سقاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چمڑے کا وہ مشکیزہ جس میں پانی رکھا جاتا ہے' اس کی جمع ''اسقیہ'' ہے اور ''سقایا'' اس برتن کو کہتے ہیں جس میں پیا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث میں ''نطاق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس چیز سے عورت اپنے کپڑے (تہبند) کو درمیان سے باندھے تاکہ کسی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس کا کپڑا پھسل نہ جائے' حضرت اسماء کو ''ذات النطاقین'' اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ پہلے وہ ایک کپڑے سے اپنے تہبند کو باندھتیں' پھر اس کپڑے کو ایک اور کپڑے سے باندھ لیتیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ پہلے ایک کپڑے سے اپنے تہبند کو باندھ لیتیں اور دوسرے کپڑے سے طعام اور مشکیزے کو باندھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غار میں

Marfat.com

پہنچاتیں' تیسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کر لیے تھے' اس لیے ان کو ذات النطاقین کہتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۹' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۹۸۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ اَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُومَ الْاَضَاحِيِّ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از عمرو' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قربانی کا گوشت (بطور زادِ راہ) مدینہ کی طرف لے جاتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۷۲' الرقم المسلسل: ۴۹۹۷' سنن نسائی: ۴۴۲۵' السنن الکبریٰ: ۴۱۳۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۹۱' شرح السنۃ: ۱۹۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۴۱۲۔ ج ۲۲ ص ۳۰۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح: ۱۷۱۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہم مدینہ کی طرف زادِ راہ لے جاتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ' اس سے مراد ابن المدینی ہے (۲) سفیان' اس سے مراد ابن عیینہ ہے (۳) عمرو' اس سے مراد ابن دینار ہیں (۴) عطاء' اس سے مراد ابن ابی رباح ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۹)

توکل' زادِ راہ کو ساتھ لے جانے سے مانع نہیں' قربانی کے تین دن بعد اس کا گوشت کھانے کا جواز۔۔۔ اور دیگر مسائل

اس حدیث میں ان جاہل صوفیاء کا رد ہے جو توکل کا نام لے کر سفر کے لیے زادِ راہ لے جانے سے منع کرتے ہیں' نیز اس حدیث میں قربانی کے گوشت کو بطور زادِ راہ لے جانے کا جواز ہے۔ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت کو تین دن کے بعد کھانے سے منع فرمایا تھا' لیکن بعد میں اجازت دے دی اور فرمایا: قربانی کے گوشت کو کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور بطورِ زادِ راہ لے جاؤ۔

(صحیح مسلم: ۱۹۷۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۱۲' سنن نسائی: ۴۴۳۱)

نیز اس حدیث میں قربانی کے گوشت کو کھانے کا جواز ہے خواہ قربانی کرنے والا غنی ہو کیونکہ عادۃً زادِ راہ اس لیے لے جاتے ہیں کہ سفر میں اس کو کھائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۹۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ وَهِيَ اَدْنٰى خَيْبَرَ فَصَلَّوُا الْعَصْرَ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَطْعِمَةِ فَلَمْ يُؤْتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے بشیر بن یسار نے خبر دی کہ حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ وہ (غزوہ) خیبر کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ جب وہ (مقام) صہباء میں تھے اور یہ خیبر (کے مضافات) میں سے ہے اور خیبر کے نزدیک ہے تو مسلمانوں نے عصر کی نماز پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کی

وَسَلَّمَ اِلَّا بِسَوِيْقٍ فَلُكْنَا فَاَكَلْنَا وَشَرِبْنَا ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا وَصَلَّيْنَا.

چیزیں منگوائیں تو آپ کے پاس صرف ستو لائے گئے' پھر ہم نے تھمے لے کر ستو کھائے اور پانی پیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کی اور ہم نے کلی کی اور ہم نے نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں زادِ راہ کا ذکر ہے۔

٢٩٨٢ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ خَفَّتْ اَزْوَادُ النَّاسِ وَاَمْلَقُوْا فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَحْرِ اِبِلِهِمْ فَاَذِنَ لَهُمْ' فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ اِبِلِكُمْ؟ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ اِبِلِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادِ فِي النَّاسِ يَاْتُوْنَ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ. فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ' ثُمَّ دَعَاهُمْ بِاَوْعِيَتِهِمْ' فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتّٰى فَرَغُوْا' ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بشر بن مرحوم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمۃ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کے زادِ راہ کم ہو گئے اور وہ بھوکے رہنے کے قریب تھے تو وہ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے کی (اجازت لینے کے لیے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' پھر ان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت عمر کو یہ واقعہ بتایا تو انہوں نے کہا: پھر بعد میں تمہاری بقاء کیسے ہوگی! تب حضرت عمر' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اونٹوں کو ذبح کرنے کے بعد پھر بعد میں ان کی بقاء کیسے ہوگی؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ اپنے اپنے بچے ہوئے زادِ راہ لے آئیں' پھر آپ نے دعا کی اور طعام پر برکت کی (خصوصی) دعا کی' پھر آپ نے لوگوں کے برتن منگائے' پھر لوگوں نے مٹھی بھر بھر کر (ان برتنوں میں زادِ راہ سے ڈالا)' حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں زادِ راہ کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن خلق' تعلیم امت کے لیے حضرت عمر کی رائے کی طرف رجوع' آپ کی نبوت کی دلیل اور دیگر مسائل

(۱) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق کا بیان ہے کہ آپ کے اصحاب جو آپ سے گزارشات کرتے تھے' آپ ان کو بہ غور سنتے تھے اور ان کا تدارک کرتے تھے (۲) اور یہ کہ آپ نے صحابہ کو سفر میں زادِ راہ ساتھ رکھنے کی عادت پر برقرار رکھا (۳) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم امت کے لیے اپنی پہلی رائے کو ترک کر کے حضرت عمر کی رائے کی طرف رجوع فرمایا' پس اگر کوئی شخص اپنے پہلے قول سے رجوع کر کے اپنے کسی خادم اور تابع کے قول کو اختیار کر لے تو اس سے اس کی کوئی کمی نہیں

Marfat.com

ہوتی (۴) اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ کی فضیلت ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے بعد کے احوال پر غور کیا کہ اونٹوں کو ذبح کرنے کے بعد ان کے لیے سواریوں کا مسئلہ پیدا ہوگا اور پیدل چلنے سے ان کو مشقت ہوگی (۵) اور اس حدیث میں طعام پر دعا کرنے کا ثبوت ہے (٦) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے کم طعام کے زیادہ ہونے کا ذکر ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے اس لیے آپ نے کلمہ شہادت پڑھا (۷) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کوئی ایسی چیز دیکھے جس سے اس کا ایمان تازہ ہو تو وہ کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے ایمان کی تجدید کرے (۸) اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلمہ شہادت میں ''انی رسول اللّٰہ'' (میں اللہ کا رسول ہوں) پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۳۱ 'مع زیادۃ الفوائد' دار الکتب العلمیہ 'بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۴ - بَابُ حَمْلِ الزَّادِ عَلَى الرِّقَابِ — کندھوں پر زادِ راہ رکھنا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب سواریوں پر زادِ راہ رکھنا مشکل ہو تو کندھوں پر زادِ راہ رکھنا جائز ہے۔

۲۹۸۳ - حَدَّثَنِیْ صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلٰی رِقَابِنَا فَفَنِیَ زَادُنَا حَتّٰی كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا يَاْكُلُ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ تَمْرَةً قَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَاَيْنَ كَانَتِ التَّمْرَةُ تَقَعُ مِنَ الرَّجُلِ؟ قَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَقَدْنَاهَا حَتّٰی اَتَيْنَا الْبَحْرَ فَاِذَا حُوْتٌ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَاَكَلْنَا مِنْهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا اَحْبَبْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے صدقۃ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از ہشام از وہب بن کیسان از حضرت جابر رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (جہاد کے لیے) روانہ ہوئے اور ہم تین سو افراد تھے' ہمارا زادِ راہ ہمارے کندھوں پر تھا' پھر ہمارا زادِ راہ ختم ہو گیا حتیٰ کہ ہم میں سے ہر مرد ہر روز ایک کھجور کھاتا تھا' ایک شخص نے کہا: اے ابو عبداللہ! وہ ایک کھجور ایک آدمی کے پیٹ میں کہاں جاتی ہوگی! حضرت جابر نے کہا: ہمیں اس ایک کھجور کی قدر تب معلوم ہوئی جب وہ ایک کھجور ملنا بھی بند ہو گئی حتیٰ کہ ہم سمندر پر آئے تو وہاں سمندر نے ایک (بہت بڑی) مچھلی کو باہر پھینک دیا تھا' پس ہم نے اس مچھلی سے اٹھارہ دن کھایا' جتنا ہم نے چاہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں کندھوں پر زادِ راہ اٹھانے کا ذکر ہے۔

۱۲۵ - بَابُ اِرْدَافِ الْمَرْاَةِ خَلْفَ اَخِيْهَا — عورت کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عورت کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنا جائز ہے۔

۲۹۸٤ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَرْجِعُ اَصْحَابُكَ بِاَجْرِ حَجٍّ وَّعُمْرَةٍ وَلَمْ اَزِدْ عَلَی الْحَجِّ فَقَالَ لَهَا اذْهَبِیْ وَلْيُرْدِفْكِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَاَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب تو حج اور عمرہ کا اجر لے کر واپس جائیں گے اور میں نے تو حج پر کوئی اضافہ

Marfat.com

يُّعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ فَانْتَظَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَعْلَى مَكَّةَ حَتَّى جَاءَتْ.

نہیں کیا' آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور عبدالرحمٰن تم کو (سواری پر) اپنے پیچھے بٹھائیں گے' پھر آپ نے حضرت عبدالرحمٰن کو حکم دیا کہ وہ ان کو مقامِ تنعیم سے عمرہ کرائیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے بالائی علاقہ پر ان کا انتظار کیا یہاں تک کہ وہ آ گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ایک خاتون کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر ہے۔

۲۹۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُرْدِفَ عَائِشَةَ وَأُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عمرو بن اوس از حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں حضرت عائشہ کو (سواری پر) اپنے پیچھے بٹھا کر ان کو مقامِ تنعیم سے عمرہ کراؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۸۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں عورت کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر ہے' اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

۱۲۶ - بَابُ الْإِرْتِدَافِ فِي الْغَزْوِ وَالْحَجِّ

جہاد اور حج میں سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنا

۲۹۸۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفَ أَبِي طَلْحَةَ وَإِنَّهُمْ لَيَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابوقلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں (سواری پر) حضرت ابوطلحہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور صحابہ بلند آواز سے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں حج کے موقع پر سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر ہے' میں کہتا ہوں: اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں حج کے موقع پر سواری کے اوپر کسی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر ہے' اور جہاد کے موقع پر سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر نہیں ہے' اگر امام بخاری مؤخر الذکر دونوں بابوں کو ''کتاب الجہاد'' کے بجائے ''کتاب الحج'' میں ذکر کر دیتے تو زیادہ مناسب ہوتا۔

۱۲۷ - بَابُ الرِّدْفِ عَلَى الْحِمَارِ

گدھے کے اوپر کسی کا پیچھے بیٹھنا

اس عنوان میں ''ردف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سواری کے اوپر کسی کے پیچھے بیٹھنا۔

۲۹۸۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصفوان نے حدیث بیان کی از یونس بن یزید از ابن شہاب از عروۃ از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' وہ بیان

Marfat.com

اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَکِبَ عَلٰی حِمَارٍ عَلٰی اِکَافٍ عَلَیْهِ قَطِیْفَۃٌ وَاَرْدَفَ اُسَامَۃَ وَرَاءَ ہٗ. [اطراف الحدیث: ۴۵۶۶۔ ۵۶۶۳۔ ۵۹۶۴۔ ۶۲۰۷] (صحیح مسلم: ۱۷۹۸، الرقم المسلسل: ۴۵۵۱)

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک گدھے کے اوپر پالان رکھ کر سوار ہوئے جس پر ایک چادر بچھی ہوئی تھی اور آپ نے (حضرت) اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا۔

نبی ﷺ کی تواضع اور حسن اخلاق

گدھے پر سواری کرنے میں نبی ﷺ کی تواضع ہے' کیونکہ گدھے کو کم تر جانور خیال کیا جاتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند مقام عطا کیا تھا' اس کے باوجود آپ گدھے پر سواری کر لیتے تھے اور اپنے کسی صاحب کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے تھے تاکہ آپ کی اُمت اس عمل میں آپ کی اقتداء کرے' لہٰذا گدھے پر سواری کرنے کو معیوب نہیں سمجھنا چاہیے اور اس حدیث میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی بھی فضیلت ہے۔

۲۹۸۸ - حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ قَالَ یُوْنُسُ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ یَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ اَعْلٰی مَکَّۃَ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ مُرْدِفًا اُسَامَۃَ بْنَ زَیْدٍ وَّمَعَهٗ بِلَالٌ وَّمَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَۃَ مِنَ الْحَجَبَۃِ حَتّٰی اَنَاخَ فِی الْمَسْجِدِ فَاَمَرَهٗ اَنْ یَّاْتِیَ بِمِفْتَاحِ الْبَیْتِ فَفَتَحَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ اُسَامَۃُ وَبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ فَمَکَثَ فِیْهَا نَهَارًا طَوِیْلًا ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ اَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَّرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَاَلَهٗ اَیْنَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَی الْمَکَانِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' یونس نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ فتح (مکہ) کے دن مکہ کے بالائی علاقہ سے اپنی اونٹنی پر آئے' آپ نے اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھایا ہوا تھا' اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کے ساتھ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ تھے جو کعبہ کے کلید برداروں میں سے تھے' حتیٰ کہ آپ نے مسجد (کے احاطہ) میں اپنی اونٹنی بٹھائی' پھر آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کی چابی لے کر آئیں' پس انہوں نے (بیت اللہ کو) کھولا اور رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت اسامہ' حضرت بلال اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے آپ اس میں دن کے طویل حصہ تک ٹھہرے' پھر آپ باہر آئے' پس لوگوں نے (اندر جانے میں) سبقت کی اور حضرت عبداللہ بن عمر سب سے پہلے داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت بلال دروازہ کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں' انہوں نے حضرت بلال سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کس جگہ نماز پڑھی تھی تو انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ فَنَسِیْتُ اَنْ اَسْاَلَهٗ کَمْ صَلّٰی مِنْ سَجْدَۃٍ.

حضرت عبداللہ نے کہا: پس میں ان سے یہ سوال کرنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعات نماز پڑھی تھی؟

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری نے عنوان تو یہ قائم کیا تھا کہ گدھے پر دو آدمیوں کا بیٹھنا۔ اور اس حدیث میں اونٹنی پر دو آدمیوں کے بیٹھنے کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کی گدھے سے مراد مطلقاً سواری ہے' خواہ وہ گدھا ہو یا اونٹنی' اور صحیح

البخاری میں حدیث کی عنوان کے ساتھ سو فی صد مطابقت تو بہت کم ہوتی ہے۔
اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۸۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸ - بَابُ مَنْ اَخَذَ بِالرِّكَابِ وَنَحْوِهٖ جس نے رکاب یا اس کی مثل کسی چیز کو پکڑا

یعنی جس نے کسی کو سوار ہونے میں مدد دینے کے لیے سواری کی رکاب کو پکڑا' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رکاب کو پکڑا تو حضرت زید نے کہ: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد! آپ ایسا نہ کریں! تو حضرت ابن عباس نے کہا: ہمیں علماء کی اسی طرح تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے' پھر حضرت زید نے حضرت ابن عباس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بوسا دیا تو حضرت ابن عباس نے منع کیا' اور کہا: آپ ایسا نہ کریں' اس پر حضرت زید نے کہا: ہمیں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۳۴)

۲۹۸۹ - حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَّيُعِيْنُ الرَّجُلَ عَلٰی دَابَّتِهٖ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَّالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ خَطْوَةٍ يَّخْطُوْهَا اِلَی الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَّيُمِيْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے (جسم کے) ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے' کوئی شخص اپنی سواری پر کسی کی مدد کرتا ہے' اس سواری پر اس کو بٹھاتا ہے یا اس سواری پر اس کا سامان رکھتا ہے تو یہ صدقہ ہے' اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جس کے ساتھ وہ نماز کی طرف جاتا ہے وہ صدقہ ہے اور راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹاتا ہے تو وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ سواری پر بٹھانے کے لیے رکاب کو پکڑتے ہیں اور اس باب کے عنوان میں رکاب کو پکڑنے کا ذکر ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی متوفی ۶۹۹ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جس شخص نے ان افعالِ مذکورہ میں سے کوئی فعل کیا مثلاً کسی شخص کو اپنی سواری پر بٹھایا تو یہ اس کا صدقہ ہے اور اس پر اس کو اجر ملے گا' سو اس حدیث میں چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: انسان کے تین سو ساٹھ اعضاء ہیں اور ہر عضو کا صدقہ یہ ہے کہ وہ اس عضو سے کوئی نیک کام کرے

''سلامی'' کا معنی ہے: بنو آدم کے اعضاء' گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح کو تمہارے ہر عضو پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے اور انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑ ہیں اور اس پر دن میں تین سو ساٹھ بار صدقہ کرنا واجب ہے اور یہ بہت مشکل ہے کہ ہر انسان دن میں تین سو ساٹھ بار صدقہ کرے تو اس میں آسانی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ وہ ان افعال میں سے کوئی فعل کرے تو اس کا صدقہ ادا ہو جائے گا۔
اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً. (المجادلہ:١٢)

اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کا ارادہ کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ کیا کرو۔

مسلمانوں کے لیے اس حکم پر عمل کرنا بہت مشکل اور دشوار ہوا' کیونکہ ان کے پاس مال بہت کم تھا اور ہر بار نبی ﷺ سے کلام کرنے سے پہلے کچھ صدقہ کرنا بہت دشوار تھا اور اللہ تعالیٰ کو اس حقیقت کا علم تھا اور ان کا عذر معلوم تھا تو اس نے مسلمانوں کی توبہ قبول فرمائی اور فرمایا:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۚ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (المجادلہ:١٣)

کیا تم اپنی سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے سے گھبرا گئے' پس جب تم نے (صدقہ) نہ کیا اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی' سو تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے ۝

اسی طرح ہمارا معاملہ بہ طریق اولیٰ مشکل تھا' اور صحابہ کرام کی قوتِ ایمان اور ان کے یقین کی پختگی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے تعلق کے برابر ہم کہاں ہو سکتے ہیں اور نبی ﷺ کی جس قدر قوی محبت ان کے دلوں میں تھی' اس کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تو ہم اس کے زیادہ لائق نہیں کہ جب ہم ہر جوڑ کا صدقہ ادا نہ کر سکیں تو ہم پر تخفیف کی جائے' تب آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم یہ نہ کر سکو تو کسی کو نیکی کا حکم دو یا بُرائی سے روک دو اور اگر تم یہ بھی نہ کر سکو تو چاشت کے وقت دو رکعت نماز پڑھنے سے اس صدقہ کا تدارک ہو جائے گا' سو جو شخص ایک دن میں تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ ادا کرنے سے عاجز ہو تو چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنا اس کے لیے کافی ہو گا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کسی کے ساتھ نیکی کی بات کرنا صدقہ ہے اور نیکی کی بات میں قرآن مجید کی تلاوت' نبی ﷺ کی حدیث کو پڑھنا' علوم دینیہ کا درس' نیکی کا حکم دینا' بُرائی سے روکنا اور بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا' سب شامل ہے اور یہ سب طریقے زبان کا صدقہ ہیں۔ اسی طرح باقی اعضاء کا صدقہ ہے۔

مبحث ثانی: عدل کرنے کے تین معانی

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ہر جس دن سورج طلوع ہو تو دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے۔

عدل سے مراد یہاں کئی معانی ہیں: (١) دو لڑنے والے آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنا اور یہ معنی حکام کے ساتھ مخصوص ہے (٢) اس سے مراد اس کے مال' اس کے اہل' اس کے غلام اور اس کے حواس کے درمیان عدل کرنا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ٨٩٣) (٣) اس سے مراد ہے: حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنا۔

مبحث ثالث: کسی کو سواری پر بٹھانے سے صدقہ کا ثواب تب ہو گا جب جس کو بٹھایا ہے وہ ظالم یا فاسق نہ ہو اور اس کا سامان ناجائز اور حرام نہ ہو

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ کوئی شخص سواری پر بیٹھنے میں کسی کی مدد کرے یا کسی سواری کا سامان اپنی سواری پر رکھ لے تو یہ بھی صدقہ ہے اور اس تھوڑے سے کام کی وجہ سے اس کو اجر ملے گا۔

تاہم یہ حدیث بھی اپنے عموم پر نہیں ہے کیونکہ جس شخص کو وہ اپنی سواری پر بٹھائے گا' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ظالم فاسق

Marfat.com

اور بدعتی نہ ہو کیونکہ ان لوگوں کو چھوڑنا واجب ہے لہٰذا ان کی اعانت جائز نہیں ہے۔

دوسری تخصیص یہ ہے کہ اس کے جس سامان کو وہ اپنی سواری پر رکھے گا' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سامان چوری کا مال نہ ہو یا شراب نہ ہو یا کسی سے چھینا ہوا مال نہ ہو' ان چیزوں میں اعانت کرنا' ان کاموں کے کرنے کی مثل ہے' کیونکہ آپ نے شراب پینے والے پر' شراب اٹھانے والے پر اور شراب پر گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے' اسی طرح باقی ممنوعات کا حکم ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی تائید ان حدیثوں میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خمر (انگور کی شراب) پر لعنت فرمائی اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے پر اور اس کے اٹھانے والے پر اور جس کی طرف وہ اٹھا کر لائی جائے اور اس کے فروخت کرنے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کی قیمت کھانے والے پر۔

(مسند البزار: ۲۹۳۷، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۹۰)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خمر پر لعنت کی اور اس کے پینے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کے فروخت کرنے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے اور اس کو اٹھا کر لانے والے پر۔

(المعجم الکبیر: ۸۳۸۷، اس حدیث کی سند کا ایک راوی عبداللہ بن عیسیٰ الخزاز ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۹۰)

مبحث رابع: اچھی بات کہہ کر خوش کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ سچی بات کہے

اس حدیث میں ہے کہ اچھی بات کہنا صدقہ ہے' اچھی بات سے اگر مراد یہ ہے کہ جس سے مخاطب خوش ہو تو یہ اپنے عموم پر نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے: اگر کوئی شخص اپنے گھر والوں کو ہنسانے کے لیے کوئی بات کرتا ہے اور اس میں (جھوٹ کی) کوئی پرواہ نہیں کرتا تو اس کو ستر سال تک دوزخ میں گرایا جاتا رہے گا۔

میں کہتا ہوں کہ بعینہٖ اس حدیث کا متن مجھے نہیں مل سکا تاہم اس کے قریب یہ حدیث ہے:

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس شخص کے لیے ہلاکت ہے' جو بات کرتا ہے' پس جھوٹ بولتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے' اس کے لیے ہلاکت ہو اور ہلاکت ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۴۹۹۰، سنن ترمذی: ۲۳۱۵، سنن کبریٰ: ۱۱۶۵۵، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۹۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳)

اور اس زمانہ میں ایسا بہ کثرت ہوتا ہے کیونکہ ایک آدمی کسی کی خوشامد میں جھوٹ بولتا ہے اور باطن میں اس سے بغض رکھتا ہے۔

حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو ظاہر میں سچے ہوں گے اور وہ باطن میں دشمن ہوں گے' صحابہ نے پوچھا: ایسا کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ وہ کسی سے رغبت رکھیں گے اور کسی سے بغض رکھیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا بعینہٖ متن مجھے حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملا' تاہم اس کے قریب قریب متن یہ ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس زمانے میں اکثر آدمیوں کے چہرے تو آدمیوں کے ہوں گے اور ان کے دل پھاڑنے والے بھیڑیوں کے ہوں گے' وہ خون بہانے والے ہوں گے' اگر تم ان سے بیع کرو تو وہ تم کو فریب دیں گے' اور اگر وہ تم سے بات کریں تو جھوٹ بولیں گے اور اگر تم ان کے پاس امانت رکھو تو وہ تم سے خیانت کریں گے' اور اگر تم ان سے چھپ جاؤ تو وہ تمہاری غیبت کریں گے۔ الحدیث (کنز العمال: ۳۱۵۳۹)

Marfat.com

مبحث خامس: اعمال نامہ سے برائیوں کا مٹنا' بعض علماء کے نزدیک محسوس ہے اور بعض کے نزدیک معنوی

نبی ﷺ نے فرمایا: ہر وہ قدم جس پر چل کر وہ نماز کی طرف جاتا ہے' صدقہ ہے۔اس حدیث کا ظاہر نبی ﷺ کی دوسری حدیث سے معارض ہے' جس میں فرمایا کہ اس کے ایک قدم چلنے سے نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسرا قدم چلنے سے بُرائی مٹادی جاتی ہے' یعنی جب وہ مسجد کی طرف قدموں سے چل کر جائے' لیکن حقیقت میں دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں' کیونکہ صدقہ کا معنی ہے: نیکی کا کسب کرنا' اور بُرائی نیکی کے کسب سے مٹائی جاتی ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ. (ھود:۱۱۴) نیکیاں بُرائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

لہٰذا ایک قدم چلنے سے جو نیکی حاصل ہوتی ہے وہ بُرائی کو دور کر دیتی ہے۔.اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا بُرائیوں کا مٹانا محسوس ہے یا معنوی۔ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ محسوس ہے' وہ کہتے ہیں کہ اعمال نامہ سے بُرائیوں کو مٹادیا جاتا ہے' حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ شخص اپنے اعمال نامہ میں وہ بُرائی نہیں پائے گا' اور جو کہتے ہیں: یہ مٹانا معنوی ہوتا ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کے اعمال نامہ میں بُرائی بدستور لکھی ہوئی ہوتی ہے لیکن اس بُرائی پر اس کو عذاب نہیں ہوتا' پس گویا کہ وہ معنوی طور پر مٹادی گئی۔

مبحث سادس

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: راستے سے اذیت والی چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے' اس حدیث میں اذیت سے مراد وہ چیز ہے جس سے راستے پر چلنے میں اذیت ہو خواہ وہ اذیت چھوٹی ہو یا بڑی' جیسے کہ حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے راستے سے کانٹوں والی ٹہنی کو ہٹادیا' اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر افزائی کی' پس اس کو بخش دیا۔

میں کہتا ہوں یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں ہے:
صحیح البخاری: ۲۴۷۲' صحیح مسلم: ۱۹۱۴' سنن ترمذی: ۱۹۵۸۔

راستے میں اذیت والی چیز سے مراد عام ہے خواہ وہ اذیت چھوٹی ہو یا بڑی۔

۱۲۹ - بَابُ كِرَاهِيَةِ السَّفَرِ بِالْمَصَاحِفِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ
دشمن کی زمین میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنا مکروہ ہے

وَكَذٰلِكَ يُرْوٰى عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اسی طرح محمد بن بشر سے روایت کیا گیا ہے از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ۔

اس تعلیق میں جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' اس کو امام اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اس طرح روایت کیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ کوئی شخص دشمن کے علاقے میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرے کہ کہیں دشمن قرآن مجید کو نہ چھین لے' یہاں قرآن مجید سے مراد وہ مجلد کتاب ہے جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوتی ہیں اور قرآن مجید کی تعریف یہ ہے: وہ کلام جو رسول اللہ پر ﷺ نازل کیا گیا اور وہ مجلد کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور آپ سے تواتر کے ساتھ بلاشبہ منقول ہے اور مصحف سے مراد وہ مجلد کتاب ہے جس میں قرآن مجید لکھا ہوا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۳۵)

وَتَابَعَهُ ابْنُ اِسْحَاقَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

محمد بن بشر کی ابن اسحاق نے متابعت کی ہے از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ۔

Marfat.com

اس تعلیق کی حدیث موصول امام بن اسحاق کی کتاب المغازی میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۳۵)

وَقَدْ سَافَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ فِي اَرْضِ الْعَدُوِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ الْقُرْاٰنَ.

اور تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے دشمن کے علاقے میں سفر کیا ہے اور وہ قرآن مجید کو جاننے والے تھے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور اس کو لانے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنے کی جو ممانعت ہے اس میں قرآن مجید سے مراد نفس قرآن نہیں ہے بلکہ وہ مجلد کتاب ہے جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

۲۹۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے علاقے میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۶۹ ' الرقم المسلسل: ۴۷۳۲ ' سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۹ ' سنن ابوداؤد: ۲۶۱۰ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۵۲ ' شرح مشکل الآثار: ۱۹۰۴ ' مسند احمد ج ۲ ص ۵۵ طبع قدیم ' مسند احمد: ۵۱۷۰ ـ ج ۹ ص ۱۵۷ ' مؤسسۃ الرسالۃ ' بیروت)

دشمن کے علاقے میں قرآن مجید کی جلد کو لے جانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب دشمن کے علاقے میں سفر کرتے تھے۔ اس سے آپ کی مراد یہ بیان کرنا ہے کہ دشمن کے علاقے میں قرآن کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت ہر صورت میں اور ہر حال میں نہیں ہے' بلکہ یہ ممانعت ان لشکروں میں ہے جو محفوظ نہ ہوں اور رہے بڑے بڑے لشکر تو ان میں قرآن مجید کو دشمن کے علاقے میں لے جانا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب قرآن مجید کے حافظ نہیں تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کے پاس قرآن مجید کا مجلد نسخہ ہو' جس کو وہ پڑھ کر قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہوں' اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے بڑے لشکر میں اور چھوٹے لشکر میں ممانعت کا فرق نہیں کیا' ان کے نزدیک مطلقاً قرآن مجید کے مجلد نسخہ کو دشمن کے علاقے میں لے جانا ممنوع ہے' کیونکہ اگر قرآن مجید ان کے ہاتھ آ گیا تو وہ اس کو ہاتھ سے چھوئیں گے اور کافروں سے جنابت زائل نہیں ہوتی' لہٰذا وہ ناپاک ہیں اور قرآن مجید میں ہے:

لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○ (الواقعہ: ۷۹) اس کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں ○

اس لیے قرآن مجید کا مشرکین کے علاقے میں لے جانا ممنوع ہے' تاہم امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کی طرف جو مکتوب بھیجا تھا' اس میں چند آیات لکھی ہوئی تھیں' اور آپ کو معلوم تھا کہ قیصر اور اس کے متبعین نجس ہیں' اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ وہ اس مکتوب کو پڑھیں گے جس میں آیات ہیں' تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں قرآن مجید کو مشرکین کے علاقے میں لے جانا ممنوع ہے اور یہ وہ صورت ہے جب مسلمانوں کا لشکر چھوٹا ہو اور بعض صورتوں میں قرآن مجید کو مشرکین کے علاقے میں لے جانا ممنوع نہیں اور یہ وہ صورت ہے جب مسلمانوں کا لشکر بڑا ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۶۵ ' دارالکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۴ ھ)

۱۳۰ - بَابُ التَّكْبِيْرِ عِنْدَ الْحَرْبِ

جنگ کے وقت تکبیر پڑھنا

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگ کے وقت نعرۂ تکبیر بلند کرنا جائز ہے۔

٢٩٩١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَبَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَقَدْ خَرَجُوا بِالْمَسَاحِي عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا هٰذَا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ فَلَجَؤُوا إِلَى الْحِصْنِ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ وَأَصَبْنَا حُمُرًا فَطَبَخْنَاهَا فَنَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ فَأُكْفِئَتِ الْقُدُورُ بِمَا فِيهَا تَابَعَهُ عَلِيٌّ عَنْ سُفْيَانَ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت خیبر میں پہنچے اور وہ اس وقت اپنے کندھوں پر کدالیں رکھ کر نکل رہے تھے جب انہوں نے (ہمیں) دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ (سیدنا) محمد ہیں اور لشکر ہے یہ (سیدنا) محمد ہیں اور لشکر ہے پھر انہوں نے قلعہ میں پناہ لی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور کہا: اللہ اکبر! خیبر ویران ہوگیا! بے شک ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح خراب ہوتی ہے جن کو (عذاب سے) ڈرایا گیا ہے اور ہمیں (پالتو) گدھے ملے تو ہم نے ان کو پکایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مُنادی نے پکار کر کہا: بے شک اللہ اور اس کا رسول تم کو گدھوں کے گوشت کے کھانے سے منع فرماتا ہے تو دیگچیوں کو ان کے سالن سمیت اُلٹ دیا گیا۔ عبداللہ بن محمد کی متابعت علی نے کی ہے از سفیان' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اللہ اکبر! تاہم اس حدیث کے بعض فوائد و مسائل ذکر کیے جا رہے ہیں:

آپ کے منادی کا تعین' پالتو گدھوں کی تحریم کی پانچ وجوہ اور پالتو گدھوں کی تحریم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک منادی نے پکار کر کہا۔ یہ منادی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں پالتو گدھوں کے گوشت کھانے کی ممانعت ہے' اس ممانعت کی پانچ وجوہ ہیں:

(۱) صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا گوشت نجس ہے۔

(۲) پالتو گدھوں کو بار برداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں یہ لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ کہیں سواریوں کی کمی نہ ہو جائے' اور صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگوں کو ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(۳) گدھوں کو مال خمس میں شامل نہیں کیا گیا اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گدھوں کے گوشت میں سے بالکل نہ کھاؤ۔ بعض لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ ان کو خمس میں شامل نہیں کیا گیا' اور دوسروں نے کہا: آپ نے یقینی طور پر ان کو کھانے سے منع فرمایا۔

(۴) گدھوں کا "جلالۃ" ہونا یعنی یہ کوڑا کرکٹ اور گندگی کھا لیتے ہیں اور امام ابوداؤد نے غالب بن ابجر سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے بستی کے گندگی کھانے والے جانوروں کو حرام کر دیا۔

(۵) خیبر میں گدھوں کو اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ وہ مالِ غنیمت میں تھے اور ان کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا' کیونکہ امام طبرانی نے سندِ جید کے ساتھ حضرت ثعلبہ بن الحکم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا تھا کہ آپ لوٹ کے مال کو کھانے سے منع فرماتے تھے۔

عاصم بن عمر بن قتادہ' عبید بن الحسن اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا مذہب یہ ہے کہ پالتو گدھوں کا گوشت کھانا جائز ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ابن ابجر نے کہا: یارسول اللہ! میرے مال سے کوئی ایسی چیز باقی نہیں ہے جسے میں اپنے گھر والوں کو کھلا سکوں' سوائے میرے پالتو گدھوں کے' تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو اپنے فربہ مال سے کھلاؤ' میں نے صرف تمہارے لیے ان گدھوں کو مکروہ قرار دیا ہے جو بستی کی گندگی کھاتے ہیں۔ اس حدیث کو امام طحاوی' امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۵۰۸۔۵۰۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اور جمہور علماء تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء جن میں امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب ہیں' ان کے نزدیک پالتو گدھوں کا گوشت کھانا حرام ہے' اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے' غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے' اور ابن ابجر کی حدیث کی سند میں بہت شدید اختلاف ہے' امام بیہقی نے کہا: یہ حدیث معلول ہے' اور ابن حزم نے کہا: اس حدیث کے تمام طرق باطل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۳۹۔۳۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳۱ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ رَّفْعِ الصَّوْتِ فِي التَّكْبِيرِ

تکبیر پڑھتے ہوئے آواز بلند کرنا مکروہ ہے

۲۹۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ عَنْ اَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّهُ مَعَكُمْ اِنَّهُ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ تَبَارَكَ اسْمُهُ وَتَعَالٰى جَدُّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عاصم از ابی عثمان از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' جب ہم کسی وادی میں اترتے تو ہم پڑھتے: لا الٰہ الا اللہ' اور اللہ اکبر! ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ کسی غائب کو پکار رہے ہو' بے شک وہ تمہارے ساتھ ہے' بے شک وہ سننے والا ہے' قریب ہے' اس کا نام برکت والا ہے اور اس کی عظمت بہت بلند ہے۔

[اطراف الحدیث: ۴۲۰۵۔۶۳۸۴۔۶۴۰۹۔۶۶۱۰۔۷۳۸۶]

(صحیح مسلم: ۲۷۰۴' الرقم المسلسل: ۶۷۵۶' سنن ابوداؤد: ۱۵۲۶۔۱۵۲۷' سنن ترمذی: ۳۳۸۵' سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۹۳' کتاب الدعا للطبرانی: ۱۶۶۸' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۰۵۔ ج ۳۲ ص ۳۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: "اربعوا علی انفسکم" اس کا معنی ہے: بلند آواز کے ساتھ پڑھنے سے رک جاؤ۔

Marfat.com

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۴۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۸ھ)

علامہ ابن بطال کا فقہاء مالکیہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے یہ نقل کرنا کہ ابتداء میں تعلیم کے لیے ذکر بالجہر جائز تھا' اب کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو جہر کے ساتھ تکبیر پڑھنے سے منع فرمایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سفر کی مشقت میں تھے تو آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ چلا چلا کر اپنے آپ کو مزید مشقت میں نہ ڈالیں اور آپ مؤمنین کے ساتھ بہت رحم دل تھے' پھر آپ نے ان کو بتایا کہ وہ آہستہ سے بھی تکبیر پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کو سن لے گا کیونکہ کوئی آفت اس کو سننے سے منع نہیں کر سکتی اور وہ بہت سننے والا بہت قریب ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ دعا میں آواز کو بلند کرنا مکروہ ہے' صحابہ اور تابعین کا یہی مؤقف ہے' قیس بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب تین مواضع پر آواز بلند کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے: ذکر کے وقت' جنگ کے وقت اور جنائز میں۔

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں جن کی لوگوں نے نئی ایجاد کی ہے: دعا میں آواز بلند کرنا' ہاتھ اٹھانا اور سجدہ مختصر کرنا' اور مجاہد نے دیکھا کہ ایک شخص دعا میں آواز بلند کر رہا تھا تو انہوں نے اس کو کنکری ماری۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۶۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کی یہ تصریح کہ صرف قتال کے وقت ذکر بالجہر ممنوع ہے اور باقی تمام اوقات میں ذکر بالجہر مشروع ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے زیر بحث حدیث کو ''کتاب الجھاد'' میں جو درج کیا ہے' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے کی کراہیت صرف قتال کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے تاکہ دشمن کو مسلمانوں کی جگہ کا پتا نہ چلے' اس کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنے کے متعلق ''کتاب الصلوٰۃ'' میں حدیث گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۳۲ 'دارالمعرفہ' بیروت '۱۴۲۶ھ)

ذکر بالجہر کے متعلق احادیث اور ان کی شروح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہو کر واپس جاتے تھے تو بلند آواز سے ذکر کرنا لوگوں کا معمول تھا' حضرت ابن عباس نے کہا کہ جب لوگ واپس جاتے تھے تو مجھے معلوم ہو جاتا تھا کیونکہ میں اس ذکر کو سنتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۸۴۱' صحیح مسلم: ۵۸۳' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۲' سنن نسائی: ۱۳۳۱)

حضرت شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ میں ذکر کی آواز سن کر جان لیتا تھا کہ اب لوگ نماز پڑھ کر جا رہے ہیں' حُمیدی نے سفیان سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا اختتام صرف تکبیر کی آواز سے پہچانتے تھے' قاضی عیاض نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی کم سنی کی وجہ سے نماز میں دائماً حاضر نہیں ہوتے تھے' اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس نماز آخری صفوں میں پڑھتے ہوں' اور ان کو سلام سے نماز کے اختتام کا نہ پتا چلتا ہو' بلکہ تکبیر کی آواز سے ان کو پتا چلتا ہو کہ

Marfat.com

نماز ختم ہوگئی ہے' ابن دقیق العید نے کہا: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں مکبر نہیں تھا' جو بلند آواز سے سلام کہتا اور تکبیر پڑھتا۔

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد پہلے بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہوں' اس کے بعد تسبیحات پڑھتے ہوں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۰۰۔۳۹۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث اور حافظ ابن حجر کی اس شرح میں ذکر بالجہر کے مشروع ہونے پر واضح دلیل ہے۔

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے: ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ ' لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ'' حضرت زبیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۹۴' سنن ابو داؤد: ۱۵۰۶' سنن نسائی: ۱۳۳۵' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ج ۱ ص ۲۹۶' السنن الکبریٰ: ۱۲۶۱' مسند ابو یعلیٰ: ۶۸۱۰' صحیح ابن خزیمہ: ۷۴۰' صحیح ابن حبان: ۲۰۱۰' المعجم الکبیر: ۳۰۸' مسند احمد ج ۴ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے' یہ اس پر محمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے پڑھتے تھے' تبھی تو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ ذکر سن کر اس کو روایت کیا' اور اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو پڑھتے تھے: ''لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر' اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد''۔ (صحیح البخاری: ۶۶۱۵' صحیح مسلم: ۵۹۳' سنن ابو داؤد: ۱۵۰۵' سنن نسائی: ۱۳۴۷)

(ترجمہ:) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' اے اللہ! جس چیز کو تو عطا کرے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز سے تو منع کرے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے' اور کسی دولت مند کی دولت تیرے مقابلے میں نفع نہیں دے سکتی۔

شیخ محدث دہلوی کا ذکر بالجہر کے جواز کو راجح قرار دینا اور نواب بھوپالی کا ذکر بالجہر کو مستحب قرار دینا اور علامہ ابن بطال اور امام شافعی کا رد کرنا

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو تکبیر کا ذکر ہے' اس سے مراد مطلق ذکر ہے اور بعض نے کہا: اس سے مراد وہ تکبیر ہے جو سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر میں تکبیر ہے' اور بعض نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد تین بار یا ایک بار تکبیر پڑھا کرتے تھے' اور بعض نے کہا: اس سے وہ تکبیر مراد ہے کہ جو نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف انتقال کے وقت تکبیر پڑھی جاتی ہے اور یہ وجہ حدیث کے الفاظ سے بعید ہے۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر کی روایت کی شرح میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے ذکر کرتے تھے' اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلند آواز سے ذکر کرنا اپنے اصحاب کو تعلیم دینے کے لیے تھا اور علامہ نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ دعا اور ذکر میں افضل اخفاء ہے خواہ امام ہو یا منفرد' ہاں! اگر تعلیم کی ضرورت ہو تو بلند آواز سے ذکر کیا جائے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بلند آواز سے ذکر کیا ہے' وہ بھی اسی پر

Marfat.com

محمول ہے ورنہ افضل آہستہ ذکر کرنا ہے اور حق یہ ہے کہ اوقات مختلف ہوتے ہیں' کبھی ذوق اور حضور اخفاء میں ہوتا ہے اور کبھی ذوق و شوق جہر میں ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۰-۴۴۹ ملخصاً' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ محمد صدیق خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ابن حزم ظاہری اور دیگر متاخرین نے ذکر بالجہر کو مستحب قرار دیا ہے اور علامہ ابن بطال اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ ذکر بالجہر مستحب نہیں ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آپ نے تعلیم کے لیے بلند آواز سے ذکر کیا تھا' یہ معنی نہیں ہے کہ آپ نے دائماً بلند آواز سے ذکر کیا تھا' شیخ بھوپالی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کی یہ حدیث صحیح ان تمام اقوال کا واضح رد کرتی ہے اور اس حدیث میں تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ظاہر حقیقی کو معنی مجازی کی طرف پھیرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

(السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن حجاج ج ۲ ص ۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

علامہ خیرالدین رملی کا ذکر بالجہر اور ذکر خفی کے دلائل کو ذکر کر کے ذکر بالجہر کو راجح قرار دینا ------ اور ذکر خفی کے دلائل کا محمل بیان کرنا

علامہ خیرالدین بن احمد بن نورالدین الرملی متوفی ۱۰۸۱ھ میں لکھتے ہیں:

رہا ذکر بالجہر کے لیے حلقہ بنانا اور ان میں قصائد پڑھنا تو یہاں ایسی احادیث ہیں جو جہر کا تقاضا کرتی ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندہ کے گمان کے موافق ہوتا ہے اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں' اگر وہ میرا ذکر تنہا کرے تو میں اس کا تنہا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرے تو میں اس کا ذکر اس سے افضل جماعت میں کرتا ہوں۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۷۴۰۵' صحیح مسلم: ۲۶۷۵' سنن ترمذی: ۳۶۰۳' سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۸)

اس حدیث میں جماعت کے ساتھ ذکر کا ثبوت ہے' اور جماعت کے ساتھ جو ذکر ہوتا ہے وہ جہر کے ساتھ ہی ہوتا ہے' اسی طرح حلقہ کا ثبوت بھی فرشتوں کے حلقہ بنانے سے ہے' اور یہاں ایسی بھی احادیث ہیں جو آہستہ ذکر کرنے کی دلیل ہیں:

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو۔ الحدیث

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۰ ص ۳۷۵' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۱' شعب الایمان: ۵۵۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲' مسند احمد: ۱۴۷۷)

شعیب الارنؤط نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند کا ایک راوی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لبیبہ ضعیف ہے' پھر اس نے حضرت سعد بن مالک کو نہیں پایا' سو یہ حدیث منقطع ہے۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ان مختلف حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ اشخاص اور احوال کے اختلاف سے حکم مختلف ہوتا ہے' پوشیدہ ذکر کی فضیلت اس وقت ہے جب ریاکاری کا خدشہ ہو یا جب نمازیوں اور سونے والوں کو جہر سے ایذاء ہوتی ہو اور جب یہ عوارض نہ ہوں تو پھر ذکر بالجہر افضل ہے' کیونکہ اس میں زیادہ عمل ہے (دل اور زبان کا) اور اس کا فائدہ سننے والوں کو پہنچتا ہے اور یہ ذکر کرنے والے کو بیدار رکھتا ہے اور وہ اس کو غور سے سنتا ہے اور جہر نیند کو دور کرتا ہے اور نشاط کو زیادہ کرتا ہے۔ جہر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ. (الاعراف: ۲۰۵)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو' عاجزی اور خوف سے اور زبان سے بغیر جہر کے آہستہ آہستہ۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے' جب مسلمان نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے تو مشرکین قرآن کو سن لیتے' پھر وہ قرآن مجید کو برا کہتے' اس لیے مسلمانوں کو بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمادیا تا کہ مشرکین کو قرآن مجید کی مذمت کا موقع نہ ملے اور مذمت کے ذریعہ کا سدِ باب ہو جائے' جس طرح مسلمانوں کو بتوں کی مذمت کرنے سے منع فرمایا ہے تا کہ اس کے جواب میں مشرکین اللہ تعالیٰ کی مذمت نہ کریں' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں خاص طور پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہے' عام مسلمانوں کو خطاب نہیں ہے' عام مسلمانوں کو جہر سے ذکر کرنا چاہیے تا کہ ان کے دل سے وسوسے دور ہو جائیں' ان کو جہر کا حکم دیا گیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص رات کو نماز پڑھے وہ بلند آواز سے قراءت کرے کیونکہ فرشتے اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قراءت کو سنتے ہیں' اسی طرح مؤمنین جن بھی اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قراءت کو سنتے ہیں۔ الحدیث (مسند البزار: ١٢/٧' مجمع الزوائد: ٣٦٠٣)

اس آیت (الاعراف: ٢٠٥) کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس میں چلا چلا کر ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح اس آیت سے بھی ذکر بالجہر پر اعتراض کیا جاتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ O (الاعراف: ٥٥)

اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کرو' بے شک وہ (اللہ) حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا O

اس کا جواب یہ ہے کہ حد سے بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ خوب چلا چلا کر ذکر کیا جائے' اس آیت میں جہر معتدل اور جہر متوسط سے نہیں منع کیا اور ذکر بالجہر کے مشروع ہونے سے یہی مراد ہے کہ جہر متوسط کے ساتھ ذکر کیا جائے۔

اسی طرح یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے کہ ذکر میں آواز کو بلند کرنا حرام ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی اور پوشیدہ ہو' کیونکہ وہ ریاکاری سے دور ہے اور خضوع کے زیادہ قریب ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں بہ حوالہ بزازیہ علیٰ ہامش الہندیہ ج٦ ص ٣٧٩۔٣٧٨' مطبعہ بولاق مصر' ١٣١٠ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس جہر پر محمول ہے جو جہر مفرط ہو اور مضر ہو۔

کیونکہ فتاویٰ بزازیہ میں فتاویٰ قاضی خان سے یہ منقول ہے کہ مساجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کیا جائے گا تا کہ منع کرنے والا اس آیت کی وعید میں نہ داخل ہو جائے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ۔ (البقرہ: ١١٤)

اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام ذکر کیے جانے سے روکا اور ان کی ویرانی میں کوشش کی۔

اسی طرح یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے بلند آواز سے ذکر کرنے والی ایک جماعت کو مسجد سے نکال دیا تھا' وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھ رہے تھے۔ (مسند داری: ٢١٠۔ ص ١٨٢) اور یہ ذکر بالجہر کے جواز کے خلاف ہے:

اس کا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر یہ اثر صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ وہ لوگ بہت چلا چلا کر ذکر کر رہے تھے۔

اسی طرح حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے والوں سے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ کسی غائب کو پکار رہے ہو۔ (الحدیث)

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۲۹۹۲' صحیح مسلم: ۲۷۰۴' سنن ابوداؤد: ۱۵۲۶' سنن ترمذی: ۳۳۸۵' سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۴' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ممانعت کا محمل یہ ہے کہ اس موقع پر جہر کرنا مصلحت کے خلاف تھا۔ روایت ہے کہ وہ اس وقت ایک غزوہ میں تھے اور شاید کہ بلند آواز سے ذکر کرنا کسی مصیبت کا پیش خیمہ ہوتا (کیونکہ میدانِ جنگ میں اپنے مورچوں کو دشمن سے چھپا کر رکھا جاتا ہے) اور بہر حال بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا جائز ہے۔

(فتاویٰ خیریہ علیٰ ہامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ج ۲ ص ۲۸۲۔ ۲۸۱' المکتبۃ الحقانیہ پشاور)

علامہ شامی کی یہ تصریح کہ تمام متقدمین اور متاخرین کے نزدیک ذکر بالجہر مستحب ہے

خاتم الفقہاء علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صاحب بزازیہ کا ذکر بالجہر میں کلام مضطرب ہے' کبھی انہوں نے کہا: یہ حرام ہے' کبھی انہوں نے کہا: یہ جائز ہے (اس کے بعد علامہ شامی نے فتاویٰ خیریہ کی عبارت اختصار سے نقل کی ہے' پھر لکھتے ہیں:) حاشیۃ الحموی میں امام شعرانی سے منقول ہے کہ تمام متقدمین اور متاخرین فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مساجد وغیر مساجد میں جماعت کا مل کر ذکر بالجہر کرنا مستحب ہے' ہاں! اگر ان کے جہر سے کسی سننے والے کی نیند میں خلل ہو یا نمازی کی نماز میں خلل ہو یا قرآن پڑھنے والے کی تلاوت میں خلل ہو تو پھر یہ مستحب نہیں ہے (ہوسکتا ہے اس صورت میں یہ مباح ہو یا مکروہ تنزیہی ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

(ردالمحتار علی الدر المختار ج ۲ ص ۳۷۷۔ ۳۷۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہمارا لکھا ہوا ایک رسالہ ''ذکر بالجہر'' چھپا ہوا ہے' اس میں اس مسئلہ کی مکمل تحقیق کی گئی ہے' اس سے پہلے نعمۃ الباری ج ۲ ص ۸۷۴۔ ۸۷۱' صحیح البخاری: ۸۴۲ میں بھی اس حدیث کی شرح کی جا چکی ہے' تاہم یہاں پر رسالہ ذکر بالجہر اور نعمۃ الباری ج ۲ سے زیادہ تفصیل وتحقیق کی ہے۔ وللہ الحمد

۱۳۲ - بَابُ التَّسْبِیحِ إِذَا هَبَطَ وَادِیًا — جب وادی میں اترے تو تسبیح پڑھے

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جہاد یا حج میں مسافر جائے اور کسی وادی میں اترے تو وہ تسبیح پڑھے۔

۲۹۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ حُصَیْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِی الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ کُنَّا إِذَا صَعِدْنَا کَبَّرْنَا وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حصین بن عبد الرحمان از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ جب ہم کسی جگہ چڑھتے تو تکبیر پڑھتے اور جب کسی جگہ اترتے تو تسبیح پڑھتے۔

[طرف الحدیث: ۲۹۹۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بلندی پر تکبیر پڑھنے اور پستی میں تسبیح پڑھنے کی حکمت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ہم کسی جگہ چڑھتے۔ اس کا معنی ہے: جب ہم کسی بلند جگہ پر جاتے مثلاً پہاڑ یا ٹیلہ پر۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: جب ہم کسی جگہ اترتے۔ یعنی کسی نچلی اور نشیب کی جگہ میں اترتے' مثلاً وادی میں۔

تکبیر کا معنی ہے: اللہ اکبر پڑھنا' اور تسبیح کا معنی ہے: سبحان اللہ پڑھنا' ہم کسی بلند جگہ پر اللہ اکبر پڑھتے اور اس جگہ کی بلندی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو یاد کرتے' یعنی یہ جگہ بھی بلند ہے' مگر سب سے بلند اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' اور کسی نچلی اور نشیب والی جگہ

Marfat.com

میں سبحان اللہ پڑھتے یعنی یہ جگہ پست ہے اور اللہ تعالیٰ ہر پستی اور نشیب سے بری ہے اور بلند ہے اور یہ حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ سے بھی ماخوذ ہے کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی اور مچھلی کا پیٹ بھی پستی اور نشیب کے حکم میں ہے' پستی اور نشیب میں تسبیح پڑھنا حضرت یونس علیہ السلام کی سنت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۴۰' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٣٣ - بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا عَلَا شَرَفًا — جب کسی بلندی پر چڑھے تو تکبیر پڑھے

یعنی مسافر جب جہاد یا حج کے سفر میں کسی بلند جگہ پر چڑھے تو پھر اللہ اکبر پڑھے۔

٢٩٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا تَصَوَّبْنَا سَبَّحْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از حصین از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کسی جگہ چڑھتے تو تکبیر پڑھتے اور جب کسی جگہ اترتے تو تسبیح پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث کی شرح میں بیان کی گئی ہے۔

٢٩٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ الْغَزْوِ يَقُولُ كُلَّمَا أَوْفَى عَلٰى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آئِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ قَالَ صَالِحٌ فَقُلْتُ لَهُ أَلَمْ يَقُلْ عَبْدُ اللّٰهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ لَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد العزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از سالم بن عبد اللہ از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج سے یا عمرہ سے واپس آتے' راوی کہتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ یا جب کسی غزوہ سے واپس آتے' تو جب بھی آپ کسی بلند جگہ پر پہنچتے یا کسی بجری والی زمین پر پہنچتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے اور پھر یہ پڑھتے: ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ' آئِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ'' اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' ہم رجوع کرنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی عبادت کرنے والے ہیں اور اس کو سجدہ کرنے والے ہیں اور اس کی حمد کرنے والے ہیں' اللہ نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا اور اپنے (مکرم) بندے کی مدد کی اور کافروں کی جماعت کو اکیلے شکست دی۔ صالح نے کہا: میں نے راوی سے پوچھا: کیا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا؟ تو

Marfat.com

انہوں نے کہا: نہیں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۹۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ کسی بلند جگہ پر جا کر اللہ کی کبریائی بیان کرتے تھے۔

١٣٤ - بَابُ يُكْتَبُ لِلْمُسَافِرِ مِثْلُ مَاكَانَ يَعْمَلُ فِي الْإِقَامَةِ

مسافر دورانِ اقامت (یا بیمار دورانِ صحت) جو نیک کام کرتا تھا (بیماری اور) سفر میں بھی اس کے وہی نیک کام لکھے جاتے ہیں

یعنی جب مسافر سفرِ معصیت نہ کرے اور بیماری اور سفر کی مشقت کی وجہ سے ان نیک کاموں کو نہ کر سکے جو وہ دورانِ اقامت کیا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عذر کی وجہ سے اور اپنے فضل سے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں ان نیک کاموں کو لکھتے رہیں۔

٢٩٩٦ - حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ أَبُوْ إِسْمَاعِيْلَ السَّكْسَكِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ وَاصْطَحَبَ هُوَ وَيَزِيْدُ بْنُ أَبِي كَبْشَةَ فِي سَفَرٍ فَكَانَ يَزِيْدُ يَصُوْمُ فِي السَّفَرِ فَقَالَ لَهُ أَبُوْ بُرْدَةَ سَمِعْتُ أَبَا مُوْسٰى مِرَارًا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں العوام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم ابواسماعیل السکسکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوبردہ سے سنا اور وہ یزید بن ابی کبشہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو یزید سفر میں روزے رکھ رہے تھے' پس ان سے ابوبردہ نے کہا کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے متعدد بار یہ سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ بیمار ہو یا سفر کرے تو اس کے لیے ان ہی نیک اعمال کے مثل لکھے جاتے ہیں جو نیک اعمال وہ حالتِ اقامت اور حالتِ صحت میں کرتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مطر بن الفضل المروزی (۲) یزید بن ہارون بن زاذان الواسطی (۳) العوام بن حوشب (۴) ابراہیم بن عبدالرحمان ابواسماعیل السکسکی (۵) ابوبردہ' ان کا نام عامر ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام الحارث ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے (۶) یزید بن ابی کبشہ شامی' صحیح البخاری میں ان کا صرف اسی جگہ ذکر ہے (۷) حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۴۲)

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

میں کہتا ہوں کہ سنن ابوداؤد کی روایت بھی امام بخاری کی روایت کی مثل ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار یا دو بار سے زیادہ مرتبہ سنا ہے کہ جب کوئی بندہ نیک عمل کرتا ہو پھر وہ کسی بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ عمل نہ کر سکے تو اس کے لیے وہ نیک اعمال لکھ دیئے جاتے ہیں جو وہ تندرستی اور اقامت کی حالت میں کرتا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۹۱' دارالفکر بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ اچھے طریقہ سے عبادت کرتا ہو پھر وہ بیمار ہو جائے تو جو فرشتہ اس کے سپرد ہوتا ہے اس سے کہا جاتا ہے: اس بندہ کے ان اعمال کی مثل لکھو جو یہ صحت کے زمانہ میں کرتا تھا حتیٰ کہ تم اس کو میرے حوالے کردو۔ اس حدیث کو امام عبدالرزاق' امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (مسند البزار: ۷۵۹ ' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۰۹ ' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۵ طبع قدیم ' مسند احمد ۶۱۱۶)

اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی مسلمان بندے کے جسم کو کسی آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: اس کے اسی عمل کو لکھتے رہو جو یہ زمانہ صحت میں کرتا تھا' پھر اگر اللہ عزوجل اس کو شفاء دے دیتا ہے تو اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو اس کو بخش دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۳ ' شرح السنۃ: ۱۴۳۰ ' الادب المفرد: ۵۰۱ ' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۸ ' مسند احمد: ۱۲۵۰۳)

اور امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہو (پھر کبھی) اس پر نیند غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نماز کا اجر لکھ دیتا ہے اور اس کی نینداس پر صدقہ ہو جاتی ہے۔ (سنن نسائی: ۱۷۸۰ ' سنن ابوداؤد: ۱۳۱۴)

۱۳۵ - بَابُ سَيْرِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ بِاللَّيْلِ — کسی مرد کا رات کو اکیلے سفر کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا مرد کا رات کو تنہا سفر کرنا مکروہ ہے کہ نہیں؟ اس کا جواب باب کی پہلی دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے' پہلی حدیث کا تقاضا ہے مکروہ نہیں ہے۔

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو اکیلے سفر کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ رات کو شیاطین پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور اس وقت وہ اکیلے آدمی کو دیکھ کر اس کو طرح طرح کے وسوسے ڈالتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ وہ رات کو اپنے بچوں کو گھروں میں رکھیں اور باہر نکلنے نہ دیں' تاہم اگر کوئی تنہا سفر کرنے کے لیے نکلا تو یہ حرام نہیں ہے' مکروہ ہے۔

رہا یہ کہ اس باب کی حدیث میں حضرت زبیر کا قصہ آ رہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رات کے وقت دشمن کی جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا' سو یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رات کو تنہا سفر کرنا حرام نہیں ہے ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو رات میں تنہا نہ بھیجتے' یہ فقط مکروہ تنزیہی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۷۰ ' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب نے یہ صحیح نہیں لکھا' اگر کوئی شخص ازخود رات کو تنہا سفر کرے تو وہ بے شک مکروہ تنزیہی ہوگا لیکن جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات تنہا بھیجا ہو' وہ کیسے مکروہ تنزیہی ہو سکتا ہے' بلکہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم تھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شیاطین پریشان نہیں کر سکیں گے' اس لیے آپ نے ان کو رات کے وقت دشمن کی جاسوسی کرنے کے لیے تنہا بھیجا۔

۲۹۹۷ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ نَدَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن لوگوں کو طلب کیا' پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

الزُّبَيْرُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ قَالَ سُفْيَانُ الْحَوَارِيُّ النَّاصِرُ.

نے لبیک کہا' آپ نے پھر لوگوں کو طلب کیا' پس حضرت زبیر رضی اللہ
نے لبیک کہا' آپ نے پھر لوگوں کو طلب کیا' پس حضرت زبیر نے
لبیک کہا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ سفیان نے کہا: حواری کا معنی ہے: مددگار۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۴۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں کسی مرد کو رات کے وقت تنہا بھیجنے کا ذکر ہے۔

٢٩٩٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ح) اور ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اگر لوگ تنہا سفر کرنے کے اس ضرر کو جان لیتے جس کو میں جانتا ہوں تو کوئی سوار رات کو تنہا سفر نہ کرتا۔

باب مذکور کی دونوں حدیثوں کا فرق

پہلی حدیث کی اس پر دلالت ہے کہ تنہا سفر کرنا جائز ہے اور دوسری حدیث کی اس پر دلالت ہے کہ رات کو تنہا سفر کرنا ممنوع ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ کسی ضروری کام کے لیے مرد رات کو تنہا سفر کرے اور اس کو اپنی سلامتی کا غالب گمان ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو رات میں تنہا بھیجا کیونکہ وہ ضروری کام سے جا رہے تھے اور انہوں نے دشمن کی جاسوسی کرنی تھی' اور ان کو اپنی سلامتی کا غالب گمان تھا' کیونکہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیج رہے تھے' دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی از خود رات میں تنہا سفر کرے اور اس کی سلامتی کا کوئی قرینہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کا رات میں تنہا سفر کرنا مکروہ ہے' اور یہی اس باب کی دوسری حدیث کا تقاضا ہے۔

علامہ ابن ابی جمرۃ کی شرح

علامہ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ٦٩٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ کسی سوار کا رات کو سفر کرنا ممنوع ہے اور اس میں چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: جس طرح سوار کا رات میں تنہا سفر کرنا ممنوع ہے' اسی طرح رات میں پیدل کا تنہا سفر کرنا ممنوع ہے

اس حدیث میں سوار کو رات میں تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہے' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آیا پیدل رات کو تنہا سفر کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص پیدل ہو اس کا رات کو تنہا سفر کرنا بہ طریق اولیٰ ممنوع ہے' کیونکہ سوار کو بہرحال سواری کے ساتھ انس حاصل ہوتا اور پیدل اس انس سے خالی ہوتا ہے۔

Marfat.com

دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص پیدل ہو اور اس کے ساتھ کوئی سواری نہ ہو تو اگر وہ راستہ میں سو جائے تو اس کو جگانے والا کوئی نہیں ہوگا اور اگر اس پر کوئی مصیبت آ جائے تو اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

مبحث ثانی: رات کو تنہا سفر کرنے کی ممانعت عام لوگوں کے لیے ہے' خواص کے لیے نہیں ہے

نیز رات کو تنہا سفر کرنے کی یہ ممانعت عام لوگوں کے لیے اور رہے خواص تو وہ سفر میں تنہا نہیں ہوتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں یہ دعا کی ہے:

اللھم انت الصاحب فی السفر. اے اللہ! تو سفر میں میرا ساتھی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۴۲' الرقم المسلسل: ۳۱۶۵' سنن ابوداؤد: ۲۵۹۹)

اسی طرح درج ذیل حدیث ہے:

انا جلیس من ذکرنی. جو میرا ذکر کرے' میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

(الدرر المنثرہ: ۱۳۱' ص ۱۱۴' دار الفکر' بیروت ۱۴۱۵ھ)

اور خواص ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں تو ان کو اپنے مولیٰ کی مصاحبت حاصل ہوتی ہے اور سفر میں اس کی مجالست حاصل ہوتی ہے' لہٰذا وہ سفر میں تنہا نہیں ہوتے' اس لیے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اگر سفر میں تنہا ہوں تو اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔

مبحث ثالث: سفر سے مراد متعارف سفر نہیں بلکہ لغوی سفر مراد ہے

سفر کا معنی ہے: ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا' اور صوفیاء کے نزدیک اس سے مراد ہے: جہل سے علم کی طرف منتقل ہونا' اور رات کا اندھیرا جہل ہے' تو اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بندہ جہل سے نکل کر علم کی روشنی میں آئے اور جب علم کی روشنی میں آئے گا تو شیطان اس کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ (بہجۃ النفوس ج ۳ ص ۱۴۴۔ ۱۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

۱۳٦ - بَابُ السُّرْعَةِ فِي السَّيْرِ عِنْدَ الرُّجُوْعِ إِلَى الْوَطَنِ
وطن کی طرف واپسی میں تیزی سے چلنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وطن کی طرف واپسی کے وقت تیز تیز چلنا جائز ہے۔

قَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَّتَعَجَّلَ مَعِيَ فَلْيُعَجِّلْ.

ابوحمید نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مدینہ کی طرف جلدی جا رہا ہوں' سو جو جلدی جانے کا ارادہ کرے' وہ میرے ساتھ جلدی چلے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے' ابوحمید کا نام عبد الرحمن ہے اور یہ انصاری صحابی ہیں۔

۲۹۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ يَحْيٰى يَقُوْلُ وَأَنَا أَسْمَعُ فَسَقَطَ عَنِّيْ عَنْ مَّسِيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَ فَكَانَ يَسِيْرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے (سفر حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے متعلق) سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یحییٰ اس کو بیان کر رہے تھے اور میں

Marfat.com

الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ.

یہ بتانا بھول گیا کہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کیسی تھی‘ آپ سہولت کے ساتھ چلتے تھے‘ جب آپ راستہ میں کشادگی پاتے تو تیز چلتے‘ اور ’’نص‘‘ کا معنی ہے: سہولت سے زیادہ تیز چلنا۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ۱۶۶۶ میں گزر چکی ہے‘ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیز چلنے کا ذکر ہے۔

٣٠٠٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی اور وہ ابن اسلم ہیں‘ از والد خود‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ کے راستہ میں تھا تو حضرت ابن عمر کو یہ خبر پہنچی کہ (ان کی بیوی) صفیہ بنت ابی عبید کو شدید درد ہے تو انہوں نے تیز چلنا شروع کیا حتیٰ کہ جب شفق غروب ہوگئی تو وہ سواری سے اترے اور انہوں نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں‘ اور انہوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد جانا ہوتا تو آپ مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے اور دونوں (مغرب اور عشاء) کو ملا کر پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے‘ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر گھر جاتے وقت تیزی کے ساتھ سفر کرتے تھے۔

شیخ البانی کا دو نمازوں کو جمع کرنے کی تمام احادیث کو جمع حقیقی پر محمول کرنا

محمد ناصر الدین البانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دو نمازوں کو جمع کرنے سے مراد جمع حقیقی ہے‘ اس کا معنی ہے: پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کرنا مثلاً ظہر اور عصر دونوں نماز کو معاً عصر کے وقت میں پڑھا جائے‘ اسی طرح مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھا جائے‘ اور اس کے متعلق احادیث صحیحہ صریحہ ہیں اور اس میں زیادہ صریح عصر کی نماز کو مقدم کر کے ظہر کے وقت میں پڑھنا ہے اور دونوں نمازیں جمع کر کے ظہر کے وقت میں پڑھی جائیں‘ اسی طرح عشاء کی نماز کو مغرب کے ساتھ پڑھنا ہے‘ اس میں جمع صوری متصور نہیں ہے‘ اس کی زیادہ واضح مثال یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بارش کے وقت دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جائے‘ اس میں جمع تقدیم کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے‘ ان تمام کے متعلق احادیث کثیرہ صحیحہ وارد ہیں۔

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۳۰۴۰- ج ۷‘ قسم اول ص ۹۰-۸۹‘ مکتبۃ المعارف‘ ریاض‘ ۱۴۲۲ھ)

مصنف کی یہ تحقیق کہ عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دو نمازوں کو جمع کرنے کی احادیث جمع صوری پر محمول ہیں

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا○ بے شک نماز ایمان والوں پر وقت مقرر میں فرض ہے○

(النساء:١٠٣)

اگر دو نمازوں کو جمع کر کے ایک نماز کے وقت میں پڑھا جائے تو یہ اس آیت کے خلاف ہے' عرفات میں عصر کی نماز کو مقدم کر کے ظہر کے وقت میں پڑھا جاتا ہے اور یہ جمع تقدیم ہے اور مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء وقت میں پڑھا جاتا ہے' اس کو جمع تاخیر کہتے ہیں اور یہ دونوں صورتیں تواتر معنوی سے ثابت ہیں' لہٰذا یہ صورتیں النساء:١٠٣ سے مستثنیٰ ہیں' ان کے علاوہ جن دو نمازوں کو جمع کرنے کا احادیث میں ذکر ہے' وہ سب اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے قرآن مجید کو منسوخ قرار دینا جائز نہیں ہے' اگر ان کی توجیہ جمع صوری کے ساتھ ہو سکے تو ان کی توجیہ کی جائے گی ورنہ قرآن مجید کے مقابلہ میں ان اخبار آحاد کو چھوڑ دیا جائے گا' جمع صوری کی مثال اس حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مغرب کی نماز کو اس کے آخری وقت میں پڑھا اور عشاء کی نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا' شیخ البانی کا اس قسم کی تمام صورتوں کو جمع حقیقی پر محمول کرنا اخبار آحاد کو قرآن مجید پر مقدم کرنا ہے' یہ قرآن مجید کے خلاف ہے اور اس کی اہمیت کو کم کرنا ہے۔

٣٠٠١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ فَاِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی مولیٰ ابی بکر از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے' وہ تم میں سے کسی ایک شخص کے سونے اور اس کے کھانے اور پینے کو منع کر دیتا ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص اپنا کام پورا کر چکے تو وہ اپنے گھر کی طرف جلد روانہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٠٤ میں گزر چکی ہے۔

١٣٧ - بَابٌ اِذَا حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فَرَاٰهَا تُبَاعُ
جب کسی شخص نے کسی آدمی کو گھوڑے پر سوار کیا' پھر اس گھوڑے کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھا

یعنی جب کسی شخص نے کسی آدمی کو جہاد کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں گھوڑا دیا' پھر دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت ہو رہا ہے تو آیا اس شخص کے لیے اس گھوڑے کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس باب کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کے لیے اس گھوڑے کو خریدنا جائز نہیں ہے۔

٣٠٠٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهٗ يُبَاعُ فَاَرَادَ اَنْ يَّبْتَاعَهٗ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِىْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو اللہ کی راہ میں گھوڑے پر سوار کیا' پھر انہوں نے دیکھا کہ اس گھوڑے کو فروخت کیا جا رہا ہے تو انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال

Marfat.com

کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۹ میں گزر چکی ہے' صدقہ میں رجوع کی اس طرح وضاحت ہے کہ اگر وہ شخص کسی اور کو گھوڑا فروخت کرے گا تو شرح صدر کے ساتھ زیادہ قیمت لگائے گا اور جب حضرت عمر اس سے وہ گھوڑا خریدیں گے تو اس کو حجاب آئے گا کہ انہوں نے ہی تو مجھے یہ گھوڑا دیا تھا' ان سے میں زیادہ پیسے کیونکر مانگوں۔

۳۰۰۲ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَابْتَاعَهُ اَوْ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهُ فَاَرَدْتُ اَنْ اَشْتَرِيَهُ وَ ظَنَنْتُ اَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَاِنْ بِدِرْهَمٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (کسی شخص کو) اللہ کی راہ میں ایک گھوڑے پر سوار کیا' پس اس نے اس گھوڑے کو فروخت کیا یا اس کو ضائع کر دیا' جب وہ اس کے پاس تھا' تو میں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور میرا یہ گمان تھا کہ وہ مجھے کم پیسوں پر فروخت کر دے گا' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو خواہ وہ تمہیں ایک درہم کے عوض فروخت کر دے' کیونکہ اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو اپنی قے میں رجوع کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۰ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس نے اس گھوڑے کو فروخت کر دیا یا اس کو ضائع کر دیا' یعنی یہاں پر راوی کو شک ہے کہ حضرت عمر نے کیا فرمایا تھا کہ وہ اس گھوڑے کو فروخت کر رہا تھا یا وہ اس کو چارا کم ڈالتا تھا' جس کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو گیا تھا کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ اس نے اس کو ضائع کر دیا تھا' پھر انہوں نے سوچا کہ اس کو میں خرید لوں۔

۱۳۸ - بَابُ الْجِهَادِ بِاِذْنِ الْاَبَوَيْنِ والدین کی اجازت سے جہاد کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد والدین کی اجازت سے کرنا چاہیے' امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا کہ آیا والدین کی اجازت سے جہاد کرنا ضروری ہے' مستحب ہے یا کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے اور اس میں تفصیل ہے: اوزاعی' سفیان ثوری' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص والدین کی اجازت کے بغیر جہاد پر روانہ نہ ہو سوائے اس صورت میں کہ دشمن نے اس کے ملک پر حملہ کر دیا ہو' اس صورت میں جہاد کرنا فرضِ عین ہو جاتا ہے اور ہر شخص پر جہاد کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس کے لیے والدین کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے' البتہ ابن حزم نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کے جہاد پر جانے کی وجہ سے اس کے والدین ضائع ہو جائیں تو پھر اس سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور جمہور نے یہ کہا ہے: اس صورت میں بھی اس کا جہاد پر جانا والدین کی اجازت پر موقوف ہے۔ علامہ المنذری نے کہا ہے کہ یہ نفلی جہاد میں ہے لیکن جب اس پر جہاد واجب ہو تو پھر ان کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے' اگر وہ اس کو جہاد پر جانے سے منع کریں تو وہ ان کی نافرمانی کرے اور یہ اس

Marfat.com

صورت میں ہے جب اس کے والدین مسلمان ہوں اور اگر اس کے والدین کافر ہوں تو پھر ان کی اجازت کی ضرورت نہیں خواہ جہاد نفل ہو یا فرض' اور اب ان کی اطاعت کرنا معصیت ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ تمام احکام اس صورت میں ہیں' جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہو چکی ہو اور ہجرت' جہاد اور غلبہ دین کی فرضیت ساقط ہو چکی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۴۷' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٠٠٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ وَكَانَ لَايُتَّهَمُ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ اَحَيٌّ وَالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ.

[طرف الحدیث: ۵۹۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو العباس الشاعر سے سنا' اور وہ اپنی حدیث میں متہم نہیں تھے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' پس آپ سے جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ نے پوچھا: آیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم ان کی خدمت میں جہاد کرو۔

(صحیح مسلم: ۲۵۴۹' الرقم المسلسل: ۶۳۹۹' سنن ابوداؤد: ۲۵۲۹' سنن ترمذی: ۱۶۷۷' سنن نسائی: ۳۱۰۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۵۴' الادب المفرد: ۲۰' صحیح ابن حبان: ۳۱۸' شرح السنہ: ۲۶۳۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۷۶۵۔ ج ۱۱ ص ۳۷۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اور اس حدیث کی مؤید دیگر روایات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: والدین سے جہاد کی اجازت لینا۔ اور اس حدیث میں والدین سے اجازت لینے کا ذکر نہیں ہے' سو اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو یہ سوال ذکر ہے کہ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر تمہارے ماں باپ زندہ ہیں تو ان سے جہاد کی اجازت طلب کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص آیا۔ ہوسکتا ہے کہ اس شخص سے مراد حضرت جاہمہ بن العباس بن مرداس ہوں' کیونکہ ابو عمر نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے کہ معاویہ بن جاہمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے جہاد میں جانے کا مشورہ طلب کیا تو آپ نے پوچھا: کیا تمہاری والدہ ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس جاؤ اور ان کی تکریم کرو۔ اس حدیث کو امام نسائی اور امام احمد نے بھی معاویہ بن جاہمہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۱' شرح مشکل الآثار: ۲۱۳۲' المستدرک ج ۲ ص ۱۰۴' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹ طبع قدیم)

اور امام ابن ابی عاصم نے سند صحیح سے روایت کیا ہے کہ جس وقت ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ کے پاس ایک بہت قوی اور توانا اعرابی آیا' پس وہ کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہوں اور میں اپنے اندر اس کی قوت پاتا ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ دشمن سے قتال کروں اور میں آپ

کے سامنے شہید کیا جاؤں' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے والدین ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ! ان سے ملو اور ان کے ساتھ نیکی کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو اور ان کا بھی شکر ادا کرو' اس نے پھر کہا: میں اپنے اندر دشمن سے لڑنے کی قوت پاتا ہوں' آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنے ماں باپ سے ملو اور وہ چلا گیا اور ہم اس کی جسامت اور طاقت پر تعجب کر رہے تھے۔

(الاحاد والمثانی: ۲۷-۱۳-۱۲۷۱ ج ۳ ص ۵۹-۵۸' دار الرایہ' ۱۴۱۱ھ)

امام ابوداؤد' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف یمن سے ہجرت کی' آپ نے اس سے پوچھا: یمن میں تمہارا کون ہے؟ اس نے کہا: میرے ماں باپ ہیں' آپ نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: ان کی طرف جاؤ! پس ان سے اجازت طلب کرو' اگر وہ اجازت دے دیں تو تم جہاد کرو ورنہ ان کے ساتھ نیکی کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۳۰)

اس حدیث میں ماں' باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید ہے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کے کثرتِ ثواب کو بیان کیا ہے۔

۱۳۹ - بَابُ مَاقِيْلَ فِي الْجَرَسِ وَنَحْوِهٖ فِيْ اَعْنَاقِ الْاِبِلِ

اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹی وغیرہ لٹکانے کے متعلق احادیث

اس حدیث میں اونٹوں کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ جہاد کی احادیث میں زیادہ تر اونٹوں کا ذکر ہے۔

۳۰۰۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ اَنَّ اَبَا بَشِيْرٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ وَالنَّاسُ فِيْ مَبِيْتِهِمْ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا اَنْ لَّا يَبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِّنْ وَّتَرٍ اَوْ قِلَادَةٌ اِلَّا قُطِعَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر از عباد بن تمیم کہ حضرت ابوبشیر الانصاری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے' عبداللہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ لوگ اپنی سونے کی جگہوں میں تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک قاصد بھیجا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ جس شخص کے اونٹ کی گردن میں اُون کا ہار ہو' یا فرمایا: ہار ہو' اس کو کاٹ دیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۱۵' الرقم المسلسل: ۵۴۴۲' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف' ابومحمد التنیسی' یہ دمشق کے رہنے والے تھے (۲) امام مالک بن انس (۳) عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمر بن حزم (۴) عباد بن تمیم الانصاری (۵) ابوبشیر الانصاری' ایک قول ہے: ان کا نام قیس بن عبد الحریر ہے' امام ذہبی نے کہا: ابوبشیر الانصاری مازنی بیعتِ رضوان میں حاضر تھے' یہ ۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعۂ 7ھ کے بعد فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۴۹)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب کے عنوان میں گھنٹی کا ذکر ہے اور حدیث میں گھنٹی کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عموماً ہار میں گھنٹی لٹکائی جاتی ہے اور اس حدیث میں ہار کو کاٹنے کا ذکر ہے اور یہ گھنٹی کے کاٹنے کو بھی مستلزم ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ گھنٹی میں کراہت کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھنٹی شیطان کی مزمار ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۱۴)

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کراہت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہہ کے لیے ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ نووی وغیرہ نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ کراہت تنزیہی ہے اور ایک قول کراہتِ تحریمی کا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو گھنٹی باندھنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

١٤٠ - بَابُ مَنِ اكْتُتِبَ فِيْ جَيْشٍ فَخَرَجَتْ اِمْرَاَتُهٗ حَاجَّةً وَّكَانَ لَهٗ عُذْرٌ هَلْ يُؤْذَنُ لَهٗ

جو شخص کسی لشکر میں اپنا نام لکھوائے' پھر اس کی بیوی حج کرنے کے لیے نکلے اور اس شخص کا عذر ہو تو کیا اس شخص کو لشکر سے جانے کی اجازت دی جائے گی یا نہیں؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص اپنا نام لشکر میں لکھوائے' پھر اس کی بیوی حج کو جارہی ہو یا اس کا کوئی اور عذر ہو تو آیا اس کو لشکر سے جانے کی اجازت دی جائے گی یا نہیں؟

٣٠٠٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ وَّلَا تُسَافِرَنَّ امْرَاَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اكْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَخَرَجَتِ امْرَاَتِیْ حَاجَّةً قَالَ اِذْهَبْ فَحُجَّ مَعَ امْرَاَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور نہ کوئی عورت بغیر محرم کے سفر کرے' پھر ایک شخص کھڑا ہوا' اس نے کہا: یارسول اللہ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج کے لیے جارہی ہے' آپ نے فرمایا: تم جاؤ! اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۶۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اس حدیث میں چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: جب ایک حدیث چند احکام پر مشتمل ہو تو اس حکم کے متعلق سوال کرنا چاہیے' جس کا اس شخص کے ساتھ تعلق ہو

کوئی شخص جب کوئی ایسی حدیث سنے جس میں چند احکام ہوں تو وہ صرف اس حکم کے متعلق سوال کرے جس کا اس کی ذات کے ساتھ تعلق ہو اور زیر بحث حدیث میں دو حکم تھے' ایک حکم یہ تھا کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور دوسرا حکم یہ تھا کہ کوئی عورت بغیر محرم کے حج کے لیے نہ جائے اور اس شخص کا مسئلہ دوسرے حکم سے متعلق تھا' کیونکہ اس کی بیوی حج کو جارہی تھی تو اس نے

Marfat.com

نے جہاد میں شرکت سے اپنا یہ عذر بیان کیا۔

مبحث ثانی: دو مستحب حکموں میں سے کسی ایک مستحب حکم کو قرینہ کی بناء پر ترجیح دینا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جانے کا حکم دیا اور جہاد کو ترک کر دیا حالانکہ جہاد میں بہت فضیلت ہے جیسا کہ اس سے پہلے احادیث گزر چکی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جہاد فرضِ عین نہیں تھا بلکہ تبلیغ اسلام کے لیے فرضِ کفایہ تھا اور اس شخص کے حق میں یہ جہاد مستحب تھا اور اس کا اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لیے جانا یہ بھی مستحب تھا' لیکن اس دوسرے مستحب کو اس لیے ترجیح دی گئی کیونکہ جہاد میں تو اور بھی بہت سے مسلمان جا رہے تھے اور اس کی بیوی کے ساتھ حج پر جانے کے لیے کوئی محرم میسر نہیں تھا۔

مبحث ثالث: مسلمانوں کے امیر پر لازم ہے کہ وہ عوام کو اس کام کا حکم دے جس میں منفعت زیادہ ہو

مسلمانوں کے سربراہ کو چاہیے کہ وہ یہ غور کرے کہ عوام کا مفاد کس کام میں زیادہ ہے اور جس کام میں منفعت زیادہ ہو' اس کام کو کرنے کا حکم دے' اب وہ شخص اگر جہاد کرتا تو اس میں بھی اس کی منفعت تھی اور اگر اپنی بیوی کو اپنے ساتھ حج پر لے جاتا تو اس میں بھی اس کی منفعت تھی لیکن زیادہ منفعت اس دوسرے کام میں تھی کیونکہ جہاد میں تو اور بھی بہت سے مسلمان جا رہے تھے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو حج پر لے جائے۔ (بہجۃ النفوس شرح بخاری ج ۳ ص ۱۴۷' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

١٤١ - بَابُ الْجَاسُوْسِ — جاسوس کا حکم

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافروں کا جاسوس اگر پکڑ لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ جاسوس کا لفظ تجسس سے ماخوذ ہے' اس کا وزن فاعول ہے اور اس کا معنی ہے: بواطنِ اُمور کی تفتیش کرنا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ﴾ (الممتحنۃ:١).

قرآن مجید میں ہے: اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ (الممتحنۃ:١)

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان کا قصہ اس باب کی حدیث میں آ رہا ہے۔

اَلتَّجَسُّسُ اَلتَّبَحُّثُ.

''التجسس'' کا معنی ہے: ''التبحث''۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے' انہوں نے بتایا ہے کہ ''التجسّس'' کا معنی ہے: تفتیش کرنا اور کھوج لگانا۔

٣٠٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ حَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ قَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰی تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً وَّمَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰی بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰی انْتَهَيْنَا اِلَی الرَّوْضَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' میں نے ان سے دو مرتبہ سنا' انہوں نے کہا: مجھے حسن بن محمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن ابی رافع نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حضرت زبیر اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہم کو بھیجا' فرمایا: تم لوگ جاؤ حتیٰ کہ تم روضہ خاخ میں پہنچ جاؤ' بے شک وہاں پر ایک

Marfat.com

فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ فَقُلْنَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِيْ مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هَذَا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ قَالَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَكُونَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ قَالَ سُفْيَانُ وَأَيُّ إِسْنَادٍ هَذَا.

[اطراف الحدیث: ۳۰۸۱-۳۹۸۳-۴۲۷۴-۴۸۹۰-۶۲۵۹-۶۹۳۹] (صحیح مسلم: ۲۴۹۴، الرقم المسلسل: ۶۲۹۶، سنن ابوداؤد: ۲۶۵۰، سنن ترمذی: ۳۳۱۶، مسند الحمیدی: ۴۹، السنن الکبریٰ: ۱۱۵۸۵، مسند ابویعلیٰ: ۳۹۴، صحیح ابن حبان: ۶۴۹۹، سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۴۶، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۱۷، معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۲۸، مسند احمد ج ۱ ص ۸۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۶۰۰- ج ۲ ص ۷، ۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

مسافر عورت ہے اور اس کے پاس ایک مکتوب ہے، تم وہ مکتوب اس سے لے لینا، پس ہم لوگ روانہ ہوئے اور ہم نے اپنے گھوڑوں کو دوڑایا حتیٰ کہ ہم روضہ خاخ میں پہنچ گئے، پس ہم نے وہاں ایک مسافر عورت کو دیکھا تو ہم نے اس سے کہا: وہ مکتوب نکالو! اس نے کہا: میرے پاس کوئی مکتوب نہیں ہے، پس ہم نے کہا: تم وہ مکتوب نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے، اس نے اپنی مینڈھیوں کے پیچھے سے وہ مکتوب نکالا، ہم اس مکتوب کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو وہ مکتوب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے اہلِ مکہ کے مشرک لوگوں کی طرف لکھا ہوا تھا اور اس میں مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کے بعض اقدامات کی خبر دی گئی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے متعلق عجلت سے فیصلہ نہ کریں، میں ایسا شخص ہوں جو قریش کے ساتھ رہتا تھا اور قریش میں سے نہیں تھا اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں، ان کی مکہ کے مشرکین کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں، ان رشتہ داریوں کی بناء پر ان کے گھر والے اور ان کے اموال محفوظ رہیں گے اور جب کہ میری ان کے ساتھ کوئی نسبی قرابت نہیں تھی تو میں نے چاہا کہ میں ان کے اوپر کوئی احسان کردوں اور اس احسان کی وجہ سے وہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں، اور میں نے یہ فعل نہ کفر کی وجہ سے کیا ہے اور نہ ارتداد کی وجہ سے کیا ہے اور نہ اسلام کے بعد کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے کیا ہے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے، حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں، آپ نے فرمایا: یہ شخص غزوۂ بدر میں حاضر ہوا ہے اور تمہیں کیا پتا کہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کی طرف متوجہ ہوا، پس فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا، سفیان نے کہا: اس حدیث کی سند جیسی کون سی حدیث ہوگی؟

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ، المعروف بہ ابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار المکی (۴) حسن بن محمد الحنفیہ، ابو محمد الہاشمی المدنی، یہ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں فوت ہو گئے تھے (۵) عبیداللہ بن ابی رافع، ان کا نام ہے: اسلم، یہ رسول اللہ ﷺ کے

آزاد کردہ غلام تھے (٦) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٥٢)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں اس مسافر عورت کا ذکر ہے جو جاسوسی کے لیے جارہی تھی' کفار کے جاسوس کو قتل کرنے کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

روضہ خاخ کا محل وقوع' اللہ کے اس حکم کی توجیہ کہ تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے' اور جاسوس کو قتل کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں روضہ خاخ کا ذکر ہے۔ یعقوب نے ذکر کیا ہے کہ عرب کے شہروں میں ایک سوتیس باغات ہیں' ان میں سے ایک روضہ خاخ ہے اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے۔

اس حدیث میں ''ظعینة'' کا لفظ ہے اور یہ اس عورت کو کہتے ہیں جو پالان میں بیٹھی ہو۔ حاکم نے اکلیل میں لکھا ہے: یہ وہ عورت تھی جو نوحہ گا کر پڑھتی تھی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرتی تھی' فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا' سو اس کو قتل کر دیا گیا اور قاضی اسماعیل نے کتاب الاحکام میں حاطب کے قصہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ مسلمان عورت تھی اور جب حضرت علی اور ان کے اصحاب نے کہا: ہم تمہارے کپڑے اُتار دیں گے ورنہ مکتوب نکالو' تو اس نے کہا تھا: کیا تم لوگ مسلمان نہیں ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم!)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے کہا: مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں' اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب کی تصدیق کر دی تھی تو پھر حضرت عمر نے ایسا کیوں کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل حضرت عمر رضی اللہ نے یہ جملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق سے پہلے کہا تھا' اور راوی نے یہاں پر جملوں کی ترتیب اُلٹ پلٹ کر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ بہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل بدر کو عام اجازت دے دی ہے کہ وہ خواہ نیک کام کریں یا بُرے' اللہ کی اطاعت کریں یا اس کی نافرمانی کریں' اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے کہا کہ یہ جملہ مستقبل کے لیے نہیں ہے بلکہ ماضی کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے زمانہ ماضی میں جو بھی گناہ کیے ہیں' ان کو میں نے بخش دیا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ تاویل بعید ہے کیونکہ کلام عرب میں امر کا صیغہ ماضی کے معنی میں نہیں آتا' پھر انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعزاز کا کلمہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تکریم کی ہے اور ان کو یہ عزت دی ہے کہ ان کے سابقہ گناہ اللہ نے معاف فرما دیئے اور ان کو اس مرتبہ کا اہل قرار دیا کہ اگر ان سے بالفرض مزید گناہ بھی ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی ہر خبر کے صدق کو ظاہر فرما دیا کیونکہ تمام اہل بدر اپنی وفات تک اہل جنت کے عمل کرتے رہے اور اگر ان سے کوئی گناہ صادر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دے دی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جاسوس خواہ مرد ہو یا عورت' اس کا راز فاش کرنا جائز ہے جب کہ اس کا پردہ فاش کرنے میں مصلحت ہو اور برقرار رکھنے میں خرابی ہو۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جاسوس کو قتل کر دینا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب کو اس لیے قتل نہیں کیا تھا کہ آپ کو ان کے صدق کا علم تھا۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل ہے۔

امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جو جاسوس مسلمان ہو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے گا' بشرطیکہ وہ معزز آدمی ہو اور امام ابوحنیفہ اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کو دردناک سزا دی جائے گی اور اس کو لمبے عرصہ تک قید میں رکھا جائے گا اور ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ غیب کی خبر دی تھی کہ ایک عورت حضرت حاطب کا مکتوب لے کر قریش کی طرف جا رہی ہے اور وہ روضہ خاخ میں ہوگی اور یہ تمام باتیں آپ کو وحی سے معلوم ہوئیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عورت اللہ اور اس کے رسول کی باغیہ ہو تو اس کو ضرورت کے وقت برہنہ کرنا بھی جائز ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معصیت کو اس کے وقوع سے پہلے بھی بخش دینا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۶-۵۳ ملخصاً' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۲۷۹۔ ج ۶ ص ۱۱۲۶ پر مذکور ہے' اس حدیث کے وہاں یہ عنوان ہیں:

(۱) کفار کے لیے جاسوسی کرنے والے کا حکم (۲) اے اہل بدر! تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہارے لیے مغفرت کر دی ہے' اس کی متعدد توجیہات۔

ہم نے تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۱۸۴ پر الممتحنہ: ۱ کی تفسیر میں بھی اس حدیث کی کافی تحقیق کی ہے۔

۱۴۲ - بَابُ الْكِسْوَةِ لِلْأُسَارٰى — قیدیوں کو کپڑے پہنانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدیوں کو کپڑے پہنانا جائز ہے۔

۳۰۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ اُتِيَ بِاُسَارٰى وَاُتِيَ بِالْعَبَّاسِ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ثَوْبٌ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ قَمِيصًا فَوَجَدُوْا قَمِيصَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ يَقْدُرُ عَلَيْهِ فَكَسَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهُ فَلِذٰلِكَ نَزَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ الَّذِيْ اَلْبَسَهٗ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ كَانَتْ لَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يُّكَافِئَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: جس دن جنگ بدر تھی قیدیوں کو لایا گیا اور عباس کو لایا گیا اور ان پر (پورے) کپڑے نہیں تھے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قمیص تلاش کی' پس لوگوں نے دیکھا کہ عبداللہ بن اُبی کی قمیص ان پر پوری تھی' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ قمیص پہنائی' سو اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کے وقت اپنی قمیص اس کو (بطور) کفن پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا: اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر احسان تھا تو آپ نے چاہا کہ اس کے احسان کا بدلہ اتاریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں قیدی کو کپڑے پہنانے کا ذکر ہے کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس وقت مشرک تھے اور مسلمانوں کی قید میں تھے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی کے مرنے کے بعد بھی اس کے احسان کا بدلہ اتارا جا سکتا ہے' اور اس حدیث میں قیدیوں کو

Marfat.com

کپڑے پہنانے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا ذکر ہے اور یہ کہ مشرکین کی شرم گاہوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔

١٤٣ - بَابُ فَضْلِ مَنْ اَسْلَمَ عَلٰى يَدَيْهِ رَجُلٌ

جس شخص کے ہاتھ پر کوئی مرد مسلمان ہوا' اس کی فضیلت

٣٠٠٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيُّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَهْلٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَّجُلًا يُّفْتَحُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَبَاتَ النَّاسُ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطٰى فَغَدَوْا كُلُّهُمْ يَرْجُوْهُ فَقَالَ اَيْنَ عَلِيٌّ فَقِيْلَ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ فَبَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرَاَ كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ فَقَالَ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ بن عبد قاری نے حدیث بیان کی از ابی حازم' انہوں نے کہا: مجھے حضرت سہل رضی اللہ نے خبر دی یعنی ابن سعد نے' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن فرمایا: میں کل ضرور اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھوں پر فتح حاصل ہوگی' وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرے گا' تو لوگوں نے (اس انتظار میں) اپنی رات گزاری کہ کس کو جھنڈا دیا جائے گا؟ پھر صبح کو وہ سب اس امید میں تھے' تو آپ نے پوچھا: علی کہاں ہیں؟ سو بتایا گیا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے' پس آپ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی' پس وہ ایسے تندرست ہو گئے کہ گویا ان کو درد تھا ہی نہیں' پس آپ نے ان کو جھنڈا عطا کیا تو حضرت علی نے کہا: میں ان سے قتال کرتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری مثل (مسلمان) ہو جائیں' آپ نے فرمایا: تم اسی طرح جاؤ حتیٰ کہ جب تم ان کے صحن میں اترو تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو بتانا کہ کیا احکام ان پر واجب ہیں' سو اللہ کی قسم! اگر تمہارے سبب سے اللہ کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٤٢ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اس شخص کی فضیلت بیان فرمائی ہے' جس کی بیعت سے کوئی شخص اسلام لائے۔

١٤٤ - بَابُ الْاُسَارٰى فِى السَّلَاسِلِ

قیدیوں کو زنجیروں میں باندھنا

اس باب میں ''اُسارٰی'' کا لفظ ہے' یہ ''اسیر'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: قیدی' اور ''سلاسل'' کا لفظ ہے' یہ ''سلسلة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: زنجیر۔

٣٠١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

Marfat.com

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ.

[طرف الحدیث:٤٥٥٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم پر تعجب فرمائے گا جو جنت میں داخل ہوگی حالانکہ دنیا میں زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔

١٤٥ - بَابُ فَضْلِ مَنْ اَسْلَمَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ

یہودی اور نصرانی کے مسلمان ہونے کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تورات اور انجیل کے ماننے والوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو جائیں' ان کی کیا فضیلت ہے؟

٣٠١١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيٍّ اَبُوْ حَسَنٍ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ الرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ الْاَمَةُ فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيْمَهَا وَيُؤَدِّبُهَا فَيُحْسِنُ اَدَبَهَا ثُمَّ يُعْتِقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا فَلَهُ اَجْرَانِ وَمُؤْمِنُ اَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْ كَانَ مُؤْمِنًا ثُمَّ اٰمَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَالْعَبْدُ الَّذِيْ يُؤَدِّيْ حَقَّ اللّٰهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهِ فَلَهُ اَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ وَاَعْطَيْتُكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ وَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيْ اَهْوَنَ مِنْهَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صالح بن حی ابوحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الشعبی سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوبردہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے اپنے والد سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین لوگوں کے اجر کو دوبارہ دیا جائے گا' ایک وہ شخص کہ جس کی کوئی باندی ہو' سو وہ اس کو تعلیم دے پس اس کو اچھی تعلیم دے اور اس کو ادب سکھائے' پس اس کو اچھا ادب سکھائے' پھر وہ اس کو آزاد کر دے' پس اس سے نکاح کرے تو اس شخص کو دو اجر ملیں گے' (اور دوسرا شخص) اہل کتاب میں سے ایمان لانے والا ہے جو پہلے (بھی) مؤمن تھا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لے آیا تو اس شخص کو بھی دو اجر ملیں گے' (اور تیسرا شخص) وہ غلام ہے جو اللہ کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے مالک کی بھی خیر خواہی کرتا ہے' اس کو بھی دو اجر ملیں گے' پھر شعبی نے کہا: ہم نے تم کو یہ حدیث بغیر کسی معاوضہ کے دی ہے اور ایک آدمی اس سے کم حدیث کے لیے مدینہ تک کا سفر کرتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہودی اور نصرانی کے ایمان لانے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ٦٩٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے ان تین مذکور لوگوں کو دوبارا اجر دیا جائے گا اور یہاں پر چند مباحث ہیں:

Marfat.com

مبحث اوّل: حدیث میں مذکور تین لوگوں کے دگنے اجر کی علت اور علامہ ابن ابی جمرہ کے ایک استدلال پر مصنف کا تعاقب

ان تین لوگوں کو جو دگنا اجر دیا جائے گا آیا وہ ان تین لوگوں کے ساتھ ہی خاص ہے یا اگر اجر دگنا کرنے کی علت دوسرے لوگوں میں بھی پائی جائے تو ان کو بھی دگنا اجر دیا جائے گا اور یہاں پر دونوں صورتیں ہوسکتی ہیں' پس اگر ہم یہ کہیں کہ یہ اجور صرف ان تین لوگوں میں ہی بند ہیں تو پھر اس حدیث میں بحث کی گنجائش نہیں ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اگر کوئی علت مشترک ہو تو یہ دگنا اجر دوسروں کو بھی مل سکتا ہے تو پھر اس صورت میں وہ علت ایک ہے یا کئی علتیں ہیں' پس اگر وہ ایک علت ہو تو وہ علت ان کاموں کو جمع کرنے کا قصد ہے اور ان کاموں کی مشقت پر صبر کرنا ہے اور اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا ہے' پس جس عبادت کے ساتھ بھی یہ علت پائی جائے گی' اس عبادت میں دگنے اجر کی اُمید ہوگی' ہر چند کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس کو قطعی طور پر دگنا اجر ملے گا کیونکہ اعمال کے اجر کی حقیقت تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد پر موقوف ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ دوبارا اجر ملنے کی علت الگ الگ ہے تو باندی کی وجہ سے اجر دوبار ملنے کی تین علتیں ہوسکتی ہیں: (۱) اس کو تعلیم دینے پر صبر کرنا (۲) اس کو اس وقت آزاد کرنا جب اس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں (۳) اس سے نکاح کر کے اپنے نفس کے حصہ کو ترک کرنا اور اس باندی کے مرتبہ کو بلند کرنا اور ان تین علتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز اپنے نفس کو پسند ہو' اس کو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنا اور اپنے نفس کے حصہ کو ترک کر کے مجاہدہ کرنا' سو جہاں یہ علت پائی جائے' وہاں اجر کے دگنے ہونے کی امید ہوگی اور مؤمن اہل کتاب کے اجر کے دگنے ہونے کی علت یہ ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ اپنے پہلے نبی پر ایمان کو برقرار رکھا ہے اور اگر اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان نہ ہوتا تو اس کا پہلا ایمان ضائع ہو جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے اس کے پہلے ایمان کا اجر بھی محفوظ رہے گا۔ حدیث میں ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا: مجھے یہ بتایئے کہ میں زمانۂ جاہلت میں جو عبادت کرتا تھا' آیا ان میں میرے لیے کوئی اجر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم نے جو پہلے نیکیاں کی تھیں' ان ہی کی وجہ سے (یا ان کی برکت سے) تم اسلام لائے ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۲۲' صحیح مسلم: ۱۲۳' الرقم المسلسل: ۲۲۳)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے علامہ ابن ابی جمرہ کا استدلال صحیح نہیں ہے' کیونکہ علامہ ابن ابی جمرہ کا مدعا یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص پہلے نبی پر ایمان لایا ہو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے کے بعد اس پہلے نبی پر ایمان لانے کا اس کا اجر بھی محفوظ رہے گا اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اہل کتاب میں سے نہیں تھے' مشرکین میں سے تھے اور انہوں نے زمانۂ جاہلت میں جو عبادت کی تھی' اس کی تفصیل صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں زمانۂ جاہلت میں کچھ عبادتیں کرتا تھا' میں صدقہ کرتا تھا' غلام آزاد کرتا تھا' رشتہ داروں سے ملاپ رکھتا تھا' آیا ان کا مجھے کچھ اجر ملے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم نے جو پہلے نیکیاں کی تھیں ان ہی کی وجہ سے تم اسلام لائے ہو۔ (صحیح مسلم: ۱۲۳' الرقم المسلسل: ۲۲۴)

اور ظاہر ہے ان نیکیوں سے مراد انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی پر ایمان لانا نہیں ہے۔

مبحث ثانی: ادب اور علم کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص کی کوئی باندی ہو' وہ اس کو تعلیم دے اور ادب سکھائے۔ سو جاننا چاہیے کہ علم اور ادب میں فرق ہے' علم سے مراد یہ ہے کہ جو کام دین میں فرض ہیں یا واجب ہیں یا مستحب ہیں اور جو کام دین میں حرام ہیں یا مکروہ ہیں' ان کی

Marfat.com

تعلیم دی جائے' حدیث میں ہے: تعلیم دو اور آسانی کرو۔

میں کہتا ہوں: یہ پوری حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تعلیم دو اور آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو اور جب تم غصہ میں آؤ تو خاموش رہو اور جب تم غصہ میں آؤ تو خاموش رہو اور جب تم غصہ میں آؤ تو خاموش رہو۔

(مسند احمد ج ١ ص ٢٨٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٥٥٦۔ ج ٤ ص ٣٨ ٢٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اور ادب کا معنی یہ ہے کہ اس کو تہذیب اور حسن خلق سکھایا جائے اور اقوال اور افعال میں مکروہات پر سرزنش کی جائے۔

میں کہتا ہوں کہ ادب کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو ادب سکھائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ہر روز دو کلو (طعام) صدقہ کیا کرے۔

(سنن ترمذی: ١٩٥١' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ٤ ص ٣١١' المعجم الکبیر: ٢٠٣٢' الکامل لابن عدی ج ٧ ص ٢٥١٠ طبع قدیم' المستدرک ج ٤ ص ٢٦٣' شعب الایمان: ٨٦٥٥' مسند احمد ج ٥ ص ٩٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠٩٠٠۔ ج ٣٤ ص ٤٥٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ایوب بن موسیٰ از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی والد نے اپنی اولاد کو اچھے ادب سے زیادہ کوئی چیز عطا نہیں کی۔ (سنن ترمذی: ١٩٥٢' مسند احمد ج ٤ ص ٧٧ طبع قدیم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کی تکریم کرو اور ان کو اچھا ادب سکھاؤ۔ (سنن ابن ماجہ: ٣٦٧١)

مبحث ثالث: باندی کو تعلیم اور ادب سکھانے کا بیان

باندی کو تعلیم دینے سے مراد یہ ہے کہ اس کو گھر کے کام کاج' گھر کے سامان کی حفاظت اور امانت داری کے متعلق بتایا جائے' اور اس کو حسنِ ادب سکھایا جائے۔

میں کہتا ہوں: حسنِ ادب کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نرمی اور ملائمت جس چیز میں ہوتی ہے' اس کو مزین کر دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی اور ملائمت نکل جاتی ہے' اس کو عیب دار بنا دیتی ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٥٩٤)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا' پس اچھا ادب سکھایا۔ (کنز العمال: ٣١٨٩٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت) (بہجۃ النفوس شرح صحیح البخاری ج ٣ ص ١٤٩۔ ١٤٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

١٤٦ - بَابُ أَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُونَ فَيُصَابُ الْوِلْدَانُ وَالذَّرَارِيُّ

اگر کافروں پر شب خون مارا جائے اور حملہ کی زد میں ان کی اولاد اور کم سن بچے آجائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

یعنی اگر اہل حرب پر شب خون مارا جائے اور اس میں ان کی اولاد اور بچے ہلاک ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿بَيَاتًا﴾ (الاعراف: ٤) لَيْلًا ﴿لَنُبَيِّتَنَّهُ﴾ (النمل: ٤٩) لَيْلًا ﴿يُبَيِّتُ﴾ (النساء: ٨١) لَيْلًا.

"بَيَاتًا" (الاعراف: ٤) یعنی رات میں۔ "لَنُبَيِّتَنَّهُ" (النمل: ٤٩) "لَيْلًا" یعنی ہم ضرور شب خون ماریں گے۔ "يُبَيِّتُ" (النساء: ٨١)

شب خون مارا جائے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اس سے ان کا مقصود "یُبَیَّتُوْنَ" کے معنی کی وضاحت کرنا ہے۔

٣٠١٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ وَسُئِلَ عَنْ اَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِّسَائِهِمْ وَذَرَارِيْهِمْ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَا حِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے الابواء یا ودّان میں گزرے اور آپ سے مشرکین کے ان گھر والوں کے متعلق سوال کیا گیا جن پر شب خون مارا گیا پس اس کی زد میں ان کی عورتیں اور ان کے بچے آ گئے آپ نے فرمایا: وہ (بھی) ان ہی میں سے ہیں اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حفاظت صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبیداللہ سے سنا از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

(صحیح مسلم: ١٧٤٥، الرقم المسلسل: ٤٤٤٠، سنن ابوداؤد: ٢٦٧٢، سنن ترمذی: ١٥٧٠، سنن ابن ماجہ: ٢٨٣٩، مصنف عبدالرزاق: ٩٣٨٩، مصنف عبدالرزاق: ١٩٧٥، المعجم الکبیر: ٧٤١٩، سنن بیہقی ج ٦ ص ١٤٦، شرح السنۃ: ٢١٩٠، مسند احمد ج ٤ ص ٣٨ طبع قدیم، مسند احمد: ١٦٤٢٦- ج ٢٦ ص ٣٥٦، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

Marfat.com

دارالحرب میں کافر عورتوں اور کم سن بچوں کو قتل کرنے اور قتل نہ کرنے کی دو مختلف حدیثوں میں تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر عمل کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض فقہاء نے اس حدیث پر عمل کو ترک کر دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ دارالحرب میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر مسلمان کافروں پر حملہ کریں اور کفار اپنے بچوں اور عورتوں کو ڈھال بنالیں تو ان عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح اگر کسی قلعہ میں مسلمان قیدی ہوں اور اس میں کافروں کی عورتیں اور بچے ہوں تو اس قلعہ کو نشانہ بنانا جائز نہیں ہے اور ان کا استدلال درج ذیل حدیث کے عموم سے ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی غزوہ میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔ (صحیح البخاری، ٣٠١٤)

یہ امام مالک اور اوزاعی کا قول ہے اور فقہاء احناف اور امام شافعی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت اس وقت ہے جب خصوصاً عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کا قصد کیا جائے لیکن جب کفار کو قتل کرنے کا قصد کیا جائے اور وہ اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کو ڈھال بنالیں اور ان عورتوں اور بچوں کو قتل کیے بغیر کافروں کو قتل کرنا ممکن نہ ہو تو پھر ممانعت نہیں ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو شب خون مارنے سے منع نہیں فرمایا اور یہ بات معلوم ہے کہ کافروں کے گھروں میں عورتیں اور بچے بھی ہوتے ہیں جن کو قصداً قتل کرنا حرام ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر شب خون مارنے کی

زد میں کافر عورتیں اور بچے بھی آ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث میں ہے اور قصداً نشانہ بنا کر کافر عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا ممنوع ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر حملہ کرنے اور شب خون مارنے کا حکم دیا ہے اور آپ کو یہ علم تھا کہ اس حملہ کی زد میں کافر عورتیں اور بچے بھی آ سکتے ہیں' اس کے باوجود آپ نے ان پر حملہ کرنے سے منع نہیں فرمایا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ضمناً عورتیں اور بچے قتل کیے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور قصداً ان کو قتل کرنا ممنوع ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۰۱۳ - حَدَّثَنَا الصَّعْبُ فِي الذَّرَارِيِّ كَانَ عَمْرٌو يُحَدِّثُنَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ الصَّعْبِ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ وَلَمْ يَقُلْ كَمَا قَالَ عَمْرٌو هُمْ مِنْ اٰبَائِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الصعب نے الذراری کے بارے میں حدیث بیان کی کہ عمرو ہمیں حدیث بیان کرتے ہیں از ابن شہاب از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' پس ہم نے اس کو الزہری سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت الصعب رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: وہ ان سے ہیں اور اس طرح نہیں کہا جس طرح عمرو نے کہا کہ وہ اپنے آباء سے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۱۲ میں گزر چکی ہے۔

١٤٧ - بَابُ قَتْلِ الصِّبْيَانِ فِي الْحَرْبِ — بچوں کو دار الحرب میں قتل کرنے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بچوں کو دار الحرب میں قتل کرنا ممنوع ہے کیونکہ وہ کفر کرنے سے قاصر ہیں اور ان کو زندہ رکھنے میں ان کو غلام بنانے یا ان سے فدیہ لینے کا فائدہ ہے۔

۳۰۱٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی از نافع کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوہ میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے پر انکار فرمایا۔

[طرف الحدیث: ۳۰۱۵] (صحیح مسلم: ۱۷۴۴' الرقم المسلسل: ۴۴۳۸' سنن ابوداؤد: ۲۶۶۸' سنن ترمذی: ۱۵۶۹)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کو قصداً قتل نہ کیا جائے اور ان کو ضمناً قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث میں ہے۔

١٤٨ - بَابُ قَتْلِ النِّسَاءِ فِي الْحَرْبِ — عورتوں کو دار الحرب میں قتل کرنے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دار الحرب میں عورتوں کو (قصداً) قتل کرنا ممنوع ہے اور ان کو ضمناً قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث میں ہے۔

۳۰۱۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ وُجِدَتْ اِمْرَأَةٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: میں نے ابواسامہ سے کہا: کیا تم کو عبید اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں

مَقْتُولَةٌ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ.

نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی غزوہ میں ایک عورت مقتولہ پائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۱۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی سند میں یہ ذکر ہے کہ اسحاق بن ابراہیم نے ابواسامہ سے پوچھا: کیا تم کو عبید اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ اگر ابواسامہ کہہ دیتے کہ ہاں! تو ان سے اس حدیث کی روایت کرنا صحیح ہوتا اور اگر اس کے جواب میں خاموش رہتے اور اثبات میں ان کے جواب کا قرینہ ہوتا' تب بھی ان سے روایت صحیح ہوتی اور یہاں ایسا ہی ہے کہ ابواسامہ نے سکوت کیا ہے۔

١٤٩ - بَابٌ لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللّٰهِ — اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دیا جائے

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دیا جائے۔

٣٠١٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ فَقَالَ إِنْ وَّجَدْتُّمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ إِنِّي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ فَإِنْ وَّجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از بکیر از سلیمان بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر میں بھیجا' آپ نے فرمایا: اگر تم فلاں اور فلاں کو پاؤ تو انہیں آگ میں جلا دینا' پھر رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا جب ہم روانہ ہونے کا ارادہ کر رہے تھے کہ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ تم فلاں اور فلاں کو جلا دینا اور بے شک اللہ کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہیں دے سکتا' پس اگر تم ان کو پاؤ تو ان کو قتل کر دینا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں آگ کا عذاب دینے سے ممانعت کی گئی ہے۔

٣٠١٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَرَّقَ قَوْمًا فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحَرِّقْهُمْ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ.

[طرف الحدیث: ۶۹۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو آگ میں جلا دیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر میں (ان کی جگہ ہوتا) تو ان کو آگ میں نہ جلاتا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دو اور میں ان کو قتل کر دیتا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۵۱' سنن ترمذی: ۱۴۵۸' سنن نسائی: ۴۰۷۱' سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۵' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۰۸' مصنف عبدالرزاق: ۹۰۴۱۳')

Marfat.com

المنتقی: ۸۳۴ شرح مشکل الآثار ج ۳ ص ۶۳ صحیح ابن حبان: ۴۴۷۶ المعجم الکبیر: ۱۱۸۵۰ المستدرک ج ۵ ص ۳۳۸ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۰۲ شرح السنۃ: ۲۵۶۰ مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۷۱۔ ج ۳ ص ۳۶۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ یہ ابن المدینی ہیں (۲) سفیان یہ ابن عیینہ ہیں (۳) ایوب یہ السختیانی ہیں (۴) عکرمہ یہ حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۶۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دو۔

آگ کا عذاب دینے میں اختلافِ ائمہ

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح حسن ہے اور مرتد مرد کے متعلق اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے اور جو عورت اسلام سے مرتدہ ہو جائے اس کے متعلق اختلاف ہے اوزاعی امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے گا اور قتل نہیں کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی ص ۶۱۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

آگ میں جلانے کے جواز پر امام مالک اور امام احمد کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آگ میں جلانے سے منع فرمایا ہے یہ بطور تحریم نہیں ہے یہ صرف بطور تواضع ہے اور اس لیے کہ مخلوق کو عذاب دینے میں اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ مشابہت نہ ہو کیونکہ قتل کرنے سے بھی وہی کام ہوتا ہے جو جلانے سے ہوتا ہے۔

آگ سے جلانا حرام نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے سامنے عرنیین کو مدینہ کی عیدگاہ میں آگ سے جلایا تھا اور حضرت علی بن ابی طالب نے خوارج کو آگ سے جلایا تھا اور اکثر اہل مدینہ نے کفار کو ان کے قلعوں میں آگ سے جلانے کو جائز قرار دیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ آگ سے نہ جلانا مستحب ہے یہ معنی نہیں ہے کہ آگ سے نہ جلانا واجب ہے۔

جن فقہاء نے کفار کو آگ میں جلانے سے منع کیا ہے وہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اور امام مالک بن انس ہیں اور حضرت علی بن ابی طالب نے کفار کو آگ سے جلانے کی اجازت دی ہے اور حضرت خالد بن ولید نے بعض مرتدین کو آگ سے جلا دیا تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا: یہ شخص جو اللہ کے عذاب سے عذاب دے رہا ہے اس کو معزول کر دیں تو حضرت ابوبکر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس تلوار کو مشرکین پر مسلط کر دیا ہے اس کو میان میں نہیں ڈالوں گا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۸۸۔۱۸۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ابی جمرہ الاندلسی کی شرح

علامہ ابومحمد عبد اللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ سزا اور حدود جلانے سے نہیں دی جاتیں ان میں جلانے کے بغیر سزا دی جاتی ہے اگرچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو جو قوم لوط کا عمل کرتا تھا آگ میں جلا دیا لیکن یہ ان سے ایک مرتبہ ہوا ہے اور اس کے بعد انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے اور پہلی بار بھی انہوں نے اس لیے ایسا کیا تھا کہ ان تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی

Marfat.com

اور جب ان تک یہ حدیث پہنچ گئی تو پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا' اور یہاں پر چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: جب مجتہد کو اپنے اجتہاد کے خلاف دلیل ظاہر ہو تو وہ اپنے سابق اجتہاد سے رجوع کر لے

مجتہد کے لیے یہ جائز ہے کہ جب وہ کوئی حکم مستنبط کرے' پھر اس کے لیے اپنے اجتہاد کے خلاف کوئی حکم ظاہر ہو تو اس کے لیے اپنے اجتہاد سے رجوع کرنا جائز ہے' کیونکہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ان دو آدمیوں کو جلا دینا' اور پھر اس سے رجوع فرما لیا۔

مبحث ثانی: جب مجتہد اپنے سابق اجتہاد سے رجوع کرے تو اس کی وجہ بھی بیان کرے

مجتہد پر یہ لازم ہے کہ جب اپنے سابق اجتہاد سے رجوع کرے تو اس کی دلیل بھی بیان کرے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کو جلانے کا حکم دیا تھا' پھر بعد میں جب ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تو آپ نے اس کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ آگ سے اللہ کے سوا کوئی عذاب نہیں دیتا۔

مبحث ثالث: حاکم سزا دینے میں کسی کو اپنا نائب بھی بنا سکتا ہے

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو آدمیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم نہیں دیا کہ ان کو آپ کے سامنے پیش کیا جائے بلکہ سزا جاری کرنے میں ان صحابہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔

مبحث رابع: جو اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی کرے' آیا اس سے توبہ طلب کی جائے گی یا نہیں؟

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے: جو شخص اللہ عزوجل اور اس کے رسول کو گالی دے' اس کو قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی' علامہ ابن ابی جمرہ اس پر یہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ جس شخص پر کسی وجہ سے عذاب واجب ہو' پھر اللہ عزوجل اس پر سَتر فرما دے اور اس کو اپنی نعمتیں عطا کرے اور اس کو مہلت دے اور وہ بدستور اپنی معصیت پر قائم رہے اور یہ کہے کہ میں اللہ سے معافی کی اُمید رکھتا ہوں تو اس کو چاہیے کہ وہ قیامت کے آنے سے پہلے جلدی توبہ کر لے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

اَفَرَءَیۡتَ اِنۡ مَّتَّعۡنٰهُمۡ سِنِیۡنَ ۝ ثُمَّ جَآءَهُمۡ مَّا كَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ۝ (الشعراء: ٢٠٦-٢٠٥)

تو کیا آپ نے دیکھا اگر ہم کئی سالوں تک انہیں فائدہ اٹھانے کی مہلت دے دیں ۝ پھر ان پر وہی (عذاب) آ جائے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ۝

(بہجۃ النفوس ج ۳ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ کسی بُرے کام پر عذاب دینا یا اس کو معاف کر کے عذاب نہ دینا' یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' اس لیے بندوں کو جو اللہ کی حدود جاری کرنے کا مکلف کیا گیا ہے' اس کو اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا اور اس سلسلہ میں فقہاء احناف کا مسلک یہ ہے کہ جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے' اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے: جو شخص اپنے دین کو تبدیل کر دے اس کو قتل کر دو۔ (صحیح بخاری: ۳۰۱۷)

اس کی شرح میں علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص بھی اپنے دین کو تبدیل کرے گا' اس کو قتل کیا جائے گا اور آگ سے نہیں جلایا جائے گا اور اس حدیث سے ابن ماجشون نے یہ استدلال کیا ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی اور جمہور فقہاء کا مختار یہ ہے کہ اس سے توبہ طلب کی جائے گی' اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اسی حدیث سے امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ جب کوئی یہودی نصرانی ہو جائے یا نصرانی یہودی ہو جائے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' اور امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' کیونکہ کفر کی تمام اقسام "ملة واحدة" ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ مرتدہ عورت کو بھی قتل کیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرتدہ کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو قید میں رکھا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۶۷' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٥٠ - بَابُ ﴿فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً﴾ (محمد: ٤)

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: پس یا تو ان پر احسان کر کے چھوڑ دو اور یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔ (محمد: ۴)

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافر قیدیوں کے متعلق حکام کو اختیار دیا گیا ہے' چاہے تو وہ ان پر احسان کر کے آزاد کر دیں' چاہے تو ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔ امام بخاری نے آیت کا ایک حصہ ذکر کیا ہے' پوری آیت اس طرح ہے:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا. (محمد: ۴)

تو جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتیٰ کہ جب تم اچھی طرح ان کا خون بہا چکو تو (قیدیوں کو) مضبوط باندھ لو' پھر خواہ احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دو' حتیٰ کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے۔

فِيهِ حَدِيثُ ثُمَامَةَ.

اس میں ثمامہ کی حدیث ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے یعنی اس باب میں حضرت ثمامہ بن اثال کی حدیث ہے جو صحیح البخاری: ۸۲ میں گزر چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے سواروں کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے' جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا' پھر اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کھول دیا (یعنی اس پر احسان رکھ کر)۔

وَقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَّكُونَ لَهُ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ (حَتّٰى يَغْلِبَ فِي الْأَرْضِ) تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا﴾ (الانفال: ٦٧).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ اس کے قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ (کافروں کا) زمین میں اچھی طرح خون بہا دے (حتیٰ کہ نبی زمین میں غالب ہو جائے)' تم (اپنے لیے) دنیا کا مال چاہتے ہو۔ (الانفال: ۶۷)

امام بخاری نے یہاں پر پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت درج ذیل ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُونَ لَهُ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ (الانفال: ۶۷)

کسی نبی کی شان کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہا دے' تم (اپنے لیے) دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے ○

الانفال: ۶۷ کی تفسیر

امام حاکم نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو عباس بن عبد المطلب بھی ان قیدیوں میں تھے جن کو ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا اور انصار نے عباس بن عبد المطلب کو ڈرایا کہ انہیں قتل کر دیں گے' نبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آج پوری رات اپنے چچا عباس کی وجہ سے سو نہیں سکا اور انصار کا یہ کہنا ہے کہ وہ ان کو قتل کر دیں گے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان کے پاس جاتا ہوں' آپ نے فرمایا: ہاں! پھر حضرت عمر انصار کے پاس گئے اور ان سے کہا: عباس کو چھوڑ دو! انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے! تب ان سے حضرت عمر نے کہا: خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ان کے چھوڑنے میں ہو' پھر بھی؟ انصار نے کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رضا ہے تو تم ان کو لے جاؤ' تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو پکڑ کر لے گئے اور ان سے کہا: اے عباس! اسلام قبول کر لو! پس اللہ کی قسم! تمہارا اسلام قبول کرنا مجھے میرے باپ خطاب کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ پسند ہے' اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اسلام لانے سے خوش ہوں گے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ سب آپ کے خاندان اور قبیلہ کے لوگ ہیں' آپ ان کو چھوڑ دیں' پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا: ان سب کو قتل کر دیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فدیہ لیا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

کسی نبی کی شان کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہا دے۔ (الانفال:٦٧)

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(المستدرک: ٣٣٢٣۔ ج ٣ ص ٦٢۔ ٦١' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٧ھ)

مشرکین کو قتل کرنے یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنے یا فدیہ لے کر انہیں چھوڑنے میں فقہاء تابعین کے مختلف اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ کسی قیدی کو گرفتاری کی حالت میں قتل کرنا جائز نہیں ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ آیت: پس مشرکین کو قتل کرو جہاں تم انہیں پاؤ۔ (التوبہ:٥) یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہو چکی ہے: پس یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو۔ (محمد:٤) اور بعض دوسرے فقہاء تابعین نے کہا ہے کہ مشرک قیدیوں کو صرف قتل کرنا جائز ہے اور مجاہد نے کہا: التوبہ:٥' محمد:٤ کے لیے ناسخ ہے' اور ابن زید نے کہا کہ دونوں آیتیں محکم ہیں اور یہ صحیح قول ہے' کیونکہ ایک آیت دوسری آیت کی نفی نہیں کرتی' امام کو اس میں غور کرنا چاہیے کہ اس کی مصلحت کس چیز میں ہے' کافر قیدیوں کو قتل کرنے میں' یا فدیہ لے کر ان کو چھوڑنے میں' یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنے میں۔ امام مالک' امام احمد اور امام ابوثور کا یہی موقف ہے اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جنگوں میں ان میں سے ہر صورت پر عمل کیا ہے۔

مشرکین کو قتل کرنے یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنے یا فدیہ لے کر انہیں چھوڑنے میں امام ابوحنیفہ اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب

امام طحاوی نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مختلف اقوال ہیں' ان سے ایک قول یہ مروی ہے کہ ان کو فدیہ لے کر نہ چھوڑا جائے ورنہ وہ دوبارہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور اس سے اہل حرب کو قوت حاصل ہو گی' اور ان سے دوسرا قول یہ مروی ہے کہ مشرک قیدیوں کا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کا بھی قول ہے' اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنا منسوخ ہو چکا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ صرف سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا' اور ابو عبید نے یہ کہا ہے کہ ہمارا مختار قول یہ ہے کہ یہ تمام آیات محکم ہیں اور ان میں سے

Marfat.com

کوئی منسوخ نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام آیات پر عمل کیا ہے' آپ نے مشرکین کو قتل بھی کیا ہے اور گرفتار بھی کیا ہے اور مالی اور بدنی فدیہ لے کر ان کو چھوڑا بھی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی' آپ نے غزوۂ بدر میں عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا اور نضر بن حارث کو بدر سے واپسی میں قتل کیا' پھر آپ نے مدینہ آ کر بدر کے تمام قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا' پھر بنو قریظہ سے جنگ کے دن آپ نے ان کے متعلق فیصلہ کرنے کے لیے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا' انہوں نے جنگ جوؤں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور بچوں کو قید کرنے کا حکم دیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس حکم کو نافذ اور جاری کر دیا' پھر غزوۂ بنو المصطلق میں حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے پورے قبیلہ کو زندہ رکھا اور ان کو آزاد کر دیا' پھر فتح مکہ کے موقع پر آپ نے ابن خطل اور اس کی دو باندیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اہل مکہ کو چھوڑ دیا' پھر غزوۂ حنین میں آپ نے ہوازن کے لوگوں کو قید کیا اور ان پر احسان کیا اور ابوعزہ الجمی کو غزوۂ اُحد میں قتل کیا اور جنگ بدر میں آپ نے اس پر احسان کیا تھا اور ثمامہ بن اثال کو آپ نے چھوڑ دیا تھا' یہ احسان کرنے' فدیہ لینے اور قتل کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال ہیں اور ان میں سے کوئی چیز منسوخ نہیں ہے اور اس میں فیصلہ کرنا ملک کے سربراہ کی طرف مفوض ہے' اس کو اختیار ہے کہ وہ ان کو قتل کرے' احسان کرے یا فدیہ لے کر چھوڑ دے اور اسلام کے لیے جو چیز سود مند ہو وہی کرے اور یہ امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۶۹-۳۶۸' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٥١ - بَابٌ هَلْ لِلْاَسِيْرِ اَنْ يَّقْتُلَ ، اَوْ يَخْدَعَ الَّذِيْنَ اَسَرُوْهُ حَتّٰى يَنْجُوَ مِنَ الْكَفَرَةِ

مسلمان قیدی کے لیے جائز ہے کہ وہ قتل کر کے یا قید کرنے والوں کو دھوکا دے کر اپنے آپ کو کافروں کی قید سے چھڑا لے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ آیا مسلمان قیدی کے لیے اپنے آپ کو کافروں کی قید سے کسی غیر معروف طریقہ سے چھڑا لینا جائز ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا' کیونکہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

کافروں کی قید سے مسلمان قیدی کے خود کو چھڑانے میں مذاہب ائمہ

امام مالک نے کہا ہے کہ مسلمان قیدی کا کافروں کی قید سے بھاگنا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ مسلمان کا اس پر عہد کرنا باطل ہے اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ قید کے عہد کو پورا نہ کرے' امام طبری کا بھی یہی مذہب ہے۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ مسلمان قیدی کے لیے ان کی قید سے بھاگنا جائز ہے اور اس کے لیے ان کا مال لوٹنا جائز نہیں ہے' اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر مسلمان قیدی کا کافروں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ ہو تو ہر طریقہ سے اپنے آپ کو ان سے چھڑانا جائز ہے' خواہ اس کے لیے ان کو قتل کرنا پڑے یا ان کا مال لینا پڑے یا ان کے گھر میں آگ لگانی پڑے یا جس طرح بھی بن پڑے' اس کے لیے اپنے آپ کو آزاد کرا لینا جائز ہے۔

ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن پر فرض کر دیا ہے کہ وہ کافر کے احکام کے تحت نہ رہے اور ان کے ملک سے ہجرت کرنے کو اس پر واجب قرار دیا ہے' لہٰذا اس کا کسی بھی طرح ان کی قید سے نکلنا جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کافروں کی قید سے نکل آئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نکل آنے کو جائز قرار دیا تھا اور ان کے اس فعل سے راضی ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

فِيهِ الْمِسْوَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت مسور رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔

یہ روایت' صحیح البخاری: ۲۷۱۱ میں ہے' اس روایت میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا ہے کہ وہ کس طرح کفار مکہ کی قید سے نکل کر آئے تھے اور اس کی مزید تفصیل' صحیح البخاری: ۴۱۵۸۔۴۱۵۷ میں ان شاء اللہ آئے گی۔

۱۵۲ - بَابٌ إِذَا حَرَّقَ الْمُشْرِكُ الْمُسْلِمَ هَلْ يُحَرَّقُ

اگر کوئی مشرک مسلمان کو جلا دے تو کیا اس مشرک کو (جواب میں) جلا دینا جائز ہے؟

اس باب کے عنوان کی وضاحت اس کے تحت درج حدیث سے ہو رہی ہے:

٣٠١٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَهْطًا مِّنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْغِنَا رِسْلًا قَالَ مَا أَجِدُ لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوا بِالذَّوْدِ فَانْطَلَقُوا فَشَرِبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا حَتّٰى صَحُّوا وَسَمِنُوا وَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ فَأَتَى الصَّرِيخُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتّٰى أُتِيَ بِهِمْ فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ ثُمَّ أَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتّٰى مَاتُوا. قَالَ أَبُو قِلَابَةَ قَتَلُوا وَسَرَقُوا وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَعَوْا فِي الْأَرْضِ فَسَادًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عکل کے آٹھ آدمی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس ان کو مدینہ (کا موسم) موافق نہیں آیا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے لیے (اونٹنی کے) دودھ کو مہیا کیجئے' آپ نے فرمایا: میں تمہارے لیے اس کو مہیا نہیں کر سکتا سوا اس صورت کے کہ تم اونٹوں کے باڑہ میں رہو' پس وہ وہاں گئے' وہاں انہوں نے اونٹنیوں کے پیشاب اور دودھ کو پیا حتیٰ کہ وہ تندرست اور فربہ ہو گئے اور انہوں نے اونٹنیوں کے محافظ کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو چُرا کر بھاگ گئے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چلّانے والے فریادی کی آواز پہنچی تو آپ نے ان کو پکڑنے کے لیے (مسلمانوں کو) بھیجا' پھر دن چڑھنے سے پہلے ان کو لایا گیا' پس آپ نے ان کے ہاتھ اور پیر کاٹنے کا حکم دیا' پھر آپ نے (لوہے کی) سلائیوں کو گرم کرنے کا حکم دیا' پھر وہ ان کی آنکھوں میں پھیری گئیں' پھر ان کو مدینہ کی پتھریلی زمین میں ڈال دیا گیا' وہ پانی مانگتے رہے لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ ابوقلابہ نے کہا: انہوں نے قتل کیا اور چوری کی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی اور زمین میں دہشت گردی کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ کسی مشرک نے مسلمان کو جلایا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں' یہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے چرواہوں یا محافظوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں'

Marfat.com

اس لیے ان کو یہ سزا دی اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنا' ان کو جلانے کے حکم میں ہے اور اس کی وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں اس لیے پھیری تھیں کہ ان لوگوں نے اونٹنیوں کے محافظوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں۔

(صحیح مسلم: ١٦٧١' الرقم المسلسل: ٤٢٥١' یہ حدیث اس باب کی ساتویں حدیث ہے)

١٥٣ - بَابٌ

باب

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان نہیں لکھا اور اس باب کے تحت بغیر عنوان کے حدیث روایت کی ہے اور یہ باب ابوابِ سابقہ کے ساتھ لاحق ہے۔

٣٠١٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَحْرَقْتَ أُمَّةً مِّنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ اللّٰهَ.

[طرف الحدیث: ٣٣١٩] (صحیح مسلم: ٢٢٤١' الرقم المسلسل: ٥٧٤٢' سنن ابوداؤد: ٥٢٦٦' سنن نسائی: ٤٣٥٨' سنن ابن ماجہ: ٣٢٢٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سعید بن المسیب وابی سلمۃ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹا تو انہوں نے حکم دیا کہ چیونٹی کی پوری بستی میں آگ لگا دی جائے' سو ان کی بستی میں آگ لگا دی گئی تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹا تو آپ نے مخلوقات میں سے ایک پوری مخلوق کو جلا ڈالا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی تھی۔

اس حدیث کی اس سے پہلی احادیث کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ کسی کو جلانے میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے' اگر وہ نبی صرف اس چیونٹی کو جلاتے جس نے کاٹا تھا تو ان پر عتاب نہ ہوتا۔

ایک نبی علیہ السلام کے چیونٹیاں جلانے پر اعتراضات اور اس کے جوابات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ چیونٹی کو قصاص میں جلانا کس طرح جائز ہوگا حالانکہ وہ مکلف نہیں ہے' پھر برائی کی سزا اس کی مثل ہوتی ہے' پھر کاٹنے والی ایک چیونٹی تھی تو دوسری چیونٹیاں جنہوں نے کاٹا نہیں تھا' ان کو سزا کیوں دی گئی' کیونکہ کسی کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھاتا؟ انہوں نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ان کی شریعت میں جائز ہو' اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو جانور طبعاً ایذاء پہنچائے' اس کو شرعاً قتل کرنا جائز ہے جیسے سانپ اور بچھو کو قتل کرنا جائز ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کا یہ فعل اگر جائز تھا تو ان پر عتاب کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں۔

علامہ عینی نے علامہ کرمانی کی تقریر پر یہ اعتراض کیا ہے کہ چیونٹی سانپ اور بچھو کی طرح طبعاً موذی نہیں ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس نے اتفاقاً کاٹ لیا ہو اور اس نبی پر خلافِ اولیٰ کے ارتکاب پر عتاب کیا گیا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام حیوانات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ. (بنواسرائیل:۴۴) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۷۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حشرات الارض کو مارنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جانوروں میں سے پانچ کل کے کل فاسق ہیں۔ ان کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے: کوا، چیل، بچھو، چوہا، کاٹنے والا کتا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۲۹، صحیح مسلم: ۱۱۹۸، سنن نسائی: ۲۸۲۹، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۷)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد، لٹورا (سبز رنگ کا پرندہ جو چھوٹے پرندوں کا شکار کرتا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۴، مسند احمد: ۳۰۶۷، دار الفکر بیروت)

بعض اوقات گھروں میں چیونٹیاں، مچھر، مکھیاں، کھٹمل وغیرہ بہت زیادہ ہو جاتے ہیں جن سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے، چیونٹیاں بستروں پر چڑھ جاتی ہیں اور انسان کی آنکھوں اور بدن کے دوسرے حصوں پر کاٹ لیتی ہیں، جس سے انسان شدید تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے، آیا ان کو فنس وغیرہ اسپرے کر کے مارنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خود سے ضرر کو دور کرنے کے لیے ان کو مارنا جائز ہے اور بلاوجہ کسی کو مارنا جائز نہیں ہے، اور اس کی اصل وہ احادیث ہیں جن میں آپ نے کاٹنے والے کتے، چوہے، سانپ اور بچھو کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

حشرات الارض کو مارنے کے متعلق فقہاء کی عبارات

علامہ محمد بن محمد ابن البزاز الکردری متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

مختار یہ ہے کہ چیونٹی جب اذیت پہنچانے کی ابتداء کرے تو اس کو ہلاک کرنا جائز ہے، ورنہ اس کو ہلاک کرنا مکروہ ہے اور اس کو پانی میں ڈالنا مطلقاً مکروہ ہے، جوؤں کو ہلاک کرنا مکروہ نہیں ہے، اس کو اور بچھو کو آگ میں جلانا مکروہ ہے، ٹڈیوں کو ہلاک کرنا جائز ہے، بلی جب ایذاء پہنچائے تو اس کو ہلاک کرنا مکروہ ہے، اس کو چھری سے ذبح کر دیا جائے، جس بستی میں کتے ہوں اور بستی والوں کو ان کتوں سے ضرر پہنچے تو بستی والے کتوں کے مالکوں سے کہیں کہ ان کتوں کو قتل کر دے اور اگر وہ انکار کریں تو حاکم شہر ان کو قتل کرنے کا حکم دے، گھروں میں کتوں کو چوروں اور دشمنوں سے حفاظت یا شکار کے سوا نہ رکھا جائے، اسی طرح شیر اور چیتے اور باقی درندوں کو، اگر کوئی کتا راستے سے گزرنے والوں کو کاٹتا ہو اور کوئی شخص کاٹنے کے بعد اس کو قتل کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور اگر وہ کاٹنے سے پہلے اس کو قتل کرے گا تو اس پر تاوان ہے اور ریشم کے کیڑوں کو پالنا بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ بزازیہ علیٰ حامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۷۰، مطبع امیریہ کبریٰ مصر ۱۳۱۰ھ)

ان مسائل کو فتاویٰ عالم گیری میں زیادہ تفصیل سے لکھا ہوا ہے۔

۱۵۴ - بَابُ حَرْقِ الدُّوْرِ وَالنَّخِيْلِ

(حربی کافروں کے) گھروں اور کھجور کے درختوں کو جلانا

اس باب میں مشرکین کے گھروں اور ان کے کھجور کے درختوں کو جلانے کا بیان ہے۔

۳۰۲۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

Marfat.com

اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِیْ قَيْسُ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ قَالَ لِیْ جَرِيْرٌ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُرِيْحُنِیْ مِنْ ذِی الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِیْ خَثْعَمَ يُسَمّٰی كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ قَالَ فَانْطَلَقْتُ فِیْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِّنْ اَحْمَسَ وَكَانُوْا اَصْحَابَ خَيْلٍ قَالَ وَكُنْتُ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ حَتّٰی رَاَيْتُ اَثَرَ اَصَابِعِهٖ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا فَانْطَلَقَ اِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتّٰی تَرَكْتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجْوَفُ اَوْ اَجْرَبُ قَالَ فَبَارَكَ فِیْ خَيْلِ اَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ۔ [اطراف الحدیث: ٣٠٣٦-٣٠٧٦-٣٨٢٣-٤٣٥٥-٤٣٥٦-٤٣٥٧-٦٠٨٩-٦٣٣٣]

(صحیح مسلم: ٢٤٧٦، الرقم المسلسل: ٦٢٦٠)

کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل انہوں نے کہا: مجھے قیس بن ابی حازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھ سے جریر نے بیان کیا' انہوں نے کہا: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخلصۃ (کو تباہ کر کے) راحت نہیں پہنچاتے! حضرت جریر نے بتایا کہ ذی الخلصۃ قبیلہ خثعم کا ایک بت خانہ تھا' جس کا نام کعبہ الیمانیہ رکھا گیا تھا' حضرت جریر نے کہا: میں قبیلہ احمس کے ایک سو پچاس گھوڑے سواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ سب (اچھے) شہ سوار تھے' حضرت جریر نے کہا: میں گھوڑے پر ثابت نہیں رہتا تھا تو آپ نے میرے سینے پر ایک ضرب لگائی حتیٰ کہ میں نے آپ کی انگلیوں کا نشان اپنے سینے میں دیکھا اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ' اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا' پھر وہ ذی الخلصۃ کی طرف روانہ ہوئے' پس انہوں نے اس کو منہدم کیا اور جلا دیا' پھر ایک آدمی کو اس کی خبر دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تو حضرت جریر کے قاصد نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کے پاس اس وقت تک نہیں آیا حتیٰ کہ میں نے ذی الخلصۃ کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ خالی پیٹ والا اونٹ ہے یا خارش زدہ اونٹ ہے' انہوں نے بتایا کہ آپ نے قبیلہ احمس کے گھوڑے سواروں اور پیادوں کے متعلق پانچ بار برکت کی دعا کی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس انہوں نے ذی الخلصۃ کو منہدم کر دیا اور جلا دیا۔

مشکل الفاظ کے معانی اور مسائل اور فوائد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذی الخلصہ کا ذکر ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا: ذی الخلصۃ' قبیلہ دوس کا بت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ خثعم کا بت تھا جس کو وہ کعبہ یمانیہ کہتے تھے۔ اس حدیث میں مذکور ہے: گویا وہ خالی پیٹ والا اونٹ تھا' یعنی پیٹ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اس سے خالی تھا' اس کی وجہ شبہ یہ ہے کہ اس سے بالکل ہی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا تھا یا بتایا کہ وہ خارش زدہ اونٹ کی طرح تھا' یعنی جس طرح خارش زدہ اونٹ سیاہ ہو جاتا ہے' اسی طرح وہ بھی جل کر سیاہ ہو گیا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس گھر میں کفار بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہوں' اس کو منہدم کرنا اور اس کو جلانا جائز ہے۔

اس حدیث میں لشکر اسلام کے لیے دعا کرنے کا ثبوت ہے۔

اور اس حدیث میں باطل کو بالکلیہ مٹانے کا ثبوت ہے اور سلطان کی طرف فتح کی خبر بھیجنے کا ثبوت بھی ہے۔

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۷۳-۴۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٠٢١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ حَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے درختوں کو جلا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں کھجور کے درختوں کو جلانے کا ذکر ہے۔

١٥٥ - بَابُ قَتْلِ النَّائِمِ الْمُشْرِكِ

سوئے ہوئے مشرک کو قتل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو مشرک باعثِ شر ہو اس کو سوتے میں قتل کر دینا جائز ہے۔

٣٠٢٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى أَبِي رَافِعٍ لِيَقْتُلُوهُ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَدَخَلَ حِصْنَهُمْ قَالَ فَدَخَلْتُ فِي مَرْبِطِ دَوَابَّ لَهُمْ قَالَ وَأَغْلَقُوا بَابَ الْحِصْنِ ثُمَّ إِنَّهُمْ فَقَدُوا حِمَارًا لَهُمْ فَخَرَجُوا يَطْلُبُونَهُ فَخَرَجْتُ فِيمَنْ خَرَجَ أُرِيهِمْ أَنَّنِي أَطْلُبُهُ مَعَهُمْ فَوَجَدُوا الْحِمَارَ فَدَخَلُوا وَدَخَلْتُ وَأَغْلَقُوا بَابَ الْحِصْنِ لَيْلًا فَوَضَعُوا الْمَفَاتِيحَ فِي كَوَّةٍ حَيْثُ أَرَاهَا فَلَمَّا نَامُوا أَخَذْتُ الْمَفَاتِيحَ فَفَتَحْتُ بَابَ الْحِصْنِ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ فَأَجَابَنِي فَتَعَمَّدْتُ الصَّوْتَ فَضَرَبْتُهُ فَصَاحَ فَخَرَجْتُ ثُمَّ جِئْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ كَأَنِّي مُغِيثٌ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي فَقَالَ مَا لَكَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ قُلْتُ مَا شَأْنُكَ قَالَ لَا أَدْرِي مَنْ دَخَلَ عَلَيَّ فَضَرَبَنِي قَالَ فَوَضَعْتُ سَيْفِي فِي بَطْنِهِ ثُمَّ تَحَامَلْتُ عَلَيْهِ حَتَّى قَرَعَ الْعَظْمَ ثُمَّ خَرَجْتُ وَأَنَا دَهِشٌ فَأَتَيْتُ سُلَّمًا لَهُمْ لِأَنْزِلَ مِنْهُ فَوَقَعْتُ فَوُثِئَتْ رِجْلِي فَخَرَجْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَقُلْتُ مَا أَنَا بِبَارِحٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصار کو ابورافع (یہودی) کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس کو قتل کر دیں' پس ان انصار میں سے ایک مرد روانہ ہوا' پس وہ یہودیوں کے قلعہ میں داخل ہو گیا' انہوں نے بیان کیا: پس میں ان کے مویشیوں کے اصطبل میں داخل ہوا اور ان لوگوں نے قلعہ کے دروازہ کو بند کر دیا' پھر ان لوگوں نے اپنے گدھے کو گم پایا' پس وہ اس کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے' پس میں بھی ان نکلنے والوں میں شامل ہو کر نکلا' میں ان لوگوں پر یہ ظاہر کر رہا تھا کہ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ گدھے کو تلاش کر رہا ہوں' پھر ان لوگوں نے گدھے کو پا لیا' پس وہ (قلعہ میں) داخل ہوئے اور میں (بھی) داخل ہوا' اور انہوں نے رات کو قلعہ کا دروازہ بند کر دیا' پھر انہوں نے چابیاں ایک طاق پہ رکھ دیں' جس کو میں دیکھ رہا تھا' پس جب وہ سو گئے تو میں نے چابیاں اٹھا لیں' پھر میں نے قلعہ کا دروازہ کھولا' پھر میں ابورافع پر داخل ہوا' پس میں نے کہا: اے ابورافع! تو اس نے مجھے جواب دیا' میں نے قصداً آواز بلند کی تھی (تاکہ وہ مجھے جواب دے اور میں پہچانوں کہ یہ ابورافع ہے) سو میں نے اس کو ضرب لگائی' پس وہ چیخا' پس میں نکلا' پھر اندر آیا' پھر میں لوٹا گویا کہ میں اس کی مدد کر رہا ہوں' پھر میں

حَتّٰی اَسْمَعَ النَّاعِیَةَ فَمَا بَرِحْتُ حَتّٰی سَمِعْتُ نَعَایَا اَبِیْ رَافِعٍ تَاجِرِ اَهْلِ الْحِجَازِ قَالَ فَقُمْتُ وَمَابِیْ قَلَبَةٌ حَتّٰی اَتَیْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْنَاهُ.

[اطراف الحدیث: ٣٠٢٢-٣٠٢٣-٤٠٣٨-٤٠٣٩-٤٠٤٠]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے آواز بدل کر کہا: اے ابورافع! اس نے کہا: تمہیں کیا ہوا؟ تمہاری ماں کو عذاب ہو! میں نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: مجھے پتا نہیں کون میرے پاس آیا اور اس نے مجھے ضرب لگائی تھی' انہوں نے کہا: پھر میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی' پھر اس پر میں نے اپنا پورا بوجھ ڈالا حتیٰ کہ اس تلوار نے ہڈی کو کاٹ ڈالا' پھر میں اس حال میں وہاں سے نکلا کہ میں دہشت زدہ تھا' پھر میں ان کی سیڑھی کے پاس آیا تاکہ اس جگہ سے اتروں' تو میں گر پڑا اور میرے پیر میں موچ آ گئی' پھر میں اپنے اصحاب کے پاس آیا' پس میں نے کہا: میں اس وقت تک یہاں سے جانے والا نہیں ہوں حتیٰ کہ میں اس کی موت کی خبر دینے والے کی خبر کو سن لوں' پھر میں وہاں سے نہیں گیا حتیٰ کہ میں نے موت کی خبر دینے والیوں سے سنا کہ اہل حجاز کا تاجر ابورافع مر گیا! انہوں نے کہا: پس میں اس حال میں اٹھا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی حتیٰ کہ ہم سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن مسلم بن سعید' ابوالحسن الطوسی' انہوں نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (٢) یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ' ان کا نام میمون الہمدانی الکوفی ہے' یہ قاضی تھے (٣) ابوزکریا الہمدانی الکوفی' یہ نابینا تھے (٤) ابواسحاق' عمرو بن عبداللہ الہمدانی السبیعی الکوفی (٥) حضرت البراء بن عازب الانصاری الخزرجی الاوسی رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٧٦)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: سوئے ہوئے مشرک کو قتل کرنا حالانکہ جس وقت ابورافع کو قتل کیا تو اس وقت وہ جاگ رہا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سوئے ہوئے سے مراد لیٹا ہوا ہے۔

ابورافع یہودی کو قتل کرنے والے انصار کے اسماء' ابورافع کو قتل کرنے کا سبب اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں چند انصار کا ذکر ہے' ان کے نام یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن عتیک' حضرت عبداللہ بن عقبہ' حضرت اسعد بن حرام اور حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہم۔ جس انصاری صحابی نے ابورافع یہودی کو قتل کیا تھا' ان کا اسم گرامی حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ہے' اس کو قتل کرنے کے حکم دینے کا سبب یہ تھا کہ جب غزوۂ خندق ختم ہو گیا اور بنوقریظہ کا قصہ تمام ہو گیا اور ابورافع ان یہودیوں میں سے تھا جس نے کفار کی جماعتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کے لیے بھیجا تھا تو اس وقت خزرج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' اور امام ابن سعد نے لکھا ہے کہ ابورافع کو قتل کرنے کے لیے ان انصار کے جوانوں کو رمضان ٦ ہجری میں بھیجا تھا۔

Marfat.com

اس حدیث میں ابورافع کا ذکر ہے' اس یہودی کا نام عبداللہ تھا اور اس کو سلام بن ابی الحقیق کہا جاتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان انصار میں سے ایک مرد داخل ہوا۔ ان کا نام حضرت عبداللہ بن عتیک ہے' یہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کی مدد کرے خواہ اپنی جان سے مدد کرے یا اپنے مال سے یا اپنی رائے سے تو اس کو کسی بھی حیلہ سے قتل کرنا جائز ہے اور ابورافع یہودی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا اور آپ کے مخالفین کی مدد کرتا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین کی جاسوسی کرنے کے لیے حیلہ سے اور خفیہ طریقہ سے ان کے گھر میں گھسنا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عتیک سیڑھی سے جلدی سے اترے اور ان کے پیر میں موچ آ گئی اور انہوں نے ابورافع کو قتل کرنے کے لیے اس کی حویلی میں گھس کر اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیا تھا' حالانکہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ممنوع ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کی سربلندی کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کو قتل کرنے کے لیے اور شہادت کے حصول کے لیے ایسا کرنا جائز ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جو ممنوع ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنا کل مال خرچ کر دے اور اس کے اپنے کھانے' پینے' پہننے' اوڑھنے اور دوا دارو کے لیے کچھ نہ بچے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٧٩-٣٧٨' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٠٢٣- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى اَبِيْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيْكٍ بَيْتَهٗ لَيْلًا فَقَتَلَهٗ وَهُوَ نَائِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی' از والد خود از ابو اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصار کو ابورافع کی طرف بھیجا' پس حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اس کے گھر میں رات کے وقت داخل ہوئے' پس اس کو قتل کر دیا اور وہ اس وقت سویا ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٢٢ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت ابورافع کو قتل کیا گیا تھا' وہ اس وقت سویا ہوا تھا۔

١٥٦- بَابُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ

دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو

اس باب میں ''اللقاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ملاقات' مگر یہاں اس سے مراد مقابلہ ہے۔

٣٠٢٤- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ يُوْسُفَ الْيَرْبُوْعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِعُمَرَ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَاَتَاهُ كِتَابُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن یوسف الیربوعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق الفزاری نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ' انہوں نے کہا: مجھے سالم ابو النضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں عمر بن عبید اللہ کا کاتب تھا' ان کے پاس حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کا خط آیا (جس میں لکھا تھا کہ)

Marfat.com

الْعَدُوِّ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح: ۲۸۱۸ میں گزر چکی ہے اس حدیث کو بعینہ باب کا عنوان بنایا گیا ہے۔

٣٠٢٥ - ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ يَآأَيُّهَا النَّاسُ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَ مُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ كُنْتُ كَاتِبًا لِعُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَاَتَاهُ كِتَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ.

پھر آپ لوگوں میں کھڑے ہو گئے پس آپ نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو پس جب تم ان سے مقابلہ کرو تو صبر کرنا اور یاد رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے پھر فرمایا: اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے اور بادلوں کو چلانے والے اور کفار کی جماعتوں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے! اور ہماری ان کے خلاف مدد فرما! اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مجھے سالم ابوالنضر نے حدیث بیان کی کہ میں عمر بن عبید اللہ کا منشی تھا سو ان کے پاس حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا مکتوب آیا کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح: ۲۹۳۳ میں گزر چکی ہے۔

٣٠٢٦ - وَقَالَ اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ فَإِذَا لَقِيتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا.

اور ابو عامر نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو پس جب تمہارا اس سے مقابلہ ہو تو (جنگ کی مشقت پر) صبر کرو۔

دشمن کو مقابلہ کے چیلنج کا شرعی حکم

ان دونوں حدیثوں میں دشمن سے مقابلہ کی تمنا سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں اپنی قوت اور طاقت پر گھمنڈ ہے اور لوگ مشقت اور مصیبت پر صبر کرنے میں مختلف ہوتے ہیں اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ایک شخص جہاد میں شدید زخمی ہو گیا پھر وہ زخموں کی تکلیف برداشت نہیں کر سکا تو اس نے خودکشی کر لی۔ (صحیح البخاری: ۲۸۹۸) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں عافیت سے رہوں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مصیبت میں مبتلا رہوں اور اس پر صبر کروں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! تم کسی کو مقابلہ کے لیے مت للکارنا اور جو تم کو مقابلہ کی دعوت دے تو پھر اس سے مقابلہ کرنا کیونکہ وہ باغی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی مدد کا ضامن ہے جس کے خلاف بغاوت کی جائے۔

علامہ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ تمام معتمد علماء کا اس پر اجماع ہے کہ آدمی کے لیے مقابلہ کی دعوت دینا جائز ہے اور وہ ملک کے سربراہ کی اجازت سے دشمن کو مقابلہ کے لیے للکار سکتا ہے امام احمد سفیان ثوری اوزاعی اور اسحاق کا یہی موقف ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ دشمن کو للکارنا جائز ہے اور انہوں نے اس میں امام یا غیر امام کی اجازت کا ذکر نہیں کیا اور اگر کافر اس کو مقابلہ کے لیے للکارے اور چیلنج کرے تو اس سے مقابلہ کے لیے نکلنا مستحب ہے اور یہ اس کے لیے مستحب ہے جو اپنی ذات کو آزما چکا ہو اور سربراہ ملک نے اس کی اجازت دی ہو اور امام مالک سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص صفوں کے درمیان کھڑا ہوا ہے وہ دشمن کو

Marfat.com

مقابلہ کی دعوت دے سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اس کی نیت پر موقوف ہے' اگر وہ اس سے اللہ کی رضا کا ارادہ کرتا ہے تو مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اور متقدمین ایسا کر چکے ہیں اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے البراء بن مالک مرزبان کو چیلنج کیا' پھر اس کو قتل کر دیا اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے غزوۂ حنین میں ایک شخص کو چیلنج کیا' پھر اس کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے چھینا ہوا سامان مجھے عطا فرما دیا اور اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے آپ سے اجازت لے کر دشمن کو للکارا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال نے اس مسئلہ کو علامہ عینی کی بہ نسبت زیادہ تفصیل سے لکھا ہے اور مذکورہ شرح اسی کا خلاصہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٥٧ - بَابُ الْحَرْبِ خُدْعَةٌ — جنگ ایک دھوکا ہے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جنگ میں دشمن کو دھوکا دینا جائز ہے۔

٣٠٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلَكَ كِسْرٰى ثُمَّ لَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسریٰ ہلاک ہو گیا' پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہو گا اور قیصر ضرور ہلاک ہو گا' پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہو گا اور ضرور ان کے خزانے اللہ کی راہ میں تقسیم کیے جائیں گے۔

[اطراف الحدیث: ۳۱۲۰-۳۶۱۸-۶۶۳۰]

(صحیح مسلم: ۲۹۱۸' الرقم المسلسل: ۷۲۲۱' سنن ترمذی: ۲۲۲۳' مسند الشافعی ج ۲ ص ۱۸۶' مسند الحمیدی: ۱۰۹۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۷۲' مشکل الآثار: ۵۰۹' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۷۷' دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۹۳' شرح السنۃ: ۳۷۲۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۶۸- ج ۱۲ ص ۲۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٣٠٢٨ - وَسَمَّى الْحَرْبَ خُدْعَةً.

آپ نے جنگ کو دھوکا قرار دیا۔

[طرف الحدیث: ۳۰۲۹] (صحیح مسلم: ۱۷۴۰' الرقم المسلسل: ۴۴۳۱)

دورانِ جنگ دشمن کو دھوکا دینے کی مثالیں اور قیصر و کسریٰ کے متعلق آپ کی دعا کا قبول ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بعض اہل سیرت نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد غزوۂ احزاب کے دن فرمایا تھا' جب آپ نے حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ قریش غطفان اور یہود کے درمیان حائل ہو جائیں اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جنگ میں دشمن کو دھوکا دینا فوج کی کثرت سے زیادہ مفید ہے اور بغیر علم کے کوئی قدم اٹھانے سے زیادہ نفع آور ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جنگ میں عقل اور رائے کو استعمال کرنا' نیزوں کی ضرب سے زیادہ مفید ہے۔

علامہ المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: جنگ میں دشمن کو دھوکا دینا جس طرح بھی ممکن ہو' جائز ہے مگر جھوٹی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

امام طبری نے کہا ہے کہ جنگ میں جتنی جھوٹ کی گنجائش ہے اتنی اور کسی چیز میں نہیں ہے' البتہ صراحۃً جھوٹ بولنے سے گریز کیا جائے' اور تعریض سے کام نکالا جائے' اور واقع کے خلاف کوئی خبر نہ دی جائے۔

علامہ المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ دشمن سے کہے کہ اپنے گھوڑے کے زین کا تسمہ سنبھالو اس کی گرہ کھل چکی ہے' اور اس کی مراد یہ ہو کہ زمانہ ماضی میں کبھی اس کی گرہ کھل چکی ہے اور جب دشمن اپنے گھوڑے کی زین کے تسمہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ تلوار سے اس کی گردن اُڑا دے' یا دشمن کو ایسی خبر دے جس سے وہ گھبرا جائے' مثلاً اس سے کہے کہ تمہارے امیر کو تو موت آ چکی ہے اور اس سے مراد نیند لے' اور صراحۃً واقعہ کے خلاف کوئی بات نہ کرے۔

اس حدیث میں ہے: اس قیصر کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر کو دعا دی تھی' جب اس نے آپ کا مکتوب پڑھا تو دعا کی کہ تمہارا ملک سلامت رہے' پھر شام سے اس کی حکومت ختم نہیں ہوئی' اور رہا کسریٰ تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی کہ تمہارا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا' سو اب تک کسریٰ کی حکومت قائم نہ ہو سکی' اور اس حدیث میں نبوت کی علامت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے' پس واقع میں اسی طرح ہوا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۰۲۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَصْرَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمَّى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبَ خُدْعَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوبکر بن اصرم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کا نام دھوکا رکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۰۳۰ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از عمرو' انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنگ دھوکا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۳۹' الرقم المسلسل: ۴۴۳۰' سنن ترمذی: ۱۶۷۵' سنن ابوداؤد: ۲۶۳۶)

جنگ میں دھوکا دینے کی وضاحت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''خدعة'' میں تاء وحدت کی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ جنگ میں صرف ایک بار دشمنوں کو دھوکا دیں' اور ''خدع'' کا معنی یہ ہے کہ آدمی ایک چیز کو ظاہر کرے اور اصل چیز کو مخفی رکھے اور اس میں اس پر برانگیختہ کیا گیا ہے کہ جنگ میں تدبر اور رائے کو استعمال کریں' علامہ ابن العربی نے کہا ہے: جنگ میں دھوکا دینے کا معنی یہ ہے کہ تعریض سے کام لے اور فکر اور رائے کو استعمال کرے بلکہ جنگ میں فکر اور رائے کو استعمال کرنا شجاعت اور بہادری سے زیادہ مفید ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۰۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۵۸ - بَابُ الْكَذِبِ فِی الْحَرْبِ

جنگ میں جھوٹ بولنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ آیا جنگ میں جھوٹ بولنا جائز ہے یا نہیں؟

٣٠٣١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لِّكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّهٗ قَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَنَّانَا وَسَاَلَنَا الصَّدَقَةَ قَالَ وَاَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلُّنَّهٗ قَالَ فَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَنَكْرَهُ اَنْ نَّدَعَهٗ حَتّٰى نَنْظُرَ اِلٰى مَا يَصِيْرُ اَمْرُهٗ قَالَ فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُهٗ حَتّٰى اسْتَمْكَنَ مِنْهُ فَقَتَلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی ہے' حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ اس کو پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! راوی نے کہا: پس وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے' پھر اس سے کہا: بے شک اس شخص نے ہم کو تھکا دیا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہ ہم سے صدقہ کا سوال کرتے ہیں' کعب بن اشرف نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تم کو ضرور ملال میں ڈالیں گے' حضرت محمد بن مسلمۃ نے کہا: پس بے شک ہم نے ان کی پیروی کی ہے اور ہم ان کو اس وقت تک چھوڑنا ناپسند کرتے ہیں حتیٰ کہ ہم یہ دیکھ لیں کہ ان کی اس مہم کا کیا انجام ہوتا ہے' راوی نے کہا: پس وہ اسی طرح کعب بن اشرف سے باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے موقع پا کر اس کو قتل کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٥١٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ نے کعب بن اشرف سے جو باتیں کی تھیں' وہ بہ ظاہر جھوٹ تھیں اور درحقیقت وہ اس موقع کی تاک میں تھے کہ انہیں اس کو قتل کرنے کا موقع مل جائے۔

جھوٹ بولنے کے متعلق حدیث اور حضرت محمد بن مسلمہ کا توریہ اور تعریض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

''کذب'' کی رخصت کے متعلق حدیث درج ذیل ہے:

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف تین صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے' مرد اپنی عورت سے جھوٹ بولے تاکہ اس کو راضی کرے' اور جنگ میں جھوٹ بولے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولے۔ (سنن ترمذی: ١٩٣٩' مسند احمد ج ٦ ص ٤٥٤)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ میں نے اپنے بعض اساتذہ سے اس حدیث کا معنی پوچھا تو انہوں نے مجھ سے کہا: جس کذب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا ہے' وہ تعریض ہے' یعنی اصل بات کو دل میں چھپا کر مخاطب کے سامنے کوئی اور بات ظاہر کرنا۔

علامہ المہلب نے کہا: اس باب کی حدیث میں جو جھوٹ ہے' وہ یہ ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: اس شخص نے ہم کو تھکا دیا ہے اور یہ ہم سے صدقہ کا سوال کرتا ہے' اس کلام میں یہ تاویل ہے کہ انہوں نے کعب بن اشرف پر یہ ظاہر کیا کہ وہ دنیا کے حصول کے

Marfat.com

لیے نبی ﷺ کی پیروی کر رہے ہیں' آپ کی پیروی کرنے میں تھک چکے ہیں اور یہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ توریہ اور تعریض ہے کیونکہ انہوں نے دل میں اس بات کو رکھا کہ وہ حق کے لیے نبی ﷺ کی پیروی کر رہے ہیں تا کہ انہیں آخرت میں اجر ملے اور ذکر اس تھکاوٹ کا کیا جو ان کو دنیا میں ہوتی ہے' اور حضرت محمد بن مسلمہ نے واقع کے خلاف خبر نہیں دی تھی' ان کے کلام میں فقط ظاہری الٹ پھیر تھی' ورنہ حقیقتاً ان کا کلام باطنی معنی کے موافق تھا اور انہوں نے یہ حیلہ اس لیے کیا تھا کہ کعب بن اشرف کو ایسی باتوں میں لگایا جائے جس سے وہ ان کی طرف مائل ہو اور ان کے قریب آئے اور وہ جھپٹ کر اس کو قتل کر دیں۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٥٩ - بَابُ الْفَتْكِ بِأَهْلِ الْحَرْبِ — خفیہ منصوبہ سے اہل حرب (دشمن) کو قتل کرنا

اس باب کے عنوان میں ''الفتك'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کوئی شخص کسی کے پاس جائے اور اس کو غافل پا کر اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دے۔

٣٠٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأْذَنْ لِّي فَأَقُولُ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پھر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں (مصلحت کی خاطر اپنی اور آپ کی طرف سے کوئی بہ ظاہر غلط) بات کہوں' آپ نے فرمایا: میں نے ایسا کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۱۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں دشمن کو حیلہ سے قتل کرنے کا ذکر ہے۔

١٦٠ - بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْاِحْتِيَالِ وَالْحَذَرِ مَعَ مَنْ يَّخْشٰى مَعَرَّتَهٗ — جس سے فساد کا خطرہ ہو اس کے ساتھ حیلہ اور احتیاط کے ساتھ باتیں کرنا

اس باب کے عنوان میں ''مَعَرَّة'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: جس کے فساد کا اندیشہ ہو۔

٣٠٣٣ - قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهٗ قَالَ انْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ فَحُدِّثَ بِهٖ فِي نَخْلٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ طَفِقَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ وَابْنُ صَيَّادٍ فِي قَطِيفَةٍ لَّهٗ فِيهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابن صیاد کی طرف تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کو یہ خبر دی گئی تھی کہ وہ (ابن صیاد) کھجور کے درختوں میں ہے' جب رسول اللہ ﷺ اس کے پاس کھجور کے درختوں میں آئے اور آپ

Marfat.com

زَمْزَمَةٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَاصَافِ هٰذَا مُحَمَّدٌ فَوَثَبَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ.

کھجور کے درختوں میں چھپ رہے تھے' اور اس وقت ابن صیاد ایک چادر اوڑھے ہوئے گنگنا رہا تھا تو ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا تو اس نے کہا: اے صاف! یہ (سیّدنا) محمد (ﷺ) ہیں! پس ابن صیاد چھلانگ مار کر بھاگ گیا' تب رسول اللہ ﷺ نے کہا: اگر وہ اس کو چھوڑ دیتی تو (ابن صیاد کا معاملہ) کھل جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٥٥ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس شخص سے فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو اس کی باتوں کو چپکے سے اور حیلہ سے سننا جائز ہے۔

١٦١ - بَابُ الرَّجَزِ فِي الْحَرْبِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِيْ حَفْرِ الْخَنْدَقِ

دورانِ جنگ رجز یہ کلام پڑھنا اور خندق کھودتے ہوئے آواز کو بلند کرنا

اس باب کے عنوان میں رجز کا ذکر ہے' رجز اس کلام کو کہتے ہیں جو شعر کی صورت اور اس کے وزن پر ہو۔

اس میں ہر مصرع منفرد ہوتا ہے اور اس کے قائل کو شاعر کے بجائے راجز کہتے ہیں۔

فِيْهِ سَهْلٌ وَّاَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت سہل کی اور حضرت انس کی نبی ﷺ سے روایت ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ٣٧٩٧' اور ٢٨٣٤ میں مذکور ہے۔

اور اس میں حسب ذیل رجز یہ کلام ہے:

اے اللہ! آخرت کے عیش کے سوا کوئی عیش نہیں ہے۔

اور اس میں مذکور ہے:

اے اللہ! آخرت کی خیر کے سوا کوئی خیر نہیں ہے۔

وَفِيْهِ يَزِيْدُ عَنْ سَلَمَةَ.

اور اس میں یزید کی سلمہ بن اکوع سے روایت ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ٤١٩٦' میں مذکور ہے۔

٣٠٣٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ يَنْقُلُ التُّرَابَ حَتّٰى وَارَى التُّرَابُ شَعْرَ صَدْرِهٖ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيْرَ الشَّعْرِ وَهُوَ يَرْتَجِزُ بِرَجَزِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا!
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ خندق کے دن دیکھا' نبی ﷺ مٹی کو منتقل فرما رہے تھے اور مٹی نے آپ کے سینہ کے بالوں کو چھپا لیا تھا اور آپ ایسے مرد تھے جن کے بہت زیادہ بال تھے اور آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے رجز یہ کلام کو پڑھ رہے تھے' جو حسب ذیل ہے:

اے اللہ! اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے

Marfat.com

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّا قَيْنَا
اِنَّ الْاَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا
يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهٗ.

اور نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے
سو تو ہم پر سکون نازل فرما
اور اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ
بے شک دشمنوں نے ہم پر حملہ کیا ہے
جب وہ فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں
آپ اس رجزیہ کلام کے ساتھ آواز بلند کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں خندق کھودتے وقت رجزیہ کلام پڑھنے کا ذکر ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ محنت مشقت کے کاموں میں سربراہ ملک کو عام مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونا چاہیے تاکہ لوگ خوشی کے ساتھ ان کاموں کو کریں' اسی وجہ سے آپ نے رجزیہ کلام پڑھا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ وہ کیا عمل کر رہے ہیں اور کس کے لیے عمل کر رہے ہیں اور ان کو یہ بتائیں کہ ان کی اس تھکاوٹ اور مشقت کے مقابلہ میں یہ بہت عظیم کام ہے اور اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کے کاموں کو کرتے وقت آواز کو بلند کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۶۲ - بَابُ مَنْ لَّا يَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ

جو گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھ سکتا ہو اس کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا' اس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

۳۰۳۵ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا حَجَبَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِيْ اِلَّا تَبَسَّمَ فِيْ وَجْهِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ادریس نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مجھ سے حجاب میں نہیں رہے اور جب بھی آپ مجھے دیکھتے تو آپ میرے چہرے کے سامنے مسکراتے۔

(صحیح مسلم: ۲۴۷۵' الرقم المسلسل: ۶۲۵۷' سنن ترمذی: ۳۸۴۶۔ ۳۸۴۷' المعجم الکبیر: ۲۲۸۷' شعب الایمان: ۸۰۴۵' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۸۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۷۸۰۔ ج ۳۱ ص ۵۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۳۰۳۶ - وَلَقَدْ شَكَوْتُ اِلَيْهِ اَنِّيْ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا.

اور تحقیق یہ ہے کہ میں نے آپ سے یہ شکایت کی کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر مارا اور یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا

Marfat.com

اور ہدایت یافتہ بنا!

حضرت جریر پر نبی ﷺ کی شفقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں' نبی ﷺ مجھ سے اوجھل نہیں رہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضرت جریر' نبی ﷺ کے ساتھ آپ کے گھر بھی جاتے تھے اور ازواجِ مطہرات کو بھی دیکھتے تھے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اکثر اوقات وہ نبی ﷺ کے سامنے رہتے تھے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی قوم میں عزت اور وجاہت رکھتا ہو' اس کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ جب بھی حضرت جریر کو دیکھتے تھے تو مسکراتے تھے' اس سے نبی ﷺ کے بلند اخلاق کا پتا چلتا ہے اور یہ وصف تکبر کے منافی ہے اور محبت کا سبب ہے۔

اس حدیث میں گھوڑے پر سواری کا ثبوت ہے اور اس کی فضیلت ہے اور جو آدمی ذوحیثیت اور ذووجاہت ہو' اس کو گھوڑے پر سواری کرنی چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حاکم یا استاذ کے لیے اپنے مخاطب کے سینہ پر ہاتھ مارنا جائز ہے اور یہ بھی تواضع کا اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا طریقہ ہے۔

اور اس حدیث میں نبی ﷺ کی دعا کی برکت کا ذکر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ اس دعا کے بعد کبھی حضرت جریر گھوڑے سے نہیں گرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ تمام فوائدِ حدیث' شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۷ میں مذکور ہیں' ان کے علاوہ اس میں یہ اعتراض بھی مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے دعا میں کہا ہے: اے اللہ! اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا' اس میں تقدیم اور تاخیر ہے یعنی پہلے انسان خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے' پس کسی کو ہدایت دیتا ہے' حافظ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس دعا میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو ترتیب کا مقتضی ہو۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۵۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے پہلے ''مھدیا'' فرمایا ہو اور پھر ''ھادیا'' فرمایا اور حدیث کے راوی نے اس ترتیب کو بدل دیا ہو۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۲۴۴۔ ج ۶ ص ۱۱۴۱ میں مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح میں صرف حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سوانح ذکر کی گئی ہے۔

۱۶۳ - بَابُ دَوَاءِ الْجُرْحِ بِإِحْرَاقِ الْحَصِيْرِ وَغَسْلِ الْمَرْأَةِ عَنْ أَبِيهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَحَمْلِ الْمَاءِ فِي التُّرْسِ

چٹائی کو جلا کر زخمی کی دوا بنانا اور عورت کا اپنے والد کے چہرے سے خون کو دھونا اور ڈھال میں پانی ڈال کر لانا

۳۰۳۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ حَازِمٍ قَالَ سَأَلُوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی

Marfat.com

اَلسَّاعِدِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِاَيِّ شَيْءٍ دُوْوِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مَابَقِيَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ كَانَ عَلِيٌّ يَجِيْءُ بِالْمَاءِ فِيْ تُرْسِهٖ وَكَانَتْ يَعْنِيْ فَاطِمَةَ تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَاَخَذَ حَصِيْرٌ فَاُحْرِقَ ثُمَّ حُشِيَ بِهٖ جُرْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

انہوں نے کہا: ہمیں ابوحازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: لوگوں نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا علاج کس دوا سے کیا گیا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ اب لوگوں میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں ہے جو اس بات کو مجھ سے زیادہ جانتا ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی ڈال کر لاتے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ سے خون دھوتی تھیں اور چٹائی لی گئی پس اس کو جلایا گیا' پھر (اس کی راکھ کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم میں بھر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں زخم میں راکھ کو بھرنے کا ذکر ہے اور عورت کا اپنے والد کے چہرہ سے خون کو دھونے اور ڈھال میں پانی ڈال کر لانے کا ذکر ہے۔

١٦٤ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالْاِخْتِلَافِ فِي الْحَرْبِ وَعُقُوْبَةِ مَنْ عَصٰى اِمَامَهٗ

جنگ میں اختلاف اور جھگڑا کرنا مکروہ ہے اور جو امیر غزوہ کی نافرمانی کرے' اس کی سزا کا بیان

اس باب کے عنوان میں دو لفظ ہیں: تنازع اور اختلاف' تنازع کا معنی ہے: مخاصمت اور جھگڑا کرنا' اور اختلاف کا معنی ہے: ہر فریق ایک رائے کو اختیار کرے اور اختلاف دنیا اور آخرت میں ہلاکت کا سبب ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (الانفال:٤٦).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپس میں جھگڑا نہ کرو' ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (الانفال:۴۶)

یہ مکمل آیت اور اس سے پہلی آیت اس طرح ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ○ (الانفال:۴۶-۴۵)

اے ایمان والو! جب دشمن کی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو○ اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے○

ان آیات میں دشمن سے مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہنے کا حکم دیا ہے اور جب دشمن مقابلہ کے لیے للکارے تو اس کے مقابلہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے' پھر اسی حال میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے' سو جس چیز کا حکم دیا ہے' اس پر عمل کرو اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے' اس سے رک جاؤ اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرو' ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی' یعنی تمہاری قوت اور وحدت جاتی رہے گی۔

قَالَ قَتَادَةُ الرِّيْحُ الْحَرْبُ.

قتادہ نے کہا کہ ''ریح'' کا معنی حرب ہے۔

یہ قتادہ کی روایت ہے اور مجاہد نے کہا ہے: ''ریح'' سے مراد اللہ کی مدد ہے اور ایک قول ہے: ''ریح'' کا معنی ہے: حکومت' اور حکومت جس طرح اپنے امر کو نافذ کرتی ہے' اس کو ہواؤں کے چلنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹۰)

۳۰۳۸ - حَدَّثَنَا يَحْيٰی قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا وَأَبَا مُوسٰی إِلَى الْيَمَنِ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از شعبہ از سعید بن ابی بردہ از والدخود از جدِ خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا' فرمایا: تم دونوں آسان احکام بیان کرنا اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالنا اور لوگوں کو بشارت دینا اور ان کو متنفر نہ کرنا اور ایک دوسرے سے محبت کرنا اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۶۱ میں بیان کی گئی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اختلاف کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۰۳۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا يُحَدِّثُ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ وَكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلًا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰی أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتّٰی أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ فَهَزَمُوهُمْ قَالَ فَأَنَا وَاللّٰهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ وَأَسْوُقُهُنَّ رَافِعَاتٍ ثِيَابَهُنَّ فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْغَنِيمَةَ أَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةَ ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَسِيتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوا وَاللّٰهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ فَلَمَّا أَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ فَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا فَأَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ أَصَابَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً سَبْعِينَ أَسِيرًا وَسَبْعِينَ قَتِيلًا فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ یہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے دن پچاس مردوں اوپر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا' پس فرمایا کہ اگر تم دیکھو کہ ہم پر پرندے جھپٹ رہے ہیں تو تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا حتیٰ کہ میں تم کو پیغام بھیجوں اور اگر تم یہ دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے اور ہم نے اس کو پامال کر دیا ہے تب بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا حتیٰ کہ میں تم کو پیغام دوں' پس مسلمانوں نے مشرکین کو شکست دے دی' حضرت براء نے کہا: میں مشرکوں کی عورتوں کو بھاگتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور ان کے پیروں کا زیور اور ان کی پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں' اور وہ اپنے کپڑے اوپر اٹھائے ہوئے تھیں تو حضرت عبداللہ بن جبیر کے اصحاب نے کہا: مالِ غنیمت (لوٹو)' اے لوگو! مالِ غنیمت (لوٹو)' تمہارے اصحاب غالب آ گئے' پس اب تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو! تو حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم بھول گئے کہ تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور لوگوں کے پاس جائیں گے اور مالِ غنیمت سے اپنا حصہ لیں گے' پس جب وہ (اپنا مورچہ چھوڑ کر) لوگوں کے پاس گئے' پس ان کے چہرے پھیر دیئے گئے' پس وہ شکست

Marfat.com

اَفِی الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَنَهَاهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجِیْبُوْهُ ثُمَّ قَالَ اَفِی الْقَوْمِ ابْنُ اَبِی قُحَافَةَ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اَفِی الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوْا فَمَا مَلَكَ عُمَرُ نَفْسَهٗ فَقَالَ كَذَبْتَ وَاللّٰهِ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِیْنَ عَدَدْتَّ لَاَحْیَاءٌ كُلُّهُمْ وَقَدْ بَقِیَ لَكَ مَا یَسُوْؤُكَ قَالَ یَوْمٌ بِیَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ اِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ فِی الْقَوْمِ مُثْلَةً لَّمْ اٰمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِیْ ثُمَّ اَخَذَ یَرْتَجِزُ:

خوردہ ہو کر بھاگے اور یہی (اس آیت کا موقع ہے) جب رسول ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ مرد رہ گئے تھے' پس ہم میں سے ستر مرد شہید ہو گئے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے غزوۂ بدر کے ان ایک سو چالیس مردوں کو مصیبت زدہ کیا تھا' ان میں سے ستر قید کیے گئے تھے اور ستر قتل کیے گئے' پھر ابوسفیان نے تین بار کہا: کیا لوگوں میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جواب دینے سے منع کر دیا' اس نے پھر تین بار کہا: کیا لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا ہے؟ پھر اس نے تین بار کہا: کیا لوگوں میں خطاب کا بیٹا ہے؟ پھر اس نے اپنے اصحاب کی طرف مڑ کر کہا: رہے یہ لوگ تو وہ بے شک قتل کر دیے گئے' اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر ضبط نہ کر سکے' پس انہوں نے کہا: تو نے جھوٹ بولا' اللہ کی قسم! اے اللہ کے دشمن! بے شک جن لوگوں کا تو نے شمار کیا ہے وہ سب ضرور زندہ ہیں اور بے شک تیرے لیے ایک ایسی چیز باقی ہے جو تجھ کو رنجیدہ کرے گی' ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ (کنوئیں کا) ڈول ہے' بے شک تم لوگوں میں ایک مُثلہ (جس کے اعضاء کاٹ دیے گئے ہوں) ہوگا' میں نے اس کو مثلہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور میں اس سے رنجیدہ بھی نہیں ہوا' پھر اس نے رجز پڑھنا شروع کیا اور کہا:

اُعْلُ هُبَلُ اُعْلُ هُبَلُ.

ہبل بلند ہو! ہبل بلند ہو!

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُجِیْبُوْا لَهٗ؟ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَقُوْلُ؟ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ قَالَ اِنَّ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَكُمْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُجِیْبُوْا؟ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَقُوْلُ؟ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَكُمْ. [اطراف الحدیث: ۳۹۸۶-۴۰۴۳-۴۰۶۷-۴۵۶۱]

(سنن ابوداؤد: ۲۶۶۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کا جواب نہیں دو گے؟ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: اللہ بلند اور برتر ہے! ابوسفیان نے کہا: بے شک ہمارے لیے العزّیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزّیٰ نہیں ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کا جواب نہیں دو گے؟ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا: صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے کہا کہ مال غنیمت لوٹو' اور وہ اپنا مورچہ چھوڑ کر چلے گئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی' اس وجہ سے ان کو غزوہ اُحد میں

شکست ہوئی۔

مسلمانوں کے آپس کے اختلاف کی وجہ سے اللہ کا عذاب آنا' غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی شکست کی وجہ اور حضرت عمر نے جو ابوسفیان کا جواب دیا' اس میں ان کی معصیت نہیں تھی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ تنازع اور مخالفت' دنیا اور آخرت میں ہلاکت کا سبب ہیں' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ (هود:١١٨) اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے ۝

ایک قوم نے کہا: ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مخالفت کے لیے پیدا کیا' اور دوسروں نے کہا کہ ان کو اس لیے پیدا کیا کہ اپنے اختلاف کی وجہ سے ایک فریق جنت میں جائے اور دوسرا فریق دوزخ میں' اور یہ اللہ کی کتاب میں بہت جگہ مذکور ہے' اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ایک دوسرے کی مخالفت کی وجہ سے دشمن ان مخالفین کے اوپر فتح حاصل کرے گا' یہ ایک دوسرے سے مخالفت کرتے رہیں گے اور دشمن ان پر غلبہ پالے گا۔

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ ان کے اصحاب کی مخالفت کی وجہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان کو اس جنگ میں شکست ہوئی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل ارشاد ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (النور:٦٣) سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ ان پر کوئی آفت آئے یا انہیں دردناک عذاب پہنچ جائے ۝

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب کو شکست نہیں ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ابوسفیان کی بات کا جواب دینے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو بے مقصد بات میں غور نہیں کرنا چاہیے' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو ابوسفیان کو جواب دیا تھا کہ تم جھوٹ کہہ رہے ہو' جن کا تم نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں۔ اس سے ان کا مقصد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہیں تھی بلکہ ابوسفیان کے اس زعم کا رد کرنا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے اصحاب کی کمزوری کی وجہ سے شہید ہو گئے' یہ بہ ظاہر معصیت ہے' حقیقت میں معصیت نہیں ہے۔

حضرت عمر نے کہا کہ وہ چیز باقی ہے جو تم کو رنجیدہ کرے گی' کیونکہ ابوسفیان نے یہ گمان کیا تھا کہ اسلام کی شوکت ٹوٹ گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اکابر اصحاب دنیا سے گزر گئے تو حضرت عمر نے اس کو بتایا کہ وہ سب زندہ ہیں اور عنقریب دوسرے مقابلہ میں تم کو شکست دیں گے۔

اس حدیث میں ہبل کا ذکر ہے' ہبل وہ بت ہے جس کی مشرکین زمانۂ جاہلیت میں عبادت کرتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے جواب میں کہو: اللہ بلند اور برتر ہے' کیونکہ آپ اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں' پھر آپ نے جواب میں کہلوایا کہ اللہ اعلیٰ اور اجل ہے' کیونکہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کی اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ بت ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے' اس لیے ابوسفیان اس جواب پر کوئی اعتراض نہ کر سکا' پھر اس نے اپنے ایک اور بت کا ذکر کیا اور کہا: ہمارے لیے العزیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب دینے کا حکم دیا اور کہا: تم کہو: اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا

Marfat.com

کوئی مولی نہیں۔اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ عزیٰ اور اس کی مثل دوسرے بت ان کی کوئی حمایت اور مدد نہیں کر سکتے' سو آپ نے ان کو جواب سے یہ بتایا کہ مدد صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور بتوں کی طرف سے کوئی مدد نہیں ہوتی' اس وجہ سے ابوسفیان خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جواب اپنے اصحاب سے دلوائے اور خود جواب نہیں دیا' اور اس میں یہ تنبیہ کی کہ اس جیسے شخص کو منہ لگانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق نہ تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

غزوۂ اُحد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے اصحاب کے اسماء گرامی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ اصحاب رہ گئے تھے' یہ مقاتل کا قول ہے' اور امام ابن سعد نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت قدم رہے اور آپ اپنی کمان سے مسلسل تیر مارتے رہے اور آپ کے ساتھ آپ کے چودہ اصحاب تھے' سات مہاجرین تھے اور سات انصار تھے اور البلاذری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت عبدالرحمان بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت طلحہ بن عبیداللہ' حضرت زبیر بن العوام اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم تھے' اور انصار میں سے الحباب بن المنذر' حضرت ابودجانہ' حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح' حضرت الحارث بن الصمہ' حضرت اسید بن حضیر اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٥ - بَابٌ اِذَا فَزِعُوْا بِاللَّيْلِ — جب لوگ رات کو خوف زدہ ہوں

اس باب میں یہ ذکر کیا ہے کہ جب لشکر یا شہر کے لوگ رات کو خوف زدہ ہوں تو امام یا سربراہ کو چاہیے کہ خود شہر کے گرد گشت لگا کر خوف اور دہشت کی وجہ معلوم کرے یا اپنے کسی نمائندہ کو بھیجے' اس باب کے عنوان میں "فـــزع" کا لفظ ہے' اس کا معنی اصل میں خوف اور گھبراہٹ ہے۔

٣٠٤٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ قَالَ وَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً سَمِعُوْا صَوْتًا قَالَ فَتَلَقَّاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَرَسٍ لِاَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ وَّهُوَ مُتَقَلِّدٌ سَيْفَهٗ فَقَالَ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدْتُهٗ بَحْرًا يَعْنِي الْفَرَسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ فیاض تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے' حضرت انس نے بتایا کہ اہل مدینہ نے رات کو ایک آواز سنی (جس سے وہ ڈر گئے) تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر بیٹھ کر لوگوں کے پاس آئے اور اس وقت آپ نے گلے میں اپنی تلوار لٹکائی ہوئی تھی' پھر آپ نے فرمایا: تم مت ڈرو! تم مت ڈرو! پھر آپ نے فرمایا: میں نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں شہر کے لوگوں کے خوف زدہ ہونے کا ذکر ہے اور یہ ذکر ہے کہ آپ نے ان کا خوف زائل کیا۔

Marfat.com

١٦٦ - بَابُ مَنْ رَّاَی الْعَدُوَّ فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ یَا صَبَاحَاهُ حَتّٰی یُسْمِعَ النَّاسَ

جس نے دشمن کو دیکھ کر بہ آواز بلند کہا: ''یا صباحاه'' حتیٰ کہ لوگوں کو سنائے

اس باب کے عنوان میں ''یا صباحاه'' کے الفاظ ہیں' اس کا معنی ہے: صبح کے وقت میں تم کو خبردار کرتا ہوں تا کہ تم اپنی احتیاطی تدابیر اختیار کر لو' علامہ قرطبی نے کہا: اس کا معنی ہے: اس شدید مصیبت پر خبردار کرنا جو لوگوں پر اچانک پیش آنے والی ہے' اس کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ دشمن رات کے وقت حملہ کرتا ہے' گویا کہ یوں کہا گیا ہے کہ صبح کا وقت ہو چکا ہے' تم دشمن سے مقابلہ کے لیے تیار ہو جاؤ' کیونکہ دشمن رات کو حملہ کر کے لوٹتا ہے اور دن کے وقت دوبارہ حملہ کرنے آتا ہے' اس کا معنی یہ بھی ہے کہ منادی صبح کے وقت لوگوں کو مدد کے لیے پکارتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ یہ وہ کلمہ ہے جس کو منادی امداد کے حصول کے لیے پکارتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٩٥)

٣٠٤١ - حَدَّثَنَا الْمَكِّیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا یَزِیْدُ بْنُ اَبِیْ عُبَیْدٍ عَنْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ قَالَ خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ ذَاهِبًا نَحْوَ الْغَابَةِ حَتّٰی اِذَا كُنْتُ بِثَنِیَّةِ الْغَابَةِ لَقِیَنِیْ غُلَامٌ لِّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قُلْتُ وَیْحَكَ مَابِكَ؟ قَالَ اُخِذَتْ لِقَاحُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَنْ اَخَذَهَا؟ قَالَ غَطَفَانُ وَفَزَارَةُ فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ اَسْمَعْتُ مَابَیْنَ لَابَتَیْهَا یَا صَبَاحَاهُ یَا صَبَاحَاهُ ثُمَّ انْدَفَعْتُ حَتّٰی اَلْقَاهُمْ وَقَدْ اَخَذُوْهَا فَجَعَلْتُ اَرْمِیْهِمْ وَاَقُوْلُ

اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعِ

فَاسْتَنْقَذْتُهَا مِنْهُمْ قَبْلَ اَنْ یَّشْرَبُوْا فَاَقْبَلْتُ بِهَا اَسُوْقُهَا فَلَقِیَنِی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْقَوْمَ عِطَاشٌ وَّاِنِّیْ اَعْجَلْتُهُمْ اَنْ یَّشْرَبُوْا سِقْیَهُمْ فَابْعَثْ فِیْ اِثْرِهِمْ فَقَالَ یَا ابْنَ الْاَكْوَعِ مَلَكْتَ فَاَسْجِحْ اِنَّ الْقَوْمَ یُقْرَوْنَ فِیْ قَوْمِهِمْ.

[طرف الحدیث: ٤١٩٤] [صحیح مسلم: ١٨٠٦' الرقم المسلسل: ٤٥٦٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے ان کو خبر دی کہ میں مدینہ سے غابہ کی طرف جا رہا تھا حتیٰ کہ جب میں غابہ کی گھاٹی میں پہنچا تو مجھے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ملا' میں نے پوچھا: تم پر افسوس ہے! تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو لوٹ لیا گیا ہے' میں نے پوچھا: ان اونٹنیوں کو کس نے لوٹا ہے؟ اس نے بتایا: غطفان اور فزارہ نے' پس میں نے تین بار بلند آواز سے چیخ ماری' میں نے مدینہ کے دونوں کناروں کی پتھریلی زمینوں والوں کو سنا دیا: میں صبح کے وقت تم کو خبردار کر رہا ہوں! میں صبح کے وقت تم کو خبردار کر رہا ہوں! پھر میں تیزی سے روانہ ہوا' حتیٰ کہ لٹیروں تک پہنچ گیا اور وہ ان اونٹنیوں کو پکڑ چکے تھے' میں نے ان پر تیر مارنے شروع کیے اور میں کہہ رہا تھا کہ میں الاکوع کا بیٹا ہوں' اور آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے' پس میں نے ان اونٹنیوں کو ان لٹیروں کے پانی پینے سے پہلے چھڑا لیا' پھر میں ان اونٹنیوں کو ہنکا کر لے آیا' پھر میری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ لوگ پیاسے ہیں اور میں نے ان کے پانی پینے سے پہلے ان پر جلدی کی' آپ ان کے پیچھے کسی کو بھیجیں' آپ نے فرمایا: اے ابن الاکوع! تم ان پر غلبہ پا چکے ہو' اب تم ان سے درگزر کرو! بے شک ان لوگوں کی ان کی قوم کے لوگوں میں ضیافت ہو رہی ہے۔

یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے بارھویں ہے۔ کتاب المغازی' باب غزوہ ذی قرد میں اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔

''الغابہ' یوم الرضع'' کے معانی اور حدیث مذکور کے بعض مسائل

اس حدیث میں ''الغابہ'' کا ذکر ہے' یہ مدینہ سے شام کی جانب بارہ میل کی مسافت پر ایک جگہ ہے' اس حدیث میں مذکور ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''لِقاح'' (اونٹنیاں) ''لقاح'' کا معنی ہے: دودھ دینے والی اونٹنی' اس کی جمع ''لقوح'' ہے اور امام ابن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیس اونٹنیاں تھیں' جو ''الغابہ'' میں چر رہی تھیں۔

اس حدیث میں غطفان اور فزارہ کا ذکر ہے' یہ عرب کے دو قبیلے ہیں' جو لٹیرے اونٹنیوں کو لوٹ کے لے گئے تھے' ان کا سردار عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری تھا اور وہ غطفان کے گھوڑے سواروں میں تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میں ابن الاکوع ہوں' الاکوع لقب ہے اور ان کا نام سنان بن عبد اللہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''یوم الرضع'' اس کا معنی ہے: جو شدید حرص سے اپنی ماں کا دودھ پئے' ابو عمر نے کہا ہے: یہ وہ شخص ہے جو شدتِ حرص کی وجہ سے بکری یا اونٹنی کا دودھ دوہنے سے پہلے پی لے' ایک قول یہ ہے کہ ''رضع'' کا معنی ہے: کمینہ شخص' ابن درید نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اصل یہ ہے کہ قوم عمالقہ کے ایک مرد کے ہاں رات کو ایک مہمان آیا تو اس مرد نے رات کو بکری کے تھن سے منہ لگا کر دودھ پینا شروع کر دیا تاکہ مہمان کو پتا نہ چلے کہ وہ دودھ پی رہا ہے۔

اس حدیث میں جو ابن الاکوع کا یہ قول ہے کہ آج کا دن ''الرضع'' کا دن ہے' اس کا معنی ہے: آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

اس حدیث میں ابن الاکوع کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا ذکر ہے' اس کی توضیح اس طرح ہے کہ عیینہ بن حصن الفزاری نے غطفان کے چالیس گھوڑے سواروں کے ساتھ مل کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیوں کو بدھ کی رات کو لوٹ لیا تو صبح کو ایک چیخ کی آواز آئی کہ اے اللہ کی جماعت! گھوڑوں پر سوار ہو! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آواز سنتے ہی بدھ کی صبح کو ہتھیار پہن کر نکلے تو آپ کی سب سے پہلے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے زرہ پہنی ہوئی تھی سے اور سر پر خود اوڑھا ہوا تھا اور تلوار میان میں ڈالی ہوئی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نیزے کے ساتھ کپڑا باندھ کر اس کو جھنڈا بنا دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم روانہ ہو جاؤ! حتیٰ کہ گھوڑے سواروں کے ساتھ مل جاؤ اور میں تمہارے پیچھے ہوں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا دیا اور حضرت سعد بن عبادہ کو ان کی قوم کے تین سو مردوں کے ساتھ مدینہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا' حضرت مقداد نے کہا: میں نے دشمنوں کے پچھلے آدمیوں کو جا لیا اور حضرت ابو قتادہ نے مسعدہ کو قتل کر دیا اور حضرت عکاشہ نے ابان بن عمرو کو قتل کر دیا تھا اور حضرت مقداد نے حبیب بن عیینہ کو اور فرقد بن مالک بن حذیفہ بن بدر کو قتل کر دیا تھا اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے ان لٹیروں کو تیروں پر رکھ لیا تھا اور وہ کہہ رہے تھے: ان تیروں کو سنبھالو! میں ابن الاکوع ہوں! اور آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ حضرت سلمہ نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے صحابہ سے جا ملے اور یہ عشاء کا وقت تھا۔

انسان کو زیادہ مشقت والا کام کرنا چاہیے

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ انسان کو مشقت والا کام کرنا چاہیے اور ایک آدمی کو دو سے زیادہ سے مقابلہ کرنا چاہیے کیونکہ حضرت سلمہ اکیلے تھے اور انہوں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال لیا تھا اور اس میں یہ ثبوت بھی ہے کہ جنگ میں انسان کو اپنی بہادری اور شجاعت کی خود تعریف کرنی چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۹۸۔۳۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶۷ - بَابُ مَنْ قَالَ خُذْهَا وَأَنَا ابْنُ فُلَانٍ جس نے کہا: اس تیر کو سنبھالو! اور میں فلاں کا بیٹا ہوں!

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کا دشمن سے مقابلہ ہو تو وہ تیر مارتے وقت اس سے یہ کہے: اس تیر کو سنبھالو! اور میں فلاں کا بیٹا ہوں! حضرت ابن عمر جب کسی کو تیر مارتے اور وہ نشانے پر لگ جاتا تو وہ کہتے: اس تیر کو سنبھالو! اور میں ابوعبدالرحمان ہوں! اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابن العواتک ہوں۔

وَقَالَ سَلَمَةُ خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ.

اور حضرت سلمہ بن الاکوع نے کہا: اس تیر کو سنبھالو! اور میں ابن الاکوع ہوں۔

یہ تعلیق اس طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے جو اس سے پہلے باب میں مذکور ہے' دیکھئے: صحیح البخاری: ۳۰۴۱۔

۳۰۴۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اِسْرَائِيلَ عَنْ اَبِى اِسْحَاقَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ يَا اَبَا عُمَارَةَ اَوَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ الْبَرَاءُ وَاَنَا اَسْمَعُ اَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُوَلِّ يَوْمَئِذٍ كَانَ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِهِ فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ

اَنَا النَّبِىُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

قَالَ فَمَا رُئِىَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اَشَدُّ مِنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابواسحاق' انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' پس کہا: اے ابوعمارہ! کیا تم لوگوں نے غزوۂ حنین میں پیٹھ موڑی تھی؟ حضرت براء نے کہا اور میں سن رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن پیٹھ نہیں موڑی اور حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ آپ کی خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے' پس جب مشرکین نے پرزور حملہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے:

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

حضرت براء نے کہا: اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید جنگ کرنے والا کوئی نہیں دیکھا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اگر کوئی شخص دورانِ جنگ اپنا تعارف کراتے ہوئے یہ کہے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں! تو یہ جائز ہے۔

میدانِ جنگ میں اپنی کوئی امتیازی علامت بنانے میں اختلافِ ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے: متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا کوئی بہادر شخص' دشمن سے مقابلہ کے وقت اپنی تعریف کرسکتا ہے یا اپنی کوئی علامت بنا سکتا ہے؟ بعض علماء نے کہا: یہ جائز ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں' اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے دن اپنے سینے پر شترمرغ کا پَر لگا رکھا تھا اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک پٹی باندھی ہوئی تھی' اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے دن زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا' تو فرشتے بھی زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے نازل ہوئے۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے: میدانِ جنگ میں اپنی کوئی امتیازی علامت بنانا مکروہ ہے' اور انہوں نے کہا: یہ فعل شہرت کا تقاضا کرتا ہے اور مسلمان کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ خیر یا شر میں اپنی تشہیر کرے اور انہوں نے کہا کہ مؤمن کو چاہیے کہ جب وہ کوئی کام کرے تو اللہ کے لیے کرے اور لوگوں سے اس کو مخفی رکھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔

علامہ عینی ان دونوں فریقوں کے درمیان محاکمہ کرتے ہیں کہ فریق اوّل کا موقف صحیح ہے اور میدانِ جنگ میں اپنی کوئی

Marfat.com

امتیازی علامت بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ اس سے لوگوں کو بہادری پر برانگیختہ کرنے کا ارادہ کرے اور دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے اور مشقت برداشت کرنے کی ترغیب کا ارادہ کرے اور دشمن کو ڈرانے کا ارادہ کرے جب کہ وہ اس کو اس کی امتیازی علامت سے پہچانتے ہوں اور جب اس کا یہ مقصد نہ ہو بلکہ اس کا مقصد تکبر اور فخر کا اظہار ہو تو پھر یہ مکروہ ہے کیونکہ وہ اللہ کے نام کی سربلندی کے لیے لڑنے والا نہیں ہے بلکہ اپنی نام آوری کے لیے لڑنے والا ہے۔

(عمدة القاری ج ١٤ ص ٣٩٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

١٦٨ - بَابٌ إِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلٰى حُكْمِ رَجُلٍ

جب دشمن کسی (مسلمان) مرد کے فیصلہ پر قلعہ سے اتر آئے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر دشمن کسی مسلمان مرد کے فیصلہ پر راضی ہو کر اپنے قلعہ سے اتر آئے تو آیا یہ جائز ہے؟ امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! اگر لشکر کا سربراہ اس کی اجازت دے تو پھر یہ جائز ہے۔

٣٠٤٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ هُوَ ابْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَيْظَةَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدٍ هُوَ ابْنُ مُعَاذٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قَرِيْبًا مِّنْهُ فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا إِلٰى سَيِّدِكُمْ فَجَاءَ فَجَلَسَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ إِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِكَ قَالَ فَإِنِّيْ أَحْكُمُ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَأَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ قَالَ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيْهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ.

[اطراف الحدیث: ٣٨٠٤-٤١٢١-٦٢٦٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابوامامہ اور وہ ابن سہل بن حنیف ہیں از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب بنوقریظہ حضرت سعد اور وہ ابن معاذ ہیں کے فیصلہ (کو مان کر قلعہ) سے اتر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا تھا اور وہ آپ کے قریب تھے تو وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے پس جب وہ قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ! پس وہ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر (قلعہ سے) اتر آئے ہیں تو حضرت سعد نے کہا: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں جو جنگجو ہیں ان کو قتل کر دیا جائے اور جو بچے ہیں ان کو قید کر لیا جائے تو آپ نے فرمایا: تم نے ان کے متعلق فرشتہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٧٦٨ الرقم المسلسل: ٤٤٨٧ سنن ابوداؤد: ٥٢١٥ مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٤ ص ٤٢٥ السنن الکبریٰ للنسائی: ٨٢٢٢ شعب الایمان: ٨٩٢٦ سنن سعید بن منصور: ٢٩٦٤ الادب المفرد: ٩٤٥ المعجم الکبیر: ٥٣٢٣ حلیۃ الاولیاء ج ٣ ص ١٧١ سنن بیہقی ج ٦ ص ٥٧-٥٨ شرح السنۃ: ٢٧١٨ مسند احمد ج ٣ ص ٢٢ طبع قدیم مسند احمد: ١١١٦٨- ج ١٧ ص ٢٥٩ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: جب دشمن کسی مسلمان مرد کے فیصلہ سے اپنے قلعہ سے اتر آئے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ سے بنوقریظہ اپنے قلعہ سے اتر آئے۔

بنوقریظہ کو سزا دینے کے معاملہ میں حضرت سعد بن معاذ کو حاکم بنانے کی توجیہ اور بنوقریظہ کا انجام

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے ان کے متعلق فرشتہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس فرشتہ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں' علامہ ابن الجوزی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اوّل تو کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہے کہ ان کے متعلق آسمان سے کوئی حکم نازل ہوا ہے' ثانیاً اگر ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نازل ہوا ہوتا تو اس حکم پر عمل کرنا واجب ہوتا اور حضرت سعد بن معاذ کو حکم بنانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

(کشف المشکل ج ۴ ص ۱۶۲)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیا' صرف یہ لکھا ہے کہ متعدد احادیث صحیحہ میں حضرت سعد بن معاذ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ تاہم میں نے علامہ ابن جوزی کے اعتراض پر غور کیا تو مجھے اس کا یہ جواب سمجھ آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ رہتا تھا اور آپ کو معلوم تھا کہ اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے' جب ہی تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ سے فرمایا تھا کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے' رہا یہ کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو ان کے متعلق فیصلہ کرنے کا کیوں حکم دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس معاملہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح حکم دیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! ان کے متعلق فیصلہ کرو' حضرت سعد نے کہا: اللہ اور اس کا رسول یہ فیصلہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس فیصلہ کرنے کا تم کو حکم دیا ہے' اور امام ابن اسحاق کی حدیث مرسل میں ہے: حضرت علقمہ بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے ان کے متعلق وہ حکم کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ متعدد احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ خود بنو قریظہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ اگر آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ہمارے متعلق حاکم بنا دیں تو ہم قلعہ سے نیچے اتر آئیں گے' امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن میں نکلی' میں لوگوں کے قدموں کے نشانات پر جا رہی تھی' تو میں نے اپنے پیچھے لوگوں کے قدموں کے چلنے کی آواز سنی' میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پیچھے ان کے بھتیجے حضرت الحارث بن اوس رضی اللہ عنہ تھے' جو ان کی ڈھال اٹھائے ہوئے تھے' سو میں زمین پر بیٹھ گئی' پھر حضرت سعد گزرے اور انہوں نے لوہے کی زرہ پہنی ہوئی تھی جس سے ان کے بازو باہر نکلے ہوئے تھے' پس میں ان کے بازوؤں کے متعلق خطرہ محسوس کر رہی تھی' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعد لوگوں میں سب سے زیادہ قد آور اور جسیم تھے اور وہ چلتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہے تھے:

حمل (بن سعدانہ) تھوڑی دیر کے تو انہوں نے جنگ کو پا لیا — جب زندگی کا وقت پورا ہو جائے تو موت کتنی اچھی ہے

حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں کھڑی ہوئی' پھر ایک باغ میں داخل ہو گئی' تو وہاں چند مسلمان تھے' جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے اور ایک شخص تھا جس کی زرہ کے حلقے اس کی گردن تک تھے' یعنی اس کے سر پر خود تھا' پس حضرت عمر نے کہا: آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟ مجھے اپنی زندگی کی قسم! آپ بہت دلیر ہیں' آپ یہاں پر کسی اچانک مصیبت سے یا اچانک فرار ہو جانے سے کیسے بے خوف ہوئیں' وہ مجھ کو مسلسل ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں' پھر اس شخص نے اپنے چہرے سے خود ہٹایا تو وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ تھے' پس انہوں نے کہا: اے عمر! آپ پر افسوس ہے! آپ نے آج

Marfat.com

بہت ملامت کی ہے اور اللہ عزوجل کو چھوڑ کر کوئی شخص اور کس کی پناہ لے سکتا ہے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ مشرکین قریش میں سے ایک شخص جس کا نام ابن العرقۃ تھا' اس نے حضرت سعد کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور ان سے کہا: اس تیر کو سنبھالو اور میں ابن العرقۃ ہوں! وہ تیر حضرت سعد کے بازو کے وسط میں آ کر لگا اور اس کی رگ کو قطع کر دیا' تب حضرت سعد نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس وقت تک مجھ پر موت طاری نہ کرنا جب تک کہ بنو قریظہ (کی ہلاکت) سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ زمانۂ جاہلیت میں بنو قریظہ' حضرت سعد کے حلیف اور دوست تھے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر حضرت سعد کا خون بہنے سے رُک گیا اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اوپر زبردست آندھی بھیجی اور اللہ تعالیٰ اس آندھی کو بھیج کر مسلمانوں کے قتال اور جہاد سے کافی ہو گیا اور اللہ بہت قوی اور غالب ہے' پھر ابوسفیان اور اس کے ساتھی تہامہ چلے گئے اور عیینہ بن بدر اور اس کے ساتھی نجد چلے گئے اور بنو قریظہ اپنے قلعوں میں چلے گئے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس آ گئے' پس آپ نے ہتھیار رکھ دیئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں خیمہ لگانے کا حکم دیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور ان کے دانت گرد و غبار سے اَٹے ہوئے تھے' پس انہوں (آپ سے) پوچھا: کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے! اور اللہ کی قسم! فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے' آپ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوں اور ان سے قتال کریں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زرہ پہنی اور لوگوں کو کوچ کا حکم دیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے اور آپ کا بنو غنم کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ان سے پوچھا: تمہارے پاس سے کون گزرا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے پاس سے حضرت دحیہ کلبی گزرے تھے' حضرت دحیہ کلبی کی ڈاڑھی اور چہرہ حضرت جبریل علیہ السلام کے مشابہ تھا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچیس راتوں تک بنو قریظہ کا محاصرہ کیا' پھر جب ان پر محاصرہ سخت ہو گیا اور مصیبت زیادہ ہو گئی تو ان سے کہا گیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کے اوپر قلعہ سے اتر آؤ' تو انہوں نے حضرت ابولبابہ بن المنذر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے اپنے گلے پر ہاتھ پھیر کر یہ اشارہ کیا کہ وہ تم کو ذبح کر دیں گے' تو بنو قریظہ نے کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اتر آئیں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سعد بن معاذ کے فیصلہ پر قلعہ سے اتر آؤ' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا' پھر حضرت سعد بن معاذ کو لایا گیا' ایک گدھے پر کھجور کی چھال کی زین تھی جس پر وہ بیٹھے ہوئے تھے' ان کو ان کی قوم نے گھیر لیا' پس لوگوں نے کہا: اے ابوعمرو! وہ تمہارے دوست ہیں اور تمہارے حلیف ہیں' اور اب ان سے جنگ ہے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعد نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ان کی طرف کوئی توجہ کی حتیٰ کہ جب بنو قریظہ کے گھروں کے قریب پہنچے تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کروں۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوجہ ہوئے تو آپ نے فرمایا: اپنے سید (سردار) کی طرف کھڑے ہو اور ان کو گدھے سے اتارو! تو حضرت عمر نے کہا: ہمارا سید تو اللہ عزوجل ہے (دوسری احادیث صحیحہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) تو صحابہ نے حضرت سعد بن معاذ کو گدھے سے اتارا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنو قریظہ کے متعلق فیصلہ کرو' حضرت سعد نے کہا: میں ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں جو جنگ کرنے کے قابل ہیں ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے اموال کو تقسیم کر لیا جائے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے ان کے متعلق اللہ عزوجل کے فیصلہ کے مطابق اور اس کے رسول کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

حضرت عائشہ نے بتایا: پھر حضرت سعد نے یہ دعا کی: اے اللہ! اگر تو نے اپنے نبی کی قریش کے خلاف کسی جنگ کو باقی رکھنا ہے

Marfat.com

تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھ اور اگر تو نے اپنے نبی کی قریش کے ساتھ جنگ کو منقطع کر دیا ہے تو مجھے اپنی طرف اٹھا لے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر حضرت سعد کے زخم سے خون جاری ہو گیا اور اس سے صرف کان کی بالی کی طرح زخم دکھائی دے رہا تھا اور وہ اس خیمہ کی طرف لوٹ گئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے لگوایا تھا۔ (الحدیث)

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۲۳۔۴۲۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۱۱۔۴۰۸' صحیح ابن حبان: ۷۰۲۸' المعجم الکبیر: ۵۳۳۰' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۴۳۳' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۳۷۔۱۳۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴ ص ۱۴۔۱۲' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۸۲۔۱۲۸۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۳۔۱۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۰۹۷۔ ج ۴۲ ص ۳۰۔۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی اسناد جید ہے اور اس کے بہ کثرت شواہد ہیں' نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا: پھر یہ لوگ قلعہ سے اترے اور مدینہ کی خندق میں ان کی گردنیں کاٹ دی گئیں' ان میں اللہ کا دشمن حُیی بن اخطب اور ان کا سردار کعب بن اسد بھی تھا اور ان کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی اور حضرت جابر سے مروی ہے: ان کی تعداد چار سو تھی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۷۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

دو فریقوں کے درمیان حکم بنانے کا جواز

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دو فریقوں کی باہمی رضامندی سے کسی کو حکم بنانا جائز ہے خواہ وہ جنگ کا معاملہ ہو یا کوئی اور ہو' اور اس حدیث سے خوارج کا رد ہے جو حضرت علی پر اس لیے انکار کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے معاملہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص کو حکم بنایا تھا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سربراہ ہو یا کوئی اور ہو' اس کے حکم اور اس کے فیصلہ سے دشمن کا قلعہ سے اترنا جائز ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص کی نیکی اور اس کی خیر معلوم ہو' اس کو حکم بنانا چاہیے۔

حضرت سعد بن معاذ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا حکم اور جن احادیث میں قیام تعظیمی کی ممانعت ہے' ان کے جوابات

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ سلطان یا حاکم کا مسلمانوں کے سردار کی تکریم کرنا اور اس کی تعظیم کرنا جائز ہے' اور مسلمانوں کو کسی سردار کی تعظیم کے لیے قیام کرنے اور کھڑے ہونے کا حکم دینا جائز ہے۔

اگر قیام تعظیم پر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

ابو مجلز بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن الزبیر اور ابن عامر رضی اللہ عنہم کے پاس گئے تو ابن عامر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابن الزبیر بیٹھے رہے تو حضرت معاویہ نے ابن عامر سے کہا: بیٹھ جاؤ! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کو یہ پسند ہو (یا جس کو اس سے خوشی ہو) کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں' اس کو چاہیے کہ وہ دوزخ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنا لے۔ (سنن ابو داؤد: ۵۲۲۹' سنن ترمذی: ۲۷۵۵' المعجم الکبیر: ۸۲۱۔۸۲۰۔۸۱۹۔ ج ۱۹ ص ۳۵۱' الادب المفرد: ۹۷۷' شرح السنۃ: ۳۳۳۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۸۹' شرح مشکل الآثار: ۱۱۲۷' مسند احمد ج ۴ ص ۹۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۸۳۰۔ ج ۲۸ ص ۴۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ عینی نے اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے: یہ وعید متکبرین کی طرف راجع ہے یا ان کی طرف راجع ہے جن کے سامنے نہ کھڑا ہوا جائے تو وہ غضب ناک ہوں یا ناراض ہوں' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس صورت میں قیام مکروہ ہے کہ جس کے لیے قیام کیا جائے' وہ بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ اس توجیہ کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپ کی طرف کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کھڑے ہو جس طرح عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ٥٢٣٠ ' سنن ابن ماجہ: ٣٩٣٦)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ عجمی سردار بیٹھا ہوا ہوتا تھا اور اس کے خدام اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔ تعظیم اور تکریم کے لیے قیام کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

قیام تعظیمی کے متعلق مزید احادیث اور آثار

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں' میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا' جب حضرت سیّدہ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ ان کی طرف کھڑے ہو جاتے' ان کو بوسا دیتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان کے پاس جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں' آپ کو بوسا دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔ الحدیث

(سنن ترمذی: ٣٨٧٢' سنن ابوداؤد: ٥٢١٧' الادب المفرد: ٩٩٩١' شعب الایمان: ٨٩٢٧' مسند احمد ج ٨ ص ٢٨٢)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے' اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرہ میں تھے' انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف برہنہ پشت کھڑے ہو گئے اور چادر گھسیٹتے ہوئے گئے' اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے نہ اس کے بعد کبھی آپ کو برہنہ پشت دیکھا' آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا۔

(سنن ترمذی: ٢٧٣٢' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ٤ ص ٤٢٨)

حضرت عمر بن السائب بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' اسی اثناء میں آپ کے رضاعی والد آگئے' آپ نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنا کپڑا بچھایا' سو وہ اس پر بیٹھ گئے' پھر آپ کی رضاعی والدہ آگئیں تو آپ نے اس کپڑے کو دوسری جانب سے ان کے لیے پھاڑ دیا' وہ اس پر بیٹھ گئیں' پھر آپ کے رضاعی بھائی آگئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔ (سنن ابوداؤد: ٥١٤٥)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نیک مسلمانوں میں سے تھے' جب وہ یمن سے لوٹ کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف کھڑے ہو گئے' ان کو گلے لگایا اور فرمایا: مہاجر سوار کو خوش آمدید ہو!

(المعجم الکبیر: ١٠٢١- ج ١٧ ص ٣٧٣' مجمع الزوائد ج ٩ ص ٣٨٥' اسد الغابہ ج ٤ ص ٦٨)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی' آپ نے ان کو گلے لگایا اور اُن کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسا دیا' اور فرمایا: مجھے پتا نہیں کہ مجھے خیبر کی فتح سے زیادہ خوشی ہوئی یا جعفر کے آنے سے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٢٦٢٣' مجلس علمی بیروت' المستدرک ج ٣ ص ٢١١' المعجم الکبیر: ١٤٧٠-١٤٦٩' المستدرک ج ٢ ص ٦٢٤' علامہ ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے)

عتبہ بن ابی عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦٢٤٤' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٧٣٠' دار الکتب العلمیہ بیروت)

Marfat.com

ابوبلج بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عمرو بن میمون اور اسود بن ہلال کی ملاقات ہوئی تو ہر ایک نے دوسرے کو گلے لگایا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۲۴۵'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۵۷۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اجلال اور تعظیم سے یہ ہے کہ جس مسلمان کے سفید بال ہوں' اس کا اکرام کیا جائے (بزرگوں کی تعظیم کی جائے) اور جو قرآن کا حافظ عالم ہو' اور اس میں غلو نہ کرتا ہو اور اس سے بے وفائی نہ کرتا ہو (عالم باعمل ہو)' اس کی تعظیم کی جائے اور سلطان عادل کی تعظیم کی جائے۔ (سنن ابوداؤد:۴۸۴۳)

قیامِ تعظیمی کے متعلق زیادہ تفصیل اور تحقیق اور اس مسئلہ میں اقوالِ فقہاء ہم نے المطففین:۶ کی تفسیر میں بیان کیے ہیں' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۶۲۶-۶۲۰۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو' اس کے متعلق بعض علماء نے فرمایا ہے کہ چونکہ حضرت سعد بن معاذ بیمار تھے' اس لیے ان کی طرف کھڑے ہونے کا حکم فرمایا تاکہ ان کو سواری سے اتارا جائے' لیکن ان بعض علماء کا یہ لکھنا بعید ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۰۱-۴۰۰ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٩ - بَابُ قَتْلِ الْأَسِيْرِ صَبْرًا وَقَتْلِ الصَّبْرِ
قیدی کو قتل کرنا اور کسی کو باندھ کر قتل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدی کو باندھ کر قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس عنوان میں ''صبر'' کا لفظ ہے' اور ''صبر'' کا معنی ہے: کسی کو محبوس اور مقید کرنا' جب کسی شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر باندھ دیئے جائیں اور کوئی شخص اس کی گردن اُڑا دے تو کہا جاتا ہے: اس کو ''صبراً'' (یعنی باندھ کر) قتل کیا گیا' اور احادیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔
(صحیح البخاری:۵۵۱۳' صحیح مسلم:۱۹۵۶' سنن ابوداؤد:۲۸۱۶' سنن نسائی:۴۴۳۹' سنن ابن ماجہ:۳۱۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس چیز میں روح ہو' اس کو (ہتھیار سے) نشانہ نہ بناؤ۔
(سنن ترمذی:۱۴۸۰' سنن ابن ماجہ:۳۱۸۷)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوپایوں میں سے کسی جانور کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم:۱۹۵۹' سنن ابن ماجہ:۳۱۸۸)

٣٠٤٤ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال (مکہ میں) داخل ہوئے' اس وقت آپ کے سر پر خود تھا' جب آپ نے اس خود کو اتارا تو ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر کہا کہ بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۴۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن خطل کو باندھ کر قتل کرنے کا حکم دیا' کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی' اور وہ اسلام سے مرتد ہو گیا تھا اور اس نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا' جو اس کی خدمت کرتا تھا' اور عبداللہ بن خطل' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا' اور اس کی دو باندیاں تھیں جو گا گا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتی تھیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرے' اس کو باندھ کر قتل کرنا جائز ہے۔

۱۷۰ - بَابٌ هَلْ يَسْتَأْسِرُ الرَّجُلُ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَأْسِرْ وَمَنْ رَّكَعَ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ

آیا کوئی شخص خود کو قید کرا سکتا ہے اور جو خود کو قید نہ کرائے' اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو شخص قتل کیے جانے کے وقت دو رکعت نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا کوئی شخص اپنے آپ کو قید کرنے کے لیے پیش کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ عنوان تین اجزاء پر مشتمل ہے: (۱) آیا کوئی شخص خود کو قید کرا سکتا ہے؟ (۲) جو قید نہ کرائے' اس کا کیا حکم ہے؟ (۳) جو شخص قتل کیے جانے کے وقت دو رکعت نماز پڑھے۔

۳۰۴۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ بْنِ اَسِيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِّبَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ رَهْطٍ سَرِيَّةً عَيْنًا وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْهَدَاةِ وَهُوَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُّقَالُ لَهُمْ بَنُوْ لَحْيَانَ فَنَفَرُوْا لَهُمْ قَرِيْبًا مِّنْ مِائَتَيْ رَجُلٍ كُلُّهُمْ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰى وَجَدُوْا مَا كَلُهُمْ تَمْرًا تَزَوَّدُوْهُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالُوْا هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ فَلَمَّا رَاٰهُمْ عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُهٗ لَجَئُوْا اِلٰى فَدْفَدٍ وَّاَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوْا لَهُمُ انْزِلُوْا وَاَعْطُوْنَا بِاَيْدِيْكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ وَلَا نَقْتُلُ مِنْكُمْ اَحَدًا قَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ اَمِيْرُ السَّرِيَّةِ اَمَّا اَنَا فَوَاللّٰهِ لَا اَنْزِلُ الْيَوْمَ فِيْ ذِمَّةِ كَافِرٍ اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا فِيْ سَبْعَةٍ فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن ابی سفیان بن اسید بن جاریہ الثقفی نے خبر دی اور وہ بنو زہرہ کے حلیف تھے اور وہ حضرت ابوہریرہ کے اصحاب میں سے تھے' وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کا لشکر جاسوسی کے لیے بھیجا اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری کو ان کا امیر بنایا' وہ عاصم بن عمر بن الخطاب کے نانا تھے' سو وہ لشکر روانہ ہو گیا' جب یہ لشکر عسفان اور مکہ کے درمیان مقام ھداۃ پر پہنچا تو قبیلہ ھذیل کی ایک شاخ بنو لحیان میں ان کا ذکر کیا گیا' پس ان کے تقریباً دو سو تیر انداز ان کے پیچھے روانہ ہوئے' وہ ان کے نشانات پر چل رہے تھے' حتیٰ کہ ان کو اس لشکر کی کھائی ہوئی کھجوریں ملیں جن کو وہ مدینہ سے بہ طور زادِ راہ لائے تھے' انہوں نے کہا: یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں' سو وہ ان کے نشانوں پر چلنے لگے' پھر جب حضرت عاصم اور ان کے اصحاب نے ان کافروں کو دیکھ لیا تو ان سب نے پہاڑ کی ایک چوٹی پر پناہ لی اور مشرکین نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان سے کہا: تم لوگ نیچے اتر آؤ اور اپنے ہتھیار ہمیں دے دو اور ہم تم سے پکا عہد کرتے ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے' لشکر کے امیر حضرت عاصم بن ثابت نے کہا: رہا

Marfat.com

بِالْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ الْأَنْصَارِيُّ وَابْنُ دَثِنَةَ وَرَجُلٌ آخَرُ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَأَوْثَقُوهُمْ فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي فِي هٰؤُلَاءِ لَأُسْوَةً يُرِيدُ الْقَتْلٰى فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ عَلٰى أَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَأَبٰى فَقَتَلُوهُ فَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ وَّابْنِ دَثِنَةَ حَتّٰى بَاعُوهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَّكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَّوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا فَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيَاضٍ أَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُمْ حِينَ اجْتَمَعُوا اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ فَأَخَذَ ابْنًا لِّي وَأَنَا غَافِلَةٌ حِينَ أَتَاهُ قَالَتْ فَوَجَدْتُّهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ وَالْمُوسٰى بِيَدِهٖ فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فِي وَجْهِي فَقَالَ تَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ وَّاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُّهُ يَوْمًا يَّأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ فِي يَدِهٖ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ فِي الْحَدِيدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرٍ وَّكَانَتْ تَقُولُ إِنَّهُ لَرِزْقٌ مِّنَ اللّٰهِ رَزَقَهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوا مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ ذَرُوْنِي أَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَوْ لَا أَنْ تَظُنُّوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَطَوَّلْتُهَا اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا:

وَلَسْتُ مَا أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي
وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَّشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

فَقَتَلَهُ ابْنُ الْحَارِثِ فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِعَاصِمِ

میں تو اللہ کی قسم! میں آج کسی کافر کی پناہ میں ہرگز نہیں اتروں گا' اے اللہ! ہمارے حال سے اپنے نبی کو خبر کر دے! پھر کافروں نے ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے اور انہوں نے حضرت عاصم کو ان کے سات اصحاب سمیت شہید کر دیا' اور باقی تین اصحاب ان کے عہد و پیان پر اعتماد کر کے پہاڑی سے نیچے اتر آئے' یہ حضرت خبیب انصاری' حضرت ابن دثنہ اور ایک تیسرے صاحب (حضرت عبداللہ بن طارق) تھے' جب انہوں نے ان صحابہ پر قابو پالیا تو انہوں نے اپنی کمانوں کے تانت اتار کر ان کے ساتھ ان کو باندھ لیا' تو اس تیسرے صاحب نے کہا: یہ ان کی پہلی عہد شکنی ہے اور اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا' بے شک میرے لیے ان میں نمونہ ہے' ان کی مراد تھی: ان شہداء میں' مشرکین نے ان کو زبردستی کھینچ کر ان کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا' پس انہوں نے انکار کیا' سو مشرکین نے ان کو بھی شہید کر دیا' پھر وہ حضرت خبیب اور حضرت ابن دثنہ کو ساتھ لے گئے اور ان کو مکہ میں لے جا کر فروخت کر دیا' یہ غزوۂ بدر کے بعد کا واقعہ ہے' حضرت خبیب کو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے خرید لیا' اور حضرت خبیب نے ہی غزوۂ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا' پس حضرت خُبیب ان کے پاس قیدی رہے' پس مجھے عبید اللہ بن عیاض نے خبر دی کہ ان کو حارث کی بیٹی نے خبر دی کہ جب مشرکین (ان کو قتل کرنے کے لیے) جمع ہوئے تو انہوں نے زیر ناف بال کاٹنے کے لیے اس سے استرا مانگا تو اس نے ان کو استرا دے دیا' حضرت خبیب نے اس کے بیٹے کو پکڑ لیا اور جب اس کا بیٹا حضرت خبیب کے پاس گیا تو وہ اس سے غافل تھی' اس نے بتایا کہ اس کا بیٹا حضرت خبیب کے زانو پر بیٹھا ہوا تھا اور ان کے ہاتھ میں استرا تھا' تو وہ بہت خوف زدہ ہوئی' حضرت خبیب نے اس کے چہرے پر خوف محسوس کر کے کہا: کیا تم اس لیے ڈر رہی ہو کہ میں اس کو قتل کر دوں گا' میں ایسا نہیں کروں گا' حارث کی بیٹی نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے (حضرت) خبیب سے بہتر قیدی کبھی بھی نہیں دیکھا' اور اللہ کی قسم! میں نے ان کے ہاتھ میں ایک دن انگور کا گچھا دیکھا' جس سے وہ کھا رہے تھے' حالانکہ وہ زنجیر سے بندھے ہوئے تھے اور

Marfat.com

بْنِ ثَابِتٍ يَوْمَ أُصِيبَ فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ وَمَا أُصِيبُوْا وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا أَنَّهُ قُتِلَ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ قَدْ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبُعِثَ عَلَى عَاصِمٍ مِثْلُ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى أَنْ يَقْطَعُوْا مِنْ لَحْمِهِ شَيْئًا.

[اطراف الحدیث:۳۹۸۹_۴۰۸۶_۷۴۰۲][سنن ابوداؤد:۲۶۶۰]

ان دنوں میں مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا' اور وہ کہتی تھی: بے شک وہ انگور اللہ کے رزق میں سے تھے جو اللہ نے (حضرت) خبیب کو دیئے تھے' جب وہ (حضرت) خبیب کو قتل کرنے کے لیے حرم سے خارج حرم کی طرف نکلے' تو ان سے (حضرت) خبیب نے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو' مشرکین نے ان کو چھوڑ دیا اور انہوں نے دو رکعت نماز پڑھ لی' پھر انہوں نے مشرکین سے کہا: اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ میں موت کے ڈر سے (لمبی نماز پڑھ رہا ہوں) تو میں نماز کو طول دیتا' اے اللہ! ان مشرکین کو ایک ایک کر کے ختم کر دے' اور پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ اللہ کی راہ میں مجھے خواہ کسی پہلو پر گرایا جائے' اور یہ گرنا صرف اللہ کی رضا کے لیے ہے اور اگر اللہ چاہے تو وہ اس جسم کے ٹکڑوں میں بھی برکت دے سکتا ہے جس کی بوٹی بوٹی کر دی گئی ہو۔

پس حارث کے بیٹے نے حضرت خبیب کو قتل کر دیا' اور حضرت خبیب نے ہی ہر اس مسلمان کے لیے جس کو قید کر کے قتل کیا جائے (قتل سے پہلے) دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ ایجاد کیا' پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم بن ثابت کی شہادت کے دن کو قبول فرما لیا تھا' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ان واقعات اور ان کی شہادت کی خبر دے دی تھی' کفارِ قریش کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عاصم کو شہید کر دیا گیا ہے تو انہوں نے ان (کی لاش) کی طرف کچھ لوگوں کو بھیجا تا کہ وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لے آئیں جس سے ان کی شناخت ہو سکے' (کیونکہ) حضرت عاصم نے مشرکین کے ایک سردار (عقبہ بن ابی معیط) کو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم (کی لاش) پر سائبان کی طرح بھڑوں کا ایک چھتہ بھیج دیا تھا' جس نے مشرکین کے بھیجے ہوئے آدمیوں سے ان کی حفاظت کی اور وہ اس پر قادر نہ ہو سکے کہ ان کے جسم سے کوئی ٹکڑا کاٹ سکیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزۃ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) عمرو بن ابی سفیان' بعض اصحاب زہری نے کہا: یہ لفظ عمر ہے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۰۳)

اس باب کے عنوان کا جزِ اوّل ہے: آیا کوئی شخص خود کو قید کرا سکتا ہے؟ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے کہ حضرت خبیب' حضرت ابن الدثنہ اور ایک تیسرے شخص نے خود کو مشرکین کی قید کے حوالہ کر دیا تھا اور اس عنوان کا دوسرا جز ہے: جو خود کو قید نہ کرائے' اس کا ذکر حضرت عاصم بن ثابت اور ان کے چھ اصحاب میں ہے جو لڑ کر شہید ہو گئے اور انہوں نے خود کو مشرکین کی قید کے حوالہ نہیں کیا' اور اس عنوان کا تیسرا جز ہے: جس نے قتل کیے جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی' اور اس کا ذکر حدیث کے اس حصہ میں ہے: اور مشرکین سے حضرت خبیب نے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو' مشرکین نے ان کو چھوڑ دیا اور انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔

جان بچانے کے لیے دشمن کی قید میں جانے کی رخصت' دشمن سے لڑ کر شہید ہونے کی رخصت۔۔۔۔۔ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی آدمی کو یہ معلوم ہو کہ اس کو دشمن قتل کر دے گا تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے رخصت پر عمل کرے اور خود کو دشمن کی قید کے حوالے کر دے' جیسا کہ حضرت خبیب اور ان کے دو ساتھیوں نے کہا۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عزیمت یہ ہے کہ مسلمان دشمن کی قید میں جانے کے بجائے لڑ کر شہید ہو جائے جیسا کہ حضرت عاصم اور ان کے چھ ساتھیوں اور حضرت خبیب کے ایک ساتھی نے کیا۔

جس شخص کو قید کے دوران قتل کیا جائے' اس کے لیے قتل کیے جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا حضرت خبیب کی سنت ہے۔

جو شخص قید میں ہو تو مرنے سے پہلے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ زیر ناف بالوں کو مونڈ لے' تاکہ اللہ تعالیٰ کے پاس پاک اور صاف حالت میں جائے اور مرنے کے بعد کوئی شخص اس کی شرم گاہ کی بُری حالت پر مطلع نہ ہو' جیسا کہ حضرت خبیب نے قتل کیے جانے سے پہلے استرا مانگا۔

حضرت خبیب کے ہاتھ میں استرا تھا اور وہ حارث کی بیٹی کے بچہ کو قتل کرنے پر قادر تھے لیکن انہوں نے اس کو قتل کرنے سے احتراز کیا' کیونکہ ہو سکتا تھا کہ وہ بڑا ہو کر مسلمان ہو جاتا۔

حضرت خبیب نے ایسے اشعار پڑھے جن میں دین کی حرمت پر جان دینے والے کے لیے تسلی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان کے دین پر یا اس کی ذات پر کوئی ناگہانی آفت یا مصیبت نازل ہو تو اس کو اس طرح کے اشعار پڑھ کر اپنا غم زائل کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو صبر کرنے کے لیے تیار رکھنا چاہیے۔

حارث کی بیٹی نے کہا: میں نے حضرت خبیب کے ہاتھوں میں انگوروں کے خوشے دیکھے اور ان دنوں میں انگوروں کا موسم نہیں تھا' اس میں حضرت خبیب کی کرامت کا ثبوت ہے اور اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی برہان ہے اور ایک کافرہ کی زبان سے اس کی تصدیق ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی لاش کی حفاظت شہد کی مکھیوں سے کرائی اور مشرکین ان کے جسم کا کوئی

Marfat.com

حصہ کاٹ کر نہ لے جاسکے۔

مشکل الفاظ کے معانی، مبہم لوگوں کے اسماء اور بعض دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "عین" کا لفظ ہے، اس سے مراد ہے: جاسوس، جو اپنی آنکھ سے خفیہ چیزوں کی تفتیش کرتا ہے۔

اس میں "رھط" کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے: چھوٹی جماعت جو دس سے لے کر چالیس افراد پر مشتمل ہو۔

"سریۃ" اس سے مراد وہ لشکر ہے جو دشمن کی طرف روانہ کیا جائے اس میں زیادہ سے زیادہ چار سو افراد ہوتے ہیں۔ حدیث میں جس لشکر کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس سے الرجیع مراد ہے۔ اسے غزوۃ الرجیع بھی کہا گیا ہے۔ امام ابن سعد نے کہا: یہ لشکر چار ہجری میں روانہ ہوا تھا اور رجیع، عسفان سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے، اور عسفان، حجاز کی ایک جانب ہے اور یہ کراع الغمیم سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے، غمیم ایک وادی ہے اور کراع ایک سیاہ پہاڑ ہے۔ ھداۃ، مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ ہے۔

دثنہ کے بیٹے، ان کا نام زید بن دثنہ ہے، یہ صرف غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اور اس معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔ اس حدیث میں تیسرے شخص کا ذکر ہے، یہ حضرت عبداللہ بن طارق ہیں۔

"اوصال"، "وصل" کی جمع ہے۔ "شِلْوٌ" کا معنی عضو ہے۔ "ممزع" کا معنی ہے: مقطوع۔ "الظلّۃ" کا معنی ہے: سایا کرنے والا بادل۔ "الدّبر" کا معنی ہے: شہد کی مکھیاں۔

اس حدیث میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی دعا قبول فرمائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دے دی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۰۸۔ ۴۰۳ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۷۱ - بَابُ فَكَاكِ الْأَسِيْرِ — قیدی کو قید سے چھڑانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدی کو دشمن کی قید سے چھڑانا واجب ہے، خواہ لڑ کر چھڑایا جائے یا مال فدیہ دے کر۔

فِيهِ عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابو موسیٰ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث خود اس باب میں آرہی ہے، جو قتیبہ بن سعید سے مروی ہے۔

۳۰۴۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُكُّوا الْعَانِيَ يَعْنِي الْأَسِيْرَ وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ. [اطراف الحدیث: ۵۱۷۴۔ ۵۳۷۳۔ ۵۶۴۹۔ ۷۱۷۳]

(سنن ابوداؤد: ۳۱۰۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العانی یعنی قیدی کو چھڑاؤ اور بھوکے کو کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو۔

قیدیوں کو چھڑانے اور بھوکوں کو کھلانے کی فرضیت اور بیماروں کی عیادت کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

قیدی کو کافر کی قید سے چھڑانا فرض کفایہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قیدی کو چھڑاؤ، اور تمام علماء کا یہی مختار ہے، حضرت

Marfat.com

عمر بن الخطاب رضی اللہ نے فرمایا: مسلمان قیدیوں میں سے ہر قیدی کو بیت المال سے چھڑایا جائے گا اور یہی اسحاق کا قول ہے۔

اشہب اور ابن نافع نے روایت کیا ہے کہ امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کیا مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ ان میں سے جس کو قید کر لیا جائے وہ اس کو چھڑائیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیا مسلمانوں پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ مسلمان قیدی کو چھڑانے کے لیے جنگ کریں تو وہ اپنا مال دے کر مسلمان قیدی کو کیوں نہیں چھڑائیں گے۔

امام احمد نے کہا ہے کہ قیدیوں کے تبادلہ کے ذریعہ قیدی کو چھڑایا جائے گا' اور رہا مال دے کر قیدیوں کو چھڑانا تو اس کو میں نہیں پہچانتا۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قیدی کو چھڑاؤ اور یہ حکم عام ہے' ہر وہ چیز جس کے عوض قیدی کو چھڑایا جا سکتا ہے' اس سے قیدی کو چھڑایا جائے اور امام احمد کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ. (البقرہ:۸۵) اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم ان کا (زر) فدیہ دے کر انہیں چھڑا لیتے ہو۔

نیز اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بھوکے کو کھلاؤ۔ بھوکے کو کھانا کھلانا بھی فرضِ کفایہ ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک آدمی بھوک سے مر رہا ہو اور تمہارے پاس ایسی چیز ہو جو تم اس کو کھلا سکو اور اس جگہ پر اور کوئی نہ ہو تو تم پر فرضِ عین ہے کہ تم اس کو کچھ کھلا کر اس کی رمقِ حیات قائم رکھو اور اس کو زندہ رکھو' اور جب یہ ضروری نہ رہے تو پھر یہ مستحب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ مریض کی عیادت کرو۔ یہ حکم استحباب پر محمول ہے اور اس سے لوگوں کو نیکی کی ترغیب دلانا مقصود ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۱۔۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۰۴۷- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ اَنَّ عَامِرًا حَدَّثَهُمْ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِّنَ الْوَحْيِ اِلَّا مَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ مَا اَعْلَمُهُ اِلَّا فَهْمًا يُّعْطِيْهِ اللّٰهُ رَجُلًا فِي الْقُرْاٰنِ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ قُلْتُ وَمَا فِي الصَّحِيْفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفَكَاكُ الْاَسِيْرِ وَاَنْ لَّا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مطرف نے حدیث بیان کی کہ بے شک عامر نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کتاب اللہ کے علاوہ بھی کچھ وحی محفوظ ہے؟ انہوں نے بتایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے بیج کو چیرا اور روح کو پیدا کیا! مجھے اس کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے جو اللہ نے ہر مرد کو قرآن کی فہم عطا کی ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے' میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ انہوں نے بتایا: دیت اور قیدیوں کو چھڑانے کے احکام اور یہ کہ کسی مسلمان کو (حربی) کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں قیدیوں کو چھڑانے کا ذکر ہے۔

Marfat.com

علم کی تعریف

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا: کتاب اللہ اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فہم کے علاوہ انہیں اور کسی چیز کا علم نہیں ہے' حضرت علی کے اس قول میں امام مالک کے اس قول کی دلیل ہے کہ علم کثرتِ روایات سے نہیں ہوتا' بلکہ علم وہ نور اور وہ فہم ہے جس کو اللہ تعالیٰ جس مسلمان کے دل میں چاہتا ہے' رکھ دیتا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ علم کی اصل کتاب اللہ ہے' اور کتاب اللہ اور حدیث رسول سے جو فہم حاصل ہو' وہ معتبر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: جس ذات نے بیج کو چیرا' یعنی اس کو زمین میں چیرا' پھر اس سے سبزہ اُگایا' پھر اس میں پھل پیدا ہوا' پھر اس میں بہت زیادہ بیج پیدا ہو گئے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٧٢ - بَابُ فِدَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ
مشرکین سے فدیہ لینا

اس باب میں مشرکین سے فدیہ لینے کا جواز بیان کیا گیا ہے۔

٣٠٤٨ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ فَقَالَ لَا تَدَعُوْنَ مِنْهُ دِرْهَمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے چند مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ یا رسول اللہ! آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے عباس سے فدیہ لینے کو ترک کر دیں' آپ نے فرمایا: تم ان سے ایک درہم وصول کرنے کو بھی نہ ترک کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۳۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مشرک سے فدیہ لینے کا ذکر ہے کیونکہ عباس اس وقت مشرک تھے۔

٣٠٤٩ - وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَجَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعْطِنِي فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا فَقَالَ خُذْ فَأَعْطَاهُ فِي ثَوْبِهِ.

اور ابراہیم نے کہا از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا تو آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے عطا کیجئے! کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' تو آپ نے فرمایا: لے لو! پس ان کو ان کے کپڑے میں عطا فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ المہلب کا یہ کہنا غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافروں کا خون بہانے سے پہلے عباس سے فدیہ لیا تھا۔۔۔

اور اس پر اللہ نے آپ پر عتاب فرمایا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ عباس بن عبد المطلب کو غزوۂ بدر میں قید کر لیا گیا تھا' اور وہ مال دار تھے' پس

Marfat.com

انہوں نے قتل ہونے کے بدلہ میں اپنا فدیہ بھی دیا اور عقیل کی طرف سے بھی مال فدیہ میں دیا' پھر اس کفر کے حال میں مکہ میں خیبر کے زمانہ تک رہے' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے' انصار نے عباس کو قید کیا تھا اور چونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے' اس لیے انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے سوال کیا کہ ان سے فدیہ نہ لیا جائے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا انکار کیا اور مشرکین کو کمزور کرنے کے لیے اور ان کے مال سے مسلمانوں کو قوی کرنے کے لیے ان سے فدیہ لینے کا عزم فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ عباس قرض لے کر کاروبار کرتے تھے اور قبول اسلام تک وہ مقروض تھے' اس لیے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا: مجھے عطا کیجئے! کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' پھر ان کے اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال فے سے عطا کر کے اس کی تلافی کی اور اس حدیث کا عنوان صحیح ہے کیونکہ مشرکین کا خون بہانے کے بعد ان سے فدیہ لینا مباح ہے' اور آپ نے عباس سے ان کا اور عقیل کا جو فدیہ لیا تھا' وہ خون بہانے سے پہلے لیا تھا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر عتاب فرمایا تھا' لہٰذا صرف مشرکین کا خون بہانے اور مسلمانوں پر مشرکین کی قوت کم کرنے کے بعد مشرکین سے فدیہ لینا جائز ہے یا کسی اور وجہ سے' جس کی بناء پر مسلمانوں کا امیر کفار کو قتل کرنے کے بجائے ان سے فدیہ لینے کو مناسب سمجھے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۳-۲۲۲)

میں کہتا ہوں کہ المہلب کا یہ کہنا غلط ہے کہ آپ نے کفار کا خون بہانے سے پہلے عباس سے فدیہ لیا تھا کیونکہ آپ نے ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد عباس سے فدیہ لیا تھا اور میں کہتا ہوں کہ علامہ المہلب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قیدیوں سے جو فدیہ لیا تھا' اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا۔ اس عتاب کی بنیاد ان کے نزدیک ایک آیت اور ایک حدیث ہے' اور ہم عنقریب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیان کریں گے کہ یہ بنیاد صحیح نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عتاب نہیں فرمایا۔

علامہ المہلب کا منشاء غلطی

قرآن کی جس آیت کو یہ لوگ عتاب کی وجہ سمجھتے ہیں' وہ یہ ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (الانفال:٦٧)

کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہا دے' تم اپنے لیے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○

اور جس حدیث کی بنیاد پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عتاب کا قول کیا گیا ہے' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اس کے آخر میں ہے: ابوزمیل نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب مسلمانوں نے قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ان قیدیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: یا نبی اللہ! یہ آپ کے عم زاد اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں' میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں' اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہو گی' پس ہو سکتا ہے کہ اللہ ان کو اسلام کی ہدایت دے دے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ تو میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں ہے جو حضرت ابوبکر کی رائے ہے' لیکن میری رائے یہ ہے کہ آپ ہمیں ان کو قتل کرنے کا موقع دیں تو ہم ان کی گردنیں اُڑا دیں' پس آپ حضرت علی کو عقیل کو قتل کرنے کا موقع دیں تو وہ ان کی گردن اُڑا دیں اور آپ عمر کو اس کے فلاں رشتہ دار کو قتل کرنے کا موقع دیں تو میں اس کی گردن اُڑا دوں' کیونکہ یہ لوگ کفر کے ائمہ اور صنادید ہیں' سو

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ ' حضرت ابوبکر کے قول کی طرف مائل ہوئے اور میرے قول کی طرف مائل نہیں ہوئے۔

پھر دوسری صبح کو میں آیا تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر دونوں رو رہے تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے بتائیں کہ آپ اور آپ کے صاحب کس سبب سے رو رہے ہیں؟ پس اگر میں رو سکا تو روؤں گا ورنہ زبردستی روؤں گا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ تمہارے جن اصحاب نے فدیہ لیا تھا' مجھ پر ان لوگوں کا عذاب اس درخت کے قریب پیش کیا گیا' وہ درخت نبی ﷺ کے قریب تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں' حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہادے۔ (الانفال:٦٧) اور یہ آیت: پس تم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے' اس میں سے کھاؤ وہ حلال اور طیب ہے۔ (الانفال:٦٩) پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت کو حلال کردیا ہے۔

(صحیح مسلم:١٧٦٣' سنن ابوداؤد:٢٦٩٠' سنن ترمذی:٣٠٨١)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ان نو مسلم افراد کے عذاب کا ذکر ہے جنہوں نے مالِ دنیا کی طمع میں فدیہ لیا تھا اور اس سے حضرت ابوبکر اور ایسے دوسرے قدیم اور مخلص صحابہ مراد نہیں ہیں اور اس وعید سے رسول اللہ ﷺ کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ذکر ہے۔

اور الانفال:٦٧ سے بھی رسول اللہ ﷺ پر عتاب کی کوئی وجہ نہیں ہے' قرآن مجید میں فدیہ لینے کے جواز میں یہ آیت ہے:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً. (محمد:٤)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو (تمہارا پہلا کام) ان کی گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم ان کا اچھی طرح خون بہا چکو تو پھر ان کو مضبوطی سے باندھ لو (اس کے بعد تمہیں اختیار ہے) خواہ محض ان پر احسان کر کے انہیں رہا کردو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو۔

امام رازی کا بھی یہ کہنا غلط ہے کہ کفار کا فدیہ قبول کرنا' آپ کی اجتہادی خطاء تھی ---------- اور اللہ نے اس وجہ سے آپ پر عتاب فرمایا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ الانفال:٦٧ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

باقی رہا کہ جب یہ ایک جائز کام تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے عتاب کیوں نازل فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمین پر خون بہانے کی کوئی حد اور کوئی مقدار نہیں ہے اور اس کا تعین اور انضباط نہیں ہے' بلکہ اس سے یہ مقصود ہے کہ اس قدر کثرت سے کافروں کو قتل کیا جائے کہ کفار کے دلوں پر رعب پڑے اور ہیبت چھا جائے تاکہ وہ دوبارہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی جرأت نہ کریں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حد تک کافروں کو قتل کرنا اجتہاد پر موقوف ہے' اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ گمان فرمایا ہو کہ جتنے کافروں کو قتل کیا جاچکا ہے' ان سے یہ مقدار حاصل ہوگئی ہے اور فی الواقع وہ مقدار حاصل نہ ہوئی ہو' تو یہ آپ کی اجتہادی خطاء ہے کیونکہ اس حد کے سلسلہ میں کوئی نص نازل نہیں ہوئی تھی اور ہرچند کہ اجتہادی خطاء بھی موجب اجر و ثواب ہوتی ہے اور اس پر مواخذہ یا ملامت نہیں ہوتی لیکن مقربین' قربِ الٰہی کے اُس درجہ پر فائز ہوتے ہیں کہ نیکوکاروں کی نیکیاں بھی ان کے ہاں برائی کے حکم میں ہوتی ہیں۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ازراہِ لطف و محبت بہ طورِ تعریض فرمایا: کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ وہ اچھی طرح خون بہائے بغیر کفار کو قیدی بنالے۔ صراحتہً یہ نہیں فرمایا کہ آپ کو انہیں قیدی بنانا نہیں چاہیے تھا یا آپ کا یہ اقدام غلط تھا' بلکہ تعریض اور

Marfat.com

کنایہ سے کام لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور عظمت اور مرتبہ کی رفعت کو ظاہر فرمایا کیونکہ ایسے مواقع پر صراحت کو چھوڑ کر ان ہی کے لیے تعریض اور کنایہ سے کام لیا جاتا ہے جن کا مرتبہ بلند اور اونچا ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۱۰-۵۰۹ 'داراحیاء التراث العربی بیروت)

صحابہ کرام کے کفار کے فدیہ کو قبول کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کو برقرار رکھنے کے متعلق مصنف کا موقف

میرے نزدیک اس مبحث کی تقریر اس طرح ہے:

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍO (الانفال:۱۲) سو کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤO

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ تم تمام کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کسی کو زندہ نہ چھوڑو' لہٰذا جب صحابہ کرام نے ستر کافروں کو قتل کر دیا تو اس آیت کے حکم پر عمل ہو گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کافروں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور گرفتار کرنے سے منع نہیں کیا تھا' اس لیے اگر صحابہ نے بعض کافروں کو گرفتار کر کے قید کر لیا تو اس میں انہوں نے کوئی حکم عدولی اور گناہ نہیں کیا' اور جب کہ وہ کافر بعد میں اسلام لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمد میں خود جنگ کے بعد کافروں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ اقدام عین منشاء الٰہی کے مطابق تھا۔

علامہ ابن بطال' امام رازی' امام ابومنصور ماتریدی اور اسی طرح بعض دیگر مفسرین اور شارحین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فدیہ قبول کرنے کو آپ کی اجتہادی خطاء قرار دیا ہے اور الانفال: ۶۷ کو آپ پر عتاب قرار دیا ہے' میرے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ اس تہمت سے بَری ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ ان بزرگوں کی اجتہادی خطاء ہو' میں نے یہ جو کچھ لکھا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا ہے۔ وللہ الحمد!

الانفال: ۶۷ کی تفسیر میں بھی میں نے اس پر لکھا ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۴ ص ۶۹۷-۶۹۴' لیکن زیر بحث حدیث کی شرح میں' میں نے اس مبحث کو بہت انضباط اور زیادہ عمدگی سے لکھا ہے۔ فللہ الحمد!

۳۰۵۰- حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ جَاءَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از محمد بن جبیر از والد خود اور وہ بدر کے قیدیوں میں آئے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ مغرب کی نماز میں سورۃ الطور پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۶۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بدر کے قیدیوں کا ذکر ہے۔

۱۷۲- بَابُ الْحَرْبِيِّ اِذَا دَخَلَ دَارَ الْاِسْلَامِ بِغَيْرِ اَمَانٍ

جب حربی دارالاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حربی دارالاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو تو اس کا کیا حکم ہے' آیا اس کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے اس کا حکم اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس میں اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اس کا حکم اہل حرب کا ہے' یعنی اس کو قتل کر دیا جائے گا' اور اوزاعی اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اہل حرب کا سفیر ہے تو اس کا دعویٰ

Marfat.com

قبول کیا جائے گا' اور امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ اس کا یہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ مسلمانوں کے لیے فے ہے' جس کو وہ مل جائے گا' وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۱۰)

٣٠٥١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ اِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ فِيْ سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ اَصْحَابِهٖ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ فَقَتَلْتُهٗ فَنَفَّلَهٗ سَلَبَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو العمیس نے حدیث بیان کی از ایاس بن سلمۃ بن الاکوع از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (غزوۂ حنین کے) سفر میں تھے' آپ کے پاس مشرکین کا ایک جاسوس آیا' پس وہ آپ کے اصحاب کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا' پھر چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو تلاش کر کے اس کو قتل کر دو' پس اس کو (حضرت سلمہ بن اکوع نے) قتل کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا سامان ان کو عطا کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۵۴' الرقم المسلسل: ۴۴۶۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۵۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۵۳۲' شرح مشکل الآثار: ۳۰۱۱' صحیح ابن حبان: ۴۸۴۳' المعجم الکبیر: ۶۲۴۱' سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۷' مسند احمد ج ۴ ص ۵۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۵۲۳۔ ج ۲۷ ص ۵۵۔ ۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بغیر امان کے داخل ہونے والے حربی کے متعلق صحیح مسلم کی مفصل روایت

اس حدیث کو امام مسلم نے زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہ حسب ذیل ہے:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوازن کے خلاف جہاد کرنے گئے' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صبح کا ناشتہ کر رہے تھے' اس دوران سرخ اونٹ پر سوار ایک شخص آیا' اس نے اونٹ کو بٹھایا' پھر اس نے اپنی کمر سے ایک تسمہ نکال کر اس کے ساتھ اونٹ کو باندھ دیا اور لوگوں کے ساتھ ناشتہ کرنے لگا' اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا' ہم میں کچھ لوگ کمزور تھے اور کچھ سواریوں سے خالی تھے اور کچھ پیدل تھے' اتنے میں وہ تیزی سے دوڑا اور اپنے اونٹ کے پاس آیا' اس کا تسمہ کھول کر اس کو بٹھایا اور اس پر سوار ہو گیا' اس نے اونٹ کو دوڑایا اور اونٹ اس کو لے کر بھاگا' ایک شخص نے خاکی رنگ کی اونٹنی پر اس کا تعاقب کیا' حضرت سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اس کے پیچھے دوڑتا ہوا بھاگا' پہلے میں اونٹنی کی سرین کے پاس تھا' پھر میں اور آگے بڑھا حتیٰ کہ میں اس کے اونٹ کی سرین کے پاس پہنچ گیا' پھر میں نے آگے بڑھ کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی' میں نے اس اونٹ کو بٹھایا' جوں ہی اس اونٹ نے اپنا گھٹنا زمین پر ٹیکا میں نے تلوار سے آدمی کے سر پر ایک وار کیا' وہ آدمی گر پڑا' پھر میں اس آدمی کے ہتھیار اور کجاوے سمیت اس اونٹ کو لے آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ مجھے سامنے سے آتے ہوئے ملے' آپ نے پوچھا: اس شخص کو کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا: (حضرت) سلمہ بن اکوع نے' آپ نے فرمایا: اس کا سارا چھینا ہوا مال سلمہ بن اکوع کا ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۴۶۳۔ ۱۷۵۴)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ تطبیق اور حدیث مذکور کی مزید تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور اس باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے کیونکہ حدیث میں مشرکین کے جاسوس کا ذکر ہے اور باب کے عنوان میں مطلقاً اس حربی کا ذکر ہے جو دار الاسلام میں بغیر امان حاصل کیے ہوئے داخل ہوا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں جس جاسوس کا ذکر کیا گیا ہے' اس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ اس کو امان حاصل ہے' پھر

جب اس نے جاسوسی کر لی تو وہ جلدی سے واپس چلا گیا' اس سے صحابہ نے یہ جان لیا کہ وہ حربی ہے اور بغیر امان کے داخل ہوا ہے' لہٰذا اس کو قتل کر دیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ ہوازن کے سفر میں تھے' اس سے مراد غزوۂ حنین ہے۔ اس حدیث کو اسماعیلی نے اس طرح روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو میرے سامنے لاؤ اور اس کو قتل کر دو' پھر لوگ اس کی طرف جھپٹے اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور بتایا کہ وہ مشرکین کا جاسوس ہے' تو آپ نے فرمایا: جس نے اس کو قتل کر دیا تو اس کو چھینا ہوا سامان اس کو ملے گا۔

اس چھینے ہوئے سامان سے مراد ہے: مقتول کی سواری' اس کے کپڑے' اس کے ہتھیار اور اس سواری کے اوپر جو اس کا سامان ہے' اسی طرح اگر دوسری سواری پر اس کا غلام ہو تو وہ بھی سَلَب میں شامل ہے۔

حربی' ذمی یا مسلم جاسوس کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حربی جاسوس کو قتل کر دیا جائے گا' اس پر اجماع ہے۔ رہا اس قوم کا جاسوس جس سے معاہدہ ہو یا ذمی جاسوس تو امام مالک اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ وہ جان اور مال کی حفاظت کا عہد توڑنے والا ہے' اگر ملک کا سربراہ اس کو غلام بنانا چاہے تو اس کو غلام بنا لے اور اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے اور جمہور کے نزدیک اس کی جاسوسی سے اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا اور اگر مسلمان جاسوس ہو تو امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور بعض مالکیہ کے نزدیک سربراہ اس کو تعزیراً کوئی سزا دے گا اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ص ۴۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بلا اجازت دار الاسلام میں داخل ہونے والے حربی کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ کہتے ہیں:

یہ حدیث حربی جاسوس کو قتل کرنے کی اصل ہے' اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی مختار ہے اور جو حربی دار الاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو' اس کے متعلق اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے لیے فے ہے' امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا بھی یہی قول ہے اور امام محمد نے کہا ہے کہ جو اس کو پکڑ لے یا اس کو دریافت کر لے' اس کے لیے وہ مال فے ہے۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر وہ پکڑے جانے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو پھر وہ فے نہیں ہے' ورنہ وہ مال فے ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو اس حربی کو دریافت کر لے' وہ اس کے لیے مال فے ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حربی سے چھینی ہوئی چیزیں صرف حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو عطا کی تھیں کیونکہ انہوں نے اس کو قتل کیا تھا اور جنہوں نے کہا ہے کہ وہ فے ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس کے اوپر اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے اور فے کے متعلق مسلمانوں کا سربراہ جو چاہے فیصلہ کر سکتا ہے اور جنہوں نے کہا ہے کہ جو اس کو پکڑ لے' اس کا مال اس کے لیے ہے' وہ اس کو مال غنیمت میں سے شمار کرتے ہیں۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ قیاس یہ ہے کہ جو اس کو حاصل کر لے' اسی کے لیے اس کا مال ہے اور اس میں سے خمس نکالا جائے گا کیونکہ اس کو مسلمانوں کی قوت سے نہیں حاصل کیا گیا۔

جو حربی دار الاسلام میں داخل ہو اور یہ کہے کہ اس کو امن دیا گیا ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اس کے متعلق مسلمانوں کے سربراہ

Marfat.com

کو اختیار ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ وہ نفے ہے۔(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۲۔۲۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۴۵۷۔ ج ۵ ص ۳۵۱۔۳۵۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) غزوۂ حنین کا مختصر بیان (۲) سَلَب کا لغوی معنی (۳) سَلَب کی تفسیر میں مذاہب فقہاء (۴) سلب کے احکام اور شرائط میں فقہاء کے نظریات (۵) سلب کے حکم میں فقہاء احناف کے نظریات اور دلائل (۶) جنگ بدر میں حضرت معاذ بن عمرو کو سلب کے ساتھ خاص کرنے کا سبب۔

۱۷٤ - بَابُ يُقَاتَلُ عَنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَلَا يُسْتَرَقُّونَ

ذمیوں کی مدافعت میں جنگ کی جائے اور ان کو غلام نہ بنایا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ ذمی اہل کتاب کی مدافعت میں جنگ کی جائے گی کیونکہ انہوں نے اپنی جان' مال اور اہل و عیال کی حفاظت کے لیے جزیہ ادا کیا ہے' تو جس طرح مسلمانوں کی حفاظت کے لیے جنگ کی جاتی ہے' ان کی حفاظت کے لیے بھی جنگ کی جائے گی۔

۳۰۵۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَأُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَ ذِمَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ وَلَا يُكَلَّفُوْا إِلَّا طَاقَتَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از عمرو بن میمون از حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہوں نے فرمایا: میں اللہ کے ذمہ اور رسول کے ذمہ کو ادا کرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور یہ کہ (ذمیوں سے) ان کے عہد کو پورا کیا جائے اور یہ کہ ان کی مدافعت میں (ان کے دشمنوں سے) جنگ کی جائے اور یہ کہ ان کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہ کیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ذمیوں کی مدافعت میں جنگ کا ذکر ہے۔

امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے عنوان میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ذمیوں کو غلام نہ بنایا جائے' اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ذمیوں کی حفاظت کے لیے ان کے دشمنوں سے لڑنا اس کو مستلزم ہے کہ ان کو غلام نہ بنایا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جزیہ کی مقدار سے زیادہ ان سے نہ لیا جائے۔

۱۷۵ - بَابُ جَوَائِزِ الْوَفْدِ

وفد کو انعام و اکرام عطا کرنا

وفد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو جمع ہو کر کسی بڑے آدمی کی زیارت اور ملاقات کا قصد کرتے ہیں تا کہ وہ ان کی ضروریات کو پورا کرے اور ان کو انعام دے' امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی اور خالی جگہ چھوڑ دی' ان کا ارادہ ہوگا اس جگہ کوئی حدیث ذکر کریں گے لیکن اس کا اتفاق نہ ہو سکا۔

۱۷٦ - بَابُ هَلْ يُسْتَشْفَعُ إِلٰى أَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُعَامَلَتِهِمْ

کیا ذمیوں سے سفارش کی جائے اور ان سے معاملہ کیا جائے؟

Marfat.com

٣٠٥٣ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى خَضَبَ دَمْعُهُ الْحَصْبَاءَ فَقَالَ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَقَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوا أَهَجَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ وَأَوْصٰى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ وَنَسِيتُ الثَّالِثَةَ وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَأَلْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ فَقَالَ مَكَّةُ وَالْمَدِينَةُ وَالْيَمَامَةُ وَالْيَمَنُ وَقَالَ يَعْقُوبُ وَالْعَرْجُ أَوَّلُ تِهَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از سلیمان الاحول از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: جمعرات کا دن اور کیسا تھا جمعرات کا دن! پھر وہ اتنا روئے کہ کنکریاں تک ان کے آنسوؤں سے بھیگ گئیں' پھر انہوں نے بتایا کہ جمعرات کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس کاغذ لاؤ تا کہ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے' تو صحابہ نے اختلاف کیا اور نبی کے سامنے اختلاف نہیں ہونا چاہیے تو انہوں نے کہا: کیا رسول اللہ (دنیا کو) چھوڑ رہے ہیں' آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو! میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے دعوت دے رہے ہو اور آپ نے اپنی وفات کے وقت تین چیزوں کی وصیت کی: (۱) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو (۲) اور وفد کو اس طرح انعام دیتے رہو جس طرح میں انعام دیتا رہا ہوں' اور تیسری وصیت کو میں بھول گیا۔ اور یعقوب بن محمد نے کہا: میں نے المغیرہ بن عبدالرحمان سے جزیرۂ عرب کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مکہ اور مدینہ اور یمامہ اور یمن (جزیرۂ عرب ہے)' اور العرج' تہامہ کی ابتداء ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے۔

وفد کو انعام دینے کی وجہ' جس تیسری وصیت کو حضرت ابن عباس بھول گئے تھے اس کا ذکر اور ''ھجر'' کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ وفد کو انعام واکرام دینا سنت ہے' اور اس سے لوگوں کے دلوں میں اُلفت ہوتی ہے' اور یہ حکم تمام وفود کے متعلق ہے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ہوں' کیونکہ اگر وہ روم (شام) سے آئے ہوں تو وہ اسی چیز کو لے کر آتے ہیں جس میں مسلمانوں کی منفعت اور خیر ہوتی ہے' اسی لیے آپ نے ان کو انعام واکرام دینے کی وصیت فرمائی ہے' نیز وہ مہمان ہیں اور مہمان کے متعلق فرمایا ہے کہ ایک دن اور ایک رات ان کی خاطر مدارت کی جائے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ تیسری چیز جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھول گئے' وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر کی روانگی ہے' مسلمانوں کا اس میں اختلاف تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت اس کی وصیت کی تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

اس حدیث میں "اَهَجَرَ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کیا آپ دنیا کو چھوڑ رہے ہیں "هَجَر" کا معنی ہذیان اور بے تکی باتیں کرنا بھی ہوتا ہے اور یہ معنی یہاں پر متصور نہیں ہے۔

١٧٧ - بَابُ التَّجَمُّلِ لِلْوُفُوْدِ
وفود سے ملاقات کے موقع پر خوب صورت لباس پہننا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب وفود ملاقات کے لیے آئیں تو خوب صورت لباس پہننا چاہیے۔

٣٠٥٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ عُمَرُ حُلَّةَ اِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوْقِ فَاَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْتَعْ هٰذِهِ الْحُلَّةَ فَتَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَلِلْوُفُوْدِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهُ اَوْ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهُ فَلَبِثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبَّةِ دِيْبَاجٍ فَاَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ حَتّٰى اَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ اِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهُ اَوْ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهُ ثُمَّ اَرْسَلْتَ اِلَيَّ بِهٰذِهِ فَقَالَ تَبِيْعُهَا اَوْ تُصِيْبُ بِهَا بَعْضَ حَاجَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بازار میں دبیز ریشم کا ایک حلّہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو وہ اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پس عرض کیا: یارسول اللہ! اس حلّہ کو خرید لیجئے پھر عید اور وفود سے ملاقات کے موقع پر اس سے زینت حاصل کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صرف ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' یا فرمایا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر جب تک اللہ نے چاہا آپ ٹھہرے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی طرف ایک دیباج (ریشم) کا حلّہ بھیجا تو حضرت عمر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے پس کہا: یارسول اللہ! آپ نے اس کے متعلق فرمایا تھا: یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' یا فرمایا تھا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' پھر آپ نے یہ حلّہ میری طرف بھیج دیا تو آپ نے فرمایا: تم اس حلّہ کو بیچ دو' یا اس کے سبب سے اپنی کوئی ضرورت پوری کرلو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٨٦ میں گزر چکی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں وفود سے ملاقات کے موقع پر خوب صورت لباس پہننے کا ذکر ہے۔

١٧٨ - بَابُ كَيْفَ يُعْرَضُ الْاِسْلَامُ عَلَى الصَّبِيِّ
بچے پر کس طرح اسلام پیش کیا جائے گا؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ بچے پر کس طرح اسلام پیش کیا جائے۔

٣٠٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی'

Marfat.com

سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ فِيْ رَهْطٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ اُطُمِ بَنِيْ مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ يَوْمَئِذٍ ابْنُ صَيَّادٍ يَحْتَلِمُ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهٗ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ الْاُمِّيِّيْنَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا تَرٰى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَاْتِيْنِيْ صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْاَمْرُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ قَدْ خَبَاْتُ لَكَ خَبِيْئًا قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْسَاْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِّيْ فِيْهِ اَضْرِبْ عُنُقَهٗ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهٖ.

انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے ان کو یہ خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اصحاب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے حتیٰ کہ آپ نے اس کو بنی مغالہ کے قلعوں کے پاس لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا اور اس وقت ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا' اس کو پتا نہیں چلا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی پشت پر اپنا ہاتھ مارا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پس ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا' پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اُمیین (اَن پڑھ لوگوں) کے رسول ہیں' پھر ابن صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتا ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم کیا دیکھتے ہو؟ ابن صیاد نے کہا: میرے پاس سچی خبر بھی آتی ہے اور جھوٹی خبر بھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر خبر مشتبہ ہو گئی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک چیز چھپائی ہے' ابن صیاد نے کہا: وہ چیز الدُّخ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دفع ہو! تو اپنی حد سے ہرگز نہیں بڑھ سکے گا۔ حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن اُڑا دوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی (دجال) ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے میں تمہارے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٥٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٠٥٦ - قَالَ ابْنُ عُمَرَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍ يَاْتِيَانِ النَّخْلَ الَّذِيْ فِيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ حَتّٰى اِذَا دَخَلَ النَّخْلَ طَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَّهٗ فِيْهَا رَمْزَةٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کھجور کے درختوں میں گئے جن میں ابن صیاد تھا حتیٰ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے ان درختوں میں داخل ہوئے آپ کھجور کے ان تنوں میں چھپتے ہوئے چل رہے تھے اور آپ کسی حیلہ سے ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کوئی بات سننا چاہتے تھے اور ابن صیاد اس وقت اپنے بستر کے اوپر لیٹ کر چادر اوڑھے ہوئے گنگنا رہا تھا' تب ابن صیاد کی ماں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا' اس وقت

Marfat.com

بِجُذُوعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ اَیْ صَافِ وَهُوَ اِسْمُهُ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ.

آپ کھجور کے درختوں کے تنوں میں چھپ رہے تھے اس کی ماں نے ابن صیاد سے کہا: "اَیْ صَافِ" اور یہ اس کا نام ہے تو ابن صیاد اچھل پڑا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ اس کو چھوڑ دیتی تو اس کی حقیقت منکشف ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٥٥ میں گزر چکی ہے۔ رہی دوسری حدیث تو وہ پہلی حدیث کا قطعہ ہے اور امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو اس لیے روایت کیا ہے کہ پہلی حدیث میں نابالغ لڑکے پر اسلام کو پیش کرنے کا ذکر ہے۔

٣٠٥٧- وَقَالَ سَالِمٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّيْ اُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ اَنْذَرَهُ نُوْحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنْ سَاَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ اَعْوَرُ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ.

[اطراف الحدیث: ٣٣٣٧-٣٤٣٩-٤٤٠٢-٦١٧٥-٧١٢٣-٧١٢٧-٧٤٠٧]

اور سالم نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے' پھر آپ نے اللہ کی ایسی تعریف کی جس کے وہ لائق ہے' پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا' پس فرمایا: بے شک میں تمہیں اس سے ڈرا رہا ہوں اور ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا' لیکن عنقریب میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات بتاؤں گا جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی' تم جانتے ہو کہ دجال کانا ہے اور بے شک اللہ کانا نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٩٣٠' الرقم المسلسل: ٧٢٤٨' سنن ابوداؤد: ٤٣٣١' سنن ترمذی: ٢٢٤٩' صحیح ابن حبان: ٦٧٨٥' الادب المفرد: ٩٥٨' شرح السنۃ: ٤٢٧٠' المعجم الکبیر: ١٣١٤٨-١٣١٤٦' مسند احمد ج ٢ ص ١٤٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٣٦٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں رسول اللہ ہوں' اور آپ نے اس قول میں بچے کو اوپر اسلام کو پیش کیا ہے کیونکہ ابن صیاد اس وقت تک نابالغ تھا۔

ابن صیاد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشویش اور تفتیش

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کے اوپر اسلام اس لیے پیش کیا کہ یہ وہ دجال نہیں تھا' جس سے ڈرایا گیا ہے لیکن اس قول کو رد کیا گیا ہے کیونکہ ابن صیاد کے دجال ہونے کا بھی احتمال تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزمانے کا ارادہ کیا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کاہنوں کے طریقے سے خبر دیتا تھا' پس کبھی اس کی خبر صحیح نکلتی اور کبھی غلط نکلتی اور ابن صیاد کے متعلق آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس جانے کا ارادہ کیا تا کہ اس کا امتحان لیں اور آپ جو ابن صیاد کی طرف چل کر گئے تھے اس کا یہی سبب تھا۔ امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں میں ایک عورت کے ہاں لڑکا پیدا ہوا' جس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی تھی اور دوسری آنکھ ٹھیک تھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خدشہ ہوا کہ شاید یہی دجال ہو۔

امام ترمذی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینے کے کسی راستے میں دجال ملا' آپ نے

Marfat.com

اس کو روک لیا اور وہ یہودی لڑکا تھا اور اس کے بالوں میں مینڈھیاں تھیں اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اس نے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا اور اس کے تمام فرشتوں پر اور اس کی تمام کتابوں پر اور اس کے تمام رسولوں پر اور یوم آخرت پر' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم کیا دیکھتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں پانی کے اوپر عرش کو دیکھتا ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سمندر کے اوپر ابلیس کا عرش دیکھتا ہے' آپ نے پھر فرمایا: تم کیا دیکھتے ہو؟ تو اس نے کہا: میں ایک صادق اور دو کاذب دیکھتا ہوں' یا دو صادق اور ایک کاذب دیکھتا ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس پر معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ (سنن ترمذی: ۲۲۴۷)

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے' آپ کی مراد یہ تھی کہ آپ نے دُخان کا اسم اپنے دل میں چھپایا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے سورۂ دخان کی یہ آیت چھپائی تھی:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ○ پس آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان ظاہر دھواں لائے گا ○ (الدخان: ۱۰)

ابن صیاد اس آیت تک نہ پہنچ سکا اور اس نے کہا کہ آپ نے الدُّخ چھپایا ہے۔ ابن صیاد نے جو الدُّخ کہا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سخت گھبرا گیا تھا اور دہشت زدہ ہو گیا تھا اور علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر یہ آیت لکھی ہوئی تھی اور ابن صیاد صرف الدخ ہی بتا سکا' یعنی کسی کاہن نے اس کے دل اور دماغ میں یہ بات ڈال دی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الدُّخ کو چھپایا ہے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: دفع ہو جاؤ! تم اپنی حد سے بڑھ نہیں سکتے' یعنی جس طرح دوسرے کاہن صرف اس بات کو محفوظ رکھتے ہیں جو ان کے دلوں میں شیاطین ڈالتے ہیں اور اس میں سچ اور جھوٹ کو ملا دیتے ہیں' سو تم بھی اسی طرح ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۱۸۔۴۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو چپکے سے یہ بتایا ہو کہ میں نے الدخان: ۱۰ کو اپنے دل میں چھپایا ہے تاکہ آپ کے اصحاب کو یہ اطمینان اور تسلی ہو کہ ابن صیاد اس آیت کو نہیں سمجھ سکا' جو آپ نے چھپائی تھی اور شیطان وہ پوری آیت نہیں سن سکا اور اس نے صرف الدخ کا لفظ سنا اور وہی ابن صیاد کو بتا دیا' اور ہماری اس تقریر پر یہ اعتراض نہیں ہوتا ہے کہ ابن صیاد کو پوری آیت نہ سہی' وہ آپ کے دل میں چھپائے ہوئے الفاظ میں سے لفظ ''دُخ'' پر بھی کیسے مطلع ہو گیا؟

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ابن صیاد کے پاس گئے اور اس کی باتیں سننے کی کوشش کی' اس سے آپ کا مقصود دجال کا امتحان لینا تھا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں؟

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

لوگوں کا ابن صیاد کے متعلق شدید اختلاف ہے اور اس کا معاملہ سخت مشکل ہے' حتیٰ کہ اس کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے اور یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جس شخص نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے برقرار رکھا اور اس کو مدینہ میں اپنے گھر میں رہنے دیا اور آپ اس کے پڑوس میں رہتے رہے' اس کی کیا وجہ تھی اور آپ نے اس کا امتحان کیوں لیا اور سورۂ دخان کی آیت اپنے دل میں کوئی چھپائی اور بعد میں یہ کیوں فرمایا: دفع ہو جا! تو اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتا؟

میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ یہ قصہ اس وقت کا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے صلح کی ہوئی تھی اور ان کو اپنا حلیف بنایا ہوا تھا' جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ نے یہود کے ساتھ ایک صلح نامہ لکھا کہ وہ آپ کے خلاف کوئی شورش نہیں کریں گے اور

Marfat.com

آپ ان کے معاملات کو ان پر چھوڑ دیں گے اور ابن صیاد بھی ان میں سے تھا یا ان میں داخل تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچتی رہتی تھی اور یہ خبر پہنچتی رہتی تھی کہ وہ غیب کی خبریں بیان کرنے کا دعویٰ کرتا رہتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا امتحان لینے گئے تاکہ آپ اس کے متعلق لوگوں کو بتا سکیں کہ وہ کیا چیز ہے؟ پھر جب آپ نے اس سے بات کی تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ باطل اور جھوٹا ہے اور وہ من جملہ کاہنوں اور ساحروں میں سے ہے یا اس کے پاس جنات اور شیاطین کی خبریں آتی ہیں' پھر وہ اس کی زبان پر القاء کر دیتے ہیں' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی زبان سے لفظ ''دُخ'' سنا تو آپ نے فرمایا: دفع ہو جا! تو اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتا' اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ وہ چیز ہے جس پر شیطان مطلع ہوا' پھر اس نے اس کو ابن صیاد پر القاء کیا اور اس کی زبان پر جاری کر دیا' اور یہ آسمانی وحی کے قبیل سے نہیں ہے کیونکہ ابن صیاد ان نبیوں کے مرتبہ کا نہیں تھا جن کو علم غیب ہوتا ہے اور نہ ان اولیاء کے درجہ کا تھا' جن کو غیب کی باتوں کا الہام کیا جاتا ہے اور وہ ان کو اپنے دلوں کے نور سے حاصل کرتے ہیں اور اس کو بعض اوقات شیاطین القاء کرتے تھے اور بعض اوقات وہ باتیں صحیح ہوتی تھیں اور بعض اوقات غلط ہوتی تھیں اور ابن صیاد نے جو کہا تھا کہ میرے پاس صادق اور کاذب خبر آتی ہے' اس کا یہی مطلب ہے اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تھا: تجھ پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابن صیاد ایک فتنہ ہے جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو آزمائش میں مبتلا کیا تاکہ جس نے ہلاک ہونا ہے' وہ دلیل پر مطلع ہو کر ہلاک ہو اور جس نے زندہ رہنا ہے' وہ دلیل پر مطلع ہو کر زندہ رہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی قوم کو بچھڑے کے فتنہ میں مبتلا کیا تھا' پس جس نے ہلاک ہونا تھا وہ اس فتنہ میں ہلاک ہو گیا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی' وہ اس فتنہ سے محفوظ رہا۔

ابن صیاد کے دجال ہونے کے متعلق مختلف روایات

ابن صیاد کے معاملہ میں روایات مختلف ہیں' اسی طرح اس کے بڑی عمر کو پہنچنے کے بعد روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اس نے اپنے قول سے توبہ کر لی تھی اور وہ مدینہ میں فوت ہو گیا تھا' اور جب مسلمانوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کے چہرے کو کھولا گیا اور لوگوں نے اس کو دیکھا اور ان سے کہا گیا: کلمہ شہادت پڑھو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن صیاد کی مذمت کی تو اس نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: دجال مکہ میں داخل نہیں ہو گا اور میں نے تمہارے ساتھ حج کیا ہے' اور آپ نے فرمایا ہے کہ دجال کی اولاد نہیں ہو گی اور میری اولاد ہوئی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور وہ اس میں بالکل شک نہیں کرتے تھے' حضرت جابر سے کہا گیا کہ وہ تو مسلمان ہو گیا تھا' حضرت جابر نے کہا: خواہ وہ مسلمان ہو گیا ہو' پھر حضرت جابر سے کہا گیا کہ وہ مدینہ میں تھا اور وہ مکہ میں داخل ہوا ہے' تو حضرت جابر نے کہا: خواہ وہ مکہ میں داخل ہوا ہو' نیز حضرت جابر نے کہا: واقعہ حرہ کے دن ہم نے اس کو گم پایا۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ یہ تصریح ان لوگوں کی روایت کے خلاف ہے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ وہ مدینہ میں فوت ہو گیا تھا۔

(معالم السنن ج ۴ ص ۳۲۳-۳۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۷۹ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْيَهُوْدِ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دجال کے متعلق یہ ارشاد کہ تم اسلام قبول کر لو' سلامت رہو گے

Marfat.com

اس باب کے عنوان میں جو فرمایا ہے: تم سلامت رہو گے' اس کا معنی یہ ہے کہ تم دنیا میں قتل ہونے اور جزیہ دینے سے سلامت رہو گے اور آخرت میں دائمی عذاب سے محفوظ رہو گے۔

قَالَهُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ. اس قول کے قائل المقبری ہیں از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۳۱۶۷ میں مذکور ہے اور مقبری سے مراد سعید بن ابی سعید مقبری ہیں' ان کو مقبری اس لیے کہتے تھے کہ یہ مقبرہ کے پاس رہتے تھے' ان کا نام کیسان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲۰)

۱۸۰ - بَابٌ اِذَا اَسْلَمَ قَوْمٌ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ وَلَهُمْ مَالٌ وَّاَرَضُوْنَ فَهِيَ لَهُمْ

جب دار الحرب میں کچھ لوگ اسلام قبول کر لیں اور ان کا مال ہو اور ان کی زمینیں ہوں تو وہ ان ہی کی ملکیت ہے

دار الحرب میں مسلمان کے چھوڑے ہوئے مال کے متعلق مذاہب ائمہ

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب اہل حرب میں سے کچھ لوگ دار الحرب میں اسلام قبول کر لیں اور ان کے پاس دار الحرب میں مال بھی ہو اور زمینیں بھی ہوں تو یہ سب ان ہی کی مِلک میں رہے گا یعنی جب مسلمان دار الحرب پر حملہ کریں تو ان کا وہ مال اور ان کی وہ زمینیں فے یا غنیمت میں شمار نہیں ہوں گی' اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام شافعی' اشہب مالکی اور سحنون مالکی نے یہ کہا ہے کہ جو شخص دار الحرب میں مسلمان ہو گیا اور دار الحرب میں اس کا مال اور اس کی اولاد باقی ہو' پھر وہ مسلمان ہونے کی حالت میں ہمارے ملک میں آئے' پھر وہ مسلمانوں کے ساتھ اپنے سابق ملک میں جہاد کرے تو وہ اس ملک میں اپنے مال اور اپنی زمین کو محفوظ رکھے گا' جہاں اس کے کم سن بچے ہوں گے کیونکہ وہ اسلام کے تابع ہیں۔

امام مالک اور لیث نے کہا ہے کہ اس کے اہل' اس کا مال اور اس کی اولاد اس کی ملک میں فے ہیں' جیسا کہ دار الحرب کا حکم ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس کے حکم میں فرمایا ہے: انہوں نے فرمایا: جب وہ دار الحرب میں مسلمان ہو جائے' پھر وہ ہماری طرف آئے تو اس کی کم سن اولاد آزاد اور مسلمان قرار پائے گی اور اس نے کسی مسلمان یا ذمی کے پاس جو امانت رکھی ہے وہ اسی کی ملکیت قرار پائے گی' اور جو مال اس نے حربی کے پاس امانت رکھا ہے تو وہ مال اور اس کی باقی زمینیں وہاں پر فے ہیں' اور جب وہ دار الاسلام میں اسلام قبول کرے' پھر مسلمان اس کے سابق ملک پر حملہ کر کے اس پر غالب ہو جائیں تو دار الحرب میں اس کی ہر چیز فے ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دار الاسلام اور دار الحرب کے احکام میں فرق ہے اور امام شافعی اور امام مالک نے اس کے سابق دار اور دار الاسلام میں فرق نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۰۵۸ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِيْ حَجَّتِهٖ؟ قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مَنْزِلًا؟ ثُمَّ قَالَ نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ الْمُحَصَّبِ حَيْثُ قَاسَمَتْ قُرَيْشٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از علی بن حسین از عمرو بن عثمان بن عفان از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اپنے حج میں کل کہاں ٹھہریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا ہے؟ پھر آپ نے

Marfat.com

عَلَى الْكُفْرِ وَذٰلِكَ اَنَّ بَنِيْ كِنَانَةَ حَالَفَتْ قُرَيْشًا عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ اَنْ لَّا يُبَايِعُوْهُمْ وَلَا يُؤْوُوْهُمْ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَالْخَيْفُ الْوَادِيْ.

فرمایا: کل ہم خیف بنو کنانہ (وادی) المحصب میں ٹھہریں گے جہاں قریش نے کفر (کی حمایت) پر قسمیں کھائی تھیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بنو کنانہ نے بنو ہاشم کے خلاف قریش کا ساتھ دینے پر حلف اٹھایا تھا کہ وہ بنو ہاشم سے خرید و فروخت کریں گے اور نہ ان کا ساتھ دیں گے۔ الزہری نے کہا: خیف ایک وادی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۸۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے عقیل کے اسلام قبول کرنے سے پہلے فرمایا: مکہ میں اس کا جو گھر ہے وہ اسی کا ہے' تو پھر اس کے اسلام لانے کے بعد تو بہ طریق اولیٰ وہ گھر اس کی ملکیت ہوگا' اس سے یہ واضح ہو گیا کہ جب دار الحرب میں کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو اس کی املاک پر اس کی ملکیت باقی رہتی ہے۔

٣٠٥٩ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِسْتَعْمَلَ مَوْلًى لَّهٗ يُدْعٰى هُنَيًّا عَلَى الْحِمٰى فَقَالَ يَا هُنَيُّ اضْمُمْ جَنَاحَكَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ مُسْتَجَابَةٌ وَّاَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ وَاِيَّايَ وَنَعَمَ ابْنِ عَوْفٍ وَّنَعَمَ ابْنِ عَفَّانَ فَاِنَّهُمَا اِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَرْجِعَانِ اِلٰى نَخْلٍ وَّزَرْعٍ وَّاِنَّ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ اِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَاْتِيْنِيْ بِبَنِيْهِ فَيَقُوْلُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَفَتَارِكُهُمْ اَنَا لَا اَبَا لَكَ؟ فَالْمَاءُ وَالْكَلَاُ اَيْسَرُ عَلَيَّ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنَّهُمْ لَيَرَوْنَ اَنِّيْ قَدْ ظَلَمْتُهُمْ اِنَّهَا لَبِلَادُهُمْ فَقَاتَلُوْا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَاَسْلَمُوْا عَلَيْهَا فِي الْاِسْلَامِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَا الْمَالُ الَّذِيْ اَحْمِلُ عَلَيْهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلَادِهِمْ شِبْرًا. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے اپنے آزاد کردہ غلام کو ایک چراگاہ کا حاکم بنایا' اس غلام کا نام ھُنَی تھا' حضرت عمر نے اس سے فرمایا: اے ھُنَی! اپنے بازو کو مسلمانوں سے ملا کر رکھنا' اور مظلوم کی دعا سے ڈرتے رہنا' کیونکہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے' اور حضرت ابن عوف رضی اللہ اور حضرت ابن عفان رضی اللہ کے مویشیوں کو (چراگاہ میں نہ جانے دینا) کیونکہ اگر ان کے مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ (اپنے گزارے کے لیے) کھجور کے درختوں اور کھیتوں کی طرف رجوع کر لیں گے اور چند اونٹوں اور چند بکریوں کے مالکوں کو (چراگاہ میں داخل ہونے دینا) کیونکہ اگر ان کے مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ اپنی اولاد کو لے کر میرے پاس آئیں گے' پس وہ کہیں گے: اے امیر المؤمنین! (ہم فقراء اور محتاج ہیں) تیرا باپ نہ رہے! تو کیا میں ان کو چھوڑ دوں گا' پس ان کو (چراگاہ میں) پانی اور گھاس مہیا کرنا سونا اور چاندی دینے سے زیادہ آسان ہے! اور اللہ کی قسم! یہ لوگ گمان کریں گے کہ میں نے ان پر ظلم کیا ہے بے شک یہ ان کا ملک ہے' انہوں نے اس ملک کی حفاظت کے لیے زمانہ جاہلیت میں قتال کیا ہے اور دار الاسلام میں اس پر اسلام قبول کیا ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر وہ اموال (یعنی گھوڑے) نہ ہوتے جن پر میں جہاد میں

Marfat.com

(مجاہدین کو) سوار کرتا ہوں تو میں ان کے ملک میں ایک بالشت کو بھی چراگاہ نہ بناتا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی بستی کے راستے اور اس میں مویشیوں کی چراگاہیں بستی والوں کے حقوق سے ہیں اور سربراہ کے لیے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے سوائے اس صورت کے کہ اس میں کوئی چیز فاضل ہو اور ضرورت سے زائد ہو۔

١٨١ - بَابُ كِتَابَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ — سربراہ ملک کا لوگوں کی مردم شماری کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر ملک کا سربراہ مردم شماری کرے اور اپنے ریکارڈ میں یہ رکھے کہ کتنے ذمی ہیں کتنے مسلمان ہیں اور کتنے مجاہدین ہیں تو یہ جائز ہے۔

٣٠٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبُوْا لِيْ مَنْ تَلَفَّظَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ فَكَتَبْنَا لَهٗ أَلْفًا وَّخَمْسَ مِائَةِ رَجُلٍ فَقُلْنَا نَخَافُ وَنَحْنُ أَلْفٌ وَّخَمْسُ مِائَةٍ فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا ابْتُلِيْنَا حَتّٰى إِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّيْ وَحْدَهٗ وَهُوَ خَائِفٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے روایت بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: میرے لیے یہ لکھو کہ لوگوں میں سے کتنے آدمیوں نے اسلام قبول کیا ہے؟ پس ہم نے آپ کے لیے ایک ہزار اور پانچ سو مرد لکھے پس ہم نے (دل میں) کہا کہ ہم ایک ہزار اور پانچ سو ہیں اور پھر بھی ڈرتے ہیں پس تحقیق یہ ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ہمیں آزمائش میں مبتلا کیا گیا حتیٰ کہ ایک آدمی اکیلے نماز پڑھتے ہوئے ڈرتا تھا۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ فَوَجَدْنَاهُمْ خَمْسَ مِائَةٍ قَالَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ مَا بَيْنَ سِتِّ مِائَةٍ إِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ.

ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از اعمش پس ہم نے ان کو پانچ سو پایا ابو معاویہ نے کہا: چھ سو سے سات سو تک۔

(صحیح مسلم: ١٤٩، الرقم المسلسل: ٢٧١، سنن ابن ماجہ: ٤٠٢٩، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٥ ص ٦٩، مسند البزار: ٢٨٦٨، السنن الکبریٰ: ٨٨٧٥، صحیح ابن حبان: ٦٢٧٣، سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٦٤-٣٦٣، شرح السنۃ: ٢٧٤٤، مسند احمد ج ٥ ص ٣٨٤ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٣٢٦٩، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

مردم شماری کی مختلف روایات میں تطبیق

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت حذیفہ کی روایت میں یہ ہے کہ مردم شماری میں ایک ہزار اور پانچ سو مسلمان تھے اور ابو معاویہ کی روایت میں ہے: چھ سو سے سات سو تک تھے ان روایات کے اندر تعارض ہے اس میں تطبیق کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کئی دفعہ مردم شماری کی گئی ایک بار پانچ سو تھے دوسری بار سات سو تھے اور تیسری بار پندرہ سو تھے۔

٣٠٦١ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عمرو بن دینار از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس اس نے کہا: یا رسول

Marfat.com

كُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَامْرَأَتِي حَاجَّةٌ قَالَ ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ.

اللہ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج پر جا رہی ہے' آپ نے فرمایا: واپس جاؤ! اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۶۲ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ایک مرد کا مجاہدین کی فہرست میں لکھے جانے کا ذکر ہے۔

۱۸۲ - بَابُ إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

بے شک اللہ کسی فاجر مرد سے (بھی) دین کو تقویت دیتا ہے

اس باب کے عنوان میں فاجر کا ذکر ہے اور اس کا معنی ہے: جو شخص گناہوں اور حرام کاموں کو خوشی سے کرے اور اس کا معنی نافرمانی کرنا بھی ہے جیسے دعائے قنوت میں ہے: ''ونترك من يفجرك'' جو تیری نافرمانی کرتا ہے ہم اس کو چھوڑتے ہیں' اور ''فجور'' کا معنی فسق ہے اور فاجر کا معنی فاسق ہے۔

٣٠٦٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) وحَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الَّذِي قُلْتَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَدْ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّارِ قَالَ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ أَنْ يَرْتَابَ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذٰلِكَ إِذْ قِيلَ إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى بِالنَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ.

[اطراف الحدیث: ٤٢٠٣-٤٢٠٤-٦٦٠٦] [صحیح مسلم: ١١١' الرقم المسلسل: ٢٠٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری (ح) اور مجھے محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں موجود تھے تو آپ نے ایک ایسے مرد کے متعلق فرمایا جو اسلام کا مدعی تھا کہ یہ اہلِ دوزخ سے ہے' پھر جب جنگ چھڑ گئی تو اس مرد نے بہت شدید جنگ کی' پس اس کو ایک زخم لگ گیا تو آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! جس مرد کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ یہ اہلِ دوزخ سے ہے' اس نے تو آج بہت زبردست جنگ کی اور وہ مر گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخ کی طرف ہے' راوی نے کہا: پس بعض لوگوں نے شک کرنے کا ارادہ کیا' پس جس وقت وہ اس کیفیت پر تھے تو اچانک بتایا گیا کہ وہ مرا نہیں ہے لیکن اس کو بہت شدید زخم لگا تھا' پس جب رات ہوئی تو وہ اس زخم پر صبر نہیں کر سکا' پس اس نے خودکشی کر لی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جنت میں صرف مسلمان شخص داخل ہوگا اور بے شک اللہ اس دین کی فاجر مرد سے (بھی) تقویت فرماتا ہے۔

اس غزوہ کی تعیین جس میں ایک مرد نے خودکشی کی اور خودکشی کی دو روایتوں میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے۔ امام بخاری نے اس غزوہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ امام ابن اسحاق' امام واقدی اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ غزوۂ اُحد کا واقعہ ہے اور اس مرد کا نام قزمان ہے اور اس کا شمار منافقین میں ہوتا تھا۔ یہ غزوۂ اُحد میں سب سے پیچھے رہ گیا تھا تو عورتوں نے اس کو ملامت کی اور عار دلائی تو پھر یہ جنگ کے لیے روانہ ہوا اور اس نے سات کافروں کو قتل کیا اور یہ زخمی ہو گیا' پھر اس نے خودکشی کر لی' لیکن امام ابن اسحاق وغیرہ پر رَدّ کیا گیا ہے کہ قزمان کا قصہ غزوۂ اُحد میں تھا اور اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے' اور حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کا تعلق غزوۂ خیبر سے تھا جیسا کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ اسی وجہ سے صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس طرح مذکور ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خیبر میں تھے اور یہی بات صحیح ہے کیونکہ یہ دو الگ الگ قصے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بعض لوگوں نے شک کرنے کا ارادہ کیا' یعنی ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق میں شک کرنے کا ارادہ کیا۔

جس شخص نے خودکشی کی تھی آیا وہ کافر تھا یا مسلم فاجر؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے یہ اعلان کرایا کہ جنت میں صرف مسلمان شخص جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق میں شک کیا تھا' اسی وجہ سے اس نے زخمی ہونے کے بعد خودکشی کر لی۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اعلان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں تھا حالانکہ خودکشی کرنے سے کوئی شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاتا بلکہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے باطن پر مطلع تھے اور آپ کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ اس شخص کے باطن میں کفر ہے۔

اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فاجر مرد سے بھی دین کی تقویت عطا فرماتا ہے اور یہاں فاجر سے مراد کافر ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: وہ اہلِ دوزخ سے ہے۔

جنگ میں کفار سے مدد لینے کی دو مختلف روایتوں میں تطبیق

یہ حدیث صحیح مسلم کی اس حدیث سے معارض ہے' جس میں آپ نے فرمایا: ہم مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۱۷' سنن ابوداؤد: ۲۷۳۲' سنن ترمذی: ۱۵۵۸' سنن ابن ماجہ: ۲۸۳۲) میں کہتا ہوں: یہ تعارض نہیں ہے' اس لیے کہ مشرک اور مسلم فاجر میں فرق ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ ہم مشرک سے مدد نہیں لیتے' یہ کسی خاص وقت کے لیے تھا ورنہ آپ نے غزوۂ ہوازن میں صفوان بن امیہ سے مدد لی اور اس سے ایک سو زرہیں اور ہتھیار عاریۃً لیے اور آپ صفوان کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہوازن نے صفوان سے کہا کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ قتال کر رہے ہو حالانکہ تم ان کے دین پر نہیں ہو' تو صفوان نے جواب دیا: بعض قریشی بعض ہوازن سے افضل ہیں اور امام طحاوی نے یہ جواب دیا ہے کہ صفوان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قتال کرنا اس کے اختیار سے تھا اور یہ آپ کے اس ارشاد کے معارض نہیں ہے کہ ہم مشرک سے مدد نہیں لیتے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ صفوان بن امیہ اسلام قبول کر لے گا' اسی وجہ سے آپ نے جنگِ حنین کے دن اس کو مالِ غنیمت سے وافر حصہ دیا' پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا: ہم مشرک سے مدد نہیں لیتے' یہ

Marfat.com

اس مشرک کے متعلق ہے جس کا خاتمہ شرک پر ہو اور صفوان بن امیہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے معلوم تھا کہ بالآخر یہ مسلمان ہو جائیں گے' سو اس سے مدد لینا اُس مشرک سے مدد لینا نہیں ہے' جس کا خاتمہ شرک پر ہو اور اسی وجہ سے علماء نے سلاطین اور سربراہوں کے لیے ان کی حکومت کے دوام کی دعا کرنے کو مستحسن قرار دیا ہے' خواہ ان کے اپنے اعمال ٹھیک نہ ہوں' لیکن کسی نہ کسی طریقے سے اللہ تعالیٰ ان سے دین کا کام لے لیتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲۷۔۴۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۳ - بَابُ مَنْ تَاَمَّرَ فِی الْحَرْبِ مِنْ غَیْرِ اِمْرَةٍ اِذَا خَافَ الْعَدُوَّ

جو شخص جنگ میں از خود امیر بن جائے جب اسے دشمن سے خطرہ ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو مجاہدین کا امیر نہ بنایا جائے اور جنگ کے دوران وہ از خود امیر بننے میں مصلحت سمجھے تو اس کا امیر بننا جائز ہے۔

۳۰۶۳ - حَدَّثَنَا یَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَیَّةَ عَنْ اَیُّوبَ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَةَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ مِنْ غَیْرِ اِمْرَةٍ فَفُتِحَ عَلَیْهِ وَمَا یَسُرُّنِیْ اَوْ قَالَ مَا یَسُرُّهُمْ اَنَّهُمْ عِنْدَنَا وَقَالَ وَاِنَّ عَیْنَیْهِ لَتَذْرِفَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ہلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: زید نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر جعفر نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے پھر عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر کسی کے امیر بنانے کے بغیر خالد بن ولید نے جھنڈا لیا تو ان کو فتح عطا کی گئی اور مجھے اس سے خوشی نہیں ہے' یا فرمایا: انہیں اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ وہ ہمارے پاس ہوتے' راوی نے کہا: جب آپ یہ فرمار ہے تھے تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت خالد بن ولید کو غزوۂ موتہ میں کسی نے امیر نہیں بنایا تھا' وہ از خود اپنے ہاتھ میں جھنڈا لے کر امیر بنے تھے۔

غزوۂ موتہ کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غزوۂ موتہ کا ذکر ہے' عنقریب کتاب المغازی میں اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔

غزوۂ موتہ جمادی الاولیٰ آٹھ ہجری میں ہوا تھا' علامہ واقدی نے زہری کی روایت سے اس کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عمیر غفاری کو پندرہ مردوں کے ساتھ روانہ کیا تھا کہ وہ شام کے علاقہ ذات الملاح میں گئے' یہ جگہ البلقاء سے ایک رات کی مسافت پر ہے' وہاں پر انہوں نے بنو قضاعہ کی ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا' انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی' ان لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور ان صحابہ پر تیر برسانے شروع کر دیئے' یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ان سے شدید قتال کیا' پس وہ شہید ہو گئے' ان میں سے ایک زخمی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے ان

شہداء کا انتقام لینے کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین ہزار صحابہ کا ایک لشکر روانہ کیا اور فرمایا: اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے' اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے' سو یہ لوگ روانہ ہوئے حتیٰ کہ سرزمین شام میں معان کے مقام پر ٹھہرے' پھر ان کو یہ خبر پہنچی کہ ھرقل ایک لاکھ شامیوں کے ساتھ سرزمین البلقاء میں مآب کے مقام پر ٹھہرا ہے اور مختلف شہروں سے مزید ایک لاکھ فوجیں اس کے ساتھ شامل ہو گئی ہیں' جب یہ خبر مسلمانوں کو پہنچی تو وہ دو راتوں تک معان کے مقام پر ان کا انتظار کرتے رہے اور انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکتوب روانہ کرتے ہیں اور آپ کو بتاتے ہیں کہ ہماری کتنی تعداد ہے اور ہمارے مقابلہ میں دشمن کی کتنی تعداد ہے' پس یا تو آپ ہماری مدد کے لیے کمک روانہ فرمائیں گے یا پھر اس صورتِ حال کے مطابق آپ جو بھی حکم دیں گے ہم اس پر عمل کریں گے' راوی نے کہا: پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے مسلمانوں کی ہمت بڑھائی اور کہا: اے لوگو! کیا تم اس مقصد کو ناپسند کر رہے ہو جس کے لیے تم روانہ ہوئے تھے تم تو شہادت کے طلب گار تھے' اور ہم تعداد اور قوت کی بنیاد پر جنگ نہیں کرتے' ہم تو صرف اس دین کی سربلندی کے لیے قتال کرتے ہیں' پس آگے بڑھو اور تمہیں دو چیزوں میں سے ایک چیز حاصل ہوگی' یا کفار کے خلاف غلبہ حاصل ہوگا یا شہادت حاصل ہوگی' پھر مسلمان آگے روانہ ہوئے حتیٰ کہ البلقاء میں پہنچ گئے جہاں ھرقل اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا' پھر البلقاء کا ایک گاؤں جس کا نام مُوتہ تھا وہاں ان کا مقابلہ ہوا اور جنگ ہوئی' پس حضرت زید بن حارثہ شہید ہو گئے' پھر حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا پکڑ کر لڑنا شروع کیا' حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے' علامہ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت جعفر نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا ہوا تھا وہ ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا' وہ ہاتھ بھی کٹ گیا تو انہوں نے دونوں بازوؤں کو جوڑ کر جھنڈا تھاما اور پھر وہ شہید ہو گئے' اس وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی' اللہ تعالیٰ نے ان دو ہاتھوں کے عوض جنت میں ان کو دو بازو عطا فرمائے اور وہ جنت میں جہاں چاہتے تھے' اُڑتے پھرتے تھے' پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لے لیا' پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے' پھر حضرت ثابت بن اقرم نے جھنڈا لے لیا اور کہا: اے مسلمانو! تم کسی ایک شخص کی قیادت پر متفق ہو جاؤ' مسلمانوں نے کہا: آپ ہی قیادت کریں' تو انہوں نے کہا: میں قیادت نہیں کروں گا' پھر مسلمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت پر متفق ہو گئے' علامہ واقدی نے بیان کیا کہ جب حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا لے لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب جنگ کی بھٹی بھڑک اُٹھی ہے' پس اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی اور مسلمان غالب ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲۸۔ ۴۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۴ - بَابُ الْعَوْنِ بِالْمَدَدِ لشکر کی مدد کے لیے فوج روانہ کرنا

اس باب کے عنوان میں مدد کا لفظ ہے' لغت میں اس کا معنی ہے: جس چیز سے کسی کی مدد کی جائے' اور یہاں اس سے مراد ہے: جہاد میں مسلمانوں کے لیے کمک روانہ کرنا۔

۳۰۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَسَهْلُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ رِعْلٌ وَذَكْوَانُ وَعُصَيَّةُ وَبَنُو لِحْيَانَ فَزَعَمُوا أَنَّهُمْ قَدْ أَسْلَمُوا وَاسْتَمَدُّوهُ عَلَى قَوْمِهِمْ فَأَمَدَّهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعِينَ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی اور سہل بن یوسف نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان آئے' پس انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ اسلام لا چکے ہیں اور انہوں نے اپنی قوم کے خلاف مدد طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر (۷۰) انصار کو ان کی مدد کے لیے

Marfat.com

الْاَنْصَارِ قَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُسَمِّيْهِمُ الْقُرَّاءَ يَحْطِبُوْنَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّوْنَ بِاللَّيْلِ فَانْطَلَقُوْا بِهِمْ حَتّٰى بَلَغُوْا بِئْرَ مَعُوْنَةَ غَدَرُوْا بِهِمْ وَقَتَلُوْهُمْ فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبَنِىْ لِحْيَانَ قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّهُمْ قَرَءُوْا بِهِمْ قُرْاٰنًا اَلَا بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِىَ عَنَّا وَاَرْضَانَا ثُمَّ رُفِعَ ذٰلِكَ بَعْدُ.

روانہ کیا' حضرت انس نے بتایا: ہم ان کو قُرّاء (قرآن مجید پڑھنے والے) کہتے تھے' وہ دن میں لکڑیاں لاتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے' وہ ان کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بئر معونہ پر پہنچ گئے' وہاں مشرکین نے ان کو دھوکا دیا اور ان کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ رعل اور ذکوان اور بنو لحیان کے خلاف دعا کرتے رہے۔ قتادہ نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (ان شہداء کے متعلق) وہ قرآن مجید میں یہ آیت پڑھتے رہے: سنو! ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔ پھر اس کے بعد اس آیت کو اٹھا لیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ رعل اور ذکوان وغیرہ نے اپنی قوم کے خلاف مدد طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر انصار کو ان کی مدد کے لیے بھیج دیا۔

منسوخ التلاوت کا معنی

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ایک آیت کے منسوخ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اور نسخ تکذیب نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ فقط اس آیت کی تلاوت اٹھا لی گئی تھی' جیسا کہ احکام کے منسوخ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس حکم پر عمل کو ترک کر دیا جاتا ہے' پھر بعض اوقات اس حکم کے عوض کسی اور حکم کو لایا جاتا ہے اور بعض اوقات اس حکم کے عوض کوئی اور حکم نہیں لایا جاتا۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٤٢٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٨٥ - بَابُ مَنْ غَلَبَ الْعَدُوَّ فَاَقَامَ عَلٰى عَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا

جو شخص دشمن پر فتح پانے کے بعد تین دن تک اس کی جگہ میں رہا

اس باب کے عنوان میں "العرصة" کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: ایسی کھلی جگہ جس پر کوئی تعمیر نہ کی گئی ہو۔

٣٠٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِىْ طَلْحَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلٰثَ لَيَالٍ تَابَعَهُ مُعَاذٌ وَّعَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ٣٩٧٦] (صحیح مسلم: ٢٨٧٥' الرقم المسلسل:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا از حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب آپ کسی قوم پر غلبہ پا لیتے تو اس کی سرزمین میں تین راتوں تک رہتے۔ معاذ اور عبدالاعلیٰ نے سعید کی متابعت کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس از حضرت ابوطلحہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

۱۱۸ے سنن ابوداؤد:۲۶۹۵، سنن ترمذی:۱۵۵۶)

دشمن کی سرزمین میں تین دن تک قیام کرنے کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن کی سرزمین میں جو تین دن تک قیام کرتے تھے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے: آپ اس لیے وہاں تین دن تک قیام فرماتے تھے تاکہ آپ کی فتح کے آثار کا اظہار ہو اور آپ احکام نافذ فرمائیں گویا آپ یوں فرماتے تھے کہ ہم یہاں پر مقیم ہیں اگر تم میں طاقت ہے تو ہم پر جوابی حملہ کرو اور اپنا علاقہ واپس لے لو۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ تین دن اس لیے قیام فرماتے تھے کہ مسافر کے سفر کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن ہے اس لیے کہ چار دن کے بعد اقامت کا حکم ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کوئی شخص حج کے احکام پر عمل کرنے کے بعد تین دن سے زیادہ نہ رہے اور اس لیے کہ ان تین دنوں میں مال غنیمت تقسیم کر لیا جائے اور سواریوں کو آرام مل جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۳۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ رَافِعٌ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَأَصَبْنَا غَنَمًا وَّإِبِلًا فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ.

اور رافع نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذی الحلیفہ میں تھے تو ہم نے بکریاں اور اونٹ حاصل کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول صحیح البخاری:۲۴۸۸ میں مذکور ہے۔

۱۸۶ - بَابُ مَنْ قَسَمَ الْغَنِيمَةَ فِي غَزْوِهِ وَسَفَرِهِ

جس نے اپنے غزوہ میں اور سفر میں غنیمت کو تقسیم کیا

وَقَالَ رَافِعٌ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَأَصَبْنَا غَنَمًا وَّإِبِلًا فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ.

اور رافع نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذوالحلیفہ میں تھے تو ہم نے بکریوں اور اونٹوں کو پایا پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔

۳۰۶۶ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسًا أَخْبَرَهُ قَالَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجعرانہ سے عمرہ کیا جہاں پر غزوۂ حنین کی غنیمتوں کو تقسیم کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۱۷۷۸ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ یہ بیان کریں کہ سفر میں کسی غزوہ کا مال غنیمت تقسیم کرنا جائز ہے۔ اس کے بعض دیگر مسائل لکھے جا رہے ہیں:

Marfat.com

فقہاء احناف کے نزدیک دار الحرب میں مالِ غنیمت کی تقسیم جائز نہیں' اس پر حافظ ابن حجر اور علامہ المہلب کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے فقہائے احناف کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ مالِ غنیمت کو دار الحرب میں تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ جب تک مالِ غنیمت پر غلبہ حاصل نہ ہو' اس وقت تک اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی اور غلبہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب مالِ غنیمت کو دار الاسلام میں محفوظ کر لیا جائے اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ یہ معاملہ امام کی نظر اور اس کے اجتہاد کی طرف راجع ہے اور جب مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھوں میں محفوظ ہو جائے اس وقت غلبہ مکمل ہو جاتا ہے' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کفار اس وقت کوئی غلام آزاد کریں تو ان کا یہ آزاد کرنا نافذ نہیں ہوگا' اور اگر حربی کا غلام اسلام قبول کر لے اور مسلمانوں سے مل جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۶۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ رد مردود ہے' اس لیے کہ اس باب میں دو حدیثیں ہیں' اور ان میں سے کوئی حدیث بھی اس پر نہیں دلالت کرتی کہ مالِ غنیمت کی تقسیم دار الحرب میں ہوئی تھی' رہی حضرت رافع کی حدیث تو وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ تقسیم ذی الحلیفہ میں ہوئی تھی' اور رہی حضرت انس کی حدیث تو وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ تقسیم جعرانہ میں ہوئی تھی اور ذوالحلیفہ اور جعرانہ دونوں دار الاسلام میں ہیں' پس حقیقت میں یہ دونوں حدیثیں فقہاء احناف کی دلیل ہیں اور اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مالِ غنیمت کو تقسیم کرنا صرف دار الاسلام میں جائز ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ یہ تقسیم امام کی نظر اور اس کے اجتہاد پر موقوف ہے۔ امام جہاں پر لوگوں کی ضرورت محسوس کرے گا وہیں پر مالِ غنیمت کو تقسیم کرے گا' اور اگر وہ دیکھے کہ مسلمان مستغنی ہیں اور علاقے میں امن نہیں ہے تو پھر مالِ غنیمت کو مؤخر کرے گا۔ اور جن لوگوں نے دار الحرب میں مالِ غنیمت کی تقسیم کو جائز قرار دیا ہے' وہ امام مالک' امام اوزاعی' امام شافعی اور ابو ثور ہیں' اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ مالِ غنیمت کو صرف دار الاسلام میں تقسیم کیا جائے گا اور صحیح قول ان کا ہے جو دار الحرب میں مالِ غنیمت کی تقسیم کو جائز قرار دیتے ہیں' اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا' یہ کوئی امر لازم نہیں ہے' اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب گوشت کی جنس مختلف ہو تو اس کو کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۳۷-۲۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ المہلب کی یہ شرح صحیح نہیں ہے اور جس دلیل سے علامہ عینی نے علامہ ابن حجر کا رد کیا ہے' اسی دلیل سے علامہ المہلب کا بھی رد ہو رہا ہے۔

۱۸۷ - بَابٌ إِذَا غَنِمَ الْمُشْرِكُونَ مَالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَهُ الْمُسْلِمُ

جب مشرکین کسی مسلمان کا مال لوٹ لیں' پھر وہ مسلمان اسی مال کو پا لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل حرب مسلمان کا مال لوٹ لیں' پھر جب مسلمانوں کا ان حربیوں پر غلبہ ہو جائے اور وہ مسلمان بعینہ اپنے مال کو پا لے تو آیا وہ اپنے اس مال کو بعینہ لینے کا حق دار ہے یا اس کے اس مال کو بھی مالِ غنیمت میں شمار کیا جائے

گا؟ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے اس لیے امام بخاری نے عنوان میں اس کا جواب ذکر نہیں کیا' ہم اس اختلاف کا ان شاء اللہ اس حدیث کی شرح میں ذکر کریں گے۔

۳۰۶۷- قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَأَخَذَهُ الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِالرُّومِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۳۰۶۸-۳۰۶۹]

(سنن ابوداؤد: ۲۶۹۹' سنن ابن ماجہ: ۲۸۴۷)

ابن نمیر نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا ایک گھوڑا بھاگ گیا تھا' پس اس کو دشمن نے پکڑ لیا' پھر مسلمانوں نے اس پر غلبہ پالیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس پر غلبہ پالیا گیا اور ان کا ایک غلام بھاگ کر روم (شام) میں چلا گیا' پھر مسلمانوں نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا تو حضرت خالد بن ولید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کو وہ غلام واپس کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ابن نمیر کا ذکر ہے' ان کا پورا نام عبداللہ بن نمیر الہمد انی الکوفی ہے' انہوں نے یہ حدیث عبید اللہ سے روایت کی ہے' ان کا پورا نام عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب القرشی ہے' یہ حدیث تعلیق ہے کیونکہ امام بخاری نے اس کا ابن نمیر سے سماع نہیں کیا کیونکہ ابن نمیر ۱۹۹ھ میں فوت ہوئے تھے اور امام بخاری ۱۹۶ھ میں پیدا ہوئے تھے' امام ابوداؤد نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابوداؤد: ۲۶۹۹) باقی رہے نافع اور حضرت ابن عمر تو ان کا تذکرہ پہلے کئی بار کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳)

حدیث مذکور کے متعلق امام بخاری کا مؤقف

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس گھوڑے کو دشمن نے پکڑ لیا' یعنی کسی حربی کافر نے اس گھوڑے کو پکڑ لیا اور حربی کافر غلبہ سے کسی مسلمان کے مال پر قبضہ کر لیں تو وہ اس کے مالک نہیں ہوتے اور مسلمان مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اور اس کے بعد بھی اپنے اس مال کو لے سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں اس کا وقوع ہوا' جب کہ اس زمانہ میں صحابہ بہت زیادہ تھے اور انہوں نے اس پر انکار نہیں کیا' یہ اس مسئلہ پر استدلال کرنے کے لیے کافی ہے۔

اگر کافر مسلمان کے کسی مال پر قبضہ کر لیں تو مسلمان فتح کے بعد آیا اس مال کو لے سکتے ہیں یا نہیں؟---

اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ

- حضرت علی رضی اللہ عنہ' زہری' حسن بصری اور عمرو بن دینار نے کہا ہے کہ اس مسلمان کو وہ مال نہیں لوٹایا جائے گا' مال غنیمت سے پہلے اور نہ اس کے بعد اور وہ مال لشکر کے لیے ہوگا۔

امام ابوحنیفہ' ثوری' اوزاعی اور امام مالک نے کہا ہے کہ اگر اس مسلمان نے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے یہ جان لیا کہ یہ اس کا مال ہے تو وہ بغیر معاوضہ کے اس مال کو لے سکتا ہے اور اگر اس مسلمان نے مال غنیمت کی تقسیم کے بعد اس مال کو پایا تو وہ قیمت کے عوض اس مال کو لے سکتا ہے' اور یہ حضرت عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما اور ابن المسیب' عطاء' قاسم اور عروہ کا قول ہے' اور ان کی دلیل

Marfat.com

درج ذیل احادیث ہیں:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے اس اونٹ کو پالیا جس پر مشرکین نے قبضہ کرلیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: اگر تم نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس کو پالیا تو وہ تمہارا ہے اور اگر تم نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد اس کو پایا ہے تو تم اس کو قیمت کے عوض لے سکتے ہو۔ (سنن ابوداؤد)

مجھے سنن ابوداؤد میں یہ حدیث نہیں ملی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

امام ابوحنیفہ کے موقف پر حضرت عمر کے ارشاد سے استدلال

قبیصہ بن ذویب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس چیز پر مشرکین نے قبضہ کرلیا' پھر اس کو مسلمانوں نے پالیا اور اس کے مالک نے اس کو پہچان لیا' اگر اس نے اس چیز کو مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے پایا ہے تو وہ چیز اس کی ہے اور اگر اس کی تقسیم ہوچکی ہے تو پھر اس میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار: ٥١٦٤۔ ج ٣ ص ١٧٦' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا غلام دشمن کی طرف بھاگ گیا اور مسلمانوں نے اس پر غلبہ پالیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس غلام کو واپس کردیا اور اس وقت (مالِ غنیمت) تقسیم نہیں ہوا تھا۔ (شرح معانی الآثار: ٥١٦٨' مسند احمد ج ٤ ص ٤٣٢۔ ٤٢٨۔ ج ٥ ص ١٢)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا گھوڑا دشمن کے علاقے میں چلا گیا' بعد میں مسلمانوں نے اس گھوڑے کو پالیا تو مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر نے اس کو لے لیا۔ (شرح معانی الآثار: ٥١٧١۔ ج ٣ ص ١٧٧)

امام طحاوی نے قبیصہ بن ذویب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو اثر روایت کیا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قبیصہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا' علامہ عینی نے اس اعتراض کے جواب میں کہا ہے کہ پھر یہ حدیث مرسل ہوئی اور ہمارے مخالفین کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤۔ ٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٠٦٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ عَبْدًا لِّابْنِ عُمَرَ أَبَقَ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَرَدَّهُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَأَنَّ فَرَسًا لِّابْنِ عُمَرَ عَارَ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِ فَرَدَّهُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا غلام بھاگ گیا اور روم (شام) کے کافروں سے مل گیا' پھر بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس پر غلبہ پالیا تو انہوں نے وہ غلام حضرت عبداللہ بن عمر کو واپس کردیا اور حضرت ابن عمر کا گھوڑا شام میں پہنچ گیا' حضرت خالد نے جب شام کو فتح کیا تو انہوں نے وہ گھوڑا حضرت ابن عمر کو واپس کردیا۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَارَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْعَيْرِ وَهُوَ حِمَارٌ وَّحْشٍ أَيْ هَرَبَ.

امام ابوعبداللہ نے کہا: (اس حدیث میں "عار" کا لفظ ہے) اور یہ "عیر" سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: جنگلی گدھا' یعنی وہ بھاگ گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٦٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٠٦٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث

Marfat.com

عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ عَلٰى فَرَسٍ يَوْمَ لَقِيَ الْمُسْلِمُوْنَ وَ اَمِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعَثَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ فَاَخَذَهُ الْعَدُوُّ فَلَمَّا هُزِمَ الْعَدُوُّ رَدَّ خَالِدٌ فَرَسَهٗ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن مسلمانوں کے لشکر (کا شامیوں سے مقابلہ ہوا) اس دن مسلمانوں کے (لشکر کے) امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تھے جن کو حضرت ابوبکر نے بھیجا تھا' پھر اس گھوڑے کو دشمن نے پکڑ لیا' پھر جب دشمن کو شکست ہوگئی تو حضرت خالد نے ان کا گھوڑا واپس کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٦٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری مختلف سندوں کے ساتھ اس حدیث کی بار بار روایت کر رہے ہیں کیونکہ ان کے زعم میں یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف ہے کیونکہ ان کے زعم میں اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مسلمان کے مال پر کافر قابض ہو جائے تو مسلمان کو اس کا مال واپس دیا جائے گا لیکن ان کا یہ زعم صحیح نہیں ہے کیونکہ ان تین حدیثوں میں سے کسی حدیث میں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد حضرت ابن عمر کو ان کا گھوڑا یا ان کا غلام واپس دیا گیا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک حضرت ابن عمر کو ان کا گھوڑا یا غلام مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے دیا گیا تھا' لہٰذا یہ احادیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت نہیں ہیں اور اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ کے اس اثر سے ہوتی ہے جس کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔

١٨٨ - بَابُ مَنْ تَكَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَالرَّطَانَةِ

فارسی یا کسی غیر عربی زبان میں کلام کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فارسی یا غیر عربی زبان میں کلام کرنا جائز ہے' اس باب کے عنوان میں ''الرطانة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: عجمی زبان میں کلام کرنا۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ﴾ (الروم:٢٢)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری زبانوں کا اور تمہارے رنگوں کا اختلاف۔ (الروم:٢٢)

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ﴾ (ابراهيم:٤).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا ہے۔ (ابراہیم:٤)

الروم:٢٢ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا ہے اور تمہاری زبانوں کا اختلاف' یعنی تمہاری لغات کا اور کلام کی مختلف جنسوں اور شکلوں کا' اور تمام لغات کے اختلاف کی اصل حضرت ہود سے تھی' اللہ تعالیٰ نے ہر فریق کی زبان پر وہ لغت جاری کی جس سے وہ رات دن کلام کرتا ہے' نیز فرمایا: اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے' کیونکہ اگر سب کے رنگ ایک جیسے ہوتے اور سب کی شکلیں ایک جیسی ہوتیں تو بہت تجاہل اور التباس واقع ہوتا اور بہت ساری مصلحتیں فوت ہو جاتیں اور ابراہیم:٤ میں فرمایا: اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا ہے تاکہ وہ انہیں واضح طور پر اللہ کا پیغام پہنچا دے' پھر اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ بہت غالب اور حکمت والا ہے اور امام بخاری نے اس آیت کو ذکر کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام زبانوں کو پہچانتے تھے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امتوں کی طرف بھیجا گیا تھا حالانکہ ان کی زبانیں مختلف تھیں' پس تمام امتیں آپ کی رسالت کے عموم کے اعتبار سے آپ کی قوم ہیں' پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ان کی زبانوں کو پہچانتے ہوں تاکہ آپ ان کی بات سمجھ سکیں اور وہ آپ کی بات سمجھ سکیں' اور آپ کی

Marfat.com

رسالت کے عموم کی دلیل یہ آیت ہے:

قُلْ يَآيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا. آپ کہیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ (الاعراف:١٥٨)

بلکہ آپ تمام جنات اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ان سب کی زبانیں مختلف ہیں۔

٣٠٧٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْيَانَ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَّنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ.

[اطراف الحدیث:٤١٠١-٤١٠٢] (صحیح مسلم:٢٠٣٩، الرقم المسلسل:٥٢٠٩، سنن ترمذی:٣٦٣٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے اپنی بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور چار کلوگرام جو کو پیسا ہے سو آپ اور چند مرد آئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند فرمایا: اے اہلِ خندق! بے شک جابر نے طعام تیار کیا ہے پس تم سب لوگ کھانے کے لیے آؤ۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عمرو بن علی بن بحر ابوحفص الباہلی البصری الصیرفی (٢) ابوعاصم الضحاک بن مخلد النبیل البصری (٣) حنظلہ بن ابوسفیان الجمحی القرشی یہ اہلِ مکہ سے ہیں اور ابوحنظلہ کا نام ہے: الاسود بن عبدالرحمان (٤) سعید بن میناء ابوالولید المکی (٥) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٦)

اس حدیث میں "سوْر" کا لفظ ہے یہ اس طعام کو کہتے ہیں جس کی دعوت دی جائے۔ دوسرا معنی ہے: مطلقاً طعام اور یہ فارسی کا لفظ ہے ایک قول یہ ہے کہ "السوْر" کا معنی ہے: ولیمہ اور یہ بھی فارسی کا لفظ ہے ایک قول یہ ہے کہ "السوْر" حبشی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے: طعام لیکن عرب اس سے کلام کرنے لگے تو اب یہ عربی زبان میں داخل ہو گیا اور ایک لفظ "سؤر" ہمزہ سے ہے اس کا معنی ہے: کھانے اور پانی کا باقی ماندہ حصہ۔

اس میں "بُهیمه" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چھوٹا سا جانور اور ابن فارس نے کہا: اس کا معنی ہے: بکری کا بچہ۔

اس حدیث میں ہے: "فحی هلابکم" اس کا معنی ہے: پس تم کو دعوت دیتا ہوں یا تم جلدی جلدی آؤ۔

٣٠٧١ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَتْ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَبِیْ وَعَلَیَّ قَمِيْصٌ اَصْفَرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَنَهْ سَنَهْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَهِیَ بِالْحَبَشِيَّةِ حَسَنَةٌ قَالَتْ فَذَهَبْتُ اَلْعَبُ بِخَاتَمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از خالد بن سعید از والد خود از ام خالد بنت خالد بن سعید وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے والد کے ساتھ آئی اور مجھ پر زرد رنگ کی قمیص تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سَنَه، سَنَه"۔ عبداللہ نے کہا: حبشی زبان میں اس کا معنی ہے: خوب صورت۔ اُم

النُّبُوَّةِ فَزَبَرَنِی اَبِی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْلِیْ وَاَخْلِقِیْ ثُمَّ اَبْلِیْ وَاَخْلِقِیْ ثُمَّ اَبْلِیْ وَاَخْلِقِیْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَقِيَتْ حَتّٰى ذَكَنَ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۷۴-۵۸۲۳-۵۸۴۵-۵۹۹۳]

خالد نے کہا: پس میں جا کر مُہرِ نبوت سے کھیلنے لگی' پس میرے والد نے مجھے ڈانٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو رہنے دو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تم اس قمیص کو) پرانا ہونے اور پھٹنے تک پہنو' پرانا ہونے تک پہنو اور پھٹنے تک پہنو' پرانا ہونے تک پہنو اور پھٹنے تک پہنو۔ عبداللہ نے کہا: پھر وہ قمیص اتنا عرصہ باقی رہی کہ ایک زمانہ تک اُس کا تذکرہ ہوتا رہا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حبان بن موسیٰ ابو محمد السلمی المروزی (۲) عبداللہ بن المبارۃ المروزی (۳) خالد بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص' یہ اسحاق بن سعید القرشی الاموی کے بھائی ہیں اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے' اور ان سے امام بخاری نے اس حدیث کو کئی مرتبہ روایت کیا ہے (۴) ان کے والد جن کا نام سعید ہے (۵) اُم خالد' ان کا نام امۃ بنت خالد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۷)

زرد رنگ کی قمیص پہننے کا جواز' والدین کے سامنے بچوں کو کھیلنے دینا' غیر عربی زبان میں بات کرنا اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں زرد رنگ کی قمیص پہننے کا جواز ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم خالد کے والد پر اس قمیص کی وجہ سے انکار نہیں کیا۔

اور اس حدیث میں بچوں کو کھیلنے کی اجازت دینا ہے خواہ بچے اپنے والدین کے سامنے کھیلیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلقِ عظیم ہے۔

اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو نیا لباس پہنے' اس کو یہ دعا دی جائے کہ تم اس کو پرانا ہونے اور پھٹنے تک پہنو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سَنَہ' سَنَہ'' حبشی زبان میں اس کا معنی ہے: خوب صورت' اس کا مطلب ہوا کہ غیر عربی زبان میں کلام کرنا بھی جائز ہے' البتہ جب حاضرین میں سے کوئی اس کو نہ سمجھتا ہو تو پھر اس زبان میں نہیں کلام کرنا چاہیے۔

۳۰۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ اَخَذَ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِی فِيْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ كَخْ كَخْ اَمَا تَعْرِفُ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فارسی زبان میں فرمایا: ''کخ کخ'' کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فارسی زبان میں بولنے کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں ''کخ کخ'' کا لفظ ہے' یہ وہ کلمہ ہے جو بچوں کو ناپسندیدہ

Marfat.com

کام سے روکنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔اس کا معنی ہے: اس کو چھوڑ دو اور پھینک دو۔

١٨٩ - بَابُ الْغُلُوْلِ — خیانت کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خیانت کرنا حرام ہے علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس باب میں خاص خیانت مراد ہے یعنی مالِ غنیمت میں خیانت کرنا۔

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ''الغلول'' کا معنی ہے: مالِ غنیمت میں خیانت کرنا' اور مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے سے پہلے اس میں سے کچھ چوری کر لینا۔اور جس نے بھی کسی چیز میں پوشیدہ طریقے سے کچھ خیانت کی' اس کے متعلق''غَلَّ'' کہا جاتا ہے اور اس کا نام ''غلول'' اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں قیامت کے دن ہتھکڑی ڈالی ہوئی ہوگی۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (آل عمران:١٦١).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو خیانت کرے گا (وہ قیامت کے دن) اس چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی تھی۔ (آل عمران:١٦١)

یہ پوری آیت اس طرح سے ہے:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ○ (آل عمران:١٦١)

اور نبی کی شان کے لائق نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا وہ خیانت کردہ چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا' پھر ہر شخص کو اُس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے دن ایک سرخ چادر گم ہو گئی تو لوگوں نے کہا: شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کو لیا ہو تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیانت سے برأت کے لیے یہ آیت ارشاد فرمائی۔

(سنن ترمذی:٣٠٠٩' تفسیر امام ابن ابی حاتم:٤٤٢٩-ج ٣ ص ٨٠٣' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ'١٤١٧ھ)

اس آیت میں خیانت کی تمام وجوہ اور اقسام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنزیہ اور برأت بیان کی گئی ہے۔

٣٠٧٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اَبِي حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهٗ وَعَظَّمَ اَمْرَهٗ قَالَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَهَا حَمْحَمَةٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ بَعِيْرٌ لَهٗ رُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی حیان' انہوں نے کہا: مجھے ابوزرعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے' پھر آپ نے خیانت کا ذکر کیا اور آپ نے بتایا کہ خیانت کرنا بہت سنگین جرم ہے' فرمایا: میں قیامت کے دن تم میں سے کسی کو اس حال پر نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو اور وہ ممیارہی ہو اور اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو اور وہ ہنہنا رہا ہو' وہ شخص کہے گا: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے! پس میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں' میں تم کو پوری تبلیغ کر چکا ہوں'

Marfat.com

قَدْ اَبْلَغْتُكَ اَوْ عَلٰى رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِىْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَ قَالَ اَيُّوْبُ عَنْ اَبِىْ حَيَّانَ فَرَسٌ لَّهٗ حَمْحَمَةٌ.

اور ایک شخص کی گردن پر اونٹ سوار ہو اور وہ بلبلا رہا ہو اور وہ شخص کہے گا: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے! پس میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تم کو پوری تبلیغ کر چکا ہوں' اور ایک شخص کی گردن کے اوپر سونے اور چاندی کا ڈھیر ہوگا' پس وہ شخص کہے گا: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے! پس میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تمہیں پوری تبلیغ کر چکا ہوں' یا ایک شخص کی گردن کے اوپر کپڑوں کا ڈھیر ہوگا جو اس کی گردن کو جھکا رہا ہوگا' وہ کہے گا: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے! پس میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تمہیں پوری طرح تبلیغ کر چکا ہوں اور ایوب نے کہا: ابوحیان سے روایت ہے کہ اس کا گھوڑا ہنہنا رہا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۰۲ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں خیانت کا ذکر ہے۔

خیانت کی مذمت میں دیگر احادیث

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال فے سے ایک بال اٹھا کر فرمایا: میرے لیے اس مال سے اس بال کے برابر بھی لینا جائز نہیں ہے اور میرے لیے بھی اتنا ہی جائز ہے جتنا تمہارے لیے جائز ہے' ماسوا خمس کے اور وہ بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جائے گا' پس تم دھاگے اور سوئی یا اس سے بھی کم کوئی چیز ہو تو اس کو ادا کر دو اور خیانت کرنے سے بچو کیونکہ یہ (دنیا میں) عار ہے اور قیامت کے دن خیانت کرنے والے کے لیے آگ اور بے عزتی ہوگی۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸۔ ۱۲۷' مسند البزار: ۱۷۳۴' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۵۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ اپنے فلاں غلام کی گواہی دیجئے' آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں! میں نے اس کے اوپر وہ چادر دیکھی ہے جو اس نے فلاں دن خیانت سے لی تھی۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۰۔ ۱۵۱' مسند ابویعلیٰ: ۴۳۲۸)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلا اور بقیع الغرقد تک پہنچا' آپ نے میری طرف مڑ کر فرمایا: کیا تم وہ آواز سن رہے ہو جس کو میں سن رہا ہوں' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! میں نہیں سن رہا' آپ نے فرمایا: فلاں بن فلاں کو خیبر کے دن ایک تہبند میں خیانت کرنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

(مسند البزار: ۱۷۳۵' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں غسان بن عبید نام کا ضعیف راوی ہے' امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس سند کے باقی راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۲۸)

۱۹۰ - بَابُ الْقَلِيْلِ مِنَ الْغُلُوْلِ — تھوڑی سی خیانت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تھوڑی سی خیانت کرنے کا کیا حکم ہے' آیا وہ زیادہ خیانت کرنے کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اور

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ قلیل خیانت بھی کثیر خیانت کرنے کے حکم میں ہے۔

وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ حَرَّقَ مَتَاعَهُ وَهٰذَا اَصَحُّ.

اور حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنی روایت میں یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی ﷺ نے خیانت کرنے والے کا سامان جلا دیا تھا اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ بعض احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے خیانت کرنے والے کا سامان جلانے کا حکم دیا ہے وہ روایات صحیح نہیں ہیں' ان کے مقابلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت زیادہ صحیح ہے جس میں سامان جلانے کا ذکر نہیں ہے' سامان جلانے والی روایات درج ذیل ہیں:

امام ابوداؤد نے کہا: ابوواقد نے بیان کیا کہ میں مسلمہ کے ساتھ شام کے علاقہ میں داخل ہوا' وہاں ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے خیانت کی تھی' ابوواقد نے سالم سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے' وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم اس شخص کو پاؤ جس نے خیانت کی ہو تو تم اس کا سامان جلا دو اور اس کو مار لگاؤ' انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کے سامان میں مصحف کو پایا تو انہوں نے سالم سے اس مصحف کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اس مصحف کو فروخت کر دو اور اس کی قیمت کو صدقہ کر دو۔

(سنن ابوداؤد: ٢٧١٣' سنن ترمذی: ١٤٦١' سنن بیہقی ج ٩ ص ١٠٣' المستدرک ج ٢ ص ١٢٨' مشکوٰۃ: ٣٦٣٣' کنز العمال: ١١٠٧٤)

صالح بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ہم الولید بن ہشام کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے اور ہمارے ساتھ سالم بن عبداللہ بن عمر بھی تھے اور عمر بن عبدالعزیز بھی تھے' پس ایک شخص نے کچھ سامان چرا لیا تو ولید نے حکم دیا کہ اس کا سامان چرا لیا جائے اور اس کو طواف کرایا گیا اور مالِ غنیمت سے اس کو اس کا حصہ نہیں دیا گیا۔

امام ابوداؤد نے کہا: یہ دونوں حدیثوں میں سے زیادہ صحیح حدیث ہے اور متعدد لوگوں سے روایت ہے کہ الولید بن ہشام نے زیاد بن سعد کا پالان جلا دیا جس نے خیانت کی تھی اور اس کو مار لگائی۔ (سنن ابوداؤد: ٢٧١٤)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے خیانت کرنے والے کا مال جلوا دیا اور اس کو مار لگائی۔ (سنن ابوداؤد: ٢٧١٥)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد کی پہلی دونوں حدیثوں میں ایک راوی صالح بن محمد ہے اور وہ ضعیف راوی ہے' یحییٰ بن معین اور امام دارقطنی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے' امام بخاری نے کہا ہے: اس حدیث سے خیانت کرنے والے کے مال کو جلا دینے پر استدلال کیا جاتا ہے' حالانکہ یہ شخص باطل ہے' اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور اس کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ (التاریخ الصغیر: ١٩٥١) اور صحیح وہ حدیث ہے جس میں خیانت کرنے والے کے مال کو جلانے کا ذکر نہیں ہے اور امام بخاری نے تعلیق مذکور میں یہ کہہ کر کہ یہ زیادہ صحیح روایت ہے' اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ١٢۔١١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٠٧٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از سالم بن ابی الجعد از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كَرْكَرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا.

کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے سامان کا محافظ ایک شخص تھا جس کا نام کرکرہ تھا' سو وہ مر گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہے' پس صحابہ اس کی تفتیش کرنے گئے' پس انہوں نے ایک چادر پائی جس میں اس نے خیانت کی تھی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ سَلَامٍ كَرْكَرَةُ يَعْنِي بِفَتْحِ الْكَافِ وَهُوَ مَضْبُوطٌ كَذَا. (سنن ابن ماجہ: ۲۸۴۹)

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ابن سلام نے کہا: (اس شخص کا نام) کرکرہ ہے' اور کاف پر زبر ہے اور یہ اسم اسی طرح منضبط ہے۔

خائن کا مال جلانے کے متعلق مذاہب ائمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی کی ظاہر حدیث پر ایک روایت کے مطابق امام احمد نے عمل کیا ہے اور مکحول اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے' اور حسن بصری سے مروی ہے کہ جاندار اور مصحف کے علاوہ خیانت کرنے والے کے تمام سامان کو جلا دیا جائے گا اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا' جب مالی سزا دینے کا رواج تھا۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۷۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

"ثقل" کا معنی اور خائن کو دوزخ میں ڈالنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ کے سامان کے لیے "ثـقـل" کا لفظ ہے' اس کا معنی عیال ہے اور وہ سامان جس کا اٹھانا ثقیل ہو اور مسافر کے سامان کو بھی ثقل کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ چادر میں خیانت کرنے والے کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ چادر میں خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے کفر تو نہیں ہے' پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے؟ علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے اس کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے: اس شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کو دوزخ میں ڈالا جائے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو قبر میں دوزخ کا عذاب دیا جائے' پھر وہ جہنم سے نجات پا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اصل میں منافق تھا اور اس کے نفاق کی وجہ سے اس پر دوزخ واجب ہوگئی' یا وہ خیانت کے جرم پر ہی بغیر توبہ کے مر گیا یا اس نے توبہ کر لی اور وہ اسلام پر مرا اور اپنے گناہ کی وجہ سے دوزخ میں گیا لیکن نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۲' صحیح مسلم: ۱۸۴)

۱۹۱ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ذَبْحِ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ فِي الْمَغَانِمِ

مال غنیمت میں سے اونٹوں اور بکریوں کو ذبح کرنے کی کراہت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مال غنیمت میں سے اونٹوں اور بکریوں کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

۳۰۷۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

Marfat.com

اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهٖ رَافِعٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَاَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ وَاَصَبْنَا اِبِلًا وَّغَنَمًا وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اُخْرَيَاتِ النَّاسِ فَعَجِلُوْا فَنَصَبُوا الْقُدُوْرَ فَاَمَرَ بِالْقُدُوْرِ فَاُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ وَّفِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ فَطَلَبُوْهُ فَاَعْيَاهُمْ فَاَهْوٰى اِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ فَقَالَ هٰذِهِ الْبَهَائِمُ لَهَا اَوَابِدُ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا نَدَّ عَلَيْكُمْ فَاصْنَعُوْا بِهٖ هٰكَذَا فَقَالَ جَدِّيْ اِنَّا نَرْجُوْ اَوْ نَخَافُ اَنْ نَّلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَّلَيْسَ مَعَنَا مُدًى اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ مَا اَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلْ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَاُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَاَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از سعید بن مسروق از عبایہ بن رفاعہ از جد خود حضرت رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذی الحلیفہ میں تھے' پس لوگوں کو سخت بھوک لگی اور ہم نے (مالِ غنیمت میں) اونٹوں اور بکریوں کو پالیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آخر میں تھے' پس صحابہ نے جلدی کی اور پتیلیاں چولہوں پر رکھ دیں' تو آپ نے پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم دیا' پھر مالِ غنیمت تقسیم کیا اور دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا' پھران میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا اور ان لوگوں کے پاس کم گھوڑے بھی تھے' پس انہوں نے اس اونٹ کا پیچھا کیا' اس اونٹ نے ان سب کو تھکا دیا' پھر ایک شخص نے تیر نکال کر اس اونٹ کو مارا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس اونٹ کو روک دیا تو آپ نے فرمایا: ان جانوروں میں تنفر ہوتا ہے جیسا کہ وحشی جانوروں میں تنفر اور توحش ہوتا ہے' سو جو اونٹ تم سے بھاگ جائے تو اس کے ساتھ اسی طرح کرو' تو میرے دادا نے کہا کہ ہمیں اُمید ہوتی ہے یا ہمیں یہ ڈر ہوتا ہے کہ کل ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوگا اور ہمارے پاس چھری نہ ہو تو کیا ہم سرکنڈے سے ذبح کر لیا کریں؟ آپ نے فرمایا: جو چیز بھی خون کو بہادے اور اس پر اللہ عزوجل کا نام لیا جائے تو اس سے ذبح کر کے کھالو بشرطیکہ وہ دانت اور ناخن نہ ہو اور میں عنقریب تمہیں اس کی وجہ بتاؤں گا' رہا دانت تو وہ ہڈی ہے اور رہا ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پتیلیوں کو اوندھا کرنے کا حکم دیا' پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ مجاہدین جس جانور کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بغیر ذبح کریں' اس کو کھانا مکروہ ہے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ آپ نے پتیلیوں کو اوندھا کرنے کا اس لیے حکم دیا کہ انہوں نے ان جانوروں کو ذوالحلیفہ کے اندر ذبح کیا تھا اور ذوالحلیفہ سرزمین اسلام ہے اور اہلِ اسلام کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ارضِ اسلام میں اس جانور کو پکڑ لیں جو ان کے لیے تقسیم نہ کیا گیا ہو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: ان کو یہ حکم دیا تھا کہ دیگچیوں سے صرف شوربہ کو گرا دیں' رہا گوشت تو اس کو انہوں نے ضائع نہیں کیا تھا۔ اور یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ آپ نے اس گوشت کو مالِ غنیمت کے مجموعے کی طرف لوٹا دیا اور یہ وہم نہ کیا جائے کہ آپ نے اس گوشت کو ضائع کرنے کا حکم دیا تھا کیونکہ وہ مجاہدین اور غانمین کا مال تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا

Marfat.com

ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے اس گوشت کو مالِ غنیمت کے مجموعے کی طرف لوٹا دیا تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے اس گوشت کو جلایا یا ضائع کر دیا' جس طرح پالتو گدھوں کے گوشت کو ضائع کر دیا تھا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: یہ نجس ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ص ١٣)

١٩٢ - بَابُ الْبَشَارَةِ فِي الْفُتُوحِ فتوحات کی بشارت دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بشارت دینا جائز ہے' بشارت سے دل میں سرور اور خوشی کو داخل کیا جاتا ہے اور اس خوشی کا اثر انسان کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے اور ''بشرہ'' کھال کو کہتے ہیں' اور اس عنوان میں فتوحات کا ذکر ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس خبر سے مسلمانوں کو خوشی ہو کہ اللہ کے دین کی سربلندی ہوئی ہے اور وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ شکر کرنے سے وہ نعمت کو زیادہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ. (ابراہیم:٧)

اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں زیادہ نعمت عطا کروں گا۔

٣٠٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ قَالَ قَالَ لِيْ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِيْهِ خَثْعَمُ يُسَمّٰى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ فَانْطَلَقْتُ فِيْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةٍ مِنْ اَحْمَسَ وَكَانُوْا اَصْحَابَ خَيْلٍ فَاَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ اَصَابِعِهٖ فِيْ صَدْرِيْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَانْطَلَقَ اِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا فَاَرْسَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَاجِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجْرَبُ فَبَارَكَ عَلٰى خَيْلِ اَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ وَقَالَ مُسَدَّدٌ بَيْتٌ فِيْ خَثْعَمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ذی الخلصۃ (کو ڈھا کر) مجھے راحت نہیں پہنچاتے اور ذی الخلصہ قبیلہ خثعم کا بت خانہ تھا جس کا نام کعبہ یمانیہ رکھا گیا تھا۔ پس میں احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور یہ بہترین گھوڑے سوار تھے' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا حتیٰ کہ میں نے آپ کی انگلیوں کے نشان اپنے سینے میں دیکھے' پس آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا! پس وہ اس بت خانہ کی طرف روانہ ہوئے' پھر اس کو منہدم کر دیا اور اس کو جلا دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک خوش خبری دینے والے کو بھیجا' پس حضرت جریر کے قاصد نے کہا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کے پاس اس وقت آیا ہوں حتیٰ کہ میں نے اس بت خانے کو ایک خالی پیٹ والے اونٹ کی طرح چھوڑ دیا ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احمس کے گھوڑے سواروں اور پیادوں کے متعلق پانچ مرتبہ برکت کی دعا کی' اور مسدد نے کہا: وہ خثعم کا بت خانہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں فتح کی خوش خبری دینے کا ذکر ہے۔

١٩٣ - بَابُ مَا يُعْطَى لِلْبَشِيْرِ بشارت دینے والے کو جو چیز دی جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بشارت دینے والے کو انعام دیا جائے اور اس انعام کو "بُشارَۃ" کہتے ہیں۔

وَاَعْطٰى كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ثَوْبَيْنِ حِيْنَ بُشِّرَ بِالتَّوْبَةِ.

اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو دو کپڑے انعام میں دیئے جس نے ان کی توبہ قبول ہونے کی بشارت دی تھی۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں مذکور ہے۔اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۴۴۱۸ میں آئے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے' تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے آ کر ان کو بشارت دی تھی تو پھر انہوں نے دو کپڑے ان کو انعام میں دیئے تھے۔

١٩٤ - بَابٌ لَّا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے' کیونکہ مکہ سے ہجرت اس وقت فرض تھی جب وہ دارالکفر تھا' اور اب جب کہ مکہ فتح ہو گیا اور وہ دارالاسلام بن گیا تو اب مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف جانا لازم نہیں رہا' اب اس ہجرت کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

٣٠٧٧ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاوٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبان نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے طلب کیا جائے تو تم روانہ ہو جاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

٣٠٧٨'٣٠٨٩ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ مُّجَاشِعِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ مُجَاشِعٌ بِاَخِيْهِ مُجَالِدِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذَا مُجَالِدٌ يُّبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ وَلٰكِنْ اُبَايِعُهٗ عَلَى الْاِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی از خالد از ابی عثمان نہدی از حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ اپنے بھائی مجالد بن مسعود کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے' پس کہا: یہ مجالد ہے جو آپ سے ہجرت پر بیعت کرے گا' آپ نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن میں اس کو اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۶۳' اور ۲۹۶۲ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٣٠٨٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو وَابْنُ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُولُ ذَهَبْتُ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ بِثَبِيرٍ فَقَالَتْ لَنَا انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ مُنْذُ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ. [اطراف الحدیث: ٣٩٠٠-٤٣١٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی عمرو اور ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں عبید بن عمر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف گیا اس وقت آپ ثبیر (پہاڑ) کے پاس ٹھہری ہوئی تھیں پس انہوں نے ہم سے کہا: جب سے اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مکہ فتح فرمایا ہے ہجرت منقطع ہوگئی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٤٣١٢ اور ٣٩٠٠ میں گزر چکی ہے۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہونے کا سبب

فتح مکہ کے بعد ہجرت کے منقطع ہونے کا سبب یہ ہے کہ صحابہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف مدینہ بھاگ کر جاتے تھے اس خوف سے کہ کہیں ان کو مکہ میں فتنہ میں نہ مبتلا کر دیا جائے اور اب فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے اور اب مؤمن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔

ہجرت کے منقطع ہونے کے متعلق علامہ ابن بطال کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تعاقب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منسوخ ہوگئی ہے لیکن فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہونے سے ان لوگوں سے اس کی ہجرت ساقط نہیں ہوئی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی اس سے یہ معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وارد ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے یہ اپنے عموم پر نہیں ہے کیونکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ جس نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی اس پر مکہ کی طرف لوٹ کر جانا حرام ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کرے اور جہاں آپ جائیں وہ وہاں آپ کے ساتھ جائے تاکہ وہ آپ کی نصرت کرے اور آپ کی رفاقت سے فیض یاب ہو اور شریعت کو محفوظ کرے اور اس کی تبلیغ کر سکے اور یہی وہ مسلمان ہیں جو مہاجرین کے لقب کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان ہی کی ہجرت کے وصف کے ساتھ مدح کی گئی ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ پر اس لیے افسوس کیا کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے تھے جس زمین سے انہوں نے ہجرت کی تھی اسی لیے آپ نے مہاجرین کے لیے یہ دعا کی تھی:

اے اللہ! میرے اصحاب کے لیے ان کی ہجرت کو برقرار رکھنا اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹانا۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ٣٩٣٦-٤٧٣-١٢٩٥ دارالمعرفہ بیروت)

ابوعبید نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے کہ غیر اہل مکہ پر ہجرت مستحبات میں سے تھی اور فرض نہیں تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ جس اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تھا آپ نے اس سے فرمایا:

تم پر افسوس ہے! ہجرت کا عمل تو بہت سخت ہے کیا تمہارے پاس اونٹنیاں ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ نکالتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم ان میں سے کچھ سخاوت کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں!

Marfat.com

آپ نے پوچھا: جب تم ان کو پانی پلانے گھاٹ پر لے جاتے ہو تو کیا ان کا دودھ دوہ کر لوگوں کو پلاتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم سمندر کے پار عمل کرو' اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے کسی چیز کو ترک نہیں کرے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۱۶۵۔ ۳۹۲۳۔ ۲۶۳۳' دارالمعرفہ' بیروت)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی پر ہجرت واجب نہیں کی۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہجرت صرف اس صورت میں واجب تھی جب شہر کے بعض لوگ اسلام لاتے اور بعض لوگ اسلام نہ لاتے تو ان پر اس لیے ہجرت واجب کر دی گئی کہ جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں' ان پر کفار کے احکام عائد نہ کر دیئے جائیں' لیکن جب شہر کے تمام لوگ اسلام لے آئیں تو پھر ان پر ہجرت واجب نہیں ہے کیونکہ جب آپ کے پاس عبد القیس کا وفد آیا اور آپ نے ان کے سامنے احکامِ شرعیہ بیان کیے تو آپ نے ان کو ان کی سرزمین سے ہجرت کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۳۔ ۸۷۔ ۵۳' سنن ترمذی: ۱۵۹۹' سنن نسائی: ۵۰۳۶)

اور اللہ تعالیٰ نے کمزور مردوں اور عورتوں کو ہجرت کے حکم سے معذور قرار دیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًاۙO اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًاۙO فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًاO (النساء: ۹۹۔ ۹۷)

بے شک جن لوگوں کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے' فرشتے (ان سے) کہتے ہیں: تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے' (فرشتے) کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے' ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہےO مگر مردوں' عورتوں اور بچوں میں سے جو لوگ (واقعی) بے بس اور مجبور ہیں جو کسی تدبیر کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ وہ کہیں کا راستہ جانتے ہیںO تو قریب ہے کہ اللہ ان سے درگزر فرمائے' اور اللہ بہت معاف فرمانے والا' بے حد بخشش والا ہےO

اور جو ہجرت قیامت تک باقی ہے یہ وہ ہے' جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مہاجر وہ ہے جس نے اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کر لی۔ (صحیح البخاری: ۱۰' صحیح مسلم: ۴۰)

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قیامت تک صرف یہ ہجرت باقی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کر لی جائے بلکہ یہ ہجرت بھی باقی ہے کہ دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کر لی جائے جیسے کوئی شخص بھارت یا چین سے ہجرت کر کے پاکستان یا کسی اور اسلامی ملک میں چلا جائے' اور یہ ہجرت بھی باقی ہے کہ کوئی شخص دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت کر لے جیسے کوئی شخص بھارت سے ہجرت کر کے برطانیہ یا جرمنی چلا جائے۔

۱۹۵ - بَابٌ اِذَا اضْطَرَّ الرَّجُلُ اِلَى النَّظَرِ فِیْ شُعُوْرِ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْمُؤْمِنَاتِ اِذَا عَصَیْنَ اللّٰهَ وَتَجْرِیْدِهِنَّ

ضرورت کے وقت ذمیہ یا مسلمان عورت کے بال دیکھنے کا جواز اور جب مسلمان عورت اللہ کی نافرمانی کرے تو اس کو برہنہ دیکھنے کا جواز

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی فاسقہ عورت کے کپڑے اتارنے پر مجبور ہو جائے تو وہ اس کو برہنہ دیکھ سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت سے اس عورت کی عزت اور حرمت ساقط ہو جاتی ہے' کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے اس عورت کے کپڑے اتارنے کا ارادہ کیا جو حضرت حاطب کا مکتوب چھپا کر لے جا رہی تھی اور زنا کی تحریم میں مؤمنات اور کافرات مساوی ہیں' اسی طرح برہنہ عورت کو دیکھنے کی تحریم میں دونوں مساوی ہیں لیکن ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیزیں مباح ہو جاتی ہیں۔

٣٠٨١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ الطَّائِفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ عُثْمَانِيًّا فَقَالَ لِابْنِ عَطِيَّةَ وَكَانَ عَلَوِيًّا اِنِّي لَاَعْلَمُ مَا الَّذِي جَرَّاَ صَاحِبَكَ عَلَى الدِّمَاءِ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالزُّبَيْرَ فَقَالَ ائْتُوا رَوْضَةَ كَذَا وَتَجِدُوْنَ بِهَا امْرَاَةً اَعْطَاهَا حَاطِبٌ كِتَابًا فَاَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَقُلْنَا الْكِتَابَ قَالَتْ لَمْ يُعْطِنِي فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ اَوْ لَاُجَرِّدَنَّكِ فَاَخْرَجَتْ مِنْ حُجْزَتِهَا فَاَرْسَلَ اِلَى حَاطِبٍ فَقَالَ لَا تَعْجَلْ وَاللّٰهِ مَا كَفَرْتُ وَلَا ازْدَدْتُ لِلْاِسْلَامِ اِلَّا حُبًّا وَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِكَ اِلَّا وَلَهُ بِمَكَّةَ مَنْ يَدْفَعُ اللّٰهُ بِهِ عَنْ اَهْلِهِ وَمَالِهِ وَلَمْ يَكُنْ لِي اَحَدٌ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ دَعْنِي اَضْرِبْ عُنُقَهُ فَاِنَّهُ قَدْ نَافَقَ فَقَالَ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلَى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَهٰذَا الَّذِي جَرَّاَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ بن حوشب الطائفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے خبر دی از سعد بن عبیدہ از ابی عبدالرحمان اور وہ عثمانی تھے' پس انہوں نے ابن عطیہ سے کہا اور وہ علوی تھے' انہوں نے کہا: مجھے خوب علم ہے کہ تمہارے صاحب (یعنی حضرت علی) کو کس وجہ سے خون بہانے کی جرأت ہوئی' میں نے خود حضرت علی سے سنا ہے' وہ بیان کرتے تھے کہ مجھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اور فرمایا: تم فلاں باغ میں جاؤ' وہاں تم کو ایک عورت ملے گی جس کو حاطب نے ایک مکتوب دیا ہے' پس ہم اس باغ میں گئے' ہم نے (اس عورت سے) کہا: وہ خط دو! اس عورت نے کہا: انہوں نے مجھے کوئی خط نہیں دیا' ہم نے کہا: تم ضرور خط نکالو! ورنہ ہم (تلاشی لینے کے لیے) تمہارے کپڑے اتار دیں گے' تو اس عورت نے اپنے نیفہ سے وہ خط نکالا' پھر آپ نے حضرت حاطب کو بلایا' تب حضرت حاطب نے کہا: آپ میرے معاملہ میں جلدی نہ کریں اور اللہ کی قسم! میں نے کفر نہیں کیا اور میرے دل میں اسلام ہی کی زیادہ محبت ہے اور آپ کے جتنے بھی اصحاب ہیں ان کی مکہ میں ایسی قرابت ہے جس کی وجہ سے اللہ ان کے اہل اور مال سے ضرر کو دور فرمائے گا اور میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں تھا تو میں نے چاہا کہ میں ان کے اوپر کوئی احسان کر دوں (جس کی وجہ سے میرے اہل اور میرا مال محفوظ رہیں) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (کے عذر) کی تصدیق کر دی' حضرت عمر نے کہا: مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ یہ منافق ہے' آپ نے فرمایا: تمہیں کیا پتا کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا' پس فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو' سو یہ وہ حدیث ہے جس نے حضرت علی کو اس (خون ریزی) پر جرأت دی۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ضرورت کے وقت کسی مسلمان عورت کو برہنہ کرنے کا ذکر ہے۔

معصیت کی وجہ سے عزت اور حرمت کا ساقط ہونا اور عورتوں کو برہنہ دیکھنے کی مطلقاً ممانعت ------

اور بدری صحابی ہونے کے باوجود حضرت علی کا کسی کو ناحق قتل نہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی' اس کی کوئی حرمت نہیں ہے' اور یہ کہ معصیت عزت اور حرمت کو مباح کر دیتی ہے اور پردہ پوشی کو زائل کر دیتی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ اگر اس عورت نے وہ خط نکال کر نہیں دیا تو وہ اس عورت کے کپڑے اتار دیں گے' کیونکہ اس خط کو اہل مکہ کے پاس لے جانا مسلمانوں کے خلاف ایک قسم کی جاسوسی تھی' اور جس نے ایسا کیا اس کو امام کے اجتہاد کے موافق عبرت ناک سزا دی جائے گی خواہ اس جرم کا مرتکب مسلمان ہو یا کافر۔

اس پر اجماع ہے کہ زنا کے حرام ہونے میں مؤمنات اور کافرات میں کوئی فرق نہیں ہے' اسی طرح عورتوں کو برہنہ دیکھنے کی تحریم میں بھی مؤمنات اور کافرات میں کوئی فرق نہیں ہے اور شہادت دینے کے لیے یا ان پر حد قائم کرنے کے لیے جو عورتوں کو دیکھنا پڑتا ہے' یہ سب اُمور ان ضروریات میں سے ہیں جن کی وجہ سے ممنوعات مباح ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں ابوعبدالرحمان عثمانی کے اس قول کا ذکر ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تمہارے صاحب کو خون بہانے کی جرأت کس وجہ سے ہوئی ہے؟ یہ محض ان کا گمان ہے ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم اور فضل میں جو مقام ہے' اس کا یہ تقاضا ہے کہ وہ صرف اسی کو قتل کریں گے جس کو قتل کرنا واجب ہو گا خواہ بدر میں حاضر ہونے کی وجہ سے ان کو جنت کی ضمانت دی گئی ہو یا کسی اور وجہ سے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اکثر اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمان فضیلت میں حضرت علی پر مقدم ہیں اور بعض کے نزدیک اس کے برعکس ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوعبدالرحمان' عثمانی تھے اور ابن عطیہ' علوی تھے' عثمانی کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے جیسا کہ اکثر اہل سنت کا مذہب ہے اور علوی کا معنی یہ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے جیسا کہ اہل کوفہ کے اہل سنت کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔

ابوعبدالرحمان عثمانی کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگمانی

ابوعبدالرحمان عثمانی نے ابن عطیہ علوی سے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اہل بدر کو جنت کی جو بشارت دی گئی ہے' اس نے حضرت علی کو قتل کرنے پر جری کر دیا یعنی اگر انہوں نے اجتہادی خطاء سے کسی کو ناحق قتل بھی کر دیا تو قیامت کے دن ان کو معاف کر دیا جائے گا کیونکہ وہ اہل بدر میں سے ہیں' لیکن یہ ابوعبدالرحمان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگمانی تھی کیونکہ حضرت علی کا علم اور تقویٰ میں جو مرتبہ تھا' اس کے پیش نظر یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ محض اپنے بدری صحابی ہونے اور اپنی مغفرت کی بشارت کی وجہ سے کسی

Marfat.com

کو ناحق قتل کردیں۔ علامہ داؤدی نے ابوعبدالرحمان کے اس قول کی بناء پر اس کی مذمت کی ہے۔

اس عورت نے وہ مکتوب اپنے بالوں سے نکالا تھا یا نیفہ سے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس عورت نے اس مکتوب کو اپنے نیفہ سے نکالا اور صحیح البخاری: ٣٠٠٧ میں مذکور ہے کہ اس عورت نے اس مکتوب کو اپنے بالوں کی مینڈھیوں کی چوٹی سے نکالا تھا' ان متعارض روایات میں اس طرح تطبیق ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس نے اس مکتوب کو پہلے اپنے نیفہ میں چھپایا ہو پھر بالوں میں چھپالیا ہو' یا اس کے برعکس ہو' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے پاس دو مکتوب ہوں' ایک مکتوب کو اس نے نیفہ میں چھپایا ہو اور دوسرے مکتوب کو اس نے بالوں میں چھپایا ہو' اور جب اس نے اس مکتوب کو اپنے بالوں سے نکالا تو اس سے یہ لازم آیا کہ حضرت علی اور حضرت زبیر نے اس کے بالوں کو دیکھا ہو' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے کہ ضرورت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی معصیت کرنے والی عورت کے بالوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ١٧۔١٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٩٦ - بَابُ اسْتِقْبَالِ الْغُزَاةِ — غازیوں کا استقبال کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مجاہدین کسی غزوہ سے واپس آئیں تو ان کا استقبال کرنا جائز ہے۔

٣٠٨٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ وَّحُمَيْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ عَنْ حَبِيْبِ ابْنِ الشَّهِيْدِ عَنِ ابْنِ اَبِی مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ لِابْنِ جَعْفَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اَتَذْكُرُ اِذْ تَلَقَّيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَنْتَ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَحَمَلَنَا وَتَرَكَكَ. (صحیح مسلم: ٢٤٢٧' الرقم المسلسل: ٦١٦٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع اور حمید بن اسود نے حدیث بیان کی از حبیب بن شہید از ابن ابی ملیکہ' حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہما سے کہا: تمہیں یاد ہے جب ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے' میں اور آپ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: ہاں! پس آپ نے ہم کو سواری پر بٹھالیا اور تم کو چھوڑ دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن ابی الاسود' یہ عبداللہ بن محمد بن حمید بن ابی الاسود ابوبکر ہیں اور یہ حافظ عبدالرحمٰن بن مہدی کے بھانجے ہیں اور ان سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (٢) یزید بن زریع' ان کا تذکرہ پہلے کئی بار ہو چکا ہے (٣) حمید بن الاسود' یہ ابوالاسود البصری صاحب الکرابیسی ہیں اور ان سے بھی صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (٤) حبیب بن الشہید ابومحمد الازدی الاموی البصری (٥) ابن ابی مُلیکہ' یہ عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ ہیں اور ان کا نام زہیر ابومحمد المکی الاحول ہے' یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قاضی اور ان کے مؤذن تھے (٦) حضرت ابن الزبیر' یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر العوام رضی اللہ عنہما ہیں (٧) ابن جعفر' اس سے مراد حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت جعفر کے تین بیٹے تھے: عبداللہ' محمد اور عون' اور ظاہر ہے کہ یہ عبداللہ ہیں۔ علامہ عینی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ انہوں نے یقین سے نہیں کہا کہ یہ عبداللہ ہیں اور دوسرے شارحین نے یقین سے کہا کہ یہ عبداللہ ہی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ١٨)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔

Marfat.com

اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ نے سواری پر بٹھانے سے حضرت ابن الزبیر کو چھوڑا تھا یا حضرت عبداللہ بن جعفر کو؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس آپ نے ہم کو سواری پر بٹھا لیا اور تم کو چھوڑ دیا' ظاہر یہ ہے کہ اس کلام کے قائل حضرت عبداللہ بن جعفر ہیں اور جن کو چھوڑ دیا تھا وہ حضرت ابن الزبیر ہیں اور صحیح مسلم کی روایت میں اس کے برعکس لکھا ہے۔ اس میں مذکور ہے: حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت ابن الزبیر سے کہا۔ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن جعفر کو سوال کرنے والا قرار دیا اور بات کرنے والا جس نے کہا: ہم کو سوار کیا' وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کو قرار دیا' اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ بات کرنے والے حضرت عبداللہ بن جعفر تھے اور یہی روایت زیادہ صحیح ہے اور اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے جو کتاب الحج میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو بنو عبدالمطلب کے لڑکوں نے آپ کا استقبال کیا تو آپ نے ایک لڑکے کو سواری پر اپنے آگے بٹھا لیا اور دوسرے لڑکے کو اپنے پیچھے بٹھا لیا کیونکہ حضرت ابن جعفر بنو عبدالمطلب میں سے ہیں' اس کے برخلاف حضرت ابن الزبیر کے باپ کے نانا اگرچہ عبدالمطلب ہیں لیکن وہ بہر حال نانا کی اولاد ہیں' اور امام احمد اور امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سواری پر ان کو اپنے پیچھے بٹھایا اور حضرت قثم بن عباس کو سواری پر اپنے آگے بٹھایا' اور امام ابن التین نے داؤدی سے نقل کیا ہے کہ یتیم کی حفاظت کرنی چاہیے' اس سے انہوں نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ شہید ہو چکے تھے تو نبی ﷺ نے ان کے بیٹے عبداللہ پر شفقت کی' پس ان کو اپنے آگے بٹھایا اور علامہ ابن التین نے عجیب بات کی کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کو سواری پر بٹھایا اور حضرت ابن جعفر کو نہیں بٹھایا اور شاید علامہ داؤدی نے یہ گمان کیا کہ اس حدیث میں جو ہے: پس آپ نے ہم کو سواری پر بٹھایا اور تم کو چھوڑ دیا۔ یہ حضرت ابن جعفر کا کلام ہے' حالانکہ ایسا نہیں ہے اور جو علامہ داؤدی نے کہا ہے وہی صحیح بخاری کے سیاق سے ظاہر ہے' پس میں نہیں سمجھ سکا کہ علامہ ابن التین نے یہ کیسے کہہ دیا کہ اس حدیث میں علامہ داؤدی کے خلاف کی تصریح ہے اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو عبارت صحیح بخاری میں ہے' وہی صحیح ہے اور امام مسلم کی روایت جو اس کے برعکس ہے' اس کی تاویل یہ ہے کہ حدیث میں جو ہے: ہم کو سوار کیا۔ یہ حضرت ابن جعفر کا کلام ہے' لہٰذا جن کو چھوڑ اگیا تھا' وہ حضرت ابن الزبیر تھے' اور مصنف ابن ابی شیبہ کے اندر بھی وہی صحیح روایت ہے جو امام بخاری نے روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۷۷ ۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری میں صحیح مسلم کے موافق مذکور ہے کہ حضرت ابن الزبیر نے حضرت ابن جعفر سے کہا اور حافظ ابن حجر نے صحیح نہیں لکھا۔

حجاج اور مسافرین کا استقبال اور جس کو شارع علیہ السلام اکرام سے نوازیں' اس کا اس پر فخر کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ جو مسافر جہاد کر کے اور حج کر کے واپس آئے' ان سے خوشی اور فرحت کے ساتھ ملاقات کرنی چاہیے اور یہ چیز نیک کاموں کی اقسام سے ہے اور اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ جس کو شارع علیہ السلام اکرام سے نوازیں' اسے اس پر فخر کرنا چاہیے اور اس حدیث میں سات سال کے بچے کی روایت کا ثبوت ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کی تصریح ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ ایک سواری پر تین آدمیوں کا سوار ہونا جائز ہے۔

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ١٩-١٨ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣٠٨٣- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَهَبْنَا نَتَلَقّٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الصِّبْيَانِ إِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ.

[اطراف الحدیث: ٤٤٢٦-٤٤٢٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از زہری انہوں نے بیان کیا کہ السائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم بچوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرنے کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف گئے۔

ثنیۃ الوداع سے مراد دو گھاٹیاں ہیں ایک گھاٹی مکہ کی سمت پر واقع ہے اور دوسری گھاٹی شام کی سمت پر

ثنیۃ الوداع سے مراد یہاں پر وہ گھاٹی ہے جو تبوک کی سمت پر واقع ہے چونکہ امام ترمذی نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ تبوک سے واپس آئے تو لوگ آپ کا استقبال کرنے کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف گئے پس میں بھی لوگوں کے ساتھ نکلا اور میں اس وقت لڑکا تھا اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی: ١٧١٨، مسند احمد ج ٣ ص ٤٤٩) اور دوسری روایات میں بھی ہو سکتا ہے کہ ثنیۃ الوداع سے مراد وہ گھاٹی ہو جس میں ہر جہت سے کسی کو رخصت کرنے والے پہنچتے ہوں اور اس کو ثنیۃ الوداع کہتے ہیں۔ ''ثنیة'' کا معنی ہے: گھاٹی کا راستہ اور ''الوداع'' کا معنی ہے: رخصت کرنا تو ثنیۃ الوداع کا معنی ہوا کہ جس گھاٹی پر کھڑے ہو کر لوگ کسی کو رخصت کرتے ہیں۔

صاحب الحکم نے نقل کیا ہے کہ ''ثنیة'' میں چار اقوال ہیں پس انہوں نے کہا کہ (١) ''ثنیة'' پہاڑ کے اندر کے راستے کو کہتے ہیں جیسے سرنگ ہوتی ہے (٢) ''ثنیة'' پہاڑ کی طرف کا راستہ ہے (٣) ''ثنیة'' گھاٹی ہے (٤) ''ثنیة'' خود پہاڑ کو کہتے ہیں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کی سمت سے بھی ہے اور ثنیۃ الوداع تبوک میں شام کی سمت سے بھی ہے اور یہ دونوں اس طرح مقابل ہیں جس طرح مشرق اور مغرب مقابل ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر کوئی اور گھاٹی اس سمت میں ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ١٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف آئے تو ایک گھاٹی پر کھڑے ہو کر لڑکوں اور مردوں نے آپ کا استقبال کیا اور اس گھاٹی کو ثنیۃ الوداع کہتے ہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب اس گھاٹی پر آپ کا استقبال کیا گیا تھا تو پھر اس کو ثنیۃ الوداع کیوں کہا گیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا استقبال کرنے کی وجہ سے اس گھاٹی کا نام ثنیۃ الوداع نہیں پڑا تھا بلکہ اس کا نام پہلے سے ثنیۃ الوداع تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب لوگ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوتے تو ان کو چھوڑنے کے لیے لوگ اس گھاٹی پر آتے تھے اس وجہ سے اس کا نام ثنیۃ الوداع پڑ گیا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے غزوۂ تبوک میں شام کی طرف گئے تو جب آپ واپس سلامتی کے ساتھ آ گئے تو مدینہ سے شام کی طرف جو گھاٹی تھی اس پر آپ کا استقبال کیا گیا اور اس کو بھی ثنیۃ الوداع کہتے تھے کیونکہ جو لوگ مدینہ سے شام کی طرف جاتے تو مدینہ کے لوگ ان کو رخصت کرنے کے لیے اس گھاٹی پر آتے اس لیے اس کا نام بھی ثنیۃ الوداع ہے تو جب آپ غزوۂ تبوک سے سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے تو بچیوں نے آپ کا اس گھاٹی پر چڑھ کر استقبال کیا اور یہ شعر گا گا کر پڑھا:

طلع البدر علینا ☆ من ثنیات الوداع ☆ وجب الشکر علینا ☆ ما دعا للّٰه داع

ثنیۃ الوداع سے ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا جب تک کوئی اللہ کے لیے دعوت دیتا ہے ہم پر اللہ کا شکر کرنا واجب

Marfat.com

ہے۔
امام بیہقی نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔(دلائل النبوۃ ج ٥ ص ٢٦٦۔٢٦٥ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٣ھ)
ہم نے نعمۃ الباری ج ٢ ص ١٧٠۔١٦٨ میں اس کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔
علامہ المہلب المالکی متوفی ٤٣٥ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مسافروں اور مجاہدوں اور حجاج کو رخصت کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ ثنیۃ الوداع کو ثنیۃ الوداع اس لیے کہتے تھے کہ لوگ حجاج اور مجاہدوں کو اس گھاٹی تک رخصت کرنے کے لیے آتے تھے اور اس گھاٹی کی طرف بچے اور بڑے ملاقات کے وقت نکلتے تھے اور اس کے بعد بھی حجاج اور مجاہدین سے ملاقات کرنا جائز ہے۔(شرح ابن بطال ج ٥ ص ٢٤٩ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)
میں کہتا ہوں کہ علامہ المہلب کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں لوگوں کو الوداع کرنے اور رخصت کرنے کا ثبوت ہے بلکہ اس حدیث سے کسی اچھی مہم سے واپس آنے کے بعد لوگوں کے استقبال کرنے کا ثبوت ہے۔ علامہ المہلب نے ثنیۃ الوداع کے لفظی معنی (رخصت کرنے کی گھاٹی) سے اس مسئلہ کو نکالا ہے اور اس پر غور نہیں کیا کہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کرنے کا ذکر ہے اور امام بخاری نے بھی اس حدیث کا عنوان مجاہدین کا استقبال کرنا' کیا ہے۔ اگرچہ حجاج اور مجاہدین کو رخصت کرنا بھی جائز ہے لیکن خوشی اور مبارک باد دینے کا موقع وہی ہوتا ہے جب وہ جہاد کر کے اور حج کر کے واپس آتے ہیں۔

١٩٧ - بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْغَزْوِ — جب جہاد سے لوٹے تو کیا کہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب مجاہد جہاد سے واپس آئے تو کیا کہے!

٣٠٨٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ كَبَّرَ ثَلَاثًا قَالَ آيِبُونَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَائِبُونَ حَامِدُونَ لِرَبِّنَا سَاجِدُونَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ سے واپس آتے تو تین مرتبہ فرماتے: اللہ اکبر! اور فرماتے: ہم رجوع کرنے والے ہیں! ان شاء اللہ توبہ کرنے والے ہیں! ہم اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں! سجدہ کرنے والے ہیں! اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور اکیلے نے کفار کی جماعتوں کو شکست دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٩٧ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد سے واپس آتے تھے تو حمد و ثناء کے کون سے کلمات ادا کرتے تھے۔

٣٠٨٥ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهُ مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَقَدْ أَرْدَفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عسفان سے واپسی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور

Marfat.com

صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَعَثَرَتْ نَاقَتُهُ فَصُرِعَا جَمِيعًا فَاقْتَحَمَ أَبُوطَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاءَكَ قَالَ عَلَيْكَ الْمَرْأَةَ فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلَى وَجْهِهِ وَأَتَاهَا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهَا وَأَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا فَرَكِبَا فَاكْتَنَفْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذٰلِكَ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِينَةَ.

آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا تو آپ کی اونٹنی لڑکھڑائی اور آپ دونوں گر گئے' پھر حضرت ابوطلحہ نے بھی اپنے آپ کو گرادیا' پس کہا: یارسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر فدا کر دے! آپ نے فرمایا: پہلے عورت کی خبر لو! تو انہوں نے اپنے چہرے پر کپڑا ڈالا' پھر اس کپڑے کو حضرت صفیہ پر ڈال دیا اور آپ دونوں کی سواری کو درست کیا' پھر ہم نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے احاطہ میں لے لیا' پس جب ہم نے گردن اونچی کر کے مدینہ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: ہم لوٹنے والے ہیں! توبہ کرنے والے ہیں! عبادت کرنے والے ہیں! ہم اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں! آپ مسلسل یہ کلمات پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ مدینہ میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جہاد سے واپسی میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے کلمات پڑھتے تھے۔

حافظ دمیاطی کا امام بخاری پر یہ تعاقب کہ حضرت صفیہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا خیبر سے واپسی کے موقع پر تھا نہ کہ عسفان سے واپسی پر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عسفان کا ذکر ہے' یہ مکہ سے دو مرحلہ کے فاصلہ پر ہے' حافظ دمیاطی نے کہا ہے: یہ امام بخاری کا وہم ہے' یہ واقعہ خیبر سے واپسی کے موقع کا ہے' کیونکہ غزوۂ عسفان جو بنولحیان کے خلاف تھا' چھ ہجری میں ہوا تھا اور غزوۂ خیبر سات ہجری میں ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ کا حضرت صفیہ سے نکاح اور ان کو اپنی سواری پر اپنے ساتھ اپنے پیچھے بٹھانا' یہ واقعہ غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا تھا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مرد کا اپنی بیوی کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھانا جائز ہے اور اس کو لوگوں سے پردہ میں رکھنا چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اہل علم کو امام اور عالم کی خدمت کرنی چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب شہر قریب آئے تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ امام یا عالم کو اپنے احاطہ میں لے لیں' نیز جب مسافر صحت اور سلامتی کے ساتھ اپنے گھر والوں میں لوٹ آئے تو اسے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ ازواج مطہرات ہر چند کہ مؤمنوں کی مائیں ہیں لیکن ان کو لوگوں سے پردہ میں رکھنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری پر حافظ دمیاطی کے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ جب غزوۂ عسفان سے واپس آ رہے تھے تو آپ نے حضرت صفیہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا ہوا تھا' حافظ دمیاطی نے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت صفیہ سے آپ کا نکاح تو فتح خیبر کے بعد سات ہجری میں ہوا

Marfat.com

تھا اور غزوۂ عسفان اس سے پہلے چھ ہجری میں ہوا تھا' امام بخاری نے اس مضمون کی دو حدیثیں دو سندوں سے ذکر کی ہیں: ٣٠٨٦' اور ٣٠٨٥- اور حدیث: ٣٠٨٥ میں اسی طرح مذکور ہے' بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ خیبر کے راستہ میں کوئی ایسی جگہ ہو جس کا نام عسفان ہو' لیکن یہ جواب مردود ہے اور اس کا یہ جواب ظاہر ہے کہ راوی نے غزوہ سے واپسی کی نسبت عسفان کی طرف کر دی کیونکہ غزوۂ خیبر' غزوۂ عسفان کے بعد تھا اور راوی نے ان دونوں غزووں کے درمیان جو مدت تھی اس کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ یہ دونوں غزوے ایک دوسرے کے قریب تھے' اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع نے متعہ کی تحریم کی نسبت غزوۂ اوطاس کی طرف کی ہے' حالانکہ آپ نے متعہ کی تحریم مکہ میں کی تھی اور حضرت سلمہ نے اس کی تحریم کی نسبت اوطاس کی طرف کر دی کیونکہ فتح مکہ اور غزوۂ اوطاس کا زمانہ ایک دوسرے کے قریب تھا۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٧٨ ٣' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

المھلب نے کہا ہے کہ صحیح البخاری: ٣٠٨٤ میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ سے لوٹتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے۔ علامہ المھلب نے کہا ہے کہ اس سے پہلے ایک حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب کسی نشیب میں اترتے تو سبحان اللہ پڑھتے۔ (صحیح البخاری: ٢٩٩٣)

اس حدیث (صحیح البخاری: ٣٠٨٥) سے معلوم ہوا کہ مرد کو چاہیے کہ سواری پر عورت کو اپنے پیچھے بٹھائے اور اس کو لوگوں سے مستور رکھے' اور اس میں یہ تصریح ہے کہ اجنبی عورت کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت صفیہ کے چہرے پر کپڑا ڈال دیا تھا۔

اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صفیہ سواری کے لڑکھڑانے سے گر گئے تو حضرت ابوطلحہ دونوں کو اٹھانے کے لیے سواری سے کود پڑے' اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو امام اور عالم کی اور اس کے اہل کی خدمت کرنی چاہیے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیر لیا تھا اور وہ آپ کے گرد جمع ہو گئے تھے اور یہ اس وقت ہوا جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب اکابر علماء میں سے کوئی شخص شہر میں داخل ہو تو لوگوں کا اس کے استقبال کے لیے اس کے گرد جمع ہونا' یہ سنت قدیمہ ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب انسان کسی نیک مہم سے سلامتی کے ساتھ لوٹ کر اپنے گھر آئے تو کہے: ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے ہیں اور توبہ کرنے والے ہیں۔

حدیث: ٣٠٨٤ میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم رجوع کرنے والے ہیں اور ان شاء اللہ توبہ کرنے والے ہیں!

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ متکلم اپنے کلام کی ابتداء میں ان شاء اللہ کہے' پھر اس کام کا ذکر کرے جو وہ کرنا چاہتا ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ صاحب فضیلت شخص یہ دیکھے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تازہ بہ تازہ حاصل ہو رہی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اقرار کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرے کہ وہ اس کو یہ نعمتیں ہمیشہ عطا فرماتا رہے' اگرچہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے والے اور اس کی حمد و ثناء کرنے والے تھے' لیکن انبیاء علیہم السلام کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہیں' اور اس کی نعمتوں کی طرف رغبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں کہ انہیں گناہوں کو ترک کرنے کی اور نیک کاموں کو بجالانے کی از خود قوت حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں مبالغہ کرنے کے لیے اسی کی طرف افتقار اور احتیاج کا اظہار کرتے ہیں تاکہ ان کی امتیں بھی اس انکسار میں ان کی پیروی کریں۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

(شرح ابن بطال ج ٥ ص ٢٥٢-٢٥١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ ھ)

Marfat.com

٣٠٨٦ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةُ مُرْدِفُهَا عَلَى رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا كَانُوا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَثَرَتِ النَّاقَةُ فَصُرِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْأَةُ وَإِنَّ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ أَحْسِبُ قَالَ اقْتَحَمَ عَنْ بَعِيرِهِ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ جَعَلَنِيَ اللَّهُ فِدَاءَكَ هَلْ أَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَ لَا وَلَكِنْ عَلَيْكَ بِالْمَرْأَةِ فَأَلْقَى أَبُو طَلْحَةَ ثَوْبَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَصَدَ قَصْدَهَا فَأَلْقَى ثَوْبَهُ عَلَيْهَا فَقَامَتِ الْمَرْأَةُ فَشَدَّ لَهُمَا عَلَى رَاحِلَتِهِمَا فَرَكِبَا فَسَارُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ أَوْ قَالَ أَشْرَفُوا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُهَا حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے آپ کی اونٹنی پر بیٹھی ہوئی تھیں' جب وہ راستے میں کسی جگہ پہنچے تو اونٹنی پھسلی یا لڑکھڑائی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی زوجہ دونوں اونٹنی سے گر گئے اور حضرت ابوطلحہ نے کہا: (کیا آپ کو کوئی چوٹ آئی ہے؟) اور وہ اپنے اونٹ سے نیچے کود ے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پھر کہا: اے اللہ کے نبی! اللہ مجھے آپ کے اوپر فدا کردے! کیا آپ کو کوئی چوٹ آئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن تم اس عورت کو سنبھالو! سو حضرت ابوطلحہ نے اپنا کپڑا ان کے چہرے پر ڈال لیا' پھر آپ کی اہلیہ کا قصد کیا اور وہ کپڑا ان کے اوپر ڈال دیا تو آپ کی اہلیہ کھڑی ہوگئیں' حضرت ابوطلحہ نے آپ دونوں کے لیے اونٹنی کو مضبوطی سے تیار کیا' پس وہ دونوں سوار ہوگئے' پھر سب روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب وہ مدینہ کی پشت پر پہنچے تو انہوں نے سر اٹھا کر مدینہ کو دیکھا تو حضرت انس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی کہ ہم رجوع کرنے والے ہیں! توبہ کرنے والے ہیں! عبادت کرنے والے ہیں! ہم اپنے رب کی حمد وثناء کرنے والے ہیں! پھر آپ مسلسل یہی کلمات ادا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ مدینہ میں داخل ہوگئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۷۱ میں گزر چکی ہے اور اس سے پہلی حدیث کے تحت بھی اسی حدیث کی شرح ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں بھی یہ ذکر ہے کہ جب انسان کسی اچھی مہم یا نیک مہم سے صحت وسلامتی کے ساتھ واپس آ جائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور اس کا شکر ادا کرے۔

١٩٨ - بَابُ الصَّلٰوةِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ جب انسان سفر سے واپس آئے تو نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مجاہد یا مسافر اپنے سفر سے واپس آئے تو مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور اپنے گھر میں جانے سے پہلے اللہ کے گھر میں جائے۔

٣٠٨٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی سَفَرٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا مِنَ الْمَدِیْنَۃَ قَالَ لِیْ اُدْخُلِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ.

محارب بن دثار' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' پس جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: مسجد میں داخل ہو! پس دو رکعت نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ جب مسافر کسی سفر سے واپس آ جائے تو اپنے گھر جانے سے پہلے مسجد میں آئے اور دو رکعت نماز پڑھے۔

۳۰۸۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ کَعْبٍ عَنْ اَبِیْہِ وَعَمِّہٖ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ کَعْبٍ عَنْ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ضُحًی دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن شہاب از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب از والدِ خود وعمِ خود عبیداللہ بن کعب از حضرت کعب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر سے چاشت کے وقت واپس آتے تو مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سفر سے واپس آنے کے بعد مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سنت یہ ہے کہ سفر سے واپس آنے کے بعد مسجد میں نماز پڑھی جائے اور سلامتی سے اپنے واپس آنے پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے' اور اپنے وطن میں آنے کے بعد جو پہلا کلام کیا جائے' وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہر خیر کی کنجی ہے اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ بندہ اپنے رب سے مناجات کرے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور سنت ہے اور ہمارے لیے نمونہ ہے' اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ ابتداء میں اپنے گھر جانے سے پہلے اللہ کے گھر جاتے اور آنے کے بعد آپ لوگوں کے لیے مسجد میں بیٹھ جاتے تا کہ لوگ آپ سے ملاقات کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے جو یہاں پر شرح کی ہے وہ بعینہٖ علامہ ابن بطال کی عبارت ہے' جو شرح ابن بطال میں موجود ہے۔

(دیکھئے: شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۵۴)

۱۹۹ - بَابُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ سفر سے واپسی کے بعد کھانا تیار کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سفر سے واپسی پر کھانا تیار کرنا جائز ہے۔

وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یُفْطِرُ لِمَنْ یَّغْشَاہُ. حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ملاقاتیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔

یعنی حضرت ابن عمر سے ملنے کے لیے جو لوگ آتے تھے اور جو ان کے پاس ٹھہرتے تھے' ان کے لیے کھانا تیار کرتے تھے' اور اس تعلیق کی قاضی اسماعیل نے احکام میں اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر جب مقیم ہوتے تو روزہ نہیں چھوڑتے تھے اور جب مسافر ہوتے تو روزہ نہیں رکھتے تھے اور جب وہ کسی سفر سے آتے تو کئی دن تک روزے نہیں رکھتے تھے' کیونکہ لوگ ان سے ملنے کے لیے آتے رہتے تھے اور وہ ان کو کھانا کھلاتے رہتے تھے اور پھر بعد میں روزے رکھتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

٣٠٨٩- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَحَرَ جَزُوْرًا أَوْ بَقَرَةً زَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اشْتَرٰى مِنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيْرًا بِأَوْقِيَّتَيْنِ وَدِرْهَمٍ أَوْ دِرْهَمَيْنِ فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا أَمَرَ بِبَقَرَةٍ فَذُبِحَتْ فَأَكَلُوْا مِنْهَا فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ أَمَرَنِيْ أَنْ آتِيَ الْمَسْجِدَ فَأُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَوَزَنَ لِيْ ثَمَنَ الْبَعِيْرِ. صِرَارٌ مَوْضِعٌ نَاحِيَةً بِالْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از شعبہ از محارب بن دثار از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ آئے تو آپ نے ایک اونٹ یا بیل کو نحر کیا اور معاذ نے از شعبہ از محارب یہ اضافہ کیا کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دو اوقیہ (یعنی ۸۰ درہم) اور اس کے اوپر ایک درہم یا دو درہم کے عوض (اونٹ) خریدا' پھر جب آپ صرار پر آئے تو آپ نے بیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو لوگوں نے اسے کھایا' پھر جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ نے مجھے مسجد میں آنے کا حکم دیا تاکہ میں دو رکعت نماز پڑھوں اور آپ نے وزن کر کے مجھے اونٹ کی قیمت ادا کی۔ صرار مدینہ کی جانب ایک جگہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ سفر سے آنے کے بعد لوگوں کو کھانا کھلایا جائے' نیز اس حدیث میں کچھ مزید وضاحت طلب باتیں ہیں' جن کو ہم ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

حضرت ابن عمر کا رمضان میں دورانِ سفر روزے نہ رکھنا اور بعد میں روزوں کی قضاء کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب امام اور رئیس سفر سے واپس آئے تو وہ اپنے اصحاب کو کھانا کھلائے اور یہ عمل مستحب ہے اور صالحین کی سیرت ہے۔

ابوعبداللہ بن ابی صفرہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی تعلیق میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر اُن لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے جو ان کو ڈھانپ لیتے تھے' یعنی جب وہ سفر سے آتے تو جو لوگ ان سے ملنے کے لیے آتے تھے' وہ ان کے ساتھ افطار کرتے تھے اور رمضان کے روزوں کی قضا کو ترک کر دیتے تھے کیونکہ وہ سفر کے دوران رمضان میں بالکل روزے نہیں رکھتے تھے' پھر جب ان کے کھانا کھلانے کا عمل ختم ہو جاتا اور لوگوں سے ملاقاتیں ختم ہو جاتیں تو سفر میں ان سے جو روزے رہ گئے تھے' ان کی قضاء کرتے تھے اور اس کو قاضی اسماعیل نے اپنی کتاب الاحکام میں تفصیل سے لکھا ہے۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے یہ روایت ہے کہ جب وہ مقیم ہوتے تو روزہ نہیں چھوڑتے تھے اور جب مسافر ہوتے تو روزہ نہیں رکھتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے تو کئی دن تک روزہ نہیں رکھتے تھے کیونکہ لوگ ان سے ملنے کے لیے آتے رہتے تھے اور جب یہ سلسلہ ختم ہو جاتا تو پھر روزے رکھتے تھے' پس یہ تحریر اس پر نہیں دلالت کرتی کہ ان کا رمضان میں ہمیشہ سفر رہتا تھا نہ کہ باقی مہینوں میں' بلکہ اسماعیل نے جو کہا ہے کہ جب وہ مقیم ہوتے تھے تو روزہ نہیں چھوڑتے تھے' یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا روزہ چھوڑنا ملاقاتیوں کے رش کی وجہ سے تھا اور کبھی وہ نفلی روزے رکھتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ملاقاتیوں کو رات میں کھانا

Marfat.com

کھلاتے ہوں۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۰۹۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدِمْتُ مِنْ سَفَرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محارب بن دثار از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں سفر سے آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

یہ "کتاب الجهاد" کی آخری حدیث ہے اور ہم اسی حدیث پر نعمۃ الباری کی پانچویں جلد کو ختم کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نعمۃ الباری کی یہ پانچ جلدیں مکمل کرادی ہیں' اسی طرح نعمۃ الباری کی باقی ماندہ جلدوں کو بھی مکمل کرادے۔

"کتاب الجهاد" کی تکمیل

"کتاب الجهاد" میں کل تین سو چھہتر احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں سے چالیس تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' اور اس میں دو سو چھیاسٹھ احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث ایک سو دس ہیں اور اس میں ستائیس آثارِ صحابہ و تابعین ہیں۔

حرفِ آخر

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين سيد الانبياء والمرسلين وشفيعنا الى يوم الدين! آج ۱۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ/ ۱۳ نومبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات بعد نمازِ عشاء نعمۃ الباری کی پانچویں جلد مکمل ہوگئی' اس جلد کی پہلی حدیث کا نمبر: ۲۳۵۱ ہے اور اس کی آخری حدیث کا نمبر: ۳۰۹۰ ہے' اس کا مطلب ہے کہ اس جلد میں سات سو انتالیس احادیث آ گئی ہیں اور اس جلد کو میں نے ۱۵ مارچ ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ کو شروع کیا تھا اور آج ۱۳ نومبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات کو یہ مکمل ہوگئی' اس کا مطلب ہے ۷ مہینے اور ۲۸ دن میں پانچویں جلد کی تکمیل ہوگئی' اس جلد کی تصنیف کے دوران میں کافی بیمار رہا' ایک دن نمازِ صبح سے پہلے وضوء کرتے ہوئے پھسل کر غسل خانہ میں گر گیا اور اس کے بعد تقریباً ۲ ماہ تک میرے بازو میں تکلیف رہی اور ایسا لگتا تھا جیسے پورے ہاتھ میں سوئیاں چبھتی ہوں' بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس مرض سے شفا نصیب فرمائی اور اس جلد کی تکمیل ہوگئی' اس کے بعد چھٹی جلد "کتاب الخمس" سے شروع ہوگی اور اس کی پہلی حدیث کا نمبر ہوگا: ۳۰۹۱- صحیح بخاری کی کل احادیث کی تعداد ۷۵۶۳ ہے اور اس کا نصف ۳۷۸۱.۵ ہے' اور اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ العزیز چھٹی جلد میں صحیح البخاری کی نصف احادیث مکمل ہو جائیں گی۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس طرح اس نے اپنے بے پناہ کرم سے اس ناکارہ کو یہ توفیق دی کہ اس نے نعمۃ الباری کی پانچ جلدوں کو مکمل کر دیا' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں سے نعمۃ الباری کی باقی جلدوں کو بھی مکمل کرادے گا اور اگر میری تقدیر میں اس کی تکمیل نہیں ہے تو ان شاء اللہ اس کی تکمیل کی نیت کا ثواب مجھے ملتا رہے گا اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے کسی لائق شاگرد کو یہ توفیق دے کہ وہ نعمۃ الباری کی بقیہ جلدوں کی تکمیل کر دے۔

وما ذالك على الله بعزيز.

میں آخر میں اپنے ان احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں' جنہوں نے اس کتاب کے لکھنے کے سلسلے میں میری مدد کی' وہ مفتی محمد اسماعیل

Marfat.com

نورانی زید علمہ ہیں اور سید عمیر الحسن برنی ہیں، جنہوں نے اب تک کی نعمۃ الباری کی تمام جلدوں کے مسودہ کو پڑھا اور مجھ سے لکھنے میں جو فروگزاشت ہوئی اس کی اصلاح کی، میں ان دونوں احباب کے لیے سعادتِ دارین کے حصول کی دعا کرتا ہوں اور خصوصاً محترم مولانا حافظ محمد اکرم ساجد زید حبہٗ (فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف) کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین کی سعادت نصیب فرمائے کیونکہ انہوں نے بہت عرق ریزی سے نعمۃ الباری کی پروف ریڈنگ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزاء عطا فرمائے! آمین!

میں اپنے احباب اور معاونین و قارئین کے لیے دعا کرتا ہوں، خصوصاً اپنے والدین کے لیے، مفتی منیب الرحمٰن کے لیے، سید محسن اعجاز کے لیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور ان سب کو اپنی مغفرت سے نوازے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا اہل بنا دے اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت نصیب فرمائے! ہمارے گناہوں کو بخش دے! ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ و مامون رکھے! اور اپنے فضل سے کرم سے ہمیں جنت الفردوس نصیب فرمائے! وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین اکرم الاولین والاخرین وسیلتنا فی الدارین وعلٰی اٰلہ المطہرین واصحابہ الکاملین وازواجہ الطاہرات الٰی یوم الدین وجمیع المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین وسائر المسلمین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، بلاک ١٥، فیڈرل بی ایریا،

عقب ایوب منزل، کراچی۔ ٣٨

Marfat.com

۞۞۞۞۞

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد خامس کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۱۵ مارچ ۲۰۰۸ء	ابتداء کی گئی ۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ	منگل	۴	۴	۲۳۵۱
یکم اپریل ۲۰۰۸ء	۲۳ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ	منگل	۵۲	۵۲	۲۴۰۲
یکم مئی ۲۰۰۸ء	۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ	جمعرات	۱۰۲	۱۵۸	۲۴۷۳
یکم جون ۲۰۰۸ء	۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ	اتوار	۸۴	۲۴۲	۲۵۶۳
یکم جولائی ۲۰۰۸ء	۲۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ	منگل	۱۲۳	۳۰۷	۲۶۸۹
یکم اگست ۲۰۰۸ء	۳۰ رجب ۱۴۲۹ھ	اتوار	۱۰۱	۵۰۸	۲۷۸۲
یکم ستمبر ۲۰۰۸ء	یکم شعبان ۱۴۲۹ھ	پیر	۱۳۰	۶۳۸	۲۹۱۶
یکم اکتوبر ۲۰۰۸ء	۲ شوال ۱۴۲۹ھ	ہفتہ	۱۲۱	۷۵۹	۳۰۴۳
اختتام ۱۳ نومبر ۲۰۰۸ء	۱۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ	جمعرات	۵۶	۸۱۵	۳۰۹۰

Marfat.com

ماخذ و مراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبد اللہ بن مبارک، متوفی ۱۸۱ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۳ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، المسند، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۰ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود، المتوفی ۲۰۴ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ
۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۱۳- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، مصنف عبد الرزاق، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ
۱۴- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی، متوفی ۲۱۹ھ، المسند، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت
۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی، مکی، متوفی ۲۲۷ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۶- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، المصنف، مطبوعہ ادارہ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ
۱۷- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ دار الوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۸- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ
۱۹- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، المسند، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۲۰- امام ابوعبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی، متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ، دار المعرفۃ، بیروت،

Marfat.com

۱۴۲۰ھ
۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ دار ارقم' بیروت
۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ
۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ کرمہ' ۱۴۱۷ھ
۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء
۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ
۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی' متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۰- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دارالرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ
۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت
۳۲- امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ
۳۳- امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلہ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ
۳۴- امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳' سنن کبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۶- امام احمد بن علی المثنی التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابویعلیٰ موصلی' مطبوعہ دارالمامون التراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ' المنتقیٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ
۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ
۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ دار بلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ھ
۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ
۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' مسند الطحاوی' مطبوعہ مکتبۃ الحرمین' الدبیٰ' ۱۴۲۶ھ
۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی'

بیروت ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم اوسط مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۰۵ھ دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم کبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ الکامل فی ضعفاء الرجال مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ
۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ الناسخ والمنسوخ من الحدیث مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ متوفی ۳۹۶ھ کتاب العظمۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ المستدرک مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ حلیۃ الاولیاء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ دلائل النبوۃ مطبوعہ دار النفائس بیروت
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ مطبوعہ نشر السنہ ملتان
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب الاسماء والصفات مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ معرفۃ السنن والآثار مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب الآداب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب فضائل الاوقات مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ شعب الایمان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ الجامع لشعب الایمان مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ البعث والنشور مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی متوفی ۴۶۳ھ جامع بیان العلم وفضلہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی المتوفی ۵۰۹ھ الفردوس بماثور الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ تاریخ دمشق الکبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ تہذیب تاریخ دمشق مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ جامع المسانید مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ

Marfat.com

۶۹- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۷۰- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ

۷۲- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت

۷۳- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۷۶- امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ

۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ

۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ

۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۶- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر' بیروت

۸۷- امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ

۸۸- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۸۹- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشا پوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

Marfat.com

٩٠- امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ تفسیر کبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤١٥ھ
٩١- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ الجامع لاحکام القرآن مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٤١٥ھ
٩٢- قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی متوفی ٦٨٥ھ انوار التنزیل مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر
٩٣- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ٧١٠ھ مدارک التنزیل مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
٩٤- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ١٢٧٠ھ روح المعانی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت دار الفکر بیروت ١٤١٧ھ
٩٥- شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ١٣٦٤ھ بیان القرآن مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
٩٦- شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ١٣٣٩ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ١٣٦٩ھ حاشیۃ القرآن مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

کتب شروح حدیث

٩٧- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ٤٤٩ھ شرح صحیح البخاری مطبوعہ مکتبۃ الرشید ریاض ١٤٢٠ھ
٩٨- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ الاستذکار مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ١٤١٣ھ
٩٩- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ تمہید مطبوعہ مکتبۃ القدوسیہ لاہور ١٤٠٤ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٩ھ
١٠٠- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ٥٤٤ھ اکمال المعلم بفوائد مسلم مطبوعہ دار الوفا بیروت ١٤١٩ھ
١٠١- علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ٥٩٧ھ کشف المشکل علی صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ
١٠٢- امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری متوفی ٦٥٦ھ مختصر سنن ابوداؤد مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
١٠٣- علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی متوفی ٦٦١ھ کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ مکتبہ نزار مصطفیٰ ١٤٢٢ھ
١٠٤- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی التوفی ٦٥٦ھ المفہم مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ١٤١٧ھ
١٠٥- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ شرح مسلم مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ١٣٧٥ھ
١٠٦- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ٧٤٣ھ شرح الطیبی مطبوعہ ادارۃ القرآن ١٤١٣ھ
١٠٧- علامہ ابن رجب حنبلی متوفی ٧٩٥ھ فتح الباری دار ابن الجوزی ریاض ١٤١٧ھ
١٠٨- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ٨٢٨ھ اکمال اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٥ھ
١٠٩- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ فتح الباری مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور دار الفکر بیروت ١٤٢٠ھ
١١٠- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار دار ابن کثیر بیروت
١١١- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ عمدۃ القاری مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ١٣٤٨ھ دار الکتب

العلمیہ ۱۴۲۱ھ
۱۱۲- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ
۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ
۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۲ھ
۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحوالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۱۱۸- علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ
۱۱۹- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدیر مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ
۱۲۰- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور
۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی
۱۲۶- شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو
۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ
۱۲۸- شیخ عبد الرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنہ ملتان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۲۹- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ
۱۳۰- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی مؤطا مالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبۃ الحراء
۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

کتب اسماء الرجال

۱۳۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاریخ الکبیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل دار الاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۴ھ

Marfat.com

۱۳۶- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۵- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۴ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی' متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ
۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۰- ابونعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۱- قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

Marfat.com

کتب تاریخ' سیرت و فضائل

۱۶۲- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۳- امام ابو سعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ
۱۶۴- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم' بیروت
۱۶۵- حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۶۷- علامہ عبد الرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد
۱۶۸- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶۹- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران
۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۷۲- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ التوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۷۳- علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۱- علامہ محمد عبد الباقی زرقانی' متوفی ۱۱۲۴ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ' افغانستان' ۱۴۰۵ھ

۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی' متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ - ایم - سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوز جندی' متوفی ۵۹۲ھ' فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ

۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوز جندی' متوفی ۵۹۲ھ' شرح الزیارات' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ۵۹۳ھ' ہدایہ اولین وآخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان

۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ' المحیط البرہانی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ

۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ' تبیین الحقائق' مطبوعہ ایچ - ایم سعید کمپنی' کراچی' ۱۴۲۱ھ

۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۹۱- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ

۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ

۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ

۱۹۵- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴' فتح باب العنایۃ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدر المختار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت

۱۹۷- ملا نظام الدین متوفی' ۱۱۶۱ھ' فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ

۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ

۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی' کوئٹہ

۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ

۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' ردالمحتار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' الام' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۳ھ

۲۰۴- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' الحاوی الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۳۹۳ھ

۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

Marfat.com

۲۰۷- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' المغنی' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ
۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' الکافی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِالْیَمِیْنِ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ.

ملیکہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ کیا۔

اس حدیث کی شرح: ۲۵۱۴ میں گزر چکی ہے' یہ حدیث فقہاء احناف کے مؤقف کی مؤید ہے۔

۰۰۰ - بَابٌ

باب

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان قائم نہیں کیا' اور ہم اس سے پہلے کئی بار بتا چکے ہیں کہ جس باب کا کوئی عنوان نہ ہو' وہ ابوابِ سابقہ کے ساتھ ملحق (ملا ہوا) اور ان کا تتمہ ہوتا ہے۔

۲۶۷۰،۲۶۶۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ یَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا، لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ، ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَصْدِیْقَ ذٰلِكَ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ. اِلٰی. عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ (آل عمران:۷۷) ثُمَّ اِنَّ الْاَشْعَثَ بْنَ قَیْسٍ خَرَجَ اِلَیْنَا، فَقَالَ مَا یُحَدِّثُکُمْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ فَحَدَّثْنَاهُ بِمَا قَالَ، فَقَالَ صَدَقَ، لَفِیَّ اُنْزِلَتْ، كَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِیْ شَیْءٍ فَاخْتَصَمْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ شَاهِدَاكَ اَوْ یَمِیْنُهُ. فَقُلْتُ لَهُ اِنَّهُ اِذًا یَحْلِفَ وَلَا یُبَالِیْ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ، یَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا، وَهُوَ فِیْهَا فَاجِرٌ، لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِیْقَ ذٰلِكَ، ثُمَّ اقْتَرَاَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے کسی چیز پر (جھوٹا) حلف اٹھایا تا کہ وہ اس کی وجہ سے مال کا مستحق ہو' وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' یہ آیت "عذاب الیم" تک ہے۔ (آل عمران:۷۷) پھر حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے' پس کہا: حضرت ابوعبدالرحمٰن تم کو کیا چیز بیان کر رہے تھے؟ ہم نے ان کو بتایا وہ کیا کہہ رہے تھے' تو انہوں نے بتایا: انہوں نے سچ کہا ہے' یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی' میرے اور ایک شخص کے درمیان کسی چیز کے متعلق جھگڑا تھا' تو ہم دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنا جھگڑا پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دو گواہ ہوں گے ورنہ پھر اس کی قسم ہوگی' میں نے آپ سے عرض کیا: یہ تو قسم کھا لے گا اور کوئی پرواہ نہیں کرے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر حلف اٹھایا تا کہ وہ اس حلف سے کسی مال کا مستحق ہو جائے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا' تب اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی' پھر انہوں نے یہ آیت (آل عمران:۷۷) پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۷' اور ۲۳۵۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ تمہارے دو گواہ ہوں گے ورنہ پھر اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' اس میں یہ دلیل ہے کہ قسم صرف مدعیٰ علیہ کی ہوتی ہے' مدعی کی نہیں ہوتی اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ امام ابن جریر طبری نے النور: ۷-۶ کے شانِ نزول میں متعدد اسانید کے ساتھ لعان کے متعلق حضرت ہلال بن امیہ کی حدیث ذکر کی ہے اور حضرت عویمر کی حدیث ذکر نہیں کی' اسی طرح علامہ ابن بطال نے بھی علامہ المہلب کا مذکور الصدر قول ذکر نہیں کیا' علامہ عینی نے المہلب اور امام طبری کی طرف منسوب کر کے جو یہ لکھا ہے کہ امام بخاری کا اس حدیث میں حضرت ہلال بن امیہ کا ذکر کرنا صحیح نہیں ہے' دراصل علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے' امام طبری نے حضرت ہلال بن امیہ کی حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ درج کیا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ۹۹) اور علامہ ابن بطال نے اس حدیث کی شرح میں علامہ المہلب کے قول کا ذکر نہیں کیا۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۰)

۲۲ - بَابُ الْيَمِينِ بَعْدَ الْعَصْرِ

عصر کے بعد قسم کھانے کا حکم

۲۶۷۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِطَرِيقٍ يَمْنَعُ مِنْهُ ابْنَ السَّبِيلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا، فَإِنْ أَعْطَاهُ مَا يُرِيدُ وَفَى لَهُ، وَإِلَّا لَمْ يَفِ لَهُ، وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهِ كَذَا وَكَذَا، فَأَخَذَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن عبدالحمید نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ ان کے باطن کو صاف فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: ایک وہ شخص جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو اور وہ اس پانی سے کسی مسافر کو منع کرے' دوسرا وہ شخص جس نے کسی دوسرے شخص سے بیعت کی اور اس نے اس سے صرف دنیا کے لیے بیعت کی ہو اگر اس نے اس کو اس کے ارادہ کے موافق عطاء کر دیا تو وہ اس بیعت کو پورا کرے ورنہ وہ اس کی بیعت کو پورا نہ کرے' تیسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد کسی چیز کی کسی شخص کے لیے قیمت لگائی اور اس نے اللہ کی قسم کھائی کہ اس نے اس چیز کی اتنی اتنی قیمت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں عصر کے بعد جھوٹی قسم کھانے پر وعید ہے اور عصر کے بعد کی تخصیص اس لیے ہے کہ اس وقت میں دن کے فرشتے بندوں کے اعمال لکھ کر جا رہے ہوتے ہیں اور رات کے فرشتے بندوں کے اعمال لکھنے آ رہے ہوتے ہیں اور ہر دونوں فرشتے اس وقت کا عمل اپنے اپنے رجسٹروں میں لکھ لیتے ہیں۔

۲۳ - بَابٌ يَحْلِفُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْيَمِينُ، وَلَا يُصْرَفُ مِنْ مَّوْضِعٍ إِلَى غَيْرِهِ

مدعیٰ علیہ اس جگہ حلف اٹھائے جہاں اس پر قسم واجب ہوئی ہے اور اس کو اس جگہ سے دوسری جگہ نہ منتقل کیا جائے

Marfat.com

Marfat.com

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

click on link for more books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں ڈاون لوڈ کرنے کے ٹیلگرام پر ان چینل و گروپ کو جوائن کریں

https://telegram.me/Tehqiqat

https://telegram.me/faizanealahazrat

https://telegram.me/FiqaHanfiBooks

https://t.me/misbahilibrary

آرکایو لنک

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://archive.org/details/@muhammad_tariq_hanafi_sunni_lahori

بلوگسپوٹ لنک

http://ataunnabi.blogspot.in

click on link for more books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابو محمد ذکی محمد شہزاد العطاریہ

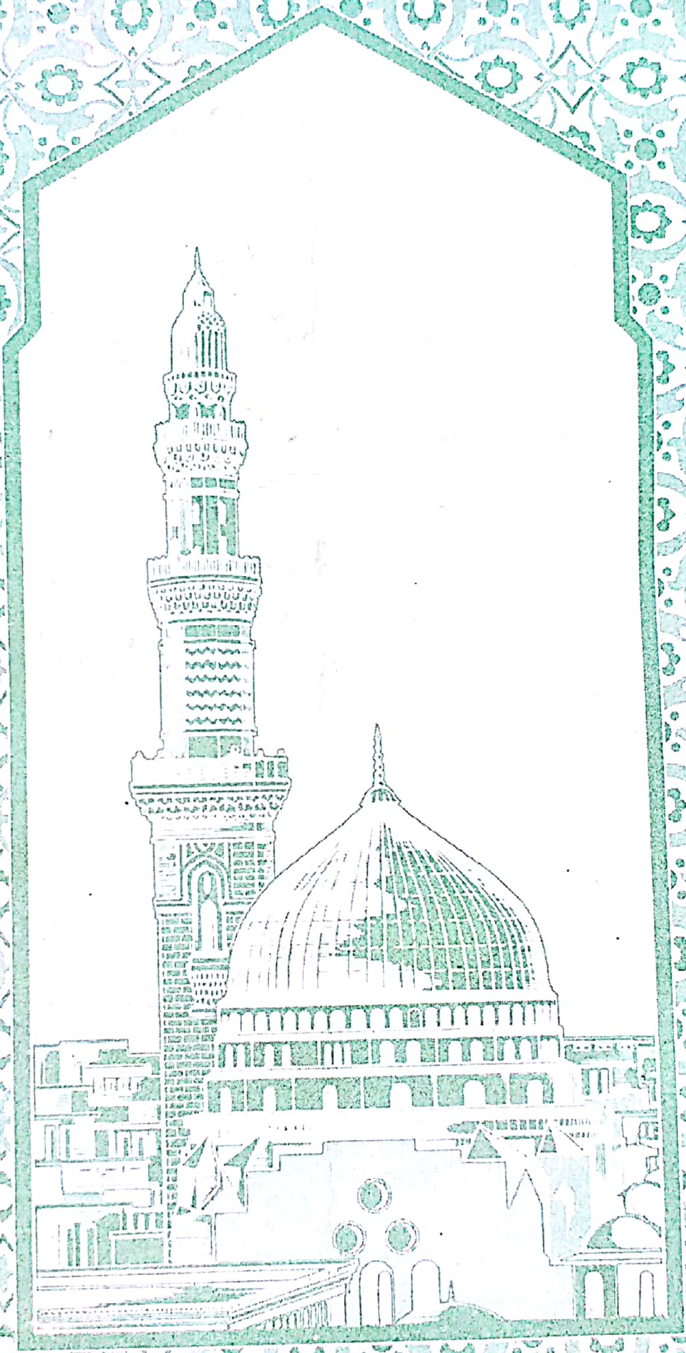

غوثیہ کتب خانہ گوجرانوالہ
اردو بازار
1-6483964 , 055-4442193

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء السادس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

جلد ششم

الاحادیث: ۲۸۵۰ ——— ۳۰۹۱

کتاب الخمس، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، کتاب بدء الخلق، کتاب احادیث الانبیاء، کتاب المناقب، کتاب فضائل الصحابۃ، کتاب مناقب الانصار

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸-اردو بازار لاہور

click on link for more books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

Copyright ©
All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الطبع الاوّل : ربیع الثانی 1433ھ / مارچ 2012ء

تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد' محمد اشتیاق'

: حافظ اختر حبیب اختر

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور

قیمت : -/730 روپے

Farid Book Stall

Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۳۱۲۱۷۳۔۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد ششم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	**خطبة الكتاب**	39
	۵۷ - كتاب الخمس	41
	باب:۱	
1	خمس یعنی مال غنیمت کے پانچویں حصہ کا فرض ہونا	41
2	خمس کی تعریف اور خمس کے حکم میں مذاہب فقہاء	42
3	الانفال:۴۱ میں ''ذوی القربیٰ'' سے رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار مراد ہیں یا عام مسلمانوں کے قرابت دار؟	43
4	خمس کی تقسیم میں مذاہب فقہاء	45
5	حافظ ابن حجر کے نزدیک خمس کا غزوۂ بدر سے مشروع ہونا اور علامہ ابن بطال کے دلائل کا جواب	46
6	ابتداء اسلام میں شراب پینے اور گانا سننے کا جواز' حالتِ نشہ میں احکام شرعیہ کا مرتب نہ ہونا اور حضرت حمزہ پر حضرت علی کی اونٹنیوں کا تاوان	47
7	نشہ میں طلاق دینے والے کی طلاق کے مؤثر ہونے کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین	48
8	نشہ میں طلاق دینے والے کی طلاق کے مؤثر ہونے کے ثبوت میں ایک حدیث	48
9	اس باب کی حدیث مذکور سے مستنبط ۲۴ مسائل	49
10	حدیث مذکور کے رجال	52
11	اس حدیث کی باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے اعتراض کا جواب	52
12	حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میراث کے سوال کرنے کی توجیہ	52
13	انبیاء علیہم السلام کو وارث نہ بنانے کی حکمت	53
14	حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کا حضرت ابوبکر سے ناراض ہونا اور اخیر عمر میں راضی ہونا اور ناراض ہونے کی توجیہ	53
15	مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے صدقات کا بیان	54
16	حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا صدقاتِ مدینہ کا مالک نہ ہونا	54
17	رسول اللہ ﷺ کا اموال فئے میں سے اپنی ضروریات اور مسلمانوں کی مصلحتوں پر خرچ کرنا	55
18	حضرت ابوبکر کی بیعت کے اجماعی ہونے پر ایک اشکال کہ حضرت علی اور بنو ہاشم نے چھ ماہ تک ان کی بیعت نہیں کی تھی اور اس کا جواب	55
19	حدیث مذکور کے رجال	59
20	حضرت عباس نے حضرت علی کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہا' اس کی توجیہ علامہ مازری اور علامہ عینی کی طرف سے	59
21	کاذب' آثم' غادر اور خائن کی توجیہ علامہ ابن حجر کی طرف سے	60
22	کاذب' آثم غادر اور خائن کی توجیہ شیخ تقی عثمانی کی	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	طرف سے	61
23	حضرت علی کو کاذب، آثم، غادر اور خائن کہنے کی توجیہ مصنف کی طرف سے	61
24	جن آیات میں انبیاء کرام کی وراثت کا ثبوت ہے، ان کی توجیہ	62
25	اس اعتراض کا جواب کہ جب نبی ﷺ اموالِ فئی سے ایک سال کا خرچ نکال لیتے تھے، تو پھر آپ نے زرہ گروی رکھ کر اُدھار طعام کیوں خریدا؟	62
26	حضرت عمر نے ابتداءً اموالِ بنونضیر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو کیوں نہیں دیئے؟ اور ان دونوں کے بعد میں لڑنے کی کیا وجہ تھی؟	62
27	اپنی تعریف خود کرنے کا جواز، جاہل صوفیاء کا رد اور خبر واحد کو قبول کرنے کی دلیل اور دیگر مسائل	63
	باب:۲	
28	خمس کا ادا کرنا بھی دین سے ہے	63
	باب:۳	
29	نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کے خرچ کا بیان	64
30	نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کے خرچ کا وجوب	65
31	نبی ﷺ کے عاملین کو خرچ دینے کا وجوب	65
32	دین کا کام کرنے والوں کو خرچ دینے کا وجوب	65
33	امام طبری کی مشکل عبارت کی تسہیل	66
34	تجارت، ملازمت، کاشت کاری اور باغبانی کے ذریعے مال حاصل کرنے کا جواز	66
35	اغنیاء کا فقراء سے افضل ہونا	66
36	مال و دولت بنانے کی ممانعت اور اس کا محمل	67

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
37	مال جمع کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور ان کا محمل	67
38	جگر والے اور "الرف" کا معنی	69
39	کسی چیز کی مقدار معلوم کرنے سے اس کی برکت کا ختم ہوجانا	69
	باب:۴	
40	نبی ﷺ کی ازواج کے گھروں کے متعلق اور جو گھروں کی طرف منسوب ہیں، ان کے متعلق	70
41	"نوبت، نحو" اور "سحر" کے معانی	71
42	اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہے اور ازواج مطہرات اپنے حجروں کی مالک تھیں یا نہیں؟ اس بارے میں دو قول اور دیگر مسائل	73
43	مذکور الصدر دو قولوں کی مزید وضاحت	74
	باب:۵	
44	نبی ﷺ کی زرہ اور آپ کے عصا اور آپ کی تلوار اور آپ کے پیالہ اور آپ کی انگوٹھی کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے اور ان میں سے جن چیزوں کو خلفاء نے آپ کے بعد استعمال کیا، اور آپ کے بال اور آپ کی نعلین اور آپ کے برتنوں میں سے جن کی تقسیم کا ذکر نہیں کیا گیا اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے اصحاب اور دوسروں نے جن چیزوں کو بہ طور تبرک حاصل کیا	75
45	حدیث مذکور کے رجال	78
46	نبی ﷺ کی زیر استعمال اشیاء کا آپ کی وفات کے بعد کوئی مالک نہیں ہوا	78
47	نبی ﷺ کے بالوں اور نعلین کو بہ طور تبرک رکھنا، رکھنا آپ کی خصوصیت تھی اور آپ کی استعمال شدہ	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باقی اشیاء میں آپ کی سنت پر عمل کرنا مقصود تھا	78
48	حضرت فاطمہ علیہا السلام کے اوپر کسی اور عورت کے ساتھ نکاح کو ناپسند کرنے کی وجہ	79
49	حدیث مذکور کے بعض مجمل جملوں کی تفصیل	79
50	اس اشکال کا جواب کہ کیا آپ حضرت فاطمہ علیہا السلام کی دل آزاری کی رعایت کرنا دل آزاری ہے؟	80
51	حضرت فاطمہ علیہا السلام کی فضیلت کے متعلق احادیث	81
52	ملک کے سربراہ کی اگر کوئی ناگوار چیز معلوم ہو تو خیر خواہی سے اس کی اصلاح کرنی چاہیے	82
53	حضرت عثمان نے حضرت علی کا صحیفہ قبول نہیں کیا' اس کی توجیہ	82
	باب:٦	
54	اس پر دلیل کہ خمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات اور مساکین کے لیے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب صفہ اور بیواؤں کو حضرت فاطمہ پر ترجیح دی' جب انہوں نے چکی میں آٹا پیسنے کی مشقت بتا کر کہا کہ آپ قیدیوں میں سے ان کو کوئی خادم دے دیں تو آپ نے ان کے معاملہ کو اللہ کی طرف سونپ دیا	83
55	حدیث مذکور کی تفصیل اور اس حدیث کی سنن ابوداؤد میں روایت اور دیگر فوائد	84
56	خمس کی تقسیم میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترجیح	84
57	دینی طلباء کے حصہ کا مقدم ہونا' جب بیٹی اور داماد سوئے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان بیٹھنے کا جواز' عبادت کا دنیا کے عظیم نفع سے بہتر ہونا	85
	باب:۷	
58	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس بے شک خمس اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے (الانفال: ۴۱) یعنی رسول کے لیے خمس کو تقسیم کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میں صرف قاسم اور خازن ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے	85
59	کنیت کی تعریف' قاسم کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور کنیت کو جمع کرنے میں مذاہب فقہاء	87
60	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے نام رکھنے میں اور فرشتوں کے نام رکھنے میں مذاہب علماء	88
61	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نام رکھنے کی تحقیق	88
62	محمد نام رکھنے کی فضیلت	89
	باب:۸	
63	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ تمہارے لیے غنیموں کو حلال کر دیا گیا ہے	91
64	قیصر و کسریٰ اور ان کے ملکوں کا مختصر تعارف	92
65	حدیث مذکور کے رجال	94
66	نوشادی شدہ کو جہاد میں ساتھ نہ لے جانے کی توجیہ	94
67	حدیث مذکور سے علامہ المہلب کے استنباط کردہ فوائد	94
68	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کو ٹھہرانا اور سورج کو لوٹانا	95
69	سورج کو ٹھہرانے اور لوٹانے میں مسند احمد کی روایت سے تعارض کا جواب	96
70	سابقہ امتوں اور اس امت کی قربانی کے مقبول ہونے کی کیفیت میں فرق	97

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۹	
71	غنیمت کا وہی مستحق ہوگا جو موقع پر حاضر ہو	97
72	مفتوحہ زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظریہ	97
73	مفتوحہ زمینوں کو تقسیم کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	98
	باب:۱۰	
74	جس نے مالِ غنیمت کے لیے قتال کیا' آیا اس کے اجر میں کمی کی جائے گی	99
75	کسی نیک عمل کی ابتداء میں اللہ کی رضا جوئی کی نیت ہو تو عمل کے بعد کسی وسوسہ سے اس کے اخلاص میں فرق نہیں پڑتا	99
	باب:۱۱	
76	جو لوگ سربراہ کے پاس پہلے آجائیں تو ان کو وہ تقسیم کر دے اور جو اس وقت حاضر نہ ہوں ان کے لیے چھپا کر رکھ لے	100
77	مشرکین کے ہدیوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصرف اور آپ کے اخلاقِ حسنہ	101
	باب:۱۲	
78	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوقریظہ اور بنوالنضیر (کے اموال) کی کس طرح تقسیم کی اور اپنی ضرورتوں میں کس طرح خرچ کیا؟	101
79	اموالِ بنونضیر اور اموالِ بنوقریظہ کی تقسیم کی تفصیل	101
	باب:۱۳	
80	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دوسرے حکمرانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کے مال کی برکت خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت شدہ	102
81	حدیث مذکور کے رجال	105

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
82	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	106
83	جنگ جمل کا قصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ روانہ ہونا	106
84	جنگ جمل کا قصہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اصحابِ جمل پر فتح پانا اور حضرت عائشہ کو احترام کے ساتھ مکہ روانہ کرنا	107
85	حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت	108
86	یوم الجمل کی تاریخ	108
87	ظالم یا مظلوم کے قتل کیے جانے کا معنی	108
88	غابہ کا محل وقوع	109
89	مجاہد کے لیے دورانِ جنگ وصیت کرنے کا استحباب' پوتوں کے لیے وصیت کرنے کا جواز اور دیگر مسائل	110
	باب:۱۴	
90	جب سربراہ کسی شخص کو کسی کام سے بھیجے یا اس کو کسی جگہ ٹھہرنے کا حکم دے تو کیا اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا؟	110
91	امیر المسلمین کی اطاعت میں میدان جہاد سے غیر حاضر شخص کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالنے میں مذاہب فقہاء	111
92	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے دلائل کے جوابات	112
	باب:۱۵	
93	خمس مسلمانوں کی ضروریات کے لیے ہے	113
94	اگر قسم کے خلاف کرنا بہتر ہو تو قسم توڑنا مستحب ہے	116
95	قسم توڑنے پر کفارہ کو مقدم کرنے میں مذاہب فقہاء	116
96	کھانا کھانے کے درمیان اگر کوئی دوست آجائے	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تو اس کو کھانے میں شریک کرنا اور گندگی کھانے والی مرغی کو کھانے سے پہلے چند دن بند رکھنا	116
97	''نفّلوا'' اور ''سرية'' کا معنی	117
98	مالِ غنیمت کے علاوہ انعام دینے میں مذاہب فقہاء	117
99	حضرت موسیٰ اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بغیر جہاد کے مالِ غنیمت عطاء کرنے کی توجیہات	119
100	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	121
	باب:۱۶	
101	نبی ﷺ کا قیدیوں پر احسان کرنا اور خمس نہ نکالنا	121
102	علامہ داؤدی کے اعتراض کا جواب علامہ عینی اور ابن حجر سے	123
103	علامہ داؤدی کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے	123
	باب:۱۷	
104	اس پر دلیل کہ خمس میں امام کو اختیار ہے، وہ چاہے تو اپنے کسی قرابت دار کو دے اور کسی کو نہ دے اور نبی ﷺ نے بنو مطلب اور بنو ہاشم کو خیبر کے خمس میں سے عطا فرمایا	124
105	ذوی القربیٰ کے مصداق میں فقہاء کے مختلف اقوال اور ان کے حصے کے متعلق تفصیل	125
	باب:۱۸	
106	جس نے مقتول کے سامان سے خمس نہیں نکالا	126
107	ابوجہل کا سامان صرف حضرت معاذ بن عمرو کو دینے کی توجیہات، جب کہ حضرت معاذ بن عمرو اور حضرت معاذ بن عفراء دونوں نے اس کو قتل کیا تھا	128
108	علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	129

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۹	
109	نبی ﷺ مؤلفة القلوب اور دوسروں کو جو خمس وغیرہ سے عطا فرماتے تھے	130
110	اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کا تعارف	136
111	جس شخص نے نبی ﷺ سے یہ کہا: آپ عدل کریں، اس کو قتل نہ کرنے کی وجوہ	136
112	نبی ﷺ کی گستاخی کرنے والے کے متعلق ائمہ اربعہ کے مسالک	138
113	باب مذکور کی وضاحت میں صحیح مسلم کی حدیث	139
114	بیوی پر گھر کے کام کرنے کا شرعی حکم	139
115	تیماء اور اریحاء کا جغرافیائی محلِ وقوع	140
	باب:۲۰	
116	دارالحرب میں کھانے کی چیزوں کے ملنے کا شرعی حکم	140
117	پالتو گدھوں کی تحریم کی علت میں فقہاء صحابہ کا اختلاف اور ان کی تحریم کے ثبوت میں احادیث	141
118	کتاب الخمس کی تکمیل	143
	۵۸- کتاب الجزية والموادعة	144
	باب:۱	
1	جزیہ اور اہل الذمة اور اہل حرب کے ساتھ موادعة	144
2	جزیہ کے مشروع ہونے کی تاریخ اور فقہاء اسلام کے نزدیک جن لوگوں پر جزیہ مقرر ہوتا ہے	144
3	حدیث مذکور کے رجال	146
4	جن کفار اور مشرکین سے جزیہ لینے کا حکم ہے، ان کے متعلق مذاہب ائمہ	147
5	علامہ ابن بطال کا امام شافعی کے اس قول کا رد کرنا کہ غیر اہل کتاب سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کہ مجوس سے جزیہ لینے	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	میں غیر عرب کی قید لگانا بلا دلیل ہے	149
6	علامہ ابن بطال کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب	149
7	علامہ ابن القصار کی عبارت نقل کرنے میں علامہ ابن بطال کا تسامح	149
8	جزیہ کی مقدار کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب	150
9	اہل کتاب کے ساتھ معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی اور دیگر فوائد	150
10	حدیث مذکور کے رجال	152
11	حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح	152
12	حدیث مذکور کے رجال	154
13	ھرمزان کا تذکرہ اور مسلمانوں کا ایران کو فتح کرنا	154
14	ھرمزان کی بیان کردہ مثال کی وضاحت' اور النعمان بن مقرن کو امیر لشکر بنانے کا واقعہ	155
15	حضرت مغیرہ کا کسریٰ کے سامنے اسلام کی فضیلت بیان کرنا	155
16	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	156
17	مشرکین سے جزیہ لینے اور مسلمانوں سے جزیہ نہ لینے کی توجیہ	156
18	کیا مسلم ممالک کو غیر مسلم اقلیتوں سے جزیہ لینا چاہیے؟	157
	باب:۲	
19	مسلمانوں کا امیر جب کسی (کافر) بستی کے بادشاہ سے صلح کرلے تو آیا یہ بستی والوں سے بھی صلح ہو گئی؟	158
20	ایلہ کے بادشاہ کو امان دینے کی تفصیل	158
21	اگر کسی شہر کے معین لوگوں کو امان دی جائے تو اس امان میں ان کا امیر داخل ہے یا نہیں؟	159

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳	
22	جن کو رسول اللہ ﷺ نے امان دی اس امان کو قائم رکھنے کی وصیت کرنا	159
	باب:۴	
23	نبی ﷺ نے بحرین کے مال سے جو عطا فرمایا اور بحرین کے مال اور جزیہ میں سے جو وعدہ فرمایا اور جس کے لیے فئی اور جزیہ کو تقسیم کیا جائے	160
24	انصار کا اپنے اوپر مہاجرین کو ترجیح دینا	161
25	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل	162
26	اموال فئے لوگوں کو عطاء کرنے میں خلفاء راشدین اور ائمہ اربعہ کے نظریات	162
	باب:۵	
27	اس شخص کا گناہ جس نے کسی ذمی کو بغیر جرم کے قتل کر دیا	163
28	ذمی کو ناحق قتل کرنے والا کتنی مسافت سے جنت کی خوشبو نہیں پائے گا' اس سلسلہ میں احادیث اور ان کے محامل	163
	باب:۶	
29	یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا	164
30	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	165
31	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ اور اس پر مصنف کا محاکمہ	165
32	اگر کفار کی کسی علاقہ میں ضرورت ہو تو ان کو وہاں رہنے دیا جائے گا	167
33	یہود کا مشرکین میں داخل ہونا' جزیرۂ عرب کی تخصیص کی وجہ اور اس کی توجیہ کہ حضرت عمر نے اس حکم پر تاخیر سے عمل کیا	167
34	رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت کے متعلق	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	احادیث	168
	باب:۷	
35	جب مشرکین مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کریں تو کیا ان کو معاف کیا جائے گا؟	169
36	مشرکین کی غداری کی وجہ سے اگر مسلمانوں کو ضرر ہو تو ان کو سزا دینا جائز ہے	170
37	زہر آلود بکری لانے والی یہودیہ کا قصہ	170
38	زہر آلود بکری کھلانے والی یہودیہ کو قتل کرنے اور قتل نہ کرنے کی احادیث میں تطبیق	171
39	زہر دینے والے سے قصاص لینے میں مذاہب ائمہ	171
40	یہودیوں کے جواب کا رد اور آپ میں رسالت اور شہادت کا جمع ہونا	171
41	زہر آلود بکری کی دستی کے خبر دینے اور حضرت بشر کے قصاص میں یہودیہ کو قتل کرانے کے متعلق احادیث	172
	باب:۸	
42	جس نے عہد شکنی کی اس کے خلاف دعا کرنا	172
43	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کے ایمان لانے سے مایوس ہونے کے بعد ان کے خلاف شر کی دعا کرتے تھے	173
	باب:۹	
44	عورتوں کا کسی کو پناہ اور امان دینا	173
45	عورت کی امان میں مذاہب فقہاء	174
	باب:۱۰	
46	تمام مسلمانوں کا ذمہ اور ان کا پناہ دینا برابر ہے ان میں سے ادنیٰ مسلمان بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے	175
	باب:۱۱	
47	جب کافروں نے کہا: ہم نے دین بدل لیا اور وہ یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہو گئے	175

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۲	
48	مشرکین کے ساتھ مال وغیرہ سے صلح کرنا اور جنگ چھوڑ نا دینا اور جو عہد پورا نہ کرے اس کا گناہ	177
49	یہودیوں کی طرف سے دیت ادا کرنے کی حکمتیں اور مشرکین کو مال دے کر ان سے صلح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	178
50	مشرکین کو مال دے کے ان سے صلح کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	178
	باب:۱۳	
51	عہد پورا کرنے کی فضیلت	179
	باب:۱۴	
52	جب ذمی جادو کرے تو آیا اس کو معاف کیا جائے گا؟	179
53	علامہ عینی اور دوسرے متقدمین شارحین حدیث کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کے اثر ہونے کا قصہ	180
54	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق متاخرین کا نظریہ	182
55	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کے اثر کا انکار کرنے والے علماء	183
56	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق امام رازی کا موقف	184
57	امام رازی کی مذکور الصدر عبارت پر مصنف کا تبصرہ	184
58	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق مصنف کا نظریہ	185
	باب:۱۵	
59	عہد شکنی سے ڈرانے کے متعلق احادیث	188
60	حدیث مذکور کے رجال	188
61	مستقبل میں آنے والے فتنے، علامات نبوت اور	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	بعض مشکل الفاظ کے معانی	189
	باب:۱۶	
62	جن سے معاہدہ کیا ہوا ہے' ان سے معاہدہ کس طرح ختم کیا جائے گا؟	189
63	مشرکین کو حرم میں طواف کرنے سے منع کرنے کی وجوہ اور یوم الحج الاکبر کے مصداق میں اقوالِ فقہاء	190
	باب:۱۷	
64	جس نے معاہدہ کرنے کے بعد عہد شکنی کی' اس کا گناہ	191
65	اہل ذمہ سے عہد شکنی کا وبال	193
	باب:۱۸	193
66	جنگ صفین کا واقعہ اور اس جنگ کی وجوہ	193
	باب:۱۹	
67	تین دن یا کسی اور معین مدت کے لیے صلح کرنا	196
	باب:۲۰	
68	بغیر تعین مدت کے صلح کرنا	197
	باب:۲۱	
69	مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دینا اور ان کے معاوضہ میں قیمت نہ لینا	197
	باب:۲۲	
70	غداری کا گناہ' خواہ غداری کسی نیک آدمی کے ساتھ کی جائے یا بدکار کے ساتھ	198
71	عہد شکنی کے بالعموم حرام ہونے کی توجیہ	199
72	آسمانوں کی تخلیق کے دن مکہ کو حرم بنانے کی وضاحت اور حدیث مذکور کو عہد شکنی کے گناہ کے باب میں ذکر کرنے کی وجہ	200
73	کتاب الجزیہ کی تکمیل	201

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۵۹- کتاب بدا الخلق	202
	باب:۱	
1	اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے متعلق: اور وہی ہے جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے اور وہی پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے O (الروم:۲۷)	202
2	مالِ دنیا کی طلب پر نبی ﷺ کا افسوس کرنا	203
3	پانی پر عرش ہونے کا معنی' اوّل خلق کی متعدد احادیث میں تطبیق اور بعض مشکل الفاظ کے معانی	205
4	نبی ﷺ کے علم ما کان وما یکون کے متعلق احادیث	206
5	حافظ ابن حجر عسقلانی کے جوابات پر مصنف کا تبصرہ	207
6	''شتم'' کا معنی	208
7	قضاء کا معنی	208
8	لوحِ محفوظ کے عرش کے اوپر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے عرش کے اوپر ہونے کا معنی	209
9	اس اعتراض کا جواب کہ جب اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سابق ہے تو پھر فساق مؤمنین کو پہلے عذاب کیوں ہوگا؟	209
	باب:۲	
10	سات زمینوں کے متعلق احادیث	210
11	سات زمینوں کے متعلق مفسرین کی آراء	210
12	سات زمینوں کے متعلق صریح احادیث	211
13	سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس	214
14	اثر ابن عباس پر اہم اشکال	215
15	اشکال مذکور کا جواب شیخ قاسم نانوتوی سے	215
16	شیخ نانوتوی کے جواب پر علماء کے تبصرے	215

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳	
17	ستاروں کے متعلق	215
	باب:۴	
18	اس کا بیان کہ سورج اور چاند کی گردش حساب سے ہے	217
19	فرش کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے کے اشکال پر علامہ عینی، حافظ ابن حجر اور علامہ کورانی کے جوابات	200
20	سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی مصنف کی طرف سے توجیہ	222
21	اشکال مذکور کا مصنف کی طرف سے دوسرا جواب	222
22	سورج اور چاند کو دوزخ میں ڈالنے کی حکمت	224
	باب:۵	
23	اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق جو کچھ وارد ہے: اور وہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے خوش خبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے (الاعراف:۵۷)	226
24	آپ کی وجہ سے عذاب کے مستحقین سے عذاب اُٹھا دینا	228
	باب:۶	
25	ملائکہ صلوات اللہ علیہم کا تذکرہ	228
26	نبی ﷺ کے سفر معراج کے متعلق علماء کے نظریات	232
27	حدیث مذکور کے رجال	233
28	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور فرشتوں کی اقسام	234
29	انسان کو دفعۃً پیدا کرنے کے بجائے تدریجاً پیدا کرنے کی حکمتیں	234
30	"کھّان" کا معنی	235
31	حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت اور موکب کا معنی	237
32	حضرت جبریل نے حضرت عائشہ کو سلام کیا اور احتراماً ان کے سامنے نہیں آئے اور دیگر مسائل	238
33	قرآن مجید کو سات حرفوں پر پڑھنے کی وضاحت	240
	باب:۷	
34	جب تم میں کوئی شخص آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین (کہتے ہیں)، پھر ان میں سے ایک کی آمین دوسرے کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں	242
35	علامہ خطابی کے نزدیک اگر گھر میں تصویروں کو اہانت سے رکھا جائے تو وہ رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں اور علامہ نووی کے نزدیک یہ ممانعت مطلقاً ہے	243
36	رحمت کے فرشتوں کے نہ داخل ہونے کا سبب، اس پر علامہ عینی کا اعتراض اور مصنف کا جواب	244
37	طائف کے سرداروں کے پاس آپ کے جانے کا سبب	247
38	نبی ﷺ کی رحمۃ للعالمینی	247
39	"رفوف" کا معنی	248
40	حدیث مذکور کی زیادہ تفصیل اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے سلسلہ میں حضرت عائشہ اور مسروق کا مباحثہ	249
41	حضرت جبریل کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا	250
42	اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے ثبوت میں احادیث، آثار اور اقوال علماء	250
43	اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اعتراض کا جواب	251
44	خاوند کا بیوی پر عظیم حق ہے	253

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
45	''ادم'' اور قبیلہ شنوءۃ کا معنی	254
	باب:۸	
46	جنت کی صفت میں احادیث اور اس کے مخلوق ہونے کا بیان	254
47	دوزخ میں عورتوں کی کثرت اور جنت میں فقراء کی کثرت کی توجیہ	260
48	جنت میں وضوء کرنے کی توجیہ اور غیرت کا معنی	261
49	جنت کی نعمتوں سے صرف انسان اور بشر ہی لطف اندوز ہوسکتے ہیں	262
50	صالحین کی تخصیص کی توجیہ	262
51	جنت کی نعمتوں کو مخفی رکھنے کی توجیہ	262
52	جنت میں بیویوں اور حوروں کی تعداد اور کھانے اور پینے کی تفصیل	263
53	جنت میں تسبیح کرنے کا وقت اور اس کا مکلف نہ ہونا	263
54	بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہونے والوں کے مصادیق	264
55	جنت کے درخت کا نام اور جنت کے سائے کی توجیہ	267
	باب:۹	
56	جنت کے دروازوں کی صفت	269
	باب:۱۰	
57	دوزخ کی صفت کا بیان اور یہ کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے	269
58	دوزخ کی آگ کی کیفیت اور جنت و دوزخ کا محل	275
59	حاکم کو نیک مشورہ دینا اور جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے کی تفصیل	277
	باب:۱۱	
60	ابلیس اور اس کے لشکر کی صفت	278
61	ابلیس کا نام	278
62	ابلیس کی خلقت	278
63	ابلیس کی تعریف اور اس کی صفت	279
64	ابلیس کی اولاد	279
65	ابلیس کے لشکر' اور جو لشکری اس کے نزدیک قابل تحسین ہے' ان کے متعلق احادیث	279
66	دل میں آنے والے خیالوں کی دو قسمیں	284
67	رات کو شیاطین کے شر سے اپنے بچوں اور اپنے برتنوں کو محفوظ رکھنا	286
68	جس شخص نے ''اعوذ باللہ من الشیطن'' پڑھنے سے اعراض کیا' اس کی وضاحت اور غصہ کے وقت پانی پینے کی توجیہ	287
69	تمام انبیاء علیہم السلام کا شیطان کے کچوکوں سے محفوظ رہنا	289
70	جماہی کو ناپسند کرنے کا سبب	291
71	مسلمانوں کا غلط فہمی سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد کو قتل کرنا اور حضرت حذیفہ کا ان کو معاف کر دینا	292
72	خواب کی اقسام	293
73	بعض مشکل الفاظ کے معانی	294
74	خواتین قریش کے اضافہ کے مطالبہ پر حضرت عمر کا ان کو ملامت کرنا اور حضرت عمر کی فضیلت	295
75	علامہ کورانی کی طرف سے اس کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی شدت اور سختی تھی اور مصنف کا اس جواب کو رد کرنا اور اپنے جوابات دینا' اور آپ کی نرم دلی کے متعلق احادیث	295
	باب:۱۲	
76	جنات کا ذکر اور ان کے ثواب اور عقاب کا بیان	298

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
77	جنات کے وجود کے متعلق مذاہب اسلام	298
78	جنات کی تخلیق کی ابتداء	299
79	جنات کا مادہ تخلیق	299
80	جنات کا مختلف صورتوں میں ہونا	299
81	جنات کی انواع	299
82	جنات کی وجہ تسمیہ	300
83	جنات کا کھانا پینا	300
84	جنات کا مکلف ہونا	300
85	جنات کے فرقے	301
	باب:۱۳	
86	اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور یاد کیجیے جب ہم جنات کی ایک جماعت آپ کی طرف پھیر لائے' اس کے بعد یہاں تک ہے: وہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں O (الاحقاف:۲۹-۳۲)	303
87	نصیبین کے جنات کی تعداد	304
	باب:۱۴	
88	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے (البقرہ:۱۶۴)	305
89	''ذا الطفیتین'' اور ''ابتر'' کے معانی	306
90	حضرت ابولبابہ کا تذکرہ اور ''العوامر'' کا معنی	306
	باب:۱۵	
91	مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہیں جن کو چرانے کے لیے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھرتا رہے	307
92	مشرق میں کفر کے سر کا معنی اور ''خیلاء' فدادین' اھل وبر'' اور ''سکینہ'' کے معانی	308
93	یمن کو ایمان کی جگہ قرار دینے کی توجیہ اور ربیعہ اور مضر کو شیطان کی جگہ قرار دینے کی توجیہ	308
94	مرغ کو اوقات نماز کی معرفت اور مرغ کی تکریم اور مرغ کا فرشتہ کو پہچاننا اور گدھے اور شیطان کو	309
95	جس قوم کو مسخ کر دیا جائے' آیا اس کی نسل باقی رہتی ہے یا نہیں؟	310
96	حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے اوپر اونٹ کو حرام کرنے کا سبب	311
97	حضرت کعب کا تذکرہ	311
98	چھپکلی کو مارنے کا ثبوت	312
	باب:۱۶	
99	پانچ جانور فاسق ہیں ان کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے گا	313
	باب:۱۷	
100	جب تم میں سے کسی ایک کے مشروب میں مکھی گر جائے تو وہ اس کو ڈبو دے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء ہے	315
101	حدیث مذکور کے رجال	316
102	مکھی کے پہلے بیماری کے پر گرانے اور پھر شفاء کے پر گرانے پر ایک اشکال کا جواب	316
103	اللہ تعالیٰ کی بے نیازی	316
104	کتوں کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	317
105	''کتاب بدء الخلق'' کا اختتام	318
	٦٠- کتاب احادیث الانبیاء	320
	باب:۱	
1	حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی تخلیق	320
	باب:۰۰۰	
2	اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور یاد کیجیے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں (البقرہ:۳۰)	321
3	سلام کرنے کا طریقہ اور جنت میں کامل اور حسین	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	صورت میں دخول	326
4	امام بخاری کے اثناء سند میں "مثلہ" کا لفظ لکھنے پر اعتراض کا جواب	328
5	بنی اسرائیل کی وجہ سے گوشت کے سڑنے اور حضرت حواء کی خیانت کی تفصیل	329
6	حدیث مذکور کے رجال	330
7	عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا معنی	330
8	حضرت حواء کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کرنے میں اقوال	330
9	پسلی کو توڑنے سے مراد عورت کو طلاق دینا ہے	331
10	قابیل نے ھابیل کو کس سبب سے قتل کیا تھا؟	333
	باب:۲	
11	روحیں جھنڈ کے جھنڈ لشکر ہیں	333
12	ارواح کا معنی اور ارواح کے مجتمع لشکر ہونے کی تحقیق	334
	باب:۳	
13	اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (ھود:۲۵)	335
	باب:۰۰۰	
14	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو دردناک عذاب کے آنے سے پہلے ڈرائیں (نوح:۱) آخر سورت تک	336
15	بکری کی دستی کو پسند فرمانے کی وجہ اور دنیا اور آخرت میں آپ کی سیادت پر اشکال کے جوابات	339
16	اللہ تعالیٰ کے غضب میں ہونے پر اعتراض کا جواب اور حضرت نوح علیہ السلام کے اول الرسل ہونے کی توجیہات	340
17	قیامت کے دن نبیوں کے پاس طلب شفاعت کے لیے جانے کی تفصیل	341
18	قیامت کے دن لوگوں کا طلب شفاعت کے لیے تمام نبیوں کے پاس جانا	341
19	قیامت کے دن تمام نبیوں کے پاس طلب شفاعت کے لیے جانے کی حدیث حکماً مرفوع ہے	342
20	متشیع اور شیعہ رافضی کا فرق	342
21	اسماعیل بن ابان کے متعلق ائمہ حدیث کی آراء	343
22	تمام انبیاء سے طلب شفاعت کے لیے لوگوں کے جانے کے متعلق مستند علماء کی تصریحات	344
23	حرف آخر اور پانچ نبیوں کے خصوصی ذکر کی توجیہ	345
24	ایک شبہ کا ازالہ	346
25	حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے قصہ سے عبرت حاصل کرنے کی تفصیل	347
	باب:۴	
26	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک الیاس ضرور پیغمبروں میں سے ہیں O جب انہوں نے اپنے (مخاطبین) سے کہا: تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو O کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو O اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے O تو انہوں نے ان کی تکذیب کی سو وہ بے شک ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جائیں گے O سوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے O اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکر چھوڑا O (الصّٰفّٰت:۱۲۹۔۱۲۳) سلام ہو الیاس پر O ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں O بے شک وہ ہمارے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں O (الصّٰفّٰت:۱۳۲۔۱۳۰)	348

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشار	عنوان	صفحہ
27	آیات مذکورہ کی مختصر تفسیر	348
	باب:۵	
28	حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر	349
29	حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ	349
	باب:٦	
30	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عاد کی طرف ہم نے ان بھائی (ہم قبیلہ) ھود کو بھیجا' انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو (الاعراف:٦٥' ھود:٥٠)	352
31	حضرت ھود علیہ السلام کا مختصر تذکرہ	353
	باب:۰۰۰	
32	اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور رہے قوم عاد کے لوگ تو وہ ایک سخت گرجتی ہوئی نہایت تیز آندھی سے ہلاک کیے گئے○ ابن عیینہ نے اس آیت کے لفظ "عاتیہ" کی تشریح میں کہا: وہ اپنے محافظ فرشتوں کے قابو میں نہ رہی جسے اللہ نے ان پر مسلط کردیا تھا سات راتوں اور آٹھ دن تک متواتر (تو اے مخاطب!) تو ان لوگوں کو ان (راتوں اور دنوں میں) اس طرح گرا ہوا (ان کی لاشوں کو) دیکھتا ہے گویا وہ کھجور کے گرے ہوئے درختوں کی جڑیں ہیں○ تو کیا ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے○ (الحاقۃ:٨-٦)	354
33	حدیث مذکور کے رجال	356
34	اس حدیث میں مذکور بعض اسماء کا تعارف اور دیگر مسائل	356
	باب:۷	
35	یاجوج اور ماجوج کا قصہ	357
36	حضرت ذوالقرنین کا تذکرہ	358

نمبرشار	عنوان	صفحہ
37	حدیث مذکور کے رجال	362
38	قیامت کی ہولناکی اور جنت میں دیگر اُمتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد	364
	باب:۸	
39	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا○ (النساء:١٢٥)	364
40	حشر کے دن برہنہ اُٹھانے کے خلاف احادیث کی توجیہات	365
41	قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنانے کی توجیہ	366
42	جن لوگوں نے حضور کو حوض پر آنے سے روک دیا' ان کے متعلق حضور کا علم اور حدیث عرض اعمال	367
43	آزر کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کی توجیہ	373
44	سب سے زیادہ متقی' معاون اور رفقہ کے معانی	375
45	ختنہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اور ختنہ کے مسائل	377
	باب:۹	
46	"یَزِفُّون" (الصّٰفّٰت:٩٤) کا معنی ہے: دوڑ کر چلے	379
47	"منطقه" کا معنی اور اس کے استعمال کا سبب	386
48	غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کا ثبوت اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عربی میں کلام کرنے کی تحقیق	386
49	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پہلی بیوی کا نام	387
50	اس کی تحقیق کی ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟	387
51	باپ کے حکم سے بیوی کو طلاق دینے کا وجوب	388
52	بیٹے کے باپ سے ملنے کا طریقہ اور تعمیر کعبہ کی تفصیل	388

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۰	391
53	کعبہ اور بیت المقدس کی تعمیر کے درمیانی عرصہ پر ایک اشکال کا جواب	392
54	نبی ﷺ پر صلوٰۃ نازل کرنے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دینے اور برکت کے معانی	393
55	اللہ کے کلمات کے معانی اور اللہ تعالیٰ کے کلام کے غیر مخلوق ہونے پر دلیل	395
	باب:۱۱	
56	اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا حال سنایئے O جب وہ ان کے پاس آئے (الحجر:۵۲۔۵۱) "لاتوجل" کا معنی ہے: آپ مت ڈریں' اور جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا (یہاں تک پڑھیں) لیکن اس لیے تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے (البقرہ:۲۶۰)	395
57	حدیث مذکور کے رجال	398
58	نبی ﷺ کے ارشاد کی توجیہات کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں	398
59	حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ	398
60	حضرت یوسف علیہ السلام کے مقابلہ میں نبی ﷺ کی تواضع	399
61	مصنف کے نزدیک یہ تواضع نہیں تھی بلکہ تنبیہ تھی	399
	باب:۱۲	
62	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے نبی مکرم!) آپ کتاب میں اسماعیل کو یاد کیجئے بے شک وہ وعدہ کے سچے تھے (مریم:۵۴)	400
63	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صادق الوعد ہونا	400
64	ہمارے نبی ﷺ کا صادق الوعد ہونا	400
	باب:۱۳	
65	حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کا قصہ	401
	باب:۱۴	
66	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کی وفات ہوئی؟ یہ آیت یہاں تک ہے: اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں O (البقرہ:۱۳۳)	401
	باب:۱۵	
67	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کیجئے) جب لوط نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم دیکھتے ہوئے بے حیائی کے کام کرتے ہو! O کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر نفسانی خواہش کے لیے مردوں کے پاس ضرور جاتے ہو؟ بلکہ تم جاہل لوگ ہو O تو ان کی قوم کا صرف یہ جواب تھا: آلِ لوط کو اپنی بستی سے نکال دو' یہ بہت پاک باز بنتے ہیں O سو ہم نے لوط کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی سوائے ان کی بیوی کے' ہم نے مقدر فرما دیا تھا کہ وہ رہ جانے والوں میں سے ہے O اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی تو وہ ان پر کیسی بُری بارش تھی جن کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا O (النمل:۵۸۔۵۴)	402
68	آیاتِ مذکورہ کی مختصر تفسیر	402
	باب:۱۶	
69	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس آلِ لوط کے پاس فرشتے آئے O تو لوط نے کہا: بے شک تم اجنبی لوگ ہو O (الحجر:۶۲۔۶۱)	403
	باب:۱۷	
70	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قوم ثمود کی طرف ان کے	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	بھائی صالح کو بھیجا (الاعراف: ۷۳، ھود: ۶۱)	405
71	قوم ثمود کا تعارف	405
72	حضرت صالح علیہ السلام کا تعارف	406
73	لفظ ''حجر'' کی تحقیق	407
74	حضرت صالح علیہ السلام کے اونٹنی نکالنے کا معجزہ	407
75	حدیث مذکور کے رجال	408
	باب: ۱۸	
76	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب فوت ہوئے (البقرہ: ۱۳۳)	410
77	کریم کا معنی	410
	باب: ۱۹	
78	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں (کے قصہ) میں پوچھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں○ (یوسف: ۷)	410
79	آیات کی تفسیر اور بارہ بھائیوں کے اسماء	410
80	امام بخاری کی اس روایت کی سند پر بحث ونظر	413
81	حضرت مسطح کا تذکرہ	414
82	حضرت ام المؤمنین عائشہ کے اس کلام کی توجیہ کہ آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی، اس کے متعلق دیگر شارحین کی تقریر	415
83	حضرت ام المؤمنین کے اس کلام کی توجیہ میں مصنف کی تقریر	415
84	عروہ کے سوال اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کی وضاحت	418
	باب: ۲۰	
85	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایوب کو (یاد کیجئے) جب انہوں نے اپنے رب سے پکارا کہ مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (الانبیاء: ۸۳)	418
86	حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ اور اس کا بیان کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو کوئی گھناؤنی بیماری نہیں ہوئی تھی	418
	باب: ۲۱	
87	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) آپ کتاب میں موسیٰ کو یاد کیجئے بے شک وہ چنے ہوئے تھے اور رسول نبی تھے○ اور ہم نے ان کو طور کی دائیں جانب سے نداء فرمائی اور ہم نے انہیں اپنا راز دار بنانے کے لیے مقرب بنایا○ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون عطا فرمائے○ (مریم: ۵۱-۵۳)	421
88	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ	422
	باب: ۲۲	
89	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئی○ جب انہوں نے آگ کو دیکھا...... پاک میدان طویٰ میں' تک (طٰہٰ: ۹-۱۲)	423
90	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ	424
	باب: ۲۳	
91	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایک مرد مؤمن نے فرعون والوں میں سے کہا جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا۔ یہ آیت: جو حد سے گزرنے والا جھوٹا ہو' تک ہے (المؤمن: ۲۸)	432
92	مرد مؤمن کے نام کے متعلق اقوال	433
	باب: ۲۴	
93	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئی○ (طٰہٰ: ۹) اور اللہ نے موسیٰ سے بہ کثرت کلام فرمایا○ (النساء: ۱۶۴)	433

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
94	اس پر دلائل کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقۃً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا	433
95	مشکل الفاظ کے معانی	434
96	حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا تذکرہ	435
97	حضرت یونس بن متی کو ہمارے نبی پر فضیلت دینے سے منع کرنے کی توجیہ	436
	باب:۲۵	
98	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور انہیں مزید دس راتوں سے پورا کیا تو ان کے رب کی مقرر فرمائی ہوئی مدت چالیس دن پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے فرمایا: میری امت میں میرے نائب (کی حیثیت سے) رہو اور جب اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کی راہ پر نہ چلنا O اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا میں تجھے دیکھوں' فرمایا: تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے' ہاں! اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے' پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گرے' پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا: تو پاک ہے' تیری بارگاہ میں میری توبہ ہے اور میں سب سے پہلا مؤمن ہوں O (الاعراف:۱۴۳۔۱۴۲)	436
99	آیاتِ مذکورہ کا خلاصہ	437
	باب:۲۶	
100	سیلاب سے طوفان	440

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۷	
101	حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی حدیث	441
102	حضرت خضر علیہ السلام کا نام	446
103	حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونا	446
104	حضرت خضر علیہ السلام کی حیات	446
105	حضرت خضر علیہ السلام کا مفصل قصہ	447
106	حیاتِ خضر کی نفی پر دلائل	448
107	جن حکایات سے حیاتِ خضر ثابت ہے' ان پر تبصرہ	448
108	حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق علامہ کورانی حنفی کا نظریہ	450
109	حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق فقہاءِ شافعیہ کا نظریہ	451
110	حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور ان کی حیات کے متعلق فقہاءِ مالکیہ کا نظریہ	451
111	حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور ان کی حیات کے متعلق فقہاءِ حنبلیہ کا نظریہ	452
112	شیوخ غیر مقلدین کا حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق نظریہ	452
113	شیوخ دیوبند کا حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق نظریہ	453
114	حضرت خضر نبی ہیں یا نہیں؟	453
115	حضرت خضر زندہ ہیں یا نہیں؟	453
116	حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق خلاصہ بحث اور مصنف کا نظریہ	455
117	**باب:۲۸**	455
	باب:۲۹	
118	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس وہ ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں پر جمے بیٹھے تھے	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	(الاعراف:۱۳۸)	457
119	حدیثِ مذکور کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت اور نبیوں کے بکریاں چرانے کی حکمتیں	458
	باب:۳۰	
120	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گائے کو ذبح کرو (البقرہ:۶۷)	459
121	بنی اسرائیل کے گائے کو ذبح کرنے کا قصہ	459
	باب:۳۱	
122	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اس کے بعد کا ذکر	460
123	حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ کس وقت اور کس جگہ ہوا تھا؟	462
124	آیا ہم بھی اپنے گناہوں پر تقدیر کو عذر بنا سکتے ہیں؟	463
	باب:۳۲	
125	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی' یہ آیت یہاں تک پڑھی جائے: اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی O (التحریم:۱۲۔۱۱)	463
126	حضرت آسیہ بنت مزاحم اور حضرت مریم بنت عمران کا تذکرہ	464
127	عورتوں میں نبوت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	465
128	حضرت فاطمہ' حضرت خدیجہ' حضرت مریم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن کی فضیلت کے متعلق احادیث	465
	باب:۳۳	
129	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک قارون (پہلے) موسیٰ کی قوم سے تھا (القصص:۷۶) پوری آیت پڑھیں	466
130	القصص:۷۶ کی تفسیر	466
	باب:۳۴	
131	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مدین کی طرف ان کے قومی بھائی شعیب کو بھیجا (الاعراف:۸۵' ھود:۸۴' العنکبوت:۳۶)	468
132	حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ	469
	باب:۳۵	
133	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں O یہ آیت یہاں تک ہے: وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے والے تھے O (الصّٰفّٰت:۱۴۲۔۱۳۹)	471
134	حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ	471
135	امام بخاری اور امام ابن جریر طبری کا تسامح	471
136	اللہ کے نزدیک حضرت یونس علیہ السلام کا ملامت زدہ نہ ہونا	473
137	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے نبیوں پر فضیلت نہ دینے کی وجوہ	476
138	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کلی کے متعلق احادیث	476
139	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بے ہوش نہ ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	478
	باب:۳۶	
140	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان سے اس بستی کا حال پوچھئے جو دریا کے کنارے واقع تھی جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے (الاعراف:۱۶۳)	479
141	ہفتہ کے دن شکار کی ممانعت کا قصہ	479
142	ہفتہ کے دن شکار کے متعلق بنی اسرائیل کے تین	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	فرقے	480
143	جنہوں نے ہفتہ کے دن شکار کرنے کو بُرا جانا اور منع نہیں کیا' ان کا انجام	481
	باب:۳۷	
144	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے داؤد کو زبور دی O (النساء: ۱۶۳' بنو اسرائیل: ۵۵)	482
145	حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ	482
146	زبور کی لفظی تحقیق اور اس کا تعارف	482
	باب:۳۸	
147	اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' حضرت داؤد آدھی رات سوتے تھے' اور تہائی رات قیام کرتے تھے اور (پھر) رات کے چھٹے حصے میں سوتے تھے' اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور حضرت علی نے کہا کہ یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ سحر کے وقت میں نے آپ کو جب بھی پایا آپ میرے پاس سوئے ہوئے تھے	486
	باب:۳۹	
148	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے ہمارے طاقت ور بندے داؤد کو' بے شک وہ (ہماری طرف) رجوع کرنے والے تھے O ان آیتوں کو "قول فیصل" تک پڑھیں (ص: ۲۰-۱۷)	487
149	حضرت داؤد علیہ السلام کے طاقتور ہونے کا بیان	487
150	حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کا تسبیح کرنا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر کنکریوں کا تسبیح کرنا	488
151	تحقیق یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ زبان قال سے تسبیح کرتے تھے نہ کہ زبانِ حال سے	488
152	حکمت اور قولِ فیصل کے معانی	489
153	حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہ کے محامل	491
154	تبیان القرآن میں حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ کے عنوانات	492
155	اس پر دلیل کہ ہم کو بھی سورۂ ص کا سجدہ کرنا چاہیے	493
	باب:۴۰	
156	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمائے' وہ کیا ہی اچھے بندے ہیں' بے شک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والے ہیں O (ص: ۳۰)	493
157	حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدح کا سبب	493
158	آیا جادو صرف نظر بندی ہے یا اس سے حقیقت بھی بدل سکتی ہے؟	495
159	"القطر" کا معنی بیان کرنے میں امام بخاری کی خطاء	495
160	امام بخاری اور امام طبری دونوں کا اسرائیلی روایات کے مطابق "جسدًا" کی تفسیر شیطان کے ساتھ کرنا	498
161	پروانوں کے ساتھ دی گئی مثال کی وضاحت	502
162	حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کا اجتہاد سے حکم لگانا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اجتہاد کی فضیلت	503
	باب:۴۱	
163	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کریں' یہ آیت یہاں تک پڑھیں: بے شک اللہ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا O (لقمان: ۱۸-۱۲)	504

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
164	لقمان کا تذکرہ	504
	باب:۴۲	
165	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجئے (یٰس:۱۳)	506
	باب:۴۳	
166	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ) ذکر (ہے) آپ کے رب کی رحمت کا اس کے بندے زکریا پرO جب انہوں نے اپنے رب کو پست آواز سے پکاراO عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میری ہڈیاں کمزور ہوں گئیں اور سر بڑھاپے سے (شعلہ کی طرح) بھڑک اُٹھا' اس کے بعد یہاں تک پڑھیں: ہم نے اس سے پہلے ان کا کوئی ہم نے نام نہیں بنایاO (مریم:۷-۲)	507
167	سورۂ مریم کی باقی ماندہ آیات کا ترجمہ	507
168	حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کا تذکرہ	507
	باب:۴۴	
169	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جگہ میں چلی گئیںO (مریم:۱۶)	511
	باب:۴۵	
170	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	513
171	حدیث مذکور کے رجال	514
172	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں تمام عورتوں سے افضل کیسے ہو سکتی ہیں؟	514
	باب:۴۶	
173	جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک (خاص) کلمہ کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے (اس آیت تک) تو اسے فرماتا ہے: ''ہو جا'' اور وہ فوراً ہو جاتی ہےO (آل عمران:۴۷-۴۵)	514
174	اس حدیث میں مذکور بعض الفاظ کی وضاحت	515
	باب:۴۷	
175	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو' اور اللہ کے متعلق صرف سچ بات کہو' مسیح ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں' جس نے مریم کو اللہ کی طرف ڈالا' اور اس کی (طرف سے) روح ہیں' سو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (یہ) نہ کہو کہ تین معبود ہیں' (ایسی بات کہنے سے) باز رہو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے بے شک اللہ صرف اکیلا مستحق عبادت ہے' وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو' آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ صرف اسی کی ملکیت ہے اور اللہ کافی کارساز ہےO (النساء:۱۷۱)	516
176	عیسائیوں کے اس اعترض کا جواب کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کا جز ہیں اور ''روح منه'' اور ''کلمة اللّٰه'' کے معانی	518
	باب:۴۸	
177	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر (مشرقی جگہ میں چلی گئیں) (مریم:۱۶)	519
178	بعض مشکل الفاظ کے معانی اور بعض روایات میں تطبیق	524
179	ہمارے نبی کے حضرت عیسیٰ سے زیادہ قریب ہونے کی توجیہ اور اس پر اعتراض کے جوابات	525

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
180	تمام انبیاء کے باپ شریک بھائی ہونے کی توجیہ	526
181	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد کی توجیہ کہ میں نے اپنی آنکھوں کی تکذیب کی!	527
	باب:۴۹	
182	حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا زمین پر نازل ہونا	529
	باب:۵۰	
183	بنی اسرائیل کے متعلق احادیث	530
184	سیاست کی تعریف' خَلَف اور خَلْف کا فرق اور دوسرے خلیفہ کی بیعت کا حکم	533
185	گوہ کے ذکر کی توجیہ	534
186	نبی ﷺ سے سنی ہوئی آیت کی تبلیغ کا محمل اور بنی اسرائیل کی احادیث کی تبلیغ کا حکم	536
187	سفید بالوں کو رنگنے کا حکم اور سیاہ رنگ سے رنگنے کی ممانعت	537
188	آیا نبی ﷺ نے اپنے بالوں کو رنگا ہے یا نہیں؟	538
189	نبی ﷺ کے بالوں کو رنگنے کے متعلق احادیث	538
190	نبی ﷺ کے بالوں کو رنگنے اور نہ رنگنے کی احادیث میں تطبیق	538
191	نبی ﷺ کے سفید بالوں کی تعداد	539
	باب:۵۱	
192	بنی اسرائیل میں کوڑھی' گنجے اور اندھے کی حدیث	540
193	عبرت اور نصیحت کے لیے گزشتہ اُمتوں کے واقعات بیان کرنے کا جواز اور ''بدا'' کی تاویل	542
	باب:۵۲	
194	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے (الکہف:۹)	543
	باب:۵۳	
195	غار کی حدیث	546
	باب:۵۴	547
196	علماء مدینہ کے بُرے کاموں پر انکار نہ کرنے کی توجیہات	549
197	ہماری امت میں بہ کثرت محدثین کا ہونا	549
199	محدث کی تعریفات	550
200	بنی اسرائیل کے قاتل کا قصہ	550
201	صحیح مسلم کی حدیث سے حدیث مذکور کی تفصیل	551
202	قاتل کی مغفرت کی توجیہات اور اولیاء اللہ کی فضیلت اور کرامت	551
203	مشکل الفاظ کے معانی	554
204	حَکَم کے حکم نافذ ہونے میں مذاہب فقہاء	554
205	دفینہ کا شرعی حکم	554
206	طاعون کے متعلق قدیم علماء کی تعریف	556
207	طاعون کے متعلق جدید تحقیق	556
208	طاعون یعنی پلیگ	556
209	بوبونک' نمونک' سپٹسمک اور کوٹینیس (جلدی)	556
210	تشخیص	557
211	طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے ممانعت کی توجیہ	557
212	آپ جس نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے' اس نبی کے تعین میں اختلاف شارحین اور علامہ قرطبی کا رد	559
213	علامہ قرطبی کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ نے غزوۂ اُحد میں مشرکین کی مغفرت کی دعا کی اور اس کا ابطال	559
214	اگر دہشت سے مغلوب ہو کر یا جہالت سے کلمۂ کفر نکل جائے تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا	563
215	جب انسان میں حیاء نہ رہے تو وہ جو چاہے کرتا ہے' اس کلام کے محامل	564
216	کتاب احادیث الانبیاء و بنی اسرائیل کی تکمیل	565

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	٦١-كتاب المناقب	567
	باب:١	
1	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو (الحجرات:١٣)	567
2	الحجرات:١٣ کے بعض الفاظ کی تفسیر	567
3	النساء:١ کی تفسیر	568
4	مضر کے فضائل اور نسب کی معرفت حاصل کرنے کا حکم	569
5	نبی ﷺ کے نسب کی معرفت ٗ اُمہات المؤمنین کے اسماء اور اکابر صحابہ کی معرفت ضروری ہے	570
6	معادن کے ساتھ لوگوں کی وجہ تشبیہ ٗ امارت کو ناپسند کرنے کی وجہ اور دو چہرے والوں کا مصداق	570
	باب:٠٠٠	
7	قرابت داروں سے محبت کے محامل	572
	باب:٢	
8	قریش کے مناقب اور فضائل	573
9	نبی ﷺ کے اجداد میں سے سب سے پہلے قریش کس کا نام تھا؟	573
10	قریش کی وجہ تسمیہ اور اس سلسلہ میں اقوال	573
11	قریش کے متعلق احادیث	574
12	بنو قحطان کی حکمرانی پر حضرت معاویہ کا اعتراض اور حافظ ابن حجر اور علامہ ابن التین کا جواب	574
13	تیس سال خلافت رہنے پر بارہ خلفاء کی حدیث سے معارضہ اور اس کا جواب	575
14	ام المؤمنین کے بنو زہرہ کے ساتھ نرم دل ہونے کی دو وجہیں اور بنو زہرہ کا تعارف	576
15	حدیث مذکور کی وضاحت	578
16	نذر مبہم میں مذاہب فقہاء	578
	باب:٣	
17	قرآن مجید کا قریش کی زبان پر نازل ہونا	579
18	صحابہ کرام کا قرآن مجید کو لغت قریش پر لکھنا	579
	باب:٤	
19	یمن کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف نسبت	580
	باب:٥	
20	غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے تکفیر کے محامل	581
21	جھوٹا خواب بیان کرنے والے کو سب سے بڑا جھوٹا قرار دینے کی توجیہ	582
	باب:٦	
22	اسلم ٗ غفار ٗ مزینہ ٗ جہینہ اور اشجع کا ذکر	583
23	غفار اور اسلم کے لیے دعا کرنے اور عُصیہ کے لیے دعا نہ کرنے کا سبب	583
	باب:٧	
24	قحطان کا ذکر	585
	باب:٨	
25	زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار سے ممانعت	585
26	حدیث مذکور کے رجال	586
27	غزوہ کی تعیین اور جس کے ساتھ مذاق کیا تھا ٗ ان کے اسماء	586
28	زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کی وعید کے متعلق حدیث اور اس کی سزا کے متعلق اقوال فقہاء	587
29	حدیث میں مذکور قصہ کی تفصیل	587

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۹	
30	خزاعة کا قصہ	588
31	بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کی تعریفات	589
	باب:۱۰	
32	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ	590
	باب:۱۱	
33	زمزم کا قصہ	590
34	حدیث مذکور کے رجال	592
35	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا قدماء اسلام میں سے ہونا	592
36	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوذر بغیر معجزہ دیکھے اسلام کیسے لائے اور انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کرکے آپ کے حکم کی مخالفت کیوں کی؟	592
	باب:۱۲	
37	زمزم کا قصہ اور عرب کی جہالت	593
	باب:۱۳	
38	جو شخص زمانۂ اسلام یا جاہلیت میں اپنے باپ دادا کی طرف منسوب ہوا	594
39	حدیث مذکور کا امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح نہ ہونا	595
40	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قرابت داروں اور عام مسلمانوں کو نفع پہنچانے کے مالک ہیں	595
41	مؤمنین کے اپنی جانوں کو خریدنے کی توجیہ	596
	باب:۱٤	
42	قوم کے بھانجے کا قوم میں شمار ہوتا ہے اور قوم کے آزاد کردہ غلام کا بھی قوم میں شمار ہوتا ہے	596
	باب:۱۵	
43	حبشیوں کا قصہ	597
44	اسلامی تقریبات میں گانے اور بجانے کے شرعی احکام	597
45	صوفیہ کے رقص کا شرعی حکم	598
	باب:۱٦	
46	جس نے یہ پسند کیا کہ اس کے نسب کو بُرا نہ کہا جائے	598
47	حدیث میں مذکور بعض جملوں کی شرح	599
	باب:۱۷	
48	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء کے متعلق احادیث	599
49	پانچ ناموں پر اقتصار کی توجیہ	600
50	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اسماء	600
51	”ماحی“، ”حاشر“ اور ”عاقب“ کے معانی	601
52	کفار قریش کے مذمم کہنے کی وجہ	601
53	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی قسم کے نقص اور عیب کا نہ ہونا	602
	باب:۱۸	
54	خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	602
55	انبیاء سابقین کو عمارت کے ساتھ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اینٹ کے ساتھ تشبیہ دینے کی وضاحت	602
	باب:۱۹	
56	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات	603
57	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ وفات کی تحقیق	604
	باب:۲۰	
58	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت	605
59	آپ کی کنیت رکھنا صرف آپ کی ظاہری حیات میں ممنوع تھا	605
	باب:۲۱	606
60	رسول اللہ کا لفظ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے	606
	باب:۲۲	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
61	مہر نبوت کا بیان	607
62	"زر الحجلة" اور "رز الحجلة" کا فرق	607
63	مہر نبوت کے متعلق احادیث اور ان کی تطبیق	608
	باب: ۲۳	
64	نبی ﷺ کی صفت	608
65	حدیث مذکور کے رجال	608
66	ان کا بیان جو صورت میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور دیگر فوائد اور مسائل	609
67	نبی ﷺ کی عمر کے متعلق جمہور کا قول	611
68	نبی ﷺ کے حسن و جمال کی عظمت	612
69	نبی ﷺ کے اخلاق کریمہ کی عظمت	612
70	نبی ﷺ کے خلق عظیم کے متعلق چند احادیث	613
71	نبی ﷺ کے بالوں کو رنگنے اور نہ رنگنے کی احادیث میں تطبیق	616
72	نبی ﷺ کے بال کانوں کی لو تک تھے یا کندھوں تک تھے؟	617
73	آپ کے چہرہ کو چاند کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ	617
74	نبی ﷺ کی ذات کی خوشبوئیں	618
75	المدلجی کا تعارف، حضرت اسامہ کے نسب پر جاہلوں کے طعن کی وجہ اور نبی ﷺ کے خوش ہونے کی توجیہ	620
76	قیافہ شناس کے قول پر عمل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	620
77	نبی ﷺ کے تمام آباء اور اُمہات کا مؤمن ہونا	621
78	رسول اللہ ﷺ کے سر کے بالوں کی کیفیت	622
79	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ کو گناہ کا اختیار دینا آپ کی شان کے خلاف ہے	623
80	علامہ عینی اور علامہ واقدی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ بعض اوقات آپ نے اپنی ذات کی طرف سے انتقام بھی لیا ہے	623
81	مصنف کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب	624
82	کم مصیبت کو اختیار کرنے کی مثالیں اور دیگر مسائل	624
83	حیاء کا معنی اور نبی ﷺ کے حیاء دار ہونے کا معنی	625
84	نبی ﷺ کا دعا میں ہاتھوں کو بلند کرنا	626
85	العثیمین کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	626
86	صحابہ کا نبی ﷺ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو بہ طور تبرک اپنے جسموں پر ملنا	627
	باب: ۲۴	
87	نبی ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں اور آپ کا دل نہیں سوتا تھا	628
88	واقعۂ معراج کی بعض تفصیلات	629
	باب: ۲۵	
89	زمانہ اسلام میں نبوت کی علامات	629
90	معجزہ اور کرامت میں فرق، قرآن مجید کی وجہ اعجاز اور معجزات کی تعداد	629
91	قرآن مجید کے علاوہ دیگر معجزات	630
92	آپ کی برکت سے کم پانی زیادہ ہونے کا معجزہ	632
93	جہاں عادتاً پانی نہ ہو وہاں سے پانی نکالنے کا معجزہ	633
94	حدیبیہ میں صحابہ کی تعداد کے متعلق تعارض کا جواب	635
95	متعدد محدثین کی یہ تصریح کہ انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا آپ کا قطعی معجزہ ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے	635
96	کم کھانے کو زیادہ کرنے کا معجزہ	637
97	صحابہ کا کھانے کی تسبیح کو سننا بھی رسول اللہ ﷺ	

.click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کا معجزہ ہے	638
98	بعض نشانیوں کا ڈرانے کے لیے ہونا اور بعض نشانیوں کا اللہ کی برکت کے اظہار کے لیے ہونا	638
99	برکت کا خالق اللہ عزوجل ہے	639
100	طعام اور کنکریوں کے تسبیح پڑھنے کی متعدد احادیث	639
101	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے	642
102	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ کہ کھجور کا تنا آپ کی محبت سے آپ کے فراق میں رویا حضرت عیسیٰ کے مردے زندہ کرنے سے افضل ہے	644
103	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب کی خبریں دینا اور یہ آپ کا معجزہ ہے	645
104	علامہ عینی کا عدم تتبع	652
105	جمہور صحابہ کا ظالم حکمرانوں کی بیعت پر قائم رہنا	653
106	حکمرانوں کے تنازع کے وقت ان سے الگ رہنے میں سلامتی ہے	653
107	قبل از اسلام جاہلیت اور بعد از سلام خیر اور شر کے معانی	655
108	حضرت علی امام برحق تھے اور تمام جنگوں میں مصیبت تھے	658
109	مصائب کے ازالہ میں جلدی نہیں کرنی چاہیے بلکہ صبر سے برداشت کر کے کشادگی کا انتظار کرنا چاہیے	659
110	جس مرد نے کہا: میں آپ کو حضرت ثابت کی خبر لا کر دوں گا اس کا مصداق اور الحجرات: ۲ کی تفسیر	659
111	حضرت ثابت بن قیس کو جنت کی بشارت عشرہ مبشرہ کی تخصیص کے منافی نہیں ہے	660
112	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیماروں کی عیادت کرنا اور ان کو تسلی دینا	663
113	قبر کا گستاخ رسول کو قبول نہ کرنا	664
114	قیصر و کسریٰ کے متعلق پیش گوئی	665
115	اس اشکال کا جواب کہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکتوں کے بعد بھی ان کی حکومتیں باقی رہی ہیں	665
116	مسیلمہ کذاب کا مختصر تذکرہ	666
117	مسیلمہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانے کی توجیہ اور دیگر مسائل	667
118	آپ کے خواب کی تعبیر کی توجیہ اور اسود عنسی کا تذکرہ اور یمامہ اور صنعاء کا بیان	667
119	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب اور اس کی تعبیر کی توجیہات اور مدینہ کو یثرب کہنے کی توجیہ	668
120	اس حدیث میں آپ کے معجزات کا بیان' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رونے اور ہنسنے کی توجیہ	670
121	حضرت ابن عباس کو ان کی علمی فضیلت کی وجہ سے دیگر صحابہ کرام پر مقدم رکھنا اور سورۃ النصر میں آپ کی اجل کا بیان	671
122	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کو سید کہنے کی اصل اور دلیل	673
123	غزوہ موتہ کے شہداء کی خبر	673
124	حدیث مذکور کے رجال	676
125	وہ تم کو قتل کرنے والا ہے' اس کا فاعل ابو جہل ہے یا حضور ہیں' اس میں حافظ ابن حجر اور علامہ کرمانی کا نزاع اور مصنف کا محاکمہ	676
126	حضرت ابوبکر کے ڈول سے پانی نکالنے میں ضعف تھا اور آپ نے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی' اس سے ان کی فضیلت میں کمی مراد نہیں ہے	677
127	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی صلاحیتیں	677
128	حضرت ام سلمہ' حضرت دحیہ کلبی اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کا تذکرہ	678

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۶	
129	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اس (نبی) کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں' اور بے شک ان میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر یقیناً حق کو چھپاتا ہے○ (البقرۃ:۱۴۶)	679
	باب:۲۷	
130	مشرکین کا سوال کرنا کہ نبی ﷺ ان کو معجزہ دکھائیں' تو آپ نے ان کو چاند کا شق ہونا دکھایا	680
131	معجزہ شق القمر کی توجیہات اور اعتراضات کے جوابات	681
	باب:۲۸	683
132	کرامات کی تحقیق	683
133	قیامت تک دین حق پر قائم رہنے والے مؤمنین کے مصداق میں متعدد اقوال اور دیگر مسائل	684
134	اس حدیث کی تحقیق کہ ''میری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی''	685
135	مؤمنین کی ایک جماعت کے قیامت تک دین حق پر قائم رہنے کا سبب	686
136	حدیث مذکور پر یہ اعتراض کہ اس حدیث کی سند میں الحی کا واسطہ مبہم ہے اور اس کے جوابات	688
137	کتاب المعجزات کا نبی ﷺ کے عظیم معجزہ پر اختتام	691
	۶۲ - کتاب فضائل الصحابه [المناقب]	693
	باب:۱	
1	نبی ﷺ کے اصحاب کے فضائل	693
2	صحابی کی تعریف میں متعدد اقوال	693
3	صحابی کی معرفت کا طریقہ	694
4	قرن کا معنی اور مصداق	696
5	آیا صحابہ کرام سے بعد کے مسلمان افضل ہو سکتے ہیں یا نہیں	696
	باب:۲	
6	مہاجرین کے مناقب اور ان کے فضائل	697
7	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	698
8	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل	699
9	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خصائص اور مناقب	702
	باب:۳	
10	نبی ﷺ کا ارشاد: ابوبکر کے دروازے کے سوا (مسجد میں کھلنے والے) تمام دروازے بند کردو' اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے	703
11	حضرت ابوبکر کے افضل امت ہونے پر دلائل	704
	باب:٤	
12	نبی ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت	704
	باب:٥	
13	نبی ﷺ کا یہ ارشاد: اگر میں کسی کو خلیل بناتا' یہ حضرت ابوسعید کی روایت ہے	704
14	**باب:٠٠٠**	705
15	حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ اور رسول اللہ ﷺ کا علم غیب	706
16	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منفرد فضیلت اور ان غلاموں اور عورتوں کا بیان جو سب سے پہلے ایمان لائے تھے	706
17	حضرت ابوبکر اور حضرت ربیعہ کے درمیان تنازع کا واقعہ	708
18	حضرت ابوبکر کے افضل الصحابہ ہونے پر دلیل' منہ	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	پر تعریف کرنے کا جواز' مظلوم سے معافی مانگنے کا وجوب اور دیگر مسائل	708
19	ذات السلاسل کی وجہ تسمیہ' اس غزوہ کی تاریخ اور دیگر مسائل	709
20	حضرت عمرو بن العاص کو اکابر صحابہ پر امیر بنانے کی توجیہ	710
21	تکبر پر قرآن مجید اور حدیث صحیح میں وعید اور تکبر کی تعریف	712
22	نبی ﷺ سے دو موتوں کی نفی کا محمل	716
23	نبی ﷺ کی حیات کے متعلق اہل سنت کا موقف	716
24	نبی ﷺ کی قبر میں حیات اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات کے متعلق احادیث	717
25	نبی ﷺ کی حیات کے متعلق مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کی صریح عبارت	718
26	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور محمد بن حنفیہ کا مختصر تذکرہ	719
27	اہل سنت و جماعت کا حضرت علی اور حضرت عثمان کے درمیان افضلیت میں اختلاف	720
28	حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے افضل الامت ہونے کے متعلق سنی اور شیعہ احادیث	720
29	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت	722
30	صحابہ کی نیکیوں پر بعد کے مسلمانوں کی بہ نسبت اجر وثواب کا زیادہ ہونا	722
31	صحابہ کو برا کہنے کی تحریم اور ان کی باہمی جنگوں میں ان کی مناسب تاویل کرنے کا لزوم	723
32	مشاجرات اور تنازعات صحابہ میں مصنف کا موقف	724
33	روافض کی تکفیر کے متعلق مصنف کا موقف	724
34	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت	727
35	حدیث مذکور کے رجال	727
36	بیئر اریس کا معنی' از خود دربان بننے کا جواز' سعید بن المسیب کی تاویل کی توجیہ اور نبی ﷺ کے علم غیب کا ثبوت	727
37	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا حدیث مذکور میں مناقشہ	728
38	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات	731
39	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں صحیح بخاری کے علاوہ دوسری کتب حدیث کی احادیث	731
40	حضرت ابوبکر کے نام' لقب' ان کے اسلام' غار ثور میں رفاقت' ان کی خلافت اور وفات کا بیان	737
41	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مرویات	738
	باب:٦	
42	حضرت عمر بن الخطاب ابوحفص القرشی العدوی رضی اللہ عنہ کے مناقب	738
43	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت' رُمَیصاء کا معنی اور مصداق اور غیرت کا معنی	739
44	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	740
45	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خصائص	740
46	حافظ ابن حجر اور علامہ خطابی کا جنت میں وضو کو مستبعد قرار دینا اور علامہ موسیٰ شاہین کا اس وضو کو لغوی وضو قرار دینا	741
47	مصنف کی تحقیق کہ جنت میں عبادات اسقاط تکالیف کے لیے نہیں بلکہ حصول لذت کے لیے ہیں	742
48	حضرت عمر کے اسلام لانے کی وجہ سے غلبہ سلام کی احادیث	744
49	قیامت کے متعلق سوال کرنے والے متعدد اشخاص	747

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
50	اللہ اور رسول سے محبت کرنے والا جنت میں ہوگا لیکن یہ لازم نہیں کہ ان کے درجہ میں ہو	748
51	اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے تقاضے	748
52	اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت سے یہ لازم نہیں کہ بندہ گناہ نہ کرے	749
53	ناقصین کی محبت کے متعلق مصنف کی تحقیق	749
54	محدث کی تحقیق	750
55	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر کی قمیص سب سے لمبی تھی تو کیا ان کی قمیص حضرت ابوبکر سے بھی لمبی تھی؟	752
56	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب اور تاریخ اور ان کی انتہائی خدا خوفی	753
57	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل، صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں	754
58	فائدہ	756
59	حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مرویات	761
	باب:۷	
60	حضرت عثمان بن عفان ابی عمرو القرشی رضی اللہ عنہ کے مناقب	761
61	حضرت عثمان کے بعض نجی احوال اور ان کی شہادت کا سبب	762
62	ولید بن عقبہ کا تذکرہ	765
63	ولید بن عقبہ کے خلاف شکایات	766
64	ولید بن عقبہ کی حد میں چالیس اور اسی کوڑوں کی دو روایتیں	766
65	ولید کی شراب نوشی پر دوسرا گواہ	766
66	شراب نوشی کی حد میں مذاہب فقہاء	767
67	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	767
68	صحابہ میں افضلیت کی ترتیب	768
	باب:۸	
69	حضرت عثمان کی بیعت کا قصہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اتفاق اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے	770
70	سوادعراق کے خراج اور جزیہ کی تفصیل اور حضرت عمر کی شہادت کی مزید توضیح	775
71	حدیث مذکور سے مستنبط ہونے والے متعدد اہم مسائل	776
72	صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب	777
73	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مرویات	780
	باب:۹	
74	حضرت علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی ابو الحسن رضی اللہ عنہ کے مناقب	780
75	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجاہدانہ سیرت	780
76	حدیث مذکور میں حضرت علی کے فضائل	782
77	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیات	783
78	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	783
79	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزید فضائل	784
80	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مولود کعبہ ہونا	784
81	خیبر کا جھنڈا اٹھانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت	785
82	حضرت علی کے خلیفہ بلافصل بنانے کی دلیل کا جواب	788
83	حضرت علی کا جماعت صحابہ کی طرف رجوع کرنا اور ام ولد کو آزاد کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	789
84	صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب	790

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
85	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مرویات	796
	باب: ۱۰	
86	حضرت جعفر بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ عنہ کے مناقب	797
87	حضرت ابوہریرہ کی زیادہ روایت حدیث کی توجیہ	797
88	حضرت جعفر بن ابی طالب کی فضیلت میں مزید احادیث	798
	باب: ۱۱	
89	حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا ذکر	799
90	وسیلہ کی تعریف	800
91	اہل بدعت کے نزدیک وسیلہ کا معنی	800
92	ذات اور جاہ کے وسیلہ سے دعا کرنے کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال	801
93	ذات اور جاہ کے وسیلہ سے دعا کرنے کے جواز پر حدیث صحیح سے استدلال	802
94	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے وسیلہ سے دعا کرنے کے ثبوت میں احادیث صحیحہ	804
95	صالحین کی قبور کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا اور حضرت ابوایوب انصاری کی قبر کے وسیلہ سے دعا کرنا	806
96	امام بخاری کی قبر کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا اسی طرح حضرت معروف کرخی کی قبر کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا	806
97	وفات شدہ اولیاء اللہ سے استمداد اور توسل کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق	807
98	حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح	809
99	حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث	809
100	حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی مرویات	810
	باب: ۱۲	
101	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے مناقب اور سیدہ فاطمہ علیہا السلام بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب	810
102	حضرت سیدہ کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وراثت کا سوال کرنے کی توجیہ	812
103	اہل بیت کا مصداق	812
104	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں مزید احادیث	813
105	اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو اپنی بیٹی پر سوکن نہ لانے کا حکم دیا' کیا یہ جانب داری نہیں ہے؟	814
106	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	815
107	حضرت سیدہ فاطمہ کو وفات کے بعد غسل دینے کی تحقیق' یعنی آپ کو کس نے غسل دیا تھا؟	820
108	معتبر روایات کے مطابق سیدہ فاطمہ کو حضرت علی نے غسل دیا تھا (رضی اللہ عنہما)	820
109	محدثین اور فقہاء کی تصریحات کہ سیدہ فاطمہ کو حضرت علی نے غسل دیا تھا (رضی اللہ عنہما)	821
110	حضرت علی کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے پر ایک شبہ کا ازالہ	822
111	حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرویات	822
	باب: ۱۳	
112	حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے مناقب	823
113	جنگ یرموک کی تفصیل	827
114	حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	احادیث	827
115	حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی مرویات	829
	باب:۱۴	
116	حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے مناقب	829
117	حدیث مذکور کے رجال	831
118	حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع میں جان نثاری	831
119	حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی مرویات	831
	باب:۱۵	
120	حضرت سعد بن ابی وقاص الزہری رضی اللہ عنہ' بنو زہرہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموؤں کے فضائل اور وہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں	832
121	امام بخاری کے نزدیک حضرت سعد بن ابی وقاص تیسرے مسلمان ہیں اور حافظ ابن عبد البر کے نزدیک ساتویں مسلمان ہیں' ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟	833
122	جس لشکر میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے اسلام کی راہ میں پہلا تیر چلایا تھا اس لشکر کا بیان	835
123	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث	835
124	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مرویات	837
	باب:۱۶	
125	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامادوں کا بیان' ان دامادوں میں سے ابوالعاص بن الربیع ہیں	837
	باب:۱۷	
126	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مناقب	839
127	حضرت اسامہ کی امارت پر معترض کا مصداق اور افضل کے اوپر مفضول کو امیر بنانے کا جواز	841
128	قائف کا معنی' حضرت عائشہ کے پاس قائف کے آنے کی توجیہ اور قائف کی بات پر آپ کے خوش ہونے کا سبب	841
	باب:۱۸	
129	حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا ذکر	841
130	**باب:۰۰۰**	843
131	حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور حضرت اسامہ کے ماں شریک بھائی ہونے کی وضاحت	844
132	حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی سوانح اور ان کی خصوصیات	845
133	حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث	846
134	حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی مرویات	847
	باب:۱۹	
135	حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے مناقب	847
136	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث	850
137	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مرویات	850
	باب:۲۰	
138	حضرت عمار اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کے مناقب	850
139	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی مرویات	851
140	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث	854
141	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر باغی کے اطلاق کی تحقیق	854
142	حضرت معاویہ کا گروہ دوزخ کی طرف بلاتا تھا' اس کی تاویل	857
	باب:۲۱	
143	حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے مناقب	859

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
144	حضرت ابوعبیدہ کا خصوصی وصف امانت اور دیگر صحابہ کے خصوصی اوصاف	860
145	نجران کا محل وقوع اور نجران کے وفد کی تعداد	860
146	حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے مناقب میں مزید احادیث	861
147	وفد نجران کا قصہ	862
148	طاعون متعدی مرض ہے	863
	باب:۰۰۰	
149	حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مناقب	863
	باب:۲۲	
150	حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے مناقب	864
151	عبید اللہ بن زیاد کا تذکرہ	868
152	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کے مصداق میں متعدد اقوال	868
153	عبید اللہ بن زیاد کا اپنے دربار میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر اقدس کی بے توقیری کرنا	869
154	ابن زیاد کا عبرت ناک انجام	869
155	حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح	869
156	حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی آپ سے مشابہت کی حدیثوں میں تعارض اور اس کا جواب، مصنف سے اور دوسرے شارحین سے	871
157	اہل عراق کے نزدیک مکھی کا خون بہانا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون بہانے سے زیادہ سنگین تھا	872
158	حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث	873
159	حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی مرویات	875
	باب:۲۳	
160	حضرت بلال بن رباح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کے مناقب	876
161	حضرت ابوبکر کے حضرت بلال کو مدینہ میں روکنے اور حضرت بلال کے نہ رکنے کی توجیہ	877
162	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث	877
163	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مرویات	877
	باب:۲۴	
164	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر	878
165	حکمت کی تعریفات	879
166	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث	879
167	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرویات	880
	باب:۲۵	
168	حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے مناقب	880
169	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث	882
170	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مرویات	883
	باب:۲۶	
171	حضرت سالمؓ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کے مناقب	883
172	قرآن مجید کو حاصل کرنے کے لیے چار صحابہ کی تخصیص کی توجیہ	884
173	حضرت سالم کی منقبت میں حدیث	885
	باب:۲۷	
174	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب	885
175	حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بھائیوں کا ذکر	887
176	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث	888
177	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرویات	889

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۸	
178	حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا ذکر	889
179	بائیس رجب کے کونڈوں کی تحقیق	891
180	حضرت معاویہ کے ایک رکعت وتر پڑھنے کی تحقیق	892
181	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث	893
182	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرویات	894
	باب:۲۹	
183	حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مناقب	894
184	حضرت سیدہ فاطمہ کے افضل النساء ہونے کی تحقیق	896
185	سیدہ فاطمہ کی منقبت میں دیگر احادیث	897
186	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرویات	898
	باب:۳۰	
187	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت	898
188	حضرت عائشہ کے متعلق کنایۃً فرمانا کہ وہ عورتوں کی سردار ہیں اور اس کا حسن	901
189	جنگ جمل میں حضرت عائشہ' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی تاویل	902
190	جس مسلمان کو نماز کے وقت پانی اور پاک مٹی میسر نہ ہو اس کی نماز کے متعلق مذاہب فقہاء	903
191	سیدہ فاطمہ' حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن کے درمیان افضلیت کی تحقیق	905
192	فرع	806
193	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں مزید احادیث	906
194	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرویات	907
	۶۳- کتاب مناقب الانصار	908
	باب:۱	
1	انصار کے مناقب	908
2	قرآن مجید میں انصار کے نام کی آیت	909
3	بعاث کا مصداق اور اوس اور خزرج کے درمیان لڑائی کا سبب	910
4	انصار کی اتباع کی توجیہ	911
	باب:۲	
5	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا	911
	باب:۳	
6	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنانا	912
	باب:۴	
7	انصار کی محبت ایمان کی علامات میں سے ہیں	914
8	علامہ ابن التین اور علامہ داؤدی کی خلاف حدیث شرح اور اس پر مصنف کا تعارف	914
	باب:۵	
9	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انصار سے یہ ارشاد کہ تم میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو	915
10	حدیث مذکور کا ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب	915
	باب:۶	
11	انصار کے پیروکاروں کی فضیلت	916
	باب:۷	
12	انصار کے گھروں کی فضیلت	916
13	بنو النجار کا تذکرہ	917
14	بنو عبد الاشہل کا تذکرہ	917
15	بنو الحارث اور بنو ساعدہ کا تذکرہ	917
	باب:۸	
16	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انصار سے ارشاد: تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے حوض پر ملاقات کرو' یہ حدیث حضرت عبد	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے	918
17	انصار پر دوسروں کو ترجیح دینے کی پیش گوئی	919
18	انصار پر دوسروں کو ترجیح دینے کی ایک مثال	920
	باب:۹	
19	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا: (اے اللہ!) انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما	920
	باب:۱۰	
20	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو شدید ضرورت ہو (الحشر:۹)	921
21	جس انصاری شخص نے اپنے بچوں کا کھانا مہمان کو کھلا دیا تھا اس کے متعدد مصادیق	922
	باب:۱۱	
22	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: ان کے نیک لوگوں (کی نیکیوں) کو قبول کرو اور ان کے غلط کاروں کی غلطیوں سے درگزر کرو	923
23	علامہ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور دیگر فوائد حدیث	924
	باب:۱۲	
24	حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب	926
25	مندیل کے معنی کی تحقیق	927
26	عرش کا معنی	928
27	حضرت سعد بن معاذ کی وفات کے وقت عرش کے ہلنے کی تحقیق اور حضرت براء، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور امام مالک کے انکار کا محمل	928
28	حضرت سعد بن معاذ کی قبر سے خوشبو آنا	930
	باب:۱۳	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
29	حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کی منقبت	930
30	حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی مرویات	932
31	حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کی مرویات	932
	باب:۱۴	
32	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب	932
33	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مرویات	933
	باب:۱۵	
34	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی منقبت	933
	باب:۱۶	
35	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مناقب	936
36	حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے سورۃ البینہ پڑھنے کی حکمت اور حضرت اُبی بن کعب اور سورۃ البینہ کی تخصیص کی توجیہ	937
37	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مرویات	938
	باب:۱۷	
38	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مناقب	938
39	ابوزید کا نام اوس اور خزرج کا ایک دوسرے کے سامنے اپنی اپنی فضیلت کا اظہار اور بعض اعتراضات کے جوابات	940
40	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مرویات	940
	باب:۱۸	
41	حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب	940
42	موجودہ دور کے ہسپتالوں میں نرسنگ کا غلط رواج	942
	باب:۱۹	
43	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مناقب	942
44	اس اشکال کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن سلام کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی جنت کی	

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	شہادت دی ہے	944
45	حدیث مذکور کے رجال	945
46	حدیث میں حضرت عبداللہ بن سلام کے لیے جنت کا ثبوت ہے، پھر انہوں نے اس کا کیوں انکار کیا؟	945
47	اعلیٰ حضرت کے بعض اشعار پر اعتراضات کے جوابات	946
48	مقروض سے ہدیہ لینے کی شرعی حیثیت	947
49	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی مرویات	947
	باب: ۲۰	
50	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا اور ان کی فضیلت	947
51	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے دو شوہروں سے اولاد	950
52	حضرت مریم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں کے افضل ہونے کا محمل	951
53	غیرت کا معنی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غیرت کرنے کی توجیہ	851
54	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی فضیلت	852
55	حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ اور دیگر ازواج کے درمیان فضیلت میں مالکی علماء کا موقف	952
56	حضرت خدیجہ کا حسن سیرت	953
57	حضرت خدیجہ کو جنت میں پرسکون گھر اس لیے دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے زندگی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکون پہنچایا تھا	954
58	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فہم وفراست	954
59	حضرت عائشہ کے حضرت خدیجہ کو بوڑھی اور پچکے ہوئے جبڑوں والی کہنے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت کرنا کیا ان کی افضلیت پر دلیل ہے؟	955
	باب: ۲۱	
60	حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کا ذکر	956
61	کعبہ شامیہ کی تحقیق	958
62	حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مرویات	958
	باب: ۲۲	
63	حضرت حذیفہ بن الیمان العبسی رضی اللہ عنہ کا ذکر	958
64	امام بخاری کے منتشر اور غیر مربوط اور غیر منظم ابواب کا تذکرہ	960
65	حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی مرویات	960
	باب: ۲۳	
66	حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا کا ذکر	960
67	عدالت کے فسخ نکاح کا فیصلہ	962
	باب: ۲۴	
68	حضرت زید بن عمرو بن نفیل کی حدیث	963
69	نصب کے معنی کی تحقیق اور اس حدیث کی توجیہ کہ آپ نے نصب پر ذبح شدہ بکری کا گوشت کھایا	964
70	حضرت زید بن عمرو کے دین ابراہیم کو اختیار کرنے کی تفصیل اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کا سبب	968
	باب: ۲۵	
71	کعبہ کی تعمیر کا باب	969
72	تعمیر کعبہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تہبند اتارنے کی حدیث پر شارحین بخاری ومسلم کا کلام	970
73	تعمیر کعبہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تہبند اتارنے کی حدیث پر مصنف کا کلام	972
74	کعبہ کی توسیع کے مراحل	973
75	کعبہ کی تعمیر کی تعداد	974
	باب: ۲۶	
76	ایام جاہلیت	975
77	حدیث مذکور کے رجال	976

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
78	اس حدیث کے قصہ کا بیان	976
79	حدیث مذکور کے رجال	978
80	حج کے دوران بات نہ کرنے والی زینب کا تعارف	978
81	چپ رہنے کو عبادت مقصودہ قرار دینا باطل ہے اور بدعت سیئہ ہے	978
82	مسلمانوں کی دین پر بقاء حکام کی دین داری پر موقوف ہے	979
83	غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت اور اللہ اور اس کے رسول نے جو غیر اللہ کی قسم کھائی ہے اس کی توجیہات	891
84	لبید بن ربیعہ کا تذکرہ	983
85	امیہ بن ابی الصلت کا تذکرہ	983
86	اس اعتراض کا جواب کہ عبادات اور جنت اور دوزخ برحق ہیں' پھر لبید کا یہ کہنا کیوں کر درست ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے	984
87	خراج اور کہانت کا معنی اور حضرت ابوبکر کے قے کرنے کا سبب	985
	باب:۲۷	
88	زمانہ جاہلیت میں قسامت	986
89	اس حدیث میں جن کے نام مبہم تھے ان کے نام' یمین صبر کا معنی اور قسم کھانے کی جگہ کا تعین اور مصداق	988
90	صفاء اور مروہ کے درمیان سعی کے حکم میں مذاہب فقہاء	990
91	حطیم کا معنی اور مصداق اور زمانہ جاہلیت میں حطیم کی طرف جوتی اور کوڑا وغیرہ ڈالنے کی توجیہ	991
92	مصنف کے نزدیک حطیم کے متعلق علامہ کورانی کا لکھا ہوا مصداق اور قسم کھاتے وقت حطیم کی طرف جوتی وغیرہ ڈالنے کی توجیہ	991
93	بندروں کو رجم کرنے کی روایت پر حافظ ابن عبد البر اور علامہ کرمانی کے اعتراضات	991
94	بندروں کے رجم کرنے کی روایت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی اور ان کے مؤیدین کی توجیہات	995
95	علامہ بدر الدین عینی کا حافظ ابن حجر کی توجیہات پر رد اور ابطال	998
96	مصنف کا حافظ ابن حجر کی توجیہات پر مزید رد اور ابطال	999
97	امام حمیدی کی یہ تصریح کی بندروں کو رجم کرنے والی حدیث' صحیح بخاری میں درج نہیں ہے' بعد میں لوگوں نے اضافہ کیا ہے	1000
98	کتاب المناقب والفضائل کا اختتام	1002
99	نعمۃ الباری کی چھٹی جلد کی تکمیل	1002
100	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد سادس کی ڈائری	1004
101	ماخذ و مراجع	1006

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خطبة الكتاب

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه ربّ العالمين' الّذى جعلنا من المسلمين' ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين' وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم. والصلٰوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغرالمحجلين' الذى شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم' وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين' وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم' وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين' وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعمة البارى) توكلا على رحمة اللّٰه وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمٰى. فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح صحيح البخارى.(تقبله اللّٰه بلطفه وتغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ باللّٰه من شرور نفسى ومن سيئات اعمالى. من يهده اللّٰه فلا مضل له ومن يضلل' فلا هادى له. اللهم ارنى الحق حقًا وارزقنى اتباعه. اللهم ارنى الباطل باطلًا وارزقنى اجتنابه. اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا وشفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على وعلى والدى وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ .

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خطبة الكتاب

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه ربّ العالمين، الّذی جعلنا من المسلمين، ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين، وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم. والصلٰوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين، الذی شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم، وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين، وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى اٰله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم، وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين، وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدی دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدی انی بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فی شرح الصحيح للامام البخاری (عليه نعمة الباری) توكلا على رحمة اللّٰه وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمٰی. فلذا سميته بنعمة الباری فی شرح صحيح البخاری.(تقبله اللّٰه بلطفه وتغمدنی بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ باللّٰه من شرور نفسی ومن سيئات اعمالی. من يهده اللّٰه فلا مضل له ومن يضلل، فلا هادی له. اللهم ارنی الحق حقًا وارزقنی اتباعه. اللهم ارنی الباطل باطلًا وارزقنی اجتنابه. اللهم اجعلنی فی تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فی اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لی ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنی زيارة النبی الكريم ﷺ فی الدنيا وشفاعته فی الاخرة واحينی على الاسلام بالسلامة وامتنی على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك علی وابوء لك بذنبی فاغفرلی فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنی ان اشكر نعمتك التی انعمت علی وعلٰی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور متحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قُویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٥٧ - كِتَابُ الْخُمُسِ
مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا بیان

اس کتاب میں ''خمس'' یعنی مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

١ - بَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ — خمس یعنی مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا فرض ہونا

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنا فرض ہے۔

٣٠٩١ - **حدثنا** عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَّصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ شَارِفًا مِّنَ الْخُمُسِ فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتُّ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَاْتِيَ بِاِذْخِرٍ اَرَدْتُّ اَنْ اَبِيْعَهُ الصَّوَّاغِيْنَ وَاَسْتَعِيْنَ بِهٖ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ فَبَيْنَا اَنَا اَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مَتَاعًا مِّنَ الْاَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ اِلٰى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجَعْتُ حِيْنَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ فَاِذَا شَارِفَايَ قَدِ اجْتُبَّ اَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَاُخِذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا فَلَمْ اَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِيْنَ رَاَيْتُ ذٰلِكَ الْمَنْظَرَ مِنْهُمَا فَقُلْتُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا فَقَالُوْا فَعَلَ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ فِيْ شَرْبٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَعَرَفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے علی بن الحسین نے خبر دی کہ حضرت حسین بن علی علیہ السلام نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے مجھے ایک جوان اونٹنی ملی تھی، اور ایک جوان اونٹنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خمس میں سے عطاء کی تھی، پس جب میں نے سیدۃ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شب باشی کا ارادہ کیا اور میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار مرد سے یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ میرے ساتھ جائے گا اور ہم اذخر (گھاس) لے کر آئیں گے اور میرا یہ ارادہ تھا کہ میں سناروں کو وہ گھاس فروخت کر دوں گا اور اس سے اپنی شادی کے ولیمہ میں مدد حاصل کروں گا، پس جس وقت میں ان دونوں اونٹنیوں کا سامان، پالان اور تھیلے اور رسیاں وغیرہ جمع کر رہا تھا اور وہ دونوں اونٹنیاں ایک انصاری صحابی کے گھر کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھیں، پس میں نے جو جمع کیا تھا جب جمع کر کے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان دونوں اونٹنیوں کے کوہان کاٹ دیئے گئے ہیں اور ان کی کوکھوں کو چیر کر ان کی کلیجیوں کو نکال لیا گیا ہے، پس جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِي الَّذِي لَقِيتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ قَطُّ عَدَا حَمْزَةُ عَلَى نَاقَتَيَّ فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَّعَهُ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَى ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتّٰى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنُوا لَهُمْ فَإِذَا هُمْ شَرْبٌ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوْمُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ فَإِذَا حَمْزَةُ قَدْ ثَمِلَ مُحْمَرَّةً عَيْنَاهُ فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى رُكْبَتِهِ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى سُرَّتِهِ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَدْ ثَمِلَ فَنَكَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرٰى وَخَرَجْنَا مَعَهُ.

سکا' پھر میں نے پوچھا: یہ کارروائی کس نے کی ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ کام حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اور وہ اس گھر میں بیٹھ کر انصار کے ساتھ شراب پی رہے ہیں' پس میں چلا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے چہرے کے تاثرات دیکھ کر سمجھ لیا کہ مجھ پر کوئی مصیبت آئی ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ تو میں نے بتایا: یا رسول اللہ! میں نے آج کے دن جیسا صدمہ کبھی نہیں اُٹھایا' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے میری دونوں اونٹنیوں پر ظلم کیا ہے' ان کے دونوں کوہان کاٹ ڈالے اور ان کی کوکھوں کو چیر ڈالا اور وہ اس گھر میں ہیں اور ان کے ساتھ شراب پینے والے ہیں۔ (یہ سن کر) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مانگ کر اوڑھی' اور پیدل چلنے لگے اور میں اور حضرت زید بن حارثہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے گئے' حتیٰ کہ وہ گھر آ گیا جس میں حضرت حمزہ تھے' آپ نے اجازت طلب کی تو ان لوگوں نے آپ کو اجازت دے دی' پس اس وقت بھی وہ لوگ شراب پی رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ کو ان کے اس کام پر ملامت کرنی شروع کی' اس وقت حضرت حمزہ کی آنکھیں نشہ سے سرخ ہو رہی تھیں' پھر حضرت حمزہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' پھر انہوں نے نظر اُٹھائی اور آپ کے گھٹنوں کو دیکھا' پھر انہوں نے نظر اوپر اُٹھائی اور آپ کی ناف کی طرف دیکھا' پھر نظر اوپر اٹھا کر آپ کے چہرے کی طرف دیکھا' پھر حضرت حمزہ نے کہا: تم لوگ صرف میرے باپ دادا کے غلام ہو' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا کہ یہ نشہ میں ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ایڑیوں پر لوٹ گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکل گئے۔

اس حدیث کی شرح ۲۰۸۹' اور ۵۷۲۳ میں گزر چکی ہے' اس باب میں چونکہ خمس کا ذکر ہے' اس لیے ہم خمس کی تحقیق کر رہے ہیں:

خمس کی تعریف اور خمس کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے جاتے ہیں' مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کو خمس کہا جاتا ہے اور وہ اس کے ارباب کے لیے ہے اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مالِ غنیمت کے بقیہ چار حصوں کو مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

رہا خمس‘ تو اس میں خمس کی تقسیم کی کیفیت بیان کی جائے گی اور اس کا مصرف بیان کیا جائے گا‘ پس ہم کہتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مالِ غنیمت کے پانچویں حصے کے پانچ حصے کیے جاتے تھے‘ ایک حصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوتا تھا اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کے لیے ہوتا تھا اور ایک حصہ یتیموں کے لیے ہوتا تھا اور ایک حصہ مسافروں کے لیے ہوتا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ. (الانفال:۴۱)

اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ تم جو کچھ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول کے لیے ہے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

اس آیت میں خمس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کی گئی ہے‘ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پانچویں حصہ میں سے اللہ کو بھی دیا جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں جو پانچ حصے ذکر کیے گئے ہیں‘ ان حصوں میں خمس کو اللہ کی رضا کے لیے تقسیم کیا جائے‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں اور آپ کے قرابت داروں کے حصہ میں آپ کی وفات کے بعد فقہاء کا اختلاف ہے‘ رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا حصہ ساقط ہو گیا‘ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ آپ کا حصہ ساقط نہیں ہے اور آپ کی وفات کے بعد یہ حصہ آپ کے خلفاء کو دیا جائے گا‘ کیونکہ آپ کی وفات کے بعد خمس کا پانچواں حصہ آپ کو اس لیے دیا جاتا تھا کہ آپ مصالح مسلمین میں مشغول رہتے تھے اور احکامِ شرعیہ کی تبلیغ میں مصروف رہتے تھے اور اُمورِ جہاد میں منہمک رہتے تھے تو آپ کے معاش کی کفالت کے لیے آپ کو یہ حصہ دیا جاتا تھا‘ اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء بھی ان اُمور میں مشغول رہتے ہیں‘ اس لیے آپ کے بعد یہ حصہ خلفاء کو دیا جاتا ہے‘ اور ہمارا مؤقف یہ ہے کہ یہ خمس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی‘ جیسے فئی آپ کی خصوصیت ہے۔ فئی اس مال کو کہتے ہیں جس کو کفار و مشرکین چھوڑ کر چلے جائیں اور اس مال کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے اونٹ اور گھوڑے نہ دوڑائے ہوں‘ پھر مالِ فئی میں سے کچھ بھی آپ کے بعد خلفاء راشدین کو نہیں دیا گیا تو اسی طرح واجب ہے کہ خمس میں سے بھی کسی کو کچھ نہ دیا جائے‘ پھر تحقیق یہ ہے کہ اگر یہ خمس آپ کے بعد خلفاء کو ملتا تو بہ طور وراثت ملتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم معاشر الانبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا‘ ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری:۵۳۵۸‘ صحیح مسلم:۱۷۵۷‘ الرقم المسلسل:۴۴۶۸‘ سنن ابوداؤد:۲۹۶۳‘ سنن ترمذی:۱۶۱۰)

الانفال:۴۱ میں ”ذوی القربٰی“ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار مراد ہیں یا عام مسلمانوں کے قرابت دار؟

رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا حصہ‘ تو امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ یہ حصہ اب بھی باقی ہے اور اس کو ان بنو ہاشم کی طرف خرچ کیا جائے گا جو سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں اور ہمارے نزدیک یہ حصہ آپ کے ان قرابت داروں کی طرف خرچ کیا جائے گا جو فقراء ہوں‘ اور جو اغنیاء ہوں ان قرابت داروں کی طرف خرچ نہیں کیا جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں میں جو فقراء ہوں ان کو فقراء مسلمین پر مقدم کیا جائے گا‘ پس ہمارے نزدیک اس خمس کے تین حصے کیے جائیں گے‘ ایک حصہ یتامیٰ کے لیے اور ایک حصہ مساکین کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے‘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں میں جو فقراء

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں ان کو مقدم رکھا جائے گا اور آپ کے قرابت داروں میں سے جو اغنیاء ہیں ان کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ الانفال: ۴۱ میں مذکور ہے کہ ''ولذی القربیٰ'' اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں اور اس میں فقیر اور غنی کا فرق نہیں ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور اس میں سے ایک حصہ ذوی القربیٰ کو دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۷۰) اور اس حدیث میں بھی آپ نے فقیر اور غنی کا فرق نہیں کیا۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ امام محمد بن حسن نے کتاب السیر میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے مالِ غنیمت کے خمس کے تین حصے کیے' ایک حصہ یتیموں کے لیے' ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے' اور اس تقسیم کے وقت صحابہ کرام موجود تھے اور کسی نے ان پر انکار نہیں کیا' تو گویا صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہو گیا اور اس سے واضح ہو گیا کہ ذوی القربیٰ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار نہیں ہیں کیونکہ صحابہ کرام کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ انہوں نے کتاب اللہ کی اور رسول اللہ کی اپنے کسی فعل میں مخالفت کی ہو اور کسی حق دار کو اس کا حق نہ دیا ہو' اسی طرح جو صحابہ کرام اس تقسیم کے وقت حاضر تھے' ان کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ انہوں نے کسی ناجائز کام پر سکوت کیا ہو' جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔ اسی طرح ظاہر آیت (الانفال: ۴۱) بھی اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ذوی القربیٰ کا اسم تمام قرابات کو شامل ہے اور اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار مراد ہیں' اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

اَلْوَصِیَّةُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ. (البقرہ: ۱۸۰) وصیت والدین کے لیے ہے اور قرابت داروں کے لیے ہے۔

سو اس آیت میں بھی قرابت داروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار مراد نہیں ہیں' اور وہ جو روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرابت داروں کو بھی حصہ دیا وہ درست ہے' لیکن بحث اس میں ہے کہ کیا آپ نے خصوصیت کے ساتھ ان کو عطاء کیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو آپ کے قرابت داروں کو خمس میں سے دیا تھا تو وہ ان کی حاجت اور فقر کی وجہ سے دیا تھا' اس حیثیت سے نہیں دیا تھا کہ وہ آپ کے قرابت دار ہیں۔

اور اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غنیمتوں کے معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے' حضرت عرباض بن ساریہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کا ایک بال اُٹھا کر فرمایا کہ میرے لیے تمہاری غنیمتوں میں سے اس بال کے برابر بھی کوئی چیز نہیں ہے سوا خمس کے اور وہ بھی تم میں لوٹا دیا جائے گا' دھاگے کو اور خیانت سے لی ہوئی چیز کو لوٹا دو' کیونکہ خیانت عار ہے اور نار ہے اور خیانت کرنے والے کے لیے قیامت کا دن باعثِ ملامت ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸۔ ۱۲۷' مسند البزار ر: ۱۷۳۴' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۵۹)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمس میں سے کوئی چیز بھی اپنے قرابت داروں کے ساتھ خاص نہیں کی' بلکہ خمس کو تمام مسلمانوں کے لیے عام رکھا ہے کیونکہ اس حدیث میں آپ نے فرمایا: ''خمس بھی تم میں لوٹا دیا جائے گا'' پس اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کا وہی حکم ہے جو باقی فقراء مسلمین کا ہے' پس آپ کے قرابت داروں میں سے جو محتاج ہوگا' اس کو خمس میں سے اتنا دیا جائے گا جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے' جس طرح باقی فقراء مسلمین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۹ ص ۴۹۷۔ ۵۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت علی رضی اللہ نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے ایک جوان اونٹنی مجھے ملی تھی اور ایک جوان اونٹنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خمس میں سے عطاء کی تھی۔

حضرت علی کے اس قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خمس غزوۂ بدر میں مشروع ہو چکا تھا' جب کہ اہل سیرت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غزوۂ بدر کے دن خمس مشروع نہیں ہوا تھا۔ اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوۂ بنوقریظہ میں جب حضرت سعد بن معاذ نے یہ فیصلہ کیا کہ بنوقریظہ کے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں کو قید کر لیا جائے تو کہا گیا کہ یہ پہلا دن تھا جب خمس کو مشروع اور مقرر کیا گیا' انہوں نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ خمس کو اس کے بعد میں مشروع کیا گیا تھا' اور اس مسئلہ میں کوئی واضح حدیث نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ خمس غزوۂ حنین میں مشروع کیا گیا تھا اور یہ آخری غنیمت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے (یعنی آٹھ ہجری میں)۔

حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

غزوۂ بنوقریظہ جس میں حضرت سعد بن معاذ نے فیصلہ کیا تھا' یہ ۴ھ میں ہوا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۶۸' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

غزوۂ حنین ۸ھ میں ہوا تھا۔ (البدایۃ والنہایہ ج ۳ ص ۵۲۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن بطال کے نزدیک آٹھ ہجری میں مالِ غنیمت میں سے خمس لینا مشروع ہوا تھا۔

اس کے بعد علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

جب یہ واضح ہو گیا کہ غزوۂ بدر کے دن خمس مشروع نہیں تھا تو پھر حضرت علی رضی اللہ نے جو فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جوان اونٹنی مجھے خمس میں سے عطاء کی تھی' اس قول میں تاویل کی ضرورت ہے تاکہ ان کا یہ قول اہل سیرت کے قول کے معارض نہ ہو' اور ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ معنی ہو جیسا کہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ کو رجب ۲ھ میں بدر سے پہلے ایک لشکر میں مکہ اور طائف کے درمیان کھجوروں کے باغ کی طرف بھیجا' انہوں نے وہاں قریش کو پایا تو انہوں نے قریش کو قتل کیا اور ان کے قافلہ کو لوٹ لیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن جحش کی اولاد کے بعض افراد نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ نے اپنے بعض اصحاب سے کہا: ہم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اس میں سے پانچواں حصہ (خمس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہو گا اور اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت میں سے خمس فرض کیا ہے' یہ اس سے پہلے کی بات ہے' سو انہوں نے قافلہ کے مال سے پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے الگ کر لیا اور باقی مال اپنے اصحاب کے درمیان تقسیم کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کی تقسیم اس طرح مشروع کی جس طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ نے اس قافلہ کے مال میں کیا تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لشکر کے بعد رمضان میں بدر کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں صنادید کفار کو قتل کر دیا' پس اس خبر سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ کے قول کا معنی یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالِ غنیمت میں سے جو حصہ ملا تھا' اس حصہ میں سے آپ نے حضرت علی کو ایک جوان اونٹنی عطاء کی (نہ کہ خمس میں سے کیونکہ خمس تو آٹھ ہجری میں مشروع ہوا تھا)۔

خمس کی تقسیم میں مذاہب فقہاء

خمس کی تقسیم کی کیفیت میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ خمس کا معاملہ فیئ کی طرح ہے' اگر سربراہ یہ دیکھے کہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسلمانوں پر مصائب نازل ہوئے ہیں تو وہ خمس کو ان مسلمانوں کے لیے کر دے اور اگر وہ چاہے تو اس کو تقسیم کر دے اور ہر مسلمان کو خمس میں سے اتنی مقدار دے جس سے وہ غنی ہو جائے اور اگر سربراہ اپنے اجتہاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء کو خمس میں سے عطاء کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک ضرورت کے اعتبار سے خمس کی تقسیم میں بعض افراد کو زیادہ دینا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ خمس کے تین حصے کیے جائیں گے: ایک حصہ یتیموں کے لیے' ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے' اور قرابت داروں کے حصہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ کو گھوڑوں اور ہتھیاروں میں خرچ کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ نے اُس روایت سے استدلال کیا ہے جو محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ میں اور قرابت داروں کے حصہ میں اختلاف ہوا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ خلیفہ کو اور بعد کے لوگوں کو ملے گا' اور بعض نے کہا کہ قرابت داروں کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے ہے اور بعض نے کہا: وہ خلیفہ کی قرابت کی وجہ سے ہے پھر ان کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ ان دونوں کے حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے حصول میں جہاد کی تیاری پر خرچ کیا جائے گا' پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت میں یہی معمول رہا۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: حضرت عمر ہوں یا کوئی اور ان کے لیے قرابت داروں کے حصہ کو ساقط کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ قرابت داروں کا حصہ کتاب اللہ میں مقرر کیا گیا ہے اور اس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا اور جس نے ان کے حصہ کو ساقط کیا' اس نے بہت سنگین کام کا ارتکاب کیا اور امام شافعی کا یہ زعم ہے کہ خمس کے پانچ حصے کیے جائیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ذوی القربیٰ' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں میں خرچ کیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کے نزدیک خمس کا غزوۂ بدر سے مشروع ہونا اور علامہ ابن بطال کے دلائل کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ غزوۂ بدر میں خمس مشروع نہیں ہوا تھا اور حضرت علی نے جو کہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جوان اونٹنی مجھے خمس میں سے دی تھی' اس کی تاویل یہ ہے کہ غزوۂ بدر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر کو بھیجا تھا جس نے قریش کو قتل کر کے ان کے قافلہ کو لوٹ لیا تھا اور اس لوٹ کے مال میں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خمس نکالا تھا' سو حضرت علی نے جس خمس کا ذکر کیا ہے' اس سے مراد یہ خمس ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی تاویل کو یہ چیز رد کرتی ہے کہ کتاب المغازی میں آنے والی روایت میں یہ مذکور ہے کہ ''اس دن اللہ نے آپ کو جو خمس عطاء کیا تھا' اس میں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے عطاء کیا تھا''۔

(صحیح البخاری: ۴۰۰۳' صحیح مسلم: ۱۹۷۹' الرقم المسلسل: ۵۰۲۲' سنن ابوداؤد: ۲۹۸۶)

اور ابن بطال پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس روایت کو امام ابوداؤد کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کو اپنی تاویل کے لیے دلیل قرار دیا ہے اور اس سے غافل رہے کہ یہ روایت تو صحیح بخاری میں مذکور ہے جس کی وہ شرح کر رہے ہیں اور اس سے بھی غافل رہے کہ اس روایت کا ظاہر تو ان کے خلاف حجت ہے نہ کہ ان کے حق میں حجت ہے اور علامہ ابن بطال نے جو اہل سیرت سے یہ نقل کیا ہے کہ ''بدر کے اموالِ غنیمت میں خمس نہیں تھا'' میں اس پر واقف نہیں ہوا اور مزید تعجب یہ ہے کہ بدر سے پہلے جو لشکر روانہ ہوا تھا' اس کے لیے تو علامہ ابن بطال نے خمس ثابت کیا ہے اور یوم بدر میں خمس کے ثبوت کی نفی کی ہے' اور سورۃ الانفال: ۴۱ میں خمس کے فرض ہونے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی تصریح ہے اور اس سورت کی اکثر آیات قصہ بدر میں نازل ہوئی ہیں' اور اہل سیرت نے یہ نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے اموالِ غنیمت برابر برابر تقسیم کیے تھے' جو معرکۂ بدر میں حاضر تھا' اس کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا اور جو غائب تھا اس کو بھی حصہ دیا۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۲ 'ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ابتداء اسلام میں شراب پینے اور گانا سننے کا جواز' حالتِ نشہ میں احکام شرعیہ کا مرتب نہ ہونا اور حضرت حمزہ پر حضرت علی کی اونٹنیوں کا تاوان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے یہ کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ابتداء اسلام میں مسلمان شراب پیتے تھے اور گانا سنتے تھے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○

شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر محض ناپاک ہیں' شیطانی کاموں سے ہیں تم ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ○

(المائدہ:۹۰)

اور شراب غزوۂ اُحد کے بعد حرام کی گئی تھی' بعض اہل علم نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو اس کے احکام باطل ہیں' اور انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو اس پر اگر اس حالت میں وہ احکام لازم ہو جائیں جو نشہ اترنے کے بعد اور افاقہ اور معمول کی حالت کے احکام ہوں تو اس سے لازم آئے گا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں' پھر اس سے لازم آئے گا کہ حضرت حمزہ کافر ہو جائیں اور ان کا قتل کرنا مباح ہو جائے' اسی لیے جو شخص نشہ میں ہو اس کے حالتِ نشہ میں کہے ہوئے الفاظ پر شرعی احکام مرتب نہیں ہوتے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جن دو اونٹنیوں کو حضرت حمزہ نے کاٹ ڈالا تھا اور حضرت علی کا جو نقصان کر دیا تھا' اس کا کیا ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دو اونٹنیوں کا تاوان دینا حضرت حمزہ پر لازم تھا' بہ شرطیکہ حضرت علی اس کا مطالبہ کرتے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو ان اونٹنیوں کا عوض عطاء کر دیا ہو' کیونکہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مجنونوں اور غیر مکلفین سے اموال کا تاوان ساقط نہیں ہوتا' اور ان پر اس کا تاوان لازم ہوتا ہے جیسے عقلاء پر لازم ہوتا ہے' اور جس نے کسی مباح چیز سے کچھ کھایا' پھر اس نے نشہ کیا تو وہ اس شخص کی مثل ہے جو مجنون ہو یا جس پر بے ہوشی طاری ہو یا بچہ ہو' ان سے حد قذف اور باقی حدود ساقط ہو جاتی ہیں' سوائے مالی نقصان کرنے کے' کیونکہ ان سے قلم تکلیف ساقط ہو جاتا ہے اور عبداللہ النحال نے کہا ہے کہ جس کو کسی حلال چیز کے کھانے سے نشہ ہو گیا' اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی' اور امام طحاوی نے نقل کیا ہے کہ اس پر علماء رحمہم اللہ کا اجماع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا ہے کہ یہ واقعہ شراب پینے کو حرام قرار دینے سے پہلے کا ہے اور اس میں ان علماء کا رد ہے جنہوں نے اس قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی' پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ واقعہ شراب کی تحریم سے پہلے کا ہے تو آپ نے اس پر مؤاخذہ کو اس لیے ترک فرما دیا کیونکہ انہوں نے اپنے نفس پر ضرر کو داخل نہیں کیا تھا' اور جو یہ کہتے ہیں کہ جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اپنے اوپر نشہ کو واقع کیا اور نشہ کرنا اس پر حرام تھا تو اس پر اس کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طلاق کو واقع کر کے اس کو سزا دی گئی' اور اس حدیث میں اس کے اثبات کی کوئی حجت ہے اور نہ اس کی نفی کی کوئی دلیل ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۴' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نشہ میں طلاق دینے والے کی طلاق کے مؤثر ہونے کے ثبوت میں آثارِ صحابہ و تابعین

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ' اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابولبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کی شہادت سے اس شخص کی طلاق کو جائز قرار دیا ہے جو نشہ میں ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۰۔ ج ۹ ص ۵۵۶' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

ابونجیح بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۵۸۔ ج ۹ ص ۵۵۴' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

ابراہیم نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۵۹۔ ج ۹ ص ۵۵۴' مجلس علمی' بیروت)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور محمد بن سیرین نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے اور اس کی پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۱۔ ج ۹ ص ۵۵۴)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۳۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

عبدالرحمٰن بن عنبسہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے اس کی طلاق کو جائز کہا ہے جو نشہ میں ہو اور اس کو کوڑے مارے جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۴۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

عبدالرحمان بن حرملۃ بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی نے نشہ میں طلاق دے دی' پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں سعید بن المسیب سے اس کا حکم معلوم کروں' تو انہوں نے کہا: اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کی جائے گی اور اس کو اسّی کوڑے مارے جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۵۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

جعفر بیان کرتے ہیں کہ میمون نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۷۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

ابن مہدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا کہ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ سلیمان بن یسار اور سعید بن المسیب نے بیان کیا کہ جو شخص نشہ میں ہو اس کی طلاق جائز ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۹۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا کہ جب کسی شخص نے نشہ میں طلاق دی یا آزاد کیا تو یہ جائز ہے اور اس کی پشت پر حد لگائی جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۱۔ ج ۹ ص ۵۵۶)

عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ شعبی نے کہا: اس کی طلاق جائز ہے اور اس کی پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۲۔ ج ۹ ص ۵۵۶)

امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں از الہیثم از عامر از شریح' وہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۴۔ ج ۹ ص ۵۵۶' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

نشہ میں طلاق دینے والے کی طلاق کے مؤثر ہونے کے ثبوت میں ایک حدیث

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ بیان کرتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنت خویلد کو نکاح کا پیغام دیا تو ان کے والد خویلد نے ان کا نکاح کیا اور وہ اس وقت نشہ میں تھے' آپ حضرت خدیجہ کے پاس گئے' پھر جب اسلام آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حالت نشہ میں جو نکاح کیا جائے گا اور جو طلاق دی جائے گی وہ نافذ ہو جائے گی۔

(الحاوی الکبیر ج ۱۳ ص ۱۰۷' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اس باب کی حدیث مذکور سے مستنبط ۲۴ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) مجاہد کو دو جہتوں سے مالِ غنیمت مل سکتا ہے' جیسے حضرت علی کو ایک اونٹنی مالِ غنیمت سے ملی اور ایک اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے خمس میں سے عطاء فرمائی۔

(۲) حضرت علی نے ان اونٹنیوں کو ایک انصاری صحابی کے گھر کے نزدیک بٹھایا' اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے شخص کے دروازہ کے پاس اونٹنی کو بٹھانا جائز ہے' بہ شرطیکہ یہ معلوم ہو کہ وہ اس پر راضی ہو گا اور اس سے اس کو ضرر نہیں ہو گا۔

(۳) حضرت علی اس اونٹنی پر اذخر گھاس لاد کر لانا چاہتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اونٹنی کا مالک اونٹنی پر جو سامان لادنا چاہے' لاد سکتا ہے۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی صدمہ سے آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جائیں تو یہ جائز ہے۔

(۵) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدمہ کی زیادتی کی وجہ سے کبھی انسان اپنے آنسوؤں کو ضبط نہیں کر سکتا۔

(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اونٹنیوں کے کوہانوں کو کاٹ ڈالا' اس سے معلوم ہوا کہ انسان پر جب ظلم ہوا اور وہ اس کو بیان کرے تو یہ غیبت اور چغلی کے زمرہ میں داخل نہیں ہے۔

(۷) کسی شخص نے آ کر حضرت علی کو بتایا کہ حضرت حمزہ فلاں گھر میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے ہیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ خبر واحد کو قبول کرنا جائز ہے۔

(۸) اس وقت شراب پینا مباح تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی مباح مشروب کو لوگوں کے ساتھ پینا جائز ہے۔

(۹) اس وقت حضرت حمزہ گانا سن رہے تھے اور اس وقت گانا سننا مباح تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی مباح کام کے لیے جمع ہونا جائز ہے۔

(۱۰) باندی کا شعر پڑھنا اور باندی سے شعر سننا دونوں جائز ہیں کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ باندی سے شعر سن رہے تھے۔

(۱۱) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کلیجی کھائی تھی' تو اس سے معلوم ہوا کہ کلیجی کھانا جائز ہے' اگرچہ وہ خون ہے۔

(۱۲) حضرت حمزہ نشہ میں تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی ابتداء میں نشہ والی چیز کو کھانا جائز تھا' اور اس میں ان لوگوں کا ردّ ہے جنھوں نے کہا ہے کہ نشہ کبھی بھی مباح نہیں ہوا اور ممکن ہے ان کا قول ایسے نشہ پر محمول ہو کہ جس نشہ کے بعد اصلاً تمیز نہ رہے۔

(۱۳) اس حدیث میں شادی کے بعد ولیمہ کا جواز ہے' کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ولیمہ کی تیاری کر رہے تھے۔

(۱۴) حضرت علی نے سنار کو ساتھ لیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ سونے سے زیورات کو ڈھالنا جائز ہے۔

(۱۵) حضرت علی اذخر گھاس کو کاٹ کر لانے کا پروگرام بنا رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اذخر ہو یا کوئی اور گھاس ہو' اس کو کاٹ کر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فروخت کرنا جائز ہے۔

(۱۶) المہلب نے کہا ہے کہ اگر کوئی ذو رحم جنایت کرے یعنی کوئی ایسا کام کرے جس پر تاوان لازم آتا ہو تو وہ معاف ہوتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے ابوبکر بن عیاش سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ پر ان دونوں اونٹنیوں کا تاوان لازم کیا تھا۔

(۱۷) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ حضرت حمزہ کچھ انصاری صحابہ کے ساتھ ایک گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تفتیش کرنے کے لیے وہاں گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب قوم کے سربراہ کو معلوم ہوا کہ اس گھر میں کوئی بُرا کام ہو رہا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ تفتیش کے لیے وہاں جائے' تاہم اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس وقت شراب پینا بُرا کام نہیں تھا۔

(۱۸) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غاصب کا جانور کو ذبح کرنا جائز ہے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت حمزہ نے جو اونٹنیوں کے کوہان کاٹے اور ان کی کوکھوں سے کلیجی نکالی تو انہوں نے اونٹنیوں کو ذبح کرنے کے بعد یہ کارروائی کی۔

(۱۹) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب قوم کا سربراہ کسی گھر میں تفتیش کے لیے جائے تو اجازت لے کر جائے' کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس گھر میں حضرت حمزہ تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر والوں سے اندر داخل ہونے کے لیے اجازت لی' اور جب انہوں نے اجازت دی تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر گئے۔

(۲۰) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رئیس کو اجازت دی جائے تو اس کے متبعین کو بھی اجازت شامل ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی داخل ہوئے' حالانکہ انہوں نے صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجازت دی تھی۔

(۲۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ کی اس کارروائی پر ان کو ملامت کی' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص نشہ میں ہو اور وہ ملامت کو سمجھتا ہو تو' اس کو ملامت کرنا جائز ہے۔

(۲۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانے سے پہلے اپنی چادر مانگی اور اس کو اوڑھا اور پھر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا اپنے گھر میں غیر ضروری کپڑوں کو کہیں رکھ دینا جائز ہے لیکن جب کہیں باہر جانا ہو تو اپنے پورے کپڑے پہن کر وقار کے ساتھ باہر جائے۔

(۲۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت حمزہ نشہ میں ہیں' ان کی آنکھیں سرخ ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوپر سے نیچے تک گھور رہے ہیں' پھر انہوں نے کہا: تم سب لوگ تو میرے باپ دادا کے غلام ہو' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا کہ یہ نشہ میں ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الٹے پاؤں واپس آ گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نشہ میں ہو' اس سے کلام نہیں کرنا چاہیے۔

(۲۴) حضرت حمزہ نے جو کہا تھا کہ تم سب میرے والد کے غلام ہو' اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ تم سب میرے والد یعنی حضرت عبدالمطلب کے غلام کی مثل ہو اور اس میں حضرت عبدالمطلب کی بہت زیادہ تعظیم ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۸۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۰۹۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تَعَالٰی عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَیْهَا السَّلَامُ اِبْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَتْ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّیْقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقْسِمَ لَهَا مِیْرَاثَهَا مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَیْهِ. [اطراف الحدیث: ۳۷۱۱-۴۰۳۵-۴۲۴۰-۶۷۲۵] (صحیح مسلم: ۱۷۵۹، الرقم المسلسل: ۴۴۷۳)

زبیر نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مالِ فئی عطا کیا ہے' اس میں سے ان کی میراث کو ان کے لیے تقسیم کریں۔

اس حدیث کی شرح اس کے بعد والی حدیث میں تفصیل سے آ رہی ہے۔

۳۰۹۳- **فَقَالَ** لَهَا اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَتْ اَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتّٰی تُوُفِّیَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ قَالَتْ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْاَلُ اَبَا بَكْرٍ نَصِیْبَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَیْبَرَ وَفَدَكَ وَصَدَقَتَهٗ بِالْمَدِیْنَةِ فَاَبٰی اَبُوْ بَكْرٍ عَلَیْهَا ذٰلِكَ وَقَالَ لَسْتُ تَارِكًا شَیْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ فَاِنِّیْ اَخْشٰی اِنْ تَرَكْتُ شَیْئًا مِّنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِیْغَ فَاَمَّا صَدَقَتُهٗ بِالْمَدِیْنَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ اِلٰی عَلِیٍّ وَّعَبَّاسٍ فَاَمَّا خَیْبَرُ وَفَدَكٌ فَاَمْسَكَهُمَا عُمَرُ وَقَالَ هُمَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحُقُوْقِهِ الَّتِیْ تَعْرُوْهُ وَنَوَائِبِهٖ وَاَمْرُهُمَا اِلٰی مَنْ وَّلِیَ الْاَمْرَ قَالَ فَهُمَا عَلٰی ذٰلِكَ اِلَی الْیَوْمِ.

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِعْتَرَاكَ اِفْتَعَلْتَ مِنْ عُرَوْتِهٖ فَاَصَبْتُهٗ. وَمِنْهُ یَعْرُوْهُ وَاِعْتَرَانِیْ (قِصَّةُ فَدَكَ).

[اطراف الحدیث: ۳۷۱۲-۴۰۳۶-۴۲۴۱-۶۷۲۶] (صحیح مسلم: ۱۷۵۹، الرقم المسلسل: ۴۴۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۹۷۰-۲۹۶۹-۲۹۶۸، سنن نسائی: ۴۱۴۱)

پس حضرت ابوبکر نے حضرت سیّدہ فاطمہ سے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم وارث نہیں بنائے جاتے اور نہ ہم وارث بناتے ہیں' ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' تو حضرت سیّدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک ہوئیں' پس انہوں نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا' اور حضرت فاطمہ کا حضرت ابوبکر کو چھوڑنا مسلسل برقرار رہا' حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہی تھیں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سیّدہ فاطمہ' حضرت ابوبکر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیبر کے ترکہ میں سے اور فدک سے اپنے حصہ کا سوال کرتی تھیں اور مدینہ میں آپ کے صدقہ سے اپنے حصے کا سوال کرتی تھیں' تو حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے سامنے اس کا انکار کیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی عمل کرتے تھے میں اس کو چھوڑنے والا نہیں ہوں اور میں وہی عمل کروں گا کیونکہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے آپ کے کسی عمل کو چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا' رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ صدقہ جو مدینہ میں تھا تو اس کو حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی تحویل میں دے دیا' پس رہا خیبر اور فدک تو ان دونوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک لیا اور کہا: یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صدقات میں سے ہیں جن سے آپ اپنے حقوق ادا کرتے تھے اور جو ضروریات پیش آتی تھیں' اُن میں ان کو خرچ کرتے تھے اور اب ان دونوں کا معاملہ اس کی طرف مفوّض ہوگا جو آپ کے اُمور کا والی ہوگا۔ راوی نے کہا: پس خیبر اور فدک آج تک اسی حال پر ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے کہا: ''اعتــــراك'' (ھود:۵۴) باب افتعال سے ہے جب تم کسی چیز کو پالو تو ''عــروتــہ'' کہتے ہو اور اس سے ''یعروہ'' اور ''اعترانی'' ماخوذ ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ القرشی العامری الاویسی المدنی' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف ابواسحاق' القرشی الزہری المدنی (۳) صالح بن کیسان ابومحمد مؤدب ولد عمر بن عبدالعزیز (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) عروۃ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونے کے اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: خمس' یعنی مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ' اور اس حدیث میں خمس کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب المغازی میں دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اس میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ سیدتنا فاطمہ علیہا السلام بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کسی کو بھیجا اور ان سے اپنی اس میراث کا سوال کیا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں مالِ فئے اور فدک سے دیا تھا اور جو خیبر کے خمس کا بقیہ تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۲۴۱۔۴۲۴۰)

اور چونکہ یہ مشہور تھا کہ حضرت فاطمہ نے خیبر کے خمس کے بقیہ کا سوال کیا تھا اور اس حدیث میں بھی حضرت فاطمہ کے فدک کے سوال کا ذکر ہے' اس لیے امام بخاری نے اس شہرت کی بناء پر اس حدیث کو خمس کے باب میں ذکر کر دیا' اگرچہ اس حدیث میں خمس کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میراث کے سوال کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمادیا تھا کہ ہم گروہِ انبیاء وارث بنائے جاتے ہیں نہ کسی کو وارث بناتے ہیں' تو پھر سیدتنا حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کا سوال کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام نے اس وقت تک یہ حدیث نہیں سنی تھی اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کسی کو اپنے ترکہ کا وارث نہ بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' ان کے پیشِ نظر قرآن مجید کی یہ آیت تھی:

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ. (النساء:۱۱) اگر بیٹی ایک ہو تو اس کے لیے ترکہ کا نصف ہے۔

سو اس آیت کے عموم کے پیشِ نظر حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ سے اپنے حصہ کا سوال کیا تھا۔

علامہ ابن التین نے علامہ ابن بطال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شیعہ کا یہ زعم ہے کہ سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے میراث کا مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فدک ہبہ کر دیا تھا جس کا حضرت ابوبکر کو علم نہیں تھا' لیکن یہ ہرگز ثابت نہیں ہے کہ آپ نے ان کو فدک ہبہ کیا تھا اور نہ یہ ثابت ہے کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔

شیعہ نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام نے ہبہ کے دعویٰ پر حضرت علی کو بہ طور گواہ پیش کیا تھا لیکن حضرت ابوبکر نے ان کی گواہی کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا تھا کہ حضرت علی آپ کے شوہر ہیں اور بیوی کے حق میں شوہر کی گواہی مقبول نہیں ہوتی' سو یہ بھی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

من گھڑت بات ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

''لا نورث'' کے لفظ کو دو طرح پڑھا گیا ہے: ''لا نورَث'' اور اس کا معنی ہے: ہم وارث نہیں بنائے جاتے' اور'' لا نورِث'' اس کا معنی ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔

انبیاء علیہم السلام کو وارث نہ بنانے کی حکمت

انبیاء علیہم السلام کو وارث نہ بنانے کی حکمت یہ ہے تا کہ ان کے متعلق یہ گمان نہ کیا جائے کہ انہوں نے اپنے وارثوں کے لیے مال جمع کیا تھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے وارث کے متعلق یہ خدشہ نہ ہو کہ وہ ان کی موت کی تمنا کرے' پھر وہ سخت ہلاکت میں مبتلا ہو' تیسری وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی تمام امت کے لیے بہ منزلہ باپ ہوتے ہیں اور ان کی پوری امت ان کی اولاد کے حکم میں ہوتی ہے' اس لیے ان کا تمام مال اُمت پر صدقہ ہوتا ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کا حضرت ابوبکر سے ناراض ہونا اور اخیر عمر میں راضی ہونا اور ناراض ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: پس حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا۔

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا تھا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر سے ملاقات میں ان کی طبیعت پر بوجھ ہوتا تھا' اس لیے انہوں نے ان سے ملنا ترک کر دیا تھا' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ انہوں نے اس طرح چھوڑ دیا جس طرح چھوڑنا حرام ہے اور جو چھوڑنا حرام ہے' وہ یہ ہے کہ جب ان کی باہمی ملاقات ہو تو وہ ایک دوسرے کو سلام نہ کریں اور کسی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ان کی باہم ملاقات ہوئی اور انہوں نے ایک دوسرے کو سلام نہیں کیا اور شرعاً مذموم یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے عداوت رکھیں' دراصل حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام اس واقعہ کے بعد اپنے گھر میں ہی رہی تھیں اور حضرت ابوبکر سے ملنے نہیں گئی تھیں' اس سے راوی نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا۔

ابوحفص بن شاہین نے کتاب الخمس میں شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کہا: جب سے آپ مجھ پر ناراض ہوئی ہیں میری زندگی میں کوئی خیر نہیں رہی' سو اگر اس معاملہ میں آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی عہد ہے تو آپ اپنے قول میں صادقہ' مصدّقہ اور ماٴمونہ ہیں۔ شعبی نے کہا: حضرت ابوبکر اس مجلس سے اس وقت تک نہیں اُٹھے حتیٰ کہ حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام ان سے راضی ہو گئیں اور حضرت ابوبکر ان سے راضی ہو گئے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲)

امام بیہقی نے شعبی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام بیمار ہو گئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے آئے اور ان سے ملنے کی اجازت طلب کی' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام سے کہا: اے فاطمہ! یہ حضرت ابوبکر آئے ہیں اور آپ سے ملنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں' حضرت سیدہ علیہا السلام نے حضرت علی سے پوچھا: کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دوں! حضرت علی نے کہا: ہاں! تو حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے اجازت دی' پس حضرت ابوبکر آئے اور ان کو راضی کرنے لگے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے اور اس کے رسول کی رضا کے لیے اور اے اہل بیت! آپ لوگوں کی رضا کے لیے گھر' مال' اہل اور خاندان کو چھوڑا ہے' پھر حضرت ابوبکر نے حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کو راضی کیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئیں۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۱' ملتان)

اس حدیث کی سند قوی اور جید ہے اور ظاہر یہ ہے کہ شعبی نے اس حدیث کو حضرت علی سے سنا ہے' یا اس شخص سے سنا ہے جس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے حضرت علی سے سنا ہے۔

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقات کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مدینہ میں جو صدقات تھے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مدینہ میں جو املاک تھے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد صدقہ ہو گئے تھے' اس سے مراد بنونضیر کے اموال تھے جو مدینہ کے قریب تھے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وہ املاک تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہ طور فئے عطاء کیے تھے' جن کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان املاک میں سے ایک وہ ہے جس کی مخیریق نے غزوۂ اُحد کے دن وصیت کی تھی اور یہ بنونضیر کے سات باغ تھے' ان میں سے دوسری ملکیت وہ ہے جو انصار نے آپ کو اپنی زمینیں پیش کی تھیں اور یہ وہ زمینیں تھیں جہاں پانی نہیں پہنچا تھا اور ان میں بنونضیر کی زمین تھی' جب وہ مدینہ سے نکل گئے تھے' اور اسی طرح وادی القریٰ کی سرزمین کا تہائی حصہ' جس کو آپ نے یہود کے ساتھ صلح سے لیا تھا' جب یہود نے صلح کی تھی' اسی طرح خیبر کے قلعوں میں سے دو قلعے: الوطیح اور السلالم' ان کو بھی آپ نے صلح سے لیا تھا اور ان میں سے آپ کا وہ حصہ ہے جو آپ نے خیبر کے خمس میں سے لیا تھا' پس یہ کل املاک صرف سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مِلک تھیں اور ان میں سے کسی کا بھی کوئی حق نہ تھا' پس آپ ان املاک سے اپنا خرچ اور اپنے اہل کا خرچ نکالتے تھے اور بقیہ مال کو مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی ازواج کے خرچ کے بعد اور اپنے عاملین کے خرچ کے بعد جو بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد المسلم ج ۶ ص ۸۸-۸۷' دار الوفاء' بیروت)

اور ابن عیینہ یہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج معتدات کے حکم میں تھیں' کیونکہ ان کا کسی سے نکاح کرنا دائماً حرام ہے تو ان کا خرچ جاری رہا اور جن حجروں میں وہ رہتی تھیں' وہ ان ہی کے تصرف میں رہے۔

حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا صدقاتِ مدینہ کا مالک نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ صدقاتِ مذکورہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تحویل میں دے دیئے تاکہ وہ دونوں ان صدقات میں تصرف کریں اور اپنے حق کی مقدار کے مطابق ان سے نفع اُٹھائیں' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان میں تصرف کرتے تھے اور حضرت عمر نے ان دونوں کو ان صدقات کا مالک نہیں بنایا تھا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان صدقات کے والی ہوئے تو انہوں نے ان میں کوئی تغیر نہیں کیا اور اسی طرح ان صدقات کو باقی رکھا' جس طرح وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں تھے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان صدقات کے والی ہوئے' پھر حضرت حسین' پھر حضرت علی بن حسین' پھر حضرت حسن بن حسن' پھر زید بن الحسن' پھر عبداللہ بن حسین رضی اللہ عنہم ان صدقات کے والی ہوئے' پھر بنو عباس ان صدقات کے والی ہوئے اور ان میں سے کسی سے یہ روایت نہیں ہے کہ انہوں نے ان صدقات کو اپنی مِلک میں لے لیا اور نہ انہوں نے ان صدقات کو کسی کا وارث کیا' تو اگر شیعہ کا یہ کہنا برحق ہو کہ یہ صدقات حضرت علی کی مِلک تھے اور وہ ان صدقات کے وارث تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان صدقات کے مالک بن جاتے یا آپ کے اہل بیت میں سے جب کوئی ان صدقات کا متولی ہوا تھا وہ ان صدقات کا [illegible]

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(المفہم ج ۳ ص ۵۶۴' دارابن کثیر بیروت' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۹-۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اموالِ فئے میں سے اپنی ضروریات اور مسلمانوں کی مصلحتوں پر خرچ کرنا

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن علی جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

جو اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ طور فئی عطا فرمائے تھے جیسے فدک اور اموالِ بنونضیر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے اپنا خرچ نکالتے تھے اور اپنے اہل کا خرچ نکالتے تھے اور بقیہ آمدنی کو مسلمانوں کی ضروریات اور مصلحتوں میں خرچ کرتے تھے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وارثوں میں دینار کو تقسیم نہیں کیا جائے گا' میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور عاملین کے خرچ کے بعد جو چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۹۶' صحیح مسلم: ۱۷۶۰' سنن ابوداؤد: ۲۹۷۴)

اور سفیان بن عیینہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج معتدات کے حکم میں ہیں' کیونکہ ان سے نکاح دائماً جائز نہیں ہے' ان کو نفقہ دیا جائے گا اور جن حجروں میں وہ رہتی تھیں وہ حجرے ان ہی کے لیے چھوڑے جائیں گے' اور آپ نے جو فرمایا تھا: عاملین کے خرچ کے بعد' اس سے حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا تھا کہ اس کو بھی تقسیم کیا جائے گا اور عاملین سے آپ کی مراد تھی جو آپ کے بعد خلیفہ ہوں گے' اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ "ہم وارث نہیں بناتے' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے" تو جھگڑا ختم ہوا۔

پھر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو جب حضرت عمر نے مدینہ کے صدقات کا والی بنا دیا اور اس سے مراد اموالِ بنی نضیر ہیں کیونکہ وہ مدینہ کے قریب تھے تو ان اموال کی تقسیم میں حضرت علی اور حضرت عباس میں اختلاف ہوا تو ان دونوں نے حضرت عمر سے یہ سوال کیا کہ وہ اموالِ بنی نضیر کو ان دونوں میں برابر برابر تقسیم کر دیں' تاکہ ان میں سے ہر ایک اپنی ولایت میں مستقل ہو۔ تو حضرت عمر نے یہ مناسب نہیں جانا کہ صدقات کو تقسیم کریں اور ان دونوں نے تقسیم کا اس لیے مطالبہ نہیں کیا تھا کہ وہ صدقات کے مالک ہو جائیں بلکہ اس لیے مطالبہ کیا تھا کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر یہ دشوار تھا کہ وہ جب بھی ان اموال میں کوئی عمل کرے تو دوسرے سے اجازت لے کر کرے۔

حضرت ابوبکر کی بیعت کے اجماعی ہونے پر ایک اشکال کہ حضرت علی اور بنو ہاشم نے چھ ماہ تک ان کی بیعت نہیں کی تھی اور اس کا جواب

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا' اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کیا حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر پر یہ تہمت لگائی تھی کہ ان کی روایت صحیح نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر کے پاس سے ناراض ہو کر چلی گئی تھیں' کیونکہ لوگوں میں یہ بات معلوم اور مکرر تھی کہ بیٹی باپ کے ترکہ کی وارث ہوتی ہے' پس گویا کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کے متعلق یہ گمان کیا کہ ان کی بیان کی ہوئی روایت قرآن مجید کے خلاف ہے اور اس روایت میں انہیں کوئی شبہ واقع ہو گیا ہے اور اتفاق سے وہ بیمار ہو گئیں اور ان کی بیماری طویل ہو گئی تو لوگوں نے یہ کہا کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا اور یہ بھی اتفاق پیش آیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے رُکے رہے کیونکہ ان کا گمان تھا کہ ولایت میں نسب مؤثر ہوتا ہے حتیٰ کہ جب ان پر صحیح بات منکشف ہو گئی تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت علی علیہ السلام' حضرت ابوبکر کی بیعت سے رُک گئے تھے اور تمام بنو ہاشم نے حضرت علی کی موافقت کی تھی تو یہ کہنا کس طرح

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح ہوگا کہ حضرت ابوبکر کی بیعت اجماع سے ثابت ہے' اس اعتراض کے دو جواب ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی انہوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ وہ مزید غور و خوض کے لیے رُکے رہے تھے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب بعد میں ان سب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت پر بیعت کر لی تو پھر حضرت ابوبکر کی بیعت پر اجماع ہو گیا۔

(کشف المشکل ج ۴ ص ۱۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٠٩٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِّنْ حَدِيثِهِ ذٰلِكَ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيثِ فَقَالَ مَالِكٌ بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ فِي أَهْلِي حِينَ مَتَعَ النَّهَارُ إِذَا رَسُولُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَأْتِينِي فَقَالَ أَجِبْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى عُمَرَ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى رِمَالِ سَرِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ أَدَمٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ مَالِكٌ إِنَّهُ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ قَوْمِكَ أَهْلُ أَبْيَاتٍ وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ فَاقْبِضْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَمَرْتَ بِهِ غَيْرِي قَالَ فَاقْبِضْهُ أَيُّهَا الْمَرْءُ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ هَلْ لَّكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ يَّسْتَأْذِنُونَ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا فَسَلَّمُوا وَجَلَسُوا ثُمَّ جَلَسَ يَرْفَا يَسِيرًا ثُمَّ قَالَ هَلْ لَّكَ فِي عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمَا فَدَخَلَا فَسَلَّمَا فَجَلَسَا فَقَالَ عَبَّاسٌ يَّا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ فَقَالَ الرَّهْطُ عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ فَقَالَ عُمَرُ تَيْدَكُمْ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهٖ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن محمد الفروی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از مالک بن اوس بن الحدثان' اور محمد بن جبیر نے مجھ سے اپنی حدیث میں اس کا ذکر کیا' پس میں گیا حتیٰ کہ مالک بن اوس کے پاس داخل ہوا' میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو مالک بن اوس نے کہا: جس وقت میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تب دن چڑھ چکا تھا' اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قاصد میرے پاس آ رہا تھا' اس نے کہا کہ امیر المؤمنین بلا رہے ہیں ان کے پاس جاؤ' پس میں ان کے ساتھ گیا' حتیٰ کہ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت وہ ایک تخت پر بچھی ہوئی چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے اور چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا اور انہوں نے ایک چمڑے کے گدے کے اوپر ٹیک لگائی ہوئی تھی' میں نے ان کو سلام کیا' پھر بیٹھ گیا' پھر انہوں نے فرمایا: اے مالک! تمہاری قوم کے کچھ گھروں سے لوگ میرے پاس آئے تھے اور میں نے ان کی کچھ تھوڑی سی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو تم اس رقم پر قبضہ کرو اور اس کو ان پر تقسیم کر دو' میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ میرے علاوہ کسی اور کو یہ حکم دے دیں' تو حضرت عمر نے فرمایا: اے مرد! تم ہی اس پر قبضہ کرو' پس جس وقت میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا' ان کے پاس ان کا دربان یرفا آیا' پس اس نے کہا: حضرت عثمان' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم آپ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں اور اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! اور ان کو آنے کی اجازت دے دی' پس وہ سب داخل ہوئے اور ان سب نے سلام کیا اور وہ سب بیٹھ گئے' پھر یرفا بھی تھوڑی دیر بیٹھا رہا' پھر اس نے کہا کہ حضرت علی اور حضرت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صَدَقَةٌ يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهٗ قَالَ الرَّهْطُ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ فَاَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ اَتَعْلَمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ فَاِنِّيْ اُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ. اِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَّمْ يُعْطِهٖ اَحَدًا غَيْرَهٗ ثُمَّ قَرَاَ ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ. (اِلٰى قَوْلِهٖ) قَدِيْرٌ ○﴾ (الحشر:٦) فَكَانَتْ هٰذِهٖ خَالِصَةً لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُوْنَكُمْ وَلَا اسْتَاْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ قَدْ اَعْطَاكُمُوْهَا وَبَثَّهَا فِيْكُمْ حَتّٰى بَقِيَ مِنْهَا هٰذَا الْمَالُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهٗ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ حَيَاتَهٗ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ قَالُوْا نَعَمْ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهَا اَبُوْبَكْرٍ فَعَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّهٗ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ فَكُنْتُ اَنَا وَلِيَّ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ اِمَارَتِيْ اَعْمَلُ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا عَمِلَ فِيْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ تُكَلِّمَانِيْ وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَّاَمْرُكُمَا وَاحِدٌ جِئْتَنِيْ يَا عَبَّاسُ تَسْاَلُنِيْ نَصِيْبَكَ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ وَجَاءَنِيْ هٰذَا يُرِيْدُ عَلِيًّا يُّرِيْدُ نَصِيْبَ امْرَاَتِهٖ مِنْ اَبِيْهَا فَقُلْتُ لَكُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

عباس رضی اللہ عنہما آپ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں' آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت عمر نے کہا: ہاں! پس ان دونوں کو اجازت دی' پھر وہ دونوں آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے' پس حضرت عباس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے' وہ دونوں بنو نضیر کے اس مالِ فئے میں لڑ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عطاء کیا تھا' حضرت عثمان اور دیگر اصحاب کی جماعت نے بھی کہا: اے امیر المؤمنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ان میں سے ایک کو دوسرے سے راحت عطا کیجئے' حضرت عمر نے فرمایا: صبر کرو اور مہلت دو' میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں' کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ہم وارث نہیں بناتے' ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' اس سے رسول اللہ ﷺ کی مراد اپنی ذات تھی' تو صحابہ کی جماعت نے کہا: ہاں! رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا تھا' پھر حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا تھا' ان دونوں نے کہا: ہاں! آپ نے اسی طرح فرمایا تھا' حضرت عمر نے کہا: میں تم لوگوں کو اس معاملہ کے متعلق بتاتا ہوں' بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس مالِ فئے کے ساتھ خاص کر لیا اور کسی اور کو اس مال سے عطاء نہیں کیا' پھر حضرت عمر نے یہ آیت پڑھی: اور جو (مال) اللہ نے ان سے (نکال کر) اپنے رسول پر لوٹا دیئے تو تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ' ہاں! اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے ○ (الحشر: ۶) پس یہ اموال خالص رسول اللہ ﷺ کی ملکیت تھے' اللہ کی قسم! نبی ﷺ نے یہ اموال تم کو چھوڑ کر صرف اپنے ساتھ مخصوص نہیں کیے' بلکہ یہ اموال تم کو عطاء کیے اور تمہاری ضرورتوں میں ان کو خرچ کیا' حتیٰ کہ ان اموال میں سے یہ مال باقی بچ گیا' پس رسول اللہ ﷺ اس مال سے اپنے اہل کو ایک سال کا خرچ دیتے تھے' پھر جو باقی بچ جاتا' اس کو اللہ کا مال قرار دیتے' پس رسول اللہ ﷺ اپنی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لَانُوْرَثُ مَاتَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِيْ اَنْ اَدْفَعَهُ اِلَيْكُمَا قُلْتُ اِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا عَلٰى اَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا عَمِلَ فِيْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَّبِمَا عَمِلْتُ فِيْهَا مُنْذُ وَلِيْتُهَا فَقُلْتُمَا اِدْفَعْهَا اِلَيْنَا فَبِذٰلِكَ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا فَاَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْهِمَا بِذٰلِكَ قَالَ الرَّهْطُ نَعَمْ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّيْ قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِيْ فِيْهَا قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا اِلَيَّ فَاِنِّيْ اَكْفِيْكُمَاهَا.

(صحیح مسلم:١٧٥٧، الرقم المسلسل:٤٤٦٨، سنن ابوداؤد:٢٩٦٣، سنن ترمذی:١٦١٠)

حیات میں اس طرح اپنے مال میں عمل کرتے رہے، میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تمہیں اس بات کا علم ہے؟ سب نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تم اس بات کو جانتے ہو؟ حضرت عمر نے بتایا کہ پھر اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات دے دی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولی ہوں، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مال کو اپنے کنٹرول میں لیا، پھر اس میں وہ عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں عمل کرتے تھے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اس میں ضرور سچے تھے، نیک تھے، ہدایت یافتہ تھے، حق کی پیروی کرنے والے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو وفات دے دی، پس میں حضرت ابوبکر کا ولی ہوا، پس میں نے اپنی حکومت کے دو سالوں میں ان کو اپنے کنٹرول میں رکھا اور اس میں اس کے مطابق عمل کرتا رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں عمل کیا تھا اور جو اس میں حضرت ابوبکر نے عمل کیا تھا، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس میں ضرور سچا ہوں، نیک ہوں، ہدایت یافتہ ہوں، حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ پھر آپ دونوں میرے پاس آئے، تم دونوں مجھ سے کلام کر رہے تھے اور آپ دونوں کا کلام واحد تھا اور آپ دونوں کا معاملہ واحد تھا، اور اے عباس! آپ میرے پاس آئے، آپ مجھ سے اپنے بھتیجے کے حصہ میں سے لینے کا سوال کرتے تھے اور میرے پاس یہ آئے، حضرت عمر، حضرت علی کا ارادہ کر رہے تھے۔ یہ اپنی بیوی کا ان کے والد کی میراث سے سوال کر رہے تھے۔ تو میں نے آپ دونوں سے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، پھر جب مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ میں یہ زمین آپ دونوں کی تحویل میں دے دوں تو میں نے کہا کہ اگر آپ دونوں چاہیں تو میں یہ زمین آپ دونوں کی تحویل میں دے دوں، اس شرط پر کہ آپ دونوں پر لازم ہے کہ اللہ سے پکا عہد و میثاق کریں کہ آپ دونوں اس میں اسی طرح عمل کرتے رہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کیا تھا اور جس طرح اس میں حضرت ابوبکر نے عمل کیا تھا، اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جس طرح میں نے اس میں عمل کیا ہے' جب سے میں ان اموال کا والی ہوا ہوں' پس آپ دونوں نے کہا کہ آپ یہ اموال ہماری تحویل میں دے دیں' پس اس وجہ سے میں نے یہ اموال آپ کی تحویل میں دیئے' پس میں آپ سب کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آیا میں نے یہ اموال ان کی طرف اسی شرط پر دیئے تھے؟ تو صحابہ کی جماعت نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف مڑ کر کہا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا میں نے یہ اموال آپ کی تحویل میں اسی شرط پر دیئے تھے؟ ان دونوں نے کہا: ہاں! پھر کیا آپ دونوں مجھ سے اس کے سوا کوئی اور فیصلہ کرانا چاہتے ہیں' پس اللہ کی قسم! جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں' میں ان اموال میں اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کروں گا' پس اگر آپ دونوں ان اموال میں اس طرح عمل کرنے سے عاجز ہیں تو آپ یہ اموال مجھے سونپ دیجئے تو بے شک میں ان اموال میں آپ کی جگہ کفایت کروں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۰۴ میں گزر چکی ہے۔ لیکن صحیح البخاری: ۲۹۰۴ میں صرف اتنا ذکر ہے کہ بنو نضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بہ طور فئے عطا فرمائے تھے۔ اور یہ خاص رسول اللہ ﷺ کی ملکیت میں تھے اور آپ ان اموال میں سے اپنے اہل کو ایک سال کا خرچ دیتے تھے' پھر باقی اموال کو جہاد میں خرچ کرتے تھے اور وہ تمام تفصیل جو اس حدیث میں ذکر کی گئی ہے وہ حدیث: ۲۹۰۴ میں نہیں ہے' لہٰذا اس حدیث کی مکمل شرح اب کی جارہی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن محمد الفروی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) مالک بن اوس (۵) محمد بن جبیر۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے کہ بنو نضیر کے یہ اموال خالص رسول اللہ ﷺ کے لیے تھے' اور ان اموال کے متعلق حضرت علی اور حضرت عباس' حضرت عمر کے پاس لڑتے ہوئے آئے تھے اور ان اموال میں وادی القریٰ کی زمین کا تیسرا حصہ بھی تھا جو آپ نے یہود سے صلح کے نتیجہ میں حاصل کیا تھا' اسی طرح خیبر کے قلعوں میں سے دو قلعے بھی تھے جن کے نام الوطیح اور السلالم تھے' آپ نے ان کو صلح سے حاصل کیا اور ان اموال میں خیبر کے خمس میں سے آپ کا حصہ بھی تھا اور جو علاقہ جنگ سے حاصل ہو وہ صرف آپ کی ملکیت ہوتا تھا اور اس میں کسی اور کا حصہ نہ ہوتا تھا۔

حضرت عباس نے حضرت علی کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہا' اس کی توجیہ علامہ مازری اور علامہ عینی کی طرف سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی بن ابی طالب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے اور امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: میرے اور اس جھوٹے' گناہ گار' عہد شکن اور خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۵۷)

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عباس کے لیے یہ مناسب تو نہ تھا کہ وہ حضرت علی کے متعلق یہ الفاظ کہتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں شرط محذوف ہے' یعنی اگر حضرت علی انصاف سے کام نہ لیں تو وہ کاذب' آثم' غادر اور خائن ہیں۔

اور علامہ مازری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ نہیں کہے اور وہ ایسے الفاظ کہنے سے منزہ ہیں' تبھی امام بخاری کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور اس میں راوی نے اپنے وہم کی وجہ سے ان الفاظ کا اضافہ کر دیا اور اگر ان الفاظ کی نسبت راوی کی طرف نہ کی جائے تو پھر بہترین جواب یہ ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی کو ڈانٹتے ہوئے اور نصیحت کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے' کیونکہ حضرت عباس' حضرت علی کے والد کی جگہ ہیں' اور شاید حضرت عباس نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت علی جوان کو خطاوار سمجھتے تھے' اس کا رد کریں' اور ان اوصاف سے حضرت علی اس وقت متصف ہوتے جب وہ قصداً ایسا کرتے۔ اگرچہ حضرت علی کے اعتقاد میں یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عباس نے دانستہ کوئی خطا کی ہے اور یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ حضرت عباس نے یہ جملہ حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے کہا تھا اور ان میں سے کسی نے بھی حضرت عباس کے اس کلام پر انکار نہیں کیا' حالانکہ یہ نفوسِ قدسیہ بُرائی کے انکار کرنے میں بہت متشدد تھے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے قرینۂ حال سے یہ سمجھا تھا کہ حضرت عباس نے جو کچھ کہا ہے' اس کا خود ان کو بھی اعتقاد نہیں تھا' یعنی وہ دل میں حضرت علی کو جھوٹا' گناہ گار' خائن اور عہد شکن نہیں سمجھتے تھے۔ علامہ مازری کا جواب ختم ہوا۔

علامہ عینی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس پورے جواب کا کوئی فائدہ نہیں' بلکہ ان الفاظ کو کتاب سے زائل کرنا واجب ہے اور حضرت عباس اس سے بَری ہیں کہ وہ ایسے الفاظ کہیں' خصوصاً حضرت عمر بن خطاب اور جماعتِ صحابہ کے سامنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُمورِ دین میں بہت متصلّب اور سخت تھے اور وہ غلط بات پر ٹوکنے میں کسی کا لحاظ نہیں رکھتے تھے' اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت عباس' حضرت علی کے لیے ایسے الفاظ کہتے اور اس پر حضرت عمر خاموش رہتے' اور علامہ مازری کے جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے ایک بُرائی پر انکار کرنے کو ترک کیا اور حق کو قائم کرنے پر عاجز رہے' پس اس صورت میں لائق یہ ہے کہ ان الفاظ کو روایت سے ساقط کر دیا جائے تاکہ کسی بے فائدہ تاویل کی ضرورت نہ رہے۔

کاذب' آثم' غادر اور خائن کی توجیہ علامہ ابن حجر کی طرف سے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے بھی شعیب اور یونس کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے ایک دوسرے پر سب و شتم کیا (صحیح البخاری: ۴۰۳۳) اور ابن شہاب زہری نے کتاب الفرائض میں یہ روایت کی ہے کہ میرے اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ کیجئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو سبّ (یعنی بُرا) کہا اور جویریہ کی روایت میں ہے کہ میرے اور اس کاذب' آثم' غادر' خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے' اور میں نے کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا کہ حضرت علی نے بھی حضرت عباس کے حق میں کچھ کہا ہو' البتہ عقیل کی روایت میں یہ ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے پر سبّ و شتم کیا' علامہ مازری نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے ان الفاظ کو حذف کر دینا چاہیے (علامہ مازری کا پورا جواب علامہ عینی کی عبارت میں آ چکا ہے)۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کاذب' آثم' غادر اور خائن کی توجیہ شیخ تقی عثمانی کی طرف سے

شیخ محمد تقی عثمانی اس بحث میں لکھتے ہیں:

پھر حضرت علی اور حضرت عباس آئے' عباس نے کہا: میرے اور حضرت علی کے درمیان فیصلہ کر دیجئے' اب یہ چچا بھتیجے کا معاملہ تھا' اس میں چچا نے بھتیجے کے لیے ذرا سخت الفاظ استعمال کیے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۱۱۳۲' مکتبۃ الحراء' کراچی)

حضرت علی کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہنے کی توجیہ مصنف کی طرف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ مازری اور علامہ عینی دونوں نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے ان الفاظ کو نکال دینا چاہیے لیکن دونوں بزرگوں نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ اس سے صحیح مسلم کی ثقاہت پر زد پڑے گی اور اس پر اعتماد نہیں رہے گا' جب کہ صحیح بخاری کی روایت سے بھی مسلم کی روایت کی تائید ہوتی ہے کیونکہ صحیح البخاری: ۴۰۳۳ میں یہ تصریح ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے پر سبّ وشتم کیا یا ایک دوسرے کو بُرا کہا۔ میرے نزدیک حضرت عباس نے حضرت علی کے متعلق جو کہا: اس کاذب' آثم' غادر' خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ اس میں حضرت عباس کا یہ قول باب تنزیل سے ہے یعنی اگر چہ حضرت علی کاذب' آثم' غادر اور خائن تو نہیں تھے لیکن انہوں نے حضرت عباس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جو معاملہ کوئی کاذب' آثم' غادر اور خائن کسی کے ساتھ کرتا ہے۔ جیسے حضرت زید بن ارقم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دیا حالانکہ میں سچا تھا۔ (سنن ترمذی: ۳۳۱۳) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ جھوٹوں کا معاملہ کیا حالانکہ میں سچا تھا' اسی طرح حضرت عباس کے نزدیک حضرت علی جھوٹے نہیں تھے لیکن حضرت علی نے حضرت عباس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جو کوئی جھوٹا کسی کے ساتھ کرتا ہے۔ اسی لیے انہوں نے کہا: میرے اور اس کاذب کے درمیان فیصلہ کر دیجئے' ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ فی الواقع حضرت علی کاذب' آثم' غادر اور خائن تھے۔

شیخ تقی عثمانی کا جواب بھی صحیح نہیں ہے' انہوں نے لکھا ہے کہ اب یہ چچا بھتیجے کا معاملہ تھا۔ تو کیا چچا بھتیجے کو بلاوجہ کاذب' آثم' غادر اور خائن کہہ سکتا ہے! پھر حضرت عباس اور حضرت علی عام چچا بھتیجا تو نہیں ہیں' یہ تو وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو مسلمانوں کے لیے آئیڈیل' نمونہ اور مقتداء ہیں' پھر انہوں نے لکھا ہے کہ اس میں چچا نے بھتیجے کے لیے ذرا سخت الفاظ استعمال کیے' یہ اس لیے غلط ہے کہ کسی کا دوسرے کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہنا ذرا سخت الفاظ نہیں ہیں بلکہ بہت سخت الفاظ ہیں' کاذب پر تو لعنت کی گئی ہے: "لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ" (آل عمران: ۶۱)

اس لیے اس اشکال کا صحیح جواب یہی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کاذب' آثم' غادر اور خائن نہیں تھے بلکہ ان کے نزدیک حضرت علی نے حضرت عباس کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا جو کوئی کاذب' آثم' غادر اور خائن دوسرے کے ساتھ کرتا ہے' اس لیے حضرت عباس نے حضرت علی کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کے منزلہ اور حکم میں قرار دے کر کہا: میرے اور اس کاذب' آثم' غادر اور خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے' اور علامہ مازری اور علامہ عینی نے جو کہا ہے کہ ان الفاظ کو اس روایت سے نکال دیا جائے تو اس سے پھر صحیح مسلم کی روایت پر اعتماد نہیں رہے گا اور صحیح بخاری: ۴۰۳۳ میں بھی تو "استبّا" کے الفاظ ہیں' یعنی دونوں نے ایک دوسرے کو سبّ وشتم کیا تو کیا ان الفاظ کو بھی صحیح بخاری سے نکالا جائے گا' نیز حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ کتاب الفرائض میں ہے: حضرت عباس نے کہا کہ میرے اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ پس ہمارے جواب کے بغیر اور کوئی مفر نہیں ہے۔

وللہ الحمد علیٰ ذالک!

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جن آیات میں انبیاء کرام کی وراثت کا ثبوت ہے‘ ان کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم وارث نہیں بناتے‘ ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے‘ وہ صدقہ ہے۔
علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت نہ کسی کی وارث ہوتی ہے نہ کسی کو وارث بناتی ہے‘ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے: ہم معاشر الانبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے۔

مالک بن اوس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ہم معاشر الانبیاء نے جس چیز کو بھی چھوڑا ہے‘ وہ صدقہ ہے۔ یہ حدیث حسن بصری کے خلاف حجت ہے کیونکہ ان کا مسلک یہ ہے کہ کسی کو وارث نہ بنانا ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام خود بھی وارث ہوتے تھے اور وہ دوسروں کو وارث بھی بناتے تھے‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے:

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ. (مریم:٦) جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے۔
وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ. (النمل:١٦) اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ ان آیتوں میں مال کی وراثت مراد نہیں بلکہ علم اور نبوت کی وراثت مراد ہے اور حکمت کی وراثت مراد ہے اور خصوصاً حضرت سلیمان کے حق میں پرندوں کی بولیوں کی وراثت مراد ہے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور کسی نبی کو مالِ فئے عطاء نہیں فرمایا‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مالِ فئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطاء فرما دیا ہے جیسا کہ جمہور فقہاء کا مذہب ہے یا اکثر فئے کے ساتھ خاص کر دیا ہے جیسا کہ شافعیہ کا مذہب ہے‘ اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مالِ غنیمت صرف آپ کی امت کے لیے حلال کیا گیا ہے اور کسی امت کے لیے حلال نہیں کیا گیا‘ اسی طرح مالِ فئے بھی صرف آپ کے لیے حلال کیا گیا ہے اور کسی نبی کے لیے حلال نہیں کیا گیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اموالِ فئی سے ایک سال کا خرچ نکال لیتے تھے‘ تو پھر آپ نے زرہ گروی رکھ کر اُدھار طعام کیوں خریدا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو نضیر کے اموالِ فئے سے ایک سال کا خرچ لے لیتے تھے‘ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی کیونکہ آپ نے اپنے اہل کے لیے جَو قرض لیے تھے۔ (صحیح البخاری: ٢٥١٣) تو جب آپ کے پاس ایک سال کا خرچ موجود تھا تو پھر آپ کو جَو قرض لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ایک سال کا خرچ نکال کر الگ رکھ لیتے تھے‘ اس کے باوجود آپ اس میں سے نیکی کی راہ میں اور جہاد پر خرچ کرتے رہتے تھے‘ حتیٰ کہ سال میں آپ کو اُدھار طعام خریدنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔

حضرت عمر نے ابتداءً اموالِ بنو نضیر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو کیوں نہیں دیئے؟ اور ان دونوں کے بعد میں لڑنے کی کیا وجہ تھی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے خلیفہ ہونے کے دو سال بعد حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی تحویل میں اموال بنو نضیر دے دیئے‘ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر نے اپنی خلافت کی ابتداء ہی میں ان کو یہ اموال کیوں نہیں دیئے؟ اس کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لیے اموالِ بنو نضیر ان کو دینے سے منع کیا تھا کہ وہ ان اموال کو بہ طور ملکیت طلب کر رہے تھے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور ثانیاً جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے ان کو وہ اموال بہ طور تصرف عطا کیے تھے‘ جس طرح ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تصرف فرماتے تھے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تصرف فرماتے تھے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس قصہ میں یہ اشکال ہے کہ جب حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے مدینہ کے صدقات حضرت عمر سے اس شرط پر لیے تھے کہ وہ ان میں اسی طرح تصرف کریں گے جس طرح ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تصرف فرماتے تھے‘ تو پھر بعد میں کیا وجہ ہوئی کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما آپس میں لڑنے لگے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کو اس میں شریک ہونا ناگوار تھا اور وہ چاہتے تھے کہ وہ اموال ان دونوں میں تقسیم کر دیے جائیں تاکہ ہر ایک ان میں مستقل تصرف کرے‘ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس لیے منع کر دیا کہ یہ ان میں ملکیت کا باعث نہ بن جائے‘ اور امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کو بہ طور صدقہ ہی برقرار رکھا اور اس میں کوئی تغیر نہیں کیا۔

اپنی تعریف خود کرنے کا جواز‘ جاہل صوفیاء کا ردّ اور خبر واحد کو قبول کرنے کی دلیل اور دیگر مسائل

اگر کوئی شخص خود اپنی تعریف کرے جب کہ وہ تعریف برحق ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی آدمی اپنے لیے اور اپنے اہل کے لیے ایک سال کا سامان ذخیرہ کر سکتا ہے اور اس حدیث میں ان جاہل صوفیاء کا ردّ ہے جو مستقبل کے لیے ذخیرہ کرنے سے منع کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جس نے کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ کی تو اس نے اپنے رب کے ساتھ بدگمانی کی اور اپنے رب پر ایسا توکل نہیں کیا جو اس پر توکل کرنے کا حق ہے۔

اس حدیث میں خبر واحد کو قبول کرنے کی دلیل ہے کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس حدیث کے اوپر کسی کی شہادت طلب نہیں کی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے پوچھا تھا: کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے‘ اور حضرت ابوبکر کی اس حدیث کو قبول کیا گیا۔ کبھی کسی فقیہ اور عالم سے بعض ایسی چیزیں مخفی ہوتی ہیں جن کا دوسروں کو علم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت فاطمہ‘ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم سے یہ مخفی رہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے‘ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان سے یہ چیز مخفی نہیں تھی لیکن ان کو ذہول اور نسیان ہو گیا تھا‘ حتیٰ کہ ان کو جب حضرت ابوبکر نے یاد دلایا تو انہوں نے ان کی طرف رجوع کر لیا‘ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو قسم دی کہ کیا آپ کو علم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا: ہم معاشر الانبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے تو ان دونوں نے کہا: ہاں!

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو اپنے والد کی میراث طلب کی اور حضرت عباس نے اپنے بھتیجے کی وراثت سے حصہ طلب کیا‘ اس میں یہ دلیل ہے کہ احکام میں اصل یہ ہے کہ ان کو عموم پر برقرار رکھا جائے اور اگر کسی دلیل سے تخصیص ثابت ہو تو اس میں تخصیص کر لی جائے‘ لہٰذا قرآن مجید میں جو وارد ہے:

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۔ (النساء:۱۱) اور اگر بیٹی ایک ہو تو اس کو نصف ملے گا۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے اسی آیت کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے اپنے والد کی وراثت سے اپنا حصہ طلب کیا تھا اور جب انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ اس آیت کے عموم میں وہ داخل نہیں ہیں تو انہوں نے اپنے مطالبہ سے رجوع کر لیا۔

۲ - بَابُ اَدَاءِ الْخُمُسِ مِنَ الدِّيْنِ خمس کا ادا کرنا بھی دین سے ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خمس کا ادا کرنا بھی دین کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔

۳۰۹۵ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَبِي امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيْعَةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَّأْخُذُ مِنْهُ وَنَدْعُوْا إِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَ نَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَّأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ بِيَدِهٖ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَأَنْ تُؤَدُّوْا لِلّٰهِ خُمُسَ مَاغَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ابی جمرۃ الضبعی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالقیس کا وفد آیا' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ ربیعہ کا قبیلہ ہے' ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے کفار حائل ہیں' سو ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ تک پہنچ سکتے ہیں' تو آپ ہمیں کسی فیصلہ کن بات کا حکم دیں' جس کو ہم حاصل کریں اور جو ہمارے پیچھے لوگ ہیں ان کو اس کی طرف دعوت دیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں: اللہ پر ایمان لانے کا اور اس شہادت کا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' اور آپ نے اپنے ہاتھ سے عقد باندھا (یعنی واحد کا اشارہ کیا) اور نماز قائم کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا اور رمضان کے روزے رکھنے کا اور اللہ کو مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنے کا اور میں تم کو (خشک) کدو اور کھوکھلی لکڑی اور سبز گھڑے اور تارکول ملی ہوئی لکڑی کے برتن سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

بہ ظاہر اس حدیث میں پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے لیکن اگر خمس کو زکوٰۃ میں داخل کر لیا جائے تو پھر یہ چار چیزیں ہیں: خشک کدو' کھوکھلی لکڑی' سبز گھڑا اور تارکول ملی ہوئی لکڑی کا برتن' یہ وہ ظروف ہیں جن میں نبیذ بنایا جاتا تھا۔ آپ نے پہلے ان برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا تھا اور بعد میں ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی۔ اس کی مفصل شرح نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری ج۱ ص ۲۸۸-۲۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۳- بَابُ نَفَقَةِ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کے خرچ کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کا خرچ کس مقدار سے اور کس کیفیت سے دیا جاتا تھا؟

۳۰۹۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِيْنَارًا مَّا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمَؤُوْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے یہ خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وارثوں میں دینار کو تقسیم نہیں کیا جائے گا' میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور عاملین کی مشقت کے معاوضہ کو ادا کرنے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۷۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں آپ کی ازواج کے خرچ کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کے خرچ کا وجوب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وارثوں میں نہ دینار کو تقسیم کیا جائے گا اور نہ درہم کو' آپ کے اس ارشاد میں نفی نہی کے معنی میں نہیں ہے' یعنی آپ نے اپنے وارثوں میں دینار اور درہم کو تقسیم کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے' کیونکہ آپ نے اپنے ترکہ میں دینار اور درہم نہیں چھوڑے تھے جن کو تقسیم کیا جاتا اور جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ ایک وسق (چار کلو) جَو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی اور جو فعل ممکن ہی نہ ہو اس سے منع کرنا جائز نہیں ہے۔ انسان کو اس کام سے منع کیا جاتا ہے جس کا وقوع ممکن ہو اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میرے وارثوں میں نہ دینار کو تقسیم کیا جائے گا نہ درہم کو' کیونکہ میں نے اپنے بعد دینار اور درہم کو نہیں چھوڑا۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد اپنی ازواج کے خرچ کو مستثنیٰ کیا ہے' کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو کسی اور کے ساتھ نکاح کرنے سے روکا ہوا تھا اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ (الاحزاب: ۵۳) ○ اور تمہیں یہ لائق نہیں کہ اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ تمہیں یہ لائق ہے کہ ان کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاملین کو خرچ دینے کا وجوب

اور اس حدیث میں فرمایا: اور عاملین کی مشقت کے معاوضے کو ادا کرنے کے بعد۔ اس عامل سے مراد ہے: فدک اور بنو نضیر کے فئی اور خیبر میں آپ کے حصہ میں جو باغات تھے' جن کے حصول میں مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے تو ان کھجوروں کے باغات میں عاملین جو دیکھ بھال کرتے تھے ان کا خرچ' یعنی آپ کی ازواج کے خرچ اور آپ کے باغات کے عاملین کے خرچ کے نکالنے کے بعد جو بھی آپ کا ترکہ ہے' وہ صدقہ ہے' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت تک آپ کی ازواج اور آپ کے باغات کے عاملین کو خرچ دیا جاتا رہا' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت آیا تو انہوں نے آپ کی ازواجِ مطہرات کو یہ اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو ان کو اسی طرح خرچ دیا جاتا رہے اور اگر وہ چاہیں تو ان کو زمینیں مہیا کر دی جائیں اور وہ خود ان میں باغ لگوائیں اور اس کی آمدنی وصول کریں۔ تو حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے یہ اختیار کیا کہ ان کے لیے زمینیں مہیا کر دی جائیں تو وہ ان زمینوں میں باغات لگواتی رہیں اور اس کی آمدنی سے حصہ وصول کرتی رہیں حتیٰ کہ وہ دونوں فوت ہو گئیں۔

دین کا کام کرنے والوں کو خرچ دینے کا وجوب

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے کسی نیک کام کے کرنے میں مشغول ہو اور اللہ اسے نیک کام کا اجر عطاء فرماتا ہو تو اس کے لیے اپنی اس مشغولیت کے معاوضہ میں رزق حاصل کرنا جائز ہے' جبکہ اس کے عمل سے تمام

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسلمانوں یا بعض مسلمانوں سے ان کے حصہ کا عمل ساقط ہو جاتا ہو‘ایسی صورت میں اس عامل کو معاوضہ دینا چاہیے‘اسی وجہ سے مؤذن جو اذان دیتے ہیں تو انہیں ان کی اذان دینے کے معاوضہ میں رزق دیا جاتا ہے اور معلمین جو دینی کتابوں کی تعلیم دیتے ہیں انہیں ان کے معاوضہ میں رزق دیا جاتا ہے۔

امام طبری کی مشکل عبارت کی تسہیل

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جو عاملین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھجور کے باغات کی دیکھ بھال کرتے تھے اور اس میں پانی وغیرہ دیتے تھے اور کھجوروں کو درختوں سے اتارتے تھے‘ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عاملین کے معاوضہ کا ذکر فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغات کی دیکھ بھال کرنا سب مسلمانوں کا فریضہ تھا۔تو جن عاملین نے اس کام کو اپنے ذمہ لے لیا‘ انہوں نے باقی مسلمانوں سے اس مشقت کو ساقط کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عاملین کی مشقت کے معاوضہ کا استحقاق بیان فرمایا کہ میرے عاملین کی مشقت کے معاوضہ کے بعد جو ترکہ باقی ہوگا‘ وہ صدقہ ہے‘یعنی آپ کے ترکہ سے عاملین کو ان کی مشقت کا معاوضہ ضرور دیا جائے گا۔اسی طرح نمازوں کے لیے اذان دینا اور دینی کتابوں کی تعلیم دینا ہر مسلمان پر فرضِ کفایہ ہے اور جو مؤذن اذان دیتے ہیں اور جو معلم دینی کتابیں پڑھاتے ہیں‘ ان کے اس عمل کی وجہ سے باقی مسلمانوں سے اذان دینے اور دینی کتابیں پڑھانے کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے تو ان کو بھی اس مشقت کا اسی طرح معاوضہ دینا چاہیے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغات کے عاملین کے معاوضہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے کیونکہ تمام مسلمانوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغات میں عمل کرنا فرض تھا اور ان عاملین کے عمل کرنے سے یہ فرض باقی مسلمانوں سے ساقط ہو گیا تو جس طرح ان عاملین کی مشقت کا معاوضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطاء فرمایا ہے‘ اسی طرح مؤذنین اور معلمین کی مشقت کا معاوضہ مسلمانوں کو ادا کرنا چاہیے کیونکہ اگر وہ یہ کام نہ کرتے تو دوسرے مسلمانوں پر یہ کام فرض ہوتا‘ اور مؤذنین اور معلمین اس وقت میں کوئی اور کام کر کے اپنے لیے کسبِ معاش کر سکتے تھے۔

اور علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے معاملات کا والی ہوگا‘ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ لازم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مالِ فئی عطا کیا تھا‘ اس مال سے آپ کا خلیفہ ان عاملین کی مشقت کا معاوضہ ادا کرے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے اُمور کا متولی اور منتظم ہو‘ اس کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے بیت المال سے علماء‘ قضاۃ (جج)‘ ائمہ اور خطباء کو ان کی خدمات کا معاوضہ دے۔

تجارت‘ ملازمت‘ کاشت کاری اور باغبانی کے ذریعے مال حاصل کرنے کا جواز

حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث سے یہ دلیل کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے لیے مباح کر دیا ہے کہ وہ اپنی روزی کے حصول کے لیے اور اپنے اہل وعیال کی روزی کے حصول کے لیے اور مصائب اور آفات کے ضرر سے بچنے کے لیے مال کو جمع کریں اور زمینوں میں کاشت کاری کریں اور باغات لگائیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل وعیال کی ایک سال کی ضروریات کے لیے مال جمع کرتے تھے اور اپنی ضروریات اور عاملین کی مشقت کے معاوضہ کے بعد جو مال بچتا تھا‘ اس کو صدقہ قرار دیتے تھے اور اس کو اسلام کی قوت اور جہاد کی تیاری میں خرچ کرتے تھے۔

اغنیاء کا فقراء سے افضل ہونا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح مال کو حاصل کیا اور اس کو مستقبل کی ضروریات کے لیے جمع کیا اور اس سے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے اپنی ضروریات کے بیان کرنے سے محفوظ رکھا‘ اس سے معلوم ہوا کہ فقر اور فاقہ سے غنا افضل ہے اور سنت یہ ہے کہ انسان اتنا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مال حاصل کرے کہ وہ اپنی ضروریات میں دوسروں کا دست نگر نہ رہے اور اگر فقر اور فاقہ افضل ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اموالِ بنونضیر اور فدک کے اموال سے فے حاصل نہ کرتے اور اموالِ غنیمت کو اپنے اصحاب میں تقسیم نہ فرماتے' اس لیے ان لوگوں کا قول فاسد ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ ایک دن اور ایک رات کے گزارہ کے خرچ سے زیادہ مال حاصل کرنا جائز نہیں ہے اور جو یہ کہتے ہیں کہ جس نے اپنے رات کے کھانے اور صبح کے ناشتہ کے لیے کچھ بچا کر رکھا' اس نے اپنے رب پر توکل نہیں کیا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید المتوکلین ہیں اور آپ نے مال حاصل بھی کیا اور مال کے حصول کے لیے زمینوں پر باغات لگوائے' کاشت کاری کرائی اور ایک سال کی ضروریات کے لیے مال کو جمع بھی کیا۔ (شرح ابن بطال ج۵ ص۲۶۹۔۲۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مال و دولت بنانے کی ممانعت اور اس کا محمل

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض احادیث میں جائیداد بنانے' زمین میں کاشت کاری کرنے اور حصولِ معاش کے لیے کوئی کسب کرنے کی ممانعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمین داری اور پیشوں کو نہ اپناؤ' ورنہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (مسند الحمیدی: ۱۲۲' المستدرک ج۴ ص۳۲۴' سنن ترمذی: ۲۳۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۳ ص۲۴۱' صحیح ابن حبان: ۷۱۰' تاریخ بغداد ج۱ ص۱۸' مسند احمد ج۱ ص۳۷۷)

اس اعتراض کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے' علامہ شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی المغیرہ بن سعد الاخرم ہے' سوا ابن حبان اور العجلی کے اور کسی نے اس کی توثیق نہیں کی اور اس کے والد سعد بن الاخرم کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے' امام بخاری اور ابو حاتم نے اس کا ذکر تابعین میں کیا ہے اور ان کے بیٹے المغیرہ کے سوا اور کسی نے ان سے روایت نہیں کی۔ (میزان الاعتدال ج۲ ص۱۱۹) اس کے باوجود امام ترمذی نے کہا: اس کی سند حسن ہے' اور حاکم نے کہا: اس کی سند صحیح ہے' اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے اور ابن عطیہ کے سوا اس کی سند کے باقی رجال شیخین کے رجال ہیں اور ابن عطیہ بھی ثقہ راوی ہے۔ (حاشیہ مسند احمد ج۱ ص۳۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۷۹۔ ج۶ ص۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حدیث صحیح ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ زمین داری اور کسب معاش میں توسیع اختیار کرنا اور دنیا کمانے کی طرف بالکلیہ متوجہ ہو جانا ممنوع ہے' حتیٰ کہ فرائض اور واجبات کو ترک کرنا جیسا کہ اکثر دنیادار کرتے ہیں یا فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں سستی کرنا' اور دولت کمانے کی خاطر ہر ناجائز حد کو پار کر جانا' کاروبار کے فروغ کے لیے رشوت دینا' یا سودی بینکوں میں ملازمتیں کرنا' سینما ہاؤسز اور میوزک سنٹرز میں کام کرنا' غرض دولت کمانے کے لیے انسان غیر شرعی طریقے اختیار کرے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے' ورنہ اگر وہ کوئی جائز پیشہ اختیار کر کے دولت کمائے یا زمین میں زراعت یا باغ بانی کرے یا تجارت کرے تو یہ ممنوع نہیں ہے' تا کہ وہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتیں پوری کر سکے' اپنے والدین کی خدمت کر سکے اور اس کو دُکھ بیماری اور آفات و بلیات میں کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے تو اس طریقہ سے دولت کمانا ممنوع نہیں ہے' بلکہ اس طریقہ سے مال کے حصول پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برانگیختہ کیا ہے اور اس کی فضیلت میں متعدد احادیثِ صحیحہ وارد ہیں۔

مال جمع کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور ان کا محمل

اسی طرح بعض احادیث میں مال کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس پر عذاب کی وعید ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس تھوڑی سی کھجوریں تھیں' آپ نے پوچھا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ کیسی کھجوریں ہیں؟ میں نے کہا کہ ہم نے ان کھجوروں کو سردیوں کے لیے جمع کیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ یہ کھجوریں تمہارے لیے دوزخ کا دھواں بن جائیں' اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! ہم کو کھلاؤ' پھر میں نے چند مُٹھیاں بھر کر آپ کو دیں' آپ نے فرمایا: اے بلال! اور دو' پس میں نے تین اور دیں' تو میں نے کہا کہ اب میرے پاس اور کھجوریں نہیں بچیں سوا ان کھجوروں کے جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ذخیرہ کر کے رکھا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۶) حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ پہلی حدیث میں محمد بن الحسن بن زبالہ ایک راوی ہے اور دوسری حدیث میں طلحہ بن زید القریشی ایک راوی ہے اور یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال کے پاس گئے اور ان کے پاس کھجوروں کا ڈھیر تھا' آپ نے پوچھا: اے بلال! یہ کیسا ڈھیر ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے ان کھجوروں کو آپ کے لیے اور آپ کے مہمانوں کے لیے ذخیرہ کیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ تمہارے لیے دوزخ کی آگ کے بخارات جوش مار رہے ہوں' اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے کے تنگی کرنے سے نہ ڈرو۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۳۰۰' مسند البزار: ۳۶۵۳) حافظ الہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں قیس بن الربیع ایک راوی ہے' جس کی شعبہ نے اور ثوری نے توثیق کی ہے اور اس پر جرح بھی ہے اور اس کے باقی رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عیادت کی' انہوں نے آپ کے لیے کھجوروں کا ایک ڈھیر نکالا تو آپ نے فرمایا: اے بلال! یہ کیسا ڈھیر ہے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کے لیے یہ کھجوریں ذخیرہ کی ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ دوزخ میں یہ کھجوریں تمہارے لیے بخار بن جائیں' اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے کے تنگی کرنے سے ڈرو۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۲۵-۱۰۲۶' مسند البزار: ۳۶۵۴-۳۶۵۵' مسند ابو یعلیٰ: ۶۰۴۰)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی مبارک بن فضالہ ہے اور وہ ثقہ ہے اور اس پر جرح بھی ہے' اور اس کے باقی رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۶)

ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ جب دوسرے مسلمانوں کے پاس رزق کی تنگی ہو اور اس وقت اصحابِ ثروت اپنے پاس کھانے پینے کی چیزیں جمع کریں اور ضرورت مند لوگوں کو نہ دیں تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعید فرمائی ہے اور آپ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کے پاس کھانے پینے کی جو زائد چیزیں ہیں' ان کو جمع نہ کریں اور ضرورت مندوں کو اس میں سے دیں اور جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کشادگی کر دے اور سب لوگ خوش حال ہوں تو پھر ان کے لیے مستقبل کی ضروریات کی وجہ سے مال کو ذخیرہ کرنا جائز ہے' جب کہ وہ اس میں سے اللہ کا حق ادا کرتے رہیں۔

۳۰۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِیْ بَیْتِیْ مِنْ شَیْءٍ یَّاْکُلُهٗ ذُوْ کَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِیْرٍ فِیْ رَفٍّ لِّیْ فَاَکَلْتُ مِنْهُ حَتّٰی طَالَ عَلَیَّ فَکِلْتُهٗ فَفَنِیَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس وقت وفات ہوئی' اس وقت میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کوئی جگر والا کھا سکتا' صرف تھوڑے سے جَو تھے جو میری الماری میں رکھے ہوئے تھے' پس میں اسے کھاتی رہی حتیٰ کہ مجھ پر بہت دن گزر گئے' حتیٰ کہ میں نے ان کو ماپا' پس وہ ختم ہو گئے۔

وَفِيهِ اَنَّ الْبَرَكَةَ اَكْثَرُ مَا يَكُوْنُ فِي الْمَجْهُوْلَاتِ وَالْمُبْهَمَاتِ. [طرف الحدیث:۶۴۵۱] (صحیح مسلم: ۲۹۷۳'الرقم المسلسل: ۷۳۴۵' سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیادہ تر برکت مجہول اور مبہم چیز میں ہوتی ہے۔

اس حدیث کے باب کا عنوان تھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا خرچ' اور یہ حدیث اس باب کے اس طرح مناسب ہے کہ اس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ جَو تھے' جن سے وہ کھاتی تھیں۔

جگر والے اور ''الرف'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ لفظ ہے: جگر والا۔ اس سے مراد ہے: حیوان یا انسان۔

اس حدیث میں مذکور ہے: تھوڑے سے جَو۔ قاضی عیاض نے کہا: اس سے مراد ہے: نصف وسق' یعنی دو کلو' اور اس حدیث میں لفظ ہے: ''رف'' اس سے مراد ہے: ایسی چیز جو طاق کے مشابہ ہو۔ ابن اثیر نے کہا ہے: ''الرف'' کا معنی ہے: زمین کے اوپر دیوار کے پہلو میں لکڑی کا کوئی ظرف بنایا جائے جس میں چیزیں رکھی جائیں' اس کو ''رف'' کہتے ہیں' اس کی جمع ''رفوف'' اور ''رفاف'' ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کسی چیز کی مقدار معلوم کرنے سے اس کی برکت کا ختم ہو جانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جَو کی مقدار کو معلوم نہیں کیا تھا اور اس کو ماپا نہیں تھا تو اس وقت تک وہ چلتے رہے اور جب ان کی پیمائش کی تو وہ ختم ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی چیز کی مقدار معلوم نہ کی جائے' اس وقت تک اس میں برکت رہتی ہے اور چونکہ وہ تھوڑے سے جَو تھے تو حضرت عائشہ ان کے بارے میں سوچتی رہتی تھیں' اس لیے انہوں نے ایک دن ان کو ماپ لیا اور ان کی مقدار معلوم کر لی کہ وہ نصف صاع ہیں' تو ان کی برکت جاتی رہی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ جتنی مقدار نکالتی ہوں' اس کی پیمائش کرتی ہوں تاکہ جتنی ان کو ضرورت ہو اتنا خرچ ہو' پھر جب وہ زیادہ خرچ ہو گئے تو انہوں نے ان کی پیمائش کر لی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کی مقدار مجہول ہو' اس میں برکت رہتی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۷۰' مطبوعہ ۱۴۲۴ھ)

۳۰۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَاَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا مجھے ابو اسحٰق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ میں صرف

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہتھیار تھے اور ایک سفید خچر تھا اور ایک زمین تھی' ان چیزوں کو آپ نے بہ طور صدقہ چھوڑا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۳۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور ایک زمین چھوڑی تھی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کا خرچ آپ کی وفات کے بعد بنو نضیر اور فدک کی زمینوں سے کیا جاتا تھا جو آپ کو بہ طور فئے حاصل ہوئی تھیں۔

٤ - بَابُ مَا جَاءَ فِي بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا نُسِبَ مِنَ الْبُيُوْتِ اِلَيْهِنَّ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے گھروں کے متعلق اور جو گھروں کی طرف منسوب ہیں' ان کے متعلق

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ (الاحزاب: ۳۳) وَ ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ (الاحزاب: ۵۳)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ (الاحزاب: ۳۳) اور نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک تمہیں بلایا نہ جائے۔ (الاحزاب: ۵۳)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ان دونوں آیتوں کا ایک ایک قطعہ ذکر کیا ہے' ہم پوری آیتیں ذکر کر رہے ہیں:

پہلی آیت اس طرح ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ (الاحزاب: ۳۳)

(اے نبی کی بیویو!) اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پرانی جاہلیت کی طرح بے پردہ نہ ہو اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔

اس آیت میں جو فرمایا ہے: پرانی جاہلیت کی طرح۔ اس سے مراد ہے: اپنی زینت کو ظاہر کرتے ہوئے اور مردوں کے سامنے اپنے محاسن اور بناؤ سنگھار کو ظاہر کرتے ہوئے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ زمانۂ جاہلیت سے مراد سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کا زمانہ ہے' اور ابوالعالیہ نے کہا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے' اور شعبی نے کہا: جاہلیت اولیٰ وہ زمانہ ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس زمانہ میں عورت ایسا دوپٹہ اوڑھتی تھی جس میں موتی جڑے ہوئے ہوتے تھے' وہ اس دوپٹہ کو اوڑھ کر بازاروں میں چلتی تھی اور اس دوپٹہ کے علاوہ اس کے اوپر اور کوئی چیز نہیں ہوتی تھی اور وہ اپنے آپ کو مردوں کے اوپر پیش کرتی تھی اور یہ نمرود کے دور کا واقعہ ہے اور اس زمانہ میں تمام لوگ کافر تھے۔

اور دوسری آیت حسب ذیل ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۔ (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو' جب تک تمہیں کھانے کے لیے نہ بلایا جائے' (پہلے سے آ کر) کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو۔

اس آیت میں حجاب کا قصہ ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ بغیر اجازت کے نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو اور جب داخل ہو تو کھانا پکنے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا انتظار نہ کرتے رہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں اور کھانا کھانے کے بعد منتشر نہیں ہوئے' آپس میں باتیں کرتے رہے اور ان کے اتنی دیر بیٹھنے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوئی۔

۳۰۹۹ - **حَدَّثَنَا** حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰی وَ مُحَمَّدٌ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَّيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهُ اَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَاَذِنَّ لَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ اور محمد نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی کہ ہمیں معمر اور یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے تو آپ نے اپنی ازواج سے یہ اجازت طلب کی کہ آپ میرے گھر میں بیماری کے ایام گزاریں تو انہوں نے اس کی اجازت دے دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ اس باب کا عنوان تھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے گھر' اور اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر کی نسبت اپنی طرف کی ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں رہتی تھیں۔

۳۱۰۰ - **حَدَّثَنَا** ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَفِي نَوْبَتِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيْقِي وَرِيْقِهِ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بِسِوَاكٍ فَضَعُفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَاَخَذْتُهُ فَمَضَغْتُهُ ثُمَّ سَنَنْتُهُ بِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی' (انہوں نے کہا:) میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں اور میری باری میں اور میرے پھیپھڑے اور میرے سینہ کے بالائی حصہ کے درمیان وفات پائی اور اللہ نے میرے اور آپ کے لعابِ دہن کو جمع فرما دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن مسواک لے کر آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس مسواک کو کرنے سے ضعف تھا تو میں نے اس مسواک کو لے کر چبایا' پھر اس مسواک کو آپ کے دانتوں پر ملا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

"نوبت' نحر" اور "سحر" کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میری باری میں' یعنی ازواجِ مطہرات کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باری باری جاتے تھے تو آپ کے بیمار ہونے سے پہلے جو میری باری کا دن تھا' اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تھے' نیز اس حدیث میں "نحر" کا لفظ ہے "نحر" کا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

معنیٰ جسم کا وہ حصہ ہے جہاں پر نحر کیا جاتا ہے یعنی سینہ کا بالائی حصہ اور اس میں "سحر" کا لفظ ہے اس سے مراد جسم کا وہ حصہ ہے جہاں پر پھیپھڑے ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۱۰۱- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ اَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ مَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ قَرِيْبًا مِّنْ بَابِ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَفَذَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا قَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از علی بن حسین کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے آئیں اس وقت آپ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے پھر وہ جانے کے لیے کھڑی ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے تو جب آپ مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے جہاں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا دروازہ تھا تو دو انصار کے مرد وہاں سے گزرے پس ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا پھر وہ آگے جانے لگے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں ٹھہر جاؤ (یہ صفیہ بنت حُیی ہیں) ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یا رسول اللہ! اور ان پر یہ بات گراں گزری تھی آپ نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہوں میں پہنچ جاتا ہے اور مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی ڈال دے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن دونوں سے جو فرمایا تھا کہ تم ٹھہرو حتیٰ کہ تم دونوں یہ جان لو کہ میرے ساتھ صفیہ بنت حُیی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ تھیں یہ اس لیے تھا تاکہ ان کے دل میں آپ کے متعلق کوئی بدگمانی نہ آئے۔

۳۱۰۲- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حِبَّانَ عَنْ وَّاسِعِ بْنِ حِبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِرْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از محمد بن یحییٰ بن حبان از واسع بن حبان از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کر رہے تھے آپ کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی اور منہ شام کی طرف تھا (یعنی بیت المقدس کی طرف تھا)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۵ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے گھروں کا ذکر ہے۔ پہلی حدیث میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا ذکر ہے۔

۳۱۰۳ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از ہشام از والدخود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے' حالانکہ ابھی سورج ان کے حجرے سے نہیں نکلا ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا ذکر ہے جو کہ ان کا گھر تھا۔

۳۱۰۴ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَاَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ فَقَالَ هُنَا الْفِتْنَةُ ثَلَاثًا مِّنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' پس آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسکن کی طرف اشارہ کیا' پھر تین مرتبہ فرمایا: یہاں فتنہ ہے' اور یہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

[اطراف الحدیث: ۳۲۷۹-۳۵۱۱-۵۲۹۶-۷۰۹۲-۷۰۹۳] (صحیح مسلم: ۲۹۰۵' الرقم المسلسل: ۷۱۸۶' مسند ابویعلیٰ: ۵۴۴۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۴۱۰- ج ۹ ص ۳- ۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہے اور ازواجِ مطہرات اپنے حجروں کی مالک تھیں یا نہیں؟ اس بارے میں دو قول اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس جگہ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں' کیونکہ امام بخاری کی مراد ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر اور اس حدیث میں مسکن عائشہ کا ذکر ہے اور مسکن کو یہ لازم نہیں ہے کہ جو اس میں رہتا ہو' وہ اس کا گھر ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے وہ اس کا عاریۃً مسکن ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا کرایہ دیتا ہو' تو مسکن کو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس گھر کا مالک ہو' اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو زوجہ بھی اس مسکن میں رہتی تھیں' وہ آپ کی حیات میں بھی اس گھر میں رہتی تھیں اور اس کی مالک تھیں اور آپ کی وفات کے بعد بھی اس گھر میں رہتی تھیں اور اس کی مالک تھیں' اور اگر وہ اس گھر کی مالک نہ ہوتیں تو ازواجِ مطہرات کے گھر بھی آپ کے ترکہ اور میراث میں داخل ہوتے' اور اس کی قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام جنہوں نے آپ کی میراث کو طلب کیا تھا' انہوں نے آپ کی ازواج کے گھروں کا مطالبہ نہیں کیا اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو ازواج ان گھروں میں رہتی تھیں وہ ان گھروں کی مالک تھیں' آپ کی حیات میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی' لہٰذا اس قرینہ سے معلوم ہو گیا کہ مسکن عائشہ سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر ہے' اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ ازواج کو ان ہی مسکنوں میں رہنے دیا گیا جن مسکنوں میں وہ نبی ﷺ کی حیات میں رہتی تھیں کیونکہ جو چیزیں نبی ﷺ کی حیات میں آپ کے قبضہ میں تھیں' ان میں آپ کی ازواج آپ کے ترکہ کے صدقہ سے مستثنیٰ تھیں جس طرح ان کا خرچ مستثنیٰ تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کی ازواج نے اپنی وفات کے بعد کسی کو ان مسکنوں کا وارث نہیں بنایا اور نہ ان کے ورثاء نے ان مسکنوں کو طلب کیا' پھر جب وہ اللہ کے پاس چلی گئیں تو ان کے مساکن کو مسجد نبوی میں شامل کر لیا گیا۔

نبی ﷺ نے حضرت عائشہ کے مسکن کی طرف اشارہ کر کے کہا: اس جانب فتنہ ہوگا' اس سے آپ کی مراد تھی کہ مشرق کی جانب میں فتنہ ہوگا اور وہ عراق ہے اور عراق میں ہی فتنہ بھڑکنے کی جگہ تھی۔ اس حدیث میں ''قرن الشیطان'' کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: شیطان کے سر کی ایک جانب' وہ اس وقت میں اپنے سر کو مشرق کی جانب کر دیتا ہے تو جو کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں وہ گویا شیطان کو سجدہ کرتے ہیں' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''قرن الشیطان'' کا معنی ہے: اس کے متبعین' اس کے محبین اور اس کا گروہ' اور اس لفظ کو ''قرن الشمس'' بھی پڑھا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مذکور الصدر دو قولوں کی مزید وضاحت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہم نے جو بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے' تو پھر ازواجِ مطہرات آپ کی وفات کے بعد اپنے مساکن اور حجروں میں کیوں رہتی رہیں اور جب کہ وہ ان مساکن اور حجروں کی وارث نہیں تھیں تو ان کو نکالا کیوں نہیں گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی حیات میں ازواجِ مطہرات کو ان حجروں کا مالک بنا دیا تھا اور آپ کی وفات کے بعد بھی وہ اس ملکیت کے سبب سے ان میں رہتی رہیں' اور اگر ان کو یہ حجرے آپ کی وراثت سے ملے ہوتے تو ان کو صرف آٹھواں حصہ دیا جاتا' کیونکہ اگر شوہر کی اولاد ہو تو اس کی بیویوں کو شوہر کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ دیا جاتا ہے' پھر اس آٹھویں حصہ میں تمام ازواج مشترک ہوتیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ. (الاحزاب: ۳۳) اور اے نبی کی ازواج! آپ اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان گھروں کی ازواج کی طرف نسبت کی ہے تاکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کوئی ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالے' اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ازواجِ مطہرات کو ان کے ان حجروں میں رہنے دیا گیا جن میں وہ نبی ﷺ کی حیات میں رہتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو املاک نبی ﷺ کی حیات میں آپ کے قبضہ میں تھیں' ان املاک سے آپ نے ازواجِ مطہرات کو مستثنیٰ رکھا ہے جیسا کہ آپ نے ان کے خرچ کو مستثنیٰ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور اپنے عاملین کی مشقت کے معاوضہ کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ازواج کو ان حجروں میں رہنے کا حق تھا لیکن وہ ان کی مالک نہیں تھیں' کیونکہ اگر وہ ان حجروں کی مالک ہوتیں تو ان کی وفات کے بعد ان کے ورثاء ان حجروں کے مالک ہو جاتے' حالانکہ ان کی وفات کے بعد ان حجروں کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا گیا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۱۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ ابْنَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ بن ابی بکر از عمرہ بنت عبد الرحمٰن' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَخْبَرَتْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَاَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ اِنْسَانٍ يَسْتَاْذِنُ فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ يَّسْتَاْذِنُ فِيْ بَيْتِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاَنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ.

عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تھیں اور انہوں نے کسی انسان کی آواز سنی جو حضرت حفصہ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہا تھا' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: پس میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ مرد آپ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہا ہے' آپ نے فرمایا: میں یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ کا رضاعی چچا ہے' اور رضاعت ان چیزوں کو حرام کر دیتی ہے جن چیزوں کو ولادت حرام کر دیتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۴۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا ذکر ہے۔

۵ - بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَصَاهُ وَسَيْفِهٖ وَقَدَحِهٖ وَخَاتَمِهٖ وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهٗ مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ يُذْكَرْ قِسْمَتُهٗ وَمِنْ شَعْرِهٖ وَنَعْلِهٖ وَاٰنِيَتِهٖ مِمَّا يَتَبَرَّكُ اَصْحَابُهٗ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ اور آپ کے عصا اور آپ کی تلوار اور آپ کے پیالہ اور آپ کی انگوٹھی کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے اور ان میں سے جن چیزوں کو خلفاء نے آپ کے بعد استعمال کیا' اور آپ کے بال اور آپ کی نعلین اور آپ کے برتنوں میں سے جن کی تقسیم کا ذکر نہیں کیا گیا اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے اصحاب اور دوسروں نے جن چیزوں کو بہ طور تبرک حاصل کیا

اس باب میں امام بخاری نے چھ حدیثیں ذکر کی ہیں: (۱) تلوار کے ذکر میں (۲) نعلین کے ذکر میں (۳) دبیز چادر کے ذکر میں (۴) پیالہ کے ذکر میں (۵) انگوٹھی کے ذکر میں (۶) صدقہ کے ذکر میں۔

اور امام بخاری نے یہاں پر زرہ اور عصا کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ بال کا ذکر کیا ہے اور نہ برتن کا ذکر کیا ہے۔

زرہ کا ذکر صحیح البخاری: ۲۵۰۸ میں ہے اور عصا کا ذکر صحیح البخاری: ۱۳۶۲ میں ہے' بال کا ذکر صحیح البخاری: ۱۷۱ میں ہے اور برتن کا ذکر صحیح البخاری: ۱۹۵ میں ہے۔

۳۱۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ ثُمَامَةَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّا اسْتُخْلِفَ بَعَثَهٗ اِلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَتَبَ لَهٗ هٰذَا الْكِتَابَ وَخَتَمَهٗ وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلٰثَةَ اَسْطُرٍ مُّحَمَّدٌ سَطْرٌ وَّرَسُوْلُ سَطْرٌ وَّاللّٰهُ سَطْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے حضرت انس کو بحرین کی طرف بھیجا اور ان کو یہ مکتوب لکھ کر دیا اور اس پر یہ مہر لگا دی اور آپ کی انگوٹھی میں تین سطریں تھیں' ایک سطر میں لکھا ہوا تھا: محمد' اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوسری سطر میں لکھا ہوا تھا: رسول' اور تیسری سطر میں لکھا ہوا تھا: اللہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں آپ کی انگوٹھی کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں بحرین کا ذکر ہے' یہ بصرہ اور عمان کے درمیان مشہور شہر ہے' یہاں کے رہنے والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کر لی تھی' آپ نے حضرت العلاء بن الحضرمی کو اس شہر کا امیر بنایا تھا۔

۳۱۰۷ - حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْاَسَدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا عِیْسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ اَخْرَجَ اِلَیْنَا اَنَسٌ نَعْلَیْنِ جَرْدَاوَیْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ فَحَدَّثَنِیْ ثَابِتٌ الْبُنَانِیُّ بَعْدُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۵۸۵۷-۵۸۵۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ الاسدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن طہمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے نعلین نکالیں جو ایسے چمڑے کی تھیں جن پر بال نہیں تھے' ان نعلین میں دو تسمے لگے ہوئے تھے' اس کے بعد ثابت البنانی نے مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین تھیں۔

اس حدیث میں ''جرداوین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایسا چمڑا جس پر بال نہ ہوں' یعنی اس چمڑے کے اوپر سے بال صاف کر لیے گئے ہوں' اور اس میں ''قبالان'' کا لفظ ہے' یہ ''قبال'' کا تثنیہ ہے' اس کا معنی ہے: جوتی کا تسمہ۔

۳۱۰۸ - حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ حُمَیْدِ ابْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا كِسَاءً مُّلَبَّدًا وَّقَالَتْ فِیْ هٰذَا نُزِعَ رُوْحُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ سُلَیْمَانُ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَةُ اِزَارًا غَلِیْظًا مِّمَّا یُصْنَعُ بِالْیَمَنِ وَكِسَاءً مِّنْ هٰذِهِ الَّتِیْ تَدْعُوْنَهَا الْمُلَبَّدَةَ.

[طرف الحدیث: ۵۸۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت ابی بردہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے سامنے ایک پیوند لگی ہوئی اُونی چادر نکالی اور بتایا کہ یہ وہ چادر ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کی گئی تھی' اور سلیمان نے از حمید از ابی بردہ یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہماری طرف ایک دبیز تہ بند نکالا جو یمن میں بنایا گیا تھا اور ایک چادر نکالی جس کو تم پیوند لگی ہوئی کہہ رہے ہو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے دوسرے جز کے ساتھ بھی مطابقت ہو سکتی ہے' یعنی جس چیز کو آپ کے بعد خلفاء نے استعمال کیا ہو۔

۳۱۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ قَدَحَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انْكَسَرَ فَاتَّخَذَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزۃ از عاصم از ابن سیرین از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے ٹوٹی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِّنْ فِضَّةٍ قَالَ عَاصِمٌ رَأَيْتُ الْقَدَحَ وَشَرِبْتُ فِيهِ. [طرف الحدیث: ۵۶۳۸]

ہوئی جگہوں کو چاندی کی زنجیر سے جوڑ لیا۔ عاصم نے کہا: میں نے وہ پیالہ دیکھا ہے اور اس میں پیا ہے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث میں ''شعب'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز میں ٹوٹ پھوٹ کا یا چٹخنے کا نشان ہو۔

۳۱۱۰- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ كَثِيرٍ حَدَّثَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ الدُّؤَلِيِّ قَالَ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَقْتَلَ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ لَقِيَهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَالَ لَهُ هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِي بِهَا فَقُلْتُ لَهُ لَا فَقَالَ لَهُ فَهَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ وَايْمُ اللهِ لَئِنْ أَعْطَيْتَنِيهِ لَا يُخْلَصُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا حَتَّى تُبْلَغَ نَفْسِي إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ خَطَبَ ابْنَةَ أَبِي جَهْلٍ عَلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ عَلَى مِنْبَرِهِ هَذَا وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ فَقَالَ إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ قَالَ حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا وَلَكِنْ وَاللهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ أَبَدًا.

[طرف الحدیث: ۵۲۳۰] (صحیح مسلم: ۲۴۴۹، الرقم المسلسل: ۶۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۲۰۷۱، سنن ترمذی: ۳۸۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۸، السنن الکبریٰ: ۸۳۰۷، الآحاد والمثانی: ۲۹۵۵، شرح مشکل الآثار: ۴۹۸۳، صحیح ابن حبان: ۶۹۵۵، المعجم الکبیر: ۱۰۱۰- ج ۲۲، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۰، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۰۷، شرح السنۃ: ۴۳۵۸، مسند احمد

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن محمد الجرمی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی کہ الولید بن کثیر نے ان کو حدیث بیان کی از محمد بن عمر بن حلحلۃ الدؤلی انہوں نے کہا: ان کو ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ حضرت علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے بتایا کہ جب ہم حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد یزید بن معاویہ کے پاس سے مدینہ میں آئے تو ان سے حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ملے پس ان سے کہا: اگر آپ کو مجھ سے کوئی ضرورت ہو تو آپ مجھے حکم دیں پس میں نے کہا: نہیں! پھر انہوں نے حضرت زین العابدین سے کہا: کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار عطاء فرمائیں گے کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ یہ لوگ (بنو امیہ) آپ پر غالب آ کر آپ سے وہ تلوار لے لیں گے اور اللہ کی قسم! اگر آپ نے مجھے وہ تلوار دے دی تو وہ اس کی طرف کبھی بھی نہیں پہنچ سکیں گے حتیٰ کہ میری جان تک پہنچ جائیں بے شک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا اور اس وقت حضرت فاطمہ علیہا السلام بھی ان کے نکاح میں تھیں پس میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں منبر پر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور میں اس وقت بالغ تھا پس آپ نے فرمایا: بے شک فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں وہ اپنے دین میں فتنہ میں مبتلا ہو جائے پھر آپ نے اپنے اس داماد کا ذکر کیا جو بنو عبد شمس سے تھے پھر ان کا آپ کے ساتھ جو مصاہرت کا رشتہ تھا اس میں ان کی تحسین کی۔ آپ نے فرمایا: اس نے مجھ سے جب بات کی تو سچ بولا اور جب وعدہ کیا تو پورا کیا اور میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ج ۴ ص ۳۲۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۹۲۶۔ ج ۳۱ ص ۲۴۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ہوں' لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک محل میں جمع نہیں ہوں گی۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۹۲۶ میں گزر چکی ہے۔

یہ حدیث نعمۃ الباری ج ۲ ص ۸۴۷ میں مذکور ہے' لیکن وہاں اس حدیث میں صرف اتنا مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھلے پہر نماز کے بعد کھڑے ہوئے' پھر آپ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ کی ایسی حمد کی جس کا وہ اہل ہے' پھر فرمایا: اما بعد!

اور یہاں صحیح البخاری: ۳۱۱۰ میں اس حدیث کا مکمل متن مذکور ہے' اس لیے یہاں پر اس کی مفصل شرح کی جا رہی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن محمد الجرمی الکوفی' ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف القرشی الزہری' ان کی کنیت ابویوسف ہے' یہ اصل میں مدنی تھے' پھر عراق چلے گئے (۳) سعد بن ابراہیم' یہ اپنے والد ابراہیم بن سعد سے اور ولید بن کثیر سے روایت کرتے ہیں' یہ المخزومی ہیں اور اہل مدینہ سے ہیں (۴) محمد بن عمرو بن حلحلہ الدؤلی (۵) علی بن حسین بن علی بن ابی طالب زین العابدین رضی اللہ عنہم۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر استعمال اشیاء میں سے صرف تلوار کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر استعمال اشیاء کا آپ کی وفات کے بعد کوئی مالک نہیں ہوا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر استعمال اشیاء میں سے آپ کی زرہ' آپ کا عصا' آپ کی تلوار' آپ کا پیالہ' آپ کی انگوٹھی اور آپ کی نعلین کا ذکر ہے' اور اس پر امت کا اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان چیزوں کا کوئی بھی مالک نہیں ہوا' اور یہ اس کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ارشاد ہے ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' اس سے امت نے یہ سمجھا کہ آپ کا یہ ارشاد تمام چیزوں میں عام ہے خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی ہوں اور یہ اجماع معصوم ہو گیا' کیونکہ جماعتِ صحابہ کی تاویل کو خطاء قرار دینا جائز نہیں' اور اس میں ان شیعہ کا رد ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث سے محروم کر دیا۔

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابواسحاق نے ابوجعفر سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق کے والی ہوئے تو انہوں نے ذوی القربیٰ کے حصے کس طرح دیئے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر عمل کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں اور نعلین کو بہ طور تبرک رکھنا آپ کی خصوصیت تھی اور آپ کی استعمال شدہ باقی اشیاء میں آپ کی سنت پر عمل کرنا مقصود تھا

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری نے یہ تمام آثار اس باب میں اس لیے ذکر کیے ہیں تاکہ انگوٹھی رکھنے میں اور ضرورت کے موقع پر انگوٹھی سے مہر لگانے میں اور جنگوں میں تلوار اور زرہ رکھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل ہو۔ باقی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک کو جن صحابہ اور بعد کے مسلمانوں نے بہ طور تبرک اپنے پاس رکھا' یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی' اور آپ کے علاوہ کسی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوسرے شخص کا یہ مرتبہ نہیں تھا کہ اس کے بالوں کو بہ طور تبرک رکھا جائے۔ اسی طرح آپ کی نعلین مبارک کو اپنے پاس بہ طور تبرک کے رکھنا یہ بھی صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے اور کسی اور کا ہرگز یہ مرتبہ نہیں ہے کہ لوگ اس کے بالوں کو اور اس کی نعلین کو بہ طور تبرک اپنے پاس رکھیں۔

حضرت مسعود بن مخرمہ نے حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار مانگی تھی' انہوں نے بھی اس کو بہ طور تبرک رکھنے کا ارادہ کیا تھا' اور یہ تلوار پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی' پھر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت مسور نے ارادہ کیا کہ حضرت زین العابدین سے یہ تلوار لے لیں' کہیں بنوامیہ ان سے یہ تلوار چھین نہ لیں' پھر انہوں نے یہ قسم کھائی کہ اگر حضرت زین العابدین نے ان کو یہ تلوار عطاء کر دی تو بنوامیہ ان سے کبھی بھی وہ تلوار چھین نہ سکیں گے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام کے اوپر کسی اور عورت کے ساتھ نکاح کو ناپسند کرنے کی وجہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت فاطمہ علیہا السلام کے اوپر ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اور ان کو نکاح کا پیغام دیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا اور لوگوں کو خطبہ میں یہ بتایا کہ جس چیز کو اللہ نے حلال کیا ہے' آپ اس کو حرام نہیں کر رہے' لیکن آپ کی صاحب زادی کی عزت اور حرمت اس سے بہت زیادہ ہے کہ ان کو اللہ کے دشمن کی بیٹی کی وجہ سے تکلیف پہنچے' اور آپ نے اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے قسم کھا کر فرمایا کہ رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک محل میں جمع نہیں ہوں گی۔ آپ کو یہ توقع تھی کہ اللہ آپ کی یہ قسم پوری کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی کھائی ہوئی قسم کو پورا کر دیتا ہے' جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بعض لوگوں کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کو دروازوں سے بھگا دیا جاتا ہے' وہ اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھا لیں تو اللہ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۲' الرقم المسلسل: ۶۵۷۷' صحیح مسلم: ۲۸۵۴' الرقم المسلسل: ۷۰۸۴)

اور جب عام مسلمانوں کا یہ مرتبہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کوئی قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس قسم میں سچا کر دے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ. اور (اے مسلمانو!) تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایذاء پہنچاؤ۔ (الاحزاب: ۵۳)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کے متعلق فرمایا کہ جس سے ان کو ایذاء پہنچتی ہے' اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچتی ہے۔ سو کسی مؤمن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسا کام کرے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچے۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو چیز ان کو ایذاء پہنچاتی ہے' وہ مجھے ایذاء پہنچاتی ہے اور جو چیز ان کو پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۰' سنن ترمذی: ۳۸۶۹)

حدیث مذکور کے بعض مجمل جملوں کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زین العابدین سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس تلوار کا سوال کیا تھا' ہوسکتا ہے کہ وہ تلوار حضرت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علی رضی اللہ عنہ کی آل کے پاس ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات میں وہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطاء کر دی ہو' پھر وہ تلوار حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ تک منتقل ہو گئی ہو' اور ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی تلوار ہے جو ذوالفقار تھی' اور علامہ ابن جوزی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ذوالفقار ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہی' حتیٰ کہ آپ نے اپنی وفات سے پہلے وہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی' پھر وہ تلوار حضرت علی کی آل کی طرف منتقل ہوئی' اور حضرت علی کے پاس دس تلواریں تھیں' ان میں سے ایک ذوالفقار تھی جو ان کو جنگ بدر میں ملی تھی۔

حضرت مسور بن مخرمہ نے حضرت زین العابدین سے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ بنو امیہ اپنے زور اور طاقت کے بل بوتے پر آپ سے یہ تلوار چھین لیں گے۔ حضرت مسور بن مخرمہ نے حضرت زین العابدین کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا کہ حضرت علی نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا تھا' اس کی بیٹی کا نام جویریہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: فاطمہ مجھ سے ہے' یعنی میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ وہ اپنے دین میں کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائے گی۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ غیرت کے سبب سے سوکن پر صبر نہیں کر سکیں گی۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جس داماد کی تعریف کی ہے ان کا نام ابوالعاص بن الربیع تھا اور وہ آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں۔ اس کلام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا مباح تھا' لیکن آپ نے دو وجہوں سے حضرت علی کو اس سے نکاح کرنے سے منع فرمایا: ایک وجہ یہ تھی کہ اس نکاح سے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ایذاء پہنچتی اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ایذاء سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نکاح سے حضرت فاطمہ علیہا السلام پر فتنہ کا خوف تھا' کیونکہ وہ غیرت کی وجہ سے سوکن کے وجود پر صبر نہ کر سکتیں۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچانا ہر حال میں اور ہر وجہ سے حرام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۷۴-۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس اشکال کا جواب کہ کیا حضرت فاطمہ علیہا السلام کی دل آزاری کی رعایت کرنا دل آزاری ہے؟

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ غیر مسلم مستشرقین اور آزاد خیال مسلمان اس جگہ یہ اعتراض کریں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کی دل آزاری کا خیال رکھا کہ ان کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے نکاح کرنے کو حرام کر دیا کہ اس سے آپ کی صاحبزادی کی دل آزاری ہوگی' ان کو ایذاء پہنچے گی اور سوکن پر صبر نہ کرنے کی وجہ سے ہو سکتا ہے وہ اپنے دین میں کسی فتنہ سے دوچار ہو جائیں' لیکن امتِ مسلمہ کی دوسری بیٹیوں کے لیے آپ نے یہ رعایت نہیں رکھی اور ان کی دل آزاری کا خیال نہیں فرمایا' تو کیا اس سے اقرباپروری کی بو نہیں آتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل بھی اللہ کی مرضی اور منشاء کے خلاف نہیں ہوتا اور نہ وحی الٰہی کے منافی ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ. (الاعراف: ۲۰۳) آپ کہیے: میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میرے رب کی طرف سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اس کا معنی یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی حیات میں حضرت علی کو دوسرے نکاح سے جو منع فرمایا تھا تو آپ کا یہ منع فرمانا اپنی طرف سے نہیں تھا بلکہ اللہ کی وحی اور اس کے حکم کے مطابق تھا' اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیّدنا محمد

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے انبیاء پر بے شمار فضیلتیں اور خصوصیات عطاء فرمائی ہیں' اسی طرح آپ کی پیاری صاحب زادی سیّدتنا فاطمہ زہراء علیہا السلام کو بھی متعدد خصوصیات عطاء فرمائی ہیں۔ مثلاً دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل سیّدہ فاطمہ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد میں ہی رکھی ہے' اور دنیا میں سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کو حیض اور نفاس سے پاک رکھا ہے اور آخرت میں جب ان کی سواری میدانِ محشر سے گزرے گی تو سب لوگوں کو حکم دیا جائے گا کہ سروں کو جھکا لو' نگاہوں کو پست کر لو' حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد کی سواری گزر جائے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی فضیلت کے متعلق احادیث

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پردے کی اوٹ سے یہ اعلان کرے گا کہ اے اہلِ محشر! اپنی نظریں جھکا لو' حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد گزر جائیں۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک: ۴۷۸۱۔ ج ۵' المعجم الکبیر: ۱۸۰۔ ج ۱' المعجم الاوسط: ۲۴۰۷)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ اپنے رب سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے آیا تھا اور مجھے یہ بشارت دینے کے لیے کہ حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک فاطمہ نے اپنی عفت کی حفاظت کی ہے تو اللہ نے ان کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔ (المستدرک: ۴۷۷۹' مسند البزار: ۲۶۵۱' المعجم الکبیر: ۲۶۲۵' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۸۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی' اس میں آپ نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو' اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو اور مؤمنین کی عورتوں کی سردار ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۴۲۶' صحیح مسلم: ۲۴۵۰' سنن ترمذی: ۳۸۷۱' سنن ابوداؤد: ۵۲۱۷' سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۰' المستدرک: ۴۷۹۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: تمہارے غضب کی وجہ سے اللہ غضب ناک ہوتا ہے اور تمہارے راضی ہونے کی وجہ سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ (المستدرک: ۴۷۸۳' المعجم الکبیر: ۱۸۲' مسند فاطمہ: ۱۲۰)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا: میں اس شخص سے جنگ کرنے والا ہوں جو ان سے جنگ کرے۔

(سنن ترمذی: ۳۸۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۴۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹۷' صحیح ابن حبان: ۶۹۷۷' المعجم الکبیر: ۲۶۱۹)

سو جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے اصحاب کو یہ خصوصیت عطا کی کہ بعد کا کوئی مسلمان کتنی ہی عبادت کرلے' وہ اس صحابی کا مرتبہ نہیں پا سکتا' جس نے ایمان کے ساتھ آپ کو دیکھا ہو اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو' اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج کو یہ عزت اور خصوصیت عطاء کی ہے کہ کوئی خاتون کتنی ہی عابدہ' زاہدہ ہو وہ آپ کی ازواج کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی' اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے اہل بیت کو یہ عزت و خصوصیت عطاء کی ہے کہ ان کی محبت کو امت پر واجب کر دیا اور ان پر صدقہ واجبہ کو حرام کر دیا اور ہر نماز میں ان پر صلوٰۃ بھیجنے اور ان پر برکت کی دعا کرنے کو مستحب کر دیا' اسی طرح سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو یہ عزت و خصوصیت عطاء کی ہے کہ ان کی حیات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دوسری عورت کے نکاح کو حرام کر دیا۔

۳۱۱۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ عَنْ مُنْذِرٍ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ لَوْ كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَاكِرًا عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَكَرَهُ يَوْمَ جَاءَهُ نَاسٌ فَشَكَوْا سُعَاةَ عُثْمَانَ فَقَالَ لِي عَلِيٌّ اِذْهَبْ إِلٰى عُثْمَانَ فَأَخْبِرْهُ أَنَّهَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُرْ سُعَاتَكَ يَعْمَلُوْنَ فِيْهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ أَغْنِهَا عَنَّا فَأَتَيْتُ بِهَا عَلِيًّا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ضَعْهَا حَيْثُ أَخَذْتَهَا.

[طرف الحدیث: ۳۱۱۲] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن سوقہ از منذر از ابن الحنفیہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اگر حضرت علی رضی اللہ حضرت عثمان کے متعلق نامناسب بات کرنے والے ہوتے تو اس دن وہ بات کرتے جس دن لوگ حضرت عثمان کے (زکوٰۃ کے) عاملین کی شکایت کر رہے تھے' پس مجھ سے حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: حضرت عثمان کے پاس جاؤ' پس ان کو یہ خبر دو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقات کے متعلق حکم نامہ ہے' آپ اپنے عاملین کو حکم دیں کہ اس کے مطابق عمل کریں' پس میں وہ حکم نامہ لے کر حضرت عثمان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: ہم اس سے مستغنی ہیں (کیونکہ ہمارے پاس اس کی نقل موجود ہے)' پھر میں حضرت علی کے پاس آیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے فرمایا: اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے تم نے اس کو اٹھایا تھا۔

ملک کے سربراہ کی اگر کوئی ناگوار چیز معلوم ہو تو خیر خواہی سے اس کی اصلاح کرنی چاہیے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جب ریاست کے سربراہ کی طرف کوئی نامناسب بات منسوب کی جائے تو اس کے اصحاب پر یہ واجب ہے کہ وہ خیر خواہی کے جذبہ سے سربراہ کو اس کی خبر دیں اور صحیح طریقہ سے عمل کرنے کی ان کو خبر دیں' جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ نے حضرت عثمان رضی اللہ کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ کے عاملین کے متعلق لوگوں نے جو شکایت کی تھی' ہوسکتا ہے کہ وہ شکایت باطل ہو جیسا کہ لوگوں نے حضرت عمر سے حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی تھی کہ وہ نماز درست نہیں پڑھاتے اور یہ شکایت غلط تھی' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۷۵۵ میں مذکور ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ کے عاملوں سے بشری تقاضے سے کوئی خطاء ہو گئی ہو۔

حضرت عثمان نے حضرت علی کا صحیفہ قبول نہیں کیا' اس کی توجیہ

حضرت عثمان رضی اللہ نے حضرت علی رضی اللہ کا بھیجا ہوا صحیفہ قبول نہیں کیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ کے پاس بھی اس کی مثل صحیفہ موجود تھا اور وہ اس سے ناواقف نہیں تھے اور اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اس صحیفہ میں مندرج احکام سے ناواقف تھے' پھر بھی انہوں نے اس صحیفہ کو مسترد کر دیا اور حضرت عثمان اس صحیفہ میں درج احکام کے مطابق اپنے عاملین کو ہدایت دے چکے تھے' اس معنی کے سوا حضرت عثمان کے متعلق کوئی اور گمان کرنا جائز نہیں ہے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی عالم سلطان کا کوئی ناپسندیدہ کام دیکھے تو اس کو بہت نرمی اور لطافت سے تنبیہ کرنی چاہیے۔

۳۱۱۲- قَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْقَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُنْذِرًا الثَّوْرِيَّ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ أَرْسَلَنِيْ أَبِيْ خُذْ هٰذَا الْكِتَابَ فَاذْهَبْ بِهِ

الحمیدی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سوقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے منذر الثوری سے سنا از ابن الحنفیہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے میرے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

إِلَى عُثْمَانَ فَإِنَّ فِيهِ أَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَةِ.

والد نے بھیجا کہ یہ کتاب لو اور اس کو حضرت عثمان کے پاس لے کر جاؤ کیونکہ اس میں صدقہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۱۱ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ الدَّلِيْلِ عَلَى أَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَسَاكِيْنِ وَإِيْثَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الصُّفَّةِ وَالْأَرَامِلَ حِيْنَ سَأَلَتْهُ فَاطِمَةُ وَشَكَتْ إِلَيْهِ الطَّحْنَ وَالرَّحٰى أَنْ يُّخْدِمَهَا مِنَ السَّبْيِ فَوَكَّلَهَا إِلَى اللّٰهِ

اس پر دلیل کہ خمس' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ضروریات اور مساکین کے لیے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اصحابِ صفّہ اور بیواؤں کو حضرت فاطمہ پر ترجیح دی' جب انہوں نے چکّی میں آٹا پیسنے کی مشقت بتا کر کہا کہ آپ قیدیوں میں سے ان کو کوئی خادم دے دیں تو آپ نے ان کے معاملہ کو اللہ کی طرف سونپ دیا

اس باب میں یہ دلیل ہے کہ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے تھا' مثلاً آپ کو جو مہمات درپیش ہوتیں' کوئی مہمان آ جاتا یا کوئی سائل آ جاتا یا گھر کے خرچ کے لیے ضرورت ہوتی تو آپ اس میں سے خرچ کرتے' اس عنوان میں ''نوائب'' کا ذکر ہے جو ''نائبة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: پیش آمدہ مسئلہ۔

اس عنوان میں اصحابِ صفہ کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ فقراء اور مساکین ہیں جو مسجد کے چبوترے میں رہتے تھے اور انہوں نے حصولِ علم کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا' اور اس عنوان میں ''ارامل'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: بیوہ عورتیں اور مسکین مردوں اور عورتوں پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سوال کیا تھا کہ چکی میں جَو پیسنے سے ان کو مشقت ہوتی ہے' لہٰذا آپ کے پاس جو قیدی آتے ہیں' ان میں سے ان کو کوئی خادم دے دیا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے معاملہ کو اللہ کی طرف سونپ دیا۔

٣١١٣ - حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَنَا عَلِيٌّ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اشْتَكَتْ مَا تَلْقَى مِنَ الرَّحٰى مِمَّا تَطْحَنُ فَبَلَغَهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِسَبْيٍ فَأَتَتْهُ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَلَمْ تُوَافِقْهُ فَذَكَرَتْ لِعَائِشَةَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ لَهُ فَأَتَانَا وَقَدْ دَخَلْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ فَقَالَ عَلَى مَكَانِكُمَا حَتّٰى وَجَدْتُّ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى صَدْرِيْ فَقَالَ أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِّمَّا سَأَلْتُمَا إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اللّٰهَ أَرْبَعًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن المحبر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الحکم نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے شکایت کی کہ ان کو چکی میں (جَو یا گندم پیسنے سے) مشقت ہوتی ہے' پھر حضرت فاطمہ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں تو حضرت فاطمہ آپ کے پاس کسی خادم کا سوال کرنے کے لیے گئیں' پس آپ سے ملاقات نہیں ہوئی' تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر آئے تو حضرت عائشہ نے آپ سے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَثَلَاثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِمَّا سَأَلْتُمَاهُ.

[اطراف الحدیث: ۳۷۰۵-۵۳۶۱-۵۳۶۲-۶۳۱۸] (صحیح مسلم: ۲۷۲۷' الرقم المسلسل: ۶۸۰۹' سنن ابوداؤد: ۵۰۶۲)

اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے جبکہ ہم اپنے بستروں میں داخل ہو گئے تھے' ہم اُٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اپنی جگہ پر رہو' حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی' آپ نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں جس کا تم نے سوال کیا ہے! جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو چونتیس مرتبہ "اللّٰہ اکبر" کہو اور تینتیس مرتبہ "الحمد للّٰہ" کہو اور تینتیس مرتبہ "سبحان اللّٰہ" کہو تو تم دونوں نے جس چیز کا سوال کیا ہے' یہ تسبیح اس سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی ﷺ نے اہل صفہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ترجیح دی' ایک اور سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اس طرح مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اہل الصفہ کو چھوڑ کر تم کو خادم نہیں دوں گا' جو بھوکے رہتے ہیں اور میرے پاس ان پر خرچ کرنے کے لیے کچھ میسر نہیں ہے لیکن میں ان قیدیوں کو فروخت کر کے اس کی آمدنی کو ان کے اوپر خرچ کروں گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۹)

حدیث مذکور کی تفصیل اور اس حدیث کی سنن ابوداؤد میں روایت اور دیگر فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت علی نے کہا: حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی۔ حتیٰ سے پہلے عبارت اس طرح مقدر ہے: آپ ہمارے بستر میں داخل ہو گئے اور وہ سخت سردی کی رات تھی اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بستر میں داخل ہو چکے تھے اور حضرت فاطمہ نے اپنا سر لحاف میں داخل کر لیا تھا' حضرت علی نے کہا: حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے: ام الحکم یا ضباعہ بنت الزبیر بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ قیدی حاصل کیے' پس میں اور میری بہن حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ کے پاس گئیں' پس ہم نے اپنے اپنے حال کی شکایت کی اور ہم نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ہمارے لیے کچھ قیدیوں کا حکم دیں' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر بدر کے قیدیوں نے سبقت کر لی ہے' پھر آپ نے تسبیح کا قصہ ذکر کیا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ تسبیح پڑھنا خادم سے کس طرح بہتر ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس ذکر سے آخرت میں ثواب ہو گا' اور خادم کی وجہ سے چکی پیسنے کی مشقت سے راحت ملے گی اور آخرت کا ثواب دنیا کی مشقت کی راحت کے مقابلہ میں بہت زیادہ بہتر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خمس کی تقسیم میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترجیح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام اپنے اجتہاد کے مطابق خمس کو تقسیم کرے گا' کیونکہ نبی ﷺ کو جو قیدی ملے تھے وہ خمس میں سے تھے' ان قیدیوں کے پانچ حصے تھے' چار تو وہیں مجاہدین کو دے دیئے گئے تھے اور ان کا پانچواں حصہ نبی ﷺ کے پاس روانہ کیا گیا تھا' پھر نبی ﷺ نے یہ خمس اپنے اقربین کو نہیں دیا اور دوسروں کو دے دیا اور اسی کے موافق امام مالک اور فقہاء احناف کا مذہب ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ خمس میں سے ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو عطاء کرنا فرض ہے اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ خمس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا حصہ معین نہیں ہے البتہ اگر وہ فقراء ہوں تو پھر وہ فقراء اور مساکین میں داخل ہیں اور جس طرح دیگر فقراء کو حصہ دیا جائے گا' اسی طرح ان کو بھی حصہ دیا جائے گا' اور اگر وہ غنی ہوں تو پھر ان کو خمس میں سے نہیں دیا جائے گا۔

اس حدیث میں امام مالک اور فقہاء احناف کے مسلک کی تائید ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قیدی حاصل ہوئے تھے وہ خمس میں سے تھے اور اگر خمس میں قرابت داروں کا حصہ ہوتا تو آپ کی صاحب زادی سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نسب اور رحم کے لحاظ سے آپ کے سب سے زیادہ قریب تھیں' آپ نے قیدیوں میں ان کا حصہ نہیں رکھا اور نہ ان کو کوئی خادم دیا' اور آپ نے ان کو اللہ کے ذکر اور تحمید اور تہلیل کی طرف سونپ دیا اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی اُمید رکھی۔ اس حدیث کے بقیہ فوائد حسب ذیل ہیں:

دینی طلباء کے حصہ کا مقدم ہونا' جب بیٹی اور داماد سوئے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان بیٹھنے کا جواز' عبادت کا دنیا کے عظیم نفع سے بہتر ہونا

(۱) مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ میں علم دین کے طلبہ کا حصہ باقی حصہ داروں پر مقدم ہے۔ علامہ المہلب نے کہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ دنیا سے اپنا کم سے کم حصہ لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے لیے آخرت میں جو حصہ رکھا ہے' اس کی توقع رکھے۔ (۲) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کے پاس اس وقت بھی جا سکتا ہے جب وہ اپنے خاوند کے ساتھ لیٹی ہوئی ہو یا سوئی ہوئی ہو۔ (۳) بیٹی اور داماد جب سوئے ہوئے ہوں یا لیٹے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان بیٹھنا اور اپنے قدموں کو ان میں سے کسی کے جسم کے ساتھ ملانا۔ (۴) اعمالِ صالحہ میں سے تھوڑا عمل بھی اُمورِ دنیا کے زیادہ فوائد سے بہتر ہے' اور جب تسبیح و تہلیل کا اجر دنیا کے خادم اور اس کی خدمت سے بہت زیادہ ہے تو سوچیے نماز' حج' روزے اور زکوٰۃ کا اجر دنیاوی فوائد کے مقابلے میں کتنا زیادہ ہوگا۔

۷- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ (الانفال:٤١)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس بے شک خمس اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے (الانفال:۴۱)

يَعْنِيْ لِلرَّسُوْلِ قَسْمُ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ.

یعنی رسول کے لیے خمس کو تقسیم کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میں صرف قاسم اور خازن ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے

یعنی اس باب میں الانفال:۴۱ کا معنی بیان کیا گیا ہے اور یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ. (الانفال:۴۱)

اور جان لو کہ تم نے مالِ غنیمت میں سے جو کچھ حاصل کیا ہے تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے اور قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں کے لیے ہے اور مسکینوں کے لیے ہے اور مسافروں کے لیے ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس نے تمام امتوں میں سے صرف اس امت کے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے اور غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر چھین کر حاصل کیا جائے' اور جو مال ان سے اس کے بغیر حاصل کیا جائے وہ فئے ہے۔ جیسے وہ اموال جو ان سے صلح کے ذریعہ حاصل کیے جائیں یا کفار مر جائیں اور مال چھوڑ جائیں' ان کا کوئی وارث نہ ہو' اور جزیہ اور خراج اور اس کی مثل دیگر اموال۔

اس عنوان میں امام بخاری نے کہا ہے: یعنی رسول نے اس کو تقسیم کرنا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو تقسیم کرنا رسول کے ذمہ ہے' اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام بخاری کا مقصود ان فقہاء کے قول کو ترجیح دینا ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ خمس کے پانچویں حصہ کے مالک نہیں ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں مفسرین کا اختلاف ہے' بعض نے کہا کہ خمس میں اللہ کا بھی حصہ ہے جس کو کعبہ میں صرف کیا جائے گا' اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ اللہ کا ذکر صرف تبرک کے لیے ہے' اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ نبی ﷺ کو جو خمس حاصل ہوگا' آپ اس کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں گے اور مسلمانوں کی مصلحتوں میں صرف کریں گے۔ اس کے بعد امام بخاری نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں صرف قاسم اور خازن ہوں اور اللہ تعالیٰ عطاء فرماتا ہے۔ امام بخاری نے اس تعلیق سے ان لوگوں کے قول کا رد کرنے کا ارادہ کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ خمس کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی ملکیت ہے۔ امام عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں صرف خازن ہوں اور اس مال کو وہاں رکھتا ہوں جہاں مجھے اس کے رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۲۔ ۵۰ ملخصاً)

۳۱۱۴- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُوْرٍ وَّقَتَادَةَ سَمِعُوْا سَالِمَ ابْنَ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا مِنَ الْاَنْصَارِ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا قَالَ شُعْبَةُ فِيْ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ اِنَّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ حَمَلْتُهُ عَلٰى عُنُقِيْ فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ وُلِدَ لَهُ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ فَاِنِّيْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ وَقَالَ حُصَيْنٌ بُعِثْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ قَالَ عَمْرٌو اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا عَنْ جَابِرٍ اَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ الْقَاسِمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ. (صحیح مسلم: ۲۱۳۳' الرقم المسلسل: ۵۴۸۱' سنن ابوداؤد: ۴۹۶۵' سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۵' الادب المفرد: ۸۳۹' المستدرک ج ۴ ص ۲۷۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۲۲۷۔ ج ۲۲ ص ۱۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان و منصور و قتادہ' انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے سنا' از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم انصار میں سے ایک آدمی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھیں۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ شعبہ نے منصور کی حدیث میں کہا کہ اس انصاری نے کہا کہ میں نے اس لڑکے کو اپنی گردن پر سوار کیا' پس میں اس لڑکے کو نبی ﷺ کی خدمت میں لایا اور سلیمان کی حدیث میں ہے کہ اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو اس نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھے' تو نبی ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو' پس بے شک میں قاسم بنایا گیا ہوں' تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں' اور حصین نے کہا: میں قاسم مبعوث کیا گیا ہوں' تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ عمرو نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے سالم سے سنا از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' کہ اس نے ارادہ کیا کہ اس لڑکے کا نام قاسم رکھے' تو نبی ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کنیت کی تعریف' قاسم کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اور کنیت کو جمع کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کنیت کا ذکر ہے' کنیت ہر اس مرکب اضافی کو کہتے ہیں جس کے شروع میں ''اَب'' یا ''اُم'' کا ذکر ہو' جیسے ابوبکر اور اُم کلثوم اور یہ اَعلام کی اقسام سے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں قاسم بنایا گیا ہوں اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں' اس کا معنی یہ ہے کہ میں میراث میں اور غنیمتوں میں اموال کو تقسیم کرتا ہوں' اور یہ آپ کے سوا اور کسی کا منصب نہیں ہے' اس لیے قاسم کا بھی حقیقت کے اعتبار سے صرف آپ ہی پر اطلاق ہے۔ اس لیے ابوالقاسم کنیت رکھنا مطلقاً ممنوع ہے اور یہ محمد بن سیرین' امام شافعی اور اہلِ ظاہر کا مذہب ہے' خواہ اس شخص کا نام احمد ہو یا محمد ہو۔

علامہ المنذری نے کہا ہے: اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ ممانعت عام ہے یا خاص ہے۔ ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ صرف ابوالقاسم کنیت رکھنا منوع ہے' خواہ نام جو بھی ہو' اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ ابوالقاسم کنیت رکھنا اور بیٹے کا نام قاسم رکھنا یہ ممنوع ہے' اور علماء کی تیسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہو' اس کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور علماء کی چوتھی جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت منسوخ ہے۔ علامہ قرطبی نے جمہور متقدمین اور متاخرین سے یہ نقل کیا ہے کہ ان میں سے ہر صورت جائز ہے اور حدیث یا تو منسوخ ہے یا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے ساتھ خاص ہے' کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہو تو میں آپ کے نام پر اس کا نام رکھوں اور آپ کی کنیت پر اس کی کنیت رکھوں تو کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (سنن ترمذی: ۲۸۴۳)

۳۱۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَا نَكْنِيكَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ الْقَاسِمَ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَانَكْنِيكَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَانُنْعِمُكَ عَيْنًا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنَتِ الْاَنْصَارُ سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَاتَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي فَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا' اس نے اس کا نام القاسم رکھا' تو انصار نے کہا: ہم تمہیں ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنے دیں گے اور اس سے تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے' پس وہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور کہا: یارسول اللہ! میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے' پس میں نے اس کا نام قاسم رکھا ہے تو انصار نے کہا: ہم تمہیں ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنے دیں گے اور تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے' تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: انصار نے اچھا کیا' تم میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو' کیونکہ صرف میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

اس حدیث کی شرح: ۳۱۱۴ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے نام رکھنے میں اور فرشتوں کے نام رکھنے میں مذاہب علماء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھنے کا ثبوت ہے کیونکہ محمد نام رکھنے میں نیک شگون ہے۔ اس نام میں حمد کا معنی ہے تاکہ جس کا نام محمد ہو وہ محمود ہو جائے اور اس حدیث میں کنیت رکھنے کی ممانعت ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی کو نداء کی: اے ابوالقاسم! پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مڑ کر دیکھا تو اس شخص نے کہا: میں نے آپ کو بلانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ (سنن ترمذی: ۲۸۴۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴) اور یہود سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ آپ کو ابوالقاسم کے نام سے نداء کرتے تھے پھر جب آپ مڑ کر دیکھتے تو وہ کہتے: ہم نے آپ کا ارادہ نہیں کیا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس فتنہ کو جڑ سے کاٹنے کے لیے ابوالقاسم نام رکھنے سے منع فرما دیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا محمد نام رکھنے سے بھی منع کیا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ محمد نام رکھنے سے منع کیا جائے گا اور صحابہ میں سے کوئی شخص یہ جرأت نہیں کرتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ کے نام سے پکارے کیونکہ نام کے ساتھ پکارنے میں کوئی توقیر و تکریم نہیں ہوتی۔ علامہ عینی کا یہ لکھنا درست نہیں ہے کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: "یا محمد اخبرنی عن الاسلام" اور ظاہر ہے انہوں نے توقیر اور عزت سے آپ کو نداء کی ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر نے "یا محمداہ" کہہ کر فریاد کی، نیز ہجرت کے موقع پر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ شریف پہنچے تو تمام صحابہ نے یا محمد! یا رسول اللہ! کہا اور جنگوں میں مسلمانوں کا معمول تھا کہ وہ یا محمد! کہتے تھے، اور ظاہر ہے یہ سب تعظیم اور توقیر سے نداء کرتے تھے۔ آپ کو آپ کے نام کے ساتھ اعرابی پکارتے تھے جو ایمان نہیں لائے تھے یا جن کے دل میں ایمان راسخ نہیں تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ محمد نام رکھنے کی ممانعت آپ کی حیات میں تھی اور بعض اہل علم کا یہی مذہب ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کی طرف لکھا: تم کسی شخص کا نام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر نہ رکھو اور انہوں نے یہ حکم دیا کہ مدینے میں جن لوگوں نے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا ہے وہ اس کو بدل دیں، حتیٰ کہ بعض صحابہ نے حضرت عمر کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے محمد نام رکھنے کی اجازت دی ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ محمد نام رکھنے کی ممانعت کی حدیث اہلِ نقل کے نزدیک غیر معروف ہے اور اگر اس ممانعت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ جس کا نام محمد رکھا جائے اس کو بُرا نہ کہا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر کے منع کرنے کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر نے سنا کہ ایک شخص ان کے بھتیجے محمد بن زید بن خطاب سے کہہ رہا تھا: یا محمد! اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ بُرا کرے! تو حضرت عمر نے کہا: تم ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بُرا کہہ رہے ہو، اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں، میں کسی شخص کا نام محمد نہیں رہنے دوں گا اور انہوں نے اپنے بھتیجے کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ لیکن اب اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے نام رکھنا جائز ہیں، اور صحابہ کی ایک جماعت نے انبیاء علیہم السلام کے نام رکھے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ملائکہ کے نام رکھنا مکروہ ہے، اور امام مالک نے کہا ہے کہ جبریل، اسرافیل، میکائیل اور دیگر فرشتوں کے نام رکھنا مکروہ ہے۔ حضرت عمر نے کہا: تم نے بنو آدم کے ناموں پر قناعت نہیں کی حتیٰ کہ فرشتوں کا نام رکھنے لگے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نام رکھنے کی تحقیق

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ مناوی نے کہا ہے کہ عبداللہ نام رکھنا مطلقاً افضل ہے، اس کے بعد عبدالرحمٰن ہے، اس کے بعد محمد نام رکھنا افضل ہے، پھر احمد

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نام رکھنا' پھر ابراہیم نام رکھنا' ایک اور جگہ یہ ہے کہ عبداللہ اور عبدالرحمان کے ساتھ ان کی مثل دوسرے نام لاحق ہیں' مثلاً عبدالرحیم اور عبدالمالک وغیرہ' اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ محمد اور احمد نام اللہ تعالیٰ کو تمام ناموں میں سب سے زیادہ محبوب ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا وہی نام رکھا ہے جو اس کو تمام ناموں میں سب سے زیادہ محبوب ہے' اور حدیث میں ہے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام محمد یا احمد رکھا تو وہ شخص اور اس کا بچہ دونوں جنت میں ہوں گے۔ اس حدیث کو امام ابن عساکر نے حضرت ابوامامہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے' حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ اس باب میں یہ سب سے عمدہ حدیث ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

محمد نام رکھنے کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کے ہاں تین بیٹے ہوئے اور اس نے کسی کا نام محمد نہیں رکھا' اس نے جہالت کا کام کیا۔

(الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۱۰۷' المعجم الکبیر: ۱۱۰۷۷۔ ج ۱۱' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۴۹' کنز العمال: ۴۵۲۰۴' مسند الحارث ص ۲۰۰۔ ۱۹۹)

حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ لیث سے متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے' لیکن اس کا ضعف وضع تک نہیں پہنچا' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام ابن ماجہ اور امام طبرانی نے اس سے احادیث کو روایت کیا ہے' اور امام ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے' یہ حدیث مسند الحارث میں بھی ہے۔ (اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۹۴۔ ۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے تین بیٹے ہوں اور وہ کسی کا نام محمد نہ رکھے تو یہ بے وفائی کے کاموں میں سے ہے' اور جب تم اس کا نام محمد رکھو تو نہ اس کو بُرا کہو اور نہ اس پر سختی کرو' نہ اس پر ناک چڑھاؤ اور نہ اس کو مارو' اس کی قدر و منزلت اور تعظیم و تکریم کرو اور اس کی قسم پوری کرو۔ (الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۸۹۰)

امام ابن عدی متوفی ۳۶۵ھ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں: اس حدیث کی تقویت اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام دیلمی متوفی ۵۰۹ھ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے چار بیٹے ہوں اور وہ کسی کا نام میرے نام پر نہ رکھے' اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ (الفردوس بماثور الخطاب: ۵۹۸۱۔ ج ۳) نیز امام بکیر نے اپنی سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے: جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو اس نام کی تعظیم کے سبب سے اس کی تعظیم اور توقیر کرو اور اس پر سختی نہ کرو۔

(جمع الجوامع: ۲۰۱۰' اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۹۴' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو نہ اس کو مارو نہ محروم کرو۔ امام دیلمی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: (نام) محمد میں برکت رکھی گئی ہے اور جس گھر میں (نام) محمد (والا) ہو اور جس مجلس میں (نام) محمد (والا) ہو (اس میں برکت ہوگی)۔ (مسند البزار: ۱۳۵۹' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۴۸' الفردوس بماثور الخطاب: ۱۳۵۴' کنز العمال: ۴۵۱۹۷)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس نے میری محبت کی وجہ سے اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کی وجہ سے اس کا نام محمد رکھا تو وہ شخص اور اس کا بچہ دونوں جنت میں ہوں گے۔

(تنزیہ الشریعۃ ج ۱ ص ۱۹۸' جامع الاحادیث الکبیر: ۲۳۲۵۵' کنز العمال: ۴۵۲۲۳)

حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ اس باب میں جتنی احادیث وارد ہیں' یہ ان میں سب سے عمدہ حدیث ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان احادیث میں سے بعض احادیث کی سند ضعیف ہے لیکن ہم نے ان کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث معتبر ہوتی ہے۔

۳۱۱۶- حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاللّٰهُ الْمُعْطِيْ وَاَنَا الْقَاسِمُ وَلَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از یونس از الزہری از حمید بن عبد الرحمٰن' انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطاء فرماتا ہے اور اللہ عطاء فرمانے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں اور یہ امت ہمیشہ اپنے مخالفین پر غالب رہے گی' حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ جائے گا اور یہ لوگ غالب ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں صرف قاسم ہوں۔

۳۱۱۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اُعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن ابی عمرۃ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو (از خود) عطاء کرتا ہوں نہ منع کرتا ہوں' میں صرف قاسم ہوں' میں وہیں مال رکھتا ہوں جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے۔

یعنی حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی عطاء کرنے والا ہے اور وہی منع کرنے والا ہے' میں صرف اسی کو عطاء کرتا ہوں یا منع کرتا ہوں جس کے متعلق مجھے وحی کی جاتی ہے۔

۳۱۱۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَيَّاشٍ وَّاسْمُهٗ نُعْمَانُ عَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ رِجَالًا يَّتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو الاسود نے حدیث بیان کی از ابن ابی عیاش اور ان کا نام نعمان ہے از خولۃ الانصاریۃ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں' ان کو قیامت کے دن آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی روایت میں تو امام بخاری منفرد ہیں لیکن اس کے متقارب المعنی حدیث درج ذیل ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابوالولید بیان کرتے ہیں کہ میں نے خولۃ بنت قیس سے سنا' جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ مال سرسبز میٹھا ہے جس نے اس مال کو حق کے ساتھ حاصل کیا' اس کو اس مال میں برکت دی جائے گی اور بعض لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مال میں اپنی خواہش کے مطابق تصرف کرتے ہیں' قیامت کے دن ان کو صرف آگ کا عذاب ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۷۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶۴)

٨- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُحِلَّتْ لَكُمُ الْغَنَائِمُ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ تمہارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا گیا ہے: تمہارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور تمہارے سوا اور کسی کے لیے غنیمتوں کو حلال نہیں کیا گیا تھا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ﴾ (الفتح: ٢٠)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جو تم (آئندہ) حاصل کرو گے' پس یہ نعمت تم کو جلدی عطاء فرما دی۔ (الفتح: ۲۰)

امام بخاری نے اس آیت کا شروع کا حصہ ذکر کیا ہے' آخری حصہ ذکر نہیں کیا' وہ آخری حصہ درج ذیل ہے:

وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (الفتح: ٢٠)

اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تاکہ یہ (نعمت) مؤمنوں کے لیے نشانی ہو جائے اور (اللہ) تمہیں سیدھی راہ پر قائم رکھے ۝

اس آیت میں جو فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے' اس سے مراد وہ غنیمتیں ہیں جو مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاصل کیں اور آپ کے بعد قیامت تک حاصل کرتے رہیں گے' نیز فرمایا: پس یہ نعمت تم کو جلدی عطا فرما دی' اس سے مراد ہے: خیبر کی غنیمتیں' اور فرمایا: لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا' یعنی صلح حدیبیہ کے ذریعہ قریش کے حملوں کو تم سے روک دیا' قتادہ نے کہا: اس سے مراد ہے: یہود کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا' اور مقاتل نے کہا: اس سے مراد اسد اور غطفان ہیں جو اہل خیبر کے حلیف تھے' وہ اہل خیبر کی مدد کرنے کے لیے آئے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تو وہ واپس چلے گئے۔ (الوسیط ج ۴ ص ۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٣١١٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ وَالْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عامر از عروۃ البارقی رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک (آخرت میں) خیر اور اجر اور (دنیا میں) غنیمت بندھی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۵۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں مال غنیمت کا ذکر ہے۔

٣١٢٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ اَخْبَرَنَا اَبُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰی فَلَا كِسْرٰی بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہوگیا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگیا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

اس حدیث کی شرح: ۳۰۲۷ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

قیصر وکسریٰ اور ان کے ملکوں کا مختصر تعارف

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

رہا کسریٰ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جڑ کاٹ دی اور اس کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی زمین اور اس کے ملک کا مسلمانوں کو وارث بنادیا۔

اور رہا قیصر تو وہ شام کا بادشاہ تھا اور وہیں پر بیت المقدس ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر عیسائیوں کی تمام عبادات مکمل ہوتی ہیں' اور شام قریش کی تجارت کی جگہ تھا اور ان کے آنے جانے کی جگہ تھا اور مسلمانوں نے جو شام پر حملہ کیا تھا' اس سے ان کا مقصود اس مملکت پر قبضہ کرنا تھا اور اس پر قبضہ کرلیا گیا اور اس کے خزانوں کو اور اس کے اموال کو لوٹ لیا گیا اور بعد میں کوئی قیصر اس ملک کا حکمران نہیں ہوا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آخری زمانے میں قسطنطنیہ کی فتح سے اپنا وعدہ پورا کردیا اور بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

۳۱۲۱ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ سَمِعَ جَرِیْرًا عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰی فَلَا كِسْرٰی بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۱۹-۶۶۲۹] (صحیح مسلم: ۷۲۲۴-۲۹۱۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے جریر سے سنا از عبدالملک از حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا' اور جب قیصر ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۱۲۰ میں آچکی ہے۔

۳۱۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا سَیَّارٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ الْفَقِیْرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید الفقیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے غنیمتیں حلال کردی گئی ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۱۲۳ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِهٖ وَتَصْدِيْقُ كَلِمَاتِهٖ بِاَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرْجِعَهٗ اِلٰى مَسْكَنِهِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهُ مَعَ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور اس کو صرف اللہ کی راہ میں جہاد نے اور اس کے کلمات کی تصدیق نے گھر سے نکالا' تو اس کے لیے اللہ اس کا ضامن ہو گیا کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے گا یا اسے اجر کے ساتھ یا غنیمت کے ساتھ اس کے اس گھر میں لوٹائے گا جس سے وہ نکلا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی بھی یہاں صرف اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غنیمت کا ذکر ہے

۳۱۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ لَا يَتْبَعْنِيْ رَجُلٌ مَّلَكَ بُضْعَ امْرَاَةٍ وَّهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰى بُيُوْتًا وَّلَمْ يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا وَلَا اَحَدٌ اِشْتَرٰى غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَّهُوَ يَنْتَظِرُ وِلَادَهَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ اِنَّكِ مَاْمُوْرَةٌ وَّاَنَا مَاْمُوْرٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ يَعْنِي النَّارَ لِتَاْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ اِنَّ فِيْكُمْ غُلُوْلًا فَلْيُبَايِعْنِيْ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَلْيُبَايِعْنِيْ قَبِيْلَتُكَ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَجَاءُوْا بِرَاْسٍ مِّثْلِ رَاْسِ بَقَرَةٍ مِّنَ الذَّهَبِ فَوَضَعُوْهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَاَكَلَتْهَا ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ رَاٰى ضَعْفَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام بن منبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی نے جہاد کیا تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا: میرے ساتھ جہاد کے لیے وہ مرد نہ جائے جس نے کسی عورت کے ساتھ عقدِ نکاح کیا ہو اور وہ اس کے ساتھ شب زفاف منانے کا ارادہ کر رہا ہو اور ابھی تک اس نے اس کے ساتھ شب زفاف نہ کی ہو' اور نہ وہ شخص جائے جس نے گھر بنایا ہو اور ابھی اس پر چھت نہ ڈالی ہو اور نہ وہ شخص جائے جس نے بکریاں یا حاملہ اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کی ولادت کا انتظار کر رہا ہو' پس وہ نبی جہاد کے لیے گئے اور عصر کی نماز کے وقت یا اس کے وقت کے قریب ایک بستی کے پاس پہنچے اور سورج سے کہا: بے شک تو بھی محکوم ہے اور میں بھی محکوم ہوں' اے اللہ! اس سورج کو ہمارے اوپر روک لے' پس سورج کو روک لیا گیا حتیٰ کہ اللہ نے ان کو فتح عطاء فرما دی' پس انہوں نے غنیمتوں کو جمع کیا' پھر ان غنیمتوں کو کھانے کے لیے آسمان سے ایک آگ آئی' پس اس آگ نے ان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَعِجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا.

[طرف الحدیث:٥١٥٧] (صحیح مسلم:١٧٤٧، الرقم المسلسل: ٤٤٤٦، مصنف عبدالرزاق:٩٤٩٢، صحیح ابن حبان:٤٨٠٨، سنن بیہقی ج٦ ص٢٩٠، شرح السنہ:٢٧١٩، سنن کبریٰ:٨٨٧٨، المستدرک ج٢ ص١٣٩، مسند احمد ج٢ ص٣١٨ طبع قدیم، مسند احمد:٨٢٣٨۔ج٣ص ٥٣٨۔٥٣٩، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

غنیمتوں کو نہ کھایا تو اس نبی علیہ السلام نے فرمایا: بے شک تم میں کوئی خیانت کرنے والا ہے، پس تم میں سے ہر قبیلہ کا ایک آدمی آ کر مجھ سے بیعت کرے یعنی ہاتھ ملائے۔تو ایک شخص کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا تو انہوں نے فرمایا: تم میں خیانت کرنے والا ہے، پس تمہارے پورے قبیلہ کو مجھ سے بیعت کرنی چاہیے، پھر دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا، پس انہوں نے فرمایا: تم میں خیانت کرنے والا ہے، تو وہ گائے کے سر کے برابر ایک سونے کا سر لے کر آئے اور اس کو لا کر رکھ دیا، پھر آگ آ کر ان غنیمتوں کو کھا گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ہمارے عجز اور ہماری کمزوری کو دیکھا تو ہمارے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ اللہ نے ہمارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن العلاء ابوکریب الہمدانی الکوفی (٢) عبداللہ بن المبارک المروزی (٣) معمر (٤) ہمام بن منبہ (٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ان کا ذکر کئی مرتبہ کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٥ ص٥٩، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

نوشادی شدہ کو جہاد میں ساتھ نہ لے جانے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ایک نبی علیہ السلام نے یہ کہا کہ جس نے عقدِ نکاح کیا ہو اور ابھی شب زفاف نہ کی ہو، وہ ہمارے ساتھ نہ جائے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دنیا کے فتنے نفس کو ان کی حرص کی طرف بلاتے ہیں، کیونکہ جس آدمی کا نکاح ہو چکا ہو اور اس نے ابھی شبِ زفاف نہ گزاری ہو اور وہ جہاد میں چلا جائے تو اس کا دل جہاد سے واپس جانے میں معلق رہے گا اور شیطان اس کو نبی کی اطاعت سے منحرف کرے گا اور اس کے دل میں بے صبری ڈال دے گا، اسی طرح دنیا کی اور چیزوں میں اور دنیا کی متاع میں انسان کا دل اٹکا رہتا ہے۔

حدیث مذکور سے علامہ المہلب کے استنباط کردہ فوائد

(١) اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے سورج سے کہا کہ تو بھی محکوم ہے اور میں بھی محکوم ہوں۔یعنی سورج غروب ہونے والا تھا اور ابھی انہوں نے دشمن کے اوپر فتح حاصل کرنی تھی تو اس لیے انہوں نے سورج سے کہا کہ تو اپنے غروب ہونے کو مؤخر کر دے۔

(٢) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دن کے آخری حصہ میں کفار سے قتال کرنا چاہیے اور جب اللہ کی مدد کی ہوائیں چلتی ہوں تو اس وقت قتال کرنا چاہیے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے۔

(٣) اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! سورج کو ہمارے لیے روک لے، اس دعا کا معنی یہ ہے کہ ان کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیے وقت کو اتنا لمبا کر دے کہ وہ اس شہر کو فتح کر لیں۔ اور ان کی اس دعا کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ غروب ہونے کے بعد سورج کو لوٹا دے اور یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ سورج کو سفر کرنے سے روک دیا جائے اور یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ سورج کی رفتار کو آہستہ کر دے اور یہ تمام اقوال میں زیادہ قریب ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ سورج اپنی عادت کے مطابق چلتا رہے لیکن آہستہ چلے اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے لیے عادتِ جاریہ کے خلاف کرنا جائز ہے۔

(۴) انبیاء متقدمین غنیمتوں کو ایک جگہ جمع کر دیتے تھے' پھر آسمان سے آگ آ کر ان غنیمتوں کو جلا دیتی تھی اور یہ اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ ان کا جہاد مقبول ہے اور اگر مالِ غنیمت میں خیانت ہو یا اس میں کوئی ناجائز مال ہو تو پھر آگ اس مالِ غنیمت کو نہیں کھاتی تھی۔ اسی طرح وہ لوگ اللہ کی راہ میں جو قربانی کرتے تھے' اگر وہ قربانی مقبول ہوتی تو آگ آ کر اس کو جلا دیتی اور اگر وہ غیر مقبول ہوتی تو قربانی اسی حال میں پڑی رہتی اور آگ اس کو نہیں کھاتی تھی' اور اس نبی علیہ السلام نے جو اپنی قوم کو بیعت کے لیے بلایا تو وہ اس آزمائش کے لیا تھا کہ جس نے خیانت کی ہوگی' اس کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ جائے گا۔

(۵) انبیاء علیہم السلام کبھی بعض چیزوں میں حکم کرتے ہیں یا حکم دیتے ہیں اور اس سے اُن چیزوں میں ان کا معجزہ ظاہر ہوتا ہے جیسے اس نبی علیہ السلام نے لوگوں کو ان کے ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا حکم دیا اور اس سے ان کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ جس نے خیانت کی تھی' اس کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔

(۶) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سوائے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اور کسی کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں ہے۔

(۷) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر ضرورت ہو تو بیعت کی تجدید کرنا جائز ہے جیسا کہ اس نبی علیہ السلام نے لوگوں کو تجدیدِ بیعت کا حکم دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بیعتِ رضوان میں صحابہ سے تجدیدِ بیعت کی تھی۔

(۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین کے اموال اور ان کے مالِ غنیمت کو جلانا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب کا یہ فائدہ بیان کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ اموالِ مشرکین اور ان کے مالِ غنیمت کو اس نبی علیہ السلام نے یا ان کی امت نے نہیں جلایا تھا بلکہ آسمان سے ایک آگ آ کر اس مالِ غنیمت کو جلا دیتی تھی اور یہ اس جہاد کے مقبول ہونے کی علامت تھی۔ (سعیدی غفرلہٗ) (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۸۹-۲۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کو ٹھہرانا اور سورج کو لوٹانا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انبیاء میں سے ایک نبی نے جہاد کیا۔ امام ابن اسحاق نے کہا: یہ نبی سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام تھے اور سورج کو صرف ان کے لیے ٹھہرایا گیا تھا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کو ٹھہرانے کی اصل یہ ہے کہ جب شبِ معراج کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس سے واپس آ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضجنان میں بنو فلاں کا ایک قافلہ ملا' اور جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کی خبر دی اور فرمایا: اب وہ قافلہ التنعیم البیضاء کی گھاٹی میں پہنچ چکا ہے' اس قافلہ کے آگے ایک خاکی رنگ کا اونٹ ہے' اس پر دو بوریاں لدی ہوئی ہیں' ایک سیاہ رنگ کی ہے اور دوسری دھاری دار ہے' پھر لوگ جلدی جلدی اس گھاٹی پر پہنچے تو وہاں پر انہوں نے ایسا ہی قافلہ پایا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی۔

سدی نے بیان کیا ہے کہ اس قافلہ کے پہنچنے سے پہلے سورج غروب ہونے والا تھا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے اس سورج کو ٹھہرا لیا' حتیٰ کہ جس طرح آپ نے بیان فرمایا تھا' اس کے مطابق وہ قافلہ پہنچ گیا۔ امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ کسی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا صرف آپ کے لیے اس دن سورج کو ٹھہرایا گیا اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لیے سورج کو ٹھہرایا گیا' اسی طرح امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ٦ ص ٢٩٠' المستدرک ج ٣ ص ١٣٩)

علامہ عینی فرماتے ہیں: سورج کو غزوۂ خندق کے دن بھی ٹھہرایا گیا تھا' جب آپ عصر کی نماز کے وقت خندق میں مشغول رہے اور سورج غروب ہو گیا تو آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی' اس کا قاضی عیاض نے اکمال میں ذکر کیا ہے' امام طحاوی نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے طلوعِ فجر کو مؤخر کیا گیا' کیونکہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوں اور آپ کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت ساتھ لے کر جائیں اور تابوت کی نشان دہی نہیں کی گئی حتیٰ کہ فجر طلوع ہونے والی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے یہ وعدہ کیا تھا کہ فجر طلوع ہوتے ہی وہ ان کو لے کر روانہ ہوں گے' پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ وہ طلوعِ فجر کو مؤخر کر دے' حتیٰ کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو تلاش کرنے سے فارغ ہو جائیں' سو اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا' اس کا ذکر بھی امام ابن اسحاق نے المبتداء میں یحییٰ بن عروہ از والد خود کی روایت سے کیا ہے۔

امام الضحاک نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ایسا واقعہ ہوا ہے:

امام حاکم نے حضرت اسماء بنت عمیس سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! بے شک تیرا بندہ علی تیرے نبی کی خدمت میں مصروف تھا تو اس کے اوپر سورج کو لوٹا دے! حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ پھر سورج پہاڑوں پر اور زمین پر طلوع ہو گیا' پھر حضرت علی نے اُٹھ کر وضوء کیا اور عصر کی نماز پڑھی' یہ واقعہ مقام صہباء میں ہوا تھا' اور امام طحاوی نے اس کا مشکل الآثار میں ذکر کیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ٣٩٠۔ ج ٢٤ ص ١٥٠' مشکل الآثار للطحاوی: ٣٨٥٠۔ ج ٤ ص ٢٦٨' مختصر تاریخ دمشق ج ١٧ ص ٣٠٨' سبل الہدیٰ والرشاد ج ٩ ص ٤٣٩۔ ٤٣٥)

علامہ عینی نے امام طحاوی سے نقل کیا ہے کہ ہر عالم کو حضرت اسماء بنت عمیس کی حدیث کو حفظ کر لینا چاہیے کیونکہ اس میں علامت نبوت کا بیان ہے اور علامہ ابن جوزی نے اس حدیث پر جو اعتراض کیا ہے' اس کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٥٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

سورج کو ٹھہرانے اور لوٹانے میں مسند احمد کی روایت سے تعارض کا جواب

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے بھی اس کے ثبوت میں احادیث کو ذکر کیا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی سورج کو ٹھہرایا گیا ہے جیسا کہ شام سے قافلہ آنے کی حدیث میں ہے اور آپ کے لیے سورج کو غروب ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر کے لیے لوٹایا بھی گیا ہے جیسا کہ حضرت اسماء بنت عمیس کی حدیث میں ہے' نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج کو کسی بشر کے لیے نہیں ٹھہرایا گیا سوائے حضرت یوشع بن نون کے' جن راتوں میں وہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ الحدیث (مسند احمد

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ج ۲ص ۳۲۵) اور یہ حدیث ان حدیثوں کے معارض ہے جن میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کو ٹھہرانے کا ثبوت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مسند احمد کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا سوائے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے' لہٰذا یہ حدیث ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کے ٹھہرانے کے خلاف نہیں ہے۔

علامہ ابن جوزی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج ٹھہرانے کی حدیث کو موضوعات میں درج کر کے خطاء کی ہے' اسی طرح ابن تیمیہ نے حضرت علی کے لیے سورج لوٹانے کی حدیث کو کتاب الرد علی الروافض میں موضوع قرار دیا ہے' سو یہ ابن تیمیہ کی خطاء ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۰۱' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

سابقہ امتوں اور اس امت کی قربانی کے مقبول ہونے کی کیفیت میں فرق

سابقہ امتوں میں مالِ غنیمت کو آسمانی آگ جلا دیتی تھی اور یہ ان کے جہاد کے مقبول ہونے کی علامت تھی' اسی طرح ان کی قربانی کے مقبول ہونے کی علامت یہ بھی تھی کہ ایک آسمانی آگ ان کی قربانی کو جلا دیتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کی وجہ سے ہم پر یہ فضل فرمایا کہ ہمارے لیے مالِ غنیمت کو بھی حلال کر دیا اور قربانی کو بھی حلال کر دیا اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

۹- بَابُ الْغَنِيْمَةِ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ — غنیمت کا وہی مستحق ہوگا جو موقع پر حاضر ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غنیمت کا مستحق وہی ہوگا جو دشمن سے مقابلہ کے وقت حاضر ہو' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا اور جو صحابہ حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ کشتی میں آئے تھے' ان کو خیبر کی غنیمتوں میں سے حصہ دیا اور یہ لوگ جنگ کے موقع پر حاضر نہیں تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں ان صحابہ کو مال کی شدید احتیاج تھی اور انصار نے ان کو اپنے کھجور کے درخت اور مویشی ان کی ضرورت کے تحت ان کو عطاء کیے تھے اور اس عطاء سے انصار کے احوال میں تنگی آ گئی تھی اور مہاجرین بھی مختلف کاموں میں مشغول تھے' پھر جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کو فتح کر دیا تو مہاجرین نے انصار کے عطیات واپس کر دیئے اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ غنیمت کی دل جوئی فرمائی' جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

۳۱۲۵- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْ لَا اٰخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً اِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ اَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے خبر دی از امام مالک از زید بن اسلم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مسلمانوں میں سے کوئی آخری شخص نہ ہوتا تو میں جس بستی کو بھی فتح کرتا اس کو وہاں کے رہنے والوں کے درمیان تقسیم کر دیتا' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غنیمت کو تقسیم کرنے کا ذکر ہے۔

مفتوحہ زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے آخری شخص نہ ہوتا' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر میں کسی شہر کو فتح کرنے کے بعد اس کا تمام مالِ غنیمت فاتحین کے درمیان تقسیم کر دیتا تو بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے کوئی چیز نہ بچتی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: جس طرح نبی ﷺ نے خیبر میں کیا تھا' اس کا معنی یہ ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کے تمام اموال مجاہدین میں تقسیم نہیں کیے تھے بلکہ مال کا ایک حصہ مجاہدین میں تقسیم کر دیا تھا اور مال کے دوسرے حصہ کو تقسیم نہیں کیا تھا اور اس کو وہیں کے لوگوں کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ زمین کو تقسیم نہ کرنے پر اس آیت سے استدلال کیا تھا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ. (الحشر:٧)

اللہ نے جو اموال بستیوں والوں سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے' سو وہ اللہ اور رسول کے لیے ہیں اور قرابت داروں کے لیے ہیں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں تاکہ وہ مال تمہارے مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ. (الحشر:١٠)

اور (اس مال میں ان کا بھی حق ہے) جو ان کے بعد (ہجرت کر کے) آئے' وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: اس آیت نے تمام لوگوں کا احاطہ کر لیا ہے اور جتنے بھی لوگ باقی تھے ان سب کو اس مال سے حصہ مل چکا ہے' حتیٰ کہ میرے بعد چرواہے کو بھی۔ ابوعبید نے کہا کہ حضرت علی اور حضرت معاذ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی طرح کہا ہے اور حضرت عمر نے کہا ہے کہ جو لوگ ان کے بعد آئیں گے' ان کو بھی اس زمین میں سے حصہ ملے گا۔

مفتوحہ زمینوں کو تقسیم کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

مفتوحہ زمین کے حکم کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ابوعبید نے کہا کہ مفتوحہ زمین کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور آثار صحابہ میں تین قسم کے احکام ہیں:

(١) جس زمین پر رہنے والے اس زمین پر اسلام قبول کر لیں تو وہ زمین ان کی ملکیت ہے اور یہ عشری زمین ہے' اس کے سوا اس میں اور کوئی حکم نہیں ہے۔

(٢) وہ زمین جس کو صلح سے فتح کیا گیا اور ان سے ایک معین خراج لینے پر صلح کی گئی تو ان سے جس معین خراج پر صلح کی گئی اس کے سوا ان سے اور کچھ وصول نہیں کیا جائے گا۔

(٣) جس زمین کو ان سے جنگ کر کے حاصل کیا گیا' اس زمین کے متعلق اہل اسلام کے حسب ذیل مسالک ہیں:

(ا) بعض فقہاء نے کہا: اس زمین سے جو مال حاصل کیا جائے گا اس کے پانچ حصے کیے جائیں گے' چار حصے تو فاتحین کے درمیان تقسیم کر دیئے جائیں گے اور پانچواں حصہ ان کو دیا جائے گا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے الانفال: ٤١ میں کیا ہے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے' اور جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کیا تو حضرت زبیر بن العوام نے اسی طرف اشارہ کیا تھا۔

(ب) ابوعبید نے کہا کہ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کا حکم سربراہ ملک کی صواب دید پر موقوف ہے' اگر وہ مناسب سمجھے تو ان اموال کو غنیمت قرار دے اور اس کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر کے خمس کو اپنے لیے رکھ لے' اور اگر مناسب سمجھے تو ان تمام اموال کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسلمانوں کے اوپر وقف کردے، جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوادِ عراق میں کیا تھا اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور ثوری کا قول ہے، جیسا کہ امام طحاوی نے اس کی حکایت کی ہے۔

(ج) امام مالک نے کہا ہے کہ سربراہ ملک اس مسئلہ میں اجتہاد کرے۔

(د) صاحب قنیہ نے کہا ہے کہ جو زمین جنگ سے فتح کی گئی ہو اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر عمل کرے کہ اس زمین کو مجاہدین پر تقسیم نہ کیا جائے اور اس کو اپنے حال پر برقرار رکھا جائے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے اس زمین کو تقسیم کرنے کے لیے بہت اصرار کیا تھا لیکن حضرت عمر نے ان کی رائے نہیں مانی، پھر حضرت عمر نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ان سے کافی کردے، پھر ایک سال گزر گیا اور ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۶۲-۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

١٠ - بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِلْمَغْنَمِ هَلْ يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ

جس نے مالِ غنیمت کے لیے قتال کیا، آیا اس کے اجر میں کمی کی جائے گی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے مالِ غنیمت کے حصول کے لیے قتال کیا، آیا اس کے اجر میں کچھ کمی کی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو بالکل اجر ہی نہیں ملے گا، چہ جائیکہ اس کے اجر میں سے کچھ کمی کی جائے کیونکہ مجاہد وہ ہے جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہے۔

٣١٢٦ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ اَعْرَابِيٌّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ وَيُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهٗ مَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو، انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ایک مرد مالِ غنیمت کے لیے قتال کرتا ہے اور ایک مرد اس لیے قتال کرتا ہے تاکہ اس کا ذکر کیا جائے اور ایک مرد اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ کی راہ میں اس کا مقام دکھائی دے؟ آپ نے فرمایا: جو اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا دین سربلند ہو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

کسی نیک عمل کی ابتداء میں اللہ کی رضاجوئی کی نیت ہو تو عمل کے بعد کسی وسوسہ سے اس کے اخلاص میں فرق نہیں پڑتا

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ جس نے ابتداء میں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرنے کی نیت کی تھی، پھر بعد میں اس نے کچھ اور نیت کر لی تو وہ اللہ کی راہ میں ہی شمار کیا جائے گا اور ہم پہلے اس حدیث کی شرح میں لکھ چکے ہیں کہ "اعمال کا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مدار نیات پر ہے'' کہ جس کے عمل کی ابتداء اللہ کے لیے ہو' پھر اگر بعد میں اس کے دل میں اور خیال آ جائیں تو اس سے اس کے اخلاص میں ضرر نہیں ہوگا' مثلاً اس کے دل میں اس عمل کے سنانے اور دکھانے کا خیال آ جائے اور وہ اپنا عمل کسی کو سنائے یا شیطان کوئی اور وسوسہ ڈالے اور اس کو اس سے خوشی ہو کہ لوگ اس کے اس نیک عمل پر مطلع ہوں اور وہ اس سے خوش ہو تو اس سے اس کے اخلاص میں کوئی ضرر نہیں ہوگا' اس کے اخلاص میں اس سے ضرر ہوگا کہ وہ ابتداء میں اللہ کی رضاء جوئی کے علاوہ کوئی اور نیت کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۱ - بَابُ قِسْمَةِ الْإِمَامِ مَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ وَيَخْبَأُ لِمَنْ لَّمْ يَحْضُرْهُ اَوْ يَغِيبَ عَنْهُ

جولوگ سربراہ کے پاس پہلے آ جائیں تو ان کو وہ تقسیم کر دے اور جو اس وقت حاضر نہ ہوں ان کے لیے چھپا کر رکھ لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سربراہ کے پاس جو مشرکین کے ہدیے آتے ہیں وہ ان کو حاضرین میں تقسیم کر دے' اور جو اصحاب اس وقت حاضر نہ ہوں' ان کے لیے ان ہدیوں کو چھپا کر رکھ لے۔

۳۱۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُهْدِيَتْ لَهُ اَقْبِيَةٌ مِّنْ دِيْبَاجٍ مُّزَرَّرَةٌ بِالذَّهَبِ فَقَسَمَهَا فِيْ اُنَاسٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ وَعَزَلَ مِنْهَا وَاحِدًا لِّمَخْرَمَةَ بْنِ نَوْفَلٍ فَجَاءَ وَمَعَهُ ابْنُهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ ادْعُهُ لِيْ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ فَاَخَذَ قَبَاءً فَتَلَقَّاهُ بِهٖ فَاسْتَقْبَلَهُ بِاَزْرَارِهٖ فَقَالَ يَا اَبَا الْمِسْوَرِ خَبَاْتُ هٰذَا لَكَ وَكَانَ فِيْ خُلُقِهٖ شِدَّةٌ وَّرَوَاهُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ وَقَالَ حَاتِمُ ابْنُ وَرْدَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ قَالَ قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبِيَةٌ تَابَعَهُ اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از عبداللہ بن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہدیے میں کچھ ریشم کی قبائیں (شیروانیاں) آئیں جن میں سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے' آپ نے وہ شیروانیاں اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیں اور ان میں سے ایک شیروانی حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے لیے الگ رکھ دی' پس حضرت مخرمہ اپنے بیٹے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ آئے' پس وہ دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے لیے بلاؤ' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آواز سن لی' پس آپ نے ایک قباء اُٹھائی اور اس کو لے کر حضرت مخرمہ سے ملے اور اس کے بٹن ان کے سامنے کر دیئے' پس فرمایا: اے ابوالمسور! میں نے یہ قباء تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی اور حضرت مخرمہ کے مزاج میں شدت تھی۔ اس حدیث کی ابن علیہ نے ایوب سے روایت کی ہے اور حاتم بن وردان نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از المسور' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبائیں آئی تھیں۔ اس حدیث میں لیث نے ایوب کی متابعت کی ہے از ابن ابی ملیکہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۹ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور کی شرح بیان کی جارہی ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مشرکین کے ہدیوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصرف اور آپ کے اخلاقِ حسنہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

مشرکین کے جو ہدیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کیے جاتے تھے آپ کے لیے ان کو لینا حلال تھا' کیونکہ یہ ہدیے اس مالِ فئے میں ہیں جو آپ کو کفار سے قتال کے بغیر حاصل ہوئے تھے اور ان اموال میں دوسرے مسلمانوں کا حق نہیں تھا' اور آپ کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ ان ہدیوں میں سے جس کو جتنا چاہیں عطاء کر دیں' اور جس کو چاہیں ان ہدیوں میں سے نہ عطاء کریں' جیسا کہ اموالِ فئے میں کیا جاتا ہے' اسی وجہ سے آپ نے حضرت مخرمہ کے لیے ایک قباء چھپا کر رکھ لی' اور آپ کے بعد جو خلفاء تھے ان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ مشرکین کی طرف سے ان کے پاس جو ہدیے آئیں وہ ان کو صرف اپنی ملکیت میں رکھ لیں اور دوسرے مسلمانوں کو ان میں سے نہ دیں کیونکہ ان کو وہ ہدیے مسلمانوں کے امیر ہونے کی وجہ سے پیش کیے گئے تھے۔

نیز اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور آپ کے اخلاقِ کریمانہ کا پتا چلتا ہے کیونکہ آپ نے حضرت مخرمہ کے لیے اس قباء کو چھپا کر رکھا اور چونکہ وہ تیز مزاج تھے' اس لیے آپ نے ان سے بہت نرمی سے گفتگو فرمائی اور ان کو یہ بتایا کہ ان کی غیر حاضری میں بھی آپ نے ان کا خیال رکھا تھا اور آپ نے ان کی کنیت رکھی اور ان کو ابوالمسور سے خطاب کیا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۹۴۔۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۲ - بَابُ كَيْفَ قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ وَمَا أَعْطٰى مِنْ ذٰلِكَ فِي نَوَائِبِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوقریظہ اور بنوالنضیر (کے اموال) کی کس طرح تقسیم کی اور اپنی ضرورتوں میں کس طرح خرچ کیا؟

بنوقریظہ اور بنونضیر یہود کے دو قبیلے تھے اور اس باب میں ان کے درمیان تقسیم کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچانک جو ضرورتیں پیش آتی تھیں' آپ ان میں کس طرح خرچ کرتے تھے۔

۳۱۲۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حِيْنَ افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھجور کے درخت (ہدیۃً) پیش کرتے تھے' پھر جب آپ نے بنوقریظہ اور بنونضیر پر فتح حاصل کی تو آپ نے ان کے درخت واپس کر دیئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۳۰ میں گزر چکی ہے۔

اموالِ بنونضیر اور اموالِ بنوقریظہ کی تقسیم کی تفصیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو ذکر ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھجور کے درخت پیش کرتے تھے' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کو یہ درخت بہ طور ہدیہ دیتے تھے نہ کہ بہ طور صدقہ' کیونکہ صدقہ آپ پر حرام تھا' اور رہے باقی مہاجرین تو ان میں سے ہر مہاجر کسی انصار کے پاس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رہتا تھا اور انصار اس کی ہم دردی اور غم گساری کرتے تھے' اور انہوں نے اپنے اموال تقسیم کر کے مہاجرین کو دے دیئے اور جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتوح حاصل نہیں ہوئیں' اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتوحات کے ذریعہ خمس اور اموالِ فئے عطاء کر دیئے تو آپ نے ان کے درخت واپس کر دیئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کے ان اموال میں سے کچھ مال اپنی ضروریات کے لیے رکھ لیا اور ان میں سے اکثر حصہ مہاجرین کو عطاء فرما دیا نہ کہ انصار کو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں بنو نضیر کے اموال تمہارے اور مہاجرین دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں اور تم نے جو اپنے درختوں کے پھلوں کے ساتھ مہاجرین کی غم گساری کی ہے تم اس پر قائم رہو' اور اگر تم چاہو تو میں یہ اموال صرف مہاجرین کو دے دوں اور تم نے جو مہاجرین کو اپنے درختوں کے پھل دیئے تھے وہ تم کو واپس کر دوں' انصار نے کہا: بلکہ آپ ان اموال سے صرف مہاجرین کو عطاء کریں اور ہم نے مہاجرین کی غم گساری کے لیے ان کو جو کچھ دیا تھا ہم اس پر برقرار رہیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اموال سے صرف مہاجرین کو عطاء کیا' پھر مہاجرین اس عطیہ سے غنی ہو گئے اور انصار کو ان کے دیئے ہوئے عطیات واپس مل گئے اور وہ اس سے غنی ہو گئے۔

رہے بنو قریظہ تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا اور کفار کی جماعتوں کے ساتھ مل کر مدینہ کا محاصرہ کیا' پھر اللہ تعالیٰ نے ایسی زبردست آندھی بھیجی کہ ان سب کی ہوا اُکھڑ گئی' کفار اپنے گھروں کو واپس مکہ میں بھاگ گئے اور بنو قریظہ اپنے قلعوں میں لوٹ گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے بنو قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کیا اور وہ لوگ حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر اپنے قلعوں سے اتر آئے اور حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ کے مطابق بنو قریظہ کے چار سو جنگ جوؤں کو قتل کر دیا گیا اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۹۵-۲۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

۱۳ - بَابُ بَرَكَةِ الْغَازِىْ فِىْ مَالِهٖ حَيًّا وَّمَيِّتًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُلَاةِ الْأَمْرِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دوسرے حکمرانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کے مال کی برکت خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت شدہ

اس باب میں غازی کے مال کی برکت بیان کی گئی ہے' برکت کا لفظ ''بَرَكَ الْبَعِير'' سے ماخوذ ہے' یہ الفاظ اس وقت کہتے ہیں جب اونٹ بیٹھ جائے' کسی چیز کے زیادہ ہونے اور بڑھنے کو بھی برکت کہتے ہیں'' تَبَرَّكَ بِهٖ'' کا معنی ہے: اس نے کسی چیز سے برکت حاصل کی۔

۳۱۲۹ - حَدَّثَنِىْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِىْ اُسَامَةَ اَحَدَّثَكُمْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِىْ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقَالَ يَا بُنَىَّ اِنَّهٗ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ اِلَّا ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُوْمٌ وَّاِنِّىْ لَا اُرَانِىْ اِلَّا سَاُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُوْمًا وَّاِنَّ مِنْ اَكْبَرِ هَمِّىْ لَدَيْنِىْ اَفَتُرٰى يُبْقِىْ دَيْنُنَا مِنْ مَّالِنَا شَيْئًا فَقَالَ يَا بُنَىَّ بِعْ مَالَنَا فَاقْضِ دَيْنِىْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو اسامہ سے کہا: کیا تم کو ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ جمل کے دن حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا' پس میں ان کے پہلو کی طرف کھڑا ہوا تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! آج کے دن صرف وہی قتل کیا جائے گا جو ظالم ہو گا یا مظلوم ہو گا' اور بے شک

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَاَوْصٰی بِالثُّلُثِ وَثُلُثِهٖ لِبَنِیْهِ یَعْنِیْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ یَقُوْلُ ثُلُثُ الثُّلُثِ فَاِنْ فَضَلَ مِنْ مَّالِنَا فَضْلٌ بَعْدَ قَضَاءِ الدَّیْنِ شَیْءٌ فَثُلُثُهٗ لِوَلَدِكَ قَالَ هِشَامٌ وَّكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللّٰهِ قَدْ وَازٰی بَعْضَ بَنِی الزُّبَیْرِ خُبَیْبٌ وَّعَبَّادٌ وَّلَهٗ یَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِیْنَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَجَعَلَ یُوْصِیْنِیْ بِدَیْنِهٖ وَیَقُوْلُ یَا بُنَیَّ اِنْ عَجَزْتَ عَنْهُ فِیْ شَیْءٍ فَاسْتَعِنْ عَلَیْهِ مَوْلَایَ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا دَرَیْتُ مَا اَرَادَ حَتّٰی قُلْتُ یَا اَبَةِ مَنْ مَّوْلَاكَ قَالَ اَللّٰهُ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا وَقَعْتُ فِیْ كُرْبَةٍ مِّنْ دَیْنِهٖ اِلَّا قُلْتُ یَا مَوْلَی الزُّبَیْرِ اِقْضِ عَنْهُ دَیْنَهٗ فَیَقْضِیْهِ فَقُتِلَ الزُّبَیْرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَلَمْ یَدَعْ دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِلَّا اَرَضِیْنَ مِنْهَا الْغَابَةُ وَاِحْدٰی عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِیْنَةِ وَدَارَیْنِ بِالْبَصْرَةِ وَدَارًا بِالْكُوْفَةِ وَدَارًا بِمِصْرَ قَالَ وَاِنَّمَا كَانَ دَیْنُهُ الَّذِیْ عَلَیْهِ اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ یَاْتِیْهِ بِالْمَالِ فَیَسْتَوْدِعُهٗ اِیَّاهُ فَیَقُوْلُ الزُّبَیْرُ لَا وَلٰكِنَّهٗ سَلَفٌ فَاِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْهِ الضَّیْعَةَ وَمَا وَلِیَ اِمَارَةً قَطُّ وَلَا جِبَایَةَ خَرَاجٍ وَلَا شَیْئًا اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ فِیْ غَزْوَةٍ مَّعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ مَعَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ فَحَسِبْتُ مَا عَلَیْهِ مِنَ الدَّیْنِ فَوَجَدْتُهٗ اَلْفَیْ اَلْفٍ وَّمِائَتَیْ اَلْفٍ قَالَ فَلَقِیَ حَكِیْمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ فَقَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ كَمْ عَلٰی اَخِیْ مِنَ الدَّیْنِ فَكَتَمَهٗ فَقَالَ مِائَةُ اَلْفٍ فَقَالَ حَكِیْمٌ وَاللّٰهِ مَا اُرٰی اَمْوَالَكُمْ تَسَعُ لِهٰذِهٖ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَفَرَاَیْتَكَ اِنْ كَانَتْ اَلْفَیْ اَلْفٍ وَّمِائَتَیْ اَلْفٍ قَالَ مَا اُرَاكُمْ تُطِیْقُوْنَ هٰذَا فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ فَاسْتَعِیْنُوْا بِیْ قَالَ وَكَانَ الزُّبَیْرُ اشْتَرَی الْغَابَةَ بِسَبْعِیْنَ وَمِائَةِ اَلْفٍ فَبَاعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَّسِتِّ مِائَةِ اَلْفٍ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ

مجھے صرف یہ گمان ہے کہ میں مظلوماً قتل کیا جاؤں گا اور مجھے سب سے بڑی پریشانی اپنے قرض کے متعلق ہے' کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہمارے مال سے کچھ قرض بچ جائے گا! پس انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! میرا سب مال فروخت کر دو پھر میرا قرض ادا کر دو' اور انہوں نے ایک تہائی مال کی وصیت کی اور (اس کے) ایک تہائی کی اپنے بیٹوں کے لیے یعنی حضرت عبداللہ بن الزبیر کے بیٹوں کے لیے' وہ کہہ رہے تھے کہ تہائی کا تیسرا ان کو دینا (حضرت الزبیر کے پوتوں کو)' پھر اگر قرض ادا کرنے کے بعد ہمارا کچھ مال بچ جائے تو اس کا ایک تہائی تمہارے بیٹوں کے لیے ہے' اور ہشام نے کہا: حضرت عبداللہ کے بعض بیٹوں کا حصہ حضرت الزبیر کے بعض بیٹوں کے برابر تھا یعنی خبیب اور عباد کے اور اس دن ان کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں' حضرت عبداللہ نے کہا: پھر حضرت الزبیر مجھے اپنے قرض کے متعلق وصیت کرتے رہے اور وہ کہہ رہے تھے: اے بیٹے! اگر تم قرض کی کچھ ادائیگی میں عاجز ہو جاؤ تو میرے مولیٰ (اللہ تعالیٰ) سے مدد طلب کرنا' حضرت عبداللہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھا کہ ان کا کیا ارادہ تھا' حتیٰ کہ میں نے پوچھا: اے ابا جان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ! حضرت عبداللہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں جب بھی اس قرض کی ادائیگی میں کسی مشکل میں پڑا تو میں نے کہا: اے زبیر کے مولیٰ! زبیر کی طرف سے ان کے قرض کو ادا کر دے' تو اللہ اس قرض کو ادا کر دیتا' پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور انہوں نے کوئی دینار چھوڑا تھا نہ درہم' مگر زمینیں چھوڑی تھیں' ان میں سے ایک غابہ میں تھی اور مدینہ میں گیارہ گھر چھوڑے تھے اور بصرہ میں دو گھر چھوڑے تھے اور ایک گھر کوفہ میں چھوڑا تھا اور ایک گھر مصر میں چھوڑا تھا' اور ان پر جو قرض ہوا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ کوئی مرد ان کے پاس امانت رکھوانے کے لیے مال لاتا تو حضرت زبیر اس سے کہتے کہ نہیں! یہ امانت نہیں ہے یہ قرض ہے' کیونکہ مجھے اس رقم کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور میں کسی جگہ کا امیر نہیں ہوں اور نہ میں خراج وصول کرنے کا افسر ہوں اور نہ میرے پاس اور کوئی چیز ہے' سوا اس کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ حَقٌّ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ فَأَتَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ اَرْبَعُ مِائَةِ اَلْفٍ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ اِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا قَالَ فَاِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوْهَا فِيْمَا تُؤَخِّرُوْنَ اِنْ اَخَّرْتُمْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا قَالَ قَالَ فَاقْطَعُوْا لِيْ قِطْعَةً فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَكَ مِنْ هٰهُنَا اِلٰى هٰهُنَا قَالَ فَبَاعَ مِنْهَا فَقَضٰى دَيْنَهُ فَاَوْفَاهُ وَبَقِيَ مِنْهَا اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَّنِصْفٌ فَقَدِمَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ؟ قَالَ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةُ اَلْفٍ قَالَ كَمْ بَقِيَ قَالَ اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَّنِصْفٌ قَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَدْ اَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ اَلْفٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَدْ اَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ اَلْفٍ وَّقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ قَدْ اَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ اَلْفٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ كَمْ بَقِيَ فَقَالَ سَهْمٌ وَّنِصْفٌ قَالَ اَخَذْتُهُ بِخَمْسِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفٍ قَالَ وَبَاعَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيْبَهُ مِنْ مُّعَاوِيَةَ بِسِتِّ مِائَةِ اَلْفٍ فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ اَقْسِمْ بَيْنَنَا مِيْرَاثَنَا قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى اُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ اَرْبَعَ سِنِيْنَ اَلَا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَلْنَقْضِهِ قَالَ فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُّنَادِيْ بِالْمَوْسِمِ فَلَمَّا مَضٰى اَرْبَعُ سِنِيْنَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ قَالَ فَكَانَ لِلزُّبَيْرِ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ وَرَفَعَ الثُّلُثَ فَاَصَابَ كُلَّ امْرَاَةٍ اَلْفُ اَلْفٍ وَّمِائَتَا اَلْفٍ فَجَمِيْعُ مَالِهِ خَمْسُوْنَ اَلْفَ اَلْفٍ وَّمِائَتَا اَلْفٍ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد میں مشغول رہا ہوں' حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا: میں نے ان کے قرض کا حساب کیا تو وہ بائیس لاکھ (۲٬۲۰۰٬۰۰۰) تھا' راوی نے کہا: پھر حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی' پس کہا: اے میرے بھتیجے! میرے بھائی کے اوپر کتنا قرض ہے؟ پس میں نے اصل قرض کو چھپا کر کہا: ایک لاکھ ہے' پس حضرت حکیم نے کہا: اللہ کی قسم! میں تمہارے اموال میں اس قرض کی ادائیگی کی صلاحیت نہیں پاتا' پھر ان سے حضرت عبداللہ نے کہا: یہ بتائیں کہ اگر وہ قرض بائیس لاکھ ہوتو؟ حضرت حکیم نے کہا: میرا گمان ہے کہ تم اس کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' پس اگر تم اس قرض میں سے کچھ ادا نہ کرسکو تو مجھ سے مدد طلب کر لینا' حضرت عبداللہ نے بتایا کہ حضرت زبیر نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی' پس اس زمین کو عبداللہ نے ایک کروڑ چھ لاکھ میں فروخت کر دیا' پھر وہ کھڑے ہوئے تو کہا: جس کا حضرت زبیر پر کوئی حق ہو تو وہ ہمارے پاس آ کر غابہ میں لے لے' پس ان کے پاس عبداللہ بن جعفر آئے۔ پس وہ زمین ان سے حضرت عبداللہ بن جعفر نے خرید لی اور انہوں نے حضرت زبیر سے چار لاکھ روپے لینے تھے' پس انہوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں یہ رقم آپ پر چھوڑ سکتا ہوں' حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا: نہیں! حضرت عبداللہ بن جعفر نے کہا: اگر آپ اس رقم کی ادائیگی جتنا مؤخر کرنا چاہیں میں اتنی تاخیر کر دیتا ہوں' تو حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا: نہیں! حضرت عبداللہ بن جعفر نے کہا: پھر آپ میرے لیے زمین کا ایک قطعہ مقرر کر دیں' تو حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا: آپ کے لیے یہاں سے یہاں تک کی زمین ہے' راوی نے کہا: حضرت ابن الزبیر نے غابہ کی زمینوں میں سے کچھ کو فروخت کیا' پس اس سے اپنا قرض ادا کر دیا اور پورا قرض ادا کر دیا اور غابہ کی زمینوں میں سے ابھی ساڑھے چار حصے باقی بچ گئے تھے' پس وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اور ان کے پاس عمرو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بن عثمان' المنذر بن الزبیر اور ابن زمعۃ بیٹھے ہوئے تھے تو ان سے حضرت معاویہ نے پوچھا کہ غابہ کی زمین کی کتنی قیمت لگائی گئی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہر حصہ ایک لاکھ کا ہے' تو حضرت معاویہ نے پوچھا کہ اب کتنا باقی ہے؟ پس حضرت ابن الزبیر نے کہا: چار حصے اور نصف باقی ہے' پس المنذر بن الزبیر نے کہا: ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لے لیا' عمرو بن عثمان نے کہا: ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لیا' اور ابن زمعۃ نے کہا: ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لے لیا' حضرت معاویہ نے پوچھا: اب کتنا حصہ بچا ہے؟ حضرت ابن الزبیر نے کہا: ایک حصہ اور نصف' حضرت معاویہ نے کہا: اس کو ایک لاکھ اور پچاس ہزار کا میں نے لے لیا' راوی نے کہا: اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ حضرت معاویہ کو چھ لاکھ میں فروخت کر دیا' پھر جب حضرت ابن الزبیر اپنے قرض کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابن الزبیر کے بیٹوں نے کہا: اب ہمارے درمیان ہماری میراث کو تقسیم کیجئے' حضرت ابن الزبیر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں تمہارے درمیان میراث کو تقسیم نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں چار سال حج کے موسم میں یہ اعلان کر دوں کہ جس کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر کوئی قرض ہے وہ ہمارے پاس آئے ہم اس کا قرض ادا کر دیں گے' پھر حضرت ابن الزبیر ہر سال حج کے موسم میں اعلان کرتے رہے' پھر جب چار سال گزر گئے تو پھر انہوں نے حضرت زبیر کے بیٹوں کے درمیان میراث کو تقسیم کیا' پس حضرت زبیر کی چار بیویاں تھیں اور انہوں نے (وصیت کا) ایک تہائی مال الگ کر لیا تو ہر ہر بیوی کو بارہ لاکھ مل گئے اور حضرت زبیر کی کل جائیداد پانچ کروڑ دو لاکھ کی ہوئی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن ابراہیم بن مخلد' یہ ابن راھویہ الحنظلی المروزی کے نام سے معروف ہیں (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامہ اللیثی (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) عروہ بن الزبیر (۵) عبداللہ بن الزبیر (۶) حضرت الزبیر بن العوام' یہ ان دس اصحاب میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری ہیں اور آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے ہیں' یہ غزوۂ بدر میں اور اس کے بعد تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں' انہوں نے دو ہجرتیں کیں اور سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تلوار نکالی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۶۶-۶۵)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں حکمرانوں کے ساتھ جہاد کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد کیا' اور اس قصہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جہاد کی برکت اپنی زندگی میں اور اپنی وفات کے بعد حاصل ہوئی۔

جنگ جمل کا قصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ روانہ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سانحہ جمل ۳۶ھ میں ہوا ہے' اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت ۳۵ھ میں ہوئی ہے' اس وقت حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا مکہ میں تھیں' اسی طرح باقی امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے بھی ۳۵ھ کو حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں چلی گئی تھیں تا کہ باغیوں کے فتنہ سے محفوظ رہیں' اور جب مکہ مکرمہ میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں شہید کر دیا گیا ہے تو انہوں نے مکہ میں ہی قیام رکھا' پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی اور وہ سب سے زیادہ بیعت کے مستحق تھے' اور اس میں حضرت علی کا اختیار نہیں تھا کہ ان کی بیعت کرنے والے وہ لوگ تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والوں کے سردار تھے' بنوامیہ اور ان کے ساتھ جو دیگر لوگ تھے وہ بھی بھاگ کر مکہ مکرمہ چلے گئے تھے' حضرت طلحہ اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ بہت لوگ مکہ مکرمہ چلے گئے تھے' حضرت یعلیٰ بن امیہ' اور ان کے پاس ساٹھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹ تھے' وہ بھی مکہ چلے گئے تھے' بنوامیہ وادیٔ ابطح میں جمع ہو گئے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرنے کے لیے کھڑی ہوئیں اور ان تمام لوگوں نے آپ کی موافقت کی اور یہ سب بصرہ کی طرف روانہ ہوئے' حضرت عائشہ کو عسکر نامی اونٹ کے ہودج میں بٹھایا گیا' یہ سب بصرہ کی طرف سفر کر رہے تھے۔ حَوءب نامی ایک جگہ پر پانی تھا' وہ جگہ بصرہ کے قریب تھی' اس جگہ پر کتے بھونکنے لگے' ان لوگوں نے پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے؟ تو کسی نے جواب دیا: یہ حَوءب کا پانی ہے' جب حضرت عائشہ نے یہ سنا تو انہوں نے اپنے اونٹ کو بٹھا لیا اور بلند آواز سے فرمایا: اللہ کی قسم! میں حوءب والی ہو جاؤں گی' مجھے واپس لے چلو' مجھے واپس لے چلو' پھر لوگوں نے بھی اپنے اپنے اونٹ حضرت عائشہ کے اونٹ کے پاس بٹھا دیئے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت آگے جانے سے انکار فرما رہی تھیں' اور اسی دوران حضرت عبداللہ بن الزبیر نجات' نجات کا نعرہ لگاتے ہوئے آئے' انہوں نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تم لوگوں کا پیچھا کرتے ہوئے آ رہے ہیں' پھر وہ لوگ بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حَوءب کے کتوں کے بھونکنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت بنو عامر کے پانی پر پہنچیں تو کتے بھونکنے لگے' حضرت عائشہ نے پوچھا کہ یہ پانی کس جگہ پر ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حوءب کا پانی ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا: اب میں صرف یہ سوچ رہی ہوں کہ میں واپس جاؤں' آپ کے بعض ہمراہیوں نے کہا: بلکہ آپ آگے بڑھیں' کیونکہ مسلمان آپ کو دیکھیں گے تو اللہ ان کے درمیان صلح کرا دے گا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا تھا: اس وقت تم میں سے کسی ایک کا کیا حال ہوگا جب حَوءب کے کتے اس پر بھونکیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۲۶۰۔۲۵۹' مسند البزار: ۳۲۷۵' مسند ابویعلیٰ: ۴۸۶۸' صحیح ابن حبان: ۶۷۳۲' الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۶۲۷' المستدرک ج ۳ ص ۱۲۰' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۴۱۱۔۴۱۰' مسند احمد ج ۶ ص ۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد' امام ابویعلیٰ اور امام بزار نے روایت کیا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے اور امام احمد کی سند کے رجال' حدیث صحیح کے رجال ہیں' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۳۴' دار الکتب العربی' بیروت)

جنگ جمل کا قصہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اصحابِ جمل پر فتح پانا اور حضرت عائشہ کو احترام کے ساتھ مکہ روانہ کرنا

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو وہ ۳۶ھ ربیع الثانی کے آخر میں مدینہ سے نکلے' ان کے ساتھ نو سو جنگجو تھے' ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت علی کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عائشہ' حضرت طلحہ اور حضرت الزبیر بصرہ کی طرف چلے گئے ہیں تو حضرت علی ان کے پیچھے روانہ ہوئے' ان کے ساتھ چار ہزار اہل مدینہ تھے اور ان میں چار سو وہ صحابہ تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی اور آٹھ سو انصار تھے اور ان کا جھنڈا ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ کے پاس تھا' دائیں جانب حضرت حسن تھے اور بائیں جانب حضرت حسین تھے' گھوڑے سواروں کے امیر حضرت عمار بن یاسر تھے اور پیادوں کے امیر محمد بن ابی بکر الصدیق تھے اور مقدمۃ الجیش میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم تھے۔

پھر یہ سب عبید اللہ بن زیاد کے محل کے پاس جمع ہو گئے' حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیس ہزار افواج تھیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے جن کے ساتھ تیس ہزار لوگ تھے' پھر انہوں نے صف بندی کی اور جنگ شروع ہو گئی' حضرت الزبیر اور حضرت عمار بالمقابل ہوئے' حضرت عمار نے حضرت الزبیر پر نیزہ سے حملہ کیا' حضرت الزبیر نے اس کا دفاع کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا تھا کہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا' بہت لوگ قتل کر دیئے گئے اور حضرت الزبیر قتال سے واپس آ گئے۔

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ اونٹ کی مہار کعب بن مسور کے ہاتھ میں تھی اور اونٹ کی مہار وہی شخص ہاتھ میں پکڑتا تھا اور جس شخص نے بھی اونٹ کی مہار اپنے ہاتھ میں پکڑی' اس کو قتل کر دیا گیا۔ بنو ضبہ اونٹ کے گرد جمع ہو گئے اور اس اونٹ کے گرد ایسی زبردست لڑائی ہوئی جس کی مثل نہیں سنی گئی' اس اونٹ کے گرد ایک ہزار ہاتھ کاٹ دیئے گئے اور ایک ہزار مسلمان قتل کر دیئے گئے اور جنگ کا پانسہ پلٹتا رہا' کبھی اہل بصرہ غالب آ جاتے اور کبھی اہل کوفہ' بالآخر مجیر بن ولجہ کوفی نے اونٹ کی تین ٹانگوں کو کاٹ ڈالا' اونٹ بیٹھ گیا اور ھودج زمین پر گر پڑا' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آپ کو سلام کیا' حضرت ام المؤمنین نے ان کے سلام کا جواب دیا' حضرت علی نے کہا: اللہ آپ کی مغفرت فرمائے! حضرت ام المؤمنین نے کہا: اللہ آپ کی بھی مغفرت فرمائے! اور اونٹ کے گرد جو مسلمان تھے وہ شکست کھا گئے' حضرت علی نے حکم دیا کہ مقتولین کے درمیان سے ھودج کو اٹھایا جائے اور محمد بن ابی بکر اور حضرت عمار بن یاسر کو حکم دیا کہ وہ حضرت ام المؤمنین کے لیے خیمہ لگائیں' رات کے آخری حصہ میں محمد بن ابی بکر' حضرت عائشہ کو بصرہ میں لے کر گئے اور ان کو عبداللہ بن خلف الخزاعی کے گھر میں ٹھہرایا' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ روئیں اور کہا: کاش! میں یہ دن دیکھنے سے بیس سال پہلے مر جاتی' امراء اور اعیانِ سلطنت آپ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہو رہے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ تین دن کوفہ میں ٹھہرے اور آپ نے دونوں فریقوں کے مقتولین کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

ابن الکلبی نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کے اصحاب میں سے آٹھ ہزار افراد شہید کر دیئے گئے اور حضرت علی کے اصحاب میں سے ایک ہزار افراد شہید کیے گئے اور ایک قول یہ ہے کہ اہل بصرہ میں دس ہزار افراد قتل کیے گئے اور اہل کوفہ میں سے پانچ ہزار افراد قتل کر دیئے گئے اور مقتولین میں سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھی تھے' جو ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں آئے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہایت عزت اور احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ ان کے لیے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور مشہور جگہ ہے' یاقوت نے کہا ہے کہ غابہ شام کی سمت پر مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اور یہاں پر یہی جگہ مراد ہے' ویسے بحرین کی ایک بستی کا نام بھی غابہ ہے' بصرہ کے آخر میں یمامہ کی جانب ایک جگہ کا نام بھی غابہ ہے۔

مجاہد کے لیے دورانِ جنگ وصیت کرنے کا استحباب' پوتوں کے لیے وصیت کرنے کا جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص جنگ میں مشغول ہو' اس کو وصیت کرنی چاہیے کیونکہ جنگ میں موت کا خطرہ ہوتا ہے۔

اس حدیث سے پتا چلا کہ وصی کے لیے ترکہ کی تقسیم کو مؤخر کرنا جائز ہے حتیٰ کہ میت کے تمام قرض ادا ہو جائیں اور تہائی مال سے اس کی وصیت نافذ کر دی جائے اور حضرت ابن الزبیر نے ایسا ہی کیا تھا۔

حضرت الزبیر نے اپنے پوتوں کے لیے وصیت کی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ جب پوتوں کے وارث ہونے سے کوئی مانع ہو تو ان کے لیے وصیت کرنا جائز ہے۔

حضرت الزبیر نے کہا: اگر تم کو قرض ادا کرنے میں کوئی مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا' لفظ مولیٰ کے متعدد معانی ہیں' یعنی مالک' غلام' دوست اور محب وغیرہ' اس لیے حضرت ابن الزبیر نے پوچھا: مولیٰ سے آپ کی کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے بیان کیا کہ مولیٰ سے مراد اللہ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت زبیر کا ایمان بہت قوی تھا اور ان کو ایسے پر خطر حالات میں بھی اللہ تعالیٰ پر قوی اعتماد تھا' وہ پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے اور اس کے حکم پر راضی تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابن الزبیر کو اپنے اوپر کامل اعتماد تھا' اسی وجہ سے جب حضرت حکیم بن حزام نے ان کو قرض کی ادائیگی میں مدد کی پیش کش کی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا' اور اس سے حضرت حکیم بن حزام کی سخاوت اور دریا دلی کا بھی پتہ چلا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۴ - بَابُ اِذَا بَعَثَ الْاِمَامُ رَسُوْلًا فِیْ حَاجَةٍ اَوْ اَمَرَهٗ بِالْمُقَامِ هَلْ يُسْهَمُ لَهٗ

جب سربراہ کسی شخص کو کسی کام سے بھیجے یا اس کو کسی جگہ ٹھہرنے کا حکم دے تو کیا اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا؟

امام بخاری نے یہ نہیں بیان کیا کہ اس صورت میں اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا یا نہیں؟ کیونکہ اس صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

۳۱۳۰ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَوْهَبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّمَا تَغَيَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهٗ كَانَتْ تَحْتَهٗ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۹۸-۳۷۰۴-۴۰۶۶-۴۵۱۳-۴۶۵۰-۴۶۵۱-۷۰۹۵] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن موہب نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر سے غیر حاضر تھے کیونکہ ان کے عقد نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں اور وہ بیمار تھیں تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے لیے اس مرد کا اجر ہوگا جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوا اور اس کا (مالِ غنیمت سے) حصہ ہوگا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امیر مسلمین کی اطاعت میں میدانِ جہاد سے غیر حاضر شخص کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالنے میں ---

مذاہبِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص کسی جہاد میں حاضر نہ ہو تو اس کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کو امام کسی کام سے بھیجے حتیٰ کہ امام غنیمت کو تقسیم کرے تو اس کا حصہ نکالا جائے گا' اور انہوں نے حضرت ابن عمر کی اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

اہل سیرت نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعید بن زید کو کسی کام سے بھیجا اور حضرت طلحہ کو کسی جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا اور آپ نے ان دونوں کا (مالِ غنیمت سے) حصہ نکالا اور آپ نے ان دونوں سے فرمایا: تم کو اسی کا حصہ ملے گا جو میدانِ جہاد میں حاضر ہو۔

امام مالک' سفیان ثوری' لیث' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ مالِ غنیمت سے اُسی شخص کو حصہ ملے گا جو قتال پر حاضر ہو' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی یہی حکم دیا تھا اور کوفہ میں اپنے عاملین کی طرف بھی یہی حکم روانہ کیا تھا' ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ خیبر میں تھے اور مسلمانوں نے خیبر کو فتح کر لیا تھا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مالِ غنیمت سے میرا حصہ بھی نکالئے! تو سعید بن العاص کے ایک بیٹے نے کہا: یارسول اللہ! اس کا حصہ نہ لگائیں' تو حضرت ابوہریرہ نے کہا: یہ شخص تو ابنِ قوقل کا قاتل ہے' سعید بن العاص کے بیٹے (ابان) نے کہا: کتنا تعجب ہے کہ یہ بلی جیسا جانور پہاڑ کی چوٹی سے بکریاں چراتے چراتے یہاں تک آ گیا اور مجھ پر ایک مسلمان کے قتل کی تہمت لگا رہا ہے' جس کو اللہ نے میرے ہاتھوں سے عزت دی ہے اور مجھے اس کے ہاتھوں سے ذلیل ہونے سے بچا لیا' راوی کہتا ہے: مجھے پتا نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا یا نہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۸۲۷)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ائمہ ثلاثہ کے خلاف یہ دلیل ہے کہ حضرت عثمان' اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت سے ان کا حصہ نکالا اور ان کے علاوہ کسی اور کا حصہ نہیں نکالا۔

امام طحاوی نے کہا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی اطاعت میں غائب ہو' اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بمنزلہ حاضر قرار دیا ہے' اسی طرح ہر وہ شخص جو اہلِ حرب کے خلاف جہاد سے امیرِ مسلمین کے کسی کام کی وجہ سے غائب ہو تو وہ بھی حاضر کے قائم مقام ہے' رہی حضرت ابوہریرہ کی حدیث تو ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابان کو نجد کی طرف بھیجا تھا' قبل اس کے کہ ان کا خیبر کی طرف نکلنا ہوتا' حضرت ابان کو بتایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی طرف چلے گئے ہیں' تو وہ اس وجہ سے خیبر سے غائب رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی کام کی وجہ سے خیبر سے غائب نہیں ہوئے تھے' جب کہ ان کا ارادہ خیبر کا تھا تو گویا وہ بھی خیبر میں حاضر تھے' پس یہ دونوں حدیثیں اس بات کی دلیل ہیں کہ جو دشمن سے قتال کر کے امیرِ مسلمین کے ساتھ نکلنے کا ارادہ کرے' پھر امیرِ مسلمین اس کو مسلمانوں سے متعلق کسی دوسرے کام کے لیے بھیج دے اور وہ اس کام میں مشغول رہے حتیٰ کہ امیر مالِ غنیمت کی تقسیم کر دے تو وہ شخص بھی میدانِ جہاد میں حاضر ہونے کے قائم مقام ہے اور اس کا بھی مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا اور وہ شخص جو اپنے کسی کام میں مشغول رہے یا مسلمانوں کے کسی کام میں مشغول ہو' پھر اس کو بتایا جائے کہ امیرِ مسلمین دشمن سے قتال کر رہے ہیں' پھر وہ میدانِ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جہاد میں جائے تو وہ میدانِ جہاد میں حاضر ہونے والوں کے قائم مقام نہیں ہوگا' لہٰذا اس کا مالِ غنیمت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا تھا جبکہ وہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے' یہ ان کی خصوصیت ہے اور خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ تمہیں اس شخص کا اجر ملے گا جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوا اور ان کا مالِ غنیمت سے بھی حصہ نکالا' اور امام طبری نے یہ کہا ہے کہ بعض اہل علم نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن حضرت عثمان کو غنیمت میں سے ان کا حصہ نہیں دیا تھا بلکہ اپنے خمس میں سے ان کا حصہ دیا تھا اور انہوں نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے جو مجھے مالِ فئے عطا کیا ہے' اس میں سے میرے لیے صرف خمس ہے اور وہ بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جائے گا' پس یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ آپ نے کسی ایسے شخص کو غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا جو جہاد میں شامل نہ ہوا ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۰۰-۲۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے دلائل کے جوابات

علامہ ابن بطال نے ائمہ ثلاثہ کی طرف سے پہلی دلیل یہ قائم کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عثمان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دینا حضرت عثمان کی خصوصیت تھی' کیونکہ وہ جہاد میں شامل نہیں ہوئے تھے اور آپ نے ان کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا۔ میں کہتا ہوں: علامہ ابن بطال کی یہ دلیل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت عثمان کی خصوصیت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ عدمِ خصوصیت پر دلیل ہے کیونکہ خود علامہ ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعید بن زید کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجا اور حضرت طلحہ کو کسی جگہ پر ٹھہرنے کا حکم دیا اور ان دونوں کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا اور ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں کو وہی اجر ملے گا جو جہاد میں شامل ہونے والے کو ملے گا' سو جب آپ نے حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کو بھی جہاد میں شرکت کے بغیر مالِ غنیمت سے حصہ دیا ہے' پھر یہ حضرت عثمان کی خصوصیت کیسے ہوئی!

علامہ ابن بطال نے امام طبری کے حوالہ سے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن مالِ غنیمت سے حصہ نہیں دیا تھا بلکہ خمس میں سے جو آپ کا حصہ تھا' اس میں سے حضرت عثمان کو حصہ دیا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ جواب بھی دو وجہ سے صحیح نہیں ہے' اوّل اس لیے کہ امام طبری نے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا تھا بلکہ خمس میں سے دیا تھا اور جو دعویٰ بلا دلیل ہو' وہ مقبول نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمس میں سے ان لوگوں کو حصہ دیتے تھے جو فقراء اور مساکین ہوں' جیسا کہ حسبِ ذیل آیت سے ظاہر ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ. (الانفال: ۴۱)

اور اے مسلمانو! جان لو کہ تم جو کچھ مالِ غنیمت حاصل کرو' اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خمس میں سے جو حصہ ہے وہ فقراء' یتامٰی اور مساکین کے لیے ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فقیر تھے نہ یتیم تھے نہ مسکین تھے اور نہ مسافر تھے' وہ مدینہ کے بہت خوش حال اور امیر کبیر شخص تھے اور انہوں نے بارہا اللہ تعالیٰ کی راہ میں بڑھ چڑھ کر اپنا مال خرچ کیا' سو امام طبری کا یہ کہنا کہ حضرت عثمان کو آپ نے خمس میں سے حصہ دیا' قطعاً باطل ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور ہماری ذکر کی ہوئی اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کا موقف ہی صحیح ہے اور ائمہ ثلاثہ کا موقف صحیح نہیں ہے' لہٰذا جو امیر کے حکم کی اطاعت میں میدانِ جہاد سے غیر حاضر رہے' اس کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا جائے گا۔

۱۵ - بَابٌ وَّمِنَ الدَّلِيلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِينَ

خمس مسلمانوں کی ضروریات کے لیے ہے

مَا سَاَلَ هَوَازِنُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَضَاعِهٖ فِيهِمْ فَتَحَلَّلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعِدُ النَّاسَ اَنْ يُّعْطِيَهُمْ مِنَ الْفَيْءِ وَالْاَنْفَالِ مِنَ الْخُمُسِ وَمَا اَعْطَى الْاَنْصَارَ وَمَا اَعْطَى جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ تَمْرِ خَيْبَرَ.

اور ھوازن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دودھ کے رشتہ کی وجہ سے سوال کیا تھا (کہ آپ ان کے اموال اور قیدی واپس کر دیں) تو آپ نے اس کو مسلمانوں سے معاف کرایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے جو کچھ عطاء کرنے کا وعدہ فرماتے تھے تو وہ مالِ فئے سے عطاء فرماتے تھے اور انفال (مالِ غنیمت) کے خمس میں سے عطاء فرماتے تھے' اور آپ نے جو انصار کو عطاء کیا اور حضرت جابر بن عبد اللہ کو خیبر کی کھجوریں عطاء کیں (تو وہ بھی آپ نے خمس میں سے ہی عطاء کی تھیں)۔

ابو جعفر رازی نے ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت لایا جاتا تو آپ اس کے پانچ حصے کرتے' چار حصے ان مجاہدین کو عطاء فرماتے جو میدانِ جنگ میں حاضر تھے' پھر خمس یعنی پانچویں حصہ میں سے ایک حصہ کعبہ پر خرچ کرنے کے لیے مختص کرتے اور یہ اللہ کا حصہ ہے اور پھر جو باقی بچتا اس کے پانچ حصے کرتے' اس میں ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کا اور ایک حصہ یتیموں کا اور ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا' اور علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غنیمت کے پانچ حصے کیے جاتے اور اس میں سے چار حصے تو مجاہدین کو دیئے جاتے اور پانچویں حصہ میں سے ایک حصہ اللہ کے لیے ہوتا اور ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوتا اور جو حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوتا' وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو دیا جاتا اور آپ کے لیے کچھ نہ بچتا۔

اس عنوان میں ذکر ہے کہ ھوازن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوال کیا تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کے رشتہ کی بناء پر تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ' جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا' وہ ھوازن میں سے تھیں۔

اور اس عنوان میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت حاصل کرنے والے مسلمانوں سے ان کا حصہ معاف کرایا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ھوازن کو مال نہیں دیا تھا بلکہ ان کے جن لوگوں کو غلام اور باندی بنایا گیا تھا' وہ ان کو واپس کر دیئے تھے اور اس کے لیے آپ نے مسلمانوں سے اجازت لی تھی)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۷۸۔۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۳۲'۳۱۳۱ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَزَعَمَ عُرْوَةُ اَنَّ مَرْوَانَ ابْنَ الْحَكَمِ وَمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ جَاءَهٗ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ فَسَاَلُوهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ عروہ نے یہ گمان کیا کہ مروان بن الحکم اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ھوازن کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَسَبْيُهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَ اٰخِرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هٰؤُلَاءِ قَدْ جَاؤُوْنَا تَائِبِيْنَ وَإِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّطَيِّبَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهٖ حَتّٰى نُعْطِيَهٗ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا فَأَذِنُوْا فَهٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ.

مسلمانوں کا وفد آیا' پس انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کی طرف واپس کر دیں' تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے سچی ہو' سو تم دو چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو: قیدیوں کو یا مال کو' اور میں نے ان کا یہ معاملہ مؤخر کر دیا تھا' اور رسول اللہ ﷺ جب طائف سے واپس لوٹے تو آپ نے دس راتوں سے زیادہ تک ان کے آخری آدمی کا انتظار کیا اور جب ھوازن پر یہ منکشف ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف صرف دو میں سے ایک چیز کو واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں' تب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے' پس پہلے اللہ کی ایسی حمد و ثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر فرمایا: اس کے بعد تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میں نے یہ مناسب سمجھا ہے کہ ان کے قیدی ان کی طرف واپس کر دوں (سو) جو شخص خوش دلی سے اس کو پسند کرے وہ کر لے اور تم میں سے جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ اپنے حصہ پر قائم رہے حتیٰ کہ جب اللہ ہم کو پہلا مالِ فئے عطاء فرمائے گا تو ہم اسے اس کے حصہ کا عوض دے دیں گے تو وہ ایسا کر لے' تو مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے ان کے لیے خوش دلی سے اس فیصلہ کو قبول کیا ہے' تب ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی' پس تم لوگ واپس جاؤ حتیٰ کہ تم ہمارے پاس اپنے معاملات کے کارندوں اور وکیلوں کو بھیجو' پھر وہ لوگ واپس چلے گئے اور انہوں نے اپنے کارندوں سے مشورہ کیا' پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس گئے اور آپ کو یہ خبر دی کہ انہوں نے خوش دلی سے (قیدیوں کو واپس کرنے کی) اجازت دی ہے' (زہری نے کہا:) سو یہ ہے وہ خبر جو ہم کو ھوازن کے قیدیوں کے متعلق پہنچی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۸-۲۳۰۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ھوازن کے سوال کا ذکر ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا تھا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ تعالیٰ پہلا مالِ فیئے عطاء فرمائے گا تو اس میں سے مسلمانوں کو ھوازن کے قیدیوں کے عوض اور قیدی عطاء فرما دیں گے۔

۳۱۳۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ قَالَ وَحَدَّثَنِى الْقَاسِمُ بْنُ عَاصِمٍ الْكُلَيْبِىُّ وَاَنَا لِحَدِيْثِ الْقَاسِمِ اَحْفَظُ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِىْ مُوْسٰى فَاُتِىَ ذِكْرُ دَجَاجَةٍ وَّعِنْدَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِىْ تَيْمِ اللّٰهِ اَحْمَرُ كَاَنَّهٗ مِنَ الْمَوَالِىْ فَدَعَاهُ لِلطَّعَامِ فَقَالَ اِنِّىْ رَاَيْتُهٗ يَاْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهٗ فَحَلَفْتُ لَا اٰكُلُ فَقَالَ هَلُمَّ فَلَاُحَدِّثْكُمْ عَنْ ذَاكَ اِنِّىْ اَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ نَفَرٍ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ نَسْتَحْمِلُهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِىْ مَا اَحْمِلُكُمْ وَاُتِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَهْبِ اِبِلٍ فَسَاَلَ عَنَّا فَقَالَ اَيْنَ النَّفَرُ الْاَشْعَرِيُّوْنَ فَاَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرٰى فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا مَا صَنَعْنَا لَا يُبَارَكُ لَنَا فَرَجَعْنَا اِلَيْهِ فَقُلْنَا اِنَّا سَاَلْنَاكَ اَنْ تَحْمِلَنَا فَحَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا اَفَنَسِيْتَ؟ قَالَ لَسْتُ اَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَمَلَكُمْ وَاِنِّىْ وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ وَّتَحَلَّلْتُهَا. [اطراف الحدیث:۴۳۸۵-۴۴۱۵-۵۵۱۷-۵۵۱۸-۶۶۲۳-۶۶۴۹-۶۶۷۸-۶۶۸۰-۶۷۱۸-۶۷۱۹-۶۷۲۱-۷۵۵۵]

(صحیح مسلم:۱۶۴۹، الرقم المسلسل:۴۱۵۴، سنن ابوداؤد:۳۲۷۶، سنن نسائی:۳۷۸۰، سنن ابن ماجہ:۲۱۰۷، سنن بیہقی ج۱۰ ص۵۲-۵۱، مسند ابوداؤد الطیالسی:۵۰۰، السنن الکبریٰ:۴۷۲۱، مسند ابویعلیٰ:۷۲۵۱، شرح السنۃ:۲۴۳۶، مسند احمد ج۴ ص۳۵۸، مسند احمد:۱۹۵۵۷-ج ۳۲ ص۳۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ' انہوں نے کہا: اور مجھے القاسم بن عاصم الکلیبی نے حدیث بیان کی اور میں القاسم کی حدیث کو زھدم سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں' انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے' پس مرغی کا ذکر چل پڑا اور ان کے پاس بنوتمیم کا ایک شخص تھا: تیم اللہ' اور اس کا رنگ سرخ تھا' گویا کہ وہ روم کے قیدیوں میں سے تھا' پس حضرت ابوموسیٰ نے اس کو کھانے کے لیے بلایا تو اس نے کہا: میں نے دیکھا یہ مرغی کوئی ایسی چیز کھا رہی تھی جس سے مجھے گھن آئی' تو میں نے قسم کھائی کہ میں (مرغی) نہیں کھاؤں گا' تو حضرت ابوموسیٰ نے کہا: ادھر آؤ! میں تم کو اس کے متعلق ایک حدیث سناتا ہوں' میں اشعریین کی ایک جماعت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' ہم آپ سے سواری طلب کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا اور میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے جس پر میں تم کو سوار کروں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنیمت کے اونٹ لائے گئے تو آپ نے ہمارے متعلق پوچھا' پس فرمایا: وہ اشعریین کہاں گئے' پس آپ نے سفید کوہان والے پانچ اونٹ ہمیں دینے کا حکم دیا' پس جب ہم روانہ ہوئے تو ہم نے کہا: ہم نے جو کام کیا ہے اس میں ہمیں برکت نہیں دی جائے گی' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گئے تو ہم نے کہا: ہم نے آپ سے سواری کا سوال کیا تھا' پس آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے' کیا آپ بھول گئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو سواری پر سوار نہیں کیا لیکن اللہ نے تم کو سواری پر سوار کیا ہے' اور بے شک اللہ کی قسم! میں ان شاء اللہ کسی کام (کے نہ کرنے) کی قسم نہیں کھاتا' پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس قسم کے خلاف کرنا بہتر ہے تو میں اس کام کو کرتا ہوں جو بہتر ہو اور اس قسم کا کفارہ دے دیتا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوں۔

اگر قسم کے خلاف کرنا بہتر ہو تو قسم توڑنا مستحب ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جس شخص نے کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی اور اس قسم کو توڑنا اس قسم کو پورا کرنے سے بہتر ہو تو اس کے لیے اس قسم کو توڑنا مستحب ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے' اس پر سب کا اتفاق ہے اور اس پر اجماع ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ کفارہ ادا کرنے کو قسم توڑنے سے مؤخر کرنا جائز ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ کفارہ کو قسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔

قسم توڑنے پر کفارہ کو مقدم کرنے میں مذاہب فقہاء

اختلاف اس میں ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ سو امام مالک' امام اوزاعی' امام ثوری اور امام شافعی نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور امام شافعی نے روزہ کے ساتھ قسم کا کفارہ دینے کو مستثنیٰ کیا ہے' پس انہوں نے کہا کہ قسم توڑنے سے پہلے یہ کفارہ دینا جائز نہیں ہے اور مال کے ساتھ کفارہ دینا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور اشہب مالکی نے کہا ہے: کفارہ کو قسم توڑنے پر مقدم کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

کھانا کھانے کے درمیان اگر کوئی دوست آ جائے تو اس کو کھانے میں شریک کرنا اور گندگی کھانے والی مرغی کو کھانے سے پہلے چند دن بند رکھنا

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے ایک شخص کو مرغی کھانے کے لیے بلایا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کھانا کھا رہا ہو اور اس حال میں اس کے پاس کوئی شخص آئے تو اس میں حرج نہیں ہے' لیکن یہ اس وقت مستحسن ہے' جب ان کے درمیان پختہ دوستی ہو۔

اور اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ جب کسی شخص کے گھر کوئی آدمی آئے اور وہ شخص کھانا کھا رہا ہو تو وہ آنے والے کے لیے کھانے کو قریب کر دے اور اس کے مشروع ہونے کی بہت تاکید ہے' خواہ کھانا کم ہو یا زیادہ ہو اور ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور ایک جماعت کا کھانے کے اوپر جمع ہونا برکت کے حصول کا تقاضا کرتا ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرغی کا کھانا جائز ہے اور اس کے جواز پر اجماع ہے۔ اختلاف اس مرغی کے متعلق ہے کہ جو کوڑا کرکٹ اور گندگی کھاتی ہو' آیا اس کا کھانا مکروہ ہے یا حرام ہے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث ہے:

امام ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی التوفی ۳۶۵ ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مرغی کھانے کا ارادہ کرتے تو آپ چند دن اسے بند کرنے کا حکم دیتے' پھر اس کے بعد اس کو کھاتے۔ (الکامل ج ۷ ص ۱۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مرغی گندگی وغیرہ کھاتی ہو اس کو چند دن بند رکھنا چاہیے' تاکہ اس کے جسم سے اس گندگی کا اثر زائل ہو جائے اور اس کو پکا کر کھایا جائے اور جو جانور بھی گندگی کھاتا ہو' اس کا یہی حکم ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۳۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيْهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا اِبِلًا كَثِيْرًا فَكَانَتْ سِهَامُهُمْ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيْرًا اَوْ اَحَدَ عَشَرَ بَعِيْرًا وَ نُفِّلُوْا بَعِيْرًا بَعِيْرًا. [طرف الحدیث: ۴۳۳۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر نجد کی طرف روانہ کیا' اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' انہیں مالِ غنیمت میں بہت زیادہ اونٹ ملے' پس ان کا حصہ بارہ بارہ یا گیارہ گیارہ اونٹ تھا اور ایک ایک اونٹ مزید انہیں بہ طورِ انعام ملا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۴۹' الرقم المسلسل: ۴۴۹۹' سنن ابوداؤد: ۲۷۴۴' مسند الحمیدی: ۶۹۴' سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۱۲' مصنف عبدالرزاق: ۹۳۳۶' المنتقی: ۱۰۷۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۲۶' صحیح ابن حبان: ۴۸۳۲' المعجم الکبیر: ۱۳۴۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۷۹- ج ۸ ص ۱۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

''نفّلوا'' اور ''سرية'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''نُفِّلوا'' کا لفظ ہے' یہ ''تنفیل'' سے بنا ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے: ''تنفیل'' وہ عطیہ ہے جو امیر المسلمین کے ساتھ خاص ہے اور جو شخص کوئی جاں فشانی کا کام کرتا ہے اور بہت جدوجہد کرتا ہے' اس کو امیر جو عطیہ دیتا ہے' اس کو ''تنفیل'' کہتے ہیں' اور کسی کافر کو قتل کرنے کے بعد اس کا سامان اور مال جو قاتل کو دیا جاتا ہے' اس کو ''تنفیل'' کہتے ہیں۔

اور اس حدیث میں ''سریہ'' کا لفظ ہے' سریہ اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ چار سو مجاہدین ہوں۔

مالِ غنیمت کے علاوہ انعام دینے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے سعید بن المسیب' الحسن البصری' اوزاعی' امام احمد اور اسحاق نے یہ استدلال کیا ہے کہ مجاہدین کو مالِ غنیمت سے ان کا حصہ دینے کے علاوہ ان کو انعام دینا بھی جائز ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بتایا کہ مالِ غنیمت سے ان کو گیارہ یا بارہ اونٹ دینے کے علاوہ ایک ایک اونٹ انعام میں بھی دیا' تو اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کو انعام اصل مالِ غنیمت سے دیا جائے گا یا خمس کے پانچویں حصہ میں سے؟ اور اس میں امام شافعی کے تین قول ہیں اور ہر قول کو فقہاء کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ خمس کے پانچویں حصہ میں سے انعام دیا جائے گا' ابن المسیب' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کا یہی مختار ہے اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ انعام اصل مالِ غنیمت سے دیا جائے گا' یہ حسن بصری' اوزاعی اور امام احمد اور دوسرے فقہاء کا مختار ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۳۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں لیث نے خبر دی از عقیل از ابن شہاب از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوٰى قِسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ.

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن لشکروں کو بھیجتے تھے' ان میں شریک ہونے والے مجاہدین کو مالِ غنیمت کے علاوہ الگ سے انعام بھی دیا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۵۰' الرقم المسلسل: ۴۴۵۴' سنن ابوداؤد: ۲۷۴۶)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مجاہدین کو جو انعام دیا جائے گا وہ مالِ غنیمت سے خمس ادا کرنے کے بعد دیا جائے گا' اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

معن بن یزید سُلَمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انعام صرف خمس ادا کرنے کے بعد دیا جائے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۵۱۰۵' سنن ابوداؤد: ۲۷۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۰)

۳۱۳۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِيْنَ اِلَيْهِ اَنَا وَاَخَوَانٌ لِّيْ اَنَا اَصْغَرُهُمْ اَحَدُهُمَا اَبُوْ بُرْدَةَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ رُهْمٍ اِمَّا قَالَ فِيْ بِضْعٍ وَّاِمَّا قَالَ فِيْ ثَلَاثَةٍ وَّخَمْسِيْنَ اَوْ اِثْنَيْنِ وَخَمْسِيْنَ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِيْ فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً فَاَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا اِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبْشَةِ وَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَاَصْحَابَهُ عِنْدَهُ فَقَالَ جَعْفَرٌ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنَا هٰهُنَا وَاَمَرَنَا بِالْاِقَامَةِ فَاَقِيْمُوْا مَعَنَا فَاَقَمْنَا مَعَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا جَمِيْعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَاَسْهَمَ لَنَا اَوْقَالَ فَاَعْطَانَا مِنْهَا وَمَا قَسَمَ لِاَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ اِلَّا اَصْحَابَ سَفِيْنَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَّاَصْحَابِهٖ قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۷۶-۴۲۳۰-۴۲۳۳] (صحیح مسلم: ۲۵۰۲' الرقم المسلسل: ۶۳۰۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی تو اس وقت ہم یمن میں تھے' پس ہم وہاں سے آپ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے' میں تھا اور میرے دو بھائی تھے اور میں ان سب سے چھوٹا تھا۔ ان دو بھائیوں میں سے ایک حضرت ابوبردہ تھے اور دوسرے حضرت ابورُھم تھے رضی اللہ عنہما' یا انہوں نے کہا کہ ہم چند آدمی تھے' یا انہوں نے کہا کہ ہم ترپن (۵۳) مرد تھے یا باون (۵۲) مرد تھے جو میری قوم سے تھے' پس ہم کشتی میں سوار ہوئے' پس اس کشتی نے ہم کو نجاشی کی طرف حبشہ میں پہنچا دیا' وہاں ہماری حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب سے ملاقات ہوئی جو ان کے ساتھ تھے' پس حضرت جعفر نے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور ہمیں یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے' پس آپ لوگ بھی یہاں ہمارے ساتھ ٹھہریں' پس ہم ان کے ساتھ ٹھہرے حتیٰ کہ ہم ایک ساتھ آئے' پس ہماری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی' جس وقت آپ خیبر کو فتح کر چکے تھے' پس آپ نے مالِ غنیمت سے ہمارا حصہ نکالا' یا انہوں نے کہا: پس آپ نے ہمیں مالِ غنیمت سے عطاء کیا اور آپ نے کسی ایسے شخص کو مالِ غنیمت میں سے کچھ بھی حصہ نہیں دیا تھا جو فتح خیبر سے غائب رہا ہو' آپ نے صرف اسی کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا تھا جو آپ کے ساتھ فتح خیبر میں شریک تھا' مگر جو ہماری کشتی کے اصحاب تھے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اوران کے ساتھ حضرت جعفراوران کے اصحاب تھے' آپ نے ان کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے ہمارا حصہ نکالا اور ہمارے علاوہ کسی اور ایسے شخص کو مالِ غنیمت سے حصہ نہیں دیا جو آپ کے ساتھ جہاد میں شریک نہ رہا ہو۔

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بغیر جہاد کے مالِ غنیمت عطاء کرنے کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے معنی میں علماء کی کئی تاویلات ہیں:

(۱) موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غنیمت حاصل کرنے والوں کے دلوں کو اپنے عطیات سے خوش کیا' جیسا کہ آپ نے ہوازن کے قیدیوں کے معاملہ میں کیا تھا۔

(۲) آپ نے ان کو ان اموال سے عطاء کیا تھا جو آپ کو جنگ کے ذریعے حاصل نہیں ہوئے تھے' یعنی اموالِ فئے سے۔

(۳) آپ نے ان کو خمس کے اس حصے سے عطاء کیا تھا جو آپ کو اموالِ فئے سے حاصل ہوا تھا' اور آپ کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ اس کو اپنے اجتہاد سے جہاں چاہیں صرف کریں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری کا میلان اس تیسری تاویل کی طرف ہے' کیونکہ انہوں نے اسی کے مطابق حدیث کا عنوان بنایا ہے اور اس کی یہ بھی دلیل ہے کہ آپ نے مجاہدین سے اجازت نہیں لی تھی' اگر آپ ان کو مالِ غنیمت سے عطاء کرتے تو مجاہدین سے اجازت طلب کرتے' جیسا کہ آپ نے ہوازن کے قیدیوں کے معاملہ میں کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۳۷- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَنِيْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمْ يَجِيْءْ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَمَرَ اَبُوْبَكْرٍ مُّنَادِيًا فَنَادٰى مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْعِدَةٌ فَلْيَاْتِنَا فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ كَذَا وَ كَذَا فَحَثَا لِيْ ثَلَاثًا وَّجَعَلَ سُفْيَانُ يَحْثُوْ بِكَفَّيْهِ جَمِيْعًا ثُمَّ قَالَ لَنَا هٰكَذَا قَالَ لَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ وَقَالَ مَرَّةً فَاَتَيْتُ اَبَابَكْرٍ فَسَاَلْتُ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقُلْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تم کو اتنا' اور اتنا اور اتنا دوں گا' پس وہ مال نہیں آیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی' پھر جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر نے منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی قرض لینا ہو یا آپ نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے' تو میں ان کے پاس آیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اس طرح اور اس طرح (عطاء کرنے کا) فرمایا تھا' تو حضرت ابوبکر نے تین مرتبہ لَپ بھر کر مجھے عطاء کیا' اور سفیان نے اس کو اس طرح بیان کیا کہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي فَإِمَّا أَنْ تُعْطِيَنِي وَإِمَّا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّي قَالَ قُلْتُ تَبْخَلُ عَلَيَّ مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَكَ قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ فَحَثَا حَثْيَةً وَقَالَ عُدَّهَا فَوَجَدْتُهَا خَمْسَ مِائَةٍ قَالَ فَخُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ وَقَالَ يَعْنِي ابْنَ الْمُنْكَدِرِ وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ.

حضرت ابوبکر نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جوڑ کر تین بار بھر بھر کر دیا' پھر سفیان نے ہم سے کہا: اس طرح ہم سے ابن المنکدر نے کہا ہے اور کبھی یوں بیان کیا کہ حضرت جابر نے کہا: میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا' پس میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے نہیں دیا' میں پھر ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے نہیں دیا' میں پھر ان کے پاس تیسری بار آیا' پس میں نے اُن سے کہا: میں نے آپ سے سوال کیا تھا تو آپ نے مجھے نہیں دیا تھا' میں نے پھر آپ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا' میں نے پھر آپ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا' سواب یا تو آپ مجھے دے دیجئے یا آپ میرے ساتھ بخل سے کام لیتے ہیں! حضرت ابوبکر نے فرمایا: آپ کہتے ہیں کہ تم میرے ساتھ بخل کرتے ہو' میں نے تم کو جس مرتبہ بھی منع کیا تو میں دل میں یہ ارادہ رکھتا تھا کہ میں تمہیں دوں' سفیان نے کہا: اور ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از محمد بن علی از حضرت جابر کہ حضرت ابوبکر نے مجھے ایک لپ بھر کر دیا' اور فرمایا: اسے گنو' میں نے گنا تو وہ پانچ سو تھے' پھر فرمایا: اتنا ہی دوبارہ لے لو' اور ابن المنکدر نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ بخل سے زیادہ بدترین بیماری اور کون سی ہو سکتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٩٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ جملہ ہے: جس شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی قرض ہو یا آپ نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ ہم سے آ کر لے لے۔

٣١٣٨ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ غَنِيمَةً بِالْجِعْرَانَةِ إِذْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ اِعْدِلْ فَقَالَ لَهُ شَقِيتُ إِنْ لَّمْ أَعْدِلْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کے مالِ غنیمت کو تقسیم فرما رہے تھے' اچانک ایک شخص نے آپ سے کہا: عدل کیجئے' تو آپ نے فرمایا: اگر میں نے بھی عدل نہیں کیا پھر تو میں خیر سے محروم ہو جاؤں گا۔

(صحیح مسلم: ١٠٦٣' الرقم المسلسل: ٢٣٣٩' سنن ابن ماجہ: ١٧٢' السنن الکبریٰ للنسائی: ٨٠٨٧' صحیح ابن حبان: ٤٨١٩' المعجم الکبیر: ١٧٥٣' المعجم الاوسط: ٩٠٥٦' المستدرک ج ٢ ص ١٢١۔ ج ٥ ص ١٨٦۔ ١٨٥' مسند الحمیدی: ١٢٧١' الادب المفرد: ٧٧٤' مسند احمد ج ٣ ص ٣٥٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١٤٨٠٤۔ ج ٢٣ ص ١١٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو تقسیم میں ترجیح دی' اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اور عیینہ کو بھی اتنے ہی اونٹ دیئے' اور عرب کے بعض سرداروں کو بھی اتنا دیا اور اس دن انہیں تقسیم میں ترجیح دی' ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا ہے' نہ اللہ کی رضا مندی کا ارادہ کیا گیا ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: بخدا! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور بتلاؤں گا' حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو اس کی باتیں بتلائیں' حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ آپ کا چہرہ متغیر ہو کر خون کی مانند ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اگر اللہ اور رسول عدل نہ کریں تو پھر کون عدل کرے گا؟ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے' ان کو اس سے زیادہ ایذاء دی گئی تھی اور انہوں نے اس پر صبر کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۳۳۶' صحیح مسلم: ۱۰۶۲' الرقم المسلسل: ۲۳۳۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین سے واپسی پر جعرانہ میں تھے تو آپ کے پاس ایک شخص آیا' اس وقت حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر لوگوں کو دے رہے تھے' ایک شخص نے کہا: اے محمد! عدل کیجئے! آپ نے فرمایا: تمہیں عذاب ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا' اگر میں عدل نہ کرتا تو (اپنے مشن میں) ناکام اور نامراد ہو جاتا' حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے' میں اس شخص کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں' یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں' مگر قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا' اور یہ لوگ قرآن مجید سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۳' الرقم المسلسل: ۲۳۳۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یمن سے کچھ سونا بھیجا جس میں کچھ مٹی بھی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سونے کو چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا' اقرع بن حابس' حنظلی' عیینہ بن بدر الفزاری اور علقمہ بن علاثہ عامری' پھر بنو کلاب کے ایک شخص کو اور زید خیر طائی کو' پھر بنو نبہان کے ایک شخص کو وہ سونا تقسیم کیا۔ حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ قریش ناراض ہو گئے کہ حضور نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان لوگوں کو اس لیے عطاء کیا کہ میں ان لوگوں کی دل جوئی کروں' پھر ایک شخص آیا جس کی ڈاڑھی گھنی تھی' گال اُبھرے ہوئے تھے اور آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں' پیشانی اونچی تھی اور سر منڈا ہوا تھا' وہ کہنے لگا: اے محمد! اللہ سے ڈریئے! حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو پھر اس کی اطاعت کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین پر امین بنا کر بھیجا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے' پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا' قوم میں سے ایک شخص نے اس کو قتل کرنے کی اجازت چاہی' لوگوں کا خیال ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہو گی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اس کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا' یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے' اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے' اگر میں ان لوگوں کو (یعنی ان کا زمانہ) پالیتا تو قومِ عاد کی طرح ان کو قتل کر ڈالتا۔ (صحیح البخاری: ۴۳۵۱' صحیح مسلم: ۱۰۶۴' الرقم المسلسل: ۲۳۴۰' سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴' سنن نسائی: ۲۵۷۴' متن صحیح مسلم کا ہے)

١٦ - بَابُ مَا مَنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاُسَارٰى مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّخَمِّسَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیدیوں پر احسان کرنا اور خمس نہ نکالنا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی ﷺ حسبِ مصلحت مالِ غنیمت میں تصرف فرماتے تھے' بعض اوقات آپ مالِ غنیمت سے خمس لیتے تھے اور اس خمس میں سے اپنا حصہ رکھتے تھے اور بعض اوقات آپ قیدیوں سے فدیہ لیے بغیر ان کو چھوڑ دیتے تھے۔

۳۱۳۹- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي أُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ.

(سنن ابوداؤد: ۲۶۸۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از محمد بن جبیر از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا: اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا' پھر وہ مجھ سے ان بدبودار لوگوں کی سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان کو چھوڑ دیتا۔

اس حدیث میں مطعم بن عدی کا ذکر ہے' یہ غزوۂ بدر سے سات ماہ پہلے صفر کے مہینہ میں کفر پر فوت ہو گیا تھا' جب نبی ﷺ تین ماہ تک شعب ابی طالب میں محصور رہے تھے اور قریش نے وہاں ایک صحیفہ پر یہ لکھ کر لگا دیا تھا کہ ہاشمیہ اور مطلبیہ سے کوئی نکاح کرے نہ خرید و فروخت کرے' تو اس نے کوشش کر کے اس کو ختم کرایا تھا اور جب نبی ﷺ طائف گئے تھے اور اہل طائف نے آپ کے ساتھ بدسلوکی کی تھی تو آپ نے اس کے گھر میں پناہ لی تھی' اس کے اس حسنِ سلوک کی وجہ سے آپ نے اس کی سفارش قبول کرنے کا ذکر فرمایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۶)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں کہ علامہ المہلب نے کہا:

اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ جنگی قیدیوں پر احسان کرنا جائز ہے اور ان سے فدیہ لیے بغیر ان کو چھوڑ دینا جائز ہے' بعض تابعین کا اس میں اختلاف ہے' وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی صفت میں یہ جائز نہیں ہے کہ آپ کسی چیز کے متعلق یہ خبر دیں کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ ایسا کر لیتے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ بدکار لوگوں کے متعلق کسی معزز آدمی کی شفاعت قبول کر لینی چاہیے تا کہ اس کی دل جوئی ہو اور نبی ﷺ کا اکثر یہی معمول تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی رائے یہ تھی کہ جنگی قیدیوں کو قتل کرنے یا ان کو غلام بنانے سے بہتر یہ ہے کہ ان پر احسان کر کے ان کو چھوڑ دیا جائے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے کہ بغیر خمس لیے ہوئے جنگی قیدیوں پر احسان کر کے ان کو چھوڑ دینا۔ ابن القصار نے کہا ہے کہ اس حدیث میں امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی یہ دلیل ہے کہ صرف نفس غنائم کے جمع ہو جانے سے وہ غنائم مجاہدین کی ملکیت میں نہیں آتیں' جب تک کہ لشکر کا امیر ان کو مجاہدین کے درمیان تقسیم نہ کر دے' امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ صرف نفس غنیمت کے تحقق سے مجاہدین غنیمتوں کے مالک ہو جاتے ہیں۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اگر نفس غنیمت سے مجاہدین غنیمتوں کے مالک ہو جاتے تو جس کا باپ یا بیٹا یا کوئی اور ذی رحم محرم جنگی قیدی ہوتا تو نفس غنیمت سے اس مجاہد پر اس جنگی قیدی کو آزاد کرنا واجب ہو جاتا اور اس کے حصہ سے اس جنگی قیدی کا حساب کیا جاتا' اور اگر مالِ غنیمت تاخیر سے تقسیم ہوتا تو جس کے حصہ میں سونا چاندی آتا' اس پر اسی وقت سے زکوٰۃ واجب ہو جاتی' جب مالِ غنیمت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جمع ہوا تھا اور اگر نفس غنیمت سے مجاہدین مالِ غنیمت کے مالک ہو جاتے تو اگر کوئی مجاہد تقسیم سے پہلے کسی باندی سے جنسی عمل کر لیتا تو اس پر حد واجب نہ ہوتی۔

امام شافعی نے ان اعتراضات کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ذی رحم کا آزاد کرنا اس وقت لازم آتا جب وہ معین ہو جاتا' اور زکوٰۃ کے جواب میں انہوں نے کہا ہے کہ امام مالک کے نزدیک زکوٰۃ میں ایک سال کی مدت کا تعین اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب سے وہ مال اس کے قبضہ میں آتا ہے اور انہوں نے باندی سے مباشرت پر جو اعتراض کیا ہے کہ پھر اس پر حد نہیں ہونی چاہیے' یہ اعتراض اس لیے ساقط ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۰۸-۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ بحث اپنی جگہ پر ہے لیکن بہر حال اس باب کی حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے' اور اس سے یہ ثابت ہے کہ جب تک مالِ غنیمت کو مجاہدین پر تقسیم نہ کیا جائے' وہ از خود ان کی ملکیت میں نہیں آتا۔

امام شافعی کی طرف سے ایک یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ. (الانفال:۴۱) اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ تم جو کچھ مالِ غنیمت حاصل کرو۔

اس آیت میں مالِ غنیمت کی اضافت مسلمانوں کی طرف کی گئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت کا تحقق ہوتے ہی وہ مال مجاہدین کی ملکیت ہو جاتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس معنی میں ہے: مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد جب تم اس کو حاصل کرو' یا اس کا معنی یہ ہے کہ کفار کو شکست دینے کے بعد تم ان سے جو کچھ حاصل کرو تو اس کا ایک حصہ اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ کفار سے اموال حاصل ہوتے ہی وہ تمہاری ملکیت میں آ جائیں گے۔

علامہ داؤدی کے اعتراض کا جواب علامہ عینی اور حافظ ابن حجر سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ بدر کے جنگی قیدیوں میں صرف دو چیزیں تھیں: (۱) ان پر احسان کر کے ان کو بغیر فدیہ کے چھوڑ دینا (۲) ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دینا' اور جن کے پاس مال نہیں تھا' ان سے کہا گیا تھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھائیں' اس لیے امام بخاری کا اس حدیث کے عنوان میں یہ لکھنا: اور خمس نہ نکالنا' صحیح نہیں ہے کیونکہ بدر کے قیدیوں میں تو صرف دو چیزیں تھیں' اور وہاں خمس تھا ہی نہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض صحیح نہیں ہے' کیونکہ جس چیز میں اختیار ہو' اس میں ایک یا دو چیزوں کے وقوع سے اس اختیار کا مرتفع ہونا لازم نہیں آتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس اعتراض کا یہی جواب لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۱۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ داؤدی کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ داؤدی کے اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ بدر کے مالِ غنیمت سے خمس نکالنے کا حدیث صحیح میں ذکر اور ثبوت ہے' اس لیے علامہ داؤدی کا امام بخاری پر یہ اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کہ بدر کے قیدیوں میں صرف دو چیزیں تھیں۔ جس حدیث کا ہم نے حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک اونٹنی میرے مالِ غنیمت میں سے میرے حصہ میں سے تھی اور نبی ﷺ نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک اونٹنی مجھے خمس میں سے عطاء کی تھی۔ (صحیح البخاری: ۳۰۹۱-۳۰۸۹)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجران دونوں بزرگ شارحین کو علامہ داؤدی کے اعتراض کے جواب میں اس حدیث کو پیش کرنے کا خیال نہیں آیا' یا اس وقت ان کی نظر اس حدیث پر نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کے ذہن کو اس حدیث کی طرف متوجہ کر دیا۔ وللہ الحمد!

۱۷ - بَابٌ وَّمِنَ الدَّلِيلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِلْإِمَامِ وَاَنَّهُ يُعْطِي بَعْضَ قَرَابَتِهِ دُوْنَ بَعْضٍ مَاقَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي الْمُطَّلِبِ وَبَنِي هَاشِمٍ مِّنْ خُمُسِ خَيْبَرَ

اس پر دلیل کہ خمس میں امام کو اختیار ہے' وہ چاہے تو اپنے کسی قرابت دار کو دے اور کسی کو نہ دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مطلب اور بنو ہاشم کو خیبر کے خمس میں سے عطا فرمایا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ امیر المسلمین اپنی صواب دید سے خمس کو مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کر سکتا ہے' امام بخاری نے عنوان میں امام کا ذکر کیا ہے' اس سے مراد ہے: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور خلیفہ ہو اور مسلمانوں کا امیر ہو' نیز اس عنوان میں بنوالمطلب کا ذکر ہے' اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد ہیں' ہاشم اور مطلب آپس میں اخیافی (ماں شریک) بھائی ہیں اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت مُرّہ ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوالمطلب اور بنو ہاشم کو خمس میں سے عطا فرمایا اور بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو ترک کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ خمس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے جس کو چاہیں عطاء فرمائیں اور جس کو چاہیں نہ عطا فرمائیں اور جہاں چاہیں خرچ فرمائیں۔

قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَمْ يَعُمَّهُمْ بِذٰلِكَ وَلَمْ يَخُصَّ قَرِيبًا دُوْنَ مَنْ اَحْوَجُ اِلَيْهِ وَاِنْ كَانَ الَّذِي اَعْطٰى لِمَا يَشْكُوْا اِلَيْهِ مِنَ الْحَاجَةِ وَلِمَا مَسَّتْهُمْ فِي جَنْبِهِ مِنْ قَوْمِهِمْ وَحُلَفَائِهِمْ.

عمر بن عبد العزیز نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قرابت داروں کو خمس عطاء نہیں کیا اور زیادہ محتاج کو چھوڑ کر اپنے قرابت دار کو نہیں دیا' بلکہ جو زیادہ ضرورت مند تھا اسی کو عطاء فرمایا' خواہ وہ قرابت میں دور کا کیوں نہ ہو اور آپ اسی کو عطاء فرماتے تھے جو اپنی ضرورت کی شکایت کرتا تھا' اور آپ ان لوگوں کو عطاء فرماتے جن کو آپ کی طرف داری کرنے کی وجہ سے اور آپ کی مدد کرنے کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا تھا۔

اس تعلیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرابت کی وجہ سے نہیں عطا فرماتے تھے بلکہ اسلام کے لیے ایثار کی جہت سے عطاء فرماتے تھے۔

۳۱۴۰ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابن المسیب از حضرت جبیر بن مطعم' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' رسول اللہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللّٰہِ اَعْطَیْتَ بَنِی الْمُطَّلِبِ وَتَرَکْتَنَا وَنَحْنُ وَھُمْ مِنْکَ بِمَنْزِلَۃٍ وَّاحِدَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُو الْمُطَّلِبِ وَبَنُوْ ھَاشِمٍ شَیْءٌ وَّاحِدٌ وَّقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ وَزَادَ قَالَ جُبَیْرٌ وَّلَمْ یَقْسِمِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِبَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ وَّلَا لِبَنِیْ نَوْفَلٍ وَّقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ عَبْدُ شَمْسٍ وَّھَاشِمٌ وَّالْمُطَّلِبُ اِخْوَۃٌ لِّاُمٍّ وَاُمُّھُمْ عَاتِکَۃُ بِنْتُ مُرَّۃَ وَکَانَ نَوْفَلٌ اَخَاھُمْ لِاَبِیْھِمْ۔ [اطراف الحدیث: ۳۵۰۲۔ ۴۲۲۹] (سنن ابوداؤد: ۲۹۷۸، سنن نسائی: ۴۱۴۷، سنن ابن ماجہ: ۲۸۸۱)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' پس ہم نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے بنوالمطلب کو عطاء فرمایا ہے اور ہم کو آپ نے چھوڑ دیا ہے' حالانکہ ہمارا آپ سے وہی رشتہ ہے جو بنوالمطلب کا آپ سے رشتہ ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنوالمطلب اور بنوہاشم کا واحد رشتہ ہے۔اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی اور یہ اضافہ کیا: جبیر نے کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوعبد شمس کے لیے تقسیم کیا اور نہ بنونوفل کے لیے۔ اور ابن اسحاق نے کہا: عبد شمس اور ہاشم اور مطلب اخیافی بھائی تھے اور ان کی ماں عاتکہ بنت مرّہ تھیں اور نوفل ان کا علاتی بھائی تھا۔

ذوی القربیٰ کے مصداق میں فقہاء کے مختلف اقوال اور ان کے حصے کے متعلق تفصیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں امام شافعی کے اس قول کا ردّ ہے کہ ذوی القربیٰ کا حصہ خمس کا پانچواں حصہ ہے جو ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: اس باب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قرابت داروں میں خمس کا پانچواں حصہ تقسیم کیا اور یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان کے درمیان زیادہ تقسیم کیا ہو یا کم تقسیم کیا ہو' کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان نہیں کیا ہے کہ ان کا حصہ کتنا تھا' اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ بنوہاشم اور بنوالمطلب اور باقی بنوعبد مناف میں کیا فرق ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا تھا کہ ذوی القربیٰ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں' اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو معین نہیں کیا تھا' آپ جس کو چاہتے تھے عطاء فرماتے تھے اور جو زیادہ ضرورت مند ہوتا تھا' آپ اس کو زیادہ دیتے تھے' سو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس حدیث کے معارض ہے۔

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حسن بن محمد بن علی سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ذوی القربیٰ کے حصہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء نے کہا: ذوی القربیٰ سے مراد خلیفہ کے قرابت دار ہیں اور بعض فقہاء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ آپ کے بعد خلیفہ کے لیے ہے' پھر اس کے بعد ان سب کا اس پر اتفاق ہوگیا کہ یہ دونوں حصے جہاد کے ساز وسامان اور گھوڑوں پر خرچ کیے جائیں گے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں اسی پر عمل رہا۔

امام طحاوی نے کہا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس پر اجماع ہوگیا ہے اور اگر ذوی القربیٰ کے حصہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کا حصہ مراد ہوتا تو صحابہ اس سے منع نہ کرتے اور آپ کے قرابت داروں کے غیر پر اس کو خرچ نہ کرتے اور یہ چیز حسن بن محمد سے مخفی نہ رہتی' باوجود اس کے کہ ان کا علم میں بہت بڑا مقام ہے۔

اس حدیث میں ان لوگوں کا بھی ردّ ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ ذوی القربیٰ کا خمس میں سے ایک حصہ مقرر ہے۔ اس کی تفصیل اس باب میں گزر چکی ہے جس میں آپ کی زرہ' آپ کی لاٹھی اور آپ کی تلوار کا بیان ہے۔ دیکھئے: صحیح البخاری: ۳۱۱۰۔ ۳۱۰۹۔ ۳۱۰۸۔ ۳۱۰۷۔ ۳۱۰۶۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ ذوی القربیٰ کے حصوں میں سے مرد کو دو حصے دیئے جائیں گے اور عورت کو ایک حصہ دیا جائے گا۔ امام شافعی کے اصحاب میں سے المزنی' ابوثور اور تمام فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اس میں مرد اور عورت برابر ہیں کیونکہ ان کو قرابت کی وجہ سے دیا جاتا ہے اور قرابت تفضیل کا تقاضا نہیں کرتی' جیسے کوئی شخص کسی کی اولاد کے لیے وصیت کرے تو لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر برابر دیا جاتا ہے اور لڑکوں کو لڑکیوں سے دگنا نہیں دیا جاتا' یہ تو اللہ تعالیٰ نے وراثت میں مختلف اُمور کی وجہ سے حصے مقرر کیے ہیں اور میت کی اولاد میں اور اس کے عینی اور علاتی بھائی بہنوں میں لڑکے کا حصہ لڑکی سے دگنا رکھا ہے اور اخیافی بھائی بہنوں میں برابر برابر حصہ رکھا ہے' وہ مالک الملک ہے جس طرح چاہے حصے مقرر فرمائے۔

عمر بن عبدالعزیز نے کہا: ذوی القربیٰ سے مراد صرف بنوہاشم ہیں' اصبغ بن الفرج نے کہا: اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے تمام قریش مراد ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد آلِ محمد ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۱۱-۳۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸ - بَابُ مَنْ لَّمْ يُخَمِّسِ الْاَسْلَابَ جس نے مقتول کے سامان سے خمس نہیں نکالا

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ مقتول سے چھینے ہوئے سامان کے علاوہ ہر قسم کی غنیمت سے خمس نکالا جائے گا' امام احمد' ابن جریر اور محدثین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے' امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ امیر المسلمین کو اس میں اختیار ہے' وہ چاہے تو اس میں سے خمس نکالے اور چاہے تو نہ نکالے' ایک قول یہ ہے کہ اگر چھینا ہوا سامان بہت زیادہ ہو تو اس میں سے خمس نکالا جائے گا' حضرت عمر بن الخطاب سے بھی اسی طرح مروی ہے اور یہی امام مالک کا مذہب ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا سامان انفال میں سے ہے اور انفال میں سے خمس نکالا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا مال لشکر کا مالِ غنیمت ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو باقی مالِ غنیمت کا حکم ہے' سوا اس صورت کے کہ امیر المسلمین یہ اعلان کر دے کہ جس شخص نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا بھی وہی مالک ہے' اس صورت میں وہ چھینا ہوا سامان قاتل کا ہوگا' علامہ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے' امام احمد نے یہ کہا ہے کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ امیر المسلمین کی اجازت کے بغیر مقتول سے چھینا ہوا سامان لیا جائے اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ امیر کی اجازت کے بغیر بھی مقتول سے چھینا ہوا مال لے سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۹۰)

وَمَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلَبُهُ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّخَمَّسَ وَحُكْمِ الْاِمَامِ فِيْهِ. اور جس نے کسی مقتول کو قتل کیا تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہی مالک ہے بغیر خمس کے اور بغیر امام کے حکم کے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث موصولہ ہیں:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین کے لیے نکلے' جب ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو (ابتداء میں) مسلمان بھاگنے لگے' پس میں نے دیکھا کہ ایک مشرک مسلمان پر غالب تھا' میں مسلمان کی مدد کے لیے چکر کاٹ کر پیچھے سے آیا اور اس مشرک کی گردن پر تلوار سے وار کیا' اس نے مڑ کر مجھے دبوچا اور اس کے دبانے سے مجھے موت کی خوشبو آ رہی تھی کہ اچانک وہ مر گیا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے' میں نے ان سے پوچھا کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے (وہ کیوں پسپا ہو رہے ہیں)؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ کی تقدیر ہے' پھر لوگ واپس آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا: جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس کے پاس گواہ ہو تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہی مالک ہے۔ (الحدیث بطولہ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۲۱۰۰، صحیح مسلم: ۱۷۵۱، سنن ترمذی: ۱۵۶۲، سنن ابوداؤد: ۲۷۱۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ حنین کے دن فرمایا: جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہی مالک ہے، سو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن بیس مردوں کو قتل کیا اور ان سے چھینا ہوا سامان لے لیا۔ الحدیث (سنن ابوداؤد: ۲۷۱۸، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بغیر خمس کے اور بغیر امام کے حکم کے کافر کو قتل کرنے والا اس سے چھینے ہوئے سامان کو لے سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان احادیث میں خمس کی قید لگائی ہے نہ امام کے حکم کی قید لگائی ہے۔

۳۱۴۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ بَيْنَا اَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ فَنَظَرْتُ عَنْ يَّمِينِيْ وَشِمَالِيْ فَاِذَا اَنَا بِغُلَامَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ حَدِيثَةٍ اَسْنَانُهُمَا تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ بَيْنَ اَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِيْ اَحَدُهُمَا فَقَالَ يَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ مَا حَاجَتُكَ اِلَيْهِ يَا ابْنَ اَخِيْ قَالَ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ يَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَئِنْ رَّاَيْتُهٗ لَا يُفَارِقُ سَوَادِيْ سَوَادَهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ فَغَمَزَنِي الْاٰخَرُ فَقَالَ لِيْ مِثْلَهَا فَلَمْ اَنْشَبْ اَنْ نَظَرْتُ اِلٰى اَبِيْ جَهْلٍ يَّجُوْلُ فِي النَّاسِ قُلْتُ اَلَا اِنَّ هٰذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِيْ سَاَلْتُمَانِيْ فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتّٰى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَاهُ فَقَالَ اَيُّكُمَا قَتَلَهٗ قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَنَا قَتَلْتُهٗ فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا قَالَا لَا فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَاكُمَا قَتَلَهٗ سَلَبُهٗ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ وَكَانَا مُعَاذَ بْنَ عَفْرَاءَ وَمُعَاذَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ. قَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعَ يُوْسُفُ صَالِحًا وَ اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یوسف بن الماجشون نے حدیث بیان کی از صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف از والد خود از جد خود، انہوں نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے دن جب میں صف میں کھڑا ہوا تھا تو میں نے اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو اس وقت انصار کے دو کم عمر نوجوان لڑکے تھے، اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! میں ان سے زیادہ قوی لڑکے کے ساتھ ہوتا، پھر ان دونوں میں سے کسی ایک نے مجھے اشارہ کر کے کہا: اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اے میرے بھتیجے! اس نے کہا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میں اس سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا حتیٰ کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے مقدر کی گئی ہے وہ مر نہ جائے، مجھے اس بات پر تعجب ہوا، پھر دوسرے نے مجھے اشارہ کیا، اس نے بھی اسی طرح کہا، پھر تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے دیکھا کہ ابوجہل لوگوں کے درمیان گھوم رہا تھا، میں نے کہا: سنو! جس شخص کے متعلق تم نے سوال کیا تھا وہ یہ رہا، پس وہ دونوں اپنی اپنی تلواریں لے کر جھپٹے اور اس پر وار کیے، حتیٰ کہ ان دونوں نے اس کو قتل کر دیا، پھر دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر آپ کو اس کے قتل کی خبر دی، آپ نے پوچھا: تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ تو ان میں سے ہر ایک نے کہا: میں نے اس کو قتل کیا ہے، پھر آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنی تلواروں کو صاف کر لیا ہے؟ ان دونوں نے کہا: نہیں! پس آپ نے ان دونوں کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

[اطراف الحدیث: ۳۹۶۴-۳۹۸۸] (صحیح مسلم: ۱۷۵۲' الرقم المسلسل: ۴۴۶۰' مسند ابویعلیٰ: ۸۶۶' صحیح ابن حبان: ۴۸۴۰' المستدرک ج ۳ ص ۴۲۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۶-۳۰۵' مسند البزار: ۱۰۱۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۷۳- ج ۳ ص ۲۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

تلواروں کو دیکھا' پس فرمایا: تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے اور اس سے چھینا ہوا سامان معاذ بن عمرو بن الجموح کو ملے گا' وہ دونوں نوجوان حضرت معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہما تھا۔ محمد نے کہا: (اس حدیث کو) یوسف نے صالح سے سنا اور ابراہیم نے اپنے باپ سے سنا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل سے چھینے ہوئے مال سے خمس نہیں نکالا۔

ابوجہل کا سامان صرف حضرت معاذ بن عمرو کو دینے کی توجیہات' جب کہ حضرت معاذ بن عمرو اور حضرت معاذ بن عفراء دونوں نے اس کو قتل کیا تھا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا سامان ہر صورت میں قاتل کو ملتا ہے' خواہ امیر المسلمین نے اس کا اعلان کیا ہو یا نہ کیا ہو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مواقع پر یہی فیصلہ فرمایا ہے اور اس میں امام کے اعلان اور اس کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن ابوجہل سے چھینا ہوا مال حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمایا تھا۔

امام شافعی کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن عمرو کو چھینا ہوا سامان عطاء فرمایا تھا کیونکہ حضرت معاذ نے ابوجہل کا خون بہایا تھا اور حضرت معاذ بن عفراء نے زخمی ابوجہل کو مار کر اس کا کام تمام کر دیا تھا' انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک جب کوئی مسلمان کسی مشرک کا خون بہا دے اور دوسرا مسلمان اس کو ذبح کر دے تو اس مشرک کا سامان خون بہانے والے مسلمان کو دیا جائے گا اور ذبح کرنے والے کو نہیں دیا جائے گا۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کی تلواروں کو دیکھا اور ان تلواروں کو دیکھ کر یہ استدلال کیا کہ ان میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ مقتول کا سامان صرف اس کو دیا جائے گا جس نے اس کا خون بہایا ہو اور جس نے اس کو قتل کیا ہے اس کو فضیلت حاصل ہو گی۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کی تلواروں پر لگا ہوا خون دیکھا اور یہ دیکھا کہ ابوجہل کے جسم کی گہرائی تک کس کی تلوار پہنچی' اسی لیے آپ نے ان سے یہ سوال کیا تھا کہ تم نے اپنی تلواروں سے خون پونچھا تو نہیں تھا' کیونکہ اگر انہوں نے اس کے خون کو پونچھا ہوتا تو ان تلواروں کے اس کے جسم میں دخول کی مقدار متغیر ہو جاتی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ "تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے" پس اگر چھینے ہوئے سامان کا قتل کی وجہ سے استحقاق ہوتا تو چونکہ وہ دونوں قتل میں شریک تھے تو آپ ابوجہل سے چھینے ہوئے سامان میں ان دونوں کو شریک کر دیتے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس وقت تک آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا سامان اس قاتل کو ملے گا کیونکہ آپ نے یہ ارشاد غزوۂ حنین میں فرمایا تھا' اور یہاں پر ابوجہل کے قتل میں دونوں شریک تھے اور آپ نے ابوجہل کا چھینا ہوا سامان صرف حضرت معاذ بن عمرو کو عطاء کیا' اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو قتل کرنے کی وجہ سے قاتل کو مقتول کا سامان نہیں ملتا بلکہ امام اپنی صواب دید سے جس کو عطاء فرمائے' اس کو ملتا ہے۔

علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں میں سے صرف ایک کو مقتول کا سامان عطاء کیا تو اس سے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

معلوم ہوا کہ کافر کو قتل کرنے کی وجہ سے قاتل مقتول کے سامان کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ امام کے عطیہ کی وجہ سے اس کو مقتول کا سامان ملتا ہے' کیونکہ ہمارے نزدیک امام خمس میں سے عطاء کرتا ہے اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جس نے کسی مقتول کو قتل کیا' اس کا سامان قاتل کو ملے گا' یعنی اس کو خمس میں سے وہ سامان ملے گا نہ کہ مجاہدین کے مالِ غنیمت سے۔

امام شافعی کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے صرف حضرت معاذ بن عمرو کو ابوجہل سے چھینا ہوا مال دیا تھا' حالانکہ حضرت معاذ بن عمرو اور حضرت معاذ بن عفراء دونوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے حضرت معاذ بن عفراء سے حضرت معاذ بن عمرو کو عطاء کرنے کی اجازت حاصل کر لی تھی جیسا کہ ھوازن کے قیدیوں کو واپس کرنے کے لیے آپ نے مجاہدین سے اجازت حاصل کر لی تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۱۴۔۳۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو آخری توجیہ نقل کی ہے' وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے ھوازن کے قیدیوں کو واپس کرنے کی مجاہدین سے اجازت طلب کر لی تھی۔ (دیکھئے: صحیح البخاری: ۳۱۳۲۔۳۱۳۱) جب کہ باب مذکور کی اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن عمرو کو ابوجہل کا سامان عطاء فرمانے کے لیے حضرت معاذ بن عفراء سے اجازت طلب کر لی تھی نہ کسی اور حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن عمرو کو ابوجہل کا سامان دیا اور حضرت معاذ بن عفراء کو نہیں دیا' حالانکہ قتل دونوں نے کیا تھا' امام شافعی نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ مقتول کا سامان قاتل کا خون بہانے کی وجہ سے ملتا ہے اور ابوجہل کا خون حضرت معاذ بن عمرو نے بہایا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کے نزدیک اس مسئلہ میں امام اور امیر المسلمین کو اختیار ہے' وہ اپنی صواب دید سے جس کو چاہے مقتول کا سامان عطاء کر دے' اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ دونوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا لیکن ابوجہل پر تلوار سے وار کرنے میں حضرت معاذ بن عمرو سابق تھے اور پہلے انہوں نے وار کیا تھا' اس لیے آپ نے ان کو ابوجہل کا سامان عطاء فرمایا۔

۳۱۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ اَفْلَحَ عَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ مَّوْلٰى اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ جَوْلَةٌ فَرَاَيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاسْتَدَرْتُ حَتّٰى اَتَيْتُهُ مِنْ وَّرَائِهٖ حَتّٰى ضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ عَلٰى حَبْلِ عَاتِقِهٖ فَاَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِيْ ضَمَّةً وَّجَدْتُّ مِنْهَا رِيْحَ الْمَوْتِ ثُمَّ اَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَاَرْسَلَنِيْ فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ لَهٗ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ اَمْرُ اللّٰهِ ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از ابن افلح از ابی محمد مولی ابی قتادہ از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین کے لیے نکلے' پس جب ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو (ابتداء میں) مسلمان پسپا ہونے لگے' پھر میں نے دیکھا کہ ایک مشرک مسلمان پر غالب تھا' میں گھوم کر واپس آیا اور اس کے پیچھے سے اس پر حملہ کیا حتیٰ کی اس کی گردن کی شہ رگ پر تلوار ماری' اس نے پلٹ کر مجھے بہت زور سے اس طرح دبوچا کہ مجھے اس کے دبوچنے سے موت کی خوشبو آئی' پھر اس مشرک پر موت آ گئی تو اس نے مجھ کو چھوڑ دیا' پھر میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملا' میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ (مسلمان کیوں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِيْ ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِيْ ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ الثَّالِثَةَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَلَبُهُ عِنْدِيْ فَأَرْضِهِ عَنِّيْ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَاهَا اللّٰهِ إِذًا يَّعْمِدُ إِلٰى أَسَدٍ مِّنْ أُسْدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَأَعْطَاهُ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ.

پسپا ہو رہے ہیں؟) حضرت عمر نے کہا: یہ اللہ کی تقدیر ہے' پھر لوگ (کافروں پر) پلٹ پڑے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے' پس آپ نے فرمایا: جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس پر گواہ ہو تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہ مالک ہوگا' پس میں کھڑا ہوا' پس میں نے (دل میں) کہا: میرے حق میں کون گواہی دے گا! پھر میں بیٹھ گیا' آپ نے پھر فرمایا: جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس کے حق میں اس پر گواہ ہو تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہ مالک ہوگا' پس میں نے (دل میں) کہا: میرے حق میں کون گواہی دے گا! پھر میں بیٹھ گیا' آپ نے پھر تیسری بار اسی طرح فرمایا' میں پھر کھڑا ہو گیا' تو ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا' اس مقتول سے چھینا ہوا سامان میرے پاس ہے' آپ حضرت ابوقتادہ کو مجھ سے راضی کر دیجئے' تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! اللہ کے ایک شیر کے ساتھ جو اللہ اور رسول کی خاطر جنگ کرے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ ایسا نہیں کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ملنے والا سامان تمہیں دے دیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر نے سچ کہا' پس وہ سامان مجھے دے دیا' پھر میں نے اس کی زرہ کو بیچا اور اس کی قیمت سے بنو سلمہ میں ایک باغ خرید لیا اور یہ وہ پہلا مال تھا جس کو میں نے اسلام لانے کے بعد حاصل کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو کافر سے چھینا ہوا جو مال دیا گیا تھا' اس میں سے خمس نہیں نکالا گیا تھا۔

١٩ - بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوْبُهُمْ وَغَيْرَهُمْ مِنَ الْخُمُسِ وَنَحْوِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤلفۃ القلوب اور دوسروں کو جو خمس وغیرہ سے عطاء فرماتے تھے

مؤلفۃ القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جو اخلاص کے ساتھ اسلام نہیں لائے تھے لیکن ان کے اخلاص کی توقع تھی' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو خمس میں سے مال عطاء فرما کر ان کی دل جوئی فرماتے تھے' تا کہ وہ اخلاص پر راغب ہوں' اور خمس کی مثل سے مراد ہے: خراج' جزیہ اور فئے کے اموال۔

رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(باب کے عنوان میں جو (حدیث) مذکور ہے اس کو) حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی تفصیل صحیح البخاری: ۴۳۳۰ میں آئے گی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۱۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا حَكِيْمُ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَّمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يَّدْعُوْا حَكِيْمًا لِّيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ فَيَاْبٰى اَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا ثُمَّ اَنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهٗ فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنِّيْ اَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِيْ قَسَمَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَّاْخُذَهٗ فَلَمْ يَرْزَاْ حَكِيْمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (کچھ دینے کا) سوال کیا تو آپ نے مجھے عطاء فرمایا' میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے عطاء فرمایا' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز میٹھا ہے' جس نے اس کو سخاوت نفس (استغناء) سے لیا تو اس کو اس مال میں برکت دی جائے گی اور جس نے اپنے نفس کو جھکا کر وہ مال لیا تو اسے اس مال میں برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے' حضرت حکیم نے بتایا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کے بعد کسی کے مال میں بالکل کمی نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم کو حصہ عطاء کرنے کے لیے بلاتے تھے تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو عطاء کرنے کے لیے بلایا تو انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا' پس حضرت عمر نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! اس مالِ فئے میں اللہ نے جو ان کا حصہ رکھا ہے' میں اس کو دینے کے لیے انہیں بلاتا ہوں اور یہ اس کو لینے سے انکار کرتے ہیں' سو حضرت حکیم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے کسی کے مال میں کمی نہیں کی حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ حضرت حکیم بن حزام مؤلفۃ القلوب میں سے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں عطاء فرماتے تھے۔

۳۱۴۴ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ عَلَيَّ اعْتِكَافُ يَوْمٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّفِيَ بِهٖ قَالَ وَاَصَابَ عُمَرُ جَارِيَتَيْنِ مِنْ سَبْيِ حُنَيْنٍ فَوَضَعَهُمَا فِيْ بَعْضِ بُيُوْتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ پر زمانۂ جاہلیت کے ایک دن کے اعتکاف کی نذر ہے' تو آپ نے ان کو نذر پوری کرنے کا حکم دیا'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَكَّةَ قَالَ فَمَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَبْيِ حُنَيْنٍ فَجَعَلُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَالَ عُمَرُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ انْظُرْ مَاهٰذَا فَقَالَ مَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّبْيِ قَالَ اِذْهَبْ فَأَرْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ قَالَ نَافِعٌ وَّلَمْ يَعْتَمِرْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ وَلَوِ اعْتَمَرَ لَمْ يَخْفَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مِنَ الْخُمُسِ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي النَّذْرِ وَلَمْ يَقُلْ يَوْمٌ.

نافع نے بیان کیا کہ حضرت عمر کو حنین کے قیدیوں میں سے دو باندیاں ملی تھیں جن کو انہوں نے مکہ کے بعض گھروں میں رکھا تھا' نافع نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کے قیدیوں پر احسان کیا تھا (اور ان کو بلا فدیہ آزاد کر دیا تھا) سو وہ گلیوں میں دوڑ رہے تھے' پس حضرت عمر نے کہا: اے عبداللہ! دیکھو یہ کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں پر احسان کیا ہے تو حضرت عمر نے کہا: پس تم جاؤ اور (ان) دو باندیوں کو چھوڑ دو' نافع نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا' اور اگر آپ نے عمرہ کیا ہوتا تو وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مخفی نہ رہتا۔ اور جریر بن حازم نے از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر یہ اضافہ کیا ہے کہ (وہ دو باندیاں) خمس میں سے تھیں' اور اس کو معمر نے از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نذر میں روایت کیا ہے اور یہ نہیں کہا کہ وہ ایک دن کی نذر تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۲ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں حضرت ابن عمر کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا' لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر اس عمرہ کو بھول گئے تھے' ورنہ آپ نے مقام جعرانہ سے عمرہ کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۶' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۹۷)

۳۱۴۵- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا وَّمَنَعَ اٰخَرِيْنَ فَكَاَنَّهُمْ عَتَبُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ اِنِّيْ اُعْطِيْ قَوْمًا اَخَافُ ظَلَعَهُمْ وَجَزَعَهُمْ وَاَكِلُ اَقْوَامًا اِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْغِنٰى مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قوم کو عطاء کیا اور دوسری قوم کو منع کیا' پس گویا کہ وہ لوگ آپ سے ناخوش ہوئے تو آپ نے فرمایا: میں ایسی قوم کو دیتا ہوں جس کے متعلق مجھے ایمان کی کمزوری اور بے صبری کا خدشہ ہوتا ہے' اور میں ایسے لوگوں پر بھروسا کرتا ہوں جن کے دلوں میں اللہ نے خیر اور استغناء کو رکھا ہے' ان میں سے عمرو بن تغلب ہیں' تو حضرت عمرو بن تغلب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے اس کے بدلہ میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جائیں تو وہ مجھے پسند نہیں ہیں۔

وَزَادَ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ

اور ابو عاصم نے از جریر یہ اضافہ کیا ہے کہ میں نے حسن سے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِمَالٍ اَوْ بِسَبْیٍ فَقَسَمَهٗ بِهٰذَا.

سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ ہمیں حضرت عمرو بن تغلب نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مال یا قیدی لائے گئے تو آپ نے ان کو اس طرح تقسیم کیا جس طرح اس حدیث میں مذکور ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''ظلع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کج روی' راہِ مستقیم سے انحراف' نیز اس میں ''جزع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایمان کی کمزوری اور دل کی بیماری اور اس حدیث میں ''غناء'' کا لفظ ہے' یہ فقر کی ضد ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۱۴۶- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُعْطِیْ قُرَیْشًا اَتَاَلَّفُهُمْ لِاَنَّهُمْ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِیَّةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قریش کو ان کی تالیف قلب کے لیے عطاء کرتا ہوں کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت سے نئے نئے نکلنے والے ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۳۱۴۷-۳۵۲۸-۳۷۷۸-۳۷۹۳-۴۳۳۱-۴۳۳۲-۴۳۳۳-۴۳۳۴-۴۳۳۷-۵۸۶۰-۶۷۶۲-۷۴۴۱] (صحیح مسلم: ۱۰۵۹' الرقم المسلسل: ۲۳۲۸' سنن ترمذی: ۳۹۲۷' سنن نسائی: ۲۶۰۶)

اس حدیث کی مفصل شرح غزوۂ حنین کے باب میں آئے گی۔

۳۱۴۷- حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا اَفَاءَ فَطَفِقَ یُعْطِیْ رِجَالًا مِّنْ قُرَیْشٍ اَلْمِائَةَ مِنَ الْاِبِلِ فَقَالُوْا یَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْطِیْ قُرَیْشًا وَّیَدَعُنَا وَسُیُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ اَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَاَرْسَلَ اِلَی الْاَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِیْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ وَّلَمْ یَدْعُ مَعَهُمْ اَحَدًا غَیْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَاءَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا کَانَ حَدِیْثٌ بَلَغَنِیْ عَنْکُمْ قَالَ لَهٗ فُقَهَاؤُهُمْ اَمَّا ذَوُوْ رَاْیِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ یَقُوْلُوْا شَیْئًا وَّاَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ھوازن کے اموال سے فئے عطا فرمایا تھا' انصار کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت کہا جب آپ نے اس مالِ فئے سے قریش کے لوگوں کو سو اونٹ عطاء فرمائے (تو انصار نے کہا:) اللہ (عزوجل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت فرمائے! آپ قریش کو عطاء فرماتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے کفار کا خون ٹپک رہا ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی یہ بات بتا دی گئی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلایا اور ان سب کو چمڑے کے خیمہ میں جمع کیا' اور ان کے علاوہ کسی اور کو ان کے ساتھ نہیں بلایا' جب

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أُنَاسٌ مِّنَّا حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَّيَتْرُكُ الْأَنْصَارَ وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَرْجِعُونَ إِلٰى رِحَالِكُمْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنْقَلِبُونَ بِهٖ خَيْرٌ مِّمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهٖ قَالُوا بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ رَضِينَا فَقَالَ لَهُمْ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً شَدِيدَةً فَاصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحَوْضِ قَالَ أَنَسٌ فَلَمْ نَصْبِرْ.

وہ سب جمع ہو گئے تو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' پس پوچھا: وہ کیسی بات ہے جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچی ہے تو ان میں سے دانش مند لوگوں نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے جو لوگ عقل مند ہیں انہوں نے تو کچھ نہیں کہا اور جو لوگ کم عمر ہیں' انہوں نے کہا: اللہ (عزوجل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے! آپ قریش کو عطاء فرماتے ہیں اور انصار کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے کفار کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان لوگوں کو عطاء کرتا ہوں جو نئے نئے کفر سے نکلنے والے ہیں' کیا تم اس سے راضی نہیں ہوتے کہ لوگ مال لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر لوٹو' پس اللہ کی قسم! تم جس چیز کے ساتھ لوٹ رہے ہو' وہ اس سے بہت بہتر ہے جس چیز کے ساتھ وہ لوٹ رہے ہیں' انصار نے کہا: کیوں نہیں' یارسول اللہ! تحقیق یہ ہے کہ ہم راضی ہیں' پس آپ نے فرمایا: بے شک عنقریب تم میرے بعد یہ دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو زیادہ ترجیح دی جا رہی ہے' پس تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم اللہ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض پر ملاقات کرو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ہم سے صبر نہ ہو سکا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی تالیف قلب کے لیے ان کو مالِ فئے سے عطاء فرماتے تھے۔

۳۱۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ أَنَّهٗ بَيْنَا هُوَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مُقْبِلًا مِّنْ حُنَيْنٍ عَلِقَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَعْرَابُ يَسْأَلُونَهٗ حَتّٰى اضْطَرُّوهُ إِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهٗ فَوَقَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعْطُونِي رِدَائِي فَلَوْ كَانَ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهٗ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُونِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد بن جبیر بن مطعم نے خبر دی کہ محمد بن جبیر نے کہا: مجھے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ (دیگر) صحابہ بھی تھے' آپ غزوۂ حنین سے واپس آ رہے تھے کہ چند اعرابی آپ کے ساتھ چمٹ گئے' وہ آپ سے مالِ غنیمت مانگ رہے تھے (وہ آپ سے اس طرح چمٹے کہ انہوں نے) آپ کو ایک کیکر کے درخت کی طرف دھکیل دیا حتیٰ کہ آپ کی چادر اس میں اٹک گئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَخِيْلًا وَّلَا كَذُوْبًا وَّلَا جَبَانًا.

کھڑے رہ گئے اور آپ نے فرمایا: مجھے میری چادر دو' پس اگر میرے پاس ان کانٹے دار درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا' پھر تم مجھ کو بخیل پاتے نہ جھوٹا نہ بزدل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۱ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے اعراب کے درمیان اونٹ تقسیم کرنے کا ذکر فرمایا۔

۳۱۴۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَذَبَهُ جَذْبَةً شَدِيدَةً حَتّٰى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَثَّرَتْ بِهِ حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهِ ثُمَّ قَالَ مُرْ لِي مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِي عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. [اطراف الحدیث: ۵۸۰۹-۶۰۸۸] (صحیح مسلم: ۱۰۵۷' الرقم المسلسل: ۲۳۱۸' سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۵۴۸-ج ۲۰ ص ۲۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا' آپ کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی جس کا کنارہ بہت موٹا تھا' ایک اعرابی نے اس چادر کو پکڑ کر بہت زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے آپ کے کندھے کی طرف دیکھا' اس کے کھینچنے کی شدت سے اس پر نشان پڑ گیا تھا' پھر اس نے کہا: آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجئے' آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے' پس آپ ہنسے پھر آپ نے اسے عطاء کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس اعرابی کا آپ کے ساتھ درشت اور ناشائستہ رویہ تھا' پھر بھی آپ نے اس کی تالیف قلب کے لیے اس کو عطاء کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حکام کو جاہل لوگوں کے سخت رویہ اور ان کی دی ہوئی ایذاء پر صبر کرنا چاہیے۔

۳۱۵۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَّنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنَاسًا فِي الْقِسْمَةِ فَأَعْطَى الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِّنَ الْإِبِلِ وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَأَعْطَى أُنَاسًا مِّنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ فَآثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ قَالَ رَجُلٌ وَّاللّٰهِ إِنَّ هٰذِهِ الْقِسْمَةَ مَا عُدِلَ فِيهَا وَمَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأُخْبِرَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: فَمَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ حنین کا دن تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم میں کچھ لوگوں کو ترجیح دی' پس اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اور عیینہ کو بھی اس کی مثل دیئے اور عرب کے معزز لوگوں کو بھی اس دن عطاء کیا' پس ان کو بھی اس دن ترجیح دی تو ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا اور اس سے اللہ کی رضا جوئی کا ارادہ نہیں کیا گیا' پس میں نے (دل میں) کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ اُوْذِيَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۰۵-۴۳۳۶-۶۰۵۹-۶۱۰۰-۶۲۹۱-۶۳۳۶] (صحیح مسلم: ۱۰۶۴ 'الرقم المسلسل: ۲۳۳۶ 'مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۹۰۲-ج ۷ ص ۸ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کو اس کی خبر دوں گا' پس میں آپ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو اس کی خبر دی' تو آپ نے فرمایا: جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو پھر کون عدل کرے گا' اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! ان کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی تھی' انہوں نے اس پر صبر کیا۔

اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اقرع بن حابس کا ذکر ہے' یہ مؤلفۃ القلوب میں سے ایک ہیں' اقرع اور عیینہ بن حصن دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ' حنین اور طائف کے مواقع پر حاضر تھے' ابن درید نے کہا: ان کا نام فراش تھا اور ان کا لقب اقرع تھا کیونکہ ان کا سر گنجا تھا' یہ معززین میں سے ایک تھے' حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس لشکر کا امیر بنایا تھا جس کو انہوں نے خراسان کی طرف بھیجا تھا' اس میں یہ جاں بحق ہو گئے تھے' اور عیینہ ابو حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری بھی مؤلفۃ القلوب میں سے تھے' علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ احمق تھا' یہ بغیر اجازت کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گیا اور بے ادبی سے بات کی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بے ادبی اور گنوار پن پر صبر کیا' یہ مرتد ہو کر طلیحہ (مدعی نبوت) پر ایمان لے آیا تھا' پھر اس کو قید کیا گیا' پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پر احسان کیا اور آزاد کر دیا' پھر یہ ہمیشہ اسلام کو ظاہر کرتا رہا' اس کا نام حذیفہ ہے اور اس کا لقب عیینہ ہے کیونکہ اس کی آنکھوں کی پلکیں پلٹی ہوئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۱)

جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا: آپ عدل کریں' اس کو قتل نہ کرنے کی وجوہ

ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کو چپکے سے یہ بتایا تو آپ سن کر سخت غضب ناک ہوئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا' حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! میں نے آپ کو نہ بتایا ہوتا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۲) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہا وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کیا جائے گا' اور اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس شخص کو قتل کیا گیا۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے کلام سے نبوت میں طعن کا مفہوم نہ نکلتا ہو اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف صرف تقسیم میں عدل کے ترک کرنے کو منسوب کیا ہو' اور ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو اس لیے سزا نہ دی ہو کہ اس کا یہ جرم ثابت نہیں ہوا تھا' صرف ایک شخص نے اس کی بد گوئی کو نقل کیا تھا' اور صرف ایک شخص کی گواہی سے خون نہیں بہایا جاتا۔ (اکمال المعلم ج ۳ ص ۶۰۷)

علامہ مازری کی تاویل کو لکھنے کے بعد قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

یہ تاویل اس لیے درست نہیں ہے کہ اس شخص نے کہا تھا کہ اے محمد! عدل کیجئے' اور کہا تھا: اے محمد! اللہ سے ڈریں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۴-۱۰۶۳) اور اس نے صحابہ کی جماعت میں اس طرح کہا تھا' حتیٰ کہ حضرت عمر اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! لوگ کہیں گے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں' تو اس شخص کو قتل نہ کرنے کا یہ سبب ہے' اور آپ نے اس شخص کو ان منافقین کے حکم میں رکھا جنہوں نے متعدد بار آپ کو ایذاء دی اور آپ نے ان سے ناگفتنی باتیں سنیں' لیکن آپ نے ان کی باتوں پر صبر کیا اور تحمل کیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں اور ہم نے اپنی کتاب شفاء کی قسم رابع میں بہت تفصیل سے لکھا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرے وہ کافر ہے۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۶۰۸-۶۰۷ دار الوفاء)

علامہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کو قتل کیوں نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالعموم ایذاء پہنچاتے تھے اور اس یہودی کو کیوں قتل نہیں کیا جس نے آپ سے کہا تھا: ''السام علیکم'' (تم پر موت آئے) حالانکہ یہ بددعا تھی اور اس شخص کو کیوں قتل نہیں کیا جس نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا' اور ایک مرتبہ کہا: عدل کر! اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے منافقین کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا' اس وقت آپ لوگوں کے ایمان لانے کی خاطر ان کی تالیف قلب (دل جوئی) کرتے تھے' اور اسلام کو ان کے دلوں میں مزین کرتے تھے' اور اس وقت مسلمانوں کی کثرت کی ضرورت تھی' اور اس وقت آپ صحابہ سے فرماتے تھے کہ لوگوں کو اپنی طرف راغب کرو اور ان کو متنفر نہ کرو' اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے یہی ارشاد فرمایا تھا:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ. (المؤمنون:۹۶) اچھے طریقہ سے بُرائی کو دُور کیجئے۔

اور آپ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کے قتل سے منع فرمایا ہے' اس وجہ سے آپ ان کی ایذاء رسانی کو برداشت کرتے تھے' یہی وجہ ہے کہ جب دین اسلام پھیل گیا اور تمام ادیان پر غالب آ گیا تو آپ جن گستاخوں کو قتل کرنے پر قادر ہوئے' ان کے قتل کا حکم دیا' اسی طرح آپ نے بعض گستاخوں کے خون کو مباح کر دیا' جیسے کعب بن زہیر اور ابن زبعری وغیرہ۔

منافقین کو قتل نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ منافقوں کا بہ ظاہر مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا' اور بارگاہِ رسالت میں منافقوں کے جو گستاخانہ کلمات پہنچائے گئے تھے' ان کو کسی ایک صحابی نے نقل کیا تھا' اور منافقین ان کلمات سے بری ہونے پر قسم کھا لیتے تھے' علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان کے خواہش مند تھے' اس لیے ان کی ایذاء رسانیوں پر صبر کرتے تھے' جیسا کہ ہمیشہ اولوالعزم رسول کرتے رہے ہیں' یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا' اور ان کی وجہ سے اسلام کو بہت تقویت پہنچی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ان سے وہ گستاخانہ کلمات قطعی طور پر ثابت نہیں تھے' کیونکہ ان کلمات کو کسی بچہ نے نقل کیا تھا' یا غلام نے یا عورت نے اور نصابِ شہادت یعنی دو مردوں کی گواہی کے بغیر کسی کا خون بہانا جائز نہیں ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علمِ نبوت سے ان کے خلاف فیصلہ اس لیے نہیں کیا کہ بہ ظاہر ان کا شمار مسلمانوں اور صحابہ میں ہوتا تھا' اور اگر آپ ان کو اس وجہ سے قتل کر دیتے کہ آپ کے علم میں وہ منافق تھے تو مخالفین اور معاندین آپ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے کہ آپ جس کو قتل کرنا چاہتے ہیں' اس پر نفاق کی تہمت لگا کر قتل کر دیتے ہیں اور اس سے اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں رکاوٹ ہوتی' یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس شخص کو قتل کرنے سے منع فرمایا جس نے آپ سے کہا تھا: ''اعدل'' اور قتل کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں' اسی وجہ سے ابن معاذ اور ابن قصار نے کہا ہے کہ یہ لوگ اگر اپنے نفاق کو ظاہر کرتے تو آپ ان کو قتل کر دیتے۔ رہا یہ کہ آپ نے اس یہودی کو قتل نہیں کیا جس نے کہا تھا: ''السّام علیکم'' (تم پر موت آئے)' اس کی وجہ یہ تھی کہ اس یہودی کا مسلمانوں سے معاہدہ تھا اور یہ ابتداء اسلام کا واقعہ تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو قتل نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو یہ توقع تھی کہ اس کے ساتھ نرمی کرنے کی وجہ سے کچھ لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۹۳-۱۹۲' بیروت)

قاضی عیاض مالکی نے اپنی کتاب الشفاء میں جو گستاخِ رسول کے متعلق فقہاء کے قول کا ذکر کیا ہے' وہ عبارت یہ ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرنے والے کے متعلق ائمہ اربعہ کے مسالک

جان لو کہ امام مالک ان کے اصحاب' سلف صالحین اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس نے گالی دی اور اس کے بعد توبہ کر لی تو اس کو بہ طور حد قتل کیا جائے گا نہ بہ طور کفر' شیخ ابوالحسن قابسی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کسی شخص نے آپ کو گالی دینے کا اقرار کیا اور اس کے بعد توبہ کر لی اور توبہ کا اظہار کر دیا تو اس کو گالی دینے کے سبب سے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ اس کی حد ہے' ابومحمد بن ابی زید نے بھی یہی کہا ہے' البتہ اس کی توبہ اس کو آخرت میں نفع دے گی اور وہ عنداللہ مؤمن قرار پائے گا۔

(الشفاء ج ۲ ص ۲۲۳-۲۲۲' مطبوعہ ملتان)

علامہ سید محمد ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی ہو اس کی توبہ قبول نہ کرنا امام مالک کا مشہور مذہب ہے' اور امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور ایک روایت ان سے یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی' لہٰذا ان کا مذہب امام مالک کی طرح ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کا حکم مرتد کی طرح ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے جیسا کہ نتف وغیرہ سے منقول ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یہ ہے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دینے والے کا حکم بہ طریق اولیٰ یہی ہوگا کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے' بہر حال یہ بات ظاہر ہوگئی کہ احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور امام مالک سے بھی یہ ایک ضعیف روایت سے ثابت ہے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۴۰۴-۴۰۱' مطبوعہ عثمانیہ' استنبول)

۳۱۵۱- حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ أَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ كُنْتُ أَنْقُلُ النَّوٰى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِيْ أَقْطَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِيْ وَهِيَ مِنِّيْ عَلٰى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ وَقَالَ أَبُوْ ضَمْرَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ أَرْضًا مِنْ أَمْوَالِ بَنِي النَّضِيْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کو جو زمین کا ایک قطعہ دیا تھا' میں اس میں سے (کھجور کی) گٹھلیاں اپنے سر پر رکھ کر لایا کرتی تھی' وہ جگہ میرے گھر سے دو تہائی فرسخ پر تھی' اور ابوضمرۃ نے کہا از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بنونضیر کے اموالِ فئے سے ایک زمین کا قطعہ دیا تھا۔

[طرف الحدیث: ۵۲۲۴] (صحیح مسلم: ۲۱۸۲' الرقم المسلسل: ۵۵۸۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۳' طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۵۱-۲۵۰' سنن کبریٰ: ۹۱۷۰' صحیح ابن حبان: ۴۵۰۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۳۷-ج ۴۴ ص ۵۰۳-۵۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس باب کے عنوان میں مؤلفۃ القلوب اور غیر مؤلفۃ القلوب کو عطاء کرنے کا ذکر تھا' اس سے پہلی احادیث میں مؤلفۃ القلوب کو عطاء کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں غیر مؤلفۃ القلوب کو عطاء کرنے کا ذکر ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب مذکور کی وضاحت میں صحیح مسلم کی حدیث

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے نکاح کیا' اس وقت ان کے پاس ان کی زمین میں کوئی مال تھا' نہ غلام تھا نہ کوئی اور چیز تھی' صرف ایک گھوڑا تھا' میں اس گھوڑے کو چارا ڈالتی تھی اور حضرت الزبیر کی طرف سے میں اس کی خبر گیری اور نگہداشت کرتی تھی' اور ان کے اونٹ کے لیے کھجور کی گٹھلیوں کو کوٹتی تھی' ان کو چارا ڈالتی تھی اور پانی پلاتی تھی' ڈول سے پانی نکالتی تھی اور آٹا گوندھتی تھی' میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی' میرے پڑوس میں جو انصار کی عورتیں تھیں وہ مجھے روٹیاں پکا دیتی تھیں' وہ بہت مخلص عورتیں تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الزبیر کو جو زمین عطاء فرمائی تھی' میں اس میں سے کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھی' یہ زمین دو تہائی فرسخ دور تھی' ایک دن میں سر پر کھجور کی گٹھلیاں اُٹھا کر لا رہی تھی کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی' آپ کے ساتھ آپ کے چند اصحاب بھی تھے' آپ نے مجھے بلایا' پھر اپنے اونٹ کو (بٹھانے کے لیے) اِخ اِخ فرمایا تا کہ آپ مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں' حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ مجھے حیاء آئی اور مجھے تمہاری (حضرت زبیر کی) غیرت یاد آئی' آپ نے فرمایا: کیا تمہارا گٹھلیوں کو اپنے سر پر اٹھانا میرے ساتھ سوار ہونے سے زیادہ سخت نہیں ہے۔ حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت ابو بکر نے ایک خادمہ بھیجی' پھر میرے بجائے وہ گھوڑے کا کام کاج کرنے لگی' گویا کہ اس خادمہ نے مجھے آزاد کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۸۲' الرقم المسلسل: ۵۵۸۵)

بیوی پر گھر کے کام کرنے کا شرعی حکم

حضرت اسماء کا اپنے خاوند کے لیے کھانا پکانا اور گھر کے دیگر کام کاج کرنا ان اُمورِ معروفہ میں سے ہے جن کو بہ طور مروت کرنے پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے' عورت خاوند کے لیے روٹی پکاتی ہے' کپڑے دھوتی ہے اور دیگر معاملات میں اس کی خدمت کرتی ہے اور یہ تمام کام عورت کی طرف سے تبرع اور احسان ہیں اور حسنِ معاشرت اور نیک کام ہیں' بیوی پر ان میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہے' بلکہ بیوی اگر ان کاموں میں سے کوئی کام نہ کرے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگی اور خاوند پر لازم ہوگا کہ وہ بیوی کے لیے پکے پکائے کھانے اور دھلے دھلائے کپڑے مہیا کرے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. اور جس کا بچہ ہے (ان دودھ پلانے والی ماؤں) کا کھانا اور ان کا لباس عرف کے مطابق اس کے ذمہ ہے۔ (البقرہ: ۲۳۳)

تاہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام اور اہل بیت کی ازواج اور بعد کے تابعین کی ازواج گھر کے کام کاج اور خاوند کی خدمت شروع سے کرتی چلی آئی ہیں' اس لیے یہ حکم تعامل مسلمین سے ثابت ہے۔

۳۱۵۲ - حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا الْفُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ عُقْبَةَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَجْلَی الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰی اَهْلِ خَیْبَرَ اَرَادَ اَنْ یُّخْرِجَ الْیَهُوْدَ مِنْهَا وَكَانَتِ الْاَرْضُ لَمَّا ظَهَرَ عَلَیْهَا لِلْیَهُوْدِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن المقدام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے الفضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہود اور نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے نکال دیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اہل خیبر پر غالب ہوئے تھے تو آپ نے یہود کو اس سرزمین سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تھا اور جب آپ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَسَأَلَ الْيَهُودُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتْرُكَهُمْ عَلَى أَنْ يَكْفُوا الْعَمَلَ وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ عَلَى ذٰلِكَ مَاشِئْنَا فَأُقِرُّوا حَتّٰى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ فِي إِمَارَتِهِ إِلَى تَيْمَاءَ وَأَرِيحَا.

نے اس زمین پر قبضہ کیا تھا تو وہ زمین یہود کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی تھی' پھر یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کو اس زمین پر چھوڑ دیں اور آپ کی جگہ وہ اس زمین پر کام کریں گے اور ان کو نصف پھل ملیں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس سرزمین پر برقرار رکھیں گے' پھر ان کو اس زمین پر برقرار رکھا گیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے دورِ خلافت میں تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: مؤلفۃ القلوب اور غیر مؤلفۃ القلوب کو عطاء کرنا' اور اس حدیث میں عطاء کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہود کو مزارعت پر زمین دینے کا ذکر ہے۔

تیماء اور اریحاء کا جغرافیائی محل وقوع

اس حدیث میں تیماء کا ذکر ہے۔ ابن قرقول نے کہا ہے کہ یہ جگہ بہت بڑی بستی ہے اور طے کے شہروں میں ساحل سمندر پر واقع ہے' شام کی طرف جانے والے اس بستی سے گزر کر جاتے ہیں۔

اَریحاء' ملک شام کی ایک بستی ہے' یہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کے نام کے ساتھ موسوم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰- بَابُ مَا يُصِيبُ مِنَ الطَّعَامِ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ

دارالحرب میں کھانے کی چیزوں کے ملنے کا شرعی حکم

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ اگر دارالحرب میں مجاہدین کو کھانے کی چیزیں مل جائیں تو ان کا شرعی حکم کیا ہے' آیا ان سے خمس نکالا جائے گا یا مجاہدین کے لیے ان کا کھانا مباح ہے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک مجاہدین جب تک دارالحرب میں رہیں' ان کے لیے سربراہ ملک کی اجازت کے بغیر اپنی ضرورت کے مطابق وہاں سے کھانا پینا جائز ہے اور مال کی تقسیم سے پہلے گائے اور بکری کا ذبح کرنا بھی جائز ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ حالت جنگ میں ان کے جانوروں پر سواری کرنا' ان کے کپڑوں کو اور ان کے ہتھیاروں کو استعمال کرنا بھی جائز ہے اور جنگ کے بعد ان کی چیزیں واپس کر دیں اور الزہری نے کہا ہے کہ کھانا ہو یا اور کوئی چیز' امیر لشکر کی اجازت کے بغیر اس کو لینا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۳)

۳۱۵۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِينَ قَصْرَ خَيْبَرَ فَرَمٰى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِآخُذَهُ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۱۴-۵۵۰۸] (صحیح مسلم: ۱۷۷۲' الرقم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید بن ھلال از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خیبر کے قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ کسی شخص نے ایک تھیلی پھینکی جس میں چربی بھری ہوئی تھی' میں اسے اُٹھانے کے لیے بڑھا' پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے' پس مجھے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

المسلسل: ۴۴۹۶' سنن ابوداؤد: ۲۷۰۲' سنن نسائی: ۴۴۰۲)

آپ سے حیاء آئی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کس قدر تعظیم اور توقیر کرتے تھے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چربی یہود نے رکھی ہو' اس کا کھانا جائز ہے' یہ چربی یہود پر حرام تھی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس کو کھانے کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۴)

۳۱۵۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نُصِيبُ فِي مَغَازِيْنَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے غزوات میں شہد اور انگور ملتے تھے ہم اس کو (اسی وقت) کھا لیتے تھے لیتے تھے اور اُٹھا کر نہیں رکھتے تھے۔

اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ ہمیں غزوات میں شہد اور گھی مل جاتا تھا اور ہم اس کو وہیں کھا لیتے تھے اور جریر کی روایت میں ہے کہ جنگ یرموک کے ایام میں ہمیں طعام اور بکریاں ملیں' اور ہم ان کو ذخیرہ کرنے کے لیے نہیں اُٹھاتے تھے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ ہم ان کو تقسیم کرنے والے کے پاس نہیں لے جاتے تھے یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اجازت طلب کرنے کے لیے نہیں لے جاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۵۵ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ لَّيَالِيَ خَيْبَرَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَقَعْنَا فِي الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَانْتَحَرْنَاهَا فَلَمَّا غَلَتِ الْقُدُوْرُ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْفِئُوا الْقُدُوْرَ وَلَا تَطْعَمُوْا مِنْ لُّحُوْمِ الْحُمُرِ شَيْئًا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقُلْنَا إِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ قَالَ وَقَالَ آخَرُوْنَ حَرَّمَهَا الْبَتَّةَ وَسَأَلْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ حَرَّمَهَا الْبَتَّةَ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۲۰-۴۲۲۲-۴۲۲۴-۵۵۲۶] (صحیح مسلم: ۱۹۳۷' الرقم المسلسل: ۴۹۰۳' سنن نسائی: ۴۳۳۴' سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کی راتوں میں ہمیں سخت بھوک لگی' پھر جب خیبر کی فتح کا دن آیا' تو ہم کو پالتو گدھے ملے' سو ہم نے ان کو ذبح کر دیا' پس جب پتیلیوں میں ان کا سالن جوش مارنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے یہ اعلان کیا: اپنی پتیلیاں اُلٹا دو اور (پالتو) گدھوں کے گوشت میں سے بالکل نہ کھاؤ۔ حضرت عبداللہ نے بیان کیا: ہم نے دل میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گدھوں کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ ان گدھوں میں سے خمس کو نہیں نکالا گیا' یہ انہوں نے بیان کیا اور دوسروں نے کہا کہ آپ نے گدھوں کے گوشت کو قطعی طور پر حرام کر دیا تھا' اور میں نے سعید بن جبیر سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: آپ نے گدھوں کو قطعی طور پر حرام فرما دیا تھا۔

پالتو گدھوں کی تحریم کی علت میں فقہاء صحابہ کا اختلاف اور ان کی تحریم کے ثبوت میں احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ گدھے کی تحریم کے متعلق صحابہ نے آپس میں گفتگو کی۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ صحابہ کا اس میں اختلاف تھا کہ گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دینے کی علت کیا ہے' آیا ان کا گوشت اپنی ذات میں حرام ہے یا کسی عارض کی وجہ سے ان کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے' پس حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اس وجہ سے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا کہ ان میں سے خمس نہیں نکالا گیا تھا' اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ جب ان سے خمس نکال لیا جائے تو پھر ان کا گوشت کھالیا جائے گا' بعض علماء نے کہا ہے کہ ان کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ گدھے گندگی کھاتے ہیں۔ مسند دارمی میں سعید بن جبیر کا اسی طرح قول مروی ہے اور عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ نے کہا ہے کہ گدھوں کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے تا کہ وہ سواری کے لیے اور بوجھ لادنے کے لیے باقی رہیں اور لوگ ذبح کر کے کھا کر ان کی نسل کو ختم نہ کر دیں۔

پالتو گدھوں کا گوشت کھانے کے جواز میں درج ذیل حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے:

حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم کو قحط آن پہنچا' پس میرے مال میں سے کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے میں اپنے گھر والوں کو کھلا سکتا' سوائے گدھوں کے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما چکے تھے' پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم فاقے کر رہے ہیں اور میرے پاس اپنے گھر والوں کو کھلانے کے لیے فربہ گدھوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے اور بے شک آپ پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دے چکے ہیں! آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو فربہ گدھوں کے گوشت سے کھلاؤ' میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا تھا کہ وہ بستی کی گندگی کو کھاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۰۸)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ احادیثِ صحیحہ اس روایت کو مسترد کرتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۶)

میں کہتا ہوں کہ پالتو گدھوں کی تحریم پر حسبِ ذیل احادیث صحیحہ ہیں:

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۵۲۷' صحیح مسلم: ۱۹۳۶' سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۴)

عدی بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت البراء اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہم سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ ہمیں (خیبر کے دن) گدھے ملے' ہم نے ان کو پکالیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ پتیلیوں کو اُلٹا دو۔

(صحیح البخاری: ۴۲۲۱' صحیح مسلم: ۱۹۳۸)

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خیبر کی طرف گئے' پھر اللہ نے مسلمانوں کے لیے خیبر کو فتح کر دیا' پھر جس دن خیبر فتح ہوا تھا اس دن شام کو مسلمانوں نے آگ جلائی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسی آگ جل رہی ہے اور تم کس چیز پر آگ جلا رہے ہو' مسلمانوں نے کہا: گوشت پر' آپ نے پوچھا: کون سے گوشت پر؟ لوگوں نے بتایا: پالتو گدھوں کے گوشت پر' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا: پتیلیوں کو اُلٹ دو اور ان کو توڑ دو' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یا ہم گوشت پھینک دیں اور پتیلیوں کو دھولیں؟ آپ نے فرمایا: یا اس طرح کرلو۔ (صحیح مسلم: ۱۹۳۹' الرقم المسلسل: ۴۹۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے پتا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کو کھانے سے اس لیے منع فرمایا کہ ان پر لوگوں کا سامان لادا جاتا ہے' تو آپ نے ناپسند فرمایا کہ لوگوں کے سامان لادنے کی سواری نہ رہے' یا آپ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۲۷' صحیح مسلم: ۱۹۳۹' الرقم المسلسل: ۴۹۱۰)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے اور پالتو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۱۱۵' صحیح مسلم: ۱۴۰۷' سنن ترمذی: ۱۷۹۴۔۱۱۲۱ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۱۱' مسند الحمیدی: ۳۷' سنن سعید ابن منصور: ۸۴۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۹۲۔ج ۸ ص ۲۶۱' سنن دارمی: ۲۱۹۷' مسند ابویعلیٰ: ۵۷۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۱۔۲۰۲' مسند احمد ج ۱ ص ۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۹۲۔ج ۲ ص ۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس سے پہلے ان احادیث کے خلاف امام ابوداؤد کی حضرت غالب بن ابجر سے یہ روایت ذکر کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو فربہ گدھوں کے گوشت سے کھلاؤ' میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا تھا کہ وہ بستی کی گندگی کو کھاتے ہیں۔اس حدیث کے متعلق علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

عامۃ العلماء کے نزدیک پالتو گدھوں کا گوشت حرام ہے' صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کی رخصت منقول ہے اور شاید تحریم کی حدیث ان کو نہیں پہنچی اور رہی ابن ابجر کی حدیث تو اس کی اسناد میں اختلاف ہے۔

(معالم السنن جز ۴ ص ۲۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ عبدالحق نے لکھا ہے: یہ حدیث متصل الاسناد نہیں ہے' اور علامہ سہیلی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور ممانعت کی احادیث کی سند صحیح ہے' اس لیے یہ حدیث ان سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کتاب الخمس کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین' آج ۱۸ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ/۱۷ دسمبر ۲۰۰۸ء بروز بدھ کتاب الخمس مکمل ہو گئی اے بارِ الٰہ! جس طرح صحیح البخاری کی اس کتاب کو مکمل فرما دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب کی بھی تکمیل کرا دیں اور اپنے اس عاجز بندہ کی اور جملہ قارئین کی مغفرت فرما دیں۔ (آمین یا رب العلمین!)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۵۸- کِتَابُ الْجِزْیَةِ وَالْمُوَادَعَةِ

جزیہ اور اہل الذمہ اور اہل حرب کے ساتھ موادعۃ کا بیان

۱ - بَابُ الْجِزْیَةِ وَالْمُوَادَعَةِ مَعَ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْحَرْبِ

جزیہ اور اہل الذمۃ اور اہل حرب کے ساتھ موادعۃ

اس کتاب میں جزیہ وغیرہ کے احکام کا بیان ہے' جزیہ کا لفظ جزاء سے ماخوذ ہے' یہ وہ مال ہے جو اہل کتاب سے دارالاسلام میں رہائش کے عوض لیا جاتا ہے۔ دوسری تعریف یہ ہے کہ یہ وہ مال ہے جو اہل کتاب کو قتل کرنے کے بدلہ میں ان سے لیا جاتا ہے' یعنی جو شخص اسلام قبول نہ کرے اس کو قتل کرنے کا حکم ہے' لیکن ان سے مالی فدیہ لے کر ان کو قتل نہیں کیا جاتا۔ اس عنوان میں "موادعۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: متارکت' یعنی کسی مصلحت کی وجہ سے مدتِ معینہ تک اہل حرب کو چھوڑ دینا' ایک قول یہ ہے کہ جزیہ کا تعلق اہل الذمۃ کے ساتھ ہے اور موادعۃ کا تعلق اہل حرب کے ساتھ ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۝﴾ (التوبہ:۲۹)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر اور نہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی (تم ان سے قتال کرتے رہو) حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں۝ (التوبہ: ۲۹)

یَعْنِیْ اَذِلَّاءُ وَمَا جَاءَ فِیْ اَخْذِ الْجِزْیَةِ مِنَ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَالْمَجُوْسِ وَالْعَجَمِ.

یعنی ذلیل لوگوں کے متعلق اور یہود' نصاریٰ' مجوس اور عجمیوں سے جزیہ لینے کے متعلق جو احادیث وارد ہیں۔

جزیہ کے مشروع ہونے کی تاریخ اور فقہاء اسلام کے نزدیک جن لوگوں پر جزیہ مقرر ہوتا ہے

مشرکین کے احکام بیان کرنے کے بعد یہ پہلی آیت ہے' جس میں اہل کتاب کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا ہے' اس وقت لوگ فوج درفوج دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور جزیرۂ عرب میں اسلام پھیل چکا تھا' اور اللہ اور اس کے رسول نے یہود اور نصاریٰ کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا تھا' اور یہ نو ہجری کا واقعہ ہے' اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے روم (شام) کے ساتھ قتال کرنے کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تیاری کی اور مسلمانوں کو ان سے قتال کرنے کی دعوت دی‘ اور مدینہ کے گرد رہنے والے قبائل کو بھی طلب کیا‘ وہ بھی آپ کے ساتھ قتال کے لیے تیار ہو گئے اور تقریباً تیس ہزار لڑنے والے مہیا ہو گئے‘ مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں رہنے والے بعض لوگ جو منافق تھے‘ وہ اس لڑائی سے پیچھے رہے‘ یہ قحط کا سال تھا اور سخت گرمی کا موسم تھا‘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رومیوں سے قتال کرنے کے لیے ملک شام روانہ ہونے کا قصد کر رہے تھے‘ پس آپ تبوک کے مقام پر پہنچے اور وہاں ایک چشمہ پر تقریباً بیس دن قیام فرمایا‘ پھر آپ نے واپس لوٹنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا‘ پھر لوگوں کے ضعف اور موسم کی سختی کی وجہ سے آپ واپس آ گئے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ○ (التوبہ:۲۹)

ان لوگوں سے قتال کرو جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ روز آخرت پر اور نہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی (تم ان سے قتال کرتے رہو) یہاں تک وہ کو ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں‘ یعنی اگر وہ اسلام کو قبول نہ کریں تو پھر وہ مقہور اور مغلوب ہو کر اور ذلیل اور حقیر ہو کر جزیہ ادا کریں‘ اسی وجہ سے اہل کتاب کو عزت دینا جائز نہیں ہے اور نہ ان کو مسلمانوں سے بلند حیثیت دینا جائز ہے‘ بلکہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ذلیل اور کم حیثیت قرار دیے جائیں۔

اَذِلَّاءُ: یہ امام بخاری نے ”وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ“ (التوبۃ:۲۹) کی تفسیر کی ہے اور ابوعبید نے ذکر کیا ہے کہ ”صاغر“ کا معنی ذلیل اور حقیر ہے۔

امام بخاری نے جو ذکر کیا ہے‘ یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے‘ کیونکہ ان کے نزدیک تمام عجمیوں سے جزیہ لیا جائے گا‘ خواہ وہ اہل کتاب سے ہوں یا مشرکین سے ہوں‘ اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک صرف اہل کتاب سے جزیہ لیا جائے گا‘ اور امام مالک کے نزدیک تمام کفار پر جزیہ مقرر کرنا جائز ہے‘ خواہ وہ اہل کتاب ہوں‘ مجوسی ہوں یا بت پرست ہوں ماسوا مرتدین کے۔ امام اوزاعی اور فقہاء شام کا بھی یہی قول ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ قُلْتُ لِمُجَاهِدٍ مَاشَانُ اَهْلِ الشَّامِ عَلَيْهِمْ اَرْبَعَةُ دَنَانِيْرَ وَاَهْلُ الْيَمَنِ عَلَيْهِمْ دِيْنَارٌ قَالَ جُعِلَ ذٰلِكَ مِنْ قِبَلِ الْيَسَارِ.

اور ابن عیینہ نے کہا از ابن ابی نجیح: میں نے مجاہد سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے کہ اہل شام پر (جزیہ) چار دینار ہیں اور اہل یمن پر جزیہ ایک دینار ہے؟ مجاہد نے کہا: یہ آسانی اور خوش حالی کی وجہ سے ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول‘ مصنف عبدالرزاق: ۱۰۱۲۸ میں مذکور ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جزیہ کی مقدار میں اختلاف جائز ہے اور اس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۸۔۱۰۷‘ دارالکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

۳۱۵۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرًا قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَّعَمْرِو بْنِ اَوْسٍ فَحَدَّثَهُمَا بَجَالَةُ سَنَةَ سَبْعِيْنَ عَامَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: میں نے عمرو سے سنا‘ انہوں نے کہا: میں جابر بن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حَجَّ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ بِأَهْلِ الْبَصْرَةِ عِنْدَ دَرَجِ زَمْزَمَ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ فَأَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ مَحْرَمٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ.

زید اور عمرو بن اوس کے پاس بیٹھا ہوا تھا' پس ان دونوں کو سن ستر میں جس سال مصعب بن زبیر نے اہل بصرہ کے ساتھ حج کیا تھا' بجالہ نے زمزم کی سیڑھی کے پاس یہ بیان کیا تھا کہ میں احنف بن قیس کے چچا جزء بن معاویہ کا کاتب تھا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال پہلے ہمارے پاس ان کا ایک خط آیا' اس میں یہ حکم تھا کہ جس مجوسی نے اپنے کسی محرم سے نکاح کیا ہو' ان میں علیحدگی کر دو' اور حضرت عمر مجوسی سے جزیہ نہیں لیتے تھے۔

۳۱۵۷- حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَّجُوْسِ هَجَرَ. وَفِي الْحَدِيْثِ قَبُوْلُ خَبَرِ الْوَاحِدِ.

(سنن ابوداؤد: ۳۰۴۳' سنن ترمذی: ۱۵۸۷-۱۵۸۶)

حتیٰ کہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے یہ شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا تو پھر حضرت عمر بھی ان سے جزیہ لینے لگے۔ اور اس حدیث میں خبر واحد کو قبول کرنے کا ثبوت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) جابر بن زید ابوالشعثاء البصری (۵) عمرو بن اوس المکی (۶) بجالۃ بن عبدۃ' یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور اہل بصرہ میں سے ہیں (۷) مصعب بن زبیر بن العوام ابوعبداللہ' یہ تابعین اہل مدینہ سے ہیں اور ان کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا۔ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے حکایت کی ہے اور اپنے والد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' اور حضرت سعد اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے' یہ بہت حسین وجمیل اور بہت بہادر تھے' یہ پانچ سال عراق کے گورنر رہے' انہیں ایک ارب درہم ملے اور وہ سب انہوں نے لوگوں میں تقسیم کر دیئے' دریائے دجلہ کے کنارے ان کو شہید کر دیا گیا تھا' یہ پندرہ جمادی الثانی ۷۲ھ کا واقعہ ہے' اس وقت ان کی عمر ۳۵ سال تھی۔ مصعب بن الزبیر کی قبر دریائے دجلہ کے کنارے معروف ہے' یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے بھائی تھے۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر سرزمین حجاز میں خلیفہ تھے' اور مصعب بن الزبیر ان کی طرف سے بصرہ اور کوفہ کے گورنر تھے' اسی سال میں عبدالملک بن مروان شام سے بہت بڑا لشکر لے کر ان پر حملہ آور ہوا' عبدالملک کے لشکر میں پچاس ہزار افراد تھے اور مصعب کے لشکر میں تیس ہزار افراد تھے' مصعب کے لشکر میں کچھ غدار بھی تھے' جن کی وجہ سے مصعب کو شکست ہوئی اور دونوں طرف سے بہت مسلمان شہید ہوئے' مصعب کو زائدہ بن قدامہ نے شہید کیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ ان کو یزید بن الھمار القابسی نے شہید کیا تھا' عبیداللہ بن ظبیان ان کا سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس لے گیا تھا' عبدالملک نے اس کو ایک ہزار دینار انعام میں دیئے تھے (۸) جزء بن معاویہ بن حُصین' یہ اھواز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گورنر تھے' حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ان کا صحابہ میں شمار کیا جاتا تھا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۴۳' دارالمعرفہ' بیروت) علامہ عینی نے کہا ہے کہ یہ حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ جُزء بن معاویہ جو احنف بن قیس کے چچا ہیں' ان کا صحابی ہونا صحیح نہیں ہے۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ) (۹) الاحنف بن قیس' ان کا نام الضحاک بن قیس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام صخر بن قیس بن معاویہ ہے' حافظ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا' مگر آپ کی زیارت نہیں کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام لے آئے تھے اور یہ نہایت اجلہ حکماء میں سے تھے' ان کا شمار بصرہ کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کبار تابعین میں کیا جاتا ہے اور یہ کوفہ میں مصعب بن الزبیر کی امارت میں ۶۷ھ میں فوت ہو گئے تھے اور مصعب بن الزبیر ان کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے' علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ مخضرمین میں سے تھے (۱۰) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۱۱) حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی خوش خبری دی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۰۔۱۰۹)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مجوس کا ذکر ہے۔

جن کفار اور مشرکین سے جزیہ لینے کا حکم ہے' ان کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جزیہ کس سے لیا جائے؟ ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب سے' مجوس سے' بت پرستوں سے اور تمام مشرکین سے جزیہ لیا جائے گا ماسوا مرتدین اور قریش کے۔

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب سے اور تمام کفارِ عجم سے جزیہ لیا جائے گا اور مشرکین عرب سے اسلام یا تلوار کے سوا اور کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے قبول کیا جائے گا' خواہ وہ عرب ہوں یا عجم ہوں' اور ان کا یہ زعم ہے کہ مجوس اہل کتاب ہیں' اس لیے ان سے جزیہ لیا جائے گا' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ عمرو بن عوف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا کہ وہ بحرین سے جزیہ لے کر آئیں اور اہل بحرین فارسی مجوسی تھے' اور وہ عرب نہیں تھے' اس لیے ان سے جزیہ قبول فرمالیا اور آپ نے ان کو ان کی مجوسیت پر برقرار رکھا۔ امام شافعی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے' اس کو حرام نہیں قرار دیتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے' یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو کتاب دی گئی ہے' ان سے قتال کرو حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں جزیہ دیں کہ وہ ذلیل ہوں ○ (التوبہ:۲۹)

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جو لوگ اہل کتاب میں سے ہیں وہ اہل جزیہ سے نہیں ہو سکتے کیونکہ دوسروں کے متعلق حدیث میں یہ حکم ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' پس جب وہ یہ کام کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو محفوظ کرلیں گے' ماسوا اس کے جو اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

(صحیح البخاری:۲۵' صحیح مسلم:۲۲۔۲۱' سنن ابوداؤد:۲۶۴۰' سنن ترمذی:۲۶۱۵' سنن نسائی:۳۹۸۳' سنن ابن ماجہ:۳۹۲۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۴)

اور اہل کتاب کو اس حکم کے تحت داخل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس کلمہ کا اقرار کرلیا' اس کی جان اور اس کا مال محفوظ ہو گا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام شافعی کی طرف سے جو یہ دلیل قائم کی ہے' وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں صرف توحید کے اقرار کا ذکر نہیں بلکہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اقرار کا بھی ذکر ہے اور اہل کتاب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اقرار نہیں کرتے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ھَجَر (بحرین) سے مجوس سے جزیہ لیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۵۷) اوران کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجوس کا ذکر کیا' پس فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میں ان کے معاملہ میں کیا کروں؟ تب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ کرو۔

(موطأ امام مالک: ۴۲ ۔ج ۱ ص ۱۸۰ ۔کتاب الصدقۃ' باب جزیۃ اھل الکتاب والمجوس' المکتبۃ التوفیقیہ)

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لشکر بھیجتے تو اس کے امیر کو یہ ہدایت دیتے کہ جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو فبہا ورنہ ان سے کہو کہ وہ جزیہ ادا کر دیں۔ اگر وہ جزیہ ادا کرنے کو مان لیں تو فبہا ورنہ پھر ان سے قتال کرو' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ تصریح نہیں کی کہ فلاں مشرک کو جزیہ کی پیش کش کرنا اور فلاں مشرک کو جزیہ کی پیش کش نہ کرنا' بلکہ آپ نے تمام مشرکین کے لیے بالعموم یہ حکم دیا ہے کیونکہ کفر میں یہ تمام شریک ہیں' نیز جب تمام مشرکین کو غلام بنانا جائز ہے تو ان تمام سے جزیہ لینا بھی جائز ہے۔ البتہ مرتدین کو غلام بنانا جائز نہیں ہے' اس لیے ان سے جزیہ لینا بھی جائز نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مشرکین سے قتال کرنے سے پہلے انہیں اسلام اور جزیہ کی دعوت دینی چاہیے' اس کے متعلق درج ذیل حدیث میں ذکر ہے:

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی شخص کو لشکر کا امیر بنا کر روانہ کرتے تو اس کو وصیت فرماتے کہ وہ اللہ سے ڈرتا رہے اور جو اس کے ساتھ مسلمان ہیں' ان کے ساتھ نیک سلوک کرے' پھر تم اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں کفار کے خلاف جہاد کرنا' تم جہاد کرو اور جوش میں نہ آؤ' عہد شکنی نہ کرو' اور کسی کو مُثلہ نہ کرو (اعضاء نہ کاٹو) اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو' اور جب تمہارا مشرکین سے مقابلہ ہو' تو ان کو تین خصلتوں کی دعوت دینا' پس وہ ان میں سے جس خصلت کو بھی مان لیں تو اس کو ان سے قبول کر لینا' اور ان کے خلاف قتال کرنے سے رک جانا' پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کر لینا' اور ان کے خلاف قتال کرنے سے رُک جانا' پھر ان سے کہنا کہ وہ اپنا ملک چھوڑ کر مہاجرین کے ملک میں آ جائیں اور ان کو یہ خبر دینا کہ اگر انہوں نے اس کو قبول کر لیا تو ان کے وہ حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے حقوق ہیں اور ان کے وہ فرائض ہوں گے جو مہاجرین کے فرائض ہیں' اور اگر وہ دار مہاجرین میں جانے سے انکار کریں تو ان کو بتانا کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہوں گے' اور ان پر اللہ کے وہ احکام جاری ہوں گے جو مسلمانوں پر جاری ہیں' اور ان کو مال غنیمت اور مال فیئے سے کوئی حصہ نہیں ملے گا' سوا اس کے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کریں اور اگر وہ اس پیش کش کا انکار کریں تو ان سے جزیہ کا سوال کرنا' پس اگر وہ جزیہ ادا کرنے کو مان لیں تو تم اس کو ان سے قبول کر لینا اور ان کے خلاف قتال کرنے سے رُک جانا اور اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کریں تو پھر تم اللہ سے مدد طلب کر کے ان کے خلاف قتال کرنا۔ (الحدیث)

(صحیح مسلم: ۱۷۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۶۱۳ ۔ ۲۶۱۲' سنن ترمذی: ۱۶۱۷' سنن ابن ماجہ: ۲۸۵۸)

نیز جب تمام مشرکین کو غلام بنانا جائز ہے تو تمام سے جزیہ لینا بھی جائز ہوگا' اس کے برعکس مرتدین کو غلام بنانا جائز نہیں ہے تو ان سے جزیہ لینا بھی جائز نہیں ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابن بطال کا امام شافعی کے اس قول کا رد کرنا کہ غیر اہل کتاب سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے۔۔۔۔۔ اور امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کہ مجوس سے جزیہ لینے میں غیر عرب کی قید لگانا بلا دلیل ہے

امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔ (التوبہ:۲۹) اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اہل کتاب کے غیر سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے' امام شافعی کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کے غیر سے جزیہ لینے سے منع نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی آیت کے بیان میں کوئی اضافہ فرمادیں اور اس چیز کو فرض فرمادیں جو کتاب میں مذکور نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے امہات کے ساتھ نکاح کو حرام کیا اور ان کے ساتھ دیگر رشتے دار عورتوں کے ساتھ بھی نکاح کو حرام کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر یہ اضافہ فرمایا کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب پھوپھی اس کے نکاح میں ہو تو وہ اس کے اوپر اس کی بھتیجی کے ساتھ نکاح کرے اور خالہ اس کے نکاح میں ہو تو وہ اس کے اوپر اس کی بھانجی کے ساتھ نکاح کرے' حالانکہ یہ تحریم اور ممانعت کتاب اللہ میں نہیں ہے۔

پس اسی طرح تمام مجوسیوں سے جزیہ لینا سنتِ ثابتہ کی بناء پر جائز ہے اور اس سے امام ابوحنیفہ کے اس قول کا رد ہو جاتا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ عرب کے مجوسیوں سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے اور ان کے علاوہ باقی مجوسیوں سے جزیہ لینا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے کہ مجوسیوں سے جزیہ لینا جائز ہے' کیونکہ آپ کا ارشاد ہے: مجوسیوں کے ساتھ اہلِ کتاب کا معاملہ کرو اور جو شخص اس میں خصوصیت کا دعویٰ کرے اور یہ کہے کہ عرب کے مجوسیوں سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے' تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس خصوصیت پر دلیل پیش کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۲۹)

علامہ ابن بطال کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجوسیوں کے ساتھ اہلِ کتاب کا معاملہ کرو' اس ارشاد میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو عموم کا تقاضا کرتا ہو اور اس کا یہ معنی ہو کہ ان کا ہر معاملہ اہلِ کتاب کے معاملہ کی طرح ہوگا۔ ثانیاً: ہم کہتے ہیں کہ اہلِ کتاب کی عورت سے مسلمان کا نکاح کرنا جائز ہے' لیکن اس پر اتفاق ہے کہ مجوسیوں کی عورت سے مسلمان کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس ارشاد میں عموم مراد نہیں ہے۔ ثالثاً: علامہ ابن بطال نے بھی یہ لکھا ہے کہ تمام مشرکین سے جزیہ لینا جائز ہے سوا مرتدین اور قریش کے' تو جس طرح امام مالک نے جزیہ لینے میں مرتدین اور قریش کے ماسوا کی تخصیص کی ہے' تو اسی طرح سے آپ کے اس ارشاد میں مجوسِ عرب کی بھی تخصیص کی جاسکتی ہے' سو جس طرح مشرکین عرب سے جزیہ نہیں قبول کیا جاتا' اسی طرح مجوسِ عرب سے بھی جزیہ نہیں قبول کیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جزیہ قبول کرنے میں مجوسِ عرب کے ماسوا کی جو تخصیص کی ہے' اس پر یہ قرائن ہیں۔

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر یہ قوی اعتراض ہے اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی حنفی عالم نے اس کے جواب سے تعرض کیا ہو' یہ اللہ تعالیٰ کا اس ناکارہ پر خصوصی فضل اور انعام ہے کہ اس نے اس اعتراض کے جواب کے لیے اس عاجز کے ذہن کو کھول دیا۔

علامہ ابن القصار کی عبارت نقل کرنے میں علامہ ابن بطال کا تسامح

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مجوس پہلے اہلِ کتاب تھے' پھر ان سے کتاب اُٹھالی گئی' ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہمارے لیے ان کا ذبیحہ کھانا بھی جائز ہوتا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا بھی جائز ہوتا اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مجوس کے ساتھ اہلِ کتاب کا معاملہ کرو' آپ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے' ورنہ اگر وہ اہلِ کتاب ہوتے اور کتاب ان سے اٹھالی گئی ہوتی تو ضروری ہوتا کہ وہ ان لوگوں کی طرح ہوتے جن کے پاس کوئی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کتاب نہیں ہے۔ کیونکہ جب کسی چیز کے لیے کوئی چیز ثابت ہو پھر وہ چیز اُٹھالی جائے تو پھر اس کا حکم بھی اٹھالیا جاتا ہے اور یہ ابن القصار کا قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۲۹)

میرے نزدیک یہ عبارت واضح نہیں ہے اور علامہ ابن بطال سے ابن القصار کا قول نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے غالباً ابن القصار نے اس طرح کہا ہوگا کہ جب کسی چیز کے لیے کوئی وصف ثابت ہو پھر وہ وصف اٹھالیا جائے تو اس کا حکم نہیں اٹھایا جاتا' تب ہی یہ کہا جائے گا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے ہمارا نکاح جائز ہے اور ان کا ذبیحہ کھانا ہمارے لیے جائز ہے اور جب ان سے کتاب اُٹھالی گئی تو ان کا یہ حکم نہیں اُٹھایا جائے گا اور ان کی عورتوں سے ہمارا نکاح اور ہمارے لیے ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہونا چاہیے' حالانکہ فی الواقع اس طرح نہیں ہے۔

جزیہ کی مقدار کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب

جزیہ کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ جن کے پاس سونا ہو' ان پر جزیہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار چار دینار ہے اور جن کے پاس چاندی ہو' ان پر جزیہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار چالیس درہم ہے اور کم سے کم جزیہ کی مقدار کی کوئی حد نہیں ہے اور اس مسئلہ میں امام مالک کا ماخذ یہ اثر ہے:

نافع از اسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سونے والوں پر چار دینار جزیہ مقرر کیا اور چاندی والوں پر چالیس درہم جزیہ مقرر کیا اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا کھانا اور تین دن کی ضیافت مقرر کی۔

(موطأ امام مالک: ۴۳۔ ج ۱ ص ۱۸۰۔ کتاب الصدقۃ۔ باب جزیہ اھل الکتاب' المکتبۃ التوفیقیہ)

اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ غنی سے اڑتالیس درہم لیے جائیں گے' اور متوسط سے چوبیس درہم لیے جائیں گے اور فقیر سے بارہ درہم لیے جائیں گے' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کا ماخذ یہ اثر ہے:

حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن حنیف کو بھیجا' پس اہل سواد پر اڑتالیس اور چوبیس اور بارہ درہم مقرر کیے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا کہ سربراہ مسلمین کی صواب دید کے مطابق جزیہ دینے والوں کی حیثیت کے اعتبار سے ان پر جزیہ مقرر کیا جائے گا۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ غنی اور فقیر دونوں پر جزیہ ایک دینار ہے' ان کے اصحاب نے اس پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: ہر بالغ سے ایک دینار وصول کرنا اور ان سے یمن کے کپڑے کا شمار کیا۔ (سنن ترمذی: ۶۲۳' سنن نسائی: ۲۴۵۰' سنن ابوداؤد: ۱۵۷۶)

ثوری نے کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جزیہ کے متعلق مختلف اقوال منقول ہیں' پس مسلمانوں کے سربراہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اس میں سے جس قول پر چاہے عمل کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۰۔ ۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اہل کتاب کے ساتھ معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی اور دیگر فوائد

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک سال پہلے یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ جس مجوسی نے اپنی کسی محرم سے نکاح کیا ہو' ان میں علیحدگی کردو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کی شرح میں علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:
رہا حضرت عمر کا یہ قول کہ جس مجوسی نے اپنی کسی محرم سے نکاح کیا ہو ان میں علیحدگی کردو تو اس قول کے دو محمل ہیں:
(۱) اللہ تعالیٰ نے صرف اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم دیا ہے' اور اہل کتاب محارم سے نکاح نہیں کرتے' پس جب ان میں نبی ﷺ کی اس حدیث پر عمل کیا جائے گا کہ مجوس کے ساتھ اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرو تو اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ ان سے صرف اس صورت میں جزیہ قبول کیا جائے کہ جب وہ نکاح کرنے میں اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کریں۔
(۲) دوسرا محمل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طاقت سے مجوس پر غلبہ حاصل کیا' پھر ان کو ان کی زمینوں پر عمل کرنے پر برقرار رکھا' اس شرط کے ساتھ کہ وہ زمینیں مسلمانوں کی ملکیت میں رہیں گی اور وہ بہ طور غلام ان زمینوں پر کام کریں گے' پھر حضرت عمر کی رائے یہ ہوئی کہ ان غلاموں کے نکاح کے معاملات کو بھی اہل کتاب کے طریقہ کے مطابق کیا جائے اور جس طرح اہل کتاب میں محارم کے درمیان نکاح نہیں ہوتا' ان سے بھی اسی طریقہ پر عمل کرایا جائے' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: مجوس کے ساتھ اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرو۔

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں صورتوں میں سے کس صورت کا ارادہ فرمایا تھا۔
اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ پہلے حضرت عمر مجوس سے جزیہ نہیں لیتے تھے لیکن جب حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنایا کہ مجوس کے ساتھ اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرو تو پھر وہ مجوس سے جزیہ لینے لگے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ کبھی عالم اور مجتہد سے بھی کوئی علم مخفی رہ جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خبر واحد کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔
(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۱۵۸- **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ الْاَنْصَارِيَّ وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِي بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ اَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ فَوَافَتْ صَلٰوةَ الصُّبْحِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلّٰى بِهِمُ الْفَجْرَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ وَقَالَ اَظُنُّكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدْ جَاءَ بِشَيْءٍ قَالُوْا اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی از حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت عمرو بن عوف الانصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور وہ بنو عامر بن لوی کے حلیف تھے اور وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' ان کو یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بحرین کی طرف بھیجا کہ وہ وہاں سے جزیہ لے کر آئیں اور رسول اللہ ﷺ نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی اور ان پر العلاء بن الحضرمی کو امیر بنا دیا تھا' پھر حضرت ابوعبیدہ بحرین کا مال لے کر آئے' سو انصار نے حضرت ابوعبیدہ کے آنے کی خبر سنی' پس سب لوگوں نے صبح کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ پڑھی' پس جب نبی ﷺ نے ان کو فجر کی نماز پڑھا دی تو آپ لوگوں کی طرف مڑے' لوگ آپ کے سامنے پیش ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو آپ مسکرائے اور آپ نے فرمایا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۱۵-۶۴۲۵] (صحیح مسلم: ۲۹۶۱ الرقم المسلسل: ۷۳۱۹، سنن کبریٰ للنسائی: ۸۷۶۷، سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۹۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۷، الآحاد والمثانی: ۱۷۶۷، مشکل الآثار: ۲۰۲۷، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۱۹، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۷۲۳۴۔ج ۲۸ ص ۴۶۹)

فرمایا: میرا گمان ہے کہ تم نے یہ خبر سن لی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ کچھ مال لے کر آئے ہیں، صحابہ نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ! پس آپ نے فرمایا: سو تم خوش ہو جاؤ اور اس کی اُمید رکھو جو تم کو خوش کر دے، پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ہے لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ دنیا تم پر اس طرح کشادہ کر دی جائے گی، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ کر دی گئی تھی، پھر تم دنیا میں اسی طرح رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے دنیا میں رغبت کی تھی اور دنیا کی کشادگی تم کو اسی طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے ان کو ہلاک کیا تھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان، ان کا نام الحکم بن نافع ہے (۲) شعیب، ان کا پورا نام شعیب بن ابی حمزہ الحمصی ہے (۳) الزہری، یہ محمد بن مسلم ابن شہاب زہری ہیں (۴) عروہ بن الزبیر (۵) حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت عمرو بن عوف الانصاری رضی اللہ عنہ، ابوعمر نے کہا: یہ عمرو بن عوف الانصاری ہیں جو بنو عامر بن لوی کے حلیف ہیں، یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے، ان کو عمیر کہا جاتا ہے (۷) حضرت ابوعبیدہ، ان کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح ہے، یہ اس امت کے امین ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۲-۱۱۱)

حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کی تھی، یہ ۹ ہجری کا واقعہ ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت العلاء بن حضرمی کو بحرین کا امیر بنایا تھا، یہ مشہور صحابی ہیں، الحضرمی کا نام عبداللہ بن مالک بن ربیعہ ہے، یہ حضرموت کے رہنے والے تھے، پھر یہ مکہ میں آ گئے، حضرت العلاء بہت پہلے اسلام لا چکے تھے، حضرت ابوعبیدہ اور حضرت العلاء یمن میں فوت ہوئے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام سے کسی وظیفہ کو طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام کو چاہیے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو اس چیز کے عطاء کرنے کی بشارت دے جس کی وہ اُمید رکھتے ہیں اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ ثبوت ہے کہ دنیا میں رغبت کرنا بعض اوقات دین کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۱۵۹- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ وَزِيَادُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ بَعَثَ عُمَرُ النَّاسَ فِيْ اَفْنَاءِ الْاَمْصَارِ يُقَاتِلُوْنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ فَقَالَ اِنِّيْ مُسْتَشِيْرُكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن جعفر الرقی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبیداللہ الثقفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن عبداللہ المزنی اور زیاد بن جبیر نے حدیث بیان کی از جبیر بن حیہ، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فِيْ مَغَازِيْ هٰذِهٖ قَالَ نَعَمْ مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِيْهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ الْمُسْلِمِيْنَ مَثَلُ طَائِرٍ لَّهٗ رَأْسٌ وَّلَهٗ جَنَاحَانِ وَلَهٗ رِجْلَانِ فَاِنْ كُسِرَ اَحَدُ الْجَنَاحَيْنِ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ بِجَنَاحٍ وَّالرَّأْسُ فَاِنْ كُسِرَ الْجَنَاحُ الْاٰخَرُ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ وَالرَّأْسُ وَاِنْ شُدِخَ الرَّأْسُ ذَهَبَتِ الرِّجْلَانِ وَالْجَنَاحَانِ وَالرَّأْسُ فَالرَّأْسُ كِسْرٰى وَالْجَنَاحُ قَيْصَرُ وَالْجَنَاحُ الْاٰخَرُ فَارِسُ فَمُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيَنْفِرُوْا اِلٰى كِسْرٰى.

مسلمان فوجوں کو بڑے بڑے شہروں میں مشرکین سے قتال کرنے کے لیے بھیجا تو ھرمزان مسلمان ہو گیا' پس حضرت عمر نے اس سے کہا: میں تم سے اپنی ان جنگوں کے متعلق مشورہ کر رہا ہوں' اس نے کہا: جی ہاں! اس نے کہا: ان جنگوں کی مثال اور ان شہروں میں جو لوگ مسلمانوں کے دشمن ہیں' ان کی مثال ایک پرندہ کی ہے' جس کا ایک سر ہے اور اس کے دو بازو ہیں اور اس کی دو ٹانگیں ہیں' اگر اس کا ایک بازو ٹوٹ گیا تو وہ دو ٹانگوں' ایک بازو اور سر کے ساتھ کھڑا ہو جائے گا' پس اگر اس کا دوسرا بازو (بھی) ٹوٹ گیا تو وہ ٹانگوں اور سر کے ساتھ کھڑا ہو جائے گا اور اگر اس کا سر توڑ دیا جائے تو اس کی دونوں ٹانگیں دونوں بازو اور سر بے کار ہو جائیں گے' پس سر کسریٰ ہے اور ایک بازو قیصر ہے اور دوسرا بازو فارس ہے' سو آپ مسلمانوں کو حکم دیں کہ وہ کسریٰ کی طرف حملہ کرنے روانہ ہوں۔

وَقَالَ بَكْرٌ وَّزِيَادٌ جَمِيْعًا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ فَنَدَبَنَا عُمَرُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْنَا النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِاَرْضِ الْعَدُوِّ وَخَرَجَ عَلَيْنَا عَامِلُ كِسْرٰى فِيْ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا فَقَامَ تَرْجُمَانٌ فَقَالَ لِيُكَلِّمْنِيْ رَجُلٌ مِّنْكُمْ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ سَلْ عَمَّا شِئْتَ قَالَ مَا اَنْتُمْ قَالَ نَحْنُ اُنَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ كُنَّا فِيْ شَقَاءٍ شَدِيْدٍ وَّبَلَاءٍ شَدِيْدٍ نَمَصُّ الْجِلْدَ وَالنَّوٰى مِنَ الْجُوْعِ وَنَلْبَسُ الْوَبَرَ وَالشَّعَرَ وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِيْنَ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ وَجَلَّتْ عَظَمَتُهٗ اِلَيْنَا نَبِيًّا مِّنْ اَنْفُسِنَا نَعْرِفُ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ فَاَمَرَنَا نَبِيُّنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّقَاتِلَكُمْ حَتّٰى تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ اَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْيَةَ وَاَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِّسَالَةِ رَبِّنَا اَنَّهٗ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ اِلَى الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمٍ لَّمْ يَرَ مِثْلَهَا قَطُّ وَمَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ رِقَابَكُمْ.

[طرف الحدیث: ۷۵۳۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور بکر بن عبد اللہ اور زیاد بن جبیر دونوں نے بیان کیا' از جبیر بن حیہ' کہ حضرت عمر نے ہمیں طلب کیا اور ہم پر النعمان بن مقرن کو افسر بنایا حتیٰ کہ جب ہم دشمن کی سرزمین پر پہنچے تو ہمارے مقابلہ میں کسریٰ کا فوجی افسر چالیس ہزار افواج کے ساتھ نکلا' پھر (ان کا ایک) ترجمان کھڑا ہوا' پس اس نے کہا: تم میں سے کوئی شخص مجھ سے معاملات پر گفتگو کرے' تب حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جو (سوال کرنا) چاہتے ہو وہ سوال کرو' اس نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ حضرت المغیرہ نے کہا: ہم عرب لوگ ہیں' ہم سخت بدبختی اور مصائب میں مبتلا تھے' ہم لوگ بھوک کی شدت سے کھال کھا لیتے تھے اور گٹھلیاں چوستے تھے' ہم اُون اور بالوں کے کپڑے پہنتے تھے اور ہم درختوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے' ہم اسی حال میں تھے کہ آسمانوں اور زمینوں کے رب نے جس کا ذکر اپنی عظمت اور جلال کے ساتھ بلند ہے' اس نے ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک نبی بھیجا' جن کے والد اور والدہ کو ہم پہچانتے تھے' پس ہمارے نبی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے اس وقت تک قتال کریں حتیٰ کہ تم اللہ وحدہٗ کی عبادت کرو یا تم جزیہ ادا کرو' اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ہمارے رب کا یہ پیغام پہنچایا ہے کہ ہم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں سے جو شخص قتل کیا جائے گا تو وہ جنت کی ایسی نعمت کی طرف جائے گا' جس کی مثل اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی ہوگی اور جو ہم میں سے زندہ رہیں گے وہ تمہاری گردنوں کے مالک بن جائیں گے۔

۳۱۶۰- **فَقَالَ النُّعْمَانُ رُبَّمَا اَشْهَدَكَ اللّٰهُ مِثْلَهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنَدِّمْكَ وَلَمْ يُخْزِكَ وَلٰكِنِّي شَهِدْتُ الْقِتَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ فِي اَوَّلِ النَّهَارِ اِنْتَظَرَ حَتّٰى تَهُبَّ الْاَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ الصَّلَوَاتُ.**

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

پس النعمان نے کہا: تم کو ایسی کئی جنگوں میں اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے ساتھ شریک رکھ چکا ہے' پس اس نے (تاخیر کی وجہ سے) تم کو شرمندہ کیا نہ رسوا کیا' لیکن میں ایک جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھا' آپ جب دن کے اول حصہ میں جنگ نہ کرتے تو آپ انتظار کرتے حتیٰ کہ ہوائیں چلتیں اور نمازوں کا وقت آ جاتا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الفضل بن یعقوب الرخامی البغدادی' ان سے روایت میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) عبداللہ بن جعفر بن غیلان ابوعبدالرحمٰن الرقی (۳) المعتمر بن سلیمان (۴) سعید بن عبید اللہ الثقفی (۵) بکر بن عبداللہ المزنی البصری (۶) زیاد بن جبیر بن حیہ الثقفی (۷) جبیر بن حیہ (۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۴۔ ۱۱۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ النعمان بن مقرن نے دشمن سے مقابلہ کرنے میں تاخیر کی اور ہواؤں کے چلنے کا انتظار کیا' حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا اور نمازوں کا وقت آ پہنچا۔

ھُرمُزان کا تذکرہ اور مسلمانوں کا ایران کو فتح کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ھُرمُزان کے مسلمان ہونے کا ذکر ہے' ھرمزان' عجم کے بادشاہوں میں سے بہت بڑا بادشاہ تھا اور اس کے ماتحت متعدد شہر تھے' یہ اس لشکر میں تھا جس کو یزدجرد نے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا' اس وقت مسلمان القادسیۃ میں تھے' یہ جگہ کوفہ سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر تھی اور اس وقت مسلمانوں کے لشکر کے امیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے اور عجم (ایران) کے لشکر کا امیر رستم تھا' اس کے پاس ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی اور اس کی مدد کے لیے اسّی ہزار فوج تھی' اور ان کے ساتھ تینتیس (۳۳) ہاتھی تھے' ہرمزان میمنہ (لشکر کے داہنے حصہ) کا سردار تھا' ان کے درمیان زبردست قتال ہوا جس کی اس سے پہلے مثال نہیں تھی' ان کے درمیان یہ جنگ یکم محرم ۱۴ھ کو پیر کے دن ہوئی' اس دن اللہ تعالیٰ نے زبردست آندھی بھیجی جس نے ایرانیوں کے خیمے ان کی جگہوں سے اکھاڑ دیئے' اور رستم کا تخت آندھی نے لشکر کے ابتدائی حصہ میں اڑا کر پھینک دیا' رستم ایک خچر پر سوار ہو کر بھاگا' مسلمانوں نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا' ایرانیوں کو شکست ہوگئی' مسلمانوں نے اس جنگ میں تیس ہزار ایرانیوں کو قتل کیا' مسلمان ایرانیوں کا تعاقب کرتے ہوئے ایرانیوں کے شہر مدائن میں داخل ہو گئے' اسی شہر میں کسریٰ کا محل تھا' ھرمزان بھی بھاگنے والے ایرانیوں میں سے تھا' پھر اس کے اور مسلمانوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی' بعد میں اس کے اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہو گئی' پھر اس نے صلح کو توڑ دیا' پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لشکر کو اکٹھا کیا اور تُستَر شہر میں ھرمزان کا محاصرہ کیا' جب محاصرہ طویل ہو گیا تو ھرمزان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے امان طلب کی' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: وہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتے ہیں وہ اس کا فیصلہ کریں گے' حضرت ابوموسیٰ نے ھرمزان کے ساتھ مالِ غنیمت کا خمس (پانچواں حصہ) بھی روانہ کیا' جب یہ چیزیں حضرت عمر کے پاس پہنچیں اور حضرت عمر نے ان کو دیکھا تو آپ سجدۂ شکر بجالائے' پھر حضرت عمر اور ھُرمُزان کے درمیان طویل مذاکرات ہوئے' پھر اس کے بعد ھرمزان بغیر کسی جبر کے خوشی سے مسلمان ہو گیا' ھرمزان کے ساتھ اس کے اہل وعیال اور خدام سب مسلمان ہو گئے' حضرت عمر اس کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اس کو اپنا مقرب بنالیا' پھر ھرمزان تاحیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا حتیٰ کہ حضرت عمر شہید ہو گئے۔

ھرمزان کی بیان کردہ مثال کی وضاحت' اور النعمان بن مقرن کو امیر لشکر بنانے کا واقعہ

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ھُرمُزان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ طلب کرنے پر کہا:
بازو قیصر ہے۔ یہ روم کا بادشاہ تھا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ کسریٰ روم کا سردار نہیں تھا' ہم اس کی تقسیم اس طرح کرتے ہیں کہ کسریٰ سب کا سردار تھا' کیونکہ اس زمانہ میں اس سے بڑا بادشاہ اور کوئی نہیں تھا اور تمام ممالک کے بادشاہ کسریٰ سے خوف زدہ رہتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کو کسریٰ کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا کیونکہ وہ ملکوں کا بہ منزلہ سر تھا اور جب سر کٹ جائے تو پورا جسم کٹ جاتا ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر دونوں بازو یا دونوں ٹانگیں کٹ جائیں پھر بھی انسان کھڑا نہیں ہو سکتا' اس کا جواب یہ ہے کہ جو مرکزی عضو ہو' وہی اصل ہوتا ہے' جب وہ عضو درست ہو تو پھر جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ عضو فاسد ہو تو پھر جسم فاسد ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مقرن کو ہمارا امیر مقرر کیا۔

النعمان بن مقرن' حضرت عمر کے پاس قادسیہ کی فتح کی بشارت لے کر آئے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر مسجد میں داخل ہوئے تو النعمان وہاں نماز پڑھ رہے تھے' حضرت عمر بیٹھ گئے' جب النعمان نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمر نے فرمایا: میں تم کو فوج کا افسر بنانا چاہتا ہوں' النعمان نے کہا: اگر آپ مجھے ٹیکس وصول کرنے والا بنائیں گے تو میں نہیں بنوں گا اور اگر غازی بنائیں گے تو میں بن جاؤں گا' حضرت عمر نے فرمایا: تم غازی بنو گے' اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے النعمان کو بھیجا اور ان کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور ایک جماعت تھی' اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ اہل بصرہ کو لے جائیں اور حضرت حذیفہ کو لکھا کہ وہ اہل کوفہ کو لے جائیں' حتیٰ کہ وہ سب نہاوند میں جمع ہو جائیں اور جب تم سب جمع ہو جاؤ تو تمہارے امیر النعمان بن مقرن ہوں گے۔

حضرت مغیرہ کا کسریٰ کے سامنے اسلام کی فضیلت بیان کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کسریٰ کے عامل نے کہا: تم میں سے کسی شخص کو مجھ سے بات کرنی چاہیے؟ تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جو چاہو سوال کرو' کسریٰ نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟

امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: کسریٰ نے کہا کہ تم عرب لوگ بہت بھوکے ہو' اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے کچھ کھانے کی چیزوں کا حکم دیتا ہوں تم وہ لے کر چلے جاؤ' اور امام طبری کی روایت میں ہے: اس نے کہا کہ تم عرب لوگوں کو سب سے زیادہ بھوک لگتی ہے اور تم لوگ تمام لوگوں سے زیادہ خیر سے دور ہو' اور میں تیر اندازوں کو تم پر تیر برسانے کا حکم اس لیے نہیں دے رہا کہ تمہارے مُردہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جسموں سے بدبو پھیلے گی' جو ہم کو بُری لگے گی۔ حضرت مغیرہ نے کہا: پھر میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی' پھر کہا: تم نے جو ہماری صفات کا نقشہ کھینچا ہے تو ہم پہلے ایسے ہی تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا' جن کے حسب ونسب کو ہم پہچانتے تھے اور وہ ہم میں سب سے زیادہ سچے تھے' پس ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم تم سے قتال کریں' حتیٰ کہ تم صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کرو' ورنہ پھر تم جزیہ ادا کرو۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث میں نعمان بن مقرن کی منقبت اور تعریف ہے' حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی فصاحت و بلاغت کا بیان ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے اور یہ بیان ہے کہ آپ نے جس طرح فرمایا تھا' اسی طرح واقع ہوا' آپ نے فرمایا تھا: جو ہم میں سے زندہ رہیں گے وہ تمہاری گردنوں کے مالک بن جائیں گے' سو ایسا ہی ہوا' اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے مرتبہ والے کو کم مرتبہ والے سے مشورہ لینا چاہیے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ھرمزان سے مشورہ لیا' اس میں مشورہ لینے کی فضیلت ہے اور یہ کہ مشورہ لینے سے کسی کی شان میں کمی نہیں آتی اور یہ کہ کبھی افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو سردار بنا دیا جاتا ہے' کیونکہ اس لشکر میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے' اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت النعمان بن مقرن کو لشکر کا امیر بنا دیا' حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ حضرت زبیر ان سے افضل تھے' اور اس میں ھرمزان کی مثال بیان کرنے کی خوبی کا ذکر ہے' اسی وجہ سے حضرت عمر نے ان سے مشورہ طلب کیا تھا اور اس حدیث میں زوالِ آفتاب کے بعد دشمن پر حملہ کرنے کی فضیلت ہے' نیز اس حدیث میں امیر المؤمنین کی طرف فتح کی خوش خبری بھیجنے کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

مشرکین سے جزیہ لینے اور مسلمانوں سے جزیہ نہ لینے کی توجیہ

ان احادیث میں مشرکین عرب' مجوس عرب اور مرتدین کے علاوہ تمام کفار اور مشرکین سے جزیہ لینے کا حکم دیا گیا ہے' اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کفار اور مشرکین سے جزیہ لینے اور مسلمانوں سے جزیہ نہ لینے کی کیا توجیہ ہے:

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ فرماتے ہیں کہ سنت جاریہ یہ ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں پر اور ان کے بچوں پر جزیہ نہیں ہے' جزیہ صرف ان مردوں سے لیا جاتا ہے جو حد بلوغ تک پہنچ چکے ہوں' اور اہل ذمہ اور مجوس کے کھجور کے باغات اور انگوروں کے باغات اور ان کے کھیتوں پر اور ان کے مویشیوں پر صدقہ واجب نہیں ہے کیونکہ صدقہ صرف مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے تاکہ ان کا مال پاک ہو جائے اور وہ صدقہ ان کے فقراء پر لوٹا دیا جائے گا' اہل کتاب پر ان کی تذلیل کی وجہ سے جزیہ واجب کیا گیا ہے' پس جس شہر میں اہل کتاب سے صلح کی گئی ہے' اس شہر میں ان کے اموال میں سے ان پر صرف جزیہ واجب کیا گیا ہے' ماسوا اس صورت کے کہ وہ مسلمانوں کے شہروں میں تجارت کریں اور وہاں ان کی آمد ورفت ہو تو ان کی تجارت پر ان سے عشر (آمدنی کا دسواں حصہ) لیا جائے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر جزیہ اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ ان کو اس شہر میں رہنے دیا جائے' جس شہر میں ان سے صلح کی گئی ہے اور اس شہر پر حملہ کرنے والوں سے ان کی طرف سے قتال کیا جائے' پھر ان میں سے جو شخص اس شہر سے نکل کر دوسرے شہروں میں تجارت کے لیے جائے گا' اس سے اس کی آمدنی کا دسواں حصہ لیا جائے گا' اور اہل کتاب سے اور مجوس سے' ان کے اموال سے اور ان کے مویشیوں سے اور ان کے باغات سے اور ان کے کھیتوں سے صدقہ نہیں لیا جائے گا' اسی کے مطابق سنت جاری ہے' اور ان کو ان کے دین پر برقرار رہنے دیا جائے گا۔ (موطأ امام مالک: ۴۵-۵۔ کتاب الصدقۃ۔ باب جزیۃ اھل الکتاب)

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ' عشر اور دیگر صدقات بہ طور عبادت لیے جاتے ہیں اور کفار اور مشرکین چونکہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عبادت کے اہل نہیں ہیں' اس لیے ان سے جزیہ وصول کیا جاتا اور اس کے عوض میں ان کو اس شہر میں رہنے دیا جاتا ہے جس میں ان سے قتال کے بجائے جزیہ پر صلح کی گئی ہے اور اگر کوئی دشمن اس شہر پر حملہ کرے تو اس شہر کی حفاظت کے لیے صرف اس شہر میں رہنے والے مسلمانوں کو دشمن سے جہاد اور قتال کرنے کا مکلف کیا جاتا ہے اور جن کفار اور مشرکین سے جزیہ لیا جاتا ہے' ان کو اس شہر کی حفاظت کے لیے جہاد کا مکلف نہیں کیا جاتا۔

کیا مسلم ممالک کو غیر مسلم اقلیتوں سے جزیہ لینا چاہیے؟

اب اس زمانہ میں جو مسلم ممالک میں کفار اور مشرکین رہتے ہیں' ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا کیونکہ ان کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ ان سے قتال کے بجائے جزیہ پر صلح کی گئی ہو' ان کی مسلم ممالک میں رہائش اقلیتوں کے بین الاقوامی قانون کے طور پر ہے' جس طرح غیر اسلامی ممالک میں جہاں کفار کی حکومت ہے وہاں مسلم اقلیتوں کو بغیر کسی معاوضہ کے رہنے دیا جاتا ہے اور وہاں کی حکومت ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی ضامن ہوتی ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے' اسی طرح مسلم ممالک میں مسلم حکومت کو کافر اقلیتوں کے جان اور مال کی حفاظت کرنی ہوگی اور بین الاقوامی قوانین کے اعتبار سے ہر ملک اقلیتوں کے تحفظ کا ضامن ہوتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا انۡسَلَخَ الۡاَشۡهُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ وَخُذُوۡهُمۡ وَاحۡصُرُوۡهُمۡ وَاقۡعُدُوۡا لَهُمۡ كُلَّ مَرۡصَدٍ. (التوبہ:۵)

پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور انہیں پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب مسلمان تبلیغ اسلام کے لیے کفار کے ملکوں پر حملہ کریں اور تبلیغ اسلام کے لیے کفار پر حملہ کرنا اس وقت مشروع ہے جب مسلمان مادی اسلحہ کے اعتبار سے اتنے طاقتور ہوں کہ وہ دشمن کو مغلوب کر سکیں اور جب مسلمان کمزور ہوں اور حملہ کرنے کی صورت میں غلبہ اور کامیابی کے بجائے انہیں اپنی پسپائی کا غالب گمان ہو تو پھر ان کے لیے اپنے سے قوی کافروں پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرنا جائز نہیں ہے' صحابہ نے پوچھا: وہ اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا؟ آپ نے فرمایا: وہ ایسی آزمائش کے درپے ہو جس کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

(سنن ترمذی: ۲۲۵۴' سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۶' مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۵)

اب حال یہ ہے کہ مسلمان امریکا' روس' برطانیہ' فرانس اور چین ایسے ایٹمی ممالک سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے' بلکہ اسلحہ کے حصول کے لیے ان ہی ممالک کی مدد کے محتاج ہیں تو ایسے ایٹمی ممالک کے کافروں پر اگر مسلمان حملہ کریں تو سوائے ذلت اور پسپائی کے ان کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا یا پھر مسلمان ان سے بڑھ کر ایٹمی طاقت حاصل کریں کیونکہ اب تلواروں اور نیزوں سے حملہ کا دور نہیں ہے' بلکہ ایٹمی اور لیزر گائیڈڈ میزائلوں اور ایٹمی آبدوزوں اور طیاروں سے جنگ کا زمانہ ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی مسلم ملک اپنے ملک میں رہنے والی غیر مسلم اقلیتوں کا قتل عام کرنا شروع کر دے اور اس کے ردعمل میں کافر ملک اپنے ملک میں رہنے والی مسلم اقلیتوں کا قتل عام شروع کر دے تو جزیہ کے چند روپوں کے بدلہ میں اَن گنت مسلمانوں کا خون برداشت کرنا پڑے گا اور کچھ بعید نہیں کہ دوسرے کافر ملک اس وجہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیں اور مسلمانوں کو ناقابل بیان نقصان اُٹھانا پڑے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس لیے اب اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ مسلمان جیو اور جینے دو کے اصول پر عمل کریں اور جس طرح کافر ملک مسلمان اقلیتوں کا تحفظ کر رہے ہیں' اسی طرح مسلمان بھی غیر مسلم اقلیتوں کی حفاظت کریں' تاوقتیکہ وہ بھی اتنے طاقت ور ہو جائیں کہ وہ اپنے زور بازو سے دنیا سے کفر والحاد کا خاتمہ کر سکیں اور کوشش کریں کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کریں' اس موضوع پر مقالات لکھیں' نئی نئی ایجادات کریں' تن آسانی' آرام طلبی اور عیاشی کو چھوڑ کر سخت کوشی' لگن اور محنت سے کام لیں' اپنے ملک میں متعدد ایٹمی پلانٹ لگائیں اور دنیا میں باعزت مقام حاصل کرنے کے لیے دن رات ایک کر دیں اور سر دھڑ کی بازی لگا دیں' یوں اسلام کی نشاۃ ثانیہ حاصل ہو جائے۔

٢ - بَابٌ إِذَا وَادَعَ الْإِمَامُ مَلِكَ الْقَرْيَةِ هَلْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ لِبَقِيَّتِهِمْ

مسلمانوں کا امیر جب کسی (کافر) بستی کے بادشاہ سے صلح کر لے تو آیا یہ بستی والوں سے بھی صلح ہوگئی؟

اس باب میں ''وَادَعَ'' کا لفظ ہے' اور یہ ''موادعة'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: مصالحت اور جنگ نہ کرنے پر فریقین کا متفق ہونا' اور حقیقت میں ''موادعة'' کا معنی ہے: ''متاركه'' یعنی ہر فریق اپنے مؤقف کو ترک کر دے' امام بخاری نے اس عنوان میں استفہام ذکر کیا ہے کہ امیر مسلمین کا کسی کافر بستی کے بادشاہ سے صلح کرنے کو آیا اس بستی والوں سے بھی صلح قرار دیا جائے گا؟ اور اس کا جواب ذکر نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں!

٣١٦١ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبُوْكَ وَأَهْدٰى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَّكَتَبَ لَهٗ بِبَحْرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بن بکار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ از عباس الساعدی از ابوحمید الساعدی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک سفید خچر پیش کی اور آپ کو ایک چادر پہنائی اور آپ نے اس کے لیے اس بستی کی حکومت لکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''ایلة'' کا ذکر ہے' یہ شام کے شہروں کے پاس ساحل سمندر پر ایک بستی ہے۔

ایلہ کے بادشاہ کو امان دینے کی تفصیل

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک پہنچے تو آپ کے پاس یحنہ بن روبہ ایلہ کا بادشاہ آیا' اس نے آپ سے صلح کی اور جزیہ پیش کیا اور آپ نے اس کے لیے ایک مکتوب لکھ دیا' جو حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ اللہ کی طرف سے اور محمد نبی رسول اللہ کی طرف سے یحنہ بن روبہ اور اہل ایلہ کے لیے امان ہے اور جو ان کے ساتھ اہل شام اور اہل یمن ہیں۔

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ امام بخاری کی ذکر کردہ حدیث میں امان دینے کے الفاظ مذکور نہیں ہیں اور نہ ایلہ کے بادشاہ کی طرف سے امان طلب کرنے کے الفاظ مذکور ہیں' لیکن عرف یہ ہے کہ جب بادشاہ کسی فریق کو ہدیہ پیش کرتا ہے تو وہ اس سے اس کا طالب ہوتا ہے کہ اس کے ملک کو باقی رکھا جائے اور اس ملک کی بقاء وہاں کے رہنے والوں کی بقاء سے ہوگی' اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ بادشاہ سے صلح اس کی رعیت کے ساتھ صلح کے قائم مقام ہے' اور اس سے اس حدیث کی عنوانِ باب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہوگئی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۸ 'دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:
فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب امیر مسلمین کسی بستی کے بادشاہ سے صلح کر لے تو یہ بستی کے باقی لوگوں سے بھی صلح قرار پائے گی کیونکہ بادشاہ اپنی ذات کے لیے اور اپنی رعیت کے لیے اور اپنی مملکت کا نظام چلانے والوں کے لیے صلح کرتا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایلہ کے بادشاہ اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے امان لکھ کر دی تھی۔

اگر کسی شہر کے معین لوگوں کو امان دی جائے تو اس امان میں ان کا امیر داخل ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ جب امیر مسلمین معین لوگوں کے لیے امان لکھ کر دے تو آیا اس میں ان کا بادشاہ داخل ہے یا نہیں؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے تُستَر کے قلعہ کا محاصرہ کیا' اس قلعہ کے امیر نے کہا: آپ میرے ایک سو ساتھیوں کے لیے امان لکھ دیں' تو میں آپ کے لیے قلعہ کا دروازہ کھول دیتا ہوں' حضرت ابوموسیٰ نے اس طرح لکھ دیا اور اس کے ایک سو آدمیوں کو امان دے دی اور اس قلعہ کے امیر کو قتل کر دیا۔ اس حدیث کو ابوعبید نے الفزاری سے روایت کیا ہے۔
النخعی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اشعث بن قیس کچھ لوگوں کے ساتھ مرتد ہو گیا اور قلعہ میں محصور ہو گیا' پھر اس نے ستر آدمیوں کے لیے امان طلب کی' حضرت ابوبکر نے ستر آدمیوں کے لیے امان دے دی' وہ ستر آدمیوں کے ساتھ قلعہ سے باہر آ گیا' اس نے اپنے لیے امان طلب نہیں کی' سو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے لیے امان نہیں ہے ہم تم سے قتال کریں گے' پس وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہن سے نکاح کر لیا۔
اصبغ اور سحنون مالکی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص معین تعداد کے لیے امان طلب کرے تو وہ خود بھی اس امان میں داخل ہوتا ہے' خواہ اس نے اپنا ذکر نہ کیا ہو اور اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس معین تعداد میں اپنا بھی ذکر کرے کیونکہ وہ دوسروں کے لیے تب ہی امان طلب کرے گا جب خود اس کے لیے امان حاصل ہو اور انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے فعل کا اعتبار نہیں کیا' انہوں نے کہا: اس سے کم تعداد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ھرمزان کو امان دے دی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۳-۳۳۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳- بَابُ الْوَصَاةِ بِأَهْلِ ذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امان دی' اس امان کو قائم رکھنے کی وصیت کرنا

اس باب کے عنوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل ذمہ کو امان دینے کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ تھا' اور اس عنوان میں ''وصاۃ'' کا ذکر ہے' اس کا معنی وصیت ہے۔

وَالذِّمَّةُ الْعَهْدُ وَالْإِلُّ الْقَرَابَةُ.

اور ''الذمہ'' کا معنی عہد ہے اور ''الال'' کا معنی قرابت ہے۔

امام بخاری نے ذمہ کی تفسیر عہد کے ساتھ کی ہے اور ذمہ کے لیے یہ معانی بھی ہیں: عہد' امان' ضمان' حرمت اور حق یہ ہے کہ اہل ذمہ کو اہل ذمہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے عہد اور ان کی امان میں ہوتے ہیں اور ''اِلّ'' کا معنی انہوں نے قرابت بیان کیا ہے اور ''اِلّ'' کا معنی اصل میں جید ہے اور ''اَلّ'' کا معنی شدت ہے۔

۳۱۶۲- حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ جُوَيْرِيَةَ بْنَ قُدَامَةَ التَّمِيْمِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْنَا اَوْصِنَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِذِمَّةِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ ذِمَّةُ نَبِيِّكُمْ وَ رِزْقُ عِيَالِكُمْ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے جویریہ بن قدامہ التمیمی سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا' ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہمیں وصیت کیجئے! انہوں نے کہا: میں تم کو اللہ کے ذمہ (کو پورا کرنے کی) وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے نبی کا ذمہ ہے' اور تمہاری اولاد کا رزق ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۲ میں گزر چکی ہے۔

عمرو بن میمون کی روایت میں ہے: حضرت عمر نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول کے ذمہ کو پورا کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ اہل ذمہ کے پس پشت قتال کیا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہ کیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ حدیث کے اس اضافہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ذمہ سے صرف اتنا جزیہ لیا جائے جس کو وہ آسانی سے ادا کر سکیں۔

اس حدیث میں فرمایا: اس میں تمہاری اولاد کا رزق ہے' یعنی اہل ذمہ سے جو جزیہ اور خراج لیا جاتا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عہد پورا کرنے کی ترغیب ہے اور یہ بتایا ہے کہ جزیہ کے علاوہ اہل ذمہ سے اور کوئی رقم نہ لی جائے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد کرنے کے بعد عہد توڑنے کی مذمت فرمائی ہے اور اس کو منافقین کی عادات میں سے شمار فرمایا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٤ - بَابُ مَا اَقْطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ وَمَا وَعَدَ مِنْ مَّالِ الْبَحْرَيْنِ وَالْجِزْيَةِ وَلِمَنْ يُّقْسَمُ الْفَيْءُ وَالْجِزْيَةُ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین کے مال سے جو عطا فرمایا اور بحرین کے مال اور جزیہ میں سے جو وعدہ فرمایا اور جس کے لیے فئی اور جزیہ کو تقسیم کیا جائے

اس باب کے عنوان میں ''اقطع'' کا لفظ ہے' یہ ''اقطاع'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے کہ امیر مسلمین اللہ کے مال سے جس کو مستحق سمجھے' عطاء کر دے اور اس کا زیادہ تر استعمال زمین کو عطاء کرنے پر ہوتا ہے کہ امیر مسلمین کسی مستحق کو زمین آباد کرنے کے لیے عطاء کر دے اور ''اقطاع'' میں کبھی زمین کا مالک بنا دیا جاتا ہے اور کبھی مالک نہیں بنایا جاتا' فئی کا معنی پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کفار کے جو اموال بغیر جنگ اور جہاد کے حاصل ہوں وہ فئی ہوتے ہیں۔

٣١٦٣ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لِيَكْتُبَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ حَتّٰى تَكْتُبَ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا فَقَالَ ذَاكَ لَهُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ يَقُوْلُوْنَ لَهُ قَالَ فَإِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أُثْرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ.

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلایا تا کہ ان کے لیے بحرین کا مال لکھ دیں' انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ آپ ہمارے بھائی قریش کے لیے بھی اتنا مال لکھ دیں' آپ نے فرمایا: یہ ان کے لیے ہو جائے گا جب تک اللہ چاہے گا یہ مال ان کو ملتا رہے گا' آپ نے فرمایا: تم میرے بعد کچھ ترجیحات دیکھو گے تم ان پر صبر کرنا حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۹۴ میں گزر چکی ہے۔

انصار کا اپنے اوپر مہاجرین کو ترجیح دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ تھا کہ خصوصیت سے انصار کو مال عطاء کریں کیونکہ وہ مہاجرین پر فضل اور احسان کرتے تھے اور ان کو اپنے اموال میں شریک کرتے تھے' سو انہوں نے کہا: ہم اس مال کو ہرگز قبول نہیں کریں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا ہی عطاء نہ کریں' یہ ان کی خصوصیت تھی کہ وہ اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

انصار نے جو یہ کہا تھا کہ ہم اس وقت تک اس مال کو نہیں لیں گے جب تک کہ آپ اتنا ہی مال ہمارے قریشی بھائیوں کو بھی عطاء نہ کر دیں' انہوں نے اپنے اس قول سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے احسان کا بدلہ اتارنا چاہتے ہیں اور انہوں نے اپنے احسان کا عوض دنیا میں لینا ناپسند کیا' وہ اپنے احسان کا اجر آخرت میں لینا چاہتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عطاء کرنے کے لیے مکرر ارشاد فرمایا اور ان کے اس انکار کو مستحسن قرار دیا' نیز آپ نے فرمایا: تم میرے بعد کچھ ترجیحات دیکھو گے' یعنی بعض حکام تم کو تمہارے حقوق ادا نہیں کریں گے۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۳۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣١٦٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنِيْ رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ مَّنْ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنِيْ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے روح بن القاسم نے خبر دی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ہمارے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا اور اتنا عطاء کروں گا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور البحرین کا مال آ گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ عطاء کرنے کا وعدہ کیا ہو' وہ میرے پاس آئے' پس میں ان کے پاس گیا' پس میں نے کہا: بے شک

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لِیْ لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَیْنِ لَأَعْطَیْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَقَالَ لِیْ اُحْثُهُ فَحَثَوْتُ حَثْيَةً فَقَالَ لِیْ عُدَّهَا فَعَدَدْتُهَا فَاِذَا هِیَ خَمْسُ مِائَةٍ فَاَعْطَانِیْ اَلْفًا وَّخَمْسَ مِائَةٍ.

رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: اگر ہمارے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تم کو اتنا اور اتنا اور اتنا عطاء کروں گا تو حضرت ابوبکر نے مجھ سے کہا: تم ایک لپ بھرو' سو میں نے لپ بھرا' پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا: اس کو شمار کرو' میں نے اس کو شمار کیا تو وہ پانچ سو تھا' پس انہوں نے مجھے ڈیڑھ ہزار عطاء فرمایا' یعنی تین لپ۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام اور معزز لوگوں پر یہ لازم ہے کہ جس سے وعدہ کریں' اس کو پورا کریں۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امیر المسلمین پر یہ لازم ہے کہ اس سے پہلے جس امیر نے کسی سے وعدہ کیا ہو' اس کو پورا کرے اور یہ کہ جس چیز کو اصل میں اندازہ سے دینا ہو' اس کو بغیر ماپ تول کے دے اور بیوع میں اور قرض میں ماپ تول کر دے۔

اموالِ فئے لوگوں کو عطاء کرنے میں خلفاء راشدین اور ائمہ اربعہ کے نظریات

اموالِ فئے کی تقسیم میں صحابہ کا اختلاف تھا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کی تقسیم میں آزاد اور غلام اور معزز اور غیر معزز کو برابر برابر دیا جائے' انہوں نے کہا: ان کی ایک دوسرے پر جو فضلت ہے' سو وہ اللہ کے نزدیک ہے لیکن اس معاش میں ان کو برابر برابر دینا بہتر ہے' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا بھی یہی مختار ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو زیادہ عطاء کرتے تھے جو پہلے ایمان لایا ہو اور جس کی رسول اللہ ﷺ سے قرابت ہو' اور رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو عطاء کرنے میں وہ ان کو تمام لوگوں پر فضیلت دیتے تھے' پس وہ ہر زوجہ مطہرہ کو بارہ ہزار دیتے تھے اور سوائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے' انہوں نے اور کسی کو ان کے ساتھ نہیں ملایا' پس ان کو انہوں نے دس ہزار دیئے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو ان کی فضیلت کے اعتبار سے دیتے تھے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے سب لوگوں کو برابر برابر دیا' اور کہا: میں حضرت عمر کے طریقہ کی مذمت نہیں کرتا' لیکن میں اس طرح کروں گا جس طرح میرے محبوب رسول اللہ ﷺ کرتے تھے' آپ کے پاس جو مال آتا تھا' اسے آپ مسلمانوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیتے تھے۔

رہے فقہاء احناف تو ان کے نزدیک مال کو تقسیم کرنا امیر المسلمین کی صواب دید پر موقوف ہے' اگر وہ مناسب سمجھے تو کسی کو دوسروں سے زیادہ دے دے اور اگر مناسب سمجھے تو سب کو برابر برابر دے اور اس باب کی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ کسی کو زیادہ دے اور یہ ان کی دلیل ہے جو اس کے قائل ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۱۶۵ - وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِی الْمَسْجِدِ فَكَانَ اَكْثَرَ مَالٍ اُتِیَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِیْ

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا: از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس بحرین سے مال آیا' آپ نے فرمایا: اس کو مسجد میں پھیلا دو' اور رسول اللہ ﷺ کے پاس اب تک جو مال آئے تھے' یہ ان میں سب سے زیادہ مال تھا' اچانک آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے' پس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

إِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلًا قَالَ خُذْ فَحَثَا فِي ثَوْبِهِ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ أُمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَرْفَعْهُ فَقَالَ أُمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ ثُمَّ احْتَمَلَهُ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ فَمَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ.

کہا: یارسول اللہ! مجھے عطاء کیجئے' بے شک میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' آپ نے فرمایا: آپ لے لیں' سوانہوں نے اپنے کپڑے میں لپ بھر کر ڈالے' پھر اس کو اونچا ڈھیر بنانے لگے' پھر اس کو اٹھا نہ سکے تو انہوں نے کہا: آپ کسی سے کہیے کہ وہ اس کو میری طرف اٹھائے' آپ نے فرمایا: نہیں! آپ خود اٹھائیں۔ راوی نے کہا: انہوں نے اس سے کچھ مال گرایا' پھر اس کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھا' پھر چلے گئے' پھر نبی ﷺ ان کی حرص پر تعجب سے ان کو مسلسل دیکھتے رہے' حتیٰ کہ وہ ہم سے اوجھل ہو گئے' پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے نہیں اُٹھے' جب تک وہاں پر اس مال سے ایک درہم بھی تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۱ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ

اس شخص کا گناہ جس نے کسی ذمی کو بغیر جرم کے قتل کر دیا

اس باب کی احادیث میں اس شخص کا گناہ بیان کیا ہے جس نے کسی ذمی کو ناحق قتل کر دیا۔

اس قتل کی تحریم میں درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو اس کے وقت کے بغیر قتل کر دیا' اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۶۰' سنن نسائی: ۴۷۶۱)

۳۱۶۶ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا.

[طرف الحدیث: ۶۹۱۴] (سنن ابن ماجہ: ۲۶۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مجاہد نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔

ذمی کو ناحق قتل کرنے والا کتنی مسافت سے جنت کی خوشبو نہیں پائے گا' اس سلسلہ میں احادیث ---- اوران کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ذمی کو ناحق قتل کرنے والا چالیس سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چالیس سال کی تخصیص اس لیے ہے کہ چالیس سال کی عمر میں انسان اپنی قوت کے کمال کو پہنچ جاتا ہے' اس کا عمل اور اس کا یقین زیادہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خشیت میں اس کی بصیرت قوی ہو جاتی ہے اور اپنی گزشتہ کوتاہیوں پر اس کی ندامت زیادہ ہو جاتی ہے' پس ایسا شخص چالیس سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو پالیتا ہے۔

بعض احادیث میں ستر سال کی مسافت کا ذکر ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ایسے ذمی کو قتل کیا جو اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول کے ذمہ میں تھا' اس نے اللہ کے ذمہ کو توڑ دیا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آتی ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۴۰۳' سنن ابن ماجہ: ۲۶۸۷)

ستر سال کی وجہ یہ ہے کہ اس عمر میں انسان کے دل میں اللہ کا خوف اور ندامت بہت زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ اس کو اپنی موت بہت نزدیک معلوم ہوتی ہے' پس وہ ستر سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو پالیتا ہے۔

موطأ امام مالک میں پانچ سو سال کی مسافت کا ذکر ہے' یعنی جو عورتیں مکروہ لباس پہنیں گی' وہ پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو نہیں پائیں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دو نبیوں کے درمیان زمانہ فترت کی مدت پانچ سو سال ہے' پس جو شخص فترت کے آخر میں آیا اور اس نے اس نبی کی ہدایت کی اتباع کی جو فترت سے پہلے تھا تو وہ پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو پالے گا۔

(موطأ امام مالک ج ۲ ص ۲۸۶' المکتبۃ التوفیقیہ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مؤمن تو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے کوئی کبیرہ گناہ نہیں کیا' وہ جس وقت جنت کی خوشبو پاتے ہیں' یہ اس وقت جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

ان احادیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ جنت میں بالکل نہیں جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے: جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا' وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا' جیسا کہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس کو یقین تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲۷' صحیح مسلم: ۲۶' سنن ترمذی: ۲۶۳۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے کسی ذمی کو ناحق قتل کیا' اس شخص کو یہ سزا دی جائے گی کہ وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے جنت کی خوشبو نہیں پائے گا' یا یہ احادیث اس پر محمول ہیں کہ جو ذمی کو ناحق قتل کرے گا اور وہ اس قتل کو حلال اور جائز سمجھے گا تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا یا یہ احادیث قتل ناحق سے ڈرانے کے لیے تغلیظ (سختی) پر محمول ہیں۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۳۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٦ - بَابُ إِخْرَاجِ الْيَهُوْدِ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا

جزیرۂ عرب طول میں عدن سے عراق تک ہے اور عرض میں جدہ سے شام تک ہے اور یہاں اس سے مراد سرزمین حجاز ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ بِهِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم تم کو (یہاں) اس وقت تک برقرار رکھیں گے جب تک تم کو اللہ برقرار

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رکھے گا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۱۶۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْطَلِقُوْا اِلٰى يَهُوْدَ فَخَرَجْنَا حَتّٰى جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَالَ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُجْلِيَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ فَمَنْ يَّجِدْ مِنْكُمْ بِمَالِهٖ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ وَاِلَّا فَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۶۹۴۴-۷۳۴۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور آپ نے فرمایا: یہود کی طرف چلو' سو ہم نکلے حتیٰ کہ ہم بیت المدراس پر آئے' آپ نے (یہود سے) فرمایا: تم اسلام قبول کرلو تم سلامت رہو گے اور جان لو کہ زمین اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی ہے اور بے شک میں ارادہ کرتا ہوں کہ تم کو اس سر زمین سے نکال دوں' پس تم میں سے جو شخص اپنے کسی مال کو پائے وہ اس کو فروخت کر دے' ورنہ تم یاد رکھو کہ زمین اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۶۵' الرقم المسلسل: ۴۴۸۲' سنن ابوداؤد: ۳۰۰۳' السنن الکبریٰ: ۸۶۸۷' شرح مشکل الآثار: ۴۲۷۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۸۲۶- ج ۱۵ ص ۵۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو سر زمین حجاز سے نکالنے کا ارادہ کیا کیونکہ ان کی کئی بار آزمائش کی گئی اور انہوں نے آپ کی مخالفت کی' جب تحویل قبلہ ہوئی اور آپ نے بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ یعنی کعبہ کو اپنا قبلہ بنالیا تو انہوں نے اس پر نکتہ چینی کی' پھر بنونضیر نے آپ کے خلاف سازش کی اور آپ کے اوپر پتھر گرانے کا ارادہ کیا' تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ بنونضیر کو مدینہ سے نکال دیں اور باقی یہود کو آپ نے چھوڑ دیا' پھر آپ کے وصال سے پہلے آپ پر یہ وحی کی گئی کہ جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے اور آپ نے اپنی وفات کے وقت اس کی وصیت کی' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حکم دیا: جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی عہد ہو وہ اس کو لائے' ورنہ میں تم کو حجاز سے نکال دوں گا' سو انہوں نے ان کو حجاز سے نکال دیا۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ اور اس پر مصنف کا محاکمہ

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ ہم بیت المدراس پر آئے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیت المدراس سے مراد وہ عمارت ہے جس میں یہودی اپنی کتاب کا درس دیتے تھے یا مدراس سے مراد وہ یہودی عالم ہے جو ان کی کتاب کا درس دیتا ہے اور پہلی تفسیر راجح ہے کیونکہ دوسری روایت میں مذکور ہے کہ آپ مدراس پر آئے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۴۱' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ بدرالدین عینی اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

- اس میں ترجیح کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ مدراس پر آنے کا معنی یہ ہے کہ آپ اس جگہ پر آئے جو تورات کا درس دینے کی جگہ تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن حجر یہ کہہ رہے ہیں کہ مدراس کے دو معنی ہیں: (۱) تورات کا درس دینے والا عالم (۲) تورات کا درس دینے کی جگہ اور چونکہ دوسری روایت میں مذکور ہے کہ آپ مدراس پر آئے' اس لیے یہاں عالم والا معنی نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے معنی کو ترجیح ہے کہ آپ ان کے مدرسہ میں آئے جہاں تورات کا درس دیا جاتا تھا' اور حافظ ابن حجر نے یہ نہیں کہا کہ دوسرے معنی کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

۳۱۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الْأَحْوَلِ قَالَ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ ثُمَّ بَكَى حَتّٰى بَلَّ دَمْعُهُ الْحَصٰى قُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَّا يَوْمُ الْخَمِيسِ. قَالَ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُونِي بِكَتِفٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّا تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ. فَقَالُوا مَالَهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ فَقَالَ ذَرُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ فَأَمَرَهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ وَالثَّالِثَةُ خَيْرٌ إِمَّا أَنْ سَكَتَ عَنْهَا وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا. قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از سلیمان بن ابی مسلم الاحول' انہوں نے کہا کہ انہوں نے سعید بن جبیر سے سنا' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا: جمعرات کا دن اور کیسا تھا جمعرات کا دن' پھر وہ روئے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے کنکریاں بھیگ گئیں' میں نے پوچھا: اے ابن عباس! جمعرات کا دن کیسا تھا؟ انہوں نے بتایا: اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا' آپ نے فرمایا: ایک شانہ کی (چوڑی) ہڈی لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گم راہ نہیں ہو گے' تو صحابہ نے اس (حکم کی تعمیل) میں بحث کی اور نبی کے پاس بحث نہیں کرنی چاہیے تھی' انہوں نے کہا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ کیا آپ (دنیا سے) رخصت ہو رہے ہیں؟ آپ سے دریافت کر لو' تب آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو' میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو' پھر آپ نے صحابہ کو تین باتوں کا حکم دیا: (۱) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو (۲) وفود کو اسی طرح انعام واکرام دو جس طرح میں ان کو انعام واکرام دیتا تھا (۳) راوی نے کہا: تیسری بات کوئی نیک سلوک کرنے کی تھی' یا تو سعید نے اس کو بتایا نہیں یا میں اس کو بھول گیا۔ سفیان نے کہا: یہ سلیمان احول کا قول ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر کفار کی کسی علاقہ میں ضرورت ہو تو ان کو وہاں رہنے دیا جائے گا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اپنی امت کے مؤمنین کے سامنے یہ بیان فرمایا کہ مسلمانوں کے تمام شہروں سے ان لوگوں کو نکال دیا جائے جو دین اسلام کے سوا کسی اور دین کی پیروی کرتے ہیں خواہ وہ شہران شہروں میں سے ہوں' جہاں کے رہنے والے اسلام قبول کر چکے ہوں یا وہ شہران شہروں میں سے ہو جن کو مسلمانوں نے جنگ سے فتح کیا ہو' جب کہ مسلمانوں کو اس شہر والوں کی ضرورت نہ ہو' مثلاً وہاں کے لوگ اس شہر کی زمینوں کو آباد کرنے والے ہوں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیا یہ حکم صرف مدینہ منورہ اور باقی جزیرۂ عرب کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ حکم اسلام کے تمام شہروں کے لیے عام ہے؟ کیونکہ اگر یہ حکم اسلام کے تمام شہروں کے لیے عام ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان فرماتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو اس جگہ کی ضرورت ہو تو ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا' کیا یہ معلوم نہیں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو جنگ سے فتح کرنے کے باوجود یہود کو وہاں کی زمین پر برقرار رکھا تا کہ وہ خیبر کی زمین کو آباد کرتے رہیں' اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خیبر کے یہود اور نجران کے نصاریٰ کے ساتھ معاملہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے نصاریٰ کے ساتھ معاملہ کیا' کیونکہ ان سے زمین کی آبادکاری کے لیے کام کرانے کی ضرورت تھی کیونکہ اس وقت مسلمان جہاد میں مشغول تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہود کا مشرکین میں داخل ہونا' جزیرۂ عرب کی تخصیص کی وجہ اور اس کی توجیہ کہ حضرت عمر نے اس حکم پر تاخیر سے عمل کیا

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو' تو پھر امام بخاری نے اس بات کا یہ عنوان کیوں قائم کیا ہے: یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہود بھی مشرک ہیں کیونکہ وہ کہتے تھے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے' یا اس لیے کہ مشرکین کی بہ نسبت یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا زیادہ لائق ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جزیرۂ عرب کی تخصیص کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو یہ خطرہ تھا کہ یہود آپ کے بعد مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش کریں گے' کیونکہ جب آپ دو آدمیوں کی دیت کے مسئلہ میں ان سے بات کرنے کے لیے بنو نضیر کے پاس گئے تھے تو انہوں نے مکان کی چھت سے آپ پر پتھر گرانے کا ارادہ کیا تھا' پس اللہ نے آپ کو وحی سے مطلع فرما دیا اور آپ ان کی سازش کا شکار نہیں ہوئے اور چونکہ آپ کے بعد وحی کا سلسلہ موقوف ہو جانا تھا تو آپ نے مسلمانوں کو ان کے فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لیے فرمایا: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر فوراً عمل کیوں نہیں کیا' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں یہود کو خیبر سے جلاوطن کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امر اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ اس پر فوراً عمل کیا جائے' نیز مسلمانوں کو ان ایام میں یہود سے کام لینے کی ضرورت تھی' یا پھر انہوں نے یہ انتظار کیا کہ جب یہود کی طرف سے کوئی شرارت ہو تو پھر ان کو خیبر سے نکال دیا جائے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اہل خیبر نے ان کے ہاتھ پیر توڑ ڈالے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' آپ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے ان کی زمینوں کا معاملہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: جب تک اللہ تمہیں برقرار رکھے گا ہم بھی برقرار رکھیں گے' اور عبداللہ بن عمر و خیبر میں اپنے اموال کے سلسلہ میں گئے تھے تو' رات میں ان کو زدوکوب کیا گیا اور ان کے ہاتھ پیر توڑ ڈالے گئے اور خیبر میں یہود کے سوا ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے' وہی ہمارے دشمن ہیں اور ہم ان ہی پر الزام لگاتے ہیں اور میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو جلاوطن کر دیا جائے' جب حضرت عمر نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا تو بنی ابو الحقیق سے ایک یہودی آیا' پس اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ ہمیں جلاوطن کر رہے ہیں؟ حالانکہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں یہاں برقرار رکھا تھا؟ اور ہم کو زمینوں پر عامل بنایا تھا؟ حضرت عمر نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد بھول گیا ہوں؟ (آپ نے فرمایا تھا:) اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا' جب تمہیں خیبر سے نکال دیا جائے گا' تمہارے اونٹ تمہیں راتوں کو لے کر دوڑتے پھریں گے! اس نے کہا: یہ تو ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مذاق سے کہا تھا' حضرت عمر نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تم نے جھوٹ بولا' پھر حضرت عمر نے ان کو جلاوطن کر دیا اور ان کے پھلوں کی قیمت کچھ نقد اور اونٹ اور سامان اور رسیاں کجاوے میں ڈال کر دے دیں۔

(صحیح البخاری: ۲۷۳۰' سنن ابوداؤد: ۳۰۰۷' مسند البزار: ۱۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۰۔ ج ۱ ص ۲۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں ہے: سلیمان نے کہا کہ رہی تیسری بات تو اس کو سعید نے بتایا نہیں یا میں بھول گیا۔ علامہ احمد بن اسماعیل کورانی نے کہا کہ دوسری روایت میں مذکور ہے: تیسری بات یہ تھی کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام کی طرف لشکر روانہ کر دیا جائے۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۴۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے اس جملہ کی شرح میں لکھا ہے:

المہلب نے کہا ہے کہ تیسری وصیت لشکر اسامہ کے متعلق تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تیسری وصیت یہ ہو کہ میری قبر کی پرستش اور عبادت نہ شروع کر دینا' کیونکہ امام مالک کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے' پھر آپ نے خیبر کے یہود کو جلاوطن کر دیا۔ (موطأ امام مالک: ۸۱۔ کتاب الجامع)

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۵ ص ۳۸۳' دارالوفاء' بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۷ ص ۴۴۶۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری وصیت کے متعلق احادیث

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت وفات میں فرما رہے تھے: نماز' نماز (پڑھتے رہنا) اور اپنے غلاموں اور باندیوں (سے حسن سلوک کرتے رہنا)۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک ساعت بے ہوشی طاری ہوئی' پھر آپ ہوش میں آئے تو فرمایا: اپنے غلاموں اور باندیوں کے متعلق اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو' ان کے جسموں پر کپڑے پہناؤ اور ان کے بچوں کو کھانے سے سیر کرو اور ان سے نرمی سے بات کرو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عمر بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو آخری کلام فرمایا' وہ یہ تھا: اللہ یہود اور نصاریٰ کو ہلاک کر دے! انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنا دیا اور سرزمین عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

۷ - بَابٌ إِذَا غَدَرَ الْمُشْرِكُونَ بِالْمُسْلِمِينَ هَلْ يُعْفٰى عَنْهُمْ

جب مشرکین مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کریں تو کیا ان کو معاف کیا جائے گا؟

اس باب کے عنوان میں ''غدر'' کا لفظ ہے' اور ''غدر'' کا معنی ہے: خیانت کرنا اور عہد شکنی کرنا' امام بخاری نے اس عنوان میں مشرکین کی عہد شکنی کی سزا بیان نہیں کی' کیونکہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

۳۱۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ اُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيْهَا سُمٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوْا اِلَيَّ مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ يَّهُوْدَ فَجُمِعُوْا لَهُ فَقَالَ لَهُمْ اِنِّي سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ اَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَبُوْكُمْ قَالُوْا فُلَانٌ فَقَالَ كَذَبْتُمْ بَلْ اَبُوْكُمْ فُلَانٌ قَالُوْا صَدَقْتَ قَالَ فَهَلْ اَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ اِنْ سَاَلْتُ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ وَاِنْ كَذَبْنَا عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِيْ اَبِيْنَا فَقَالَ لَهُمْ مَنْ اَهْلُ النَّارِ قَالُوْا نَكُوْنُ فِيْهَا يَسِيْرًا ثُمَّ تَخْلُفُوْنَا فِيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَاللّٰهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيْهَا اَبَدًا ثُمَّ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ اِنْ سَاَلْتُكُمْ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِيْ هٰذِهِ الشَّاةِ سُمًّا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالُوْا اَرَدْنَا اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا نَسْتَرِيْحُ وَاِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ. [اطراف الحدیث: ۴۲۴۹۔ ۵۷۷۷] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب خیبر فتح کیا گیا تو نبی ﷺ کو ایک زہر آلودہ بکری ہدیہ کی گئی' پس نبی ﷺ نے فرمایا: جتنے بھی یہاں یہودی ہیں ان سب کو میرے پاس جمع کرو' سو ان کو جمع کیا گیا تو آپ نے ان سے فرمایا: میں تم سے ایک چیز کے متعلق سوال کروں گا' کیا تم مجھ کو سچ سچ بتاؤ گے' انہوں نے کہا: جی ہاں! تو نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: تمہارا باپ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ فلاں شخص ہے' آپ نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا بلکہ تمہارا باپ فلاں شخص ہے' انہوں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا' آپ نے فرمایا: اگر میں تم سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو کیا تم مجھے سچ بتاؤ گے' انہوں نے کہا: جی ہاں! اے ابوالقاسم! اور اگر ہم نے جھوٹ بولا تو آپ ہمارے جھوٹ کو جان لیں گے' جیسے آپ نے ہمارے باپ کے متعلق جھوٹ کو جان لیا تھا' پس آپ نے پوچھا: اہل دوزخ میں سے کون ہے؟ انہوں نے کہا: ہم تھوڑا عرصہ دوزخ میں رہیں گے' پھر آپ لوگ ہمارے خلیفہ ہو کر دوزخ میں جائیں گے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: تم دوزخ میں ذلت کے ساتھ رہنا' اللہ کی قسم! ہم کبھی بھی تمہارے خلیفہ ہو کر دوزخ میں نہیں جائیں گے' آپ نے پھر فرمایا: اگر میں تم سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو تم اس کے متعلق سچ سچ بتاؤ گے؟ پس انہوں نے کہا: ہاں! اے ابوالقاسم! آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ڈالا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھا' انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم کو اس چیز پر کس نے برانگیختہ کیا' انہوں نے کہا: ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے (نبی) ہیں تو ہم کو راحت مل جائے گی اور اگر آپ (واقعی) نبی ہیں تو یہ گوشت آپ کو ضرر نہیں دے گا۔

مشرکین کی غداری کی وجہ سے اگر مسلمانوں کو ضرر ہو تو ان کو سزا دینا جائز ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اگر مشرکین کوئی خیانت یا غداری کریں اور اس کا تدارک اور اس کی تلافی ہو سکتی ہو تو پھر ان کو معاف کر دیا جائے گا' اور اگر مسلمانوں کا امیر ان کو سزا دینا چاہے تو وہ اس پر ان کو سزا دے سکتا ہے اور اگر مشرکین غداری سے کسی مسلمان کو قتل کریں یا ایسا نقصان پہنچائیں جس کی اصلاح نہ ہو سکے یا ان کے کسی شر سے بچاؤ نہ ہو سکتا ہو تو پھر ان کو معاف کر دینا جائز نہیں ہے' جس طرح قبیلہ عرینہ کے لوگوں نے آپ کی اونٹنیوں کے چرواہوں کو قتل کر دیا تھا اور اونٹنیوں کو چرا کر بھاگ گئے تو آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

یہودیوں نے جو آپ کو زہر آلود بکری کھلائی تھی' اس کے متعلق حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا' اس مرض میں آپ نے فرمایا: میں ہمیشہ اس طعام کا درد پاتا رہا ہوں جس کو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اس زہر کے اثر سے میں اپنے دل کی رگ کے کٹنے کو محسوس کر رہا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸' سنن ابوداؤد: ۴۵۱۲)

لیکن آپ نے ان کو اس لیے معاف فرما دیا کہ پہلے آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ اس سے آپ کی وفات ہو جائے گی کیونکہ جب آپ یہود کی سازش پر مطلع ہو گئے اور خود اس گوشت نے آپ کو بتا دیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو آپ کو پوری زندگی اس زہر نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا' حتیٰ کہ جب آپ کی وفات قریب آ گئی تو آپ نے اس کا (شدید) درد محسوس کیا اور اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ تھا کہ اس زہر کے سبب سے آپ کی وفات کی وجہ سے آپ کو شہادت عطا فرمائے' اس لیے آپ نے ان کو سزا نہیں دی' نیز یہود نے یہ کہا تھا کہ ہم نے اس اقدام سے آپ کی نبوت کے صدق کے امتحان کا قصد کیا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اس سے آپ کو ضرر نہیں ہوگا' تو ہو سکتا ہے کہ ان کی اس تاویل کی وجہ سے آپ نے ان کو معذور قرار دیا ہو' نیز آپ اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا کرتے تھے اور جن منافقین نے آپ سے عداوت رکھی اور آپ کو ایذائیں پہنچائیں' آپ نے کبھی ان سے انتقام نہیں لیا' اور ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا' کیونکہ آپ خلق عظیم سے متصف تھے اور عفو و درگزر سے کام لیتے تھے اور ان اخلاق میں آپ کی نبوت کے دلائل ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

زہر آلود بکری لانے والی یہودیہ کا قصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اہل خیبر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غداری کی اور ایک یہودی عورت کے ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری بھیجی' پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا تھا یا معاف کر دیا تھا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عورت' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری لائی' آپ نے اس بکری سے کھالیا' پھر اس عورت کو آپ کے پاس لایا گیا' آپ نے اس سے اس کا سبب معلوم کیا' اس نے کہا: میں نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا' آپ نے فرمایا: اللہ تجھ کو اس پر مسلط کرنے والا نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ہم اس عورت کو قتل نہ کردیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! حضرت علی نے کہا: میں اس زہر کا اثر ہمیشہ آپ کے حلق کے کوے میں دیکھتا رہا۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۰)

زہر آلود بکری کھلانے والی یہودیہ کو قتل کرنے اور قتل نہ کرنے کی احادیث میں تطبیق

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ نے لکھا ہے کہ اس یہودی عورت کا نام زینب بنت الحارث تھا اور یہ مرحب یہودی کی بہن تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے بتایا کہ میرا باپ اور چچا اور خاوند اور بھائی قتل کردیا گیا تھا (سو میں نے ان کا بدلہ لیا)۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ اس میں آثار اور اقوال علماء مختلف ہیں کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کیا تھا یا نہیں؟ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت علی' حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر نے آپ سے پوچھا کہ اس کو قتل کریں؟ تو آپ نے منع فرمادیا۔

ابو سلمہ سے روایت ہے کہ آپ نے اس کو قتل کردیا تھا۔

ابن سحنون نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ آپ نے اس کو قتل کردیا تھا۔

امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ آپ کے حکم سے اس کو قتل کردیا گیا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۱)

ان روایات اور اقوال میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ آپ نے اس کو ابتداء میں قتل نہیں کیا تھا لیکن بعد میں جب یہ معلوم ہوا کہ وہ جادو کرتی ہے تو پھر آپ نے اس کو قتل کردیا تھا۔

زہر دینے والے سے قصاص لینے میں مذاہب ائمہ

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو زہر کھلا کر قتل کردے تو اس سے بھی اسی طرح قصاص لیا جائے گا' جس طرح ہتھیار سے قتل کرنے والے سے قصاص لیا جاتا ہے اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس میں قصاص نہیں ہے بلکہ اس کے عاقلہ سے دیت لی جائے گی۔

امام شافعی کے قصاص لینے کے متعلق دو قول ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہر معجزہ ہے کیونکہ آپ پر زہر نے اثر نہیں کیا تھا اور دوسرے جن لوگوں نے اس کو کھایا تھا' وہ فوت ہوگئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہودیوں کے جواب کا ردّ اور آپ میں رسالت اور شہادت کا جمع ہونا

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم کبھی بھی تمہارے خلیفہ ہو کر دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض فساق مؤمنین تو دوزخ میں جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ یہودیوں کے بعد دوزخ میں نہیں جائیں گے' بایں طور کہ وہ دخول جہنم میں یہودیوں کے خلیفہ ہوں۔

یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دینے کی وجہ یہ بتائی کہ اگر آپ جھوٹے نبی ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپ سچے نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو ضرر نہیں دے گا۔ ان کا یہ قول جھوٹ تھا یا جہل تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام بشر ہیں اور دیگر انسانوں کی طرح ان پر بھی امراض طاری ہوتے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے اس یہودی عورت کو معاف فرما دیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے آپ کی ذات کو جو ضرر پہنچایا تھا' اس کو آپ نے معاف فرما دیا تھا کیونکہ آپ اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے' لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ نے اس کو قتل کرا دیا تھا کیونکہ اس زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے حضرت بشر بن البراء رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تھے تو آپ نے ان کے قصاص میں اس کو قتل کرا دیا تھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس زہر آلود بکری کی دستی کے کھانے کے بعد اس دستی نے آپ سے کہا: مجھ میں زہر ملا ہوا ہے' تو اس دستی نے کھانے سے پہلے آپ کو یہ کیوں نہیں بتایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ آپ میں رسالت اور شہادت کو جمع کر دیا جائے' اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی حیات کے آخر میں فرمایا: خیبر کے کھانے کی وجہ سے مجھے ہمیشہ درد ہوتا رہا حتیٰ کہ اب اس نے میرے دل کی رگ کو کاٹ دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸) (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۴۳-۱۴۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

زہر آلود بکری کی دستی کے خبر دینے اور حضرت بشر کے قصاص میں یہودیہ کو قتل کرانے کے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں کہ علامہ کورانی نے ذکر کیا ہے کہ بکری کی دستی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیا تھا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے' اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل خیبر کی ایک یہودی عورت نے ایک بھنی ہوئی بکری میں زہر ملا دیا' پھر اس نے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کی' آپ نے اس کی ایک دستی کو کھایا اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے بھی کھایا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم کھانے سے اپنے ہاتھ اٹھالو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی کو بلایا اور اس سے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ اس نے کہا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: میرے ہاتھ میں اس بکری کی جو دستی ہے اس نے مجھے خبر دی ہے' اس یہودی نے کہا: ہاں! (الحدیث) (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۰)

نیز علامہ کورانی نے اس بکری کا گوشت کھانے سے حضرت بشر بن البراء کے فوت ہونے کا ذکر کیا ہے' اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ام بشر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت بشر بن البراء بن معرور فوت ہو گئے تو آپ نے اس یہودیہ کو بلایا اور اس سے پوچھا: تم کو اس کام پر کس نے برانگیختہ کیا۔ تو اس نے حضرت جابر کی حدیث کی طرح جواب دیا' تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس یہودی عورت کو قتل کر دیا گیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۴)

نیز سنن ابوداؤد میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے آپ نے اپنے بازو کی ایک رگ میں فصد لگوائی تھی جو بنو بیاضہ کے ایک شخص نے لگائی تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۰)

۸ - بَابُ الدُّعَاءِ عَلٰى مَنْ نَكَثَ عَهْدًا

جس نے عہد شکنی کی' اس کے خلاف دعا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عہد شکنی کرنے والے کے خلاف دعا کرنا جائز ہے۔

۳۱۷۰ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَزِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ الْقُنُوتِ قَالَ قَبْلَ الرُّكُوعِ فَقُلْتُ إِنَّ فُلَانًا يَزْعُمُ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ كَذَبَ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَدْعُو عَلٰى أَحْيَاءٍ مِّنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَالَ بَعَثَ أَرْبَعِينَ أَوْ سَبْعِينَ يَشُكُّ فِيهِ مِنَ الْقُرَّاءِ إِلٰى أُنَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ فَعَرَضَ لَهُمْ هٰؤُلَاءِ فَقَتَلُوهُمْ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَمَا رَأَيْتُهُ وَجَدَ عَلٰى أَحَدٍ مَّا وَجَدَ عَلَيْهِمْ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ سے دعائے قنوت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے بتایا کہ وہ رکوع سے پہلے (پڑھی جاتی ہے)' میں نے کہا کہ فلاں شخص کا یہ زعم ہے کہ آپ نے بتایا ہے کہ وہ رکوع کے بعد (پڑھی جاتی ہے)' حضرت انس نے کہا: اس نے جھوٹ بولا' پھر انہوں نے ہمیں نبی ﷺ سے یہ حدیث بیان کی کہ آپ نے ایک مہینہ رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی' آپ بنو سلیم کے کئی قبائل کے خلاف دعا کرتے تھے' حضرت انس نے کہا: آپ نے چالیس یا ستر (اس تعداد میں راوی کو شک ہے) قرآن کے قاری مشرکین کی طرف بھیجے تھے' بنو سلیم ان کے درپے ہوئے' پس انہوں نے ان کو قتل کر دیا' حالانکہ بنو سلیم اور نبی ﷺ کے درمیان معاہدہ تھا' حضرت انس نے بتایا: میں نے کسی کی موت پر نبی ﷺ کو اتنا غم زدہ نہیں دیکھا جتنا ان کی شہادت پر آپ کو غم زدہ دیکھا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف دعا کا ذکر ہے۔

نبی ﷺ کفار کے ایمان لانے سے مایوس ہونے کے بعد ان کے خلاف شر کی دعا کرتے تھے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب تک نبی ﷺ کو کسی قوم یا فرد کے متعلق کفر اور شرک سے رجوع کرنے کی اُمید ہوتی تھی' آپ اس کے خلاف شر کی دعا نہیں کرتے تھے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ سے کہا گیا کہ آپ دوس کے خلاف دعا کریں تو آپ نے ان کے حق میں ہدایت کی دعا کی' نبی ﷺ نے بنو سلیم کے خلاف اس لیے شر کی دعا کی تھی کہ انہوں نے عہد شکنی کی تھی اور آپ ان کے گمراہی سے رجوع کرنے سے مایوس ہو چکے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کے صدق اور آپ کی نبوت کی دلیل کو ظاہر فرما دیا اور یہ حدیث نماز اور خطبہ میں مسلمانوں کے دشمنوں اور ان کے مخالفین کے خلاف شر کی دعا کرنے کی اصل اور دلیل ہے اور عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف دعاءِ شر کرنے کی اصل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دراصل یہ پوری عبارت علامہ ابن بطال مالکی کی ہے جس کو علامہ عینی نے ان کا ذکر کیے بغیر نقل کیا ہے' دیکھئے: شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے صحیح البخاری: ۱۰۰۲ میں بغیر کسی تردد کے قرآن کے قراء کی تعداد ستر لکھی ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۴۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۹ - بَابُ أَمَانِ النِّسَاءِ وَجِوَارِهِنَّ عورتوں کا کسی کو پناہ اور امان دینا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتیں بھی کسی شخص کو پناہ اور امان دے سکتی ہیں۔

۳۱۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِيءٍ ابْنَةِ اَبِي طَالِبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اُمَّ هَانِيءٍ ابْنَةَ اَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِيءٍ بِنْتُ اَبِي طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِيءٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلّٰى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّي عَلِيٌّ اَنَّهُ قَاتِلٌ رَّجُلًا قَدْ اَجَرْتُهُ فُلَانُ ابْنُ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَا اُمَّ هَانِيءٍ وَّذٰلِكَ ضُحًى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر' جو عمر بن عبیداللہ کے آزاد شدہ غلام تھے کہ ابومرّہ جو حضرت اُم ھانیء بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے آزاد شدہ غلام تھے' انہوں نے اُم ھانیء بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں' اس وقت آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام آپ کو پردہ سے ستر کر رہی تھیں' پس میں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو میں نے کہا: میں اُم ھانیء بنت ابی طالب ہوں' آپ نے فرمایا: اُم ھانیء کو خوش آمدید ہو! پھر جب آپ غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر آٹھ رکعات پڑھیں' آپ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں کے بیٹے حضرت علی کا یہ گمان ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرنے والے ہیں جس کو میں پناہ دے چکی ہوں فلاں بن ھبیرہ کو' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اُم ھانیء! جس کو تم نے پناہ دی ہے اس کو ہم نے پناہ دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

عورت کی امان میں مذاہب فقہاء

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عورت امان دے سکتی ہے اور جس کو عورت امان دے دے' اس کو قتل کرنا حرام ہے' اور بے شک حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دی تھی' حجاز اور عراق کے فقہاء کا یہی مختار ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور دوسرے فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے' بعض فقہاء کا یہ قول شاذ ہے کہ عورت کی امان امیر مسلمین کی امان پر موقوف ہے' اگر وہ عورت کی امان کو برقرار رکھے تو صحیح ہے' ورنہ صحیح نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو تم نے امان دی ہے اس کو ہم نے امان دی' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا امان دینا امیر مسلمین کی اجازت پر موقوف ہے۔ جمہور فقہاء نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا یہ معنی ہے کہ ہماری سنت اور ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جس کو تم پناہ دو یا تم جیسی کسی اور عورت نے پناہ دی ہو' اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: تمام مسلمانوں کا خون ایک دوسرے کی مثل ہے' ان میں سے ادنیٰ شخص بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے اور عورت مسلمانوں میں ادنیٰ درجہ کی ہے اور عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے سال میں کعبہ کی سیڑھیوں پر خطبہ دیا اور فرمایا: تمام مسلمانوں کا ہاتھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اپنے ماسوا پر برابر ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۵) (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے بھی اپنی شرح میں اس عبارت کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰ - بَابٌ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَجِوَارُهُمْ وَاحِدَةٌ يَّسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ

تمام مسلمانوں کا ذمہ اور ان کا پناہ دینا برابر ہے' ان میں سے ادنیٰ مسلمان بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ تمام مسلمانوں کا کسی حربی کو پناہ دینا برابر ہے' یعنی اگر کسی مسلمان نے اہل حرب میں سے کسی کو پناہ دے دی تو یہ جائز ہے اور تمام مسلمان اس کو قبول کریں گے' خواہ پناہ دینے والا مسلمان کم درجہ کا ہو یا معزز ہو' غلام ہو یا آزاد' مرد ہو یا عورت ہو اور اس کے پناہ دینے کے بعد دوسرے کسی مسلمان کے لیے اس پناہ کو توڑنا جائز نہیں ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک غلام کا کسی حربی کو پناہ دینا جائز ہے' خواہ اس نے قتال کیا ہو یا قتال نہ کیا ہو' امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک غلام کا امان دینا صرف اس وقت میں جائز ہے جب اس نے قتال کیا ہو' امام مالک نے نزدیک جب بچہ اسلام کے احکام سمجھتا ہو تو اس کا بھی امان دینا جائز ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور جمہور فقہاء نے اس سے منع کیا ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ بچہ اور مجنون کا کسی حربی کو امان دینا جائز نہیں ہے' اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۳' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۸)

۳۱۷۲ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَطَبَنَا عَلِيٌّ فَقَالَ مَا عِنْدَنَا كِتَابٌ نَقْرَؤُهُ اِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ فَقَالَ فِيْهَا الْجِرَاحَاتُ وَاَسْنَانُ الْاِبِلِ وَالْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَّا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى كَذَا فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى فِيْهَا مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَايُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَاعَدْلٌ وَّمَنْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذٰلِكَ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا' پس فرمایا: ہمارے پاس کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کو ہم پڑھیں سوائے کتاب اللہ کے اور جو اس صحیفہ میں ہے' پس فرمایا: اس میں زخموں (کی دیت مذکور ہے) اور (دیت کے) اونٹوں کی عمریں (مذکور ہیں) اور مدینہ عیر (پہاڑ) سے لے کر فلاں پہاڑ (اُحد) تک حرم ہے' جس نے اس میں کوئی جرم کیا یا کسی مجرم کو پناہ دی' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی! اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل اور جس نے اپنے آپ کو اپنے مالکوں کے غیر کی طرف منسوب کیا' اس پر بھی اسی کی مثل لعنت ہو اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہے' پس جس نے کسی مسلمان کے ساتھ عہد شکنی کی' اس پر بھی اسی کی مثل لعنت ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱ میں مذکور ہے۔

۱۱ - بَابٌ اِذَا قَالُوْا صَبَأْنَا وَلَمْ يُحْسِنُوْا اَسْلَمْنَا

جب کافروں نے کہا: ہم نے دین بدل لیا اور وہ یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہو گئے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی جب کفار نے جنگ کے دوران یہ کہا کہ ہم نے دین بدل لیا اور اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم مسلمان ہو گئے' تو آیا ان کا یہ قول ان سے جنگ موقوف کرنے کے لیے کافی ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے عنوان میں اس کا جواب ذکر نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ قول کافی ہے' کیونکہ الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ .

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت خالد بن ولید (یہ سن کر بھی) قتل کرتے رہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں خالد کے فعل سے تیرے سامنے بَری ہوتا ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا' پس حضرت خالد نے ان کو اسلام کی دعوت دی' وہ عمدہ طریقہ سے یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہو گئے' وہ اس طرح کہنے لگے کہ ہم نے دین بدل لیا' ہم نے دین بدل لیا' پس حضرت خالد ان کو قتل کرنے لگے اور ہم میں سے ہر شخص کے حوالے اس کا قیدی کر دیا' حتیٰ کہ وہ دن آیا جب حضرت خالد نے ہم میں سے ہر شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے قیدی کو قتل کر دے' تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے قیدی کو ہرگز قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی شخص اپنے قیدی کو قتل کرے گا' حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے' پس ہم نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُٹھا کر دعا کی اور دو بار کہا: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے سامنے اس سے بَری ہوتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۳۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۱' مصنف عبدالرزاق: ۹۴۳۴)

وَقَالَ عُمَرُ اِذَا قَالَ مَتْرَسْ فَقَدْ اٰمَنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ الْاَلْسِنَةَ كُلَّهَا وَقَالَ تَكَلَّمْ لَا بَاْسَ.

اور حضرت عمر نے کہا: جب کسی شخص نے کسی حربی سے کہا: ''مَتْرس'' (مت ڈرو) تو اس نے اس کو امان دے دی' بے شک اللہ تمام زبانوں کو جانتا ہے اور حضرت عمر نے (ھرمزان) سے کہا: بات کرو' کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق میں دو جُز ہیں' جزاوّل کے موافق حسبِ ذیل اثر ہے:

امام عبدالرزاق از اعمش از ابو وائل روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف مکتوب لکھا:

جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو تو یہ نہ کہو کہ اللہ کے حکم سے اور ہمارے حکم سے قلعہ سے اتر آؤ' بلکہ یہ کہو کہ تم ہمارے حکم سے اترو' پھر تم جو چاہو ان کے متعلق فیصلہ کرو اور جب کوئی شخص دوسرے شخص سے ملے اور وہ اس سے کہے: ''مترس'' (تم ڈرو مت)' تو اس نے اس کو امان دے دی اور جب وہ اس سے کہے: ''لا تدھل'' تو اس نے اس کو امان دے دی اور جب وہ اس سے کہے: مت ڈرو' تو اس نے اس کو امان دے دی' کیونکہ اللہ تمام زبانوں کو جانتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۴۹۲۔ ج ۵ ص ۱۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس تعلیق کے جز ثانی کے متعلق علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

جب ھرمزان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو اس کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی تو حضرت عمر نے کہا: تم کو کوئی تنگی نہیں ہوگی' تم بات کرو کیونکہ یہ عہد اور امان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۰۔ ۱۲۹)

اس باب میں امام بخاری نے صرف حضرت عمر کی دو تعلیقات ذکر کی ہیں اور کسی حدیث کو روایت نہیں کیا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۲ - بَابُ الْمُوَادَعَةِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ بِالْمَالِ وَغَيْرِهٖ وَإِثْمِ مَنْ لَّمْ يَفِ بِالْعَهْدِ

مشرکین کے ساتھ مال وغیرہ سے صلح کرنا اور جنگ چھوڑ دینا اور جو عہد پورا نہ کرے اُس کا گناہ

اس عنوان میں ''الموادعۃ'' کا لفظ ہے اس کا حقیقی معنی ہے: ہر فریق کا اپنے مؤقف کو ترک کر دینا اور یہاں اس سے مراد ہے: جنگ نہ کرنے پر صلح کرنا۔

وَقَوْلِهٖ ﴿وَإِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ (الانفال: ٦١). جَنَحُوْا. طَلَبُوا السَّلْمَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ (الانفال:۶۱) جَنَحُوْا کا معنی ہے: صلح کو طلب کریں۔

یہ آیت صلح کی مشروعیت میں نازل ہوئی ہے۔

مجاہد نے کہا: یہ آیت بنو قریظہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت کا پورا سیاق واقعۂ بدر کے متعلق ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. ان لوگوں سے قتال کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر۔ (التوبہ:۲۹)

حافظ ابن کثیر نے کہا: اس پر بھی یہ اعتراض ہے کہ التوبہ:۲۹ کا معنی یہ ہے کہ مشرکین سے اس وقت قتال کرو جب ان سے قتال کرنا ممکن ہو' کیونکہ جب دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہو تو ان سے صلح کرنا جائز ہے' جیسا کہ اس آیت میں اس پر دلیل ہے اور جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے دن کیا تھا' پس آیت میں تخصیص کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اس کو منسوخ ماننے کی۔

(عمدۃ القاری ج۱۵ ص ۱۳۰)

۳۱۷۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ هُوَ ابْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ قَالَ انْطَلَقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَّمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ اِلٰى خَيْبَرَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ فَتَفَرَّقَا فَاَتٰى مُحَيِّصَةُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِيْ دَمٍ قَتِيْلًا فَدَفَنَهٗ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَّمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ كَبِّرْ كَبِّرْ وَهُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا فَقَالَ اَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ اَوْصَاحِبَكُمْ قَالُوْا وَكَيْفَ نَحْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ وَلَمْ نَرَ قَالَ فَتُبْرِيْكُمْ يَهُوْدُ بِخَمْسِيْنَ فَقَالُوْا كَيْفَ نَاْخُذُ اَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَعَقَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی اور وہ ابن المفضل ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از بشیر بن یسار از سہل بن ابی حثمہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید رضی اللہ عنہما خیبر کی طرف گئے اور وہ صلح کے ایام تھے' پس وہ متفرق ہو گئے' پس حضرت محیصہ' حضرت عبداللہ کے پاس گئے اور وہ اس وقت خون میں لت پت ہو رہے تھے' مقتول ہو چکے تھے' انہوں نے ان کو دفن کر دیا' پھر وہ مدینہ آئے' پس حضرت عبدالرحمٰن بن سہل اور حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ' جو دونوں مسعود کے بیٹے تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' پس حضرت عبدالرحمٰن بات کرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو' بڑے کو بات کرنے دو' اور عبدالرحمٰن ان لوگوں میں سب سے کم عمر تھے' پس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ.

وہ خاموش ہو گئے' پھر ان دونوں نے بات کی' آپ نے پوچھا: کیا تم حلف اُٹھاؤ گے اور اپنے قاتل یا اپنے صاحب کے مستحق ہو گے' انہوں نے کہا: ہم کیسے حلف اُٹھا سکتے ہیں جب کہ ہم اس موقع پر موجود نہ تھے اور نہ ہم نے (قاتل کو) دیکھا تھا' آپ نے فرمایا: پھر پچاس یہودی قسمیں کھا کر تم سے بَری ہو جائیں گے' انہوں نے کہا: ہم کفار کی قسموں کا کیسے اعتبار کریں گے' پھر نبی ﷺ نے اپنے پاس سے اس مقتول کی دیت ادا کر دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے پاس سے مال یعنی دیت دے کر مشرکین سے صلح کر لی۔

یہودیوں کی طرف سے دیت ادا کرنے کی حکمتیں اور مشرکین کو مال دے کر ان سے صلح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ ھ لکھتے ہیں:

مشرکین کو مال دے کر ان سے مصالحت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جب کہ اس سے ان کی تالیف قلب مقصود ہو' البتہ جزیہ میں کمی کرنا جائز نہیں ہے' نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ کی دیت جو اپنے پاس سے ادا کی تھی وہ بھی یہود کی تالیف قلب کے لیے تھی اور اس امید کی وجہ سے کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور تا کہ وہ نبی ﷺ کو اور مسلمانوں کو شر نہ پہنچا سکیں۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ مسلمان کسی حال میں بھی مشرکین کو کوئی چیز نہ دیں' مگر جب ان کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنی اکثریت کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے یا وہ مسلمانوں کو قید کر لیں گے اور بغیر فدیہ لیے ان کو نہ چھوڑیں گے تو اس ضرورت کی بناء پر ان کو فدیہ دینا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کا فدیہ دے کر دو آدمی چھڑائے تھے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ مشرکین سے صلح کرنے کی خاطر مال خرچ کرنے کے متعلق مجھے امام مالک اور فقہاء احناف کی کوئی صریح عبارت نہیں ملی' البتہ امام اوزاعی نے کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کا امیر مسلمانوں کی بقاء کے لیے مشرکین کو خراج یا فدیہ ادا کیے بغیر ان سے صلح کرنا چاہے تو صلح کر سکتا ہے' جس طرح نبی ﷺ نے حدیبیہ کے سال مشرکین سے بغیر کسی خراج کی ادائیگی کے صلح کی تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

مشرکین کو مال دے کر ان سے صلح کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ علامہ المہلب کی پوری مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ مسلمانوں کے امیر کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ مشرکین سے کچھ مال لے کر ان سے صلح کر لے یا ان کو کچھ مال دے کر ان سے صلح کر لے' جب کہ اس صلح میں مسلمانوں کے لیے خیر ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ (الانفال: ۶۱) اور وہ مال جو اس سے صلح کے سبب سے لیا جائے گا' اس کو جزیہ کے مصارف میں خرچ کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۳ - بَابُ فَضْلِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ
عہد پورا کرنے کی فضیلت

۳۱۷۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِّنْ قُرَيْشٍ كَانُوْا تِجَارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي مَادَّ فِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا سُفْيَانَ فِي كُفَّارِ قُرَيْشٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ' انہوں نے یہ خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بے شک ابوسفیان بن حرب نے ان کو خبر دی کہ ھرقل نے ان کو قریش کے قافلہ والوں کے ساتھ بلا لیا جو شام میں تجارت کے لیے آئے تھے' جس مدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان سے کفار قریش کے متعلق صلح کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ عہد شکنی کرنا ہرامت کے نزدیک مذموم ہے اور یہ رسولوں کی صفت نہیں ہے اور ھرقل نے ابوسفیان کو بلوا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوائے نبوت کے صدق کو آزمانا چاہا تھا کہ اگر آپ نے عہد شکنی کی اور آپ نے عہد کو پورا نہیں کیا تو آپ اللہ کے نبی نہیں ہو سکتے اور پیغمبروں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے اس شخص کی فضیلت بیان کرتے ہیں جو اپنے عہد کو پورا کرتا ہے' اور جب ابوسفیان نے ھرقل کو یہ بتایا کہ آپ عہد شکنی نہیں کرتے تو اس نے جان لیا کہ آپ کا دعوائے نبوت سچا ہے۔

۱۴ - بَابُ هَلْ يُعْفَى عَنِ الذِّمِّيِّ إِذَا سَحَرَ
جب ذمی جادو کرے تو آیا اس کو معاف کیا جائے گا؟

اس متن کا جواب اس باب کی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سُئِلَ أَعَلَى مَنْ سَحَرَ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ قَتْلٌ قَالَ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صُنِعَ لَهُ ذٰلِكَ فَلَمْ يَقْتُلْ مَنْ صَنَعَهُ وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ.

اور ابن وہب نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' ان سے یہ سوال کیا گیا کہ ذمیوں میں سے جس نے جادو کیا تو کیا اس کو قتل کیا جائے گا؟ انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسی طرح کیا گیا تو آپ نے جادو کرنے والے کو قتل نہیں کیا اور وہ جادو کرنے والا اہل کتاب میں سے تھا۔

مذکور الصدر تعلیق' جامع ابن وہب میں موصولاً مذکور ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا حکم یہ ہے کہ اہل کتاب کے جادوگر کو امام مالک کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ ابن شہاب کا قول ہے لیکن اس کو سزا دی جائے گی' حتیٰ کہ وہ اپنے جادو کرنے کا اقرار کرلے' پھر اس کو قتل کردیا جائے گا' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا تھا' اس کو آپ نے حسب ذیل وجوہ سے قتل نہیں کیا تھا:

(۱) آپ سے یہ چیز ثابت ہے کہ آپ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے اور اگر آپ اس کو سزا دیتے تو آپ اپنی ذات کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیے حاکم ہو جاتے۔

(۲) اس جادو نے آپ کو ضرر نہیں پہنچایا تھا کیونکہ آپ پر نازل ہونے والی وحی میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا' اور نہ آپ کی شریعت میں کوئی غلط چیز داخل ہوئی تھی' صرف آپ کے خیال اور وہم میں کوئی چیز داخل ہوتی تھی' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی حالت پر برقرار نہیں رکھا بلکہ آپ کی عصمت سے اس کا تدارک کر دیا' اور آپ کو جادو کی جگہ کی خبر دے دی اور آپ کو اس جادو کے نکالنے کا طریقہ بتا دیا' جس طرح بکری کی دستی کی خبر دینے سے آپ سے زہر کا اثر دور کیا تھا۔

(۳) اس زہر نے صرف آپ کے ظاہر پر اثر کیا تھا' لیکن آپ کے قلب اور آپ کی عقل پر کوئی اثر نہیں کیا تھا اور نہ آپ کے اعتقاد پر' اور جادو امراض میں سے ایک مرض ہے اور جس طرح آپ پر دوسرے امراض طاری ہوتے ہیں' اسی طرح آپ پر جادو کا اثر ہوا' سو یہ آپ کی نبوت اور رسالت کے منافی نہیں ہے اور آپ کے دنیاوی معاملات پر جادو کا اثر ہونا ممکن ہے اور آپ دیگر لوگوں کی طرح مصائب کے محل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۴)

۳۱۷۵ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُحِرَ حَتّٰی کَانَ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ اَنَّهٗ صَنَعَ شَیْئًا وَّلَمْ یَصْنَعْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا' حتیٰ کہ آپ کے خیال میں آتا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۳۲۶۸-۵۷۶۳-۵۷۶۵-۵۷۶۶-۶۰۶۳-۶۳۹۱]

(صحیح مسلم: ۲۱۸۹' الرقم المسلسل: ۵۵۹۶' سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۵' مسند احمد ج ۶ ص ۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۳۰۰- ج ۴۰ ص ۳۴۳)

علامہ عینی اور دوسرے متقدمین' شارحین حدیث کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کے اثر ہونے کا قصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس یہودی نے آپ پر جادو کیا تھا' اس کا نام لبید بن اعصم تھا اور تفسیر نسفی میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ وہ ایک یہودی لڑکا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' یہود اس لڑکے کے قریب ہوئے' حتیٰ کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کی کنگھی لے لی' پھر اس کنگھی میں یہود نے جادو کر دیا اور جو اُن کا بڑا تھا اس کا نام لبید بن اعصم تھا' پھر اس نے اس کنگھی کو بنو زریق کے کنویں میں ڈال دیا جس کا نام ذروان تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ کے سر کے بال منتشر ہو گئے اور چھ ماہ تک آپ اسی حالت پر رہے' آپ یہ گمان کرتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کے پاس گئے ہیں' حالانکہ آپ ان کے پاس نہیں گئے ہوتے تھے' اور آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا' پھر ایک دن خواب میں آپ کے پاس دو فرشتے آئے' ایک آپ کے سر کے پاس بیٹھا اور دوسرا آپ کے پیروں کے پاس' پھر جو پیروں کے پاس تھا' اس نے اس فرشتے سے کہا جو آپ کے سر کے پاس تھا: ان کو کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے' اس نے پوچھا: کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: لبید بن اعصم نے' اس نے پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: ایک کنگھی میں' اس نے پوچھا: وہ کنگھی کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا: وہ ذروان نامی کنویں میں ایک شگوفے کے چھلکے میں ہے' اس کنویں کا پانی مہندی کے تلچھٹ کی طرح ہے' وہ شگوفہ کنویں کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا ہوا ہے' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوف زدہ حالت میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیدار ہوئے اور آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری بیماری کی خبر دے دی ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' حضرت زبیر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو بھیجا' انہوں نے اس کنویں کے پانی کو نکالا' پھر کنویں کی تہ سے اس پتھر کو اُٹھایا' اس میں آپ کے سر کی کنگھی تھی' اس کے دندانوں میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں' تب اللہ تعالیٰ نے ''المعوذتین'' (''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'') نازل فرمائیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان آیات کو پڑھتے جاتے اور وہ گرہیں کھلتی جاتیں اور جب آخری گرہ کھل گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طبیعت میں بہت تخفیف پائی اور حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر کہا: میں اللہ کے نام سے آپ پر دَم کرتا ہوں' ہر اس چیز سے جو آپ کو ایذاء دے' نظرِ بد سے اور حاسد سے اور اللہ آپ کو شفاء دے' پھر صحابہ نے آپ سے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم اس خبیث کو پکڑ کر قتل نہ کر دیں؟ تو آپ نے فرمایا: اب اللہ نے مجھے شفاء دے دی ہے اور میں لوگوں میں شر (کی خبر) پھیلانے کو ناپسند کرتا ہوں' حضرت عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کے لیے غضب ناک ہو کر کسی سے انتقام نہیں لیا' مگر یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے غضب میں آئے ہوں تو پھر آپ اللہ کے لیے انتقام لیتے تھے' کتاب الطب میں حضرت عائشہ کی یہ روایت آئے گی (یہ حدیث' صحیح البخاری: ۵۷۶۳ میں مذکور ہے)۔

بعض ملحدین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا جانا کس طرح جائز ہوگا حالانکہ جادو کرنا کفر ہے اور شیاطین کا عمل ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کا ضرر کس طرح پہنچ سکتا ہے' جب کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں اور فرشتے آپ کو گھیرے رہتے ہیں اور شیاطین سے آپ کی وحی محفوظ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض فاسد ہے اور اس میں قرآن مجید سے عناد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۝ (الفلق: ۵-۱)

آپ کہیے: میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں۝ اس کی پیدا کی ہوئی ہر چیز کے شر سے۝ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۝ اور گرہوں میں (جادو کی) بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے۝ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۝

میں کہتا ہوں کہ اس سورت سے علامہ عینی کا یہ استدلال کرنا درست نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا' کیونکہ اس سورت میں جادو کی گرہوں پر پھونک مارنے کا ذکر ہے لیکن یہ ذکر نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جادو کی گرہ پر پھونک ماری گئی تھی' نیز اس سورت میں جادو کرنے والی عورتوں کی گرہوں پر پھونک مارنے کا ذکر ہے' جب کہ اس حدیث کے مطابق کسی عورت نے آپ پر جادو کر کے پھونک نہیں ماری تھی بلکہ یہ کام لبید بن اعصم یہودی نے کیا تھا' اس لیے سورۂ فلق سے اس واقعہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: آپ پر جادو کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ پر جادو کا اثر ہمیشہ لازم رہا' یا آپ کی ذات یا آپ کی شریعت میں کوئی چیز داخل ہوگئی' بلکہ آپ پر جادو کا اثر صرف اس طرح ہوا تھا جس طرح بخار کے مریض پر بخار کے ضرر کا اثر ہوتا ہے' آپ کے کلام میں ضعف ہوا تھا اور خیال میں فرق آیا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس ضرر کو زائل کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جادو کا مکر باطل کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۵-۱۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

متقدمین علماء کی یہی رائے تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا اور چھ ماہ تک اس کے ضرر کا آپ کے اوپر اثر رہا اور انہوں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کو مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کے منافی نہیں سمجھا لیکن متاخرین علماء کی تحقیق یہ ہے کہ آپ پر جادو نہیں کیا گیا اور آپ پر جادو کیا جانا مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کے خلاف ہے' اس کے ثبوت میں ہر چند کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب میں احادیث موجود ہیں' لیکن ان میں بہت زیادہ تعارض اور تصادم ہے اور چونکہ ان کا ظاہر' مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کے خلاف ہے' اس لیے ان پر عقیدہ کی عمارت کی بناء کرنا صحیح نہیں ہے' علامہ عینی کی عبارت کو درج کر کے ہم نے متقدمین کا نظریہ بیان کر دیا ہے' اب ہم اسی نظریہ پر ایک مزید عبارت پیش کر رہے ہیں:

علامہ محمد بن خلیفہ دشتانی اُبّی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ ازواج کے پاس جائیں گے لیکن آپ اس پر قادر نہ ہوتے' ایک اور روایت میں فرمایا: آپ کا خیال ہوتا کہ آپ نے ایک کام کیا ہے لیکن آپ نے وہ کام کیا نہ ہوتا' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی بینائی میں خلل ہو گیا تھا اور آپ کو یہ گمان ہوتا کہ آپ نے اپنی ازواج میں سے کسی کو یا کسی اور شخص کو دیکھا ہے اور واقع میں ایسا نہیں ہوتا تھا کیونکہ آپ کی بصر میں کچھ قصور ہو گیا تھا' یہ وجہ نہیں تھی کہ آپ کی بصر کے علاوہ کسی اور عضو میں کچھ کمی ہو گئی تھی' کیونکہ جادو کے اثر سے آپ کی رسالت میں کوئی خلل نہیں ہو سکتا تھا' اور اس میں گمراہوں کے لیے آپ کی نبوت میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

متقدمین کے نظریہ کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اس موضوع پر متاخرین کا نظریہ پیش کر رہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق متاخرین کا نظریہ

متاخرین میں سے علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی امام مازری کی تاویل اور توجیہ کو اختیار کیا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کی تائید اور توثیق کی ہے۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۵۰۶۔ ۵۰۴' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد رؤسا یہود نے لبید بن اعصم یہودی سے کہا: تو اور تیری لڑکیاں جادوگری میں یکتا ہیں' حضور پر جادو کر' لبید نے حضور کے ایک یہودی غلام سے حضور کی شکستہ کنگھی کے دندانے اور کچھ بال شریف حاصل کر لیے اور موم کا ایک پتلا بنایا' اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں' ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگائیں' یہ سب کچھ اس پتلے میں رکھ کر بیرا وان میں پانی کے نیچے ایک پتھر کے نیچے دبا دیا' اس کا حضور کے خیال شریف میں یہ اثر ہوا کہ دنیاوی کاموں میں بھول ہو گئی' چھ ماہ تک اثر رہا' پھر جبرائیل یہ دونوں سورتیں: سورۂ فلق و ناس لائے' جن میں گیارہ آیتیں ہیں اور حضور کو اس جادو کی خبر دی' حضرت علی مرتضیٰ کو اس کنویں پر بھیجا گیا' آپ نے جادو کا یہ سامان پانی کی تہہ سے نکالا' حضور نے یہ سورتیں پڑھیں' ہر آیت پر ایک گرہ کھلتی تھی' تمام گرہیں کھل گئیں اور حضور کو شفاء ہو گئی' اس سے چند فائدے حاصل ہوئے' ایک یہ کہ جادو اور اس کی تاثیر حق ہے' دوسرے یہ کہ نبی کے جسم پر جادو کا اثر ہوتا ہے' جیسے تلوار' تیر اور نیزے کا' یہ اثر خلاف نبوت نہیں' موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگر فیل ہوئے کیونکہ وہاں جادو سے معجزہ کا مقابلہ تھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے خیال پر بھی اس جادو نے اثر کیا۔ (نور العرفان حاشیہ قرآن ص ۹۶۵' مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ' گجرات' تفسیر سورۂ فلق)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

کسی نبی اور پیغمبر پر جادو کا اثر ہو جانا ایسا ہی ممکن ہے جیسا بیماری کا اثر ہو جانا' اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام بشری خواص سے الگ نہیں ہوتے۔ جیسے ان کو زخم لگ سکتا ہے' بخار اور درد ہو سکتا ہے' ایسے ہی جادو کا اثر بھی ہو سکتا ہے' کیونکہ وہ بھی خاص اسباب طبیعہ جنات

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وغیرہ کے اثر سے ہوتا ہے اور حدیث میں ثابت بھی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر سحر کا اثر ہو گیا تھا' آخری آیت میں کفار نے جو آپ کو مسحور کہا اور قرآن نے اس کی تردید کی' اس کا حاصل وہ ہے جس کی طرف خلاصہ تفسیر میں اشارہ کر دیا گیا ہے کہ ان کی مراد درحقیقت مسحور کہنے سے مجنون کہنا تھا' اس کی تردید قرآن نے فرمائی ہے' اس لیے حدیث سحر اس کے خلاف اور متعارض نہیں ہے۔

(معارف القرآن ج ۵ ص ۴۹۱۔ ۴۹۰' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی' اکتوبر ۱۹۹۱ء)

بعض متقدمین اور متاخرین علماء نے ان روایات کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نبی پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا۔

نبی ﷺ پر جادو کے اثر کا انکار کرنے والے علماء

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے یہ زعم کیا ہے کہ نبی ﷺ پر بھی جادو کا عمل کیا گیا اور آپ پر جادو کا اثر ہوا' حتیٰ کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا' اور ایک یہودی عورت نے کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں اور کنگھی کے دندانوں میں اور کنگھی میں لگے ہوئے بالوں میں عمل کیا تھا حتیٰ کہ آپ کے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے بتایا کہ آپ پر ایک عورت نے کنگھی میں جادو کیا ہے جو راعوفہ کنویں کے نیچے ہے' اس کنگھی کو نکال لیا گیا اور آپ سے جادو کا اثر جاتا رہا' اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس دعویٰ کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا○ (بنی اسرائیل: ۴۷) ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو' جس پر جادو کیا ہوا ہے○

اور اس قسم کی احادیث ملحدین کی گھڑی ہوئی ہیں' جنہوں نے دین کو کھیل بنا لیا ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو باطل کرنے کی سعی میں لگے رہتے ہیں' اور وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں اور جادوگروں کے افعال میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ ایک ہی قسم میں سے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى○ (طٰہٰ: ۶۹) اور جادوگر جہاں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا○

اللہ تعالیٰ جادوگروں کی تکذیب کرتا ہے اور یہ لوگ جادوگروں کی تصدیق کرتے ہیں' اور ہو سکتا ہے کہ ایک یہودی عورت نے اپنی جہالت سے یہ کام کیا ہو اور اس سے نبی ﷺ کا قصد کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو کہ جادو کا اجسام میں اثر ہوتا ہے تو نبی ﷺ پر بھی اثر ہو گا' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جادو کی جگہ پر مطلع فرما دیا اور اس عورت کی جہالت اور اس کے کرتوتوں کو اور اس کی توقعات کو ظاہر فرما دیا تاکہ یہ واقعہ آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہو جائے اور ایسا نہیں ہوا کہ اس جادو کا آپ پر اثر ہوا ہو' اور اس سے آپ کو ضرر پہنچا ہو' اور کسی راوی نے یہ نہیں کہا کہ آپ پر معاملات مشتبہ ہو جاتے تھے' ان الفاظ کا حدیث میں اضافہ کیا گیا ہے اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور معجزات اور جادو میں فرق ہوتا ہے کہ معجزات حقائق پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کا باطن بھی ان کے ظاہر کی طرح ہوتا ہے' اور جادو میں باطن ظاہر کی طرح نہیں ہوتا بلکہ وہ باطن میں کسی چالاکی اور شعبدہ بازی پر مبنی ہوتا ہے' اور جادوگر اپنی قوتِ مخیلہ سے کام لیتا ہے اور انسان کو جو کچھ نظر آتا ہے وہ حقیقت نہیں ہوتی بلکہ جادوگر کی قوتِ مخیلہ کی کارستانی ہوتی ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۴۹' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

متاخرین سے سید محمد قطب شہید ۱۳۸۵ھ لکھتے ہیں:

یہ روایات فعل اور قول میں عصمت نبویہ کی اصل کے مخالف ہیں اور جب کہ اعتقاد یہ ہے کہ نبی ﷺ کے افعال میں سے ہر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فعل اور آپ کے اقوال میں سے ہر قول سنت اور شریعت ہے اور یہ روایات اس اعتقاد کے مخالف ہیں' اسی طرح یہ روایات قرآن مجید کی نفی اور تکذیب کرتی ہیں' کیونکہ قرآن مجید نے کفار کے اس قول کو باطل قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا ہے اور اس کو ظلم اور گمراہی فرمایا ہے اور ان روایات میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے' اس وجہ سے ہم ان روایات کو مستبعد سمجھتے ہیں اور اخبارِ احاد کا عقائد میں اعتبار نہیں کیا جاتا' عقائد میں صرف قرآن عظیم کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور احادیث متواترہ کی طرف' اور عقائد اور اصول میں احادیث کو قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ متواتر ہوں اور یہ روایات متواتر نہیں ہیں' نیز ان روایات کے مطابق یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہے اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور یہ ایک اور وجہ ہے جو ان روایات کی بنیاد کو کمزور کرتی ہے۔ (فی ظلال القرآن جز ۳۰ ص ۲۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۸۶ھ)

رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق امام رازی کا موقف

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جمہور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ لبید بن اعصم یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گیارہ گرہوں میں جادو کیا تھا اور اس دھاگے کو زروان نامی کنویں کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے اور تین دن آپ پر سخت گزرے' پھر اس وجہ سے معوذتین نازل ہوئیں اور حضرت جبریل نے آ کر آپ کو جادو کی جگہ کی خبر دی' تب آپ نے حضرت علی اور حضرت طلحہ کو بھیجا اور وہ اس دھاگے کو لے کر آئے اور حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ آیت پڑھتے جائیں اور گرہ کھولتے جائیں اور جب آپ آیت پڑھنے لگے تو گرہ کھلنے لگی اور آپ کی طبیعت ٹھیک ہوتی گئی۔

نیز امام رازی فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ معتزلہ نے اس کا سرے سے انکار کیا ہے' قاضی نے کہا: یہ روایت باطل ہے' یہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے' جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ'' (المائدہ: ۶۷) اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى O'' (طٰہٰ: ۶۹) جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہو گا O اور اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ماننے سے نبوت میں طعن ہوتا ہے' اور اس لیے کہ آپ پر جادو کا اثر ہونا اگر صحیح ہو تو ضروری تھا کہ جادوگر تمام انبیاء اور صالحین کو جادو سے نقصان پہنچاتے اور وہ اس پر قادر ہوتے کہ اپنے لیے کوئی بڑا ملک حاصل کر لیتے اور یہ تمام لوازم باطل ہیں اور اس لیے کہ کفار آپ کو عار دلاتے تھے کہ آپ جادو زدہ ہیں اور اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو کفار اپنے اس طعن میں صادق ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ عیب ہوتا' اور معلوم ہے کہ آپ میں عیب جائز نہیں ہے' ہمارے اصحاب نے کہا: یہ قصہ جمہور اہل نقل کے نزدیک صحیح ہے' اور جن وجوہ کا معتزلہ نے ذکر کیا ہے' ہم ان پر سورۂ بقرہ میں کلام کر چکے ہیں' رہا ان کا یہ کہنا کہ کفار آپ پر عیب لگاتے تھے کہ آپ جادو زدہ ہیں تو اگر آپ پر جادو کیا جاتا تو کفار اپنے اس طعن میں صادق ہوتے' اس کا جواب یہ ہے کہ مسحور کہنے سے کفار کی مراد یہ تھی کہ آپ مجنون ہیں اور جادو کے ذریعہ آپ کی عقل زائل کر دی گئی ہے' اسی وجہ سے آپ نے کفار کے دین کو ترک کر دیا' رہا یہ کہ جادو کے اثر سے آپ کے بدن میں کوئی درد ہو گیا ہو تو ہم اس کا انکار نہیں کرتے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر کسی شیطان' کسی انسان اور جن کو اس طرح مسلط ہونے نہیں دے گا کہ وہ آپ کے دین' آپ کی شریعت اور آپ کی نبوت میں کوئی ضرر پہنچا سکے اور رہا آپ کے بدن میں ضرر پہنچانا تو وہ بعید نہیں ہے' ہم سورۃ البقرہ میں اس مسئلہ پر مکمل بحث کر چکے ہیں۔

امام رازی کی مذکور الصدر عبارت پر مصنف کا تبصرہ

امام رازی کی اس عبارت میں حسب ذیل اُمور لائق توجہ ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱) امام رازی نے یہاں سورۃ الفلق کی تفسیر میں سورۃ البقرہ کی تفسیر کا حوالہ دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ پوری تفسیر امام رازی کی لکھی ہوئی ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ پوری تفسیر امام رازی کی نہیں ہے اور علامہ قمولی نے اس کو مکمل کیا ہے' جیسا کہ ہم بہت جگہ اس پر تنبیہ کر چکے ہیں۔

(۲) امام رازی نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہم سورۂ بقرہ میں معتزلہ کے دلائل کا جواب لکھ چکے ہیں' یہ امام رازی کا تسامح ہے' امام رازی نے سورۃ البقرہ کی تفسیر میں معتزلہ کی کسی دلیل کا جواب نہیں دیا' دیکھئے: تفسیر کبیر ج۱ ص۶۲۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت۔

(۳) امام رازی نے یہاں صرف جادوزدہ کے طعن کا جواب دیا ہے اور اس کو بہت مفسرین نے لکھا ہے لیکن معتزلہ کی قوی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: ''وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰىO'' (طٰہٰ:۶۹) جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوگا' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ہو جاتا تو جادوگر آپ کو ضرر پہنچانے میں کامیاب ہو جاتے' سو آپ پر جادو سے ضرر ماننا قرآن مجید کی اس آیت کی تکذیب کرنا ہے۔ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد ج۵ ص۸۱۔۷۹ میں جادو پر بحث کی ہے اور معتزلہ کی اس دلیل کا ذکر کیا ہے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں دیا' ہم نے بنی اسرائیل: ۴۷ میں اس پر تفصیل سے لکھا ہے' ہمارے نزدیک یہ تو ہوسکتا ہے کہ لبید بن اعصم یا اس کی بیٹیوں نے آپ پر جادو کیا ہو لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ اس جادو کا آپ پر اثر ہوا ہو' آپ نے کوئی کام نہ کیا ہو اور آپ کے دل میں یہ خیال ڈالا گیا ہو کہ آپ نے وہ کام کرلیا ہے' آپ اس سے مامون ہیں کہ آپ کے دل میں کوئی خلافِ واقع خیال ڈالا جائے' یا العیاذ باللہ! آپ دیکھیں کچھ اور آپ کو نظر کچھ آئے یا آپ کی قوتِ مردمی متاثر ہو' ہمارے نزدیک اس قسم کی تمام باتیں بعض راویوں کی کارستانی ہے' ہم نے ذکر کیا ہے کہ المعوذتان کے شانِ نزول میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں اور جس قول کی بناء پر یہ دونوں سورتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں' ان روایات کا غیر صحیح ہونا اور بھی واضح ہو جاتا ہے' نیز اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ معجزہ کے اثر کا سبب بھی مخفی ہوتا ہے اور سحر کے اثر کا سبب بھی مخفی ہوتا ہے' معجزہ کا صدور نبی سے ہوتا ہے اور اس کا سبب اللہ سبحانہ سے قرب اور دعائیہ کلمات ہیں اور سحر کا صدور کافر سے ہوتا ہے اور اس کا سبب شیطان سے قرب اور شرکیہ اور کفریہ کلمات کا پڑھنا ہے تو اگر نبی پر سحر کا اثر مان لیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ شیطان کا مقرب رحمان کے مقرب پر اثر انداز ہوگیا اور اس کو بیمار کرنے میں کامیاب ہوگیا' حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰىO'' (طٰہٰ:۶۹) جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق مصنف کا نظریہ

ہمارے نزدیک حسب ذیل وجوہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر کیے جانے کی روایات صحیح نہیں ہیں:

(۱) بعض روایات میں ہے کہ جس کنگھی اور جن بالوں پر جادو کیا گیا تھا' ان کو کنویں سے نکال لیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری:۵۷۶۵)

(۲) اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اس کو کنویں سے نہیں نکالا۔ (صحیح البخاری:۵۷۶۶)

(۳) بعض روایات میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کرلیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا۔ (صحیح البخاری:۵۷۶۵)

(۴) بعض احادیث میں ہے کہ آپ کی نظر متاثر ہوگئی تھی اور آپ دیکھتے کچھ تھے اور آپ کو نظر کچھ آتا تھا۔ (طبقات کبریٰ ج۲ ص۱۵۲)

(۵) بعض احادیث میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کی مردانہ قوت متاثر ہوگئی' یحییٰ بن یعمر کی روایت میں ہے کہ آپ ایک سال

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تک حضرت عائشہ سے رکے رہے یعنی مقاربت نہیں کر سکے۔ (العیاذ باللہ!) (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۷۶۵)

(۶) بعض احادیث میں ہے کنویں سے جب شگوفہ نکالا گیا تو اس میں گیارہ گرہیں تھیں' اس وقت آپ پر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل ہوئیں' آپ ان میں سے ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اور گرہیں کھلتی جاتی تھیں۔

(طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ایک تعارض تو یہ ہے کہ اور کسی روایت میں ان آیتوں سے گرہیں کھلنے کا ذکر نہیں ہے' اور دوسرا قوی اعتراض یہ ہے کہ ان کذابین کو یہ خیال نہیں رہا کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے اور ان سورتوں کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا تھا۔

(۷) جس حدیث کا متن اتنی وجوہ سے مضطرب ہو اس سے احکام میں بھی استدلال کرنا جائز نہیں ہے' چہ جائیکہ اس سے عقائد میں استدلال کیا جائے۔

(۸) جو خبر واحد صحیح ہو وہ بھی قرآن مجید کے مزاحم نہیں ہو سکتی' جب کہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے' حدیث صحیح وہ ہوتی ہے جو غیر معلل ہو اور یہ حدیث معلل ہے کیونکہ اس میں علل خفیہ قادحہ ہیں' یہ حدیث منصب نبوت کے منافی ہے۔

(۹) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ جادو کے اثر سے جماع پر قادر نہ ہوئے اور ایک سال تک حضرت عائشہ سے رکے رہے اور نامرد ہونا ایسی بیماری ہے جو لوگوں میں معیوب سمجھی جاتی ہے' نیز اس میں مذکور ہے کہ آپ کی نظر میں فرق آ گیا تھا اور بھینگا ہونا لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے اور نامردی اور بھینگے پن سے لوگ عار محسوس کرتے ہیں اور نبی کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اس کو کوئی ایسی بیماری نہ ہو جو لوگوں میں معیوب اور باعث عار سمجھی جاتی ہو اور لوگوں کو اس بیماری سے گھن آتی ہو۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط یہ ہیں: وہ مرد ہو' اس کی عقل کامل ہو' اس کی رائے قوی ہو' وہ ان چیزوں سے سلامت ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں' مثلاً اس کے آباء واجداد زنا نہ کرتے ہوں اور اس کے سلسلہ نسب میں مائیں بدکار نہ ہوں اور وہ ایسی بیماریوں سے محفوظ ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں' مثلاً برص اور جذام وغیرہ اور کم تر پیشوں سے اور ہر اس چیز سے جو مروت اور حکمت بعثت میں مخل ہو۔

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۶۱' مطبوعہ منشورات الرضی' ایران' ۱۴۰۹ھ)

علامہ محمد بن احمد السفارینی متوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نبی ہر اس چیز سے سلامت ہو جس سے لوگ متنفر ہوں' جیسے ماں باپ کی بدکاری اور ایسے عیوب جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں جیسے برص اور جذام وغیرہ۔ (لوامع الانوار ج ۲ ص ۲۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝ (ص: ۴۷) — بے شک وہ سب (نبی) ہمارے نزدیک پسندیدہ اور بہترین لوگ ہیں ۝

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران: ۳۳) — بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام لوگوں سے پسندیدہ بنایا ۝

اور جس شخص کو ایسی بیماری ہو جائے جس سے ایک سال تک وہ اپنی ازواج سے مقاربت نہ کر سکے اور جس کو صحیح نظر نہ آئے' وہ تمام لوگوں سے پسندیدہ نہیں ہو سکتا' سو اس قسم کی وضعی روایات سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی بنیاد ہی منہدم کر دیتی ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱۰) اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آپ پر جادو کیا گیا تھا تو جادوگر آپ کو نقصان پہنچانے میں اور آپ کے حواس اور قُویٰ معطل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰىO (طٰہٰ:۶۹) اور جادوگر کہیں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہو سکتاO

اور اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا:

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَO (الحجر:۴۲) بے شک میرے (مقبول) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا' سوا ان کے جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں گےO

(۱۱) یہ درست ہے کہ یہ روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں' اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں پیوست ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں ان سے کہیں زیادہ ہے بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ ہے' یہ احادیث اضطراب اور تعارض سے قطع نظر معلل ہیں' ان میں متعدد علل خفیہ قادحہ ہیں جن کا مخالف قرآن اور منافی عظمت رسول ہونا سب سے زیادہ نمایاں ہے' ہمارے لیے یہ زیادہ آسان ہے کہ ہم ایک سال یا چھ ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے بجائے یہ مان لیں کہ اس حدیث کی صحت میں امام بخاری سے چوک ہو گئی' اور اس حدیث میں امام بخاری اور مسلم صحت حدیث میں اپنے مقرر کردہ معیار کو برقرار نہیں رکھ سکے' ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث روایتاً صحیح ہو لیکن یہ حدیث درایتاً صحیح نہیں ہے' اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو عباس اور حضور بھی کندھے پر پتھر رکھ کر لا رہے تھے' عباس نے آپ کا تہبند اتار کر آپ کے کندھے پر رکھ دیا' تا کہ پتھر کندھے میں نہ چبھے' آپ بے لباس ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور ہوش میں آ کر فرمایا: میرا تہبند' میرا تہبند۔ یہ اعلانِ نبوت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے' اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی' ہم نے اس جگہ بھی لکھا تھا: یہ حدیث معلل ہے اور درایتاً صحیح نہیں ہے' کسی کم عمر کے بچے کے متعلق تو یہ بات متصور ہو سکتی ہے کہ وہ اپنا تہبند کندھے پر رکھ لے' لیکن ۳۵ سال کے مرد کے لیے یہ قرین قیاس نہیں ہے اور اس عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے لباس ہو جانا ہمارے نزدیک لائق قبول نہیں ہے' اور یہ ناموسِ رسالت کے منافی ہے اور ہر ایسی حدیث لائق قبول نہیں ہے۔

(اس کی مفصل بحث کے لیے دیکھئے: تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۰۵۔۱۰۱)

(۱۲) اس حدیث کی زیادہ سے زیادہ تاویل یہ ہو سکتی ہے جو علامہ ابوبکر جصاص نے کی ہے کہ یہودیوں نے اپنے منصوبہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبہ کو ناکام کر دیا اور آپ پر جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا اور جن احادیث میں یہ جملے مذکور ہیں کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ میں نے یہ بات کہہ دی ہے' حالانکہ آپ نے نہیں کہی تھی یا آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ نے یہ کام کر لیا ہے اور آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا' اسی طرح اور دوسری خرافات بیان کی ہیں' یہ سب کسی بے دین راوی کا اضافہ ہے اور حضرت ام المؤمنین پر بہتان ہے' یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے اور اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی' تعلیمی اور فتوحات کے اعتبار سے بہت مصروف سال گزارا ہے' اگر جادو کے اثر سے آپ کے حواس اور قُویٰ ایک سال تک معطل رہے ہوتے تو اس سال یہ تمام کام کس طرح انجام دیئے جا سکتے تھے' حدیث کی صحت کی تحقیق کرنے میں امام بخاری اور امام مسلم کی شخصیت مسلم ہے' لیکن وہ بہرحال انسان ہیں نبی یا فرشتے نہیں ہیں' یہ ہو سکتا ہے کہ راویوں کی چھان پھٹک میں بعض اوقات ان سے کوئی سہو ہو گیا ہو اور کسی ایک آدھ جگہ سہو ہو جانے سے ان کی عظمت اور مہارت میں کوئی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کمی نہیں آئے گی۔

۱۵ - بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنَ الْغَدْرِ عہد شکنی سے ڈرانے کے متعلق احادیث

اس باب کی احادیث میں عہد شکنی کی بُرائی کے متعلق احادیث بیان کی گئی ہیں۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الانفال:٦٢) اَلْاٰيَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ آپ کو دھوکا دینے کا ارادہ کریں تو بے شک آپ کو اللہ کافی ہے' وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کی جماعت سے آپ کی تائید فرمائی۔ (الانفال:۶۲)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دشمن کی صلح کی پیش کش کو قبول کرنے کا حکم دیا تھا۔ (الانفال:۶۱) اور اس آیت میں صلح کے احکام میں سے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ آپ کو دھوکا دینے کے لیے صلح کی پیش کش کریں' تب بھی آپ بہ وقت ضرورت ان کی اس پیش کش کو قبول کر لیں' کیونکہ احکام کا مدار ظاہر پر ہوتا ہے اور صلح ایمان سے بڑی چیز تو ہے نہیں اور جب کوئی ایمان کا اظہار کرے خواہ دل میں کفر ہو تو اس کو قبول کر لیا جاتا ہے' تو پھر صلح کو بھی قبول کر لینا چاہیے۔

٣١٧٦ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ بُسْرَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِيْ ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَّاْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَّا يَبْقٰى بَيْتٌ مِّنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَاْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا. (سنن ابوداؤد:۵۰۰۰' سنن ابن ماجہ:۴۰۹۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن العلاء بن زَبر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے بسر بن عبیداللہ سے سنا' انہوں نے ابوادریس سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ چمڑے کے ایک خیمہ میں تھے' آپ نے فرمایا: قیامت سے پہلے چھ نشانیوں کو شمار کر رکھو: (۱) میری وفات (۲) پھر بیت المقدس کی فتح (۳) پھر بہ کثرت اموات' جیسے بکریوں میں ایک وباء سے بہ کثرت اموات ہوتی ہیں (۴) پھر مال کا بہت زیادہ ہونا' حتیٰ کہ اگر ایک شخص کسی کو سو دینار بھی دے گا تو وہ اس پر بھی ناراض ہوگا (۵) پھر ایک ایسا عام فتنہ جو عرب کے ہر گھر میں داخل ہو جائے گا (۶) پھر تمہارے اور زرد رو اقوام کے درمیان صلح ہوگی' سو وہ تم سے غداری کریں گے' وہ اسّی (۸۰) جھنڈوں کے نیچے تم پر حملہ کریں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی (ان کی فوج کی کل تعداد نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوگی)۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی' یہ عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ ہیں (۲) الولید بن مسلم القرشی ابوالعباس (۳) عبداللہ بن العلاء بن زَبر (۴) بُسر بن عبداللہ الحضرمی (۵) ابوادریس عائذ اللہ الخولانی (۶) حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ' یہ ۷۳ھ میں شام میں فوت ہو گئے تھے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۶)

مستقبل میں آنے والے فتنے' علاماتِ نبوت اور بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں علاماتِ نبوت کا ذکر ہے' اور یہ ذکر ہے کہ غداری اور عہد شکنی قیامت کی علامتوں میں سے ہیں اور اس آیت میں جوفرمایا ہے: بے شک اللہ آپ کو کافی ہے۔ (الانفال:۶۲) اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پوری زندگی میں دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رہیں گے' اور آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ بشارت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ آپ کے لیے فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدہ:۶۷) اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آپ اپنی رسالت میں معصوم ہیں اور آپ لوگوں کی سازشوں اور غداریوں سے بھی معصوم ہیں۔

اس حدیث میں "قعاص الغنم" کا ذکر ہے' صاحب العین نے کہا ہے کہ "القعاص" ایک ایسی بیماری ہے جو مویشیوں میں ہوتی ہے اور ان کی ناک سے خون بہنے لگتا ہے۔

اس حدیث میں "غاية" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جھنڈا' جھنڈے کو "غاية" اس لیے کہتے ہیں کہ پورے لشکر کی غایت اور اس کا مقصود وہ جھنڈا ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں جن علامات کا ذکر فرمایا ہے' ان میں سے اکثر کا ظہور ہو چکا ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بہت بڑے فتنہ کا ظہور ہوا' اس کے بعد امت مسلمہ زیادہ تر فتنوں کی آماجگاہ بنی رہی' اللہ تعالیٰ ہم کو ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی تھی کہ آپ کی امت آپس کی لڑائیوں اور جھگڑوں سے محفوظ رہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا کے کرنے سے منع فرمادیا اور حضرت عثمان کے زمانہ سے لے کر اب تک اُمت مسلمہ ایک دوسرے کے قتل سے ہاتھ رنگ رہی ہے اور قیامت تک یہ فتنہ جاری رہے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۸۔۳۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٦ - بَابُ كَيْفَ يُنْبَذُ اِلٰى اَهْلِ الْعَهْدِ

جن سے معاہدہ کیا ہوا ہے' ان سے معاہدہ کس طرح ختم کیا جائے گا؟

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جس قوم سے معاہدہ کیا ہو' اس قوم سے معاہدہ کو کس طرح ختم کیا جائے گا؟

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ﴾ (الانفال:۵۸) اَلْاٰيَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کو جس قوم سے عہد شکنی کا خدشہ ہو تو ان کا عہد برابر ان کی طرف پھینک دیں۔ (الانفال:۵۸)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کسی قوم سے عہد شکنی کے آثار ظاہر ہوں اور اس کے دلائل ثابت ہوں تو پھر ان سے معاہدہ توڑ دینا واجب ہے' کیونکہ بنو قریظہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کیا' پھر انہوں نے ابوسفیان اور اس کے حامی مشرکوں کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مدد کی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ قوی گمان ہوا کہ یہ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے ساتھ بدعہدی کریں گے۔ ایسی صورت میں امیر مسلمین پر واجب ہے کہ وہ ان سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دے اور ان سے اعلانِ جنگ کر دے' اور جب دوسرے فریق کی طرف سے علی الاعلان عہد کی خلاف ورزی ہو اور ان کی عہد شکنی پر قطعی یقین حاصل ہو جائے تو پھر عہد توڑنے کے اعلان کی بھی ضرورت نہیں ہے' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کے ساتھ کیا' کیونکہ خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں تھے اور اہل مکہ نے ان کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قتل کر دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدۂ حدیبیہ ختم کر دیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر مرّ الظہر ان تک پہنچ گیا اور وہ مکہ سے چار فرسخ پر تھا۔ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ معاہدہ ختم کرنے کا اعلان اس وقت ضروری ہے جب معاہدہ کی مدت ختم نہ ہوئی ہو یا فریق ثانی کی عہد شکنی مشہور نہ ہوئی ہو یا ان کی عہد شکنی یقینی اور قطعی نہ ہو' اور اگر معاہدہ کی مدت ختم ہوگئی یا فریق ثانی کی عہد شکنی مشہور اور یقینی ہو تو پھر معاہدہ ختم کرنے کے اعلان کی ضرورت نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ سے کیے ہوئے معاہدہ کو ختم کرنے کے اعلان کے بغیر ان پر حملہ کیا' کیونکہ انہوں نے علی الاعلان معاہدہ کو توڑ دیا تھا' خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے اور انہوں نے بنو کنانہ کی مدد کرتے ہوئے خزاعہ کو قتل کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۹۸-۴۹۷' الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۳۹۰-۳۸۹' روح المعانی جز ۱۰ ص ۲۳)

۳۱۷۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيمَنْ يُؤَذِّنُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى لَّا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّيَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ وَاِنَّمَا قِيلَ الْاَكْبَرُ مِنْ اَجْلِ قَوْلِ النَّاسِ الْحَجُّ الْاَصْغَرُ فَنَبَذَ اَبُوْبَكْرٍ اِلَى النَّاسِ فِيْ ذٰلِكَ الْعَامِ فَلَمْ يَحُجَّ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الَّذِيْ حَجَّ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْرِكٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں میں بھیجا جو قربانی کے دن منیٰ میں اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ بیت اللہ میں برہنہ حج کرے گا' اور الحج الاکبر کا دن یوم النحر (دس ذوالحج) ہے' اور اس کو (الحج) الاکبر اس لیے کہا گیا ہے کہ لوگ (عمرہ کو) الحج الاصغر کہتے ہیں تو اس سال حضرت ابوبکر نے لوگوں کے ساتھ اس عہد کو توڑ دیا (جو مشرکین سے حدیبیہ کے موقع پر کیا گیا تھا) پس جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا تھا' اس سال کسی مشرک نے حج نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۹ میں کر دی گئی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مشرکین سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑنے کا ذکر ہے۔

مشرکین کو حرم میں طواف کرنے سے منع کرنے کی وجوہ اور یوم الحج الاکبر کے مصداق میں اقوالِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جب امیر المسلمین کو یہ خوف ہو کہ جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے' وہ عہد شکنی' خیانت اور غداری کریں گے تو وہ ان سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑ دے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت (الانفال: ۵۸) بنو قریظہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی مدد کی اور اپنے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا۔

علامہ المہلب المالکی التوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطرہ تھا کہ جب آپ بیت اللہ کا طواف کریں گے تو وہ خیانت کریں گے اور آپ کو ان کے مکر اور سازش کا بھی خدشہ تھا' پس اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ بیت اللہ کو ان کی نجاست سے پاک کر دے' سو اس نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ — اس کے سوا کچھ نہیں کہ سب مشرک ناپاک ہیں تو وہ اس سال

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبہ:۲۸) کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ ان کے برہنہ طواف کرنے سے بیت اللہ کو پاک اور صاف فرما دیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حجۃ الاسلام کیا تھا کیونکہ انہوں نے میدانِ عرفہ میں وقوف کیا تھا اور ذوالحجہ میں وقوف کیا تھا اور میدانِ عرفہ میں وقوف کرنا کتاب اللہ کی صریح آیت سے ثابت ہے:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ. (البقرہ:۱۹۹) پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آئیں۔

یعنی اسی جگہ سے طواف کرو جہاں سے عرب طواف کرتے ہیں' اور اہل سیرت کا اس پر اتفاق ہے کہ عرب کے دو فرقے تھے' ایک فرقہ عرفہ میں وقوف کرتا تھا اور قریش المشعر الحرام میں وقوف کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہم الحمس ہیں' پس ہم غیر حرم کی تعظیم نہیں کرتے' سو جب یوم النحر آتا تو تمام قبائل منٰی میں جمع ہو جاتے۔

حضرت ابوہریرہ نے کہا ہے: حج اکبر کا دن یوم النحر ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ یہ دن حج اصغر ہے اور امام مالک اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ حج اکبر کا دن یوم النحر (قربانی کا دن) ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا: وہ یومِ عرفہ ہے۔

امام مالک کے قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو اعلان کیا تھا' اس میں کہا تھا کہ حج اکبر کا دن یوم النحر ہے اور اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ تمام مسلمان یوم النحر کو تکبیرات پڑھ کر یوم النحر کی تعظیم کرتے ہیں اور اس دن عید پڑھی جاتی ہے اور قربانی کی جاتی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ پس آپ نے یوم النحر کو تمام ایام پر فضیلت دی' جس طرح اس مہینہ کو تمام مہینوں پر فضیلت دی تھی اور اس شہر کو تمام شہروں پر فضیلت دی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۷ - بَابُ اِثْمِ مَنْ عَاهَدَ ثُمَّ غَدَرَ جس نے معاہدہ کرنے کے بعد عہد شکنی کی' اس کا گناہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عہد کرنے کے بعد عہد شکنی کرنے کا کتنا گناہ ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ○﴾ (الانفال:۵۶) اَلْاٰيَةَ. وَفِيْ بَيَانِ مَا جَآءَ فِيْ تَحْرِيْمِ نَقْضِ الْعَهْدِ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ﴾ (الانفال:۵۶) اَلْاٰيَةَ وَالْغَدْرُ حَرَامٌ بِاتِّفَاقٍ سَوَآءٌ كَانَ فِيْ حَقِّ الْمُسْلِمِ اَوِ الذِّمِّيِّ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن سے آپ نے (بارہا) معاہدہ کیا' پھر وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑتے رہے اور وہ ذرا بھی نہیں ڈرتے○ (الانفال:۵۶) یعنی عہد توڑنے کے متعلق جو بعض روایات ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد "الذین عاهدت" (الانفال:۵۶) سے مستفاد ہیں اور دھوکا دینا بالاتفاق حرام ہے خواہ مسلمان کو دھوکا دیا جائے یا ذمی کو۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ عہد شکنی کرنا حرام ہے خواہ مسلمانوں سے کیے ہوئے عہد کو توڑا جائے یا ذمیوں سے کیے ہوئے عہد کو توڑا جائے۔

۳۱۷۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُ خِلَالٍ مَّنْ كُنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از عبداللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار خصلتیں جس میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا.

ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا: وہ شخص جو بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب عہد کرے تو اس کو توڑ دے اور جب کسی سے لڑے تو بدکلامی کرے اور جس شخص کے اندر ان میں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی خصلت ہوگی' حتیٰ کہ وہ اس کو ترک کر دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں عہد توڑنے کے گناہ کا ذکر ہے۔

۳۱۷۹- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَاكَتَبْنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْقُرْاٰنَ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلٰى كَذَا فَمَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَّلَا صَرْفٌ وَّذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَّسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. وَمَنْ وَّالٰى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والد خود از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کے سوا اور کچھ نہیں لکھا' اور جو کچھ اس صحیفہ میں (مکتوب) ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ عائر سے لے کر فلاں مقام تک حرام ہے' جس نے مدینہ میں کوئی جرم کیا یا کسی مجرم کو پناہ دی' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی! اس کا فرض قبول کیا جائے اور نہ نفل' اور تمام مسلمانوں کا پناہ دینا برابر ہے' ایک پس ماندہ مسلمان بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے' پس جو شخص کسی مسلمان کا کیا ہوا عہد توڑ ڈالے' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور تمام فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی! اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل' اور جو اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر کسی قوم کا غلام بن گیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور تمام فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام لوگوں کی' اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بھی عہد توڑنے کے گناہ کا ذکر ہے۔

۳۱۸۰- **قَالَ** اَبُوْ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ إِذَا لَمْ تَجْتَبُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا فَقِيْلَ لَهٗ وَكَيْفَ تَرٰى ذٰلِكَ كَائِنًا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ إِيْ وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ قَالُوْا عَمَّ ذَاكَ قَالَ تُنْتَهَكُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ

ابوموسیٰ نے کہا: ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کو (جزیہ اور خراج سے) کوئی دینار ملے گا نہ درہم' ان سے پوچھا گیا: اے ابوہریرہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ایسا ہوگا؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَشُدُّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قُلُوْبَ اَهْلِ الذِّمَّةِ فَيَمْنَعُوْنَ مَا فِيْ اَيْدِيْهِمْ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ابو ہریرہ کی جان ہے! (یہ مجھے) صادق مصدوق کی حدیث سے (معلوم ہوا)' لوگوں نے پوچھا: وہ کس طرح ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کے عہد کو اور رسول اللہ ﷺ کے عہد کو توڑ دیا جائے گا تو اللہ اہل ذمہ کے دلوں کو سخت کر دے گا' پھر جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے' وہ اس کو نہیں دیں گے۔

اہل ذمہ سے عہد شکنی کا وبال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٣٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل ذمہ سے عہد شکنی کرنا بھی جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے اہل ذمہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے' کیونکہ مسلمانوں کا معاش اور ان کے عیال کا رزق' ان کے جزیہ اور خراج کے ساتھ وابستہ ہے' لہٰذا جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو وہ جزیہ اور خراج ادا کرنا بند کر دیں گے اور مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور دوبارہ فتنہ ڈالیں گے اور وہ اپنے گلوں سے ذمہ کا پٹا اتار پھینکیں گے اور مسلمانوں کو ایک درہم بھی نہیں ملے گا اور ان کی معیشت تنگ ہو جائے گی۔ (شرح ابن بطال ج ٥ ص ٣٥٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٨ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب بہ منزلہ فصل ہے۔

٣١٨١ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَعْمَشَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا وَائِلٍ شَهِدْتَّ صِفِّيْنَ قَالَ نَعَمْ فَسَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَّقُوْلُ اِتَّهِمُوْا رَاْيَكُمْ رَاَيْتُنِيْ يَوْمَ اَبِيْ جَنْدَلٍ وَلَوْ اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَرُدَّ اَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَدَدْتُّهٗ وَمَا وَضَعْنَا اَسْيَافَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا لِاَمْرٍ يُّفْظِعُنَا اِلَّا اَسْهَلْنَ بِنَا اِلٰى اَمْرٍ نَعْرِفُهٗ غَيْرَ اَمْرِنَا هٰذَا.

[اطراف الحدیث: ٣١٨٣-٣١٨٩-٤٨٤٤-٧٣٠٨] (صحیح مسلم: ١٧٨٥' الرقم المسلسل: ٤٥٢٥' الاحاد والمثانی: ١٩١١' المعجم الکبیر: ٥٥٩٨' مسند احمد ج ٣ ص ٤٨٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٩٧٤- ج ٢٥ ص ٣٤٦' مؤسسة الرسالة' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحمزہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے الاعمش سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سوال کیا: آپ صفین میں موجود تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس میں نے سہل بن حنیف سے سنا' وہ کہہ رہے تھے: تم لوگ خود اپنی رائے کو غلط قرار دو' (جو آپس میں لڑ رہے ہو) جس دن حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ آئے تھے اس دن میں نے اپنے متعلق غور کیا' اگر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو مسترد کر سکتا تو اس دن مسترد کر دیتا اور ہم نے جب بھی کسی مشکل کام کے لیے اپنے کندھوں پر تلواریں رکھیں تو وہ مشکل ہمارے لیے اس طرح آسان ہو گئی جس کا حل ہم پہچانتے تھے سوائے ہمارے اس فتنہ کے (یعنی جنگ صفین کے)۔

جنگ صفین کا واقعہ اور اس جنگ کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صفین کا ذکر ہے' یہ وہ جگہ ہے جو فرات کے کنارے واقع ہے' اس جگہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اپنی رائے کو غلط قرار دو۔ حضرت سہل نے یہ بات جنگ صفین کے دن کہی تھی' وہ اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' ان کی مراد یہ تھی کہ اس جنگ میں تمہاری رائے غلط تھی' وہ فریقین کو نصیحت کر رہے تھے' کیونکہ ان میں سے ہر فریق اپنی رائے اور اجتہاد کے موافق لڑ رہا تھا' تو ان سے حضرت سہل نے کہا: تم اپنی اپنی رائے کو غلط قرار دو' کیونکہ تم اپنے بھائیوں سے اسلام کی خاطر لڑ رہے ہو اور تمہاری رائے میں غلطی اور خطاء کی بھی گنجائش ہے' اس لیے تم احتیاط سے کام لو اور آپس میں نہ لڑو۔

حضرت سہل نے کہا: جس دن حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ آئے تھے' اس دن میں نے اپنے متعلق غور کیا' اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو مسترد کر سکتا تو اس دن مسترد کر دیتا!

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش مکہ سے اس معاہدہ پر صلح کر چکے تھے کہ اہل مکہ کی طرف سے جو شخص مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے گا تو مسلمانوں کو اسے قریش مکہ کی طرف واپس کرنا ہوگا' پھر حضرت ابوجندل مکہ سے مسلمانوں کی طرف بیڑیاں پہنے ہوئے آئے' انہیں اسلام لانے کی پاداش میں سخت عذاب دیا جا رہا تھا' حضرت ابوجندل کے والد نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ پہلا معاملہ ہے جس میں' میں تمہارے خلاف فیصلہ کروں گا' پھر آپ نے حضرت ابوجندل کو اہل مکہ کی طرف واپس کر دیا' اور یہ فیصلہ مسلمانوں پر بہت شاق اور دشوار گزرا' لیکن آپ نے اس کے باوجود اس معاہدہ پر عمل کیا' حضرت سہل بن حنیف نے اس واقعہ کو سنا کر یہ بتایا کہ صلح میں خیر ہے۔

حضرت سہل نے کہا: اگر میں اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو مسترد کرنے کی طاقت رکھتا تو مسترد کر دیتا' حضرت سہل نے اس کلام سے یہ اشارہ کیا ہے کہ تم لوگ مجھ پر جنگ صفین میں شامل نہ ہونے پر ملامت کر رہے ہو' تم لوگ میری طرف تقصیر کرنے کی نسبت کس طرح کر سکتے ہو' حالانکہ یوم حدیبیہ کے دن مجھ میں صلح کے حکم کو مسترد کرنے کی طاقت ہوتی تو میں اس صلح کو مسترد کر دیتا۔

حضرت سہل نے کہا کہ اس فتنۂ صفین کے علاوہ جب بھی ہم نے کسی مصیبت میں تلوار اٹھائی تو وہ مصیبت ہمارے لیے آسان ہوگئی' لیکن اس صفین کے فتنہ میں ایسا نہیں ہو سکا کیونکہ دونوں فریقوں کے پاس دلائل تھے' حضرت علی اور ان کے حامیوں کی دلیل یہ تھی کہ باغیوں کے خلاف اس وقت تک قتال کرنا ضروری ہے جب تک کہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کر لیں اور حضرت معاویہ اور ان کے موافقین کی دلیل یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظلماً قتل کیا گیا تھا اور ان کے معین قاتل حضرت علی کے لشکر میں موجود تھے' لہٰذا حضرت علی کے لشکر کے خلاف لڑنا جائز ہے' سو دونوں فریقوں کا شبہ بہت قوی تھا' حتیٰ کہ بہت سخت لڑائی ہوئی اور دونوں فریقوں میں سے بہت زیادہ مسلمان قتل کیے گئے' حتیٰ کہ واقعۂ تحکیم ہوا' پھر جو ہونا تھا وہ ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۴۲-۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' حاشیہ مسند احمد ج ۲۵ ص ۳۴۷)

۳۱۸۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ وَائِلٍ قَالَ كُنَّا بِصِفِّيْنَ فَقَامَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّهِمُوْا اَنْفُسَكُمْ فَاِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَلَوْ نَرٰى قِتَالًا لَّقَاتَلْنَا فَجَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابووائل نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم صفین میں تھے' پس حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ فَقَالَ بَلٰى فَقَالَ اَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ قَالَ بَلٰى قَالَ فَعَلٰى مَا نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا اَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَنْ يُّضَيِّعَنِي اللّٰهُ اَبَدًا فَانْطَلَقَ عُمَرُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَنْ يُّضَيِّعَهُ اللّٰهُ اَبَدًا فَنَزَلَتْ سُوْرَةُ الْفَتْحِ فَقَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُمَرَ اِلٰى اٰخِرِهَا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَ فَتْحٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ.

کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا: اے لوگو! تم اپنی رائے کو غلط قرار دو' کیونکہ ہم حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور اگر ہماری رائے لڑنے کی ہوتی تو ہم لڑتے' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور یہ (کفار) باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! پھر انہوں نے کہا: کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور ان کے مقتول دوزخ میں ہیں! آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: پھر ہم کیوں اپنے دین میں دباؤ کو قبول کریں؟ کیا ہم لوٹ جائیں اور ابھی تک اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی حکم نازل نہیں فرمایا' آپ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے اس طرح کہا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا' حضرت ابوبکر نے اسی طرح جوابات دیئے تھے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابات دیئے تھے' پس کہا: بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ان کو ہرگز ہرگز کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا' پھر سورۃ الفتح نازل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پوری سورت حضرت عمر کے سامنے پڑھی' پس حضرت عمر نے پوچھا: کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۸۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۱۸۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَسْمَاءَ ابْنَةِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّيْ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ اِذَا عَاهَدُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُدَّتِهِمْ مَعَ اَبِيْهَا فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا.

سابقہ (۲۶۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس میری ماں آئیں اور وہ قریش کے عہد میں مشرکہ تھی جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا تھا اور اس مدت میں حضرت اسماء اپنے والد کے پاس تھی' پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' سو کہا: یارسول اللہ! بے شک میری ماں میرے پاس آئیں اور وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہیں' آیا میں ان سے صلۂ رحم کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم ان سے صلہ رحم کرو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ الْمُصَالَحَةِ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ وَقْتٍ مَّعْلُوْمٍ

تین دن یا کسی اور معین مدت کے لیے صلح کرنا

اس باب میں مشرکین کے ساتھ تین دن کی مدت میں صلح کرنے کا ذکر ہے اور اگر تین دن سے زیادہ مدت ہو' مثلاً تین ماہ کی مدت کے لیے صلح کی جائے تو وہ بھی جائز ہے۔

۳۱۸۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ ابْنِ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَّعْتَمِرَ أَرْسَلَ إِلٰى أَهْلِ مَكَّةَ يَسْتَأْذِنُهُمْ لِيَدْخُلَ مَكَّةَ فَاشْتَرَطُوْا عَلَيْهِ أَنْ لَّا يُقِيْمَ بِهَا إِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ وَّلَا يَدْخُلَهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ وَلَا يَدْعُوَ مِنْهُمْ أَحَدًا قَالَ فَأَخَذَ يَكْتُبُ الشَّرْطَ بَيْنَهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا لَوْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ نَمْنَعْكَ وَلَبَايَعْنَاكَ وَلٰكِنِ اكْتُبْ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ أَنَا وَاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَنَا وَاللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ وَكَانَ لَا يَكْتُبُ قَالَ فَقَالَ لِعَلِيٍّ امْحَ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ عَلِيٌّ وَّاللّٰهِ لَا أَمْحَاهُ أَبَدًا قَالَ فَأَرِنِيْهِ قَالَ فَأَرَاهُ إِيَّاهُ فَمَحَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فَلَمَّا دَخَلَ وَمَضَى الْأَيَّامُ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا مُرْ صَاحِبَكَ فَلْيَرْتَحِلْ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ ارْتَحَلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عثمان بن حکیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: مجھے حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے مجھے اہل مکہ کی طرف ان سے یہ اجازت لینے کے لیے بھیجا تا کہ آپ مکہ میں داخل ہوں تو انہوں نے آپ پر یہ شرط لگائی کہ آپ مکہ میں صرف تین دن تک ٹھہریں گے اور مکہ میں اپنے ہتھیاروں کو صرف میان میں رکھ کر لائیں گے اور مکہ کے کسی آدمی کو نہیں بلائیں گے۔ راوی نے کہا: اور ان شرائط کو ان کے درمیان حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لکھ رہے تھے' پس انہوں نے لکھا: یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے' مشرکین نے کہا: اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ رسول اللہ ہیں تو ہم آپ کو (مکہ میں جانے سے) منع نہ کرتے اور ہم آپ سے ضرور بیعت کر لیتے لیکن آپ یہ لکھیں کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ہوں۔ راوی نے کہا: حضرت علی یہ نہیں لکھ رہے تھے۔ راوی نے کہا: پس آپ نے حضرت علی سے کہا: رسول اللہ (کے الفاظ) مٹا دو' تو حضرت علی نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان الفاظ کو کبھی بھی نہیں مٹاؤں گا' آپ نے فرمایا: پس مجھے یہ الفاظ دکھاؤ۔ راوی نے کہا: پس انہوں نے یہ الفاظ آپ کو دکھائے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان الفاظ کو مٹا دیا' پس جب آپ (اگلے سال) مکہ میں داخل ہو گئے اور تین دن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گزر گئے تو وہ حضرت علی رضی اللہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اپنے پیغمبر سے عرض کریں کہ اب کوچ کریں' تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں! پھر آپ (وہاں سے) روانہ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۸۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں تین دن کی صلح کرنے کا ذکر ہے۔

۲۰ - بَابُ الْمُوَادَعَةِ مِنْ غَيْرِ وَقْتٍ — بغیر تعین مدت کے صلح کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بغیر تعین مدت کے بھی صلح کرنا جائز ہے۔

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ بِهِ.

اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ ہم تم کو اس وقت تک یہاں ٹھہرائیں گے جب تک اللہ تم کو یہاں ٹھہرائے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۴۲۸۵ میں مذکور ہے۔

اس باب کے ثبوت میں امام بخاری نے صرف اس تعلیق کو ذکر کیا ہے۔

۲۱ - بَابُ طَرْحِ جِيَفِ الْمُشْرِكِيْنَ فِي الْبِئْرِ وَلَا يُؤْخَذُ لَهُمْ ثَمَنٌ — مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دینا اور ان کے معاوضہ میں قیمت نہ لینا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنا جائز ہے' اور ان کے عوض قیمت لینا جائز نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جن مشرکین کو کنوئیں میں پھینکا گیا تھا' وہ مشرکین مکہ کے رؤسا تھے اور اگر ان کے ورثاء کو یہ موقع دیا جاتا کہ وہ ان کی لاشوں کو کنویں سے نکال کر کہیں دفن کر دیں تو وہ اس کے لیے بہت زیادہ مال خرچ کر سکتے تھے' اور ان لاشوں کے عوض قیمت لینا اس لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مردار ہیں اور مردار کو ملکیت میں لینا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا معاوضہ لینا جائز ہے۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ مشرکین نے یہ ارادہ کیا کہ مشرکین کی لاشوں کو خرید لیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو فروخت کرنے سے انکار کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۷۱۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۸)

امام ابن اسحاق نے مغازی میں ذکر کیا ہے کہ مشرکین نے نبی ﷺ سے یہ سوال کیا کہ آپ نوفل بن عبداللہ بن المغیرہ کی لاش ان کو بیچ دیں' جو خندق میں گر کر مر گیا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ہمیں اس کی قیمت کی ضرورت ہے نہ اس کے جسد کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۴۴)

۳۱۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ وَّحَوْلَهُ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِذْ جَاءَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ بِسَلَى جَزُوْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از عمرو بن میمون' از حضرت عبداللہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ سجدہ میں تھے اور آپ کے گرد مشرکین قریش کے لوگ تھے' اس وقت عقبہ بن ابی معیط اونٹنی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَقَذَفَهُ عَلٰى ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ حَتّٰى جَاءَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَاَخَذَتْ مِنْ ظَهْرِهٖ وَدَعَتْ عَلٰى مَنْ صَنَعَ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ الْمَلَاَ مِنْ قُرَيْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَّعُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَعُقْبَةَ بْنَ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَ اُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ اَوْ اُبَيَّ بْنَ خَلَفٍ فَلَقَدْ رَاَيْتُهُمْ قُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ فَاُلْقُوْا فِيْ بِئْرٍ غَيْرَ اُمَيَّةَ اَوْ اُبَيٍّ فَاِنَّهُ كَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَلَمَّا جَرُّوْهُ تَقَطَّعَتْ اَوْصَالُهُ قَبْلَ اَنْ يُّلْقٰى فِي الْبِئْرِ.

کا بچہ دان لے کر آیا اور اس نے اس کو نبی ﷺ کی پشت مبارک پر ڈال دیا' رسول اللہ ﷺ نے اپنا سراقدس نہیں اٹھایا حتیٰ کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام آئیں' انہوں نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت انور سے اٹھایا اور جنہوں نے یہ کام کیا تھا ان کے خلاف دعا کی' پس نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! قریش کی اس جماعت کو پکڑ لے! اے اللہ! ابوجہل بن ہشام کو پکڑ لے اور عقبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور عقبہ بن ابی معیط کو اور امیہ بن خلف کو! اور ابی بن خلف کو (حضرت ابن مسعود نے کہا:) پس میں نے ان سب کو دیکھا وہ سب غزوۂ بدر میں قتل کر دیئے گئے تھے اور ان (کی لاشوں) کو کنویں میں ڈال دیا گیا سوائے امیہ یا ابی کے کیونکہ وہ بہت بھاری بھرکم شخص تھا' جب انہوں نے اس کو گھسیٹا تو کنویں میں ڈالنے سے پہلے اس کے جوڑ الگ الگ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دینے کا ذکر ہے' تاہم اس عنوان کے دوسرے جز کے مطابق اس حدیث میں ذکر نہیں ہے' اس کے مطابق ہم نے سنن ترمذی اور مسند احمد سے حدیث ذکر کی ہے۔

۲۲ - بَابُ اِثْمِ الْغَادِرِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

غداری کا گناہ' خواہ غداری کسی نیک آدمی کے ساتھ کی جائے یا بدکار کے ساتھ

غداری کا معنی ہے: بدعہدی کرنا اور عہد شکنی اور وعدہ خلافی کرنا۔

۳۱۸۶'۳۱۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ اَحَدُهُمَا يُنْصَبُ وَقَالَ الْاٰخَرُ يُرٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُعْرَفُ بِهٖ.

(صحیح مسلم: ۱۷۳۶' الرقم المسلسل: ۴۴۲۴' سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان الاعمش از ابووائل از عبداللہ اور از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہو گا' ایک راوی نے کہا: اس جھنڈے کو گاڑ دیا جائے گا' دوسرے راوی نے کہا: قیامت کے دن اس جھنڈے کو دکھایا جائے گا جس سے اس شخص کو پہچان لیا جائے گا۔

جھنڈا رئیسِ لشکر کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور تمام لشکر والے اس کے تابع ہوتے ہیں' اس حدیث میں ہے: ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوتا ہے' یعنی اس کی ایک علامت ہوتی ہے جس سے وہ لوگوں میں مشہور ہو جاتا ہے۔

۳۱۸۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يُّنْصَبُ بِغَدْرَتِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۶۱۷۷-۶۱۷۸-۶۹۶۶-۷۱۱۱] (صحیح مسلم: ۱۷۳۵، الرقم المسلسل: ۴۴۲۰)

ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر عہد شکن کے لیے اس کی عہد شکنی کی وجہ سے ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے گا۔

عہد شکنی کے بالعموم حرام ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی التوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے دن عہد شکن کی یہ سزا ہوگی کہ اس کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا تا کہ لوگ اس کی عہد شکنی کو پہچان لیں، پس لوگ اس جھنڈے کو دیکھ کر اس کے گناہ کو پہچان لیں گے اور یہ اس قسم کی سزا ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ O (ھود: ۱۸)

اور اس سے زیادہ ظالم اور کون ہے جس نے جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان باندھا، وہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے: یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا، سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے! O

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں بہ طور عموم کہا ہے: عہد شکنی کا گناہ۔ خواہ عہد شکنی کسی نیک آدمی کے ساتھ کی جائے یا بدکار کے ساتھ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا، پس اس عموم میں ہر وہ شخص داخل ہے جس کے ساتھ عہد شکنی کی جائے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو، اس سے معلوم ہوا کہ تمام لوگوں کے ساتھ عہد شکنی کرنا حرام ہے خواہ وہ نیک ہوں یا بد ہوں، کیونکہ عہد شکنی کرنا ظلم ہے اور جس طرح متقی پر ظلم کرنا حرام ہے، اسی طرح بدکار پر بھی ظلم کرنا حرام ہے اور اس لیے بھی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو تمام مکہ والوں پر احسان فرمایا، مومنوں پر بھی اور منافقوں پر بھی اور ان سب کو امان دے دی اور جب آپ کی امان سب کے لیے عام ہے اور آپ کا عفو و درگزر کرنا سب کو شامل ہے تو پھر کسی کے ساتھ بھی عہد شکنی کرنا جائز نہیں ہے، کسی نیک آدمی کے ساتھ نہ کسی بدکار آدمی کے ساتھ۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۶۰-۳۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳۱۸۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا يُعْضَدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد ہے اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکل پڑو، اور آپ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: بے شک اس شہر کو اللہ نے اس دن حرم بنایا ہے جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، پس وہ اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے اور مجھ سے پہلے اس شہر میں کسی کے لیے بھی قتال کرنا جائز نہیں ہوا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهُ فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ قَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ.

اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اس میں قتال حلال ہوا تھا' پس اب وہ اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے' اس کا کوئی کانٹا توڑا جائے گا نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس کی گری پڑی چیز اُٹھائی جائے گی' سوا اس شخص کے جو اس گری ہوئی چیز کا اعلان کرے اور نہ اس کی گھاس کاٹی جائے گی' پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! سوا اذخر کے کیونکہ وہ ان کے لوہاروں اور گھروں کے کام آتی ہے' تو آپ نے فرمایا: سوائے اذخر کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں عہد شکنی کے حرام ہونے کا ذکر ہے۔

آسمانوں کی تخلیق کے دن مکہ کو حرم بنانے کی وضاحت اور حدیث مذکور کو عہد شکنی کے گناہ کے باب میں ذکر کرنے کی وجوہ

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا' اسی دن مکہ کو حرم بنایا تھا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مکہ کو حرم بنانا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم قدیم ہے' پھر اس حکم کو آسمانوں کی پیدائش کے ساتھ مربوط کرنے کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دن اس حکم کا لوحِ محفوظ میں اظہار فرمایا تھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث کو عہد شکن کے گناہ کے باب میں ذکر کرنے کی کیا مناسبت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد ہے: اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکل پڑو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو ان کا جہاد کے لیے جانا واجب ہے اور جو شخص جہاد کے لیے نہیں گیا' اس نے عہد شکنی کی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک ساعت کے لیے مکہ میں قتال کیا تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ میں قتال کرنا عہد شکنی نہیں تھی' نیز یہ بتانا مقصود ہے کہ عہد شکنی سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جو عہد کرتے ہیں ان کی خلاف ورزی ممنوع ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف جو کام کیا جائے وہ بھی عہد شکنی ہے' چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝ (البقرہ: ۲۷)

وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پکا کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کو اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے اس کو کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں دہشت گردی کرتے ہیں' وہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۝

اور چونکہ قریش مکہ نے عہد شکنی کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کی تھی' اس لیے ان سے مکہ میں قتال کرنے کی اجازت دی گئی۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۵۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کتاب الجزیہ کی تکمیل

یہ کتاب الجزیہ ہے اور اس سے پہلے کتاب الخمس تھی اور یہ دونوں کتابیں کتاب الجہاد کا بقیہ ہیں' ان میں احادیث مرفوعہ کی تعداد ایک سو سالہ (۱۱۶) ہے' ان میں سترہ تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور ان میں سڑسٹھ (۶۷) مکررات ہیں اور باقی خالص احادیث ہیں۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین! آج ۱۲ محرم ۱۴۳۰ھ/ ۱۰ جنوری ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ کتاب الجزیہ مکمل ہوگئی۔

الٰہ العلمین! اس کتاب کو قبول فرما اور قیامت تک کے لیے اس کو فیض آفرین بنا دے' اور میری' میرے والدین کی اور قارئین کی مغفرت فرما! مجھے اس کتاب کو مکمل کرنے کی توفیق عطاء فرما! (آمین یارب العلمین!)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۵۹- کِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ
مخلوقات کی پیدائش کی ابتداء کی کیفیت

اس عنوان میں ''بدء الخلق'' کا لفظ ہے''بدء'' کا معنی ہے: کسی چیز کی ابتداء کرنا' یہاں مراد ہے: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش کی کس طرح ابتداء کی؟

١ - بَابُ مَاجَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ الَّذِىْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (الروم:٢٧)الْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق: اور وہی ہے جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے اور وہی پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے (الروم:۲۷)

یعنی مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے' اس میں مشرکین کا رد ہے جو مخلوق کے دوبارہ پیدا کرنے کا انکار کرتے تھے اور اس کو محال سمجھتے تھے۔

قَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ خُثَيْمٍ وَّالْحَسَنُ كُلٌّ عَلَيْهِ هَيِّنٌ وَهَيْنٌ وَّهَيْنٌ مِثْلُ لَيِّنٍ وَّلَيْنٍ وَّمَيْتٍ وَّمَيِّتٍ وَّضَيْقٍ وَّضَيِّقٍ ﴿اَفَعَيِيْنَا﴾ (ق:١٥) اَفَاَعْيَا عَلَيْنَا حِيْنَ اَنْشَاَكُمْ وَاَنْشَاَ خَلْقَكُمْ ﴿لُغُوْبٌ﴾ (فاطر:٣٥) اَلنَّصَبُ ﴿اَطْوَارًا﴾ (نوح:١٤) طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا عَدَا طَوْرَهٗ اَىْ قَدْرَهٗ.

الربیع بن خثیم اور حسن بصری نے کہا: ہر چیز اللہ پر آسان ہے' اور ''هَيِّنٌ'' اور ''هَيْنٌ'' کے الفاظ ''لَيِّن'' اور ''لَيْن'' کی مثل ہیں اور ''مَيِّت'' اور ''مَيْت'' کی مثل ہیں اور ''ضيق'' اور ''ضَيِّق'' کی مثل ہیں' تو کیا پہلی بار پیدا کر کے ہم تھک گئے ہیں؟ (ق:۱۵) یعنی جب اس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے مادے کو پیدا کیا تو کیا اس (عمل) نے ہم کو تھکا دیا تھا؟ ''لغوب'' کا معنی ہے: تھکاوٹ' اور ''اطوارًا'' کے معنی ہیں: احوال مختلفہ' کبھی اس حالت میں کبھی دوسری حالت میں'' عدا طورہ'' کا معنی ہے: فلاں اپنے مرتبہ سے بڑھ گیا۔

امام بخاری نے یہ بیان کرنے کے لیے کہ ہر چیز کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے' الربیع بن خثیم اور حسن بصری سے دو لفظ نقل کیے ہیں: ''هَيِّنٌ'' اور ''هَيْنٌ'' (یہ دو لغتیں ہیں اور دونوں کا معنی آسان ہے) جیسے ''لَيِّن'' اور ''لَيْن'' دو لغتیں ہیں اور دونوں کا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

معنی نرم اور ملائم ہے اور جیسے ''مَیّت'' اور ''مَیت'' دو لغتیں ہیں اور دونوں کا معنی ہے: مرا ہوا' اور ''ضَیّق'' اور ''ضَیق'' دو لغتیں ہیں اور دونوں کا معنی تنگ یا تنگی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (ق:۱۵) امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی' یعنی جب اس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے مادے کو پیدا کیا تو کیا اس عمل نے ہم کو تھکا دیا تھا' اس کے بعد امام بخاری نے کہا: ''لغوب'' کا معنی ہے: تھکاوٹ' اس قول میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ○ (ق:۳۸)

اور بے شک ہم نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی ○

اس تعلیق میں امام بخاری نے ''طور'' کا لفظ بھی لکھا ہے' اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ○ (نوح:۱۴)

اور اس نے تمہیں کئی طور سے پیدا کیا ○

یعنی پہلے تم نطفہ تھے' پھر تم کو خون کا لوتھڑا بنا دیا' پھر تم کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیا' پھر اس گوشت پر ہڈیاں پہنا دیں۔

۳۱۹۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ نَفَرٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ اَبْشِرُوْا قَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَتَغَيَّرَ وَجْهُهٗ فَجَاءَهٗ اَهْلُ الْيَمَنِ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْيَمَنِ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى اِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَبِلْنَا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ بَدْءَ الْخَلْقِ وَالْعَرْشِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا عِمْرَانُ رَاحِلَتُكَ تَفَلَّتَتْ لَيْتَنِيْ لَمْ اَقُمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۱۹۱-۴۳۶۵-۴۳۸۶-۷۴۱۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از جامع بن شداد از صفوان بن محرز از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ بنو تمیم کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی' آپ نے فرمایا: اے بنو تمیم! خوش خبری لو' انہوں نے کہا: آپ نے ہمیں خوش خبری دی ہے تو ہمیں (مال) عطاء فرمایئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر یمن کے لوگ آئے' آپ نے فرمایا: اے اہل یمن! خوش خبری قبول کرو' کیونکہ بنو تمیم نے خوش خبری کو قبول نہیں کیا' انہوں نے کہا: ہم نے (خوش خبری کو) قبول کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق کی اور عرش کی تخلیق کی ابتداء بیان کرنے لگے' پھر ایک شخص نے آ کر کہا: اے عمران! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی' (حضرت عمران نے کہا:) کاش! میں اس مجلس سے نہ اٹھتا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق اور عرش کی ابتداء کی کیفیت بیان فرمانے لگے تھے۔

مال دنیا کی طلب پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا افسوس کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خوش خبری دینے کا ذکر فرمایا تھا' اس سے یہ مراد تھی کہ مسلمانوں کو ان کے نیک اعمال کی جزاء دی جائے گی اور ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا' پھر بنو تمیم میں سے جس شخص نے یہ کہا تھا کہ آپ ہمیں خوش خبری تو دے چکے ہیں' اب ہمیں مال عطاء کیجئے' اس کا نام اقرع بن حابس تھا' اس میں خانہ بدوشوں کی خصلت تھی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جب اقرع بن حابس نے مال کا سوال کیا تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مالِ دنیا کو ترجیح دی یا اس کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تھا تو اس موقع پر وہ حاضر نہیں تھے۔

اس حدیث میں اہلِ یمن کے آنے کا ذکر ہے' اس سے مراد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قوم کے لوگ ہیں' ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ لوگ اسی وقت آئے تھے جب خیبر کی فتح کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب حبشہ سے آئے تھے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے کہا: کاش! میں اونٹنی ڈھونڈنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں نہ اُٹھتا اور آپ کی احادیث سنتا رہتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۹۱- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلْتُ نَاقَتِيْ بِالْبَابِ فَأَتَاهُ نَاسٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالُوْا جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهٗ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ وَّخَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ فَنَادٰى مُنَادٍ ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْحُصَيْنِ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا هِيَ يَقْطَعُ دُوْنَهَا السَّرَابُ فَوَاللّٰهِ لَوَدِدْتُّ أَنِّيْ كُنْتُ تَرَكْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جامع بن شداد نے حدیث بیان کی از صفوان بن محرز' ان کو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنی اونٹنی دروازہ کے ساتھ باندھ دی تھی' پھر آپ کے پاس بنوتمیم کے چند لوگ آئے' آپ نے فرمایا: اے بنوتمیم! خوش خبری کو قبول کرو' انہوں نے دو مرتبہ کہا: آپ ہمیں خوش خبری تو دے چکے ہیں' اب آپ ہمیں مال عطاء کیجئے' پھر آپ کے پاس اہلِ یمن کے چند لوگ آئے' آپ نے فرمایا: اے اہلِ یمن! خوش خبری کو قبول کرو کیونکہ بنوتمیم نے خوش خبری کو قبول نہیں کیا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے خوش خبری کو قبول کر لیا' انہوں نے کہا: ہم آپ کے پاس اس چیز کے متعلق سوال کرنے آئے تھے (یعنی تخلیق کائنات کے متعلق)' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس نے لوحِ محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا اور آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' پھر ایک منادی نے نداء کی: اے ابن الحصین! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی' پس میں (مجلس سے) چلا گیا اور میں نے دیکھا وہ سراب کے پاس ہے' پس اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند تھا کہ میں نے اونٹنی کو چھوڑ دیا ہوتا! (اور آپ کی احادیث سنی ہوتیں)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے اور جو اس میں نئی باتیں ہیں' ان کی شرح ہم بیان کر رہے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پانی پر عرش ہونے کا معنی' اوّل خلق کی متعدد احادیث میں تطبیق اور بعض مشکل الفاظ کے معانی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا عرش پانی پر تھا۔

اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ عرش کے نیچے صرف پانی تھا' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ عرش اور پانی آسمانوں اور زمینوں سے پہلے پیدا کیے گئے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عرش اور پانی اس عالم کی تخلیق کا مبدأ ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں دوسری چیزوں کے متعلق تصریح ہے کہ ان کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے' جیسا کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا' پس فرمایا: لکھ! اس نے کہا: میں کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر' لکھو جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ اَبد تک ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۲۱۵۵' سنن ابوداؤد: ۴۷۰۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام محمد بن اسحاق نے یہ روایت کی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور اور ظلمت کو پیدا کیا ہے' پھر ان کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا' پس ظلمت کو سیاہ رات بنا دیا اور نور کو سفید دن بنا دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد ﷺ کا نور پیدا کیا۔

ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ اوّلیت ایک امر اضافی ہے اور ہر وہ چیز جس کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ وہ اوّل ہے' وہ اپنے بعد والی چیزوں کے اعتبار سے اوّل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان چیزوں میں تخلیق کی ترتیب اس طرح ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا کیا' پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا' پھر قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: جو کچھ ہونے والا ہے اس کو لکھو' پھر آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے' اس کو لکھو۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے پہلے عرش پانی پر تھا' اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ عرش پانی کی سطح پر تھا اور اس سے ملاصق تھا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ عرش پانی کی محاذات میں تھا اور عرش اور پانی کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں تھی' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی' اس کے نیچے بھی خلاء تھا اور اس کے اوپر بھی خلاء تھا اور اس نے اپنے عرش کو پانی پر پیدا کیا۔ (سنن ترمذی: ۳۱۰۹' سنن ابن ماجہ: ۱۸۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱)

ایک قول یہ ہے کہ پانی کے بعد قلم کو پیدا کیا اور جس حدیث میں ہے: سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا' وہ صحیح نہیں ہے۔

(کشف الخفاء: ۸۲۳۔ ج ۱ ص ۳۰۹)

آپ نے فرمایا: پھر اللہ نے ذکر میں ہر چیز کو لکھ دیا۔ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے' اس کو ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں ہر چیز کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں سراب کا لفظ ہے' اس سے مراد ریت کا قطعہ ہے جو دھوپ میں اس طرح چمکتا ہے کہ دیکھنے میں وہ پانی کا چشمہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

معلوم ہوتا ہے اور حضرت عمران بن حصین کی اونٹنی اس جگہ پر تھی۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ١٥٩ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣١٩٢- وَرَوَاهُ عِيْسٰى عَنْ رَقَبَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْاِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.

اور اس حدیث کو عیسیٰ نے روایت کیا ہے از رقبہ از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک جگہ کھڑے ہوئے' پس آپ نے ہم کو مخلوق کی ابتداء کی خبر دی حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان وما یکون کے متعلق احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کی ابتداء سے لے کر ان کے جنت اور دوزخ میں استقرار تک کے احوال بیان کیے' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس واحد میں مخلوقات کے تمام احوال بیان کر دیئے' ان کی پیدائش سے ان کے فناء ہونے تک اور پھر ان کی جزاء اور سزا پانے تک۔ پس اس حدیث میں مبدأ' معاش اور معاد کی خبر دی گئی ہے اور ان تمام احوال کو مجلس واحد میں بیان کر دینا آپ کا عظیم معجزہ ہے' علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطاء کیے گئے تھے۔ اس حدیث کی مؤید امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تم یہ جانتے ہو کہ یہ کیسی دو کتابیں ہیں' ہم نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! سوا اس کے کہ آپ ہمیں بتائیں' سو آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی: یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے' اس میں اہل جنت کے اسماء ہیں اور ان کے باپ دادا کے اسماء ہیں اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں' پھر ان کے آخر میں ان کا میزان لکھ دیا گیا ہے' پس اس میں کبھی بھی کمی اور بیشی نہیں ہوگی' پھر آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی: یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے' اس میں اہل دوزخ کے اسماء ہیں اور ان کے باپ دادا کے اسماء ہیں اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں اور ان کے آخر میں ان کا میزان لکھ دیا گیا ہے' پس اس میں کبھی بھی کمی اور بیشی نہیں ہوگی' آپ کے اصحاب نے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر اس کام سے فراغت ہو چکی ہے تو پھر ہم کس لیے عمل کریں؟ آپ نے فرمایا: ٹھیک ٹھیک کام کرو اور درستگی کے قریب کرو کیونکہ جنتی کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر کیا جاتا ہے خواہ وہ اس سے پہلے کوئی عمل کرتا رہا ہو' اور دوزخی کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر کیا جاتا ہے خواہ وہ اس سے پہلے کوئی عمل کرتا رہا ہو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے اور ان دونوں کتابوں کو ایک طرف رکھ دیا' پھر فرمایا: تمہارا رب بندوں سے فارغ ہو چکا ہے' ایک فریق جنت میں ہوگا اور دوسرا فریق دوزخ میں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ٢١٤١' مسند احمد ج ٢ ص ١٦٧)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں' دوزخیوں کا علم عطاء فرما دیا تھا۔

حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح بخاری کی حدیث مذکور کے مشابہ ہے' اور اس کی سند حسن ہے' صحیح

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بخاری میں کم وقت میں زیادہ بیان کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں وسیع عبارت کو کم جگہ میں لکھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ جھاڑے اور ان کتابوں کو ایک طرف رکھ دیا' اس سے معلوم ہوا کہ وہ دونوں کتابیں صحابہ کو دکھائی دے رہی تھیں۔

حضرت حذیفہ کی حدیث میں بھی اس باب کی حدیث کے لیے شاہد ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے' پھر آپ نے اس مقام میں قیامت تک ہونے والے تمام اُمور بیان فرمادیئے اور کسی چیز کو ترک نہیں کیا' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۶۶۰۴' صحیح مسلم: ۲۸۹۱' سنن ابوداؤد: ۴۲۴۰)

میں کہتا ہوں: یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے:

امام ابوعیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ابوزید بن اخطب' اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابومریم سے بھی روایات ہیں' انہوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایسی حدیث بیان کی جس میں قیامت تک ہونے والے تمام اُمور کا ذکر تھا۔ (سنن ترمذی: ۲۱۹۱' مسند احمد ج ۳ ص ۷)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی زیادہ تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھے' پس آپ نے ہمیں خطبہ دیا' حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا' پھر آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی' پھر منبر پر چڑھے پس ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا' پھر آپ منبر سے اترے' پس نماز پڑھائی' پھر آپ منبر پر چڑھے' پس ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پس آپ نے ہمیں ما کان وما یکون کی خبر دی (یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے) پس ہم میں سے زیادہ جاننے والا وہ تھا جو زیادہ حافظہ والا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۹۲' الرقم المسلسل: ۷۱۶۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے حضرت ابوسعید کی طویل حدیث بیان کی ہے اور اس کا عنوان ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والے تمام واقعات بیان کر دیئے اور اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی یہی مراد ہے کہ آپ نے دن کے اوّل حصہ سے لے کر غروب آفتاب تک منبر پر کھڑے قیامت تک ہونے والے تمام اُمور بیان فرمادیئے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے جوابات پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ما کان وما یکون کا علم عطاء فرمایا تھا' نیز ان احادیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ایک دن میں قیامت تک کے واقعات کو بیان کر دینا کس طرح ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا ایک جواب یہ لکھا ہے کہ یہ آپ کا معجزہ ہے اور یہ جواب درست ہے۔ دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ آپ کو جوامع الکلم عطاء کیے گئے تھے۔ اس جواب سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ نے تمام واقعات کو تفصیلاً جزی جزی نہیں بیان فرمایا بلکہ اجمالی طور پر اہم اہم باتیں بیان فرمادیں' میرے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اس پر مبنی ہے کہ زیادہ وقت میں ہونے والا کام کم وقت میں نہیں ہو سکتا' حالانکہ آپ دیکھیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی آصف بن برخیاء نے تین ماہ کی مسافت پر واقع تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لا کر رکھ دیا تو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک امتی تین ماہ میں ہونے والے کام کو پلک جھپکنے سے پہلے کر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سکتا ہے تو جن کے سامنے حضرت سلیمان بھی امتی کے درجہ میں ہیں' وہ ایک دن میں قیامت تک کے واقعات کیوں بیان نہیں کر سکتے بلکہ آپ چاہتے تو ایک دن کے بجائے ایک پل میں یہ تمام واقعات بیان فرما دیتے اور جو شخص ایک دن میں ان واقعات کے بیان کرنے کو مشکل سمجھتا ہو وہ واقعہ معراج پر کس طرح ایمان لائے گا' کیونکہ واقعہ معراج میں آپ فرش سے عرش تک گئے اور واپس آئے اور یہ سب ایک پل میں ہو گیا۔

۳۱۹۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنْ اَبِیْ اَحْمَدَ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ یَقُوْلُ اللّٰهُ شَتَمَنِی ابْنُ اٰدَمَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ اَنْ یَّشْتِمَنِیْ وَیُکَذِّبُنِیْ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ اَمَّا شَتْمُهٗ فَقَوْلُهٗ اِنَّ لِیْ وَلَدًا وَّاَمَّا تَکْذِیْبُهٗ فَقَوْلُهٗ لَیْسَ یُعِیْدُنِیْ کَمَا بَدَاَنِیْ.

[اطراف الحدیث: ۴۹۷۴-۴۹۷۵](اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی از ابی احمد از سفیان از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے دکھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم نے مجھے گالی دی اور اس کو نہیں چاہیے تھا کہ وہ مجھے گالی دیتا' اور مجھے جھٹلاتا ہے اور یہ اس کو نہیں چاہیے تھا' رہا اس کا گالی دینا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ میرا بیٹا ہے اور رہا اس کا جھٹلانا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کرے گا جیسا کہ اس نے مجھے ابتداءً پیدا کیا ہے۔

''شتم'' کا معنی

اس حدیث میں ''شتم'' کا لفظ ہے جس کو اُردو میں گالی دینے سے تعبیر کرتے ہیں اور دراصل ''شتم'' کا معنی ہے: کسی شخص کا ایسا وصف بیان کرنا جس میں اس کی توہین اور اس کا نقص ہو اور وہ وصف اس کی غیرت کے منافی ہو' کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو تو بیٹا باپ کی مثل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے تو اس کا بیٹا بھی واجب اور قدیم ہو گا اور اس سے دو قدیموں کا ہونا لازم آئے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے منافی ہے۔

محدثین نے کہا ہے کہ یہ حدیث کلامِ قدسی ہے یا پھر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام اور وحی کے ذریعہ اس بات کی خبر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ سے اپنی امت کو اس معنی کی خبر دی۔

۳۱۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُغِیْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِیُّ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَی اللّٰهُ الْخَلْقَ کَتَبَ فِیْ کِتَابِهٖ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبدالرحمان القرشی نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ مخلوق کو پیدا کر چکا تو اس نے اپنی اُس کتاب میں لکھا جو عرش کے اوپر ہے کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

[اطراف الحدیث: ۷۴۰۴-۷۴۱۲-۷۴۵۳-۷۵۵۳-۷۵۵۴](صحیح مسلم: ۲۷۵۱' الرقم المسلسل: ۶۸۶۳' سنن ترمذی: ۳۵۴۳' سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۵-۱۸۹)

قضاء کا معنی

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں قضا کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ. (فصلت:۱۲) پس اللہ نے دو دنوں میں ان کو سات آسمان بنایا۔

یعنی ان کو پیدا کیا اور ہر وہ کام جو پختگی اور مضبوطی سے بنایا جائے اس کو قضاء کہتے ہیں۔

نیز فرمایا: اس نے اپنی اس کتاب میں لکھا جو عرش کے اوپر ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جو کتاب عرش کے نیچے ہے انہوں نے عرش کی تعظیم کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ کوئی مخلوق اللہ کے عرش کے اوپر نہیں ہو سکتی اور انہوں نے کہا: ''فوق'' کا معنی نیچے بھی ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا. (البقرہ:۲۶) اللہ تعالیٰ کسی مثال کے بیان کو ترک نہیں فرماتا خواہ وہ مچھر کی مثال ہو یا اس سے بھی کم چیز کی ہو۔

اس آیت کی تاویل میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ خواہ مچھر کی مثال ہو یا اس سے بڑی چیز کی مثال ہو' دوسری تاویل یہ ہے کہ خواہ وہ مچھر سے بھی چھوٹی کسی چیز کی مثال ہو' کیونکہ یہاں پر مطلوب کسی چھوٹی چیز کو بیان کرنا ہے۔

لوحِ محفوظ کے عرش کے اوپر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے عرش کے اوپر ہونے کا معنی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جب اللہ مخلوق کو پیدا کر چکا تو اس نے اپنی اس کتاب میں لکھا جو عرش کے اوپر ہے۔ اس حدیث میں کتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے جس میں تمام مخلوقات کی اقسام کا ذکر ہے اور ان کے اُمور کا بیان ہے اور ان کی مدتِ حیات اور ان کے رزق کی مقدار کا ذکر ہے' اور جو ان کے متعلق فیصلے کیے گئے اور جو ان کا انجام ہے' لوحِ محفوظ میں ان سب باتوں کا ذکر ہے' اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ لوحِ محفوظ عرش کے اوپر ہے' عرش اللہ عزوجل کی مخلوق ہے اور یہ محال نہیں ہے کہ اس کی مخلوق کتاب اس کو مَس کر رہی ہو کیونکہ جو فرشتے عرش کے حاملین ہیں' ان کے متعلق روایت ہے کہ وہ عرش کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ محال نہیں ہے کہ جب وہ عرش کو اُٹھائیں تو اس کو مَس کریں' اگرچہ حقیقت میں عرش کا اٹھانے والا اللہ عزوجل ہے۔

مسلمان جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے تو اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کو مس کر رہا ہے یا اس پر بیٹھا ہوا ہے یا اس کی کسی جہت میں اور حیز میں ہے' اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے مبائن اور الگ ہے اور وہ کس کیفیت سے عرش پر ہے' اس کا ہم کو علم نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ. (الشوریٰ:۱۱) اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۷۱-۱۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ جب اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سابق ہے تو پھر فساق مؤمنین کو پہلے۔۔۔ عذاب کیوں ہوگا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے' غضب سے مراد اس کا لازمی معنی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس پر غضب ہو' اس سے انتقام لینے کا ارادہ کرے' یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تعلق اس کے غضب کے تعلق پر سابق اور غالب ہے' رحمت اس کی ذاتِ مقدسہ کا تقاضا ہے اور غضب کا تعلق بندے کے سابق عمل کے ساتھ ہے اور وہ حادث ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اب اس پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ بعض فساق مؤمنین کو پہلے ان کے گناہوں پر عذاب ہوگا' اس کے بعد انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا' جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا غضب اس کی رحمت پر سابق ہے اور یہ اس حدیث کے برعکس ہے اور اس اعتراض کے وارد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رحمت غضب پر سابق ہے' کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ پہلے رحم فرماتا ہے' پھر سزا دیتا ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ رحمت اس کی ذات کا تقاضا ہے اور غضب بندہ کے فعل حادث پر موقوف ہے اور ذات کا تقاضا بندہ کے فعل پر مقدم ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ رحمت اور غضب اس کی صفاتِ فعل سے ہیں' صفاتِ ذات سے نہیں ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بعض فعل بعض پر مقدم ہوں۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ رحمت غضب پر غالب ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن پر رحم فرماتا ہے' ان کی تعداد ان سے بہت زیادہ ہے جن پر وہ غضب فرماتا ہے' نیز اللہ تعالیٰ بغیر استحقاق کے رحم فرماتا ہے اور غضب اسی پر فرماتا ہے جو غضب کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ اللہ اس وقت بھی رحم فرماتا ہے جب بندہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور جب وہ دودھ پیتا ہے اور جب وہ روٹی کھانے لگتا ہے حالانکہ اس وقت اس نے کوئی ایسی اطاعت یا عبادت نہیں کی ہوتی جس کا تقاضا اس پر رحمت ہو اور بندہ پر غضب اسی وقت فرماتا ہے جب وہ گناہ کر کے غضب کا مستحق ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۵۳۔ ۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲ - بَابُ مَا جَاءَ فِیْ سَبْعِ اَرَضِیْنَ — سات زمینوں کے متعلق احادیث

اس باب میں سات زمینوں کے متعلق احادیث بیان کی گئی ہیں:

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا○﴾ (الطلاق:۱۲) اَلْاٰیَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہی ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور اتنی ہی زمینوں کو پیدا کیا' ان کے درمیان (تقدیر کے موافق) اس کا حکم (تکوینی) نازل ہوتا ہے' تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے' اور بے شک اللہ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے○ (الطلاق:۱۲)

سات زمینوں کے متعلق مفسرین کی آراء

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

مراد یہ ہے کہ زمینوں کے عدد آسمانوں کے عدد کی مثل ہیں۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ احمد بن محمد بن عمر خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ سات آسمانوں کی طرح زمینوں کے بھی سات طبقات ہیں جو ایک دوسرے سے ممتاز اور منفصل ہیں اور احادیث صحیحہ میں بھی یہی معروف ہے۔

حضرت خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دعا اس طرح کی:

اے اللہ! سات آسمانوں کے رب اور جن پر ان کا سایا ہے اور زمینوں کے رب اور جن کو ان زمینوں نے اُٹھایا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سات اقالیم ہیں اور یہ مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہے' حتیٰ کہ اس کا منکر یا اس میں متردّد کافر ہو اور ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ سات آسمانوں کی طرح سات زمینوں کے بھی طبقات ہیں۔

(عنایۃ القاضی علی البیضاوی ج ۹ ص ۲۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

جمہور کا مختار یہ ہے کہ یہ مثلیت عدد سے ہے یعنی سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں ہیں' حدیث میں ہے: اللہ غاصب کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈال دے گا' ایک قول یہ ہے کہ یہ سات طبقات ہیں اور ہر دو طبقوں کے درمیان مسافت ہے اور ان میں اللہ کی مخلوق رہتی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ ان میں جن اور فرشتے رہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سات زمینیں پھیلی ہوئی ہیں' ایک دوسرے کے اوپر نہیں ہیں اور ان کے درمیان سمندر ہے اور ان سب کے اوپر آسمان ہے۔

(البحر المحیط ج ۱۰ ص ۲۰۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

سات زمینوں کے متعلق صریح احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے' اس وقت ان کے سروں پر سے ایک بادل گزرا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ بادل ہے اور یہ زمین کے کونے ہیں' اللہ تعالیٰ اس بادل کو اس قوم کی طرف بھیج رہا ہے جو شکر نہیں کرتی اور نہ اس کو پکارتی ہے' پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ پہلا آسمان ہے' یہ محفوظ چھت ہے اور روکی ہوئی موج ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے درمیان اور اس آسمان کے درمیان کتنی مسافت ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں! آپ نے فرمایا: تمہارے درمیان اور اس آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے' آپ نے پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو اس آسمان کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس کے اوپر دو آسمان ہیں' ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے حتیٰ کہ آپ نے سات آسمانوں کو گنا اور ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان مسافت ہے' پھر آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے اوپر عرش ہے' اس کے اور آسمان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان ہے' آپ نے پھر پوچھا: کیا تم جانتے ہو تمہارے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ زمین ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس کے نیچے ایک اور زمین ہے' ان دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! اگر تم کسی شخص کو زمین سے باندھ کر سب سے نچلی زمین تک لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ پر گرے گا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (الحدید:۳)

وہی اوّل ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ○

(سنن ترمذی: ۳۲۹۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۰' کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۹)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کسی پر ظلم کر کے اس کی زمین چھینی' اس کے گلے میں اتنی زمین کا سات زمینوں تک طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۵۲' صحیح مسلم: ۱۶۱۰' سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲' سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۱)

﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾ (الطور:۵) اَلسَّمَاءُ. اور ''السقف المرفوع'' سے مراد آسمان ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سورۃ الطور کی آیت:۵ میں ''السقف المرفوع'' کا لفظ ہے امام بخاری نے کہا ہے: اس سے مراد آسمان ہے وہ آیت یہ ہے:

وَالطُّوْرِ○وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ○فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ○ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ○وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ○ (الطور:۵۔۱)

قسم ہے طور کی ○اور لکھی ہوئی کتاب کی ○ کشادہ ورق میں ○اور (قسم ہے) بیت المعمور کی○اور اونچی چھت کی○

﴿سَمْكَهَا﴾ (النازعات:۲۸). بِنَآءَ هَا. ''سمکھا'' کا معنی ہے: اس کی عمارت بنائی۔

امام بخاری نے اس عبارت سے یہ بتایا ہے کہ النزعت:۲۸ میں ''سمکھا'' کا معنی ہے: اس کی عمارت بنائی' وہ آیت یہ ہے:

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا○ (النزعت:۲۸) اللہ نے اسے بنایا' اس کی چھت اونچی کی' پھر اس کو ہموار کیا۔

﴿الْحُبُكُ﴾ (الذاریات:۷) اِسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا. ''الحبك'' کا معنی ہے: اس کی ہمواری اور اس کا حسن۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ الذاریٰت:۷ میں ''الحبك'' کا معنی ہمواری اور حسن ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ○ (الذاریات:۷) قسم ہے راستوں والے آسمان کی○

﴿وَاَذِنَتْ﴾ (الانشقاق:۲) سَمِعَتْ وَاَطَاعَتْ. اور ''اذنت'' کا معنی ہے: اس نے سنا اور اطاعت کی۔

امام بخاری نے اس عبارت سے یہ بتایا ہے کہ الانشقاق:۲۔۱ میں ''اذنت'' کا معنی ہے: اس نے سنا اور اطاعت کی۔ وہ آیت یہ ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ○وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ○ (الانشقاق:۲۔۱) جب آسمان پھٹ جائے گا○اور اپنے رب کا حکم مانے گا اور یہ اس پر حق ہے○

﴿وَاَلْقَتْ﴾ اَخْرَجَتْ ﴿مَا فِيْهَا﴾ (الانشقاق:٤). ''والقت'' کا معنی ہے: زمین میں جو مُردے ہیں اس نے ان کو باہر نکال دیا اور زمین ان سے خالی ہوگئی۔

اس کے بعد والی آیت میں جو ''القت'' کا لفظ ہے' امام بخاری اس کا معنی بیان کر رہے ہیں اور وہ آیت یہ ہے:

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ○وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ○ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ○ (الانشقاق:۴۔۲) اور اس نے اپنے رب کا حکم مانا اور اس پر حق تھا کہ وہ اس کا حکم مانے○اور جب زمین پھیلا دی جائے گی○اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس کو نکال کر زمین خالی ہو جائے گی○

مِنَ الْمَوْتٰى ﴿وَتَخَلَّتْ﴾ (انشقاق:٤) عَنْهُمْ ﴿طَحَاهَا﴾ (الشمس:٦). مردوں سے (خالی ہو جائے گی) (انشقاق:۴) اُن سے۔ اس نے اس کو پھیلا دیا ہے۔ (الشمس:۶)

اس عبارت سے امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ الشمس:۶ میں جو ''وما طحها'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اس کو پھیلا دیا۔ وہ آیت یہ ہے:

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا○ (الشمس:٦) اور زمین کی قسم اور اس کی قسم جس نے اس کو پھیلایا○

دَحَاهَا ﴿السَّاهِرَةُ﴾ (النازعات:١٤) وَجْهُ الْاَرْضِ كَانَ فِيْهَا الْحَيَوَانُ نَوْمُهُمْ وَسَهَرُهُمْ. ''بالساھرة'' کا معنی ہے: روئے زمین جس میں جانداروں کا سونا ہے اور ان کا بیدار ہونا ہے۔

امام بخاری نے اس عبارت سے یہ اشارہ کیا ہے کہ قرآن مجید میں جو ''الساھرة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی روئے زمین ہے' وہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آیت یہ ہے:

فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ○ (النزعت: ١٤)

پس وہ اچانک حشر کے کھلے میدان میں ہوں گے ○

٣١٩٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أُنَاسٍ خُصُومَةٌ فِي أَرْضٍ فَدَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَذَكَرَ لَهَا ذٰلِكَ فَقَالَتْ يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَنِبِ الْأَرْضَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ. (صحیح مسلم: ١٦١٢، الرقم المسلسل: ٤٠٢٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے خبر دی از علی بن المبارک' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از محمد بن ابراہیم بن الحارث از ابی سلمہ بن عبدالرحمان اور ان کے اور لوگوں کے درمیان ایک زمین میں تنازع تھا' پس وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے اس (زمین کے) تنازع کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے ابوسلمہ! زمین سے اجتناب کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے بالشت کے برابر (بھی) زمین ظلم سے لی تو اس زمین کے نیچے سات زمینوں تک کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس شخص کو اس غصب شدہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور یہ سات زمینیں اس کی گردن میں طوق کی طرح ہو جائیں گی۔

٣١٩٦ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰى سَبْعِ أَرَضِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از سالم از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تھوڑی سی زمین بھی ناحق لی' اس کو اس زمین میں قیامت تک سات زمینوں تک دھنسایا جاتا رہے گا۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

٣١٩٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيرِينَ عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ.

(صحیح مسلم: ١٦٧٩، الرقم المسلسل: ٤٢٧٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر پھر اسی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس دن تھا جب اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تھا' سال کے بارہ مہینے ہیں' ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں' تین مہینے تو لگاتار ہیں: ذوالقعدۃ' ذوالحجۃ اور محرم اور چوتھا مہینہ قبیلہ مضر کے رجب کا ہے جو جمادیٰ اور شعبان کے درمیان ہوتا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب کا عنوان ہے: سات زمینیں' اور اس حدیث میں سات زمینوں کا ذکر نہیں' اس لیے یہ حدیث اس باب کے مطابق نہیں ہے۔

۳۱۹۸ - حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ اَنَّهٗ خَاصَمَتْهُ اَرْوٰی فِیْ حَقٍّ زَعَمَتْ اَنَّهُ اِنْتَقَصَهٗ لَهَا اِلٰی مَرْوَانَ فَقَالَ سَعِیْدٌ اَنَا اَنْتَقِصُ مِنْ حَقِّهَا شَیْئًا اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ یُطَوَّقُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِیْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از سعید بن زید بن عمرو بن نفیل' وہ بیان کرتے ہیں کہ اروٰی سے ان کا ایک زمین کے متعلق تنازع ہوا' اروٰی کا یہ زعم تھا کہ انہوں نے اس کی زمین غصب کر لی ہے' اروٰی نے مروان کے پاس اس مقدمہ کو دائر کیا' سعید بن زید نے کہا: کیا میں اس کا حق دبا سکتا ہوں' حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے ضرور سنا ہے: جس نے کسی شخص کی ایک بالشت کے برابر زمین بھی ظلماً غصب کر لی تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵۲ میں گزر چکی ہے۔

قَالَ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ لِیْ سَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

ابوالزناد نے کہا: از ہشام از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے سعید بن زید نے کہا کہ میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔

سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

ابوالضحیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الطلاق: ۱۲ کی تفسیر میں روایت کیا ہے: یہ سات زمینیں ہیں' ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل ایک نبی ہے اور آدم کی مثل آدم ہیں اور نوح کی مثل نوح ہیں اور ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی مثل عیسیٰ ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۸۹۱۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' حافظ ذہبی نے بھی کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۹۳' طبع قدیم)

جبکہ علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (البحر المحیط ج ۱۰ ص ۲۰۵)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اسرائیلیات سے اخذ کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ اثر اجماع مسلمین اور صریح آیات کے مخالف ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ١٦٢ ' داراحیاء التراث العربی بیروت '١٤٢٩ ھ)

اثر ابن عباس پر اہم اشکال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس اثر پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر ہر زمین میں سیّدنا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں اور خاتم النبیین ہوں' پس اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہیں تو آپ خاتم النبیین نہ رہے' پس وہ آپ کی مثل نہ ہوئے کیونکہ آپ کے بعد ان زمینوں میں محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور اگر ان زمینوں میں آپ سے پہلے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں تو پھر وہ خاتم النبیین نہ رہے کیونکہ ان کے بعد آپ کی نبوت ہے اور جب وہ خاتم النبیین نہیں ہیں تو پھر آپ کی مثل نہ ہوئے' حالانکہ اس اثر میں یہ مذکور ہے کہ ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل نبی ہے۔

اشکال مذکور کا جواب شیخ قاسم نانوتوی سے

شیخ قاسم نانوتوی متوفی ١٢٩٧ ھ نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے:

سوعوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں' مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ''ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین '' فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ (تحذیر الناس ص ٣ ' مطبوعہ دیو بند '١٣٩٥ ھ)

شیخ نانوتوی کے جواب پر علماء کے تبصرے

اس عبارت پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے تکفیر کی ہے' کیونکہ خاتم النبیین کا یہ معنی کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے بعد ہے' قطعی اور متواتر ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور شیخ نانوتوی نے اس معنی کو عوام کا خیال لکھا ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ١٣٥٢ ھ اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ اثر مرّہ کی وجہ سے شاذ ہے اور جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطعی طور پر ثابت ہو' اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور جو چیز آپ سے ثابت نہ ہو اس کا تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا ہم پر واجب نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اثر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے' لہٰذا اس کی شرح میں اپنے آپ کو تھکانا نہیں چاہیے۔ مولانا نانوتوی نے اس اثر کی شرح میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام انہوں نے ''تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس'' رکھا ہے اور اس میں یہ تحقیق کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اس کے منافی نہیں ہے کہ کسی اور زمین میں دوسرا خاتم ہو' جیسا کہ اثر ابن عباس میں ہے' اور مولانا نانوتوی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمین کے لیے اسی طرح آسمان بھی ہے' جس طرح ہماری زمین کے لیے آسمان ہے' اور قرآن مجید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام سات آسمان صرف اسی زمین کے لیے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابن عباس کے اس اثر کے ساتھ ہماری نماز اور روزہ کا کوئی امر متعلق نہیں ہے تو اس اثر کی شرح کو چھوڑنا بہتر ہے۔ (فیض الباری ج ٣ ص ٣٣٤۔ ٣٣٣ ' مطبوعہ حجازی' قاہرہ '١٣٥٧ ھ)

٣ - بَابٌ فِي النُّجُوْمِ — ستاروں کے متعلق

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ستاروں کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ﴾ (الملک:٥) خَلَقَ هٰذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلَاثٍ جَعَلَهَا

اور قتادہ نے کہا: (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) اور بے شک ہم نے نزدیک کے آسمان کو چراغوں سے مزین فرمایا۔ (الملک:٥) ان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زِيْنَةً لِّلسَّمَاءِ وَرُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ يُّهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ اَخْطَأَ وَاَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَهٗ بِهٖ.

ستاروں کو تین وجوہ سے پیدا کیا گیا: (۱) ان کو آسمان کے لیے زینت بنایا (۲) ان کو شیاطین پر مارنے کے لیے بنایا (۳) اور ان کو راستے پر ہدایت کی علامات بنایا' سو جس شخص نے ان اُمور کے علاوہ کچھ اور کہا اس نے خطاء کی اور اس نے اپنا حصہ ضائع کر دیا' اور جس چیز کا اسے علم نہیں ہے' اس میں کوشش کی۔

اس تعلیق کی امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

خطیب بغدادی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ستاروں میں نظر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ قیصر نے قس بن ساعدہ ایادی سے سوال کیا: کیا تم نے ستاروں میں نظر کی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے راستہ کی علامات دیکھنے کے لیے ستاروں پر نظر کی ہے اور اس میں غیب کا حال معلوم کرنے کے لیے نظر نہیں کی۔

امام ابوحنیفہ کی کتاب الانواء میں لکھا ہوا ہے کہ ستاروں میں اس حیثیت سے نظر کرنا کہ یہ کائنات میں تاثیر کرتے ہیں' مذموم ہے اور جس نے تاثیر کو ستاروں کے خالق کی طرف منسوب کیا اور اس کا یہ زعم تھا کہ آئندہ ہونے والے کاموں کے لیے یہ ستارے علامات ہیں' اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿هَشِيْمًا﴾ (الکہف:۴۵). مُتَغَيِّرًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ''ھشیم'' کا معنی متغیر ہے۔

درج ذیل آیت میں ''ھشیم'' کا لفظ ہے' جس کا معنی امام بخاری نے متغیر بتایا ہے:

فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ. (الکہف:۴۵)

پھر (وہ سبزہ) سوکھی ہوئی گھاس ہو گیا جس کو ہوائیں اُڑاتی ہیں۔

وَالْاَبُّ مَا يَاْكُلُ الْاَنْعَامُ.

اور ''الاب'' کا معنی وہ (چارا) ہے جس کو مویشی کھاتے ہیں۔

امام بخاری نے جس لفظ کا معنی بیان کیا ہے' وہ درج ذیل آیت میں ہے:

وَحَدَآئِقَ غُلْبًا ○ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ○ (عبس:۳۱-۳۰)

اور گھنے باغ ○ اور میوے اور مویشیوں کا چارا ○

وَ ﴿الْاَنَامِ﴾ (الرحمٰن:۱۰) اَلْخَلْقُ.

اور ''الانام'' کا معنی مخلوق ہے۔

''الانام'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ○ (الرحمٰن:۱۰)

اور اس نے زمین کو مخلوق کے لیے (نیچے) رکھا ○

﴿بَرْزَخٌ﴾ (المومنون:۱۰۰) حَاجِبٌ.

''برزخ'' کا معنی آڑ ہے۔

''برزخ'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○ (الرحمٰن:۲۰)

ان کے درمیان آڑ ہے وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے ○

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اَلْفَافًا﴾ (النباء:۱۶) مُلْتَفَّةً.

اور مجاہد نے کہا: ''الفافا'' کا معنی ہے: گھنے (ایک دوسرے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَّالْغُلْبُ الْمُلْتَفَّةُ. سے ملے ہوئے) اور ''غلبًا'' کا معنی بھی گھنے باغ ہے۔

''الفافًا'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ○ (النباء:۱۶) اور گھنے باغات ○

اور ''غُلْبًا'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

وَحَدَآئِقَ غُلْبًا ○ (عبس:۳۰) اور گھنے باغات ○

﴿فِرَاشًا﴾ (البقرہ:۲۲) مِهَادًا كَقَوْلِهٖ ﴿وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ (البقرہ:۳۶) ﴿نَكِدًا﴾ (الاعراف:۵۸) قَلِيْلًا. اور ''فراش'' کا معنی بچھونا ہے۔ (البقرہ:۲۲) جیسے اس آیت میں ہے: اور زمین تمہارے لیے ٹھکانا ہے۔ (البقرہ:۳۶) ''نکدا'' کا معنی قلیل ہے۔

''نکدًا'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا. (الاعراف:۵۸) اور جو زمین خراب ہو اس سے تھوڑی پیداوار نکلتی ہے۔

امام بخاری نے ان آیات کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ ان آیات میں زمین اور اس کی پیداوار کا ذکر فرمایا ہے۔

ہر چند کہ اس باب کا عنوان ستارے ہے' لیکن امام بخاری نے اس باب میں درج صرف پہلی آیت ذکر کی ہے جس میں ستاروں کا ذکر ہے اور اس کے بعد جتنی آیات ذکر کی ہیں' ان سب میں زمین اور اس کی پیداوار کا ذکر ہے' تاہم ان آیات کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' نیز اس باب کے عنوان کے ثبوت میں امام بخاری نے کسی حدیث کو بھی روایت نہیں کیا۔

٤ - بَابُ صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ
اس کا بیان کہ سورج اور چاند کی گردش حساب سے ہے

اس باب میں سورج اور چاند کے حساب سے چلنے کی صفت بیان کی گئی ہے۔

﴿بِحُسْبَانٍ﴾ قَالَ مُجَاهِدٌ كَحُسْبَانِ الرَّحٰى. مجاہد نے کہا: جیسے چکی معین حساب سے گردش کرتی ہے۔

یعنی سورج اور چاند معین حساب سے گردش کرتے ہیں جیسے چکی کے پاٹ معین حساب سے گردش کرتے ہیں۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ بِحِسَابٍ وَّمَنَازِلَ لَا يَعْدُوَانِهَا. اور دوسروں نے کہا: سورج اور چاند کی حساب سے منازل مقرر ہیں جن سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

اس معنی کو امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حُسْبَانٌ جَمَاعَةُ حِسَابٍ مِثْلُ شِهَابٍ وَّشُهْبَانٍ. ''حُسبان'' کا معنی حساب کرنے والوں کی جماعت ہے' جیسے ''شہاب'' اور ''شہبان'' ہے۔

یعنی ''حُسبان'' کا لفظ کبھی بہ طور جمع استعمال ہوتا ہے اور کبھی بہ طور مصدر۔

﴿ضُحَاهَا﴾ (الشمس:۱) ضَوْءُهَا. ''ضحاها'' کا معنی ہے: سورج کی روشنی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ○ (الشمس:۱) قسم ہے سورج کی اور اس کی چمک کی ○

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں ''ضحٰی'' کا معنی ہے: سورج کی روشنی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾ (یٰس: ٤٠) لَا یَسْتُرُ ضَوْءُ اَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْاٰخَرِ وَلَا یَنْبَغِیْ لَهُمَا ذٰلِكَ ﴿سَابِقُ النَّهَارِ﴾ (یٰس: ٤٠) یَتَطَالَبَانِ حَثِیْثَانِ ﴿نَسْلَخُ﴾ (یٰس: ٣٧) نُخْرِجُ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ وَنُجْرِیْ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

(سورۂ یٰسین میں ہے:) سورج چاند کو نہیں پا سکتا' اس کا معنی ہے: ان میں سے ہر ایک دوسرے کی روشنی کو چھپا نہیں سکتا' اور نہ یہ ان کو چاہیے (نیز اسی سورت میں ہے: اور نہ رات) دن پر سبقت کر سکتی ہے' اس کا معنی ہے: دن اور رات ہر ایک دوسرے کو طلب کرنے کے لیے جلدی کر رہے ہیں (اور اسی سورت میں "نسلخ" کا لفظ ہے) اس کا معنی ہے: ہم دن اور رات میں سے ہر ایک کو دوسرے سے نکال لیتے ہیں۔

امام بخاری نے "ان تدرك القمر" سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ. (یٰس: ۴۰)

نہ سورج کو لائق ہے کہ وہ چاند کو پالے اور نہ رات سبقت کرنے والی ہے دن پر۔

الضحاک نے کہا: دن کے آنے سے پہلے رات زائل نہیں ہوتی اور داؤدی نے کہا: رات اپنے وقت سے پہلے نہیں آتی یعنی دونوں ایک دوسرے کو طلب کرنے کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔

اور اس سورت میں ہے:

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ. (یٰس: ۳۷)

ہم رات سے دن کھینچ لیتے ہیں۔

"انسلخ" کا معنی ہے: اخراج' کہا جاتا ہے: بکری سے کھال کھینچ کر نکال لی' اس کا معنی ہے: ہم نے دن کو کھینچ کر رات سے نکال لیا' اور ہم رات اور دن میں سے ہر ایک کو کھینچ کر دوسرے سے نکال لیتے ہیں۔

﴿وَاهِیَةٌ﴾ (الحاقۃ: ١٦) وَهْیُهَا تَشَقُّقُهَا.

"واھیة" اور اس کا معنی ہے: اس کو پھاڑتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاهِیَةٌ O (الحاقۃ: ۱۶)

اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن (بالکل) کمزور ہو جائے گا O

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ بتایا ہے کہ "الوھی" کا معنی تشقق ہے' یعنی پھاڑنا۔

﴿اَرْجَآئِهَا﴾ (الحاقۃ: ١٧) مَا لَمْ یَنْشَقَّ مِنْهَا فَهِیَ عَلٰی حَافَتَیْهِ كَقَوْلِكَ عَلٰی اَرْجَاءِ الْبِئْرِ.

اور اسی سورت میں "ارجائها" ہے' یعنی جب تک آسمان پھٹے گا نہیں' فرشتے آسمانوں کے کناروں پر ہوں گے' جیسے کہتے ہیں: فلاں کنویں کے کناروں پر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَالْمَلَكُ عَلٰٓی اَرْجَآئِهَا. (الحاقۃ: ۱۷)

اور فرشتے اس کے کناروں پر (کھڑے) ہوں گے۔

امام بخاری یہ بتا رہے ہیں کہ اس آیت میں "ارجاء" کا معنی کنارہ ہے۔

﴿اَغْطَشَ﴾ (النازعات: ٢٩) وَ ﴿جَنَّ﴾ (الانعام: ٧٦) اَظْلَمَ.

اور "اغطش" کا اور "جنّ" معنی ہے: اندھیرا کر دیا' تاریک کر دیا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قرآن مجید میں ہے:

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا . (النزعت:۲۹) اور اس کی رات کو تاریک کر دیا۔

امام بخاری یہ بتا رہے ہیں کہ اس آیت میں "اغطش" کا معنی ہے: تاریک کر دیا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿كُوِّرَتْ﴾ (التکویر:۱) تُكَوَّرُ حَتّٰى يَذْهَبَ ضَوْؤُهَا. اور حسن بصری نے کہا: "کورت"، "تکور" سے ماخوذ ہے یعنی کسی چیز کو اس طرح لپیٹ دیا جائے کہ اس کی روشنی چلی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ○ (التکویر:۱) جب سورج لپیٹ دیا جائے گا○

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں "کورت" کا معنی ہے کہ سورج کو اس قدر لپیٹ دیا جائے گا کہ اس کی روشنی باقی نہ رہے۔

﴿وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ○﴾ (الانشقاق:۱۷) جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ. اور "واللیل وما وسق" کا معنی ہے: جو جمع کرے جیسے چوپایوں کو جمع کرے۔

امام بخاری نے جس آیت کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ○ (الانشقاق:۱۷) اور رات کی قسم اور ان چیزوں کی جس کو رات اپنے اندر سمیٹ لے!○

﴿اِتَّسَقَ﴾ (الانشقاق:۱۸) اِسْتَوٰى. "اتسق" کا معنی ہے: سیدھا ہوا۔

"اتسق" کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ○ (الانشقاق:۱۸) اور چاند کی قسم جب وہ پورا ہو جائے!○

﴿بُرُوْجًا﴾ (الحجر:۱۶) مَنَازِلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ. "بروجا" کا معنی ہے: سورج اور چاند کی منزلیں۔

"بروج" کا ذکر قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا. (الفرقان:۶۱) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں (سورج اور چاند کی) منزلیں بنائیں۔

﴿اَلْحَرُوْرُ﴾ (الفاطر:۲۱) بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ. "الحرور" کا معنی ہے: دن میں دھوپ کی گرمی۔

"الحرور" کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ○ (فاطر:۲۱) اور نہ سایا اور نہ تیز دھوپ○

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ. اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "الحرور" کا معنی ہے: رات کی گرمی اور "السموم" کا معنی ہے: دن کی گرمی۔

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ "ظل" سے مراد جنت ہے اور "الحرور" سے مراد دوزخ ہے۔

يُقَالُ ﴿يُوْلِجُ﴾ (الحج:۶۱) يُكَوِّرُ. "یولج" کا معنی ہے: لپیٹتا ہے، داخل کرتا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''یولج'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ. (الحج:٦١)

وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔

﴿وَلِيْجَةً﴾ (التوبہ:١٦) كُلُّ شَيْءٍ اَدْخَلْتَهٗ فِيْ شَيْءٍ.

''ولیجة'' کا معنی ہے: ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا۔

''ولیجة'' کا لفظ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً. (التوبہ:١٦)

(اے مسلمانو!) کیا تم یہ سمجھ رہے ہے کہ تم (یوں ہی) چھوڑ دیئے جاؤ گے' حالانکہ اللہ نے تم میں سے ابھی ان لوگوں کو ظاہر نہیں فرمایا جنہوں نے جہاد کیا اور اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہیں بنایا۔

(یہ تمام تشریحات عمدۃ القاری ج ١٥ ص ١٦٢-١٥٩ سے لی گئی ہیں)

٣١٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ ذَرٍّ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِيْ اَيْنَ تَذْهَبُ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنَ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلَ مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنَ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا يُقَالُ لَهَا ارْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۝﴾ (یٰس:٣٨).

[اطراف الحدیث: ٤٨٠٢-٤٨٠٣-٧٤٢٤-٧٤٣٣] (صحیح مسلم: ١٥٩' سنن ابوداؤد: ٤٠٠٢' سنن ترمذی: ٢١٩٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والدخود از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر سے اس وقت فرمایا جب سورج غروب ہو چکا تھا' کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: بے شک سورج چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے' پھر (طلوع کی) اجازت طلب کرتا ہے' پس اس کو اجازت دی جاتی ہے اور قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے اور اس کا سجدہ نہ قبول کیا جائے اور وہ (طلوع کی) اجازت طلب کرے' پس اس کو اجازت نہ دی جائے اور اس سے کہا جائے گا: وہیں لوٹ جا جہاں سے تو آیا ہے' پھر سورج مغرب سے طلوع ہو گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہے: اور سورج اپنی قرار گاہ تک چلتا رہتا ہے' یہ بہت غلبہ والے' بہت علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۝ (یٰس:٣٨)

فرش کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے کے اشکال پر علامہ عینی' حافظ ابن حجر اور علامہ کورانی کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ سجدہ کا معنی ہے: پیشانی کو رکھ دینا اور سورج کی پیشانی ہی نہیں ہے تو اس کا سجدہ کیسے ہو گا اور اگر سجدہ سے مراد اطاعت اور انقیاد ہو تو دائماً سورج اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ سورج کے غروب کے وقت کو سجدہ کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورج تو زمین میں غروب ہوتا ہے تو یہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عرش کے نیچے سجدہ کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عرش زمین کو محیط ہے لہٰذا زمین پر سجدہ کرنا عرش کے نیچے سجدہ کرنے کے حکم میں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اصحاب ہیئت یہ کہتے ہیں کہ سورج فلک (مدار) میں نصب (گڑا ہوا) ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ چلنا اور گردش کرنا فلک کے لیے ہو اور ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہو کہ یہ چلنا سورج کے لیے ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب اہل ہیئت کا قول کلام رسول سے متصادم ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور کلام رسول برحق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اہل ہیئت کا کلام اندازہ اور تخمین وظن پر مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ محال نہیں ہے کہ وہ سورج کو اپنے چلنے کی جگہ سے نکال کر عرش کے نیچے لے جائے اور وہاں سورج سجدہ کر کے لوٹ آئے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ○ (یٰس: ۴۰) اور ہر سیارہ اپنے مدار میں تیر رہا ہے ○

یعنی ہر سیارہ اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے تو میں کہتا ہوں کہ سورج کا اپنے مدار میں گردش کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ عرش کے نیچے وہاں سجدہ نہ کر سکے جہاں اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۴۔ ۱۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے سورج کے سجدہ کرنے کا انکار کیا ہے حالانکہ اس کا سجدہ کرنا صحیح ہے اور ممکن ہے۔ بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ سورج کے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے اور اس کے احکام کا پابند ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ سورج اپنے چلنے کی جگہ سے نکلے اور عرش کے نیچے سجدہ کر کے لوٹ آئے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر انہوں نے سورج کے نکلنے سے اس کا ٹھہرنا مراد لیا ہے پھر تو واضح ہے ورنہ اس کے نکلنے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں سجدہ کرنے سے مراد سورج کا سجدہ کرنا نہ ہو بلکہ سورج کے ساتھ جو فرشتے مقرر کیے گئے ہیں ان کا سجدہ کرنا مراد ہو یا سجدہ سے مراد یہ ہو کہ وہ اپنے حال سے سجدہ کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ مطیع اور فرماں بردار ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۶۴ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے حافظ ابن حجر کی اس توجیہ کا رد کیا ہے کہ سورج کے سجدہ کرنے سے مراد فرشتوں کا سجدہ کرنا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس توجیہ پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے یہ غیر معتبر ہے نیز یہ توجیہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے اور اس میں حقیقت سے انحراف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ عرش کی حکومت اور اس کی سلطنت کے نیچے سجدہ کیا جائے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ظاہر کلام اور اس کی حقیقت سے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے علاوہ ازیں ہم یہ کہتے ہیں کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور ان کے علاوہ تمام جہان کی چیزیں عرش کے نیچے ہیں پس جب سورج اس جگہ سجدہ کرے گا جہاں اللہ نے اس کے لیے سجدہ کرنا مقدر کر دیا ہے تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ سورج نے عرش کے نیچے سجدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ حیوانات اور جمادات کو سجدہ کرنے پر قادر کر دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورج سجدہ کیسے کر سکتا ہے سجدہ تو پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں ایسی کوئی چیز وارد نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ سورج کا سر نہیں ہے بلکہ سورج کا طلوع کی اجازت طلب کرنا اس مطلب میں صریح

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کہ اس کا سر بھی ہے اور اس کی زبان بھی ہے اور وہ اپنے ارادہ سے حرکت کرتا ہے اور یہ توجیہ کی گئی ہے کہ سورج کے سجدہ کرنے سے مراد بہ طور تشبیہ اس کا غروب ہونا ہے' یہ توجیہ صحیح نہیں ہے' اس کی طرف توجہ نہ کی جائے' ان لوگوں نے سجدہ سے تو غروب مراد لے لیا' یہ لوگ اجازت طلب کرنے کی کیا توجیہ کریں گے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ١٦٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

ان بزرگ شارحین نے اشکالِ مذکور کے جو جوابات دیئے ہیں وہ اقناعی ہیں' یعنی ان کے شاگرد اور مرید تو ان جوابات سے مطمئن ہو سکتے ہیں اور قناعت کر سکتے ہیں لیکن مناظر خاموش نہیں ہو گا' خصوصاً اس دور کا کوئی سائنس کا طالب علم ان جوابات پر قناعت نہیں کرے گا' ہم نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ اس اشکال کی کوئی معقول توجیہ کریں جس کو سب تسلیم کر سکیں۔

فنقول وباللہ التوفیق!

سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی مصنف کی طرف سے توجیہ

سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جس قدر روایات بیان کی گئی ہیں' ان سب میں یہ مذکور ہے کہ غروب کے وقت سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر اسی حالت میں پڑا رہتا ہے' حتیٰ کہ اجازت لینے کے بعد پھر واپس لوٹتا ہے اور بلند ہو کر صبح کے وقت طلوع ہوتا ہے' جب کہ مشاہدہ اور عقل صریح اس کے سراسر خلاف ہے' کیونکہ سورج نہ کسی جگہ ٹھہرتا ہے نہ اُلٹے پاؤں واپس لوٹتا ہے بلکہ ہر آن اور ہر ساعت اس کا طلوع اور غروب دونوں عمل میں آ رہے ہیں' اور اس کا ایک اُفق میں غروب بعینہٖ دوسرے اُفق پر طلوع ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا مراد ہے؟ اس کا حقیقی علم تو اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے' ان احادیث سے ہم جو کچھ سمجھ سکے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے غروبِ آفتاب کو آفتاب کے سجدہ سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حال کے مطابق ہوتی ہے' لہٰذا سورج جب نصف النہار کے وقت حالت استواء پر ہوتا ہے تو اس کا یہ استواء قیام ہے' زوال کے بعد جب سورج ڈھل جاتا ہے تو اس کا ڈھلنا رکوع ہے اور جب اُفق پر غروب ہوتا ہے تو یہ سجدہ سے مشابہ ہے اور جس اُفق پر سورج غروب ہوتا ہے وہ چونکہ عرش کے نیچے واقع ہے' اس لیے اس کو عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے سجدہ کرنے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ''فلا تزال كذالك'' اس کا یہ مطلب نہیں کہ رات بھر سورج سجدہ میں پڑا رہے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ (یعنی غروب) ہی میں اس سے کہا جائے گا: ''ارجعي من حيث جئت'' جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ' اور لوٹنے کا مطلب اُلٹے پاؤں واپس جانا نہیں ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے نظامِ طبعی کے تحت لوٹنا ہے' یعنی معروف طریقہ کے مطابق جس اُفق سے غروب ہوا ہے' اس کے مقابل دوسرے اُفق پر طلوع ہو' پھر اپنی منازل طے کرتا ہوا اس اُفق پر غروب ہو کر سابق اُفق پر طلوع ہو جائے' اس طرح اپنا دورہ مکمل کرنے کے بعد سورج اس اُفق سے پھر طلوع ہوتا ہے جس سے غروب ہوا تھا' قیامت تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا لیکن جب قیامت قائم ہو گی تو سورج جس اُفق سے غروب ہوا تھا' اس اُفق پر جانب غروب سے ہی طلوع ہو جائے گا۔ ''للہ الحمد علی ما الھمنی من حل اشکال ھذا الحدیث''

(شرح صحیح مسلم ج ١ ص ٦٤٩-٦٤٨' فرید بک سٹال' لاہور)

اشکالِ مذکور کا مصنف کی طرف سے دوسرا جواب

اس اشکال کا ایک اور جواب میں اب پیش کر رہا ہوں' اس کی تقریر یہ ہے کہ اس سے پہلی آیتوں میں وجودِ باری تعالیٰ اور توحید باری پر دلائل قائم کیے گئے ہیں اور زمین کی روئیدگی اور اس کی پیداوار اور دن اور رات کے توارد سے یہ بتایا گیا ہے کہ زمین سے لے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کر آسمانوں تک ہر چیز اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہے اور اس کے احکام کے مطابق اس کائنات کا نظام چل رہا ہے' اور اب اسی سلسلہ میں یہ دلیل قائم فرمائی ہے کہ اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے' یہ بہت غالب' بے حد علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی یہ وضاحت فرمائی کہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے' اس ارشاد میں آپ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو سورج کی پرستش کرتے ہیں' اس کو خدا مانتے ہیں اور اس کو عبادت کا مستحق قرار دیتے ہیں' آپ نے یہ بتایا کہ خدا تو وہ ہے جس کے احکام کی اطاعت کی جائے' سورج کہاں سے حاکم ہو گیا' وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر رہا ہے' اور وہ عبادت کا مستحق کیسے ہو گیا وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے سامنے سر بہ سجود ہے' اور سورج کے عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنا سر عرش کے نیچے رکھ کر ہماری طرح سجدہ کرتا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حسب حال ہوتی ہے' درختوں کی ساخت حالت قیام کے مشابہ ہے' وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے حالت قیام میں عبادت کر رہے ہیں' چوپایوں اور مویشیوں کی جسمانی بناوٹ حالت رکوع کے مماثل ہے' وہ اس طرح حالت رکوع میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' اور پہاڑوں کی ساخت قعود کے مشابہ ہے تو وہ اس طرح حالت قعود میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' اور حشرات الارض کی جسمانی بناوٹ حالت سجدہ کے مماثل ہے' سو وہ اس طرح سجدہ کی کیفیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' غرض جو چیز جس حال میں ہے' وہ اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہے' جو چیزیں متحرک ہیں' وہ حالت حرکت میں اس کی عبادت کر رہی ہیں اور جو چیزیں ساکن ہیں' وہ حالت سکون میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہیں' جو حقائق ناطق ہیں وہ حالت نطق میں اور جو حقائق ساکت ہیں' وہ حالت سکوت میں اس کی عبادت کر رہے ہیں اور ہر چیز نے اپنی عبادت کے طریقہ کو پہچان لیا ہے' جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ. (النور: ۴۱)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمینوں کی کل مخلوق اور صف باندھے ہوئے اُڑنے والے پرندے' سب اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں اور ہر چیز کو اس کی نماز اور اس کی تسبیح کا علم ہے۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر چیز ہماری طرح نماز پڑھتی ہے اور ہماری طرح تسبیح کرتی ہے' بلکہ ہر چیز اپنے حسب حال نماز پڑھ رہی ہے اور تسبیح کر رہی ہے' اسی طرح سورج جو ہر روز عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور سجدہ میں پڑا رہتا ہے' تاوقتیکہ اس کو دوبارہ اپنے طلوع کی جگہ سے طلوع ہونے کا حکم دیا جائے اور قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا' حتیٰ کہ اس کو حکم دیا جائے گا کہ وہ مغرب سے طلوع ہو' اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سورج حقیقۃً عرش کے نیچے پڑا رہتا ہے اور نظام شب و روز معطل ہو جاتا ہے' حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ یہ چیز مشاہدہ کے خلاف ہے اور سورج کا مسلسل ہر اُفق سے طلوع اور غروب اس کے تعطل کے منافی ہے' بلکہ اس حدیث کا معنی یہی ہے کہ سورج اپنے معمول کے مطابق طلوع اور غروب کر رہا ہے اور اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے' وہ اسی کی اطاعت میں سر بہ سجود ہے' وہ اس طلوع اور غروب میں خود مختار نہیں ہے' وہ جو کچھ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق کر رہا ہے' اور سورج کے عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ سورج خود یا اس کا نفس چل کر عرش کے نیچے جاتا ہے' بلکہ اس کا محمل یہ ہے کہ عرشِ الٰہی تمام کائنات کو محیط ہے اور تمام افلاک' کواکب اور عناصر عرش کے نیچے ہیں' سو سورج بھی عرش کے نیچے ہے خواہ سورج کا طلوع ہو یا غروب ہو' اور حدیث میں غروب کے وقت کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ غروب کا وقت ہیئت سجدہ کے زیادہ مشابہ ہے' اور یہ بھی درست ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں سورج غروب ہو رہا ہے' لیکن یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ سورج کے تین سو ساٹھ (۳۶۰)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مطالع ہیں اور ہر روز سورج کا ایک نیا مطلع ہوتا ہے' کسی بھی اُفق پر غروب کے بعد اس کو طلوع کا حکم دیا جاتا ہے' سو کسی مخصوص اُفق (مثلاً کراچی کے اُفق) پر اس کو ہر روز طلوع کا حکم دیا جاتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر روز سورج کا اس اُفق پر نئے مطلع سے طلوع ہونا یہی سورج کی عبادت ہے۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہر چیز اپنے جس حال میں ہے خواہ وہ حالت حرکت میں ہے یا حالت سکون میں' اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہے' سو سورج حالت حرکت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہے' اور سورج کا اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام پر عمل کرنا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا ہی اس کی عبادت ہے' اور رسول اللہ ﷺ نے اس عبادت کو سجدہ سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا زیادہ اظہار سجدہ میں ہوتا ہے' کیونکہ عبادت معبود کے سامنے اظہارِ تذلل کو کہتے ہیں اور اقصیٰ غایت تذلل سجدہ میں ہوتا ہے' اور رسول اللہ ﷺ کا منشاء یہ ہے کہ ہمیں اپنی آنکھوں سے اس کائنات میں جو سب سے عظیم اور قوی چیز دکھائی دیتی ہے وہ سورج ہے اور یہ عظیم ترین چیز بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سجدہ ریز ہے تو عام انسانوں کی اس کے سامنے کیا حیثیت ہے' انہیں اس کی کس قدر اطاعت اور عبادت کرنی چاہیے۔ والحمد للہ رب العلمین!

قرآن مجید کی آیت (یٰس: ۳۸) اور حدیث مذکور پر میں نے بہت مطالعہ کیا ہے' بے حد غور و فکر کیا اور میں نے ان کا مطلب اسی طرح سمجھا ہے جس طرح ذکر کیا ہے' اور اشکال مذکور کو دور کرنے کی اپنی بساط کے مطابق کوشش کی ہے' اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے ہے اور اگر اس میں نقص اور قصور ہے تو دراصل یہ میری عقل کا نقص اور میری فہم کا قصور ہے' اللہ اور اس کا رسول اس سے بَری ہیں!!

۳۲۰۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْفَتَّاحِ الدَّانَاجُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن المختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالفتاح الدّاناج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: سورج اور چاند کو قیامت کے دن لپیٹ دیا جائے گا۔

سورج اور چاند کو دوزخ میں ڈالنے کی حکمت

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سورج کی روشنی کو جمع کر کے اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح عمامہ کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں: اس حدیث میں ایسا اضافہ بھی ہے جس کو امام بخاری نے ذکر نہیں کیا' وہ اس طرح ہے:

عبداللہ الداناج بیان کرتے ہیں کہ میں اور سلمۃ بن عبدالرحمان بن عوف بصرہ کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' اس وقت حسن بصری آئے اور وہ بھی وہیں بیٹھ گئے' پھر انہوں نے حدیث بیان کی اور کہا کہ ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند قیامت کے دن دو بیل ہوں گے جن کو لپیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' حسن بصری نے پوچھا: ان کا کیا گناہ ہوگا' جو انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا؟ تو عبداللہ داناج نے کہا: میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں تو حسن بصری خاموش ہو گئے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سورج کو لپیٹ کر جو دوزخ میں ڈالا جائے گا' یہ ان کی کوئی سزا نہیں ہوگی' بلکہ سورج اور چاند کی

Click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پرستش کرنے والوں کی مذمت اور ان کو رسوا کرنے کے لیے سورج اور چاند کو دوزخ میں ڈالا جائے گا کہ دیکھو جن کو تم خدا سمجھتے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے، تم کو عذاب سے بچانا تو درکنار آج وہ خود دوزخ میں پڑے ہیں اور خود کو دوزخ سے نہیں نکال سکتے۔

(اعلام السنن فی شرح البخاری ج ۲ ص ۱۷۳۔ ۱۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۸ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ کسی کو دوزخ میں ڈالنے سے اس کا عذاب یافتہ ہونا لازم نہیں آتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۲۰۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن القاسم نے کہا: انہوں نے اپنے والد سے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر دیتے تھے کہ آپ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے، لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں، پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۴۲ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں سورج اور چاند کا ذکر ہے اور بعض نسخوں کے مطابق اس باب کا عنوان ہے: سورج اور چاند کی صفت۔ الکوثر الجاری شرح بخاری میں یہی عنوان ہے۔

۳۲۰۲- حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے، پس جب تم گہن دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۰۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ قَامَ فَكَبَّرَ وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ جس دن سورج کو گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ پڑھی اور طویل قراءت کی، پھر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَقَامَ كَمَا هُوَ فَقَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً وَّهِيَ اَدْنٰى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ اَدْنٰى مِنَ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ.

آپ نے طویل رکوع کیا' پھر آپ نے سر اٹھایا' پس فرمایا: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" اور کھڑے ہو گئے جس طرح پہلے کھڑے تھے' پھر آپ نے طویل قراءت کی' مگر یہ پہلی قراءت سے کم تھی' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی' پھر آپ نے سلام پھیر دیا اور اس وقت سورج کا گہن کھل گیا تھا' پس آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا' سو آپ نے سورج اور چاند کے گہن کے متعلق فرمایا: یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم ان میں گہن دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان کا گہن دیکھو تو نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ مَا جَاءَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا' بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ (الاعراف:۵۷)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق جو کچھ وارد ہے: اور وہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے خوش خبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے (الاعراف:۵۷)

یعنی یہ باب اس ارشاد کی وضاحت میں ہے۔

﴿قَاصِفًا﴾ (الاسراء:۶۹) تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ.

"قاصفًا" کا معنی جو ہر چیز کو توڑ پھوڑ کو تباہ کر دے۔

"قاصفًا" کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ. (بنی اسرائیل:۶۹)

پھر وہ تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے۔

﴿لَوَاقِحَ﴾ (الحجر:۲۲) مَلَاقِحَ مُلْقِحَةً.

"لواقح" کا معنی ہے: بادلوں سے بوجھل ہوائیں۔

"لواقح" کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ. (الحجر:۲۲)

اور ہم نے بادلوں کا بوجھ اُٹھانے والی ہوائیں بھیجیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿اِعْصَارٌ﴾ (البقرہ:۲٦٦) رِيْحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْاَرْضِ اِلَى السَّمَاءِ كَعَمُوْدٍ فِيْهِ نَارٌ.

''اعصار'' کا معنی ہے: ہلاک کرنے والی گرم ہوا' جو زمین سے اُٹھ کر آسمان کی طرف چلتی ہے جیسے کسی ستون میں آگ ہو۔

''اعصار'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ. (البقرہ:۲٦٦) تو اسے گرم ہوا کا ایک بگولا پہنچا جس میں آگ تھی۔

﴿صِرٌّ﴾ (آل عمران:۱۱۷) بَرْدٌ. ''صِرٌّ'' کا معنی ہے: شدید سردی۔

''صِرٌّ'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

رِيْحٌ فِيْهَا صِرٌّ. (آل عمران:۱۱۷) ایسی ہوا جس میں جلا دینے والی سخت سردی ہو۔

﴿نُشُرًا﴾ (الفرقان:٤٧) مُتَفَرِّقَةً. ''نُشُرًا'' کا معنی ہے: ''متفرقة''۔

ہماری قراءت میں یہ لفظ ''بشرًا'' ہے اور اس کا معنی ہے: بشارت دینے والی ہوائیں' اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ. اور وہی ہے جو اپنی رحمت کی بارش سے پہلے خوش خبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے۔ (الاعراف:۵۷)

امام بخاری نے جو ''نشرًا'' کا لفظ لکھا ہے' اس کا معنی ہے: وہ منتشر ہوائیں بھیجتا ہے' اس سے مراد ہے: بارش۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں: اس لفظ کی قراءت میں اختلاف ہے۔ عاصم بن ابی النجود کے سوا عام قراء کوفیین نے اس لفظ کو ''نَشرًا'' پڑھا ہے' اہل عرب ''نشرًا'' ان تیز ہواؤں کو کہتے ہیں جو بادلوں کو لے آتی ہیں' اور عاصم بن ابی النجود نے اس لفظ کو ''بشرًا'' پڑھا ہے' یعنی جو ہوائیں بارش کی بشارت دینے والی ہوتی ہیں۔

(جامع البیان جز ۸ ص ۲۴٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۰۵- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: میری (بادِ) صبا سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو (باد) دبور سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔

بادِ صبا سے مراد ہے: مغرب سے چلنے والی ہوائیں اور بادِ دبور سے مراد ہے: مشرق سے چلنے والی ہوائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۰٦- حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى مَخِيْلَةً فِى السَّمَاءِ اَقْبَلَ وَاَدْبَرَ وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَتَغَيَّرَ وَجْهُهٗ فَاِذَا اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّىَ عَنْهُ فَعَرَّفَتْهُ عَائِشَةُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَدْرِىْ لَعَلَّهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا دیکھتے تو کبھی آگے جاتے کبھی پیچھے جاتے' کبھی گھر کے اندر آتے' کبھی گھر سے باہر جاتے اور آپ کا چہرہ متغیرہ ہو جاتا' پھر جب وہ بادل برسنے لگتا تو آپ کی یہ کیفیت دور ہو جاتی'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كَمَا قَالَ قَوْمٌ ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ﴾ (الاحقاف:٢٤) الْاٰيَةَ.

پس حضرت عائشہ نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں جانتا شاید یہ بادل بھی اس جیسا ہو جس کے متعلق قوم (عاد) نے کہا تھا: پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا۔ (الاحقاف:۲۴)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۰۶ میں گزر چکی ہے۔

آپ کی وجہ سے عذاب کے مستحقین سے عذاب اُٹھا دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال:۳۳)

اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کافروں کو عذاب دے جب کہ آپ ان میں ہوں۔

یہ آیت اس حدیث میں ذکر کیے ہوئے قصہ کے بعد نازل ہوئی ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم ہے اور آپ کے درجہ کی بلندی ہے کہ جب آپ اپنی امت کے درمیان ہوں تو اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو عذاب نہیں دے گا' اور یا آپ کے وصال کے بعد جب آپ کی امت کے لوگ استغفار کر رہے ہوں تو وہ ان کو عذاب نہیں دے گا اور صوفیاء کرام نے اس سے یہ مستنبط کیا ہے کہ مؤمنوں کے دلوں میں جو ایمان ہے وہ ان کے جسموں کو عذاب دینے سے مانع ہے جیسا کہ آپ کا وجود ان کو عذاب دینے سے مانع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦ - بَابُ ذِكْرِ الْمَلَائِكَةِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ

ملائکہ صلوات اللہ علیہم کا تذکرہ

اس عنوان میں ملائکہ کا ذکر ہے' ملائکہ اجسامِ لطیفہ ہوائیہ ہیں جو مختلف اشکال سے متشکل ہونے پر قادر ہیں' ان کا مسکن آسمان ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ جوہر بسیط ہیں' ان کی زبان اور عقل ہے' یہ لوگ شہوت کی ظلمت اور غضب کی کدورت سے منزہ ہیں' ان کا کھانا تسبیح ہے اور ان کا پینا تقدیس ہے اور ان کا انس اللہ کا ذکر ہے' یہ مختلف صورتوں اور مختلف مقداروں پر پیدا کیے گئے ہیں' ان کی رہائش آسمانوں میں ہے' یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور اس کے ہر حکم کو بجالاتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۹)

وَقَالَ اَنَسٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ بے شک حضرت جبریل علیہ السلام ملائکہ میں سے یہود کے دشمن ہیں۔

یہ تعلیق اس حدیث موصول کا ایک قطعہ ہے جس کو امام بخاری نے باب ھجرۃ النبی میں ذکر کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ۝﴾ (الصافات:١٦٥) الْمَلٰئِكَةُ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قرآن مجید میں "انا لنحن الصافون" ہے' اس سے مراد ملائکہ ہیں۔

"انا لنحن الصافون" کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ۝ (الصّٰفّٰت:۱۶۵)

اور بے شک ضرور ہم ہی صف باندھنے والے ہیں۝

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات آسمانوں میں ایک قدم یا ایک بالشت یا ایک ہتھیلی کی جگہ بھی نہیں ہے' مگر اس میں ایک فرشتہ قیام میں ہے یا فرشتہ رکوع میں ہے یا فرشتہ سجود میں ہے' پس جب قیامت ہوگی تو وہ سب کہیں گے: ہم نے تیری اتنی عبادت نہیں کی جتنا عبادت کا حق ہے' مگر ہم نے شرک بالکل نہیں کیا۔

(المعجم الکبیر: ۱۷۵۱۔ ج ۲ ص ۱۸۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

۳۲۰۷- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ (ح) وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ وَّهِشَامٌ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ وَذَكَرَ يَعْنِي رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَأُتِيتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُلِئَ حِكْمَةً وَّإِيمَانًا فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ إِلٰى مَرَاقِّ الْبَطْنِ ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَّإِيمَانًا وَّأُتِيتُ بِدَابَّةٍ أَبْيَضَ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ الْبُرَاقُ فَانْطَلَقْتُ مَعَ جِبْرِيلَ حَتّٰى أَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قِيلَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلٰى اٰدَمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنِ ابْنٍ وَّنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلٰى عِيسٰى وَيَحْيٰى فَقَالَا مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَّنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّالِثَةَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قِيلَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ يُوسُفَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ قَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَّنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قِيلَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ مَّعَكَ قِيلَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلٰى إِدْرِيسَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ (ح) اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید اور ہشام نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں بیت اللہ میں تھا اور نیند اور بیداری کی کیفیت میں تھا اور آپ نے بتایا کہ ایک مرد اور دو مردوں کے درمیان لیٹا تھا' پس میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' پھر میرے پیٹ کو ہنسلی کی ہڈی سے لے کر پیٹ کے آخری حصہ تک چاک کیا گیا' پھر میرے پیٹ کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا' پھر اس کو حکمت اور ایمان سے بھرا گیا اور ایک سفید چوپایا لایا گیا جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا تھا' پس میں جبریل کے ساتھ گیا حتیٰ کہ ہم آسمانِ دنیا پر آئے' کہا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل' کہا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: انہیں خوش آمدید ہو! بہت خوب آنے والے آئے ہیں' پھر میں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گیا' پس میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے کہا: آپ کو سلام ہو! جو میرے بیٹے ہیں اور نبی ہیں' پھر ہم دوسرے آسمان پر گئے' کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا: جبریل' پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا: ان کو خوش آمدید ہو اور وہ کیا خوب آنے والے ہیں جو آئے ہیں' پھر میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے پاس گیا' پس ان دونوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو!

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ اَخٍ وَّنَبِيٍّ فَاَتَيْنَا السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَاَتَيْنَا عَلٰى هَارُوْنَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ اَخٍ وَّنَبِيٍّ فَاَتَيْنَا عَلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قِيْلَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَاَتَيْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ اَخٍ وَّنَبِيٍّ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰى فَقِيْلَ مَا اَبْكَاكَ قَالَ يَارَبِّ هٰذَا الْغُلَامُ الَّذِيْ بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَفْضَلُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِيْ فَاَتَيْنَا السَّمَاءَ السَّابِعَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَاَتَيْتُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنِ ابْنٍ وَّنَبِيٍّ فَرُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ فَسَاَلْتُ جِبْرِيْلَ فَقَالَ هٰذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ يُصَلِّيْ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ اِذَا خَرَجُوْا لَمْ يَعُوْدُوْا اِلَيْهِ اٰخِرَ مَا عَلَيْهِمْ وَرُفِعَتْ لِيْ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبِقُهَا كَاَنَّهٗ قِلَالُ هَجَرَ وَوَرَقُهَا كَاَنَّهٗ اٰذَانُ الْفُيُوْلِ فِيْ اَصْلِهَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَسَاَلْتُ جِبْرِيْلَ فَقَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَفِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ النِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى جِئْتُ مُوْسٰى فَقَالَ مَا صَنَعْتَ قُلْتُ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِالنَّاسِ مِنْكَ عَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ وَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ فَرَجَعْتُ فَسَاَلْتُهٗ فَجَعَلَهَا اَرْبَعِيْنَ ثُمَّ مِثْلَهٗ ثُمَّ ثَلَاثِيْنَ ثُمَّ مِثْلَهٗ فَجَعَلَ عِشْرِيْنَ ثُمَّ مِثْلَهٗ فَجَعَلَ عَشْرًا فَاَتَيْتُ مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَجَعَلَهَا خَمْسًا فَاَتَيْتُ مُوْسٰى فَقَالَ

بھائی اور نبی کی طرف سے' پھر ہم تیسرے آسمان پر آئے' کہا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا: جبریل ہیں' کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد ہیں' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! وہ کیا خوب آنے والے آئے ہیں' پھر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گیا' پس میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے کہا: آپ کو مرحبا ہو! بھائی کی طرف سے اور نبی کی طرف سے' پھر ہم چوتھے آسمان کی طرف گئے' کہا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا: جبریل ہیں' کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا گیا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو خوش آمدید ہو! کیا خوب آنے والے آئے ہیں' پھر میں حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس گیا' پس میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو! بھائی اور نبی کی طرف سے' پھر ہم پانچویں آسمان پر آئے' کہا گیا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: جبریل ہیں' کہا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا گیا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو خوش آمدید ہو! کیا خوب آنے والے آئے ہیں' پس ہم حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس آئے' سو میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو! بھائی کی طرف سے اور نبی کی طرف سے' پھر ہم چھٹے آسمان پر گئے' کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: یہ جبریل ہیں' کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا گیا: (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' کہا گیا: بے شک ان کو بلایا گیا ہے' ان کو خوش آمدید ہو! اور کیا ہی اچھے آنے والے آئے ہیں' پس میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا' سو میں نے ان کو سلام کیا' تو انہوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو! بھائی اور نبی کی طرف سے' پھر جب میں آگے گزرا تو وہ روئے' پس پوچھا گیا: آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اے میرے رب! یہ نوجوان میرے بعد مبعوث ہوا ہے' اور اس کی امت میں سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ ان لوگوں سے افضل ہوں گے جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہوں گے' پھر ہم ساتویں آسمان پر آئے' کہا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا: یہ جبریل ہیں' کہا گیا: آپ کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَا صَنَعْتَ قُلْتُ جَعَلَهَا خَمْسًا فَقَالَ مِثْلَهُ قُلْتُ فَسَلَّمْتُ بِخَيْرٍ فَنُودِيَ إِنِّي قَدْ أَمْضَيْتُ فَرِيضَتِي وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِي وَأَجْزِي الْحَسَنَةَ عَشْرًا وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ.

(صحیح مسلم: ۱۶۴، الرقم المسلسل: ۴۰۵، سنن ترمذی: ۳۳۵۷، سنن نسائی: ۴۴۵)

ساتھ کون ہیں؟ کہا گیا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' کہا گیا: بے شک ان کو بلایا گیا ہے' ان کو خوش آمدید ہو! کیا خوب آنے والے آئے ہیں' پس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا' پھر میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو! جو بیٹے اور نبی ہیں' پھر میرے لیے بیت المعمور بلند کیا گیا تو میں نے حضرت جبریل سے سوال کیا' پس انہوں نے کہا: یہ بیت المعمور ہے' اس میں ستّر ہزار فرشتے ہر روز نماز پڑھتے ہیں' جب وہ نکل جاتے ہیں تو آخر وقت تک اس میں دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے' پھر میرے لیے سدرۃ المنتہیٰ کو بلند کیا گیا' اس کے پھل ایسے تھے جیسے قلال ہجر کے مٹکے ہوتے ہیں اور پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان' اس کی جڑ سے چار دریا نکلتے تھے' دو دریا باطنی تھے اور دو دریا ظاہری تھے' پس میں نے حضرت جبریل سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا: جو دو باطنی دریا ہیں وہ جنت میں ہیں اور جو دو ظاہری دریا ہیں' وہ نیل اور فرات ہیں' پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں' پھر جب میں واپس ہوا اور حضرت موسیٰ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا: کیا کر کے آئے ہو؟ میں نے کہا: مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں' انہوں نے کہا: میں آپ کی بہ نسبت لوگوں کو زیادہ جانتا ہوں' میں بنو اسرائیل کا بہت سخت تجربہ کر چکا ہوں اور بے شک آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی' سو آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیں' پس اس سے (تخفیف کا) سوال کریں' پس میں واپس لوٹا اور میں نے تخفیف کا سوال کیا تو اللہ نے چالیس نمازیں کر دیں' پھر اسی کی مثل ہوا' پھر تیس نمازیں کر دیں' پھر اس کی مثل ہوا تو بیس نمازیں کر دیں' پھر اس کی مثل ہوا تو دس نمازیں کر دیں' پھر میں حضرت موسیٰ کے پاس آیا' انہوں نے پھر اسی طرح کہا' پھر اللہ نے ان نمازوں کو پانچ نمازیں کر دیا' پھر میں حضرت موسیٰ کے پاس آیا' انہوں نے پوچھا: کیا کر کے آئے ہیں؟ میں نے کہا: اللہ نے ان کو پانچ نمازیں کر دیا ہے' انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں نے کہا: اب میں خیر کے ساتھ ان کو تسلیم کر چکا ہوں' پھر نداء کی گئی کہ میں نے اپنے فریضہ کو جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی اور میں ایک نیکی کا دس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گنا اجر دوں گا۔ اور ھمام نے کہا از قتادہ از حسن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' انہوں نے البیت المعمور کے متعلق الگ روایت کی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۴۹ میں گزر چکی ہے' چند ضروری اُمور کی تفصیل یہاں کی جارہی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر معراج کے متعلق علماء کے نظریات

قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

امام رازی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے ایک لمحہ میں جو سفر معراج کیا تھا' اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ تمام واقعہ خواب کا ہے' اوران کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ. اور ہم نے آپ کو جو جلوہ (شب معراج) دکھایا تھا اس کو صرف لوگوں کے لیے آزمائش بنایا تھا۔ (بنی اسرائیل: ۶۰)

ان کا استدلال اس پر مبنی ہے کہ اس آیت میں رؤیا کا معنی خواب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تمام واقعہ بیداری میں حقیقۃً ہوا ہے' ان کا استدلال اس آیت سے ہے: ''اسریٰ بعبدہ'' (بنی اسرائیل:۱) جس نے اپنے عبد کو سیر کرائی' اور یہ نہیں فرمایا: جس نے اپنے عبد کی روح کو سیر کرائی' اور بغیر کسی دلیل کے حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو اختیار نہیں کیا جاتا' نیز ان کا استدلال اس سے بھی ہے کہ اگر یہ محض خواب کا واقعہ ہوتا تو کفار مکہ اس کو مستبعد نہ سمجھتے اور اس کا انکار نہ کرتے اور اس کی تکذیب نہ کرتے اور فتنہ میں مبتلا نہ ہوتے اور بعض ضعیف مسلمان اس واقعہ کی وجہ سے مرتد ہو گئے' ایک قول یہ بھی ہے کہ بیداری میں مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک اسراء ہے اور اس کے بعد کا واقعہ خواب کا ہے۔

حق وہ ہے جو اکثر علماء متقدمین اور متاخرین فقہاء' محدثین اور متکلمین کا مختار ہے کہ آپ کو یہ تمام سیر جسم کے ساتھ کرائی گئی اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور ان کو ظاہر پر محمول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۴۹۸۔ ۴۹۴' دارالوفاء)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شق صدر کا بھی ذکر ہے اور صحیحین کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بچپن میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے اس وقت بھی آپ کا شق صدر کیا گیا تھا اور اس کے بعد شب معراج سے پہلے آپ کا شق صدر کیا گیا' یہ اور معراج سے متعلق دیگر اُمور کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۹ میں کردی گئی ہے۔

۳۲۰۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَّيُقَالُ لَهٗ اُكْتُبْ عَمَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَاَجَلَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از الاعمش از زید بن وہب' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور آپ صادق و مصدوق ہیں کہ بے شک تم میں سے کسی ایک کی خلقت اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع رہتی ہے' پھر وہ اتنی ہی مدت میں جما ہوا خون بن جاتی ہے' پھر اتنی ہی مدت میں وہ گوشت کا ٹکڑا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَشَقِیٌّ اَوْ سَعِیْدٌ ثُمَّ یُنْفَخُ فِیْهِ الرُّوْحُ فَاِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَیَعْمَلُ حَتّٰی مَا یَكُوْنُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجَنَّةِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْهِ كِتَابُهٗ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَیَعْمَلُ حَتّٰی مَایَكُوْنُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ النَّارِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْهِ الْكِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

[اطراف الحدیث:۳۳۳۲-۶۵۹۴-۷۴۵۴]

بن جاتی ہے' پھر اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے' پس اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے' اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل لکھو اور اس کا رزق لکھو اور اس کی مدتِ حیات لکھو اور اس کا بد بخت (دوزخی) یا نیک بخت (جنتی) ہونا لکھو' پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے' پس بے شک ایک شخص تم میں سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ رہ جاتا ہے' پھر اس پر اہل دوزخ کا لکھا ہوا عمل سبقت کرتا ہے' پھر وہ اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے' اور ایک شخص عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ رہ جاتا ہے' پھر اس پر لکھا ہوا سبقت کرتا ہے' سو وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے۔

(صحیح مسلم:۲۶۴۳' الرقم المسلسل:۶۶۱۸' سنن ابوداؤد:۴۷۰۸' سنن ترمذی:۲۱۴۴' سنن ابن ماجہ:۷۶' مسند ابویعلیٰ:۵۱۹۸' سنن بیہقی ج۷ ص۴۲۱' شعب الایمان:۱۸۷' کتاب الاسماء والصفات ص۳۸۷-۳۸۶' مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۹۸' مصنف عبدالرزاق:۲۰۰۹۳' مسند الحمیدی:۱۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۱۲۴۶' شرح السنۃ:۲۶۸۸' صحیح ابن حبان:۶۱۷۴' الکامل لابن عدی ج۳ ص۱۰۹۰' حلیۃ الاولیاء ج۷ ص۳۶۵' تاریخ بغداد ج۹ ص۶۰' مسند احمد ج۱ ص۳۸۴ طبع قدیم' مسند احمد:۳۶۲۴-ج۶ ص۱۲۶-۱۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحسن بن الربیع البجلی الکوفی (۲) ابوالاحوص سلام ابن سلیم الحنفی الکوفی (۳) سلیمان الاعمش (۴) زید بن وہب ابوسلیمان الہمدانی الکوفی (۵) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۱۵ ص۱۷۸)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور فرشتوں کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر اللہ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے' اور اس باب کا عنوان ہے: ملائکہ کا تذکرہ' اور ملائکہ کی اتنی اقسام ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ان کی تعداد کا علم نہیں ہے' اکابر ملائکہ چار ہیں: جبرئیل' میکائیل' عزرائیل اور اسرافیل علیہم السلام اور ان میں سے کراماً کاتبین ہیں اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد بارش ہے اور زمین کی پیداوار ہے' ہوائیں ہیں اور بادل ہیں اور ان میں سے قبروں کے ملائکہ ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو زمین میں سیر کرتے ہیں اور محافل ذکر کو ڈھونڈتے ہیں' اور ان میں سے کروبیین ہیں اور حاملین عرش ہیں اور مقربین ہیں اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو شیاطین کو آگ کے گولے مارتے ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد بیت المقدس کا پتھر ہے اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد مدینہ طیبہ ہے' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو رحم میں نطفہ کی تصویر بناتے ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو امت کا سلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے ہیں اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو میدانِ جہاد میں مجاہدین کے ساتھ ہوتے ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو آسمانوں کے دربانوں کے محافظ ہیں اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد دوزخ ہے' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کو الزبانیہ کہا جاتا ہے' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو جنت میں درخت اُگاتے ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو اہل جنت کے زیورات ڈھالتے ہیں اور ان میں سے وہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرشتے ہیں جو اہل جنت کے خدام ہیں' امام بخاری نے اس باب کی احادیث میں ان میں سے بعض کا ذکر کیا ہے۔

انسان کو دفعۃً پیدا کرنے کے بجائے تدریجاً پیدا کرنے کی حکمتیں

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ایک لمحہ میں بچہ کو پیدا کر دے' پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چالیس دن میں اس کو نطفہ بناتا ہے' پھر چالیس دن بعد اس کو جما ہوا خون بناتا ہے' پھر چالیس دن بعد اس کو گوشت کا ٹکڑا بناتا ہے' پھر ایک سو بیس دن بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور فرشتہ رحم میں اس کی تصویر بناتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح بہ تدریج پیدا کرنے میں حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) اگر اللہ تعالیٰ نطفہ کو دفعۃً بچہ بنا دیتا تو یہ خلقت اس کی ماں پر دشوار ہوتی کیونکہ یہ چیز اس کی عادت کے خلاف ہوتی اور بعض اوقات عورت ہلاک ہو جاتی' اس لیے پہلے نطفہ بنایا' پھر جب وہ اس کی عادی ہو گئی تو پھر اس کو جما ہوا خون بنا دیا' پھر اسی طرح ولادت تک کے مراحل طے کرا کے پورا بچہ بنا دیا۔

(۲) اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی نعمت کا اظہار ہے تاکہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس طرح ان مراحل سے گزار کر حسین صورت میں انسان بنایا' اس کو فہم اور عقل عطاء فرمائی اور اس کو ذہانت اور فطانت سے مزین فرمایا۔

(۳) لوگوں کو یہ بتایا ہے کہ اس کو حشر اور نشر پر کامل قدرت ہے' جس طرح اس نے نجس پانی کے ایک قطرہ سے نطفہ بنایا' پھر اس کو جما ہوا خون بنایا' پھر اس کو گوشت کی بوٹی بنا دیا اور اس میں روح پھونکے جانے کی صلاحیت رکھی' سو جس طرح وہ نجس قطرہ میں روح پھونک کر انسان بنا دیتا ہے' اسی طرح مرنے کے بعد جب انسان کا جسم مٹی ہو جائے گا تو وہ اس میں بھی روح پھونک کر اس کو دوبارہ زندہ انسان بنا دے گا اور اس کو میدانِ حشر میں حساب کتاب اور جزاء اور سزا کے لیے جمع کر دے گا۔

* حدیث مذکور' شرح صحیح مسلم: ۶۵۹۹۔ ج ۷ ص ۲۶۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے ② جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب۔

۳۲۰۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَابَعَهُ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ فِيْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَاءِ وَيُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع' انہوں نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اور مخلد کی متابعت ابو عاصم نے کی ہے از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' آپ نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو نداء کرتا ہے کہ بے شک اللہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے سو تم اس سے محبت کرو' پس جبریل اس بندہ سے محبت کرتا ہے' پھر (حضرت) جبریل آسمان والوں میں نداء کرتے ہیں کہ بے شک اللہ فلاں شخص

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے محبت کرتا ہے سوتم اس سے محبت کرو پس اس سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور زمین میں اس کی مقبولیت رکھ دیتے ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۶۰۴۰-۷۴۸۵] (صحیح مسلم: ۲۶۳۷-۶۶۰۰۷ سنن ترمذی: ۳۱۶۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۶۷۳، مسند ابویعلیٰ: ۶۶۸۵، کتاب الزہد للبیہقی: ۷۹۸، شرح السنۃ: ۳۴۷۰، صحیح ابن حبان: ۳۶۵، شرح السنۃ: ۳۴۷۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۳۶، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۴۱، خلق افعال العباد للبخاری: ۲۶۷، المعجم الاوسط: ۲۸۲۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۶۲۵۔ ج ۱۳ ص ۶۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نداء فرماتا ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دیتا ہے یعنی جن مسلمانوں کو وہ پہچانتا ہے ان کے دلوں میں اس کی محبت رکھ دیتا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو اللہ کا محبوب ہو وہ لوگوں کا بھی محبوب ہو جاتا ہے۔

۳۲۱۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ الْمَلٰئِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُهُ فَتُوْحِيْهِ إِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ۔ [اطراف الحدیث: ۳۲۸۸-۳۷۶۲-۶۲۱۳-۷۵۶۱] (صحیح مسلم: ۲۲۲۸، الرقم المسلسل: ۵۷۰۹، سنن ترمذی: ۳۲۲۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی جعفر نے حدیث بیان کی از محمد بن عبدالرحمٰن از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک ملائکہ عنان میں نازل ہوتے ہیں اور وہ بادل ہے پھر اس حکم کا ذکر کرتے ہیں جس کا آسمان میں فیصلہ کیا گیا ہے پس شیاطین چوری چھپے اس بات کو سنتے ہیں پھر اس بات کو کاہنوں کی طرف القاء کر دیتے ہیں پھر کاہن اس بات میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

اس حدیث کی اس باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کا ذکر ہے۔

''کُہّان'' کا معنی

اس حدیث میں ''کُہّان'' کا ذکر ہے یہ کاہن کی جمع ہے کاہن اُس شخص کو کہتے ہیں جو مستقبل کی خبریں دیتے ہیں اور غیب دانی اور معرفتِ اسرار کا دعویٰ کرتے ہیں اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آسمانوں کی حفاظت کی گئی اور جنات اور شیاطین پر آگ کے گولے برسا کر انہیں آسمانوں پر جانے اور فرشتوں کی باتیں سننے سے روک دیا گیا۔

(القاموس المحیط ص ۱۲۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳۲۱۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَالْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ اور اغر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كُلِّ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلٰئِكَةٌ يَّكْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ فَاِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ وَجَاؤُوْا يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.

فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو مسجد کے دروازوں میں سے ہر دروازہ پر فرشتے لکھتے رہتے ہیں' جو پہلے آیا اور جو پھر اس کے بعد آیا' پس جب امام (خطیب منبر پر) بیٹھ جاتا ہے تو وہ صحیفے لپیٹ دیتے ہیں اور آ کر ذکر (نصیحت) سنتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۹۲۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں فرشتوں کا ذکر ہے۔

۳۲۱۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ مَرَّ عُمَرُ فِي الْمَسْجِدِ وَ حَسَّانُ يُنْشِدُ فَقَالَ كُنْتُ اُنْشِدُ فِيْهِ وَ فِيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ اَسَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَجِبْ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کے پاس سے گزرے' اس وقت حضرت حسان رضی اللہ عنہ شعر پڑھ رہے تھے' پس حضرت حسان نے کہا: میں مسجد میں شعر پڑھتا تھا اور مسجد میں وہ ذات تھی جو آپ سے بہتر تھی' پھر حضرت حسان' حضرت ابوہریرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میری طرف سے مدافعت کرو' اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما! حضرت ابوہریرہ نے کہا: ہاں! میں نے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں روح القدس کا ذکر ہے اور اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور وہ رسل ملائکہ میں سے ہیں اور اس باب میں ملائکہ کا ذکر ہے۔

مشرکین اشعار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرتے تھے اور حضرت حسان اشعار میں ان کی ہجو کا جواب دیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو مسجد میں سنتے تھے اور اس پر خوش ہوتے تھے اور حضرت حسان کے لیے دعا کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کمی اور نقص بیان کریں' ان کا مساجد میں ردّ کرنا جائز ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کا باعث ہے۔

۳۲۱۳- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ اهْجُهُمْ اَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيْلُ مَعَكَ. [اطراف الحدیث: ۴۱۲۳-۴۱۲۴-۶۱۵۳] (صحیح مسلم: ۲۴۸۶' الرقم المسلسل: ۶۲۸۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا: ان کی ہجو کرو اور حضرت جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: جبریل تمہارے ساتھ ہیں' یعنی وہ تمہاری مدد کریں گے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٢١٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ (ح) وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ اَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِىْ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ هِلَالٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى غُبَارٍ سَاطِعٍ فِىْ سِكَّةِ بَنِىْ غَنْمٍ زَادَ مُوْسٰى مَوْكِبَ جِبْرِيْلَ.

[طرف الحدیث:۴۱۱۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حمید بن ھلال سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: گویا میں اس غبار کی طرف دیکھ رہا ہوں جو بنو غنم کی گلیوں میں اُٹھ رہا تھا' اور موسیٰ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت جبریل کے سواروں کی وجہ سے۔

حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت اور موکب کا معنی

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں موکب جبریل کا ذکر ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

موکب جبریل سے پہلے ایک لفظ مقدر ہے: ''انظر ''یعنی موکب جبریل کی طرف دیکھو' اور اس کی عبارت یوں بھی ہو سکتی ہے: یہ موکب جبریل ہے' موکب چلنے کی رفتار کی ایک قسم ہے' جو لوگ زینت کے لیے اونٹوں پر سوار ہوں ان کو موکب کہتے ہیں' اسی طرح گھوڑے سواروں کی جماعت کو بھی موکب کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٢١٥ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ قَالَ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ قَالَ كُلُّ ذَاكَ يَاْتِى الْمَلَكُ اَحْيَانًا فِىْ مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ فَيَفْصِمُ عَنِّىْ وَقَدْ وَعَيْتُ مَا قَالَ وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ وَيَتَمَثَّلُ لِىَ الْمَلَكُ اَحْيَانًا رَّجُلًا فَيُكَلِّمُنِىْ فَاَعِىْ مَا يَقُوْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ الحارث بن ہشام نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: آپ کے پاس وحی کس طرح آتی تھی؟ آپ نے فرمایا: ہر طرح (آتی تھی)' کبھی فرشتہ گھنٹی کی آواز کی مثل ہوتا تھا' پس وحی مجھ سے منقطع ہو جاتی اور میں اس کو یاد کر چکا ہوتا تھا اور وحی کی یہ قسم مجھ پر بہت سخت ہوتی تھی اور کبھی فرشتہ مرد کی شکل میں متشکل ہو جاتا تھا' پس وہ مجھ سے بات کرتا رہتا تھا اور میں اس کو یاد کرتا رہتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں فرشتہ کا ذکر ہے۔

٣٢١٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَقُوْلُ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ اَيْ فُلُ هَلُمَّ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ ذَاكَ الَّذِيْ لَا تَوٰى عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے اللہ کی راہ میں دو چیزیں خرچ کیں' اس کو جنت کے محافظ آواز دے کر بلائیں گے: اے فلاں! ادھر آؤ' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر اسے کوئی ہلاکت نہیں ہوگی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اُمید ہے تم بھی ان ہی میں سے ہوگے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۷ میں گزر چکی ہے' نیز اس حدیث میں جنت کے محافظوں کا ذکر ہے اور وہ فرشتے ہیں' اس وجہ سے یہ حدیث باب کے مناسب ہے۔

۳۲۱۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَاُ عَلَيْكِ السَّلَامَ فَقَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ تَرٰى مَا لَا اَرٰى تُرِيْدُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابوسلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل ہیں' جو تم پر سلام پڑھ رہے ہیں' سو انہوں نے کہا: "وعليه السلام ورحمة الله وبركاته" آپ وہ چیزیں دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی' ان کی مراد تھی: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[اطراف الحدیث: ۳۷۶۸-۶۲۰۱-۶۲۴۹-۶۲۵۳] (صحیح مسلم: ۶۱۹۵-۲۴۴۷' سنن ابوداؤد: ۵۲۳۲' سنن ترمذی: ۲۷۰۲' سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ جبریل ہیں جو تم پر سلام پڑھ رہے ہیں۔

حضرت جبریل نے حضرت عائشہ کو سلام کیا اور احتراماً ان کے سامنے نہیں آئے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظیم منقبت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے جو فرشتوں کے رسول ہیں' آپ کو سلام کیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت جبریل علیہ السلام' حضرت عائشہ کے سامنے کیوں نہیں آئے جس طرح حضرت مریم کے سامنے آئے تھے اور ان کو بالمشافہ سلام کیوں نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مقدر کی گئی جن کا کوئی باپ نہیں تھا' تا کہ حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونے سے پہلے پتا چل جائے کہ ان سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونے والی ہے اور یہ معاملہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوگا تا کہ حضرت مریم حمل کے زمانہ میں پُرسکون رہیں' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت جبریل کو دوبارہ حضرت مریم کے پاس بھیجا گیا کیونکہ اس وقت وہ اکیلی تھیں اور حضرت جبریل نے کہا:

اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا.

(اے مریم!) غمگین نہ ہو' بے شک تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک نہر جاری کر دی ہے۔ (مریم: ۲۴)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس حضرت جبریل نے حضرت مریم سے دونوں حالتوں میں خطاب کیا تھا' تا کہ وہ پرسکون رہیں اور مضطرب نہ ہوں' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مریم بے شوہر تھیں' اس لیے حضرت جبریل نے ان کے سامنے آ کر خطاب کیا اور حضرت اُم المؤمنین کے سامنے ان کے احترام کی وجہ سے نہیں آئے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیرت نہ آئے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عمر کی غیرت کی وجہ سے جنت میں ان کے محل میں داخل نہیں ہوئے' جس محل کو آپ نے خواب میں دیکھا تھا اور حضرت جبریل' حضرت عائشہ کے احترام کی وجہ سے ان کے سامنے نہیں آئے' حالانکہ ان میں بالکل شہوت نہیں ہے تو منافقین نے حضرت عائشہ کی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہما کے ساتھ جو تہمت لگائی تھی' وہ تو بہت زیادہ بعید ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کو دیکھتے تھے اور آپ کے ساتھ جو لوگ ہوتے تھے' وہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ نے سلام کے جواب میں اضافہ کیا اور کہا: ''وعلیه السلام ورحمة الله وبرکاته'' اور اس طرح سلام کا جواب دینا سنت ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حضرت ابن عمر خواہ ابتداءً سلام کرتے یا سلام کا جواب دیتے' وہ صرف السلام علیکم کہتے تھے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اجنبی مرد اجنبی عورت کو سلام کر سکتا ہے جب کسی فتنہ اور فساد کا خوف نہ ہو اور اس زمانہ میں اس طریقہ کو ترک کرنا افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۶۔۱۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت جبریل نے جو اپنے آپ کو حضرت عائشہ پر ظاہر نہیں کیا' اس کی ایک یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ رسول کے سوا جو شخص اپنی آنکھوں سے فرشتہ کو دیکھ لے وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے' اس وجہ سے حضرت جبریل نے اپنے آپ کو حضرت عائشہ پر ظاہر نہیں کیا' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا' وہ آپ کے پیچھے سو گئے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرد تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا: اے میرے پیارے! تم کب آئے؟ انہوں نے کہا: ایک ساعت ہوئی' آپ نے پوچھا: کیا تم نے میرے پاس کسی مرد کو دیکھا' انہوں نے کہا: ہاں! میں نے ایک مرد کو دیکھا' آپ نے فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے اور جبریل کو مخلوق میں سے جو بھی دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا سوا اس کے کہ وہ نبی ہو' لیکن تم کو آخر عمر میں نابینا کیا جائے گا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۵۶)

۳۲۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ (ح) وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ ذَرٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيْلَ اَلَا تَزُوْرُنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا﴾ (مریم: ۶۴) اَلْاٰيَةَ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۳۱۔۷۴۵۵] (سنن ترمذی: ۳۱۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن ذر نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از عمر بن ذر از والد خود از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا: آپ جتنی بار ہماری زیارت کرتے ہیں کیا اس سے زیادہ بار ہماری زیارت نہیں کر سکتے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں' اسی کی ملکیت ہے جو ہمارے آگے اور جو ہمارے پیچھے ہے۔
(مریم:۶۴)

اس حدیث کی مفصل شرح ان شاءاللہ سورۂ مریم کی تفسیر میں آئے گی۔

۳۲۱۹ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقْرَاَنِیْ جِبْرِیْلُ عَلٰی حَرْفٍ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِیْدُهٗ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ. [طرف الحدیث:۴۹۹۱] (صحیح مسلم:۱۸۱۹' الرقم المسلسل:۱۷۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل نے ایک حرف پر قرآن مجید پڑھایا' پس میں ہمیشہ ان سے اس میں اضافہ طلب کرتا رہا' حتیٰ کہ وہ (اضافہ) سات حرفوں پر ختم ہو گیا۔

قرآن مجید کو سات حرفوں پر پڑھنے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سات حرفوں سے مراد عرب کی سات لغات ہیں' یعنی قرآن مجید میں یہ سات لغات متفرق ہیں' پس بعض لغت قریش پر ہیں اور بعض لغت ھذیل پر ہیں' اور بعض لغت ھوازن پر ہیں اور بعض لغت یمن پر ہیں' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر لفظ سات لغات پر نازل ہوا ہے' علاوہ ازیں قرآن مجید کو سترہ قراءت پر پڑھا گیا ہے جیسے "مـالك يوم الـديـن" اور "عَـبَـدَ الـطَّـاغُـوْتَ" ہے (المائدہ:۶۰) اس کی وضاحت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ میں نے قُرّاء کو سنا اور میں نے ان سب کو متقارب پایا' پس جس طرح تم کو قرآن مجید کی تعلیم دی گئی ہے تم اسی طرح پڑھو' پس یہ قراءات اس طرح ہیں جس طرح تم کہتے ہو: "هَـلُـمَّ تعال" اور "اَقْبِل" (ان سب کا معنیٰ ہے: آؤ)۔ اس حدیث کی شرح میں اور بھی اقوال ہیں اور یہ سب سے عمدہ قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا یُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَکَانَ اَجْوَدَ مَا یَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ حِیْنَ یَلْقَاهُ جِبْرِیْلُ وَکَانَ جِبْرِیْلُ یَلْقَاهُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یَلْقَاهُ جِبْرِیْلُ اَجْوَدُ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَرَوٰی اَبُوْ هُرَیْرَةَ وَفَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یُعَارِضُهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ سب سے زیادہ سخاوت رمضان میں کرتے تھے' جب آپ سے حضرت جبریل ملاقات کرتے تھے اور حضرت جبریل رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملاقات کرتے تھے' پس وہ آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے' پس جب حضرت جبریل' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے تو آپ اس وقت ضرور بارش برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ (بن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْقُرْاٰنَ.

المبارک) سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے اسی سند کے ساتھ اس کی مثل حدیث روایت کی ہے اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل آپ پر قرآن مجید پیش کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٢٢١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ اَمَا اَنَّ جِبْرِيْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلّٰى اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ. اِعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَاعُرْوَةُ قَالَ سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَاَمَّنِيْ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ يَحْسُبُ بِاَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن عصر کی نماز کچھ مؤخر کر دی، تو ان سے عروہ نے کہا: سنیے! بے شک جبریل نازل ہوئے، پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نماز پڑھائی تو عمر (بن عبدالعزیز) نے کہا: سنو! اے عروہ! تم کیا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: میں نے بشیر بن ابی مسعود سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل نازل ہوئے، پس انہوں نے مجھے امامت کرائی تو میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، انہوں نے اپنی انگلیوں سے گن کر پانچ نمازیں بتائیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۲۱ میں گزر چکی ہے۔

٣٢٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ جِبْرِيْلُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَايُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ اَوْلَمْ يَدْخُلِ النَّارَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از حبیب بن ابی ثابت از زید بن وہب از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل نے مجھے بتایا کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، یا بتایا کہ وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، عرض کیا گیا: خواہ اس نے زنا کیا ہو خواہ اس نے چوری کی ہو؟ فرمایا: خواہ۔

اس حدیث میں جو بتایا ہے کہ وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، تاکہ دوسری آیات اور احادیث کے یہ حدیث مخالف نہ ہو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَلٰئِكَةُ يَتَعَاقَبُوْنَ مَلٰئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلٰئِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْاَلُهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ فَيَقُوْلُ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہتے ہیں' رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے اور وہ فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں' پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری ہوتی ہے وہ اللہ کی طرف (آسمان پر) چڑھتے ہیں پھر اللہ ان سے سوال کرتا ہے' حالانکہ وہ بہت جاننے والا ہے' پس فرماتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ ہم گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۵ میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابٌ اِذَا قَالَ اَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَالْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ فَوَافَقَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین (کہتے ہیں)' پھر ان میں سے ایک کی آمین دوسرے کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں

اس عنوان کے موافق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قرآن پڑھنے والا آمین کہے تو تم بھی آمین کہو' کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں' پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے' اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۰۲' سنن ابن ماجہ: ۹۲۲)

۳۲۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهٗ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهٗ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ حَشَوْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِسَادَةً فِيْهَا تَمَاثِيْلُ كَاَنَّهَا نُمْرُقَةٌ فَجَاءَ فَقَامَ بَيْنَ الْبَابَيْنِ وَجَعَلَ يَتَغَيَّرُ وَجْهُهٗ فَقُلْتُ مَالَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا بَالُ هٰذِهِ الْوِسَادَةِ قَالَتْ وِسَادَةٌ جَعَلْتُهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از اسماعیل بن امیہ کہ بے شک نافع نے ان کو حدیث بیان کی کہ قاسم بن محمد نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک گدا بچھایا جس میں تصویریں تھیں' گویا کہ وہ دبیز چادر تھی' پس آپ آ کر دونوں دروازوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور آپ کے چہرے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لَكَ لِتَضْطَجِعَ عَلَيْهَا قَالَ أَمَا عَلِمْتِ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَّأَنَّ مَنْ صَنَعَ الصُّورَةَ يُعَذَّبُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُولُ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ.

کا رنگ بدلنے لگا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم سے کیا (خطاء) ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: یہ گدا کیسا ہے' میں نے عرض کیا: میں نے آپ کے لیے یہ گدا بنایا ہے تا کہ آپ اس پر لیٹا کریں' آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتیں کہ فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں تصویریں ہوں' اور جس نے تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن عذاب دیا جاتا رہے گا' اللہ فرمائے گا: اس کو زندہ کرو جس کو تم نے بنایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کا ذکر ہے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے پر بنی ہوئی جان دار کی تصویر بھی ناجائز ہے اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کی روایت سے کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کا جواز معلوم ہوتا ہے' اس سے مراد بے جان چیزوں کی تصاویر ہیں اور اس حدیث میں جان دار چیزوں کی تصویر پر آپ نے وعید سنائی ہے۔

۳۲۲۵- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا طَلْحَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَّلَا صُورَةُ تَمَاثِيلَ. [اطراف الحدیث: ۳۲۲۶-۳۲۲۲-۳۳۲۲-۴۰۰۲-۵۹۴۹-۵۹۵۸] (سنن ترمذی: ۲۸۰۴' سنن نسائی: ۴۲۸۲' سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عبید اللہ بن عبداللہ' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں تصویریں ہوں۔

علامہ خطابی کے نزدیک اگر گھر میں تصویروں کو اہانت سے رکھا جائے تو وہ رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں اور علامہ نووی کے نزدیک یہ ممانعت مطلقاً ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جس کتے کی ممانعت ہے' اس سے مراد گھر میں رکھا ہوا کتا ہے اور جن فرشتوں کے داخل ہونے کی نفی ہے اس سے مراد کراماً کاتبین کے علاوہ دوسرے فرشتے ہیں' علامہ نووی نے بھی اسی طرح کہا ہے' کیونکہ دوسرے فرشتے رحمت' برکت اور استغفار کے ساتھ طواف کرتے ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جب کسی گھر میں وہ کتے اور وہ تصویریں ہوں جن کا رکھنا حرام ہے تو پھر اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے' لیکن جن کتوں کا رکھنا حرام نہیں ہے جیسے شکار کے کتے ہوں' یا کھیت کی حفاظت یا مویشیوں کی حفاظت کے کتے ہوں تو وہ رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں' اسی طرح جن تصویروں کو گدوں' بستروں اور تکیوں پر بہ طور اہانت بنایا گیا ہو' وہ بھی رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ نووی شافعی متوفی ٦٧٦ ھ نے لکھا ہے: ظاہر یہ ہے کہ یہ ممانعت ہر کتے اور ہر تصویر کو عام ہے۔

رحمت کے فرشتوں کے نہ داخل ہونے کا سبب' اس پر علامہ عینی کا اعتراض اور مصنف کا جواب

پھر یہ کہا گیا ہے کہ رحمت کے فرشتوں کے دخول کی نفی کا سبب کسی معصیت فاحشہ کا ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے مشابہت ہے اور ان تصاویر میں وہ بھی ہیں جن کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی ہے اور کتوں کی وجہ سے رحمت کے فرشتوں کے داخل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر کتے نجاستوں کو کھاتے ہیں اور بعض کتوں کا نام شیطان رکھا گیا ہے اور فرشتے ان کی ضد ہیں اور کتوں سے بدبو آتی ہے اور فرشتے بدبو کو ناپسند کرتے ہیں اور جن کتوں کو رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی' ان کو رکھنے کی وجہ سے رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے' اس وجہ سے ان کتوں کے رکھنے والوں کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ ان کے گھروں میں رحمت کے فرشتوں کو داخل ہونے سے منع کر دیا جاتا ہے اور وہ لوگ فرشتوں کی دعاؤں' ان کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔

علامہ عینی' علامہ نووی کی اس تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خنزیر کا معاملہ کتے سے بدتر ہے' کیوں کہ وہ نجس العین ہے اور کتا نجس العین نہیں بلکہ اس کے نجس ہونے میں بھی اختلاف ہے' تو بتلانے والی بات یہ تھی کہ جب خنزیر نجس العین ہے تو اس کو گھر میں رکھنے کے متعلق اتنے سخت احکام کیوں نہیں ہیں' جتنے سخت احکام کتے کو رکھنے کے متعلق ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ اس زمانہ میں لوگ کتوں کے ساتھ بہت شغف رکھتے تھے' اس لیے ان کو کتوں کے ساتھ اختلاط رکھنے سے سختی سے منع کیا گیا' اس کے برخلاف خنزیر کے ساتھ لوگ اختلاط نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے شدید نفرت کرتے تھے' اس وجہ سے ان کو خنزیر سے روکنے کے لیے سختی کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی بلکہ اس کے کھانے کو حرام قرار دینا کافی تھا۔

٣٢٢٦ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْاَشَجِّ حَدَّثَهُ اَنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ وَمَعَ بُسْرِبْنِ سَعِيْدٍ عُبَيْدُ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيُّ الَّذِيْ كَانَ فِيْ حَجْرِ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَهُمَا زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ قَالَ بُسْرٌ فَمَرِضَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ فَعُدْنَاهُ فَاِذَا نَحْنُ فِيْ بَيْتِهٖ بِسِتْرٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيِّ اَلَمْ يُحَدِّثْنَا فِي التَّصَاوِيْرِ فَقَالَ اِنَّهٗ قَالَ اِلَّا رَقْمٌ فِيْ ثَوْبٍ اَلَا سَمِعْتَهٗ قُلْتُ لَا قَالَ بَلٰى قَدْ ذَكَرَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی کہ ان کو بکیر بن الاشج نے حدیث بیان کی کہ ان کو بسر بن سعید نے حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ نے ان کو حدیث بیان کی اور بسر بن سعید کے ساتھ عبید اللہ الخولانی بھی تھے' جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں۔ راوی نے کہا: ان دونوں کو حضرت زید بن خالد جہنی نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ نے کہا کہ انہوں نے حضرت زید بن خالد کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویر ہو۔ بُسر نے کہا: پھر حضرت زید بن خالد بیمار ہو گئے' سو ہم ان کی عیادت کے لیے گئے' پس جس وقت ہم ان کے گھر میں تھے تو ہم نے ان کے پردہ میں تصاویر دیکھیں تو میں نے عبید اللہ الخولانی سے کہا: کیا حضرت زید بن خالد نے ہم کو تصویر کی ممانعت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے متعلق احادیث نہیں بیان کی تھیں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! مگر انہوں نے کہا تھا: سوا اس تصویر کے جو کپڑے میں نقش ہو کیا تم نے ان سے یہ نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے اس (استثناء) کا ذکر کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرٌو عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَعَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَّلَا كَلْبٌ. [طرف الحدیث: ۵۹۶۰]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے حدیث بیان کی از سالم از والدخود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا' پس انہوں نے کہا: ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو اور نہ اس گھر میں جس میں کتا ہو۔

۳۲۲۸ - حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ قَوْلَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از سُمّی از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام "سمع الله لمن حمده" کہے تو تم کہو: "اللّٰهم ربنا لك الحمد" پس جس نے فرشتوں کے قول کی موافقت کر لی' اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَّا دَامَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهُ وَالْمَلٰئِكَةُ تَقُولُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ مَا لَمْ يَقُمْ مِنْ صَلٰوتِهِ أَوْ يُحْدِثْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ھلال بن علی از عبدالرحمان بن ابی عمرۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک تم میں سے کسی شخص کا اس وقت تک نماز میں ہی شمار ہوتا ہے جب تک نماز اس کو (مسجد میں) روکے رکھتی ہے اور فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما! جب تک وہ نماز کے لیے کھڑا نہ ہو یا وضوء نہ توڑے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۳۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾ (الزخرف:۷۷) قَالَ سُفْيَانُ فِي قِرَاءَةِ عَبْدِاللّٰهِ وَنَادَوْا يَامَالِ.

[اطراف الحدیث:۳۲۶۶-۴۸۱۹] [صحیح مسلم:۸۷۱ الرقم المسلسل: ۱۸۹۵ سنن ترمذی:۵۰۸ سنن ابوداؤد:۳۹۹۲]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء از صفوان بن یعلیٰ از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر یہ آیت پڑھ رہے تھے: اور وہ (داروغہ جہنم کو) پکاریں گے: اے مالک! (الزخرف:۷۷) اور سفیان نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) کی قراءت میں کہا: اور وہ پکاریں گے: اے مالِ (آخری حرف ک کو ترخیم کی وجہ سے گرادیا)۔

''مالک'' دوزخ کے داروغہ کا نام ہے اور وہ فرشتہ ہے اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں روایت کی ہے۔امام بخاری نے یہ آیت پوری ذکر نہیں کی پوری آیت اس طرح ہے:

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ○ (الزخرف:۷۷)

اور وہ (داروغہ جہنم کو) پکاریں گے: اے مالک! آپ کا پروردگار ہمارا کام تمام کردے! وہ فرمائے گا: بے شک تم دوزخ میں ہی ٹھہرے رہو گے○

۳۲۳۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ مَالَقِيْتُ وَكَانَ اَشَدُّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَا لِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا وَاَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهُ بِمَاشِئْتَ فِيْهِمْ فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِكَ فِيْ مَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا.

[طرف الحدیث:۷۳۸۹] [صحیح مسلم:۱۷۹۵ الرقم المسلسل:۴۵۴۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: کیا آپ کے اوپر کوئی ایسا دن بھی آیا جو آپ کے نزدیک غزوۂ اُحد کے دن سے بھی زیادہ شدید تھا؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم سے مجھے جو مصائب پہنچے سو پہنچے اور ان تمام مصائب میں سے سب سے زیادہ سخت مصیبت وہ تھی جو مجھے عقبہ کے دن پہنچی جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا اس نے میرے ارادہ کے مطابق میری دعوت کو قبول نہیں کیا میں وہاں سے بہت مغموم حالت میں چل پڑا پھر جب میں قرن الثعالب پر پہنچا تو میری حالت سنبھلی پس میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک بادل نے سایا کیا ہوا تھا پھر میں نے غور کیا تو اس میں (حضرت) جبریل تھے انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: بے شک اللہ نے آپ کی قوم کی باتیں سن لی ہیں اور انہوں نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ بھی سن لیا ہے اور اللہ نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو ان لوگوں کے متعلق جو چاہیں حکم دے دیں پھر مجھ کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی' پس اس نے مجھ کو سلام کیا' پھر اس نے کہا: اے محمد! اس نے بھی یہی کہا: آپ جو چاہیں' اگر آپ چاہیں تو جن دو پہاڑوں کے درمیان یہ لوگ ہیں' ان دو پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں (جس سے یہ ان کے درمیان پس جائیں)' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔

طائف کے سرداروں کے پاس آپ کے جانے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اُحد کے دن کا ذکر ہے' یہ غزوۂ اُحد کا دن تھا جو تین ہجری میں ہوا تھا۔

اس حدیث میں ''یوم العقبة'' کا ذکر ہے' یہ منٰی میں وہ جگہ ہے جس کی طرف جمرۃ العقبہ منسوب ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے: جب میں نے ابن عبد یالیل پر اپنے آپ کو پیش کیا۔ یہ بعثت کے دس سال بعد کا واقعہ ہے اور یہ ابوطالب کی موت اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کا قصہ ہے' موسیٰ بن عقبہ نے از ابن شہاب یہ روایت ذکر کی ہے کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کی طرف اس توقع پر گئے کہ شاید وہ آپ کو پناہ دیں گے' پس آپ طائف کے تین سرداروں کے پاس گئے اور وہ آپس میں بھائی تھے: عبد یالیل' حبیب اور مسعود' آپ نے اپنے آپ کو ان کی پناہ میں پیش کیا اور آپ کو اپنی قوم سے جو تکلیفیں پہنچی تھیں ان کا ذکر کیا تو ان لوگوں نے بہت بے دردی سے آپ کو مسترد کر دیا۔

اس حدیث میں قرن الثعالب کا ذکر ہے' یہ مکہ کے قریب ایک جگہ ہے' علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ یہ اہل نجد کا میقات ہے اور اس کو قرن المنازل بھی کہا جاتا ہے' یہ مکہ سے دو مرحلہ کے فاصلہ پر ہے اور قرن اصل میں اس چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں جو بڑے پہاڑ سے کٹ گیا ہو۔

اس حدیث میں پہاڑوں کے فرشتے کا ذکر ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا' یہ وہ فرشتہ ہے جس کے لیے اللہ نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا ہے اور پہاڑوں کے معاملات اس کے ہاتھ میں کر دیئے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

پہاڑوں کے فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کہا: اگر آپ حکم دیں تو میں طائف کی بستی کو اس کے گرد دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں! آپ نے فرمایا: نہیں! مجھے امید ہے کہ اللہ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے۔

یہ رحمۃ للعٰلمین کی شان ہے' آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح یہ نہیں فرمایا:

لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا○ اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(نوح:۲۶) چھوڑ O

اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ فرمایا:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا. (یونس:۸۸)

اے ہمارے رب! ان کے اموال پر ہلاکت ڈال دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ ایمان نہ لا سکیں۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۸۲ 'داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۳۲۳۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَاَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى O فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى O﴾ (النجم:۹-۱۰) قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

[اطراف الحدیث:۴۸۵۶-۴۸۵۷] (صحیح مسلم:۱۷۴ 'الرقم المسلسل: ۴۲۱ 'سنن ترمذی:۳۲۸۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے زر بن حبیش سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق پوچھا: پھر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے رب سے دو کمانوں کی مقدار نزدیک ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب O تو اللہ نے اپنے عبد مکرم کی طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی O (النجم:۱۰-۹) تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کی کہ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا' ان کے چھ سو پَر تھے۔

اس آیت کی تفسیر ان شاء اللہ سورۃ النجم میں بیان کی جائے گی۔

۳۲۳۳- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (النجم:۱۸) قَالَ رَاٰى رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَاءِ.

[طرف الحدیث:۳۲۳۳] (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا:) بے شک انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں ضرور دیکھیں O (النجم:۱۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبز تخت کو دیکھا جس نے آسمانوں کے کناروں کو بھر لیا تھا۔

''رفرف'' کا معنی

علامہ حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

سبز رنگ کی بچھائی جانے والی چادر کو ''رفرف'' کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ O (الرحمٰن:۷۶) تکیے لگائے ہوں گے سبز قالینوں اور نہایت نفیس خوب صورت فرشوں پر O

ایک قول یہ ہے کہ یہ جنت کے باغ ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تکیے ہیں' اور اس آیت میں ''رفرف'' سے مراد سبز رنگ کی چادر ہے' اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے حضرت جبریل کو سبز رنگ کے زیورات میں دیکھا' جنھوں نے زمین اور آسمان کے درمیان کو بھر لیا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''رفرف'' سے مراد حضرت جبریل کے پَر ہوں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۷۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

۳۲۳٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیُّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ اَنْبَاَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ وَلٰكِنْ قَدْ رَاٰی جِبْرِیْلَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَخَلْقِهٖ سَادًّا مَّابَیْنَ الْاُفُقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ انصاری نے حدیث بیان کی از ابن عون' انہوں نے کہا: ہمیں القاسم نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے فرمایا: جس نے یہ زعم کیا کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اس نے بہت سنگین بات کہی لیکن آپ نے حضرت جبریل کو ان کی صورت اور خلقت میں دیکھا تھا' انہوں نے آسمانوں کے کناروں کو بھر لیا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۳۲۳۵-۳۲۳۵-۴۶۱۲-۴۸۵۵-۷۳۸۰-۷۵۳۱] (صحیح مسلم: ۱۷۷' الرقم المسلسل: ۳۲۸' سنن ترمذی: ۳۰۶۸' مسند ابویعلیٰ: ۴۹۰۱' تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۵۲' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۷' کتاب الاسماء والصفات ص ۴۲۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۱۴۷' مسند احمد ج ۶ ص ۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۲۷- ج ۴۰ ص ۲۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی زیادہ تفصیل اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے سلسلہ میں حضرت عائشہ اور مسروق کا مباحثہ

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے ابوعائشہ! تین باتیں ایسی ہیں جس نے ان میں سے کوئی ایک بات بھی کہی تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا' میں نے پوچھا: وہ کون سی باتیں ہیں؟ انہوں نے بتایا: جس نے یہ زعم کیا کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اس نے اللہ پر سنگین جھوٹ باندھا' مسروق نے کہا: میں ٹیک لگائے ہوئے تھا میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا' میں نے کہا: اے ام المؤمنین! مجھے مہلت دیں اور جلدی نہ کریں' کیا اللہ عزوجل نے یہ نہیں فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِO (التکویر: ۲۳) — اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھاO

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰیO (النجم: ۱۳) — اور بے شک انہوں نے اسے دوسری بار ضرور دیکھاO

پس حضرت عائشہ نے کہا: میں اس امت میں پہلی شخصیت ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا ہے' آپ نے فرمایا: وہ حضرت جبریل ہیں' جس صورت میں حضرت جبریل کو پیدا کیا گیا ہے میں نے ان دو مرتبوں کے علاوہ ان کو اس صورت میں نہیں دیکھا' میں نے ان کو دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کی عظیم خلقت نے آسمان سے لے کر زمین تک کو بھر لیا تھا' حضرت عائشہ نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُO (الانعام: ۱۰۳)

نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ سب نگاہوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہی ہر باریکی کو جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہےO

اور کیا تم نے نہیں سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ

اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا وہ کسی فرشتہ کو بھیج دے جو اس کے حکم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ ○ (الشوریٰ:۵۱) سے پہنچا دے جو کچھ اللہ چاہے بے شک وہ بہت بلندی والا بڑی حکمت والا ہے ○

اور جس نے یہ زعم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی کتاب سے کچھ چھپالیا تو بے شک اس نے اللہ تعالیٰ پر سنگین جھوٹ باندھا' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ. (المائدہ:۶۷) اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ سب پہنچا دیجئے' اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا۔

اور جس نے یہ زعم کیا کہ آپ آئندہ کل کے واقعہ کی خبر دیتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر سنگین جھوٹ باندھا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ. (النمل:۶۵) آپ کہیے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں کوئی بھی اللہ کے سوا ازخود غیب نہیں جانتا۔

(صحیح مسلم:۱۷۷' الرقم المسلسل:۴۲۸)

حضرت جبریل کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا' ان کے چھ سو پَر تھے اور ان کے ہر پَر نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا اور ان کے پَر سے رنگ برنگ کے موتی اور یاقوت گر رہے تھے۔

اور یہ ثابت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کبھی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے تھے اور کبھی اعرابی کی صورت میں آتے تھے اور وہ اپنی صورت میں دو مرتبہ آپ کے پاس آئے' ایک مرتبہ آسمان سے اترتے ہوئے اور ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور حضرت جبریل وحی کے امین ہیں اور ان کو ''الروح الامین' روح القدس ''اور ''الناموس الاکبر'' کہا جاتا ہے۔ جبریل کے لفظ میں جبر کا معنی ہے: عبد' اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' اس کا معنی ہے: عبداللہ' یعنی اللہ کا بندہ۔

اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے ثبوت میں احادیث' آثار اور اقوالِ علماء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا انکار کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اور حضرت عائشہ نے اپنے موقف کے ثبوت میں کوئی حدیث پیش نہیں کی بلکہ متعدد آیات سے اللہ تعالیٰ کے دکھائی نہ دینے پر استدلال کیا ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا بھی مشہور قول یہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے' اور یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے۔

ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ (النجم:۱۱) قلب نے اس کے خلاف نہ کہا جو (آنکھ نے) دیکھا ○

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اپنے ربِ عزوجل کو دوبار دیکھا۔ (صحیح مسلم:۱۷۶' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۳۷' سنن ترمذی:۳۲۸۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۴ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۵۶۔ ج ۳ ص ۴۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے۔

(الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۴۴' الشریعۃ ص ۴۹۴' سنن کبریٰ للنسائی:۱۱۵۳۹' صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۷۶' المستدرک ج ۱ ص ۶۵' سنن ترمذی: ۳۲۷۹' المعجم الکبیر:۱۱۶۱۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۵ طبع قدیم' مسند احمد:۲۵۸۰۔ ج ۴ ص ۳۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور تھا۔ (صحیح مسلم:۱۷۸' الرقم المسلسل:۴۳۲' سنن ترمذی:۳۲۹۳)

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا ہوتا تو میں آپ سے سوال کرتا' انہوں نے کہا: تم کس چیز کے متعلق سوال کرتے؟ انہوں نے کہا: میں آپ سے یہ سوال کرتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذر نے کہا: میں نے سوال کیا تھا' آپ نے فرمایا: میں نے نور کو دیکھا۔ (صحیح مسلم:۱۷۸' الرقم المسلسل:۴۳۳)

نیز علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں الضحاک اور عکرمہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے' اس میں مذکور ہے:

میرے رب نے اپنے دیدار سے میری تکریم کی' بایں طور کہ میری بصر کو میرے قلب میں ثابت رکھا' میں نے اپنی بصر میں اپنے رب کے نور کو اور عرش کے نور کو دیکھا۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور ان سے یہ سوال کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کلام کے ساتھ خاص کر لیا اور سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رؤیت کے ساتھ خاص کر لیا' پس سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام فرمایا۔

امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کیا ہے: وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

نقاش نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس کی حدیث کے مطابق کہتا ہوں کہ آپ نے اپنی آنکھ سے اپنے رب کو دیکھا ہے' وہ بار بار یہ کہتے رہے' حتیٰ کہ ان کا سانس منقطع ہو گیا۔

امام اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے اور ہر نبی کو جو کمال دیا گیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی اس کی مثل کمال عطاء کیا گیا اور اپنے رب کے دیدار کی آپ کو فضیلت عطاء فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اعتراض کا جواب

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ قرآن مجید میں ہے: ''لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ'' نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ (الانعام:۱۰۳) تو اس کا جواب یہ ہے کہ احاطہ کی نفی نفسِ رؤیت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں' اس آیت کا دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور اگر اس سے مراد سب

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی آنکھیں ہوں تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ جلال اور غضب میں ہوگا' اس وقت اس کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا اور شریعت میں کسی موجود چیز کو دیکھنا ممتنع اور محال نہیں ہے اور ہر موجود چیز کو دیکھنا جائز ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ''لن ترانی'' آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ (الاعراف: ۱۴۳) اس کا معنی ہے: آپ مجھے دنیا میں نہیں دیکھ سکتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۳۵ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا زَکَرِیَّاءُ ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنِ ابْنِ الْاَشْوَعِ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فَاَیْنَ قَوْلُهٗ ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی﴾ (النجم: ۸-۹). قَالَتْ ذَاكَ جِبْرِیْلُ کَانَ یَاْتِیْهِ فِیْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَاِنَّهٗ اَتَاهُ هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِیْ صُوْرَتِهِ الَّتِیْ هِیَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از ابن الاشوع از الشعبی از مسروق' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ پھر اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا کیا معنی ہوگا: پھر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے رب سے دو کمانوں کی مقدار نزدیک ہوئے ○ بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ○ (النجم: ۹-۸) حضرت عائشہ نے کہا: یہ جبریل ہیں جو آپ کے پاس ایک مرد کی صورت میں آتے تھے اور بے شک اس مرتبہ وہ اپنی اصلی صورت میں آئے' پس انہوں نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۳۶ - حَدَّثَنَا مُوْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ قَالَا الَّذِیْ یُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَاَنَا جِبْرِیْلُ وَهٰذَا مِیْکَائِیْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از سمرہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات خواب دیکھا کہ دو مرد میرے پاس آئے' انہوں نے کہا: جو دوزخ کی آگ بھڑکا رہا تھا' اس کا نام مالک ہے' وہ دوزخ کا داروغہ ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۳۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَیْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِکَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ تَابَعَهٗ شُعْبَةُ وَاَبُوْ حَمْزَةَ وَابْنُ دَاوٗدَ وَاَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے' پس وہ انکار کرے' پس مرد اس پر غصہ میں رات گزارے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے۔ ابوعوانہ کی متابعت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

[اطراف الحدیث: ۵۱۹۳ - ۵۱۹۴] (صحیح مسلم: ۱۴۳۶' الرقم المسلسل: ۳۴۲۸) شعبہ اور ابوحمزہ اور ابن داؤد اور ابومعاویہ نے کی ہے از الاعمش۔

خاوند کا بیوی پر عظیم حق ہے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ خاوند کا بیوی پر بہت عظیم حق ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ دوسرے کو سجدہ کرے تو بیوی کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۵۹' سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۲' سنن دارمی: ۱۴۶۴)

اور اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی کام کے لیے بلائے تو وہ اس کے پاس فوراً آ جائے خواہ وہ اس وقت تنور پر ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۱۶۰' مسند احمد ج ۴ ص ۲۲)

۳۲۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثُمَّ فَتَرَ عَنِّي الْوَحْيُ فَتْرَةً فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتّٰى هَوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَجِئْتُ اَهْلِي فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِي زَمِّلُوْنِي فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُO اِلٰى قَوْلِهٖ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْO﴾ (المدثر: ۱-۵) قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَالرِّجْزُ الْاَوْثَانُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے پاس وحی کا آنا رک گیا' پس جس وقت کہ میں جا رہا تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی' پس میں نے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہاں پر وہی فرشتہ تھا جو میرے پاس حراء میں آیا تھا' وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا' میں اس کو دیکھ کر اس قدر خوف زدہ ہو گیا کہ زمین پر گر پڑا' پھر میں اپنے گھر آیا' پس میں نے کہا: مجھے کچھ اُوڑھا دو' مجھے کچھ اُوڑھا دو' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: اے چادر اوڑھنے والے!O (یہ آیت یہاں تک ہے) اور بتوں کو چھوڑے رکھیےO (المدثر: ۵-۱) ابوسلمہ نے کہا: رجز کا معنی بت ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ وَقَالَ لِي خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی العالیہ' انہوں نے کہا: ہمیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أُسْرِيَ بِي مُوسَى رَجُلًا آدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ وَرَأَيْتُ عِيسَى رَجُلًا مَرْبُوعًا مَرْبُوعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبِطَ الرَّأْسِ وَرَأَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللّٰهُ إِيَّاهُ ﴿فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾ (السجدہ:۲۳) قَالَ أَنَسٌ وَأَبُوبَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْرُسُ الْمَلَائِكَةُ الْمَدِينَةَ مِنَ الدَّجَّالِ.

تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چچا نے حدیث بیان کی' یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی' اس رات میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا' ان کا گندمی رنگ' قد لمبا اور بال گھنگریالے تھے' وہ ایسے لگتے تھے جیسے قبیلہ شنوءہ کا کوئی شخص ہو اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا' ان کا درمیانہ قد' درمیانہ جسم' رنگ سرخ وسفید اور سر کے بال سیدھے تھے' اور میں نے مالک کو دیکھا جو دوزخ کے داروغہ ہیں' اور دجال کو بھی دیکھا' یہ ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ نے مجھے دکھائی تھیں' پس تم ان سے ملاقات کے متعلق کوئی شک اور شبہ نہ کرنا (السجدہ: ۲۳)
حضرت انس اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہما نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح روایت کیا ہے کہ فرشتے مدینے کی دجال سے حفاظت کریں گے۔

''ادم'' اور قبیلہ شنوءۃ کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ''ادم'' کی صفت ذکر کی ہے' یہ لفظ ''ادمۃ'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: زمین کا رنگ' اور انسانوں میں اس شخص کو آدم کہتے ہیں جو سخت گندم کے رنگ کی طرح ہو' جو اونٹ سفید رنگ کا ہو اور اس کی سفیدی سیاہی مائل ہو اس کو بھی آدم کہتے ہیں' حضرت آدم علیہ السلام کا بھی گندمی رنگ تھا۔
اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بال گھنگریالے تھے اور دوسری احادیث میں ہے: ان کے بال سیدھے تھے' اور یہ اس پر محمول ہے کہ ان کے بال بالکل سیدھے تھے نہ سخت گھنگریالے تھے۔
اس حدیث میں قبیلہ شنوءۃ کا لفظ ہے' یہ قبیلہ ازد کی ایک شاخ ہے' اس قبیلہ کے لوگ لمبے قد کے ہوتے ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٨ - بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ

جنت کی صفت میں احادیث اور اس کے مخلوق ہونے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت پیدا کی جا چکی ہے اور اس وقت موجود ہے' اور اس میں معتزلہ کا رد ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ جنت کو قیامت کے دن پیدا کیا جائے گا' یعنی ابھی وہ موجود نہیں ہے' اسی طرح انہوں نے دوزخ کے متعلق کہا ہے کہ وہ قیامت کے دن پیدا کی جائے گی' جنت کا معنی ایسا باغ ہے جس میں بہت گھنے اور سائے دار درخت ہوں' اور جنت کے لفظ کا مادہ ''جَنٌّ'' ہے اور جس لفظ میں یہ حروف ہوں' اس میں پوشیدگی کا معنی ہوتا ہے' جنت بھی ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے' اسی سے ''جَنان'' بنا ہے' اس کا معنی دل ہے جو سینہ میں پوشیدہ ہے' پیٹ کے بچہ کو جنین کہتے ہیں' یہ بھی پیٹ میں پوشیدہ ہوتا ہے' جن بھی ایسی مخلوق ہے جو انسان کی نظر سے پوشیدہ ہے اور جنون بھی دماغ کی پوشیدہ بیماری ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ ﴿مُطَهَّرَةٌ﴾ مِّنَ الْحَيْضِ وَالْبَوْلِ وَالْبُزَاقِ.
ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ جنت کو حیض اور پیشاب سے اور تھوک سے مطہر (پاک) رکھا گیا۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَهُمْ فِيهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ. (البقرہ:۲۵)
اوران کے لیے جنت میں پاک بیویاں ہوں گی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ منی سے اور بچہ کی پیدائش سے پاک ہوں گی اور وہ گھناؤنی چیزوں سے اور گناہ سے پاک ہوں گی۔

﴿كُلَّمَا رُزِقُوْا﴾ اُتُوْا بِشَىْءٍ ثُمَّ اُتُوْا بِاٰخَرَ ﴿قَالُوْا هٰذَا الَّذِىْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ﴾ اُوْتِيْنَا مِنْ قَبْلُ ﴿وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا﴾ (البقرہ:۲۵)
''کلما رزقوا'' اس کا معنی ہے: انہیں ایک چیز (پھل) دی جائے گی' پھر دوسری چیز دی جائے گی' تو وہ کہیں گے: یہ وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا' اور ان کو ایک دوسرے سے ملتے جلتے پھل دیئے جائیں گے۔ (البقرہ:۲۵)

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِىْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا. (البقرہ:۲۵)
جب بھی انہیں جنت سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: یہ وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا' اور ان کو صورت میں ایک جیسے پھل دیئے جائیں گے۔

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ کہیں گے: یہ وہی پھل ہے جو اس سے پہلے ہمیں دنیا میں دیا گیا تھا اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ کہیں گے کہ یہ وہی پھل ہے جو ہمیں کل دنیا میں دیا گیا تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جنت کے پھل ایک دوسرے کے بہت زیادہ مشابہ ہوں گے۔

يُشْبِهُ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَّيَخْتَلِفُ فِى الطُّعُوْمِ.
وہ ایک دوسرے سے صورت میں مشابہ ہوں گے اور ذائقہ میں مختلف ہوں گے۔

اس تعلیق میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا. (البقرہ:۲۵)
اور ان کو صورت میں ایک جیسے پھل دیئے جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جنت کے پھل رنگ میں اور دیکھنے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے اور ذائقہ میں مشابہ نہیں ہوں گے۔ عکرمہ نے کہا ہے کہ جنت کے پھل دیکھنے میں دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہوں گے' مگر جنت کے پھل زیادہ لذیذ ہوں گے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ جنت کے پھل صرف نام میں دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۲)

﴿قُطُوْفُهَا﴾ يَقْطِفُوْنَ كَيْفَ شَاءُوْا ﴿دَانِيَةٌ﴾ (الحاقۃ:۲۳) قَرِيْبَةٌ
''قطوفها'' کا معنی ہے: وہ جس طرح چاہیں جنت کے پھلوں کو چن لیں'' دانية'' کا معنی ہے: قریب۔

اس تعلیق میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝ (الحاقۃ:۲۳)
جنت کے پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے ہیں ۝

یعنی جنتیوں کے لیے آسانی ہے' وہ جس طرح چاہیں جنت کے پھلوں کو خوشوں سے توڑ لیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿الْأَرَآئِكُ﴾ (الکھف:٣١) السُّرُرُ.
"الارائك" کا معنی ٹیک لگانے کی جگہیں۔

اس تعلیق میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ. (الکھف:٣١)
وہ جنت میں مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔

"الاریکه" کا معنی تخت ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ النَّضْرَةُ فِي الْوُجُوهِ وَالسُّرُوْرُ فِي الْقَلْبِ.
حسن بصری نے کہا ہے کہ "النضرة" کا معنی ہے: چہروں کی تروتازگی' اور "السرور" کا معنی ہے: دل میں خوشی۔

اس تعلیق میں حسب ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا۝ (الدھر:١١)
اور انہیں تازگی اور فرحت بخشے گا۝

اس آیت سے پہلی آیت اس طرح ہے:

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ. (الدھر:١١)
تو اس دن کی مصیبت سے اللہ انہیں بچالے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو اس دن کے ان مصائب سے بچالے گا جن مصائب سے وہ ڈر رہے ہوں گے اور ان کو ایسی نعمتیں عطاء فرمائے گا' جن سے ان کے دلوں میں خوشی ہوگی اور ان نعمتوں کے آثار ان کے چہروں کی تازگی سے ان پر نظر آئیں گے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ. ﴿سَلْسَبِيلًا﴾ (الانسان:١٨) حَدِيْدَةُ الْجِرْيَةِ.
مجاہد نے کہا کہ "سلسبیل" کا معنی ہے: ایسا چشمہ جو بہت تیزی سے جاری ہوگا۔

اس تعلیق میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

عَيْنًا فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا۝ (الدھر:١٨)
یہ ایک چشمہ ہے جس کو جنت میں سلسبیل کہا جاتا ہے۝

اس کو سلسبیل اس لیے کہتے ہیں کہ اس چشمہ کا پانی سلامتی اور سہولت کے ساتھ حلق سے نیچے جائے گا۔

﴿غَوْلٌ﴾ وَجَعُ الْبَطْنِ.
"غول" کا معنی ہے: پیٹ کا درد۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

لَا فِيهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ۝ (الصّٰفّٰت:٤٧)
نہ اس سے سر چکرائے گا اور نہ وہ اس سے بہکیں گے۝

امام بخاری نے "غول" کی تفسیر پیٹ کے درد سے کی ہے' یہ تفسیر از مجاہد از حضرت ابن عباس مروی ہے اور قتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد سر کا درد ہے۔

﴿يُنْزَفُوْنَ﴾ (الصافات:٤٧) لَا تَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ.
"ینزفون" کا معنی ہے: ان کی عقلیں زائل نہیں ہوں گی۔

یعنی جنت کی شراب پینے سے ان کی عقلیں زائل نہیں ہوں گی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ. ﴿دِهَاقًا﴾ (النباء:٣٤) مُمْتَلِئًا.
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "دھاقًا" کا معنی ہے: بھرے ہوئے۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَكَأْسًا دِهَاقًا۝ (النباء:٣٤)
اور چھلکتے ہوئے جام۝

﴿كَوَاعِبَ﴾ (النباء:٣٣) نَوَاهِدَ.
"کواعب" کا معنی ہے: "نواهد" یعنی وہ جوان لڑکیاں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جن کے پستان اُبھرے ہوئے ہوں۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا O (النباء: ٣٣) اور نو جوان ہم عمر بیویاں O

﴿الرَّحِيقُ﴾ الْخَمْرُ. ''الرحیق'' کا معنی ہے: انگور کی شراب۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

رَحِيقٍ مَّخْتُومٍ O (المطففین: ٢٥) صاف شفاف شراب جس پر مشک کی مہر لگی ہوئی ہو O

اس آیت میں ''رحیق'' کی تفسیر انگور کی شراب سے کی گئی ہے' یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٠٣)

﴿التَّسْنِيمُ﴾ يَعْلُوْا شَرَابَ أَهْلِ الْجَنَّةِ. ''تسنیم'' کا معنی ہے: اہل جنت کی شراب کے اوپر جنت کے چشمہ تسنیم کا پانی ہوگا۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ O (المطففین: ٢٧) اور اس شراب میں چشمہ تسنیم کے پانی کی آمیزش ہے O

﴿خِتَامُهُ﴾ طِينُهُ ﴿مِسْكٌ﴾ (المطففین: ٢٦) ''ختامه'' کا معنی ہے: وہ مشک کی مٹی سے مہر زدہ ہوگی۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ O (المطففین: ٢٥) ان کو صاف شفاف شراب پلائی جائے گی جو مشک سے مہر زدہ ہوگی O

﴿نَضَّاخَتَانِ﴾ (الرحمٰن: ٦٦) فَيَّاضَتَانِ. ''نضاختان'' کا معنی ہے: بہنے والے۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

فِيهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ O (الرحمٰن: ٦٦) ان میں دو بہنے والے چشمے ہیں O

يُقَالُ ﴿مَوْضُوْنَةٌ﴾ (الواقعہ: ١٥) مَنْسُوْجَةٌ وَّمِنْهُ وَضِيْنُ النَّاقَةِ. ''موضونة'' کا معنی ہے: زر و جواہر سے بنی ہوئی' اور اسی سے ''وطین الناقة'' ماخوذ ہے' یعنی اونٹنی کی بنی ہوئی جھول۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ O (الواقعہ: ١٥) وہ زر و جواہر کے مرصع تختوں پر ہوں گے O

وَالْكُوْبُ مَالَا أُذُنَ لَهُ وَلَا عُرْوَةَ وَالْأَبَارِيْقُ ذَوَاتُ الْأٰذَانِ وَالْعُرَا. اور ''کـــوب'' کا معنی ہے: جس کا نہ کان ہو نہ کنڈا' اور ''اباریق'' کا معنی ہے: جس کا کان اور کنڈا ہو۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ (الواقعہ: ١٨) سادہ پیالے اور کنڈے والے پیالے۔

﴿عُرُبًا﴾ (الواقعہ: ٣٧) مُثَقَّلَةً وَاحِدُهَا عُرُوْبٌ مِثْلُ صَبُوْرٍ وَّصُبُرٍ يُسَمِّيهَا أَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ وَأَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ''عربًا'' ثقیل ہے' اس کا واحد ''عروب'' ہے' جیسے ''صبور'' اور ''صُبر'' ہے' اہل مکہ ''عروب'' کو ''العربة'' کہتے ہیں اور اہل

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْغَنِجَةَ وَاَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ. مدینہ "غنجه" کہتے ہیں اور اہل عراق "شکله" کہتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًاO عُرُبًا اَتْرَابًاO (الواقعہ:۳۷-۳۶) پس ہم نے ان کو کنواری بنایاO اپنے شوہر سے محبت کرنے والیاں ہم عمرO

امام بخاری نے "مثقله" کہا ہے اس کا معنی ثقیل ہے را پر پیش ہے کیونکہ پیش ثقیل ہوتا ہے اور اگر را پر جزم ہو تو وہ مسکنہ ہے "عرب" کا واحد "عروب" ہے جیسے "صُبر" کا واحد "صبور" ہے جو عورت متواضع اور منکسر المزاج ہو اس کو "غنسجه" کہتے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿رَوْحٌ﴾ (الواقعہ:۸۹) جَنَّةٌ وَّرَخَاءٌ ﴿وَالرَّيْحَانُ﴾ الرِّزْقُ. مجاہد نے کہا: "روح" کا معنی جنت اور فراخی ہے اور "ریحان" کا معنی رزق ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍO (الواقعہ:۸۹) تو اس کے لیے راحت ہے اور پاکیزہ رزق اور آرام کی جنتO

﴿وَالْمَنْضُوْدُ﴾ اَلْمَوْزُ ﴿وَالْمَخْضُوْدُ﴾ اَلْمُوْقَرُ حَمْلًا وَّيُقَالُ اَيْضًا لَاشَوْكَ لَهٗ. اور "منضود" کا معنی کیلے ہیں اور "مخضود" کا معنی ہے: جو پھلوں کے بوجھ سے جھکا ہوا ہو یا وہ بیر کا درخت جس میں کانٹا نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍO وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍO (الواقعہ:۲۹-۲۸) وہ بے کانٹوں کی بیریوں میں ہوں گےO اور تہ بہ تہ کیلوں میںO

وَالْعُرُبُ الْمُحَبَّبَاتُ اِلٰى اَزْوَاجِهِنَّ. "العرب" کا معنی ہے: وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کو محبوب ہوں۔

اس کا ذکر الواقعہ:۳۶ میں ہے۔

وَيُقَالُ ﴿مَسْكُوْبٌ﴾ (الواقعہ:۳۱) جَارٍ. "مسکوب" کا معنی ہے: بہتا ہوا پانی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَاءٍ مَّسْكُوْبٍO (الواقعہ:۳۱) اور بہتے ہوئے پانی میںO

﴿وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾ (الواقعہ:۳۴) بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ. "فرش مرفوعه" کا معنی ہے: اوپر تلے بچھے ہوئے بستر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍO (الواقعہ:۳۴) اور اونچے بچھونوں میںO

﴿لَغْوًا﴾ بَاطِلًا ﴿تَاْثِيْمًا﴾ (الواقعہ:۲۵) كَذِبًا. اور "لغوًا" کا معنی ہے: بے فائدہ اور گناہ کا معنی ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جھوٹ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا○ (الواقعہ:۲۵) وہ جنت میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ گناہ کی بات○

﴿اَفْنَانٌ﴾ (الرحمٰن:٤٨) اَغْصَانٌ. ''افنان'' کا معنی ہے: شاخیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ○ (الرحمٰن:۴۸) گھنی شاخوں والی جنتیں○

﴿وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ○﴾ (الرحمٰن:٥٤) مَا يُجْتَنٰى قَرِيْبٌ. ''وجنی الجنتین دان'' کا معنی ہے: جنتوں کے پھل جنتیوں کے قریب ہوں گے، خواہ وہ کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں، ان کے لیے پھلوں کو توڑنا آسان ہوگا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ○ (الرحمٰن:۵۴) اور ان دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے○

﴿مُدْهَآمَّتٰنِ﴾ (الرحمٰن:٦٤) سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ. ''مدھامتان'' (الرحمٰن:٦٤) گہرے سبز۔

یعنی وہ دونوں باغ گہرے سبز اور سیاہی مائل ہوں گے۔

٣٢٤٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَاِنَّهٗ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ فَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس پر صبح اور شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ شخص اہل جنت میں سے ہو تو اہل جنت میں سے اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اور اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہو تو اہل دوزخ میں سے اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۷۹ میں گزر چکی ہے۔

٣٢٤١ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ. [اطراف الحدیث: ۵۱۹۸-۶۴۴۹-۶۵۴۶] (صحیح مسلم: ۲۷۳۸، الرقم المسلسل: ۶۸۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلم بن زریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از حضرت عمران بن حصین از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: میں جنت پر مطلع ہوا تو میں نے دیکھا کہ اکثر اہل جنت فقراء ہیں اور میں دوزخ پر مطلع ہوا تو میں نے دیکھا کہ اکثر اہل دوزخ عورتیں ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوزخ میں عورتوں کی کثرت اور جنت میں فقراء کی کثرت کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

لال کائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن شبلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فساق ہی اہل دوزخ ہیں' پھر آپ نے فساق کی تفسیر میں فرمایا: وہ عورتیں ہیں' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ ہماری مائیں' بہنیں اور بیٹیاں نہیں ہیں! آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! لیکن جب انہیں کوئی چیز دی جائے تو وہ شکرادا نہیں کرتیں اور جب وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو صبر نہیں کرتیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ عورتیں دوزخ کی اس وجہ سے مستحق ہوں گی کہ وہ اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ عورتیں جنت میں کم اس لیے ہوں گی کہ ان پر خواہشات غالب ہیں اور وہ دنیا کی طرف زیادہ مائل ہیں اور وہ دنیا کی زیب و زینت زیادہ اختیار کرتی ہیں اور وہ آخرت کے لیے نیک عمل کم کرتی ہیں اور عبادات سے اعراض کرتی ہیں اور جو شخص ان کو عبادات کی طرف بلائے' اس کا کہنا مشکل سے مانتی ہیں۔

فقراء کے زیادہ جنتی ہونے کا سبب یہ ہے کہ انسان کو مال و دولت کی کثرت گناہوں میں مبتلا کرتی ہے اور جب فقراء کے پاس زیادہ مال نہیں ہوتا تو وہ گناہوں میں مبتلا نہیں ہوتے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے فقراء کی فضیلت ظاہر ہوئی تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر سے پناہ کیوں مانگی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر سے پناہ مانگنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے آپ نے مال و دولت کے فتنہ سے پناہ مانگی تھی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جنت میں کوئی شخص کنوارہ نہیں ہوگا اور ہر مرد کی دو بیویاں ہوں گی تو جب جنت میں عورتیں کم ہوں گی اور زیادہ عورتیں دوزخ میں ہوں گی تو پھر یہ کیسے ہوگا؟ حکیم ترمذی وغیرہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے پہلے زیادہ عورتیں دوزخ میں ہوں گی اور جب آپ ان کی شفاعت فرما دیں گے تو پھر وہ جنت میں زیادہ ہوں گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۴۲ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَاِذَا امْرَاَةٌ تَتَوَضَّأُ اِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ فَقَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكٰى عُمَرُ وَقَالَ اَعَلَيْكَ اَغَارُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۸۰-۵۲۲۷-۷۰۲۳-۷۰۲۵] (صحیح مسلم: ۲۳۹۵' الرقم المسلسل: ۶۰۹۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو خواب میں جنت میں دیکھا' پس وہاں ایک عورت ایک محل کی ایک جانب میں وضوء کر رہی تھی' میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے' تو انہوں نے بتایا: یہ حضرت عمر بن الخطاب کا محل ہے تو مجھے ان کی غیرت یاد آئی' پس میں نے واپس پیٹھ پھیری تو حضرت عمر رونے لگے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے اوپر غیرت کروں گا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جنت میں وضوء کرنے کی توجیہ اور غیرت کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ آپ نے جس عورت کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا تھا' ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد لغوی وضوء ہو اور وہ عورت محض اپنے حسن کو نکھارنے کے لیے ہاتھ منہ دھو رہی ہو' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے شرعی وضوء مراد ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جنت میں کوئی عمل نہیں ہوگا' نہ وضوء اور نہ کوئی اور عمل' کیونکہ وہ دارالجزاء ہے' دارالعمل نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس عورت کا وضوء کرنا اپنے حسن اور نور میں اضافہ کرنے کے لیے تھا نہ کہ اپنے چہرے سے میل کچیل اور گرد و غبار کو زائل کرنے کے لیے تھا کیونکہ جنت میں میل کچیل نہیں ہوتا۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضوء کرنا ایسا عمل ہے جو جنت کی نعمتوں کی طرف پہنچاتا ہے۔

اس حدیث میں غیرت کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: حمیت' عار اور کسی کو ناپسندیدہ بات پر ملامت کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۳۲۴۳ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عِمْرَانَ الْجَوْنِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْاَشْعَرِيِّ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْمَةُ دُرَّةٌ مُّجَوَّفَةٌ طُوْلُهَا فِي السَّمَاءِ ثَلٰثُوْنَ مِيلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِّنْهَا لِلْمُؤْمِنِ اَهْلٌ لَا يَرَاهُمُ الْاٰخَرُوْنَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ وَالْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ اَبِي عِمْرَانَ سِتُّوْنَ مِيلًا.

[طرف الحدیث: ۴۸۷۹] (صحیح مسلم: ۲۸۳۸' الرقم المسلسل: ۷۰۵۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوعمران الجونی سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از ابوبکر بن عبداللہ بن قیس الاشعری از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (جنتیوں کا) خیمہ ایک خول دار موتی ہے جس کی بلندی آسمان تک تیس میل ہے' اس کے ہر کونے پر مؤمن کی ایک بیوی ہوگی جس کو دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے۔ ابوعبدالصمد اور حارث بن عبید نے کہا از ابی عمران: ساٹھ میل۔

اس حدیث میں بیوی سے مراد عام ہے' خواہ وہ حور ہو یا اس کی دنیاوی بیوی ہو۔

۳۲۴۴ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَالَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ (السجدہ: ۱۷).

[اطراف الحدیث: ۴۷۷۹-۴۷۸۰-۷۴۹۸] (صحیح مسلم: ۲۸۲۴-۷۰۲۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے قلب میں کھٹکی ہیں' پس اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: سو کسی کو معلوم نہیں جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ (السجدہ: ۱۷)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جنت کی نعمتوں سے صرف انسان اور بشر ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے کہ جنت میں جو نعمتیں عطاء کی جائیں گی' ان کو اس سے پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ وہ نعمتیں اس سے پہلے کسی بشر کے دل میں کھٹکی ہوں گی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں بشر کی تخصیص کیوں کی گئی ہے' یوں کیوں نہیں فرمایا کہ کسی مخلوق نے ان کو نہیں دیکھا ہوگا' نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کی صلاحیت صرف انسان اور بشر میں ہے' جنات اور ملائکہ ان نعمتوں سے لطف اُٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صالحین کی تخصیص کی توجیہ

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس ارشاد میں صالحین کے لیے ان نعمتوں کا ذکر ہے اور انبیاء' صدیقین اور شہداء کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء' صدیقین اور شہداء ''صالحین'' میں بہ طریق اولیٰ داخل ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی صفات میں صالحین کا بھی ذکر فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (الانعام: ۸۵)

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس' تمام انبیاء صالحین میں سے ہیں ○

جنت کی نعمتوں کو مخفی رکھنے کی توجیہ

جنت کی ہر نعمت کا نمونہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رکھا ہے تاکہ انسان کا دل جنت کی نعمتوں کی طرف راغب ہو اور جنت کی نعمتوں کو مخفی اس لیے رکھا ہے کہ جب لوگوں کو یہ بتایا جائے گا کہ تم دنیا کی فلاں نعمت میں جو لذت پاتے ہو' اس کے مقابلہ میں جنت کی نعمت کی جو لذت ہے دنیا کی نعمت کی لذت اس سے کوئی نسبت نہیں رکھتی تو پھر انسان اس نعمت کے حصول کی بہت زیادہ کوشش کرے گا' اور بشر اور انسان کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ فرشتوں اور جنات میں ان نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کی بالکل صلاحیت نہیں ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۹۰۔۱۸۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۳۲۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوْرَتُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ اٰنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ أَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا ان کی صورت چودھویں رات کے چاند پر ہوگی' وہ جنت میں نہ تھوکیں گے نہ ناک سے رطوبت نکالیں گے اور نہ پاخانہ کریں گے' جنت میں ان کے برتن سونے اور کے ہوں گے' ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی' ان کی انگیٹھیوں کا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْحُسْنِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَّاحِدٌ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا.

[اطراف الحدیث:۳۲۴۶۔۳۲۵۴۔۳۳۲۷][صحیح مسلم:۲۸۳۴' الرقم المسلسل:۷۰۴۵' سنن ترمذی:۲۵۳۷' سنن ابن ماجہ:۴۳۳۳)

ایندھن عود ہوگا' ان کے پسینہ میں مشک کی خوشبو ہوگی' اور اہل جنت میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی' ان کے حسن کا یہ عالم ہوگا کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا' ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور نہ ان کے دلوں میں بغض ہوگا' ان سب کا دل ایک طرح ہوگا' وہ صبح اور شام اللہ کی تسبیح کریں گے۔

جنت میں بیویوں اور حوروں کی تعداد اور کھانے اور پینے کی تفصیل

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے' وہ پاخانہ کریں گے' نہ ناک سے رطوبت نکالیں گے اور نہ پیشاب کریں گے' ان کا طعام ایک ڈکار کی صورت میں خارج ہوگا جس میں مشک کی خوشبو ہوگی اور ان کو تسبیح اور حمد الہام کی جائے گی۔ (صحیح مسلم:۲۸۳۵' الرقم المسلسل:۷۰۴۸)

علامہ عینی نے امام نسائی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب کے ایک شخص نے آ کر کہا: اے ابوالقاسم! آپ یہ کہتے ہیں کہ اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے' آپ نے فرمایا: ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ایک جنتی مرد کو جنت میں کھانے' پینے اور جماع کرنے میں سو آدمیوں کی قوت دی جائے گی' اس نے کہا: جو کھاتا اور پیتا ہے اس کو حاجت بھی ہوتی ہے اور جنت میں نجاست نہیں ہوگی! آپ نے فرمایا: ان کو حاجت کے وقت پسینہ آئے گا جو ان کی پوری کھال سے نکلے گا اور اس میں مشک کی خوشبو ہوگی۔ (المعجم الاوسط:۱۷۴۳' المعجم الکبیر:۵۰۰۴' مسند البزار:۳۵۲۲)

اس حدیث میں جو فرمایا ہے: اہل جنت میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی' اس سے مراد دنیاوی بیویاں ہیں' اور جو جنتی مردوں کو حوریں ملیں گی وہ اس کے علاوہ ہوں گی' ان کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک شخص کی ستر بیویاں ہوں گی' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا وہ ان کی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا: ان کو سو مردوں کی طاقت دی جائے گی۔ (مسند البزار:۳۵۲۶' سنن ترمذی:۲۵۳۶)

جنت میں تسبیح کرنے کا وقت اور اس کا مکلّف نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے: اہل جنت صبح اور شام تسبیح کریں گے' اس کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

یہ تسبیح اہل جنت پر لازم اور واجب نہیں ہوگی' اور نہ وہ اس کے مکلّف ہوں گے' اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت سے منور ہوں گے اور اس کی محبت سے معمور ہوں گے' اور جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے' اس لیے اہل جنت صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صبح اور شام کا وقت تو سورج کے طلوع اور غروب سے متحقق ہوتا ہے اور جنت میں سورج کا طلوع اور غروب نہیں ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اس سے مقدار مراد ہے' یعنی وقت کی جتنی مقدار میں صبح اور شام کا وقت ہوتا ہے' اتنی مقدار میں وہ تسبیح کرتے رہیں گے اور تسبیح سے روحانی لذت حاصل کرتے رہیں گے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دن اور رات کے بغیر وہ ان وقتوں کو کیسے پہچانیں گے؟ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عرش کے نیچے ایک ستارہ معلق ہے' اس کو ایک فرشتہ سکیڑتا ہے اور پھیلاتا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے وہ اس کو پھیلائے گا تو اہل جنت جان لیں گے کہ اس وقت دنیا میں صبح ہوتی تھی اور جب وہ اس کو سکیڑے گا تو اہل جنت جان لیں گے کہ اس وقت دنیا میں شام ہوتی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۲۴۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِیْنَ عَلٰی اٰثَرِهِمْ کَاَشَدِّ کَوْکَبٍ اِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَّا اخْتِلَافَ بَیْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ کُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا یُرٰی مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَّرَاءِ لَحْمِهَا مِنَ الْحُسْنِ یُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُکْرَةً وَّعَشِیًّا لَّا یَسْقَمُوْنَ وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ وَلَا یَبْصُقُوْنَ اٰنِیَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَاَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَوَقُوْدُ مَجَامِرِهِمُ الْاَلُوَّةُ قَالَ اَبُو الْیَمَانِ یَعْنِی الْعُوْدَ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْکُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْاِبْکَارُ اَوَّلُ الْفَجْرِ. وَالْعَشِیُّ مَیْلُ الشَّمْسِ اِلٰی اَنْ اُرَاهُ تَغْرُبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا اس کی صورت ایسی ہوگی جیسے چودھویں رات کا چاند ہو اور جو گروہ ان کے بعد داخل ہوگا وہ ایسا ہوگا جیسے بہت روشن ستارہ ہو سب کے دل ایک مرد کے دل کی طرح ہوں گے ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور نہ اُن میں آپس میں بغض ہوگا ان میں سے ہر مرد کی دو بیویاں ہوں گی ان کا حسن ایسا ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک کی پنڈلی کے گوشت کے پار سے اس کا مغز دکھائی دے رہا ہوگا وہ صبح اور شام اللہ کی تسبیح کریں گے وہ نہ بیمار ہوں گے نہ ناک کی رطوبت نکالیں گے اور نہ تھوکیں گے ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن الوہ ہوگا اور ابوالیمان نے کہا: اس سے مراد عود ہے اور ان کا پسینہ مشک ہوگا اور مجاہد نے کہا: ''الابکار'' کا معنی ہے: فجر کا ابتدائی وقت اور ''العشی'' کا معنی ہے: جب سورج ڈھل جائے یعنی غروب تک۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ الْمُقَدَّمِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَدْخُلَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا اَوْ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفٍ لَا یَدْخُلُ اَوَّلُهُمْ حَتّٰی یَدْخُلَ اٰخِرُهُمْ وُجُوْهُهُمْ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ. [اطراف الحدیث: ۶۵۴۳-۶۵۵۴] (صحیح مسلم: ۲۱۹ الرقم المسلسل: ۴۱۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: میری امت میں سے ضرور ستر ہزار یا سات لاکھ (جنت میں) داخل ہوں گے ان میں سے اوّل گروہ اس وقت تک نہیں داخل ہوگا جب تک کہ آخر نہ داخل ہو جائے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔

بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہونے والوں کے مصادیق

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے رب نے مجھ سے یہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا' جن سے کوئی حساب نہیں ہوگا اور نہ ان کو عذاب ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور میرے رب کے لپوں میں سے تین لپ ہوں گے۔

(سنن ترمذی: ۲۴۳۷' سنن ابن ماجہ: ۴۲۸۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۷۱' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نظر لگنے اور زہریلے جانور کے کاٹنے کے سوا اور کسی چیز کے لیے دم کرانا جائز نہیں ہے' میں نے اس بات کا سعید بن جبیر سے ذکر کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں اور ایک ایک اور دو دو نبی اور ان کے ساتھ ان کے ماننے والے گزر رہے تھے' اور بعض نبی ایسے بھی تھے کہ ان کے ساتھ ان کا کوئی ماننے والا نہیں تھا' حتیٰ کہ میرے سامنے سے ایک عظیم جماعت گزری' میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کیا یہ میری امت ہے؟ بتایا گیا: یہ حضرت موسیٰ اور ان کی امت ہے' پھر کہا گیا کہ آپ آسمان کے کناروں کی طرف دیکھیں' تو وہاں ایک بہت بڑی جماعت تھی جس نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا' بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے' اس کے بعد آپ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے' اور آپ نے اس کی تفصیل نہیں بیان کی' پھر لوگ اس کے متعلق بحث کرنے لگے' اور کہنے لگے کہ ہم ہی اللہ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے ہی اس کے رسول کی پیروی کی ہے' سو ہم یا ہماری وہ اولاد جو دین اسلام پر پیدا ہوئی ہے (اس کا مصداق ہیں) کیونکہ ہم زمانۂ جاہلیت میں پیدا ہوئے تھے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ (شرکیہ کلمات سے) دم کرائیں گے نہ بدشگونی کریں گے' اور نہ داغ لگوا کر علاج کرائیں گے اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے' تب عکاشہ بن محصن نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا: کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم پر عکاشہ سبقت کر چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۷۰۵)

علامہ بدرالدین عینی نے الکلاباذی کے حوالہ سے اس باب میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گم پایا تو میں نے آپ کو تلاش کیا تو آپ اپنے مچان میں نماز پڑھ رہے تھے' میں نے آپ کے سر پر تین انوار دیکھے' جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے بتایا: میں عائشہ ہوں! آپ نے پوچھا کہ تم نے انوار دیکھے' آپ نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ستر ہزار کو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل کرے گا' پھر دوسرے دن میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ بے شک اللہ تعالیٰ ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کی جگہ ستر ہزار بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل کرے گا' پھر تیسرے دن میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کی جگہ ستر ہزار کے دو گنے چوگنے بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا' میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میری پوری امت اس عدد کو نہیں پہنچ سکے گی! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ عدد ان اعراب سے مکمل ہو جائے گا جو روزہ رکھتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں۔

الکلاباذی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ایمان لانے کے تقاضے سے جو احکام ان پر لازم ہیں' ان کو انہوں نے پورا نہیں کیا اور جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کی دعوت کے تقاضے پر عمل کیا' یہ لوگ آپ کی امتِ اجابت اور اتباع ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۲۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا یُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُهْدِیَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جُبَّۃُ سُنْدُسٍ وَّکَانَ یَنْهٰی عَنِ الْحَرِیْرِ فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَمَنَادِیْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِی الْجَنَّۃِ اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک سندس (ایک قسم کا ریشم) کا جبہ ہدیہ کیا گیا اور آپ ریشم پہننے سے منع فرماتے تھے پس لوگوں کو اس ریشمی جبہ سے بہت تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! (حضرت) سعد بن معاذ کے جنت میں رومال اس سے زیادہ حسین ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۶۱۵ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں ہدیہ قبول کرنے کا ثبوت ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جنت کا ذکر ہے۔

۳۲۴۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ سُفْیَانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ مِّنْ حَرِیْرٍ فَجَعَلُوْا یَعْجَبُوْنَ مِنْ حُسْنِهٖ وَلِیْنِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَنَادِیْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِی الْجَنَّۃِ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان انہوں نے کہا: مجھے ابو اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ریشم کا ایک کپڑا لایا گیا تو صحابہ اس کے حُسن اور اس کی ملائمت پر تعجب کر رہے تھے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے افضل ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۵۰ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد ساعدی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۵۱ - حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں روح بن عبدالمؤمن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ انہوں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَّا يَقْطَعُهَا. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے' ایک سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے' تب بھی اس سائے کو منقطع نہیں کر سکے گا۔

۳۲۵۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ (الواقعہ: ۳۰)۔ [طرف الحدیث: ۴۸۸۱]

(صحیح مسلم: ۲۸۲۶' الرقم المسلسل: ۷۰۳۰' سنن ترمذی: ۲۵۳۱' سنن ابن ماجہ: ۴۳۳۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک درخت ہے' ایک سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: اور پھیلے ہوئے لمبے سائے میں O (الواقعہ: ۳۰)

۳۲۵۳- وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ.

اور ضرور تم میں سے کسی ایک کے لیے جنت میں کمان جتنی جگہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔

جنت کے درخت کا نام اور جنت کے سائے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جس درخت کا ذکر فرمایا ہے اس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے حضرت عتبہ بن عبدالسلمی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: درخت طوبیٰ' اخروٹ کے درخت کے مشابہ ہے' ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! اس کی جڑ کتنی بڑی ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم اونٹ پر سوار ہو تو وہ اونٹ چلتے چلتے بوڑھا ہو جائے اور تم اس کی جڑ کا احاطہ نہیں کر سکو گے' اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ طوبیٰ جنت کا ایک درخت ہے' جس کی شاخیں جنت کے ہر گھر میں ہیں' اور خوب صورت پھل اس درخت میں ہیں اور ہر حسین پرندہ اس درخت پر بیٹھا ہے۔

اس حدیث میں اس درخت کے سائے کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: اس درخت کی راحتیں اور اس کی نعمتیں' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: اس درخت کا گھر اور اس کی سمت' کیونکہ سایا سورج کی حرارت' اس کی تمازت اور اس کی اذیت سے بچاتا ہے' اور جنت میں سورج نہیں ہے' وہاں تو پے در پے انوار ہیں' جن کی کوئی حرارت اور تمازت نہیں ہے' بلکہ وہاں پر تو پے در پے نعمتیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۵۴- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَبِیْ عَمْرَۃَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ زُمْرَۃٍ تَدْخُلُ الْجَنَّۃَ عَلٰی صُوْرَۃِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَالَّذِیْنَ عَلٰی اٰثَارِهِمْ کَاَحْسَنِ کَوْکَبٍ دُرِّیٍّ فِی السَّمَآءِ اِضَاءَۃً قُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَّا تَبَاغُضَ بَیْنَهُمْ وَلَا تَحَاسُدَ لِکُلِّ امْرِئٍ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ یُرٰی مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَّرَآءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ.

انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از بلال از عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا' اس کی صورت ایسی ہو گی جیسے چودھویں رات کا چاند ہو' اور جو لوگ ان کے بعد داخل ہوں گے وہ ایسے ہوں گے جیسے آسمان میں سب سے زیادہ حسین اور روشن ستارہ ہو' ان لوگوں کے دل ایک مرد کے دل کی طرح ہوں گے' ان میں آپس میں بغض نہیں ہوگا اور نہ حسد ہوگا اور ہر مرد کے لیے بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں ہوں گی' ان کی پنڈلی کی ہڈی اور گوشت کے پیچھے سے ان کا مغز دکھائی دے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۵۵ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ قَالَ عَدِیُّ بْنُ ثَابِتٍ اَخْبَرَنِیْ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِیْمُ قَالَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا: ان کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۵۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَیْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّۃِ یَتَرَاءَوْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ کَمَا یَتَرَاءَوْنَ الْکَوْکَبَ الدُّرِّیَّ الْغَابِرَ فِی الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَیْنَهُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تِلْکَ مَنَازِلُ الْاَنْبِیَاءِ لَا یَبْلُغُهَا غَیْرُهُمْ قَالَ بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِیْنَ.

[طرف الحدیث: ۶۵۵۶] (صحیح مسلم: ۲۸۳۱' الرقم المسلسل: ۷۰۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مالک بن انس نے حدیث بیان کی از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اہل جنت اپنے بالا خانے والوں کو اوپر اس طرح دیکھیں گے جیسے صبح کے وقت اس چمک دار ستارے کو دیکھتے ہیں جو آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں غروب ہو گیا ہو' وہ ستارہ ایک دوسرے سے افضل ہوگا۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو انبیاء علیہم السلام کے درجات ہیں جہاں ان کے سوا اور کوئی شخص نہیں جا سکے گا؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں جا سکے گا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی (وہ جا سکیں گے)۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اس طرح ایمان لائے جو ایمان لانے کا حق ہے اور انہوں نے رسولوں کی اس طرح تصدیق کی جو تصدیق کرنے کا حق ہے' سو وہ لوگ ان بلند درجات میں ہوں گے' ورنہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرے' وہ نفس جنت میں داخل ہوگا۔

۹ - بَابُ صِفَةِ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ — جنت کے دروازوں کی صفت

جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ان کی مختلف صفات ہیں' جیسے ایک دروازہ ریان ہے' اس دروازہ سے صرف روزہ دار گزریں گے' اس دروازہ کے اندر ایک دریا ہے' روزے دار اس سے پانی پی کر سیراب ہو جائیں گے' پھر ان کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجَنَّةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے (اللہ کی راہ میں) کسی چیز کا ایک جوڑا خرچ کیا' اس کو جنت کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' کتاب الصیام' صحیح البخاری: ۱۸۹۷' میں مذکور ہے اور کتاب الجہاد میں صحیح البخاری: ۲۸۴۱ میں بھی مذکور ہے۔

فِيهِ عُبَادَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اس باب میں حضرت عبادہ بن الصامت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

اس تعلیق سے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ ہے:

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہ شہادت دی کہ اللہ واحد عبادت کا مستحق ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حضرت عیسیٰ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے حضرت مریم کی طرف ڈالا تھا اور اس کی پسندیدہ روح ہیں اور (اس نے شہادت دی) کہ جنت حق ہے اور نار حق ہے' اللہ اس کو اس کے عمل کے اعتبار سے جنت میں داخل فرما دے گا' اور جنادہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے گا' داخل ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۳۴۳۵)

۳۲۵۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ اَبْوَابٍ فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ لَا يَدْخُلُهُ اِلَّا الصَّائِمُونَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جنت میں آٹھ دروازے ہیں' ان میں سے ایک دروازہ کا نام الریان ہے' اس میں سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَاَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ — دوزخ کی صفت کا بیان اور یہ کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے

اس باب میں دوزخ کی صفات کا ذکر ہے اور اس کا بیان ہے کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے اور موجود ہے اور اس میں معتزلہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ جنت اور دوزخ اب موجود نہیں ہیں اور جزاء اور سزا کے دن ان کو پیدا کیا جائے گا حالانکہ اس قول سے متعدد آیات اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔

﴿وَغَسَّاقًا﴾ (النبأ:۲۵) يُقَالُ غَسَقَتْ عَيْنُهُ وَيَغْسِقُ الْجُرْحُ وَكَأَنَّ الْغَسَاقَ وَالْغَسَقَ وَاحِدٌ.

(النبأ:۲۵) میں ''غساق'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: پیپ اور خون کہا جاتا ہے: ''غسقت عینه'' یعنی اس کی آنکھ بہہ رہی ہے اور ''یغسق الجرح'' یعنی اس کا زخم بہہ رہا ہے اور ''غساق'' اور ''غسق'' کا معنی واحد ہے۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

إِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا○ (النبأ:۲۵)

(وہ دوزخ میں کوئی چیز نہیں چکھیں گے) سوائے کھولتے ہوئے پانی اور (زخموں کی) پیپ کے۔

ابن درید نے کہا ہے کہ دوزخیوں کی پیپ ایک حوض میں جمع کی جائے گی اور دوزخی اس سے پئیں گے۔

﴿غِسْلِينَ﴾ (الحاقة:۳۶) كُلُّ شَيْءٍ غَسَلْتَهُ فَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ فَهُوَ غِسْلِينٌ فِعْلِينٌ مِّنَ الْغَسْلِ مِنَ الْجُرْحِ وَالدَّبَرِ.

(الحاقة:۳۶) میں ''غسلین'' کا لفظ ہے یہ فعلین کے وزن پر ہے اس کا معنی ہے: دھوون کسی چیز کو دھونے سے جو پانی نکلتا ہے خواہ (انسان کے) زخم کو دھونے سے پانی نکلے یا دَبَر کو دھونے سے یعنی اونٹ کے زخم کے دھونے سے۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ○ (الحاقة:۳۶)

اور نہ کوئی طعام ہے سوائے دوزخیوں کی پیپ کے○

امام بخاری نے اس تعلیق میں فعلین کا لفظ ذکر کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ''غسلین'' فعلین کے وزن پر ہے اور اس میں یاء اور نون زائد ہیں۔ اور دبر کا لفظ ذکر کیا ہے اس کا معنی ہے: اونٹ کا زخم۔ خلاصہ یہ ہے کہ دوزخیوں کو زخموں کے دھوون سے پلایا جائے گا۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ (الانبیاء:۹۸) حَطَبٌ بِالْحَبَشِيَّةِ وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿حَاصِبًا﴾ (الاسراء:۶۸) الرِّيحُ الْعَاصِفُ. وَالْحَاصِبُ مَاتَرْمِي بِهِ الرِّيحُ وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ يُرْمٰى بِهٖ فِي جَهَنَّمَ هُمْ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبَ فِي الْأَرْضِ ذَهَبَ. وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِّنْ حَصْبَاءِ الْحِجَارَةِ

(الانبیاء:۹۸) میں ''حصب جهنم'' کا لفظ ہے اس کا معنی حبشی زبان میں لکڑیاں ہیں دوسروں نے کہا: (بنی اسرائیل:۶۸) میں ''حاصبا'' کا لفظ ہے اس کا معنی تند و تیز ہوا اور آندھی ہے اور ''حاصب'' اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس کو ہوا اڑا کر لائے اور اسی سے ''حصب جهنم'' بھی ماخوذ ہے یعنی وہ ایندھن جس کو جہنم میں ڈالا جائے یعنی ان کو دوزخ میں جھونکا جائے گا اور وہ اس کا ایندھن بنیں گے اور ''حصب فی الارض'' کا معنی ہے: زمین میں دھنس گیا اور ''حصب'' کا لفظ ''حصباء الحجارة'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: کنکریاں۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی حاتم نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے ابن عرفہ نے کہا: یہ لفظ (حصب) اصل میں حبشی زبان کا لفظ ہے عرب لوگوں نے اس کو سن کر بولنا شروع کر دیا تو یہ عربی ہو گیا ورنہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ نہیں ہیں اور خلیل نے کہا کہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''حصب'' جلانے والی لکڑیوں کو کہتے ہیں۔

عکرمہ کے غیر نے کہا: ''حاصب'' کا معنی آندھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا. (بنی اسرائیل:۶۸) یا وہ تم پر پتھر برسا دے۔

ہوا جن کنکریوں کو برسائے اس کو''حاصب'' کہتے ہیں' اس لحاظ سے ''حاصب'' کا معنی ہے: پھینکی ہوئی چیز اور دوزخیوں کو جہنم میں جھونکا جائے گا' اس اعتبار سے وہ ''حصب'' ہیں۔

﴿صَدِيْدٌ﴾ (ابراہیم:۱۶) قَيْحٌ وَّدَمٌ. ''صدید'' کا معنی ہے: پیپ اور خون۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍO (ابراہیم:۱۶) اور ان کو پیپ کا پانی پلایا جائے گاO

﴿خَبَتْ﴾ (الاسراء:۹۷) طَفِئَتْ. ''خبت'' کا معنی ہے: بجھ گئی۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

كُلَّمَا خَبَتْ. (بنی اسرائیل:۹۷) جب بھی وہ آگ بجھنے کے قریب ہوگی۔

﴿تُوْرُوْنَ﴾ (الواقعہ:۷۱) تَسْتَخْرِجُوْنَ اَوْرَيْتُ اَوْقَدْتُ. ''تورون'' کا معنی ہے: تم جلاتے ہو' اور ''اوریتُ'' کا معنی ہے: میں نے جلایا۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَO (الواقعہ:۷۱) ذرا بتاؤ تو وہ آگ جسے تم روشن کرتے ہوO

﴿لِلْمُقْوِيْنَ﴾ (الواقعہ:۷۳) لِلْمُسَافِرِيْنَ وَالْقِيُّ الْقَفْرُ. ''المقوین'' کا معنی ہے: مسافرین' اور ''القی'' کا معنی ہے: ویران زمین۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَO (الواقعہ:۷۳) ہم نے اسے نصیحت بنایا اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیزO

امام بخاری نے ''مقوین'' کی تفسیر ''مسافرین'' سے کی ہے اور ''مقوین''، ''اقوی الرجل'' سے ماخوذ ہے' یہ اس وقت کہا جاتا ہے: جب کوئی شخص ویران جگہ پر ٹھہرے' اور ''القیّ'' اس جگہ کو کہتے ہیں: جہاں پر سبزہ ہو نہ پانی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾ (الصافات:۲۳) سَوَاءُ الْجَحِيْمِ وَوَسَطُ الْجَحِيْمِ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''صراط الجحیم'' کی تفسیر میں فرمایا: دوزخ کا درمیانی حصہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِO (الصّٰفّٰت:۲۳) پھر ان سب کو دوزخ کے راستہ پر لے چلوO

﴿لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ (الصافات:۶۷) يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيْمِ. ''لشوبا من حمیم'' کا معنی ہے کہ دوزخیوں کے طعام میں کھولتا ہوا پانی ملایا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ○ (الصفت:٦٧) پھر بے شک ان کے لیے اس پر (پیپ کا) ملا ہوا پانی ہوگا○

اس تعلیق میں ''شوب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ملانا اور اس میں ''یساط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ملایا جائے گا۔

﴿زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ﴾ (هود:١٠٦) صَوْتٌ شَدِيْدٌ وَّصَوْتٌ ضَعِيْفٌ. ''زفیر'' اور ''شھیق'' کا معنی ہے: سخت آواز سے رونا اور آہستہ آواز سے رونا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ○ (هود:١٠٦) بد بخت لوگ دوزخ میں ہوں گے' وہاں ان کا چیخنا اور چلانا ہوگا○

ابوالعالیہ نے کہا: ''زفیر'' وہ آواز ہے جو حلق سے نکلتی ہے اور ''شھیق'' وہ آواز ہے جو سینہ سے نکلتی ہے' قتادہ نے کہا: گدھے کی ابتدائی آواز کو ''زفیر'' کہتے ہیں اور اس کی آخری آواز کو ''شھیق'' کہتے ہیں۔

﴿وِرْدًا﴾ (مريم:٨٦) عِطَاشًا. ''وردًا'' کا معنی ہے: پیاسے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ○ (مريم:٨٦) اور ہم مجرموں کو دوزخ کی طرف ہانک کر لے جائیں گے جس حال میں وہ پیاسے ہوں گے○

امام بخاری نے ''وردًا'' کی تفسیر پیاسوں کے ساتھ کی ہے اور اہل لغت نے کہا ہے کہ ''وردًا'' ان لوگوں کو کہتے ہیں جو پانی کے گھاٹ پر آئیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو لوگ پانی کے گھاٹ پر آئیں' وہ پیاسے کیسے ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پانی کے گھاٹ پر آنا پانی پینے کو مستلزم نہیں ہے۔

﴿غَيًّا﴾ (مريم:٥٩) خُسْرَانًا. ''غیًا'' کا معنی ہے: نقصان۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○ (مريم:٥٩) سوعنقریب وہ غی (کے گڑھے) میں پہنچیں گے○

امام بخاری نے ''غی'' کی تفسیر نقصان کے ساتھ کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ''الغی'' جہنم میں ایک وادی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عنقریب ''غـــی'' کی گرمی کو پائیں گے' ان سے یہ بھی مروی ہے کہ جہنم میں ایک گڑھا ہے' جس کو ''غی'' کہتے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُسْجَرُوْنَ﴾ (الغافر:٧٢) تُوْقَدُ بِهِمُ النَّارُ. اور مجاہد نے کہا ہے کہ ''یسجرون'' کا معنی ہے: وہ آگ کا ایندھن بنیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ○ (المؤمن:٧٢) پھر ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا○

امام بخاری نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ ان کو آگ کا ایندھن بنایا جائے گا۔

﴿وَنُحَاسٌ﴾ (الرحمٰن:٣٥) الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلٰى رُءُوْسِهِمْ. اور ''نحاس'' کا معنی ہے: پگھلا ہوا پیتل' جو ان کے سروں کے اوپر انڈیلا جائے گا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِO (الرحمٰن:۳۵) قیامت کے دن آگ کا خالص شعلہ اور نرا کالا دھواں تم پر چھوڑا جائے گا سو تم اس کو دفع نہ کرسکو گےO

امام سعید بن منصور نے اس آیت کی تفسیر میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ''نحاس'' کا معنی ہے: پگھلا ہوا پیتل جس کو دوزخ میں کافروں کے سروں پر انڈیلا جائے گا۔

﴿ذُوْقُوْا﴾ (الحج:۲۲) بَاشِرُوْا وَجَرِّبُوْا. وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ. ''ذوقوا'' کا معنی ہے: جھیلو اور برتو' اس سے مراد منہ سے چکھنا نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِO (الحج:۲۲) (اور ان سے کہا جائے گا:) آگ کا عذاب چکھوO

امام بخاری نے ''باشروا'' کا لفظ لکھ کر یہ بتایا ہے کہ یہاں ''ذوقوا'' کا معنی برداشت کرنا اور تجربہ کرنا ہے' منہ سے چکھنا نہیں ہے۔

﴿مَارِجٌ﴾ (الرحمٰن:۱۵) خَالِصٌ مِّنَ النَّارِ. مَرَجَ الْاَمِيْرُ رَعِيَّتَهٗ اِذَا خَلَّاهُمْ يَعْدُوْا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴿مَرِيْجٍ﴾ (ق:۵) مُلْتَبِسٌ. مَرِجَ اَمْرُ النَّاسِ اِخْتَلَطَ ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ﴾ (الرحمٰن:۱۹) مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تَرَكْتَهَا.

''مارج'' کا معنی ہے: خالص آگ' عرب کہتے ہیں: ''مرج الامیر رعیته'' بادشاہ نے اپنی رعایا کو چھوڑ دیا تو وہ ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں'' ''مریج'' کا معنی ہے: مشتبہ۔ عرب کہتے ہیں: ''مرج امر الناس'' لوگوں کا معاملہ مختلط ہو گیا'' ''مرج البحرین'' یہ ''مرجت دابتك'' سے ماخوذ ہے' یعنی تو نے اپنا جانور چھوڑ دیا۔

''مارج'' کا لفظ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ہے:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍO (الرحمٰن:۱۵) اور جنات کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیاO

''مریج'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

فَهُمْ فِيْ اَمْرٍ مَّرِيْجٍO (ق:۵) سو اب تک وہ اُلجھن میں پڑے ہوئے ہیںO

''مرج'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِO (الرحمٰن:۱۹) اس نے دو سمندر بہا دیئے جو ملتے ہیںO

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲۴۔۲۲۰ سے ماخوذ ہے۔

۳۲۵۸- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّهَاجِرٍ اَبِى الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ ابْنَ وَهْبٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَالَ اَبْرِدْ ثُمَّ قَالَ اَبْرِدْ حَتّٰى فَاءَ الْفَيْءُ يَعْنِيْ لِلتُّلُوْلِ ثُمَّ قَالَ اَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مہاجر ابو الحسن' انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے' آپ نے فرمایا: ٹھنڈا کرو' پھر فرمایا: ٹھنڈا کرو حتیٰ کہ سایا ٹیلوں کے نیچے سے ڈھل گیا' پھر فرمایا: نماز کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں دوزخ کا ذکر ہے۔

۳۲۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ذکوان از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۶۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ اَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ فِي الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا کہ مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ اے میرے رب! میرے بعض اجزاء بعض کو کھا گئے ہیں تو اللہ نے اس کو دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی' ایک مرتبہ سردی میں سانس لینے کی اور دوسری بار گرمی میں سانس لینے کی' پس یہ وہ ہے جو تم گرمی میں سب سے زیادہ شدت پاتے ہو اور سب سے زیادہ سردی میں شدت پاتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۶۱ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ هُوَ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ اَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ قَالَ كُنْتُ اُجَالِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ بِمَكَّةَ فَاَخَذَتْنِي الْحُمّٰى فَقَالَ اَبْرِدْهَا عَنْكَ بِمَاءِ زَمْزَمَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ اَوْ قَالَ بِمَاءِ زَمْزَمَ شَكَّ هَمَّامٌ. (صحیح مسلم: ۲۲۱۰' الرقم المسلسل: ۵۶۴۸' سنن ترمذی: ۲۰۷۴' سنن ابن ماجہ: ۳۴۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی وہ العقدی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از ابی جمرۃ الضبعی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا' پس مجھے بخار چڑھ گیا تو انہوں نے کہا: اس بخار کو تم زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بخار جہنم کے جوش سے چڑھتا ہے' سو تم اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو' یا فرمایا: زمزم کے پانی سے۔ ہمام کو شک ہے۔

۳۲۶۲ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحُمّٰى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ. [طرف الحدیث:۵۷۲۶] (صحیح مسلم:۲۲۱۲' الرقم المسلسل: ۵۶۵۲' سنن ترمذی:۲۰۷۳' سنن ابن ماجہ:۳۴۷۳)

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از والد خود از عبایہ بن رفاعۃ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخار جہنم کے جوش سے ہے' پس تم اپنے آپ سے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۳۲۶۳ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ. (صحیح مسلم:۲۲۱۰' الرقم المسلسل:۵۶۴۸' سنن ابن ماجہ:۳۴۷۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: بخار جہنم کے جوش سے ہے' اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۳۲۶۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ. [طرف الحدیث:۵۷۲۳] (صحیح مسلم:۲۲۰۹' الرقم المسلسل:۵۶۴۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: بخار جہنم کے جوش سے ہے' اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۳۲۶۵ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا. (صحیح مسلم:۲۸۴۳' الرقم المسلسل:۷۰۵۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے' کہا گیا: یا رسول اللہ! اگر (دنیا جتنی بھی ہوتی تو کفار کے لیے) کافی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہ دنیا کی آگ پر انہتر درجہ زائد ہے' ہر درجہ میں دنیا کی آگ کی مثل گرمی ہے۔

دوزخ کی آگ کی کیفیت اور جنت و دوزخ کا محل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو بنو آدم جلاتے ہیں وہ جہنم کی آگ کی گرمی کا سترواں حصہ ہے' مسلمانوں نے کہا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اگر یہ آگ بھی ہوتی تو کافی ہوتی' آپ نے فرمایا: جہنم کی آگ دنیا کی آگ پر انہتر درجہ زائد ہے' اس کا ہر درجہ دنیا کی آگ کی مثل ہے۔ (مصنف عبدالرزاق:۲۰۸۹۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳)

اس کا بیان یہ ہے کہ اگر تمام دنیا کی لکڑیوں کو جلایا جائے تو یہ آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہوگی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام ابن المبارک نے از معمر از محمد بن المنذر روایت کیا ہے کہ جب دوزخ کو پیدا کیا گیا تو فرشتے خوف زدہ ہو گئے اور ان کے دلوں پر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو وہ پرسکون ہو گئے اور میمون بن مہران نے کہا: جب اللہ نے دوزخ کو پیدا کیا تو اس نے ایک زبردست چیخ ماری اور سات آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی فرشتہ تھا' وہ سجدہ میں گر گیا' تب ان سے رب تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنے سروں کو اُٹھاؤ' کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے تم کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور دوزخ کو نافرمانوں کے لیے پیدا کیا ہے' پھر فرشتوں نے کہا: اے ہمارے رب! جب تک ہم اہل جہنم کو دیکھ نہ لیں' ہم مطمئن نہیں ہوں گے' اس کے مصداق یہ آیت ہے:

هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۝ (المؤمنون:۵۷) وہ اپنے رب کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں۝

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک سمندر کے نیچے آگ ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: سمندر جہنم کا ایک طبقہ ہے' اس حدیث کو علامہ ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن النقیب نے ''يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ'' (ابراہیم:۴۸) (جس دن زمین تبدیل کر دی جائے گی) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ زمین کو جہنم بنا دیا جائے گا اور آسمانوں کو جنت۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۶۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعَ عَطَاءً يُّخْبِرُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ اَبِيْهِ اَنَّـهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ عَلَى الْمِنْبَرِ ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾ (الزخرف:۷۷).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا کہ انہوں نے عطاء سے سنا' وہ صفوان بن یعلیٰ سے خبر دیتے تھے از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر پڑھ رہے تھے: اور انہوں نے نداء کی: اے مالک! (الزخرف:۷۷)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۶۷ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ قِيْلَ لِاُسَامَةَ لَوْ اَتَيْتَ فُلَانًا فَكَلَّمْتَهُ قَالَ اِنَّكُمْ لَتَرَوْنَ اَنِّيْ لَا اُكَلِّمُهُ اِلَّا اُسْمِعُكُمْ اِنِّيْ اُكَلِّمُهُ فِي السِّرِّ دُوْنَ اَنْ اَفْتَحَ بَابًا لَّا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ فَتَحَهُ وَلَا اَقُوْلُ لِرَجُلٍ اَنْ كَانَ عَلَيَّ اَمِيْرًا اِنَّهُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا وَمَا سَمِعْتَهُ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهُ فِي النَّارِ فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَيْ فُلَانُ مَاشَاْنُكَ اَلَيْسَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل' انہوں نے کہا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا گیا: اگر آپ فلاں شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس جا کر بات کریں (تو بہت اچھا ہو' تا کہ وہ باغیوں کی شورش دبائیں)' انہوں نے کہا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف تمہیں سنانے کے لیے ہی ان سے بات کرتا ہوں! میں ان سے تنہائی میں بھی اسی طرح بات کرتا ہوں' میں فساد کا دروازہ نہیں کھولتا' اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میں سب سے پہلے فساد کا دروازہ کھولوں اور میں کسی شخص سے یہ نہیں کہتا خواہ وہ میرا امیر ہو کہ وہ سب لوگوں سے افضل ہے' جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سنی ہے' لوگوں نے پوچھا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِیْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِیْهِ رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ.

[طرف الحدیث:۷۰۹۸] (صحیح مسلم:۲۹۸۹ 'الرقم المسلسل:۷۳۷۷)

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سی حدیث سنی ہے؟ حضرت اسامہ نے کہا: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ایک شخص کو دوزخ میں جھونکا جائے گا' اس کی آنتیں آگ میں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص آگ میں اس طرح گردش کرے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گردش کرتا ہے' پس اہل جہنم اس کے گرد جمع ہو کر اس سے پوچھیں گے: اے فلاں شخص! تم دوزخ میں کیسے ڈالے گئے' کیا تم ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور بُرائی سے نہیں روکتے تھے؟ وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو بُرائی سے روکتا تھا اور خود بُرے کام کرتا تھا۔ اس حدیث کو غندر نے از شعبہ از الاعمش روایت کیا ہے۔

حاکم کو نیک مشورہ دینا اور جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کی۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ لوگوں میں جو فتنہ پیدا ہو گیا تھا اور حضرت عثمان کے خلاف باغی شورش کر رہے تھے' حضرت اسامہ نے اس شورش کو ختم کرنے کے لیے حضرت عثمان سے بات کی۔

التوضیح میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عثمان کے ماں شریک بھائی الولید بن عتبہ کے خلاف لوگوں کو شکایات تھیں اور حضرت اسامہ حضرت عثمان کے خواص اور مقربین میں سے تھے تو لوگوں نے حضرت اسامہ سے کہا کہ آپ اس مسئلہ میں حضرت عثمان سے بات کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا تم یہ سمجھتے ہو' یعنی کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں اس مسئلہ میں ان سے بات نہیں کروں گا! اور کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف تمہارے سامنے اور تم کو سنا کر ان سے بات کرتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں صرف مصلحت کی خاطر ان سے بات کرتا ہوں' فتنہ بھڑکانے کے لیے ان سے بات نہیں کرتا' اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو مسلمانوں کے درمیان فتنہ پھیلائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اہل دوزخ نے اس شخص سے کہا: جس کی دوزخ میں آنتیں باہر نکل آئی تھیں: کیا تم نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے! نیکی سے مراد ہے: اللہ عزوجل کی عبادت کرنا اور لوگوں سے نیک سلوک کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور ہر وہ کام جو شریعت میں مطلوب ہو' اور تمام بُرے کاموں سے مجتنب رہنا' اس کو معروف کہتے ہیں' اور اس کے مقابلہ میں منکر ہے یعنی ہر وہ کام جس سے شریعت نے منع کیا ہو اور اس کو حرام یا مکروہ قرار دیا ہو' حکام کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ایسے کاموں سے نرمی اور لطف سے منع کیا جائے اور ان کو تنہائی میں نصیحت کی جائے اور لوگوں کی شکایات کو ان تک پہنچایا جائے' تا کہ حتی الامکان وہ ان کاموں سے باز آئیں' اور اگر ان کو تنہائی میں نصیحت کرنا ممکن نہ ہو تو پھر ان کو علانیہ اور برسر مجلس منع کریں تا کہ ان پر حق واضح ہو جائے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۴۴' سنن ترمذی: ۲۱۷۴' سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۱' کنز العمال: ۵۵۱۲)

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا' اس وقت واجب ہے جب اس کو یہ اطمینان ہو کہ اس حق گوئی سے اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا' حضرت حذیفہ' حضرت ابن مسعود اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے' اور حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما اور دوسروں کا مؤقف یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی حکمران کی کوئی برائی دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کا رد کرے' اور دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو دل سے برا جانے اور جو شخص کسی کو نیکی کا حکم دے' اس میں خود کوئی عیب نہیں ہونا چاہیے' اور ایک جماعت کے نزدیک جو شخص نیکی کے کام نہ کرے اور برائی کے کام کرے' اس پر بھی واجب ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱ - بَابُ صِفَةِ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ — ابلیس اور اس کے لشکر کی صفت

اس باب میں ابلیس اور اس کے لشکر کی صفت کا بیان ہے اور اس کی حقیقت اور اس کی صفت کا بیان کئی انواع پر مشتمل ہے:

ابلیس کا نام

ایک بحث یہ ہے کہ ابلیس کا اسم مشتق ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ عجمی اسم ہے' اور یہ اسم علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ علامہ ابن الانباری نے کہا کہ اگر یہ اسم عربی ہوتا تو یہ منصرف ہوتا' اور بعض علماء نے کہا: یہ عربی اسم ہے اور "ابلس" سے ماخوذ ہے' جب کوئی شخص مایوس ہو جائے تو اسے ابلیس کہتے ہیں' جوہری نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا' اس وجہ سے اس کو ابلیس کہا گیا' ورنہ اس کا نام عزازیل تھا۔

ابلیس کی خلقت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ فرشتوں کا ایک قبیلہ جنات سے ہے اور ابلیس بھی ان ہی میں سے تھا' حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ ابلیس فرشتوں کے اس قبیلہ سے ہے جس کو جن کہا جاتا ہے' اس کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا گیا ہے' اور تمام فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے سوا اس قبیلہ کے' حسن بصری نے کہا ہے کہ ابلیس شیاطین سے ہے فرشتوں سے نہیں ہے' اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ. (الکہف: ۵۰) — سوائے ابلیس کے وہ جنات میں سے تھا۔

مقاتل نے کہا ہے کہ وہ جنات سے تھا نہ ملائکہ سے' بلکہ وہ آگ کی ایک منفرد مخلوق ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنائی ہوئی منفرد مخلوق ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ ابلیس تمام جنات اور شیاطین کی اصل ہے اور وہ سب کا باپ ہے اور مجاہد سے روایت ہے کہ الجان تمام جنات کا باپ ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے باپ ہیں۔

ابلیس کی تعریف اور اس کی صفت

علامہ الماوردی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ ابلیس روحانی شخص ہے جس کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور یہ تمام شیاطین کا باپ ہے اور اس میں شہوات رکھی گئی ہیں اور یہ لفظ ابلاس سے ماخوذ ہے' یعنی جو شخص خیر سے مایوس ہو چکا ہو۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اس کی صفت یہ ہے کہ اس کی تخلیق حسین ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمان دنیا اور زمین پر شرف اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فضیلت عطا فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو جنت کے خزانوں پر مامور کیا' پھر اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کیا اور ربوبیت کا دعویٰ کیا اور اپنے ماتحتوں کو اپنی اطاعت اور عبادت کی دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت کو مسخ کر کے اس کو شیطانِ رجیم بنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جو خصوصیات عطاء کی تھیں وہ اس سے سلب کر لیں اور اس کو بدصورت بنا دیا اور اس پر لعنت کی اور اس کو آسمانوں سے دھتکار دیا اور آخرت میں اس کا مسکن اور ٹھکانا جہنم کی آگ بنا دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابلیس حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے پاس ان کو فتنہ میں ڈالنے کی طمع میں گیا' وہ ان کے پاس مختلف صورتوں میں آتا تھا' انہوں نے اس سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی اصلی صورت میں آؤ تو وہ بہت کریہ المنظر صورت میں آیا' اس کا جسم خنزیر کی طرح تھا' اور اس کا چہرہ بندر کی طرح تھا' اس کی آنکھیں طول میں شق کی ہوئی تھیں' اس کے تمام دانت ایک ہڈی تھے' اس کی ڈاڑھی نہیں تھی' حضرت یحییٰ علیہ السلام نے پوچھا: تجھ پر افسوس ہے! تیرے بدصورت ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: میں فرشتوں میں مور کی شکل پر تھا' میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس صورت میں مسخ کر دیا۔

ابلیس کی اولاد

مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ابلیس کی بہ کثرت اولاد ہے جیسے عفاریت ہیں' اور غیلان ہیں اور سانپ ہیں اور ان کے مختلف نام ہیں اور وہ سب بنو آدم کے دشمن ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے' اور ابلیس بنو آدم کو گم راہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجتا ہے۔

ابلیس کے لشکر' اور جو لشکری اس کے نزدیک قابل تحسین ہے' ان کے متعلق احادیث

امام ابن حبان' امام حاکم اور امام طبرانی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو ابلیس اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے' اور یہ کہتا ہے کہ جس نے کسی مسلمان کو گم راہ کیا' میں اس کو تاج پہناؤں گا۔

(صحیح ابن حبان: ۶۱۸۹' المستدرک ج ۴ ص ۳۵۰' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۲۸)

امام مسلم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ابلیس کا عرش (تخت) سمندر پر ہے' وہ اپنے لشکروں کو لوگوں میں فتنہ ڈالنے کے لیے بھیجتا ہے اور ابلیس کے نزدیک سب سے معظم وہ ہوتا ہے' جو سب سے بڑا فتنہ ڈالتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۳۔ ۲۱۵۳' سنن ابوداؤد: ۱۲۲۷' سنن ترمذی: ۳۵۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۵' شرح السنۃ: ۱۰۳۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابلیس اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے' پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے' پھر اس کے نزدیک جو سب سے بڑے مرتبہ کا ہوتا ہے اس کو اپنے قریب کرتا ہے اور اس کے نزدیک بڑے مرتبہ کا وہ ہوتا ہے جو بڑا فتنہ ڈالتا ہے' اس کے لشکر میں سے کوئی شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کام کیا ہے' ابلیس کہتا ہے: تم نے کچھ نہیں کیا' پھر ایک اور لشکری آ کر کہتا ہے کہ میں نے شوہر اور بیوی میں تفرقہ ڈال دیا' تو ابلیس اس کو اپنے قریب کر کے اپنے سینہ سے لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں! تم نے ہی کارنامہ انجام دیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۳' مسند ابویعلیٰ: ۱۹۰۹' صحیح ابن حبان: ۶۱۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو ابلیس اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے' پھر کہتا ہے: جس نے آج کسی مسلمان کو گم راہ کیا میں اس کو تاج پہناؤں گا' تو ایک لشکری کہتا ہے کہ میں نے خوب کوشش کی حتیٰ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی' ابلیس کہتا ہے کہ عنقریب وہ دوسری شادی کر لے گا' پھر دوسرا لشکری کہتا ہے: میں نے خوب کوشش کی حتیٰ کہ ایک شخص نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی کی' ابلیس کہتا ہے: عنقریب وہ کوئی نیکی کر لے گا' پھر ایک اور لشکری کہتا ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں نے بہت کوشش کی حتیٰ کہ ایک شخص نے شرک کر لیا' ابلیس کہتا ہے: تم نے کارنامہ انجام دیا ہے' پھر ایک لشکری کہتا ہے کہ میں نے بہت کوشش کی حتیٰ کہ ایک شخص نے زنا کر لیا' ابلیس کہتا ہے: تم نے ہی کارنامہ انجام دیا ہے' پھر ایک اور لشکری آتا ہے اور وہ کہتا ہے: میں مسلسل کوشش کرتا رہا حتیٰ کہ ایک شخص نے کسی کو قتل کر دیا' پس ابلیس کہتا ہے: تم نے ہی کارنامہ انجام دیا ہے' پھر اس کو تاج پہنا دیتا ہے۔ (صحیح ابن حبان:۶۱۸۹' المستدرک ج ۴ ص ۳۵۰' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۴' اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے رجال ہیں)

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ابلیس سے پوچھا: تم کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا: میں انسانوں کے سینوں میں رہتا ہوں اور ان کی رگوں میں دوڑتا رہتا ہوں' حضرت یحییٰ علیہ السلام نے پوچھا: لوگ کس طرح تمہارے شر سے محفوظ رہ سکتے ہیں؟ اس نے کہا: وہ دنیا سے بغض رکھیں اور آخرت سے محبت رکھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۳۰۔۲۲۹ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُقْذَفُوْنَ﴾ (الصافات:۸). يُرْمَوْنَ. ﴿دُحُوْرًا﴾ (الصافات:۹). مَطْرُوْدِيْنَ

اور مجاہد نے کہا: "یقذفون" کا معنی ہے: ان کو پھینکا جاتا ہے' اور "دحورا" کا معنی ہے: وہ دھتکارے ہوئے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍO دُحُوْرًا. (الصّفّت:۹۔۸) اور ان کو ہر طرف سے مارا جاتا ہےO دھتکارنے کے لیے۔

﴿وَاصِبٌ﴾ (الصافات:۹) دَائِمٌ. "واصب" کا معنی ہے: دائم۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌO (الصّفّت:۹) اور ان کے لیے دائمی عذاب ہےO

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مَدْحُوْرًا﴾ (الاعراف:۱۸) مَطْرُوْدًا. اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "مدحورا" کا معنی ہے: دھتکارے ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًاO (بنی اسرائیل:۳۹) تو ملامت کیا ہوا دھتکارا ہوا دوزخ میں جھونک دیا جائے گاO

يُقَالُ. ﴿مَرِيْدًا﴾ (النساء:۱۱۷) مُتَمَرِّدًا. "مرید" کا معنی ہے: سرکش۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًاO (النساء:۱۱۷) اور مشرکین صرف سرکش شیطان کی پرستش کرتے ہیںO

﴿بَتَّكَهٗ﴾ قَطَعَهٗ. "بتکه" کا معنی ہے: اس کو کاٹ دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ. (النساء:۱۱۹) اور قسم ہے میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا اور میں ضرور ان کے دلوں میں (جھوٹی) آرزوئیں ڈالوں گا اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا کہ وہ مویشیوں کے کان چیر ڈالیں۔

قتادہ نے کہا: اس مویشی سے مراد بحیرہ ہے' جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جنتی' جن میں سے آخری مذکر ہوتا تو وہ اس کا کان چیر دیتے اور اس سے فائدہ نہ اٹھاتے' یعنی اس کو اپنے اوپر حرام کر لیتے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿وَاسْتَفْزِزْ﴾ (الاسراء:٦٤) اِسْتَخِفَّ ﴿بِخَيْلِكَ﴾ (الاسراء:٦٤) اَلْفُرْسَانُ ﴿وَالرَّجِلُ﴾ اَلرَّجَّالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَّصَحْبٍ وَّتَاجِرٍ وَّتَجْرٍ.

''استفزز'' کا معنی ہے: اپنے گھوڑوں کو آہستہ چلاؤ ''خیل'' کا معنی ہے: سواروں کی جماعت ''رجل'' اور ''رجالہ'' کا معنی ہے: پیدل چلنے والے اس کا واحد ''راجل'' ہے جیسے ''صحب'' کا واحد ''صاحب'' ہے اور ''تجر'' کا واحد ''تاجر'' ہے۔

اس تعلیق میں ''استفزز'' کا لفظ ہے اس کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ. (بنی اسرائیل:٦٤)

اور تو ان میں سے جن کو ڈگمگا سکتا ہے ان کو اپنی آواز سے ڈگمگا دے اور ان پر اپنے سواروں کے ساتھ اور اپنے پیادوں کے ساتھ دھاوا بول دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: گھوڑے سوار اور پیادے جب کسی معصیت میں چلیں تو وہ شیطان کے تابع ہیں۔

﴿لَاَحْتَنِكَنَّ﴾ (الاسراء:٦٢) لَاَسْتَاْصِلَنَّ.

''لاحتنکن'' کا معنی ہے: میں ان کو ضرور جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ اِلَّا قَلِيْلًا○ (بنی اسرائیل:٦٢)

میں چند کے سوا تمام اولادِ آدم کو (گمراہ کر کے) جڑ سے اکھاڑ دوں گا○

﴿قَرِيْنٌ﴾ (الزخرف:٣٦) شَيْطَانٌ.

''قرین'' کا معنی شیطان ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ○ (الزخرف:٣٦)

اور جو رحمٰن کے ذکر کی طرف سے اندھا بن گیا' ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ (ہر وقت) اس کا ساتھی ہے○

٣٢٦٨ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ اِلَيَّ هِشَامٌ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ وَوَعَاهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا يَفْعَلُهٗ حَتّٰى كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ دَعَا وَدَعَا ثُمَّ قَالَ اَشَعَرْتِ اَنَّ اللّٰهَ اَفْتَانِيْ فِيْمَا فِيْهِ شِفَائِيْ اَتَانِيْ رَجُلَانِ فَقَعَدَ اَحَدُهُمَا عِنْدَ رَاْسِيْ وَالْاٰخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِلْاٰخَرِ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوْبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهٗ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا اور لیث نے بیان کیا کہ میری طرف ہشام نے لکھا کہ انہوں نے اس کو اپنے والد سے سنا اور اس کو یاد رکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا' حتیٰ کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے اور واقع میں آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا' حتیٰ کہ ایک دن آپ نے (اس کے ازالہ کے لیے) دعا کی اور پھر دعا کی' پھر فرمایا: (اے عائشہ!) کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ کس چیز میں میری شفاء ہے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لَبِيْدُ بْنُ الْاَعْصَمِ قَالَ فِيْمَا ذَا قَالَ فِيْ مُشْطٍ وَّمُشَاقَةٍ وَّجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ قَالَ فَاَيْنَ هُوَ قَالَ فِيْ بِئْرِ ذَرْوَانَ فَخَرَجَ اِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لِعَائِشَةَ حِيْنَ رَجَعَ نَخْلُهَا كَاَنَّهَا رُءُوْسُ الشَّيَاطِيْنِ فَقُلْتُ اِسْتَخْرَجْتَهٗ فَقَالَ لَا اَمَّا اَنَا فَقَدْ شَفَانِي اللّٰهُ وَ خَشِيْتُ اَنْ يُّثِيْرَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا ثُمَّ دُفِنَتِ الْبِئْرُ.

میرے پاس دو آدمی آئے' ان میں سے ایک میرے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کی جانب بیٹھ گیا' ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اس مرد کا درد کیسا ہے؟ اس نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے' اس نے پوچھا: کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لبید بن اعصم نے' اس نے پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: کنگھی میں اور سوتی دھاگے میں اور نر کھجور کے خشک خوشے کے غلاف میں' اس نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ ذروان کے کنویں میں ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے' جب واپس آئے تو حضرت عائشہ سے فرمایا: وہاں پر کھجور کے درخت ایسے ہیں جیسے شیطان کی کھوپڑی ہو' میں نے عرض کیا: آپ نے اس کو نکلوایا؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن اب اللہ نے مجھے شفا دے دی ہے' اور مجھے خطرہ ہے کہ اس کی وجہ سے لوگوں میں کوئی شر نہ پھیلے' اس کے بعد اس کنویں کو پاٹ دیا گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۷۵ میں گزر چکی ہے' وہاں پر دلائل سے واضح کیا گیا ہے کہ مصنف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کرنے کی روایت صحیح نہیں ہے اور کوئی جادوگر آپ پر جادو کر کے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

۳۲۶۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلٰثَ عُقَدٍ يَّضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ مَكَانَهَا عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ كُلُّهَا فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از یحییٰ بن سعید از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی میں تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ کی جگہ پر یہ پھونک دیتا ہے کہ لمبی رات ہے تم سو جاؤ' پھر جب وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے' پس اگر وہ وضوء کرے تو دوسری گرہ (بھی) کھل جاتی ہے' پس اگر وہ نماز پڑھ لے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں' پس وہ صبح کو تر و تازہ اور شاداب اُٹھتا ہے ورنہ وہ نحوست کا مارا ہوا اور سست اُٹھتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتّٰى اَصْبَحَ قَالَ ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي اُذُنَيْهِ اَوْقَالَ فِي اُذُنِهٖ.

منصور از ابووائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو ساری رات سوتا رہتا ہے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے' آپ نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کے کانوں میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے' یا فرمایا: اس کے کان میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا فَرُزِقَا وَلَدًا لَّمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از منصور از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے اور یہ دعا کرے: اللہ کے نام سے (میں عمل زوجیت کرتا ہوں) اے اللہ! ہم کو شیطان سے دور رکھ' اور ہم کو جو اولاد عطاء فرمائے اس کو بھی شیطان سے دور رکھنا' پھر ان کو اولاد عطاء کی جائے تو اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَبْرُزَ وَ اِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِيْبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کی بھوں طلوع ہو جائے تو تم نماز چھوڑ دو حتیٰ کہ وہ پوری طرح ظاہر ہو جائے' اور جب سورج کی بھوں غائب ہو جائے تو تم نماز چھوڑ دو حتیٰ کہ سورج مکمل غروب ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۳ میں گزر چکی ہے۔

سورج کی بھوں یا ابرو سے مراد اس کا کنارہ ہے۔

۳۲۷۳ - وَلَا تَحَيَّنُوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ اَوِ الشَّيْطَانِ لَا اَدْرِيْ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَ هِشَامٌ.

اور تم سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز کا قصد نہ کرو کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں یا شیاطین کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔ عبدۃ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ ہشام نے کیا کہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَبِي سَعِيدٌ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ شَيْءٌ وَّهُوَ يُصَلِّي فَلْيَمْنَعْهُ فَإِنْ أَبِى فَلْيَمْنَعْهُ فَإِنْ أَبِى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ.

نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از ابوصالح از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور تمہارے سامنے سے کوئی آدمی گزرے تو اس کو روکو' اگر وہ انکار کرے تو اس کو پھر روکو' اگر وہ پھر انکار کرے تو اس سے لڑو کیونکہ وہ شیطان ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۰۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۵ - وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَكَّلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَقَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ لَنْ يَّزَالَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَّلَا يَقْرُبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ ذَاكَ الشَّيْطَانُ.

اور حضرت عثمان بن الہیثم نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے رمضان کے صدقہ کی حفاظت پر مقرر کیا' میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس طعام سے لپ بھر بھر کر اُٹھانے لگا' تو میں نے اس کو پکڑ لیا' پس میں نے کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا' پھر انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا' اس شخص نے کہا: جب تم بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو تو اللہ تمہاری مسلسل حفاظت کرتا رہے گا اور شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا' حتیٰ کہ صبح ہو جائے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا اور وہ ہے جھوٹا' وہ شیطان ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا حَتّٰى يَقُولَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ.

(صحیح مسلم: ۱۳۴' الرقم المسلسل: ۳۴۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ تم میں سے کسی ایک کے پاس شیطان آتا ہے' پس کہتا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا' فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا' حتیٰ کہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا' پس جب شیطان یہاں تک پہنچے تو اس کو اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور رک جانا چاہیے۔

دل میں آنے والے خیالوں کی دو قسمیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد میں مذکور ہے: جب لوگ اس طرح کہیں تو تم کہو: ''اللہ احد' اللہ الصمد'' پھر بائیں جانب تین بار تھوکو اور یہ کہو: ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' یعنی شیطان کے شبہات سے اعراض کرو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں ہے: اس کو رک جانا چاہیے اور دلائل قطعیہ سے بیان کرے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خالق نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس کا فلاں خالق ہے تو پھر سوال ہوگا کہ اس کا خالق کون اور پھر اس کا خالق کون ہے؟ اور یہ سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوگا اور اس سے تسلسل لازم آئے گا اور تسلسل باطل ہے' اس لیے یہ سوال بھی باطل ہے۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ وہ اپنے دل میں ان تفکرات سے رک جائے اور شیطان کے وسوسہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

علامہ المازری نے کہا ہے کہ دل میں آنے والے تفکرات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ خیال جو دل میں جمتا نہیں اور نہ اس پر کوئی شبہ قائم ہوتا ہے' یہ خیال اس سے اعراض کرنے سے دور ہو جاتا ہے اور اس حدیث کا بھی یہی محمل ہے اور دل میں آنے والے ایسے خیال کو وسوسہ کہتے ہیں' اور دل میں جو ایسے خیال آئیں جو جم جائیں اور ان کی بنیاد کسی شبہ پر ہو' ان کو غور وفکر کر کے دلائل سے زائل کرنا ضروری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي اَنَسٍ مَوْلَى التَّيْمِيِّينَ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی انس نے حدیث بیان کی جو تیمیین کے آزاد شدہ غلام ہیں کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان داخل ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۸ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ مُوسَى قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ﴿قَالَ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا اَنْسٰنِيهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهُ﴾ (الکہف: ۶۳) وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِي اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا تو انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ' تو انہوں نے کہا: یہ بتایئے جب ہم نے چٹان کی طرف پناہ لی تھی تو میں آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور اس کے ذکر کرنے کو مجھے صرف شیطان نے بھلایا تھا (الکہف: ۶۳)' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف اسی وقت تھکاوٹ محسوس کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھی جب وہ اس جگہ سے گزر رہے تھے، جس کا اللہ نے حکم دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ اِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے تھے: بے شک فتنہ یہاں ہو گا، بے شک فتنہ یہاں ہو گا، جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّيْلُ اَوْ كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوْهُمْ وَاَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَاَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَاَوْكِ سِقَائَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَخَمِّرْ اِنَائَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَيْهِ شَيْئًا. [اطراف الحدیث: ۳۳۰۴۔ ۳۳۱۶۔ ۵۶۲۳۔ ۵۶۲۴۔ ۶۲۹۵۔ ۶۲۹۶] (صحیح مسلم: ۲۰۱۲، الرقم المسلسل: ۵۱۴۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب رات کا اندھیرا چھپلے یا رات پر پھیلائے تو اپنے بچوں کو روک لو کیونکہ اس وقت شیاطین منتشر ہوتے ہیں، پھر جب عشاء کی ایک ساعت گزر جائے تو بچوں کو چھوڑ دو اور اپنا دروازہ بند کر دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو اور اپنا چراغ بجھا دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو اور اپنی مشک کا منہ باندھ دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو اور اپنے برتن ڈھانپ دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو (اور اگر ڈھکن نہ ہو تو) درمیان میں کوئی چیز رکھ دو۔

رات کو شیاطین کے شر سے اپنے بچوں اور اپنے برتنوں کو محفوظ رکھنا

علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رات ہو جائے تو اپنے بچوں کو روک لو یعنی ان کو اپنے گھروں میں لازم رکھو۔ بچوں کو گھروں سے باہر نکلنے سے دو وجہوں سے منع فرمایا ہے:

(۱) شیاطین نجاست کے پاس جاتے ہیں اور چونکہ عام طور پر بچے طہارت کا اہتمام نہیں کرتے، اس لیے ان پر نجاست لگی ہوتی ہے اس لیے وہ شیاطین کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔

(۲) شیاطین اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دوڑ جاتے ہیں اور چھوٹے بچوں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا متصور نہیں ہے۔

(۳) برتن ڈھانپنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حکم دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر شیاطین کو ان کے تصرف سے باز رکھتا ہے۔

(کشف المشکل ج ۴ ص ۲۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں آپ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے وہ استحبابی حکم ہے، وجوبی حکم نہیں ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۲۸۱ - حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَنْ صَفِیَّةَ ابْنَةِ حُیَیٍّ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَکِفًا فَاَتَیْتُهُ اَزُوْرُهُ لَیْلًا فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِیَ لِیَقْلِبَنِیْ وَکَانَ مَسْکَنُهَا فِیْ دَارِ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا رَاَیَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْرَعَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رِسْلِکُمَا اِنَّهَا صَفِیَّةُ بِنْتُ حُیَیٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ وَاِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یَّقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِکُمَا سُوْءًا اَوْ قَالَ شَیْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از علی بن الحسین از حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف میں تھے' پس میں رات کے وقت آپ کی زیارت کرنے کے لیے آئی' سو میں نے آپ سے گفتگو کی' پھر میں کھڑی ہو گئی' پس میں مڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ کھڑے ہوئے' تاکہ مجھے رخصت کریں اور حضرت صفیہ کا گھر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی حویلی میں تھا' پس انصار کے دو مرد گزرے' جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو جلدی جلدی چلے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں ٹھہر جاؤ' یہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہیں' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہوں میں دوڑتا رہتا ہے اور مجھے یہ خطرہ تھا کہ وہ تم دونوں کے دلوں میں کوئی بُرا وسوسہ ڈال دے گا یا کچھ کہے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ یَسْتَبَّانِ فَاَحَدُهُمَا احْمَرَّ وَجْهُهٗ وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ لَوْ قَالَهَا ذَهَبَ عَنْهُ مَا یَجِدُ لَوْ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ ذَهَبَ عَنْهُ مَا یَجِدُ فَقَالُوْا لَهٗ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ فَقَالَ وَهَلْ بِیْ جُنُوْنٌ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۴۸-۶۱۱۵] (صحیح مسلم: ۲۶۱۰' الرقم المسلسل: ۶۵۴۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزۃ از الاعمش از عدی بن ثابت از حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور دو مرد ایک دوسرے کو بُرا کہہ رہے تھے' ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک ایسے ذکر کا علم ہے اگر یہ اس کو پڑھ لیتا تو اس کے دل میں جو غیظ وغضب ہے' وہ جاتا رہتا' اگر یہ پڑھتا: ''اعوذ باللہ من الشیطان'' تو اس کے دل میں جو غیظ وغضب ہے وہ نکل جاتا' پس لوگوں نے اس شخص سے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم ''اعوذ باللہ من الشیطان'' پڑھو' اس شخص نے کہا: کیا میں دیوانہ ہوں۔

جس شخص نے ''اعوذ باللہ من الشیطن'' پڑھنے سے اعراض کیا' اس کی وضاحت اور غصہ کے وقت پانی پینے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اُس شخص کا کلام ہے جس کو اللہ کے دین کی سمجھ نہیں تھی اور جو شریعت مطہرہ کے انوار سے منور نہ تھا' اور اس کا یہ گمان تھا کہ ''اعوذ باللہ من الشیطان'' پڑھنا صرف دیوانوں کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کو یہ علم نہیں تھا کہ غضب شیطان کے آثار سے ہوتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ شخص منافقین میں سے ہو یا سخت دل بدوؤں میں سے ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ شیطان سے پناہ مانگنا غضب کو دور کر دیتا ہے' اور شیطان کے مکر کو دور کرنے کے لیے یہ سب سے قوی ہتھیار ہے' اور حضرت عطیہ سے روایت ہے کہ غضب شیطان کے اثر سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھ جاتی ہے' سو جب تم میں سے کوئی شخص غضب ناک ہو تو وہ وضوء کرلے' اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بندہ اللہ کے غضب سے سب سے زیادہ اس وقت قریب ہوتا ہے جب وہ خود غضب میں ہوتا ہے' اور بکر بن عبداللہ نے کہا: غضب کی آگ کو دوزخ کی آگ کے ذکر سے بجھاؤ' اور بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے ابن آدم! جب تو غضب میں ہوتو میرا ذکر کر اور جب میں غضب میں ہوں گا تو میں تیرا ذکر کروں گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۸۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِی الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِیْ فَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَّمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ وَلَمْ يُسَلَّطْ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس جائے (اور) یہ دعا کرے: اے اللہ! مجھ سے شیطان کو دور رکھ اور مجھ کو جو اولاد عطاء فرمائے' اس سے (بھی) شیطان کو دور رکھ' پھر اگر ان کے درمیان اولاد ہو تو شیطان اس کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا اور اس پر مسلط نہیں ہو سکے گا۔

قَالَ وَحَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهٗ.

شعبہ نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از سالم از کریب از حضرت ابن عباس' اسی حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۴ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰى صَلٰوةً فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِیْ فَشَدَّ عَلَیَّ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ عَلَیَّ فَاَمْكَنَنِی اللّٰهُ مِنْهُ فَذَكَرَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' کہ آپ نے نماز پڑھی تو آپ نے بتایا کہ شیطان میرے پاس آیا' سو اس نے مجھ پر حملہ کیا' وہ میری نماز توڑنا چاہتا تھا تو اللہ نے مجھ کو اس پر قدرت دی' پھر آپ نے پورا قصہ بیان کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۲۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلٰوةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ فَإِذَا قُضِيَ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ أَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْإِنْسَانِ وَقَلْبِهِ فَيَقُولُ اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى لَا يَدْرِيَ أَثَلَاثًا صَلّٰى أَمْ أَرْبَعًا فَإِذَا لَمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلّٰى أَوْ أَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے اور اس کی آواز کے ساتھ ہوا خارج ہوتی ہے اور جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو وہ آ جاتا ہے' پھر جب اقامت کہی جاتی ہے تو وہ پھر پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے' پس جب اقامت پوری ہو جاتی ہے تو وہ آ جاتا ہے' حتیٰ کہ انسان اور اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے' پس کہتا ہے: فلاں چیز یاد کر' فلاں چیز یاد کر' حتیٰ کہ نمازی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے تین رکعت نماز پڑھی ہے یا چار' پس جب اس کو یاد نہ رہے کہ اس نے تین رکعت نماز پڑھی ہے یا چار تو وہ دو سہو کے سجدے کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي آدَمَ يَطْعُنُ الشَّيْطَانُ فِي جَنْبَيْهِ بِإِصْبَعِهِ حِينَ يُولَدُ غَيْرَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعُنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۳۱-۳۵۴۸] (صحیح مسلم: ۲۳۶۶' الرقم المسلسل: ۶۰۶۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اولادِ آدم کا ہر فرد جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پہلوؤں میں اپنی انگلی چبھوتا ہے' ماسوا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے' جب شیطان ان کو انگلی چبھونے گیا تو (بچہ دان کے) پردہ میں انگلی چبھو سکا (اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے)۔

تمام انبیاء علیہم السلام کا شیطان کے کچوکوں سے محفوظ رہنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کی ظاہر فضیلت ہے کہ شیطان ان کے پہلو میں کچوکے لگانے میں ناکام رہا' کیونکہ حضرت مریم کی والدہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی:

وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ○ (آل عمران: ۳۶)

اور بے شک میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ○

امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو شیاطین ابلیس کے پاس آئے اور کہا: تمام بت اوندھے منہ گرے ہوئے ہیں' ابلیس نے کہا: کوئی نئی چیز رونما ہوئی ہے' پھر ابلیس نے تمام روئے زمین کو اور تمام سمندروں کو دیکھا تو اس کو پتا چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو چکے ہیں اور فرشتوں نے ان کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے' تب اس نے شیاطین سے کہا کہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گزشتہ شب ایک نبی پیدا ہو چکے ہیں' کوئی عورت حاملہ نہیں ہوئی تھی اور نہ کسی نے کوئی بچہ جنا تھا' مگر میں وہاں موجود تھا' سوا اس نبی کے' پس وہ سب اس شہر میں بت پرستی سے مایوس ہو گئے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس فضیلت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شریک ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور صالحین اس سے مامون ہیں کہ ان کی پیدائش کے وقت شیطان ان کی کوکھ میں کچوکے لگائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنے فضل سے شیطان کے شر سے محفوظ رکھا ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِينَ ○ (الحجر:۴۲)

بے شک میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں' ہاں! جو گم راہوں میں سے تیری پیروی کرے ○

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۲-۲۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۸۷ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَقُلْتُ مَنْ هَا هُنَا قَالُوا أَبُو الدَّرْدَاءِ قَالَ أَفِيكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از المغیرہ از ابراہیم از علقمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں آیا تو میں نے کہا: یہاں کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ آئے ہوئے ہیں' انہوں نے پوچھا: کیا تم لوگوں میں وہ شخص ہیں' جن کو اللہ نے اپنے نبی کی زبان پر شیطان کے شر سے مامون رکھا ہے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيرَةَ وَقَالَ الَّذِي أَجَارَهُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي عَمَّارًا.

[اطراف الحدیث: ۳۷۴۲-۳۷۴۳-۳۷۶۱-۴۹۴۳-۴۹۴۴-۶۲۷۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ' جس کو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان کے شر سے محفوظ رکھا تھا' اس سے آپ کی مراد حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اسلام لانے میں سابق تھے اور ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ. (النحل:۱۰۶)

مگر جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۸۸ - قَالَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ أَخْبَرَهُ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تَتَحَدَّثُ فِي الْعَنَانِ وَالْعَنَانُ الْغَمَامُ بِالْأَمْرِ يَكُونُ فِي الْأَرْضِ فَتَسْمَعُ الشَّيْطَانُ الْكَلِمَةَ فَتَقُرُّهَا

امام بخاری نے کہا: اور لیث نے بیان کیا کہ مجھے خالد بن یزید نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی ہلال کہ ابو الاسود نے خبر دی' ان کو عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرشتے العنان میں باتیں کرتے ہیں' اور العنان بادل ہے' وہ زمین میں واقع ہونے والے کسی کام کے متعلق باتیں کرتے ہیں تو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فِي أُذُنِ الْكَاهِنِ كَمَا تُقَرُّ الْقَارُورَةُ فَيَزِيدُونَ مَعَهَا مِائَةَ كِذْبَةٍ.

شیاطین ان باتوں میں سے کوئی بات سن لیتے ہیں اور شیاطین ان باتوں کو کاہن کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں' جیسے بوتل میں کوئی چیز ڈالی جاتی ہے' پس کاہن ان باتوں کے ساتھ اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۱۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۹ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّيْطَانُ.

[اطراف الحدیث: ۶۲۲۳-۶۲۲۶] (صحیح مسلم: ۲۹۹۴' الرقم المسلسل: ۷۳۸۴' سنن ترمذی: ۲۷۵۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جماہی لینا شیطان کی طرف سے ہے' سو جب تم میں سے کوئی شخص جماہی لے تو اس کو جہاں تک ہو سکے روکے' کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص (جماہی لیتے وقت) کہتا ہے: ''ہا'' تو شیطان ہنستا ہے۔

جماہی کو ناپسند کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جماہی کی کراہت کی وجہ سے اس کو شیطان کی طرف منسوب کیا ہے' کیونکہ انسان کو جماہی اس وقت آتی ہے جب وہ خوب پیٹ بھر کر کھا لیتا ہے اور اس کا بدن بھاری ہو جاتا ہے' اور اس پر سستی چڑھتی ہے اور اس کو نیند آتی ہے اور اس کی اضافت شیطان کی طرف اس لیے فرمائی ہے کہ شیطان انسان کو پُرخوری' کھانے اور پینے کی لذتوں کی طرف اُکساتا ہے' جس سے سستی اور غفلت پیدا ہوتی ہے اور اس وجہ سے انسان عبادت' اطاعت اور نیکی کے کام کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۹۰ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ هِشَامٌ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ فَصَاحَ إِبْلِيسُ أَيْ عِبَادَ اللّٰهِ أُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ الْيَمَانِ فَقَالَ أَيْ عِبَادَ اللّٰهِ أَبِي أَبِي فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوا حَتّٰى قَتَلُوهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ. قَالَ عُرْوَةُ فَمَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ مِنْهُ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتّٰى لَحِقَ بِاللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۲۴-۴۰۶۵-۶۶۶۸-۶۶۸۳-۶۸۹۰]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامۃ نے حدیث بیان کی' ہشام نے کہا: ہمیں خبر دی از والد خود' از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب اُحد کے دن مشرکین شکست کھا گئے تو ابلیس نے چلا کر کہا: اے اللہ کے بندو! (یعنی اے مسلمانو!) اپنے پیچھے والوں سے بچو' پس آگے کے مسلمانوں نے پیچھے کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا' حضرت حذیفہ نے دیکھا کہ ان کے والد یمان بھی پچھلوں میں تھے' تو حضرت حذیفہ نے کہا: اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں' یہ میرے والد ہیں' سو اللہ کی قسم! جب تک اگلے مسلمانوں نے ان کو قتل نہیں کیا نہیں چھوڑا' پھر حضرت حذیفہ نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صرف) اتنا کہا: اللہ تمہاری مغفرت فرمائے! عروہ نے کہا: پھر حضرت حذیفہ اپنے والد کے قاتلوں کے لیے مسلسل مغفرت کی دعا کرتے رہے' حتیٰ کہ وہ اللہ سے جا ملے۔

مسلمانوں کا غلط فہمی سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد کو قتل کرنا اور حضرت حذیفہ کا ان کو معاف کر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابلیس نے جو کہا تھا: اے مسلمانو! اپنے پیچھے والوں سے بچو! اس سے ابلیس نے مسلمانوں کو مغالطہ دیا تھا' تاکہ مسلمان ایک دوسرے کو قتل کر دیں' پس مسلمانوں کی اگلی جماعت پیچھے والے مسلمانوں کو مشرک سمجھ کر ان کو قتل کرنے کے لیے بڑھی۔

حضرت حذیفہ کے والد کا لقب یمان تھا اور ان کا نام حسیل بن جابر العبسی تھا' وہ حضرت حذیفہ کے ساتھ اسلام لائے تھے اور انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی' وہ غزوہ اُحد میں حاضر ہوئے تھے' اور مسلمانوں نے غلط فہمی سے ان کو مشرک سمجھ کر مار ڈالا' حضرت حذیفہ کہتے رہے: یہ میرے والد ہیں ان کو قتل نہ کرو' لیکن ان کی بات کسی نے نہیں سنی اور لوگ ان کے والد کو قتل کرنے سے نہیں رکے۔

حضرت حذیفہ نے ان مسلمانوں کے لیے دعا کی جنہوں نے لاعلمی سے ان کے والد کو قتل کر دیا تھا' کیونکہ حضرت حذیفہ نے ان کو معذور قرار دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے: جس نے ان کے والد کو قتل کیا تھا وہ حضرت عقبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے' سو حضرت حذیفہ نے ان کو معاف کر دیا تھا' حضرت حذیفہ تاحیات اپنے والد کے قتل کیے جانے پر غمگین رہے اور ان کے قاتلوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہے۔

۳۲۹۱ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اِخْتِلَاسٌ يَّخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ أَحَدِكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از اشعث از والد خود از مسروق' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ جو شخص نماز میں اِدھر اُدھر دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ شیطان کا تم سے کسی ایک کی نماز کا کچھ حصہ اُچک لینا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۹۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَإِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالمغیرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اور مجھے سلیمان بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حَلَمَ اَحَدُكُمْ حُلُمًا يَخَافُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهٖ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ. [اطراف الحدیث: ۵۷۴۷-۶۹۸۴-۶۹۸۶-۶۹۹۵-۶۹۹۶-۷۰۰۵-۷۰۴۴] (صحیح مسلم: ۲۲۶۱، الرقم المسلسل: ۵۷۹۰، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند الحمیدی: ۴۱۸، المعجم الاوسط: ۸۷۱۹، المطالب العالیہ: ۳۱۲۶، شعب الایمان: ۴۷۶۰، شرح مشکل الآثار: ۲۱۷۸، صحیح ابن حبان: ۶۰۴۲، مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۵۲۵ - ج ۳۷ ص ۲۰۵، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

بن ابی قتادہ نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہیں اور پریشان کن خواب شیطان کی طرف سے ہیں' سو جب تم میں سے کوئی شخص پریشان کن خواب دیکھے جس سے وہ خوف زدہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بائیں جانب تھوکے اور اس خواب کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرے تو بے شک وہ خواب اس کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔

خواب کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "الرؤيا الصالحة" کا ذکر ہے' یعنی صالح خواب اور اس خواب کو یا تو صورت کے اعتبار سے صالح فرمایا ہے یا اس کی تعبیر کے اعتبار سے' اس خواب کو "الرؤيا الصادقة" (سچے خواب) اور "الرؤيا الحسنة" (اچھے خواب) بھی کہتے ہیں۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے اس کی تفسیر "المبشرات" کے ساتھ فرمائی ہے کیونکہ بشارت ہر اس سچی خبر کو کہتے ہیں جس کو سن کر انسان کا چہرہ متغیر ہو اور اس پر خوشی کے آثار ہوں۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: حُلم' شیطان کی طرف سے ہے' اس سے مراد جھوٹے خواب یا بُرے خواب ہیں' حُلم کا اصل معنی ہے: خواب' خواہ اس میں اچھی صورت نظر آئے یا بُری صورت' جب انسان بُرا خواب دیکھے تو وہ بائیں جانب تھوک دے' یہ شیطان کو دھتکارنے کے لیے فرمایا' جیسے جمرات میں شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں یا جیسے انسان کسی نجس چیز کو دیکھ کر تھوک دیتا ہے' اور شیطان سے بڑھ کر تو کوئی نجس چیز ہے نہیں۔ جو خواب ناپسندیدہ ہوتا ہے وہ جھوٹا اور مکروہ ہوتا ہے' اس کو حُلم کہتے ہیں' اسی طرح جس خواب کو دیکھ کر انسان ڈر جاتا اور بیدار ہو کر پریشان ہو جاتا ہے' اس کو بھی حُلم کہتے ہیں۔ اسی قسم کے خواب دیکھ کر شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خواب تین قسم کا ہے: (۱) خواب میں شیطان ڈراتا ہے تاکہ ابن آدم غمگین ہو (۲) انسان دن میں جن کاموں کا ارادہ کرتا ہے' خواب میں ان کاموں کو دیکھتا ہے (۳) خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۷' صحیح ابن حبان: ۶۰۴۲)

۳۲۹۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی جو ابوبکر کے غلام ہیں از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سومرتبہ یہ پڑھا: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' (وہ) ایک ہے اس کا کوئی شریک

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فِیْ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَّكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَّكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَأْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ.

[طرف الحدیث: ۶۴۰۳] (صحیح مسلم: ۲۶۹۱ الرقم المسلسل: ۶۷۳۷ سنن ترمذی: ۳۴۶۹)

نہیں اسی کی حکومت ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر اجر ملے گا' اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس دن اس کی شیطان سے حفاظت ہو گی' حتیٰ کہ شام ہو جائے اور اس سے افضل عمل کوئی نہیں کر سکے گا مگر جو شخص ان کلمات کو اس سے زیادہ مرتبہ پڑھے۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''عدل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مثل' اور اس میں ''حِرز'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جو چیز حفاظت کا سبب ہو۔

۳۲۹۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُالْحَمِيْدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَاهُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ اِسْتَاْذَنَ عُمَرُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ نِسَاءٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهٗ وَيَسْتَكْثِرْنَهٗ عَالِيَةً اَصْوَاتُهُنَّ فَلَمَّا اسْتَاْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ يَبْتَدِرْنَ الْحِجَابَ فَاَذِنَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِيْ كُنَّ عِنْدِيْ فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ قَالَ عُمَرُ فَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنْتَ اَحَقَّ اَنْ يَّهَبْنَ. ثُمَّ قَالَ اَيْ عَدُوَّاتِ اَنْفُسِهِنَّ اَتَهَبْنَنِيْ وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۸۳-۶۰۸۵] (صحیح مسلم: ۲۳۹۶ الرقم المسلسل: ۶۰۹۶ صحیح ابن حبان: ۶۸۹۳ مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید بن عبدالرحمان بن زید نے خبر دی کہ ان کو محمد بن سعد بن ابی وقاص نے خبر دی کہ ابو سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی اور اس وقت آپ کے پاس قریش کی خواتین تھیں' جو آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور آپ سے زیادہ چیزیں طلب کر رہی تھیں' ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں' جب حضرت عمر نے اجازت طلب کی تو وہ جلدی سے اُٹھ کر حجاب میں چلی گئیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو اجازت دی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس رہے تھے' حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے! آپ نے فرمایا: جو عورتیں میرے پاس بیٹھی تھیں' مجھے ان پر تعجب ہو رہا ہے' جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو یہ جلدی سے حجاب میں چلی گئیں' حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ آپ سے ڈریں' پھر حضرت عمر نے کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ڈرتیں! انہوں نے کہا: ہاں! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہ نسبت بہت سخت اور درشت ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے! جب بھی شیطان تم سے کسی راستہ میں ملتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلا جاتا ہے۔

خواتین قریش کے اضافہ کے مطالبہ پر حضرت عمر کا ان کو ملامت کرنا اور حضرت عمر کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ قریش کی خواتین آپ سے کلام کر رہی تھیں (بہ ظاہر یہ خواتین ازواجِ مطہرات تھیں) اور آپ سے خرچ میں اور عطاء میں اضافہ کو طلب کر رہی تھیں اور ان کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کے سامنے تو آواز بلند کرنا منع ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

حضرت عمر نے کہا: اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تو یہ ارشاد ہے:

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا. (التوبہ:۸۲) سو تم کو کم ہنسنا چاہیے۔

تو پھر حضرت عمر نے یہ دعا کیوں کی اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ہنسنے سے مراد اس کا لازم ہے یعنی خوشی اور سرور' یعنی اللہ آپ کو ہمیشہ مسرور رکھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں عام افراد امت کو حکم ہے' اس حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل نہیں ہیں' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دور دور رہتا تھا اور اس کے لیے حضرت عمر کے دل میں وسوسہ ڈالنا ممکن نہیں تھا' سو شیطان آپ کو وسوسہ ڈالنے سے مایوس ہو گیا تھا' لہٰذا یہ حضرت عمر کی بہت بڑی فضیلت ہے' اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو وسوسہ ڈالنے پر بھی شیطان قادر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ کورانی کی طرف سے اس کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی شدت اور سختی تھی اور مصنف کا اس جواب کو رد کرنا اور اپنے جوابات دینا' اور آپ کی نرم دلی کے متعلق احادیث

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ خواتین قریش نے حضرت عمر سے کہا: ہاں! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سخت اور درشت ہیں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ خواتین قریش کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی سختی اور شدت تھی' لیکن حضرت عمر سے کم تھی اور یہ چیز آپ کے مکارمِ اخلاق کے مناسب نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی سختی اور شدت تھی' لیکن وہ کفار اور منافقین کے لیے تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ. (التوبہ:۷۳) اے نبی! کفار اور مشرکین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

(دراصل یہ علامہ عینی کا جواب ہے۔ عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۸' الکوثر الجاری ج ۶ ص ۲۱۴)

تاہم علامہ کورانی کے جواب پر پھر یہ اعتراض ہو گا کہ خواتینِ قریش کفار اور منافقین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سختی اور شدت کا انکار نہیں کرتی تھیں' ان کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر سختی اور شدت کر رہے ہیں' لیکن یہ حضرت عمر کی سختی اور شدت سے کم ہے' اس لیے میرے نزدیک اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احکامِ شرعیہ کے نفاذ میں مسلمانوں پر اور ازواجِ مطہرات پر بھی سختی اور شدت کرتے تھے اور ازواجِ مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مالِ دنیا اور خرچ میں اضافہ کا جو مطالبہ کر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رہی تھیں' یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ تھا' جیسا کہ اس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًاO وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًاO (الاحزاب: ۲۹۔۲۸)

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ! میں تمہیں مالی فائدہ دوں اور حسن سلوک کے ساتھ تمہیں چھوڑ دوںO اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت والے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کیا ہےO

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام مسلمانوں پر احکامِ شرعیہ نافذ کرنے میں بھی بہت سخت تھے اور کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش کے نزدیک یہ بڑا سنگین واقعہ تھا کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی' پس انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی کون سفارش کرے گا؟ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا اس کی کون جرأت کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت عزیز ہیں' تب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سفارش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کر رہے ہو! پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے گم راہ ہو گئے تھے کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی پس ماندہ شخص چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی چوری کرتی تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کا ہاتھ کاٹ دیتے!

(صحیح البخاری: ۶۷۸۸' صحیح مسلم: ۱۶۸۸' سنن ترمذی: ۱۴۳۰' سنن نسائی: ۴۸۹۹' سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۷)

اس کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی دو کاموں میں سے کسی ایک کام کا اختیار دیا گیا تو آپ اس کام کو اختیار کرتے جو دونوں میں سے زیادہ آسان ہو' بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو پس اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور ہونے والے ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا' سوا اس کے کہ اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے تو آپ اس کا انتقام لیتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۵۶۰' صحیح مسلم: ۲۳۲۷' سنن ابوداؤد: ۴۷۸۵)

امام ترمذی اور دیگر ائمہ کی روایت میں اس طرح ہے:

اگر کوئی شخص اللہ کی حد کو توڑتا تو آپ اس پر سب سے زیادہ غضب فرماتے تھے۔

(شمائل ترمذی: ۳۵۰' مسند احمد ج ۶ ص ۸۵' مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۴۲)

مصنف کے نزدیک اصل اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین' کفار اور فساق پر جو سختی کی ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی ہے' ورنہ آپ اپنی سرشت اور طبیعت کے اعتبار سے بہت نرم ہیں' جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ. (آل عمران: ۱۵۹)

آپ اللہ کی بے انتہاء رحمت کی وجہ سے (مسلمانوں کے لیے) نرم دل ہیں' اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد و پیش سے بھاگ جاتے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

تو کہیں فرطِ غم سے ان کے پیچھے آپ اپنی جان دے بیٹھیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا O (الکہف:۶) گے اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں O

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سخت دل ہوتے تو آپ کو اس کی کیا پرواہ ہوتی کہ کفار قرآن مجید پر ایمان نہ لا کر دوزخ میں جا رہے ہیں۔

نیز غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اُٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

یا رسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک جنگ کروں گا جب تک کہ وہ ہماری مثل (مسلمان) نہ ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ٹھہرو! حتیٰ کہ ان کے میدان میں اتر کر پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ اللہ کا ان پر کیا حق ہے' اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۲۱۰' صحیح مسلم: ۲۴۰۶)

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت دل ہوتے تو مطلقاً کفار کو قتل کرنے کا حکم دے دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نرم دل ہونے پر درج ذیل حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ بدر میں کفار قریش کو گرفتار کر لیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ان قیدیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ آپ کے چچا کے بیٹے اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں' میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں (اور ان کو آزاد کر دیں)' اس (فدیہ) سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہو گی' پس ہو سکتا ہے کہ ان کو اللہ اسلام کی ہدایت دے دے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے خطاب کے بیٹے! تمہاری کیا رائے ہے؟ تو حضرت عمر نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! میری رائے وہ نہیں ہے جو ابوبکر کی رائے ہے! لیکن میری رائے یہ ہے کہ آپ ہمیں ان پر قدرت دیں اور ہم ان کی گردنیں اُڑا دیں' آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عقیل پر قدرت دیں سو وہ ان کی گردن اُڑا دیں' اور مجھے میرے فلاں رشتہ دار پر قدرت دیں تو میں اس کی گردن اُڑا دوں' کیونکہ یہ لوگ کفر کے امام اور سردار ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر کی رائے کی طرف مائل ہوئے اور میری رائے کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ الحدیث

(صحیح مسلم: ۱۷۶۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۹۰' سنن ترمذی: ۳۰۸۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۳)

اور اس حدیث سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی کا پتا چلتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا غزوہ اُحد سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کی طرف سے میں نے جو مصائب اُٹھائے ہیں سو اُٹھائے ہیں! اور سب سے زیادہ مصیبت میں نے عقبہ کے دن اُٹھائی تھی جب میں نے اپنے آپ کو (طائف کے سردار) ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا' سو اس نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا اور میری دعوت کو مسترد کر دیا' میں وہاں سے افسردہ ہو کر چلا گیا' پھر جب میں قرن الثعالب پر پہنچا تو میرا غم کچھ کم ہوا' پھر میں نے سر اُٹھایا تو ایک بادل نے مجھ پر سایا کیا ہوا تھا' میں نے غور کیا تو اس میں حضرت جبریل علیہ السلام تھے' پس انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات اور ان کا جواب سن لیا' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے' تا کہ آپ ان لوگوں کے متعلق جو چاہیں حکم دیں' پس پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا' پھر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ چاہیں تو میں ان (طائف کے) لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں اور یہ چکنا چور ہو جائیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ان لوگوں کو نکالے گا جو اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ بالکل شرک نہیں کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۳۱' صحیح مسلم: ۱۷۹۵)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان صحیح احادیث سے واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ کفار کے متعلق بھی نرم دل تھے اور فساق کے متعلق نرم دل ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد میں عبد اللہ نام کا ایک شخص تھا جس کا لقب حمار تھا' اور وہ رسول اللہ ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا' اور نبی ﷺ نے اس کو شراب پینے پر کوڑے مارے تھے' ایک دن پھر اس کو نبی ﷺ کے پاس لایا گیا اور آپ کے حکم سے اس کو کوڑے مارے گئے' تو قوم میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما! اس کو کتنی بار حد جاری کرنے کے لیے لایا گیا ہے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو' پس اللہ کی قسم! مجھے اس کے متعلق صرف یہ علم ہے کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۷۸۰)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سب پر نرم دل تھے اور سب کے لیے رحمت تھے اور علامہ عینی اور علامہ کورانی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کے دل میں بھی سختی تھی اور کفار اور منافقین سے جہاد کرنا اور فساد پر حد جاری کرنا' آپ کے دل کی سختی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے تھا۔ والحمد للہ رب العلمین!

۳۲۹۵- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَيْقَظَ اُرَاهُ اَحَدُكُمْ مِنْ مَّنَامِهٖ فَتَوَضَّاَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيْتُ عَلٰى خَيْشُوْمِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از عیسیٰ بن طلحہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا' میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ وضو کرے' پس تین مرتبہ ناک کو صاف کرے' کیونکہ شیطان اس کے نتھنوں میں رات گزارتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۸' الرقم المسلسل: ۵۴۲' سنن نسائی: ۹۰)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ وَثَوَابِهِمْ وَعِقَابِهِمْ جنات کا ذکر اور ان کے ثواب اور عقاب کا بیان

اس باب میں جنات کے وجود کا بیان ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان کو نیک کاموں پر ثواب ملتا ہے اور بُرے کاموں پر ان کو عذاب ہوتا ہے' علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

جنات کے وجود کے متعلق مذاہب اسلام

جنات کے وجود کے متعلق اسلام کے فرقوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اور جمہور کفار کے نزدیک بھی جنات کا وجود ثابت ہے' اور بعض کفار جنات کا انکار کرتے ہیں' اسی طرح مسلمانوں کے بعض فرقے مثلاً جہمیہ اور معتزلہ بھی جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔

جنات کے وجود کی دلیل یہ ہے کہ تواتر کے ساتھ انبیاء علیہم السلام سے جنات کے وجود کی خبریں ثابت ہیں۔ قاضی ابوبکر باقلانی نے کہا ہے کہ اکثر قدریہ پہلے جنات کے وجود کے قائل تھے اور اب انکار کرتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کے اجسام بہت رقیق ہوتے ہیں اس لیے وہ دکھائی نہیں دیتے' بعض یہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان کا رنگ نہیں ہوتا' اس لیے وہ دکھائی نہیں دیتے' بعض معتزلہ نے کہا کہ جنات کا وجود عقل سے ثابت نہیں ہے' کتاب و سنت کی تصریحات سے ثابت ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جنات کی تخلیق کی ابتداء

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جنات زمین پر رہنے والے تھے اور فرشتے آسمانوں پر رہنے والے تھے۔

اسحاق بن بشر نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا کیا اور انہیں زمین کو آباد کرنے کا حکم دیا' سو وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' جب ان کو زیادہ مدت ہوگئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور خون ریزی کی' ان میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام یوسف تھا' انہوں نے اس کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف آسمانِ دنیا کے ملائکہ کا لشکر بھیجا جس میں ابلیس بھی تھا' انہوں نے جنات کو زمین سے نکال دیا اور ان کو سمندر کے جزائر میں جلاوطن کر دیا اور ابلیس اور اس کے ساتھ جو لشکر تھا وہ زمین میں رہا۔

جنات کا مادہ تخلیق

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ (الرحمٰن:۱۵) اور جن کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا ۝

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا اور جنات کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جس کو تمہارے لیے بیان فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم:۲۹۹۶' الرقم المسلسل:۷۳۰۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح انسان کی اصل مٹی ہے' اسی طرح جنات کی اصل آگ ہے۔

نیز جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ تو نے میرے حکم کے باوجود آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو اس نے کہا:

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ (الاعراف:۱۲) میں اس سے بہتر ہوں (کیونکہ) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے ۝

سو یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ جنات کی اصل آگ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آگ خشک ہوتی ہے اور زندگی کے لیے رطوبت ضروری ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ بغیر رطوبت کے بھی حیات پیدا فرما دے۔

جنات کا مختلف صورتوں میں ہونا

قاضی ابویعلیٰ محمد بن الحسین الفراء الحنبلی نے کہا ہے کہ جنات کئی قسم کے اجسام پر ہیں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ رقیق ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کثیف ہوں' علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ جنات کی تین اقسام ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے: ایک قسم وہ ہے جو سانپوں کی صورتوں میں ہے' دوسری قسم وہ ہے جو سیاہ کتوں کی صورتوں میں ہے' تیسری قسم وہ ہے جو اُڑنے والی ہواؤں کی صورتوں میں ہے اور جنات' سانپ' بچھو' اونٹ' گائے' بکری' گھوڑوں' خچروں اور گدھوں' پرندوں اور بنو آدم کی صورتوں میں آ سکتے ہیں' قاضی ابویعلیٰ نے کہا کہ شیاطین اس پر قادر نہیں ہیں کہ اپنی خلقت کو تبدیل کر لیں' اور از خود کسی دوسری صورت میں منتقل ہو جائیں' ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے کلمات سکھا دیئے ہوں جن کو پڑھنے سے ان کی صورت بدل جائے یا کوئی ایسا فعل سکھا دیا ہو جس کو کرنے سے ان کی صورت بدل جائے۔

جنات کی انواع

جنات کی ایک قسم غول ہے' اس کو عفریت کہتے ہیں' علماء نے کہا ہے کہ یہ ایک حیوان ہے جو جنگلات کو پسند کرتا ہے' یہ مختلف

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صورتوں میں ہوتا ہے اور رات میں دکھائی دیتا ہے اور خلوت کے اوقات میں' ان لوگوں کے لیے جو تنہا سفر کر رہے ہوں' ان کو یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ انسان ہے اور یہ مسافر کو راستہ سے گم راہ کر دیتا ہے۔

دوسری قسم سعلاۃ ہے' یہ غول سے مختلف ہے' یہ اکثر جنگلوں میں ہوتا ہے جب یہ انسان کو دیکھتا ہے تو ناچتا ہے اور اس کے ساتھ اس طرح کھیلتا ہے جس طرح بلی چوہے کے ساتھ کھیلتی ہے۔

تیسری قسم غداء ہے' یہ مصر اور یمن کے علاقہ میں پایا جاتا ہے' انسان اس کو دیکھ کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔

چوتھی قسم ولھان ہے' یہ سمندری جزائر میں ہوتا ہے' یہ انسان کی صورت میں شتر مرغ پر سوار ہوتا ہے' ان میں سے بعض انسانوں کے ساتھ مانوس ہوتے ہیں لیکن ان کو ایذاء نہیں دیتے' ان میں سے بعض کنواری لڑکیوں کو اُچک کر لے جاتے ہیں' بعض چھپکلی کی صورت میں آتے ہیں اور بعض کتے کی صورت میں آتے ہیں۔

جنات کی وجہ تسمیہ

جن کا معنی ہے: مستور اور چھپا ہوا' جیسے انس کا معنی ہے: ظاہر' جنات چونکہ انسانوں کو دکھائی نہیں دیتے' اس لیے ان کو جن کہتے ہیں' اسی طرح جو چیز بھی انسان کی آنکھوں سے مستور ہو' اس کو جن کہتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ فرشتوں کو بھی جن کہتے تھے کیونکہ وہ بھی انسان کی آنکھوں سے مستور ہیں' اسی طرح جنت بھی ہم سے مستور ہے' ''جُنّہ'' ڈھال کو کہتے ہیں وہ بھی ہتھیاروں سے ستر کرتی ہے' پیٹ میں بچے کو جنین کہتے ہیں کیونکہ وہ پیٹ میں مستور ہوتا ہے' دل کو جنان کہتے ہیں کیونکہ وہ سینہ میں مستور ہوتا ہے۔

جنات کا کھانا پینا

جنات کھاتے پیتے ہیں' نکاح کرتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے اور اس میں درج ذیل اقوال ہیں:

(۱) تمام جنات کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں' یہ قول ساقط الاعتبار ہے۔

(۲) جنات کی ایک قسم کھاتی پیتی ہے اور دوسری قسم کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔

(۳) جنات کھاتے ہیں اور پیتے ہیں' چباتے ہیں اور نگلتے ہیں' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی کھا رہا تھا' اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی' حتیٰ کہ جب اس کے کھانے سے صرف ایک لقمہ بچ گیا تو اس نے پڑھا: ''بسم اللّٰہ اوّلہ و آخرہ'' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا: شیطان مسلسل اس کے ساتھ کھاتا رہا' پھر جب اس نے اللہ عزوجل کا نام لیا تو اس کے پیٹ میں جو کچھ گیا تھا' اس نے اس کی قے کر دی۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۶۸)

(۴) وہب بن منبہ سے سوال کیا گیا کہ جنات کیا ہیں؟ اور کیا وہ کھاتے اور پیتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں اور ان کی اولاد ہوتی ہے؟ اور وہ مرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جنات کی کئی اقسام ہیں: جو خالص جن ہیں وہ ہوا ہیں' وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں' نہ نکاح کرتے ہیں اور نہ ان کی اولاد ہوتی ہے' ان کی ایک قسم سعالیٰ' غول اور قطرب ہے' یہ کھاتے پیتے ہیں' نکاح کرتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے' اس کو ابوعمر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

جنات کا مکلّف ہونا

علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ ایک جماعت کے نزدیک جنات مکلف اور مخاطب ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا. (الانعام:۱۳۰) سے رسول نہیں آئے جو تمہارے سامنے میری آیات تلاوت کرتے تھے اور تمہیں اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے تھے؟

الحشویہ نے کہا ہے: وہ اپنے افعال میں مجبور ہیں اور وہ مکلف نہیں ہیں۔

اور جو کہتے ہیں: وہ مکلف ہیں' ان کا اس میں اختلاف ہے کہ ان کو ثواب یا عذاب ہوگا یا نہیں؟

ایک جماعت نے کہا ہے کہ ان کو صرف اتنا ثواب ہوگا کہ ان کو دوزخ سے نجات مل جائے گی' پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ' جیسا کہ بہائم سے کہا جائے گا' اور یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے جس کو ابن حزم وغیرہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو اطاعت پر ثواب دیا جائے گا اور معصیت پر عذاب دیا جائے گا۔ یہ امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد کا قول ہے اور امام شافعی اور امام احمد سے بھی اسی طرح منقول ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: ہاں! ان کے لیے ثواب ہے اور ان کو عذاب بھی ہوگا اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو جن کافر ہیں' ان کو آخرت میں عذاب ہوگا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِاسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ. (الانعام:۱۲۸) اے جنات کے گروہ! تم نے بہت سے انسانوں کو گم راہ کیا اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے بعضوں نے بعض سے (ناجائز) فائدے اٹھائے' اور ہم اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی' (اللہ) فرمائے گا: دوزخ ہمیشہ کے لیے تمہارا ٹھکانا ہے مگر جس کو اللہ چاہے۔

جنات میں سے مؤمنین جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) جمہور کے نزدیک وہ جنت میں داخل ہوں گے' امام ابو یوسف کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(۲) سفیان ثوری نے کہا: وہ جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے۔

(۳) مجاہد نے کہا: وہ جنت میں داخل ہوں گے' مگر کھائیں گے پئیں گے نہیں' ان کو تسبیح اور تقدیس کا الہام کیا جائے گا جس سے وہ ایسی لذت پائیں گے جیسی لذت اہل جنت کھانے اور پینے سے پاتے ہیں۔

(۴) الحارث المحاسبی نے کہا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ہم کو نہیں دیکھ سکیں گے اور ہم ان کو دیکھیں گے اور یہ دنیا کے برعکس ہوگا۔

دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جنات جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ جنت کے گردونواح میں ہوں گے' انسان ان کو دیکھیں گے اور وہ انسانوں کو نہیں دیکھ سکیں گے' یہ امام مالک' امام شافعی' امام احمد' امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے' اس کو ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے اور یہ ابن حزم کی نقل کے خلاف ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ جنات اعراف میں ہوں گے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہیے۔

جنات کے فرقے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جنات نے کہا:

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ اور یہ کہ ہم میں سے کچھ نیک ہیں' اور کچھ اس کے خلاف' سو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قِدَدًاO (الجن:۱۱) ہم کئی راہوں میں متفرق ہیں O

یعنی جنات میں کئی مذاہب ہیں' ان میں مسلمان بھی ہیں' یہودی بھی ہیں' امام احمد نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں لکھا ہے: ان میں قدریہ' مرجئہ اور شیعہ بھی ہیں' سدی نے کہا ہے: ان میں تمام فرقے ہیں۔

حسن بصری نے کہا ہے کہ شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں' وہ شیطان کے ساتھ مریں گے اور جنات اس سے پہلے مرجائیں گے۔

(عمدۃ القاری ج۱۵ ص ۲۵۳۔۲۵۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ اِلٰى قَوْلِهٖ عَمَّا يَعْمَلُوْنَO﴾ (الانعام: ۱۳۰۔۱۳۲)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے جو تمہارے سامنے میری آیات تلاوت کرتے تھے۔ یہ آیت ''عما یعملون'' تک پڑھیں O (الانعام: ۱۳۲۔۱۳۰)

اس آیت کا بقیہ حصہ جس کو امام بخاری نے ذکر نہیں کیا' یہ ہے:

اور اس دن کے پیش آنے سے تمہیں ڈراتے تھے' وہ کہیں گے کہ ہم نے اپنی جانوں کے خلاف گواہی دی اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور وہ خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے O (الانعام: ۱۳۰)

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں مذکور ہے کہ رسول ان کو ڈراتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے ان کو عذاب ہوگا' نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَO (الانعام: ۱۳۲)

اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے اعتبار سے (ثواب کے) درجات ہیں اور آپ کا رب ان کے کاموں سے بے خبر نہیں ہے O

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنات میں سے جو نیک کام کریں گے' ان کو ثواب ملے گا۔

﴿بَخْسًا﴾ (الجن: ۱۳). نَقْصًا. ''بخسا'' کا معنی ہے: نقص۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًاO (الجن: ۱۳)

سو جو اپنے رب پر ایمان لائے تو اسے (اپنی نیکی میں) کمی کا اور (بدی میں) اضافہ کا کوئی خوف نہیں ہوگا O

پس یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ جنات مکلف ہیں اور ان کو ثواب اور عذاب ہوگا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ (الصافات: ۱۵۸) قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ اَلْمَلٰٓئِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَاُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ قَالَ اللّٰهُ ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَO﴾ (الصافات: ۱۵۸) سَيُحْضَرُوْنَ لِلْحِسَابِ. ﴿جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾ (یٰس: ۷۵) عِنْدَ الْحِسَابِ.

اور مجاہد نے کہا: اور مشرکوں نے اللہ اور جنات کے درمیان نسب (کا رشتہ) ٹھہرا دیا (الصّٰفّٰت: ۱۵۸) کی تفسیر میں کہا: کفارِ قریش نے کہا: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جنات کے سرداروں کی بیٹیاں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: حالانکہ جنات یقیناً جانتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے O (الصّٰفّٰت: ۱۵۸) یعنی عنقریب وہ حساب کے لیے حاضر کیے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جائیں گے۔ "جند محضرون" (یٰس:۷۵) یعنی (ان کے معبودوں کا) لشکر اللہ کے سامنے حاضر کیا جائے گا' یعنی حساب کے وقت۔

مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسب کا رشتہ گھڑتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور وہ فرشتوں کو جنات کہتے تھے' کیونکہ وہ انسانوں کی نظروں سے چھپے ہوئے تھے اور جن چھپی ہوئی چیز کو کہتے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان ایک نسبت جامعہ ہے' حالانکہ ان کو خوب علم ہے کہ جنات اور شیاطین اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ میں حاضر کرے گا اور ان کو عذاب دے گا۔

امام بخاری نے یٰس:۷۵ کی پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ○ (یٰس:۷۴-۷۵)

اور انہوں نے اس اُمید پر اللہ کے سوا معبود بنا لیے کہ ان کی مدد کی جائے ○ وہ ان کی مدد کی طاقت نہیں رکھتے' وہ اپنے معبودوں کے لشکر ہوں گے (اللہ کے پاس) حاضر کیے ہوئے ○

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرکین کی انتہائی گمراہی کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ان پر واجب تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے' لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا اور وہ اس توقع پر ان (معبودانِ باطلہ) کی عبادت کرنے لگے جو ان کو نفع پہنچا سکتے تھے نہ نقصان' کہ وہ ان کی مدد کریں گے' یعنی ان کو اللہ کے عذاب سے بچائیں گے' حالانکہ وہ ان کی مدد کی طاقت نہیں رکھتے' سو ان کی اُمید پوری نہ ہوئی اور وہ ناکام ہو گئے۔

۳۲۹۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ صَعْصَعَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَهُ اِنِّيْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ وَبَادِيَتِكَ فَاَذَّنْتَ بِالصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَاِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ الانصاری از والد خود' انہوں نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں سے اور جنگل سے محبت کرتے ہو' پس جب تم اپنی بکریوں میں اور اپنے جنگل میں ہو تو نماز کے لیے اذان دینا اور اپنی آواز بلند کرنا کیونکہ مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے تو خواہ جن ہو یا انسان یا کوئی چیز بھی ہو' وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گی۔ حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۶۰۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ اِلٰى قَوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○﴾

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب ہم جنات کی ایک جماعت آپ کی طرف پھیر لائے' اس کے بعد یہاں تک ہے: وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(الاحقاف:۲۹_۳۲) ہیں O (الاحقاف:۳۲_۲۹)

نصیبین کے جنات کی تعداد

امام بخاری نے عنوان میں پوری آیات ذکر نہیں کیں' پوری آیات اس طرح ہیں:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ O قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ O يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ O وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ O (الاحقاف:۳۲_۲۹)

اور یاد کیجئے جب ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف پھیر لائے بہ غور قرآن سنتے ہوئے تو جب وہ اس کے پاس حاضر ہوئے' انہوں نے (آپس میں) کہا: خاموش رہو' پھر جب (قرآن کی) قراءت ہو چکی تو وہ اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے واپس گئے O انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے' پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہوئی' حق کی طرف ہدایت کرتی ہے اور سیدھی راہ کی طرف O اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ' اللہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا O اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین کے (کسی گوشہ میں) اللہ کے قابو سے باہر نکلنے والا نہیں ہے اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہے' وہ لوگ کھلی گم راہی میں ہیں O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جن جنات کا اس آیت میں ذکر ہے' یہ نصیبین کے جنات میں سے سات جن تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی قوم کی طرف قاصد بنایا' ایک قول یہ ہے کہ یہ نو جن تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی تعداد بارہ تھی۔

ابن درید نے ان جنات میں سے پانچ کے نام ذکر کیے ہیں: (۱) سام (۲) مام (۳) منسی (۴) ماسی (۵) احقب۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۵۷_۲۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿مُصْرِفًا﴾ (الکہف:۵۳) مَعْدِلًا۔ ''مصرفًا'' کا معنی ہے: ''معدلًا'' یعنی پھرنے کی جگہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا O (الکہف:۵۳) اور وہ اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے O

﴿صَرَفْنَا﴾ اَیْ وَجَّهْنَا۔ ''صرفنا'' کا معنی ''وجھنا'' یعنی ہم نے پھیر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ. (الاحقاف:۲۹) اور یاد کیجئے جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف پھیر دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف مائل کیا' دوسرا قول یہ ہے کہ ہم نے ان کو آپ کی طرف متوجہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیا' تیسرا قول یہ ہے کہ ہم نے ان کو ان کے شہروں سے آپ کی طرف روانہ کر دیا۔

١٤ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ (البقرہ:١٦٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے۔ (البقرہ:١٦٤)

اس باب میں جانوروں کا بیان کیا گیا ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الثُّعْبَانُ الْحَيَّةُ الذَّكَرُ مِنْهَا .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''ثعبان'' ان میں سے نر سانپ کو کہتے ہیں۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌO (الاعراف:١٠٧)

تو اسی وقت وہ عصا ظاہراً اژدھا بن گیاO

امام بخاری نے اس کی تفسیر نر سانپ سے اس لیے کی ہے کہ لفظ ''حیۃ'' کا اطلاق نر اور مادہ دونوں قسم کے سانپوں پر ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں: میں نے ''حیۃ'' کو ''حیۃ'' پر دیکھا' یعنی نر کو مادہ پر دیکھا' اور ''حیۃ'' میں تا' تانیث کی نہیں ہے بلکہ یہ تا' ایسی ہے جیسے ''تمرۃ'' اور ''درۃ'' میں تا ہے۔

يُقَالُ الْحَيَّاتُ اَجْنَاسٌ اَلْجِنَّانُ وَالْاَفَاعِيْ وَالْاَسَاوِدُ.

کہا جاتا ہے: ''حیات'' کی کئی اجناس ہیں ''جنان' افاعی'' اور ''اساود''۔

''جنان''، ''جان'' کی جمع ہے' ابن اثیر نے کہا ہے: یہ باریک سانپ ہے اور گھروں میں ہوتا ہے' اور ''افاعی''، ''افعٰی'' کی جمع ہے' یہ کالا سانپ ہوتا ہے اور اس کی عمر بہت طویل ہوتی ہے اور یہ ہزار سال تک زندہ رہتا ہے اور ''اساود''، ''اسود'' کی جمع ہے' یہ بہت بڑا سانپ ہوتا ہے اور اس میں سیاہی ہوتی ہے۔

﴿اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾ (ہود:٥٦) فِيْ مِلْكِهٖ وَسُلْطَانِهٖ.

(اللہ) نے اس کی پیشانی کو پکڑ لیا' یعنی وہ اس کی ملک اور تصرف میں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا. (ہود:٥٦)

اللہ نے اس کو اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑا ہوا ہے۔

یعنی ہر جانور اس کا مملوک ہے اور اس کی قدرت اور اس کے تصرف میں ہے۔

يُقَالُ ﴿صَآفّٰتٍ﴾ بُسُطٌ اَجْنِحَتَهُنَّ. ﴿يَقْبِضْنَ﴾ (الملک:١٩) يَضْرِبْنَ بِاَجْنِحَتِهِنَّ.

سورۂ ملک میں ''صافات'' کا لفظ ہے' یعنی پرندوں نے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں اور اسی سورت میں ''یقبضن'' کا لفظ ہے' یعنی انہوں نے پر سمیٹے ہوئے ہیں۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ. (الملک:١٩)

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نہیں دیکھا جو کبھی پَر پھیلاتے ہیں اور کبھی پر سمیٹتے ہیں۔

٣٢٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَاقْتُلُوْا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ فَإِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ.

[اطراف الحدیث:۳۳۱۰-۳۳۱۲-۳۳۱۶-۴۰۱۶](صحیح مسلم:۲۲۳۳' الرقم المسلسل:۵۷۱۸)

انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا' آپ فرما رہے تھے: سانپوں کو قتل کر دو اور ان سانپوں کو جن کے سروں پر دو نقطے ہوتے ہیں اور دُم کٹے سانپ کو بھی' کیونکہ یہ نظر کی روشنی ختم کر دیتے ہیں اور حمل ساقط کر دیتے ہیں۔

''ذا الطفیتین'' اور ''ابتر'' کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: جن سانپوں کے سروں پر دو نقطے ہوتے ہیں:

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ سانپوں کی ایک قسم ہے جس کی پشت پر سفید دھاریاں ہوتی ہیں' خلیل نے کہا: یہ خبیث سانپ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں ''ابتر'' کا لفظ ہے' یہ وہ سانپ ہے جس کی دُم کٹی ہوئی ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سانپوں کو اس لیے قتل کرنے کا حکم دیا ہے کہ جن ان سانپوں کی شکل میں متمثل نہیں ہوتے' علامہ داؤدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ گھروں میں رہنے والے سانپوں کو قتل نہ کرو کیونکہ ان کی شکلوں میں جن ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۵۹-۲۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۹۸- قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَيْنَا أَنَا أُطَارِدُ حَيَّةً لِأَقْتُلَهَا فَنَادَانِي أَبُو لُبَابَةَ لَا تَقْتُلْهَا فَقُلْتُ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ قَالَ إِنَّهُ نَهٰى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوْتِ وَهِيَ الْعَوَامِرُ.

[اطراف الحدیث:۳۳۱۱-۳۳۱۳-۴۰۱۷](صحیح مسلم:۲۲۳۳' الرقم المسلسل:۵۷۱۸)

حضرت عبداللہ نے کہا: جس وقت میں ایک سانپ کو مارنے کے لیے ڈھونڈ رہا تھا تو مجھے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے آواز دے کر کہا: اس کو مت مارو' میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سانپوں کو مارنے کا حکم دیا ہے' تو انہوں نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع کر دیا ہے' یہ عوامر ہیں۔

حضرت ابولبابہ کا تذکرہ اور ''العوامر'' کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت عبداللہ سے مروی ہے' اس سے مراد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' توضیح میں مذکور ہے کہ ان کا نام بشیر بن عبدالمنذر بن رفاعۃ ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر کی طرف نکلے تو آپ نے ان کو روحاء کی طرف لوٹا دیا تھا' آپ نے ان کو مدینہ کا عامل بنایا اور مال غنیمت سے ان کا حصہ نکالا' یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فوت ہو گئے تھے اور ان کے بھائی مبشر بن عبدالمنذر غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے اور شہید ہوئے' ان کے ایک اور بھائی رفاعہ بن عبدالمنذر بیعت عقبہ اور بدر میں حاضر ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

حضرت ابولبابہ نے بیان کیا کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرما دیا تھا' ایسے سانپوں کو جنان کہتے ہیں' ان کی بہت لمبی حیات ہوتی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کے آخر میں ''العوامر'' کا ذکر ہے' یہ زُہری کا کلام ہے جس کو انہوں نے حدیث میں درج کر دیا ہے' ان کو عوامر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ گھروں میں بہت عرصہ تک رہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۹۹- وَقَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ فَرَاٰنِیْ اَبُوْ لُبَابَةَ اَوْ زَیْدُ بْنُ الْخَطَّابِ. (صحیح مسلم: ۲۲۳۳' الرقم المسلسل: ۵۷۱۸)

اور عبدالرزاق نے کہا از معمر: پس مجھے حضرت ابولبابہ نے دیکھا یا زید بن الخطاب نے۔

امام بخاری کا اس تعلیق سے یہ ارادہ ہے کہ معمر نے اس حدیث کو زہری سے شک کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَتَابَعَهٗ یُوْنُسُ وَابْنُ عُیَیْنَةَ وَاِسْحَاقُ الْكَلْبِیُّ وَالزُّبَیْدِیُّ.

اور معمر کی متابعت یونس' ابن عیینہ' اسحاق کلبی اور زبیدی نے کی ہے۔

اس تعلیق کو امام مسلم نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ صَالِحٌ وَّابْنُ اَبِیْ حَفْصَةَ وَابْنُ مُجَمِّعٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَاٰنِیْ اَبُوْ لُبَابَةَ وَزَیْدُ بْنُ الْخَطَّابِ.

اور صالح اور ابن ابی حفصۃ اور ابن مجمع نے کہا از زہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما: مجھے حضرت ابولبابہ اور حضرت زید بن الخطاب دونوں نے دیکھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے دونوں روایتوں میں تطبیق دی ہے۔

۱۵- بَابُ خَیْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَّتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ

مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہیں جن کو چرانے کے لیے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھرتا رہے

۳۳۰۰- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ صَعْصَعَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ اَنْ یَّكُوْنَ خَیْرَ مَالِ الرَّجُلِ غَنَمٌ یَّتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی صعصعہ از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب کسی مرد کا بہترین مال ایسی بکریاں ہوں گی جن کو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش کی جگہ پر چرائے گا اور اپنے دین (کو بچانے) کے سبب سے فتنوں سے بھاگے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۰۱- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُیَلَاءُ فِیْ اَهْلِ الْخَیْلِ وَالْاِبِلِ وَالْفَدَّادِیْنَ مِنْ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِیْنَةُ فِیْ اَهْلِ الْغَنَمِ. [اطراف الحدیث: ۳۴۹۹-۴۳۸۸-۴۳۸۹-۴۳۹۰] (صحیح مسلم: ۵۲' الرقم المسلسل: ۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کفر کا سر مشرق کی طرف ہے اور فخر اور تکبر کرنا گھوڑے والوں' اونٹ والوں اور خانہ بدوشوں میں سے مال داروں میں ہوتا ہے' اور سکون اور طمانیت بکریوں والوں میں ہوتی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مشرق میں کفر کے سر کا معنی اور ''خیلاء' فدّادین' اھل و بر ''اور'' سکینہ'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کفر کا سر مشرق کی طرف ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ مجوس کا کفر بہت شدید ہے' کیونکہ فارسیوں کا ملک اور ان کے موافقین عرب' مدینہ سے مشرق کی جانب تھے اور یہ لوگ بہت قوی اور کثیر تھے' حتیٰ کہ انہوں نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ ڈالا تھا' اور دجّال بھی مدینہ کی مشرقی جانب سے آئے گا' ان کے کفر کی شدت یہ ہے کہ یہ آگ کی پرستش کرتے تھے' ان کی جلائی ہوئی آگ ایک ہزار سال تک نہیں بجھی تھی۔

اس میں ''خُیلاء'' کا لفظ ہے: اس کا معنی ہے: تکبر کرنا اور دوسروں کو حقیر جاننا۔

اس میں ''فدّادین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زور سے آواز نکالنا جیسے اونٹ والے آواز نکالتے ہیں۔

اس میں ''اھل الوبر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ لوگ جو رہائش کے لیے خیمے گاڑتے ہیں۔

اس میں ''سکینہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سکون' طمانیت اور وقار۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳۰۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْاِيْمَانُ يَمَانٍ هٰهُنَا اَلَا اِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۹۸۔ ۴۳۸۷۔ ۵۳۰۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از عقبہ بن عمرو ابی مسعود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ایمان تو یہاں ہے یمن میں' سنو قساوت اور سخت دلی ان لوگوں میں ہے جو اونٹوں کی دُمیں پکڑ کر چلاتے ہیں جہاں شیطان کے دو سینگ طلوع ہوں گے' ربیعہ اور مضر میں۔

یمن کو ایمان کی جگہ قرار دینے کی توجیہ اور ربیعہ اور مضر کو شیطان کی جگہ قرار دینے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اشارہ کیا تھا' اس وقت آپ تبوک میں تھے' اور آپ مکہ کا ارادہ فرما رہے تھے' اور مدینہ اس وقت آپ کے اور یمن کے درمیان تھا' ایک قول یہ ہے کہ جس وقت آپ نے یہ اشارہ کیا تھا اس وقت آپ مدینہ میں تھے۔ علامہ نووی نے کہا: جس وقت آپ نے یمن کی طرف اشارہ کیا تھا' اس وقت آپ مکہ اور مدینہ کا ارادہ فرما رہے تھے۔

آپ نے فرمایا: ایمان یمن میں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کی ابتداء مکہ سے ہوئی تھی اور مکہ تہامہ میں سے ہے اور تہامہ یمن میں ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کعبہ یمانیہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد انصار کے لیے تھا کیونکہ وہ یمنی ہیں اور انہوں نے ایمان اور مسلمانوں کی نصرت کی تھی اور ان کو اپنے گھروں میں جگہ دی تھی' اس لیے آپ نے ایمان کی ان کی طرف نسبت کی تھی' مگر یہ قول غریب ہے۔

آپ نے ربیعہ اور مضر کا ذکر فرمایا کیونکہ یہ لوگ اونٹوں کی دُمیں پکڑ کر چلاتے تھے اور ان دونوں قبیلوں کا مسکن مشرق کی سمت میں تھا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپ نے مشرق کو اس جگہ سے تعبیر فرمایا جہاں شیطان کے دو سینگ ہیں کیونکہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان اپنے سر کی دونوں جانبیں اس کی طرف کر لیتا ہے اور شیطان کی عبادت کرنے والے اس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳۰۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَّإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ رَاٰى شَيْطَانًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ وہ فرشتہ کو دیکھتا ہے اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

مرغ کو اوقاتِ نماز کی معرفت اور مرغ کی تکریم اور مرغ کا فرشتہ کو پہچاننا اور گدھے کا شیطان کو

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چونکہ مرغ بانگ دیتے وقت فرشتہ کو دیکھتا ہے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بانگ کے وقت اللہ تعالیٰ سے فضل طلب کرنے کی دعا کا حکم دیا ہے' تاکہ فرشتے اس کی دعا پر آمین کہیں اور اس کے لیے مغفرت طلب کریں اور اس کے اخلاص پر گواہی دیں اور اس کی دعا قبول ہو' اس سے یہ مسئلہ نکالا گیا ہے کہ صالحین کی آمد کے وقت دعا کرنی چاہیے۔

صحیح ابن حبان میں یہ حدیث ہے کہ مرغ کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ نماز کی طرف بلاتا ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۵۷۳۱)

مسند بزار میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرغ نے بانگ دی تو ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہنے دو' یہ نماز کی طرف بلاتا ہے۔

مرغ کو وقت کی معرفت میں ایسی معرفت حاصل ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہے' کیونکہ وہ قسط وار بانگ دیتا ہے اور فجر سے پہلے اذان دیتا ہے اور اس میں کبھی فرق نہیں ہوتا خواہ رات چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرغ میں یہ ادراک پیدا کیا ہے کہ وہ فرشتے کو پہچان لیتا ہے اور اسی طرح گدھے میں یہ ادراک پیدا کیا ہے کہ وہ شیطان کو پہچان لیتا ہے اور اس سے پناہ مانگنے کا اس لیے حکم دیا ہے کہ انسان اس کے شر سے محفوظ رہے۔

علامہ ابوموسیٰ الاصبہانی نے اپنی کتاب الترغیب میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک گدھا شیطان کو دیکھ نہ لے اس وقت تک نہیں بولتا' پس جب اس طرح ہو تو اللہ عزوجل کا ذکر کرو اور مجھ پر درود پڑھو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳۰۴ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں روح نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی کہ انہوں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ أَوْ أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَحُلُّوهُمْ وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُّغْلَقًا. قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ نَحْوَ مَا أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ وَلَمْ يَذْكُرْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ.

نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا وقت آئے یا تمہاری شام کا وقت ہو تو اپنے بچوں کو (گھر سے باہر نکلنے سے) روک لو کیونکہ اس وقت شیاطین منتشر ہوتے ہیں' پس جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو ان کو چھوڑ دو اور گھر کے دروازے بند کر دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو کیونکہ شیطان بند دروازہ کو نہیں کھولتا۔ انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اس حدیث کی مثل سنی' جس طرح مجھے عطاء نے خبر دی تھی اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اللہ کے نام کا ذکر کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۰۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُقِدَتْ أُمَّةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا يُدْرٰى مَا فَعَلَتْ وَإِنِّي لَا أُرَاهَا إِلَّا الْفَارَ إِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الْإِبِلِ لَمْ تَشْرَبْ وَإِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الشَّاءِ شَرِبَتْ فَحَدَّثْتُ كَعْبًا فَقَالَ أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِي مِرَارًا فَقُلْتُ أَفَأَقْرَأُ التَّوْرَاةَ.

(صحیح مسلم: ۲۹۹۷' الرقم المسلسل: ۷۳۹۰' مسند ابویعلیٰ: ۶۰۳۱' شرح السنۃ: ۳۲۷۱' المعجم الصغیر: ۸۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۹۷۔ ج ۱۲ ص ۱۲۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از خالد از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے لوگوں کا ایک گروہ غائب ہو گیا اور یہ پتا نہیں چل سکا کہ ان کا کیا ہوا اور میرا یہی گمان ہے کہ ان کو چوہوں کی صورت میں مسخ کر دیا گیا' جب ان چوہوں کے سامنے اونٹنی کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو نہیں پیتے اور جب ان کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو پی لیتے ہیں (کیونکہ بنو اسرائیل پر اونٹ حرام تھے)۔ میں نے یہ حدیث کعب کے سامنے بیان کی' انہوں نے پوچھا: کیا تم نے اس کو خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' میں نے کہا: ہاں! آپ نے مجھ سے یہ متعدد بار فرمایا ہے' پس میں نے کہا: اور کیا میں نے یہ تورات میں پڑھا تھا۔

جس قوم کو مسخ کر دیا جائے' آیا اُس کی نسل باقی رہتی ہے یا نہیں؟

علامہ سندھی نے کہا ہے کہ بظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو چوہے آج کل موجود ہیں وہ ان ہی چوہوں کی نسل سے ہیں' کیونکہ ان چوہوں میں بنو اسرائیل کی خصلت ہے کہ وہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتے' سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم کو مسخ کر دیا جائے اس کی نسل باقی رہتی ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف یہ حدیث مروی ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے بندروں کا ذکر کیا گیا' مسعر نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ خنزیر بھی مسخ شدہ ہیں' تو حضرت ابن مسعود نے کہا کہ جن کو مسخ کیا گیا تھا ان کی نسل نہیں چلی اور بندر اور خنزیر تو اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۶۳)

علامہ سندھی نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی نازل ہونے سے پہلے اپنے گمان سے اس طرح فرمایا تھا' پس کوئی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اشکال نہیں ہے۔

ہو سکتا ہے کہ بعض بنو اسرائیل کو چوہوں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا ہو اور وہ اونٹنی کا دودھ نہ پیتے ہوں اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے چوہے بھی اونٹنی کا دودھ نہ پیتے ہوں اور بکری کا دودھ پی لیتے ہوں' اور یہ چیز ممکن ہے' اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۱۲ ص ۱۲۵' مؤسسة الرسالۃ' بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے اوپر اونٹ کو حرام کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یہ بتائیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کس چیز کو اپنے اوپر حرام کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: حضرت یعقوب کو عرق النساء (ران سے لے کر گھٹنے تک کا درد) کی بیماری ہوگئی اور سوائے اونٹ کے گوشت اور دودھ کے اور کوئی چیز ان کو موافق نہ آئی تو اس وجہ سے انہوں نے اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔

(سنن ترمذی: ۳۱۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۴)

حضرت کعب کا تذکرہ

اس حدیث میں کعب کا ذکر ہے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: میں نے یہ حدیث کعب کے سامنے بیان کی۔

ان کا نام کعب بن مانع ہے اور یہ کعب احبار سے مشہور ہیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام لائے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ کعب بن مانع الحمیری یہ ذوالکلاع سے تھے' پھر بنو میتم سے تھے اور وہ اہل کتاب میں سے تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کو پایا تھا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اسلام لائے تھے' انہوں نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں کو پایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً روایت کی ہے' امام ابن سعد نے کہا ہے کہ یہ پہلے دین یہود پر تھے' پھر اسلام لائے' پھر مدینہ میں آئے' پھر شام کی طرف نکل گئے' پھر حمص میں رہے حتیٰ کہ وہاں ۳۲ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳۰۶ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَغِ الْفُوَيْسِقُ وَلَمْ اَسْمَعْهُ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ وَزَعَمَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی از ابن وہب' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو "فویسق" فرمایا اور میں نے نہیں سنا کہ آپ نے اس کو مارنے کا حکم دیا ہو' اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا یہ گمان ہے کہ آپ نے اس کو مارنے کا حکم دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۰۷ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقۃ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمُسَيَّبِ اَنَّ اُمَّ شَرِيْكٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ. [طرف الحدیث: ۳۳۵۹]
(صحیح مسلم: ۲۲۳۷۔ الرقم المسلسل: ۵۷۱۳، سنن ترمذی: ۳۲۲۴)

نے کہا: ہمیں عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب کہ ان کو اُم شریک نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلیوں کو مارنے کا حکم دیا۔

چھپکلی کو مارنے کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۳۳۰۶ میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نہیں سنا کہ آپ نے چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا ہو، علامہ ابن التین نے کہا: اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ کے نہ سننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے یہ حکم نہ دیا ہو، جب کہ دوسروں نے آپ کا یہ حکم سنا ہے، جب کہ امام احمد نے ایک اور سند سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا تھا، حضرت عائشہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: ہم اس نیزے سے چھپکلیوں کو مارتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، اس وقت چھپکلی کے سوا روئے زمین کا ہر جانور آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور چھپکلی پھونکیں مار کر آگ کو بھڑکا رہی تھی، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۷)

میں کہتا ہوں کہ اس کے ثبوت میں حسب ذیل حوالہ جات ہیں:

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۱، مسند ابویعلیٰ: ۴۳۵۷، مصنف عبدالرزاق: ۸۴۰۰، مسند احمد ج ۶ ص ۸۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۵۳۴۔ ج ۴۱ ص ۸۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۳۳۰۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوْا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ فَاِنَّهُ يَطْمِسُ الْبَصَرَ وَيُصِيْبُ الْحَبَلَ. تَابَعَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، اَخْبَرَنَا اُسَامَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس سانپ کے سر پر دو نقطے ہوں اس کو مار دو کیونکہ وہ نظر کی روشنی ختم کر دیتے ہیں اور حمل ساقط کر دیتے ہیں۔ ابوسلمہ کی متابعت حماد بن سلمہ نے کی ہے، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت اسامہ نے خبر دی۔

۳۳۰۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْاَبْتَرِ وَقَالَ اِنَّهُ يُصِيْبُ الْبَصَرَ وَيُذْهِبُ الْحَبَلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از ہشام، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُم کٹے سانپ کو مارنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ نظر کی روشنی ختم کر دیتا ہے اور حمل ساقط کر دیتا ہے۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۰ - حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَدِيٍّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْ اَبِی یُوْنُسَ الْقُشَیْرِیِّ عَنِ ابْنِ اَبِی مُلَیْکَةَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یَقْتُلُ الْحَیَّاتِ ثُمَّ نَهٰی قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَدَمَ حَائِطًا لَهٗ فَوَجَدَ فِیْهِ سِلْخَ حَیَّةٍ فَقَالَ انْظُرُوْا اَیْنَ هُوَ فَنَظَرُوْا فَقَالَ اقْتُلُوْهُ فَکُنْتُ اَقْتُلُهَا لِذٰلِكَ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از ابی یونس القشیری از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سانپوں کو مارتے تھے پھر انہوں نے منع کیا اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک دیوار گروائی تو اس کے نیچے سے سانپ کی کینچلی نکلی آپ نے فرمایا: دیکھو سانپ کہاں ہے تو صحابہ نے ڈھونڈ لیا آپ نے فرمایا: اس کو مار دو تو میں اسی وجہ سے سانپوں کو مارتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۱- فَلَقِیْتُ اَبَا لُبَابَةَ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَقْتُلُوا الْجِنَّانَ اِلَّا کُلَّ اَبْتَرَ ذِیْ طُفْیَتَیْنِ فَاِنَّهٗ یُسْقِطُ الْوَلَدَ وَیُذْهِبُ الْبَصَرَ فَاقْتُلُوْهُ.

پھر میں ابولبابہ سے ملا تو انہوں نے مجھے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سانپوں کو نہ مارو سوا ہر دُم کٹے سانپ کے جس کے سر پر دو نقطے ہوں کیونکہ یہ (پیٹ کے) بچے کو ساقط کر دیتا ہے اور نظر کی روشنی ختم کر دیتا ہے سو اس کو مار دو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲۹۸، اور ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۲- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ کَانَ یَقْتُلُ الْحَیَّاتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ وہ سانپوں کو مار دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۳- فَحَدَّثَهٗ اَبُوْ لُبَابَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُیُوْتِ فَاَمْسَكَ عَنْهَا.

پس ان کو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کو مارنے سے رک گئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۶- بَابٌ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ فَوَاسِقُ یُقْتَلْنَ فِی الْحَرَمِ

پانچ جانور فاسق ہیں ان کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے گا

اس عنوان میں "دواب" کا لفظ ہے اور یہ "دابة" کی جمع ہے "دابّة" اس جاندار کو کہتے ہیں جو زمین پر چلتا ہے۔

۳۳۱۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ یُقْتَلْنَ فِی الْحَرَمِ الْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحُدَیَّا وَالْغُرَابُ وَالْکَلْبُ الْعَقُوْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: پانچ جانور فاسق ہیں ان کو حرم میں (بھی) مار دیا جائے گا چوہا بچھو چیل کوا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور کاٹنے والا کتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۲۹ میں گزر چکی ہے۔

٣٣١٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ مَنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ الْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَاةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق ہیں جس نے ان کو حالت احرام میں (بھی) مار دیا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، بچھو، چوہا، کاٹنے والا کتا، کوا اور چیل۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۲۶ میں گزر چکی ہے۔

٣٣١٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ كَثِيْرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَفَعَهُ قَالَ خَمِّرُوا الْاٰنِيَةَ وَاَوْكُوا الْاَسْقِيَةَ وَاَجِيْفُوا الْاَبْوَابَ وَاكْفِتُوْا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْعِشَاءِ فَاِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَخَطْفَةً وَاَطْفِئُوا الْمَصَابِيْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ فَاَحْرَقَتْ اَهْلَ الْبَيْتِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَّحَبِيْبٌ عَنْ عَطَاءٍ فَاِنَّ لِلشَّيْطَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از کثیر از عطاء از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: برتنوں کو ڈھانپ دو اور مشکوں کا منہ بند کر دو اور دروازوں کو بند کر دو اور عشاء کے وقت بچوں کو گھروں میں روک لو کیونکہ اس وقت جنات پھیل جاتے ہیں اور اُچکنے کی تاک میں رہتے ہیں اور سوتے وقت چراغوں کو بجھا دو کیونکہ فاسق (چوہا) بعض اوقات چراغ کی بتی کھینچ کر لے جاتا ہے پس گھر والوں کو جلا دیتا ہے۔ ابن جریج اور حبیب نے کہا از عطاء: کیونکہ شیطان کے لیے (انتشار ہوتا) ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

٣٣١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَارٍ فَنَزَلَتْ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ (المرسلات:۱) فَاِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ اِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ مِّنْ جُحْرِهَا فَابْتَدَرْنَاهَا لِنَقْتُلَهَا فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيْتُمْ شَرَّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدۃ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے خبر دی از اسرائیل از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غار میں تھے، پس یہ آیت نازل ہوئی: ان ہواؤں کی قسم جو بھیجی جاتی ہیں! (المرسلت:۱) ہم اس آیت کو آپ کے منہ سے سن رہے تھے کہ اچانک ایک سانپ اپنے سوراخ سے نکلا، ہم اس کو مارنے کے لیے جھپٹے تو وہ ہم پر سبقت کر کے اپنے سوراخ میں داخل ہو گیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارے شر سے اسی طرح بچایا گیا ہے جس طرح تم اس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَعَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَهٗ قَالَ وَاِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِیْهِ رَطْبَةً وَّتَابَعَهٗ اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مُّغِیْرَةَ وَقَالَ حَفْصٌ وَّاَبُوْ مُعَاوِیَةَ وَ سُلَیْمَانُ ابْنُ قَرْمٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ.

کے شر سے بچائے گئے ہو۔

از اسرائیل از اعمش از ابراہیم از علقمہ از عبداللہ اسی کی مثل مروی ہے' انہوں نے کہا: ہم اس کو آپ کے منہ سے تر و تازہ سن رہے تھے۔ اسرائیل کی متابعت ابوعوانہ نے کی ہے از مغیرہ اور حفص اور ابومعاویہ اور سلیمان بن قرم نے کہا از الاعمش از ابراہیم از اسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۸- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی قَالَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلَتِ امْرَاَةٌ النَّارَ فِیْ هِرَّةٍ رَّبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ قَالَ وَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نصر بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ایک عورت بلی کے سبب سے دوزخ میں داخل ہوگئی' اس نے اس بلی کو باندھ دیا تھا' پس اس کو کچھ کھانے کو نہیں دیا اور نہ اس کو کھولا تا کہ وہ زمین کا کوڑا کرکٹ کھا لیتی۔ اور عبدالاعلیٰ نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کی مثل۔

۳۳۱۹- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَزَلَ نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ فَاَمَرَ بِجَهَازِهٖ فَاُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ اَمَرَ بِبَیْتِهَا فَاُحْرِقَ بِالنَّارِ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَیْهِ فَهَلَّا نَمْلَةً وَّاحِدَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء (سابقین) میں سے کوئی نبی ایک درخت کے نیچے اترا' پس اس کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو انہوں نے حکم دیا کہ ان کا سامان درخت کے نیچے سے اٹھا لیا جائے' پھر انہوں نے حکم دیا کہ چیونٹیوں کا پورا گھر جلا دیا جائے' تب اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ نے ایک چیونٹی کو کیوں نہیں جلایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۷- بَابٌ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ شَرَابِ اَحَدِكُمْ فَلْیَغْمِسْهُ فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَیْهِ دَاءً وَّفِی الْاُخْرٰی شِفَاءً

جب تم میں سے کسی ایک کے مشروب میں مکھی گر جائے تو وہ اس کو ڈبو دے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء ہے

۳۳۲۰- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُتْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ فَاِنَّ فِي اِحْدٰى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَّالْاُخْرٰى شِفَاءً.

[طرف الحدیث: ۵۷۸۲] (سنن ابن ماجہ: ۳۵۰۵)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عتبہ بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبید بن حنین نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے مشروب میں مکھی گر جائے تو وہ اس مکھی کو ڈبو کر پھینک دے کیونکہ اس کے دو پروں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خالد بن مخلد ابوالہیثم البجلی الکوفی (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب القرشی التیمی (۳) عتبہ بن مسلم مولیٰ بنو تمیم المدنی (۴) عبید بن حنین (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۵)

مکھی کے پہلے بیماری کے پر گرانے اور پھر شفاء کے پر گرانے پر ایک اشکال کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بعض جاہل معاندین نے کہا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مکھی کے دو پروں میں سے ایک میں بیماری ہو اور دوسرے میں شفاء ہو اور مکھی کو از خود یہ کیسے علم ہوگا کہ وہ بیماری کو مقدم کرے اور شفاء کو مؤخر کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام حیوانوں میں حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست جمع ہوتی ہیں اور یہ متضاد چیزیں جب آپس میں ملتی ہیں تو فساد ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور قدرت سے ان کو ایک جاندار میں جمع فرما دیا ہے اور جس نے شہد کی مکھی کو یہ الہام کیا کہ وہ اپنا بہترین گھر بنا لیتی ہے اور اس میں اپنی خوراک کا ذخیرہ کر لیتی ہے تو اگر اللہ تعالیٰ مکھی کو یہ الہام کر دے کہ وہ پہلے بیماری والا پر مشروب میں گرائے پھر شفاء والا پر گرائے تو کون سی حیرت کی بات ہے! (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۶)

۳۳۲۱- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْاَزْرَقُ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُفِرَ لِامْرَاَةٍ مُّوْمِسَةٍ مَّرَّتْ بِكَلْبٍ عَلٰى رَاْسِ رَكِيٍّ يَّلْهَثُ قَالَ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَاَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِكَ.

[طرف الحدیث: ۳۴۶۷] (صحیح مسلم: ۲۲۴۵، الرقم المسلسل: ۵۷۵۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الصباح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق ازرق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از الحسن و ابن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: اُس زانیہ عورت کی مغفرت کر دی گئی جو کنویں کے قریب ایک پیاسے کتے کے پاس سے گزری جو کیچڑ چاٹ رہا تھا اور قریب تھا کہ وہ پیاس سے مر جاتا اس عورت نے اپنا موزہ اُتارا اور اس کو اپنے دوپٹہ سے باندھا پھر اس کتے کے لیے پانی نکالا پس اس عمل کی وجہ سے اس عورت کی مغفرت کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی

اس حدیث میں "مومسۃ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: زانیہ اور اس میں "رکی" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کنواں۔ اس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اللہ تعالیٰ اس کا عمل بھی قبول فرمالیتا ہے اور تھوڑے سے نیک عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بہت زیادہ اجر عطاء فرماتا ہے' وہ بے نیاز ذات ہے' وہ چاہے تو اس عورت کو دوزخ میں ڈال دے جس نے بلی کو باندھ کر رکھا اور کھانے کو کچھ نہیں دیا اور وہ چاہے تو ایک زانیہ عورت کو پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے بخش دے۔اس لیے بندۂ مؤمن کو اللہ عزوجل کے فضل کی اُمید بھی ہونی چاہیے اور عذاب کا خوف بھی۔

٣٣٢٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْتُهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ كَمَا أَنَّكَ هٰهُنَا قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے اس حدیث کو اسی طرح یاد رکھا ہے' جس طرح تم یہاں ہو' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو' نہ اس گھر میں جس میں تصویر ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٢٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٢٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ.

(صحیح مسلم: ١٥٧٠' الرقم المسلسل: ٣٩٠٧' سنن نسائی: ٤٢٧٧' سنن ابن ماجہ: ٣٢٠٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

کتوں کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور اکثر علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو کتے قتل کرنے کے حکم سے مستثنیٰ ہیں' ان کے علاوہ ہر کتے کو قتل کرنا جائز ہے اور انہوں نے کہا کہ کتوں کو قتل کرنے کا یہ حکم منسوخ نہیں ہے بلکہ محکم ہے' اور انہوں نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ کاٹنے والے کتے کو قتل کرنا جائز ہے اور جس کتے سے کوئی ضرر نہ ہو' اس کو قتل کرنے میں اختلاف ہے۔امام الحرمین نے کہا ہے کہ پہلے شارع علیہ السلام نے سیاہ کتے کے سوا تمام کتوں کو قتل کرنے سے منع کیا' جیسا کہ سنن ترمذی' سنن ابوداؤد' سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کتے اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں سب کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیتا۔

حسن بصری اور ابراہیم نخعی سیاہ کتے کے شکار کو مکروہ قرار دیتے تھے' امام احمد اور بعض شافعیہ کا بھی یہی مذہب ہے' علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ جب تک کوئی کتا ضرر نہ دے' اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں کتے کو پانی پلانے پر ثواب کی بشارت دی گئی ہے اور آپ نے فرمایا: ہر تر جگر میں اجر ہے' اور امام شافعی کے نزدیک بغیر ضرورت کے کتوں کو رکھنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٧٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۳۲۴ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَّحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا يَّنْقُصُ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی از یحییٰ' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کتے کو رکھا' اس کے عمل میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا سوا کھیتوں کی حفاظت کے کتے کے اور مویشیوں کی حفاظت کے کتے کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِيْ زُهَيْرٍ الشَّنِّيَّ أَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَا يُغْنِيْ عَنْهُ زَرْعًا وَّلَا ضَرْعًا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ فَقَالَ السَّائِبُ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيْ وَرَبِّ هٰذِهِ الْقِبْلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن خصیفہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے السائب بن یزید نے خبر دی' انہوں نے سفیان بن ابی زہیر الشنی سے سنا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرمارہے تھے: جس نے ایسا کتا رکھا جو کھیتوں کی حفاظت کرتا ہو نہ مویشیوں کی' اس کے عمل میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔ السائب نے پوچھا: کیا تم نے اس کو خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' انہوں نے کہا: ہاں! اس قبلہ کے رب کی قسم!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۳ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب بدء الخلق'' کا اختتام

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین سیّدنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہ اجمعین○

آج ۱۵ ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ/ ۱۳ مارچ ۲۰۰۹ء بروز جمعہ ''کتاب بدء الخلق'' کی تکمیل ہوگئی' اس کتاب میں ایک سو ساٹھ احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں سے بائیس احادیث معلّقہ ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں ترانوے احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث سڑسٹھ ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ نعمۃ الباری کو مکمل فرمائے اور تا قیامِ قیامت اس کا فیض جاری رکھے' موافقین کے لیے اس کو موجب استقامت اور طمانیت بنائے اور مخالفین کے لیے اس کو ذریعۂ ہدایت بنائے۔

میری' میرے والدین' میرے معاونین اور جملہ قارئین کی مغفرت فرمائے' ہمیں آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھے اور جنت الفردوس عطاء فرمائے!

تقریباً دو اڑھائی ماہ پہلے رات کو گلوکوز کی کمی کی وجہ سے میرے دماغ کی کارکردگی کم ہوگئی تھی اور لکھنے کا کام رک گیا تھا' کیونکہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دماغ کی طرف خون کی ترسیل میں کمی آ گئی تھی' اللہ تعالیٰ ڈاکٹر عارف صاحب کو جزائے خیر عطاء فرمائے' ان کی تجویز کردہ دواؤں سے میری صحت بحال ہوگئی اور دوبارہ لکھنے کا سلسلہ الحمد للہ شروع ہو گیا۔

مجھے لوگ بہت زیادہ فون کرتے تھے' ان تمام کے فون سننا اور ان کو جواب دینا میرے لیے ممکن نہیں تھا' اس لیے میں نے اپنا نمبر تبدیل کر دیا ہے اور یہ نمبر سوائے چند مخصوص احباب کے اور کسی کو نہیں دیا' میں اپنے تمام قارئین سے معذرت خواہ ہوں' اور ان کے لیے دنیا اور آخرت میں صحت اور سلامتی کی دعا کرتا ہوں' والسلام!

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٦٠ - كِتَابُ اَحَادِيْثِ الْاَنْبِيَاءِ

انبیاء علیہم السلام کی احادیث کا بیان

اس کتاب میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی احادیث کا ذکر ہے' انبیاء علیہم السلام کے عدد کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! رسول کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تین سو تیرہ جم غفیر ہیں' میں نے کہا: بہت اچھے ہیں' میں نے پوچھا: یارسول اللہ! پہلا نبی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: آدم' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ نبی مرسل ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی' پھر ان کو اپنے سامنے بنایا' پھر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! چار نبی سریانی ہیں: آدم' شیث اور خنوخ' یہ ادریس ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا اور نوح' اور چار نبی عرب ہیں: ھود' صالح' شعیب اور تمہارے نبی' اے ابوذر! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل کیں؟ آپ نے فرمایا: سو صحیفے اور چار کتابیں' شیث پر پچاس صحیفے نازل کیے گئے' خنوخ پر تیس صحیفے نازل کیے گئے' اور ابراہیم پر دس صحیفے نازل کیے گئے اور موسیٰ پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کیے گئے اور تورات' زبور' انجیل اور فرقان کو نازل کیا گیا۔

(حلیۃ الاولیاء ج ا ص ١٦٧' دارالکتاب العربی' ١٤٠٧ھ' مسند احمد ج ٥ ص ٢٦٦۔١٧٩' مکتب اسلامی' بیروت)

مسند احمد کی روایت میں تین سو پندرہ رسولوں کا ذکر ہے۔

١ - بَابُ خَلْقِ اٰدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ ذُرِّيَّتِهٖ

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی تخلیق

حضرت آدم علیہ السلام کو آدم اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ ''ادمۃ الارض'' یعنی زمین کے رنگ پر پیدا کیے گئے ہیں' لفظ آدم کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور الجوہری نے کہا ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابومحمد ہے' قتادہ نے کہا ہے کہ جنت میں صرف حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ہو گی اور ان کا شرف ظاہر کرنے کے لیے ان کو ابومحمد کہا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے ستائیس جگہ آدم کا ذکر کیا ہے اور ذریت سے مراد اولاد ہے۔

﴿صَلْصَالٍ﴾ (الحجر:٢٦) طِيْنٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ.

''صلصال'' کا معنی ایسا گارا ہے جس میں ریت ملی ہو اور وہ اس طرح بجنے لگے جس طرح ٹھیکرا بجتا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِO (الرحمٰن:١٤) انسان کو اس نے ٹھیکری کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے بنایاO

وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيْدُوْنَ بِهٖ صَلَّ. كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ وَصَرْصَرَ عِنْدَ الْاِغْلَاقِ مِثْلُ كَبْكَبْتُهٗ. ''صلصال'' کا لفظ ''صل'' سے نکلا ہے' کہا جاتا ہے: اس کا معنی بدبودار ہے' جیسے ''صر صر''، ''صر'' سے نکلا ہے' دروازہ بند کرتے وقت ''صر الباب'' کہتے ہیں' جب دروازہ بند کرنے سے آواز نکلے' جیسے ''کبکبته''، ''کب'' سے نکلا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ ارادہ کیا ہے کہ ''صلصال'' کا معنی بدبودار ہے' ''صلّ اللحم'' اس وقت کہتے ہیں جب گوشت بدبودار ہو جائے' خواہ کچا ہو یا پکایا ہوا' اسی طرح ''صرّ الباب'' اس وقت کہتے ہیں جب دروازہ بند کرنے سے آواز آتی ہے۔

يَعْنِيْ كَبْبْتُهٗ ﴿فَمَرَّتْ بِهٖ﴾ (الاعراف:١٨٩) اِسْتَمَرَّبِهَا الْحَمْلُ فَاَتَمَّتْهُ. الاعراف میں مذکور ہے: ''فمرت به'' اس کا معنی ہے: وہ چلتی پھرتی رہی اور اس نے مدتِ حمل پوری کی۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ. (الاعراف:١٨٩) جب مرد نے اس کو ڈھانپ لیا تو وہ خفیف حمل کے ساتھ حاملہ ہو گئی تو وہ اس حمل کے ساتھ چلتی پھرتی رہی۔

یعنی حضرت حوا اس حمل کے ساتھ چلتی پھرتی رہیں۔

﴿اَنْ لَّا تَسْجُدَ﴾ (الاعراف:١٢) اَنْ تَسْجُدَ. ''ان لا تسجد'' کا معنی ہے: تجھ کو سجدہ کرنے سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ. (الاعراف:١٢) فرمایا: کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے روکا۔

امام بخاری نے اس پر متنبہ کیا ہے کہ اس آیت میں لفظ ''لا'' زائدہ ہے۔

٠٠٠ - بَابٌ وَّقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ (البقرہ:٣٠)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں (البقرہ:٣٠)

جو قوم دوسری قوم کے بعد آئے' اس کو خلیفہ کہتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ. (الانعام:١٦٥) اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں نائب بنایا۔

جب اصل شخص فوت ہو جائے تو اس کے بعد جو اس کے مشن کو انجام دے' اس کو خلیفہ کہتے ہیں' جیسے جب رسول اللہ ﷺ وصال فرما گئے تو آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ ہوئے یا جب اصل شخص کہیں چلا جائے تو کسی دوسرے کو اپنا خلیفہ مقرر کر جائے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر کر گئے۔

اللہ تعالیٰ فوت ہونے سے یا کہیں جانے سے پاک ہے' اللہ تعالیٰ کو خلیفہ کی ضرورت نہیں تھی بلکہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کی ضرورت تھی' کیونکہ بندے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے احکام وصول نہیں کر سکتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان ایک خلیفہ بنایا اور اس کا نام نبی اور رسول رکھا اور انبیاء علیہم السلام کو ایسی صلاحیت اور استعداد عطاء فرمائی کہ وہ فرشتوں کے واسطے سے یا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے احکام حاصل کر سکیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾ (الطارق:٤) اِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''لما علیها حافظ'' میں ''لما'' کا معنی ''الا'' ہے یعنی مگر اس پر کوئی محافظ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ○ (الطارق:۴) کوئی شخص نہیں مگر اس پر نگہبان مقرر ہے ○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں یعنی کراماً کاتبین' قتادہ نے کہا: یہ وہ فرشتے ہیں جو تمہارے عمل کی' تمہارے رزق کی اور تمہاری مدتِ حیات کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿فِيْ كَبَدٍ﴾ (البلد:٤) فِيْ شِدَّةِ خَلْقٍ. ''کبد'' کا معنی ہے: تخلیق کی شدت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ○ (البلد:۴) بے شک ہم نے انسان کو اس کی مشقت میں پیدا کیا ○

﴿وَرِيَاشًا﴾ (الاعراف:٢٦) اَلْمَالُ وَقَالَ غَيْرُهٗ الرِّيَاشُ وَالرِّيْشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَاظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ. ''وریاشًا'' کا معنی ہے: مال' دوسروں نے کہا: ''ریاش'' اور ''ریش'' واحد ہیں اور اس سے مراد انسان کا ظاہری لباس ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا. (الاعراف:۲۶) اے اولادِ آدم! بے شک ہم نے تمہاری طرف ایسا لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور تمہارے لیے باعث زینت ہے۔

امام بخاری نے ''ریاش'' کی تفسیر مال کے ساتھ کی ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ''ریش'' کا معنی جمال اور زینت ہے۔

﴿مَا تُمْنُوْنَ﴾ (الواقعہ:٥٨) اَلنُّطْفَةُ فِيْ اَرْحَامِ النِّسَاءِ. ''ما تمنون'' کا معنی ہے: جو تم عورتوں کے رحم میں نطفہ ڈالتے ہو۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ○ (الواقعہ:۵۸) ذرا بتاؤ تو تم جو نطفہ گراتے ہو ○

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ﴾ (الطارق: ٨) اَلنُّطْفَةُ فِي الْاِحْلِيْلِ. مجاہد نے کہا: وہ اس کو لوٹانے پر قادر ہے' یعنی نطفہ کو آلۂ تناسل کے سوراخ میں لوٹانے پر قادر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ○ (الطارق:۸) بے شک اللہ اس کے لوٹانے پر ضرور قادر ہے ○

امام بخاری نے مجاہد کی تفسیر ذکر کی ہے' ابن زید نے کہا: وہ اس پانی کو روکنے پر ضرور قادر ہے' قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر ضرور قادر ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ فَهُوَ شَفْعٌ. اَلسَّمَاءُ شَفْعٌ وَّالْوَتْرُ ہر چیز جس کو اللہ نے پیدا کیا وہ جوڑا ہے' آسمان جوڑا ہے اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ. فرد اللہ عزوجل کی ذات ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ. (الذاریات:۴۹) اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا۔

امام بخاری نے کہا: آسمان جوڑا ہے اس کا معنی ہے: آسمان زمین کے ساتھ مل کر جوڑا ہے جیسا کہ حرارت برودت کے ساتھ مل کر جوڑا ہے۔

﴿فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (التین:٤) فِي أَحْسَنِ خَلْقٍ. ''احسن تقویم'' کا معنی ہے: سب سے حسین تخلیق میں پیدا کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ (التین:۴) بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں بنایا ۝

ہر چیز کا چہرہ جھکا ہوا ہے اور انسان کا چہرہ اُٹھا ہوا ہے' ہر جاندار اپنا منہ کھانے کی طرف جھکاتا ہے اور انسان اپنے ہاتھ سے کھانا اُٹھا کر اپنے منہ میں لے جاتا ہے۔

﴿أَسْفَلَ سَافِلِينَ﴾ (التین:۵) إِلَّا مَنْ اٰمَنَ. سب نیچوں سے زیادہ نیچے سوائے مؤمنین کے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سٰفِلِينَ ۝ (التین:۵) إِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا. پھر ہم اسے پھیر لائے سب نیچوں سے زیادہ نیچے ۝ ماسوا مؤمنین کے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں بنایا ہے لیکن اگر وہ ہمارا شکر ادا نہ کرے تو وہ سب نیچوں سے زیادہ نیچے ہوگا' ایک قول یہ ہے کہ ''اسفل سافلین'' کا معنی ہے: وہ ارذل عمر کو پہنچ جائے گا' اس کو دکھائی دے گا نہ سنائی دے گا' نہ وہ اپنے اعضاء سے اپنے کام کر سکے گا' لیکن جو صالحین ہوں گے وہ بڑھاپے اور اس کی صعوبتوں اور بیماریوں پر صبر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں گے' اللہ تعالیٰ ان کو غیر متناہی اجر عطاء فرمائے گا' اور وہ صحت اور جوانی کے ایام میں جس طرح عبادت کرتے تھے' ان کا اجر اسی طرح لکھا جاتا رہے گا۔

﴿خُسْرٍ﴾ (العصر:۲). ضَلَالٍ ثُمَّ اسْتَثْنٰى إِلَّا مَنْ اٰمَنَ. ''خسر'' کا معنی ہے: گمراہی' پھر اس سے ایمان والوں کو مستثنیٰ فرما لیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ (العصر:۲) بے شک انسان ضرور خسارہ میں ہے ۝

امام بخاری نے خسارہ کی تفسیر گمراہی کے ساتھ کی ہے۔

﴿لَازِبٍ﴾ (الصافات:۱۱). لَازِمٍ. ''لازب'' کا معنی ہے: لازم۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝ (الصّٰفّٰت:۱۱) بے شک ہم نے ان کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا ۝

﴿وَنُنْشِئَكُمْ﴾ (الواقعۃ:٦١) فِيْ أَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ. اور ''وننشئکم'' کا معنی ہے: ہم جس طرح چاہیں تمہاری

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صورت بناتے ہیں۔

امام بخاری اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَالَا تَعْلَمُوْنَ○ (الواقعہ:٦١) اور تمہیں ایسی صورت میں بنادیں جسے تم جانتے ہی نہیں○

﴿نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ﴾ (البقرہ:٣٠) نُعَظِّمُكَ. ''نسبح بحمدك'' کا معنی ہے: ہم آپ کی حمد کے ساتھ آپ کی تعظیم کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ. (البقرہ:٣٠) اور ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔

مجاہد سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔

وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ ﴿فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ﴾ (البقرہ:٣٧) فَهُوَ قَوْلُهٗ ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا﴾ (الاعراف: ٢٣). پس آدم نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کر لیے۔ (البقرہ:٣٧) اس کی تفسیر میں ابوالعالیہ نے کہا: وہ کلمات یہ ہیں: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

ابوالعالیہ کا نام رفیع بن مہران الریاحی ہے' یہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد اسلام لائے تھے' انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ تفسیر مجاہد' سعید بن جبیر' حسن بصری' ربیع بن انس' قتادہ' محمد بن کعب القرظی' خالد بن معدان' عطاء خراسانی اور عبدالرحمان بن زید بن اسلم سے بھی مروی ہے۔

﴿فَاَزَلَّهُمَا﴾ (البقرہ:٣٦). فَاسْتَزَلَّهُمَا ''فازلهما'' کا معنی ہے: پس ان دونوں کولغزش میں مبتلا کردیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ. (البقرہ:٣٦) پس شیطان نے انہیں اس درخت کے ذریعہ پھسلایا اور جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کردیا۔

﴿يَتَسَنَّهْ﴾ (البقرہ:٢٥٩) يَتَغَيَّرْ. ﴿اٰسِنٌ﴾ (محمد:١٥) مُتَغَيِّرٌ وَّالْمَسْنُوْنُ الْمُتَغَيِّرُ. اور ''يتسنه'' کا معنی ہے: متغیر ہوتا ہے' ''آسن'' کا معنی ہے: متغیر' اور ''مسنون'' کا معنی بھی ہے: متغیر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ. (البقرہ:٢٥٩) سو آپ اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھیں وہ اب تک بدبودار نہیں ہوئیں۔

﴿حَمَاٍ﴾ (الحجر:٣٣) جَمْعُ حَمَاةٍ وَّهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ. ''حما'' یہ ''حماة'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: سڑی ہوئی مٹی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ○ (الحجر:٣٣-٢٨-٢٦) سڑی ہوئی مٹی سے○

ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿یَخْصِفَانِ﴾ (الاعراف:٢٢) اَخَذَا الْخِصَافَ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ یُوَلِّفَانِ الْوَرَقَ وَیَخْصِفَانِ بَعْضَهٗ اِلٰی بَعْضٍ.

''یخصفان'' کا معنی ہے: وہ دونوں چپکانے لگے یعنی حضرت آدم اور حواء جنت کے پتے ایک دوسرے پر رکھ کر اپنے اوپر چپکانے لگے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ. (طٰهٰ:١٢١)

پس ان کی شرم گاہیں ان کے لیے کھل گئیں اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے۔

''یخصفان''، ''خصف'' سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: کپڑے پر پیوند لگانا یا جوتی کی مرمت کرنا۔

﴿سَوْاٰتُهُمَا﴾ (الاعراف:٢٢) کِنَایَةٌ عَنْ فَرْجِهِمَا.

''سواٰتهما'' کا لفظ ان کی شرم گاہوں سے کنایہ ہے۔

یہ لفظ طٰهٰ:١٢١ میں ہے، اس کا ذکر ابھی گزرا ہے۔

﴿وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ﴾ (الاعراف:٢٤) هٰهُنَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَالْحِیْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ اِلٰی مَا لَا یُحْصٰی عَدَدُهٗ.

''ومتاع الٰی حین'' میں ''حین'' کا معنی ہے: اب سے لے کر روزِ قیامت تک اور ''حین'' عرب کے نزدیک ایک گھنٹہ سے لے کر غیر متناہی وقت کے لیے ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ۝ (البقرہ:٣٦)

اور تمہارے لیے ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھکانا اور فائدہ اُٹھانا ہے ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی ''حین'' کا معنی اسی طرح بیان کیا ہے۔

﴿وَقَبِیْلُهٗ﴾ (الاعراف:٢٧) جِیْلُهُ الَّذِیْ هُوَ مِنْهُمْ.

''قَبِیْلُهٗ'' سے مراد شیطان کا وہ گروہ ہے جس میں وہ خود بھی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ. (الاعراف:٢٧)

بے شک وہ (شیطان) اور اس کا کنبہ تمہیں دیکھتا ہے۔

اس تعلیق میں ''قبیل'' کا لفظ ہے، جس کا معنی ہے: جماعت، مجاہد نے کہا: ''قبیل'' سے مراد جن اور شیاطین ہیں۔

ان تمام تعلیقات کی شرح، عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٨٧۔٢٨١ سے ماخوذ ہے۔

٣٣٢٦ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَطُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِكَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فَاسْتَمِعْ مَا یُحَیُّوْنَكَ تَحِیَّتُكَ وَتَحِیَّةُ ذُرِّیَّتِكَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ فَقَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَكُلُّ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اللہ نے آدم کو پیدا کیا اور ان کا طول ساٹھ ہاتھ (نوے فٹ) تھا، پھر فرمایا: جاؤ! ان فرشتوں کو سلام کرو اور سنو! وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں، وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کے سلام کا طریقہ ہوگا پس حضرت آدم نے کہا: السلام علیکم! تو انہوں نے جواب دیا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلٰى صُوْرَةِ اٰدَمَ فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ حَتَّى الْاٰنَ.

[طرف الحدیث:٦٢٢٧] (صحیح مسلم:٢٨٤١ 'الرقم المسلسل:٧٠٥٧)

السلام علیک ورحمۃ اللہ' پس فرشتوں نے رحمۃ اللہ کے الفاظ زیادہ کیے' پس ہر شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم کی صورت پر ہوگا' پھر مخلوق کا قد کم ہوتا رہا' حتیٰ کہ وہ ہوگیا ہے جو اب ہے۔

سلام کرنے کا طریقہ اور جنت میں کامل اور حسین صورت میں دخول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ جائیں اور ان فرشتوں کو سلام کریں' یہ سلام کرنے کی پہلی مشروعیت ہے' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ سلام کو پھیلانا دینی محبت اور دخولِ جنت کا سبب ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ سلام کرنا واجب ہے' اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرے اور افضل یہ ہے کہ وہ السلام علیکم کہے اور اگر سلام علیکم کہا پھر بھی جائز ہے اور سلام کے جواب میں اضافہ کرنا چاہیے' جیسے فرشتوں نے رحمۃ اللہ کا اضافہ کیا اور سلام کے جواب میں واؤ کو ترک کرنا بھی جائز ہے۔

نیز فرمایا: جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا' یعنی جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائے گا وہ حسن اور جمال میں حضرت آدم کی صورت پر ہوگا' اور خواہ وہ دنیا میں سیاہ فام ہو' وہ جنت میں کالے رنگ کا نہیں ہوگا' اسی طرح دنیا میں اگر وہ ناقص الخلقت ہو یا اپاہج ہو تو وہ جنت میں اس طرح داخل نہیں ہوگا۔

پھر فرمایا: پھر مخلوق کا طول کم ہوتا رہا یعنی ہر بعد والی صدی میں آدمیوں کے قد کی لمبائی پہلی صدی کی لمبائی سے کم ہوتی رہی' حتیٰ کہ اس امت کا طول اس حد کو پہنچ گیا' یعنی پانچ' چھ فٹ اور اسی پر ٹھہر گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٨٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣٢٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً لَّا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَتْفِلُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ الْاَلَنْجُوْجُ عُوْدُ الطِّيْبِ وَاَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی' از عُمارہ از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جو گروہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی' پھر جو لوگ ان کے قریب ہوں گے وہ آسمان میں اس چمک دار ستارے کی طرح ہوں گے جو بہت روشن ہوں گے' وہ نہ پیشاب کریں گے' نہ پاخانہ کریں گے اور نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سے رینٹھ نکالیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی' ان کا پسینہ مشک ہوگا اور ان کی انگیٹھیوں میں خوشبودار عود جلتا ہوگا' یہ نہایت خوشبودار عود ہوگا۔ ان کی بیویاں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی' ان میں سے ایک مرد کی بناوٹ اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگی جو آسمان میں ساٹھ ہاتھ کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٤٥ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٣٢٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ اُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِىْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ الْغُسْلُ اِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ اِذَا رَاَتِ الْمَاءَ فَضَحِكَتْ اُمُّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ تَحْتَلِمُ الْمَرْاَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يُشْبِهُ الْوَلَدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق کو بیان کرنے سے حیاء نہیں فرماتا' کیا عورت پر بھی احتلام سے غسل واجب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب وہ پانی دیکھ لے' تو حضرت اُم سلمہ ہنسیں' سو کہنے لگیں: یارسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر کس وجہ سے بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنِّىْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ قَالَ مَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَمِنْ اَيِّ شَيْءٍ يَّنْزِعُ الْوَلَدُ اِلٰى اَبِيْهِ وَمِنْ اَيِّ شَيْءٍ يَّنْزِعُ اِلٰى اَخْوَالِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَّرَنِيْ بِهِنَّ اٰنِفًا جِبْرِيْلُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ وَاَمَّا الشَّبَهُ فِى الْوَلَدِ فَاِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَشِيَ الْمَرْاَةَ فَسَبَقَهَا مَاؤُهُ كَانَ الشَّبَهُ لَهُ وَاِذَا سَبَقَ مَاؤُهَا كَانَ الشَّبَهُ لَهَا قَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ اِنْ عَلِمُوْا بِاِسْلَامِىْ قَبْلَ اَنْ تَسْاَلَهُمْ بَهَتُوْنِىْ عِنْدَكَ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ وَدَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ الْبَيْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا وَاَخْيَرُنَا وَابْنُ اَخْيَرِنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں آنے کی خبر پہنچی تو وہ آپ کے پاس آئے اور کہا: میں آپ سے تین ایسی چیزوں کے متعلق سوال کروں گا جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا' انہوں نے کہا: قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہل جنت پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ اور کس چیز کے سبب سے بچہ اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ اور کس چیز کے سبب سے وہ اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ابھی حضرت جبریل نے ان چیزوں کی خبر دی ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: فرشتوں میں سے وہی یہود کا دشمن ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہی قیامت کی پہلی علامت تو وہ ایک آگ ہے جو تمام لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی' اور رہا اہل جنت کا طعام تو وہ مچھلی کی کلیجی کا لٹکا ہوا ٹکڑا ہوگا' اور رہا بچہ کی مشابہت کا سوال تو جب مرد عورت کو ڈھانپ لیتا ہے' پس اس کا پانی عورت پر سبقت کرے تو وہ بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی سبقت کرے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' پھر انہوں نے کہا: یارسول اللہ!

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَرَاَیْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُاللّٰہِ قَالُوْا اَعَاذَہُ اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ فَخَرَجَ عَبْدُاللّٰہِ اِلَیْھِمْ فَقَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَوَقَعُوْا فِیْہِ.

[اطراف الحدیث:۳۹۱۱۔۳۹۳۸۔۴۴۸۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

یہود جھوٹے لوگ ہیں، اگر آپ کے سوال کرنے سے پہلے انہیں میرے اسلام لانے کا پتا چل گیا تو وہ مجھے آپ کے سامنے جھوٹا قرار دیں گے، پس یہود آئے اور حضرت عبداللہ گھر میں داخل ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: عبداللہ بن سلام تم میں کیسے شخص ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور ہمارے سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں اور وہ ہم میں سب سے بہترین اور سب سے بہتر کے بیٹے ہیں، تب رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: یہ بتاؤ! اگر عبداللہ اسلام لے آئیں، انہوں نے کہا: اللہ ان کو اسلام سے اپنی پناہ میں رکھے! پس حضرت عبداللہ نکل کر ان کی طرف آئے، پس کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (سیّدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں، پس یہود نے کہا: یہ ہم میں سب سے بُرا ہے اور ہم میں سب سے بُرے کا بیٹا ہے اور ان کی مذمت کرنے لگے۔

اس حدیث میں ''بھت'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: بہتان لگانے والا۔

۳۳۳۰ - حَدَّثَنَا بِشْرُبْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰہِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ھَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوَہٗ یَعْنِیْ لَوْلَا بَنُوْ اِسْرَآئِیْلَ لَمْ یَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْ لَا حَوَّآءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَھَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، اسی کی مثل، یعنی اگر بنواسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

[طرف الحدیث:۳۳۹۹] (صحیح مسلم:۱۴۷۰، الرقم المسلسل:۳۵۴۰، المستدرک ج ۴ ص ۱۷۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۴ طبع قدیم، مسند احمد:۸۰۳۲۔ ج ۱۳ ص ۴۰۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری کے اثناء سند میں ''مثلہٗ'' کا لفظ لکھنے پر اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حدیث مذکور کو ہمام کی سند سے روایت کر کے کہا: اسی کی مثل یہ حدیث ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ''نحوہٗ'' یا ''مثلہٗ'' یعنی اسی کی مثل، اس وقت کہا جاتا ہے جب ایک حدیث ایک سند اور ایک متن کے ساتھ گزر چکی ہو، پھر محدث اس حدیث کو دوسری سند کے ساتھ دوبارہ روایت کرنے کا ارادہ کرے تو پھر کہتا ہے کہ اس دوسری سند کے ساتھ بھی اس کی مثل مروی ہے اور متن حدیث کو دوبارہ ذکر نہیں کرتا، فقط اس کی دوسری سند کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہے، کیونکہ مثل کا لفظ اس کی خبر دیتا ہے، اور یہاں پہلے اس متن حدیث کا ذکر نہیں ہے تو پھر اس کی مثل کہنا غلط ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس سے پہلے اس طرح روایت کی تھی:

از محمد بن رافع از عبدالرزاق از معمر از ھمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اگر بنواسرائیل نہ ہوتے تو طعام خراب نہ ہوتا اور گوشت نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت کبھی بھی اپنے خاوند کی نافرمانی نہ کرتی' پھر امام بخاری نے اس کی دوسری سند سے روایت کی از بشر بن محمد از عبداللہ از معمر از ھمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' پھر کہا: اس سند سے بھی اسی کی مثل مروی ہے' پھر بعد میں اس کی مثل کی تفسیر کی کہ اگر بنواسرائیل نہ ہوتے تو کھانا نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔ لیکن ناقلین نے اس روایت کا پہلا حصہ ذکر نہیں کیا جس کی وجہ سے ''مثلہٗ'' کے لفظ پر اعتراض ہوا۔

بنی اسرائیل کی وجہ سے گوشت کے سڑنے اور حضرت حواء کی خیانت کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر بنواسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا۔ اس کی توضیح حسب ذیل ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ بنواسرائیل پر طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک مَن اور سلویٰ برف باری کی طرح نازل ہوتا تھا' وہ اس میں سے اتنی مقدار اُٹھاتے تھے جو انہیں اس دن کے لیے کافی ہوتی تھی' سوا جمعہ کے دن کے' چنانچہ وہ جمعہ اور ہفتہ کے لیے اس میں سے بچا کر رکھ لیتے تھے' پھر جب انہوں نے بہ کثرت اس طرح کرنا شروع کیا تو جو طعام وہ بچا کر رکھتے تھے وہ خراب ہونا شروع ہو گیا۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ جب ان پر دسترخوان نازل ہوا تو ان سے کہا گیا تھا کہ اس کو ذخیرہ نہ کرنا' لیکن انہوں نے اس کو ذخیرہ کیا' پھر وہ خراب ہونے لگا' ایک قول یہ ہے کہ ان سے کہا گیا تھا کہ سلویٰ کو ذخیرہ نہ کرنا' پھر جب انہوں نے ذخیرہ کیا تو اس وقت سے ذخیرہ کرنے کی وجہ سے گوشت بدبودار ہونے لگا۔

حضرت حواء کے خیانت کرنے کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس ممنوع درخت سے کھانے کی دعوت دی تھی۔ الماوردی نے کہا ہے کہ وہ گندم کا درخت تھا' ایک قول ہے: وہ انجیر کا درخت تھا' دوسرا قول ہے: وہ انگور کا درخت تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ دوام کا درخت تھا جس سے فرشتے کھاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٩١۔ ٢٩٠ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

میں نے بعض علماء سے یہ سنا ہے کہ حضرت حواء کی خیانت یہ تھی کہ انہوں نے اس درخت سے تین دانے توڑے' ایک دانہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیا اور ایک دانہ خود کھا لیا اور ایک دانہ چھپا لیا' ان کی اس خیانت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میراث میں بیٹیوں کا حصہ مرد کے حصہ کا نصف رکھا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٢٣٣' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٣٣١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّ مُوْسَى بْنُ حِزَامٍ قَالَا حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَيْسَرَةَ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَّاِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ. [اطراف الحدیث: ٥١٨٤۔ ٥١٨٦] (صحیح مسلم: ١٤٦٨' الرقم المسلسل: ٣٥٣٤' سنن ترمذی: ١١٩٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوکریب اور موسیٰ بن حزام نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں حسین بن علی نے حدیث بیان کی از زائدہ از میسرہ الاشجعی از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو کیونکہ عورت کو ایک پسلی سے بنایا گیا ہے' اور پسلی کی اوپر والی ہڈی ٹیڑھی ہے' پس اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو تو توڑ دو گے اور اگر تم اس کو چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی' سو تم عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو کریب اور ان کا نام محمد بن العلاء ہے (۲) موسیٰ بن حزام ابو عمران الترمذی العابد (۳) حسین بن علی بن الولید ابو عبداللہ الجعفی (۴) زائدہ بن قدامہ ابو الصلت الثقفی (۵) میسرہ بن عمار الاشجعی (۶) ابو حازم ان کا نام سلیمان الاشجعی الغطفانی ہے (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۹۳-۲۹۱)

بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے' کیونکہ یہ باب انبیاء علیہم السلام کی احادیث میں ہے' لیکن اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عورت کو ایک پسلی سے بنایا گیا ہے اور اس سے مراد حضرت حواء ہیں جن کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے بنایا گیا ہے۔

عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔ قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: میں تم کو عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں' سو تم ان کے متعلق میری وصیت کو قبول کرو۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ تم عورتوں کے حق میں دوسروں سے نیکی کی وصیت طلب کرو۔

دیگر علماء نے کہا کہ اس کا معنی ہے: ان کے متعلق میری وصیت کو قبول کرو اور اس پر عمل کرو اور ان پر صبر کرو اور ان کے ساتھ نرمی کرو اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔

حضرت حواء کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کرنے میں اقوال

نیز فرمایا: عورت کو ایک پسلی سے پیدا کیا گیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں رکھا تو ایک مدت کے بعد ان کو گھبراہٹ ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے تنہائی کی شکایت کی' پس انہوں نے خواب میں ایک حسین عورت کو دیکھا' پھر جب وہ بیدار ہوئے تو وہ ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی' حضرت آدم نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: میں حواء ہوں' مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ تم مجھ سے سکون پاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔

مجاہد نے کہا کہ عورت کو "مَرْاَۃٌ" اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ "المرء" یعنی حضرت آدم سے پیدا کی گئی ہے۔

مقاتل بن سلیمان نے کہا: حضرت آدم جنت میں سو گئے تو حضرت حواء کو ان کی دائیں جانب سے بغیر کسی درد کے پیدا کیا گیا اور اگر انہیں درد ہوتا تو کبھی کوئی مرد عورت پر رحم نہ کرتا۔

الربیع بن انس نے کہا: حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے پیدا کیا گیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ○ (الانعام: ۲) — وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے ○

لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ. (الاعراف: ۱۸۹) — وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پسلی کو توڑنے سے مراد عورت کو طلاق دینا ہے

پھر فرمایا: اگر تم اس پسلی کو سیدھا کرنے لگو تو توڑ دو گے۔

اس ارشاد میں طلاق کی مثال دی گئی ہے' یعنی اگر تم یہ ارادہ کرو کہ اس کے ٹیڑھے پن کو ترک کر دو تو یہ معاملہ اس کی طلاق کی طرف لے جائے گا' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک عورت ایک پسلی سے پیدا کی گئی ہے' وہ پسلی تمہارے لیے ہرگز سیدھی نہیں ہوگی' اگر تم اس عورت سے فائدہ حاصل کرو تو اس حال میں فائدہ حاصل کرو گے کہ اس میں وہ ٹیڑھ برقرار ہوگی اور اگر تم اس ٹیڑھ کو سیدھا کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کو توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۸ ۔۱۴۶۸' الرقم المسلسل: ۳۵۳۶)

اس حدیث میں عورتوں کا ذکر ایک تمثیل سے کیا گیا ہے اور ان کے اخلاق میں جو کجی ہے' اس کی مثال پسلی کے ٹیڑھے پن سے دی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۹۳۔ ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳۳۲ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ خَلْقَ اَحَدِكُمْ یُجْمَعُ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا ثُمَّ یَكُوْنُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ یَكُوْنُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَیْهِ مَلَكًا بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَیَكْتُبُ عَمَلَهٗ وَاَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِیٌّ اَوْسَعِیْدٌ ثُمَّ یُنْفَخُ فِیْهِ الرُّوْحُ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰی مَایَكُوْنَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْهِ الْكِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَیَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰی مَایَكُوْنُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْهِ الْكِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَیَدْخُلُ النَّارَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہم کو عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو زید بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث بیان کی اور آپ سب سے زیادہ سچے ہیں' (آپ نے فرمایا:) تم میں سے کسی شخص کی تخلیق (نطفہ) کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع کیا جاتا ہے' پھر اتنے دنوں میں وہ نطفہ جما ہوا خون ہو جاتا ہے' پھر اتنے دنوں میں وہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے' پھر اللہ اس کی طرف فرشتہ کو چار کلمات کے ساتھ بھیجتا ہے' پس وہ اس کا عمل' اس کی مدتِ حیات اور اس کا رزق لکھتا ہے اور اس کا بدبخت یا نیک بخت ہونا لکھتا ہے' پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے' پس بے شک مرد اہل دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر لکھا ہوا غالب آتا ہے تو وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے' پس وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور بے شک مرد اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر لکھا ہوا غالب آتا ہے' پھر وہ اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے' پس وہ دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۰۸' اور ۳۱۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ یہ باب کے مطابق نہیں ہے' کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: انبیاء علیہم السلام کی احادیث' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی پیدائش کا بیان ہے اور باب کے ساتھ اتنی مناسبت کافی ہے۔

۳۳۳۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُوْلُ يَارَبِّ نُطْفَةٌ يَارَبِّ عَلَقَةٌ يَارَبِّ مُضْغَةٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْلُقَهَا قَالَ يَارَبِّ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى يَارَبِّ شَقِيٌّ اَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْاَجَلُ فَيُكْتَبُ كَذٰلِكَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن ابی بکر بن انس از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رحم (شکم مادر) کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کیا ہے' وہ کہتا ہے: اے رب! یہ نطفہ ہے' اے رب! یہ جما ہوا خون ہے' اے رب! یہ گوشت کا ٹکڑا ہے' پس جب اللہ اس کی تخلیق کا ارادہ کرے تو وہ کہتا ہے: اے رب! مذکر بناؤں یا مؤنث؟ اے رب! یہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت؟ اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کی مدتِ حیات کتنی ہے؟ پھر اسی طرح اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۳٤ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَنَسٍ يَّرْفَعُهٗ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَّوْ اَنَّ لَكَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اَكُنْتَ تَفْتَدِيْ بِهٖ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ سَاَلْتُكَ مَاهُوَ اَهْوَنُ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِيْ فَاَبَيْتَ اِلَّا الشِّرْكَ.

[اطراف الحدیث: ٦٥٣٨-٦٥٥٧] (صحیح مسلم: ۲۸۰۵' الرقم المسلسل: ٦٩٧٧' شرح السنۃ: ۴۴۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۶' مسند ابویعلیٰ: ۴۱۹۸' صحیح ابن حبان: ۷۴۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۱۲۔ ج ۱۹ ص ۳۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی عمران الجونی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ (قیامت کے دن) اس شخص سے پوچھے گا جسے دوزخ کا سب سے کم عذاب دیا ہوگا: اگر تمام روئے زمین تمہاری ملکیت میں ہوتی تو کیا تم اس عذاب سے نجات کے لیے اس کو فدیہ میں دیتے' وہ شخص کہے گا: جی ہاں! تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جب تم آدم کی پشت میں تھے تو میں نے تم سے اس سے بھی کم چیز کا سوال کیا تھا' (میں نے فرمایا تھا:) تم کسی کو میرا شریک نہ بنانا' سو تم نے شریک بنانے کا بالکل انکار کیا تھا۔

یعنی اس شخص نے دنیا میں آ کر شرک کیا اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں جو اللہ تعالیٰ سے شرک نہ کرنے کا عہد کیا تھا' اس کو پورا نہیں کیا۔

۳۳۳۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُرَّةَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن مرہ نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا' اس کے قتل کے گناہ کا ایک حصہ آدم کے پہلے بیٹے پر ہوگا کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

[اطراف الحدیث: ٦٨٦٧-٧٣٢١] (صحیح مسلم: ١٦٧٧' الرقم المسلسل: ٤٢٧٠' سنن ترمذی: ٢٦٧٧' سنن نسائی: ٣٩٨٥' سنن ابن ماجہ: ٢٦١٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٣٦٤' مصنف عبدالرزاق: ١٩٧١٨' مسند الحمیدی: ١١٨' السنن الکبریٰ: ١١١٤٢' مسند ابویعلیٰ: ٥١٧٩' صحیح ابن حبان: ٥٩٨٣' المعجم الکبیر: ١٠٤٢٩' شرح السنۃ: ١١١' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٣٠- ج ٦ ص ١٣٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا پہلا بیٹا قابیل تھا' جس نے ھابیل کو قتل کیا تھا۔

قابیل نے ھابیل کو کس سبب سے قتل کیا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

جس وقت قابیل نے ھابیل کو قتل کیا تھا اس وقت قابیل کی عمر پچیس سال تھی اور ھابیل کی عمر بیس سال تھی۔

ھابیل کو قتل کرنے کا سبب یہ تھا' جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے دونوں بیٹوں کو قربانی کرنے کا حکم دیا' جس کی بکریاں تھیں اس نے سب سے عمدہ بکری کی قربانی دی' اور جس کے کھیت تھے اس نے سب سے رڈی کھیت کا صدقہ کیا' پس اللہ تعالیٰ نے پہلی قربانی کو قبول فرمالیا ہے۔

مجاہد' سعید بن جبیر' عطاء وغیرہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت حوّاء کے ہاں ہر بار ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے' جب حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اترے ہوئے ایک سو سال ہو گئے تو ان کے ہاں قابیل اور ایک لڑکی پیدا ہوئی' پھر ھابیل اور ان کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی' حضرت آدم اپنے بیٹے کا نکاح اُس کے ساتھ کرتے تھے جو اس کی جڑواں بہن نہیں ہوتی تھی' جب قابیل اور ھابیل دونوں بالغ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو حکم دیا کہ وہ قابیل کا نکاح' ھابیل کی بہن یوزا سے کر دیں' اور ھابیل کا نکاح قابیل کی بہن اقلیما سے کر دیں اور وہ تمام عورتوں سے زیادہ حسین وجمیل تھی' قابیل اس پر راضی نہیں ہوا' اس نے کہا: میں اپنی بہن کے ساتھ نکاح کرنے کا زیادہ حق دار ہوں' میں اور میری بہن جنت کی اولاد سے ہیں اور ھابیل اور اس کی بہن دنیا کی اولاد سے ہیں' تب حضرت آدم نے کہا: تم دونوں قربانی پیش کرو' قابیل کے کھیت تھے اور ھابیل کی بکریاں تھیں' قابیل نے اپنے رڈی کھیت سے طعام کے ڈھیر کی قربانی دی اور دل میں یہ رکھا کہ جب ھابیل میری بہن سے نکاح کرے گا تو پھر مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میری قربانی قبول ہوتی ہے یا نہیں' ھابیل نے اپنی بکریوں میں سے ایک بہترین اور فربہ بکری کی قربانی دی اور دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو رکھا' اور جب کسی کی قربانی قبول ہوتی تھی تو آسمان سے ایک سفید آگ نازل ہو کر اس کو کھا جاتی تھی' سو آگ نازل ہو کر ھابیل کی قربانی کو کھا گئی اور قابیل کی قربانی میں سے کچھ بھی نہیں کھایا تو قابیل نے اپنے دل میں یہ بات رکھی اور ھابیل کو قتل کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٩٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢- بَابٌ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ

روحیں جھنڈ کے جھنڈ لشکر ہیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد جھنڈ کے جھنڈ لشکر ہیں۔

٣٣٣٦ - قَالَ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ قَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ بِهٰذَا. (صحیح مسلم: ٢٦٣٨، الرقم المسلسل: ٦٦٠٣، صحیح ابن حبان: ٦١٦٨، الادب المفرد: ٩٠١، تاریخ بغداد ج ٣ ص ٣٢٩، شرح السنۃ: ٣٤٧١، مسند احمد ج ٢ ص ٢٩٥، مسند احمد: ٧٩٣٥۔ ج ١٣ ص ٣١٩، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری نے کہا کہ لیث نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی از عمرۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روحیں جھنڈ کے جھنڈ لشکر ہیں، جو وہاں ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں، وہ یہاں ایک دوسرے سے محبت کرتی ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے اجنبی ہوتی ہیں، وہ یہاں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ یحییٰ بن ایوب نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

ارواح کا معنی اور ارواح کے مجتمع لشکر ہونے کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الارواح'' کا ذکر ہے، یہ ''الـروح'' کی جمع ہے، روح وہ جوہر ہے جو جسم کے ساتھ قائم ہے اور اسی کی وجہ سے جسم میں حیات ہوتی ہے۔

اور اس حدیث میں ''جنود مجندہ'' کا ذکر ہے، اس سے جماعاتِ مجتمعہ اور انواعِ مختلفہ مراد ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ اجناسِ مجنسہ ہیں، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ارواح اعراض نہیں ہیں اور وہ اجسام سے پہلے موجود ہیں اور وہ اجسام کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہو گئے تو اللہ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٥٢٠)

نیز فرمایا: جو روحیں آپس میں متعارف ہوں۔ تعارف کا معنی یہ ہے کہ جن صفات پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا، وہ ان صفات میں ایک دوسرے کے موافق ہوں، علامہ خطابی نے کہا: اس کی حسبِ ذیل دو صورتیں ہیں:

(١) اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ خیر اور شر میں ہم شکل ہوں، جن روحوں میں خیر ہو وہ اپنی نظیر کی طرف مائل ہوتی ہیں اور جن روحوں میں شر ہو، وہ اپنی جیسی روحوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور جب یہ شکلیں متفق ہوں تو روحیں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور جب یہ شکلیں مختلف ہوں تو پھر روحیں ایک دوسرے سے اجنبی ہوتی ہیں۔

(٢) روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا اور وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتی تھیں، پھر جب ارواح اجساد میں منتقل ہوئیں تو ان کو وہ پہلا تعارف یاد آ گیا، پھر ہر ایک ان میں سے دوسرے شخص کو پہچانتی تھیں یا اجنبی رہتی تھیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی نیک آدمی سے متنفر ہو تو اس کو اپنے اوصاف کی تفتیش کرنی چاہیے، ضرور اس میں کوئی بُرائی ہوگی جس کی وجہ سے وہ اس نیک آدمی سے متنفر ہے، پھر اس کو چاہیے کہ وہ اس بُری خصلت کے ازالہ کی کوشش کرے، اسی طرح جب کوئی شخص کسی بُری عادتوں والے شخص کی طرف مائل ہو تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ اس میں کوئی بُری خصلت ہے، جب ہی وہ اس بُرے آدمی کی طرف مائل ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٩٧، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:
علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ارواح مجتمع لشکر ہیں' میں کہتا ہوں: یہ معنی صرف ارواح کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔
اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نیک اور شریف لوگ نیک اور شریف لوگوں سے محبت کرتے ہیں' اسی طرح بُرے لوگ بُرے لوگوں سے محبت کرتے ہیں' لیکن یہ معنی حدیث سے ظاہر نہیں ہوتا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب ارواح کو پیدا کیا گیا تو بعض ارواح بعض سے متعارف ہوئیں تو دنیا میں جن جسموں میں وہ روحیں آئیں ایک دوسرے سے متعارف ہوئیں اور جو روحیں وہاں متعارف نہیں ہوئی تھیں' وہ دنیا میں بھی متعارف نہیں ہوئیں' اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ انسان اپنی بعض اولاد سے محبت کرتا ہے اور بعض سے محبت نہیں کرتا' اگرچہ وہ جن سے محبت نہیں کرتا وہ دوسری اولاد سے زیادہ نیک ہوتی ہے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ارواح کو اجساد سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور یہ کہ ارواح لطیف اجسام ہیں اور ان میں عقل اور نطق بھی ہے' جیسا کہ اہل حق کا مذہب ہے۔
(الکوثر الجاری ج ۱۵ ص ۲۳۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ (ھود:٢٥)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (ھود:٢٥)

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو قابیل کی اور ان کے موافقین کی طرف بھیجا جو شیث کی اولاد سے تھے' اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر باون سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ اس وقت اُن کی عمر ساڑھے تین سو سال تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر چار سو اسی سال تھی۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿بَادِیَ الرَّأْیِ﴾ (ھود:٢٧) مَا ظَهَرَ لَنَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''بادی الرأی'' کا معنی ہے: جو بات ہم پر ظاہر ہوئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ. (ھود:٢٧)

تو ان کی قوم میں سے کافر سرداروں نے کہا: (اے نوح!) ہم تمہیں اپنے جیسا ہی بشر سمجھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ان لوگوں نے کی ہے جو بہ ظاہر ہم میں سے حقیر اور ذلیل ہیں۔

اس آیت میں ''اراذل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ شخص جو ہر ایک سے کم تر ہو۔

﴿اَقْلِعِیْ﴾ (ھود:٤٤) اَمْسِكِیْ.

''اقلعی'' کا معنی ہے: رک جا اور ٹھہر جا!

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ.

اور حکم دیا گیا: اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! رک جا! (ھود:۴۴)

﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ (ھود:٤٠) نَبَعَ الْمَآءُ.

اور ''فار التنور'' کا معنی ہے: پانی اُبل پڑا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ. (ھود:٤٠) حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور نے جوش مارا۔

''فار'' کا معنی ہے: دیگچی کا جوش میں آنا' اور تنور فارسی کا لفظ ہے' جس کو عربی بنایا گیا ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَجْهُ الْاَرْضِ. اور عکرمہ نے کہا: (تنور سے مراد ہے:) زمین کا چہرا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اَلْجُوْدِيُّ﴾ (ھود:٤٤) جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ. اور مجاہد نے کہا: ''الجودی'' جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ. (ھود:٤٤) اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔

''الجودی'' دجلہ اور فرات کے درمیان ایک پہاڑ ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہر گئی تھی۔

﴿دَاْبٌ﴾ (المؤمن:٣١) مِثْلُ حَالٍ. ''داب'' کا معنی عادت کی مثل ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ. (المؤمن:٣١) جیسے نوح کی قوم کا طریقہ تھا۔

٠٠٠ - قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝﴾ (نوح:١) اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو دردناک عذاب کے آنے سے پہلے ڈرائیں۝ (نوح:١) آخر سورت تک

اس باب میں سورۂ نوح کا ذکر ہے' اس میں بائیس آیات ہیں اور دردناک عذاب سے مراد ہے: ان پر طوفان کا جو عذاب آیا تھا جس میں حضرت نوح علیہ السلام کے منکر کافر غرق ہو گئے تھے۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (یونس:٧١-٧٢)

اور آپ ان پر نوح کا قصہ بیان کیجئے جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میرا تمہارے درمیان رہنا اور اللہ کی آیتوں کے ساتھ میرا نصیحت کرنا تم پر شاق گزرتا ہے تو (یاد رکھو) کہ میں نے صرف اللہ پر بھروسا کیا ہے' یہ آیت ''مسلمین'' تک پڑھی۔ (یونس:٧٢-٧١)

امام بخاری نے ان آیتوں کا بقیہ حصہ جو ذکر نہیں کیا' ان کا ترجمہ درج ذیل ہے:

سو اب تم سب مل کر اپنی تدبیر پکی کر لو اور اپنے معبودوں کو (بھی ساتھ) ملا لو پھر تمہاری تدبیر تم پر بالکل مخفی نہ رہے' پھر تم جو کچھ میرے ساتھ کر سکتے ہو کر لو' اور مجھے مہلت نہ دو۝ پس اگر تم اعراض کرو تو میں تم سے (اپنی نصیحت کا) کچھ صلہ نہیں مانگتا' میرا اجر تو صرف اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے' اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۝ (یونس:٧٢-٧١)

٣٣٣٧ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ وَّقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از زہری'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْهُمَا قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي لَمُنْذِرُكُمُوهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَ نُوحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنِّي أَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ.

سالم نے کہا: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے' پس آپ نے اللہ عزوجل کی ایسی حمد وثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا' پس فرمایا: میں تم کو دجال سے ڈرا رہا ہوں اور ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے' حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا' لیکن میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی' تم جانتے ہو وہ کانا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٣٨ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّهُ يَجِيءُ مَعَهُ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِي يَقُولُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ وَإِنِّي أُنْذِرُكُمْ بِهِ كَمَا أَنْذَرَ بِهِ نُوحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْمَهُ. (صحیح مسلم: ۲۹۳٦' الرقم المسلسل: ۷۲٦٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو دجال کی خبر نہ دوں؟ کسی نبی نے اپنی قوم کو یہ نہیں بتایا کہ دجال کانا ہے' بے شک وہ کانا ہے' وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی مثال لائے گا' پس جس کے متعلق وہ کہے گا: یہ جنت ہے' وہ دراصل دوزخ ہے اور میں تم کو اس سے اس طرح ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

جنت کی مثال سے مراد ہے: جنت کی تصویر' حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ڈرانے کی مشابہت اس میں ہے کہ وہ جنت کی تصویر لائے گا ورنہ دجال سے ڈرانا حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

٣٣٣٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيءُ نُوحٌ وَأُمَّتُهُ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ فَيَقُولُ لِأُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُولُونَ لَا مَا جَاءَنَا مِنْ نَبِيٍّ فَيَقُولُ لِنُوحٍ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمَّتُهُ فَنَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرہ: ۱۴۳) وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابوصالح از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئیں گے' پس اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا آپ نے تبلیغ کی تھی' وہ کہیں گے: جی ہاں! اے میرے رب! پس اللہ تعالیٰ ان کی امت سے پوچھے گا: کیا انہوں نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: نہیں! ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا' پھر اللہ تعالیٰ حضرت نوح سے فرمائے گا: تمہارے حق میں کون

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

[اطراف الحدیث: ۴۴۸۷۔۷۳۴۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

گواہی دے گا' پس وہ کہیں گے: (سیّدنا) محمد ﷺ اور ان کی امت' پس ہم گواہی دیں گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی' اور یہ اللہ عزوجل کے ارشاد کا مصداق ہے: (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ (البقرہ: ۱۴۳) اور وسط سے مراد بہترین ہے۔

دوسری احادیث میں ہے کہ حضرت نوح کی قوم کہے گی: سیّدنا محمد ﷺ کی امت ہمارے متعلق کیسے گواہی دے گی جب کہ ہم پہلی امت ہیں اور وہ آخری اُمت ہیں' پھر ہم کہیں گے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف رسول بھیجا اور ان پر کتاب نازل کی اور اس کتاب میں تمہاری خبر تھی۔

۳۳٤٠ - حَدَّثَنِی اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْحَيَّانَ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ دَعْوَةٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَّقَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هَلْ تَدْرُوْنَ بِمَنْ يَّجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِیْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِیْ وَتَدْنُوْ مِنْهُمُ الشَّمْسُ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰی مَا اَنْتُمْ فِيْهِ اِلٰی مَابَلَغَكُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰی مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰی رَبِّكُمْ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ اَبُوْكُمْ اٰدَمُ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ يَا اٰدَمُ اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ وَاَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ اَلَا تَرٰی مَانَحْنُ فِيْهِ وَمَا بَلَغَنَا فَيَقُوْلُ رَبِّیْ غَضِبَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَنَهَانِیْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهٗ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَيْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی نُوْحٍ فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ يَانُوْحُ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا اَمَا تَرٰی اِلٰی مَانَحْنُ فِيْهِ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَابَلَغَنَا اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّیْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِئْتُوا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحیان نے حدیث بیان کی از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک دعوت میں تھے' پس نبی ﷺ کے پاس ایک بکری کی دستی لائی گئی اور آپ کو وہ پسند تھی' آپ نے اس کا کچھ حصہ دانتوں سے کھایا اور فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا' کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اوّلین اور آخرین کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا' (اس طرح کہ) دیکھنے والا ان سب کو دیکھ سکے گا اور ان کو بلانے والا ان تک آواز پہنچا سکے گا اور سورج ان سے قریب ہو جائے گا' پس کوئی شخص کہے گا: کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ تم کس حال میں ہو اور تمہیں کہاں تک مصیبت پہنچ چکی ہے' کیا تم کسی شخص کو نہیں دیکھتے جو تمہارے رب تک تمہاری سفارش کر سکے' پس کوئی شخص کہے گا: تمہارے باپ حضرت آدم ہیں' پھر لوگ ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے آدم! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے' اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور فرشتوں کو آپ کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے' سو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا ہے اور آپ کو جنت میں ٹھہرایا تھا' کیا آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش نہیں کرتے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کتنی سخت مصیبت میں ہیں اور ہماری مصیبت کہاں تک پہنچ چکی ہے' تو حضرت آدم کہیں گے کہ آج میرا رب اتنے شدید

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَسَلَّمَ فَيَاْتُوْنِيْ فَاَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ لَّا اَحْفَظُ سَائِرَهٗ.

[اطراف الحدیث:۳۳۶۱۔۴۷۱۲] (صحیح مسلم:۱۹۴'الرقم المسلسل: ۴۶۸'سنن ابن ماجہ:۴۳۱۲)

غضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں آیا' اور نہ آج کے بعد کبھی اتنے غضب میں آئے گا اور میرے رب نے مجھے ایک درخت سے منع کیا تھا' پس میں نے (بھول کر یا اپنے اجتہاد سے) اس کی نافرمانی کی' مجھے اپنے نفس کی فکر ہے' مجھے اپنے نفس کی فکر ہے' تم لوگ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ' تم نوح کے پاس جاؤ' پھر لوگ حضرت نوح کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے نوح! آپ زمین والوں کی طرف پہلے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت شکر گزار بندہ فرمایا ہے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس مصیبت میں ہیں اور ہماری مصیبت کہاں تک پہنچ چکی ہے' کیا آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت نہیں کریں گے' پس وہ کہیں گے کہ آج میرا رب اتنے شدید غضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں آیا اور نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں آئے گا' مجھے اپنے نفس کی فکر ہے' مجھے اپنے نفس کی فکر ہے' تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ' پھر لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں عرش کے نیچے سجدہ کروں گا' پس کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور شفاعت کیجئے' آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطاء کیا جائے گا۔ محمد بن عبید نے کہا: مجھے پوری حدیث یاد نہیں ہے۔

بکری کی دستی کو پسند فرمانے کی وجہ اور دنیا اور آخرت میں آپ کی سیادت پر اشکال کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کی دستی پسند تھی' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اچھی طرح پک جاتی ہے' زود ہضم ہوتی ہے اور زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔

نیز اس حدیث میں فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا' قیامت کے دن کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوگی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہونا' دنیا میں آپ کے سردار ہونے کے منافی نہیں ہے' سو آپ دنیا اور آخرت دونوں میں تمام لوگوں کے سردار ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت مت دو۔ (صحیح البخاری:۶۹۱۶' صحیح مسلم:۲۳۷۴' سنن ابوداؤد:۴۶۶۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۱ص۵۲۶' مسند احمد ج۳ ص۳۱' مشکوٰۃ: ۵۷۰۹' کنز العمال:۳۲۳۷۴)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یونس بن متی سے افضل ہوں۔ (صحیح البخاری: ۳۴۱۳، صحیح مسلم: ۲۳۷۷، سنن ابوداؤد: ۴۶۶۹، اتحاف ج ۲ ص ۱۰۵)

یہ احادیث نبی ﷺ کے دنیا اور آخرت میں سردار ہونے کے منافی ہیں، ان احادیث کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی ﷺ کے یہ ارشاد اس زمانہ پر محمول ہیں جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی سیادت کی خبر نہیں دی تھی۔

(۲) نبی ﷺ نے جو فرمایا: مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو، یہ آپ کی تواضع اور انکسار ہے۔

(۳) ان احادیث کا یہ معنی ہے کہ نفس نبوت اور رسالت میں مجھے کسی نبی پر فضیلت مت دو کیونکہ نفس نبوت اور رسالت میں سب نبی اور رسول برابر ہیں، اور آپ کی فضیلت آپ کے بلند درجات اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ قرب اور اللہ تعالیٰ کی آپ سے زیادہ محبت اور لطف اور آپ کی زیادہ کرامات کے اعتبار سے ہے۔

(۴) ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ مجھے تم فضیلت مت دو کیونکہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے۔

(۵) مجھے دوسرے رسولوں پر اس طرح فضیلت نہ دو جو دوسرے رسولوں کی تنقیص کو مستلزم ہو۔

جیسے یہ شعر ہے:

آج یوسف بھی ان کی غلامی میں ہے　　　تم نے دیکھا زلیخا ہمارا نبی

مؤخر الذکر دو جواب اس ناکارہ کا اضافہ ہیں۔

نوٹ: یہ شعر حدائق بخشش میں نہیں ہے، لہٰذا اعلیٰ حضرت کی طرف اس شعر کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے غضب میں ہونے پر اعتراض کا جواب اور حضرت نوح علیہ السلام کے اوّل الرسل ہونے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آج اللہ اتنے شدید غضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں آیا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ غضب کا معنی ہے: خون کا جوش میں آنا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غضب سے مراد ہے: عذاب دینے کا ارادہ کرنا، اور یہ غضب کا لازمی معنی ہے، اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے نافرمانوں سے انتقام لینے کا ارادہ فرمائے اور میدانِ محشر میں جن ہولناک چیزوں کا ظہور ہوگا، جیسے جب اس دن بچے بوڑھے ہو جائیں گے، آسمان اس دن کی شدت سے پھٹ جائے گا تو ایسی ہولناک چیزوں کا پہلے کبھی ظہور ہوا تھا اور نہ بعد میں کبھی ہو گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "نفسی نفسی" اس کا معنی ہے: آج تو مجھے خود اپنے لیے شفاعت کی ضرورت ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام سے لوگوں نے کہا: آپ پہلے رسول ہیں، اس پر یہ اعتراض ہے کہ پہلے رسول تو حضرت آدم ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح تمام زمین والوں کے رسول ہیں اور حضرت آدم کے زمانہ میں زمین والے موجود نہ تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی رسالت تشریع کے لیے نہ تھی، صرف اولاد کی تربیت کے لیے تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت تشریع کے لیے تھی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام صرف نبی تھے، رسول نہ تھے اور حضرت نوح رسول تھے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم رسول تھے مگر اولوالعزم رسول نہ تھے اور حضرت نوح اولوالعزم رسول تھے۔

پانچواں جواب علامہ داؤدی نے دیا ہے کہ ایک روایت میں ہے: حضرت آدم مرسل تھے، اس لیے یہی صحیح ہے کہ حضرت نوح

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زمین والوں کی طرف پہلے رسول تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ص ۲۰۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قیامت کے دن نبیوں کے پاس طلب شفاعت کے لیے جانے کی تفصیل

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت آدم رسول نہیں ہیں' اس قول کو علامہ کرمانی نے نقل کیا ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ حضرت آدم نبی اور رسول ہیں' ان پر حضرت جبریل نازل ہوئے اور ان پر صحیفے نازل کیے گئے اور انہوں نے اپنی اولاد کو احکامِ شرعیہ کی تعلیم دی اور علامہ ابن بطال کا قول صحیح نہیں ہے۔

اور جس نے یہ کہا کہ حضرت آدم رسول ہیں اور نبی نہیں ہیں' اس کا قول فاسد ہے کیونکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور نبوت رسالت کے لوازم میں سے ہے۔

حضرت نوح نے کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔ اس سے مراد ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' کیونکہ آپ نے فرمایا: پھر لوگ میرے پاس آئیں گے۔

اس حدیث کے راوی محمد بن عبید نے کہا: مجھے یہ حدیث مکمل یاد نہیں ہے کیونکہ یہ بہت طویل حدیث ہے' اور دوسری روایات میں دیگر انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام کے اس قول کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ' یہ محمد بن عبید کا وہم ہے' ان لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف رہنمائی کی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف رہنمائی کی تھی' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رہنمائی کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رہنمائی کی۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لوگوں کے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف جانے میں ایک ہزار سال کا عرصہ لگا' اسی طرح ہر نبی کی طرف جانے میں ایک ہزار سال کا عرصہ لگا' حتیٰ کہ لوگ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے۔ (میں کہتا ہوں: یہ قول بھی مخدوش ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

جو رسولوں کی سب سے زیادہ اتباع کرنے والے ہوں گے' وہ بھی قیامت کے دن شفاعت کریں گے اور سب سے پہلے ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ص ۳۰۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قیامت کے دن لوگوں کا طلبِ شفاعت کے لیے تمام نبیوں کے پاس جانا

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں مذکور ہے کہ لوگ پانچ نبیوں کے پاس طلبِ شفاعت کے لیے جائیں گے' لیکن صحیح یہ ہے کہ لوگ تمام نبیوں کے پاس طلبِ شفاعت کے لیے جائیں گے اور ہر نبی انہیں دوسرے نبی کے پاس بھیج دے گا' اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیں گے' اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دو زانو بیٹھے ہوں گے' ہر امت اپنے اپنے نبی کے پاس جائے گی' وہ کہیں گے: اے فلاں! شفاعت کیجئے حتیٰ کہ یہ (طلب) شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر ختم ہوگی' پس یہی وہ دن ہے جب اللہ آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۱۸)

ہمارے بعض کرم فرماؤں نے دو وجہوں سے اس صحیح حدیث کو مسترد کر دیا ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عمر کا قول ہے اور حدیث موقوف ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک راوی ہے: اسماعیل بن ابان' اور وہ شیعہ ہے' پہلے ہم پہلے اعتراض کا جواب ذکر کرتے ہیں:

قیامت کے دن تمام نبیوں کے پاس طلبِ شفاعت کے لیے جانے کی حدیث حکماً مرفوع ہے

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول حکماً مرفوع ہے' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے' کیونکہ اس قول کا تعلق احوالِ آخرت کے ساتھ ہے اور صحابی کے جس قول کا تعلق قیاس اور اجتہاد سے نہ ہو بلکہ احوالِ آخرت کے ساتھ ہو' وہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہوتا ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

جو حدیث قولی حکماً مرفوع ہو' اس کی مثال یہ ہے کہ جو صحابی اسرائیلیات سے اخذ نہ کرتا ہو اور اس قول میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اور اس کا تعلق لغوی معنی کے بیان یا غیر مانوس لفظ کی شرح سے نہ ہو' جیسے ابتداءِ خلق کی ماضی کی خبریں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خبریں یا جنگوں اور فتنوں کی مستقبل کی خبریں اور یومِ قیامت کے احوال کی خبریں۔

(شرح نخبۃ الفکر ص ٧٧-٧٨' الرحیم اکیڈمی' کراچی' ١٤١٨ھ)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول میں احوالِ یومِ قیامت کی خبر ہے' لہٰذا ان کا یہ قول حکماً حدیث مرفوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے۔

متشیع اور شیعہ رافضی کا فرق

ہمارے کرم فرما نے صحیح بخاری کی اس صحیح حدیث کو مسترد کرنے کے لیے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ اس کا ایک راوی اسماعیل بن ابان ازدی شیعہ ہے اور اس کے ثبوت میں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ حافظ شمس الدین ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے: "کان یتشیع" (میزان الاعتدال ج ١ ص ٢١٢) اور اس کا ترجمہ انہوں نے یہ کیا ہے کہ وہ شیعہ مذہب کے پیرو تھے' اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے متعلق لکھا ہے: "اسماعیل بن ابان تکلم فیه للتشیع" (تقریب التہذیب ج ١ ص ٤١) اور اس عبارت کا ترجمہ انہوں نے اس طرح کیا ہے: یعنی اسماعیل بن ابان شیعہ ہونے کی وجہ سے مختلف فیہ ہیں۔ (الذہب فی القرآن ص ٥١٧-٥١٦ ملخصاً)

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں نے "تشیع" کا لفظ لکھا ہے اور اس کا ترجمہ شیعہ مذہب کا پیرو کرنا صحیح نہیں ہے' بلکہ یہ غلط فہمی یا مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے' حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں نے تشیع اور شیعہ کا فرق بیان کیا ہے:

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ٧٤٨ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک بدعت صغریٰ' جیسے تشیع کا غلو یا غلو اور تحریف کے بغیر تشیع اور یہ اکثر تابعین اور تبع تابعین میں ہے' جو متقی اور صادق تھے' اگر ان کی احادیث کو مسترد کر دیا جائے تو بہ کثرت احادیث نبویہ مسترد ہو جائیں گی اور اس بات کا فساد بالکل واضح ہے۔

دوسری قسم بدعت کبریٰ ہے' جیسے مکمل رافضی ہونا اور اس میں غلو کرنا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا مرتبہ کم کرنا اور اس کی دعوت دینا' سو اس قسم کے راویوں کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ (میزان الاعتدال ج ١ ص ١١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کے عرف میں تشیع یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی جائے اور یہ کہا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے اور ان کا مخالف خطاء پر تھا' اور وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت علی پر مقدم رکھتا ہو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور افضل قرار دیتا ہو اور ان میں سے بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل تھے اور جب وہ شخص اس اعتقاد کے ساتھ متقی اور صادق ہو تو اس وجہ سے اس کی روایت مسترد نہیں کی جائے گی' اور متاخرین کے عرف میں تشیع محض رافضی ہونے کو کہتے ہیں' لہٰذا رافضی غالی کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ (تہذیب التہذیب ج ١ ص ٨٦۔٨٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

نیز اگر متقدمین راویوں میں سے کسی کے متعلق یہ لکھا ہو کہ وہ تشیع کرتا تھا اور اس وجہ سے اس کی روایت کو مسترد کر دیا جائے تو بہت ساری مستند اور صحیح احادیث کو مسترد کرنا پڑے گا' دیکھئے امام احمد اور امام بخاری کے استاد امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ٢١١ھ کے متعلق بھی لکھا ہوا ہے کہ وہ تشیع کرتے تھے' حالانکہ تمام محدثین کے نزدیک ان کی روایت حجت ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر متوفی ٨٥٢ھ' امام عبدالرزاق کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن عدی نے کہا کہ امام عبدالرزاق کی بہ کثرت روایات ہیں اور بہت ثقہ مسلمانوں اور اماموں نے ان سے حدیث لینے کے لیے ان کی طرف سفر کیا ہے اور ان کی روایات کو لکھا ہے' مگر انہوں نے ان کی طرف تشیع کی نسبت کی ہے اور انہوں نے فضائل میں ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کی کسی نے متابعت نہیں کی' اس وجہ سے ان کی روایت کی مذمت کی گئی ہے اور جہاں تک ان کے صدق کا تعلق ہے تو مجھے امید ہے' اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ٦ ص ٢٧٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

اسماعیل بن ابان کے متعلق ائمہ حدیث کی آراء

ہمارے کرم فرمانے صحیح بخاری کی حدیث صحیح کو اسماعیل بن ابان کی وجہ سے مسترد کر دیا ہے۔ آیئے! دیکھتے ہیں کہ اسماعیل بن ابان کے متعلق ائمہ حدیث کی کیا آراء ہیں:

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ' اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

اسماعیل بن ابان ابواسحاق الوراق الازدی الکوفی' انہوں نے یعقوب القمی اور عبدالحمید بن بہرام سے سماع کیا ہے اور یہ بہت صادق ہیں۔ (التاریخ الکبیر: ١٠٩٢۔ ج ١ ص ٣٢٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی المتوفی ٧٤٢ھ' اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے والد سے روایت کی کہ وہ ثقہ ہے۔

احمد بن منصور الرمادی' امام ابوداؤد اور محمد بن عبداللہ الحضرمی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

امام بخاری نے کہا: وہ بہت صادق ہے۔

امام نسائی نے کہا: اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عباس الدوری نے یحییٰ بن معین سے روایت کی کہ اسماعیل بن ابان الوراق ثقہ ہے اور اسماعیل بن ابان الغنوی کذاب ہے۔

ابواحمد بن عدی نے کہا کہ وہ کوفیوں کے تشیع کی طرف مائل تھا اور جہاں تک صدق کا تعلق ہے تو وہ روایت میں بہت سچا تھا۔

(تہذیب الکمال ج ٢ ص ١٢٠۔١١٩' دار الفکر' بیروت' ١٤١٤ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ٧٤٨ھ' اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا: یہ بہت صادق ہیں' اور دوسروں نے کہا: یہ تشیع کرتے تھے' اور حاکم نے دارقطنی سے روایت کی ہے کہ یہ میرے نزدیک قوی نہیں ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ١ ص ٣٦٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

واضح رہے کہ یہ دارقطنی کی منفرد رائے ہے' اور انہوں نے تو امام اعظم رحمہ اللہ کو بھی ضعیف کہا ہے۔ ہمارے کرم فرمانے میزان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الاعتدال کی عبارت سے امام بخاری کا یہ قول نقل نہیں کیا کہ وہ بہت صادق تھے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل احمد بن منصور رمادی امام ابوداؤد اور مطین نے کہا: یہ ثقہ ہیں۔

امام بخاری نے کہا: یہ بہت سچے ہیں امام نسائی نے کہا: ان میں کوئی حرج نہیں ابن معین نے کہا: اسماعیل بن ابان الوراق ثقہ ہیں اور اسماعیل بن ابان الغنوی کذاب ہیں الجوز جانی نے کہا: یہ حق سے اعراض کرتے تھے لیکن حدیث میں جھوٹ نہیں بولتے تھے ابن عدی نے کہا: ان میں کوفیوں کا تشیع تھا اور رہا صدق تو وہ روایت کرنے میں بہت سچے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ان کا عیب شدتِ تشیع تھا' سماعِ حدیث میں ان کا کوئی عیب نہیں ہے۔ دار قطنی نے کہا: وہ ثقہ مامون ہیں' امام احمد نے ان کی تحسین کی لیکن میرے نزدیک وہ قوی نہیں ہیں' ابن شاہین نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' عثمان بن ابی شیبہ نے کہا: اسماعیل بن الوراق ثقہ اور صحیح الحدیث ہیں اور ابواحمد الحاکم نے کہا: وہ ثقہ ہیں اور ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' ابن المدینی نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے اور جعفر بن محمد نے کہا: وہ ثقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ١ ص ٢٤٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اسماعیل بن ابان الوراق الازدی کو دار قطنی کے سوا تمام محدثین نے ثقہ اور صدوق لکھا ہے اور رہا ان کے متعلق تشیع کا قول تو ہم اس کی پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ متقدمین میں تشیع کوئی عیب نہیں تھا' ہاں! متاخرین میں تشیع رفض کے مترادف ہے اور اسماعیل بن ابان الازدی متقدمین میں سے ہیں' ان کی وفات ٢١٦ھ میں ہوئی ہے اور وہ امام بخاری کے بلاواسطہ استاذ ہیں اور ان کی وجہ سے صحیح بخاری کی حدیث کو ضعیف قرار دینا سراسر تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔

تمام انبیاء سے طلبِ شفاعت کے لیے لوگوں کے جانے کے متعلق مستند علماء کی تصریحات

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ نے بھی صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث (٤٧١٨) سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت پر استدلال کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ ج ٢ ص ٣٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٥ھ)

علامہ یوسف نبہانی متوفی ١٣٥٠ھ لکھتے ہیں:

شیخ عزالدین عبدالسلام نے اپنی کتاب "نہایت السؤل فی مانسخ من تفضیل الرسول" میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء پر کئی وجوہ سے فضیلت عطاء فرمائی ہے' ازاں جملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں) کو بخش دیا ہے اور یہ منقول نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی انبیاء علیہم السلام میں سے کسی اور کے متعلق بھی اس طرح خبر دی ہو' بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ خبر نہیں دی' کیونکہ ان میں سے ہر نبی سے جب محشر میں شفاعت طلب کی جائے گی تو وہ اپنی (ظاہری) خطاء کو یاد کریں گے اور نفسی نفسی کہیں گے اور اگر ان میں سے ہر نبی کو اپنی اس (ظاہری) خطاء کی مغفرت کا علم ہوتا تو وہ اس طرح نہ کہتے اور جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخلوق شفاعت طلب کرے گی تو آپ فرمائیں گے: "انا لھا" میں ہی اس شفاعت کے لیے نامزد ہوں۔ (جواہر البحار ج ٤ ص ٢٥٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٩ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی المتوفی ١٠٦٩ھ لکھتے ہیں:

ہر امت اپنے نبی کا نام لے کر یہ سوال کرے گی کہ وہ اپنے رب کے پاس ان کے لیے شفاعت کریں' تاکہ وہ محشر کی ہولناکی سے نجات پا جائیں اور ہر نبی ان کو یہ جواب دے گا کہ وہ اس شفاعت پر قادر نہیں ہیں' پھر وہ دوسرے رسولوں کے پاس جائیں گے اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ بھی ان کو اسی طرح جواب دیں گے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک شفاعت پہنچے گی' یعنی تمام امتیں اور ان کے رسول ایک کے بعد ایک کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں گے اور آپ سے شفاعت کی التجاء کریں گے' سو آپ ان کی التجاء قبول کریں گے اور ان کے لیے شفاعت کریں گے' پس آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور صحیح یہ ہے کہ تمام انبیاء اور مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین اس مقام پر شفاعت کرنے سے عاجز اور قاصر ہوں گے اور سوائے سید المرسلین و امام النبیین کے سب عذر پیش کریں گے کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نہایت قرب اور عزت مخصوص ہے اور آپ محمود اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں' اسی وجہ سے دوسری احادیث میں یہ وارد ہے کہ تمام انبیاء یہ کہیں گے کہ ہم اس کام کے لائق نہیں ہیں اور عذر پیش کریں گے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۰۸' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ' بلوچستان)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو کہیں گے کہ میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں' تو یہ ان کی تواضع ہے اور لوگوں کے سوال پورا کرنے کو اپنے مقام سے بڑا اور برتر سمجھنا ہے' یعنی یہ مقام ان کے لیے نہیں بلکہ دوسرے کے لیے ہے اور ان نبیوں میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف رہنمائی کرے گا' حتیٰ کہ شفاعت کرنے کا مرتبہ اس کے اہل تک پہنچ جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان نبیوں کو یہ علم ہو کہ یہ شفاعت ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی اس درخواست کو قبول فرمایا کیونکہ یہ عزت اور یہ مقام آپ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۵۷۷' دارالوفاء' ۱۴۱۹ھ)

علامہ محی الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسل' بشر' ملائکہ مقربین بلکہ تمام مخلوق سے افضل ہیں کیونکہ اس عظیم مقام اور اس شفاعت عظمیٰ پر آپ کے سوا کوئی اور قادر نہیں ہوا۔

(شرح صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۰۵۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ' مرقات ج ۹ ص ۵۱۶' المکتبۃ الحقانیہ' پاکستان)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اس دن آدم صفی اللہ سے عیسیٰ کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ''انا لھا انا لھا'' میں ہوں شفاعت کے لیے' میں ہوں شفاعت کے لیے (فرمائیں گے)' انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم' سب سر بگریباں' وہ ساجد و قائم' سب محل خوف میں وہ امن و ناعم' سب اپنی فکر میں انہیں فکر عوالم' سب زیر حکومت وہ مالک و حاکم' بارگاہ الٰہی میں سجدہ کریں گے' ان کا رب انہیں فرمائے گا: ''یا محمد! ارفع رأسك وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع'' اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطاء ہوگا' اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہے۔ اس وقت اولین و آخرین میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حمد و ثناء کا غلغلہ پڑ جائے گا اور دوست' دشمن' موافق' مخالف ہر شخص حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی افضلیت کبریٰ و سیادت عظمیٰ پر ایمان لائے گا۔ والحمد للہ رب العلمین!

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۱۷۱-۱۷۰' رضاء فاؤنڈیشن' لاہور' تجلی الیقین ص ۳۵)

حرف آخر اور پانچ نبیوں کے خصوصی ذکر کی توجیہ

الحمد للہ رب العلمین! ہم نے صحیح حدیث سے بیان کر دیا کہ قیامت کے دن لوگ طلب شفاعت کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور اس حدیث پر جو یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث موقوف ہے' تو ہم نے واضح کر دیا کہ یہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث حکماً مرفوع ہے اور اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ اسماعیل بن ابان شیعہ راوی ہے' سو ہم نے یہ بتادیا کہ یہ راوی شیعہ نہیں ہے متشیع ہے اور قدیم راویوں میں متشیع صحیح العقیدہ ہوتا ہے اور اس کی روایت مقبول اور حجت ہوتی ہے اور ہم نے اس پر اسماء رجال کے ماہرین کی توثیق بھی پیش کردی اور آخر میں ان مستند علماء کے حوالہ جات پیش کردیئے' جنہوں نے اس حدیث سے استدلال کرکے یہ لکھا ہے کہ میدانِ حشر میں لوگ تمام نبیوں کے پاس جائیں گے اور آخر میں ہمارے نبی سیّدنا محمد ﷺ کے پاس جائیں گے۔

بعض احادیث میں یہ مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگ پانچ نبیوں کے پاس جائیں گے' پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس' پھر حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائیں گے' اس کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ جائیں گے تو سب نبیوں کے پاس لیکن ان احادیث میں خصوصیت کے ساتھ ان پانچ نبیوں کا ذکر کیا گیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام تمام نبیوں بلکہ تمام انسانوں کے باپ ہیں اور باقی چار نبی اولوالعزم نبی ہیں' اس لیے ان کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

اس مقام پر دو حدیثوں کا ذکر ہے' ایک نبی ﷺ کی صریح مرفوع حدیث ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ عرصہ محشر میں لوگ پانچ نبیوں کے پاس طلبِ شفاعت کے لیے جائیں گے' دوسری نبی ﷺ کی حکماً مرفوع حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگ دوزانو بیٹھے ہوں گے' ہر امت اپنے اپنے نبی کے پاس جائے گی' وہ کہیں گے: اے فلاں! شفاعت کیجئے! حتیٰ کہ یہ (طلب شفاعت نبی ﷺ کے پاس آ کر ختم ہوگی' پس یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۱۸)

ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے' ایک کے ثبوت سے دوسری کی نفی اور ایک کے اقرار سے دوسری کا انکار لازم نہیں آتا' جس حدیث میں صرف پانچ نبیوں کا ذکر ہے اس میں اجمال ہے اور جس حدیث میں سب نبیوں کا ذکر ہے' اس میں تفصیل ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

ایک حدیث میں اس طرح مذکور ہے: اس حدیث کو ہمارے کرم فرمانے تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۴۲ کے حوالے سے ذکر کیا ہے' لیکن تفسیر ابن کثیر کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے' اس لیے ہم اس حدیث کو اصل ماخذ سے لکھ رہے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں' پس ایک نبی کے ساتھ امت گزر رہی تھی' اور ایک نبی کے ساتھ جماعت گزر رہی تھی' اور ایک نبی کے ساتھ دس آدمی گزر رہے تھے اور ایک نبی کے ساتھ پانچ آدمی گزر رہے تھے اور ایک نبی تنہا اور اکیلے گزر رہے تھے۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۶۵۴۱' صحیح مسلم: ۲۲۰' سنن ترمذی: ۲۴۴۶' صحیح ابن حبان: ۶۴۳۰' شعب الایمان: ۱۱۶۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۴۸۔ ج ۴ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سنن ترمذی اور سنن نسائی میں ہے کہ یہ واقعہ شبِ معراج کا ہے اور اس کے الفاظ یوں ہیں کہ جب نبی ﷺ کو معراج کرائی گئی تو نبی ﷺ ایک نبی اور نبیوں کے ساتھ گزرتے اور ان کے ساتھ لوگ ہوتے اور نبی اور نبیوں کے ساتھ گزرتے اور ان کے ساتھ جماعت ہوتی اور ایک نبی اور نبیوں کے ساتھ گزرتے اور ان کے ساتھ ایک شخص بھی نہ ہوتا۔ (الحدیث) (سنن ترمذی: ۲۴۴۶)

پس اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ معراج متعدد بار ہوئی ہے اور مدینہ میں بھی ہوئی ہے' سو اس معراج کے جو مکہ میں ہوئی تھی' کیونکہ امام احمد اور امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تمام انبیاء مجھ پر پیش کیے گئے' ایک نبی گزرتا اور اس کے ساتھ تین آدمی ہوتے اور ایک نبی گزرتا اور اس کے ساتھ ایک جماعت ہوتی اور امام بزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ایک بار' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی' حتیٰ کہ بعض اصحاب مسجد میں سو گئے (الیٰ ان قال) اس کے سوا اور بھی کئی بار ایسا ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں انبیاء کو دیکھا' ان میں سے آپ نے بعض مرتبہ مکہ میں دیکھا اور بعض مرتبہ مدینہ میں ہجرت کے بعد دیکھا' اور زیادہ تر آپ نے انبیاء کو خواب میں دیکھا ہے' حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متبعین کا عدد مختلف ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ٦١٤ - ٦١٣ ملتقطاً' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ:

جب ایسے بھی نبی ہیں جن کے ساتھ ایک امتی بھی نہیں ہے تو پھر (طلبِ شفاعت کی بحث میں) تمام انبیاء کرام مراد نہیں ہیں اور نہ ہی ہو سکتے ہیں۔ (الذنب فی القرآن ص ٥٢٢)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ ہر امت اپنے نبی کے پاس جائے گی' اس سے مراد وہی نبی ہیں جن کے ساتھ ان کی امتیں ہوں گی اور جس نبی کے ساتھ کوئی امت نہیں ہوگی' وہ اس عموم اور استغراق سے خارج ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اس سے مراد استغراقِ حقیقی نہیں ہے' استغراقِ عرفی ہے اور اس کی بہت نظائر ہیں' جیسے "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" (آل عمران: ١٨٥) (ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر بھی نفس کا اطلاق فرمایا ہے' فرمایا: "كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" (الانعام: ٥٤) (تمہارے رب نے اپنے نفس پر رحمت کو لازم کر لیا ہے) سو جس طرح اللہ کا موت کو نہ چکھنا "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" کے عموم کے منافی نہیں' اسی طرح کسی نبی کے امتی کا نہ ہونا بھی ہر امت کے اپنے نبی کے پاس جانے کے منافی نہیں ہے۔ فتدبر وتشکر۔

اس مسئلہ کی جس قدر مفصل تحقیق یہاں نعمۃ الباری میں کی گئی ہے' اس میں اس ناکارہ کا کوئی کمال نہیں ہے' یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور نعمۃ الباری ہے اور اس کے رسولِ برحق کی عنایت اور فیضان ہے اور شاید کہ قارئین کو اس موضوع پر اس قدر جامع اور مکمل بحث کہیں اور نہیں ملے گی۔ وللہ الحمد!

٣٣٤١- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ عَنْ سُفْيٰنَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ O﴾ (القمر: ١٥) مِثْلَ قِرَاءَةِ الْعَامَّةِ. [اطراف الحدیث: ٣٣٤٥-٣٣٧٦-٤٨٦٩-٤٨٧٠-٤٨٧١-٤٨٧٢-٤٨٧٣-٤٨٧٤] (صحیح مسلم: ٨٢٣' الرقم المسلسل: ١٧٩٨' سنن ابوداؤد: ٣٩٩٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نصر بن علی بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو احمد نے خبر دی از سفیان از ابی اسحاق از اسود بن یزید از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا O (القمر: ١٥) آپ نے عام قراءت کی مثل پڑھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے قصہ سے عبرت حاصل کرنے کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ O (القمر: ١٥) بے شک ہم نے اس (کشتیِ نوح کے واقعہ) کو نشانی بنا کر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چھوڑا ہے‘ تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا○

یعنی ہم نے کشتی نوح کو عبرت کی علامت بنا کر چھوڑ دیا‘ حتیٰ کہ اس امت سے پہلے لوگوں نے دیکھا کہ وہ کشتی بعد میں راکھ ہو چکی تھی۔ قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کو جزیرہ کی زمین پر ڈال دیا‘ ایک قول یہ ہے کہ وہ کشتی ایک بڑے عرصہ تک جودی پہاڑ پر پڑی رہی۔ حتیٰ کہ اس امت سے پہلے لوگوں نے اس کو دیکھا‘ تو کیا ان میں سے کوئی اس کشتی سے نصیحت حاصل کرنے والا تھا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے والا تھا! یعنی وہ طوفانِ نوح کے عذاب سے ڈرے کہ جن لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا تھا‘ ان پر طوفان کا کیسا سخت عذاب آیا‘ پھر وہ اس عذاب سے ڈر کر اور عبرت پکڑ کر سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے عام لوگوں کی قراءت کی مثل پڑھا‘ یعنی ”مدکر“ پڑھا اور اس آیت کی یہی مشہور قراءت ہے‘ ورنہ اصل میں یہ لفظ ”مذتکر“ ہے‘ ذال کو دال سے تبدیل کیا گیا اور تاء کو دال بنا کر دال میں ادغام کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٠٦‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ١٤٢١ھ)

٤ - بَابٌ ﴿وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ○اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ○اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ○اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ○فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ○اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ○وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ○﴾ (الصافات: ١٢٣-١٢٩) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ یُّذْكَرُ بِخَیْرٍ ﴿سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ یَاسِیْنَ○اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ○اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ○﴾ (الصافات: ١٣٠-١٣٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک الیاس ضرور پیغمبروں میں سے ہیں○ جب انہوں نے اپنے (مخاطبین) سے کہا: تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو○ کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو○ اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے○ تو انہوں نے ان کی تکذیب کی‘ سو وہ بے شک ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جائیں گے○ سوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے○ اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکر چھوڑا○ (الصّٰفّٰت: ١٢٩-١٢٣) سلام ہو الیاس پر○ ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں○ بے شک وہ ہمارے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں○ (الصّٰفّٰت: ١٣٢-١٣٠)

آیاتِ مذکورہ کی مختصر تفسیر

اس باب میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر ہے‘ ان کا نام ہے: حضرت الیاس بن نسبی بن فنحاص بن العیز ار بن ہارون بن عمران۔ یہ امام ابن اسحاق کا قول ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت الیاس ہی حضرت ادریس ہیں اور وہ رسولوں میں سے ہیں‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ الیسع کے چچا ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جب حضرت الیاس نے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں ہو! یعنی کیا تم اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے کہ اس پر ایمان لے آؤ۔
کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو؟ یہ ایک بت کا نام ہے جس کی وہ عبادت کرتے تھے' اسی وجہ سے ان کے شہر کا نام بعلبک پڑ گیا' یہ شہر شام میں تھا۔
اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو! یعنی تم اللہ کی عبادت نہیں کرتے جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے۔
تو انہوں نے ان کی تکذیب کی' یعنی حضرت الیاس کی۔
سو بے شک وہ ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جائیں گے' یعنی دوزخ کے عذاب میں' سوا ان لوگوں کے جو ان کی قوم کے مخلص بندے تھے' کیونکہ وہ عذاب سے نجات پا گئے۔
سلام ہو الیاس پر! ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام یاس تھا' پھر اس پر الف لام داخل ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٠٨۔٣٠٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ اِلْيَاسَ هُوَاِدْرِيْسُ.

اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ بے شک حضرت الیاس ہی حضرت ادریس ہیں' علیہ السلام۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعلیق کو امام ابن ابی حاتم نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو امام ابن جریر نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٥٢٥' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٥ - بَابُ ذِكْرِ اِدْرِيْسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ — حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر

اس باب میں حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَهُوَ جَدُّ اَبِيْ نُوْحٍ وَّيُقَالُ جَدُّ نُوْحٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.

اور وہ حضرت نوح کے والد کے دادا ہیں اور ان کو حضرت نوح علیہ السلام کا دادا کہا جاتا ہے۔

کیونکہ حضرت نوح' ابن لمک بن متوشلخ بن خنوخ ہیں اور وہ حضرت ادریس ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٠٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۝﴾ (مریم:٥٧).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے انہیں بلند مکان پر اُٹھا لیا۝ (مریم:٥٧)

حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:
بلند مکان سے مراد چوتھا آسمان ہے اور بلاشبہ وہ بلند مقام ہے' بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ادریس کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام ان سے بھی زیادہ بلند مکان پر ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ادریس کے علاوہ کسی اور نبی کو زندہ بلند مکان پر نہیں اُٹھایا گیا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی زندہ چوتھے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے' جیسا کہ صحیح حدیث مرفوع میں ہے' اور حضرت ادریس کا زندہ چوتھے آسمان پر اُٹھایا جانا قوی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے' بلکہ سند ضعیف سے ثابت ہے۔
امام طبری نے مریم:٥٧ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ ایک فرشتہ حضرت ادریس علیہ السلام کا دوست تھا' حضرت ادریس نے اس سے سوال کیا تو وہ حضرت ادریس کو اپنے پروں پر اُٹھا کر آسمانوں پر لے گیا' جب وہ چوتھے آسمان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پر پہنچے تو ان کی حضرت ملک الموت سے ملاقات ہوئی' اس فرشتہ نے ملک الموت سے پوچھا کہ حضرت ادریس کی کتنی زندگی باقی ہے' ملک الموت نے پوچھا: حضرت ادریس کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ میرے ساتھ ہیں' ملک الموت نے کہا: یہ عجیب بات ہے' مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں چوتھے آسمان میں ان کی روح قبض کروں' میں نے کہا: اگر وہ زمین میں ہوتے تو پھر کیسے ہوتا' پس انہوں نے ان کی روح کو قبض کر لیا اور یہ اس آیت کا معنی ہے کہ ہم نے انہیں بلند مکان پر اٹھایا۔ (مریم:۵۷) یہ حدیث اسرائیلیات میں سے ہے اور اس کی صحت کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے' ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو ساڑھے تین سو سال کی عمر میں آسمان پر اُٹھایا گیا تھا' اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس طویل حدیث میں ہے جس کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت ادریس نبی رسول تھے اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکیر کھینچی۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بہت کام پہلی مرتبہ کیے ہیں' ان میں سے یہ ہے کہ انہوں نے پہلی مرتبہ کپڑا سیا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۵۲۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٣٤٢ - قَالَ عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ اَنَسٌ كَانَ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهَا فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَعَرَجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جَاءَ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ اِفْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ قَالَ مَعَكَ اَحَدٌ قَالَ مَعِيَ مُحَمَّدٌ قَالَ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَافْتَحْ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ اِذَا رَجُلٌ عَنْ يَّمِيْنِهٖ اَسْوِدَةٌ وَّعَنْ يَسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ فَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا يَاجِبْرِيْلُ قَالَ هٰذَا اٰدَمُ وَهٰذِهِ الْاَسْوِدَةُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيْهِ فَاَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهٖ اَهْلُ النَّارِ فَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى ثُمَّ عَرَجَ بِيْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ لِخَازِنِهَا اِفْتَحْ فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ مَاقَالَ الْاَوَّلُ فَفَتَحَ.

عبدان نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری (ح) انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن صالح نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا' پس حضرت جبریل نازل ہوئے' پس انہوں نے میرے سینہ میں شگاف کیا' پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا' پھر وہ سونے کا ایک تھال لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' پس اس تھال کو میرے سینہ میں انڈیل دیا' پھر میرے سینہ کو منطبق کر دیا' پھر مجھے آسمان کی طرف معراج کرائی گئی' پس جب وہ آسمانِ دنیا کی طرف آئے تو حضرت جبریل نے آسمان کے محافظ سے کہا: (دروازہ) کھولو' اس نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ جبریل ہے' اس نے پوچھا: تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے ساتھ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' اس نے پوچھا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ حضرت جبریل نے کہا: ہاں! پس آسمان (کا دروازہ) کھول دیا گیا' جب آسمان کے اوپر چڑھے تو وہاں ایک آدمی تھا' اس کے دائیں طرف بھی لوگ تھے اور بائیں طرف بھی لوگ تھے' جب وہ دائیں طرف کے لوگوں کو دیکھتے تو ہنستے اور جب وہ بائیں طرف کے لوگوں کو دیکھتے تو روتے' پس انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید! میں نے کہا: اے جبریل!

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آدم ہیں اور جو لوگوں کی جماعتیں ان کی دائیں جانب اور بائیں جانب ہیں' یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں' پس ان میں سے دائیں جانب والے اہل جنت ہیں اور ان میں سے بائیں جانب والے اہل دوزخ ہیں' پس وہ جب دائیں جانب والوں کو دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب وہ بائیں جانب والوں کو دیکھتے ہیں تو روتے ہیں' پھر حضرت جبریل مجھے لے کر اوپر چڑھے حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر آئے' پس اس کے محافظ سے کہا: (دروازہ) کھولو' اس کے محافظ نے بھی پہلے محافظ کی طرح بات کی' پس (دروازہ) کھول دیا۔

قَالَ اَنَسٌ فَذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ فِي السَّمٰوٰتِ اٰدَمَ وَ اِدْرِيْسَ وَمُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ وَلَمْ يُثْبِتْ لِيْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ اَنَّهٗ قَدْ ذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ اٰدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَاِبْرَاهِيْمَ فِي السَّادِسَةِ.

حضرت انس نے کہا کہ حضرت ابوذر نے بتایا کہ آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم' حضرت ادریس' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم کو پایا اور یہ نہیں بتایا کہ ان کے کہاں کہاں ٹھکانے تھے' سوا اس کے کہ انہوں نے یہ بتایا کہ آپ نے حضرت آدم کو آسمانِ دنیا میں پایا اور حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان میں پایا۔

وَقَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيْلُ بِاِدْرِيْسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَ الْاَخِ الصَّالِحِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا مُوْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ عِيْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ.

اور حضرت انس نے بتایا کہ جب حضرت جبریل حضرت ادریس کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا کہ نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو! پس میں نے پوچھا: یہ کون ہیں' تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ادریس ہیں' پھر میں حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو! میں نے پوچھا: یہ کون ہیں' تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت موسیٰ ہیں' پھر میں حضرت عیسیٰ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو! میں نے پوچھا: یہ کون ہیں' تو حضرت جبریل نے بتایا کہ یہ حضرت عیسیٰ ہیں' پھر میں حضرت ابراہیم کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو! میں نے پوچھا: یہ کون ہیں' تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ابراہیم ہیں۔

قَالَ وَاَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَيَّةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِيْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ

مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوحیہ انصاری دونوں یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے اوپر چڑھایا گیا حتیٰ کہ میں مقامِ مستویٰ پر پہنچا' وہاں پر میں قلموں کے چلنے کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صَرِيفَ الْاَقْلَامِ.

آواز سن رہا تھا۔

قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَّاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى اَمُرَّ بِمُوْسٰى فَقَالَ لِيْ مُوْسٰى مَاالَّذِيْ فُرِضَ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ فُرِضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ فَرَاجِعْ رَبَّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّيْ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَاتُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّيْ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ لَايُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَّبِّيْ ثُمَّ انْطَلَقَ حَتّٰى اَتَى السِّدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَغَشِيَهَا اَلْوَانٌ لَّا اَدْرِيْ مَاهِيَ ثُمَّ اُدْخِلْتُ فَاِذَا فِيْهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ.

ابن حزم اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ پھر مجھ پر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کر دیں' میں ان نمازوں کو لے کر لوٹا حتیٰ کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' حضرت موسیٰ نے پوچھا: آپ کی امت پر کیا فرض کیا گیا؟ میں نے کہا: ان پر پچاس نمازیں فرض کر دی گئی ہیں' انہوں نے کہا: آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں' پس بے شک آپ کی امت ان نمازوں کی طاقت نہیں رکھے گی' پس میں واپس گیا' پس میں نے اپنے رب سے رجوع کیا تو اس نے نمازوں کی آدھی مقدار کم کر دی' میں پھر حضرت موسیٰ کی طرف لوٹا تو انہوں نے کہا: اپنے رب کی طرف واپس جائیں' آپ نے پھر اس کی مثل ذکر کیا' پس اللہ تعالیٰ نے نمازوں کا ایک حصہ کم کر دیا' پھر میں حضرت موسیٰ کی طرف گیا' پس ان کو خبر دی' پس انہوں نے کہا: آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیں کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھے گی' پس میں واپس گیا اور اپنے رب سے رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (عدد میں) پانچ (نمازیں) ہیں اور (اجر و ثواب میں) پچاس نمازیں ہیں' میرے قول میں تبدیلی نہیں کی جاتی' پس میں حضرت موسیٰ کی طرف لوٹا تو انہوں نے کہا: اپنے رب کے پاس واپس جایئے' میں نے کہا: اب مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے پھر میں گیا' حتیٰ کہ میں السدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا جس کو کئی رنگوں نے ڈھانپا ہوا تھا' میں از خود نہیں جانتا وہ کیسے رنگ تھے' پھر مجھے (ان میں) داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کی رسیاں تھیں اور اس کی مٹی مشک تھی۔

اس باب کا عنوان ہے: حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر' اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس جب حضرت جبریل حضرت ادریس کے پاس سے گزرے' اور اس جملہ میں انہوں نے آسمانوں میں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا۔

٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ اَلْاٰيَةَ (الاعراف:٦٥'ھود:٥٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی (ہم قبیلہ) ھود کو بھیجا' انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو (الاعراف:٦٥'ھود:٥٠)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا۔

وَقَوْلِهٖ ﴿اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ اِلٰى قَوْلِهٖ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَO﴾ (الاحقاف: ٢١-٢٥) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب قوم عاد کے بھائی (ہم قبیلہ) نے اپنے مخاطبین کو احقاف (ریگستانی بستی) میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ (یہ آیت یہاں تک پڑھیں:) ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیںO (الاحقاف: ٢٥-٢١)

امام بخاری نے یہ پوری آیات ذکر نہیں کی' ہم ان آیات کا مربوط ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اور یاد کیجئے جب قوم عاد کے بھائی (ہم قبیلہ) نے اپنے مخاطبین کو احقاف (ریگستانی بستی) میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا' اور ان سے پہلے کئی ڈرانے والے پیغمبر گزر چکے تھے اور ان کے بعد (بھی) کہ اللہ کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو' بے شک مجھے تمہارے متعلق بہت بڑے دن کے عذاب کا خوف ہےO انہوں نے جواب دیا: کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہمارے معبودوں سے ہم کو بے زار کر دیں' تو آپ ہمارے اوپر وہ عذاب لے آئیے جس سے آپ ہم کو ڈرا رہے ہیں' اگر آپ سچے ہیںO پیغمبر نے کہا: (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے' اور میں تمہیں وہی پیغام سناتا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے' لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہوO پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنے میدانوں کی طرف آتے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا' (نہیں!) بلکہ یہ تو وہ (عذاب) ہے جس کو تم نے جلدی طلب کیا تھا' یہ سخت آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہےO یہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر ڈالے گی' پھر وہ اس طرح ہو گئے کہ سوا ان کے گھروں کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی' ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیںO (الاحقاف: ٢٥-٢١)

حضرت ھود علیہ السلام کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ھود علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے لیے ہلاکت کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر سات راتیں اور آٹھ دن تک لگاتار سخت آندھی بھیجی' اس کی ابتداء بدھ کے دن صبح سے ہوئی تھی اور آٹھویں دن کی شام تک یہ آندھی چلتی رہی' حضرت ھود علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو مؤمنین تھے وہ محفوظ مقام پر رہے اور ان کے لیے نرم اور خوش گوار ہوا چلتی رہی' مجاہد نے کہا: حضرت ھود علیہ السلام کے ساتھ چار ہزار لوگ ایمان لائے اور وہ سب آندھی کے عذاب سے محفوظ اور مامون رہے' جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا. (ھود: ٥٨) اور جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے ھود اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی۔

پس وہ آندھی درختوں کو جڑ سے اکھاڑ رہی تھی اور گھروں کو منہدم کر رہی تھی اور جو لوگ اپنے گھروں میں نہیں تھے' ان کو جنگلوں اور پہاڑوں نے ہلاک کر دیا۔

سدّی نے کہا ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ اونٹ اور انسان آسمان اور زمین کے درمیان فضاء میں اُڑ رہے ہیں تو وہ اپنے گھروں کی طرف دوڑے' جب وہ اپنے گھروں میں گھسے تو ان کے پیچھے آندھی بھی ان کے گھروں میں گھس گئی' آندھی نے ان کو گھروں سے باہر نکال پھینکا اور ہلاک کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے سیاہ پرندے بھیجے جنہوں نے ان کے مردہ جسموں کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا' پھر ان کے ہلاک ہونے کے بعد حضرت ھود علیہ السلام جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا زندہ رہے' پھر وہ فوت ہو گئے اور ان کی عمر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس وقت ایک سو پچاس سال تھی اور خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ چار سو ساٹھ سال زندہ رہے اور ان کے اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان آٹھ سو سال کا عرصہ تھا۔

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ھود علیہ السلام کس جگہ فوت ہوئے؟ ایک قول یہ ہے کہ وہ حضر موت کے شہروں میں ارض شحر میں فوت ہوئے اور ان کی قبر اس جگہ ظاہر ہے' اس قول کو امام ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے' اور عبدالرحمان بن سابط سے روایت ہے کہ رکن' مقام اور زمزم کے درمیان ننانوے نبیوں کی قبریں ہیں' اور حضرت ھود' حضرت شعیب' حضرت صالح' اور حضرت اسماعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبریں بھی اسی جگہ ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی قبر جامع دمشق میں دیوار قبلہ میں ہے اور بعض لوگوں کا گمان ہے کہ وہی حضرت ھود کی قبر ہے' واللہ اعلم! اور ابن الکلبی نے کہا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان صرف حضرت ھود اور حضرت صالح علیہما السلام ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢١٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

فِيهِ عَنْ عَطَاءٍ وَّ سُلَيْمَانَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں از عطاء و سلیمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی روایت ہے۔

یہ تعلیق سورۃ الاحقاف کی تفسیر میں ہے:

٠٠٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ﴾ شَدِيْدَةٍ ﴿عَاتِيَةٍ﴾ (الحاقۃ:٦) قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ. عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا﴾ (الحاقۃ:٧) مُتَتَابِعَةً ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ اُصُوْلُهَا ﴿فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ﴾ (الحاقۃ:٦-٨) بَقِيَّةٌ.

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور رہے قومِ عاد کے لوگ تو وہ ایک سخت گرجتی ہوئی نہایت تیز آندھی سے ہلاک کیے گئے ○ ابن عیینہ نے اس آیت کے لفظ "عاتیہ" کی تشریح میں کہا: وہ اپنے محافظ فرشتوں کے قابو میں نہ رہی جسے اللہ نے ان پر مسلط کر دیا تھا سات راتوں اور آٹھ دن تک متواتر (تو اے مخاطب!) تو ان لوگوں کو ان (راتوں اور دنوں میں) اس طرح گرا ہوا (ان کی لاشوں کو) دیکھتا ہے گویا وہ کھجور کے گرے ہوئے درختوں کی جڑیں ہیں ○ تو کیا تو ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے ○ (الحاقۃ:٨-٦)

اس باب میں الحاقۃ:٨-٦ کی تفسیر بیان کی گئی ہے جس کا کچھ بیان اس سے پہلے باب میں گزر چکا ہے۔

ابن عیینہ نے کہا: اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں' اس آیت میں "صرصر" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حد سے زیادہ تیز۔ ابن عیینہ کے قول میں "خزّان" کا لفظ ہے' یہ "خازن" کی جمع ہے' اس سے مراد ہے: آندھی کے محافظ فرشتے' یعنی وہ آندھی اس قدر تیز تھی کہ اپنے محافظ فرشتوں کے قابو میں نہ رہی' "صرصر" کا معنی شدید گرج دار آواز بھی ہے' "سخرھا" کا معنی ہے: وہ آندھی ان پر بھیج کر مسلط کر دی گئی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہوا یا بارش کا جو قطرہ بھی بھیجتا ہے وہ معین حساب سے بھیجتا ہے' سوا یوم عاد اور یوم نوح کے' اس دن ہوا اور بارش محافظ فرشتوں کے قابو سے باہر تھی۔

اس آیت میں ''حسوما'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مسلسل اور متواتر۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۱۳)

۳۳٤۳ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میری صبا (مشرقی ہوا) سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو دبور (مغربی ہوا) سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۳٤٤ - قَالَ وَقَالَ ابْنُ كَثِیْرٍ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نُعْمٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَعَثَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَیْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَیْنَ الْاَرْبَعَةِ الْاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِیِّ ثُمَّ الْمَجَاشِعِیِّ وَعُیَیْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِیِّ وَزَیْدٍ الطَّائِیِّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِیْ نَبْهَانَ وَعَلْقَمَةَ بْنِ عَلَاثَةَ الْعَامِرِیِّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِیْ كِلَابٍ فَغَضِبَتْ قُرَیْشٌ وَّالْاَنْصَارُ قَالُوْا یُعْطِیْ صَنَادِیْدَ اَهْلِ نَجْدٍ وَّیَدَعُنَا قَالَ اِنَّمَا اَتَاَلَّفُهُمْ فَاَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَیْنَیْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَیْنِ نَاتِیُٔ الْجَبِیْنِ كَثُّ اللِّحْیَةِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ یَا مُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ اِذَا عَصَیْتُ اَیَاْمَنُنِیْ اللّٰهُ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ فَلَا تَاْمَنُوْنِیْ فَسَاَلَهٗ رَجُلٌ قَتْلَهٗ اَحْسِبُهٗ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ فَمَنَعَهٗ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا اَوْ فِیْ عَقِبِ هٰذَا قَوْمٌ یَّقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِیَّةِ یَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَیَدَعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَنَا اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ.

[اطراف الحدیث: ۳٦۱۰-۴۳۵۱-۴٦٦۷-۵۰۵۸-٦۱٦۳-٦۹۳۱-٦۹۳۳-۷۴۳۲-۷۵٦۲] (صحیح مسلم: ۱۰٦۴' الرقم المسلسل: ۲۳۴۰' سنن ابوداؤد: ۴۷٦۴' سنن نسائی: ۲۵۷۴)

امام بخاری نے کہا: اور ابن کثیر نے بیان کیا از سفیان از والد خود از ابن ابی نُعم از حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سونے کا ایک چھوٹا ٹکڑا بھیجا' سو آپ نے اس کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا' الاقرع بن حابس الحنظلی' پھر المجاشعی اور عیینہ بن بدر الفزاری اور زید الطائی کے درمیان' پھر بنو نبھان میں سے ایک شخص اور علقمہ بن علاثہ العامری' پھر بنو کلاب میں سے ایک شخص (کے درمیان تقسیم کر دیا) تو قریش اور انصار غضب ناک ہوئے اور کہا کہ آپ اہل نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں صرف ان کی تالیف قلب کرتا ہوں' پھر ایک ایسا شخص آیا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور کلّے اُبھرے ہوئے تھے' پیشانی اُٹھی ہوئی تھی' ڈاڑھی گھنی تھی' سر منڈا ہوا تھا' پس اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اللہ سے ڈریئے! تو آپ نے فرمایا: جب میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو کون اللہ کی اطاعت کرے گا! اللہ تعالیٰ تو مجھے زمین والوں پر امین قرار دیتا ہے' کیا پس تم مجھے امین نہیں سمجھتے! پھر ایک شخص نے اس کو قتل کرنے کا سوال کیا' میرا گمان ہے وہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تھے' تو آپ نے ان کو منع کیا' پھر جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا: اس شخص کی اصل سے یا اس شخص کی پشت سے ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن مجید کی تلاوت کریں گے اور قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا' وہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے (دوسری طرف) نکل جاتا ہے' یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے' اگر میں نے ان لوگوں کا زمانہ پایا تو ان کو اس طرح قتل کروں گا جس طرح قومِ عاد کو قتل کیا گیا تھا۔

اس حدیث کے باب کے عنوان میں قومِ عاد کا ذکر ہے' اس طرح اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے' تاہم اس پر یہ اعتراض ہے کہ قومِ عاد کو تو ایک گرج دار تند و تیز آندھی سے ہلاک کیا گیا تھا اور اس حدیث میں ان کو قتل کرنے کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آندھی نے بھی ان کو بالکلیہ ہلاک کر دیا تھا اور اس حدیث میں بھی ان کو قتل کرنے سے مراد ہے: ان کو بالکلیہ ہلاک کر دینا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن کثیر ابوعبداللہ العبدی البصری (۲) سفیان ثوری (۳) ان کے والد سعید بن مسروق بن حبیب الثوری الکوفی (۴) ابن ابی نُعم البجلی' ان کا نام عبدالرحمن ابوالحکم البجلی الکوفی العابد ہے اور یہ اہل کوفہ کے ان عابدوں میں سے تھے جو دائمی بھوک پر صبر کرتے تھے' حجاج نے ان کو قتل کرنے کے لیے گرفتار کر لیا' اور ان کو ایک اندھیری کوٹھڑی میں پندرہ روز تک بند رکھا' پھر پندرہ روز بعد کوٹھڑی کا دروازہ کھولا تا کہ ان کو نکال کر دفن کرے' جب وہ کوٹھڑی کھول کر اندر گئے تو دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' پھر ان سے حجاج نے کہا: آپ جہاں جانا چاہتے ہیں' چلے جائیں (۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعید بن مالک بن سنان الانصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۱۴)

اس حدیث میں مذکور بعض اسماء کا تعارف اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان چار آدمیوں کا ذکر ہے جن کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کے ٹکڑے کو تقسیم کیا تھا' ان میں سے ایک الاقرع بن حابس ہیں' یہ مؤلفۃ القلوب میں سے ایک ہیں۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد الاقرع بن حابس تمیمی' عطارد بن حاجب کے ساتھ آئے تھے اور الاقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن فتح مکہ' حنین اور طائف میں حاضر تھے' ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ ان کی بائیں ٹانگ لنگڑی تھی اور یہ تیرہ ہجری میں جنگ یرموک میں اپنے دس بیٹوں سمیت شہید ہو گئے تھے۔

ان چار میں دوسرے عیینہ بن بدر الفزاری تھے' ان کا نام حذیفہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر تھا' اور ان کا لقب عیینہ تھا' کیونکہ ان کی ایک آنکھ میں زخم لگ گیا تھا' یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے' ان کی بیٹی کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شادی کی تھی' ان کو الاحمق المطاع کہا جاتا تھا۔

تیسرے شخص زید الطائی تھے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان کا نام زید الخیر الطائی ہے اور ایک روایت میں زید الخیل ہے' کیونکہ عرب میں ان سے زیادہ گھوڑے پر سواری کرنے والا اور کوئی نہیں تھا' ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یہ شاعر' خطیب' بہادر اور فیاض تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے جانے کے بعد بخار میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہوئے تھے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ نو ہجری میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے' رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام زید الخیر رکھا اور ان کے علاقہ میں ان کو زمینیں عطاء کیں اور ان کی کنیت ابومنذر رکھی' جب یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو تکیہ دیا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے تکیہ پر بیٹھنا ادب کے خلاف سمجھا' اور تکیہ واپس کر دیا' آپ نے پھر ان کو تین بار لوٹایا' رسول اللہ ﷺ نے ان کو کئی دعائیں سکھائیں' ان کی دعاؤں کا قبول ہونا معروف تھا' یہ بارش کے لیے دعا کرتے تھے تو بارش ہو جاتی تھی' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے سو گھوڑے عطاء کیجئے' میں ان کی مدد سے رومیوں (شامیوں) کے خلاف جہاد کروں گا' واپس آنے کے بعد وہ چند دن زندہ رہے' پھر بخار چڑھا اور فوت ہو گئے۔

ایک شخص وہ ہیں جو بنونبہان میں سے ایک تھے اور وہ ابن عمرو بن الغوث بن طی ہیں' یہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

اور چوتھے شخص علقمہ بن علاثہ ہیں' یہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھے اور حلیم اور عاقل تھے' جب رسول اللہ ﷺ طائف کی طرف گئے تو یہ مرتد ہو گئے تھے' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت میں دوبارہ اسلام لے آئے تھے' پھر اسلام لا کر انہوں نے بہت نیک کام کیے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حوران کا عامل بنایا تھا' یہ پھر وہیں فوت ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میں صرف ان کی تالیف قلب کرتا ہوں' یعنی میں ان کے ساتھ نرمی کرتا ہوں' تاکہ یہ اسلام پر ثابت قدم رہیں' اور ان کو جو مال ملے' اس کی وجہ سے اسلام میں رغبت کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر ایک شخص آگے بڑھا' صحیح مسلم میں مذکور ہے: وہ شخص بنوتمیم سے تھا' اس کو ذوالخویصرۃ کہا جاتا تھا اور اس کا نام حرقوص بن زہیر تھا اور اس کا لقب ذوالثدیہ تھا' ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ ذوالثدیۃ ان خوارج میں سے ایک تھا جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حروراء (کوفہ کی ایک جانب) میں قتل کیا تھا' یہ سیاہ فام شخص تھا۔

حضرت خالد بن ولید نے کہا: میں اس شخص کو قتل کر دوں' تو آپ نے منع فرمایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣١٩-٣١٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٣٣٤٥- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۝﴾ (القمر: ١٧).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا: کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا۝ (القمر: ١٥)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤١ میں گزر چکی ہے۔

٧- بَابُ قِصَّةِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ — یاجوج اور ماجوج کا قصہ

اس پر اتفاق ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں' یہ مجاہد کا قول ہے' زمخشری نے کہا: یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے ہیں اور یہ بہت جنگجو اور فساد پھیلانے والے ہیں' ثعلبی نے کعب احبار سے روایت کی ہے کہ یہ بغیر حواء کے حضرت آدم کی اولاد سے ہیں' کیونکہ حضرت آدم سو گئے اور آپ کو احتلام ہوا اور آپ کی منی مٹی سے لتھڑ گئی' جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کو اس منی کے خروج پر افسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس منی سے یاجوج اور ماجوج کو پیدا فرما دیا۔ علامہ نووی نے بھی اس قول کو نقل کیا ہے' لیکن علماء نے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے' حافظ ابن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کثیر نے کہا ہے کہ یہ ردّ کرنے کے لائق ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ نصوص کے خلاف ہے کیونکہ نص قرآن سے ثابت ہے کہ اب تمام لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر احتلام ممنوع ہے۔

علامہ قرطبی نے حدیث مرفوع ذکر کی ہے کہ یاجوج ایک امت ہے اس کے چار سو امیر ہیں اسی طرح ماجوج ان کی ایک قسم ہے اس کا طول ایک سو بیس ہاتھ ہے روایت ہے کہ یہ سانپ اور بچھو غیرہ تمام حشرات الارض کھا جاتے ہیں اسی طرح تمام جان دار پرندوں کو کھا جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایسی اور کوئی مخلوق نہیں جس کی ایک سال میں ان کی طرح نشو ونما ہوتی ہو ان میں سے بعض کے سینگ ہیں اور دُم ہے اور ان کی ڈاڑھیں ظاہر ہیں اور یہ کچا گوشت کھا جاتے ہیں۔

امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یاجوج اور ماجوج کا ذکر کیا اور فرمایا: ان میں سے ایک فرد اس وقت فوت ہوتا ہے جب اس کی پشت سے ایک ہزار مرد پیدا ہو جاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان میں سے ایک قسم کی لمبائی ایک بالشت ہے اور اس کے درندوں کی طرح پنجے ہیں اور درندوں کی طرح ڈاڑھیں ہیں اس کے لمبے لمبے بال ہیں جو اس کو سردی اور گرمی سے بچاتے ہیں اور اس کے بڑے بڑے کان ہیں۔

مقاتل بن حیان نے عکرمہ سے یہ مرفوع روایت ذکر کی ہے کہ شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے مجھے یاجوج ماجوج کی طرف بھیجا میں نے ان کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دی انہوں نے میری دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا سو وہ دوزخ میں اولادِ آدم میں سے دوسرے نافرمانوں کے ساتھ ہوں گے اور اولادِ ابلیس کے ساتھ ہوں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۲۱۔۳۱۹ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ (الکہف: ۹۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ (الکہف: ۹۴)

حضرت ذوالقرنین کا تذکرہ

قرآن مجید میں جو ذوالقرنین کا ذکر ہے یہ لوگوں کی زبانوں میں اسکندر نام سے معروف ہے اور یہ اسکندر یونانی نہیں ہے کیونکہ وہ مشرک تھا اور اس کا وزیر ارسطا طالیس تھا اور جس اسکندر کا قرآن مجید میں ذکر ہے وہ مؤمن تھا اس کا نام عبداللہ بن الضحاک بن معد ہے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف بھی یہ قول منسوب ہے دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام مُصعب بن عبداللہ بن قنان بن عبداللہ بن منصور بن عبداللہ ہے۔

وہب بن منبہ نے کہا: اس کا نام اسکندر ہے میں کہتا ہوں: وہ نام میں اسکندر یونانی کا شریک ہے اور بہت سے لوگ مغالطہ سے دونوں کو ایک سمجھتے ہیں اور یہ فاسد گمان ہے کیونکہ اسکندر یونانی جس نے اسکندریہ کی بنیاد رکھی وہ کافر اور مشرک تھا اور ذوالقرنین نیک بندہ تھا اس نے زمین کے مشرق اور مغرب کا سفر کیا تھا حتیٰ کہ ایک جماعت نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ نبی تھا الضحاک اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی موقف ہے دوسرا قول یہ ہے کہ وہ رسول تھے الثعلبی نے کہا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ نبی تھا اور رسول نہیں تھا اور اس کے وزیر حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذوالقرنین کے زمانہ میں بھی اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ قرنِ اوّل میں تھے اور یافث بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے' یہ حضرت علی رضی اللہ کا قول ہے اور یہ سرزمین روم میں پیدا ہوئے تھے' حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ یہ نمرود لعنہ اللہ کے بعد پیدا ہوئے' مقاتل نے کہا: یہ حضرت اسحاق کی اولاد میں سے عیص کی اولاد تھے' ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانوں کے درمیان پیدا ہوئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اور ان کے ساتھ شام میں مجتمع ہوئے تھے' جب ان سے آبِ حیات فوت ہو گیا اور حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو حاصل کر لیا تو ان کو بہت رنج ہوا اور ان کو موت کا یقین ہو گیا اور وہ دومۃ الجندل میں فوت ہو گئے اور وہیں ان کا گھر تھا' یہ قصہ حضرت علی رضی اللہ سے مروی ہے' ایک قول شہرزور کا ہے اور دوسرا قول ارضِ بابل کا ہے' انہوں نے دنیا کو ترک کر دیا تھا اور زاہد ہو گئے تھے اور یہی زیادہ صحیح ہے' ابوبکر واسطی نے کہا ہے: ان کی عمر پانچ سو سال تھی' اور مجاہد نے کہا ہے کہ ان کی عمر حضرت آدم کی طرح ایک ہزار سال تھی' ابن عساکر نے کہا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کی عمر چھتیس سال تھی اور ایک قول بتیس سال کا ہے۔ (ہوسکتا ہے کہ امام ابن عساکر نے اس اسکندر کو اسکندر یونانی سمجھا ہو)۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان کا نام ذوالقرنین کیسے پڑ گیا' حضرت علی سے یہ روایت ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی تو انہوں نے ان کی دائیں جانب ضرب لگائی' پس یہ فوت ہو گئے' پھر ان کو زندہ کیا گیا' تو پھر انہوں نے ان کو دعوت دی تو پھر انہوں نے ان کی بائیں جانب ضرب لگائی' پس یہ فوت ہو گئے' پھر ان کو زندہ کیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ فارس اور روم کے بادشاہ تھے اس لیے ان کو ذوالقرنین کہا گیا اور یہ بھی کہ ان کے سر میں دو مینڈھیاں تھیں اس لیے ان کو ذوالقرنین کہا گیا' ایک قول یہ ہے کہ ان کے سر میں سینگوں کے مشابہ کوئی چیز تھی' ثعلبی نے کہا ہے کہ ان کو ظاہر اور باطن کا علم دیا گیا تھا' اس لیے ان کو ذوالقرنین کہا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۲۲۔۳۲۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا۝ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا۝ فَاَتْبَعَ سَبَبًا۝﴾ طَرِيْقًا اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ﴾ (الکہف: ۸۳۔ ۹۶)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے نبی مکرم!) یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھتے ہیں' آپ کہیے کہ میں ابھی تم سے ان کا ذکر بیان کرتا ہوں۝ بے شک ہم نے انہیں زمین میں سلطنت عطا فرمائی اور ہم نے انہیں ہر چیز سے ساز و سامان عطا فرما دیا۝...... تم میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ۔ (الکہف: ۹۶۔ ۸۳)

ان آیتوں کے بعد ذوالقرنین کے قصہ میں جو آیتیں امام بخاری نے ترک کر دی ہیں' ان کا ترجمہ یہ ہے:

تو وہ (سفرِ مغرب کے لیے) سامان تیار کرنے کے درپے ہوئے۝ حتیٰ کہ وہ اس جگہ پہنچے جہاں سورج ڈوب رہا تھا' انہوں نے سورج کو سیاہ دلدل کے چشمے میں ڈوبتا ہوا محسوس کیا اور وہاں انہوں نے ایک قوم کو پایا' ہم نے فرمایا: اے ذوالقرنین! (اگر یہ ایمان نہ لائیں) تو آپ انہیں عذاب دیں (اور اگر یہ ایمان لے آئیں) تو آپ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کریں۝ (ذوالقرنین نے) عرض کیا: جس نے ظلم کیا تو ہم اس کو عنقریب سزا دیں گے' پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے بدترین عذاب دے گا۝ اور جو ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیے تو (آخرت میں) اس کی نیک جزاء ہے اور عنقریب ہم اس کو ایسا حکم دیں گے جس پر عمل کرنا اس کے لیے آسان ہو گا۝ پھر وہ (سفرِ مشرق کے) سامان کے درپے ہوئے۝ حتیٰ کہ جب وہ طلوعِ آفتاب کی جگہ پہنچے تو انہوں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سورج کو ایسی قوم پر طلوع ہوتے ہوئے پایا جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی حجاب نہیں رکھا تھاO اسی طرح (قصہ ہے) اور جو کچھ ان ذوالقرنین کے پاس تھا ہم نے اپنے علم سے اس کا احاطہ کیا ہوا ہےO پھر وہ (ایک اور مقصد کے لیے) سامان کے درپے ہوئےO حتیٰ کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو انہوں نے ان پہاڑوں کی دوسری طرف ایسی قوم کو پایا جو (ان کی) کوئی بات نہیں سمجھتے تھےO انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں' تو کیا ہم آپ کے لیے اس شرط پر کچھ مال مہیا کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان (آڑ کے لیے) ایک (اونچی اور مضبوط) دیوار بنا دیںO انہوں نے کہا: جس چیز پر میرے رب نے مجھے قدرت دی ہے وہ (تمہارے مال) سے بہتر ہے' سو تم محنت (کے کام) میں میری مدد کرو' میں تمہارے اور ان کے درمیان نہایت مضبوط دیوار بنا دوں گاO تم میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ' حتیٰ کہ جب انہوں نے اس دیوار کو دو پہاڑوں کے کناروں کے ساتھ برابر کر دیا تو فرمایا: پوری طاقت سے آگ دہکاؤ' یہاں تک کہ جب اسے (سرخ آگ) کر دیا تو فرمایا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ' میں اسے اس پر انڈیل دوںO پس یاجوج ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکےO ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت (کے اثر) سے ہے' پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہےO (الکہف: ٩٨-٨٥)

وَاحِدُهَا زُبْرَةٌ وَّهِيَ الْقِطَعُ. (الکہف: ٩٦ میں "زبر" کا لفظ ہے) اس کا واحد "زبرة" ہے اور اس کا معنی ہے: ٹکڑے۔

ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے اور کہا ہے کہ "زبر الحدید" کا معنی ہے: لوہے کے ٹکڑے۔

﴿حَتّٰى إِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ﴾ (الکہف: ٩٦) (الکہف: ٩٦ میں یہ الفاظ ہیں:) "حتی اذا ساوی بین الصدفین" حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: دو پہاڑ'

يُقَالُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْجَبَلَيْنِ. وَالسَّدَّيْنِ الْجَبَلَيْنِ. اور "سدین" کا معنی بھی دو پہاڑ ہیں۔

ابوعبیدہ نے کہا: پہاڑوں کے دو کناروں کے درمیان' حضرت ابن عباس کی تفسیر کو امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے۔

﴿خَرْجًا﴾ (الکہف: ٩٤) اَجْرًا. (الکہف: ٩٤ میں) "خرجا" (کا لفظ ہے)' اس کا معنی ہے: اجر۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کی روایت سے ذکر کیا ہے' اس کا معنی ہے: اجر عظیم۔

﴿قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰى إِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًاO﴾ (الکہف: ٩٦) اُصْبُبْ عَلَيْهِ رَصَاصًا وَّيُقَالُ الْحَدِيْدُ وَيُقَالُ الصُّفْرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ النُّحَاسُ.

ذوالقرنین نے کہا: اس پر آگ دہکاؤ حتیٰ کہ جب اسے سرخ آگ کر دیا تو کہا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جس کو میں اس پر انڈیل دوںO (الکہف: ٩٦) "قطرا" کا معنی سیسہ ہے اور اس کو لوہا بھی کہا جاتا ہے اور پیتل بھی کہا جاتا ہے' اور حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر تانبے کے ساتھ کی ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان جو خلا تھا' اس کو انہوں نے پگھلے ہوئے لوہے سے بھر دیا تھا۔

﴿فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ﴾ (الکہف: ٩٧) يَعْلُوْهُ اِسْطَاعَ اِسْتَفْعَلَ مِنْ اَطَعْتُ لَهٗ فَلِذٰلِكَ فُتِحَ اَسْطَاعَ

(الکہف: ٩٧ میں ہے:) "فما اسطاعوا ان یظهروه" یعنی یاجوج ماجوج اس دیوار پر چڑھ نہ سکے۔ یہ "اطاع" سے باب استفعال

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَسْطِيعُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِسْتَطَاعَ يَسْتَطِيعُ.

ہے اور بعض علماء نے کہا: یہ "استطاع" "یستطیع" سے بنا ہے اس کا معنی ہے: وہ اس پر چڑھ نہ سکے۔

یعنی یاجوج ماجوج اس دیوار پر چڑھنے پر قادر نہ ہو سکے اس کے بعد امام بخاری نے "اسطاعوا" کی لفظی اور صرفی تحقیق کی ہے۔

﴿وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًاO قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ﴾ (الکہف:٩٧۔ ٩٨) اَلْزَقَهٗ بِالْأَرْضِ وَنَاقَةٌ دَكَّاءُ لَا سَنَامَ لَهَا وَالدَّكْدَاكُ مِنَ الْأَرْضِ مِثْلُهٗ حَتّٰى صَلُبَ مِنَ الْأَرْضِ وَتَلَبَّدَ ﴿وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا O وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ﴾ (الکہف:٩٨۔ ٩٩).

اور نہ وہ اس دیوار میں سوراخ کر سکے (ذوالقرنین نے) کہا: یہ میرے رب کی رحمت سے ہے جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گاO (الکہف:٩٨) "دکاء" کا معنی ہے: زمین کے ساتھ چپکا دیا' جس اونٹنی کا کوہان نہ ہو اس کو کہا جاتا ہے: "ناقة دكاء" اور "الدكداك من الارض" اس مثال کے لیے بولتے ہیں جو زمین ہموار ہو کر سخت ہو گئی ہو اور فی نفسہٖ سخت نہ ہو (اور انہوں نے کہا:) میرے رب کا وعدہ برحق ہے اور اس دن ہم بعض یاجوج اور ماجوج کو چھوڑ دیں گے حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو جائیں گے۔ (الکہف:٩٩۔٩٨)

اس تعلیق سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس سد اور دیوار کو قائم کرنا اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے اور عظیم نعمت ہے۔

نیز امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا: اور اس دن ہم بعض یاجوج اور ماجوج کو چھوڑ دیں گے۔

روایت ہے کہ یاجوج اور ماجوج سمندر پر آئیں گے اور اس کا پانی پی جائیں گے اور سمندر کے جانوروں کو کھا جائیں گے' اور درختوں کو کھا جائیں گے اور جو لوگ محفوظ نہیں ہوں گے' ان کو بھی کھا جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ وہ لوگوں کی طرف نکلیں گے اور سارا پانی پی جائیں گے۔

مقاتل نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے جب وہ نکلیں گے تو سب سے پہلے دجلہ اور فرات کا پانی پی جائیں گے' پھر کہیں گے کہ کبھی یہاں پانی تھا!

﴿حَتّٰى إِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَO﴾ (الانبیاء:٩٦) قَالَ قَتَادَةُ حَدَبٌ اَكَمَةٌ

حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گےO (الانبیاء:٩٦) قتادہ نے کہا: "حدب" کا معنی ہے: ٹیلا۔

یعنی جب سد سکندری یا اس دیوار کو کھول دیا جائے گا تو یاجوج ماجوج ہر بلندی یا ہر ٹیلے سے دوڑ پڑیں گے۔

قَالَ رَجُلٌ لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ السَّدَّ مِثْلَ الْبُرْدِ الْمُحَبَّرِ قَالَ قَدْ رَأَيْتَهٗ.

ایک صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: میں نے اس دیوار کو دھاری دار چادر کی طرح دیکھا ہے' آپ نے فرمایا: واقعی تم نے اس کو دیکھا ہے۔

اس تعلیق میں دھاری دار چادر کا ذکر ہے کیونکہ اس دیوار کی ایک لکیر سفید تھی اور دوسری لکیر سیاہ یا سرخ تھی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نعیم بن حماد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ سے روایت کیا ہے' ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے وہ دیوار دیکھی ہے اور لوگ مجھے جھٹلاتے ہیں' آپ نے پوچھا: تم نے کس طرح دیکھی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے دھاری دار چادر کی طرح دیکھی تھی' آپ نے فرمایا: تم نے سچ کہا' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے شبِ معراج اس دیوار کو دیکھا' اس کی ایک اینٹ چاندی کی تھی اور ایک اینٹ سونے کی تھی۔

الحوفی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک سو فرسخ کا بُعد تھا' ذوالقرنین نے اُن کے درمیان پچاس فرسخ گہری بنیاد کھودی اور ان دو پہاڑوں کے درمیان پتھروں' لوہے' پیتل اور تانبے کو پگھلا کر بھرائی کی۔

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۲۶-۳۱۹ سے ملخصاً لی گئی ہے۔

بعض ظاہر بین لوگ اس قصہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر یہ دیوار دنیا میں کہیں ہوتی تو اس ترقی یافتہ دور میں ضرور اس کا پتا چل جاتا اور سیٹلائٹ کے ذریعہ اس دیوار کی نشان دہی ہو جاتی' لیکن ایک صحابی نے اس دیوار کو دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی اور مزید احادیث ان شاء اللہ کتاب الفتن میں آئیں گی' ہمارے نزدیک یہ احادیث حجت ہیں اور ہوسکتا ہے کہ سائنسی آلات میں کوئی کمی ہو یا کوئی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس دیوار کا پتا نہ چل سکا ہو' بعض لوگ دیوارِ چین کو اس دیوار کا مصداق قرار دیتے ہیں' لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

٣٣٤٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ اَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ عَنْ اُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ اَبِي سُفْيَانَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُنَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلَ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعِهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَتْ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ.

[اطراف الحدیث: ۳۵۹۸-۷۰۵۹-۷۱۳۵] (صحیح مسلم: ۲۸۸۰' سنن ترمذی: ۲۱۹۴' سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان از حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس گھبرائے ہوئے آئے' آپ فرما رہے تھے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' عرب کی ہلاکت ہو! اس شر سے جو قریب آ گیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی سے حلقہ بنا کر فرمایا: آج یاجوج ماجوج نے دیوار میں اتنا سوراخ کر دیا ہے' حضرت زینب بنت جحش نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبث زیادہ ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر' یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر ابوزکریا المخزومی ہیں (۲) حضرت لیث بن سعد رضی اللہ (۳) عقیل بن خالد مولیٰ عثمان بن عفان (۴) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۵) عروہ بن زبیر بن عوام (۶) حضرت زینب بنت ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک تھیں' اور حضرت عمر بن ابی سلمہ کی بہن تھیں اور ان دونوں کی والدہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں (۷) حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان ہے' ابوسفیان کا نام صخر بن حرب بن اُمیہ ہے'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ بھی نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں (۸) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا' یہ بھی نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۲۷)

نبی ﷺ نے جو انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی سے حلقہ بنایا' اس سے مراد نوے کا عقد ہے اور اللہ ہی جانتا ہے' اس سے آپ کی کیا مراد تھی' اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: جب خبث زیادہ ہو جائے گا' اس سے آپ کی مراد ہے: جب زنا بہ کثرت ہو گا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مطلقاً معاصی ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب زنا بہ کثرت ہو یا گناہ زیادہ ہوں تو نیک لوگوں کے ہونے کے باوجود عذاب آ جاتا ہے۔

٣٣٤٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَحَ اللّٰهُ مِنْ رَدْمِ يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ مِثْلَ هٰذَا وَعَقَدَ بِيَدِهِ تِسْعِينَ.

[طرف الحدیث: ۷۱۳۶] (صحیح مسلم: ۲۸۸۱' الرقم المسلسل: ۷۱۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یاجوج ماجوج کی دیوار سے اتنا کھول دیا ہے' پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے نوے کا عقد بنایا۔

٣٣٤٨ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا اٰدَمُ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ اَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ فَعِنْدَهُ يَشِيْبُ الصَّغِيْرُ ﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌO﴾ (الحج:۲) قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَيُّنَا ذٰلِكَ الْوَاحِدُ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَّمِنْ يَّاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ اَلْفٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ فِي النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعَرَةِ السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْيَضَ اَوْ كَشَعَرَةٍ بَيْضَاءَ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ. [اطراف الحدیث: ۴۷۴۱ ـ ۶۵۳۰ ـ ۷۴۸۳] (صحیح مسلم: ۲۲۲' الرقم المسلسل: ۴۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے آدم! وہ کہے گا: میں حاضر ہوں' تیرا حکم بجا لانے کے لیے کھڑا ہوں' اور تمام بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے' پس وہ فرمائے گا: دوزخ میں جانے والوں کو نکال لو' وہ پوچھیں گے: دوزخ میں جانے والے کتنے ہیں؟ وہ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے' پس اس وقت بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی' اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے اور وہ مدہوش نہیں ہوں گے' لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہےO (الحج:۲) صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! وہ ایک شخص ہم میں سے کون ہو گا؟ آپ نے فرمایا: تمہیں بشارت ہو تم میں سے ایک شخص ہو گا اور ایک ہزار یاجوج ماجوج میں سے ہوں گے' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! مجھے اُمید ہے کہ تم (تمام) اہل جنت کے چوتھائی ہو گے' پس ہم نے کہا: اللہ اکبر! پھر آپ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت کے تہائی ہو گے'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس ہم نے کہا: اللہ اکبر! پھر آپ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت کے نصف ہو گے' پس ہم نے کہا: اللہ اکبر! پھر آپ نے فرمایا: تم لوگوں میں اسی طرح ہو گے جس طرح سفید بیل میں کالا بال ہوتا ہے یا کالے بیل میں سفید بال ہوتا ہے۔

قیامت کی ہولناکی اور جنت میں دیگر اُمتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس وقت ہر بچہ بوڑھا ہو جائے گا' اس کا معنی ہے کہ قیامت کے دن کی ہولناکی اور شدت سے ہر بچہ بوڑھا ہو جائے گا۔

ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرادے گی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قیامت کے دن کسی عورت کا حمل ہوگا اور نہ کوئی عورت بچہ جنے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وقوع قیامت کے وقت جو زلزلہ آئے گا' اس سے حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مجاز مراد ہے یعنی قیامت کے دن اتنی سخت ہولناکی ہوگی کہ اگر کوئی عورت حاملہ ہوتی تو اس وقت اس کا حمل ساقط ہو جاتا۔

ہم نے کہا: اللہ اکبر! یعنی ہم نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو بہت عظیم جان کر خوشی سے نعرۂ تکبیر لگایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہ بتایا کہ تم اہل جنت کے چوتھائی ہو گے' پھر بتایا کہ تم اہل جنت کے تہائی ہو گے' پھر بتایا کہ تم اہل جنت کے نصف ہو گے۔ آپ نے پہلی بار ہی یہ نہیں بتایا کہ تم اہل جنت کے نصف ہو گے بلکہ بتدریج بتایا' کیونکہ بار بار عطاء کا ذکر کرنا فرحت اور سرور کا باعث ہوتا ہے تاکہ مسلمان بار بار اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس کی نعمت پر اس کا شکر ادا کریں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب مسلمان سفید بیل میں ایک سیاہ بال کی طرح ہوں گے تو وہ اہل جنت کے نصف کیوں کر ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مثال میں یہ دلیل ہے کہ اہل دوزخ بہت زیادہ ہیں اور ان کی اہل جنت کی طرف کوئی نسبت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١۵ ص ٢٣٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٨ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۝﴾ (النساء: ١٢۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا۝ (النساء: ١٢۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اس لیے بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت شدید محبت رکھتے تھے' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا کے لیے اس کی عبادت میں بہت کوشش کرتے تھے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا' اسی طرح مجھے بھی خلیل بنایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١۵ ص ٢٣١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا﴾ (النحل: ١٢٠).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ابراہیم (بہ نفس نفیس) فرماں بردار امت تھے۔ (النحل: ١٢٠)

النحل: ١٢٠' میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پوری امت فرمایا' یعنی پوری اُمت مل کر جتنا عمل کرتی ہے تنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنا عمل کرتے تھے' اور التوبہ: ١١٤' میں حضرت ابراہیم کو ''اوّاہ'' فرمایا ہے' ''اوّاہ'' کا معنی ہے: خوف خدا سے بہت زیادہ رونے والا' بہت زیادہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا اور بہت زیادہ دعا کرنے والا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَقَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌO﴾ (التوبہ:١١٤)
وَقَالَ اَبُوْمَيْسَرَةَ الرَّحِيْمُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ابراہیم بہت نرم دل نہایت حلم والے تھےO (التوبہ:١١٤) ابومیسرہ نے کہا: (''اوّاہ'' کا معنی حبشی زبان میں رحیم ہے۔

اس تعلیق کو امام وکیع نے اپنی تفسیر میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

٣٣٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَاَ ﴿كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَاۤ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَO﴾ (الانبیاء:١٠٤) وَاَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَاِنَّ اُنَاسًا مِّنْ اَصْحَابِيْ يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اَصْحَابِيْ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ اِلٰى قَوْلِهٖ الْحَكِيْمُO﴾ (المائدہ:١١٧) [اطراف الحدیث: ٣٤٤٧ـ ٤٦٢٥ـ ٤٦٢٦ـ ٤٧٤٠ـ ٦٥٢٤ـ ٦٥٢٥ـ ٦٥٢٦] (صحیح مسلم:٢٨٦٠ الرقم المسلسل: ٧٠٩٤ سنن ترمذی:٢٤٢٣ سنن نسائی:٢٠٨١ مسند الحمیدی:٤٨٣ مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٢٤٧ـ ٢٤٦ مسند ابویعلیٰ:٢٣٩٦ مسند احمد ج١ ص ١٢٠ طبع قدیم مسند احمد: ١٩١٣ـ ج ٣ ص ٢٩٥ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ بن النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارا حشر اس حال میں کیا جائے گا کہ تم ننگے پیر ننگے بدن اور غیر مختون ہو گے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جس طرح ہم نے پہلے تخلیق کی ابتداء کی تھی (اسی طرح) ہم اس کا اعادہ کریں گے یہ ہمارا وعدہ ہے ہم اسے ضرور پورا کرنے والے ہیں۔ (الانبیاء:١٠٤) اور قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور بے شک میرے اصحاب میں سے بعض لوگوں کو بائیں جانب لے جایا جائے گا پس میں کہوں گا: یہ میرے اصحاب ہیں یہ میرے اصحاب ہیں پس کہا جائے گا کہ جب سے آپ ان سے جدا ہوئے تھے یہ ہمیشہ (دین سے) اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے پھر میں اس طرح کہوں گا جس طرح (اللہ کے) نیک بندے نے کہا تھا: اور میں جب تک ان میں رہا ان پر نگہبان تھا (اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو ان پر تو ہی نگہبان تھا) یہ آیت ''الحکیمO'' تک پڑھی۔ (المائدہ:١١٧)

حشر کے دن برہنہ اُٹھانے کے خلاف احادیث کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے بدن اُٹھایا جائے گا اس کے خلاف حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے چند نئے کپڑے منگا کر ان کو پہنا پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میت کو ان ہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن کپڑوں میں وہ فوت ہوا ہے۔ (سنن ابوداؤد:٣١١٤)

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ بہز بن حکیم نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارا حشر پیدل اور سواری پر کیا جائے گا اور تمہیں اپنے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ٢٤٢٤' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٣ھ)

ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان کی قبروں سے ان کے اُن کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن میں یہ فوت ہوں گے' پھر حشر کے وقت ان سے وہ کپڑے اُتار لیے جائیں گے اور ان کا ننگے بدن حشر کیا جائے گا یا یہ حساب کی جگہ پر ننگے بدن آئیں گے' پھر ان کو جنت کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جس حدیث میں ہے: ان کو ان کے لباس میں اُٹھایا جائے گا' اس سے مراد ہے: ان کو ان کے اعمال کے لباس میں اُٹھایا جائے گا خواہ وہ اعمال اچھے ہوں یا بُرے ہوں' کیونکہ قرآن مجید میں نیک اعمال پر بھی لباس تقویٰ کا اطلاق ہے۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ. (الاعراف:٢٦) اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہر بندے کو اس حال میں اُٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٨٧٨' سنن ابن ماجہ: ٤٢٣٠)

بعض علماء نے اس حدیث کو شہداء پر محمول کیا ہے جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا جائے اور ان ہی میں دفن کر دیا جائے' اور ان کے حال میں کسی چیز کی تبدیلی نہ کی جائے' علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوسعید نے اس حدیث کو شہداء کے متعلق سنا ہو' پھر اس کو عموم پر محمول کر دیا ہو۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس باب کی حدیث پر درج ذیل آیت دلالت کرتی ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ. (الانعام:٩٤) اور بے شک اب تم ہمارے پاس اسی طرح تنہا آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

اور اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ (الاعراف:٢٩) اللہ نے جس طرح تمہیں پہلے پیدا کیا تھا' اسی طرح تم لوٹو گے۔

قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنانے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم منقبت اور فضیلت ہے اور ان کی خصوصیت ہے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ سب سے پہلے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبر سے اُٹھیں گے اور اس وقت آپ دیکھیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے کے ساتھ مُعلق ہیں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے افضل ہوں' بلکہ قیامت کے دن آپ ہی سب سے افضل ہوں گے اور اگر کسی شخص کو کسی ایک وصف میں فضیلت حاصل ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مطلقاً افضل ہو' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ قائل اپنے کلام کے عموم سے خارج ہوتا ہے' یعنی یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اوّلیت اضافی ہے' گویا دوسرے لوگوں کی بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی پہلے ان کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے' پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کپڑے پہنائے جائیں گے۔

امام ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارا رب عزوجل فرمائے گا: میرے خلیل کو کپڑے پہناؤ' پھر دو سفید کپڑے ان کو پہنائے جائیں گے' پس وہ عرش کے سامنے کھڑے ہوں گے' پھر میرے کپڑے لائے جائیں گے تو میں ان کو پہن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا' پھر تمام اوّلین اور آخرین میری تحسین کریں گے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت سے حلّہ پہنایا جائے گا اور ایک کرسی لا کر عرش کی دائیں جانب رکھی جائے گی' پھر مجھے لایا جائے گا اور مجھے حلّہ پہنایا جائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے حلّہ پہنانے کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ ان کو برہنہ کر کے آگ میں ڈالا گیا تھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ستر میں مبالغہ کرنے کے لیے سب سے پہلے شلوار پہنی تھی' خصوصاً نماز میں اور جب انہوں نے ایسا کیا تو اس کی جزاء میں قیامت کے دن سب سے پہلے ان کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرے بعض اصحاب کو بائیں جانب لے جایا جائے گا تو میں یہ کہوں گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں' یہ میرے اصحاب ہیں تو کہا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تھے' اس کے بعد یہ ہمیشہ (دین سے) اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ سے ان کا حال کیسے مخفی رہا' حالانکہ آپ نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کے اوپر آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آپ کی امت نہ تھے' آپ پر صرف اہل ایمان کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں نہ کہ مرتدین اور منافقین کے۔

علامہ نووی نے کہا: ان لوگوں سے مراد منافقین اور مرتدین ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے زمانہ میں مسلمان تھے' پھر آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے' اور آپ پر مؤمنین کے احوال پیش کیے جاتے ہیں نہ کہ مرتدین اور منافقین کے۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٣٥۔٣٣٣ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میدانِ حشر میں ان منافقین یا مرتدین کا علم تھا یا نہیں' یہ بحث بہت اہم ہے کیونکہ دیوبندی علماء اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم ماکان و ما یکون کی نفی کرتے ہیں' ہم نے شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٧٥٣۔٧٤٦ میں اس پر کافی مفصل بحث کی ہے' ہم چاہتے ہیں کہ اس بحث کو نعمۃ الباری میں بھی من وعن نقل کر دیں تا کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی ہماری دونوں شرحوں میں یہ بحث آ جائے اور ہماری دونوں شرحوں کے قارئین اس بحث سے مستفیض ہو سکیں:

جن لوگوں کو حضور نے حوض پر آنے سے روک دیا' ان کے متعلق حضور کا علم اور حدیث عرض اعمال

اس حدیث میں ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے' وہ جب حوض پر آئیں گے تو آپ فرمائیں گے: یہ میرے صحابہ ہیں' پھر آپ سے کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے یہ لوگ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے' تب آپ فرمائیں گے: دوری ہو' دوری ہو۔ اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ صحابہ میں سے کون اسلام پر قائم رہا اور کون بعد میں مرتد ہو گیا اور یہ کہ آپ کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے اسلام اور کفر کا حال معلوم نہیں تھا' ورنہ آپ ان مرتدین کو دیکھ کر "اصیحابی اصیحابی" نہ فرماتے اور آپ سے یہ نہ کہا جاتا کہ آپ نہیں جانتے' انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی تھیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حالانکہ مسند بزار میں ہے کہ آپ پر امت کے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔
اس سوال کے چند جوابات ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ حدیث میں یہ عبارت ہے:
پس کہا جائے گا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا ہے؟ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۹)
یہ استفہام انکاری ہے یعنی آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ زیادہ تر احادیث میں یہ الفاظ ہیں:
''انك لا تدری ما احدثوا بعدك'' آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی ہیں۔
اس حدیث میں درایت کی نفی ہے اور درایت علم سے خاص ہے کیونکہ درایت کے معنی ہیں: کسی چیز کو اٹکل اور حیلہ سے جاننا۔
علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:
خاص حیلوں سے کسی چیز کے جاننے کو درایت کہتے ہیں۔ (المفردات ص ۱۶۸ ' ایران)
علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:
درایت علم سے خاص ہے' کسی چیز کو کسی حیلہ سے جاننا درایت ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کے علم پر درایت کا اطلاق نہیں ہوتا۔
(تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۲۶ ' مصر)
اور جب یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں درایت کی نفی کی ہے اور درایت علم سے خاص ہے اور خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی' اس لیے درایت کی نفی سے علم کی نفی نہیں ہوگی' کیونکہ نبی ﷺ کو ان مرتدین کا علم وحی ربانی سے تھا' اٹکل اور حیلہ سے نہیں تھا۔
تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن آپ اپنی امت کو دوسری امتوں سے متمیز کریں گے'
امام مسلم روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت حوض پر آئے گی' درآں حالیکہ میں لوگوں کو اس سے منع کر رہا ہوں گا' جیسا کہ کوئی شخص دوسرے اونٹوں کو اپنے اونٹوں سے الگ کرتا ہے' صحابہ نے پوچھا: یا نبی اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ایک نشانی ہوگی جو تمہارے علاوہ اور کسی میں نہیں ہوگی' تم میرے پاس آؤ گے' درآں حالیکہ تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آثار وضوء سے چمک رہے ہوں گے اور تم میں سے ایک جماعت کو مجھ سے دُور کیا جائے گا وہ مجھ تک نہیں آ سکیں گے' میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے صحابہ ہیں! پھر فرشتہ آ کر مجھ سے کہے گا: کیا آپ جانتے ہیں انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں؟ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶ ' مطبوعہ کراچی)
علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
جن لوگوں کو حضور حوض سے دور کریں گے' اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں کئی اقوال ہیں:
(۱) اس سے مراد منافقین اور مرتدین ہیں اور یہ جائز ہے کہ ان کا حشر بھی چہرہ اور ہاتھ پیروں کی سفیدی کے ساتھ ہو اور اس علامت کی وجہ سے نبی ﷺ ان کو (''اصیحابی'' فرما کر) نداء کریں' پھر آپ کو یہ بتایا جائے گا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن سے آپ نے وعدہ کیا تھا' ان لوگوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا اور ان کی موت اسلام پر نہیں ہوئی۔
(۲) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے زمانہ میں مسلمان تھے اور پھر بعد میں مرتد ہو گئے' اگرچہ ان لوگوں پر آثار وضوء کی نشانی نہیں ہوگی' لیکن آپ ان کو دنیا کی واقفیت کی بناء پر پکاریں گے' کیونکہ آپ کی حیات میں یہ مسلمان تھے' پھر آپ کو بتایا جائے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گا کہ یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

(۳) اس سے مراد گناہ کبیرہ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دین اسلام پر فوت ہو گئے' یا وہ بدعتی لوگ مراد ہیں جو اپنی بدعات کی بناء پر اسلام سے خارج نہیں ہوئے' اس تقدیر پر یہ قطعی طور پر نہیں کہا جائے گا کہ یہ لوگ عذاب نار کی بناء پر حوض سے دُور کیے گئے' بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے زجر و توبیخ کی وجہ سے ان کو ہٹایا گیا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے' اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کا چہرہ اور ہاتھ پیر آثارِ وضوء سے سفید ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے ہوں یا بعد کے ہوں' اور آپ نے ان کو وضوء کی علامت سے پہچانا ہو۔

امام حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ جس شخص نے بھی دین میں کوئی بدعت نکالی وہ حوض سے دور کر دیا جائے گا' جیسے خوارج' روافض اور دیگر باطل فرقے اور ظالم' فاسق و فاجر اور علی الاعلان گناہ کبیرہ کرنے والے یہ سب وہ لوگ ہیں جن کے متعلق یہ خدشہ ہے کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا۔ (نعوذ باللہ منہم) (شرح مسلم مع صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶' کراچی)

شیخ عثمانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دور کیے جانے والوں میں تین احتمال ہیں: (۱) مرتدین (۲) تارکین سنت (۳) تارکین استقامت' اور ان تین میں سے پہلا قول مختار ہے' لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری ممات بھی تمہارے لیے خیر ہے' تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں' پس جو اچھا عمل ہوتا ہے میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو بُرا عمل ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ امام بزار نے اس حدیث کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷' کراچی' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴' بیروت' ۱۳۸۸ھ' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷۵' دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴) (یعنی جب آپ کو امت کے احوال معلوم ہوتے ہیں تو پھر آپ ان مرتدین کو ''اصیحابی'' کیوں فرمائیں گے؟) اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ پر امت کے اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں' پس کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے بُرا کام کیا یا اچھا کام کیا' اور کام کرنے والوں کی تعیین کیے بغیر اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ اس جواب کو علامہ وشتانی ابی مالکی نے ذکر کیا ہے لیکن یہ جواب مستبعد ہے' کیونکہ ابن مبارک نے ابن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ امت کو وضوء کے آثار اور ان کے اعمال سے پہچانیں گے' اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو ''اصیحابی'' کہہ کر نداء کرنا ان میں زیادہ حسرت اور عذاب پیدا کرنے کے لیے ہے' کیونکہ جب آپ ان کو ''اصیحابی'' کہہ کر نداء فرمائیں گے تو ان کو نجات کی اُمید ہو جائے گی اور جب ''سحقًا سحقًا'' فرمائیں گے تو اُمید ٹوٹ جائے گی اور اُمید بندھ کر پھر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا باعث ہے' اور فرشتوں کا یہ کہنا کہ انہوں نے دین کو بدل دیا تھا' یہ بھی ان کے عذاب میں زیادتی کا سبب ہے' علامہ زرقانی نے شرح المؤطا میں یہی جواب دیا ہے' (شیخ عثمانی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حدیث بزار کے سیاق و سباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' وہ امت اجابت ہے کیونکہ اچھے اعمال پر اللہ کی حمد کرنا اور بُرے اعمال پر استغفار کرنا انھی کے حق میں متصور ہے۔

شیخ عثمانی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حشر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرتدین کو نہیں پہچانا (یعنی ان کو مرتد نہیں جانا) تو کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ کو ان کا پہلے علم بھی نہیں تھا' آپ کو تو صرف اپنی امت کا علم تھا جن کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے تھے۔ رہے مرتد اور کافر تو ان کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے تھے' نہ آپ کو ان کا علم تھا' اب اگر اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حشر کے دن ان کے کفر اور ارتداد کا علم نہ ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے' اور اس کا حدیث عرض اعمال سے کوئی تعارض نہیں ہے۔
(فتح الملہم ج ۱ ص ۱۲۶ 'مکتبۃ الحجاز' کراچی)

مصنف کے نزدیک شیخ عثمانی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' جس شخص کو نور اور حیات کا علم ہو' وہ نور اور حیات کی نفی سے ظلمت اور موت کو جان لے گا' جب نبی ﷺ نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی علامات کو جان لیا تو آپ کے لیے کفر اور فسق کی علامات متعین ہو گئیں' یعنی جن لوگوں میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی علامات نہیں ہوں گی وہ کافر اور فاسق ہوں گے' خصوصاً جبکہ قرآن مجید میں کفر کی علامات بتا دی گئی ہیں کہ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے: ''یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ'' (آل عمران: ١٠٦) جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔ اور کفار بائیں طرف ہوں گے: ''وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ O'' (الواقعہ: ٩) اور بائیں طرف والے (بدبخت) کیا (ہی بُرے) ہیں بائیں طرف والے O مارے خوف کے کفار کی آنکھیں نیلی ہوں گی: ''وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا O'' (طٰہٰ: ١٠٢) اور اس دن ہم مجرموں کو ایسی حالت میں اُٹھائیں گے ان کی آنکھیں (خوف سے پتھرا کر) نیلگوں ہوں گی O کفار کے چہرے خاک آلود ہوں گے اور ان پر سیاہی چھائی ہو گی: ''وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ O تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ O اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ O'' (العبس: ٤٠-٤٢) کتنے منہ اس دن خاک آلود ہوں گے O ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہو گی O یہی لوگ کافر بدکار ہیں O اس دن کفار زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے: ''وَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ O'' (ابراہیم: ٤٩) اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ (ایک دوسرے کے ساتھ) زنجیروں میں جکڑے ہوں گے O ان نشانیوں سے کفار' منافقین اور مرتدین کسی شخص پر میدانِ حشر میں مشتبہ نہیں ہوں گے اور ہر شخص کو ان کا علم ہو گا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ'' (الرحمٰن: ٤١) اس دن مجرم اپنی صورتوں سے پہچانے جائیں گے۔ اس لیے شیخ عثمانی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کو صرف اپنی امت کا علم تھا اور کفار اور منافقین کا علم نہیں تھا' اس لیے آپ نے ان کو نہیں جانا۔

علاوہ ازیں یہاں اشکال تو اس وجہ سے ہے کہ آپ نے ان مرتدین کو ''اصیحابی'' فرمایا اور جب آپ پر اپنی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اپنی امت کو پہچانتے ہیں تو پھر آپ نے ان مرتدین کے متعلق ''میرے صحابہ'' کیسے فرمایا' نیز عرض اعمال کے علاوہ آپ کی امت کا چہرہ سفید ہو گا بلکہ وہ غرمحجل (جن کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید ہوں) ہوں گے وہ دائیں جانب ہوں گے' ان کی عبادات کا نور ان کے آگے آگے ہو گا' ان کے چہرے خوش و خرم ہوں گے' وہ اپنے رب کے دیدار میں محو ہوں گے' ان علامات سے قیامت کے دن کسی شخص کو بھی مؤمن اور کافر میں اشتباہ نہیں ہو گا اور ہر شخص کے نزدیک وہ متمیز ہوں گے' اس لیے یہ اشکال پیدا ہو گا کہ نبی ﷺ نے ان مرتدین کو ''اصیحابی'' میرے اصحاب کیسے فرمایا؟

اس لیے اس سوال کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ زرقانی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ کا پہلے ان کو ''اصیحابی'' فرمانا اس لیے تھا کہ ان کی اُمید قائم تھی اور بعد میں ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کی اُمید کو توڑ دیا اور اُمید بندھ کر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب ہوتا ہے' علامہ زرقانی نے دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پہلے منافقین کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا اور پھر ان کا نفاق ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا۔ اسی طرح ان منافقین کو پہلے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اور یہ بھی غرمحجل ہوں گے اور پھر ان کا نفاق اور ارتداد ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا جائے گا' لہٰذا نبی ﷺ کا ان کو ''اصیحابی'' فرمانا ان کے غرمحجل ہونے کے اعتبار سے ہے اور بعد میں ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کو اپنے حوض سے دُور کر دینا ایسے ہی ہے جیسے دنیا میں آپ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے منافقین کو مسجد نبوی سے نکال دیا تھا اور مرتدین پر یہ توجیہ اس طرح منطبق ہوتی ہے کہ مرتدین پہلے اسلام لائے اور پھر دین اسلام سے منحرف ہو گئے تو آپ کا ان کو ''اصیحابی '' فرمانا ان کے پہلے حال اسلام کے اعتبار سے ہے اور بعد میں ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کو حوض سے دور کر دینا ان کے ارتداد کی سزا ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ یہ توجیہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ منافقین کو ایک نور دیا جائے گا اور ان کی ضرورت کے وقت اس نور کو بجھا دیا جائے گا' پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہر ایمان کی وجہ سے ان کو نور عطا کیا تا کہ وہ اس سے دھوکا کھائیں اور ان کی ضرورت کے وقت پل صراط پر اس نور کو بجھا دیا' اسی طرح یہ مستبعد نہیں ہے کہ پہلے ان کے چہرے اور ہاتھ پیروں کو سفید کر کے غرّہ اور تحجیل کے ساتھ ان کا حشر کیا جائے اور آپ اس علامت کی وجہ سے ان کو ''اصیحابی '' فرمائیں اور جب ان کو حوض پر پانی پینے کی ضرورت ہو تو آپ ان کو ''سحقًا سحقًا'' فرما کر حوض سے دور کر دیں' اور اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں کو ان کے مکر کی یونہی جزاء دیتا ہے۔ (شرح الموطا للزرقانی ج ۱ ص ٦٠' مصر)

میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اگر عرض اعمال کی حدیث صحیح ہو' تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر وقت آپ کے ذہن میں وہ لوگ محفوظ رہیں' خاص طور پر حشر کے وقت بھی۔ (اوجز المسالک ج ۱ ص ٦٢' ھند)

یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کے ارتداد اور نفاق کا علم ہو لیکن محشر کی حشر سامانیوں کی بناء پر اس طرف توجہ نہ رہے' یہ جواب بھی صحیح اور درست ہے۔

شیخ تھانوی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم غیب کی نفی ثابت کرنے کے بیان میں لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ بعض امتیوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جائے گا: ''انك لا تدری ما احدثوا بعدك '' اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر ہے' آپ پر بعض کونیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء۔ (بسط البنان مع حفظ الایمان ص ۱۷' مکتبہ نعمانیہ' دیوبند)

تھانوی صاحب کی تصریح کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کے کفر اور ارتداد کا علم نہیں تھا' حالانکہ قرآن مجید کے مطابق میدانِ حشر میں کافروں اور مرتدوں کی علامات ہر شخص پر عیاں اور بیاں ہوں گی' ان کے چہرے کالے اور غبار آلود ہوں گے' آنکھیں پتھرائی ہوئی نیلگوں ہوں گی اور وہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں گے' اور ان کی علامات کی وجہ سے ان کی پہچان کا تعلق علم غیب کی بجائے علمِ شہادت سے ہوگا' اور میدانِ حشر میں موجود ہر شخص جان لے گا کہ کافر کون ہے اور مسلمان کون ہے' کس قدر حیرت کی بات ہے کہ علمِ رسالت کے انکار میں یہ لوگ اس قدر جری ہو گئے کہ علمِ غیب تو الگ رہا' اب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علمِ شہادت کی بھی نفی کرنے لگے!

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ العزیز نے بھی اس حدیث کی روشنی میں علم رسالت پر گفتگو کی ہے جس کو میں یہاں من وعن تبرکاً نقل کر رہا ہوں:

رہا قیامت کا واقعہ جس میں مذکور ہے کہ جماعت مرتدین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اصیحابی اصیحابی '' فرما کر بلائیں گے اور اس وقت آپ سے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم' انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور کو قیامت کے دن بھی بعض باتوں کا علم نہ ہوگا۔ یہ عجیب قسم کا شبہ ہے' جو حدیث مثبت علم ہو اس کو نفی میں پیش کیا جا رہا ہے۔ غور فرمایئے! یہ واقعہ قیامت کے دن ہوگا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پہلے بیان فرما رہے ہیں' علم نہ تھا تو بیان کیسے فرمایا۔

رہی یہ بات کہ پھر حضور سے یہ کیوں کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسلم شریف جلد ثانی، مطبوعہ مطبع انصاری، دہلی، ص ۲۴۹ میں منکرین کی یہی پیش کردہ حدیث بایں الفاظ موجود ہے:

"فیقال اما شعرت ما عملوا بعدك" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جائے گا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کام کیے۔

"ما شعرت" جملہ منفیہ پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہوا، نفی کا انکار اثبات ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث مبارکہ سے مرتدین کے اعمال کا علم حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ثابت ہوا۔ چونکہ واقعہ ایک ہے، صرف اس کی روایتوں میں تعدد ہے، اس لیے جب ایک روایت میں ہمزۂ استفہام مذکور ہو گیا تو ہر روایت میں اس کے معنی ملحوظ رہیں گے اور جس روایت میں وہ مذکور نہیں، وہاں محذوف ماننا پڑے گا، مثلاً "انك لا تدری" والی حدیث میں ہمزہ مذکور نہیں تو یہاں محذوف مانیں گے اور اصل عبارت یوں ہوگی کہ "أإنك لا تدری" کیا آپ نہیں جانتے!...... ورنہ حدیثوں میں تعارض ہوگا کیونکہ ہمزہ استفہام کا محذوف ہونا تو صحیح ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں محذوف ہے، حضرت ابراہیم کا مقولہ "هـذا ربی" میں مفسرین نے "اهـذا ربی" فرمایا ہے۔ یعنی کیا یہ میرا رب ہے لیکن اس کا زائد ہونا صحیح نہیں ہے۔

اگر "انك لا تدری" والی روایت میں ہمزہ استفہام محذوف نہ مانیں تو "امـا شعرت" والی روایت میں ہمزہ کو زائد ماننا پڑے گا جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا، خصوصاً جبکہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال علمی کی نفی ہوتی ہو۔

پھر یہ کہ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت کے تمام اچھے اور بُرے اعمال کا علم ہے، ترمذی شریف میں حدیث وارد ہے:

"عرضت علی اعمال امتی حسنها وقبیحها" میری امت کے تمام اچھے اور بُرے اعمال مجھ پر پیش کیے گئے۔

اب غور فرمایئے کہ مرتدین بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں داخل تھے، ان کا مرتد ہونا عمل قبیح ہے۔ اعاذنا اللّٰہ تعالٰی منه.

جب امت کے تمام اعمالِ حسنہ اور قبیحہ حضور کے سامنے پیش کیے گئے تو ان کا ارتداد جو عمل قبیح ہے، وہ بھی ضرور پیش ہوا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے عملوں کا علم نہ ہونا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث مذکور کے یہی معنی صحیح ہیں کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا عمل کیے۔ آپ کو معلوم تو ہے، پھر بھی آپ غلبۂ رحمت کے حال میں ان کو اپنی طرف لے جا رہے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جب کریم کو سخاوت کرنے کے لیے بٹھا دیا جائے تو اس وقت اس کے دریائے سخا میں ایسا جوش ہوتا ہے کہ دشمن کی دشمنی کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی اور وہ بے اختیار اپنے کرم کا دامن اس کی طرف پھیلا دیتا ہے اور جب اسے توجہ دلائی جائے تو اس وقت متوجہ ہوتا ہے۔

یہاں بالکل یہی معاملہ ہے۔

ساقیٔ کوثر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوضِ کوثر پر رونق افروز ہیں، اپنے غلاموں کو چھلکتے ہوئے جام پلا رہے ہیں۔ مرتدین کی جماعت ادھر سے گزرتی ہے، حضور کو ان کے عملوں کا پورا پورا علم ہے، مگر اس وقت دریائے جود و سخا موجزن اور شانِ رحمت کا ظہور اتم ہے، اس لیے ان کی بداعمالیوں کی طرف خیال مبارک جاتا ہی نہیں اور اپنے لطفِ عمیم اور کرمِ جسیم کے غلبہ حال میں بے اختیار فرما دیتے ہیں: "اصیحابی، اصیحابی"۔

لیکن جب توجہ دلائی جاتی ہے کہ "اما شعرت ما احدثوا بعدك" پیارے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیا کیا؟

پس فوراً توجہ مبارکہ ان کی بداعمالیوں کی طرف مبذول ہو جاتی ہے اور ارشاد فرماتے ہیں:

''سحقًا سحقًا'' انہیں دور لے جاؤ' دور لے جاؤ۔

طالب حق کے لیے اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لیے یہ بیان کافی ہے۔

(مقالات کاظمی ج ٢ ص ١٢٥۔ ١٢٣' مکتبہ فریدیہ ساہیوال' ١٣٩٧ھ)

٣٣٥٠- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَخِيْ عَبْدُالْحَمِيْدِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِ اٰزَرَ قَتَرَةٌ وَّغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ لَاتَعْصِنِيْ فَيَقُوْلُ اَبُوْهُ فَالْيَوْمَ لَا اَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ يَارَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَّنِيْ اَنْ لَّاتُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَاَيُّ خِزْيٍ اَخْزٰى مِنْ اَبِي الْاَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ يَا اِبْرَاهِيْمُ مَاتَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَاِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُّلْتَطِخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ.

[اطراف الحدیث: ٤٧٦٨-٤٧٦٩] (سنن کبریٰ للنسائی: ١١٣٧٥' المستدرک ج ٢ ص ٢٣٨' کنز العمال: ٣٢٢٩٢' مشکوٰۃ: ٥٥٣٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی عبدالحمید نے خبر دی از ابن ابی ذئب از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے (عرفی) باپ آزر سے قیامت کے دن ملاقات کریں گے اور آزر کے چہرے پر سیاہی اور گرد و غبار ہو گا' حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میری نافرمانی نہ کرو' ان کا (عرفی) باپ کہے گا: پس آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا' پس حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے: اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا تو اس سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہو گی کہ میرا (عرفی) باپ تیری رحمت سے بہت زیادہ دور ہے' پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے' پھر کہا جائے گا: اے ابراہیم! آپ کے پیروں کے نیچے کیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم دیکھیں گے تو وہاں ایک ذبح شدہ جانور خون میں لتھڑا ہوا پڑا ہو گا! پھر اس کے پاؤں کو پکڑ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

آزر کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کی توجیہ

حضرت ابراہیم کے عرفی باپ کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کا اس آیت میں ذکر ہے:

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۚ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○ (التوبہ: ١١٤)

اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو ابراہیم نے اس سے کیا تھا اور جب ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے' بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بہت بردبار تھے ○

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس اصول سے لاعلم نہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی مغفرت نہیں فرمائے گا' پھر انہوں نے آزر کی سفارش کیوں کی؟ نیز اس آیت میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر سے بیزار ہو گئے تھے' پھر وہ قیامت کے دن آزر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی شفاعت کیوں کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ سے آزر کے لیے جو دعا کریں گے اس سے آزر کی شفاعت کرنا مقصود نہیں ہوگا بلکہ اس دعا سے آزر کے سامنے یہ عذر پیش کرنا مقصود ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اللہ تعالیٰ سے ان کی شفاعت کر دی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ کافروں کو جنت میں داخل نہیں فرماتا اور اللہ تعالیٰ اپنے قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتا' سو تمہاری مغفرت ممکن ہی نہیں ہے' اگر تمہاری مغفرت ممکن ہوتی تو ضرور میری شفاعت سے تمہاری مغفرت ہو جاتی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آزر کے کفر اور شرک کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زندگی میں ہی اس سے بیزار ہو چکے تھے' لیکن قیامت کے دن کی ہولناکی اور میدانِ محشر کی دہشت سے آپ کا ذہن اس کے شرک اور کفر کی طرف متوجہ نہیں ہوگا اور آپ اس کی شفاعت کریں گے' پھر جب اللہ تعالیٰ آزر کے کفر اور شرک کو بجو کی صورت میں مسخ کر کے گندگی میں لتھڑا ہوا آپ کے پیروں میں ڈال دے گا تو پھر آپ کا ذہن اس کے شرک کی طرف متوجہ ہوگا اور جس طرح آپ اپنی زندگی میں اس سے بیزار ہوئے تھے' قیامت کے دن بھی اس سے بیزار ہو جائیں گے۔

٣٣٥١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَجَدَ فِيهِ صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ وَصُورَةَ مَرْيَمَ فَقَالَ أَمَا هُمْ فَقَدْ سَمِعُوا أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ هٰذَا إِبْرَاهِيمُ مُصَوَّرٌ فَمَا لَهُ يَسْتَقْسِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ بکیر نے ان کو حدیث بیان کی از کریب مولیٰ ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت مریم کی (مجسم) تصویر دیکھی تو آپ نے فرمایا: رہے یہ (قریش) لوگ تو انہوں نے یہ سنا ہوا ہے کہ فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں تصویر ہو اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی (مجسم) تصویر بنی ہوئی ہے' پس وہ فال کے تیر نہیں نکالتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٢- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى الصُّوَرَ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ حَتَّى أَمَرَ بِهَا فَمُحِيَتْ وَرَأَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِأَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ فَقَالَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهِ إِنِ اسْتَقْسَمَا بِالْأَزْلَامِ قَطُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ میں مجسم تصویریں دیکھیں تو آپ بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے' حتیٰ کہ آپ نے ان تصویروں کو مٹانے کا حکم دیا' سو وہ تصویریں مٹائی گئیں اور آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں میں فال نکالنے کے تیر دیکھے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کر دے! اللہ کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قسم! انہوں نے کبھی فال کے تیر نہیں نکالے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۵۳ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا عُبَیْدُاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَکْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقَاهُمْ فَقَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَیُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِیْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنَ خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا قَالَ اَبُوْاُسَامَةَ وَمُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۷۴۔۳۳۸۳۔۳۴۹۰۔۴۶۸۹] (صحیح مسلم: ۲۳۷۸' الرقم المسلسل: ۶۰۵۵' سنن دارمی: ۲۲۳' السنن الکبریٰ: ۱۱۲۴۹' صحیح ابن حبان: ۶۴۸' الادب المفرد: ۱۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۵۶۸۔ ج ۱۵ ص ۳۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! (اللہ کے نزدیک) سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ متقی ہو' صحابہ نے عرض کیا: ہم اس کے متعلق آپ سے سوال نہیں کر رہے' تو آپ نے فرمایا: وہ یوسف نبی اللہ ہیں جو ابن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں' صحابہ نے کہا: ہم آپ سے اس کے متعلق سوال نہیں کر رہے' آپ نے فرمایا: تم عرب کے معادن کے متعلق سوال کر رہے ہو' ان میں جو زمانۂ جاہلیت میں سب سے بہتر تھے وہ زمانۂ اسلام میں بھی سب سے بہتر ہیں جب وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔ ابواسامہ اور معتمر نے کہا از عبیداللہ از سعید از حضرت ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ اس حدیث میں خلیل اللہ کا ذکر ہے۔

سب سے زیادہ متقی' معادن اور فقہ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سب سے زیادہ معزز کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: جس کا تقویٰ سب سے زیادہ ہو' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ. (الحجرات: ۱۳) بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔

حدیث مذکور میں فرمایا: پس یوسف نبی اللہ ہیں' یعنی سب سے زیادہ مکرم اور مشرف حضرت یوسف علیہ السلام ہیں' کیونکہ جو اپنے رب عزوجل سے ڈرتا ہے وہ سب سے زیادہ معزز ہوتا ہے' کیونکہ خوف خدا اس کو عزت کے اسباب پر برانگیختہ کرتا ہے' اس لیے وہ خوف خدا کی وجہ سے اکثر مباحات سے بھی پرہیز کرتا ہے' چہ جائیکہ وہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔

اس حدیث میں معادن عرب کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: عرب کے وہ اجداد جن پر وہ فخر کرتے تھے' ان کو معادن جمع کے صیغہ سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ان کی صلاحیتیں مختلف ہیں۔ ان کو معادن سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ جس طرح معادن جواہر نفیسہ کا ظرف ہوتے ہیں' اسی طرح وہ اجداد علوم کا ظرف ہوتے ہیں' پھر اس میں یہ قید لگائی کہ جب وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں' کیونکہ جو شخص زمانۂ جاہلیت میں شریف ہے وہ اس شخص سے بہتر ہے جو زمانۂ جاہلیت میں شریف نہیں تھا' فقہ سے مراد علم ہے اور عرف میں اس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے مراد علم شریعت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۳۸ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٣٥٤ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنَا اَبُوْرَجَاءٍ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِى اللَّيْلَةَ 'اٰتِيَانِ فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ طَوِيْلٍ لَا اَكَادُ اَرٰى رَاْسَهٗ طُوْلًا فِى السَّمَآءِ وَاِنَّهٗ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَوْلُهٗ فَاَتَيْنَا اَىْ فَذَهَبَا بِىْ حَتّٰى اَتَيْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل نے حدیث بیان کی'انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے' سو ہم ایک طویل مرد کے پاس آئے' وہ اس قدر لمبے تھے کہ میں ان کا سر نہیں دیکھ سکا' وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٥ - حَدَّثَنِىْ بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَذَكَرُوْا لَهُ الدَّجَّالَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوْبٌ كَافِرٌ اَوْ كَ فَ رَ. قَالَ لَمْ اَسْمَعْهُ وَلٰكِنَّهٗ قَالَ اَمَّا اِبْرَاهِيْمُ فَانْظُرُوْا اِلٰى صَاحِبِكُمْ وَاَمَّا مُوْسٰى فَجَعْدٌ 'اٰدَمُ عَلٰى جَمَلٍ اَحْمَرَ مَخْطُوْمٍ بِخُلْبَةٍ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ انْحَدَرَ فِى الْوَادِىْ يُكَبِّرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از مجاہد' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے ان سے دجال کا ذکر کیا کہ اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا یا 'ک' 'ف' 'ر' لکھا ہوگا' حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے اس کو نہیں سنا' لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ رہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو تم اپنے پیغمبر کی طرف دیکھو اور رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ان کا جسم گٹھا ہوا ہے اور وہ گندم گوں رنگ کے ہیں' وہ سرخ اونٹ پر سوار تھے' اس کی ناک میں کھجور کی چھال کی مہار تھی' گویا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں' وہ اللہ اکبر کہتے ہوئے ایک وادی میں اتر رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۲ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِىُّ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُوْمِ. حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ بِالْقَدُوْمِ مُخَفَّفَةً تَابَعَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ وَتَابَعَهٗ عَجْلَانُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبدالرحمان القرشی نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقام قدوم میں اسّی (۸۰) سال کی عمر میں ختنہ کرایا۔ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی کہ القدوم بغیر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ.

[طرف الحدیث: ۶۲۹۸] (صحیح مسلم: ۲۳۷۰ الرقم المسلسل: ۶۰۳۹)

تشدید کے ہے عبدالرحمان بن اسحاق نے شعیب کی متابعت کی ہے از ابی الزناد اور عبدالرحمان بن اسحاق کی متابعت عجلان نے کی ہے از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس حدیث کو محمد بن عمرو نے از ابی سلمہ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں ہے۔

ختنہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اور ختنہ کے مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ختنے کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اسی سال تھی۔ قاضی عیاض نے کہا کہ امام مالک اور اوزاعی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی' اور اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی سال زندہ رہے' امام حبان نے اپنی صحیح میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی' ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم ایک سو ستر سال زندہ رہے۔

اس حدیث میں ''القدوم'' کا ذکر ہے' ''القدوم'' دال کی تشدید کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور بغیر تشدید کے بھی پڑھا گیا ہے' بغیر تشدید کے اس کا معنی ہے: لکڑی کاٹنے کی آری اور تشدید کے ساتھ اس کا معنی ہے: شام کی ایک بستی' اور بعض نے کہا ہے کہ ہر صورت میں اس کا معنی بستی ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کرایا تو ان کی اولاد میں ختنہ کرانا سنت ہو گیا' اور بنو اسرائیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک ختنہ کراتے رہے تھے اور عیسائیوں نے اس حکم کو بدل دیا' امام شافعی کے نزدیک ختنہ کرانا واجب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرانا سنت ہے اور بلوغ کے بعد ختنہ کرانا واجب ہو جاتا ہے' مستحب یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرایا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳۵۷- حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ تَلِیْدٍ الرُّعَیْنِیُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَكْذِبْ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَّا ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن تلید الرعینی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے جریر بن حازم نے خبر دی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۵۸- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمْ یَكْذِبْ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَّا ثَلٰثَ كَذَبَاتٍ ثِنْتَیْنِ مِنْهُنَّ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلُهٗ ﴿اِنِّیْ سَقِیْمٌ﴾ (الصافات: ۸۹) وَقَوْلُهٗ ﴿بَلْ فَعَلَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین ظاہری جھوٹ بولے تھے' ان میں سے دو تو اللہ عزوجل کی ذات کے متعلق تھے' ایک ان کا قول یہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كَبِيرُهُمْ هٰذَا﴾ (الانبياء:٦٣) وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ إِذْ أَتٰى عَلٰى جَبَّارٍ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ هَاهُنَا رَجُلًا مَّعَهُ امْرَأَةٌ مِّنْ أَحْسَنِ النَّاسِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَ أُخْتِي فَأَتٰى سَارَةَ قَالَ يَا سَارَةُ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرَكِ وَإِنَّ هٰذَا سَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي فَلَا تُكَذِّبِينِي فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهٖ فَأُخِذَ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَأُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتْ فَأُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ إِنَّكُمْ لَمْ تَأْتُونِي بِإِنْسَانٍ إِنَّمَا أَتَيْتُمُونِي بِشَيْطَانٍ فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّي فَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ مَهْيَمْ قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ أَوِ الْفَاجِرِ فِي نَحْرِهٖ وَأَخْدَمَ هَاجَرَ. قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ فَتِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ.

تھا کہ بے شک میں بیمار ہوں (الصافات:٨٠) دوسرا قول یہ تھا کہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہے (الانبیاء:٦٣) اور (تیسرا ظاہری جھوٹ یہ تھا) کہ ایک دن وہ اور حضرت سارہ ظالموں میں سے ایک ظالم بادشاہ (کے ملک میں) آئے' اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ بے شک یہاں ایک آدمی آیا ہے اور اس کے ساتھ ایسی عورت ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ حسین ہے' بادشاہ نے ان کی طرف کسی کو بھیجا اور اس عورت کے متعلق سوال کیا' پس پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا: یہ میری (دینی) بہن ہے' پھر حضرت ابراہیم حضرت سارہ کے پاس آئے اور کہا: اے سارہ! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مؤمن نہیں ہے اور اس نے مجھ سے سوال کیا ہے تو میں نے اس کو بتایا ہے کہ تم میری (دینی) بہن ہو' سو تم میری تکذیب نہ کرنا' ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا' جب وہ ان کے پاس گیا اور اپنے ہاتھ سے ان کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' پس اس نے کہا: آپ اللہ سے میرے لیے دعا کریں اور میں آپ کو کوئی ضرر نہیں دوں گا' حضرت سارہ نے اللہ سے دعا کی تو اس کا ہاتھ درست کر دیا گیا' اس نے دوسری بار ان کو پکڑا' وہ پھر اسی طرح مفلوج ہو گیا یا اس سے زیادہ' اس نے پھر کہا: آپ اللہ سے میرے لیے دعا کریں اور میں آپ کو ضرر نہیں دوں گا' حضرت سارہ نے دعا کی تو اس کو درست کر دیا گیا' پھر اس نے اپنے کسی محافظ کو بلایا اور کہا: تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے ہو تم تو میرے پاس جنیہ کو لائے ہو' پھر اس نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجَر بہ طور خادمہ دے دی' حضرت ابراہیم کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے ہاتھ کے اشارہ سے پوچھا: کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا: اللہ تعالیٰ نے کافر یا فاجر کی سازش کو اس کے اوپر اُلٹ دیا اور ھاجَر بہ طور خادمہ دے دی۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا: یہ تمہاری ماں ہیں' اے بارش کے بیٹو!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢١٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى أَوِ ابْنُ سَلَامٍ عَنْهُ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَعِيدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی یا ان سے ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أُمِّ شَرِيكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

کہا: ہمیں ابن جریج نے خبردی از عبدالحمید بن جبیر از سعید بن المسیب از حضرت اُم شریک رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام (کی آگ) پر پھونک مار رہی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٣٠٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:٨٢) قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ قَالَ لَيْسَ كَمَا تَقُولُونَ لَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ بِشِرْكٍ أَوَلَمْ تَسْمَعُوا إِلٰى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهِ ﴿يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ○﴾ (لقمان:١٣).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے باپ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا۔ (الانعام:٨٢) تو ہم نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے کون شخص ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا؟ آپ نے فرمایا: اس طرح نہیں ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو۔ "لم یلبسو ایمانھم بظلم" کا معنی ہے جس نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ نہیں ملایا۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ بنانا، بے شک شرک کرنا (سب سے) بڑا ظلم ہے ○ (لقمان:١٣)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٢ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابٌ ﴿يَزِفُّونَ﴾ اَلنَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ

"یَزِفُّون" (الصّٰفّٰت:٩٤) کا معنی ہے: دوڑ کر چلے

امام بخاری نے اس آیت کا ایک لفظ ذکر کیا ہے، پوری آیات حسب ذیل ہیں:

فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ○ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ○ فَرَاغَ إِلٰى آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ○ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ○ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ○ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ ○ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ○ (الصّٰفّٰت:٨٩-٩٥)

پس (ابراہیم نے) کہا: بے شک میں بیمار ہونے والا ہوں ○ تو وہ ان سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے ○ پھر (ابراہیم) ان کے معبودوں کی طرف خاموشی سے گئے، پس فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟ ○ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم بولتے نہیں ○ پھر چپکے سے جا کر ان کے دائیں ہاتھ پر کاری ضرب لگائی ○ تو لوگ ان کی طرف دوڑتے ہوئے آئے ○ (ابراہیم نے) کہا: تم ان بتوں کو پوجتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو ○

٣٣٦١ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا بِلَحْمٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَجْمَعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَیُسْمِعُهُمُ الدَّاعِیْ وَیُنْفِذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ مِنْهُمْ فَذَکَرَ حَدِیْثَ الشَّفَاعَةِ فَیَاْتُوْنَ اِبْرَاهِیْمَ فَیَقُوْلُوْنَ اَنْتَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَخَلِیْلُهٗ مِنَ الْاَرْضِ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ فَیَقُوْلُ فَذَکَرَ کَذَبَاتِهٖ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی مُوْسٰی تَابَعَهٗ اَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

بیان کی از ابی حیان از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت بھیجا گیا، پس آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین کو ایک میدان میں اس طرح جمع کرے گا کہ پکارنے والا سب کو اپنی بات سنا سکے گا اور سب کو دیکھ سکے گا، اور سورج ان کے قریب ہو جائے گا، پھر آپ نے شفاعت کی حدیث کا ذکر کیا، پس لوگ حضرت ابراہیم کے پاس آئیں گے، سو کہیں گے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور زمین والوں میں سے اللہ کے خلیل ہیں، آپ ہمارے لیے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجئے، پس حضرت ابراہیم اپنی ظاہری خلاف واقع باتوں کا ذکر کریں گے (اور) کہیں گے: مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، تم حضرت موسیٰ کی طرف جاؤ۔ حضرت ابوہریرہ کی متابعت حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کی ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳۴۰ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٢ - حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِیْدٍ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمٰعِیْلَ لَوْلَا اَنَّهَا عَجِلَتْ لَکَانَ زَمْزَمُ عَیْنًا مَّعِیْنًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن سعید ابوعبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی از والد خود از ایوب از عبداللہ بن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی ماں پر رحم فرمائے! اگر وہ جلدی نہ کرتیں (اور اس کے گرد منڈیر نہ بناتیں) تو زمزم ایک بہنے والا چشمہ (دریا) ہوتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۶۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٣ - قَالَ الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَمَّا کَثِیْرُ بْنُ کَثِیْرٍ فَحَدَّثَنِیْ قَالَ اِنِّیْ وَعُثْمَانُ ابْنُ اَبِیْ سُلَیْمَانَ جُلُوْسٌ مَّعَ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ فَقَالَ مَا هٰکَذَا حَدَّثَنِی ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلَ اِبْرَاهِیْمُ بِاِسْمَاعِیْلَ وَاُمِّهٖ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَهِیَ تُرْضِعُهٗ مَعَهَا شَنَّةٌ لَّمْ یَرْفَعْهُ ثُمَّ جَاءَ بِهَا اِبْرَاهِیْمُ وَبِابْنِهَا اِسْمَاعِیْلَ.

انصاری نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی، رہے کثیر بن کثیر سو انہوں نے مجھے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں اور عثمان بن ابی سلیمان، سعید بن جبیر کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح حدیث نہیں بیان کی، انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیٰ علیہ السلام، حضرت اسماعیل اور ان کی ماں علیہا السلام کو لے کر آئے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلا رہی تھیں، ان کے ساتھ ایک پرانی مشک تھی، حضرت ابن عباس نے اس حدیث کو مرفوع بیان نہیں کیا، پھر حضرت ابراہیم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علیہ السلام ان کو اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل کو لے کر آئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۶۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٤- وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِيْ وَدَاعَةَ يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَوَّلَ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ اُمِّ اِسْمَاعِيْلَ اِتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لِّتُعَفِّيَ اَثَرَهَا عَلٰى سَارَةَ ثُمَّ جَاءَ بِهَا اِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا اِسْمٰعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهٗ حَتّٰى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي اَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ وَّلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَّسِقَاءً فِيْهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفّٰى اِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ فَقَالَتْ يَا اِبْرَاهِيْمُ اَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِي الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ مِرَارًا وَّجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهٗ اَللّٰهُ الَّذِيْ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ اِذَنْ لَّا يُضَيِّعُنَا. ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِيْمُ حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهٗ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ ﴿رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ حَتّٰى بَلَغَ يَشْكُرُوْنَ﴾ (ابراہیم:٣٧) وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمَاعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَوّٰى اَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْاَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ایوب السختیانی اور کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعہ ان میں سے ایک دوسرے پر اضافہ کرتا تھا از سعید بن جبیر انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ سب سے پہلے عورتوں میں کمر پر پٹی باندھنے کا رواج حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے چلا ہے سب سے پہلے انہوں نے کمر میں پٹی اس لیے باندھی تھی تا کہ ان کے نشانات کو حضرت سارہ نہ پا سکیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر آئے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلا رہی تھیں حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو بیت اللہ کے پاس ایک گھنے درخت کے نیچے بٹھا دیا وہ اس جگہ تھا جہاں زمزم ہے مسجد کی بلند جانب میں اور ان دنوں مکہ میں کوئی نہیں تھا نہ وہاں پانی تھا پس حضرت ابراہیم نے ان کو وہاں بٹھا دیا اور ان کے پاس ایک تھیلا رکھ دیا جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشک رکھ دی جس میں پانی تھا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پیٹھ موڑ کر روانہ ہوئے پس حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں ان کے پیچھے گئیں پس کہا: اے ابراہیم! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اور ہم کو ایسی وادی میں چھوڑ رہے ہیں جس میں کوئی انسان ہے نہ کوئی اور چیز ہے حضرت ھاجرہ نے یہ بات کئی مرتبہ کہی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے تب حضرت ھاجرہ نے یہ کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا: ہاں! حضرت ھاجرہ نے کہا: تب اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع ہونے نہیں دے گا پھر وہ لوٹ گئیں پس حضرت ابراہیم روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب وہ ثنیہ (پہاڑی) پر پہنچے جہاں سے لوگ ان کو نہیں دیکھ رہے تھے تو انہوں نے بیت اللہ کی طرف اپنا چہرہ کیا پھر انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ دعا کی اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے: اے ہمارے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ.

رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جو بنجر (بے آباد) ہے تیرے حرمت والے گھر کے پاس! یہ دعا انہوں نے "یشکرون" تک پڑھی حضرت اسماعیل کی ماں حضرت اسماعیل کو دودھ پلاتی تھیں اور (مشک سے) پانی پیتی تھیں حتیٰ کہ جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو وہ بھی پیاسی رہیں اور ان کا بیٹا بھی پیاسا رہا وہ اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہی تھیں جو (پیاس کی شدت سے) مضطرب ہو رہا تھا یا (راوی نے) کہا: وہ زمین پر بل کھا رہا تھا وہ اس کی طرف دیکھنے سے آزردگی کی وجہ سے وہاں سے ہٹ گئیں انہوں نے دیکھا کہ ان کے نزدیک ترین صفا پہاڑ ہے وہ اس پر کھڑی ہو گئیں پھر وہ وادی کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی انسان دکھائی دے سو انہوں نے کسی کو نہیں دیکھا پھر وہ صفا پہاڑ سے اُتریں حتیٰ کہ جب وہ وادی میں پہنچیں تو انہوں نے اپنی قمیص کے دامن کو اٹھایا (تاکہ اس سے نہ اُلجھیں) پھر کسی بے کل انسان کی طرح پوری قوت کے ساتھ دوڑیں حتیٰ کہ وادی سے نکل گئیں پھر مروہ پہاڑ پر آئیں پھر اس پر کھڑی ہو گئیں اور دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آئے پس انہیں کوئی نظر نہیں آیا پس انہوں نے اسی طرح سات بار کیا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيْدُ نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ اَيْضًا فَقَالَتْ قَدْ اَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غُوَاثٌ فَاِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ اَوْقَالَ بِجَنَاحِهٖ حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهٗ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِيْ سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: اسی کی اتباع میں لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑتے ہیں۔ (ساتویں بار) جب انہوں نے مروہ پر چڑھ کر جھانکا تو انہوں نے ایک آواز سنی: انہوں نے کہا: خاموش! یہ انہوں نے اپنے آپ سے کہا انہوں نے پھر دوبارہ آواز سنی تو انہوں نے کہا: تم نے اپنی آواز سنا دی ہے اگر تمہارے پاس کوئی مدد ہے (تو مدد کرو) اچانک جس جگہ زمزم ہے وہاں ایک فرشتہ تھا اس نے اپنی ایڑی سے گڑھا کیا۔ حضرت ابن عباس نے کہا: یا اس نے اپنے پَر سے گڑھا کیا حتیٰ کہ پانی نکل آیا۔ وہ اس پانی کو جمع کرنے لگیں اور اپنے ہاتھ سے اس کو اس طرح (حوض کی شکل میں) بنانے لگیں اور چلّو سے پانی لے کر اس کو اپنی مشک میں ڈالنے لگیں اور چلّو سے پانی لینے کے بعد وہاں چشمہ اُبل پڑا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِیْلَ لَوْتَرَکَتْ زَمْزَمَ اَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَکَانَتْ زَمْزَمُ عَیْنًا مَّعِیْنًا قَالَ فَشَرِبَتْ وَاَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَکُ لَا تَخَافُوا الضَّیْعَةَ فَاِنَّ هٰهُنَا بَیْتَ اللّٰهِ یَبْنِیْهِ هٰذَا الْغُلَامُ وَاَبُوْهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَهْلَهٗ وَکَانَ الْبَیْتُ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْاَرْضِ کَالرَّابِیَةِ تَاْتِیْهِ السُّیُوْلُ فَتَاْخُذُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَشِمَالِهٖ فَکَانَتْ کَذٰلِکَ حَتّٰی مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِّنْ جُرْهُمَ اَوْ اَهْلُ بَیْتٍ مِّنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِیْنَ مِنْ طَرِیْقِ کَدَاءٍ فَنَزَلُوْا فِیْ اَسْفَلِ مَکَّةَ فَرَاَوْا طَائِرًا عَائِفًا فَقَالُوْا اِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَیَدُوْرُ عَلٰی مَاءٍ لَّعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِیْ وَمَا فِیْهِ مَاءٌ فَاَرْسَلُوْا جَرِیًّا اَوْجَرِیَّیْنِ فَاِذَا هُمْ بِالْمَاءِ فَرَجَعُوْا فَاَخْبَرُوْهُمْ بِالْمَاءِ فَاَقْبَلُوْا قَالَ وَاُمُّ اِسْمٰعِیْلَ عِنْدَ الْمَاءِ فَقَالُوْا اَتَاْذَنِیْنَ لَنَا اَنْ نَّنْزِلَ عِنْدَکِ فَقَالَتْ نَعَمْ وَلٰکِنْ لَّا حَقَّ لَکُمْ فِی الْمَاءِ قَالُوْا نَعَمْ.

حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی ماں پر رحم فرمائے! اگر وہ اس کو یوں ہی چھوڑ دیتیں تو وہ بہتا ہوا چشمہ (دریا) ہوتا' یا فرمایا: اگر وہ پانی کے چلّو نہ بھرتیں تو زمزم بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا: انہوں نے پانی پیا اور اپنے بچہ کو دودھ پلایا' پس ان سے فرشتہ نے کہا: آپ لوگ اپنے ضائع ہونے کا خوف نہ کریں کیونکہ اسی جگہ یہ لڑکا اور اس کا والد بیت اللہ بنائیں گے' اور بے شک اللہ اپنے (خاص) بندوں کو ضائع نہیں کرتا اور بیت اللہ کی جگہ ٹیلہ کی طرح زمین سے بلند تھی' سیلاب اس کے دائیں اور بائیں سے زمین کاٹ کر لے جاتا تھا' یوں ہی وقت گزرتا رہا' حتیٰ کہ وہاں سے جُرہم کا قافلہ گزرا یا جُرہم کے گھر والے گزرے' وہ مقام کداء (بلند جگہ) کے راستے سے آ رہے تھے' پھر وہ مکہ کے نشیب میں اتر کر ٹھہرے' انہوں نے چند پرندوں کو اُڑتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ پرندے پانی کے گرد چکر لگا رہے ہیں' ہم اس وادی میں پہلے ٹھہرے تھے اور اس وقت یہاں پر بالکل پانی نہیں تھا' پس انہوں نے اپنا ایک آدمی یا دو آدمی بھیجے تو انہوں نے واقعی وہاں پانی دیکھا' وہ واپس آئے اور ان کو پانی کی خبر دی' پھر وہ لوگ وہاں آئے' راوی نے کہا: اور حضرت اسماعیل کی ماں پانی کے پاس بیٹھی تھیں' تو انہوں نے پوچھا: کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے پاس ٹھہر جائیں' انہوں نے کہا: ہاں! لیکن تمہارا پانی میں کوئی حق نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَلْفٰی ذٰلِکَ اُمَّ اِسْمَاعِیْلَ وَهِیَ تُحِبُّ الْاِنْسَ فَنَزَلُوْا وَاَرْسَلُوْا اِلٰی اَهْلِیْهِمْ فَنَزَلُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِهَا اَهْلُ اَبْیَاتٍ مِّنْهُمْ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِیَّةَ مِنْهُمْ وَاَنْفَسَهُمْ وَاَعْجَبَهُمْ حِیْنَ شَبَّ فَلَمَّا اَدْرَکَ زَوَّجُوْهُ اِمْرَاَةً مِّنْهُمْ وَمَاتَتْ اُمُّ اِسْمَاعِیْلَ فَجَاءَ اِبْرَاهِیْمُ بَعْدَ مَاتَزَوَّجَ اِسْمَاعِیْلُ یُطَالِعُ تَرِکَتَهٗ فَلَمْ یَجِدْ اِسْمَاعِیْلَ فَسَاَلَ اِمْرَاَتَهٗ عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ یَبْتَغِیْ لَنَا ثُمَّ سَاَلَهَا

حضرت ابن عباس نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت اسماعیل کو لوگ مل گئے اور وہ (حضرت ھاجر) انسانوں کا قرب پسند کرتی تھیں' پس وہ لوگ وہاں ٹھہر گئے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو بھی بلا لیا' پس وہ بھی وہاں ٹھہر گئے حتیٰ کہ وہاں ان کے کئی گھر آباد ہو گئے اور حضرت اسماعیل جوان ہو گئے اور انہوں نے ان سے عربی زبان سیکھ لی' حضرت اسماعیل جب جوان ہوئے تو وہ جُرہم میں سب سے زیادہ حسین اور خوب صورت تھے' پس انہوں نے اپنی ایک عورت کی ان سے شادی کر دی' حضرت اسماعیل کی والدہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ فَشَكَتْ إِلَيْهِ قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا فَقَالَ هَلْ جَاءَكُمْ مِّنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ. وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَا فِي جَهْدٍ وَّشِدَّةٍ قَالَ فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ وَّأَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ مَاطَعَامُكُمْ قَالَتِ اللَّحْمُ قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتِ الْمَاءُ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَّلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَالَهُمْ فِيهِ قَالَ فَهُمَا لَايَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ.

فوت ہوگئیں' حضرت اسماعیل کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم اپنے چھوڑے ہوئے لوگوں کو دیکھنے کے لیے آئے' تو آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا' پس آپ نے ان کی بیوی سے ان کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا: وہ ہماری روزی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں' پھر حضرت ابراہیم نے اس سے ان کی معاشی حالت اور گزارے کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا: ہم بُری حالت میں ہیں' اور کہا: ہم بہت تنگی اور سختی میں ہیں اور ان سے شکایت کی' حضرت ابراہیم نے کہا: جب تمہارا خاوند آ جائے تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو تبدیل کر لیں' پس جب حضرت اسماعیل آئے تو گویا انہوں نے کوئی مانوس خوشبو محسوس کی' سو پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا' ان کی بیوی نے کہا: ہمارے پاس اس طرح' اس طرح کے ایک بوڑھے آئے تھے' انہوں نے ہم سے آپ کے متعلق سوال کیا' تو میں نے ان کو بتایا اور انہوں نے مجھ سے پوچھا: تمہارے معاشی حالات کیسے ہیں تو میں نے ان کو بتایا کہ ہم بہت تنگی اور سختی میں ہیں' حضرت اسماعیل نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں کوئی اور وصیت کی؟ اس نے کہا: انہوں نے آپ کو سلام کہنے کے لیے کہا اور یہ کہا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل لیں' حضرت اسماعیل نے کہا: وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو الگ کر دوں' تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ' پھر حضرت اسماعیل نے اس کو طلاق دے دی اور بنو جرہم کی ایک دوسری لڑکی سے شادی کر لی' پھر جب تک اللہ کو منظور ہوا حضرت ابراہیم رُکے رہے' پھر ان کے پاس گئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا' پس وہ ان کی بیوی کے پاس گئے اور ان کی بیوی سے حضرت اسماعیل کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا: وہ ہماری روزی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں' حضرت ابراہیم نے پوچھا: تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور ان کی معاشی حالت اور گزارے کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا: ہم بہت اچھے حال اور کشادگی میں ہیں' اور اس نے اللہ تعالیٰ کی بہت حمد و ثناء کی' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے کھانے کے متعلق دریافت کیا تو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس نے بتایا: ہم گوشت کھاتے ہیں' پھر حضرت ابراہیم نے ان کے مشروب کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا: ہم پانی پیتے ہیں' پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دنوں ان کے ہاں اناج اور غلہ نہیں ہوتا تھا' اور اگر ان کے ہاں اناج ہوتا تو آپ اس کے لیے بھی دعا فرماتے' آپ نے فرمایا: صرف گوشت اور پانی پر زندگی گزارنا مکہ مکرمہ کے علاوہ اور کسی جگہ کے موافق نہیں تھا۔

قَالَ فَاِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيْهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهٖ فَلَمَّا جَاءَ اِسْمَاعِيْلُ قَالَ هَلْ اَتَاكُمْ مِّنْ اَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ اَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَاَثْنَتْ عَلَيْهِ فَسَاَلَنِيْ عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَسَاَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّا بِخَيْرٍ قَالَ فَاَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ هُوَ يَقْرَاُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَاْمُرُكَ اَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ اَبِيْ وَاَنْتِ الْعَتَبَةُ اَمَرَنِيْ اَنْ اُمْسِكَكِ ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِسْمَاعِيْلُ يَبْرِيْ نَبْلًا لَّهٗ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيْبًا مِّنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَاٰهُ قَامَ اِلَيْهِ فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ يَا اِسْمٰعِيْلُ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ بِاَمْرٍ قَالَ فَاصْنَعْ مَا اَمَرَكَ رَبُّكَ قَالَ وَتُعِيْنُنِيْ قَالَ وَاُعِيْنُكَ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَبْنِيَ هٰهُنَا بَيْتًا وَّاَشَارَ اِلٰى اَكَمَةٍ مُّرْتَفِعَةٍ عَلٰى مَا حَوْلَهَا قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ فَجَعَلَ اِسْمَاعِيْلُ يَاْتِيْ بِالْحِجَارَةِ وَاِبْرَاهِيْمُ يَبْنِيْ حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهٗ لَهٗ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِيْ وَاِسْمٰعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُوْلَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝﴾ قَالَ فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتّٰى يَدُوْرَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُوْلَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝﴾ (البقرہ:١٢٧)

حضرت ابراہیم نے اس سے فرمایا: جب تمہارے شوہر آئیں تو ان کو میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو قائم رکھیں' جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو انہوں نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی شخص آیا تھا؟ تو ان کی بیوی نے کہا: ایک خوب صورت بزرگ آئے تھے اور اس نے ان کی تعریف کی' انہوں نے آپ کے متعلق پوچھا تو میں نے ان کو بتا دیا' انہوں نے پوچھا: تمہاری زندگی کیسی گزر رہی ہے تو میں نے ان کو بتایا کہ ہم بہت اچھے حال میں ہیں۔ حضرت اسماعیل نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت کی؟ اس نے کہا: ہاں! انہوں نے آپ کو سلام کیا تھا اور آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھیں۔ حضرت اسماعیل نے فرمایا: وہ میرے والد ہیں اور تم دروازہ کی چوکھٹ ہو' انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اپنے نکاح میں برقرار رکھوں' پھر جتنا عرصہ اللہ کو منظور ہوا' اتنا عرصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے دور ٹھہرے رہے' پھر حضرت ابراہیم اس کے بعد آئے' اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک گھنے درخت کے نیچے اپنا تیر درست کر رہے تھے' جب حضرت اسماعیل نے حضرت ابراہیم کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور جس طرح باپ بیٹے اور بیٹا باپ سے ملتا ہے' اسی طرح وہ دونوں ایک دوسرے سے ملے' پھر حضرت ابراہیم نے کہا: اے اسماعیل! بے شک اللہ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے' حضرت اسماعیل نے کہا: آپ کے رب نے جو آپ کو حکم دیا ہے' آپ اس کام کو کیجئے' حضرت ابراہیم نے پوچھا: تم میری مدد کرو گے؟ حضرت اسماعیل نے کہا: میں آپ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی مدد کروں گا' حضرت ابراہیم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں یہاں پر ایک گھر بناؤں اور انہوں نے ایک بلند ٹیلہ اور اس کے ارد گرد کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا: پس اس وقت ان دونوں نے بیت اللہ کی بنیادیں بلند کیں' پس حضرت اسماعیل پتھر لے کر آتے تھے اور حضرت ابراہیم تعمیر کرتے تھے' حتیٰ کہ جب اس کی دیوار بلند ہوگئی تو حضرت اسماعیل اس پتھر کو لے کر آئے اور اس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم تعمیر کرنے لگے' حضرت اسماعیل انہیں پتھر لالا کر دیتے تھے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب! اس کو ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے O (البقرہ:١٢٧) حضرت ابن عباس نے بتایا: وہ دونوں تعمیر کرتے رہے اور اس کے گرد طواف کرتے رہے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے رہے: اے ہمارے رب! اس کو ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے O (البقرہ: ١٢٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٦٨ میں گزر چکی ہے' مگر وہاں چند سطروں کی مختصر حدیث ہے اور یہاں پر مفصل حدیث ہے۔

"منطقه" کا معنی اور اس کے استعمال کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے عورتوں میں کمر پر پٹی باندھنے کا رواج حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے چلا ہے۔

اس پٹی کو عربی میں "منطقه" کہتے ہیں' اور اس حدیث میں یہی لفظ ہے" منطقه" اس چیز کو کہتے ہیں جس کو کمر پر تہبند کے اوپر باندھا جاتا ہے' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت سارہ نے حضرت ھاجَر' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی تھیں' پھر وہ حضرت اسماعیل کی حاملہ ہوگئیں' جب حضرت اسماعیل پیدا ہو گئے تو حضرت سارہ کو ان پر غیرت آئی اور انہوں نے قسم کھائی کہ وہ حضرت ھاجَر کے تین اعضاء کاٹ ڈالیں گی' تب حضرت ھاجَر نے اپنی کمر پر "منطقه" باندھ لیا اور اپنی قمیص کے دامن کو لمبا چھوڑ دیا' تاکہ ان کے قدموں کے نشانات حضرت سارہ سے مخفی رہیں' حدیث میں جو مذکور ہے: تاکہ ان کے نشانات کو حضرت سارہ نہ پا سکیں' اس کا یہی مطلب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے حضرت ھاجَر کی سفارش کی اور فرمایا کہ آپ اپنی قسم اس طرح پوری کر لیں کہ ھاجَر کے کانوں میں سوراخ کر دیں۔

غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کا ثبوت اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عربی میں کلام کرنے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ھاجَر نے آواز سن کر کہا: اگر تمہارے پاس کوئی مدد ہے تو میری مدد کرو' اسی طرح حدیث:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اغث ان کان عندك خیر. اگر تمہارے پاس کوئی خیر ہے تو مدد کرو۔

حدیث کے اس جملہ میں یہ دلیل ہے کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا مطلقاً شرک نہیں ہے' شرک اس وقت ہوتا ہے جب جس سے مدد طلب کی جائے اس کو مدد کرنے میں مستقل بالذات اعتقاد کیا جائے' اور حضرت ھاجر اور دیگر متقدمین نے جو غیر اللہ سے مدد طلب کی ہے' انہوں نے جس سے مدد طلب کی اس کو مستقل بالذات نہیں اعتقاد کیا' بلکہ ان کا یہی اعتقاد تھا کہ وہ خدا کی دی ہوئی طاقت سے مدد کرتے ہیں' اصل اور حقیقی مدد کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ مقربین اللہ تعالیٰ کی مدد کے مظہر ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جرھم سے عربی سیکھ لی' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیل نے عربی زبان میں کلام کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حاکم کی روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی میں کلام کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پہلی بیوی کا نام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جرھم نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت کے ساتھ حضرت اسماعیل کی شادی کر دی۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے: اس عورت کا نام جداعہ بنت سعد تھا' اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس کا نام عمارۃ بنت سعد بن اسامہ تھا۔

حضرت اسماعیل کی والدہ فوت ہو گئیں' عطاء بن السائب نے بیان کیا ہے: پس حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے اور حضرت ھاجر فوت ہو چکی تھیں' اس وقت ان کی عمر نوے سال تھی' حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان کو اس جگہ دفن کیا جہاں اب حطیم ہے۔

اس کی تحقیق کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چھوڑے ہوئے لوگوں کو دیکھنے کے لیے آئے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے' کیونکہ حضرت ابراہیم کے بیٹے کو اس وقت ذبح کرنے کا حکم دیا تھا جب وہ دوڑنے کے قابل ہوئے تھے اور اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل کو اس وقت چھوڑ کر گئے تھے جب وہ دودھ پیتے تھے اور لوٹ کر اس وقت آئے جب ان کی شادی ہو چکی تھی' پس اگر حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہوتا تو حضرت ابراہیم ان کے دودھ پینے کے زمانہ اور ان کی شادی کے زمانہ کے درمیان آتے' جب وہ لڑکپن میں دوڑنے کی عمر کو پہنچے تھے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍO فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَO (الصّٰفّٰت: ١٠٢۔١٠١)

تو ہم نے انہیں حلم والے لڑکے کی بشارت دیO پس جب وہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! بے شک میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں' تو اب غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے عرض کی کہ اے ابا جان! آپ وہی کام کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے' آپ ان شاء اللہ! مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گےO

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچپن کی عمر میں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور صحیح بخاری کی اس حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے بیٹے سے ملاقات ان کے دودھ پینے کے زمانہ کے بعد اس وقت ہوئی جب ان کی شادی ہو چکی تھی تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبیح حضرت اسحاق ہیں نہ کہ حضرت اسماعیل علیہما السلام۔

علامہ کرمانی نے اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دودھ پینے کے زمانہ سے لے کر ان کی شادی تک کے درمیان میں ان سے ملنے نہیں آئے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ اس حدیث میں ان کے درمیان میں آنے کی بالکل نفی نہیں ہے بلکہ حدیث میں ان کے بار بار آنے کا ذکر ہے کیونکہ حضرت ابوجہم سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر مہینہ براق پر سوار ہو کر حضرت ھاجَر سے ملنے کے لیے آتے تھے' وہ صبح مکہ میں پہنچ جاتے اور شام کو واپس اپنے گھر میں پہنچ جاتے تھے۔ مصنف کے نزدیک پیغمبر کی سیرت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کرتے رہیں اور یہ ان کی سیرت سے بہت بعید ہے کہ وہ دودھ پیتے بچے کو چھوڑ جائیں' پھر اپنی اہلیہ کی وفات اور اپنے بیٹے کی شادی کے بعد ان سے ملنے کے لیے آئیں۔

باپ کے حکم سے بیوی کو طلاق دینے کا وجوب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان سے کہنا وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کر لیں۔

حضرت اسماعیل نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو الگ کر دوں' لہٰذا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر باپ حکم دے تو بیٹے کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

سو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس کو طلاق دے دی اور بنو جرھم کی دوسری لڑکی سے شادی کر لی۔

علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ اس (دوسری) لڑکی کا نام سامہ بنت مھلھل تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام عاتکہ تھا' اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

بیٹے کا باپ سے ملنے کا طریقہ اور تعمیر کعبہ کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اسماعیل' حضرت ابراہیم سے اس طرح ملے جس طرح بیٹا باپ اور باپ بیٹے سے ملتا ہے۔

یعنی ان کو گلے لگایا اور مصافحہ کیا اور ان کے ہاتھ چومے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے ایک کام کا حکم دیا ہے' کیا تم اس میں میری مدد کرو گے' یعنی کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا ہے' جس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا' اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی اور اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیس سال تھی۔

حضرت ابوجہم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی بنیادوں پر کعبہ کی بنیاد اٹھائی تھی' اس کا طول نو ہاتھ تھا اور زمین میں اس کا عرض تیس ہاتھ تھا اور انہوں نے حطیم کو کعبہ میں داخل رکھا تھا' انہوں نے پتھر ایک دوسرے پر رکھ کر کعبہ کی دیواریں بنائیں اور اس کی چھت نہیں بنائی' اس کا ایک دروازہ بنایا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷ ۵۴' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۶ ۳-۳۵۲)

٣٣٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَانَ بَيْنَ اِبْرَاهِيْمَ وَبَيْنَ اَهْلِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر عبدالملک بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن نافع نے حدیث بیان کی از کثیر بن کثیر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ما كان خرج باسماعيل وام اسمعيل ومعهم شنة فيها ماء فجعلت ام اسماعيل تشرب من الشنة فيدر لبنها على صبيها حتى قدم مكة فوضعها تحت دوحة ثم رجع ابراهيم الى اهله فاتبعته ام اسمعيل حتى لما بلغوا كداء نادته من ورائه يا ابراهيم الى من تتركنا قال الى الله قالت رضيت بالله قال فرجعت فجعلت تشرب من الشنة ويدر لبنها على صبيها حتى لما فني الماء قالت لو ذهبت فنظرت لعلي احس احدا قال فذهبت فصعدت الصفا فنظرت ونظرت هل تحس احدا فلم تحس احدا فلما بلغت الوادي سعت واتت المروة ففعلت ذلك اشواطا ثم قالت لو ذهبت فنظرت ما فعل تعني الصبي فذهبت فنظرت فاذا هو على حاله كانه ينشغ للموت فلم تقرها نفسها فقالت لو ذهبت فنظرت لعلي احس احدا فذهبت فصعدت الصفا فنظرت ونظرت فلم تحس احدا حتى اتمت سبعا ثم قالت لو ذهبت فنظرت ما فعل فاذا هي بصوت فقالت اغث ان كان عندك خير فاذا جبريل قال فقال بعقبه هكذا وغمز عقبه على الارض قال فانبثق الماء فدهشت ام اسماعيل فجعلت تحفر قال فقال ابو القاسم صلى الله عليه وسلم لو تركته كان الماء ظاهرا قال فجعلت تشرب من الماء ويدر لبنها على صبيها قال فمر ناس من جرهم ببطن الوادي فاذا هم بطير كانهم انكروا ذاك وقالوا مايكون الطير الا على ماء فبعثوا رسولهم فنظر فاذا هم بالماء فاتاهم فاخبرهم فاتوا اليها فقالوا يا ام اسمعيل اتاذنين لنا ان نكون معك او نسكن معك فبلغ ابنها فنكح فيهم امراة قال ثم انه بدا لابراهيم صلى الله عليه وسلم فقال لاهله انى مطلع تركتي قال فجاء فسلم فقال اين اسماعيل فقالت امراته ذهب يصيد قال قولي له اذا جاء غير عتبة بابك فلما

انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت ابراہیم اور ان کی اہلیہ کے درمیان جو ہوا سو ہوا' تو حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل اور حضرت اسماعیل کی والدہ کو لے کر نکلے' اور ان کے ساتھ ایک مشک تھی جس میں پانی تھا' پس حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں اس مشک سے پانی پیتی تھیں اور اپنے بچے کو دودھ پلاتی تھیں' حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ میں آئے' پس انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کو ایک گھنے درخت کے نیچے ٹھہرایا' پھر حضرت ابراہیم اپنے گھر کی طرف لوٹ گئے' حضرت اسماعیل کی ماں نے ان کا پیچھا کیا' حتیٰ کہ جب وہ مقامِ کداء پر پہنچے تو انہوں نے ان کو پیچھے سے آواز دی: اے ابراہیم! آپ ہمیں کس پر چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضرت ابراہیم نے کہا: اللہ (کے سہارے) پر' حضرت اسماعیل کی والدہ نے کہا: میں اللہ پر راضی ہوں' حضرت ابن عباس نے بتایا: پھر وہ لوٹ آئیں' پس وہ مشک سے پانی پیتیں اور اپنے بچے کو دودھ پلاتیں' حتیٰ کہ جب پانی ختم ہو گیا تو انہوں نے اپنے دل میں کہا: اگر میں جاؤں اور اِدھر اُدھر دیکھوں' شاید میں کسی شخص کو پالوں' حضرت ابن عباس نے بتایا: پھر وہ گئیں اور صفا پہاڑ پر چڑھیں' پس انہوں نے دیکھا اور دیکھا کہ شاید وہ کسی کو پالیں' پس انہوں نے کسی کو نہیں پایا' پھر جب وہ وادی میں پہنچیں تو پھر وہ دوڑیں اور مروہ پر آئیں' پھر انہوں نے کئی بار چکر لگائے' پھر انہوں نے دل میں کہا: اگر میں جاؤں' پس دیکھوں کہ بچہ کیا کر رہا ہے! پھر وہ گئیں اور دیکھا تو بچہ اپنے حال پر تھا' گویا وہ تکلیف کی شدت سے موت کے لیے تڑپ رہا تھا' وہ پھر بے قرار ہوئیں اور انہوں نے دل میں کہا: پھر دیکھوں شاید کوئی نظر آئے' وہ پھر گئیں اور صفا پہاڑ پر چڑھیں' پس انہوں نے دیکھا اور دیکھا تو انہوں نے کسی کو نہیں پایا' حتیٰ کہ انہوں نے سات چکر پورے کر لیے' پھر انہوں نے دل میں کہا کہ میں دیکھوں کہ بچہ کیا کر رہا ہے' تو اچانک انہوں نے ایک آواز سنی تو انہوں نے کہا: اگر تیرے پاس کوئی خیر ہے تو مدد کر' پس وہ حضرت جبریل تھے' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ انہوں نے اپنی ایڑی سے اس طرح کیا' اور اپنی ایڑی سے زمین کو کھودا' حضرت ابن عباس نے بتایا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جَاءَ اَخْبَرَتْهُ قَالَ اَنْتِ ذَاكِ فَاذْهَبِيْ اِلٰى اَهْلِكِ قَالَ ثُمَّ اَنَّهُ بَدَا لِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لِاَهْلِهِ اِنِّيْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِيْ قَالَ فَجَاءَ فَقَالَ اَيْنَ اِسْمَاعِيْلُ فَقَالَتِ امْرَاَتُهُ ذَهَبَ يَصِيْدُ فَقَالَتْ اَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ فَقَالَ وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتْ طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ قَالَ فَقَالَ اَبُوالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ اِنَّهُ بَدَا لِاِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِاَهْلِهِ اِنِّيْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِيْ فَجَاءَ فَوَافَقَ اِسْمٰعِيْلُ مِنْ وَّرَاءِ زَمْزَمَ يُصْلِحُ نَبْلًا لَّهُ فَقَالَ يَا اِسْمٰعِيْلُ اِنَّ رَبَّكَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَبْنِيَ لَهُ بَيْتًا قَالَ اَطِعْ رَبَّكَ قَالَ اِنَّهُ قَدْ اَمَرَنِيْ اَنْ تُعِيْنَنِيْ عَلَيْهِ قَالَ اِذَنْ اَفْعَلَ اَوْكَمَا قَالَ. قَالَ فَقَامَا فَجَعَلَ اِبْرَاهِيْمُ يَبْنِيْ وَاِسْمَاعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُوْلَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُO﴾ قَالَ حَتّٰى ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ وَضَعُفَ الشَّيْخُ عَلٰى نَقْلِ الْحِجَارَةِ فَقَامَ عَلٰى حَجَرِ الْمَقَامِ فَجَعَلَ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُوْلَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُO﴾ (البقرہ:١٢٧).

پھر وہاں سے پانی پھوٹ نکلا' پھر حضرت اسماعیل کی ماں ڈریں (کہیں یہ پانی غائب نہ ہو جائے) پس وہ زمین کھودنے لگیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ابوالقاسم ﷺ نے بتایا کہ اگر اُم اسماعیل اس کو یوں ہی چھوڑ دیتیں تو وہ پانی زمین پر (دریا کی طرح) بہتا رہتا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا: پس وہ اس پانی سے پینے لگیں اور اپنے بچہ کو دودھ پلانے لگیں' حضرت ابن عباس نے بتایا: پھر جُرہم کے چند لوگ وادی کے نشیب سے گزرے تو انہوں نے وہاں پر پرندے دیکھے' ان کو یہ خلافِ عادت لگا اور انہوں نے کہا کہ پرندے تو صرف پانی پر آتے ہیں تو انہوں نے وہاں اپنا سفیر بھیجا' اس سفیر نے دیکھا تو وہاں پر پانی موجود تھا' وہ جرہم کے پاس گیا اور ان کو خبر دی تو وہ لوگ حضرت ھاجَر کے پاس آئے' پس انہوں نے کہا: اے اسماعیل کی ماں! کیا آپ ہم کو یہ اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہوں' یا آپ کے ساتھ رہیں؟ پھر ان کے بیٹے (حضرت اسماعیل) بالغ ہو گئے' اور انہوں نے جرہم کی ایک عورت سے نکاح کر لیا' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر حضرت ابراہیم کو اپنے اہل کا خیال آیا اور انہوں نے اپنی اہلیہ (حضرت سارہ) سے کہا: میں جن لوگوں کو مکہ چھوڑ آیا تھا ان کی خبر لینے جاؤں گا' حضرت ابن عباس نے بتایا: پھر وہ (مکہ) آئے اور انہوں نے سلام کیا' پس کہا: اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ وہ شکار کرنے گئے ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب وہ آئیں تو ان سے کہنا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ تبدیل کر لیں' پھر جب حضرت اسماعیل آئے تو حضرت اسماعیل کی بیوی نے ان کو خبر دی' حضرت اسماعیل نے کہا: وہ چوکھٹ تم ہو سو تم اپنے گھر والوں کی طرف چلی جاؤ' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال آیا تو انہوں نے اپنی اہلیہ (سارہ) سے کہا: میں اپنے چھوڑے ہوئے اہل کو جا کر دیکھتا ہوں' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر حضرت ابراہیم آئے' پس پوچھا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟ حضرت اسماعیل کی بیوی نے بتایا کہ وہ شکار کرنے گئے ہیں' پھر ان کی بیوی نے کہا: کیا آپ کچھ دیر ٹھہرتے نہیں! تا کہ میں آپ کو کچھ کھلاؤں اور پلاؤں! حضرت ابراہیم نے پوچھا: تمہارا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طعام کیا ہے اور تمہارا مشروب کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارا طعام گوشت ہے اور ہمارا مشروب پانی ہے' حضرت ابراہیم نے دعا کی: اے اللہ! ان کے طعام میں اور ان کے مشروب میں برکت عطاء فرما! حضرت ابن عباس نے بتایا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برکت ہے (جواب تک چلی آ رہی ہے)' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر حضرت ابراہیم کو اپنے چھوڑے ہوئے اہل کا خیال آیا تو انہوں نے اپنی بیوی (حضرت سارہ) سے کہا: میں اپنے چھوڑے ہوئے لوگوں کو (جا کر) دیکھتا ہوں' پھر وہ آئے تو زمزم کے پیچھے حضرت اسماعیل سے ملاقات ہوئی' وہ اس وقت اپنے تیر کو درست کر رہے تھے' پس حضرت ابراہیم نے کہا: اے اسماعیل! بے شک میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر بناؤں۔ حضرت اسماعیل نے کہا: آپ اپنے رب کے حکم کی اطاعت کیجئے' حضرت ابراہیم نے کہا: بے شک میرے رب نے فرمایا ہے کہ تم اس کام میں میری مدد کرو گے' حضرت اسماعیل نے کہا: میں (مدد) کروں گا' یا جس طرح انہوں نے کہا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پس وہ دونوں کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے' حضرت اسماعیل' حضرت ابراہیم کو پتھر لا کر دیتے تھے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب! (اس کو) ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے O (البقرہ:۱۲۷) حضرت ابن عباس نے بتایا: حتیٰ کہ وہ دیوار بہت بلند ہو گئی اور حضرت ابراہیم کو پتھر منتقل کرنے میں ضعف عارض ہوا تو وہ مقام (ابراہیم) کے پتھر پر کھڑے ہو گئے' پھر حضرت اسماعیل ان کو پتھر لا کر دیتے رہے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب! (اس تعمیر کو) ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے O (البقرہ:۱۲۷)

١٠ - بَابٌ

باب

٣٣٦٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللّٰهِ اَیُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ فِی الْاَرْضِ اَوَّلُ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قُلْتُ کَمْ کَانَ بَیْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً ثُمَّ اَیْنَمَا اَدْرَکَتْكَ الصَّلٰوةُ بَعْدُ فَصَلِّهٖ فَاِنَّ الْفَضْلَ فِیْهِ.

[طرف الحدیث:٣٤٢٥] (صحیح مسلم:٥٢٠' الرقم المسلسل: ١٠٤٨' سنن نسائی:٦٨٦' سنن ابن ماجہ:٧٥٣)

ہمیں ابراہیم التیمی نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا: مسجد حرام' میں نے پوچھا: پھر کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ' میں نے پوچھا: ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟ آپ نے فرمایا: چالیس سال' پھر اس کے بعد جہاں تمہیں نماز کا وقت آ جائے تم وہیں نماز پڑھ لینا کیونکہ اسی میں فضیلت ہے۔

اس حدیث کا باب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے اور یہ حدیث باب کے عنوان کے ساتھ اس وجہ سے مطابق ہے کہ اس میں مسجد حرام کا ذکر ہے اور مسجد حرام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔

کعبہ اور بیت المقدس کی تعمیر کے درمیانی عرصہ پر ایک اشکال کا جواب

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کو بنایا ہے اور ان کے درمیان ایک ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہے؟ علامہ قرطبی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ آیت کریمہ اور حدیث کی اس پر دلالت نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمان نے سب سے پہلے کعبہ اور بیت المقدس کو بنایا تھا' بلکہ انہوں نے ان مسجدوں کی تعمیر کی تجدید کی ہے جن کو دوسروں نے بنایا تھا اور روایت ہے کہ سب سے پہلے بیت اللہ کو حضرت آدم نے بنایا تھا' سو یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی اولاد میں سے کسی نے کعبہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد بیت المقدس کو بنایا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ص ٣٦١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ عَمْرٍو مَوْلَی الْمُطَّلِبِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهٗ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ حَرَّمَ مَکَّةَ وَاِنِّیْ اُحَرِّمُ مَابَیْنَ لَابَتَیْهَا وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُحد پہاڑ نظر آیا تو آپ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں' اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور بے شک میں اس کے درمیان کی دو پتھریلی زمینوں کو حرم قرار دیتا ہوں۔ اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧١ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ اَبِیْ بَکْرٍ اَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ کہ ابن ابی بکر نے حضرت عبداللہ بن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تَعَالٰی عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَمْ تَرَىْ اَنَّ قَوْمَكِ بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لَوْ لَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُرٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ.

عمر رضی اللہ عنہما کو خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتیں کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کو بنایا تو انہوں نے حضرت ابراہیم کی بنیادوں سے کمی کی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ اس کو حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر نہیں لوٹا دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کفر سے نئی نئی نکلی ہوئی نہ ہوتی (تو میں ایسا کر دیتا)' پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تو میرا یہی گمان ہے کہ کعبہ کے جو دو کونے حطیم کے قریب ہیں' ان کی تعظیم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے ترک کر دیتے تھے کہ اس وقت بیت اللہ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر نہیں تھا (اور حطیم کعبہ سے خارج تھا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن انس نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از والد خود از عمرو بن سلیم الزرقی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم آپ پر کیسے صلوٰۃ پڑھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کہو: اے اللہ! سیدنا محمد پر صلوٰۃ نازل فرما اور ان کی ازواج پر اور ان کی اولاد پر! جس طرح تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے اور سیدنا محمد پر برکت نازل فرما اور ان کی ازواج پر اور ان کی اولاد پر جس طرح تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی ہے' بے شک تو تعریف کیا ہوا بہت بلند ہے۔

[طرف الحدیث: ٦٣٦٠] (صحیح مسلم: ٤٠٧' الرقم المسلسل: ٧٩٧' سنن ابوداؤد: ١٥٣٠' سنن ترمذی: ٤٨٥' مصنف عبدالرزاق: ٣١٠٥' شرح مشکل الآثار: ٢٢٣١' حلیۃ الاولیاء ج ٤ ص ٣٥٦' السنن الکبریٰ: ١٢١١' المعجم الاوسط: ٦٨٣٤' مسند الحمیدی: ٢١٧' مسند احمد ج ٤ ص ٢٤١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨١٠٤- ج ٣٠ ص ٣١- ٣٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ نازل کرنے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دینے اور برکت کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے: اے اللہ! (سیّدنا) محمد پر صلوٰۃ نازل فرما! اس کا معنی ہے: دنیا میں ان کے ذکر کو بلند کر کے اور ان کی دعوت کو غلبہ دے کر اور ان کی شریعت کو بقاء عطاء کر کے ان کو عظمت عطاء فرما اور آخرت میں ان کی شفاعت کو قبول فرما کر اور ان کے اجر و ثواب کو دگنا چوگنا کر کے ان کو مکرم فرما' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تو نے ہم کو ان پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا ہے' ہم ان کے مرتبہ اور مقام سے واقف نہیں ہیں' اے اللہ! تو ہی ان کے مرتبہ اور مقام کو جاننے والا ہے' سو تو ہی ان پر صلوٰۃ نازل فرما۔

نیز اس حدیث میں ہے: جس طرح تو نے حضرت ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم مشبہ بہ ہیں' اور مشبہ بہ' مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے' اس لیے حضرت ابراہیم کی صلوٰۃ ہمارے نبی سیّدنا محمد کی صلوٰۃ سے قوی ہے بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ ہمیں اس صلوٰۃ کی کیفیت معلوم نہیں ہے' تو جس طرح کی صلوٰۃ تو نے حضرت ابراہیم پر نازل فرمائی ہے' اسی طرح کی صلوٰۃ ہمارے نبی پر نازل فرما اور یا یہ کاف تعلیل کا ہے' یعنی کیونکہ تو نے حضرت ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے' اس لیے ہمارے نبی پر بھی صلوٰۃ نازل فرما۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: تو (سیّدنا) محمد پر برکت نازل فرما! اس کا معنی ہے: تو ان کے لیے برکت کو ثابت کر' اور ان کو جو شرف و کرامت عطاء فرمائی ہے اس کو دوام عطا فرما! عرب والے جب اونٹ کو اپنی جگہ پر بٹھاتے ہیں تو "بَرَكَ الْبَعِيرُ" کہتے ہیں اور اس کا اطلاق مطلقاً زیادتی اور اضافہ پر بھی کیا جاتا ہے۔

٣٣٧٠ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ وَّمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ قُرَّةَ مُسْلِمُ بْنُ سَالِمٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيْسٰى سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ أَلَا أُهْدِيْ لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰى فَاهْدِهَا لِيْ فَقَالَ سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

[اطراف الحدیث: ٤٧٩٧-٦٣٥٧] (صحیح مسلم: ٤٠٦' الرقم المسلسل: ٧٩٤' سنن ترمذی: ٤٨٣' سنن ابن ماجہ: ٩٠٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص اور موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوقرہ مسلم بن سالم الہمدانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھ سے کعب بن عجرہ نے ملاقات کی تو انہوں نے کہا: کیا میں آپ کو وہ ہدیہ پیش نہ کروں جس کو میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! آپ مجھے وہ ہدیہ پیش کریں! تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا' پس ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم آپ اہل بیت پر کس طرح صلوٰۃ بھیجیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو ہمیں تعلیم دے دی ہے کہ آپ پر کس طرح سلام بھیجیں! آپ نے فرمایا: تم کہو: اے اللہ! (سیّدنا) محمد پر اور آل (سیّدنا) محمد پر ایسی صلوٰۃ نازل فرما جیسی صلوٰۃ تو نے حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر نازل فرمائی ہے' بے شک تو تعریف کیا ہوا بلند ہے' اے اللہ! (سیّدنا) محمد پر اور (سیّدنا) محمد کی آل پر ایسی برکت نازل فرما جیسی تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی ہے'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بے شک تو تعریف کیا ہوا بلند ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ہمیں اللہ تعالیٰ نے سلام کی تعلیم دے دی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے تشہد میں بتا دیا ہے کہ "السلام علیك ايها النبى ورحمة الله وبركاته" پڑھو باقی صلوٰۃ نازل کرنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دینے اور برکت کے معنی کا بیان حدیث سابق میں کیا جا چکا ہے۔

٣٣٧١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْمِنْهَالِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُولُ إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحٰقَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ.

(سنن ابوداؤد: ٤٧٣٧، سنن ترمذی: ٢١٦٠، سنن ابن ماجہ: ٣٥٢٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از المنہال از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے اور فرماتے تھے: بے شک تم دونوں کے والد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ساتھ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کو (اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے وہ فرماتے تھے:) میں اللہ کے پورے کلمات کے ساتھ ہر شیطان سے ہر زہریلے جانور سے اور ہر نظر بد سے تم کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

اللہ کے کلمات کے معانی اور اللہ تعالیٰ کے کلام کے غیر مخلوق ہونے پر دلیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں کلمات اللہ کا ذکر ہے اس سے مراد مطلقاً اللہ کا کلام ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے یہ کلمات مراد ہیں:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ. اور آپ کے رب کا اچھا وعدہ بنو اسرائیل پر پورا ہو گیا۔

(الاعراف: ١٣٧)

اس حدیث میں جو تامہ کا ذکر ہے اس سے مراد ہے: کاملہ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نافعہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شافیہ ہے اور ایک قول ہے: اس سے مراد مبارکہ ہے اور ایک قول ہے: اس سے مراد فیصلہ کن کلمات ہیں جن کو کوئی چیز تبدیل نہیں کر سکتی۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ امام احمد اس حدیث سے یہ استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی پناہ طلب کی ہے اور آپ کسی مخلوق کی پناہ نہیں طلب کر سکتے تھے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٥٥٢ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

١١ - بَابُ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ﴾ الْاٰيَةَ (الحجر: ٥١-٥٢) لَا تَوْجَلْ لَا تَخَفْ ﴿وَإِذْ قَالَ

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا حال سنائیے ۝ جب وہ ان کے پاس آئے (الحجر: ٥٢-٥١) "لاتوجل" کا معنی ہے: آپ مت ڈریں اور جب ابراہیم نے کہا: اے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابْرَاهِيمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿ وَلٰـكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ﴾ (البقرۃ:٢٦٠)

میرے رب! مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا (یہاں تک پڑھیں) لیکن اس لیے تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے (البقرۃ:٢٦٠)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصوں میں سے ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کے آنے کا قصہ ہے' یہ وہ فرشتے تھے جنہیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے گوشت کھانے کے لیے رکھا' انہوں نے گوشت کھانے سے انکار کیا' اس سے حضرت ابراہیم ڈرے کہ وہ بغیر طے شدہ وقت کے اور بغیر اجازت کے آئے تھے۔ ان آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ میرے بندوں کو حضرت ابراہیم کے مہمانوں کا قصہ سنائیے' اور ان کے مہمانوں کا قصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بہت بے حیائی کے کام کرتی تھی' اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے باز نہیں آتی تھی اور حضرت لوط جتنا منع کرتے وہ اتنی زیادہ نافرمانی کرتی اور انہوں نے حضرت لوط سے کہا: اگر آپ سچے ہیں تو اللہ کے پاس سے عذاب لے کر آئیں' تب حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ ان کی قوم کے خلاف ان کی مدد فرمائے! پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت جبریل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل اور حضرت دردائیل' چار فرشتوں کو انہیں ہلاک کرنے کے لیے بھیجا اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دینے کے لیے بھی آئے تھے' سو وہ حسین اور بے ریش لڑکوں کی صورت میں حضرت ابراہیم کے گھر آئے' وہ مہمان پندرہ راتوں تک حضرت ابراہیم کے پاس رہے' حضرت ابراہیم بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے' حضرت ابراہیم نے اس سے پہلے اتنے حسین و جمیل مہمان نہیں دیکھے تھے' حضرت ابراہیم ان کے لیے ایک بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے' انہوں نے اس کو ان کے سامنے رکھا تو انہوں نے اپنے ہاتھ کھینچ لیے' پھر حضرت ابراہیم نے کہا: میں تم سے خوف زدہ ہوں' انہوں نے کہا: آپ مت ڈریں' ہم تو آپ کو ایک حلم والے بیٹے کی خوش خبری دینے آئے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٦٦-٣٦٥)

﴿ وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ﴾ (البقرۃ:٢٦٠). لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ (البقرۃ:٢٦٠)

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ. (البقرۃ:٢٦٠)

اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا دے تو کس طرح مردے زندہ کرے گا! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ کو اس پر یقین نہیں ہے' عرض کیا: کیوں نہیں! مگر اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

یہ سوال اس لیے تھا کہ جیسے انسان کو کسی بات پر یقین ہوتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کو دیکھ لے یعنی وہ علم الیقین سے عین الیقین کی طرف مشاہدہ کرنا چاہتا ہے' اسی طرح حضرت ابراہیم یہ جاننا چاہتے تھے کہ مردے کے اجزاء متفرق اور منتشر ہو جاتے ہیں تو وہ کس کیفیت سے جمع ہوں گے اور ان کی کھال پٹھوں سے کس طرح متصل ہو گی؟ اس لیے انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین کو جمع کر لیں۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسے جانور کے پاس سے گزرے جس کو دوسرے جانوروں اور درندوں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا تو انہوں نے کہا: اے رب! مجھے دکھا دے تو کس طرح مردے زندہ کرے گا! (البقرہ:۲٦٠) تا کہ وہ اس کا مشاہدہ کر لیں' کیونکہ انسان دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہے' جیسا کہ حدیث میں ہے: خبر معائنہ کی مثل نہیں ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۱)

ابن درید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم ایک مچھلی کے پاس سے گزرے جو آدھی خشکی میں تھی اور آدھی پانی میں تھی' اس کا جو حصہ پانی میں تھا اس کو سمندری جانوروں نے کھالیا تھا اور جو حصہ خشکی پر تھا اس کو خشکی کے جانوروں نے کھالیا تھا' تب ابلیس خبیث نے حضرت ابراہیم سے کہا: اے ابراہیم! اللہ تعالیٰ ان جانوروں کے پیٹوں سے اس مچھلی کو کب جمع کرے گا' تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے رب! مجھے دکھا دے تو کس طرح مردے زندہ کرے گا' اور عرض کیا: مگر اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادب سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے مردوں کے زندہ کرنے پر قادر کر دے' تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

مجاہد نے بیان کیا کہ یہ چار پرندے' مرغ' مور' کوا اور کبوتر تھے' حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ ان چار پرندوں کو ذبح کر دیں' اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کو حیاتِ ابدیہ اس وقت حاصل ہوگی کہ جب وہ اپنی شہوت اور حسن وزیبائش کو ذبح کر دے جو مور کی صفت ہے اور دوسروں پر حملہ کرنے کے جذبہ کو فنا کر دے جو مرغ کی صفت ہے اور نفس کی خساست اور گھٹیا پن کو فنا کر دے جو کوے کی صفت ہے اور اپنی خواہشات کو جلدی پورا کرنے کی عادت کو دور کر دے جو کبوتر کی صفت ہے' روایت ہے کہ حضرت ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ وہ ان پرندوں کو ذبح کر دیں' ان کے پَر نوچ ڈالیں اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو خلط ملط کر دیں' پھر ان منتشر اجزاء کو مختلف پہاڑوں پر ڈال دیں' پھر ان کو بلائیں' جب حضرت ابراہیم نے ان کو بلایا تو وہ اجزاء متمیز ہوئے اور ہر جسم کے اجزاء آپس میں مل گئے اور اخیر میں ان کا سر ان کے ساتھ جڑ گیا۔ (انوار التنزیل ص ٦٠' مصر) (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲٦٧-۲٦٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۳۳۷۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ اَحَقُّ مِنْ اِبْرَاهِیْمَ اِذْ قَالَ ﴿رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ﴾ (البقرہ:۲٦١) وَیَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ یَاْوِیْ ﴿اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ﴾ (ھود:۸٠) وَلَوْ لَبِثْتُ فِی السِّجْنِ طُوْلَ مَالَبِثَ یُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِیَ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۷۵-۳۳۸۷-۴۵۳۷-۴٦۹۴-٦۹۹۲] (صحیح مسلم: ۱۵۱' الرقم المسلسل: ۲۷۵' سنن ابن ماجہ: ۴٠۲٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن وسعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم حضرت ابراہیم کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' جب انہوں نے یہ کہا تھا: اے میرے رب! مجھے دکھا دے تو کس طرح مُردے زندہ کرے گا! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ کو اس پر یقین نہیں ہے؟ عرض کیا: کیوں نہیں! مگر اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ (البقرہ:۲٦٠) اور اللہ حضرت لوط پر رحم فرمائے! جو کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لینے کی تمنا کرتے تھے اور اگر میں قید خانے میں اتنی لمبی مدت گزارتا جتنی لمبی مدت حضرت یوسف نے گزاری تھی تو میں (قید خانے سے نکل کر) بلانے والے کی بات مان لیتا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن صالح' یہ ابوجعفر المصری ہیں (۲) ابن وہب' یہ عبداللہ بن وہب المصری ہیں (۳) یونس' یہ ابن زید الایلی ہیں (۴) ابن شہاب' یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں' باقی رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۶۸)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی توجیہات کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم حضرت ابراہیم کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ حدیث کے اس جملہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مردوں کے زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرنا تو کفر ہے' پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے فرمایا: ہم حضرت ابراہیم کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' یہ اور بھی زیادہ قابل اعتراض ہے' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) امام شافعی وغیرہ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنا محال ہے' اس لیے اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر بہ فرضِ محال انبیاء علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنا ممکن ہوتا تو میں ان کی بہ نسبت اللہ کی قدرت میں شک کرنے کا زیادہ حق دار تھا' لیکن جب انبیاء علیہم السلام کا اللہ کی قدرت میں شک کرنا ممکن ہی نہیں ہے تو نہ حضرت ابراہیم کو اس میں شک تھا اور نہ میں اس میں شک کرنے کا زیادہ حق دار ہوں۔

(۲) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کی اس دعا کو تم شک گمان کرتے ہو یہ شک نہیں ہے' اگر یہ شک ہوتا تو میں یہ شک کرنے کا زیادہ حق دار تھا لیکن یہ شک نہیں ہے' انہوں نے یہ دعا اس لیے کی تھی تا کہ ان کو مزید یقین حاصل ہو جائے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: ہم شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ ہماری امت شک کرنے کی زیادہ حق دار ہے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تواضعاً اس طرح فرمایا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے!

حضرت لوط' حضرت ابراہیم کے عم زاد تھے' یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ مصر کی طرف ہجرت کی' پھر ان کے ساتھ ہی شام کی طرف لوٹ آئے' حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں ٹھہرے اور حضرت لوط علیہ السلام اُردن میں ٹھہرے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل سدوم کی طرف بھیج دیا اور یہ ایک دوسری بستی ہے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ ان کے شہر شام اور حجاز کے درمیان زغر کی جانب ہیں' یہ بارہ بستیاں ہیں جن کا نام المؤتفکات ہے' یہ لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے اور بے حیائی کے کام کرتے تھے' اس کے علاوہ اور بھی بُرے کام کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سترہ جگہ پر حضرت لوط کا ذکر فرمایا ہے' لفظ لوط علَم ہے اور عجمہ ہے' اس کے باوجود یہ اس لیے اسم منصرف ہے کہ یہ اسم ساکن الاوسط ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لینے کی تمنا کرتے تھے۔

اس حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍO (ہود:٨٠)

لوط نے کہا: کاش! تمہارے مقابلہ کی مجھ میں قوت ہوتی' یا میں کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لیتاO

علامہ الطیبی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کلام اس لیے فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام اس بستی کے فحش لوگوں کے خلاف کسی مدد کے آنے سے بالکل مایوس ہو گئے تھے اور آپ نے ان کے اس قول کو بہت نادر اور غیر معروف جانا۔

زمخشری نے کہا: مضبوط جائے پناہ سے ان کی مراد پہاڑ کی طرح کوئی مضبوط جگہ تھی۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ لینا بھول گئے ہوں جس کی پناہ لے کر وہ اپنے مہمانوں کی عزت کی حفاظت کریں کیونکہ ان کی قوم کے بدمعاش لوگ ان کے مہمانوں کے ساتھ بدفعلی کرنا چاہتے تھے' یا انہوں نے اللہ کی پناہ لی تھی اور اپنے مہمانوں کے سامنے "رکن شدید" کا اس لیے ذکر کیا تا کہ ان کے سامنے اپنا عذر بیان کریں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے مقابلہ میں نبی ﷺ کی تواضع

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اگر میں قید خانہ میں اتنی لمبی مدت گزارتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں سات سال' سات مہینہ اور سات دن گزارے تھے۔

فرماتے ہیں: تو میں قید خانہ سے نکالنے والے کی بات مان لیتا۔ یعنی میں قید خانہ سے نکلنے میں جلدی کرتا کیونکہ میں اپنا عذر پیش کر چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌO (یوسف:٥٠)

اور بادشاہ نے کہا: تم یوسف کو میرے پاس لے آؤ' پس جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: اپنے رب کے پاس واپس جاؤ' پھر اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے' بے شک میرا رب ان کے مکروفریب کو خوب جانتا ہےO

ہمارے نبی ﷺ نے حضرت یوسف کے قید سے نہ نکلنے کو صبر فرمایا' یہ آپ کی تواضع ہے ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی جگہ ہوتے تو جلد نکل آتے' اور اگر کوئی بڑا آدمی تواضع کرے تو وہ چھوٹا نہیں ہو جاتا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٦٩-٣٦٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مصنف کے نزدیک یہ تواضع نہیں تھی بلکہ تنبیہ تھی

مصنف کے نزدیک نبی ﷺ کے اس ارشاد میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تواضع نہیں ہے' بلکہ یہ تنبیہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے اولیٰ اور افضل یہی تھا کہ جب ان کو قید سے نکالا جا رہا تھا تو وہ قید سے نکل آتے' کیونکہ عالم کے لیے قید خانہ میں رہنے کے بجائے قید خانہ سے باہر رہنا افضل ہے کیونکہ عالم کا منصب ہے: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا' اور یہ کام وہ قید خانہ سے باہر رہ کر ہی احسن طریقہ سے انجام دے سکتا ہے' اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا منصب ہے: ایمان کی دعوت دینا اور اعمال صالحہ کی ترغیب

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دینا' شرک اور کفر اور حرام کام سے روکنا اور اس تبلیغ کے زیادہ مواقع قید خانہ سے باہر ہی میسر ہوتے ہیں' اس لیے آپ نے فرمایا: اگر میں اتنی لمبی مدت قید خانہ میں گزارتا تو میں قید خانہ سے نکالنے والے کی بات مان لیتا' کیونکہ فرائضِ نبوت کے ادا کرنے کے لیے یہی مناسب تھا۔

١٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ (مریم:٥٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے نبی مکرم!) آپ کتاب میں اسماعیل کو یاد کیجئے بے شک وہ وعدہ کے سچے تھے۔ (مریم:۵۴)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صادق الوعد ہونا

اس باب میں حضرت اسماعیل کا تذکرہ ہے' اس آیت کے آخر میں ہے: وہ رسول نبی تھے۔ (مریم:۵۴) مفسرین نے ان کے صادق الوعد کی تفسیر میں کہا ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا اور وہ ایک طویل مدت تک اس کا انتظار کرتے رہے' اس مدت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک سال تک اس کا انتظار کرتے رہے' حتیٰ کہ حضرت جبریل نے آ کر آپ کو بتایا کہ جس شخص نے آپ سے وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا تھا اور ابلیس علیہ اللعنۃ تھا' اور اس آیت میں آپ کے رسول ہونے کا ذکر ہے کیونکہ آپ جُرھم کی طرف رسول تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۴۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صادق الوعد ہونا

عبداللہ بن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں: میں نے بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی چیز فروخت کی اور آپ کا کچھ بقایا میرے پاس رہ گیا' میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں آپ کے پاس اسی جگہ آؤں گا' پھر میں بھول گیا اور مجھے تین دن بعد یاد آیا' جب میں آیا تو آپ اسی جگہ میرا انتظار فرما رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے شخص! تم نے مجھے بہت مشکل میں ڈالا' میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (سنن ابوداؤد:۴۹۹۶)

٣٣٧٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَّاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ فَاَمْسَكَ اَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَهُمْ قَالَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قبیلہ) اسلم کے چند لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیراندازی کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنو اسماعیل! تیراندازی کرو کیونکہ تمہارے والد بھی تیرانداز تھے اور بے شک میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں' پھر دو فریقوں میں سے ایک نے اپنے ہاتھوں کو روک لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا وجہ ہے تم کیوں تیراندازی نہیں کر رہے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم کیسے تیراندازی کریں جب کہ آپ ان کے ساتھ ہیں' آپ نے فرمایا: تم تیراندازی کرو' میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابٌ قِصَّةُ إِسْحٰقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کا قصہ

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سارہ سے حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی' اس وقت حضرت سارہ کی عمر نوے سال تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور حضرت ھاجَر کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حمل ہو گیا اور دونوں کا ایک ساتھ حمل ہوا' علامہ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ایک سو اسی سال زندہ رہے اور وہب بن منبہ نے کہا ہے: وہ ایک سو پچاسی سال زندہ رہے اور وہ اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کے پاس مدفون ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۷۰-۳۶۹)

فِيهِ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ہیں از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت ابن عمر کی حدیث حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں آئے گی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اگلے باب میں آ رہی ہے۔

۱٤ - بَابٌ ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُونَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۳۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کی وفات ہوئی' یہ آیت یہاں تک ہے: اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں ۝ (البقرہ: ۱۳۳)

یہ آیت اور اس سے پہلی آیت کا ترجمہ اس طرح ہے:

اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی دین کی وصیت کی تھی اور یعقوب نے بھی کہ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے یہ دین تمہارے لیے چن لیا ہے' سو تم اسی حال میں مرنا کہ مسلمان ہو ۝ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب پر وفات آ ئی تھی' جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی' ایک معبود کی اور ہم سب اسی کے فرماں بردار ہیں ۝ (البقرہ: ۱۳۳-۱۳۲)

۳۳۷٤ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ أَكْرَمُهُمْ أَتْقَاهُمْ قَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيلِ اللّٰهِ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِّي قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے المعتمر سے سنا از عبید اللہ از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ (اللہ کے نزدیک) مکرم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو' صحابہ نے کہا: یا نبی اللہ! ہم آپ سے اس کے متعلق نہیں پوچھ رہے' آپ نے فرمایا: پھر لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم یوسف نبی اللہ ہیں جو ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں' صحابہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا.

نے کہا: ہم اس کے متعلق آپ سے سوال نہیں کر رہے' آپ نے فرمایا: پھر معادن عرب کے متعلق تم مجھ سے سوال کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر جاہلیت میں جو تم میں سب سے بہتر تھے وہی اسلام میں بھی سب سے بہتر ہیں' جب ان کو دین کی سمجھ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۵۳ میں گزر چکی ہے۔

اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام' حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں' اس طرح یہ حدیث باب کے مناسب ہے۔

۱۵ - بَابٌ ﴿وَلُوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ أَتَأْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ إِلَّآ أَنْ قَالُوْٓا أَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهٗٓ إِلَّا امْرَأَتَهٗ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝﴾ (النمل: ٥٤-٥٨).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کیجئے) جب لوط نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم دیکھتے ہوئے بے حیائی کے کام کرتے ہو! ۝ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر نفسانی خواہش کے لیے مردوں کے پاس ضرور جاتے ہو؟ بلکہ تم جاہل لوگ ہو ۝ تو ان کی قوم کا صرف یہ جواب تھا: آلِ لوط کو اپنی بستی سے نکال دو' یہ بہت پاک باز بنتے ہیں ۝ سو ہم نے لوط کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی سوائے ان کی بیوی کے' ہم نے مقدر فرما دیا تھا کہ وہ رہ جانے والوں میں سے ہے ۝ اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی تو وہ اُن پر کیسی بُری بارش تھی جن کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا ۝ (النمل: ۵۸-۵۴)

آیاتِ مذکورہ کی مختصر تفسیر

اس آیت میں ''الفاحشة'' کا ذکر ہے' اس سے مراد قومِ لوط کا عمل ہے' یعنی مرد کا مرد میں دخول کرنا' اور آگے فرمایا: تم دیکھتے ہوئے بے حیائی کے کام کرتے ہو' کیونکہ وہ اپنی مجالس میں ایک دوسرے کے سامنے یہ بے حیائی کا کام کرتے تھے اور وہ سرکشی سے اس کام کو چھپ کر نہیں کرتے تھے' اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حالانکہ تم کو اس بات کی بصیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کی شہوت کو پورا کرنے کے لیے عورت کو پیدا کیا ہے اور مرد کو مرد سے اور عورت کو عورت سے قضاءِ شہوت کے لیے پیدا نہیں کیا اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حالانکہ تم کو خوب علم ہے کہ تم سے پہلے یہ قبیح کام کسی نے نہیں کیا۔

اور اس آیت میں فرمایا: تم جاہل لوگ ہو' یعنی تم اس قبیح فعل کی سزا سے جاہل ہو یا تم یوم الجزاء سے جاہل ہو' اور اس کی ایک تفسیر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ ہے کہ تم اس سے جاہل ہو کہ کس جگہ قضاء شہوت کرنی چاہیے۔

نیز اس آیت میں ان بدکاروں کا قول ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں کہتے ہیں: یہ بہت پاک باز بنتے ہیں یعنی مردوں کی دبروں میں قضاء شہوت سے اجتناب کرتے ہیں۔

آخر میں فرمایا: ہم نے اُن پر پتھروں کی بارش کی' یہ وہی عذاب تھا جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۳-۲۷۱ ۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٣٧٥ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لِلُوْطٍ اِنْ کَانَ لَیَاْوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے جو کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لینے کی تمنا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۷۲ میں گزر چکی ہے۔

مضبوط جائے پناہ سے مراد ہے: مضبوط قبیلہ' لیکن حضرت لوط علیہ السلام نے اس کی پناہ نہیں لی' بلکہ اللہ تعالیٰ کی پناہ لی' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے دل میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لی ہو اور اپنے مہمانوں کے سامنے بہ طور عذر یہ قول ظاہر کیا ہو' ان کے مہمان دراصل خوب صورت بے ریش لڑکوں کی شکل میں فرشتے تھے' ان کی قوم کے بدمعاش لوگ ان سے بدفعلی کرنا چاہتے تھے' حضرت لوط علیہ السلام نے ''رکن شدید'' یعنی مضبوط پہاڑ کا اس لیے ذکر کیا' تاکہ اس کے سبب سے وہ ان بدمعاشوں کو روک سکیں۔

١٦ - بَابٌ ﴿فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ نِالْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ ۝﴾ (الحجر: ٦١-٦٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جب آلِ لوط کے پاس فرشتے آئے ۝ تو لوط نے کہا: بے شک تم اجنبی لوگ ہو ۝ (الحجر: ٦٢-٦١)

اس باب میں ان آیتوں کی مختصر تفسیر ذکر کی جائے گی۔

اس آیت میں ''المرسلون'' کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے آئے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: بے شک تم اجنبی لوگ ہو یعنی میں تم کو نہیں پہچانتا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کا قصہ بیان فرمایا۔

﴿بِرُکْنِهٖ﴾ (الذاریات: ٣٩) بِمَنْ مَّعَهٗ لِاَنَّهُمْ قُوَّتُهٗ.

اپنی قوت سے اور اپنے ساتھیوں کی قوت سے کیونکہ اس کے فوجی افسر اس کی قوت تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَتَوَلّٰی بِرُکْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝

پس اس (فرعون) نے اپنی قوت کے گھمنڈ میں (موسیٰ سے) روگردانی کی اور کہا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے ۝ (الذاریات: ٣٩)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس آیت سے پہلے یہ آیت ہے:

وَفِیْ مُوْسٰۤی اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰی فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ○ (الذاریات:٣٨) اور موسیٰ (کے واقعہ) میں (ہماری نشانیاں ہیں) جب ہم نے انہیں واضح دلیل کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا○

﴿تَرْکَنُوْا﴾ (ھود:١١٣) تَمِیْلُوْا. ''ترکنوا'' کا معنی ہے: تم مائل ہوتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَرْکَنُوْۤا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا. (ھود:١١٣) اور تم ظالموں کی طرف مائل نہ ہونا۔

اس آیت کا حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں بھی لفظ ''رکن'' کا مادہ ہے یعنی: ''ترکنوا'' اسی طرح الذاریات:٣٩ کا بھی ذکر کیا کیونکہ اس میں بھی ''رکن'' کا لفظ ہے جو کہ حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں بھی مذکور ہے: ''اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ○'' (ھود:٨٠) یعنی میں کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لیتا○

فَاَنْکَرَهُمْ وَنَکِرَهُمْ وَاسْتَنْکَرَهُمْ وَاحِدٌ. پس ان کو اجنبی پایا' اور ''نکرھم'' اور ''استنکرھم'' کا معنی واحد ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَکِرَهُمْ. (ھود:٧٠) پھر جب (ابراہیم نے) دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو ابراہیم نے ان کو اجنبی سمجھا۔

اس تعلیق کو بھی حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ فرشتوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اجنبی سمجھا تھا نہ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے' تاہم امام بخاری کی طرف سے یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ چونکہ یہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب دینے کے لیے بھیجے گئے تھے' اس لیے امام بخاری نے اس آیت کا حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کر دیا۔

﴿یُهْرَعُوْنَ﴾ (ھود:٧٨) یُسْرِعُوْنَ. ''یُھرعون'' کا معنی ہے: وہ لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ. (ھود:٧٨) اور لوط کے پاس ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ان کی قوم کو یہ خبر دے دی تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بے ریش اور خوب صورت لڑکے بہ طور مہمان آئے ہیں' جو دراصل فرشتے تھے۔

﴿دَابِرَ﴾ (الحجر:٦٦) اٰخِرَ. ''دابر'' کا معنی ہے: آخر یا انجام۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَضَیْنَاۤ اِلَیْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ○ (الحجر:٦٦) اور ہم نے لوط کو اس فیصلہ سے آگاہ کر دیا کہ ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی جب وہ صبح کر رہے ہوں گے○

﴿صَیْحَةً﴾ (یٰسٓ:٢٩) هَلَکَةٌ. ''صیحة'' کا معنی ہے: ایسی چنگھاڑ جس کو سن کر لوگ ہلاک ہو جائیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ O (یٰس:۲۹)
وہ صرف ایک چنگھاڑ تھی جس سے وہ اچانک بجھ کر رہ گئے O

اس آیت کا حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ سے کوئی تعلق نہیں اور یہاں کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی۔

﴿لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾ (الحجر:۷۵) لِلنَّاظِرِيْنَ. "للمتوسمین" کا معنی ہے: بصیرت والوں کے لیے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ O (الحجر:۷۵)
بے شک اس (سزا) میں اہل بصیرت کے لیے نشانیاں ہیں O

ضحاک نے اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے اور مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: فراست والوں کے لیے۔

﴿لَبِسَبِيْلٍ﴾ (الحجر:۷٦) لَبِطَرِيْقٍ. "بسبیل" کا معنی ہے: راستہ پر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ O (الحجر:۷٦)
اور بے شک وہ (ہلاک شدہ بستیاں) ایسی راہ پر ہیں جس پر آمد و رفت اب تک جاری ہے O

ابو عبیدہ نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے اور کہا ہے: اس سے مراد قوم لوط کے شہر ہیں۔

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۴۔۲۷۳ سے لی گئی ہے۔

۳۳۷٦ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ O﴾ (القمر:۱۷).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: پس کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا O (القمر:۱۵۔۱۷۔۲۲۔۳۲۔۴۰۔۵۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس آیت کے بعد قوم لوط کا ذکر ہے اور وہ یہ آیت ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ O (القمر:۳۳)
قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا O

۱۷ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ (الاعراف:۷۳' ھود:٦۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا (الاعراف:۷۳' ھود:٦۱)

اس آیت میں حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کا بھائی فرمایا ہے' حالانکہ حضرت صالح ان کے نسبی بھائی نہیں تھے' بلکہ وہ ثمود کے قبیلہ سے تھے' اس لیے یہاں بھائی سے مراد ہم قبیلہ ہے۔

قوم ثمود کا تعارف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ثمود کے متعلق اختلاف ہے' الجوہری نے کہا کہ ثمود قدیم عرب کا ایک قبیلہ ہے' اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے' الفراء نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہا: ان کو ثمود اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا پانی بہت کم تھا' الزجاج نے کہا ہے کہ ثمد کا معنی ہے: کم پانی' ایک قول یہ ہے کہ ثمود ایک شخص کا نام ہے' عکرمہ نے کہا: ان کا نام ہے: ثمود بن جابر بن ارم بن سام بن نوح' الکلبی نے کہا: یہ وہ قبیلہ ہے جو وادی القریٰ میں شام کے کنارے ساحل سمندر پر آباد تھا' ان کی عمریں بہت طویل ہوتی تھیں' یہ لوگ رہنے کے لیے جو مکان بناتے تھے وہ منہدم ہو جاتے تھے' پھر جب بار بار ایسا ہونے لگا تو انہوں نے پہاڑوں کو تراش کر ان کے اندر مکان بنانے شروع کر دیئے' ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور غیر اللہ کی پرستش شروع کر دی' پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تو بہت کم لوگوں نے ان کی اتباع کی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا تعارف

حضرت صالح علیہ السلام کا نام ہے: صالح بن عبید بن جاثر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام' اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

مجاہد نے کہا: حضرت صالح اور ثمود کے درمیان سو سال ہیں' اور ان کی قوم' قومِ عاد کے بقایا میں سے ہے' اور ان کے قد کا طول اور ان کی ہیئت قومِ عاد کی طرح ہے' انہوں نے لوہے کا ایک بت بنایا ہوا تھا' جس کے اندر سال میں ایک مرتبہ شیطان داخل ہوتا تھا' اور ان لوگوں سے کلام کرتا تھا' حضرت صالح کے والد نے اس بت کو توڑنے کا قصد کیا تھا تو لوگوں نے ان کو قتل کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان کو زندہ کر دیا' جب حضرت صالح علیہ السلام بلوغت کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قومِ ثمود کی طرف مبعوث کر دیا' یہ وہب بن منبہ کا قول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب ان کی عمر کے چالیس سال مکمل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قومِ ثمود کی طرف بھیجا' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا پانچ مقامات پر ذکر فرمایا ہے اور ان کی قوم کے ساتھ ان کے قصہ کا ذکر فرمایا ہے' جب اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کو ہلاک کر دیا تو حضرت صالح علیہ السلام فلسطین میں آ کر آباد ہو گئے اور رملہ میں قیام کیا۔

السدی نے کہا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنے مؤمن اصحاب کے ساتھ آ کر مکہ میں آباد ہو گئے اور وہاں عبادت کرتے رہے حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی' ان کی قبریں کعبہ کے غربی جانب دار الندوۃ اور حجر کے درمیان ہیں۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم میں بیس سال رہے اور ایک سو پچاسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔

خطیب بغدادی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کی عمر تین سو چھتیس سال تھی اور یہ زیادہ ظاہر ہے' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام یمن میں فوت ہوئے تھے اور وہاں اس جگہ ان کی قبر ہے جس کو شبوہ کہا جاتا ہے' الفربری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام مؤمنین کے ساتھ شام کی طرف نکلے اور فلسطین میں رہے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور حضرت صالح اور حضرت ھود علیہما السلام کے درمیان ایک سو سال کا عرصہ تھا اور حضرت صالح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیان چھ سو تیس سال کا عرصہ تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٧٥۔ ٣٧٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ﴾ (الحجر: ٨٠). اور بے شک وادیٔ حجر والوں نے (رسولوں کو) جھٹلا دیا۔ (الحجر: ٨٠)

اَلْحِجْرُ مَوْضِعُ ثَمُوْدَ ﴿وَاَمَّا حَرْثٌ حِجْرٌ﴾ (الانعام: ١٣٨) حَرَامٌ وَّكُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ مَّحْجُوْرٌ وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهٗ وَمَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْاَرْضِ

حجر' ثمود کی جگہ ہے' لیکن (سورۃ الانعام میں) جو ''حرث حجر'' کا لفظ ہے' وہاں حجر کے معنی حرام اور ممنوع ہیں' اور ہر ممنوع چیز حجر محجور ہے' اور حجر ہر اس عمارت کو بھی کہتے ہیں جس کو تم نے بنایا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَهُوَ حِجْرٌ وَّمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا كَاَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِّنْ مَّحْطُوْمٍ مِثْلُ قَتِيْلٍ مِّنْ مَّقْتُوْلٍ وَّيُقَالُ لِلْاُنْثٰى مِنَ الْخَيْلِ الْحِجْرُ وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًى. وَاَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ مَنْزِلٌ.

ہو اور جس زمین کو تم (دیوار یا باڑ سے) گھیر لو اس کو بھی حجر کہتے ہیں' اسی اعتبار سے بیت اللہ کے حطیم کو حجر کہتے ہیں' یہ "محطوم" سے ماخوذ ہے جیسے "قتیل"، "مقتول" سے ماخوذ ہے' اور گھوڑیوں کو بھی حجر کہا جاتا ہے' اور عقل کو بھی حجر اور حجی کہتے ہیں اور رہا حجر الیمامہ تو وہ ایک منزل ہے۔

لفظ "حجر" کی تحقیق

الحجر: ۸۰ میں فرمایا: وادیٔ حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اس آیت میں وادیٔ حجر سے مراد ثمود کا مقام ہے اور یہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام ہے' اور رسولوں سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں' ہر چند کہ حضرت صالح واحد ہیں اور قواعد کے اعتبار سے ان کو رسول فرمانا چاہیے تھے لیکن ان کو جمع سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب کو مستلزم ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت صالح علیہ السلام اور مؤمنین میں سے ان کے اصحاب ہیں۔

امام بخاری نے کہا: رہا "حرث حجر" کا لفظ تو وہاں "حرث" کا معنی حرام اور ممنوع ہے۔ امام بخاری نے اس قول سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا. (الانعام: ۱۳۸)

اور انہوں نے کہا: یہ مویشی اور کھیت ممنوع ہیں' ان کو وہی کھائے گا جس کو ہم چاہیں گے' ان کے زعم باطل کے مطابق اور کچھ ایسے مویشی ہیں جن پر سواری کرنا ممنوع ہے۔

امام بخاری نے کہا: ہر ممنوع چیز کو حجر کہا جاتا ہے' امام بخاری کی باقی عبارت واضح ہے' اخیر میں امام بخاری نے کہا: رہا حجر الیمامہ تو وہ ایک منزل اور مقام ہے' یعنی وہ شام کی جانب وادی القریٰ کے نزدیک ایک مقام ہے' وہاں ثمود رہتے تھے۔

۳۳۷۷ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الَّذِيْ عَقَرَ النَّاقَةَ فَقَالَ اِنْتَدَبَ لَهَا رَجُلٌ ذُوْعِزٍّ وَّمَنَعَةٍ فِيْ قُوَّةٍ كَاَبِيْ زَمْعَةَ.

[اطراف الحدیث: ۴۹۴۲-۵۲۰۴-۶۰۴۲] (صحیح مسلم: ۲۸۵۵' الرقم المسلسل: ۷۰۸۵' سنن ترمذی: ۳۳۵۴' سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ نے اس شخص کا ذکر کیا جس نے (حضرت صالح علیہ السلام) کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں' آپ نے فرمایا: اس اونٹنی کے درپے جو شخص ہوا تھا وہ (ظاہراً) بہت عزت اور شوکت والا شخص تھا' جیسے ابو زمعہ ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے کیونکہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنا حضرت صالح علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کے اونٹنی نکالنے کا معجزہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی تو انہوں نے اس معجزہ کا مطالبہ کیا کہ وہ اونٹنی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نکال کر دکھائیں کیونکہ وہ اونٹ پالنے والے لوگ تھے اور ان کے ہاں اونٹنیاں بہت کمیاب تھیں' انہوں نے کہا: وہ اونٹنی گہری سیاہ ہو اور وہ دس ماہ کی ہو' حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ ان کو کھلی جگہ پر لے جائیں' پس حضرت صالح ان کو لے گئے' پھر پوچھا: تم کہاں سے چاہتے ہو کہ میں اونٹنی نکالوں' تو انہوں نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا' حضرت صالح علیہ السلام نے کہا: اللہ کے اذن سے نکل آ! تو وہ چٹان پھٹی اور اس کے اندر سے ایسی ہی اونٹنی نکل آئی' جس طرح کی اونٹنی کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا' پھر اس کے پیچھے اس کا بچہ بھی نکل آیا' یہ دیکھ کر حاضرین میں سے بہت لوگ ایمان لے آئے' ان کا بادشاہ بھی ایمان لے آیا' اور بعض لوگوں نے تکذیب کی اور بادشاہ کے بھائی نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔

ایک شخص جو بہت طاقت اور اقتدار والا تھا' جس طرح ابوزمعہ ہے' اس نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں' یعنی ٹخنوں کے اوپر کے پٹھے کاٹ ڈالے' اس شخص کا نام قدار بن سالف تھا' علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ وہ ولد الزنا تھا' وہ سرخ رنگ کا تھا اور اس رنگ کو ثمود منحوس سمجھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۷۸-۳۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٣٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ اَبُو الْحَسَنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ بْنِ حَيَّانَ اَبُوْ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَمَرَهُمْ اَنْ لَّا يَشْرَبُوْا مِنْ بِئْرِهَا وَلَا يَسْتَقُوْا مِنْهَا فَقَالُوْا قَدْ عَجَنَّا مِنْهَا وَاسْتَقَيْنَا فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّطْرَحُوْا ذٰلِكَ الْعَجِيْنَ وَيُهَرِيْقُوْا ذٰلِكَ الْمَاءَ وَيُرْوٰى عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ وَاَبِى الشُّمُوْسِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِاِلْقَاءِ الطَّعَامِ وَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اعْتَجَنَ بِمَائِهِ.

[طرف الحدیث: ٣٣٧٩] (صحیح مسلم: ٢٩٨١' الرقم المسلسل: ٧٣٦٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مسکین ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حسان بن حیان ابوزکریاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ تبوک میں وادی الحجر میں پہنچے تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کے کنویں سے پانی نہ پئیں اور نہ اس سے (اپنے جانوروں کو) پانی پلائیں' صحابہ نے کہا: ہم تو اس کے پانی سے آٹا گوند چکے ہیں اور پانی نکال چکے ہیں' تو آپ نے حکم دیا کہ اس آٹے کو پھینک دیں اور اس پانی کو گرا دیں۔ سبرہ بن معبد اور ابی شموس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طعام کو پھینکنے کا حکم دیا اور حضرت ابوذر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس پانی سے آٹا گوندھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مسکین الیمانی' یہ امام بخاری اور امام مسلم کے شیخ ہیں (۲) یحییٰ بن حسان' یہ اسم منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح ہے' یہ ابن حیان التنیسی ہیں (۳) سلیمان' یہ ابن بلال ابوایوب ہیں' قاسم بن محمد کے آزاد شدہ غلام ہیں' یہ بربری ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۷۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: جب آپ وادئ حجر میں پہنچے۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں ثمود کے مکانات ہیں۔

اس میں مذکور ہے: اس پانی کو گرا دیں۔ آپ نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ صحابہ اس پانی کو نہ پئیں تاکہ ان میں قوم ثمود کی سنگ دلی نہ پیدا ہو جائے' یا اس سے انہیں کوئی اور ضرر نہ پہنچے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٣٧٩ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّاسَ نَزَلُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْضَ ثَمُوْدَ الْحِجْرَ فَاسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِهَا وَاعْتَجَنُوْا بِهٖ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّهْرِيْقُوْا مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِهَا وَاَنْ يَّعْلِفُوا الْاِبِلَ الْعَجِيْنَ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّسْتَقُوْا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ كَانَتْ تَرِدُهَا النَّاقَةُ تَابَعَهٗ اُسَامَةُ عَنْ نَّافِعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثمود کی وادیٔ حجر میں پہنچے تو انہوں نے ان کے کنویں سے پانی نکالا اور اس سے آٹا گوندھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ انہوں نے ثمود کے کنویں سے جو پانی نکالا ہے' اس کو گرا دیں اور جو آٹا گوندھا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دیں اور ان کو حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی نکالیں جس پر اونٹنی آتی تھی۔ عبید اللہ کی متابعت اسامہ نے کی ہے از نافع۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٣٣٨٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قوم ثمود کے کنوؤں سے پانی لینا مکروہ ہے اور اسی کے حکم میں ان کنوؤں اور چشموں کا پانی ہے' جن اقوام کو اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب دیا گیا تھا اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی ہے۔

٣٣٨٠ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِرِدَائِهٖ وَهُوَ عَلَى الرَّحْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از معمر از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہم کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وادی الحجر کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: تم ظالموں کے گھروں کے پاس سے نہ گزرنا مگر اس حال میں کہ تم رو رہے ہو' کہیں تم پر بھی وہ عذاب نازل نہ ہو جو ان پر نازل ہوا تھا' پھر آپ نے اپنے آپ کو اپنی چادر میں چھپا لیا اور اس وقت آپ اونٹ کے پالان پر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٣٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨١ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا اَبِيْ سَمِعْتُ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِثْلُ مَا اَصَابَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی کہ میں نے یونس سے سنا از الزہری از سالم کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے' تم ان کے گھروں میں نہ داخل ہونا مگر اس حال میں کہ تم رونے والے ہو' کہیں تم پر بھی ایسا عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٤٣٣ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

١٨ - بَابٌ ﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ﴾ (البقرہ:١٣٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب فوت ہوئے (البقرہ:١٣٣)

یہ باب مکرر ہے' تین بار پہلے گزر چکا ہے اور صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ باب نہیں ہے۔

٣٣٨٢ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. [اطراف الحدیث:٣٣٩٠-٤٦٨٨] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از والدخود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم' (حضرت) یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت جو وصیت کی تھی' اس میں حضرت یوسف علیہ السلام بھی داخل تھے۔

کریم کا معنی

اس حدیث میں حضرت یوسف علیہ السلام کی صفت کریم بیان کی گئی ہے۔ "کریم" لئیم (ملامت زدہ) کی ضد ہے' کریم اس شخص کو کہتے ہیں جو دنیا اور آخرت میں نیک ہو۔

علامہ نووی نے کہا: کریم اصل میں اس کو کہتے ہیں جس میں بہ کثرت خیر ہو' حضرت یوسف علیہ السلام نے شرف نبوت کے ساتھ تمام مکارمِ اخلاق کو جمع کر لیا تھا' اور وہ تین متناسل انبیاء (حضرت یعقوب' حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم) علیہم السلام کے بیٹے تھے اور جب وہ دنیاوی ریاست کے امیر ہوئے تو انہوں نے انتہائی عدل وانصاف سے کام کیا۔

١٩ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ○﴾ (یوسف:٧)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں (کے قصہ) میں پوچھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں ○ (یوسف:٧)

آیات کی تفسیر اور بارہ بھائیوں کے اسماء

اس آیت میں آیات کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: عبرت انگیز واقعات' اور اس میں "سائلین" کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: یہودی' ایک قول یہ ہے کہ آیات سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی علامات اور اس پر دلائل اور ہر چیز میں اس کی حکمت' دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر علامات اور دلائل مراد ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے یہ نام ہیں: (١) فروبیل' یہ سب سے بڑے بھائی تھے (٢) شمعون (٣) لاوی (٤) یہودا (٥) روبالون (٦) یشخر یا ساخر' ان سب کی ماں لیا بنت لایان تھیں (٧) دانی (٨) یفتالی (٩) جاد (١٠) آشر' یہ سب دو باندیوں سے پیدا ہوئے تھے' پھر لیا فوت ہو گئیں تو حضرت یعقوب نے ان کی بہن راحیل سے شادی کر لی اور ان سے حضرت یوسف

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور بنیامین پیدا ہوئے' پس یہ کل بارہ بھائی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳۸۳ - حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَاَكْرَمُ النَّاسِ یُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِیْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَّعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِیْ النَّاسُ مَعَادِنُ خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے' صحابہ نے کہا: ہم آپ سے اس کے متعلق سوال نہیں کر رہے' آپ نے فرمایا: پھر سب لوگوں سے زیادہ مکرم یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں' صحابہ نے کہا: ہم ان کے متعلق آپ سے سوال نہیں کر رہے' آپ نے فرمایا: پھر تم عرب کے معادن کے متعلق سوال کر رہے ہو' لوگ معادن ہیں' جو زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر تھے وہ زمانہ اسلام میں سب سے بہتر ہیں جب وہ دین میں سمجھ حاصل کر لیں۔

اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

ہمیں محمد بن سلام نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از عبید اللہ از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اسی طرح۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۸٤ - حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا مُرِیْ اَبَابَكْرٍ یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ قَالَتْ اِنَّهٗ رَجُلٌ اَسِیْفٌ مَتٰی یَقُمْ مَقَامَكَ رَقَّ فَعَادَتْ قَالَ شُعْبَةُ فَقَالَ فِی الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن المحبر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعد بن ابراہیم' انہوں نے کہا: میں نے عروہ بن الزبیر سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ نے کہا: وہ بہت رقیق القلب مرد ہیں' جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان پر رقت طاری ہو گی' پھر انہوں نے اپنی بات دہرائی۔ شعبہ نے کہا: آپ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتیں ہو' ابوبکر سے کہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۸۵ - حَدَّثَنَا الرَّبِیْعُ بْنُ یَحْیَی الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ ابْنِ اَبِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الربیع بن یحییٰ البصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَجُلٌ فَقَالَ مِثْلَهٗ فَقَالَتْ مِثْلَهٗ فَقَالَ مُرُوْهُ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ فَاَمَّ اَبُوْبَكْرٍ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ رَجُلٌ رَّقِيْقٌ.

از عبدالملک بن عمیر از ابی بردہ بن ابی موسیٰ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بیمار ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بے شک ابوبکر ایسے مرد ہیں۔ پس راوی نے اس کی مثل کہا' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی مثل کہا' آپ نے فرمایا: ان سے کہو تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتیں ہو' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں نمازیں پڑھائیں۔ پس حسین نے کہا: از زائدہ: وہ رقیق القلب مرد ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٧٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے! اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے! اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے! اے اللہ! ضعیف مؤمنین کو نجات دے! اے اللہ! مضر کو شدت سے روند ڈال! اے اللہ! ان پر حضرت یوسف کے زمانہ کے قحط کے سال مسلط کر دے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ ابْنِ اَخِيْ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَاَبَا عُبَيْدٍ اَخْبَرَاهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَّلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَالَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ اَتَانِي الدَّاعِيْ لَاَجَبْتُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی جو حضرت جویریہ کے بھتیجے ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از امام مالک از الزہری کہ بے شک سعید بن المسیب اور ابوعبید' دونوں نے ان کو خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے! وہ مضبوط قبیلہ کی پناہ کی تمنا کرتے تھے اور اگر میں قید خانہ میں اتنا عرصہ رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ السلام رہے تھے' پھر میرے پاس قید سے نکال کر بلانے والا آتا تو میں اس کی بات مان لیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٧٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّ رُوْمَانَ وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ عَمَّا قِيلَ فِيهَا مَاقِيلَ قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ عَائِشَةَ جَالِسَتَانِ إِذْ وَلَجَتْ عَلَيْنَا امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَهِيَ تَقُولُ فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَّفَعَلَ قَالَتْ فَقُلْتُ لِمَ قَالَتْ إِنَّهُ نَمَى ذِكْرَ الْحَدِيثِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَيُّ حَدِيثٍ فَأَخْبَرَتْهَا قَالَتْ فَسَمِعَهُ أَبُوبَكْرٍ وَّرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمّٰى بِنَافِضٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِهٰذِهِ قُلْتُ حُمّٰى أَخَذَتْهَا مِنْ أَجْلِ حَدِيثٍ تُحُدِّثَ بِهِ فَقَعَدَتْ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُونِي وَلَئِنِ اعْتَذَرْتُ لَا تَعْذِرُونِي فَمَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ يَعْقُوبَ وَبَنِيهِ ﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُونَ﴾ (یوسف:١٨) فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ مَاأَنْزَلَ فَأَخْبَرَهَا فَقَالَتْ بِحَمْدِ اللّٰهِ لَابِحَمْدِ أَحَدٍ. [اطراف الحدیث: ۴۱۴۳-۴۶۹۱-۴۷۵۱]

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از شقیق از مسروق وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت اُم رومان سے سوال کیا اور وہ حضرت عائشہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں تھیں اس افواہ کے متعلق جو حضرت عائشہ کے بارے میں کہی گئی تھی انہوں نے بیان کیا کہ میں جس وقت (حضرت) عائشہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تو ہمارے پاس ایک انصاری خاتون آئی اور وہ کہہ رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں (یعنی حضرت مسطح) کے ساتھ ایسا ایسا کرے حضرت عائشہ نے پوچھا: آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: اس نے بُری خبر پھیلائی ہے حضرت عائشہ نے پوچھا: کون سی خبر پھیلائی ہے؟ تو انہوں نے (ان کے تہمت لگانے کا واقعہ) بتایا حضرت عائشہ نے پوچھا: کیا اس خبر کو حضرت ابوبکر نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا ہے؟ اس انصاری خاتون نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان پر بے ہوش ہو کر گر گئیں پھر جب ان کو ہوش آیا تو ان کو سردی کے ساتھ بخار چڑھا ہوا تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے پوچھا کہ ان کو کیا ہوا ہے؟ تو اس انصاریہ نے کہا: ان کو اس تہمت کی خبر سن کر بخار آ گیا جو تہمت آپ کو بتائی گئی ہے پھر حضرت عائشہ اُٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا: اللہ کی قسم! اگر میں قسم کھا کر کہوں (کہ میں بے قصور ہوں) تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں عذر بیان کروں تو آپ لوگ مجھے معذور قرار نہیں دیں گے! پس میری اور آپ لوگوں کی مثال تو حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی طرح ہے پس آپ لوگ میرے متعلق جو کچھ کہتے ہیں تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی گئی ہےO پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ (کی برأت) کے متعلق وہ آیات نازل فرمائیں جو نازل فرمائیں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو ان (آیات) کی خبر دی تو حضرت عائشہ نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گی اور کسی کی حمد نہیں کروں گی۔

امام بخاری کی اس روایت کی سند پر بحث ونظر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے یہ حدیث از مسروق روایت کی ہے کہ مسروق نے یہ حدیث حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا سے سنی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے' متصل نہیں ہے' ہوسکتا ہے کہ مسروق نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہو' امام ابن سعد نے کہا کہ حضرت اُم رومان ٦ یا ۵ یا ۴ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہوگئی تھیں' اس وجہ سے مسروق کا ان سے تہمت کے واقعہ کو سننا ممکن نہیں ہے' لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث متصل ہے کیونکہ ابواسحاق حربی نے کہا ہے کہ مسروق نے حضرت اُم رومان سے اس وقت سوال کیا تھا جب ان کی عمر پندرہ سال تھی اور اُٹھہتر سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے اور حضرت اُم رومان مسروق سے مقدم تھیں' حافظ ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت اُم رومان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بڑے عرصہ تک زندہ رہیں' لہٰذا یہ حدیث متصل ہے۔

الخطیب نے کہا ہے کہ الحربی پر تعجب ہے کہ ان سے یہ بات کیسے مخفی رہی کہ مسروق کا حضرت اُم رومان سے سوال کرنا محال ہے' اسی وجہ سے امام مسلم نے اس سند کے ساتھ حدیث کو روایت نہیں کیا اور انہوں نے اس حدیث کو مسترد کر دیا اور اگر مسروق' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں زندہ تھے تو انہوں نے اس حدیث کو آپ سے کیوں نہیں سنا۔

حضرت مسطح کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت مِسطح رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' ان کا پورا نام مِسطح بن اُثاثہ بن عباد المطلب ہے۔ حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ ان کا نام عوف ہے لیکن اس پر مسطح کا غلبہ ہوگیا' یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے' غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور چھپن سال کی عمر میں چونتیس ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کا ساتھ دیا تھا اور جب قرآن مجید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر حدِ قذف لگائی' یعنی اسّی کوڑے مارے۔ حضرت ابوبکر ان کے فقر اور افلاس کی وجہ سے ان کو خرچ دیتے تھے' جب ان پر حد لگی تو حضرت ابوبکر نے قسم کھائی کہ اب وہ ان کو خرچ نہیں دیں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور: ٢٢)

اور تم میں سے جو لوگ اصحابِ فضل اور وسعت ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہیں دیں گے' انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کر دیں' (اے ایمان والو!) کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر نے کہا. اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کر دے' پھر انہوں نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کا خرچ واگزار کر دیا اور قسم کھائی کہ میں اب کبھی یہ خرچ بند نہیں کروں گا۔

(عمدۃ القاری ج ١۵ ص ٢٨١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت اُم المؤمنین عائشہ کے اس کلام کی توجیہ کہ میں آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی'------- اس کے متعلق دیگر شارحین کی تقریر

یہ حدیث دوسری جگہ بھی مذکور ہے' اس میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ کی جب اللہ تعالیٰ نے تہمت سے برأت نازل کر دی تو حضرت اُم رومان نے حضرت عائشہ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف (تعظیماً) قیام کرو' حضرت عائشہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی اور اللہ عز وجل کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی۔ (صحیح البخاری: ۴۱۴۱)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ نے اپنے اس قول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تعریض کی ہے' یعنی اس اعلانِ برأت کی وجہ سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد نہیں کروں گی کیونکہ ان کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین کے اس قول کی بناء پر حضرت عائشہ سے تحقیق اور باز پرس کی تھی اور حضرت عائشہ کی برأت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل کی تھی جو تا قیامت پڑھا جاتا رہے گا اور حضرت عائشہ کی پاک دامنی بیان ہوتی رہے گی۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۲۷۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

بعض اصحاب عبداللہ بن مبارک نے یہ کہا ہے کہ میں حضرت عائشہ کے اس قول کو بہت سنگین قرار دیتا ہوں اور غالباً حضرت عائشہ نے یہ اس وجہ سے کہا تھا کہ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اٹھ کر اللہ کی حمد کرو' سو انہوں نے اس سے یہ سمجھا کہ اس موقع پر وہ صرف اللہ کی حمد کریں۔ (ارشاد الساری ج ۷ ص ۳۶۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت اُم المؤمنین کے اس کلام کی توجیہ میں مصنف کی تقریر

ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ کا یہ جملہ بہت سنگین ہے کہ میں صرف اللہ کی حمد کروں گی' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد نہیں کروں گی' لیکن بعض اوقات احباء مقامِ ناز میں اپنے محبوب کے ساتھ ایسا کلام کرتے ہیں جو بہ ظاہر بہت سخت اور سنگین ہوتا ہے' لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کا وہ مطلب نہیں ہوتا جو ان لفظوں سے مفہوم ہوتا ہے' اس کی مثال درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر میں دعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں' اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۲۹۱۵)

امام مسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھا تو وہ تین سو اور تیرہ مرد تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا' پھر اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' پھر اپنے رب سے اس طرح دعا کی: اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کر! اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو عطاء کر! اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج ہلاک ہوگئی تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی' پھر آپ اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے مسلسل قبلہ کی طرف دعا کر کے اسی طرح اپنے رب سے دعا کرتے رہے' حتیٰ کہ آپ کی چادر آپ کے کندھوں سے ڈھلک گئی۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۱۷۶۳' الرقم المسلسل: ۴۵۰۷' سنن ابوداؤد: ۲۶۹۰' سنن ترمذی: ۳۰۸۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ سے یہ کہنا کہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج ہلاک ہوگئی تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہوگی' بہ ظاہر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جملہ بھی اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت سخت ہے لیکن احباء مقامِ ناز میں اپنے محبوبین سے اسی طرح کا کلام کرتے ہیں۔ اس کی دوسری مثال درج ذیل حدیث ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں ضرور جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ کیسے اس کو پہچان لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو تم کہتی ہو: ربِّ محمد کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: ربِّ ابراہیم کی قسم! حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں نے کہا: اسی طرح ہے اور اللہ کی قسم! یارسول اللہ! میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی ہوں (یعنی آپ کی ذات کو نہیں چھوڑتی ہوں)۔ (صحیح البخاری:٥٢٢٨، صحیح مسلم:٢٤٣٩، مسند ابویعلیٰ:٤٨٩٤، سنن بیہقی ج١٠ص٦٧، تاریخ بغداد ج٣ص٦١، شرح السنہ:٢٣٣٨، سنن کبریٰ:٩١٥٦، صحیح ابن حبان:٤٣٣١)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ جتنی مدت میری ناراضگی رہتی ہے، میں اس مدت میں آپ کے نام کو چھوڑ دیتی ہوں لیکن آپ کی ذاتِ شریف کو نہیں چھوڑتی اور حضرت عائشہ نے اس کو ہجرت سے تعبیر کیا جو اس پہ دلالت کرتا ہے کہ آپ کے نام کو چھوڑنے کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوتی ہے لیکن ناراضگی کی وجہ سے اس پر اختیار نہیں ہوتا اور وہ آپ سے کامل وصال کی طلب میں رہتی ہیں۔

(مرقات ج٦ص ٣٩٣، مکتبہ حقانیہ پشاور)

یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مقامِ ناز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناراض ہوتیں اور آپ کا نام نہیں لیتیں اور ربِّ ابراہیم کی قسم کھاتیں، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جان لیتے تھے کہ کسی بات سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجھ سے ناراض ہیں اور ان کا یہ ناراض ہونا بھی مقامِ ناز کی بناء پر تھا۔ امت کے کسی اور فرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی بات پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہو یا آپ پر غضب ناک ہو۔

علیٰ ھذا القیاس! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تہمت لگنے والی حدیث میں کہا: میں صرف اپنے رب کی حمد کروں گی، یعنی آپ کی حمد نہیں کروں گی۔ تو حضرت عائشہ کا یہ ارشاد بھی مقامِ ناز میں تھا، امت کے کسی اور فرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کے متعلق ایسا کہے اور اگر کہے تو اس کی گردن اُڑا دی جائے۔

دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ناراضگی اس وجہ سے تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس تہمت کے متعلق حضرت عائشہ سے باز پرس کی اور تفتیش کی تو اس طرح فرمایا: اے عائشہ! تمہارے متعلق جو مجھے تہمت کی خبر پہنچی ہے، اگر تم اس سے بَری ہو تو عنقریب اللہ تم کو اس سے بَری کر دے گا اور اگر تم نے کوئی گناہ کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس سے توبہ کرو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔

اس کے جواب میں حضرت عائشہ نے کہا: بے شک اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں نے یہ بات سن لی ہے اور آپ لوگوں کے دلوں میں یہ بات جم گئی ہے اور آپ لوگوں نے اس کی تصدیق کر دی ہے، پس اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں اس تہمت سے بَری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں کسی گناہ کا اعتراف کر لوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس گناہ سے بَری ہوں تو آپ لوگ میری ضرور تصدیق کریں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ سے نہیں اُٹھے تھے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بَری کر دیا ہے، تو مجھ سے میری ماں نے کہا: آپ کی طرف کھڑی ہو، تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی، میں تو صرف اللہ عزوجل کی حمد کروں گی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح بخاری: ۴۱۴۱' سنن ابوداؤد: ۲۱۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۰' مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۷)

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس طرح فرمایا تھا' یہ مقامِ ناز میں آپ کے کلمات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس معاملہ میں باز پرس کی تھی اور اجنبیوں کی طرح کلام کیا تھا' وہ محض اتمامِ حجت کے لیے تھا تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ آپ نے اپنی اہلیہ کی جانب داری کی' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ حضرت عائشہ اس تہمت سے بَری ہیں اور اسی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے اپنی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر اور بھلائی کے اور کسی چیز کو نہیں جانا۔

حافظ بدرالدین عینی' حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر نامور شارحین نے اس حدیث کی شرح کی ہے' لیکن انہوں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین کے اس کلام کی توجیہ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا' اپنی اور تمام مؤمنوں کی ماں سے جو مجھے شدید محبت ہے' اس نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میں اس مقام سے ایسے ہی گزر جاؤں' سو میں نے اُمّی و اُمّ المؤمنین کے اس کلام کی توجیہ کی اور اپنی ماں سے اس اعتراض کی گرد جھاڑ دی' لہٰذا یقین واثق ہے کہ قیامت کے دن آپ بھی میری شفاعت کر کے میرے چہرے سے گناہوں کی گرد جھاڑ دیں گی کہ ہر چند کہ یہ نکما اور ناکارہ ہے' مگر ہے تو میرا بیٹا' اس کو جانے دو۔

۳۳۸۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتِ قَوْلَهُ ﴿حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا﴾ (یوسف: ۱۱۰) أَوْ كُذِبُوا قَالَتْ بَلْ كَذَّبَهُمْ قَوْمُهُمْ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوهُمْ وَمَا هُوَ بِالظَّنِّ فَقَالَتْ يَا عُرَيَّةُ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوا بِذٰلِكَ قُلْتُ فَلَعَلَّهَا أَوْ كُذِبُوا قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا. وَأَمَّا هٰذِهِ الْآيَةُ قَالَتْ هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِينَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوهُمْ وَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَتْ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنُّوا أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ كَذَّبُوهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عروہ نے خبر دی' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: آپ یہ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں: حتیٰ کہ جب رسول (اپنی قوم کے ایمان سے) نا اُمید ہونے لگے اور لوگوں نے گمان کر لیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے (یوسف: ۱۱۰) (یہ لفظ ''کُذِّبُوا'' ہے) یا ''کذبو'' (یعنی ان کی تکذیب کی گئی ہے یا ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے) حضرت عائشہ نے فرمایا: بلکہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی تھی' تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! ان رسولوں کو تو یہ یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے اور ان کو اس کا گمان نہیں تھا' پس حضرت عائشہ نے کہا: اے عُریّہ! بے شک ان کو اس کا یقین تھا' میں نے کہا: پس شاید یہ لفظ ''او کُذِبُوا'' (ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے) ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا: معاذ اللہ! اللہ کے رسول اپنے رب کے ساتھ ایسا گمان نہیں کرتے اور رہی یہ آیت تو یہ لوگ رسولوں کے پیروکار تھے' جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی تھی اور ان پر مصائب کی مدت دراز ہو گئی اور مدد کے آنے میں تاخیر ہو گئی' حتیٰ کہ ان کی قوم کے جن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لوگوں نے تکذیب کی تھی وہ مایوس ہو گئے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں کے پیروکاروں نے ان سے جھوٹ کہا تھا تو ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ ﴿اِسْتَيْاَسُوْا﴾ اِفْتَعَلُوْا مِنْ يَئِسْتُ ﴿مِنْهُ﴾ (یوسف:٨٠) مِنْ يُّوْسُفَ ﴿لَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ﴾ (یوسف:٨٧) مَعْنَاهُ الرَّجَاءُ.

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''استیئسوا''، ''افتعلوا'' کے وزن پر ہے' یہ ''یئست'' سے ماخوذ ہے' یعنی زلیخا حضرت یوسف سے نا اُمید ہو گئی' اللہ کی رحمت سے نا اُمید مت ہو' یعنی اس سے اُمید رکھو۔

[اطراف الحدیث:٤٥٢٥۔٤٦٩٥۔٤٦٩٦] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

عروہ کے سوال اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

عروہ کو جو اشکال پیدا ہوا تھا' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولوں کو یہ یقین تھا کہ ان کی تکذیب کی گئی' اور قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ان کو گمان تھا کہ ان کی تکذیب کی گئی ہے' حضرت عائشہ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں گمان بہ معنی یقین ہے' یعنی رسولوں نے یہ خبر دی تھی کہ الله کے منکر کافروں پر عذاب آئے گا لیکن جب ان پر عذاب آنے میں تاخیر ہوئی تو رسولوں کے پیروکاروں کے متعلق کافروں نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا تو پھر اللہ کی مدد آئی اور کافروں پر عذاب آ گیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٨٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣٩٠ - اَخْبَرَنِیْ عَبْدَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدۃ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم' یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٨٢ میں گزر چکی ہے۔

٢٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ (الانبیاء:٨٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایوب کو (یاد کیجئے) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (الانبیاء:٨٣)

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ اور اس کا بیان کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو کوئی گھناؤنی بیماری نہیں ہوئی تھی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ایوب' اسم عجمی ہے اور عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کا پانچ جگہ ذکر فرمایا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ایوب علیہ السلام نے جو فرمایا تھا: اے رب! مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اس تکلیف کے بیان میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ایوب کو اس سے تکلیف پہنچی کہ لوگوں نے کہا کہ حضرت ایوب جو اس مرض میں مبتلا ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کوئی بہت بڑا گناہ کیا تھا جس کی انہیں یہ سزا ملی ہے۔ (معاذ اللہ)

(۲) ان پر چالیس دن تک وحی نہیں آئی تھی جس سے انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے رب نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔

(۳) یہ انہوں نے اس وقت دعا کی تھی کہ جب کیڑوں نے ان کے تمام جسم کو کھا لیا تھا' پھر کیڑے ان کے دل کی طرف چلنے لگے۔ مصنف کے نزدیک یہ قول محض باطل ہے' اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں پر ایسی بیماری نہیں ڈالتا جو لوگوں کے نزدیک قابل نفرت ہو' جسم میں کیڑے پڑنا دیکھنے والوں کے لیے موجب نفرت ہے' اللہ کے نبی پُرکشش ہوتے ہیں تاکہ لوگ ان کی طرف رغبت کریں اور ان کی بات سنیں' نہ کہ وہ ایسے حال میں ہوں کہ لوگ ان سے بھاگیں اور نفرت کریں۔

(۴) حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ دعا اس وقت کی تھی جب ان کی بیوی ان کو چھوڑ کر چلی گئی تھی اور کوئی ان کی دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا۔

(۵) حسن بصری نے بیان کیا کہ ابلیس لعین ان کی بیوی کے پاس ایک بکری کا بچہ لے کر آیا اور کہا: تم حضرت ایوب سے کہو کہ وہ اس کو میرے نام پر ذبح کر دیں' پھر وہ تندرست ہو جائیں گے' وہ اس کو لے کر آئیں اور یہ پیغام پہنچایا تو حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: تم تو مجھ کو ہلاک کرنے لگی تھیں' جب اللہ نے مجھے شفاء دے دی تو میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا' تم مجھ سے یہ کہتی تھیں کہ میں اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کروں' پھر حضرت ایوب نے اپنی بیوی کو گھر سے نکال دیا اور گھر میں اکیلے رہ گئے' تب انہوں نے کہا کہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام کو ابتداءً تکلیف ہوئی تو انہوں نے اس وقت دعا کیوں نہیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو علم تھا کہ یہ اللہ کی تقدیر ہے اور بندہ اپنے مولیٰ کی تقدیر میں تصرف نہیں کر سکتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے ابتداءً بیماری کو دور کرنے کی دعا اس لیے نہیں کی تاکہ اس بیماری کی وجہ سے ان کو زیادہ ثواب ملے' لہٰذا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیماری کو دور کرنے کی دعا نہیں کی۔

اور اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے کہا: تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ بہ ظاہر یہ چاہیے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے کہ تو میری اس سخت تکلیف کو دور فرما! لیکن انہوں نے یہ دعا کی کہ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے' اور اس میں بیماری کو زائل کرنے کی تعریض ہے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی کہ وہ بہت رحیم ہے اور کریم کی ثناء کرنا اس سے سوال کو متضمن ہوتا ہے' گویا کہ انہوں نے کہا کہ تو میرے حال پر رحم فرما اور مجھے اس مرض سے شفاء عطاء فرما!

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے قصہ کے متعلق امام ابن ابی حاتم' امام ابن جریر' امام ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے مرض میں تیرہ سال لگاتار مبتلا رہے اور ان کو ان کے تمام قریب اور بعید رشتہ داروں نے چھوڑ دیا' اور احمد بن وہب نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ایوب علیہ السلام اپنی مصیبت میں اٹھارہ سال مبتلا رہے' اور خالد بن دریک نے کہا ہے: اسّی سال کی عمر میں ان پر یہ مصیبت آئی تھی' اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ وہ اس مصیبت میں سات سال مبتلا رہے اور ان پر یہ مصیبت ستر سال کی عمر میں آئی تھی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حسن بصری نے کہا ہے: حضرت ایوب علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے کچرا گھر میں پھینک دیا گیا تھا اور وہ سات سال تک اس میں پڑے رہے تھے۔

مصنف کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے' اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو باوقار حالت میں رکھتا ہے اور ان کو کوڑے کرکٹ کی جگہ پھینک دینا اور سات سال تک ان کا وہاں پڑے رہنا' ان کے وقار اور ان کی عظمت کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کے متعلق فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ (آل عمران: ٣٣)

بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو (ان کے زمانے کے) سارے جہان والوں پر ۝

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ‌ؕ كُلًّا هَدَيۡنَا‌ ۚ وَنُوۡحًا هَدَيۡنَا مِنۡ قَبۡلُ‌ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡسُفَ وَمُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ‌ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحۡيٰى وَعِيۡسٰى وَاِلۡيَاسَ‌ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَالۡيَسَعَ وَيُوۡنُسَ وَلُوۡطًا‌ؕ وَكُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ (الانعام: ٨٤-٨٦)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطاء کیے' اور ہم نے سب کو ہدایت دی اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں ۝ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس (سب کو ہدایت دی) یہ سب صالحین میں سے ہیں ۝ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط (کو ہدایت دی) اور ہم نے ان سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطاء فرمائی ۝

ہم نے جو آل عمران کی آیات نقل کی ہیں' ان میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا: ہم نے ان کو چن لیا' یعنی پسند کرلیا اور منتخب کرلیا اور جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہو' اس کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ سات سال تک کچرا کنڈی یا کوڑے میں پڑا رہا' اور ہم نے سورۃ الانعام کی جو آیات نقل کی ہیں' ان میں حضرت ایوب علیہ السلام سمیت دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا ہے: ہم نے ان کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے' تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہو' وہ سات سال تک کچرا کنڈی یا کوڑے میں پڑا رہا ہو۔ (معاذ اللہ!)

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو پسندیدہ اور مرغوب اور دلکش شخص بنا کر دنیا میں بھیجتا ہے تاکہ لوگ ان کی طرف رغبت کریں اور ان سے مانوس ہوں اور وہ جو اللہ کا پیغام سنائیں وہ اس کو قبول کریں اور جو شخص سات سال تک کچرا کنڈی پر پڑا رہے گا' اس سے لوگ متنفر ہوں گے یا اس کی شخصیت سے متاثر ہو کر اس کا پیغام سنیں گے۔ یہ روایت انبیاء علیہم السلام کے مقام اور منصب کے بالکل خلاف ہے' اور اللہ تعالیٰ جس حکمت کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں بھیجتا ہے' اس حکمت کے منافی ہے' علامہ عینی پر لازم تھا کہ وہ اس روایت کو اپنی شرح میں درج نہ کرتے اور اگر درج کر دیا تھا تو اس کو رد کر دیتے۔

حضرت ایوب علیہ السلام پر کوئی سخت بیماری مسلط کی گئی تھی لیکن وہ بیماری ایسی نہیں تھی جس سے لوگ گھن کھائیں' حدیث صحیح مرفوع میں اس قسم کی کسی چیز کا ذکر نہیں ہے' صرف ان کی اولاد اور ان کے مال مویشی کے مرجانے اور ان کے بیمار ہونے پر صبر کا ذکر ہے' علماء اور واعظین کو چاہیے کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف ایسے احوال منسوب نہ کریں جن سے لوگوں کو گھن آئے اور اس سلسلہ میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

درج ذیل آیت کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے:

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ○ اور یہ سب ہمارے پسندیدہ اور نیک لوگ ہیں○

(ص:۴۷)

* اس مسئلہ کی مزید تحقیق کے لیے تبیان القرآن ج ۷ ص ۶۵۴ ۔ ۶۴۸ ' الانبیاء: ۸۳ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

طبری اور ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی عمر ترانوے سال تھی اور ملکِ شام میں ان کی قبر ظاہر ہے۔

﴿اُرْكُضْ﴾ (ص:٤٢) اِضْرِبْ ﴿يَرْكُضُوْنَ﴾ (الانبیاء:١٢). يَعْدُوْنَ. ''اُرکض'' کا معنی ہے: ماریے' اور ''یرکضون'' کا معنی ہے: وہ اُچھلتے کودتے ہیں۔

امام بخاری نے اپنی اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ ۢبَارِدٌ وَّشَرَابٌ○ (ہم نے حکم دیا:) زمین پر اپنا پاؤں ماریے' یہ ٹھنڈا چشمہ ہے نہانے اور پینے کے لیے○ (ص:۴۲)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا تو انہوں نے اپنا پیر زمین پر مارا' پس اس سے چشمہ اُبل پڑا' سو انہوں نے اس چشمے میں غسل کیا اور ان پر بیماری کا کوئی اثر باقی نہیں رہا اور ان کا شباب اور حسن و جمال لوٹ آیا' پھر دوسرا پیر مارا تو اس سے دوسرا چشمہ اُبل پڑا' اور اس پانی کو انہوں نے پیا' تو اس سے ان کی تمام بیماریاں جاتی رہیں اور وہ تندرست ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک بار پیر مارنا ہی کافی تھا تو انہیں دو بار پیر مارنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار دفعِ ضرر کے لیے پیر مارا اور دوسری بار فرحت اور نشاط کے حصول کے لیے پیر مارا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۸۳ ۔ ۲۸۲' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر)

٣٣٩١ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا خَرَّ عَلَيْهِ رِجْلُ جَرَادٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ يَحْثِیْ فِیْ ثَوْبِهٖ فَنَادٰى رَبُّهٗ يَا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى قَالَ بَلٰى يَارَبِّ وَلٰكِنْ لَّا غِنٰى لِّیْ عَنْ بَرَكَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے' تو ان پر ایک ٹڈی گر پڑی جو سونے کی تھی' حضرت ایوب اس کو اپنے کپڑے میں دونوں ہاتھوں سے جمع کرنے لگے تو ان کے رب نے ان کو نداء کی: اے ایوب! کیا میں نے آپ کو اس سے غنی نہیں کر دیا جس کو آپ دیکھ رہے ہیں' حضرت ایوب نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے رب! لیکن میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاذْكُرْ فِی الْكِتَابِ مُوْسٰٓى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسولِ مکرم!) آپ کتاب میں موسیٰ کو یاد کیجیے بے شک وہ چنے ہوئے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۝ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا۝ ﴾ كَلَّمَهٗ ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا۝﴾ (مریم: ٥١-٥٣)

تھے اور رسول نبی تھے۝ اور ہم نے ان کو طور کی دائیں جانب سے نداء فرمائی اور ہم نے انہیں اپنا راز دار بنانے کے لیے مقرب بنایا۝ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون عطاء فرمائے۝ (مریم: ٥٣-٥١)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ان آیتوں میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا قصہ ہے' حضرت ہارون علیہ السلام عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے۔

مقاتل نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قرآن مجید میں ایک سو اٹھارہ جگہ ذکر کیا ہے' اور حضرت ہارون علیہ السلام کا گیارہ جگہ ذکر کیا ہے' ان دونوں کی ماں کا نام یوخایذ ہے۔

موسیٰ کا لغوی معنی بال مونڈنا ہے' لیث نے کہا: مو کا معنی پانی ہے اور سا کا معنی درخت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٣٩٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

يُقَالُ لِلْوَاحِدِ وَلِلْاِثْنَيْنِ وَالْجَمْعِ نَجِيٌّ. وَيُقَالُ ﴿خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾ (یوسف: ٨٠) اِعْتَزَلُوْا نَجِيًّا. وَالْجَمْعُ اَنْجِيَةٌ يَتَنَاجَوْنَ.

واحد' تثنیہ اور جمع کے لیے "نجیی" ہے "خلصو نجیا" کا معنی ہے: اکیلے میں مشورہ کرنے لگے اور "اعتزلوا نجیا" کا معنی ہے: وہ نکل کر مشورہ کرنے لگے اور اس کی جمع "انجیہ" بھی ہوتی ہے "یتناجون" کا لفظ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔

امام بخاری نے "خلصوا نجیّا" سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا۝ (یوسف: ٨٠)

پھر جب وہ اس کی طرف سے مایوس ہو گئے تو تنہائی میں مشورہ کرنے لگے۝

امام بخاری نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ وہ بادشاہ کے دربار سے نکل کر مشورہ کرنے لگے۔

امام بخاری نے "یتناجون" کے لفظ سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (المجادلہ: ٨)

(اے رسول مکرم!) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن کو (بُری) سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا تھا' پھر وہ اسی چیز کی طرف لوٹے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بُری سرگوشی اور سرکشی کرنے لگے۔

یہ آیت ان یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی جن کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا' جب ان یہودیوں کے پاس سے کوئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی گزرتا تو یہودی اس کو دیکھ کر آپس میں سرگوشی کرتے' جس سے وہ صحابی یہ گمان کرتا کہ یہ لوگ اس کو قتل

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرنے کے متعلق سرگوشی کر رہے ہیں' پس وہ ان کے خوف سے راستہ بدل دیتا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے یہودیوں کو سرگوشی کرنے سے منع فرمایا لیکن وہ باز نہیں آئے اور دوبارہ سرگوشی کرنے لگے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تَلْقَفُ﴾ (الاعراف:١١٧) تَلْقَمُ.

''تلقف'' کا معنی ہے: وہ نگلنے لگا۔

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اِلٰى قَوْلِهٖ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ○﴾ (المؤمن:٢٨)

اور فرعون کے متبعین میں سے ایک مرد مومن جو (آل فرعون سے) اپنا ایمان مخفی رکھتا تھا (یہ آیت یہاں تک ہے:) جو حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹا ہو○

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ○ (الاعراف:١١٧)

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی: اپنا عصا ڈال دو تو وہ فوراً ان (کے جادو) کی فریب کاری کو نگلنے لگا○

٣٣٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سَمِعْتُ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَرَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَدِيْجَةَ يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ اِلٰى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ وَّكَانَ رَجُلًا تَنَصَّرَ يَقْرَاُ الْاِنْجِيْلَ بِالْعَرَبِيَّةِ فَقَالَ وَرَقَةُ مَاذَا تَرٰى فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى وَاِنْ اَدْرَكَنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُّؤَزَّرًا. اَلنَّامُوْسُ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ يُطْلِعُهٗ بِمَا يَسْتُرُهٗ عَنْ غَيْرِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے عروہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹ کر گئے' اس وقت آپ کا دل کپکپا رہا تھا' سو وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور وہ ایک نصرانی مرد تھے' عربی میں انجیل پڑھتے تھے' پس ورقہ نے پوچھا: آپ کیا دیکھتے ہیں؟ سو آپ نے بتایا' پس ورقہ نے کہا: یہ وہ ناموس (فرشتہ) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا' اگر اس وقت تک میں زندہ رہا تو میں آپ کی نہایت قوی مدد کروں گا۔ ناموس اس محرم راز کو کہتے ہیں جو اس راز پر مطلع ہو جس کو انسان دوسروں سے چھپائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ اس جملہ میں مناسبت ہے کہ یہ وہ ناموس ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا' کیونکہ یہ باب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال کے متعلق ہے۔

٢٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى○ اِذْ رَاٰ نَارًا﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى○﴾ (طٰہٰ:٩-١٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئی○ جب انہوں نے آگ کو دیکھا...... پاک میدان طویٰ میں' تک (طٰہٰ:١٢-٩)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

امام بخاری نے پوری آیتیں ذکر نہیں کی' ہم ان کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئی O جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنی بیوی سے فرمایا: ٹھہرو! بے شک میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے لیے اس میں سے کوئی انگارا لے آؤں یا آگ پر کوئی راہ پاؤں O پھر جب وہ آگ کے پاس آئے تو انہیں نداء کی گئی: اے موسیٰ! O بے شک میں آپ کا رب ہوں تو آپ اپنے جوتے اتار دیں' یقیناً آپ پاک میدان طویٰ میں ہیں O (طٰہٰ: ۱۲-۹)

وہب نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے اپنی والدہ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی' پس وہ اپنی اہلیہ کو لے کر روانہ ہوئے' وہ سردی کی رات تھی' اندھیرا تھا اور برف باری ہو رہی تھی' وہ اسی طرح سفر کر رہے تھے کہ انہیں راستہ کے بائیں جانب آگ دکھائی دی' تو انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا: تم یہاں ٹھہرو' شاید میں اس آگ سے تمہارے لیے کچھ انگارے لے آؤں' یا شاید مجھے کوئی دین کا راستہ مل جائے' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سرسبز درخت ہے اور اس میں نیچے سے اوپر تک سفید آگ جل رہی ہے اور انہوں نے فرشتوں کی تسبیح سنی اور نورِ عظیم دیکھا' پہلے وہ خوف زدہ ہوئے' پھر ان کے دل پر طمانیت نازل کر دی گئی اور یہ نداء کی گئی: اے موسیٰ! بے شک میں آپ کا رب ہوں' آپ اپنے جوتے اتار دیں۔

جوتے اتارنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ جوتے مُردہ گدھے کی کھال سے بنائے گئے تھے' سو حضرت موسیٰ نے ان جوتوں کو اتار دیا اور ان کو وادی کے پیچھے پھینک دیا اور آپ کو بتایا گیا کہ آپ مقدس وادی میں ہیں۔

﴿اٰنَسْتُ﴾ (طٰہٰ: ۱۰) اَبْصَرْتُ ﴿نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ﴾ (طٰہٰ: ۱۰) اَلْاٰیَةَ

''آنست'' کا معنی ہے: میں نے دیکھا۔ بے شک میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس سے تمہارے پاس کوئی انگارہ لاؤں (طٰہٰ: ۱۰) الآیہ۔

یعنی ''آنست'' کا لفظ ''ایناس'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کو اچھی طرح دیکھنا حتیٰ کہ اس میں کوئی اشتباہ نہ رہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اَلْمُقَدَّسُ﴾ اَلْمُبَارَكُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: المقدس کا معنی ہے: المبارک۔

حضرت ابن عباس کا یہ قول سند متصل کے ساتھ تفسیر امام ابن ابی حاتم میں مذکور ہے۔

﴿طُوًی﴾ اِسْمُ الْوَادِیْ.

طویٰ' وادی کا نام ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس وادی کا نام طویٰ اس لیے ہے کہ طویٰ کا معنی ہے: لپیٹنا اور تہہ کرنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وادی کی مسافت کو ایک رات میں لپیٹ لیا تھا۔

﴿سِیْرَتَهَا﴾ (طٰہٰ: ۲۱) حَالَتَهَا.

''سیرتھا'' کا معنی ہے: اپنی حالت پر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی O (طٰہٰ: ۲۱)

ہم ابھی اس کو پہلی حالت کی طرف لوٹائے دیتے ہیں O

حضرت ابن عباس' مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ سیرت کا معنی ہے: ہیئت۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿وَالنُّهٰى﴾ (طٰہٰ: ٥٤). اَلتُّقٰى. "النھی" کا معنی بچانے والی چیز یعنی عقل۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى○ (طٰہٰ: ٥٤) بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے○

امام ابن جریر طبری نے کہا ہے: ان نشانیوں کو عقل والوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ وہی لوگ غور وفکر کرتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

﴿بِمَلْكِنَا﴾ (طٰہٰ: ٨٧) بِاَمْرِنَا. "بملکنا" کا معنی ہے: ہم نے اپنے اختیار سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا. (طٰہٰ: ٨٧) انہوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔

امام بخاری نے "ملکنا" کی تفسیر "ہمارے اختیار سے" کی ہے اور امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس اور قتادہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

﴿هَوٰى﴾ (طٰہٰ: ٨١) شَقِیَ. "ھوی" کا معنی ہے: بد بخت ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰى○ (طٰہٰ: ٨١) اور جس پر میرا غضب نازل ہوا تو بے شک وہ ہلاکت میں گرا○

امام بخاری نے "ھوی" کی تفسیر شقاوت سے کی ہے اور اسی طرح امام ابن جریر اور امام حاتم نے کی ہے۔

﴿فَارِغًا﴾ (القصص: ١٠) اِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. "فارغا" کا معنی ہے: حضرت موسیٰ کی ماں کا دل موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے سوا ہر چیز سے خالی ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا. (القصص: ١٠) اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل ہر چیز سے خالی ہو گیا۔

یعنی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل حضرت موسیٰ کی یاد کے علاوہ ہر چیز سے خالی ہو گیا' اسی طرح امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔

﴿رِدْءًا﴾ (القصص: ٣٤) كَیْ یُصَدِّقَنِی النَّاسُوْسُ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِیْ یَطْلُبُهٗ بِمَا یَسْتُرُهٗ عَنْ غَیْرِهٖ. "ردا" کا معنی ہے: تاکہ وہ میری تصدیق کرے۔ ناسوس اس محرم راز کو کہتے ہیں جو اس راز پر مطلع ہو جس کو انسان دوسرے سے چھپائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ○ (القصص: ٣٤) اور میرے بھائی ہارون جو مجھ سے زیادہ فصیح زبان والے ہیں' سو تو انہیں میری مدد کے لیے رسول بنا کر میرے ساتھ بھیج دے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تا کہ وہ میری تصدیق کرے' بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے O

امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ "یصدقنی" سے پہلے لفظ "کی" محذوف ہے۔ اور مجاہد اور قتادہ نے بیان کیا ہے کہ "رِدًا" کا معنی ہے: مدد' اور ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: مددگار۔

وَيُقَالُ مُغِيثًا أَوْ مُعِينًا. اور اس کی تفسیر میں "مغیث" اور "معین" بھی کہا جاتا ہے' یعنی مددگار۔

امام بخاری نے "ردا" کی تفسیر "مغیث" اور "معین" کے ساتھ کی ہے اور ان دونوں کا معنی مددگار ہے۔

﴿يَبْطُشُ﴾ وَيَبْطِشُ. "یبطُش" اور یہ لفظ "یبطِش" بھی پڑھا گیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّآ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا. پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ اس شخص پر حملہ کریں جو ان دونوں کا دشمن ہے۔ (القصص:١٩)

اس مقام پر قراءت مشہورہ "یبطِش" ہے یعنی طا کی زیر کے ساتھ' اور "یبطُش" طا کے پیش کے ساتھ بھی ہے' یہ حسن بصری اور ابن جعفر کی قراءت ہے۔

﴿يَأْتَمِرُوْنَ﴾ (القصص:٢٠) يَتَشَاوَرُوْنَ. "یأتمرون" کا معنی ہے: وہ مشورہ کر رہے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ. (القصص:٢٠) بے شک فرعون کے درباری آپ کو قتل کرنے کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں۔

ابو عبیدہ اور ابن قتیبہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے' اور مشورہ کا معنی ہے: کسی دوسرے کو حکم دینا۔

﴿وَالْجِذْوَةُ﴾ قِطْعَةٌ غَلِيظَةٌ مِّنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيهَا لَهَبٌ. اور "الجذوہ" کا معنی ہے: جلتی ہوئی لکڑی کا موٹا ٹکڑا' جس میں شعلہ نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ. (القصص:٢٩) آگ کی چنگاری۔

ابو عبیدہ نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

﴿سَنَشُدُّ﴾ (القصص:٣٥) سَنُعِينُكَ. "سنشد" کا معنی ہے: ہم عنقریب آپ کی مدد کریں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ. (القصص:٣٥) ہم آپ کے بازو کو عنقریب آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کر دیں گے۔

ابو عبیدہ نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: ہم عنقریب آپ کو آپ کے بھائی کے ساتھ طاقت دیں گے اور اس کے سبب سے مدد کریں گے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كُلَّمَا عَزَّرْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا. جب تم کسی چیز کو سہارا دو تو گویا تم نے اس کو بازو دیا۔

یہ بھی بازو کو مضبوط کرنے کی تفسیر ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ كُلَّمَا لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ أَوْ فِيهِ تَمْتَمَةٌ أَوْ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ. اور دوسروں نے کہا: جب بھی کوئی شخص کسی حرف کو نہ بول سکے یا اس کو اس میں تردد ہو یا ہکلاہٹ ہو تو کہا جاتا ہے: اس کی زبان میں گرہ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي○وَيَسِّرْ لِيٓ أَمْرِي○وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي○(طٰہٰ:٢٧-٢٥) اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کشادہ کر دے○اور میرا کام میرے لیے آسان کر دے○اور میری زبان کی گرہ کھول دے○

امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فرعون کی بیوی آسیہ حضرت موسیٰ کو ان کے بچپن میں گود میں لے کر جھلا رہی تھیں' پھر اس نے حضرت موسیٰ کو فرعون کی گود میں دے دیا' حضرت موسیٰ نے فرعون کی ڈاڑھی نوچ لی' فرعون نے غصے میں آ کر قصائیوں کو بلایا کہ ان کو ذبح کر دیں' تو آسیہ نے کہا: یہ ناسمجھ بچہ ہے' پھر اس نے حضرت موسیٰ کے سامنے کچھ انگارے اور یاقوت ڈال دیئے اور کہا کہ اگر یہ یاقوت کو اُٹھا لے تو اس کو ذبح کر دیں گے اور اگر یہ انگارہ اٹھا لے تو سمجھ لینا ناسمجھ بچہ ہے' پھر حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں انگارہ تھما دیا اور وہ انہوں نے منہ میں رکھ دیا۔ اس وجہ سے اس دن سے ان کی زبان میں گرہ پڑ گئی تھی۔

﴿أَزْرِي﴾ (طٰہٰ:٣١) ظَهْرِي. "ازری" کا معنی ہے: میری پشت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

أُشْدُدْ بِهٖٓ أَزْرِي○وَأَشْرِكْهُ فِيٓ أَمْرِي○ (طٰہٰ:٣٢-٣١) اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے○اور اسے میرے کار (نبوت) میں میرا شریک بنا دے○

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے۔

﴿فَيُسْحِتَكُمْ﴾ (طٰہٰ:٦١) فَيُهْلِكَكُمْ. "فیسحتکم" کا معنی ہے: پس وہ تم کو ہلاک کر دے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَّقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى○(طٰہٰ:٦١) ان سے موسیٰ نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان نہ باندھو' وہ عذاب سے تم کو ملیامیٹ کر دے گا اور جس نے اللہ پر بہتان باندھا وہ ناکام ہوا○

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح تفسیر نقل کی ہے' اور ابوعبیدہ نے کہا: "سحت" اور "اسحت" کا معنی واحد ہے۔

﴿الْمُثْلٰى﴾ (طٰہٰ:٦٣) تَأْنِيثُ الْأَمْثَلِ يَقُوْلُ بِدِيْنِكُمْ. يُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰى خُذِ الْأَمْثَلِ. "المثلٰی"، "الامثل" کی تانیث ہے' وہ کہتے تھے: تمہارے اچھے طریقہ کو' عرب کہتے ہیں: اچھا طریقہ لو' اچھا حکم لو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰىO (طٰہٰ:٦٣)

کہنے لگے: بے شک یہ دونوں جادوگر ہیں' یہ چاہتے ہیں کہ تم کو اپنے جادو کے ذریعے تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہارے اچھے طریقہ کو نیست ونابود کر دیںO

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ ''مثلٰی'' ''امثل'' کی تانیث ہے اور دین سے مراد پسندیدہ اور اچھا طریقہ ہے' یعنی درباریوں نے فرعون سے کہا کہ موسیٰ اور ہارون تمہارے پسندیدہ طریقہ کو مٹانا چاہتے ہیں' دوسری تفسیر یہ ہے کہ تمہارے طریقہ کو اپنانے والوں کو مٹانا چاہتے ہیں۔

﴿ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾ (طٰہٰ:٦٤). ''ثم ائتوا صفًا'' کا معنی ہے: پھر تم اپنی صفیں بنالو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰىO (طٰہٰ:٦٤)

سو تم اپنے تمام داؤ پیچ جمع کر لو' پھر صفیں بنا کر آؤ بے شک آج وہ فلاح پائے گا جو غالب رہے گاO

یہ فرعون کی قوم کے جادوگروں نے اپنے ٹولوں سے خطاب کیا تھا۔

يُقَالُ هَلْ اَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ يَعْنِي الْمُصَلَّى الَّذِي يُصَلّٰى فِيهِ.

کہا جاتا ہے کہ آج تو صف میں گیا تھا؟ یعنی جائے نماز پر گیا تھا جہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔

امام بخاری نے یہ صف کے متعلق ابوعبیدہ کی تفسیر نقل کی ہے اور بعض فصحاء عرب سے یہ جملہ منقول ہے کہ میں آج صف میں نہیں جا سکا' یعنی مصلّٰی پر نہیں جا سکا۔

﴿فَاَوْجَسَ﴾ اَضْمَرَ خَوْفًا. فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ ﴿خِيفَةً﴾ (طٰہٰ:٦٧) لِكَسْرَةِ الْخَاءِ.

''فاوجس'' کا معنی ہے: دل میں خوف رکھا' ''خیفة'' اصل میں ''خوف'' تھا' خاء کی کسرہ کی وجہ سے خوف کی واؤ یا سے بدل گئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰىO (طٰہٰ:٦٧)　تو موسیٰ نے اپنے دل میں خوف پایاO

امام بخاری نے ''اوجس'' کی تفسیر یہ کی ہے کہ انہوں نے اپنے دل میں خوف رکھا' اور یہ بتایا ہے کہ ''خیفة'' دراصل خوف تھا' صرف کے قانون سے واؤ یا سے بدل گئی کیونکہ واؤ ساکن ہے اور اس کا ماقبل مکسور ہے۔

﴿فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ (طٰہٰ:٧١) عَلٰى جُذُوْعٍ.　''فی جذوع النخل'' کا معنی ہے: کھجور کے تنے کے اوپر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ. (طٰہٰ:٧١)　اور میں ضرور کھجور کے تنوں پر تمہیں سولی چڑھاؤں گا۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں ''فِی'' بہ معنی ''عَلٰی'' ہے۔

﴿خَطْبُكَ﴾ (طٰہٰ:٩٥) بَالُكَ.　''خطبك'' کا معنی ہے: تمہارا حال۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّO(طٰہٰ:٩٥) موسیٰ نے کہا: اے سامری! اب تیرا کیا حال ہے؟O

سامری کا نام ہے: موسیٰ بن ظفر' اس کا قصہ مشہور ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے ہوئے تھے' ان کے پیچھے سامری نے بنی اسرائیل کے مصر سے لائے ہوئے سونے کے زیورات کو پگھلا کر ایک بچھڑا بنالیا' اور حضرت جبریل کی سواری کے نقش قدم کی مٹی سے ایک مٹھی بھر لی اور اس مٹی کو بچھڑے میں ڈال دیا تو وہ خدا کی قدرت سے بولنے لگا' سامری نے کہا: یہی موسیٰ کا خدا ہے' اور لوگوں کو اس بچھڑے کی پرستش پر لگا دیا۔

﴿مِسَاسَ﴾ (طٰہٰ:٩٧) مَصْدَرُ مَاسَّهُ مِسَاسًا . ''مساس'' (چھونا) یہ ''ماسه مساسًا'' کا مصدر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَامِسَاسَ. (طٰہٰ:٩٧) موسیٰ نے (سامری سے) کہا: دفع ہو! یقیناً تاحیات تیری یہ سزا ہے کہ تو یہ کہتا رہے گا: مجھے نہ چھونا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں یہ وحشت ناک سزا دی کہ اس کا لوگوں سے ملنا جلنا ممنوع ہو گیا اور اس کا لوگوں سے باتیں کرنا' خرید و فروخت کرنا' ہر قسم کا معاملہ ممنوع ہو گیا اور جو مرد اور عورت اس کو چھوتے تھے' اس کو فوراً بخار چڑھ جاتا تھا اور وہ چیخ مار کر کہتا تھا: نہ چھونا۔

﴿لَنَنْسِفَنَّهُ﴾ (طٰہٰ:٩٧) لَنُذْرِيَنَّهُ . ''لننسفنه'' کا معنی ہے: ہم اس کو دریا میں بہا دیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًاO(طٰہٰ:٩٧) ہم اس کو ضرور جلا کر بھسم کر دیں گے' پھر اس (کی راکھ) کو (اُڑا کر) دریا میں بہا دیں گےO

حکایت ہے کہ وہ بچھڑا گوشت اور پوست کا بن گیا تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ذبح کر کے جلا دیا' پھر اس کی راکھ کو دریا میں بہا دیا۔

﴿الضَّحَاءُ﴾ الْحَرُّ. ''الضحٰی'' کا معنی ہے: گرمی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا وَلَا تَضْحٰىO(طٰہٰ:١١٩) بے شک آپ وہاں نہ پیاسے ہوں گے نہ دھوپ کی تپش پائیں گےO

اس آیت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے کوئی مناسبت نہیں ہے' اس آیت میں جنت کی کیفیت بتائی ہے کہ اس میں جنتیوں کو پیاس لگے گی نہ دھوپ کی تپش ہو گی۔

﴿قُصِّيهِ﴾ (القصص:١١) اِتَّبِعِي اَثَرَهُ. وَقَدْ يَكُوْنُ اَنْ تَقُصَّ الْكَلَامَ ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾ (یوسف:٣) ''قصيه'' کا معنی ہے: ان کے قدم کے نشان کے پیچھے جاؤ' اور کبھی اس کا معنی ہوتا ہے: کلام سے قصہ بیان کرنا' جیسے (قرآن مجید میں ہے:) ہم آپ کے سامنے قصہ بیان کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيهِ. (القصص:١١) اور موسیٰ کی ماں نے اس کی بہن سے کہا: اس کے پیچھے جاؤ۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی حضرت موسیٰ کی خبر معلوم کرو‘ حضرت موسیٰ کی بہن کا نام مریم بنت عمران تھا۔

اور قصہ بیان کرنے کے متعلق یہ آیت ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ. (یوسف:۳) ہم آپ کے سامنے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں۔

﴿عَنْ جُنُبٍ﴾ (القصص:۱۱) عَنْ بُعْدٍ. ”عن جنبٍ“ کا معنی ہے: دور سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ (القصص:۱۱) سو موسیٰ کی بہن نے ان کو دور سے دیکھا‘ اس حال میں کہ وہ لوگ بے خبر تھے ○

امام بخاری نے ”جنب“ کی تفسیر بُعد سے کی ہے‘ یعنی حضرت موسیٰ کی بہن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دور سے دیکھا‘ اس حال میں کہ قومِ فرعون کو اس کا پتا نہ چل سکا۔

وَّعَنْ جَنَابَةٍ وَّعَنِ اجْتِنَابٍ وَّاحِدٌ. ”عن جنابةٍ“ اور ”عن اجتنابٍ“ دونوں کا معنی واحد ہے (یعنی بُعد)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ”جنبٌ‘ جنابةٌ“ اور ”اجتنابٌ“ تینوں کا ایک معنی ہے: یعنی بُعد‘ اور اسی مادے کی اصل بُعد پر دلالت کرتی ہے۔ اسی وجہ سے ”مُحتلم“ کو جنبی کہتے ہیں‘ کیونکہ وہ نماز سے اور قراءتِ قرآن سے دور ہوتا ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿عَلٰى قَدَرٍ﴾ (طٰہٰ:٤٠) عَلٰى مَوْعِدٍ. مجاہد نے کہا: ”علٰی قدرٍ“ کا معنی ہے: مقرر کردہ وقت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ○ (طٰہٰ:۴۰) سو آپ کئی سال مدین والوں میں رہے‘ پھر اللہ کے مقرر کردہ وقت پر آپ آگئے‘ اے موسیٰ! ○

امام بخاری نے ”علٰی قدرٍ“ کی تفسیر ”علٰی موعدٍ“ سے کی ہے‘ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام‘ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس مدین میں اٹھائیس سال رہے‘ ان میں دس سال خدمت ان کی بیوی صفورا بنت شعیب کا مہر تھا‘ پھر بعد میں اٹھارہ سال مزید رہے حتیٰ کہ مدین میں ان کی اولاد ہوئی‘ پھر اللہ کے مقرر کردہ وقت پر مصر میں آئے۔

﴿لَاتَنِيَا﴾ (طٰہٰ:٤٢) لَا تَضْعُفَا. ”لاتنیا“ کا معنی ہے: تم دونوں کمزور نہ پڑنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَاتَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ○ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ○ (طٰہٰ:۴۳-۴۲) اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا ○ سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بے شک اس نے بہت سرکشی کی ہے ○

امام بخاری نے ”لاتنیا“ کی تفسیر ”لا تضعف“ کے ساتھ کی ہے‘ کیونکہ ”ونی ینی“ کا معنی ضعف ہے‘ یعنی کمزوری اور سستی‘ اور اس آیت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون (علیہما السلام) دونوں کو خطاب ہے۔

﴿مَكَانًا سُوًى﴾ (طٰہٰ:٥٨) مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ. ”مکاناً سوًی“ کا معنی ہے: وہ جگہ جو دونوں فریقوں کے درمیان برابر ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَآ أَنْتَ مَكَانًا سُوًى○ (طٰہٰ:٥٨) پس تم ہمارے اور اپنے درمیان ایک میعاد مقرر کرو کہ نہ ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تم' یہ مقابلہ کھلے میدان میں ہو○

''مکانًا سوًی'' کا معنی ہے: ایسی جگہ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہو۔ امام بخاری نے جو تفسیر کی ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے مستفاد ہے' یعنی ایسی جگہ جو فریقین کے درمیان مساوی ہو' یعنی اس کی مسافت فریقین کے درمیان برابر ہو' اور اس جگہ کی مسافت اتنی ہی ہو جتنی دوسرے فریق کی مسافت ہے۔

﴿يَبَسًا﴾ (طٰہٰ:٧٧) يَابِسًا. ''یبسًا'' کا معنی ہے: خشک۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ○ (طٰہٰ:٧٧) اور بے شک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ' پھر دریا میں ان کے لیے خشک راستہ نکال دو' آپ کو نہ پکڑے جانے کا خوف ہوگا اور نہ کوئی اور خطرہ○

امام بخاری نے ''یبسًا'' کی تفسیر ''یابس'' کے ساتھ کی ہے' یعنی خشک اور یہ بالکل واضح ہے۔

﴿مِنْ زِينَةِ الْقَوْمِ﴾ (طٰہٰ:٨٧). الْحُلِيّ الَّذِي اسْتَعَارُوْهُ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ. ''من زینۃ القوم'' کا معنی ہے: وہ زیورات جو بنی اسرائیل نے آلِ فرعون سے عاریۃً لیے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَٰكِنَّا حُمِّلْنَآ أَوْزَارًا مِّن زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا فَكَذَٰلِكَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ. (طٰہٰ:٨٧) لیکن (فرعون کی) قوم کے زیورات کے بھاری بوجھ ہم پر لاد دیئے گئے تھے تو ہم نے انہیں آگ میں ڈال دیا' پھر اسی طرح سامری نے اپنے حصے کے زیورات کو آگ میں ڈالا۔

اس آیت میں ''اوزار'' کا معنی گناہ نہیں ہے بلکہ بوجھ ہے' بنی اسرائیل نے عید کے دن پہننے کے لیے زیورات آلِ فرعون سے عاریۃً لیے تھے' پھر جب وہ مصر سے جانے لگے تو انہوں نے وہ زیورات واپس نہیں کیے' کیونکہ ان کو ڈر تھا کہ پھر آلِ فرعون ان کو مصر سے نکلنے نہیں دیں گے۔

﴿فَقَذَفْتُهَا﴾ أَلْقَيْتُهَا ﴿أَلْقَى﴾ (طٰہٰ:٨٧) صَنَعَ. ''فقذفتها'' کا معنی ہے: میں نے اس کو ڈال دیا' ''القٰی'' کا معنی ہے: کوئی کام کیا۔

امام بخاری یہ بتا رہے ہیں کہ طٰہٰ:٨٧ میں جو ''فقذفنٰها'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہم نے ان زیورات کو آگ میں ڈال دیا۔

﴿فَنَسِيَ مُوسَىٰ﴾ (طٰہٰ:٨٨) هُمْ يَقُوْلُوْنَهُ أَخْطَأَ الرَّبَّ ﴿أَنْ لَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا﴾ (طٰہٰ:٨٩) فِي الْعِجْلِ. پس موسیٰ بھول گئے اور وہ یہ کہتے تھے کہ موسیٰ نے رب کو پہچاننے میں خطاء کی' وہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ فَقَالُوا هَٰذَآ إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ○ أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ پس اس نے ان کے لیے بچھڑے کا بے جان جسم (بنا کر) نکالا جو بیل کی (سی) آواز نکالتا تھا تو لوگوں نے کہا: یہ ہے تمہارا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَوْلًا وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا O (طٰہٰ ٨٩-٨٨)

معبود اور موسیٰ کا معبود' موسیٰ تو بھول گئے O تو کیا یہ لوگ (اتنا بھی) نہیں سمجھتے کہ وہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ وہ ان کے لیے کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ کسی نفع کا O

یعنی سامری اور اس کے موافقین نے کہا کہ موسیٰ' تمہیں یہ بتانا بھول گئے کہ یہ بچھڑا ان کا خدا ہے اور وہ لوگ یہ کہتے تھے کہ موسیٰ نے اپنے رب کو پہچاننے میں غلطی کی' ان کا رب تو بچھڑا تھا جو یہاں موجود تھا اور وہ طور پہاڑ پر اپنے رب کو ڈھونڈنے گئے اور ان لوگوں نے بچھڑے کو اپنا رب قرار دیا' جو ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ (معاذ اللہ!)

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٠٠-٣٩٠ سے ماخوذ ہے۔

٣٣٩٣ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ حَتّٰى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ تَابَعَهٗ ثَابِتٌ وَّعَبَّادُ بْنُ اَبِيْ عَلِيٍّ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو شبِ معراج کی خبر دی' حتیٰ کہ پانچویں آسمان کے متعلق بتایا کہ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ہارون ہیں' پس آپ ان کو سلام کیجئے سو میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے اس کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو! قتادہ کی متابعت ثابت نے اور عباد بن علی نے کی ہے از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٠٧ میں گزر چکی ہے۔

٢٣ - بَابٌ ﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ. ﴿مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾ (المؤمن: ٢٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایک مردِ مؤمن نے فرعون والوں میں سے کہا جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا۔ یہ آیت: جو حد سے گزرنے والا سخت جھوٹا ہو' تک ہے۔ (المؤمن: ٢٨)

اَیْ هٰذَا بَابٌ يُّذْكَرُ فِيْهِ ﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ O﴾ (المؤمن: ٢٨) وَقَعَتْ هٰذِهِ التَّرْجَمَةُ هٰكَذَا بِغَيْرِ حَدِيْثٍ

یعنی اس باب میں اس آیت کو ذکر کیا جائے گا: اور ایک مردِ مؤمن نے فرعون والوں سے کہا جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے' حالانکہ وہ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے چمکتی ہوئی نشانیاں لے کر آئے اور اگر (بالفرض) وہ سچے نہ ہوں تو ان کے سچے نہ ہونے کا وبال ان ہی پر ہے اور اگر وہ سچے ہوں تو تم پر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَكَأَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يُّذْكَرَ فِيهَا حَدِيثًا وَّلَمْ يَظْفُرُ بِهِ عَلَى شَرْطِهِ فَبَقِيَتُ كَذَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وہ تم سے وعدہ فرماتے ہیں' بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا سخت جھوٹا ہو○ (المؤمن:٢٨) یہ عنوان اسی طرح بغیر حدیث کے مذکور ہے' گویا کہ امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث وارد کرنے کا ارادہ کیا تھا اور ان کو اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں مل سکی تو پھر یہ باب اسی طرح باقی رہا۔ واللہ اعلم!

مردِ مؤمن کے نام کے متعلق اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس مردِ مؤمن کے نام کے متعلق چھ اقوال ہیں:

(١) شمعان: امام دارقطنی نے کہا ہے کہ شمعان نام کا آدمی صرف یہی مردِ مؤمن تھا جو آلِ فرعون سے تھا۔

(٢) یوشع بن نون: ابن التین نے اس کا یقین سے ذکر کیا ہے اور یہ بعید ہے' کیونکہ یوشع' حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے' وہ آلِ فرعون میں سے نہیں تھے۔

(٣) حزقیل بن برحایا: اس پر اکثر علماء کا اتفاق ہے۔

(٤) حابوت: یہ وہ شخص ہے جس نے تابوت میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نکالا تھا۔

(٥) حبیب: یہ فرعون کا عم زاد تھا' یہ امام ابن اسحاق کا قول ہے۔

(٦) حیزور: یہ امام ابن جریر کا قول ہے' مقاتل نے کہا: یہ ایک قبطی شخص تھا' جو ایک سو سال سے فرعون سے اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھا۔

اس شخص نے کہا: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔

اس شخص نے آلِ فرعون پر انکار کیا تھا اور ان پر سخت غصہ کا اظہار کیا تھا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف ایک دلیل نہیں لائے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت چمکتے ہوئے دلائل لائے ہیں' پھر انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ دو حال سے خالی نہیں ہیں: یا وہ صادق ہیں یا کاذب ہیں' اگر وہ کاذب ہیں تو ان کے کذب کا وبال خود ان پر ہوگا اور اگر وہ صادق ہیں تو تم پر ضرور وہ عذاب نازل ہوگا جس کا انہوں نے تم سے وعدہ کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٠١-٤٠٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٤ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَهَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ مُوسٰى○﴾ (طٰہٰ:٩) ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا﴾ (النساء:١٦٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئی○ (طٰہٰ:٩) اور اللہ نے موسیٰ سے بہ کثرت کلام فرمایا○ (النساء:١٦٤)

اس پر دلائل کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقۃً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ فرماتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طٰہٰ: ۹ کی تشریح اس سے پہلے گزر چکی ہے:

النساء: ۱۶۴ میں فرمایا ہے: اور اللہ نے موسیٰ سے بہ کثرت کلام فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے انبیاء علیہم السلام کے احوال بیان فرمائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال نہیں بیان کیا تھا تو لوگوں نے آپ کی نبوت میں شک کیا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ. (البقرہ: ۲۵۳) رسولوں میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حقیقۃً کلام فرمایا نہ کہ حکماً' اس کے برخلاف قدریہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے درخت میں کلام پیدا فرما دیا تھا جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سن لیا تھا' اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں تھا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ یہ اللہ کا کلام ہے' کیونکہ مخلوق اس کلام کی مثل لانے سے عاجز ہے' نیز البقرہ: ۲۵۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے موسیٰ سے بہ کثرت کلام فرمایا اور اس کو تاکید سے بیان فرمایا' جب کہ درخت سے کلام سننے کا واقعہ صرف ایک بار ہوا تھا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے حقیقۃً کلام فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۰۱)

۳۳۹۴ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ رَاَيْتُ مُوْسٰى وَاِذَا هُوَ رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسٰى فَاِذَا هُوَ رَجُلٌ رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ وَّاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِ اِبْرَاهِيْمَ بِهٖ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءَيْنِ فِيْ اَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَّفِي الْاٰخَرِ خَمْرٌ فَقَالَ اشْرَبْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِيْلَ اَخَذْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۳۷-۳۷۰۹-۴۷۰۹-۵۵۷۶-۵۶۰۳]

(صحیح مسلم: ۱۶۸' الرقم المسلسل: ۴۱۳' سنن ترمذی: ۳۱۳۰' مصنف عبد الرزاق: ۹۷۱۹' صحیح ابن حبان: ۵۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۸۷' سنن دارمی: ۲۰۸۸' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۴' طبع قدیم' مسند احمد: ۷۷۸۹-ج ۱۳ ص ۱۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی (اس رات) میں نے حضرت موسیٰ کو دیکھا وہ سیدھے بالوں والے تھے' گویا کہ وہ قبیلہ شنوءۃ کے مردوں میں سے تھے' اور میں نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا' وہ متوسط قامت کے مرد تھے' وہ سرخ رنگ کے تروتازہ تھے گویا کہ وہ ہمیشہ سائے میں رہے ہوں (ان پر دھوپ نہ پڑی ہو) اور میں حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں' پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے' ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی' پس حضرت جبریل نے کہا: آپ ان میں سے جس برتن سے چاہیں پی لیں' سو میں نے دودھ کا پیالہ لے کر اس کو پی لیا' تو کہا گیا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا اور اگر آپ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی اُمت گم راہ ہو جاتی۔

مشکل الفاظ کے معانی

''رَجِل'' وہ سیدھے بالوں والے تھے' یعنی ان کے بال گھونگھریالے نہیں تھے۔

''شنوءۃ'' یہ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے' وہاں کے لوگوں کو شنائی کہتے ہیں۔

''ربعۃ'' وہ متوسط قد کے تھے' نہ لمبے نہ چھوٹے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

"دیماس" جو شخص ہمیشہ سائے میں یا پردہ میں رہا ہو اس پر کبھی دھوپ نہ پڑی ہو اس کا معنی سراب اور حمام بھی ہے یعنی وہ ایسے تروتازہ تھے گویا ابھی غسل کر کے نکلے ہوں۔

آپ کو فطرت کی ہدایت دی گئی' یہ اس لیے کہا کہ انسان کی ابتدائی غذا دودھ ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۱۳ ص ۲۰۱' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر آپ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی کیونکہ شراب اُم الخبائث ہے اور یہ حال اور مستقبل میں انواع و اقسام کی خرابیوں کی حامل ہے۔

۳۳۹۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَايَنْبَغِي لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَنَسَبَهُ اِلٰى اَبِيْهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۱۳-۴۶۳۰-۴۸۰۴-۷۵۳۹] (صحیح مسلم: ۲۳۷۷' الرقم المسلسل: ۶۰۵۴' سنن ابوداؤد: ۴۶۶۹-۴۶۷۳' سنن ترمذی: ۳۱۴۸' سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۳۱۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے ابوالعالیہ سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں تمہارے نبی کے عم زاد نے حدیث بیان کی یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: کسی بندہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی سے افضل ہوں' آپ نے ان کے نام کو ان کے والد کی طرف منسوب کیا۔

۳۳۹۶ - وَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ فَقَالَ مُوْسٰى اٰدَمُ طُوَالٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَقَالَ عِيْسٰى جَعْدٌ مَّرْبُوْعٌ وَّذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَذَكَرَ الدَّجَّالَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی تو حضرت موسیٰ گندمی رنگ اور لمبے قد کے تھے گویا کہ وہ شنوءہ (قبیلہ) کے مردوں میں سے تھے' اور فرمایا: حضرت عیسیٰ گھونگھریالے بالوں والے متوسط قامت کے تھے اور آپ نے دوزخ کے محافظ مالک کا ذکر کیا اور دجال کا ذکر کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ فربری نے کہا ہے کہ حضرت یونس کے والد متّٰی نیک مرد تھے' ان کی نرینہ اولاد نہیں تھی' وہ اور ان کی اہلیہ اس چشمہ پر گئے جس میں حضرت ایوب علیہ السلام نے غسل کیا تھا' اور دونوں نے وہاں غسل کیا اور نماز پڑھی اور دعا کی کہ اللہ ان کو مبارک مرد عطاء فرمائے جس کو وہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے ہاں حضرت یونس علیہ السلام پیدا ہوئے' ابھی حضرت یونس اپنی ماں کے پیٹ میں چار ماہ کے تھے کہ متّٰی فوت ہو گئے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہی مچھلی والے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل موصل کی طرف بھیجا تھا' علماء نے کہا ہے کہ حضرت یونس کا تعلق اس بستی سے تھا جس کا نام نینویٰ تھا' ان کی قوم بتوں کی پوجا کرتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یونس کو اللہ تعالیٰ نے تیس سال کی عمر میں ان کی طرف مبعوث فرمایا تھا' وہ ان کو تیس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سال تک توحید کی دعوت دیتے رہے اور صرف دو آدمی ایمان لائے' ان میں سے ایک کا نام روبیل تھا اور وہ عالم اور حکیم تھا اور دوسرے کا نام تنوخ تھا' وہ زاہد اور عابد تھا۔

حضرت یونس بن متی کو ہمارے نبی پر فضیلت دینے سے منع کرنے کی توجیہ

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا: مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو۔ یہ آپ کی تواضع اور انکسار ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور آپ نے یہ بہ طورِ فخر نہیں فرمایا تھا بلکہ اظہارِ حقیقت کے لیے فرمایا تھا' اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اعتراف کے لیے فرمایا تھا۔

(۲) آپ نے جو حضرت یونس بن متی پر فضیلت دینے سے منع فرمایا' یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی تھی کہ آپ افضل الخلق ہیں۔

(۳) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مجھے حضرت یونس پر اس طرح فضیلت نہ دو جو ان کی تخفیف کو مستلزم ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۰۴۔ ۴۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٣٩٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ عَنِ ابْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ وَجَدَهُمْ يَصُومُونَ يَوْمًا يَعْنِي عَاشُورَاءَ فَقَالُوا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ وَّهُوَ يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ فِيهِ مُوسٰى وَأَغْرَقَ اٰلَ فِرْعَوْنَ فَصَامَ مُوسٰى شُكْرًا لِلّٰهِ فَقَالَ أَنَا أَوْلٰى بِمُوسٰى مِنْهُمْ فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب سختیانی نے حدیث بیان کی از ابن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو اہل مدینہ کو اس حال میں پایا کہ وہ ایک دن کا روزہ رکھتے تھے یعنی دس محرم کا' انہوں نے کہا: یہ وہ عظیم دن ہے' اس دن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو نجات دی تھی اور آلِ فرعون کو غرق کر دیا تھا تو حضرت موسیٰ نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس دن کا روزہ رکھا' آپ نے فرمایا: میں حضرت موسیٰ کی بہ نسبت اس دن کے روزہ (رکھنے) کا زیادہ مستحق ہوں' سو آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۰۴ میں گزر چکی ہے۔

٢٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

﴿وَوٰعَدْنَا مُوسٰى ثَلٰثِينَ لَيْلَةً وَّأَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهٖٓ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً. وَقَالَ مُوسٰى لِأَخِيهِ هٰرُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور انہیں مزید دس راتوں سے پورا کیا تو ان کے رب کی مقرر فرمائی ہوئی مدت چالیس رات پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے فرمایا: میری امت میں میرے نائب (کی حیثیت سے) رہو اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کی راہ پر نہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الاعراف:١٤٢ـ ١٤٣)

چلنا ○ اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا میں تجھے دیکھوں' فرمایا: تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے' ہاں! اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے' پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گرے' پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا: تو پاک ہے' تیری بارگاہ میں میری توبہ ہے اور میں سب سے پہلا مومن ہوں ○ (الاعراف: ۱۴۳ـ ۱۴۲)

آیاتِ مذکورہ کا خلاصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصر میں بنو اسرائیل سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن کو ہلاک کر دیا تو وہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک کتاب لائیں گے' جس میں یہ لکھا ہو گا کہ ان پر کیا کام کرنے واجب ہیں اور کیا کام کرنے ممنوع ہیں' لہٰذا جب فرعون ہلاک ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے اس کتاب کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تیس دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا اور یہ ماہ ذوالقعدہ کے روزے تھے' ایک ماہ کے روزے رکھنے کے بعد حضرت موسیٰ نے اپنے منہ کی بو ناگوار محسوس کی تو انہوں نے اس کے ازالہ کے لیے مسواک کی تو فرشتوں نے کہا: ہمیں آپ کے منہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی' آپ نے مسواک کر کے اس خوشبو کو زائل کر دیا' تب اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ذوالحجہ کے دس دن روزے اور رکھیں' اس لیے فرمایا: ہم نے ان کو دس دنوں سے مکمل کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا تو ان کو نصیحت کی کہ آپ مفسدین کا راستہ نہ اختیار کریں' یعنی آپ بنی اسرائیل کے ساتھ نرمی کریں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور یہ محض تنبیہ اور تذکیر تھی' ورنہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اور بہت شریف اور کریم تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا بہت بڑا مرتبہ تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان سے بلاواسطہ کلام کیا تو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا شوق ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے زیادہ لطف کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے یعنی دنیا میں' کیونکہ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اپنی ایک تجلی طور پہاڑ پر ڈالیں گے' اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو آپ بھی ہم کو دیکھ لیں گے' لیکن ہوا یہ کہ اس تجلی کے اثر سے پہاڑ طور تو ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے' پھر جب حضرت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا: میں طلبِ دیدار کے سوال سے رجوع کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے اس پر ایمان لاتا ہوں کہ تجھ کو دنیا میں نہیں دیکھا جا سکتا۔

يُقَالُ دَكَّهُ. زَلْزَلَهُ. "دکّہ" کا معنی ہے: اس پر زلزلہ طاری کر دیا۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

جَعَلَهُ دَكًّا. (الاعراف: ۱۴۳) اللہ نے اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں یہ بیان کیا ہے کہ "دکّا" کا معنی ہے: کسی چیز پر زلزلہ آنا۔

﴿فَدُكَّتَا﴾ (الحاقۃ: ١٤) فَدُكِكْنَ جَعَلَ الْجِبَالَ كَالْوَاحِدَةِ. زمین اور پہاڑوں کو ہلا دیا پس ان پر زلزلہ طاری ہو گیا اور یہاں پہاڑوں کو ایک چیز کی مثل قرار دیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝ اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھا لیا جائے گا تو وہ ایک ہی بار میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ۝ (الحاقۃ: ۱۴)

قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ "فدکتا" (تثنیہ کے صیغہ کے بجائے) جمع کا صیغہ لایا جاتا اور "فدککن" کہا جاتا' کیونکہ "جبال" جمع ہے اور "ارض" بھی جمع کے حکم میں ہے' لیکن ان دونوں کو واحد کی مثل قرار دیا اور تثنیہ کا صیغہ لایا گیا۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا﴾ (الانبیاء: ٣٠) وَلَمْ يَقُلْ كُنَّ رَتْقًا مُلْتَصِقَتَيْنِ. جیسے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: بے شک آسمان اور زمین دونوں بند تھے۔ (الانبیاء: ۳۰) (اور جمع کے صیغہ سے) یوں نہیں فرمایا: وہ سب بند اور جڑے ہوئے تھے۔

یعنی جس طرح "فدکتا" تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ فرمایا ہے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ "فدککن" نہیں فرمایا' اسی طرح تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ "کانتا رتقا" فرمایا ہے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ "کنّ رتقا" نہیں فرمایا۔ گویا الاعراف: ۱۴۳ کی نظیر الانبیاء: ۳۰ ہے۔

﴿اُشْرِبُوْا﴾ (البقرہ: ۹۳). ثَوْبٌ مُّشْرَبٌ مَّصْبُوْغٌ. "اشربوا" (کا معنی ہے: وہ رنگے گئے' جیسے کہا جاتا ہے:) کپڑا پلایا ہوا یعنی رنگ پلایا ہوا' رنگا ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ. (البقرہ: ۹۳) اور ان کے دلوں میں بچھڑے (کی محبت) پلائی گئی تھی۔

یعنی جس طرح کہا جاتا ہے: کپڑا رنگ پلایا ہوا ہے اور اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ کپڑا رنگا ہوا ہے' اسی طرح فرمایا ہے: ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلائی گئی تھی' یعنی وہ اس کے رنگ میں رنگے گئے تھے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اِنْبَجَسَتْ﴾ (الاعراف: ١٦٠) اِنْفَجَرَتْ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "انبجست" کا معنی ہے: پھٹ گئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا. (الاعراف: ۱۶۰) تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ. (الاعراف:١٦٠)

اور ہم نے بنو اسرائیل کو بارہ قبیلوں میں گروہ در گروہ کر کے تقسیم کر دیا' اور جب موسیٰ کی امت نے موسیٰ سے پانی مانگا تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا۔

﴿وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ﴾ (الاعراف:١٧١) رَفَعْنَا.

''واذ نتقنا الجبل'' کا معنی ہے: ہم نے ان کے اوپر پہاڑ اُٹھالیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ. (الاعراف:١٧١)

اور جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ اُٹھالیا گویا کہ وہ سائبان ہو۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ اپنی امت کے پاس تورات لے کر آئے تو انہوں نے اس کے احکام پر عمل کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ تورات میں بہت مشکل اور سخت احکام تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل (جو اس وقت چھ لاکھ تھے) کی تعداد کے مطابق پہاڑ اُٹھا کر ان کے سروں پر معلق کر دو' اگر انہوں نے تورات کے احکام پر عمل کرنے کا اقرار نہیں کیا تو وہ پہاڑ ان پر گرا دیا جائے گا۔

ان تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤٠٧-٤٠٥ سے ماخوذ ہے۔

٣٣٩٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلنَّاسُ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰی اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ اَفَاقَ قَبْلِیْ اَمْ جُوْزِیَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ از والد خود از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے' پس میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اس وقت میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پایوں کو پکڑے ہوئے کھڑے ہوں گے' پس میں از خود نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے یا پہاڑ طور کی بے ہوشی کی جزاء میں وہ اب بے ہوش نہیں ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤١٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٩٩ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْ لَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا الدَّهْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر بنو اسرائیل نہ ہوتے (اگر وہ سلویٰ کا گوشت بچا کر نہ رکھتے) تو گوشت کبھی نہ سڑتا' اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر حواء نہ ہوتیں (اگر وہ حضرت آدم کو نہ بہکاتیں) تو کوئی عورت اپنے خاوند سے کبھی بھی خیانت نہ کرتی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳۳۰ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابُ طُوْفَانٍ مِنَ السَّيْلِ سیلاب سے طوفان

امام بخاری نے اس عنوان سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ. (الاعراف:۱۳۳) پس ہم نے ان پر طوفان بھیج دیا اور ٹڈی دل اور جوئیں اور مینڈک اور خون یہ الگ الگ نشانیاں (بھیجیں)۔

طوفان کے مصداق میں اختلاف ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ طوفان اس سیلاب کی وجہ سے تھا جو زیادہ بارشوں کی وجہ سے آتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ طوفان سے مراد بہت زیادہ بارشیں ہیں جو فصلوں اور باغات کو تلف اور برباد کر دیتی ہیں اور امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طوفان سے مراد موت ہے امام ابن مردویہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی دوسری روایت اسی طرح ہے۔

وَ يُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيْرِ طُوْفَانٌ اَرَادَ بِهِ الْمَوْتَ الْمُتَتَابِعَ یہ کثرت اموات کو بھی طوفان کہا جاتا ہے، یہ کثرت اموات سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ لوگوں کو لگاتار موت آئے۔

﴿اَلْقُمَّلُ﴾ (الاعراف:۱۳۳) اَلْحُمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ. ''القمل'' اس چچڑی کو کہتے ہیں جو چھوٹی جوں کے مشابہ ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''القمل'' سے مراد سُرسُریاں ہیں جو پرانے گندم یا آٹے میں رکھے رکھے پیدا ہو جاتی ہیں، حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے مراد چھوٹی ٹڈی ہے جس کے پر نہیں ہوتے۔ عبدالرحمان بن یزید بن اسلم نے کہا: قمل سے مراد پسو ہیں، ابن جریر نے کہا: قمل جمع ہے، اس کا واحد ''قملۃ'' ہے، اس سے مراد جوں کے مشابہ کوئی جانور ہے۔

﴿حَقِيْقٌ﴾ (الاعراف:۱۰۵). حَقٌّ. ''حقیق'' کا معنی ہے: برحق اور سچی بات۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ. (الاعراف:۱۰۵) میری شان یہی ہے کہ میں اللہ کے متعلق صرف سچی بات کہوں۔

امام ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ میں اللہ کے متعلق صرف سچی بات کہنے پر حریص ہوں۔

﴿سُقِطَ﴾ (الاعراف:۱۴۹) كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِيْ يَدِهٖ. ''سقط'' ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو نادم ہو، عرب کہتے ہیں: فلاں شخص اپنے ہاتھ میں گر گیا (یعنی نادم ہوا)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا. (الاعراف:۱۴۹) اور جب وہ سخت نادم ہوئے اور سمجھے کہ ہم گمراہ ہو گئے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے ''سَقَطَ'' کی تفسیر ندامت سے کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۰۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٧ - بَابٌ حَدِيْثُ الْخَضِرِ مَعَ مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی حدیث

اس باب میں حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

٣٤٠٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسٍ الْفَزَارِيُّ فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّيْ تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِيْ هٰذَا فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى الَّذِيْ سَأَلَ السَّبِيْلَ إِلٰى لُقِيِّهِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰى فِيْ مَلَإٍ مِّنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ لَا فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى مُوْسٰى بَلٰى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ إِلَيْهِ فَجُعِلَ لَهُ الْحُوْتُ آيَةً وَّقِيْلَ لَهُ إِذَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ يَتْبَعُ الْحُوْتَ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لِمُوْسٰى فَتَاهُ ﴿أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا أَنْسَانِيْهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ﴾ (الکہف:٦٣) فَقَالَ مُوْسٰى ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا۝﴾ (الکہف:٦٤). فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا الَّذِيْ قَصَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب کہ حضرت عبیداللہ بن عبداللہ نے ان کو خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا اور حر بن قیس الفزاری کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صاحب کے متعلق مباحثہ ہوا' حضرت ابن عباس نے کہا: وہ حضرت خضر تھے' پس ان دونوں کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے' حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا' پس کہا: بے شک میرا اور میرے اس صاحب کا حضرت موسیٰ کے اس صاحب کے متعلق مباحثہ ہوا ہے جس سے ملاقات کرنے کا حضرت موسیٰ نے سوال کیا تھا' کیا آپ نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق کچھ ذکر فرمایا ہے؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے' ان سے ایک شخص نے آ کر پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ سے بڑا کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا: نہیں! تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کی: کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے' تب حضرت موسیٰ نے اس کی طرف (جانے کا) راستہ پوچھا' پس مچھلی کو اس کی نشانی بنا دیا گیا اور ان سے کہا گیا: جب تم مچھلی کو گم پاؤ تو واپس آنا' پس بے شک تم عنقریب ان سے ملاقات کر لو گے' تو حضرت موسیٰ سمندر میں مچھلی کے نشان پر چلتے رہے' پھر حضرت موسیٰ سے ان کے شاگرد نے کہا: یہ بتائیں! جب ہم نے چٹان پر آرام کیا تھا' تو میں آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور مجھے صرف شیطان نے اس کا ذکر کرنا بھلایا تھا (الکہف: ٦٣)' تو حضرت موسیٰ نے کہا: اسی چیز کو تو ہم ڈھونڈ رہے تھے' پھر وہ دونوں اپنے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پیروں کے نشانوں پر چل پڑے (الکہف:٦٤) پس ان دونوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا' پھر ان کا وہ مکالمہ ہوا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ ابْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسٰى صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوسٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنَّمَا هُوَ مُوسٰى اٰخَرُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ مُوسٰى قَامَ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ أَنَا فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ بَلٰى لِي عَبْدٌ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ أَيْ رَبِّ وَمَنْ لِّي بِهِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ أَيْ رَبِّ وَكَيْفَ لِي بِهِ قَالَ تَأْخُذُ حُوتًا فَتَجْعَلُهُ فِي مِكْتَلٍ حَيْثُمَا فَقَدْتَّ الْحُوتَ فَهُوَ ثَمَّ وَرُبَّمَا قَالَ فَهُوَ ثَمَّهْ وَأَخَذَ حُوتًا فَجَعَلَهُ فِي مِكْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ حَتّٰى أَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُءُوسَهُمَا فَرَقَدَ مُوسٰى وَاضْطَرَبَ الْحُوتُ فَخَرَجَ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ ﴿فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا﴾ (الکہف:٦١) فَأَمْسَكَ اللّٰهُ عَنِ الْحُوتِ جِرْيَةَ الْمَاءِ فَصَارَ مِثْلَ الطَّاقِ فَقَالَ هٰكَذَا مِثْلُ الطَّاقِ فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمِهِمَا حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ ﴿قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ (الکہف:٦٢) وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ حَيْثُ أَمَرَهُ اللّٰهُ قَالَ لَهُ فَتَاهُ ﴿أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا﴾ (الکہف:٦٣) فَكَانَ لِلْحُوتِ سَرَبًا وَّلَهُمَا عَجَبًا قَالَ لَهُ مُوسٰى ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف البکالی کا یہ زعم ہے کہ جو موسیٰ صاحب الخضر تھے وہ بنو اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے' وہ کوئی اور موسیٰ تھے' تو حضرت ابن عباس نے کہا: وہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے' ہمیں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو ان سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا: میں ہوں! تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا' پس ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں! مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے وہ آپ سے بڑا عالم ہے' حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! مجھے کون اس سے ملائے گا؟ اور کبھی سفیان نے یوں کہا: اے میرے رب! میں کیسے اس تک پہنچوں گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ایک مچھلی لے کر اس کو ٹوکری میں رکھو' پس جہاں تم اس مچھلی کو گم پاؤ گے' وہیں وہ ہوں گے اور بعض اوقات کہا: پس وہ اس جگہ ہوں گے' اور انہوں نے ایک مچھلی لی اور اس کو ٹوکری میں رکھا' پھر حضرت موسیٰ اور ان کے شاگرد یوشع بن نون روانہ ہوئے' حتیٰ کہ وہ دونوں ایک چٹان پر آئے اور ان دونوں نے اس پر سر رکھا' پس حضرت موسیٰ سو گئے' اور مچھلی ٹوکری میں مضطرب ہوئی' پس وہ نکلی اور سمندر میں کود گئی' پس اس نے سمندر میں سرنگ کی طرح راستہ بنا لیا' پس اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کے بہاؤ کو روک دیا' پس وہ پانی محراب کی مثل ہو گیا' حضرت اُبی بن کعب نے اپنے ہاتھوں سے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَصَصًا﴾ (الکھف:٦٤) رَجَعَا یَقُصَّانِ اٰثَارَھُمَا حَتّٰی انْتَھَیَا اِلَی الصَّخْرَۃِ فَاِذَا رَجُلٌ مُّسَجًّی بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ مُوْسٰی فَرَدَّ عَلَیْہِ فَقَالَ وَاَنّٰی بِاَرْضِكَ السَّلَامُ قَالَ اَنَا مُوْسٰی قَالَ مُوْسٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ قَالَ نَعَمْ اَتَیْتُكَ لِتُعَلِّمَنِیْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ یَا مُوْسٰی اِنِّیْ عَلٰی عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰہِ عَلَّمَنِیْہِ اللّٰہُ لَاتَعْلَمُہٗ وَاَنْتَ عَلٰی عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰہِ عَلَّمَکَہُ اللّٰہُ لَا اَعْلَمُہٗ قَالَ ھَلْ اَتَّبِعُكَ ﴿قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًاO وَکَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَالَمْ تُحِطْ بِہٖ خُبْرًاO﴾ اِلٰی قَوْلِہٖ ﴿اِمْرًا﴾ (الکھف:٦٨ ـ ٧١) فَانْطَلَقَا یَمْشِیَانِ عَلٰی سَاحِلِ الْبَحْرِ فَمَرَّتْ بِھِمَا سَفِیْنَۃٌ کَلَّمُوْھُمْ اَنْ یَّحْمِلُوْھُمْ فَعَرَفُوا الْخَضِرَ فَحَمَلُوْہُ بِغَیْرِ قَوْلٍ فَلَمَّا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَۃِ جَاءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰی حَرْفِ السَّفِیْنَۃِ فَنَقَرَ فِی الْبَحْرِ نَقْرَۃً اَوْ نَقْرَتَیْنِ قَالَ لَہُ الْخَضِرُ یَامُوْسٰی مَانَقَصَ عِلْمِیْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰہِ اِلَّامِثْلَ مَا نَقَصَ ھٰذَا الْعُصْفُوْرُ بِمِنْقَارِہٖ مِنَ الْبَحْرِ اِذْ اَخَذَ الْفَاسَ فَنَزَعَ لَوْحًا قَالَ فَلَمْ یَفْجَاْ مُوْسٰی اِلَّا وَقَدْ قَلَعَ لَوْحًا بِالْقَدُوْمِ فَقَالَ لَہٗ مُوْسٰی مَا صَنَعْتَ قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَیْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَّ اِلٰی سَفِیْنَتِھِمْ فَخَرَقْتَھَا ﴿لِتُغْرِقَ اَھْلَھَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًاO قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًاO قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْھِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًاO﴾ (الکھف:٧١ـ ٧٣) فَکَانَتِ الْاُوْلٰی مِنْ مُّوْسٰی نِسْیَانًا فَلَمَّا خَرَجَا مِنَ الْبَحْرِ مَرُّوْا بِغُلَامٍ یَّلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ فَاَخَذَ الْخَضِرُ بِرَاْسِہٖ فَقَلَعَہٗ بِیَدِہٖ ھٰکَذَا وَاَوْمَاَ سُفْیَانُ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِہٖ کَاَنَّہٗ یَقْطِفُ شَیْئًا فَقَالَ لَہٗ مُوْسٰی ﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃً بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُکْرًاO قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًاO قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍ بَعْدَھَا فَلَا تُصَاحِبْنِیْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًاO فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَآ اَتَیَآ اَھْلَ قَرْیَۃِنِ اسْتَطْعَمَآ اَھْلَھَا فَاَبَوْا

محراب کی مثل بنائی' پس وہ دونوں رات اور دن کے بقیہ حصے میں چلتے رہے' حتیٰ کہ جب دوسرا دن آیا تو حضرت موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ! ہم اس سفر سے تھک گئے ہیں' اور حضرت موسیٰ کو اسی وقت تھکاوٹ ہوئی تھی جب وہ اس جگہ سے آگے نکلے تھے جس جگہ کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا' ان کے شاگرد نے ان سے کہا: یہ بتایئے! جب ہم چٹان کی طرف گئے تھے تو میں آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور مجھے اس کا ذکر کرنا صرف شیطان نے بھلایا تھا اور مچھلی نے عجیب طرح سے سمندر میں اپنا راستہ بنالیا تھا اور مچھلی کے لیے سمندر میں سرنگ بن گئی تھی اور یہ ان دونوں کے لیے تعجب کی بات تھی' حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: یہی وہ جگہ تھی جس کی ہم کو تلاش تھی' پس وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات پر واپس لوٹے' حتیٰ کہ وہ اس چٹان پر پہنچ گئے تو وہاں ایک شخص چادر میں لپٹے ہوئے تھے' حضرت موسیٰ نے ان کو سلام کیا' انہوں نے ان کے سلام کا جواب دیا تو انہوں نے کہا: آپ کی سرزمین میں سلامتی کہاں ہے! حضرت موسیٰ نے بتایا کہ میں موسیٰ ہوں' انہوں نے پوچھا: بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ حضرت موسیٰ نے کہا: جی ہاں! میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے ان علوم میں سے بعض کی تعلیم دیں جو آپ کو علوم ہدایت عطاء کیے گئے ہیں' حضرت خضر نے کہا: اے موسیٰ! مجھے اللہ تعالیٰ کے (دیئے ہوئے) علم سے ان چیزوں کا علم ہے جن کا آپ کو علم نہیں ہے' اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے ان چیزوں کا علم ہے جو آپ کو اللہ نے تعلیم دی ہیں جن کا مجھے علم نہیں ہے' حضرت موسیٰ نے کہا: کیا میں آپ کی پیروی کروں؟ حضرت خضر نے کہا: آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اور آپ کیسے اس بات پر صبر کریں گے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''امرا'' تک (پڑھیں' بہرحال) وہ دونوں سمندر کے کنارے کنارے چلنے لگے' پھر ان دونوں کے پاس سے ایک کشتی گزری' انہوں نے کشتی والوں سے بات کی کہ وہ ان کو سوار کرلیں' انہوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا' اور ان کو بغیر اجرت کے سوار کرلیا' ایک چڑیا آئی اور وہ کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی' پھر اس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ﴾ مَائِلًا اَوْمَاَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاَشَارَ سُفْيَانُ كَاَنَّهٗ يَمْسَحُ شَيْئًا اِلٰى فَوْقُ فَلَمْ اَسْمَعْ سُفْيَانَ يَذْكُرُ مَائِلًا اِلَّا مَرَّةً قَالَ قَوْمٌ اَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُوْنَا وَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا عَمَدْتَّ اِلٰى حَائِطِهِمْ ﴿لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًاO قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًاO﴾ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْنَا اَنَّ مُوْسٰى كَانَ صَبَرَ فَقَصَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا قَالَ سُفْيَانُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى لَوْكَانَ صَبَرَ يُقَصُّ عَلَيْنَا مِنْ اَمْرِهِمَا وَقَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَّكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ ثُمَّ قَالَ لِيْ سُفْيَانُ سَمِعْتُهٗ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَحَفِظْتُهٗ مِنْهُ قِيْلَ لِسُفْيَانَ حَفِظْتَهٗ قَبْلَ اَنْ تَسْمَعَهٗ مِنْ عَمْرٍو اَوْ تَحَفَّظْتَهٗ مِنْ اِنْسَانٍ فَقَالَ مِمَّنْ اَتَحَفَّظُهٗ وَرَوَاهُ اَحَدٌ عَنْ عَمْرٍو غَيْرِيْ سَمِعْتُهٗ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَحَفِظْتُهٗ مِنْهُ.

نے سمندر میں ایک یا دو چونچیں ماریں' حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا: میرے علم نے اور آپ کے علم نے اللہ تعالیٰ کے علم سے صرف اتنا کم کیا ہے جتنا (بہ ظاہر) اس چڑیا نے اپنی چونچ سے سمندر کا پانی لیا ہے' پھر حضرت خضر نے ایک کلہاڑا پکڑا اور کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا' حضرت موسیٰ کو اس وقت پتا چلا جب تختہ اکھڑ کر ان کے قدموں کے پاس گرا' حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: یہ آپ نے کیا کیا؟ ان لوگوں نے ہمیں بغیر اجرت کے اپنی کشتی میں سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا تاکہ آپ کشتی میں بیٹھنے والوں کو ڈبو دیں' آپ نے (بہت) بُرا کام کیا ہے' حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے' حضرت موسیٰ نے کہا: آپ میری بھول پر میرا مواخذہ نہ کریں اور میرے کام میں مجھ پر دشواری نہ ڈالیں' سو پہلی بار حضرت موسیٰ سے بھول ہوئی' پھر جب وہ دونوں سمندر سے باہر آئے' تو وہ ایک لڑکے کے پاس سے گزرے جو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا' حضرت خضر نے اپنا ہاتھ مار کر اس کا سرتن سے اس طرح الگ کر دیا۔ سفیان نے اپنی انگلیوں کے سروں سے اس طرح اشارہ کیا جیسے وہ کوئی چیز توڑ رہے ہوں تو حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: کیا آپ نے پاکیزہ جان کو بغیر کسی جان کے عوض کے قتل کر دیا' یہ تو آپ نے (بہت) بُرا کام کیا' حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ بے شک آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے! حضرت موسیٰ نے کہا: اگر میں اس کے بعد آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں' بے شک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں' پھر وہ دونوں (آگے) چلے' یہاں تک کہ جب وہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے تو (مہمانی کے حق میں) ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ان کی مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا' پھر انہوں نے اس بستی کی ایک دیوار ایسی پائی جو گرا ہی چاہتی تھی' حضرت خضر نے اپنے ہاتھ سے اس طرح درست کر دیا۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا جیسے وہ کسی چیز پر اوپر تک ہاتھ پھیر رہے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوں، راوی نے کہا: میں نے سفیان سے دیوار کے گرا چاہنے کا ذکر صرف ایک بار سنا تھا، حضرت موسیٰ نے کہا: ہم ان لوگوں کے پاس آئے اور انہوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، اور نہ ہم کو کھانا کھلایا، اور آپ نے ان کی دیوار کو بنانے کا قصد کیا، اگر آپ چاہیں تو اپنے اس کام کی اُجرت ہی لے لیں، حضرت خضر نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی (کا وقت) ہے، عنقریب میں آپ کو ان باتوں کی توجیہ بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہیں کر سکتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہماری یہ خواہش تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی خبر کا مزید قصہ بیان فرماتا، سفیان نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے! اگر وہ صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے واقعہ کا مزید قصہ بیان فرماتا، حضرت ابن عباس نے بتایا کہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح اور سالم کشتی کو غصب کر لیتا تھا، اور رہا وہ لڑکا تو وہ کافر تھا اور اس کے والدین مؤمن تھے۔ راوی نے کہا: مجھ سے سفیان نے کہا: میں نے اس واقعہ کو حضرت ابن عباس سے دو مرتبہ سنا اور یاد رکھا، سفیان سے پوچھا گیا: کیا آپ نے اس کو اس طرح یاد رکھا ہے جس طرح آپ نے اس کو عمرو بن دینار سے سنا تھا یا آپ نے اس کو کسی اور انسان سے (سن کر) یاد رکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا: کیا میں (عمرو بن دینار کے سوا) کسی اور سے سن کر یاد کرتا! کیا اس حدیث کو میرے سوا کسی اور نے بھی عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے! میں نے اس حدیث کو عمرو بن دینار سے دو یا تین مرتبہ سن کر یاد کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۴ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَصْبَهَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرَ أَنَّهُ جَلَسَ عَلَى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهِ خَضْرَاءَ. قَالَ الْحَمَوِيُّ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ مَطَرٍ الْفَرَبْرِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ عَنْ سُفْيَانَ بِطُولِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سعید الاصبہانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے خبر دی از معمر از ھمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، آپ نے فرمایا: حضرت خضر کا نام خضر اس لیے رکھا گیا کہ وہ سوکھی ہوئی زمین پر بیٹھے تو ان کے اٹھنے کے بعد وہ زمین سرسبز ہو کر لہلہانے لگی۔ الحموی نے بیان کیا کہ محمد بن یوسف بن مطر الفربری نے کہا: ہمیں علی بن خشرم نے طول کے ساتھ حدیث بیان کی از سفیان۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

حضرت خضر علیہ السلام کا نام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے کہا: ان کا نام الیسع بن ملکان بن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشند بن سام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے' مقاتل نے کہا: ان کا نام بلیاء بن ملکان بن یقطن بن فالغ الخ ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام خضرون بن عمایئیل بن لیفر بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہے' یہ کعب کا قول ہے' اور ابن اسحاق نے کہا: ان کا نام ارمیا بن حلقیا ہے اور یہ ہارون بن عمران کی اولاد سے ہیں' اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونا

جمہور کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور یہی صحیح ہے' کیونکہ اس قصہ میں ان کے نبی ہونے کی دلیل ہے' حضرت ابن عباس کا بھی یہی قول ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ ولی تھے اور یہ حضرت علی سے مروی ہے کہ یہ ایک صالح مرد تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے اور یہ بہت غریب قول ہے۔

مصنف کے نزدیک ان کے ولی ہونے کا قول تحقیق کے خلاف ہے کیونکہ اگر وہ ولی ہوتے تو ان پر الہام ہوتا اور الہام ایک ظنی چیز ہے اور انہوں نے بغیر کسی شرعی دلیل کے ایک لڑکے کو قتل کر دیا تھا اور ظنی دلیل سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' نیز اگر وہ ولی ہوتے تو ولی سے نبی افضل ہوتا ہے اور افضل کا مفضول کے پاس حصولِ علم کے لیے جانا صحیح نہیں ہے اور رہا یہ قول کہ وہ فرشتہ تھے' (اور سید مودودی نے بھی اسی طرح کہا ہے) تو یہ بالکل مردود ہے' کیونکہ قرآنِ مجید میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر دونوں نے بستی والوں سے کھانا طلب کیا' جب کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات

جمہور مشائخ طریقت اور اصحابِ مجاہدات اور مکاشفات کے نزدیک حضرت خضر زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور جنگلات میں ان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز' ابراہیم بن ادھم' بشر حافی' معروف کرخی' سری السقطی' جنید بغدادی' ابراہیم الخواص وغیرہم رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے' اور اس حدیث میں ایسے دلائل ہیں جو ان کی حیات پر دلالت کرتے ہیں' جن کا ہم نے اپنی تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری' ابراہیم الحربی' ابن الجوزی اور ابوالحسین منادی نے یہ تصریح کی ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور ان کا استدلال ان آیتوں سے ہے:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ O (الانبیاء: ٣٤)

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے دائمی حیات مقدر نہیں کی' پس اگر آپ وفات پا جائیں تو کیا یہ لوگ یہاں ہمیشہ رہیں گے؟ O

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ. (الانبیاء: ٣٥)

ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔

اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری حیات میں عشاء کی نماز پڑھائی' پھر فرمایا: مجھے بتاؤ!

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ کون سی رات ہے کیونکہ اس رات کے ایک سو سال بعد ان لوگوں میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا جو روئے زمین پر اب زندہ ہیں۔
(صحیح البخاری:١١٦' صحیح مسلم:٢٥٣٦' سنن ابوداؤد:٤٣٤٨' سنن ترمذی:٢٢٥٨)

جمہور نے الانبیاء:٣٥-٣٤ کا یہ جواب دیا ہے کہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان کو دائمی حیات حاصل ہے اور یہ کہ وہ دنیا کے اختتام تک زندہ رہیں گے' بہرحال جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو ان کی بھی وفات ہو جائے گی' اور صحیح بخاری کی اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا ظاہر متروک ہے کیونکہ ایک جماعت ایک سو سال سے زیادہ زندہ رہی ہے' ان میں سے حضرت سلمان فارسی ہیں جو تین سو سال تک زندہ رہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشاہدہ کیا' اور حضرت حکیم بن حزام ایک سو بیس سال زندہ رہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ کیا یہ حضرات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی ایک سو سال سے زیادہ زندہ رہے؟
بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا' اس وقت حضرت خضر علیہ السلام روئے زمین پر نہیں تھے سمندر پر تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے اس ارشاد سے حضرت خضر مستثنیٰ ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣١٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت خضر علیہ السلام کا مفصل قصہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے اپنی کتاب "المبتداء" میں اپنے اصحاب سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اپنی موت کے وقت طوفان کی خبر دی اور ان کو بلایا کہ ان کے جسم کی حفاظت کر کے ان کو دفن کر دیں' پھر اسی طرح جب طوفان آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ وہ ان کے جسم کی حفاظت کر کے اس کو دفن کر دیں' حتیٰ کہ حضرت خضر نے ان کو دفن کیا۔

خیثمہ بن سلیمان نے حضرت جعفر صادق کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ ایک فرشتہ ذوالقرنین کا دوست تھا' انہوں نے اس سے پوچھا کہ کوئی ایسی چیز بتائیں جس سے ان کی عمر لمبی ہو جائے تو اس نے ان کو آبِ حیات کے چشمہ کی طرف رہنمائی کی اور وہ اندھیرے میں تھا' وہ اس کی طرف روانہ ہوا اور حضرت خضر ان سے آگے تھے' پس حضرت خضر اس چشمہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور ذوالقرنین کامیاب نہیں ہوئے۔

مکحول نے کعب احبار سے یہ روایت کی ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وہ زمین والوں کے لیے امان ہیں' اُن میں دو نبی زمین پر ہیں: حضرت خضر اور حضرت الیاس' اور دو نبی آسمان میں ہیں: حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ (علیہم السلام اجمعین)۔

ابن عطیہ البغوی نے اکثر اہل علم سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت خضر نبی ہیں' پھر ان کے رسول ہونے میں اختلاف ہے' القشیری نے کہا ہے کہ وہ ولی ہیں۔

النقاش نے بہ کثرت خبریں روایت کی ہیں جو حضرت خضر کی بقاء پر دلالت کرتی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی حجت نہیں ہے' ابن عطیہ نے کہا: اگر وہ باقی ہوتے تو ابتداءِ اسلام میں ان کا ظہور ہوتا اور اس میں سے کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہے' الثعلبی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ تمام اقوال کے مطابق وہ عمر رسیدہ ہیں لیکن لوگوں کی نگاہوں سے چھپے ہوئے ہیں' انہوں نے کہا کہ ایک قول یہ ہے کہ وہ صرف آخر زمانہ میں فوت ہوں گے' جب قرآن مجید اٹھا لیا جائے گا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک وہ نبی ہیں اور قرآن مجید کی آیت اس پر دلیل ہے' کیونکہ نبی علیہ السلام اپنے سے کم علم والے سے علم حاصل نہیں کرتے اور اس لیے کہ باطن کے حکم پر صرف انبیاء علیہم السلام ہی مطلع ہوتے ہیں۔

علامہ ابن الصلاح نے کہا کہ جمہور علماء کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور عام لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ بعض محدثین نے ان کی حیات کا انکار کیا ہے اور وہ شاذ ہے' علامہ نووی نے بھی اسی کی اتباع کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ صوفیاء اور صالحین کا ان کی حیات پر اتفاق ہے اور ان کو دیکھنے اور ان سے ملاقات کے متعلق اتنی حکایات ہیں' جو شمار سے باہر ہیں۔

حیاتِ خضر کی نفی پر دلائل

اور جس چیز پر یقین ہے' وہ یہ ہے کہ وہ اب موجود نہیں ہیں' کیونکہ امام بخاری' ابراہیم الحربی' ابو جعفر المنادی' ابو یعلیٰ بن الفراء' ابو طاہر العبادی' ابو بکر بن العربی اور ایک جماعت کا یہی نظریہ ہے اور ان کی دلیل وہ حدیث مشہور ہے جس کی حضرت جابر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات کے آخر میں فرمایا: جو لوگ اب روئے زمین پر زندہ ہیں' ایک سو سال کے بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا' اور جو لوگ حضرت خضر کی حیات کے قائل ہیں' وہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت خضر اس وقت زمین پر نہیں تھے' سمندر پر تھے یا وہ اس حدیث کے عموم سے مخصوص ہیں' جس طرح ابلیس بھی بالاتفاق اس حدیث کے عموم سے مستثنیٰ ہے۔

مانعین حیاتِ خضر کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ. (الانبیاء:٣٤) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے دائمی حیات نہیں کی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے:

اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس سے یہ پکا عہد لیا کہ اگر (سیدنا) محمد مبعوث ہو گئے اور وہ زندہ ہوا تو وہ ضرور اس پر ایمان لائے گا اور ضرور اس کی مدد کرے گا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہے' حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ نے بھی اس حدیث کو امام بخاری کے حوالے سے درج کیا ہے۔ (البدایۃ والنہایہ ج ٤ ص ٦٧٣) مگر صحیح بخاری میں یہ حدیث نہیں ہے' ہو سکتا ہے کہ ان کی کسی اور کتاب میں یہ حدیث ہو۔

اور کسی صحیح حدیث میں یہ وارد نہیں ہے کہ حضرت خضر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور نہ کسی حدیث میں یہ وارد ہے کہ انہوں نے آپ کے ساتھ قتال کیا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن یہ دعا کی تھی: اے اللہ! اگر یہ جماعت آج ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ (صحیح مسلم: ١٧٦٣' سنن ابوداؤد: ٢٦٩٠' سنن ترمذی: ٣٠٨١)

پس اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو یہ نفی صحیح نہ ہوتی' کیونکہ حضرت خضر زمین پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے' ہماری خواہش ہے کہ حضرت موسیٰ صبر کرتے' حتیٰ کہ ہم پر ان کا مزید قصہ بیان کیا جاتا' پس اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو یہ تمنا مستحسن نہ ہوتی۔

جن حکایات سے حیاتِ خضر ثابت ہے' ان پر تبصرہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت خضر کے اجتماع کی ایک ضعیف السند حدیث ہے' جس کو امام ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد میں ایک کلام سنا' آپ نے فرمایا: اے انس! جاؤ دیکھو! یہ کون بات کر رہا ہے اور اس سے کہو کہ وہ میری مغفرت کے لیے دعا کرے' حضرت انس ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام نبیوں پر ایسی فضیلت عطاء کی ہے' جیسے رمضان کی تمام مہینوں پر فضیلت ہے۔ راوی نے کہا: پس صحابہ ان کو دیکھنے کے لیے گئے تو وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے' اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

امام ابن عساکر نے اس حدیث کی اس سے زیادہ ضعیف سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

امام دارقطنی نے ''الافراء'' میں حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت خضر اور حضرت الیاس ہر سال حج کے موسم میں پر جمع ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا سر مونڈتا ہے اور وہ دونوں یہ کلمات پڑھ کر جدا ہوتے ہیں: ''بسم اللّٰہ ما شاء اللّٰہ''۔ (الحدیث)

اس حدیث کی سند میں محمد بن احمد بن زید ہے اور یہ ضعیف راوی ہے۔

امام ابن عساکر نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ دونوں زمزم سے اتنا پانی پیتے ہیں جو انہیں آئندہ سال تک کے لیے کافی ہوتا ہے' یہ حدیث معضل ہے۔

امام احمد نے کتاب الزھد میں یہ حدیث اس اضافہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ وہ دونوں بیت المقدس میں رمضان کے روزے رکھتے ہیں' اس حدیث کی سند حسن ہے۔

امام طبری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ وہ طواف کرنے والوں میں داخل ہوئے تو انہوں نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے وہ جس کو ایک کی بات سننے سے دوسرے کی بات سننے میں کوئی ممانعت نہیں ہے' پس وہ حضرت خضر تھے۔

امام ابن عساکر نے اس حدیث کی دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے اور دونوں سندیں ضعیف ہیں۔

صحابہ کی حضرت خضر کے ساتھ ملاقات کی بہت خبریں ہیں اور ان میں سے اکثر کی اسانید ضعیف ہیں:

امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ وصال فرما گئے تو ایک شخص ان کو پھلانگتا ہوا آیا اور اس نے تعزیت کی' حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ حضرت خضر ہیں' اس حدیث کی سند میں عباد بن عبد الصمد ہے اور وہ ضعیف راوی ہے' ایک اور سند میں مجہول راوی ہے۔

ابن المنکدر کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی تو انہوں نے کسی کہنے والے سے یہ سنا کہ ہم پر سبقت نہ کرنا اور اس میں میت کے لیے دعا کا ثبوت ہے' حضرت عمر نے کہا: اس شخص کو بلاؤ تو وہ غائب ہو گیا اور اس کے قدم کا نشان ایک ہاتھ کا تھا' حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ حضرت خضر تھے' اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں اور یہ سند منقطع ہے۔

امام احمد نے کتاب الزھد میں عون بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن الزبیر کے فتنہ کے زمانہ میں ایک شخص مصر میں مغموم بیٹھا تھا کہ ان سے ایک شخص نے ملاقات کی' انہوں نے اس سے اس فتنہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کو تفصیل سے بتایا تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے سلامت رکھ اور میری طرف سے سلامتی رکھ' مسعر نے کہا: ان کا خیال یہ تھا کہ وہ حضرت خضر تھے۔

یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ ابن عبیدہ نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ عمر بن عبد العزیز کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر چل رہا تھا' جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا؟ انہوں نے پوچھا: کیا تم نے اس کو دیکھا؟ میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے بتایا: وہ ایک مرد صالح تھا' اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ میں عنقریب والی بنایا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جاؤں گا اور عدل کروں گا۔ اس اثر کی سند کے رجال میں کوئی سقم نہیں ہے۔
اس اثر کے علاوہ مجھے اب تک کوئی خبر یا اثر ایسی سند کے ساتھ نہیں مل سکا جو اس حدیث کے معارض ہو' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جو لوگ اب زندہ ہیں' سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا اور یہ واقعہ سو سال پورے ہونے سے پہلے کا ہے۔
امام ابن عساکر نے ابراہیم التیمی سے روایت کی ہے کہ میں صحنِ کعبہ میں بیٹھا ہوا اللہ کا ذکر کر رہا تھا تو ایک شخص آیا اور اس نے مجھے سلام کیا' وہ بہت حسین اور بہت خوشبودار تھا' میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں تمہارا بھائی خضر ہوں' پھر انہوں نے مجھے ایسے کاموں کی تعلیم کی جن کو میں کرلوں تو مجھے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوگی۔ اس اثر کی سند میں مجہول اور ضعیف راوی ہیں۔

امام ابن عساکر نے ابوزرعہ رازی کی سوانح میں سندِ صحیح کے ساتھ یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے ان کو امراء کے دروازے پر جانے سے منع کیا' پھر جب وہ بہت بوڑھے ہوگئے تب بھی انہوں نے اس شخص کو پہلی حالت میں دیکھا اور اس نے اب بھی ان کو امراء کے دروازے پر جانے سے منع کیا' میں اس شخص سے بات کرنے کے لیے مڑا لیکن وہ مجھے نظر نہیں آیا' تب میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ حضرت خضر ہیں۔
الفاکہی نے تاریخ مکہ میں یہ روایت کی ہے کہ جعفر بن محمد نے بیان کیا: انہوں نے ایک بہت بوڑھے شخص کو دیکھا جو ان کے والد سے بات کر رہا تھا' پھر وہ چلا گیا' ان کے والد نے کہا: اس کو بلاؤ! انہوں نے کہا: میں نے اس کو تلاش کیا مگر وہ مجھے نہیں ملا تو میرے والد نے کہا: وہ حضرت خضر تھے۔ اس روایت کی سند میں مجہول راوی ہیں۔
امام بیہقی نے حجاج بن قرافصہ کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس دو آدمی خرید و فروخت کر رہے تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے ان کو خرید و فروخت میں اللہ کی قسم کھانے سے منع کیا اور نصیحت کی' حضرت ابن عمر نے ان دونوں میں سے ایک سے کہا: اس نصیحت کو لکھ لو اور ان کا گمان یہ تھا کہ یہ نصیحت کرنے والے حضرت خضر تھے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ٥٧٦-٥٧٥ ملخصاً' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کی طرح وہ بھی حیاتِ خضر کے قائل نہیں ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق علامہ کورانی حنفی کا نظریہ

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:
حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے علم حاصل کرنے گئے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کسی شرعی حکم کا علم حاصل نہیں کیا تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی مرسل اور اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں' ان کے پاس تورات تھی جس میں ہر اس چیز کا واضح بیان تھا جس کی دین میں ضرورت ہوتی ہے' ان کا حضرت خضر علیہ السلام کی اتباع کرنا اللہ کی طرف سے ان کی آزمائش تھی' کیونکہ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اس کو جانتے ہیں جو آپ سے بڑا عالم ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ مناسب یہ تھا کہ وہ کہتے کہ اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔
علامہ نووی متوفی ٦٧٦ھ نے کہا ہے کہ اکثر علماء اس پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام اب بھی زندہ ہیں اور اس پر صوفیاء کا اتفاق ہے اور اس سلسلہ میں ان کی حکایات شمار سے باہر ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دجال جس شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کرے گا وہ حضرت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خضر ہوں گے اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۱ ص ۱۷۲ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں' اور صوفیاء اور صالحین اور عارفین کا اس پر اتفاق ہے' حضرت خضر کی زیارت' ان سے ملاقات' ان سے علم اور فیض کے حصول اور ان سے سوال اور ان کے جواب کے متعلق اس قدر حکایات ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔

شیخ ابوعمرو بن الصلاح نے کہا ہے کہ جمہور علماء اور صالحین کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور عام مسلمین بھی ان سے متفق ہیں' البتہ بعض محدثین نے اس کا انکار کیا ہے اور ان کا قول شاذ ہے۔

ابوعمرو نے کہا: وہ نبی ہیں اور ان کے رسول ہونے میں اختلاف ہے' القشیری اور دیگر صوفیاء نے کہا: وہ ولی ہیں۔

الماوردی نے اپنی تفسیر میں ان کے متعلق تین قول نقل کیے ہیں: (۱) وہ نبی ہیں (۲) وہ ولی ہیں (۳) وہ فرشتوں میں سے ہیں' یہ آخری قول غیر معروف اور باطل ہے۔

المازری نے کہا ہے کہ ان کی نبوت اور ولایت میں اختلاف ہے' جو ان کی نبوت کے قائل ہیں' وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک لڑکے کو بغیر وجوبِ قصاص کے قتل کر دیا اور یہ حرام ہے اور انہوں نے کہا: میں نے یہ کام اپنی طرف سے یعنی اپنے اجتہاد سے نہیں کیا۔ (الکہف: ۸۲) اس سے معلوم ہوا کہ اس کام کے متعلق ان پر وحی کی گئی تھی' ان کو ولی ماننے والے اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے اس زمانہ میں کوئی اور نبی ہو اور اس پر یہ وحی کی گئی ہو کہ خضر سے کہو کہ اس لڑکے کو قتل کر دیں' سو ان کا یہ فعل ان کے ولی ہونے کے خلاف نہیں۔

مصنف کے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ محض احتمال ہے' اس پر کوئی دلیل نہیں اور جو احتمال بلا دلیل ہو' وہ مردود ہوتا ہے۔

الثعلبی المفسر نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام تمام اقوال کے مطابق نبی ہیں اور اکثر لوگوں کی نگاہوں سے محجوب ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ آخر زمانہ میں فوت ہوں گے' جب قرآن مجید اُٹھالیا جائے گا۔

ثعلبی نے ان کے متعلق تین قول ذکر کیے ہیں' ایک یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانہ میں تھے یا اس کے کچھ عرصہ بعد تھے یا بہت بعد تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۰ ص ٦٢٤٦۔ ٦٢٤٥' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور ان کی حیات کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

علماء اس مسئلہ میں مضطرب ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی تھے؟ جو ان کی نبوت کے قائل ہیں' وہ الکہف: ۸۲ سے استدلال کرتے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ان سے حصولِ علم کے لیے گئے تھے اور یہ بہت بعید ہے کہ نبی' ولی سے علم حاصل کرنے کے لیے جائے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۳٦۵' دارالوفاء)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الأبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق ابن الصلاح نے کہا ہے کہ جمہور علماء اور صالحین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زندہ ہیں اور مواضع خیر میں ان کو دیکھنے' ان سے ملاقات کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کے متعلق اتنی حکایات ہیں جو شمار سے باہر ہیں اور بعض محدثین کا انکار کرنا شاذ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آخر زمانہ میں ان کی وفات ہوگی' جب قرآن مجید اُٹھ جائے گا۔

علامہ ابی کہتے ہیں کہ ان کی حیات کا طویل ہونا ممکن ہے اور اس سلسلہ میں بہ کثرت حکایات ہیں۔

(اکمال اکمال المعلم ج ٨ ص ١٤٦۔١٤٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابی کے شاگرد علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ٨٩٥ھ نے اپنی شرح میں اس عبارت کو من وعن نقل کر دیا ہے۔

(معلم اکمال الاکمال ج ٨ ص ١٤٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور ان کی حیات کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

بہ کثرت علماء کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ نیک بندے تھے' علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ اب تک زندہ ہیں یا نہیں؟ الماوردی نے اس میں دو قول نقل کیے ہیں: حسن بصری یہ کہتے تھے کہ وہ انتقال کر چکے ہیں' ہمارے اصحاب میں سے ابن المنادی اس شخص کی مذمت کرتے تھے جو ان کو زندہ کہتا تھا' ابوبکر صحیح البخاری:١١٦ سے استدلال کر کے کہتے تھے: وہ انتقال کر چکے ہیں۔ (زادالمسیر ج ٥ ص ١٦٨' المکتب الاسلامی' بیروت' ١٤٠٧ھ)

شیوخ غیر مقلدین کا حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق نظریہ

شیخ محمد صدیق حسن بھوپالی القنوجی المتوفی ١٣٠٧ھ لکھتے ہیں:

علامہ المازری نے لکھا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت الکہف: ٨٢ سے ثابت ہے اور اس سے کہ وہ حضرت موسیٰ سے زیادہ عالم تھے' اگر وہ ولی ہوتے تو نبی کا ولی کے پاس حصول علم کے لیے جانا بہت بعید ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ہمارے درمیان موجود ہیں اور اس پر صوفیاء اور صالحین اور عارفین کا اتفاق ہے اور ان کو دیکھنے' ان سے ملاقات کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کے متعلق اس قدر حکایات ہیں' جو شمار سے باہر ہیں۔

امام بخاری نے ان کی حیات کا انکار کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حق' مختار اور راجح قول ان ہی کا ہے اور وہ جو ان کے زندہ ہونے اور ان سے ملاقات اور استفادہ کرنے کے متعلق حکایات ہیں تو ہوسکتا ہے کہ دیکھنے اور ملاقات کرنے اور استفادہ کرنے والے شخص نے کسی اور نیک آدمی سے ملاقات کی ہو اور اس نے اپنا نام خضر بتایا ہو اور دیکھنے والے نے یہ گمان کیا ہو کہ یہ وہ خضر ہیں جن کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی' جو اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔

امام بخاری نے اپنے مؤقف پر صحیح البخاری:١١٦ سے استدلال کیا ہے اور اس کے جو جوابات دیئے گئے ہیں وہ بہت رکیک اور ضعیف ہیں۔ (السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ٧ ص ٢٨۔٢٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

شیخ وحید الزمان متوفی ١٣٢٨ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ وہ پیغمبر تھے یا نہیں؟ اور اب وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ جمہور علماء اور صالحین یہ کہتے ہیں کہ خضر اب تک زندہ ہیں اور وہ قیامت تک زندہ رہیں گے اور امام بخاری اور ابن مبارک' حربی اور ابن جوزی اور ایک طائفہ علماء نے کہا ہے کہ وہ مر گئے اور اگر وہ زندہ ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ضرور حاضر ہوتے۔ واللہ اعلم بالصواب!

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(تیسیر الباری ج ۱ ص ۷ ۱۲ 'نعمانی کتب خانہ'لاہور'جون ۱۹۹۰ء)

شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

اکثر علماء وصوفیاء کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں مگر حضرت امام بخاری اور محققینِ اُمت اہل حدیث نے کہا ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں۔

(ترجمہ وحاشیہ صحیح البخاری ج ۴ ص ۶۸۶' مکتبہ قدوسیہ'لاہور)

شیوخ دیوبند کا حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق نظریہ

سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

حضرت خضر نبی ہیں یا نہیں؟

صاحب روح المعانی نے آیت ''اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا'' کے تحت لکھا کہ رحمت سے مراد بعض کے نزدیک حلال رزق اور تنعم کی زندگی ہے' بعض نے کہا کہ لوگوں سے یکسوئی اور ان سے بے غرضی و استغناء کہ یہ اُمور بھی خصوصیت سے اہلِ علم کے لیے نہایت گرانقدر نعمتیں ہیں' کسی نے کہا کہ طویل زندگی مع عمدہ صحت وسلامتی اعضاء۔ علامہ قشیری وغیرہ نے کہا کہ وہ ولی تھے' نبی ورسول نہیں لیکن جمہور علماء اُمت کی رائے یہ ہے کہ رحمت سے مراد وحی ونبوت ہے اور اس پر رحمت کا اطلاق قرآن مجید میں دوسرے مواضع میں بھی ہوا ہے' ابن ابی حاتم نے حضرت عباس سے بھی اسی کو نقل کیا ہے۔

حضرت خضر کو نبی ماننے والوں میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ وہ نبی تھے' رسول نہیں تھے' اور بعض نے کہا کہ وہ رسول بھی تھے' مذہب منصور جمہور ہی کا ہے اور اس کے دلائل وشواہد آیات وحدیث میں بہ کثرت موجود ہیں' جن کے مجموعہ سے ان کی نبوت کا ثبوت قریب بدرجہ یقین ہو جاتا ہے۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۲۰)

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر ہی ہوں گے۔

حضرت خضر زندہ ہیں یا نہیں؟

حافظ ابن حجر نے لکھا: ابن صلاح نے کہا کہ جمہور علماء کی رائے میں حضرت خضر زندہ ہیں اور رائے عامہ بھی ان ہی کے ساتھ ہے' صرف بعض محدثین نے اس سے انکار کیا ہے' امام نووی نے بھی ابن صلاح کا اتباع کیا ہے' بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ حیاتِ خضر کا مسئلہ صوفیاء واہلِ صلاح میں متفق علیہا ہے اور ان کے دیکھنے اور ملاقاتوں کے واقعات غیر محصور ہیں' جن حضرات نے ان کی موجودہ زندگی سے انکار کیا ہے' وہ امام بخاری' ابراہیم حربی' ابوجعفر بن المناوی' ابویعلی بن الفراء' ابوطاہر العبادی' ابوبکر بن العربی وغیرہ ہیں' ان کا استدلال حدیث مشہور سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آخری حیات میں فرمایا کہ اب سے ایک سو سال کے بعد کوئی بھی جو آج موجود ہے' زندہ باقی نہ رہے گا۔

راوی حدیث حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرن ایک سو سال میں ختم ہو جائے گا' قائلین حیات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد زمین پر رہنے والوں سے ہے اور حضرت خضر اس وقت بحر پر تھے' یا وہ اس سے مخصوص ومستثنیٰ ہیں' جیسے کہ ابلیس کہ وہ بالاتفاق مستثنیٰ ہے۔

دوسری دلیل آیت: ''وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ'' ہے' تیسری دلیل حدیث ابن عباس ہے کہ ہر نبی سے عہد لیا جاتا تھا کہ اگر اس کی زندگی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو وہ ان پر ایمان لائے گا اور مدد کرے گا۔ (رواہ البخاری) اور کسی خبر صحیح سے ثابت نہیں ہوا کہ حضرت خضر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ہوں اور آپ کے ساتھ ہو کر دشمنانِ اسلام سے قتال کیا ہو' چوتھی دلیل یہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے موقع پر حق تعالیٰ سے عرض کیا: اگر یہ جماعت فنا ہوگئی تو آپ کی عبادت روئے زمین پر نہ ہو سکے گی۔ اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو یہ عام و مطلق نفی صحیح نہ ہوتی' پانچویں دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمنا فرمائی: کاش! حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے اور ہمیں مزید اسرار کونیہ کا علم ہو جاتا' پس اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو آپ ان کو بلا کر بہت سی باتیں معلوم کر لیتے' تمنا کی ضرورت نہ ہوتی' پھر ان کے عجائب و غرائب قصوں کے سبب بہت سے کٹر قسم کے کافر و مشرک بھی خصوصاً اہلِ کتاب اسلام لے آتے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کے اجتماع کی حدیث ضعیف ہے' پھر حافظ نے وہ آثار و روایات ذکر کی ہیں جن سے حیاتِ خضر کا ثبوت ہوسکتا ہے' اور ان سب کی تضعیف کی ہے بجز حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اثر کے کہ آپ نے فرمایا: خضر علیہ السلام مجھ سے ملے اور بشارت دی کہ میں والی بنوں گا اور عدل کروں گا۔ حافظ نے لکھا کہ اس روایت کے رجال اچھے ہیں اور مجھے ابھی تک کوئی خبر یا اثر اس کے سوا سند جید کے ساتھ نہیں ملی' اور یہ اثر ایک سو سال والی حدیث کے معارض نہیں' کیونکہ یہ بات ایک سو سال کے اندر کی ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٢٧٥)

حافظ عینی نے لکھا: جمہور خصوصاً مشائخ طریقت و حقیقت اور اربابِ مجاہدات و مکاشفات کی رائے یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں' ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں اور ان کو صحراؤں میں دیکھا گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز' ابراہیم بن ادھم' بشر حافی' معروف کرخی' سری سقطی' جنید' ابراہیم خواص وغیرہم نے ان کو دیکھا ہے' اور بہت سے دلائل و حجج ان کی زندگی پر شاہد ہیں' جن کو ہم نے اپنی تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری' ابن عربی' ابن جوزی' ابوالحسن مناوی کی رائے ہے کہ وہ مر چکے' ان کا استدلال آیت "وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ" اور حدیث ایک سو سال پر قرن ختم ہونے سے ہے' جمہور نے آیت کا یہ جواب دیا کہ ہم بھی حضرت خضر علیہ السلام کے لیے دائمی حیات نہیں مانتے کہ خلود لازم آئے' صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ ختم دنیا تک رہیں گے اور نفخ صور قیامت پر وفات پا جائیں گے' حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کا ظاہر مراد نہیں ہے' کیونکہ بہت سے صحابہ کا انتقال ایک سو سال کے بعد ہوا ہے' حکیم بن حزام کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی اور سلیمان فارسی کی تو تین سو سال تک کہی گئی ہے' بعض نے جواب دیا کہ اس وقت حضرت خضر بحر کے علاقہ میں تھے زمین پر نہ تھے' بعض نے کہا کہ وہ مستثنیٰ ہیں جیسے ابلیس مستثنیٰ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٠٠' طبع منیریہ)

صاحب روح المعانی نے اس مسئلہ پر نہایت تفصیل سے بحث کی ہے اور طرفین کے دلائل و جوابات جمع کیے ہیں اور حافظ ابن تیمیہ کو بھی منکرینِ حیات میں لکھا' نقل کیا کہ ان سے پوچھا گیا تو فرمایا: اگر خضر زندہ ہوتے تو ضروری تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے' آپ سے استفادہ کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر کے موقع پر ٣١٣ نفر تھے' جن کے نام و نسب سب ذکر کیے گئے ہیں' اس وقت حضرت خضر کہاں تھے؟

علامہ آلوسی نے اور جوابات کے ساتھ حافظ موصوف کے استدلال کے بھی جوابات نقل کیے ہیں' مثلاً لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واجب و ضروری طور پر آنے کا حکم صحیح نہیں کیونکہ بہت سے مؤمن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے' نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست استفادہ کیا' اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شرکت کی' مثلاً خیر التابعین حضرت اویس قرنی یا نجاشی وغیرہ۔

دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خفیہ طور سے آتے ہوں اور ان کو کسی حکمت و مصلحت کے تحت حکم خداوندی ملا ہو کہ علانیہ نہ آئیں اور شرکت جہاد کی تو روایت بھی موجود ہے (علامہ آلوسی نے اس کو ذکر بھی کیا ہے)۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غزوۂ بدر والی دلیل کا یہ جواب دیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ غلبہ وظہور کے ساتھ عبادت نہ ہو سکے گی' یہ مطلب نہیں تھا کہ بالکل ہی کوئی عبادت کرنے والا باقی نہ رہے گا' کیونکہ ظاہر ہے بہت سے مسلمان مدینہ طیبہ میں بھی اس وقت موجود تھے' جو غزوۂ بدر میں اس وقت شریک نہیں ہوئے' دوسرے یہ کہ عدم ذکر سے ذکر عدم لازم نہیں آتا' لیلۃ المعراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء تمام انبیاء نے کی ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے وہاں حاضر نہ ہونے کی کوئی وجہ ہی نہیں ہو سکتی مگر وہاں بھی ان کی موجودگی کا ذکر کہیں نہیں آیا تو کیا یہ انصاف کی بات ہوگی کہ وہاں بھی ان کے وجود سے انکار کر دیا جائے۔

خلود والی آیت کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ قائلینِ حیات بھی حضرت خضر علیہ السلام کے لیے خلود نہیں مانتے۔ بعض کی رائے ہے کہ وہ قتالِ دجال کے بعد وفات پا جائیں گے' بعض نے کہا کہ رفع قرآن کے زمانہ میں انتقال فرمائیں گے' بعض نے کہا کہ آخر زمانہ میں وفات ہوگی۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۲۳)

اگرچہ علامہ آلوسی کا خود اپنا رجحان عدم حیات ہی کی طرف ہے مگر انہوں نے دلائل طرفین کے خوب تفصیل سے لکھے ہیں' واللہ اعلم بالصواب! کسی دوسری فرصت میں اس مسئلہ کی مزید تحقیق کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

(انوار الباری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۰۵۔ ۱۰۳' ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان)

علامہ آلوسی کی یہ مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۸۵۷۔ ۸۵۴ میں نقل کر دی ہے' اس کے علاوہ دیگر فقہاء اسلام کی عبارات بھی نقل کی ہیں۔ دیکھئے: شرح صحیح مسلم: ۶۰۴۲۔ ج ۶ ص ۸۶۰۔ ۸۵۲' اتنی مفصل بحث شاید کسی اور شرح میں نہیں ملے گی' لیکن یہاں نعمت الباری میں جو ہم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے' وہ شرح صحیح مسلم کی بحث سے کہیں زیادہ ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق خلاصۂ بحث اور مصنف کا نظریہ

علامہ عینی حنفی' علامہ کورانی حنفی' علامہ نووی شافعی' علامہ ابن الصلاح شافعی' علامہ ثعلبی شافعی' علامہ اُبی مالکی اور علامہ سنوسی مالکی کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اب تک زندہ ہیں اور قربِ قیامت میں فوت ہوں گے' شیوخ دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے اور علامہ ابن الجوزی مالکی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی' علامہ آلوسی حنفی' امام بخاری' دیگر محدثین اور شیوخ غیر مقلدین کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اب زندہ نہیں ہیں' وہ وفات پا چکے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے حضرت خضر علیہ السلام کے وفات یافتہ ہونے پر جو دلائل نقل کیے ہیں' مصنف کے نزدیک وہ دلائل مضبوط اور راجح ہیں' تاہم یہ مسئلہ چونکہ اختلافی ہے اور دوسری جانب بھی کبار علماء ہیں' اس لیے مصنف کے نزدیک اس وقت ان کی حیات کو ماننے میں زیادہ حرج نہیں ہے اور اس کو رد کرنے میں شدت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

۲۸ - بَابٌ

۳۴۰۳ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ﴾ (البقرہ:۵۸) فَبَدَّلُوا وَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلٰى أَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوا حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ.

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ھمام بن منبہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ تم دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور یہ کہتے ہوئے کہ معاف کر دو (البقرۃ:۵۷) انہوں نے اس حکم کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

[اطراف الحدیث:۷۹-۴۴-۴۶۴۱] تبدیل کر دیا' وہ گھسٹتے ہوئے سرین کے بل دروازہ میں داخل ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ گندم جو میں ہے۔

اس دروازہ سے مراد ہے: بستی کا دروازہ' اور سجدہ سے حقیقت سجدہ مراد نہیں ہے' بلکہ مراد یہ ہے کہ جھکتے ہوئے داخل ہوں' اس حدیث میں ''حِطَّةٌ'' کہنے کا حکم ہے' اس کا معنی ہے: معاف کردو۔ بنی اسرائیل نے اس لفظ کو تبدیل کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہتے تھے: گندم جو میں ہے' یہ مہمل کلام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۱۴-۴۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٤٠٤- حَدَّثَنِیْ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ وَّخِلَاسٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰی كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيْرًا لَّا يُرٰی مِنْ جِلْدِهٖ شَیْءٌ اِسْتِحْيَاءً مِّنْهُ فَاٰذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ فَقَالُوْا مَا يَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ اِمَّا بَرَصٌ وَّاِمَّا اُدْرَةٌ وَّاِمَّا اٰفَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ اَرَادَ اَنْ يُّبَرِّئَهٗ مِمَّا قَالُوْا لِمُوْسٰی فَخَلَا يَوْمًا وَّحْدَهٗ فَوَضَعَ ثِيَابَهٗ عَلَی الْحَجَرِ ثُمَّ اغْتَسَلَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ اِلٰی ثِيَابِهٖ لِيَاْخُذَهَا وَاِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهٖ فَاَخَذَ مُوْسٰی عَصَاهُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ ثَوْبِیْ حَجَرٌ ثَوْبِیْ حَجَرٌ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی مَلَاٍ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ فَرَاَوْهُ عُرْيَانًا اَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَاَبْرَاَهُ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ وَقَامَ الْحَجَرُ فَاَخَذَ ثَوْبَهٗ فَلَبِسَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ فَوَاللّٰهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ اَثَرِ ضَرْبِهٖ ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خَمْسًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا۝﴾ (الاحزاب:٦٩).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از الحسن' محمد اور خلاس از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ بہت حیاء والے اور پردہ دار شخص تھے' ان کی شدتِ حیاء کی وجہ سے ان کی کھال کا کوئی حصہ دکھائی نہیں دیتا تھا' پس ان کو بنی اسرائیل میں سے کسی شخص نے ایذاء پہنچائی جو پہنچائی' اس نے کہا: یہ اتنا سخت پردہ جو کرتے ہیں تو ضرور ان کی کھال میں کوئی عیب ہے' یا تو ان کو برص کی بیماری ہے یا ان کے خصیے سوجے ہوئے ہیں یا ان پر کوئی اور آفت ہے' اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تہمت سے بری کرنے کا ارادہ کیا' جو انہوں نے حضرت موسیٰ کے متعلق کہی تھی' پس ایک دن حضرت موسیٰ تنہائی میں گئے اور انہوں نے اپنے کپڑے پتھر پر رکھ دیئے' پھر انہوں نے غسل کیا' پھر جب وہ غسل سے فارغ ہو کر اپنے کپڑے لینے کے لیے گئے تو ایک پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ گیا' حضرت موسیٰ نے اپنی لاٹھی لی اور اس پتھر کے پیچھے بھاگے' اور وہ یہ کہتے جا رہے تھے کہ اے پتھر! میرے کپڑے دے! اے پتھر! میرے کپڑے دے! حتیٰ کہ وہ بنو اسرائیل کی جماعت تک پہنچے' انہوں نے حضرت موسیٰ کو برہنہ دیکھ لیا' تو اللہ تعالیٰ نے ان کا بہت حسین جسم بنایا تھا اور وہ ان کی لگائی ہوئی تہمت سے بری تھے' وہ پتھر ٹھہر گیا اور حضرت موسیٰ نے اپنے کپڑے اس سے لے کر پہن لیے' اور انہوں نے اس پتھر پر اپنی لاٹھی ماری' پس اللہ کی قسم! اس پتھر پر ان کی لاٹھی کے تین' چار یا پانچ نشان تھے' اور یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے: اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے موسیٰ کو اس بات سے بَری فرما دیا جو لوگوں نے ان کے متعلق کہی تھی اور موسیٰ اللہ کے نزدیک بہت معزز ہیںO (الاحزاب:٦٩)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٢٧٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠٥ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَسَمَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ هٰذِهٖ لَقِسْمَةٌ مَا اُرِيْدُ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَاَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَغَضِبَ حَتّٰى رَاَيْتُ الْغَضَبَ فِىْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ اُوْذِىَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند چیزیں تقسیم کیں تو ایک شخص نے کہا: بے شک اس تقسیم سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اس کی بات بتائی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک ہوئے' حتیٰ کہ میں نے آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے' پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے! ان کو اس سے بہت زیادہ ایذاء دی گئی تھی' پس انہوں نے صبر کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣١٥٠ میں گزر چکی ہے۔

٢٩ - بَابٌ ﴿يَعْكُفُوْنَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ (الاعراف:١٣٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس وہ ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں پر جمے بیٹھے تھے (الاعراف:١٣٨)

امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ گائے کی صورت کے بُت بنا کر اس کی عبادت کرتے تھے۔

﴿مُتَبَّرٌ﴾ (الاعراف:١٣٩) خُسْرَانٌ. ''متبر'' کا معنی ہے: نقصان زدہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَO (الاعراف:١٣٩) یقیناً جس کفر میں یہ لوگ ہیں' وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں' محض بے بنیاد ہےO

امام بخاری نے ''متبر'' کی تفسیر نقصان سے کی ہے اور ''متبر''، ''تَتْبِیْر'' کا اسم مفعول ہے اور اس کا معنی ہے: ہلاک کرنا' اور ''تبار'' کا معنی ہلاک ہے اور یہ اسم فاعل کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے' یعنی وہ لوگ جو گائے کے بت کی پرستش کر رہے تھے تو یہ کام ان کو ہلاک کرنے والا تھا۔

﴿وَلِيُتَبِّرُوْا﴾ (الاسراء:٧) يُدَمِّرُوْا. ﴿مَا عَلَوْا﴾ (الاسراء:٧) مَا غَلَبُوْا. ''وليتبروا'' کا معنی ہے: خراب کریں' ''وما علوا'' کا معنی ہے: جس جگہ حکومت پائیں' غالب ہوں۔

امام بخاری نے اس آیت سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًاO (الاسراء:٧) اور وہ جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر ڈالیںO

امام بخاری نے ''لیتبروا'' کی تفسیر ''یدمّروا'' سے کی ہے جو ''تدمیر'' سے بنا ہے اور اس کا معنی بھی ہلاک کرنا ہے اور ''ما علوا'' کی تفسیر ''ما غلبوا'' کے ساتھ کی ہے یعنی جس چیز پر غلبہ پائیں۔

٣٤٠٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجْنِي الْكَبَاثَ وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَطْيَبُهُ قَالُوْا أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ قَالَ وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا. [طرف الحدیث:٥٤٥٣] (صحیح مسلم:٢٠٥٠' الرقم المسلسل:٥٢٤٣' سنن کبریٰ:٦٧٣٤' مسند ابویعلیٰ:٢٠٦٢' صحیح ابن حبان:٥١٤٣' دلائل النبوۃ ج٥ ص٢٩' مسند احمد ج٣ ص٣٢٦ طبع قدیم' مسند احمد:١٤٤٩٧۔ ج٢٢ ص٣٨٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں پیلو کے پھل چن رہے تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے کہ تم سیاہ رنگ کے پھل چنو کیونکہ وہ زیادہ لذیذ ہوتے ہیں' صحابہ نے پوچھا: کیا آپ بکریاں چَراتے رہے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہر نبی نے بکریاں چَرائی ہیں۔

حدیثِ مذکور کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت اور نبیوں کے بکریاں چَرانے کی حکمتیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ ابواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال کے متعلق ہیں اور بہ ظاہر اس حدیث کی ان ابواب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بکریاں چَرائی ہیں اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہر نبی نے بکریاں چَرائی ہیں' اس اعتبار سے یہ حدیث ان ابواب کے مطابق ہے۔

اس حدیث میں ''الکباث'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: پیلو کے درخت کا پھل۔

نیز اس حدیث میں ہے: ہر نبی نے بکریاں چَرائی ہیں' علامہ خطابی نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا داروں اور سرمایہ داروں کو نبوت عطاء کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ منکسرین اور متواضعین کو نبوت عطاء کرنا چاہتا تھا' اس لیے ہر نبی کو بکریاں چَرانے پر مامور کیا' نیز بکریاں چَرانے والا اپنی بکریوں کو بھیڑیوں سے بچاتا ہے' اسی طرح نبی بھی اپنی اُمت کو شیطان کے شر سے بچاتا ہے اور روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام درزی تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے اور قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ. (الانعام:١٢٤) اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے گا۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بکریاں چَرانے کی حکمت یہ ہے کہ وہ تواضع کو اختیار کریں اور تنہائی میں اپنے باطن کو صاف رکھنے کی مشق کریں اور بکریوں کی حفاظت کے انتظام سے اپنی امت کی حفاظت اور سیاست کی طرف منتقل ہوں' اس کی کچھ تفصیل کتاب الاجارہ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٥ ص٤١٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۰ - بَابٌ ﴿وَاِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ (البقرہ:٦٧) اَلْاٰیَۃَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گائے کو ذبح کرو (البقرہ:٦٧)

بنی اسرائیل کے گائے کو ذبح کرنے کا قصہ

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس الرازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک شخص بانجھ اور لاولد تھا اور اس کے پاس بہت زیادہ مال تھا' اور اس کا بھتیجا اس کا وارث تھا' اس نے اپنے چچا کو قتل کر دیا' پھر اس کی لاش کو اٹھا کر کسی اور آدمی کے گھر کے دروازہ پر رکھ دیا' پھر جب صبح ہوئی تو اس نے ان گھر والوں کے خلاف قتل کا دعویٰ کیا حتیٰ کہ وہ لوگ مسلح ہو کر گئے اور ایک دوسرے پر الزام رکھا' پھر ان میں سے ایک دانش مند شخص نے کہا: تم کیوں ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہو' حالانکہ اللہ کے رسول تمہارے درمیان موجود ہیں' پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور یہ قصہ بیان کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے' تو انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں' حضرت موسیٰ نے فرمایا: میں جاہلوں کا کام کرنے سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں: اگر وہ اس پر اعتراض نہ کرتے اور وہ کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو ان کے لیے کافی ہوتا' لیکن انہوں نے گائے کی تعیین میں شدت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر شدت کی' حتیٰ کہ وہ اس گائے تک پہنچ گئے جس کو ذبح کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا' پھر انہوں نے اس گائے کو ایسے شخص کے پاس پایا جس کے پاس اس گائے کے سوا اور کوئی گائے نہیں تھی' اس شخص نے کہا: میں اس گائے کو اس سے کم قیمت پر نہیں دوں گا کہ تم اس کی کھال میں سونا بھر دو' انہوں نے اس گائے کی کھال میں سونا بھر کر اس سے وہ گائے خرید لی' انہوں نے اس گائے کو خرید کر اس کو ذبح کیا اور اس کے کسی عضو کو اس مردہ شخص پر مار کر کہا: تم کو کس نے قتل کیا تھا؟ اس نے اپنے بھتیجے کی طرف اشارہ کر کے کہا: مجھے اس نے قتل کیا تھا' یہ کہہ کر وہ مر گیا' پھر اس کے مال سے اس کے بھتیجے کو کچھ نہیں دیا گیا اور اس کے وارث کو اس سے کچھ نہیں دیا گیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج۱ ص ۱۳٦' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

قَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ ﴿الْعَوَانُ﴾ النِّصْفُ بَيْنَ الْبِكْرِ وَالْهَرِمَةِ.

''العوان'' کا معنی ہے: جوانی اور بڑھاپے کے درمیان نصف۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ.

بے شک وہ ایسی گائے ہے جو نہ بوڑھی ہے اور نہ جوان ہے' ان کے درمیان ہے۔ (البقرہ:٦٨)

یعنی بڑھاپے اور جوانی کے درمیان ہے۔

﴿فَاقِعٌ﴾ (البقرہ:٦٩). صَافٍ.

''فاقع'' کا معنی ہے: صاف اور چمک دار۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ○ (البقرہ:٦٩)

یقیناً وہ زرد گائے ہے گہرے چمک دار رنگ کی' دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے○

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد تھا' حضرت ابن عمر نے کہا: اس کے کھر زرد رنگ کے تھے' سعید بن جبیر نے کہا: اس کے سینگ اور کھر زرد رنگ کے تھے' حسن بصری نے کہا کہ وہ سخت سیاہ رنگ کے تھے' لیکن یہ قول غریب ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱ ص ۱۳۹ ۔ ۱۳۷ ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

﴿لَا ذَلُوْلٌ﴾ (البقرہ:۷۱) لَمْ يُذِلَّهَا الْعَمَلُ ﴿تُثِيْرُ الْاَرْضَ﴾ لَيْسَتْ بِذَلُوْلٍ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَعْمَلُ فِي الْحَرْثِ.

''لا ذلول'' کا معنی ہے: اس کو ہل چلانے کے کام نے کم زور اور لاغر نہ کر دیا ہو' ایسی کمزور نہ ہو کہ نہ زمین میں ہل چلا سکے اور نہ کھیت میں پانی دے سکے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ. (البقرہ:۷۱)

وہ گائے نہ محنت کش ہو کہ کھیت میں ہل چلاتی ہو اور نہ وہ کھیت میں پانی دیتی ہو۔

یعنی وہ گائے نہ کھیت میں ہل چلانے کے لیے رکھی گئی ہو اور نہ کھیت میں پانی دینے کے لیے۔

﴿مُسَلَّمَةٌ﴾ مِنَ الْعُيُوْبِ.

''مسلّمۃ'' کا معنی ہے: وہ عیب سے خالی ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مُسَلَّمَةٌ لَّاشِيَةَ فِيْهَا. (البقرہ:۷۱)

وہ صحیح وسالم ہو جس میں کوئی داغ دھبہ نہ ہو۔

﴿لَا شِيَةَ﴾ (البقرہ:۷۱) بَيَاضٌ.

''لا شیۃ'' کا معنی ہے: اس میں سفیدی نہ ہو۔

یعنی اس کا رنگ مکمل زرد ہو اور اس میں سفیدی کا کوئی نشان نہ ہو۔

﴿صَفْرَاءُ﴾ (البقرہ:۶۹) إِنْ شِئْتَ سَوْدَاءُ وَيُقَالُ صَفْرَاءُ كَقَوْلِهٖ ﴿جِمٰلَتٌ صُفْرٌ۝﴾ (المرسلات:۳۳).

''صفراء'' کا معنی تم چاہو تو سیاہ کرو اور صفراء زرد کو بھی کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے: زردی مائل سیاہ اونٹ ۝ (المرسلٰت:۳۳)

امام بخاری کی اس تعلیق سے یہ غرض ہے کہ ''صفرۃ'' میں دو احتمال ہیں' ایک اس کا مشہور معنی ہے' یعنی زرد اور اس کا دوسرا معنی ہے: سیاہ' جیسے اس آیت میں ہے:

جِمٰلَتٌ صُفْرٌ۝ (المرسلٰت:۳۳)

زردی مائل سیاہ اونٹ ۝

﴿فَادّٰرَءْتُمْ﴾ (البقرہ:۷۲) اِخْتَلَفْتُمْ.

''فادّا رأتم'' کا معنی ہے: تم نے اختلاف کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا. (البقرہ:۷۲)

پھر جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا' پھر اس کے قتل کا الزام ایک دوسرے پر رکھنے لگے۔

''تدارُی'' کا معنی ہے: آپس میں لڑنا۔

۳۱ - بَابُ وَفَاةِ مُوْسٰى وَذِكْرِهٖ بَعْدُ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اس کے بعد کا ذکر

اس باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اس کے بعد کے واقعات کا ذکر کیا جائے گا:

۳٤٠٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسٰی عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَلَمَّا جَاءَهٗ صَكَّهٗ فَرَجَعَ اِلٰی رَبِّهٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ لَّا يُرِيْدُ الْمَوْتَ. قَالَ ارْجِعْ اِلَيْهِ فَقُلْ لَّهٗ يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰی مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهٗ بِمَا غَطَّتْ يَدُهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ اَیْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ قَالَ فَسَاَلَ اللّٰهَ اَنْ يُّدْنِيَهٗ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْكُنْتُ ثَمَّ لَاَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ اِلٰی جَانِبِ الطَّرِيْقِ تَحْتَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ قَالَ وَاَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ملک الموت کو بھیجا گیا جب وہ ان کے پاس آیا تو حضرت موسیٰ نے اس کو تھپڑ مارا (جس سے اس کی آنکھ نکل گئی)' ملک الموت اپنے رب کے پاس گئے' پس کہا: آپ نے مجھے ایسے بندہ کے پاس بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اس کے پاس واپس جاؤ' پس اس سے کہو: آپ اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھ دیں' آپ کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے تو ہر بال کے بدلہ میں آپ کی عمر کا ایک سال بڑھا دیا جائے گا' حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے میرے رب! پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر موت ہوگی' حضرت موسیٰ نے کہا: پھر ابھی (موت) آ جائے' پھر حضرت موسیٰ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ وہ ان کو ارضِ مقدسہ سے پتھر پھینکے جانے کی مقدار قریب کر دے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تمہیں راستہ کی جانب سرخ ٹیلہ کے نیچے ان کی قبر دکھاتا۔ امام بخاری نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠٨ - حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْعٰلَمِيْنَ فِیْ قَسَمٍ يُّقْسِمُ بِهٖ فَقَالَ الْيَهُوْدِیُّ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْعٰلَمِيْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ عِنْدَ ذٰلِكَ يَدَهٗ فَلَطَمَ الْيَهُوْدِیَّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِیُّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ الَّذِیْ كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی (لڑے) اور ایک دوسرے کو برا کہا' مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی! یہ ایسی قسم میں کہا جس کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے' یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی! یہ سن کر اس مسلمان نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور اس یہودی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمُسْلِمِ فَقَالَ لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَإِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ اَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِيْ اَوْكَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ.

کے منہ پر تھپڑ مارا' تو یہودی نبی ﷺ کے پاس گیا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی جو اس کے اور اس مسلمان کے درمیان ہوا تھا' پس آپ نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت مت دو' کیونکہ لوگ بے ہوش ہو جائیں گے' پس سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو حضرت موسیٰ عرش کی ایک جانب کو پکڑے کھڑے ہوں گے' پس میں (از خود) نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہوئے تھے' پس مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۱۱ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَّ اٰدَمُ وَمُوْسٰى فَقَالَ لَهٗ مُوْسٰى اَنْتَ اٰدَمُ الَّذِيْ اَخْرَجَتْكَ خَطِيْئَتُكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهٗ اٰدَمُ اَنْتَ مُوْسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ ثُمَّ تَلُوْمُنِيْ عَلٰى اَمْرٍ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمان کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں مباحثہ ہوا' ان سے حضرت موسیٰ نے کہا: آپ وہ آدم ہیں جن کو آپ کی خطاء نے جنت سے نکال دیا' پس حضرت آدم نے ان سے کہا: آپ وہ موسیٰ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لیے چن لیا' آپ مجھے ایسے کام پر ملامت کر رہے ہیں جس کام کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے مقدر کر دیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: پس حضرت آدم' حضرت موسیٰ پر غالب آ گئے۔

[اطراف الحدیث: ٤٧٣٦-٤٧٣٨-٦٦١٤-٧٥١٥] (صحیح مسلم: ٢٦٥٢' الرقم المسلسل: ٦٦٤٣' سنن ابوداؤد: ٤٧٠١' سنن ابن ماجہ: ٨٠' مسند الحمیدی: ١١١٥' السنن الکبریٰ: ١١١٨٧' مسند ابویعلیٰ: ٦٢٤٥' صحیح ابن خزیمہ ج ١ ص ١٢٦' صحیح ابن حبان: ٦١٨٠' کتاب الاسماء والصفات ص ١٩٠' شرح السنۃ: ٦٨' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٣٨٧- ج ١٢ ص ٣٤٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ کس وقت اور کس جگہ ہوا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا یہ مباحثہ کس جگہ ہوا تھا' ایک احتمال یہ ہے کہ ان دونوں کی روحوں میں مباحثہ ہوا ہو' دوسرا احتمال یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ مباحثہ ہوگا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور یہ دونوں شخصی طور پر جمع ہوئے تھے۔ حدیث معراج سے یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بیت المقدس میں اور آسمانوں میں جمع ہوئے اور نبی ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ بعید نہیں ہے کہ وہ زندہ ہوں' جس طرح شہداء زندہ ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات کا واقعہ ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا ہو کہ وہ ان کی حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کرائے۔

آیا ہم بھی اپنے گناہوں پر تقدیر کو عذر بنا سکتے ہیں؟

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام' حضرت موسیٰ کی ملامت کو اُٹھا کر غالب آ گئے' اس لیے کہ کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے آدمی کو تقدیری امر پر ملامت کرے' کیونکہ کسی آدمی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ تقدیر کے لکھے ہوئے کو ٹال سکے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ امر مقدر تھا' لہٰذا آپ اس پر مجھے ملامت نہ کریں' نیز یہ ملامت شرعی تھی عقلی نہیں تھی' کیونکہ جب حضرت آدم نے اپنی (ظاہری) خطاء پر توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی تو ان سے ملامت زائل ہو گئی' لہٰذا اب جو اُن کو ملامت کرے گا وہ شرعاً مغلوب ہو گا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد تقدیر میں پیشگی لکھے ہوئے کو عذر بنائے تو آیا یہ جائز ہے؟ اور کیا اس سے ملامت ساقط ہو جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اپنے گناہوں پر تقدیر میں پیشگی لکھے ہوئے کو عذر نہیں بنا سکتے اور ہم سے ملامت ساقط نہیں ہو گی' کیونکہ ہم دار التکلیف میں ہیں اور حضرت آدم بھی جب تک دار التکلیف میں رہے' اپنی ظاہری خطاء پر استغفار کرتے رہے اور معافی مانگتے رہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا اور ان کی توبہ قبول فرمالی۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٢٣۔ ٣٢٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤١٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ وَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى فِيْ قَوْمِهٖ. [اطراف الحدیث: ٥٧٠٥۔ ٥٧٥٢۔ ٦٤٧٢۔ ٦٥٤١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن نمیر نے حدیث بیان کی از حصین بن عبد الرحمان از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں اور میں نے ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا جس نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا' پس بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ اپنی امت میں ہیں۔

(صحیح مسلم: ٢٢٠' الرقم المسلسل: ٤١٥' سنن ترمذی: ٢٤٤٦' شعب الایمان: ١١٦٣' شرح السنۃ: ٤٣٢٢' مسند احمد ج ١ ص ٢٧١ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٤٨۔ ج ٤ ص ٢٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت) (یہ ایک طویل حدیث ہے' اس کا آخری حصہ متن میں مذکور ہے۔)

اس حدیث میں ''سواد'' کا لفظ ہے' اس کا معنی عظیم جماعت ہے' اور ''اُفق'' کا لفظ واحد ہے' اس کی جمع ''آفاق'' ہے' آسمان اور زمین کے کناروں کو آفاق کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٢٤)

٣٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَةَ فِرْعَوْنَ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَكَانَتْ مِنَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی' یہ آیت یہاں تک پڑھی جائے: اور وہ اطاعت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْقٰنِتِیْنَ ﴾ (التحریم:١١-١٢). گزاروں میں سے تھی ○ (التحریم:١٢-١١)

امام بخاری نے یہ پوری آیتیں ذکر نہیں کیں، ہم ان دونوں آیتوں کا مکمل ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اور ایمان والوں کے لیے اللہ نے فرعون کی بیوی کی مثال ذکر فرمائی، جب کہ اس نے عرض کی کہ اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے دے! ○ اور عمران کی بیٹی مریم (کی مثال بھی) جس نے اپنی عفت کی (ہر طرح) حفاظت کی تو ہم نے (جبریل کے واسطہ سے) اس کے چاک گریبان میں اپنی طرف سے روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی ○ (التحریم:١٢-١١)

حضرت آسیہ بنت مزاحم اور حضرت مریم بنت عمران کا تذکرہ

فرعون کی بیوی کا نام آسیہ بنت مزاحم ہے، جب فرعون کے جادوگروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غلبہ پا لیا تو وہ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئیں اور جب فرعون کو آسیہ کے ایمان کا پتہ چل گیا تو اس نے ان کے ہاتھوں اور پیروں میں کیلیں ٹھونک دیں اور ان کو دھوپ میں گرا دیا اور ان کے اوپر ایک بھاری پتھر رکھنے کا حکم دیا، جب وہ لوگ اس پتھر کو لائے تو حضرت آسیہ نے دعا کی: اے میرے رب! میرے لیے جنت میں گھر بنا دے! تو انہوں نے دیکھا کہ جنت میں ان کا گھر سفید موتیوں سے بنا ہوا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی روح قبض فرمالی، جب ان پر وہ پتھر رکھا گیا تو ان کے جسم سے ان کی روح نکل چکی تھی، سو فرعون کے عذاب سے ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔

حسن بصری اور ابن کیسان سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کو جنت کی طرف اُٹھا لیا، وہ وہاں کھاتی اور پیتی تھیں۔

(جامع البیان جز ٢٨ ص ١٩٢، دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤٢١ھ)

اور مریم بنت عمران ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ مریم بنت عمران کی مثال بیان فرماتا ہے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں کرامت ثابت ہے اور ان کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے، باوجود اس کے کہ ان کی قوم کے لوگ کافر تھے اور وہ ان لوگوں میں سے تھیں جو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار تھے، ایک قول یہ ہے کہ وہ عمالقہ میں سے تھیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں (امام بخاری کا مقصد اس آیت سے صرف آسیہ بنت مزاحم کا ذکر کرنا تھا)۔

(معالم التنزیل ج ٥ ص ١٢٤-١٢٣، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ١٤٢٠ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جنت میں مریم بنت عمران سے، فرعون کی بیوی (آسیہ) سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے میرا نکاح کر دیا ہے۔

(الدر المنثور ج ٨ ص ٢١٤، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٤١١- حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي مُوْسٰی رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از شعبہ از عمرو بن مرۃ از مرۃ الہمدانی از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں تو بہت لوگ کامل ہیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

النِّسَاءِ اِلَّا اٰسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ وَمَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاِنَّ فَضْلَ عَائِشَۃَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ۔ اور عورتوں میں سے صرف آسیہ فرعون کی بیوی اور مریم بنت عمران کامل ہیں اور (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی عورتوں پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

[اطراف الحدیث: ۳۴۳۳-۳۷۶۹-۵۴۱۸] (صحیح مسلم: ۲۴۳۱، الرقم المسلسل: ۶۱۶۶، سنن ترمذی: ۱۸۴۱، سنن نسائی: ۳۹۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۰)

عورتوں میں نبوت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عورتوں میں سے کامل عورتوں کا ذکر ہے اس سے مراد ہے: جن عورتوں کو مردوں کے تمام فضائل حاصل ہیں۔

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت آسیہ اور مریم نبیہ تھیں کیونکہ نوع انسان میں وہی کامل ہیں یعنی انبیاء ہیں پھر اولیاء ہیں پھر صدیقین ہیں پھر شہداء ہیں اگر یہ دونوں نبیہ نہ ہوں تو لازم آئے گا کہ عورتوں میں نہ کوئی ولیہ ہو نہ صدیقہ ہو اور نہ شہیدہ ہو حالانکہ واقع میں بہت سی خواتین ان صفات سے متصف ہیں گویا کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ان کے سوا عورتوں میں سے کسی کو نبیہ نہیں بنایا گیا۔

اس دلیل کو رد کر دیا گیا ہے کیونکہ ان خواتین کے کامل ہونے کی وجہ سے ان کا نبیہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ان کے کامل ہونے کا یہ معنی ہے کہ حضرت آسیہ اور حضرت مریم خواتین کے تمام فضائل کی جامع ہیں۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاتون کو نبیہ نہیں بنایا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت مریم نبیہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کی وساطت سے ان کی طرف وحی کی تھی اور حضرت آسیہ کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ قرطبی کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نبی کی طرف وحی فرماتا ہے اور اس کو اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے مخلوق کی طرف بھیجتا ہے حضرت مریم کو احکام کی تبلیغ کے لیے مبعوث نہیں فرمایا تھا نہ ان پر وحی کی گئی تھی ان پر صرف الہام کیا گیا تھا اور علامہ قرطبی کا یہ قول اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔

حضرت فاطمہ حضرت خدیجہ حضرت مریم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن کی فضیلت کے متعلق احادیث

ثرید اس طعام کو کہتے ہیں جس میں گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے ڈال دیئے جائیں اور گوشت تمام کھانوں کا سردار ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل دنیا اور اہل جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۳۰۵، کشف الخفاء ج ۱ ص ۴۶۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا اور آخرت میں تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دنیا اور آخرت میں فضیلت تو لازم آتی ہے لیکن ان کا دنیا اور آخرت میں تمام عورتوں سے افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ دوسری احادیث صحیحہ سے حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

افضلیت کا ثبوت ہے اور وہ احادیث درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام عورتوں میں سب سے بہتر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(۲) امام احمد' امام ابن حبان' امام ابویعلیٰ' امام طبرانی' امام ابوداؤد نے کتاب الزہد اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ بنت خویلد' فاطمہ بنت محمد' مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون ہیں۔

(۳) امام نسائی' امام ابویعلیٰ' امام ابن عساکر اور امام احمد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں ماسوا مریم بنت عمران کے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت مریم ان چاروں عورتوں میں سب سے افضل ہیں' رہا یہ کہ ان دونوں میں کون زیادہ افضل ہے تو اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے:

(۴) امام ابن عساکر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار مریم بنت عمران ہیں' پھر فاطمہ ہیں' پھر خدیجہ ہیں' پھر آسیہ زوجہ فرعون ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۲۷۔۴۲۵ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٣ - بَابٌ ﴿إِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى﴾ (القصص:٧٦) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک قارون (پہلے) موسیٰ کی قوم سے تھا (القصص:۷۶) پوری آیت پڑھیں

امام بخاری نے مذکور الصدر پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے:

بے شک قارون (پہلے) موسیٰ کی قوم سے تھا تو اس نے ان کے خلاف سرکشی کی' اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ بے شک ان کی کنجیاں مضبوط طاقت ور گروہ کو تھکا دیتیں' جب اس کی قوم نے اس سے کہا کہ تو (مارے خوشی کے) مغرور نہ ہو' بے شک اللہ غرور کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا O (القصص:۷۶)

القصص:۷۶ کی تفسیر

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

قارون کا لفظ علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

اس آیت میں قومِ موسیٰ کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ حضرت موسیٰ کے خاندان اور قبیلہ سے تھا' اس کے نسب کے متعلق تین قول ہیں: (۱) وہ حضرت موسیٰ کا عم زاد تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج نے کہا: اس کا نام عبداللہ بن الحارث تھا (۲) عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کا خالہ زاد بھائی تھا (۳) امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کا چچا تھا۔

قارون پہلے حضرت موسیٰ پر ایمان لے آیا تھا اور وہ سب سے زیادہ تورات کا قاری تھا' لیکن وہ سامری کی طرح منافق تھا۔ اس نے کہا کہ نبوت حضرت موسیٰ کو ملی اور قربانی کرنے کا منصب حضرت ہارون کو ملا تو مجھے کیا ملا! سو اس نے حضرت موسیٰ کے خلاف سرکشی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضرت موسیٰ کے خلاف اس کی سرکشی یہ تھی کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک فاحشہ عورت کے ساتھ بدکاری کی تہمت لگائی تھی' الضحاک نے کہا: اس کی سرکشی یہ تھی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا' قتادہ نے کہا: اس نے تکبر کیا۔

اس کے خزانوں کی چابیوں کے بوجھ کو اٹھانے سے ایک جماعت تھک جاتی تھی۔

اس آیت میں "العصبة اولی القوة" کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: بڑی جماعت' اس میں سے دس سے چالیس تک لوگ مراد ہیں۔

روایت ہے کہ قارون کے خزانوں کی چابیوں کو ساٹھ خچر اُٹھاتے تھے' ہر خزانہ کی ایک چابی تھی اور ہر چابی ایک انگلی کے برابر تھی' اس چابی کے مادے کے متعلق تین قول ہیں: (۱) وہ اونٹ کی کھال کی چابی تھی (۲) وہ لوہے کی چابی تھی (۳) وہ لکڑی کی چابی تھی' وہ جہاں بھی جاتا' اپنے خزانوں کو ساتھ لے جاتا تھا۔

اس آیت میں فرمایا ہے: تو (مارے خوشی کے) مغرور نہ ہو' یعنی تو ان خزانوں پر اِترا نہیں' اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا' دوسرا قول یہ ہے کہ تم فساد نہ پھیلاؤ' اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

(جامع البیان جز ٢٠ ص ١٢٩۔ ١٣٣ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

﴿لَتَنُوْٓءُ﴾ (القصص:٧٦) لَتَثْقُلُ. 　　"لتنوء" کا معنی ہے: وہ بھاری ہو جاتی تھیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ. (القصص:٧٦) 　　بے شک ان کی کنجیاں طاقت ور گروہ کو تھکا دیتیں۔

"لتنوء" کی تفسیر تھکانے کے ساتھ کی ہے' جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اُوْلِی الْقُوَّةِ﴾ (القصص:٧٦) لَا يَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ. 　　حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "اولی القوة" کا معنی ہے کہ مردوں کی ایک جماعت (چابیوں کے بوجھ کو) نہیں اُٹھا سکتی تھی۔

اس کی تفسیر ہم ابھی امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔

يُقَالُ ﴿اَلْفَرِحِيْنَ﴾ (القصص:٧٦). اَلْمَرِحِيْنَ. 　　اترانے والوں کو "الفرحین" کہا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ○ (القصص:٧٦) 　　بے شک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا○

یہ حضرت ابن عباس کی تفسیر ہے' جس کو امام ابن جریر نے ذکر کیا ہے۔

﴿وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ﴾ (القصص:٨٢) مِثْلُ ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ﴾ 　　"ویکانّ اللّٰه" کا معنی اس کی مثل ہے: کیا تم کو نہیں معلوم کہ بے شک اللہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ 　　اور کل جن لوگوں نے اس (قارون) کے مرتبہ کی تمنا کی تھی'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ۝ (القصص:۸۲)

صبح کو کہنے لگے: افسوس! (ہمیں معلوم نہ تھا) اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے رزق) تنگ کر دیتا ہے اور اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں (بھی) زمین میں دھنسا دیتا' ہائے تعجب! (ہم کو معلوم نہیں تھا کہ) کافر فلاح نہیں پاتے۝

ابوالحسن نے کہا: ''وَی'' اسم فعل ہے اور کاف حرفِ خطاب ہے اور اس کا معنی ہے: مجھے اس پر تعجب ہے کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے' رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا ہے کہ ''ویکانه'' کا معنی ہے: کیا تم کو معلوم نہیں کہ......

کوفہ کے بعض نحویوں نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: کیا تم اللہ تعالیٰ کی کاری گری کو نہیں دیکھتے' انہوں نے بیان کیا ہے کہ ایک دیہاتی عورت نے اپنے خاوند سے پوچھا: ہمارا بیٹا کہاں ہے؟ تو اس کے شوہر نے کہا:

ویکانه وراء البیت؟ کیا تم نہیں دیکھتیں کہ وہ گھر کے پیچھے ہے؟

بعض نحویوں نے کہا ہے کہ ''ویك'' اصل میں ''ویلك'' ہے اور اس میں لام محذوف ہے' یعنی تم پر افسوس ہے! تم جان لو کہ وہ گھر کے پیچھے ہے۔

بعض دوسرے نحویوں نے کہا: ''وی'' حرف تنبیہ ہے اور ''کانّ'' دوسرا حرف ہے اور ''لَعلّ'' کے معنی میں ہے' یعنی شاید معاملہ اس طرح ہو اور میرا گمان ہے کہ معاملہ اس طرح ہے۔

ان اقوال میں زیادہ صحیح قول قتادہ کا ہے یعنی کیا تم کو معلوم نہیں کہ......

(جامع البیان جز ۲۰ ص ۱۴۱۔۱۴۰ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ (الرعد:۲۶) وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔(الرعد:۲۶)

امام بخاری نے اس تعلیق سے دوسری آیت کی طرف اشارہ کیا ہے' جو درج ذیل ہے:

قُلْ اِنَّ رَبِّىْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ. (سباء:۳۶) آپ کہیے: بے شک میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے' اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

يُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ . فراخی کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔

امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ ''یبسط'' کا معنی فراخی کرتا ہے اور ''یقدر'' کا معنی ہے: تنگی کرتا ہے۔

٣٤ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ (الاعراف:٨٥' هود:٨٤' العنكبوت:٣٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مدین کی طرف ان کے قومی بھائی شعیب کو بھیجا (الاعراف:۸۵' ھود:۸۴' العنکبوت:۳۶)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

شعیب عربی نام ہے' مقاتل نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نو جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر کیا ہے' ان کا پورا نام یہ ہے: شعیب بن میکیل بن یشجر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔

اہل مدین ایسے لوگ تھے جو راستوں میں لوٹ مار کرتے تھے اور ڈاکے ڈالتے تھے' ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک ماننے کی دعوت دی اور ناپ تول کو درست رکھنے کا حکم دیا۔

علماء سیرت نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کے ہلاک ہونے کے بعد کافی مدت تک مدین میں رہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے اور ان کی صاحب زادی سے نکاح کیا۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ پھر حضرت شعیب علیہ السلام مکہ چلے گئے اور وہیں فوت ہو گئے' اس وقت ان کی عمر ایک سو چالیس سال تھی اور ان کو مسجد حرام میں حجر اسود کے سامنے دفن کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤٢٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

اِلٰی اَهْلِ مَدْيَنَ لِاَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ وَ مِثْلُهٗ ﴿وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ﴾ وَاسْاَلِ ﴿الْعِيْرَ﴾ (یوسف:٨٢) يَعْنِىْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَاَهْلَ الْعِيْرِ.

مدین سے اہل مدین مراد ہیں' کیونکہ مدین شہر ہے' اسی کی مثل ہے: بستی سے پوچھیے۔ (یوسف:٨٢) اور مراد ہے: بستی والوں سے پوچھیے' اور فرمایا: قافلہ سے پوچھیے' اور مراد ہے: قافلہ والوں سے پوچھیے۔

امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ شہر اور قافلہ سے سوال نہیں کیا جاتا بلکہ شہر والوں اور قافلہ والوں سے سوال کیا جاتا ہے۔

مدین حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر ہے' یہ بحر قلزم پر تبوک کی محاذات میں تبوک سے چھ مراحل دور ہے' یہیں پر وہ کنواں ہے جہاں سے پانی لینے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے' اب یہ کنواں ویران ہو چکا ہے۔

﴿وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا﴾ (ھود:٩٢). لَمْ تَلْتَفِتُوْا اِلَيْهِ وَيُقَالُ اِذَا لَمْ تَقْضِ حَاجَتَهٗ ظَهَرْتَ حَاجَتِىْ وَجَعَلْتَنِىْ ظِهْرِيًّا قَالَ الظِّهْرِىُّ اَنْ تَاْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً اَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهٖ.

(اور تم نے اسے) پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے' (یعنی) تم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے' جب کسی کی حاجت پوری نہ ہو تو کہا جاتا ہے: تم نے اسے پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے یا کہا جاتا ہے: تم نے مجھ کو پیٹھ کے پیچھے کر دیا۔ امام بخاری نے کہا: ''الظھری'' اس جانور یا اس تھیلے کو کہتے ہیں جس کو تم قوت کے حصول کے لیے اپنے ساتھ رکھو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِىْۤ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا. (ھود:٩٢)

شعیب نے کہا: اے میری قوم! کیا میرا قبیلہ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ معزز ہے' اور تم نے اسے (گویا) پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔

پھر امام بخاری نے اس کی تفسیر کی کہ تم اللہ کی طرف توجہ نہیں کرتے' جب کسی شخص کی کوئی حاجت پوری نہ ہو تو وہ کہتا ہے: تم نے مجھے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور جو شخص کسی جانور کو یا تھیلے کو قوت حاصل کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے جائے اس کو بھی ''ظھری'' کہتے ہیں۔

﴿مَكَانَتُهُمْ﴾ وَمَكَانُهُمْ وَاحِدٌ. ان کی مکانت اور ان کے مکان کا ایک معنی ہے (یعنی اپنی جگہ)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ. اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو۔

(الانعام: ١٣٥، ھود: ٩٣، الزمر: ٣٩)

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے اپنی تعلیق میں ''مکانتھم'' لکھا ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ میں ''مکانتکم'' ہے البتہ ''مکانتھم'' قرآن مجید میں ایک اور جگہ ہے: مگر وہ حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ نہیں ہے:

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ. (یٰس: ٦٧) اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کی جگہ پر مسخ کر دیتے۔

﴿يَغْنَوْا﴾ (الاعراف: ٩٢) يَعِيْشُوْا. ''یغنوا'' کا معنی ہے: وہ رہتے تھے۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا. (ھود: ٦٨) گویا کہ وہ ان میں کبھی رہتے ہی نہ تھے۔

﴿يَاْيَسُ﴾ يَحْزَنُ. ''یایس'' کا معنی ہے: وہ غم کرتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (المائدہ: ٢٦) سو آپ نافرمان لوگوں (کے انجام) پر غمگین نہ ہوں ۝

قرآن مجید میں ''لَا تَاْسَ'' ہے لیکن امام بخاری نے ''تاس'' کا معنی بیان کیا ہے جیسے قرآن مجید میں ''لم یغنوا'' ہے اور امام بخاری نے ''یغنوا'' کا معنی بیان کیا ہے۔

﴿اٰسٰى﴾ (الاعراف: ٩٣) اَحْزَنُ. ''اسٰی'' کا معنی ہے: میں غم کروں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝ (الاعراف: ٩٣) تو میں اب کافروں پر کیوں کر غم کروں ۝

وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝﴾ (ھود: ٨٧) يَسْتَهْزِءُوْنَ بِهٖ. اور حسن بصری نے کہا: بے شک آپ تو بڑے تحمل والے عقل مند ہیں ۝ (ھود: ٨٧) یہ انہوں نے حضرت شعیب کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا۔

ان کی اس کلام سے غرض یہ تھی کہ آپ غیر بردبار اور بے وقوف ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿لَيْكَةُ﴾ اَلْاَيْكَةُ. اور مجاہد نے کہا: ''لیکۃ''، ''الایکۃ'' ہے (یعنی جنگل)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (الشعراء: ١٧٦) جنگل والوں نے رسولوں کو جھٹلایا ۝

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے گھروں کا نام ''الایکہ'' ہے یہ مدین میں سمندر کے کنارے پر ہے اور لغت میں ''الایکۃ'' کا معنی گھنے درخت ہیں یعنی جنگل۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿یَوْمِ الظُّلَّةِ﴾ (الشعراء:١٨٩) إِظْلَالُ الْغَمَامِ الْعَذَابَ عَلَيْهِمْ. "یوم الظلة" کا معنی ہے: بادلوں کا سایا جوان پر عذاب تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ. (الشعراء:١٨٩) تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔

روایت ہے کہ ان سے ہوا روک لی گئی اور ان پر سخت گرمی مسلط کر دی گئی' پس ان کا دم گھٹنے لگا تو وہ جنگل کی طرف بھاگے تو ان پر بادل نے سایا کیا' جس میں ٹھنڈک تھی' وہ سب اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے' پھر اس سے آگ برسنے لگی' پھر وہ سب جل کر مر گئے۔

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ا۴۳۔۴۲۸ سے اخذ کی گئی ہے۔

٣٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۝﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿وَهُوَ مُلِيْمٌ۝﴾ (الصافات:١٣٩-١٤٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں۝ یہ آیت یہاں تک ہے: وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے والے تھے۝ (الصّٰفّٰت:۱۴۲۔۱۳۹)

ان پوری آیات کا ترجمہ درج ذیل ہے:

اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں۝ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے۝ پھر قرعہ اندازی کرائی گئی تو وہ مغلوبین میں سے ہو گئے۝ پس ان کو مچھلی نے نگل لیا' اس حال میں کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے والے تھے۝

(الصّٰفّٰت:۱۴۲۔۱۳۹)

حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ

ان کا نام یونس بن متّی ہے' متّی ان کی ماں کا نام ہے' ماں کی طرف نسبت سے صرف دو نبی مشہور ہیں: حضرت عیسیٰ اور حضرت یونس علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

امام عبدالرزاق نے یہ روایت کی ہے کہ متّی ان کی ماں کا نام ہے' لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ان کے باپ کا نام ہے' ان کے باپ اہلِ بیتِ نبوت سے ایک صالح مرد تھے' ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا' پھر یہ اس چشمہ پر گئے جس پر حضرت ایوب علیہ السلام نے غسل کیا تھا' پس انہوں نے اور ان کی زوجہ نے غسل کیا' پھر ان دونوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو مبارک بیٹا عطاء فرمائے اور اس کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو حضرت یونس عطاء فرمائے۔ حضرت یونس ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں چار ماہ کے تھے کہ ان کے والد متّی فوت ہو گئے' ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت بنیامین کے پوتے تھے اور یہ موصل کی اس بستی کے رہنے والے تھے' جس کا نام نینویٰ ہے۔

امام بخاری اور امام ابن جریر طبری کا تسامح

قَالَ مُجَاهِدٌ مُذْنِبٌ. مجاہد نے کہا: ("ملیم" کا معنی) گناہ گار ہے۔

امام ابن جریر طبری نے بھی مجاہد سے اسی طرح تفسیر نقل کی ہے۔ (جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۱۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری اور امام ابن جریر طبری دونوں نے "ملیم" کی تفسیر مذنب (گناہ کرنے والا) سے کی اور یہ دونوں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تفسیریں غلط ہیں' تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور حضرت یونس علیہ السلام بھی معصوم ہیں' ''ملیم'' کا معنی ہے: ملامت کرنے والا' اور ملامت صرف گناہ پر نہیں کی جاتی بلکہ اجتہادی خطاء پر بھی کی جاتی ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے اجتہادی خطاء سے شجر ممنوع سے کھالیا' پھر عرصہ دراز تک اس پر استغفار کرتے رہے' اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام بھی اپنی بستی سے اللہ تعالیٰ سے اذنِ مخصوص لیے بغیر نکل گئے اور یہ ان کی اجتہادی خطاء تھی اور اس پر وہ اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے اور یہ تسبیح پڑھتے رہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ○ (الانبیاء:٨٧) اے اللہ! تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو پاک ہے بے شک میں (اپنے نفس پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا○

انبیاء علیہم السلام تواضع اور انکسار سے اپنے متعلق جو چاہیں کہیں' لیکن کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں کہ انہیں ظالم یا گناہ کرنے والا کہے' انبیاء علیہم السلام سے جو اجتہادی خطائیں ہوئیں' ان ظاہری خطاؤں پر انہیں اجر ملتا ہے اور ان کی اجتہادی خطائیں نیکوکاروں کی نیکیوں سے بڑھ کر ہیں' اس لیے کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ انہیں گناہ کرنے والا کہہ کر اپنی حد سے بڑھے' اللہ تعالیٰ امام بخاری اور امام ابن جریر طبری کو معاف فرمائے! یہ خوش عقیدہ لوگ تھے مگر ان سے خطاء ہوگئی۔

﴿اَلْمَشْحُوْنُ﴾ اَلْمُوْقَرُ. ''المشحون'' کا معنی ہے: بھری ہوئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ○ (الصّٰفّٰت:١٤٠) جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے○

امام ابن جریر متوفی ٣١٠ھ نے لکھا ہے کہ وہ کشتی لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔

(جامع البیان جز ٢٣ ص ١١٦' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ)

﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ○﴾ اَلْاٰيَةَ (الصافات: ١٤٣) پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے○ (الصّٰفّٰت: ١٤٣) آیت کو پورا کرو۔

امام بخاری نے اس کے بعد والی آیت کا ذکر نہیں کیا اور وہ یہ ہے:

لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ○ (الصّٰفّٰت:١٤٤) تو وہ ضرور مچھلی کے پیٹ میں حشر کے دن تک رہتے○

یعنی اگر اس واقعہ سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کا ذکر کرنے والے نہ ہوتے تو وہ قیامت تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وہ راحت کے ایام میں بہت طویل نماز پڑھتے تھے' اور اگر نیک عمل کرنے والے سے کوئی ظاہری خطاء ہو جائے تو اس کا نیک عمل اس کے لیے نجات کی راہ نکال دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ تسبیح پڑھی: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ'' تو عرش کے نیچے ان کی یہ دعا پہنچی' پس فرشتوں نے کہا: اے رب! یہ بہت ضعیف اور اچھی آواز ہے' جو کسی اجنبی جگہ سے آئی ہے' اللہ تعالیٰ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو یہ کون ہے! فرشتوں نے پوچھا: اے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ میرا بندہ یونس ہے' فرشتوں نے کہا: یہ وہی تیرے بندے یونس ہیں جن کے ہمیشہ مقبول اعمال اور مقبول دعائیں یہاں پہنچتی تھیں' فرشتوں نے عرض کیا: اے رب! یہ راحت کے ایام میں جو نیک عمل کرتے تھے کیا تو ان کے وسیلہ سے ان کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس مصیبت سے نجات نہیں دے گا! فرمایا: کیوں نہیں! پھر مچھلی کو حکم دیا کہ وہ ان کو کھلے میدان میں ڈال دے۔

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۱۹ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس کتنی مدت مچھلی کے پیٹ میں رہے؟ اس میں اختلاف ہے' مقاتل بن حیان نے کہا: تین دن رہے' عطاء نے کہا: سات دن رہے' الضحاک نے کہا: بیس دن رہے' سدی' کلبی اور مقاتل بن سلیمان نے کہا: چالیس دن رہے۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۸۔ ۴۷ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ﴾ بِوَجْهِ الْاَرْضِ ﴿وَهُوَ سَقِيْمٌ﴾ (الصافات:١٤٥). پس ہم نے ان کو کھلے میدان میں ڈال دیا' یعنی زمین پر' اس حال میں کہ وہ بیمار تھے۔ (الصّٰفّٰت: ۱۴۵)

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ مچھلی نے ان کو ساحل پر ڈال دیا۔

قتادہ نے کہا: ایسی زمین پر ڈال دیا جہاں پر سبزہ تھا نہ کوئی اور چیز تھی۔

اس آیت میں فرمایا ہے: وہ بیمار تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ وہ نوزائیدہ بچے کی طرح کمزور تھے۔

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۲۱ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ۝﴾ (الصافات: ١٤٦) مِنْ غَيْرِ ذَاتِ اَصْلِ الدُّبَّاءِ وَنَحْوِهٖ. اور ہم نے ان پر زمین پر پھیلنے والی کدو (لوکی یا گھیا) کی بیل اُگا دی۝ (الصّٰفّٰت: ۱۴۶) اس درخت سے مراد ایسا درخت ہے جو اپنی جڑ پر کھڑا نہیں رہتا' جیسے کدو کی بیل وغیرہ۔

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں جو ''یقطین'' کا لفظ ہے تو تمام مفسرین کے نزدیک اس سے کدّو (لوکی یا گھیا) مراد ہے' حسن اور مقاتل نے کہا ہے: اس سے مراد وہ سبزہ (بیل) ہے جو روئے زمین پر پھیل جاتا ہے اور اس کا تنا نہیں ہوتا اور وہ سردیوں میں باقی نہیں رہتا' جیسے کدو اور لوکی۔ مقاتل بن حیان نے کہا: پس حضرت یونس علیہ السلام درخت کے سائے میں رہتے' ان کے پاس ایک بکری آتی تھی جس کا وہ صبح اور شام دودھ پیتے تھے' حتیٰ کہ ان پر گوشت چڑھ گیا اور ان کے بال اُگ آئے اور وہ توانا ہو گئے' ایک دن وہ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ درخت سوکھ چکا تھا' ان کو اس کا بہت غم ہوا اور جب ان پر دھوپ آئی تو وہ رونے لگے' تب اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس حضرت جبریل کو بھیجا اور فرمایا: آپ ایک درخت کی جدائی پر رو رہے ہیں اور اپنی امت کے ایک لاکھ افراد پر نہیں روتے' وہ اسلام لا چکے ہیں اور توبہ کر چکے ہیں۔

اللہ کے نزدیک حضرت یونس علیہ السلام کا ملامت زدہ نہ ہونا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: پس ہم نے ان کو کھلے میدان میں ڈال دیا۔ (الصّٰفّٰت: ۱۴۵)

اور دوسری آیت میں فرمایا ہے:

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ۝ (القلم: ۴۹) اگر ان کے رب کی نعمت ان کی دست گیری نہ فرماتی تو وہ ضرور کھلے میدان میں ڈال دیئے جاتے' مذمت کیے ہوئے۝

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس آیت میں جو اگر کا لفظ ہے' یہ نفی پر دلالت کرتا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو کھلے میدان میں نہیں ڈالا گیا اور یہ ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب مقید پر نفی آئے تو وہ قید کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں پر کھلے میدان میں ڈال دیئے جانے کا جملہ مقید ہے اور اس کی قید ہے' مذمت کیے ہوئے یعنی ان کو کھلے میدان میں اس حال میں ڈالا گیا کہ ان کی مذمت نہیں کی گئی تھی۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان کی دست گیری نہ فرماتا تو وہ مذمت کیے ہوئے ہوتے' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دست گیری فرمادی تو وہ مذمت کیے ہوئے نہ تھے۔

﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝﴾ (الصافات: ١٤٧) اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا زیادہ لوگوں کی طرف بھیجا۔ (الصّٰفّٰت: ۱۴۷)

اس زیادتی کے عدد میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ بیس ہزار تھے' اور اس کی حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے' حسن بصری نے کہا: وہ تیس ہزار سے زیادہ تھے' اور سعید بن جبیر نے کہا: وہ ستر ہزار تھے۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

﴿فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝﴾ (الصافات: ١٤٨) سو وہ (لوگ) ان پر ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک (مقرر) وقت تک فائدہ پہنچایا ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۴۸)

یعنی حضرت یونس علیہ السلام کو جن لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا' وہ عذاب کی علامات دیکھ کر حضرت یونس پر ایمان لے آئے تو ہم نے مقرر اور مقدر وقت تک ان کو فائدہ پہنچایا۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۸' بیروت)

﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ﴾ (القلم: ٤٨) كَظِيْمٌ وَهُوَ مَغْمُوْمٌ. اور آپ مچھلی والے کی طرح نہ ہوں جنہوں نے اپنے رب کو اس وقت پکارا جب وہ غمگین تھے ۝ (القلم: ۴۸) ''کظیم'' کا معنی مغموم ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ آپ مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کی طرح جلدی نہ کریں اور اپنی اُمت پر غضب نہ کریں۔ (جامع البیان جز ۲۹ ص ۵۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٤١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْاَعْمَشُ. (ح) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ اِنِّيْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ زَادَ مُسَدَّدٌ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے اعمش نے حدیث بیان کی' (ح) مجھے ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' از الاعمش از ابووائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں حضرت یونس سے بہتر ہوں۔ مسدد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٤١٣ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّيْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَنَسَبَهُ اِلٰى اَبِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: کسی بندہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں' انہوں نے حضرت یونس کی ان کے باپ کی طرف نسبت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٣٣٩٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٤١٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا يَهُوْدِيٌّ يَعْرِضُ سِلْعَتَهُ اُعْطِيَ بِهَا شَيْئًا كَرِهَهُ فَقَالَ لَا وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ فَسَمِعَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَامَ فَلَطَمَ وَجْهَهُ وَقَالَ تَقُوْلُ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَذَهَبَ اِلَيْهِ فَقَالَ اَبَا الْقَاسِمِ اِنَّ لِيْ ذِمَّةً وَّعَهْدًا فَمَا بَالُ فُلَانٍ لَطَمَ وَجْهِيْ فَقَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ فَذَكَرَهُ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رُئِيَ فِيْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَيَصْعَقُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ بُعِثَ فَاِذَا مُوْسٰى اٰخِذٌ بِالْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ اَحُوْسِبَ بِصَعْقَتِهٖ يَوْمَ الطُّوْرِ اَمْ بُعِثَ قَبْلِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی از لیث از عبدالعزیز بن ابی سلمۃ از عبداللہ بن الفضل از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ایک یہودی اپنا سودا پیش کر رہا تھا جس کے عوض اس کو اتنی قیمت دی جارہی تھی جو اس کو ناپسند تھی تو اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو تمام بشروں پر فضیلت دی ہے! ایک انصاری نے یہ سنا تو کھڑے ہو کر اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور کہا: تو یہ کہتا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو تمام بشروں پر فضیلت دی ہے! اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں' پس وہ یہودی آپ کے پاس گیا اور کہا: اے ابوالقاسم! بے شک میرا ذمہ اور عہد ہے تو فلاں شخص کو کیا ہوا کہ اس نے میرے منہ پر تھپڑا مارا' آپ نے اس شخص سے پوچھا: تم نے اس کے منہ پر تھپڑ کیوں مارا! تو انہوں نے یہ واقعہ سنایا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب میں آ گئے' حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر آثارِ غضب ظاہر ہوئے' پھر آپ نے فرمایا: انبیاء اللہ کے درمیان (کسی کو) فضیلت مت دو کیونکہ صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور زمینوں میں ہیں' وہ سب بے ہوش ہو جائیں گے سوا ان کے جن کو اللہ چاہے' پھر اس (صور) میں دوبارہ پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے مجھے اُٹھایا جائے گا تو اس وقت حضرت موسیٰ عرش کو پکڑے ہوئے کھڑے ہوں گے' پس میں از خود نہیں جانتا کہ آیا طور کے دن کی بے ہوشی سے ان کا حساب کر لیا گیا یا ان کو مجھ سے پہلے اٹھا لیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤١١ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٤١٥- وَلَا أَقُوْلُ إِنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى. اور میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی شخص (بھی) حضرت یونس بن متّٰی سے افضل ہے۔

[اطراف الحدیث:٣٤١٦-٤٦٠٤-٤٦٣١-٤٨٠٤-٤٨٠٥] (صحیح مسلم:٢٣٧٣' الرقم المسلسل:٦٠٤٥' سنن ابوداؤد:٤٦٧١' السنن الکبریٰ:٧٧٥٨' شرح السنۃ:٤٣٠٢' مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٤ طبع قدیم' مسند احمد:٧٥٨٦- ج ١٣ ص ٢٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس باب کی عنوان کے ساتھ مطابقت آخری حدیث سے واضح ہے' کیونکہ اس میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے نبیوں پر فضیلت نہ دینے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک یہودی اپنا سودا پیش کر رہا تھا' یعنی وہ اپنا سامان لوگوں کو دکھا رہا تھا' تاکہ وہ اس سامان کو خریدنے میں رغبت کریں تو اس کو اس سامان کی قیمت اس کی مطلوبہ قیمت سے کم بتائی گئی' پس اس نے قسم کھائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ذمہ اور عہد' یعنی اس یہودی کے منہ پر طمانچہ مار کر اس کی جان کی حفاظت کا مسلمانوں نے جو عہد کیا تھا' اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: انبیاء اللہ کے درمیان (کسی کو) فضیلت مت دو' یعنی کسی نبی کو دوسرے نبی پر اس طرح فضیلت مت دو جس سے اس نبی کی کمی ہو' ہر چند کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انبیاء علیہم السلام سے مطلقاً افضل ہیں' یا اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم اپنی خواہش سے مجھے فضیلت مت دو' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش نہیں ہوئے تھے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے اور ہر صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت معلوم ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت جزوی ہے اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کُلّی کے منافی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ) (جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو اوّل بشر ہونے کی فضیلت حاصل ہے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی فضیلت حاصل ہے یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اوّل کلیم اللہ ہونے کی فضیلت حاصل ہے لیکن یہ سب جزوی فضیلتیں ہیں اور یہ فضیلتیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کُلّی فضیلت کے منافی نہیں ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کلی فضیلت پر درج ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کلی کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا' (یہ میں اظہارِ حقیقت کے لیے بتا رہا ہوں) مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا' اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور اس دن ہر نبی خواہ وہ حضرت آدم ہوں یا کوئی اور وہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے' اور میں وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی (اور یہ بھی اظہارِ حقیقت اور تحدیث نعمت ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(سنن ترمذی:٣٦١٥' مسند احمد ج ٣ ص ٢' سنن ابن ماجہ:٤٣٠٨' مشکوٰۃ:٥٧٦١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (آپ کے حجرے کے باہر) آپ کا انتظار کر رہے تھے' آپ باہر نکلے حتیٰ کہ ان کے قریب ہوئے اور آپ نے ان کی باتیں سنیں' ان میں سے کسی نے کہا: تعجب کی بات ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں کسی کو خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا' دوسرے نے کہا: اس سے زیادہ تعجب اس پر ہے کہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا' پھر ایک اور نے کہا: پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور اس کی (پسندیدہ) روح ہیں' ایک اور نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے چن لیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے اور آپ نے ان کو سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری باتیں اور تمہارا تعجب کرنا سن لیا' بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور وہ اسی طرح واقع میں ہیں' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں اور وہ اسی طرح واقع میں ہیں' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی (پسندیدہ) روح ہیں اور وہ واقع میں اسی طرح ہیں' اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور وہ واقع میں اسی طرح ہیں' اور سنو! میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں (اور یہ اظہارِ حقیقت ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اُٹھانے والا ہوں اور مجھے (اس پر بھی) فخر نہیں ہے' اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں وہ ہوں جس کی شفاعت قیامت کے دن سب سے پہلے قبول کی جائے گی' اور (مجھے اس پر بھی) فخر نہیں ہے' اور میں وہ ہوں کہ سب سے پہلے جنت کی کنڈی کو کھٹکھٹاؤں گا' پھر اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے کھول دے گا' پھر مجھے اس (جنت) میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہوں گے اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میں تمام اوّلین اور آخرین میں سب سے زیادہ معزز ہوں (اور یہ سب میں اظہارِ حقیقت اور تحدیثِ نعمت کے لیے بیان کر رہا ہوں) اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۱۶' سنن دارمی: ۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳' مشکوٰۃ: ۵۷۶۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں (یہ اظہارِ حقیقت ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میں خاتم النبیین ہوں (یہ تحدیثِ نعمت ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں' اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی (یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے)' مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(سنن دارمی: ۵۰' مشکوٰۃ: ۵۷۶۴)

یعنی یہ میرے فخر کی بات نہیں ہے کہ میں رسولوں کا قائد ہوں' فخر تو ان رسولوں کو کرنا چاہیے جنہیں مجھ جیسا قائد مل گیا۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمام نبیوں کا امام اور خطیب ہوں گا اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا' (یہ محض بیانِ واقعہ ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۱۰' مشکوٰۃ: ۵۷۶۸' مسند احمد ج ۵ ص ۵۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وسیلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جنت میں سب سے بلند درجہ ہے جو صرف ایک شخص کو ملے گا' اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۱۲' مشکوٰۃ: ۵۷۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جنت کے حلّوں میں سے ایک حلّہ پہنایا جائے گا اور میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور میرے سوا کوئی اور شخص اس مقام پر فائز نہیں ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۱۱' مشکوٰۃ: ۵۷۶۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ میں کھٹکھٹاؤں گا۔ (صحیح مسلم: ۳۳۱' مشکوٰۃ: ۵۷۴۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آ کر اس کو کھلواؤں گا تو جنت کا خازن کہے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد ہوں' وہ کہے گا: مجھے آپ کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔ (صحیح مسلم: ۳۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۶' مشکوٰۃ: ۵۷۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے جوامع

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الکلم عطاء کیے گئے' رعب سے میری مدد کی گئی' میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا' تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور آلۂ تیمم بنا دیا گیا اور مجھے تمام مخلوق کا رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۵۲۳' مشکوٰۃ: ۵۷۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو اتنے معجزات دیئے گئے ہیں جن کی مثل پر کوئی بشر ایمان لا سکتا ہے اور مجھے وحی دی گئی جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی (یعنی قرآنِ مجید) اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۸۱' صحیح مسلم: ۲۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۱' مشکوٰۃ: ۵۷۴۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بے ہوش نہ ہونے پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: آیا طور کے دن بے ہوشی سے ان کا حساب کر لیا گیا' طور کے دن کی بے ہوشی کا ذکر اس آیت میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا. (الاعراف: ۱۴۳) پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو چکے ہیں' اب وہ بے ہوش کیسے ہوں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور جب قیامت کے دن صور میں پھونکا جائے گا تو عام لوگ تو سب مر جائیں گے اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء بے ہوش ہو جائیں گے' پھر جب دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو تمام لوگ زندہ کر دیے جائیں گے اور انبیاء علیہم السلام ہوش میں آ جائیں گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہو گی اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۱۵' سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲' مشکوٰۃ: ۵۷۶۱)

پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا: میں از خود نہیں جانتا کہ آیا طور کی بے ہوشی سے ان کا حساب کر لیا گیا (یعنی وہ بے ہوش نہیں ہوئے) یا ان کو مجھ سے پہلے اُٹھا لیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کلام تواضع اور انکسار پر محمول ہے۔ علامہ عینی نے بھی اس حدیث کی شرح میں اسی طرح لکھا ہے۔

٣٤١٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم' انہوں نے کہا: میں نے حمید بن عبدالرحمان سے سنا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: کسی بندہ کے لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی سے افضل ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۱۵ سے واضح ہو چکی ہے کہ آپ کا یہ کلام تواضع اور انکسار پر محمول ہے' ورنہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے مطلقاً افضل ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۶ - بَابٌ

﴿وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ﴾ (الاعراف:۱۶۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان سے اس بستی کا حال پوچھے جو دریا کے کنارے واقع تھی جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے (الاعراف:۱۶۳)

امام بخاری نے یہ پوری آیت ذکر نہیں کی' اس پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے:

اور (اے نبی مکرم!) ان سے اس بستی کا حال پوچھئے! جو دریا کے کنارے واقع تھی' جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے' جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتہ کے دن (پانی پر) تیرتی ہوئیں ان کے پاس بہ کثرت آنے لگیں اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا تو وہ ان کے پاس نہ آتیں' اسی طرح ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا' اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے O (الاعراف:۱۶۳)

اس باب میں اس آیت کی تفسیر بیان کی جائے گی:

ہفتہ کے دن شکار کی ممانعت کا قصہ

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ان سے سوال کیجئے' یہ سوال اس واقعہ کو جاننے کے لیے نہیں تھا کیونکہ وہ واقعہ تو اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو اس آیت میں بتا دیا ہے' بلکہ یہ سوال ان کو جھڑکنے اور ان کو ڈانٹنے کے لیے ہے۔ یہ سوال اس بستی کے متعلق ہے جو ساحل سمندر کے قریب آباد تھی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس بستی کو ایلہ کہا جاتا تھا اور یہ بستی مدین اور پہاڑ طور کے درمیان ساحل سمندر کے قریب واقع تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے۔

وہ اس دن مچھلی کا شکار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتہ کے دن (پانی پر تیرتی ہوئیں) ان کے پاس بہ کثرت آنے لگیں۔

اس آیت میں ''شُرَّعًا'' کا لفظ ہے یہ ''شارع'' کی جمع ہے' یعنی اس دن بہت زیادہ مچھلیاں ظاہر ہوتیں اور ''شروع'' کا معنی ظہور ہے' ضحاک نے کہا کہ وہ مچھلیاں بہ کثرت لگا تار آتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا تو وہ ان کے پاس نہ آتیں۔

یعنی وہ مچھلیاں ہفتہ کے دن کے علاوہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ ہفتہ کے دن کی تعظیم نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی طرح ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا' اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ (الانفال:۱۶۳)

اس کا قصہ یہ ہے کہ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ ہفتہ کے دن مچھلیاں کھانے سے منع کیا ہے' سو تم ہفتہ کے دن مچھلیاں شکار کر لو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تم کو ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنے سے منع کیا ہے' تم ایسا کرو کہ سمندر کے کنارے کے قریب ایک حوض بنالو' ہفتہ کے دن جب بہ کثرت مچھلیاں سمندر میں آئیں گی تو تم ایک نالی کے ذریعہ سمندر کا پانی اس حوض میں جمع کر لو' پس پانی کے ساتھ وہ مچھلیاں بھی حوض میں آجائیں گی' سو تم ہفتہ کے دن مچھلیاں نہ پکڑنا' دوسرے دن اتوار کو مچھلیاں پکڑ لینا' پس بنی اسرائیل کافی مدت تک

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس طرح کرتے رہے' پھر انہوں نے جسارت کر کے ہفتہ کے دن ہی مچھلیاں پکڑنی شروع کر دیں اور کہنے لگے: ہمارا گمان یہ ہے کہ ہفتہ کے دن شکار کرنا ہمارے لیے حلال کر دیا گیا ہے' پس وہ ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑتے اور کھاتے اور ان کی خرید و فروخت کرتے۔

(معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۴۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہفتہ کے دن کو معزز نہیں قرار دیا تھا' یہ ان کی خود اختیار کردہ بدعت تھی' انہوں نے ہفتہ کے دن کو مقدس قرار دیا اور اس دن شکار کرنے کو حرام کہا' پھر وہ آزمائش میں ڈالے گئے اور ان پر ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کو ممنوع قرار دیا گیا۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا اور ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کو حرام قرار دیا' تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کون اطاعت کرنے والا ہے اور کون نافرمانی کرنے والا ہے' اور بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے آزمائش میں ڈالا کہ وہ چھپ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے تاکہ لوگوں پر ان کا فسق اور نافرمانی ظاہر نہ ہو جائے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ان کو بغیر کسی فسق اور جرم کے عذاب دیا گیا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۷۱-۷۰ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

﴿یَعْدُوْنَ یَتَعَدَّوْنَ یَتَجَاوَزُوْنَ فِی السَّبْتِ﴾﴿اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا﴾ (الاعراف:۱۶۳) شَوَارِعَ اِلٰی قَوْلِهٖ ﴿كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِیْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۶۶)

''یعدون'' کا معنی ہے: وہ ہفتہ کے دن حد سے آگے بڑھتے تھے' جب ان کی مچھلیاں' ان کے ہفتہ کے دن (پانی پر تیرتی ہوئی) ان کے پاس بہ کثرت آئیں۔ (الاعراف:۱۶۳) ''شُرَّعًا'' کی تفسیر ''شوارع'' ہے۔ یہ آیت یہاں تک ہے: تم ذلیل بندر بن جاؤ ۝

(الاعراف:۱۶۶-۱۶۴)

امام بخاری نے ''شُرَّعًا'' کی تفسیر ''شوارع'' سے کی ہے' یہ غلط ہے' کیونکہ ''شُرَّعًا''' ''شارعًا'' کی جمع ہے اور ''شوارع''' ''شارعۃ'' کی جمع ہے' اس کا مادہ ظہور پر دلالت کرتا ہے' یعنی اس دن مچھلیاں بہت ظاہر ہوتی تھیں۔

امام بخاری نے یہ آیتیں پوری ذکر نہیں کیں' ہم ان آیات کا مکمل ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اور جب ان کے ایک گروہ نے (نصیحت کرنے والوں سے) کہا: تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے' انہوں نے (جواب میں) کہا: ہم (یہ نصیحت) تمہارے رب کی بارگاہ میں اپنی معذرت پیش کرنے کے لیے کرتے ہیں اور اس اُمید پر کہ شاید یہ لوگ نافرمانی سے باز آجائیں ۝ تو جب انہوں نے ان سب باتوں کو بھلا دیا جن کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو بُرائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو بہت بُرے عذاب میں پکڑ لیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے ۝ پھر جب وہ انتہائی سرکشی اختیار کر کے وہی کام کرتے رہے جس کام سے ان کو روکا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا: تم ذلیل بندر بن جاؤ ۝ (الاعراف:۱۶۶-۱۶۴)

ہفتہ کے دن شکار کے متعلق بنی اسرائیل کے تین فرقے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ان لوگوں کے تین فرقے تھے' ایک گروہ ان کو نصیحت کرتا تھا اور دوسرا فرقہ وہ تھا جو ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرتا تھا جس کو نصیحت کی جاتی تھی' اور تیسرا فرقہ وہ تھا جو نصیحت کرنے والوں سے کہتا تھا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس تیسرے فرقہ کا کیا انجام ہوا۔

ابو صالح بیان کرتے ہیں کہ اتوار سے جمعہ تک چھ دن تھے' یہود نے اپنی طرف سے ایک دن مقرر کیا اور اس کا نام اپنی طرف سے سبت رکھا' اور اس سے پہلے سبت کا دن نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر جمعہ کے بعد سبت (ہفتہ) کا دن مقرر کر دیا اور اس دن انہیں مچھلیوں کے شکار کی ممانعت سے مکلف کیا' پھر یہ لوگ ہفتہ کے دن شکار کرنے سے باز رہنے لگے' حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا: اللہ نے سبت کا دن ہم پر مقرر نہیں کیا ہم نے خود اس دن کو مقرر کیا ہے' پس کاش! میں اس دن مچھلی کا شکار کروں' پھر اس نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کیا' اس کے پڑوسی نے یہ سنا تو وہ عذاب سے ڈرا اور گھر سے بھاگ گیا' پھر جب کافی عرصہ تک اس پر عذاب نہیں آیا تو دوسروں نے بھی ہفتہ کے دن شکار کیا' پھر وہ ہفتہ کے دن عید مناتے اور خوب شراب پیتے اور گاتے بجاتے' پھر ان میں جو نیک اور صالح لوگ تھے' انہوں نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم کیا کر رہے ہو؟ ان کاموں سے رک جاؤ' ورنہ اللہ تم پر سخت عذاب نازل فرمائے گا' مگر یہ لوگ نہیں باز آئے تو صالحین نے کہا: ہم اپنے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیتے ہیں' سو انہوں نے ایسا ہی کیا' اور جب ہفتہ کی رات آتی تو ان نیک لوگوں کو ان لوگوں کے گانے بجانے اور شور و شغب سے ایذاء پہنچتی' حتیٰ کہ جس رات ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا اس رات صالحین کو ان کے شور و شغب کی آواز نہیں آئی تو انہوں نے آپس میں کہا: کیا وجہ ہے کہ آج رات ان کی آوازیں نہیں آئیں؟ بعض نے کہا: شاید یہ لوگ شراب کے نشہ میں سو چکے ہیں' پھر کسی نے کہا: چلو! دیوار پر چڑھ کر ان کا حال دیکھو' پھر انہوں نے دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو بندروں کی ٹولیوں کی ٹولیاں آ رہی تھیں' انہوں نے ان میں سے کسی کو علامتوں سے پہچان کر پوچھا: کیا تم فلاں ہو؟ تو اس نے اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا' یعنی میں وہی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قصہ اسی طرح مروی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جوان میں سے پہلے جوان تھے ان کو بندر بنا دیا گیا اور جوان میں سے بوڑھے تھے ان کو خنزیر بنا دیا گیا۔ (جامع البیان جز ۹ ص ۱۲۲۔۱۱۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جنہوں نے ہفتہ کے دن شکار کرنے کو بُرا جانا اور منع نہیں کیا' ان کا انجام

امام الحسین بن مسعود البغوی التوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم نے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو بُرائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو بہت بُرے عذاب میں پکڑ لیا۔ (الاعراف: ۱۶۵)

حضرت ابن عباس نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اس فرقہ کا کیا انجام ہوا جو خاموش رہا تھا' یعنی جس نے بُرائی سے نہیں روکا تھا' عکرمہ نے اُن سے کہا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے تجاوز کرنے والوں کے کام کو بُرا جانا تھا اور کہا تھا: تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے۔ (الاعراف: ۱۶۴)

ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے ان خاموش رہنے والوں کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ میں نے ان کو نجات دے دی مگر ان کے متعلق یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں نے ان کو ہلاک کر دیا' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو عکرمہ کا جواب بہت پسند آیا۔

(معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۴۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تبلیغ کرنا فرضِ کفایہ ہے' جب صالحین نے تبلیغ کر دی اور ہفتہ کے دن شکار کرنے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے منع کر دیا تو جو خاموش رہے تھے ان سے تبلیغ کرنے کی فرضیت ساقط ہو گئی اور اس قاعدہ کے مطابق وہ بھی نجات یافتہ ہیں' اگرچہ ان کا درجہ بُرائی سے روکنے والوں سے کم ہے۔

بَئِیْسٌ: شَدِیْدٌ. "بئیس" کا معنی ہے: شدید۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے الاعراف: ١٦٦ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس شدید عذاب سے مراد ہفتہ کے دن شکار کرنے والوں کو بندر بنا دینا ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں صرف تعلیقات ذکر کی ہیں' کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

٣٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۞﴾ (بنی اسرائیل: ٥٥)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے داؤد کو زبور دی ۞ (النساء: ١٦٣' بنو اسرائیل: ٥٥)

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' ہم اس پوری آیت کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

(اے رسولِ مکرم!) ہم نے نوح کی طرف اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں کی طرف اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے داؤد کو زبور دی ۞ (النساء: ١٦٣)

حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ

داؤد اسم عجمی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبرانی زبان میں اس کا معنی ہے: کم عمر والا' کہا جاتا ہے کہ ان کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ انہوں نے دل کے زخموں کا علاج کیا تھا' مقاتل نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا بارہ جگہ ذکر کیا ہے' ان کا پورا نام داؤد بن ایشا بن یہوذا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔

زبور اس کتاب کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل فرمائی تھی' اس میں ایک سو پچاس سورتیں ہیں' جن میں پچاس سورتوں میں نصیحتیں اور حکمتیں ہیں' اس میں حلال اور حرام اور حدود اور احکام نہیں ہیں' روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زبور رمضان کے مہینے میں نازل فرمائی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٨)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھے گزشتہ رات دیکھتے' اس وقت میں تمہاری قراءت سن رہا تھا' بے شک تمہیں آلِ داؤد کی مزامیر میں سے ایک مزمار دی گئی ہے' حضرت ابو موسیٰ نے کہا: سنئے! یا رسول اللہ! اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں آپ کی خاطر اس کو زیادہ عمدہ طریقہ سے پڑھتا۔

(صحیح مسلم: ٢٣٦' صحیح ابن حبان: ٧١٩٧' سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢٣١-٢٣٠' صحیح البخاری: ٥٠٤٨' سنن ترمذی: ٣٨٥٥' المستدرک ج ٣ ص ٣٦١)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھانے کے لیے عبادت کرنا یا نیک عمل کرنا جائز ہے اور یہ ریاکاری نہیں ہے۔

زبور کی لفظی تحقیق اور اس کا تعارف

اَلزُّبُرُ. اَلْكُتُبُ وَاحِدُهَا زَبُوْرٌ. زَبَرْتُ. كَتَبْتُ

"الزبر" کا معنی ہے: "الکتب" (کتابیں)' اس کا واحد زبور ہے' "زبرت" کا معنی ہے: میں نے لکھا۔

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ٥١٦ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الاعمش اور حمزہ نے زُبور پڑھا ہے' اس کا معنی ہے: ہم نے داؤد کو لکھی ہوئی کتابیں اور صحیفے دیئے' اور دوسروں نے زَبور پڑھا ہے اور یہ اس کتاب کا نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کیا تھا' اس میں اللہ عزوجل کی حمد و ثناء ہے' حضرت داؤد علیہ السلام لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر زبور پڑھتے تھے' علماء بنی اسرائیل آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے اور عوام' علماء کے پیچھے کھڑے ہوتے اور جنات عام لوگوں کے پیچھے کھڑے ہوتے اور جو جانور پہاڑوں پر ہوتے وہ بھی ان کے ساتھ آ کر کھڑے ہو جاتے اور پرندے ان کے سروں پر بولتے تھے۔ (معالم التنزیل ج ا ص ۶۲۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ○ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ﴾ (سبا: ۱۰-۱۱)

اور ہم نے داؤد کو فضیلت عطاء فرمائی' اے پہاڑو! (خوش الحانی) سے داؤد کے ساتھ تسبیح پڑھو' اور اے پرندو! (تم بھی) اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا ○ کہ آپ مکمل زرہیں بنائیں اور مناسب اندازے سے ان کی کڑیاں جوڑیں۔ (سباء: ۱۱-۱۰)

اس آیت میں فضیلت سے مراد ہے: نبوت اور کتابِ زبور کا عطاء فرمانا اور ان کو خوش الحانی عطاء فرمانا اور ان کو ایسی قوت اور قدرت عطاء فرمانا جس سے انہوں نے پہاڑوں کو مسخر کیا اور پرندوں کو تابع کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ مُجَاهِدٌ سَبِّحِيْ مَعَهٗ. مجاہد نے کہا: ''اوّبی'' کا معنی ہے: ان کے ساتھ تسبیح پڑھو۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: اس کا معنی ہے: اے پہاڑو! ان کے ساتھ تسبیح پڑھو' ابو میسرہ نے کہا: یعنی حبشی زبان میں ان کے ساتھ تسبیح پڑھو۔ (جامع البیان جز ۲۲ ص ۷۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿وَالطَّيْرَ﴾. اور پرندے۔

ابن زید نے کہا: جس طرح پہاڑوں کو نداء کر کے حضرت داؤد کے ساتھ تسبیح پڑھنے کا حکم دیا تھا' اسی طرح پرندوں کو بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھنے کا حکم دیا تھا' اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہم نے پرندوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا تھا۔

(جامع البیان جز ۲۲ ص ۷۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ﴾. اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ (سباء: ۱۰)

یعنی ہم نے ان کے لیے لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ ان کے لیے آمدنی کا ایسا ذریعہ بنا دے جس کی وجہ سے وہ بیت المال سے مستغنی ہو جائیں' سو وہ لوہے سے زرہ بنا کر روزی کماتے اور اپنے اہل و عیال کو کھلاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۹)

﴿اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ﴾ اَلدُّرُوْعَ. کہ پوری کشادہ زرہیں بنایئے۔ (سباء: ۱۱) ''سٰبِغٰت'' کا معنی ہے: (کشادہ) زرہیں۔ ''الدروع'' اس کا معنی: زرہیں ہے۔

اس آیت میں ''اَنِ اعْمَلْ'' کا لفظ ہے' یہ ''اَنْ'' تفسیر کے لیے ہے' جیسے اس آیت میں ہے:

فَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ. (المؤمنون: ۲۷) پس ہم نے نوح کی طرف وحی فرمائی کہ کشتی بنائیں۔

﴿وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ﴾ (سبا: ۱۱) اَلْمَسَامِيْرِ. وَالْحَلَقِ وَلَا يُدِقُّ الْمِسْمَارَ فَيَتَسَلْسَلَ وَلَا تُعَظِّمْ فَيَفْصِمَ. اور اندازہ سے (زرہ کی کڑیاں) جوڑیں۔ (سباء: ۱۱) (یعنی زرہ کی) کیلوں اور حلقوں میں (اندازہ رکھیں)' کیلوں کو اتنا باریک

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بھی نہ کریں کہ ڈھیلی ہو جائیں اور نہ اتنی بڑی رکھیں کہ ٹوٹ جائیں۔

امام بخاری نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کیلوں کو درمیانی اندازہ پر رکھیں۔

اَفْرِغْ اَنْزِلْ. "افرغ" کا معنی ہے: نازل فرما!

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا. (البقرہ:۲۵۰) اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے آئے تو انہوں نے دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے۔

امام بخاری نے اس باب میں اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ طالوت کے لشکر کا قصہ ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام اسی لشکر میں تھے۔

امام عبدالرحمان بن ادریس ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا: اگر تم نے جالوت کو قتل کر دیا تو میں اپنی لڑکی سے تمہاری شادی کر دوں گا اور اپنے مال سے تم کو انعام دوں گا۔ الخ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۲ ص ۴۷۷، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

اس آیت میں صبر طلب کرنے کی دعا کا ذکر ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کے بجائے عافیت کی طلب کی دعا کا حکم دیا ہے۔

امام ترمذی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا، ایک شخص دعا کر رہا تھا: اے اللہ! میں تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے بلاء (مصیبت) کا سوال کیا ہے (یعنی مصیبت آئے تو تم اس پر صبر کرو گے) پس تم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ (سنن ترمذی:۳۵۲۷، مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱)

اور اس آیت کا جواب یہ ہے کہ یہ سابقہ اُمت کی دعا ہے، جب ان پر جالوت سے جنگ کی مصیبت نازل ہو چکی تھی اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مصیبت آنے سے پہلے صبر کی دعا نہ کی جائے، اور مصیبت آنے کے بعد اس مصیبت پر صبر و استقامت کی دعا کی جائے۔

﴿بَسْطَةً﴾ زِيَادَةً وَّفَضْلًا. "بسطة" کا معنی ہے: زیادہ اور فضل۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ. (البقرہ:۲۴۷) بے شک اللہ نے اسے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطاء فرمائی۔

یہ آیت بھی طالوت کے قصہ سے متعلق ہے، اور امام بخاری نے "بسطة" کی تفسیر زیادہ قوت اور مال میں افزودگی سے فرمائی ہے اور جنگ میں مہارت کے ساتھ۔

﴿وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ○﴾ (سباء:۱۱) اور تم سب نیک عمل کرتے رہو، بے شک میں تمہارے تمام کاموں کو خوب دیکھنے والا ہوں○ (سباء:۱۱)

یعنی پھر میں تمہیں ان کا اچھا بدلہ عطاء کروں گا۔

٣٤١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ　امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْقُرْاٰنُ فَكَانَ یَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَلَا یَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدِهٖ رَوَاهُ مُوْسَی بْنُ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبردی از ھمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر (زبور کی) قراءت میں آسانی کردی گئی تھی' وہ اپنی سواریوں پر زین بچھانے کا حکم دیتے' پس زین بچھائی جاتی اور وہ سواریوں پر زین بچھائی جانے سے پہلے (زبور کی) قراءت مکمل کر لیتے اور وہ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ نے از صفوان از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۱۸ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُكَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ اَخْبَرَهٗ وَاَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ قُلْتُ قَدْ قُلْتُهٗ قَالَ اِنَّكَ لَا تَسْتَطِیْعُ ذٰلِكَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَذٰلِكَ مِثْلُ صِیَامِ الدَّهْرِ فَقُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَصُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمَیْنِ قَالَ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمًا وَّذٰلِكَ صِیَامُ دَاوٗدَ وَهُوَ عَدْلُ الصِّیَامِ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب کہ سعید بن مسیب نے ان کو خبر دی کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا میں ضرور دن میں روزہ رکھوں گا اور ضرور رات کو (نماز میں) قیام کروں گا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا (واقعی) تم نے یہ کہا ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا میں ضرور دن میں روزہ رکھوں گا اور میں ضرور (رات میں) قیام کروں گا! میں نے عرض کیا: بے شک میں نے یہ کہا ہے' آپ نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے' تم روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو (یعنی روزہ نہ رکھو) اور رات کو قیام کرو اور نیند بھی کرو' اور تم ایک مہینہ میں تین دن کے روزے رکھ لو' کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے اور اس سے تمام عمر کے روزوں کا اجر حاصل ہوگا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور یہ متوسط روزے ہیں' میں نے عرض کیا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

٣٤١٩ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اُنَبَّاْ اَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتِ الْعَيْنُ وَنَفِهَتِ النَّفْسُ صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَذٰلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ اَوْ كَصَوْمِ الدَّهْرِ قُلْتُ اِنِّيْ اَجِدُنِيْ قَالَ مِسْعَرٌ يَعْنِيْ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی از ابی العباس از حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم رات کو (نماز میں) قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم بے شک جب یہ کرو گے تو تمہاری آنکھیں کمزور ہو جائیں گی اور بدن لاغر ہو جائے گا' تم ہر مہینہ سے تین دن کے روزے رکھ لیا کرو تو یہ تمام عمر کے روزے ہیں' یا (فرمایا:) تمام عمر کے روزوں کی مثل ہیں' میں نے کہا: میں اپنے اندر اس کی طاقت پاتا ہوں' مسعر نے کہا: یعنی قوت' آپ نے فرمایا: پھر تم حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو' وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور جب میدانِ جہاد میں مقابلہ کرتے تو فرار نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے تینوں مؤخر الذکر احادیث اس لیے روایت کی ہیں کہ ان میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہے۔

٣٨ - بَابٌ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ عَلِيٌّ وَّهُوَ قَوْلُ عَائِشَةَ مَا اَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِيْ اِلَّا نَائِمًا.

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' حضرت داؤد علیہ السلام آدھی رات سوتے تھے اور تہائی رات قیام کرتے تھے اور (پھر) رات کے چھٹے حصے میں سوتے تھے' اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ سحر کے وقت میں نے آپ کو جب بھی پایا آپ میرے پاس سوئے ہوئے ہوتے تھے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٤٢٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ الثَّقَفِيِّ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّاَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عمرو بن اوس الثقفی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے' وہ آدھی رات تک سوتے تھے اور تہائی رات (نماز میں) قیام کرتے تھے اور (پھر رات کے) چھٹے حصہ تک سوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٣١ میں گزر چکی ہے۔

فرض کیجئے رات بارہ گھنٹے کی ہو تو حضرت داؤد علیہ السلام پہلے چھ گھنٹے تک سوتے تھے' پھر چار گھنٹے تک نماز میں قیام کرتے' پھر دو گھنٹے تک سوتے تھے' اور ظاہر ہے اس طرح سو کر درمیان میں اُٹھنا اور اُٹھ کر طویل قیام کرنا معمولی بات نہیں ہے۔

٣٩- بَابٌ ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ○ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾ (ص:١٧-٢٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے ہمارے طاقت ور بندے داؤد کو' بے شک وہ (ہماری طرف) رجوع کرنے والے تھے ○ ان آیتوں کو "قول فیصل" تک پڑھیں (ص:٢٠-١٧)

امام بخاری نے یہ پوری آیات ذکر نہیں کیں' ہم ان آیات کا مکمل ترجمہ لکھ رہے ہیں:

اور یاد کیجئے ہمارے طاقت ور بندے داؤد کو بے شک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے ○ بے شک ہم نے پہاڑوں کو ان کے ساتھ تابع کر دیا' وہ شام کو اور سورج چمکتے (وقت) تسبیح کرتے تھے ○ اور پرندے جمع کیے ہوئے سب ان کے تابع فرمان تھے ○ اور ہم نے ان کی حکومت کو مضبوط کر دیا اور ہم نے ان کو حکمت دی اور قول فیصل عطاء فرمایا ○

حضرت داؤد علیہ السلام کے طاقتور ہونے کا بیان

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

ص:١٧ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا: وہ ہمارے طاقت ور بندے تھے۔

مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے کہ ان کو عبادت کرنے کی بہت طاقت تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ وہ احکام جاری کرنے اور نافذ کرنے میں بہت طاقتور تھے' کیونکہ ان کے لیے لوہا نرم کر دیا گیا تھا اور وہ لوہے سے زرہ اور دیگر اسلحہ بنا لیتے تھے اور پہاڑوں اور پرندوں کو ان کے تابع کر دیا تھا اور وہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے' اور اس آیت میں "اوّاب" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ بہت زیادہ تسبیح کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرنے والے تھے' اور نیک عمل کرنے والے تھے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت داوٗد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کا تسبیح کرنا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر کنکریوں کا تسبیح کرنا

ص:۱۸ میں پہاڑوں کی تسبیح کرنے کا ذکر ہے اور یہ خبر دی ہے کہ پہاڑ اور پرندے حضرت داوٗد علیہ السلام کی تسبیح کے وقت تسبیح کرتے تھے' اس میں اللہ عزوجل نے یہ بتایا ہے کہ پہاڑ اپنی شدید سختی کے باوجود نرم ہو جاتے تھے اور حضرت داوٗد علیہ السلام کی تسبیح کے وقت تسبیح کرتے تھے اور ان کی تسبیح کو جان لیتے تھے' اس آیت میں یہ تنبیہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو ملائم کر دیا' اسی طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کے سخت دلوں کو بھی نرم کر دے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے جھک جائیں' کیونکہ وہ بہر حال پہاڑ سے زیادہ سخت تو نہیں ہیں اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو کافر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی تسبیح نہیں کرتے' وہ پہاڑوں اور پتھروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک خصوصیت عطاء کی ہے' حضرت داوٗد کے ساتھ پہاڑ تسبیح کرتے تھے اور اس نوع کی تسبیح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عطاء فرمائی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند کنکریاں لیں تو وہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں' حتیٰ کہ حاضرین نے اس تسبیح کو سنا اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کی انگلیاں تسبیح کرتی تھیں اور اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس کے چند نظائر بیان کیے ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم ان کو خوف کی علامت شمار کرتے ہو' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' پس پانی کم ہو گیا' آپ نے فرمایا: فالتو پانی تلاش کرو' تو لوگ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے' آپ نے اپنا ہاتھ اس برتن میں داخل کیا اور فرمایا: آؤ مبارک پانی کی طرف اور اللہ کی برکت کی طرف! پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کو (چشمہ کی طرح) اُبلتے ہوئے دیکھا اور تحقیق یہ ہے کہ ہم طعام کی تسبیح کو سنا کرتے تھے اور وہ کھایا جا رہا ہوتا تھا۔ (صحیح البخاری:۳۵۷۹' سنن ترمذی:۳۶۳۳' صحیح ابن خزیمہ:۲۰۴' مسند ابویعلیٰ:۵۳۷۲' دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۱۲۹' شرح السنۃ:۳۷۱۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۷۴' دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۵۸۱' مسند احمد ج ۱ ص ۴۶۰ طبع قدیم' مسند احمد:۴۳۹۳ ج ۷ ص ۴۰۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' الدر المنثور ج ۵ ص ۲۵۸)

تحقیق یہ ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ زبانِ قال سے تسبیح کرتے تھے نہ کہ زبانِ حال سے

ص:۱۹ میں فرمایا: اور پرندے جمع کیے ہوئے' یعنی پرندے بھی ان کے لیے مسخر کر دیئے گئے تھے۔

وہ سب ان کے تابع تھے' اور فرمایا: وہ شام کو اور سورج چمکتے وقت تسبیح کرتے تھے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے حقیقۃً شام کا اور اشراق کا وقت مراد ہو' لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ وہ ہر وقت ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے' لہٰذا شام کا وقت رات سے کنایہ ہے اور اشراق کا وقت دن سے کنایہ ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس سے ان کی تسبیح حالی مراد ہے' یعنی پہاڑوں کا مضبوطی سے اپنی جگہ قائم رہنا اور پرندوں کا اُڑنا اور چہچہانا' زبانِ حال سے یہ بتا رہا ہے کہ ان کے خالق نے ان میں یہ صفات پیدا کی ہیں اور اس سے زبانِ قال مراد نہیں ہے' یعنی وہ انسانوں کی طرح نطق اور کلام سے تسبیح نہیں کرتے' لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح تو صرف پہاڑ اور پرندے نہیں' کائنات کی ہر چیز زبانِ حال سے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. (بنی اسرائیل:۴۴) اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

اس لیے صحیح یہ ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ اور پرندے زبانِ قال کے ساتھ یعنی انسانوں کی طرح نطق اور کلام کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے تھے۔

حکمت اور قولِ فیصل کے معانی

ص: ٢٠ میں فرمایا: اور ہم نے ان کو حکمت دی اور قولِ فیصل عطاء فرمایا۔

حکمت سے مراد نبوت ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد ہو: ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرنا۔

اور فصل خطاب یعنی قول فیصل سے مراد ہے: مقدمات کا فیصلہ کرنا' ظالم کو ظلم سے روکنا اور حق دار کو اس کا حق پہنچانا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ فصل خطاب سے مراد ہے: اما بعد کے کلمات' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔

ابوعوسجہ نے کہا: فصل خطاب سے مراد ہے: جھگڑے کا فیصلہ کرنا۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٨ ص ٦١٤۔ ٦١٠ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

قَالَ مُجَاهِدٌ اَلْفَهْمُ فِي الْقَضَاءِ.

مجاہد نے کہا: (''فصل الخطاب'' کا معنی ہے:) فیصلہ کی فہم۔

امام محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ نے اپنی سند سے یہ روایت کی ہے:

مجاہد نے کہا کہ ''فصل الخطاب'' سے مراد ہے: صحیح فیصلہ اور اس کی فہم۔

(جامع البیان جز ٢٣ ص ١٦٤' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام عبد الرحمان محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے سب سے پہلے اما بعد کہا وہ حضرت داؤد رضی اللہ عنہ ہیں اور یہی ''فصل الخطاب'' ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ١٨٣٢٤۔ ج ١٠ ص ٣٢٣٨' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

﴿وَلَا تُشْطِطْ﴾ لَا تُسْرِفْ.

''ولا تشطط'' کا معنی ہے: حد سے تجاوز نہ کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ○ (ص: ٢٢)

انہوں نے کہا: آپ گھبرائیں نہیں! ہم لڑنے والے دو فریق ہیں' ہمارے ایک فریق نے دوسرے پر زیادتی کی ہے' سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور حق سے تجاوز نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ بتائیں○

﴿وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ○﴾ (ص: ٢٢)

اور ہمیں سیدھی راہ بتائیں○ (ص: ٢٢)

حق سے تجاوز نہ کریں' کے بعد اس کا ذکر کیا ہے' سیدھی راہ سے مراد ہے: درمیانی راستہ۔

﴿اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا﴾ (ص: ٢٣)

بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے اب یہ کہتا ہے کہ وہ (ایک دنبی بھی) مجھے دے دے۔ (ص: ٢٣)

امام بخاری نے اس تعلیق میں پوری آیت ذکر نہیں کی' ہم پوری آیت اور اس کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ

بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کی ننانوے دُنبیاں ہیں اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِO قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَO (ص:٢٣-٢٤)

میرے پاس ایک (دُنبی) ہے' تو اس نے کہا: وہ بھی مجھے دے دے اور اس نے بات میں مجھ پر دباؤ ڈالاO (داؤد نے) کہا: بے شک اس نے تیری دُنبی کو اپنی دُنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا اور بے شک اکثر شریک ضرور دوسرے شریکوں پر زیادتی کرتے ہیں' سوا ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور وہ بہت کم ہیں اور داؤد نے یہ گمان کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو (فوراً) انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیاO

اس آیت میں ایک شخص نے دوسرے کو جو بھائی کہا ہے' اس سے مراد دینی بھائی یا کاروبار میں شریک مراد ہے' اور دُنبی سے مراد عورت ہے۔

يُقَالُ لِلْمَرْاَةِ نَعْجَةٌ وَّيُقَالُ لَهَا اَيْضًا شَاةٌ. مِثْلُ ﴿وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾ (آل عمران:٣٧) ضَمَّهَا.

عورت کو دُنبی کہا جاتا ہے اور اس کو بکری بھی کہا جاتا ہے۔ اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا۔ (آل عمران:٣٧)

امام بخاری نے آل عمران:٣٧ کو نقل کر کے یہ بتایا کہ حضرت زکریا نے مریم بنت عمران کو اپنے نفس کے ساتھ ملایا' اسی طرح ص:٢٣ کا معنی ہے کہ وہ ایک دُنبی بھی میری دُنبیوں کے ساتھ ملا دے۔

امام ابومنصور ماتریدی نے بھی بعض مفسرین سے ''اِكْفِلْ'' کا یہ معنی نقل کیا ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٨ ص ٦١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

﴿وَعَزَّنِيْ﴾ غَلَبَنِيْ صَارَ اَعَزَّ مِنِّيْ اَعْزَزْتُهٗ جَعَلْتُهٗ عَزِيْزًا.

''وعزنی'' کا معنی ہے: مجھ پر غالب آ گیا' (کہا جاتا ہے:) وہ مجھ سے زیادہ غالب ہو گیا' ''اعززتہ'' کا معنی ہے: میں نے اس کو کلام میں غالب کر دیا۔

اسی طرح تفسیر ماتریدی میں ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ٨ ص ٦١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

فِي ﴿الْخِطَابِ﴾ يُقَالُ الْمُحَاوَرَةُ. ﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ﴾ (ص:٢٤)

(خطاب کے لیے) کہا جاتا ہے: ''المحاورۃ'' یعنی خطاب کو ''محاورۃ'' بھی کہا جاتا ہے۔ (داؤد نے) کہا: بے شک اس نے تیری دُنبی کو اپنی دُنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا۔ (ص:٢٤)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اس شریک کے دُنبی کے مطالبہ کو ظلم قرار دیا اور اس کی مذمت کی۔

﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿اِنَّمَا فَتَنّٰهُ﴾ (ص:٢٤)

اور بے شک اکثر شریک (''خلطاء'' کا معنی شرکاء ہے) زیادتی کرتے ہیں' یہ آیت یہاں تک پڑھیں: (داؤد نے گمان کیا کہ) ہم نے ان کی آزمائش کی۔ (ص:٢٤)

ہم اس سے پہلے یہ پوری آیت ذکر کر چکے ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِخْتَبَرْنَاهُ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا معنی ہے: ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا۔

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ یقین ہوگیا کہ دو آدمیوں کا ان کے پاس آ کر بہ ظاہر لڑنا' ان کو اس پر متنبہ کرنے کے لیے تھا کہ ان سے لغزش ہوئی ہے۔

وَقَرَاَ عُمَرُ فَتَّنَّاهُ بِتَشْدِيْدِ التَّاءِ. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھا: ''فتّناہ'' تاء پر تشدید کے ساتھ۔

علامہ عینی نے کہا: یہ قراءت شاذہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٤)

﴿فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ۝﴾ (ص:٢٤) تو انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیا۝ (ص:٢٤)

اس آیت میں سجدہ کو رکوع سے تعبیر کیا ہے' کیونکہ دونوں میں جھکنا ہوتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہ کے محامل

موجودہ تورات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت داؤد کی ننانوے بیویاں تھیں' ان کی اور یاہ کی بیوی پر نظر پڑی اور انہوں نے اور یاہ کو قتل کرایا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ (کتاب مقدس' پرانا عہد نامہ' ص ٣٠٥-٣٠٣ ملخصاً)

ہمارے مفسرین نے اس واقعہ کے حسب ذیل محامل بیان کیے ہیں:

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

یہ اسرائیلی روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے اور معنی کے اعتبار سے جائز نہیں ہے' کیونکہ انبیاء علیہم السلام ایسے فعل سے منزہ ہیں' اور حضرت داؤد علیہ السلام پر جس وجہ سے عتاب کیا گیا تھا' اس کے درج ذیل محامل ہیں:

(١) حضرت داؤد علیہ السلام نے اور یاہ سے کہا: تم اپنی بیوی کو چھوڑ دو اور اس کو میرے حوالہ کر دو۔

(٢) حضرت داؤد علیہ السلام نے اس عورت کو دیکھ کر یہ تمنا کی تھی: کاش! وہ میری بیوی ہوتی' پھر اتفاق سے اس کا خاوند جہاد میں گیا اور ہلاک ہو گیا' اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی کسی کارروائی کا دخل نہیں تھا' جب آپ کو اس کی موت کی خبر پہنچی تو آپ کو اس کی موت پر اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا دوسروں سپاہیوں کی موت پر افسوس ہوتا تھا' پھر آپ نے اس کی بیوی سے عقد کر لیا۔

(٣) اس کی بیوی پر آپ کی اتفاقاً نظر پڑی' پھر آپ نے نظر ہٹائی نہیں اور اس کو دیکھتے رہے۔

(٤) اور یاہ نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا' اس کے علم کے باوجود حضرت داؤد نے اس کو نکاح کا پیغام دیا' اس سے اور یاہ کو رنج ہوا۔ (زاد المسیر ج ٧ ص ١١٦-١١٥ مکتب اسلامی' بیروت' ١٤٠٧ھ)

امام رازی نے ان محامل کے علاوہ ایک یہ محمل بیان کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک فریق کی بات سنے بغیر دوسرے فریق کے حق میں فیصلہ کر دیا تھا' اس لیے ان پر عتاب ہوا۔ (تفسیر کبیر ج ٩ ص ٣٨١-٣٨٠' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ٧٥٤ھ نے لکھا ہے:

آنے والے دو آدمیوں کے متعلق آپ نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ آپ کو ضرر پہنچانے آئے ہیں' لیکن جب ایسا نہیں ہوا تو آپ نے ان کے متعلق غیر صحیح گمان پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا۔ (البحر المحیط ج ٩ ص ١٥١' دار الفکر' بیروت' ١٤١٢ھ)

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ مالکی متوفی ٥٤٣ھ نے اس پر دلائل قائم کیے ہیں کہ آنے والے دو شخص انسان نہیں تھے' بلکہ فرشتے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھے اور انہوں نے ایک فرضی صورت بیان کر کے حضرت داؤد علیہ السلام سے سوال کیا تھا' علامہ محمود بن عمر الزمخشری متوفی ۵۳۸ھ کا بھی یہی مختار ہے۔ (احکام القرآن ج ۴ ص ۷۴' الکشاف ج ۴ ص ۸۷)

امام رازی اور علامہ ابوالحیان اندلسی کا مختار یہ ہے کہ وہ فرشتے نہیں تھے' انسان ہی تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۸۲' البحر المحیط ج ۹ ص ۱۵۱)

* حضرت داؤد علیہ السلام کے اس واقعہ کی پوری تفصیل ہم نے تبیان القرآن' سورۂ ص: ۲۰-۱۷ میں لکھ دی ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۸۵-۵۳۔

تاہم اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے کہ علامہ ابن جوزی کے ذکر کردہ محامل میں سے پہلا محمل بہ ظاہر قرآن مجید کے مضمون کے زیادہ قریب ہے۔

تبیان القرآن میں حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ کے عنوانات

ہم نے تبیان القرآن میں اس کی جو تفسیر کی ہے' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ ② حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت کی وجوہ ③ چاشت اور اشراق پڑھنے کی فضیلت میں احادیث ④ اشراق کی نماز کا وقت ⑤ نمازِ چاشت کی رکعات کی تعداد اور اس کا وقت ⑥ پہاڑوں اور پرندوں کا حضرت داؤد کے ساتھ تسبیح کرنا ⑦ حضرت داؤد علیہ السلام کی ہیبت ⑧ حضرت داؤد کا محافظ ان کا لشکر تھا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محافظ اللہ تعالیٰ تھا ⑨ حکمت کی تعریفات ⑩ فصل خطاب کی تفسیر میں متعدد اقوال ⑪ مشکل الفاظ کے معانی ⑫ حضرت داؤد علیہ السلام کے حجرہ کی دیوار پھاند کر آنے والے آیا انسان تھے یا فرشتے تھے؟ ⑬ آنے والوں کے فرشتہ ہونے پر علامہ ابوبکر ابن العربی کے دلائل ⑭ آنے والوں کے انسان ہونے پر امام رازی کے دلائل ⑮ آنے والوں کے فرشتہ ہونے کی توجیہ ⑯ مذکورہ توجیہ کا امام رازی کی طرف سے جواب ⑰ مذکورہ توجیہ کا مصنف کی طرف سے جواب ⑱ آنے والوں کے انسان ہونے پر علامہ ابوالحیان اندلسی کے دلائل ⑲ حضرت داؤد علیہ السلام نے صرف ایک فریق کے بیان پر کیوں فیصلہ کیا؟ ⑳ حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات ㉑ سورۂ ص کے سجدہ کے وجوب میں اختلافِ فقہاء ㉒ سورۂ ص کے سجدۂ تلاوت کے متعلق احادیث اور آثار ㉓ نماز اور خارج از نماز' رکوع سے سجدۂ تلاوت کا ادا ہونا ㉔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے جس فعل پر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی تھی' اس کے متعلق موجودہ تورات کا بیان ㉕ بعض قدیم مفسرین کا تورات کی محرف روایت کو نقل کر کے اس سے استدلال کرنا ㉖ جن محتاط مفسرین نے اس اسرائیلی روایت کو مسترد کر دیا ㉗ حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات اور محامل ㉘ خلیفہ کا معنی اور اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عصمت پر استدلال ㉙ انسانی معاشرہ میں خلیفہ کی ضرورت ㉚ انبیاء علیہم السلام کا عموماً اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصاً خلیفۃ اللہ ہونا ㉛ خلیفہ کا خواہش کی اتباع کرنا کیوں عذابِ شدید کا موجب ہے؟ ㉜ خلافت علیٰ منہاج النبوت کی تحقیق ㉝ آیت استخلاف کی تحقیق ㉞ خلافت کی تعریف ㉟ خلافت منعقد کرنے کے طریقے ㊱ خلیفہ کو منتخب کرنے والوں کے لیے شرائط ㊲ موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کا فرق۔

۳۴۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ سَمِعْتُ الْعَوَّامَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ نَسْجُدُ فِي ﴿ص﴾ فَقَرَأَ ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ. حَتّٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سہل بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے العوام سے سنا از مجاہد' انہوں نے کہا: میں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اٰتٰی .فَبِهُدٰاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام: ٨٤ ـ ٩٠) فَقَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ يَّقْتَدِيَ بِهِمْ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٣٢-٤٨٠٦-٤٨٠٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آیا ہم سورۂ ص میں سجدہ کریں' پس انہوں نے یہ آیت پڑھی: اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان ہیں' حتیٰ کہ یہاں تک پڑھا: پس آپ ان سب کی ہدایت کی پیروی کیجئے۔ (الانعام: ٩٠-٨٤) پس انہوں نے کہا: تمہارے نبی ان میں سے ہیں جن کو ان سب نبیوں کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

اس پر دلیل کہ ہم کو بھی سورۂ ص کا سجدہ کرنا چاہیے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منشاء یہ تھا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سب نبیوں کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور ان سب نبیوں میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ سجدہ کیا تھا' سو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس سجدہ کا حکم دیا گیا ہے' اور آپ کی پیروی میں ہم کو بھی یہ سجدہ کرنا چاہیے۔

٣٤٢٢ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ ﴿ص﴾ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ. وَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: سورۂ ص (کا سجدہ) مؤکد سجدوں میں سے نہیں ہے اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٦٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ﴾ (ص: ٣٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمائے' وہ کیا ہی اچھے بندے ہیں' بے شک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والے ہیں O (ص: ٣٠)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدح کا سبب

اس آیت میں حضرت سلیمان کی مدح کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ توبہ کے ذریعہ یا تسبیح کے ذریعہ ہماری طرف بہت رجوع کرنے والے ہیں۔

اَلرَّاجِعُ الْمُنِيْبُ . (''اوّاب'' کا معنی ہے:) رجوع کرنے والا اور انابت کرنے والا۔

رجوع کا معنی ہے: گناہ سے رجوع کرنے والا' انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں' ان کے لیے جب یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے: اس کام سے رجوع کرنے والے جو بہ ظاہر خلاف اولیٰ ہوئی نفسہٖ وہ کام جائز ہوتا ہے مگر ان کی شان اور ان کے مقام

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے بعید ہوتا ہے وہ توبہ کر کے اس کام سے اولیٰ اور افضل کام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

وَقَوْلِهٖ ﴿وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ﴾ (ص:٣٥) (حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی:) اور مجھے ایسی بادشاہی عطاء فرما! جو میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو۔ (ص:٣٥)

علامہ ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

اس دعا میں درج ذیل تاویلات ہیں:

(١) اللہ تعالیٰ ان کو ایسا ملک عطاء فرمائے جوان کی زندگی میں کوئی ان سے چھین نہ سکے کیونکہ پہلے ان سے ملک چھن گیا تھا' جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

(٢) جب تک وہ زندہ رہیں وہ ملک ان کے لیے ثابت رہے اور اس ملک کا تاحیات ان کے لیے ثابت رہنا' ان کی نبوت کی دلیل اور معجزہ ہو جائے۔

(٣) انہوں نے یہ دعا اس لیے کی کہ مخلوق کی زبان پر ان کا ذکر خیر جاری رہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٨ ص ٦٢٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

وَقَوْلِهٖ ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْكِ سُلَیْمٰنَ﴾ (البقرہ:١٠٢) اور وہ اس (جادو) کے پیچھے لگ گئے' جسے سلیمان کے عہد حکومت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ (البقرہ:١٠٢)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:

شہر بن حوشب نے بیان کیا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام سے ان کا ملک چھن گیا تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے غائب ہونے کی مدت میں شیاطین جادو لکھتے تھے' پھر انہوں نے اس جادو کے کاغذات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے نیچے دفن کر دیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام فوت ہو گئے تو ابلیس نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا: اے لوگو! (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) نبی نہیں تھے وہ صرف جادوگر تھے' پھر لوگ ان کے گھر کے سامان میں جادو کے آثار کو تلاش کرنے لگے تو شیطان نے اس جگہ کی رہنمائی کی جہاں اس نے جادو کے کاغذات رکھے تھے' تو لوگوں نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم! (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) جادوگر تھے' پس مؤمنوں نے کہا: نہیں! بلکہ وہ نبی اور مؤمن تھے' پھر جب اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ نے انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر فرمایا تو یہودیوں نے کہا: دیکھو! (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حق کے ساتھ باطل کو ملاتے ہیں اور (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کا انبیاء میں ذکر کرتے ہیں حالانکہ وہ جادوگر تھے اور ہوا پر سواری کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے یہ براءت نازل فرمائی۔

اور وہ اس جادو کے پیچھے لگ گئے جس کو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھا کرتے تھے' اور سلیمان نے کفر نہیں کیا' ہاں! شیطانوں نے ہی کفر کیا' وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ (البقرہ:١٠٢) (جامع البیان جز ١ ص ٥١٨' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ نے اس قصہ کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ٩٨٤۔ ٩٨٣۔ ٩٨٢۔ ج ١ ص ١٨٦۔ ١٨٥' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ٣٣٣ھ نے اس قصہ کے علاوہ یہ روایت بھی ذکر کی ہے:

شیاطین نے جادو کے کلمات لکھ کر لوگوں میں پھیلا دیئے' جب حضرت سلیمان علیہ السلام اس پر مطلع ہوئے تو آپ نے جادو کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کاغذات کو اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا تاکہ لوگ جادو کے فتنہ میں مبتلاء نہ ہوں' آپ کی وفات کے بعد شیاطین نے جادو کے کاغذات کو تخت کے نیچے سے نکالا اور کہا: یہی (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کا وہ علم ہے جس کو وہ چھپاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی برأت کی اور البقرہ: ١٠٢ نازل فرمائی۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ١ ص ٥٢٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ ھ)

آیا جادو صرف نظر بندی ہے یا اس سے حقیقت بھی بدل سکتی ہے؟

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ ھ لکھتے ہیں:

جادو کی حقیقت میں اختلاف ہے' بعض علماء کا قول ہے کہ وہ محض دھوکا ہے' نظر بندی ہے اور شعبدہ بازی ہے اور جادوگر کسی چیز کی حقیقت کو تبدیل نہیں کر سکتا' اور دوسرے علماء نے کہا کہ بعض اوقات جادوگر اپنے جادو سے انسان کو گدھا بنا دیتا ہے اور حقائق تبدیل کر دیتا ہے' انہوں نے کہا: اگر جادو سے حقیقت نہ بدلتی اور جادو صرف نظر بندی اور تخییل ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کیوں خبر دیتا:

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ. پس لوگ ان فرشتوں سے اس جادو کو سیکھ لیتے جس کے ذریعہ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈالتے تھے۔ (البقرہ: ١٠٢)

اس سے معلوم ہوا کہ جادو کی حقیقت تھی اور یہ محض نظر بندی نہیں تھی' ورنہ جادو کے ذریعہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کیسے ہوتی! (جامع البیان ج ١ ص ٥٣٠۔٥٢٨' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ ھ)

﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾ (سباء: ١٢) اور سلیمان کے لیے ہوا کو قابو میں کر دیا' اس کی صبح کی رفتار ایک ماہ کی تھی' اور شام کی رفتار ایک ماہ کی تھی۔ (سباء: ١٢)

یعنی ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' دوسری آیت میں فرمایا ہے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ○ (ص: ٣٦) پس ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' وہ ان کے حسب فرمان نرمی سے چلتی تھی' جس جگہ کا وہ ارادہ کرتے تھے ○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ ھ ابن وہب سے روایت کرتے ہیں:

حضرت سلیمان کے پاس لکڑی کی ایک سواری تھی' جس میں ایک ہزار رکن تھے' ہر رکن میں ایک ہزار گھر تھے جس میں جن اور انس سوار ہوتے تھے' جن اور انس مل کر اس سواری کو اوپر اُٹھاتے تھے' جب وہ اوپر اُٹھ جاتی تو پھر ہوا اس کو چلاتی تھی' حضرت سلیمان علیہ السلام ایک ماہ کی مسافت کے فاصلہ پر ایک قوم کے پاس قیلولہ کرتے اور ایک ماہ کی مسافت پر دوسری قوم کے پاس شام کو پہنچتے۔

(جامع البیان: ٢١٩٤٦۔ جز ٢٢ ص ٨٥۔٨٤' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ ھ)

﴿وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ﴾ (سباء: ١٢) اَذَبْنَا لَهٗ عَيْنَ الْحَدِيْدِ. اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ (سباء: ١٢) یعنی ان کے لیے لوہے کا چشمہ بہا دیا۔

''القطر'' کا معنی بیان کرنے میں امام بخاری کی خطاء

اس آیت میں ''القطر'' کا لفظ ہے' امام بخاری نے اس کا معنی لوہا کیا ہے' لیکن لغت میں اس کا معنی پگھلا ہوا تانبا ہے۔ علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے لکھا ہے:

''القطر: النحاس الذائب'' (القاموس المحیط ص ٤٦٣) قطر کا معنی ہے: پگھلا ہوا تانبا۔

اسی طرح المنجد' اُردو میں مذکور ہے۔ (ص ٨١٦) نیز مفسرین نے بھی اسی طرح لکھا ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے حسن بصری، قتادہ، ابن زید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے لکھا ہے: اس کا معنی پگھلا ہوا تانبا ہے۔ (جامع البیان: ۲۱۹۵۰۔۲۱۹۴۹۔۲۱۹۴۸۔ جز ۲۲ ص ۸۵، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ نے لکھا ہے کہ اس کا معنی تانبا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی پیتل ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۴۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿مِنْ مَّحَارِيْبَ﴾ (سباء: ۱۲۔۱۳)

اور جنات میں سے بعض ان کے سامنے کام کرتے تھے۔ (سبا: ۱۳۔۱۲) یہ آیت ''من محاریب'' تک پڑھیں۔

امام بخاری نے اپنی تعلیق میں ان آیات کا ذکر نہیں کیا، ہم ان آیات کو لکھ کر ان کا ترجمہ لکھ رہے ہیں:

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِO يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُO (سباء: ۱۳۔۱۲)

اور جنات میں سے بعض ان کے سامنے اپنے رب کے حکم سے کام کرتے تھے (اور سلیمان نے کہا:) ان میں سے جو ہمارے حکم سے کجروی اختیار کرے گا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گےO وہ سلیمان کے لیے وہ سب بناتے تھے جو وہ چاہتے تھے، اونچے قلعے اور مجسمے اور حوض جیسی بڑی دیگ اور (چولہوں پر) جمی ہوئی بڑی دیگچی، اے آلِ داؤد! تم شکر گزاری کے لیے نیک کام کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیںO

قَالَ مُجَاهِدٌ بُنْيَانٌ مَّادُوْنَ الْقُصُوْرِ.

مجاہد نے کہا: (''محراب'' کا معنی ہے:) قلعہ سے چھوٹی عمارت۔

امام ابن جریر طبری نے ''محاریب'' کی تفسیر میں لکھا ہے:

مجاہد نے کہا: وہ ایسی عمارت ہے جو محل یا قلعہ سے چھوٹی ہو۔ (۲۱۹۵۲)

قتادہ نے کہا: وہ قلعے اور مساجد ہیں۔ (۲۱۹۵۳)

ابن زید نے کہا: وہ مساکن ہیں۔ (۲۱۹۵۴)

ضحاک نے کہا: وہ مساجد ہیں۔ (۲۱۹۵۵) (جامع البیان جز ۲۲ ص ۸۶، دارالفکر، بیرت، ۱۴۱۵ھ)

﴿وَتَمَاثِيْلَ﴾

اور ''تماثیل'' یعنی مجسمے۔

ضحاک نے کہا: اس سے مراد شیشے کی مجسم صورتیں ہیں۔ (۲۱۹۵۸) (جامع البیان جز ۲۲ ص ۸۷، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

وَ ﴿جِفَانٍ كَالْجَوَابِ﴾ كَالْحِيَاضِ لِلْاِبِلِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْاَرْضِ.

اور حوض جیسی بڑی دیگ۔ (سباء: ۱۳) جیسے اونٹوں کے لیے حوض ہوتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جیسے زمین میں بڑا گڑھا ہو۔

قرآن مجید میں ''جفان'' کا لفظ ہے، یہ نالہ یا ٹب کو کہتے ہیں، اور اس سے بڑی دیگ بھی مراد ہو سکتی ہے۔

﴿وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اِلٰى قَوْلِهٖ الشَّكُوْرُ﴾ (سباء: ۱۳)

اور چولہوں پر جمی ہوئی بڑی دیگیں، یہ آیت ''الشکور'' تک مراد ہے۔ (سباء: ۱۳)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قتادہ نے کہا: ''راسیات'' کا معنی ہے: وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکیں' جیسے پہاڑ اپنی جگہ ثابت ہوتے ہیں۔(۲۱۹٦۵)

قتادہ نے کہا: شکر کا معنی ہے: اللہ سے ڈرنا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا۔(۲۱۹٦۷)

ابن زید نے کہا: اس کا معنی ہے: میں نے تم کو نعمتیں عطاء کیں اور علم دیا اور تمہارے لیے ان چیزوں کو مسخر کر دیا جو دوسروں کے لیے مسخر نہیں کیں' سوائے آل داؤد! تم میرا شکر ادا کرو اور حمد بھی شکر کا ایک حصہ ہے۔(۲۱۹٦۹)

فرمایا: میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: میرے بندوں میں سے میری توحید کو ماننے والے کم ہیں۔(۲۱۹۷۰)(جامع البیان جز ۲۲ ص ۸۹۔۸۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ﴾ اَلْاَرْضَةُ ﴿تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ﴾ عَصَاهُ ﴿فَلَمَّا خَرَّ اِلٰى﴾ قَوْلِهٖ ﴿الْمُهِيْنُ﴾ (سباء:١٤)

سو جب ہم نے ان پر موت کا حکم نافذ کر دیا تو جنات کو کسی نے ان کی موت پر رہنمائی نہیں کی سوائے زمین کی دیمک کے جو سلیمان کے عصا کو کھاتی رہی۔''دابة الارض'' کا معنی ہے: زمین کی دیمک' اور ''منساۃ'' کا معنی ہے: عصا' پھر جب سلیمان زمین پر آ رہے' یہ آیت ''المھین'' تک پڑھیں۔(سباء:۱۴)

دیمک سے مراد زمین کا وہ کیڑا ہے جو لکڑی کو کھا جاتا ہے' امام بخاری نے آیت کا جو حصہ چھوڑ دیا ہے' وہ درج ذیل ہے:

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ○ (سبا:۱۴)

جب سلیمان زمین پر آ رہے تو جنات پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اگر ان کو علم غیب ہوتا تو وہ اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے○ (سبا:۱۴)

وہ ذلت والا عذاب یہ تھا کہ وہ مسلسل حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق کام کرتے رہے' حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام فوت ہو چکے تھے اور وہ انہیں زندہ سمجھ کر کام کرتے رہے۔

﴿حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ﴾ (ص:۳۲) مِنْ ذِكْرِ رَبِّيْ.

(بے شک میں نے) مال کی محبت اپنے رب کی یاد (کی) وجہ سے پسند کی (ص:۳۲) اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ○ (سباء:۳۲)

پس کہا: میں نے مال کی محبت اپنے رب کی یاد (کی) وجہ سے پسند کی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا○

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ خیر کی محبت سے مراد مال اور گھوڑوں کی محبت ہے۔(۲۲۹٦۱)

یعنی میں نے مال سے محبت کی' حتیٰ کہ میں اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا اور اس مشغولیت میں عصر کی نماز جو فرض تھی' وہ قضا ہو گئی۔

قتادہ نے کہا: رب کی یاد سے مراد عصر کی نماز ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تورات بالحجاب'' سے مراد ہے: سورج مغرب میں غروب ہو گیا۔(۲۲۹٦۷)

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۸۵۔۱۸۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿فَطَفِقَ مَسْحًا ۢبِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ﴾ (ص:۳۳)

پس وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یَمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَیْلِ وَعَرَاقِیْبَھَا. (ص:٣٣) یعنی گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر۔

خلاصہ یہ ہے کہ پچھلے پہر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے نہایت اصیل اور تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے' حضرت سلیمان علیہ السلام ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور اس مشغولیت میں ان سے عصر کی نماز فوت ہو گئی تو وہ اس پر بہت غمگین ہوئے' انہوں نے کہا: ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے پاس لاؤ اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے تلوار سے ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں کو کاٹ ڈالا' یعنی جس سبب سے ان کی نماز قضا ہوئی تھی' اس سبب کا قلع قمع کر دیا۔

(محصلہ جامع البیان جز ٢٣ ص ١٨٥۔ ١٨٣' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

﴿اَلْاَصْفَادُ﴾ (ص:٣٨) اَلْوَثَاقُ. ''الاصفاد'' کا معنی ہے: بیڑیاں اور زنجیریں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ○ (ص:٣٨) اور دوسرے سرکش شیطان زنجیروں میں جکڑے ہوئے○

سدی نے بیان کیا ہے کہ ان کے ہاتھوں کو گردنوں کے ساتھ ملا کر زنجیروں سے باندھ دیا گیا تھا۔

(جامع البیان جز ٢٣ ص ١٩٣' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿الصّٰفِنٰتُ﴾ صَفَنَ الْفَرَسُ رَفَعَ اِحْدٰی رِجْلَیْهِ حَتّٰی تَكُوْنَ عَلٰی طَرَفِ الْحَافِرِ ﴿الْجِیَادُ﴾ (ص:٣١) اَلسِّرَاعُ.

اور مجاہد نے کہا: ''الصافنات'' ''صفن الفرس'' سے ماخوذ ہے' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب گھوڑا ایک پاؤں اُٹھا کر کھر کی نوک پر کھڑا ہو جائے' ''الجیاد'' کا معنی ہے: تیز رفتار گھوڑے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ○ (ص:٣١) جب ان کے سامنے پچھلے پہر نہایت اصیل اور تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے○

امام بخاری نے ''الصافنات'' کی جو تفسیر کی' اسی تفسیر کو امام طبری نے ابن زید کی روایت سے لکھا ہے اور ''جیاد'' کی جو تفسیر کی ہے' اسی تفسیر کو امام طبری نے مجاہد کی روایت سے لکھا ہے۔

(جامع البیان: ٢٢٩٥٩۔ ٢٢٩٥٧۔ جز ٢٣ ص ١٨٤۔ ١٨٣' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

امام بخاری اور امام طبری دونوں کا اسرائیلی روایات کے مطابق ''جسدًا'' کی تفسیر شیطان کے ساتھ کرنا

﴿جَسَدًا﴾ (ص:٣٤) شَیْطَانًا. ''جسدًا'' سے مراد ہے: شیطان۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی كُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ○ (ص:٣٤) بے شک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا' پھر (انہوں نے) ہماری طرف رجوع کیا○

امام بخاری نے ''جسدًا'' کی تفسیر جو شیطان سے کی ہے' یہی تفسیر امام ابن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ نے کی ہے' وہ لکھتے ہیں: اس جسد سے مراد شیطان ہے جو انسان کی شکل میں تھا' مفسرین نے کہا ہے: اس کا نام صخر تھا' اور ایک قول ہے: اس کا نام آصف تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ وہ جسد شیطان تھا جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی دی تھی اور اس نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کو سمندر میں پھینک دیا تھا اور حضرت سلیمان کی حکومت اس انگوٹھی میں تھی اور اس شیطان کا نام صخر تھا۔ (۲۲۹۷۶)
مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اس شیطان کا نام آصف تھا' ایک دن اس سے حضرت سلیمان نے پوچھا: تم لوگوں کو کس طرح فتنہ میں ڈالتے ہو؟ اس نے کہا: آپ مجھے اپنی انگوٹھی دکھائیں پھر میں آپ کو بتاتا ہوں' آصف نے اس انگوٹھی کو سمندر میں پھینک دیا اور حضرت سلیمان زمین میں پھرتے رہے' اور ان کا ملک ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور آصف ان کی کرسی پر بیٹھ گیا' اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کو اس سے ممنوع رکھا' وہ ان سے مقاربت نہ کر سکا' انہوں نے اس کو اجنبی مرد گمان کیا۔ مجاہد نے کہا: پس حضرت سلیمان علیہ السلام کھانا طلب کرتے' پس فرماتے: کیا تم پہچانتے ہو میں سلیمان ہوں' پس لوگ ان کی تکذیب کرتے' حتیٰ کہ ایک عورت نے ان کو ایک مچھلی دی' انہوں نے اس کو چیرا تو اس کے پیٹ سے وہ انگوٹھی نکل آئی' پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف ان کا ملک واپس آ گیا۔ (۲۲۹۸۰) (جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۸۷۔ ۱۸۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ہر چند کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اس قصہ کی سند صحیح ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے اس قصہ کو یہودی علماء سے سنا ہے اور یہودیوں میں ایک ایسا فرقہ بھی تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کا معتقد نہیں تھا' اس لیے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر جھوٹ باندھتے تھے اور ان کا سب سے بڑا جھوٹ یہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج پر ایک جن مسلط تھا' اور تمام ائمہ سلف نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کو اس جن کے تسلط سے محفوظ رکھا اور یہ آپ کی ازواج کی تکریم کے لیے تھا۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۹۵۔ ۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے مذکور الصدر روایت پر حسبِ ذیل تنقید کی ہے:

(۱) یہ بہت بعید ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی انگوٹھی کسی دوسرے شخص کو دے دیں' جب کہ انہیں یہ علم ہو کہ ان کی حکومت اس انگوٹھی کی وجہ سے قائم ہے۔
(۲) شیطان کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ نبی مرسل کی کرسی پر بیٹھے' جس نبی کو اتنی عظیم حکومت دی گئی ہو۔
(۳) اس آیت میں جس جسد کا ذکر ہے' وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا تھا کیونکہ جب وہ پیدا ہوا تو شیاطین نے دھمکی دی تھی کہ ہم اس کو قتل کر دیں گے' جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے بادل کو حکم دیا کہ وہ ان کے بیٹے کو اٹھا کر لے جائے تاکہ شیاطین جنات ان کے بیٹے کو ضرر نہ پہنچا سکیں' اللہ تعالیٰ نے اس پر عتاب فرمایا (کہ انہوں نے بادل سے مدد چاہی) سو وہ بیٹا مر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس مردہ بیٹے کو ان کی کرسی پر ڈال دیا۔ (ص: ۳۴) دوسرے محامل کی بہ نسبت اس آیت کا یہی محمل زیادہ مناسب ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقام کے زیادہ موافق اور زیادہ لائق ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے جسد کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو بلا تبصرہ نقل کر دیا ہے۔
(فتح الباری ج ۴ ص ۵۹۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جسد کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ان کا وہ بیٹا ہے جس کو انہوں نے جنات کے خوف سے بادلوں کے سپرد کر دیا تھا۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۳۰۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ تمام روایات اسرائیلیات میں سے ہیں' زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جسد کو اس ناتمام بچے پر محمول کیا جائے جس کے متعلق حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں آج رات نوّے عورتوں سے مقاربت کروں گا تو ہر ایک سے ایک مجاہد پیدا ہوگا' انہوں نے بھول کر ان شاء اللہ نہیں کہا تھا تو صرف ایک بیوی سے ناتمام بچہ پیدا ہوا' سو اس آیت میں جسد سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ناتمام بچے کو ان کی کرسی پر ڈال دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۴۲۴) اس حدیث کی شرح ان شاء اللہ عنقریب آ رہی ہے۔

(ارشاد الساری ج ۷ ص ۴۲۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ نے اس تعلیق پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

(شرح الکرمانی جز ۱۴ ص ۷۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ ھ)

صحیح بخاری کے مشہور شارحین میں سے علامہ عینی' علامہ کورانی اور علامہ قسطلانی نے امام بخاری کی اس تعلیق کو ردّ کر دیا ہے جس میں انہوں نے جسد کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی ہے۔

دیگر مشہور علماء میں سے علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ ھ' امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ' علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ نے قوی دلائل کے ساتھ ان اسرائیلی روایات کو ردّ کر دیا ہے' جن کی بناء پر جسد کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی گئی ہے۔

✻ ان تمام مباحث کی تفصیل ہم نے سباء: ۳۴ میں ذکر کی ہے' دیکھئے تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۱۰۴۔۹۶۔

﴿رُخَآءً﴾ طَیِّبَةً ﴿حَیْثُ اَصَابَ﴾ (ص:٣٦) حَیْثُ شَآءَ. ''رخاءً'' کا معنی ہے: نرمی اور خوشی سے ''حیث اصاب'' کا معنی ہے: جہاں وہ جانا چاہتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ۝ (ص:٣٦) سو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' وہ ان کے حسب حکم نرمی سے چلتی تھی جہاں کا وہ ارادہ کرتے تھے ۝

اسی طرح امام طبری نے ''رخاءً'' کا معنی نرمی لکھا ہے۔ (جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۹۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

﴿فَامْنُنْ﴾ اَعْطِ ﴿بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ (ص:٣٩) بِغَیْرِ حَرَجٍ. ''فامنن'' کا معنی ہے: بغیر حساب کے اور بغیر تنگی کے عطاء کریں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ (ص:٣٩) یہ ہماری عطاء ہے تو (آپ جس پر چاہیں) احسان کریں یا (جس سے چاہیں) روک لیں' آپ سے کچھ حساب نہیں ۝

حسن بصری نے کہا: ہم نے آپ کو جو ملک عطاء کیا ہے' آپ اس میں سے جس کو جو چاہیں عطاء کر دیں اور جس کو جس سے چاہیں روک لیں' آپ سے اس کا کچھ حساب نہیں ہے۔ (۲۳۰۱۱)

ضحاک نے کہا: آپ جو چاہیں عطاء کریں اور جو چاہیں روک لیں' آپ پر کچھ تنگی نہیں ہے۔ (۲۳۰۱۲)

عکرمہ نے کہا: آپ دیں یا روک لیں' آپ سے کوئی حساب نہیں ہے۔ (۲۳۰۱۳)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۹۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٣٤٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عِفْرِيتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلٰى صَلَاتِي فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ فَأَخَذْتُهُ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَرْبُطَهُ عَلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تَنْظُرُوْا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ دَعْوَةَ أَخِي سُلَيْمَانَ ﴿رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ م بَعْدِي﴾ (ص:٣٥) فَرَدَدْتُّهُ خَاسِئًا عِفْرِيتٌ مُّتَمَرِّدٌ مِّنْ إِنْسٍ أَوْ جَانٍّ مِثْلُ زِبْنِيَةٍ جَمَاعَتُهَا الزَّبَانِيَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے بتایا کہ ایک سرکش جن گزشتہ رات مجھ پر حملہ آور ہوا' تاکہ میری نماز منقطع کر دے' سو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت عطاء کی' میں نے اس کو پکڑ کر مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا' حتیٰ کہ تم سب اس کو دیکھ لیتے' پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی: اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطاء فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو۔ (ص:۳۵) پھر میں نے اس کو نامراد لوٹا دیا۔ ''عفریت'' کا معنی ہے: سرکش انسان یا جن' یہ ''زبنیہ'' کی مثل ہے' اس کی جمع ''زبانیة'' ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

''زبنیة''، ''زبن'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: دھتکارنا اور دفع کرنا' اس کا اطلاق دوزخ کے سپاہیوں پر کیا جاتا ہے' کیونکہ وہ کفار کو دوزخ میں جھونک دیتے ہیں۔

٣٤٢٤ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَأَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَبْعِيْنَ امْرَأَةً تَحْمِلُ كُلُّ امْرَأَةٍ فَارِسًا يُّجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ وَلَمْ تَحْمِلْ شَيْئًا إِلَّا وَاحِدًا سَاقِطًا إِحْدٰى شِقَّيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَالَهَا لَجَاهَدُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ. قَالَ شُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي الزِّنَادِ تِسْعِيْنَ وَهُوَ أَصَحُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے بیان فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کہا: میں آج رات ضرور ستر (۷۰) بیویوں کے پاس جاؤں گا' ان میں سے ہر بیوی ایک شہسوار سے حاملہ ہوگی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا' ان کے ایک صاحب نے ان سے کہا: آپ ان شاء اللہ کہیں' لیکن انہوں نے نہیں کہا' سو ان کی کسی بیوی کو حمل نہیں ہوا' سوا ایک بیوی کے' وہ ناتمام بچہ سے حاملہ ہوئی جس کی دو میں سے ایک جانب ساقط تھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو (ان کے سب بیٹے) اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ شعیب اور ابوالزناد نے نوے (۹۰) بیویوں کا ذکر کیا اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۱۹ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
click on link for more books

٣٤٢٥ - حَدَّثَنِیْ عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ التَّیْمِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ اَوَّلَ قَالَ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قُلْتُ کَمْ کَانَ بَیْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ ثُمَّ قَالَ حَیْثُمَا اَدْرَکَتْكَ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ وَالْاَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم التیمی نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوذر رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کون سی مسجد سب سے پہلے بنائی گئی تھی' آپ نے فرمایا: مسجد حرام' میں نے پوچھا: پھر کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: پھر مسجد اقصیٰ بنائی گئی' میں نے پوچھا: ان کے درمیان کتنی مدت تھی؟ آپ نے فرمایا: چالیس (سال)' پھر آپ نے فرمایا: تمہیں جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھ لو اور (تمام) روئے زمین تمہارے لیے مسجد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٦٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٢٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَثَلِیْ وَمَثَلُ النَّاسِ کَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ تَقَعُ فِی النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان' انہوں نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری مثال اور لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو پروانے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگے۔

[طرف الحدیث: ٦٤٨٣] (صحیح مسلم: ٢٢٨٤' الرقم المسلسل: ٥٨٤٩' سنن ترمذی: ٢٨٨٣' شرح السنۃ: ٩٨' مسند احمد ج ٢ ص ٣١٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٨١١٧۔ ج ١٣ ص ٤٧٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری نے اس حدیث کو جو یہاں روایت کیا ہے' اس کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

پروانوں کے ساتھ دی گئی مثال کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفین کو پروانوں اور کیڑوں مکوڑوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح پروانے دنیا کی آگ میں گرتے ہیں' اسی طرح یہ مخالفین جہنم کی آگ میں گر رہے ہیں اور ان دونوں میں وجہ مشترک یہ ہے کہ یہ دونوں خواہش کی پیروی کرتے ہیں اور ہر ایک کو اپنی جان کو ہلاک کرنے کی حرص ہے۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے: یہ مثال کثیر المعانی ہے' اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اپنی ظاہری منفعت اور اپنی خواہش کی پیروی کی وجہ سے جہنم کی آگ میں گر رہے ہیں اور ان کا مقصد اپنے آپ کو آگ میں جلانا نہیں ہے' جس طرح پروانوں کا مقصد اپنے آپ کو جلانا نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد روشنی کا حصول اور روشنی کی مصاحبت ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٣ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣٤٢٧ - وقال كَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْأُخْرٰى إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَا إِلٰى دَاوُدَ فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ فَأَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى. قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ إِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّينِ إِلَّا يَوْمَئِذٍ وَّمَا كُنَّا نَقُوْلُ إِلَّا الْمُدْيَةَ.

[طرف الحدیث: ٦٧٦٩] (سنن نسائی: ٥٤١٧)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا: دو عورتیں تھیں' ان دونوں کے ساتھ ان کے بیٹے تھے' اچانک بھیڑیا آیا اور ان دونوں میں سے ایک کا بیٹا لے کر چلا گیا' ایک عورت کی ساتھ والی عورت نے کہا: بھیڑیا تمہارا بیٹا لے گیا ہے' دوسری نے کہا: نہیں! وہ تیرا بیٹا لے گیا ہے' پھر وہ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس اپنا مقدمہ لے گئیں' حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا' پھر وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے کہا: میرے پاس چھری لاؤ' میں اس بیٹے کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کو دے دیتا ہوں' تب چھوٹی عورت نے کہا: ایسا نہ کریں! آپ پر اللہ رحم فرمائے! یہ اسی کا بیٹا ہے' تب حضرت سلیمان نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے ''سکین'' کا لفظ اسی دن سنا' ہم چھری کو ''مُدیہ'' کہتے تھے۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کا اجتہاد سے حکم لگانا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اجتہاد کی فضیلت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا تھا' اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فتویٰ تھا' ان کا حکم نہیں تھا' اسی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جائز ہوا کہ وہ اس فتوے سے اپنے اجتہاد کی بناء پر اختلاف کریں۔

علامہ قرطبی نے اس توجیہ کو رد کر دیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا فتویٰ بھی ان کے حکم کی مثل ہوتا ہے' پھر اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے حضرت داؤد کے حکم کو توڑنا کس طرح جائز ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کا حکم وحی کے مطابق تھا اور حضرت سلیمان کا حکم حضرت داؤد کے حکم کے لیے ناسخ تھا' اور اگر حضرت سلیمان کا حکم اجتہاد سے تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا اجتہاد زیادہ قوی تھا' کیونکہ انہوں نے ایک لطیف حیلہ سے معلوم کر لیا کہ حقیقت میں وہ بیٹا کون سی عورت کا ہے۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے باہم مشورہ کیا تھا' حضرت داؤد کو حضرت سلیمان علیہما السلام کی رائے صحیح لگی تو انہوں نے ان کی رائے پر عمل کو نافذ کر دیا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حیلہ حق کو ظاہر کرنے کے لیے کیا تھا اور چھوٹی عورت نے بیٹے کے ٹکڑے ہونے کے خوف سے بڑی کے لیے اس بیٹے کو مان لیا تو حضرت سلیمان نے سمجھ لیا کہ بیٹا در حقیقت اسی کا ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ ان دونوں نے اپنے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا تھا' کیونکہ اگر یہ فیصلہ وحی سے ہوتا تو پھر اس کے خلاف کرنا جائز نہ تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذہانت اور فہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہبی ہوتی ہے' ہماری اُمت میں بھی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مجتہدین اجتہاد کرتے ہیں اور ان سے اجتہاد میں کبھی خطاء ہوتی ہے اور کبھی وہ صحت اور صواب کو پہنچتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو اجتہاد میں خطاء پر برقرار نہیں رکھا جاتا اور وحی کے ذریعہ ان کو صحت پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٤ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

اس حدیث میں چھری کے لیے ''مدیہ'' اور ''سکین'' کا ذکر ہے۔

چھری کو ''مدیہ'' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مدتِ حیات کو منقطع کر دیتی ہے اور چھری کو ''سکین'' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حیوان کی حرکت کو ساکن کر دیتی ہے۔

٤١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ. ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝﴾ (لقمان: ١٢-١٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کریں' یہ آیت یہاں تک پڑھیں: بے شک اللہ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا ۝ (لقمان: ١٨-١٢)

امام بخاری نے جن آیات کو چھوڑ دیا ہے' ان کا ترجمہ اس طرح ہے:

اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطاء فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کریں' اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ بے نیاز ہے حمد کیا ہوا ۝ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا' بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے ۝ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق (نیکی کرنے) کا حکم فرمایا' اس کی ماں نے اسے (پیٹ میں) اٹھایا کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر کہ میری ہی طرف لوٹنا ہے ۝ اور اگر وہ (والدین) تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کر اور دنیا میں ان کی بھلائی کے ساتھ رفاقت اختیار کر اور جس نے میری طرف رجوع کیا تم اس کی پیروی کرو' پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے' پھر میں تمہیں ان کاموں کی خبر دوں گا جو تم کرتے تھے ۝ (لقمان نے کہا:) اے میرے بیٹے! بے شک اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر (بھی) ہو' پھر وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں یا زمینوں میں کہیں (چھپی ہو) اللہ اسے لے آئے گا' یقیناً اللہ ہر باریکی کو خوب جاننے والا ہر چیز سے باخبر ہے ۝ اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ! اور نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روک اور جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کر' بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں ۝ اور (تکبر کے ساتھ) لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر اور زمین میں اکڑتا ہوا نہ چل' بے شک اللہ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا ۝ (لقمان: ١٨-١٣)

لقمان کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ لقمان کا نام ہے: لقمان بن باعور بن ناعور بن تارخ اور وہ آزر ہیں جو حضرت ابراہیم کے عرفی باپ تھے' ان کے نام میں اور بھی اقوال ہیں۔

لقمان اہل ایلہ میں سے تھے' حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ نبوت کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے ماموں زاد بھائی تھے۔

امام ابن اسحاق نے کہا کہ وہ ایک ہزار سال بعد پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور ان سے علم حاصل

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیا۔

علامہ ثعلبی نے ابن المسیب کی روایت سے بیان کیا کہ وہ سیاہ فام شخص تھے‘ ان کے ہونٹ موٹے تھے اور وہ سوڈان کے لوگوں میں سے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: وہ حبشی تھے اور تجارت کرتے تھے‘ ایک قول یہ ہے کہ وہ درزی تھے‘ اور ایک قول ہے کہ وہ بکریاں چَراتے تھے‘ ایک قول ہے کہ وہ جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے تھے‘ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے قاضی تھے اور ایلہ اور مدین شہر میں رہتے تھے۔

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ وہ حکیم تھے اور نبی نہیں تھے‘ تاہم عکرمہ کا یہ قول ہے کہ وہ نبی تھے۔

علامہ واقدی اور سدّی نے کہا ہے کہ وہ ایلہ میں فوت ہوئے تھے اور قتادہ نے کہا ہے کہ وہ رملہ (فلسطین) میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ص ٢٦۔٢٥‘ دارالکتب العلمیہ بیروت‘ ١٤٢١ھ)

﴿وَلَا تُصَعِّرْ﴾ (لقمان:١٨) اَلْاِعْرَاضُ بِالْوَجْهِ.

’’ولا تصعر‘‘ کا معنی ہے: چہرے کے ساتھ کسی سے اعراض کرنا (یعنی اس کی طرف توجہ نہ کرنا)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ. (لقمان:١٨) اور تکبر کے ساتھ لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

مجاہد نے کہا: چہرے کے ساتھ لوگوں سے اعراض نہ کرو۔ (٢١٤١٣)

جعفر بن میمون بن مہران نے کہا: ’’تصعیر‘‘ یہ ہے کہ کوئی اس سے بات کر رہا ہو اور وہ اپنا منہ دوسری طرف پھیر لے۔ (٢١٤١٥)

ضحاک نے کہا: یعنی لوگوں کی طرف توجہ کرو اور ان کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ (٢١٤١٧)

ابن زید نے کہا: ’’تصعیر الخدّ‘‘ کا معنی ہے: لوگوں کے ساتھ تکبر سے پیش آنا اور ان کو حقیر جاننا۔ (٢١٤١٨)

(جامع البیان جز ٢٠ ص ٩٠‘ دارالفکر بیروت‘ ١٤١٥ھ)

٣٤٢٨- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:٨٢) قَالَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ اِيْمَانَهُ بِظُلْمٍ فَنَزَلَتْ ﴿لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ○﴾ (لقمان:١٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملاتے۔ (الانعام:٨٢) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے کہا: ہم میں سے کون اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملاتا‘ تب یہ آیت نازل ہوئی: اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا‘ بے شک شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے○ (لقمان:١٣)

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ٣٢ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٤٢٩ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:٨٢) شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهٗ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ إِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ أَلَمْ تَسْمَعُوْا مَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○﴾ (لقمان:١٣).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: جب یہ آیت نازل ہوئی: وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا۔ (الانعام:٨٢) تو یہ چیز مسلمانوں پر بہت دشوار ہوئی' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے کون ہے جو اپنے نفس پر (کوئی نہ کوئی) ظلم نہیں کرتا' آپ نے فرمایا: (ظلم سے) یہ مراد نہیں ہے' یہاں اس سے مراد صرف شرک ہے' کیا تم نے نہیں سنا کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا جب وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا' بے شک شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے○ (لقمان:١٣)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢ میں گزر چکی ہے۔

٤٢ - بَابُ ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ﴾ (یٰس:١٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجئے (یٰس:١٣)

پوری آیت کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

اور ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجئے جب ان کے پاس رسول آئے○ (یٰس:١٣)

اس بستی سے مراد انطاکیہ ہے۔

جب ان کے پاس رسول آئے۔ (یٰس:١٣)

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے رسول تھے' جن رسولوں کو پہلے بھیجا تھا ان کے ناموں میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا: وہ قاروص اور ماروص تھے' وہب نے کہا: وہ یحییٰ اور یونس تھے' مقاتل نے کہا: وہ تومان اور مالوس تھے' وہ صادق اور صدوق تھے اور تیسرے رسول کا نام شمعون الصفا تھا جو تمام حواریوں کا سردار تھا' اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٧٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

﴿فَعَزَّزْنَا﴾ (یٰس:١٤) قَالَ مُجَاهِدٌ شَدَّدْنَا.

''فعززنا'' (کی تفسیر میں) مجاہد نے کہا: ہم نے قوت دی۔

مجاہد کے اس قول کو امام ابن جریر طبری نے نقل کیا ہے۔ (جامع البیان جز ١٢ ص ١٨٧' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿طَائِرُكُمْ﴾ (یٰس:١٩) مَصَائِبُكُمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''طائرکم'' (کی تفسیر ہے:) تمہارے مصائب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ

انہوں نے کہا: تمہاری بدشگونی تمہارے ساتھ ہے' کیا اگر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مُّسْرِفُوْنَO(یٰس:١٩) تمہیں نصیحت کی جائے (تو تم اسے بُرا سمجھتے ہو) بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہوO

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کو تسامح ہوا ہے' حضرت ابن عباس نے "طائرکم" کی تفسیر تمہارے مصائب سے نہیں کی' بلکہ انہوں نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں۔ (جامع البیان جز ١٢ ص ١٨٩' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ عینی نے امام بخاری کی تفسیر کے لیے امام ابن ابی حاتم کا حوالہ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٧)

میں کہتا ہوں: یہ بھی غلط ہے' امام ابن ابی حاتم نے بھی اس کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ١٠ ص ٣١٩٢' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

٤٣ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّاO اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّاO قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًاO اِلٰى قَوْلِهٖ. لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّاO﴾ (مریم:٢-٧)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ) ذکر (ہے) آپ کے رب کی رحمت کا اس کے بندے زکریا پرO جب انہوں نے اپنے رب کو پست آواز سے پکاراO عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور سر بڑھاپے سے (شعلہ کی طرح) بھڑک اُٹھاO اس کے بعد یہاں تک پڑھیں: ہم نے اس سے پہلے ان کا کوئی ہم نام نہیں بنایاO (مریم:٧-٢)

سورۂ مریم کی باقی ماندہ آیات کا ترجمہ

(زکریا نے اپنی دعا میں کہا:) اور اے میرے رب! میں تجھے پکار کر (کبھی) ناکام نہیں رہاO اور بے شک مجھے اپنے بعد اپنے رشتہ داروں کا خوف ہے' اور میری بیوی بانجھ ہے' سو تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطاء فرما دےO جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب! اس کو پسندیدہ (وارث) بناO اے زکریا! بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوش خبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس سے پہلا اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایاO (مریم:٧-٣)

حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت زکریا علیہ السلام کا نام ہے: زکریا بن آدن بن مسلم بن صدوق بن نخشان بن داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیق بن ناخور بن شلوم بن بہفا شاط بن اسا بن افیا بن رحیم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔ یہ نسب علامہ ثعلبی نے ذکر کیا ہے اور امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے: زکریا بن برخیا اور زکریا بن دان بھی کہا جاتا ہے اور زکریا بن آدن بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔

(صحیح مسلم:٦٠٧٩ ٤٣' سنن ابن ماجہ:٢١٥٠)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اوران کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام ہیں' یہ لفظ حیات سے ماخوذ ہے' علامہ زمخشری نے کہا کہ لفظ یحییٰ عجمی ہے' اور یہ معرفہ اور عجمہ ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے جیسے لفظ موسیٰ اور لفظ عیسیٰ ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ ان کا نام یحییٰ کس وجہ سے ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیونکہ ان کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کی ماں کا بانجھ پن دور فرما دیا' قتادہ نے کہا: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو ایمان اور نبوت کے ساتھ زندہ رکھا اور لفظ یحییٰ' حیات سے ماخوذ ہے' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ زندہ رکھا' حتیٰ کہ انہوں نے کوئی معصیت کی نہ معصیت کے متعلق دل میں سوچا' حضرت یحییٰ کی ماں کا نام اشیاع بنت فاقوذا ہے اور وہ حنہ کی بہن ہیں جو حضرت مریم کی ماں ہیں۔ امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت زکریا اور ان کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہما السلام ان انبیاء میں سے ہیں جن کو بنو اسرائیل میں سے سب سے آخر میں مبعوث کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩-٢٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ عینی نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ لفظ زکریا کو دو طرح پڑھنا جائز ہے' زکریاء اور زکریا' یعنی الف ممدودہ اور الف مقصورہ دونوں کے ساتھ' قرآن مجید میں زکریا ہے اور صحیح مسلم کی حدیث میں زکریاء ہے' دار الفکر کی مطبوعہ صحیح بخاری میں زکریاء ہے

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ. مِثْلًا. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''مِثْلًا''۔

یعنی مریم: ٧ میں جو ''سمیا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: یحییٰ کی مثل نام۔

يُقَالُ ﴿رَضِيًّا﴾ مَرْضِيًّا. کہا جاتا ہے: ''رضیا مرضیا'' یعنی پسندیدہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا O (مریم:٦) اور اے میرے رب! اس کو پسندیدہ (وارث) بناO

﴿عِتِيًّا﴾ (مریم:٨) **﴿عُصِيًّا﴾** (مریم:١٤) **عَتَا يَعْتُوْا.** ''عتیًا'' کا معنی ہے: ''عصیًا'' یہ ''عتا یعتو'' سے ماخوذ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا O (مریم:٨) اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حد کو پہنچ گیا ہوںO

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ ''عتیًا'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ لفظ ''عتا یعتو عتوا'' بھی ہے اور ''عسٰی یعسو عاسٍ'' بھی ہے اور اس کا معنی ہے: ہر وہ شخص جو بڑھاپے' فساد یا کفر میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہو' اس کو ''عاتٍ'' اور ''عاسٍ'' کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے تمام معمولاتِ نبویہ کو جان لیا' سوا اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں میں کون سی سورت کی قراءت کرتے تھے اور یہ کہ آپ ''قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا'' پڑھتے تھے یا ''عسيًّا'' پڑھتے تھے۔

(جامع البیان جز ١٨ ص ٦٤' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

سنن ابوداؤد: ٨٠٩' المستدرک ج ٢ ص ٣٤٤' مجمع الزوائد ج ٧ ص ١٥٥' مسند احمد ج ١ ص ٢٤٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٤٦۔ ج ٤ ص ١١٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت۔

شعیب الارنؤوط نے تحقیق کی ہے کہ اس حدیث کی اسناد امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(حاشیہ مسند احمد ج ٤ ص ١١٢، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلَامٌ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ ﴿ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا﴾ وَیُقَالُ صَحِیْحًا.

(زکریا نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کہاں سے ہوگا۔ اس کو یہاں تک پڑھیں: تم تین رات (دن) تندرست ہونے کے باوجود لوگوں سے کلام نہ کر سکو گے۔ (مریم: ١٠-٨) اور صحیح بھی کہا جاتا ہے یعنی تندرست۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے پوری آیتیں ذکر نہیں کیں، ہم پوری آیات ذکر کر کے ان کا ترجمہ لکھ رہے ہیں:

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا ○ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَیْئًا ○ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ○ (مریم: ١٠-٨)

(زکریا نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا ہوں ○ فرمایا: اسی طرح ہوگا، آپ کے رب نے فرمایا: وہ میرے لیے آسان ہے اور اس سے پہلے میں نے تمہیں پیدا کیا تھا، اس وقت تم کچھ بھی نہ تھے ○ (زکریا نے) کہا: اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما دے، فرمایا: تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین رات (دن) تندرست ہونے کے باوجود لوگوں سے کلام نہ کر سکو گے ○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے ''عتیاً'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت زکریا کی عمر ستر اور چند سال تھی۔ (١٧٧١١)

ابن زید نے کہا: وہ اولاد سے مایوس ہو چکے تھے۔ (١٧٧١٢)

امام طبری نے ''كذالك'' کی تفسیر میں لکھا: آپ بوڑھے ہیں اور آپ کی بیوی بانجھ ہے، اس حال میں آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہونا اس سے زیادہ حیرت انگیز تو نہیں ہے کہ جب آپ کچھ بھی نہ تھے تو میں نے آپ کو پیدا کر دیا تھا۔

حضرت زکریا تندرست ہونے کے باوجود تین دن تک لوگوں سے بات نہ کر سکے، اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا: بغیر کسی مرض کے ان کی زبان بند ہو گئی تھی۔ (١٧٧١٦)

مجاہد نے کہا: ان کو باتیں کرنے سے کوئی مرض مانع نہیں تھا۔ (١٧٧١٧)

قتادہ نے کہا: وہ بغیر کسی خوف اور گونگے پن کے باتیں نہیں کر سکتے تھے، ان پر یہ عتاب اس لیے کیا گیا کہ جب انہوں نے بالمشافہ فرشتوں کو دیکھ لیا تھا تو پھر انہیں مزید کسی علامت کا سوال نہیں کرنا چاہیے تھا، انہیں جب کوئی ضروری بات کرنی ہوتی تو وہ اشاروں سے بات کرتے تھے۔ (جامع البیان جز ١٨ ص ٦٦، دارالفکر بیروت، ١٤١٥ھ)

﴿فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا ○ (مریم: ١١)﴾ فَاَوْحٰی فَاَشَارَ.

سو وہ اپنے لوگوں کے سامنے (عبادت کے) حجرہ سے باہر آئے، پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ صبح اور شام (اللہ کی) تسبیح کرتے رہو ○ (مریم: ١١) ''فاوحٰی'' کا معنی ہے: اشارہ کیا۔

محراب کے پیچھے لوگ حضرت زکریا کا انتظار کر رہے تھے کہ ابھی وہ ان کے لیے دروازہ کھولیں گے اور لوگ ان کے ساتھ نماز

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پڑھیں گے کہ اچانک ان کے پاس حضرت زکریا تشریف لائے' ان کا رنگ متغیر ہو رہا تھا تو لوگوں کو تعجب ہوا' انہوں نے کہا: اے زکریا! کیا ہوا ہے؟ تو حضرت زکریا نے اپنے ہاتھ سے اور سر سے اشارہ کیا کہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو' یہ اس صبح کا واقعہ ہے جس رات ان کی بیوی حاملہ ہوئی تھی۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۲۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

﴿يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ (مریم:۱۲۔۱۵) اے یحییٰ! پوری قوت کے ساتھ کتاب تھام لو' اس کو یہاں تک پڑھیں: جس دن وہ زندہ اُٹھائے جائیں۔ (مریم:۱۵۔۱۲)

امام بخاری نے اس تعلیق میں جن آیات کا ذکر نہیں کیا' وہ درج ذیل ہیں:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝ (مریم:۱۵۔۱۲)

اے یحییٰ! پوری قوت کے ساتھ کتاب تھام لو' اور ہم نے انہیں بچپن ہی میں نبوت دی ۝ اور اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطاء فرمائی اور وہ نہایت متقی تھے ۝ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش اور نافرمانی کرنے والے نہ تھے ۝ اور یحییٰ پر سلامتی ہے! ان کی پیدائش کے دن اور ان کی وفات کے دن' اور جس دن وہ زندہ اُٹھائے جائیں ۝

ان تین اوقات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام پر سلام بھیجنے کی تخصیص کی گئی کیونکہ یہ تین اوقات بہت مشکل اور سخت اوقات ہیں۔

﴿حَفِيًّا﴾ (مریم:٤٧) لَطِيْفًا. ''حفیًا'' کا معنی ہے: لطیف۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝ (مریم:۴۷)

(ابراہیم نے آزر سے) کہا: تجھے سلام! عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا' بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے ۝

تاہم جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔

﴿عَاقِرًا﴾ (مریم:۵). اَلذَّكَرُ وَالْاُنْثٰى سَوَاءٌ. ''عاقرًا'' کا معنی ہے: بانجھ' خواہ وہ مرد ہو یا عورت' اس میں برابر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے مریم:۵' اور مریم:۸ کی طرف اشارہ کیا ہے' جس مرد سے اولاد نہ ہو اس کو بھی عاقر کہا جاتا ہے اور جس عورت سے اولاد نہ ہو اس کو بھی عاقر کہا جاتا ہے۔

۳٤۳۰ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةٍ اُسْرِيَ بِهٖ ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا خَلَصْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شبِ معراج کے متعلق یہ حدیث بیان کی کہ پھر آپ دوسرے آسمان پر چڑھے' پھر حضرت جبریل نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَإِذَا يَحْيٰى وَعِيسٰى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَعِيسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ.

دروازہ کھلوایا' پس کہا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' کہا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پس جب میں دوسرے آسمان پر پہنچ گیا تو وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے اور وہ دونوں (آپس میں) خالہ زاد تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں' آپ ان دونوں کو سلام کیجئے' پس میں نے سلام کیا' سو ان دونوں نے جواب دیا' پھر ان دونوں نے کہا. نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری. ۳۲۰۷ میں گزر چکی ہے۔

٤٤ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا۝﴾ (مریم:١٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جگہ میں چلی گئیں۝ (مریم:١٦)

اس باب میں اس آیت کی تفسیر بیان کی جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: مجھے سب سے زیادہ اس کا علم ہے کہ نصاریٰ نے مشرق کو قبلہ کیوں بنایا ہے' کیونکہ حضرت مریم گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جگہ چلی گئی تھیں' پس انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی جگہ کو قبلہ بنا لیا۔ (١٧٧٦٠)

سدّی نے کہا ہے کہ جب حضرت مریم کو حیض آ گیا تو وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر محراب کی مشرقی جانب چلی گئیں۔

(جامع البیان جز ١٦ ص ٧٥۔ ٧٤' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ﴾ (آل عمران:٤٥)

جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ تجھے ایک کلمہ کی خوش خبری دیتا ہے۔ (آل عمران:٤٥)

یہ آیت درج ذیل آیت سے بدل ہے:

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۝ (آل عمران:٤٢)

اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا اور تجھے خوب پاک کیا اور تجھے تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت دی۝

آل عمران: ٤٥ میں فرمایا ہے: "بکلمة منه" یعنی تجھے ایسے بیٹے کی بشارت دیتا ہے جس کا وجود اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کن" سے ہوگا اور وہ دنیا میں المسیح عیسیٰ ابن مریم کے نام سے مشہور ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام جہانوں کی عورتوں میں چار عورتیں سب سے افضل ہیں: مریم بنت عمران' آسیہ بنت مزاحم' خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (سنن ترمذی: ٣٨٧٨' مسند احمد ج ٣ ص ١٣٥' مصنف عبدالرزاق: ٢٠٩١٩' مسند ابویعلیٰ: ٣٠٣٩' صحیح ابن حبان: ٦٩٥١' المستدرک ج ٣ ص ١٥٧' حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٣٤٤' شرح السنۃ ج ٧ ص ٢٣٠)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰہِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ. ﴾اِلٰی قَوْلِہٖ﴿یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍO﴾ (آل عمران:۳۳۔۳۷)

بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو (ان کے زمانہ کے) سارے جہان (والوں) پرO (آل عمران: ۳۳) اس آیت کو یہاں تک پڑھیں: بے شک اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہےO

اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو فضیلت دی ہے' کیونکہ ان کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور اپنے فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور ان کو تمام چیزوں کے ناموں کا علم دیا اور ان کو اپنی جنت میں رکھا' اور حضرت نوح علیہ السلام کو یہ فضیلت دی کہ جب زمین پر لوگوں نے بتوں کی عبادت کی تو ان کو مخلوق کی ہدایت کے لیے پہلا تشریعی رسول بنا کر بھیجا اور آلِ ابراہیم کو فضیلت دی' ان ہی میں سے سیّد البشر اور خاتم الانبیاء سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آل عمران کو فضیلت دی' ان ہی میں سے حضرت عمران ہیں جو حضرت مریم اُمِ عیسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّاٰلُ عِمْرَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ عِمْرَانَ وَاٰلِ یٰسِیْنَ وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ﴿اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ﴾ (آل عمران:٦٨) وَھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آل عمران' آلِ ابراہیم میں سے مؤمنین ہیں اور آلِ عمران اور آلِ یاسین اور آلِ (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک تمام لوگوں میں ابراہیم سے قریب تر وہی لوگ تھے جنھوں نے ان کی پیروی کی۔ (آل عمران:٦٨) اور وہی مؤمن ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کے الفاظ ہر چند کہ عام ہیں مگر اس سے مخصوص لوگ مراد ہیں' یعنی جو ان کی آل میں مؤمن ہیں' جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے' اور آلِ یاسین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے: بے شک الیاس رسولوں میں سے ہیں' اور ایک قول ہے: اس سے حضرت ادریس علیہ السلام مراد ہیں' نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ابراہیم سے قریب تر وہی لوگ تھے جنھوں نے ان کی پیروی کی۔ (آل عمران:٦٨) اور وہ مؤمنین ہیں' یعنی جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی نہیں کی' ان کا ان کی آل میں شمار نہیں ہوگا' خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند کہ آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کے لفظ عام ہیں مگر ان سے مراد مخصوص ہے یعنی مؤمنین۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَیُقَالُ اٰلُ یَعْقُوْبَ اَھْلُ یَعْقُوْبَ فَاِذَا صَغَّرُوْا اٰلَ ثُمَّ رَدُّوْہُ اِلَی الْاَصْلِ قَالُوْا اُھَیْلٌ.

اور اہل یعقوب کو آلِ یعقوب کہا جاتا ہے' پس جب وہ آل کی تصغیر کرتے ہیں تو اس کو اصل کی طرف لوٹاتے ہیں' وہ کہتے ہیں: "اھیل"۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس طرح اشارہ کیا ہے کہ آل کی اصل اہل ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ آل کی تصغیر بناتے ہیں تو "اھیل" کہتے ہیں' کیونکہ تصغیر میں الفاظ کو ان کی اصل کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔

٣٤٣١- حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ قَالَ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِّنْ مَّسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ ﴿وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِO﴾ (آل عمران:٣٦).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر بنو آدم جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے انگلی چھوتا ہے تو وہ شیطان کے (انگلی چھونے سے) چیخ مار کر روتا ہے سوا مریم اور ان کے بیٹے کے۔ پھر حضرت ابوہریرہ نے یہ آیت پڑھی: (عمران کی بیوی نے دعا کی:) میں مریم کو اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں!O (آل عمران:٣٦)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٢٨٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِينَO يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَO ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَO﴾ (آل عمران:٤٢-٤٤)

اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تم کو منتخب کر لیا اور تمہیں پاک کر دیا اور تمہیں تمام جہانوں کی عورتوں پر برگزیدگی دیO اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کروO یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں' اور آپ (اس وقت) ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی) کے لیے اپنے قلموں کو ڈال رہے تھے کہ ان میں کون مریم کی کفالت کرے گا؟ اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھےO (آل عمران: ٤٢-٤٤)

امام بخاری نے اس تعلیق میں آل عمران: ٤٥-٤٧ کے جس حصہ کو ذکر نہیں کیا' ہم اس کو ذکر کر کے اس کا ترجمہ کر رہے ہیں:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَO وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِينَO قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُO (آل عمران: ٤٥-٤٧)

دنیا اور آخرت میں عزت والا' اور اللہ کے مقربین میں سے ہےO اور وہ لوگوں سے یکساں کلام کرے گا گہوارے میں اور پختہ عمر میں اور نیکوں میں سے ہو گاO مریم نے کہا: اے میرے رب! میرے بچہ کیسے ہو گا؟ مجھے تو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں' فرمایا: اللہ یونہی پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے' جب کسی امر کا حکم فرمائے تو فرماتا ہے کہ "ہو جا" سو وہ فوراً ہو جاتا ہےO

يُقَالُ يَكْفُلُ. يَضُمُّ. كَفَلَهَا. ضَمَّهَا. مُخَفَّفَةٌ لَيْسَ مِنْ كَفَالَةِ الدُّيُونِ وَشِبْهِهَا.

کہا جاتا ہے کہ "یکفل" کا معنی ہے: ملاتا ہے "کفلها" کا معنی ہے: اس کو ملایا' اس پر تشدید نہیں ہے۔ یہ قرضہ جات کی کفالت اور اس کے مشابہ چیزوں سے نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں بعض مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٤٣٢- حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَیْرُ نِسَاءِ هَا مَرْیَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَیْرُ نِسَائِهَا خَدِیْجَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا. [طرف الحدیث:٣٨١٥]

(صحیح مسلم:٢٤٣٠، الرقم المسلسل:٦١٦٥، سنن ترمذی:٣٩٠٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن جعفر سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں اور تمام عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن ابی رجاء ان کا نام عبداللہ بن ایوب ابوالولید الحنفی الھروی ہے (٢) النضر بن شمیل (٣) ہشام بن عروہ (٤) ان کے والد عروۃ بن الزبیر بن العوام (٥) عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب (٦) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں تمام عورتوں سے افضل کیسے ہو سکتی ہیں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ تمام عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں اس کا محمل یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں میں سب سے افضل ہیں قاضی عیاض نے کہا: وہ روئے زمین کی تمام عورتوں سے افضل ہیں علامہ کرمانی نے کہا: وہ بنواسرائیل کی تمام عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔

نیز اس حدیث میں ہے: تمام عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ ہیں اس کا محمل یہ ہے کہ وہ عرب کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں یا اس امت کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی ہیں۔ (یہ حدیث المستدرک ج ٣ ص ١٨٥۔١٦٠ میں مذکور ہے)

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

دراصل اس حدیث میں حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں کے متعلق ذکر ہے کہ وہ تمام عورتوں میں سب سے افضل ہیں اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سب سے افضل تو ایک ہی ہو گی دو تو سب سے افضل نہیں ہو سکتیں اس لیے علامہ عینی نے حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں کے افضل ہونے کے الگ الگ محمل بیان کیے کہ وہ اپنے اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں یا ایک بنی اسرائیل کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں اور دوسری ہماری اُمت کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔

٤٦- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ. ﴿فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۝﴾

جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک (خاص) کلمہ کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے (اس آیت تک) تو اسے فرماتا ہے: ''ہو جا'' اور وہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(آل عمران:٤٥_٤٧)

فوراً ہو جاتی ہے O (آل عمران: ٤٧-٤٥)

﴿يُبَشِّرُكِ﴾ وَيَبْشُرُكِ وَاحِدٌ ﴿وَجِيهًا﴾ شَرِيفًا وَّقَالَ اِبْرَاهِيمُ ﴿اَلْمَسِيحُ﴾ اَلصِّدِّيقُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْكَهْلُ. اَلْحَلِيمُ ﴿وَالْاَكْمَهُ﴾ مَنْ يُّبْصِرُ بِالنَّهَارِ وَلَا يُبْصِرُ بِاللَّيْلِ. وَقَالَ غَيْرُهُ مَنْ يُّوْلَدُ اَعْمٰى.

"يُبَشِّرك" اور "يَبشرك" دونوں کا معنی ایک ہے "وجیھا" کا معنی ہے معزز اور ابراہیم نے کہا: (المسیح) کا معنی ہے صدیق اور مجاہد نے کہا: (الکھل) کا معنی ہے بردبار (الاکمه) کا معنی ہے جو دن میں دیکھتا ہو اور رات کو نہ دیکھتا ہو اور دوسروں نے کہا: جو شخص پیدائشی اندھا ہو۔

٣٤٣٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِوبْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ اٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ انہوں نے کہا: میں نے مرہ الہمدانی سے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے مردوں میں تو بہت کامل ہوئے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کامل ہوئی ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٤١١ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٣٤ - وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ اَحْنَاهُ عَلٰى طِفْلٍ وَّاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَلٰى اِثْرِ ذٰلِكَ وَلَمْ تَرْكَبْ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ بَعِيْرًا قَطُّ تَابَعَهُ ابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ وَاِسْحٰقُ الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

اور ابن وہب نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قریش کی عورتیں ان سب عورتوں سے بہتر ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں بچے پر بہت شفیق ہوتی ہیں اور خاوند کے پاس جو مال ہوتا ہے اس کی بہت حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اس کے بعد حضرت ابوہریرہ نے یہ کہا کہ مریم بنت عمران کبھی کسی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ یونس نے زہری کے بھتیجے اور اسحاق کلبی کی متابعت کی ہے از الزہری۔

[اطراف الحدیث: ٥٠٨٢_٥٣٦٥] (صحیح مسلم: ٢٥٢٧، الرقم المسلسل: ٦٣٥١، مصنف عبدالرزاق: ٢٠٦٠٣، صحیح ابن حبان: ٦٢٦٨، السنن الکبریٰ: ٩٦٣٤، مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٩ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٦٥٠_ ج ١٣ ص ٨٨، موسسة الرسالة بیروت)

اس حدیث میں مذکور بعض الفاظ کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: "احناه على طفل" یعنی بچہ پر بہت شفیق اور مہربان ہے قیاس کا تقاضا "احناھن" ہے لیکن عرب

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایسی مثالوں میں صرف مفرد کو استعمال کرتے ہیں' اسی طرح ''ارعاہ'' ہے جو کہ ''ارعاھن'' ہونا چاہیے تھا۔

''فی ذات یدہ'' کا معنی ہے: شوہر کا مال۔

مریم بنت عمران کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں' کیونکہ اونٹوں پر سوار ہونا عربوں کا خاصہ ہے۔

٤٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۝﴾ (النساء: ١٧١)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو' اور اللہ کے متعلق صرف سچ بات کہو' مسیح ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں' جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا' اور اس کی (طرف سے) روح ہیں' سو تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (یہ) نہ کہو کہ تین معبود ہیں' (ایسی بات کہنے سے) باز رہو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے بے شک اللہ صرف اکیلا مستحق عبادت ہے' وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو' آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ صرف اسی کی ملکیت ہے اور اللہ کافی کارساز ہے۝ (النساء: ١٧١)

اس باب میں اس آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ٣٣٣ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے دین میں غلو نہ کرو' یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات نہ کہو جو اس کی شان کے لائق نہ ہو اور (بلا ضرورت) دین کی گہرائی میں نہ جاؤ اور جو بات جائز نہ ہو اور اس کی شان کے مناسب نہ ہو' وہ نہ کہو۔

نیز فرمایا: اور اللہ کے متعلق صرف سچ بات کہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ نہ کہو کہ اس کا بیٹا ہے اور اس کی بیوی ہے اور نہ یہ کہو کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔

نیز فرمایا: مسیح ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نصاریٰ کے ان کے متعلق تین فرقے ہو گئے' بعض نے کہا: وہ مستحق عبادت ہیں' اور بعض نے کہا: وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور بعض نے کہا: وہ تین میں سے تیسرے ہیں' یعنی رب' مسیح اور ان کی ماں میں سے ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی اور فرمایا: وہ مریم کے بیٹے ہیں' اور یہ بتایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اگر حضرت عیسیٰ خدا ہوتے تو ان کی ماں بہ درجہ اولیٰ خدا ہوتیں کیونکہ وہ ان سے پہلے تھیں۔

نیز فرمایا: وہ اللہ کا کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔

کلمہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کن'' (ہو جا!) سو وہ ہو گئے' اور تمام مخلوق اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثل ہے'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیونکہ اس نے سب کے لیے فرمایا: ''کن'' سو وہ سب ہو گئے' تو اللہ کا کلمہ ہونے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو کلمۃ اللہ فرمایا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف ایک کلمہ ڈالا تھا اور ہم نہیں جانتے کہ وہ کون سا کلمہ تھا اور اسی کلمہ سے حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا گیا' جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا تو ان کی نسبت مٹی کی طرف کر دی اور حضرت حوّاء کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا فرمایا تو ان کی نسبت حضرت آدم کی پسلی کی طرف کر دی اور تمام مخلوق کو نطفہ سے پیدا کیا تو ان کی نسبت نطفہ کی طرف کر دی' اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کلمہ سے پیدا فرمایا جس کو حضرت مریم کی طرف ڈالا تھا تو ان کی نسبت اس کلمہ کی طرف کر دی اور ان کو کلمۃ اللہ فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس میں خصوصیت یہ ہے کہ باقی مخلوق کی تخلیق میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال میں تغیر ہوتا ہے' یعنی وہ پہلے نطفہ ہوتا ہے' پھر جما ہوا خون ہوتا ہے' پھر گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے' پھر اس کو ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں' پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ انتقالات اور تغیرات نہیں تھے' وہ دفعۃً صرف اس کلمہ سے پیدا ہوئے اور یہ ان کی خصوصیت ہے۔
نیز فرمایا: اور وہ اس کی طرف سے روح ہیں۔ ان کو روح اس لیے فرمایا کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں جس طرح قرآن کو بھی روح فرمایا ہے۔ (الشوریٰ: ۵۲) کیونکہ وہ دلوں کو زندہ کرتا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ روح سے مراد رسول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ روح سے مراد اللہ کا امر ہے۔
نیز فرمایا: اور یہ نہ کہو کہ تین معبود ہیں (الیٰ قولہ) بے شک اللہ اکیلا مستحقِ عبادت ہے' وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔
اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس سے منزہ کیا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو' کیونکہ چار وجوہ سے بیٹے کی ضرورت ہوتی ہے: کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے' یا تنہائی میں گھبراہٹ کو دور کرنے کے لیے یا دشمن کے غلبہ کے خوف سے یا اپنی موت کے بعد اس کو اپنا وارث بنانے کے لیے اور ان میں سے کوئی ضرورت اللہ تعالیٰ کو پیش نہیں آئی' اس لیے وہ اپنا بیٹا بنانے سے مستغنی ہے۔
(تاویلات اہل السنۃ ج ۳ ص ۴۲۷۔ ۴۲۴ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

قَالَ اَبُوْ عُبَيْدٍ ﴿كَلِمَتُهٗ﴾ كُنْ فَكَانَ.
ابو عبید نے کہا: وہ اس کا کلمہ ''کن'' (ہو جا!) ہیں' سو وہ ہو گئے۔

اسی کی مثل امام عبد الرزاق نے معمر سے روایت کی ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿وَرُوْحٌ مِّنْهُ﴾ اَحْيَاهُ فَجَعَلَهٗ رُوْحًا.
اور دوسروں نے کہا: ''روح منه'' کا معنی ہے: اللہ نے ان کو زندہ کیا' پھر ان کو روح بنا دیا۔

اور مجاہد نے کہا کہ ''روح منه'' کا معنی ہے: ''رسول منه'' اور دوسرا قول ہے: ''محبة منه'' یعنی وہ اللہ کی طرف سے رسول ہیں یا اللہ کی طرف سے محبت ہیں۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ﴾.
اور یہ نہ کہو کہ وہ تین ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ اور ان کی ماں کے متعلق یہ نہ کہو کہ وہ تین خدا ہیں بلکہ اللہ صرف واحد ہے اور مستحق عبادت ہے' وہ اولاد اور بیوی سے منزہ ہے اور حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ دونوں اس کی مخلوق ہیں۔

٣٤٣٥- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ ابْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنِ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْاَوْزَاعِيّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ اَبِي اُمَيَّةَ عَنْ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مِنَ الْعَمَلِ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی از الاوزاعی انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن ھانی ء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے جنادہ بن ابی اُمیہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: جس نے یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک محمد اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور جنت حق ہے تو اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا خواہ اس کا جو بھی عمل ہو۔

قَالَ الْوَلِيْدُ حَدَّثَنِي ابْنُ جَابِرٍ عَنْ عُمَيْرٍ عَنْ جُنَادَةَ وَزَادَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ اَيُّهَا شَاءَ.

(صحیح مسلم:۲۸، الرقم المسلسل:۴۷)

الولید نے کہا: مجھے ابن جابر نے حدیث بیان کی از عمیر از جنادہ اور انہوں نے یہ اضافہ کیا کہ وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے گا' چلا جائے گا۔

عیسائیوں کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کا جز ہیں۔۔۔۔۔ اور ''روح منہ'' اور ''کلمۃ اللہ'' کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ گمراہی پر مبنی ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تمام ضروری عقائد کا بیان ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ انسان ان عقائد کی وجہ سے تمام انواع کفر سے نکل جاتا ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بندہ ہونے کے بعد ان کے رسول ہونے کا بھی ذکر فرمایا' کیونکہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا ہے: ''وروح منه'' اس سے عیسائی یہ ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا جز ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ. (الجاثیہ:۱۳)

اور اس نے تمہارے کام میں لگا دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' سب کو اپنی طرف سے۔

پس جس طرح آسمانوں اور زمینوں کے ساتھ ''جميعا منه'' فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمان اور زمین ''وما فيهما'' اللہ تعالیٰ کا جز ہوں' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ''وروح منه'' فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا جز ہوں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے موجود ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا اور وہ اس کی طرف سے روح ہیں' یعنی اس کی قدرت اور حکمت سے موجود ہیں۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: وہ اللہ کا کلمہ ہیں' اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ بندوں پر اللہ کی حجت ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور ان کو اس وقت بولنے والا بنایا جس وقت میں بچے بولتے نہیں ہیں اور ان کے ہاتھ پر مُردوں کو زندہ کیا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے کلمہ کن سے پیدا کیا' اس لیے ان کو ''کلمۃ اللّٰہ'' فرمایا اور جس طرح کہا جاتا ہے: اللہ کی تلوار اور اللہ کا شیر' اس طرح ان کو اللہ کا کلمہ کہا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ انہوں نے پیدا ہوتے ہی کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں' اس لیے ان کو ''کلمۃ اللّٰہ'' کہا گیا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۰۹' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٨ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا﴾ (مریم:١٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر (مشرقی جگہ میں چلی گئیں) (مریم:١٦)

اس باب میں حضرت مریم کے احوال بیان کیے گئے ہیں' امام بخاری نے یہاں جو عنوان قائم کیا ہے' باب: ۴۵ میں بھی یہی عنوان تھا۔

﴿نَبَذْنَاهُ﴾ أَلْقَيْنَاهُ اِعْتَزَلَتْ ﴿شَرْقِيًّا﴾ (مریم: ١٦) مِمَّا يَلِي الشَّرْقَ.

''نبذناہ'' کا معنی ہے: ہم نے ان کو ڈال دیا' وہ مشرقی جانب نکل گئیں' یعنی اس جانب جو مشرق کے قریب ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں ''نبذناہ'' کا معنی بیان کیا ہے' یہ لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ○ (الصّٰفّٰت:١٤٥)

سو ہم نے انہیں کھلے میدان میں ڈال دیا' اس وقت وہ بیمار تھے ○

''نبذناہ'' کا معنی بیان کرنے کی یہاں کوئی وجہ نہیں ہے' کیونکہ اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے جو آیت ذکر کی ہے' اس میں ''نبذناہ'' کا لفظ نہیں ہے' بلکہ اس میں ''انتبذت'' کا لفظ ہے اور ''انتبذت'' کا معنی وہ نہیں ہے جو ''نبذناہ'' کا معنی ہے۔ ''انتبذت'' کا معنی وہ ہے جس کا امام بخاری نے اس طرح ذکر کیا: وہ مشرقی جانب نکل گئیں' یعنی ان کے گھر سے مشرق کی جانب جو جگہ تھی وہ وہاں چلی گئیں تاکہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔

﴿فَأَجَآءَهَا﴾ (مریم:٢٣) أَفْعَلْتُ مِنْ جِئْتُ يُقَالُ أَلْجَأَهَا اِضْطَرَّهَا.

''فاجاء ها'' یہ ''جئت'' کے مادہ سے باب افعال کا صیغہ ہے' ''الجأ ھا'' کا معنی ہے: ان کو مجبور اور لاچار کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَأَجَآءَهَا الْمَخَاضُ إِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ. (مریم:٢٣)

پھر انہیں دردِ زہ کھجور کے ایک درخت کی طرف لے آیا۔

امام بخاری نے جو کہا ہے: ''افعلت من جئت'' اس عبارت سے یہ لفظ بنایا ہے' لفظ ''اجاء'' مزید فیہ ہے کیونکہ ''جاء'' جو مجرد ہے وہ لازم ہے' اس کا معنی ہے: آیا' اور ''اجاء'' مزید فیہ ہے اور یہ متعدی ہے' اس کا معنی ہے: لے آیا' اور ''الجأ'' کا معنی ہے: اس کو مجبور اور لاچار کر دیا۔

﴿تُسَاقِطْ﴾ (مریم:٢٥). تَسْقُطْ.

''تساقط'' کا معنی ''تسقط'' یعنی گریں گی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَهُزِّيٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا O (مریم:٢٥) اور کھجور کا تنا اپنی طرف ہلاؤ' وہ تم پر تروتازہ پکی کھجوریں گرائے گا O

حمزہ نے تاء کی زبر اور سین کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے' اور حفص نے از عاصم تاء کے پیش اور قاف کی زیر سے پڑھا ہے' ہماری بھی یہی قراءت ہے اور ''رطبًا'' کا معنی ہے: تروتازہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

﴿قَصِيًّا﴾ (مریم:٢٢) قَاصِيًا. ''قصيًّا'' کا معنی ہے: ''قاصيًا'' یعنی دور دراز۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا O (مریم:٢٢) سو مریم نے اسے پیٹ میں رکھ لیا' پھر اس کو لیے ہوئے ایک دور کے مقام پر چلی گئیں O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: وہ اس حمل کے ساتھ دور دراز مقام پر چلی گئیں۔

(جامع البیان جز ١٦ ص ٨٠' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

﴿فَرِيًّا﴾ (مریم:٢٧) عَظِيمًا. ''فريًّا'' کا معنی ہے: عظیم' یعنی سنگین کام۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا O (مریم:٢٧) ان کی قوم کے لوگوں نے کہا: اے مریم! تم نے یقیناً بہت سنگین کام کیا ہے O

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:

جب قوم نے حضرت مریم کو دیکھا اور ان کے ساتھ ان کے نوزائیدہ بیٹے کو دیکھا تو انہوں نے کہا: اے مریم! تم بہت عجیب چیز لائی ہو اور تم نے بہت سنگین کام کیا ہے۔ (جامع البیان جز ١٦ ص ٩٦' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿نِسْيًا﴾ (مریم:٢٣) لَمْ أَكُنْ شَيْئًا. وَقَالَ غَيْرُهُ النِّسْيُ الْحَقِيرُ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''نسيًا'' کا معنی ہے: میں کچھ بھی نہ ہوتی' اور دوسروں نے کہا: ''النسیء'' کا معنی ہے: حقیر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا O (مریم:٢٣) مریم نے کہا: کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھولی بسری ہو جاتی O

قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا: میں ایسی چیز ہو جاتی کہ جس کو نہ کوئی پہچانتا اور نہ اس کا ذکر کرتا۔

(جامع البیان جز ١٦ ص ٨٤' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

قَالَ أَبُوْ وَائِلٍ عَلِمَتْ مَرْيَمُ أَنَّ التَّقِيَّ ذُوْ نُهْيَةٍ حِيْنَ قَالَتْ ﴿إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا﴾ (مریم:١٨). ابووائل نے کہا: حضرت مریم نے جان لیا کہ اللہ سے ڈرنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو عقل والا ہو' جب انہوں نے یہ کہا: اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّاO (مریم:١٨)

مریم نے کہا: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ لیتی ہوں (میرے قریب نہ آ) اگر تو متقی ہےO

جب اللہ کا فرشتہ انسانی پیکر میں مریم کے پاس آیا تو انہوں نے اسے مرد گمان کیا اور کہا: اے مرد! میں تجھ سے رحمان کی پناہ لیتی ہوں کہ تم مجھ سے وہ طلب کرو جس کو اللہ نے تم پر حرام کر دیا ہے اگر تم اللہ کے حرام کردہ کاموں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہو کیونکہ جو متقی ہو وہ ایسے کاموں سے اجتناب کرتا ہے۔ (جامع البیان جز ١٦ ص ٧٧۔٧٦ دارالفکر بیروت ١٤١٥ھ)

قَالَ وَكِيعٌ عَنْ اِسْرَائِيلَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ ﴿سَرِيًّا﴾ (مریم:٢٤) نَهْرٌ صَغِيرٌ بِالسُّرْيَانِيَّةِ.

وکیع نے کہا از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء کہ سریانیہ میں ''سریًا'' کا معنی چھوٹا دریا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّاO (مریم:٢٤)

(فرشتہ نے) انہیں ان کے نیچے سے پکارا کہ (اے مریم!) غمگین نہ ہو! بے شک تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک (چھوٹا) دریا جاری کر دیا ہےO

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ نے کہا: تمہارے نیچے سے مراد ہے درخت کے نیچے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت مریم کو حضرت جبریل نے نداء کی تھی اور حضرت عیسیٰ نے اس وقت تک کلام نہیں کیا تھا حتیٰ کہ وہ اپنی قوم کے پاس آئیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ''سریًا'' سے مراد نہر ہے۔ (جامع البیان جز ١٦ ص ٨٨ دارالفکر بیروت ١٤١٥ھ)

٣٤٣٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ عِيسٰى وَكَانَ فِي بَنِي اِسْرَائِيلَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ كَانَ يُصَلِّي جَاءَتْهُ اُمُّهُ فَدَعَتْهُ فَقَالَ اُجِيبُهَا اَوْ اُصَلِّي فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى تُرِيَهُ وُجُوهَ الْمُومِسَاتِ وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ فَتَعَرَّضَتْ لَهُ امْرَاَةٌ وَكَلَّمَتْهُ فَاَبٰى فَاَتَتْ رَاعِيًا فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ فَاَتَوْهُ فَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ وَاَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ فَتَوَضَّاَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ مَنْ اَبُوكَ يَا غُلَامُ قَالَ الرَّاعِي قَالُوا نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ لَا اِلَّا مِنْ طِينٍ وَكَانَتِ امْرَاَةٌ تُرْضِعُ ابْنًا لَهَا مِنْ بَنِي اِسْرَائِيلَ فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ رَاكِبٌ ذُو شَارَةٍ فَقَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: گہوارہ میں صرف تین (بچوں) نے کلام کیا ہے: حضرت عیسیٰ نے اور بنی اسرائیل میں جریج نام کا ایک شخص تھا وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں اس کے پاس آئی اور اس کو بلایا اس نے (دل میں کہا:) میں اس کے بلانے پر جاؤں یا نماز پڑھتا رہوں اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! اس کو اس وقت تک نہ مارنا حتیٰ کہ اس کو فاحشہ عورتوں کو چہرہ نہ دکھا دینا اور جریج اپنے معبد میں تھے ان کے پاس ایک عورت آئی اور ان سے بات کی (کہ اس کی خواہش پوری کریں) جریج نے انکار کر دیا وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے نفس پر قدرت دی پس اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اس عورت نے بتایا کہ یہ جریج سے ہے پھر لوگوں نے آ کر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهُ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا وَاَقْبَلَ عَلَى الرَّاكِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى ثَدْيِهَا يَمَصُّهُ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَصُّ اِصْبَعَهُ ثُمَّ مُرَّ بِاَمَةٍ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَ هٰذِهٖ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا فَقَالَتْ لِمَ ذَاكَ فَقَالَ الرَّاكِبُ جَبَّارٌ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ وَهٰذِهِ الْاَمَةُ يَقُوْلُوْنَ سَرَقْتِ زَنَيْتِ وَلَمْ تَفْعَلْ.

اس کے معبد کو توڑ دیا' اور اس کو وہاں سے نکال دیا اور اس کی مذمت کی' سو جریج نے وضوء کیا اور نماز پڑھی' پھر وہ اس لڑکے کے پاس گئے اور پوچھا: اے لڑکے! تمہارا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: وہ چرواہا ہے' تب لوگوں نے کہا: ہم آپ کا معبد سونے کا بنا دیتے ہیں' جریج نے کہا: نہیں! مٹی سے بنا دو! (تیسرے بچے کا قصہ اس طرح ہے:) بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی تو وہاں گھوڑے پر سوار ایک شخص گزرا جو عمدہ پوشاک پہنے ہوئے تھا' اس عورت نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس شخص کی مثل بنا دینا! بچہ نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور سوار کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل نہ بنانا' پھر وہ اس کے پستان سے دودھ چوسنے لگا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے کہا: گویا میں نبی ﷺ کی طرف دیکھ رہا تھا آپ اپنی انگلی چوس رہے تھے' پھر وہ بچہ ایک باندی کے پاس سے گزرا تو اس کی ماں نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی مثل نہ بنانا' بچہ نے پھر دودھ چھوڑ دیا' پس کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل بنا دینا' اس عورت نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس بچہ نے کہا: وہ سوار ظالموں میں سے ایک ظالم تھا اور اس باندی کے متعلق لوگ الزام لگاتے تھے کہ اس نے چوری کی ہے اور زنا کیا ہے' اور اس نے کچھ نہیں کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٠٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٣٧ - حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ لَقِيْتُ مُوْسٰى قَالَ فَنَعَتَهُ فَاِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهُ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّاْسِ كَاَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ قَالَ وَلَقِيْتُ عِيْسٰى فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِي الْحَمَّامَ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ وَاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ قَالَ وَاُتِيْتُ بِاِنَاءَيْنِ اَحَدُهُمَا لَبَنٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر' انہوں نے کہا: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی' اس رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا' راوی نے کہا: پھر آپ نے ان کا حلیہ بیان کیا' اس نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ مضطرب تھے' ان کے بال سیدھے تھے جیسے قبیلہ شنوءۃ کے لوگ ہوتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں نے حضرت عیسیٰ سے بھی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَالْاٰخَرُفِیْهِ خَمْرٌ فَقِیْلَ لِیْ خُذْ اَیَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقِیْلَ لِیْ هُدِیْتَ الْفِطْرَةَ اَوْ اَصَبْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْاَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ.

ملاقات کی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی حلیہ بیان کیا' آپ نے فرمایا کہ ان کا قد متوسط تھا اور وہ سرخ رنگ کے تھے جیسے وہ ابھی "دیماس" یعنی غسل خانے سے باہر آئے ہوں' اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں' آپ نے فرمایا: میرے پاس دو برتن لائے گئے' ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی' مجھ سے کہا گیا کہ آپ ان میں سے جو چاہیں لے لیں' میں نے دودھ کا برتن لے لیا اور پی لیا' مجھ سے کہا گیا کہ آپ نے فطرت کی ہدایت پالی' یا آپ نے فطرت کو پالیا' اگر آپ شراب کو لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيْلُ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ عِيْسٰى وَمُوْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ فَاَمَّا عِيْسٰى فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيْضُ الصَّدْرِ وَاَمَّا مُوْسٰى فَاٰدَمُ جَسِيْمٌ سَبْطٌ كَاَنَّهٗ مِنَ الرِّجَالِ الزُّطِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن المغیرہ نے خبر دی از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حضرت عیسیٰ' حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا' رہے حضرت عیسیٰ تو وہ سرخ رنگ کے تھے' ان کے گھنگریالے بال تھے اور چوڑا سینہ تھا' اور حضرت موسیٰ وہ گندم گوں رنگ کے جسیم شخص تھے' ان کے سیدھے بال تھے' جیسے کوئی شخص قبیلہ زط کا ہو۔

٣٤٣٩ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى عَنْ نَّافِعٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَيِ النَّاسِ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ اَلَا اِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے مسیح دجال کا ذکر کیا اور فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے لیکن مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا' گویا اس کی آنکھ اُبھرے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٤٠ - وَاَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ كَاَحْسَنِ مَا يُرٰى مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهٗ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَاْسُهٗ مَاءً وَّاضِعًا يَّدَيْهِ

(آپ نے فرمایا:) اور مجھے آج رات کعبہ کے پاس خواب میں دکھایا کہ ایک مرد گندمی رنگ کا ہے' وہ گندمی رنگ کا حسین ترین شخص ہے' اس کے سر کے بال کندھوں کے درمیان لٹکے ہوئے تھے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلٰی مَنْکِبَی رَجُلَیْنِ وَھُوَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ثُمَّ رَاَیْتُ رَجُلًا وَّرَاءَهٗ جَعْدًا قَطِطًا اَعْوَرَ عَیْنِ الْیُمْنٰی كَاَشْبَهِ مَنْ رَّاَیْتُ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا یَدَیْهِ عَلٰی مَنْکِبَی رَجُلٍ یَّطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا الْمَسِیْحُ الدَّجَّالُ تَابَعَهٗ عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ.

[اطراف الحدیث:۳۴۴۱-۵۹۰۲-۶۹۹۹-۷۰۲۶-۷۱۲۸]

اور بال سیدھے تھے' سر سے پانی ٹپک رہا تھا' وہ دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے کعبہ کا طواف کر رہے تھے' میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو فرشتوں نے کہا: یہ حضرت المسیح بن مریم علیہ السلام ہیں' پھر میں نے ان کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا' جس کے بال گھنگھریالے تھے اور اس کی دائیں آنکھ کانی تھی وہ ابن قطن کے زیادہ مشابہ تھا' وہ اپنے دونوں ہاتھ ایک آدمی کے کندھوں پر رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو فرشتوں نے کہا: یہ مسیح الدجال ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کی متابعت عبید اللہ نے کی ہے از نافع۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی اور بعض روایات میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث:۳۴۳۹ میں مذکور ہے: ''بین ظھری الناس'' اور بعض روایات میں مذکور ہے:

''بین ظھرانی الناس'' اس کا معنی ہے: آپ لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے' اس سے مراد ہے: آپ لوگوں میں ظاہراً بیٹھے ہوئے تھے' چھپ کر نہیں بیٹھے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور سنن ابن ماجہ:۴۰۷۱ میں مذکور ہے: دجال بائیں آنکھ سے کانا ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر یہ مقصد ہے کہ اس کی دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ کانی ہوگی' ایک آنکھ درست ہوگی اور دوسری آنکھ میں عیب ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ گویا اس کی آنکھ اُبھرے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔ مسند ابوداؤد الطیالسی میں حضرت اُبی بن کعب سے روایت ہے: گویا اس کی ایک آنکھ سبز شیشہ کی ہوگی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی ہوگی اور دوسری آنکھ خون آلود ہوگی' خلاصہ یہ ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں مختلف ہوں گی۔

۳۴۴۱- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّیُّ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِیْمَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِی الزُّهْرِیُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعِیْسٰی اَحْمَرُ وَلٰكِنْ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ یُهَادٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ یَنْطُفُ رَاْسُهٗ مَاءً اَوْیُهَرَاقُ رَاْسُهٗ مَاءً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا ابْنُ مَرْیَمَ فَذَهَبْتُ اَلْتَفِتُ فَاِذَا رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِیْمٌ جَعْدُ الرَّاْسِ اَعْوَرُ عَیْنِهِ الْیُمْنٰی كَاَنَّ عَیْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِیَةٌ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا الدَّجَّالُ وَاَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد المکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ نہیں فرمایا: وہ سرخ رنگ کے ہیں' لیکن یہ فرمایا تھا کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں' پس وہاں گندمی رنگ کا ایک شخص تھا جس کے سیدھے بال تھے' وہ دو آدمیوں کے کندھوں کے درمیان چل رہا تھا' اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا' یا فرمایا: اس کا سر پانی گرا رہا تھا' میں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابْنُ قَطَنٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ هَلَكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

پوچھا: یہ کون ہے؟ تو (فرشتوں نے) کہا: یہ ابن مریم ہیں' پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک سرخ رنگ کا جسیم مرد تھا' اس کے گھونگریالے بال تھے' اس کی سیدھی آنکھ کانی تھی' گویا اس کی آنکھ اُبھرا ہوا انگور تھا' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو (فرشتوں نے) کہا: یہ دجال ہے' اور لوگوں میں اس کے سب سے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے۔ الزہری نے بتایا: وہ شخص قبیلہ خزاعہ کا ایک مرد تھا جو زمانۂ جاہلیت میں ہلاک ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٤٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٤٢ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُو سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ وَالْاَنْبِيَاءُ اَوْلَادُ عَلَّاتٍ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهٗ نَبِيٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت حضرت ابن مریم کے زیادہ قریب ہوں اور انبیاء باپ شریک بھائی ہیں' میرے اور حضرت ابن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

[طرف الحدیث: ٣٤٤٣] (صحیح مسلم: ٢٣٦٥' الرقم المسلسل: ٦٠٢٤' سنن ابوداؤد: ٤٦٧٥' مصنف عبدالرزاق: ٢٣٦٥' صحیح ابن حبان: ٦١٩٤' شرح السنۃ: ٣٦١٩' مسند احمد ج ٢ ص ٣١٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٨٢٤٨۔ ج ١٣ ص ٥٤٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ہمارے نبی کے حضرت عیسیٰ سے زیادہ قریب ہونے کی توجیہ اور اس پر اعتراض کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب کی جو تخصیص فرمائی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور بعثت کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ میں اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام احمد ہے' اس لیے آپ نے فرمایا: میں تمام لوگوں کی بہ نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ آپ کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے' اس لیے آپ ان کے زیادہ قریب ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا. (آل عمران: ٦٨)

بے شک تمام لوگوں میں ابراہیم سے زیادہ قریب وہی لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور جو ایمان لائے (وہ ان کے زیادہ قریب ہیں)۔

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ کرمانی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہ طور تابع زیادہ قریب ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہ طور متبوع زیادہ قریب ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس آیت اور اس حدیث میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ آپ قوتِ اقتداء کے اعتبار سے حضرت ابراہیم کے زیادہ قریب ہیں اور زمانہ کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٦٢٠ ' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

تمام انبیاء کے باپ شریک بھائی ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: اور انبیاء باپ شریک بھائی ہیں' اور امام مسلم کی روایت میں ہے: ان کی مائیں الگ الگ ہیں' یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کے اصول اور عقائد ایک ہیں اور ان کی شریعتیں الگ الگ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے دین اور اصول واحد ہونے پر یہ آیت دلیل ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ. (الشوریٰ: ١٣)

اُسی دین کا راستہ تمہارے لیے مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس (دین) کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

اور ہر نبی کی شریعت اور فروعی احکام الگ الگ ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا. (المائدہ: ٤٨)

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ شریعت اور واضح راہِ عمل بنائی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے اور حضرت ابن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کر کے یہ کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے' لیکن یہ استدلال قوی نہیں ہے کیونکہ روایات میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان جرجیس اور خالد بن سنان تھے اور یہ دونوں نبی تھے' اس بناء پر اس حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ میرے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان شریعت مستقلہ کے ساتھ کوئی نبی نہیں ہے۔ مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ جرجیس اور خالد کے متعلق کوئی روایت ثابت نہیں ہے اور صحیح حدیث اس کو مسترد کرتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٥٠ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھلال بن علی نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن ابی عمرہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں دنیا اور آخرت میں تمام لوگوں سے زیادہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے قریب ہوں اور انبیاء علیہم السلام باپ شریک بھائی ہیں' ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۴۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٤٤ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاٰى عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَسْرِقُ فَقَالَ لَهُ سَرَقْتَ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيْسَى اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَذَّبْتُ عَيْنِي.

(صحیح مسلم: ۲۳۶۸، الرقم المسلسل: ۶۰۳۱، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۷، سنن ابوداؤد: ۲۹۴۹، شرح السنۃ: ۲۷۱۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۱۵۴۔ ج ۱۳ ص ۴۹۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اس سے فرمایا: تم نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اپنی آنکھوں کی تکذیب کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد کی توجیہ کہ میں نے اپنی آنکھوں کی تکذیب کی!

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو ارشاد ہے: تم نے چوری کی ہے۔ بہ ظاہر یہ انہوں نے یقین کے ساتھ خبر دی ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سوالیہ جملہ ہو اور وہ اس کی تحقیق کرنا چاہتے ہوں کہ اس نے چوری کی ہے یا نہیں، لیکن علامہ قرطبی کا یہ کلام صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین کے ساتھ بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

اس شخص نے قسم کھا کر کہا: میں نے ہرگز چوری نہیں کی! تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اپنی آنکھوں کی تکذیب کی! یعنی میں نے اللہ کی قسم کی تصدیق کی اور میں نے جو اس کو کوئی چیز لیتے ہوئے دیکھا تھا اس کو چوری قرار دینے کی تکذیب کی، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس نے جس مال کو لیا تھا اس میں اس کا حق ہو، یا اس مال کے مالک نے اس کو اس مال کے لینے کی اجازت دی ہو۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۵۲۔۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کی کیا توجیہ ہوگی کہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص پر چوری کا حکم لگایا، پھر اس سے رجوع فرمالیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے انہوں نے اس پر صورۃً اور ظاہراً چوری کا حکم لگایا، پھر انہوں نے اس اعتبار سے رجوع فرمایا کہ شاید وہ اس کا اپنا مال ہو یا مشترک مال ہو یا اس کے بیٹے کا مال ہو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر چوری کا حکم نہ لگایا ہو بلکہ اس سے پوچھا ہو کہ کیا تم نے چوری کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو چوری کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۳۲۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۳۴۴۵ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' وہ کہتے ہیں: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ فرما رہے تھے: میری شان میں غلو نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے حضرت ابن مریم کی شان میں غلو کیا ہے' پس میں صرف اللہ کا بندہ ہوں' پس تم کہو: اللہ کے بندے اور اس کے رسول۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۶۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''لا تطرونی'' کے الفاظ ہیں' یہ ''اطراء'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: باطل صفت کے ساتھ مدح کرنا' دوسرا قول ہے: کسی کی مدح میں حد سے تجاوز کرنا' جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق کہا: وہ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں' آپ نے فرمایا: میں صرف اللہ کا بندہ ہوں' یہ آپ کی تواضع اور انکسار ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین اور رحمۃ للعلمین فرمایا اور حدیث میں ہے: آپ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں اور قائد المرسلین ہیں۔

۳۴۴۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ حَيٍّ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ خُرَاسَانَ قَالَ لِلشَّعْبِيِّ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدَّبَ الرَّجُلُ اَمَتَهٗ فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا اٰمَنَ بِعِيْسٰى ثُمَّ اٰمَنَ بِيْ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَالْعَبْدُ اِذَا اتَّقٰى رَبَّهٗ وَاَطَاعَ مَوَالِيَهٗ فَلَهٗ اَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں صالح بن حی نے خبر دی کہ اہل خراسان کے ایک مرد نے شعبی سے کہا تو شعبی نے کہا: مجھے ابو بردہ نے خبر دی از حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی باندی کو ادب سکھائے' پس اچھا ادب سکھائے اور اس کو تعلیم دے' پس اچھی تعلیم دے' پھر اس کو آزاد کر دے' پس اس سے شادی کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں' اور جب کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے' پھر مجھ پر ایمان لائے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور بندہ جب اپنے رب سے ڈرتا ہے اور اپنے مالکوں کی اطاعت کرتا ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَاَ ﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝﴾ (الانبیاء:١٠٤) فَاَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى اِبْرَاهِيْمُ ثُمَّ يُؤْخَذُ بِرِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِيْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ (المائدہ:١١٧-١١٨) قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفِرَبْرِيُّ ذُكِرَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ قَبِيْصَةَ قَالَ هُمُ الْمُرْتَدُّوْنَ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰى عَهْدِ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَاتَلَهُمْ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از المغیرہ بن النعمان از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں ضرور قیامت کے دن اس حال میں جمع کیا جائے گا کہ تم ننگے بدن' ننگے پیر' غیر مختون ہو گے' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: جیسے ہم نے پہلے تخلیق کی ابتداء کی تھی' (اسی طرح) ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے' یہ ہم پر وعدہ ہے ہم اس کو ضرور پورا کرنے والے ہیں ۝ (الانبیاء:١٠٤) پس سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا' پھر میرے اصحاب کو دائیں جانب اور بائیں جانب سے پکڑا جائے گا' تو میں کہوں گا: یہ میرے اصحاب ہیں' پس کہا جائے گا: جب سے آپ ان سے جدا ہوئے ہیں یہ مسلسل اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے' تو میں اس طرح کہوں گا جس طرح نیک بندے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا تھا: اور میں (اس وقت تک) ان پر نگہبان تھا جب تک ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو ان پر تو ہی نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے ۝ اس آیت کو ''العزیز الحکیم'' تک پڑھیں ۝ (المائدہ:١١٨-١١٧) محمد بن یوسف الفربری نے کہا از ابوعبد اللہ از قبیصہ' ذکر کیا گیا ہے: یہ وہ مرتدین ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں مرتد ہو گئے تھے' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٩ - بَابُ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا زمین پر نازل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نزول ہوگا۔

٣٤٤٨ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب کہ سعید بن المسیب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابن مریم علیہ السلام

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ اَحَدٌ حَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاقْرَؤُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۝﴾ (النساء:١٥٩).

نازل ہوں گے' وہ حکم دینے والے ہوں گے' عدل کرنے والے ہوں گے' پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو منسوخ کر دیں گے' اور مال اس قدر ہو جائے گا کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا' حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا' پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ یہ کہتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: (اور نزولِ عیسیٰ کے وقت) اور اہل کتاب میں سے ہر شخص عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے ضرور بہ ضرور ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے۝ (النساء:١٥٩)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٢٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٤٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ نَّافِعٍ مَوْلٰى اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ تَابَعَهُ عُقَيْلٌ وَالْاَوْزَاعِيُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از نافع مولیٰ ابوقتادہ الانصاری کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب حضرت ابن مریم علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوگا۔ اس حدیث میں یونس کی متابعت عقیل اور اوزاعی نے کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٢٢ میں گزر چکی ہے۔

٥٠ - بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ

بنی اسرائیل کے متعلق احادیث

اس باب میں بنی اسرائیل کے متعلق احادیث بیان کی جائیں گی۔

٣٤٥٠ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ رِّبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو لِّحُذَيْفَةَ اَلَا تُحَدِّثُنَا مَاسَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ اِذَا خَرَجَ مَاءً وَّنَارًا فَاَمَّا الَّذِيْ يَرَى النَّاسُ اَنَّهَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ وَّاَمَّا الَّذِيْ يَرَى النَّاسُ اَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِيْ يَرٰى اَنَّهَا نَارٌ فَاِنَّهُ عَذْبٌ بَارِدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن عمیر نے حدیث بیان کی از ربعی بن حراش' انہوں نے کہا کہ عقبہ بن عمرو نے حضرت حذیفہ رضی اللہ سے کہا: کیا آپ ہم کو وہ حدیث نہیں بیان کریں گے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک جب دجال خارج ہوگا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی' پس جس کو لوگ آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی' پس تم میں سے جو شخص اس کو پائے' وہ اس

[طرف الحدیث: ٧١٣٠] (صحیح مسلم: ٢٩٣٤' الرقم المسلسل: ٧٢٦٢' سنن ابوداؤد: ٤٣١٥' شرح مشکل الآثار: ٥٦٩١' المعجم الاوسط:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں واقع ہو جس کو وہ آگ سمجھتا ہو کیونکہ وہ میٹھا اور ٹھنڈا پانی ہوگا۔ ٢٥٢٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٥ ص ١٣٤' مسند احمد ج ٥ ص ٣٩٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٣٣٨۔ج ٣٨ ص ٣٦٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث کی شرح کتاب الفتن میں آئے گی' امام بخاری کی اس حدیث کو یہاں وارد کرنے سے غرض یہ ہے کہ اس مرد کا قصہ بیان کیا جائے جو لوگوں کو بیعت کرتا تھا۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٦٢٧' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ایسا کوئی قصہ نہیں بیان کیا گیا جس کا حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے۔

٣٤٥١ - قَالَ حُذَيْفَةُ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوحَهُ فَقِيلَ لَهُ هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ قَالَ مَا اَعْلَمُ قِيلَ لَهُ انْظُرْ قَالَ مَا اَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ اَنِّي كُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا فَاُجَازِيهِمْ فَاُنْظِرُ الْمُوسِرَ وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَاَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ فرما رہے تھے: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا' اس کے پاس اس کی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت آیا' اس سے پوچھا گیا: کیا تم نے کوئی نیکی کا کام کیا ہے؟ اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں! اس سے کہا گیا: تم غور کرو' اس نے کہا: میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں جانتا کہ میں دنیا میں لوگوں کو چیزیں فروخت کرتا تھا' پس میں ان سے تقاضا کرتا تھا جو مال دار ہوتا اس کو مہلت دیتا اور جو تنگ دست ہوتا' اس سے درگزر کرتا' پس اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٧٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٥٢ - فَقَالَ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ اِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ فَلَمَّا يَئِسَ مِنَ الْحَيَاةِ اَوْصٰى اَهْلَهُ اِذَا اَنَا مُتُّ فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا كَثِيرًا وَّاَوْقِدُوا فِيهِ نَارًا حَتّٰى اِذَا اَكَلَتْ لَحْمِي وَخَلَصَتْ اِلٰى عَظْمِي فَامْتَحَشَتْ فَخُذُوهَا فَاطْحَنُوهَا ثُمَّ انْظُرُوا يَوْمًا رَّاحًا فَاذْرُوهُ فِي الْيَمِّ فَفَعَلُوا فَجَمَعَهُ اللّٰهُ فَقَالَ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو وَاَنَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ ذٰلِكَ وَكَانَ نَبَّاشًا. [اطراف الحدیث: ٣٤٧٩۔ ٦٤٨٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص کے پاس موت کا وقت نزدیک آیا' جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو نصیحت کی کہ جب میں مر جاؤں تو تم لوگ بہت سی لکڑیاں جمع کرنا اور مجھے ان میں ڈال دینا اور ان میں آگ لگا دینا' حتیٰ کہ جب آگ میرا گوشت کھا لے اور خالص ہڈیاں رہ جائیں اور آخری ہڈی بھی جل جائے' پھر تم ان ہڈیوں کو پیسنا اور اس دن کا انتظار کرنا جب بہت تیز ہوا چل رہی ہو' پھر میری ہڈیوں کے سفوف کو دریا میں بہا دینا' سو اس کے گھر والوں نے اسی طرح کیا' اللہ تعالیٰ نے اس کے اجزاء کو جمع کیا اور اس سے پوچھا: تم نے اس طرح وصیت کیوں کی تھی! اس نے کہا: تیرے خوف سے' سو اللہ نے اس کو بخش دیا۔ حضرت عقبہ بن عمرو نے کہا: میں نے ربعی بن حراش سے سنا' وہ یہ بیان کرتے تھے اور وہ شخص کفن چور تھا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے آخر میں ہے: وہ شخص کفن چور تھا' زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اضافہ ہے' لیکن امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ روایت کی ہے کہ ایک کفن چور نے اپنے بیٹوں کو یہ نصیحت کی تھی' اور امام طبرانی نے حضرت ابو مسعود اور حضرت ابو حذیفہ دونوں سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک مرد کفن چراتا تھا' پھر یہ حدیث ذکر کی اور اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری نے اسی وجہ سے اس حدیث کو بنی اسرائیل کے باب میں ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۷ ۶۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۴۵۳'۳۴۵۴- حَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنِیْ مَعْمَرٌ وَّیُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَائِشَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ یَطْرَحُ خَمِیْصَةً عَلٰی وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ یُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے معمر اور یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو آپ بار بار اپنے چہرۂ مبارک پر اپنی چادر ڈال لیتے' پھر جب شدت ہوتی تو اپنا چہرہ کھول لیتے' پھر آپ نے اسی حالت میں فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو! انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا' آپ ان کے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۶-۴۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۵۵- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ خَمْسَ سِنِیْنَ فَسَمِعْتُهٗ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَّاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَیَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ فُوْا بِبَیْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.

(صحیح مسلم: ۱۸۴۲' الرقم المسلسل: ۴۶۶۶' سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از فرات القزاز' انہوں نے کہا: میں نے ابو حازم سے سنا' انہوں نے کہا: میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ سال بیٹھا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے' آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاست (اصلاح) کرتے تھے' جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا خلیفہ دوسرا نبی ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور عنقریب بہت خلفاء ہوں گے' صحابہ نے پوچھا: آپ ان کے متعلق ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: پہلے کی بیعت پوری کرو پھر پہلے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حقوق کو ادا کرو' پس بے شک اللہ ان سے ان کی رعایا کے ساتھ سلوک کے متعلق سوال کرے گا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سیاست کی تعریف' خَلَف اور خَلْف کا فرق اور دوسرے خلیفہ کی بیعت کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاست کرتے تھے' یعنی وہ ان کے معاملات کی حفاظت کرتے تھے' جیسے امراء اور حکام اپنی قوم کے معاملات کی دیکھ بھال کرتے ہیں' سیاست کا معنی ہے: کسی چیز کی اصلاح کرنا' کیونکہ بنی اسرائیل میں جب کوئی خرابی یا بگاڑ یا فساد پیدا ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کے لیے ان میں نبی مبعوث فرما دیتا' جو ان کے اس بگاڑ اور فساد کی اصلاح کر دیتا اور ان کے معاملات درست کر دیتا اور انہوں نے تورات کے احکام میں جو تغیر کیا تھا' اس کو زائل کر دیتا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا خلیفہ دوسرا نبی ہو جاتا۔ ''خَـلَف'' کا معنی ہے: جو پہلے کا قائم مقام ہو' یعنی ہر وہ شخص جو کسی گزشتہ کے بعد آئے وہ اس کا خلیفہ ہو' مگر جو بعد میں نیک آئے اس کو ''خَـلَف'' کہتے اور جو بعد میں بُرا آئے اس کو ''خَلْف'' کہتے ہیں (جیسے خلفاء راشدین کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ''خَلَفْ'' ہیں اور یزید ''خَلْف'' ہے)۔

قرآن مجید میں ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ. پس ان کے بعد وہ بُرے لوگ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔ (الاعراف:١٦٩)

اس حدیث میں ہے: پہلے کی بیعت پوری کرو' پھر پہلے کی بیعت پوری کرو' یعنی جب ایک خلیفہ کے بعد دوسرے خلیفہ کی بیعت کی جائے اور پہلے خلیفہ کی بیعت صحیح ہو تو اس کی بیعت کو پورا کرنا واجب ہے اور دوسرے کی بیعت باطل ہے اور اس کی بیعت کو پورا کرنا حرام ہے' خواہ ان کو پہلے خلیفہ کی بیعت کا علم ہو یا نہ ہو' خواہ دو خلفاء دو شہروں میں ہوں یا زیادہ میں ہوں' کیونکہ دوسری حدیث میں ہے: دوسرے کی گردن اُڑا دو' پس اس کو تلوار سے قتل کر دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٦٠-٥٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

(اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ یزید کی بیعت ہونے کے بعد امام حسین اور ابن الزبیر نے خلافت کا دعویٰ کیا تو کیا وہ بھی گردن زنی کا مصداق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب پہلے کی بیعت پر تمام اُمت متفق ہو جائے جیسا کہ خلفاء ثلاثہ کی بیعت پر امت متفق تھی اور حضرت امام حسین اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ اس طرح نہیں تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی نے جو حدیث ذکر کی ہے' وہ درج ذیل ہے:

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: عنقریب یہاں پر فتنے ہوں گے سو جو شخص اس امت میں تفرقہ ڈالنے کا ارادہ کرے جب کہ یہ امت مجتمع ہو تو اس کو تلوار سے قتل کر دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

(صحیح مسلم: ١٥٨٢' سنن ابوداؤد: ١٦٦٢' سنن نسائی: ٤٠٢٠)

٣٤٥٦- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ قُلْنَا يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور بہ ضرور پہلے لوگوں کی اتباع کرو گے' بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ.

[طرف الحدیث: ٧٣٢٠] (صحیح مسلم: ٢٦٦٩، الرقم المسلسل: ٦٦٧٦، سنن ابوداؤد الطیالسی: ٢١٧٨، صحیح ابن حبان: ٦٧٠٣، شرح السنۃ: ٤١٩٦، مسند احمد ج ٣ ص ٨٥ طبع قدیم، مسند احمد: ١١٨٠٠۔ ج ١٨ ص ٣٢٢، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ہاتھ حتیٰ کہ اگر پہلے لوگ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تو تم بھی ضرور اس راستہ پر چلو گے، ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا وہ لوگ یہود اور نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر اور کون ہیں!

گوہ کے ذکر کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں گوہ کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ گوہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حیوانوں کا قاضی ہے، زیادہ ظاہر وجہ یہ ہے کہ گوہ کا سوراخ بہت تنگ اور ردّی ہوتا ہے، اس کے باوجود اگر پہلے لوگ مشقت برداشت کر کے اس کے سوراخ میں داخل ہوئے تو ضرور بعد کے لوگ ان کی پیروی کریں گے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٦٢٨، دارالمعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

گوہ کے ذکر کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ گوہ زمین کھودنے میں بہت احتیاط کرتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تمام وحشی جانوروں اور پرندوں کا قاضی ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٢٦، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ١٤٢٩ھ)

٣٤٥٧- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے (اذان کے اعلان کے لیے) آگ کا اور ناقوس کا ذکر کیا، پس یہود اور نصاریٰ کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ دو دو بار اذان کے کلمات کہیں اور ایک ایک بار اقامت کے کلمات کہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بنو اسرائیل کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہود بنو اسرائیل سے تھے۔

٣٤٥٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِى الضُّحٰى عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَكْرَهُ اَنْ يَّجْعَلَ يَدَهُ فِىْ خَاصِرَتِهِ وَتَقُوْلُ اِنَّ الْيَهُوْدَ تَفْعَلُهُ. تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ قرار دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ یہود اس طرح کرتے ہیں۔ اس حدیث کی شعبہ نے الاعمش سے متابعت کی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں اس مسئلہ پر بحث گزر چکی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا ممنوع

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے۔(فتح الباری ج ۴ ص ٦٢٨ 'دار المعرفہ' بیروت '١٤٢٦ ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

کوکھ پر ہاتھ رکھنا متکبرین کا طریقہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ دوزخی عذاب سے راحت حاصل کرنے کے لیے کوکھ پر ہاتھ رکھیں گے' دوسرا قول یہ ہے کہ جس پر اچانک مصیبت آئے وہ کوکھ پر ہاتھ رکھتا ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ جب شیطان کو زمین پر دھتکارا گیا تو اس نے کوکھ پر ہاتھ رکھے تھے۔(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٦١ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '١٤٢١ ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی نے لکھا ہے کہ کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی کراہت نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے' اگرچہ نماز میں اس طرح رکھنا شدید مکروہ ہے۔(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٢٦ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت '١٤٢٩ ھ)

٣٤٥٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْ اَجَلِ مَّنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ مَابَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِّصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ قَالَ اَلَا فَاَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ اَلَا لَكُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰهُ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّهٗ فَضْلِيْ اُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں دنیا میں تمہارے قیام کی مدت اتنی ہے جتنا نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک کا وقت ہے اور تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسے ہے' جیسے ایک شخص نے چند مزدوروں کو کام کرنے کے لیے بلایا اور کہا: کون میرے لیے ایک قیراط اُجرت پر دوپہر تک کام کرے گا' پس یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط اُجرت کے عوض کام کیا' پھر اس نے کہا: کون میرے لیے ایک ایک قیراط اُجرت کے عوض دوپہر سے نمازِ عصر تک کام کرے گا' پس نصاریٰ نے دوپہر سے نمازِ عصر تک ایک ایک قیراط اُجرت کے عوض کام کیا' پھر اس نے کہا: کون میرے لیے دو دو قیراط اُجرت کے عوض نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک کام کرے گا؟ آپ نے فرمایا: سنو! تم وہ لوگ ہو جو دو دو قیراط اُجرت کے عوض نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک کام کر رہے ہو' سنو! تم کو دگنا اجر مل رہا ہے' تب یہود اور نصاریٰ غضب ناک ہوئے اور انہوں نے کہا: ہم نے عمل زیادہ کیا ہے اور ہم کو اُجرت کم ملی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کچھ کم دیا ہے! انہوں نے کہا: نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میرا فضل ہے! میں جس کو جتنا چاہوں عطا فرماؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٥٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٦٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا اَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَیْهِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَّلُوْهَا فَبَاعُوْهَا. تَابَعَهٗ جَابِرٌ وَّ اَبُوْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ یہ کہہ رہے تھے: اللہ تعالیٰ فلاں کو ہلاک کر دے! کیا وہ نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے! ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے چربی کو پگھلا کر فروخت کیا۔ حضرت ابن عباس کی متابعت حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے کی ہے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۲۳ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٦١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِیُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِیَّةَ عَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً وَّحَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

(سنن ترمذی: ۲۶۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حسان بن عطیہ نے خبر دی از ابی کبشہ از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری طرف سے پہنچا دو خواہ وہ ایک آیت ہو اور بنی اسرائیل سے حدیث بیان کرو اور کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوئی آیت کی تبلیغ کا محمل اور بنی اسرائیل کی احادیث کی تبلیغ کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: میری طرف سے پہنچا دو خواہ وہ ایک آیت ہو۔ قاضی بیضاوی نے کہا ہے: اس سے مراد قرآن مجید کی آیت ہے' آپ نے حدیث نہیں فرمایا حالانکہ تمام آیات کے پہنچانے کا اللہ تعالیٰ کفیل ہے' اور ان کو پہنچانا واجب ہے' کیونکہ حدیث کی تبلیغ بہ طریق اولیٰ معلوم ہے' اور آپ نے آیت اس لیے فرمایا تا کہ ہر سننے والا آپ سے سنی ہوئی بات کو پہنچانے میں جلدی کرے' اگرچہ اس نے آپ سے کم بات سنی ہو' تا کہ اللہ کے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی احکام لائے ہیں ان کو پہنچا دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: بنی اسرائیل سے حدیث بیان کرو۔ امام مالک نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل جو اُمورِ مستحبہ بیان کریں ان کی روایت کرو اور جن باتوں کے متعلق معلوم ہو کہ وہ جھوٹ ہیں' ان کو نہ بیان کرو۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی وہ احادیث روایت کرو جو قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کے مطابق ہوں اور جو ان کے خلاف ہو ان کو نہ بیان کرو خواہ ان احادیث کی اسانید متصل ہوں یا منقطع ہوں۔

نیز اس حدیث میں ہے: اور کوئی حرج نہیں ہے' یعنی ان سے احادیث روایت کرنے میں تم پر کوئی تنگی نہیں ہے' یہ آپ نے اس لیے فرمایا ہے کہ پہلے آپ نے ان کی کتابوں کو پڑھنے سے منع فرمایا تھا اور یہ ممانعت قواعدِ دینیہ اور احکامِ شرعیہ کے مقرر ہونے سے پہلے تھی اور جب قواعدِ دینیہ مقرر ہو گئے اور ان کی احادیث بیان کرنے میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں رہا تو پھر آپ نے ان کی احادیث بیان کرنے کی اجازت دے دی۔ ایک قول یہ ہے کہ تم جو بنی اسرائیل سے عجیب و غریب واقعات سنو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ اس قسم کے واقعات بیان کرتے ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ پہلے فرمایا: بنی اسرائیل سے احادیث بیان کرو اور یہ امر کا صیغہ ہے اس سے بہ ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ ان سے احادیث روایت کرنا واجب ہے بعد میں فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ اس پر قرینہ ہے کہ یہاں امر وجوب کے لیے نہیں ہے۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے اس پر مفصل بحث کتاب العلم صحیح البخاری: ١٠٧ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٦٣ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٦٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى لَا يَصْبُغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے بتایا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے' سو تم ان کی مخالفت کرو۔

[طرف الحدیث: ٥٨٩٩] (صحیح مسلم: ٢١٠٣' الرقم المسلسل: ٥٤٠٣' سنن ابوداؤد: ٤٢٠٣' سنن نسائی: ٥٢٤١۔ ٥٠٧٢' سنن ابن ماجہ: ٣٦٢١' مسند الحمیدی: ١١٠٨' مسند ابویعلیٰ: ٥٩٥٧' شرح مشکل الآثار: ٣٦٧٢' سنن بیہقی ج ٧ ص ٣٠٩' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٤٣١' تاریخ بغداد ج ٤ ص ٧٧' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٢٧٤۔ ج ١٢ ص ٢١٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سفید بالوں کو رنگنے کا حکم اور سیاہ رنگ سے رنگنے کی ممانعت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سفید بالوں کو رنگنے کا حکم ہے اور یہ مستحب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے جو بالوں کو نہیں رنگتے تھے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بالوں کی سفیدی کو زائل کرنے کی ممانعت بھی وارد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ رنگنے سے سفیدی زائل نہیں ہوتی' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس ممانعت کا محمل یہ ہے کہ سفید بالوں کو اکھاڑا نہ جائے' امام مالک سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مجھے یہ علم نہیں ہے کہ سفید بالوں کو اکھاڑنا حرام ہے اور اس کو ترک کرنا میرے نزدیک مستحب ہے' سفید بالوں کو رنگنے کے حکم میں یہ قید ہے کہ سیاہ رنگ سے اجتناب کیا جائے کیونکہ اس سلسلہ میں احادیث ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا گیا' ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال ثغامہ (سفید پھولوں) کی طرح سفید تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو کسی چیز سے تبدیل کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔

(صحیح مسلم: ٢١٠٢' سنن ابوداؤد: ٤٢٠٤' سنن نسائی: ٥٠٧٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں کچھ لوگ کبوتر کے پوٹوں کی طرح سیاہ رنگ سے اپنے بالوں کو رنگیں گے' وہ (میدانِ حشر میں) جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ٤٢٠٤' سنن نسائی: ٥٠٧٦)

علامہ نووی کا مختار یہ ہے کہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگنا مکروہ تحریمی ہے اور الحلیمی سے منقول ہے کہ یہ کراہت مردوں کے ساتھ خاص ہے' عورتوں کا اپنے خاوند کی خاطر بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگنا مکروہ نہیں ہے' امام مالک نے کہا کہ مہندی اور سیاہ رنگ کو ملا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرلگانے میں بہت وسعت ہے اور بغیر سیاہ رنگ کے رنگنا میرے نزدیک مستحب ہے اور مجاہد اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالوں کو رنگا ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالوں کو رنگا ہے یا نہیں؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رہا زرد رنگ تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ اپنے بالوں کو رنگتے تھے اور میں بھی اس کے ساتھ رنگنا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری:١٦٦' صحیح مسلم:١١٨٧' سنن ابوداؤد:١٧٧٢' سنن نسائی:١١٧' سنن ابن ماجہ:٣٦٢٦)

ایک قول یہ ہے کہ اس زرد رنگ سے مراد کپڑوں کو رنگنا ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ایک بار رنگا۔ امام مالک نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالوں کو نہیں رنگا' نہ حضرت علی نے اور نہ حضرت ابی بن کعب نے اور نہ ابن المسیب نے اور نہ السائب بن یزید نے اور نہ ابن شہاب نے' امام مالک نے کہا: اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالوں کو نہیں رنگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بالوں کو نہیں رنگتے تھے اور اگر وہ رنگتے تو میں بھی رنگتی۔

امام مالک نے کہا: سیاہ رنگ کے ساتھ رنگنے کے متعلق میں نے کوئی چیز نہیں سنی اور اس کے علاوہ کسی رنگ سے رنگنا میرے نزدیک مستحب ہے اور مہندی اور سیاہ رنگ کو ملا کر رنگنے میں بہت گنجائش ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٦٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو رنگنے کے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالوں کو رنگنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالوں کو رنگا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید بال بہت کم تھے۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٤' صحیح مسلم:٢٣٤١)

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالوں کو رنگتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: آپ کے بال رنگنے کی حد کو نہیں پہنچے' اگر تم چاہو تو میں آپ کی ڈاڑھی کے سفید بال گن کر بتاؤں۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٥' سنن ابوداؤد:٤٢٠٩)

عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا' اسرائیل نے تین انگلیاں پکڑ کر بتایا کہ وہ چھوٹا پیالہ تھا' حضرت اُم سلمہ چاندی کی ایک ڈبیا لے کر آئیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال تھا اور جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کوئی تکلیف ہوتی تو وہ آپ کے پاس ایک برتن بھیجتا' پس میں نے اس ڈبیا میں دیکھا تو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرخ بال تھے۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٦' سنن ابن ماجہ:٣٦٢٣)

عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے ہمارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک رنگا ہوا بال نکالا۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٧)

ابن موہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک سرخ بال دکھایا۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٨)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو رنگنے اور نہ رنگنے کی احادیث میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

شیبان بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال مہندی اور کتم (سیاہ رنگ) سے رنگا ہوا تھا۔

ابواسحاق نے عثمان بن موہب کی حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی کا ایک بال

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھا جس میں مہندی اور کتم سے رنگنے کا اثر تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن کو یقین ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے بالوں کو رنگا ہے جیسا کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ظاہر ہے اور جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: آپ نے زرد رنگ سے اپنے بالوں کو رنگا تو ان حضرات نے اپنے مشاہدہ کو بیان کیا ہے اور یہ بعض اوقات میں تھا اور جنہوں نے بالوں کو رنگنے کی نفی کی تو یہ آپ کے غالب احوال پر محمول ہے۔

امام مسلم' امام احمد' امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کی ڈاڑھی میں صرف چند بال سفید تھے اور جب آپ تیل لگاتے تھے تو وہ بال چھپ جاتے تھے تو ہو سکتا ہے کہ جن صحابہ نے رنگنے کو ثابت کیا ہے' انہوں نے آپ کے سفید بالوں کا مشاہدہ کیا ہو اور جب وہ بال تیل لگانے سے چھپ گئے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے بالوں کو رنگا ہے۔ واللہ اعلم! (فتح الباری ج ۷ ص ٨٦۔٨٥' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ ھ)

نبی ﷺ کے سفید بالوں کی تعداد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ نبی ﷺ کے سفید بال بہت کم تھے' اور قلیل کی تعداد میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ کے انیس بال سفید تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے بیس بال سفید تھے' ابو القاسم نے کتاب الشیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ کے پندرہ بال سفید تھے' امام محمد سعد کے نزدیک آپ کے سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے' الہیثم بن دھر کی حدیث میں ہے کہ آپ کے تیس بال سفید تھے' اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں صرف چند بال سفید تھے۔

آپ کے بالوں کو رنگنے میں بھی اختلاف ہے' حضرت انس اور اکثر صحابہ نے کہا ہے کہ آپ نے بالوں کو نہیں رنگا اور بعض نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کی وجہ سے رنگنے کا اثبات کیا ہے' ان میں تطبیق یہ ہے کہ آپ رنگ دار خوشبو بالوں میں لگاتے تھے جس کو بعض نے رنگ گمان کیا۔ (عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٤٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٣٤٦٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا جُنْدُبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ وَمَا نَسِينَا مُنْذُ حَدَّثَنَا وَمَا نَخْشٰى اَنْ يَّكُوْنَ جُنْدُبٌ كَذَبَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهٖ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَاَخَذَ سِكِّيْنًا فَحَزَّبِهَا يَدَهٗ فَمَا رَقَاَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهٖ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الحسن' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جندب بن عبد اللہ نے اس مسجد میں حدیث بیان کی اور جب سے ہم نے اس کو سنا ہے ہم نہیں بھولے اور ہمیں حضرت جندب رضی اللہ عنہ پر یہ خطرہ نہیں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہوگا' انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص زخمی ہو گیا' اس نے بے صبری کی اور چھری لے کر اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا' پھر اس کا خون نہیں رہا حتیٰ کہ وہ مرگیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندہ نے اپنی جان لینے میں مجھ پر سبقت کی' میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٦٤ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں تغلیظاً فرمایا ہے کہ میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا' یا اس نے خودکشی کو حلال سمجھا تھا' اس لیے اس پر جنت کو حرام کر دیا' یا اس پر کسی خاص جنت کو حرام کر دیا جیسے جنت الفردوس کو' اور اس پر مطلقاً جنت کو حرام نہیں فرمایا کیونکہ خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے' کفر بہر حال نہیں ہے۔

٥١ - بَابٌ حَدِيثُ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰى فِى بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ

بنی اسرائیل میں کوڑھی' گنجے اور اندھے کی حدیث

اس باب میں بنی اسرائیل کے ان تین آدمیوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جن میں سے ایک کوڑھی تھا اور ایک گنجا تھا اور ایک اندھا تھا۔

٣٤٦٤ - حَدَّثَنِىْ اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ عَمْرَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنِىْ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ عَمْرَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ ثَلٰثَةً فِىْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰى بَدَا لِلّٰهِ اَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ مَلَكًا فَاَتَى الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَىُّ شَىْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَّجِلْدٌ حَسَنٌ قَدْ قَذِرَنِى النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ فَاُعْطِىَ لَوْنًا حَسَنًا وَّجِلْدًا حَسَنًا فَقَالَ اَىُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْاِبِلُ اَوْقَالَ الْبَقَرُ هُوَ شَكَّ فِىْ ذٰلِكَ اَنَّ الْاَبْرَصَ وَالْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا الْاِبِلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ فَاُعْطِىَ نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيْهَا وَاَتَى الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَىُّ شَىْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ شَعَرٌ حَسَنٌ وَّيَذْهَبُ عَنِّىْ هٰذَا قَدْ قَذِرَنِى النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ وَاُعْطِىَ شَعَرًا حَسَنًا قَالَ فَاَىُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْبَقَرُ قَالَ فَاَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلًا. وَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيْهَا وَاَتَى الْاَعْمٰى فَقَالَ اَىُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے (ح) اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے خبر دی از اسحٰق بن عبداللہ' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن ابی عمرۃ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے: کوڑھی' گنجا اور اندھا' اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو آزمائش میں مبتلا کرے تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا' وہ کوڑھی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: خوب صورت رنگ اور خوب صورت کھال' لوگ مجھ سے گھن کھاتے ہیں' آپ نے بتایا: پس فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس سے کوڑھ چلی گئی' پس اس کو خوب صورت رنگ اور خوب صورت کھال دی گئی' پھر اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اونٹ' یا فرمایا: گائے' اس میں راوی کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ يَرُدُّ اللّٰهُ اِلَيَّ بَصَرِيْ فَاُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَاَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَاَعْطَاهُ شَاةً وَّالِدًا فَاُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنْ اِبِلٍ وَّلِهٰذَا وَادٍ مِّنْ بَقَرٍ وَّلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ ثُمَّ اِنَّهُ اَتَى الْاَبْرَصَ فِيْ صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ تَقَطَّعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْئَلُكَ بِالَّذِيْ اَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيْرًا اَتَبَلَّغُ عَلَيْهِ فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ الْحُقُوْقَ كَثِيْرَةٌ فَقَالَ لَهٗ كَاَنِّيْ اَعْرِفُكَ اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيْرًا فَاَعْطَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ لَقَدْ وَرِثْتُ لِكَابِرٍ عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَا كُنْتَ وَاَتَى الْاَقْرَعَ فِيْ صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَاقَالَ لِهٰذَا فَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَارَدَّ عَلَيْهِ هٰذَا فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَا كُنْتَ وَاَتَى الْاَعْمٰى فِيْ صُوْرَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ وَّابْنُ سَبِيْلٍ وَتَقَطَّعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْئَلُكَ بِالَّذِيْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ اَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ بَصَرِيْ وَفَقِيْرًا فَقَدْ اَغْنَانِيْ فَخُذْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا اَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ اَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ. فَقَالَ اَمْسِكْ مَالَكَ فَاِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ.

[طرف الحدیث:٦٦٥٣] (صحیح مسلم:٢٩٦٤' الرقم المسلسل:٧٣٢٥)

شک ہے کہ کوڑھی اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا تھا اور دوسرے نے گائے کہا تھا' سو اس کو دس اونٹنیاں دی گئیں' پس کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں ان میں برکت دے! اور فرشتہ گنجے کے پاس گیا' پس اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: خوب صورت بال اور میرا یہ گنج چلا جائے' لوگ مجھ سے گھن کھاتے ہیں' آپ نے بتایا کہ پھر فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا گنج چلا گیا اور اس کو خوب صورت بال دیئے گئے' پھر اس سے پوچھا: تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے بتایا: گائے' تو فرشتہ نے اس کو ایک گابھن گائے دی اور کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے! اور فرشتہ اندھے کے پاس گیا' پس اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے اور میں اس سے لوگوں کو دیکھوں' فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی' (پھر) کہا: کون سا مال تم کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: بکریاں' تو اس نے اس کو ایک گابھن بکری دی' تو ان دونوں کے ہاں بچے ہوئے اور اس کے ہاں بھی بچے ہوئے' پس اس کے ہاں اونٹوں سے وادی بھر گئی اور اس کے ہاں گایوں سے وادی بھر گئی اور اس کے ہاں بکریوں سے وادی بھر گئی' پھر کوڑھی کے پاس فرشتہ اسی شکل وصورت میں گیا اور کہا: میں ایک مسکین مرد ہوں' میرے سفر میں میرے ذرائع آمدنی منقطع ہو گئے' اللہ کے سوا اب میرا اور کوئی سہارا نہیں ہے' پھر میں تم سے اس ذات (کے نام) سے سوال کرتا ہوں جس نے تم کو خوب صورت رنگ اور خوب صورت کھال عطاء کی ہے اور اونٹوں کا مال عطاء کیا ہے' تم مجھے ایک اونٹ دے دو جس کے سبب سے میں اپنے سفر کو جاری رکھ سکوں' اس نے کہا: میرے ذمہ بہت زیادہ حقوق ہیں' پس فرشتہ نے کہا: شاید میں تمہیں پہچانتا ہوں' کیا تم کوڑھی نہیں تھے! تم سے لوگ گھن کھاتے تھے' تم فقیر تھے' پس تم کو اللہ تعالیٰ نے (مال) عطاء کیا' اس نے کہا: میں اس مال کا اپنے بڑوں سے' پھر بڑوں سے' وارث ہوا ہوں' فرشتہ نے کہا: اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں پہلی حالت کی طرف لوٹا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دے' (پھر) فرشتہ اسی شکل وصورت میں گنجے کے پاس گیا اور اس سے بھی اسی طرح سوال کیا' اس نے بھی اس کو اسی طرح جواب دیا' پس فرشتہ نے کہا: اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں پہلی حالت کی طرف لوٹا دے' (پھر) وہ اسی صورت میں اندھے کے پاس گیا' پس کہا: میں مسکین مرد ہوں' مسافر ہوں' میرے سفر میں میرے ذرائع آمدنی منقطع ہو چکے ہیں' اللہ کے سوا اب میرا اور کوئی سہارا نہیں ہے' پھر میں تم سے اس ذات (کے نام) سے سوال کرتا ہوں جس نے تمہاری بینائی تمہیں لوٹائی ہے کہ تم مجھے ایک بکری دے دو جس کے سبب سے میں اپنے سفر کو جاری رکھ سکوں' اس شخص نے کہا: میں اندھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میری بصارت لوٹا دی اور میں محتاج تھا تو اس نے مجھے غنی کر دیا' پس تم جو چاہتے وہ لے لو' پس اللہ کی قسم! آج تم جو کچھ بھی اللہ (کی رضا) کے لیے لو گے میں تم کو اس سے نہیں روکوں گا' فرشتہ نے کہا: تم اپنا مال اپنے پاس رکھو' تم سب کی آزمائش کی گئی تھی' اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گیا اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔

عبرت اور نصیحت کے لیے گزشتہ اُمتوں کے واقعات بیان کرنے کا جواز اور ''بدا'' کی تاویل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اندھے کا مزاج اپنے دونوں ساتھیوں کے مزاج سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ کوڑھ وہ بیماری ہے جو مزاج کے فساد اور طبیعت کے خلل سے پیدا ہوتی ہے اور گنج کی بیماری بھی اسی سبب سے ہوتی ہے' اس کے برخلاف نابینا ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے' بلکہ کسی خارجی امر سے بھی انسان کبھی نابینا ہو جاتا ہے' اسی وجہ سے نابینا کی طبیعت اچھی ہوتی ہے اور دوسروں کی طبیعت خراب ہوتی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبرت اور نصیحت کے لیے گزشتہ اُمتوں کے واقعات بیان کرنا جائز ہیں اور یہ غیبت نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ان تینوں کے نام نہیں لیے گئے اور نہ یہ بتایا گیا کہ بعد میں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے سے ڈرایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنے اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کی ترغیب دی ہے۔

نیز اس حدیث میں صدقہ کرنے کی فضیلت ہے اور کمزوروں اور حاجت مندوں کے ساتھ نرمی کرنے کی اور ان کا اکرام کرنے کی اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی فضیلت ہے۔

نیز اس حدیث میں بخل کرنے کی مذمت ہے اور یہ بتایا ہے کہ بخل آدمی کو جھوٹ بولنے پر اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۳۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''بدء اللّٰہ ان یبتلیھم'' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کی آزمائش کرے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''بدا'' کا معنی ہے: کسی چیز کا بعد میں اللہ تعالیٰ پر منکشف ہونا' اور یہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے' اس لیے یہ روایت خطاء ہے' میں کہتا ہوں کہ اس لفظ کے ظاہری معنی کا محال ہونا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ اس روایت کو مسترد کیا جائے بلکہ اس کی تاویل کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اس کا یہ معنی نہیں کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہوا۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ۳۲۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۹ ھ)

٥٢ - بَابٌ ﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ﴾ (الکہف:۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے (الکہف:۹)

اس باب میں مذکور الصدر آیت کی تفسیر بیان کی جائے گی:

﴿الْكَهْفُ﴾ اَلْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ. پہاڑ میں جو درہ ہو' اس کو کہف کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا○ (الکہف:۹)

کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جن کا ذکر کیا ہے' یہ چند نوجوان تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر مسلمان تھے اور ان کا بادشاہ بت پرست تھا' اس نے ان کو بتوں کی عبادت کی طرف بلایا' وہ اس سے اپنے دین کو بچانے کے لیے بھاگ گئے اور ایک غار میں جا کر چھپ گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ ''الرقیم'' فلسطین کے پاس عسفان اور ایلہ کے درمیان ایک وادی ہے۔ کعب نے کہا: ''الرقیم'' ایک بستی ہے۔

سعید بن جبیر نے کہا: ''الرقیم'' پتھر کی ایک لوح ہے جس پر اصحاب الکہف کا قصہ لکھا ہوا ہے' پھر اس لوح کو غار کے دروازہ پر نصب کر دیا گیا۔ (جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۴۸۔۲۴۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

﴿وَالرَّقِيْمُ﴾ اَلْكِتَابُ ﴿مَرْقُوْمٌ﴾ (المطففین:۹) مَكْتُوْبٌ مِنَ الرَّقْمِ. ''الرقیم'' کا معنی ہے: لکھا ہوا' یہ ''الرقم'' سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: لکھنا۔

یہ تفسیر سعید بن جبیر سے منقول ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

﴿وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ (الکہف:۱٤) اَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا. ''ربطنا علی قلوبھم'' کا معنی ہے: ہم نے ان پر صبر کا الہام کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (الکہف:۱۴)

اور ہم نے ان کے دلوں کو قوت پہنچائی جب وہ (بادشاہ کے سامنے) کھڑے ہوئے' پس انہوں نے (بے دھڑک) کہا: ہمارا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے۔

امام بخاری نے جو'' ربطنا '' کی تفسیر کی ہے' یہی تفسیر امام ابن جریر نے کی ہے۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۵۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿شَطَطًا﴾ (الکہف:١٤) إِفْرَاطًا. '' شططا '' کا معنی ہے: ظلم میں بہت غلو کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ○ (الکہف:١۴) ہم اللہ کے سوا کسی کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے ورنہ یہ بہت ناحق کام ہوگا ○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

'' شططا '' کا معنی ہے: وہ بات جس میں جھوٹ غالب ہو' اور جس چیز میں حد سے زیادہ غلو ہو۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۶۰' دارالفکر' بیروت)

﴿اَلْوَصِيْدُ﴾ اَلْفِنَاءُ وَجَمْعُهٗ وَصَائِدُ وَوُصْدٌ. وَيُقَالُ الْوَصِيْدُ اَلْبَابُ. ﴿مُوْصَدَةٌ﴾ (البلد:٢٠' الھمزہ:٨) مُطْبَقَةٌ' اَصَدَ الْبَابَ وَاَوْصَدَ.

'' وصید '' کا معنی ہے: صحن' اس کی جمع '' وصائد '' اور '' وُصد '' آتی ہے' '' وصید '' دہلیز کو بھی کہتے ہیں' '' مؤصدة '' (البلد:٢٠' الھمزہ:٨) کا معنی ہے: وہ مکان جس کا دروازہ ہر طرف سے بند کیا ہوا ہو' عرب کہتے ہیں: '' اصد الباب '' اور '' اوصد '' یعنی دروازہ بالکل بند کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ. (الکہف:١٨) اور ان کا کتا (غار کے) دہانے پر اپنے بازو پھیلائے بیٹھا تھا۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ '' وصید '' کا معنی صحن ہے۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۶۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ '' مؤصدة '' کا معنی '' مطبقه '' یا '' مغلقه '' ہے یعنی جو جگہ ہر طرف سے بند ہو۔ (جامع البیان جز ۳۰ ص ۳۷۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿بَعَثْنَاهُمْ﴾ (الکہف:١٩) اَحْيَيْنَاهُمْ. '' بعثناهم '' کا معنی ہے: ہم نے ان کو زندہ کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ. (الکہف:١٩) اور اسی طرح ہم نے انہیں اُٹھایا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے (احوال) پوچھیں۔

امام ابن جریر نے لکھا ہے: اس کا معنی ہے: ہم نے ان کو نیند سے اُٹھایا۔ (جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۶۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿اَزْكٰى﴾ (الکہف:١٩) اَكْثَرُ رَيْعًا. '' ازکی '' کا معنی ہے: جو زیادہ پاکیزہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ. (الکہف:١٩)

پس وہ غور سے دیکھے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے' سو وہ اس سے تمہارے لیے کھانے کو لائے۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہوں نے زیادہ حلال اور پاکیزہ طعام لانے کے لیے اس وجہ سے کہا تھا کہ وہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور بتوں کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ٧ ص ١٥٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

﴿فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلٰى اٰذَانِهِمْ﴾ فَنَامُوْا.

پس اللہ نے غار میں ان کے کانوں پر ضرب لگائی' یعنی ان کو سلا دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا۝ (الکہف:١١)

پھر ہم نے انہیں غار میں گنتی کے کئی سال گہری نیند سلا دیا۝

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

کانوں پر ضرب لگانے کا معنی یہ ہے کہ کانوں سے سماعت کو محو کر دیا' اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ان ارواح کو محو کر دیا جن سے نفوس زندہ رہتے ہیں' یعنی ان پر موت طاری کر دی' دوسرا معنی یہ ہے کہ اس سے مراد موت نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی ہے: ان کے سننے والی قوت کو معطل کر دیا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ٧ ص ١٤٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

﴿رَجْمًا بِالْغَيْبِ﴾ (الکہف:٢٢) لَمْ يَسْتَبِنْ.

''رجما بالغیب'' کا معنی ہے: ان پر واضح نہیں ہوا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ. (الکہف:٢٢)

عنقریب لوگ کہیں گے: وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور (بعض) کہیں گے: وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے' یہ محض اندازہ سے بلا دلیل اقوال ہیں۔

امام بخاری نے ''رجما بالغیب'' کا معنی یہ کیا ہے کہ ان پر واضح نہیں ہوا تھا' ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ وہ یہ عدد محض گمان سے بیان کرتے تھے اور قتادہ نے کہا ہے: وہ بغیر یقین کے غیب پر حکم لگاتے تھے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٧ ص ١٥٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿تَقْرِضُهُمْ﴾ (الکہف:١٧) تَتْرُكُهُمْ.

مجاہد نے کہا: ''تقرضهم'' کا معنی ہے: ان کو چھوڑ دیتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ. (الکہف:١٧)

اور (تم دیکھو گے کہ) جب سورج نکلتا ہے تو دھوپ ان کے غار سے دائیں طرف جھکی رہتی ہے' اور جب وہ غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف پھر جاتی ہے۔

امام ابن جریر متوفی ٣١٠ھ نے بھی مجاہد' سعید بن جبیر اور قتادہ سے نقل کیا ہے کہ ''تقرضهم'' کا معنی ہے: ان کو چھوڑ دیتی ہے۔

(جامع البیان جز ١٥ ص ٢٦٥' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے یہ باب اصحابِ کہف کے متعلق قائم کیا ہے' لیکن اس باب میں انہوں نے اصحاب کہف کے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں کی' غالباً اس موضوع پر امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں مل سکی' اس لیے انہوں نے صرف تعلیقات پر قناعت کر لی۔

٥٣ - بَابٌ حَدِيْثُ الْغَارِ غار کی حدیث

اس حدیث میں ان تین آدمیوں کا حال بیان کیا گیا ہے جنہوں نے غار میں پناہ لی تھی' اور غار کے منہ پر ایک پتھر گر گیا تھا' جس کے بعد ان کے غار سے نکلنے کا راستہ نہ رہا' پھر انہوں نے اپنے اپنے نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کی' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور غار کے منہ سے پتھر ہٹ گیا۔ اس باب سے پہلے اصحابِ کہف کا ذکر تھا اور کہف کا معنی بھی غار ہے' اس مناسبت سے امام بخاری نے اصحابِ کہف کے باب کے بعد غار کی حدیث کے باب کا ذکر کیا ہے۔

٣٤٦٥ - حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا ثَلٰثَةُ نَفَرٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يَمْشُوْنَ إِذَا اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فَاَوَوْا إِلٰى غَارٍ فَانْطَبَقَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اِنَّهُ وَاللّٰهِ يَا هٰؤُلَآءِ لَا يُنْجِيْكُمْ إِلَّا الصِّدْقُ فَلْيَدْعُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ بِمَا يَعْلَمُ اَنَّهُ قَدْ صَدَقَ فِيْهِ فَقَالَ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهُ كَانَ لِيْ اَجِيْرٌ عَمِلَ لِيْ عَلٰى فَرَقٍ مِّنْ اَرُزٍّ فَذَهَبَ وَتَرَكَهُ وَاَنِّيْ عَمَدْتُّ إِلٰى ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ فَصَارَ مِنْ اَمْرِهِ اَنِّيْ اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَّاَنَّهُ اَتَانِيْ يَطْلُبُ اَجْرَهُ فَقُلْتُ لَهُ اعْمِدْ إِلٰى تِلْكَ الْبَقَرِ فَسُقْهَا فَقَالَ لِيْ اِنَّمَا لِيْ عِنْدَكَ فَرَقٌ مِّنْ اَرُزٍّ فَقُلْتُ لَهُ اعْمِدْ إِلٰى تِلْكَ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا مِنْ ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَسَاقَهَا فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاحَتْ عَنْهُمُ الصَّخْرَةُ. فَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهُ كَانَ لِيْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ فَكُنْتُ اٰتِيْهِمَا كُلَّ لَيْلَةٍ بِلَبَنِ غَنَمٍ لِّيْ فَاَبْطَاْتُ عَلَيْهِمَا لَيْلَةً فَجِئْتُ وَقَدْ رَقَدَا وَاَهْلِيْ وَعِيَالِيْ يَتَضَاغَوْنَ مِنَ الْجُوْعِ فَكُنْتُ لَا اَسْقِيْهِمْ حَتّٰى يَشْرَبَ اَبَوَايَ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَكَرِهْتُ اَنْ اَدَعَهُمَا فَيَسْتَكِنَّا لِشَرْبَتِهِمَا فَلَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تم سے پہلی امتوں میں سے) تین مرد جا رہے تھے' اس اثناء میں اچانک ان کو بارش نے آ لیا' تو انہوں نے ایک غار کی پناہ لی' وہ غار ان پر بند ہو گیا' تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اللہ کی قسم! اے لوگو! آج سچ کے سوا کوئی چیز تم کو پناہ نہیں دے گی' تم میں سے ہر شخص ایسی دعا کرے جس کے متعلق اسے علم ہو کہ اس نے سچ کہا ہے' تب ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میرا ایک مزدور تھا جس نے تین صاع (بارہ کلوگرام) چاولوں کے معاوضہ پر میرے لیے کام کیا' وہ اپنے چاولوں کو چھوڑ کر چلا گیا' پھر میں نے ان چاولوں کی کاشت کرنے کا قصد کیا' پس میں نے ان کو بویا' پھر ان کی آمدنی یہاں تک بڑھی کہ میں نے اس سے گائیں خرید لیں اور بے شک وہ اپنی اُجرت طلب کرنے کے لیے میرے پاس آیا' میں نے اس سے کہا: ان گایوں کو ہانک کر لے جاؤ' اس نے کہا: وہ اُجرت تو صرف تین صاع چاول تھے' میں نے اس سے کہا: تم ان گایوں کو لے جاؤ' یہ ان ہی تین صاع سے ہیں' سو وہ ان گایوں کو لے گیا' پس اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیرے خوف سے کیا ہے تو ہم پر تو اس غار کو کھول دے' تو وہ پتھر اس غار کے منہ سے (کچھ) ہٹ گیا' دوسرے نے کہا: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میرے ماں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَزَلْ أَنْتَظِرُ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاحَتْ عَنْهُمُ الصَّخْرَةُ حَتّٰى نَظَرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ الْآخَرُ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ لِي ابْنَةُ عَمٍّ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَأَنِّي رَاوَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَأَبَتْ إِلَّا أَنْ آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ فَطَلَبْتُهَا حَتّٰى قَدَرْتُ فَأَتَيْتُهَا بِهَا فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهَا فَأَمْكَنَتْنِي مِنْ نَفْسِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا فَقَالَتْ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُ مِائَةَ دِينَارٍ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَخَرَجُوا.

باپ بہت بوڑھے تھے‘ میں ہر رات ان کے لیے اپنی بکری سے دودھ نکال کر لاتا تھا‘ ایک مرتبہ مجھے تاخیر ہوگئی‘ پس جب میں آیا تو وہ دونوں سو چکے تھے اور میرے اہل اور میرے عیال (بال بچے) بھوک سے بلبلا رہے تھے‘ اور میں ان کو اس وقت تک دودھ نہیں پلاتا تھا حتیٰ کہ میرے ماں باپ (دودھ) نہ پی لیں‘ پس میں نے ان کو جگانا ناپسند کیا اور میں نے یہ (بھی) ناپسند کیا کہ وہ دونوں دودھ (نہ) پینے کی وجہ سے کمزور ہو جائیں‘ سو میں ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ فجر طلوع ہوگئی‘ (اے اللہ!) اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیرے خوف کی وجہ سے کیا ہے تو تو ہم پر کشادگی کر دے‘ پھر وہ پتھر (کچھ اور) ہٹ گیا‘ حتیٰ کہ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھ لیا‘ پھر تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میری ایک چچازاد تھی جو مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی‘ میں نے اس سے اپنی خواہش طلب کی‘ اس نے انکار کیا حتیٰ کہ میں اس کو سو دینار لا کر دوں‘ میں نے ان کو طلب کیا حتیٰ کہ میں ان پر قادر ہو گیا‘ پھر میں وہ دینار اس کے پاس لے کر آیا اور وہ اس کو میں نے دیئے‘ اس نے مجھے اپنے نفس پر قدرت دے دی‘ پس جب میں اس کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈر! اور ناحق (بکارت کی) مہر کو نہ توڑ! سو میں اُٹھ گیا اور سو دینار بھی چھوڑ دیئے‘ پس اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیرے خوف کی وجہ سے کیا ہے تو ہم پر اس غار کو کشادہ کر دے! پس اللہ تعالیٰ نے ان پر کشادگی کر دی اور وہ (سب) غار سے باہر نکل آئے۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ۲۲۱۵ میں گزر چکی ہے۔

٥٤ - بَاب

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب ابواب سابقہ سے فصل کے قائم مقام ہے۔

٣٤٦٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا امْرَأَةٌ تُرْضِعُ ابْنَهَا إِذْ مَرَّ بِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی‘ انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن‘ ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا‘ انہوں نے کہا کہ میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَاكِبٌ وَهِيَ تُرْضِعُهُ فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا تُمِتِ ابْنِي حَتّٰى يَكُونَ مِثْلَ هٰذَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْنِي مِثْلَهُ ثُمَّ رَجَعَ فِي الثَّدْيِ وَمُرَّ بِامْرَاَةٍ تُجَرَّرُ وَيُلْعَبُ بِهَا فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا فَقَالَ اَمَّا الرَّاكِبُ فَإِنَّهُ كَافِرٌ وَّاَمَّا الْمَرْاَةُ فَإِنَّهُمْ يَقُولُونَ لَهَا تَزْنِي وَتَقُولُ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَيَقُولُونَ تَسْرِقُ وَتَقُولُ حَسْبِيَ اللّٰهُ.

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ (پچھلی امتوں میں) جس وقت ایک عورت اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھی' اس وقت اس عورت کے پاس سے ایک سوار گزرا اور وہ اس وقت اس بچے کو دودھ پلا رہی تھی' اس عورت نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس وقت تک نہ مارنا جب تک کہ وہ اس شخص کی مثل نہ ہو جائے! اس بچے نے کہا: اے اللہ! مجھے اس شخص کی مثل نہ بنانا! پھر وہ دودھ پینے لگا' اور وہ بچہ ایک عورت کے پاس سے گزارا گیا جس کو گھسیٹا جا رہا تھا اور اس کا مذاق اُڑایا جا رہا تھا' اس عورت نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی مثل نہ بنانا! اس کے بیٹے نے کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل بنانا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: وہ سوار کافر تھا' اور اس عورت کے متعلق لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ زنا کرتی ہے' اور وہ کہتی تھی: مجھے اللہ کافی ہے! اور لوگ کہتے تھے کہ وہ چوری کرتی ہے' اور وہ کہتی تھی کہ مجھے اللہ کافی ہے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٠٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٦٧ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا كَلْبٌ يُّطِيفُ بِرَكِيَّةٍ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ إِذَا رَاَتْهُ بَغِيٌّ مِّنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيلَ فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن تلید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جریر بن حازم نے خبر دی از ایوب از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (گزشتہ امتوں میں) ایک کتا کنویں کے گرد چکر کاٹ رہا تھا گویا کہ اس کو پیاس نے ہلاک کر دیا تھا' اچانک بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت نے اسے دیکھا' اس نے اپنا موزہ اتارا' پس اس کو پانی پلایا' سو اس سبب سے اس عورت کو بخش دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٢١ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِي سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعَرٍ كَانَتْ فِي يَدَيْ حَرَسِيٍّ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِّثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُولُ إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے اس سال منبر پر سنا جس سال انہوں نے حج کیا تھا' انہوں نے بالوں کا وہ گچھا لیا جو ایک سپاہی کے ہاتھوں میں تھا' پس کہا: اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ. [اطراف الحدیث:۳۴۸۸۔ ۵۹۳۲۔۵۹۳۸۔۵۹۳۲] (صحیح مسلم:۲۱۲۷، الرقم المسلسل:۵۴۷۱، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۷، سنن ترمذی:۲۷۸۱، سنن نسائی:۵۲۴۵)

مثل سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ فرماتے تھے: بنی اسرائیل صرف اس وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے' جب ان کی عورتوں نے یہ گچھے بنانے شروع کر دیئے تھے۔

علماء مدینہ کے بُرے کاموں پر انکار نہ کرنے کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ نے کہا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس وقت علماء کی تعداد کم تھی' کیونکہ زیادہ تر صحابہ اس وقت فوت ہو چکے تھے اور عام جہلاء اس طرح کے کام کرتے تھے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ علماء کو بتائیں کہ انہوں نے ایسے کاموں پر انکار کرنے کو کیوں ترک کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باقی صحابہ اور اکابر تابعین نے اس پر انکار کو ترک کر دیا ہو' کیونکہ ان کے نزدیک یہ کام حرام نہیں تھا اور انہوں نے اس کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا تھا' یا انہوں نے اس وجہ سے اس کام پر انکار نہیں کیا کہ اس زمانہ کے حکام اس انکار کو اپنے خلاف اعتراض سمجھیں گے' یا اُن کو اس کام کی خبر بالکل نہیں پہنچی تھی یا ان کو اس کی خبر تو پہنچی تھی لیکن انہوں نے اس پر توجہ نہیں کی' حتیٰ کہ حضرت معاویہ نے ان کو توجہ دلائی' اس وقت جو علماء موجود تھے ان کی طرف سے یہ اعذار ممکن ہیں اور حضرت معاویہ نے جو خطبہ میں فرمایا تھا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ تو شاید یہ جمعہ کا خطبہ نہیں تھا اور اس خطبہ میں علماء حاضر نہیں تھے' اس لیے حضرت معاویہ نے حاضرین سے فرمایا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا پیشانی کے بالوں کا گچھا بنانا بنی اسرائیل پر حرام تھا' اسی وجہ سے اور دیگر حرام کاموں کی وجہ سے ان کو ہلاک کیا گیا' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عام لوگ برائی میں مبتلا ہوں تو ان کی مذمت کرنی چاہیے۔

٣٤٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيمَا مَضَى قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي أُمَّتِي هٰذِهِ مِنْهُمْ فَإِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. [طرف الحدیث:۳۶۸۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم سے پہلے گزشتہ امتوں میں محدث ہوتے تھے اور بے شک اگر میری امت میں ان میں سے کوئی محدث ہے تو وہ عمر بن الخطاب ہیں۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہماری امت میں بہ کثرت محدثین کا ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں بھی مذکور ہے' اس میں فرمایا ہے: بنی اسرائیل میں محدث ہوتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ توقع تھی کہ آپ کی امت میں بھی محدث ہوں گے' گویا آپ کو یہ اطلاع نہیں تھی کہ آپ کی امت میں محدث ہوں گے' اور الحمد للہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقع کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدث ہوئے اور ان کے علاوہ اور بھی بے شمار محدث گزرے ہیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۴۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

محدث کی تعریفات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

محدث میں دال مشدد پر زبر ہے اور محدَّثون محدَّث کی جمع ہے۔

علامہ خطابی متوفی ٣٨٩ھ نے کہا ہے: محدَّث وہ شخص ہے جس کے دل پر الہام کیا جائے' گویا وہ اپنے گمان کے مطابق جو بات کہتا ہے وہ درست ہوتی ہے اور یہ اولیاء اللہ کے درجات میں ایک عظیم درجہ ہے۔

دوسری تعریف یہ ہے کہ محدَّث وہ ہے جس کی زبان سے صحیح بات نکلے۔

تیسری تعریف یہ ہے کہ محدَّث وہ ہے جس کی زبان سے فرشتے کلام کریں۔

امام ترمذی متوفی ٢٧٩ھ نے کہا ہے کہ ابوعیینہ کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ محدَّث وہ شخص ہوتا ہے جس کو فہم عطاء کی جاتی ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: محدَّث صاحبِ فراست کو کہتے ہیں۔

علامہ نووی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ جس کی زبان سے صحیح بات نکلے وہ محدَّث ہوتا ہے۔

یہ تمام تعریفات متقارب المعنی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٧٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ اسماعیل بن احمد کورانی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں شک نہیں تھا کہ آپ کی امت میں محدَّث ہوگا یا نہیں' کیونکہ جب بنی اسرائیل میں محدَّث تھے تو آپ کی امت تو خیرالامم ہے' بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر اس امت میں ایک بھی محدَّث ہوا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور اس میں ان کی انتہائی تعریف ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٣٥' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی کرامات قیامت تک منقطع نہیں ہوں گی۔

بنی اسرائیل کے قاتل کا قصہ

٣٤٧٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِينَ إِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ هَلْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ اِئْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَى هٰذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي وَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَى هٰذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي وَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ إِلَى هٰذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ از ابوالصدیق الناجی از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: بنو اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے (٩٩) انسانوں کو قتل کر دیا' پھر وہ یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے نکلا' پس وہ ایک راہب کے پاس آیا' پس اس سے سوال کیا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! اس نے اس کو بھی قتل کر دیا' پھر اس نے اپنا مسئلہ معلوم کیا تو اس سے ایک (عالم) مرد نے کہا: تم فلاں فلاں بستی میں جانا' پس اس کو (راستہ میں) موت نے آ لیا' تو اس نے اپنے سینہ کو (اس) بستی کے قریب کر دیا' تب رحمت کے فرشتوں میں اور عذاب کے فرشتوں میں اس کے متعلق بحث ہوئی' پس اللہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح مسلم:٢٧٦٦ الرقم المسلسل:٦٩٠٢ سنن ابن ماجہ:٢٦٢٢ صحیح ابن حبان:٦١٥ حلیۃ الاولیاء ج ٣ ص ١٠٢ مسند احمد ج ٣ ص ٢٠ طبع قدیم مسند احمد:١١١٥٤ ج ١٧ ص ٢٤٤ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

تعالیٰ نے اس فاصلہ کے متعلق وحی فرمائی کہ تو قریب ہو جا اور اس جگہ کے متعلق وحی فرمائی کہ تو بعید ہو جا اور فرمایا: ان دونوں جگہوں کی پیمائش کرو' ب بستی والی جگہ ایک بالشت قریب تھی' سو اس کو بخش دیا گیا۔

صحیح مسلم کی حدیث سے حدیث مذکور کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر وہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے نکلا' یعنی یہ معلوم کرنے کے لیے نکلا کہ آیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں' صحیح مسلم میں قتادہ سے منقول ہے کہ وہ پوچھتا پھر رہا تھا کہ روئے زمین کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کی ایک راہب کی طرف رہنمائی کی گئی۔

پس وہ راہب کے پاس گیا' راہب رہبان نصاریٰ کا واحد ہے' اس کا معنی ہے: جو اللہ سے ڈرنے والا اور عبادت گزار ہو اور دنیا کے عیش و عشرت اور لذائذ کو ترک کرنے والا ہو' اس میں یہ خبر ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد کا واقعہ ہے' کیونکہ رہبانیت کی بدعت حضرت عیسیٰ کے پیروکاروں نے نکالی تھی' جیسا کہ قرآن مجید میں منصوص ہے۔

اس سے ایک مرد نے کہا: تم فلاں فلاں بستی میں جاؤ۔ ہشام کی روایت میں ہے کہ وہاں ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں' تم ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو' اور اپنے علاقہ میں لوٹ کر نہ جاؤ' کیونکہ وہ بُرا علاقہ ہے' پس وہ روانہ ہوا' ابھی وہ آدھے راستہ میں تھا کہ اس کو موت نے آلیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس پر موت کی علامات آ گئیں۔

تو اس نے اپنے سینہ کو اس بستی کے قریب کر دیا' تو اس کے متعلق فرشتوں نے بحث کی۔

ہشام کی روایت میں ہے: رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہوئے آیا تھا' اور عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا' تب ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا اور اس نے کہا: ان دونوں زمینوں کے فاصلہ کی پیمائش کرلو اور وہ جس زمین کے قریب ہو' اس کو اسی کے ساتھ ملا دو۔

تب اللہ تعالیٰ نے وحی کی: یعنی جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا' اس زمین کی طرف وحی کی کہ تو سمٹ جا اور جس زمین سے وہ چلا تھا اس کی طرف وحی کی کہ تو پھیل جا اور دور دور ہو جا!

ابواللیث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں ذکر کیا کہ نیک لوگوں کی زمین کا نام نصرۃ تھا اور دوسری بستی کا نام کفرۃ تھا۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس نے سو آدمیوں کو قتل کیا تھا اور آدمیوں کے حقوق توبہ سے نہیں ساقط ہوتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی توبہ قبول کر لیتا ہے تو جن لوگوں کے اس پر حقوق ہیں' ان کو راضی کر دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٧٦-٧٧ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

قاتل کی مغفرت کی توجیہات اور اولیاء اللہ کی فضیلت اور کرامت

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قتل سمیت تمام کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا مشروع ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ توبہ تمام گناہوں کی طرح قتل کے گناہ کو بھی مٹا دیتی ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ قتل کا گناہ معاف نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا O (النساء: ٩٣)

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے' وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور وہ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے O

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے اور یہاں مشتق ''مؤمنا'' کا لفظ ہے اور اس کا ماخذ اشتقاق ایمان ہے' سو اس آیت کا معنی ہے: جس شخص نے کسی مؤمن کو اس کے ایمان کے سبب سے قتل کیا تو اس کی سزا دائمی جہنم ہے اور جو شخص کسی مؤمن کو اس کے ایمان کے سبب سے قتل کرے تو وہ کافر ہوگا اور اس کی سزا دائمی جہنم ہے اور جو شخص کسی مؤمن کو اس کے ایمان کی وجہ سے نہ قتل کرے بلکہ کسی اور سبب سے قتل کرے تو اس کی یہ سزا نہیں ہے۔

(۲) اس آیت میں ہر چند کہ عموم ہے' مگر اس سے مراد یہ ہے کہ جو کافر کسی مؤمن کو قتل کرے تو اس کی سزا دائمی جہنم ہے اور یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے۔

(۳) اور اگر بالفرض اس آیت میں کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا مراد ہو تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ مسلمان دائمی جہنم کی سزا کا مستحق ہے' اس کا یہ معنی نہیں کہ اس کو ضرور وہ سزا ملے گی۔

(۴) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں خلود سے مراد دوام نہ ہو' بلکہ مکث طویل مراد ہو' یعنی وہ طویل عرصہ تک جہنم میں رہے گا' یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

(۵) اس آیت میں یہ شرط محذوف ہے کہ اگر اس کی مغفرت نہ کی گئی یا اس کی توبہ قبول نہ کی گئی' گویا اس صورت میں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

(۶) یہ آیت انشاء تخویف پر محمول ہے' یعنی مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے دائمی عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔

(۷) اگر کسی مسلمان نے قتل کو معمولی کام سمجھا تو اس کی یہ سزا ہے' مطلقاً قتل کی یہ سزا نہیں ہے۔

(۸) اگر کسی نے قتل مسلم کے حرام ہونے کا انکار کر دیا تو پھر اس کی یہ سزا ہے۔

(۹) اگر کسی نے حلال اور جائز سمجھ کر مسلمان کو قتل کر دیا تو پھر اس کی یہ سزا ہے۔

(۱۰) یہ آیت تغلیظ کے لیے ہے اور زجر و توبیخ پر محمول ہے۔

اس حدیث میں عالم کی عابد پر فضیلت کا بیان ہے' کیونکہ جس نے پہلے اس قاتل سے کہا تھا: تمہاری بخشش نہیں ہوگی' وہ عابد تھا اور جس نے کہا تھا کہ تم فلاں بستی میں جا کر توبہ کرو اور عبادت کرو تو تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی' وہ عالم تھا۔

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی فضیلت ہے کہ ان کے پاس جا کر عبادت کرنے سے توبہ قبول ہو جاتی ہے۔

واقع میں اولیاء کی بستی کا فاصلہ زیادہ تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو سمٹنے کا حکم دیا' کیونکہ اگر وہ زمین نہ سمٹتی تو اولیاء اللہ کی فضیلت ظاہر نہ ہوتی' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لیے زمین کی طبعی اور واقعی پیمائش کو بدل ڈالا' یعنی یہ تو ہوسکتا ہے کہ زمین کی پیمائش بدل جائے' یہ نہیں ہوسکتا کہ اولیاء اللہ کی فضیلت میں کمی آئے۔

یہ بنی اسرائیل کے اولیاء اللہ کی بستی تھی' تو سوچئے! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء اللہ کی بستی کی فضیلت کا کیا عالم ہوگا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پھر غور طلب بات یہ ہے کہ وہ قاتل ابھی اولیاء اللہ کی بستی تک پہنچا نہیں تھا' ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی' توبہ نہیں کی تھی' اس جگہ عبادت نہیں کی تھی' صرف وہاں جانے کا قصد کیا تھا تو بخش دیا گیا تو جو اولیاء اللہ کے پاس پہنچا ہو' ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہو اور ان کے ساتھ عبادت کی ہو تو اس کی بخشش کا کیا عالم ہوگا اور یہ تو اسرائیلی اولیاء تھے جو محمدی اولیاء تک پہنچا ہو' غوثِ اعظم تک پہنچا ہو' خواجہ اجمیری کے پاس گیا ہو' داتا گنج بخش کے ہاتھ پر بیعت کی ہو' اس کی مغفرت اور اس کے فیوض کا کیا ٹھکانا ہوگا!

٣٤٧١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَّسُوْقُ بَقَرَةً اِذْ رَكِبَهَا فَضَرَبَهَا فَقَالَتْ اِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا اِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحَرْثِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمَ فَقَالَ فَاِنِّيْ اُوْمِنُ بِهٰذَا اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَاهُمَا ثَمَّ وَبَيْنَمَا رَجُلٌ فِيْ غَنَمِهٖ اِذْ عَدَا الذِّئْبُ فَذَهَبَ مِنْهَا بِشَاةٍ فَطَلَبَ حَتّٰى كَاَنَّهٗ اسْتَنْقَذَهَا مِنْهُ فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ هٰذَا اسْتَنْقَذْتَهَا مِنِّيْ فَمَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِيْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ ذِئْبٌ يَّتَكَلَّمُ قَالَ فَاِنِّيْ اُوْمِنُ بِهٰذَا اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَاهُمَا ثَمَّ. وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِّسْعَرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: (گزشتہ امتوں میں) جس وقت ایک شخص گائے کو لے جا رہا تھا جب وہ اس پر سوار ہو گیا اور اس کو مارا تو گائے نے کہا: میں اس لیے نہیں پیدا کی گئی ہوں' ہم کو تو صرف ہل چلانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے' تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! گائے نے کلام کیا ہے' پس بے شک اس پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر' اور اس وقت اس مجلس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حاضر نہیں تھے' پھر جس وقت ایک مرد اپنی بکریوں میں تھا' اچانک بھیڑیا حملہ کر کے ان میں سے ایک بکری لے گیا' اس مرد نے اس بکری کو تلاش کیا' حتیٰ کہ اس بکری کو بھیڑیے سے چھڑا لیا تو اس مرد سے بھیڑیے نے کہا: تو نے اس کو مجھ سے چھڑا لیا ہے' پس درندوں کی حکومت کے دن اس کو کون چھڑائے گا جس دن میرے سوا کوئی محافظ نہیں ہوگا' تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! بھیڑیے نے کلام کیا' آپ نے فرمایا: اس کلام پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر اور اس وقت اس مجلس میں وہ دونوں حاضر نہیں تھے۔ اور ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از مسعر از سعد بن ابراہیم از ابی سلمہ از ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے اس کی مثل فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٢٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٧٢- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى رَجُلٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا لَّهُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِيْ عَقَارِهِ جَرَّةً فِيْهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّي إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْأَرْضَ وَلَمْ أَبْتَعْ مِنْكَ الذَّهَبَ وَقَالَ الَّذِي لَهُ الْأَرْضُ إِنَّمَا بِعْتُكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيْهَا فَتَحَاكَمَا إِلَى رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِي تَحَاكَمَا إِلَيْهِ أَلَكُمَا وَلَدٌ قَالَ أَحَدُهُمَا لِي غُلَامٌ وَقَالَ الْآخَرُ لِي جَارِيَةٌ قَالَ أَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ وَأَنْفِقُوا عَلَى أَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا. (صحیح مسلم:۱۷۲۱' الرقم المسلسل:۴۳۸۸' صحیح ابن حبان:۲۰ ۷۷' شعب الایمان:۵۲۹۰' شرح السنۃ:۲۲۱۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶ طبع قدیم' مسند احمد:۸۱۹۱۔ ج ۱۳ ص ۵۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

(گزشتہ اُمتوں میں) ایک مرد نے دوسرے مرد سے زمین خریدی' پس خریدنے والے مرد نے اس زمین میں ایک گھڑا مدفون پایا جس میں سونے کی اشرفیاں تھیں' تو اس مرد نے جس سے زمین خریدی تھی' اس سے کہا: تم اپنا سونا لے لو' میں نے تم سے صرف زمین خریدی تھی سونا نہیں خریدا تھا' زمین فروخت کرنے والے نے کہا: میں نے تم کو زمین اور زمین میں جو کچھ تھا وہ فروخت کر دیا' پھر ان دونوں نے ایک تیسرے مرد کو حَکَم بنایا' پھر جس کو حَکَم بنایا تھا' اس نے پوچھا: کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: میرا لڑکا ہے' اور دوسرے نے کہا: میری لڑکی ہے' اس نے کہا: تم اس لڑکے کی لڑکی سے شادی کر دو اور ان دونوں پر اس سونے سے خرچ کرو اور صدقہ کرو۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس اعتبار سے ہے کہ وہ دونوں مرد بنی اسرائیل میں سے تھے۔

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''عقار'' کا لفظ ہے' ''عقار'' اصل میں زمین اور اس سے متصل مالیت کو کہتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ گھر اور اولاد کو ''عقار'' کہتے ہیں' بعض نے کہا: یہ کھجور کے درختوں کے ساتھ خاص ہے۔

اس میں ''جرّۃ'' کا لفظ ہے' مٹی کے برتن کو ''جرّہ'' کہتے ہیں' جیسے مٹکا یا گھڑا۔

کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟ اس کا معنی ہے: کیا تم میں سے ہر ایک کی اولاد ہے' کیونکہ دونوں کی مشترک اولاد تو نہیں ہو سکتی۔

حَکَم کے حُکم نافذ ہونے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں تیسرے مرد کو حَکَم (حاکم) بنانے کا ذکر ہے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر حَکَم کی رائے قاضی شہر کی رائے کے موافق ہو گی تو اس کا حکم نافذ ہو گا ورنہ نہیں۔

امام مالک نے اس کو مطلقاً جائز کہا ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر اس میں فیصلہ کرنے کی اہلیت ہے تو اس کا حکم نافذ ہو گا' خواہ اس کا حکم قاضی شہر کی رائے کے موافق ہو یا نہ ہو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جس شخص کو انہوں نے حکم بنایا تھا' اس نے کسی فریق پر بھی حکم نہیں لگایا' بلکہ اس نے دونوں فریقوں کی دیانت اور تقویٰ کو دیکھ کر ان کی نسل اور ان کی اولاد کی خیر خواہی کے لیے ان کی بہتری کا فیصلہ کیا۔

دفینہ کا شرعی حکم

علامہ مازری نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کوئی زمین خریدے اور اس میں کوئی چیز مدفون ہو تو اگر وہ چیز زمین کی جنس سے ہے جیسے ہیرے' جواہرات اور لعل اور یاقوت وغیرہ تو وہ خریدار کی ملکیت ہو گی اور اگر وہ زمانۂ جاہلیت کے دفینوں کی قسم سے ہو جیسے سونے اور چاندی کے سکّے تو وہ رکاز کے حکم میں ہے اور اگر وہ مسلمانوں کے دفینوں کی قسم سے ہو تو وہ لقطہ کے حکم میں ہے اور اگر اس کا یقین

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہ ہو سکے کہ وہ مسلمانوں کا دفینہ ہے یا نہیں تو اگر وہاں بیت المال ہو تو اس مال کو بیت المال میں محفوظ کر لیا جائے گا' ورنہ اس مال کو فقراء اور مساکین میں اور دینی ضروریات میں اور مصالحِ مسلمین میں صرف کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ص ٨٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر مال مدفون زمانۂ جاہلیت کا ہو تو وہ رکاز کے حکم میں ہے اور اگر وہ زمانۂ اسلام کا ہو تو وہ لقطہ کے حکم میں ہے تو پھر حَکم نے یہ فیصلہ کیوں کیا کہ وہ ان دونوں کی اولاد پر خرچ کیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دفینہ کا حال معلوم نہیں تھا اور چونکہ وہ ارضِ مملوک میں موجود تھا' اس لیے وہ خریدار کی ملکیت تھا اور جب خریدار نے اس مال کو لینے سے انکار کر دیا تو حَکم نے دونوں کی اولاد کے متعلق اس کا فیصلہ کر دیا' نیز شرائع مختلف ہوتی ہیں' اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے اس زمانہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کیا ہو' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو زُہد اور دنیا سے بے رغبتی کرنی چاہیے اور تقویٰ کو اختیار کرنا چاہیے' کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی فریق بھی اپنے حق کے بغیر مال لینا نہیں چاہتا تھا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٣٧' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں: یہ اس زمانے کے متقی لوگ تھے کہ کوئی فریق بھی بغیر شرعی دلیل کے دفینہ کو لینے پر تیار نہ تھا' آج ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر ہم ایسی صورتِ حال سے دوچار ہوں تو خریدار کہے گا: اس دفینہ پر میرا حق ہے اور زمین فروخت کرنے والا کہے گا: اس پر میرا حق ہے' اور اگر حکومت کو پتا چل جائے تو وہ اس پر قبضہ کر لے گی' دیانت اور خدا خوفی سے ہم لوگ خالی ہو چکے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائے!)

٣٤٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَعَنْ اَبِى النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَسْاَلُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الطَّاعُوْنِ فَقَالَ اُسَامَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ رِجْسٌ اُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِّنْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ اَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر و از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود' انہوں نے ان سے سنا' وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سوال کر رہے تھے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طاعون کے متعلق کیا سنا ہے؟ تو حضرت اسامہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طاعون ایک عذاب ہے جو بنو اسرائیل کی ایک جماعت پر بھیجا گیا تھا یا تم سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا تھا' پس جب تم سنو کہ کسی زمین میں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب اس زمین میں طاعون آ جائے جہاں تم ہو تو طاعون سے بھاگ کر اس زمین سے نہ نکلو۔

قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا يُخْرِجُكُمْ اِلَّا فِرَارًا مِّنْهُ.

ابو النضر نے کہا: یعنی بھاگنے کے سوا اور کوئی غرض نہ ہو تو نہ نکلو۔

[اطراف الحدیث: ٥٧٢٨-٦٩٧٤] (صحیح مسلم: ٢٢١٨' الرقم المسلسل: ٥٦٦٥' سنن ترمذی: ١٠٦٧)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طاعون کے متعلق قدیم علماء کی تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

طاعون' طعن سے ماخوذ ہے اور فاعول کے وزن پر ہے' اس کو اس موت کے لیے وضع کیا گیا ہے جس کا وقوع عام ہو' اس کو وباء کہتے ہیں' خلیل نے کہا ہے کہ وباء کا معنی طاعون ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ طاعون اس عام مرض کو کہتے ہیں جس میں بہ کثرت لوگ مبتلا ہوں اور یہ مرض ایک نوع کا ہو' حکماء نے کہا ہے کہ طاعون وباء ہے لیکن ہر وباء طاعون نہیں ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ طاعون کا معنی ہے: موتِ کثیر' چوتھا قول یہ ہے کہ طاعون ایک پھنسی ہے جس پر ورم آتا ہے اور اس میں شدید درد ہوتا ہے اور اس کے اردگرد کی کھال سیاہ ہو جاتی ہے یا سبز ہو جاتی ہے' اس سے دل میں گھبراہٹ ہوتی ہے' اس کی وجہ سے قے آتی ہے' یہ پھنسی بغلوں میں نکلتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٨٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ نے لکھا ہے: طاعون وباء ہے۔

(القاموس المحیط ص ١٢١٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

طاعون کے متعلق جدید تحقیق

کیپٹن اختر ایم۔ بی۔ بی۔ ایس لکھتے ہیں:

طاعون یعنی پلیگ

پلیگ ایک گرام نیگٹیو بیکٹریا وائی پسئس کی وجہ سے ہوتی ہے' جو کہ جنگلی چوہوں سے گھریلو چوہوں میں منتقل ہوتا ہے' جب ان چوہوں کی تعداد کم ہونے لگتی ہے تو ان کو کاٹنے والی کھیاں انسانوں کو کاٹ کر بیماری پھیلانے کا باعث بنتی ہیں۔ کبھی کبھار یہ متاثرہ شخص کا پاخانہ جلد کے ساتھ لگ جانے اور سانس کے بخارات کے ذریعے سے بھی پھیلتی ہے' اس کی چار قسمیں اب تک معلوم ہو چکی ہیں:

بوبونک' نموونک' سیپٹسمک اور کوٹینیس (جلدی)

(۱) بوبونک پلیگ: یہ سب سے عام قسم ہے اور نوے فیصد متاثرہ لوگوں کو یہی ہوتی ہے' انفیکشن لگنے کے ایک ہفتے کے بعد شدت سے ظاہر ہوتی ہے اور شدید بخار ہوتا ہے' سردی لگتی ہے' سر میں درد اور جسم میں درد اور متلی ہوتی ہے اور اُلٹی بھی آتی ہے' شدید کمزوری اور نقاہت ہوتی ہے' اس کے بعد بغل میں درد خاص طور پر رانوں کے جوڑوں میں سخت گلٹیاں بن جاتی ہیں' ایک سے دو ہفتے میں ان سے پیپ نکلنی شروع ہو جاتی ہے اور آنتوں میں یا پھیپھڑوں اور پیشاب کے راستے میں خون بھی آ سکتا ہے' قوتِ شنید کم ہو جاتی ہے' آواز بھرا جاتی ہے' زبان سوج جاتی ہے اور سفید اور خشک ہو جاتی ہے' زہر پھیل جانے پر مریض گھبرایا ہوا نظر آتا ہے۔

(۲) نموونک پلیگ: اس میں اچانک سخت نمونیا' خون والی بلغم اور سانس کی تنگی ہو جاتی ہے اور رنگ نیلا پڑ جاتا ہے اور اس میں تقریباً تمام متاثر مریض چل بستے ہیں۔

(۳) سیپٹسمک پلیگ: اس میں شدید انفیکشن ہوتا ہے اور نالیوں میں خون جم جاتا ہے اور مریض شاک میں چلا جاتا ہے' اگر علاج نہ ہو تو ۲ سے ۵ دن میں موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس میں ضروری نہیں ہے کہ جسم میں گلٹیاں بھی بنیں۔

(۴) کوٹینیس پلیگ: اس میں جلد پر دانے نکل آتے ہیں یا پسینے کے غدود یا بالوں کی جڑوں میں پیپ پڑ جاتی ہے' یا جلد اس طرح ہو جاتی ہے جیسے جل گئی ہو' یا سارے جسم پر نیلے دھبے (پرپرا) پڑ جاتے ہیں جو کہ گل جاتے ہیں یا گینگرین ہو جاتا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تشخیص

لمف نوڈ کے مواد خون کا کلچر اور بلغم کے معائنہ میں جراثیم کی موجودگی سے ہوتی ہے اور علاج کلچر کی رپورٹ آنے سے پہلے شروع ہو جانا چاہیے۔

سٹرپٹو مائی سین ٹیکے ۲/۱ گرام (Inj. Sreptomycine 1/2g.) ۴۸ گھنٹے تک ہر ۴ گھنٹے بعد پھر ۲/۱ گرام ہر چھ گھنٹے بعد پانچ دن کے لیے (الرجی سے محتاط رہیں)۔ یا' ٹیٹرا سائیکلین کیپسول (Tetracycline Cap.) دو یا تین کیپسول ہر چھے گھنٹے بعد ۱۴ دن کے لیے۔ یا' سٹرپٹو مائی سین ۲/۱ گرام (Inj. Sreptomycine 1/2g.) پنسلین ۴ لاکھ یونٹ (Inj. Penicilline 4 Lacunit) ملا کر ایک ٹیکہ روزانہ ۱۰ دن تک لگائیں' الرجی کا خیال رکھیں۔ یا' ہلکی صورت میں سلفا دایا زین کی دو گولیاں صبح' دوپہر' شام دینی چاہئیں۔

الرجی کے لیے Inj. Decadran 1ml. (ڈیکاڈران) فوراً لگائیں۔ (پریکٹس آف میڈیسن ص ۱۹۵۔ ۱۹۴' منہاس پبلشرز لاہور)

طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے ممانعت کی توجیہ

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب کسی زمین میں طاعون ہو اور تم اس زمین میں ہو تو طاعون سے بھاگ کر اس زمین سے نہ نکلو۔ اگر تم اعتراض کرو کہ یہ تو ظاہر ہے کیونکہ وہ شخص اللہ پر توکل کرے گا اور اس کو یہ یقین ہوگا کہ اس پر جو بھی مصیبت آئے گی' وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ ہے' لیکن جس زمین میں طاعون ہو' وہاں جانے سے بھی حدیث میں منع کیا گیا ہے اور بہ ظاہر یہ ممانعت توکل کے منافی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس لیے ہے کہ اگر اس جگہ جانے کے بعد اس کو طاعون ہو گیا تو شیطان اس کو یہ وسوسہ نہ ڈالے کہ اس جگہ جانے سے تم کو طاعون ہو گیا ہے' اگر وہاں نہ جاتے تو تم کو طاعون نہ ہوتا۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۳۳۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۳٤٧٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ عَذَابٌ يَّبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ وَأَنَّ اللّٰهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَّقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا يَّعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيْدٍ.

[اطراف الحدیث: ۵۷۳۴۔ ۶۶۱۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن یعمر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طاعون کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے یہ خبر دی کہ طاعون ایک عذاب ہے' اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اس عذاب کو بھیج دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مؤمنین کے لیے رحمت بنا دیا ہے' جس شہر میں طاعون ہو اس شہر میں جو شخص بھی صبر کر کے ثواب کی نیت سے اس یقین کے ساتھ وہاں ٹھہرا رہے گا کہ اس پر صرف وہی مصیبت آ سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے تو اس کو ایک شہید کی مثل اجر ملے گا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر کتنا کرم فرمایا ہے کہ جو چیز دوسری اُمتوں کے لیے عذاب ہے اس کو اس امت کے لیے رحمت بنا دیا ہے۔

٣٤٧٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوا وَمَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِّنْ حُدُودِ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ ابْنَةَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش کے لیے سخت پریشانی کا باعث یہ تھا کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تھی انہوں نے کہا کہ اس کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات کرے گا' لوگوں نے کہا: اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے کی جرأت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا اور کون کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں' سو حضرت اسامہ نے آپ سے بات کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کر رہے ہو' پس آپ نے خطبہ دیا' پھر فرمایا: تم سے پہلی امتیں صرف اس لیے ہلاک ہو گئی تھیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی پس ماندہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس پر حد جاری کر دیتے اور اللہ کی قسم! (بالفرض) اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٤٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٧٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ الْهِلَالِيَّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ وَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ وَّلَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے نزال بن سبرہ الہلالی سے سنا' از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرد سے قراءت سنی اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف قراءت سنی تھی' سو میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا' پھر میں نے آپ کو (واقعہ) بتایا تو میں نے آپ کے چہرہ پر ناپسندیدگی پائی اور آپ نے فرمایا: تم دونوں ٹھیک ہو اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرو' کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہو گئے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤١٠ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٤٧٧- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهِ وَيَقُولُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ.

[طرف الحدیث:٦٩٢٩](صحیح مسلم:١٧٩٢، الرقم المسلسل: ٤٥٣٨، سنن ابن ماجہ:٤٠٢٥، مسند ابویعلیٰ:٥٢٠٥، صحیح ابن حبان: ٩٧٣، مسند احمد ج ٢ ص ٣٨٠ طبع قدیم، مسند احمد:٣٦١١۔ج ٦ ص ١٠٣ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا' آپ انبیاء میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان کر رہے تھے' ان کو ان کی قوم نے مارا' پس خون آلود کر دیا اور وہ اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ علم نہیں رکھتے!

آپ جس نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے' اس نبی کے تعین میں اختلافِ شارحین اور علامہ قرطبی کا ردّ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ جس نبی کا آپ نے واقعہ بیان فرمایا ہے' وہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے کوئی نبی تھے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام ہوں' کیونکہ ان کی قوم ان کو پکڑ کر ان کا گلا گھونٹنے لگتی حتیٰ کہ ان پر غشی طاری ہو جاتی اور جب ان کو ہوش آتا تو وہ یہ دعا کرتے: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ ان کو علم نہیں ہے!

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس صورت میں یہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہوگی کیونکہ یہ باب بنی اسرائیل کے متعلق ہے اور حضرت نوح علیہ السلام بنی اسرائیل سے کافی مدت پہلے گزرے ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نبی کا قصہ بیان فرمایا ہے' اس سے مراد خود آپ کی اپنی ذاتِ گرامی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٨٤۔ ٨٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ قرطبی کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد میں مشرکین کی مغفرت کی دعا کی اور اس کا ابطال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خود یہ واقعہ پیش آیا تو آپ نے اپنے اصحاب سے ذکر کیا کہ ایسا واقعہ آپ سے پہلے ایک اور نبی کے ساتھ بھی پیش آ چکا ہے' آپ کے ساتھ غزوۂ اُحد کے دن یہ واقعہ پیش آیا تھا' جب آپ کے سر پر چوٹ لگی اور اس سے خون بہا تو اس حال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سے پہلے نبی کا قصہ یاد آ گیا تو آپ نے اپنے اصحاب کی دل جوئی کے لیے یہ قصہ سنایا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکایت بیان کی ہے اور آپ خود ہی اس کا محکی عنہ (مصداق) ہیں' گویا اس قصہ کے وقوع سے پہلے آپ کی طرف اس کی وحی کی گئی تھی اور اس نبی کا نام نہیں لیا گیا تھا' اور جب آپ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تو متعین ہو گیا کہ اس قصہ میں نبی سے مراد آپ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ علامہ قرطبی کی اس تقریر پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کے باب کا عنوان بنی اسرائیل ہے' اس لیے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کو بنی اسرائیل کے انبیاء پر محمول کرنا متعین ہے اور صحیح ابن حبان میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ علم نہیں رکھتے۔ (صحیح ابن حبان: ۹۷۳) امام ابن حبان نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ اُحد میں یہ دعا کی تھی' جب آپ کے سر پر چوٹ ماری گئی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! میرے سر پر چوٹ مارنے کے ان کے گناہ کو معاف فرما! یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ نے ان کے لیے مطلقاً مغفرت کی دعا کی تھی' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ کی دعا مقبول ہوتی اور اگر آپ کی یہ دعا مقبول ہوتی تو غزوۂ اُحد کے تمام کفار مسلمان ہو جاتے' امام ابن حبان کا یہ کلام اس پر مبنی ہے کہ آپ کی دعا کا کسی کے حق میں قبول نہ ہونا جائز نہیں ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا میں سے دو چیزیں عطاء کیں اور ایک چیز سے مجھ کو منع کر دیا۔

پھر مجھے مسند احمد میں ایسی حدیث ملی جو علامہ قرطبی کی تاویل سے مانع ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجعرانہ میں حنین کی غنیمتوں کو تقسیم کیا تو آپ پر لوگوں کا ازدحام ہو گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اپنے ایک بندے کو ایک قوم کی طرف مبعوث کیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی اور اس کا سر پھاڑ دیا' وہ نبی اپنی پیشانی سے خون کو پونچھ رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے میرے رب! میری قوم کو معاف فرما! کیونکہ یہ علم نہیں رکھتے۔ حضرت ابن مسعود نے کہا: گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا' آپ اپنی پیشانی پونچھ کر اس نبی کی حکایت کر رہے تھے۔ (مسند احمد ج۱ ص ۴۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۰۵۷۔ ج۷ ص ۱۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند ابو یعلیٰ: ۴۹۹۲' علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے: اس حدیث کی سند حسن ہے)

اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی پیشانی سے خون نہیں پونچھا تھا بلکہ اس نبی علیہ السلام کے خون پونچھنے کی حکایت کی تھی' اس سے ظاہر ہو گیا کہ علامہ قرطبی کا یہ قول فاسد ہے کہ اس حکایت کے آپ خود ہی محکی عنہ (مصداق) ہیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس نبی سے مراد خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے' لیکن علامہ قرطبی کا یہ قول دو وجہ سے صحیح نہیں ہے' اوّلاً اس لیے کہ اس حدیث کے باب کا عنوان بنی اسرائیل ہے' اس لیے اس نبی سے مراد بنی اسرائیل کے کوئی نبی ہیں' ثانیاً اس لیے کہ غزوۂ اُحد کی حدیث کے آخر میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس قوم پر اللہ کا شدید غضب ہوتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خون آلود کر دے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۷۴' صحیح مسلم: ۲۷۹۳) اور اس نبی کے قصہ کے آخر میں ہے کہ وہ نبی اپنی پیشانی سے خون پونچھ رہے تھے اور دعا کر رہے تھے: اے میرے رب! قوم کو معاف فرما! کیونکہ وہ علم نہیں رکھتے۔ (مسند احمد ج ۸ ص ۴۲۷) اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اس نبی سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ذات نہیں تھی۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۳۴۰۔ ۳۳۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کورانی کی ذکر کردہ حدیث کی تفصیل یہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے' اس وقت آپ نے فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا اور اس کے سامنے کے چار دانت شہید کر دیئے اور آپ انہیں اللہ کی طرف دعوت دے رہے تھے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(مسند احمد ج ٣ ص ٢٨٨ طبع قدیم' مسند احمد: ١٤٠٧٢- ج ٢١ ص ٤٥٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ الارنؤوط نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور اس حدیث میں یہ جملہ نہیں ہے کہ اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر دے کیونکہ وہ علم نہیں رکھتے' لہٰذا علامہ قرطبی کی تقریر کا صحیح نہ ہونا مزید ظاہر ہو گیا۔

٣٤٧٨- حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْغَافِرِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا كَانَ قَبْلَكُمْ رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ لِبَنِيْهِ لَمَّا حُضِرَ اَیَّ اَبٍ كُنْتُ لَكُمْ قَالُوْا خَيْرَ اَبٍ قَالَ فَاِنِّیْ لَمْ اَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَاِذَا مُتُّ فَاحْرِقُوْنِیْ ثُمَّ اسْحَقُوْنِیْ ثُمَّ ذَرُّوْنِیْ فِیْ يَوْمٍ عَاصِفٍ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ مَاحَمَلَكَ قَالَ مَخَافَتُكَ فَتَلَقَّاهُ بِرَحْمَتِهٖ وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِیَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ٦٤٨١-٧٥٠٨] (صحیح مسلم: ٢٧٥٧' الرقم المسلسل: ٦٨٧٨' صحیح ابن حبان: ٦٤٩' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ٥١١-٥١٠' مسند احمد ج ٣ ص ٧٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٦٦٤- ج ١٨ ص ٢٠٤-٢٠٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از عقبہ بن عبدالغافر از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطاء فرمایا' جب اس پر موت کی علامات آئیں تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: میں تمہارے لیے کیسا باپ تھا؟ انہوں نے کہا: آپ بہترین باپ تھے! اس نے کہا: میں نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا' پس جب میں مر جاؤں تو تم مجھے جلا دینا' پھر میری ہڈیوں کو پیسنا' پھر جس دن تیز ہوا چل رہی ہو اس دن مجھے چھوڑ دینا' انہوں نے ایسا کیا' پھر اللہ عزوجل نے اس (کے اجزاء) کو جمع کر کے پوچھا: تجھے اس بات پر کس نے برانگیختہ کیا! اس نے کہا: تیرے خوف نے' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس کے ساتھ ملاقات کی۔ اور معاذ نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے عقبہ بن عبدالغافر سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح عنقریب صحیح البخاری: ٣٤٨١ میں آ رہی ہے۔

٣٤٧٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ قَالَ عُقْبَةُ لِحُذَيْفَةَ اَلَا تُحَدِّثُنَا مَاسَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ لَمَّا اَيِسَ مِنَ الْحَيٰوةِ اَوْصٰى اَهْلَهُ اِذَا مُتُّ فَاجْمَعُوْا لِیْ حَطَبًا كَثِيْرًا ثُمَّ اَوْرُوْا نَارًا حَتّٰى اِذَا اَكَلَتْ لَحْمِیْ وَخَلَصَتْ اِلٰى عَظْمِیْ فَخُذُوْهَا فَاطْحَنُوْهَا فَذَرُّوْنِیْ فِی الْيَمِّ فِیْ يَوْمٍ حَارٍّ اَوْ رَاحٍ فَجَمَعَهُ اللّٰهُ فَقَالَ لِمَ فَعَلْتَ قَالَ خَشْيَتَكَ فَغَفَرَ لَهٗ قَالَ عُقْبَةُ وَاَنَا سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ. حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْمَلِكِ وَقَالَ فِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن عمیر از ربعی بن حراش' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عقبہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا آپ ہمیں وہ حدیث نہیں سناتے جس کو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص کے پاس موت (کی علامات) آئیں' جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لیے بہت لکڑیاں جمع کرنا' پھر ان میں آگ لگا دینا' حتیٰ کہ جب آگ میرا گوشت کھا لے اور میری ہڈیوں تک پہنچ جائے تو پھر ان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَوْمٍ رَاحٍ.

ہڈیوں کو لے کر پیسنا' پھر مجھے سخت گرمی' یا فرمایا: سخت آندھی کے ان دریا میں پھینک دینا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس (کے اجزاء) کو جمع کیا' پس پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: تیرے خوف کی وجہ سے' پس اللہ نے اس کو بخش دیا' حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا۔ ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی اور کہا: سخت آندھی کے دن میں۔

٣٤٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يُدَايِنُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ إِذَا أَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی لوگوں کو قرض پر مال دیتا تھا' اور وہ اپنے نوکروں سے کہتا تھا کہ جب تمہارے پاس کوئی تنگ دست آئے تو اس سے درگزر کرنا' شاید کہ اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر کرے' آپ نے فرمایا: پس اس نے اللہ سے ملاقات کی تو اللہ نے اس سے درگزر کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٧٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٨١ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيهِ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اطْحَنُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبَنِي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهِ ذٰلِكَ فَأَمَرَ اللّٰهُ الْأَرْضَ فَقَالَ اجْمَعِي مَا فِيكِ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ فَغَفَرَ لَهُ. وَقَالَ غَيْرُهُ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ. [طرف الحدیث: ٧٥٠٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از حمید بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ایک شخص اپنی جان پر زیادتی کرتا تھا' جب اس پر موت (کی علامات) آئیں تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا' پھر (میری ہڈیوں کو) پیس دینا' پھر مجھے سخت ہوا میں اُڑا دینا' پس اللہ کی قسم! اگر اللہ نے مجھ پر تنگی کی تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا کہ ایسا عذاب اس نے کسی کو نہیں دیا ہو گا' پھر جب وہ مر گیا تو اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا' پس اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ تم میں جو اس کے اجزاء ہیں ان کو جمع کر لو' پس زمین نے ایسا کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا' اللہ تعالیٰ نے پوچھا: تم نے جو کام کیا اس پر تم کو کس نے برانگیختہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیا! اس نے کہا: اے رب! تیرے خوف نے' سو اللہ نے اس کو بخش دیا' دوسروں نے کہا: یارب! تیری خشیت (خوف) کی وجہ سے۔

اگر دہشت سے مغلوب ہو کر یا جہالت سے کلمۂ کفر نکل جائے تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر اللہ نے مجھ پر تنگی کی' یہاں پر متن حدیث میں یہ الفاظ ہیں: ''لئن قدر علیّ ربی''۔ بعض علماء نے قدر کو قدرت سے ماخوذ قرار دے کر اس کا یہ معنی کیا ہے: اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوا' پھر اس پر یہ اعتراض کیا کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک تھا' پھر تو وہ مؤمن بھی نہیں تھا' تو اس کی مغفرت کیسے ہو سکتی تھی' پھر اس کا یہ جواب دیا کہ قدر کا معنی تنگی کرنا ہے۔

علامہ نووی نے کہا: یہ لفظ اپنے ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اس نے دہشت سے مغلوب ہو کر یہ الفاظ کہے یا غفلت سے اور بھول کر کہے' اس لیے اس سے ان الفاظ پر مواخذہ نہیں ہوا' یا وہ اس زمانہ میں تھا جس میں صرف توحید کا عقیدہ رکھنا نجات کے لیے کافی تھا یا ان کے زمانہ میں کافر کی مغفرت بھی ہو سکتی تھی۔

علامہ خطابی نے کہا: چونکہ اس شخص نے کہا تھا کہ میں نے تیرے خوف کی وجہ سے یہ وصیت کی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص مؤمن تھا' رہا یہ کہ اس نے کہا تھا: اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوا تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر نہیں تھا' بلکہ اس نے لاعلمی کی وجہ سے کہا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٨٧-٨٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر اس حدیث میں قدر کا معنی تنگی کیا جائے جیسا کہ ہم نے کیا ہے تو پھر اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

٣٤٨٢- حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ لَاهِيَ اَطْعَمَتْهَا وَلَا هِيَ سَقَتْهَا اِذْ حَبَسَتْهَا وَلَاهِيَ تَرَكَتْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک عورت کو بلی کے سبب سے عذاب دیا گیا جس کو اس نے قید کر دیا تھا' حتیٰ کہ وہ بلی مر گئی' پس وہ عورت اس وجہ سے دوزخ میں داخل ہو گئی' اس عورت نے بلی کو کھلایا تھا نہ پلایا تھا' جب (سے) اس کو قید کیا تھا اور نہ اس بلی کو چھوڑا تھا کہ وہ زمین کا کوڑا کرکٹ کھا لیتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٦٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٨٣- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ زُهَيْرٍ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَافْعَلْ مَاشِئْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی از زہیر' انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از ربعی بن حراش' انہوں نے کہا: ہمیں ابو مسعود عقبہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے انبیاء

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سابقین کے جن بعض ارشادات کو پایا' ان میں یہ کلام بھی تھا: جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہے کرو۔

[اطراف الحدیث: ٣٤٨٤-٣٤٨٣-٦١٢٠] (سنن ابوداؤد: ٤٧٩٧' سنن ابن ماجہ: ٤١٨٣)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: ''بنی اسرائیل کی احادیث'' اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں جن انبیاء کا ذکر ہے' ان سے مراد انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔

جب انسان میں حیاء نہ رہے تو وہ جو چاہے کرتا ہے' اس کلام کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی حسبِ ذیل توجیہات ہیں:

(١) جب تمہیں کسی کے ڈانٹنے سے حیاء نہ آئے اور نہ کسی کے ملامت کرنے کا خوف ہو تو پھر جو تمہارے جی میں آئے وہ کرو' خواہ وہ کام اچھا ہو یا بُرا ہو' اس حدیث میں بہ ظاہر امر کا صیغہ ہے مگر اس سے مراد زجر و توبیخ ہے۔

(٢) اس کا معنی وعید ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے: ''اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ (حٰمٓ السجدہ: ٤٠)'' جو چاہو کیے جاؤ' یعنی تم جو بھی ناجائز کام کرو گے' اس پر تم کو سزا ملے گی۔

(٣) تم کو نیکی کے کام سے حیاء منع نہیں کرے گی۔

(٤) یہ کلمہ تہدید ہے' یعنی اس میں دھمکایا گیا ہے کہ تم جو چاہو کرو' تم کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٨٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ انسان کو بُرے اور مذموم کام سے حیاء روکتی ہے اور جب انسان میں حیاء نہ رہے تو وہ جو چاہے کرتا ہے۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٤٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٨٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ خِدَاشٍ يُّحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از منصور انہوں نے کہا: میں نے ربعی بن خداش سے سنا' وہ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک لوگوں نے جو کلامِ نبوت حاصل کیا اس میں سے یہ ہے کہ جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہو کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٨٣ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح لفظ ربعی بن خداش نہیں بلکہ ربعی بن حراش ہے جیسا کہ صحیح البخاری: ٣٤٨٣ میں مذکور ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

٣٤٨٥ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْاَرْضِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ تَابَعَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ. [طرف الحدیث: ٥٧٩٠] (سنن نسائی: ٥٣٤١)

نے فرمایا: جس وقت ایک مرد تکبر سے اپنا تہبند گھسیٹ رہا تھا تو اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا' پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ یونس کی متابعت عبدالرحمان بن خالد نے کی از زہری۔

اس حدیث میں ''یتجلجل'' کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: آواز کے ساتھ حرکت کرنا' ابن فارسی نے کہا: اس کا معنی ہے: کسی چیز کا مزاحمت کے ساتھ زمین میں دھنسنا۔

٣٤٨٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا وُهَیْبٌ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بَیْدَ کُلِّ اُمَّةٍ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِیْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْیَوْمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ فَغَدًا لِلْیَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰی.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والدخود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' آپ نے فرمایا: ہم (بعثت میں) آخر ہیں اور قیامت کے دن مقدم ہوں گے' تاہم ہر امت کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ہمیں ان کے بعد کتاب دی گئی ہے' پس یہ وہ (جمعہ کا) دن ہے جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا' پس یہود نے آئندہ کل کا دن بنایا' اور نصاریٰ نے اس کے بعد کا دن بنایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٨٧ - عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ کُلِّ سَبْعَةِ اَیَّامٍ یَوْمٌ یَغْسِلُ رَاْسَهٗ وَجَسَدَهٗ.

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہر سات دن میں ایک دن اپنا سر اور (باقی) جسم دھوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٩٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٨٨ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ قَدِمَ مُعَاوِیَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ الْمَدِیْنَةَ اٰخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا فَاَخْرَجَ کُبَّةً مِّنْ شَعَرٍ فَقَالَ مَا کُنْتُ اُرٰی اَنَّ اَحَدًا یَّفْعَلُ هٰذَا غَیْرَ الْیَهُوْدِ وَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ الزُّوْرَ یَعْنِی الْوِصَالَ فِی الشَّعَرِ تَابَعَهٗ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما مدینہ میں آئے اور وہ ان کا مدینہ میں آخری بار آنا تھا' پس انہوں نے ہمیں خطبہ دیا اور بالوں کا گچھا نکال کر فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ یہود کے علاوہ کوئی اور اس طرح کرتا ہوگا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا نام جھوٹی تزیین رکھا ہے' یعنی بالوں کو (مصنوعی) بالوں سے جوڑنا۔ آدم کی متابعت غندر نے کی ہے از شعبہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٦٨ میں گزر چکی ہے۔

کتاب احادیث الانبیاء وبنی اسرائیل کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین! آج تیرہ جمادی الثانی ١٤٣٠ھ/سات جون ٢٠٠٩ء بروز اتوار بعد از نمازِ ظہر کتاب احادیث الانبیاء اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

احادیث بنی اسرائیل کی تکمیل ہوگئی' ان میں دوسونو (۲۰۹) احادیث مرفوعہ ہیں' جن میں ایک سوستائیس (۱۲۷) احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث بیاسی (۸۲) ہیں' ان میں تیس تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح یہاں تک محض اپنے فضل وکرم سے پہنچا دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب اور ابواب کو بھی مکمل کرا دے' اور مصنف کی' اس کے والدین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرما دے! اس کتاب کو تا قیام قیامت باقی اور فیض آفریں کر دے!

(آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

٦١- كِتَابُ الْمَنَاقِبِ

فضائل کا بیان

اس کتاب کا عنوان ہے: "المناقب" یہ "المنقبة" کی جمع ہے اس کا معنی سوراخ ہے۔ فضیلت کو منقبت اس لیے کہتے ہیں کہ کسی کی فضیلت کو سن کر اس کے مخالف کے دل میں سوراخ ہو جاتا ہے یہ مجاز ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل میں تکلیف ہوتی ہے۔

١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (الحجرات: ١٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو (الحجرات: ١٣)

وَقَوْلِهٖ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۝﴾ (النساء: ١)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ سے ڈرو جس کے سبب سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے سے ڈرو بے شک تم پر اللہ نگہبان ہے۝ (النساء: ١)

الحجرات: ١٣ کے بعض الفاظ کی تفسیر

اس آیت میں ایک مرد اور ایک عورت کا ذکر ہے مرد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور عورت سے مراد حضرت حواء ہیں۔

نیز اس آیت میں "شعوب" کا لفظ ہے یہ "شعب" کی جمع ہے قبائل کے مجموعہ کو "شعب" کہتے ہیں اور قبیلہ کا معنی جماعت ہے یہ "قبائل الشجرة" سے ماخوذ ہے یعنی ایک درخت کی شاخیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ایک قبیلہ ہے اسی طرح حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ایک قبیلہ ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں زہری سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آزاد کردہ غلاموں سے کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے باپ دادا کی وجہ سے جاہلیت کی نخوت اور تکبر کو دور کر دیا ہے' تم سب آدم اور حواء کی اولاد ہو' جس طرح دو صاع برابر ہوتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو' لہٰذا تمہارے پاس جو بھی ایسا شخص آئے جس کے دین اور امانت پر تم راضی ہو' اس سے (اپنی لڑکیوں) کا نکاح کر دو۔ اس حدیث کو امام احمد اور ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

(شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹۔۲۸۸' طبع بیروت)

النساء:۱ کی تفسیر

اس آیت میں رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور قطع تعلق کرنے سے منع کیا ہے' اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ تم سب ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیے گئے ہو' سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں' اس لیے رنگ اور نسل میں اختلاف کے باوجود ان سب کو ایک دوسرے پر رحم کرنا چاہیے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۵۹۸۴' صحیح مسلم: ۲۵۵۶' سنن ترمذی: ۱۹۰۹)

امام احمد بن عمرو بزار متوفی ۲۹۲ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر بڑھائی جائے' اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس سے بری موت کو دور کیا جائے' وہ اللہ سے ڈرے اور رشتہ داروں سے تعلق جوڑے۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ۱: ۱۸۷۹' المعجم الاوسط: ۵۶۲۲)

یہ بھی باب کے عنوان کا ایک حصہ ہے' یعنی زمانۂ جاہلیت میں میت پر جس طرح نوحہ کیا جاتا تھا' جیسے کہا جاتا تھا: ہائے فلاں! اس کی ممانعت کے متعلق جو احادیث وارد ہیں۔

اَلشُّعُوْبُ وَمَا يُنْهٰى عَنْ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ النَّسَبُ الْبَعِيْدُ وَالْقَبَائِلُ دُوْنَ ذٰلِكَ.

''شعوب'' نسب بعید ہیں اور قبائل اس سے کم ہیں' ان کا معنی: اور وہ جو زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار سے منع کیا جاتا ہے۔

نسب بعید سے مراد ہے: جیسے مُضر اور ربیعہ' اور قبائل سے مراد ہے: جیسے قریش اور تمیم۔

٣٤٨٩ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ الْكَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾ (الحجرات: ۱۳) **قَالَ الشُّعُوْبُ الْقَبَائِلُ الْعِظَامُ وَالْقَبَائِلُ الْبُطُوْنُ.** (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن یزید الکاہلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از ابی حصین از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے (الحجرات: ۱۳ کی تفسیر) اور ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو' میں فرمایا: ''شعوب'' سے مراد ہے: بڑے قبیلے اور قبائل سے مراد بڑے قبیلہ کی شاخیں ہیں۔

یہ حدیث باب کے عنوان میں مذکور آیت کے مطابق ہے' کیونکہ اس میں ''شعوب'' اور قبائل کا ذکر ہے۔

٣٤٩٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ.

عبیداللہ' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی از والدِ خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ متقی ہو' انہوں نے کہا: ہم اس کے متعلق نہیں سوال کر رہے؟ آپ نے فرمایا: پھر حضرت یوسف نبی اللہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٥٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٩١ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا كُلَيْبُ بْنُ وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ رَبِيْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبُ ابْنَةُ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ قُلْتُ لَهَا اَرَاَيْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَانَ مِنْ مُّضَرَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ اِلَّا مِنْ مُّضَرَ مِنْ بَنِي النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ. [طرف الحدیث: ٣٤٩٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں کلیب بن وائل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لے پالک حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا: یہ بتائیں کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قبیلہ) مضر سے تھے؟ انہوں نے کہا: پھر آپ کس قبیلہ سے تھے! آپ مضر (کی شاخ) بنونضر بن کنانہ سے تھے۔

یہ حدیث اس باب کے عنوان کے اس طرح مطابق ہے کہ مضر ''شعوب'' سے ہے۔

٣٤٩٢ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا كُلَيْبٌ حَدَّثَتْنِيْ رَبِيْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَظُنُّهَا زَيْنَبَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقُلْتُ لَهَا اَخْبِرِيْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ كَانَ مِنْ مُّضَرَ كَانَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ اِلَّا مِنْ مُّضَرَ كَانَ مِنْ وَّلَدِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں کلیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لے پالک نے حدیث بیان کی اور میرا گمان ہے کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خشک کدو' سبز گھڑے' کھوکھلی لکڑی اور تارکول ملے ہوئے برتن میں مشروب پینے سے منع فرمایا' اور میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے یہ خبر دیں کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قبیلہ) مضر سے تھے؟ انہوں نے کہا: اگر آپ مضر میں سے نہیں تھے تو پھر اور کس (قبیلہ) سے تھے! آپ نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے تھے۔

مضر کے فضائل اور نسب کی معرفت حاصل کرنے کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مضر کو برا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان تھے اور حضرت ابراہیم علیہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الصلوٰۃ والسلام کی ملت پر تھے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مضر کو بُرا نہ کہو اور نہ ربیعہ کو بُرا کہو کیونکہ وہ دونوں مسلمان تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب لوگوں میں اختلاف ہو تو حق مضر کے ساتھ ہوتا ہے اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بے شک اللہ عزوجل نے مضر میں سے اس قبیلہ کو اختیار فرمالیا۔
اس سے معلوم ہوا کہ انساب کی معرفت ضروری ہے اور اس کی تعلیم کا حکم وارد ہے' امام ابونعیم نے حضرت العلاء بن خارجہ المدنی سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے انساب کا علم حاصل کرو جس کی وجہ سے تم اپنے رشتہ داروں سے میل جول رکھو گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی معرفت' اُمہات المؤمنین کے اسماء اور اکابر صحابہ کی معرفت ضروری ہے

یہ جاننا فرض ہے کہ سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد بن عبداللہ القریشی الہاشمی ہیں' آپ مکہ میں تھے' پھر آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی' اور جس نے اس میں شک کیا کہ آپ قریشی تھے یا یمانی تھے یا تمیمی تھے یا عجمی تھے' تو وہ کافر ہے اور وہ اپنے دین کو پہچاننے والا نہیں ہے مگر یہ کہ وہ بہت جاہل ہو' تب بھی اس پر اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح اُمہات المؤمنین کے اسماء کی معرفت اور مہاجرین اور انصار میں سے اکابر صحابہ کی معرفت اور ان سے محبت رکھنا ضروری ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٩٥۔ ٩٤ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٩٣ - حَدَّثَنِیْ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا وَتَجِدُوْنَ خَیْرَ النَّاسِ فِیْ هٰذَا الشَّاْنِ اَشَدَّهُمْ لَهٗ كَرَاهِیَةً. [اطراف الحدیث: ٣٤٩٦۔٣٥٨٨]
(صحیح مسلم: ٢٥٢٦' الرقم المسلسل: ٦٣٤٩' صحیح ابن حبان: ٥٧٥٧' شرح السنۃ: ٣٨٤٤' مسند احمد ج ٢ ص ٥٢٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٠٧٩١۔ ج ١٦ ص ٤٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از عمارہ از ابوزرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو معدنیات پاؤ گے' جو (ان میں سے) جاہلیت میں عمدہ تھے وہ اسلام میں عمدہ ہوں گے' جب ان کو دین کی فہم ہو' اور تم خلافت یا امارت میں سب سے عمدہ ان لوگوں کو پاؤ گے جو اس کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں۔

٣٤٩٤ - وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَّیَاْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.
[اطراف الحدیث: ٦٠٥٨۔٧١٧٩] (صحیح مسلم: ٢٥٢٦' الرقم المسلسل: ٦٣٤٩)

اور تم سب سے زیادہ بُرا اس کو پاؤ گے جس کے دو چہرے ہوں' وہ ان لوگوں کے ساتھ ایک چہرے سے ملاقات کرے اور اُن لوگوں کے ساتھ دوسرے چہرے سے ملاقات کرے۔

معادن کے ساتھ لوگوں کی وجہ تشبیہ' امارت کو ناپسند کرنے کی وجہ اور دو چہرے والوں کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں ''معادن'' کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے' آپ نے فرمایا: لوگ معدنیات ہیں جیسے سونے اور چاندی کی معدنیات ہوتی ہیں۔ لوگوں کو معدنیات کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح معدنیات مختلف جواہر پر مشتمل ہوتی ہیں' ان میں بڑھیا اور گھٹیا ہر قسم کے جواہر ہوتے ہیں' اسی طرح لوگ بھی ہر طرح کے ہوتے ہیں' پس جو شخص زمانۂ جاہلیت میں شریف ہو' اسلام لا کر اس کی شرافت میں اور اضافہ ہوتا ہے اور اگر وہ دین کی فہم حاصل کر لے تو وہ شرافت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور زمانۂ جاہلیت میں ان کے اندر عمدہ لوگ تھے جو بُرے کاموں سے اجتناب کرتے تھے۔

اس حدیث میں فقہ کا ذکر ہے' فقہ کا اصل معنی ہے: فہم' اور عرف میں یہ شرعی اور فرعی اُمور کے علم کے ساتھ خاص ہے۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے: سب سے عمدہ لوگ وہ ہیں جو امارت کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو معلوم ہے کہ لوگوں کے درمیان عدل کرنا بہت مشکل ہے اور جو عدل نہیں کرتا اس کی آخرت میں نجات مشکل ہو جاتی ہے۔

اور اس حدیث میں دو چہروں والے کی مذمت کی ہے' دو چہرے والا منافق ہوتا ہے' وہ مسلمانوں کے ساتھ اور چہرے کے ساتھ ملتا ہے اور کفار کے ساتھ اور چہرے کے ساتھ ملتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٩٦۔ ٩٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٩٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ لِّقُرَيْشٍ فِيْ هٰذَا الشَّأْنِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِّمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِّكَافِرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ (اس خلافت کے معاملہ میں) قریش کے تابع ہیں' مسلمان مسلمانوں کے تابع ہیں اور کافر کافروں کے تابع ہیں۔

٣٤٩٦ - وَالنَّاسُ مَعَادِنُ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا تَجِدُوْنَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ أَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِّهٰذَا الشَّأْنِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ.

اور لوگ معدنیات ہیں' جو ان میں جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بہتر ہیں جب وہ دین کی فہم حاصل کر لیں' تم دیکھو گے کہ جو لوگوں میں سب سے بہتر ہیں وہ سب سے زیادہ اس خلافت اور امارت کو ناپسند کرنے والے ہیں' حتیٰ کہ وہ اس میں مبتلاء ہو جائیں۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٤٩٤ کو ملاحظہ فرمائیں۔

٠٠٠ - بَابٌ

باب

یہ باب گزشتہ ابواب کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٤٩٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوریٰ:٢٣) قَالَ فَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قُرْبٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلَّا وَلَهُ فِيْهِ قَرَابَةٌ فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے عبد الملک نے حدیث بیان کی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: ماسوا قرابت داروں کی محبت کے۔ (الشوریٰ:٢٣) سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

إِلَّا اَنْ تَصِلُوْا قَرَابَةً بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ.

[طرف الحدیث:۴۸۱۸] (سنن ترمذی:۳۲۵۱)

نے کہا کہ قریش کی ہر شاخ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت موجود تھی' اس لیے آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ تم میری اور اپنی قرابت میں ملاپ رکھو۔

قرابت داروں سے محبت کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں سے محبت رکھی جائے اور وہ آپ کے اہل بیت ہیں' آلِ ہاشم اور ان کے بعد کے اہل بیت۔

(۲) اس سے مراد قریش سے محبت رکھنا ہے۔

(۳) اس سے مراد سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد ہے' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(۴) عکرمہ نے کہا: قریش رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ سے قطع تعلق کیا' تب آپ نے فرمایا: تم مجھ سے تعلق جوڑو جیسے پہلے تم رشتہ داروں سے تعلق جوڑتے تھے۔

(۵) صوفیاء نے کہا: جو اللہ تعالیٰ کا مقرب ہو اُس سے محبت رکھو۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص۹۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۴۹۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ اَبِي مَسْعُوْدٍ يَّبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ هٰهُنَا جَاءَتِ الْفِتَنُ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از ابی مسعود' وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے تھے' آپ نے فرمایا: یہاں سے فتنے آئیں گے' مشرق کی طرف سے اور بے وفائی اور سنگ دلی ان لوگوں میں ہے جو اونٹوں اور گایوں کی دُموں کے پاس چلاتے رہتے ہیں' یعنی ربیعہ اور مضر کے لوگوں میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۹۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ وَالْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ سُمِّيَتِ الْيَمَنَ لِاَنَّهَا عَنْ يَّمِيْنِ الْكَعْبَةِ وَالشَّامَ عَنْ يَّسَارِ الْكَعْبَةِ وَالْمَشْاَمَةُ الْمَيْسَرَةُ. وَالْيَدُ الْيُسْرَى الشُّوْمٰى وَالْجَانِبُ الْاَيْسَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فخر اور تکبر' چیخنے اور چلانے والے اونٹوں کو چرانے والوں میں ہے' اور نرمی اور ملائمت بکریاں چرانے والوں میں ہے' اور ایمان یمن میں ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ یمن کو یمن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ کعبہ کے دائیں جانب ہے' اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْأَشَامُ. شام کو شام اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ کعبہ کے بائیں جانب ہے اور ''مشامه'' بائیں جانب کو کہتے ہیں اور بائیں ہاتھ کو ''شومٰی'' کہتے ہیں اور بائیں جانب کو ''الاشام'' کہتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حکمت کا ذکر ہے، حکمت کا معنی ہے: اُن امور کا علم جن سے اللہ عزوجل کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور تہذیب نفس کا پتا چلتا ہے اور حق کی تحقیق اور اس پر عمل کرنے کا علم ہوتا ہے اور بُری خواہشوں اور باطل سے اجتناب کا طریقہ معلوم ہوتا ہے، دوسری تعریف یہ ہے کہ ہر وہ بات جو تمہیں نیکی پر اُبھارے اور بُرائی سے روکے، وہ حکمت ہے۔

٢ - بَابُ مَنَاقِبِ قُرَيْشٍ قریش کے مناقب اور فضائل

اس باب میں چند اُمور وضاحت طلب ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے سب سے پہلے قریش کس کا نام تھا؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: قریش فہر بن مالک کا نام ہے اور جو اس کی اولاد میں سے نہ ہو، وہ قریش نہیں ہے۔

ابن شہاب سے روایت ہے کہ فہر کی ماں نے جو اس کا نام رکھا تھا وہ قریش تھا، ابن درید نے کہا: قریش کا معنی ہے: ہتھیلی کے برابر چکنا پتھر، اور یہ لفظ مؤنث ہے۔

ابوذر الہروی نے کہا: یہ لفظ مذکر اور مؤنث ہے، ابن ہشام نے کہا: النضر، قریش ہے اور جو ان کی اولاد ہے وہ قریشی ہے اور جو ان کی اولاد سے نہیں ہے وہ قریشی نہیں ہے اور یہ جمہور کا قول ہے، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت الاشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کندہ کے وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا یہ گمان ہے کہ آپ ہم میں سے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم بنوالنضر بن کنانہ ہیں، ہم اپنی ماں پر تہمت لگاتے ہیں نہ اپنے باپ پر تہمت لگاتے ہیں، اور حضرت اشعث یہ کہتے تھے کہ میرے پاس جو ایسا شخص لایا گیا جس نے قریش کی نضر بن کنانہ سے نفی کی، میں اس پر حد لگاؤں گا۔ (مسند ابن المبارک: ۱۶۱، مسند الطیالسی: ۱۰۴۹، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۲، الاحاد والمثانی: ۲۴۲۵۔۸۹۷، المعجم الکبیر: ۶۴۵، مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۸۳۹۔ ج ۳۶ ص ۱۶۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

عبدالملک بن مروان نے کہا کہ قُصَی کو قریش کہا جاتا تھا اور اس سے پہلے کسی کو قریش نہیں کہا گیا۔

پہلے دو قولوں کو متعدد ائمہ علم النسب نے بیان کیا ہے اور صحیح جمہور کا قول ہے اور وہ النضر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صحیح فہر ہے۔

قریش کی وجہ تسمیہ اور اس سلسلہ میں اقوال

(۱) ابن ہشام نے کہا: قریش کا لفظ ''تقرش'' سے بنا ہے، اس کا معنی کسب کرنا اور تجارت ہے اور قریش خرید و فروخت کرتے تھے۔

(۲) ابن اسحاق نے کہا: قریش کو قریش اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ متفرق اُمور کے جامع تھے اور جامع کو قریش کہتے ہیں۔

(۳) ابن الکلبی نے کہا کہ نضر کو قریش اس لیے کہا گیا کہ وہ ضرورت مندوں کی حاجات کو پورا کرتے تھے اور ان کے بیٹے حج کے ایام میں حجاج کی ضروریات کو معلوم کر کے ان کو پورا کرتے تھے، اور قریش کا معنی قطع کرنا ہے اور وہ حاجات کو قطع کرتے تھے۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لفظ قریش، قرش کی تصغیر ہے اور قرش نام کا سمندر میں ایک جانور ہے، جو ہر چھوٹے بڑے جانور کو کھا جاتا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۵) نضر بن کنانہ اپنی قوم کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: یہ جمل قریش ہے یعنی شدید اونٹ ہے۔

قریش کے متعلق احادیث

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قریش کی اہانت کا ارادہ کیا' اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے گا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو حضرت اسماعیل کی اولاد سے پسند کر لیا اور قریش کو کنانہ سے پسند کر لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کر لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو پسند فرمالیا۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۶' سنن ترمذی: ۳۶۰۵-۳۶۰۶) (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٠٢-١٠٠ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٥٠٠- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ يُّحَدِّثُ اَنَّهُ بَلَغَ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ عِنْدَهُ فِي وَفْدٍ مِّنْ قُرَيْشٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يُحَدِّثُ اَنَّهُ سَيَكُوْنُ مَلِكٌ مِّنْ قَحْطَانَ فَغَضِبَ مُعَاوِيَةُ فَقَامَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُ بَلَغَنِي اَنَّ رِجَالًا مِّنْكُمْ يَتَحَدَّثُوْنَ اَحَادِيْثَ لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا تُؤْثَرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُولٰٓئِكَ جُهَّالُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَالْاَمَانِيَّ الَّتِي تُضِلُّ اَهْلَهَا فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِي قُرَيْشٍ لَّا يُعَادِيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ. [طرف الحدیث: ۷۱۳۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا کہ محمد بن جبیر بن مطعم حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک خبر پہنچی اور وہ اس وقت قریش کے وفد میں تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ عنقریب (قرب قیامت میں) بنو قحطان سے ایک حکمران اُٹھے گا' یہ سن کر حضرت معاویہ غضب ناک ہوئے' پس کھڑے ہو کر خطبہ دیا' پھر اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد کی' پھر اس کے بعد فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے بعض لوگ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو نہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں' یہی لوگ تم میں جاہل ہیں' تم ان سے اور ان کے خیالات سے بچتے رہو جنہوں نے ان کو گمراہ کر دیا ہے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ خلافت قریش میں رہے گی اور جو شخص ان سے دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سر کے بل گرا دے گا' جب تک کہ قریش دین کو قائم رکھیں گے۔

بنو قحطان کی حکمرانی پر حضرت معاویہ کا اعتراض اور حافظ ابن حجر اور علامہ ابن التین کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت کا انکار کیا ہے لیکن اس انکار پر یہ اعتراض ہے کہ ان کی حدیث میں یہ قید ہے کہ قریش میں اس وقت تک خلافت رہے گی جب تک وہ دین پر قائم رہیں گے اور ہو سکتا ہے کہ قرب قیامت میں وہ دین پر قائم نہ رہیں اور ان سے خلافت جاتی رہے اور بنو قحطان میں سے کوئی شخص اس وقت ان سے خلافت کو چھین لے۔ علامہ ابن التین نے حضرت معاویہ کے انکار پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت کو اس پر محمول کیا ہے کہ بنو قحطان تمام بلادِ اسلامیہ پر قابض ہو کر اپنی خلافت کو قائم کر لیں گے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی مراد یہ ہو کہ وہ کسی ایک

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صوبہ یا کسی ایک شہر میں خروج کر کے اپنی حکومت قائم کر لیں گے اور ان کی مراد خلافت کو قائم کرنا نہ ہو' حافظ ابن حجر نے علامہ ابن التین پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ توجیہ بعید ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی ظاہر حدیث کا یہ محمل نہیں ہے بلکہ اس کا محمل خلافت ہی ہے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٦٥٨' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

تیس سال خلافت رہنے پر بارہ خلفاء کی حدیث سے معارضہ اور اس کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ٧٨٦ھ نے کہا ہے کہ اس کا کیا جواب ہوگا کہ ہمارے زمانہ میں قریش کی حکومت نہیں ہے؟ پھر اس کا جواب یہ دیا ہے کہ عرب کے ممالک میں قریش کی حکومت ہے' اسی طرح مصر میں خلیفہ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ مصر میں صرف نام کا خلیفہ ہے اور یہ کس نے کہا ہے کہ عرب کے ممالک میں خلیفہ ہے اور اگر ان کے قول کو صحیح مان لیا جائے تو اس سے خلیفہ کا تعدد لازم آئے گا' حالانکہ ایک سے زیادہ کا خلیفہ ہونا جائز نہیں ہے' کیونکہ شارع علیہ السلام نے امام کی بیعت کرنے اور اس کی بیعت پوری کرنے کا حکم دیا ہے' پھر جو اس امام سے خلافت میں جھگڑا کرے' اس کی گردن مارنے کا حکم دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خلافت تیس سال تک رہے گی پھر اس کے بعد مِلک ہو جائے گا' حضرت سفینہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال تک رہی' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال تک رہی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال تک رہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ سال تک رہی۔

(سنن ابوداؤد: ٤٦٤٧' الاحاد والمثانی: ١١٣' مسند البزار: ٣٨٢٨' شرح مشکل الآثار: ٣٣٤٩' صحیح ابن حبان: ٦٩٤٣' شرح السنۃ: ٣٨٦٥' السنن الکبریٰ: ٨١٥٥' المعجم الکبیر: ٦٤٣٦' الکامل لابن عدی ج ٣ ص ١٢٣٥' المستدرک ج ٣ ص ١٤٥' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٣ ص ١٤٥' مسند احمد ج ٥ ص ٢٢٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٢١٩١٩۔ ج ٣٦ ص ٢٤٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ساڑھے پانچ سو سال تھی اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت چھ ماہ رہی اور اس طرح خلافت علیٰ منہاج النبوت کی مدت تیس سال پوری ہوگئی۔ حضرت سفینہ کی اس حدیث پر درج ذیل حدیث سے اعتراض ہوتا ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کا معاملہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک ان کی ولایت بارہ مردوں میں رہے گی' پھر آپ نے چپکے سے فرمایا: وہ سب قریش سے ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ٧٢٢٢' صحیح مسلم: ١٨٢١' الرقم المسلسل: ٤٥٩٩)

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے' پہلی حدیث کا محمل یہ ہے کہ تسلسل کے ساتھ خلافت تیس سال تک رہے گی اور دوسری حدیث کا محمل یہ ہے کہ بارہ مردوں میں خلافت علیٰ منہاج النبوت رہے گی خواہ وہ بارہ مرد پے در پے ہوں یا متفرق ہوں' حضرت علی کے بعد حضرت حسن خلیفہ ہوئے' چھٹے خلیفہ حضرت معاویہ' ساتویں عمر بن عبدالعزیز' آٹھویں المہتدی باامر اللہ العباسی' نویں امام مہدی' پھر ان کے بعد تین اور خلفاء ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٠٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٥٠١- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابولولید نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ فِیْ قُرَیْشٍ مَّا بَقِیَ مِنْهُمُ اثْنَانِ.

[طرف الحدیث: ٧١٤٠] (صحیح مسلم: ١٨٢٠ الرقم المسلسل: ٤٥٩٧)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی جب تک ان میں سے دو مرد بھی باقی ہوں گے۔

اب تک خلافت قریش میں رہی ہے، ہرچند کہ بعض زمانوں میں دوسرے لوگ غلبہ سے اقتدار پر قابض رہے ہیں، لیکن وہ بھی اس کے معترف تھے کہ خلافت قریش ہی کا حق ہے۔

٣٥٠٢- حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَیْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطَیْتَ بَنِی الْمُطَّلِبِ وَتَرَکْتَنَا وَاِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَّبَنُوْ الْمُطَّلِبِ شَیْءٌ وَّاحِدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابن المسیب از حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما (آپ کے پاس) گئے، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے بنوعبدالمطلب کو عطاء فرمایا ہے اور ہم کو ترک کر دیا ہے، حالانکہ ہم اور وہ آپ سے درجہ واحدہ میں ہیں، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب صرف ایک چیز ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣١٤٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٠٣- وَقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ اَبُو الْاَسْوَدِ مُحَمَّدٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ ذَهَبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ مَعَ اُنَاسٍ مِّنْ بَنِیْ زُهْرَةَ اِلٰی عَائِشَةَ وَکَانَتْ اَرَقَّ شَیْءٍ عَلَیْهِمْ لِقَرَابَتِهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ٣٥٠٥- ٦٠٧٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور لیث نے کہا: مجھے ابوالاسود محمد نے حدیث بیان کی از عروۃ بن الزبیر وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بنی زہرہ کے لوگوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہ بنوزہرہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرابت کی وجہ سے بہت زیادہ نرم دل تھیں۔

ام المومنین کے بنوزہرہ کے ساتھ نرم دل ہونے کی دو وجہیں اور بنوزہرہ کا تعارف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا دو وجہوں سے بنوزہرہ کے لیے بہت نرم دل تھیں:

ایک وجہ یہ تھی کہ بنوزہرہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے قرابت دار تھے کیونکہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ تھیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بنوزہرہ، قصی بن کلاب بن مرۃ کے بھائی تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد کے والد تھے۔

زہرۃ ایک مرد کا نام ہے اور زہرۃ کا نام المغیرہ ہے، ابن قتیبہ نے کہا کہ مغیرہ باپ کا نام ہے اور زہرہ ان کی بیوی کا نام ہے اور ان کی اولاد ان کی ماں کی طرف منسوب ہو گئی، پھر یہ نام غالب ہو گیا حتیٰ کہ یہ گمان کیا گیا کہ زہرہ باپ کا نام ہے، پس کہا گیا: زہرۃ بن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کلاب۔ (فتح الباری ج ۴ ص ٦٥٨، دارالمعرفہ بیروت، ١٤٢٦ھ)

٣٥٠٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدٍ (ح) قَالَ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ الْاَعْرَجُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَّالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَاَشْجَعُ وَغِفَارُ مَوَالِىَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًى دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

[طرف الحدیث: ٣٥١٢] (صحیح مسلم: ٢٥٢٠، الرقم المسلسل: ٦٣٣٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد (ح) یعقوب بن ابراہیم نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور اشجع اور غفار (یہ سب) میرے مددگار ہیں اور اللہ اور رسول کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں۔

اس حدیث میں "موالی" کا لفظ ہے "موالی"، "مولی" کی جمع ہے "مولی" کے متعدد معانی ہیں لیکن یہاں پر مقام کے مناسب اس کا معنی ناصر اور محبّ ہے، اور ولی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی قوم کی ضروریات کا کفیل ہو اور ان کے معاملات کا متولی ہو۔

٣٥٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبُوالْاَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ اَحَبَّ الْبَشَرِ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بَعْدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِىْ بَكْرٍ وَّكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِهَا وَكَانَتْ لَاتُمْسِكُ شَيْئًا مِّمَّا جَاءَ هَا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ تَصَدَّقَتْ فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْبَغِىْ اَنْ يُّؤْخَذَ عَلٰى يَدَيْهَا فَقَالَتْ اَيُؤْخَذُ عَلٰى يَدَىَّ عَلَىَّ نَذْرٌ اِنْ كَلَّمْتُهٗ. فَاسْتَشْفَعَ اِلَيْهَا بِرِجَالٍ مِّنْ قُرَيْشٍ وَّبِاَخْوَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَامْتَنَعَتْ فَقَالَ لَهُ الزُّهْرِيُّوْنَ اَخْوَالُ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ وَالْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ اِذَا اسْتَاْذَنَّا فَاقْتَحِمِ الْحِجَابَ. فَفَعَلَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا بِعَشْرِ رِقَابٍ فَاَعْتَقَتْهُمْ ثُمَّ لَمْ تَزَلْ تُعْتِقُهُمْ حَتّٰى بَلَغَتْ اَرْبَعِيْنَ فَقَالَتْ وَدِدْتُّ اَنِّىْ جَعَلْتُ حِيْنَ حَلَفْتُ عَمَلًا اَعْمَلُهٗ فَاَفْرُغُ مِنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک حضرت عبداللہ بن الزبیر تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور وہ تمام لوگوں سے زیادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نیکی کرتے تھے، اور حضرت عائشہ کے پاس اللہ کے رزق سے جو کچھ بھی آتا وہ اس کو محفوظ نہیں کرتی تھیں بلکہ صدقہ کر دیتی تھیں، پس حضرت ابن الزبیر نے کہا کہ (ہمیں) چاہیے کہ ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیا جائے، حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا میرے ہاتھوں کو پکڑا جائے گا! اگر میں اس سے بات کروں تو مجھ پر نذر ہے، پھر قریش کے مردوں نے اور خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموؤں نے (حضرت ابن الزبیر کی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سفارش کی تو آپ نے انکار کر دیا، پس الزہریون نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے، جن میں عبدالرحمان بن اسود بن عبد یغوث اور حضرت مسور بن مخرمہ بھی تھے، انہوں نے حضرت ابن الزبیر سے کہا: جب ہم ان کی اجازت سے ان کے پاس جائیں تو تم بھی حجاب میں داخل ہو جانا، سو انہوں نے ایسا ہی کیا، (جب حضرت عائشہ راضی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوگئیں تو) انہوں نے حضرت عائشہ کے پاس دس غلام (کفارۂ قسم ادا کرنے کے لیے) بھیجے' پس حضرت عائشہ نے ان کو آزاد کر دیا' پھر حضرت عائشہ مسلسل غلام آزاد کرتی رہیں' حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کر دیئے' اور حضرت عائشہ نے کہا: جس وقت میں نے قسم کھائی تھی تو میں نذر کو معین کر دیتی' حتیٰ کہ میں (چند غلام آزاد کر کے) نذر سے بَری ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۵۰۳ بھی دیکھئے۔

حدیث مذکور کی وضاحت

یہ حدیث صحیح البخاری: ۳۵۰۳ کے ساتھ متصل ہے' اس میں مذکور تھا کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بنی زہرہ کے لوگوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور حضرت عائشہ بنی زہرہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے بہت زیادہ نرم دل تھیں۔

اس حدیث کی وضاحت اس طرح ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے' حضرت اسماء بنت ابی بکر کی ماں کا نام قیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں کا نام اُم رومان تھا' اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ کی باپ شریک بہن تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن الزبیر سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں' حضرت ابن الزبیر نے کہا: حضرت عائشہ بہت صدقہ کرتی ہیں' وہ اس سے رک جائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگا دوں گا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: اچھا! اس نے یہ کہا ہے' پھر انہوں نے قسم کھائی کہ اگر اب میں نے اس سے بات کی تو مجھ پر صدقہ کرنے کی نذر ہے' پھر جب حضرت ابن الزبیر کو پتا چلا کہ حضرت عائشہ ان پر غضب ناک ہوگئی ہیں تو انہوں نے ان کو راضی کرنے کے لیے بنی زہرہ سے سفارش کرائی' بنی زہرہ نے کہا: جب ہم اجازت لے کر ان کے پاس جائیں تو آپ بھی اپنے آپ کو حجاب کے اندر گرا دینا' حضرت ابن الزبیر نے اس طرح کیا' پھر جب حضرت عائشہ ان سے راضی ہوگئیں اور ان سے بات کر لی تو حضرت ابن الزبیر نے ان کی قسم کے کفارہ کے لیے دس غلام بھیجے جن کو حضرت عائشہ نے آزاد کر دیا اور چونکہ انہوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر میں ان سے بات کروں تو مجھ پر صدقہ کرنا لازم ہے اور صدقہ کو معین نہیں کیا تھا' اس لیے وہ مسلسل صدقہ کرتی رہیں حتیٰ کہ انہوں نے چالیس غلام آزاد کر دیئے' پھر انہوں نے کہا: کاش! میں نذر معین کر دیتی کہ اگر میں نے ابن الزبیر سے بات کی تو مجھ پر اتنے غلاموں کے آزاد کرنے کا صدقہ ہے تو پھر میں اتنے غلاموں کو آزاد کر کے اس نذر سے فارغ ہو جاتی' یا میں کسی اور عبادت کو معین کر کے نذر مانتی' مثلاً مجھ پر ایک ماہ کے روزے ہیں یا ایک سو نوافل ہیں' تو میں وہ عبادت کر کے اس نذر سے بَری ہو جاتی' اور چونکہ انہوں نے نذر میں عبادت کو معین نہیں کیا تھا' اس لیے وہ ایک دو غلام آزاد کر کے مطمئن نہیں ہوئیں۔

نذر مبہم میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مبہم نذر مانی تھی اور فرمایا تھا: اگر میں اس سے بات کروں تو مجھ پر نذر ہے اور مبہم نذر میں فقہاء کے حسب ذیل مسالک ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ایسی نذر منعقد ہو جائے گی اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے۔

امام شافعی نے ایک مرتبہ یہ کہا کہ اس پر نذر کی اتنی مقدار فرض ہے جس پر کم سے کم نذر کا اطلاق ہو سکے' اور دوسری بار یہ کہا کہ یہ قسم منعقد نہیں ہوگی۔

اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

(صحیح مسلم: ١٦٤٥' سنن ابوداؤد: ٣٣٢٣' سنن ترمذی: ١٥٢٨)

ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو' اگر ان تک یہ حدیث پہنچ جاتی تو وہ قسم کا کفارہ دے دیتیں اور اس طرح نہ فرماتیں کہ جس وقت میں نے قسم کھائی تھی' اس وقت میں نذر کو معین کر دیتی حتیٰ کہ میں نذر سے بری ہو جاتی' اور آپ چالیس غلام آزاد نہ کرتیں۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ١٠٨-١٠٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣ - بَابٌ نُزِلَ الْقُرْاٰنُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ — قرآن مجید کا قریش کی زبان پر نازل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے:

٣٥٠٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ عُثْمَانَ دَعَا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَّعَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ وَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِي الْمَصَاحِفِ. وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلَاثَةِ إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا ذٰلِكَ. [اطراف الحدیث: ٤٩٨٤-٤٩٨٧] (سنن ترمذی: ٣١٠٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن الزبیر' حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو بلایا تو انہوں نے قرآن مجید کو مصاحف میں لکھا اور حضرت عثمان نے تین قریشیوں کی جماعت سے فرمایا: جب تم میں اور زید بن ثابت میں قرآن مجید کے کسی لفظ کو لکھنے میں اختلاف ہو تو اس کو قریش کی زبان (لغت) پر لکھنا کیونکہ قرآن مجید صرف ان کی زبان پر نازل ہوا ہے' سو انہوں نے اسی طرح کیا۔

صحابہ کرام کا قرآن مجید کو لغت قریش پر لکھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب تمہارا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہو۔ علامہ داؤدی نے کہا: یعنی جب تمہارا اور ان کا کسی لفظ کے ہجے میں اختلاف ہو اور ابوالحسن نے کہا: اس سے مراد ہے: جب تمہارا اور ان کا اعراب میں اختلاف ہو' اس کی مثال یہ ہے کہ: اہل حجاز کی لغت میں ہے: "مَا هٰذَا بَشَرًا" (یوسف: ٣١) اور تمیم کی لغت میں ہے: "مَا هٰنَا بَشَرٌ"۔

قریش کی لغت میں لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ. (ابراہیم: ٤) اور ہم نے ہر رسول کو اس کے قبیلہ کی زبان میں بھیجا۔

کیونکہ قرآن مجید قریش کی زبان پر نازل ہوا ہے' اور جب ان کا "التابوت" میں اختلاف ہوا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے کہا: یہ لفظ ''التـابو ہ'' ہے اور دوسرے تین صحابہ نے کہا کہ یہ لفظ ''التـابو ت'' ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ اس کو قریش کی زبان پر ''التابوت'' لکھیں تو انہوں نے حضرت عثمان کے حکم کے مطابق اس کو ''التابوت'' لکھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٠٩، دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٤ - بَابُ نِسْبَةِ الْيَمَنِ اِلٰى اِسْمَاعِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یمن کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف نسبت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یمن کی حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت ہے۔

اور ربیعہ اور مضر کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف نسبت ہے اور یمن کی نسبت قحطان کی طرف ہے۔

مِنْهُمْ اَسْلَمُ بْنُ اَفْصٰى بْنِ حَارِثَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ مِّنْ خُزَاعَةَ.

اہل یمن میں سے اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر قبیلہ خزاعہ میں سے ہیں۔

یہ اسلم بن افصیٰ ہیں اور افصیٰ خزاعۃ ہیں۔

٣٥٠٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِىْ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَتَنَاضَلُوْنَ بِالسُّوْقِ فَقَالَ اِرْمُوْا بَنِىْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَّاَنَا مَعَ بَنِىْ فُلَانٍ لِاَحَدِ الْفَرِيْقَيْنِ فَاَمْسَكُوْا بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ مَالَهُمْ قَالُوْا وَكَيْفَ نَرْمِىْ وَاَنْتَ مَعَ بَنِىْ فُلَانٍ قَالَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلم قبیلہ کی طرف نکلے' وہ بازار میں تیراندازی کررہے تھے' آپ نے فرمایا: اے بنو اسماعیل! تیراندازی کرو! کیونکہ تمہارے والد بھی تیرانداز تھے اور میں دو فریقوں میں سے ایک بنوفلاں کے ساتھ ہوں' تو انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے' آپ نے پوچھا: ان کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: ہم کیسے تیراندازی کریں حالانکہ آپ بنوفلاں کے ساتھ ہیں' آپ نے فرمایا: تم تیراندازی کرو اور میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٨٩ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ قبیلہ اسلم حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہے۔

٥ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٥٠٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِىْ يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ الدِّيْلِىَّ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از الحسین از عبداللہ بن بریدہ' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن یعمر نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ مِنْ رَّجُلٍ ادَّعٰى لِغَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُهٗ اِلَّا كَفَرَ وَمَنِ ادَّعٰى قَوْمًا لَّيْسَ لَهٗ فِيْهِمْ نَسَبٌ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. [طرف الحدیث:٦٠٤٥] (صحیح مسلم:٦١'الرقم المسلسل:١٢١' سنن ابن ماجہ:٢٣١٩' شرح مشکل الآثار:٨٠٢' الادب المفرد:٤٣٣- ٤٣٢' شرح السنۃ:٣٥٥٢' مسند احمد ج٥ص١٦٦طبع قدیم' مسند احمد:٢١٤٦٥-ج٣٥ص٣٦٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بیان کی کہ ابوالاسود دیلی نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابوذر رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے بھی علم کے باوجود اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا وہ کافر ہو گیا اور جس شخص نے بھی اپنے آپ کو اس قوم کی طرف منسوب کیا جس سے وہ نہیں ہے' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔

غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے تکفیر کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس شخص نے علم کے باوجود اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا' وہ کافر ہو گیا۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنا' گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے' یا یہ حدیث زجر و توبیخ پر محمول ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے ایسا کام کیا جو کافروں کے کام کے مشابہ ہے' یا یہ اس شخص پر محمول ہے جس کو یہ علم تھا کہ یہ کام حرام ہے اور اس نے حرام کو حلال سمجھ کر یہ کام کیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو اس قوم کی طرف منسوب کیا جس سے وہ نہیں ہے' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ وہ شخص اس سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کبھی اس کو یہ سزا دی جاتی ہے اور کبھی اس کو معاف کر دیا جاتا ہے اور کبھی وہ شخص اس گناہ پر توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی یہ سزا معاف فرما دیتا ہے' تاہم امام احمد بن حنبل' امام حمیدی' علامہ الصیرفی اور علامہ سمعانی نے کہا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے' اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زجر و توبیخ کی وجہ سے تغلیظ کے لیے گناہوں پر کفر کا اطلاق جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج٦ص١١١' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

٣٥٠٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا حَرِيْزٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ النَّصْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰى اَنْ يَّدَّعِيَ الرَّجُلُ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ يُرِيَ عَيْنَهٗ مَالَمْ تَرَ اَوْيَقُوْلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ يَقُلْ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حریز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالواحد بن عبیداللہ النصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑی جھوٹی باتوں میں سے یہ بات ہے کہ کوئی شخص (اپنے آپ کو) اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرے یا جو چیز اس نے خواب میں نہیں دیکھی اس کو دیکھنے کا دعویٰ کرے یا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بات کہے جو آپ نے نہیں فرمائی۔

جھوٹا خواب بیان کرنے والے کو سب سے بڑا جھوٹا قرار دینے کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جھوٹا خواب بیان کرنا بیداری میں جھوٹ بولنے کی مثل ہے' پھر اس کی زیادہ سزا کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے اور نبوت صرف وحی سے حاصل ہوتی ہے تو جو شخص جھوٹا خواب بیان کر رہا ہے' وہ گویا اللہ پر جھوٹ باندھ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نبوت کا ایک جز عطاء کیا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ جز عطاء نہیں کیا اور جو اللہ پر جھوٹ باندھنے والا ہو تو اس کا جھوٹ دوسری جھوٹی باتوں کی بہ نسبت زیادہ بڑا جھوٹ ہے۔

رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنا تو وہ شریعت پر افتراء ہے اور شریعت بھی اللہ تعالیٰ کی وحی سے حاصل ہوتی ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ٦٦٣' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٥١٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَیْسِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا مِنْ هٰذَا الْحَیِّ مِنْ رَّبِیْعَةَ قَدْ حَالَتْ بَیْنَنَا وَبَیْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَخْلُصُ اِلَیْكَ اِلَّا فِیْ كُلِّ شَهْرٍ حَرَامٍ فَلَوْ اَمَرْتَنَا بِاَمْرٍ نَاْخُذُهٗ عَنْكَ وَنُبَلِّغُهٗ مَنْ وَّرَائَنَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ: اَلْاِیْمَانِ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا اِلَی اللّٰهِ خُمُسَ مَاغَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِیْرِ وَالْمُزَفَّتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد کے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عبد القیس کے وفد نے آ کر کہا: یارسول اللہ! ہم اس قبیلہ ربیعہ سے ہیں' ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں' پس ہم آپ کے پاس حرمت والے مہینوں کے سوا نہیں آ سکتے تو اگر آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کر کے ان لوگوں کو پہنچا دیں جو ہمارے پیچھے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں: اللہ پر ایمان لانا' یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور یہ کہ تم مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف ادا کرو اور میں تم کو خشک کھوکھلے کدو' سبز رنگ کے گھڑوں' کھوکھلی لکڑی اور تارکول ملے ہوئے برتنوں کے استعمال سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٥١١ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَهُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ اَلَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا یُشِیْرُ اِلَی الْمَشْرِقِ مِنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' از الزہری از سالم بن عبد اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ کو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: سنو! فتنہ یہاں ہوگا آپ مشرق کی طرف اشارہ کر رہے تھے جہاں سے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ ذِكْرِ اَسْلَمَ وَغِفَارَ وَمُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ وَاَشْجَعَ

اسلم، غِفار، مزینہ، جہینہ اور اشجع کا ذکر

اس باب میں عنوان میں ذکر کیے ہوئے قبائل کا بیان کیا گیا ہے۔

۳۵۱۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَّالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارُ وَّاَشْجَعُ مَوَالِيَّ لَيْسَ لَهُمْ مَّوْلًى دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عبدالرحمان بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور غِفار اور اشجع میرے مددگار ہیں، اللہ اور رسول کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۵۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۵۱۳ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى الْمِنْبَرِ غِفَارُ غَفَرَاللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. (صحیح مسلم: ۲۵۱۸، الرقم المسلسل: ۶۳۳۰، سنن ترمذی: ۳۹۶۷، صحیح ابن حبان: ۷۲۸۹، شرح السنۃ: ۳۸۵۱، ابوداؤد الطیالسی: ۱۹۱۵، تاریخ بغداد ج۶ ص۱۹۷، مسند احمد ج۲ ص۲۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۷۰۲، ج۸ ص۳۲۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن غریر الزہری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از صالح، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نافع نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر دعا کی کہ غِفار کی اللہ مغفرت فرمائے! اور اسلم کو اللہ سلامت رکھے! اور عُصَیّہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

غفار اور اسلم کے لیے دعا کرنے اور عُصَیّہ کے لیے دعا نہ کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو قبیلوں کے لیے دعا کی ہے کیونکہ یہ دونوں بغیر جنگ کے اسلام میں داخل ہوئے، قبیلہ غفار پر پہلے حُجاج کی چوری کی تہمت تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ ان کا یہ داغ دھل جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں، اس لیے ان کی مغفرت کی دعا کی۔ آپ نے عُصَیّہ کے متعلق فرمایا: انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے، کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجے ہوئے ستر (۷۰) قاریوں کو شہید کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے اور رِعل اور ذکوان پر لعنت کرتے رہے اور آپ فرماتے تھے: عُصَیّہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۶ ص۱۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۵۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا.

(صحیح مسلم: ۲۵۱۵، الرقم المسلسل: ۶۳۲۷)

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب الثقفی نے خبر دی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے دعا کی: اسلم کو اللہ سلامت رکھے! اور غفار کی اللہ مغفرت فرمائے!

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کا مطالعہ کریں۔

۳۵۱۵ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَحَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ جُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارُ خَيْرًا مِّنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ وَّبَنِىْ اَسَدٍ وَّمِنْ بَنِىْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ غَطَفَانَ وَمِنْ بَنِىْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ خَابُوْا وَخَسِرُوْا فَقَالَ هُمْ خَيْرٌ مِّنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ وَّمِنْ بَنِىْ اَسَدٍ وَّمِنْ بَنِىْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَطَفَانَ وَمِنْ بَنِىْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی اور مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی از سفیان از عبد الملک بن عمیر از عبد الرحمان بن ابی بکرہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ اگر جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور غفار، بنو تمیم اور بنو اسد اور بنی عبد اللہ بن غطفان سے بہتر ہوں اور بنی عامر بن صعصعہ سے بہتر ہوں! (تو ایک مرد نے کہا: وہ بہتر ہیں)۔ تو ایک مرد نے کہا: وہ ناکام ہو گئے اور نقصان زدہ ہو گئے، پس آپ نے فرمایا: وہ تمیم بنو اسد، بنو عبد اللہ بن غطفان اور بنو عامر بن صعصعہ سے بہتر ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۳۵۱۶-۳۵۹۶-۶۶۳۵] (صحیح مسلم: ۲۵۲۲، الرقم المسلسل: ۶۳۳۹، سنن دارمی: ۳۵۲۳، مسند احمد ج ۵ ص ۵۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۰۵۱۰۔ ج ۳۴ ص ۱۴۵۔ ۱۴۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس کے بعد والی حدیث: ۳۵۱۶ میں اس کی تفصیل آ رہی ہے۔

۳۵۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِىْ يَعْقُوْبَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِىْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا تَابَعَكَ سُرَّاقُ الْحَجِيْجِ مِنْ اَسْلَمَ وَغِفَارَ وَمُزَيْنَةَ وَاَحْسِبُهٗ وَجُهَيْنَةَ ابْنُ اَبِىْ يَعْقُوْبَ شَكَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ اَسْلَمُ وَغِفَارُ وَمُزَيْنَةُ وَاَحْسِبُهٗ وَجُهَيْنَةُ خَيْرًا مِّنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ وَّبَنِىْ عَامِرٍ وَّاَسَدٍ وَّغَطَفَانَ خَابُوْا وَخَسِرُوْا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّهُمْ لَاَخْيَرُ مِنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی یعقوب، انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمان بن ابی بکرہ سے سنا از والد خود کہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ سے صرف ان لوگوں نے بیعت کی ہے جو حُجاج کا سامان چرایا کرتے تھے یعنی (قبیلہ) اسلم اور غفار اور مزینہ کے لوگ۔ راوی نے کہا: میرا گمان ہے کہ عبد الرحمان نے جہینہ کا بھی ذکر کیا، یہ ابن یعقوب کا شک ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اسلم، غفار اور مزینہ، اور میرا گمان ہے کہ آپ نے جہینہ کا بھی ذکر فرمایا (یہ بتاؤ کہ یہ چاروں قبیلے) بنو تمیم، بنو عامر اور اسد اور غطفان سے بہتر نہیں ہیں!

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(یہ قبائل) کیا ناکام اور نقصان زدہ نہیں ہوئے! اقرع نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! یہ ان سے بہتر ہیں۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اوّل الذکر قبائل ثانی الذکر قبائل سے بہتر ہیں۔

۳۵۱٦م - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ أَسْلَمُ وَغِفَارُ وَّشَيْءٌ مِّنْ مُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ أَوْ قَالَ شَيْءٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ أَوْ مُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ أَوْ قَالَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ أَسَدٍ وَّتَمِيمٍ وَّهَوَازِنَ وَغَطَفَانَ.

(صحیح مسلم: ۲۵۲۱، الرقم المسلسل: ٦۳۳٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی از حماد از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: اسلم اور غفار اور کچھ مزینہ اور جہینہ یا فرمایا: کچھ جہینہ سے یا مزینہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہیں یا فرمایا: قیامت کے دن اسد اور تمیم سے اور ھوازن اور غطفان سے (بہتر ہوں گے)۔

یہ حدیث بھی احادیثِ سابقہ کی مثل ہے۔

٧ - بَابُ ذِكْرِ قَحْطَانَ

قحطان کا ذکر

اس باب میں صرف قحطان کا ذکر کیا گیا ہے۔

۳۵۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ يَسُوقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ.

[طرف الحدیث: ۷۱۱۷] (صحیح مسلم: ۲۹۱۰، الرقم المسلسل: ۷۲۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابی الغیث از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ قحطان سے ایک شخص نکلے اور وہ لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہنکا کر لے جائے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس شخص کا نام ابن ارفخشید بن شالخ بن ارم بن سام بن نوح ہوگا، اس حدیث میں ہے: وہ اپنی لاٹھی سے لوگوں کو ہنکا کر لے جائے گا۔ اس میں اس کی انتہائی قوت، شوکت اور غلبہ کی طرف اشارہ ہے، گویا تمام لوگ اس کے مقابلہ میں بھیڑ بکریوں کی طرح ہوں گے اور کسی کو اس کا حکم ماننے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ۳۵۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

٨ - بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْ دَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ

زمانۂ جاہلیت کی چیخ وپکار سے ممانعت

اس باب میں زمانۂ جاہلیت کی چیخ وپکار کی مذمت کی گئی ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے، زمانۂ جاہلیت میں جب دو فریقوں میں جنگ ہوتی تو ایک فریق اپنے حامیوں کو پکار کر بلاتا اور اس کے حامی آ کر اس کی مدد کرتے خواہ وہی ظالم ہو، جب اسلام کے احکام آئے تو اس سے منع کر دیا گیا۔

۳۵۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو ابْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ ثَابَ مَعَهُ نَاسٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ حَتّٰى كَثُرُوْا وَكَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلٌ لَّعَّابٌ فَكَسَعَ اَنْصَارِيًّا فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ غَضَبًا شَدِيْدًا حَتّٰى تَدَاعَوْا وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لِلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَمَا بَالُ دَعْوٰى اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ قَالَ مَاشَانُهُمْ فَاُخْبِرَ بِكَسْعَةِ الْمُهَاجِرِيِّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا خَبِيْثَةٌ وَّقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ اَقَدْ تَدَاعَوْا عَلَيْنَا ﴿لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ (المنافقون:٨) فَقَالَ عُمَرُ اَلَا نَقْتُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْخَبِيْثَ لِعَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّهٗ كَانَ يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ. [اطراف الحدیث:٤٩٠٥-٤٩٠٧]

(صحیح مسلم:٢٥٨٤' الرقم المسلسل:٦٤٧٧' سنن ترمذی:٣٣٢٣' المعجم الکبیر:٢٠٥٨٢' مسند احمد ج ٣ ص ٣٠٧ طبع قدیم' مسند احمد:١٩٢٩٥۔ ج ٣٢ ص ٥٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے' آپ کے پاس بہ کثرت مہاجرین بھاگ کر آئے اور مہاجرین میں سے ایک شخص بہت مذاق کرنے والا تھا' اس نے ایک انصاری کی سرین پر ضرب لگائی تو اس انصاری کو بہت غصہ آیا' حتیٰ کہ اس نے اپنے حامیوں کو (مدد کے لیے) پکارا' اور اس انصاری نے کہا: اے لوگو! انصار کی مدد کے لیے آؤ' اور اس مہاجر نے کہا: اے لوگو! مہاجرین کی مدد کے لیے آؤ' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اپنے خیمہ سے) باہر نکلے پھر آپ نے پوچھا: یہ کیسی زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار ہے! تو آپ کو خبر دی گئی کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کی مقعد پر ضرب لگائی تھی' آپ نے فرمایا: اس بات کو چھوڑو! یہ بہت خبیث بات ہے' اور عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا: کیا ان مہاجرین نے ہمارے خلاف دہائی دی ہے! اگر ہم مدینہ پہنچے تو مدینہ میں عزت والے وہاں سے ذلت والوں کو نکال دیں گے۔ (المنافقون:٨) حضرت عمر رضی اللہ نے عبداللہ بن ابی کے متعلق پوچھا: یارسول اللہ! ہم اس خبیث کو قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد' تمام سندوں میں اسی طرح بغیر نسبت کے محمد کا ذکر ہے' ابونعیم نے کہا: اس سے مراد محمد بن سلام ہیں' اسی طرح مستخرج میں ہے (٢) مخلد بن یزید' یہ ابوالحسن الحرانی الجزری ہیں' یہ ١٩٣ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی (٤) عمرو بن دینار القرشی الاثرم المکی (٥) حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٢١)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے پوچھا: یہ کیسی زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار ہے!

غزوہ کی تعیین اور جس نے مذاق کیا تھا اور جس کے ساتھ مذاق کیا تھا' ان کے اسماء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم ایک غزوہ میں تھے' یہ غزوۃ المریسیع تھا' صحیح مسلم میں مذکور ہے: سفیان نے کہا: یہ غزوہ' غزوۂ بنی المصطلق تھا اور یہی غزوۃ المریسیع تھا' اس کا وقوع چھ ہجری میں ہوا تھا۔

اس حدیث میں ایک مذاق کرنے والے مہاجر کا ذکر ہے' ان کا نام جہجاہ بن قیس الغفاری ہے' یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں ''فکسع'' کا لفظ ہے ''کسع'' کا معنی ہے: اپنا ہاتھ یا اپنا پیر کسی انسان کی مقعد پر مارا جائے۔

اس حدیث میں اس انصاری کا ذکر ہے جن کی مقعد پر اس مہاجر نے ہاتھ مارا تھا' ان کا نام سنان بن وبرہ تھا' یہ قبیلہ بنوسالم الخزرجی کے حلیف تھے۔

زمانۂ جاہلیت کی چیخ وپکار کی وعید کے متعلق حدیث اور اس کی سزا کے متعلق اقوالِ فقہاء

اس میں ذکر ہے کہ آپ نے پوچھا: یہ کیسی جاہلیت کی چیخ وپکار ہے! جب آپ کو ماجرا بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑو! اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ قبیح اور بُری بات ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے زمانۂ جاہلیت کی طرح کسی کو پکارا وہ جہنم کی جماعت میں سے ہے' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! خواہ وہ روزہ رکھے' خواہ وہ نماز پڑھے؟ آپ نے فرمایا: خواہ وہ روزہ رکھے' خواہ وہ نماز پڑھے اور اس کا یہ زعم ہو کہ وہ مسلمان ہے' مسلمانوں کو ان کے ناموں سے پکارو (یعنی اس طرح نہ کہو: اے انصار! آؤ! اے مہاجرو! آؤ!) اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مسلمان اور مؤمن رکھا ہے۔

(سنن ترمذی: ٢٨٦٣' مسند ابویعلیٰ: ١٥٧١' صحیح ابن خزیمہ: ١٨٩٥' صحیح ابن حبان: ٦٢٣٣' المعجم الکبیر: ٣٤٢٨' المستدرک ج ١ ص ٤٢١' الاحاد والمثانی: ٢٥١٠' سنن کبریٰ: ١١٣٤٩' مسند احمد ج ٤ ص ١٣٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٧١٧٠۔ ج ٢٨ ص ٤٠٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ جو شخص زمانۂ جاہلیت کی طرح پکارے اس کی سزا کے متعلق فقہاء کے تین اقوال ہیں:

(١) اس کو پچاس کوڑے مارے جائیں (٢) اس کو دس سے کم کوڑے مارے جائیں (٣) اس کی سزا حاکم کی صواب دید پر موقوف ہے۔

حدیث میں مذکور قصہ کی تفصیل

اس کا مفصل قصہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے لیے کام کرنے والا جس کا نام جھجاہ بن قیس تھا' وہ اپنے حوض پر کھڑا ہوا تھا' وہاں اچانک وبرہ بن سنان انصاری آیا جو عبداللہ بن ابی کا حلیف تھا' مہاجر نے مذاق سے اس کی مقعد پر ہاتھ مارا' پس دونوں نے اپنے اپنے قبیلوں کا نام لے کر پکارنا شروع کر دیا' تب عبداللہ بن ابی نے کہا: جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے' عزت والوں سے مراد اس کی اپنی ذات تھی اور ذلت والوں سے اس کی مراد (العیاذ باللہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اس خبیث کو قتل نہ کر دیں! تو آپ نے منع فرمایا: (ایسا مت کرو) کیونکہ لوگ کہیں گے کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں اور اس سے لوگ دین اسلام میں داخل ہونے سے متنفر ہوں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے کہ اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم کو قتل نہیں کر دیا جائے گا اور تمہارے متعلق یہ کہا جائے گا کہ اس کے باطن میں کفر ہے اور اس وجہ سے تمہاری جانوں اور مالوں کو مباح سمجھ لیا جائے گا' سو تم اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو اور عبداللہ بن ابی کو قتل کرنا لوگوں کے دینِ اسلام سے متنفر ہونے کا سبب بن جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٢٣۔ ١٢٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٥١٩ - حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ثابت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عبداللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

یہ حدیث کتاب الجنائز میں اس باب میں گزر چکی ہے: جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

وَعَنْ سُفْيَانَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

اور از سفیان از زبید از ابراہیم از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑا اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکارا۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ قِصَّةِ خُزَاعَةَ — خزاعۃ کا قصہ

اس باب میں خزاعہ کے قصہ کا بیان ہے' الرشاطی نے کہا ہے کہ خزاعۃ عمرو بن ربیعہ ہے' اور اس ربیعہ کا تعلق حی بن حارثہ بن عمرو سے ہے' یہ ان کا مذہب ہے جن کا یہ نظریہ ہے کہ خزاعۃ یمن سے ہے اور جن کا یہ نظریہ ہے کہ خزاعہ مضر سے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ وہ عمرو بن ربیعہ بن قمعۃ ہے' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثم بن ابی الجون الخزاعی سے فرمایا: میں نے عمرو بن لُحی بن قمعۃ بن خندف کو دیکھا' وہ دوزخ میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۲۲) یہ حدیث عنقریب آ رہی ہے۔

٣٥٢٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرُو بْنُ لُحَيِّ بْنِ قَمَعَةَ بْنِ خِنْدِفَ أَبُو خُزَاعَةَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمرو بن لُحی بن قمعۃ بن خندف خزاعۃ کا باپ ہے۔

ابوخزاعۃ' ازد کے قبیلہ سے ہے۔

٣٥٢١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ الْبَحِيرَةُ الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيتِ وَلَا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ الَّتِي كَانُوا يُسَيِّبُونَهَا لِآلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ قَالَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ بْنِ لُحَيٍّ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ.

[طرف الحدیث: ۴۶۲۳][صحیح مسلم: ۲۸۵۶' الرقم المسلسل: ۷۰۸۶' صحیح ابن حبان: ۶۲۶۰' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۹' شرح مشکل الآثار: ۱۴۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے کہا: البحیرہ وہ (اونٹنی) ہے جس کا بتوں کی وجہ سے دودھ دوہنے سے منع کیا جاتا تھا اور لوگوں میں سے کوئی بھی اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا' اور سائبہ اس (اونٹنی) کو کہتے ہیں جس کو وہ اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے' اس پر کوئی بوجھ لادتا تھا نہ سواری کرتا تھا' انہوں نے بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر بن لُحی الخزاعی کو دیکھا' وہ دوزخ میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سنن کبریٰ: ١١١٥٦' مسند ابویعلیٰ: ٦١٢١' مسند احمد ج ٢ ص ٣٦٦ طبع قدیم' رہا تھا' یہ وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے سائبہ کی رسم ایجاد کی۔
مسند احمد: ٨٧٨٧۔ ج ١٤ ص ٣٩١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام کی تعریفات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

''البحیرۃ'': زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جنتی اور اس کے آخر میں نر بچہ ہوتا تو وہ اس اونٹنی کے کان چیر دیتے اور اس پر سوار ہونے کو اور اس کا دودھ دوہنے کو حرام قرار دیتے' اس کو کسی گھاٹ پر پانی پینے سے منع کیا جاتا اور نہ کسی چراگاہ میں چرنے سے روکا جاتا' اس کو صرف بتوں کی تعظیم کے لیے چھوڑ دیا جاتا اور وہ لوگ اس اونٹنی کو ''البحیرۃ'' کہتے تھے۔

سائبہ: زمانۂ جاہلیت میں کوئی شخص کہتا تھا: اگر میں سفر سے واپس آ گیا یا میں بیماری سے تندرست ہو گیا تو میری اونٹنی سائبہ ہو گی' اور سائبہ وہ اونٹنی ہوتی تھی جس کو وہ اپنے بتوں کی تعظیم کے لیے چھوڑ دیتے تھے' اس کے بعد اس پر کسی قسم کا بوجھ نہیں لادا جاتا تھا۔

التلویح میں مذکور ہے کہ ہر قسم کے مویشیوں کی مادہ اولاد کو وہ سائبہ کہتے تھے' ایک شخص اپنی اونٹنیوں' گایوں اور بکریوں میں سے جس کو چاہتا اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتا اور وہ صرف مادہ جانور کو بتوں کے لیے چھوڑتا تھا' پھر اس مادہ کی پشت' اس کے بال اور اس کا اُون صرف ان کے بتوں کے لیے مخصوص ہوتا تھا' اور اس کا دودھ اور اس کے دیگر منافع صرف مردوں کے لیے ہوتے تھے نہ کہ عورتوں کے لیے۔

''الوصیلہ'': امام ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جس بکری کے سات بچے ہوتے' پس اگر اس کا ساتواں بچہ نر ہوتا تو وہ اس کو ذبح کر کے بتوں کی بھینٹ چڑھا دیتے' اور اگر وہ مادہ ہوتی تو وہ اس کو زندہ رہنے دیتے اور اگر وہ نر اور مادہ دو بچے جنتی تو وہ نر کو مادہ کی وجہ سے زندہ رہنے دیتے اور کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے مل گئی ہے' پس اس کو ذبح نہ کرتے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ اس کی منفعت مردوں کے لیے ہوتی تھی نہ کہ عورتوں کے لیے' اور اگر وہ مردہ بچہ جنتی تو اس کے کھانے میں مرد اور عورت دونوں شریک ہوتے۔

''الحام'': یہ اس نر کو کہتے تھے جس کے بچہ کے بچہ پر بھی سواری کی جاتی اور یہ عدد دس یا اس سے کچھ کم تک پہنچ جاتا' اس پر سواری کی جاتی نہ اس پر بوجھ لادا جاتا' اس کو کسی گھاٹ پر پانی پینے سے منع کیا جاتا نہ کسی چراگاہ میں چرنے سے' اس کو کبھی بھی ذبح نہیں کیا جاتا' حتیٰ کہ وہ طبعی موت مر جاتا' پھر اس کو مرد کھاتے تھے' عورتیں نہیں کھاتی تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے عمرو بن لُحی کو دیکھا وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ رہا تھا' یہ وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کو تبدیل کر دیا' اس نے بتوں کے لیے جانوروں کی بھینٹ چڑھانے کو مقرر کیا' اس نے سائبہ کو بتوں کے لیے نامزد کیا اور بحیرہ کی رسم ایجاد کی اور وصیلہ اور حامی کی اصطلاح وضع کی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٢٧۔ ١٢٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن لحی وہ پہلا شخص ہے جس نے عرب کے شہروں میں بت پرستی کو ایجاد کیا' اس نے ملکِ شام سے ھبل نامی بت خریدا اور اس کو کعبہ شریف کے اندر رکھ دیا' یہ پست قامت شخص تھا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٥٩' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

١٠ - بَابُ قِصَّةِ إِسْلَامِ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اس کی تفصیل اگلے باب میں آ رہی ہے۔

١١ - بَابُ قِصَّةِ زَمْزَمَ

٣٥٢٢ - حَدَّثَنَا زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَخْزَمَ قَالَ أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنِي مُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ الْقَصِيرُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِإِسْلَامِ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ كُنْتُ رَجُلًا مِّنْ غِفَارٍ فَبَلَغَنَا أَنَّ رَجُلًا قَدْ خَرَجَ بِمَكَّةَ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَقُلْتُ لِأَخِي انْطَلِقْ إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ كَلِّمْهُ وَأْتِنِي بِخَبَرِهِ فَانْطَلَقَ فَلَقِيَهُ ثُمَّ رَجَعَ فَقُلْتُ مَا عِنْدَكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَّأْمُرُ بِالْخَيْرِ وَيَنْهٰى عَنِ الشَّرِّ فَقُلْتُ لَهُ لَمْ تَشْفِنِي مِنَ الْخَبَرِ فَأَخَذْتُ جِرَابًا وَّعَصًا ثُمَّ أَقْبَلْتُ إِلٰى مَكَّةَ فَجَعَلْتُ لَا أَعْرِفُهُ وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْأَلَ عَنْهُ وَأَشْرَبُ مِنْ مَّاءِ زَمْزَمَ وَأَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ فَمَرَّ بِي عَلِيٌّ فَقَالَ كَأَنَّ الرَّجُلَ غَرِيبٌ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ فَانْطَلِقْ إِلَى الْمَنْزِلِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ لَا يَسْأَلُنِي عَنْ شَيْءٍ وَّلَا أُخْبِرُهُ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ غَدَوْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ لِأَسْأَلَ عَنْهُ وَلَيْسَ أَحَدٌ يُّخْبِرُنِي عَنْهُ بِشَيْءٍ قَالَ فَمَرَّ بِي عَلِيٌّ فَقَالَ أَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ يَعْرِفُ مَنْزِلَهُ بَعْدُ قَالَ قُلْتُ لَا. قَالَ انْطَلِقْ مَعِي قَالَ فَقَالَ مَا أَمْرُكَ وَمَا أَقْدَمَكَ هٰذِهِ الْبَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لَهُ إِنْ كَتَمْتَ عَلَيَّ أَخْبَرْتُكَ قَالَ فَإِنِّي أَفْعَلُ قَالَ قُلْتُ لَهُ بَلَغَنَا أَنَّهُ قَدْ خَرَجَ هٰهُنَا رَجُلٌ يَّزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَأَرْسَلْتُ أَخِي لِيُكَلِّمَهُ فَرَجَعَ وَلَمْ يَشْفِنِي مِنَ الْخَبَرِ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَلْقَاهُ فَقَالَ لَهُ أَمَا إِنَّكَ قَدْ رَشَدْتَّ هٰذَا وَجْهِي إِلَيْهِ فَاتَّبِعْنِي ادْخُلْ حَيْثُ أَدْخُلُ فَإِنِّي إِنْ رَأَيْتُ أَحَدًا أَخَافُهُ عَلَيْكَ قُمْتُ إِلَى الْحَائِطِ كَأَنِّي أُصْلِحُ نَعْلِي وَامْضِ أَنْتَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ

زمزم کا قصہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زید نے حدیث بیان کی، وہ ابن اخزم ہیں، ابوقتیبہ سلم بن قتیبہ نے کہا: مجھے مثنیٰ بن سعید القصیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوجمرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا میں تم کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر نہ دوں! ابوجمرہ نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن عباس نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں قبیلہ غفار کا ایک مرد تھا، ہمیں یہ خبر پہنچی کہ مکہ میں ایک شخص نکلا ہے، اس کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے، تو میں نے اپنے بھائی سے کہا: تم اس مرد کے پاس جاؤ، اس سے بات کرو اور میرے پاس اس کی خبر لاؤ، سو وہ گئے ان سے ملے، پھر لوٹ آئے، پس میں نے پوچھا: تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تحقیق یہ ہے کہ میں نے ایسے مرد کو دیکھا ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے، پس میں نے ان سے کہا کہ تمہاری اطلاع سے میری تشفی نہیں ہوئی، پس میں نے اپنا تھیلا اور لاٹھی لی، پھر میں مکہ کی طرف روانہ ہوا، سو میں ان کو پہچانتا نہیں تھا اور ان کے متعلق سوال کرنے کو ناپسند کرتا تھا اور میں زمزم کا پانی پیتا تھا اور میں مسجد میں ٹھہرتا تھا، حضرت ابوذر نے بتایا: پھر میرے پاس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ گزرے، تو انہوں نے کہا: شاید یہ شخص مسافر ہے، میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے کہا: گھر کی طرف چلو، حضرت ابوذر نے بتایا: پس میں ان کے ساتھ گیا، وہ مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال کرتے تھے نہ میں ان کو کچھ بتاتا تھا، پھر جب صبح ہوئی تو میں مسجد کی طرف گیا تاکہ ان کے متعلق سوال کروں، اور مجھے کوئی شخص ان کے متعلق کچھ بھی نہیں بتاتا تھا، پھر حضرت علی میرے پاس سے گزرے، پس انہوں نے کہا: کیا ابھی تک اس شخص کو اپنا ٹھکانا نہیں ملا! میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَمَضٰی وَمَضَیْتُ مَعَهٗ حَتّٰی دَخَلَ وَدَخَلْتُ مَعَهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ اِعْرِضْ عَلَيَّ الْاِسْلَامَ فَعَرَضَهٗ فَاَسْلَمْتُ مَكَانِيْ فَقَالَ لِيْ يَا اَبَا ذَرٍّ اُكْتُمْ هٰذَا الْاَمْرَ وَارْجِعْ اِلٰى بَلَدِكَ فَاِذَا بَلَغَكَ ظُهُوْرُنَا فَاَقْبِلْ فَقُلْتُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَاَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ فَجَاءَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَقُرَيْشٌ فِيْهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَقَالُوْا قُوْمُوْا اِلٰى هٰذَا الصَّابِیِّ. فَقَامُوْا فَضُرِبْتُ لِاَمُوْتَ فَاَدْرَكَنِی الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَيَّ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ. وَيْلَكُمْ تَقْتُلُوْنَ رَجُلًا مِّنْ غِفَارٍ وَّمَتْجَرُكُمْ وَمَمَرُّكُمْ عَلٰى غِفَارٍ فَاَقْلَعُوْا عَنِّيْ فَلَمَّا اَنْ اَصْبَحْتُ الْغَدَ رَجَعْتُ فَقُلْتُ مِثْلَ مَا قُلْتُ بِالْاَمْسِ فَقَالُوْا قُوْمُوْا اِلٰى هٰذَا الصَّابِیِّ فَصُنِعَ بِیْ مِثْلَ مَا صُنِعَ بِالْاَمْسِ وَاَدْرَكَنِی الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَيَّ وَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ بِالْاَمْسِ قَالَ فَكَانَ هٰذَا اَوَّلَ اِسْلَامِ اَبِیْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

[طرف الحدیث:۳۸۶۱] (صحیح مسلم:۲۴۷۴ الرقم المسلسل:۶۲۵۶)

نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: میرے ساتھ چلو! پھر کہا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ اور کس وجہ سے تم اس شہر میں آئے ہو؟ حضرت ابوذر نے بتایا؟ میں نے ان سے کہا: اگر اس بات کو تم راز میں رکھو تو میں تمہیں بتاتا ہوں' حضرت علی نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا' میں نے ان سے کہا: ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہاں ایک ایسا مرد نکلا ہے جس کا زعم یہ ہے کہ وہ نبی ہے' سو میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تا کہ وہ ان سے بات کرے' سو وہ لوٹ آیا اور مجھے اس کی خبر سے تسلی نہیں ہوئی تو میں نے خود ان سے ملاقات کا ارادہ کیا' حضرت علی نے ان سے فرمایا: تم نے صحیح کام کیا' اب میں ان ہی کی طرف جا رہا ہوں' تم میرے پیچھے پیچھے آؤ اور جہاں میں داخل ہوں وہاں داخل ہو' پس بے شک اگر میں نے کسی ایسے آدمی کو دیکھا جس سے مجھے تم پر خطرہ ہوا تو میں دیوار کی طرف ایسے کھڑا ہوں گا جیسے اپنی جوتی ٹھیک کر رہا ہوں اور تم چلتے رہنا' پس حضرت علی رضی اللہ عنہ چل پڑے اور میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا' حتیٰ کہ وہ (کہیں) داخل ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہو گیا' پس میں نے آپ سے کہا کہ آپ مجھ پر اسلام پیش کریں' تو آپ نے اسلام پیش کیا' سو میں اسی جگہ مسلمان ہو گیا' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! اس بات کو مخفی رکھنا' اور اپنے شہر کی طرف لوٹ جاؤ' جب تم کو ہمارے غلبہ کی خبر ملے تو پھر آ جانا' پس میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں ضرور ان (لوگوں) کے سامنے (اپنے اسلام کا) اعلان کروں گا' پس حضرت ابوذر مسجد میں آئے اور وہاں قریش تھے' تو انہوں نے کہا: اے قریش کی جماعت! بے شک میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ (سیدنا) محمد' اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' تو ان لوگوں نے کہا: اس دین بدلنے والے کی طرف کھڑے ہو' پس وہ کھڑے ہوئے اور مجھے مارا پیٹا گیا تا کہ میں مر جاؤں' پس عباس نے مجھے دیکھ لیا' وہ مجھ پر اوندھے گر گئے پھر ان لوگوں کی طرف مڑ کر کہا: تم پر افسوس ہے! تم قبیلہ غِفار کے ایک مرد کو قتل کر رہے ہو اور تمہاری تجارت کا راستہ اور تمہاری

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گزرگاہ قبیلہ غِفار سے ہے' تو وہ مجھ سے ہٹ گئے' پس جب میں نے دوسرے دن صبح کی تو میں پھر واپس گیا اور میں نے گزشتہ روز کی طرح اعلان کیا' تو ان لوگوں نے کہا: اس دین بدلنے والے کی طرف کھڑے ہو' پھر میرے ساتھ گزشتہ کل کی طرح سلوک کیا گیا' پھر' عباس نے مجھے دیکھ لیا' پس وہ مجھ پر اوندھے گر گئے اور انہوں نے گزشتہ روز کی طرح تقریر کی' سو یہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی ابتداء کا قصہ ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) زید بن اخزم' ابوطالب الطائی الحافظ البصری' ان کو ۲۷۵ھ میں زنگیوں نے قتل کر دیا تھا جب انہوں نے بصرہ میں خروج کیا تھا' ان سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (۲) سَلم بن قتیبہ' ابوقتیبہ الشعیر ی الخراسانی' ان کی رہائش بصرہ میں تھی اور یہ وہیں پر دوسری صدی ہجری کی حدود میں وفات پا گئے تھے (۳) مثنیٰ بن سعید القصیر (۴) ابوجمرۃ' ان کا نام نصر بن عمران الضبعی البصری ہے (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۱۸)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ اور وہ اس حدیث میں مذکور ہے' نیز اس حدیث کا عنوان ہے: زمزم کا قصہ' سو اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوذر زمزم کا پانی پیتے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا قدماء اسلام میں سے ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے بھائی سے کہا: اس شخص کی طرف جاؤ۔ امام مسلم کی روایت میں ہے: اس کی وادی کی طرف سفر کرو اور مجھے اس شخص کی خبر لا کر دو جس کا زعم ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں' ان کی باتیں سننا اور پھر میرے پاس آنا' حضرت ابوذر کے بھائی کا نام انیس تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس صابیء کی طرف کھڑے ہو۔ یہ لفظ ''صبا'' ''یصبؤ'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: جو شخص ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہو' عرب کے لوگ دین بدلنے والے کو صابیء کہتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قدماء اسلام میں سے ہیں' لیکن حضرت ابوذر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے کافی مدت بعد اسلام لائے تھے' کیونکہ اس حدیث میں حضرت ابوذر کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا ذکر ہے اور یہ ذکر ہے کہ حضرت علی نے انہیں اپنا مہمان بنایا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۲۰۔۱۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوذر بغیر معجزہ دیکھے اسلام کیسے لائے اور انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کر کے آپ کے حکم کی مخالفت کیوں کی؟

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بغیر کوئی معجزہ دیکھے کیسے اسلام لے آئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام لانے کے لیے معجزہ کو دیکھنا ضروری نہیں ہے یا ان پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی آیات پڑھی تھیں اور ان کو اسلام لانے کی دعوت دی تھی'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیکن انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھتے ہی انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہے' اسی لیے انہوں نے فوراً کہا کہ آپ مجھ پر اسلام پیش کریں اور آپ کے اسلام پیش کرتے ہی وہ فوراً بغیر کسی تردد کے اسلام لے آئے۔

علامہ کورانی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنا اسلام چھپانے کا حکم دیا تھا' پھر انہوں نے کیسے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جان کی حفاظت کی خاطر بہ طور رخصت یہ حکم دیا تھا لیکن حضرت ابوذر پر عزیمت غالب تھی اور ان کا یہ گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اپنا اسلام چھپانے کو واجب نہیں قرار دیا تھا اور بہ طور شفقت فرمایا تھا کہ ان لوگوں سے اپنا اسلام چھپانا' پھر جب انہوں نے اس پر انکار کیا اور اسلام پر راضی رہے تو آپ نے انہیں اللہ کے دین کو ظاہر کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ (الکوثر الجاری ج٦ ص ٣٦٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

١٢ - بَابُ قِصَّةِ زَمْزَمَ وَجَهْلِ الْعَرَبِ — زمزم کا قصہ اور عرب کی جہالت

اس باب میں زمزم کا قصہ اور عرب کی جہالت کو بیان کیا گیا ہے۔

٣٥٢٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ أَسْلَمُ، وَغِفَارُ، وَشَيْءٌ مِّنْ مُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ أَوْ قَالَ شَيْءٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ أَوْ مُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ. أَوْ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. مِنْ أَسَدٍ، وَتَمِيمٍ، وَهَوَازِنَ، وَغَطَفَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اسلم اور غفار اور کچھ مزینہ اور جہینہ سے' یا فرمایا: کچھ جہینہ اور مزینہ سے' اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہیں' یا فرمایا: قیامت کے دن اسد اور تمیم اور ھوازن اور غطفان سے۔

یہ حدیث اس سے پہلے صحیح البخاری: ٣٥١٦' میں گزر چکی ہے' وہاں پر یہ حدیث اس باب کے تحت تھی: اسلم' غفار' مزینہ' جہینہ اور اشجع کا ذکر۔ سو یہ حدیث اسی باب کے مطابق ہے اور یہاں پر جس باب کے تحت اس کو ذکر کیا ہے' اس کے بالکل مطابق نہیں ہے کیونکہ اس میں زمزم کا ذکر نہیں ہے۔

٣٥٢٤ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِذَا سَرَّكَ أَنْ تَعْلَمَ جَهْلَ الْعَرَبِ فَاقْرَأْ مَا فَوْقَ الثَّلَاثِينَ وَمِائَةٍ فِي سُورَةِ الْأَنْعَامِ ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝﴾ (الانعام: ١٤٠).

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے فرمایا: جب تمہیں اس سے خوشی ہو کہ تم عرب کی جہالت کو جانو تو سورۃ الانعام کی ایک سو تیس آیت کے بعد پڑھو: بے شک وہ لوگ برباد ہو گئے جنہوں نے حماقت کی وجہ سے بغیر علم کے اپنی اولاد کو قتل کیا۔ (الانعام: ١٤٠) اس آیت کو یہاں تک پڑھو: بے شک وہ گمراہ ہو گئے اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے ۝ (الانعام: ١٤٠)

یہ حدیث بھی باب کے مطابق بالکل نہیں ہے' کیونکہ باب کا عنوان ہے: زمزم کا قصہ اور اس حدیث میں زمزم کا ذکر بالکل نہیں ہے' امام بخاری نے جو آیت ذکر کی ہے اس میں مشرکین عرب کی جہالت کا ذکر ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل کرتے تھے اور انسان کی اولاد

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کے بڑھاپے میں کام آتی ہے' نیز انہوں نے اپنی اختیار کردہ بدعت سے بعض حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر کے اپنے رزق کو تنگ کر دیا' یہ ان کا دنیا میں نقصان ہے اور آخرت میں ان کا بہت بُرا ٹھکانا ہوگا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہ آیت ربیعہ اور مضر کے متعلق نازل ہوئی ہے جو زمانۂ جاہلیت میں اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے' قتادہ نے کہا کہ اہل جاہلیت رزق میں تنگی اور قید ہونے کے خطرہ کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے' ماسوا بنو کنانہ کے' وہ یہ کام نہیں کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٢٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٣ - بَابُ مَنِ انْتَسَبَ اِلٰی اٰبَائِهٖ فِی الْاِسْلَامِ اَوِ الْجَاهِلِیَّةِ

جو شخص زمانۂ اسلام یا جاہلیت میں اپنے باپ دادا کی طرف منسوب ہوا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی شخص کے باپ دادا جو زمانۂ اسلام یا جاہلیت میں گزر چکے ہیں' ان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا جائز ہے۔ بعض علماء نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے' اور بعض دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ ان آباء پر فخر کی وجہ سے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرے' تب مکروہ ہے۔

حضرت ابوریحانہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو اپنے نو کافر آباء کی طرف منسوب کیا اور وہ ان کی وجہ سے عزت اور کرامت کے حصول کا ارادہ کرتا تھا تو وہ ان میں سے دسواں شخص ہوگا جو دوزخ میں جائے گا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (التاریخ الکبیر للبخاری ج ٢ ص ٣٥٦-٣٥٥ طبع قدیم' مسند ابویعلیٰ: ١٤٣٩' المعجم الاوسط: ٤٤٦' شعب الایمان: ٥١٣٢' مجمع الزوائد ج ٨ ص ٨٥' مسند احمد ج ٤ ص ١٣٤ طبع قدیم' مسند احمد: ١٧٢١٢-ج ٢٨ ص ٤٤٥-٤٤٤ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْكَرِيْمَ ابْنَ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ .

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم' یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت صحیح البخاری: ٣٣٨٢ میں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح البخاری: ٣٣٥٣ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ.

اور حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

یہ حدیث موصول' صحیح البخاری: ٢٨٦٤ میں گزر چکی ہے۔

پہلی تعلیق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد کریم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر ہے اور دوسری تعلیق میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جد امجد حضرت عبدالمطلب کا ذکر فرمایا' یوں یہ دونوں تعلیقیں باب کے عنوان کے مطابق ہیں کیونکہ باب کے عنوان میں اپنے باپ دادا کی طرف نسبت کرنے کا ذکر ہے۔

٣٥٢٥ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۝﴾ (الشعراء: ٢١٤) جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِي يَابَنِي فِهْرٍيَا بَنِي عَدِيٍّ بِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ.

بن مرہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ اپنے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرائیں۝ (الشعراء:۲۱۴) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے قبیلوں کو نداء کرتے تھے: اے بنی فہر! اے بنی عدی!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح نہ ہونا

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ یہ آیت مکہ میں نبوت کے ابتدائی سال میں نازل ہوئی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے' حضرت ابن عباس نے کسی اور صحابی سے اس کو سنا ہوگا' تاہم قوی اعتراض یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح حدیث کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ حدیث متصل ہو اور یہ حدیث مرسل ہے اور امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح نہیں ہے۔

٣٥٢٦- وَقَالَ لَنَا قَبِيْصَةُ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۝﴾ (الشعراء: ٢١٤) جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْهُمْ قَبَائِلَ قَبَائِلَ.

اور ہم سے قبیصہ نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از حبیب بن ابی ثابت از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: آپ اپنے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو عذاب سے ڈرائیں۝ (الشعراء:۲۱۴) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبائل' قبائل کو پکار کر بلاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' حدیث سابق میں ملاحظہ کریں۔

٣٥٢٧- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ يَا اُمَّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ اِشْتَرِيَا اَنْفُسَكُمَا مِنَ اللّٰهِ لَا اَمْلِكُ لَكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلَانِيْ مِنْ مَّالِيْ مَاشِئْتُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنوعبد مناف! اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو! اے بنوعبدالمطلب! اپنی جانوں کو اللہ سے خرید لو! اے زبیر بن العوام کی ماں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی! اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! تم دونوں اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو! میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے (از خود) کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' تم دونوں میرے مال سے جو چاہے سوال کرو۔

اس حدیث کی مفصل شرح: ۲۷۵۳ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قرابت داروں اور عام مسلمانوں کو نفع پہنچانے کے مالک ہیں

علامہ محمد بن الفضیل الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے قرابت داروں کو نفع پہنچانے کا مالک بنائے گا بلکہ اپنی امت کو نفع پہنچانے کا بھی مالک بنائے گا اور آپ شفاعتِ خاصہ اور شفاعتِ عامہ فرمائیں گے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۰۵ 'مکتبۃ الرشد'الریاض' ۱۴۳۰ھ)

علامہ مناوی نے علامہ ابن حجر ہیتمی مکی اور علامہ طیبی کے حوالوں سے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (فیض القدیر ج ۵ ص ۳۶' طبع قدیم)

مؤمنین کے اپنی جانوں کو خریدنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ سے خریدلو' حالانکہ مؤمنین اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کرنے والے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبہ:۱۱۱)

اللہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مؤمنین جہنم کے عذاب سے نجات کے بدلہ میں اپنی اپنے جانوں کو خریدنے والے ہیں اور جنت کے حصول کے بدلہ میں اپنی جانوں کو فروخت کرنے والے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کر دیا' اللہ تعالیٰ نے جنت کو اس کی ثمن (قیمت) قرار دے دیا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۳۶۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۳۰ھ)

۱۴ - بَابٌ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَمَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ

قوم کے بھانجے کا قوم میں شمار ہوتا ہے اور قوم کے آزاد کردہ غلام کا بھی قوم میں شمار ہوتا ہے

۳۵۲۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ اَحَدٌ مِّنْ غَيْرِكُمْ قَالُوْا لَا اِلَّا ابْنُ اُخْتٍ لَّنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلایا' پس فرمایا: کیا تم میں تمہارے علاوہ بھی کوئی ہے! انہوں نے کہا: نہیں! لیکن ہمارا بھانجا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی قوم کا بھانجا بھی اسی قوم سے ہوتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی وجہ یہ ہے کہ قوم کا بھانجا ذوالارحام میں ہے اور وہ اس قوم کا وارث ہوتا ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۱۶ ص ۳۶۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۳۰ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ قوم کا بھانجا اس قوم سے ہوتا ہے اور اس حدیث کے عنوان میں قوم کے آزاد کردہ غلام کا بھی ذکر ہے' اس کا بیان کتاب الفرائض میں ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قوم کا مولیٰ بھی اس قوم سے ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٦٧٦١) اور مولیٰ سے مراد ہے: آزاد کردہ غلام یا قوم کا حلیف جو قوم کی نصرت اور معاونت کرے' نیز انصار نے اپنے جس بھانجا کا ذکر کیا تھا' اس کا نام نعمان بن مقرن مزنی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انصار سے یہ مکالمہ غزوۂ حنین کے دن ہوا تھا۔

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی التوفی (الفجر الساطع ج ٨ ص ٣٠٦' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٣٠ھ)

١٥ - بَابُ قِصَّةِ الْحَبَشِ حبشیوں کا قصہ

اس عنوان میں ''حَبَش'' کا لفظ ہے' ''حبش'' اور ''حبشة'' سیاہ فام لوگوں کی جنس سے ہیں' الجوہری نے کہا ہے: یہ حام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں' یہ لوگ اہل یمن کے پڑوس میں رہتے تھے۔ حدیث: ٣٥٣٠ میں ان کا ذکر ہے۔

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيْ اَرْفِدَةَ. اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: اے بنی ارفدہ!

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ٣٥٣٠ میں آ رہی ہے۔

٣٥٢٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ اَيَّامِ مِنًى تُغَنِّيَانِ وَتُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ اَيَّامُ مِنًى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے گھر آئے' اس وقت ان کے پاس دو لڑکیاں تھیں وہ ایام منیٰ کے نغمے گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کپڑا اوڑھ رکھا تھا' حضرت ابوبکر نے ان کو ڈانٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا' پس فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو' کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں اور یہ ایام منیٰ ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٤٩ میں پڑھیں۔

اسلامی تقریبات میں گانے اور بجانے کے شرعی احکام

علامہ الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی التوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

یہ دونوں عبد اللہ بن اُبی کی لڑکیاں تھیں' ان میں سے ایک کا نام حمامہ تھا۔ (الفجر الساطع ج ٨ ص ٣٠٧' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٣٠ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی التوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ایام عید میں عورتوں کا گانا بجانا جائز ہے' ظاہر یہ ہے کہ مردوں کا بھی یہی حکم ہے' کیونکہ جب اس وقت میں عورتوں کا گانا بجانا جائز ہے تو دوسرے وقت میں مردوں کے گانے بجانے سے بھی کوئی مانع نہیں ہے' کیونکہ دونوں کی علت ایک ہے' بلکہ عورتوں کے گانے بجانے کی تحریم زیادہ شدید ہے اور ان کا فتنہ زیادہ خطرناک ہے' پس جب عید کے ایام میں اظہار مسرت کے لیے ان کا گانا بجانا جائز ہے تو مردوں کے لیے گانا بجانا بہ طور اولیٰ جائز ہوگا۔ (شرح صحیح البخاری ج ٣ ص ٩' مکتبۃ الطبری' قاہرہ' ١٤٢٩ھ)

تاہم دوام و استمرار کے ساتھ گانا بجانا جائز نہیں ہے' خوشی کے ایام میں اور اسلامی تقریبات مثلاً نکاح' ولیمہ اور ختنہ کی تقریبات میں تھوڑے وقت کے لیے گانا بجانا جائز ہے اور اس میں اتنا اشتغال جس سے انسان فرائض اور واجبات سے غافل ہو جائے' یہ جائز نہیں ہے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں ''تغنیان'' کا لفظ ہے' یہ ''غناء'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: آواز کو مزین کرنے کے لیے بلند کرنا' حدیث میں ہے: جس نے قرآن کو غناء کے ساتھ نہیں پڑھا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(صحیح البخاری: ۷۵۲۷' سنن ابوداؤد: ۱۴۶۹)

وہ لڑکیاں اوس اور خزرج کے درمیان جنگ بعاث کے نغمات گا رہی تھیں' یہ جنگ ہجرت سے تین یا چھ سال پہلے ہوئی تھی' نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کو ڈانٹنے سے منع فرمایا کیونکہ ان کے نغموں میں کوئی حرام چیز نہیں تھی' بلکہ جنگ کی توصیف تھی اور یہ شجاعت کو اُبھارتی ہے' نیز آپ نے فرمایا: یہ ایامِ عید ہیں' ان ایام میں اظہارِ مسرت سے تسامح کیا جاتا ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۳ ص ۶۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ کورانی کی اس تعلیل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس غناء میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہو یا رسول اللہ ﷺ کی نعت ہو یا اولیاء کرام کی منقبت ہو یا شجاعت کے نغمات ہوں یا نصیحت آمیز مضمون ہو وہ غنا جائز ہے اور جس غناء میں عورتوں کے حسن و جمال اور فسق و فجور کی ترغیب ہو یا فلمی گانے ہوں' سو ایسا غناء جائز نہیں ہے۔

۳۵۳۰- **وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ أَمْنًا بَنِي أَرْفِدَةَ يَعْنِي مِنَ الْأَمْنِ.**

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ مجھے چھپا رہے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی' اور وہ مسجد میں کھیل رہے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو رہنے دو! (اور حبشیوں سے فرمایا:) اے بنی ارفدۃ! تم بے خوف ہو کر کھیلو!

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

صوفیہ کے رقص کا شرعی حکم

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: اس حدیث میں (مردوں کے) رقص کے مباح ہونے پر بہت قوی دلیل ہے۔

(اکمال المعلم ج ۳ ص ۳۱۰)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ صوفیہ کی ایک جماعت نے اس باب کی حدیث سے آلاتِ غناء کے سننے اور رقص کے جواز پر استدلال کیا ہے' اور جمہور نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ دونوں مقصدوں میں اختلاف ہے' کیونکہ حبشیوں کا کھیل جہاد میں آلاتِ حرب کی مشق کے لیے تھا' لہٰذا اس سے بہ طور لھو و لعب رقص کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۷۲' دارالمعرفۃ' بیروت)

علامہ زرھونی لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر کی تقریر پر یہ اعتراض ہے کہ صوفیہ نے جس رقص کو ثابت کیا ہے' اس سے ان کا مقصود لھو و لعب نہیں ہوتا' وہ اس قصد سے بَری ہیں' ان کا مقصد ذکر کے لیے جمع ہونا ہے اور قلب اور قالب اور تمام اعضاء کے ساتھ ذکر کی طرف توجہ ہوتی ہے اور یہ صحیح قصد ہے' کیونکہ ذکر کی کثرت کرنے میں بہت احادیث ہیں' خواہ ذکر کرنے والا کسی حال میں ہو' لہٰذا اس حدیث سے رقص پر استدلال کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔(الفجر الساطع ج ۸ ص ۲۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۱۶- بَابُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ لَا يُسَبَّ نَسَبُهُ جس نے یہ پسند کیا کہ اس کے نسب کو بُرا نہ کہا جائے

یعنی اس کے نسب پر سبّ و شتم نہ کیا جائے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٥٣١- حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتِ اسْتَأْذَنَ حَسَّانُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هِجَاءِ الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ کَیْفَ بِنَسَبِیْ فَقَالَ حَسَّانُ لَاَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ کَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِیْنِ وَعَنْ اَبِیْهِ قَالَ ذَهَبْتُ اَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسُبَّهُ فَاِنَّهُ کَانَ یُنَافِحُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث:٤١٤٥-٦١٥٠] (صحیح مسلم:٢٤٨٩' الرقم المسلسل:٦٢٨٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: میرے نسب کا کیا ہوگا؟ تو حضرت حسان نے کہا: میں آپ کو مشرکین سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح بال کو گوندھے ہوئے آٹے سے نکالا جاتا ہے۔ عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں حضرت عائشہ کے سامنے حضرت حسان کو بُرا کہہ رہا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: ان کو بُرا نہ کہو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے تھے۔

حدیث میں مذکور بعض جملوں کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے نسب کا کیا ہوگا! یعنی تم قریش کی ہجو کیسے کرو گے حالانکہ میں ان کے ساتھ نسب میں مجتمع ہوں۔

حضرت حسان نے کہا: میں آپ کو ان سے نکال لوں گا' یعنی میں ان کی ہجو اس طرح کروں گا کہ وہ ہجو صرف ان کے ساتھ مخصوص ہوگی۔

جس طرح بال گوندھے ہوئے آٹے سے نکالا جاتا ہے۔ بال کو گوندھے ہوئے آٹے کے ساتھ اس لیے معین کیا ہے کہ گوندھا ہوا آٹا نرم ہوتا ہے' اگر کسی سخت چیز سے بال نکالا جائے تو وہ ٹوٹ جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٣٢-١٣١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

قَالَ اَبُو الْهَیْثَمِ نَفَحَتِ الدَّابَّةُ اِذَا رَمَحَتْ بِحَوَافِرِهَا وَنَفَحَهُ بِالسَّیْفِ اِذَا تَنَاوَلَهُ مِنْ بَعِیْدٍ.

ابوالھیثم نے کہا' "نفحت الدابة" اس وقت کہا جاتا ہے جب سواری اپنے پیروں کو مارے اور "نفحه" بالسیف اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ دور سے تلوار کا وار کرے۔

١٧- بَابُ مَا جَاءَ فِیْ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء کے متعلق احادیث

یعنی اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اسماء بیان کیے گئے ہیں۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ﴾ (الفتح:٢٩)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں' کفار پر بہت سخت ہیں۔ (الفتح:٢٩)

وَقَوْلِهٖ ﴿مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ﴾ (الصف:٦).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو میرے بعد (آئیں گے) ان کا نام احمد ہے۔ (الصف:٦)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے ان دو آیتوں کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو زیادہ مشہور ناموں کا ذکر ہے' آپ کے زیادہ مشہور دو نام ہیں: محمد اور احمد۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد ہونے سے پہلے احمد تھے' یعنی آپ نے اپنے رب کی حمد کی' اس سے پہلے کہ لوگ آپ کی حمد کرتے' اس وجہ سے سابقہ کتب سماویہ میں آپ کا نام احمد ہے اور قرآن مجید میں آپ کا نام محمد ہے۔

(الشفاء ج ا ص ۲۶۰' دارالفکر' بیروت)

محمد کا معنی ہے: جس کی بار بار حمد کی گئی ہو' خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسی حمد کی ہے جو کسی اور نے نہیں کی' اور آپ کو ایسے محامد عطاء کیے جو کسی اور کو عطاء نہیں کیے اور قیامت کے دن آپ کو ایسی حمد کا الہام فرمائے گا جو کسی اور کو الہام نہیں کی ہوگی۔

احمد کا معنی ہے: تمام حمد کرنے والوں سے زیادہ حمد کرنے والے۔ (الفجر الساطع ج ۸ ص ۳۰۹-۳۰۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۵۳۲- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي خَمْسَةُ اَسْمَاءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُوا اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِي وَاَنَا الْعَاقِبُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے معن نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں میرے قدموں میں لوگوں کو جمع کیا جائے' اور میں عاقب ہوں۔

[طرف الحدیث: ۴۸۹۶] (صحیح مسلم: ۲۳۵۴' الرقم المسلسل: ۵۹۹۹' سنن الترمذی: ۲۸۴۹' مسند الحمیدی: ۵۵۵' طبقات ابن سعد ج ا ص ۱۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۵۷' اخبار مکہ للفاکہی: ۱۸۷۱' الآحاد والمثانی: ۳۰۷۴' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۹۵' المعجم الکبیر: ۱۵۲۲' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱۹' شرح السنۃ: ۳۶۲۹' مسند احمد ج ۴ ص ۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۷۳۴۔ ج ۲۷ ص ۲۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

پانچ ناموں پر اقتصار کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے پانچ نام ہیں۔ اس جگہ یہ سوال ہے کہ آپ نے پانچ ناموں پر کیوں اقتصار فرمایا ہے حالانکہ آپ کے اسماء پانچ سے زیادہ ہیں' امام ابوبکر بن العربی نے شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسم ہیں' اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی ایک ہزار اسم ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عدد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا' اس لیے پانچ اسماء کے ذکر کرنے سے زیادہ اسماء کی نفی نہیں ہوتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اسماء

مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں رسول الرحمت ہوں' اور میں رسول الملحمۃ ہوں' میں ہتھیاروں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں' آلات زراعت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا اور کتاب الشفاء میں ہے کہ میں قثم ہوں یعنی کامل جامع ہوں' اور قرآن مجید میں آپ کے یہ اسماء ہیں: "المزمل' المدثر' النور' المنذر' البشیر' الشاهد' الشهيد' الحق' المبين' قدم صدق' نعمة الله' العروة الوثقٰى' الصراط المستقيم' النجم الثاقب' الكريم' داعي الله' المصطفٰى' المجتبٰى' الحبيب'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رسول رب العٰلمین' الشفیع' المشفّع' المتقی' المصلح' الظاهر' الصادق' المصدوق' الهادی ''اور احادیث میں یہ اسماء ہیں: ''سیّد ولد آدم' سیّد المرسلین' امام المتقین' قائد الغر المحجلین' حبیب اللّٰه' خلیل الرحمٰن' صاحب الحوض المورود والشفاعة' صاحب المقام المحمود' صاحب الوسیلة والفضیلة والدرجة الرفیعة' صاحب التاج والمعراج' صاحب اللواء' صاحب القضیب' راکب البراق والناقة' النجیب' صاحب الحجة' السلطان' العلامة' البرهان' صاحب الهراوة والنعلین' المختار' مقیم السنة' المقدس' روح القدس' روح الحق ''۔انجیل میں جو ''الفارقلیط ''مذکور ہے' اس کا بھی یہی معنی ہے' ثعلب نے کہا: ''فارقلیط '' کا معنی ہے: جو حق اور باطل میں فرق کرے' اور ''ماذ ماذ''اس کا معنی ہے: طیب طیب' اور ''البرقلیطس ''رومی لفظ ہے' ثعلب نے کہا: اس کا معنی ہے: خاتم جو انبیاء کی آمد کو ختم کرے' اور خاتم کا معنی ہے: جو تمام انبیاء میں خَلق اور خُلق کے لحاظ سے سب سے بہتر ہو اور سریانیہ میں آپ کا نام ہے: ''مشفع ''اور ''المنحمنا'' اور تورات میں ہے: ''احید ''اس کا معنی ہے: ''الواحد '' قاضی عیاض نے کہا: اس کا معنی ہے: ''صاحب السیف ''عراقی نے الدرالمنظم میں لکھا ہے کہ آپ کے اسماء ہیں: ''المصدق' المسلم' الامام المهاجر' العامل' اذن خیر' الاٰمر' الناهی' المحلل' المحرم' الواضع' الرافع' المجیر ''ابن دحیہ نے کہا: آپ کے اسماء صفات تین سو سے زائد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٣٥۔١٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

''ماحی' حاشر ''اور ''عاقب ''کے معانی

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیهی الزرهونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹائے گا' یعنی جزیرۂ عرب سے یا اکثر ملکوں سے کفر کو زائل کردے گا یا اس سے مراد یہ ہے کہ تمام شہروں میں کفر کو ذلیل اور رسوا کردے گا' نیز فرمایا: اور میں حاشر ہوں' اللہ میرے قدموں میں لوگوں کو جمع کرے گا' یعنی میرے بعد کیونکہ آپ ان سے پہلے میدانِ حشر میں آئیں گے کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اور فرمایا: اور میں عاقب ہوں' یعنی میں انبیاء کے بعد آنے والا ہوں اور ان کا خاتم ہوں' امام مسلم کی روایت میں ہے: آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔(صحیح مسلم: ٢٣٥٤) امام ترمذی کی روایت میں ہے: عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ٢٩٩٦) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٣١٠' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٥٣٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّي شَتْمَ قُرَيْشٍ وَّلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَّيَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَّاَنَا مُحَمَّدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم (اس پر) تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح مجھ سے قریش کی مذمت اور سب وشتم کو دور کردیا' وہ مذمم کو سب وشتم کرتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔

کفار قریش کے مذمم کہنے کی وجہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کفار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سخت نفرت کرتے تھے اس لیے وہ آپ کو محمد نہیں کہتے تھے کیونکہ یہ نام آپ کی تعظیم پر دلالت کرتا تھا' اس لیے آپ کو وہ محمد کی ضد مذمم کہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٣٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی قسم کے نقص اور عیب کا نہ ہونا

میں کہتا ہوں کہ محمد کا معنی ہے: جس کی بے حد حمد اور تعریف کی گئی ہو اور تعریف ہمیشہ حسن اور کمال پر کی جاتی ہے اور جس میں نقص اور عیب ہو اس کی مذمت کی جاتی ہے' اسی لیے کفار قریش آپ کو محمد کی بجائے مُذَمَّم کہتے تھے' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلقاً محمد فرمایا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ میں کسی وجہ سے نقص اور عیب نہیں ہے' اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب ہوتا تو آپ مطلقاً محمد نہ ہوتے' اور جب آپ مطلقاً محمد ہیں تو آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب نہیں ہے۔

ایک دفعہ ایک عالم نے مجھ پر یہ اعتراض کیا کہ بتاؤ غیر کا محتاج ہونا کمال اور حسن ہے یا نقص اور عیب ہے' اگر غیر کا محتاج ہونا کمال ہے تو تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع اللہ تعالیٰ ہے' لہٰذا اس کو بھی غیر کا محتاج ہونا چاہیے' اور اگر غیر کا محتاج ہونا نقص اور عیب ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر کے محتاج تو ہیں کیونکہ آپ اللہ کے محتاج ہیں' سو آپ میں نقص اور عیب ثابت ہو گیا۔

میں نے اس کے جواب میں کہا کہ غیر کا محتاج ہونا قبیح لذاتہٖ ہے اور حسن لغیرہٖ ہے اور چونکہ یہ قبیح لذاتہٖ ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ غیر کا محتاج نہیں ہے اور حسن لغیرہٖ ہے اور اس وجہ سے یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہے' کیونکہ بندہ کا کمال یہ ہے وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور یہ آپ کے لیے باعث کمال ہے' جس طرح جہاد قبیح لذاتہٖ ہے کیونکہ یہ انسانوں کو قتل کرنا اور شہروں کو ویران کرنا ہے اور حسن لغیرہٖ ہے کیونکہ یہ اللہ کے دین کے سربلند ہونے کا سبب اور وسیلہ ہے۔

١٨- بَابُ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس باب میں خاتم کا معنی بیان کیا گیا ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم خاتم النبیین ہے۔

٣٥٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَكْمَلَهَا وَأَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُونَهَا وَيَتَعَجَّبُونَ وَيَقُولُونَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ. (صحیح مسلم: ٢٢٨٧' الرقم المسلسل: ٥٨٥٧' سنن ترمذی: ٢٨٦٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١١ ص ٤٩٩' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ ص ٣٦٦۔٣٦٥' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٧٨٥' شعب الایمان: ١٤٨٥' مسند احمد ج ٣ ص ٣٦١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٤٨٨٨۔ ج ٢٣ ص ١٦٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن میناء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور انبیاء (سابقین) کی مثال اس مرد کی طرح ہے جس نے مکان بنایا پس اس کو مکمل کر دیا اور اس کو مزین کر دیا مگر ایک اینٹ کی جگہ (چھوڑ دی) پس لوگ اس مکان میں داخل ہو کر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: کاش! ایک اینٹ کی جگہ (چھوڑی ہوئی) نہ ہوتی۔

انبیاء سابقین کو عمارت کے ساتھ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اینٹ کے ساتھ تشبیہ دینے کی وضاحت

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

ابن ذکری نے اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: اس مکان کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور انبیاء علیہم السلام کو اس مکان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے ساتھ تشبیہ دی ہے' جس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی ہوئی تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اینٹ کے ساتھ تشبیہ دی ہے' پس آپ وہ اینٹ ہیں جس سے قصرِ انبیاء مکمل ہوتا ہے' اور انبیاء علیہم السلام کا دائرہ صرف آپ سے تمام پذیر ہوتا ہے' اس دائرہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہے اور اس کی انتہاء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے' اور ان کے درمیان جو انبیاء علیہم السلام ہیں وہ دائرہ ہیں اور دائرہ حقیقت میں انتہاء سے مکمل ہوتا ہے' اسی طرح اس مکان کی بنیاد حضرت آدم ہیں اور اس کی دیواروں کی بنیاد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے باقی اجزاء دیگر انبیاء علیہم السلام ہیں اور کسی مکان کی تکمیل اس کی دیواروں کی بنیاد سے ہوتی ہے۔

پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہورِ نبوت کو کامل کر دیا اور انبیاء علیہم السلام کے مراتب کو اور ان کے معجزات کو اور ان کے اخلاق کو اور ان کی خصوصیات اور ان کی امتوں کے ساتھ ان کے معاملات کو ظاہر اور آشکار کر دیا' پس انبیاء علیہم السلام کی ہیئت اجتماعیہ کو ایک مکمل اور مزین مکان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ (حاشیۃ ابن ذکری ج ۲ ص ۵۸)

امام ابن العربی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ اینٹ ہیں جو عمارتِ نبوت کی بنیاد ہے اور اگر بنیاد نہ ہو تو عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔

علامہ اُبی نے اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس اینٹ کو اپنی جگہ پر رکھنا اس عمارتِ نبوت کے حسن کی تکمیل کے لیے ہے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس اینٹ کے بغیر اس عمارت میں کوئی حسن نہیں تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس عمارت کے حسن کی تعریف اور تحسین کرتے تھے' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عمارتِ نبوت کے حسن و جمال کو تمام و کمال تک پہنچانے کے لیے ہے۔

اسی معنی کے قریب حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس مثال سے یہ مراد نہیں ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کی شریعتیں ناقص تھیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کامل کر دیا کیونکہ ہر نبی کی شریعت اپنے زمانہ کے اعتبار سے کامل ہوتی ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمام انبیاء کی شریعتیں کامل تھیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اکمل ہے' ان کی شریعتیں صرف اپنے زمانوں کے لیے تھیں اور آپ کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۷۷) یہاں پر علامہ زرھونی کی شرح مکمل ہوئی۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۱۳۔۳۱۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

٣٥٣٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مَثَلِيْ وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَأَحْسَنَهٗ وَأَجْمَلَهٗ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ. (صحیح مسلم: ۲۲۸۶' الرقم المسلسل: ۵۸۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس مرد کی طرح ہے جس نے ایک مکان بنایا پس اس کو بہت حسین و جمیل بنایا مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' پس لوگ اس مکان کے گرد چکر لگاتے اور اس کی تحسین کرتے اور کہتے ہیں کہ اس میں وہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی! پس میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق کی شرح کا مطالعہ کریں۔

١٩- بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مازری سے نقل کیا ہے کہ محققین اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ یہ صرف آپ کی ظاہری حیات میں ممنوع تھا تا کہ کوئی شخص آپ کو ابوالقاسم کہہ کر آپ کو ایذاء نہ پہنچائے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۷) اور یہی صحیح ہے۔

(الفجر الساطع ج ۸ ص ۳۱۴، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۳۰ھ)

٣٥٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَّنْصُورٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاِسْمِي وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از منصور از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۱۱۴ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٣٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاِسْمِي وَلَاتَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن سیرین انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۰ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور یہ ابوابِ سابقہ سے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٥٤٠ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَاَيْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ ابْنَ اَرْبَعٍ وَّتِسْعِيْنَ جَلْدًا مُّعْتَدِلًا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ مَامُتِّعْتُ بِهٖ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ اِلَّا بِدُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَالَتِيْ ذَهَبَتْ بِيْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ شَاكٍ فَادْعُ اللّٰهَ لَهٗ قَالَ فَدَعَالِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھے الفضل بن موسیٰ نے خبر دی از الجعید بن عبدالرحمان وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت السائب بن یزید کو چورانوے سال کی عمر میں دیکھا، وہ بہت قوی اور توانا تھے انہوں نے بتایا کہ مجھے یقین ہے کہ میں اپنے کانوں اور آنکھوں سے جو فائدہ حاصل کر رہا ہوں وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کی وجہ سے ہے، بے شک میری خالہ مجھے آپ کے پاس لے گئیں، پس انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک میرا بھانجا بیمار ہے آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا کیجئے تو آپ نے میرے لیے دعا فرمائی۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

رسول اللہ کا لفظ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے

علامہ الفضیل بن القاطمی الشیظمی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں لفظ رسول اللہ کا ذکر ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ لفظ رسول اللہ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم ہے' ہر چند کہ یہ لفظ دوسرے رُسُل کو بھی شامل ہے لیکن آپ کے لیے اس کا غالب استعمال ہوتا ہے اور جب رسول اللہ کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے صرف آپ ہی کی ذات مراد ہوتی ہے' علامہ قسطلانی نے رسول اللہ کے لفظ کو آپ کے اسماء میں شمار کیا ہے۔

(المواہب مع شرح الزرقانی ج ۳ ص ۱۳۱)

علامہ ابن ابی جمرہ نے بھی اس لفظ کو آپ کے اسماء میں لکھا ہے' بلکہ اس کو سب سے اعلیٰ احب (محبوب ترین) اسم قرار دیا ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۱۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

٢٢ - بَابُ خَاتَمِ النُّبُوَّةِ — مُہر نبوت کا بیان

مُہر نبوت آپ کے دو کندھوں کے درمیان تھی اور اہل کتاب آپ کی نبوت کو اس مُہر سے پہچانتے تھے۔

٣٥٤١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ قَالَ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَاْسِيْ وَدَعَالِيْ بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّاَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمٍ بَيْنَ كَتِفَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از الجعید بن عبدالرحمان' انہوں نے کہا: میں نے حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مجھے میری خالہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئیں' پس انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میرا بھانجا ہے اس کے سر میں تکلیف ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی اور آپ نے وضوء کیا تو میں نے آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو پیا' پھر میں آپ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہو گیا' پس میں نے آپ کے دو کندھوں کے درمیان مُہر (نبوت) کو دیکھا۔

قَالَ ابْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْحُجْلَةُ مِنْ حُجَلِ الْفَرَسِ الَّذِيْ بَيْنَ عَيْنَيْهِ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ مِثْلَ زِرِّالْحَجَلَةِ..

(''زِر الحجلة'' میں) ابن عبیداللہ نے کہا: ''الحجلة''، ''حجل الفرس'' سے ماخوذ ہے' یہ گھوڑے کی اس سفیدی کو کہتے ہیں جو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے۔ ابراہیم بن حمزہ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ ''زر الحجلة'' ہے (نہ کہ ''رِز الحجلة'')۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

''زِر الحجلة'' اور ''رِز الحجلة'' کا فرق

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اگر لفظ ''زِر الحجلة'' ہے تو اس کا معنی ہے: دلہن کی مسہری کی گھنڈی اور اگر یہ لفظ ''رِز الحجلة'' ہے تو اس کا معنی ہے: پرندے کا انڈا۔ ''الحجلة'' ایک معروف پرندہ کا نام ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ مُہر نبوت کبوتر کے انڈے کی مثل تھی۔ (سنن ترمذی: ۳۶۴۴) یہاں پر علامہ ابن اثیر کی عبارت ختم ہوئی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(النہایہ لابن الاثیر ج ۲ ص ۲۷۲)

امام بخاری نے محمد بن عبید اللہ کے قول کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے' کیونکہ جو سفیدی گھوڑے کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے' اس کو ''غُرّہ'' کہتے ہیں نہ کہ جمل' جمل گھوڑے کے پیروں کی سفیدی کو کہتے ہیں' اس لیے یہ لفظ ''زِر الحجلة'' نہیں ہے بلکہ ''رِز الحجلة'' ہے جیسا کہ امام ابن اثیر نے بیان کیا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٤٧١' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

مُہر نبوت کے متعلق متعدد احادیث اور ان کی تطبیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

مُہر نبوت کی صفت میں متعدد متقارب المعنی احادیث وارد ہیں:

امام مسلم کی روایت ہے: گویا کہ وہ کبوتر کا انڈا ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٣٤٤)

امام ابن حبان کی روایت ہے: وہ شتر مرغ کے انڈے کی مثل ہے۔ (الاحسان ج ١٤ ص ٦) تاہم یہ غلط ہے۔

امام ابن حبان کی ایک اور روایت ہے: وہ غلیل کی گولی کی مثل گوشت کا ابھار ہے۔ (الاحسان ج ١٤ ص ٢١) وہ تلوں کا گچھا ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٣٤٦)

امام ترمذی کی روایت ہے: وہ کبوتر کے انڈے کی مثل ہے۔ (سنن ترمذی: ٣٦٤٤)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ احادیثِ ثابتہ اس پر متفق ہیں کہ آپ کے بائیں کندھے کے پاس گوشت کا اُبھار تھا جس کا رنگ سرخ تھا اور اس کی مقدار کبوتر کے انڈے کی مثل تھی۔ (المفہم ج ٦ ص ١٣٦)

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ مُہر نبوت کے متعلق راویوں کے اقوال مختلف ہیں لیکن یہ حقیقت میں اختلاف نہیں ہے' جس راوی نے مہر نبوت کو جس طرح دیکھا اس پر وہ جس طرح ظاہر ہوئی' اس نے اس طرح اس کو بیان کر دیا اور ان تمام روایات کا مآل واحد ہے کہ وہ گوشت کا اُبھرا ہوا ٹکڑا تھا' جس پر بال تھے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٣١٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٢٣- بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفاتِ ظاہرہ اور باطنہ کو بیان کیا گیا ہے۔

٣٥٤٢ - حَدَّثَنَا أَبُوْعَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّى أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ فَرَأَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهُ عَلٰى عَاتِقِهِ وَقَالَ بِأَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَا شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَّعَلِيٌّ يَضْحَكُ. [طرف الحديث: ٣٧٥٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید بن ابی حسین از ابن ابی ملیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی' پھر وہ باہر نکل کر جا رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو حضرت ابوبکر نے ان کو اٹھا کر اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور کہا: ان پر میرے باپ فدا ہوں! یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشابہ ہیں حضرت علی کے مشابہ نہیں ہیں! اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابوعاصم الضحاک بن مخلد' یہ نبیل کے نام سے مشہور ہیں (٢) عمرو بن سعید بن ابی حسین النوفلی القرشی (٣) عبداللہ بن ابی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مُلیکہ (۴) حضرت عقبہ بن الحارث بن عامر القرشی النوفلی المکی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٤٢)
اس حدیث کی باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں نبی ﷺ کے ظاہری حسن کا بیان ہے جس کے حضرت حسن رضی اللہ عنہ مشابہ تھے۔

ان کا بیان جو صورت میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور دیگر فوائد اور مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عصر کی نماز کے بعد باہر جارہے تھے۔ اسماعیلی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ یہ واقعہ نبی ﷺ کی وفات کے چند روز بعد کا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی طرف آ رہے تھے۔
اس میں مذکور ہے: اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے حضرت علی کی ہنسی اس پر دلیل ہے کہ وہ بھی حضرت ابوبکر کے اس قول کے موافق تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہیں۔
علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ پانچ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے: (۱) حضرت جعفر بن ابی طالب (۲) حضرت حسن بن علی (۳) حضرت قثم بن العباس (۴) حضرت ابوسفیان بن الحارث (۵) حضرت السائب بن عبید رضی اللہ عنہم۔
عیون الاثر میں مذکور ہے: حضرت عبداللہ بن عامر بن کعب بھی رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے آپ نے ان کو بچپن میں دیکھ کر فرمایا: یہ ہمارے مشابہ ہے۔
المرأۃ میں مذکور ہے کہ ان میں مسلم بن معتب بھی شامل ہیں اور انس بن ربیعہ بن مالک بصری بھی ہیں یہ تمام لوگوں سے زیادہ صورت اور سیرت میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب ان کو دیکھتے تو ان سے معانقہ کرتے اور روتے اور فرماتے: جو رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنا چاہتا ہو وہ ان کو دیکھ لے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ان کو بلایا کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور ان کو گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسا دیا ان کو مال پیش کیا اور زمین نذر کی انہوں نے مال واپس کر دیا اور زمین کو قبول کر لیا۔
اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ وہ نبی ﷺ کی آل سے محبت کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کم سن لڑکے کا کھیلنا جائز ہے کیونکہ اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر سات سال تھی انہوں نے نبی ﷺ کی احادیث سنی ہیں اور ان کو یاد رکھا ہے اور ان کا کھیل ان اُمور پر محمول ہے جو اس زمانہ میں مباح تھے بلکہ ان اُمور پر محمول ہے جن کا تعلق جسمانی ورزش کے ساتھ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٤٣ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣٥٤٣ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ اَبِي جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ يُشْبِهُهُ.

[طرف الحدیث: ٣٥٤٤] (صحیح مسلم: ٢٣٤٣ الرقم المسلسل: ٥٩٧٥ سنن ترمذی: ٢٨٣٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے مشابہ تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق کا مطالعہ کریں یعنی صحیح البخاری ٣٥٤٢ کا۔

٣٥٤٤ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يُشْبِهُهُ قُلْتُ لِأَبِي جُحَيْفَةَ صِفْهُ لِي قَالَ كَانَ أَبْيَضَ قَدْ شَمِطَ وَأَمَرَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ قَلُوصًا قَالَ فَقُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ نَقْبِضَهَا.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور حضرت حسن بن علی علیہما السلام آپ کے مشابہ تھے' راوی نے کہا: میں نے حضرت ابوجحیفہ سے کہا: میرے لیے آپ کی صفت بیان کریں' انہوں نے کہا: آپ گورے رنگ کے تھے' آپ کے سر کے کچھ بال سفید ہو گئے تھے (اکثر سیاہ تھے)' آپ نے حکم دیا کہ ہم کو تیرہ اونٹنیاں دی جائیں' ابھی ہم نے ان اونٹنیوں پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٣٥٤٢ کا مطالعہ کریں۔

٣٥٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ وَهْبٍ أَبِي جُحَيْفَةَ السُّوَائِيِّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ بَيَاضًا مِنْ تَحْتِ شَفَتِهِ السُّفْلٰى الْعَنْفَقَةَ.

(صحیح مسلم: ٢٣٤٢' الرقم المسلسل: ٥٩٧٤' سنن ابن ماجہ: ٣٦٢٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از وہب از ابی جحیفہ السوائی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی' میں نے دیکھا کہ آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے ٹھوڑی کے کچھ بال سفید تھے۔

اس حدیث میں ''عنفقه'' کا لفظ ہے' نچلے ہونٹ کے نیچے جو چند بال ہوتے ہیں ان کو ''عنفقه'' کہتے ہیں' اردو میں اس کو بچہ ڈاڑھی کہتے ہیں۔

٣٥٤٦ - حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ أَنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُسْرٍ صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَيْخًا قَالَ فِي عَنْفَقَتِهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عصام بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حریز بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے' انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی (جب) آپ بوڑھے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے چند سفید بال تھے۔

یہ حدیث بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

٣٥٤٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَصِفُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ أَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِأَبْيَضَ أَمْهَقَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از خالد از سعید بن ابی ہلال از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان کر رہے تھے' انہوں نے کہا: آپ لوگوں کے درمیانے قد کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَلَا اٰدَمَ لَيْسَ بِجَعْدٍ قَطِطٍ وَّلَا سَبْطٍ رَّجِلٍ اُنْزِلَ عَلَيْهِ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَلَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ وَقُبِضَ وَلَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ قَالَ رَبِيْعَةُ فَرَاَيْتُ شَعَرًا مِّنْ شَعَرِهٖ فَاِذَا هُوَ اَحْمَرُ فَسَاَلْتُ فَقِيْلَ اِحْمَرَّ مِنَ الطِّيْبِ.

(صحیح مسلم: ٧ ٢٣٤ ' الرقم المسلسل: ٥٩٨٣)

تھے' بہت طویل نہ بہت پست تھے' آپ کا کھلتا ہوا رنگ تھا' نہ میدہ کی طرح سفید تھا اور نہ گندمی تھے' آپ کے بال سخت گھونگریالے نہ تھے اور نہ بالکل سیدھے لٹکے ہوئے تھے' چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی' آپ نے دس سال تک مکہ میں قیام کیا اور اس عرصہ میں آپ پر وحی نازل ہوتی رہی اور مدینہ میں بھی آپ کا قیام دس سال تک رہا' آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں ہوئے تھے' ربیعہ نے کہا: میں نے آپ کے بالوں میں سے ایک بال سرخ رنگ کا دیکھا' میں نے اس کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ خوشبو لگانے سے سرخ ہو گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کے متعلق جمہور کا قول

اس حدیث میں مذکور ہے کہ چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی' دس سال آپ مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ میں رہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی عمر ساٹھ سال تھی' حالانکہ مشہور یہ ہے کہ آپ تیرہ سال مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ میں رہے اور آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی اور اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیے گئے' پس آپ تیرہ سال مکہ میں رہے' آپ پر وحی نازل ہوتی رہی' پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا' پھر دس سال آپ ہجرت کی سرزمین میں رہے اور جس وقت آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ (صحیح البخاری: ٣٩٠٢-٣٩٠٣-٣٨٥١-٤٤٦٥-٤٩٧٩' صحیح مسلم: ٢٣٥١' سنن ترمذی: ٣٦٧٢' مصنف عبدالرزاق: ٦٧٨٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٥٣' مسند احمد ج ١ ص ٢٢٨)

یہی جمہور کا قول ہے' صحیح بخاری: ٣٥٤٧ میں مذکور ہے: آپ دس سال مکہ میں رہے' حالانکہ آپ تیرہ سال مکہ میں رہے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ایامِ فترت وحی کے تین سالوں کو شمار نہیں کیا گیا یا پھر اس میں دہائی کا ذکر ہے اور اکائی اور کسر کے تین سالوں کو حذف کر دیا۔

٣٥٤٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ رَّبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَيْسَ بِالْاٰدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَاْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ فَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ وَلَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت لمبے قد کے نہیں تھے اور نہ بہت پست قد کے تھے' آپ کا رنگ میدہ کی طرح سفید تھا نہ گندمی رنگ تھا' اور آپ کے بال نہ سخت گھونگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے لٹکے ہوئے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا' پس آپ مکہ میں دس سال رہے اور مدینہ میں دس سال رہے' پھر اللہ تعالیٰ نے جس وقت آپ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو وفات دی اس وقت آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۴۷ میں کر دی گئی ہے۔

۳۵۴۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَّاَحْسَنَهٗ خَلْقًا لَّيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ.

[طرف الحدیث: ۵۸۴۸] (صحیح مسلم: ۲۳۳۷' الرقم المسلسل: ۵۹۵۸' سنن ابوداؤد: ۴۰۷۲' سنن ترمذی: ۲۸۲۰' سنن نسائی: ۵۲۴۲-۵۳۲۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن سعید ابوعبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء (بن عازب) رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھا اور آپ کے اخلاق تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے' آپ کا قد بہت زیادہ لمبا تھا نہ بہت چھوٹا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی عظمت

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

جان لو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ایمان تب ہوگا جب یہ اعتقاد ہو کہ آدمی کے جسم میں جتنے محاسن ظاہرہ ہو سکتے ہیں وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں موجود تھے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ محاسنِ ظاہرہ محاسنِ باطنہ پر اور اخلاقِ ذکیہ پر دلیل ہوتے ہیں اور ان محاسن میں کوئی شخص آپ سے بڑھ کر ہے نہ آپ کے برابر ہے' اسی وجہ سے علامہ قرطبی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام حسن ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ صحابہ آپ کو دیکھنے کی تاب نہ لاتے۔ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل ج ۱ ص ۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کی عظمت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے اخلاق تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

علامہ احمد بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فطرت میں اخلاقِ کریمہ تھے' آپ نے حسن اخلاق کے حصول کے لیے کوئی ریاضت اور مشقت نہیں کی بلکہ انوار و معارف مسلسل آپ کے قلب کو روشن رکھتے تھے' حتیٰ کہ آپ کے اندر غیر متناہی اور لامحدود خصالِ حمیدہ جمع ہو گئے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم: ۴) اور بے شک آپ ضرور بہت عظیم خلق پر ہیں ۝

اللہ تعالیٰ نے آپ کے خُلق کو عظیم فرمایا کیونکہ آپ کے اخلاق میں کرم اور سخاوت غالب تھی' آپ مؤمنوں پر رؤف اور رحیم تھے' کفار پر سخت تھے' ان کے دلوں پر آپ کی ہیبت چھائی رہتی تھی اور ایک ماہ کی مسافت سے ان پر آپ کا رعب طاری رہتا تھا' موطأ امام مالک میں یہ حدیث ہے کہ میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو پورا کر دوں۔ (موطأ امام مالک: ۸- کتاب حسن الخلق) آپ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف تھے' اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کا خلق قرآن ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۴۶) پس جس طرح قرآن مجید کے معانی غیر متناہی ہیں' اسی طرح آپ کے خلق عظیم کے اوصاف غیر متناہی ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(اشرف الوسائل الی فہم الشمائل ج ۲ ص ۴۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کے متعلق چند احادیث

خارجہ بن زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ چند لوگ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سنایئے' انہوں نے کہا: میں تمہیں کیا کیا بتاؤں' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس میں رہتا تھا' جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلواتے' پس میں آپ کے لیے وحی لکھتا' پھر جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ دنیا کا ذکر کرتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے اور جب ہم طعام کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ طعام کا ذکر کرتے۔ (المعجم الکبیر: ۴۸۸۲' شرح السنۃ: ۳۵۷۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلق کامل تھا' آپ اپنے اصحاب کے ساتھ حسنِ معاشرت کے ساتھ رہتے اور ان پر انتہائی لطف فرماتے تھے' تاکہ وہ آپ کے پاس آتے رہیں' آپ دنیا اور طعام کا ذکر کرتے اور اس کے ساتھ فوائد علمیہ بیان فرماتے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ بڑے آدمی کو چھوٹوں کے ساتھ امور مباحہ میں بھی مشغول ہونا چاہیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی' آپ نے کبھی مجھ سے اُف تک نہیں کہا' اور میں نے کوئی کام کیا ہوتو آپ نے یہ نہیں فرمایا' تم نے یہ کام کیوں کیا اور کبھی کسی کام کو چھوڑ دیا ہو تو یہ نہیں فرمایا: تم نے اس کو کیوں چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھا اور کوئی ریشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے زیادہ ملائم نہیں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ سے کوئی مشک اور عطر خوشبودار نہیں تھا۔ (سنن ترمذی: ۲۰۱۵' شرح السنۃ: ۳۵۵۸)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم اور صبر سب سے زیادہ تھا کیونکہ اتنے طویل عرصہ میں کوئی بات طبعی طور پر آپ کو ناگوار بھی ہوئی ہوگی لیکن آپ نے اس پر بھی برہمی کا اظہار نہیں فرمایا اور اس میں حضرت انس کی بھی فضیلت ہے کہ انہوں نے اتنے طویل عرصہ میں کوئی خلاف شرع کام نہیں کیا ورنہ آپ خلاف شرع کام پر سکوت نہیں فرماتے تھے اور ضرور اس کی مذمت فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعاً بے حیائی کی اور قبیح باتیں کرتے تھے نہ تکلف سے' اور نہ بازاروں میں اونچی آواز سے بات کرتے تھے اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۰۱۶' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۵۲۰' مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاف کرنے کی یہ مثال کافی ہے کہ جن کافروں نے غزوۂ اُحد میں آپ کے سامنے کے چار دانت شہید کر دیئے اور آپ کا چہرہ خون آلود کر دیا' آپ نے ان کو معاف کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۷۵) آپ نے ان کافروں کے خلاف دعا نہیں کی کیونکہ بدلہ لینا آپ کا حق تھا اور غزوۂ خندق میں جن کافروں کی وجہ سے نماز قضاء ہوئی' ان کے خلاف دعا کی اور دعا کی: اے اللہ! جنہوں نے ہم کو نمازِ وسطیٰ نمازِ عصر سے مشغول رکھا' ان کے پیٹوں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۹۶) یہاں آپ نے ان کے خلاف اس لیے دعا کی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! دوس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور اسلام لانے سے انکار کیا ہے' آپ ان کے خلاف دعا کیجئے' لوگوں کا گمان تھا کہ اب آپ ان کے خلاف دعا کریں گے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ! (صحیح البخاری: ۶۳۹۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر اپنے قرض کا تقاضا کیا اور بہت سخت باتیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیں' آپ کے اصحاب نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو جس کا حق ہوتا ہے اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری:٢٤٠١' سنن نسائی:٤٦١٧' سنن ابن ماجہ:٢٤٢٣' سنن ترمذی:١٣١٦)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے زید بن سعنہ (یہودی عالم) کو ہدایت دینے کا ارادہ فرمایا تو زید بن سعنہ نے کہا: نبوت کی تمام علامتوں کو میں نے (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرے میں پہچان لیا ہے' جب (بھی) میں نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا سوا دو علامتوں کے' ان دو علامتوں کو میں نے ان میں نہیں پایا' ایک یہ کہ نبی کا حلم اس کے غضب پر غالب ہوتا ہے' دوسری یہ کہ غضب کی شدت بھی اس کے حلم کو زیادہ کرتی ہے' پس میں کسی حیلہ سے ان میں ان علامتوں کو بھی آزماؤں گا' ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرات سے باہر نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے' آپ کے پاس ایک مرد اپنی سواری پر آیا' وہ اعرابی اور بدوی کی طرح تھا' اس نے کہا: یا رسول اللہ! بنو فلاں کی بستی کے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے وہ لوگ سخت قحط میں مبتلاء ہیں' یا رسول اللہ! مجھے یہ خطرہ ہے کہ وہ لوگ طعام کے لالچ میں اسلام سے نکل جائیں گے' اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کی مدد کر دیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف کھڑے ہوئے ایک مرد کی طرف دیکھا' میرا گمان ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس مال میں سے کچھ بھی نہیں بچا' زید بن سعنہ نے کہا: پھر میں آپ کے قریب ہوا اور میں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کا کیا خیال ہے آپ فلاں کے باغ سے ایک مدت معین کے ادھار پر کھجوریں خرید لیں' آپ نے فرمایا: نہیں! اے یہودی! لیکن میں تم سے ایک مدتِ معین کے اُدھار پر کھجوریں خریدوں گا اور میں فلاں کے باغ کا نام نہیں لوں گا' میں نے کہا: ٹھیک ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اُدھار کھجوریں خرید لیں' پس میں نے اپنی ہتھیلی کھول کر ان کھجوروں کے عوض آپ کو اسّی (٨٠) مثقال سونا دیا کہ آپ مجھے فلاں تاریخ کو اتنی کھجوریں دے دیں گے' آپ نے وہ اسّی (٨٠) مثقال اس بدوی کو دے دیئے اور فرمایا: جلد جا کر ان قحط زدہ لوگوں کی مدد کرو' زید بن سعنہ نے کہا: ابھی ان کھجوروں کی ادائیگی میں دو تین دن رہتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے نکلے' آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے' جب آپ نے نمازِ جنازہ پڑھا دی تو آپ ایک دیوار کے پاس بیٹھ گئے' میں نے آپ کی قمیص کا دامن پکڑ کر آپ کو غصہ سے گھور کر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا آپ میرا حق نہیں ادا کریں گے! پس اللہ کی قسم! مجھے یہ علم نہیں تھا کہ بنو عبدالمطلب تاخیر سے قرض ادا کرتے ہیں اور اب جب میرا تم سے معاملہ ہوا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ تم ادائیگی میں تاخیر کرتے ہو اور میں نے حضرت عمر کی طرف دیکھا' ان کی آنکھیں ان کے چہرے میں چکی کی طرح گردش کر رہی تھیں اور انہوں نے غصہ سے مجھے گھور کر کہا: اے اللہ کے دشمن! تو رسول اللہ سے ایسی بکواس کر رہا ہے جو میں سن رہا ہوں' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' اگر مجھے احتیاط کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے تیری گردن اُڑا دیتا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطمینان اور سکون سے حضرت عمر کی طرف دیکھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے عمر! ہمیں تم سے اس کے علاوہ کسی اور بات کی توقع تھی' تمہیں چاہیے تھا کہ تم مجھ سے کہتے کہ آپ اس کا قرض اچھی طرح ادا کر دیں اور اس سے کہتے کہ یہ عمدگی سے تقاضا کیا کرے' اے عمر! جاؤ اس کا قرض اس کو ادا کر دو اور تم نے جو اس کو دھمکی دی ہے اس کے عوض اس کو بیس صاع (اسّی ٨٠ کلوگرام) زیادہ ادا کرنا' پس حضرت عمر مجھے لے گئے اور میرا قرض ادا کیا اور بیس صاع کھجوریں زیادہ عطاء کیں' میں نے پوچھا: یہ اضافہ کیسا ہے' تو حضرت عمر نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں نے تم کو جو دھمکایا ہے اس کے عوض تم کو بیس صاع کھجوریں زیادہ ادا کروں' میں نے کہا: اے عمر! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں زید بن سعنہ ہوں' انہوں نے پوچھا: یہودی عالم ہو! میں نے کہا: جی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہاں! میں یہودی عالم ہوں' انہوں نے پوچھا: پھر تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس قدر بدتمیزی کے ساتھ سخت باتیں کیوں کی تھیں؟ میں نے کہا: اے عمر! میں رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی طرف جب بھی دیکھتا تو میں آپ میں نبوت کی تمام علامات پالیتا سوا دو علامتوں کے' میں نے آپ میں یہ نہیں آزمایا تھا کہ آپ کا حلم آپ کے غضب پر غالب ہے اور شدتِ غضب سے بھی آپ کے حلم میں اضافہ ہی ہوتا ہے' سو اب میں نے ان دونوں باتوں کو آزما لیا' پس اے عمر! میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد ﷺ کو نبی مان کر راضی ہوں اور میں بہت مال دار ہوں اور میرا نصف مال سیدنا محمد ﷺ کی امت پر صدقہ ہے' حضرت عمر نے کہا: تم آپ کی کچھ امت پر صدقہ کر دو کیونکہ کل امت پر تم صدقہ نہیں کر سکو گے' میں نے کہا: چلو! کچھ امت پر' پھر حضرت عمر اور حضرت زید دونوں رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے تو حضرت زید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں ﷺ' سو وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ متعدد غزوات میں حاضر رہے' پھر انہوں نے غزوۂ تبوک میں وفات پائی وہ جہاد میں آگے بڑھنے والے تھے' پیٹھ موڑنے والے نہ تھے۔ (صحیح ابن حبان: ٢٨٨' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ٤٨' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ٢٨٠-٢٧٨' المستدرک ج ٣ ص ٦٠٥-٦٠٤' المعجم الکبیر: ٥١٤٧' سنن ابن ماجہ (مختصراً): ٢٢٨١)

رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کی یہ صرف ایک مثال نہیں ہے' بلکہ ایسی بہت مثالیں ہیں: سراقہ بن مالک نے انعام کے لالچ میں ہجرت کی شب آپ کو قتل کرنے کے لیے آپ کا تعاقب کیا' پھر جب اس نے معافی مانگی تو آپ نے اس کو معاف کر دیا' اس نے کہا: مجھے امان لکھ کر دے دیں تو آپ نے اس کو امان لکھ کر دے دی۔ (صحیح البخاری: ٣٩٠٥ ملخصاً)

غور کیجئے! رسول اللہ ﷺ اس شخص کو امان لکھ کر دے رہے ہیں جو سو اونٹوں کے لالچ میں آپ کو قتل کرنے کے لیے نکلا تھا۔

عمیر بن وہب آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر مسجد نبوی میں داخل ہوا' آپ نے اس کو معاف کر دیا اور اس نے آپ کا کلمہ پڑھ لیا' پھر وہ اسلام کے مبلغ بن گئے۔ (الاستیعاب: ٢٠٢٠' اسد الغابہ: ٤٠٩٦' الاصابہ: ٦٠٧٣)

عبداللہ بن اُبی غزوۂ اُحد میں اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر سے نکل گیا تھا' اس نے آپ سے کہا تھا: اپنی سواری دور کرو' مجھے اس سے بدبو آتی ہے' اس نے ایک غزوہ میں کہا تھا: مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے' اس نے آپ کی حرم محترم سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناپاک تہمت لگائی لیکن جب اس نے مرتے وقت کفن کے لیے آپ سے آپ کی قمیص مانگی تو آپ نے اس کو قمیص عطا کر دی' نمازِ جنازہ پڑھانے کی درخواست کی تو حضرت عمر کے شدید منع کرنے کے باوجود آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔ (صحیح البخاری: ١٣٦٦' سنن ترمذی: ٣٠٩٧' سنن نسائی: ١٩٦٥' صحیح ابن حبان: ٣١٧٦' مسند احمد ج ١ ص ١١٦)

جب عبداللہ بن اُبی کی شدید عداوت کے باوجود آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی تو آپ کے اس خلقِ عظیم کو دیکھ کر اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے۔ (فتح الباری ج ٨ ص ٣٣٦' طبع لاہور)

ابوسفیان نے مدینہ پر متعدد بار حملے کیے' فتح مکہ کے بعد جب اس نے معافی طلب کی تو آپ نے اس کو معاف کر دیا' وحشی نے آپ کے محبوب چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا' ان کے جسم اطہر کے ٹکڑے کیے گئے' ہندہ نے ان کا کلیجہ نکال کر کچا چبایا' آپ نے وحشی کو بھی معاف کر دیا اور ہند کو بھی معاف کر دیا۔ (الکامل فی التاریخ ج ٢ ص ١٦٦-١٦٤' دار الکتب العربیہ بیروت)

ھبار بن اسود نے آپ کی صاحب زادی سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا کی پشت پر نیزہ مارا جس سے ان کا حمل سقط ہو گیا' اس نے آپ کے پاس آ کر کلمہ پڑھا' آپ نے اس کا اسلام قبول کر کے اس کو معاف کر دیا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(کتاب المغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۵۸۔۸۵۷' عالم الکتب' بیروت)

آپ کی پوری سیرت ایسے ہی خلق عظیم سے عبارت ہے' اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمایا تھا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ O (القلم: ۴) اور بے شک آپ ضرور خلق عظیم پر ہیں O

یہی آپ کا وہ خلق عظیم ہے جس کی وجہ سے پورے جزیرۂ نما عرب میں اسلام پھیل گیا تھا۔

۳۵۵۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا هَلْ خَضَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِنَّمَا كَانَ شَيْءٌ فِيْ صُدْغَيْهِ.

[اطراف الحدیث: ۵۸۹۴۔۵۸۹۵] (صحیح مسلم: ۲۳۴۱' الرقم المسلسل: ۵۹۶۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالوں کو رنگا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ کی کنپٹیوں میں کچھ سفیدی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو رنگنے اور نہ رنگنے کی احادیث میں تطبیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنپٹیوں کے علاوہ سفید بال نہیں تھے' یعنی آنکھ اور کان کے درمیان' سو آپ کو بالوں کو رنگنے کی ضرورت نہیں تھی۔

امام مسلم کی روایت میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالوں کو نہیں رنگا' آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے اور کنپٹیوں میں اور سر میں متفرق بال سفید تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ امام مسلم کی اس روایت سے اس حدیث کے ساتھ تطبیق ہو جاتی ہے کہ آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے کچھ بال سفید تھے' حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان پر بڑھاپا آئے تو دوسری جگہوں کی بہ نسبت اس کے نچلے ہونٹ کے نیچے زیادہ بال سفید ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۷)

الشمائل میں مذکور ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے ہیں' آپ نے فرمایا: مجھے سورۂ ھود' سورۃ الواقعہ' "عم یتساء لون" اور سورۂ "اذا الشّمس کوّرت" نے بوڑھا کر دیا۔

(الشمائل للترمذی: ۴۱' سنن ترمذی: ۳۲۹۷' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۵۰' المستدرک ج ۲ ص ۳۴۳)

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۵۱' صحیح مسلم: ۱۱۸۷) تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے بعض اوقات بالوں کو رنگا ہے اور اکثر اوقات نہیں رنگا' سو ہر صحابی نے اسی چیز کی خبر دی ہے جو اس نے دیکھا ہے اور ہر صحابی صادق ہے۔

(الکواکب الدراری ج ۷ ص ۱۴۱۔۱۴۰) (الفجر الساطع ج ۸ ص ۳۲۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۵۵۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَابَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهٗ شَعَرٌ يَّبْلُغُ شَحْمَةَ اُذُنِهٖ رَاَيْتُهٗ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ لَمْ اَرَ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ قَالَ يُوْسُفُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوسط قد کے تھے' آپ کے دو کندھوں کے درمیان بُعد تھا (آپ کا سینہ کشادہ تھا) آپ کے سر کے بال کانوں کی لو تک پہنچتے تھے' میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْهِ اِلٰی مَنْکِبَیْهِ.

[اطراف الحدیث: ۵۸۴۸۔۵۹۰۱] (صحیح مسلم: ۷۔۲۳۳۷، الرقم المسلسل: ۵۹۵۸، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۴۔۴۰۷۲، سنن ترمذی: ۲۸۲۰، سنن نسائی: ۵۳۲۴۔۵۲۴۲)

نے ایک مرتبہ آپ کو سرخ حلّہ (دو سرخ چادروں کے جوڑے) میں دیکھا، میں نے آپ سے زیادہ حسین کسی چیز کو نہیں دیکھا۔ یوسف بن ابی اسحاق نے اپنے والد سے روایت کر کے کہا: آپ کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کانوں کی لَو تک تھے یا کندھوں تک تھے؟

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی التوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں ہے آپ کے بال کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے اور دوسری روایت اس طرح ہے کہ آپ کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ کے اکثر بال کانوں کی لَو تک تھے اور جب بال لٹکتے تو وہ کندھوں تک پہنچتے تھے یا پھر بعض اوقات آپ کے بال کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے اور بعض اوقات کندھوں تک، جب بال کانوں کی لَو تک ہوں تو ان کو ''وفرہ'' کہتے ہیں اور جب کندھوں تک ہوں تو ان کو ''جمۃ'' کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۷، دار المعرفہ بیروت)

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۲۷، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۳۰ھ)

۳۵۵۲- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سُئِلَ الْبَرَاءُ اَكَانَ وَجْهُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّیْفِ قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ چاند کی طرح تھا۔

آپ کے چہرہ کو چاند کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سائل کا مقصد یہ تھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح لمبوترا تھا، حضرت البراء نے جواب دیا: نہیں! وہ چاند کی طرح گول تھا، دوسرا معنی یہ ہے کہ سائل کا مقصد یہ تھا کہ کیا آپ کا چہرہ تلوار کی طرح روشن اور چمک دار تھا؟ تو حضرت البراء نے جواب دیا: نہیں! وہ تلوار سے بڑھ کر روشن اور چمک دار اور چاند کی طرح تھا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۸۔۶۸۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی التوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء نے آپ کے چہرہ کو چاند سے تشبیہ دی ہے، سورج سے تشبیہ نہیں دی کیونکہ انہوں نے چاند سے تشبیہ دے کر آپ کے چہرہ کی ملاحت کا ارادہ کیا تھا اور سورج کے ساتھ تشبیہ سے اشراق اور چمک کا ارادہ کیا جاتا ہے، دوسرے صحابہ نے آپ کے چہرہ کو سورج کے ساتھ بھی تشبیہ دی ہے اور ان تشبیہات سے مقصود یہ ہے کہ سب سے حسین چیز کے ساتھ آپ کے چہرہ کو تشبیہ دی جائے ورنہ چاند ہو یا سورج، سب آپ کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور سب آپ کے نور سے روشن ہیں، سو یہ تمام چیزیں فروع ہیں اور اصل آپ کا نور ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۲۸، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۳۰ھ)

۳۵۵۳- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَبُوْعَلِیٍّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْاَعْوَرُ بِالْمَصِّیْصَةِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن منصور ابوعلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن محمد الاعور المصیصہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ اِلَى الْبَطْحَاءِ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ قَالَ شُعْبَةُ وَزَادَ فِيْهِ عَوْنٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ كَانَ يَمُرُّ مِنْ وَّرَائِهَا الْمَرْاَةُ وَقَامَ النَّاسُ فَجَعَلُوْا يَاْخُذُوْنَ يَدَيْهِ فَيَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ قَالَ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَوَضَعْتُهَا عَلٰى وَجْهِيْ فَاِذَا هِيَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَاَطْيَبُ رَائِحَةً مِّنَ الْمِسْكِ.

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت البطحاء سے نکلے' آپ نے ظہر کی نماز دو رکعت (قصر) پڑھی اور عصر کی نماز دو رکعت (قصر پڑھی) اور آپ کے سامنے (سُترہ) آپ کا نیزہ تھا' اور اس روایت میں عون نے از والد خود از حضرت ابوجحیفہ یہ اضافہ کیا: اس نیزہ کے پیچھے سے عورت گزر رہی تھی' پھر صحابہ کھڑے ہوئے اور آپ کے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے چہروں کے ساتھ لگا رہے تھے' حضرت ابوجحیفہ نے کہا: میں نے بھی آپ کے دست مبارک کو پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا تو آپ کا مبارک ہاتھ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کی خوشبو کا ذکر ہے' یہ خوشبو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ پر لگائی ہوئی نہیں تھی بلکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی خوشبو تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی خوشبوئیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوشبودار نہ کسی عنبر کو سونگھا نہ کسی مشک کو۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۷۲' مسند ابویعلیٰ: ۳۸۶۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۰۷۴۔ ج ۲۰ ص ۳۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس دوپہر کو آ کر سو گئے اور آپ کو پسینہ آیا' میری ماں حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا ایک شیشی لے کر آئیں اور اس میں آپ کا پسینہ جمع کرنے لگیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے پوچھا: اے اُم سلیم! یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آپ کا پسینہ ہے ہم اس کو اپنی خوشبوؤں میں رکھیں گے اور یہ سب سے عمدہ خوشبو ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳۱' مصنف عبدالرزاق: ۴۱۲۱' مسند ابویعلیٰ: ۳۵۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۹۶۔ ج ۱۹ ص ۳۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستے سے گزرتے تو اس راستے سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی راستے سے گزرے ہیں۔

(مسند ابویعلیٰ: ۳۱۲۹۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس سند کے رجال کی توثیق کی گئی ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہماری طرف آتے تو ہم آپ کی پاکیزہ خوشبو کی وجہ سے آپ کو پہچان لیتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۲۷۷۲' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۷ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پانی کا ایک ڈول لایا گیا' آپ نے اس سے پانی پیا' پھر آپ نے اس ڈول میں کلی کی' پھر اس ڈول کا پانی کنویں میں ڈال دیا گیا تو اس کنویں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ (المعجم الکبیر ج ٢٢ ص ١٩' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ا ص ٢٥٧' مسند احمد ج ٤ ص ٣١٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٨٣٨۔ ج ٣١ ص ١٣٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ١٨٨٣٨)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٦٨٨)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کرتا یا میرے جسم کی کھال آپ کی مبارک کھال سے مَس کرتی' پھر میرے ہاتھ پر پسینہ آتا تو تین دن کے بعد تک اس سے مشک کی خوشبو آتی رہتی تھی۔

(المعجم الکبیر ج ٢٢ ص ٣١' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٦٨٨' دارالمعرفہ بیروت)

٣٥٥٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَاَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ جواد تھے اور آپ کی زیادہ سخاوت رمضان میں ہوتی تھی' جب آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام ملاقات کرتے اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے' پس وہ آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''جود'' کا ذکر ہے اور ''جود'' کا معنی ہے: جو چیز دینی چاہیے وہ اس کے مستحق کو دی جائے۔

٣٥٥٥ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ اَسَارِيْرُ وَجْهِهٖ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قَالَ الْمُدْلِجِيُّ لِزَيْدٍ وَّاُسَامَةَ وَرَاٰى اَقْدَامَهُمَا اِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْاَقْدَامِ مِنْ بَعْضٍ.

[اطراف الحدیث: ٣٧٣١-٦٧٧٠-٦٧٧١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس خوش خوش تشریف لائے' آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا' آپ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ المدلجی نے زید اور اسامہ کے متعلق کیا کہا ہے! اس نے ان دونوں کے قدم دیکھ کر کہا: یہ بعض قدم' بعض قدموں کا جز

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں۔

(صحیح مسلم:۱۴۵۹' الرقم المسلسل:۳۵۰۷' سنن ابوداؤد:۲۲۶۸' سنن ترمذی:۲۱۲۹' سنن نسائی:۳۴۹۰' مصنف عبدالرزاق:۱۳۸۳۴' مسند الحمیدی:۲۳۹' السنن الکبریٰ:۵۶۸۸' مسند ابویعلیٰ:۴۴۲۲' شرح مشکل الآثار:۴۷۸۰' صحیح ابن حبان:۴۰۵۷' سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۴۰' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۶۲' شرح السنۃ:۲۳۸۱' مسند احمد ج ۶ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۰۹۹۔ ج ۴۰ ص ۱۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

المدلجی کا تعارف' حضرت اسامہ کے نسب پر جاہلوں کے طعن کی وجہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوش ہونے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مدلجی کا ذکر ہے' اس کا نام مجزز تھا اور اس کی مدلج بن مرّۃ بن عبد مناف بن کنانہ کی طرف نسبت ہے۔ کنانہ قیافہ شناسی میں مشہور تھا' وہ قیافہ سے کسی شخص کی اس کے باپ اور بھائی سے مشابہت کو پہچانتا تھا۔

زمانۂ جاہلیت میں کچھ لوگ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کے نسب میں طعن کرتے تھے' کیونکہ حضرت اسامہ کالے تھے اور حضرت زید گورے تھے' ایک دن وہ دونوں چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے اور چادر کے نیچے سے دونوں کے پیر باہر نکلے ہوئے تھے' مجزز ان کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا: ان پیروں میں سے ایک پیر دوسرے کا جز ہے' جب اس قیافہ شناس نے حضرت اسامہ کا نسب حضرت زید سے ملا دیا اور عرب قیافہ شناس کے قول پر اعتماد کرتے تھے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے کہ عرب کے اصول پر حضرت اسامہ کا حضرت زید سے نسب ثابت ہو گیا۔

حضرت اسامہ کی ماں برکہ تھیں' وہ سیاہ فام حبشیہ تھیں اور ان کی ماں اُم ایمن تھی جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی تھی' حضرت اسامہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے اور محبوب کہلاتے تھے۔

قیافہ شناس کے قول پر عمل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

قیافہ شناس کے قول پر عمل کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' امام شافعی اس کے قول پر عمل کرنے کو جائز کہتے ہیں اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' امام مالک باندیوں میں قائف کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور آزاد عورتوں میں اس کے قول کا اعتبار کرنے سے منع کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ قائف کے قول کا مطلقاً انکار کرتے ہیں' ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ. (بنی اسرائیل:۳۶) اور جس بات کا تمہیں یقین نہیں ہے' اس کے متعلق قیافہ نہ کرو۔

اور المدلجی کی حدیث قائف کے قول پر وجوب عمل کی دلیل نہیں ہے' کیونکہ حضرت اسامہ کا حضرت زید کے ساتھ نسب پہلے سے ثابت تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی قائف کے قول سے کبھی استدلال نہیں کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر انکار اس لیے نہیں کیا کہ اس سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی' اور آپ کا خوش ہونا اس وجہ سے تھا کہ حضرت اسامہ کا نسب عربوں کے طریقہ سے ثابت ہو گیا تھا اور ان کا طعن دور ہو گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۵۵۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُّحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكَ قَالَ فَلَمَّا سَلَّمْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب کہ عبداللہ بن کعب نے کہا: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ غزوہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَبْرُقُ وَجْهُهٗ مِنَ السُّرُوْرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰی كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَّكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ.

تبوک میں اپنے شریک نہ ہونے کا واقعہ بیان کر رہے تھے' انہوں نے کہا: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ اس طرح منور ہو جاتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے' اور ہم آپ کے چہرے سے آپ کی خوشی کو پہچان لیتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ مغربی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں آپ کے چہرہ کو مکمل چاند کے ساتھ تشبیہ نہیں دی' بلکہ چاند کے ٹکڑے کے ساتھ تشبیہ دی ہے' علامہ دمامینی نے بیان کیا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مکمل چاند میں سیاہ رنگ کا دھبہ بھی ہے اور آپ کا چہرہ ہر قسم کے داغ اور دھبہ سے پاک ہے' اس لیے آپ کے چہرہ کو چاند کے اس حصہ کے ساتھ تشبیہ دی' ہے جو صاف اور روشن ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۲۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۵۵۷- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِیْدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ كُنْتُ فِیْهِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از عمرو از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں بنو آدم کی بہترین قرنوں (صدیوں) سے قرن بہ قرن مبعوث کیا گیا ہوں' حتیٰ کہ میں اس قرن میں آیا جس میں' میں ہوں۔

نبی ﷺ کے تمام آباء اور اُمہات کا مؤمن ہونا

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''قرون'' کا لفظ ہے' یہ ''قرن'' کی جمع ہے' قرن لوگوں کے اس طبقہ کو کہتے ہیں جو کسی ایک زمانہ میں جمع ہوں' اس کی مدت ایک سو سال ہے' ایک قول ستر سال کا ہے' یعنی ہر دور میں مجھے اس قرن سے مبعوث کیا گیا جو تمام قرنوں میں خیر تھا (یعنی اس زمانہ کے مؤمن اور صالح لوگوں میں سے مجھے مبعوث کیا گیا)' تمام قرنوں میں بہترین آپ کا قرن ہے' پھر صحابہ کا قرن ہے' پھر تابعین کا قرن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت آدم سے لے کر جن آباء کی پشتوں میں اور جن اُمہات کے ارحام میں آپ منتقل ہوتے رہے وہ سب خیر تھے (یعنی مؤمن اور صالح تھے)۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۳۷۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے آباء کی پشتوں میں قرناً فقرناً منتقل ہوتے رہے' (حضرت آدم کے بعد) آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں منتقل ہوئے' پھر کنانہ میں' پھر قریش میں' پھر بنو ہاشم میں۔

(ارشاد الساری ج ۸ ص ۶۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ کے نسب میں تمام آباء کرام مؤمن تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیر وہی ہوتا ہے جو مؤمن ہو' ہم نے تبیان القرآن جلد ۸ میں الشعراء:۲۱۹ کے تحت اس کو بہت تفصیل اور بسط سے لکھا ہے اور آپ کے تمام آباء کا ایمان ثابت کیا اور ملا علی قاری اور دیگر منکرین کا تفصیل سے رد کیا ہے۔ دیکھئے: تبیان القرآن ج ۸ ص ۵۱۰۔۴۷۶' اس موضوع پر اتنی تفصیل شاید آپ کو اور کہیں نہ مل سکے۔

۳۵۵۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعْرَهُ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُؤُوسَهُمْ فَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ رُؤُوسَهُمْ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ فَرَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ. [اطراف الحدیث: ۳۹۴۴۔۵۹۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی از عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بالوں میں سیدھی کنگھی کرتے تھے اور مشرکین اپنے بالوں میں فرق کر کے کنگھی کرتے تھے اور اہل کتاب اپنے بالوں میں سیدھی کنگھی کرتے تھے اور جن چیزوں میں رسول اللہ ﷺ کو کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا' ان میں آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے' پھر بعد میں رسول اللہ ﷺ اپنے بالوں میں فرق کر کے کنگھی کرنے لگے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳۶' الرقم المسلسل: ۵۹۵۶' سنن ابوداؤد: ۴۱۸۸' سنن نسائی: ۵۲۵۳' سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۴۹' الآداب للبیہقی: ۷۰۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۰۹۔ ج ۴ ص ۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

رسول اللہ ﷺ کے سر کے بالوں کی کیفیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ اپنے بالوں کو لٹکاتے تھے' یعنی اپنے بالوں کو پیشانی پر چھوڑ دیتے تھے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ علماء نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنے بالوں کو چھوڑ دیتے تھے اور ان کا گچھا بنا لیتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ معنی آپ کی شان سے بعید ہے اور اس کا متبادر وہی معنی ہے جو ہم نے ترجمہ میں کیا ہے' نیز مذکور ہے کہ مشرکین اپنے سر کے بالوں میں فرق کرتے تھے یعنی سر کی دو جانبوں میں سے ایک جانب بال ڈال دیتے تھے اور پیشانی پر بال نہیں چھوڑتے تھے' بعد میں رسول اللہ ﷺ بھی اسی طریقہ سے اپنے بال بناتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۷۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۵۵۹- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَكَانَ يَقُولُ إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزۃ از الاعمش از ابی وائل از مسروق از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ طبعاً فحش گو نہیں تھے اور نہ تکلف سے فحش باتیں کرتے تھے' آپ فرمایا کرتے تھے: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

[اطراف الحدیث: ۳۷۵۹۔۶۰۲۹۔۶۰۳۵] (صحیح مسلم: ۲۳۲۱' الرقم المسلسل: ۵۹۲۷' سنن ترمذی: ۱۹۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۱۴'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح ابن حبان: ٦٤٧٧' مسند احمد ج ٢ ص ١٦١ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٥٠٤- ج ١١ ص ٩٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یعنی بے حیائی کی باتیں کرنا آپ کا فطری خُلق تھا نہ کسبی۔

٣٥٦٠- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَالَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا.

[اطراف الحدیث: ٦١٢٦- ٦٧٨٦- ٦٨٥٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے اس کو اختیار کیا جو ان دونوں میں آسان تھی' جب کہ وہ گناہ نہ ہو' اگر وہ چیز گناہ ہوتی تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا' ہاں! اگر اللہ کی حدود کو پامال کیا جاتا تو آپ اللہ کے لیے اس کا بدلہ لیتے تھے۔

(صحیح مسلم: ٢٣٢٧' الرقم المسلسل: ٥٩٣٩' سنن ابوداؤد: ٤٧٨٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٩ ص ٦٠' السنن الکبریٰ: ٩١٦٥' سنن دارمی: ٢٢١٨' المعجم الاوسط: ٧٦٤٧' سنن بیہقی ج ٧ ص ٤٥' مسند احمد ج ٦ ص ٣٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٠٣٤- ج ٤٠ ص ٧٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گناہ کا اختیار دینا آپ کی شان کے خلاف ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر وہ چیز گناہ ہوتی تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گناہ میں اختیار کیسے دیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ اختیار کفار کی طرف سے دیا گیا تو پھر اس میں کوئی اشکال نہیں جیسے کفار نے کہا تھا: اگر آپ کو سرداری یا مال چاہیے تو وہ لے لیں اور ہمارے بتوں کو بُرا کہنے سے باز آ جائیں' اور اگر اللہ کی طرف سے یا مسلمانوں کی طرف سے آپ کو اختیار دیا گیا ہو تو اس کا یہ معنی ہے کہ جب تک وہ کام کسی گناہ تک نہ پہنچائے' جیسے میانہ روی سے عبادت کرنے اور اس میں بہت مجاہدہ کرنے کا اختیار ہے لیکن عبادت میں مجاہدہ کرنا کبھی ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے اور یہ گناہ ہے۔

علامہ عینی اور علامہ واقدی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ بعض اوقات آپ نے اپنی ذات کی طرف سے انتقام بھی لیا ہے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ عقبہ بن ابی معیط اور عبداللہ بن خطل وغیرہما آپ کو ایذاء پہنچاتے تھے اور آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آپ کو ایذاء پہنچانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی حدود کو بھی پامال کرتے تھے' اس لیے آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا' علامہ داؤدی نے یہ جواب دیا ہے کہ جس نے آپ کو مالی نقصان پہنچایا' اس سے آپ نے انتقام نہیں لیا اور جس نے آپ کی عزت کے خلاف کوئی بات کہی' اس سے آپ نے انتقام لیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٥٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مصنف کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ آپ نے از خود اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیا' ہاں! جب اللہ تعالیٰ کو آپ پر کوئی زیادتی گوارہ نہیں ہوئی اور اس نے انتقام لینے کا حکم دیا تو آپ نے اس سے انتقام لیا اور مذکورہ مثالیں اسی طرح کی ہیں' کیونکہ آپ کا ہر فعل اتباع وحی کے موافق ہوتا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَیَّ. (الانعام:٥٠) میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اور یہ آیت اس معنی میں بہت واضح ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (الانفال:١٧) (اے رسول مکرم!) آپ نے وہ (خاک) نہیں پھینکی جب آپ نے (وہ خاک) پھینکی تھی لیکن وہ (خاک) اللہ نے پھینکی تھی۔

جنگ بدر میں کافروں کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خاک بہ ظاہر پھینکی تھی' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ حقیقۃً آپ نے وہ خاک نہیں پھینکی بلکہ وہ خاک اللہ نے پھینکی تھی تاکہ آپ پر یہ الزام نہ آئے کہ آپ نے کفارِ بدر سے انتقام اور بدلہ لیا ہے' حقیقت میں یہ انتقام اللہ تعالیٰ نے لیا ہے' سو ایسی تمام صورتوں میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف انتقام لینے کی نسبت ہے' وہ صرف صورۃً نسبت ہے اور حقیقت میں اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے' اور جہاں آپ نے کسی کو انتقام لینے کا حکم دیا ہے تو وہ حکم آپ نے اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ اتباعِ وحی سے دیا ہے۔

کم مصیبت کو اختیار کرنے کی مثالیں اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب انسان دو مصیبتوں میں مبتلا ہو تو آسان یا کم مصیبت کو اختیار کر لینا چاہیے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کو منہدم کر کے از سرِ نو بنانے کے بجائے حطیم کو کعبہ سے خارج رکھنے کو اختیار کر لیا' کیونکہ دوسری صورت میں بعض مسلمانوں کے مرتد ہونے کا خطرہ تھا' اسی طرح آپ نے صلح حدیبیہ میں بہ ظاہر دب کر کفار کی شرائط مان لیں اور بے سروسامانی اور بغیر ہتھیاروں کے کفارِ مکہ سے جنگ کرنے کو اختیار نہیں کیا' یہ اس کے مقابلہ میں بڑی مصیبت تھی' اس حدیث میں اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لینے اور معاف کرنے کی ترغیب دی ہے اور دین کی حرمت کے لیے انتقام لینے کا حکم دیا ہے۔

٣٥٦١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا مَسِسْتُ حَرِيْرًا وَّلَا دِيْبَاجًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ رِيْحًا قَطُّ اَوْعَرْفًا قَطُّ اَطْيَبَ مِنْ رِّيْحِ اَوْ عَرْفِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم اور دیباج کو نہیں چھوا' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو اور نہ میں نے کسی خوشبو یا عطر کو سونگھا' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے جسم) کی خوشبو یا آپ کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار ہو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١١٤١ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٦٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عُتْبَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ از

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ مِثْلَهٗ وَاِذَا كَرِهَ شَيْئًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهٖ.

[اطراف الحدیث: ٦١٠٢-٦١١٩]

عبداللہ بن ابی عتبہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیاء کرنے والے تھے۔ ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ اور ابن مہدی نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی اور جب آپ کو کوئی چیز ناپسند ہوتی تو آپ کے چہرہ سے معلوم ہو جاتا۔

(صحیح مسلم: ٢٣٢٠' الرقم المسلسل: ٥٩٢٦' مسند احمد ج ٣ ص ٧٩ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٧٤٨- ج ١٨ ص ٢٧٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حیاء کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیاء دار ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حیاء کا لفظ ہے' حیاء کا معنی ہے: کسی کام پر ملامت یا مذمت کے خوف سے اس کو ترک کر دینا اور اگر کوئی اس کام کو کرتے ہوئے دیکھ لے تو چہرہ پر ندامت کی کیفیت کا طاری ہونا۔

اس حدیث میں پردہ کا ذکر ہے کیونکہ کنواری لڑکی کو پردہ میں رکھا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٥٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیاء دار ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ ہمیشہ ایسے کاموں سے مجتنب اور دور رہتے تھے جن کاموں پر ملامت اور طعن کا خدشہ ہوتا ہے۔

٣٥٦٣- حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهٗ وَاِلَّا تَرَكَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے علی بن الجعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از الاعمش از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا' اگر آپ کو وہ کھانا پسند ہوتا تو آپ اس کو کھا لیتے ورنہ اس کو چھوڑ دیتے۔

[طرف الحدیث: ٥٤٠٩] (صحیح مسلم: ٢٠٦٤' الرقم المسلسل: ٥٢٧٤' سنن ابوداؤد: ٣٧٦٣' سنن ترمذی: ٢٠٣١' سنن ابن ماجہ: ٣٢٥٩)

جس طعام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی عیب نہیں نکالا' اس سے مراد طعام مباح ہے۔

٣٥٦٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْاَسَدِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى نَرٰى اِبْطَيْهِ قَالَ وَقَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج از حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ الاسدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں میں کشادگی رکھتے' حتیٰ کہ ہم آپ کی بغلوں کو دیکھتے۔ راوی نے بیان کیا کہ ابن بکیر نے کہا: ہمیں بکر نے حدیث بیان کی کہ ہم بغلوں کی سفیدی (یعنی سفیدی کی جگہ) کو دیکھتے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ فَاِنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ استسقاء کے سوا کسی دعا میں اپنے ہاتھوں کو (بہت زیادہ) بلند نہیں کرتے تھے' پس آپ اس میں اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کرتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی۔

وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَرَاَيْتُ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ.

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی اور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۰۳۱ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا میں ہاتھوں کو بلند کرنا

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

بہ ظاہر اس حدیث کا معنی عام ہے کہ آپ کسی دعا میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے' مگر اس سے مراد خاص ہے' یعنی آپ کسی خطبہ میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے سوائے استسقاء کے خطبہ کے کہ اس میں آپ دعا کرتے ہوئے ہاتھ بلند کرتے تھے اور یہ تخصیص ضروری ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت مواقع پر اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور ان مواقع کی تعداد تیس سے زیادہ ہے' اس بناء پر ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت انس کی حدیث عام ہے اور اس سے مراد خاص ہے' یعنی خطبہ میں دعا کرتے ہوئے آپ صرف استسقاء کے خطبہ کی دعا میں ہاتھ بلند کرتے تھے' ورنہ آپ نے بہ کثرت مواقع پر اپنے ہاتھوں کو بلند کیا ہے' صفا و مروہ میں میدانِ عرفات میں وقوف کے وقت اور شیطان کو کنکریاں مارتے وقت' اور بعض دوسرے علماء نے حضرت انس کی حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ آپ استسقاء کی دعا میں بہت زیادہ ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی لیکن ہم نے جو تاویل کی ہے' وہ اولیٰ ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۹۱-۹۰' مکتبۃ الطبری' قاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

العثیمین کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ شیخ العثیمین کو یوں لکھنا چاہیے تھا کہ نمازِ استسقاء کے علاوہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازوں کی دعا میں ہاتھ بلند کیے ہیں' انہوں نے خارج از نماز دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ بلند کرنے کی مثالیں دی ہیں' جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ نمازِ استسقاء کے علاوہ اور کسی نماز میں دعا کے وقت ہاتھ بلند کرنا جائز نہیں ہے' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر نمازوں میں بھی ہاتھ بلند کر کے دعا کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تھے تو ستر (۷۰) قاریوں کے قاتلوں کے خلاف دونوں ہاتھ بلند کر کے دعائے ضرر کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۱)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٥٦٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَوْنَ بْنَ اَبِیْ جُحَیْفَةَ ذَكَرَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ دُفِعْتُ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّةٍ كَانَ بِالْهَاجِرَةِ خَرَجَ بِلَالٌ فَنَادٰى بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ دَخَلَ فَاَخْرَجَ فَضْلَ وَضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعَ النَّاسُ عَلَیْهِ یَاْخُذُوْنَ مِنْهُ ثُمَّ دَخَلَ فَاَخْرَجَ الْعَنَزَةَ وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِیْصِ سَاقَیْهِ فَرَكَزَ الْعَنَزَةَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَیْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَیْنِ یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیْهِ الْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الصباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عون بن ابی جحیفہ سے سنا' وہ اپنے والد سے روایت کرتے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا گیا' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ ابطح کے خیمہ میں تھے' دوپہر کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور انہوں نے نماز کے لیے اذان دی' پھر وہ (خیمہ میں) داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا بچا ہوا پانی نکالا' لوگ اس پانی پر ٹوٹ پڑے اور اس سے پانی لیتے تھے' پھر حضرت بلال داخل ہوئے اور نیزہ نکالا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور میں آپ کی پنڈلیوں کی چمک کی طرف دیکھ رہا تھا' حضرت بلال نے نیزہ گاڑا' پھر آپ نے ظہر کی دو رکعت نماز (قصر) پڑھائی اور عصر کی دو رکعت نماز قصر پڑھائی' آپ کے آگے سے گدھا اور عورت گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے۔

صحابہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو بہ طور تبرک اپنے جسموں پر ملنا

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ صحابہ کا آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو اپنے جسموں پر ملنا بہ طور تبرک تھا' یہ واقعہ حجۃ الوداع میں وادیٔ ابطح کا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۶۶' مکتبۃ الطبری' قاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

٣٥٦٧ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُحَدِّثُ حَدِیْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ.

[طرف الحدیث: ۳۵۶۸] (صحیح مسلم: ۲۴۹۳' الرقم المسلسل: ۶۲۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الصباح البزار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح (ٹھہر ٹھہر کر) باتیں کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کے الفاظ گن لینا چاہتا تو گن سکتا تھا۔

اس حدیث میں آپ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ آپ آہستہ آہستہ بات کرتے تھے تا کہ لوگ سمجھ سکیں۔

٣٥٦٨ - وَقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهٗ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اَلَا یُعْجِبُكَ اَبُوْ فُلَانٍ جَاءَ فَجَلَسَ اِلٰى جَانِبِ حُجْرَتِیْ یُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسْمِعُنِیْ

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ تمہیں ابوفلاں (حضرت ابوہریرہ) پر تعجب نہیں ہوا' وہ آئے اور میرے حجرہ کے ایک کونے میں بیٹھ کر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذٰلِكَ وَكُنْتُ أُسَبِّحُ فَقَامَ قَبْلَ أَنْ أَقْضِيَ سُبْحَتِي وَلَوْ أَدْرَكْتُهُ لَرَدَدْتُ عَلَيْهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيثَ كَسَرْدِكُمْ.

مجھے سنانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنے لگے اور میں اس وقت نماز پڑھ رہی تھی اور وہ میری نماز ختم ہونے سے پہلے ہی چلے گئے' اگر میں ان سے ملاقات کرتی تو ان پر رد کرتی اور ان کو یہ بتاتی کہ رسول اللہ ﷺ تمہاری طرح جلدی جلدی باتیں نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو صحیح البخاری: ۳۵۶۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٤ - بَابٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ

نبی ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں اور آپ کا دل نہیں سوتا تھا

رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی سعید بن میناء نے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ روایت کی ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۷۲۸۱ میں مذکور ہے۔

٣٥٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ قَالَتْ مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ قَالَ تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سعید المقبری از حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کیسی تھی؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعات پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعات پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت پڑھتے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں! آپ نے فرمایا: میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۷ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٧٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ جَاءَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ أَنْ يُوحٰى إِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ أَوَّلُهُمْ أَيُّهُمْ هُوَ فَقَالَ أَوْسَطُهُمْ هُوَ خَيْرُهُمْ وَقَالَ اٰخِرُهُمْ خُذُوا خَيْرَهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ فَلَمْ يَرَهُمْ حَتّٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از شریک بن عبداللہ بن ابی نمر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ ہم کو نبی ﷺ کی اس شب کے متعلق حدیث بیان کر رہے تھے' جب آپ رات کو مسجد کعبہ سے نکلے (انہوں نے بیان کیا کہ معراج سے پہلے) آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کے پاس تین فرشتے آئے' اس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جَاءُوْا لَيْلَةً أُخْرَى فِيْمَا يَرَى قَلْبُهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمَةٌ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ. وَكَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ فَتَوَلَّاهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ عَرَجَ بِهٖ إِلَى السَّمَاءِ.

[اطراف الحدیث: ۴۹۶۴۔ ۵۶۱۰۔ ۶۵۸۱۔ ۷۵۱۷] (صحیح مسلم: ۱۶۲' الرقم المسلسل: ۳۰۰' مسند ابو یعلیٰ: ۳۳۷۵' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۸۲' شرح السنۃ: ۳۷۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۵۰۵' ج ۱۹ ص ۴۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وقت آپ مسجد حرام میں (حضرت حمزہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب) کے درمیان سوئے ہوئے تھے' ایک فرشتہ نے پوچھا: وہ کون ہیں (جن کو لے جانے کا حکم ہے)؟ دوسرے نے کہا: وہ درمیان والے ہیں وہی سب سے بہتر ہیں' تیسرے فرشتے نے کہا: جو ان میں سب سے بہتر ہیں ان ہی کو لے چلو' اس رات صرف اتنا ہی واقعہ ہوا' پس آپ نے ان کو نہیں دیکھا' حتیٰ کہ وہ فرشتے ایک اور رات میں آئے جس میں آپ دل کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں سوئی ہوئی تھیں اور دل سویا ہوا نہیں تھا' اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے' الغرض! حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو ساتھ لیا اور آپ کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے۔

واقعۂ معراج کی بعض تفصیلات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: تین فرشتے آئے۔ یہ حضرت جبریل' حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام تھے' کیونکہ معراج کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے کہ یہ فرشتے براق کو ساتھ لے کر آئے تھے۔

اس حدیث میں ہے: آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے اکثر روایات میں یہ الفاظ نہیں ہیں' اور یہ الفاظ محفوظ ہیں' پھر اس رات کے بعد فرشتے نہیں آئے' بلکہ اس کے دو سال بعد آئے کیونکہ آپ کو ہجرت سے تین سال پہلے معراج کرائی گئی تھی' ایک قول دو سال پہلے کا ہے اور ایک قول ایک سال پہلے کا ہے۔

اس میں مذکور ہے: ایک فرشتہ نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت حمزہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب کے درمیان سوئے ہوئے تھے' اس لیے فرشتہ نے پوچھا: وہ کون ہیں جن کو لے کر جانے کا حکم ہے؟ تو دوسرے فرشتہ نے بتایا جو درمیان میں سوئے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوسری روایات میں مذکور ہے: آپ کو معراج بیداری میں کرائی گئی اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس وقت آپ سوئے ہوئے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر معراج متعدد بار ہوئی ہے تو پھر اس میں کوئی اشکال نہیں ہے' اور اگر معراج ایک بار ہی ہوئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب فرشتہ پہلی بار آپ سے ملا تو آپ سوئے ہوئے تھے اور اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ پورے واقعۂ معراج میں سوئے رہے تھے۔

٢٥ - بَابُ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ فِي الْإِسْلَامِ زمانہ اسلام میں نبوت کی علامات

معجزہ اور کرامت میں فرق' قرآن مجید کی وجہ اعجاز اور معجزات کی تعداد

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں علامات کا ذکر ہے' علامات' علامۃ کی جمع ہے' یہ اس امر کو کہتے ہیں جو نبوت کی صحت اور مدعیٔ نبوت کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صدق پر دلیل ہو یہ تعریف معجزہ اور کرامت دونوں پر صادق آتی ہے اور نبی ﷺ کے لیے یہ دونوں ثابت ہیں۔ ان میں فرق یہ ہے کہ معجزہ میں تحدی (للکار یا چیلنج) کی شرط ہے بایں طور کہ نبی یہ کہے کہ اگر میں نے یہ خلاف عادت کام کر لیا تو کیا تم میرے نبی ہونے کی تصدیق کرو گے؟ اور کرامت میں یہ شرط نہیں ہے۔ اس عنوان میں زمانۂ اسلام کا بھی ذکر ہے یعنی نبی ﷺ کی بعثت سے لے کر آپ کی آخر حیات تک جتنے اُمور خلاف عادت واقع ہوئے وہ سب آپ کی نبوت کی علامت ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی ٦٥٦ھ نے لکھا ہے: نبی ﷺ کے ہاتھ سے جتنے خلاف عادت اُمور ظاہر ہوئے وہ سب معجزات کی قسم سے ہیں کیونکہ ہر خلاف عادت فعل کے ساتھ تحدی اور للکار لازم نہیں ہے کہ اس فعل کو میرے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا' اس لیے یہ خلاف عادت فعل میری نبوت کی دلیل ہے' بلکہ اس کے لیے ایک کلی قول کافی ہے جو خلاف عادت افعال پر مقدم ہوں گے' مثلاً رسول یہ کہے کہ میرے دعویٔ نبوت کے صدق کی دلیل یہ ہے کہ میرے ہاتھ سے خلاف عادت کام ظاہر ہوں گے' پھر اس کے بعد نبی کے ہاتھ سے ہر خلاف عادت کام کا ظہور اس کی نبوت کی دلیل ہوگا اور معجزہ ہوگا' یا یہ کہا جائے گا کہ نبی ﷺ کا اپنے دعویٔ نبوت پر مسلسل قائم رہنا' آپ کی دائمی تحدی اور للکار کی دلیل ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ٦٣)

نبی ﷺ کے معجزات میں سب سے زیادہ مشہور اور عظیم معجزہ قرآن مجید ہے کیونکہ آپ نے قرآن مجید کے ساتھ تمام عرب کو چیلنج کیا کہ اگر تم میرا دعویٔ نبوت تسلیم نہیں کرتے تو تم اس قرآن کی مثل بنا کر لے آؤ' یا اس قرآن کی سورتوں کی مثل دس سورتیں بنا کر لے آؤ' یا اس کی کسی ایک سورت کی مثل بنا کر لے آؤ خواہ وہ سب سے چھوٹی سورت ہو جیسے سورت الکوثر ہے' وہ لوگ نبی ﷺ سے شدید عداوت رکھتے تھے اور آپ سے معارضہ کرنے پر بہت حریص تھے اور انہیں کلام عرب پر بہت دسترس تھی' اس کے باوجود وہ اس کی کسی چھوٹی سورت کی مثل بھی نہیں لا سکے اور اب جب کہ علوم اور فنون میں بہت ترقی ہو چکی ہے اور تمام دنیا اسلام کی مخالف ہے اور ہمارے نبی ﷺ کی تکذیب کے در پے ہے' پھر بھی کوئی اس کی مثل نہیں لا سکا' تو واضح ہو گیا کہ آپ کا دعویٔ نبوت سچا ہے اور آپ کے مخالفین جھوٹے ہیں۔

قرآن مجید کا معجزہ ہونا اس کی فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے ہے اور اس کے کلمات کی حسین تالیف اور ترتیب کے اعتبار سے ہے' اس کے غیر معمولی اسلوب کے اعتبار سے ہے اور اس اعتبار سے ہے کہ اس میں ماضی اور مستقبل کی خبریں ہیں' سچی پیش گوئیاں ہیں' اس کی تلاوت میں ہیبت ہے اور سننے والے پر خشیت طاری ہوتی ہے' اس کے پڑھنے اور سننے سے کبھی اکتاہٹ نہیں ہوتی' اس کو حفظ کرنا آسان ہے' اتنی ضخیم کتاب کا قرآن مجید کے علاوہ اور کوئی حافظ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے' چودہ سو سال گزر گئے اس سے کوئی آیت کم ہوئی نہ اس میں کسی آیت کا اضافہ ہوا نہ اس کی کسی آیت کی کوئی مثل لا سکا' قرآن مجید کی چھ ہزار دو سو چھتیس (٦٢٣٦) آیتیں ہیں اور ہر آیت میں تین معجزے ہیں' اس میں کمی نہ ہونا' اس میں اضافہ نہ ہونا اور اس کی مثل نہ ہونا' اس طرح صرف قرآن مجید کے صداقت اور اس کے معجز ہونے پر اٹھارہ ہزار سے زائد دلیلیں ہیں۔

امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار ہے' علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ یہ تعداد بارہ سو ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ تعداد تین ہزار ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٣٥٤۔ ٣٥٣' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٣٠ھ)

قرآن مجید کے علاوہ دیگر معجزات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کے علاوہ جو نبی ﷺ کے معجزات ہیں کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے' تھوڑا طعام زیادہ ہو گیا'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چاند کے دو ٹکڑے ہوئے' بے جان چیزوں نے کلام کیا' آپ نے سچی پیش گوئیاں کیں اور غیب کی خبریں دیں' ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ سب تواتر سے ثابت ہیں' جیسے حاتم کی سخاوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت تواتر سے ثابت ہے' اگرچہ ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ ثبوت خبر واحد سے ہے' لیکن مجموعی طور پر ان کا ثبوت تواتر سے ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۹۵' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٥٧١ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيْرٍ سَمِعْتُ اَبَا رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسِيْرٍ فَاَدْلَجُوْا لَيْلَتَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانَ وَجْهُ الصُّبْحِ عَرَّسُوْا فَغَلَبَتْهُمْ اَعْيُنُهُمْ حَتّٰى ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنْ مَنَامِهِ اَبُوْبَكْرٍ وَكَانَ لَا يُوْقَظُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَامِهِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ فَاسْتَيْقَظَ عُمَرُ فَقَعَدَ اَبُوْبَكْرٍ عِنْدَ رَاْسِهِ فَجَعَلَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ حَتّٰى اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ وَصَلّٰى بِنَا الْغَدَاةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّ مَعَنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا قَالَ اَبْتَنِيْ جَنَابَةٌ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَيَمَّمَ بِالصَّعِيْدِ ثُمَّ صَلّٰى وَجَعَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَكُوْبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَدْ عَطِشْنَا عَطَشًا شَدِيْدًا فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِذَا نَحْنُ بِامْرَاَةٍ سَادِلَةٍ رِجْلَيْهَا بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ فَقُلْنَا لَهَا اَيْنَ الْمَاءُ فَقَالَتْ اِنَّهٗ لَا مَاءَ فَقُلْنَا كَمْ بَيْنَ اَهْلِكِ وَبَيْنَ الْمَاءِ قَالَتْ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ فَقُلْنَا انْطَلِقِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَمْ نُمَلِّكْهَا مِنْ اَمْرِهَا حَتّٰى اسْتَقْبَلْنَا بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَتْهُ بِمِثْلِ الَّذِيْ حَدَّثَتْنَا غَيْرَ اَنَّهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا مُؤْتِمَةٌ فَاَمَرَ بِمَزَادَتَيْهَا فَمَسَحَ فِي الْعَزْلَاوَيْنِ فَشَرِبْنَا عِطَاشًا اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا حَتّٰى رَوِيْنَا فَمَلَاْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَّعَنَا وَاِدَاوَةٍ غَيْرَ اَنَّهٗ لَمْ نَسْقِ بَعِيْرًا وَّهِيَ تَكَادُ تَنِضُّ مِنَ الْمِلْءِ ثُمَّ قَالَ هَاتُوْا مَا عِنْدَكُمْ فَجُمِعَ لَهَا مِنَ الْكِسَرِ وَالتَّمْرِ حَتّٰى اَتَتْ اَهْلَهَا قَالَتْ لَقِيْتُ اَسْحَرَ النَّاسِ اَوْ هُوَ نَبِيٌّ كَمَا زَعَمُوْا فَهَدَى اللّٰهُ ذَاكَ الصِّرْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلم بن زریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو رجاء سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' وہ رات کے اندھیرے میں سفر کرتے رہے حتیٰ کہ جب صبح قریب تھی تو انہوں نے پڑاؤ ڈالا' پھر ان سب کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی' حتیٰ کہ سورج بلند ہو گیا' پس سب سے پہلے اپنی نیند سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی نیند سے کوئی شخص بیدار نہیں کرتا تھا حتیٰ کہ آپ خود بیدار ہوں' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے' پس حضرت ابوبکر آپ کے سرہانے بیٹھ گئے اور وہ بلند آواز سے اللہ اکبر' اللہ اکبر پڑھنے لگے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے' آپ اس وادی سے نیچے اترے اور ہم کو صبح کی نماز پڑھائی' جماعت میں سے ایک شخص نکل گیا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے (اس شخص سے) پوچھا: اے فلاں! تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کیا چیز مانع تھی! اس نے بتایا: مجھے احتلام ہو گیا تھا' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ پاک مٹی سے تیمم کرے' پھر اس شخص نے نماز پڑھی۔ حضرت عمران نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پانی کی تلاش کے لیے) چند سواروں میں آگے بھیج دیا' اور ہم کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی' پس جس وقت ہم جا رہے تھے ہم نے دیکھا کہ ایک عورت دو پکھالوں (بڑی مشکوں) کے درمیان ٹانگیں لٹکائے ہوئے بیٹھی تھی' ہم نے اس سے پوچھا: پانی کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا یہاں پانی نہیں ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا: تمہارے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ اس نے کہا: ایک دن اور ایک رات کی مسافت ہے۔ ہم نے اس سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو' اس نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَأَسْلَمَتْ وَأَسْلَمُوْا.

پوچھا: رسول اللہ کون ہیں؟ حضرت عمران نے کہا: ہم اس کے کسی امر پر قادر نہ ہوئے حتیٰ کہ ہم نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ اس نے آپ سے بھی وہی بات کہی جو وہ ہم سے کہہ چکی تھی سوا اس کے کہ اس نے یہ بتایا کہ اس کے یتیم بچے ہیں' سو آپ کے حکم سے اس کی دونوں پکھالوں کو (سواری سے) اتارا گیا۔ آپ نے ان پکھالوں کے دہانوں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا' سو ہم چالیس پیاسے مردوں نے اس سے پانی پیا حتیٰ کہ ہم سیر ہو گئے' ہمارے پاس جتنی مشکیں اور دیگر برتن تھے ہم نے وہ سب بھر لیے تا ہم ابھی ہم نے اونٹوں کو پانی نہیں پلایا تھا اور اس کی پکھالیں پانی سے اس قدر بھری ہوئی تھیں کہ لگتا تھا کہ ابھی چھلک پڑیں گی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لے آؤ' سو اس کے سامنے روٹیوں کے ٹکڑے اور کھجوریں لا کر رکھ دیئے گئے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر آ گئی' اس نے کہا: میں لوگوں میں سب سے بڑے جادوگر سے ملی ہوں یا پھر وہ شخص نبی ہے' جیسا کہ ان لوگوں کا گمان ہے' سو اللہ تعالیٰ نے اس بستی کے لوگوں کو اس عورت کے سبب سے ہدایت دی' وہ عورت بھی مسلمان ہو گئی اور اس بستی کے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

آپ کی برکت سے کم پانی کے زیادہ ہونے کا معجزہ

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس عورت کی پکھال کے پانی سے سب سیراب ہو گئے اور سب نے اپنے برتن بھر لیے اور پکھال کا پانی بالکل کم نہیں ہوا بلکہ پہلے سے زیادہ ہو گیا اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ کی برکت سے کم پانی زیادہ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا: ہم نے تمہارے پانی کو کم نہیں کیا لیکن ہمیں اللہ نے پانی پلایا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب آپ کو اللہ نے پانی پلایا تھا تو اس عورت سے پانی لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس عورت سے پانی اس لیے لیا تا کہ اس خاص پانی میں آپ کا معجزہ ظاہر ہو اور یہ معجزہ اس عورت اور اس کی بستی کے لوگوں کے قبول اسلام کا سبب بن جائے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر قادر تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے بارش نازل کرنے کی دعا کرتے تو بارش ہو جاتی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۴۸' مکتبۃ الطبری القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

۳۵۷۲ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ وَّهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مقام زوراء (مدینہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِأَنَسٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَلَاثَ مِائَةٍ أَوْ زُهَاءَ ثَلَاثِ مِائَةٍ.

کے بازار) میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا' آپ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے (چشمہ کی طرح) پانی ابل کر نکلنے لگا' سو تمام لوگوں نے وضو کر لیا۔ قتادہ نے کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: آپ لوگ کتنی تعداد میں تھے انہوں نے کہا: ہم لوگ تین سو تھے یا تین سو کے لگ بھگ تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٦٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَالْتُمِسَ الْوَضُوْءُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِي ذٰلِكَ الْإِنَاءِ فَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّؤُوْا مِنْهُ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ النَّاسُ حَتّٰى تَوَضَّؤُوْا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' از مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور اس وقت عصر کی نماز کا وقت آ چکا تھا' پس پانی تلاش کیا گیا' سو صحابہ کو پانی نہیں ملا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وضو کا پانی لایا گیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں رکھا' پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس برتن سے وضو کریں' پس میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں کے نیچے سے نکل رہا تھا' سو تمام لوگوں نے وضو کر لیا حتیٰ کہ آخری شخص تک نے وضو کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩ میں گزر چکی ہے۔

جہاں عادتاً پانی نہ ہو وہاں سے پانی نکالنے کا معجزہ

اس حدیث میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ خلاف عادت آپ کی انگلیوں سے پانی ابل کر نکلنے لگا حالانکہ انگلیوں میں عادتاً پانی نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر لاٹھی مار کر پانی نکالا تھا مگر زمین کے اندر پانی ہوتا ہے' آپ نے وہاں سے پانی نکالا جہاں عادتاً پانی ہوتا ہی نہیں ہے۔

٣٥٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُبَارَكٍ حَدَّثَنَا حَزْمٌ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَخَارِجِهِ وَمَعَهُ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ فَانْطَلَقُوْا يَسِيْرُوْنَ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمْ يَجِدُوْا مَاءً يَّتَوَضَّؤُوْنَ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ يَّسِيْرٍ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَدَّ أَصَابِعَهُ الْأَرْبَعَ عَلَى الْقَدَحِ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَتَوَضَّؤُوْا فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ حَتّٰى بَلَغُوْا فِيْمَا يُرِيْدُوْنَ مِنَ الْوَضُوْءِ وَكَانُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحمان بن مبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حزم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حسن سے سنا: وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کسی سفر میں روانہ ہوئے' آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب میں سے چند لوگ تھے' وہ سفر کر رہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا اور انہیں وضو کرنے کے لیے پانی نہیں ملا' پس ان لوگوں میں سے ایک شخص گیا اور ایک پیالہ میں تھوڑا سا پانی لایا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیالہ کے پانی سے وضو کیا' پھر آپ نے اپنے ہاتھ کی چار انگلیوں کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سَبْعِيْنَ أَوْ نَحْوَهُ.

پیالہ پر رکھا' پھر فرمایا: اُٹھو! پس وضو کرو تو لوگوں نے وضو کیا حتیٰ کہ جو لوگ وضو کرنا چاہتے تھے سب نے وضو کر لیا اور وہ لوگ ستر (٧٠) یا اسّی (٨٠) کی مثل تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩ میں گزر چکی ہے اور حدیث سابق میں بھی اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

٣٥٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ مِنَ الْمَسْجِدِ يَتَوَضَّأُ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَاءٌ فَوَضَعَ كَفَّهُ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ أَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهُ فَضَمَّ أَصَابِعَهُ فَوَضَعَهَا فِي الْمِخْضَبِ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا قُلْتُ كَمْ كَانُوْا قَالَ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے یزید سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کا وقت آ گیا' سو جس کا گھر مسجد کے قریب تھا وہ وضو کرنے گیا اور کچھ لوگ باقی بچ گئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پتھر کا ایک برتن لایا گیا جس میں پانی تھا' وہ برتن اس سے چھوٹا تھا کہ اس میں آپ کی ہتھیلی پھیل جاتی تو آپ نے اپنی انگلیوں کو (آپس میں) ملایا' پھر ان کو اس برتن میں رکھا' پس تمام لوگوں نے وضو کر لیا۔ راوی نے کہا: میں نے (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے) پوچھا: آپ لوگ کل کتنے تھے؟ انہوں نے بتایا وہ اسّی (٨٠) مرد تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٦٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٧٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ مَا لَكُمْ قَالُوْا لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَثُوْرُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُوْنِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً.

[اطراف الحدیث: ٤١٥٢ - ٤١٥٣ - ٤١٥٤ - ٤٨٤٠ - ٥٦٣٩]

(صحیح مسلم: ١٨٥٦' الرقم المسلسل: ٤٧٠٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح) حدیبیہ کے دن قوم پیاسی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چمڑے کا ایک چھوٹا سا ڈول تھا' آپ نے اس سے وضو کیا' پس لوگ اس میں سے پانی کے لیے جھپٹ پڑے۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا ہمارے پاس وضو کرنے کے لیے اور پینے کے لیے پانی نہیں ہے سوا اس ڈول کے جو آپ کے سامنے ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ڈول میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے جوش کے ساتھ اس طرح پانی نکلنے لگا جس طرح چشموں سے پانی نکلتا ہے' سو ہم نے پانی پیا (بھی) اور وضو (بھی) کیا۔ راوی نے کہا: میں نے پوچھا: آپ لوگ کل کتنے تھے؟ انہوں نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں وہ پانی کافی ہو جاتا لیکن ہم پندرہ سو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

افراد تھے۔

اس حدیث میں بھی یہ ثبوت ہے کہ آپ نے پانی وہاں سے جاری کیا جہاں عادتاً پانی نہیں ہوتا۔ سب سے افضل پانی آپ کا لعاب دہن ہے پھر وہ پانی ہے جو آپ کی انگلیوں سے جاری ہوا' پھر جنت کے دریاؤں کا پانی ہے پھر آب زمزم ہے۔

۳۵۷۷- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَّالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا حَتّٰى لَمْ نَتْرُكْ فِيهَا قَطْرَةً فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَفِيرِ الْبِئْرِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَجَّ فِي الْبِئْرِ فَمَكَثْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ اسْتَقَيْنَا حَتّٰى رَوِينَا وَرَوَتْ أَوْ صَدَرَتْ رَكَائِبُنَا. [اطراف الحدیث: ۴۱۵۰-۴۱۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم (صلح) حدیبیہ کے دن چودہ سو افراد تھے اور حدیبیہ ایک کنواں ہے' ہم نے اس سے تمام پانی نکال لیا حتیٰ کہ ہم نے اس میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے' آپ نے پانی منگوا کر کلی کی' پھر اس کنویں میں کلی کر دی' پھر ہم تھوڑی دیر ٹھہرے پھر ہم نے (اس کنویں سے) پانی پیا حتیٰ کہ ہم سیراب ہو گئے اور ہمارے اونٹ بھی سیراب ہو گئے یا پانی پی کر لوٹ گئے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیبیہ میں صحابہ کی تعداد کے متعلق تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حدیبیہ میں چودہ سو صحابہ تھے اور اس سے پہلے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزرا ہے کہ حدیبیہ میں پندرہ سو صحابہ تھے۔ تحقیق یہ ہے کہ حدیبیہ میں چودہ سو صحابہ ہی شریک تھے اور جس روایت میں پندرہ سو صحابہ کا ذکر ہے وہ راوی کا وہم ہے' کیونکہ اکثر روایات میں چودہ سو صحابہ کا ہی ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

متعدد محدثین کی یہ تصریح کہ انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا آپ کا قطعی معجزہ ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بار معجزے ظاہر ہوئے' ایک بار آپ نے چمڑے کے ڈول میں ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا جیسا کہ صحیح البخاری: ۳۵۷۶ میں ہے اور دوسری بار آپ اس کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے جس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا' آپ نے اس کنویں میں کلی کی تو اس میں اتنا پانی نکل آیا جس سے انسان اور اونٹ سب سیراب ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے متعدد مقامات پر پانی جاری ہوا ہے' امام بخاری نے یہاں پر صرف ان احادیث کا ذکر کیا ہے جو ان کی شرط کے مطابق ہیں۔ ورنہ حافظ ابن عبدالبر نے تمہید میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس سے زیادہ واقعات لکھے ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ نے لکھا ہے کہ آپ کی انگلیوں سے متعدد بار پانی جاری ہوا اور یہ بہ کثرت سندوں سے مروی ہے اور اس کے مجموعہ سے علم قطعی مستفاد ہوتا ہے اور یہ تواتر معنوی کے قائم مقام ہے۔ (المفہم ج ۶ ص ۵۲' دار ابن کثیر' ۱۴۱۷ھ)

قاضی عیاض نے الشفاء میں لکھا ہے کہ اس کو جم غفیر اور عدد کثیر نے روایت کیا ہے اور کسی صحابی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے اور یہ معجزہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات قطعیہ کے ساتھ ملحق ہے۔ (الشفاء ج ۱ ص ۲۹۶-۲۹۴ طبع مصر)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے: نبی ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا صرف آپ کی خصوصیت ہے اور کسی کے لیے یہ ثابت نہیں ہے۔ (القبس فی شرح موطاء مالک بن انس ج ۱ ص ۱۵۶ دار الغرب الاسلامی ۱۹۹۲ء)

حافظ ابوعمر بن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کو جو یہ معجزہ عطا کیا گیا ہے یہ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بہت واضح ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے' اور یہ بعید نہیں ہے کیونکہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ پتھروں سے پانی نکل آتا ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے سوا کسی آدمی میں یہ مشاہدہ نہیں کیا گیا کہ اس کی انگلیوں سے پانی نکل آیا ہو۔ (تمہید ج ۱ ص ۲۲۱۔ ۲۲۰' مطبوعات وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ)

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ ان واقعات میں کم پانی زیادہ نہیں ہوا تھا بلکہ آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا تھا۔ قاضی عیاض مالکی اور حافظ ابن حجر شافعی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۵۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۵۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِّنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخْرَجَتْ خِمَارًا لَّهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ يَدِيْ وَلَا تَثْنِيْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْطَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَّعَهٗ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَانْطَلَقَ اَبُوْطَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْطَلْحَةَ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّيْ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَاعِنْدَكِ فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی اس میں کمزوری تھی' میں نے اس میں بھوک کو محسوس کیا' کہا: پس تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں' پھر اپنا دوپٹہ نکالا' پھر اس میں کچھ روٹیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لپیٹ دیا' اور اس دوپٹہ کے دوسرے حصہ کو میرے ہاتھ کے نیچے دبا دیا اور اس کو نہیں موڑا' پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیا۔ میں اس کو لے گیا' پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں دیکھا' آپ کے ساتھ (اور) لوگ بھی تھے' میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا' پس مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: کھانے کے ساتھ؟ میں نے کہا: جی ہاں! پس رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا: جو آپ کے ساتھ تھے' اٹھو! پھر آپ چل پڑے اور میں ان کے سامنے سے چل پڑا' حتیٰ کہ میں حضرت ابوطلحہ کے پاس پہنچا اور میں نے ان کو خبر دی' پس حضرت ابوطلحہ نے کہا: اے ام سلیم! رسول اللہ ﷺ ابھی لوگوں کو لے کر آ رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے جو انہیں کھلا دیں! حضرت ام سلیم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں' پس حضرت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَعَصَرَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَأَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ أَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ حَتّٰى شَبِعُوا وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ أَوْ ثَمَانُونَ رَجُلًا.

ابوطلحہ چل پڑے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی' پس حضرت ابوطلحہ آئے اور رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ تھے' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم! ادھر آؤ' تمہارے پاس کیا ہے؟ تو وہ ان روٹیوں کو لے کر آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان روٹیوں کو چُورا کرنے کا حکم دیا اور حضرت ام سلیم نے (گھی کی) کپّی کو نچوڑا تو وہ سالن بن گیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے جو اللہ نے چاہا اس پر پڑھا' پھر آپ نے فرمایا: دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو' سو انہوں نے اجازت دی۔ پس انہوں نے کھایا' سو وہ سیر ہو گئے' پھر وہ نکل گئے' پھر آپ نے فرمایا: دس (اور) آدمیوں کو اجازت دو' سو انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے پھر وہ چلے گئے' پھر آپ نے فرمایا: دس (مزید) آدمیوں کو اجازت دو' انہوں نے اجازت دی' پس انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے' پھر وہ نکل گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: دس (اور) آدمیوں کو اجازت دو' پس تمام لوگوں نے کھانا کھا لیا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے اور وہ لوگ ستر (٧٠) یا اسّی (٨٠) مرد تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٢٢ میں گزر چکی ہے۔

کم کھانے کو زیادہ کرنے کا معجزہ

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غزوہ خندق کے واقعہ کا ذکر ہے' نیز اس میں مسجد کا ذکر ہے' یہ وہ جگہ ہے جس کو غزوہ خندق میں نماز پڑھنے کے لیے متعین کیا گیا تھا۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا: اٹھو یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چلو' رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حضرت ابوطلحہ کے ہاں جانے کا حکم دیا حالانکہ حضرت ابوطلحہ نے ان کو نہیں بلایا تھا کیونکہ آپ کو حضرت ابوطلحہ کی محبت کا پتا تھا اور آپ نے جو اپنے اصحاب کو بلایا اس میں نبی ﷺ کا یہ عظیم معجزہ تھا کہ کم کھانا زیادہ لوگوں کے لیے کافی ہو گیا' اس سے ان کا آپ کی نبوت پر ایمان زیادہ ہوا اور بھوکے لوگوں نے پیٹ بھر کر کھا لیا اور ان لوگوں نے جو کھانا کھایا وہ آپ کے معجزہ سے حاصل ہوا تھا۔

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو طعام کی دعوت دی جائے تو وہ اپنی مجلس میں بیٹھنے والوں کو بھی اس دعوت میں لے جائے خواہ ان کو دعوت دینے والوں نے نہ بلایا ہو' مگر میرے نزدیک یہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب دعوت دینے والا اس سے خوش ہو اور وہ کھانا ان سب کے لیے کافی ہو۔

(تمہید ج ١ ص ٢٩٠' وزارت الاوقاف والشئون الاسلامیہ)

جب حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم کو یہ بتایا کہ ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے لیے کافی ہو تو حضرت ام سلیم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ گویا حضرت ام سلیم یہ جان گئی تھیں کہ رسول

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے کی کم مقدار کے باوجود اتنے اصحاب کو اس لیے لے کر آئے ہیں تا کہ آپ کا یہ معجزہ ظاہر ہو کہ کم کھانا آپ کی برکت سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

امام مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طعام سے کھانا کھایا اور گھر والوں نے کھایا' اس کے بعد بھی کافی کھانا بچ گیا جو ہم نے پڑوسیوں کو ہدیہ کیا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۴۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس دس اصحاب کو باری باری کھانے کے لیے بلایا تھا' یک بارگی سب کو ایک ساتھ نہیں بلایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ گھر چھوٹا تھا اور سب یک بارگی نہیں آ سکتے تھے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۲۵۸۔۲۵۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۵۷۹ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْآيَاتِ بَرَكَةً وَّأَنْتُمْ تَعُدُّونَهَا تَخْوِيفًا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَاءُوْا بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ قَلِيلٌ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ. (سنن ترمذی: ۳۶۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد الزبیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم ان کو وعید شمار کرتے ہو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو پانی کم ہو گیا تو آپ نے فرمایا: تم فالتو پانی ڈھونڈ کر لاؤ تو صحابہ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لے کر آئے' پس آپ نے اپنا ہاتھ پانی میں داخل کیا' پھر آپ نے فرمایا: آؤ مبارک پانی کی طرف' پھر آپ نے فرمایا: یہ برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: پس بے شک میں نے دیکھا آپ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی چشمہ کی طرح ابل رہا تھا اور جس وقت طعام کھایا جاتا تھا تو ہم اس کی تسبیح کی آواز سنتے تھے۔

صحابہ کا کھانے کی تسبیح کو سننا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے۔ امام بیہقی نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ یہ سفر حدیبیہ کا تھا اور امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں کہا ہے کہ یہ سفر غزوۂ خیبر کا تھا۔

آپ نے فرمایا: یہ برکت اللہ کی طرف سے ہے' یعنی اس زائد پانی کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کیونکہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

ہم کھانے کے دوران طعام کی تسبیح کو سنتے تھے۔ یہ عہد رسالت کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۷۱۔۱۷۰' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعض نشانیوں کا ڈرانے کے لیے ہونا اور بعض نشانیوں کا اللہ کی برکت کے اظہار کے لیے ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے کہا: تم نشانیوں کو تخویف (ڈرانا) گمان کرتے ہو اس گمان کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا٥ (بنی اسرائیل:۵۹) ہم نشانیاں صرف ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں٥

لیکن درحقیقت نہ تمام نشانیاں ڈرانے کے لیے ہوتی ہیں نہ تمام نشانیاں برکت کے اظہار کے لیے ہوتی ہیں' بعض نشانیاں خوف دلانے کے اظہار کے لیے ہوتی ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ (صحیح البخاری:۱۰۴۸) اور بعض نشانیاں اللہ تعالیٰ کی برکت کے اظہار کے لیے ہوتی ہیں جیسے کم کھانے سے کثیر لوگوں کا سیر ہو جانا۔

برکت کا خالق اللہ عزوجل ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی برتن میں تھوڑا سا پانی منگوایا' اس کی حکمت یہ تھی کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کو ایجاد اور پیدا کرنے والے ہیں بلکہ پانی کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے' وہی چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے کم پانی زیادہ ہو گیا اور اس برکت کا خالق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس برکت کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے ظاہر فرمایا: اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔

طعام اور کنکریوں کے تسبیح پڑھنے کی متعدد احادیث

اسماعیل نے اس حدیث میں یہ تصریح کی ہے کہ ابو احمد الزبیری بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور ہم کھانے کی تسبیح کو سنتے تھے۔ اور امام بیہقی نے اس حدیث کا ایک شاہد بیان کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء اور حضرت سلمان نے ایک دوسرے کی طرف مکتوب لکھا اور اس میں پیالہ کی نشانی بیان کی کہ وہ دونوں ایک پیالہ میں کھانا کھا رہے تھے کہ وہ پیالہ اور پیالہ کا طعام تسبیح کرنے لگا' اور قاضی عیاض نے محمد سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہو گئے تو آپ کے پاس حضرت جبریل ایک تھال لے کر آئے' اس میں انگور اور تازہ کھجوریں تھیں' آپ نے ان سے کھایا تو انہوں نے تسبیح کی۔

میں کہتا ہوں کہ کنکریوں کی تسبیح کرنا مشہور ہے' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات کنکریاں اٹھائیں تو وہ تسبیح کرنے لگیں' پھر آپ نے ان کنکریوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھا تو وہ تسبیح کرنے لگیں۔ اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے معجم الاوسط میں ضعیف سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور امام طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ جو لوگ حلقہ میں تھے انہوں نے اس تسبیح کو سنا۔

امام ابن الحاجب نے بعض شیعہ سے روایت کی ہے کہ چاند کا شق ہونا اور کنکریوں کا تسبیح پڑھنا اور کھجور کے تنے کا چیخ مار کر رونا اور ہرنی کا آپ کو آ کر سلام کرنا یہ سب اخبار احاد ہیں حالانکہ ان کی روایت کرنے کے بہت ذرائع تھے تاہم انہوں نے ان کے راویوں کی تکذیب نہیں کی' اگرچہ یہ واقعات خبر واحد سے منقول ہیں لیکن ان کا مجموعہ قطعیت کا فائدہ دیتا ہے' چاند کے شق ہونے اور کھجور کے تنے کی مشہور روایات ہیں جو قطعیت کو مفید ہیں اور کنکریوں کی تسبیح صرف اس سند ضعیف سے ثابت ہے اور ہرنی کے سلام کرنے کی ہمیں کوئی سند نہیں ملی قوی نہ ضعیف۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۰۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۵۸۰- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اَبَاهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تُوُفِّیَ وَعَلَیْهِ دَیْنٌ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ اَبِیْ تَرَكَ عَلَیْهِ دَیْنًا وَلَیْسَ عِنْدِیْ اِلَّا مَا یُخْرِجُ نَخْلُهٗ وَلَا یَبْلُغُ مَا یُخْرِجُ سِنِیْنَ مَا عَلَیْهِ فَانْطَلِقْ مَعِیَ لِکَیْ لَایُفْحِشَ عَلَیَّ الْغُرَمَاءُ فَمَشٰی حَوْلَ بَیْدَرٍ مِّنْ بَیَادِرِ التَّمْرِ فَدَعَا ثُمَّ اٰخَرَ ثُمَّ جَلَسَ عَلَیْهِ فَقَالَ اِنْزِعُوْهُ فَاَوْفَاهُمُ الَّذِیْ لَهُمْ وَبَقِیَ مِثْلُ مَا اَعْطَاهُمْ.

مجھے عامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد فوت ہو گئے اور ان پر قرض تھا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' پس میں نے کہا: میرے والد پر قرض ہے اور میرے پاس صرف وہی چیز ہے جو ان کے کھجوروں کے باغ سے پیداوار نکلے گی اور اس پیداوار سے تو کئی سالوں میں بھی قرض ادا نہیں ہو سکتا' سو آپ میرے ساتھ چلیں تاکہ (آپ کو دیکھ کر) قرض خواہ بدزبانی نہ کریں' (جب قرض خواہ نہیں مانے تو) آپ نے کھجوروں کے ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر کے گرد چکر لگائے' پھر آپ نے دعا کی' پھر دوسرے ڈھیر کے گرد چکر لگائے' پھر اس پر آپ بیٹھ گئے' پھر فرمایا: کھجوریں اتار کر انہیں پوری پوری دو' سو سارا قرض ادا ہو گیا اور جتنی کھجوریں انہیں دی تھیں اتنی ہی باقی بچ گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی یہ ثبوت ہے کہ آپ کی برکت سے اس باغ کی کم کھجوریں زیادہ ہو گئیں۔ حضرت جابر کا پورا قرض ادا ہو گیا اور اتنی ہی کھجوریں پھر بھی بچ گئیں۔

٣٥٨١- حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِیْهِ حَدَّثَنَا اَبُوْعُثْمَانَ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً مَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَّمَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْیَذْهَبْ بِخَامِسٍ اَوْسَادِسٍ اَوْکَمَا قَالَ وَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَّانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ وَّاَبُوْبَکْرٍ وَّثَلَاثَةً قَالَ فَهُوَ اَنَا وَاَبِیْ وَاُمِّیْ وَلَا اَدْرِیْ هَلْ قَالَ اِمْرَاَتِیْ وَخَادِمِیْ بَیْنَ بَیْتِنَا وَبَیْنَ بَیْتِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّاَنَّ اَبَا بَکْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰی صَلَّی الْعِشَاءَ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰی تَعَشّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَاشَاءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهٗ اِمْرَاَتُهٗ مَاحَبَسَكَ عَنْ اَضْیَافِكَ اَوْضَیْفِكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب الصفہ فقراء لوگ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: جس آدمی کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں کو لے جائے یا چھٹے کو لے جائے یا جس طرح آپ نے فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ کر تین کو لے گئے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس کو لے گئے اور حضرت ابوبکر کے ساتھ تین نفر تھے وہ میں تھا اور میرے والد تھے اور میری ماں تھیں اور مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی اور اپنے خادم کا بھی ذکر کیا تھا یا نہیں' وہ ہمارے گھر اور حضرت ابوبکر کے گھر کے درمیان تھے اور حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رات کا کھانا کھایا' پھر آپ کے پاس ٹھہرے رہے حتیٰ کہ عشاء کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ اَوْ عَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ قَدْ عَرَضُوْا عَلَيْهِمْ فَغَلَبُوْهُمْ فَذَهَبْتُ فَاخْتَبَاْتُ فَقَالَ يَاغُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوْا وَقَالَ لَا اَطْعَمُهُ اَبَدًا قَالَ وَايْمُ اللّٰهِ مَاكُنَّا نَاْخُذُ مِنَ اللُّقْمَةِ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا حَتّٰى شَبِعُوْا وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلُ فَنَظَرَ اَبُوْبَكْرٍ فَاِذَا شَيْءٌ اَوْ اَكْثَرُ فَقَالَ لِامْرَاَتِهِ يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِمَّا قَبْلُ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَّقَالَ اِنَّمَا كَانَ الشَّيْطَانُ يَعْنِيْ يَمِيْنَهُ ثُمَّ اَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهُ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَمَضَى الْاَجَلُ فَفَرَّقَنَا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مَّعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ اُنَاسٌ اَللّٰهُ اَعْلَمُ كَمْ مَّعَ كُلِّ رَجُلٍ غَيْرَ اَنَّهُ بَعَثَ مَعَهُمْ قَالَ اَكَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ اَوْ كَمَا قَالَ وَغَيْرُهُمْ يَقُوْلُ مَعَرِفْنَا مِنَ الْعَرَافَةِ.

نماز پڑھ لی' پھر واپس آئے' پھر ٹھہرے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کا کھانا کھا لیا' پھر جب رات کا اتنا حصہ گزر گیا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا تب حضرت ابوبکر آئے' ان کی بیوی نے کہا: آپ کو اپنے مہمانوں سے یا کہا: مہمان سے کس چیز نے روک رکھا تھا؟ حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ ان کی بیوی نے کہا: مہمانوں نے آپ کے آنے کے بغیر کھانے سے انکار کر دیا۔ ان پر کھانا پیش کیا گیا تھا لیکن وہ نہیں مانے اور گھر والوں پر غالب رہے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: سو میں جا کر چھپ گیا۔ حضرت ابوبکر نے (غصہ سے) کہا: اے سستی کے مارے (یا جاہل)! اللہ کرے تیری ناک کٹ جائے اور ان کو برا کہا اور مہمانوں سے کہا: کھاؤ اور میں اس کھانے کو کبھی نہیں کھاؤں گا' حضرت عبدالرحمان نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ایک لقمہ لیتے تو نیچے سے اس سے زیادہ نکل آتا حتیٰ کہ وہ سب سیر ہو گئے اور وہ کھانا پہلے سے بہت زیادہ تھا' حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ وہ کھانا بہت زیادہ ہے تو اپنی بیوی سے کہا: اے بنی فراس کی بہن! انہوں نے کہا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ کھانا تو اب پہلے سے تین گنا زیادہ ہے' پھر اس میں سے حضرت ابوبکر نے کھایا اور کہا: وہ جو میں نے اس کھانے کو نہ کھانے کی قسم کھائی تھی وہ شیطان کی طرف سے تھی' پھر اس میں سے ایک لقمہ کھایا' پھر وہ کھانا اٹھا کر نبی ﷺ کے پاس لے گئے' وہ کھانا ان کے پاس رہا' اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان صلح کا معاہدہ تھا' پس (اس کی) مدت گزر گئی تھی' ہم نے ان کی بارہ جماعتیں بنا دیں اور ان میں سے ہر مرد کے ساتھ بھی کچھ لوگ تھے' اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ ہر مرد کے ساتھ کتنے مرد تھے؟ لیکن یہ معلوم ہے کہ آپ نے (وہ تمام طعام) لشکر والوں کے ساتھ بھیجا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام لشکریوں نے اس سے کھایا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۶۰۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کا یہ معجزہ ہے کہ تھوڑا طعام زیادہ لوگوں کے لیے کافی ہو گیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں وہ طعام تین گنا زیادہ ہو گیا تھا لیکن وہ طعام نبی ﷺ کے پاس پہنچا تو وہ اتنا زیادہ ہو گیا کہ پورے لشکر کے لیے کافی ہو گیا اور یہ رسول اللہ ﷺ کا عظیم معجزہ ہے اور یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظیم کرامت ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٥٨٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ وَّعَنْ يُوْنُسَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَصَابَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ قَحْطٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ اِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْكُرَاعُ هَلَكَتِ الشَّاءُ فَادْعُ اللّٰهَ يَسْقِيْنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا قَالَ اَنَسٌ وَّاِنَّ السَّمَاءَ كَمِثْلِ الزُّجَاجَةِ فَهَاجَتْ رِيْحٌ اَنْشَاَتْ سَحَابًا ثُمَّ اجْتَمَعَ ثُمَّ اَرْسَلَتِ السَّمَاءُ عَزَالِيَهَا فَخَرَجْنَا نَخُوْضُ الْمَاءَ حَتّٰى اَتَيْنَا مَنَازِلَنَا فَلَمْ تَزَلْ نُمْطَرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى فَقَامَ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الرَّجُلُ اَوْغَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ فَادْعُ اللّٰهَ يَحْبِسْهُ فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَنَظَرْتُ اِلَى السَّحَابِ تَصَدَّعَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ كَاَنَّهُ اِكْلِيْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ واز یونس از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اہل مدینہ پر قحط آ گیا' پس جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' ایک مرد کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! گھوڑے (بھوک سے) مر گئے اور بکریاں مر گئیں' سو آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے' پس آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور دعا کی۔ حضرت انس نے کہا: اس وقت آسمان شیشہ کی طرح شفاف تھا' پھر پُر جوش ہوا چلی اور اس نے بادلوں کو اٹھایا' پھر وہ بادل جمع ہوئے' پھر آسمان نے اپنے دہانے کھول دیئے اور (زوردار) بارش ہوئی کہ ہم بارش میں ڈوبتے ہوئے چل رہے تھے حتیٰ کہ ہم اپنے گھروں میں پہنچے' پھر دوسرے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی' پھر وہی مرد کھڑا ہوا یا کوئی دوسرا شخص' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مکانات منہدم ہو گئے' سو آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ اس بارش کو روک دے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے' پھر آپ نے دعا کی: ہمارے اردگرد بارش ہو' ہم پر بارش نہ ہو پس میں نے بادلوں کی طرف نظر کی تو وہ مدینہ کے گرد پھٹ چکے تھے گویا کہ مدینہ (زروجواہر سے مرصّع) تاج کی طرح ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٣٢' میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کا بیان ہے کہ آسمان شفاف تھا' اس میں کہیں بادل کا نام ونشان نہیں تھا لیکن جیسے ہی آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے' فوراً بادل امڈ آئے اور اتنی بارش ہوئی کہ جل تھل ہو گئے' پھر جب آپ نے بارش روکنے کے لیے دعا کی تو اسی وقت بارش رک گئی اور آپ جس سمت اشارہ فرماتے تھے بادل اسی طرف چلے جاتے تھے۔

٣٥٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ وَّاسْمُهُ عُمَرُ بْنُ الْعَلَاءِ اَخُوْ اَبِيْ عَمْرِو بْنِ الْعَلَاءِ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِلٰى جِذْعٍ فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمِنْبَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن کثیر ابو غسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو حفص نے حدیث بیان کی اور ان کا نام عمر بن العلاء ہے وہ ابو عمرو بن العلاء کے بھائی ہیں' انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تَحَوَّلَ اِلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ فَاَتَاهُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَيْهِ. وَقَالَ عَبْدُ الْحَمِيْدِ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ نَافِعٍ بِهٰذَا وَرَوَاهُ اَبُوْعَاصِمٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے' پس جب منبر بنالیا گیا تو آپ اس کی طرف مڑ گئے' پس وہ تنا آواز سے رویا' سو آپ اس کے پاس آئے اور اس کے اوپر اپنا ہاتھ پھیرا۔ عبدالحمید نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن العلاء نے خبر دی از نافع اسی طرح بیان کیا۔ اس حدیث کی ابوعاصم نے از ابن ابی رواد روایت کی از نافع از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

٣٥٨٤- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِىْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْمُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلٰى شَجَرَةٍ اَوْ نَخْلَةٍ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَوْ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَجْعَلُ لَكَ مِنْبَرًا قَالَ اِنْ شِئْتُمْ فَجَعَلُوْا لَهُ مِنْبَرًا فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دُفِعَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ ثُمَّ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُ اِلَيْهِ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِىْ يُسَكَّنُ قَالَ كَانَتْ تَبْكِىْ عَلٰى مَاكَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ عِنْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن ایک درخت (کے تنے) سے ٹیک لگاتے تھے یا کہا کھجور کے درخت سے' انصار کی ایک عورت نے یا مرد نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے ایک منبر بنا دیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو' پھر جب جمعہ کا دن آیا تو آپ منبر پر بیٹھ گئے تو وہ کھجور کا درخت (کا تنا) بچوں کی طرح چیخ کر رونے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (منبر سے) اترے پس اس تنے کو اپنے ساتھ لپٹایا' وہ اس بچہ کی طرح سسکیاں لے کر رو رہا تھا جس کو چپ کرایا جا رہا ہو' وہ اس وجہ سے رو رہا تھا کہ وہ اس جگہ ذکر سنتا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٤٩ میں گزر چکی ہے۔

وہ آپ کی محبت میں رو رہا تھا کہ اب وہ آپ سے دور ہو گیا تھا اور آپ کے خطبہ کی آواز سننے سے بھی دور ہو گیا تھا۔

٣٥٨٥- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَخِىْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كَانَ الْمَسْجِدُ مَسْقُوْفًا عَلٰى جُذُوْعٍ مِّنْ نَخْلٍ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ يَقُوْمُ اِلٰى جِذْعٍ مِّنْهَا فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ وَكَانَ عَلَيْهِ فَسَمِعْنَا لِذٰلِكَ الْجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ حَتّٰى جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از یحییٰ بن سعید انہوں نے کہا: مجھے حفص بن عبیداللہ بن انس بن مالک نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد کی چھت کھجور کے تنوں کی چھت سے بنی ہوئی تھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ دیتے تو کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا لیتے' سو جب آپ کے لیے منبر بنا دیا گیا اور آپ اس پر بیٹھ گئے تو ہم نے اس تنے کی آواز سنی جیسے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَدَهُ عَلَيْهَا فَسَكَنَتْ.

دس ماہ کی حاملہ اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے اور آپ نے اپنا ہاتھ اس کے اوپر رکھا' پھر وہ تنا پرسکون ہو گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۹۴۹' میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ کہ کھجور کا تنا آپ کی محبت سے آپ کے فراق میں رویا حضرت عیسیٰ کے مردے زندہ کرنے سے افضل ہے

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے تنے کے رونے کی آواز سنی تو آپ اس کے پاس آئے اور اس کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: اگر تم چاہو تو تمہیں اس جگہ بو دوں جس جگہ تم پہلے تھے اور اگر تم چاہو تو میں تم کو جنت میں بو دوں اور تم جنت کے دریاؤں اور چشموں کا پانی پیتے رہو' پھر تم سے عمدہ سبزہ اور پھل پیدا ہوں اور اولیاء اللہ تمہارے پھلوں اور کھجوروں کو کھائیں' حضرت بریدہ نے کہا کہ اس تنے نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنی اور اس نے آپ سے دو مرتبہ کہا: جی ہاں! آپ ایسا کر دیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: آپ مجھے جنت میں بو دیں۔ (سنن داری: ۳۲' ج ۱ ص ۳۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی امام دارمی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے' نیز وہ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کہا ہے کہ کھجور کے تنے کا رونا ان امور میں سے ہے جن پر تمام متقدمین اور متاخرین نے اعتماد کیا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جمادات میں بھی اللہ تعالیٰ نے حیوانوں کی طرح ادراک پیدا کیا ہے بلکہ ان سے افضل ادراک پیدا کیا ہے اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. (بنی اسرائیل: ۴۴) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے O

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ مناقب شافعی میں یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کھجور کے تنے کے رونے کا معجزہ عطا کیا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردے زندہ کرنے سے افضل ہے کیونکہ آپ نے کھجور کے تنے کی آواز سنی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۲۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۵۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ شُعْبَةَ وَحَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ يُّحَدِّثُ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْفِتْنَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ اَنَا اَحْفَظُ كَمَا قَالَ قَالَ هَاتِ اِنَّكَ لَجَرِیْءٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِیْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَجَارِهٖ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْكَرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ اور مجھے بشر بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے سنا وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا' تم میں سے کس کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے یاد ہے جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا تھا' حضرت عمر نے کہا: آپ بیان کریں بے شک آپ اس پر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ لَيْسَتْ هٰذِهٖ وَلٰكِنِ الَّتِىْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا بَاْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُّغْلَقًا قَالَ يُفْتَحُ الْبَابُ اَوْ يُكْسَرُ؟ قَالَ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ اَحْرٰى اَنْ لَّا يُغْلَقَ قُلْنَا عَلِمَ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا اَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ اِنِّىْ حَدَّثْتُهٗ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ فَهِبْنَا اَنْ نَّسْاَلَهٗ وَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ مَنِ الْبَابُ قَالَ عُمَرُ.

جرأت رکھتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد کا اس کی بیوی' اس کے مال اور اس کے پڑوسی کے متعلق جو فتنہ ہوتا ہے اس کا کفارہ نماز سے' صدقہ سے' نیکی کا حکم دینے سے اور برائی سے روکنے سے ہو جاتا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: یہ فتنہ میری مراد نہیں ہے بلکہ میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح امڈ کر آئے گا۔ حضرت حذیفہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے' آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: آیا اس دروازہ کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: بلکہ اس کو توڑا جائے گا' حضرت عمر نے فرمایا: پھر وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا' ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر نے اس دروازہ کو جان لیا تھا' حضرت حذیفہ نے کہا: ہاں! انہوں نے اس کو اس طرح جان لیا تھا جس طرح صبح کے بعد رات ہے اور میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی ہے جو پہیلی نہیں ہے' پس ہم ان سے سوال کرنے سے ڈرے اور ہم نے مسروق سے کہا کہ آپ ان سے سوال کریں' پس مسروق نے ان سے پوچھا کہ دروازہ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت عمر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۵ میں گزر چکی ہے۔

نبی ﷺ کا غیب کی خبریں دینا اور یہ آپ کا معجزہ ہے

اس باب میں معجزات کا بیان ہے اور چونکہ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حذیفہ کو مستقبل کی خبریں بتائی تھیں سو یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے' اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے مطابق ہے۔

٣٥٨٧ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَحَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم کے ساتھ جنگ نہ کر لو جو بالوں والے جوتے پہنے گی اور جب تک تم ترکوں سے جنگ نہ کر لو' جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی' چہرے سرخ ہوں گے' ناک چھوٹی اور چپٹی ہوگی گویا ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھال کی طرح ہوں گے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٢٨' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستقبل کی خبر دی ہے اور یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٨٨ - وَتَجِدُوْنَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ اَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِّهٰذَا الْاَمْرِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ وَالنَّاسُ مَعَادِنُ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ.

اور تم حکومت کے لیے سب سے بہتر شخص اس کو قرار دو گے جو حکومت کرنے کو سب سے زیادہ برا جانے گا' حتیٰ کہ وہ اس میں مبتلا ہو جائے' لوگ معدنیات کی طرح ہیں' جو جاہلیت میں عمدہ تھے وہ اسلام میں عمدہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٩٣' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی غیب کی خبر دی گئی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٨٩ - وَلَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اَحَدِكُمْ زَمَانٌ لَّاَنْ يَّرَانِيْ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ مِثْلُ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ.

اور تم میں سے کسی ایک شخص پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا کہ اس کو اپنے گھر بار اور مال و دولت سے زیادہ یہ محبوب ہوگا کہ وہ میری زیارت کر لے۔

(صحیح مسلم: ٢٣٦٤' الرقم المسلسل: ٦٠٢٣' صحیح ابن حبان: ٦٧٦٥' دلائل النبوۃ ج٦ ص٥٣٦' شرح السنۃ: ٣٨٤٢' مسند احمد ج٢ ص٣١٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٨١٤١۔ ج١٣ ص٤٨٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستقبل میں واقع ہونے والے ایک امر کی خبر دی اور یہ بھی غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٩٠ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَّكَرْمَانَ مِنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْيُنِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ. تَابَعَهٗ غَيْرُهٗ عَنْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم (ایران کے شہر) خوز اور کرمان سے جنگ نہ کر لو ان عجمیوں سے جن کے چہرے سرخ ہوں گے' ناک چپٹی ہوگی' آنکھیں چھوٹی ہوں گی' ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھال کی طرح ہوں گے اور وہ بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنے ہوئے ہوں گے۔ یحییٰ کے غیر نے اس حدیث کی متابعت عبد الرزاق سے کی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٩٢٨' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٩١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ اَخْبَرَنِيْ قَيْسٌ قَالَ اَتَيْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ اسماعیل نے کہا کہ مجھے قیس نے خبر دی' انہوں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ لَمْ اَكُنْ فِيْ شَيْءٍ اَحْرَصَ عَلٰى اَنْ اَعِيَ الْحَدِيْثَ مِنِّيْ فِيْهِنَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ وَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَهُوَ هٰذَا الْبَارِزُ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَّهُمْ اَهْلُ الْبَازِرِ.

نے کہا کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں تین سال رہا ہوں' مجھے اپنی پوری زندگی میں کبھی حدیث یاد کرنے کی اتنی حرص نہیں ہوئی' جتنی ان تین سالوں میں ہوئی' میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: تم قرب قیامت میں ایسی قوم سے جنگ کرو گے جو بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنیں گے اور وہ یہ بارز ہے (یعنی ایرانی) اور سفیان نے ایک بار کہا: وہ اہل بازر ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۸' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعَرَ وَتُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الحسن سے سنا وہ کہتے تھے: ہمیں عمرو بن تغلب نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قرب قیامت میں تم ایسی قوم سے جنگ کرو گے جو بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنیں گے اور ایسی قوم کے ساتھ جنگ کرو گے جن کے چہرے تہ بہ تہ ڈھالوں کی طرح ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۷' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۳ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُوْدُ فَتُسَلَّطُوْنَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَّرَائِيْ فَاقْتُلْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تم سے یہود جنگ کریں گے' پس تم ان پر غالب ہو جاؤ گے' پھر پتھر کہے گا: اے مسلم یہ یہودی میرے پیچھے ہے تم اس کو قتل کر دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۵' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَغْزُوْنَ فَیُقَالُ فِیْکُمْ مَنْ صَحِبَ الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ عَلَیْهِمْ ثُمَّ یَغْزُوْنَ فَیُقَالُ لَهُمْ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَحِبَ مَنْ صَحِبَ الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از جابر از حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ جنگ کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے؟ پس وہ کہیں گے کہ ہاں! تو ان کو فتح ہوگی' پھر وہ جنگ کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کا صحابی ہو؟ وہ کہیں گے ہاں! تو ان کو فتح ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۹۷' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۵ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَکَمِ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِیْلُ اَخْبَرَنَا سَعْدٌ الطَّائِیُّ اَخْبَرَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِیْفَةَ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ بَیْنَا اَنَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَشَکَا اِلَیْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ اَتَاهُ اٰخَرُ فَشَکَا اِلَیْهِ قَطْعَ السَّبِیْلِ فَقَالَ یَا عَدِیُّ هَلْ رَاَیْتَ الْحِیْرَةَ قُلْتُ لَمْ اَرَهَا وَقَدْ اُنْبِئْتُ عَنْهَا قَالَ فَاِنْ طَالَتْ بِکَ حَیَاةٌ لَتَرَیَنَّ الظَّعِیْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِیْرَةِ حَتّٰی تَطُوْفَ بِالْکَعْبَةِ لَاتَخَافُ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ قُلْتُ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ نَفْسِیْ فَاَیْنَ دُعَّارُ طَیِّئٍ الَّذِیْنَ قَدْ سَعَّرُوا الْبِلَادَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِکَ حَیٰوةٌ لَتُفْتَحَنَّ کُنُوْزُ کِسْرٰی قُلْتُ کِسْرَی بْنُ هُرْمُزَ قَالَ کِسْرَی بْنُ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِکَ حَیَاةٌ لَتَرَیَنَّ الرَّجُلَ یُخْرِجُ مِلْءَ کَفِّهٖ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ یَطْلُبُ مَنْ یَقْبَلُهُ مِنْهُ فَلَا یَجِدُ اَحَدًا یَقْبَلُهُ مِنْهُ وَلَیَلْقَیَنَّ اللّٰہَ اَحَدُکُمْ یَوْمَ یَلْقَاهُ وَلَیْسَ بَیْنَهُ وَبَیْنَهُ تَرْجُمَانٌ یُتَرْجِمُ لَهُ فَیَقُوْلَنَّ اَلَمْ اَبْعَثْ اِلَیْکَ رَسُوْلًا فَیُبَلِّغَکَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَقُوْلُ اَلَمْ اُعْطِکَ مَالًا وَّاُفْضِلْ عَلَیْکَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَنْظُرُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ فَلَا یَرٰی اِلَّا جَهَنَّمَ وَیَنْظُرُ عَنْ یَّسَارِهٖ فَلَا یَرٰی اِلَّا جَهَنَّمَ قَالَ عَدِیٌّ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِتَّقُوا النَّارَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سعد الطائی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں محل بن خلیفہ نے خبر دی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا کہ جب آپ کے پاس ایک مرد آیا' اس نے آپ سے فاقہ کی شکایت کی' پھر آپ کے پاس دوسرا مرد آیا' اس نے آپ سے راستوں میں ڈاکوؤں کی شکایت کی' آپ نے پوچھا: اے عدی! کیا تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا: میں نے اس کو نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کی خبر سنی ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک مسافر عورت حیرہ سے سفر کرے گی حتیٰ کعبہ کا طواف کرے گی اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گی۔ میں نے اپنے دل میں کہا: پھر بنو طے کے ان ڈاکوؤں کا کیا ہوگا جنہوں نے شہروں میں لوٹ مار کر رکھی ہے۔ (اور آپ نے فرمایا:) اگر تمہاری زندگی مزید طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے فتح کیے جائیں گے۔ میں نے پوچھا: کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپ نے فرمایا: کسریٰ بن ہرمز کے اور اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک آدمی اپنی ہتھیلی میں سونا یا چاندی بھر کر نکلے گا اور وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کرے گا جو اس کو قبول کرلے اور اسے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَلَوْ بِشِقَّةِ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ شِقَّةَ تَمْرَةٍ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ قَالَ عَدِيٌّ فَرَاَيْتُ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَاتَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ وَكُنْتُ فِيْمَنِ افْتَتَحَ كُنُوْزَ كِسْرٰى بْنِ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكُمْ حَيٰوةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِيُّ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ. حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ اَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُجَاهِدٍ حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيْفَةَ سَمِعْتُ عَدِيًّا كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا' اور تم میں سے ایک شخص ضرور اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات کے دن ملاقات کرے گا اور اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمہ کرنے والا ترجمان نہیں ہوگا' پس اللہ تعالیٰ ضرور فرمائے گا: کیا میں نے تمہاری طرف رسول نہیں بھیجا تھا جس نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ بندہ کہے گا: کیوں نہیں! پھر اللہ فرمائے گا: کیا میں نے تم کو مال عطاء نہیں کیا تھا؟ اور تم کو فضیلت نہیں دی تھی؟ وہ بندہ کہے گا: کیوں نہیں! وہ اپنی دائیں طرف نظر کرے گا تو صرف دوزخ دیکھے گا اور اپنی بائیں طرف نظر کرے گا تو صرف دوزخ دیکھے گا۔ حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں نے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: دوزخ سے بچو خواہ کھجور کا ٹکڑا صدقہ کر کے (اور اگر وہ نہ ملے تو) اچھی بات سے۔ حضرت عدی نے کہا: پس میں نے دیکھا کہ ایک مسافر عورت حیرہ سے چلتی تھی حتیٰ کہ کعبہ کا طواف کرتی تھی' اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی تھی اور میں ان مسلمانوں میں سے تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور اگر تمہاری حیات طویل ہوئی تو تم ضرور اس بات کو دیکھو گے جو نبی ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی کہ ایک مرد اپنی ہتھیلی میں سونا یا چاندی بھر کر نکلے گا۔ مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعدان بن بشر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومجاہد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محل بن خلیفہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱۳' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی آپ نے کئی غیب کی خبریں دی ہیں اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٩٦ - حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ شُرَحْبِيْلٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّيْ فَرَطُكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے سعید بن شرحبیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' آپ نے اہل احد پر نماز پڑھی جو جنازہ کی نماز تھی' پھر آپ منبر کی طرف لوٹے' پس آپ نے فرمایا: میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَلْآنَ وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ بَعْدِیْ اَنْ تُشْرِکُوْا وَلٰکِنْ اَخَافُ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا.

تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک اللہ کی قسم! ضرور میں اب اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے اپنے بعد تم (سب کے) شرک کرنے کا خطرہ نہیں ہے لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۴' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد پیش گوئیاں کی ہیں اور غیب کی خبریں دی ہیں اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ اُسَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُطُمٍ مِّنَ الْاٰطَامِ فَقَالَ ھَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی اِنِّیْ اَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلے کے اوپر سے جھانکا پس فرمایا: کیا تم ان چیزوں کو دیکھ رہے ہو جن کو میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح گر رہے ہیں جیسے بارش کے قطرے گرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷۸' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۸ - حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ زَیْنَبَ ابْنَۃَ اَبِیْ سَلَمَۃَ حَدَّثَتْہُ اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَۃَ بِنْتَ اَبِیْ سُفْیَانَ حَدَّثَتْھَا عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْھَا فَزِعًا یَّقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْیَوْمَ مِنْ رَدْمِ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ ھٰذَا وَحَلَّقَ بِاِصْبَعِہٖ وَبِالَّتِیْ تَلِیْھَا فَقَالَتْ زَیْنَبُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَھْلِکُ وَفِیْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا کَثُرَ الْخَبَثُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گھبرائے ہوئے آئے آپ فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' عرب کی ہلاکت اس شر سے آئے گی جس کے وقوع کا زمانہ قریب آ پہنچا ہے' آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا شگاف ہو گیا ہے آپ نے اپنی انگلی اور اس کے قریب والی انگلی سے حلقہ بنا کر دکھایا' حضرت زینب نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جب خباثتیں زیادہ ہو جائیں گی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴۶' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۹ - وَعَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِي هِنْدٌ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتِ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ.

اور الزہری سے روایت ہے: انہوں نے کہا: مجھے ھند بنت الحارث نے حدیث بیان کی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیدار ہو کر فرمایا: سبحان اللہ! کیا کیا خزانے نازل کیے گئے اور کیا کیا فتنے نازل کیے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۵' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی غیب کی خبر ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۶۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ الْمَاجِشُونِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَتَتَّخِذُهَا فَأَصْلِحْهَا وَأَصْلِحْ رُعَامَهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ تَكُونُ الْغَنَمُ فِيهِ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ أَوْسَعَفَ الْجِبَالِ فِي مَوَاقِعِ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ بن الماجشون نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن ابی صعصعہ از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بکریوں سے محبت کرتے ہو اور ان کو پالتے ہو' سو تم ان کی اچھی طرح نگہداشت کرو اور ان کے چرواہوں کی بھی اصلاح کرو کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمانوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ مسلمان کا سب سے عمدہ مال اس کی بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلا جائے گا یا بارش گرنے کی جگہوں پر چلا جائے گا' اس طرح وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے بھاگتا رہے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۶۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُونُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِي وَمَنْ تُشْرِفْ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ وَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْمَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ. [اطراف الحدیث: ۷۰۸۱-۷۰۸۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب از ابن المسیب و ابی سلمۃ بن عبدالرحمان انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے اس وقت بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا اور جو ان فتنوں میں جھانکے گا فتنے اس کو ہلاک کر دیں گے اور جس کو کوئی پناہ یا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عافیت کی جگہ مل جائے وہ اس پناہ کو حاصل کر لے۔

(صحیح مسلم:۲۸۸۶' الرقم المسلسل:۷۱۴۱' صحیح ابن حبان:۵۹۵۹' شرح السنۃ:۴۲۲۹' مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۳۴۴' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۹۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۲' طبع قدیم' مسند احمد:۷۷۹۶' ج ۱۳ ص ۲۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص فتنوں میں جھانکے گا' اس کا مطلب ہے جو شخص فتنہ اور شر پھیلا رہا ہو تو جو شخص اس کے شر کا سامنا کرے گا اور اس کے شر کے درمیان واقع ہو گا تو وہ بھی اس شر کی لپیٹ میں آ جائے گا۔

اس حدیث میں آپ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۶۰۲- وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي اَبُوْبَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُطِيْعِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ مِثْلَ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ هٰذَا اِلَّا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ يَزِيْدُ مِنَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةٌ مَنْ فَاتَتْهُ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ.

واز ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن مطیع بن الاسود از نوفل بن معاویہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی مثل روایت ہے مگر ابوبکر نے نماز کا اضافہ کیا ہے کہ جس کی نماز فوت ہو گئی اس کے اہل و عیال اور مال فوت ہو گیا۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہر چند کہ اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ یہ باب معجزات کے بیان میں ہے اور حدیث میں نماز کو قضاء کرنے کے نقصان کا بیان ہے' نیز اس حدیث میں نماز سے مراد نماز عصر ہے جیسا کہ صحیح البخاری:۵۵۲' میں اس کی تصریح ہے۔امام بخاری نے اس اضافہ کی تبعاً روایت کی ہے کیونکہ اس اضافہ کا بھی اسی حدیث میں ذکر ہے۔

علامہ عینی کا عدم تتبع

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ اس نماز سے مراد نماز عصر ہے' جیسا کہ سنن نسائی میں اس کی تصریح ہے کہ عصر کی نماز قضاء کرنے کا نقصان اس طرح ہے جیسے اس کے اہل و عیال اور مال کا نقصان ہوا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے زیادہ تتبع اور چھان بین نہیں کی ورنہ یہ حدیث صحیح البخاری:۵۵۲' میں بھی ہے اور سنن نسائی کے بجائے صحیح بخاری کا حوالہ دینا زیادہ مستند اور قوی ہے۔

۳۶۰۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُوْنُ اَثَرَةٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ.

[طرف الحدیث:۷۰۵۲] (صحیح مسلم:۱۸۴۳' الرقم المسلسل:۴۶۶۸' سنن ترمذی:۲۱۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از زید بن وھب از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جس میں تم پر دوسروں کو مقدم کیا جائے گا اور ایسے امور سامنے آئیں گے جن کو تم برا سمجھو گے۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسے زمانہ میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم پر جو فرائض ہیں تم ان کو ادا کرتے رہنا اور اپنے حقوق کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جمہور صحابہ کا ظالم حکمرانوں کی بیعت پر قائم رہنا

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا جس میں تم پر دوسروں کو مقدم کیا جائے گا جیسے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما' حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایسے اکابر اور جلیل القدر صحابہ کے ہوتے ہوئے' یزید بن معاویہ' پھر مروان بن الحکم اور پھر عبدالملک بن مروان کو حکمران بنالیا گیا' ان کے گورنر شراب پیتے تھے اور رقص وسرود کے دلدادہ تھے۔

آپ نے فرمایا: تم پر جو فرائض ہیں وہ ادا کرتے رہنا یعنی حکمرانوں کے احکام سننا اور ان کی غیر معصیت میں اطاعت کرنا اور جب تک تم ان کا کفر بواح نہ دیکھ لو اس وقت تک ان کے خلاف بغاوت نہ کرنا اور جمہور صحابہ نے آپ کے اس ارشاد پر عمل کیا اور ان حکمرانوں کے فسق وفجور کے باوجود ان کی بیعت پر قائم رہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْلِكُ النَّاسَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ اعْتَزَلُوْهُمْ قَالَ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ سَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ. [اطراف الحدیث: ٣٦٠٥-٧٠٥٨] (صحیح مسلم: ٢٩١٧' الرقم المسلسل: ٧٢١٩' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ٤٦٤' مسند احمد ج ٢ ص ٣٠١' طبع قدیم' مسند احمد: ٨٠٠٥' ج ١٣ ص ٣٨١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معمر اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از ابوزرعۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش کا یہ قبیلہ لوگوں کو ہلاک کردے گا۔ صحابہ نے پوچھا: ہمیں ایسی صورت میں آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کاش لوگ ان (ظالموں) سے الگ رہیں۔ محمود نے کہا: ہمیں ابوداؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی التیاح' انہوں نے کہا: میں نے ابوزرعہ سے سنا۔

حکمرانوں کے تنازع کے وقت ان سے الگ رہنے میں سلامتی ہے

آپ نے فرمایا: کاش لوگ ان سے الگ رہیں' یعنی جب ان کا حکومت میں تنازع ہو اور بعض' بعض کی حمایت کریں اس وقت ان سے الگ رہنے میں سلامتی ہے کیونکہ ان میں سے کسی ایک کی تائید اور حمایت کرنا شر اور فساد کا باعث ہوگا۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٥ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كُنْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ فَسَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ يَقُوْلُ هَلَاكُ اُمَّتِيْ عَلٰى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ غِلْمَةٌ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اِنْ شِئْتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد المکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید الاموی نے حدیث بیان کی از جد خود' انہوں نے کہا: میں مروان اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا' پس میں نے سنا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے تھے کہ میں نے الصادق المصدوق کو یہ فرماتے ہوئے سنا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَنْ اُسَمِّيَهُمْ بَنِي فُلَانٍ وَّبَنِي فُلَانٍ.

ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھ سے ہوگی' مروان نے پوچھا: لڑکوں سے؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اگر تم چاہو تو میں ان کے نام بیان کروں' بنوفلاں اور بنوفلاں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٠٤' میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْاِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُولُ كَانَ النَّاسُ يَسْاَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ اَسْاَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ يُّدْرِكَنِي فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَّشَرٍّ فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَّهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ اِلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا فَقَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِي اِنْ اَدْرَكَنِي ذٰلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَاِمَامَهُمْ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَا اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٠٧-٧٠٨٤] (صحیح مسلم: ١٨٤٧' الرقم المسلسل: ٤٦٧٧' سنن ابن ماجہ: ٣٩٧٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جابر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بسر بن عبیداللہ الحضرمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوادریس الخولانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: انہوں نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس خوف سے کہ کہیں مجھے شر کا سامنا ہو' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں اور شر میں تھے' پس اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا' آیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: آیا اس شر کے بعد خیر ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور اس میں دھواں ہوگا' میں نے پوچھا: وہ دھواں کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: کچھ لوگ میری سیرت کے خلاف عمل کریں گے' تم ان کے بعض کاموں کو پہچانو گے اور بعض کا انکار کرو گے۔ میں نے پوچھا: کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کچھ لوگ دوزخ کے دروازوں کی طرف بلائیں گے' جو لوگ ان کے بلانے پر جائیں گے وہ ان کو دوزخ میں جھونک دیں گے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں ان لوگوں کی صفات بیان فرمائیں! آپ نے فرمایا: وہ لوگ ہماری ہی طرح ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے' میں نے عرض کیا: اگر میں ان کو پاؤں تو آپ مجھے ان کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ لازم رہنا' میں نے پوچھا: اگر مسلمانوں کی جماعت ہو نہ ان کا امام ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر تم ان تمام فرقوں سے الگ رہنا' خواہ تم کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

درخت کی جڑ چبا کر کھانی پڑے حتیٰ کہ تمہیں اسی حالت میں موت آ جائے۔

قبل از اسلام جاہلیت اور بعد از اسلام خیر اور شر کے معانی

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم جاہلیت اور شر میں تھے یعنی ہم کافر تھے اور قتل و غارت گری اور لوٹ مار کرتے تھے۔ اس خیر کے بعد: یعنی ایمان اور امن و سلامتی کے بعد' اور اس خیر کے بعد جو شر ہوگا' اس میں ان فتنوں کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عثمان کی شہادت کے بعد پیدا ہوئے۔

اور اس خیر میں دھواں ہوگا' یعنی فساد اور اختلاف اور شورش ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا ہے کہ خیر سے مراد مسلمانوں کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق ہے اور دھوئیں سے مراد ان کے زمانہ کے خراب حکام ہیں جیسے زیاد وغیرہ۔

ابن ذکری نے کہا: خیر سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے اور دھوئیں سے مراد ان کے خلاف خوارج کا خروج ہے۔

تم ان کے بعض کاموں کو پہچانو گے یعنی نیک کاموں کو اور بعض کا انکار کرو گے' یعنی ان کے برے کاموں اور برے اعتقاد کا انکار کرو گے۔

وہ دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے' اس سے مراد خوارج ہیں۔

ابن ذکری نے کہا: اس سے مراد ظالم حکمران اور گمراہ کرنے والے علماء ہیں اور وہ فقراء ہیں جو نیک کاموں سے زیادہ برے کام کرتے ہوں گے۔

تم ان تمام فرقوں سے الگ رہنا خواہ تم کو درخت کی جڑ چبا کر کھانی پڑے' یعنی تم مشکلات اور سختیوں کو برداشت کرنا اور صبر کرنا۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۰۷۔ ۳۶۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۶۰۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَعَلَّمَ اَصْحَابِي الْخَيْرَ وَتَعَلَّمْتُ الشَّرَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی' از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میرے اصحاب خیر کا علم حاصل کرتے تھے اور میں شر کا علم حاصل کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۰۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۶۰۸- حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ایسی دو جماعتیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپس میں قتال نہ کریں جن دونوں کی دعوت واحد ہو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔

٣٦٠٩ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ فَيَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ وَّلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيبًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو جماعتیں قتال کریں اور ان کے درمیان بہت بڑی جنگ ہو اور ان دونوں کی دعوت واحد ہوگی، اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تیس (۳۰) کے قریب دجال اور کذاب کے نہ آجائیں اور ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔

٣٦١٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قِسْمًا اِذْ اَتَاهُ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي تَمِيْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِعْدِلْ فَقَالَ وَيْلَكَ وَمَنْ يَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ قَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ اِنْ لَّمْ اَكُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِّيْ فِيْهِ فَاَضْرِبَ عُنُقَهٗ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا يَّحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلٰوتَهٗ مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَصِيَامَهٗ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يُنْظَرُ اِلٰى نَصْلِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى رِصَافِهٖ فَمَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى نَضِيِّهٖ وَهُوَ قِدْحُهٗ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى قُذَذِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ اٰيَتُهُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْاَةِ اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ وَيَخْرُجُوْنَ عَلٰى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَاَشْهَدُ اَنِّيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے، آپ اس وقت (حنین کا مال غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے، اچانک آپ کے پاس ذوالخویصرہ آیا اور وہ بنو تمیم کا ایک مرد تھا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! عدل کیجئے، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، جب میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا، بے شک میں ناکام اور نامراد ہوں گا اگر میں نے عدل نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑا دوں، آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ اس کے ایسے اصحاب ہیں کہ تم میں سے ہر شخص ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو حقیر سمجھے گا، اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھے گا، وہ قرآن پڑھیں گے (لیکن) قرآن ان کے گلوں کے نیچے سے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ اگر تیر کے پھل کی طرف دیکھے گا تو اس پر کچھ (خون) نظر نہیں آئے گا، پھر اگر نیزے کی اوپر کی جگہ کو دیکھے گا تو وہاں بھی کچھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهٗ فَاَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِيَ بِهٖ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهِ عَلٰى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ نَعَتَهٗ.

دکھائی نہیں دے گا' پھر اگر تیر میں لگائی جانے والی لکڑی کو دیکھے گا اور وہ اس کا پر ہے تو وہاں بھی کچھ دکھائی نہیں دے گا' حالانکہ گندگی اور خون سے وہ تیر گزرا ہے' ان کی علامت ایک سیاہ فام شخص ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح حرکت کر رہا ہوگا' یہ لوگ مسلمانوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے۔ حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ان (خوارج) کے خلاف جنگ کی تھی اور میں ان کے ساتھ تھا اور انہوں نے اس مرد کو تلاش کرنے کا حکم دیا' پس اس کو تلاش کر کے لایا گیا' جب میں نے اس کو دیکھا تو اس کا وہی حلیہ تھا جو نبی ﷺ نے اس کا حلیہ بیان فرمایا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴۴' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے مستقبل کے واقعات بیان فرمائے ہیں اور یہ آپ کا علم غیب ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦١١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاَنْ اَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكْذِبَ عَلَيْهِ وَاِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ فَاِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَاْتِيْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ قَتْلَهُمْ اَجْرٌ لِّمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. [اطراف الحدیث: ۵۰۵۷-۶۹۳۰] (صحیح مسلم: ۱۰۶۶' الرقم المسلسل: ۲۳۵۱' سنن ابوداؤد: ۴۷۶۷' سنن نسائی: ۴۱۰۹' مسند البزار: ۵۶۸' امسند ابویعلی: ۲۶۱' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۷۰' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۴۳۰' مسند احمد ج ۱ ص ۸۱' طبع قدیم' مسند احمد: ۶۱۶' ج ۲ ص ۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از خیثمہ از سوید بن غفلہ' انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سناؤں تو میں آسمان سے گرنے کو اس کی بہ نسبت پسند کرتا ہوں کہ میں آپ پر جھوٹ باندھوں اور جب میں آپس میں کوئی بات کروں تو بے شک جنگ ایک دھوکا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اخیر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کے چھوٹے چھوٹے دانت ہوں گے' وہ کم عقل اور بے وقوف ہوں گے۔ وہ افضل الخلق (نبی ﷺ) کی احادیث بیان کریں گے اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا' تم ان کو جہاں پاؤ ان کو قتل کر دو' کیونکہ ان کو قتل کرنے سے قاتل کو قیامت کے دن اجر ملے گا۔ (میں کہتا ہوں کہ آج کل کے دہشت گردوں میں یہ نشانیاں مکمل طور پر پائی جاتی ہیں' وہ کم عمر بھی ہوتے ہیں اور کم عقل بھی اور ان نشانیوں کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیان فرمانا یہ نبی ﷺ کا معجزہ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

بیروت)

حضرت علی امام برحق تھے اور تمام جنگوں میں مصیب تھے

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا ذکر ہے کہ جنگ ایک دھوکا ہے۔

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو جنگیں لڑی ہیں ان میں حضرت علی برحق تھے کیونکہ اس وقت وہی امام تھے یہی اہل سنت اور جمہور علماء کا مسلک ہے۔

علامہ ابوالعباس قرطبی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام برحق تھے اور ان کی جماعت بہترین جماعت تھی اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے۔ (المفہم ج ٣ ص ١١٦' دار ابن کثیر' بیروت) الشیخ عبدالقاہر الجرجانی نے کہا ہے کہ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے ان میں امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ' اوزاعی اور جمہور متکلمین شامل ہیں کہ صفین اور جمل کی جنگوں میں حضرت علی مصیب اور برحق تھے۔ امام ابومنصور ماتریدی نے بھی اس اجماع کا ذکر کیا ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٢٧٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٦١٢ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا قَیْسٌ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ شَکَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَۃً لَّہٗ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَۃِ قُلْنَا لَہٗ اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا تَدْعُو اللّٰہَ لَنَا قَالَ کَانَ الرَّجُلُ فِیْمَنْ قَبْلَکُمْ یُحْفَرُ لَہٗ فِی الْاَرْضِ فَیُجْعَلُ فِیْہِ فَیُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَیُوْضَعُ عَلٰی رَاْسِہٖ فَیُشَقُّ بِاثْنَتَیْنِ وَمَا یَصُدُّہٗ ذٰلِکَ عَنْ دِیْنِہٖ وَیُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِیْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِہٖ مِنْ عَظْمٍ اَوْ عَصَبٍ وَّمَا یَصُدُّہٗ ذٰلِکَ عَنْ دِیْنِہٖ وَاللّٰہِ لَیُتِمَّنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یَسِیْرَ الرَّاکِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰی حَضْرَمَوْتَ لَا یَخَافُ اِلَّا اللّٰہَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰی غَنَمِہٖ وَلٰکِنَّکُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ.

[اطراف الحدیث: ٣٨٥٢-٦٩٤٣] (سنن ابوداؤد: ٢٦٤٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی از خباب بن الارت' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے (مصائب کی) شکایت کی' اس وقت آپ چادر سے ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے' ہم نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ ہمارے لیے مدد طلب نہیں کرتے؟ کیا آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا' اس کو اس گڑھے میں ڈال دیا جاتا' پھر اس کے سر پر آری رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور یہ عمل اس کو اس کے دین سے نہیں پھیرتا تھا اور لوہے کی کنگھی اس کے گوشت' اس کی ہڈیوں اور اس کے پٹھوں کے نیچے گھسا کر چلائی جاتی اور یہ عمل (بھی) اس کو اس کے دین سے نہیں پھیرتا تھا' اور اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ ضرور اس دین کو مکمل فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور وہ اللہ کے سوا کسی چیز سے نہیں ڈرے گا' یا فرمایا نہ اسے اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خوف ہوگا' لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مصائب کے ازالہ میں جلدی نہیں کرنی چاہیے بلکہ صبر سے برداشت کر کے کشادگی کا انتظار کرنا چاہیے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا آپ ہمارے لیے مدد نہیں طلب کرتے یعنی کیا آپ کفار کے مظالم کے خلاف ہمارے لیے مدد نہیں طلب کرتے' ان کا یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدد کی طلب پر برانگیختہ کرنے کے لیے تھا۔

اس حدیث میں صنعاء اور حضر موت کا ذکر ہے' ان شہروں کے درمیان چار دنوں کی مسافت ہے۔

نیز فرمایا: لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔ یعنی تم لوگ مظالم اور مصائب سے گھبرا کر امن اور عافیت کو طلب کرنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ تم سے پہلی امتوں پر اس سے زیادہ مظالم کیے گئے لیکن انہوں نے ان مصائب کو برداشت کیا' سو تم بھی برداشت کرو' پھر عنقریب یہ مصائب دور ہو جائیں گے اور تم پر امن اور عافیت کا زمانہ آ جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٠٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦١٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ اَنْبَانِيْ مُوْسَى بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهٗ فَاَتَاهُ فَوَجَدَهٗ جَالِسًا فِيْ بَيْتِهٖ مُنَكِّسًا رَاْسَهٗ فَقَالَ مَاشَانُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَتَى الرَّجُلُ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ مُوْسَى بْنُ اَنَسٍ فَرَجَعَ الْمَرَّةَ الْاٰخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيْمَةٍ فَقَالَ اِذْهَبْ اِلَيْهِ فَقُلْ لَهٗ اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنْ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ. [طرف الحدیث: ٤٨٤٦] (صحیح مسلم: ١١٩' الرقم المسلسل: ٢١٥' مسند ابویعلیٰ: ٣٣٣١' صحیح ابن حبان: ٧١٦٨' سنن کبریٰ: ٨٢٢٧' مسند احمد ج ٣ ص ١٣٧' طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٣٩٩' ج ١٩ ص ٣٩١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازہر بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن انس نے خبر دی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو (کئی روز) نہیں دیکھا۔ تب ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس کی خبر لا کر دوں گا' تو وہ حضرت ثابت کے پاس گئے' پس انہوں نے دیکھا وہ اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے بتایا بہت برا ہوا ہے' انہوں نے کہا کہ بات کرتے ہوئے ان کی آواز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند ہوتی ہے' سو ان کے (نیک) عمل ضائع ہو گئے اور وہ اہل دوزخ سے ہیں' پھر اس مرد نے آ کر آپ کو خبر دی کہ حضرت ثابت نے اس طرح کہا ہے' پس موسیٰ بن انس نے بیان کیا کہ وہ مرد دوبارہ ان کے پاس بہت بڑی خوش خبری لے کر گیا' آپ نے فرمایا: تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم اہل دوزخ سے نہیں بلکہ اہل جنت سے ہو۔

جس مرد نے کہا: میں آپ کو حضرت ثابت کی خبر لا کر دوں گا اس کا مصداق اور الحجرات: ۲ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس کے متعلق فرمایا بلکہ وہ اہل جنت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے ہے اور اس بات پر نبی ﷺ کے سوا کوئی اور شخص مطلع نہیں ہو سکتا تھا' سو یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس ہمارے درمیان چلتے تھے اور ہمیں یقین تھا کہ یہ اہل جنت سے ہیں' جنگ یمامہ کے دن وہ آگے بڑھ کر حملہ کر رہے تھے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔

موسیٰ بن انس بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ O (الحجرات:٢)

اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور ان کے سامنے زیادہ اونچی آواز سے بات نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرتے ہو' (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور (بھی) نہ ہو O

پھر حضرت ثابت یہ سمجھ کر اپنے گھر میں بیٹھ گئے کہ ان کی آواز نبی ﷺ کی آواز سے اونچی ہے' سو وہ دوزخی ہیں' تب نبی ﷺ نے بشارت دی کہ وہ جنتی ہیں اور اس آیت کا محمل یہ ہے کہ جو شخص گستاخی کے قصد سے اپنی آواز آپ کی آواز پر بلند کرے وہ دوزخی ہے اور حضرت ثابت بن قیس کی آواز گستاخی سے بلند نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ طبعاً بلند آواز تھے۔

اس حدیث میں ہے: ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس کی خبر لا کر دوں گا۔ وہ شخص حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب الحجرات:٢ نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہا: میں اہل دوزخ سے ہوں' اور وہ نبی ﷺ سے کئی روز تک غائب رہے' تب نبی ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ سے پوچھا: اے ابا عمرو! ثابت کا کیا معاملہ ہے' کیا وہ بیمار ہے؟ تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ میرے پڑوسی ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ وہ بیمار نہیں ہیں' پھر حضرت سعد حضرت ثابت کے پاس گئے اور ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے متعلق پوچھ رہے تھے' تب حضرت ثابت نے بتایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ الحجرات:٢ نازل ہو چکی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز پر میری آواز آپ سب سے بلند ہے' سو میں اہل دوزخ سے ہوں' حضرت سعد نے ان کے اس جواب کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلکہ وہ اہل جنت سے ہے۔ (صحیح البخاری:٤٨٤٦' صحیح مسلم:١١٩)

حضرت ثابت بن قیس کو جنت کی بشارت عشرہ مبشرہ کی تخصیص کے منافی نہیں ہے

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس کو جنت کی بشارت دی گئی ہے حالانکہ جنت کی بشارت جن دس صحابہ کو دی گئی ہے ان میں یہ شامل نہیں ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان دس صحابہ پر حضرت ثابت بن قیس کا اضافہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ تخصیص بالعدد اضافہ کے منافی نہیں ہوتی' علاوہ ازیں عشرہ مبشرہ وہ دس صحابہ ہیں جن کو دفعتاً واحدۃً ایک مجلس میں جنت کی بشارت دی گئی تھی' ان کے علاوہ اور بھی متعدد صحابہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا: وہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: وہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن قطعاً اہل جنت سے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٢٠٢-٢٠١' مخرجاً وموضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦١٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَرَاَ رَجُلٌ الْکَھْفَ وَفِی الدَّارِ الدَّابَّۃُ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَسَلَّمَ فَاِذَا ضَبَابَۃٌ اَوْسَحَابَۃٌ غَشِیَتْہُ فَذَکَرَہٗ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِقْرَأْ فُلَانُ فَاِنَّھَا السَّکِیْنَۃُ نَزَلَتْ لِلْقُرْاٰنِ اَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ.

[اطراف الحدیث: ۴۸۳۹۔۵۰۱۱] (صحیح مسلم: ۷۹۵‘ الرقم المسلسل: ۱۷۴۱‘ سنن ترمذی: ۲۸۸۵‘ مسند ابویعلیٰ: ۱۷۲۲‘ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۱۴‘ صحیح ابن حبان: ۷۶۹‘ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۴۲‘ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۸۳‘ مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۱‘ طبع قدیم‘ مسند احمد: ۱۸۴۷۴‘ ج ۳۰ ص ۴۲۴‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت)

کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق‘ انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ایک شخص نے سورۃ الکھف کو پڑھا اور اس کے گھر میں ایک چوپایہ تھا جو اچھلنے لگا‘ اس شخص نے یہ معاملہ اللہ کے سپرد کیا‘ پھر اچانک کہر نے یا بادل نے اس کے گھر کو ڈھانپ لیا‘ اس شخص نے اس واقعہ کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا‘ آپ نے فرمایا: اے فلاں! قرآن پڑھتے رہو‘ یہ بادل ''سکینۃ'' (طمانیت) ہے جو قرآن (پڑھنے) کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیب کی خبر دینے کا ذکر ہے کہ سواری کا اچھلنا اس وجہ سے تھا کہ اس نے فرشتوں کو دیکھا تھا اور سکینہ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو قرآن کی قراءت کے وقت نازل ہوتے ہیں‘ ان میں طمانیت اور رحمت ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۰۳۔ ۲۰۲‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

۳۶۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یَزِیْدَ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ اَبُوالْحَسَنِ الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ یَقُوْلُ جَاءَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِلٰی اَبِیْ فِیْ مَنْزِلِہٖ فَاشْتَرٰی مِنْہُ رَحْلًا فَقَالَ لِعَازِبٍ اِبْعَثِ ابْنَکَ یَحْمِلْہُ مَعِیَ قَالَ فَحَمَلْتُہٗ مَعَہٗ وَخَرَجَ اَبِیْ یَنْتَقِدُ ثَمَنَہٗ فَقَالَ لَہٗ اَبِیْ یَا اَبَابَکْرٍ حَدِّثْنِیْ کَیْفَ صَنَعْتُمَا حِیْنَ سَرَیْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اَسْرَیْنَا لَیْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتّٰی قَامَ قَائِمُ الظَّھِیْرَۃِ وَخَلَا الطَّرِیْقُ لَا یَمُرُّ فِیْہِ اَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَۃٌ طَوِیْلَۃٌ لَھَا ظِلٌّ لَمْ تَاْتِ عَلَیْہِ الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَہٗ وَسَوَّیْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَانًا بِیَدِیْ یَنَامُ عَلَیْہِ وَبَسَطْتُّ عَلَیْہِ فَرْوَۃً وَّقُلْتُ نَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاَنَا اَنْفُضُ لَکَ مَاحَوْلَکَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَاحَوْلَہٗ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ بِغَنَمِہٖ اِلَی الصَّخْرَۃِ یُرِیْدُ مِنْھَا مِثْلَ الَّذِیْ اَرَدْنَا فَقُلْتُ لِمَنْ اَنْتَ یَا غُلَامُ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ اَوْ مَکَّۃَ قُلْتُ اَفِیْ غَنَمِکَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے بیان کیا: ہمیں احمد بن یزید بن ابراہیم ابوالحسن الحرانی نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں زہیر بن معاویہ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے والد (حضرت عازب بن الحارث) کے پاس ان کے گھر آئے اور ان سے ایک پالان خریدا‘ پس حضرت عازب سے کہا: اپنے بیٹے کو میرے ساتھ بھیجیں کہ وہ یہ پالان اٹھا کر لے چلیں‘ حضرت البراء نے کہا: میں اس پالان کو اٹھا کر ان کے ساتھ لے گیا اور میرے والد اس کی قیمت کے روپے پرکھوانے گئے‘ پھر ان سے میرے والد نے کہا: اے ابوبکر! مجھے بتائیں کہ آپ دونوں نے اس رات کیا کیا تھا جب آپ رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: ہم اس ساری رات سفر کرتے رہے‘ پھر دن میں بھی سفر کرتے رہے حتیٰ کہ دوپہر ہوگئی اور راستہ بالکل سنسان تھا‘ وہاں سے کوئی شخص نہیں گزر رہا تھا‘ پھر ہمیں بہت لمبی چٹان دکھائی دی‘ اس کا سایا تھا جس پر دھوپ نہیں تھی‘ ہم وہاں ٹھہرے اور میں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قُلْتُ اَفَتَحْلُبُ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً فَقُلْتُ انْفُضِ الضَّرْعَ مِنَ التُّرَابِ وَالشَّعْرِ وَالْقَذٰى قَالَ فَرَاَيْتُ الْبَرَاءَ يَضْرِبُ اِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى يَنْفُضُ فَحَلَبَ فِيْ قَعْبٍ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَّمَعِيَ اِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَوِيْ مِنْهَا يَشْرَبُ وَيَتَوَضَّأُ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهٗ فَوَافَقْتُهٗ حِيْنَ اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَاءِ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ اَسْفَلُهٗ فَقُلْتُ اِشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ قَالَ اَلَمْ يَاْنِ لِلرَّحِيْلِ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَامَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ اُتِيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ اِلٰى بَطْنِهَا اُرٰى فِيْ جَلْدٍ مِّنَ الْاَرْضِ شَكَّ زُهَيْرٌ فَقَالَ اِنِّيْ اُرَاكُمَا قَدْ دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا لِيْ فَاللّٰهُ لَكُمَا اَنْ اَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ لَايَلْقٰى اَحَدًا اِلَّا قَالَ كَفَيْتُكُمْ مَاهُنَا فَلَا يَلْقٰى اَحَدًا اِلَّا رَدَّهٗ قَالَ وَوَفٰى لَنَا.

اپنے ہاتھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک جگہ صاف کی جس پر آپ سوئیں اور اس پر میں نے ایک چادر بچھادی اور میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ سو جائیں اور میں آپ کے لیے اردگرد کی جگہ کا خیال رکھتا ہوں' پس آپ سو گئے اور میں آپ کے اردگرد پہرہ دینے لگا' اس وقت میں نے دیکھا ایک چرواہا اپنی بکریوں کو لے کر اس چٹان کی طرف آ رہا تھا اور اس کا بھی اس چٹان پر وہی ارادہ تھا جو ہمارا ارادہ تھا' میں نے اس سے پوچھا: تم کس کے غلام ہو؟ اس نے کہا: میں مکہ یا مدینہ والوں میں سے ایک شخص کا غلام ہوں' میں نے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے پوچھا: کیا تم میرے لیے دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! پس اس نے بکری پکڑی' میں نے کہا: اس کے تھن کو مٹی اور بالوں سے اور تنکوں سے صاف کرلو' ابواسحاق راوی نے کہا کہ میں نے حضرت البراء کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر تھن کو صاف کرنے کی کیفیت بیان کی' پس اس چرواہے نے لکڑی کے ایک پیالہ میں دودھ دوہا' میرے ساتھ چمڑے کا ایک مشکیزہ تھا جس کو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اٹھا کر لایا تھا' آپ اس سے پانی پیتے تھے اور وضو کرتے تھے' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' سو میں نے آپ کو بیدار کرنا' ناپسند کیا' پھر جب آپ (خود) بیدار ہو گئے تو میں آپ کے پاس آیا' پھر میں نے اس دودھ کے اوپر پانی ڈالا حتیٰ کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا' میں نے کہا: یارسول اللہ! (دودھ) پی لیجئے' حضرت ابوبکر نے بتایا کہ آپ نے اتنا دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا' پھر آپ نے پوچھا: کیا ابھی کوچ کا وقت نہیں آیا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابوبکر نے بتایا کہ جب سورج ڈھل گیا تو ہم نے کوچ کیا اور سراقہ بن مالک ہمارا پیچھا کر رہا تھا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اب تو یہ ہم تک پہنچ گیا ہے' آپ نے فرمایا: تم غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے' پھر آپ نے اس کے خلاف دعا کی تو اس کا گھوڑا اس سمیت پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ میرا خیال ہے کہ زمین بہت سخت تھی' یہ شک راوی زہیر کو تھا' سراقہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ دونوں نے میرے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خلاف دعا کی ہے' پس اب آپ دونوں میرے حق میں دعا کریں تو اللہ کی قسم میں آپ دونوں کی تلاش میں آنے والوں کو لوٹا دوں گا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کی تو وہ نجات پا گیا' پھر سراقہ کو جو شخص بھی ملتا وہ اس سے کہتا: میں تلاش کر چکا ہوں وہ یہاں تک نہیں ہیں اور اس کو جو شخص بھی ملتا وہ اس کو واپس کر دیتا۔ حضرت ابوبکر نے کہا: اس نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری ۲۴۳۹' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے سراقہ کے خلاف دعاء ضرر کی تو اس کا گھوڑا زمین میں پیٹ تک دھنس گیا اور جب اس کی معذرت کے بعد اس کے حق میں دعا کی تو گھوڑا زمین سے نکل آیا اور یہ آپ کے دو معجزے ہیں۔

٣٦١٦- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُهٗ قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلٰى مَرِيْضٍ يَعُوْدُهٗ قَالَ لَابَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَالَ لَهٗ لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ قُلْتَ طَهُوْرٌ كَلَّا بَلْ هِيَ حُمّٰى تَفُوْرُ اَوْ تَثُوْرُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْرٍ تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ اِذًا. [اطراف الحدیث: ۵۶۵۶۔ ۵۶۶۲۔ ۷۴۷۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اعرابی (دیہاتی) کے پاس گئے' آپ اس کی عیادت کر رہے تھے۔ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو فرماتے: کوئی حرج نہیں یہ (بخار) ان شاء اللہ پاک کرنے والا ہے' سو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں یہ (بخار) ان شاء اللہ پاک کرنے والا ہے۔ اس اعرابی نے کہا: آپ نے کہا: پاک کرنے ولا ہے! ہرگز نہیں! بلکہ یہ بخار جوش مار رہا ہے یا کہا: بوڑھے کھوسٹ پر جوش مار رہا ہے' اس کو قبرستان دکھا کر چھوڑے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چلو پھر ایسا ہی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیماروں کی عیادت کرنا اور ان کو تسلی دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا: یہ (بخار) ان شاء اللہ پاک کرنے والا ہے' اس سے مراد یہ تھی کہ یہ بخار ان شاء اللہ تمہارے گناہوں کو دھونے والا ہے۔

جس اعرابی کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کرنے گئے تھے اس کا نام قیس بن ابی حازم تھا اور یہ اس قیس بن ابی حازم کا غیر ہے جو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مخضرمین سے تھا کیونکہ جس کی آپ نے عیادت کی تھی وہ آپ کی حیات میں فوت ہو گیا تھا۔
آپ نے فرمایا: چلو پھر ایسا ہی ہے۔ وہ نبی ﷺ کے ارشاد کے مطابق فوت ہو گیا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم نے انکار کیا تو پھر ایسا ہی ہوگا جیسا تم کہہ رہے ہو اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر نافذ ہونے والی ہے، پھر اگلے دن شام سے پہلے وہ فوت ہو گیا۔ (المعجم الکبیر: ۷۲۱۳)

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٣٦١٧ - حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِيًّا فَاَسْلَمَ وَقَرَاَ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ فَكَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِيًّا فَكَانَ يَقُوْلُ مَايَدْرِيْ مُحَمَّدٌ اِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهُ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ فَدَفَنُوْهُ فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِهٖ لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهُ فَاَعْمَقُوْا فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ فَاَلْقَوْهُ خَارِجَ الْقَبْرِ، فَحَفَرُوْا لَهُ وَاَعْمَقُوْا لَهُ فِي الْاَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوْا، فَاَصْبَحَ قَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَعَلِمُوْا اَنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ فَاَلْقَوْهُ.

(صحیح مسلم: ۲۷۸۱، الرقم المسلسل: ۶۹۳۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عیسائی مسلمان ہو گیا اور اس نے سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران پڑھی، وہ نبی ﷺ کا کاتب بن گیا، وہ پھر دوبارہ نصرانی ہو گیا، وہ کہتا تھا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کے لیے جو کچھ میں لکھتا تھا اس کے سوا ان کو اور کچھ پتا نہیں تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مار دیا، لوگوں نے اس کو دفن کر دیا، صبح ہوئی تو دیکھا زمین نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا۔ عیسائیوں نے کہا: یہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کا فعل ہے جنہوں نے ہمارے ساتھی کو (قبر سے باہر نکال کر) پھینک دیا ہے کیونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ گیا تھا۔ انہوں نے دوبارہ اس کے لیے خوب گہری قبر کھودی، صبح ہوئی تو پھر زمین اس کو قبر سے باہر پھینک چکی تھی، عیسائیوں نے کہا: یہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کا فعل ہے جنہوں نے ہمارے ساتھی کو قبر سے باہر نکال کر پھینک دیا ہے کیونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ گیا تھا، انہوں نے پھر اس کے لیے خوب گہری قبر کھودی جتنی وہ کھود سکتے تھے، صبح ہوئی تو پھر زمین اسے باہر پھینک چکی تھی۔ تب انہیں یقین آیا کہ یہ لوگوں کا کام نہیں ہے۔ پھر انہوں نے اس کو زمین پر ڈال دیا۔

قبر کا گستاخ رسول کو قبول نہ کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس باب کا عنوان ہے، نبی ﷺ کے معجزات اور اس حدیث میں نبی ﷺ کے اس معجزہ کا بیان ہے کہ جس عیسائی نے مرتد ہونے کے بعد نبی ﷺ کی گستاخی کی اس کو قبر نے قبول نہیں کیا اور دو بار اس کو قبر سے باہر نکال کر پھینک دیا۔

٣٦١٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهُ وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب انہوں نے کہا: اور مجھے ابن المسیب نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور اس ذات کی قسم کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان اس کے قبضہ و قدرت میں ہے! تم ضرور ان دونوں کے خزانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

قیصر وکسریٰ کے متعلق پیش گوئی

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٢٧' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے غیب کی خبر دی ہے اور کسریٰ کے ہلاک ہونے کے بعد کوئی کسریٰ نام کا بادشاہ نہیں ہوا اور قیصر کے ہلاک ہونے کے بعد کوئی قیصر نام کا بادشاہ نہیں ہوا' اور عراق میں کسریٰ باقی نہیں رہا اور شام میں قیصر باقی نہیں رہا اور حضرت عمر رضی اللہ کے دور خلافت میں جب عراق اور شام فتح ہو گئے تو ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٠٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦١٩ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَفَعَهُ قَالَ إِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهُ وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ وَذَكَرَ وَقَالَ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الملک بن عمیر از حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور ذکر فرمایا: تم ضرور ان دونوں کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

اس اشکال کا جواب کہ قیصر وکسریٰ کی ہلاکتوں کے بعد بھی ان کی حکومتیں باقی رہی ہیں

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

کسریٰ فارس کا بادشاہ تھا اور قیصر روم (شام) کا بادشاہ تھا' اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ کسریٰ کی ہلاکت کے بعد فارس کی مملکت باقی رہی ہے کیونکہ ان کا آخری بادشاہ حضرت عثمان رضی اللہ کے زمانہ میں قتل ہوا تھا اور روم کی مملکت بھی باقی رہی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ کسریٰ عراق میں باقی نہیں رہے گا اور قیصر روم میں باقی نہیں رہے گا' یہ جواب امام شافعی سے منقول ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قیصر کے بعد کسی قیصر کی ایسی حکومت نہیں ہوگی جیسی اس قیصر کی تھی کیونکہ شام میں بیت المقدس ہے اور نصاریٰ کی کوئی عبادت بیت المقدس کے بغیر مکمل نہیں ہوتی اور جو بھی روم کا بادشاہ ہوا وہ بیت المقدس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں داخل ہوتا تھا خواہ خفیہ خواہ اعلانیہ پس جب قیصر ہلاک ہو گیا اور اس کے خزانے فتح کر لیے گئے تو اس کے بعد کوئی قیصر اس کے ساتھ لاحق نہیں ہوا۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٧٧-٣٧٦ ٣' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٦٢٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اِنْ جَعَلَ لِيْ مُحَمَّدٌ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ تَبِعْتُهٗ وَقَدِمَهَا فِيْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ فَاَقْبَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَّفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيْدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُسَيْلِمَةَ فِيْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ لَوْ سَاَلْتَنِيْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا اَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ اَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ وَلَئِنْ اَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ وَاِنِّيْ لَاَرَاكَ الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْكَ مَا رَاَيْتُ.

[اطراف الحدیث: ٤٣٧٣' ٤٣٧٨' ٧٠٣٣' ٧٤٦١] (صحیح مسلم: ٢٢٧٣' الرقم المسلسل: ٥٨٢٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از عبداللہ بن ابی حسین' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسیلمۃ الکذاب (مدینہ میں) آیا اور کہنے لگا کہ اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بعد خلافت میرے لیے مقرر کر دیں تو میں ان کی پیروی کر لوں گا' اور وہ مدینہ میں اپنی قوم کے بہت انسانوں کے ساتھ آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں شاخ کا ایک ٹکڑا تھا حتیٰ کہ آپ اپنے اصحاب میں مسیلمہ کے پاس ٹھہرے اور فرمایا: اگر تم مجھ سے اس شاخ کے ٹکڑے کا بھی سوال کرو گے تو میں تم کو یہ بھی نہیں دوں گا (خلافت تو دور کی بات ہے) اور تیرے متعلق جو اللہ کی تقدیر ہے تو اس سے نہیں بھاگ سکتا اور اگر تم نے اسلام سے پیٹھ پھیری تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا' اور میرا گمان یہ ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔

مسیلمہ کذاب کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسیلمہ کذاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں آیا۔

مسیلمہ نو ہجری میں مدینہ آیا تھا اور یہ وفود کے آنے کا سال تھا۔ امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بنو حنیفہ کا وفد آیا' ان میں مسیلمہ بن حبیب بھی تھا۔ ابن ہشام نے کہا: اس کا نام مسیلمہ بن ثمامہ ہے اور اس کی کنیت ابوثمامہ ہے۔ علامہ سہیلی نے کہا: اس کا نام مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر ابن حبیب بن الحارث ہے۔ اس کا نام رحمان بھی رکھا گیا اور اس کو رحمان الیمامہ کہا جاتا تھا۔

امام ابن اسحاق نے کہا: پھر یہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے واپس گیا اور جب یہ لوگ یمامہ پہنچے تو وہ اللہ کا دشمن مرتد ہو گیا اور نبوت کا دعویٰ کیا اور ان سے جھوٹ بولا اور کہا: میں آپ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں' پھر اس نے قرآن مجید کی آیتوں کے اوزان پر کچھ اشعار بنائے اور اس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قتل کر دیا گیا' اس کو یمامہ میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا' جس وقت اس کو قتل کیا گیا اس کی عمر ایک سو پچاس سال تھی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسیلمہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کے جانے کی توجیہ اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسیلمہ اور اس کی قوم کی طرف آئے۔ آپ ان لوگوں کی تالیف قلب اور ان کے اسلام لانے کی توقع پر آئے تھے اور تا کہ انہیں اسلام کے احکام کی تبلیغ کریں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے شہر میں آپ سے ملاقات کے لیے آیا تھا' اس لیے آپ بھی ملاقات کے لیے اس کے پاس گئے اور اس وقت مسیلمہ اسلام کو ظاہر کرتا تھا' اس کا کفر اس ملاقات کے بعد ظاہر ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے۔ آپ نے ان کو ساتھ اس لیے رکھا تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے خطیب تھے اور آپ کے پاس جو وفد آتے تھے ان کے خطبوں کا جواب یہی دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا: تیرے متعلق جو اللہ کی تقدیر ہے تو اس سے نہیں بھاگ سکتا۔ آپ کے اس ارشاد کا یہ معنی ہے: تم نے جو اپنی نبوت کی امید قائم کی تھی اس میں' میں نے تم کو نامراد اور ناکام کر دیا ہے اور تمہاری ہلاکت قضاء وقدر میں مقرر ہو چکی ہے۔

نیز آپ نے فرمایا: اگر تو نے اسلام سے پیٹھ پھیری تو اللہ تجھے ہلاک کر دے گا' یعنی اگر تو نے میری اطاعت سے انحراف کیا تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا' اور جب اس نے آپ کی اطاعت نہیں کی تو جنگ یمامہ کے دن حضرت ابوبکر کی خلافت میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی پوری ہو گئی اور یہ آپ کا معجزہ ہے اس لیے امام بخاری نے اس حدیث کو باب المعجزات میں روایت کیا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا: اور میرا گمان یہی ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا' یعنی میرا گمان یہی ہے کہ تو وہی شخص ہے جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٠۔٢٠٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٢١ - **فَاَخْبَرَنِیْ** اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ فِیْ يَدَیَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَاَهَمَّنِیْ شَاْنُهُمَا فَاُوْحِیَ اِلَیَّ فِی الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِیْ فَكَانَ اَحَدُهُمَا الْعَنْسِیَّ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ صَاحِبَ الْيَمَامَةِ.

[اطراف الحدیث: ٤٣٧٤۔ ٤٣٧٥۔ ٤٣٧٩۔ ٧٠٣٤۔ ٧٠٣٧] (صحیح مسلم: ٢٢٧٤' الرقم المسلسل: ٥٨٣٠)

پس مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں تو مجھے ان دونوں کی وجہ سے غم ہوا تو خواب میں میری طرف یہ وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں' پس میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں کنگن اڑ گئے تو میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ میرے بعد دو جھوٹوں کا ظہور ہو گا' ان میں سے ایک العنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ کذاب صاحب الیمامہ ہے۔

آپ کے خواب کی تعبیر کی توجیہ اور اسود عنسی کا تذکرہ اور یمامہ اور صنعاء کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

آپ نے خواب میں دو سونے کے کنگن دیکھے۔ سونے کے کنگن بادشاہ پہنتے ہیں یعنی وہ دونوں بادشاہ ہوں گے اور سونا چمک دمک پر دلالت کرتا ہے اور بعض اوقات چمک دمک ملمع کاری سے ہوتی ہے یعنی ان کے دعویٰ میں تلبیس ہو گی۔

آپ نے فرمایا: میرے بعد ان کا ظہور ہو گا' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ دونوں آپ کے زمانہ میں موجود تھے' آپ کا مطلب یہ ہے کہ ان کی شوکت اور ان کی طاقت کا ظہور میرے بعد ہو گا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں العنسی کا ذکر ہے: اس کا نام الاسود الصنعانی ہے' ایک قول ہے اس کا نام عبلہ بن کعب ہے' اس کو ایک صحابی حضرت فیروز دیلی رضی اللہ عنہ نے صنعاء میں قتل کر دیا تھا' وہ اس کے پاس گئے اور اس کی گردن اڑا دی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کا واقعہ ہے۔ اس وقت آپ اس مرض میں تھے جس میں آپ کی وفات ہوئی آپ نے صحابہ کو اس کے قتل کی بشارت دی تھی۔

یمامہ: یمن کا شہر ہے جو مکہ سے چار مراحل کے فاصلہ پر ہے اور طائف سے دو مرحلوں کے فاصلہ پر ہے۔

صنعاء: یمن کا سب سے بڑا اور آباد شہر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١١۔ ٢١٠' موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس حدیث میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے خواب کی جو تعبیر بتائی اسی طرح واقع میں ہوا۔

٣٦٢٢ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَّكَّةَ إِلٰى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهْلِيْ إِلٰى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْهَجَرُ فَإِذَا هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ وَرَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ هٰذِهِ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ أُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهُ بِأُخْرٰى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَأَيْتُ فِيْهَا بَقَرًا وَّاللّٰهُ خَيْرٌ فَإِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ أُحُدٍ وَّإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْخَيْرِ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِيْ آتَانَا اللّٰهُ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ

[اطراف الحدیث: ٣٩٨٧۔ ٤٠٨١۔ ٧٠٣٥۔ ٧٠٤١] (صحیح مسلم: ٢٢٧٢' الرقم المسلسل: ٥٨٢٧' سنن ابن ماجہ: ٣٩٢١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ بن ابی بردہ از جد خود ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں گمان کرتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے اس سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجوروں کے درخت ہیں' میرا خیال اس طرف گیا کہ یہ جگہ یمامہ ہے یا ھجر (یمن کا ایک شہر) ہے' پس منکشف ہوا کہ یہ جگہ مدینہ' یثرب ہے' اور میں نے اپنے اس خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور اس میں اس مصیبت کی طرف اشارہ تھا جو مسلمانوں کو غزوہ احد میں پیش آئی' پھر میں نے دوبارہ تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے اچھی صورت میں ہوگئی' پس اس میں اس طرف اشارہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی تھی اور مسلمان مجتمع ہوگئے تھے اور میں نے اس خواب میں گائیں دیکھیں اور اللہ تعالیٰ (کے ہر کام میں) خیر ہے۔ ان گایوں سے ان مسلمانوں کی طرف اشارہ تھا جو غزوہ احد میں (شہید ہوگئے) تھے اور خیر وہ ہے جو اس صدق کا ثواب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے بعد ہمیں عطا فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب اور اس کی تعبیر کی توجیہات اور مدینہ کو یثرب کہنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے خواب کی جو تعبیر بیان فرمائی واقع میں اسی طرح ہوا' اس میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ جگہ مدینہ (یثرب) ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوسری حدیث میں مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں حالانکہ یہ مدینہ ہے (صحیح البخاری: ١٨٧١) اور یہاں اس حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں آپ نے اس کو خود یثرب فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے مدینہ کو یثرب فرما کر یہ بیان فرما دیا کہ مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ تنزیہ کے لیے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یثرب اس لیے فرمایا کہ پہلے مدینہ کو یثرب ہی کہا جاتا تھا تو آپ نے اس لیے اس کو یثرب فرمایا تا کہ جو لوگ اس کو یثرب کے نام سے ہی پہچانتے ہیں ان کو بھی پتہ چل جائے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ عطف بیان ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرما دیا گیا ہے حتیٰ کہ اگر کسی کو اس ممانعت کا علم ہو اور وہ پھر مدینہ کو یثرب کہے تو وہ گنہگار ہوگا (یثرب کہنے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ تثریب کا معنی: ہے ملامت کرنا) پہلے مدینہ بیماریوں کا گھر تھا' جو مدینہ جاتا تھا وہ بیمار ہو جاتا تھا تو اس کو ملامت کی جاتی تھی کہ تم کیوں مدینہ گئے اور جا کر بیمار ہو گئے' نہ مدینہ جاتے نہ بیمار ہوتے لیکن یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے کی بات تھی' ہجرت سے پہلے مدینہ دارالوباء تھا' آپ کے ہجرت کرنے کے بعد وہ دارالشفاء بن گیا ہے۔ پہلے مدینہ جانے پر ملامت ہوتی تھی اب اگر کوئی شخص حج کرنے جائے اور مدینہ ہو کر نہ آئے تو لوگ اس کو مدینہ نہ جانے پر ملامت کرتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ) غرض یہ کہ یثرب کا معنی قبیح تھا' پس جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر قبیح ناموں کو بدل دیا اس طرح آپ نے یثرب نام کو بھی بدل دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اس تعبیر میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ جو اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے: اور اللہ خیر ہے۔ اس کا معنی ہے اللہ کا ثواب خیر ہے یا اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو شہادت عطا فرمائی ہے وہ دنیا میں ان کے مقام سے خیر ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے خواب میں یہ کلمات سنے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٢۔٢١١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٢٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِيْ كَاَنَّ مِشْيَتَهَا مَشْيُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ اَوْ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَيْهَا حَدِيْثًا فَبَكَتْ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَبْكِيْنَ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَيْهَا حَدِيْثًا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا اَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ فَسَاَلْتُهَا عَمَّا قَالَ فَقَالَتْ مَا كُنْتُ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهَا.

[اطراف الحدیث: ٣٦٢٥۔ ٣٧١٥۔ ٤٤٣٣۔ ٦٢٨٥] (صحیح مسلم: ٢٤٥٠' الرقم المسلسل: ٦٢٠٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از فراس از عامر از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چل کر آئیں گویا ان کا چلنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چلنا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری بیٹی کو خوش آمدید ہو' پھر آپ نے ان کو اپنی دائیں جانب یا بائیں جانب بٹھایا' پھر آپ نے چپکے سے ان سے کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں' پس میں نے ان سے کہا: آپ کیوں روتی ہیں؟ پھر آپ نے ان سے چپکے سے کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں' میں نے دل میں کہا: میں نے آج کی طرح کسی غم کو خوشی کے اتنے قریب نہیں دیکھا: پس میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا تھا' تو انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز کو فاش کرنے والی نہیں ہوں حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا پھر میں نے ان سے پوچھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چلنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چلتے تھے گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں' یعنی جب آپ چلتے تھے تو گویا زمین آپ کے سامنے جھکتی جاتی تھی۔

٣٦٢٤ - فَقَالَتْ اَسَرَّ اِلَیَّ اَنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یُعَارِضُنِی الْقُرْاٰنَ فِیْ کُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً وَّاِنَّهٗ عَارَضَنِی الْعَامَ مَرَّتَیْنِ وَلَا اُرَاهُ اِلَّا حَضَرَ اَجَلِیْ وَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِ بَیْتِیْ لَحَاقًا بِیْ فَبَکَیْتُ فَقَالَ اَمَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَضَحِکْتُ لِذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٢٦-٣٧١٦-٤٤٣٤-٦٢٨٦] (صحیح مسلم: ٢٤٥٠' الرقم المسلسل: ٦٢٠٦' سنن ابن ماجہ: ١٦٢١)

پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف یہ سرگوشی کی کہ حضرت جبریل ہر سال میں ایک بار میرے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور اس سال انہوں نے دو بار میرے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا ہے اور اب میں صرف یہی سمجھتا ہوں کہ میری وفات (قریب) آ چکی ہے' اور بے شک میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے آ کر ملو گی تو میں رونے لگی' پس آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام اہل جنت کی خواتین کی سردار ہو! یا مومنین کی خواتین کی سردار ہو' تو میں اس وجہ سے ہنسی تھی۔

اس حدیث میں آپ کے معجزات کا بیان' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رونے اور ہنسنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آپ کا یہ معجزہ ہے کہ آپ نے اپنی مدت وفات کا بیان فرمایا اور آپ نے غیب کی یہ خبر دی کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی خواتین کی سردار ہیں اور آپ نے یہ خبر دی کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے وہ آپ سے ملیں گی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پہلی بار اس لیے روئی تھیں کہ آپ نے یہ بتایا کہ اب آپ کی وفات قریب آ چکی ہے اور دوسری بار اس لیے ہنسیں کہ سب سے پہلے وہ آپ سے ملیں گی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ان کا وصال ہو گیا تھا' جب کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ جنت میں خواتین کی سرداری کی بشارت پر ہنسی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٢٥ - حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ ابْنَتَهٗ فِیْ شَکْوَاهُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ فَسَارَّهَا بِشَیْءٍ فَبَکَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا فَضَحِکَتْ. قَالَتْ فَسَاَلْتُهَا عَنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی اس بیماری میں بلایا جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی' آپ نے ان سے چپکے سے کوئی بات کی تو وہ روئیں' آپ نے پھر ان کو بلایا' پس ان سے چپکے سے بات کی تو وہ ہنسیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: پس میں نے ان سے اس بات کے متعلق سوال کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٣' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٢٦ - فَقَالَتْ سَارَّنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ یُقْبَضُ فِیْ وَجَعِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ فَبَکَیْتُ ثُمَّ سَارَّنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنِّیْ اَوَّلُ اَهْلِ بَیْتِهٖ اَتْبَعُهٗ

حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے چپکے سے خبر دی کہ اس درد میں آپ کی روح قبض کر لی جائے گی جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی' پس میں روئی' پھر مجھے چپکے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَضَحِكْتُ.

سے خبر دی کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٤' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٢٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ إِنَّ لَنَا أَبْنَاءً مِّثْلَهُ فَقَالَ إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَأَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْأٰيَةِ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۝﴾ (النصر:١) فَقَالَ أَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ إِيَّاهُ قَالَ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ.

[اطراف الحدیث: ٤٢٩٤۔ ٤٤٣٠۔ ٤٩٦٩۔ ٤٩٧٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہیں قریب کرتے تھے تو ان سے حضرت عبد الرحمان بن عوف نے کہا: ہمارا بھی ان کی مثل ایک بیٹا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: اس کی وجہ تم جانتے ہو' پھر حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: ''جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی''۝ (النصر:١) تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی معیاد بیان کی گئی' ہے آپ نے یہ بات ان کو بتائی ہے' حضرت عمر نے فرمایا: مجھے اس آیت کا صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تم کو علم ہے۔

حضرت ابن عباس کو ان کی علمی فضیلت کی وجہ سے دیگر صحابہ پر مقدم رکھنا اور سورۃ النصر میں آپ کی اجل کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ یہ باب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں ہے اور اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بتا دیا کہ اس سورت میں آپ کی زندگی کی میعاد اور مدت کا بیان ہے اور یہ آپ کی وفات کے وقوع سے پہلے اس کی خبر دینا ہے اور پھر اسی طرح ہوا۔ (سو یہ آپ کا علم غیب ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا: ہمارا بھی ان کی مثل ایک بیٹا ہے' یعنی حضرت ابن عباس کی عمر کی مثل ہمارا بیٹا بھی ہے۔ ان کی غرض یہ تھی کہ ہم بوڑھے ہیں اور یہ نوجوان ہیں' پھر آپ کس وجہ سے ان کو ہم پر مقدم رکھتے ہیں اور ان کو اپنا مقرب بناتے ہیں؟ حضرت عمر کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ میں ان کو ان کی علمی فضیلت کی وجہ سے اپنا مقرب بناتا ہوں۔

حضرت عمر نے فرمایا: مجھ کو اس آیت کا اتنا ہی علم ہے جتنا تمہیں علم ہے۔ یعنی حضرت ابن عباس کا یہ علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے یہ دعا فرمائی تھی: اے اللہ! اس کو دین کی فقہ عطا فرما اور اس کو تاویل کا علم عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ٧٥' مسند احمد ج ١ ص ٢٦٦۔ ٣١٤' المعجم الکبیر: ١٠٦١٤' المستدرک ج ٣ ص ٥٣٤)

میں کہتا ہوں کہ سورۃ النصر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجل کا بیان ہے' اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ''اذا جاء نصر اللہ والفتح'' کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے گویا اس سال میری روح قبض کر لی جائے گی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷، طبع قدیم، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۶، مؤسسة الرسالة، المعجم الکبیر: ۱۱۹۰۷، دلائل النبوة للبیہقی ج ۷ ص ۱۶۷، سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۷۱۲)

٣٦٢٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ حَنْظَلَةَ ابْنِ الْغَسِيْلِ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ بِمِلْحَفَةٍ قَدْ عَصَّبَ بِعِصَابَةٍ دَسْمَاءَ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا فِي النَّاسِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَّلِيَ مِنْكُمْ شَيْئًا يَّضُرُّ فِيْهِ قَوْمًا وَّيَنْفَعُ فِيْهِ اٰخَرِيْنَ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُّسِيْئِهِمْ فَكَانَ اٰخِرَ ذٰلِكَ مَجْلِسٍ جَلَسَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن سلیمان بن حنظلۃ بن الغسیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تھی اس مرض میں آپ اس حال میں باہر نکلے کہ آپ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور سر پر سیاہ پٹی باندھی ہوئی تھی، حتیٰ کہ آپ منبر پر بیٹھ گئے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: بے شک لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور انصار کم ہوتے رہیں گے، حتیٰ کہ وہ اتنی تعداد میں رہ جائیں گے جتنا طعام میں نمک ہوتا ہے، سو تم میں سے جو شخص حاکم ہو اور وہ بعض لوگوں کو ضرر پہنچا سکتا ہو اور دوسروں کو نفع پہنچا سکتا ہو، وہ ان کی نیکیوں کو قبول کرلے اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرے۔ یہ آخری مجلس تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۹۲۷، میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ لوگ زیادہ ہوتے رہیں گے اور انصار کم ہوتے رہیں گے اور یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

اس حدیث کی سند میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ حالت جنابت میں شہید ہوگئے تھے اور ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا، ان کا لقب غسیل ملائکہ تھا۔ یہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے، ان کو ابوسفیان بن حرب نے قتل کیا تھا (فتح مکہ کے بعد ابوسفیان مسلمان ہوگئے تھے رضی اللہ عنہ)۔

اس حدیث میں ''عصابة دسماء'' کا لفظ ہے اس کا لفظی معنی ہے: چکنی پٹی لیکن علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہاں پر مراد ہے سیاہ پٹی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٣٦٢٩ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَسَنَ فَصَعِدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حسین الجعفی نے حدیث بیان کی از ابی موسیٰ از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِهٖ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِبْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الحسن رضی اللہ عنہ کو باہر نکالا اور ان کو منبر کے اوپر چڑھایا اور فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے اور شاید اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے اندر صلح کرائے گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۷۰۴ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائیں گے اور واقع میں ایسا ہی ہوا اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کو سید کہنے کی اصل اور دلیل

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سید فرمایا ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اور اولاد کو سید کہنے کی اصل ہے، چنانچہ اب تک دیار مصر اور برصغیر میں ان کو سید کہا جاتا ہے اور ترک، مغرب اور عرب میں شریف کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کا ذکر ہے، ان میں سے ایک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی اور دوسری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرانا مستحب ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمین کا اطلاق فرمایا۔ اس حدیث میں ان روافض کا رد ہے جو حضرت معاویہ اور ان کی جماعت پر تبرا کرتے ہیں۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۷ ص ۴۷، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۳۰ھ)

۳۶۳۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعٰى جَعْفَرًا وَّزَيْدًا قَبْلَ اَنْ يَّجِيْءَ خَبَرُهُمْ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ہلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان کی شہادت کی خبر دے دی اور اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۲۴۶ میں گزر چکی ہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہما دونوں غزوہ موتہ میں شہید ہوئے اور ان کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ان کی شہادت کی خبر دی یہ غیب کی خبر ہے، اس حدیث میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

یہ دونوں صحابہ جمادی الاولیٰ آٹھ ہجری میں شہید ہوئے تھے۔ (حافظ ابن حجر نے غزوہ موتہ کا ایک قول ۷ ہجری کا بھی نقل کیا ہے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی کی شہادت پر آنسوؤں سے رونا جائز ہے، البتہ آواز نکال کر اور چلا چلا کر رونا اور کسی کی مرگ کی خبر سن کر بال نوچنا اور سینہ پیٹنا ممنوع ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۴ ص ۶۴، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۳۰ھ)

غزوہ موتہ کے شہداء کی خبر

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا ذکر ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان تینوں شہداء کو منکشف کر دیا گیا تھا' سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' وہ اس لشکر کے امیر تھے' پھر ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' وہ بہت مشہور اور بہادر مرد تھے' پھر ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے از خود جھنڈا اٹھا کر لشکر کی قیادت سنبھال لی' ان کو امیر بنانے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم نہیں دیا تھا' آپ نے فرمایا تھا تمہارے امیر زید بن حارثہ ہوں گے' پھر اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے' پھر اگر وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۲۷۹۸' المستدرک ج ۳ ص ۴۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۳)

رہے خالد بن ولید تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر نہیں بنایا تھا۔ وہ ضرورت کے وقت از خود امیر بن گئے تھے' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۰۹' مکتبۃ الطبر انی' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

٣٦٣١ - حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَکُمْ مِنْ اَنْمَاطٍ قُلْتُ وَاَنّٰی یَکُوْنُ لَنَا الْاَنْمَاطُ قَالَ اَمَا اِنَّهُ سَیَکُوْنُ لَکُمُ الْاَنْمَاطُ فَاَنَا اَقُوْلُ لَهَا یَعْنِی امْرَاَتَهُ اَخِّرِیْ عَنِّیْ اَنْمَاطَكِ فَتَقُوْلُ اَلَمْ یَقُلِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَکُوْنُ لَکُمُ الْاَنْمَاطُ فَاَدَعُهَا. [طرف الحدیث: ۵۱۶۱] (صحیح مسلم: ۲۰۸۳' الرقم المسلسل: ۵۳۴۲' سنن ابوداؤد: ۴۱۴۵' سنن ترمذی: ۲۷۷۴' سنن نسائی: ۳۳۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان کی شادی کے موقع پر) ان سے پوچھا: کیا تمہارے پاس قالین ہیں؟ میں نے کہا: ہمارے پاس قالین کیسے ہو سکتے ہیں؟ (ہم تو تنگ دست ہیں) آپ نے فرمایا: سنو! تمہارے پاس قالین ہوں گے پس اب جب میں اپنی بیوی سے کہتا ہوں کہ میرے پاس سے اپنے یہ قالین نکال دو تو وہ کہتی ہیں: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ عنقریب تمہارے پاس قالین ہوں گے تو میں ان کو چھوڑ دیتا ہوں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے حضرت جابر کو یہ پیشگی خبر دی کہ تمہارے پاس عنقریب قالین ہوں گے۔ یہ غیب کی خبر ہے اور واقع میں ایسا ہی ہوا اور اس حدیث میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

٣٦٣٢ - حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا اِسْرَائِیْلُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنْطَلَقَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ مُّعْتَمِرًا قَالَ فَنَزَلَ عَلٰی اُمَیَّةَ بْنِ خَلَفٍ اَبِیْ صَفْوَانَ وَکَانَ اُمَیَّةُ اِذَا انْطَلَقَ اِلَی الشَّامِ فَمَرَّ بِالْمَدِیْنَةِ نَزَلَ عَلٰی سَعْدٍ فَقَالَ اُمَیَّةُ لِسَعْدٍ اِنْتَظِرْ حَتّٰی اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ وَغَفَلَ النَّاسُ انْطَلَقْتَ فَطُفْتَ فَبَیْنَا سَعْدٌ یَطُوْفُ اِذَا اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا الَّذِیْ یَطُوْفُ بِالْکَعْبَةِ فَقَالَ سَعْدٌ اَنَا سَعْدٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لیے گئے تو وہ امیہ بن خلف ابی صفوان کے پاس ٹھہرے' اور امیہ جب شام کی طرف جاتا اور مدینہ سے گزرتا تو وہ حضرت سعد کے پاس ٹھہرتا تھا' پس امیہ نے حضرت سعد سے کہا: آپ انتظار کیجیے حتیٰ کہ جب دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں اس وقت جا کر (کعبہ کا)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ تَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ اٰمِنًا وَّقَدْ اٰوَيْتُمْ مُحَمَّدًا وَّاَصْحَابَهُ فَقَالَ نَعَمْ فَتَلَاحَيَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ لَّا تَرْفَعْ صَوْتَكَ عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ فَاِنَّهُ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِيْ ثُمَّ قَالَ سَعْدٌ وَّاللّٰهِ لَئِنْ مَّنَعْتَنِيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ لَاَقْطَعَنَّ مَتْجَرَكَ بِالشَّامِ قَالَ فَجَعَلَ اُمَيَّةُ يَقُوْلُ لِسَعْدٍ لَّا تَرْفَعْ صَوْتَكَ وَجَعَلَ يُمْسِكُهُ فَغَضِبَ سَعْدٌ فَقَالَ دَعْنَا عَنْكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزْعُمُ اَنَّهُ قَاتِلُكَ قَالَ اِيَّايَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ اِذَا حَدَّثَ فَرَجَعَ اِلَى امْرَاَتِهِ فَقَالَ اَمَا تَعْلَمِيْنَ مَاقَالَ لِيْ اَخِي الْيَثْرِبِيُّ قَالَتْ وَمَا قَالَ؟ قَالَ زَعَمَ اَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدًا يَزْعُمُ اَنَّهُ قَاتِلِيْ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ قَالَ فَلَمَّا خَرَجُوْا اِلٰى بَدْرٍ وَّجَاءَ الصَّرِيْخُ قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهُ اَمَا ذَكَرْتَ مَاقَالَ لَكَ اَخُوْكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ فَاَرَادَ اَنْ لَّا يَخْرُجَ فَقَالَ لَهُ اَبُوْ جَهْلٍ اِنَّكَ مِنْ اَشْرَافِ الْوَادِيْ فَسِرْ يَوْمًا اَوْ يَوْمَيْنِ فَسَارَ يَوْمَيْنِ مَعَهُمْ فَقَتَلَهُ اللّٰهُ.

[طرف الحدیث: ۳۹۵۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

طواف کر لیں' پس جس وقت حضرت سعد طواف کر رہے تھے اچانک ابوجہل آ گیا اس نے کہا: یہ کون کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ حضرت سعد نے کہا: میں سعد ہوں! ابوجہل نے کہا: تم اتنے اطمینان سے کعبہ کا طواف کر رہے ہو! حالانکہ تم نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو پناہ دی ہوئی ہے؟ حضرت سعد نے کہا: ہاں! پس وہ دونوں بلند آواز سے بحث کرنے لگے' پس امیہ نے حضرت سعد سے کہا: آپ ابوالحکم (ابوجہل) کے سامنے بلند آواز سے بات نہ کریں کیونکہ وہ اہل وادی (مکہ) کا سردار ہے' پھر حضرت سعد نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھے بیت اللہ کے طواف سے روکا تو میں تمہارا شام کا تجارتی سفر منقطع کر دوں گا (کیونکہ یہ راستہ مدینہ سے ہو کر نکلتا تھا)' پھر امیہ حضرت سعد سے یہی کہتا رہا کہ آپ اپنی آواز بلند نہ کریں اور ان کو روکتا رہا' پس حضرت سعد کو غصہ آ گیا' انہوں نے کہا: تم ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دو' کیونکہ میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابوجہل تم کو قتل کرانے والا ہے۔ امیہ نے پوچھا: مجھ کو؟ حضرت معاذ نے کہا: ہاں! امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب بات کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے' پھر امیہ اپنی بیوی کے پاس گیا' سو اس سے کہا: کیا تم کو علم نہیں کہ میرے یثربی بھائی نے میرے متعلق کیا بتایا ہے' اس نے پوچھا: کیا بتایا ہے؟ امیہ نے کہا: وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابوجہل مجھ کو قتل کرانے والا ہے۔ اس نے کہا: پس اللہ کی قسم! (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ راوی نے کہا: جب یہ لوگ (اہل مکہ) وادی بدر کی طرف جانے لگے اور کسی بلانے والے نے پکارا تو امیہ کی بیوی نے کہا: کیا تمہیں یاد نہیں تمہارے یثربی بھائی نے کیا بتایا تھا' راوی نے کہا: پھر امیہ نے نہ جانے کا ارادہ کیا تو اس سے ابوجہل نے کہا: تم اس وادی کے سرداروں میں سے ہو' تم ایک یا دو دن کے لیے چلے جاؤ' سو وہ ان کے ساتھ دو دن کے لیے گیا' پس اللہ نے اس کو قتل کر دیا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن اسحاق بن الحصین بن جابر ابو اسحاق اسلمی السرماری، سرمار بخارا کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ (٢) عبیداللہ بن موسیٰ بن باذام ابومحمد العبسی الکوفی، یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں۔ (٣) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی۔ (٤) ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی۔ (۵) عمرو بن میمون الازدی الکوفی۔ (٦) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٧)

اس حدیث کا باب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بیان میں ہے اور اس حدیث میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے امیہ بن خلف کے قتل کی پیشگی خبر دی تھی، سو ایسا ہی ہوا اس کو غزوہ بدر میں بنی مازن کے ایک انصاری مرد نے قتل کر دیا تھا اور ابن ہشام نے لکھا ہے، اس کو معاذ بن عفراء، خارجۃ بن زید اور خبیب بن اساف نے مل کر قتل کیا تھا، پس اس حدیث میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٧، دارالکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)

وہ تم کو قتل کرنے والا ہے، اس کا فاعل ابوجہل ہے یا حضور ہیں، اس میں حافظ ابن حجر اور علامہ کرمانی کا نزاع اور مصنف کا محاکمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کو یہ خبر دی کہ عنقریب اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ علامہ کرمانی نے اس حدیث کی شرح میں یہ کہا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ نے جو امیہ بن خلف سے یہ کہا تھا کہ وہ تم کو قتل کرنے والا ہے اس سے مراد ہے کہ ابوجہل تم کو قتل کرنے والا ہے، پھر اس پر یہ اشکال ہوگا کہ ابوجہل تو امیہ بن خلف کے دین پر تھا، وہ اس کو کیسے قتل کر سکتا تھا؟ اس کا یہ جواب دیا کہ امیہ بن خلف کے مکہ سے نکلنے کا سبب ابوجہل تھا اور وہ مکہ سے نکلنے کے سبب سے جنگ میں مارا گیا تھا اس وجہ سے اس قتل کی نسبت ابوجہل کی طرف کی گئی۔ حافظ ابن حجر علامہ کرمانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ عجب فہم ہے، حضرت سعد کا اس کلام سے یہ ارادہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو قتل کرنے والے ہیں۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٧٣٣، دارالمعرفہ بیروت، ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے سیاق و سباق سے علامہ کرمانی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ امیہ بن خلف ابوجہل کی تائید کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولو تو حضرت سعد نے کہا: تم کس کی حمایت کر رہے ہو! تم اس کی حمایت کر رہے ہو جو تمہیں قتل کرانے والا ہے! اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ابوجہل تم کو قتل کرانے والا ہے، یعنی وہ تم کو بدر میں بھیج کر تمہارے قتل کا سبب بنے گا۔

٣٦٣٣ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُغِیْرَةِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ مُّوْسَی بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ النَّاسَ مُجْتَمِعِیْنَ فِیْ صَعِیْدٍ فَقَامَ اَبُوْبَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ وَفِیْ بَعْضِ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَّاللّٰهُ یَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا عُمَرُ فَاسْتَحَالَتْ بِیَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالرحمان بن شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن المغیرہ نے حدیث بیان کی از والد خود از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبداللہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک میدان میں جمع ہیں، ابوبکر اٹھے اور انہوں نے (کنویں سے) ایک یا دو ڈول پانی نکالا اور ان کے ڈول سے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا اور اللہ تعالیٰ ان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَبْقَرِيًّا فِي النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهُ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ وَّقَالَ هَمَّامٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَعَ اَبُوْبَكْرٍ ذَنُوْبَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٧٦- ٣٦٨٢- ٧٠١٩- ٧٠٢٠] (صحیح مسلم: ٢٣٩٢'الرقم المسلسل: ٦٠٨٦)

کی مغفرت فرمائے' پھر عمر نے اس ڈول کو لیا' ان کے ہاتھ میں وہ بڑا ڈول ہو گیا اور میں نے لوگوں میں کوئی غیر معمولی کام کرنے والا شخص نہیں دیکھا جو ان کی طرح کام کر سکے (انہوں نے اتنے ڈول پانی نکالا) حتیٰ کہ لوگ (اپنے اونٹوں کو پانی پلا کر) اونٹوں کو ٹھکانوں پر لے گئے اور ھمام نے بیان کیا از حضرت ابو ہریرہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: پس ابو بکر نے دو ڈول پانی نکالا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو باب المعجزات میں اس لیے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس حدیث میں اپنے خواب کو بیان فرمایا اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور جس طرح آپ نے خواب دیکھا تھا اسی طرح یہ واقع ہوا۔

حضرت ابو بکر کے ڈول سے پانی نکالنے میں ضعف تھا اور آپ نے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی' اس سے ان کی فضیلت میں کمی مراد نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر کے ڈول سے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا۔ اس ارشاد سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو کم کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس ارشاد سے واقعہ کو بیان کرنا مقصود ہے کیونکہ حضرت ابو بکر مرتدین سے قتال اور جہاد کرنے میں مشغول رہے' اس وجہ سے وہ ممالک کو فتح کرنے اور ان سے مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے فارغ نہ ہو سکے اور ان کی مدت خلافت بھی کم تھی' ان کی خلافت دو سال تین ماہ اور بیس دن رہی۔ اسی طرح آپ نے ان کے حق میں دعا کی: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے' اس دعا سے بھی ان کی کسی تنقیص یا گناہ کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢٠) بلکہ مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ مغفرت کی دعا سے کوئی شخص مستغنی نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق جو سب سے پہلے اسلام لائے اور سفر اور حضر میں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور آپ کے رفیق رہے' جن کی فضیلت میں قرآن مجید کی کئی آیات نازل ہوئیں۔ نبی ﷺ نے ان کے بہت مناقب بیان فرمائے' جو صحابہ میں سب سے بڑھ کر آپ کے محبوب تھے' جب وہ مغفرت کی دعا سے مستغنی نہیں ہیں تو کوئی اور مغفرت کی دعا سے کیسے مستغنی ہو سکتا ہے' سو ہر مسلمان کو مغفرت کی دعا کی احتیاج ہے۔ خود نبی ﷺ ہر دن میں سو مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے' سو ہر شخص کو اپنی مغفرت کی دعا کرنی چاہیے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ ان کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مغفرت کی دعا فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی صلاحیتیں

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر کے ہاتھ میں وہ بڑا ڈول ہو گیا۔ ان کے ہاتھ میں وہ ڈول اس لیے بڑا ہو گیا کہ ان کے ایام خلافت بہت کثیر تھے اور ان کے ہاتھوں سے بہت شہر فتح ہوئے اور ان کے عہد حکومت میں غنیمتوں کے ذریعہ بہت اموال حاصل ہوئے اور انہوں نے متعدد شہر بسائے اور دواوین مرتب کیے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: اس خواب میں ان دونوں خلیفوں کے ایام میں جو امور ظاہر ہوئے اور لوگوں نے ان سے جو نفع اٹھایا اس کی مثال بیان کی گئی ہے اور یہ تمام فتوحات نبی ﷺ سے ماخوذ ہیں کیونکہ آپ نے ہی تمام قواعد کو مقرر کیا' پھر آپ کے بعد دو سال تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے۔ انہوں نے مرتدین سے قتال کیا اور ان کی جڑ کاٹ دی' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے' ان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے زمانہ میں حلقہ اسلام بہت وسیع ہو گیا' پس آپ نے مسلمانوں کے امر کو کنویں کے ساتھ تشبیہ دی' جس کے پانی سے ان کی حیات اور صلاح ہے اور اس کے پینے سے ان کو تروتازگی حاصل ہوتی ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو عبقری فرمایا ہے' عبقری اس شخص کو کہتے ہیں جو غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہو اور اپنے کام میں ماہر ہو۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عبقری اس چیز کو کہتے ہیں جو خیر اور شر میں اپنی انتہا پر ہو۔

نیز آپ نے فرمایا: میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جوان کی طرح قوت اور مہارت سے کام کر سکے اور حضرت عمر کی تدبیر اور فراست سے مسلمانوں کی مہم اپنے تمام اور کمال کو پہنچ گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦٣٤ - حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّرْسِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ قَالَ أُنْبِئْتُ أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أُمُّ سَلَمَةَ فَجَعَلَ يُحَدِّثُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمِّ سَلَمَةَ مَنْ هٰذَا أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ قَالَتْ هٰذَا دِحْيَةُ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ أَيْمُ اللّٰهِ مَا حَسِبْتُهُ إِلَّا إِيَّاهُ حَتّٰى سَمِعْتُ خُطْبَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُ جِبْرِيلَ أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَقُلْتُ لِأَبِي عُثْمَانَ مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ.

[طرف الحدیث: ۴۹۸۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عباس بن الولید النرسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور اس وقت آپ کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ (آپ سے) بات کرتے رہے' پھر اٹھ کر چلے گئے' پھر نبی ﷺ نے حضرت ام سلمہ سے پوچھا: یہ کون تھے؟ یا جو آپ نے فرمایا' حضرت ام سلمہ نے کہا: یہ حضرت دحیہ تھے' حضرت ام سلمہ نے بتایا کہ میں نے ان کو اسی طرح گمان کیا تھا' حتیٰ کہ میں نے نبی ﷺ کا خطبہ سنا جس میں آپ حضرت جبریل کے آنے کی خبر دے رہے تھے' یا جس طرح آپ نے فرمایا' راوی نے کہا: میں نے ابوعثمان سے پوچھا: آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے۔

اس حدیث میں حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے اور وہی ہمارے نبی ﷺ کو غیب کی خبریں پہنچاتے تھے' نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے بتایا: یہ جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں ہیں یہ حضرت جبریل ہیں اور حضرت جبریل کو پہچاننا اور بتانا علم غیب ہے اور یہ نبی ﷺ کا معجزہ ہے۔

حضرت ام سلمہ' حضرت دحیہ کلبی اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ہے ھند بنت امیہ' آپ نبی ﷺ کی ازواج میں سے ایک زوجہ ہیں۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں' آپ کا نام دحیہ بن خلیفہ الکلبی ہے' یہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس ان ہی کی صورت میں آتے تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام دوسروں کے سامنے اپنی صورت میں آتے تھے اور بعض اوقات حضرت جبریل کو صرف رسول اللہ ﷺ ہی دیکھ پاتے تھے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز اس حدیث میں حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کا ذکر ہے۔ ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی' حضرت اسامہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے اور محبوب ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھارہ سال کی عمر میں عامل بنایا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخیر عہد میں اٹھاون یا انسٹھ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

﴿يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۝﴾ (البقرہ:١٤٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اس (نبی) کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں' اور بے شک ان میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر یقیناً حق کو چھپاتا ہے۝ (البقرۃ:١٤٦)

یعنی یہ باب البقرۃ:١٤٦ کی تفسیر میں ہے۔ امام بخاری نے اس آیت کے شروع کا حصہ ذکر نہیں کیا' وہ اس طرح ہے: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے' وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اہل کتاب کے نزدیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا اس طرح معروف تھا جس طرح ان کے نزدیک ان کے اپنے بیٹے کا نسب معروف تھا۔ اہل عرب جب کسی چیز کی صحت کو بیان کرتے تو اس طرح کہتے تھے: وہ چیز میرے نزدیک اس طرح صحیح ہے جس طرح میرے نزدیک میرے بیٹے کا نسب صحیح ہے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح تم اپنے بیٹے کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس سے زیادہ۔ حضرت جبریل علیہ السلام آسمان سے آپ کی صفات لے کر نازل ہوئے تو میں نے آپ کو پہچان لیا' اور میں نہیں جانتا کہ میرے بیٹے کی ماں کیا کرتی رہی تھی' ایک قول یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص دوسروں کے بیٹوں میں سے اپنے بیٹے کو پہچان لیتا تھا اور جس طرح کوئی شخص دوسروں کے بیٹوں کے درمیان اپنے بیٹے کو پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کرتا تھا نہ کوئی شک کرتا تھا اسی طرح وہ آپ کے نبی ہونے کے متعلق کوئی شک نہیں کرتا تھا اور یہ اہل کتاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات کو چھپاتے تھے جو ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں حالانکہ ان کو یقین تھا کہ حق وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے متعلق ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات کو پڑھے بغیر بتا دیا کہ تورات میں زنا کی کیا سزا لکھی ہوئی ہے اور یہ آپ کی نبوت کی عظیم علامت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِّنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَاةِ فِيْ شَاْنِ الرَّجْمِ فَقَالَ نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ اِنَّ فِيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس انہوں نے آپ سے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے' تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم تورات میں رجم (سنگسار) کے متعلق کیا لکھا ہوا پاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم ان کو رسوا کرتے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الرَّجْمَ فَاَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوْهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَدَهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَاَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهٗ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اِرْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهٗ فَاِذَا فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَالُوْا صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنَأُ عَلَى الْمَرْاَةِ يَقِيْهَا الْحِجَارَةَ.

ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں' پس حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا تورات میں سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ پس وہ تورات لے کر آئے' پھر اس کو کھولا' پس ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کی آیت پڑھی' پھر اس سے حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: اپنا ہاتھ اٹھاؤ' پس اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو تورات میں رجم کی آیت لکھی ہوئی تھی' پس انہوں نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے سچ فرمایا ہے اس میں آیت رجم لکھی ہوئی ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا' پس ان دونوں کو سنگسار کیا گیا' حضرت عبداللہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ مرد اس عورت پر جھک کر اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٣٢٩' میں گزر چکی ہے۔

اس باب کا عنوان ہے' علامات نبوت اور معجزات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تورات کو نہیں پڑھا تھا اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ تورات میں آیت رجم ہے اور پھر تورات میں آیت رجم نکل آئی اور یہودی بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق کے معترف ہو گئے۔ یہ آپ کی نبوت کی عظیم علامت اور معجزہ ہے۔

٢٧- بَابُ سُؤَالِ الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّرِيَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيَةً فَاَرَاهُمْ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ

مشرکین کا سوال کرنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو معجزہ دکھائیں' تو آپ نے ان کو چاند کا شق ہونا دکھایا

چاند کا شق ہونا بہت عظیم معجزہ تھا' یہ معجزات کی عادت سے خارج تھا۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ چاند کا شق ہونا بہت عظیم معجزہ تھا۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں سے کوئی معجزہ اس کے برابر نہیں ہے کیونکہ یہ معجزہ اس عالم طبعی سے خارج میں واقع ہے اور کسی شخص کی قدرت میں یہ نہیں ہے کہ وہ اس معجزہ کی نظیر لا سکے' لہٰذا اس معجزہ کے ساتھ نبوت کو ثابت کرنا بہت واضح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢٤)

٣٦٣٦- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِقَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْهَدُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از ابن ابی نجیح از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ۔

[اطراف الحدیث: ٣٨٦٩' ٣٨٧٠' ٣٨٦٤' ٤٨٦٤' ٤٨٦٥] (صحیح مسلم: ٢٨٠٠' الرقم المسلسل: ٦٩٦٥' سنن ترمذی: ٣٢٨٥' السنن الکبریٰ: ١١٥٥٣' مسند ابویعلیٰ: ٤٩٦٨' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٢٦٤' المعجم الکبیر: ٩٩٩٧' مسند احمد ج ١ ص ٣٧٧' طبع قدیم' مسند احمد: ٣٥٨٣۔ ج ٦ ص ٦٠' مؤسسۃ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الرسالۃ' بیروت)

معجزہ شق القمر کی توجیہات اور اعتراضات کے جوابات

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس وقت یہ معجزہ رونما ہوا اس وقت نبی ﷺ منیٰ میں تھے' اور آپ کے ساتھ مومن بھی تھے اور مشرک بھی تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا تو ابو جہل نے کہا: یہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کا سحر (جادو) ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۸۶۴)

اس حدیث کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے:

وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ O (القمر:۲) اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیر لیں اور کہیں (یہ تو) چلتا پھرتا جادو ہے O

پھر جب چاروں طرف سے لوگ آئے تو انہوں نے چاند کے شق ہونے کی خبر دی اور یہ بہت عظیم اور بہت عجیب و غریب معجزہ ہے۔ یہ عالم ملکوت میں تصرف ہے پس یہ کسی طرح متواتر نہیں ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ چاند کے شق ہونے کے متعلق قرآن مجید کی درج ذیل آیت بہت صریح ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ O (القمر:۱) قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا O

اور قرآن مجید کی اس آیت کے تواتر نے شق القمر کے معجزہ کو دیگر نقول متواترہ سے مستغنی کر دیا۔

بعض علماء نے کہا کہ اس معجزہ کا وقوع رات میں ہوا تھا اور اس وقت اکثر لوگ سوئے ہوئے تھے اور اس کا وقوع اچانک ایک لحہ میں ہو گیا تھا' اس لیے جو لوگ جاگ رہے تھے وہ بھی اس کو نہیں دیکھ سکے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رات میں چاند کو گہن لگتا ہے اور اکثر لوگ اس پر مطلع نہیں ہوتے' میں کہتا ہوں کہ اس توجیہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ایک عظیم مجمع میں مشرکین کے سوال کرنے سے یہ معجزہ دکھایا تھا اور بعد میں ہر طرف سے آنے والوں نے اس کی خبر دی تھی۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ۴۲۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے معجزہ شق القمر کے متعلق حضرت ابن مسعود' حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث ذکر کی ہیں' رہے حضرت انس اور حضرت ابن عباس تو وہ اس موقع پر حاضر نہیں تھے کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے کا ہے۔ حضرت ابن عباس اس وقت تک پیدا نہیں ہوئے تھے اور رہے حضرت انس تو اس وقت ان کی عمر چار یا پانچ سال تھی اور وہ اس وقت مدینہ میں تھے' ان کے علاوہ جو دوسرے صحابہ تھے ممکن ہے انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہو۔ جن صحابہ نے اس کو دیکھنے کی تصریح کی ہے ان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں' یہاں پر امام بخاری نے مختصر حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت ابن مسعود اس موقع پر حاضر تھے' البتہ کتاب التفسیر میں امام بخاری نے مفصل حدیث روایت کی ہے اور اس میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ: ''گواہ ہو جاؤ'' اور امام بخاری کی حدیث معلق میں ذکر ہے کہ یہ واقعہ مکہ میں حبشہ کی طرف ہجرت سے پہلے واقع ہوا تھا' امام ابو نعیم نے دلائل نبوت میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن مسعود نے بیان کیا کہ میں نے چاند کا ایک ٹکڑا منیٰ کے پہاڑ پر دیکھا اور ہم اس وقت مکہ میں تھے' اس کی باقی تفصیل عنقریب آئے گی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۵ ۷۔ ۴۳۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب التفسیر میں اس حدیث کی شرح نہیں لکھی اور یہ لکھ دیا کہ ہم سیرت نبویہ کی ابتداء میں اس حدیث کی شرح لکھ چکے ہیں (غالباً حافظ ابن حجر حسب عادت بھول گئے کہ انہوں نے کتاب التفسیر میں اس حدیث کی شرح لکھی تھی۔ سعیدی غفرلہ) (فتح الباری ج ۴ ص ۴۲ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر معجزہ شق القمر کا وقوع ہوا ہوتا تو تمام روئے زمین کے لوگوں سے یہ واقعہ منقول ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کے لیے چاند ایک حد پر واقع نہیں ہے کیونکہ چاند ایک قوم سے پہلے دوسری قوم پر طلوع ہوتا ہے اور کبھی وہ زمین کی اطراف میں سے دوسری زمین کی ضد پر واقع ہوتا ہے اور کبھی ایک قوم اور چاند کے درمیان بادل حائل ہو جاتا ہے یا پہاڑ حائل ہو جاتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ کسی ملک میں چاند گرہن ہوتا ہے اور دوسرے ملک میں نہیں ہوتا اور کسی ملک میں جزوی گرہن لگتا ہے اور دوسرے ملک میں کلی گرہن لگتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۲۵)

نیز ایک اور حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چاند شق ہو گیا حتیٰ کہ اس کا ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر تھا اور دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر تھا تو کافروں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم پر جادو کر دیا ہے' پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اگر انہوں نے ہم پر جادو کر دیا ہے تو وہ سب پر جادو تو نہیں کر سکتے۔

(سنن ترمذی: ۳۲۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۸۱)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ منیٰ میں ہوا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جس وقت چاند شق ہوا اس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں شق القمر ہوا ہے' اس کے ثبوت میں احادیث متواترہ منقول ہیں جن کے احاطہ سے قطعیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ (السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۱۱۴)

ابو اسحاق الزجاج نے معانی القرآن میں لکھا ہے کہ بعض مبتدعین نے چاند کے شق ہونے کے متعلق ملت اسلامیہ کی مخالفت کی ہے اور اس معجزہ کا انکار کیا ہے اور عقل کے نزدیک اس کا انکار صحیح نہیں ہے کیونکہ چاند اللہ کی مخلوق ہے' وہ اس میں جو چاہے تصرف فرما سکتا ہے' کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ چاند کو لپیٹ دے گا اور اس کو فنا کر دے گا۔ بعض لوگوں نے کہا: اگر ایسا ہوا ہوتا تو یہ واقعہ تواتر سے منقول ہوتا اور تمام روئے زمین کے لوگ اس کی معرفت میں مشترک ہوتے اور اس کی معرفت صرف اہل مکہ کے ساتھ خاص نہ ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ رات میں ہوا اور اکثر لوگ اس وقت سوئے ہوئے تھے اور دروازے بند تھے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ لوگ ساری رات آسمان پر نظر جما کر بیٹھے رہیں اور رات میں چاند کو گہن لگتا ہے اور بڑے بڑے ستارے ظاہر ہوتے ہیں' اس کے علاوہ اور امور بھی ہوتے ہیں اور گنے چنے لوگ ہی اس کا مشاہدہ کرتے ہیں' نیز چاند کے شق ہونے کا واقعہ ایک لمحہ میں ہو گزرا تھا اور ضروری نہیں کہ سب اس وقت آسمان کی طرف دیکھ رہے ہوں۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۶ ص ۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۳۶۳۷- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا یُوْنُسُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (ح) وَقَالَ لِیْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ حَدَّثَهُمْ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۶۸۔ ۴۸۶۷۔ ۴۸۶۸] (صحیح مسلم: ۲۸۰۲' الرقم المسلسل: ۶۹۷۰' سنن ترمذی: ۳۲۹۷)

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (ح) مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے لوگوں کو یہ حدیث بیان کی کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے انہیں چاند کو شق کر کے دکھایا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے احادیث سابقہ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

٣٦٣٨- حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَالِدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْقَمَرَ اِنْشَقَّ فِیْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۳۸۷۰۔ ۴۸۶۶] (صحیح مسلم: ۲۸۰۳' الرقم المسلسل: ۶۹۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں خلف بن خالد القرشی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از عراک بن مالک از عبیداللہ بن عبداللہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چاند شق ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی احادیث سابقہ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

٢٨ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ باب ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٦٣٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيْئَانِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے دو مرد اندھیری رات میں نکلے اور ان کے ساتھ دو چراغوں کی مثل چیزیں تھیں' وہ ان دونوں کے سامنے روشنی کر رہی تھیں' جب وہ الگ الگ ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ وہ چیز تھی حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۶۵ میں گزر چکی ہے۔

صحابہ اور ان کے بعد کے مسلمانوں کی کرامات دراصل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہیں۔

کرامات کی تحقیق

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اولیاء اللہ کی کرامات اس امت میں اور اس سے پہلی امتوں میں ثابت ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب اولیاء کی کرامات کی تصدیق ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں سے جو خلاف عادت کام ظاہر فرماتا ہے اور ان کو انواع علوم اور مکاشفات عطا فرماتا ہے ان کی تصدیق ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے ''العقیدۃ الواسطیہ'' میں اسی طرح لکھا ہے اور انہوں نے اپنی کتاب میں اولیاء رحمان اور اولیاء شیطان کی کافی مثالیں ذکر کی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ اولیاء شیطان سے بھی بعض اوقات خلاف عادت امور ظاہر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے بعض لوگ انہیں اولیاء رحمان گمان کرتے ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۵۵ ' مکتبۃ الطبری' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

٣٦٤٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى يَاْتِيَهُمْ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ.

[اطراف الحدیث: ۷۳۱۱ - ۷۴۵۹] (صحیح مسلم: ۱۹۲۱' الرقم المسلسل: ۴۸۴۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ جائے گا اور وہ اس وقت بھی غالب ہوں گے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ آپ کی امت کا ایک گروہ قیامت تک غالب رہے گا اور الحمد للہ عہد رسالت سے لے کر آج تک یہ پیش گوئی پوری ہوئی ہے اور یہ آپ کا علم غیب ہے اور معجزہ ہے۔

قیامت تک دین حق پر قائم رہنے والے مومنین کے مصداق میں متعدد اقوال اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے۔ فقہاء حنبلیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی زمانہ کا مجتہد سے خالی ہونا جائز نہیں ہے۔

نیز فرمایا: حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ جائے گا اور وہ اس وقت بھی غالب ہوں گے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اللہ کے حکم سے مراد وہ ہوا ہے جو ہر مومن مرد اور مومن عورت کی روح نکال لے گی' ایک روایت میں ہے کہ حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی یعنی قرب قیامت میں ایسی ہوا چلے گی۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس گروہ سے مراد اہل علم کی جماعت ہے' امام احمد بن حنبل نے کہا: اس سے مراد محدثین کی جماعت ہے اور اگر اس سے مراد محدثین نہ ہوں تو پھر میں نہیں جانتا وہ کون لوگ ہیں۔ قاضی نے کہا: اس گروہ سے مراد اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور جو اہل حق کے عقیدہ پر ہوں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کی متعدد انواع ہوں' بعض بہادر جنگجو مجاہدین ہوں' بعض فقہاء ہوں' بعض محدثین ہوں' بعض زاہدین اور عبادت گزار ہوں' بعض نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے علماء ہوں اور اس میں اہل خیر کی اور بھی انواع مراد ہو سکتی ہیں (مثلاً مصنفین ہوں' مدرسین ہوں' فقراء اور حفاظ ہوں' نعت گو شعراء اور نعت خواں ہوں وغیرھم۔ سعیدی غفرلہ) اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سب مجتمع ہوں بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ روئے زمین پر مختلف علاقوں میں ہوں' اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اور حجیت اجماع پر اس حدیث سے استدلال کرنا زیادہ صحیح ہے بہ نسبت اس حدیث کے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی' کیونکہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۸ ص ۵۲۹۷ ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' ۱۴۱۷ھ عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۲۷ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اہل اصول نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اجماع حجت ہے' اجماع کی تعریف ہے: ایک زمانہ کے مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر متفق ہونا۔ (الکوثر الجاری ج ۱ ص ۱۶۷ ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابو یحییٰ زکریا الانصاری المصری الشافعی المتوفی ۹۲۶ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اور اس حدیث سے اجماع کی حجیت پر استدلال کرنا زیادہ صحیح ہے بہ نسبت اس حدیث کے کہ ''میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی'' کیونکہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(تحفۃ الباری ج ۶ ص ۶۶۱-۶۶۰ ' مکتبہ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

جدید شارح علامہ موسیٰ شاہین لاشین نے علامہ نووی کی اتباع میں اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔

(فتح المنعم شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۵۹۷ ' دار الشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

اس حدیث کی تحقیق کہ ''میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی''

علامہ نووی' علامہ عینی' علامہ زکریا الانصاری اور علامہ شاہین لاشین نے جو اس حدیث کو مطلقاً ضعیف لکھا ہے یہ صحیح نہیں ہے' اس حدیث کے متعدد متابعات اور شواہد ہیں اس لیے یہ حدیث زیادہ سے زیادہ صحیح لغیرہ اور حسن لذاتہٖ ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ میری امت کو یا فرمایا: امت محمد کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو جماعت سے الگ ہوگا وہ دوزخ میں الگ ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۲۱۶۷)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ابو بصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل سے چار چیزوں کا سوال کیا تو اس نے مجھے تین چیزیں عطا فرمائیں اور ایک چیز سے مجھے منع فرمادیا' میں نے اللہ عزوجل سے سوال کیا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو تو اس نے مجھے یہ عطا فرمادیا' اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ ان پر ایسا دشمن مسلط نہ ہو جو ان کا غیر ہو تو اس نے مجھے یہ عطا کردیا اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو قحط سے ہلاک نہ کرے جیسا کہ اس سے پہلی امتوں کو ہلاک کیا ہے' تو اس نے مجھے یہ عطا کردیا اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ ان کے مختلف فرقے نہ کرنا اور ان کو ایک دوسرے سے نہ لڑانا' تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دعا سے روک دیا۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۶' المعجم الکبیر: ۲۱۷۱' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۲۲-۲۲۱' المستدرک ج ۱ ص ۱۱۶' الاحادیث الصحیحہ للالبانی: ۱۳۳۱)

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمان السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کا متن مشہور ہے اور اس کی بہ کثرت اسانید ہیں اور متعدد شواہد ہیں۔

(المقاصد الحسنہ ص ۴۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

٣٦٤١ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ عُمَيْرٌ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ يُخَامِرَ قَالَ مُعَاذٌ وَّهُمْ بِالشَّامِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ هٰذَا مَالِكٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذًا يَقُوْلُ وَهُمْ بِالشَّامِ.

کہا: مجھے ابن جابر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن ھانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے دین اور اس کے احکام پر قائم رہے گا' جو ان کو رسوا کرنا چاہے گا یا ان کی مخالفت کرنا چاہے گا وہ ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ قیامت آ جائے آ جائے گی اور وہ اسی دین اور اسی شریعت پر قائم ہوں گے۔ عمیر نے کہا: پس مالک بن یخامر نے بیان کیا کہ معاذ نے کہا اور وہ اس وقت شام میں تھے' معاویہ نے کہا: یہ مالک یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے معاذ سے سنا ہے اور وہ اس وقت شام میں تھے۔

اس حدیث کی شرح کا بعض حصہ حدیث سابق کی شرح میں گزر چکا ہے اور بعض دوسرے امور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں۔

مومنین کی ایک جماعت کے قیامت تک دین حق پر قائم رہنے کا سبب

جدید شارح علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

اسلام آخری دین ہے اور اس کی شریعت قیامت تک کے لیے فرض کی گئی ہے تاہم اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت سے ایسا ہوتا رہا ہے کہ ہر امت اپنے رسول کے چلے جانے کے بعد اس کی تعلیمات سے دور ہوتی رہی ہے' ہر رسول کی تعلیمات کا نور اس کی امت کے رگ و پے میں جاری رہتا ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ نور مضمحل ہوتا رہتا ہے اور جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے لوگوں میں دین کے احکام پر عمل کرنے میں وہ پہلا سا جوش و خروش نہیں رہتا اور ان پر سستی اور کاہلی اور نیک اعمال سے بے رغبتی چھاتی جاتی ہے اور شیطان کے اثر سے وہ بہ تدریج زیادہ سے زیادہ برائیوں میں ملوث ہوتے رہتے ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بہترین زمانہ تھا' پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ تھا جو آپ کے قریب تھے' پھر ان کے بعد تابعین کا زمانہ تھا' پھر آہستہ آہستہ دین کا اثر و نفوذ کم ہوتا جاتا ہے۔ پہلی امتوں میں انبیاء علیہم السلام کے بعد حواریین ہوتے تھے اور ہمارے دین اسلام میں علماء اور صالحین ہوتے ہیں۔

علماء اور صالحین بھی وقت گزرنے کے ساتھ کمزور پڑتے جاتے ہیں۔ بعض اوقات دنیا میں مشغول ہونے کی وجہ سے اور بعض اوقات ظالم حکام کے خوف سے اور بعض اوقات نفسانی خواہشوں کے غلبہ کی وجہ سے اور بعض اوقات فتنہ اور فساد کی وجہ سے' ایسے دور میں دین پر گرفت قائم رکھنا انگاروں پر گرفت قائم رکھنے کے مترادف ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاریک حقیقت کی اپنے اصحاب کو خبر دی تھی اور فرمایا تھا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم نیکی کا حکم نہیں دو گے اور برائی سے نہیں روکو گے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس سے بھی زیادہ شدید ہوگا۔ (فتح المنعم ج ٧ ص ٥٩٦۔ ٥٩٥' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ آپ کی اس حدیث کے موافق مزید درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں سرکشی کریں گی اور تمہارے لڑکے فسق و فجور کریں گے! صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے زیادہ شدید ہوگا جب تم نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چھوڑ دو گے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور اس سے زیادہ شدید ہوگا جب تم برائی کو اچھائی گمان کرو گے اور اچھائی کو برائی گمان کرو گے۔

(مسند ابویعلیٰ: ٦٤٢٠، دار الثقافۃ العربیہ، بیروت، ١٤١٣ھ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں رہ جاؤ گے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اس وقت کے لیے مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم صبر کرنا، صبر کرنا، تم لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آنا اور ان کے (برے) اعمال کی مخالفت کرنا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: ٤٧٤٣، مکتبۃ المعارف، ریاض، ١٤٠٥ھ)

عمدہ چیز نکل جانے کے بعد جو بے کار اور خراب چیز باقی رہ جاتی ہے اس کو تلچھٹ کہتے ہیں جیسے آٹے سے میدہ اور سوجی نکالنے کے بعد بھوسی باقی رہ جاتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پڑوسی نے کہا: حضرت جابر بن عبداللہ نے آ کر مجھے سلام کیا تو میں نے ان کو لوگوں کے مختلف فرقوں اور ان کی بدعات کے متعلق بتایا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے، پھر فوج در فوج نکل جائیں گے۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٣٤٣، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شر پر عرب کے لیے افسوس ہے جو قریب آ پہنچا ہے، اندھیری رات کے فتنے تھوڑے تھوڑے ہو کر آئیں گے، ایک مرد صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا۔ لوگ دنیا کے تھوڑے سامان کے عوض دین کو بیچ دیں گے، اس زمانہ میں اپنے دین پر گرفت رکھنا انگاروں پر گرفت رکھنے کی مثل ہوگا۔

(سنن ترمذی: ٢٢٦٠-٣٠٥٨، سنن ابوداؤد: ٤٣٤١، سنن ابن ماجہ: ٤٠١٤، صحیح ابن حبان: ٣٨٥، مسند احمد ج ٢ ص ٣٩١)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ زمین میں اللہ اللہ نہ کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ١٤٨، سنن ترمذی: ٢٢٠٧، المستدرک ج ٤ ص ٤٩٤، تاریخ بغداد ج ٣ ص ٨٢)

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

یہ صورت حال آخر زمانہ میں ہوگی جب زمین پر کوئی بھی اللہ کا نام لینے والا نہیں رہے گا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت دی کہ تم مطمئن رہو یہ دین ہمیشہ برقرار رہے گا اور اس کی شریعت پر عمل ہوتا رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس گئے گزرے دور میں بھی عقائد صحیحہ پر قائم رہے گی اور نیک اعمال کرتی رہے گی اور جو ان کا مخالف ہوگا اس سے مزاحمت کرتی رہے گی اور مخالفین اس کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا سکیں گے حتیٰ کہ جب ان میں سے ایک فرد بھی باقی نہیں رہے گا تو قیامت آ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ آخر زمانہ میں دجال کو بھیجے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور وہ دجال کو قتل کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہوا بھیجے گا جو مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی اور ریشم سے زیادہ نرم ہوگی، وہ ہوا مومنین مخلصین کی ارواح کو قبض کر لے گی، پس روئے زمین پر صرف لوگوں کا تلچھٹ اور اشرار باقی رہ جائیں گے اور زمین پر کوئی بھی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو سو ان پر قیامت قائم ہو جائے گی۔

(فتح المنعم ج ٧ ص ٥٩٥-٥٩٤، دار الشروق، القاہرہ، ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس کے موافق یہ حدیث ہے:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ فتنہ دجال کی ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ہر مومن کی روح قبض کرلے گی اور زمین پر جو لوگ باقی ہوں گے وہ گدھوں کی طرح لڑتے رہیں گے' سوان پر قیامت آجائے گی۔ (سنن ترمذی: ۲۲۴۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۱)

باب مذکور کی اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٤٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا شَبِيْبُ بْنُ غَرْقَدَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَيَّ يُحَدِّثُوْنَ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ دِيْنَارًا يَّشْتَرِيْ لَهُ بِهِ شَاةً فَاشْتَرٰى لَهُ بِهِ شَاتَيْنِ فَبَاعَ اِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ وَّجَاءَهُ بِدِيْنَارٍ وَّشَاةٍ فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِيْ بَيْعِهِ وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيْهِ قَالَ سُفْيَانُ كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ جَاءَنَا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْهُ قَالَ سَمِعَهُ شَبِيْبٌ مِّنْ عُرْوَةَ فَاَتَيْتُهُ فَقَالَ شَبِيْبٌ اِنِّيْ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَيَّ يُخْبِرُوْنَهُ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شبیب بن غرقدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الحی سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از عروہ' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار عطا کیا کہ وہ اس سے آپ کے لیے ایک بکری خریدیں' انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں' پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا اور آپ کے پاس ایک بکری اور ایک دینار لے کر آئے۔ آپ نے ان کی خرید و فروخت میں برکت کی دعا کی' پھر وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو ان کو اس میں نفع ہوتا۔ سفیان نے کہا: ہم کو حسن بن عمارۃ نے یہ حدیث عروہ سے سنائی اور کہا: اس حدیث کو شبیب نے عروہ سے سنا تو میں ان کے پاس گیا' پس شبیب نے کہا: میں نے اس حدیث کو عروہ سے نہیں سنا' انہوں نے کہا: میں نے الحی سے سنا' وہ اس حدیث کی عروہ سے روایت کرتے ہیں۔

٣٦٤٣ - وَلٰكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْخَيْرُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِي الْخَيْلِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ وَقَدْ رَاَيْتُ فِيْ دَارِهِ سَبْعِيْنَ فَرَسًا قَالَ سُفْيَانُ يَشْتَرِيْ لَهُ شَاةً كَاَنَّهَا اُضْحِيَةٌ.

لیکن میں نے ان سے سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے: قیامت تک خیر گھوڑوں کی پیشانی میں بندھی ہوئی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ان کے گھر میں ستر (۷۰) گھوڑے دیکھے' سفیان نے بتایا کہ عروہ نے جو آپ کے لیے بکری خریدی تھی وہ گویا قربانی کی بکری تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۸۵۰' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے عروہ کے لیے برکت کی دعا کی تو وہ مٹی کو بھی خریدتے تو ان کو اس میں نفع ہوتا۔

حدیث مذکور پر یہ اعتراض کہ اس حدیث کہ سند میں الحی کا واسطہ مبہم ہے اور اس کے جوابات

علامہ الفضیل میں الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القطانی نے کہا ہے کہ اس باب میں حدیث وارد کرنے سے امام بخاری کا مقصود صرف گھوڑوں کے متعلق حدیث ہے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور انہوں نے بکری کے متعلق حدیث نہیں وارد کی اور انہوں نے ان علماء پر بہت سخت رد کیا ہے جن کا یہ گمان ہے کہ امام بخاری نے بکری کے متعلق حدیث روایت کی ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ شبیب اور عروہ کے درمیان (الحی کا) واسطہ مبہم ہے اور یہ امام بخاری کی شرط کے خلاف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن القطان کا اعتراض صحیح ہے لیکن واسطہ کے مبہم ہونے کی وجہ سے اس حدیث کی روایت کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ الحی نام کے بہ کثرت راوی ہیں اور ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃً محال ہے۔ علاوہ ازیں امام احمد' امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ان کے متعدد شواہد اور متابعات ہیں اور اس باب میں اس روایت کو داخل کرنے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس حدیث کو علامات نبوت اور معجزات میں داخل کیا جائے کیونکہ عروہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوگئی حتیٰ کہ وہ مٹی بھی خریدتے تو ان کو نفع ہوتا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۴۳' دارالمعرفہ' بیروت)

علامہ ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ عروہ کی حدیث صحیح ہے اور وہ خبر واحد سے اکثر ہے کیونکہ انہوں نے عروہ سے سماع کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ لوگ حدیث بیان کرتے ہیں' سو یہ خبر واحد سے نکل کر خبر مستفیض میں داخل ہوگئی اور شبیب یہ کہتے تھے کہ مجھے ایک مرد نے حدیث بیان کی از الحی' پھر انہوں نے اس حدیث کو الحی سے سنا تو انہوں نے کبھی اس حدیث کا اسناد الحی کی طرف کیا اور کبھی ایک مرد کی طرف کیا گویا اس نے بھی ان سے سنا ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۳۰)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام بخاری نے گھوڑوں کی حدیث اس لیے وارد کی ہے کہ اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے کہ ان کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر بندھی ہوئی ہے اور آپ نے جو خبر دی ہے' واقع میں اسی طرح ہے' سو یہ آپ کا معجزہ ہے۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٦ ص ۲۸۸) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۸٦' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

٣٦٤٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر بندھی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۴۹' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٤٥ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر بندھی ہوئی ہے۔

٣٦٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ وَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ أَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَهَا كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَسِتْرًا وَتَعَفُّفًا وَلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللَّهِ فِي رِقَابِهَا وَظُهُورِهَا فَهِيَ لَهُ كَذَلِكَ سِتْرٌ. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ وِزْرٌ وَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهَا إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ○ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ○﴾ (الزلزال:٧-٨)

گھوڑے تین قسم کے ہیں' ایک قسم مرد کے لیے باعث اجر ہے اور دوسری مرد کے لیے پردہ پوشی کا سبب ہے اور تیسری قسم مرد کے لیے گناہ ہے۔ رہا وہ گھوڑا جو مرد کے لیے باعث اجر ہے یہ وہ گھوڑا ہے جس کو اس نے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے' پس اس کی رسی چراگاہ میں یا باغ میں لمبی کر رکھی ہے' وہ اس چراگاہ یا باغ کے طول میں جو کچھ چرتا ہے وہ اس کی نیکیاں ہوتی ہیں' اگر وہ اپنی رسی تڑا کر ایک بلندی پر یا دو بلندیوں پر جائے تو اس کی لید بھی اس کی نیکیاں قرار پاتی ہیں اور اگر وہ کسی دریا کے پاس سے گزر کر پانی پیئے' خواہ مالک کا ارادہ اس کو پانی پلانے کا نہ ہو تو یہ بھی اس کی نیکیاں شمار ہوتی ہیں اور دوسری قسم وہ ہے کہ ایک مرد نے گھوڑا ضرورت کی وجہ سے اور پردہ پوشی کے لیے اور سوال سے بچنے کے لیے باندھا ہے اور وہ اس گھوڑے کی گردن اور اس کی پیٹھ میں اللہ تعالیٰ کے حق کو نہیں بھولا تو یہ گھوڑا اس کے لیے پردہ پوشی کا باعث ہوگا' اور تیسری قسم یہ ہے کہ ایک مرد نے گھوڑا فخر کرنے کے لیے اور ریاکاری کے لیے اور مسلمانوں سے عداوت کرنے کے لیے باندھا ہے' پس یہ گھوڑا باعث گناہ ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کے متعلق مجھ پر کوئی چیز نازل نہیں ہوئی ماسوا اس جامع اور منفرد آیت کے: سو جو شخص ایک ذرہ کے برابر نیکی کرے تو وہ اس کی جزا پائے گا ○ اور جو شخص ایک ذرہ کے برابر برائی کرے تو وہ اس کی سزا پائے گا ○ (الزلزال:٨-٧)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:٢٣٧١' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ گھوڑے ان تین قسموں سے باہر نہیں ہیں اور گھوڑوں کی یہ تین قسمیں بیان کرنا بھی غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٤٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ صَبَّحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بُكْرَةً وَقَدْ خَرَجُوا بِالْمَسَاحِي فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ وَأَحَالُوا إِلَى الْحِصْنِ يَسْعَوْنَ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے خیبر پہنچ گئے' اس وقت یہودی اپنے پھاوڑے لے کر باہر نکل رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ.

دیکھا تو کہنے لگے: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر کے ساتھ ہیں' اور وہ قلعوں کی طرف پناہ کے لیے بھاگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے فرمایا: اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا' بے شک جب ہم کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے جن کو (اللہ کے عذاب) سے ڈرایا گیا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۷۱' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: خیبر برباد ہو گیا: سو آپ کے ارشاد کے مطابق اہل خیبر شکست کھا گئے اور مسلمانوں نے اس کو فتح کر لیا۔

٣٦٤٨ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْفُدَيْكِ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا فَأَنْسَاهُ قَالَ ابْسُطْ رِدَائَكَ فَبَسَطْتُهُ فَغَرَفَ بِيَدِهِ فِيهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهُ فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيتُ حَدِيثًا بَعْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی الفدیک نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذئب از المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے بہ کثرت احادیث سنتا ہوں' پس ان کو بھول جاتا ہوں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی چادر پھیلاؤ' سو میں نے اپنی چادر پھیلائی' آپ نے اپنے ہاتھ سے (ہوا میں) ایک لپ بھر کر اس میں ڈال دیا' پھر فرمایا: (اس چادر کو اپنے ساتھ) ملا لو سو میں نے اس چادر کو (اپنے ساتھ) ملا لیا' پھر اس کے بعد میں آپ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۱۸' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی معجزات کا ذکر ہے' ایک یہ کہ آپ نے ہوا میں لپ بھر کر اس چادر میں ڈالا اور فرمایا: اس چادر کو اپنے ساتھ ملاؤ تو اس کی برکت سے حضرت ابو ہریرہ کا حافظہ قوی ہو گیا اور وہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے بن گئے' نیز اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ صرف احکام شرعیہ بتانے والے نہیں ہیں بلکہ ہر درد کا درماں اور علاج ہیں اور اس میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے کیونکہ یہ حدیث آپ کے اس ارشاد کو متضمن ہے کہ اس کے بعد تم کوئی حدیث نہیں بھولو گے' سو ایسا ہی ہوا۔

کتاب المعجزات کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم معجزہ پر اختتام

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ سے سنی ہوئی حدیث بھول جاتے تھے اور آپ کے ہاتھ سے مس کی ہوئی چادر کو اپنے جسم کے ساتھ ملانے کے بعد ان کی اس طرح کایا پلٹ گئی کہ نہ صرف یہ کہ وہ آپ سے سنی ہوئی حدیث نہیں بھولتے تھے بلکہ کوئی بات بھی نہیں بھولتے تھے خواہ وہ حدیث ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

(شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۴۴' مکتبۃ الطبری' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب میں نبی ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے اور امام بخاری نے اس باب کو نبی ﷺ کے اس عظیم معجزہ پر ختم کیا ہے۔

امام بخاری نے نبی ﷺ کے مناقب میں شروع سے لے کر یہاں تک ایک سو ننانوے (۱۹۹) احادیث روایت کی ہیں ان میں سے سترہ (۱۷) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور ان میں اٹھتر (۷۸) احادیث مکررہ ہیں اور ایک سو ایک (۱۰۱) خالص احادیث ہیں اور امام بخاری نے نبی ﷺ کے معجزات کے بیان میں جو احادیث روایت کی ہیں ان میں سے پچاس احادیث میں علم غیب کا ثبوت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا یہ اہم عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین۔ آج ۲۶ رجب شب معراج ۱۴۳۰ھ/ ۱۹ جولائی ۲۰۰۹ء بہ روز اتوار بعد از نماز عصر کتاب فضائل النبی ﷺ مکمل ہوگئی۔

اللہ العالمین! جس طرح آپ نے محض اپنے کرم سے صحیح بخاری کی شرح نعمۃ الباری کو یہاں تک پہنچا دیا ہے اسی طرح کرم اور نعمت فرما کر صحیح البخاری کی باقی احادیث کی شرح کو بھی مکمل فرما دیں اور میرا ایمان پر خاتمہ فرمائیں اور میری، میرے والدین کی، میرے اساتذہ اور احباب کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دیں، ہمیں دنیا اور آخرت کی مشکلات اور مصائب سے محفوظ رکھیں اور ہمیں دارین کی نعمتیں سعادتیں اور برکتیں عطا فرمائیں۔ امین۔ یا رب العالمین بجاہ حبیبك رحمة للعٰلمين.

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

٦٢ - كِتَابُ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ [اَلْمَنَاقِبِ]

فضائل صحابہ کا بیان

١ - بَابٌ فِيْ فَضَائِلِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے فضائل

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ فضائل' فضیلت کی جمع ہے اور یہ نقصیت کی ضد ہے جس طرح فضل' نقص کی ضد ہے۔ لغت میں فضل کا معنی اضافہ اور زیادہ ہے' فضائل سے مراد وہ خصائل اور اوصاف ہیں جو پسندیدہ اور لائق مدح ہوں۔

وَمَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ رَاٰهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ مِنْ اَصْحَابِهٖ.

اور جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصاحب رہا یا جس نے آپ کو دیکھا' پس وہ آپ کے اصحاب میں سے ہے۔

امام بخاری نے اس عبارت سے صحابی کی تعریف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

صحابی کی تعریف میں متعدد اقوال

(۱) جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہو یا اس نے آپ کو دیکھا ہو تو وہ آپ کے اصحاب میں سے ہے۔ یہ تعریف صحابی کی دو قسموں کو شامل ہے' پہلی قسم وہ ہے جو مسلمان آپ کے ساتھ رہا ہو لیکن اس نے آپ کو دیکھا نہ ہو جیسے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ یہ نابینا تھے اور دوسری قسم وہ ہے جس مسلمان نے آپ کو دیکھا ہو خواہ اس کو آپ کے ساتھ رہنے یا آپ کی مجلس میں شریک ہونے بیٹھنے یا چلنے پھرنے کا موقع میسر نہ آیا ہو' اس تعریف میں مسلمان کی قید اس لیے لگائی ہے تا کہ اس سے کفار خارج ہو جائیں کیونکہ کفار بھی آپ کے ساتھ رہتے تھے یا آپ کو دیکھتے تھے لیکن وہ صحابی نہیں ہیں۔

امام بخاری کو اس تعریف میں یہ قید بھی لگانی چاہیے تھی کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو تا کہ صحابی کی تعریف سے ابن خطل' ربیعہ بن امیہ اور مقبس بن صبابہ اور ان کی مثل خارج ہو جائیں کیونکہ ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کو دیکھا مگر بعد میں یہ مرتد ہو گئے تھے' اس لیے یہ صحابی نہیں ہیں۔

(۲) ابوالمظفر السمعانی نے یہ تعریف کی ہے: وہ مسلمان جو طویل عرصہ تک آپ کے ساتھ رہا ہو اور آپ کی مجلس میں بہ کثرت شریک رہا ہو اور اس نے آپ سے احادیث سنی ہوں' انہوں نے کہا کہ لغت کے اعتبار سے ایسے مسلمان پر ہی صحابی کا اطلاق ہوتا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

انہوں نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ محدثین صحابی کا اطلاق ہر اس مسلمان پر کرتے ہیں جس نے آپ سے کوئی حدیث یا کوئی کلمہ روایت کیا ہو اور وہ اس میں توسع کر کے کہتے ہیں کہ جس صحابی نے آپ کو دیکھا اور پھر مرتد ہو گیا' پھر وہ آپ کی وفات کے بعد دوبارہ اسلام لے آیا اور اس نے آپ کو دوبارہ نہیں دیکھا تو صحیح یہ ہے کہ اس کا شمار بھی صحابہ میں ہوتا ہے کیونکہ محدثین کا اتفاق ہے کہ وہ اشعث بن قیس اور اس کی امثال کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور ان کی احادیث کو اپنی مسانید میں روایت کرتے ہیں۔

آمدی نے کہا: حق کے مشابہ یہ ہے کہ صحابی وہ مسلمان ہے جس نے آپ کو دیکھا ہو خواہ وہ آپ کے ساتھ نہ رہا ہو۔ امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک یہی تعریف مختار ہے۔

(۳) سعید بن مسیب نے یہ تعریف کی ہے کہ صحابی وہ مسلمان ہے جو آپ کے ساتھ ایک سال یا دو سال رہا ہو یا اس نے آپ کے ساتھ ایک غزوہ میں یا دو غزووں میں شرکت کی ہو۔ اس تعریف میں کافی تنگی ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی اور ان کی امثال کو صحابہ میں نہ شمار کیا جائے حالانکہ ان کے صحابی ہونے پر اتفاق ہے۔

(۴) آمدی نے یہ تعریف کی ہے کہ جو مسلمان طویل عرصہ تک آپ کے ساتھ رہا اور اس نے آپ سے احادیث سنی ہوں وہ صحابی ہے۔

(۵) واقدی نے یہ تعریف کی ہے کہ جس مسلمان عاقل بالغ نے آپ کو دیکھا ہو وہ صحابی ہے۔

(٦) یحییٰ بن سلیمان مصری نے یہ تعریف کی ہے کہ جس مسلمان نے آپ کا زمانہ پایا ہو وہ صحابی ہے خواہ اس نے آپ کو دیکھا نہ ہو۔

صحابی کی معرفت کا طریقہ

کسی شخص کے صحابی ہونے کی معرفت کا ذریعہ خبر متواتر ہے جیسے حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور باقی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم یا خبر متواتر سے کم ہو یعنی خبر مشہور ہو' حضرت عکاشہ بن محصن اور ضمام بن ثعلبہ اور ان کی امثال کا صحابی ہونا خبر مشہور سے ثابت ہے یا بعض صحابہ کسی شخص کے متعلق یہ خبر دیں کہ وہ صحابی ہے' جیسے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ شہادت دی کہ حضرت حمیمہ بن ابی حمیمہ الدوسی جو اصبہان میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہو گئے تھے' وہ صحابی ہیں' بہ شرطیکہ اس خبر سے پہلے ان کا عادل اور متقی ہونا ثابت ہو' یا وہ شخص عادل اور متقی ہو اور وہ خود سے خبر دے کہ وہ صحابی ہے' ہمارے شیخ نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ اس شخص کے صحابی ہونے کا دعویٰ اس وقت مقبول ہو گا جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر ایک سو سال گزرنے سے پہلے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا ہو کیونکہ اگر اس نے آپ کے وصال پر ایک سو سال گزرنے کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ باطل اور مردود ہو گا کیونکہ حدیث صحیح میں مذکور ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات کے آخر میں' ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے کیونکہ اس رات کے ایک سو سال بعد ان لوگوں میں سے روئے زمین پر کوئی زندہ نہیں رہے گا جواب زندہ ہیں۔ (صحیح البخاری:١١٦' صحیح مسلم:٢٥٣٧' سنن ترمذی:٢٢٥١' سنن ابوداؤد:٤٣٤٨)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کی وفات کے ایک سو سال بعد کوئی صحابی زندہ نہیں رہا' لہٰذا جس نے آپ کے وصال کے ایک سو سال بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا اس کا دعویٰ باطل اور مردود ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٣٦۔ ٢٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٤٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْسَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيَقُوْلُوْنَ اَفِيْكُمْ مَّنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ لَهُمْ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ هَلْ فِيْكُمْ مَّنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ.

انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہتے تھے: ہمیں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جب ان کی جماعت جہاد کرے گی تو لوگ ان سے پوچھیں گے: کیا تم میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے؟ وہ ان سے کہیں گے: ہاں! تو ان کو فتح حاصل ہوگی' پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کا کوئی صاحب ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں! تو ان کو فتح حاصل ہوگی' پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کی ایک جماعت جنگ کرے گی' پس ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی صاحب کا ہے؟ تو وہ لوگ کہیں گے: ہاں! پھر ان کو فتح دے دی جائے گی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۸۹۷' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صحابہ اور تابعین کی فضیلت ہے۔

علامہ زرھونی مالکی نے لکھا ہے کہ امام ابوزرعہ رازی سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ موجود تھے جنہوں نے آپ سے احادیث کو سنا اور روایت کیا۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۳-۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۶۵۰ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ فَلَا اَدْرِيْ اَذَكَرَ بَعْدَ قَوْلِهٖ قَرْنَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی جمرۃ' انہوں نے کہا: میں نے زھدم بن مطرب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے' پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں' حضرت عمران نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے دو قرنوں یا تین قرنوں کے بعد فرمایا: پھر تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو (از خود) گواہی دیں گے' ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی' اور وہ خیانت کریں گے اور ان کو امین نہیں بنایا جائے گا' اور وہ نذر مانیں گے اور پوری نہیں کریں گے اور ان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۶۵۱' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کی فضیلت ہے۔

قرن کا معنی اور مصداق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

ایک زمانہ کے متقارب لوگوں کو قرن کہا جاتا ہے جو امور مقصودہ میں سے کسی امر میں مشترک ہوں' قرن کی مدت میں اختلاف ہے' زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کی کوئی مدت متعین نہیں ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرن صحابہ ہیں اور ان کی مدت بعثت نبوی سے لے کر اس وقت تک ہے جب آخری صحابی نے وفات پائی اور وہ حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ مدت ایک سو بیس سال ہے' اور تابعین کے قرن کی مدت ستر (۷۰) سال سے لے کر ایک سو (۱۰۰) سال تک ہے اور تبع تابعین کے قرن کی مدت ستر سال سے لے کر تقریباً دو سو بیس سال تک ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس مدت میں بدعتوں کا بہت زیادہ ظہور ہوا ہے۔ معتزلہ نے اپنی زبانیں کھولیں اور فلاسفہ نے اپنے سروں کو اٹھایا' اور علماء کو اس آزمائش میں ڈالا گیا کہ وہ کہیں کہ قرآن مجید مخلوق ہے۔

آیا صحابہ کرام سے بعد کے مسلمان افضل ہو سکتے ہیں یا نہیں

اس میں اختلاف ہے کہ قرن کے افضل ہونے کا کیا معنی ہے؟ آیا قرن اول کا ہر فرد بعد کے دو قرنوں سے افضل ہے اور قرن ثانی کا ہر فرد قرن ثانی سے افضل ہے اور یہ جمہور کا قول ہے یا قرن اول کا مجموعہ بعد کے دو قرنوں سے افضل ہے' اس طرح قرن ثانی کے لوگوں کا مجموعہ قرن ثالث کے لوگوں سے افضل ہے اور یہ امام ابن عبد البر کی رائے ہے' وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کے قرن کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو بعض صحابہ سے افضل ہوں گے ماسوا اہل بدر اور حدیبیہ کے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے' یہ پتا نہیں ہوگا کہ اس کے اول میں خیر ہے یا آخر میں۔ (سنن ترمذی: ۲۸۶۹' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۰)

حافظ ابن حجر نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا یا آپ کے زمانہ میں آپ کے حکم سے جہاد کیا یا آپ کی وجہ سے اپنے مال کو خرچ کیا یا آپ کی طرف ہجرت یا نصرت میں سبقت کی یا آپ سے حاصل کردہ شریعت کو منضبط کرنے کے درپے ہوا یا آپ کے بعد والوں کو تبلیغ کی' ان صحابہ کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا اور رہے وہ صحابہ جن کے یہ کام ظاہر نہیں ہوئے اور ان کی فضیلت صرف اتنی ہے کہ انہوں نے آپ کی زیارت کی ہے تو وہ محل بحث ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۱' ۴' دار المعرفہ' بیروت)

امام المازری نے کہا ہے کہ صحابیت خواہ ایک لحہ کی ہو اس کی فضیلت کے برابر کوئی عمل نہیں ہے' اور دیگر فضائل اس کے درجہ کو نہیں پا سکتے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور بعض محدثین اور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ فضیلت آپ کے بعض خواص اصحاب کے لیے ہے جنہوں نے آپ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کی نصرت کی اور اپنا مال خرچ کیا نہ کہ ان اصحاب کے لیے جنہوں نے آپ کو صرف ایک بار دیکھا یا فتح مکہ اور اسلام کے مستحکم ہونے کے بعد آپ کے ساتھ رہے اور صحیح قول اکثریت کا ہے کہ یہ فضیلت تمام اصحاب کے لیے ہے کیونکہ ظاہر آثار اس کی تائید کرتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حق وہ ہے جس کو علماء کی اکثریت نے کہا ہے کہ جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصاحب ہوا یا جس نے آپ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو دیکھا خواہ زندگی میں ایک بار وہ بعد میں آنے والے تمام مسلمانوں سے بہتر ہے اور صحابیت کی فضیلت کے برابر کوئی عمل نہیں ہے'
پھر انہوں نے حافظ ابن عبدالبر کے قول کو آٹھ وجوہ سے رد کیا ہے۔
نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ متقدمین اور متاخرین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور شیعہ اور اہل بدعت کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ٢٣٨)
قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان افضل ہونے میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کی فضیلت ترتیب خلافت کے اعتبار سے ہے۔ امام اشعری کا اسی طرف میلان ہے' ایک قول توقف کا ہے' امام مالک نے المدونہ میں اسی کو تحریر کیا ہے۔
ابو منصور بغدادی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ افضل الصحابہ خلفاء اربعہ ہیں' ترتیب خلافت کے مطابق' پھر تمام عشرہ مبشرہ ہیں' پھر اہل بدر ہیں' پھر اہل احد ہیں' پھر اہل بیعت رضوان ہیں۔
حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ فضیلت میں صحابہ کی ترتیب ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت اور اتباع پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ (آمین)
(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ٥۔٣ ملخصاً' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٦٥١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ. قَالَ اِبْرَاهِيمُ وَكَانُوا يَضْرِبُونَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ وَنَحْنُ صِغَارٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگوں میں سے بہترین میرے زمانہ کے لوگ ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ گواہی دینے سے پہلے ان کی زبانوں پر قسم آئے گی اور ان کی قسم سے پہلے ان کی شہادت آئے گی' ابراہیم نے کہا: جب ہم چھوٹے تھے تو (ہمارے بزرگ) شہادت اور عہد کے الفاظ زبان پر لانے کی وجہ سے ہم کو مارا کرتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٦٥٢' میں گزر چکی ہے۔
امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے وارد کیا ہے کہ اس میں صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کی فضیلت کا ذکر ہے۔

٢- بَابُ مَنَاقِبِ الْمُهَاجِرِينَ وَفَضْلِهِمْ — مہاجرین کے مناقب اور ان کے فضائل

مہاجرین سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اللہ کی رضا کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ایک قول یہ ہے کہ مہاجرین سے مراد انصار کے ماسوا ہیں اور ان کے ماسوا ہیں جو فتح مکہ کے دن اسلام لائے' اس اعتبار سے صحابہ کی تین اقسام ہیں' انصار' اوس اور خزرج اور ان کے خلفاء اور موالی۔

مِنْهُمْ اَبُو بَكْرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي قُحَافَةَ التَّيْمِيُّ — ان میں سے حضرت ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ التیمی رضی اللہ عنہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ . ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افاضل اور اکابر مہاجرین میں سے ہیں۔ امام بخاری نے اس پر جزم کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام عبداللہ ہے۔ التلویح میں مذکور ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبدالکعبۃ تھا اور زمانہ اسلام میں ان کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ حضرت ابوبکر کے والد کا نام عثمان بن عامر ابوقحافہ ہے۔ ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت صخر ام الخیر ہے' حضرت ابوبکر کے مناقب میں یہ ہے کہ ان کے والدین اور ان کی تمام اولاد مسلمان اور صحابی ہیں۔ حضرت ابوبکر کا نام زمانہ اسلام میں صدیق بھی ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور جب سب نے واقعہ معراج کی تکذیب کی تو حضرت ابوبکر نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت ابوبکر کا لقب عتیق ہے کیونکہ ان کو دوزخ سے آزاد کر دیا گیا۔ حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد ڈھائی سال خلیفہ رہے' دو سال چار ماہ اور دو سال تین ماہ کا بھی قول ہے' پھر تریسٹھ (٦٣) سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو رات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دفن کیا گیا۔ حضرت ابوبکر کی وفات پیر کے دن منگل کی شب ٢٢ جمادی الثانیہ کو ہوئی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٣٩۔٢٣٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُھَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ○﴾ (الحشر:٨)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: (یہ اموال) ان فقراء مہاجرین کے لیے (بھی) ہیں' جو اپنے گھروں اور اپنے اموال اور جائیداد سے نکال دیئے گئے وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں' وہی سچے ہیں○ (الحشر:٨)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس کا عطف مناقب مہاجرین اور ان کے فضائل پر ہے اور یہ آیت بھی باب کے عنوان کا حصہ ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جو اموال فئے عطا کیے ہیں وہ ان مہاجرین کے لیے بھی ہیں جن کو کفار مکہ نے ان کے گھروں سے نکال دیا' وہ اپنی ہجرت سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کو طلب کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے نبی کی شریعت کی مدد کرتے تھے۔ یہی لوگ سچے ہیں' انہوں نے جو کچھ کہا تھا اس کو اپنے افعال سے ثابت کر دیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جہاد کے لیے اپنے گھروں اور اپنے مالوں کو چھوڑ دیا۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ. اِلٰی قَوْلِہٖ. اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا﴾ (التوبہ:٤٠).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اگر تم نے رسول کی مدد نہ کی تو بے شک اللہ نے ان مدد فرما دی (یہ آیت یہاں تک ہے) بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (التوبۃ:٤٠)

اس کا عطف بھی باب کے عنوان پر ہے اور یہ آیت بھی باب کے عنوان کا حصہ ہے۔ امام بخاری نے یہ آیت مکمل ذکر نہیں کی' مکمل آیت اس طرح ہے:

اگر تم نے رسول کی مدد نہ کی تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرما دی' جب کافروں نے رسول اللہ کو بے وطن کیا' اس حال میں کہ وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے وہ اپنے صاحب سے کہہ رہے تھے کہ تم غمگین نہ ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے' پھر اللہ نے ان پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ کا کلمہ ہی اونچا ہے' اور اللہ غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے O (التوبۃ: ٤٠)

اس آیت میں فرمایا ہے: دو میں سے دوسرے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ روایت ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکلنے کا حکم پہنچایا تو آپ نے پوچھا: میرے ساتھ کون نکلے گا' حضرت جبریل نے بتایا: حضرت ابوبکر۔

اس آیت میں فرمایا: وہ اپنے صاحب سے کہہ رہے تھے' اس آیت میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر ہیں' علماء نے کہا ہے کہ جس نے حضرت ابوبکر کے صحابی ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا کیونکہ اس نے کلام اللہ کا انکار کیا' اور باقی صحابہ کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا: اللہ نے ان پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تائید اور نصرت نازل فرمائی۔ ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت رہتی تھی لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس خاص موقع پر بھی آپ کے اوپر تائید اور نصرت نازل فرمائی ہو۔

اور فرمایا: ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا: یعنی فرشتوں سے مدد فرمائی۔

نیز فرمایا: اور کافروں کی بات کو نیچے کر دیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کافروں کی بات سے مراد ہے: شرک اور اللہ کے کلمہ سے مراد ہے: لا الہ الا اللہ.

اور فرمایا: اور اللہ بہت غلبہ والا ہے' یعنی وہ اپنی تدبیر سے کافروں سے انتقام لے گا۔

امام بخاری نے اس عنوان میں پہلے الحشر: ۸ کو ذکر کیا' اس آیت میں مہاجرین کی فضیلت ہے' اس کے بعد التوبۃ: ٤٠ کو ذکر کیا' اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ وَّابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ.

حضرت عائشہ اور حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ غار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا مفصل واقعہ صحیح البخاری: ۳۹۰۵' میں آ رہا ہے' اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں داخل ہوئے تھے۔ امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے (دینی) بھائی ہو اور غار میں میرے صاحب ہو۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٤٠۔ ٢٣٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبد اللہ رکھا' ان کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے عتیق کہا جاتا تھا' یا اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ اس شخص کی طرف دیکھے جو عتیق من النار ہے یعنی دوزخ سے آزاد کر دیا گیا ہے تو وہ ان کی طرف دیکھے' پس آپ نے ان کا نام عتیق رکھا اور ان کا لقب صدیق ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی تھی اور ان کی کنیت ابوبکر ہے اور ان کا نسب عبد اللہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بن عثمان ہے اوران کے والد کی کنیت ابوقحافہ ہے اوران کی والدہ کا نام سلمٰی ہے اوران کی کنیت ام الخیر ہے وہ اسلام لائیں اورانہوں نے ہجرت کی۔ حضرت ابوبکر کے مناقب میں سے یہ ہے ان کے والدین اوران کی اولاد اوران کے پوتے سب مسلمان اورصحابی ہیں۔ جس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اس دن ان کی خلافت پر بیعت کی گئی تھی۔ (الاستیعاب ج ۳ ص ۹۱)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل ایک سو بیالیس احادیث حفظ تھیں جن میں سے صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں اٹھارہ احادیث ہیں۔

نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ قطعی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی احادیث حفظ تھیں جتنی دوسروں کو حفظ نہیں تھیں اور جتنا حضرت ابوبکر کو آپ سے علم حاصل ہوا ہے اتنا دوسروں کو علم حاصل نہیں ہوا کیونکہ وہ آپ کے خلیل اور صفی تھے اور دن اور رات سفر اور حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے تاہم وہ احادیث بیان کرنے اور روایت کرنے کے لیے فارغ نہیں ہو سکے کیونکہ وہ اس سے زیادہ اہم کاموں میں مشغول تھے۔ (المفہم ج ٦ ص ۲۳۷ دار ابن کثیر بیروت) غار کا قصہ عنقریب حدیث ہجرت میں آئے گا۔ (الفجر الساطع ج ۹ ص ۸۔۷ مکتبہ الرشد ریاض ۱۴۳۰ھ)

٣٦٥٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: اِشْتَرٰی اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ مِنْ عَازِبٍ رَحْلًا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعَازِبٍ مُرِ الْبَرَاءَ فَلْيَحْمِلْ اِلَیَّ رَحْلِیْ فَقَالَ عَازِبٌ لَا حَتّٰی تُحَدِّثَنَا كَيْفَ صَنَعْتَ اَنْتَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجْتُمَا مِنْ مَكَّةَ وَالْمُشْرِكُوْنَ يَطْلُبُوْنَكُمْ قَالَ اِرْتَحَلْنَا مِنْ مَكَّةَ فَاَحْيَيْنَا اَوْسَرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتّٰی اَظْهَرْنَا وَقَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ فَرَمَيْتُ بِبَصَرِیْ هَلْ اَرٰی مِنْ ظِلٍّ فَاٰوِیَ اِلَيْهِ فَاِذَا صَخْرَةٌ اَتَيْتُهَا فَنَظَرْتُ بَقِيَّةَ ظِلٍّ لَهَا فَسَوَّيْتُهُ ثُمَّ فَرَشْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ ثُمَّ قُلْتُ لَهُ اِضْطَجِعْ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ فَاضْطَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْطَلَقْتُ اَنْظُرُ مَا حَوْلِیْ هَلْ اَرٰی مِنَ الطَّلَبِ اَحَدًا فَاِذَا اَنَا بِرَاعِیْ غَنَمٍ يَسُوْقُ غَنَمَهُ اِلَی الصَّخْرَةِ يُرِيْدُ مِنْهَا الَّذِیْ اَرَدْنَا فَسَاَلْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ قَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ فَقُلْتُ هَلْ فِیْ غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَهَلْ اَنْتَ حَالِبٌ لَنَا قَالَ نَعَمْ فَاَمَرْتُهُ فَاعْتَقَلَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهِ ثُمَّ اَمَرْتُهُ اَنْ يَنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ ثُمَّ اَمَرْتُهُ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تیرہ درہم میں حضرت عازب رضی اللہ عنہ سے پالان خریدا، پس حضرت ابوبکر نے حضرت عازب سے کہا: آپ حضرت البراء کو یہ حکم دیں کہ وہ یہ پالان اٹھا کر میرے ساتھ چلیں، حضرت عازب نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ آپ ہمیں یہ واقعہ بیان کریں کہ جب آپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے نکلے تھے اور مشرکین آپ کو تلاش کر رہے تھے تو آپ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے بیان کیا: ہم مکہ سے روانہ ہوئے، ہم ساری رات اور سارا دن چلتے رہے حتیٰ کہ ہم نے ظہر کا وقت پالیا اور دوپہر ہوگئی، پس میں نے نظر دوڑائی کہ مجھے کہیں سایا نظر آئے جس کی طرف میں پناہ لوں، پھر میں ایک چٹان کے پاس آیا تو میں نے اس چٹان کے باقی حصہ کا سایا دیکھا، میں نے اس چٹان کو صاف کیا پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس پر فرش بچھایا، پس میں نے آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ اس پر لیٹ جائیں، سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر لیٹ گئے، پھر میں چل کر اپنے اردگرد دیکھنے لگا کہ کیا کوئی ہماری تلاش میں آرہا ہے، پس اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بکریوں کو چرانے والا اپنی بکریوں کو ہنکاتا ہوا اس طرف آرہا ہے، وہ بھی اس چٹان سے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَنْفُضُ كَفَّيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا ضَرَبَ إِحْدٰى كَفَّيْهِ بِالْأُخْرٰى فَحَلَبَ لِي كُثْبَةً مِّنْ لَّبَنٍ وَّقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدَاوَةً عَلٰى فَمِهَا خِرْقَةٌ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ أَسْفَلُهُ فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَافَقْتُهُ قَدِ اسْتَيْقَظَ فَقُلْتُ لَهُ اِشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيتُ ثُمَّ قُلْتُ قَدْ اٰنَ الرَّحِيلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَلٰى فَارْتَحَلْنَا وَالْقَوْمُ يَطْلُبُوْنَا فَلَمْ يُدْرِكْنَا أَحَدٌ مِّنْهُمْ غَيْرُ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ عَلٰى فَرَسٍ لَّهُ فَقُلْتُ هٰذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبہ:٤٠).

وہی ارادہ کر رہا تھا جو ہمارا ارادہ تھا' میں نے اس سے پوچھا: اے لڑکے! تم کس کے (غلام) ہو؟ اس نے قریش کے ایک مرد کا نام لیا' پس میں نے اس کو پہچان لیا' میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے پوچھا: کیا تم ہمارے لیے ان کا دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! سو میں نے اس سے دودھ دوھنے کے لیے کہا' سو اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کو باندھا' پھر میں نے اس سے کہا کہ وہ اس کے تھن کو گرد وغبار سے صاف کر لے' پھر میں نے اس سے کہا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو بھی جھاڑ لے' پس میں نے اپنی ہتھیلیوں میں سے ایک ہتھیلی کو دوسری پر مار کر بتایا' سو اس نے میرے لیے تھوڑا سا دودھ دوہا اور میں رسول اللہ ﷺ کے لیے پہلے ہی چمڑے کا ایک برتن لایا تھا (جس میں ٹھنڈا پانی تھا) سو میں نے دودھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا حتیٰ کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا' پس میں وہ دودھ نبی ﷺ کے پاس لے گیا تو میں نے دیکھا آپ بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دودھ پیجئے' پس آپ نے دودھ پیا حتیٰ کہ میں خوش ہو گیا' پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اب کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! پس ہم روانہ ہو گئے اور لوگ ہم کو تلاش کر رہے تھے' پس ان میں سے کسی نے ہم کو نہیں پایا سوائے سراقہ بن مالک بن جعشم کے وہ گھوڑے پر سوار تھا' پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ ڈھونڈنے والا ہم سے آ ملا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ (التوبہ:٤٠)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٤٣٩' میں گزر چکی ہے۔

تُرِيْحُوْنَ بِالْعَشِيِّ وَتَسْرَحُوْنَ بِالْغَدَاةِ.

''تریحون'' کا لفظ سہ پہر کے وقت جانے کے لیے بولا جاتا ہے اور ''تسرحون'' کا لفظ صبح کے وقت جانے کے لیے بولا جاتا ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس تعلیق کی اس حدیث کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں ''تریحون'' کا لفظ ہے نہ ''تسرحون'' کا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٤١' ٢٤١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٦٥٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا فِي الْغَارِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا فَقَالَ مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا. [اطراف الحدیث: ٣٩٢٢- ٤٦٦٣] (صحیح مسلم: ٢٣٨١ الرقم المسلسل: ٦٠٦٣، سنن ترمذی: ٣٠٩٦، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٧، مسند البزار: ٣٦، مسند ابویعلیٰ: ٦٦، صحیح ابن حبان: ٦٢٧٨، مسند احمد ج ١ ص ٤، طبع قدیم، مسند احمد: ١١ ج ١ ص ١٨٩، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی از ثابت البنانی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں غار میں تھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اگر ان میں سے کسی ایک نے اپنے قدموں کے نیچے دیکھا تو وہ ہم کو دیکھ لے گا، تب آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے جن میں تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ اسی طرح مطابقت ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ان دو میں کا تیسرا اللہ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اعانت ان دونوں کے ساتھ ہے۔ یہ عبارت اصل میں اس طرح ہے: ہم دو ہیں اور ہمارا ناصر اور معین اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خصائص اور مناقب

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور ان کے ایمان کی کوئی نظیر نہیں تھی، حتیٰ کہ ان کو صدیق کا لقب دیا گیا۔ انہوں نے اسلام کی تبلیغ پر اپنا تمام مال خرچ کر دیا، جس وقت وہ اسلام لائے تھے ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے، انہوں نے وہ سب اسلام کی راہ میں خرچ کر دیے۔ جن غلاموں کو اسلام لانے کی پاداش میں ایذادی جارہی تھی ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت پر اپنا مال خرچ کیا، اپنی صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد کیا، وہ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کیا، وہ امت کے معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے وزیر اور مشیر تھے، وہ غار میں دو میں کے دوسرے تھے۔ سفر ہجرت میں آپ کے رفیق تھے، اس سفر میں وہ کبھی آپ سے مقدم ہو جاتے اور کبھی آپ سے مؤخر ہو جاتے۔ جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ کبھی مجھے آپ کے آگے خطرہ معلوم ہوتا تو میں آگے ہو جاتا اور کبھی مجھے آپ کے پیچھے خطرہ معلوم ہوتا تو میں آپ کے پیچھے ہو جاتا تھا تاکہ میں آپ کی حفاظت کر سکوں۔

حضرت ابوبکر تمام مردوں سے زیادہ آپ کو محبوب تھے۔ (صحیح مسلم: ٢٣٨٤) آپ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ میں ایک مکتوب لکھوں جس میں ابوبکر کو خلیفہ بنانے کی وصیت کروں لیکن میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر کے غیر کی خلافت کا انکار کر دے گا اور مؤمنین بھی ابوبکر کے غیر کا انکار کر دیں گے۔ [خواہ میں ان کو خلیفہ بناؤں یا نہ بناؤں] (صحیح مسلم: ٢٣٨٧)

ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنانے کے واضح اشارے کیے ہیں، آپ نے مسجد میں حضرت ابوبکر کے دروازہ کے سوا ہر ایک کا دروازہ بند کر دیا۔ (صحیح بخاری: ٤٦٦، صحیح مسلم: ٢٣٨٢، سنن ترمذی: ٣٦٨٠) آپ نے نو ہجری میں حضرت ابوبکر کو مسلمانوں کا امیر حج بنا کر بھیجا۔ (صحیح البخاری: ١٦٢٢، صحیح مسلم: ١٣٤٧، سنن ابوداؤد: ١٩٤٦) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت مسئلہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

معلوم کرنے کے لیے آئی تو آپ نے فرمایا: اگلے سال آنا' اس نے کہا: اگر میں آپ کو اگلے سال نہ پاؤں تو؟ آپ نے فرمایا: پھر ابوبکر کے پاس آنا۔ (صحیح البخاری:٣٦٥٩' صحیح مسلم:٢٣٨٦) جب نبی ﷺ مرض کی شدت کی وجہ سے نماز پڑھانے کے لیے مسجد نہ جا سکے تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' سو حضرت ابوبکر تین دن تک رسول اللہ ﷺ کے مصلّٰی پر نماز پڑھاتے رہے [اس وجہ سے صحابہ میں سے کسی نے کہا کہ ہم اس شخص کی دنیا میں امامت پر کیوں نہ راضی ہوں جس شخص کی دین میں امامت پر ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ راضی تھے]۔ (صحیح البخاری:٧١٦' صحیح مسلم:٤١٨) (فتح المنعم ج ٩ ص ٢٨٢' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

نوٹ: اس بریکٹ کے اندر جو عبارت ہے وہ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں' علامہ لاشین نے وضاحت کے لیے کسی سیرت کی کتاب سے لکھے ہیں۔

٣- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُدُّوا الْاَبْوَابَ اِلَّا بَابَ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی ﷺ کا ارشاد: ابوبکر کے دروازے کے سوا (مسجد میں کھلنے والے) تمام دروازے بند کر دو' اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں حدیث موصول کے ساتھ صحیح البخاری:٤٦٧ میں روایت کیا ہے اور یہاں باب کے عنوان میں اس حدیث کی بالمعنٰی روایت کی ہے۔ وہاں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

سُدُّوْا عَنِّيْ كُلَّ خَوْخَةٍ فِي الْمَسْجِدِ.

میری طرف سے مسجد میں کھلنے والا ہر ذیلی دروازہ بند کر دو۔

٣٦٥٤- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ فَبَكٰى اَبُوْبَكْرٍ فَعَجِبْنَا لِبُكَائِهٖ اَنْ يُّخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خُيِّرَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اَعْلَمَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَابَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا غَيْرَ رَبِّيْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ وَلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابُ اَبِيْ بَكْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سالم ابوالنضر نے حدیث بیان کی از بسر بن سعید از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا اور اپنے پاس رہنے کے درمیان اختیار دیا تو اس بندہ نے اس اجر کو اختیار کر لیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' انہوں نے بیان کیا کہ یہ سن کر حضرت ابوبکر رونے لگے' تو ہم کو ان کے رونے سے تعجب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بندہ کے متعلق خبر دی ہے جس کو اختیار دیا گیا (یعنی اس کو سن کر رونے کی کیا وجہ ہے؟ بعد میں پتا چلا کہ) رسول اللہ ﷺ کو ہی اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ابوبکر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت اور مال سے مجھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٦٦' میں گزر چکی ہے)

پر احسان کرنے والے ہیں اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور محبت (ہر اخوت اور محبت سے افضل ہے)' مسجد میں کھلنے والا کسی کا (ذیلی) دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا مگر بند کر دیا جائے گا ماسوا ابوبکر کے ذیلی دروازہ کے۔

حضرت ابوبکر کے افضل امت ہونے پر دلائل

شیخ محمد صالح العثیمین التوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تین وجوہ سے حضرت ابوبکر کے افضل الامت ہونے کی تصریح ہے۔ اول اس لیے کہ آپ نے فرمایا: ابوبکر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت اور مال سے مجھ پر احسان کرنے والے ہیں ثانی' اس لیے کہ آپ نے فرمایا: ابوبکر کے دروازہ کے سوا مسجد میں کھلنے والا ہر ایک کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ ثالث اس لیے کہ صرف حضرت ابوبکر نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ارشاد سے اپنی وفات کی خبر دی ہے اس لیے وہ روئے تھے اور حضرت ابوسعید خدری نے کہا ہے: وہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔

رافضی حضرت ابوبکر اور عمر کی مذمت کرتے ہیں حالانکہ دنیا میں بھی یہ دونوں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: میں آیا اور ابوبکر اور عمر اور میں گیا اور ابوبکر اور عمر (صحیح البخاری: ٣٦٨٥' صحیح مسلم: ٢٣٨٦) اور قبر میں بھی ان دونوں کی قبریں آپ کی قبر مبارک کے ساتھ ہیں اور قیامت میں بھی یہ سب ایک ساتھ اٹھیں گے۔ (شرح صحیح البخاری ج ٢ ص ٥٧۔ ٥٦' مکتبۃ الطبری' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

٤ - بَابُ فَضْلِ اَبِیْ بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس عنوان میں بعدیت سے مراد بعدیت زمانی نہیں ہے بلکہ بعدیت مرتبہ ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کی فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں بھی تھی۔

٣٦٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ اَبَا بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. [اطراف الحدیث: ٣٦٥٥۔ ٣٦٩٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان فضیلت دیتے تھے' پس ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت میں سب سے افضل ہیں' حضرت عثمان کے بعد اہل سنت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہے۔

٥ - بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: اگر میں کسی کو خلیل بناتا'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا قَالَهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ

یہ حضرت ابوسعید کی روایت ہے

اس عنوان میں باب: ٣ کی روایت کی طرف اشارہ ہے۔

٣٦٥٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اُمَّتِىْ خَلِيْلًا لَّا تَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ وَّلٰكِنْ اَخِىْ وَصَاحِبِىْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے (دینی) بھائی ہیں اور میرے صاحب ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٦٧' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٥٧ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى ابْنُ اَسَدٍ وَّمُوْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ اَيُّوْبَ وَقَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَّاتَّخَذْتُهُ خَلِيْلًا وَّلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ اَيُّوْبَ مِثْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد اور موسیٰ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب اور آپ نے فرمایا: اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ان کو (یعنی حضرت ابوبکر کو) خلیل بناتا' لیکن اسلام کی اخوت افضل ہے۔ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی از ایوب' اس حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٦٧' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٥٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ اِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِى الْجَدِّ فَقَالَ اَمَّا الَّذِىْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَلِيْلًا لَّاتَّخَذْتُهُ اَنْزَلَهُ اَبًا يَعْنِىْ اَبَا بَكْرٍ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے خبر دی از ایوب از عبداللہ بن ابی ملیکہ' انہوں نے بیان کیا: اہل کوفہ نے دادا (کی وراثت) کے متعلق حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو خط لکھا تو انہوں نے کہا: رہے وہ شخص جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر میں اس امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ان کو خلیل بناتا۔ وہی یہ فرماتے تھے کہ میں دادا کو باپ کا قائم مقام کرتا ہوں۔ ان کی مراد ابوبکر تھے۔

یعنی وراثت کے استحقاق میں دادا باپ کی مثل ہے۔

٠٠٠ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور یہ باب ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٦٥٩ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِىُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی اور محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَتِ امْرَاَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَيْهِ قَالَتْ اَرَاَيْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ اَجِدْكَ كَاَنَّهَا تَقُوْلُ الْمَوْتُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْ لَّمْ تَجِدِيْنِيْ فَاْتِيْ اَبَا بَكْرٍ. [اطراف الحدیث: ٧٢٢٠ـ ٧٣٦٠]

سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود وہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ آپ کے پاس پھر آئے اس نے کہا: یہ بتایئے کہ اگر میں پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ گویا وہ کہتی تھی کہ آپ کی وفات ہو جائے! آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابوبکر کے پاس آنا۔

(صحیح مسلم: ٢٣٨٦ الرقم المسلسل: ٦٠٧٣ سنن ترمذی: ٣٦٧٦ مسند ابوداؤد الطیالسی: ٩٤٤ صحیح ابن حبان: ٦٦٥٦ المعجم الکبیر: ١٥٥٧ سنن بیہقی ج ٨ ص ١٥٣ شرح السنۃ: ٣٨٦٨ مسند احمد ج ٤ ص ٨٢ طبع قدیم مسند احمد: ١٦٧٥٥ ج ٢٧ ص ٣٢٠ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے اور اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے اور اس سے زیادہ صریح دلالت درج ذیل حدیث میں ہے:

امام طبرانی عصمۃ بن مالک سے روایت کرتے ہیں: ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے بعد اپنے اموال کے صدقات کس کو ادا کریں؟ آپ نے فرمایا ابوبکر صدیق کو۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٤٨ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا بھی ثبوت ہے کیونکہ آپ کو جزم اور یقین تھا کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے اس لیے آپ نے فرمایا: میرے بعد ابوبکر کے پاس جانا یا میرے بعد اپنے اموال کے صدقات ابوبکر کو ادا کرنا۔

٣٦٦٠ - حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ اَبِي الطَّيِّبِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُجَالِدٍ حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ وَّبَرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارًا يَّقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهٗ اِلَّا خَمْسَةُ اَعْبُدٍ وَّامْرَاَتَانِ وَاَبُوْبَكْرٍ.

[طرف الحدیث: ٣٨٥٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ مجھے احمد بن ابی الطیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن مجالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بیان بن بشر نے حدیث بیان کی از وبرہ بن عبدالرحمٰن از ہمام انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام دو عورتیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منفرد فضیلت اور ان غلاموں اور عورتوں کا بیان جو سب سے پہلے ایمان لائے تھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منفرد فضیلت ہے کیونکہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور آپ سے پہلے آزاد مردوں میں سے کسی نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

اس حدیث میں پانچ مسلمان غلاموں کا ذکر ہے وہ یہ ہیں: (١) حضرت بلال (٢) حضرت زید بن حارثہ (٣) حضرت عامر بن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فہیرہ' یہ حضرت ابوبکر کے غلام تھے اور حضرت ابوبکر کے ساتھ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور (۴) حضرت فکیہہ یہ صفوان بن امیہ بن خلف کے غلام تھے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے' یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام لائے تھے' ان کو بھی امیہ نے عذاب دیا تھا تو حضرت ابوبکر نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا اور (۵) حضرت عبید بن زید الحبشی رضی اللہ عنہم۔

تلویح میں مذکور ہے: وہ پانچ غلام یہ ہیں: (۱) حضرت عمار' (۲) حضرت زید بن حارثہ' (۳) حضرت بلال' (۴) حضرت عامر بن فہیرہ' (۵) حضرت شقران رضی اللہ عنہم اور دو عورتوں کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (۲) حضرت ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی زوجہ' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دو عورتیں حضرت خدیجہ اور حضرت ام ایمن یا حضرت سمیہ رضی اللہ عنہن ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت عمار بن یاسر بنو مخزوم کے غلام تھے اور ان کی ماں سمیہ بنت خیاط تھیں۔ حضرت عمار اور ان کے والد دونوں کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں عذاب دیا جا رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گزرے اس وقت ان کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦٦١ - حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِذِ اللّٰهِ اَبِي اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ اَبُوْبَكْرٍ اٰخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهٖ حَتّٰى اَبْدٰى عَنْ رُكْبَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ فَاَسْرَعْتُ اِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَاَلْتُهٗ اَنْ يَّغْفِرَلِيْ فَاَبٰى عَلَيَّ فَاَقْبَلْتُ اِلَيْكَ فَقَالَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَاَتٰى مَنْزِلَ اَبِيْ بَكْرٍ فَسَاَلَ اَثَمَّ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالُوْا لَا فَاَتٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَعَّرُ حَتّٰى اَشْفَقَ اَبُوْبَكْرٍ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اَنَا كُنْتُ اَظْلَمَ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ اِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِيْ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَهَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْلِيْ صَاحِبِيْ مَرَّتَيْنِ فَمَا اُوْذِيَ بَعْدَهَا. [طرف الحدیث: ۴۶۴۰]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ہشام بن عمار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صدقہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زید بن واقد نے حدیث بیان کی از بسر بن عبید اللہ از عائذ اللہ ابی ادریس از حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اچانک حضرت ابوبکر اپنے کپڑے کو ایک کنارے سے اٹھائے ہوئے آئے حتیٰ کہ ان کے گھٹنے ظاہر ہو گئے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لگتا ہے تمہارے ساتھی کسی سے لڑ کر آئے ہیں' پس انہوں نے سلام کیا' اور کہا: یا رسول اللہ! میرے اور خطاب کے بیٹے کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی ہے' سو میں نے جلدی میں انہیں کچھ کہہ دیا' پھر میں نادم ہوا' پس میں نے ان سے سوال کیا کہ وہ مجھے معاف کر دیں' انہوں نے مجھے معاف کرنے سے انکار کیا' پس میں آپ کی طرف آیا' تو آپ نے تین بار فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں اللہ معاف کرے' پھر حضرت عمر نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر کے گھر گئے' سو پوچھا: کیا وہاں ابوبکر ہیں؟ گھر والوں نے کہا: نہیں! پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو سلام کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہونے لگا' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے دو زانو بیٹھ کر دو مرتبہ کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں ہی ظلم کر رہا تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مبعوث فرمایا' پس تم لوگوں نے کہا: تم جھوٹے ہو' اور ابوبکر نے سچا کہا اور اپنی جان اور مال سے میری غم خواری کی' پھر دو مرتبہ فرمایا: پس کیا تم لوگ میرے صاحب کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں! پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر کو ایذا نہیں دی گئی۔

اس حدیث کی اس باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت ربیعہ کے درمیان تنازع کا واقعہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اس قصہ کے مشابہ قصہ امام احمد نے حضرت ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک زمین کا قطعہ ان کو عطا کیا اور ایک زمین کا قطعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا' پھر کھجور کے ایک خوشہ میں ان کا تنازع ہو گیا' میں نے کہا: یہ میری حد میں ہے اور حضرت ابوبکر نے کہا: یہ میری حد میں ہے' پھر ہم دونوں میں جھگڑا ہوا۔ حضرت ابوبکر نے کوئی سخت بات کہہ دی' پھر وہ نادم ہوئے اور کہنے لگے: تم مجھے جواب میں ایسی سخت بات کہہ دو تا کہ قصاص ہو جائے۔ میں نے انکار کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' آپ نے پوچھا تمہارا صدیق سے کیا تنازع ہوا؟ پھر انہوں نے قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے تم ان کو سخت بات نہ کہو لیکن یہ کہہ دو کہ اے ابوبکر! اللہ تمہیں معاف کر دے۔ میں نے اس طرح کہا تو حضرت ابوبکر رونے لگے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۵۹) (فتح الباری ج ۴ ص ۵۷۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابوبکر کے افضل الصحابہ ہونے پر دلیل' منہ پر تعریف کرنے کا جواز' مظلوم سے معافی مانگنے کا وجوب اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے افضل ہیں کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ محترم صحابی ہیں لیکن چونکہ وہ حضرت ابوبکر پر ناراض ہوئے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر غضب ناک ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اپنے سے افضل شخص سے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے سامنے ان کی تعریف کی' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے منہ پر اس کی تعریف کرنی جائز ہے جب کہ یہ اطمینان ہو کہ وہ اپنی تعریف سن کر مغرور نہیں ہوگا۔

حضرت ابوبکر نے غضب میں آ کر حضرت عمر کو کوئی سخت بات کہی' اس سے معلوم ہوا کہ کوئی عظیم المرتبت شخص بھی بشری تقاضوں سے مستثنیٰ نہیں ہے' اور اس سے بھی کوئی خلاف اولیٰ کام ہو جاتا ہے' لیکن جس پر خوف خدا غالب ہو وہ فوراً رجوع کر لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھوتا ہے تو وہ فوراً سنبھل جاتے ہیں اور اس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں O

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر نبی خواہ کتنا ہی متقی کیوں نہ ہو وہ معصوم نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے معافی طلب کی' اس سے معلوم ہوا کہ مظلوم سے اس کا حق معاف کرا لینا چاہیے اور مظلوم پر واجب ہے کہ وہ معاف کر دے کیونکہ حضرت عمر کے معاف نہ کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٥١' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٢ھ)

٣٦٦٢- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ خَالِدُ الْحَذَّاءُ حَدَّثَنَا عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اَيُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ فَقَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَعَدَّ رِجَالًا. [طرف الحدیث: ٤٣٥٨]

(صحیح مسلم: ٢٣٨٤' الرقم المسلسل: ٦٠٧١' سنن ترمذی: ٣٨٨٥' السنن الکبریٰ: ٨١١٧' سنن بیہقی ج ٦ ص ١٧٠' شرح السنۃ: ٣٨٦٩' صحیح ابن حبان: ٦٩٠٠' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٤ ص ٤٠٠' المستدرک ج ٤ ص ٢' مسند ابو یعلیٰ: ٧٣٤٥' مسند احمد ج ٤ ص ٢٠٣' مسند احمد: ١٧٨١١' ج ٢٩ ص ٣٤٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن المختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: خالد الحذاء نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی از ابوعثمان' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا' پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے پوچھا: کہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: (حضرت) عائشہ۔ میں نے پوچھا مردوں میں؟ تو آپ نے فرمایا: ان کے والد۔ میں نے پوچھا: پھر کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر عمر بن الخطاب ہیں' پھر آپ نے کئی مردوں کو گنا۔

ذات السلاسل کی وجہ تسمیہ' اس غزوہ کی تاریخ اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ مردوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب حضرت ابوبکر تھے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر تھے۔

اس حدیث میں غزوۂ ذات السلاسل کا ذکر ہے' یہ غزوہ وادی القریٰ میں ہوا تھا' جو مدینہ منورہ سے دس دن کی مسافت پر ہے' اس کو ذات السلاسل اس سے کہا گیا ہے کہ اس غزوہ میں مشرکین نے ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا اس خوف سے کہ وہ بھاگ نہ جائیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ کا نام السلاسل تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ریتلی زمین زنجیر کی طرح تھی۔ ابن ابی خالد نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے' یہ غزوہ سات (٧) ہجری میں ہوا تھا۔ امام ابن سعد اور حاکم نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ جمادی الاخرۃ آٹھ (٨) ہجری میں ہوا تھا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس لشکر کا امیر بنا دیا تھا جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے تو ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ رسول

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے بھی زیادہ محبوب ہیں اس لیے انہوں نے واپس آ کر آپ سے پوچھا: آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ' انہوں نے پوچھا: مردوں میں؟ تو آپ نے فرمایا: ابوبکر' انہوں نے پوچھا: پھر کون تو آپ نے فرمایا: عمر' انہوں نے پوچھا: پھر کون تو آپ نے فرمایا: ابوعبیدہ بن الجراح' پھر وہ خاموش ہو گئے مبادا ان کا نام سب کے آخر میں آئے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حضرت عمرو بن العاص کو اکابر صحابہ پر امیر بنانے کی توجیہ

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

امام ابن سعد متوفی ٢٣٠ ھ نے ذکر کیا ہے کہ قضاعۃ کی جماعت اکٹھی ہوئی اور انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ مدینہ منورہ کا اس کی اطراف سے گھیراؤ کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سفید جھنڈا عطا فرمایا اور ان کو تین سو اکابر مہاجرین اور انصار کے لشکر کا سالار بنا کر روانہ کیا' پھر ان کی امداد کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو دو سو سواروں کے ساتھ بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ مل جائیں اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کریں' حضرت ابوعبیدہ نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو ان کو حضرت عمرو نے منع کیا اور کہا: تم صرف میری مدد کے لیے آئے ہو اور امیر میں ہوں' تو حضرت ابوعبیدہ نے ان کی بات مان لی اور حضرت عمرو نے نماز پڑھائی۔

امام حاکم نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرو نے اس غزوہ میں ان کو حکم دیا کہ وہ آگ نہ جلائیں حالانکہ وہ سرد رات تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو چھوڑو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی لیے امیر بنایا ہے کہ ان کو جنگ کی زیادہ مہارت ہے' تب حضرت عمر خاموش ہو گئے۔ امام ابن حبان نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عمرو نے کہا: جس شخص نے آگ جلائی میں اس کو اسی آگ میں پھینک دوں گا' پھر مسلمانوں کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور انہوں نے دشمن کو شکست دے دی' تب مسلمانوں نے دشمن کا پیچھا کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرو بن العاص نے ان کو منع کیا' پس مسلمانوں نے اس کی موافقت کی۔ جب وہ واپس آئے تو مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو سے ان کے ان احکام کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ میں نے رات کو آگ جلانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ دشمن کو آگ کی روشنی میں ہماری کم تعداد کا علم ہو جائے گا' سو میں نے اس کو ناپسند کیا' اور میں نے دشمن کا پیچھا کرنے سے اس لیے منع کیا تھا کہ مجھے خطرہ تھا کہ دشمن کو کمک پہنچ جائے گی اور میں نے اس کو ناپسند کیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احکام کی تحسین فرمائی۔ (فتح المنعم ج ٩ ص ٢٨٥' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ ھ)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر صحابہ کے ہوتے ہوئے حضرت عمرو بن العاص کو لشکر کا امیر اس لیے بنایا تھا کہ ان میں جنگ کی زیادہ مہارت تھی اور ان کے فیصلے دور اندیشی پر مبنی تھے۔

٣٦٦٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا رَاعٍ فِيْ غَنَمِهٖ عَدَا عَلَيْهِ الذِّئْبُ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِيْ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت ایک چرواہا اپنی بکریوں کے درمیان میں تھا اس (ریوڑ) پر ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور ان میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَاعٍ غَيْرِي وَبَيْنَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا فَالْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَتْ إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهٰذَا وَلٰكِنِّي خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ قَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أُؤْمِنُ بِذٰلِكَ وَأَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

سے ایک بکری پکڑ لی' چرواہے نے اس بکری کو ڈھونڈ لیا' تو بھیڑیے نے چرواہے کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا: درندوں کے دن بکریوں کا محافظ کون ہوگا؟ جس دن میرے سوا ان کا کوئی چرانے والا نہیں ہوگا! اور جس دن ایک مرد ایک گائے کو ہنکا کر لے جا رہا تھا اور اس نے اس گائے پر سامان لاد دیا' گائے نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا' پس اس سے کلام کیا' اور کہا: میں اس لیے نہیں پیدا کی گئی بلکہ میں ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٢٤' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حاضرین کو بھیڑیے اور گائے کے کلام کرنے کا واقعہ سنایا تو انہوں نے اس پر تعجب کیا اور کہا: سبحان اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس واقعہ پر بغیر اظہار تعجب کے ایمان لائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ جس مخلوق میں چاہے انسانوں کی طرح کلام پیدا فرمادے خواہ وہ حیوانات ہوں یا جمادات ہوں کیونکہ شجر و حجر نے بھی آپ کو دیکھ کر آپ پر سلام پڑھا ہے۔

٣٦٦٤- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلٰى قَلِيبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ بِهَا ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَّاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ضَعْفَهُ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَأَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ.

[اطراف الحدیث: ٧٠٢١- ٧٠٢٢- ٧٤٧٥] (صحیح مسلم: ٢٣٩٢' الرقم المسلسل: ٦٠٨٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابن المسیب نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کنویں کی منڈیر کے اوپر ایک ڈول ہے' میں نے اس ڈول کے ذریعہ سے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پانی نکالا' پھر اس ڈول کو ابوقحافہ کے بیٹے نے لے لیا' انہوں نے کنویں سے ایک ڈول یا دو ڈول پانی نکالا اور ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا اور اللہ تعالیٰ ان کے ضعف کی مغفرت فرمائے' پھر وہ بڑا ڈول ہو گیا' پس اس کو خطاب کے بیٹے نے پکڑ لیا' پس میں نے لوگوں میں عمر کی طرح غیر معمولی پانی نکالنے والا نہیں دیکھا حتیٰ کہ لوگ (اونٹوں کو پانی پلا کر) ان کے بیٹھنے کی جگہ لے گئے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر کنویں سے پانی نکالنے میں حضرت عمر پر سابق اور مقدم تھے' رہا یہ کہ ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا تو یہ ان کا نقص نہیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کیونکہ ان کی خلافت کا زمانہ کم تھا۔

٣٦٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ إِنَّ أَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِيْ يَسْتَرْخِيْ إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِكَ خُيَلَاءَ قَالَ مُوسَى فَقُلْتُ لِسَالِمٍ أَذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ قَالَ لَمْ أَسْمَعْهُ ذَكَرَ إِلَّا ثَوْبَهُ.

[اطراف الحدیث: ٥٧٨٣، ٥٧٨٤، ٥٧٩١، ٦٠٦٢] (صحیح مسلم: ٢٠٨٥، الرقم المسلسل: ٥٣٤٦، سنن ترمذی: ١٧٣١، سنن نسائی: ٥٣٢٦، سنن ابن ماجہ: ٣٥٦٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از سالم بن عبداللہ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے کپڑے کا ایک پلو لٹک جاتا ہے ماسوا اس کے کہ میں اس کی حفاظت کروں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم یہ عمل تکبر سے نہیں کرتے۔ موسیٰ نے کہا: میں نے سالم سے پوچھا: کیا حضرت عبداللہ نے یہ ذکر کیا تھا کہ جس نے اپنے تہبند کو گھسیٹا، انہوں نے کہا: میں نے صرف یہ سنا ہے کہ انہوں نے کپڑے کا ذکر کیا تھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ تکبر سے کپڑا نہیں گھسیٹتے۔

تکبر پر قرآن مجید اور حدیث صحیح میں وعید اور تکبر کی تعریف

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

انسان کو تکبر نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے تکبر کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ٣٧) اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چلو بے شک تم ہرگز زمین کو چیر نہ سکو گے اور نہ پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکو گے ۝

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو ایک حقیر بوند سے پیدا کیا جو اگر کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا نجس ہو جاتا ہے، وہ مسکین تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دے کر سر بلند کیا تو وہ مغرور ہو گیا اور اس نے یہ گمان کیا کہ وہ تمام مخلوقات سے افضل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو علم کے سمندر سے ایک قطرہ عطا کیا تو اس نے گمان کیا کہ وہ سب سے بڑا عالم ہے حالانکہ قرآن مجید میں پڑھتا ہے:

وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ٨٥) اور تم کو جتنا علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے ۝

وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ (یوسف: ٧٦) اور ہر ہر علم والے کے اوپر (اس سے زیادہ) علم والا ہے ۝

انسان یہ بھول گیا کہ وہ جمادات اور اجرام فلکیہ کے مقابلہ میں ایک ذرہ سے بھی کم تر ہے اور اپنے جہل اور غرور کی وجہ سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب وہ زمین پر چلے گا تو اپنے قدموں سے زمین کو پھاڑ ڈالے گا اور اپنا سر اس طرح بلند کرتا ہے گویا وہ پہاڑوں سے بھی سر بلند ہے۔ اگر انسان اپنی ابتداء اور انتہاء پر غور کر لیتا کہ اس کی ابتدا بھی مٹی ہے اور انتہا میں بھی وہ مٹی میں مل جائے گا تو تکبر سے وہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اپنے کپڑوں کو نہ گھسیٹتا اور اپنے قد سے بڑے کپڑے نہ سلواتا۔

تکبر کرنے والوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے قارون کے حال سے عبرت پکڑنی چاہیے' اس کے خزانوں کی چابیاں اتنی زیادہ تھیں کہ گھوڑے ان کا بار نہیں اٹھا سکتے تھے' وہ تکبر میں آ کر اپنے منعم کو بھول گیا اور کہنے لگا کہ یہ خزانے تو میں نے صرف اپنے علم سے حاصل کیے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا وَّلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ۝ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ۝

(القصص:٨١-٧٨)

قارون نے کہا: یہ خزانہ تو مجھے صرف اپنے علم کی وجہ سے ملا ہے جو میرے پاس ہے' کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا جو اس سے زیادہ شدید اور قوی تھیں اور اس سے زیادہ مال جمع کرنے والی تھیں' اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق (تحقیق کے لیے) سوال نہیں کیا جائے گا۝ تو وہ اپنی زیب و زینت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا' پس جو لوگ دنیاوی زندگی کے خواہش مند تھے وہ کہنے لگے: اے کاش! ہمارے پاس بھی اتنا (مال) ہوتا جتنا قارون کو دیا گیا ہے بے شک وہ بہت نصیب والا ہے۝ اور جو لوگ علم والے تھے انہوں نے کہا: تم پر افسوس ہے اللہ کا ثواب بہت اچھا ہے اس کے لیے جو ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیے اور یہ عمل صرف صبر کرنے والوں کو ملتا ہے۝ سو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی ایسا گروہ نہ تھا جو اللہ کے سوا اس کے عذاب سے بچانے میں اس کی مدد کرتا اور نہ ہی وہ خود اپنے آپ کو بچا سکا۝

یہ تو تکبر کرنے والے قارون کا دنیاوی عذاب تھا اور آخرت میں متکبرین کو زیادہ شدید عذاب ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ ان پر غضب فرمائے گا' ان کی طرف نظر رحمت کرے گا نہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کو ان کے گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا۔

جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں ذلیل و خوار کرتا ہے۔ (فتح المنعم ج ٨ ص ٣٤٠-٣٣٩' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ موسیٰ شاہین لاشین نے تکبر کی مذمت میں صرف قرآن مجید کی آیات پیش کی ہیں حالانکہ تکبر کی مذمت میں احادیث بھی بہ کثرت وارد ہیں' ازاں جملہ یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا' ایک مرد نے کہا: بے شک مرد یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے' تکبر حق (بات) کا انکار کرنا ہے اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(صحیح مسلم: ٩١' سنن ابو داؤد: ٤٠٩١' ٢٠٠٥' سنن ابن ماجہ: ٤١٧٣)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں تکبر پر وعید بھی ہے اور تکبر کی تعریف بھی ہے اور کپڑوں کو گھسیٹ کر چلنا چونکہ تکبر کی علامت ہے اس لیے اس سے احتراز لازم ہے' البتہ اگر نادانستہ طور پر کپڑا ڈھلک کر قدموں کے نیچے آ جائے تو حرج نہیں ہے جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

٣٦٦٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَشْيَاءِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ اَبْوَابِ يَعْنِي الْجَنَّةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصِّيَامِ وَبَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَّا عَلٰى هٰذَا الَّذِيْ يُدْعٰى مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ وَّقَالَ هَلْ يُدْعٰى مِنْهَا كُلِّهَا اَحَدٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ يَا اَبَابَكْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبدالرحمان بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کا ایک جوڑا خرچ کیا اس کو جنت کے دروازوں میں سے بلایا جائے گا: اے اللہ کے بندہ! یہ خیر ہے' سو جو نمازیوں میں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا۔ اور جو مجاہدین سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل الصدقہ سے ہوگا اس کو باب الصیام اور باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو روزہ داروں سے ہوگا اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا' حضرت ابوبکر نے کہا: اس شخص کو تو کوئی خوف نہیں ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا! اور کہا: یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسا شخص ہے جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں ہے' اور اے ابوبکر! مجھے امید ہے کہ وہ شخص تم ہو گے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٩١' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس منفرد فضیلت کا ذکر ہے کہ ان کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔

٣٦٦٧ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَاَبُوْ بَكْرٍ بِالسُّنْحِ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ يَعْنِيْ بِالْعَالِيَةِ فَقَالَ عُمَرُ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِيْ نَفْسِيْ اِلَّا ذَاكَ وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ فَلَيَقْطَعَنَّ اَيْدِيَ رِجَالٍ وَّاَرْجُلَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروۃ از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام سخ میں تھے' اسماعیل نے کہا: یعنی موالی کے ایک گاؤں میں تھے' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! میرے دل میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهٗ قَالَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ طِبْتَ حَيًّا وَّمَيِّتًا وَّالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَايُذِيْقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَيْنِ اَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ اَيُّهَا الْحَالِفُ عَلٰى رِسْلِكَ فَلَمَّا تَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ.

یہی بات آئی ہے اور ضرور اللہ تعالیٰ آپ کو اٹھائے گا' پس آپ مردوں کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ ڈالیں گے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ آ گئے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا' پس آپ کو بوسہ دے کر کہا: آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی پاکیزہ ہیں' اور اللہ کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں آپ کی جان ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں کبھی نہیں چکھائے گا' پھر حضرت ابوبکر باہر آ گئے' پس (حضرت عمر سے) کہا: اے قسم کھانے والے! ذرا ٹھہرو' پس جب حضرت ابوبکر نے بات کرنی شروع کی تو حضرت عمر بیٹھ گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٤١' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٦٨ - فَحَمِدَ اللّٰهَ اَبُوْبَكْرٍ وَّاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ اَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّايَمُوْتُ وَقَالَ ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَO﴾ (الزمر: ٣٠) وَقَالَ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَO﴾ (آل عمران: ١٤٤) قَالَ فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُوْنَ قَالَ وَاجْتَمَعَتِ الْاَنْصَارُ اِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ فَقَالُوْا مِنَّا اَمِيْرٌ وَّمِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَذَهَبَ اِلَيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ وَّعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ فَاَسْكَتَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُّ بِذٰلِكَ اِلَّا اَنِّيْ قَدْ هَيَّاْتُ كَلَامًا قَدْ اَعْجَبَنِيْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَبْلُغَهٗ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَتَكَلَّمَ اَبْلَغَ النَّاسِ فَقَالَ فِيْ كَلَامِهٖ نَحْنُ الْاُمَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ فَقَالَ حُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ لَا وَاللّٰهِ لَا نَفْعَلُ مِنَّا اَمِيْرٌ وَّمِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لَا وَلٰكِنَّا الْاُمَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ

پھر حضرت ابوبکر نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور کہا: سنو! جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے اور جو اللہ (عزوجل) کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کو موت نہیں آئے گی' اور یہ آیت پڑھی: بے شک آپ فوت ہونے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیںO (الزمر: ٣٠) اور یہ آیت پڑھی: اور محمد (معبود نہیں) صرف رسول ہیں' ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں' تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے' اور جو الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائے گا اور عنقریب اللہ شکر گزاروں کو (نیک) بدلہ عطا فرمائے گاO (آل عمران: ١٤٤) راوی نے کہا: پھر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے' اور انصار بنو ساعدہ کے چبوترہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ کی طرف جمع ہو گئے' پس انہوں نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور دوسرا امیر تم میں سے ہوگا' پھر حضرت ابوبکر الصدیق اور حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم لوگوں کے پاس آئے۔ حضرت عمر بات کرنے لگے تو حضرت ابوبکر نے ان کو خاموش کرا دیا۔ حضرت عمر کہا کرتے تھے' اللہ کی قسم! میں نے صرف اس لیے بات کرنی چاہی تھی کہ میں نے پہلے سے ہی اس موقع کے لیے ایک تقریر تیار کر لی تھی جو مجھے بہت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

هُمْ اَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا وَّ اَعْرَبُهُمْ اَحْسَابًا فَبَايِعُوْا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَقَالَ عُمَرُ بَلْ نُبَايِعُكَ اَنْتَ فَاَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهٖ فَبَايَعَهٗ وَبَايَعَهُ النَّاسُ فَقَالَ قَائِلٌ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَقَالَ عُمَرُ قَتَلَهُ اللّٰهُ.

پسند تھی' پھر بھی مجھے خدشہ تھا کہ وہ حضرت ابوبکر کے مقابلہ کی تقریر نہیں ہوگی' پھر حضرت ابوبکر نے انتہائی بلاغت کے ساتھ بات کرنی شروع کی۔ انہوں نے اپنے اثناء کلام میں کہا: ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو' تو حباب بن المنذر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس طرح نہیں کریں گے' ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا' پس حضرت ابوبکر نے کہا: نہیں! لیکن ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) قریش عرب میں عمدہ خاندانوں سے ہیں اور ان کا ملک سارے عرب کے وسط میں ہے' سو اب تم کو اختیار ہے کہ تم حضرت عمر سے بیعت کرلو یا حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سے بیعت کرلو' حضرت عمر نے کہا: بلکہ ہم آپ سے بیعت کریں گے۔ آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ ہم سب سے زیادہ محبوب تھے' پس حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور ان سے بیعت کی اور تمام لوگوں نے ان سے بیعت کرلی' پھر کسی کہنے والے نے کہا: تم نے تو حضرت سعد بن عبادہ کو مار ڈالا' حضرت عمر نے کہا: ان کو اللہ نے مار ڈالا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۲' میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو موتوں کی نفی کا محمل

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں کبھی نہیں چکھائے گا۔ حضرت ابوبکر نے اپنے اس قول سے حضرت عمر کے اس قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ کرے گا اور آپ ان لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالیں گے جو آپ کو مردہ گمان کر رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رد کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ حضرت ابوبکر کی مراد یہ تھی کہ جس طرح عام مسلمانوں پر قبر میں سوال و جواب کے بعد موت طاری کر دی جاتی ہے اس طرح آپ پر قبر میں موت نہیں آئے گی حتیٰ کہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں ہوں گی۔ دنیا میں تو آپ پر موت آچکی ہے' قبر میں آپ پر موت نہیں آئے گی (یعنی قبر مبارک میں آپ زندہ ہیں) یا اس کا معنی ہے کہ ایک موت آپ کے جسم پر آچکی ہے دوسری موت آپ کی شریعت پر نہیں آئے گی یعنی آپ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی' پھر حضرت عمر کے صراحۃً رد کے لیے آپ نے آل عمران: ۱۴۴ کی تلاوت کی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۰۵' مکتبۃ الطبری' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے متعلق اہل سنت کا موقف

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے: سنو! جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ﷺ وفات پا گئے۔

حضرت ابوبکر کے اس ارشاد سے غیر مقلدین یہ ثابت کرتے ہیں کہ اب نبی ﷺ زندہ نہیں ہیں لیکن ان کا یہ قول باطل ہے۔
نبی ﷺ پر ایک آن کے لیے موت آئی تھی' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات عطا فرمادی اور آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔

سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ' الزمر: ٣٠ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں اور انبیاء کی موت ایک آن کے لیے ہوتی ہے' پھر انہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے' اس پر بہت سی شرعی برھانیں قائم ہیں۔ (حاشیہ کنزالایمان: ص ٧٤٣' تاج کمپنی' لاہور)

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ١٣٩١ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حقیقتاً ایک آن کے ملیے نہ کہ ہمیشہ کے لیے' کیونکہ قرآن کریم شہداء کے بارہ میں فرماتا ہے: بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۝ (بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۝)۔

خیال رہے کہ موت کی دو صورتیں ہیں: روح کا جسم سے الگ ہونا اور روح کا جسم میں تصرف چھوڑ دینا' پرورش ختم کر دینا۔ انبیاء کی موت پہلے معنی میں ہے یعنی روح کا جسم سے خروج اور عوام کی موت پہلے اور دوسرے دونوں معنوں میں ہے' لہٰذا نبی کی روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے' جس بنا پر ان کا دفن' کفن وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر ان کی روح ان کے جسم کی پرورش کرتی رہتی ہے۔ اس لیے ان کے جسم گلتے نہیں اور زائرین کو پہچانتے ہیں' ان کا سلام سنتے ہیں' ان کی فریاد رسی اور مشکل کشائی کرتے ہیں۔
(حاشیہ کنزالایمان مسمّٰی بہ نور العرفان' ص ٧٣٦' دار الکتب اسلامیہ' گجرات)

نبی ﷺ کی قبر میں حیات اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات کے متعلق احادیث

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے' تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت صلوٰۃ پڑھا کرو' کیونکہ تمہاری صلوٰۃ (درود شریف) مجھ پر پیش کی جاتی ہے' صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر ہماری صلوٰۃ کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے کھانے کو حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٠٤٧' سنن نسائی: ١٣٧٣' سنن ابن ماجہ: ١٠٨٥' مسند احمد ج ٤ ص ٨' سنن کبریٰ بیہقی ج ٣ ص ٢٤٩' المستدرک ج ٤ ص ٥٦٠' البدایہ والنہایہ ج ٤ ص ٢٥٨)

سنن ابن ماجہ اور البدایہ والنہایہ میں اس حدیث کے بعد یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔

سعید بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں نبی ﷺ کی مسجد میں تین دن تک اذان نہیں دی گئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد سے نہیں نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتا چلتا تھا جو نبی ﷺ کی قبر سے آتی تھی۔
(سنن دارمی: ٩٤' مشکوٰۃ: ٥٩٥١)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں ابوالقاسم (ﷺ) کی جان ہے' عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے' اس حال میں کہ وہ امام عادل ہوں گے' وہ ضرور صلیب کو توڑ دیں گے اور وہ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائیں گے اور وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے' اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا' سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے' پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''یا محمد'' تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

(مسند ابویعلیٰ: ٦٥٨٤' المطالب العالیۃ العسقلانی: ٤٧٥٧' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ٨ ص ٥)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی شب حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ٢٣٧٥' سنن نسائی: ١٦٣١' مسند ابویعلیٰ: ٣٣٢٥' صحیح ابن حبان: ٥٠' حلیۃ الاولیاء ج ٦ ص ٢٥٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٤٨' مسند احمد: ١٢٥٠٤' ج ١٩ ص ٤٨٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان جا رہے تھے' آپ نے پوچھا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ وادی ازرق ہے۔ آپ نے فرمایا: گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں' پھر آپ نے ان کے رنگ اور بالوں کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: وہ اپنے کانوں میں انگلیاں دیئے ہوئے بلند آواز سے تلبیہ پڑھ رہے ہیں اور اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: پھر ہم ثنیہ پر آئے' آپ نے پوچھا: یہ کون سی گھاٹی ہے؟ صحابہ نے کہا: هرشی یا لفت' آپ نے فرمایا: گویا میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں وہ سرخ اونٹنی پر سوار ہیں ان پر اونی جبہ ہے' ان کی اونٹنی کی مہار کھجور کی چھال کی ہے اور وہ اس وادی سے تلبیہ پڑھتے ہوئے گزر رہے ہیں۔ (صحیح مسلم: ١٦٦' الرقم المسلسل: ٣١٠)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانوں میں حضرت آدم' حضرت ادریس' حضرت عیسیٰ' حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم صلوٰت اللہ علیہم اجمعین کو پایا۔ (صحیح مسلم: ١٦٣' صحیح بخاری: ٣٤٩' سنن نسائی: ٤٤٦' مسند ابویعلیٰ: ٣٣٧٥' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٣٨٢-٣٨٤' شرح السنۃ: ٣٧٥٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٤٨' طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٥٠٥' ج ١٩ ص ٤٨٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ اپنی قبروں میں مقید نہیں ہیں' جب چاہیں جہاں چاہیں اذن الٰہی سے جا سکتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے متعلق مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کی صریح عبارت

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ لکھتے ہیں:

قبر میں آپ کو ''ضغطہ نهوا و كذالك الانبياء'' حالانکہ اس ضغطہ سے کوئی صالح وغیرہ سالم نہیں رہتا اور نہ سباع آپ کا جسد کھا سکتے ہیں ''و كذالك الانبياء'' اور کسی مضطر کو کھانا نبی کو جائز نہیں' اور آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اوسکے اذان و اقامت کے ساتھ ''و كذالك الانبياء'' ولہذا یہ بات کہی ہے کہ آپ کی ازواج پر عدت نہیں ہے اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلاۃ مصلین آپ کو پہنچاتا ہے'' اللهم صل على سيدنا محمد و على آله و بارك وسلم'' اعمال امت کے آپ پر عرض کیے جاتے ہیں' آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ: ١٣٠٥)

٣٦٦٩ - وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَالِمٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ شَخَصَ بَصَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى ثَلَاثًا وَقَصَّ الْحَدِيثَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ

اور عبداللہ بن سالم نے کہا از الزبیدی' عبدالرحمان بن القاسم نے کہا: مجھے القاسم نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (وفات سے پہلے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نظر بلند کی' پھر تین مرتبہ فرمایا: (اے اللہ! مجھے) رفیق اعلیٰ میں (داخل فرما) اور قاسم نے پوری حدیث بیان کی' حضرت عائشہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خُطْبَةٍ إِلَّا نَفَعَ اللّٰهُ بِهَا لَقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَإِنَّ فِيهِمْ لِنِفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کے خطبوں میں سے جو بھی خطبہ تھا' اللہ تعالیٰ نے اس سے نفع پہنچایا' حضرت عمر نے لوگوں کو ڈرایا اور بے شک (بعض) لوگوں میں نفاق تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس خطبہ کے ذریعہ ان کو (افواہیں پھیلانے سے) باز رکھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٢٤١' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٧٠ - ثُمَّ لَقَدْ بَصَّرَ اَبُوْبَكْرٍ النَّاسَ الْهُدٰى وَعَرَّفَهُمُ الْحَقَّ الَّذِىْ عَلَيْهِمْ وَخَرَجُوْا بِهٖ يَتْلُوْنَ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّارَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اِلٰى ﴿الشّٰكِرِيْنَO﴾ (آل عمران: ١٤٤).

پھر یہ تحقیق ہے کہ حضرت ابوبکر نے لوگوں کو بصیرت سے ہدایت دی اور یہ بتایا کہ ان کے اوپر کیا حق ہے اور جب لوگ وہاں سے نکلے تو سب یہ آیت پڑھ رہے تھے: اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں ان سے پہلے (دیگر) رسول گزر چکے ہیں' یہ آیت شاکرین تک پڑھی (آل عمران: ١٤٤)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٢٤٢' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں پر اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ پر فضیلت ہے کیونکہ تمام صحابہ نے ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔

ہم نے یہاں پر اس حدیث کی مختصر شرح کی ہے اور صحیح البخاری: ١٢٤١' میں اس حدیث کی بہت مفصل شرح کی ہے۔

(دیکھئے نعمۃ الباری ج ۳ ص ۳۹۷۔۳۸٦)

٣٦٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ اَبِىْ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْيَعْلٰى عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِىْ اَىُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ وَخَشِيْتُ اَنْ يَقُوْلَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (سنن ابوداؤد: ٤٦٢٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں جامع بن ابی راشد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابویعلیٰ نے حدیث بیان کی از محمد بن الحنفیہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے پوچھا: پھر کون ہے؟ انہوں نے کہا: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' مجھے یہ خوف ہوا کہ اب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے تو میں نے کہا: پھر آپ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور محمد بن حنفیہ کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ باب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ہے اور اس حدیث میں حضرت علی کا یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں اور پھر حضرت عمر ہیں' اس اعتبار سے یہ حدیث اس باب کے مطابق ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں محمد بن حنفیہ کا ذکر ہے۔ ان کا نام ہے: محمد بن علی بن ابی طالب اور ان کی کنیت ابوالقاسم ہے' ان کے نام میں ان کی ماں کی طرف نسبت مشہور ہے۔ یہ یمامہ کے قیدیوں میں سے تھیں' ان کا نام خولہ بنت جعفر ہے۔ ان کے پردادا کا نام دؤل بن حنفیہ ہے' اس لیے یہ حنفیہ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ محمد بن حنفیہ اکیاسی (٨١) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' ان کی وفات رضوٰی میں ہوئی تھی' یہ مدینہ میں ایک پہاڑ ہے اور البقیع میں ان کو دفن کیا گیا۔

اہل سنت و جماعت کا حضرت علی اور حضرت عثمان کے درمیان افضلیت میں اختلاف

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے والد سے پوچھا: اے میرے والد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ سنن دارقطنی میں یہ روایت زیادہ تفصیل سے ہے:

محمد بن علہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: اے میرے والد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! کیا تم نہیں جانتے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! اور مجھے یہ خوف تھا کہ کہیں آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے حق کے اظہار سے کیوں خوف کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل تھے۔

حضرت علی نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔ حضرت علی کا یہ ارشاد کسر نفس اور تواضع پر مبنی ہے۔

اس مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک حضرت علی' حضرت عثمان سے افضل ہیں اور اکثرین کے نزدیک حضرت عثمان' حضرت علی سے افضل ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٦٠۔ ٢٥٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے افضل الامت ہونے کے متعلق سنی اور شیعہ احادیث

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

وھب سوائی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں پوچھا: اس امت میں اس کے نبی کے بعد کون سب سے افضل ہے؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا: نہیں! اس امت میں اس کے نبی کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں' پھر حضرت عمر ہیں اور ہم اس کو بعید نہیں سمجھتے کہ حضرت عمر کی زبان پر وحی کلام کرتی تھی۔

(مسند احمد ج ١ ص ١٠٦' طبع قدیم' مسند احمد: ٨٣٤' ج ٢ ص ٢٠٠' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند قوی ہے۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوجحیفہ! کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ اس امت میں اس کے نبی کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! اور میرا یہ گمان نہیں تھا کہ حضرت علی سے کوئی افضل ہوگا' حضرت علی نے فرمایا: اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر ہیں رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد ایک تیسرے شخص ہیں اور آپ نے ان کا نام نہیں لیا۔

(مسند احمد ج ١ ص ١٠٦' طبع قدیم' مسند احمد: ٨٣٥' ج ٢ ص ٢٠١' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ حضرت ابوجحیفہ بیان کرتے ہیں کہ اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر ہیں اور اگر میں تم کو تیسرے شخص کے بارے میں بتانا چاہوں تو بتا دوں گا۔ (مسند احمد ج ١ ص ١٠٦' طبع قدیم' مسند احمد: ٨٣٦' ج ٢ ص ٢٠١' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اور شیعہ روایت یہ ہے:

ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا: ہمیں اور حدیث سنائیں تو انہوں نے بیان کیا: مجھے سفیان ثوری نے از محمد بن المنکدر یہ حدیث سنائی کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام کوفہ میں منبر پر بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے: اگر میرے پاس ایسا شخص لایا گیا جو مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دیتا ہو تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا جو جھوٹے کو دی جاتی ہے۔ ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا: ہمیں اور حدیث سنائیں تو انہوں نے بیان کیا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از جعفر انہوں نے کہا کہ حضرت علی نے فرمایا: ابوبکر اور عمر سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ (رجال الکشی ص ٣٣٨ 'مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات' کربلا)

٣٦٧٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّيْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَاَتَى النَّاسُ اَبَا بَكْرٍ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى مَاصَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِيْ وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی سفر میں آپ کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ جب ہم مقام البیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ڈھونڈنے کے لیے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا' وہ لوگ پانی کے پاس نہیں تھے اور نہ ان کے ساتھ پانی تھا تو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ حضرت عائشہ نے کیا کام کیا ہے؟ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھہرا لیا اور آپ کے ساتھ لوگوں کو اور یہ لوگ پانی کے پاس نہیں ہیں اور نہ ان لوگوں کے ساتھ پانی ہے' پس حضرت ابوبکر آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر میرے زانو پر رکھ کر سوئے ہوئے تھے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کو ٹھہرا لیا اور وہ پانی کے پاس نہیں ہیں اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ حضرت عائشہ نے بتایا: پس حضرت ابوبکر مجھ پر ناراض ہوئے اور جو اللہ نے چاہا وہ انہوں نے کہا اور وہ اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں چٹکیاں لیتے رہے اور مجھے ہلنے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے زانو پر (سر رکھ کر) آرام کر رہے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ (لوگوں نے) بغیر پانی کے صبح کی' پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کر دی' سو لوگوں نے تیمم کیا' پھر حضرت اسید بن الحضیر نے کہا: اے آل ابی! بکر یہ آپ کی پہلی برکت نہیں ہے' پس حضرت عائشہ نے کہا: پھر ہم نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہم نے اس کے نیچے اس ہار کو پالیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا ذکر ہے کیونکہ حضرت اسید بن حضیر نے کہا: اے آل ابی بکر! یہ آپ کی پہلی برکت نہیں ہے' دراصل یہ فضیلت تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تھی کیونکہ ان کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی لیکن اولاد کی فضیلت دراصل باپ کی فضیلت ہوتی ہے' اس لیے یہ حدیث حضرت ابوبکر کے فضائل میں ہے۔

٣٦٧٣ - **حَدَّثَنَا** اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ تَابَعَهٗ جَرِيْرٌ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوٗدَ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَمُحَاضِرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے ذکوان سے سنا از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا نہ کہو پس اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو وہ ان کے خرچ کیے ہوئے ایک کلوگرام یا اس کے نصف کے برابر بھی نہیں ہوگا۔ جریر اور عبداللہ بن داؤد اور ابومعاویہ اور محاضر نے شعبہ کی متابعت کی ہے از الاعمش۔

(صحیح مسلم: ٢٥٤١' الرقم المسلسل: ٦٣٨٣' سنن ابوداؤد: ٤٦٥٨' سنن ابن ماجہ: ١٦١' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ١٧٥- ١٧٤' سنن ترمذی: ٣٨٦١' مسند ابویعلیٰ: ١١٩٨' صحیح ابن حبان: ٧٢٥٥' شرح السنۃ: ٣٨٥٩' معجم الصغیر للطبرانی: ٩٨٢' مسند احمد ج ٣ ص ١١' طبع قدیم' مسند احمد: ١١٠٧٩' ج ١٧ ص ١٣٨' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت

یہ حدیث خصوصیت کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نہیں ہے' بلکہ یہ حدیث تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں ہے کہ وہ اپنے غیر سے افضل ہیں' لہٰذا یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب یہ حدیث تمام صحابہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے تو حضرت ابوبکر کی فضیلت پر اس حدیث کی دلالت زیادہ قوی اور زیادہ مؤکد ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے افضل ہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں' اس وجہ سے یہ حدیث باب کے مطابق ہے۔

صحابہ کی نیکیوں پر بعد کے مسلمانوں کی بہ نسبت اجر وثواب کا زیادہ ہونا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن الولید اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی مناقشہ تھا تو حضرت خالد نے ان کو برا کہا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو وہ ان کے خرچ کیے ہوئے ایک کلوگرام یا اس کے نصف کے برابر نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٥٤١)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مورد خاص ہے لیکن اس کا حکم سب کے لیے عام ہے یعنی کوئی شخص میرے اصحاب کو برا نہ کہے خواہ وہ برا کہنے والا میرے اصحاب میں سے ہو یا بعد کے لوگوں میں سے ہو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی صحابی نے ایک کلو گرام کھجوریں صدقہ کی ہیں تو وہ بعد کے لوگوں کے احد پہاڑ کے برابر صدقہ کرنے سے افضل ہیں' اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى. (الحدید:١٠)

(اے مسلمانو!) تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا' اِن سے اُن کا درجہ بہت بڑا ہے اور اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور جہاد کرنا بہت ہمت اور جرأت کا کام تھا' اس وقت اسلام کے لیے اس خدمت کی بہت ضرورت تھی کیونکہ اس کے بعد تو مسلمانوں کی بہت کثرت ہوگئی تھی اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے تھے۔

اس آیت میں صحابہ کے خرچ کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے اسلام کے لیے اپنا مال اس وقت خرچ کیا تھا جب مسلمانوں پر تنگی کا زمانہ تھا اور بعد کے لوگوں کا ایسا حال نہیں تھا' نیز وہ اپنے مال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت اور حمایت میں خرچ کرتے تھے اور بعد کے لوگوں کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی' اسی طرح ان کا جہاد اور ان کی دوسری عبادات ان کا خشوع' ان کی تواضع اور ان کا ایثار اور ان کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور معیت حاصل تھی بعد والوں کی کوئی عبادت اور کوئی نیکی اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

صحابہ کو برا کہنے کی تحریم اور ان کی باہمی جنگوں میں ان کی مناسب تاویل کرنے کا لزوم

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صحابہ کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ مسلمان کو گالی دینا اور اس پر لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور جتنے بڑے مرتبہ کے مسلمان کو گالی دی جائے گی اتنا زیادہ بڑا گناہ ہوگا' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ کوئی مرد اپنے والدین کو گالی دے۔ آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنے والدین کو کیسے گالی دے گا؟ آپ نے فرمایا: کوئی مرد دوسرے مرد کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا اور اس کی ماں کو گالی دے گا۔

(صحیح البخاری:٥٩٧٣' صحیح مسلم:٩٠' سنن ابوداؤد:٥١٤١)

اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین انبیاء اور رسل کے بعد روئے زمین پر سب سے افضل بشر ہیں اور ان کا قرن خیر القرون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ صحابہ کے درمیان جنگیں ہوں گی اور اختلافات ہوں گے اور بعد کے لوگ ان کی جنگوں اور اختلافات کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک فریق پر طعن کریں گے اور اس کی مذمت کریں گے اور اس پر لعنت کریں گے تو آپ نے اس کا سد باب کرنے کے لیے انہیں پہلے ہی صحابہ کو برا کہنے سے منع فرما دیا' سو بعد کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صحابہ کے مشاجرات اور تنازعات میں نہ پڑیں اور ان میں سے کسی فریق کو برا نہ کہیں اور ان کی نیکیوں اور اسلام کے لیے ان کی خدمات کا ذکر کریں اور ان کی باہمی جنگوں میں ان کی مناسب تاویل کریں اور سوائے خیر کے ان کا ذکر نہ کریں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحابہ کو گالی دینا حرام ہے اور فحش محرمات میں سے ہے کیونکہ ان کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ ان میں مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے۔ قاضی عیاض نے کہا: ان میں سے کسی ایک صحابی کو بھی گالی دینا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے، جس نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو کافر کہا وہ خود کافر ہو گیا، اسی طرح جس صحابی کے ایمان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح کی یا اس کو جنت کی بشارت دی اس کو کافر کہنا بھی کفر ہے کیونکہ اس کو کافر کہنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کو مستلزم ہے۔

(فتح المنعم ج ۹ ص ۵۹۱-۵۸۹ ملخصاً، دار الشروق، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

مشاجرات اور تنازعات صحابہ میں مصنف کا موقف

صحابہ کے درمیان دو مشہور جنگیں ہوئیں جنگ جمل، یہ جنگ حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی تھی اور جنگ صفین یہ جنگ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی تھی۔ جنگ جمل میں کوئی فریق خطا پر نہیں تھا۔ حضرت القعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے دونوں فریقوں میں صلح ہو چکی تھی اور دونوں فریق جنگ نہ کرنے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے پر متفق ہو چکے تھے۔ علامہ عبد الرحمان بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں:

جب قاتلین عثمان کو یہ خبر ملی کہ فریقین میں صلح ہو گئی ہے تو انہوں نے یہ سازش کی کہ ان کا ایک فریق رات میں ان مسلمانوں پر حملہ کر دے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے تاکہ لوگ یہ گمان کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بدعہدی ہوئی ہے اور ان کا دوسرا فریق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر حملہ کر دے تاکہ وہ یہ گمان کریں کہ حضرت عائشہ کے ساتھیوں کی طرف سے بدعہدی ہوئی ہے، یوں اس غلط فہمی کی بنا پر فریقین میں جنگ چھڑ گئی اور جو نہ ہونا تھا وہ ہو گیا۔

(تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۵۰۴-۵۰۲ ملخصاً، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اس جنگ میں بہ کثرت مسلمان شہید ہوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افسوس سے اس قدر روتی تھیں کہ آنسوؤں سے آپ کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے کہتے تھے: کاش! میں اس واقعہ سے پہلے مر جاتا اور بھولا بسرا ہو جاتا۔ (تاریخ طبری ج ۳ ص ۵۴۲ ملخصاً، مؤسسۃ الاعلی للمطبوعات، بیروت)

* اس کی زیادہ تفصیل الاحزاب: ۳۳ کی تفسیر تبیان القرآن ج ۹ ص ۴۳۷-۴۲۷ میں دیکھئے۔

صحابہ کرام میں دوسری جنگ، جنگ صفین ہوئی تھی جو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی تھی۔ جمہور اہل اسلام کے نزدیک اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء لاحق ہوئی۔ ہمارا بھی یہی موقف ہے تاہم اس وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرنا اور ان کے فضائل میں کمی کرنا جائز نہیں کیونکہ ان کو بھی اس اجتہاد میں بہر حال ایک اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ سے عاقبت حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔

روافض کی تکفیر کے متعلق مصنف کا موقف

اس باب کی حدیث کے برخلاف روافض تمام صحابہ کو برا کہتے ہیں، ان کو کافر اور مرتد قرار دیتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں ان کے متعلق ہمارا موقف یہ ہے کہ جو لوگ قرآن مجید میں تحریف کا قول کریں یا ام المؤمنین طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائیں یا حضرت ابوبکر کے صحابی ہونے کا انکار کریں یا حضرت علی کی خدائی کے قائل ہوں یا ان کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیں یا جو کسی امام کو معصوم کہیں اور اس کو نبی پر فضیلت دیں یا جو کہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد تین یا چار صحابہ کے سوا باقی تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے ان میں سے ہر ایک قول کرنے والے کا کفر قطعی اور یقینی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر لعنت کرے یا ان کی خلافت کا انکار کرے اس کا کفر فقہی ہے کیونکہ شوافع اور حنابلہ ان کی تکفیر نہیں کرتے اور فقہاء احناف میں سے بھی ملا علی قاری اور علامہ شامی ان کی تکفیر نہیں کرتے اور علامہ ابن ہمام کو بھی اس میں تامل ہے اور جو لوگ حضرت علی کو خلفاء ثلاثہ پر فضیلت دیتے ہیں وہ اہل بدعت ہیں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

تاہم امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں' ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے' ان کے ساتھ تو مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔

(رد الرفضۃ' ص ١٦' مشہور پریس' کراچی)

٣٦٧٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ أَبُو الْحَسَنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ شَرِيكِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ خَرَجَ فَقُلْتُ لَأَلْزَمَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَكُونَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هٰذَا قَالَ فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَأَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا خَرَجَ وَوَجَّهَ هٰهُنَا فَخَرَجْتُ عَلٰى إِثْرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ حَتّٰى دَخَلَ بِئْرَ أَرِيسٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ وَبَابُهَا مِنْ جَرِيدٍ حَتّٰى قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى بِئْرِ أَرِيسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ لَأَكُونَنَّ بَوَّابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَأَقْبَلْتُ حَتّٰى قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ ادْخُلْ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَمِينِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ فِي الْقُفِّ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ أَخِي يَتَوَضَّأُ وَيَلْحَقُنِي فَقُلْتُ إِنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يُرِيدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مسکین ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از شریک بن ابی نمر از سعید بن المسیب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا' پھر باہر نکلے' پس میں نے (دل میں) کہا کہ آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لازم رہوں گا اور آج کا پورا دن آپ کے ساتھ گزاروں گا۔ انہوں نے بتایا کہ پھر وہ مسجد میں آئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سوال کیا تو لوگوں نے بتایا کہ آپ باہر نکل گئے اور آپ اس طرف گئے ہیں تو میں بھی آپ کے متعلق پوچھتا ہوا آپ کے پیچھے پیچھے نکلا' حتیٰ کہ آپ اُریس نام کے کنویں پر گئے' پس میں دروازہ پر بیٹھ گیا اور اس کا دروازہ شاخوں کا بنا ہوا تھا' حتیٰ کہ رسول اللہ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے' پس آپ نے وضو کیا' میں آپ کے پاس کھڑا ہو گیا' پس اس وقت آپ اریس کے کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ آپ نے اپنی پنڈلیاں کھولی ہوئی تھیں اور کنویں میں لٹکائی ہوئی تھیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور واپس جا کر دروازہ پر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں کہا: میں آج ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربان رہوں گا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دروازہ کو دھکا دیا' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا: ابوبکر ہے۔ میں نے کہا: آپ ٹھہریں' پھر میں (آپ کے پاس) گیا' پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ ابوبکر ہیں جو اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو' پھر میں آیا حتیٰ کہ میں نے حضرت ابوبکر سے کہا: آپ داخل ہوں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَخَاهُ يَأْتِ بِهِ فَإِذَا إِنْسَانٌ يُّحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَجِئْتُ فَقُلْتُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُفِّ عَنْ يَّسَارِهِ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ إِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَّأْتِ بِهِ فَجَاءَ إِنْسَانٌ يُّحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ فَجِئْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهُ فَجِئْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُكَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ فَجَلَسَ وُجَاهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ قَالَ شَرِيْكٌ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فَأَوَّلْتُهَا قُبُوْرَهُمْ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٩٣، ٣٦٩٥، ٦٢١٦، ٧٠٩٧، ٧٢٦٢]

(صحیح مسلم: ٢٤٠٣، الرقم المسلسل: ٦١٠٦، سنن ترمذی: ٣٧١٠، مصنف عبدالرزاق: ٢٠٤٠٢، صحیح ابن حبان: ٦٩١١، المعجم الکبیر: ٣٦٩٥، الادب المفرد: ١١٥١، دلائل النبوۃ ج ٦ ص ٣٨٨، اتحاف المہرۃ ج ١٠ ص ٢٥، حلیۃ الاولیاء ج ١ ص ٥٨، مسند احمد ج ٤ ص ٣٩٣، طبع قدیم، مسند احمد: ١٩٥٠٩، ج ٣٢ ص ٢٦٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اور رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں، پس حضرت ابوبکر داخل ہوئے، اور کنویں کی منڈیر پر آپ کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور انہوں نے (بھی) اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا لیں جس طرح نبی ﷺ نے کیا تھا اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا لیا، پھر میں واپس جا کر (دروازہ پر) بیٹھ گیا اور میں اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ کر آیا تھا کہ وہ آ کر مجھ سے ملیں گے، پس میں نے (دل میں) کہا: اگر اللہ نے فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ان کی مراد اپنا بھائی تھا تو وہ (اللہ عزوجل) اس کو لے آئے گا، پھر کسی انسان نے دروازہ ہلایا، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ عمر بن الخطاب ہے۔ میں نے کہا: آپ ٹھہریئے، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، پس میں نے آپ کو سلام کیا، پھر عرض کیا کہ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو، پس میں آیا اور میں نے ان سے کہا: آپ (باغ) کے اندر آئیں اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور کنویں کی منڈیر پر رسول اللہ ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا دیں، میں لوٹا اور (دروازے پر) بیٹھ گیا، پھر میں نے دل میں کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو اس کو لے آئے گا۔ پھر کوئی انسان آیا اور اس نے دروازہ کو ہلایا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ عثمان بن عفان ہے۔ میں نے کہا: آپ ٹھہریئے، پھر میں نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو ان کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی بشارت دو (اور کہو کہ) آپ کو مصائب پہنچیں گے، پس میں آیا اور میں نے ان سے کہا: آپ آیئے اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے (اور بتایا ہے کہ) آپ کو مصائب پہنچیں گے (یا آپ کی آزمائش ہوگی)، پس حضرت عثمان داخل ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ منڈیر بھر چکی تھی پھر وہ منڈیر کی دوسری جانب آپ کے سامنے بیٹھ گئے، شریک نے بیان کیا کہ سعید بن مسیب نے کہا: میں اس کی تاویل ان کی قبروں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے کرتا ہوں۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی فضیلت کی تصریح ہے اور چونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی تھی اور وہ اس باغ کے کنویں کی منڈیر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر ان تینوں میں سب سے افضل ہیں اور یہی اس باب سے مقصود ہے کیونکہ یہ باب حضرت ابوبکر کے فضائل میں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مسکین بن نمیلہ الیمامی۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور یہ امام مسلم کے استاذ بھی ہیں۔ (۲) یحییٰ بن حسان بن حبان ابوزکریاء التنیسی' امام بخاری نے حسن بن عبدالعزیز سے حکایت کی ہے کہ یہ ۲۰۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (۳) سلیمان بن بلال ابوایوب اور ابومحمد القرشی التیمی' یہ القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق کے آزاد کردہ غلام ہیں' یہ بربر تھے اور ۱۷۰ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (۴) شریک بن عبداللہ بن ابی نمر' ابوعبداللہ القرشی ان کو لیثی بھی کہا جاتا ہے' یہ ۱۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے اور یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲)

بیرِ اَریس کا معنیٰ' ازخود دربان بننے کا جواز' سعید بن المسیب کی تاویل کی توجیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت

اس حدیث میں اریس کا ذکر ہے' یہ قبا کے قریب مدینہ منورہ کا مشہور باغ ہے۔ اسی باغ کے کنویں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگلی سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی تھی۔

علامہ کورانی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے اس انگوٹھی کو کنویں سے نکالنے کی بہت کوشش کی مگر وہ انگوٹھی نہیں مل سکی اور اسی کے بعد سے حضرت عثمان کے خلاف شورش اور ہنگامے شروع ہوئے۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۳۴۲)

حضرت ابوموسیٰ نے دل میں کہا: میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربان بنوں گا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو اپنا دربان نہ بنائیں تو پھر بھی کسی کا ازخود دربان بننا جائز ہے' مگر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ درج ذیل حدیث اس کے خلاف ہے:

امام ترمذی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا' پس آپ انصار کے باغ (اریس) میں داخل ہو گئے۔ آپ نے قضاء حاجت کے بعد مجھ سے فرمایا: اے ابوموسیٰ! اس دروازہ پر پہرہ دو' پس کوئی شخص میری اجازت کے بغیر میرے پاس نہ آئے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۱۰) سنن ترمذی کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ازخود دربان نہیں بنے تھے اور صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ ازخود دربان بنے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداءً حضرت ابوموسیٰ اشعری کے دل میں ازخود دربان بننے کا خیال آیا تھا اور بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دربان بننے کا حکم دیا۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس کے معارض یہ حدیث ہے کہ کتاب الجنائز میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی دربان نہیں تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۸۳)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ آپ کے دائمی دربان نہیں تھے۔

حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو وہ اس کو لے آئے گا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی یہ خواہش تھی کہ ان کے بھائی بھی اس باغ میں آئیں تا کہ وہ ان کے آنے کی اجازت طلب کرتے، پھر وہ جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع دیتے تو شاید آپ ان کو بھی جنت کی بشارت دے دیتے اور یہ ان کے لیے بڑی فضیلت ہوتی مگر ایسا نہیں ہوا۔

حضرت عثمان کے متعلق فرمایا: ان کو جنت کی بشارت دو (اور ان سے کہو:) تم کو مصائب پہنچیں گے۔

ان مصائب سے مراد وہ واقعات ہیں جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں شہید کر دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور کہا: اللہ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔ امام احمد کی روایت میں مذکور ہے: حضرت عثمان نے دعا کی: اے اللہ صبر عطا فرما، اے اللہ! صبر عطا فرما، اور پھر بیٹھ گئے۔

سعید بن المسیب نے کہا: میں اس واقعہ کی تاویل ان کی قبروں کے ساتھ کرتا ہوں۔

سعید بن المسیب کی تاویل کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تو اس باغ کے کنویں کی منڈیر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اسی طرح ان دونوں کی قبریں بھی آپ کی قبر مبارک کے ساتھ ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ منڈیر پر نہیں بیٹھے تھے بلکہ آپ کی منڈیر کے بالمقابل جو منڈیر تھی اس پر بیٹھے تھے، اسی طرح ان کی قبر بھی آپ کی قبر مبارک کے ساتھ نہیں ہے بلکہ البقیع میں آپ کی قبر بنائی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٦٤۔ ٢٦٢ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایام فتنہ میں جو مصائب پہنچے تھے آپ نے تقریباً پچیس سال پہلے ان کی خبر دے دی اور آپ نے ان تین صحابہ کے جنتی ہونے کی جو خبر دی ہے اس میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

٣٦٧٥ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَّاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٨٦۔ ٣٦٩٩] (سنن ابوداؤد: ٤٦٥١، سنن ترمذی: ٣٦٩٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ انہوں نے بتایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ان کی وجہ سے لرزنے لگا تو آپ نے فرمایا: اے احد! پرسکون رہ (حرکت نہ کر) تجھ پر تو (اس وقت) نبی اور صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو صدیق فرمایا اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا حدیث مذکور میں مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں احد پہاڑ کا ذکر ہے، یہ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے (یہ مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے)، اسی پہاڑ کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نزدیک غزوہ احد میں نبی ﷺ کے عم محترم حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اور نبی ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تھا اور آپ کے سامنے کے چار دانت شہید ہوئے تھے۔ سعیدی غفرلہ) امام مسلم اور امام ابویعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ان اصحاب کے ساتھ حراء پہاڑ پر چڑھے تھے تو وہ لرزنے لگا تھا' پس آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ پرسکون ہو جائے' اور امام بخاری کی روایت میں احد پہاڑ پر چڑھنے کا ذکر ہے۔ امام بخاری کی روایت زیادہ صحیح ہے اور اگر ان کا مخرج واحد نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ متعدد واقعات ہیں یعنی ایک قصہ میں حراء پہاڑ پر چڑھنے کا ذکر ہے اور دوسرے میں احد پر چڑھنے کا ذکر ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ٦٧٧' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ متعدد واقعات ہیں: کیونکہ امام احمد نے بریدہ کی سند سے لفظ حراء کی روایت کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور امام ابویعلیٰ نے حضرت سہل بن سعد کی سند سے اس کی لفظ احد کے ساتھ روایت کی ہے اور اس کی بھی سند صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٦٤' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٧٦ - حَدَّثَنِی اَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا صَخْرٌ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا اَنَا عَلٰی بِئْرٍ اَنْزِعُ مِنْهَا جَاءَنِی اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ الدَّلْوَ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْذَنُوْبَيْنِ وَفِی نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ اَبِیْ بَكْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِیْ يَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَعَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَفْرِیْ فَرِيَّهٗ فَنَزَعَ حَتّٰی ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ. قَالَ وَهْبٌ الْعَطَنُ مَبْرَكُ الْاِبِلِ يَقُوْلُ حَتّٰی رَوِيَتِ الْاِبِلُ فَاَنَاخَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن سعید ابوعبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وھب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صخر نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں کنویں سے (پانی کے ڈول) نکال رہا تھا تو میرے پاس ابوبکر اور عمر آئے' پس ابوبکر نے ڈول لیا اور ایک یا دو ڈول (پانی) نکالا اور ان کے ڈول نکالنے میں کم زوری تھی اور اللہ ان کی مغفرت فرمائے' پھر اس ڈول کو ابن الخطاب نے ابوبکر کے ہاتھ سے لیا تو وہ ان کے ہاتھ میں بڑا ڈول بن گیا اور میں نے لوگوں میں ان کی طرح غیر معمولی کام کرنے والا نہیں دیکھا' انہوں نے پانی نکالا حتیٰ کہ لوگوں نے (اپنے اونٹوں کو پانی پلا کر) اونٹوں کو ان کی جگہ پر بٹھا دیا' وھب نے کہا: عطن کا معنی ہے' اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ' وہ یہ کہتے تھے: حتیٰ کہ اونٹ (پانی سے) سیر ہو گئے' پھر ان کو بٹھا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٣' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ نبی ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے اور اس میں حضرت ابوبکر کا ذکر حضرت عمر اور دوسروں پر مقدم ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

٣٦٧٧ - حَدَّثَنِی الْوَلِيدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عِيْسٰی امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الولید بن صالح نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحُسَيْنِ الْمَكِّيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰى سَرِيرِهِ إِذَا رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلٰى مَنْكِبِي يَقُولُ رَحِمَكَ اللّٰهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِأَنِّي كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُنْتُ وَأَبُوبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَأَبُوبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَأَبُوبَكْرٍ وَّعُمَرُ فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

[طرف الحدیث: ٣٦٨٥] (صحیح مسلم: ٢٣٨٩، الرقم المسلسل: ٦٠٨١، سنن ابن ماجہ: ٩٨)

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن سعید بن ابوالحسین المکی نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں لوگوں میں کھڑا ہوا تھا' پس انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' اس وقت ان کا جنازہ چارپائی پر رکھا ہوا تھا' اتنے میں ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی' وہ یہ دعا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے' بے شک مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا کیونکہ میں کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنتا تھا آپ فرماتے تھے: ''میں تھا اور ابوبکر اور عمر' اور میں نے اور ابوبکر اور عمر نے کیا' اور میں اور ابوبکر اور عمر گئے۔'' پس بے شک مجھے ضرور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا' پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ ہر چند کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی فضیلت کا ذکر ہے لیکن چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر مقدم ہے اس لیے اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے افضل الصحابہ ہونے کی دلیل ہے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے تھے اور ان کے لیے دعا و ثناء کرتے تھے اور ان کے افضل ہونے کے قائل تھے اور روافض جو اس کے خلاف کہتے ہیں وہ باطل ہے۔

٣٦٧٨- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَّحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو عَنْ أَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَوَضَعَ رِدَاءَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ بِهِ خَنْقًا شَدِيدًا فَجَاءَ أَبُوبَكْرٍ حَتّٰى دَفَعَهُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَّقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ (المومن: ٢٨).

[اطراف الحدیث: ٣٨٥٦- ٤٨١٥] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن یزید الکوفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی از الاوزاعی از یحییٰ بن ابی کثیر از محمد بن ابراہیم از عروہ بن الزبیر انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے بڑا ظلم کون سا کیا تھا' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے' عقبہ بن ابی معیط نے آ کر اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر آپ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا' پس بہت شدت سے گلا گھونٹا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کو دھکا دے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور کیا' پھر یہ آیت پڑھی: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ یقیناً وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے چمکتی ہوئی نشانیاں لے کر آئے ہیں۔ (المومن: ٢٨)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں عقبہ بن ابی معیط کا ذکر ہے' یہ غزوہ بدر میں مارا گیا تھا۔

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ کی عظیم منقبت ہے کہ انہوں نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا جب کوئی اور آپ کا دفاع کرنے کے لیے موجود نہیں تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ کی وفات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الزبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تپ دق کے مرض میں فوت ہوئے تھے' اور علامہ الواقدی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا تھا' اس کی وجہ سے ان کو پندرہ دن بخار آیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں نے ان کو زہر آلود کھانا کھلایا تھا جس کی وجہ سے ان کی وفات ہوگئی' وہ تریسٹھ سال کی زندگی گزار کر بائیس جمادی الثانیہ تیرہ ہجری کو فوت ہوئے' ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کے برابر تھی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(تاہم مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں یہ مذکور ہے کہ غار ثور میں جو سیدنا ابوبکر کو سانپ نے ڈسا تھا اسی کے اثر سے ان کی موت واقع ہوئی۔ مشکوٰۃ: ۶۰۳۴' سعیدی غفرلہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات خیبر کی یہودی عورت کے زہر آلود گوشت کھلانے کی وجہ سے ہوئی تھی جس کا اثر اس وقت تو نہیں ہوا لیکن تین سال بعد اسی کے اثر سے آپ کے سر مبارک میں درد ہوا اور آپ کی وفات ہوگئی' اسی طرح حضرت ابوبکر کی وفات بھی یہودیوں کے زہر کھلانے کی وجہ سے ہوئی یا سانپ کے زہر کے اثر سے ہوئی اور یوں حضرت ابوبکر کی وفات کا سبب آپ کی وفات کے سبب کے مماثل ہوگیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ کے فضائل میں صحیح بخاری کے علاوہ دوسری کتب حدیث کی احادیث

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو! میں ہر خلیل کی خلت سے بری ہوں' اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا' بے شک تمہارے پیغمبر اللہ کے خلیل ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے' لیکن ابوبکر میرے بھائی اور میرے صحابی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۳' سنن ترمذی: ۳۶۷۵' سنن ابن ماجہ: ۹۳)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: تم میرے لیے اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ایک مکتوب لکھ دوں کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں زیادہ مستحق ہوں اور اللہ اور مومنین ابوبکر کے غیر کا انکار کردیں گے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۷)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کون آج صبح روزہ دار تھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے کہا: میں' آپ نے پوچھا: تم میں سے کون آج جنازہ کے ساتھ گیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں' آپ نے پوچھا: تم میں سے آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے' آپ نے پوچھا: تم میں سے آج کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں بھی یہ صفات مجتمع ہوں گی وہ جنتی ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۸)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ کے نزدیک ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۵۶)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۵) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلند درجے والوں کو نچلے درجے والے ایسے دیکھتے ہیں جیسے تم آسمان کے کنارے میں طلوع ہونے والے ستاروں کو دیکھتے ہو اور ابوبکر اور عمر ان میں سے ہیں اور بہت اونچے درجے کے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۵۸ 'مسند احمد ج ۳ ص ۲۷)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کے سوا جس شخص نے بھی ہمارے ساتھ کوئی نیکی کی ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا' کیونکہ ابوبکر کی ہمارے پاس ایک نیکی ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا اور مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶۱ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

(۷) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کی اقتداء کرنا جو میرے بعد ہیں' ابوبکر اور عمر۔

(سنن ترمذی: ۳۶۶۲ 'سنن ابن ماجہ: ۹۷ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

(۸) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: میں از خود نہیں جانتا کہ میری بقاء تم میں کب تک ہے' پس تم میرے بعد ان کی اقتداء کرنا اور آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶۳ 'مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۹)

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا: یہ دونوں اولین اور آخرین میں سے جنت کے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہیں ماسوا نبیوں اور رسولوں کے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۶۶۔ ۳۶۶۵۔ ۳۶۶۴ 'سنن ابن ماجہ: ۹۵)

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب میں سے مہاجرین اور انصار کی طرف نکلے' اور وہ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے' ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ان میں سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے علاوہ کوئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نظر نہیں اٹھاتا تھا' وہ دونوں آپ کی طرف دیکھتے تھے اور آپ ان کی طرف دیکھتے تھے' وہ آپ کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور آپ ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶۸ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۰)

(۱۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں سے ایک آپ کی دائیں طرف تھے اور دوسرے بائیں طرف تھے اور آپ ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: ہم اسی طرح قیامت کے دن مبعوث ہوں گے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶۹)

(۱۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے حوض پر بھی صاحب ہو اور غار میں بھی صاحب ہو۔ (سنن ترمذی: ۳۶۷۰)

(۱۳) حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا: یہ میری سماعت اور بصر ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۷۱)

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں ابوبکر موجود ہوں اس قوم میں ابوبکر کے سوا کسی اور کا نماز پڑھانا جائز نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۷۳)

(۱۵) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا' اس دن اتفاق سے میرے پاس مال تھا' میں نے دل میں کہا: اگر میں کسی دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت کر سکتا ہوں تو آج سبقت کروں گا' پس میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اپنا آدھا مال لے کر آیا' تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے ان کے لیے اتنا ہی مال باقی رکھا ہے' اور حضرت ابوبکر کے پاس جتنا مال تھا وہ سب لے کر آ گئے۔ آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو باقی رکھا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: تب میں نے دل میں کہا: میں حضرت ابوبکر پر کبھی بھی سبقت نہیں کر سکتا۔

(سنن ترمذی:٣٦٧٥' سنن ابوداؤد:١٦٧٨)

(١٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کے دروازہ کے سوا (مسجد میں کھلنے والے) تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ترمذی:٣٦٧٨)

(١٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تم دوزخ سے اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہو' اس دن سے ان کا نام عتیق (دوزخ سے آزاد کردہ) پڑ گیا۔ (سنن ترمذی:٣٦٧٩)

(١٨) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے آسمان والوں میں سے دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں میں سے دو وزیر ہوتے ہیں' آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر حضرت جبریل اور حضرت میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔ (سنن ترمذی:٣٦٨٠)

(١٩) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہو گی' پھر ابوبکر سے' پھر عمر سے' پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا' سو ان کا میرے ساتھ حشر کیا جائے گا' پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا' حتیٰ کہ میرا حرمین کے درمیان حشر کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی:٣٦٩٢)

(٢٠) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل آئے' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا' پھر انہوں نے مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہو گی' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا حتیٰ کہ میں اس دروازہ کی طرف دیکھتا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔ (سنن ابوداؤد:٤٦٥٢)

(٢١) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو وہ رونے لگے' اور کہا: میری خواہش ہے کہ میرے تمام (نیک) اعمال کے بدلہ میں حضرت ابوبکر کے ایک دن کا اور ان کی ایک رات کا عمل ہو جاتا۔ رہا رات کا عمل تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار میں گئے جب وہ دونوں غار تک پہنچ گئے تو حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! آپ غار میں نہ داخل ہوں حتیٰ کہ آپ سے پہلے میں داخل ہو جاؤں' پس اگر اس میں کوئی ضرر ہو تو وہ آپ کے بجائے مجھے پہنچے' پس حضرت ابوبکر غار میں داخل ہوئے' پھر اس کو صاف کیا' پھر انہوں نے دیکھا کہ اس کی ایک جانب سوراخ ہے تو انہوں نے اپنے تہبند کو پھاڑ کر اس کے سوراخ کو بند کیا' اس میں دو سوراخ پھر بھی باقی رہ گئے' انہوں نے ان سوراخوں پر اپنے دونوں پیر رکھ دیئے' پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اب آپ آ جائیں۔ سو رسول اللہ ﷺ غار میں داخل ہو گئے اور آپ نے اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا' پھر اس سوراخ سے حضرت ابوبکر کے پیر میں ڈنک مارا گیا۔ حضرت ابوبکر ہلے بھی نہیں کہ کہیں رسول اللہ ﷺ بیدار نہ ہو جائیں' پس ان کا آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ پر گرا تو آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! تم کو کیا ہوا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں' مجھے ڈنک مارا گیا ہے' پس رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک لگایا تو حضرت ابوبکر کا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ضرر جاتا رہا' پھر ان کا وقت کم ہوا اور وہی زہر ان کی موت کا سبب ہو گیا' اور رہی ان کی دن کی نیکی تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اور بعض عرب مرتد ہو گئے اور انہوں نے کہا: ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے تو حضرت ابوبکر نے کہا: اگر یہ ایک رسی دینے سے بھی منع کریں تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا' پس میں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ! لوگوں کے ساتھ نرمی کریں تو انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تم جاہلیت میں سخت تھے اور اسلام میں کمزور ہو گئے ہو! بے شک وحی منقطع ہو چکی ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے' کیا میرے زندہ ہوتے ہوئے دین میں کمی کی جائے گی! اس حدیث کی رزین نے روایت کی ہے۔

(مشکوٰۃ: ٦٠٣٤ الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(۲۲) حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میں نے خواب دیکھا گویا ایک میزان آسمان سے اتری' پس آپ کو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وزن کیا گیا تو آپ کا وزن زیادہ تھا' پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر کا وزن زیادہ تھا' پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر کا وزن زیادہ تھا' پھر اس میزان کو اٹھا لیا گیا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۶۳۴' سنن ترمذی: ۲۲۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۵۰)

(۲۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر میری گود میں تھا کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کی اتنی نیکیاں ہیں جتنے آسمان کے ستارے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! عمر کی نیکیاں ہیں۔ میں نے پوچھا: پھر حضرت ابوبکر کی نیکیاں کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی مثل ہیں۔ اس حدیث کی رزین نے روایت کی ہے۔ (مشکوٰۃ: ٦٠٦٨)

(۲۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر چالیس ہزار خرچ کیے۔

(صحیح ابن حبان: ٦٨٥٩)

(۲۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ سے بھری ہوئی ایک پیالی دی گئی' میں نے اس سے دودھ پیا حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا' پس میں نے دیکھا کہ وہ دودھ میری رگوں میں میری کھال اور گوشت کے درمیان بہ رہا ہے' پھر میں نے اس میں سے دودھ بچایا اور میں نے وہ دودھ ابوبکر کو دے دیا۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ وہ علم تھا جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا حتیٰ کہ آپ اس علم سے پُر ہو گئے' پس اس سے جو علم بچا وہ آپ نے حضرت ابوبکر کو دے دیا' آپ نے فرمایا: تم نے صحیح کہا۔ (صحیح ابن حبان: ٦٨٥٤)

(۲٦) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک مرد داخل ہوگا جس کو ہر گھر اور بالا خانہ والے مرحبا کہیں گے' حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! اس مرد کو تو اس دن کوئی نقصان نہیں ہوگا! آپ نے فرمایا: ہاں! وہ مرد تم ہو گے۔ (صحیح ابن حبان: ٦٨٦٧)

(۲۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر کی وفات کے دن میں ان کے پاس تھی' انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا؟ میں نے بتایا: تین کپڑوں میں' انہوں نے کہا: میں جو دو کپڑے پہنے ہوئے ہوں مجھے ان ہی دو کپڑوں میں کفن دے دینا اور ان کے بجائے ایک نیا کپڑا خرید لینا کیونکہ مردہ کی بہ نسبت زندہ کو نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے' کیونکہ یہ کپڑے تو پیپ سے لتھڑ جائیں گے۔ (صحیح ابن حبان: ٣٠٣٦) یہ حدیث ان کی انکسار اور ایثار پر دلیل ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(٢٨) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! میں ایک دن اپنے گھر میں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب صحن میں تھے اور میرے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ اچانک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس کو دوزخ سے آزاد کر دیا گیا تو وہ ابوبکر کی طرف دیکھے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۸۹۹)

(٢٩) حکیم بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ حلف اٹھا کر کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے حضرت ابوبکر کا نام صدیق نازل کیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ١۴)

(٣٠) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے آسمان دنیا کی طرف معراج کرائی گئی' میں جس آسمان سے بھی گزرا وہاں میرا نام تھا' محمد رسول اللہ اور میرے بعد ابوبکر صدیق کا نام تھا۔

(مسند ابویعلیٰ: ٦٦٠٧' اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر مناقب میں ضعاف معتبر ہوتی ہیں)

(٣١) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج فرمایا: میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ٩ ص ۴١' دار الکتاب العربی' بیروت)

(٣٢) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ان سے آگے نہ چلو جو تم سے افضل ہیں' جن لوگوں پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے ان میں سب سے افضل ابوبکر ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ٩ ص ۴۴۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر مناقب میں ضعاف معتبر ہوتی ہیں)

(٣٣) حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے مڑ کر دیکھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر' ابوبکر' بے شک روح القدس حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے ابھی خبر دی ہے کہ آپ کی امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ٩ ص ۴۴' اس حدیث کی سند ضعیف ہے' مگر مناقب میں ضعاف مقبول ہوتی ہیں)

(٣۴) حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال سے پانچ دن پہلے فرمایا: ہر نبی کا اس کی امت میں کوئی خلیل ہوتا ہے اور بے شک میرے خلیل ابوبکر بن ابی قحافہ ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر کو خلیل بنایا ہے۔ (المعجم الکبیر ج ١٩ ص ۴١' اس حدیث کی سند میں علی بن یزید ضعیف ہے۔)

(٣٥) حضرت سھل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا' صحابہ نے کہا: حضرت ابوبکر کی رائے صحیح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو ابوبکر کا خطا پر ہونا ناپسند ہے۔

(مجمع الزوائد ج ٩ ص ۴٦' اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں)

(٣٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے اس مرض میں بیٹھ کر نماز پڑھی جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی۔ (سنن ترمذی: ٣٦٢' مسند احمد ج ٦ ص ١٥٩)

(٣٧) امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵٨ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہے' تو یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ آپ نے دوسری بار بھی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہو۔

(۳۸) موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے پیر کے دن صبح کی نماز کی ایک رکعت پڑھائی اور یہ وہی دن ہے جس دن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طبیعت میں تخفیف محسوس کی تو آپ حجرہ سے نکلے اور حضرت ابوبکر کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور جب حضرت ابوبکر نے سلام پھیرا تو آپ نے کھڑے ہو کر ایک رکعت نماز پڑھی' پس ہوسکتا ہے کہ جس نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے مرض میں حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی اس سے مراد یہی نماز ہو' رہی وہ نماز جس میں آپ کے مرض میں حضرت ابوبکر نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی تھی وہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی۔ اس حدیث کو ہم نے حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے' پس ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۳' نشر السنۃ' ملتان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کی جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی تھی اور آپ امت کو حضرت ابوبکر کی اقتداء میں چھوڑ کر دنیا سے گئے تھے۔

(۳۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر پڑھی تھی' اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض زیادہ ہو گیا تو حضرت بلال آپ کو نماز کی اطلاع دینے آئے تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوبکر نرم دل مرد ہیں اور جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو (قرآن) نہیں سنا سکیں گے' پس اگر آپ حضرت عمر کو فرما دیں' آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے حضرت حفصہ سے کہا: آپ کہیں کہ حضرت ابوبکر نرم دل مرد ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نہیں سنا سکیں گے' پس اگر آپ حضرت عمر کو فرما دیں' سو حضرت حفصہ نے اس طرح کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم ضرور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتیں ہو' ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے بتایا: پھر صحابہ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جب حضرت ابوبکر نے نماز شروع کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں کمی محسوس کی' پس آپ دو مردوں کے سہارے سے کھڑے ہوئے۔ آپ اپنے پیروں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چل رہے تھے' جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر نے آپ کی آہٹ محسوس کی' وہ پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اشارے سے منع فرمایا: اپنی جگہ کھڑے رہو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ نماز میں حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ۴۱۸' الرقم المسلسل: ۸۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری بار جو حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

(۴۰) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے ہاں ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے چلے گئے' پھر نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو میں اقامت کہوں' حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! پس حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور لوگ نماز میں تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوں کو چیرتے ہوئے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں کھڑے ہو گئے' لوگ ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابوبکر نماز میں اِدھر اُدھر مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ جب لوگوں نے زیادہ ہاتھ بجائے تو حضرت ابوبکر مڑے' پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ برقرار رہیں۔ حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کی اس پر حمد کی کہ آپ نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا ہے' پھر حضرت ابوبکر پچھلی صف میں برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے تم کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا تھا تو تمہیں میرے حکم پر عمل کرنے سے کس چیز نے منع کیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھائے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ میں نے تمہیں اتنی زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا؟ جس کو نماز میں کوئی چیز پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف مڑ کر دیکھا جائے گا۔ ہاتھ بجانا صرف عورتوں کے لیے جائز ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۲۱' الرقم المسلسل: ۸۳۵)

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ حضرت ابوبکر کو امامت کا شرف عطا کیا ہے: (۱) جب آپ بنوعمرو بن عوف کے ہاں صلح کرانے گئے۔ (۲) ایام علالت میں ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز میں۔ (۳) پیر کے دن صبح کی نماز میں آپ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور ایام علالت میں حضرت ابوبکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں اور آپ نے ان نمازوں کو مقرر رکھا اور تین مرتبہ آپ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی گویا حدیث قولی' حدیث تقریری اور حدیث فعلی ہر طرح سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت ثابت ہے۔

ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان کے علاوہ ان کی فضیلت میں اور بھی بہ کثرت احادیث ہیں لیکن ہم یہاں پر صرف چالیس احادیث ذکر کرنا چاہتے ہیں تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس احادیث کی تبلیغ کرنے والے علماء اور فقہاء میں ہمارا بھی شمار ہو جائے اور تا کہ میں بھی قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا امیدوار ہو جاؤں۔

حضرت ابوبکر کے نام' لقب' ان کے اسلام' غار ثور میں رفاقت' ان کی خلافت اور وفات کا بیان

علامہ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر قرطبی مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی قحافہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: آپ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبدالکعبۃ تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبداللہ رکھا' آپ کے والد کا نام ابوقحافہ عثمان بن عامر القرشی التیمی ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ام الخیر بنت صخر بن عامر ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اس سفر ہجرت میں آپ کے اصحاب میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے رفیق تھے اور غار میں آپ کے مونس اور غم گسار تھے اور ہجرت کے بعد غزوہ بدر میں آپ کے ساتھ تھے اور وہ مردوں میں سب سے پہلے شخص تھے جو آپ پر ایمان لائے اور وہ سب سے پہلے مرد ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' حضرت ابوبکر کا لقب عتیق ہے' حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس کو دوزخ سے آزاد کر دیا گیا ہے تو وہ اس کو دیکھے۔

(المستدرک ج ۳ ص ۶۱' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۴۴' کنز العمال: ۳۲۶۱۷)

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنے دن غار میں رہے اس کی مدت میں اختلاف ہے۔ مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر تین دن غار میں آپ کے ساتھ رہے۔ حدیث مرسل میں ہے کہ آپ دس دن سے زیادہ غار میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رہے، مگر اکثر علماء نے مجاہد کے قول پر اعتماد کیا ہے۔
حضرت ابوبکر کا لقب صدیق اس لیے ہے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بات بھی کہتے حضرت ابوبکر اس کی سب سے پہلے تصدیق کرتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے واقعہ معراج کی تصدیق کی تو ان کو صدیق کہا گیا۔
عروہ نے کہا ہے کہ جب حضرت ابوبکر اسلام لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے' وہ انہوں نے سب رسول اللہ ﷺ پر خرچ کر دیئے۔ حضرت ابوبکر نے سات ایسے غلاموں کو آزاد کیا جن کو اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جارہا تھا' ان میں حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما ہیں۔
الحسن البصری نے قیس بن عبادہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کئی راتیں اور کئی دن بیمار رہے' جب اذان دی جاتی تو آپ فرماتے کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس جب رسول اللہ ﷺ وصال کر گئے تو میں نے غور کیا کہ نماز اسلام کی علامت اور دین کا قوام ہے' لہٰذا ہم اپنی دنیا کے لیے اس شخص کی امامت پر راضی ہو گئے جس کی ہمارے دین میں امامت پر رسول اللہ ﷺ راضی تھے' سو ہم نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔
حضرت ابوبکر کہتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں' اسی طرح ان کو خلیفۂ رسول اللہ کہا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی پہلے خلیفہ رسول اللہ کہا جاتا تھا' پھر انہوں نے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کر لیا۔ جس دن رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا' اُسی دن سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکر کی بیعت خلافت کی گئی' پھر دوسرے دن منگل کے روز عام بیعت کی گئی' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور خزرج کی ایک جماعت اور قریش کا ایک گروہ اس بیعت میں حاضر نہیں ہوا' پھر حضرت سعد کے علاوہ باقی لوگوں نے بیعت کر لی۔
ایک قول یہ ہے کہ قریش میں سے حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت طلحہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی' پھر بعد میں انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بیعت کی تھی' اس کے بعد وہ ہمیشہ حضرت ابوبکر کے احکام سنتے رہے اور ان کی اطاعت کرتے رہے اور ان کی تعریف اور تحسین کرتے رہے۔
امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر دو سال تین ماہ اور بارہ دن خلافت کی زندگی گزار کر فوت ہو گئے' وہ بائیس جمادی الثانیہ تیرہ ہجری تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت طلحہ اور حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر ان کی قبر میں اترے' ان کو رات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دفن کیا گیا' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ان کی وفات کے وقت ان کی عمر تریسٹھ (٦٣) سال تھی اور یہی رسول اللہ ﷺ کی عمر تھی۔

(الاستیعاب ج ٣ ص ١٠١-٩١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک سو بیالیس (١٤٢) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم چھ حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری گیارہ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ٩٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

٦ - بَابُ مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَبِي حَفْصٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت عمر بن الخطاب ابوحفص القرشی العدوی رضی اللہ عنہ کے مناقب

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عمر کے والد کا نام خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ تھا اور ان کی والدہ کا نام خیتمہ یا خیثمہ تھا۔ یہ ہاشم بن المغیرہ کی بیٹی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کی کنیت ابوحفص رکھی تھی' ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ ان کا لقب بالاتفاق فاروق ہے۔ امام ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عمر کو یہ لقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا اور بغوی کی روایت ہے کہ حضرت جبریل نے ان کو یہ لقب دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٦٧)

٣٦٧٩- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الْمَاجِشُونَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُنِي دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ امْرَأَةِ أَبِي طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشَفَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ هٰذَا بِلَالٌ وَّرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالَ لِعُمَرَ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعَلَيْكَ أَغَارُ. [اطراف الحدیث: ٥٢٢٦-٧٠٢٤] (صحیح مسلم: ٢٣٩٤' الرقم المسلسل: ٦٠٩٢' السنن الکبریٰ للنسائی: ٨١٢٥' مسند ابویعلیٰ: ٢٠١٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٢٨' مسند الحمیدی: ١٢٣٥' مسند احمد ج ٣ ص ٣٠٩' طبع قدیم' مسند احمد: ١٤٣٢١' ج ٢٢ ص ٢٢٣' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز الماجشون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں خواب میں جنت میں داخل ہوا' وہاں میں نے ابوطلحہ کی بیوی الرمیصاء کو دیکھا' اور میں نے (چلنے کی) آہٹ سنی میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو (حضرت جبریل نے) کہا: یہ بلال ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا اس کے صحن میں ایک کنیز تھی' میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ تو (حضرت جبریل نے) کہا: یہ حضرت عمر کا محل ہے۔ میں نے اس کو دیکھنے کے لیے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو مجھے تمہاری غیرت یاد آئی تو حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میری ماں اور باپ فدا ہوں' کیا میں آپ پر غیرت کروں گا!

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت' رُمَیْصَاء کا معنی اور مصداق اور غیرت کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب اور حدیث مذکور اس باب کے اس وجہ سے مناسب ہے کہ اس باب میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں حضرت عمر کا جنت میں محل دیکھا۔

اس حدیث میں رمیصاء کا ذکر ہے' یہ رَمصاء کی تصغیر ہے اور وہ اَرمَص کی مونث ہے' ان کا نام سہلہ بنت ملحان ہے اور ان کی کنیت ام سلیم ہے' یہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ رمص کا معنی آنکھ کا میل ہے' ان کی آنکھ میں میل رہتا تھا اس لیے ان کا لقب رمیصاء ہو گیا۔

اس حدیث میں خشفۃ کا ذکر ہے: معمولی سی آواز یا آہٹ کو خشفۃ کہتے ہیں۔

یہ بلال ہیں: اس قول کے قائل بھی حضرت بلال ہیں یا کوئی فرشتہ ہے یا خود حضرت جبریل ہیں۔

یہ حضرت عمر کا محل ہے: اس قول کے قائل بھی حضرت جبریل ہیں یا فرشتوں کی جماعت ہے۔

کیا میں آپ پر غیرت کروں گا! غیرت کا معنی ہے: کسی چیز سے اتنی زیادہ محبت کرنا حتیٰ کہ اس میں دوسرے کی شرکت ناگوار ہو۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٦٨-٢٦٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نسب اس طرح ہے: عمر بن الخطاب بن نفیل العدوی بن عدی بن کعب بن لؤی۔ کعب بن لؤی میں حضرت عمر کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت عمر ہاتھیوں کے واقعہ کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے تھے' اور انچاس (۴۹) مردوں اور گیارہ عورتوں کے ایمان لانے کے بعد ایمان لائے تھے۔ (علامہ زرھونی نے لکھا ہے کہ چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے اسلام لانے کے بعد نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے تھے' انہوں نے پانچ سوسینتیس (۵۳۷) احادیث روایت کی ہیں' صحیحین میں ان کی اکتیس (۳۱) احادیث ہیں۔ (الفجر الساطع ج ۹ ص ۳۳)

علامہ کورانی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے اسلام لانے کی دعا کی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی تھی: اے اللہ! ابوجہل یا عمر بن الخطاب ان دو مردوں میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ حضرت ابن عمر نے کہا: ان دونوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کو محبوب تھے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۹۵' المستدرک ج ۳ ص ۸۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی: اسلام کو عمر بن الخطاب سے غلبہ عطا فرما۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۰۵' المعجم الکبیر: ۱۴۲۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے حضرت عمر کی مساعی کو مشکور فرمایا اور وہ تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں شہید ہو گئے۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۴۴۶-۴۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خصائص

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں' ان کے فضائل اور مناقب بہت زیادہ ہیں۔ حضرت عمر کی بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے سقیفہ بنو ساعدہ میں خلافت کی بحث ختم کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرتے ہیں' پھر صحابہ پے در پے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے' حضرت عمر اپنی خلافت میں سب سے زیادہ دنیا سے بے رغبتی کرتے تھے اور سب سے زیادہ عدل و انصاف کرتے تھے۔

حضرت عمر جب اسلام لائے تو چالیس مرد مسلمانوں کا عدد مکمل ہو گیا۔ (اس عدد میں اختلاف ہے۔ سعیدی غفرلہ) ان کا اسلام لانا ایک فرد کا اسلام نہیں تھا بلکہ ایک امت کا اسلام تھا۔ اسلام ان کی تمنا کرتا تھا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس دعا سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ نے ان کے اسلام لانے کے لیے کی تھی' تمام صحابہ اسلام کے طالب تھے اور حضرت عمر اسلام کے مطلوب تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔ پہلے مسلمان چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمان علی الاعلان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے' پہلے مسلمان صنادید قریش سے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے' جب حضرت عمر اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! آیا ہم حق پر ہیں یا باطل پر ہیں' آپ نے فرمایا: ہم حق پر ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: پھر ہم اپنے دین کو کیوں چھپائیں حالانکہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے' پہلے میں جس کفر کی مجلس میں بیٹھتا تھا اب میں اسی مجلس میں بیٹھ کر اپنے اسلام لانے کو ظاہر کروں گا۔ وہ مسلمان صحابہ کو اپنی بہن کے گھر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لے کر کعبہ میں گئے' کفار ان کو دیکھ رہے تھے اور انہیں کوئی اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اسی روز سے ان کو فاروق کا لقب دیا گیا کیوں کہ ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمان چھپ کر دین پر عمل کرنے کی بجائے کھل کر اسلام کا اظہار کرنے لگے۔

حضرت عمر کی رائے کے موافق متعدد آیات اور اسلام کے احکام نازل ہوئے۔ حضرت عمر نے کہا: کاش! ہم مقام ابراہیم کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں تو یہ آیت نازل ہوگئی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى. (البقرۃ:۱۲۵) اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

اسی طرح حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں کیونکہ آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں تو پردہ کے احکام نازل ہوگئے' اسی طرح شراب کی تحریم کی آیات بھی حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوئیں۔

حضرت عمر کی زبان پر حق جاری ہوتا تھا' ان کا رعب اس قدر تھا کہ شیطان ان کو دیکھ کر راستہ بدل دیتا تھا۔ رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا۔ (فتح المنعم ج ۹ ص ۳۰۰۔۲۹۹' دارالشروق' القاہرہ' ۱۴۲۰ھ)

۳۶۸۰- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ فَاِذَا امْرَاَةٌ تَتَوَضَّاُ اِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ فَقَالُوْا لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهٗ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكٰى وَقَالَ اَعَلَيْكَ اَغَارُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے (خواب میں) اپنے آپ کو جنت میں دیکھا تو وہاں ایک عورت ایک محل کی جانب میں وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ تو مجھے (فرشتوں نے) بتایا: یہ حضرت عمر کا محل ہے' پس مجھے ان کی غیرت یاد آئی تو میں پیٹھ موڑ کر چل دیا' پس حضرت عمر رونے لگے اور کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا!

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴۲' میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ان کا محل دکھایا گیا اور یوں یہ حدیث باب کے موافق ہے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ خطابی کا جنت میں وضو کو مستبعد قرار دینا اور علامہ موسیٰ شاہین کا اس وضو کو لغوی وضو قرار دینا

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جنت میں محل کی ایک جانب ایک عورت وضو کر رہی تھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ خطابی نے جنت میں وضو کرنے کو مستبعد قرار دیا ہے کیونکہ جنت دار تکلیف نہیں ہے۔ علامہ موسیٰ شاہین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں وضو کرنے کا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

معنی شرعی مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی وہ عورت پانی سے اپنے اعضاء وضو کو چمکا رہی تھی۔

(فتح المنعم ج۹ ص ۳۰۳ 'دارالشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

مصنف کی تحقیق کہ جنت میں عبادات اسقاط تکلیف کے لیے نہیں بلکہ حصول لذت کے لیے ہیں

میں کہتا ہوں کہ اس توجیہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دنیا میں عبادات کو بہ طور تکلیف ادا کیا جاتا ہے یعنی اگر مکلفین ان عبادات کو ادا نہیں کریں گے تو وہ سزا کے مستحق ہوں گے لیکن صالحین اس دنیا سے منتقل ہونے کے بعد بھی ان عبادات کو ادا کرتے ہیں کیونکہ ان عبادات کے ادا کرنے سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ اس نماز کے مکلف نہیں تھے' وہ حصول لذت کے لیے نماز پڑھ رہے تھے۔ صالحین کو جنت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جو لذت حاصل ہوگی وہ لذت حور وقصور سے حاصل نہیں ہوگی' سو اس عورت کا وضو کرنا بھی اس صورت پر محمول ہے' لہٰذا نہ یہ مستبعد ہے اور نہ اس کو لغوی وضو پر محمول کرنے کی ضرورت ہے۔

٣٦٨١ - حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ اَبُوْجَعْفَرٍ الْکُوْفِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ حَمْزَةُ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ یَعْنِی اللَّبَنَ حَتّٰی اَنْظُرَ اِلَی الرِّیِّ یَجْرِیْ فِیْ ظُفُرِیْ اَوْ فِیْ اَظْفَارِیْ ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ فَقَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْعِلْمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الصلت ابوجعفر الکوفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی از یونس از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حمزہ نے خبر دی از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے (خواب میں) دودھ پیا حتیٰ کہ میں دیکھ رہا تھا کہ (دودھ سے) سیری میرے ناخن سے یا (فرمایا:) میرے ناخنوں سے بہ رہی تھی پھر میں نے (بقیہ دودھ) عمر کو دے دیا' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے' آپ نے فرمایا: علم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۲' میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ ان کا علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم سے مستفاد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کی علم سے اس لیے تعبیر فرمائی ہے کہ دودھ بدن کی غذا ہے اور علم روح کی غذا ہے اور دودھ اور علم دونوں میں بہت زیادہ نفع ہے اور خیر کثیر ہے۔

٣٦٨٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْبَکْرِ بْنُ سَالِمٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُرِیْتُ فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اَنْزِعُ بِدَلْوِ بَکْرَةٍ عَلٰی قَلِیْبٍ فَجَاءَ اَبُوْبَکْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ نَزْعًا ضَعِیْفًا وَاللّٰهُ یَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا یَفْرِیْ فَرِیَّهٗ حَتّٰی رَوِیَ النَّاسُ وَضَرَبُوْا بِعَطَنٍ قَالَ ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن سالم نے حدیث بیان کی از سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں کنویں سے ایک ڈول کھینچ رہا ہوں جو لکڑی کی چرخی پر لگا ہوا ہے' پھر ابوبکر آئے اور انہوں نے ایک ڈول یا دو ڈول کھینچے اور ان کے کھینچنے میں ضعف تھا اور اللہ تعالیٰ ان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جُبَیْرٍ الْعَبْقَرِیُّ عِتَاقُ الزَّرَابِیِّ وَقَالَ یَحْیَی الزَّرَابِیُّ الطَّنَافِسُ لَهَا خَمْلٌ رَّقِیقٌ ﴿مَبْثُوثَةٌ﴾ (الغاشیۃ:١٦) کَثِیرَةٌ.

کی مغفرت فرمائے' پھر عمر بن الخطاب آئے اور (ان کے ہاتھ میں) وہ بہت بڑا ڈول ہوگیا اور میں نے ان کی مثل غیر معمولی کام کرنے والا نہیں دیکھا حتیٰ کہ انہوں نے تمام لوگوں کو سیراب کر دیا اور وہ اونٹوں کو (پانی پلا کر) ان کے ٹھکانوں پر لے گئے۔ ابن جبیر نے کہا: عبقری کا معنی ہے: بہت عمدہ چادریں اور یحییٰ نے کہا: ''الزرابی'' ان چادروں کو کہتے ہیں جن کے کنارے بہت باریک اور بہت پھیلے ہوئے ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٢' میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ان کی یہ فضیلت ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عبقری فرمایا ہے اور عبقری اس شخص کو کہتے ہیں جو حیرت انگیز کارنامے انجام دیتا ہو اور اس کی مہارت بے مثل ہو اور وہ یگانہ روزگار ہو۔

٣٦٨٣ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا یَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ قَالَ حَدَّثَنِی أَبِی عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِی عَبْدُ الْحَمِیدِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ حَدَّثَنِی عَبْدُ الْعَزِیزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِیدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِی وَقَّاصٍ عَنْ أَبِیهِ قَالَ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یُّكَلِّمْنَهُ وَیَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِیَةً أَصْوَاتُهُنَّ عَلٰی صَوْتِهِ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِی كُنَّ عِنْدِی فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ فَقَالَ عُمَرُ فَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ یَهَبْنَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ یَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ أَتَهَبْنَنِی وَلَا تَهَبْنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ نَعَمْ أَنْتَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید نے خبر دی کہ ان کو محمد بن سعد نے خبر دی کہ ان کے والد نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از عبدالحمید بن عبدالرحمان بن زید از محمد بن سعد بن ابی وقاص از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (آنے کی) اجازت طلب کی۔ اس وقت آپ کے پاس قریش کی خواتین تھیں جو آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور آپ سے زیادہ خرچ طلب کر رہی تھیں' ان کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند ہو رہی تھی' پس جب حضرت عمر بن الخطاب نے اجازت طلب کی تو وہ (ازواج مطہرات) جلدی سے کھڑی ہو کر حجاب میں چلی گئیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو اجازت دی تو وہ اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس رہے تھے' پس حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنستا ہوا رکھے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ان خواتین پر تعجب ہو رہا ہے یہ میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں' پس جیسے ہی انہوں نے تمہاری آواز سنی تو یہ جلدی سے حجاب میں چلی گئیں' پس حضرت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيْهًا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ.

عمر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ خواتین آپ سے ڈرنے کی زیادہ مستحق ہیں' پھر حضرت عمر نے کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ڈرتیں! (ازواج مطہرات نے) کہا: ہاں! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سخت اور درشت مزاج ہو۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' شیطان جب تمہیں کسی راستہ پر جاتے ہوئے ملتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر جاتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٢٩٤' میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ شیطان ان کو دیکھ کر اپنا راستہ بدل دیتا ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان خواتین سے مراد عام خواتین ہوں لیکن اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ وہ آپ سے خرچ میں اضافہ طلب کر رہی تھیں' یہ اس پر قرینہ ہے کہ وہ خواتین ازواج مطہرات تھیں۔

ازواج مطہرات نے کہا: ہاں! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سخت مزاج ہو' اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سختی کرتے تھے لیکن آپ ہمیشہ سختی نہیں فرماتے تھے صرف اللہ کی حدود کو نافذ کرنے میں سختی کرتے تھے اور حضرت عمر بعض مکروہ کاموں پر بھی سختی کرتے تھے۔

٣٦٨٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا زِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. [طرف الحدیث: ٣٨٦٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسمٰعیل' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے اس وقت سے ہم ہمیشہ غالب رہے ہیں۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کی وجہ سے غلبہ اسلام کی احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ اور امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا غلبہ کا سبب تھا اور ان کی ہجرت نصرت کا سبب تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔ اللہ کی قسم! ہم پہلے بیت اللہ میں علی الاعلان نماز نہیں پڑھ سکتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر اسلام لے آئے۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کے قصہ کو امام دارقطنی نے روایت کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے گھر سے نکلے' ان سے بنو زہرہ کا ایک مرد راستہ میں ملا' پھر انہوں نے یہ قصہ بیان کیا کہ حضرت عمر اپنی بہن کے گھر داخل ہوئے اور اپنی بہن اور بہنوئی حضرت سعید بن زید کے اسلام لانے پر شدید انکار کیا اور حضرت عمر نے سورۂ طٰہٰ پڑھی اور اسلام لانے پر راغب ہوئے۔ اس وقت حضرت خباب رضی اللہ عنہ باہر نکل آئے اور کہا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اے عمر! خوش خبری قبول کرو مجھے امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو چکی ہے۔ آپ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اسلام کو عمر سے یا عمرو بن ہشام سے غلبہ عطا فرما۔

* یہ مفصل واقعہ تبیان القرآن ج ۷ ص ۳۲۴ سورہ طٰہٰ کے مقدمہ میں مذکور ہے۔

ابو جعفر بن ابی شیبہ نے اس کی مثل اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! ہم چھپ کر نمازیں کیوں پڑھیں! پھر ہم دو صفوں میں نکلے' ایک صف میں' میں تھا اور دوسری صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے' قریش نے ہماری طرف دیکھا اور ان کے چہرے افسوس اور غم سے اس طرح تاریک ہو گئے کہ پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔

امام ابن ابی خیثمہ نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ جب میں اسلام لایا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف انتالیس (۳۹) مسلمان مرد تھے' پس اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے چالیس مسلمانوں کا عدد مکمل کر دیا' پس اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا اور اسلام کو عزت دی۔

امام بزار نے اس کی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' اس میں یہ مذکور ہے کہ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الانفال: ٦٤) اے نبی مکرم! آپ کو اللہ کافی ہے اور وہ مومنین جنہوں نے آپ کی پیروی کی ہے ○

امام ابن ابی خیثمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! عمر کے ذریعہ اسلام کی تائید فرما۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسلام کو عمر سے غلبہ عطا فرما' اور اس کی مثل امام حاکم نے سند صحیح سے روایت کی ہے۔

امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ آپ کی دعا روایت کی ہے: اے اللہ! ابوجہل یا عمر میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو غلبہ عطا فرما' پس اللہ کو ان دونوں میں سے حضرت عمر محبوب تھے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ابن حبان نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن سعد نے حضرت صہیب سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر اسلام لائے تو مشرکین نے کہا: آج ہماری قوم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۷۷۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٦٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ وُضِعَ عُمَرُ عَلٰى سَرِيْرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ قَبْلَ اَنْ يُّرْفَعَ وَاَنَا فِيْهِمْ فَلَمْ يَرُعْنِيْ اِلَّا رَجُلٌ اٰخِذٌ مَنْكِبِيْ فَاِذَا عَلِيٌّ فَتَرَحَّمَ عَلٰى عُمَرَ وَقَالَ مَا خَلَّفْتَ اَحَدًا اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ مِنْكَ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَحَسِبْتُ اِنِّيْ كُنْتُ كَثِيْرًا اَسْمَعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن سعید نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ چارپائی پر رکھا گیا تو ان کو لوگوں نے گھیر لیا وہ ان کا جنازہ اٹھانے سے پہلے ان کے لیے دعا کر رہے تھے اور ان کے لیے مغفرت طلب کر رہے تھے' اور میں بھی ان میں تھا۔ میں صرف اس چیز سے خوف زدہ ہوا کہ ایک شخص نے میرا کندھا پکڑا' پس وہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَهَبْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَدَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَخَرَجْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ حضرت عمر کے لیے رحمت کی دعا کر رہے تھے' انہوں نے کہا: آپ نے کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ پسندیدہ ہو کہ میں اس کی طرح عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے جاملوں' اور اللہ کی قسم! میں ضرور یہ گمان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا' اور میرا یہ گمان اس وجہ سے ہے کہ میں نے کتنی بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور ابوبکر اور عمر گئے' اور میں اور ابوبکر اور عمر آئے اور میں اور ابوبکر اور عمر نکلے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٧' میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دعا کی اور استغفار کیا اور یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت مرتبہ اپنے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر فرماتے تھے۔ اس حدیث میں نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کرنے کی بہت قوی دلیل ہے۔

٣٦٨٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ وَكَهْمَسُ بْنُ الْمِنْهَالِ قَالَا حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اُحُدٍ وَّمَعَهُ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ قَالَ اثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں محمد بن سواء اور کہمس بن المنہال نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ کی طرف چڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے' وہ پہاڑ ان کے ساتھ لرزنے لگا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا پیر مارا (اور) فرمایا: اے احد! پرسکون رہ' تجھ پر صرف نبی ہے یا صدیق ہے یا دو شہید ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٥' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو شہید فرمایا ہے' اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے حضرت عمر اور حضرت عثمان کو شہید فرمایا اور واقعہ میں وہ دونوں شہید ہوئے۔

٣٦٨٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ اَسْلَمَ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلَنِي ابْنُ عُمَرَ عَنْ بَعْضِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ کو ابن وھب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمر نے حدیث بیان کی اور وہ ابن محمد ہیں کہ زید

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شَأْنِهِ يَعْنِي عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ مَارَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حِينَ قُبِضَ كَانَ أَجَدَّ وَأَجْوَدَ حَتَّى انْتَهَى مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بن اسلم نے ان کو حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابن عمر نے اپنے والد یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعض احوال پوچھے تو میں نے ان کو خبر دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کسی شخص کو حضرت عمر بن الخطاب سے زیادہ جدوجہد کرنے والا اور سخاوت کرنے والا نہیں دیکھا اور یہ خصائل حضرت عمر بن الخطاب پر ختم ہو گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کی مدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ دین کے لیے جدوجہد کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اسی لیے امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت عمر کے فضائل کے باب میں روایت کی ہے۔

٣٦٨٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ لَا شَيْءَ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرِحْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ. [اطراف الحدیث: ٦١٦٧ - ٦١٧١ - ٧١٥٣] (صحیح مسلم: ٢٦٣٩، الرقم المسلسل: ٦٦٠٥، کتاب الزہد لابن المبارک: ١٠١٨، مسند الحمیدی: ١١٩٠، مسند ابویعلیٰ: ٣٥٥٦، شرح مشکل الآثار: ٤٧٥، صحیح ابن حبان: ٥٦٣، حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ٣٠٩، تاریخ بغداد ج ١ ص ٢٥٥، شرح السنۃ: ٣٤٧٦، مسند احمد ج ٣ ص ١١٠، طبع قدیم، مسند احمد: ١٢٠٧٥، ج ١٩ ص ١٣١، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (وقوع) قیامت کے متعلق سوال کیا، پس اس نے کہا: قیامت کب ہوگی؟ آپ نے پوچھا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: کوئی چیز نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس نے کہا: ہمیں کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے خوشی ہوئی "تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔" حضرت انس نے کہا: پس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں اپنی محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا خواہ میں ان کے اعمال کی طرح عمل نہ کروں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عمل کے ساتھ مقرون ہے۔

قیامت کے متعلق سوال کرنے والے متعدد اشخاص

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا' اس سائل کے مصداق کے متعلق متعدد اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ مرد ذوالخویصرۃ الیمانی تھا۔ ابن بشکوال کا یہ زعم ہے کہ یہ شخص حضرت ابوموسیٰ الاشعری یا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تھے اور عنقریب کتاب الادب میں یہ حدیث آئے گی کہ یہ سائل ایک اعرابی تھے۔ سنن دارقطنی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے یہ روایت ہے کہ یہ وہ اعرابی تھے جنہوں نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا۔

اللہ اور رسول سے محبت کرنے والا جنت میں ہوگا لیکن یہ لازم نہیں کہ ان کے درجہ میں ہو

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جنت میں بہت درجات ہیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجہ میں کس طرح ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ وہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے' یہ مراد نہیں ہے کہ وہ جنت میں آپ کے درجہ میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم بھی آپ سے محبت کرتے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ ہم بھی جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٢٧٥-٢٧٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مصنف کہتا ہے کہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے محبت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں بھی یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کے ساتھ جنت میں رکھے گا۔

اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے تقاضے

ایک روایت میں اس حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے باہر نکل رہے تھے' تو ہمیں مسجد کی چوکھٹ کے پاس ایک شخص ملا' سو اس نے سوال کیا: یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ پہلے وہ شخص خاموش رہا' پھر اس نے کہا: میں نے اس کے لیے بہت (نفلی) نمازیں نہیں پڑھیں' نہ (نفلی) روزے رکھے ہیں نہ (نفلی) صدقہ دیا ہے لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پس تم جن کے ساتھ محبت کرتے ہو اُن کے ساتھ ہو گے۔ (صحیح البخاری: ٦١٧١' صحیح مسلم: ٢٦٣٩' الرقم المسلسل: ٦٦١٠)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ٥٤٤ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ان کی اطاعت پر دوام کرے اور ان کی مخالفت کو ترک کر دے' اور جب وہ ان سے محبت کرے گا تو شریعت کے احکام اور آداب پر عمل کرے گا اور ان کی حدود پر ٹھہرا رہے گا یعنی شریعت کی حدود سے تجاوز نہیں کرے گا' نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ صالحین سے محبت کرے اور دل سے ان کی طرف مائل ہو' یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے ایمان کی صحت کا ثمرہ ہے اور یہ اطاعت کے اعلیٰ درجات میں سے ہے خواہ اس کے اعمال ان صالحین کی مثل نہ ہوں' اللہ تعالیٰ اس کو ان کے ساتھ جنت میں رکھے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے: وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اولیاء اللہ کا افضل مقام اور اصفیاء کا اعلیٰ درجہ ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٨ ص ١٢١-١١٩' دارالوفاء)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' صالحین اور اہل خیر سے محبت کی فضیلت ہے خواہ وہ صالحین حیات ہوں یا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وفات پا چکے ہوں' اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی علامت یہ ہے کہ مسلمان ان کے احکام پر عمل کرتا ہے اور جن کاموں سے انہوں نے منع کیا ہو ان سے باز رہتا ہے۔ صالحین سے محبت میں یہ شرط نہیں ہے کہ انسان ان کے اعمال کی مثل عمل کرے کیونکہ اگر وہ ان کے اعمال کی مثل کرے گا تو وہ خود صالحین میں سے ہوگا اور ان کی مثل ہوگا نہ کہ ان کے محبین میں سے ہوگا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت کرتا ہو اور ابھی تک ان سے ملا نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت رکھے۔ (صحیح مسلم: ٢٦٤٠' الرقم المسلسل: ٦٦١٣)

پھر صالحین کے ساتھ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان کے درجہ میں ہو اور اس کو ہر اعتبار سے ان کی مثل جزا ملے۔

(صحیح مسلم شرح النووی ج ١٠ ص ٦٦٨٥' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ١٤١٧ھ)

اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت سے یہ لازم نہیں کہ بندہ گناہ نہ کرے

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ٨٢٨ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ محبت کرنے والا معصیت کو ترک کرے اور نہ ہی یہ محبت کو لازم ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے ایک شخص بار بار شراب پیتا تھا اور اس پر حد لگتی تھی۔ بعض حاضرین نے اس پر لعنت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع کیا اور فرمایا: یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری: ٦٧٨٠)

ہمارے شیخ نے کہا: جو محبت اطاعت کے ساتھ نہ ہو وہ جھوٹی ہے تو میں نے اس حدیث سے ان پر معارضہ کیا تو انہوں نے جواب دیا: وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا لیکن وہ صالحین کے درجہ کو نہیں پا سکے گا۔ (میرے نزدیک اس معارضہ کا صحیح جواب یہ ہے کہ وہ صحابی تھے بعد کے لوگوں کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ سعیدی غفرلہ)

(اکمال اکمال المعلم ج ٨ ص ٦١٦۔٦١٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

ناقصین کی محبت کے متعلق مصنف کی تحقیق

یعنی اللہ اور اس کے رسول سے کامل محبت کرنے والے تو وہی ہیں جو ان کی معصیت نہ کریں اور یہی کامل محبت کا تقاضا ہے لیکن جو گناہ گار مسلمان ہیں وہ بھی کسی درجہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے ہیں' باقی رہے ان کے گناہ اگر وہ کبائر ہیں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دے یا اللہ سے ان کی محبت کی وجہ سے ان کو اپنے فضل محض سے معاف فرما دے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے آپ ان کی شفاعت فرما دیں یا پھر دنیا میں ان پر جو بیماریاں اور مصائب آئے ہوں ان کو ان کے لیے کفارہ سیئات بنا دے اور اللہ عزوجل ہر چیز پر قادر ہے اور اس کا فضل بہت وسیع ہے۔

٣٦٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ زَادَ زَكَرِيَّاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے' پس اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں۔ زکریا بن ابی زائدہ نے اضافہ کیا ہے از سعد از ابی سلمہ از

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ يُكَلَّمُوْنَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُوْنُوا أَنْبِيَاءَ فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ انبیاء ہوں' پس اگر ان میں سے کوئی میری امت میں ہے تو وہ عمر ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مَا مِنْ نَبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (الحج:٥٢) میں یوں پڑھا: "ما من نبی ولا محدث."

یہ حضرت ابن عباس کی منفرد قراءت ہے' وہ اس طرح پڑھتے تھے: "وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی و لا محدث" اور قرآن مجید میں ولا محدث کے الفاظ نہیں ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٤٦٩' میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے: تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا یعنی فرشتے ان سے کلام کرتے تھے۔

اس حدیث میں ہے: اگر ان میں سے کوئی میری امت میں ہے۔ یہاں پر "ان" کا لفظ شک کے لیے نہیں ہے کیونکہ آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے' سو اگر سابقہ امتوں میں کوئی ایسا تھا تو اسی امت میں بہ طریق اولیٰ ایسا ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٧٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

محدث کی تحقیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ محدث وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں غیب کی صحیح باتوں کا الہام کیا جاتا ہے' پھر جس طرح ان کے دل میں کسی بات کا الہام ہوتا ہے' واقع میں اسی طرح ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی کرامت ہے' وہ جس کو چاہتا ہے یہ کرامت عطا فرماتا ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ٢٥٩' دار ابن کثیر' بیروت)

حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن مجید کی کئی آیتیں نازل ہوئیں اور ایک مرتبہ حضرت عمر نے کہا: اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ اور اس وقت پہاڑ کی اوٹ میں ہونے میں ہی سلامتی تھی۔ (الفجر الساطع ج ٩ ص ٣٨' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

محدث میں دال پر زبر ہے۔ اس کی تاویل میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: جس پر الہام کیا گیا ہو' اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ محدث وہ شخص ہے جس کا گمان صادق ہو اور یہ وہ شخص ہے جس کے دل میں کوئی بات ملاء اعلیٰ سے القاء کی گئی ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ جس کی زبان پر بلاقصد صحیح بات آئے' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ شخص نبی نہ ہو مگر اس سے فرشتے کلام کریں' جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے' تیسرا قول یہ ہے: محدث وہ ہے جس کے منہ سے صحیح بات نکلے' اس کی تائید سنن ترمذی کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل میں حق بات کو رکھ دیا ہے۔

محدث کے وجود میں حکمت یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں بہ کثرت انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے اور اس امت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم کر دی گئی ہے' پس جب اس امت میں نبی نہیں آ سکتے تھے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے اس امت میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

محدث پیدا کر دیئے۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ محدث سے مراد وہ شخص ہے جس کے کلام کا صدق نبی کے صدق کے مرتبہ کو پہنچا ہوا ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محدث ہونے کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سنن ترمذی اور مسند احمد میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۷۸۔۷۷۷' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٦٩٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا سَمِعْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَاعٍ فِيْ غَنَمِهٖ عَدَا الذِّئْبُ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهَا حَتّٰى اسْتَنْقَذَهَا فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ لَهٗ مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِيْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ اُوْمِنُ بِهٖ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَا ثَمَّ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب و ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن' ان دونوں نے کہا: ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا تو ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور ان میں سے ایک بکری پکڑ لی' چرواہے نے اس بکری کو تلاش کیا حتیٰ کہ اس کو بھیڑیے سے چھڑا لیا' پس بھیڑ نے اس کی طرف مڑ کر کہا: درندوں کے دن ان بکریوں کے لیے کون ہوگا! جب میرے سوا ان کا کوئی چرواہا (محافظ) نہیں ہوگا' تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر ایمان لاتے ہیں اور اس جگہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما موجود نہیں تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۲۴' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے اس عجیب و غریب واقعہ پر ان کے ایمان کا ذکر فرمایا۔

٣٦٩١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ النَّاسَ عُرِضُوْا عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ اجْتَرَّهٗ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابوامامۃ بن سہل بن حنیف نے خبر دی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے (خواب) میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے اور ان پر قمیصیں تھیں پس ان میں سے بعض کی قمیصیں پستانوں تک تھیں اور بعض کی قمیصیں اس سے بھی کم تھیں اور میرے سامنے عمر پیش کیے گئے اور ان پر جو قمیص تھی (وہ اتنی لمبی تھی) کہ وہ اس کو گھسیٹ رہے تھے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کی کیا تعبیر لی ہے تو آپ نے فرمایا: دین۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۳' میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر کی قمیص سب سے لمبی تھی تو کیا ان کی قمیص حضرت ابوبکر سے بھی لمبی تھی؟

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت مذکور ہے کہ ان کی قمیص سب سے لمبی تھی' اس پر یہ اعتراض ہے کہ کیا حضرت عمر کی قمیص حضرت ابوبکر کی قمیص سے لمبی تھی' اس کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن صحابہ کو چھوٹی قمیص پہنے ہوئے دیکھا تھا ان میں حضرت ابوبکر نہیں تھے۔ یہ علامہ عینی کا جواب ہے' اور دوسرا جواب اس کم علم اور کم عقل کا ہے کہ فضیلت کا مدار عمل کی مقدار پر نہیں' اس کی کیفیت پر ہوتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل تین حج کیے ہیں' اگر کوئی شخص چالیس حج کرلے تو اس کے حج مقدار میں زیادہ ہیں کیفیت میں زیادہ نہیں ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صرف ایک حج بلکہ آپ کا صرف ایک طواف بھی اس کے چالیس حج سے افضل ہوگا کیونکہ جس خوف خدا اور رضاء الٰہی کے حصول کے جذبہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طواف کیا کوئی اُمتی اس کا عشر عشیر بھی نہیں پاسکتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرب الٰہی کا جو مقام میسر ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اعمال پر جتنا زیادہ اجر وثواب عطا فرماتا ہے اس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا' اسی طرح حضرت ابوبکر کے اعمال کی کیفیت حضرت عمر کے اعمال کی کیفیت سے بہت بڑھ کر ہے' پس ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر کی قمیص حضرت عمر کی قمیص سے چھوٹی ہو تو یہ حضرت عمر کے عمل کی مقدار کے زائد ہونے کی دلیل ہے کیفیت میں بڑھنے کی دلیل نہیں ہے۔

٣٦٩٢ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَأَنَّهُ يُجَزِّعُهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَئِنْ كَانَ ذَاكَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَهُ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ أَبَا بَكْرٍ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَهُ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ صَحَبَتَهُمْ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُونَ قَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى مَنَّ بِهِ عَلَيَّ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ أَبِي بَكْرٍ وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ مَنَّ بِهِ عَلَيَّ وَأَمَّا مَا تَرَى مِنْ جَزَعِي فَهُوَ مِنْ أَجْلِكَ وَأَجْلِ أَصْحَابِكَ وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ لِي طِلَاعَ الْأَرْضِ ذَهَبًا لَافْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَبْلَ أَنْ أَرَاهُ قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوگئے اور انہوں نے اس کے درد کا اظہار کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گویا ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر (آپ کو) یہ تکلیف ہے (تو آپ یہ بھی تو سوچیں) کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت میں رہے تو آپ نے بہت اچھی مصاحبت کی' پھر آپ ان سے اس حال میں جدا ہوئے کہ وہ آپ سے راضی تھے' پھر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مصاحبت میں رہے تو آپ نے ان کی بہت اچھی مصاحبت کی' پھر آپ ان سے اس حال میں جدا ہوئے کہ وہ آپ سے راضی تھے' پھر آپ نے مسلمانوں کی مصاحبت کی تو آپ نے ان کی بہت اچھی مصاحبت کی اور اب اگر آپ ان سے جدا ہوں گے تو اس حال میں جدا ہوں گے کہ وہ سب آپ سے راضی ہوں گے۔ حضرت عمر نے فرمایا: تم نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت اور آپ کے راضی ہونے کا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ دَخَلْتُ عَلٰی عُمَرَ بِھٰذَا. (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا وہ احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا اور وہ جو تم نے حضرت ابوبکر کی مصاحبت اور ان کے راضی ہونے کا ذکر ہے تو یہ بھی اللہ جل ذکرہ کا وہ احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا ہے اور وہ جو تم میرے درد کے اظہار (اور پریشانی) کو دیکھ رہے ہو تو وہ تمہاری اور تمہارے اصحاب کی فکر کی وجہ سے ہے اور اللہ کی قسم! اگر میرے پاس روئے زمین کے برابر (بھی) سونا ہوتا تو میں اللہ عزوجل کے عذاب سے بچنے کے لیے اسے فدیہ میں دے دیتا اس سے پہلے کہ میں اس عذاب کو دیکھتا۔ حماد بن زید نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس کہ میں حضرت عمر کے ہاں داخل ہوا۔ یہ حدیث اسی طرح ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت عمر کے فضائل کے اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس عظیم فضیلت کا ذکر ہے کہ ان سے اخیر وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی راضی تھے' حضرت ابوبکر بھی راضی تھے اور ان کے زمانہ خلافت میں ان سے تمام مسلمان بھی راضی رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب اور تاریخ اور ان کی انتہائی خدا خوفی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کا ذکر ہے' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولو فیروز نے چھبیس (۲۶) ذوالحجہ تیئس (۲۳) ہجری کو بدھ کے دن صبح کو نماز فجر میں حضرت عمر کی کوکھ میں خنجر کے کئی وار کیے جس کی وجہ سے وہ زخمی ہو کر گر گئے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ گویا کہ حضرت ابن عباس ان کو تسلی دے رہے تھے یعنی ان کے درد کو زائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

''میں روئے زمین کے برابر (بھی) سونا فدیہ میں دے دیتا اس سے پہلے کہ میں عذاب کو دیکھتا'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کلام اس خوف کے غلبہ کی وجہ سے تھا جو ان کو رعایا کے حقوق میں تقصیر کے گمان کی وجہ سے تھا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انتہائی خدا خوفی کی علامت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۷۸-۲۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦٩٣- حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ غِیَاثٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانُ النَّھْدِیُّ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَائِطٍ مِّنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَۃِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَہٗ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ فَفَتَحْتُ لَہٗ فَاِذَا ھُوَ اَبُوْ بَکْرٍ فَبَشَّرْتُہٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عثمان بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان النہدی نے حدیث بیان کی از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھا' پس ایک مرد آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِيْ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهٗ فَإِذَا عُثْمَانُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

اور اس کو جنت کی بشارت دو سو میں نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے پس میں نے ان کو وہ بشارت دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر ایک مرد آیا سو اس نے دروازہ کھلوایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دو پس میں نے اس کے لیے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے پس میں نے ان کو اس کی خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر ایک مرد نے دروازہ کھلوایا آپ نے مجھ سے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دو اس آزمائش کے ساتھ جو اس کو پہنچے گی تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے میں نے ان کو بتایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر کہا: اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۷۴ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی فضائل عمر کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بھی جنت کی بشارت کا ذکر ہے۔

٣٦٩٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْعُقَيْلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ جَدَّهٗ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. [اطراف الحدیث: ۶۲۶۴۔ ۶۶۳۲] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حیوۃ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابوعقیل زہرۃ بن معبد نے حدیث بیان کی انہوں نے اپنے دادا عبداللہ بن ہشام سے سنا انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اس وقت آپ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کی فضائل عمر کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غایت درجہ کی محبت تھی اور ان پر بہت شفقت تھی اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ نے ان کا ہاتھ نہ پکڑا ہوا ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تین چیزوں میں اپنے رب کی موافقت کی ہے مقام ابراہیم میں حجاب میں اور بدر کے قیدیوں میں۔ (صحیح مسلم: ۲۳۹۹)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ابوجہل یا عمر بن الخطاب ان دو مردوں میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرما اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عمر بن الخطاب محبوب تھے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(سنن ترمذی: ٣٦٨١ 'مسند احمد ج ٢ ص ٩٥)

(٣) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل میں حق کو رکھ دیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب بھی مسلمانوں کو کوئی معاملہ درپیش ہوا' اور لوگوں نے اس کے متعلق کوئی بات کہی اور حضرت عمر نے اس کے متعلق کوئی دوسری بات کہی تو قرآن مجید حضرت عمر کے قول کے موافق نازل ہوا۔

(سنن ترمذی: ٣٦٨٢ 'مسند احمد ج ٢ ص ٥٣)

(٤) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی' اے اللہ! اسلام کو ابوجہل بن ہشام یا عمر سے غلبہ عطا فرما: پس صبح کو حضرت عمر اسلام لے آئے۔ (سنن ترمذی: ٣٦٨٣)

(٥) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہیں' تب حضرت ابوبکر نے کہا: اگر آپ نے یہ کہا ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو۔ (سنن ترمذی: ٣٦٨٤)

(٦) محمد بن سیرین نے کہا: میں یہ گمان نہیں کرتا کہ جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تنقیص کرتا ہو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا۔ (سنن ترمذی: ٣٦٨٥)

(٧) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب (نبی) ہوتے۔ (سنن ترمذی: ٣٦٨٦)

(٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں (خواب میں) جنت میں داخل ہوا تو میں نے سونے کا ایک محل دیکھا' میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ تو (فرشتوں نے) کہا: یہ قریش کے ایک جوان کا (محل) ہے۔ میرا گمان تھا کہ وہ میں ہوں تو میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ عمر بن الخطاب ہے۔ (سنن ترمذی: ٣٦٨٨ 'مسند احمد ج ٣ ص ١٠٧)

(٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا' پس پوچھا: اے بلال! تم نے کس سبب سے جنت میں مجھ پر سبقت کی؟ میں جب بھی (خواب میں) جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چلنے کی آہٹ سنی' پس میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چلنے کی آہٹ سنی اور میں ایک چوکور بلند سونے کے محل کے پاس گیا تو میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ (فرشتوں نے) کہا: عرب کے ایک مرد کا ہے۔ میں نے کہا: میں عربی ہوں یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے کہا: قریش کے ایک مرد کا ہے۔ میں نے کہا: میں قریشی ہوں یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کے ایک مرد کا ہے۔ میں نے کہا: میں محمد ہوں یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ عمر بن الخطاب کا ہے۔ حضرت بلال نے کہا: یا رسول اللہ! میں جب بھی اذان دیتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور میں جب بھی بے وضو ہوتا ہوں تو اسی وقت وضو کر لیتا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کے لیے مجھ پر دو رکعت نماز ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان ہی باتوں کی وجہ سے (میں نے تمہیں اپنے آگے جنت میں دیکھا)۔

(سنن ترمذی: ٣٦٨٩ 'مسند احمد ج ٥ ص ٣٥٤)

(١٠) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ میں نکلے' جب آپ واپس آئے تو ایک سیاہ فام عورت آئی' پس کہنے لگی یا رسول اللہ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی کے ساتھ واپس لے آیا تو میں آپ کے سامنے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دف بجاؤں گی اور گاؤں گی' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے نذر مانی ہے تو دف بجاؤ ورنہ نہیں' پس وہ عورت دف بجانے لگی' سو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ دف بجاتی رہی' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور وہ دف بجاتی رہی' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ دف بجاتی رہی' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس نے دف نیچے رکھا اور اس پر بیٹھ گئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تم سے شیطان ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا ہوا تھا اور یہ دف بجا رہی تھی' پھر ابوبکر آئے اور یہ دف بجا رہی تھی' پھر علی آئے اور یہ دف بجا رہی تھی' پھر عثمان آئے اور یہ دف بجا رہی تھی' پھر اے عمر! تم آئے تو اس نے دف اپنے نیچے رکھ لیا۔ (سنن ترمذی: ٣٦٩٠' مسند احمد ج ٥ ص ٣٥٣' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح غریب ہے۔)

(١١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے تو ہم نے شور اور بچوں کی آوازیں سنیں' پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تو ایک حبشی عورت رقص کر رہی تھی اور اس کے گرد بچے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! آؤ پس دیکھو' پس میں آئی اور میں نے اپنا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر رکھ دیا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے کندھے اور سر کے درمیان سے دیکھنے لگی' رسول اللہ ﷺ پوچھ رہے تھے آیا تم سیر ہو گئیں؟ آیا تم سیر ہو گئیں؟ اور میں کہہ رہی تھی: نہیں! میں دیکھ رہی تھی کہ آپ کے نزدیک میرا کتنا مرتبہ ہے' پھر لوگ بھی رقص کرنے لگے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں شیاطین جن اور انس کی طرف دیکھ رہا ہوں جو عمر کی طرف دیکھ کر بھاگ رہے ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا' پھر میں لوٹ گئی۔

(سنن ترمذی: ٣٦٩١' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے)

فائدہ

حدیث: ٣٦٩٠' پر یہ اعتراض ہے کہ وہ سیاہ فام عورت نبی ﷺ کے سامنے دف بجاتی رہی اور حضرت عمر آئے تو وہ دف کو اپنے نیچے رکھ کر بیٹھ گئی اور آپ نے فرمایا کہ اے عمر شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ تو یہ کس طرح جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شیطانی کام ہوتا رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے جائز خوشی کے موقع پر دف بجانا جائز ہے اور اس میں زیادہ اشتغال ممنوع ہے' تو جب تک وہ آپ کے سامنے دف بجا رہی تھی وہ اباحت کی حد میں تھا اور جب وہ اباحت کی حد سے متجاوز ہوئی تو یہی وہ وقت تھا جب حضرت عمر آئے اور اس نے دف اپنے نیچے رکھا تو آپ نے فرمایا: اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے' نیز اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے دف بجانے کی اجازت کا ذکر ہے گانے کی اجازت کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ اجنبی عورت کا مردوں میں گانا یا اس کی آواز سننا جائز نہیں ہے۔

اور حدیث: ٣٦٩١' پر یہ اعتراض ہے کہ وہ حبشی عورت رقص کر رہی تھی اور نبی ﷺ دیکھ رہے تھے حالانکہ اجنبی عورت کو دیکھنا جائز نہیں ہے' پھر بعد میں لوگ بھی اس کے ساتھ رقص میں شامل ہو گئے اور یہ بھی جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حجاب کے احکام نازل ہونے کے زمانہ سے پہلے پر اور لہو و لعب کی ممانعت سے پہلے پر محمول ہے۔ بہرحال اب اجنبی عورت کا رقص دیکھنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اجنبی عورتوں اور مردوں کا باہم مل کر رقص کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

(١٢) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہو گی' پھر ابوبکر سے' پھر عمر سے پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا تو ان کا میرے ساتھ حشر ہو گا' پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا حتیٰ کہ حرمین کے درمیان میرا حشر ہو گا۔ (سنن ترمذی: ٣٦٩٢)

(١٣) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے پس کہا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بے شک آسمان والے حضرت عمر کے اسلام لانے سے خوش ہو رہے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۳)

(۱۴) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حق (تعالیٰ) سب سے پہلے جس سے مصافحہ کرے گا وہ عمر ہیں اور سب سے پہلے جس کو سلام کرے گا' اور سب سے پہلے جس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔ (یعنی اپنی شان کے مطابق۔ سعیدی غفرلہ) (سنن ابن ماجہ: ۱۰۴)

(۱۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۶)

(۱۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت عمر کی زبان پر وحی الٰہی کلام کرتی ہے۔

(دلائل النبوۃ بیہقی ج ٦ ص ٣٦٩' شرح السنۃ: ٣٨٧٧)

(۱۷) امام عبد الملک بن ہشام المعافری المتوفی ۲۱۳ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھ تک جو خبر پہنچی ہے اس کے مطابق حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر کی بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا حضرت سعید بن زید کے نکاح میں تھیں وہ اسلام لا چکی تھیں' اور ان کے شوہر سعید بن زید بھی مسلمان ہو چکے تھے اور وہ دونوں اپنے اسلام کو حضرت عمر سے مخفی رکھتے تھے۔ بنو عدی کے ایک شخص نعیم بن عبد اللہ بھی مسلمان ہو چکے تھے اور وہ بھی اپنی قوم کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے' اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ قرآن مجید پڑھانے کے لیے حضرت فاطمہ بنت الخطاب کے گھر جایا کرتے تھے' ایک دن حضرت عمر تلوار حمائل کیے ہوئے (العیاذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور حضرت عمر کو یہ بتایا گیا تھا کہ وہ سب صفا پہاڑ کے پاس ایک گھر میں ہیں اور اس وقت مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد چالیس کے قریب تھی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے عم محترم سیدنا حضرت حمزہ بن عبد المطلب' حضرت ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمان تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں ہی مقیم تھے اور حبشہ نہیں گئے تھے۔ جب حضرت عمر سے حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ملے تو ان سے پوچھا: اے عمر! تم کہاں جا رہے ہو؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارادہ کیا ہے جو دین بدلنے والے ہیں' جنہوں نے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ان کے نوجوان اور کم عقل لڑکوں کو بہکایا ہے' ان کے دین کی مذمت کی ہے اور ان کے خداؤں کو برا کہا ہے' سو میں ان کو قتل کروں گا۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! تم دھوکے میں مبتلا ہو' کیا تم سمجھتے ہو کہ بنو عبد مناف تم کو زمین پر چلنے کے لیے چھوڑ دیں گے اور تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر چکے ہو گے! تم اپنے گھر کی خبر کیوں نہیں لیتے! حضرت عمر نے کہا: میرے گھر کو کیا ہوا ہے؟ حضرت نعیم نے کہا: تمہارے بہنوئی اور تمہارے عم زاد سعید بن زید اور تمہاری بہن فاطمہ بنت الخطاب' خدا کی قسم!، دونوں مسلمان ہو چکے ہیں اور وہ دونوں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین کی پیروی کرتے ہیں تو پہلے ان سے نمٹو' حضرت عمر اپنی بہن اور بہنوئی کا قصد کر کے واپس ہوئے' اس وقت ان کے پاس حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں لکھا تھا: طٰہٰ' وہ ان کو وہ صحیفہ پڑھا رہے تھے' جب ان دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سنی تو انہوں نے حضرت خباب کو گھر میں کہیں چھپا دیا اور حضرت فاطمہ بنت الخطاب نے وہ صحیفہ بھی چھپا دیا۔ حضرت عمر نے حضرت خباب کے قرآن پڑھانے کی آواز سن لی تھی۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو پوچھا: یہ کیسی آواز تھی' ان دونوں نے کہا: ہم نے تو کوئی آواز نہیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سنی' حضرت عمر نے کہا: کیوں نہیں' خدا کی قسم! مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ تم دونوں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین کی پیروی کر رہے ہو' پھر انہوں نے اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید کے ایک تھپڑ مارا' ان کی بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لیے کھڑی ہوئی تو اس کو بھی مارا' اور ان کا سر پھاڑ دیا' جب انہوں نے بہت مارا تو ان کی بہن اور بہنوئی نے کہا: ہاں! ہم مسلمان ہو چکے ہیں' ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں' اب جو تمہارے جی میں آئے کرو' جب حضرت عمر نے اپنی بہن کا خون ابلتے ہوئے دیکھا تو ان کو اپنے مارنے پر ندامت ہوئی اور وہ مارنے سے رک گئے اور اپنی بہن سے کہا: اچھا! مجھے اپنا وہ صحیفہ دکھاؤ جس کو تم ابھی پڑھ رہے تھے۔ میں بھی دیکھوں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا پیغام لے کر آئے ہیں اور حضرت عمر پڑھے لکھے انسان تھے' جب حضرت عمر نے یہ کہا: تو ان کی بہن نے کہا: ہمیں خطرہ ہے کہ تم اس صحیفہ کی توہین نہ کرو' حضرت عمر نے کہا: تم مجھ سے مت ڈرو اور اپنے بتوں کی قسم کھا کر کہا: وہ اس صحیفہ کو واپس کر دیں گے۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ٤٣٥' سنن کبریٰ ج ١ ص ٨٨) جب حضرت عمر نے یہ کہا تو ان کی بہن کو امید ہوئی کہ شاید وہ اسلام لے آئیں۔ انہوں نے کہا: اے بھائی! تم ناپاک ہو اور مشرک ہو اور قرآن مجید کو پاک شخص کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا' حضرت عمر نے غسل کیا اور ان کی بہن نے ان کو صحیفہ دے دیا جس میں لکھا ہوا تھا' طٰہٰ' جب انہوں نے اس کی ابتدائی آیات پڑھیں تو انہوں نے کہا: یہ کس قدر حسین اور عظیم کلام ہے۔ جب حضرت خباب نے حضرت عمر کا یہ قول سنا تو وہ اپنی چھپی ہوئی جگہ سے باہر آ گئے اور انہوں نے کہا: اے عمر! اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا تیرے حق میں خصوصیت کے ساتھ قبول کر لی ہے کیونکہ میں نے آپ کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ! اسلام کی ابوالحکم بن ہشام سے تائید فرما یا عمر بن الخطاب سے۔ (سنن الترمذی: ٣٦٨١' الطبقات الکبریٰ ج ٣ ص ٢٦٧' مسند احمد ج ٢ ص ٩٥' صحیح ابن حبان: ٦٨٨١' المستدرک ج ٣ ص ٨٢' دلائل النبوۃ ج ٢ ص ٢١٥) اس وقت حضرت عمر نے کہا: اے خباب (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف میری رہنمائی کرو تاکہ میں اسلام لاؤں۔ حضرت خباب نے کہا: وہ پہاڑ صفا کے پاس ایک گھر میں ہیں اور ان کے ساتھ ان کے اصحاب بھی ہیں۔ حضرت عمر نے اپنی تلوار لٹکائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف چل پڑے اور جا کر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا' جب انہوں نے دستک کی آواز سنی تو اصحاب میں سے کسی نے اٹھ کر دروازہ کی جھری میں سے جھانک کر دیکھا اور گھبرا کر کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ تو عمر ہے' وہ تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کو آنے دو' اگر وہ کسی نیکی کے ارادہ سے آیا تو ہم اس کو خوش آمدید کہیں گے اور اگر وہ کسی برائی کے ارادہ سے آیا تو ہم اس کو اسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو آنے کی اجازت دو' پھر اس نے اجازت دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا تہبند سنبھالتے ہوئے کھڑے ہوئے' پھر حضرت عمر کو اپنی طرف زور سے کھینچا اور فرمایا: اے عمر! تم کس لیے آئے ہو؟ پس اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے حتیٰ کہ اللہ تم پر کوئی سخت عذاب بھیج دے۔ حضرت عمر نے کہا: میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ میں اللہ پر' اس کے رسول پر اور اللہ کے پاس سے لائی ہوئی چیزوں پر ایمان لاؤں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ آواز بلند فرمایا: اللہ اکبر' حتیٰ کہ گھر میں موجود تمام اصحاب نے جان لیا کہ عمر اسلام لے آئے ہیں۔

امام ابن ہشام لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے حضرت عمر کے اسلام لانے کا دوسرا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے کہا: میں اسلام سے بہت دور تھا' میں زمانہ جاہلیت میں شراب پیتا تھا' ہماری ایک مجلس تھی جس میں ہمارے دوست احباب جمع ہوتے تھے اور شراب پیتے تھے' میں ایک دن وہاں گیا تو مجھے وہاں پر کوئی نہیں ملا' میں نے سوچا کہ میں فلاں شراب فروخت کرنے والے کے پاس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جاؤں تو اس سے شراب لے کر پیوں۔ میں اس کے پاس گیا تو مجھے وہ ملا نہیں' پھر میں نے سوچا کہ میں کعبہ میں چلا جاؤں اور اس کے سات طواف کرلوں' پھر میں مسجد میں پہنچا تا کہ میں کعبہ کا طواف کروں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہاں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں' جب آپ نماز پڑھتے تو شام (بیت المقدس) کی طرف منہ پھیرتے تھے اور کعبہ کو اپنے اور شام کے درمیان کر لیتے تھے اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان نماز پڑھتے تھے' جب میں نے آپ کو دیکھا تو سوچا کہ دیکھوں تو سہی یہ نماز میں کیا پڑھتے ہیں۔ میں آپ کے قریب ہو گیا (علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ شریح بن عبید کی روایت میں ہے: اس وقت آپ سورۃ الحاقہ پڑھ رہے تھے) مجھے قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب سے بہت تعجب ہوا' میں نے دل میں کہا: خدا کی قسم! یہ ضرور شاعر ہیں' تب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ''اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍO وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَO'' (الحاقہ: ۴۱-۴۰) بے شک یہ قرآن بزرگ رسول کا قول ہےO یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے' تم بہت کم یقین کرتے ہوO پھر میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہیں ان کو میرے دل کی بات کا پتا چل گیا ہے' پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں ''وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَO تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَO (الحاقہ: ۴۳-۴۲) اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے' تم بہت کم نصیحت حاصل کر رہے ہوO یہ تو رب العالمین کا نازل کردہ ہےO (پھر رسول اللہ ﷺ نے اخیر تک سورہ الحاقہ پڑھی) حضرت عمر نے کہا: جب میں نے قرآن سنا تو میرا دل نرم ہو گیا' میں آبدیدہ ہو گیا اور میرے دل میں اسلام داخل ہو گیا' میں اسی جگہ کھڑا رہا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر واپس چلے گئے اور اپنے مقررہ راستے سے گزرتے ہوئے اپنے گھر جانے لگے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کا پیچھا کیا حتیٰ کہ جب آپ دار عباس اور دار ازھر میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے میری آہٹ سن لی اور مجھے پہچان لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ گمان کیا کہ میں نے آپ کو ضرر پہنچانے کے لیے آپ کا پیچھا کیا ہے' آپ نے پوچھا: اے ابن الخطاب! اس وقت کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا: میں اس لیے آیا ہوں کہ اللہ پر ایمان لاؤں اور اس کے رسول پر اور اس پر جو اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی حمد کی اور فرمایا: اے عمر! بے شک تمہیں اللہ نے ہدایت دے دی' پھر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کی' پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ امام ابن اسحاق نے کہا: اللہ ہی کو علم ہے کہ کون سا واقعہ درست ہے۔

(السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۳۸۵-۳۸۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ انسان العیون ج ۲ ص ۱۲۶-۱۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۵' الطبقات الکبریٰ ج ۹ ص ۱۴۱' الاستیعاب رقم: ۱۸۹۹' اسد الغابہ رقم: ۳۸۳۰' الاصابہ رقم: ۵۷۵۲' سبل الھدیٰ والرشاد ج ۲ ص ۳۷۳-۳۷۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

* ہم نے ان دونوں حدیثوں کو اپنی تفسیر میں سورہ طٰہٰ کے مقدمہ میں بھی لکھا ہے: دیکھئے تبیان القرآن ج ۷ ص ۳۲۶-۳۲۴)

(۱۸) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ مرد میری امت میں سے جنت کے سب سے بلند درجہ میں ہوگا۔ حضرت ابو سعید نے کہا: اللہ کی قسم! ہم صرف یہ گمان کرتے تھے کہ اس سے مراد حضرت عمر بن الخطاب ہیں حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی۔ (یعنی انبیاء علیہم السلام اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے بلند درجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہوگا۔ سعیدی غفرلہ)

(سنن ابن ماجہ: ۴۰۷۷)

(۱۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو قریش کو ان کے اسلام لانے کی خبر نہیں تھی' تو حضرت عمر نے لوگوں سے پوچھا کہ اہل مکہ میں کون سب سے زیادہ خبر کو پھیلانے والا ہے' تو لوگوں نے بتایا وہ جمیل بن معمر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

انجھی ہے۔ حضرت عمر اس کے پاس گئے اور میں بھی ان کے پیچھے جا رہا تھا اور میں جو کچھ دیکھ رہا تھا اس کو سن اور سمجھ رہا تھا۔ حضرت عمر اس کے پاس گئے اور کہا: اے جمیل! میں اسلام لا چکا ہوں۔ جمیل نے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ مسجد (حرام) میں جا کر کھڑا ہو گیا اور بہ آواز بلند کہا: اے قریش کی جماعت! بے شک خطاب کے بیٹے نے دین بدل لیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: یہ جھوٹ بول رہا ہے لیکن میں اسلام لا چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا چکا ہوں اور اس کے رسول کی تصدیق کر چکا ہوں' پس وہ سب حضرت عمر پر پل پڑے' حضرت عمر نے ان سے قتال کیا حتیٰ کہ سورج ان کے سروں پر آ گیا' حتیٰ کہ حضرت عمر تھک کر بیٹھ گئے' پس وہ سب حضرت عمر کے سر پر کھڑے ہو گئے' حضرت عمر نے کہا: جو تمہارے دل میں آئے کرو' وہ اسی حال میں کھڑے ہوئے تھے کہ ایک مرد ریشمی حلہ اور کناروں پر کام والی قمیص پہنے ہوئے آیا' پس اس نے پوچھا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا: خطاب کے بیٹے نے دین بدل لیا ہے۔ اس مرد نے کہا: چھوڑو اس مرد نے اپنے لیے ایک دین کو اختیار کر لیا ہے' کیا تمہارا گمان ہے کہ بنو عدی اپنا ساتھی تمہارے حوالے کر دیں گے؟ پھر اس شخص نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا' پھر میں نے بعد میں حضرت عمر سے مدینہ میں پوچھا: وہ مرد کون تھا جس نے اس دن آپ کو لوگوں سے بچایا تھا؟ حضرت عمر نے کہا: اے میرے بیٹے! وہ عاص بن وائل تھا۔ (صحیح ابن حبان: ٦٨٧٩' امام ابن حبان نے کہا: اس حدیث کی سند قوی ہے۔)

(٢٠) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پوچھا: تمہارے یہ کپڑے نئے ہیں یا دھلے ہوئے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا: بلکہ نئے ہیں۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نئے کپڑے پہنو اور ستودہ صفات زندگی گزارو اور شہادت پاؤ' امام عبد الرزاق نے از اسماعیل بن ابی خالد یہ اضافہ کیا ہے: اور اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا اور آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے۔

(صحیح ابن حبان: ٢٨٩٧' امام ابن حبان نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے)

(٢١) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اہل جنت میں سے ہیں۔

(صحیح ابن حبان: ٦٨٨٤' امام ابن حبان نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔)

(٢٢) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابولؤلؤ فیروز حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور وہ چکیاں بناتا تھا اور حضرت مغیرہ ہر روز اس سے چار درہم خراج لیتے تھے' پس ابولؤلؤ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! مغیرہ مجھ سے زیادہ خراج لیتے ہیں' آپ ان سے کہیں کہ وہ کم خراج لیں' حضرت عمر نے اس سے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مولیٰ سے حسن سلوک کرو' تو وہ غلام غضب میں آ گیا اور کہنے لگا: آپ میرے علاوہ سب لوگوں کے ساتھ عدل کرتے ہیں اور دل میں ان کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا' اور دو دھاری خنجر کو زہر آلود کر لیا' پھر اس نے ہرمزان کو وہ خنجر دکھایا اور اس سے پوچھا: یہ کیسا ہے؟ اس نے کہا: تم جس کو بھی یہ خنجر مارو گے اس کو قتل کر دو گے۔ ابولؤلؤ حضرت عمر کی گھات میں رہا' پس وہ صبح کی نماز میں ان کے پاس پہنچ گیا حتیٰ کہ حضرت عمر کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ جب نماز کی اقامت کہی جاتی تو حضرت عمر کہتے تھے: اپنی اپنی صفیں قائم کر لو' پس جب حضرت عمر نے اللہ اکبر کہا تو ابولؤلؤ نے ان کے کندھے پر خنجر مار کر ان کی کوکھ سے نکالا' حضرت عمر گر گئے اور وہ تیرہ نمازیوں کو خنجر سے زخمی کرتا ہوا نکل بھاگا جن میں سے سات شہید ہو گئے' حضرت عمر کو اٹھا کر ان کے گھر پہنچایا گیا' لوگوں میں چیخ و پکار ہو گئی حتیٰ کہ سورج طلوع ہونے کے قریب تھا تو حضرت عبد الرحمان بن عوف نے لوگوں کو پکار کر کہا: اے لوگو! صلاۃ' صلاۃ' پھر لوگ گھبرا کر نماز کی طرف آئے' حضرت عبد الرحمان بن عوف نے آگے بڑھ کر دو چھوٹی چھوٹی سورتوں کے ساتھ نماز

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پڑھائی' نماز کے بعد لوگ حضرت عمر کی طرف گئے' حضرت عمر نے مشروب منگوایا تا کہ زخم کا اندازہ کریں' پس نبیذ منگوایا' انہوں نے اس کو پیا تو وہ ان کے زخم سے نکل گیا اور یہ پتا نہیں چلا کہ وہ نبیذ ہے یا خون ہے' پھر انہوں نے دودھ منگوا کر پیا تو وہ بھی ان کے زخم سے نکل گیا' لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ حضرت عمر نے کہا: اگر قتل خطرہ ہے تو میں قتل کیا جا چکا ہوں' پھر لوگ حضرت عمر کی تعریف اور تحسین کرنے لگے' اور کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو نیک جزا عطا فرمائے آپ ایسے تھے اور آپ ایسے تھے' پھر وہ لوگ چلے گئے اور دوسرے لوگ آ گئے اور وہ ان کی تحسین کرنے لگے' پس حضرت عمر نے کہا: تم جو تحسین کر رہے ہو اللہ کی قسم! میری خواہش ہے کہ یہ سب برابر برابر ہو جائے' نہ مجھے سزا ملے اور نہ مجھے اجر ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میری مصاحبت سلامت رہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے سرہانے کھڑے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! آپ کا معاملہ برابر سرابر نہیں ہوگا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے' آپ نے ان کی مصاحبت کی اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کی گئی وہ آپ سے راضی تھے' پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ کی مصاحبت کی' آپ ان کے احکام جاری کرتے تھے اور آپ ان کے حامی اور ناصر تھے' اے امیر المؤمنین! پھر آپ کو حاکم بنایا گیا' سو آپ نے بہترین حکومت کی' پھر حضرت عمر کو حضرت ابن عباس کی باتوں سے راحت ملی' تو انہوں نے کہا: اے ابن عباس! اپنی باتوں کو دہراؤ' تو حضرت ابن عباس نے اپنی باتیں دہرائیں' پس حضرت عمر نے کہا: سنو' خدا کی قسم! جیسا تم کہتے ہو تو اگر میرے پاس روئے زمین کے برابر (بھی) سونا ہوتا تو میں اس دن کے خوف سے بچنے کے لیے اس کو فدیہ میں دے دیتا اور میں نے چھ (٦) مسلمانوں پر مشتمل مجلس شوریٰ بنادی ہے: (١) حضرت عثمان (٢) حضرت علی بن ابی طالب (٣) حضرت طلحہ بن عبیداللہ (٤) حضرت زبیر بن العوام (٥) حضرت عبدالرحمان بن عوف (٦) حضرت سعد بن ابی وقاص' رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان میں داخل نہیں تھے لیکن ان کو ان کا مشیر بنا دیا اور ان میں اہم تین تھے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا' ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رضوان نازل ہو۔

(صحیح ابن حبان: ٦٩٠٥)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پانچ سو انتالیس (٥٣٩) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم دس (١٠) احادیث پر متفق ہیں۔ امام بخاری نو (٩) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم پندرہ (١٥) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ٢٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٧- بَابُ مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَبِي عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عثمان بن عفان ابی عمرو القرشی رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت عثمان کا پورا نام اس طرح ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف' ان کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کے ساتھ عبد مناف میں جمع ہو جاتا ہے اور ان کی کنیت ابو عمرو ہے۔ اس پر اتفاق ہے اور اس میں یہ دو قول بھی ہیں: (١) ابو عبداللہ (٢) ابو یعلیٰ۔ الزہری نے کہا: ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے' یہ ان کے اس بیٹے کے نام پر ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا فرمایا تھا اور مشہور ہے کہ ان کا لقب ذوالنورین ہے کیونکہ ان کے علاوہ اور کسی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ اس کے عقد نکاح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحب زادیاں ہوں۔ ان کی والدہ کا نام اروٰی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف ہے اور نانی کا نام ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٧٩ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '١٤٢١ھ)

حضرت عثمان کے بعض نجی احوال اور ان کی شہادت کا سبب

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جو صاحب زادے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے' ان کا نام حضرت عبد اللہ تھا' وہ چھ سال کی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔ امام ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات چار (۴) ہجری میں ہوئی تھی اور ان کی والدہ حضرت رقیہ اس سے دو سال پہلے فوت ہو گئی تھیں۔

حضرت عثمان بہت مال دار تھے اور وہ اپنا اکثر مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ وہ خلیفہ ثالث تھے' رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں ان کی مثال بیان کی جاتی تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی شہادت کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ شہروں کے حکام ان کے رشتہ دار تھے' پورے شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران تھے' بصرہ میں سعید بن ابی العاص تھے' مصر میں عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح تھے' خراسان میں عبد اللہ بن عامر تھے۔ جب ان شہروں سے لوگ حج کے لیے آتے تو وہ اپنے حاکم کی شکایت کرتے تھے' حضرت عثمان نرم مزاج' کثیر الاحسان اور بہت متحمل تھے' وہ بعض حکام کو تبدیل کر دیتے اور شکایت کرنے والوں کو راضی کر دیتے تھے' حتیٰ کہ مصر کے لوگوں نے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کی شکایت کی۔ حضرت عثمان نے ان کو معزول کر دیا اور یہ حکم لکھ دیا کہ ان کی جگہ محمد بن ابو بکر صدیق کو حاکم مقرر کر دیا جائے' وہ لوگ اس سے راضی ہو گئے' ابھی وہ راستہ میں تھے کہ انہوں نے اونٹنی پر ایک سوار کو جاتے ہوئے دیکھا' تفتیش سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت عثمان کا بھیجا ہوا ہے اور اس کے پاس سے حضرت عثمان کی طرف سے یہ مکتوب برآمد ہوا کہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو ان کے عہدہ پر بحال رکھا جائے۔ ان لوگوں نے اس خط پر قبضہ کر لیا اور دوبارہ مدینہ پہنچے اور اس سلسلہ میں حضرت عثمان سے بات کی' حضرت عثمان نے حلف اٹھا کر کہا: انہوں نے یہ خط لکھا ہے نہ اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے۔ ان لوگوں نے مطالبہ کیا کہ آپ اپنے کاتب مروان کو ہمارے حوالے کریں۔ حضرت عثمان کو یہ خطرہ تھا کہ یہ لوگ مروان کو قتل کر دیں گے' پس وہ لوگ غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے حضرت عثمان کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ صحابہ کی ایک جماعت حضرت عثمان کی حمایت میں کھڑی ہوئی لیکن حضرت عثمان نے ان کو قتال کرنے سے منع کر دیا' حتیٰ کہ ان لوگوں نے حضرت عثمان کے گھر میں داخل ہو کر ان کو شہید کر دیا۔ صحابہ پر یہ امر بہت شاق گزرا' پھر فتنہ کا دروازہ کھل گیا اور جو نہ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ (فتح المنعم ج ٩ ص ٣٢٠-٣١٩ 'دار الشروق' القاہرہ '١٤٢٩ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّحْفِرُ بِئْرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرَهَا عُثْمَانُ وَقَالَ مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزَهُ عُثْمَانُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رومۃ کا کنواں کھودے گا تو اس کو جنت ملے گی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو کھودا تھا اور آپ نے فرمایا: جس نے تنگی کے لشکر میں سامان مہیا کیا تو اس کے لیے جنت ہے' پس حضرت عثمان نے اس کا سامان مہیا کیا۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ٢٧٧٨' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مفصل شرح کی جا چکی ہے۔

حضرت عثمان نے کنواں کھودا نہیں تھا وہ کھودنے کا سبب تھے' انہوں نے اس زمین کو خریدا تھا۔ حافظ ابن عبد البر نے الاستیعاب

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ کنواں بیس ہزار میں خریدا تھا اور امام نسائی کی روایت میں ہے' انہوں نے یہ کنواں بیس ہزار یا پچیس ہزار میں خریدا تھا۔ (السنن الکبریٰ: ۴۳۹۱) اور امام بغوی نے روایت کی ہے کہ انہوں نے یہ کنواں پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) درہم میں خریدا تھا۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۴۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

حضرت عثمان نے اس لشکر کے لیے نو سو پچاس (۹۵۰) اونٹ اور پچاس گھوڑے فراہم کیے اور نبی ﷺ کی خدمت میں ایک ہزار دینار پیش کیے۔ (الکوکب الدراری للکرمانی ج ۱۴ ص ۲۲۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

۳۶۹۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَّأَمَرَنِي بِحِفْظِ بَابِ الْحَائِطِ فَجَاءَ رَجُلٌ يَّسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَّهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا أَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَّهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا عُمَرُ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ يَسْتَأْذِنُ فَسَكَتَ هُنَيْهَةً ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى سَتُصِيبُهُ فَإِذَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ حَمَّادٌ وَّحَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ وَعَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ سَمِعَا أَبَا عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسٰى بِنَحْوِهٖ وَزَادَ فِيهِ عَاصِمٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ قَاعِدًا فِي مَكَانٍ فِيهِ مَاءٌ قَدِ انْكَشَفَ عَنْ رُّكْبَتَيْهِ أَوْ رُكْبَتِهٖ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ غَطَّاهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی عثمان از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کے دروازہ کی حفاظت کا حکم دیا' پس ایک شخص آیا اور وہ اجازت طلب کر رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو' پس وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے' پھر ایک اور شخص آیا اور وہ اجازت طلب کر رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو' پس وہ حضرت عمر تھے' پھر ایک اور شخص آیا اور وہ اجازت طلب کر رہا تھا' آپ کچھ دیر خاموش رہے' پھر فرمایا: اس کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو' ان مصائب کے ساتھ جو اس کو عنقریب پہنچیں گے۔ پس وہ حضرت عثمان بن عفان تھے۔ حماد نے کہا: اور ہمیں عاصم احول نے اور علی بن الحکم نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے ابوعثمان سے سنا' وہ حضرت ابوموسیٰ سے اسی کی مثل حدیث بیان کرتے ہیں اور عاصم نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی ﷺ ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جس میں پانی تھا' اور آپ نے اپنے دونوں گھٹنوں سے یا ایک گھٹنے سے کپڑا ہٹایا ہوا تھا' پس جب حضرت عثمان داخل ہوئے تو آپ نے ان کو ڈھانپ لیا۔

بعض راویوں نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ اپنے گھر میں اپنی ران کھولے ہوئے بیٹھے تھے۔ پس ابوبکر بیٹھ گئے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ اسی حالت میں تھے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو نبی ﷺ نے اپنی ران کو ڈھانپ لیا' آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: عثمان بہت حیاء والا مرد ہے' اگر وہ مجھ سے اس حال میں ملتا تو وہ اپنی ضرورت نہیں بیان کر سکتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۴۰۲) نیز حضرت عثمان سے حیاء کرنا زیادہ لائق تھا کیونکہ وہ آپ کے داماد تھے اور بیٹی کا شوہر بیٹی کے باپ سے بہت زیادہ حیاء کرتا ہے' اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مذی کا حکم خود نہیں پوچھا تھا بلکہ پوچھنے کے لیے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٨٠)

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہو جب آپ نے گھٹنے یا ران کو شرم گاہ قرار دیا تھا۔

باقی متن میں جو حدیث ذکر ہے اس کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٤' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان کے لیے جنت کی بشارت کا ذکر ہے۔

٣٦٩٦- حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ شَبِیْبٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ یُّوْنُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ اَنَّ عُبَیْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ یَغُوْثَ قَالَا مَا یَمْنَعُكَ اَنْ تُكَلِّمَ عُثْمَانَ لِاَخِیْهِ الْوَلِیْدِ فَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِیْهِ فَقَصَدْتُّ لِعُثْمَانَ حَتّٰی خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ قُلْتُ اِنَّ لِیْ اِلَیْكَ حَاجَةً وَّهِیَ نَصِیْحَةٌ لَّكَ قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَرْءُ مِنْكَ قَالَ مَعْمَرٌ اُرَاهُ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَانْصَرَفْتُ فَرَجَعْتُ اِلَیْهِمْ اِذْ جَآءَ رَسُوْلُ عُثْمَانَ فَاَتَیْتُهٗ فَقَالَ مَا نَصِیْحَتُكَ فَقُلْتُ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَیْهِ الْكِتٰبَ وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَیْنِ وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَیْتَ هَدْیَهٗ وَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِیْ شَاْنِ الْوَلِیْدِ قَالَ اَدْرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ خَلَصَ اِلَیَّ مِنْ عِلْمِهٖ مَا یَخْلُصُ اِلَی الْعَذْرَآءِ فِیْ سِتْرِهَا قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ فَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهٖ وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَیْنِ كَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبَایَعْتُهٗ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَیْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ مِّثْلُهٗ ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ اَفَلَیْسَ لِیْ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِیْ لَهُمْ قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَمَا هٰذِهِ الْاَحَادِیْثُ الَّتِیْ تَبْلُغُنِیْ عَنْكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن شبیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس' ابن شہاب نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ عبید اللہ بن عدی بن الخیار نے ان کو خبر دی' کہ حضرت المسور بن مخرمہ اور عبد الرحمان بن الاسود بن عبد یغوث' ان دونوں نے کہا: تمہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے بھائی ولید کے متعلق بات کرنے سے کیا چیز مانع ہے کیونکہ لوگ اس کی بہت شکایتیں کرتے ہیں' پس میں نے حضرت عثمان سے بات کرنے کا قصد کیا حتیٰ کہ وہ نماز کی طرف نکلے' میں نے کہا: مجھے آپ سے ایک کام ہے اور اس میں آپ کی خیر خواہی ہی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: اے مرد! تم سے' معمر نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے کہا: میں تم سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں' پس میں واپس آ گیا' اور ان لوگوں کی طرف گیا (جنہوں نے بھیجا تھا)' اتنے میں حضرت عثمان کا قاصد (بلانے) آیا' پس میں ان کے پاس گیا' انہوں نے پوچھا: وہ تمہاری خیر خواہی کیا ہے؟ پس میں نے کہا: بے شک اللہ سبحانہ نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا' اور آپ پر کتاب نازل فرمائی اور آپ (بھی) ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا' پس آپ نے دو ہجرتیں کیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کی' اور آپ نے ان کی سیرت کو دیکھا' اور اب لوگوں نے ولید (گورنر کوفہ) کے متعلق بہت شکایتیں کی ہیں' حضرت عثمان نے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا تھا؟ میں نے کہا: نہیں لیکن مجھ تک (آپ کی احادیث کا) وہ علم پہنچ گیا ہے جو کنواری لڑکی تک اس کے پردے میں پہنچ چکا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: حمد و صلوٰۃ کے بعد' سنو! بے شک اللہ تعالیٰ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ شَأْنِ الْوَلِيدِ فَسَنَأْخُذُ فِيهِ بِالْحَقِّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يَجْلِدَهُ فَجَلَدَهُ ثَمَانِينَ.

[اطراف الحدیث: ٣٨٧٢۔ ٣٩٢٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا' پس میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا' اور آپ کو جس دین کے ساتھ بھیجا میں اس پر ایمان لایا اور جیسا کہ تم نے کہا ہے میں نے دو ہجرتیں کیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کی اور آپ سے بیعت کی' پس اللہ کی قسم! میں نے آپ کی کوئی نافرمانی نہیں کی نہ آپ کو کبھی دھوکا دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی مثل تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی مثل تھے' پھر مجھے خلیفہ بنایا گیا تو کیا میرے لیے وہ حق نہیں ہے جو ان بزرگوں کے لیے تھا! میں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت عثمان نے کہا: پھر یہ کس قسم کی باتیں ہیں جو تم لوگوں کی طرف سے مجھے پہنچ رہی ہیں! رہی وہ شکایت جو تم نے ولید کے متعلق کی ہے تو عنقریب ہم اس کو حق کے مطابق سزا دیں گے ان شاء اللہ' پھر حضرت عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ ولید کو اسی (٨٠) کوڑے ماریں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی فضائل عثمان کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ ان سے جو حق بات کہی جائے وہ اس کا اعتراف کرتے تھے اور جو مجرم ہو اس کو سزا دیتے تھے خواہ وہ ان کا عزیز اور رشتہ دار کیوں نہ ہو' نیز اس حدیث میں حضرت عثمان کی منفرد فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں اور باقی خلفاء کی صرف ایک ہجرت ہے۔

ولید بن عقبہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ولید بن عقبہ بن ابی معیط حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ماں شریک بھائی تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید کو کوفہ کا گورنر بنا دیا تھا۔ اس سے پہلے ولید الجزیرۃ کا گورنر تھا۔ حضرت عثمان نے اس کو وہاں سے بلا کر کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ اس سے پہلے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے۔ حضرت عثمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق انہیں کوفہ کا گورنر بنایا تھا' پھر حضرت عثمان نے حضرت سعد کو معزول کر کے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ حضرت سعد کو معزول کرنے کا سبب یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال کے عامل تھے' حضرت سعد نے ان سے کچھ مال قرض لیا تھا۔ حضرت ابن مسعود نے ان سے تقاضا کیا' پھر ان دونوں میں جھگڑا ہوا۔ حضرت عثمان تک یہ خبر پہنچی تو وہ ان دونوں پر غضب ناک ہوئے' پھر انہوں نے حضرت سعد کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور ولید بن عقبہ کو الجزیرہ سے بلا کر کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ولید بن عقبہ کے خلاف شکایات

ولید بن عقبہ کے خلاف یہ شکایات تھیں کہ ایک دن اس نے اہل کوفہ کو صبح کی نماز چار رکعات پڑھا دیں اور نمازیوں کی طرف مڑ کر کہا: اور زیادہ پڑھاؤں؟ اور وہ اس وقت نشہ میں تھا۔ حضرت عثمان تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اس پر شراب پینے کی حد قائم نہیں کی' اس پر لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں اور حضرت عثمان پر اعتراض کیا اور لوگوں نے اس پر بھی اعتراض کیا کہ حضرت عثمان نے حضرت سعد کو معزول کر دیا تھا' حالانکہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور اہل شوریٰ میں سے تھے اور ان کو اپنی بزرگی' علم' دین داری اور اسلام میں سبقت کے لحاظ سے وہ فضائل حاصل تھے کہ ولید ان کے پاسنگ بھی نہیں تھا۔ (حضرت سعد اسلام لانے والے پانچویں شخص تھے' اسلام کی راہ میں کفار کے خلاف سب سے پہلے انہوں نے تیر چلایا تھا اور وہی فاتح ایران تھے۔ سعیدی غفرلہ) پھر جب حضرت عثمان پر ولید بن عقبہ کا بدکردار ہونا منکشف ہو گیا تو انہوں نے اس کو معزول کر دیا' انہوں نے اس پر حد لگانے میں اس لیے تاخیر کی تھی کہ اس معاملہ کی تفتیش ہو جائے اور اس کی شراب نوشی پر گواہیاں قائم ہو جائیں اور جب گواہیوں سے اس کی شراب نوشی ثابت ہو گئی تو پھر انہوں نے اس پر حد قائم کر دی۔

ولید بن عقبہ کی حد میں چالیس اور اسّی کوڑوں کی دو روایتیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے ولید بن عقبہ کو اسّی (٨٠) کوڑے لگائے' اور معمر کی روایت میں مذکور ہے کہ ولید کو چالیس کوڑے مارے تھے اور معمر کی روایت یونس کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔ یونس کی روایت میں شبیب بن سعید کو وہم ہوا ہے اور معمر کی روایت اس لیے راجح ہے کہ صحیح مسلم میں بھی وہی روایت ہے اور امام بخاری نے بھی چالیس کوڑے مارنے کی حدیث روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ٣٨٧٦)

امام مسلم کی روایت اس طرح ہے:

ولید بن عقبہ کو حضرت عثمان کے پاس لایا گیا جب کہ اس نے صبح کی نماز دو رکعت پڑھا کر نمازیوں سے کہا: کیا میں تم کو اور رکعت نماز پڑھاؤں؟ اس کے خلاف دو مردوں نے گواہی دی' ان میں سے ایک عمران تھے جو کہ حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے گواہی دی تھی کہ اس نے شراب پی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: اے علی! آپ کھڑے ہو کر اس پر حد لگائیں۔ حضرت علی نے کہا: اے حسن! تم اس پر حد لگاؤ' حضرت حسن نے کہا: اس حد کی گرمی کا وہ والی ہے جو اس کی ٹھنڈک کا والی ہے گویا کہ ان کو اس پر ترس آیا' پھر انہوں نے کہا: اے عبداللہ بن جعفر! تم کھڑے ہو کر اس پر حد لگاؤ تو انہوں نے اس پر کوڑے مارے اور حضرت علی گن رہے تھے' جب انہوں نے چالیس کوڑے مار لیے تو حضرت علی نے کہا: اب ٹھہر جاؤ' نبی ﷺ نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر نے اسّی (٨٠) کوڑے مارے اور ان میں سے ہر مقدار سنت ہے اور میرے نزدیک چالیس کوڑے مارنا زیادہ پسندیدہ ہے۔ (صحیح مسلم: ١٧٠٧)

ولید کی شراب نوشی پر دوسرا گواہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ولید کی شراب نوشی پر دوسرا گواہ کون تھا جس کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مشہور صحابی حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کی یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے اور امام طبری نے لکھا ہے کہ دوسرے گواہ حضرت الصعب کے بیٹے تھے' ان کا نام جثامہ تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ دوسرے گواہ زہیر بن الحارث بن عوف تھے' غرض دوسرے گواہ کے مصداق میں کافی اختلاف ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شراب نوشی کی حد میں مذاہب فقہاء

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس کو خمر یا کسی نبیذ کے پینے سے نشہ ہو تو اس کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہیں اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کی حد چالیس کوڑے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمر پینے پر درخت کی شاخیں اور جوتے مارے، اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ جو درخت کی شاخوں اور جوتوں کی روایت ہے تو ہر ضرب دو ضربوں کے برابر ہے اور اس کی دلیل حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں خمر میں دو جوتے مارے گئے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو ہر جوتے کے بدلہ میں چابک مارا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٨٣-٢٨١ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ پر صرف صحیح البخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا جائے جس میں یہ ذکر ہے کہ شراب نوشی کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے، کیونکہ شراب کے نشہ میں آدمی کسی کی عزت کے خلاف بول دیتا ہے اور حد قذف اسی (۸۰) کوڑے ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عثمان نے عبید اللہ بن عدی سے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا تھا؟ یعنی کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سنی تھیں؟ انہوں نے کہا: نہیں، دراصل عبید اللہ بن عدی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا تھا کیونکہ وہ آپ کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے لیکن انہوں نے آپ کی احادیث نہیں سنی تھیں۔ حضرت عثمان نے ان سے یہ اس لیے پوچھا تھا تاکہ ان کو یہ تنبیہ کریں کہ وہ جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ حضرت عثمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہیں تو ان کا یہ گمان صحیح نہیں ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام احمد نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے خطبہ میں فرمایا: اللہ کی قسم! میں سفر اور حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت میں رہا ہوں اور بعض ایسے لوگ مجھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سکھا رہے ہیں جنہوں نے غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا بھی نہیں ہے۔ (مسند احمد ج ١ ص ٦٩)

عبید اللہ بن عدی نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو نہیں لیکن مجھ تک وہ علم پہنچ گیا ہے جو کنواری لڑکی تک اس کے پردے میں پہنچ گیا ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی مکمل اشاعت ہو چکی ہے حتیٰ کہ کنواری لڑکی تک بھی آپ کی شریعت کا علم پہنچ گیا ہے۔
(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ٤٤، مکتبۃ الرشد، ریاض، ١٤٣٠ ھ)

٣٦٩٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحُدًا وَّمَعَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ وَقَالَ اُسْكُنْ اُحُدُ اَظُنُّهٗ ضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ فَلَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے، اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے تو وہ پہاڑ لرزنے لگا، آپ نے فرمایا: اے احد پر سکون ہو جا! اور میرا گمان ہے، آپ نے اس پر اپنا پیر مارا، (فرمایا:) تجھ پر تو ایک نبی اور صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٥٥' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اسی حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بعد افضل الصحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

صحابہ میں افضلیت کی ترتیب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے تھے اور ان کے درمیان کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ٣٨٨ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ اس سے مراد معمر صحابہ ہیں اور یہ وہ اصحاب ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اہم معاملے میں مشورہ کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جوان تھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اس قول سے حضرت علی کی فضیلت میں کمی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ یہ ارادہ کیا ہے کہ ان کی فضیلت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ہے۔ کیونکہ حضرت علی کی فضیلت مشہور ہے۔ حضرت ابن عمر اور نہ ہی کوئی دوسرا اصحابی ان کی فضیلت کا منکر تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جمہور اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ حضرت عثمان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ پر مقدم ہیں اور ان کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ تمام اصحاب پر مقدم ہیں اور پھر اہل بدر باقی صحابہ پر مقدم ہیں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن عمر کی مراد یہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں کسی زمانہ میں ایسا تھا اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ بعد میں اس پر اجماع ہو گیا کہ حضرت عثمان کے بعد حضرت علی سب سے افضل ہیں۔

(الکواکب الدراری جز ١٤ ص ٢٣٣)

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اجماع کے دعویٰ پر اعتراض ہے کیونکہ بعض اہل سنت حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل قرار دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٨٥۔ ٢٨٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٩٨ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا شَاذَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ تَابَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن حاتم بن بزیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ الماجشون نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہم کسی کو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں قرار دیتے تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو قرار نہیں دیتے تھے' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے اور ان کے درمیان کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔ شاذان کی متابعت عبداللہ بن صالح نے کی ہے از عبدالعزیز۔

٣٦٩٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ قَالَ هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيهِمْ قَالُوْا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ اِنِّىْ سَائِلُكَ عَنْ شَىْءٍ فَحَدِّثْنِىْ عَنْهُ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ تَعْلَمُ اَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَّلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَكَ اَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمَهُ. وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ فَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ اِذْهَبْ بِهَا الْاٰنَ مَعَكَ.

انہوں نے کہا: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' وہ ابن موہب ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ اہل مصر سے ایک شخص آیا' اس نے بیت اللہ کا حج کیا' پھر اس نے چند لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ (ان میں سے کسی نے کہا:) یہ قریش ہیں۔ اس نے پوچھا: ان میں بزرگ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس نے کہا: اے ابن عمر! میں آپ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں سو آپ مجھے ان کے بارے میں بتائیے! کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ) غزوہ احد میں بھاگ گئے تھے! حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ غزوہ بدر میں غائب تھے اور حاضر نہیں ہوئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ بیعت رضوان میں غائب تھے اور حاضر نہیں ہوئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اللہ اکبر' حضرت ابن عمر نے کہا: آؤ! میں تم کو (ان کی وجوہ) بیان کرتا ہوں' رہا ان کا غزوہ احد کے دن بھاگنا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا اور ان کی مغفرت کر دی' اور رہا ان کا غزوہ بدر میں غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) ان کے عقد نکاح میں تھیں اور وہ بیمار تھیں (وہ ان کی تیمارداری میں مصروف تھے)' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کو غزوہ بدر میں حاضر ہونے والے شخص کے برابر اجر ملے گا اور مال غنیمت سے حصہ ملے گا' اور رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا (تو اس کی وجہ یہ ہے) کہ اگر مکہ والوں کے نزدیک حضرت عثمان سے زیادہ کوئی معزز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان کی جگہ اس کو مکہ میں بھیج دیتے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو مکہ بھیج دیا اور بیعت رضوان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے کے بعد ہوئی تھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا' پس اس ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: یہ عثمان کی بیعت ہے' پس حضرت ابن عمر نے فرمایا: اب تم ان جوابات کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ٣١٣٠ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو فضائل عثمان کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہت عظیم فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا اور ان کی مغفرت فرما دی اور غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے کے باوجود ان کو اس میں جہاد کا اجر عطا فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور ان کے سوا کسی اور کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور یہ بہت عظیم فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی۔ اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٦٧٥ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے فضائل عثمان کے باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی بشارت ہے۔

٨ - بَابُ قِصَّةِ الْبَيْعَةِ وَالْاِتِّفَاقِ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَفِيْهِ مَقْتَلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عثمان کی بیعت کا قصہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اتفاق اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا گیا اور ان کی بیعت کرنے پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

٣٧٠٠ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَبْلَ اَنْ يُّصَابَ بِاَيَّامٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَقَفَ عَلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ كَيْفَ فَعَلْتُمَا اَتَخَافَانِ اَنْ تَكُوْنَا قَدْ حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَالَا تُطِيْقُ قَالَا حَمَّلْنَاهَا اَمْرًا هِيَ لَهٗ مُطِيْقَةٌ مَافِيْهَا كَبِيْرُ فَضْلٍ قَالَ اُنْظُرَا اَنْ تَكُوْنَا حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَالَا تُطِيْقُ قَالَ قَالَا لَا فَقَالَ عُمَرُ لَئِنْ سَلَّمَنِيَ اللّٰهُ لَاَدَعَنَّ اَرَامِلَ اَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ اِلٰى رَجُلٍ بَعْدِيْ اَبَدًا قَالَ فَمَا اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا رَابِعَةٌ حَتّٰى اُصِيْبَ قَالَ اِنِّيْ لَقَائِمٌ مَابَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ اِلَّا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ غَدَاةَ اُصِيْبَ وَكَانَ اِذَا مَرَّ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ قَالَ اِسْتَوُوْا حَتّٰى اِذَا لَمْ يَرَ فِيْهِنَّ خَلَلًا تَقَدَّمَ فَكَبَّرَ وَرُبَّمَا قَرَاَ سُوْرَةَ يُوْسُفَ اَوِ النَّحْلَ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ فَمَا هُوَ اِلَّا اَنْ كَبَّرَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ قَتَلَنِيْ اَوْ اَكَلَنِي الْكَلْبُ حِيْنَ طَعَنَهٗ فَطَارَ الْعِلْجُ بِسِكِّيْنٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از عمرو بن میمون انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مدینہ میں اپنے اوپر حملہ کیے جانے سے چند دن پہلے حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما کے پاس کھڑے ہوئے تھے حضرت عمر نے ان سے پوچھا: تم لوگوں نے (عراق کی اراضی کے متعلق) کیا فیصلہ کیا؟ کیا تم کو یہ خدشہ تو نہیں ہے کہ تم لوگوں نے عراق کی زمین پر اتنا خراج لگا دیا ہے جتنی اس میں طاقت نہیں ہے! ان دونوں نے کہا: ہم نے اس زمین پر اتنا ہی خراج لگایا ہے جس کی اس میں طاقت ہے اس میں زیادہ خراج نہیں ہے۔ حضرت عمر نے کہا: (پھر) غور کر لو کہیں تم نے اس پر اتنا خراج تو نہیں مقرر کر دیا جس کی اس میں طاقت نہیں؟ ان دونوں نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے سلامت رکھا تو میں اہل عراق کی بیوہ عورتوں کے لیے اتنا (مال) ضرور چھوڑ دوں گا کہ وہ میرے بعد کبھی کسی شخص کی محتاج نہیں ہوں گی۔ عمرو بن میمون نے کہا: ابھی اس گفتگو پر صرف چار دن گزرے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذَاتِ طَرَفَيْنِ لَا يَمُرُّ عَلٰى اَحَدٍ يَّمِيْنًا وَّلَا شِمَالًا اِلَّا طَعَنَهٗ حَتّٰى طَعَنَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَّاتَ مِنْهُمْ سَبْعَةٌ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ طَرَحَ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَلَمَّا ظَنَّ الْعِلْجُ اَنَّهٗ مَاْخُوْذٌ نَحَرَ نَفْسَهٗ وَتَنَاوَلَ عُمَرُ يَدَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدَّمَهٗ فَمَنْ يَّلِيْ عُمَرَ فَقَدْ رَاَى الَّذِيْ اَرٰى. وَاَمَّا نَوَاحِي الْمَسْجِدِ فَاِنَّهُمْ لَا يَدْرُوْنَ غَيْرَ اَنَّهُمْ قَدْ فَقَدُوْا صَوْتَ عُمَرَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَصَلّٰى بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ صَلٰوةً خَفِيْفَةً فَلَمَّا انْصَرَفُوْا قَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اُنْظُرْ مَنْ قَتَلَنِيْ فَجَالَ سَاعَةً ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ غُلَامُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ الصَّنَعُ قَالَ نَعَمْ قَالَ قَاتَلَهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَمَرْتُ بِهٖ مَعْرُوْفًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَجْعَلْ مِيْتَتِيْ بِيَدِ رَجُلٍ يَّدَّعِي الْاِسْلَامَ قَدْ كُنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْكَ تُحِبَّانِ اَنْ تَكْثُرَ الْعُلُوْجُ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ الْعَبَّاسُ اَكْثَرَهُمْ رَقِيْقًا فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَعَلْتُ اَيْ اِنْ شِئْتَ قَتَلْنَا قَالَ كَذَبْتَ بَعْدَ مَا تَكَلَّمُوْا بِلِسَانِكُمْ وَصَلَّوْا قِبْلَتَكُمْ وَحَجُّوْا حَجَّكُمْ فَاحْتُمِلَ اِلٰى بَيْتِهٖ فَانْطَلَقْنَا مَعَهٗ وَكَاَنَّ النَّاسَ لَمْ تُصِبْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ فَقَائِلٌ يَّقُوْلُ لَا بَاْسَ. وَقَائِلٌ يَّقُوْلُ اَخَافُ عَلَيْهِ فَاُتِيَ بِنَبِيْذٍ فَشَرِبَهٗ فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ ثُمَّ اُتِيَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَهٗ فَخَرَجَ مِنْ جُرْحِهٖ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ مَيِّتٌ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَجَاءَ النَّاسُ يُثْنُوْنَ عَلَيْهِ وَجَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ فَقَالَ اَبْشِرْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللّٰهِ لَكَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدَمٍ فِي الْاِسْلَامِ مَاقَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ وُلِّيْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ شَهَادَةٌ قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ ذٰلِكَ كَفَافٌ لَّا عَلَيَّ وَلَا لِيْ فَلَمَّا اَدْبَرَ اِذَا اِزَارُهٗ يَمَسُّ الْاَرْضَ قَالَ رُدُّوْا عَلَيَّ الْغُلَامَ قَالَ ابْنَ اَخِيْ اِرْفَعْ ثَوْبَكَ فَاِنَّهٗ اَبْقٰى لِثَوْبِكَ وَاَتْقٰى لِرَبِّكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اُنْظُرْ مَاعَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ فَحَسَبُوْهُ فَوَجَدُوْهُ سِتَّةً وَّثَمَانِيْنَ اَلْفًا اَوْنَحْوَهٗ قَالَ اِنْ وَّفٰى لَهٗ مَالُ اٰلِ عُمَرَ

تھے کہ حضرت عمر زخمی کر دیئے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ جس صبح کو وہ زخمی کیے گئے تھے اس دن میرے اور ان کے درمیان صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے' حضرت عمر کا معمول تھا کہ جب وہ دو صفوں کے درمیان سے گزرتے تو کہتے جاتے: برابر برابر کھڑے ہو' حتیٰ کہ جب دو لوگوں کے درمیان خلل نہ پاتے' تو آگے بڑھ کر اللہ اکبر کہتے' اور بسا اوقات پہلی رکعت میں سورۃ یوسف یا سورۃ النحل یا ان کی مثل پڑھتے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے' پس ابھی انہوں نے اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ میں نے ان کو یہ کہتے سنا: مجھے مار ڈالا' یا مجھے کتے نے کاٹ لیا' جس وقت ان کو (ابولؤلؤ نے) زخمی کیا تھا' پھر وہ عجمی غلام دو دھاری خنجر لے کر بھاگا وہ دائیں اور بائیں جس طرف سے بھی گزرتا (نمازیوں کو) زخمی کرتا جاتا حتیٰ کہ اس نے تیرہ مردوں کو زخمی کر دیا جن میں سے سات شہید ہو گئے۔ جب مسلمانوں میں سے کسی نے یہ (منظر) دیکھا تو اس کے اوپر چادر پھینک دی۔ جب اس عجمی غلام کو یہ یقین ہو گیا کہ اب وہ پکڑا جائے گا تو اس نے خنجر سے اپنا گلا کاٹ لیا۔ حضرت عمر نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں (مصلیٰ) پر آگے کر دیا۔ جو لوگ حضرت عمر کے قریب تھے انہوں نے بھی وہ منظر دیکھا جو میں نے دیکھا تھا۔ رہے وہ لوگ جو مسجد کی اطراف میں تھے انہیں کچھ پتا نہیں چلا' سوا اس کے جب انہوں نے حضرت عمر کی (قراءت کی) آواز نہیں سنی تو وہ سبحان اللہ' سبحان اللہ کہتے رہے' پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ان کو تخفیف سے نماز پڑھائی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمر نے کہا: اے ابن عباس دیکھو! مجھ پر کس نے قاتلانہ حملہ کیا ہے؟ حضرت ابن عباس نے کچھ دیر گھوم کر دیکھا' پھر آ کر بتایا: وہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: وہ جو کاری گر ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے کہا: اللہ اس کو برباد کرے' میں نے تو اس کو نیکی کا حکم دیا تھا' اللہ کا شکر ہے جس نے میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں نہیں رکھی جو اسلام کا مدعی ہو' تم اور تمہارے والد یہ بہت چاہتے تھے کہ مدینہ میں عجمی غلاموں کی کثرت ہو اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَأَدِّهِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَإِلَّا فَسَلْ فِي بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ فَإِنْ لَّمْ تَفِ أَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِي قُرَيْشٍ وَّلَا تَعْدُهُمْ إِلَى غَيْرِهِمْ فَأَدِّ عَنِّي هٰذَا الْمَالَ اِنْطَلِقْ إِلَى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فَقُلْ يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ السَّلَامَ وَلَا تَقُلْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنِّي لَسْتُ الْيَوْمَ لِلْمُؤْمِنِينَ أَمِيرًا وَّقُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنْ يُّدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَسَلَّمَ وَاسْتَأْذَنَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهَا فَوَجَدَهَا قَاعِدَةً تَبْكِي فَقَالَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ السَّلَامَ وَيَسْتَأْذِنُ أَنْ يُّدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَقَالَتْ كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي وَلَأُوثِرَنَّهُ بِهِ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي فَلَمَّا أَقْبَلَ قِيلَ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَدْ جَاءَ قَالَ اِرْفَعُونِي فَأَسْنَدَهُ رَجُلٌ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا لَدَيْكَ قَالَ الَّذِي تُحِبُّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَذِنَتْ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا كَانَ مِنْ شَيْءٍ أَهَمُّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ فَإِذَا أَنَا قَضَيْتُ فَاحْمِلُونِي ثُمَّ سَلِّمْ فَقُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَأَدْخِلُونِي وَإِنْ رَدَّتْنِي رُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ وَجَاءَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حَفْصَةُ وَالنِّسَاءُ تَسِيرُ مَعَهَا فَلَمَّا رَأَيْنَاهَا قُمْنَا فَوَلَجَتْ عَلَيْهِ فَبَكَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً وَّاسْتَأْذَنَ الرِّجَالُ فَوَلَجَتْ دَاخِلًا لَّهُمْ فَسَمِعْنَا بُكَاءَهَا مِنَ الدَّاخِلِ فَقَالُوا أَوْصِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اسْتَخْلِفْ قَالَ مَا أَجِدُ أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ أَوِ الرَّهْطِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمَّى عَلِيًّا وَّعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَّعَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَقَالَ يَشْهَدُكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ كَهَيْئَةِ التَّعْزِيَةِ لَهُ فَإِنْ أَصَابَتِ الْإِمْرَةُ سَعْدًا فَهُوَ ذَاكَ وَإِلَّا فَلْيَسْتَعِنْ بِهِ أَيُّكُمْ مَا أُمِّرَ فَإِنِّي لَمْ أَعْزِلْهُ عَنْ عَجْزٍ وَّلَا خِيَانَةٍ وَقَالَ أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ أَنْ يَّعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَيَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَأُوصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کے بہت زیادہ غلام تھے۔ تب حضرت ابن عباس نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم بھی یہ کر گزریں یعنی اگر آپ چاہیں تو ہم ان عجمی غلاموں کو قتل کر ڈالیں۔ حضرت عمر نے کہا: یہ تم نے غلط بات کہی' جب وہ تمہاری زبان میں بات کرتے ہیں اور تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور تمہاری طرح حج کرتے ہیں! پھر حضرت عمر کو اٹھا کر ان کے گھر پہنچایا گیا' پس ہم بھی ان کے ساتھ گئے اور گویا کہ اس دن سے پہلے لوگوں پر ایسی مصیبت نہیں آئی تھی۔ کسی کہنے والے نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے (تندرست ہو جائیں گے) اور کسی نے کہا: مجھے ان پر موت کا خطرہ ہے' پھر ان کو نبیذ لا کر پلایا گیا جو ان کے پیٹ سے نکل گیا' پھر ان کو دودھ لا کر پلایا گیا جو ان کے زخم سے نکل گیا' پھر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب ان کی شہادت یقینی ہے' پھر ہم ان کے پاس آئے اور لوگ ان کے پاس آ کر ان کی تعریف اور تحسین کر رہے تھے۔ ایک نوجوان نے آ کر کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو بشارت ہو اور اللہ کی طرف سے آپ کو خوش خبری ہو' آپ کو رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت حاصل تھی اور آپ کو علم ہے کہ آپ پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں' پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل کیا' پھر آپ شہید ہونے والے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: میں چاہتا ہوں یہ سب برابر برابر ہو جائے مجھے عذاب ہو نہ ثواب ہو۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر جانے لگا تو اس کا تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا' حضرت عمر نے کہا: اس جوان کو واپس میرے پاس لاؤ' حضرت عمر نے کہا: اے بھتیجے! اپنا تہبند اوپر کرو' یہ تمہارے کپڑے کو زیادہ دیر باقی رکھے گا اور تمہیں اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا بنائے گا۔ اے عبداللہ بن عمر! مجھ پر کتنا قرض ہے؟ پس انہوں نے اس کا حساب کیا تو وہ چھیاسی ہزار یا اس کے قریب تھا' حضرت عمر نے کہا: اگر یہ قرض آل عمر کے اموال سے پورا ہو جائے تو اس کو ان کے اموال سے ادا کر دینا ورنہ بنو عدی بن کعب سے سوال کرنا' اگر ان کے اموال سے بھی قرض پورا نہ ہو تو (پھر) قریش سے سوال کرنا اور ان کے سوا دوسروں سے سوال نہ کرنا' سو تم میرا یہ قرض ادا کر دینا' اور تم حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ' پس ان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَنْ یُّقْبَلَ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَاَنْ یُّعْفٰی عَنْ مُّسِیْئِهِمْ وَاُوْصِیْهِ بِاَهْلِ الْاَمْصَارِ خَیْرًا فَاِنَّهُمْ رِدْءُ الْاِسْلَامِ وَجُبَاةُ الْمَالِ وَغَیْظُ الْعَدُوِّ وَاَنْ لَّا یُؤْخَذَ مِنْهُمْ اِلَّا فَضْلُهُمْ عَنْ رِضَاهُمْ. وَاُوْصِیْهِ بِالْاَعْرَابِ خَیْرًا فَاِنَّهُمْ اَصْلُ الْعَرَبِ وَمَادَّةُ الْاِسْلَامِ اَنْ یُّؤْخَذَ مِنْ حَوَاشِیْ اَمْوَالِهِمْ وَیُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِهِمْ وَاُوْصِیْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّوْفٰی لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَاَنْ یُّقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ وَلَا یُكَلَّفُوْا اِلَّا طَاقَتَهُمْ فَلَمَّا قُبِضَ خَرَجْنَا بِهٖ فَانْطَلَقْنَا نَمْشِیْ فَسَلَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ یَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَتْ اَدْخِلُوْهُ فَاُدْخِلَ فَوُضِعَ هُنَالِكَ مَعَ صَاحِبَیْهِ فَلَمَّا فُرِغَ مِنْ دَفْنِهٖ اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اِجْعَلُوْا اَمْرَكُمْ اِلٰی ثَلَاثَةٍ مِّنْكُمْ فَقَالَ الزُّبَیْرُ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِیْ اِلٰی عَلِیٍّ فَقَالَ طَلْحَةُ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِیْ اِلٰی عُثْمَانَ وَقَالَ سَعْدٌ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِیْ اِلٰی عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَیُّكُمَا تَبَرَّاَ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ فَنَجْعَلُهٗ اِلَیْهِ وَاللّٰهُ عَلَیْهِ وَالْاِسْلَامُ لَیَنْظُرَنَّ اَفْضَلَهُمْ فِیْ نَفْسِهٖ فَاُسْكِتَ الشَّیْخَانِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَفَتَجْعَلُوْنَهٗ اِلَیَّ وَاللّٰهُ عَلَیَّ اَنْ لَّا اٰلُوْا عَنْ اَفْضَلِكُمْ قَالَا نَعَمْ فَاَخَذَ بِیَدِ اَحَدِهِمَا فَقَالَ لَكَ قَرَابَةٌ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَدَمُ فِی الْاِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ فَاللّٰهُ عَلَیْكَ لَئِنْ اَمَّرْتُكَ لَتَعْدِلَنَّ وَلَئِنْ اَمَّرْتُ عُثْمَانَ لَتَسْمَعَنَّ وَلَتُطِیْعَنَّ ثُمَّ خَلَا بِالْاٰخَرِ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا اَخَذَ الْمِیْثَاقَ قَالَ ارْفَعْ یَدَكَ یَا عُثْمَانُ فَبَایَعَهٗ فَبَایَعَ لَهٗ عَلِیٌّ وَّوَلَجَ اَهْلُ الدَّارِ فَبَایَعُوْهُ.

سے کہو کہ عمر آپ کو سلام عرض کرتا ہے اور تم امیر المؤمنین نہ کہنا کیونکہ آج میں مومنین کا امیر نہیں ہوں اور کہنا: عمر آپ سے اپنے صاحبوں کے ساتھ مدفون ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ سو حضرت عبداللہ بن عمر نے (حضرت عائشہ کو) سلام کیا اور اجازت طلب کی' پھر ان کے پاس گئے' پس دیکھا وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں' پس انہوں نے کہا: عمر بن الخطاب آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور اجازت طلب کرتے ہیں کہ ان کو ان کے صاحبوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں اس جگہ کا اپنے لیے ارادہ رکھتی تھی لیکن آج میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں' پھر جب حضرت ابن عمر آ گئے تو حضرت عمر کو بتایا گیا: یہ حضرت ابن عمر آ گئے ہیں' حضرت عمر نے کہا: مجھے اٹھاؤ' پھر ایک شخص نے ان کی ٹیک لگائی' حضرت عمر نے پوچھا: تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: وہ جو آپ کی خواہش تھی' حضرت عائشہ نے اجازت دے دی' حضرت عمر نے کہا: الحمد للہ میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ اہم نہیں تھی' پس جب میری وفات ہو جائے تو مجھے اٹھا کر (حضرت عائشہ کے پاس) لے جانا' پھر سلام کے بعد عرض کرنا' پس کہنا: عمر بن الخطاب اجازت طلب کرتا ہے' پس اگر حضرت عائشہ میرے لیے اجازت دے دیں تو مجھے (ان کے حجرہ میں) داخل کر دینا اور اگر وہ مجھے واپس کر دیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان کی طرف لوٹا دینا اور ام المؤمنین حضرت حفصہ آئیں اور ان کے ساتھ دوسری خواتین بھی آئیں۔ جب ہم نے ان کو دیکھا تو ہم کھڑے ہو گئے' وہ حضرت عمر کے پاس گئیں اور کچھ دیر ان کے پاس روئیں اور مردوں نے اجازت طلب کی تو وہ خواتین گھر کے اندر چلی گئیں' پھر ہم نے گھر کے اندر ان کے رونے کی آواز سنی' لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! وصیت کیجیے اور خلیفہ مقرر کر دیجیے۔ حضرت عمر نے کہا: میں خلافت کا حق داران لوگوں کی جماعت یا ان کے گروہ سے زیادہ کسی کو نہیں پاتا' جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے پھر حضرت عمر نے حضرت علی' حضرت عثمان' حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام لیا اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہا: عبداللہ بن عمر تم لوگوں پر گواہ ہوں گے اور ان کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا' گویا وہ ان کی دل جوئی کر رہے تھے' پس اگر خلافت حضرت سعد کو پہنچے تو وہ اس کے مستحق ہیں ورنہ جو شخص بھی خلیفہ بنے وہ ان سے مدد طلب کرتا رہے' کیونکہ میں نے حضرت سعد کو (کوفہ کی گورنری سے) کسی نا اہلی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا' اور کہا: میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ وہ ان کے حق کو پہچانے اور ان کے احترام کو ملحوظ رکھے اور میں انصار کے ساتھ بھی خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں جو دار الہجرت اور دار الایمان میں ان کے آنے سے پہلے مقیم تھے' ان کی نیکیوں کو قبول کیا جائے اور ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیا جائے اور میں شہر کے لوگوں کے ساتھ بھی خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ اسلام کی مدد' مال کے حصول کا ذریعہ اور دشمنوں کے لیے مصیبت ہیں اور یہ کہ ان سے صرف ان کا زائد مال ان کی رضا سے وصول کیا جائے اور میں دیہاتیوں کے ساتھ بھی خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں' کیونکہ وہ عرب کی بنیاد ہیں اور اسلام کی جڑ ہیں کہ ان سے ان کا فاضل مال لیا جائے اور ان کے فقراء میں لوٹا دیا جائے اور میں آئندہ ہونے والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ کے عہد اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو پورا کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ دیہاتیوں کی حفاظت کے لیے جنگ کی جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان کو مکلف نہ کیا جائے۔ جب حضرت عمر کی روح قبض کر لی گئی تو ہم ان کا جنازہ میں حضرت عثمان کے حق میں دستبردار ہو گیا' اور حضرت سعد بن وقاص نے کہا: میں حضرت عبدالرحمان بن عوف کے حق میں دست بردار ہو گیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے (حضرت علی اور حضرت عثمان سے) کہا: تم دونوں میں سے جو بھی خلافت سے دست بردار ہو گیا ہم اس کو خلیفہ بنا دیں گے اللہ اس کا نگہبان ہوگا اور اسلام کے احکام اس پر لازم ہوں گے' ہر شخص اپنے دل میں غور کرے کہ ان میں سے کون سب سے افضل ہے' پس حضرت عثمان اور حضرت علی خاموش رہے۔ پس حضرت عبدالرحمان نے کہا: کیا تم یہ معاملہ میرے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سپرد کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! مجھ پر لازم ہے کہ میں تم میں سے افضل کو نہ ترک کروں تو ان دونوں نے کہا: جی ہاں! پس انہوں نے ان دونوں میں سے ایک کا ہاتھ (حضرت علی کا ہاتھ) پکڑ کر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی رشتہ داری ہے اور اسلام میں تقدم کا جو شرف ہے وہ آپ کو معلوم ہے' پس اللہ آپ پر نگران ہے' اگر میں آپ کو خلیفہ بنا دوں تو آپ ضرور عدل کریں گے اور اگر میں حضرت عثمان کو خلیفہ بنا دوں تو آپ ضرور ان کا حکم قبول کریں گے اور ضرور ان کی اطاعت کریں گے' پھر انہوں نے دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اس سے اسی طرح کہا' جب انہوں نے پختہ عہد لے لیا تو انہوں نے کہا: اے عثمان اپنا ہاتھ بلند کریں' پس ان سے بیعت کر لی اور حضرت علی نے بھی ان سے بیعت کر لی اور حویلی کے تمام افراد آئے اور سب نے حضرت عثمان سے بیعت کر لی۔

اس حدیث کے بعض حصہ کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۲' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو مناقب عثمان کے باب میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے پیش منظر اور پس منظر کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت بالکل عیاں ہے۔

سواد عراق کے خراج اور جزیہ کی تفصیل اور حضرت عمر کی شہادت کی مزید توضیح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تم دونوں نے سواد عراق (عراق کی مفتوحہ اراضی) کے متعلق کیا فیصلہ کیا؟

اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے ان دونوں کو عراق بھیجا تھا کہ یہ وہاں کی مفتوحہ زمینیں دیکھ کر یہ فیصلہ کریں کہ ان زمینوں کی زراعت کی آمدنی سے کتنا خراج وصول کیا جائے اور وہاں کے باشندوں سے کتنا جزیہ وصول کیا جائے' امام ابن ابی شیبہ نے اسی سند سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت حذیفہ نے کہا: اگر آپ چاہیں تو اس خراج کی رقم کو دگنا کر دیں اور حضرت عمر نے حضرت عثمان بن حنیف سے پوچھا: اگر میں ہر شخص کے جزیہ پر دو درہم زیادہ کر دوں اور ہر جریب (۲۴۰۰ گز زمین) پر ایک درہم اور طعام کی ایک بوری کا اضافہ کر دوں تو آیا یہ ان کے لیے قابل برداشت ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: جی ہاں!

عمرو بن میمون نے کہا: ابھی اس گفتگو پر صرف چار دن گزرے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی کر دیے گئے۔

امام ابواسحاق کی ایک روایت میں ہے: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولؤلؤ فیروز آیا اور اس نے حضرت عمر پر دو دھاری خنجر کے تین وار کیے' حضرت عمر نے کہا: اس کتے کو پکڑو جس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔

امام ابن سعد نے سند صحیح سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی بالغ قیدی کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھے حتیٰ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ امیر کوفہ نے ان کو خط لکھا کہ ان کے پاس ایک غلام ہے جو زبردست کاری گر ہے' وہ لوہار بھی ہے' نقاش بھی ہے اور بڑھئی بھی ہے' آپ اسے مدینہ میں آنے کی اجازت دے دیں اس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا' حضرت عمر نے اس کو اجازت دے دی' حضرت مغیرہ اس سے ایک سو (درہم) ماہانہ خراج لیتے تھے۔ اس نے حضرت عمر سے حضرت مغیرہ کی شکایت کی کہ وہ اس سے زیادہ خراج لیتے ہیں' حضرت عمر نے اس سے کہا: تمہاری کاری گری کے لحاظ سے یہ زیادہ خراج نہیں ہے۔ وہ ناراض ہو کر چلا گیا' چند دن بعد وہ غلام پھر ملا حضرت عمر نے اس سے کہا: کیا تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم ہوا سے چلنے والی چکی بھی بنا سکتے ہو؟ اس نے حضرت عمر کی طرف مڑ کر ماتھے پر بل ڈال کر کہا: میں آپ کے لیے ایسی چکی بنا کر دوں گا کہ لوگ اس کا دیر تک چرچا کرتے رہیں گے۔ حضرت عمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے۔ چند دن بعد اس غلام نے دو دھاری خنجر تیار کیا اور صبح کو منہ اندھیرے مسجد کے ایک کونے میں چھپ گیا' حضرت عمر لوگوں کو جگانے کے لیے نکلے' وہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتے جا رہے تھے' جب حضرت عمر اس کے قریب سے گزرے تو اس نے چھلانگ لگا کر ان کی ناف کے نیچے خنجر سے تین وار کیے۔ (میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی روایت میں ہے' اس نے نماز کے دوران آپ پر خنجر سے تین وار کیے تھے اور امام ابن سعد کی روایت پر امام بخاری کی روایت راجح ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور امام مسلم نے مہران بن ابی طلحہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے خطبہ میں کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگیں ماری ہیں اور میں اس خواب سے یہی سمجھا ہوں کہ اب میری اجل قریب آ گئی ہے۔

یہ واقعہ چھبیس ذوالحجہ تیئس ہجری کو پیش آیا تھا۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ ایک عراقی نے اپنی ٹوپی اس پر پھینکی جس کی وجہ سے وہ گر گیا تو وہ اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا' اور جب اس نے یہ سمجھا کہ اب وہ بچ نہیں سکے گا تو اس نے اسی خنجر سے خودکشی کر لی۔

حضرت عمر نے تکبیر پڑھنے کے بعد نماز شروع کرنے سے پہلے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو نماز میں آگے کر دیا' انہوں نے تخفیف سے نماز پڑھائی' ایک رکعت میں سورۃ انا اعطیناك الکوثر پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۃ "اذا جاء نصر الله والفتح" پڑھی۔

حدیث مذکور سے مستنبط ہونے والے متعدد اہم مسائل

(١) اس حدیث سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عام مسلمانوں پر اور اہل ذمہ پر کتنے شفیق تھے کیونکہ آپ نے بعد میں آنے والے خلیفہ کے لیے دونوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی وصیت کی۔ (٢) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر کو اپنے ذاتی اور نجی معاملات سے زیادہ دینی معاملات کی فکر تھی۔ (٣) نیز اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو آخر وقت میں قرض کی ادائیگی کی وصیت کرنی چاہیے۔ (٤) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے قرب میں دفن ہونے کی خواہش کرنی چاہیے کیونکہ حضرت عمر کی یہ خواہش تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قرب میں مدفون ہوں۔ (٥) نیز اس سے معلوم ہوا کہ ملک کے سربراہ کو مشورہ سے مقرر کرنا چاہیے کیونکہ حضرت عمر نے اس کے لیے چھ مؤقر صحابہ کی مجلس شوریٰ قائم کر دی تھی۔ (٦) اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر حال میں نیکی کا حکم دینا چاہیے اور برائی سے روکنا چاہیے کیونکہ جس نوجوان کا تہبند ٹخنوں کے نیچے لٹکا ہوا تھا حضرت عمر نے اس حال میں بھی اس کو حکم دیا کہ تہبند کو ٹخنوں سے اوپر اٹھا لے۔ (٧) نیز اس حدیث میں صفوں کو برابر کرنے کی تاکید ہے۔ (٨) اور اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ خراج اور جزیہ اتنا زیادہ مقرر نہیں کرنا چاہیے کہ اہل ذمہ اس کو ادا نہ کر سکیں کیونکہ حضرت عمر کو اخیر عمر میں اسی کی فکر تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩٥۔ ٢٨٩ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا ایک رفیق ہے اور جنت میں میرے رفیق عثمان ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۹۸)

(۲) ابوعبدالرحمن السلمی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے اپنے گھر کے اوپر سے جھانک کر (بلوائیوں سے) کہا: میں تمہیں اللہ (کا خوف) دلاتا ہوں' کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب حراء لرزنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حراء پرسکون ہو جا تجھ پر تو ایک نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے' تو انہوں نے کہا: ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تمہیں اللہ (کا خوف) دلاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنگی کے لشکر (غزوہ تبوک) میں فرمایا: کون ایسا خرچ کرے گا جو قبول کیا جائے؟ اور لوگ سخت تنگی میں تھے' تو میں نے اس لشکر کے لیے سامان فراہم کیا تو انہوں نے کہا: ہاں!' پھر حضرت عثمان نے کہا: میں تمہیں اللہ (کا خوف) دلاتا ہوں' کیا تمہیں معلوم ہے کہ رومہ کے کنویں سے کوئی شخص قیمت دیئے بغیر پانی نہیں پی سکتا تھا' پس میں نے اس کنویں کو خرید لیا اور اس کنویں کو امیر' غریب اور مسافر کے لیے وقف کر دیا' انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے اور بھی کئی چیزیں یاد دلائیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۹۹' سنن نسائی: ۳۶۱۲' مسند احمد ج ۱ ص ۵۹)

(۳) حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے لشکر پر خرچ کرنے کے لیے لوگوں کو برانگیختہ کر رہے تھے' پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! سو اونٹ ان کے پالانوں اور کپڑوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں۔ آپ نے پھر برانگیختہ کیا تو حضرت عثمان نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! دو سو اونٹ ان کے پالانوں اور کپڑوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں' آپ نے پھر لشکر کے خرچ پر برانگیختہ کیا تو حضرت عثمان بن عفان نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! تین سو اونٹ ان کے پالانوں اور کپڑوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں' پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے اور آپ فرما رہے تھے' اس عمل کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں تو انہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ اس عمل کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں تو انہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا (دو بار فرمایا)۔

(سنن ترمذی: ۳۷۰۰)

(۴) حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آئے' یہ غزوہ تبوک کے موقع پر لائے تھے' حضرت عبدالرحمن نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ رہے تھے اور دو مرتبہ آپ نے فرمایا: آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں ان کو ضرر نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۳۷۰۱' مسند احمد ج ۵ ص ۶۳)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب حضرت عثمان خواہ حرام کام کریں ان سے مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اب اللہ ان کا ضامن ہو گیا ہے' وہ ان سے کوئی غلط کام ہونے نہیں دے گا۔

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیعت رضوان لینے کا حکم دیا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کی طرف بھیجا ہوا تھا' آپ نے لوگوں سے بیعت لی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک عثمان اللہ کے کام سے اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں' پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ہاتھ حضرت عثمان کے لیے تھے اور یہ لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(سنن ترمذی: ۳۷۰۲)

(٦) ثمامہ بن حزن القشیری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حویلی کو دیکھ رہا تھا' اس وقت حضرت عثمان نے بلوائیوں کی طرف جھانک کر کہا: اپنے ان دو ساتھیوں کو بلاؤ جنہوں نے تم کو میرے خلاف جمع کیا ہے' پس ان دونوں کو لایا گیا گویا کہ وہ دونوں اونٹ یا گدھے تھے۔ ثمامہ نے کہا: حضرت عثمان نے ان کی طرف جھانک کر کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں! کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں رومۃ کے سوا کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا تو آپ نے فرمایا: کون رومۃ کے کنویں کو خرید کر اس کے ڈولوں کو مسلمانوں کے لیے وقف کرے گا اس کو اس کا بہتر عوض جنت میں ملے گا! تو میں نے اس کنویں کو اپنے خالص مال سے خریدا' اور تم آج مجھے اس کنویں کا پانی نہیں پینے دیتے' حتیٰ کہ میں سمندر کا (کھاری) پانی پیتا ہوں! (بلوائیوں نے) کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تمہیں اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں! کیا تم جانتے ہو کہ مسجد (نبوی) نمازیوں کے لیے تنگ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آل فلاں سے زمین کا ٹکڑا کون خریدے گا' پس اس کا مسجد میں اضافہ کرے گا اس کو جنت میں اس کا اچھا عوض ملے گا' تو میں نے اس زمین کے ٹکڑے کو اپنے خالص مال سے خریدا' پس آج تم لوگ مجھ کو اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے نہیں دیتے! (بلوائیوں نے) کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تم کو اللہ تعالیٰ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں! کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے ثبیر (نامی) پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے اور میں تھا تو وہ پہاڑ لرزنے لگا حتیٰ کہ اس کے پتھر نشیب میں لڑھکنے لگے' آپ نے اس پہاڑ پر اپنا پیر مارا' اور فرمایا: اے ثبیر! پرسکون ہو جا تجھ پر صرف ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے کہا: اللہ اکبر! انہوں نے میرے حق میں گواہی دے دی اور تین مرتبہ کہا: رب کعبہ کی قسم! میں شہید ہوں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۰۳' سنن النسائی: ۳۶۱۰)

(٧) حضرت مرۃ بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایام فتنہ میں کھڑے ہو کر کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث نہ سنی ہوتی تو میں کھڑا نہ ہوتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ قریب ہیں۔ اس وقت ایک شخص ایک کپڑے سے چہرہ ڈھانپے ہوئے گزرا' آپ نے فرمایا: اس دن یہ ہدایت پر ہوں گے' میں ان کے قریب گیا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے' میں نے آپ کی طرف مڑ کر پوچھا: یہ؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (سنن ترمذی: ۳۷۰۴' مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۶)

(٨) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا' پس اگر لوگ اس کو اتارنے کا ارادہ کریں تو ان کے لیے تم اس کو نہ اتارنا۔

(سنن ترمذی: ۳۷۰۵' سنن ابن ماجہ: ۱۱۲' مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۶)

(٩) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا: پس آپ نے حضرت عثمان کے متعلق فرمایا: یہ ان فتنوں میں مظلوم قتل کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۰۸' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۵)

(١٠) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ اس پر نماز پڑھیں' آپ نے اس پر نماز نہیں پڑھی' آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! ہم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے اس سے پہلے کسی کی نماز جنازہ ترک کی ہو؟ آپ نے فرمایا: یہ عثمان سے بغض رکھتا تھا' اس لیے اللہ نے اس سے بغض رکھا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۰۹)

(١١) ابوسہلۃ بیان کرتے ہیں کہ مکان کے محاصرہ کے دن مجھ سے حضرت عثمان نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں اس پر صابر ہوں۔ (سنن ترمذی:۳۷۱۱ مسند احمد ج ۱ ص ۵۸)

(۱۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے دروازہ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے' پس آپ نے فرمایا: اے عثمان! یہ جبریل ہیں جنہوں نے مجھے ابھی خبر دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے (سیدہ) ام کلثوم کا تمہارے ساتھ (سیدہ) رقیہ کے مہر کی مثل کے عوض نکاح کر دیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ:۱۱۰)

(۱۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! اگر اللہ تمہیں کسی دن خلافت عطا فرمائے' پھر منافقین یہ ارادہ کریں کہ جو قمیص اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہنائی ہے وہ اس کو اتار دیں تو تم اس کو نہ اتارنا' آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ (سنن ابن ماجہ:۱۱۲' سنن ترمذی:۳۷۰۵)

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: میں چاہتا ہوں میرے پاس میرے بعض اصحاب ہوتے! ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے حضرت ابوبکر کو نہ بلائیں' آپ خاموش رہے' ہم نے عرض کیا: کیا ہم آپ کے لیے حضرت عمر کو نہ بلائیں آپ خاموش رہے' ہم نے عرض کیا: کیا ہم آپ کے لیے حضرت عثمان کو نہ بلائیں' آپ نے فرمایا: ہاں! پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آ گئے' پس آپ ان سے تنہائی میں ملے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بات کرتے رہے اور حضرت عثمان کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا' قیس نے کہا: مجھے حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام ابوسہلۃ نے بتایا کہ حضرت عثمان نے محاصرہ کے دن فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا' پس میں اس پر صابر ہوں۔

(سنن ابن ماجہ:۱۱۳' سنن ترمذی:۳۷۱۱)

(۱۵) ابوسعید جو ابواسید الانصاری کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کی ایک طویل روایت کے آخر میں ہے:

میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان نے ایک بار پھر اپنے مکان سے جھانک کر خطبہ دیا اور محاصرہ کرنے والے بلوائیوں کو نصیحت کی اور ان کو خوف خدا یاد دلایا لیکن ان لوگوں پر آپ کی نصیحت سے کوئی اثر نہیں ہوا۔

تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے کہا: دروازہ کھول دو اور انہوں نے قرآن مجید کو اپنے سامنے رکھ لیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے گزشتہ رات خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تھی اور آپ نے ان سے فرمایا تھا: آج رات ہمارے پاس (روزہ) افطار کرنا' پھر ان کے پاس (بلوائیوں میں سے) ایک شخص آیا تو حضرت عثمان نے اس سے کہا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے' پس وہ شخص نکل گیا اور اس نے حضرت عثمان کو چھوڑ دیا' پھر (ان میں سے) دوسرا شخص آیا' حضرت عثمان نے اس سے بھی کہا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے اور آپ کے سامنے مصحف (قرآن مجید) رکھا ہوا تھا' اس شخص نے قرآن مجید پر تلوار مارنے کے لیے اٹھائی حضرت عثمان نے اپنے ہاتھ سے قرآن مجید کو بچایا' تو اس نے آپ کا ہاتھ کاٹ دیا' راوی نے کہا: پتا نہیں ہاتھ الگ ہوا یا نہیں۔ ابوسعید کے علاوہ دوسری روایت میں ہے' پھر تجیبی داخل ہوا' اس نے حضرت عثمان کے چھرا مارا تو آپ کا خون اس آیت پر گرا:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ O پس عنقریب اللہ ان سے آپ کا بدلہ لے گا اور وہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے O (البقرۃ:۱۳۷)

(صحیح ابن حبان:۶۹۱۹' تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۵۶۔ ۳۵۴' المطالب العالیہ للحافظ ابن حجر ج ۴ ص ۲۸۶۔ ۲۸۴' حافظ ابن حجر نے اس روایت کی مسند اسحاق بن راھویہ کی طرف نسبت کی ہے اور لکھا ہے' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں' اور فتح الباری میں اس کی نسبت صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی طرف کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے)

جس جگہ کوئی شہید ہوتا ہے وہ جگہ اس کی شہادت کی گواہی دیتی ہے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے سامنے شہید ہوئے' ان کی گواہی قرآن کے اوراق دیں گے' کسی کی شہادت کے وقت اس کا خون بدر و احد کی زمین پر گرا' حضرت عثمان کی شہادت کے وقت ان کا خون قرآن مجید کی آیات پر گرا' جو جس حال میں جان دیتا ہے قیامت کے دن اسی حال میں اٹھتا ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قیامت کے دن قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اٹھیں گے۔حضرت عثمان اسلامی حکومت کے فرماں روا تھے' اسلامی افواج اور جان نثار صحابہ آپ کے اشارے کے منتظر تھے' آپ چاہتے تو وہ مٹھی بھر باغیوں کا سرکچل دیتے لیکن آپ نے ان کے پیہم اصرار کے باوجود منع کر دیا' آپ نے کہا: میں اپنی جان کی بقاء کے لیے مسلمانوں کو باہم لڑانا نہیں چاہتا' حضرت معاویہ نے بہت کہا کہ آپ ملک شام میں آجائیں وہاں آپ کو تحفظ حاصل رہے گا لیکن آپ نے کہا: میں اپنی جان بچانے کے لیے آخر وقت میں مدینہ چھوڑنا نہیں چاہتا۔
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر فرات کا پانی بند کیا گیا تھا لیکن حضرت عثمان پر تو وہ پانی بند کر دیا گیا تھا جس کو انہوں نے خود خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا اور ان کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا جس کی زمین انہوں نے خود خرید کر مسجد کے لیے وقف کی تھی کیا' کبھی چشم فلک نے ایسا بھی صابر' ایثار کیش اور مظلوم دیکھا تھا!

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے چھیالیس (۴۶) احادیث مروی ہیں جن میں تین حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور آٹھ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور پانچ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

(خلاصة تذهيب تهذيب الكمال ج ٢ ص ٢٧٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ھ)

٩ - بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَلْقُرَشِيِّ الْهَاشِمِيِّ اَبِی الْحَسَنِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی ابوالحسن رضی اللہ عنہ کے مناقب

اس باب میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل احادیث بیان کی گئی ہیں' ان کے گھر والوں نے ان کی کنیت ابوالحسن رکھی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کنیت ابوتراب رکھی تھی۔جب آپ نے ان کو مسجد میں لیٹا ہوا دیکھا ان کی پشت سے چادر ڈھلک گئی تھی اور اس پر مٹی لگ گئی تھی تو آپ نے فرمایا: اے ابوتراب! اٹھو۔حضرت علی کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا ہیں' یہ کبار صحابیات میں سے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فوت ہو گئی تھیں۔(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩٥)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجاہدانہ سیرت

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں' ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقریباً تیس سال کم تھی۔یہ کم سنی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں رہے' جس وقت ان کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حامی تھے اور آپ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہجرت کے بعد حضرت علی سے عقد نکاح کر دیا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ میں سب سے زیادہ شجاع تھے۔ غزوہ بدر میں آپ نے کفار کو للکارا اور جب مسلمانوں نے کئی روز تک خیبر کے یہودیوں کا محاصرہ کیے رکھا اور فتح حاصل نہیں ہوئی تو ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ وحی کی گئی کہ مسلمان عنقریب علی کی قیادت میں فتح حاصل کریں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہ سے فرمایا جو خیبر کا طویل محاصرہ کر کے تھک گئے تھے' آپ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا' اور اس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے اور عنقریب اس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح کرے گا۔ ہر صحابی کی یہ تمنا تھی کہ یہ شرف عظیم اس کو حاصل ہو' حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس دن کے سوا کسی دن امارت کی تمنا نہیں کی' تمام صحابہ صبح کا انتظار کر رہے تھے اور سب گردنیں اوپر اٹھائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گئے' وہ اس شرف کے حصول کی امید کر رہے تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ حضرت علی بیمار تھے' ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں' وہ گزشتہ ایام میں حاضر نہیں تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حضرت علی کو بلایا گیا۔ ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگایا' پھر وہ آنکھیں اس طرح ٹھیک ہوگئیں گویا کبھی دکھی نہیں تھیں۔ دن گزرتے گئے۔ متعدد غزوات ہوتے رہے' فتح خیبر کے بعد فتح مکہ' حنین' اوطاس' طائف ہر غزوہ میں ہم نے حضرت علی کو بڑھ چڑھ کر جہاد کرتے ہوئے دیکھا۔ اگر ان کو لشکر کے اگلے حصہ میں رکھا جاتا تو وہ وہاں داد شجاعت دیتے اور اگر ان کو لشکر کے پچھلے حصہ میں رکھا جاتا تو وہ وہاں جواں مردی کے جوہر دکھاتے' وہ قیادت پر حریص نہیں تھے ہر چند کہ قیادت کے اہل تھے اور نہ قیادت کے نہ ملنے پر متاسف ہوتے تھے اور اسلام کی یہی تربیت ہے' سب سے زیادہ مشکل اور خطرناک غزوہ' غزوہ تبوک تھا اور ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غزوہ میں حضرت علی کو ساتھ نہیں لے گئے اور انہیں بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لیے مدینہ میں چھوڑ دیا اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کی تربیت کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون' موسیٰ کے لیے تھے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی قوم میں چھوڑ کر خود اپنے رب سے مناجات کے لیے پہاڑ طور پر چلے گئے تھے۔ حضرت علی نے کہا: یارسول اللہ! میں راضی ہوں۔

(فتح المنعم ج ۹ ص ۳۳۱۔ ۳۳۰' دار الشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَامِنْكَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں

یہ تعلیق باب عمرۃ القضاء میں ایک طویل حدیث: ۴۲۵۱ کا ایک ٹکڑا ہے' اس حدیث میں اور بھی کئی جملے ہیں' آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں' اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو' اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔ (صحیح البخاری: ۴۲۵۱)

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت علی سے آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم نسب اور علم کے اعتبار سے مجھ سے متصل ہو' اور میں بھی نسب اور علم کے اعتبار سے تم سے متصل ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ یعنی حضرت علی کا آپ کے ساتھ اتصال جہت نبوت سے نہیں ہے' باقی رہا جہت خلافت سے اتصال تو وہ بھی نہیں ہے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وصال فرما گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات میں غزوہ تبوک میں گئے تھے صرف اسی وقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱٦ ص ۲۹٦۔ ۲۹۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارا علم اور نسب مجھ سے ہے اور میرے کمالات ولایت کا ظہور تم سے ہوگا یا میری نسل کا ظہور تم سے ہوگا۔

وَقَالَ عُمَرُ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ حضرت علی سے راضی تھے۔

اس تعلیق کے مطابق حدیث موصول صحیح البخاری: ۱۳۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۷۰۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوا أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالُوا يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأْتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتّٰى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُونُوا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيهِ فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل میں ضرور اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جس کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ فتح دے گا' حضرت سہل نے کہا: پھر لوگوں نے اس حال میں رات گزاری کہ وہ غور کرتے رہے کہ آپ کس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے' پھر جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ہر ایک یہ امید کر رہا تھا کہ آپ اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے' آپ نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ نے بتایا: یا رسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں' آپ نے فرمایا: ان کی طرف کسی کو بھیجو اور ان کو میرے پاس لاؤ' پس جب حضرت علی آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور ان کے حق میں دعا کی تو وہ تندرست ہو گئے' حتیٰ کہ گویا کہ ان کو درد تھا ہی نہیں' پس آپ نے ان کو جھنڈا عطا کیا' پھر حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری مثل (مسلمان) ہو جائیں' آپ نے فرمایا: تم اسی حالت میں جاؤ حتیٰ کہ تم ان کے صحن (علاقہ) میں پہنچو' پھر تم ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق واجب ہیں' پس اللہ کی قسم! اگر تمہارے سبب اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴۲ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور میں حضرت علی کے فضائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے اس حدیث کی مناقب علی میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واضح فضیلت ہے اور ان کی شجاعت کا ذکر ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر خیبر فتح کرے گا جس کو آپ جھنڈا اعطا فرمائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩٦)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے اور اس کا ثبوت ہے کہ آپ کو علم ہے کہ کل کیا ہوگا یعنی کل جس کو آپ جھنڈا اعطا فرمائیں گے وہی خیبر فتح کرے گا' اور اس حدیث میں آپ کے شافی الامراض ہونے کا بھی ثبوت ہے' کیونکہ آپ نے حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو وہ اس طرح ٹھیک ہوگئیں گویا کبھی دکھی ہی نہیں تھیں اور اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ فتح خیبر کے موقع پر تمام صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فتح کے جھنڈے کے طالب تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے مطلوب تھے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کو قتل کرنے سے زیادہ فضیلت کفار کو مسلمان کرنے میں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے سبب سے اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

مجھے معلوم ہوا کہ لندن کے ایک تفضیلی عالم نے کہا کہ حضرت علی نے سینکڑوں کافروں کو قتل کیا اور حضرت ابوبکر نے ایک چڑیا بھی نہیں ماری تو حضرت ابوبکر حضرت علی سے کیسے افضل ہو سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ اس سے قطع نظر کہ یہ طعن تو (العیاذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ہو سکتا ہے۔ زیر بحث حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کفار کو قتل کرنے کی بہ نسبت کفار کو مسلمان کرنے میں زیادہ فضیلت ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے حضرت طلحہ اسلام لائے' حضرت زبیر اسلام لائے' حضرت عثمان بن عفان اسلام لائے' حضرت عبدالرحمان بن عوف اسلام لائے' اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اسلام لائے اور یہ وہ صحابہ ہیں جو اسلام کی اساس اور اسلام کا افتخار ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ٤ ص ٤٤٠۔٤٣٨' دارالفکر) اور اس پائے کی فضیلت اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیات

علامہ عینی لکھتے ہیں: التلویح میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خواص میں سے یہ ہے کہ وہ تمام صحابہ سے زیادہ قضاء کا علم رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنے پیچھے چھوڑ کر گئے تھے اور حضرت علی علم کا شہر ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں اونچائی پر رکھے ہوئے بتوں کو توڑنے کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت علی کو ان کے پیروں سے اٹھا کر اپنے کندھے پر چڑھایا۔ اس حدیث کی مفصل روایت مسند احمد ج ١ ص ٨' مصنف ابن شیبہ ج ١٤ ص ٤٨٨' مسند البزار: ٧٦٩' مسند ابویعلیٰ ٢٩٢ اور کنزالعمال: ٣٦٥١٦ میں ہے۔ سعیدی غفرلہ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانچ سو سینتیس (٥٣٧) احادیث محفوظ ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اتنی ہی احادیث محفوظ ہیں' (المفہم ج ٦ ص ٢٧١) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بہ روز جمعہ پچیس (٢٥) ذوالحجہ پینتیس ہجری کو ان کی بیعت خلافت کی گئی۔ مہاجر اور انصار جتنے حاضرین تھے' سب نے ان کی بیعت کر لی اور تمام اسلامی شہروں میں ان کی بیعت کا حکم لکھ کر بھیجا گیا اور شام میں حضرت معاویہ کے سوا سب نے اس حکم کی اطاعت کر لی' پھر بعد میں ان کے درمیان ایسی جنگ ہوئی جس کی مثل نہیں سنی گئی اور حضرت علی کو اس جنگ میں فتح حاصل نہیں ہوئی' حتیٰ کہ فریقین کے درمیان حَکَم بنانے کا واقعہ ہوا' اس بنا پر خوارج

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان سے الگ ہو گئے اور انہوں نے حضرت علی کی تکفیر کر دی' انہوں نے کہا: اللہ کے سوا کسی کو حاکم بنانا قرآن مجید کے خلاف ہے' حضرت علی نے نہروان میں ان سے جنگ کی اور اکثر خوارج مارے گئے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۵۸۔ ۵۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزید فضائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں۔ آپ کے والد کا نام عبد مناف تھا' صحیح قول کے مطابق آپ بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن سے ہی آپ کی تربیت کی تھی۔ آپ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ کی وفات تک کبھی آپ سے جدا نہیں ہوئے۔ ان کی والدہ سیدتنا فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں۔ یہ اسلام لائیں' شرف صحابیت حاصل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہو گئیں۔ امام احمد' اسماعیل قاضی' امام نسائی اور ابو علی نیشاپوری نے لکھا ہے کہ صحابہ میں سے کسی کے متعلق اتنی اسانید جیدہ سے احادیث مروی نہیں ہیں جتنی حضرت علی کے متعلق احادیث مروی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ ان سے متاخر ہیں۔ ان کے زمانہ میں اختلاف ہوا' اور بعض لوگوں نے خروج کیا اور یہ چیز آپ کے مخالفین پر رد کرنے کے لیے اور آپ کے مناقب کے پھیلنے کا باعث ہوا' پس لوگوں کے دو فرقے ہو گئے لیکن ان میں مبتدعین بہت کم تھے' پھر ایک جماعت نے حضرت علی سے جنگ کی اور خطبوں میں حضرت علی کی تنقیص کی اور منبروں کے اوپر ان پر سب وشتم اور لعن طعن کو اپنا شعار بنا لیا' خوارج نے ان کی موافقت کی بلکہ ان سے بڑھ کر حضرت علی کی تکفیر کی' پھر حضرت علی کے متعلق تین گروہ ہو گئے: (۱) اہل السنّت (۲) خوارج (۳) بنو امیہ میں سے ان کے خلاف جنگ کرنے والے اور ان کے موافقین' لہٰذا اہل سنت کو ان کے فضائل پھیلانے کی ضرورت پیش آئی اور کیونکہ مخالفین بہت تھے اس لیے ان کے فضائل کے ناقلین بھی بہت زیادہ ہو گئے ورنہ چاروں خلفاء راشدین کے فضائل اہل سنت و جماعت کے قول سے باہر نہیں ہیں۔

صحیح البخاری: ۳۷۰۱ میں مذکور ہے کہ حضرت علی اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ان سے محبت کرتے ہیں۔ اس محبت سے مراد کوئی خاص محبت ہے ورنہ ہر مومن اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہے۔ اس حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (آل عمران: ۳۱)　آپ کہیے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع کرنے والے تھے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ متصف ہو گئے' اسی وجہ سے ان سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے۔ (اس کا ذکر عنقریب آئے گا۔) (فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۵۔ ۷۹۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مولود کعبہ ہونا

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:

اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو جوف کعبہ میں جنم دیا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۴۸۳' دار الباز للنشر والتوزیع' مکہ مکرمہ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی التوفی ۷۴۸ھ نے بھی امام حاکم کی اس عبارت کو برقرار رکھا ہے۔
(تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۴۸۳ دار الباز مکہ مکرمہ)

شیخ مومن بن حسن الشبلنجی لکھتے ہیں:
حضرت علی رضی اللہ عنہ البیت الحرام کے اندر پیدا ہوئے۔ ابن الصباغ نے کہا ہے: ان سے پہلے کوئی شخص کعبہ میں پیدا نہیں ہوا۔
(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ص ۱۰۳ المطبعۃ العامرۃ العثمانیہ مصر ۱۳۰۴ھ)

تاہم بسیار تلاش کے باوجود دیگر ذرائع سے اس واقعہ کا ثبوت نہیں ملا۔

۳۷۰۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ فَقَالَ أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِي فَتَحَهَا اللّٰهُ فِي صَبَاحِهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُّحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَّمَا نَرْجُوْهُ فَقَالُوْا هٰذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمۃ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اور ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی تو انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں گا! پھر حضرت علی نکلے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل گئے جب اس رات کی شام آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا یا فرمایا کل جھنڈا وہ شخص لے گا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے یا فرمایا: وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا پس اس وقت اچانک حضرت علی ہمارے ساتھ تھے اور ہمیں ان کی امید نہیں تھی پس لوگوں نے کہا: یہ حضرت علی (آ گئے ہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۹۷۵ میں گزر چکی ہے۔

خیبر کا جھنڈا اٹھانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
امام حاکم نے الاکلیل میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف بھیجا۔ انہوں نے وہاں قتال کیا اور سخت کوشش کی اور فتح حاصل نہیں ہوئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو فتح حاصل نہیں ہوئی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا کیا اور انہیں بھیجا۔ اس حدیث کی حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن العوام، حضرت حسن بن علی، حضرت ابن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوسعید الخدری، حضرت سلمہ بن الاکوع، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابو لیلیٰ انصاری، حضرت بریدہ، حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور دوسروں نے روایت کی ہے۔
اس سے پہلی حدیث میں حضرت علی کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالنے کا ذکر ہے اور سلمہ کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روایت ہے کہ حضرت علی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا سر اپنی گود میں رکھا' پھر اپنی ہتھیلی میں اپنا لعاب دہن ڈالا' پھر اس کو میری آنکھوں میں ملا' پھر دعا کی: اے اللہ! اس کی آنکھیں گرمی میں دکھیں نہ سردی میں۔ حضرت علی نے بتایا کہ پھر میری آنکھیں ابھی تک نہیں دکھیں۔ ایک روایت میں دعا کے یہ الفاظ ہیں: اے اللہ! اس کی مدد فرما اور اس سے دوسروں کی مدد فرما۔ اس پر رحم فرما اور اس کی وجہ سے دوسروں پر رحم فرما اور اس کی مدد فرما اور اس کی وجہ سے دوسروں کی مدد فرما' اے اللہ! اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے' اور اس سے عداوت کر جو اس سے عداوت کرے۔

حضرت ابن عباس نے کہا: اس واقعہ کے بعد ہر جگہ رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا حضرت علی کے ساتھ ہوتا تھا' حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا؟ آپ نے فرمایا: میرا جھنڈا وہ اٹھائے گا جو دنیا میں میرا جھنڈا اٹھاتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩٨' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٧٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ هٰذَا فُلَانٌ لِّاَمِيْرِ الْمَدِيْنَةِ يَدْعُوْ عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ قَالَ فَيَقُوْلُ مَاذَا قَالَ يَقُوْلُ لَهٗ اَبُوْ تُرَابٍ فَضَحِكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا سَمَّاهُ اِلَّا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ لَهٗ اِسْمٌ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْهُ فَاسْتَطْعَمْتُ الْحَدِيْثَ سَهْلًا وَّقُلْتُ يَا اَبَا عَبَّاسٍ كَيْفَ قَالَ دَخَلَ عَلِىٌّ عَلٰى فَاطِمَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَاضْطَجَعَ فِى الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ فِى الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَيْهِ فَوَجَدَ رِدَاءَهٗ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهٖ وَخَلَصَ التُّرَابُ اِلٰى ظَهْرِهٖ فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهٖ فَيَقُوْلُ اِجْلِسْ يَا اَبَا تُرَابٍ مَّرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود کہ ایک شخص حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' پس اس نے کہا: فلاں شخص مدینہ کا امیر ہے' وہ منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ناشائستہ باتیں کرتا ہے۔ حضرت سہل نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے! اس نے کہا' وہ ان کو ابوتراب کہتا ہے' پس انہوں نے ہنس کر کہا: حضرت علی کا نام تو نبی ﷺ نے ابوتراب رکھا تھا' اور ان کو اس نام سے زیادہ کوئی نام محبوب نہیں تھا۔ راوی نے کہا: پس میں نے حضرت سہل سے پورا قصہ جاننا چاہا اور کہا: اے ابوعباس! اس کا کیا سبب تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت سیدۃ فاطمہ کے گھر داخل ہوئے پھر باہر نکلے' اور مسجد میں لیٹ گئے تو نبی ﷺ نے (حضرت سیدہ سے پوچھا:) تمہارا عم زاد کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا: مسجد میں' نبی ﷺ ان کی طرف نکلے' پس ان کو اس حال میں پایا کہ ان کی چادر ان کی پشت سے ڈھلکی ہوئی تھی' اور مٹی ان کی پشت پر لگی ہوئی تھی۔ آپ ان کی پشت سے مٹی جھاڑ رہے تھے اور دو مرتبہ یہ فرما رہے تھے: اے ابوتراب! (مٹی والے) اٹھ کر بیٹھو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٤١ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو مناقب علی کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ کو وہ اس قدر عزیز تھے کہ آپ ان کو دیکھنے مسجد میں گئے اور ان کی پشت سے مٹی جھاڑی اور شفقت سے ان کو راضی کیا کیونکہ ان کے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی رنجش ہوگئی تھی اس لیے حضرت علی مسجد میں جا کر لیٹ گئے تھے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عارضی طور پر مسجد میں لیٹنا جائز ہے اور جو شخص غم وغصہ میں ہو اس کو راضی کرنا چاہیے۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور انکسار اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا ثبوت ہے۔

٣٧٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ فَسَأَلَهُ عَنْ عُثْمَانَ فَذَكَرَ عَنْ مَّحَاسِنِ عَمَلِهِ قَالَ لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوْؤُكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَرْغَمَ اللّٰهُ بِاَنْفِكَ ثُمَّ سَأَلَهُ عَنْ عَلِيٍّ فَذَكَرَ مَحَاسِنَ عَمَلِهِ قَالَ هُوَ ذَاكَ بَيْتُهُ اَوْسَطُ بُيُوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوْؤُكَ قَالَ اَجَلْ قَالَ فَاَرْغَمَ اللّٰهُ بِاَنْفِكَ اِنْطَلِقْ فَاجْهَدْ عَلَيَّ جَهْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن رافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از زائدہ از ابی حصین از سعد بن عبیدہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا' اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے حضرت عثمان کے نیک اعمال بیان کیے' فرمایا: شاید اس بات سے تمہیں تکلیف ہوئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت ابن عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری ناک کو خاک آلودہ کرے' پھر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا' پس حضرت ابن عمر نے ان کے نیک اعمال بیان کیے' فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں سے یہ متوسط گھر ان کا ہے۔ پھر فرمایا: شاید اس بات سے (بھی) تمہیں تکلیف ہوئی ہے! اس نے کہا: ہاں! حضرت ابن عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری ناک کو خاک آلودہ کرے! دفع ہو جا! اور میرے خلاف جو کر سکتا ہے وہ کر۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣١٣٠ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو مناقب علی کے باب میں اس لیے ذکر کیا کہ اس حدیث میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے فضائل کا ذکر ہے۔ حضرت عثمان کے نیک اعمال میں سے یہ ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے اپنے مال سے رومۃ کا کنواں خریدا' مسجد نبوی کی توسیع کی اور غزوہ تبوک کے لیے سامان فراہم کیا اور حضرت علی کے نیک اعمال میں سے یہ ہیں: کہ انہوں نے خیبر کو فتح کیا' مرحب یہودی کو قتل کیا اور تمام غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے کہا: اللہ تیری ناک خاک آلود کرے" یہ عرب کا محاورہ ہے' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ تجھ کو ذلیل اور رسوا کرے اور اللہ تعالیٰ تجھے زمین پر اوندھا گرا دے اور تیرا چہرہ خاک آلود ہو جائے اور تو اپنے مقصد میں ناکام ہو جائے۔

٣٧٠٥ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ شَكَتْ مَا تَلْقٰى مِنْ اَثَرِ الرَّحَا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَانْطَلَقَتْ فَلَمْ تَجِدْهُ فَوَجَدَتْ عَائِشَةَ فَاَخْبَرَتْهَا فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ بِمَجِيْءِ فَاطِمَةَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا وَقَدْ اَخَذْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا' انہوں نے کہا کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے شکایت کی کہ چکی پیسنے سے ان کے ہاتھوں میں نشانات پڑ گئے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند قیدی آئے تھے' پس حضرت سیدہ (آپ کے پاس) گئیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْتُ لِاَقُوْمَ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا فَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتّٰى وَجَدْتُّ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِيْ وَقَالَ اَلَا اُعَلِّمُكُمَا خَيْرًا مِّمَّا سَاَلْتُمَانِيْ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا تُكَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ وَتُسَبِّحَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَتَحْمَدَا ثَلٰثَةً وَّثَلٰثِيْنَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ.

تو آپ کو نہیں پایا۔ پھر وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملیں اور ان کو خبر دی' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (گھر) تشریف لے آئے تو حضرت عائشہ نے حضرت سیدہ فاطمہ کے آنے کی خبر دی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم اپنے بستروں میں جا چکے تھے' میں اٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اپنی جگہ پر رہو' پس آپ ہمارے درمیان بیٹھ گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی' آپ نے فرمایا: تم دونوں نے جس چیز کا سوال کیا ہے کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں! جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو تم دونوں چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر پڑھو اور تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ پڑھو اور تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمدللہ پڑھو تو یہ تمہارے لیے خادم (کے حصول) سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۱۳ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی فضائل علی کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بستر پر حضرت علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان بیٹھ گئے اور حضرت علی کو اس وقت اپنی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے سے منع فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک حضرت علی کا مرتبہ بہت عظیم تھا۔

۳۷۰۶ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى.

[طرف الحدیث: ۴۴۱۶] (صحیح مسلم: ۲۴۰۴' الرقم المسلسل: ۶۱۱۱' سنن ترمذی: ۳۷۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۱۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد' انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے۔

یہ حدیث صحیح مسلم میں زیادہ تفصیل سے ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں چھوڑ دیا' تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لیے تھے' مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۴۰۴' الرقم المسلسل: ۶۱۱۲)

حضرت علی کو خلیفہ بلافصل بنانے کی دلیل کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی سے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے اور آپ نے حضرت علی کو ساتھ نہیں لیا تو حضرت علی نے کہا: آپ مجھے بچوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں! تو نبی ﷺ نے یہ مثال بیان کی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے گئے تھے تو اپنے پیچھے قوم کے پاس حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے اس سے آپ کی یہ مراد نہیں تھی کہ آپ کے وصال کے بعد حضرت علی خلیفہ ہوں گے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوگئی تھی اور حضرت ہارون صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں خلیفہ ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی صرف غزوہ تبوک کے موقع پر نبی ﷺ کی حیات میں خلیفہ ہوئے تھے۔

٣٧٠٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اقْضُوْا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُوْنَ فَاِنِّيْ اَكْرَهُ الْاِخْتِلَافَ حَتّٰى يَكُوْنَ لِلنَّاسِ جَمَاعَةٌ اَوْ اَمُوْتَ كَمَا مَاتَ اَصْحَابِيْ فَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَرٰى اَنَّ عَامَّةَ مَا يُرْوٰى عَلٰى عَلِيٍّ الْكَذِبُ.

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ایوب از ابن سیرین از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ نے (اہل عراق سے) کہا: تم جس طرح پہلے فیصلے کرتے تھے اسی طرح فیصلے کرتے رہو کیونکہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں حتیٰ کہ (سب لوگ ایک فیصلہ پر) جمع ہو جائیں یا میری وفات ہو جائے جس طرح میرے اصحاب کی وفات ہو چکی ہے' پس ابن سیرین کا یہ گمان تھا کہ (شیخین کی مخالفت میں) حضرت علی سے جو عام روایات منقول ہیں وہ جھوٹ پر مبنی ہیں۔

حضرت علی کا جماعت صحابہ کی طرف رجوع کرنا اور ام ولد کو آزاد کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جس طرح پہلے فیصلے کرتے تھے اسی طرح فیصلے کرتے رہو۔ حضرت علی نے یہ بات اہل عراق سے فرمائی تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت علی عراق میں آئے تو انہوں نے کہا کہ پہلے میری رائے حضرت عمر کے ساتھ تھی کہ ام ولد کو آزاد کر دیا جائے اور اب میری رائے یہ ہے کہ ان کو بہ دستور باندی قرار دیا جائے۔ اس پر حضرت عبیدہ نے کہا: آپ کی پہلی رائے جو جماعت صحابہ کے ساتھ تھی وہ اب کی رائے سے زیادہ بہتر تھی جو ان سے مختلف ہے۔ اس پر حضرت علی نے کہا: تم اسی طرح فیصلے کرتے رہو جس طرح پہلے فیصلے کرتے تھے اور فرمایا کہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں' یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی رائے سے اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ اختلاف امت تو رحمت ہے' پھر حضرت علی نے اس کو کیوں ناپسند کیا' علامہ عینی نے اس کے جواب میں لکھا کہ حضرت علی نے اس اختلاف کو ناپسند کیا جو نزاع اور فتنہ کا سبب ہو۔

ابن سیرین کا یہ گمان تھا کہ حضرت علی سے جو عام روایات منقول ہیں وہ جھوٹ پر مبنی ہیں۔

ابن سیرین کا یہ گمان اس لیے تھا کہ اہل کوفہ میں سے اکثر لوگ رافضی تھے اور وہ حضرت علی سے جو اکثر روایات بیان کرتے تھے وہ جھوٹی ہوتی تھیں۔

متقدمین میں ام ولد کی بیع میں اختلاف رہا ہے' حضرت علی' حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے نزدیک ان کو فروخت کرنا مباح تھا۔ داؤد ظاہری اور امام شافعی کا قدیم قول یہی ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ حضرت علی سے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ثابت ہے کہ انہوں نے جماعت صحابہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے (اپنی) باندی سے مباشرت کی' پھر اس سے بچہ ہو گیا تو وہ باندی اس کے مرنے کے بعد آزاد ہو گی۔ (سنن ابن ماجہ: ٢٥١٦' مصنف عبدالرزاق: ١٣٢١٩' المستدرک ج ٢ ص ١٩' سنن بیہقی ج ١٠ ص ٣٤٦' مسند احمد ج ١ ص ٣٠٣)

امام ابوحنیفہ کا موقف بھی اسی حدیث کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب

(١) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان خم کے چشمہ پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ (کا خوف) یاد دلایا' پھر آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! سنو میں فقط ایک بشر ہوں' عنقریب اللہ کا فرشتہ بلانے آئے گا اور میں چلا جاؤں گا اور میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں' ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے' پس تم اللہ کی کتاب پکڑ لو اور اس کو تھام کر رکھو' پھر آپ نے اللہ کی کتاب پر برانگیختہ کیا اور اس میں رغبت دلائی پھر فرمایا: اور (دوسری عظیم چیز) میرے اہل بیت ہیں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں' (تین بار فرمایا) حصین نے پوچھا: اے زید! اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج اہل بیت نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: آپ کی ازواج بھی اہل بیت سے ہیں' لیکن یہاں اہل بیت (سے مراد) وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ لینا حرام ہے۔ حصین نے پوچھا: اور وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ آل علی ہیں اور آل عقیل ہیں اور آل جعفر ہیں اور آل عباس ہیں' حصین نے پوچھا: ان سب پر صدقہ لینا حرام ہے؟ حضرت زید بن ارقم نے کہا: ہاں! (صحیح مسلم: ٢٤٠٨)

(٢) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ (محبوب) ہوں' علی (بھی) اس کے مولیٰ (محبوب) ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٧١٣)

(٣) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے' انہوں نے اپنی بیٹی سے میرا عقد کیا اور مجھے دار ہجرت میں ساتھ لے گئے اور اپنے خالص مال سے بلال کو آزاد کیا اور اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے' وہ حق بات کہتے ہیں خواہ کڑوی ہو اور حق گوئی کی وجہ سے ان کا کوئی محب نہیں رہا اور اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے' ان سے فرشتے حیاء کرتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے' اے اللہ! حق کو اسی طرف پھیر دے جس طرف علی ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٧١٤)

(٤) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (سنن ترمذی: ٣٧١٦)

(٥) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم معشر الانصار ضرور منافقین کو پہچانتے تھے۔ نفاق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کی علامت ہے۔ (سنن ترمذی: ٣٧١٧)

(٦) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: منافق علی سے محبت نہیں کرتا اور مسلمان علی سے بغض نہیں رکھتا۔ (سنن ترمذی: ٣٧١٧' مسند احمد ج ٦ ص ٢٩٢)

(٧) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چار مردوں سے محبت کرنے کا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حکم دیا ہے اور مجھے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ (بھی) ان سے محبت کرتا ہے' عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو ان کے نام بتائیں! آپ نے تین مرتبہ فرمایا: علی ان میں سے ہیں' اور ابوذر' مقداد اور سلمان ہیں اور مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم ہے اور مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۱۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۱)

(۸) حبشی بن جنادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور میری طرف سے ادائیگی صرف میں کروں گا یا علی کریں گے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۱۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۴)

(۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا' پس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

(سنن ترمذی: ۳۷۲۰)

(۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک (بھنا ہوا) پرندہ تھا' آپ نے دعا کی: اے اللہ! جو تجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو اس کو بھیج دے جو میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے' پس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ وہ پرندہ کھایا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۱)

(۱۱) عبداللہ بن عمرو بن ھند الجملی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے کہا: جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتا تو آپ مجھے عطا فرماتے اور جب میں خاموش رہتا تو آپ مجھ سے ابتدا کرتے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۲)

(۱۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

(سنن ترمذی: ۳۷۲۳)

(۱۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت سعد کو امیر بنایا اور ان سے پوچھا: تمہیں ابوتراب کو برا کہنے سے کیا چیز منع کرتی ہے؟ حضرت سعد نے کہا: مجھے تین چیزیں یاد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہیں اس لیے میں ان کو کبھی بھی برا نہیں کہوں گا! اگر ان میں سے ایک چیز بھی میرے لیے ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا جب آپ نے ان کو کسی غزوہ میں چھوڑ دیا تو حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے حضرت ہارون تھے' علیہما السلام مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' اور میں نے آپ کو خیبر کے دن یہ کہتے ہوئے سنا کہ کل میں اس مرد کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہوگا' انہوں نے کہا: ہم اس کے انتظار میں تھے تو آپ نے فرمایا: علی کو بلاؤ' ہم ان کو لائے' ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی' آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا' پس جھنڈا ان کو دے دیا' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی اور یہ آیت نازل کی گئی:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ. (آل عمران: ۶۱)

آپ کہیے: آؤ ہم اپنے بیٹے بلائیں اور تم اپنے بیٹے بلاؤ اور ہم اپنی عورتیں بلائیں اور تم اپنی عورتیں بلاؤ۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا' پس کہا: اے اللہ! یہ میرے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اہل ہیں! (سنن ترمذی: ۳۷۲۴، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۵)

(۱۴) حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لشکر بھیجے، ایک پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور دوسرے پر خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور فرمایا: جب جنگ شروع ہو تو علی امیر ہوں گے، پس حضرت علی نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس سے ایک باندی کو لے لیا، حضرت براء نے کہا: پس حضرت خالد نے میرے ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ لکھ کر ایک مکتوب بھیجا، پس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وہ مکتوب لے گیا، آپ نے اس کو پڑھا، سو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، پھر فرمایا: تمہاری اس شخص کے متعلق کیا رائے ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے! میں نے کہا: میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ طلب کرتا ہوں! میں تو صرف قاصد ہوں! پھر آپ خاموش ہو گئے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۵)

(۱۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ طائف کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، پس ان سے سرگوشی کی تو لوگوں نے کہا: آپ کی اپنے عم زاد کے ساتھ لمبی سرگوشی ہوئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس کے ساتھ سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے اس کے ساتھ سرگوشی کی ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۶)

(۱۶) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! اس مسجد میں میرے اور تمہارے سوا کوئی جنبی نہیں ہو سکتا، علی بن المنذر نے کہا: میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا کہ اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے اور تمہارے سوا کوئی حالت جنابت میں مسجد سے گزر نہیں سکتا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۷)

(۱۷) حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن مبعوث ہوئے اور منگل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۸)

(۱۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد (میں کھلنے والے تمام ذیلی) دروازوں کو بند کر دو سوائے علی کے دروازے کے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۲، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰)

(۱۹) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد سے محبت کی اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۳)

(۲۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۴)

(۲۱) امام ترمذی نے کہا: اسی مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا: سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے، اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور بعض نے کہا: مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق اسلام لائے اور حضرت علی جس وقت اسلام لائے اس وقت وہ لڑکے تھے اور ان کی عمر آٹھ سال تھی اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔ (سنن ترمذی: ص ۱۴۲۲، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

(۲۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے، عمرو بن مرۃ نے کہا: میں نے اس حدیث کا ابراہیم نخعی سے ذکر کیا، انہوں نے کہا: سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

(سنن ترمذی: ۳۷۳۵، مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۲۳) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ (بھی) تھے حضرت ام عطیہ نے کہا: میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! تو مجھے اس وقت تک وفات نہ دینا حتیٰ کہ تو مجھے علی کو دکھا دے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۷)

(۲۴) عباد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں' میرے بعد جو یہ بات کہے گا وہ صرف جھوٹا ہوگا' میں نے سات سال کی عمر میں لوگوں سے پہلے نماز پڑھی۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۲۰' علامہ بوصیری نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔)

(۲۵) حضرت عمرو بن شاس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے علی کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی۔ (صحیح ابن حبان: ۶۹۲۳)

(۲۶) حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہر مرد کو قسم دیتا ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت سنا جب آپ خم کے تالاب پر کھڑے ہوئے تھے تو لوگوں نے گواہی دی کہ انہوں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمام مومنین سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہوں' لوگوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: میں جس کا مولیٰ (محبوب) ہوں تو بے شک یہ اس کے مولیٰ (محبوب) ہیں' اے اللہ! اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔ حضرت ابوالطفیل نے کہا: میرے دل میں اس حدیث کے متعلق تردد تھا' میری حضرت زید بن ارقم سے ملاقات ہوئی' میں نے ان سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۶۹۳۱' مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۰)

(۲۷) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی' پھر بادشاہت ہو جائے گی' حضرت سفینہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال رہی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال رہی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال رہی' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ سال رہی۔

(صحیح ابن حبان: ۶۹۴۳' المستدرک ج ۲ ص ۴۸۲۔۴۸۱)

(۲۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو کوئی چیز دو' انہوں نے کہا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے تو آپ نے فرمایا: تمہاری حطمی زرہ کہاں ہے!

(صحیح ابن حبان: ۶۹۴۵' سنن ابوداؤد: ۲۱۲۵)

(۲۹) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک چادر اور چمڑے کا گدا دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (صحیح ابن حبان: ۶۹۴۷' مسند احمد ج ۱ ص ۸۴)

(۳۰) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے نکاح کا پیغام دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی وہ کم سن ہے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے حضرت سیدہ کا حضرت علی سے نکاح کر دیا۔ (رضی اللہ عنہما) (صحیح ابن حبان: ۶۹۴۸' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۸۔۱۶۷)

(۳۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی' اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی' اور جس نے علی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (المستدرک: ۴۶۷۵' دارالمعرفہ بیروت)

(۳۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علی کو برا کہا: اس نے مجھے برا کہا۔

(المستدرک: ۴۶۷۳' دارالمعرفہ بیروت' مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۳' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے رجال ثقات ہیں' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۰)

(۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور علی عرب کے سردار ہیں۔

(المستدرک: ۴۶۸۳' دارالمعرفہ بیروت' المعجم الاوسط: ۱۴۹۱' اس کی سند میں ایک راوی خاقان بن عبداللہ ہے' اس کو امام ابوداؤد نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۶)

(۳۴) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علی سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

(المستدرک: ۴۷۰۴' دارالمعرفہ بیروت' المعجم الکبیر: ۶۰۹۷' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۲)

(۳۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (المستدرک: ۴۷۱۲' دارالمعرفہ بیروت' المعجم الکبیر: ۸۵۹۳' المعجم الاوسط: ۳۴۳)

(۳۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت تین مردوں کی مشتاق ہے: علی' عمار اور سلمان (رضی اللہ عنہم)۔

(المستدرک: ۴۷۳۱' المعجم الکبیر: ۱۷۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۲۵)

(۳۷) حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل سے یہ دعا کی ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس کا بھی نکاح کروں اور جس کے ساتھ بھی نکاح کروں تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہو تو میرے رب نے مجھے اس دعا کی قبولیت عطا کر دی۔

(المستدرک: ۴۷۲۲' حافظ الہیثمی نے کہا: ہے اس حدیث کی سند میں عمار بن سیف ہے' ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷' حافظ ابن حجر نے اس حدیث کا شاہد ذکر کیا ہے۔ المطالب العالیہ: ۴۰۲۰-۴۰۱۹)

(۳۹) ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اور ہم مدینہ کی گلیوں میں تھے' اچانک ہم ایک باغ کے پاس سے گزرے' میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ کتنا حسین باغ ہے۔ آپ نے فرمایا: جنت میں تمہارے لیے اس سے زیادہ حسین باغ ہے۔

(المستدرک: ۴۷۲۷' مسند ابو یعلیٰ ج ۱ ص ۴۲۶' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۸' المطالب العالیہ لابن حجر: ۳۹۶۰)

(۴۰) حضرت علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ام کلثوم کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا اور کہا: اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں' حضرت علی نے کہا: میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر کے ساتھ اس کا نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حضرت عمر نے کہا: آپ اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں اللہ کی قسم! لوگوں میں سے کوئی بھی اس کا وہ خیال نہیں رکھے گا جو خیال میں رکھوں گا' پس حضرت علی نے حضرت عمر سے ان کا نکاح کر دیا' پھر حضرت عمر مہاجرین کے پاس آئے اور کہا: کیا تم مجھے مبارک باد نہیں دو گے! لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کس بات کی؟ حضرت عمر نے کہا: ام کلثوم بنت علی اور بنت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میرے نکاح کی' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نسب اور سبب (نکاح) قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نسب اور سبب کے' پس میں نے چاہا کہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان نسب اور سبب قائم ہو جائے۔ (المستدرک: ٤٧٣٩ 'الطبقات الکبریٰ ج ٨ ص ٤٦٣ 'السنن الکبریٰ ج ٧ ص ٦٣ 'حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٣٤ 'مجمع الزوائد ج ٩ ص ١٧٣ 'المطالب العالیہ: ٤٢٥٨ '٤٠٢١ ' ٤٠٢٠)

(٤١) صعصہ بن صوحان بیان کرتے ہیں کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ وار کیا تو ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہم پر کوئی خلیفہ مقرر کر دیجیے! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو اسی طرح چھوڑتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ہم کو چھوڑ دیا تھا' ہم نے عرض کیا تھا: یا رسول اللہ! ہم پر کسی کو خلیفہ بنا دیں تو آپ نے فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو جو تم میں سب سے بہتر ہوگا اس کو تمہارا والی بنا دے گا۔ حضرت علی نے کہا: پس اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا ہم میں سب سے بہتر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارا والی بنا دیا۔

(المستدرک: ٤٧٥٢ 'اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن مطیر ضعیف راوی ہیں لیکن اس حدیث کے متابعات ہیں)

(٤٢) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن صبح کو نبی ﷺ گھر سے نکلے' آپ کے اوپر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک چادر تھی' پس حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے تو آپ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ اس چادر میں داخل کر لیا' پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ نے ان کو ان دونوں کے ساتھ داخل کر لیا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو ان کو ان سب کے ساتھ اس سیاہ چادر میں داخل کر لیا' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے رسول کے گھر والو! تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر کے خوب پاکیزہ کر دے۔ (الاحزاب: ٣٣) (صحیح مسلم: ٢٤٢٤ 'المستدرک: ٤٧٦١ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ٤ ص ٢١٩ 'مسند احمد ج ٦ ص ١٦٢)

(٤٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت علی' سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھ کر فرمایا: جو تم سے جنگ کرے گا اس سے میں جنگ کروں گا اور جو تم سے صلح رکھے گا میں اس سے صلح رکھوں گا۔

(المستدرک: ٤٧٦٧ 'مسند احمد ج ٢ ص ٤٤٢ 'المعجم الکبیر: ٢٦٢١ 'تاریخ بغداد ج ٧ ص ١٣٧)

(٤٤) حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! ہم اہل بیت سے جو شخص بھی بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔

(المستدرک: ٤٧٧٤ 'صحیح ابن حبان: ٦٩٧٨ 'مسند البزار: ٣٣٤٨)

(٤٥) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں بھی (آل عمران: ٦١) تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی' سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا پس کہا: اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔ (المستدرک: ٤٧٧٣)

(٤٦) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور نبی ﷺ گھر سے نکلے حتیٰ کہ ہم کعبہ پر آئے' مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بیٹھو اور آپ میرے کندھوں پر چڑھے تو میں آپ کو اٹھانے لگا' پس آپ نے میری ناطاقتی کو دیکھا تو آپ اتر آئے اور میرے لیے نبی ﷺ بیٹھ گئے اور فرمایا: اب تم میرے کندھوں پر چڑھو' تو میں آپ کے کندھوں پر چڑھا' اس وقت مجھے یہ خیال آ رہا تھا کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کے کناروں تک پہنچ جاتا حتیٰ کہ میں بیت اللہ تک پہنچ گیا' اور اس پر پیتل کے مجسمے (بت) رکھے ہوئے تھے' میں ان بتوں کو کعبہ کے دائیں اور بائیں اور سامنے اور پیچھے سے ہٹا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے فرمایا: ان بتوں کو گرادو' سو میں نے ان بتوں کو گرا دیا' وہ اس طرح ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گئے جس طرح شیشہ ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو جاتا ہے' پھر میں آپ کے کندھوں سے اترا' پھر میں اور رسول اللہ ﷺ وہاں سے دوڑتے ہوئے جا رہے تھے حتیٰ کہ ہم گھروں میں چھپ گئے اس خطرہ سے کہ ہمیں لوگوں میں سے کوئی مل جائے گا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۸۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۸۸' مسند البزار: ۷۶۹' مسند ابویعلیٰ: ۲۹۲' المستدرک ج ۲ ص ۳۶۶)

اس حدیث کی سند کے متعلق شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند ضعیف ہے' کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی نعیم بن حکیم ہے۔ اس کی العجلی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے اور اس کے متعلق ابن حصین کا قول مختلف ہے۔ الساجی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ابن سعد نے کہا: وہ اس پائے کا نہیں۔ (حاشیۃ مسند احمد ج ۲ ص ۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

یہ نبی ﷺ کے اعلان نبوت کی ابتدا اور ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے اور حافظ الہیثمی المتوفی ۸۰۷ ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (الفتح الربانی ج ۳ ص ۳۸۱۵' بیت الافکار الدولیۃ' اردن' ۲۰۰۷ء)

(۴۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے اپنی کنپٹیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تمہیں یہاں اور یہاں ضرب لگائی جائے گی' پھر ان سے خون بہے گا حتیٰ کہ تمہاری ڈاڑھی رنگین ہو جائے گی اور تمہارا قاتل بدترین شخص ہوگا جیسے قوم ثمود کا بدترین شخص وہ تھا جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔

(المستدرک: ۴۶۴۷' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۷' المطالب العالیہ لابن حجر: ۴۵۱۰)

(۴۸) شرجیل بن سعد القرشی بیان کرتے ہیں کہ پینتیس (۳۵) ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا' اس وقت ان کی عمر اٹھاون سال اور چند مہینے تھی اور چالیس (۴۰) ہجری جمعہ کے دن سترہ رمضان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا' اس وقت ان کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔ (المستدرک: ۴۶۹۹' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۶' الاصابۃ ج ۲ ص ۵۰۹' طبع قدیم)

علامہ احمد بن عبد الرحمن البناء المتوفی ۱۳۷۸ ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب میں ہم اتنی ہی احادیث بیان کرنا چاہتے تھے۔ دیگر خلفاء راشدین کی بہ نسبت ہم نے حضرت علی کے فضائل اور مناقب میں زیادہ احادیث روایت کی ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی کے فضائل میں زیادہ احادیث روایت کی گئی ہیں جیسا کہ ہم نے شروع میں حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے اور ان ہی احادیث کو ذکر کیا ہے جو کتب صحاح میں اور دیگر معتبر کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پانچ سو چھیاسی (۵۸۶) احادیث مروی ہیں جن میں سے بیس احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری نو (۹) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم پندرہ (۱۵) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۳۱۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

اب ہم فضائل صحابہ میں امام بخاری کی روایت کردہ دیگر احادیث کی شرح کر رہے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

١٠ - بَابُ مَنَاقِبِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ الْهَاشِمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت جعفر بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ کے مناقب

اس باب میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ کے مناقب بیان کیے گئے ہیں جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ کے سگے بھائی ہیں' یہ حضرت علی سے دس سال بڑے تھے' آٹھ ہجری کو ان کی شہادت ہوئی تھی' ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ ان کے القاب یہ تھے' ذوالجناحین' ذوالجرتین' الشجاع' الجواد۔ یہ متقدمین اسلام میں سے تھے' ان ہی کی وجہ سے نجاشی اسلام لائے تھے' پھر انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی' پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ کے لشکر کا امیر بنایا اور جب غزوہ موتہ میں ان کے دونوں بازو کٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں دو پر عطا کیے جن کے ساتھ یہ اڑتے پھرتے تھے' رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٢)

وَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول باب عمرۃ القضاء صحیح البخاری: ٤٢٥١ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٠٨ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنُ دِيْنَارٍ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ الْجُهَنِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَاِنِّيْ كُنْتُ اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِيْ حَتّٰى لَا اٰكُلُ الْخَمِيْرَ وَلَا اَلْبَسُ الْحَبِيْرَ وَلَا يَخْدُمُنِيْ فُلَانٌ وَّلَا فُلَانَةٌ وَّكُنْتُ اُلْصِقُ بَطْنِيْ بِالْحَصْبَاءِ مِنَ الْجُوْعِ وَاِنْ كُنْتُ لَاَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْاٰيَةَ هِيَ مَعِيْ كَيْ يَنْقَلِبَ بِيْ فَيُطْعِمَنِيْ وَكَانَ اَخْيَرَ النَّاسِ لِلْمِسْكِيْنِ جَعْفَرُ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَّكَانَ يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِيْ بَيْتِهٖ حَتّٰى اِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ اِلَيْنَا الْعُكَّةَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ فَنَشُقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيْهَا.

[طرف الحدیث: ٥٤٣٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابراہیم بن دینار ابوعبد اللہ الجہنی نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذئب از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بہت زیادہ احادیث بیان کرتے ہیں' اور میں پیٹ بھرنے کے بعد ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا حتیٰ کہ میں خمیری روٹی کھاتا تھا نہ دھاری دار لباس پہنتا تھا' اور نہ فلاں مرد اور نہ فلاں عورت میری خدمت کرتی تھی اور میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھے رہتا تھا' اور میں کسی شخص سے کوئی آیت پوچھتا تھا حالانکہ وہ مجھے یاد ہوتی تھی تاکہ وہ شخص مجھے اپنے ساتھ لے جا کر کھانا کھلائے' اور مسکینوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تھے۔ وہ ہمیں ساتھ لے جاتے اور جو بھی ان کے گھر میں کھانا ہوتا وہ ہمیں کھلاتے حتیٰ کہ کبھی وہ (شہد) کی خالی کپی نکال کر لاتے' پس ہم اس کو پھاڑ کر اس میں جو کچھ ہوتا اس کو چاٹ لیتے۔

حضرت ابوہریرہ کی زیادہ روایت حدیث کی توجیہ

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابوہریرہ بہت زیادہ احادیث بیان کرتے ہیں۔

امام ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بیان کرتے ہو جو میں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپ سے نہیں سنی' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اے اماں جان! آپ کو آئینہ اور سرمہ دانی مشغول رکھتے ہیں اور مجھے کوئی چیز مشغول نہیں رکھتی۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۶۴' طبع قدیم)

حضرت جعفر مسکینوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والے تھے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۶۱' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۷۰۹ - حَدَّثَنِی عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کَانَ اِذَا سَلَّمَ عَلَی ابْنِ جَعْفَرَ قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ ذِی الْجَنَاحَیْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی از الشعبی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حضرت جعفر کے بیٹے کو سلام کرتے تو کہتے: اے دو پروں والے کے بیٹے! السلام علیک۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْجَنَاحَانِ کُلُّ نَاصِیَتَیْنِ.

امام بخاری نے کہا: الجناحان سے مراد دو کونے ہیں۔

[طرف الحدیث: ۴۲۶۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔)

حضرت جعفر بن ابی طالب کی فضیلت میں مزید احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی حضرت جعفر بن ابی طالب کے مناقب سے اس طرح مطابقت ہے کہ حضرت جعفر پر ذوالجناحین کا اطلاق ان کی عظیم منقبت ہے۔

امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہیں مبارک ہو' تمہارے والد فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جعفر بن ابی طالب کو فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہوئے دیکھا۔ (المستدرک: ۴۹۸۸' سنن ترمذی: ۳۷۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات جعفر فرشتوں کی جماعت کے ساتھ میرے پاس سے گزرے' ان کے پر خون سے رنگین تھے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گزشتہ رات خواب میں جنت میں داخل ہوا' میں نے دیکھا جنت میں جعفر فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔ (المستدرک: ۴۹۸۶) (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت اسماء بنت عمیس بھی آپ کے قریب تھیں' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا' پھر فرمایا: اے اسماء! یہ جعفر بن ابی طالب حضرت جبریل' حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل کے ساتھ تھے' انہوں نے ہم پر سلام پیش کیا' سو تم بھی ان کے سلام کا جواب دو اور انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ فلاں فلاں دن ان کا مشرکین سے مقابلہ ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرنے سے تین چار دن پہلے' انہوں نے کہا: میرا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مشرکین سے مقابلہ ہوا تو مجھے تہتر (۷۳) تیروں' نیزوں اور تلواروں کے زخم لگے' پھر میں نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا' سو میرا وہ ہاتھ کاٹ دیا گیا' پھر میں نے بائیں ہاتھ سے جھنڈا پکڑ لیا' سو وہ ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دو ہاتھوں کے عوض دو پر عطا فرمائے جن سے میں حضرت جبریل اور حضرت میکائیل کے ساتھ اڑتا ہوں اور جنت میں جہاں چاہتا ہوں اترتا ہوں اور جہاں سے چاہتا ہوں جنت کے پھل کھاتا ہوں۔ حضرت اسماء نے کہا: حضرت جعفر کو وہ خیر مبارک ہو جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی ہے لیکن مجھے خطرہ ہے کہ لوگ اس کی تصدیق نہیں کریں گے' سو آپ منبر پر چڑھ کر اس کی خبر دیں' پس آپ منبر پر چڑھے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر فرمایا: اے لوگو! بے شک جعفر' جبریل اور میکائیل کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دو ہاتھوں کے بدلہ میں دو پر عطا فرمائے ہیں اور انہوں نے مجھ پر سلام پیش کیا ہے' پھر آپ نے لوگوں کو بتایا کہ ان کا کس طرح مشرکین سے مقابلہ ہوا' پھر اس دن کے بعد سے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خبر دینے سے معلوم ہوا کہ حضرت جعفر کا مشرکین سے مقابلہ ہوا اور اس وجہ سے ان کا نام جعفر طیار ہو گیا۔ (المستدرک: ۴۹۹۰' المعجم الکبیر: ۱۴۷۱' مجمع الزوائد ج۹ ص ۲۷۲' الاصابہ ج۱ ص ۲۳۸' طبع قدیم' حافظ ابن حجر نے اس کا اختصار سے ذکر کیا ہے۔ فتح الباری ج۴ ص۷۹۹)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

ان کے فضائل میں احادیث ہیں مگر ان سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج۱ ص۱۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

١١ - بَابُ ذِكْرِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا ذکر

یہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس بن عبد المطلب کا ذکر ہے' ان کی عمر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو یا تین سال زیادہ تھی۔ مشہور قول کے مطابق یہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے اسلام لائے تھے۔

٣٧١٠ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قَحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد عبداللہ ابن المثنیٰ نے حدیث بیان کی از ثمامۃ بن عبداللہ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے پس دعا کرتے: اے اللہ! ہم (پہلے) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بارش کی دعا کراتے تھے' سو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے عم محترم کا وسیلہ پیش کرتے ہیں' سو تو ہم پر بارش نازل فرما' حضرت انس نے کہا: سو (ان پر) بارش نازل کی جاتی تھی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۰۱۰ میں کی جا چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۱۰ میں ہم نے اس حدیث کی شرح میں فتح الباری کی عبارت نقل کی تھی مگر وہاں توسل اور وسیلہ کے مسئلہ میں اہل سنت و جماعت اور مبتدعین' اتباع ابن تیمیہ کے درمیان محل نزاع کا تعین نہیں کیا تھا اور نہ خصوصی دلائل کے ساتھ ان کا رد کیا تھا' اب یہاں پر ہم پہلے وسیلہ کی تعریف ذکر کریں گے' پھر فریقین کے درمیان محل نزاع کا ذکر کریں گے' پھر قوی دلائل کے ساتھ اہل بدعت کا رد کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق .

وسیلہ کی تعریف

علامہ ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

جس چیز سے کسی دوسری چیز تک رسائی حاصل کی جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(النہایہ ج ۵ ص ۱۸۵' ایران' ۱۳۶۴ ھ)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ ھ لکھتے ہیں:

امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(صحاح جوہری ج ۵ ص ۱۸۴۱' لسان العرب ج ۱۵ ص ۲۱۳' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

وسیلہ قرب کا ذریعہ ہے اور یہ اس سے عام ہے کہ ذات سے قرب حاصل کیا جائے یا نیک عمل سے قرب حاصل کیا جائے۔

اہل بدعت کے نزدیک وسیلہ کا معنی

اہل بدعت ذات سے قرب کے حصول کا انکار کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب صرف نیک اعمال سے حاصل کرنا جائز ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیۃ الحرانی المتوفی ۷۲۸ ھ لکھتے ہیں:

اگر سوال صرف ذات الانبیاء اور صالحین سے کیا جائے تو وہ جائز نہیں ہے' اس سے ایک سے زائد علماء نے منع کیا ہے' اس کے برخلاف جو صالحین کی دعا سے اور اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کرے تو یہ جائز ہے' کیونکہ صالحین کی دعا ہمارے مطلوب کے حصول کا سبب ہے' اسی طرح اعمال صالحہ بھی سبب ہیں۔ (الی قولہ) اور وسیلہ یہی اعمال صالحہ ہیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۳۴' دار الجیل' ریاض' ۱۴۱۸ ھ)

شیخ محمد صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ ھ لکھتے ہیں:

رہا کسی کی ذات اور وجاہت کو وسیلہ بنانا تو وہ بدعت منکرہ ہے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ ہم بغیر دلیل کے اللہ کی طرف کسی کو وسیلہ بنائیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۷۴' مکتبۃ الطبری مصر' ۱۴۲۹ ھ)

غیر مقلد عالم شیخ محمد راز میواتی حدیث مذکور (صحیح البخاری: ۱۰۱۰) کی شرح میں لکھتے ہیں:

خیر القرون میں دعا کا یہی طریقہ تھا اور سلف کا عمل بھی اسی پر رہا کہ مُردوں کو وسیلہ بنا کر وہ دعا نہیں کرتے تھے' انہیں تو عام حالات میں دعا کا شعور بھی نہیں ہوتا بلکہ کسی زندہ مقرب بارگاہ ایزدی کو آگے بڑھا دیتے تھے' آگے بڑھ کر وہ دعا کرتے اور لوگ ان کی دعا پر آمین کہتے جاتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر موجود یا مُردوں کو وسیلہ بنانے کی کوئی صورت حضرت عمر کے سامنے نہیں تھی' سلف کا یہی معمول تھا۔ (ترجمہ و تشریح صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۶۰' مکتبہ قدوسیہ لاہور' ۲۰۰۴ء)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذات اور جاہ کے وسیلہ سے دعا کرنے کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید' حدیث صحیح اور اسلاف کے معمولات سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی مقرب بندہ کی ذات اور وجاہت کو وسیلہ بنا کر پیش کرنا جائز ہے' اور اس کے توسل سے دعا کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ○ (البقرۃ:٨٩)

اور وہ (یہود) اس سے پہلے (اس نبی کے وسیلہ سے) کفار کے خلاف فتح (کے حصول) کی دعا کرتے تھے' اور جب ان کے پاس وہ آ گئے جن کو وہ جان اور پہچان چکے تھے تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا' سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہو○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان یہودیوں کے پاس جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کتاب آ گئی جو ان کتابوں کی تصدیق کرتی تھی جو ان کے پاس تھیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے پہلے نازل کیا تھا تو انہوں نے اس کا کفر کیا حالانکہ وہ سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے کفار کے خلاف مدد طلب کرتے تھے۔

امام ابوجعفر نے اس تفسیر پر اپنی سند کے ساتھ اس روایت سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود اوس اور خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرنے کی دعا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں مبعوث کر دیا تو جو کچھ وہ آپ کے متعلق کہتے تھے اس کا انکار کر دیا۔ ایک دن حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو! اور اسلام لے آؤ' جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے' تم ہم کو یہ خبر دیتے تھے کہ وہ نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور تم اس نبی کی وہی صفات بیان کرتے تھے جو آپ میں موجود ہیں' اس کے جواب میں بنونضیر کے سلام بن مشکم نے کہا: وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں اور یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔

تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ١ ص ٥٧٧-٥٧٨ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر متوفی ٧٧٤ھ نے اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر کی اسی روایت سے استدلال کیا ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں:

امام ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ یہود سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے مشرکین عرب کے خلاف مدد طلب کرتے تھے' وہ کہتے تھے: اے اللہ! اس نبی کو مبعوث فرما جس کو ہم اپنی کتاب میں لکھا ہوا پاتے ہیں حتیٰ کہ ہم مشرکین کو عذاب دیں اور قتل کریں' پھر جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث فرما دیا اور انہوں نے دیکھا کہ وہ نبی دوسروں میں مبعوث ہوا ہے تو عرب سے حسد کی وجہ سے انہوں نے اس نبی کا انکار کیا حالانکہ ان کو یقین تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ١٥٠' دار الفکر' بیروت' ١٤١٩ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ (روح المعانی ج ١ ص ٥٠٥' دار الفکر' بیروت' ١٤١٧ھ)

شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ١٣٣٩ھ لکھتے ہیں:

قرآن کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ "ہم کو نبی آخر الزمان اور جو کتاب

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما'' جب حضور پیدا ہوئے اور وہ سب نشانیاں بھی دیکھ چکے تو منکر ہو گئے اور ملعون ہوئے۔ (حاشیہ بر قرآن مجید ص ١٧' دار التصنیف لمیٹڈ' شاہراہ لیاقت' صدر کراچی۔ ٣)

مفتی تقی عثمانی (دیوبندی) لکھتے ہیں:

٦١...... جب یہودیوں کی بت پرستوں سے جنگ ہوتی یا بحث ومباحثہ ہوتا تو وہ یہ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! آپ نے تورات میں جس آخری نبی کی خبر دی ہے اسے جلدی بھیج دیجیے تاکہ ہم ان کے ساتھ مل کر بت پرستوں پر فتح حاصل کریں' مگر جب وہ نبی (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لے آئے تو وہ اس حسد میں مبتلا ہو گئے کہ انہیں بنی اسرائیل کے بجائے بنو اسماعیل میں کیوں بھیجا گیا؟ چنانچہ یہ جان لینے کے باوجود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ ساری علامتیں صادق آتی ہیں جو تورات میں نبی آخر الزمان کی بیان کی گئی ہیں انہوں نے آپ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ (آسان ترجمہ قرآن تشریحات کے ساتھ ج ١ ص ٨٧' مکتبہ معارف القرآن' کراچی' ١٤٢٩ھ)

غیر مقلد عالم شیخ عبدالستار دہلوی اپنے تفسیری حواشی میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے سے پہلے یہود اور مشرکین میں لڑائی ہوتی تو دعا کرتے کہ یا اللہ ہماری مدد کے لیے نبی آخر الزماں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلدی بھیج تاکہ ہم ان کے ساتھ ہو کر مشرکین کا مقابلہ کریں' لیکن جب نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے اور تمام نشانیاں جو تورات میں تھیں سب آپ میں دیکھ لیں تو حسد اور تکبر و عناد سے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا' اور اللہ کی لعنت میں گرفتار ہو گئے۔ (قرآن مجید: ص ٢٠' دار السلام محمدی مسجد برنس روڈ' کراچی' ١)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ نے بھی البقرۃ: ٨٩ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہود آپ کے وسیلہ سے مشرکین کے خلاف فتح اور نصرت کی دعا کرتے تھے۔

(فتح البیان ج ١ ص ١٤٣' مطبعہ کبریٰ بولان' مصر' ١٣٠٠ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے اور تمام معتبر متقدمین اور متاخرین مفسرین نے اس کو صراحت سے لکھا ہے اور یہ ذات اور وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنے کی نہایت واضح دلیل ہے۔

اگر کوئی اس پر یہ شبہ پیش کرے کہ یہ تو یہود کا فعل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان کے اس فعل کو بلا انکار بیان فرمایا ہے اور ان کے اس فعل سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر استدلال کیا ہے اور یہود کی مذمت اس بات پر کی ہے کہ انہوں نے اس کے باوجود حسد سے آپ کی نبوت کا انکار کیا۔

ذات اور جاہ کے وسیلہ سے دعا کرنے کے جواز پر حدیث صحیح سے استدلال

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ٧٢٨ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطاء ہو گئی تو انہوں نے سر اوپر اٹھا کر دعا کی: اے میرے رب! تو حق محمد سے میری مغفرت کر دے' پس ان کی طرف وحی کی گئی کہ محمد کیا ہیں؟ اور محمد کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: اے میرے رب! جب تو نے میری تخلیق کو مکمل فرمایا تو میں نے سر اٹھا کر تیرے عرش کی طرف دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' تو میں نے جان لیا کہ یہ شخص تیری مخلوق میں سب سے زیادہ مکرم ہے کیونکہ تو نے ان کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر رکھا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! میں نے تمہاری مغفرت کر دی اور یہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تمہاری اولاد میں سے آخرالانبیاء ہیں اور اگر یہ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ سو یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کی تائید کرتی ہے اور یہ دونوں حدیثیں احادیث صحیحہ کی تفسیر کے مرتبہ میں ہیں۔ (مجموعۃ الفتاوی ج ۲ ص ۹٦-۹۵' دارالجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ شیخ ابن تیمیہ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ حدیث امام ابونعیم کی دلائل النبوۃ میں نہیں ہے بلکہ امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ہے۔ (ج ۵ ص ۴۸۹)

اس حدیث کو امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳٦۰ھ نے بھی روایت کیا ہے۔

(المعجم الصغیر ج ۲ ص ۸۳' المکتبۃ السلفیۃ' المدینۃ المنورۃ' ۱۳۸۸ھ)

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ نے بھی اس سے استشہاد کیا ہے۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ: ۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

اس حدیث میں یہ واضح تصریح ہے کہ ذات اور وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

امام محمد بن محمد جزری متوفی ۸۳۳ھ آداب دعا میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔

(حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۵۰ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے توسل پر وہ حدیث دلیل ہے جس کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کی روایت کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی روایت کے موافق صحیح ہے:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ اللہ میری بینائی کھول دے' آپ نے فرمایا: یا میں رہنے دوں! اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھ پر بینائی کا نہ ہونا بہت دشوار ہے' آپ نے فرمایا: اچھا تم جاؤ اور وضو کرو' پھر دو رکعت نماز پڑھو' پھر یوں دعا کرو کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں محمد نبی الرحمۃ کے وسیلہ سے۔ (الحدیث) اور صالحین سے توسل کے جواز پر صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے دعا کرائی۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۵۰' مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ)

نابینا شخص کی یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

(سنن ترمذی: ۳۵۷۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۴۹۵' عمل الیوم واللیۃ: ٦۵۹' سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۱۹' المستدرک ج ۱ ص ۳۱۳' المعجم الکبیر: ۸۳۱۱' مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۲۴۰' ج ۲۸ ص ۴۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شیخ محمد عبدالرحمان مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو اس کے حق میں شفاعت کرنے والا اور اس کی دعا کی قبولیت میں وسیلہ بنایا' اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ بھی اس کے ساتھ دعا کرنے میں شریک تھے۔

شیخ عبدالغنی نے انجاح الحاجۃ میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے شیخ عابد سندھی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث وسیلہ کے جواز پر دلیل ہے اور آپ سے شفاعت طلب کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔ یہ آپ کی حیات میں ہے اور آپ کی وفات کے بعد وسیلہ کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواز پر حضرت عثمان بن حنیف کی حدیث دلیل ہے جس کی امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے۔

(تحفۃ الاحوذی ج ١٠ ص ٣٥ 'ملخصا' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

علامہ سبکی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا مستحسن ہے' متقدمین اور متاخرین میں سے ابن تیمیہ کے سوا کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' یہ اس کی بدعت ہے' اس سے پہلے کسی عالم نے اس کا انکار نہیں کیا۔

(رد المحتار ج ٩ ص ٤٨٥ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اور اس کی شرح میں متعدد حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز اور مستحسن ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے وسیلہ سے دعا کرنے کے ثبوت میں احادیث صحیحہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اور اسی طرح صالحین کی وفات کے بعد ان کے وسیلہ سے دعا کرنے کے متعلق شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

(توسل کا) تیسرا معنی یہ ہے کہ کسی کے بارے میں یہ سمجھنا کہ یہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور اللہ کے ہاں اس کی دعا قبول ہوتی ہے' اس لیے اس سے درخواست کرے کہ آپ میرے حق میں اس مراد کے لیے دعا کر دیں' گویا یہ توسل بہ معنی طلب الدعاء یا شفاعت فی الدعاء ہے' یعنی میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ میری مراد پوری ہو جائے یا یہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمائیں' اس صورت میں یہ شرک نہیں ہے لیکن اس کا ثبوت صرف احیاء کے ساتھ خاص ہے اور اموات سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے' یعنی جو زندہ بزرگ ہیں آدمی ان کے پاس جائے اور کہے کہ میرے لیے دعا فرما دیجیے تو ایسا کرنا جائز ہے' البتہ اموات سے یہ کہنا کہ میرے لیے دعا کر دیجیے یا میرے حق میں سفارش کر دیں یہ بات کہیں ثابت نہیں ہے' اس لیے اس کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔

(انعام الباری ج ٤ ص ١٩٤ 'مکتبۃ الحراء کراچی)

میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ اور عبارات علماء سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اور اسی طرح صالحین کی وفات کے بعد ان کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز اور ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے:

مالک الدار بیان کرتے ہیں اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں طعام کے خازن تھے' انہوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں (اٹھارہ ہجری) میں قحط پڑ گیا تو ایک مرد (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر گئے' پس کہا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجیے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں' تو اس مرد کو خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی' پس اس سے فرمایا گیا: تم عمر کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کہو اور ان کو یہ خبر دو کہ عنقریب تم پر بارش ہونے والی ہے اور ان سے کہو: تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے' تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے (دو بار فرمایا)' پھر وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو خبر دی تو حضرت عمر رونے لگے اور کہا: اے میرے رب! میں صرف وہی کام ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

اور سیف نے فتوح میں روایت کی ہے کہ جس شخص نے یہ مذکور خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ تھے جو صحابہ میں سے ایک ہیں۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٥٣٦ 'دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں مذکور ہے:

مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٢٦٦٥، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٢٠٠٢، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٣٢، ادارۃ القرآن، کراچی، امام بخاری متوفی ٢٥٦ھ نے بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ کبیر: ١٢٩٣۔ ج ٧ ص ١٨٢، کتاب الجرح والتعدیل: ٩٤٤، امام ابن عساکر متوفی ٥٧١ھ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ تاریخ دمشق ج ٦٠ ص ٣، داراحیاء التراث العربی، بیروت، حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ٥ ص ١٦٧، دارالفکر، بیروت، ١٤١٩ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، پس حدیث صحیح سے واضح ہوگیا کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ایک صحابی حضرت بلال بن الحارث المزنی نے آپ سے درخواست کی کہ آپ بارش کے لیے دعا کریں، لہٰذا شیخ عثمانی کا یہ لکھنا باطل ہے کہ اموات سے یہ کہنا کہ میرے لیے دعا کر دیجیے یا میرے حق میں سفارش کر دیں یہ کہیں ثابت نہیں ہے۔

وفات کے بعد نبی ﷺ سے توسل کے ثبوت میں درج ذیل حدیث صحیح بھی مروی ہے:

امام سلیمان بن احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوامامۃ بن سہل بن حنیف اپنے چچا حضرت عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے کسی کام کے سلسلہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا رہتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور نہ اس کے کام میں غور کرتے تھے، اس نے حضرت ابن حنیف سے ملاقات کی اور اس بات کی ان سے شکایت کی، تب حضرت عثمان بن حنیف نے اس سے کہا: تم وضو کرنے کی جگہ جاؤ، پس وضو کرو، پھر تم مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ دعا کرو کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں ہمارے نبی (سیدنا) محمد ﷺ نبی الرحمۃ کے وسیلہ سے، یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے، اور تم اپنی حاجت کا ذکر کرو اور (حضرت عثمان کے پاس) جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا، پس وہ شخص چلا گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا، پھر وہ حضرت عثمان کے دروازہ پر گیا، پس دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا، حضرت عثمان نے اس کو اپنے ساتھ اپنی چادر پر بٹھایا اور فرمایا: تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے اپنی حاجت ذکر کی اور حضرت عثمان نے اس کی حاجت کو پورا کر دیا، پھر اس سے کہا: تم نے اب تک اپنی حاجت کو کیوں ذکر نہیں کیا تھا اور کہا: جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو اس کا ذکر کیا کرو، اس کے بعد وہ شخص وہاں سے چلا گیا اور اس کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو نیک جزا دے، حضرت عثمان میری طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور نہ میری طرف غور کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی، حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی بلکہ میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھا جب آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے اپنی بینائی جانے کی شکایت کی تو نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: تم صبر کرو، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہے اور یہ مجھ پر بہت دشوار ہے، تب نبی ﷺ نے فرمایا: تم وضو کرنے کی جگہ جاؤ، پس وضو کرو، پھر دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ دعا کرو۔ حضرت ابن حنیف نے کہا: پس اللہ کی قسم! ہم الگ نہیں ہوئے تھے حتیٰ کہ وہ نابینا شخص آیا گویا کہ اس کو کوئی تکلیف نہیں تھی۔ (امام طبرانی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔) (المعجم الصغیر ج ١ ص ١٨٤۔ ١٨٣، دارالکتب العلمیہ، بیروت، المعجم الکبیر: ٨٣١٠، ج ٩ ص ٣١۔ ٣٠، داراحیاء التراث العربی، بیروت، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ٦٢٨، المستدرک ج ١ ص ٥٢٦)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس صحیح حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے وسیلہ سے دعا کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ حضرت عثمان بن حنیف نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس شخص کو آپ کے وسیلہ سے دعا کرنے کی تعلیم دی تھی' لہٰذا اس صحیح حدیث سے بھی شیخ تقی عثمانی کا یہ لکھنا باطل ہو گیا کہ اموات سے یہ کہنا کہ ''میرے لیے دعا کر دیجیے یا میرے حق میں سفارش کر دیں یہ کہیں سے ثابت نہیں ہے۔''

صالحین کی قبور کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا اور حضرت ابوایوب انصاری کی قبر کے وسیلہ سے دعا کرنا

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب آج بھی معلوم ہے' اس کی تعظیم کی جاتی ہے' لوگ اس قبر کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں اور ان پر بارش نازل ہوتی ہے۔ (الاستیعاب ج ٢ ص ١٠' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ٥٧١ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس سال فوت ہوئے جب یزید بن معاویہ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا' یہ ٥٢ھ کا واقعہ ہے' یزید بن معاویہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی قبر سرزمین روم میں قسطنطنیہ کے قلعہ کی بنیاد کے پاس ہے اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور جب ان پر قحط آئے تو ان کی قبر کے پاس بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ١٨ ص ٤٥-٤٤' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری جس لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ جہاد کے لیے گئے تھے اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا۔ حضرت ابوایوب بیمار ہو گئے' یزید عیادت کے لیے آیا اور پوچھا: آپ کی کوئی خواہش ہو تو بتائیں' حضرت ابوایوب نے بتایا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے دشمن کے علاقہ میں دور تک لے جانا' پھر مجھے وہاں دفن کر کے لوٹ آنا۔ جب حضرت ابوایوب فوت ہو گئے تو ان کو قسطنطنیہ کے قریب دفن کر دیا' وہاں ان کی قبر ہے اور لوگ ان کی قبر کے پاس بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں۔

(اسد الغابۃ ج ٢ ص ١٢٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ٧٤٨ھ لکھتے ہیں:

الواقدی نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں اور وہاں بارش کے حصول کی دعا کرتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ٤ ص ٦٥-٦٤ دارالفکر' بیروت' ١٤١٧ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری کی قبر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب معروف ہے' اس کی آج تک تعظیم کی جاتی ہے' لوگ وہاں بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں تو وہاں بارش ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢ ص ٤٢٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام بخاری کی قبر کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا اسی طرح حضرت معروف کرخی کی قبر کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا

علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی المتوفی ٧٧١ھ لکھتے ہیں:

ابوالفتح سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کی وفات کے دو سو سال بعد سمرقند میں خشک سالی کی وجہ سے قحط نمودار ہو گیا'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لوگوں نے بار ہا نماز استسقاء پڑھی' دعائیں مانگیں مگر بارش نہ ہوئی' پھر ایک مرد صالح قاضی شہر کے پاس گیا اور اس کو مشورہ دیا کہ تم شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کر لے' قاضی شہر نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر حاضر ہوا' لوگوں نے وہاں گریہ وزاری کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے نہایت خضوع وخشوع سے دعا مانگی اور امام بخاری سے قبولیت دعا کے لیے سفارش کی' اسی وقت آسمان پر بادل امڈ آئے اور سات دن تک لگاتار اس قدر بارش ہوتی رہی کہ لوگوں کے لیے خرتنگ سے سمرقند تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ نے بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل سے نقل کیا ہے۔

(ارشاد الساری ج ۱ ص ٦٧' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔ (مرقات ج ۱ ص ۵۷' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت معروف کرخی بن فیروز' مشائخ کبار سے ہیں' یہ مستجاب الدعوات تھے' ان کی قبر کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعا کی جاتی ہے' یہ حضرت سری سقطی کے استاذ تھے۔ دو سو (۲۰۰) ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۱۴۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

وفات شدہ اولیاء اللہ سے استمداد اور توسل کے متعلق شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تحقیق

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

بہر حال بعض فقہاء نے اہل قبور سے مدد طلب کرنے سے انکار کیا ہے' اگر یہ انکار اس وجہ سے ہے کہ اہل قبور سنتے نہیں ہیں اور ان کو زائرین کے احوال کا علم نہیں ہوتا تو اس کا باطل ہونا ظاہر ہے (کیونکہ سماع موتیٰ ثابت ہے' اسی وجہ سے قبر والوں کو سلام کرنے کا حدیث میں حکم ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور اگر یہ انکار اس وجہ سے ہے کہ اہل قبور کے لیے برزخ میں قدرت اور تصرف ثابت نہیں' بلکہ جن حالات میں وہ مبتلا ہیں ان کی وجہ سے وہ مقید اور پابند ہو چکے ہیں اور انہیں دوسروں سے روک دیا گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے' خصوصاً متقین کے حق میں جو اولیاء اللہ ہیں اور ہو سکتا ہے کہ انہیں برزخ میں وہی مرتبہ حاصل ہو جیسا کہ قیامت میں انہیں منصب شفاعت عطاء ہوگا جس کی وجہ سے وہ ان زائرین کے لیے دعا اور شفاعت کریں گے جو ان سے توسل کریں گے اور اس کی نفی پر کون سی دلیل قائم ہے' علامہ بیضاوی نے آیہ کریمہ "والنازعات غرقًا" کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ ارواح کاملہ ہیں جو اپنے بدنوں سے عالم ملکوت کی طرف منتقل ہوتی ہیں اور وہاں سیر و سیاحت کرتی ہیں اور اپنے شرف اور قوت کی وجہ سے ان فرشتوں کی طرح ہو جاتی ہیں جو عالم میں تدبیر کرتے ہیں' اور کاش ان منکرین کے سامنے میری سمجھ موجود ہوتی' آخر یہ اولیاء سے استمداد کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ جو ہم نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے' وہ اس بندہ مقرب کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اے بار الٰہ! اس بندہ مقرب کی برکت سے جسے تو نے بے اندازہ لطف و اکرام سے نوازا ہے میری حاجت کو پورا فرما کہ تو ہی عطا کرنے والا ہے' یا دعا مانگنے والا اس بندۂ مقرب کو ندا کرتا ہے کہ اے اللہ کے ولی! میری شفاعت کر اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ مجھے میرا سوال اور مطلوب عطا فرمائے اور یہ بندۂ مقرب درمیان میں صرف وسیلہ ہوتا ہے اور قادر اور فاعل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا اور اولیاء اللہ تو اللہ کے فعل اور اس کی قدرت میں فناء ہو چکے ہیں اور اولیاء کو نہ اب قبروں میں کسی چیز

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پر قدرت ہوتی ہے اور نہ جس وقت وہ دنیا میں تھے اس وقت انہیں کسی چیز پر قدرت تھی اور امداد اور استمداد کا جو معنی میں نے ذکر کیا ہے اگر وہ موجب شرک اور غیر اللہ کی طرف توجہ کو مستلزم ہوتا' جیسا کہ منکرین کا زعم فاسد ہے تو چاہیے تھا کہ زندگی میں بھی صالحین سے دعا کرانا اور ان کا وسیلہ لینا ناجائز ہوتا' حالانکہ یہ بالاتفاق نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور مستحب ہے اور اگر منکرین یہ کہیں کہ اولیاء اللہ موت کے بعد اپنے مرتبہ سے معزول ہو جاتے ہیں اور زندگی میں ان کو جو فضیلت اور کرامت حاصل تھی وہ اب باقی نہیں رہی تو اس پر کیا دلیل ہے؟ اگر وہ یہ کہیں کہ موت کے بعد وہ ایسی آفات و بلیات میں مبتلا ہوئے کہ انہیں دعا وغیرہ کی فرصت نہ رہی تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء کے لیے ابتلاء قیامت تک رہتا ہے' زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہل قبر سے استمداد سود مند نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اولیاء جذب و استغراق کی کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت کے مشاہدہ میں اس طرح منہمک ہوں کہ اس دنیا کے حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ رہے' سو وہ اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں! اگر اولیاء اللہ کے حق میں زائرین کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ مدد کرنے میں مستقل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کیے بغیر خود ذاتی قدرت سے امداد کرتے ہیں' جیسے بعض جہلاء کا عقیدہ ہے کہ وہ قبر کو بوسا دیتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور یہ تمام افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ناواقف عوام کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ خارج از بحث ہیں اور شریعت کا عارف اور احکام دین کا عالم ان تمام برے کاموں سے سخت بے زار ہے اور مشائخ اور اہل کشف نے ارواح کاملہ سے استفادہ کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ شمار سے باہر ہے اور وہ ان کی کتابوں میں مشہور اور مذکور ہے' ہمیں اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ متعصبین اور منکرین کو اس سے فائدہ نہ ہو' اللہ تعالیٰ ہم کو اس بدعقیدگی سے محفوظ رکھے۔ یہاں علم اور شریعت کے اعتبار سے گفتگو ہے' ہاں! زیارت قبر کے وقت قبر والے کو سلام کرنا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا مسنون ہے لیکن اس سے ان سے استمداد کی نفی نہیں ہوتی' پس اہل قبور کی زیارت کرنا' ان کی امداد کرنا اور ان سے استمداد کرنا' زائرین کے مختلف احوال کی وجہ سے دونوں امور جائز ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اہل قبور سے استمداد کے جواز میں جو بعض علماء کا اختلاف ہے وہ انبیاء علیہم السلام کے ماسوا میں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام بالاتفاق حیات حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں اور اولیاء حیات اخروی وحضوی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اس زمانہ میں ایک فرقہ (ابن تیمیہ کے متبعین) ظاہر ہوا ہے جو ان اولیاء اللہ سے استمداد کا منکر ہے جو دار فناء سے دار بقاء کی طرف منتقل ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خوش حال ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے اور یہ منکرین ان کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں اور جو منہ میں آتا ہے وہ کہہ دیتے ہیں۔ مدت سے یہ خیال تھا کہ میں اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل لکھوں اور اب اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میں نے اس کو قلم بند کیا' تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں' اے اللہ! ہمیں حق دکھلا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا کر اور باطل کے بطلان کو ہم پر ظاہر کر اور اس سے اجتناب کی توفیق مرحمت فرما اور اللہ ہی خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم کامل ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۲۔۴۰۱' تیج کمار لکھنؤ' اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۲۳۔۴۲۲' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب کی تھی اور ان سے بارش کے نزول کے لیے دعا کرائی تھی' اس مناسبت سے ہم نے یہاں پر وسیلہ کی بحث کی ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر ہم یہ بحث ختم کر رہے ہیں اور پھر حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مناقب کی طرف رجوع کر رہے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال پہلے پیدا ہوئے تھے' ان کی والدہ کا نام نتیلہ بنت خباب ہے۔ حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ پہلی عربی خاتون ہیں جنہوں نے کعبہ پر ریشم اور دیباج کا غلاف چڑھایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عباس کم سنی میں گم ہو گئے تھے تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ اگر ان کو حضرت عباس مل گئے تو وہ کعبہ پر غلاف چڑھائیں گی۔

حضرت عباس زمانہ جاہلیت میں سردار تھے اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی' اور حجاج کو پانی پلانے کا منصب اور مسجد حرام کی تعمیر ان ہی کے سپرد تھی۔ یہ غزوہ بدر سے پہلے اسلام لا چکے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف لکھا کہ آپ کا مکہ میں رہنا ہمارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ مشرکین کی خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچاتے تھے اور جب ان کو غزوۂ بدر میں قید کیا گیا تو انہوں نے کہا: مجھے زبردستی لایا گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس عذر کو قبول نہیں کیا اور فرمایا: ہم ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں' پس جب ان کو قید کیا گیا تو ان کو بہت کس کر سختی سے باندھا گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات بیدار رہے اور آپ نے اپنے بعض اصحاب سے فرمایا: میں عباس کے کراہنے کی آواز سن رہا ہوں تو ایک صحابی گئے اور ان کی بندشیں ڈھیلی کر دیں تو آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ اب ان کے کراہنے کی آواز نہیں آ رہی تو اس صحابی نے کہا: میں نے ان کی بندشیں ڈھیلی کر دی ہیں تو آپ نے فرمایا: تمام قیدیوں کی بندشیں ڈھیلی کر دو۔ حضرت عباس بہت حسین اور فیاض تھے۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٤٦٩' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مشہور یہ ہے کہ حضرت عباس فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے' اور یہ بعید نہیں ہے اور حضرت ابو رافع کا غزوہ بدر کے قصہ میں یہ قول ہے: ہم اہل بیت پر اسلام داخل ہو چکا ہے' یہ اس وقت حضرت عباس کے اسلام پر دلیل نہیں ہے' کیونکہ غزوہ بدر کے دن ان کو قید کیا گیا تھا اور انہوں نے اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب کا فدیہ دیا تھا اور کیونکہ انہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت نہیں کی تھی اور حضرت عمر ان کی فضیلت کے معترف تھے اور ان کے وسیلہ سے بارش طلب کی تھی' اس کے باوجود انہوں نے حضرت عباس کو اہل شوریٰ میں داخل نہیں کیا تھا۔ حضرت عباس کی کنیت ابو الفضل ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسّی (۸۰) سال سے زائد عمر گزار کر بتیس (۳۲) ھ میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث

(۱) عبد المطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حالت غضب میں آئے' اس وقت میں بھی آپ کے پاس تھا' آپ نے پوچھا: آپ کو کس نے غضبناک کیا؟ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! قریش کو کیا ہوا ہے جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو ہنسی خوشی ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اس طرح نہیں ملتے! انہوں نے بتایا کہ پس رسول اللہ غضب میں آ گئے اور آپ کا چہرہ انور سرخ ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ آپ لوگوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے محبت نہ رکھے' پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! جس نے میرے عم محترم کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی کیونکہ ہر شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۵۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۷)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں۔

(سنن ترمذی: ۳۷۵۹ مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۰)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں اور ہر شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۶۱ مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پیر کے دن صبح کو آپ خود اپنی اولاد کو لے کر میرے پاس آئیں تاکہ میں آپ کے لیے ایسی دعا کروں جس سے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد کو نفع پہنچائے' پھر صبح کو ہم حضرت عباس کے ساتھ آپ کے پاس گئے تو آپ نے ہم کو ایک چادر اوڑھائی' پھر دعا کی: اے اللہ! عباس اور اس کی اولاد کے لیے ظاہری اور باطنی مغفرت فرما اور ان کے کسی گناہ کو نہ چھوڑ' اے اللہ ان کی اولاد کی حفاظت فرما۔

(سنن ترمذی: ۳۷۶۲)

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے پینتیس (۳۵) احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم تین حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۱۲ - بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْقَبَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے مناقب اور سیدہ فاطمہ علیہا السلام بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار وہ ہیں جو آپ کے جد اقرب حضرت عبد المطلب کی طرف منسوب ہوں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہوں یا انہوں نے آپ کے صحابی کو دیکھا ہو' اور وہ حضرت علی ہیں اور ان کی اولاد میں سے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت محسن' اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم ہیں جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے' اور حضرت جعفر اور ان کی اولاد ہیں' حضرت عبد اللہ' حضرت عون اور حضرت محمد رضی اللہ عنہم۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب کا نام احمد ہے اور حضرت عقیل بن ابی طالب اور ان کی نرینہ اولاد: الفضل' عبد اللہ' قثم' عبید اللہ' الحارث' معبد' عبد الرحمان' کثیر' عون اور تمام رضی اللہ عنہم۔ ایک قول یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ حضرت جعفر کی صاحب زادیاں یہ ہیں: ام حبیب' آمنہ' اور صفیہ رضی اللہ عنہن۔ حضرت جعفر کی اکثر اولاد لبابۃ ام الفضل کے بطن سے ہیں' اور معتب بن ابی لھب اور عباس بن عتبہ بن ابی لھب اور وہ آمنہ بنت العباس کے شوہر تھے۔ اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر بن عبد المطلب اور ان کی بہن ضباعۃ' اور وہ حضرت المقداد بن الاسود کی زوجہ تھیں' اور حضرت ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور ان کے بیٹے جعفر اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب اور ان کے دو بیٹے المغیرہ اور الحارث اور عبدالمطلب کی بیٹیاں اروی اور عاتکہ اور صفیہ۔صفیہ اسلام لائی تھیں اور صحابیہ تھیں اور باقیات میں اختلاف ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے بعد نکاح کیا تھا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال اور ساڑھے پانچ ماہ تھی اور حضرت علی کی عمر اس وقت اکیس سال اور پانچ ماہ تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۰۶-۳۰۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۳۶۲۴' میں گزر چکی ہے۔

۳۷۱۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے متعلق پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مال فے عطاء کیا تھا اس میں سے ان کی میراث دیں' وہ آپ سے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ کا اور فدک کا اور خیبر کے خمس میں سے باقی حصہ کا مطالبہ کر رہی تھیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۰۹۲' میں گزر چکی ہے۔

۳۷۱۲- فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ يَعْنِي مَالَ اللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَزِيدُوا عَلَى الْمَأْكَلِ وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ ثُمَّ قَالَ إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَضِيلَتَكَ وَذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي.

پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آل صرف اس مال سے کھائے گی یعنی اللہ کے مال سے اور ان کا کھانے پینے کے اخراجات کے علاوہ اور کوئی حق نہیں ہوگا' اور اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صدقات میں جو آپ کے عہد میں تھے میں ان میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا اور میں ان میں وہی عمل کروں گا جو ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کرتے تھے' پھر حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر کہا: اے ابوبکر! ہمیں آپ کی فضیلت کا اعتراف ہے' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی قرابت کا ذکر کیا اور اپنے حق کا ذکر کیا۔پس حضرت ابوبکر نے کلام کیا اور کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں سے حسن سلوک کرنا میرے نزدیک اپنے قرابت داروں سے حسن سلوک سے ضرور زیادہ

Click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پسندیدہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۹۳' میں گزر چکی ہے۔

حضرت سیدہ کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وراثت کا سوال کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر سے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ کا سوال کر رہی تھیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ کس طرح صدقہ کو طلب کرتی تھیں حالانکہ وہ تمام مومنین کے لیے صدقہ تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس صدقہ کو طلب کر رہی تھیں جو ان کے گمان میں واقع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھا۔ علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ صدقہ کا لفظ راوی کا اضافہ ہے۔

حضرت ابوبکر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے' ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے تو پھر حضرت سیدہ نے حضرت ابوبکر سے وراثت کا سوال کیوں کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سیدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا علم نہیں تھا۔

۳۷۱۳ - اَخْبَرَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَّاقِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِی یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِی بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ قَالَ اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی اَهْلِ بَیْتِهٖ.

[طرف الحدیث: ۳۷۵۱] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واقد' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے تھے از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کا خیال رکھو۔

اہل بیت کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ تم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی حفاظت کرو' تم ان کو ایذا نہ پہنچاؤ اور نہ ان کو برا کہو اور آپ کے اہل بیت یہ ہیں: سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم' کیونکہ آپ نے ان کے اوپر چادر ڈالی اور فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں یا یہ اور آپ کی ازواج اہل بیت ہیں کیونکہ اہل بہت سے متبادر آپ کی ازواج ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اہل بیت میں حضرت علی کا ذکر نہیں کیا لیکن علامہ زکریا انصاری شافعی نے اہل بیت میں حضرت علی کا ذکر کیا ہے۔ (منحۃ الباری ج ٧ ص ٥٩' الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٧ ص ٦٥)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

اہل بیت آپ کی اولاد ہیں' آپ کی ازواج ہیں' اور حضرت علی' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ یہ ہمیشہ آپ کے ساتھ لازم رہتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ٢٥ ص ٢٠٩' طبع مصر)

۳۷۱٤ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از ابن ابی ملیکہ از مسور بن مخرمہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۶' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں حضرت سیدہ فاطمہ کی صریح فضیلت ہے۔

٣٧١٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ ابْنَتَهُ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيْهَا فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ فَسَأَلْتُهَا عَنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن قزعۃ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جس مرض میں فوت ہو گئے تھے آپ نے اس مرض میں اپنی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا' پھر ان سے چپکے سے کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں' آپ نے ان کو پھر بلایا' پس چپکے سے کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں' حضرت عائشہ نے بتایا: میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۳' میں گزر چکی ہے۔

٣٧١٦ - فَقَالَتْ سَارَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُقْبَضُ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِهِ أَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ.

پس حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی ﷺ نے چپکے سے مجھے خبر دی کہ اس درد میں آپ کی روح قبض کر لی جائے گی جس درد میں آپ کی وفات ہوگئی' تو میں روئی' پھر چپکے سے مجھے خبر دی کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کے پیچھے جاؤں گی تو میں ہنسی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۴' میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث یحییٰ بن قزعۃ کی روایت سے باب علامات النبوۃ کے اواخر میں بعینہٖ اسی سند اور متن کے ساتھ گزر چکی ہے' سو یہ تکرار بلا فائدہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں مزید احادیث

(۱) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے منبر پر سنا' آپ فرما رہے تھے کہ بنو ہشام بن المغیرۃ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں' سو میں ان کو اس کی اجازت نہیں دیتا' سو میں ان کو اس کی اجازت نہیں دیتا' سو میں ان کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ (تین بار فرمایا) سوائے اس کے کہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں' کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو چیز اس کو پریشان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو چیز اس کو ایذا دیتی ہے وہ مجھے ایذا دیتی ہے۔

(صحیح البخاری: ٥٢٣٠، صحیح مسلم: ٢٤٤٩، الرقم المسلسل: ٦٢٠٣، سنن ابوداؤد: ٢٠٧١، سنن ترمذی: ٣٨٩٣، سنن ابن ماجہ: ١٩٩٨)

(٢) ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت علی بن حسین (زین العابدین) نے حدیث بیان کی کہ جب وہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد یزید بن معاویہ کے پاس سے مدینہ آئے تو ان کی حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے حضرت زین العابدین سے کہا: اگر آپ کا کوئی کام ہے تو آپ مجھے اس کا حکم فرمائیں، حضرت زین العابدین نے ان سے کہا: نہیں، حضرت مسور نے ان سے کہا: آپ کے پاس جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ہے کیا آپ وہ مجھے دیں گے؟ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ لوگ آپ پر غلبہ پا کر اس تلوار پر قبضہ کر لیں گے اور اللہ کی قسم! اگر آپ نے مجھے وہ تلوار دے دی تو وہ اس تلوار کو کبھی حاصل نہیں کر سکیں گے حتیٰ کہ میری جان چلی جائے، بے شک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اوپر ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا تو میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اس منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اور میں اس وقت بالغ تھا، آپ نے فرمایا: فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ اس سے اس کے دین میں فتنہ ہوگا، پھر آپ نے بنو عبد شمس سے اپنے داماد کا ذکر کیا اور اس کی تحسین کی کہ اس نے بہت اچھا سلوک کیا۔ اس نے مجھ سے جو بات کی تو سچ بولا اور مجھ سے جو وعدہ کیا تو اس کو پورا کیا اور میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی ایک محل میں کبھی بھی جمع نہیں ہوں گی۔

(صحیح البخاری: ٩٢٦، صحیح مسلم: ٢٤٤٩، الرقم المسلسل: ٦٢٠٣، سنن ابوداؤد: ٢٠٧٠، سنن ابن ماجہ: ١٩٩٩)

اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو اپنی بیٹی پر سوکن نہ لانے کا حکم دیا کیا، یہ جانب داری نہیں ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر (حضرت) علی بن ابی طالب نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کر لیا تو مجھے خطرہ ہے کہ اس سے (سیدہ) فاطمہ کے دین میں فتنہ ہوگا یعنی انہیں اپنی سوکن ناگوار ہوگی اور وہ اس ناگواری پر صبر نہیں کر سکیں گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس ناگواری کی وجہ سے حضرت علی پر غضب ناک ہوں اور غضب کی وجہ سے حضرت علی بہ حیثیت شوہر حقوق ادا نہ کر سکیں اور ان کی نافرمانی کریں اور گناہ میں مبتلا ہو جائیں اور میں ان کو فتنہ میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ غیر مسلم مستشرقین اور آزاد خیال مسلمان یہ کہیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خیال کیا اور امت کی لاکھوں بیٹیوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خیال نہیں کیا کیونکہ جب آپ نے ہر مسلمان مرد کو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے تو امت کی جس بیٹی پر دوسری عورت سے نکاح کیا جائے گا اس کو بھی ناگوار ہوگا اور وہ بھی اس خطرہ میں ہے کہ وہ غضب کی وجہ سے شوہر کی نافرمانی کرے گی تو آپ نے اپنی بیٹی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کی تو رعایت کی اور امت کی لاکھوں بیٹیوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کی رعایت نہیں کی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادلانہ سیرت سے بہت بعید ہے!

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول اور ہر فعل وحی کے موافق ہوتا ہے، وحی کے قول کے موافق ہونے کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (النجم: ٤-٣)

وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ○ ان کا کلام وہی ہوتا ہے جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے ○

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور فعل کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ. آپ کہیے: میں اسی کی پیروی کرتا ہوں جس کی میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (الاعراف:٢٠٣)

پس واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے حضرت علی کو جو دوسرے نکاح سے منع کیا تھا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اس کی وحی کے موافق کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو خصوصی درجات سے نوازتا ہے' جس طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کا سردار بنایا' آپ کو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے نبی بنایا' آپ کو خاتم الانبیاء بنایا' رحمۃ للعالمین بنایا اور بہت درجات کی بلندی عطا فرمائی' آپ کی امت کو بہترین امت بتایا' ان کے لیے قربانی کے جانور کو کھانا حلال کر دیا' مال غنیمت کو لینا جائز کر دیا' تمام روئے زمین کو ان کے لیے مسجد اور آلۂ تیمم بنا دیا اور آپ کی آل کو بہت خصوصیات عطا فرمائیں۔ آل محمد پر صدقہ حرام کر دیا' ہر نماز میں ان پر صلوٰۃ اور رحمت بھیجنے کو مشروع کر دیا' اسی طرح آپ کی صاحبزادی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہت خصوصیات عطا فرمائیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دوسرا نکاح حرام کر دیا اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دیگر خصوصیات پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ نے اس نبی کو رحمت للعٰلمین کیوں بنایا' اور ان کی امت پر مال غنیمت کیوں حلال کیا اور آل محمد پر صدقہ کیوں حرام کیا اسی طرح یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کہ سیدہ فاطمہ کے ہوتے ہوئے حضرت علی پر دوسرا نکاح کیوں حرام کیا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ O (الانبیاء:٢٣) اللہ تعالیٰ سے ان کاموں کے متعلق نہیں پوچھا جا سکتا جو وہ کرتا ہے البتہ لوگوں سے سوال کیا جائے گا O

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے بنو شمس میں سے اپنے داماد کا ذکر کیا اور اس کی تحسین کی۔

اس کی شرح میں علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

اس داماد کا نام ابوالعاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ ان کی والدہ ھالۃ بنت خویلد تھیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے نکاح کر دیا' یہ مکہ کے چند مال دار لوگوں میں سے تھے۔ ان کی امانت اور تجارت مشہور تھی' حضرت زینب رضی اللہ عنہا اسلام لے آئیں اور یہ اسلام نہیں لائے' (اس وقت تک مشرکین سے نکاح ممنوع نہیں تھا) اور یہ غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے جنگ کر رہے تھے' ان کو قید کر لیا گیا اور جب قریش نے اپنے قیدیوں کے لیے فدیہ کی رقوم بھیجیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیہ کے لیے وہ ہار بھیجا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہ نے ابوالعاص کے ساتھ ان کے نکاح کے موقع پر دیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا: اگر تم لوگ چاہو تو ابوالعاص کو بغیر فدیہ کے آزاد کر دو اور ان کا ہار واپس کر دو' چنانچہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص پر یہ شرط عائد کی کہ وہ حضرت زینب کو مدینہ بھیج دے' سو اس نے یہ شرط پوری کی۔

جمادیٰ چھ ہجری میں ابوالعاص قریش کا قافلہ لے کر شام کی طرف نکلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک سو ستر سواروں کے ساتھ اس قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا' مقام العیص پر مسلمانوں کے لشکر کا اس قافلہ کے ساتھ مقابلہ ہوا' اس قافلہ میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابوالعاص بھی تھا۔ مسلمانوں نے کہا: اے ابوالعاص! تم قریش کے شریف مرد ہو اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ہو' اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور اہل مکہ کے اموال میں سے تم کو بھی مال غنیمت کا حصہ ملے؟ ابوالعاص نے کہا: تم نے مجھے بہت برا مشورہ دیا ہے کہ میں دھوکا دے کر اپنے دین کو بدل لوں! پھر مسلمانوں نے اس کو اور دیگر قریش کو گرفتار کر لیا اور قافلہ کو لوٹ لیا اور مدینہ پہنچ گئے اور قیدیوں کو مسجد میں باندھ دیا' حضرت زینب کو ابوالعاص کی گرفتاری کا پتہ چل گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی تو حضرت زینب نے بلند آواز سے کہا: میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دے دی ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے کہا: کیا تم نے سن لیا جو میں نے سنا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' مجھے سننے سے پہلے علم نہیں تھا کہ کیا ہوا ہے' اور مسلمانوں کا ادنیٰ فرد بھی کسی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے' جس کو زینب نے پناہ دی ہے ہم نے اس کو پناہ دے دی' پھر آپ نے حضرت زینب کو حکم دیا کہ وہ آپ سے مقاربت نہ کرے' پھر حضرت زینب نے مطالبہ کیا کہ قافلہ کا مال ابوالعاص کو واپس کر دیا جائے' سو آپ نے ایسا کر دیا' پھر ابوالعاص مکہ گئے اور لوگوں کے جو حقوق تھے وہ ان کو لوٹا دیئے' پھر انہوں نے کھڑے ہو کر پوچھا: اے اہل مکہ! کیا میں نے تمہارا ذمہ ادا کر دیا' لوگوں نے کہا: جی ہاں! تب انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک (سیدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں' پھر وہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیوی ان کے حوالے کر دیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا ہوا جس کا نام علی رکھا گیا' وہ اپنے والد کی حیات میں فوت ہو گئے' اس وقت وہ قریب بہ بلوغ تھے۔ ان کی ایک بیٹی ہوئی جس کا نام امامہ رکھا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو نماز میں اٹھا لیتے تھے' وہ زندہ رہیں حتیٰ کہ ان کی خالہ سیدہ فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علی نے ان سے نکاح کر لیا' اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بارہ (١٢) ہجری میں فوت ہو گئے۔ (فتح المنعم ج ٩ ص ٤١٦' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ ھ)

حافظ ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ ھ نے حضرت ابوالعاص کے قصہ کو اس سے زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(اسد الغابۃ ج ٦ ص ١٨٣۔ ١٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ نے بھی حضرت ابوالعاص کے قصہ کو بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(الاصابہ ج ٧ ص ٢١٠۔ ٢٠٦ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

(٣) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج آپ کے پاس تھیں' ان میں سے کوئی باقی نہیں تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چل کر آئیں' ان کا چلنا بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھا' جب آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا: میری بیٹی مرحبا! پھر ان کو اپنی دائیں جانب یا بائیں جانب بٹھایا' پھر ان سے چپکے چپکے بات کی تو وہ بہت زیادہ روئیں۔ جب آپ نے ان کی بے قراری دیکھی تو پھر دوبارہ چپکے چپکے بات کی تو وہ ہنسیں' میں نے ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنی تمام ازواج سے سرگوشی میں بات کرنے کے ساتھ خاص کر لیا ہے' پھر آپ روئیں تھیں' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ تو انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز افشا کرنے والی نہیں ہوں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے تو میں نے ان سے کہا: میرا جو آپ کے اوپر حق ہے میں آپ کو اس کی قسم دیتی ہوں مجھے بتائیں کہ آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا تھا! تو انہوں نے کہا: ہاں! اب میں بتا دیتی ہوں' پہلی بار جب آپ نے مجھ سے سرگوشی کی تو آپ نے فرمایا: حضرت جبریل میرے ساتھ ہر سال ایک

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مرتبہ دور کرتے تھے اور انہوں نے اب دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا ہے اور اب بے شک میرا یہی گمان ہے کہ اجل قریب آ چکی ہے' پس تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو' پس میں تمہارے لیے کیا ہی اچھا پیش رو ہوں' پھر انہوں نے کہا: پس میں روئی جو آپ نے دیکھا تھا' پھر جب آپ نے میری بے قراری دیکھی تو مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی' پس فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام مومنین کی عورتوں کی سردار ہو یا فرمایا: اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔ انہوں نے بتایا کہ پس میں ہنسی اور یہ میری وہی ہنسی تھی جو آپ نے دیکھی تھی۔ (سنن ترمذی: ۳۸۷۲ میں ہے کہ آپ سیدہ فاطمہ کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے تھے اور ان کو بوسا دیا تھا۔ اور سنن ترمذی: ۳۸۷۳ میں ہے: اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی)۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۳' صحیح مسلم: ۲۴۵۰ الرقم المسلسل: ۶۲۰۶' سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۱)

صحیح البخاری: ۳۶۲۳ میں دوسری بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہنسنے کی یہ وجہ مذکور ہے کہ تم جنت میں تمام مومنین کی عورتوں کی سردار ہوگی اور صحیح البخاری: ۳۷۱۶ میں یہ وجہ مذکور ہے کہ آپ نے خبر دی کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کے پیچھے جاؤں گی اور یہ تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے آپ نے دونوں بشارتیں دی ہوں اور سیدہ فاطمہ نے دونوں بشارتیں بتائی ہوں لیکن ایک راوی نے حدیث میں ایک بشارت کا ذکر کیا اور دوسرے راوی نے دوسری بشارت کا ذکر کیا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے۔ آپ نے بتایا کہ اس مرض میں آپ کی وفات ہو جائے گی اور آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے سیدہ فاطمہ آپ کے ساتھ واصل ہوں گی۔

(۴) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب سیدہ فاطمہ تھیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب ان کے شوہر تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۶۸)

(۵) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: جس سے تم جنگ کرو گے میں اس سے جنگ کروں گا اور جس سے تم صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا۔

(سنن ترمذی: ۳۸۷۰)

(۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت علی اور سیدہ فاطمہ کو چادر اوڑھائی اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور خاص ہیں' ان سے ناپاکی دور فرما اور ان کو خوب پاک کر دے' حضرت ام سلمہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں شامل ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم خیر کی طرف ہو۔ (سنن ترمذی: ۳۸۷۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۸)

(۷) جمیع بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھا؟ تو انہوں نے بتایا: فاطمہ' پوچھا گیا: اور مردوں میں' تو حضرت عائشہ نے بتایا: ان کے شوہر' وہ بہت روزے رکھنے والے اور بہت قیام کرنے والے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۷۴)

(۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام جہان کی عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں اور خدیجہ بنت خویلد ہیں اور فاطمہ بنت محمد ہیں اور فرعون کی بیوی آسیہ ہیں۔

(صحیح ابن حبان: ۶۹۵۱' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۴۰۲' رقم: ۱۰۰۴)

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں آپ سے جھک کر باتیں کیں تو آپ روئیں' پھر دوبارہ آپ نے جھک کر باتیں کیں تو آپ ہنسیں'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جب میں پہلی بار آپ پر جھکی تو آپ نے بتایا کہ آپ فوت ہونے والے ہیں' سو میں روئی اور جب میں دوبارہ آپ پر جھکی تو آپ نے فرمایا: آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کے ساتھ واصل ہوں گی اور میں اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں' ماسوا مریم بنت عمران کے' تو میں ہنسی۔ (صحیح ابن حبان: ٦٩٥٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ١٢٦)

ہم نے اس حدیث کو دوبارہ اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں' نیز اس حدیث میں ہماری اس شرح کی تائید ہے کہ آپ نے دونوں بشارتیں ایک ساتھ دی تھیں ایک یہ کہ آپ کے اہل میں سے سیدہ سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوں گی اور سیدہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی۔ فالحمد للہ رب العلمین

(١٠) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو سیدہ فاطمہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے مشابہ ہو اور جب وہ آپ کے پاس آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے' پس ان کو بوسا دیتے اور ان کو خوش آمدید کہتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنی جگہ بٹھاتے اور جب آپ سیدہ فاطمہ کے پاس آتے تو وہ آپ کی طرف کھڑی ہو جاتیں' وہ آپ کو بوسا دیتیں اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیتیں۔ (صحیح ابن حبان: ٦٩٥٣' سنن ابوداؤد: ٥٢١٧' سنن ترمذی: ٣٨٧٢' المستدرک ج ٤ ص ٢٧٣-٢٧٢' سنن نسائی: ٣٥٤' سنن ابن ماجہ: ١٦٢١)

اس حدیث میں قیام تعظیمی کا ثبوت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہیں تھا۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

(الفتح الربانی: ٢٠٧ ١١٣' مسند احمد: ١٢٧٠٣' عالم الکتب ج ٣ ص ١٦٤' سنن ترمذی: ٣٧٧٦' صحیح ابن حبان: ٦٩٧٣' مصنف عبدالرزاق: ٧٩٨٠)

(١١) حضرت مسور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن حسن نے ان کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا: ان سے کہو کہ مجھ سے عشاء کے وقت ملاقات کریں' پس انہوں نے ان سے ملاقات کی تو حضرت مسور نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا: اللہ کی قسم کوئی نسب اور کوئی سبب (نکاح) اور کوئی سسرال مجھے آپ کے سبب اور آپ کے سسرال سے زیادہ پسند نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے' (سیدہ) فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو ناراض کرے وہ مجھے ناراض کرتی ہے اور جو چیز اس کو خوش کرے وہ مجھے خوش کرتی ہے اور قیامت کے دن تمام انساب منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسب' میرے سبب اور میری سسرال کے' اور تمہارے نکاح میں سیدہ فاطمہ کی بیٹی ہے اور اگر میں نے تم سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا تو وہ ناراض ہوگی۔ حضرت مسور یہ عذر بیان کر کے چلے گئے۔ (الفتح الربانی: ٧٥ ١١٣' مسند احمد: ١٩١١٤' عالم الکتب' مسند احمد ج ٤ ص ٣٢٣)

(١٢) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں' ماسوا مریم بنت عمران کے۔

(الفتح الربانی: ٧٦ ١١٣' مسند احمد: ١١٦٤١' عالم الکتب' سنن ترمذی: ٣٧٦٨' صحیح ابن حبان: ٦٩٥٩)

(١٣) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان سے فرشتہ اترا' اس نے اللہ تعالیٰ سے مجھے سلام کرنے کی اجازت طلب کی' وہ اس سے پہلے آسمان سے نہیں اترا تھا' اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ سیدہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (المستدرک: ٤٧٧٥' مسند احمد ج ٥ ص ٣٩١' صحیح ابن حبان: ٢٢٢٩' تاریخ بغداد ج ٦ ص ٣٧٢' المعجم الکبیر: ٢٦٠٧' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ سب سے پہلے جنت میں' میں داخل ہوں گا' پھر فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! پس ہم سے محبت کرنے والے؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہارے پیچھے ہوں گے۔ (المستدرک: ٤٧٧٦' مسند فاطمہ: ٨٧' حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے۔)

(۱۵) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے (ان کو زہد کی تعلیم دینے کے لیے) ان کی گردن سے سونے کی زنجیر اتار لی' انہوں نے بتایا: یہ مجھے ابوالحسن نے ہدیہ کی تھی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوگی کہ لوگ کہیں کہ یہ فاطمہ بنت محمد ہے اور تمہارے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہو' پھر آپ چلے گئے اور بیٹھے نہیں' پھر حضرت فاطمہ نے اس زنجیر سے ایک غلام خریدا اور اس کو آزاد کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اللہ کی حمد ہے جس نے فاطمہ کو دوزخ سے نجات دے دی۔

(المستدرک: ٤٧٧٨' سنن کبریٰ للنسائی: ٩٤٤٠' مسند احمد ج ۵ ص ٢٧٨' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٩٩٠' المعجم الکبیر: ١٤٤٨)

(۱۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ نے اپنی عفت کی حفاظت کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔ (المستدرک: ٤٧٧٩' مسند البزار: ٢٦٥١' المعجم الکبیر: ٢٦٢٥' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ١٨٨' المطالب العالیہ لابن حجر: ٣٩٨٧' مجمع الزوائد ج ۹ ص ٢٠٢)

(۱۷) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن قائم ہوگا تو حجاب کے پیچھے سے ایک منادی نداء کرے گا: اے اہل محشر! فاطمہ بنت محمد سے اپنی نظریں نیچی کر لو حتیٰ کہ وہ گزر جائیں۔

(المستدرک: ٤٧٨١' المعجم الکبیر ج ۱ ص ١٠٨)

(۱۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہارے غضب سے اللہ تعالیٰ غضب میں آتا ہے اور تمہاری رضا سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

(المستدرک: ٤٧٨٣' المعجم الکبیر ج ۱ ص ١٠٨! حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے)

(۱۹) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' پس کہا: اے فاطمہ! اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ سے زیادہ محبوب کسی کو نہیں دیکھا' اور اللہ کی قسم! آپ کے والد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے۔ (المستدرک: ٤٧٨٩' مسند فاطمہ: ١٨٥)

(۲۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں سیدہ فاطمہ کو نصیحت کرتے اور جب آپ سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے سیدہ فاطمہ کو نصیحت کرتے۔

(المستدرک: ٤٧٩٢' حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند میں ابراہیم نامی راوی ضعیف ہے۔)

(۲۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت خدیجہ کے بطن سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں' حضرت قاسم' حضرت عبداللہ' سیدہ فاطمہ' حضرت ام کلثوم' حضرت رقیہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہم۔ (المستدرک: ٤٨١٢)

(۲۲) جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اکیس سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں اور آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے اکتالیس سال بعد پیدا ہوئی تھیں۔ (میں کہتا ہوں کہ آپ کی عمر میں اختلاف ہے۔ سعیدی غفرلہ) (المستدرک: ٤٨١٩)

(۲۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہو گئی تھیں۔ محمد بن عمرو نے کہا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ روایت ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔ محمد بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ بنت محمد تین رمضان کو فوت ہوئی تھیں۔

(المستدرک: ۴۸۱۵' الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۷)

(۲۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رات کے وقت دفن کیا گیا تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر نہیں دی۔

(المستدرک: ۴۸۱۸' طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۹۔۲۸ طبع قدیم)

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے لکھا ہے کہ المدائنی نے کہا ہے کہ سیدہ فاطمہ منگل کے دن تین رمضان' ۱۱ ہجری کو فوت ہوئیں' اس وقت ان کی عمر ۲۹ سال تھی' وہ اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔

(الاستیعاب ج ۴ ص ۴۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت سیدہ فاطمہ کو وفات کے بعد غسل دینے کی تحقیق' یعنی آپ کو کس نے غسل دیا تھا؟

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی التوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

شوہر کو اس کی بیوی کے غسل دینے سے منع کیا جائے گا اور صحیح مذہب کے مطابق اس کو چھونے' اس کی طرف دیکھنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

اور ائمہ ثلاثہ (امام مالک' امام شافعی اور امام محمد) کے نزدیک یہ جائز ہے کیونکہ حضرت علی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا' ہم کہتے ہیں کہ یہ اس پر محمول ہے کہ ان کی (حضرت فاطمہ کے ساتھ) زوجیت باقی تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: ہر سبب اور نسب منقطع ہو جاتا ہے سوا میرے سبب (نکاح) اور نسب کے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۱۴۲' حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند منقطع ہے) علاوہ ازیں بعض صحابہ نے حضرت علی کے غسل دینے پر اعتراض کیا تھا۔

(الدرالمختار مع ردالمختار ج ۳ ص ۸۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

مصنف (علامہ حصکفی) نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پالنے والی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا' پس حضرت علی کے غسل دینے کی روایت اس پر محمول ہے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ کے غسل کے لیے اسباب مہیا کیے تھے' اور اگر یہ روایت ثابت ہو کہ حضرت علی نے غسل دیا تھا تو یہ ان کی خصوصیت ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب حضرت ابن مسعود نے حضرت فاطمہ کو غسل دینے کی وجہ سے حضرت علی پر اعتراض کیا تو انہوں نے کہا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ بے شک فاطمہ دنیا اور آخرت میں تمہاری زوجہ ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۷۹' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۹۶' اس حدیث کی سند حسن ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو خصوصیت کا دعویٰ کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مرد کا اپنی بیوی کو غسل دینا (بالعموم) جائز نہیں ہے۔

(ردالمختار ج ۳ ص ۸۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک مرد کا اپنی بیوی کو غسل دینا جائز نہیں ہے کیونکہ موت سے نکاح منقطع ہو جاتا ہے اور معتبر روایات کے مطابق حضرت علی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا' یہ ان کی خصوصیت ہے کیونکہ موت سے ان کا نکاح منقطع نہیں ہوا تھا۔

معتبر روایات کے مطابق سیدہ فاطمہ کو حضرت علی نے غسل دیا تھا (رضی اللہ عنہما)

ہم نے لکھا ہے کہ معتبر روایات کے مطابق حضرت علی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا' سو وہ روایات حسب ذیل ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ نے کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۸' دار صادر' بیروت' ۱۳۸۸ھ)

امام علی بن دار قطنی متوفی ۲۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ وصیت کی تھی کہ انہیں ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء غسل دیں۔ (سنن دار قطنی: ۱۸۲۷' ج ۲ ص ۷۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ ام جعفر سے روایت کرتے ہیں:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء سے کہا: جب میں فوت ہو جاؤں تو آپ اور علی مجھے غسل دیں اور کوئی اور مجھ پر داخل نہ ہو' سو جب سیدہ فاطمہ فوت ہو گئیں تو حضرت علی اور حضرت اسماء نے ان کو غسل دیا۔ رضی اللہ عنہم۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۳' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس نے بیان کیا کہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ وصیت کی کہ ان کو ان کے شوہر حضرت علی بن ابی طالب غسل دیں اور اسماء بنت عمیس' نیز وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ کو میں نے اور حضرت علی نے غسل دیا۔

(سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۹۷-۳۹۶' نشر السنۃ ملتان' معرفۃ السنن والآثار: ۲۰۷۶-۲۰۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

محدثین اور فقہاء کی تصریحات کہ سیدہ فاطمہ کو حضرت علی نے غسل دیا تھا (رضی اللہ عنہما)

علامہ ابوعمر یوسف بن عبد اللہ محمد بن عبد البر قرطبی مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوئیں' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت اسماء بنت عمیس کے ساتھ آپ کو غسل دیا تھا۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۴۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ عز الدین ابن الاثیر علی بن محمد الجزری الشافعی المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی اور حضرت اسماء نے سیدہ فاطمہ کو غسل دیا' رضی اللہ عنہم۔ (اسد الغابہ ج ۷ ص ۲۲۱)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ علامہ حصکفی نے کہا ہے کہ سیدہ فاطمہ کو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۸۵) ہم کو یہ روایت کسی کتاب میں نہیں ملی' ہاں! علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ نے آپ کو غسل دیا تھا' لیکن علامہ ابن اثیر نے اس روایت کو رد کر کے یہ لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت علی اور حضرت اسماء نے آپ کو غسل دیا تھا' رضی اللہ عنہ۔ (اسد الغابہ ج ۷ ص ۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبد البر نے سیدہ کی وفات کے قصہ میں نقل کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کو حضرت علی اور حضرت اسماء بنت عمیس غسل دیں' ابن فتحون نے اس کو مستبعد قرار دیا ہے کیونکہ حضرت اسماء اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں' وہ حضرت علی کے ساتھ کیسے منکشف ہو کر سیدہ فاطمہ کو غسل دیتیں۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۲۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ ابن فتحون کا یہ بالکل سطحی اعتراض ہے' حضرت اسماء بنت عمیس حضرت علی کے ساتھ سیدہ فاطمہ کو غسل دے رہی تھیں اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ حضرت علی کے سامنے بے حجاب ہو کر غسل دے رہی ہوں اور یوں کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علی پانی لا کر رکھ رہے ہوں اور حضرت سیدہ فاطمہ کے جسم پر پانی حضرت اسماء ڈال رہی ہوں۔ حافظ ابن حجر اس کے بعد اگلے صفحے پر لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے محمد بن موسیٰ کی روایت سے لکھا ہے: حضرت علی نے سیدہ فاطمہ کو غسل دیا۔

(الاصابۃ ج ۸ ص ۲٦٧ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

ہو سکتا ہے کہ اس روایت کا یہ محمل ہو کہ حضرت علی نے تنہا' حضرت اسماء کی وساطت کے بغیر سیدہ فاطمہ کو غسل دیا اور اس صورت میں حضرت علی کے غسل دینے پر ابن فتحون کا اعتراض بھی لازم نہیں آتا۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی نے غسل دیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۵۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت علی کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے پر ایک شبہ کا ازالہ

بعض علماء احناف نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ میں کہتا ہوں کہ فقہ حنفی اور اہل سنت کے اور بھی مسائل ہیں جو حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہیں' پھر حضرت علی کے غسل دینے کے مسئلہ میں حدیث صحیح کا مطالبہ کیوں کیا جاتا ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے حالانکہ یہ سنت سنن ابوداؤد کی جس حدیث سے ثابت ہے وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔

حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرویات

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۵۰۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

علامہ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ٧٦٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کی (سنن ابوداؤد: ٧٥٦) میں عبد الرحمٰن بن اسحاق سے روایت کی ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔ (نصب الرایۃ ج ١ ص ٣٩٣ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

بیس رکعت تراویح مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٩١ (دار الکتب علمیہ) سے ثابت ہے اور علامہ زیلعی حنفی نے لکھا ہے: اس کی سند میں ابراہیم ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ١٥٠ 'دار الکتب علمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ میں نصاب کی مقدار اور نصاب پر ایک سال گزرنے کی شرط کا ثبوت' سنن ابوداؤد: ١٥٧٣ ' سے ہے اور یہ حارث اعور کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور علامہ زیلعی نے لکھا ہے کہ حارث اعور کذاب ہے اور سنن دار قطنی ج ۲ ص ۹۰ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے اور اس کی سند میں اسماعیل بن عیاش ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(نصب الرایۃ ج ۲ ص ۳۳۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنے کی حدیث متعدد روایات سے ثابت ہے' علامہ عبد الرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں: ان میں سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں ہے۔ (المقاصد الحسنہ: ۱۰۲۱ ص ۳۸۴۔ ۳۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جب کہ محل احتیاط ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۴۹۴' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۴ھ)

اہل علم کے عمل کرنے سے بھی حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۴۷۵' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۴ھ)

فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انہیں رد کریں' ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۴۷۹' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۴ھ)

فضائل و مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۴۷۸' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۴ھ)

حضرت علی نے جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا وہ احادیث متعدد اسانید سے مروی ہیں۔ وہ احادیث کم از کم حسن ہیں' جب کہ فضائل اور مناقب میں حدیث ضعیف السند بھی معتبر ہوتی ہے اور یہ حدیث حضرت علی کی منقبت میں ہے کیونکہ حضرت علی کی یہ خصوصیت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ کی وفات کے بعد بھی ان کا نکاح حضرت سیدہ سے قائم رہا حالانکہ دوسرے مسلمانوں کا بیوی کے فوت ہونے کے بعد اس سے ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے] اس لیے ان کا اپنی بیویوں کو غسل دینا جائز نہیں ہے اور چونکہ حضرت سیدہ کی وفات کے بعد بھی حضرت علی کا ان سے نکاح قائم رہا اس لیے حضرت علی کا حضرت سیدہ فاطمہ کو ان کی وفات کے بعد غسل دینا جائز تھا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ کسی اور مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ ہم نے دیکھا کہ بعض علماء حضرت علی کی اس فضیلت اور منقبت کا انکار کر رہے ہیں اس لیے ہم نے اس مسئلہ میں بہت تفصیل کی اور احادیث' آثار اور مذاہب علماء کے اقوال سے اس مسئلہ کو مدلل اور واضح کیا اور منکرین کے شبہات کا ازالہ کیا' سو امید ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت کے دن اس ناکارہ اور گناہ گار کی شفاعت فرمائیں گے۔

۱۳ - بَابُ مَنَاقِبِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا پورا نام حضرت زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب ہے۔ ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کے ساتھ قصی میں جمع ہو جاتا ہے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ حضرت زبیر ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ یہ غزوہ بدر میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں حاضر تھے۔ انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں۔ جس وقت یہ اسلام لائے اس وقت ان کی عمر سولہ سال تھی۔ جمادی الاولیٰ چھتیس ہجری میں' جنگ جمل میں ان کو شہید کر دیا گیا تھا۔ ان کا قاتل عمرو بن جرموز تھا' ان کی قبر بصرہ کی ایک جانب وادی السباع میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں حضرت طلحہ اور دیگر دس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کافروں سے حفاظت کر رہے تھے۔ حضرت زبیر بن العوام کی خصوصی فضیلت غزوہ خندق میں ہے۔ جب بنو قریظہ کے یہودیوں نے عہد شکنی کی تھی اور کفار کا ساتھ دیا تھا اور کفار کی فوجوں سے تعاون کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: وہ بنو قریظہ میں جا کر جاسوسی کریں اور ان کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سرگرمیوں کی اطلاع دیں۔ آپ نے فرمایا: کوئی شخص ان کی خبر لائے تو اس کو جنت ملے گی' یہود کی دھوکا دہی کی وجہ سے سب خاموش رہے تو حضرت زبیر نے کہا: یارسول اللہ! میں جا کر ان کی خبر لاؤں گا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: کون میرے پاس ان کی خبر لائے گا تو اس کو جنت ملے گی؟ پھر بھی حضرت الزبیر کے علاوہ سب خاموش رہے۔ حضرت الزبیر نے کہا: یارسول اللہ! میں جا کر ان کی خبر لاؤں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر تیسری بار دہرایا تو صرف حضرت زبیر نے کہا: یارسول اللہ! میں جا کر ان کی خبر لاؤں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ پر توکل کرو' تم پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں! حضرت الزبیر گھوڑے پر سوار ہو کر گئے اور انہوں نے یہود بنوقریظہ کی سرگرمیوں کی جاسوسی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی خبریں لا کر پہنچائیں' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں یعنی مخلص مددگار اور میرے حواری الزبیر ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ (فتح المنعم ج ۹ ص ۲۴۹' دارالشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ وہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تلوار کو میان سے باہر نکالا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تو ان کو سلامۃ بن سلام کا بھائی بنایا۔ غزوہ بدر میں وہ زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور فرشتے وہی لباس پہن کر نازل ہوئے' علامہ ابن عبدالبر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت الزبیر کے پاس ایک ہزار غلام تھے جو ان کو خراج ادا کرتے تھے اور وہ ان میں سے ایک درہم بھی اپنے گھر نہیں لاتے تھے بلکہ صدقہ کر دیا کرتے تھے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور حضرت عمر نے ان کو مجلس شوریٰ میں داخل کیا تھا' شہادت کے وقت ان کی عمر سڑسٹھ سال تھی۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ۴۷۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ حَوَارِيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُمِّيَ الْحَوَارِيُّوْنَ لِبَيَاضِ ثِيَابِهِمْ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ (حضرت الزبیر) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری ہیں' ان کو حواری اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۴۶٦۵' میں آرہی ہے۔

الحواری کا معنی ہے: مددگار' اور اس کا دوسرا معنی ہے: خالص۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمام صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار ہیں تو حضرت الزبیر کو حواری کے لقب کے ساتھ مخصوص کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ خندق میں تین بار پوچھا: میرے پاس بنوقریظہ کی خبر کون لائے گا؟ تو ہر بار حضرت الزبیر نے رضامندی ظاہر کی۔ اس وجہ سے آپ نے فرمایا: وہ میرے حواری ہیں۔

ان کا نام الحواریین اس لیے رکھا گیا تھا کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔

یہ امام بخاری کا کلام ہے: ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے حواریوں کو حواری اس لیے کہا جاتا تھا کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔ ابوارطاۃ نے کہا: وہ لوگ دھوبی تھے اور کپڑے دھو کر سفید کر دیتے تھے۔ الثعلبی نے کہا: وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص صحابہ اور ان کے مددگار تھے۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا: وہ نورانی لوگ تھے' ان کی عبادتوں کا نور ان کے چہروں پر دکھائی دیتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ۳۰۹)

۳۷۱۷- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ أَصَابَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رُعَافٌ شَدِيدٌ سَنَةَ الرُّعَافِ حَتَّى حَبَسَهُ عَنِ الْحَجِّ وَأَوْصٰى فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ قَالَ اسْتَخْلِفْ قَالَ وَقَالُوْهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ فَسَكَتَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ اٰخَرُ أَحْسِبُهُ الْحَارِثُ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ فَقَالَ عُثْمَانُ وَقَالُوْا فَقَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ هُوَ فَسَكَتَ قَالَ فَلَعَلَّهُمْ قَالُوْا الزُّبَيْرَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ إِنَّهٗ لَخَيْرُهُمْ مَاعَلِمْتُ وَإِنْ كَانَ لَأَحَبَّهُمْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ٣٧١٨] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔)

بن عروہ از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے مروان بن الحکم نے خبر دی کہ جس سال نکسیر آنے کی وباء آئی' اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شدید نکسیر آئی حتیٰ کہ وہ حج کو نہ جا سکے اور انہوں نے وصیت بھی کر دی' پس ان کے پاس قریش کے ایک شخص آئے (اور) کہا: آپ (کسی کو) خلیفہ بنا دیں' حضرت عثمان نے پوچھا: یہ لوگوں نے کہا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے پوچھا: اور کس نے کہا ہے؟ تو وہ خاموش رہا' پھر ان کے پاس ایک اور شخص آیا' میرا گمان ہے وہ حارث تھا' پس اس نے (بھی) کہا: آپ خلیفہ بنا دیں' حضرت عثمان نے پوچھا: اور لوگوں نے (بھی) کہا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے پوچھا: اور وہ کون لوگ ہیں؟ تو وہ خاموش رہا' لوگوں نے کہا: حضرت الزبیر' تو اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے کہا: سنو! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! وہ ان سب سے افضل ہیں' جن کا مجھے علم ہے' اور بے شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ضرور سب سے زیادہ محبوب تھے۔

اس حدیث میں الحارث کا ذکر ہے' اس سے مراد الحارث بن الحکم ہے' یہ مروان بن الحکم کا بھائی ہے۔

٣٧١٨- حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ سَمِعْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ قَالَ وَقِيْلَ ذَاكَ قَالَ نَعَمْ الزُّبَيْرُ قَالَ أَمَا وَاللّٰهِ إِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ أَنَّهٗ خَيْرُكُمْ ثَلَاثًا.

(الفتح الربانی: ١١٧٠٥' مسند احمد: ٤٥٥' عالم الکتب' مسند احمد ج ١ ص ٦٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے مروان بن الحکم سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان کے پاس تھا' (اس وقت) آپ کے پاس ایک شخص آیا' اس نے کہا: آپ خلیفہ بنا دیں' حضرت عثمان نے پوچھا: کیا یہ کہا گیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت الزبیر نے کہا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! تم لوگ خوب جانتے ہو کہ وہ تم سب میں افضل ہیں۔ یہ انہوں نے تین بار کہا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٧١٧ دیکھیں۔

ہوسکتا ہے اس حدیث سے یہ مراد ہو کہ حضرت الزبیر حسن اخلاق میں سب سے افضل تھے۔

٣٧١٩- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ هُوَ ابْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ.

اور وہ ابن ابی سلمہ ہیں' از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور بے شک میرے حواری الزبیر بن العوام ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۴۶ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٢٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ يَوْمَ الْاَحْزَابِ جُعِلْتُ اَنَا وَعُمَرُ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ فِي النِّسَاءِ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِالزُّبَيْرِ عَلٰى فَرَسِهٖ يَخْتَلِفُ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ يَا اَبَتِ رَاَيْتُكَ تَخْتَلِفُ قَالَ اَوَ هَلْ رَاَيْتَنِيْ يَا بُنَيَّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَّاْتِ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَيَاْتِيْنِيْ بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ. (صحیح مسلم: ۲۴۱۶' الرقم المسلسل: ۶۱۳۹' سنن ترمذی: ۳۷۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۲۳' الفتح الربانی: ۷۰۸۳' مسند احمد: ۱۴۳۹۸' عالم الکتب' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروۃ نے خبر دی از والد خود از حضرت عبداللہ الزبیر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے دن مجھے اور عمر بن ابی سلمہ کو عورتوں میں رکھا گیا (کیونکہ اس وقت یہ دونوں کم عمر تھے) پس میں نے اچانک دیکھا تو حضرت زبیر اپنے گھوڑے پر دو یا تین بار بنوقریظہ کی طرف جا اور آ رہے تھے' پس جب میں واپس آیا تو میں نے پوچھا: اے ابا جان! میں نے آپ کو بار بار جاتے آتے دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! کیا تم نے (واقعی) مجھ کو دیکھا تھا' میں نے کہا: جی ہاں! تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: کون بنوقریظہ کے پاس جا کر ان کی سرگرمیوں کی خبر میرے پاس لائے گا؟ سو میں گیا' پھر جب میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اپنے والدین کو جمع کیا اور یوں فرمایا: تم پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں۔

اس حدیث کی حضرت زبیر کے فضائل کے باب کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کے لیے فرمایا: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' اور یہ ان کی بہت عظیم فضیلت ہے۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کم عمر بچے کے سماع حدیث کی دلیل ہے کیونکہ حضرت ابن الزبیر کی عمر اس وقت دو سال اور چند مہینے تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۱۱)

٣٧٢١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ وَقْعَةِ الْيَرْمُوْكِ اَلَا تَشُدُّ فَنَشُدُّ مَعَكَ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ فَضَرَبُوْهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهٖ بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ فَكُنْتُ اُدْخِلُ اَصَابِعِيْ فِيْ تِلْكَ الضَّرَبَاتِ اَلْعَبُ وَاَنَا صَغِيْرٌ. [اطراف الحدیث: ۳۹۷۳-۳۹۷۵] (امام بخاری اس حدیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے جنگ یرموک کے واقعہ کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ (رومیوں پر) حملہ کیوں نہیں کرتے' پس ہم (بھی) آپ کے ساتھ حملہ کریں' سو حضرت زبیر نے ان پر حملہ کیا' رومیوں نے آپ کے کندھے پر دو کاری زخم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی روایت میں منفرد ہیں)

لگائے' ان کے درمیان وہ زخم تھا جو غزوہ بدر میں ان کو لگا تھا۔ عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں زخموں (کے نشانوں) میں اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلتا تھا اور اس وقت میں کم سن تھا۔

جنگ یرموک کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جنگ یرموک کا ذکر ہے۔ یہ شام کی جانب ایک جگہ ہے اور دمشق کے بہت قریب ہے۔ سیف بن عمر نے کہا ہے کہ جنگ یرموک کا واقعہ تیرہ ہجری میں دمشق کی فتح سے پہلے ہوا تھا اور ابوعبید اور ولید بن لہیعہ نے کہا ہے کہ یہ واقعہ دمشق کی فتح کے بعد پندرہ ہجری میں ہوا تھا۔ ابن الکلبی نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ٥ رجب ١٥ ھ میں فتح دمشق کے بعد ہوا ہے' ابن عساکر نے کہا ہے کہ یہی تاریخ صحیح ہے' جنگ یرموک میں مسلمانوں کو بہت عظیم فتح حاصل ہوئی تھی' اس وقت ہرقل کے لشکر کا سالار ماہان ارمنی تھا اور مسلمانوں کے لشکر کے سالار حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے درمیان پانچ زبردست جنگیں ہوئی تھیں' بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور مسلمانوں نے ایک لاکھ پانچ ہزار رومی قتل کر دیئے اور چالیس ہزار رومیوں کو گرفتار کر لیا۔ اس جنگ میں چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ ماہان دمشق میں قتل کیا گیا تھا' پھر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور دس مہاجرین اور انصار کے ہاتھ فتح کی بشارت کا مکتوب لکھ کر بھیجا' اور مسلمانوں نے اس جنگ میں بھاری مال غنیمت حاصل کیا حتیٰ کہ گھوڑے سواروں کو چوبیس ہزار مثقال سونا اور اتنی ہی چاندی ملی' اس جنگ میں پینتالیس ہزار مسلمان شریک ہوئے تھے جن میں سے چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے تھے اور اس جنگ میں نو لاکھ رومی شریک ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث

(١) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زبیر میری پھوپھی کا بیٹا ہے اور میرے امتیوں میں سے میرا حواری (ناصر) ہے۔ (الفتح الربانی: ١١٧٠٠' مسند احمد: ١٤٢٤٧' عالم الکتب' مسند احمد ج ٣ ص ٣١٤' سنن النسائی: ١٠٨)

(٢) حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن جرموز نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملنے کی اجازت طلب کی' اس وقت میں بھی حضرت علی کے پاس تھا' پس حضرت علی نے فرمایا: حضرت صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دو' پھر حضرت علی نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری الزبیر ہے۔

(الفتح الربانی: ١١٧٠١' مسند احمد: ٦٨١' عالم الکتب' مسند احمد ج ١ ص ٨٩' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٦٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٩٣' سنن ترمذی: ٣٧٤٤' مسند البزار: ٥٥٦)

(٣) حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کی قسم! تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا' آپ ان دونوں کو مجھ پر فدا کرتے تھے اور فرماتے تھے: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں۔ (الفتح الربانی: ١١٧٠٣' مسند احمد: ١٤٠٩' عالم الکتب' مسند احمد ج ١ ص ١٦٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٩٣' سنن ابن ماجہ: ١٢٣' مسند البزار: ٩٦٦' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ص ١٩٩' مسند ابویعلیٰ: ٦٧٢)

(٤) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کی ریشم کی دو آستینیں تھیں جو ان کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کرنے کے لیے عطا فرمائی تھیں۔ (الفتح الربانی: ۱۱۷۰۴' مسند احمد: ۲۷۵۱۵' عالم الکتب' مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۲)

(۵) ہشام بن عروۃ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اس وقت ان کی عمر سولہ سال تھی اور جس وقت وہ شہید ہوئے اس وقت ان کی عمر ساٹھ اور چند سال تھی۔ (المستدرک: ۵۵۹۷' المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲۳۷)

(۶) عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہ کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے نہیں رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھائی بنادیا تھا' وہ نہ بہت لمبے تھے نہ بہت چھوٹے اور ان کا رنگ گندمی تھا۔

(المستدرک: ۵۶۰۲' طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۳-۱۰۲)

(۷) عروۃ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے بتایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس غزوہ کے لیے بھی نکلے' میں اس میں آپ کے ساتھ تھا۔ (المستدرک: ۵۶۰۷)

(۸) حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے اوپر غزوہ بدر کے دن زرد رنگ کا عمامہ تھا' پس اہل بدر پر جو فرشتے نازل ہوئے ان کے سروں پر بھی زرد رنگ کے عمامے تھے۔

(المستدرک: ۵۶۰۸' طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۰۳' المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲۳۰)

(۹) ہشام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کیجئے تاکہ میں آپ کی روایت سے وہ حدیث بیان کروں کیونکہ صحابہ کے بیٹے اپنے آباء سے احادیث بیان کرتے ہیں' تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! جس صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی مصاحبت کی ہے میں نے بھی اتنی مصاحبت کی ہے یا اس سے زیادہ مصاحبت کی ہے' اور تم کو معلوم ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما میرے نکاح میں تھیں' اور تمہاری خالہ حضرت عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما ہیں اور تم کو معلوم ہے کہ میری والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا ہیں اور میرے ماموں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماموں کے بیٹے ہیں اور الحمدللہ میں نے آپ کے ساتھ عمدہ مصاحبت کی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے میرے متعلق وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

(المستدرک: ۵۶۱۱' حضرت الزبیر نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد بیان کیا ہے وہ صحیح البخاری: ۱۰۷' سنن ابوداؤد: ۳۶۵۱' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۷ اور سنن ابن ماجہ: ۳۶ میں مذکور ہے اور قرابت کی تفصیل ان میں سے کسی کتاب میں نہیں ہے مگر یہ تفصیل برحق ہے اور واقع میں اسی طرح ہے۔)

(۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے: طلحہ اور الزبیر جنت میں میرے پڑوسی ہیں۔ (المستدرک: ۵۶۱۶' سنن ترمذی: ۳۷۴۱)

(۱۱) حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کے ایک شخص نے حرہ کی زمین میں پانی بہنے کی نالی میں میرے ساتھ زیادتی کی (وہ مرد منافق تھا)' آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم اس نالی سے اپنی زمینوں میں پانی دے لو' پھر یہ پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' اس انصاری نے کہا: یارسول اللہ! بے شک یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم پانی دو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ دیواروں تک پہنچ جائے' پھر پانی کو اپنے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق دیا' حضرت الزبیر نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء:٦٥) — آپ کے رب کی قسم! وہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ آپ کو آپس کے جھگڑوں میں حاکم نہ مان لیں۔

(المستدرک:٥٦١٩' صحیح البخاری:٢٢٣١' صحیح مسلم:٢٣٥٧' سنن ابن ماجہ:١٥' سنن ترمذی:١٣٦٣' سنن ابوداؤد:٣٦٣٧)

(١٢) حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کا قاتل دروازہ پر کھڑا ہے' تو حضرت علی نے فرمایا: صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو دوزخ مبارک ہو' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔

(المستدرک:٥٦٣٢' طبقات ابن سعد ج ٣ ص ١٠٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٩٣' مسند احمد ج ١ ص ٨٩' المعجم الکبیر ج ١ ص ٧٩)

(١٣) عبداللہ الزبیری بیان کرتے ہیں کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف جانے لگے تو عمرو بن جرموز نے ان کا پیچھا کیا اور وادی السباع میں ان کو دھوکے سے شہید کر دیا۔ عمرو بن جرموز نے ان کو رجب ٣٦ھ میں شہید کیا تھا۔

(المستدرک:٦٠٣' المعجم الکبیر ج ١ ص ١٥٤' طبقات ابن سعد ج ٣ ص ١١٠)

(١٤) حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی کے لشکر میں سے عمرو بن جرموز نے حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کاٹ دیا' عمرو بن جرموز آپ کا سر مبارک کاٹ کر اس امید پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا کہ وہ اس کو کوئی انعام دیں گے اور ملنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: اس کو ملنے کی اجازت نہ دو اور اس کو دوزخ کی بشارت دو۔ ابن جرموز کے پاس حضرت زبیر کی تلوار تھی۔ حضرت علی نے اسے دیکھ کر فرمایا: اس تلوار نے کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے کرب دور کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ٥ ص ٣٤٧-٣٤٦' ملخصاً' دار الفکر بیروت' ١٤١٩ھ)

حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی مرویات

علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ٣٨' حدیثیں مروی ہیں جن میں سے دو حدیثوں پر شیخین متفق ہیں اور ٧ حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ١ ص ٣٦٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

١٤ - بَابُ مَنَاقِبِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: طلحہ بن عبیداللہ ابن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب۔ ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے ساتھ مرہ بن کعب میں جمع ہو جاتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ تیم بن مرہ میں جمع ہو جاتا ہے۔ حضرت طلحہ کی کنیت ابوطلحہ ہے' ان کی ماں کا نام الصعبۃ بنت الحضرمی ہے' جو حضرت علاء بن الحضرمی کی بہن ہیں۔ وہ اسلام لائیں اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے بیٹے کے بعد چند روز زندہ رہیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں ایک تیر لگنے سے چھتیس ہجری میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شہید ہو گئے تھے۔ متعدد اسانید سے مروی ہے کہ مروان بن الحکم نے ان کو تیر مارا تھا جوان کے گھٹنے میں آ کر لگا اور خون جاری ہو گیا' پھر وہ خون رکا نہیں حتیٰ کہ حضرت طلحہ شہید ہو گئے اور اس دن وہ سب سے پہلے شہید تھے' ان کی عمر میں اختلاف ہے' اکثر کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کی عمر چھتر سال تھی' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی اور ان آٹھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی تھی اور ان پانچ صحابہ میں سے ایک ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے اور ان چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام طلحۃ الفیاض' اور طلحۃ الجود اور طلحۃ الخیر رکھا تھا' ان کو حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت سعید بن زید کے ساتھ شام کے راستہ سے بدر کی طرف جاسوسی کے لیے بھیجا تھا' پھر یہ دونوں غزوہ بدر کے دن مدینہ واپس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لیے مال غنیمت سے حصہ رکھا تھا' حضرت طلحہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اجر بھی ملے گا؟ آپ نے فرمایا: اجر بھی ملے گا۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ علماء ثقات کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حضرت طلحہ کا قاتل مروان بن الحکم ہے اور وہ ان کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں تھا۔ اس نے حضرت طلحہ کو اس لیے قتل کیا تھا کیونکہ وہ (مروان) بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا مددگار تھا۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٤٧٦' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

وَقَالَ عُمَرُ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ١٣٩٢ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر نے کہا: اس خلافت کے سب سے زیادہ حق دار وہ لوگ ہیں جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے' پھر انہوں نے چھ صحابہ کا نام لیا: حضرت علی' حضرت عثمان' حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت سعد اور حضرت عبد الرحمٰن۔

٣٧٢٢'٣٧٢٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِي قَاتَلَ فِيهِنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ عَنْ حَدِيثِهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی عثمان وہ بیان کرتے ہیں کہ بعض ان جنگوں میں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قتال کیا تھا ان میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے حضرت طلحہ اور حضرت سعد کے کوئی باقی نہیں رہا تھا' یہ ان دونوں کی حدیث سے (روایت) ہے۔

[اطراف الحدیث: ٤٠٢٠-٤٠٢١] (صحیح مسلم: ٢٤١٤' ٦١٣٦)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

غزوہ احد میں جب مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو رہے تھے تو سوائے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی باقی نہیں رہا تھا' اس واقعہ میں حضرت طلحہ کی عظیم منقبت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ دو زرہیں پہن کر آئے تھے۔ آپ ایک چٹان پر چڑھنے لگے تو چڑھ نہ سکے تو حضرت طلحہ نے آپ کو پشت سے سہارا دے کر اس چٹان پر چڑھایا' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طلحہ نے (جنت کو) واجب کر لیا' اے ابوبکر! جب بھی احد کے دن کا ذکر کیا جائے گا تو یہ پورا دن طلحہ کے نام ہوگا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٤٧٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٧٢٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ الَّتِي وَقَى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَلَّتْ.

[طرف الحدیث: ٤٠٦٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی خالد نے حدیث بیان کی از قیس بن ابی حازم' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس ہاتھ کو دیکھا جس ہاتھ سے انہوں نے نبی ﷺ کو (تیروں سے) بچایا تھا' وہ ہاتھ بالکل شل (بے کار) ہو چکا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد' ان کا متعدد بار ذکر ہو چکا ہے۔ (٢) خالد' یہ ابن عبد اللہ واسطی ہیں۔ (٣) ابن ابی خالد' یہ اسماعیل ہیں' اور ابی خالد کا نام سعد ہے' ان کو ہرمز الاحمسی البجلی کہا جاتا ہے۔ (٤) قیس بن ابی حازم' ان کا نام عوف الاحمسی البجلی ہے۔ یہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ آئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٣)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں جان نثاری

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت طلحہ کے ہاتھ میں تیر آ کر لگا تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بعض مشرکین نے نبی ﷺ پر تیر مارنے کا ارادہ کیا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا' اور مسند الطیالسی میں حضرت عائشہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم غزوہ احد کے دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ہم نے ان پر ستر (٧٠) سے زیادہ زخم پائے اور ان کی انگلیاں کٹ چکی تھیں اور ابن المبارک کی روایت میں ہے: ان کی وہ انگلی کٹ چکی تھی جو انگوٹھے کے قریب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے' ان کا ہاتھ شل ہو چکا تھا یعنی وہ ہاتھ بے کار ہو چکا تھا یا مفلوج ہو چکا تھا۔

حضرت طلحہ نے بہت مال چھوڑا تھا جو تین کروڑ تھا' صحابہ میں طلحہ نام کے بیس افراد تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٤۔ ٣١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے ٣٨ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر شیخین متفق ہیں اور دو حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور تین حدیثوں کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ (خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ١٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

١٥ - بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ الزُّهْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَ بَنُوْ زُهْرَةَ اَخْوَالُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ

حضرت سعد بن ابی وقاص الزہری رضی اللہ عنہ، بنو زہرہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموؤں کے فضائل اور وہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی' ان کی کنیت ابواسحاق ہے' ان کو اسلام کا شہ سوار بھی کہا جاتا ہے' یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا' یہ مستجاب الدعوات تھے' یہ اسلام لانے والوں میں ساتویں شخص تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر ایران کو فتح کیا' مدینہ سے دس میل کی مسافت پر عقیق میں ان کا محل تھا' اس میں ان کی وفات ہوئی' لوگ ان کے جنازہ کو مدینہ میں لے گئے اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا' مروان بن الحکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' یہ عشرہ مبشرہ میں سے فوت ہونے والے آخری صحابی ہیں' ان کی وفات پچپن ہجری میں ہوئی تھی۔ جس دن ان کی وفات ہوئی اس دن ان کی عمر تراسی سال تھی' ایک قول کے مطابق تہتر سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

ابووقاص کا نام مالک بن اھیب بن عبد مناف بن زہرۃ بن کلاب ہے اور یہیں ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے ملتا ہے' یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں۔

(الکوثر الجاری ج ١٦ ص ٧٦' ٤' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی تھی' اور عظیم مجاہدین میں سے ہیں' یہ شہسواری میں' شجاعت میں' ذکاوت میں اور فراست میں بہت مشہور تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت میں ان کی مثال دی جاتی تھی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر تکلیف کو دور کرنے میں بہت حریص تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے آپ کے دروازہ پر پہرہ دیتے تھے اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر کھڑے رہتے تھے' میدان جنگ میں خطرہ کے وقت اپنا سینہ آپ کے آگے کر دیتے تھے' غزوہ احد میں جب مسلمان پسپا ہو کر بھاگ رہے تھے تو یہ استقامت کا پیکر تھے' انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین نے گھیرا ہوا ہے اور آپ کے ساتھ دس سے بھی کم صحابہ تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حصار میں لیا ہوا ہے اور وہ اپنے سینوں کو آپ کے اوپر قربان کر رہے ہیں۔ حضرت سعد زبردست تیرانداز تھے' وہ مشرکین کے اوپر تیر برسا رہے تھے حتیٰ کہ ان کے ترکش میں تیر ختم ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ترکش میں تیر بھر رہے تھے' (اور فرما رہے تھے:) اے سعد! تم تیر چلاؤ تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ بعض صحابہ واپس آ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: تم بھی اپنے تیر چلاؤ' اور حضرت سعد مشرکین کے سینوں میں تیر مار رہے تھے حتیٰ کہ وہ (مشرکین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو گئے اور مسلمانوں سے دور ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد کے لئے دعا کر رہے تھے: اے اللہ! اس کے تیروں کو نشانہ پر رکھ اور اس کی دعاؤں کو قبول فرما۔ سو جس طرح وہ ماہر تیرانداز تھے' اسی طرح

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مستجاب الدعوات تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جنگوں میں مدد کرتے رہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کسریٰ کے خلاف لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا تھا' انہوں نے کسریٰ کے شہروں کو فتح کیا اور عراق کو فتح کیا' انہوں نے شہر کوفہ کی بنیاد رکھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا گورنر بنا دیا اور جب کوفہ کے ایک شخص کی شکایت پر انہیں گورنری سے معزول کیا اور تحقیق سے واضح ہو گیا کہ سعد کی یہ شکایت جھوٹی تھی تو حضرت عمر نے اپنی وصیت میں کہا: میں نے انہیں کسی قصور کی بناء پر معزول نہیں کیا تھا اور ان کو چھ اصحاب شوریٰ میں شامل کیا۔ (فتح المنعم ج ۹ ص ۳۴۰' دار الشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

اور بنو زہرۃ نبی ﷺ کے ماموں ہیں کیونکہ نبی ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ رحمہا اللہ بنو زہرۃ میں سے تھیں اور ماں کے رشتہ دار ماموں ہوتے ہیں اور وہ سعد بن مالک ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ابو وقاص کے والد کا نام مالک بن وھب ہے اور ان کی والدہ کا نام حمنۃ بنت سفیان ابن امیہ بن عبد شمس ہے اور وہ اسلام نہیں لائیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۰۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٧٢٥- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ جَمَعَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۵۵-۴۰۵۶-۴۰۵۷] (صحیح مسلم: ۲۴۱۲' الرقم المسلسل: ۶۱۲۹' سنن ترمذی: ۳۷۵۴' سنن ابن ماجہ: ۱۳۰' مسند ابویعلیٰ: ۸۳۳' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۴۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۶' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۶' ج ۳ ص ۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ غزوہ احد کے دن نبی ﷺ نے میرے لئے اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا یعنی فرمایا: تم تیر چلاؤ تم پر میرے باپ اور ماں قربان ہوں۔

٣٧٢٦- حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُنِي وَاَنَا ثُلُثُ الْاِسْلَامِ.

[اطراف الحدیث: ۳۷۲۷-۳۸۵۸] (سنن ترمذی: ۳۷۱۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم نے حدیث بیان کی از عامر بن سعد از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں مسلمانوں کا تیسرا حصہ تھا' یعنی میں تیسرا مسلمان تھا۔

امام بخاری کے نزدیک حضرت سعد بن ابی وقاص تیسرے مسلمان ہیں اور حافظ ابن عبد البر کے نزدیک ساتویں مسلمان ہیں' ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: میں مسلمانوں کا تیسرا حصہ تھا یعنی میں تیسرا وہ شخص تھا جو سب سے پہلے اسلام لایا تھا' اور مجھ سے پہلے صرف دو فرد اسلام لائے تھے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور ان کی مراد آزاد

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور مرد تھے' اور حافظ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے کہ وہ ساتویں نمبر پر اسلام لانے والے تھے کیونکہ حضرت عمار کی حدیث میں ہے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے' تو یہ کل چھ مسلمان ہوئے اور ساتویں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۱۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ) یا حضرت سعد نے یہ اپنے علم کے اعتبار سے فرمایا تھا کہ میں تیسرا مسلمان ہوں' اس کا سبب یہ ہے کہ اس وقت جو بھی اسلام لاتا تھا وہ اپنا اسلام مخفی رکھتا تھا تو اس اعتبار سے حضرت سعد نے کہا: میں تیسرا مسلمان ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میرے نزدیک حافظ ابن عبد البر کی عبارت کی بہ نسبت امام بخاری کی روایت کو ظاہر پر محمول کرنا زیادہ لائق ہے اور صحیح یہی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تیسرے نمبر پر اسلام لانے والے تھے۔

٣٧٢٧- حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ اَسْلَمْتُ فِيْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَّاِنِّيْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ. تَابَعَهٗ اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن ابی زائدہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جو بھی اسلام لایا ہے وہ اسی دن اسلام لایا ہے جس دن میں اسلام لایا تھا اور میں سات دن اسی حال میں ٹھہرا رہا کہ میں اسلام لانے والا تیسرا شخص تھا۔ ابن ابی زائدہ کی متابعت ابو اسامہ نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لئے اس سے پہلی حدیث صحیح البخاری: ۳۷۲۶ کا مطالعہ کریں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما بھی اسی دن اسلام لائے تھے جس دن میں اسلام لایا تھا اور میں اسلام لانے والا تیسرا شخص تھا اور اس کے سات دن بعد دوسرے لوگ اسلام لائے۔

٣٧٢٨- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى اِنَّ اَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا يَضَعُ الْبَعِيْرُ اَوِ الشَّاةُ مَالَهٗ خِلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ عَمَلِيْ وَكَانُوْا وَشَوْا بِهٖ اِلٰى عُمَرَ قَالُوْا لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ. [اطراف الحدیث: ۵۴۱۲-۶۴۵۳] (صحیح مسلم: ۲۹۶۶' الرقم المسلسل: ۷۳۲۷' سنن ترمذی: ۲۳۶۵' سنن ابن ماجہ: ۱۳۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں وہ پہلا عرب ہوں' جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس حال میں جہاد کرتے تھے کہ ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز نہیں ہوتی تھی حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی ایک شخص اونٹ یا بکری کی مینگنیوں کی طرح قضاء حاجت کرتا تھا' اور وہ مینگنیاں خشک ہوئی تھیں' آپس میں ملی ہوئی نہیں ہوتی تھیں' اور اب حال یہ ہے کہ بنو اسد اسلام پر عمل کرنے میں میرے عیب نکالتے ہیں' (اگر ایسا ہے تو) میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۲' مسند الحمیدی: ۷۸' سنن دارمی: ۱۴۱۵' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۲' صحیح ابن حبان: ۱۹۸۹' شرح السنۃ: ۳۹۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۴' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۹۸ ج ۳ ص ۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بالکل ناکام ہوگیا اور میرے اعمال برباد ہو گئے' اور بنو اسد نے حضرت عمر کی طرف ان کی (جھوٹی) شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے۔

جس لشکر میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے اسلام کی راہ میں پہلا تیر چلایا تھا اس لشکر کا بیان

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص نے جس جہاد میں سب سے پہلا تیر چلایا تھا' یہ عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب کا لشکر تھا اور یہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان پہلی جنگ تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کو ہجرت کے پہلے سال میں بھیجا تھا' آپ نے چند مسلمانوں کو رابغ کی طرف بھیجا تا کہ وہ قریش کے قافلہ سے مقابلہ کریں' پھر ان دونوں نے ایک دوسرے پر تیر چلائے' مسلمان اس لشکر میں ساٹھ افراد تھے' اور حضرت سعد بن ابی وقاص مہاجرین میں سے وہ پہلے صحابی تھے جنہوں نے مشرکین پر تیر مارے' اس لشکر کا جھنڈا حضرت سعد کے ہاتھ میں تھا اور یہ پہلا جھنڈا تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنایا تھا' قریش کی کمان عبیدہ اور ابوسفیان اموی کے ہاتھ میں تھی اور یہ کفر اور اسلام کا پہلا معرکہ تھا اور اس مین کفار پر تیر مارنے والے پہلے صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی جو شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لگائی گئی تھی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے یہ شکایت لگانے والا ابوسعدہ اسامۃ بن قتادہ تھا' حضرت عمر نے اس کی تحقیق کی اور یہ شکایت جھوٹی تھی' حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس شخص کے خلاف دعاء ضرر کی تھی جو قبول ہوئی' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۷۵۵' میں مذکور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سب سے پہلے اس دروازہ سے داخل ہوگا وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔ (الفتح الربانی: ۱۱۷۲۰' مسند احمد: ۷۰۶۹' عالم الکتب' بیروت' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۲)

(۲) حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات جاگتے رہے اور وہ آپ کے پہلو میں تھیں' حضرت عائشہ بتاتی ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک شخص ہوتا اور وہ ساری رات میری حفاظت کرتا' اسی دوران میں نے ہتھیاروں کی آواز سنی' آپ نے پوچھا: کون ہے؟ تو آنے والے نے کہا: میں سعد بن مالک ہوں' آپ نے پوچھا: تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کی حفاظت کے لیے آیا ہوں' حضرت عائشہ نے بتایا' پھر آپ سو گئے اور میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔ (الفتح الربانی: ۱۱۷۲۲' مسند احمد: ۲۵۶۰۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۱' صحیح البخاری: ۲۸۸۵' صحیح مسلم: ۲۴۱۰' سنن ترمذی: ۳۷۷۷' صحیح ابن حبان: ۶۹۸۶)

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے متعلق قرآن مجید کی کئی آیات نازل ہوئی ہیں' انہوں نے کہا کہ میری ماں نے قسم کھائی کہ جب تک میں اپنے دین کا انکار نہیں کروں گا وہ مجھ سے کبھی بات نہیں کریں گی اور نہ کچھ کھائیں گی اور نہ پئیں گی اور انہوں نے کہا کہ قرآن نے تمہارے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور میں تمہاری ماں ہوں اور تمہیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دین اسلام سے کفر کرنے کا حکم دیتی ہوں' حضرت سعد نے کہا: میں تین دن تک ٹھہرا رہا حتیٰ کہ میری ماں پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھران کا دوسرا بیٹا جس کا نام عمارہ تھا' اس نے ان کو پانی پلایا اور وہ مجھے بددعا دے رہی تھیں' تب یہ آیات نازل ہوئیں:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيْرُO وَإِنْ جٰهَدٰكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَO (لقمان:۱۵۔۱۴)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا مؤکد حکم دیا' اس کی ماں نے اسے پیٹ میں اٹھایا کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اور اس کا دودھ چھوڑنا دو برس میں ہے (اور یہ حکم دیا کہ) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر' میری ہی طرف لوٹنا ہےO اور اگر وہ تجھ پر یہ زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک قرار دے جس کا تجھے کچھ علم نہیں' سو تو ان کی اطاعت نہ کر اور دنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے مصاحبت کر اور جس نے میری طرف رجوع کیا ہے اس کے راستہ پر چل' پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے' سو میں تم کو خبر دوں گا جو کچھ تم کرتے تھےO

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت عظیم مالِ غنیمت حاصل ہوا' اس میں ایک تلوار تھی جس کو میں نے اٹھا لیا' پھر میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آیا اور میں نے کہا: یہ مجھ کو دے دیجئے کیونکہ میں وہ ہوں جس کا حال آپ کو معلوم ہے' آپ نے فرمایا: اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے اٹھایا ہے' پس میں چلا گیا' حتیٰ کہ جب میں نے اس کو مالِ غنیمت کے ڈھیر میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو پھر میرے دل نے ملامت کی' میں پھر آپ کے پاس گیا اور میں نے کہا: آپ یہ مجھ کو عطا کر دیجئے' آپ نے سختی سے فرمایا: اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے اس کو اٹھایا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَO (الانفال:۱)

یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے: غنیمتیں اللہ اور رسول کی ہیں' سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے معاملات کو درست رکھو' اور اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانوO

میں بیمار ہو گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا' آپ میرے پاس تشریف لائے' میں نے عرض کیا: آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنا مال جس طرح چاہوں تقسیم کروں' تو آپ نے انکار فرمایا' میں نے کہا: نصف (تقسیم کر دوں)' آپ نے انکار فرمایا' میں نے کہا: تہائی؟ تو آپ خاموش رہے' پھر اس کے بعد ترکہ میں سے تہائی دینا جائز ہو گیا' انہوں نے کہا: میں انصار اور مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس آیا' انہوں نے کہا: ہم آپ کو کھانا کھلاتے ہیں اور انگور کی شراب پلاتے ہیں' اور یہ انگور کی شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے' سو میں ایک باغ میں ان کے پاس گیا: ان کے پاس اونٹ کا بھنا ہوا گوشت تھا اور انگور کی شراب کی مشک تھی' پس میں نے ان کے ساتھ کھایا اور شراب پی' پھر میں نے ان کے سامنے انصار اور مہاجرین کا ذکر کیا' سو میں نے کہا: مہاجرین انصار سے افضل ہیں' تو ایک شخص نے (اونٹ کے) جبڑے کی ہڈی مجھے ماری اس سے میری ناک زخمی ہو گئی' سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اس کی خبر دی تو اللہ عزوجل نے میرے سبب سے انگور کی شراب کو حرام قرار دینے کے متعلق یہ آیت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نازل فرمائی:

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدہ:٩٠)

شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر (سب) ناپاک ہیں شیطانی کاموں سے ہیں تم ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ ۝

(صحیح مسلم:۱۷۴۸ 'مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۰۸ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ص ۳۶۴ 'الادب المفرد:۲۴ 'سنن ابوداؤد:۲۷۴۰ 'سنن ترمذی:۳۱۸۹۔ ۳۰۷۹ 'مسند البزار:۱۱۴۹ 'مسند ابویعلیٰ:۶۹۶ 'الفتح الربانی:۱۱۷۲۱ 'مسند احمد:۱۵۶۷ 'مسند احمد ج ۱ص ۱۸۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ افراد تھے تو مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ان لوگوں کو اپنے پاس سے بھگا دیں' یہ ہمارے سامنے آنے کی جرأت نہ کریں' حضرت سعد نے کہا: میں تھا' حضرت ابن مسعود تھے' ھذیل کا ایک شخص تھا' حضرت بلال تھے اور دو مرد اور تھے جن کا میں نے نام نہیں لیا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمادی:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الانعام:۵۲)

(صحیح مسلم:۲۴۱۳' سنن ابن ماجہ:۴۱۲۸)

اور (ان مسکین مومنوں کو اپنے سے) دور نہ کیجئے جو اپنے رب کی صبح اور شام عبادت کرتے ہیں صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے' آپ کے ذمہ ان کا حساب نہیں ہے اور نہ آپ کا حساب ان کے ذمہ ہے' (پھر بھی اگر آپ نے بالفرض انہیں اپنے سے) دور کر دیا تو آپ ناانصافی کرنے والے ہو جائیں گے ۝

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن مالک (ابو وقاص) رضی اللہ عنہ سے ۱۱۷۰ 'حدیثیں مروی ہیں' جن میں سے ۴۳' حدیثوں پر شیخین متفق ہیں' امام بخاری ۲۶ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۵۲' حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ص ۴۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

١٦ - بَابُ ذِكْرِ أَصْهَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ أَبُو الْعَاصِ بْنُ الرَّبِيْعِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دامادوں کا بیان' ان دامادوں میں سے ابو العاص بن الربیع ہیں

اس عنوان میں اصہار کا لفظ ہے اور اصہار وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی بیٹیوں سے نکاح کیا' صہر کا اطلاق بیوی کے تمام رشتہ داروں پر ہوتا ہے' خلیل نے کہا ہے کہ صہر کا اطلاق تمام دیوروں اور دامادوں پر ہوتا ہے' اسی طرح بیوی کے بھائی اور اس کے باپ پر بھی صہر کا اطلاق ہوتا ہے اور عام عربوں کے نزدیک بیٹی کے خاوند (داماد) کو صہر کہتے ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابو العاص کا نام لقیط اور مقسم ہے' یہ ربیع بن الربیعۃ بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف کے بیٹے ہیں' یہ اپنی کنیت ابو العاص کے ساتھ مشہور ہیں' ان کی والدہ ھالۃ بنت خویلد ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا اعلان نبوت سے پہلے ان سے عقد نکاح کیا تھا' ابو العاص کو غزوہ بدر میں مشرکین کے ساتھ قید کیا گیا تھا تو سیدہ زینب نے ان کی رہائی کے فدیہ کے لیے اپنا ہار بھیجا تھا' یہ حضرت خدیجہ نے ان کو عقد نکاح کے موقع پر دیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

Click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ ہار دیکھ کر حضرت خدیجہ کی یاد آ گئی' آپ نے مسلمانوں سے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ ہار ان کو واپس کر دو' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالعاص کی رہائی کے لیے یہ شرط لگائی کہ وہ سیدہ زینب کو مدینہ بھیج دیں' سو انہوں نے یہ شرط پوری کی' اس وجہ سے آپ نے فرمایا: اس نے مجھ سے جو وعدہ کیا اس کو پورا کیا' ابوالعاص کو دوبارہ قید کر لیا گیا تو سیدہ زینب نے ان کو پناہ دی' پس وہ مسلمان ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی نکاح سے یا نکاح جدید سے ان کو سیدہ زینب کی طرف لوٹا دیا' ان ہی سے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں جن کو کندھے پر سوار کر کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی' حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٨۔٣١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا زیادہ تفصیل سے تذکرہ میں نے صحیح البخاری: ٣٧١٦ کی شرح میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں مزید احادیث کی شرح میں کیا ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٣٧٢٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ فَسَمِعَتْ بِذَٰلِكَ فَاطِمَةُ فَأَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ وَهٰذَا عَلِيٌّ نَاكِحٌ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ يَقُولُ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ فَحَدَّثَنِي وَصَدَقَنِي وَإِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِنِّي وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَسُوءَهَا وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخِطْبَةَ وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ مِسْوَرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ فَأَحْسَنَ قَالَ حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سن لی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں' پس کہا: آپ کی قوم یہ گمان کرتی ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے لیے غضب ناک نہیں ہوتے اور یہ (حضرت) علی' ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے والے ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے (اور) آپ نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد فرمایا: میں نے ابوالعاص بن الربیع کے ساتھ (اپنی بیٹی سیدہ زینب کا) نکاح کیا' اس نے مجھ سے بات کی اور سچ بولا' اور بے شک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور میں اس کے رنج کو ناپسند کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک مرد کے پاس جمع نہیں ہوں گی' پھر حضرت علی نے (اس لڑکی سے) منگنی کو ترک کر دیا' اور محمد بن عمرو بن حلحلۃ نے از ابن شہاب از علی از مسور یہ اضافہ کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے بنو عبد شمس سے اپنے داماد کا ذکر کیا' پس اس سے نکاح کے رشتہ کی تعریف کی کہ اس نے آپ کے ساتھ نیکی کی' آپ نے فرمایا: اس نے مجھ سے بات کی تو سچ بولا اور مجھ سے وعدہ کیا تو پورا کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٢٦ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے آپ کے دامادوں کے بیان کے باب میں اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں آپ کے دو دامادوں حضرت علی اور حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے۔

١٧ - بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبد العزیٰ الکلبی۔ زمانہ جاہلیت میں ان کو قید کرلیا گیا تھا' پھر ان کو حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لیا' پھر انہوں نے زید بن حارثہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ روایت ہے کہ حضرت زید بن حارثہ کی والدہ یمن سے اپنی قوم سے ملنے کے لیے آئیں تو ان پر ڈاکہ پڑا اور ڈاکو حضرت زید بن حارثہ کو اٹھا کر لے گئے' اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی اور ان کو عکاظ کے بازار میں فروخت کرنے کے لیے لے گئے' تو حکیم بن حزام نے ان کو چار سو درہم میں خرید لیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو انہیں ہبہ کر دیا' پھر ان کے گھر والوں کو خبر ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

بنو کلب کے کچھ لوگ یمن سے حج کرنے کے لیے مکہ آئے تو انہوں نے حضرت زید کو دیکھ کر پہچان لیا' وہ وہاں سے یمن گئے اور ان کے والد کو خبر دی اور بتایا کہ فلاں جگہ پر ان کا بیٹا ہے تو حضرت زید کے والد حارثہ اور ان کے بھائی کعب مکہ میں آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق سوال کیا تو بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں وہ وہاں پر گئے اور کہا: اے عبد المطلب کے بیٹے! اے ان کی قوم کے سردار! آپ اللہ کے حرم کے رہنے والے ہیں' آپ قیدیوں کو چھڑاتے ہیں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں' ہم اپنے بیٹے اور آپ کے غلام کے سلسلہ میں آئے ہیں' آپ ہم پر احسان فرمائیں اور عمدگی سے اس کا فدیہ قبول کرلیں' آپ نے پوچھا: وہ غلام کون ہے تو انہوں نے کہا: وہ زید بن حارثہ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ اور اس کو اختیار دے دو' اگر اس نے تمہارے ساتھ جانے کو اختیار کرلیا تو وہ بغیر فدیہ کے تمہارا ہے' اور اگر اس نے مجھے اختیار کرلیا تو اللہ کی قسم! میں وہ نہیں ہوں کہ فدیہ کے عوض اس کو تمہارے حوالے کر دوں' پھر حضرت زید بن حارثہ کو بلایا' آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں' ؟ آپ نے فرمایا: اور میں وہ ہوں جس کو تم جانتے ہو اور تم میری مصاحبت کو بھی جان چکے ہو' اب تم چاہو مجھے اختیار کرلو یا ان کو اختیار کرلو۔ حضرت زید نے کہا: میں آپ کے مقابلہ میں کسی کو اختیار نہیں کروں گا' آپ میرے والد اور چچا کی جگہ ہیں' ان کے باپ اور چچا نے کہا: افسوس ہے اے زید! تم آزادی کے مقابلہ میں غلامی کو اختیار کر رہے ہو! اور اپنے باپ' اور چچا اور اپنے گھر والوں کے مقابلہ میں ایک اجنبی کو اختیار کر رہے ہو! انہوں نے کہا: جی ہاں! میں نے اس شخص کو ایسا پایا ہے کہ میں ان کے مقابلہ میں کسی کو اختیار نہیں کروں گا! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ماجرا دیکھا تو آپ نے حضرت زید کو اپنی گود میں اٹھا لیا اور فرمایا: تم سب گواہ ہو جاؤ زید میرا بیٹا ہے' یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں' جب حضرت زید کے والد اور چچا نے یہ منظر دیکھا تو ان کے دل خوش ہو گئے اور وہ واپس چلے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زید کو بیٹا بنا لیا تو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان کا عقد نکاح کر دیا جو نبی ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں اور ان سے پہلے نبی ﷺ نے ان کا عقد نکاح' اپنی باندی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے کیا تھا جن سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پہلے ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (الاحزاب:٥) لوگوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو۔

حضرت زید بن حارثہ غزوہ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں حاضر رہے اور غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جو لشکر بھی بھیجتے اس کا امیر حضرت زید بن حارثہ کو بناتے۔

امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ سے فرمایا: اے زید! تم میرے آزاد کردہ غلام ہو اور مجھ سے ہو اور میری طرف سے ہو اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔ امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے' وہ آپ کے پاس آئے' پس دروازہ کھٹکھٹایا' آپ ان کی طرف کھڑے ہوئے حتیٰ کہ ان سے مصافحہ کیا اور ان کو بوسا دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے زیادہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو وظیفہ دیا' میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ان کے والد رسول اللہ ﷺ کو تمہارے والد سے زیادہ محبوب تھے' یہ حدیث صحیح ہے۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ غزوہ موتہ میں پچپن (٥٥) سال کی عمر میں شہید ہو گئے اور حضرت زید کے سوا اور کسی صحابی کا نام قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے۔ (الاصابۃ ج ٢ ص ٤٩٧۔ ٤٩٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

وَقَالَ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلَانَا.

اور حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ٢٦٩٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٣٠ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا وَّأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ تَطْعَنُوْا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِي إِمَارَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَايْمُ اللّٰهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ.

[اطراف الحدیث: ٤٢٥٠۔ ٤٤٦٨۔ ٤٤٦٩۔ ٦٦٢٧۔ ٧١٨٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس کا امیر بنا دیا تو بعض لوگوں نے ان کو امیر بنانے پر اعتراض کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تم اس کو امیر بنانے پر اعتراض کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کو امیر بنانے پر اعتراض کرتے تھے اور اللہ کی قسم! وہ امیر بنانے کے ضرور لائق تھے اور وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور ان کے بعد یہ (اسامہ) مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

(صحیح مسلم: ٢٤٢٦' سنن ترمذی: ٣٨١٦' السنن الکبریٰ للنسائی: ٨١٨١' صحیح ابن حبان: ٧٠٤٣' سنن بیہقی ج ١٠ ص ٤٤' شرح السنۃ: ٣٩٣٩' مسند احمد ج ٢ ص ١١٠' طبع قدیم' مسند احمد: ٥٨٨٨۔ ج ١٠ ص ١٢٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت اسامہ کی امارت پر معترض کا مصداق اور افضل کے اوپر مفضول کو امیر بنانے کا جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مغازی کے آخر میں امام بخاری نے بتایا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی امارت پر اعتراض کرنے والے عیاش بن ربیعہ المخزومی تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ موتہ کے لشکر کا امیر بنایا تھا' اس لشکر میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' اسی وجہ سے بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا تھا' اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کبیر کے اوپر صغیر کو اور افضل کے اوپر مفضول کو امیر بنانا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۰۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۷۳۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ قَائِفٌ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدٌ وَّأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ مُضْطَجِعَانِ فَقَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ قَالَ فَسُرَّ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْجَبَهُ فَأَخْبَرَ بِهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک قیافہ شناس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما دونوں لیٹے ہوئے تھے تو اس نے کہا: یہ بعض قدم بعض کا جز ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت خوش ہوئے اور آپ کو یہ اچھا لگا' اور آپ نے یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتائی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۵۵۵' میں گزر چکی ہے۔

قائف کا معنی' حضرت عائشہ کے پاس قائف کے آنے کی توجیہ اور قائف کی بات پر آپ کے خوش ہونے کا سبب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قائف کا لفظ ہے یعنی قیافہ شناس جو مشابہت اور علامات کے ذریعے فروع کو اصول کے ساتھ اور ابناء کو آباء کے ساتھ ملاتا ہے' اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا' یعنی احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے خوش ہوئے کہ حضرت اسامہ سیاہ فام تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ گورے تھے اس وجہ سے لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے اور جب قیافہ شناس نے تصدیق کر دی کہ یہ ان میں سے ایک دوسرے کا جز ہے تو عربوں کے اصول کے مطابق حضرت اسامہ کے نسب کی تصدیق ہو گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۲۰' موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸ - بَابُ ذِكْرِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ — حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا ذکر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید بن شراحیل بن عبد العزی ان کا پورا نام ہے' ان کو محبوب ابن المحبوب کہا جاتا تھا کیونکہ یہ دونوں باپ بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھے' ان کی کنیت ابو محمد اور ابو زید ہے' ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالنے والی تھیں'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت اسامہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے' اور جس وقت نبی ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی' نبی ﷺ نے ان کو شام پر حملہ کرنے والے عظیم لشکر کا امیر بنایا تھا' لشکر کے روانہ ہونے سے پہلے نبی ﷺ کی وفات ہوگئی' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی بہت تعظیم اور تکریم کرتے تھے' اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ ان کو عطا کرتے تھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت اسامہ فتنوں سے الگ رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اواخر میں فوت ہوئے' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ وہ پینتالیس (٤٥) ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ (الاصابہ ج ١ ص ٣٠٣۔٣٠٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

٣٧٣٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَخْزُومِيَّةِ فَقَالُوْا مَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش کو مخزومی عورت کے معاملہ نے بہت پریشان کر رکھا تھا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کی سفارش کی جرأت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا کون کر سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب (چہیتے) ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٦٤٨ میں گزر چکی ہے۔

اس مخزومی عورت کا نام فاطمہ بنت اسود تھا۔

٣٧٣٣ - وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ ذَهَبْتُ أَسْأَلُ الزُّهْرِيَّ عَنْ حَدِيْثِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ فَصَاحَ بِيْ قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَلَمْ تَحْتَمِلْهُ عَنْ أَحَدٍ قَالَ وَجَدْتُّهُ فِيْ كِتَابٍ كَانَ كَتَبَهُ أَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ سَرَقَتْ فَقَالُوْا مَنْ يُكَلِّمُ فِيْهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَجْتَرِئْ أَحَدٌ أَنْ يُكَلِّمَهُ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ إِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ كَانَ إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ قَطَعُوْهُ لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں المخزومیہ کی حدیث کے متعلق سوال کرنے کے لیے الزہری کے پاس گیا تو وہ مجھ پر چلائے (ناراض ہوئے)' میں نے سفیان سے پوچھا! آپ نے یہ حدیث اور کسی سے نہیں حاصل کی' انہوں نے کہا: یہ حدیث مجھ کو ایک کتاب میں ملی تھی جس کو ایوب بن موسیٰ نے زہری کی روایت سے لکھا تھا از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ بنو مخزوم کی ایک عورت تھی' اس نے چوری کی تو لوگوں نے کہا: نبی ﷺ سے اس کی سفارش کون کرے گا؟ سو کسی نے اس کی سفارش کی جرأت نہیں کی' تب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس کی سفارش کی' تو آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی پس ماندہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس کا ہاتھ کاٹ دیتے اور اگر (بالفرض) فاطمہ (بھی) چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۶۴۸' میں گزر چکی ہے۔

٠٠٠ - بَابٌ

باب

یہ باب ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

۳۷۳٤ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَبَّادٍ يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا الْمَاجِشُوْنَ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ نَظَرَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمًا وَّهُوَ فِي الْمَسْجِدِ اِلٰى رَجُلٍ يَّسْحَبُ ثِيَابَهٗ فِيْ نَاحِيَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ اُنْظُرْ مَنْ هٰذَا لَيْتَ هٰذَا عِنْدِيْ قَالَ لَهٗ اِنْسَانٌ اَمَا تَعْرِفُ هٰذَا يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ اُسَامَةَ قَالَ فَطَاْطَاَ ابْنُ عُمَرَ رَاْسَهٗ وَنَقَرَ بِيَدَيْهِ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ لَوْ رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّهٗ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الحسن بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعباد یحییٰ بن عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الماجشون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر نے ایک دن ایک شخص کو مسجد میں دیکھا کہ وہ اپنا کپڑا ایک کونے میں پھیلا رہے تھے' انہوں نے کہا: دیکھو یہ کون شخص ہے؟ کاش! یہ میرے نزدیک ہوتا' ایک شخص نے کہا: اے ابو عبدالرحمان! کیا آپ اس کو نہیں پہچانتے؟ یہ محمد بن اسامہ ہے' سو حضرت ابن عمر نے اپنا سر جھکا لیا' پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین کریدنے لگے پھر کہا: اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ لیتے تو اس پر شفقت فرماتے۔

حضرت ابن عمر نے کہا: کاش! یہ میرے نزدیک ہوتا یعنی میں اس کو نصیحت کرتا اور سمجھاتا' نیز حضرت ابن عمر نے کہا: اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ لیتے تو اس پر شفقت فرماتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسامہ سے اور ان کے والد سے اور ان کی اولاد سے محبت کرتے تھے۔

۳۷۳۵ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ حَدَّثَنَا اَبُوْعُثْمَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَاْخُذُهٗ وَالْحَسَنَ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُمَا فَاِنِّيْ اُحِبُّهُمَا. [اطراف الحدیث: ۳۷۴۷-۶۰۰۳]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ آپ ان کو اور حضرت حسن کو پکڑ کر (بارگاہِ الٰہیہ میں) عرض کرتے: اے اللہ! ان دونوں سے محبت کر کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔

اس حدیث کی حضرت اسامہ کے مناقب کے باب سے مطابقت ظاہر ہے۔

۳۷۳٦ - وَقَالَ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ مَوْلًى لِّاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ الْحَجَّاجَ ابْنَ اَيْمَنَ بْنِ اُمِّ اَيْمَنَ وَكَانَ اَيْمَنُ ابْنُ اُمِّ اَيْمَنَ اَخَا اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ لِّاُمِّهٖ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَاٰهُ ابْنُ

اور نعیم نے کہا: از ابن المبارک: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسامہ بن زید کے آزاد کردہ غلام نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ الحجاج بن ایمن بن ام ایمن اور ایمن بن ام ایمن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ماں شریک

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عُمَرَ لَمْ يُتِمَّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ فَقَالَ اَعِدْ.

[اطراف الحدیث: ۳۷۴۷- ۶۰۰۳] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بھائی تھے اور وہ انصاری مرد تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ وہ اپنی نماز میں پورا رکوع اور سجود نہیں کرتے تھے تو انہوں نے ان سے کہا: اپنی نماز دہراؤ۔

اس حدیث کی روایت امام بخاری نے اس لیے کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت اسامہ کے ماں شریک بھائی کا ذکر ہے جو سنت کے مطابق نماز نہیں پڑھتے تھے تو اس لیے حضرت ابن عمر نے ان سے کہا: تم اپنی نماز دہراؤ' میں کہتا ہوں کہ اس میں حضرت اسامہ کی کوئی فضیلت نہیں ہے کہ ان کا بھائی سنت کے مطابق نماز نہیں پڑھتا تھا بلکہ اس میں حضرت ابن عمر کی فضیلت ہے کہ انہوں نے اس کو غلط کام پر ٹوکا اور حضرت اسامہ سے اس کی قرابت کا کوئی لحاظ نہیں کیا' اس لیے امام بخاری کو چاہئے تھا کہ وہ اس حدیث کی حضرت ابن عمر کے مناقب کے باب میں روایت کرتے' اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے' جس طرح حضرت ابن عمر نے حق بات کہنے میں حضرت اسامہ کی قرابت کا لحاظ نہیں کیا اسی طرح میں نے بھی حق بات کہنے میں امام بخاری کی عظمت اور ان کے مقام اور مرتبہ کا خیال نہیں کیا۔

٣٧٣٧- قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ مَوْلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ بَيْنَمَا هُمَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اِذْ دَخَلَ الْحَجَّاجُ بْنُ اَيْمَنَ فَلَمْ يُتِمَّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ فَقَالَ اَعِدْ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ الْحَجَّاجُ بْنُ اَيْمَنَ ابْنِ اُمِّ اَيْمَنَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَوْ رَاٰى هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّهُ فَذَكَرَ حُبَّهُ وَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّ اَيْمَنَ قَالَ اَوْزَادَنِي بَعْضُ اَصْحَابِي عَنْ سُلَيْمَانَ وَكَانَتْ حَاضِنَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں بھی منفرد ہیں)

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اور مجھے سلیمان بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن نمر نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حرملہ نے حدیث بیان کی' جس وقت یہ دونوں (حرملہ اور حضرت اسامہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے اس وقت الحجاج بن ایمن داخل ہوئے اور وہ نماز میں رکوع اور سجود پورا پورا نہیں کر رہے تھے تو حضرت ابن عمر نے (ان سے) کہا: نماز دہراؤ' جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے گئے تو حضرت ابن عمر نے مجھ سے پوچھا: یہ کون تھے؟ میں نے بتایا: یہ الحجاج بن ایمن تھے جو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں' تب حضرت ابن عمر نے کہا: اگر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ لیتے تو ان سے ضرور محبت کرتے' پھر انہوں نے آپ کی محبت کا ذکر کیا' اور حضرت ام ایمن کی اولاد سے محبت کا ذکر کیا امام بخاری نے کہا: یا میرے بعض اصحاب نے از سلیمان یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ام ایمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالنے والی تھیں۔

حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور حضرت اسامہ کے ماں شریک بھائی ہونے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حجاج بن ایمن کا ذکر ہے یہ انصاری خزرجی ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ حبشی ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالنے والی تھیں ان کے بیٹے ہیں اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی ہیں' امام ابن اسحاق

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے کہا: یہ غزوہ حنین کے دن شہید ہو گئے تھے اور ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام حجاج تھا' حافظ ذہبی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے' تجرید الصحابہ میں مذکور ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے پہلے جو شادی کی تھی (اس شخص کا نام عبید تھا اور وہ بھی حبشی تھا) اس سے ایمن پیدا ہوئے تھے اور ایمن نے اپنے باپ کی طرف نسبت کرنے کے بجائے اپنی ماں حضرت ام ایمن کی طرف نسبت کی کیونکہ انہیں ان کی باپ کی بہ نسبت شرف حاصل تھا اور اہل بیت نبوی میں ان کی شہرت تھی اس کے بعد حضرت ام ایمن نے حضرت زید بن حارثہ سے شادی کی اور ان سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے اور یوں ایمن بن ام ایمن حضرت اسامہ کے ماں شریک بھائی ہوئے کیونکہ ایمن بن ام ایمن بھی حضرت ام ایمن کے بیٹے تھے اور حضرت اسامہ بھی ان کے بیٹے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی سوانح اور ان کی خصوصیات

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المتوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ تھیں' ان ہی کا نام برکۃ ہے' انہوں نے عبید سے شادی کی تھی جو حبشی تھا' اس سے ایمن پیدا ہوئے' وہ ابن ام ایمن کے نام سے مشہور ہیں' پھر اس کے بعد حضرت ام ایمن نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے شادی کی جن سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے۔ (یوں ایمن بن ام ایمن حضرت اسامہ کے شریک بھائی ہوئے۔)

(الاستیعاب ج ٤ ص ٤٧٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ عز الدین ابن الاثیر ابو الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندی اور خادمہ تھیں اور آپ کو پالنے والی تھیں اور یہ حبشیہ تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ نے ان کو آزاد کر دیا تھا' اور یہ بہت پہلے اسلام لائی تھیں' انہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں' انہوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تھا' تیسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کی باندی تھیں اور یہ وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب مبارک پی لیا تھا اور آپ نے فرمایا: تمہارے پیٹ میں اب کبھی درد نہیں ہو گا۔ حضرت برکۃ کی کنیت ام ایمن ہے اور ایمن ان کے وہ بیٹے ہیں جو حبشی عبید سے پیدا ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: ام ایمن میری ماں کے بعد ماں ہیں اور آپ ان کے گھر ان سے ملاقات کے لیے جاتے تھے۔

ابن شہاب نے کہا ہے کہ ام ایمن حضرت اسامہ بن زید کی بھی ماں ہیں اور یہ حبشیہ تھیں' جب حضرت آمنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت ام ایمن نے آپ کو پالا' حتیٰ کہ آپ بڑے ہو گئے' پھر آپ نے حضرت ام ایمن کو آزاد کر دیا اور حضرت زید بن حارثہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے پانچ یا چھ ماہ بعد ان کی وفات ہو گئی۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کی زیارت کے لیے جاتے تھے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ملاقات کے لیے جاتے تھے۔

(اسد الغابہ ج ٧ ص ٢٩١۔ ٢٩٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان تمام امور کو لکھا ہے' مزید یہ لکھا ہے کہ حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے اور غزوہ خیبر میں شہید ہو گئے تھے اور یہ لکھا ہے کہ حضرت ام ایمن نے پہلے عبید بن زید سے شادی کی تھی جو انصاری تھے اور قبیلہ خزرج سے تھے (میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ حبشی تھے جیسا کہ حافظ ابن عبد البر اور حافظ ابن الاثیر نے لکھا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام واقدی نے اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ایمن کو دیکھ کر فرماتے تھے' یہ میرے اہل بیت میں سے بقایا ہیں۔

سفیان بن عینیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام ایمن نبی ﷺ کے ساتھ بہت لطف کے ساتھ پیش آتی تھیں' اور آپ نے فرمایا: جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ اہل جنت کی عورت سے شادی کرے اسے چاہئے کہ وہ ام ایمن سے شادی کرے' تب حضرت زید بن حارثہ نے ان سے شادی کی۔ (طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۱۶۲' کنز العمال: ۳۴۴۱۶)

حضرت ام ایمن بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک مٹی کا گھڑا تھا جس میں آپ رات کو اٹھ کر پیشاب کرتے تھے اور میں صبح اس گھڑے کو خالی کر دیتی تھی' ایک رات میں بہت پیاسی تھی تو میں نے اس سے وہ پیشاب پی لیا' پھر میں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اس کے بعد تمہیں کبھی بھی پیٹ کی بیماری نہیں ہوگی۔

امام احمد' امام بخاری اور امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کو اپنے مال سے باغات دیئے حتیٰ کہ آپ کے لیے بنو قریظہ اور بنو نضیر فتح ہو گئے' اس کے بعد آپ نے اس شخص کو وہ باغات واپس کر دیئے' حضرت انس نے کہا: میرے گھر والوں نے بھی مجھے حکم دیا کہ میں نبی ﷺ سے ان باغات یا ان میں سے بعض کا سوال کروں جو وہ آپ کو دے چکے تھے' اور نبی ﷺ وہ باغات حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو عطا کر چکے تھے' تو میں نے نبی ﷺ سے ان باغات کا سوال کیا' آپ نے مجھے وہ عطا کر دیئے' پھر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور وہ کہہ رہی تھیں' ہرگز نہیں! اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ میں تم کو وہ باغات نہیں دوں گی جب کہ رسول اللہ ﷺ مجھے وہ عطا کر چکے ہیں۔ تب نبی ﷺ نے (ان سے) فرمایا: آپ کو میں (ان کے بدلہ میں) اتنے اور اتنے باغ دوں گا' اور وہ کہتی تھیں: ہرگز نہیں اللہ کی قسم! اور آپ فرما رہے تھے: میں آپ کو اتنے اور اتنے (باغات) دوں گا۔ حضرت انس نے کہا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے دس گنا باغات عطا کر دیئے۔ (مسند احمد: ۱۳۳۲۴' عالم الکتب' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۹' صحیح البخاری: ۴۱۲۰۔ ۴۰۳۰۔ ۳۱۲۸' صحیح مسلم: ۱۷۷۱' صحیح ابن حبان: ۵۰۵۴' مسند ابو یعلیٰ: ۴۰۷۹)

ابن السکن نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ام ایمن نبی ﷺ کی وفات کے پانچ ماہ بعد وفات پا گئیں۔

(الاصابہ ج ۸ ص ۳۶۲۔ ۳۵۸' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر مرض کا غلبہ ہوا تو میں مدینہ کی بلندی میں واقع اپنے گھر سے اتر کر آیا اور لوگ بھی میرے ساتھ اتر کر مدینہ آئے' پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہوا اور آپ مرض کے غلبہ کی وجہ سے بات نہیں کر رہے تھے' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے' پھر وہ ہاتھ میرے اوپر رکھ دیئے' اس سے میں نے یہ جانا کہ آپ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔

(مسند احمد: ۲۲۰۹۸' عالم الکتب' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۱' سنن ترمذی: ۳۸۱۷)

(۲) شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کسی شخص کے لیے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا جائز نہیں ہے جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے پس وہ اسامہ سے محبت رکھے۔ (مسند احمد: ۲۵۷۴۸' عالم الکتب' مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۷)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما دروازہ کی چوکھٹ سے گر پڑے اور ان کی پیشانی سے خون بہنے لگا' مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا یہ خون صاف کر دو' مجھے اس سے گھن آئی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا خون چوستے' پھر کلی کر دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اس کو کپڑے اور زیور پہنا تا حتیٰ کہ لوگ اس سے منگنی کرنے میں رغبت کرتے۔ (مسند احمد: ۲۶۳۸۶' مسند احمد ج ٦ ص ۲۲۳' سنن ابن ماجہ: ۱۹۷٦' صحیح ابن حبان: ۷۰۵٦)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خود حضرت اسامہ کا خون صاف کیا' یہ آپ کے بلند اخلاق' کمال تواضع اور حضرت اسامہ سے محبت کی دلیل ہے' آپ نے فرمایا: اگر یہ لڑکی ہوتی تو میں اس کو عمدہ کپڑے اور زیور پہنا تا حتیٰ کہ لوگ اس سے منگنی کرنے میں رغبت کرتے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اسامہ کی والدہ ام ایمن حبشیہ تھی اور ان کا رنگ کالا تھا' اس وجہ سے حضرت اسامہ کا رنگ بھی کالا تھا اور لوگ کالی لڑکی سے منگنی کرنے میں رغبت نہیں کرتے' اس لیے آپ نے فرمایا: میں اس کو عمدہ کپڑے اور زیور پہنا تا کہ لوگ اس وجہ سے اس سے منگنی کرنے میں رغبت کرتے۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت اسامہ کی رینٹ (ناک کی رطوبت) صاف کر دیں' حضرت عائشہ نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں میں یہ کام کر دوں' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اس سے محبت کرو کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۱۸)

(۵) عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اس وقت حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما اجازت طلب کرتے ہوئے آئے' پس ان دونوں نے کہا: اے اسامہ! ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کرو' پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما اجازت طلب کر رہے ہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں' آپ نے ان کو اجازت دی تو وہ دونوں داخل ہو گئے' ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم یہ معلوم کرنے آئے ہیں کہ آپ کو اپنے گھر والوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے' آپ نے فرمایا: فاطمہ بنت محمد' ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے اہل کے متعلق سوال کرنے نہیں آئے' آپ نے فرمایا: مجھے اپنے اہل میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور میں نے انعام کیا ہے اور وہ اسامہ بن زید ہے (حضرت زید بن حارثہ) ان دونوں نے پوچھا: پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر علی بن ابی طالب ہیں' پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے چچا کو سب سے آخر میں رکھا! آپ نے فرمایا: علی نے تم سے پہلے ہجرت کی تھی۔ (سنن ترمذی: ۳۸۱۹)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے ۱۲۸' حدیثیں مروی ہیں' جن میں سے ۱۵' حدیثوں پر شیخین متفق ہیں اور ان میں سے ہر ایک دو حدیثوں کے ساتھ منفرد ہے۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۱۹ - بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ابوعبدالرحمن ہے' یہ مکی اور مدنی ہیں' یہ اپنے والد کے ساتھ بہت پہلے اسلام لائے تھے' اس وقت یہ نابالغ تھے' یہ فقہاء صحابہ اور مکثرین حدیث میں سے ہیں' ان کی والدہ کا نام زینب یا رائطہ بنت مظعون ہے' یہ تہتر ہجری (٧٣) میں مکہ میں فوت ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر چھیاسی (٨٦) سال تھی' ان کی موت کا سبب یہ تھا کہ حجاج بن یوسف نے اپنے نیزہ کی زہر آلود نوک ان کے پیر پر ماری تھی' اس سے وہ بیمار ہوئے حتیٰ کہ فوت ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

غزوہ بدر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جہاد میں شریک ہونے کے لیے پیش کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کم عمر قرار دیا' پھر انہوں نے احد میں اپنے آپ کو پیش کیا' پھر اسی طرح ہوا' پھر انہوں نے غزوہ خندق میں اپنے آپ کو پیش کیا تو آپ نے قبول فرما لیا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔

کتاب الزھد میں امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ قریش کے جوانوں میں سب سے زیادہ اپنے نفس پر ضبط کرنے والے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابوسعید نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص مال دنیا کی طرف مائل ہوا سوا حضرت عبداللہ بن عمر کے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فوت ہوئے اس حال میں کہ وہ فضیلت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثل تھے اور ایک اور سند کے ساتھ ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں نظیریں تھیں اور حضرت ابن عمر کے زمانہ میں ان کی کوئی نظیر نہیں تھی۔

معجم البغوی میں سند حسن کے ساتھ روایت ہے کہ سعید بن المسیب نے کہا: اگر میں اہل جنت میں سے کسی کے پاس حاضر ہوتا تو حضرت ابن عمر کے پاس حاضر ہوتا' اور سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب حضرت ابن عمر فوت ہوئے تو وہ باقی ماندہ لوگوں میں سے سب سے افضل تھے۔

عبداللہ بن ابی عثمان نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی ایک پسندیدہ باندی ''رمثہ'' کو آزاد کیا اور یہ آیت پڑھی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. تم اس وقت تک ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ٩٢)

امام عبدالرزاق نے سالم سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے کبھی اپنے کسی خادم پر لعنت نہیں کی سوا ایک کے' پھر اس کو آزاد کر دیا۔

امام ابن المبارک نے نافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو انہوں نے ایک درہم کے انگور خریدے' پس ایک مسکین آیا تو' انہوں نے کہا: یہ انگور اس کو دے دو' پھر ایک دوسرا شخص آیا' اس نے ایک درہم کے انگور خریدے اور وہ آپ کے پاس لایا' پھر ایک سائل آیا تو آپ نے فرمایا: یہ اس کو دے دو' پھر ایک اور شخص آیا' اس نے آپ کے لیے ایک درہم کے انگور خریدے اور اس نے سائل کو واپس لوٹا دیا' اگر حضرت ابن عمر کو اس کا پتا چل جاتا تو آپ ان انگوروں کو نہ چکھتے۔

(الاصابۃ ج ٤ ص ١٥٩۔١٥٦' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۷۳۸- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّيْتُ اَنْ اَرٰى رُؤْيَا اَقُصُّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ غُلَامًا اَعْزَبَ وَكُنْتُ اَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ مَلَكَيْنِ اَخَذَانِيْ فَذَهَبَابِيْ اِلَى النَّارِ فَاِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَاِذَا لَهَا قَرْنَانِ كَقَرْنَيِ الْبِئْرِ وَاِذَا فِيْهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ اٰخَرُ فَقَالَ لِيْ لَنْ تُرَعْ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کو بیان کرتا تو میں نے تمنا کی کہ میں کوئی خواب دیکھوں اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کروں اور میں نوجوان لڑکا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسجد میں سوتا تھا' پس میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے' میں نے دیکھا کہ وہ کنویں کی طرح پیچ در پیچ تھی اور کنویں کی طرح اس کے دو کنارے تھے اور اس دوزخ میں کئی لوگ تھے جن کو میں پہچانتا تھا' پس میں کہہ رہا تھا کہ میں دوزخ سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں' میں دوزخ سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں' پھر ان فرشتوں سے ایک اور فرشتہ ملا' اس نے مجھ سے کہا: تم کو دوزخ سے نہیں ڈرایا جائے گا' سو میں نے یہ خواب حضرت حفصہ کے سامنے بیان کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۴۰ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مناقب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ منقبت ہے کہ ان کو دوزخ سے بے خوف کر دیا گیا ہے۔

۳۷۳۹- فَقَصَّتْهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَلِيْلًا.

انہوں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کیا' آپ نے فرمایا: عبداللہ خوب آدمی ہے' کاش! وہ رات کو تہجد کی نماز پڑھا کرتا' سالم نے بتایا کہ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو بہت کم سوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۲۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ فضیلت ہے کہ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے اور تہجد پڑھتے تھے۔

۳۷۴۱'۳۷۴۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اُخْتِهٖ حَفْصَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس' از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از ہم شیر خود[1]

[1] عام طور پر بہن کو ہم شیرہ کہا جاتا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ ساتھ پڑھنے والی لڑکی کو ہم سبق یا ہم درس یا ہم کلاس کہا جاتا ہے۔ ہم سبقہ یا ہم درسہ یا ہم کلاسہ نہیں کہا جاتا' نیز مونث تو وہی لڑکی ہے دودھ تو مونث نہیں ہے کہ ہم شیرہ کہا جائے' لہٰذا صحیح یہ ہے کہ ہم شیر کہا جائے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ لَهَا اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ. حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: عبد اللہ نیک مرد ہے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۲۲' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عظیم منقبت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نیک مرد فرمایا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) مجاہد بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فتح مکہ میں حاضر ہوئے تو ان کی عمر صرف بیس سال تھی' اور ان کے ساتھ ایک سرکش گھوڑا تھا' اور بھاری نیزہ تھا' پس حضرت ابن عمر اپنے گھوڑے کے لیے تازہ گھاس کاٹنے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک عبد اللہ (نوجوان مجاہد ہے)' بے شک عبد اللہ (نوجوان مجاہد ہے) (دو بار فرمایا)۔

(مسند احمد: ۴۶۰۰' عالم الکتب' مسند احمد ج ۲ ص ۱۲)

علامہ عبد الرحمان الساعاتی التوفی ۱۳۷۸ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مختصر ارشاد کلام فصیح ہے' اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔ (الفتح الربانی ج ۴ ص ۶۳ ۴۳' بیت الافکار الدولیہ' الاردن: ۲۰۰۷ء)

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو غزوہ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا' اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی تو آپ نے ان کو (جہاد کی) اجازت نہیں دی' پھر انہوں نے اپنے آپ کو غزوہ خندق میں پیش کیا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ (مسند احمد: ۴۶۶۱' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷' مصنف عبد الرزاق: ۹۷۱۶۔ ج ۱۲ ص ۵۳۹' سنن ابوداؤد: ۲۹۵۷' سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۳' سنن ترمذی: ۱۳۶۱)

غزوہ احد تین ہجری میں ہوا تھا اور غزوہ خندق شوال چار ہجری میں ہوا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مرویات

علامہ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی التوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ۱۶۲۳' احادیث مروی ہیں' شیخین ۱۷۰' حدیثوں پر متفق ہیں اور امام بخاری ۸۱' حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۳۱' حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۲۰ - بَابُ مَنَاقِبِ عَمَّارٍ وَّحُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت عمار اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الیقظان ہے' یہ اور ان کے والد قدیم الاسلام ہیں' ان کو اسلام لانے کی وجہ سے تکلیفیں دی جاتی تھیں' ابوجہل نے ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو قتل کر دیا تھا اور یہ اسلام میں پہلی شہیدہ تھیں' اور ان کے والد بھی بہت پہلے وفات پا گئے تھے اور حضرت عمار زندہ رہے یہاں تک کہ وہ جنگ صفین میں شہید ہوئے اور وہ حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ تھے اور جماعت عادلہ میں تھے اور حضرت حذیفہ بن یمان بن جابر العبسی رضی اللہ عنہما انصار سے تھے' وہ اور ان کے والد یمان اسلام لے آئے تھے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فوت ہوئے۔ امام بخاری نے ان دونوں کا تذکرہ ایک باب میں جمع کیا ہے کیونکہ ان دونوں کا تذکرہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی والدہ کا نام سمیہ تھا' یہ قریش کی باندی تھیں' یہ سابقین اولین میں سے ہیں' ان کو اور ان کے والد کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے تکلیفیں دی جاتی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: اے آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ ہے۔ حبشہ کی طرف ان کی ہجرت کرنے میں اختلاف ہے' انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور تمام غزوات میں حاضر رہے۔ جنگ یمامہ میں ان کا کان کٹ گیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا گورنر بنایا اور مسلمانوں کی طرف لکھا کہ یہ نجباء صحابہ میں سے ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت زر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو پہلے سات حضرات اسلام لائے تھے ان میں سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام بخاری نے حضرت عمار سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام' اور دو عورتیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۶۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو' طیب مطیب کو مرحبا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ عمار اپنے بدن کے جوڑوں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۹۸)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ حدیث متواتر ہے کہ حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا' اور اس پر اجماع ہے کہ حضرت عمار جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کی وجہ سے ربیع الاول سینتیس (۳۷) ہجری میں شہید کئے گئے' اس وقت ان کی عمر ترانوے (۹۳) سال تھی اور اس پر اتفاق ہے کہ درج ذیل آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ. (النحل: ۱۰۶) مگر جس سے جبراً کفر کہلوایا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔

(الاصابۃ ج ۴ ص ۴۷۶۔۴۷۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

محمد بن عمار بن یاسر بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور ان کو بہت سخت عذاب پہنچایا حتیٰ کہ انہوں نے مشرکین کے جبر سے کلمہ کفر پڑھ دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پاس سے گزرے تو حضرت عمار نے آپ سے اس کی شکایت کی' آپ نے پوچھا: اب تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: میرا دل ایمان سے مطمئن ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر وہ دوبارہ تم کو عذاب دیں تو تم دوبارہ اسی طرح کرنا۔ (جامع البیان جز ۱۴ ص ۲۷۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے باسٹھ (۶۲) احادیث مروی ہیں' دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری تین حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب الکمال ج ۲ ص ۳۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ ھ حضرت حذیفہ کی سوانح میں لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما اور وہ حذیفہ بن حسل ہیں اور یمان حسل بن جابر کا لقب ہے۔

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی تو آپ نے ان کو ہجرت اور نصرت کے درمیان اختیار دیا تو انہوں نے نصرت کو اختیار کر لیا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد میں حاضر ہوئے تھے اور اس غزوہ میں ان کے والد کو قتل (شہید) کر دیا گیا تھا' حضرت حذیفہ کو منافقین کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز دان کہا جاتا تھا' حضرت حذیفہ کے علاوہ اور کسی کو منافقین کا علم نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منافقین کی خبر دی تھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کیا میرے عُمال میں سے کوئی منافق ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ایک ہے پوچھا: وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں نہیں بتاؤں گا' پھر انہوں نے بتا دیا تھا تو حضرت عمر نے اس کو معزول کر دیا' جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو حضرت عمر' حضرت حذیفہ کا پتا کرتے' اگر وہ اس کے جنازہ میں شریک ہوتے تو حضرت عمر اس کی نماز جنازہ پڑھاتے ورنہ نہیں۔

حضرت حذیفہ جنگ نہاوند میں حاضر ہوئے اور جب لشکر کے امیر حضرت النعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو انہوں نے جھنڈا سنبھال لیا۔ انہوں نے ھمدان' رے (طہران) اور دینور کو فتح کیا اور الجزیرہ کی فتح میں حاضر تھے اور نصیبین میں ٹھہرے اور وہاں شادی کی۔

یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شر کے متعلق سوال کرتے تھے تاکہ اس سے مجتنب رہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو غزوہ خندق میں رات کو بھیجا تاکہ کفار کی خبر لے کر آئیں' یہ غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے کیونکہ کفار نے ان سے حلف لے لیا تھا کہ وہ ان کے خلاف قتال نہیں کریں گے' تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ قتل کریں یا نہیں' تو آپ نے فرمایا: بلکہ ہم ان کے عہد کو پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔ (المستدرک ج ٣ ص ٣٧٩' المعجم الکبیر ج ٣ ص ١٧٩' سنن بیہقی ج ١٠ ص ١٤٥)

زید بن اسلم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے کہا: تم لوگ تمنا کرو تو ان لوگوں نے تمنا کی کہ ان کا گھر مال اور جواہر سے بھر جائے جس کو وہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں' پس حضرت عمر نے کہا: لیکن میں یہ تمنا کرتا ہوں کہ مجھے ابو عبیدہ' معاذ بن جبل اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم ایسے لوگ مل جائیں اور میں ان کو اللہ عزوجل کی اطاعت میں استعمال کروں' پھر حضرت عمر نے حضرت ابو عبیدہ کی طرف مال بھیجا اور کہا: دیکھو وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں' سو انہوں نے اس مال کو تقسیم کر دیا' پھر انہوں نے وہ مال حضرت حذیفہ کی طرف بھیجا' اور کہا: دیکھو وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں' سو انہوں نے بھی اس مال کو تقسیم کر دیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہی بات میں نے تم سے کہی تھی۔

لیث بن ابی سلیم نے کہا: جب حضرت حذیفہ پر موت کا وقت آیا تو ان کو بہت گھبراہٹ ہوئی اور وہ بہت زیادہ روئے' ان سے کسی نے پوچھا: آپ اس قدر کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں دنیا پر افسوس کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ موت مجھے زیادہ محبوب ہے' میں تو اس پر رو رہا ہوں کہ میں نہیں جانتا کہ آیا اللہ مجھ سے راضی ہو گا یا نہیں! کہا گیا ہے کہ جب ان پر موت آئی تو انہوں نے کہا: یہ میری دنیا میں آخری ساعت ہے' اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں' سو تو اپنی ملاقات میں میرے لیے برکت فرما پھر وہ فوت ہو گئے۔

ان کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد چھتیس ہجری میں ہوئی تھی۔

(اسد الغابۃ ج ١ ص ٧٠٧-٧٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سابقین میں سے ہیں، جلیل القدر صحابی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قیامت تک کے فتنوں اور حوادث میں سے ما کان وما یکون کی خبر دے دی تھی۔ ان سے ایک سو سے زیادہ احادیث مروی ہیں جن میں سے بارہ احادیث پر شیخین متفق ہیں اور امام بخاری آٹھ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم سترہ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٣٧٤٢- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَأَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ إِلَيْهِمْ فَإِذَا شَيْخٌ قَدْ جَاءَ حَتّٰى جَلَسَ إِلٰى جَنْبِي قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا أَبُو الدَّرْدَاءِ فَقُلْتُ إِنِّي دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُيَسِّرَ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِي قَالَ مِمَّنْ أَنْتَ قُلْتُ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ قَالَ أَوَلَيْسَ عِنْدَكُمْ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ وَفِيكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ سِرِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ غَيْرُهُ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ يَقْرَأُ عَبْدُ اللّٰهِ ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى﴾ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰىO وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰىO وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى﴾ (اللیل: ۱-۳) قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِيهِ إِلٰى فِيَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از المغیرہ از ابراہیم از علقمہ انہوں نے کہا: میں شام گیا، پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے نیک ہم نشیں عطا فرما، پھر میں کچھ لوگوں کی طرف گیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا، پس اچانک ایک بوڑھا آیا حتیٰ کہ وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہیں، پس میں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے نیک ہم نشیں میسر فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آپ کو میسر کر دیا، انہوں نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: میں اہل کوفہ سے آیا ہوں، انہوں نے کہا: کیا تمہارے ہاں حضرت ابن ام عبد (حضرت ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نہیں ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین، گدا اور مسواک اٹھانے والے تھے اور کیا تمہارے ہاں وہ نہیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا سے شیطان سے محفوظ رکھا ہے (یعنی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما) اور کیا تمہارے پاس وہ نہیں ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رازدار تھے اور جن کے علاوہ اور کوئی آپ کے راز کو نہیں جانتا تھا (یعنی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ)، پھر پوچھا حضرت عبداللہ بن مسعود "واللیل اذا یغشٰی" (اللیل: ۱) کی کس طرح قراءت کرتے ہیں؟ تو میں نے پڑھا: "واللیل اذا یغشٰیO والنہار اذا تجلّٰیO وما خلق الذکر والانثٰیO" (اللیل: ۳-۱) تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت اسی طرح پڑھائی ہے اپنے منہ سے میرے منہ کی طرف۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حذیفہ بن یمان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمار کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو انہوں نے اس میں سے زیادہ مشکل کام کو اختیار کیا۔ (سنن ترمذی:۳۷۹۹-۲' مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۳)

(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: میں (از خود) نہیں جانتا کہ میں کب تک تم میں باقی رہوں گا' تم میرے بعد ان لوگوں کی اقتداء کرنا اور آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کیا اور عمار کی سیرت سے ہدایت حاصل کرنا اور ابن مسعود تم کو حدیث بیان کریں تو اس کی تصدیق کرنا۔

(سنن ترمذی:۳۷۹۹-۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۹)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمار کو بشارت دو کہ اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ (سنن ترمذی:۳۸۰۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر باغی کے اطلاق کی تحقیق

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ نے قتل کیا تھا' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی ظاہر کے اعتبار سے فرمایا ہے کیونکہ انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکم عدولی کی اور ان کے خلاف جنگ کی لیکن یہ حضرت معاویہ کی اجتہادی خطاء تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی تھی: اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے سبب سے ہدایت دے (سنن ترمذی: ۳۸۴۳) اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقۃً باغی ہوتے تو وہ ان کے خلاف کبھی جنگ موقوف کر کے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو دونوں فریقوں کے درمیان حکم نہ بناتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ○ (الحجرات:۹)

پھر اگر ان میں سے ایک گروہ' دوسرے کے خلاف بغاوت کرے تو باغی گروہ سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کر لے' پس اگر وہ رجوع کر لے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو بے شک اللہ انصاف سے کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے○

اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقۃً باغی ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان سے جنگ ختم کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے انحراف کو مستلزم ہوتا کیونکہ حضرت معاویہ نے اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا تھا اور ان کے رجوع کے بغیر ان سے جنگ ختم کرنا اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی ہے' مجھ سے ایک شخص نے کہا: ان کے گروہ کا نیزوں پر قرآن اٹھا لینا اور دو حاکموں کا مقرر کرنا ہی ان کا رجوع ہے' میں نے کہا: نہیں حضرت معاویہ کا رجوع یہ ہوتا کہ وہ حضرت علی کو خلیفہ برحق مان لیتے اور شام کی خلافت سے دست بردار ہو جاتے مگر اس شخص نے میرا یہ جواب نہیں مانا اور اپنی ضد پر ڈٹا رہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ حقیقۃً باغی نہیں تھے' اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ:

حارث اعور بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کر فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح اندرائن کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴ 'دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

عبداللہ بن عروہ نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو صفین کی جنگ میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے' آپ نے اہل شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما' پھر حضرت عمار لائے گئے تو آپ نے ان کے لیے بھی یہ دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا' تو آپ نے فرمایا: ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور معاویہ کے درمیان سونپ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۶۹' کنز العمال: ۳۱۷۰۰' تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲' ص ۹۷' بیروت)

نعیم بن ابی ھندا اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی' ہم نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی' پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی' پھر حضرت علی نے مڑ کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے' جب حضرت علی نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: آپ ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو ہم میں سے اور ان میں سے اللہ کی رضا اور آخرت کے لیے لڑتا ہوا قتل کیا گیا' وہ جنت میں ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۲۹۶۸' ج ۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اگر حضرت علی کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقۃً باغی ہوتے تو وہ ان کے لیے اور ان کے لشکر کے لیے مغفرت کی دعا نہ فرماتے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک حضرت معاویہ حقیقۃً باغی نہ تھے اور ان کا حضرت علی سے اختلاف اجتہادی خطاء پر مبنی تھا لیکن ہمارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت خلیفہ برحق تھے' اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء لاحق ہوئی اور احادیث میں جو ان پر باغی کا اطلاق ہے وہ ظاہر کے اعتبار سے ہے' جیسے قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام پر ظاہر کے اعتبار سے عاصی کا اطلاق ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ (طٰہٰ: ۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی (بہ ظاہر) معصیت کی تو وہ (جنت کی سکونت سے) بے راہ ہوئے ۝

حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام نے حقیقۃً اپنے رب کی معصیت نہیں کی تھی' بھولے سے درخت ممنوع سے کھا لیا تھا اور یہ معصیت نہیں ہے' اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر احادیث میں باغی کے اطلاق کا معاملہ ہے' وہ بھی بہ اعتبار ظاہر اور مجازاً ہے۔

ہماری اس تحقیق کی تائید حضرت ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ کی اس عبارت سے ہوتی ہے' وہ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا' جب حضرت علی کو یہ حدیث پہنچی' تو انہوں نے کہا: اگر مجھے اس کا (پہلے) علم ہوتا تو میں ان سے جنگ نہ کرتا۔ (شرح الشفاء لقاضی عیاض ج ۱ ص ۶۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقۃً باغی نہیں تھے۔ حضرت معاویہ کے گروہ پر باغی کے اطلاق کی وضاحت کے بعد اب پھر ہم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی منقبت میں احادیث کو بیان کر رہے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۴) حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے درمیان مناقشہ ہو رہا تھا' میں نے ان سے درشت کلام کیا' پس حضرت عمار نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری شکایت کی' حضرت خالد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے' حضرت عمار سے درشت لہجہ میں بات کی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے' آپ بات نہیں کر رہے تھے' پس حضرت عمار رونے لگے اور کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ان کو نہیں دیکھ رہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر اقدس اٹھا کر فرمایا: جس نے عمار سے عداوت رکھی اس سے اللہ عداوت رکھے گا اور جس نے عمار سے بغض رکھا اس سے اللہ بغض رکھے گا۔ حضرت خالد نے کہا: پھر میں اس حال میں باہر نکلا کہ مجھے حضرت عمار کو راضی کرنے سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں تھی۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۸۹' صحیح ابن حبان: ۷۰۸۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۲۰' السنن الکبریٰ: ۸۲۶۸)

(۵) اہل مصر کے ایک شخص نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ہدیے پیش کئے تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو زیادہ ہدیے دیئے' حضرت عمرو بن العاص سے اس کی شکایت کی گئی تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۳۰۲' مسند ابو یعلیٰ: ۷۳۴۲)

(۶) عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت علی اور حضرت عمار کو برا کہنے لگا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: رہے حضرت علی تو میں ان کے متعلق کچھ کہنے والی نہیں ہوں اور رہے حضرت عمار تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمار کو جن دو کاموں کے متعلق اختیار دیا جائے تو وہ اس کو اختیار کرتے ہیں جو ہدایت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۳' سنن ترمذی: ۳۷۹۹' السنن الکبریٰ: ۸۲۷۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴۸' المستدرک ج ۲ ص ۳۸۸)

(۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن سمیہ (حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما) پر جب بھی دو کام پیش کئے گئے تو انہوں نے اس کو اختیار کیا جو ہدایت کے زیادہ قریب تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۱۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۹' المستدرک ج ۳ ص ۸۸' المعجم الکبیر: ۱۰۰۷۲)

(۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس نے خبر دی' جو مجھ سے افضل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا جب وہ خندق کھود رہے تھے آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: ابن سمیہ پر افسوس ہے اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۷' صحیح مسلم: ۲۹۱۵' السنن الکبریٰ: ۸۵۴۸' الاحاد والمثانی: ۱۸۷۰' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۸۹)

بہ کثرت احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ نے قتل کیا تھا' اس میں یہ دلیل ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء لاحق ہوئی۔

علامہ احمد عبد الرحمان البناء متوفی ۱۳۷۸ھ لکھتے ہیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ:

اس حدیث میں اس پر حجت ظاہرہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح تھا اور وہ حق پر تھے اور دوسری جماعت بظاہر باغی تھی لیکن وہ مجتہد تھے' ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی معجزے ہیں۔ (۱) حضرت عمار شہید ہو کر فوت ہوں گے۔ (۲) ان کو قتل کرنے والے (ظاہراً) باغی ہوں گے۔ (۳) صحابہ کرام آپس میں جنگ کریں گے' اور آپ کی دی ہوئی یہ غیب کی خبریں روشن صبح کی طرح صادق ہوئیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۱ ص ۱۶۳۷ 'الفتح الربانی ج ۴ ص ۴۳۸۷ 'بیت الافکار الدولیۃ' اردن: ۲۰۰۷ء)

(۹) عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے اور اپنے بیٹے علی سے فرمایا: تم دونوں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث سنو' انہوں نے کہا: جب ہم دونوں گئے تو حضرت ابوسعید باغ میں تھے' جب انہوں نے ہم کو دیکھا تو انہوں نے اپنی چادر لی' پس ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئے' پھر ہم کو حدیث بیان کرنے لگے حتیٰ کہ مسجد کو بنانے کا ذکر آ گیا تو وہ کہنے لگے: ہم ایک ایک اینٹ لا رہے تھے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں لا رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا: تم ایک ایک اینٹ کیوں نہیں اٹھا کر لا رہے ہو' جس طرح تمہارے دوسرے اصحاب لا رہے ہیں؟ حضرت عمار نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے (زیادہ) اجر چاہتا ہوں' حضرت ابوسعید نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا: افسوس ہے عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا' وہ ان کو جنت کی دعوت دے گا اور وہ گروہ ان کو دوزخ کی دعوت دے گا' پھر حضرت عمار یہ کہا کرتے تھے: میں فتنوں سے رحمٰن کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۴۴۷' صحیح ابن حبان: ۷۰۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۹۱)

حضرت معاویہ کا گروہ دوزخ کی طرف بلاتا تھا' اس کی تاویل

علامہ احمد عبد الرحمان البناء المتوفی ۱۳۷۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ جو مخالف کو جنت کی دعوت دیتے تھے اس سے مراد ہے: وہ ان کو جنت کے سبب کی طرف دعوت دیتے تھے اور وہ سبب امام کی اطاعت ہے جس کی اطاعت کرنا واجب ہے کیونکہ امام برحق اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرا گروہ امام برحق کی مخالفت کی دعوت دیتا تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوزخ کی طرف بلانے سے تعبیر فرمایا اور اس سے مراد ہے: دوزخ کا سبب کیونکہ امام برحق کی مخالفت دوزخ کا سبب ہے لیکن یہ گروہ اپنے اجتہاد اور اس کی تاویل کی وجہ سے معذور ہے جو ان پر ظاہر ہوئی تھی۔

(الفتح الربانی ج ۴ ص ۴۳۸۷' بیت الافکار الدولیۃ' اردن' ۲۰۰۷ء)

علامہ عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں ''الفئة الباغية'' کے الفاظ ہیں' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ تاویل کی تھی کہ باغیہ کا معنی ہے طالبہ اور ہم وہ گروہ ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کے طالب ہیں' لہٰذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۴۵۹' دار الوفاء: ۱۴۱۹ھ)

(۱۰) سالم بن ابی الجعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چند اصحاب کو بلایا جن میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی تھے' پس کہا: میں تم سے سوال کرتا ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ تم میری تصدیق کرو' میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قریش کو تمام لوگوں پر ترجیح دیتے تھے' اور بنو ہاشم کو تمام قریش پر ترجیح دیتے تھے' تو سب لوگ خاموش رہے' پھر حضرت عثمان نے کہا: اگر میرے ہاتھ میں جنت کی کنجیاں ہوتیں تو میں تمام بنو امیہ کو جنت میں داخل کر دیتا' پھر حضرت عثمان نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بلا کر کہا: کیا میں تم کو حضرت عمار کے متعلق حدیث نہ سناؤں! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آیا' ہم ایک وسیع میدان میں جا رہے تھے حتیٰ کہ حضرت عمار کے باپ اور ماں رضی اللہ عنہما کے پاس سے اس حال میں گزرے کہ ان کو (ایمان لانے کی پاداش میں) عذاب دیا جا رہا تھا' پس حضرت عمار کے والد نے کہا: یا رسول اللہ! کیا تمام عمر مجھے یونہی عذاب دیا جاتا رہے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم صبر کرو' پھر دعا کی: اے اللہ! آل یاسر کی مغفرت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرمااور یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ٦٢)

(۱۱) حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے بتایئے کہ جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے' کیا وہ نیک شخص نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: کیوں نہیں' اس شخص نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے وقت تک آپ سے محبت کرتے تھے اور انہوں نے آپ کو لشکر کا افسر بنایا تھا' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: ہاں! مجھے آپ نے افسر بنایا تھا' پس اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ آپ کا مجھے افسر بنانا مجھ سے محبت کی وجہ سے تھا یا مجھ سے خدمت لینے کی وجہ سے تھا' لیکن میں تم کو بتاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو آدمیوں سے وفات کے وقت تک محبت کرتے تھے' ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعود تھے اور دوسرے حضرت عمار بن یاسر تھے رضی اللہ عنہم۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۳' سنن الکبریٰ: ۸۲۷۴' المستدرک ج ۳ ص ۳۹۲)

٣٧٤٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ ذَهَبَ عَلْقَمَةُ إِلَى الشَّامِ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ اللَّهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَجَلَسَ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ مِمَّنْ أَنْتَ قَالَ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ قَالَ أَلَيْسَ فِيكُمْ أَوْ مِنْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِي لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهُ يَعْنِي حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ بَلَى قَالَ أَلَيْسَ فِيكُمْ أَوْ مِنْكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي عَمَّارًا قُلْتُ بَلَى قَالَ أَلَيْسَ فِيكُمْ أَوْ مِنْكُمْ صَاحِبُ السِّوَاكِ أَوِ السِّرَارِ قَالَ بَلَى قَالَ كَيْفَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقْرَأُ ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى﴾ قُلْتُ ﴿وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى﴾ قَالَ مَا زَالَ بِي هٰؤُلَاءِ حَتَّى كَادُوا يَسْتَنْزِلُونِي عَنْ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ از ابراہیم' انہوں نے کہا: علقمہ شام کی طرف گئے' پس جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! تو مجھے نیک ہم نشین میسر کر' پس وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی طرف بیٹھے تو انہوں نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ تو انہوں نے کہا: اہل کوفہ سے' تو حضرت ابوالدرداء نے کہا: کیا تم یا تم میں سے وہ شخص نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان رازوں کو جانتا تھا جن کو ان کے سوا کوئی اور نہیں جانتا تھا؟ یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' علقمہ نے بیان کیا: میں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابوالدرداء نے کہا: کیا تم یا تم میں سے وہ شخص نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر شیطان سے پناہ میں رکھا تھا؟ یعنی حضرت عمار رضی اللہ عنہ' میں نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: کیا تم میں یا تم میں سے وہ شخص نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک اور آپ کا تکیہ اٹھاتا تھا؟ علقمہ نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کس طرح قراءت کرتے تھے؟ "والیل اذا یغشی ۝ والنھار اذا تجلی ۝ (الیل: ۲-۱)" میں نے کہا: "وَالذکرِ والانثی" انہوں نے کہا: میرا ان لوگوں سے ہمیشہ مباحثہ رہا ہے حتیٰ کہ وہ مجھے اس حدیث سے پھیرنا چاہتے تھے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٢١ - بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ کے مناقب

حضرت ابوعبیدہ کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ھلال بن اھیب بن ضبۃ بن الحارث بن فھر ہے' ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فھر بن مالک میں مجتمع ہو جاتا ہے اور ان کے اور آپ کے آباء کے درمیان پانچ آباء کا فاصلہ ہے' ان کا لقب ہے "امت کے امین" ان کے والد جنگ بدر میں حالت کفر میں مارے گئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ خود انہوں نے ہی اپنے والد کو قتل کیا تھا' حضرت ابوعبیدہ کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے شام کا امیر مقرر کیا تھا اور وہ شام میں اٹھارہ ہجری میں طاعون عمواس میں فوت ہوئے تھے' ان کی قبر عمتا نام کی بستی میں غور بیسان نام کی جگہ میں ہے' ان کی نماز جنازہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ نے پڑھائی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ کی عمر ۵۸ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٢٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ' حضرت عثمان بن مظعون' حضرت عبیدہ بن الحارث' حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ایک ساعت میں اسلام لائے تھے' ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت غنم ہے' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی تھی' اور دو ہجرتیں کی تھیں اور غزوہ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے تھے' یہ وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے سے لوہے کی دو کڑیاں نکالی تھیں جس کی وجہ سے آپ کے سامنے کے دانت شہید ہو گئے تھے' اور ان کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

الواقدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعد بن معاذ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا' اور یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ سے (طاعون کی وباء میں) کہا تھا: کیا ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگ جائیں[1] تو حضرت عمر نے کہا: اے ابو عبیدہ! کاش! تمہارے علاوہ کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی' ہاں! ہم اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

امام ابویعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ عبداللہ بن شقیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس سے زیادہ محبت تھی' تو انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر سے' پھر حضرت عمر سے' پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سے رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابوعبیدہ مہندی اور کتم (ایک بوٹی جس سے سیاہ رنگ نکلتا ہے) کو ملا کر خضاب لگاتے تھے۔

٣٧٤٤- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنًا وَّاِنَّ اَمِيْنَنَا اَيَّتُهَا الْاُمَّةُ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ.

[اطراف الحدیث: ٤٣٨٢-٧٢٥٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور

[1] حضرت ابوعبیدہ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب حضرت عمر رضی اللہ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ لوگوں سے کہو کہ عمواس سے نکل جائیں۔
(الاصابہ ج٣ ص ٤٧٨-٤٧٥' ملحضاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اے امت! ہمارا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٤١٩، الرقم المسلسل: ٦١٤٦، طبقات ابن سعد ج ٣ ص ٤١٢، مسند ابو یعلیٰ: ٣٠٩٨، مسند احمد ج ٣ ص ٢٤٥، طبع قدیم، مسند احمد: ١٣٥٦٣، ج ٢١ ص ١٨٩، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حضرت ابو عبیدہ کا خصوصی وصف امانت اور دیگر صحابہ کے خصوصی اوصاف

اس حدیث میں مذکور ہے اے امت! یہ بہ ظاہر نداء ہے، مگر اس سے مراد اختصاص ہے یعنی تمام امتوں میں ہماری امت اسی وصف کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس کا امین ابو عبیدہ بن جراح ہے۔

ہر چند کہ تمام صحابہ امین ہیں مگر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ سب سے زیادہ امین ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبار صحابہ میں سے ہر صحابی کو ایک منفرد اور مخصوص فضیلت کے ساتھ موصوف فرمایا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں، اور اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، اور سب سے زیادہ حیاء کرنے والے عثمان ہیں، اور سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں، اور حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں، اور کتاب اللہ کی سب سے اچھی قراءت کرنے والے ابی (بن کعب ہیں)، اور وراثت کے احکام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے زید بن ثابت ہیں، اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، اور اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ١٥٤)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

(سنن ترمذی: ٣٧٢٣)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (المستدرک: ٤٦٧٢، دار المعرفہ بیروت، المعجم الکبیر: ٨٥٩٣، المعجم الاوسط: ٣٤٣)

٣٧٤٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ صِلَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْرَانَ لَأَبْعَثَنَّ يَعْنِي عَلَيْكُمْ أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَأَشْرَفَ أَصْحَابُهُ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. [اطراف الحدیث: ٤٣٨٠-٤٣٨١-٧٢٥٤] (صحیح مسلم: ٢٤٢٠، الرقم المسلسل: ٦١٤٨، سنن ترمذی: ٣٧٩٧، سنن ابن ماجہ: ١٣٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از صلۃ از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجران سے فرمایا: میں ضرور تمہارے پاس بھیجوں گا یعنی ایک امین جو حقیقی امین ہوگا، سو تمام صحابہ اس کے منتظر تھے (کہ کس کو بھیجتے ہیں)، پس آپ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

نجران کا محل وقوع اور نجران کے وفد کی تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

نجران یمن کا ایک شہر ہے اور اس کے اہل یہ تھے: العاقب اور اس کا نام عبدالمسیح ہے، اور السید اور ابوالحارث بن علقمۃ، اور اس کا بھائی کرز اور اوس اور زید بن قیس اور شیبہ اور خویلد اور عمرو اور عبیداللہ۔

امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نجران کا وفد نو ہجری میں آیا تھا اور یہ ان کے شہر کے چودہ معزز افراد تھے یہ عیسائی تھے اور اس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وقت تک اسلام نہیں لائے تھے' السید اور العاقب چند دن ٹھہرنے کے بعد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نجران کے وفد میں ساٹھ سوار تھے' ان میں سے چوبیس ان کے معزز افراد تھے' اور تین ان کے کار مختار تھے العاقب' السید اور ابو حارثہ' یہ لوگ جب مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو بہت زرق برق لباس پہنے ہوئے تھے' نماز کا وقت آ چکا تھا' انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو' ان میں سے گفتگو کرنے والے ابو حارثہ' السید اور العاقب تھے' انہوں نے درخواست کی کہ ان کے ساتھ کوئی امین بھیج دیں تو آپ نے ان کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو بھیجا' ابو حارثہ رسول اللہ ﷺ کے برحق ہونے کو پہچان چکا تھا لیکن اس کی سرداری اور بڑائی نے اس کو حق کی پیروی کرنے سے باز رکھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩ ٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے مناقب میں مزید احادیث

(١) شریح بن عبید اور راشد بن سعد وغیرھما نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرغ (تبوک میں شام کی جانب ایک قصبہ) میں پہنچے تو ان کو یہ خبر ملی کہ شام میں شدید وباء پھیلی ہوئی ہے' انہوں نے کہا: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ شام میں شدید وباء ہے تو میں نے دل میں کہا: اگر مجھے موت آ گئی اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوئے تو میں ان کو خلیفہ بنا دوں گا' پس اگر مجھ سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تم نے (سیدنا) محمد ﷺ کی امت پر کس کو خلیفہ بنایا ہے' تو میں کہوں گا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نبی کا ایک امین ہوتا ہے اور میرے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں' تو لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا: قریش کے دیگر معززین کو کیوں خلیفہ نہیں بناتے' ان کی مراد بنو فہر تھے' پھر حضرت عمر نے کہا: اگر میری موت گئی اور حضرت ابو عبیدہ فوت ہو چکے ہوں تو میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤں گا' اگر مجھ سے میرے رب عزوجل نے پوچھا: تم نے ان کو کیوں خلیفہ بنایا ہے تو میں کہوں گا کہ میں نے تیرے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن معاذ بن جبل علماء پر مقدم ہوں گے۔ (مسند احمد ج ١ ص ١٨' طبقات ابن سعد ج ٣ ص ٤١٣' الاحاد والمثانی ج ٣ ص ٤١٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ١٣٥' المعجم الکبیر ج ٢٠' رقم: ٤١' حلیۃ الاولیاء ج ١ ص ٢٢٩)

(٢) عبد اللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے اصحاب میں سے کس سے سب سے زیادہ محبت تھی؟ انہوں نے بتایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے' میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ انہوں نے بتایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے' میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ انہوں نے بتایا: حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے' میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ تو وہ خاموش ہو گئیں۔ (صحیح مسلم: ٢٣٨٥' الرقم المسلسل: ٦٠٧٢)

(٣) ابو البختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے حتیٰ کہ میں آپ سے بیعت کروں' کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ اس امت کے امین ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے کہا: میں اس شخص کے سامنے مقدم نہیں ہو سکتا جس کو رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ ہمارے امام بنیں' سو انہوں نے ہماری امامت کی حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

(مسند احمد ج ١ ص ٣٥' المستدرک ج ٣ ص ٢٦٧' یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ ابو البختری کی حضرت عمر سے ملاقات ثابت نہیں)

(٤) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجران کے دو صاحب العاقب اور السید آئے' انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ کریں تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان سے مباہلہ نہ کرو' اللہ کی قسم! اگر یہ (واقعی) نبی ہیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور انہوں نے ہم پر لعنت کی تو ہم کبھی فلاح نہیں پا سکیں گے' اور نہ ہماری نسل آگے چلے گی' پھر وہ دونوں آپ کے پاس آئے اور کہا: ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے' لیکن آپ ہم کو جو حکم دیں گے اس کو ہم بجا لائیں گے' سو آپ ہمارے ساتھ کوئی امانت دار شخص بھیج دیں' تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں ضرور تمہارے ساتھ ایک حقیقی امین شخص بھیج دوں گا' راوی نے کہا: پس تمام اصحاب محمد ﷺ منتظر تھے کہ آپ کس کو بھیجتے ہیں' پھر آپ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ بن الجراح! تم کھڑے ہو' جب وہ دونوں چلے گئے تو آپ نے فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ١٣٦' السنن الکبریٰ: ٨١٩٦' المستدرک ج ٣ ص ٢٦٧' مسند احمد ج ١ ص ٤١٤)

وفد نجران کا قصہ

علامہ احمد عبد الرحمٰن البناء متوفی ١٣٧٨ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کی طرف مکتوب لکھا اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا: اگر تم اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہو تو جزیہ دو' اور اگر تم جزیہ دینے سے بھی انکار کرتے ہو تو میں تم سے اعلان جنگ کرتا ہوں' تو وہ ساٹھ سوار مدینہ میں آئے' ان میں سے چودہ معززین تھے جن میں سے تین کار مختار تھے: (١) العاقب (٢) السید (٣) ابو حارثہ بن علقمہ' یہ لوگ عمدہ پوشاک پہنے عصر کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' اس وقت ان کی نماز کا وقت آ گیا تھا' انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' صحابہ نے ان کو منع کرنے کا ارادہ کیا' تو آپ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو وہ کئی دن مدینہ میں رہے اور رسول اللہ ﷺ سے حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے اور اپنے دیگر موضوعات باطلہ کے متعلق مناظرہ کرتے رہے' رسول اللہ ﷺ قوی دلائل اور مسکت براھین سے ان کا رد کرتے رہے لیکن وہ نہیں مانے' تب رسول اللہ ﷺ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی' مباہلہ کی تعریف یہ ہے کہ جب دو فریقوں میں حق اور باطل کا اختلاف ہو تو ان میں سے ہر فریق یہ کہے کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو' پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور اس سے ڈرے کہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو' سورہ آل عمران کی ابتدائی اسی (٨٠) آیات اس کے متعلق نازل ہوئی ہیں' پھر انہوں نے اس پر صلح کر لی کہ وہ دو ہزار حلّے اور ایک ہزار درہم ہر سال جزیہ ادا کریں گے۔

(الفتح الربانی ج ٤ ص ٤٣٤٣' بیت الافکار الدولیۃ' اردن' ٢٠٠٧ء)

(٥) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل یمن (نجران) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' تو انہوں نے کہا: آپ ہمارے ساتھ کوئی شخص بھیجیں جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے' تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٤١٩' الرقم المسلسل: ٦١٤٧)

(٦) شہر بن حوشب اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عمواس کے طاعون میں حاضر تھے' جب بیماری پھیل گئی تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے کھڑے ہو کر لوگوں میں خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! یہ بیماری تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے نیک مسلمانوں کی موت ہے' اور بے شک ابوعبیدہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ وہ اس کے لیے اس کا حصہ مقدر کر دے' پھر حضرت ابوعبیدہ کو طاعون ہو گیا اور ان کی وفات ہو گئی' اور انہوں نے لوگوں کے اوپر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنا دیا اور انہوں نے ان کے بعد خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! یہ بیماری تمہارے رب کی رحمت اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے نیک مسلمانوں کی موت ہے' اور بے شک معاذ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ وہ آل معاذ کے لیے اس کا حصہ مقدر کر دے' پھران کے بیٹے عبدالرحمان بن معاذ کو طاعون ہو گیا' پس وہ فوت ہو گئے' پھر وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے لیے اپنے رب سے دعا کی' پھران کی ہتھیلی میں گلٹی ہو گئی' پس میں نے دیکھا وہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے' پھر وہ اپنی ہتھیلی کی پشت کی طرف متوجہ ہوئے' پھر وہ کہہ رہے تھے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے تیرے عوض کچھ دنیا مل جائے' پھر جب وہ فوت ہو گئے تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے اوپر اپنا جانشین بنا دیا' پھر وہ ہم میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اے لوگو! جب یہ بیماری آتی ہے تو وہ لوگوں میں آگ کی طرح پھیل جاتی ہے' پس تم لوگ اس سے بچنے کے لیے پہاڑوں پر چلے جاؤ' راوی نے کہا: تب حضرت عمرو بن العاص سے ابو واثلہ الھزلی نے سخت کلامی کی' اور کہا: تم نے جھوٹ بولا' اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت میں رہا ہوں' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: اللہ کی قسم! میں تمہاری بات کا رد نہیں کرتا' پھر وہ چلے گئے اور لوگ بھی چلے گئے اور منتشر ہو گئے' اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرو بن العاص کی لوگوں سے مدافعت کی' پھر حضرت عمر بن الخطاب تک حضرت عمرو بن العاص کی رائے پہنچی تو اللہ کی قسم! انہوں نے اس کو ناپسند نہیں کیا۔ (مسند احمد ج ا ص ١٩٦)

اس حدیث کی سند میں شہر بن حوشب ضعیف راوی ہے۔ (حاشیۃ المسند ج ٣ ص ٢٢٦' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جو لوگوں سے کہا تھا کہ تم طاعون سے بچنے کے لیے پہاڑوں پر چلے جاؤ' تا کہ تم اس وباء کے شر سے بچ جاؤ' انہوں نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ اس وباء کے شر سے بچنے کے اسباب کو اختیار کریں اور ان کو علم تھا کہ اللہ کی تقدیر کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی' جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں ابو واثلہ الھزلی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص پر یہ اعتراض حضرت شرجیل بن حسنہ نے کیا تھا اور اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص پر کئی لوگوں نے اعتراض کیا ہو۔ میرے علم کے مطابق اس حدیث کی امام احمد کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کی۔ (الفتح الربانی ج ۴ ص ۴۴۳۵' بیت الافکار الدولیۃ' ۲۰۰۷ء)

طاعون متعدی مرض ہے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نزدیک بعض امراض متعدی ہوتے ہیں' اسی لیے انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیا کہ عمواس میں طاعون پھیلا ہوا ہے اس لیے تم لوگ عمواس سے پہاڑوں پر چلے جاؤ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس خطبہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی بعض امراض متعدی ہوتے ہیں' رہا حضرت ابو واثلہ الھزلی اور حضرت شرجیل کا اس پر اعتراض کرنا تو یہ کوئی تشویش کی بات نہیں ہے کیونکہ ہر اجتہادی مسئلہ میں بعض لوگوں کو اختلاف تو ہوتا ہے۔

٠٠٠ - بَابُ مَنَاقِبِ مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ — حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت مصعب بن عمیر کا پورا نام ہے' مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی القرشی' ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے' یہ اجلہ صحابہ سے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہجرت سے پہلے' عقبہ ثانیہ کے بعد قرآن مجید اور دین کے احکام کی تعلیم دینے کے لیے مدینہ بھیجا تھا' ان کو قاری اور مقری کہا جاتا تھا' ایک قول یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے انہوں نے مسلمانوں کو جمع کر کے جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھائی' یہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کو ابن قمیۃ لیثی نے شہید کیا تھا' اس وقت ان کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عمر چالیس سال یا اس سے زیادہ تھی' رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے کے بعد یہ اسلام لائے تھے' ان کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دار ارقم میں اسلام کی تبلیغ فرما رہے ہیں' تو یہ دار ارقم میں داخل ہوئے اور اسلام قبول کر لیا' انہوں نے اپنے ماں باپ کے خوف سے اسلام کو مخفی رکھا' یہ چھپ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس جاتے تھے' ایک دن عثمان بن طلحہ نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا' اس نے ان کی قوم اور ان کی ماں کو خبر کر دی' انہوں نے ان کو قید کر لیا' اور ان کو قید میں ہی رکھا حتیٰ کہ یہ سرزمین حبشہ کی طرف نکل گئے اور وہاں ہجرت کی' اس کے بعد یہ معرکہ بدر میں حاضر ہوئے۔

امام بخاری نے صرف ان کے مناقب کا عنوان قائم کیا ہے اور اس باب میں کوئی حدیث درج نہیں کی' شاید انہیں اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی (تاہم کتاب الجنائز میں انہوں نے ان کی فضیلت میں ایک حدیث روایت کی ہے۔سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٩ھ)

علامہ احمد عبد الرحمٰن البناء المتوفی ١٣٧٨ھ لکھتے ہیں:

مدینہ میں ان کے ہاتھ پر حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسد بن حضیر رضی اللہ عنہما اسلام لائے اور یہ ان کی فضیلت اور شرف کے لیے بہت کافی ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا: مدینہ میں مہاجرین میں سے جو سب سے پہلے ہمارے پاس آئے وہ حضرت مصعب بن عمیر تھے' وہ غزوہ بدر اور احد میں حاضر ہوئے اور احد میں شہید ہوئے اور ان ہی کے پاس مسلمانوں کا جھنڈا تھا' وہ بہت فیاض تھے اور ان کے اخلاق بہت عمدہ تھے' وہ بہت حسین تھے' اور بہت اچھے کپڑے پہنتے تھے اور نفیس خوشبو لگاتے تھے اور جب وہ اسلام لائے تو ان کے ماں باپ نے ان سے سب کچھ چھین لیا' ان کے پاس صرف ایک پیوند لگی ہوئی چادر تھی' حضرت مصعب نے حضرت حمنہ بنت جحش سے شادی کی تھی رضی اللہ عنہما۔ (الفتح الربانی ج ٤ ص ٤٤٠١' بیت الافکار الدولیہ' اردن' ٢٠٠٧ء)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں یہ حدیث ہے:

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے محض رضاء الٰہی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی' پس ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ہم میں سے بعض فوت ہو گئے اور ان کو دنیا میں اپنے اجر سے کچھ نہیں ملا اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے (اجر کے) پھل پک گئے اور وہ ان کو چن رہے ہیں' اور بے شک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور انہوں نے ایک کپڑے کے سوا کچھ نہیں پہنا تھا' (جب وہ شہید ہوئے تو) مسلمانوں نے ان کا سر ڈھانپا تو ان کے پیر کھل گئے اور جب ان کے پیر ڈھانپے تو ان کا سر کھل گیا' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پیروں کے اوپر اذخر گھاس رکھ دو۔

(سنن ترمذی: ٣٨٥٣' صحیح البخاری: ٦٤٤٨-٦٤٣٢-٣٨٩٧-١٢٧٦' صحیح مسلم: ٩٤٠' سنن نسائی: ١٩٠٢' مسند احمد ج ٥ ص ١٠٩)

٢٢ - بَابُ مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ ان کے فضائل اور مناقب بے حد و بے حساب ہیں۔ حضرت حسن نے خلافت کو کسی قلت اور ذلت کی بناء پر ترک نہیں کیا تھا' بلکہ اپنے نانا رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کے تحقق کی بناء پر ترک کیا تھا' کیونکہ آپ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا' ایک گروہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان کا تھا' اور دوسرا گروہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ حضرت حسن کو زہر کھلایا گیا تھا' اس وجہ سے وہ مدینہ میں انچاس (۴۹) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' حضرت حسن کی ولادت اور حضرت حسین کے حمل کے درمیان صرف ایک طہر کا فاصلہ تھا' حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہنان بن انس النخعی نے دس محرم' جمعہ کے دن اکسٹھ (٦١) میں عراق کی زمین کربلاء میں شہید کیا تھا' حضرت حسن کی ولادت رمضان تین (۳) ہجری میں ہوئی تھی' اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت شعبان چار (۴) ہجری میں ہوئی تھی' یہ اکثر علماء کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٠-٣٢٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو لوگوں نے یزید کو خلیفہ بنا دیا' حضرت حسین نے ان کی طرف خروج کیا' عبیداللہ بن زیادان سے پہلے کوفہ پہنچ گیا اور کوفہ کے اکثر لوگ خوف یا طمع کی وجہ سے اس کے تابع ہو گئے' اور اس نے حضرت حسین کے عم زاد مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا اور حضرت حسین ان کی شہادت سے پہلے اہل کوفہ سے بیعت لینے پہنچ گئے' پھر عبیداللہ بن زیاد نے ان کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جس نے حضرت حسین سے قتال کیا' حتیٰ کہ حضرت حسین اور ان کے اہل بیت کی ایک جماعت شہید ہو گئی اور یہ قصہ مشہور ہے' ہم اس کے ذکر سے اپنی شرح کو طویل نہیں کریں گے اور ہو سکتا ہے کہ ہم کتاب الفتن میں اس کا ذکر کریں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ٨١٤' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف الہاشمی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور آپ کی خوشبو ہیں۔ امیر المومنین ابو محمد۔

امام ابو یعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے' پس جب آپ سجدہ میں گئے تو حضرت حسن اور حضرت حسین اچھل کر آپ کی پشت پر بیٹھ گئے' جب لوگوں نے ان کو منع کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اشارہ کیا کہ ان کو رہنے دو' اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ان دونوں کو اپنی گود میں بٹھا لیا' پس فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ ان دونوں سے محبت کرے۔

(مسند ابو یعلیٰ: ٥٠١٧' مسند البزار: ٢٦٢٤' مجمع الزوائد ج ۹ ص ١٨٠' صحیح ابن حبان: ٦٩٦٤' المعجم الکبیر: ٢٥٩١' مسند البزار: ٢٦٣٩)

امام محمد بن سعد نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فتنہ کو سخت ناپسند کرتے ہیں تو انہوں نے ان کو صلح کا پیغام بھیجا کہ اگر ان کو کوئی حادثہ پیش آ گیا اور حضرت حسن زندہ ہوئے تو وہ خلافت ان کو سونپ دیں گے۔ حضرت حسن نے عبداللہ بن جعفر سے مشورہ کیا کہ میری یہ رائے ہے کہ خلافت حضرت معاویہ کو سونپ دوں اور خود مدینہ چلا جاؤں' ورنہ بہت فتنہ ہوگا اور مسلمانوں کا خون بہے گا اور راستے منقطع ہو جائیں گے۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نیک جزاء عطا فرمائے' پھر انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا: میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں' حضرت حسن بار بار اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئے۔

ھلال بن خباب بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن نے اہل عراق کے سرداروں کو قصر مدائن میں جمع کر کے کہا کہ تم سب نے مجھ سے اس پر بیعت کی تھی کہ جس سے میں صلح کروں گا اس سے تم صلح کرو گے' اور جس سے میں جنگ کروں گا اس سے تم جنگ کرو گے' میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی ہے' پس تم ان کے احکام سنو اور ان کی اطاعت کرو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عمیر بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک صاحب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو انہوں نے بتایا کہ آج میں نے اپنے جگر کے ٹکڑے تھوکے ہیں' مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے لیکن آج کی مثل کبھی زہر نہیں دیا گیا' پھر وہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے' پس انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے تو انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا۔

(الاصابۃ ج ۲ ص ۶۶۔۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ میں مقیم تھے حتیٰ کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ کوفہ چلے گئے' پھر وہ ان کے ساتھ جنگ جمل' جنگ صفین اور قتل خوارج میں حاضر رہے' اور ان کے ساتھ رہے حتیٰ کہ انہیں شہید کر دیا گیا' پھر وہ اپنے بھائی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپ دی' پھر وہ اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ منتقل ہو گئے' اور وہیں رہے حتیٰ کہ حضرت معاویہ کا انتقال ہو گیا' پھر وہ مکہ کی طرف نکل گئے یہاں تک کہ ان کے پاس اہل عراق کے خطوط آئے کہ انہوں نے ان سے بیعت کر لی ہے تو آپ نے اپنے عم زاد مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو ان کی طرف بھیج دیا' انہوں نے اہل کوفہ سے بیعت لے لی اور ان کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ آ جائیں' پھر ان کی شہادت کا وہ قصہ ہے جو ہوا۔ حضرت حسین کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے' حتیٰ کہ جب ان کے اور قادسیہ کی طرف تین میل رہ گئے تو ان کی حر بن یزید تمیمی سے ملاقات ہوئی' اس نے کہا: آپ لوٹ جائیں کیونکہ میرے پیچھے آپ کے لیے خیر نہیں ہے' اور ان کو حضرت مسلم کی شہادت کی خبر دی' حضرت حسین نے واپس جانے کا ارادہ کیا مگر ان کے ساتھ مسلم بن عقیل کے بھائی تھے' انہوں نے کہا: ہم بدلہ لیے بغیر نہیں جائیں گے' خواہ ہم کو قتل کر دیا جائے' سو وہ روانہ ہو گئے اور عبید اللہ بن زیاد نے ان سے مقابلہ کے لیے لشکر تیار کیا ہوا تھا' پس حضرت حسین کربلاء پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ پینتالیس گھوڑے سوار اور ایک سو کے قریب پیادہ افراد تھے' پھر حضرت حسین سے مخالفین کے لشکر کے امیر عمر بن سعد بن ابی وقاص کی ملاقات ہوئی اور عبید اللہ نے اس سے طہران کی گورنری کا وعدہ کیا تھا' جب ان کی ملاقات ہوئی تو اس سے حضرت حسین نے کہا: تم تین باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کر لو (۱) میں کسی سرحد پر چلا جاؤں (۲) میں واپس مدینہ چلا جاؤں (۳) میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں دے دوں[1]' عمر بن سعد نے حضرت حسین سے اس کو قبول کر لیا' اور عبید اللہ کی طرف ان امور کو لکھ کر بھیجا' مگر عبید اللہ نے کہا: میں ان امور کو اس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب تک کہ وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں نہیں دیں گے' حضرت حسین نے اس سے انکار کیا تو مخالفین نے حضرت حسین سے قتال کیا' حضرت حسین کے اصحاب کو شہید کیا گیا اور ان میں سے ان کے اہل بیت میں سے سترہ جوانوں کو شہید کیا گیا اور آخر میں حضرت حسین کو شہید کیا گیا رضی اللہ عنہ' اور ان کا سر مبارک عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا' اس نے آپ کے سر کو اور باقی اہل بیت کو یزید کے پاس بھیج دیا اور ان میں علی بن الحسین زین العابدین بھی تھے جو بیمار تھے' اور ان میں زین العابدین کی پھوپھی زینب بھی تھیں' جب یہ لوگ یزید کے پاس پہنچے' تو اس نے ان کو اپنے گھر والوں میں داخل کیا' پھر ان کو مدینہ روانہ کر دیا۔

(حافظ ابن حجر لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ متقدمین میں سے بہت لوگوں نے شہادت حسین کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں جن میں صحیح اور غلط اور قوی اور ضعیف سب طرح کی باتیں لکھی ہیں اور جس قدر میں نے یہ واقعہ لکھا ہے وہ کافی ہے۔ حضرت ابن عباس

[1] حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے عقبۃ بن سمعان سے روایت کی ہے کہ میں حضرت حسین کی شہادت تک ان کے ساتھ رہا ہوں انہوں نے کسی جگہ بھی یہ باتیں نہیں کیں' انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ مجھے واپس جانے دو کسی اور جگہ جانے دو حتیٰ کہ میں دیکھوں کہ لوگوں کا رجوع کس طرف ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۸۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دوپہر کے وقت غبار آلود بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ ہیں' آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے' میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ حسین اور اس کے اصحاب کا خون ہے جس کو میں آج دن بھر سے جمع کر رہا ہوں اور یہ وہی دن تھا جس دن ان کو شہید کیا گیا تھا۔

الزبیر بن بکار نے کہا: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دس محرم اکسٹھ ہجری میں شہید کیا گیا' یہ جمہور کا قول ہے' اس کے علاوہ دیگر اقوال شاذ ہیں۔ (الاصابہ ج ٢ ص ٧٢-٦٩ ملتقطاً ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

قَالَ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَانَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ.

نافع بن جبیر نے کہا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا۔

یہ حدیث سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ٢١٢٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٤٦- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى عَنِ الْحَسَنِ سَمِعَ اَبَا بَكْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ اِلٰى جَنْبِهٖ يَنْظُرُ اِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَّاِلَيْهِ مَرَّةً وَّيَقُوْلُ اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو موسیٰ نے حدیث بیان کی از الحسن' انہوں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منبر پر سنا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے آپ ایک بار لوگوں کی طرف دیکھتے اور دوسری بار ان کی طرف دیکھتے اور فرماتے: میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٠٤ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ منقبت ہے کہ آپ نے ان کو سید فرمایا ہے۔

٣٧٤٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَاْخُذُهٗ وَالْحَسَنَ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا اَوْ كَمَا قَالَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عثمان نے حدیث بیان کی از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو پکڑ کر یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر' یا جس طرح آپ نے دعا کی۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ٣٧٣٥ کے تحت گزر چکی ہے۔

٣٧٤٨- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الحسین بن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ حَدَّثَنِي حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اُتِيَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَاْسِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَجُعِلَ فِي طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِي حُسْنِهٖ شَيْئًا فَقَالَ اَنَسٌ كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ.

ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حسین بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین بن علی علیہ السلام کا سر ایک طشت میں لایا گیا' وہ اس کو لکڑی سے کریدنے لگا' اور اس نے آپ کے حسن کے متعلق کوئی بات کہی' حضرت انس نے کہا: وہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے' اور آپ کے بالوں میں سیاہی مائل خضاب لگا ہوا تھا۔

عبید اللہ بن زیاد کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبید اللہ بن زیاد کا ذکر ہے' اس کا پورا نام عبید اللہ بن زیاد بن ابوسفیان ہے' یہ وہی زیاد ہے جس کے متعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ ان کا باپ شریک بھائی ہے یعنی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے' اور انہوں نے اس کو اپنے والد کے نسب کے ساتھ ملا لیا تھا' اور اس کو زیاد ابن ابیہ کہا جاتا تھا' اور زیاد بن سمیہ بھی کہا جاتا تھا' اور سمیہ' حضرت ابوبکرہ نفیع کے والد حارث کی باندی تھی۔ ابن معین نے کہا: ابن زیاد کو ابن مرجانہ بھی کہا جاتا تھا' اور یہ زیاد کی ماں تھی' اور دوسروں نے کہا: یہ مجوسیہ تھی' امام بخاری نے کہا: مرجانہ اصفہان سے قید کر کے لائی گئی تھی' زیاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھا' جب حضرت معاویہ نے اس کو اپنے نسب کے ساتھ ملایا تو یہ حضرت علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم سے شدید بغض رکھنے لگا' اور عبید اللہ اس کا بیٹا' تھا یہ وہی ہے جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے قتال کے لیے لشکر بھیجا تھا' اور اس وقت وہ یزید بن معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا' اس کے لشکر میں ایک ہزار گھوڑے سوار تھے اور ان کا سردار حر بن یزید تمیمی تھا اور مقدمۃ الجیش میں الحصین بن نمیر الکوفی تھا' پھر جو ہونا تھا وہ ہوا' اور آخر کار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کے مصداق میں متعدد اقوال

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کے تعین میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) الحصین بن نمیر (۲) مہاجر بن اوس التمیمی (۳) کثیر بن عبد اللہ الشعبی (۴) شمر بن ذوالجوشن (۵) سنان بن ابی اوس بن عمرو النخعی اور یہ زیادہ مشہور ہے' اس نے حضرت حسین کا سر پکڑ کر خولی بن یزید کو دے دیا' سنان نے آپ کو نیزہ مارا' آپ گر گئے تو اس نے خولی سے کہا: ان کا سر کاٹ لو' اس نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ کمزور پڑ گیا' تو اس نے سنان سے کہا: اللہ تعالیٰ تیرا بازو توڑ دے اور تیرے ہاتھ کاٹ ڈالے' پھر وہ حضرت حسین کی طرف اترا تاکہ ان کو ذبح کر دے' اور وہ جمعہ کا دن تھا' محرم کی دس تاریخ تھی اور اکسٹھ ہجری تھی' پھر وہ حضرت حسین کے سر اور ان کے اصحاب میں سے دیگر شہداء کے سروں کو عبید اللہ بن زیاد کی طرف کوفہ میں لے گیا' ان سروں کی تعداد بہتر (۷۲) تھی' خولی بن یزید نے حضرت حسین کا سر اٹھایا' کندہ نے تیرہ سر اٹھائے اور ہوازن نے بیس اور بنو تمیم نے بیس اور بنو اسد نے سات' اور مذحج نے گیارہ' ان سروں کے ساتھ اور قیدیوں کے ساتھ شمر بن ذی الجوشن' قیس بن الاشعث' عمرو بن الحجاج اور عروۃ بن قیس تھے' سو وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچ گئے' اب ہم ذکر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کریں گے کہ جب ملعون عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر پہنچا تو پھر کیا ہوا۔

عبید اللہ بن زیاد کا اپنے دربار میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر اقدس کی بے توقیری کرنا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھا گیا' عبید اللہ بن زیاد آپ کے سر پر لکڑی مار رہا تھا' امام طبرانی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ لعین آپ کی آنکھوں اور ناک میں لکڑی مار رہا تھا تو میں نے کہا: اپنی لکڑی اٹھا' میں نے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیار کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ اپنے اہل بیت میں حضرت حسین سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔

امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے اس ملعون سے کہا: جس جگہ تو نے لکڑی رکھی ہے وہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا منہ رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام طبری نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت موجود تھا جب ابن زیاد آپ کے دانتوں میں لکڑی مار رہا تھا' جب حضرت زید بن ارقم نے دیکھا تو بول پڑے کہ: ان ہونٹوں سے اپنی لکڑی کو دور کر' پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہونٹوں سے ان ہونٹوں پر بوسا دے رہے تھے' پھر حضرت زید بن ارقم رونے لگے' ابن زیاد نے کہا: اللہ تیری آنکھوں کو روتا رکھے' اللہ کی قسم! اگر تو بوڑھا اور سٹھیایا ہوا نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔

حضرت زید بن ارقم جاتے ہوئے کہہ رہے تھے: اے عرب کے لوگو! آج کے بعد تم غلام ہو' تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا اور ابن مرجانہ کو امیر بنا دیا' وہ تمہارے نیک لوگوں کو قتل کر رہا ہے اور برے لوگوں کو عزت دے رہا ہے' سو وہ لوگ خیر سے دور رہیں گے جو ذلت اور عار پر راضی ہو گئے۔

میں کہتا ہوں کہ اعیان صحابہ میں سے اللہ ہی کے لیے زید بن ارقم کی نیکی ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں شریک رہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص احباب میں سے تھے اور جنگ صفین میں ان کے ساتھ تھے اور وہ کوفہ میں چھیاسٹھ (٦٦) ہجری میں فوت ہو گئے۔

ابن زیاد کا عبرت ناک انجام

اللہ تعالیٰ نے اس ظالم' فاسق عبید اللہ بن زیاد کو یہ سزا دی کہ ابراہیم بن الاشتر نے ہفتہ آٹھ (٨) ذوالحجہ چھیاسٹھ (٦٦) ہجری میں اس کو سرزمین الجازر میں قتل کر دیا' اس جگہ اور موصل کے درمیان پانچ فرسخ کا فاصلہ ہے' مختار بن ابو عبیدہ الثقفی نے اس کو ابن زیاد کے قتل کے لیے بھیجا تھا' جب اس نے ابن زیاد کو قتل کیا تو اس کا سر اس کے اصحاب کے سامنے لا کر المختار کے سامنے ڈال دیا اور ایک باریک سانپ آیا اور ابن مرجانہ یعنی ابن زیاد کے منہ میں داخل ہو گیا اور اس کے نتھنوں سے نکلا اور پھر نتھنوں میں داخل ہو کر اس کے منہ سے نکل گیا' پھر المختار نے اس کا سر اور دیگر قاتلین اہل بیت کے سر محمد بن الحنفیہ کے پاس بھیج دیئے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیئے اور ان سروں کو مکہ میں گاڑ دیا' اور ابن الاشتر نے ابن زیاد اور باقی قاتلوں کے جسموں کو جلا دیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٣۔٣٣١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تفصیل میں سے کسی چیز کو نہیں لکھا۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما دونوں کا عقیقہ کیا تھا' حضرت حسین بہت دین دار تھے' بہ کثرت (نفلی) نمازیں پڑھتے تھے' روزے رکھتے تھے اور حج کرتے تھے۔

مصعب نے کہا ہے کہ حضرت حسین نے پیدل چل کر پچیس حج کیے تھے۔

ابن الصباغ نے کہا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کربلاء میں دفن کیا گیا' وہاں آپ کا مزار معروف ہے اور تمام علاقوں سے لوگ آپ کی زیارت کے لیے آتے ہیں' یعنی آپ کا جسم مبارک وہاں دفن کیا گیا اور آپ کا سر اقدس ابن زیاد کی طرف منتقل کیا گیا تھا' اسی طرح آپ کے باقی رفقاء جو کربلاء میں شہید کیے گئے تھے ان کو بھی وہیں دفن کیا گیا تھا اور ان کو بنو اسد میں سے بنو عامر نے دفن کیا تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو اہل کوفہ نے آپ کی طرف خطوط لکھے کہ وہ ان کی اطاعت پر قائم ہیں اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ کوفہ آئیں تو حضرت حسین نے پہلے اپنے عم زاد مسلم بن عقیل کو بھیجا تا کہ لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں' جب یزید نے یہ سنا' تو اس نے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ بھیجا' اس نے وہاں کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا اور مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا' اور حضرت حسین سے مقابلہ کے لیے ایک لشکر بھیج دیا' ان کا کربلاء میں مقابلہ اور قتال ہوا اور حضرت حسین اور ان کے اہل بیت میں سے سب شہید کر دیئے گئے اور ان کی اولاد میں سے صرف علی بن حسین بچ گئے' آپ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا گیا اور آپ کے ساتھ بہتر (۷۲) نفوس شہید کر دیئے گئے اور جو بچے اور خواتین بچ گئیں ان کو پہلے ابن زیاد کے پاس اور پھر یزید کے پاس قید کر کے بھیج دیا گیا۔ **فانا لله وانا الیه راجعون**

علامہ مناوی نے کہا ہے کہ اس قصہ کی تفصیل سے جگر پارہ پارہ ہو جاتا ہے' پس اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے ان کو قتل کیا یا جس نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا یا جو ان کے قتل پر راضی ہوا۔

حافظ ابو العلاء الھمدانی نے ذکر کیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے آپ کا سر مبارک مدینہ منورہ میں بھیج دیا تھا' پھر مدینہ کے عامل عمرو بن سعید بن العاص نے اس کو کفن پہنایا اور اس کو البقیع میں ان کی والدہ کی قبر کے پاس دفن کر دیا اور یہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ صحیح قول ہے اور یہ الزبیر بن بکار کا قول ہے اور وہ سنت کے سب سے زیادہ عالم تھے اور اس مسئلہ میں سب سے افضل عالم تھے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ آپ کا سر مبارک عسقلان میں یا القاہرہ میں دفن ہے یہ باطل ہے قطعاً ثابت نہیں ہے۔

(فیض القدیر ج۱ ص ۲۶۵) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج۹ ص ۸۴۔۸۱ ملتقطا ملخصا' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

٣٧٤٩- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن المنہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے کندھے پر سوار تھے اور آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں' سو تو اس سے محبت کر۔

(صحیح مسلم: ۲۴۲۲' الرقم المسلسل: ۶۱۵۲' سنن ترمذی: ۳۷۸۳' مسند ابو داؤد الطیالسی: ۷۳۲' حلیۃ الاولیاء ج۲ ص ۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ج ۱۲ ص ۱۰۱' الادب المفرد: ۸٦' السنن الکبریٰ: ۸۱٦۳' صحیح ابن حبان: ٦۹٦۲' المعجم الکبیر: ۸۵۸۲' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۳' شرح السنۃ: ۳۹۳۲' المعجم الاوسط: ۱۹۹۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴' مسند احمد: ۱۸۵۰۱' ج ۳۰ ص ۴٦۱)

۳۷۵۰- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُمَرُ بْنُ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ حُسَیْنٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَاَیْتُ اَبَابَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَحَمَلَ الْحَسَنَ وَهُوَ یَقُوْلُ بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْهٌ بِعَلِیٍّ وَّعَلِیٌّ یَضْحَكُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی از ابن ابی ملیکہ از عقبہ بن الحارث' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ ان پر میرے والد فدا ہوں یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں علی کے مشابہ نہیں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۴۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۷۵۱- حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ مُعِیْنٍ وَّصَدَقَةُ قَالَا اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَّاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن معین اور صدقہ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از واقد بن محمد از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا آپ کے اہل بیت (کے ساتھ محبت) میں تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۷۵۲- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَنَسٍ وَّقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ اَخْبَرَنِیْ اَنَسٌ قَالَ لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از الزہری از حضرت انس' اور عبدالرزاق نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زھری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی انہوں نے کہا کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہیں تھا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۷٦)

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ عظیم منقبت ہے کہ وہ سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی آپ سے مشابہت کی حدیثوں میں تعارض اور اس کا جواب' مصنف سے اور دوسرے شارحین سے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح البخاری: ۳۷۴۸' میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور اگلی حدیث (۳۷۴۹) میں مذکور ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں ہی آپ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت حسن کی آپ سے سب سے زیادہ مشابہت حقیقی ہے اور حضرت حسین کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپ سے مشابہت اضافی ہے' یعنی حضرت حسن کے علاوہ باقی صحابہ اور اہل بیت میں سے سب سے زیادہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ سے مشابہ تھے۔

یہ مصنف کا جواب ہے اور علامہ عینی نے بعض شارحین سے یہ جواب نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں حضرت حسن سب سے زیادہ آپ کے مشابہ تھے اور آپ کی وفات کے بعد سب سے زیادہ حضرت حسین آپ کے مشابہ تھے' دوسرا جواب امام ترمذی نے دیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے جسم کے بالائی حصہ کے مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کے زیریں حصہ کے مشابہ تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٤)

لیکن یہ دونوں جواب بعید از فہم ہیں' دوسرا جواب اس لیے کہ مشابہت کا مدار چہرے پر ہے نہ کہ جسم کے نچلے حصہ پر اور پہلا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں حضرت حسن زیادہ مشابہ ہوں اور آپ کی وفات کے بعد حضرت حسین زیادہ مشابہ ہوں یہ عقل اور قیاس سے بعید ہے' کیا آپ کی وفات کے بعد ان کے چہروں کے نقوش تبدیل ہو گئے تھے! اس لیے اس تعارض کا صحیح جواب وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے کہ یہ دونوں ہی سب سے زیادہ آپ کے مشابہ تھے لیکن حضرت حسن کی آپ سے سب سے زیادہ مشابہت حقیقی تھی اور حضرت حسین کی آپ سے سب سے زیادہ اضافی تھی یعنی حضرت حسن کے بعد حضرت حسین سب سے زیادہ آپ کے مشابہ تھے اور اب صحیح البخاری کی ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اور یہ جواب عقل اور قیاس کے مطابق ہے۔

والحمد لله على ذالك.

٣٧٥٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي نُعْمٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَسَأَلَهُ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَةُ أَحْسِبُهُ يَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ ابْنَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا.

[طرف الحدیث: ٥٩٩٤] (سنن ترمذی: ٣٧٧٠' صحیح ابن حبان: ٦٩٦٩' شرح السنۃ: ٣٩٣٥' مسند احمد: ٥٥٦٨' ج ٩ ص ٤٠٢' مسند احمد ج ٢ ص ٥٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی یعقوب' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی نُعم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا اور اس نے ان سے محرم کے متعلق سوال کیا' شعبہ نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ اس نے یہ سوال کیا کہ آیا محرم مکھی کو مار سکتا ہے؟ (یعنی اس وجہ سے محرم کو گناہ تو نہیں ہوگا) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اہل عراق مکھی کو مارنے کے متعلق پوچھ رہے ہیں حالانکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کر چکے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں (نواسوں) کے متعلق فرمایا تھا: یہ دونوں دنیا میں میرے دو خوشبودار پھول ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل بہت سنگین واقعہ تھا اور یہ حضرت حسین کی فضیلت کو مستلزم ہے' نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرات حسنین کریمین السلام علیہما دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو خوشبودار پھول ہیں اور یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی واضح منقبت ہے۔

اہل عراق کے نزدیک مکھی کا خون بہانا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون بہانے سے زیادہ سنگین تھا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس پر تعجب ہوا کہ اہل عراق پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی محرم (احرام والا) مکھی کو قتل کر دے تو اس پر کتنا فدیہ دینا لازم ہوگا اور اس کی ان کو فکر ہے حالانکہ انہوں نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے ہیں اور اس کی انہیں کوئی فکر نہیں ہے' معمولی جرم کی ان کو فکر ہے اور اتنے عظیم جرم کی ان کوئی فکر نہیں ہے! اس حدیث میں مذکور ہے: حسن اور حسین دنیا میں میرے خوشبودار پھول ہیں' سنن ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کو سونگھتے تھے اور اپنے ساتھ لپٹاتے تھے اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں یہ حدیث روایت کی ہے: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے کھیل رہے تھے' میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں ان سے کیسے محبت نہ کروں' یہ دنیا میں میرے خوشبودار پھول ہیں' میں ان کو سونگھتا ہوں۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٣٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث

(١) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٧٦٨' مسند احمد ج٣ ص ٦٢)

(٢) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' اس وقت آپ نے کچھ اٹھایا ہوا تھا جس کا مجھے پتا نہیں چلا' جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا: یہ کیا چیز تھی جس کو آپ نے اٹھایا ہوا تھا' تو آپ نے کھول کر دکھایا' پس وہ آپ کی گود میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے' آپ نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٧٦٩)

(٣) سلمٰی بیان کرتی ہیں: میں حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کے پاس گئی' وہ رو رہی تھیں' میں نے پوچھا: آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور ڈاڑھی پر گرد و غبار تھا' میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں ابھی حسین کے قتل کی جگہ پر موجود تھا۔ (سنن ترمذی: ٣٧٧١)

(٤) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: حسن اور حسین' اور آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے: میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ' پھر آپ ان کو سونگھتے تھے اور ان کو اپنے ساتھ لپٹاتے تھے۔ (سنن ترمذی: ٣٧٧٢)

(٥) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے' اچانک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے' ان پر دو سرخ قمیصیں تھیں' وہ لڑکھڑاتے ہوئے چل رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر سے اتر کر ان کو اٹھایا اور ان کو اپنے سامنے بٹھا دیا پھر کہا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: ''اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ'' (التغابن: ١٥) تمہارے مال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں۔

میں نے ان دو بچوں کو لڑکھڑا کر چلتے ہوئے دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے خطبہ منقطع کیا اور ان کو اٹھایا۔

(سنن ترمذی: ٣٧٧٤' سنن ابوداؤد: ١١٠٩' سنن نسائی: ١٤١٢' سنن ابن ماجہ: ٣٦٠٠' مسند احمد ج٥ ص ٣٥٤)

(٦) حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں' اللہ اس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت رکھے' حسین میرے نواسوں میں سے ایک نواسا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(سنن ترمذی: ۳۷۷۵، سنن ابن ماجہ: ۱۴۴، مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۲)

(۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا، پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا، ابن زیاد آپ کی ناک پر لکڑی مار کر کہہ رہا تھا: میں نے اس جیسا حسن نہیں دیکھا، حضرت انس بیان کرتے ہیں، میں نے کہا: یہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۱)

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حسن سینہ سے لے کر سر تک سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نچلے حصہ کے مشابہ تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۷۹، مسند احمد ج ۱ ص ۹۹)

(۹) عمارۃ بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے اصحاب کے سر لائے گئے تو ان کو مسجد کے صحن میں رکھا گیا، میں ان کے پاس گیا تو وہ کہہ رہے تھے کہ اچانک ایک سانپ سروں کے درمیان سے آیا حتیٰ کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا، پھر وہ کچھ دیر ٹھہرا، پھر نکل کر غائب ہو گیا۔ (الحدیث) (سنن ترمذی: ۳۷۸۰)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱۰) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میری والدہ نے پوچھا: تم کب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے تھے؟ میں نے کہا کہ میں فلاں فلاں وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ملا، تو انہوں نے مجھ کو برا کہا، میں نے کہا: مجھے اجازت دیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤں اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں اور آپ سے یہ سوال کروں کہ آپ میرے لیے اور آپ کے لیے مغفرت کی دعا کریں، سو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، آپ نے نماز پڑھائی حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھائی، پھر آپ واپس گئے، میں آپ کے پیچھے پیچھے گیا، آپ نے میری آواز سنی تو پوچھا: یہ کون ہے، حذیفہ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تمہیں کیا کام ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہاری ماں کی مغفرت فرمائے، پھر آپ نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جو آج رات سے پہلے زمین پر نازل نہیں ہوا، اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے کی اجازت لی ہے اور مجھے یہ بشارت دی ہے کہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۸۱، مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۱)

(۱۱) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر بٹھایا ہوا تھا اور آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں، سو تو بھی اس سے محبت کر۔

(سنن ترمذی: ۳۷۸۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۳)

(۱۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا تو ایک شخص نے دیکھ کر کہا: اے لڑکے! تم کتنی عمدہ سواری پر سوار ہو! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور یہ سوار بھی تو بہت عمدہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۸۴)

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے کسی حصہ میں باہر نکلے، آپ مجھ سے بات کر رہے تھے نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا حتیٰ کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے، پھر آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے، پس پوچھا: کیا یہاں بچہ ہے؟ کیا یہاں بچہ ہے؟ حضرت سیدہ نے انہیں کچھ دیر روک لیا، میں نے گمان کیا کہ وہ ان کو ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں، آپ نے فرمایا: حسن بن علی کو بلاؤ، پھر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما چلتے ہوئے آئے اور ان کے گلے میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہار تھا' پھر نبی ﷺ اور حضرت حسن بن علی دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں' سو تو بھی اس سے محبت کر' اور جو بھی اس سے محبت کرے اس سے محبت کر' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے بعد میرے نزدیک حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۴۔ ۲۱۲۲' صحیح مسلم: ۲۴۲۱' الادب المفرد: ۱۱۸۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۳)

مصنف کو بھی حضرت حسن اور تمام صحابہ اور اہل بیت سے سب سے زیادہ محبت ہے' اے اللہ! تو مصنف سے بھی محبت فرما۔

(۱۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زبان یا ہونٹ چوس رہے تھے "صلوات اللہ علیہ" اور بے شک جس زبان یا ہونٹ کو رسول اللہ ﷺ نے چوسا ہو اس کو اللہ کبھی عذاب نہیں دے گا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۹۳' البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۶' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۷۷)

(۱۵) عمیر بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا' پس ہماری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ نے حضرت حسن سے کہا: مجھے وہ جگہ دکھائیں جہاں آپ کو رسول اللہ ﷺ نے بوسا دیا تھا' حضرت حسن نے قمیص اٹھائی تو حضرت ابو ہریرہ نے ان کی ناف پر بوسا دیا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۵' صحیح ابن حبان: ۵۵۹۳' المعجم الکبیر: ۲۷۶۵' المستدرک ج ۳ ص ۱۶۸)

(۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے' اور آپ کے ساتھ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے' آپ نے ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اٹھایا ہوا تھا' آپ کبھی ان میں سے ایک کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی دوسرے کی طرف' حتیٰ کہ ہمارے پاس آئے' پھر ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۰)

(۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے' پس جب آپ نے سجدہ کیا تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اچھل کر آپ کی پشت پر بیٹھ گئے' پھر جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو آپ نے پیچھے سے ان میں سے کسی ایک کو آہستگی سے اٹھایا اور ان کو زمین پر بٹھا دیا' پھر جب آپ نے دوسرا سجدہ کیا تو وہ پھر آ کر آپ کی پشت پر بیٹھ گئے' حتیٰ کہ جب آپ نے نماز پڑھ لی تو آپ نے ان کو اپنی رانوں پر بٹھا لیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: پس میں آپ کی طرف کھڑا ہوا اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں ان کو لے جاؤں؟ آپ نے فرمایا: ان کو ان کی ماں کے پاس لے جاؤ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۳' مسند البزار: ۲۶۳۰' مسند ابو یعلیٰ: ۲۴۲۸' المعجم الاوسط: ۳۹۱۹)

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی مرویات

علامہ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے تیرہ احادیث مروی ہیں جو انہوں نے اپنے نانا اور اپنے والد سے روایت کی ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے آٹھ احادیث مروی ہیں جو انہوں نے اپنے نانا سے اور اپنے والد سے اور اپنی والدہ سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٢٣ - بَابُ مَنَاقِبِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

حضرت بلال بن رباح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال کی والدہ کا نام ہے: حمامۃ' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو پانچ اوقیہ میں خریدا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال بن رباح حبشی ہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موذن تھے' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو مشرکین سے اس وقت خریدا تھا جب وہ ان کو اس بات پر عذاب دے رہے تھے کہ وہ اللہ کو واحد کہہ رہے تھے' سو انہوں نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لازم رہے' آپ کے لیے اذان دیتے تھے اور تمام غزوات میں آپ کے ساتھ رہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا بھائی بنایا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ جہاد کرنے کے لیے نکل گئے' یہاں تک کہ شام میں ان کی وفات ہوگئی۔

حضرت بلال کے مناقب مشہور ہیں' جب دو پہر کے وقت دھوپ خوب گرم ہو جاتی تو امیہ بن خلف ان کو نکالتا اور ان کو پیٹھ کے بل مکہ کے میدان میں لٹا دیتا اور بھاری پتھر ان کے سینہ پر رکھ دیتا اور کہتا: یہ پتھر تم پر اسی طرح رہے گا حتیٰ کہ تم مر جاؤ یا (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرو' اور وہ اس حال میں بھی احد احد (اللہ ایک ہے) کہتے تھے' پس حضرت ابو بکر نے ان کو مشرکین سے خرید کر آزاد کر دیا۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شام میں فوت ہو گئے تھے۔

ابن بکیر نے کہا ہے کہ یہ عمواس کے طاعون میں فوت ہوئے تھے' عمرو بن علی نے کہا ہے کہ یہ بیس (۲۰) ہجری میں حلب میں فوت ہوئے تھے۔ (الاصابۃ ج ۱ ص ۴۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْکَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّۃِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہاری جوتیوں کی آواز اپنے سامنے جنت میں سنی۔

اس تعلیق کے موافق حدیث صحیح البخاری: ۱۱۴۹ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٥٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ اَبُوْ بَکْرٍ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا یَعْنِیْ بِلَالًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی' از محمد بن المنکدر' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ ہمارے سردار ابو بکر نے ہمارے سردار کو آزاد کیا یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ منقبت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کے متعلق یہ فرمایا کہ یہ ہمارے سید ہیں' اور اس میں حضرت عمر کی تواضع ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما دونوں کے متعلق یہ فرمایا کہ یہ ہمارے سید ہیں۔

٣٧٥٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَیْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ قَیْسٍ اَنَّ بِلَالًا قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ اِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی از محمد بن عبید' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي لِنَفْسِكَ فَأَمْسِكْنِي وَإِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي لِلّٰهِ فَدَعْنِي وَعَمَلَ لِلّٰهِ.

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

ازقیس وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال نے حضرت ابوبکر رضی اللہ سے کہا: اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کے لیے خریدا ہے تو مجھے اپنے پاس رکھیں اور اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیے خریدا ہے تو مجھے اللہ کے لیے عمل کرنے کے ساتھ چھوڑ دیں۔

حضرت ابوبکر کے حضرت بلال کو مدینہ میں روکنے اور حضرت بلال کے نہ رکنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الکشمیہنی کی روایت میں اس طرح مذکور ہے: مجھے اور میرے عمل کو اللہ (کی رضا) کے لیے چھوڑ دیں۔ علامہ کرمانی نے لکھا ہے: حضرت بلال نے ارادہ کیا تھا کہ مدینہ سے ہجرت کر جائیں' حضرت ابوبکر نے ان کو منع کیا' ان کا ارادہ تھا کہ وہ مسجد نبوی میں اذان دیتے رہیں تو حضرت بلال نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر مدینہ میں رہنا نہیں چاہتا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کو آپ سے خالی دیکھنے کو برداشت نہیں کرسکتا۔

امام ابن سعد نے الطبقات میں یہ روایت کی ہے کہ میرے نزدیک مومن کا سب سے افضل عمل فی سبیل اللہ جہاد ہے' اس لیے میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اللہ کی رضا کے لیے اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کروں گا اور حضرت ابوبکر نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ تم مدینہ میں رہو' پھر حضرت بلال' حضرت ابوبکر کی حیات تک مدینہ میں رہے' پھر جب حضرت ابوبکر کی وفات ہوگئی تو حضرت عمر نے ان کو اجازت دے دی' پھر وہ جہاد کرنے کے لیے شام چلے گئے اور اٹھارہ ہجری میں عمواس کے طاعون میں ان کی وفات ہوگئی' ایک قول ہے کہ بیس ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت بلال رضی اللہ کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! مجھے بتاؤ تم نے اسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے جس کے اجر کی تم کو سب سے زیادہ توقع ہے کیونکہ میں نے آج رات (خواب میں) جنت میں اپنے آگے تمہارے چلنے کی آواز سنی؟ تب حضرت بلال رضی اللہ نے کہا: میں نے اسلام لاکر کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کی منفعت کی مجھے زیادہ امید ہو' سوا اس کے کہ میں دن اور رات کے وقت میں جب بھی مکمل وضو کرتا ہوں تو میں اس وضو سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے مقرر کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۴۹' صحیح مسلم: ۲۴۵۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۰۸' صحیح ابن حبان: ۷۰۸۵' السنن الکبریٰ: ۸۲۳۶' شرح السنۃ: ۱۰۱۱' مسند ابویعلیٰ: ۶۱۰۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۳)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) حضرت بلال رضی اللہ صبح کی نماز میں دیر سے آئے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تمہیں کس چیز نے آنے سے روکے رکھا؟ انہوں نے بتایا: میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ کے پاس سے گزرا' وہ چکی پیس رہی تھیں اور بچہ رو رہا تھا' میں نے ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی جگہ چکی پیسوں اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی جگہ بچے کو سنبھالوں' حضرت سیدہ نے فرمایا: تمہاری بہ نسبت میں بچے کو اچھی طرح سنبھالوں گی' سو اس کام نے مجھے روک لیا تھا' آپ نے فرمایا: تم نے فاطمہ پر رحم کیا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۱)

حضرت بلال کی مرویات

حضرت بلال رضی اللہ سے چوالیس (۴۴) احادیث مروی ہیں' جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دو حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

۲۴ - بَابُ ذِكْرِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں، ان کی کنیت ابوالعباس ہے، یہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور اڑسٹھ (۶۸) ہجری میں طائف میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر دس سال تھی۔ (صحیح یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی کیونکہ وہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے، حافظ ابن حجر نے بھی یہ بات لکھی ہے۔ سعیدی غفرلہ) علامہ الواقدی نے لکھا ہے کہ اس میں ہمارے علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس اس وقت پیدا ہوئے تھے جب قریش نے آپ کو گھاٹی میں محصور کیا ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس بصرہ میں آئے، عرب میں ان کی مثل، حسین، عالم اور خوش لباس کوئی نہیں تھا۔

امام احمد نے کریب سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا حتیٰ کہ مجھے اپنے برابر کر دیا، جب آپ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پیچھے ہٹ گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے مجھ سے پوچھا: کیا بات تھی؟ (جو تم پیچھے ہٹ جاتے تھے) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کسی کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ نماز میں آپ کے برابر کھڑا ہو! حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں! تب آپ نے میرے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور فہم میں اضافہ کرے۔

امام ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت عباس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو ان سے ان کے بیٹے نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کو دیکھا، انہوں نے کہا: وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ عبداللہ بن المبارک نے شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت زید بن ثابت سوار ہوئے، تو حضرت ابن عباس نے ان کے گھوڑے کی رکاب پکڑ لی، انہوں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد! ایسا نہ کریں، حضرت ابن عباس نے کہا: ہمیں اسی طرح علماء کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو بوسا دیا اور کہا: ہمیں اسی طرح اپنے نبی علیہ السلام کے اہل بیت کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔

(الاصابہ ج ۴ ص ۱۲۱-۱۲۶ ملخصاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

۳۷۵۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى صَدْرِهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ. حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ حَدَّثَنَا مُوسٰى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ مِّثْلَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینے کے ساتھ لپٹایا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو حکمت کا علم عطا فرما، ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَالْحِكْمَةُ الْإِصَابَةُ فِي غَيْرِ النُّبُوَّةِ.

عبدالوارث نے حدیث بیان کی اور کہا: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا فرما' ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وھیب نے حدیث بیان کی از خالد' اس حدیث کی مثل۔ غیر نبی میں حکمت کا معنی ہے: رائے کا صحیح ہونا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حکمت کا ذکر ہے' علامہ علی بن محمد الشریف الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ نے حکمت کی گیارہ تعریفات ذکر کی ہیں:

حکمت کی تعریفات

(۱) حکمت وہ علم ہے جس میں طاقت بشریہ کے مطابق حقائق اشیاء کے وجود سے بحث کی جاتی ہے' سو یہ علم نظری ہے' نیز حکمت اس قوت عقلیہ علمیہ کی ہیئت کو کہتے ہیں جو عقل کی افراط اور تفریط کے درمیان متوسط ہے (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قرآن کے حلال اور حرام کو جاننا حکمت ہے (۳) لغت میں حکمت' علم کے موافق عمل کو کہتے ہیں (۴) انسان کی طاقت کے مطابق کسی چیز کو نفس الامر اور واقع کے مطابق جاننا حکمت ہے (۵) وہ کلام جو حق کے موافق ہو وہ حکمت ہے (۶) کسی چیز کو اس کی جگہ میں رکھنا حکمت ہے (۷) جس چیز کا انجام لائق تحسین ہو وہ حکمت ہے (۸) جس علم میں موجودات خارجیہ کے ان احوال سے بحث کی جائے جو ہماری قدرت اور اختیار میں نہیں ہیں وہ علم حکمت ہے (۹) جو کلام معقول ہو اور فضول الفاظ سے خالی ہو وہ حکمت ہے (۱۰) حقائق اشیاء کو اس طرح جاننا جس طرح وہ واقع میں ہیں اور ان کے تقاضے پر عمل کرنا حکمت ہے' اس وجہ سے حکمت کی دو قسمیں ہیں: حکمت علمیہ اور حکمت نظریہ (۱۱) حقیقت کے وہ اسرار جن پر علماء اور عوام مطلع نہیں ہیں جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحیم ہے جتنا ماں اپنی اولاد پر رحیم ہوتی ہے' اور ماں اپنے نافرمان بچوں کو آگ میں ڈالنا نہیں چاہتی' اور اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کو دوزخ میں ڈال دیتا ہے' اس کے اسرار کا نام حکمت ہے یا جیسے دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس (۱۹) ہے' آسمان اور زمین کی تعداد سات ہے' حج میں طواف کے سات چکر ہیں کم یا زیادہ کیوں نہیں' اس کے اسرار۔ (سعیدی غفرلہ)

(کتاب التعریفات ص ٦٦' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے' پس میں نے رات کو آپ کے وضو کے لیے پانی رکھا' حضرت میمونہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے وضو کے لیے عبداللہ بن عباس نے پانی رکھا ہے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو دین کی فقہ (فہم) اور تاویل کا علم عطاء فرما۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۱۱' صحیح ابن حبان: ۷۰۵۵' المعجم الکبیر: ۱۰۵۸۷' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳٦۵)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' سو میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی: آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھسیٹا' پس مجھے اپنے برابر کر دیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز شروع کر دی تو میں پیچھے آ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں اپنے برابر کرتا تھا اور تم پیچھے آ جاتے تھے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ آپ کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھے' حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب عطاء کیا ہے' حضرت ابن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عباس نے کہا: آپ کو یہ بات پسند آئی تو آپ نے میرے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور فہم میں اضافہ فرمائے۔ (مسند احمد ج ا ص ۳۱۱ علامہ شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۸ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا' اور آپ کے پاس ایک شخص تھا جس سے آپ سرگوشی کر رہے تھے اور آپ میرے والد سے گویا اعراض کر رہے تھے' پس ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے' پھر میرے والد نے مجھ سے کہا: اے میرے بیٹے! کیا تم نے اپنے عم زاد کی طرف نہیں دیکھا گویا وہ مجھ سے اعراض کر رہے تھے' میں نے کہا: اے ابا جان! ان کے پاس ایک شخص تھا جس سے وہ سرگوشی کر رہے تھے' حضرت ابن عباس نے بتایا' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس گئے تو میرے والد نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے عبد اللہ سے اس طرح کہا تو اس نے مجھے یہ بتایا کہ آپ کے پاس ایک شخص تھا جس سے آپ سرگوشی کر رہے تھے تو کیا آپ کے پاس واقعی کوئی تھا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے عبد اللہ! کیا تو نے اس کو دیکھا تھا' حضرت ابن عباس نے بتایا' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور ان کی وجہ سے میں تمہاری طرف متوجہ نہ ہوا۔

(مسند احمد ج ا ص ۲۹۴' مسند ابو داؤد الطیالسی: ۲۷۰۸' المعجم الکبیر: ۱۰۵۸۴' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۷۰' سنن ترمذی: ۳۸۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) احادیث مروی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے پچھتر (۷۵) احادیث پر متفق ہیں' امام بخاری اٹھائیس (۲۸) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم انچاس (۴۹) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۲۵ - بَابُ مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: ابو سلیمان خالد بن الولید بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ مرہ بن کعب' ان کا نسب مرہ بن کعب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ یہ گھوڑے سوار صحابہ میں سے تھے' فتح مکہ اور حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں اسلام لائے' ایک قول ہے: غزوہ موتہ سے دو ماہ پہلے اسلام لائے اور یہ جمادی الاولیٰ آٹھ ہجری تھی' اس کے بعد رمضان میں فتح مکہ ہوئی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور داد شجاعت دی' مرتدین کا قتل بھی ان کے ہاتھوں ہوا' یہ اپنے بستر پر حمص یا مدینہ میں اکیس (۲۱) ہجری میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ زمانہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے' زمانہ جاہلیت میں گھوڑوں کی لگام ان ہی کے ہاتھ میں تھیں' یہ سات ہجری میں فتح خیبر سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جا رہا تھا' تو میری خالد بن الولید سے ملاقات ہوئی' یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے اور وہ مکہ سے آ رہے تھے' میں نے پوچھا: اے ابو سلیمان! کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا: میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسلام قبول کرنے جا رہا ہوں' پھر ہم دونوں آئے' پھر خالد آگے بڑھ کر اسلام لائے اور بیعت کی' پھر میں بھی قریب گیا اور بیعت کی' پھر میں لوٹ گیا' پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوہ موتہ میں گئے' پھر جب مسلمانوں کا تیسرا امیر شہید ہو گیا تو حضرت خالد نے جھنڈا اٹھا لیا اور فتح یاب ہوئے' حضرت خالد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ میں تھے' پھر حنین میں اور طائف میں پھر العزیٰ کو گرانے میں۔

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ ٹھہرے' پس لوگ گزر رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھ رہے تھے: یہ کون ہے؟ میں کہتا: یہ فلاں ہے حتیٰ کہ حضرت خالد گزرے' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: یہ خالد بن الولید ہے' آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد کو اکیدومہ کی طرف بھیجا' وہ اس کو گرفتار کر کے لے آئے' آپ نے اس سے جزیہ پر صلح کر لی' حضرت ابوبکر نے ان کو مرتدین سے قتال کے لیے بھیجا تو انہوں نے ان سے عظیم قتال کیا' پھر ان کو فارس اور روم کے خلاف جنگ میں بھیجا تو اس میں انہوں نے شدید قتال کیا اور دمشق کو فتح کیا۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خالد جنگ یمامہ سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر نے ان کو شام کی طرف بھیج دیا اور وہاں انہوں نے اللہ کے دشمن کو شکست دی' حضرت ابوبکر نے ان کو شام کی طرف بھیجا تھا' اور حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا' امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے خطبہ دیا اور حضرت خالد کو معزول کرنے پر عذر پیش کیا' تو ابوعمرو بن حفص بن المغیرہ نے کہا: آپ نے اس کو معزول کر دیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عامل بنایا تھا اور اس شخص کو سرنگوں کر دیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سربلند کیا تھا' تو حضرت عمر نے کہا: تم اپنے عم زاد کی وجہ سے غضب ناک ہو رہے ہو۔

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو عبیدہ کو شام کا عامل بنایا اور حضرت خالد بن الولید کو معزول کر دیا تو حضرت خالد نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تم پر اس امت کے امین کو بھیج دیا' تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۹۰' کنز العمال: ۳۳۲۸۰)

امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جنگ یرموک میں حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی گم ہو گئی تو انہوں نے کہا: اس کو ڈھونڈو' پھر اس کو بڑی مشکل سے تلاش کرایا' حضرت خالد سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کرنے کے بعد اپنا سر مبارک منڈایا تو لوگ آپ کے بالوں کی طرف جھپٹے' تو میں نے آپ کی پیشانی کے بالوں کو اس ٹوپی میں رکھ دیا' پھر میں جس جنگ میں بھی گیا تو یہ ٹوپی میرے ساتھ ہوتی تھی اور مجھے فتح حاصل ہوتی تھی' امام ابو یعلیٰ نے بھی اس کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اس کے آخر میں مذکور ہے کہ میں اس ٹوپی کو پہن کر جہاں بھی گیا تو مجھے فتح حاصل ہوئی۔

امام بخاری نے حضرت خالد بن الولید سے روایت کی ہے کہ غزوہ موتہ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔

امام مالک بن انس نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا: آپ خالد سے کہیں کہ وہ آپ کے حکم کے بغیر کسی کو کچھ نہ دیا کریں' حضرت ابوبکر نے اس طرح لکھا تو حضرت خالد نے جواب دیا: آپ مجھے میرے عمل پر چھوڑ دیں یا اپنی ذمہ داری واپس لے لیں' مگر حضرت ابوبکر نے ان کو ان کے عمل پر برقرار رکھا' جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی حضرت خالد سے یہی کہا: حضرت خالد نے پھر یہی جواب دیا' پھر حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت خالد مدینہ میں فوت ہوئے تھے اور حضرت عمران کی وصیت کے مطابق ان کے جنازہ میں گئے تھے۔

(الاصابۃ ج ٢ ص ٢١٩-٢١٥ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم ابن الاثیر الجزری المتوفی ٦٣٠ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام شہروں میں یہ مکتوب لکھ کر بھیجا کہ میں نے خالد کو کسی غصہ یا کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا لیکن لوگ اس کو بہت عظیم قرار دیتے ہیں اور اس کی وجہ سے اس فتنہ میں ہیں (کہ تمام فتوحات خالد کی وجہ سے ہوتی ہیں) سو مجھے یہ خطرہ ہے کہ لوگ (فتوحات میں) خالد پر توکل کریں گے' پس میں نے یہ پسند کیا کہ لوگ یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی فتح دینے والا ہے اور وہ کسی فتنہ میں نہ پڑ جائیں اور حضرت خالد سے جو مال لیا تھا وہ ان کو واپس کر دیا۔

(الکامل فی التاریخ ج ٢ ص ٣٧٦ 'دارالکتاب العربی' ١٤٠٠ھ)

٣٧٥٧- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعٰى زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَهَا سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن واقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ھلال از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید اور حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی شہادت کی خبر لوگوں کو دی قبل اس کے کہ ان کے پاس ان کی (شہادت کی) خبر آتی' آپ نے فرمایا: زید نے جھنڈا پکڑا' پھر وہ شہید ہو گیا' پھر جعفر نے جھنڈا پکڑا' پھر وہ شہید ہو گیا' پھر ابن رواحہ نے جھنڈا پکڑا' پھر وہ شہید ہو گیا' اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے' حتیٰ کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا پکڑا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان (اہل موتہ) کے خلاف فتح عطاء فرمائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٤٦ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت خالد کے مناقب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں آپ نے حضرت خالد کو اللہ کی تلوار فرمایا ہے اور امام ابن حبان اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد کو اذیت نہ دو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کفار پر سونت رکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٨ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث

(١) حضرت عبدالرحمن بن ازہر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ ایک دن نکلے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑ سواروں میں سے تھے' پس جب اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست دے دی اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' اس وقت مسلمان اپنے پالانوں میں واپس جا رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے درمیان چل رہے تھے اور فرما رہے تھے: خالد بن ولید کے پالان کی کون راہ نمائی کرے گا' پس میں آپ کے آگے جا رہا تھا' اس وقت میں بالغ ہو چکا تھا' اور میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بھی کہہ رہا تھا کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے پالان کی کون راہ نمائی کرے گا' پس اچانک ہم نے دیکھا حضرت خالد اپنے پالان کے پچھلے حصہ کی ٹیک لگائے ہوئے ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے ان کے زخم کو دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۱' مسند احمد ج ۴ ص ۸۸' مصنف عبدالرزاق: ۹۷۴۱' الاحاد والمثانی: ۶۳۹' سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۱۹' مسند شافعی ج ۲ ص ۹۰)

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ الزہری کا عبدالرحمن بن الازہر سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۲۷ ص ۳۶۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ تعداد اسانید کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے جب کہ مناقب میں ضعیف السند حدیث بھی معتبر ہوتی ہے۔

(۲) حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کیا خوب اللہ کا بندہ ہے خالد بن ولید' جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ نے کفار اور منافقین پر سونت رکھا ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۸' المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۲۷' اس حدیث کے رجال ثقات ہیں)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گئے حتیٰ کہ جب ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گھاٹی کے نیچے پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیکھو یہ کون شخص ہے؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا کیا خوب بندہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۴۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۰)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

٢٦ - بَابُ مَنَاقِبِ سَالِمٍ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت سالم' حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت سالم بن معقل رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے' یہ اصطخر کے اہل فارس میں سے تھے' ایک قول یہ ہے کہ عجم الفارس میں سے تھے' یہ اکابر اور فضلاء صحابہ میں سے تھے' اور ان کا شمار مہاجرین میں ہے' کیونکہ جب ان کو ان کی مالکہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما کی بیوی نے آزاد کر دیا تو حضرت ابو حذیفہ نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا' اس وجہ سے ان کو مہاجرین میں شمار کیا گیا اور ان کو انصار میں بھی شمار کیا گیا ہے کیونکہ حضرت ابو حذیفہ کی بیوی جو ان کی مالکہ تھیں وہ انصاریہ تھیں' یہ قباء میں مہاجرین کے امام تھے' جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے' یہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے کا واقعہ ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت معاذ بن ماعص کا بھائی بنایا تھا' روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا: اگر حضرت سالم زندہ ہوتے تو میں شوریٰ نہ بناتا' حضرت ابو حذیفہ نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا تو انہیں ان کی طرف منسوب کیا جاتا تھا' اور کہا جاتا تھا: سالم بن ابو حذیفہ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (الاحزاب:۵) ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپ ہی کا بیٹا کہہ کر بلایا کرو۔

حضرت سالم' شبیتہ بنت یعار انصاریہ کے غلام تھے' حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت سالم بدر میں حاضر تھے اور جنگ یمامہ میں وہ اور ان کے مالک ابو حذیفہ دونوں شہید ہو گئے تھے۔

حضرت ابو حذیفہ فضلاء صحابہ اور مہاجرین اولین میں سے تھے' انہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور دو ہجرتیں کیں' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے تھے' وہ بدر' احد' خندق' حدیبیہ اور تمام غزوات میں حاضر تھے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے' اس وقت ان کی عمر ترپن یا چون سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٩-٣٣٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اکابر صحابہ میں سے تھے' یہ غزوہ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' ان کے والد اس دن حالت کفر میں قتل کر دیئے گئے تھے' ان کو اس کا بہت رنج تھا' ان کو توقع تھی کہ وہ اسلام لے آئیں گے' کیونکہ وہ عقل مند شخص تھے' حضرت ابو حذیفہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے' اور رہے حضرت سالم تو وہ سابقین اولین میں سے تھے' حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ وہ قرآن مجید کے عالم تھے' اور کتاب الصلوٰۃ میں یہ گزر چکا ہے کہ جب مہاجرین مکہ سے آئے تو یہ قباء میں امام تھے' حضرت سالم بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر تھے' ایک قول یہ ہے کہ ان کے باپ کا نام معقل تھا' یہ انصار کی ایک عورت کے غلام تھے' جب اس سے حضرت حذیفہ نے شادی کی تو انہوں نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا' حضرت سالم بھی جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٨١٩' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٧٥٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُاللّٰهِ عِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَّا اَزَالُ اُحِبُّهٗ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِسْتَقْرِءُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَبَدَاَ بِهٖ وَسَالِمٍ مَّوْلَى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَا اَدْرِيْ بَدَاَ بِاُبَيٍّ اَوْ بِمُعَاذٍ.

[اطراف الحدیث: ٣٧٦٠-٣٨٠٦-٣٨٠٨-٤٩٩٩] (صحیح مسلم: ٢٤٦٤' الرقم المسلسل: ٦٢٢٨' سنن ترمذی: ٣٨٣٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ از ابراہیم از مسروق' انہوں نے کہا: حضرت عبد اللہ بن عمرو کے پاس حضرت عبد اللہ بن مسعود کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ ایسے شخص ہیں جن سے میں ہمیشہ محبت کرتا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد کو سننے کے بعد کہ چار مردوں سے قرآن حاصل کرو' عبد اللہ بن مسعود سے' آپ نے ان کا پہلے ذکر کیا' اور سالم مولیٰ ابو حذیفہ سے اور ابی بن کعب سے اور معاذ بن جبل سے' انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ آپ نے حضرت ابی کا نام پہلے لیا یا حضرت معاذ کا۔

قرآن مجید کو حاصل کرنے کے لیے چار صحابہ کی تخصیص کی توجیہ

اس حدیث میں قرآن مجید کے حصول کے لیے چار مردوں کا ذکر کیا گیا ہے' ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان چار صحابہ کو دوسروں کی بہ نسبت قرآن مجید کے الفاظ زیادہ منضبط تھے اور یہ ان الفاظ کی ادائیگی دوسروں سے زیادہ عمدگی سے کرتے تھے' اگرچہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بعض دوسرے صحابہ کو ان کی بہ نسبت قرآن مجید کی فہم اور مسائل کے استنباط کا ملکہ ان سے زیادہ تھا' ان چاروں میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر سب سے پہلے فرمایا تا کہ یہ معلوم ہو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ان سب سے افضل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ص ٣٣٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت سالم کی منقبت میں حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے میں دیر کی' آپ نے پوچھا: اے عائشہ! تم کو کس چیز نے آنے سے روکا تھا؟ انہوں نے بتایا: یا رسول اللہ مسجد میں ایک شخص تھا' میں نے اس سے عمدہ قرآن پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا! پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دیکھنے) گئے تو وہ حضرت سالم تھے جو حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام تھے رضی اللہ عنہما' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے لیے حمد ہے کہ اس نے میری امت میں تم جیسا مرد رکھا ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٤٦٨' صحیح البخاری: ١١٤٠' سنن ابو داؤد: ١٤٣٤' السنن الکبریٰ: ١٤٢٣' سنن بیہقی ج ٣ص ٦' شرح السنۃ: ٩٠٢' مسند احمد ج ٦ص ١٦٥' متن مسند احمد کی روایت کا ہے)

٢٧ - بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ان کی والدہ کا نام ہے: ام عبد بنت عبدود' وہ اسلام لے آئی تھیں اور ان کو مصاحبت حاصل ہوئی' اور ان کے والد زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے' حضرت عبداللہ پہلے اسلام لا چکے تھے' امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ اسلام لانے والے چھٹے مرد تھے' انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں اور یہ غزوہ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین اٹھاتے تھے' یہ بتیس (٣٢) ہجری میں مدینہ میں فوت ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال سے زائد تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ص ٣٤٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: عبداللہ بن مسعود بن غافل الھذلی اور ھذیل بن مدرکۃ بن الیاس ہیں' ان کا نسب مدرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے' ان کی والدہ کا نام ہے' ام عبد بنت عبدود' انہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی' پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی' یہ بارگاہ رسالت میں مقرب تھے' ان کو صاحب الطہور والوساد والنعلین کہا جاتا تھا' یعنی یہ آپ کو وضو کراتے تھے' اور آپ کا گدا اور نعلین اٹھاتے تھے' علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے: یہ آپ کے آگے چلا کرتے تھے اور جب آپ سو جاتے تھے تو آپ کو بیدار کرتے تھے' اور جب آپ غسل کرتے تھے تو یہ آپ کے لیے پردہ قائم کرتے تھے' آپ نے فرمایا: میں اپنی امت کے لیے ان کاموں پر راضی ہوں جن کاموں پر ام عبد کے بیٹے راضی ہیں اور ان کاموں پر ناراض ہوں جن پر یہ ناراض ہیں۔

(الاستیعاب ج ٣ص ٩٨٩)

حضرت ابن مسعود کہتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب سے بہتر نہیں ہوں لیکن مجھے علم ہے کہ قرآن مجید کی کون سی آیت کب نازل ہوئی اور کس کے متعلق نازل ہوئی اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کسی شخص کو مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم ہے تو میں اونٹ پر سفر کر کے ضرور اس کے پاس جاتا' یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے' انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جائے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی' حضرت ابن مسعود ہی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ صحابی ہیں جنہوں نے غزوہ بدر میں ابوجہل کا سر کاٹا تھا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٤٩٦-٤٩٥ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٧٥٩ - **حَدَّثَنَا** حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَاحِشًا وَقَالَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالطبع قبیح بات کرتے تھے نہ تکلف سے اور آپ نے فرمایا: میرے نزدیک تم میں سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٥٥٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٦٠ - **وَقَالَ** اِسْتَقْرِءُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَالِمٍ مَّوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ.

اور انہوں نے کہا کہ چار مردوں سے قرآن حاصل کرو' حضرت عبداللہ بن مسعود سے اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ سے اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٥٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٦١ - **حَدَّثَنَا** مُوْسٰى عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ عَنْ مُّغِيْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ دَخَلْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَرَاَيْتُ شَيْخًا مُّقْبِلًا فَلَمَّا دَنَا قُلْتُ اَرْجُوْ اَنْ يَّكُوْنَ اسْتَجَابَ اللّٰهُ قَالَ مِنْ اَيْنَ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَفَلَمْ يَكُنْ فِيْكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ اَوَ لَمْ يَكُنْ فِيْكُمُ الَّذِيْ اُجِيْرَ مِنَ الشَّيْطَانِ. اَوَلَمْ يَكُنْ فِيْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهٗ غَيْرُهٗ كَيْفَ قَرَاَ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ ﴿وَالَّيْلِ﴾ فَقَرَاْتُ ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىO وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰىO اَلذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى﴾ (الليل: ١-٣) قَالَ اَقْرَاَنِيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاهُ اِلٰى فِيَّ فَمَا زَالَ هٰٓؤُلَاۤءِ حَتّٰى كَادُوْا يَرُدُّوْنَنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی از ابی عوانہ از مغیرہ از ابراہیم از علقمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں (ملک) شام میں داخل ہوا' پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر میں نے یہ دعا کی: اے اللہ! مجھے نیک ہم نشین میسر کر' سو میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا میری طرف آ رہا ہے' پس جب وہ قریب آیا تو میں نے کہا: مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی' اس نے کہا: تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: اہل کوفہ سے' اس نے کہا: کیا تم میں سے وہ نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین' گدا اور لوٹا اٹھانے والا ہے؟ کیا تم میں وہ نہیں ہے جس کو شیطان سے پناہ دی گئی تھی؟ کیا تم میں وہ نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس راز کو جاننے والا ہے جس راز کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا' ام عبد کے بیٹے نے سورہ واللیل کس طرح پڑھی ہے تو میں نے پڑھا: وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىO وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰىO وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰىO (اللیل: ٣-١) قسم ہے رات کی جب وہ دن کو چھپا لےO اور دن کی جب وہ روشن ہوO اور قسم ہے نر کی اور مادہ کیO انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت مجھے اسی طرح پڑھائی ہے' اس وقت آپ

نوٹ: حضرت ابو درداء نے ابن مسعود کا تعارف ان کے حوالے سے نہیں کیا بلکہ تبرکات مصطفیٰ کے لحاظ سے کرایا تاکہ پتہ چلے کہ عالم وہ ہے جو تبرکات سے بھی پیار کرتا ہو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا منہ میرے منہ کی طرف تھا' اور یہ لوگ مجھے (اس قراءت) سے لوٹا رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

مراد یہ ہے کہ یہ لوگ مجھے اس قراءت سے "وما خلق الذکر والانثی" کی طرف لوٹا رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ سورۃ واللیل کی متواتر قراءت یہی اور حضرت ابن مسعود کی قراءت شاذ ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

٣٧٦٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَاَلْنَا حُذَيْفَةَ عَنْ رَّجُلٍ قَرِيْبِ السَّمْتِ وَالْهَدْيِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَاْخُذَ عَنْهُ فَقَالَ مَا اَعْرِفُ اَحَدًا اَقْرَبَ سَمْتًا وَّهَدْيًا وَّدَلًّا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ.

[طرف الحدیث: ٦٠٩٧] (سنن ترمذی: ٣٨٠٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عبدالرحمٰن بن یزید' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور آپ کے طریقہ کے قریب تھا' حتیٰ کہ ہم اس سے کچھ حاصل کریں تو انہوں نے کہا کہ میں ام عبد کے بیٹے کے سوا اور کسی کو نہیں جانتا جو آپ کی سیرت آپ کی ہدایت اور آپ کے طریقہ کے زیادہ قریب ہو۔

٣٧٦٣ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِي الْاَسْوَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِيْ مِنَ الْيَمَنِ فَمَكُثْنَا حِيْنًا مَّا نَرٰى اِلَّا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرٰى مِنْ دُخُوْلِهٖ وَدُخُوْلِ اُمِّهٖ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ٤٣٨٤] (صحیح مسلم: ٢٤٦٠' الرقم المسلسل: ٦٢٢١' سنن ترمذی: ٣٨٣٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: مجھے اسود بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں اور میرا بھائی یمن سے آئے' پس ہم کچھ عرصہ (مدینہ میں) ٹھہرے' ہم صرف یہی سمجھتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ ہم ان کا اور ان کی والدہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنا جانا دیکھتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بھائیوں کا ذکر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے دو بھائی تھے' ابورھم اور ابو بردہ رضی اللہ عنہما' ایک قول یہ ہے کہ ان کے ایک اور بھائی بھی تھے جن کا نام محمد تھا' اور ان کے مشہور بھائی ابو بردہ تھے جن کا نام عامر تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بہ کثرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنا جانا تھا یہ ان کی خصوصیت اور ان کی فضیلت کی دلیل ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں روایت کیا ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث

(١) حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ بتائیں کہ جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا حیات محبت کرتے ہوں کیا وہ نیک شخص نہیں ہوگا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا حیات محبت کرتے تھے اور انہوں نے آپ کو (لشکر کا) افسر بھی بنایا تھا' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ آپ مجھ سے محبت کرتے تھے یا مجھ سے خدمت لینا چاہتے تھے لیکن میں تم کو بتاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرمانے تک دو مردوں سے محبت کرتے تھے' (١) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (٢) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۳' السنن الکبریٰ: ۸۲۷۴' المستدرک ج ۳ ص ۳۹۲)

ایک اور حدیث میں ہے:

(٢) ابن ابی عقرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنی موت کے وقت بہت گھبرا رہے تھے' جب ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے ان کی یہ گھبراہٹ اور پریشانی دیکھی تو کہا: اے ابوعبداللہ! یہ کیسی پریشانی اور گھبراہٹ ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اپنے قریب کرتے تھے اور آپ کو (لشکر کا) افسر بناتے تھے' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: اے میرے بیٹے! واقعہ اسی طرح ہے اور میں تمہیں اس کی وجہ بتاتا ہوں' بے شک اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل میری محبت کی وجہ سے تھا یا میری تالیف قلب کے لیے تھا لیکن میں دو مردوں کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو ان سے محبت کرتے تھے' ایک سمیہ کے بیٹے (حضرت عمار بن یاسر) اور دوسرے ام عبد کے بیٹے (حضرت ابن مسعود) رضی اللہ عنہما' یہ حدیث بیان کر کے حضرت عمرو بن العاص نے اپنی ٹھوڑی کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ کر کہا: اے اللہ! تو نے ہم کو حکم دیا تو ہم نے اس کو فراموش کر دیا' تو نے ہمیں جن کاموں سے روکا تو ہم نے وہ کام کیے' سوا تیری مغفرت کے ہماری اور کوئی پناہ نہیں اور یہ کہہ کر حضرت عمرو بن العاص نے اپنی جان' جان آفرین کے سپرد کر دی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۰' یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے)

(٣) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے' میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے فرمایا: اے اُم عبد کے بیٹے! (حضرت ابن مسعود) تم دعا کرو تمہیں دیا جائے گا' پس حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے دعا میں سبقت کی' حضرت عمر نے کہا: جب بھی حضرت ابوبکر نے کسی چیز میں مجھ پر سبقت کی تو حضرت ابوبکر مجھ پر سبقت کر لیتے ہیں' پس ان دونوں نے دعا کی' پس حضرت ابن مسعود نے کہا: میری جو دعا ہے جس کو میں کبھی نہیں چھوڑتا وہ یہ ہے: اے اللہ! میں تجھ سے ایسی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک جو کبھی فنا نہ ہو اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنت کے سب سے بلند درجہ' جنت الخلد میں رفاقت۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۶' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۳۴۰' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۲۷' المعجم الکبیر: ۸۴۱۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۳۳۲' السنن الکبریٰ: ۱۰۷۵' المستدرک ج ۳ ص ۳۱۷' حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح السند ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔)

(٤) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں مؤمنین کے مشورہ کے بغیر کسی کو امیر بناتا تو ام عبد کے بیٹے (حضرت ابن مسعود) کو امیر بناتا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۷۶' الطبقات ج ۵ ص ۷۲' شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

(٥) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو وہ ایک درخت پر چڑھے' آپ نے ان کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حکم دیا تھا کہ وہ اس درخت سے کوئی چیز لے کر آئیں' ان کے اصحاب ان کو دیکھ رہے تھے' جب وہ درخت پر چڑھے تو وہ حضرت ابن مسعود کی پتلی پتلی پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنسے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کے اس بندے پر ہنس رہے ہو جو قیامت کے دن میزان پر احد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوگا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۱۴' الطبقات ج ۳ ص ۱۵۵' الادب المفرد: ۲۳۷' مسند ابویعلیٰ: ۵۳۹' المعجم الکبیر: ۸۵۱۶' علامہ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے رجال صحیح ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۸۸' شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ حاشیہ مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴)

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ پیلو کے درخت کی مسواک (شاخ) توڑ رہے تھے تو لوگ ہنسنے لگے' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم کیوں ہنس رہے ہو؟ انہوں نے بتایا: ہم ان کی پنڈلیوں کی باریکی پر ہنس رہے ہیں' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس کی پنڈلیاں میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوں گی۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۲۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۵۵' الطبقات ج ۳ ص ۱۵۵' مسند البزار: ۲۶۷۸' مسند ابویعلیٰ: ۵۳۱۰' المعجم الکبیر: ۸۴۵۲' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۲۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۱۳' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۸۹' شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح لغیرہ ہے' حاشیہ مسند احمد ج ۷ ص ۹۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو اڑتالیس (۸۴۸) احادیث مروی ہیں' جن میں سے چھیالیس (۴۶) احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری اکیس (۲۱) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم پینتیس (۳۵) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۱۱۸-۱۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۲۸ - بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا ذکر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام معاویہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی ہے' ان کی ماں کا نام ھند بنت عتبہ ربیعہ بن عبد شمس ہے۔ حضرت معاویہ اور ان کے والد فتح مکہ کے وقت اسلام لائے تھے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں اسلام لے آئے تھے' حضرت معاویہ نبی ﷺ کے کاتب تھے اور ان کے بھائی یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد انیس (۱۹) ہجری میں' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے دمشق کے گورنر مقرر ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پورے زمانہ تک اس منصب پر مقرر رہے' پھر بعد میں حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما سے جنگ کے زمانہ میں بھی دمشق کے حاکم رہے' پھر اکتالیس (۴۱) ہجری میں سب مسلمانوں کا حضرت معاویہ کی تمام ممالک اسلامیہ کی خلافت پر اتفاق ہو گیا' پھر شام میں ان کی حکومت چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک رہی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۴۱-۳۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مشہور قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے مبعوث ہونے سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔ علامہ واقدی نے یہ حکایت کی ہے کہ حضرت معاویہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا حتیٰ کہ فتح مکہ کے سال

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا اور یہ عمرۃ القضاء میں مسلمان تھے لیکن یہ قول حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث کے معارض ہے کہ ہم نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور اس وقت یہ کافر تھے' تاہم اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا یہ قول حضرت معاویہ کے ظاہر حال پر محمول ہے کیونکہ انہوں نے اپنے اسلام کو چھپایا ہوا تھا۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ نے کہا: میں نے مروہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کاٹے' اور اس حدیث کی اصل صحیح بخاری میں ہے کہ میں نے قینچی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کاٹے' اس حدیث میں مروہ کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرہ کا موقع تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے سر کے بال منڈوائے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

امام ابونعیم کی روایت ہے کہ یہ عمدہ اور اچھا لکھنے والوں میں سے اور فصحاء میں سے تھے اور بہت بردبار اور صاحب وقار تھے۔

خالد بن معدان سے روایت ہے کہ یہ طویل قامت اور گورے رنگ کے تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کی اور آپ کے کاتب تھے' ان کے بھائی حضرت یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شام کا عامل بنا دیا' حضرت عثمان نے ان کو اس منصب پر مستقل برقرار رکھا' انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی' پھر ان سے جنگ کی اور شام کی حکومت پر برقرار رہے' پھر مصر کو بھی اس کے ساتھ ملا لیا' پھر تحکیمین کے واقعہ کے بعد یہ خلیفہ کے نام سے موسوم ہوئے' پھر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی اور تمام مسلمانوں کا ان کی خلافت پر اتفاق ہو گیا تو پھر یہ بالاتفاق خلیفہ ہو گئے اور وہ سال ''عام الجماعۃ'' یعنی اتفاق کا سال کہلایا۔

امام بغوی نے عبدالملک بن مروان سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ بیس سال امیر رہے اور بیس سال خلیفہ رہے لیکن یہ مجاز پر محمول ہے' حضرت علی سے جنگ اور حضرت حسن سے صلح کے بعد یہ انیس سال خلیفہ رہے۔

امام ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ یہ کہتے تھے کہ میں عمرۃ القضاء سے پہلے اسلام لے آیا تھا لیکن میں مدینہ جانے سے ڈرتا تھا کیونکہ میری ماں نے کہا تھا کہ اگر تم مدینہ گئے تو وہ لوگ تم کو قتل کر دیں گے۔

امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت معاویہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کر رہے تھے اور میں آپ کے پیچھے کھڑا تھا' جب آپ نے وضو کر لیا تو مجھے دیکھ کر فرمایا: اے معاویہ! جب تمہیں کسی جگہ کا حاکم بنا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا' جب سے مجھے یہ یقین رہا ہے کہ مجھے حاکم بنایا جائے گا۔

امام بیہقی کی دلائل النبوۃ اور تاریخ بخاری میں معمر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت معاویہ سے زیادہ کسی کی حکومت کو میٹھا نہیں پایا اور امام بغوی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ کو دیکھ کر کہتے تھے: یہ عرب کا کسریٰ ہے۔

المدائنی نے کہا ہے کہ حضرت زید بن ثابت وحی لکھتے تھے اور حضرت معاویہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے حکمرانوں کے نام خطوط لکھواتے تھے۔

مسند احمد میں ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ کو میرے پاس بلاؤ' کیونکہ وہ آپ کے کاتب تھے۔

امام ابن الدنیا نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے کہا: میرے بعد تفرقہ نہ کرنا' اگر تم نے تفرقہ کیا تو جان لو کہ معاویہ شام میں ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح روایت کے مطابق (بائیس) رجب ٦٠ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔

(الاصابۃ ج ٦ ص ١٢٣ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

بائیس رجب کے کونڈوں کی تحقیق

عام طور پر لوگ بائیس رجب کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی نیاز دلاتے ہیں اور ان کے لیے ایصال ثواب کرتے ہیں لیکن بائیس رجب حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی تاریخ وفات نہیں ہے' بلکہ بائیس رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے' شیعہ چونکہ حضرت معاویہ سے بغض اور عناد رکھتے ہیں اس لیے اس دن ان کی وفات پر خوشی مناتے ہیں اور کھیر اور حلوہ پوری وغیرہ پکاتے ہیں اور اہل سنت کے ڈر سے انہوں نے اس میں یہ التزام کیا ہوا ہے کہ جس جگہ امام جعفر کی نیاز دلائی جائے اس کھانے کو وہیں کھایا جائے باہر نہ نکالا جائے' اب شیعہ اور سنیوں کے ساتھ ساتھ رہنے کی وجہ سے یہ رسم سنیوں نے بھی اختیار کر لی ہے اور وہ بھی اسی تاریخ کو کونڈوں میں کھانے پینے کی یہ چیزیں رکھ کر حضرت جعفر صادق کی نیاز دلاتے ہیں اور ایک وزیر اور لکڑ ہارے کا منظوم قصہ بھی پڑھتے ہیں جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے' اب ہم پہلے یہ بیان کر رہے ہیں کہ بائیس رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔

حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی التوفی ٧٤٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ دمشق میں جمعرات کے دن فوت ہوئے' جب رجب کے اختتام میں آٹھ دن رہتے تھے یعنی بائیس رجب انسٹھ ٥٩ھ میں اس وقت ان کی عمر بیاسی (٨٢) سال تھی' اب ان کی خلافت انیس (١٩) سال تین مہینے اور بیس دن رہی' ایک قول یہ ہے کہ ان کی عمر بہتر سال تھی اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی عمر چھیاسی سال تھی۔

(تہذیب الکمال ج ١٨ ص ٢٠٢ 'دارالفکر' بیروت' ١٤١٤ھ' الاستیعاب ج ٣ ص ٤٧٢ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی تاریخ وفات کے متعلق شیعہ عالم ملا باقر مجلسی متوفی ١١١٠ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف نہیں ہے کہ وفات آں حضرت ١٤٨ھ میں واقع ہوئی' مشہور زیادہ یہ ہے کہ ماہ شوال میں آپ نے وفات فرمائی اور بعضوں نے دوشنبہ پندرھویں ماہ رجب سن مذکور لکھی ہے اور اکثر عمر شریف پینسٹھ سال اور بعضے اڑسٹھ سال لکھتے ہیں۔

(جلاء العیون ج ٢ ص ٣٩٤ (مترجم) شیعہ جنرل بک ایجنسی' لاہور)

تاہم حضرت جعفر صادق کے لیے ایصال ثواب کرنا ہر روز جائز ہے اور بائیس رجب کو بھی جائز ہے لیکن اس تاریخ میں چونکہ حضرت معاویہ کی وفات ہوئی ہے اس لیے اس تاریخ میں ان کے لیے بھی ایصال ثواب کرنا چاہیے' اور کونڈوں کی نیاز میں جو بے جا قیود لگائی گئی ہیں کہ اتنی مقدار میں سوجی اور اتنی مقدار میں گھی ہو اور فاتحہ کا کھانا اسی جگہ پر بیٹھ کر کھایا جائے' باہر بالکل نہ لے جایا جائے اور فاتحہ کے وقت لکڑ ہارے اور وزیر کا منظوم قصہ بھی پڑھا جائے ان امور کی کوئی شرعی اصل نہیں ہے اس لیے ان امور سے اجتناب کیا جائے۔

٣٧٦٤ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا الْمُعَافَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَّعِنْدَهُ مَوْلًى لِّابْنِ عَبَّاسٍ فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ دَعْهُ. فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ٣٧٦٥] (اس

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعافی نے حدیث بیان کی از عثمان بن ابی الاسود از ابن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر کی نماز پڑھی اور ان کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے' وہ حضرت ابن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

عباس کے پاس آئے (اور انہوں نے حضرت معاویہ کی شکایت کی)' حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان کو چھوڑو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کی ہے۔

حضرت معاویہ کے ایک رکعت وتر پڑھنے کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس نے اپنے آزاد کردہ غلام (عکرمہ) سے کہا: حضرت معاویہ کو چھوڑو یعنی ان پر انکار اور اعتراض نہ کرو کیونکہ وہ فقیہ ہیں' رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور وہ فقہی احکام کے عارف ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٢ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ عکرمہ نے جو ایک رکعت وتر پڑھنے پر اعتراض کیا تھا اس میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک وتر کی تین رکعت پڑھنا معروف تھا' تاہم حضرت معاویہ کے ایک رکعت پڑھنے کی تاویل یہ ہے کہ وہ ایک رکعت آخری دوگانہ کے ساتھ ملی ہوئی تھی اور یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رکعت نماز کو دم کٹی نماز فرمایا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دم کٹی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی ایک رکعت پڑھ کر اس کے ساتھ وتر کرے۔ (التمہید ج ٥ ص ٢٥٧ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٩ھ)

٣٧٦٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی مَرْیَمَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنِی ابْنُ اَبِی مُلَیْکَۃَ قِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ ھَلْ لَّکَ فِیْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مُعَاوِیَۃَ فَاِنَّہٗ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَۃٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّہٗ فَقِیْہٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ آپ کی امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا رائے ہے' انہوں نے وتر کی صرف ایک رکعت پڑھی ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: انہوں نے (اپنے نزدیک) صحیح عمل کیا' وہ فقیہ ہیں یعنی مجتہد ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٦٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٦٦ - حَدَّثَنِیْ عَمْرُوْ بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ اَبَانَ عَنْ مُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوۃً لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَیْنَاہُ یُصَلِّیْھَا وَلَقَدْ نَھٰی عَنْھُمَا یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح' انہوں نے کہا: میں نے حمران بن ابان سے سنا از حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: تم ایک نماز پڑھتے ہو حالانکہ ہم نبی ﷺ کی مصاحبت میں رہے ہیں' ہم نے آپ کو یہ دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۷ میں گزر چکی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث

(۱) حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی: اے اللہ! اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(سنن ترمذی: ۳۸۴۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶)

(۲) حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کے سوا نہ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے: اے اللہ! معاویہ کے سبب سے ہدایت دے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۴۳)

(۳) حضرت عرباض بن ساریہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رمضان کے مہینہ میں سحر کے وقت سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: آؤ مبارک غذا کی طرف' پھر میں نے سنا' آپ یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم عطاء فرما اور اس کو عذاب سے بچا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۳۸' المعجم الکبیر ج ۱۸' رقم: ۶۲۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۶' السنن الکبریٰ: ۲۴۷۳' شرح مشکل الآثار: ۵۵۰۳' صحیح ابن حبان: ۳۴۶۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۹' مسند البزار: ۹۷۷' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۶)

علامہ سندھی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دعا کی: اے اللہ! ان کو کتاب اور حساب کا علم عطاء فرما کیونکہ امراء کو اس کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ دعا کی کہ ان کو عذاب سے بچا کیونکہ امراء سے عادۃً اپنی امارت میں کوئی نہ کوئی تقصیر ہو جاتی ہے' پس اگر ان سے کوئی تقصیر ہو جائے سو تو ان کو اس تقصیر سے بچا لینا۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۲۸ ص ۳۸۴۔ ۳۸۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

(۴) ابوامیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وضو کرانے کا برتن لے لیا' حضرت ابو ہریرہ بیمار ہو گئے تھے' حضرت معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے تو آپ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو مرتبہ سر اٹھا کر دیکھا' پھر فرمایا: اے معاویہ! جب تمہیں کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے تو اللہ عزوجل سے ڈرنا اور عدل کرنا' حضرت معاویہ نے کہا: جب سے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے یہ یقین تھا کہ مجھے کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے گا حتیٰ کہ میں حکومت میں مبتلا ہو گیا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۱' تاریخ کبیر البخاری ج ۳ ص ۹۶' طبع قدیم' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۸۶' مسند ابو یعلیٰ: ۷۳۸۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۱۴۸۔ ۱۴۷' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۴۴۶)

علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیح اور ثقات ہیں' تاہم ابوامیہ کے دادا اور وہ سعید بن العاص ہیں ان کا حضرت معاویہ سے سماع ہم پر واضح نہیں ہوا' اور حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۸۶) (حاشیہ مسند احمد ج ۲۸ ص ۱۳۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ سعید بن العاص کا حضرت معاویہ سے سماع ثابت نہ ہونا ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ ہمارے اور مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلق مقبول ہوتی ہے اور اگر اس کی سند ضعیف بھی ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل میں ضعیف السند حدیث بھی مقبول ہوتی ہے۔ اور علامہ احمد البناء المتوفی ۱۳۷۸ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث المعجم الاوسط میں بھی ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے یہ الفاظ ہیں: اے اللہ! ان کی نیکیوں کو قبول فرما اور ان کی تقصیرات سے درگزر فرما۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(الفتح الربانی ج ۴ ص ۴۴۰۶ بیت الافکار الدولیۃ اردن ۲۰۰۷ء)

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا اور آپ کے بال قینچی سے کاٹے' راوی کہتا ہے کہ ہم نے حضرت ابن عباس سے کہا: ہم کو یہ حدیث صرف حضرت معاویہ سے پہنچی ہے تو انہوں نے کہا: حضرت معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تہمت لگانے والے نہیں ہیں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۹۵' المعجم الکبیر ج ۱۹' رقم: ۶۹۷' الاحاد والمثانی: ۵۳۱)

ابن ابی عاصم کی روایت میں ہے کہ ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب طواف سے فارغ ہو گئے تو میں نے مروہ کے پاس قینچی سے آپ کے بال کاٹے (الاحاد والمثانی: ۵۳۱) اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بتائیں کہ جس نے تمتع کیا اور قربانی بھیج دی کیا وہ اپنے بال کاٹ سکتا ہے؟ تو میں نے کہا: نہیں' تب حضرت معاویہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے طواف سے فارغ ہو گئے تو میں نے مروہ کے پاس قینچی سے آپ کے بال کاٹے۔ (المعجم الکبیر ج ۱۹ رقم: ۶۹۸)

علامہ شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ مسند احمد کی سند صحیح ہے اور مؤخر الذکر حدیثوں کی سند ضعیف ہے کیونکہ ان کی سند میں محمد بن اسحاق ہے اور وہ مدلس ہے۔ (حاشیۃ مسند احمد ج ۲۸ ص ۸۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ محمد بن اسحاق کا مدلس ہونا ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو ساقط بھی کر دیا جائے تو یہ حدیث مرسل ہوگی اور حدیث مرسل ہمارے اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے۔

حضرت معاویہ نے اپنی وفات کے وقت کہا: اے میرے بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے وہ چادر عطا کی تھی جو آپ کے جسم کے ساتھ لگی ہوتی تھی' میں نے اس چادر کو اس دن کے لیے چھپا کر رکھا تھا' اس کو میرے کفن کا اندرونی حصہ بنا دینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بال کاٹے اور ناخن تراشے وہ میں نے آپ سے لے لیے' ان کو میں نے اس دن کے لیے چھپا کر رکھا تھا' ان بالوں اور ناخنوں کو میرے منہ پر اور میری آنکھوں پر اور میرے اعضاء سجود پر رکھ دینا' اگر مجھے کوئی چیز نفع دے گی تو یہی چیزیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔ (الاستیعاب ج ۳ ص ۴۷۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک سو تریسٹھ احادیث مروی ہیں جن میں سے چار حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری چار حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم پانچ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

٢٩ - بَابُ مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ

حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں سیدہ فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مناقب ہیں' ان کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا زمانہ اسلام میں پیدا ہوئیں' ان کی ولادت اس وقت ہوئی جب قریش کعبہ کو بنا رہے تھے اور قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلان نبوت سے سات سال اور چھ ماہ پہلے کعبہ کو بنانا شروع کیا تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب سے غزوۂ احد کے بعد ان کا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نکاح کیا تھا۔نکاح کے ساڑھے نو ماہ بعد ان کی رخصتی ہوئی تھی' ان کی عمر اس وقت پندرہ سال اور پانچ ماہ تھی' (علامہ عینی نے جو حضرت فاطمہ کی تاریخ پیدائش ذکر کی ہے اس کے حساب سے اس وقت ان کی عمر تقریباً بائیس سال تھی۔سعیدی غفرلہ) علامہ ابوعمر نے کہا: ان سے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب پیدا ہوئیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہوتے ہوئے کوئی اور نکاح نہیں کیا' حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی' ان کی وفات تین رمضان گیارہ ہجری' بہ روز منگل ہوئی' المدائنی نے کہا: ان کی نماز جنازہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی' علامہ کرمانی نے کہا: حضرت علی نے ان کو غسل دیا اور انہوں نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی وصیت کے مطابق رات کے وقت ان کو دفن کیا' علامہ ابوعمر نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد فوت ہوگئی تھیں' محمد بن علی نے کہا: چھ ماہ بعد فوت ہوئی تھیں' عمرو بن دینار نے کہا: آٹھ ماہ بعد فوت ہوئی تھیں اور ابن بریدہ نے کہا: یہ اپنے والد علیہ السلام کی وفات کے بعد ستر دن زندہ رہیں۔(عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٤٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت فاطمۃ الزہراء بنت امام المتقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحب زادی تھیں اور آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ آپ کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب تھیں' پھر حضرت رقیہ' پھر حضرت ام کلثوم' پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔المدائنی نے کہا ہے کہ یہ اس وقت پیدا ہوئیں جب کعبہ کو بنایا جا رہا تھا اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پینتیس (٣٥) سال تھی' یہ اعلان نبوت سے تقریباً ایک سال پہلے پیدا ہوئیں' ان کی عمر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پانچ سال زیادہ تھی' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے اوائل عمر میں دو ہجری میں نکاح کیا' حضرت فاطمہ کے علاوہ دوسری صاحب زادیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل نہیں چلی۔

امام ابن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کے وقت حضرت علی سے فرمایا: فاطمہ کو اپنی وہ زرہ دے دو جو تم کو غزوہ بدر میں ملی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار خطوط کھینچے اور فرمایا: اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ' فاطمہ' مریم اور آسیہ ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہ ہیں سوائے مریم کے۔(المستدرک ج٣ ص١٨٥)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو چیز اس کو تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔(مسند احمد ج٣ ص٨٠)

امام ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو غسل دیا رضی اللہ عنہا۔

(الاصابۃ ج٨ ص٢٦٧-٢٦٢' ملتقطاً وملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ سَیِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ. اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

یہ حدیث باب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان میں درج ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٧٦٧ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از ابن ابی ملیکہ از المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٩٢٦ میں گزر چکی ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ کے افضل النساء ہونے کی تحقیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی التوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

امام سبکی نے کہا ہے: جس پر ہمیں یقین ہے وہ یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے افضل ہیں' حتیٰ کہ حضرت خدیجہ اور باقی ازواج مطہرات سے بھی افضل ہیں۔ رضی اللہ عنہن' اور حضرت آسیہ سے بھی افضل ہیں' علامہ بدرالدین الزرکشی' علامہ الخیضری' مقرزی' حافظ سیوطی' علقمی اور علامہ مناوی کا یہی مختار ہے۔ (فیض القدیر ج١ ص٣٨١' طبع قدیم)

علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ اس پر دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: مریم اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل ہیں اور فاطمہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ ج٢ ص٣٤٨' طبع قدیم)

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہیں' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ بیمار تھیں' آپ نے ان کی عیادت کی اور ان سے پوچھا: اے بیٹی! تم اپنے آپ کو کیسا پاتی ہو؟ انہوں نے کہا: مجھے درد ہے اور اس وجہ سے اور زیادہ تکلیف ہے کہ میرے پاس کھانے کے لیے کوئی طعام نہیں ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو؟ انہوں نے کہا: اے ابا جان! پھر حضرت مریم بنت عمران کا کیا مرتبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے جہان کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے جہان کی عورتوں کی سردار ہو۔ (الاستیعاب:١٨٩٥)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سیدہ فاطمہ حضرت مریم سے افضل ہیں' علامہ العلقمی نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ حضرت مریم سے افضل ہیں' اور ان کے علاوہ باقی عورتوں سے بھی' ہمارے شیخ حافظ سیوطی کا یہی مختار ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: فاطمہ تمام اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں' اور تمام عورتوں میں حضرت مریم' حضرت آسیہ' حضرت خدیجہ وغیرھا داخل ہیں۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج٩ ص٩٦' مکتبۃ الرشد' ١٤٣٠ھ)

میں کہتا ہوں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے افضل النساء ہونے میں کوئی شک نہیں مگر وہ ازواج مطہرات کے بعد سب سے افضل ہیں' ازواج مطہرات کے افضل النساء ہونے پر صریح قرآن ناطق ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ. (الاحزاب:٣٢)

اے نبی کی ازواج! تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں ہو اگر تم (اللہ سے) ڈرتی رہو۔

اور حضرت سیدہ فاطمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیسے افضل ہو سکتی ہیں حالانکہ آپ کی ماں ہیں' اور ماں بیٹی سے افضل ہوتی ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ ازواج مطہرات کے علاوہ باقی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سیدہ فاطمہ کی منقبت میں دیگر احادیث

(١) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر فرما رہے تھے: بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا علی بن ابی طالب سے نکاح کر دیں' سو میں اجازت نہیں دیتا' پھر اجازت نہیں دیتا' پھر اجازت نہیں دیتا (تین بار فرمایا) سوا اس صورت کے کہ علی بن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دینے کا ارادہ کریں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں' کیونکہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو کام اس کو تکلیف دیتا ہے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے اور جس کام سے اس کو اذیت ہوتی ہے اس سے مجھ کو اذیت ہوتی ہے۔

(سنن ترمذی: ٣٨٦٧' صحیح البخاری: ٣٧١٤' سنن ابوداؤد: ٢٠٧١' سنن ابن ماجہ: ١٩٩٨' مسند احمد ج ٤ ص ٣٢٨)

(٢) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھی اور مردوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے۔ (سنن ترمذی: ٣٨٦٨' اس حدیث کی روایت میں امام ترمذی منفرد ہیں' علاوہ ازیں صحیح البخاری: ٣٦٦٢' میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہ سے ہے اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت ان کے والد سے ہے اور امام بخاری کی روایت امام ترمذی کی روایت پر راجح ہے۔)

(٣) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا: میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے۔

(سنن ترمذی: ٣٨٧٠' سنن ماجہ: ١٤٥)

(٤) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت علی اور سیدہ فاطمہ کو چادر اوڑھائی' پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں' ان سے ناپاکی دور کر دے اور ان کو خوب پاک کر دے' حضرت ام سلمہ نے پوچھا: میں بھی ان کے ساتھ ہوں' آپ نے فرمایا: تم زیادہ اچھائی پر ہو۔ (سنن ترمذی: ٣٨٧١' مسند احمد ج ٦ ص ٢٩٨)

(٥) عائشہ بنت طلحہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت' آپ کے طریقہ اور آپ کے اٹھنے اور بیٹھنے کے مشابہ نہیں پایا' وہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے' پس ان کو بوسا دیتے اور ان کو اپنی نشست پر بٹھاتے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس جاتے تو وہ آپ کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور آپ کو بوسا دیتیں اور آپ کو اپنی نشست پر بٹھاتیں' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے تو سیدہ فاطمہ آئیں اور آپ پر جھکیں اور آپ کو بوسا دیا' پھر وہ اپنا سر اٹھا کر رونے لگیں' پھر دوبارہ آپ پر جھکیں' پھر اپنا سر اٹھا کر ہنسنے لگیں اور مجھے یہ یقین تھا کہ وہ ہماری خواتین میں سب سے زیادہ عقل والی تھیں' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے تو میں نے سیدہ فاطمہ سے پوچھا: یہ بتائیں کہ جب آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھکیں' پھر سر اٹھا کر روئیں' پھر دوبارہ جھکیں اور سر اٹھا کر ہنسیں تو اس کا کیا سبب تھا' سیدہ فاطمہ نے بتایا کہ جب میں پہلی بار جھکی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی کہ آپ اس بیماری میں فوت ہونے والے ہیں' اس پر میں روئی اور جب میں دوسری بار جھکی تو آپ نے بتایا کہ آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی' اس لیے میں ہنسی۔ (سنن ترمذی: ٣٨٧٢' سنن ابوداؤد: ٥٢١٧' مسند احمد ج ٦ ص ٢٨٢)

(٦) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے وصال کی خبر دی تو میں روئی' پھر آپ نے خبر دی کہ حضرت مریم کے سوا میں اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوں گی تو میں ہنسی۔ (سنن ترمذی: ٣٨٧٤)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بہ ظاہر اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت میں ازواج مطہرات سے بھی افضل ہوں گی جیسا کہ بعض مالکی علماء کا مختار ہے لیکن اس حدیث میں حضرت مریم کا استثناء ہے کیونکہ وہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہوں گی' سو آپ کی باقی ازواج مطہرات بھی اسی حکم میں ہیں' نیز حضرت فاطمہ جنت میں حضرت علی کے ساتھ اور آپ کے درجہ میں ہوں گی' نیز ہم (الاحزاب: ۳۲) کے حوالے سے بتا چکے ہیں کہ کوئی عورت ازواج مطہرات کی مثل نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں ازواج مطہرات کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سب عورتوں سے افضل ہیں اور ان کی سردار ہیں۔

(۷) جمیع بن عمیر تیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت تھی؟ انہوں نے کہا: سیدہ فاطمہ سے' میں نے پوچھا: اور مردوں میں تو انہوں نے کہا: ان کے خاوند سے' وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور بہت زیادہ نماز میں قیام کرنے والے تھے۔

(سنن نسائی: ۳۸۷۴)

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بلند اخلاق اور ان کی تواضع اور انکسار ہے کیونکہ ان کو علم تھا کہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے اور مردوں میں ان کے والد سے محبت ہے جیسا کہ ہم صحیح البخاری: ۳۶۶۲ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس کی گفتگو سیدہ فاطمہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہو' جب وہ آپ کے پاس جاتیں تو آپ انہیں مرحبا کہتے اور کھڑے ہو جاتے' پھر ان کا ہاتھ پکڑتے' ان کو بوسا دیتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے۔

(المستدرک: ۴۷۸۵' صحیح البخاری: ۳۶۲۴' صحیح مسلم: ۲۴۵۰' سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۱' سنن ترمذی: ۳۸۷۱' سنن ابوداؤد: ۵۲۱۷)

(۹) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن قائم ہو گا تو ایک منادی حجاب کے پیچھے سے ندا کرے گا: اے اہل محشر! اپنی آنکھیں جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر جائیں۔

(المستدرک: ۴۷۸۱' المعجم الکبیر ج ۱ ص ۱۰۸' علامہ ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی عباس ہے۔ دارقطنی نے کہا: وہ کذاب ہے' ذہبی نے قسم کھا کر کہا: یہ حدیث موضوع ہے۔ المستدرک ج ۳ ص ۱۶۱' قدیم)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ نے اپنی عفت کی حفاظت کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔ (المستدرک: ۴۷۲۶' مسند البزار: ۲۶۵۱' العقیلی ج ۳ ص ۱۸۴' المعجم الکبیر: ۲۶۲۵' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۸۸' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۰۲' المطالب العالیہ لابن حجر: ۳۹۸۷)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

سیدہ فاطمہ سے اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں' جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۵۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۳۰- بَابُ فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عائشہ صدیقہ حضرت صدیق اکبر کی بیٹی ہیں (رضی اللہ عنہما) ان کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر ہے' ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ سے مکہ میں ہجرت سے دو سال پہلے نکاح کیا' ایک قول ہے کہ ہجرت سے تین سال پہلے نکاح کیا' دوسرا قول ہے کہ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور رخصتی کے بعد شب زفاف اس وقت ہوئی جب ان کی عمر نو سال تھی' یہ واقعہ ہجرت کے بعد مدینہ کا ہے جب آپ شوال دو ہجری میں غزوہ بدر سے واپس آ چکے تھے' اس کے بعد وہ تقریباً پچاس سال زندہ رہیں' جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی' اس کے بعد وہ تقریباً پچاس سال زندہ رہیں' لوگوں نے ان سے بہ کثرت احادیث روایت کی ہیں' ان سے احکام کے متعلق جو احادیث روایت کی گئی ہیں ان کی تعداد ایک ہزار دس ہے' ان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اولاد نہیں ہوئی' ان کی کنیت ام عبداللہ ہے' اس سے مراد ان کے بھانجے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی عاصم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں تو خولہ بنت حکیم نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ شادی نہیں کرتے؟ آپ نے پوچھا: کس سے؟ انہوں نے کہا: آپ چاہیں تو کنواری سے اور آپ چاہیں تو بیوہ سے' آپ نے پوچھا: کنواری کون ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ان کی بیٹی ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے' یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی' پھر آپ نے پوچھا کہ بیوہ کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا: وہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آپ پر ایمان لائیں اور انہوں نے آپ کی پیروی کی' آپ نے فرمایا: اچھا! آپ جائیں اور ان سے میرا ذکر کریں' پس وہ گئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئیں' پس حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے ملیں' انہوں نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے بتایا: ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دے رہے ہیں' انہوں نے کہا: میں چاہتی ہوں آپ حضرت ابوبکر کا انتظار کر لیں' اتنے میں حضرت ابوبکر آ گئے' تو حضرت ام رومان نے ان سے ذکر کیا' پس انہوں نے کہا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کیسے جائز ہو سکتی ہے وہ تو ان کی بھتیجی ہے' حضرت خولہ واپس گئیں اور آپ سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو! وہ میرے دینی بھائی ہیں اور ان کی بیٹی میرے لیے حلال ہے' پس حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کا آپ سے نکاح کر دیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ عطاء بن ابی رباح نے کہا: حضرت عائشہ تمام لوگوں سے زیادہ فقیہہ تھیں اور تمام لوگوں سے زیادہ عالمہ تھیں اور ان کی رائے عام لوگوں سے بہت عمدہ تھی۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب بھی ہمیں کوئی اشکال پیش آتا تو ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تو ہم ان کے پاس اس کے متعلق علم پاتے۔

زہری نے کہا: اگر تمام امہات المومنین اور تمام عورتوں کے علم کو جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم زیادہ ہوگا۔ ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ کو برا کہا تو انہوں نے کہا: دفع ہو' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزیز ترین زوجہ کو اذیت پہنچا رہا ہے۔

ابومحمد مولیٰ الغفار نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے پوچھا: یارسول اللہ! جنت میں آپ کی زوجہ کون ہو گی؟ فرمایا: تم ان میں سے ہو۔

امام ابن سعد نے ام درہ سے روایت کی ہے کہ میں حضرت عائشہ کے پاس ایک لاکھ درہم لے گئی' انہوں نے وہ اسی وقت تقسیم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کر دیئے اور وہ اس دن روزے سے تھیں' میں نے کہا: کاش! آپ ان دراہم میں سے ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں جس سے آپ روزہ افطار کر لیتیں! آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے پہلے یاد دلا دیتیں تو میں ایسا کر لیتی۔ حضرت عائشہ کی وفات سترہ رمضان منگل کے روز اٹھاون ہجری کو ہوئی اور آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ (الاصابہ ج ٨ ص ٢٣٥-٢٣٢ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

٣٧٦٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ إِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرٰى مَا لَا أَرٰى تُرِيْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ ابو سلمہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرئیل ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہے ہیں' سو میں نے کہا: ان پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اور برکتیں ہوں' آپ ان کو دیکھ لیتے ہیں جن کو میں نہیں دیکھتی' ان کی مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢١٧ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کرنا ان کی عظیم فضیلت ہے' مگر اس حدیث سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حضرت عائشہ سے افضل ہونے پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ حضرت خدیجہ کے متعلق ایک مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت جبرئیل آپ کے رب کی طرف سے آپ کو سلام کہہ رہے ہیں یعنی حضرت عائشہ پر حضرت جبرئیل کا سلام ہے اور حضرت خدیجہ پر اللہ عزوجل کا سلام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٤)

٣٧٦٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: اور ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از عمرو بن مرہ از مرہ از حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں بہت لوگ کامل ہیں اور عورتوں میں سے صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کاملہ ہیں' اور عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤١١ میں گزر چکی ہے۔

امام ابن حبان نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عورتوں سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج ہیں تاکہ اس حدیث کا اس حدیث سے تعارض لازم نہ آئے جس میں مذکور ہے کہ اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں عورتوں سے مراد آپ کے زمانہ کی عورتیں ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٧٧٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى الطَّعَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عبدالرحمٰن' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عائشہ کی عورتوں پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت دیگر کھانوں پر ہے۔

[اطراف الحدیث: ٥٤١٩-٥٤٢٧] (صحیح مسلم: ٢٤٤٦' الرقم المسلسل: ٦١٩٣' سنن ترمذی: ٣٩١٣' سنن ابن ماجہ: ٣٢٨١' مسند ابویعلیٰ: ٣٦٧٠' صحیح ابن حبان: ٧١١٣' شرح السنۃ: ٣٩٦٣' مسند احمد ج ٣ ص ٢٦٤' طبع قدیم' مسند احمد: ١٣٧٨٥' ج ٢١ ص ٣٠٢' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عائشہ کے متعلق کنایۃً فرمانا کہ وہ عورتوں کی سردار ہیں اور اس کا حسن

گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑوں کو ڈال کر جو طعام بنایا جائے اس کو ثرید کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٥) خلاصہ یہ ہے کہ ثرید گوشت سے بنتا ہے اور حدیث میں ہے کہ کھانوں کا سردار گوشت ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ اہل دنیا اور اہل جنت کے طعام کا سردار گوشت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ٣٣٠٥)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ثرید کی طرح ہے اور ثرید گوشت سے بنتا ہے اور کھانوں کا سردار گوشت ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عائشہ تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

اوائل تدریس میں میری ایک شیعہ سے بحث ہوئی' اس نے کہا: حدیث میں ہے: حضرت فاطمہ تمام عورتوں کی سردار ہیں' سو وہ حضرت عائشہ کی بھی سردار ہیں' میں نے کہا: حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت کھانوں پر ہے اور تمام کھانوں کا سردار گوشت ہے' لہٰذا حضرت عائشہ بھی تمام عورتوں کی سردار ہیں' اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کے متعلق اس طرح صراحۃً نہیں فرمایا جس طرح حضرت فاطمہ کے متعلق صراحۃً فرمایا ہے' میں نے کہا: حضرت عائشہ کے متعلق کنایۃً فرمایا ہے اور ''الکنایۃ اذمن التصریح'' کنایہ میں بات کرنا صراحت سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے' اور محبوب کے متعلق کنایہ میں بات کی جاتی ہے' حضرت عائشہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اس لیے آپ نے ان کے متعلق کنایہ میں بات کی' یہ سن کر وہ شیعہ خاموش ہو گیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت فاطمہ بھی عورتوں کی سردار ہوں اور حضرت عائشہ بھی عورتوں کی سردار ہوں' یہ کیسے ہو سکتا ہے تو میں کہتا ہوں: اس میں کوئی حرج نہیں' جیسے ہمارے دیکھنے کے لیے دو آنکھیں ہیں' اسی طرح ہمارے ایمان کی دو آنکھیں ہیں' ایک آنکھ حضرت فاطمہ ہیں اور دوسری آنکھ حضرت عائشہ ہیں' اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان میں سے دائیں آنکھ کون سی ہے اور بائیں آنکھ کون سی ہے تو میں کہوں گا کہ یہ دونوں ہی دائیں آنکھیں ہیں جس طرح حدیث میں ہے کہ رحمٰن عزوجل کے دو ہاتھ ہیں اور دونوں دائیں ہاتھ ہیں۔

٣٧٧١ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّ عَائِشَةَ اشْتَكَتْ فَجَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ يَا أُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب بن عبدالمجید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از القاسم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمُؤْمِنِيْنَ تَقْدَمِيْنَ عَلٰى فَرَطِ صِدْقٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ.

[اطراف الحدیث: ٤٧٥٣-٤٧٥٤] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بن محمد' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (عیادت کے لیے) آئے اور کہا: اے ام المومنین! آپ ان کے پاس جا رہی ہیں جو صدق میں سابق ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے پہلے جنت کی طرف گئے ہیں اور اب آپ ان سے ملنے والی ہیں اور انہوں نے آپ کے لیے جنت میں ٹھکانا بنا دیا ہے' تو اب آپ غم نہ کریں اور اس پر خوش ہوں کہ آپ ان سے ملنے والی ہیں۔

٣٧٧٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَ عَلِيٌّ عَمَّارًا وَّالْحَسَنَ اِلَى الْكُوْفَةِ لِيَسْتَنْفِرَهُمْ خَطَبَ عَمَّارٌ فَقَالَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّهَا زَوْجَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاكُمْ لِتَتَّبِعُوْهُ اَوْ اِيَّاهَا.

[اطراف الحدیث: ٧١٠٠-٧١٠١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابووائل سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ کی طرف بھیجا تاکہ ان سے مدد طلب کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اس میں کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہو (جو خلیفہ برحق ہیں) یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔

اس حدیث کی حضرت عائشہ کے مناقب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ کے متعلق یہ کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں' اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت عظیم فضیلت ہے۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہ' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی تاویل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ کی طرف بھیجا' یعنی جنگ جمل میں تاکہ کوفہ کے لوگ حضرت علی کے لشکر کی مدد کریں' اس جنگ میں جو حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے درمیان بصرہ میں ہو رہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی کی پیروی کرتے ہو یا حضرت عائشہ کی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ تم حکم شرعی کی اتباع کرو اور امام کی اتباع کرو اور اس کے خلاف خروج نہ کرو۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو یہ حکم دیا ہے کہ "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ". (الاحزاب: ٣٣) "تم اپنے گھروں میں رہو" اسی وجہ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اونٹ کی پشت پر سوار نہیں ہوں گی حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر لوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تاویل کرنے والی تھیں اسی طرح حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی تاویل کرنے والے تھے' اور ان کی مراد

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لوگوں کے درمیان صلح کرانی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ کے قاتلوں سے قصاص لینا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٦ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

* اس بحث کو زیادہ تحقیق کی ساتھ ہم نے الاحزاب: ٣٣ کی تفسیر میں لکھا ہے دیکھئے: تبیان القرآن ج ٩ ص ٤٢٣-٤٢٧

٣٧٧٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِّنْ أَصْحَابِهِ فِيْ طَلَبِهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلٰوةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوْءٍ فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا ذٰلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَّجَعَلَ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ بَرَكَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامۃ نے حدیث بیان کی از ھشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ سے ہار عاریۃً لیا تو وہ گم ہو گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے تلاش کرنے کے لیے اپنے کچھ اصحاب کو بھیجا' سو ان کو نماز (کے وقت) نے آلیا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی' پھر جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے اس کی شکایت کی' تب آیت تیمم نازل ہوئی تو اسید بن حضیر نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطاء فرمائے' پس اللہ کی قسم! آپ پر جب بھی کوئی مصیبت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس سے نکلنے کی صورت پیدا کر دی اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت رکھ دی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤ میں گزر چکی ہے۔

جس مسلمان کو نماز کے وقت پانی اور پاک مٹی میسر نہ ہو اس کی نماز کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی' علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب مسلمان کو وضو کے لیے پانی ملے نہ تیمم کرنے کے لیے پاک مٹی ملے تو وہ اسی حال میں نماز پڑھ سکتا ہے' امام شافعی کے اس مسئلہ میں چار اقوال ہیں:

(١) اس پر واجب ہے کہ وہ نماز پڑھے اور جب پانی مل جائے تو وہ نماز دہرا لے اور یہ ان کا سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔

(٢) اس پر اس حال میں نماز پڑھنا حرام ہے اور پانی ملنے کے بعد نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

(٣) اس نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے لیکن اس نماز کو قضاء کرنا مستحب ہے۔

(٤) اس پر اس حال میں نماز پڑھنا واجب ہے اور اس پر اعادہ واجب نہیں ہے' مزنی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ شخص نماز پڑھنے سے رکا رہے گا اور اس پر تشبہ بالصلوٰۃ واجب نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر تشبہ بالصلوٰۃ واجب ہے اور اس نماز کی قضاء پڑھنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٧ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

تشبہ بالصلوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو نماز کے وقت وضو کے لیے پانی ملے نہ تیمم کرنے کے لیے مٹی ملے مثلاً وہ کسی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایسے کمرے میں قید ہو جس کے فرش اور دیواروں پر گوبر سے لپائی کی گئی ہو اور اس کو تیمم کے لیے پاک مٹی میسر نہ ہو تو وہ نیت کرے کہ میں اس وقت حقیقۃً نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ میں بے وضو ہوں لیکن میں صورۃً نماز پڑھتا ہوں جو صورۃً نماز کے مشابہ ہے اور وہ نماز کے تمام افعال کرے لیکن اس کو نماز نہ قرار دے اور بعد میں اس کی قضاء کرلے۔

٣٧٧٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ فِي مَرَضِهِ جَعَلَ يَدُورُ فِي نِسَائِهِ وَيَقُولُ أَيْنَ أَنَا غَدًا أَيْنَ أَنَا غَدًا حِرْصًا عَلَى بَيْتِ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي سَكَنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار تھے تو آپ باری باری اپنی ازواج کے پاس منتقل ہوتے تھے اور فرماتے تھے: میں کل کہاں ہوں گا' میں کل کہاں ہوں گا کیونکہ آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہنے کی حرص تھی' حضرت عائشہ نے بتایا: پس جب میری باری کا دن ہوتا تو آپ کو سکون ہوتا اور قرار اور چین آتا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٨٩٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاجْتَمَعَ صَوَاحِبِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ وَاللَّهِ إِنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ وَإِنَّا نُرِيدُ الْخَيْرَ كَمَا تُرِيدُهُ عَائِشَةُ فَمُرِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْمُرَ النَّاسَ أَنْ يُهْدُوا إِلَيْهِ حَيْثُ مَا كَانَ أَوْ حَيْثُ مَا دَارَ قَالَتْ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ أُمُّ سَلَمَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَأَعْرَضَ عَنِّي فَلَمَّا عَادَ إِلَيَّ ذَكَرْتُ لَهُ ذَاكَ فَأَعْرَضَ عَنِّي فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ ذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّهُ وَاللَّهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھشام نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنے ہدیے (تحائف) دینے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے تھے' حضرت عائشہ بتاتی ہیں: پس میری تمام سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں' پس کہا: اے ام سلمہ! اللہ کی قسم! لوگ اپنے ہدیے پیش کرنے کے لیے حضرت عائشہ کی باری کو تلاش کرتے ہیں اور ہم خیر کا ارادہ کرتی ہیں جیسے حضرت عائشہ اس کا ارادہ کرتی ہیں' پس آپ رسول اللہ ﷺ سے کہیں کہ وہ لوگوں کو یہ حکم دیں کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں وہ آپ کو ہدیے پیش کریں یا آپ جس کے گھر میں بھی ہوں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت ام سلمہ نے اس بات کا نبی ﷺ سے ذکر کیا' انہوں نے بتایا کہ آپ نے مجھ سے اعراض کیا' پھر جب آپ دوبارہ میرے پاس آئے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا' آپ نے پھر مجھ سے اعراض کیا' پھر جب آپ تیسری مرتبہ آئے تو میں نے پھر آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ! مجھے عائشہ کے متعلق اذیت نہ پہنچاؤ' پس بے شک اللہ کی قسم! تم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں سے کسی کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ماسوا عائشہ
کے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۵۷۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو وجہوں سے منقبت ہے' ایک اس وجہ سے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کو اذیت دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی صرف اس دن نازل فرماتا ہے جس دن آپ ازواج میں سے حضرت عائشہ کے گھر ہوں' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے دل میں بھی یہ بات ڈال دی تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے ہدیے اور تحفے اسی دن پیش کرتے تھے جب آپ حضرت عائشہ کے گھر ہوتے تھے۔

سیدہ فاطمہ' حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن کے درمیان افضلیت کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظیم منقبت ہے' اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بھی افضل ہیں مگر یہ استدلال دو وجہوں سے لازم نہیں ہے' اول اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ فرمایا تھا: ''تم میں سے کسی کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ماسوا عائشہ کے'' ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس ارشاد میں حضرت خدیجہ کو داخل کرنے کا ارادہ نہ فرمایا ہو اور آپ کے اس ارشاد میں صرف حضرت ام سلمہ اور ان کی وہ صواحبات داخل ہوں جنہوں نے حضرت ام سلمہ کو اس مسئلہ پر بات کرنے کے لیے بھیجا تھا' ثانی اس لیے کہ اگر حضرت خدیجہ اس عموم میں داخل ہوں تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ تمام ازواج میں حضرت عائشہ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے بستر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے لیکن یہ خصوصیت حضرت خدیجہ کی افضلیت مطلقہ کے خلاف نہیں ہے جیسے آپ نے فرمایا: تم سب میں سے عمدہ قاری ابی بن کعب ہیں اور تم میں سب سے زیادہ وراثت کے مسائل کے عالم زید بن ثابت ہیں' یہ احادیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کے معارض نہیں ہیں اور اس کی اور بہت مثالیں ہیں' ہاں! یہ سوال کیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ کی اس خصوصیت کی حکمت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی یہ خصوصیت ان کے والد حضرت ابوبکر کی وجہ سے ہے جو اکثر اوقات اور غالب احوال میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوئے' سو یہ وصف ان کی بیٹی کو بھی حاصل ہوا' علاوہ ازیں حضرت عائشہ سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے تھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ ازواج مطہرات میں سے سب سے زیادہ آپ کے کپڑوں کو صاف کرتی تھیں اور اس کی حکمت کا اصل علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' اس کی مزید تفصیل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے باب میں آئے گی' علامہ سبکی کبیر نے یہ کہا ہے کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت فاطمہ سب سے افضل ہیں' پھر حضرت خدیجہ ہیں اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن ہیں' اور اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے' ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے درمیان فضیلت کی وجوہ بہت متقارب ہیں' گویا انہوں نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے' شیخ ابن قیم نے کہا ہے کہ اگر افضلیت سے مراد اللہ تعالیٰ کے نزدیک کثرت ثواب ہے تو یہ ایسی چیز ہے کہ اس پر کوئی مطلع نہیں ہے' کیونکہ دل کا عمل اعضاء ظاہرہ کے عمل سے افضل ہوتا ہے' اور اگر افضلیت سے مراد کثرت علم ہے تو لامحالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں' اور اگر اس سے مراد اصل اور ذاتی شرف ہے تو لامحالہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں' اور یہ ایسی فضیلت ہے جس میں ان کی بہنوں کے سوا ان کا کوئی شریک نہیں ہے اور اگر شرف سیادت مراد ہے تو اس کی تصریح صرف سیدہ فاطمہ کے لیے ہے' میں کہتا ہوں کہ سیدہ فاطمہ اپنی بہنوں سے اس وجہ سے ممتاز ہیں کہ وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہوگئی تھیں' اور حضرت عائشہ اگر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فضیلت علم کی وجہ سے ممتاز ہیں تو حضرت خدیجہ کا یہ امتیاز ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اسلام کو قبول کیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دین اسلام پر مدد کی اور آپ کی ڈھارس بندھائی اور اپنی جان و مال کے ساتھ آپ کی خدمت کی اور ان کے بعد آنے والوں کے اجر کی مثل بھی ان کو ملے گی اور ان کے مرتبہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' ایک قول یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ کے افضل ہونے پر اجماع ہے اور اختلاف صرف حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے درمیان ہے۔

فرع

علامہ رافعی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج اس امت کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں' پس اگر سیدہ فاطمہ کا اس وجہ سے استثناء کیا جائے کہ وہ آپ کا جز ہیں تو ان کی بہنیں بھی اس فضیلت میں ان کی شریک ہیں' امام طحاوی اور امام حاکم نے سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ آپ کی صاحب زادی سیدہ زینب کو جب مکہ سے نکلتے وقت ایذاء دی گئی تو آپ نے فرمایا: یہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے جس کو میری وجہ سے ایذاء پہنچی' اور مسند ابو یعلیٰ میں یہ ہے کہ یہ سیدہ فاطمہ کو افضل النساء قرار دینے سے پہلے کی حدیث ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۲۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سبز ریشم کے ایک ٹکڑے میں ان کی تصویر لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۸۰)

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو کسی حدیث کے معنی سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور ان کے پاس اس کا علم ہوتا۔ (سنن ترمذی: ۳۸۸۳)

(۳) موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح نہیں پایا۔ (سنن ترمذی: ۳۸۸۴)

(۴) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا سالار بنایا تو میں آپ کے پاس آیا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ' انہوں نے پوچھا: اور مردوں میں! تو آپ نے فرمایا: ان کے والد۔ (سنن ترمذی: ۳۸۸۵' صحیح البخاری: ۳۶۶۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۳)

(۵) عمرو بن غالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا گیا تو انہوں نے اس سے کہا: تجھ پر کتے بھونکیں دفع ہو جا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزیز ترین زوجہ کو اذیت پہنچا رہا ہے! (سنن ترمذی: ۳۸۸۸)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا اور میں شوال میں ہی آپ پر پیش کی گئی' اور آپ کی ازواج میں سے کون مجھ سے زیادہ حصہ پانے والی تھی! آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کی ازواج آپ پر شوال میں پیش کی جائیں۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۵۴' سنن ترمذی: ۱۰۹۳' سنن النسائی: ۳۲۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۰' مصنف عبد الرزاق: ۱۰۴۵۹' سنن دارمی: ۲۲۱۱' صحیح ابن حبان: ۴۰۵۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۰)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر مدینہ کی طرف ہجرت سے دو سال پہلے یا تین سال پہلے مجھ سے نکاح کیا اور میں اس وقت سات سال کی تھی (اکثر روایات میں چھ سال کی عمر کا ذکر ہے۔ (سعیدی غفرلہ) پھر جب ہم مدینہ میں آئے تو میرے پاس عورتیں آئیں' اس وقت میں ایک کھلونے سے کھیلتی تھی اور میرے بال کندھے پر پڑے ہوتے تھے' سو وہ مجھ کو لے گئیں اور مجھے تیار کیا' پھر وہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائیں' آپ نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میرے ساتھ شب زفاف گزاری اور اس وقت میری عمر نو سال تھی۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٢٨٠' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٤٥٤' سنن ابوداؤد: ٤٩٣٣' ابویعلی: ٤٦٠٠' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٤٠٩)

(٨) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھی' میری سہیلیاں آئیں' سو وہ بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں' پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتیں تو وہ بھاگ جاتی تھیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو میرے ساتھ شامل کرتے تھے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٥٧' صحیح ابن حبان: ٥٨٦٦' مسند الحمیدی: ٢٦٠' صحیح البخاری: ٦١٣٠' صحیح مسلم: ٢٤٤٠' سنن ابو داؤد: ٤٩٣١' السنن الکبریٰ: ٥٥٦٩' سنن ابن ماجہ: ١٩٨٢' سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢١٩' شرح السنۃ: ٢٢٥٧)

(٩) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرماتے تھے: جب تم ناراض ہوتی ہو تو میں تمہاری ناراضگی کو پہچان لیتا ہوں اور جب تم راضی ہوتی ہو تو میں تمہاری رضا کو پہچان لیتا ہوں' حضرت عائشہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ یہ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: یا محمد' اور جب راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو: یا رسول اللہ۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٣٠' حلیۃ الاولیاء ج ٩ ص ٢٢٧' سیر اعلام النبلاء ج ٢ ص ١٦٩)

یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور اگلی حدیث محفوظ ہے: (حاشیۃ المسند ج ٤٠ ص ١٢)

(١٠) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میں ضرور جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو' حضرت عائشہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ آپ کو کیسے پتا چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو رب محمد کی قسم! اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: رب ابراہیم علیہ السلام کی قسم! میں نے کہا: جی ہاں! لیکن میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی ہوں۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٦١' صحیح البخاری: ٥٢٢٨' صحیح مسلم: ٢٤٣٩' مسند ابویعلی: ٤٨٩٤' سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢٧' تاریخ بغداد ج ٣ ص ٦١' شرح السنۃ: ٣٣٣٨' سنن کبریٰ: ٩١٥٦' صحیح ابن حبان: ٤٣٣١)

(١١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے تم کو خواب میں دو بار دکھایا گیا' ایک آدمی نے تمہاری صورت کو ریشم کے ایک کپڑے میں اٹھایا ہوا تھا' پس اس نے کہا: یہ آپ کی بیوی ہے تو میں نے کہا: اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ اس کو نافذ کردے۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٤١' صحیح البخاری: ٥١٢٥' صحیح مسلم: ٢٤٣٨' مسند ابویعلی: ٤٤٩٨' سنن بیہقی ج ٣ ص ٤١٠' تاریخ بغداد ج ٥ ص ٤٢٨)

(١٢) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے شادی کی (شب زفاف گزاری) تو میری عمر نو سال تھی اور جب آپ کی وفات ہوئی تو میری عمر اٹھارہ سال تھی۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٤٢' صحیح مسلم: ١٤٢٢' طبقات ابن سعد ج ٨ ص ٦٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٤٦' السنن الکبریٰ: ٥٣٦٨' سنن بیہقی ج ٧ ص ١١٤)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس (٢٢١٠) احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک سو سینتالیس (١٤٧) احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری چون (٥٤) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم اڑسٹھ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ٣ ص ٤٩٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

٦٣- كِتَابُ مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ

مناقب الانصار کا بیان

١ - بَابُ مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ — انصار کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

انصار نصیر کی جمع ہے' جیسے اشراف شریف کی جمع ہے' انصار اسلامی نام ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اور خزرج کا نام انصار رکھا' اوس' اوس بن حارثہ کی طرف منسوب ہیں' اور خزرج' خزرج بن حارثہ کی طرف منسوب ہیں' یہ دونوں قبیلہ بنت الارقم کے بیٹے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں قبیلہ بنت کاہل کے بیٹے ہیں اور ان کے باپ کا نام حارثہ بن ثعلبہ ہے' وہ یمن کے رہنے والوں میں سے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

انصار ان لوگوں کا نام ہے جنہوں نے ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی تھی' اور یہ دو قبیلے ہیں اوس اور خزرج' اور قحطان کی اولاد سے ہیں جو ان کے حلیف تھے' یہ لوگ یمن کے ملک میں رہتے تھے' سیلاب نے ان لوگوں کو منتشر کر دیا' یہ لوگ سبا بن یشجب کی اولاد سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی منقبت کے بعد انصار کی منقبت فرمائی ہے' جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔

(الکوثر الجاری ج ٧ ص ٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٩ھ)

وَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا﴾ (الحشر:٩).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ (اموال) ان لوگوں کے لیے ہیں جو دار ہجرت میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کو دی گئی ہے۔ (الحشر:٩)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی مدح فرمائی ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

یہ اموال ان فقراء مہاجرین کے لیے ہیں جن کو گھروں سے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ O (الحشر: ٨)

اور ان کے اموال سے نکال دیا گیا وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہیں اور اللہ (کے دین) کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں وہی لوگ سچے ہیں O

سورۃ الحشر کی اس آیت میں مہاجرین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ کی نصرت کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی' قتادہ نے کہا: یہ وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے اپنے گھروں' اپنے اموال اور اپنے عزیزوں' رشتہ داروں اور اپنی اولاد کو اور اپنے وطن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر چھوڑ دیا' کفار نے ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا تھا اور ان کو ان کا وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور یہ ایک سو افراد تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١٨ ص ٢٠' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

الحشر: ٩ کی تفسیر یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جن لوگوں نے مدینہ کو اپنا گھر بنایا وہ انصار ہیں' نیز اس آیت میں فرمایا ہے: وہ مہاجرین سے پہلے ایمان میں اپنی جگہ بنا چکے ہیں' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ مہاجرین سے پہلے ایمان لا چکے ہیں' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مہاجرین کے آنے سے پہلے مدینہ میں ایمان والوں کے لیے گھر بنا چکے تھے' اس آیت میں ''تبوؤا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: انہوں نے ٹھکانا بنالیا' اور انہوں نے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہنچنے سے دو سال پہلے وہاں مسجد بنالی تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین اور مدح فرمائی۔ (الکشف والبیان' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٢ھ)

٣٧٧٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَرَاَيْتَ اسْمَ الْاَنْصَارِ كُنْتُمْ تُسَمَّوْنَ بِهٖ اَمْ سَمَّاكُمُ اللّٰهُ قَالَ بَلْ سَمَّانَا اللّٰهُ كُنَّا نَدْخُلُ عَلٰى اَنَسٍ فَيُحَدِّثُنَا مَنَاقِبَ الْاَنْصَارِ وَمَشَاهِدَهُمْ وَيُقْبِلُ عَلَيَّ اَوْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَزْدِ فَيَقُوْلُ فَعَلَ قَوْمُكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا. [طرف الحدیث: ٣٨٤٤] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ بتایئے کہ انصار کا نام آپ لوگوں نے رکھا ہے یا' اللہ نے آپ کا یہ نام رکھا ہے' انہوں نے بتایا کہ اللہ نے ہمارا یہ نام رکھا ہے' ہم حضرت انس کے پاس جاتے تھے تو وہ ہمیں انصار کے مناقب اور مشاہد بیان کرتے تھے' پھر میری طرف متوجہ ہو کر یا قبیلہ ازد کے ایک اور شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہتے کہ تمہاری قوم نے فلاں' فلاں اور فلاں دن یہ کام کیا۔

قرآن مجید میں انصار کے نام کی آیت

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی غیلان بن جریر بن عبداللہ البجلی نے روایت کی ہے' یہ یمن کے سرداروں میں سے تھے' عنقریب ان شاء اللہ ان کے مناقب آئیں گے اور وہاں پر ان کے بقیہ احوال لکھے جائیں گے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ آیا آپ لوگوں نے ازروئے افتخار اپنا نام انصار رکھا ہے یا اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ نام رکھا ہے تو انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام انصار رکھا ہے اور انہوں نے سچ فرمایا کیونکہ قرآن مجید میں یہ نام مذکور ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ. اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(التوبۃ:١٠٠)

اس حدیث میں ازد کے ایک شخص کا ذکر ہے' یہ یمن کے عرب سے تھا' اور ازد کے بھی کئی گروہ ہیں' الجوہری نے کہا: ازد سردار ہیں اور اوس اور خزرج ان ہی میں سے ہیں۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت'١٤٢٩ھ)

٣٧٧٧ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثَ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوا فَقَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دُخُولِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ. [اطراف الحدیث: ٣٨٤٦-٣٩٣٠] (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں بھی منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ یوم بعاث کی جنگ (جو قبل از اسلام اوس اور خزرج کے درمیان ہوئی تھی) کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے برپا کیا تھا' سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو وہاں کے قبائل آپس کی لڑائیوں میں مبتلاء تھے' اور ان کے کئی سردار مارے جا چکے تھے اور زخمی ہو چکے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو اس لیے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رکھا تاکہ یہ ان کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بن جائے۔

بعاث کا مصداق اور اوس اور خزرج کے درمیان لڑائی کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بعاث کا ذکر ہے' اس دن اوس اور خزرج کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی' ابوموسیٰ المدینی نے کہا ہے کہ بعاث اوس کا قلعہ ہے' ابن قرقول نے کہا ہے کہ یہ قلعہ مدینہ سے دو راتوں کی مسافت پر ہے' اس جگہ اوس اور خزرج کے درمیان عظیم معرکہ ہوا تھا جس میں دونوں طرف سے بہت زیادہ لوگ مارے گئے تھے' اس جنگ میں اوس کے امیر حضیر تھے جو حضرت اسید بن حضیر کے والد تھے' وہ اس جنگ میں قتل کر دیئے گئے تھے' ان کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ دوسری طرف خزرج کے امیر کا نام واقم تھا' ان کا بھی مضبوط قلعہ تھا' یہ جنگ ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی' ایک قول یہ ہے کہ چالیس سال پہلے ہوئی تھی' الواعی میں مذکور ہے کہ ان کے درمیان یہ جنگ ایک سو بیس سال تک جاری رہی حتیٰ کہ اسلام آ گیا' الجامع میں مذکور ہے کہ اس جنگ کو بعاث اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس جنگ میں دونوں قبائل ایک دوسرے کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے' اور یہی بعاث کا معنی ہے' ابوالفرج الاصبہانی نے کہا ہے کہ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ ان کے درمیان یہ مقرر اور معروف تھا کہ اصل شخص کو حلیف کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا' پھر ایک شخص جو خزرج کا حلیف تھا اس کو اوس نے قتل کر دیا' تو خزرج نے کہا کہ اوس اس قاتل کو قید کر دیں' پس اوس نے اس بات کو نہیں مانا' لہٰذا اس وجہ سے ان دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے پہلے اس جنگ کو برپا کیا تھا' کیونکہ اگر دونوں قبیلوں کے سردار زندہ ہوتے تو وہ اپنی سرداری سے محبت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے انحراف کرتے' سو آپ کے مدینہ آنے سے پہلے دونوں قبیلوں کے سردار مارے جا چکے تھے اور اب ان قبیلوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے سے کوئی مانع نہیں تھا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٧٧٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَاَعْطٰى قُرَيْشًا وَّاللّٰهِ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْعَجَبُ اِنَّ سُيُوْفَنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَاءِ قُرَيْشٍ وَّغَنَائِمُنَا تُرَدُّ عَلَيْهِمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا الْاَنْصَارَ قَالَ فَقَالَ مَا الَّذِىْ بَلَغَنِىْ عَنْكُمْ وَكَانُوْا لَا يَكْذِبُوْنَ فَقَالُوْا هُوَ الَّذِىْ بَلَغَكَ قَالَ اَوَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّرْجِعَ النَّاسُ بِالْغَنَائِمِ اِلٰى بُيُوْتِهِمْ وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بُيُوْتِكُمْ لَوْ سَلَكَتِ الْاَنْصَارُ وَادِيًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِىَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن انصار نے کہا: آپ نے قریش کو (مال غنیمت سے) عطا کیا ہے' یہ بہت تعجب کی بات ہے' کہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور ہماری غنیمتیں ان کو واپس کی جا رہی ہیں! یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی تو آپ نے انصار کو بلا کر فرمایا: مجھے یہ تمہاری کیسی خبر پہنچی ہے! اور وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے' اس لیے انہوں نے کہا: وہی خبر ہے جو آپ کو پہنچی ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ غنیمتوں کو لے کر اپنے گھروں میں جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے گھروں میں جاؤ' اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں جائیں تو میں اسی وادی یا گھاٹی میں جاؤں گا جس میں انصار گئے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٤٦ میں گزر چکی ہے۔

انصار کی اتباع کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جن غنیمتوں کو دینے کا ذکر ہے یہ غزوہ حنین کی غنیمتیں تھیں اور یہ غزوہ فتح مکہ کے دو ماہ بعد ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصار جس گھاٹی میں جائیں گے میں بھی اسی گھاٹی میں جاؤں گا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی اتباع کریں گے' کیونکہ مطاع مطلق اور مقتدا و پیشوا تو آپ کی ذات ہے اور ہر مومن مرد اور عورت پر آپ کی اتباع کرنا واجب ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے نزدیک انصار کی موافقت کرنا مستحسن ہے اور ان کو دوسروں پر ترجیح دینا مناسب ہے کیونکہ آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کرنے والے تھے اور انہوں نے اپنے پڑوسی ہونے کا بہترین حق ادا کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٥٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ مِنَ الْاَنْصَارِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا

قَالَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

یہ تعلیق صحیح البخاری: ٤٣٣٠ کا ایک ٹکڑا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر ہجرت کا تعلق دین سے نہ ہوتا اور مجھے ہجرت کا حکم نہ دیا گیا ہوتا تو میں تمہاری طرف منسوب ہوتا' اس سے مقصود یہ ہے کہ ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت سے بڑھ کر اور کسی عبادت میں فضیلت نہیں ہے' اور اس میں انصار کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فضیلت کا بیان ہے کہ اگر مہاجرین کی وہ فضیلت نہ ہوتی جو ہے تو میں خود کو انصار میں سے شمار کرتا۔

٣٧٧٩ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ الْاَنْصَارَ سَلَكُوْا وَادِيًا اَوْ شِعْبًا لَّسَلَكْتُ فِیْ وَادِی الْاَنْصَارِ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَاً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ مَا ظَلَمَ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ اٰوَوْهُ وَنَصَرُوْهُ اَوْ كَلِمَةً اُخْرٰی. [طرف الحدیث:٧٢٤٤]

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا انہوں نے بتایا کہ نبی ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں جائیں تو میں (بھی) انصار کی وادی میں جاؤں گا' اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا' پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں' آپ نے اپنے اس ارشاد میں کوئی ظلم نہیں کیا' انصار نے آپ کو اپنے شہر میں جگہ دی اور آپ کی مدد کی یا اس کے سوا کوئی دوسری بات کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے اس ارشاد میں کوئی ظلم نہیں کیا یعنی آپ نے اس ارشاد میں انصار کی ان کے مرتبہ سے زیادہ تعریف نہیں کی' بلکہ جو بات فرمائی ہے انصار اس کے اہل ہیں۔

٣ - بَابُ اِخَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنانا

٣٧٨٠ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ اٰخٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّسَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنِّیْ اَكْثَرُ الْاَنْصَارِ مَالًا فَاَقْسِمُ مَالِیْ نِصْفَيْنِ وَلِیْ امْرَاَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَيْكَ فَسَمِّهَا لِیْ اُطَلِّقْهَا فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِیْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ اَيْنَ سُوْقُكُمْ فَدَلُّوْهُ عَلٰی سُوْقِ بَنِیْ قَيْنُقَاعَ فَمَا انْقَلَبَ اِلَّا وَمَعَهٗ فَضْلٌ مِّنْ اَقِطٍ وَّسَمْنٍ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ ثُمَّ جَاءَ يَوْمًا وَّبِهٖ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ قَالَ كَمْ سُقْتَ اِلَيْهَا قَالَ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ شَكَّ اِبْرَاهِيْمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا' حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمن سے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں' سو میں اپنے مال کے دو حصے کرتا ہوں' اور میری دو بیویاں ہیں' ان میں سے جو آپ کو اچھی لگے آپ اس کا نام مجھے بتائیں میں اس کو طلاق دیتا ہوں' پس جب اس کی عدت گزر جائے تو آپ اس سے شادی کر لیں' حضرت عبدالرحمن نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے' آپ کا بازار کہاں ہے؟ پھر لوگوں نے ان کو بنو قینقاع کا بازار بتایا' پھر وہ اس بازار سے اسی وقت واپس آئے جب ان کے پاس (پہلے سے) زیادہ پنیر اور گھی تھا' پھر اس کے بعد وہ اگلے دن گئے' پھر اس کے بعد وہ اگلے دن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گئے اور ان کے اوپر زرد رنگ کے نشانات تھے نبی ﷺ نے پوچھا: تمہاری کیا خبر ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے شادی کر لی ہے! آپ نے پوچھا: تم نے بیوی کو کیا دیا' انہوں نے بتایا کہ سونے کی ایک گٹھلی یا ایک گٹھلی کے برابر سونا' راوی ابراہیم کو شک ہے (کہ انہوں نے کیا کہا تھا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۴۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٨١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَاٰخٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ وَكَانَ كَثِيْرَ الْمَالِ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْ عَلِمَتِ الْاَنْصَارُ اَنِّيْ مِنْ اَكْثَرِهَا مَالًا سَاُقَسِّمُ مَالِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ شَطْرَيْنِ وَلِيْ اِمْرَاَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَيْكَ فَاُطَلِّقُهَا حَتّٰى اِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ فَلَمْ يَرْجِعْ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى اَفْضَلَ شَيْئًا مِّنْ سَمْنٍ وَّاَقِطٍ فَلَمْ يَلْبَثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى جَاءَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ مَا سُقْتَ فِيْهَا قَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ کا بھائی بنا دیا تھا اور وہ بہت زیادہ مال دار تھے' پس حضرت سعد نے کہا: تحقیق یہ ہے کہ انصار کو معلوم ہے کہ میں ان سب سے زیادہ مال دار ہوں' میں عنقریب اپنے مال کو اپنے اور تمہارے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دوں گا اور میری دو بیویاں ہیں سو تم ان کو دیکھو ان میں سے جو تم کو زیادہ اچھی لگے' میں اس کو طلاق دے دوں گا حتیٰ کہ جب اس کی عدت گزر جائے تو تم اس سے نکاح کر لینا' پس حضرت عبدالرحمان نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری بیوی میں برکت دے' پھر اس دن وہ اس وقت تک واپس نہیں آئے حتیٰ کہ زیادہ گھی اور پنیر لے کر آئے' پھر چند دن بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کے کپڑوں پر زرد رنگ لتھڑا ہوا تھا' رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے' آپ نے پوچھا: تم نے اس عورت کو کتنا مہر دیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ایک گٹھلی کی مقدار سونا دیا ہے یا بتایا کہ سونے کی ایک گٹھلی دی ہے' آپ نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں وضر کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے خوشبودار لیپ یا کریم کو کپڑوں یا بدن پر ملنا' جس طرح آج کل دولہا کے بدن یا کپڑوں پر ابٹن ملتے ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٧٨٢ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُوْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْأَنْصَارُ أَقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ النَّخْلَ قَالَ لَا قَالَ تَكْفُوْنَنَا الْمَؤُوْنَةَ وَتُشْرِكُوْنَنَا فِي التَّمْرِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد ابوہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مغیرہ بن عبدالرحمن سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے کہا کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کھجور کے درختوں کو تقسیم کر دیجئے' آپ نے فرمایا: نہیں' انصار نے کہا: تم ہماری جگہ (باغ بانی کی) مشقت کرو ہم تمہیں کھجوروں میں شریک کریں گے' مہاجرین نے کہا: ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٢٥ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ حُبِّ الْأَنْصَارِ مِنَ الْإِيْمَانِ

انصار کی محبت ایمان کی علامات میں سے ہے

٣٧٨٣ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یا کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار سے صرف مومن محبت کرتا ہے اور ان سے فقط منافق بغض رکھتا ہے' سو جس نے ان سے محبت کی اس سے اللہ تعالیٰ محبت رکھے گا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن التین اور علامہ داؤدی کی خلاف حدیث شرح اور اس پر مصنف کا تعاقب

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مراد تمام انصار سے محبت رکھنا یا تمام انصار سے بغض رکھنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٥٥)

میں کہتا ہوں یہ غلط ہے' جس نے ایک انصاری سے بھی بغض رکھا اس کے دل میں نفاق ہوگا۔ علامہ داؤدی نے کہا: یہ نفاق نہیں ہے بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٥٥)

میں کہتا ہوں یہ بھی غلط ہے' جس نے انصار سے بغض رکھا وہ منافق ہی ہے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے' علاوہ ازیں گناہ کبیرہ کا تعلق واجب کو ترک کرنے یا مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے ہے اور انصار سے محبت یا بغض رکھنے کا تعلق ایمان سے اور دل کی کیفیات سے ہے۔

٣٧٨٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْاِيْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَاٰيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ.

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن جبر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ١٧ میں گزر چکی ہے۔

٥ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اَنْتُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار سے یہ ارشاد کہ تم میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو

٣٧٨٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ مُقْبِلِيْنَ قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُمْثِلًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ قَالَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ. [طرف الحدیث: ٥١٨٠] (صحیح مسلم: ٢٥٠٨، الرقم المسلسل: ٦٣١٢، مسند احمد ج ٣ ص ١٧٦، طبع قدیم، مسند احمد: ١٢٧٩٧، ج ٢٠ ص ١٩٠، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے گمان کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو کسی شادی سے آتے ہوئے دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف شفقت سے کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمایا: تم مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔

حدیث مذکور کا ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا ہے: وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (صحیح البخاری: ٣٦٦٢)

اور یہ حدیث اس باب کی حدیث سے متعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں پورے گروہ انصار کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور حضرت عائشہ اور حضرت ابوبکر کے متعلق جو حدیث ہے وہ افراد کے متعلق ہے۔

٣٧٨٦ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَّهَا فَكَلَّمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّكُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ مَرَّتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ٥٢٣٤-٦٦٤٥] (صحیح مسلم: ٢٥٠٩، الرقم المسلسل: ٦٣١٣، مسند احمد ج ٣ ص ١٢٩، طبع قدیم، مسند احمد: ١٢٣٠٦، ج ١٩ ص ٣١٧، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بہز بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ہشام بن زید نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کلام کرتے ہوئے دو بار فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، بے شک تم لوگ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق کا مطالعہ کریں۔

٦ - بَابُ اَتْبَاعِ الْاَنْصَارِ

انصار کے پیروکاروں کی فضیلت

٣٧٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعْتُ اَبَا حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِكُلِّ نَبِيٍّ اَتْبَاعٌ وَّاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا فَدَعَا بِهٖ فَنَمَيْتُ ذٰلِكَ اِلَى ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى قَالَ قَدْ زَعَمَ ذٰلِكَ زَيْدٌ.

[طرف الحدیث: ٣٧٨٨] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: میں نے ابوحمزہ سے سنا از حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے کہا: ہر نبی کے پیروکار ہوتے ہیں اور بے شک ہم نے آپ کی پیروی کی ہے' آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے پیروکاروں کو بھی ہم میں سے کر دے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی دعا کی' پھر میں نے اس کا ذکر ابن ابی لیلیٰ سے کیا تو انہوں نے کہا: حضرت زید (بن ارقم) کا بھی یہی گمان ہے۔

٣٧٨٨ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَمْزَةَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَتِ الْاَنْصَارُ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ اَتْبَاعًا وَّاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُهُ لِابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى قَالَ قَدْ زَعَمَ ذَاكَ زَيْدٌ قَالَ شُعْبَةُ اَظُنُّهُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو حمزہ سے سنا جو انصار کے ایک مرد ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے کہا: ہر قوم کے پیروکار ہوتے ہیں اور ہم نے آپ کی پیروی کی ہے' سو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے پیروکاروں کو ہم میں سے کر دے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی: اے اللہ! ان کے پیروکاروں کو ان میں سے کر دے' عمرو نے کہا: میں نے اس حدیث کا ابن ابی لیلیٰ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: حضرت زید کا بھی یہی گمان ہے' شعبہ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ ان کی مراد حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ تھے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

ابوحمزہ اس حدیث کو حضرت حذیفہ سے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے مرسلاً روایت کرتے ہیں اور عمرو بن مرہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٥٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٧ - بَابُ فَضْلِ دُوْرِ الْاَنْصَارِ

انصار کے گھروں کی فضیلت

٣٧٨٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِىْ اُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُوْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ ثُمَّ بَنُوْ سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ سَعْدٌ مَّا اَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيْلَ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ وَّقَالَ عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ اَبُوْ اُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ.

[اطراف الحدیث: ۳۷۹۰-۳۸۰۷-۶۰۵۳] [صحیح مسلم: ۲۵۱۱، الرقم المسلسل: ۶۳۱۶، سنن ترمذی: ۳۹۳۳، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۵۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۹۲ ج ۱ ص ۴۵۵، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت ابی اسید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: انصار کے گھروں میں بہترین گھر بنو النجار کا' پھر بنو عبد الاشہل کا گھر ہے' پھر بنو الحارث بن خزرج کا' پھر بنو ساعدہ کا اور تمام انصار کے گھروں میں خیر ہے' پس سعد نے کہا: میرا صرف یہ گمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم پر (چند قبیلوں) کو فضیلت دی ہے' پس کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تم کو بھی بہت لوگوں پر فضیلت دی ہے' اور عبد الصمد نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس سے سنا' ابو اسید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اسی طرح روایت کی ہے اور سعد بن عبادہ نے کہا۔

بنو النجار کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: انصار کے گھروں میں سب سے بہترین گھر بنو النجار کا ہے یعنی نجار کے بیٹوں کا' نجار کا نام ہے: تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج' اس الخزرج سے مراد وہی ہے جو اوس کا بھائی ہے۔ تیم اللہ کا نام نجار اس لیے پڑا ہے کیونکہ اس نے مقام قدوم میں ختنہ کیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ مقام قدوم میں کسی شخص نے اس کو زخمی کر دیا تھا اور نجار کے بیٹوں کا مصداق حضرت سعد بن معاذ اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہما کا قبیلہ ہے۔ (نجار کا معنی ہے: لکڑی کاٹنے والا یعنی بڑھئی یا ترکھان)۔

ان ہی میں سے ابو قیس صرمۃ بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار' النجاری ہے' یہ زمانہ جاہلیت میں راہب ہو گیا تھا' ٹاٹ کا لباس پہنتا تھا' اس نے بتوں سے کنارا کر لیا تھا' اور یہ غسل جنابت کرتا تھا' یہ پہلے نصرانی تھا' پھر اس سے اعراض کر کے اس نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رب کی عبادت کرو' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ آئے تو یہ اسلام لے آیا اور اسلام کے احکام پر عمدگی سے عمل کیا اور رہا طائفہ النجاریہ تو وہ حسین النجاری کی طرف منسوب ہے جس نے بشر بن غیاث المریسی سے علم حاصل کیا تھا اور وہ خلق قرآن کا قائل تھا۔

بنو عبد الاشہل کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر بنو عبد الاشہل ہیں' یہ اوس کی اولاد میں سے ہیں اور عبد الاشہل کا نام ہے: عبد الاشہل بن جشم بن الحارث بن الخزرج الاصغر بن عمرو' اور یہ نبیت بن مالک بن اوس بن حارثہ ہے' ابن درید نے کہا: ان کا زعم ہے کہ اشہل ایک بت ہے اور اس کی نسبت اشہلی ہے' ان ہی میں سے حضرت اسید بن حضیر ہیں۔

بنو الحارث اور بنو ساعدہ کا تذکرہ

بنو الحارث کا نام ہے: الحارث بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن اوس' حارث کے بیٹوں میں سے حضرت رافع بن خدیج ہیں' پھر بنو ساعدہ ہیں اور یہ بھی خزرج مذکور میں سے ہیں اور ان کا نام ساعدہ بن کعب بن خزرج ہے' ابن درید نے کہا: ساعدہ شیر کے ناموں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں سے ایک نام ہے' ان میں سے حضرت سعد بن عبادہ ہیں اور ابوخزیمہ ہیں' خطیب نے کہا: وہ خزیمہ ہیں۔
آپ نے فرمایا: ان کے تمام گھروں میں خیر ہے یعنی ان کے تمام قبیلوں میں خیر ہے۔
(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٥٩۔٣٥٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٧٩٠ - حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ الطَّلْحِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى قَالَ أَبُوْسَلَمَةَ أَخْبَرَنِي أَبُوْ أُسَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَيْرُ الْأَنْصَارِ أَوْ قَالَ خَيْرُ دُوْرِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ وَبَنُوْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ وَبَنُو الْحَارِثِ وَبَنُوْ سَاعِدَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص الطلحی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ' ابوسلمہ نے کہا: مجھے ابواسید نے خبر دی کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بہترین انصار یا فرمایا: انصار کے بہترین گھر بنوالنجار ہیں' بنوعبدالاشہل ہیں' بنوالحارث ہیں اور بنو ساعدہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق کی شرح دیکھیں۔

٣٧٩١ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ خَيْرَ دُوْرِ الْأَنْصَارِ دَارُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ وَفِي كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ فَلَحِقَنَا سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ أَبُوْ أُسَيْدٍ أَلَمْ تَرَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ الْأَنْصَارَ فَجَعَلَنَا أَخِيْرًا فَأَدْرَكَ سَعْدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خُيِّرَ دُوْرُ الْأَنْصَارِ فَجُعِلْنَا آخِرًا فَقَالَ أَوَلَيْسَ بِحَسْبِكُمْ أَنْ تَكُوْنُوْا مِنَ الْخِيَارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباس بن سہل از ابو حمید از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: انصار کے بہترین گھر بنونجار کے گھر ہیں' پھر بنوعبدالاشہل کے گھر ہیں' پھر بنوالحارث کے گھر ہیں' پھر بنوساعدہ کے گھر ہیں اور تمام انصار کے گھروں میں خیر ہے' پھر ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے ملے تو حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے انصار کو سب سے اچھا قرار دیا' پس آپ نے ہم کو سب سے آخر میں رکھا' پھر حضرت سعد نبی ﷺ سے جا کر ملے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے انصار کے گھروں کو سب سے عمدہ قرار دیا پس ہم کو آخر میں رکھا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم بھی بہترین لوگوں میں سے ہو!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٨١ میں گزر چکی ہے۔
یعنی کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم بھی اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں میں سے ہو اور تم بھی دین اسلام کو سربلند کرنے والوں میں سے ہو۔

٨ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ اِصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ قَالَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ

نبی ﷺ کا انصار سے ارشاد: ''تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے حوض پر ملاقات کرو'' یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس حوض سے مراد حوض کوثر ہے جو میدان حشر میں ہوگا' یہ مکمل حدیث غزوہ حنین میں آئے گی' دیکھئے: صحیح البخاری: ٤٣٣٠

٣٧٩٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا قَالَ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ.

[طرف الحدیث: ٧٠٥٧] (صحیح مسلم: ١٠٥٩' الرقم المسلسل: ٢٣٢٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ از حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ ' کہ انصار کے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے اس طرح عامل نہیں بنائیں گے جس طرح آپ نے فلاں کو عامل بنایا ہے' آپ نے فرمایا: عنقریب تم میرے بعد دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی' سو تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم حوض پر مجھ سے ملاقات کرو۔

انصار پر دوسروں کو ترجیح دینے کی پیش گوئی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک انصاری نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے اس طرح عامل نہیں بناتے جس طرح فلاں کو عامل بنایا ہے؟ یعنی کیا آپ مجھے صدقہ وصول کرنے کا عامل نہیں بناتے یا آپ مجھے کسی شہر کا حاکم نہیں بناتے جس طرح آپ نے فلاں کو عامل بنایا ہے' یعنی جس طرح آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ کو لشکر کا سالار بنایا ہے۔

آپ نے فرمایا: عنقریب تم دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی' یعنی دوسروں کو تم سے زیادہ مال فئے دیا جائے گا' یعنی حکام مال حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑیں گے اور تم کو حصول مال میں شریک نہیں کریں گے' میں کہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے خبر دی تھی اسی طرح ہو گیا اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٦٠)

٣٧٩٣ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ وَمَوْعِدُكُمُ الْحَوْضُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: عنقریب تم دیکھو گے کہ میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی' سو تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے ملاقات کرو اور میرا تم سے حوض (کوثر) پر ملاقات کا وعدہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٤٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تَعَالٰی عَنْهُ حِیْنَ خَرَجَ مَعَهٗ اِلَی الْوَلِیْدِ قَالَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ اِلٰی اَنْ یُّقْطِعَ لَهُمُ الْبَحْرَیْنِ فَقَالُوْا لَا اِلَّا اَنْ تُقْطِعَ لِاِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ مِثْلَهَا قَالَ اِمَّا لَا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ فَاِنَّهٗ سَیُصِیْبُکُمْ بَعْدِیْ اَثَرَةٌ.

یحییٰ بن سعید انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا جس وقت یحییٰ حضرت انس کے ساتھ ولید کی طرف گئے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلایا تاکہ انہیں بحرین کی جاگیر عطاء فرما دیں تو انہوں نے کہا: نہیں! صرف اس صورت میں ہم لیں گے جب آپ ہمارے مہاجرین بھائیوں کو بھی اس کی مثل عطاء کر دیں آپ نے فرمایا: اگر تم اب نہیں لے رہے ہو تو پھر میرے بعد بھی صبر کرنا حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے (حوض پر) ملاقات ہو کیونکہ عنقریب تم پر یہ مصیبت آئے گی کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۷۶ میں گزر چکی ہے۔

انصار پر دوسروں کو ترجیح دینے کی ایک مثال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت انس بن مالک نے بصرہ سے دمشق کی طرف سفر کیا تھا کیونکہ حجاج نے ان کو ستایا تھا تو وہ اس کی شکایت کرنے ولید بن عبدالملک بن مروان کے پاس گئے تھے اس وقت یحییٰ بھی ان کے ساتھ تھے ولید بن عبدالملک نے ان کی شکایت کا ازالہ کیا اس موقع پر حضرت انس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد یاد آیا کہ انصار پر یہ مصیبت آئے گی کہ ان پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی اور یہ کم مصیبت تھی کہ اجلہ صحابہ پر یزید ایسے ظالم اور سفاک شخص کو حاکم مقرر کر دیا گیا تھا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۲ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

۹ - بَابُ دُعَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا: (اے اللہ!) انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما

۳۷۹۵ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِیَاسٍ مُعَاوِیَةُ بْنُ قُرَّةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَةِ

فَاَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو ایاس معاویہ بن قرہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (خندق کھودتے وقت) یہ دعا کی: زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما۔

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ وَقَالَ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ.

اور از قتادہ از انس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں اور آپ نے کہا: پس انصار کی مغفرت فرما۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۸۳۴ میں گزر چکی ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٧٩٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُوْلُ.

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَاحَيِيْنَا اَبَدًا

فَاَجَابَهُمْ:

اَللّٰهُمَّ لَاعَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَهْ
فَاَكْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید الطویل' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انصار غزوہ خندق کے دن یوں کہہ رہے تھے:

ہم وہ لوگ ہیں' جنہوں نے (سیدنا) محمد سے بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ ہیں' تا ابد ان کے ساتھ مل کر جہاد کرتے رہیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جواب میں کہا:

اے اللہ! حقیقی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر کرم فرما۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٣٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٩٧ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ جَاءَ نَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى اَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ
فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

[اطراف الحدیث: ٤٠٩٨-٦٤١٤] (صحیح مسلم: ١٨٠٤' الرقم المسلسل: ٤٥٦٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از سہل' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم خندق کھود رہے تھے ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور ہم اپنے کندھوں پر مٹی اٹھا رہے تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا:

اے اللہ! حقیقی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے' پس تو مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما۔

١٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر: ٩)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو شدید ضرورت ہو (الحشر: ٩)

امام بخاری نے اس باب کا عنوان اس آیت کو اس لیے بنایا ہے کہ یہ آیت انصار کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے۔ اس آیت میں ''یوثرون'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ایثار ہے' یعنی یہ لوگ اپنے اموال ضرورت مندوں کو دے دیتے ہیں خواہ خود ان کو ان اموال کی شدید ضرورت ہو۔

٣٧٩٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوٗدَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ اِلٰى نِسَائِهٖ فَقُلْنَ مَامَعَنَا اِلَّا الْمَاءُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از فضیل بن غزوان از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا' آپ نے اس کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضُمُّ اَوْ يُضِيْفُ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَكْرِمِيْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَاعِنْدَنَا اِلَّا قُوْتُ صِبْيَانِيْ فَقَالَ هَيِّئِيْ طَعَامَكِ وَاَصْبِحِيْ سِرَاجَكِ وَنَوِّمِيْ صِبْيَانَكِ اِذَا اَرَادُوْا عَشَاءً فَهَيَّاَتْ طَعَامَهَا وَاَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا ثُمَّ قَامَتْ كَاَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَاَطْفَاَتْهُ فَجَعَلَا يُرِيَانِهٖ اَنَّهُمَا يَاْكُلَانِ فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِكَ اللّٰهُ اللَّيْلَةَ اَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَّمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَO﴾ (الحشر:٩).

[طرف الحدیث:۴۸۸۹][صحیح مسلم:۲۰۵۴' الرقم المسلسل: ۵۲۵۳' سنن ترمذی:۳۳۰۴)

اپنی ازواج کی طرف (کھانا کھلانے کے لیے) بھیج دیا' ازواج نے کہا: ہمارے پاس تو صرف پانی ہے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو کون اپنے ساتھ ملا کر لے جائے گا یا فرمایا: کون اس کو مہمان بنائے گا؟ پس انصار کے ایک شخص نے کہا: میں (اس کو مہمان بناؤں گا)' سو وہ اس شخص کو مہمان بنا کر اپنی بیوی کے پاس لے گیا' پس اس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی تکریم کرو' اس کی بیوی نے کہا: میرے پاس تو صرف اپنے بچوں کا کھانا ہے' اس انصاری نے کہا: اپنا کھانا لے آؤ' اور اپنا چراغ بجھادو' اور اپنے بچوں کو سلا دو' جب وہ رات کے کھانے کا ارادہ کریں' پس اس کی بیوی نے کھانا پیش کیا اور چراغ بجھا دیا اور اپنے بچوں کو سلا دیا' پھر وہ خاتون اس طرح کھڑی ہوگئی جیسے وہ چراغ کو درست کر رہی ہو' پس اس نے چراغ کو بجھا دیا' یوں وہ دونوں میاں بیوی مہمان پر یہ ظاہر کر رہے تھے کہ گویا وہ بھی کھا رہے ہیں' سو ان دونوں نے بھوکے رات گزاری' پھر جب صبح کو وہ انصاری شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس رات تم دونوں کے کاموں سے بہت خوش ہوا سو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود شدید ضرورت ہو' اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا' سو وہی لوگ کامیاب ہیںO (الحشر:٩)

جس انصاری شخص نے اپنے بچوں کا کھانا مہمان کو کھلا دیا تھا اس کے متعدد مصادیق

علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے اس انصاری شخص کو اپنی ازواج مطہرات کی طرف بھیجا تاکہ وہ شخص ان سے اپنی ضیافت کی مقدار کھانے کو طلب کرے۔

ازواج مطہرات نے کہا: ہمارے پاس صرف پانی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو' کون اپنے ساتھ ملا کر لے جائے گا؟ یعنی کون اس شخص کو کھانا کھلائے گا؟ انصار کے ایک شخص نے کہا: حمیدی کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت ابوطلحہ زید بن سہل تھے' خطیب بغدادی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ شخص اتنا غریب تھا کہ اس کے گھر میں صرف بچوں کو کھلانے کے لیے کھانا تھا' اور حضرت ابوطلحہ تو مدینہ کے بہت مال دار شخص تھے' سو یہ کوئی اور شخص ہے جس کی کنیت ابوطلحہ تھی' قاضی اسماعیل نے کہا ہے: وہ شخص حضرت ثابت بن قیس بن الشماس تھے اور ابن بشکوال نے کہا ہے: وہ شخص حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ شخص خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے جو اس حدیث کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

راوی ہیں۔

امام واحدی نے اس آیت کے شان نزول میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ صحابہ میں سے ایک شخص کو بکری کی سری ہدیہ کی گئی' اس نے کہا: میرا بھائی اور اس کے اہل وعیال اس سری کے مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہیں' سو اس نے وہ سری اس کے گھر بھیج دی' پھر اس نے وہ سری کسی اور ضرورت مند کے گھر بھیج دی' پھر یوں ہی ہر ایک دوسرے کے گھر وہ سری بھیجتا رہا حتیٰ کہ وہ سری سات گھروں میں گھومنے کے بعد پھر پہلے شخص کے گھر لوٹ آئی' تو یہ آیت نازل ہوئی کہ "وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود شدید ضرورت ہو اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا' سو وہی لوگ کامیاب ہیں O (الحشر:٩)

(عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٦٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١١ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: ان کے نیک لوگوں (کی نیکیوں) کو قبول کرو اور ان کے غلط کاروں کی غلطیوں سے درگزر کرو

٣٧٩٩ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى اَبُوْعَلِيٍّ حَدَّثَنَا شَاذَانُ اَخُوْ عَبْدَانَ حَدَّثَنَا اَبِيْ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَرَّ اَبُوْبَكْرٍ وَّالْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِمَجْلِسٍ مِّنْ مَّجَالِسِ الْاَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُوْنَ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكُمْ قَالُوْا ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ قَالَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَبَ عَلٰى رَاْسِهٖ حَاشِيَةَ بُرْدٍ قَالَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِالْاَنْصَارِ فَاِنَّهُمْ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ وَقَدْ قَضَوُا الَّذِيْ عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِيْ لَهُمْ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ.

[طرف الحدیث:٣٨٠١] (صحیح مسلم:٢٥١٠' الرقم المسلسل:٦٣١٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن یحییٰ ابوعلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی' جو عبدان کے بھائی ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ بن الحجاج نے خبر دی از ہشام بن زید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما انصار کی محافل میں سے ایک محفل کے پاس سے گزرے اور وہ لوگ رو رہے تھے' انہوں نے پوچھا: تم کس وجہ سے رو رہے ہو' تو انہوں نے بتایا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل کو یاد کر رہے تھے' پس وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں باہر نکلے کہ آپ کے سر کے اوپر چادر کے کنارے کی پٹی بندھی ہوئی تھی' راوی نے کہا: پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے اور اس دن کے بعد آپ منبر پر نہیں چڑھے تھے' سو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر اس کے بعد فرمایا: میں تمہیں انصار کے ساتھ خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ میرا معدہ اور لباس رکھنے کی جگہ ہیں' ان پر جو فرض تھا وہ انہوں نے ادا کر دیا اور ان کے حقوق باقی ہیں' سو تم ان میں سے نیکوکاروں کی قدر کرو اور جو ان میں سے غلط کار ہیں ان سے درگزر کرو۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور دیگر فوائد حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ انصار کی محفل کے پاس سے گزرے' عباس سے مراد حضرت عباس بن عبدالمطلب ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ہیں' ان کا گزرنا اس وقت تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے اور انصار رو رہے تھے' پس انہوں نے پوچھا: آپ لوگ کیوں رو رہے ہیں؟ ہوسکتا ہے کہ حضرت عباس نے پوچھا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں اس پر واقف نہیں ہوا کہ یہ سوال کس نے کیا تھا' کیا سوال حضرت ابوبکر نے کیا تھا یا حضرت عباس نے کیا تھا اور میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال حضرت عباس نے کیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۴' دار المعرفہ)

علامہ عینی اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں اس پر کوئی قرینہ نہیں ہے کہ یہ سوال حضرت عباس نے کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱٦ ص ۳٦۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے بعد لکھتے ہیں:

انصار اس لیے رو رہے تھے کہ ان کو اندیشہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بیماری سے وصال فرما جائیں گے' پھر وہ آپ کی محفل کے فیض سے محروم ہو جائیں گے اس لیے وہ رو رہے تھے' اور میں نے جو یہ کہا کہ یہ سوال حضرت عباس نے کیا تھا اس پر قرینہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان کے بیٹے نے بھی روایت کی ہے تو ہوسکتا ہے انہوں نے اپنے والد سے سن لیا ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی اس پر دوبارہ رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ یہ پہلے سے بھی زیادہ بعید بات ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی روایت میں (صحیح البخاری: ۳۸۰۰) آپ کی وصیت اس سے زیادہ عام ہے اور حضرت عباس کی حدیث میں وصیت انصار کے ساتھ خاص ہے' سو اس سے یہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے کہ یہ سوال حضرت عباس نے کیا ہو۔

نیز اس حدیث میں انصار کے متعلق مذکور ہے: وہ میرا معدہ اور عیبۃ ہیں' معدہ جسم کے اندر ہوتا ہے اور عیبۃ اس صندوق کو کہتے ہیں جس میں کپڑے رکھے جاتے ہیں' سو معدہ باطن ہے اور لباس ظاہر ہے یعنی انصار میرا باطن اور ظاہر ہیں اور یہ عرب کا محاورہ ہے اور یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کے متعلق یہ بتانا ہو کہ وہ اس کو بہت عزیز ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ معدہ سے مراد کسی شخص کے اہل و عیال ہیں' اور العیبۃ سے مراد وہ صندوق ہے جس میں آدمی اپنے کپڑے رکھتا ہے یعنی انصار کے پاس میرے راز اور میری امانتیں ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا: ان پر جو فرض تھا وہ انہوں نے ادا کر دیا' یعنی انہوں نے لیلۃ العقبۃ کو جو وعدہ کیا تھا اور اس پر بیعت کی تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پناہ دیں گے اور آپ کی مدد کریں گے اور اس پر ان کو جنت ملے گی' سو انہوں نے اس وعدہ اور بیعت کو پورا کر دیا' اور ان کا حق باقی ہے اور وہ جنت میں داخل ہونا ہے۔

اس حدیث میں عظیم وصیت ہے اور انصار کی عظیم فضیلت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱٦ ص ۳٦٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٨٠٠- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ سَمِعْتُ عِكْرَمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُّتَعَطِّفًا بِهَا عَلٰى مَنْكِبَيْهِ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَتَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَّلِيَ مِنْكُمْ اَمْرًا يَضُرُّ فِيْهِ اَحَدًا اَوْ يَنْفَعُهُ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُّسِيْئِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن الغسیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عکرمہ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور آپ نے اپنے کندھوں پر ایک چادر کو لپیٹا ہوا تھا اور (سر مبارک) پر ایک چکنی پٹی تھی حتیٰ کہ آپ منبر کے اوپر بیٹھ گئے' سو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کی ثناء کی' پھر آپ نے فرمایا: حمد و ثناء کے بعد اے لوگو! لوگ زیادہ ہوتے جا رہے ہیں اور انصار کم ہو رہے ہیں حتیٰ کہ وہ اتنے رہ جائیں گے جتنا نمک پانی میں ہوتا ہے' پس تم میں سے جو شخص کسی ایسے منصب پر فائز ہو جو کسی کو نقصان پہنچا سکے یا کسی کو نفع دے سکے' تو وہ ان میں سے نیکوں (کی نیکیوں) کو قبول کرے اور ان کے غلط کاروں سے درگزر کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٢٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں چکنی پٹی کا ذکر ہے' اس سے مراد عمامہ ہے یا رومال ہے یا کوئی اور کپڑا ہے' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ وہ عمامہ گرد و غبار یا پسینہ سے میلا ہو گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٦٧)

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفائی پسند طبیعت سے یہ بہت بعید ہے کہ آپ نے میلا عمامہ باندھا ہوا ہو۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصار اتنے رہ جائیں گے جتنا پانی میں نمک ہوتا ہے' اس میں وجہ تشبیہ یہ ہے کہ نمک طعام میں بہت کم ہوتا ہے اسی طرح انصار بھی مہاجرین اور ان کی اولاد کے مقابلہ میں بہت کم رہ جائیں گے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو مناصب پر فائز ہوئے وہ خلفاء راشدین تھے اور وہ سب مہاجرین میں سے تھے اور ان کے بعد بنی امیہ اور بنو عباس ملوک ہوئے اور وہ سب مہاجرین کی اولاد سے تھے۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ انصار میں خلافت نہیں ہوگی۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٥' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٨٠١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَنْصَارُ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ وَالنَّاسُ سَيَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّوْنَ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا ہے از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: انصار میرا معدہ ہیں اور میرا راز ہیں (میرے جسم و جان ہیں)' ایک دور ایسا آئے گا کہ لوگ زیادہ ہو جائیں گے اور انصار کم ہو جائیں گے تم ان میں سے نیک لوگوں کے کاموں کو قبول کرنا اور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان میں سے خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۹۸ میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ کے مناقب

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن معاذ کا تعلق اوس سے تھا' انہوں نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا' جب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تعلیم دینے کے لیے مدینہ بھیجا تھا' چنانچہ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے بنوعبدالاشہل سے کہا: مجھ پر تمہارے مردوں اور عورتوں سے اس وقت تک کلام کرنا حرام ہے جب تک کہ تم لوگ مسلمان نہ ہو جاؤ' ان کی اسلام میں سب سے زیادہ برکت تھی' (ان کی تبلیغ سے ایک ہزار افراد اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ سعیدی غفرلہ) یہ غزوہ بدر' احد اور خندق میں حاضر ہوئے تھے' غزوہ خندق میں حبان بن عراقہ نے ان کے بازوؤں پر تیر مارا جس کی وجہ سے یہ ایک ماہ بیمار رہے پھر اس کے بعد شہید ہو گئے' غزوہ بنوقریظہ کی چند راتوں کے بعد یہ شہید ہوئے تھے' ان کی والدہ کا نام سیدتنا کبشہ بنت رافع تھا اور وہ صحابیہ تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٦٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر مالکی نے حضرت جابر رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ نے یہ دیکھا کہ وہ فوت ہونے والے ہیں اور ان کے زخم کا خون نہیں رک رہا تو انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! میری روح اس وقت تک قبض نہ کرنا حتیٰ کہ بنوقریظہ کے انجام سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں' حتیٰ کہ جب ان کے بازو سے خون نکلا تو انہوں نے بنوقریظہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے اور بنوقریظہ حضرت سعد کے فیصلہ سے اپنے قلعہ سے اتر آئے تھے' اور وہ اوس کے حلیف تھے' سو وہ ان کے فیصلہ پر برقرار رہے' کہ شاید وہ ان کے متعلق سفارش کریں جیسے ابن سلول منافق نے بنوقینقاع کے متعلق سفارش کی تھی' اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سعد کے جنازہ میں ستر ہزار (۷۰,۰۰۰) فرشتے آسمان سے اترے تھے جنہوں نے اس سے پہلے زمین پر قدم نہیں رکھا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۷۹۷' مسند الفردوس للدیلمی ج ۳ ص ۴۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تین اشخاص سے کوئی افضل نہیں تھا: حضرت سعد بن معاذ' حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر' اور ان تمام کا تعلق بنوعبدالاشہل (اوس) سے تھا' یعنی انصار سے' گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انصار میں ان سے افضل کوئی نہیں تھا' اس لیے حضرت عائشہ کا یہ قول حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ کی افضلیت کے منافی نہیں ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣٨٠٢ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ اُهْدِیَتْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ حَرِیْرٍ فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ یَمَسُّوْنَهَا وَیَعْجَبُوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مِنْ لِّيْنِهَا فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ لِّيْنِ هٰذِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ خَيْرٌ مِّنْهَا اَوْ اَلْيَنُ رَوَاهُ قَتَادَةُ وَالزُّهْرِيُّ سَمِعَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کو ریشم کا ایک حلہ ہدیہ کیا گیا تو آپ کے اصحاب اس کو چھو رہے تھے اور اس کے ملائم ہونے پر تعجب کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس کے ملائم ہونے پر تعجب کر رہے ہو' سعد بن معاذ کے رومال (جنت میں) اس سے زیادہ عمدہ ہیں' یا فرمایا: زیادہ ملائم ہیں۔ اس حدیث کی روایت قتادہ اور زہری نے کی ہے' اور ان دونوں نے اس حدیث کو حضرت انس بن مالک سے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٤٩ میں گزر چکی ہے۔

مندیل کے معنی کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ رومال اکیدر دومۃ نے ہدیہ کیا تھا۔

اس حدیث میں منادیل کا لفظ ہے' یہ مندیل کی جمع ہے۔ علامہ طیبی نے کہا ہے' یہ وہ کپڑا ہے جس کو ہاتھ میں لیتے ہیں' اور ابن الاعرابی وغیرہ نے کہا ہے کہ مندیل کا لفظ ندل سے بنا ہے' اس کا معنی نقل کرنا ہے اور یہ کپڑا ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ندل کا معنی میل کچیل ہے اور مندیل سے میل کو صاف کیا جاتا ہے' اس سے ہاتھوں کو پونچھا جاتا ہے اور بدن سے گرد و غبار کو صاف کیا جاتا ہے اور مندیل دوستوں کو ہدیہ میں دیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص٣٦٨)

٣٨٠٣ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ مُسَاوِرٍ خَتَنُ اَبِيْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ وَّعَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ فَقَالَ رَجُلٌ لِّجَابِرٍ فَاِنَّ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ اِهْتَزَّ السَّرِيْرُ فَقَالَ اِنَّهٗ كَانَ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْحَيَّيْنِ ضَغَائِنُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ. (صحیح مسلم: ٢٤٦٦' الرقم المسلسل: ٦٢٣٩' سنن ترمذی: ٣٨٤٨' مصنف عبدالرزاق: ٦٧٤٧' صحیح ابن حبان: ٧٠٢٩' المعجم الکبیر: ٥٣٣٦' المستدرک ج٣ ص٢٠٧' الاسماء والصفات للبیہقی: ص٣٩٧' مسند احمد ج٣ ص٢٩٦' طبع قدیم' مسند احمد: ١٤١٥٣' ج٢٢ ص٥٨' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضل بن مساور نے حدیث بیان کی' جو ابوعوانۃ کے داماد تھے' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از اعمش از ابی سفیان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سعد بن معاذ کی موت کی وجہ سے عرش ہلا' اور اعمش سے (دوسری) روایت ہے: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اسی حدیث کی مثل' ایک شخص نے حضرت جابر سے کہا کہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ تخت ہلا تھا' تو انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ ان دونوں قبیلوں (اوس اور خزرج) کے درمیان (پرانی) رنجشیں ہیں' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سعد بن معاذ کی موت کی وجہ سے رحمٰن کا عرش ہلا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عرش کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

لغت میں عرش کا معنی ہے: تخت' اگر اس حدیث میں عرش کا یہی معنی مراد ہے تو عرش کے ہلنے کا معنی ہے: اس کی حرکت اور اضطراب' اور یہ حضرت سعد بن معاذ کی فضیلت ہے جیسے احد پہاڑ کا ہلنا' ان اشخاص کے لیے باعث فضیلت تھا جو اس پر چڑھے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہیں اور اگر اس عرش سے مراد اللہ تعالیٰ کا عرش ہے تو اب عرش کے ہلنے سے مراد ہے: سرور اور آنے کی خوشی' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے مراد حقیقت میں عرش کا ہلنا ہے' اور علامہ مازری نے کہا ہے کہ عرش کا ہلنا اپنی حقیقت پر محمول ہے' اور اس کا عقلاً انکار نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ عرش ایک مجسم چیز ہے اور جسم' حرکت اور سکون کو قبول کرتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ عرش کے ہلنے سے مراد اس کا خوش ہونا ہے کیونکہ جب زمین سرسبز ہو جائے تو عرب کہتے ہیں: '' اهتز الارض بالنبات '' (زمین پیداوار سے ہل رہی ہے) یعنی کھیتی لہلہا رہی ہے' اور اس سے یہ مراد نہیں ہوتا کہ زمین کا جسم حرکت کر رہا ہے' الحربی نے کہا ہے کہ یہ حضرت سعد بن معاذ کی وفات سے شان دار کنایہ ہے اور عرب کسی معظم چیز کی اس سے زیادہ عظیم چیز کی طرف نسبت کرتے ہیں' تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں کی موت پر زمین تاریک ہوگئی' بس اسی طرح یہاں معنی ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کی روح کے استقبال کے لیے عرش الٰہی خوش اور مسرور ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٦٩-٣٦٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت سعد بن معاذ کی وفات کے وقت عرش کے ہلنے کی تحقیق اور حضرت براء' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور امام مالک کے انکار کا محمل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں '' ضغائن '' کا لفظ ہے یہ '' ضغينة '' کی جمع ہے' اس کا معنی: کینہ ہے' علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ حضرت جابر نے یہ اس لیے کہا ہے کہ حضرت سعد کا تعلق اوس سے تھا اور حضرت براء خزرجی تھے اور خزرج' اوس کی کسی فضیلت کا اقرار نہیں کرتے تھے' اسی طرح انہوں نے کہا ہے' لیکن یہ ان کی خطاء فاحش ہے کیونکہ حضرت براء بھی اوسی ہیں کیونکہ وہ عازب بن حارث بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن الحارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس کے بیٹے ہیں' وہ حضرت سعد بن معاذ کے ساتھ حارث بن خزرج میں جمع ہو جاتے ہیں اور خزرج حارث بن خزرج کے والد ہیں' یہ وہ خزرج نہیں ہیں جو اوس کے مقابل ہیں' یہ ان کا نام ہے' ہاں وہ خزرج جو اوس کے مقابل ہیں وہ جابر ہیں' حضرت جابر نے یہ بات حق کے اظہار کے لیے کہی ہے اور حضرت سعد کی فضیلت کے اعتراف کے لیے کہی ہے کیونکہ انہیں حضرت براء پر تعجب ہوا کہ انہوں نے یہ کیسے کہا حالانکہ وہ خود بھی اوسی ہیں' پھر انہوں نے کہا: کہ ہر چند کہ میں خزرجی ہوں اور اوس اور خزرج کے درمیان جو مناقشہ ہے وہ اپنی جگہ ہے لیکن یہ مناقشہ مجھے حق بات کہنے سے مانع نہیں ہے' اس لیے انہوں نے یہ حدیث ذکر کی۔

حضرت براء کی طرف سے عذر یہ ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو چھپانے کا ارادہ نہیں کیا تھا' بلکہ انہوں نے یہی سمجھا تھا کہ جس تخت پر حضرت سعد کا جنازہ تھا وہ تخت ہل رہا تھا' حضرت براء کے متعلق یہی گمان لائق ہے جو ان کے عدم تعصب پر دلالت کرتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: سعد بن معاذ کی موت سے رحمٰن کا عرش ہلا اس حدیث سے حضرت براء نے یہ سمجھا تھا کہ حضرت سعد بن معاذ کا تخت ہلا۔

حضرت براء کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمر نے بھی یہ کہا تھا کہ رحمٰن کا عرش کسی کی وجہ سے نہیں ہلتا' پھر انہوں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس سے رجوع کر لیا اور وثوق سے کہا کہ حضرت سعد کی موت کی وجہ سے رحمٰن کا عرش ہلا تھا۔ امام ابن حبان نے اس حدیث کی مجاہد سے روایت کی ہے' اور عرش کے ہلنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت سعد کی روح کے استقبال کے لیے عرش جھومنے لگا اور مسرور اور خوش ہوا' امام حاکم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ان کے آنے کی خوشی کی وجہ سے عرش ہلا لیکن انہوں نے اس کی وہی تاویل کی ہے جو حضرت براء نے کی تھی کہ حضرت سعد کی اللہ سے ملاقات کی وجہ سے عرش خوشی سے ہلا حتیٰ کہ ہمارے کندھوں پر اس تخت کی لکڑیاں پھیل گئیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت سعد کا وہ تخت جس پر ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا اور یہ عطاء بن سائب کی از مجاہد از حضرت ابن عمر روایت ہے۔

عطاء کی اس روایت پر یہ اعتراض ہے کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا' نیز اس کے معارض امام ترمذی کی یہ روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین نے کہا: ان کا جنازہ کس قدر ہلکا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے جنازہ کو فرشتے اٹھا رہے ہیں' امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے' امام حاکم نے کہا ہے کہ جن احادیث میں رحمٰن کا عرش ہلنے کی تصریح ہے وہ صحیحین میں روایت کی گئی ہیں اور کسی صحیح حدیث میں ان کا کوئی معارض نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عرش کے ہلنے سے مراد عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کا ہلنا ہے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت جبریل نے کہا: یہ کون سی میت ہے جس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور اس کے آنے سے تمام آسمان والے خوش ہو رہے ہیں' اس حدیث کی حاکم نے روایت کی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ عرش کا ہلنا ایک علامت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی موت کے لیے مقرر کیا ہے تاکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے فضل کی خبر دیں۔

اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کی عظیم منقبت ہے اور وہی حضرت براء کی یہ تاویل کہ عرش سے مراد وہ تخت ہے جس پر ان کا جنازہ رکھا گیا تھا' یعنی ان کی موت کے وقت وہ تخت ہل رہا تھا تو اس میں حضرت سعد کی کوئی فضیلت نہیں ہے کیونکہ ہر مرنے والے کا جنازہ جب تخت پر رکھ کر لے جاتے ہیں تو لوگوں کے چلنے سے وہ تخت ہلتا ہے۔

امام مالک نے بھی حضرت ابن عمر کی طرح اس روایت کا انکار کیا ہے لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ناواقف شخص یہ گمان نہ کرے کہ عرش کے ہلنے سے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بھی ہلتا ہو گا' کیونکہ عرش اللہ تعالیٰ کے استقرار کی جگہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے اور ظاہر یہ ہے کہ امام مالک نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا' کیونکہ اگر اس حدیث کی وجہ سے ان کو یہ خوف ہوتا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ہلنے کا گمان کرے گا تو وہ اپنی موطاء میں اس حدیث کی روایت نہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے کیونکہ عرش کے ہلنے کی بہ نسبت اس میں اللہ تعالیٰ کے ہلنے کی زیادہ تصریح ہے' اس کے باوجود متقدمین اہل سنت کا اور اسی طرح متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ ہلنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے سے منزہ ہے اور کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے' اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد کی حدیث سند کے اعتبار سے امام مالک کے نزدیک ثابت نہ ہو' اس لیے انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا اور اس کو بیان کرنے سے منع کیا' اس کے برعکس آسمان دنیا کی طرف اترنے کی حدیث' سو وہ ان کے نزدیک ثابت ہے اور انہوں نے اس کی روایت کی ہے اور انہوں نے اس حدیث کی فہم کو علماء کی طرف مفوض کر دیا جو قرآن مجید میں پڑھتے ہیں کہ اللہ عرش پر جلوہ فرما ہے اور حضرت سعد بن معاذ کی وفات سے عرش کے ہلنے کی حدیث دس صحابہ بلکہ اس سے بھی زیادہ سے مروی ہے اور بخاری اور مسلم میں ثابت ہے' لہٰذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۔۱۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت سعد بن معاذ کی قبر سے خوشبو آنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے الطبقات میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب منافقین نے یہ کہا کہ سعد بن معاذ کا جنازہ بہت ہلکا ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ستر ہزار فرشتے سعد بن معاذ کے جنازہ میں نازل ہوئے اور وہ اس سے پہلے زمین پر نہیں چلے تھے۔ حضرت سعد جسیم شخص تھے' ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی' ایک شخص نے ان کی قبر سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھالی' پھر اس کی طرف دیکھا تو وہ مشک تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٦٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُنَاسًا نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا بَلَغَ قَرِيْبًا مِّنَ الْمَسْجِدِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى خَيْرِكُمْ اَوْ سَيِّدِكُمْ فَقَالَ يَا سَعْدُ اِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِكَ قَالَ فَاِنِّيْ اَحْكُمُ فِيْهِمْ اَنْ تُقْتَلَ مُقَاتِلَتُهُمْ وَتُسْبٰى ذَرَارِيُّهُمْ قَالَ حَكَمْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ اَوْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی امامہ بن سہل بن حنیف از حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہ لوگ (بنو قریظہ) حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ پر (قلعہ سے) اترے' پس حضرت سعد کو بلایا گیا تو وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے' جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے افضل شخص کی طرف کھڑے ہو جاؤ یا فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ' پھر آپ نے فرمایا: اے سعد! یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر قلعہ سے اترے ہیں تو حضرت سعد نے کہا: میں ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر دیا جائے تو آپ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے (یا فرمایا:) فرشتہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٤٣ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابُ مَنْقَبَةِ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کی منقبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسید بن حضیر انصاری اوسی اشہلی ہیں' ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے۔ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بیس (٢٠) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' بقیع میں ان کو دفن کیا گیا تھا۔

عباد بن بشر انصاری اوسی اشہلی ہیں' یہ کبار صحابہ میں سے ہیں' جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٧٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسید بن حضیر اوس کے سرداروں میں سے ہیں' ان کی آواز تمام صحابہ سے زیادہ حسین تھی' فرشتے ان سے قرآن سنتے تھے'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان کی کنیت میں پانچ اقوال ہیں' علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کی کنیت ابویحییٰ ہے' یہ ان صحابہ میں سے ہیں جو غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے' ان کو اس دن سات (۷) زخم لگے تھے' یہ حضرت عمر کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور انہوں نے خود ان کا جنازہ اٹھایا تھا اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو بقیع میں دفن کیا۔

عباد بن بشر بھی اوس کے سرداروں میں سے ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تین اشخاص سے کوئی افضل نہیں ہے اور وہ سب بنوعبدالاشھل میں سے ہیں' سعد بن معاذ' اُسید بن حُضیر اور عبّاد بن بشر اور یہ ان پانچ مردوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں تو آپ نے کسی قرآن پڑھنے والے کی آواز سنی' آپ نے پوچھا: اے عائشہ! یہ عباد بن بشر کی آواز ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے دعا کی: اے اللہ! عباد کی مغفرت فرما۔ (صحیح البخاری: ۲۶۵۵) (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۲۔۲۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۳۸۰۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ أَخْبَرَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلَيْنِ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَّإِذَا نُوْرٌ بَيْنَ أَيْدِيْهِمَا حَتّٰى تَفَرَّقَا فَتَفَرَّقَ النُّوْرُ مَعَهُمَا. وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَّرَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ وَقَالَ حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ كَانَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَّعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اندھیری رات میں دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے نکلے' اچانک (میں نے دیکھا) ان دونوں کے سامنے نور تھا' حتیٰ کہ وہ دونوں الگ الگ ہو گئے' پس وہ نور بھی ان کے ساتھ الگ الگ ہو گیا' اور معمر نے کہا از ثابت از حضرت انس' وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت اسید بن حضیر اور انصار کے ایک شخص اور حماد نے کہا: ہمیں ثابت نے خبر دی از حضرت انس' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے جو معمر کی تعلیق ذکر کی ہے اس کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:

امام عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر اور انصار کے ایک اور شخص رضی اللہ عنہما اپنے کسی کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس باتیں کر رہے تھے' حتیٰ کہ رات کا کافی وقت گزر گیا اور وہ سخت اندھیری رات تھی' پھر وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے واپس جا رہے تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی' پھر ان دونوں میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہو گئی' حتیٰ کہ وہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے' پھر جب ان کا راستہ الگ الگ ہوا تو ان میں سے ہر ایک اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلتا رہا حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۰۷۰۸' ج ۱۰ ص ۲۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام احمد کی روایت میں ہے کہ انصار کے وہ دوسرے شخص حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ تھے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۷)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی التوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسید بن حضیر سے اٹھارہ (۱۸) احادیث مروی ہیں اور ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور دوسری حدیث میں منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کی مرویات

حضرت عباد بشر سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

١٤ - بَابُ مَنَاقِبِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے' حضرت معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن اوس بن سعد بن علی بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ بن تزید بن جشم الانصاری الخزرجی ابوعبدالرحمٰن المدنی' یہ ان ستر (۷۰) صحابہ میں سے ایک ہیں جو العقبہ (مکہ کی گھاٹی) میں حاضر ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا' یہ اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں اسلام لائے تھے' بدر میں حاضر ہوئے تھے اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے تھے' یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید جمع کیا تھا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یمن کے حاکم مقرر ہوئے تھے' اس کے بعد مدینہ واپس آ گئے' پھر شام کی طرف جہاد کرنے چلے گئے' عمواس کے طاعون میں اٹھارہ ہجری میں اڑتیس (۳۸) سال کی عمر میں ان کی اردن کی جانب میں وفات ہو گئی' ان کی قبر غور بیسان کی شرقی جانب میں ہے اور عمواس بیت المقدس اور فلسطین کے درمیان ایک بستی ہے' ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عبدالرحمان تھا' وہ ان کے ہمراہ جنگ یرموک میں لڑا تھا' اسی کے نام پر ان کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۷۲-۳۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

یہ خزرجی انصاری صحابی ہیں' ان کو تمام لوگوں سے زیادہ حلال اور حرام کا علم تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یمن کے ایک شہر کا حاکم بنایا تو آپ نے ان سے پوچھا: اے معاذ! تم کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا: کتاب اللہ سے' آپ نے پوچھا: اگر تم کو اس میں (پیش آمدہ) مسئلہ نہ ملے تو انہوں نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے' آپ نے پوچھا: اگر تم کو اس میں بھی مسئلہ نہ ملے تو انہوں نے کہا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندہ کو اسی بات کی توفیق دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۳۲۷' سنن ابوداؤد: ۳۵۹۲)

علامہ ابن عبدالبر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے تھے' وہ خوبصورت' طویل القامت' حسین بالوں اور بڑی آنکھوں والے جوان تھے' ان کے دانت سفید اور چمک دار تھے' لوگوں میں سب سے زیادہ فیاض تھے' وہ اپنے پاس مال جمع نہیں رکھتے تھے اور جب ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو لوگوں سے قرض لے لیتے تھے' لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی شکایت کی تو آپ نے ان کا قرض ادا کرنے کے لیے ان کا مال فروخت کر دیا تو یہ دیوالیہ ہو گئے' تب

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تا کہ یہ مال حاصل کریں' پھر یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مال لے کر آئے' حضرت ابوبکر نے کہا: میں اس مال سے کچھ نہیں لوں گا' انہوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے میرے افلاس کو دیکھا تو مجھے یمن کی طرف بھیجا' پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں غرق ہونے والا ہوں اور آپ نے مجھے بچایا ہے' پھر وہ حضرت عمر کے ساتھ مال لے کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: تمہارے نزدیک جو تم سے زیادہ حق دار ہے اس کو دو' حضرت عمر نے حضرت معاذ سے کہا: اب آپ یہ مال لے لیں' آپ کے لیے اس کا لینا جائز ہے' یہ اڑتیں (۳۸) سال کی عمر میں عمواس کے طاعون میں فوت ہو گئے تھے' شام میں طاعون کی ابتداء عمواس سے ہوئی تھی جو فلسطین اور بیت المقدس کے درمیان ایک بستی ہے' علامہ ابن عبدالبر نے زہری سے نقل کیا ہے کہ جب جابیہ میں طاعون پھیلا تو حضرت عمرو بن العاص نے خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! اس طاعون سے نکل جاؤ یہ آگ کی طرح ہے' تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان سے اختلاف کیا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طاعون رحمت ہے' اے اللہ! معاذ اور آل معاذ کا اس رحمت میں ذکر فرما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج٦ ص ۱۲۱) (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۳-۲۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

طاعون کے متعدی مرض ہونے میں صحابہ کا اختلاف تھا' حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی یہ رائے تھی کہ یہ متعدی مرض ہے جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں اور حضرت معاذ بن جبل کی رائے اس کے خلاف تھی' بہرحال ہمارے نزدیک حضرت عمر اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا موقف ہی راجح ہے۔

٣٨٠٦ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِسْتَقْرِءُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَالِمٍ مَّوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَاُبَيٍّ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابراہیم از مسروق از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چار مردوں سے قرآن مجید کو طلب کرو: ابن مسعود سے' سالم مولی ابوحذیفہ سے' ابی (بن کعب) سے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۵۸ میں گزر چکی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل سے ایک سو پچھتر (۱۷۵) احادیث مروی ہیں جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری تین حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۱۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

١٥ - بَابُ مَنْقَبَةِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی منقبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان کا پورا نام ہے: سعد بن عبادہ بن دلیم بنِ ابی حارثہ بن ابی صریمہ بن ثعلبہ بن طریف بن الخزرج بن ساعدہ' ان کی کنیت ابوالحارث ہے اور یہ قیس بن سعدہ کے والد ہیں' حضرت سعد مشاہیر صحابہ میں سے ایک ہیں' حضرت سعد خزرج کے سردار تھے اور فیاض اور کریم تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کی وفات شام کے علاقہ حوران میں چودہ (١٤) ہجری میں ہوئی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٧٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ بن دلیم انصاری' خزرج کے سردار ہیں' ان کی کنیت ابو ثابت اور ابوقیس ہے' ان کی والدہ سیدتنا عمرہ بنت مسعود ہیں اور ان کا صحابیہ ہونا ثابت ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پانچ (٥) ہجری میں فوت ہوگئی تھیں' حضرت سعد بیعت عقبہ میں حاضر تھے اور یہ نقباء میں سے ایک ہیں' غزوہ بدر میں ان کے حاضر ہونے میں اختلاف ہے' امام بخاری نے اس کو ثابت کیا ہے' امام ابن سعد نے کہا: یہ نکلنے کے لیے تیار ہو رہے تھے' پھر یہ گوشت کھانے کے لیے ٹھہر گئے۔

حضرت سعد اور ان کے والد سخاوت میں مشہور تھے اور ان کے دادا بھی' ان کی ایک طعام گاہ تھی جس میں ہر روز یہ ندا کی جاتی تھی جس کو چربی اور گوشت کھانے کا شوق ہو وہ دلیم بن حارثہ کی طعام گاہ میں آئے' حضرت سعد کے طعام کا تھال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے گھروں میں گھومتا رہتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جھنڈے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مہاجرین کا جھنڈا تھا اور حضرت سعد بن عبادہ کے پاس انصار کا جھنڈا تھا۔

قیس بن سعد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے ملنے کے لیے ہمارے گھر آئے اور آپ نے فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ' پھر آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! اپنی صلوات اور اپنی رحمتیں سعد بن عبادہ کی آل پر نازل فرما۔

امام ابو یعلیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہماری طرف سے انصار کو جزاء و خیر عطاء فرما خصوصاً عبداللہ بن عمرو بن حرام کو اور سعد بن عبادہ کو۔

امام ابن ابی الدنیا نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ جب شام ہوتی تو کوئی شخص صفہ والوں میں سے ایک کو اپنے ساتھ لے جاتا' اور کوئی شخص دو کو اپنے ساتھ لے جاتا' اور کوئی شخص ایک جماعت کو لے جاتا اور حضرت سعد بن عبادہ اسی (٨٠) افراد کو اپنے ساتھ لے جاتے۔

انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی' یہ قصہ مشہور ہے' یہ شام میں چلے گئے تھے اور حوران میں پندرہ (١٥)ھ میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔ (الاصابہ ج ٣ ص ٥٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ جھنڈا ان کے ہاتھ سے لے کر ان کے بیٹے قیس کے ہاتھ میں دے دیا' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا۔

جب حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تو انہوں نے بیعت نہیں کی اور یہ شام چلے گئے اور حوران میں ان کی وفات ہوگئی' ان کو جنات نے قتل کر دیا تھا' ان کو غسل خانہ میں وفات پایا ہوا دیکھا گیا۔ (الکوثر الجاری ج ٧ ص ٢٤' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ اس سے پہلے ایک نیک شخص تھا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ۴۷۵۰ میں مذکور ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی تھی اس کے متعلق جو طویل حدیث ہے یہ تعلیق اس کا ایک ٹکڑا ہے' اس ٹکڑے کی تفصیل درج ذیل ہے:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس دن آپ نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کی لگائی ہوئی تہمت سے براءت طلب کی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے کون شخص اس شخص کے متعلق معذور قرار دے گا جس کی اذیت میرے اہل بیت کے سبب سے مجھ تک پہنچی ہے؟ پس اللہ کی قسم! مجھے اپنے اہل بیت کے متعلق سوائے خیر اور اچھائی کے اور کسی بات کا علم نہیں' اور انہوں نے اس شخص (حضرت صفوان بن معطل) کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق مجھے سوائے خیر کے اور کسی چیز کا علم نہیں اور وہ شخص جب بھی میری اہلیہ کے پاس آیا تو میں اس کے ساتھ تھا' پھر حضرت سعد بن معاذ انصاری (اوسی) رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس سے معذور قرار دیتا ہوں' اگر وہ (تہمت لگانے والا) اوس سے ہے تو میں اس کی گردن مار دوں گا اور اگر وہ ہمارے بھائی خزرج سے ہے تو آپ ہمیں حکم دیں ہم آپ کی اطاعت کریں گے' تب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور وہ خزرج کے سردار تھے اور وہ اس واقعہ سے پہلے نیک شخص تھے لیکن ان کو عصبیت نے ابھارا' انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا: مجھے اللہ کی حیات کی قسم! تم نے جھوٹ بولا' تم اس کو قتل نہیں کرو گے اور نہ اس کے قتل پر قادر ہو گے' پھر دونوں قبیلے اوس اور خزرج جوش میں آ گئے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۴۷۵۰)

حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ حضرت سعد بن عبادہ تہمت کے واقعہ سے پہلے نیک شخص تھے' لیکن حضرت عائشہ ان کا مرتبہ کم نہیں کرنا چاہتی تھیں کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ تہمت لگانے میں ملوث نہیں تھے' ان کا مقصد صرف حضرت سعد بن معاذ کا رد کرنا تھا اور نہ وہ پہلے بھی نیک شخص تھے اور بعد میں بھی نیک شخص تھے اور ان میں نیکی کی صفت دائمی تھی۔

٣٨٠٧ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَبُوْ أُسَيْدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ وَفِي كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَكَانَ ذَا قَدَمٍ فِي الْإِسْلَامِ أَرَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيْلَ لَهُ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰى نَاسٍ كَثِيْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انصار کے گھروں میں بہترین (افراد) بنو النجار ہے' پھر بنو عبد الاشہل ہے' پھر بنو الحارث بن الخزرج ہے' پھر بنو ساعدۃ ہے اور انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے پس حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اور وہ اسلام لانے میں سابق اور مقدم تھے' انہوں نے کہا کہ میرا گمان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پر دوسروں کو فضیلت دی ہے' ان سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو بھی بہتوں پر فضیلت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۸۹ میں گزر چکی ہے۔

حافظ صفی الدین نے ان کی مرویات بیان نہیں کیں لیکن لکھا ہے کہ ان کے پاس احادیث تھیں' انہوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور مدینہ سے نکل گئے اور واپس نہیں آئے اور پندرہ ہجری میں شام کے شہر حوران میں ان کی وفات ہوئی' ان کو جنات نے شہید کر دیا تھا۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۴۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

١٦ - بَابُ مَنَاقِبِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ　حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار الانصاری الخزرجی النجاری' ان کی کنیت ابوالمنذر اور ابوالطفیل ہے' یہ سابقین انصار میں سے تھے' العقبۃ اور اس کے بعد کے مشاہد میں حاضر ہوئے اور تیس (۳۰) ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی التوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب الخزرجی النجاری قُرّاء میں سے ایک تھے بلکہ تمام لوگوں سے بڑھ کر قاری تھے' اور حضرت اُبی فقہاء صحابہ میں سے ایک تھے اور کاتبین وحی میں سے ایک تھے' وہ رسول اللہ ﷺ کے خطوط اور آپ کے احکام لکھتے تھے' وہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اکثر یہ خدمت انجام دیتے تھے' علامہ ابن عبدالبر نے مرسلاً یہ روایت کی ہے کہ تم میں سب سے عمدہ قاری اُبی ہیں' اور تم میں سے سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں' اور سب سے زیادہ وراثت کا علم رکھنے والے زید بن ثابت ہیں اور حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں' اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں' اور اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں' اور حیاء میں سب سے زیادہ سچے عثمان ہیں اور سب سے زیادہ عمدہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں' اور کتاب اللہ کے سب سے عمدہ قاری ابی بن کعب ہیں اور حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں اور وراثت کو سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں' سنو! ہر امت کا امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۴' دارالفکر' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے محاسن بہت زیادہ ہیں۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۵۔ ۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣٨٠٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَا اَزَالُ اُحِبُّهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ از ابراہیم از مسروق' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَبَدَاَ بِهٖ وَسَالِمٍ مَّوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ.

انہوں نے کہا: وہ ایسے شخص ہیں کہ میں ہمیشہ سے ان سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: چار (مردوں) سے قرآن حاصل کرو: عبداللہ بن مسعود سے سو ان سے آپ نے ابتداء کی اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ سے اور معاذ بن جبل سے اور ابی بن کعب سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۸۰۹ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ سَمِعْتُ شُعْبَةَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْكَ ﴿لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ (البینہ:۱) قَالَ وَسَمَّانِیْ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبَکٰی. [اطراف الحدیث: ۴۹۵۹-۴۹۶۱-۴۹۶۰] (صحیح مسلم: ۷۹۹' الرقم المسلسل: ۱۷۴۸' سنن ترمذی: ۳۷۹۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۳۹' المستدرک ج ۲ ص ۲۲۴' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۲' طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۲۰۳' ج ۳۵ ص ۱۳۱' موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے شعبہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے یہ سورت پڑھوں: "لم یکن الذین کفروا. (البینہ:۱)" (کفر کرنے والے اہل کتاب اپنے دین کو چھوڑنے والے نہ تھے) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت انس نے کہا: پھر ابی بن کعب رونے لگے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے سورۃ البینہ پڑھنے کی حکمت اور حضرت اُبی بن کعب اور سورۃ البینہ کی تخصیص کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے یہ سورت پڑھوں۔

حضرت ابی بن کعب کے سامنے اس سورت کے پڑھنے کی حکمت یہ تھی کہ حضرت ابی اس سورت کے الفاظ اور ان کے ادائیگی کی کیفیت اور وقف کرنے کی جگہوں کو سیکھ لیں' پس ان کے سامنے قراءت کرنا ان کو تعلیم دینے کے لیے تھا' ان سے سیکھنے کے لیے نہیں تھا' اور تا کہ حفاظ اور قراء کا دوسرے حفاظ کے سامنے قرآن پڑھنا مسنون ہو جائے خواہ وہ نسب' دین اور فضیلت میں ان سے کم درجہ کے ہوں اور تا کہ لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی فضیلت پر متنبہ کیا جائے اور ان کو حضرت ابی سے قرآن مجید سیکھنے اور ان کے اپنے اوپر مقدم کرنے پر برانگیختہ کیا جائے اور اسی طرح ہوا' نبی ﷺ کے بعد حضرت ابی بن کعب قراءت میں بہ حیثیت امام اور سردار کے مشہور ہو گئے۔

حضرت ابی بن کعب کے سامنے سورۃ البینہ پڑھنے کی تخصیص کی حکمت یہ ہے کہ یہ سورت اختصار کے باوجود اصول' قواعد اور اہم مقاصد کی جامع ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس سورت کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ یہ سورت توحید' رسالت' اخلاص' انبیاء

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سابقین علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں‘ نماز‘ زکوٰۃ‘ عشر اور جنت اور دوزخ کے بیان پر محیط ہے۔

حضرت ابی نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ یعنی آیا اللہ تعالیٰ نے میرے نام کی تصریح کی ہے یا فرمایا ہے: آپ اپنے اصحاب میں سے کسی کے سامنے پڑھیں اور آپ نے مجھے منتخب کر لیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے‘ حضرت ابی بن کعب نے ازراہ تعجب اور مسرت کے یہ سوال کیا تھا کیونکہ ان کے نزدیک یہ بعید تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کا نام لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرمانا کہ ان پر قرآن پڑھیں ان کے لیے بہت عظیم منصب تھا‘ اس لیے وہ خوشی سے رو پڑے‘ علامہ نووی نے کہا ہے کہ وہ اس خوف سے رو پڑے کہ وہ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا کما حقہ شکر نہیں ادا کر سکیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٧٤-٣‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ١٤٢١ھ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب سے ایک سو چھیالیس (١٤٦) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم تین حدیثوں پر متفق ہیں‘ امام بخاری چار حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم سات حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ١ ص ٦٦‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ١٤٢٢ھ)

١٧ - بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار الانصاری النجاری ابوسعید اور ان کو ابوخارجہ المدنی بھی کہا جاتا ہے‘ ان کی والدہ نوار بنت مالک بن نجار ہیں‘ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شریف میں آئے تو ان کی عمر گیارہ (١١) سال تھی‘ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وحی لکھتے تھے اور فضلاء صحابہ اور اصحاب الفتویٰ میں سے تھے‘ پینتالیس (٤٥) یا چھیالیس (٤٦) ہجری میں ان کی مدینہ میں وفات ہوگئی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٧٤-٣‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

غزوہ بدر میں ان کو کم سن قرار دیا گیا‘ اس لیے حضرت زید بن ثابت غزوہ احد میں شریک ہوئے‘ ایک قول یہ ہے کہ ان کا پہلا غزوہ خندق تھا‘ اور غزوہ تبوک میں ان کے پاس بنو النجار کا جھنڈا تھا‘ پہلے یہ جھنڈا حضرت عمارہ بن حزم کے پاس تھا‘ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جھنڈا لے کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دے دیا‘ حضرت عمارہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے پاس میری کوئی شکایت آئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں لیکن قرآن مقدم ہے‘ کیونکہ ان کو زیادہ قرآن یاد تھا۔ (المستدرک ج ٣ ص ٤٢١)

ان کے والد جنگ بعاث میں ہجرت سے پانچ سال پہلے قتل کر دیئے گئے تھے۔

انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قرآن مجید جمع کیا تھا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو مجھے آپ کے سامنے پیش کیا گیا‘ پس بتایا گیا کہ یہ بنو النجار سے ہیں اور ان کو قرآن مجید کی سترہ سورتیں یاد ہیں‘ میں نے آپ کے سامنے قرآن پڑھا تو آپ بہت خوش ہوئے‘ میں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہود کی طرف آپ کے خطوط لکھتا تھا اور ان کے آئے ہوئے خطوط آپ کو پڑھ کر سناتا تھا' اس حدیث کی امام بغوی اور امام ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے۔

امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ایک قوم کی طرف لکھواتا ہوں مجھے خوف ہے کہ وہ کمی یا زیادتی نہ کردیں اس لیے تم سریانی زبان سیکھ لو' سو میں نے سترہ دنوں میں سریانی زبان سیکھ لی۔

شعبی سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی رکاب پکڑ لی' حضرت زید نے ان کو منع کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد! ایسا نہ کریں تو حضرت ابن عباس نے کہا: ہمیں علماء اور اکابر کی اسی طرح تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ثابت بن عبید نے کہا: میں نے کسی شخص کو اس کی مجلس میں حضرت زید کی طرح معزز اور خوش طبع نہیں دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے سب سے زیادہ وراثت کے احکام کا علم رکھنے والا زید (بن ثابت) ہے۔

امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت زید بن ثابت اصحاب فتویٰ میں سے ایک ہیں اور اصحاب فتویٰ چھ ہیں: حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابی بن کعب' حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم' امام واقدی کی روایت ہے کہ مدینہ میں قضاء' فتویٰ' قراءت اور وراثت کے علم کے سردار حضرت زید بن ثابت ہیں۔ امام بغوی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ خارجہ بن زید نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی سفر پر جاتے تو حضرت زید بن ثابت کو اپنا جانشین بنا کر جاتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اصحاب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت زید بن ثابت کا شمار راسخین فی العلم میں ہوتا تھا۔

حضرت زید بن ثابت کی وفات اکثر کے قول کے مطابق پینتالیس (۴۵) ہجری میں ہوئی' جس دن حضرت زید کی وفات ہوئی تو حضرت ابوہریرہ نے کہا: آج اس امت کا عالم فوت ہو گیا۔ (الاصابۃ ج ۲ ص ۴۹۲۔۴۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۳۸۱۰- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا یَحْیٰی حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْاَنْصَارِ اُبَیٌّ وَّمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّاَبُوْزَیْدٍ وَّزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ قُلْتُ لِاَنَسٍ مَّنْ اَبُوْ زَیْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِیْ. [اطراف الحدیث: ۳۹۹۶۔ ۵۰۰۳۔ ۵۰۰۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چار اشخاص نے قرآن مجید کو جمع کیا اور وہ سب انصار میں سے تھے' حضرت ابی' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابو زید اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم' میں نے حضرت انس سے پوچھا: حضرت ابو زید کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: وہ میرے چچاؤں میں سے ایک ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۴۶۵' الرقم المسلسل: ۶۲۳۴' سنن ترمذی: ۳۸۱۹۔ ۳۷۹۴' السنن الکبریٰ: ۸۰۰۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۱۸' صحیح ابن حبان: ۷۱۳۰' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۱۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۷' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۹۴۲' ج ۲۱ ص ۳۷۹' موسسۃ الرسالہ بیروت)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابو زید کا نام' اوس اور خزرج کا ایک دوسرے کے سامنے اپنی اپنی فضیلت کا اظہار اور بعض اعتراضات کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ابو زید کا ذکر ہے: ابن المدینی نے کہا: ان کا نام اوس ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: ان کا نام ثابت بن زید بن مالک اشھلی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اوس اور خزرج نے ایک دوسرے پر اپنی فضیلت بیان کی' اوس نے کہا: ہم میں غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ ہیں' اور ہم میں حضرت عاصم ہیں جن کی لاش کی شہد کی مکھیوں نے حفاظت کی اور حضرت سعد ہیں جن کی موت پر عرش ہلا تھا' اور حضرت خزیمہ ہیں جن کی گواہی دو مردوں کی گواہی کے برابر ہے رضی اللہ عنہم' اس کے جواب میں خزرج نے کہا: ہم میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کیا' وہ حضرت معاذ' ابو زید اور ابی ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کے علاوہ دوسروں نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا ہے جیسے خلفاء اربعہ نے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدد کا مفہوم مخالف زائد کی نفی نہیں کرتا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے پورے قرآن مجید کو کیسے جمع کیا حالانکہ قرآن مجید کا کچھ حصہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے قریب نازل ہوا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس کو بھی آپ کی وفات سے پہلے محفوظ کر لیا تھا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے معارض ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ چار مردوں سے قرآن مجید کو طلب کرو' حضرت ابن مسعود سے' حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ سے' حضرت ابی بن کعب سے اور حضرت معاذ بن جبل سے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس کی اس حدیث کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہے کہ ان چاروں کے علاوہ اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا' حضرت انس کی مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کو صرف انصار نے جمع کیا خواہ وہ یہ چار ہوں جن کا اس حدیث میں ذکر ہے یا دوسرے ہوں' مگر وہ انصار ہی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٧٥ ' ٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت سے بیانوے (٩٢) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم پانچ حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری چار حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ١ ص ٣٨٤ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

١٨ - بَابُ مَنَاقِبِ اَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوطلحہ کا نام ہے: ابوطلحہ زید بن سہل بن الاسود بن حرام انصاری الخزرجی النجاری' یہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے خاوند ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں' یہ تمام مشاہد اور غزوات میں حاضر تھے' اور یہ نقباء میں سے ایک ہیں' یہ بتیس یا چونتیس (٣٤-٣٢) ہجری میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' ابو زرعہ دمشقی نے کہا ہے کہ یہ شام

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں فوت ہو گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چالیس سال زندہ رہے (یعنی ان کی وفات پچاس ہجری میں ہوئی)' یہ مسلسل روزے رکھتے تھے' حضرت انس سے روایت ہے کہ یہ جہاد کرتے ہوئے سمندر میں فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن سہل انصاری کی کنیت ابوطلحہ ہے اور یہ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا: اے ابوطلحہ! تم جیسے شخص کے نکاح کا پیغام مسترد نہیں کیا جاتا لیکن تم کافر ہو اور میں مسلمان عورت ہوں' اس لیے تم میرے لیے حلال نہیں ہو' اگر تم اسلام قبول کر لو تو یہی میرا مہر ہو گا' چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور یہی ان کا مہر ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کفار پر تیر مار رہے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر اٹھا کر دیکھ رہے تھے تو حضرت ابوطلحہ نے اپنا سینہ بلند کر کے آپ کے آگے کر دیا اور کہا: اگر ان کا کوئی تیر آئے تو وہ میرے سینہ پر لگے آپ کی طرف نہ آئے' اس کی سند صحیح ہے۔

امام مسلم نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں اپنے سر کے بال منڈائے تو آپ نے اپنی دائیں جانب کے بال اپنے اصحاب پر تقسیم کر دیئے' کسی کو ایک بال کسی کو دو بال دیئے اور حضرت ابوطلحہ کو اپنی بائیں جانب کے تمام بال عطاء کر دیئے' اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکو گے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ۹۲)

تو حضرت ابوطلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: میرے پسندیدہ اموال بیرحاء میں ہیں' ان کی نیکی کو ذخیرہ کرنے کی توقع رکھتا ہوں' سو وہ صدقہ ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رکو' رکو وہ نفع آور مال ہے۔

حضرت ابوطلحہ کی موت کے وقت میں اختلاف ہے' واقدی نے کہا: ان کی وفات چونتیس (۳۴) ہجری میں ہوئی ہے اور ایک قول بتیس ہجری کا ہے' اور ابوزرعہ نے کہا ہے کہ ان کی وفات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چالیس سال بعد ہوئی ہے' حضرت انس نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں جہاد کرنے کی وجہ سے (نفلی) روزے نہیں رکھتے تھے' پس آپ کی وفات کے بعد وہ عیدین کے سوا مسلسل ہر روز روزہ رکھتے رہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: ان کی وفات پچاس (۵۰) یا اکیاون (۵۱) ہجری میں ہوئی ہے۔

(الاصابۃ ج ۲ ص ۵۰۴-۵۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۳۸۱۱- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ اِنْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ بِهٖ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَّهٗ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَجُلًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن جب لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تھے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنی ایک ڈھال

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَامِيًا شَدِيْدًا لَّقَدْ يَكْسِرُ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ وَمَعَهُ الْجُعْبَةُ مِنَ النَّبْلِ فَيَقُوْلُ اُنْثُرْهَا لِاَبِيْ طَلْحَةَ فَاَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ اِلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُ اَبُوْطَلْحَةَ يَانَبِيَّ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ لَاتُشْرِفْ يُصِيْبُكَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِيْ دُوْنَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّاُمَّ سُلَيْمٍ وَّاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا تُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدَيْ اَبِيْ طَلْحَةَ اِمَّا مَرَّتَيْنِ وَاِمَّا ثَلَاثًا.

سے نبی ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے' اور حضرت ابوطلحہ بہت ماہر تیرانداز تھے' اس دن ان کے ہاتھ سے دو یا تین کمانیں ٹوٹ گئی تھیں' اگر کوئی شخص گزرتا اور اس کے پاس تیروں کا ترکش ہوتا تو نبی ﷺ فرماتے: اپنے یہ تیر ابوطلحہ کو دے دو' نبی ﷺ لوگوں کا حال دیکھنے کے لیے جھانکتے تو حضرت ابوطلحہ عرض کرتے: اے اللہ کے نبی! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں آپ نہ جھانکیں' کہیں لوگوں کے تیروں میں سے کوئی تیر آپ کو نہ لگ جائے' میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے ہے اور میں نے حضرت عائشہ بنت ابوبکر کو اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہن کو دیکھا کہ وہ اپنے پائنچے اوپر اٹھائے ہوئے جارہی تھیں میں ان کی پنڈلیوں کا زیور دیکھ رہا تھا' انہوں نے مشکوں کو اپنی پیٹھوں پر اٹھایا ہوا تھا اور وہ (زخمی) لوگوں کے منہ میں پانی ڈال رہی تھیں' پھر جاتیں اور مشک بھر کر لاتیں' پھر آ کر (زخمی) لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتیں اور اس دن حضرت ابو طلحہ کے ہاتھوں سے دو یا تین بار تلوار ٹوٹ گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۸۰ میں گزر چکی ہے۔

موجودہ دور کے ہسپتالوں میں نرسنگ کا غلط رواج

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ام سلیم کا ذکر ہے' یہ حضرت ابوطلحہ کی زوجہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ اور رسول اللہ ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں۔

حضرت ابوطلحہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ رہے تھے' یہ پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب بھی ہسپتالوں میں خواتین اجنبی مردوں کی تیمارداری کر سکتی ہیں کیونکہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے جب مرد کم تھے' دوسرے یہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے' اس لیے اب خواتین کے لیے اجنبی مردوں کی تیمارداری کرنا جائز نہیں ہے' لہٰذا ہسپتالوں میں مرد' مردوں کے وارڈ میں کام کریں اور خواتین' خواتین کے وارڈ میں کام کریں' اس کے برعکس کرنا جائز نہیں ہے۔

١٩ - بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: عبداللہ بن سلام بن الحارث الاسرائیلی' ثم الانصاری' ان کا تعلق بنوقینقاع سے تھا' ان کی کنیت ابویوسف ہے' یہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ انصار کے حلیف تھے' زمانہ جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا' اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھ دیا' جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتداءً مدینہ میں داخل ہوئے تھے یہ اسی وقت اسلام لے آئے تھے۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں تینتالیس (۴۳) ہجری میں مدینہ میں فوت ہوگئے تھے' یہ یہود کے بڑے بڑے علماء میں سے ایک تھے' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ جنت کے دس مردوں میں سے دسویں ہیں' حافظ ابن عبدالبر نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو میں ان لوگوں میں سے تھا جو آپ سے بدکتے تھے' جب میرے سامنے آپ کا چہرۂ انور منکشف ہوا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے' میں نے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ بہ کثرت سلام کرو اور (لوگوں کو) کھانا کھلاؤ۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف آئے' لوگ آپ کو جھانک کر دیکھ رہے تھے' حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ کی آمد کا سنا' اس وقت وہ اپنی کھجوروں کے درختوں میں تھے' سو وہ جلدی سے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سن کر کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور آپ دین حق لے کر آئے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ میں یہودیوں کا سردار ہوں اور ان کا سب سے بڑا عالم ہوں' آپ ان کو میرے اسلام قبول کرنے کا بتائے بغیر ان سے میرے متعلق دریافت کریں۔

طبری نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام تینتالیس (۴۳) ہجری میں مدینہ میں فوت ہوگئے تھے۔

(الاصابۃ ج ۴ ص ۱۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۳۸۱۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا يُّحَدِّثُ عَنْ اَبِى النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِاَحَدٍ يَّمْشِىْ عَلَى الْاَرْضِ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ وَفِيْهِ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ﴾ (الاحقاف: ۱۰) الْاٰيَةَ قَالَ لَا اَدْرِىْ قَالَ مَالِكٌ الْاٰيَةَ اَوْ فِى الْحَدِيْثِ.

(صحیح مسلم: ۲۴۸۳' الرقم المسلسل: ۶۲۷۴) [صحیح مسلم: ۲۴۸۳' الرقم المسلسل: ۶۲۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں از ابی النصر مولیٰ عمر بن عبیداللہ از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا کسی ایسے شخص کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا' جو زمین پر چلتا ہو اور اس کے متعلق آپ نے فرمایا ہو کہ وہ اہل جنت (میں) سے ہے اور ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: "و شهد شاهد من بنى اسرائيل. (الاحقاف: ۱۰)" اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا ہے۔ (عبداللہ بن یوسف) راوی نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ اس آیت کے متعلق امام مالک کا قول ہے یا اسی طرح حدیث میں ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس اشکال کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن سلام کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی جنت کی بشارت دی ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

"اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا کسی ایسے شخص کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا' جو زمین پر چلتا ہو اور اس کے متعلق آپ نے فرمایا ہو کہ وہ اہل جنت میں سے ہے حالانکہ آپ نے دس صحابہ کے متعلق جنتی ہونے کی بشارت دی اور خود حضرت سعد بن ابی وقاص بھی ان دس صحابہ میں سے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے تواضعاً اپنے لیے جنتی ہونے کی حدیث کا ذکر نہیں کیا اور اپنی تحسین پسند نہیں کی اور اپنے دینی بھائی حضرت عبداللہ بن سلام کی تحسین کو پسند کیا' یہ علامہ خطابی کا جواب ہے' اور علامہ ابن التین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا صرف اپنے لیے تو انکسار ہو سکتا ہے لیکن اس حدیث سے باقی نو صحابہ کے لیے بھی جنت کی بشارت کی نفی ہو رہی ہے' اس کا زیادہ عمدہ جواب یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ کہا ہے کہ میں نے اور کسی صحابی کے لیے یہ بشارت نہیں سنی' انہوں نے اپنے سننے کی نفی کی ہے اصل بشارت اور حدیث کی نفی نہیں کی' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت سعد نے کہا ہے کہ جو زمین پر چلتا ہو اس کے جنتی ہونے کے متعلق میں نے نہیں سنا اور عشرہ مبشرہ کے لیے آپ نے مجلس واحد میں جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ علاوہ ازیں ان دس صحابہ میں حضرت عبداللہ بن سلام کا ذکر نہیں ہے اور جب کسی عدد کی تصریح کی جائے تو اس سے زائد کی نفی مراد نہیں ہوتی۔ (میں کہتا ہوں کہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ دس صحابہ کی بشارت دینے کا واقعہ پہلے کا ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام کی بشارت آپ نے بعد میں دی ہے' اس لیے ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے' سعیدی غفرلہ) علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تاویل کرنا ضروری ہے کیونکہ آپ نے حسنین کریمین اور ازواج مطہرات کو بھی جنت کی بشارت دی ہے بلکہ تمام اہل بدر کو جنت کی بشارت دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۲۷۹۔۲۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸۱۳ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا فِي مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلَى وَجْهِهِ أَثَرُ الْخُشُوعِ فَقَالُوا هٰذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزَ فِيهِمَا ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُهُ فَقُلْتُ إِنَّكَ حِينَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوا هٰذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ وَاللّٰهِ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ مَا لَا يَعْلَمُ وَسَأُحَدِّثُكَ لِمَ ذَاكَ رَأَيْتُ رُؤْيَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَيْهِ وَرَأَيْتُ كَأَنِّي فِي رَوْضَةٍ ذَكَرَ مِنْ سَعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا وَسْطَهَا عَمُودٌ مِنْ حَدِيدٍ أَسْفَلُهُ فِي الْأَرْضِ وَأَعْلَاهُ فِي السَّمَاءِ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازہر السمان نے حدیث بیان کی از ابن عون از محمد از قیس بن عباد' انہوں نے کہا کہ میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا' پس ایک شخص آیا جس کے چہرے سے خوف ظاہر ہو رہا تھا تو لوگوں نے کہا: یہ شخص اہل جنت سے ہے' اس نے اختصار کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی' پھر (مسجد سے) نکل گیا' میں اس کے پیچھے گیا اور میں نے کہا: جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تھے تو لوگوں نے کہا: یہ شخص اہل جنت سے ہے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی بات کہے جس کا اسے علم نہ ہو اور میں تمہیں عنقریب بیان کروں گا کہ اس کی کیا وجہ ہے' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک خواب دیکھا' وہ میں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيْلَ لَهُ اِرْقَهْ قُلْتُ لَا اَسْتَطِيْعُ فَاَتَانِيْ مِنْصَفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِيْ مِنْ خَلْفِيْ فَرَقِيْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِيْ اَعْلَاهَا فَاَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِيْلَ لِيْ اِسْتَمْسِكْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَاِنَّهَا لَفِيْ يَدِيْ فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْاِسْلَامُ وَذٰلِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى فَاَنْتَ عَلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوْتَ وَذَاكَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ وَّقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ قَالَ وَصِيْفٌ مَكَانَ مِنْصَفٌ.

[اطراف الحدیث: ۷۰۱۰۔ ۷۰۱۴] (صحیح مسلم: ۲۴۸۴، الرقم المسلسل: ۶۲۷۵)

آپ کے سامنے بیان کیا اور میں نے دیکھا گویا کہ میں ایک باغ میں ہوں انہوں نے اس باغ کا وسیع اور سرسبز ہونا بیان کیا' اس باغ کے درمیان میں لوہے کا ایک ستون تھا اس کی جڑ زمین میں تھی اور اس کی بلندی جانب آسمان میں تھی' اس کی بلند جانب میں ایک دستہ تھا' مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھو' میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا' پس میرے پاس ایک خادم آیا' جس نے پیچھے سے میرے کپڑے اوپر اٹھائے' پھر میں اس پر چڑھا حتیٰ کہ میں اس کی بلندی پر پہنچ گیا' میں نے اس دستہ کو پکڑ لیا' مجھ سے کہا گیا کہ اس کو مضبوطی سے پکڑ لو' پھر میں بیدار ہو گیا اور اس وقت میں اس دستہ کو پکڑے ہوئے تھا' پس میں نے یہ خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا' آپ نے فرمایا: وہ باغ اسلام ہے' اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ دستہ مضبوط دستہ ہے' پس تم تا حیات اسلام پر برقرار رہو گے حتیٰ کہ تمہیں موت آ جائے' اور وہ شخص حضرت عبداللہ بن سلام تھے' اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث کی از محمد' انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن عباد نے حدیث بیان کی از حضرت ابن سلام انہوں نے منصف کی جگہ وصیف کہا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد جومسندی کے نام سے مشہور ہیں (۲) ازھر بن سعد باھلی بصری' ان کے مولیٰ السمان ہیں' ان کی کنیت ابوبکر ہے' یہ ۲۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبداللہ بن عون بن ارطبان ابوعون البصری (۴) محمد بن سیرین (۵) قیس بن عباد البصری' حجاج نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کو قتل کر دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۷۹)

حدیث میں حضرت عبداللہ بن سلام کے لیے جنت کا ثبوت ہے' پھر انہوں نے اس کا کیوں انکار کیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب قیس بن عباد نے حضرت عبداللہ بن سلام سے کہا کہ لوگوں نے آپ کے متعلق کہا ہے کہ یہ شخص اہل جنت میں سے ہے تو انہوں نے کہا: (مسلم کی روایت میں ہے) سبحان اللہ! کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ایسی بات کہے جس کا اسے علم نہ ہو' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں بشارت ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں' پھر انہوں نے کیوں انکار کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیس بن عباد نے قطعیت سے کہا تھا کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں اور کسی شخص کے متعلق وثوق اور قطعیت سے جنتی نہیں کہنا چاہیے اور حضرت سعد بن ابی وقاص کی حدیث جس میں ان کے جنتی ہونے کی بشارت ہے بہرحال خبر واحد ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بشارت نہ سنی ہو' تیسرا جواب یہ ہے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنی تعریف وتوصیف کوتواضعاً مکروہ قرار دیا۔
اس حدیث میں ستون کا ذکر ہے' ستون سے مراد ارکان خمسہ ہیں یا صرف کلمہ شہادت ہے اور العروۃ الوثقیٰ سے مراد ایمان ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى. (البقرہ:٢٥٦)

سو جو شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو بے شک اس نے مضبوط دستہ تھام لیا۔

(عمدۃ القاری ج١٦ص ٣٨٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اعلیٰ حضرت کے بعض اشعار پر اعتراضات کے جوابات

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے باوجود اس کے کہ ان کے لیے حدیث میں جنت کی بشارت ہے پھر بھی انہوں نے اپنے جنتی ہونے کا انکار کیا اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اپنے جنتی ہونے کو ثابت کیا ہے' ان کا یہ شعر معروف ہے۔

ے تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

(حدائق بخشش حصہ دوم ص ٤٩' فرید بک سٹال' لاہور)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت کا شعر ہے کوئی متین کلام نہیں ہے اور شعر میں خیال آرائی اور مبالغہ ہوتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ شعر بہ طور تفاءل اور نیک فال ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ شعر دعا کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ رضاء کو جنت میں پہنچائے' پھر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے:

ے جو بتوں پر ہے بہار چمن آرائی دوست خلد کا نام نہ لے بلبل شیدائی دوست
جو بجوں

(حدائق بخشش حصہ اول ص ٢٠' فرید بک سٹال' لاہور)

یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیدا اور محب ہے وہ خلد کا نام بھی نہیں لے گا' اور اعلیٰ حضرت نے خلد کا نام لیا ہے' فرمایا: خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا' تو کیا اعلیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدا اور محب نہیں ہیں! اس کا جواب یہ ہے کہ اس شعر میں اعلیٰ حضرت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محب اور شیدا ہے وہ مطلقاً جنت کا نام نہیں لے گا کیونکہ قرآن مجید اور احادیث میں جگہ جگہ جنت کا ذکر ہے اور جب قرآن مجید اور احادیث کو پڑھا جائے گا تو جنت کا نام لیا جائے گا' اس لیے اعلیٰ حضرت کا اس شعر میں مطلب یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محب اور شیدا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال اور آپ کے انوار و تجلیات کے سامنے جنت کے حسن و جمال کا نام نہیں لے گا بلکہ آپ کے جمال جہاں آراء اور آپ کے دل کش اور دل آویز چہرے کو دیکھ کر جنت کا حسن و جمال بھول جائے گا! اور اب اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

٣٨١٤ - حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَتَیْتُ الْمَدِیْنَةَ فَلَقِیْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ اَلَا تَجِیْءُ فَاُطْعِمَكَ سَوِیْقًا وَّتَمْرًا وَّتَدْخُلُ فِیْ بَیْتٍ ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی بردہ از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملا' انہوں نے کہا: کیا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ اِنَّكَ بِاَرْضٍ الرِّبَابِهَا فَاشٍ اِذَا كَانَ لَكَ عَلٰى رَجُلٍ حَقٌّ فَاَهْدٰى اِلَيْكَ حِمْلَ تِبْنٍ اَوْ حِمْلَ شَعِيْرٍ اَوْ حِمْلَ قَتٍّ فَلَا تَاْخُذْهُ فَاِنَّهٗ رِبًا وَلَمْ يَذْكُرِ النَّضْرُ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ الْبَيْتَ. [طرف الحدیث: ۷۳۴۳] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

تم میرے گھر نہیں آتے کہ میں تمہیں ستو اور کھجور کھلاؤں اور تم میرے گھر داخل ہو؟ پھر کہا: تم ایسے ملک میں رہتے ہو جہاں سودی کاروبار بہت زیادہ ہے اگر تمہارا کسی شخص پر کوئی حق ہو اور وہ تمہیں تنکوں کے گٹھے یا جو کے گٹھے یا گھاس کے گٹھے کے برابر بھی کوئی ہدیہ دے تو اس کو قبول نہ کرنا کیونکہ وہ سود ہے نضر' ابوداؤد اور وھب نے از شعبہ گھر کا ذکر نہیں کیا۔

مقروض سے ہدیہ لینے کی شرعی حیثیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جس گھر میں آنے کی دعوت دی تھی وہ بہت عظیم گھر تھا کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے تھے اور جس ملک کا انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس میں سودی کاروبار بہت زیادہ ہے وہ ملک عراق ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ قرض خواہ کا مقروض سے ہدیہ لینا بھی سود ہے کیونکہ وہ ہدیہ اصل قرض سے زیادہ ہوگا' تاہم یہ حقیقۃً سود نہیں ہے صورۃً سود ہے اور متقی اور پرہیز گار لوگوں کو اس سے بچنا چاہئے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی رائے میں یہ حقیقۃً سود ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی مرویات

خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی مرویات کا ذکر نہیں ہے۔

٢٠ - بَابُ تَزْوِيْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيْجَةَ وَفَضْلِهَا رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْهَا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا اور ان کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قصی میں جمع ہو جاتی ہیں اور تمام ازواج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے ان کا نسب سب سے زیادہ قریب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصی کی اولاد میں سے حضرت ام حبیبہ کے سوا اور کسی سے نکاح نہیں کیا' الزبیر نے کہا کہ حضرت خدیجہ زمانہ جاہلیت میں الطاہرہ کے نام سے پکاری جاتی تھیں' ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم تھا' اور اصم کا نام جندب بن ھرم ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیدائش کے پچیس سال بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا' جمہور کا قول یہی ہے' اور حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس (۴۰) سال تھی' وہ آپ کے ساتھ چوبیس (۲۴) سال رہیں اور جب ان کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر چونسٹھ سال اور چھ مہینے تھی' حضرت خدیجہ کی ہجرت سے پانچ سال پہلے وفات ہوگئی تھی' قتادہ نے کہا: ہجرت سے تین سال پہلے وفات ہوگئی تھی' حافظ ابن عبدالبر نے کہا: ہمارے نزدیک قتادہ کا قول زیادہ صحیح ہے' نیز انہوں نے کہا کہ حضرت خدیجہ ابو طالب کی وفات کے تین دن بعد

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فوت ہوئی تھیں' اور وہ رمضان میں فوت ہوئی تھیں اور ان کو الحجون میں دفن کیا گیا۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ان کے والد خویلد نے ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا تھا' ابن الکلبی نے کہا ہے کہ ان کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح کیا تھا' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے ان کا نکاح کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ابوہالہ بن النباش بن زرارہ تمیمی سے ان کا نکاح تھا' الزبیر نے کہا: ان کا نام مالک تھا اور ابن مندہ نے کہا: زرارہ تھا' العسکری نے کہا: ہند تھا' ابوہالہ زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے' ان سے پہلے حضرت خدیجہ کا نکاح عتیق بن عائذ المخزومی سے تھا' پھر ان دونوں کے بعد ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہوئی ہے سوائے حضرت ابراہیم کے' امام ابن اسحاق نے کہا: حضرت خدیجہ سے آپ کی بیٹیاں حضرت زینب' حضرت رقیہ' حضرت ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں اور آپ کے بیٹے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور ان ہی سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور الطاہر اور الطیب پیدا ہوئے اور یہ تینوں بیٹے زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے اور رہیں آپ کی بیٹیاں تو ان سب نے اسلام کا زمانہ پایا اور انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی۔ اس باب میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۸۲-۳۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

(حافظ ابن حجر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ سے نکاح اور ان کی عمر وغیرہ کے متعلق وہی لکھا ہے جو ہم علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں' تاہم انہوں نے حضرت خدیجہ کے فضائل میں حسب ذیل آثار نقل کیے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ وہ پہلی شخصیت ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔

امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ نے آپ کو بتایا کہ یہ فرشتہ ہے' پھر حضرت جبرئیل نے زمین کو کھودا تو اس میں سے پانی کا چشمہ ابل پڑا' پھر حضرت جبرئیل نے آپ کو وضو کا طریقہ بتایا' سو آپ نے وضو کیا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز پڑھی' اس نے آپ کو نبوت کی بشارت دی اور آپ کو (العلق:۱) کی تعلیم دی' پھر وہ چلے گئے' پھر آپ جس درخت یا جس پتھر کے پاس سے گزرتے وہ کہتا تھا: سلام علیک یا رسول اللہ! پھر آپ حضرت خدیجہ کے پاس آئے اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے کہا: حضرت جبریل نے آپ کو جس طرح وضو کا طریقہ سکھایا تھا وہ طریقہ مجھے بھی سکھائیں' پھر انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت خدیجہ کے اسلام لانے کی سب سے زیادہ صریح روایت ہے جس پر میں مطلع ہوا ہوں۔

امام واقدی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ بہت حسین اور بہت مرتبہ والے خاندان کی تھیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بصریٰ کے بازار میں تجارت کے لیے بھیجا اور آپ نے ان کو دوسروں کی بہ نسبت دگنا منافع دیا' نفیسہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ نے ان کو اپنے ساتھ نکاح کا پیغام دے کر بھیجا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول کر لیا' اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت ابراہیم کے سوا آپ کی تمام اولاد ان سے ہوئی۔

امام واقدی نے نفیسہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت خدیجہ بہت معزز اور مال دار خاتون تھیں' جب وہ بیوہ ہو گئیں تو قریش کا ہر سردار ان سے نکاح کرنے کی تمنا کرتا تھا' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کے لیے سفر کیا اور غیر معمولی منافع لے کر آئے تو انہوں

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے آپ کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت کی اور پھر انہوں نے آپ سے نکاح کر لیا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دی جس میں نہ سرکنڈے ہوں گے نہ شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔ (صحیح بخاری: ٣٨٢٠، صحیح مسلم: ٢٤٣٢)

صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں اور تمام عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں۔ (صحیح البخاری: ٣٨١٥)

امام ابوزرعہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل آئے پس کہا: یہ خدیجہ آپ کے پاس آئی ہیں اور ان کے پاس ایک برتن میں طعام اور پانی ہے، جب یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں۔ (صحیح البخاری: ٣٨٢٠)

یزید بن ہارون نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت خدیجہ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا تو کہا: آپ جیسا سچا، دیانت دار اور عمدہ اخلاق والا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔

دوسری روایت ہے کہ آپ کے حسن اخلاق اور صادق القول ہونے کی وجہ سے میں آپ کے ساتھ نکاح کرنے پر راغب ہوئی ہوں، اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی حضرت خدیجہ ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں کو افضل النساء فرمایا ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت مریم گزشتہ زمانہ کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں اور حضرت خدیجہ اس امت کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔ (صحیح بخاری: ٣٤٣٢، صحیح مسلم: ٢٤٣٠)

نبی ﷺ نے جتنی تعریف اور تحسین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی، کی ہے اور کسی زوجہ کی اتنی تعریف نہیں کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تک حضرت خدیجہ کی تعریف اور تحسین نہیں کرتے تھے گھر سے نہیں نکلتے تھے، ایک دن آپ نے ان کا ذکر کیا تو مجھے ناگوار ہوا میں نے کہا: وہ ایک بوڑھی عورت تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے افضل بیوی عطاء کر دی ہے، تو آپ ناراض ہو گئے، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بیوی نہیں عطاء کی، جب سب لوگ کفر کر رہے تھے تو وہ ایمان لائیں اور جب سب لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا تو انہوں نے میری تصدیق کی اور جب سب لوگوں نے مجھے مال سے محروم کیا تو انہوں نے اپنے مال سے میری مدد کی، اور اللہ تعالیٰ نے تمام بیویوں میں مجھے صرف ان سے اولاد عطاء کی۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: پھر میں نے اپنے دل میں کہا: میں آئندہ کبھی ان کی برائی نہیں کروں گی، اس حدیث کو حافظ عبدالبر نے روایت کیا ہے۔
(مسند احمد ج ٦ ص ١١٧)

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بکری ذبح کرتے تو فرماتے: خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس اس کا گوشت بھیجو۔ (صحیح بخاری: ٦٠٠٤، صحیح مسلم: ٢٤٣٤)

امام واقدی نے بیان کیا ہے کہ تین (٣) رمضان کو حضرت خدیجہ کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر پینسٹھ (٦٥) سال تھی، ان کو حجون میں دفن کیا گیا، نبی ﷺ ان کی قبر میں اترے، اس وقت تک نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اور نہ پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں، ان کی وفات معراج سے پہلے ہوئی تھی۔ (الاصابہ ج ٨ ص ١٠٣۔١٠٠ ملخصاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤١٥ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے دو شوہروں سے اولاد

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ ھ لکھتے ہیں:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کرنے سے پہلے جب وہ کنواری تھیں تو انہوں نے عتیق بن عابد سے نکاح کیا' پھران کی وفات کے بعد ابوہالہ النباش بن زرارہ سے نکاح کیا' عتیق بن عابد سے ان کی ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ھند بنت عتیق تھا' پھر اس کے بعد انہوں نے ابوہالہ مالک بن النباش سے نکاح کیا' اس سے ان کی ایک بیٹی ھند بنت ابی ہالہ پیدا ہوئی اور ایک بیٹا ہالہ بن ابی ہالہ پیدا ہوا' پس ھند بنت عتیق اور ھند اور ہالہ ابوہالہ کے دو بیٹے' یہ سب حضرت خدیجہ کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اولاد ہوئی ان کے (ماں شریک) بھائی بہن ہیں۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (اسد الغابۃ ج ٧ ص ٨١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

محمد بن حزم متوفی ٤٥٦ ھ نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ کا ابوہالہ سے حارث نام کا ایک اور بیٹا بھی تھا' وہ لکھتے ہیں:

حارث بن ابی ہالہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ رکن یمانی کے نیچے اللہ عزوجل کی راہ میں سب سے پہلے شہید کئے گئے تھے۔

(جمہرۃ انساب العرب ص ٢١٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

الحارث بن ابی ہالہ' یہ ھند بن ابی ہالہ کے بھائی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لے پالک ہیں۔

ابن الکلبی اور ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کو رکن یمانی کے نیچے اللہ کے راستہ میں شہید کیا گیا۔

العسکری نے ''الاوائل'' میں لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے دین کا بہ آواز بلند اعلان کریں تو آپ نے مسجد حرام میں کھڑے ہو کر اعلان کیا' کہو: ''لا الٰہ الا اللہ'' تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٤٩٢)

تو لوگ آپ کی طرف جھپٹے' آپ کی بلند آواز آپ کے اہل تک پہنچی تو حضرت حارث بن ابی ہالہ آپ کے پاس آئے' انہوں نے مخالفین سے مقابلہ کیا' مشرکین نے ان پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا اور یہ اسلام کے راستہ میں سب سے پہلے شہید تھے۔

الفتوح میں سھل بن یوسف نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون نے کہا: جب حضرت حارث بن ابی ہالہ کو شہید کیا گیا اس وقت مکہ میں ہم چالیس مرد تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو وصیت کی۔

(الاصابۃ ج ١ ص ٦٩٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

٣٨١٥- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ (ح) وَحَدَّثَنِیْ صَدَقَةُ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ نِسَائِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن جعفر سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے (ح) اور مجھے صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن جعفر سے سنا از حضرت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَرْيَمُ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ.

علی رضی اللہ عنہم از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تمام عورتوں میں افضل مریم ہیں اور تمام عورتوں میں افضل خدیجہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٣٢ میں گزر چکی ہے۔

حضرت مریم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما دونوں کے افضل ہونے کا محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پہلے جملہ میں جو ارشاد ہے کہ تمام عورتوں سے افضل حضرت مریم ہیں اس سے مراد ان کی امت اور ان کے زمانہ کی عورتیں ہیں اور دوسرے جملہ میں جو ارشاد ہے تمام عورتوں سے افضل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اس سے مراد حضرت خدیجہ کے زمانہ کی عورتیں ہیں۔(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨١٦- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَاغِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاغِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِيْ لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَأَمَرَهُ اللّٰهُ أَنْ يُّبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِّنْ قَصَبٍ وَّإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِيْ فِيْ خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَايَسَعُهُنَّ.

[اطراف الحدیث: ٣٨١٧-٣٨١٨-٥٢٢٩-٦٠٠٤-٧٤٨٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میری طرف ھشام نے لکھا از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی غیرت مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آئی' مجھ سے نکاح کرنے سے پہلے ان کی وفات ہو چکی تھی' کیونکہ میں آپ سے اکثر ان کا ذکر سنتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ ان کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دیں' جو کھوکھلے موتیوں کا بنا ہوا ہے' اور جب آپ کوئی بکری ذبح کرتے تو ان کی سہیلیوں کو اس کے گوشت میں سے بھیجتے جو ان کے لیے کافی ہوتا۔

غیرت کا معنی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غیرت کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غیرت کا لفظ ہے' غیرت کا معنی ہے: حمیت' رقابت اور تعصب' جب کسی شخص کو دوسرے سے شدید محبت ہو اور کوئی دوسرا بھی اس محبت میں شریک ہو جائے تو وہ اس کو برا اور ناگوار لگتا ہے اور وہ اس کی مخالفت کرتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے رقیب کے ساتھ سلوک کرتا ہے' اس کو کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں سے غیرت کرتا ہے' عموماً ایک سوکن دوسری سوکن سے جلتی ہے اور غیرت کرتی ہے' ازواج مطہرات کا مرتبہ خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام عام عورتوں سے بہت بلند تھا اور ان کے نفوس کینہ اور حسد سے پاکیزہ تھے لیکن پھر بھی بشری تقاضے سے حضرت عائشہ کو یہ اچھا نہیں لگتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے کسی اور زوجہ کی تعریف کریں' اسی چیز کو انہوں نے اپنی غیرت سے تعبیر فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوسری ازواج سے غیرت کرتی تھیں اور سب سے زیادہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے غیرت کرتی تھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ ان کا ذکر کرتے تھے اور سب سے زیادہ ان کی تعریف کرتے تھے' اور غیرت کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ اس کا محبوب اس سے زیادہ دوسرے سے محبت کرتا ہے تو اسے اس پر غیرت آتی ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا ہے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ مجھ سے پہلے ان کی وفات ہو چکی تھی' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتیں تو حضرت عائشہ کو ان پر زیادہ غیرت آتی اور رسول اللہ ﷺ کا ان کی زیادہ تعریف کرنا ان کو اور زیادہ برا لگتا۔

اس حدیث میں قصب کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کھوکھلے موتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! قصب کے گھر کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: کھوکھلے موتیوں کا گھر' یعنی وہ موتی جو اندر سے خالی ہوں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی فضیلت

ابو القاسم بن مطیر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدۃ نساء العلمین سے روایت کی ہے کہ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! میری ماں حضرت خدیجہ کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ کھوکھلے موتیوں کے گھر میں ہیں جس میں نہ کوئی لغویات ہوتی ہے اور نہ تھکاوٹ اور وہ گھر حضرت مریم اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے گھروں کے درمیان میں ہے' حضرت فاطمہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا وہ ان موتیوں سے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں وہ موتی لؤلؤ اور یاقوت میں پروئے ہوئے ہیں۔

علامہ عینی نے کہا: چونکہ حضرت خدیجہ تمام مردوں اور عورتوں سے پہلے ایمان لائی تھیں' اس لیے ان کو جزاء میں یہ محل دیا گیا' اگر تم یہ سوال کرو کہ ان کو کیسے ایک گھر کی بشارت دی گئی حالانکہ سنن ترمذی میں ہے کہ جنت میں کم از کم مرتبہ اس شخص کا ہے جس کو جنت میں ہزار سال کی مسافت کی جگہ دی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک اعمال کے جو دیگر اجر تیار کر رکھے ہیں یہ گھر ان سے زائد ہوگا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں گھر سے مراد محل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۸۴۔ ۳۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ اور دیگر ازواج کے درمیان فضیلت میں مالکی علماء کا موقف

علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۴۰۷ھ لکھتے ہیں:

امام سبکی نے کہا ہے کہ ہمارا مختار اور ہمارا دین یہ ہے کہ بے شک حضرت فاطمہ افضل ہیں' پھر حضرت خدیجہ ہیں' پھر حضرت عائشہ ہیں۔

علامہ زرھونی لکھتے ہیں کہ تمام محققین کا یہی موقف ہے اور اس کے خلاف کی طرف التفات نہ کیا جائے' نیز علامہ سبکی نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے بعد تمام ازواج مطہرات فضیلت میں مساوی ہیں اور وہ باقی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

(الفجر الساطع ج ۹ ص ۱۲۶' مکتبۃ الرشد' ۱۴۳۰ھ)

۳۸۱۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَاغِرْتُ عَلٰى امْرَاَةٍ مَاغِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ مِنْ كَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهَا قَالَتْ وَتَزَوَّجَنِيْ بَعْدَهَا بِثَلَاثِ سِنِيْنَ وَاَمَرَهٗ رَبُّهٗ عَزَّوَجَلَّ اَوْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يُّبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت خدیجہ پر جتنی غیرت آتی تھی اتنی غیرت اور کسی عورت پر نہیں آتی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان کا بہت ذکر کرتے تھے' ان کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تھا اور آپ کے رب عزوجل نے آپ کو حکم دیا تھا یا حضرت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جبرئیل علیہ السلام نے کہ وہ ان کو جنت میں کھوکھلے موتیوں کے محل کی بشارت دیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث' صحیح البخاری: ٣٨١٦ کا مطالعہ فرمائیں۔

٣٨١٨ - حَدَّثَنِی عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَسَنٍ حَدَّثَنَا أَبِی حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْ نِّسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ وَمَا رَأَيْتُهَا وَلٰكِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةٌ إِلَّا خَدِيْجَةُ فَيَقُوْلُ إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمر بن محمد بن حسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حفص نے حدیث بیان کی از ھشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں کی' جتنی میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر غیرت کی ہے' میں نے ان کو دیکھا نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا بہت زیادہ ذکر کرتے تھے' اور بعض اوقات آپ بکری ذبح کرتے' پھر اس کے اعضاء کاٹتے' پھر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو اس کا گوشت بھیجتے' اور بعض اوقات میں آپ سے کہتی: گویا کہ آپ کے نزدیک حضرت خدیجہ کے سوا دنیا میں کوئی اور عورت ہی نہیں ہے تو آپ فرماتے: وہ ایسی تھیں' وہ ایسی تھیں اور ان ہی سے میری تمام اولاد ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٨١٦ کا مطالعہ کریں۔

حضرت خدیجہ کا حسن سیرت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت خدیجہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں یعنی وہ بہت عالمہ اور فاضلہ تھیں اور اللہ سے بہت ڈرنے والی تھیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اور انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی' جب سب میری تکذیب کر رہے تھے اور انہوں نے اس وقت اپنے مال سے میری مدد کی جب سب مجھے مال سے محروم کر رہے تھے' انہوں نے سب سے پہلے میرے ساتھ نماز پڑھی اور ہر مشکل کے موقع پر میری مدد کی' اور آپ نے فرمایا: میری تمام اولاد ان سے ہے' یعنی سوا حضرت ابراہیم کے کیونکہ وہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عہد پورا کرنا چاہیے اور بیوی سے محبت اور اس کے احترام کو باقی رکھنا چاہیے اور بیوی کی سہیلیوں کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے خواہ بیوی زندہ ہو یا فوت ہو چکی ہو۔

٣٨١٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بَشَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيْجَةَ قَالَ نَعَمْ بِبَيْتٍ مِّنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے کہا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو بشارت دی تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے ان کو کھوکھلے موتیوں کے اس گھر کی بشارت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دی جس میں نہ شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۹۲' گزر چکی ہے۔

حضرت خدیجہ کو جنت میں پر سکون گھر اس لیے دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے زندگی میں نبی ﷺ کو سکون پہنچایا تھا

نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ بشارت اس لیے دی تھی کہ جب آپ نے ان کو ایمان کی دعوت دی تو وہ فوراً ایمان لے آئیں اور ایسا نہیں کیا جیسا کہ بیویاں شوہر کی بات ماننے میں تاخیر کرتی ہیں اور شوہر بار بار کہہ کر شور کرتا ہے' انہوں نے کبھی نبی ﷺ کی نافرمانی نہیں کی کبھی آپ کو مشقت اور تھکاوٹ میں نہیں ڈالا' اس لیے ان کو جنت میں ایسا گھر دیا جائے گا جس میں نہ شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی' بلکہ انہوں نے آپ سے ہر مشقت اور تھکاوٹ کو زائل کیا اور ہر وحشت میں آپ کی غم خواری کی اور آپ کے لیے ہر مشکل کو آسان کیا اور ہر مرحلہ میں اپنے مال سے آپ کی مدد کی۔

۳۸۲۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتٰى جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ خَدِيْجَةُ قَدْ اَتَتْ مَعَهَا اِنَاءٌ فِيْهِ اِدَامٌ اَوْ طَعَامٌ اَوْ شَرَابٌ فَاِذَا هِيَ اَتَتْكَ فَاقْرَاْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّيْ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ۔

[طرف الحدیث: ۷۴۹۷] [صحیح مسلم: ۲۴۳۲' الرقم المسلسل: ۶۱۶۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از عمارۃ از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہا: یارسول اللہ! یہ حضرت خدیجہ آپ کے پاس برتن میں سالن یا طعام یا پانی لے کر آئی ہیں' پس جب یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں اور ان کو جنت میں کھوکھلے موتیوں کے ایسے گھر کی بشارت دیں جس میں شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فہم وفراست

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت جبرئیل آئے۔ امام طبرانی کی روایت میں ہے: اس وقت وہ غار حرا سے آئے تھے۔ اس میں مذکور ہے: آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خدیجہ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام طبرانی کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت خدیجہ نے کہا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے اور اسی کی طرف سلام ہے اور حضرت جبرئیل پر سلام ہو اور سنن نسائی میں حضرت انس کی روایت ہے کہ حضرت جبرئیل نے نبی ﷺ سے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ پر سلام نازل فرما رہا ہے یعنی آپ ان کو بتا دیں تو حضرت خدیجہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے اور حضرت جبرئیل پر سلام ہو اور یارسول اللہ! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں' اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خدیجہ نے یہ کیوں کہا کہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے' پس لوگوں کی طرح اس کو سلام کا جواب نہیں دیا جاتا' کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ جب بعض صحابہ نے تشہد میں کہا: اللہ پر سلام ہو تو نبی ﷺ نے ان کو اس سے منع کیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے' تم کہو: "التحیات للہ" اور اس لیے کہ سلام ایک دعا

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے' جس کو سلام کیا جاتا ہے اس کو ضرر سے سلامت رہنے کی دعا دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کو دعا دی جائے' اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس جواب سے ان کی فہم وفراست اور قوت ادراک اور ذہانت اور فطانت کا پتا چلتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٧۔٣٨٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٢١ - وَقَالَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِسْتَاْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاعَ لِذٰلِكَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هَالَةَ قَالَتْ فَغِرْتُ فَقُلْتُ مَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوْزٍ مِّنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ حَمْرَاءِ الشِّدْقَيْنِ هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ قَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهَا.

(صحیح مسلم: ٢٤٣٧' الرقم المسلسل: ٦١٧٦)

اور اسماعیل بن خلیل نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی از ھشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن' حضرت ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی تو آپ نے یہ سمجھا کہ حضرت خدیجہ آئی ہیں' سو آپ گھبرا گئے' پھر آپ نے کہا: اے اللہ! یہ تو ہالہ ہیں' (حضرت عائشہ نے کہا:) پس مجھے غیرت آئی' (یعنی ناگوار گزرا)' میں نے کہا: آپ قریش کی بوڑھی عورتوں میں سے اس بوڑھی عورت کو کس قدر یاد کرتے ہیں جس کے جبڑے سرخ ہو گئے تھے اور زمانہ ہوا وہ فوت ہو چکی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بدل عطاء فرما دیا ہے۔

حضرت عائشہ کے حضرت خدیجہ کو بوڑھی اور پچکے ہوئے جبڑوں والی کہنے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت کرنا کیا ان کی افضلیت پر دلیل ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہالہ بنت خویلد نے آپ سے ملنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے مدینہ آ گئی تھیں کیونکہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ آپ نے یہ سمجھا کہ حضرت خدیجہ آئی ہیں۔ یعنی آپ کو حضرت خدیجہ کا اجازت طلب کرنا یاد آ گیا کیونکہ ان کی آواز حضرت خدیجہ کی آواز کے مشابہ تھی۔

آپ گھبرا گئے: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ خوشی سے اٹھ کھڑے ہوئے' پھر فرمایا: اے اللہ! یہ تو ہالہ ہے۔ جس کی بہن کے جبڑے سرخ ہو گئے تھے: حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ وہ بہت زیادہ بوڑھی تھیں' بڑھاپے سے ان کے دانت ٹوٹ چکے تھے' اس وجہ سے ان کے جبڑے پچک کر سرخ ہو گئے تھے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جبڑوں کی سرخی سے مراد سفیدی ہے اور عرب سفید پر سرخ کا اطلاق کرتے ہیں تاکہ سفید کے لفظ سے برص کا وہم نہ ہو' اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بدل عطا فرما دیا ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عائشہ کی اس بات پر خاموش رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عائشہ' حضرت خدیجہ سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما' مگر یہ کہ حضرت عائشہ کے افضل ہونے سے مراد ان کی خوب صورتی اور ان کی کم عمری ہو' امام طبری اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ عورتوں میں اپنی سوکنوں سے جو غیرت اور جلاپا ہوتا ہے اس سے چشم پوشی کی جاتی ہے اور اس پر ان سے مواخذہ نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ ان میں جبلی اور فطری وصف ہوتا ہے' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کی اس بات پر ان سے ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا اور ان کی ملامت نہیں کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ کی اس بات پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاموش رہنا حضرت عائشہ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما سے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہے' کیونکہ امام احمد اور امام طبرانی کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کی اس بات کا رد فرمایا' آپ ناراض ہوئے اور ان کو ملامت کی حتیٰ کہ حضرت عائشہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! آئندہ میں حضرت خدیجہ کا خیر کے سوا ذکر نہیں کروں گی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ عینی نے جس روایت کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت خدیجہ کا ذکر کرتے تو ان کی تعریف کرتے اور اچھی تعریف کرتے' حضرت عائشہ نے کہا: ایک دن مجھے اس پر غیرت آئی (اور ان کی تعریف ناگوار ہوئی)' پس میں نے کہا: آپ اس سرخ جبڑوں والی کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر بدل عطا فرمایا ہے' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بدل عطاء نہیں فرمایا' جب سب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اس وقت وہ ایمان لائیں' اور جب سب لوگ میری تکذیب کر رہے تھے اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جب لوگوں نے مجھے مال سے محروم کیا' اس وقت انہوں نے اپنے مال سے میری غم خواری کی اور جب (دیگر) بیویوں نے مجھے اولاد سے محروم کیا اس وقت اللہ عزوجل نے مجھے ان سے اولاد عطاء کی۔ (یعنی حضرت ابراہیم کے سوا)۔ (مسند احمد ج ٦ ص ١١٨۔١١٧' طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٨٦٤۔ج ٤١ ص ٣٥٦' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے:

ایک دن مجھے جلاپے نے ابھارا تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس بڑھیا کے بدلہ میں آپ کو بہتر بیوی عطا فرما دی ہے تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت سخت غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ میں نے دل میں دعا کی: اے اللہ! اگر تو نے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غضب دور کر دیا تو میں تاحیات ان کا برائی سے ذکر نہیں کروں گی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ٢٢' ٢١۔ ج ٢٣ ص ١٣' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام طبرانی کی اسانید حسنہ ہیں اور امام احمد کی سند بھی حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٢٤)

حافظ شعیب الارنؤط نے کہا ہے: امام احمد کی حدیث صحیح ہے اور اس کی متابعات حسن ہیں' ہاں متابعات میں مجالد بن سعید قوی نہیں ہے اور اس کے باقی رجال ثقہ ہیں' بخاری اور مسلم کے رجال ہیں۔ (حاشیہ مسند احمد ج ٦ ص ١١٨' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٢١ - بَابُ ذِكْرِ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کا ذکر

ان کا نام ہے: جریر بن عبد اللہ بن جابر بن مالک بن نصر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف البجلی' یہ بجیلہ بنت صعب کی طرف نسبت ہے' ان کی کنیت ابوعمرو ہے' یہ کوفہ میں رہتے تھے' پھر قرقیسیا میں رہے اور وہیں اکیاون (٥١) ہجری میں ان کی وفات ہوگئی' یہ سردار تھے' ملیح رنگ کے تھے' طویل القامت تھے اور حسین وجمیل تھے' جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تو آپ ان کی تکریم کرتے اور ان کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے اور فرماتے: جب تمہارے پاس کسی قوم کا کریم آئے تو تم اس کی تکریم کرو' اس حدیث کو امام طبرانی نے قیس سے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے اس حدیث کی تلخیص کی ہے' مکمل حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت اس گھر میں لوگوں کا رش تھا' پس وہ دروازہ پر کھڑے ہو گئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں طرف اور بائیں طرف دیکھا تو آپ نے کوئی (خالی) جگہ نہیں دیکھی تو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبی ﷺ نے اپنی چادر لے کر اس کو لپیٹا' پھر ان کی طرف اس کو پھینک دیا' پھر فرمایا: تم اس پر بیٹھ جاؤ' حضرت جریر نے اس چادر کو پکڑا' پس اس کو (اپنے جسم کے ساتھ) چمٹایا اور اس کو بوسا دیا' پھر وہ چادر نبی ﷺ کی طرف لوٹا دی' پھر یہ دعا دی: یا رسول اللہ! جس طرح آپ نے میری تکریم کی ہے' اللہ تعالیٰ آپ کی تکریم کرے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا کریم آئے تو تم اس کی تکریم کرو۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۲۵۷' ج ٦ ص ۱۲۵' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت جریر نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لایا تھا' یہ امام ابن اسحاق کی روایت ہے اور صحیح نہیں ہے' کیونکہ امام بخاری وغیرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے جریر! لوگوں کو خاموش کرو' اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۱۲۱' صحیح مسلم: ٦۵)

اور حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ جب وہ ایک وفد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تمہارے پاس یمن کا سب سے افضل شخص آئے گا گویا کہ اس کے چہرے کو فرشتہ نے چھوا ہے' پھر حضرت جریر آئے۔

(المستدرک: ۱۰۵۳' ج ۱ ص ۴۲۲' صحیح ابن حبان: ۷۱۹۹' ج ۱٦ ص ۱۷۳)

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ جریر بن عبد اللہ اس امت کے یوسف ہیں' وہ اپنی قوم کے سردار اور مقتدیٰ ہیں' حضرت عمر نے ایک دفعہ مجلس میں بدبو محسوس کی تو حضرت عمر نے کہا: جس شخص نے یہ گندی ہوا چھوڑی ہے وہ اٹھے اور جا کر وضو کرے تو حضرت جریر نے کہا: ہم سب اٹھ کر وضو کرتے ہیں' (حضرت جریر نے اس شخص کا پردہ رکھا) حضرت عمر نے کہا: اے جریر! تم جاہلیت اور اسلام دونوں میں سردار ہو۔ حضرت جریر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے اور ان ہی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۵۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ محمد الفضل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت جریر بن عبد اللہ نبی ﷺ کی وفات سے تقریباً تین مہینے پہلے اسلام لائے تھے' یہ بہت حسین و جمیل تھے اور اکیاون (۵۱) ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۱۲۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت جریر وفود کے سال اسلام لائے تھے اور یہ نو یا دس ہجری کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱٦ ص ۳۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٢٢ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا حَجَبَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِيْ اِلَّا ضَحِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از بیان از قیس' انہوں نے کہا: میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں رسول اللہ ﷺ مجھ سے اوجھل نہیں ہوئے اور جب بھی آپ مجھے دیکھتے تھے تو ہنستے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٢٣ - وَعَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

اور از قیس از حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت ہے: وہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بَيْتٌ يُّقَالُ لَهُ ذُوالْخَلَصَةِ وَكَانَ يُقَالُ لَهُ الْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ اَوِالْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَنْتَ مُرِيْحِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ قَالَ فَنَفَرْتُ اِلَيْهِ فِيْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِّنْ اَحْمَسَ قَالَ فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَّجَدْنَا عِنْدَهٗ فَاَتَيْنَاهُ فَاَخْبَرْنَاهُ فَدَعَالَنَا وَلِاَحْمَسَ.

بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک بیت تھا' جس کو ذوالخلصہ کہا جاتا تھا اسے الکعبۃ الیمانیہ یا الکعبۃ الشامیہ بھی کہا جاتا تھا' تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخلصۃ سے راحت دلانے والے ہو! تو میں احمس کے ایک سو پچاس گھوڑے سواروں سے اس کی طرف روانہ ہوا' ہم نے اس بیت کو منہدم کر دیا اور جو لوگ اس کے پاس تھے ان کو قتل کر دیا' پھر ہم آپ کے پاس آئے اور آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے ہمارے لیے اور احمس کے لیے دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی اس باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ آپ نے حضرت جریر کے لیے اور احمس کے لیے دعا کی۔ احمس ایک قبیلہ کا نام ہے۔

کعبہ شامیہ کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک بیت تھا جس کو الکعبۃ الیمانیہ یا الکعبۃ الشامیہ کہا جاتا تھا' علامہ عینی لکھتے ہیں:

یہ خثعم کا بیت تھا اور یمن میں تھا اور اس میں ایک بت تھا جس کو خلصۃ کہا جاتا تھا۔ علامہ نووی نے کہا ہے: اس میں یہ اشکال ہے کہ وہ اس کو فقط کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور رہا کعبہ شامیہ تو وہ کعبہ مکرمہ ہے جو مکہ میں ہے (اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند فرمائے) اور وہ ان دونوں کے درمیان وصف کے ساتھ تمیز کے لیے فرق کرتے تھے' قاضی عیاض نے کہا کہ شامیہ کا لفظ راوی کی غلطی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کو حذف کر دیا جائے اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو بیت کا ذکر ہے وہ بت کا بیت تھا اور اس بت کے بیت کو وہ کعبہ یمانیہ اور شامیہ کہتے تھے اور یہ غلط نہیں ہے' لہٰذا اس میں تاویل کی ضرورت ہے نہ اس کو حذف کرنے کی ضرورت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت جریر بن عبداللہ سے ایک سو (۱۰۰) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم آٹھ (۸) حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم چھ (٦) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٢ - بَابُ ذِكْرِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيُمَانِ الْعَبْسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت حذیفہ بن الیمان العبسی رضی اللہ عنہ کا ذکر

علامہ بدرالدین بن محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حذیفہ بن الیمان: یمان ان کے والد کا لقب ہے' ان کا اصل نام حسل یا حسیل بن جابر ہے' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز دار کہا جاتا ہے' یہ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد بھی صحابی ہیں' ان کے والد کو غزوہ احد کے دن مسلمانوں نے رش میں غلط فہمی سے قتل کر

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دیا تھا' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدائن کا امیر مقرر کیا تھا' یہ کوفہ میں رہتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد فوت ہو گئے تھے' حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ دمشق میں فوت ہوئے تھے' امام بخاری نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ان کا بھی ذکر کیا ہے' ان کو جو العبسی کہا جاتا ہے یہ عبس بن بغیض کی طرف نسبت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن الیمان معظم اور اکابر صحابہ میں سے ہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان رازوں پر مطلع تھے جن پر کوئی اور مطلع نہیں تھا۔ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قیامت قائم ہونے تک کے واقعات کی خبر دی تھی۔

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۳۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣٨٢٤ - حَدَّثَنِی إِسْمَاعِیلُ بْنُ خَلِیلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا كَانَ یَوْمُ اُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ هَزِیْمَةً بَیِّنَةً فَصَاحَ اِبْلِیْسُ اَیْ عِبَادَ اللّٰهِ اُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ اُوْلَاهُمْ عَلٰی اُخْرَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ اُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَیْفَةُ فَاِذَا هُوَ بِاَبِیْهِ فَنَادٰی اَیْ عِبَادَ اللّٰهِ اَبِیْ اَبِیْ فَقَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰی قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَیْفَةُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ اَبِیْ فَوَاللّٰهِ مَازَالَتْ فِیْ حُذَیْفَةَ مِنْهَا بَقِیَّةُ خَیْرٍ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلمۃ بن رجاء نے خبر دی از ھشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب غزوہ احد کا دن تھا تو مشرکین کو صاف شکست ہو گئی تھی' پس ابلیس نے چلا کر کہا: اے اللہ کے بندو! پیچھے والوں (کو قتل کرو) تو اگلی صفوں کے مسلمان پچھلی صفوں والوں پر ٹوٹ پڑے' پس مسلمان تلواروں سے ان پر حملہ کرنے لگے' حضرت حذیفہ نے دیکھا تو وہاں ان کے والد تھے' پس انہوں نے بلند آواز سے ندا کی: اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں' یہ میرے والد ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: مسلمان قتال سے بالکل نہیں رکے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت حذیفہ کے والد کو بھی قتل کر دیا' حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے' ھشام نے بتایا کہ میرے والد (عروہ) نے کہا: پس اللہ کی قسم! حضرت حذیفہ اپنی بقیہ زندگی میں مسلسل یہ دعا کرتے رہے (کہ اللہ ان کی مغفرت کرے) حتیٰ کہ وہ اپنے اللہ عزوجل سے جا ملے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۰ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ تنبیہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں حضرت جریر اور حضرت حذیفہ کا ذکر' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کے بعد ہے' (جیسا کہ ہماری اس شرح میں ہے) اور بعض نسخوں میں حضرت خدیجہ کے ذکر سے پہلے ہے اور یہی زیادہ لائق ہے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت خدیجہ کا ذکر عمداً موخر کیا ہے کیونکہ ان کے غالب احوال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے ہیں اس لیے انہوں نے مناقب میں ان کا تلخیص سے ذکر کیا ہے اور جب ان اذکار سے فارغ ہو گئے تو پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بقیہ سیرت اور مغازی کی طرف رجوع

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری کے منتشر اور غیر مربوط اور غیر منظم ابواب کا تذکرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ کلام درست ہے لیکن امام بخاری پر یہ اعتراض باقی ہے کہ انہوں نے ان ابواب کو اور ان کے بعد کے ابواب کو کتاب مناقب الانصار میں درج کیا ہے حالانکہ حضرت خدیجہ' حضرت جریر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم ان میں سے کوئی بھی انصار میں سے نہیں ہے' اسی طرح بعد کے ابواب میں' حضرت ھند بنت عتبہ' اور زید بن عمرو بن نفیل بھی انصار میں سے نہیں ہیں' اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا باب ہے اور آپ کو مکہ میں تکالیف پہنچنے کا باب ہے' ان ابواب کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے ابواب کے ساتھ ملانا چاہئے تھا' اس کے بعد امام بخاری نے پھر ان ابواب کا ذکر کیا ہے جن میں مہاجرین صحابہ کا ذکر ہے' ان ابواب کو بھی مہاجرین صحابہ کے مناقب کے ساتھ ذکر کرنا چاہئے تھا' اس کے بعد پھر آپ کی ہجرت اور معراج کا ذکر ہے جس کا ذکر آپ کی سیرت کے ابواب کے ساتھ ہونا چاہئے تھا' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے' امام بخاری نے مناقب انصار کے بعد جتنے ابواب ذکر کئے ہیں ان میں کوئی ترتیب اور مناسبت نہیں ہے' نہ ان ابواب میں آپس میں کوئی مناسبت ہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کو جو حدیث ملتی گئی وہ اس کا باب قائم کر کے اس کو درج کرتے گئے' ان میں باہم کوئی مناسبت ہے نہ ان کی ابواب سابقہ کے ساتھ کوئی مناسبت ہے' یہ تمام منتشر اور غیر منظم اور غیر مرتب ابواب ہیں' ان میں کوئی ربط اور جہت جامعہ نہیں ہے الا یہ کہ یہ کہا جائے کہ یہ تمام رجال اسلام کے متعلق ابواب ہیں خواہ ان کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے ساتھ ہو یا مہاجرین کے ساتھ ہو یا انصار کے ساتھ ہو مگر پھر بھی یہ اعتراض باقی رہے گا کہ ان ابواب میں ایام جاہلیت کا باب بھی ہے اور جنات کے ذکر کا باب بھی ہے اور بنیان کعبہ کا باب بھی ہے اور ان تمام غیر منتشر اور غیر منظم ابواب کو کسی ایک سلک میں منسلک کرنا کم از کم ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ متقدمین شارحین میں علامہ کرمانی' علامہ عسقلانی' علامہ عینی' علامہ کورانی اور علامہ زرھونی ایسے نکتہ رس لوگ ہیں مگر کسی نے اس نکتہ کو نہیں اٹھایا!

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی ایک سو سے زائد مروی احادیث ہیں جن میں سے بارہ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' اور آٹھ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور سترہ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

٢٣ - بَابُ ذِكْرِ هِنْدٍ بِنْتِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت ھند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا کا ذکر

علامہ بدر الدین بن محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: ھند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس' یہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں' ھند کے والد عتبہ جنگ بدر میں مارے گئے تھے' یہ اپنے شوہر ابوسفیان کے ساتھ غزوہ احد میں آئی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے پر ابھار رہی تھیں کیونکہ حضرت حمزہ نے ان کے چچا شیبہ کو قتل کر دیا تھا' پس سیدنا حمزہ کو وحشی بن حرب نے قتل کیا' پھر فتح مکہ کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دن ھند اسلام لے آئیں' یہ عقل مند عورتوں میں سے تھیں' حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پہلے یہ الفا کہہ بن المغیرہ المخزومی کے نکاح میں تھیں' پھر انہوں نے ان کو طلاق دے دی' پھر انہوں نے حضرت سفیان سے نکاح کر لیا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

ھند فتح مکہ کے دن اپنے شوہر کے بعد اسلام لائی تھیں' یہ غزوہ احد میں موجود تھیں' یہی وہ عورت ہیں جنہوں نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو مثلہ کیا تھا اور ان کے پیٹ کو چیر کر ان کا جگر (کلیجہ) نکالا تھا اور اس کو چبایا تھا' ایک قول ہے: اس کو کھا لیا تھا' دوسرا قول ہے اس کو نگل نہیں سکی تھیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر یہ نگل لیتیں تو ان کو آگ نہیں چھو سکتی تھی' حضرت سیدنا حمزہ نے غزوہ بدر کے دن ان کے باپ عتبہ کو قتل کر دیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو یہ بھی بھیس بدل کر آئی تھیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم چوری نہیں کرو گی اور زنا نہیں کرو گی تو انہوں نے کہا: کیا آزاد عورت چوری کرے گی یا زنا کرے گی اور جب آپ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی تو انہوں نے کہا: ہم نے اپنے بچوں کو کم عمری میں پالا اور جب وہ بڑے ہوئے تو آپ نے ان کو قتل کر دیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پہچان لیا تھا۔

(الکوثر الجاری ج ٧ ص ٣٦' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٨٢٥ - وَقَالَ عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ مِنْ اَهْلِ خِبَاءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ يَّذِلُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ ثُمَّ مَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَهْلُ خِبَاءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ يَّعِزُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ قَالَتْ وَاَيْضًا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِّسِّيْكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ اَنْ اُطْعِمَ مِنَ الَّذِيْ لَهٗ عِيَالَنَا قَالَ لَا اُرَاهُ اِلَّا بِالْمَعْرُوْفِ.

اور عبدان نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت ھند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا آئیں' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! پہلے مجھے روئے زمین پر کسی گھر والوں کی ذلت آپ کے گھر والوں کی ذلت سے زیادہ پسندیدہ نہیں تھی اور اب مجھے روئے زمین کے تمام گھر والوں کی بہ نسبت آپ کے گھر والوں کی عزت زیادہ پسندیدہ ہے' اور نیز انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' یارسول اللہ! بے شک حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بہت کنجوس شخص ہیں' کیا مجھ پر کوئی حرج ہے اگر میں اپنے ان بچوں کو جوان سے ہیں (ان کی اجازت کے بغیر) کھلا دیا کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہ عرف اور رواج کے مطابق ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢١١ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نابالغ اولاد کا خرچ باپ کے اوپر واجب ہوتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں یہ جواب دیا تھا' اس سے جمہور علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ غائب شخص کے خلاف فیصلہ دینا جائز ہے' لیکن فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ھند کو مسئلہ بتایا تھا' حضرت ابوسفیان کے خلاف فیصلہ نہیں کیا تھا۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عدالت کے فسخ نکاح کا فیصلہ

آج کل ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات شوہر اپنی بیوی کو خرچ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے جس سے بیوی کو ضرر ہوتا ہے' اس کے پاس اپنے اور اپنے بچوں کے گزارے کے لیے رقم نہیں ہوتی اور وہ دوسروں کے گھروں میں کام کر کے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتی ہے' ایسی صورت میں ائمہ ثلاثہ عدالت کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ یک طرفہ طور پر نکاح کو فسخ کر دے۔

ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ (البقرہ: ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ (دودھ پلانے والی ماؤں کا) عرف کے مطابق طعام اور لباس ہے' ہر شخص کو اس کی طاقت کے مطابق مکلف کیا جائے گا' ماؤں کو اس کے بچہ کی وجہ سے ضرر نہ دیا جائے اور نہ باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا. (البقرہ: ۲۳۱)

اپنی بیویوں کو حسن سلوک کے ساتھ رکھو ورنہ ان کو معروف طریقہ سے علیحدہ کر دو اور ان پر زیادتی کرنے اور ضرر پہنچانے کی نیت سے ان کو اپنے پاس نہ رکھو۔

اور مذکور الصدر حدیث صحیح البخاری: ۳۸۲۵ سے بھی ان کا استدلال ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ خاوند کے پاس جب بیوی کو خرچ دینے کی طاقت نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بیوی کو طلاق دے دے' اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ بیوی کو معروف طریقہ سے علیحدہ کرنے کی حد سے نکل گیا' پھر حاکم کو چاہیے کہ وہ اس کی بیوی کا نکاح فسخ کر دے کیونکہ جو شخص اس کو خرچ دینے پر قادر نہیں اس کے نکاح میں رہنے سے اس عورت کو ضرر لاحق ہوگا اور بھوک پر صبر نہیں ہو سکتا' امام شافعی' امام احمد' امام مالک اور جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے اور صحابہ میں سے حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اور تابعین میں سے سعید بن میتب نے کہا: یہی سنت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۵۵' ایران' ۱۳۸۷ ھ)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

حاکم پر لازم ہے کہ وہ خاوند سے کہے: تم بیوی کو خرچ دو یا اس کو طلاق دو' ورنہ حاکم اپنے اجتہاد سے ایک یا دو دن انتظار کرنے کے بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے (یا اس کا نکاح فسخ کر دے)۔ (الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی ج ۲ ص ۵۱۹' بیروت)

سو اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے خلاف یہ مقدمہ دائر کرے کہ اس کا خاوند اس کو خرچ دیتا ہے نہ اس کو طلاق دیتا ہے اور اس پر گواہ قائم کر دے اور خاوند بلانے پر بھی عدالت میں پیش نہ ہو تو عدالت پر لازم ہے کہ وہ اس نکاح کو فسخ کر دے خواہ وہ قاضی حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔

شیخ عبد السلام چاٹ گامی (رئیس دار الافتاء جامعۃ الاسلام بنوری ٹاؤن' کراچی) لکھتے ہیں:

ہاں اگر شوہر کا ظلم و زیادتی عدالت میں ثابت ہو جائے اور شوہر شرعی طریقہ سے اسے آباد کرنے پر رضا مند نہیں ہوتا نہ اسے طلاق دیتا ہے اور نہ ہی خلع پر رضا مند ہوتا ہے تو ان مجبوریوں کے بعد عدالت گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر یک طرفہ فسخ نکاح کا اختیار

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رکھتی ہے۔ (جواہر الفتاوی ج ۳ ص ۲۳-۳۲۲ ادارۃ القرآن کراچی)
شیخ رشید احمد کراچی نے بھی اس صورت میں عدالت کے فیصلہ کو نافذ العمل قرار دیا ہے۔ (احسن الفتاوی ج ۵ ص ۴۱۱-۴۱۰ کراچی)
* اس کی مفصل بحث النساء: ۳۵ کی تفسیر میں 'تبیان القرآن ج ۲ ص ۶۶۹ - ۶۶۲' میں ملاحظہ فرمائیں۔

٢٤ - بَابُ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ

حضرت زید بن عمرو بن نفیل کی حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے' حضرت زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر العدوی۔ یہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے والد ہیں جو عشرہ مبشرہ ہیں سے ایک ہیں اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عم زاد ہیں۔

حضرت زید بن عمرو وہ شخص ہیں جو توحید کے متلاشی تھے اور بتوں سے اور شرک سے الگ ہو گئے تھے لیکن یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ سعید بن المسیب نے کہا: یہ اس وقت فوت ہوئے تھے جب قریش کعبہ کو بنا رہے تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے نزول سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے' اور زکریا السعدی سے روایت ہے کہ جب یہ فوت ہوئے تو ان کو حراء کی جڑ میں دفن کیا گیا اور زبیر سے روایت ہے کہ زید شام میں تھے' جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو یہ آپ سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے اور اہل میفعہ نے ان کو قتل کر دیا' البکری نے کہا ہے کہ یہ شام کی سرزمین میں البلقاء نام کی بستی تھی' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت زید حراء میں رہتے تھے اور چھپ کر مکہ میں جاتے تھے اور دین کے متعلق سوال کرتے تھے تو نصاریٰ نے ان کو زہر کھلا دیا اور یہ فوت ہو گئے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ دین کے اعتبار سے ان کا کیا حکم ہے؟ تو میں کہوں گا کہ حافظ ذہبی نے تجرید الصحابۃ میں ذکر کیا ہے کہ وہ ایک امت کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں قبلہ کی طرف منہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میرا معبود وہ ہے جو حضرت ابراہیم کا معبود ہے اور میرا دین وہ ہے جو حضرت ابراہیم کا دین ہے اور وہ سجدہ کرتے تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو اس طرح اٹھایا جائے گا کہ وہ اکیلے ایک امت ہیں' وہ میرے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے درمیان ہیں' اس حدیث کی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے۔

امام محمد بن سعد نے عامر بن سعد سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت زید بن عمرو نے کہا کہ میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی ہے اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی پیروی کی اور جس کی وہ دونوں عبادت کرتے تھے اور بے شک وہ دونوں اس قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور میں اس نبی کا انتظار کر رہا ہوں جو بنو اسماعیل سے مبعوث ہوگا' اور میرا گمان نہیں ہے کہ میں ان کو پا سکوں گا اور میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں' اگر تمہاری زندگی طویل ہو تو تم ان کو میرا اسلام پہنچانا' عامر بیان کرتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر دی' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان پر رحمت بھیجی اور آپ نے فرمایا: میں نے ان کو جنت میں دیکھا ہے' وہ اپنی قمیص کا دامن گھسیٹ رہے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھے۔

امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت زید کے متعلق سوال کیا تو آپ نے دعا کی: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور ان پر رحم فرمائے کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر فوت ہوئے ہیں۔

امام باغندی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے حضرت زید بن عمرو بن نفیل کے لیے دو درخت دیکھے' حافظ ابن کثیر نے کہا: یہ جید سند ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان کے متعلق حدیث کیوں ذکر کی ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ سے ملاقات کی ہے' اور ان کے متعلق یہ تمام امور ذکر کیے گئے ہیں حتیٰ کہ حافظ ذہبی وغیرہ نے ان کا ذکر صحابہ میں کیا ہے اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن) نے کہا ہے کہ امام بخاری کا میلان بھی اس طرف ہے' میں کہتا ہوں کہ اسی لیے امام بخاری نے صحابہ کے درمیان ان کا ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ' الاصابۃ ج ٢ ص ٥٠٩۔٥٠٧)

٣٨٢٦ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ حَدَّثَنَا فُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسٰی حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِیَ زَیْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ بِاَسْفَلِ بَلْدَحٍ قَبْلَ اَنْ یَّنْزِلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُدِّمَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةٌ فَاَبٰی اَنْ یَّاْکُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ زَیْدٌ اِنِّیْ لَسْتُ اٰکُلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰی اَنْصَابِکُمْ وَلَا اٰکُلُ اِلَّا مَا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاَنَّ زَیْدَ بْنَ عَمْرٍو کَانَ یَعِیْبُ عَلٰی قُرَیْشٍ ذَبَائِحَهُمْ وَیَقُوْلُ اَلشَّاةُ خَلَقَهَا اللّٰهُ وَاَنْزَلَ لَهَا مِنَ السَّمَاءِ الْمَاءَ وَاَنْبَتَ لَهَا مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ تَذْبَحُوْنَهَا عَلٰی غَیْرِ اسْمِ اللّٰهِ اِنْکَارًا لِّذٰلِکَ وَاِعْظَامًا لَّهٗ.

[طرف الحدیث: ٥٤٩٩] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت زید بن عمرو بن نفیل سے وادی بلدح کے نشیبی علاقہ میں ملاقات ہوئی' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا تو حضرت زید نے اس کو کھانے سے انکار کیا' پھر حضرت زید نے کہا: میں ان چیزوں کو نہیں کھاتا جن کو تم اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو' میں صرف اس چیز کو کھاتا ہوں (جس پر ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا جائے اور بے شک حضرت زید بن عمرو قریش کے ذبیحوں کی مذمت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ بکری کو اللہ نے پیدا کیا ہے' اسی نے اس کے لیے آسمان سے پانی نازل کیا ہے اور زمین سے سبزہ اگایا ہے' پھر ان کا انکار کرتے ہوئے اور اس کو ان کا بھاری گناہ قرار دیتے ہوئے کہا: پھر اس کے باوجود تم اس بکری کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو۔

نصب کے معنی کی تحقیق اور اس حدیث کی توجیہ کہ آپ نے نصب پر ذبح شدہ بکری کا گوشت کھایا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں بلدح کا ذکر ہے' البکری نے کہا: یہ بنوفزارہ کے گھروں کی جگہ ہے' یہ ایک وادی ہے جو تنعیم سے مکہ کے راستے میں ہے۔

اس حدیث میں الانصاب کا لفظ ہے' یہ النصب کی جمع ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر جس نصب شدہ پتھر کی عبادت کی جائے اس کو نصب کہتے ہیں' (علامہ عینی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ انصاب ان پتھروں کو کہتے ہیں جو کعبہ کے گرد ہیں اور ان پتھروں کے اوپر وہ اپنے جانوروں کو بتوں کی خوش نودی کے لیے ذبح کرتے ہیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس دسترخوان سے کوئی چیز کھائی تھی؟ میں کہتا ہوں کہ اس طعام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دسترخوان پر رکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے اس سے کچھ کھایا ہو اور کتنی چیزیں مسافر کے دسترخوان پر رکھی جاتی ہیں اور وہ ان میں سے کوئی چیز نہیں کھاتا اور اس کے ہم راہی کھاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہم راہیوں کو اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ اس وقت تک آپ کے اوپر وحی نازل نہیں ہوئی تھی اور آپ کو اس وقت کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کی تبلیغ کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اگر علامہ کرمانی قوم کے کلام پر مطلع ہوتے تو اس سوال اور جواب کی ضرورت نہیں تھی اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ طعام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دسترخوان پر تھا' کیونکہ وہ دسترخوان قریش کا تھا۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اگر تم سوال کرو کہ حضرت زید کو یہ توفیق دی گئی کہ وہ اس کھانے کو ترک کر دیں حالانکہ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فضیلت کے زیادہ مستحق تھے کیونکہ آپ کا معصوم ہونا ثابت ہے؟ اس کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دسترخوان سے کچھ کھایا' اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ جب حضرت زید پر اس کھانے کو پیش کیا گیا تو انہوں نے انکار کیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت زید نے صرف اپنی رائے سے اس کھانے سے انکار کیا تھا' کسی شرعی حکم کی وجہ سے منع نہیں کیا تھا' کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں مردار کے کھانے کی ممانعت تھی' اس کھانے کی ممانعت نہیں تھی جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' اس کھانے کی ممانعت صرف اسلام میں نازل ہوئی ہے۔ 9

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت زید اس دسترخوان میں سے کھانے سے اس لیے رکے تھے کہ ان کو یہ خدشہ تھا کہ اس میں وہ گوشت ہوگا جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہوگا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ان ذبیحوں کو نہیں کھاتے جن کو وہ اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے' رہے ان کے وہ ذبائح جن کا گوشت وہ اپنے دسترخوان پر رکھتے تھے تو کسی حدیث میں نہیں ہے کہ آپ ان سے احتراز کرتے تھے حالانکہ آپ مشرکین کے درمیان رہتے تھے اور یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ ان کے کھانوں سے احتراز کرتے تھے سوا مردار کے کھانے سے' کیونکہ قریش بھی زمانہ جاہلیت میں مردار کے کھانے سے احتراز کرتے تھے' جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اہل کتاب اور نصاریٰ کے طعام کو حلال کر دیا ہے' حالانکہ نصاریٰ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیتے ہیں اور شرک کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ کرمانی کی توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ گوشت نہیں کھایا اور علامہ خطابی کے نزدیک کھایا ہے مگر وہ ممنوع نہیں تھا' اس معاملہ میں علامہ عسقلانی کی تحقیق حسب ذیل ہے:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام احمد حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید یہ کہتے تھے کہ میں اس کی پناہ چاہتا ہوں جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پناہ چاہی تھی' پھر کعبہ کے لیے سجدہ میں گر جاتے تھے' ایک دن وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے پاس سے گزرے' اس وقت وہ دونوں اپنے دستر خوان سے کھانا کھا رہے تھے تو ان دونوں نے ان کو بلایا' پس انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجو! میں اس گوشت کو نہیں کھاتا جس کو نصب پر ذبح کیا گیا ہو' حضرت سعید بن زید نے کہا: اس کے بعد یہ نہیں دیکھا گیا کہ اس دن کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گوشت سے کھایا جس کو نصب پر ذبح کیا گیا ہو۔

امام ابویعلیٰ اور امام بزار وغیرھما نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا جا رہا تھا تو ہم نے بعض انصاب پر ایک بکری ذبح کی اور اس کو پکایا' پھر ہماری زید بن عمرو سے ملاقات ہوئی (الیٰ قولہ) تو زید بن عمر نے کہا: میں اس گوشت سے نہیں کھاتا جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

علامہ داؤدی نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے پہلے مشرکین کی عادات سے احتراز کرتے تھے لیکن ذبیحہ کے معاملہ کے متعلق آپ کو معلوم نہیں ہو سکا' اور حضرت زید جب اہل کتاب سے ملے تھے ان سے ان کو معلوم تھا کہ ایسے ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں ہے' اس کے بعد حافظ ابن حجر نے علامہ سہیلی کا جواب ذکر کیا ہے جس کو ہم علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں' پھر کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ایسے ذبیحہ کا گوشت کھایا' اس کا جواب یہ ہے کہ احکام شرع کے نازل ہونے سے پہلے کسی چیز کو حلال یا حرام کے ساتھ موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ (کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے) علاوہ ازیں ذبائح کے لیے شرع میں اصل تحلیل ہے' اور یہ تحلیل نزول قرآن تک مستمر رہی اور کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد لوگ ان ذبیحوں سے رک گئے حتیٰ کہ ان کی حرمت کے متعلق آیت نازل ہو گئی۔

میں کہتا ہوں کہ داؤدی نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت زید نے اس ذبیحہ کو کھانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ وہ اہل کتاب سے تھے اس سے بہتر یہ قول ہے کہ زید نے اپنی رائے سے اس کو کھانے سے منع کیا تھا' خاص طور پر اس لیے کہ حضرت زید نے خود تصریح کی ہے کہ انہوں نے اہل کتاب میں سے کسی کی پیروی نہیں کی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ملت مشہورہ میں یہ مقرر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت سے پہلے بھی معصوم ہوتے ہیں اور یہ محال کی مثل ہے کہ وہ اس گوشت کو کھائیں جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' کیونکہ کسی کام کی ممانعت شرعی حکم کے نازل ہونے کے بعد ہوتی ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزول وحی سے پہلے کسی شریعت سابقہ پر عمل نہیں کرتے تھے' اس لیے جب ممانعت کا حکم شرعی اس وقت موجود نہیں تھا تب بھی وہ ممانعت آپ کے حق میں معتبر تھی' اب جس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نے بعض انصاب پر ایک بکری ذبح کی اس حدیث میں نصب سے مراد بت نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد وہ پتھر ہیں جن پر جانور کو ذبح کیا جاتا تھا' سو نصب اور انصاب سے مراد قصائی کے آلات ذبح ہیں نہ کہ بت' کیونکہ نصب اصل میں بڑے پتھر کو کہتے ہیں' ان میں سے بعض پتھر بتوں کی اقسام سے ہیں جن کے سامنے اور جن کے نام پر مشرکین جانوروں کو ذبح کرتے ہیں' اور ان میں سے بعض پتھر آلات ذبح میں سے ہیں' پس ذبح کرنے والا اس پتھر پر جانور کو رکھ کر ذبح کرتا ہے کسی بت کے لیے ذبح نہیں کرتا' اب یہ سوال ہوگا کہ حضرت زید بن حارثہ نے جو کہا ہے کہ انہوں نے نصب پر جانور کو ذبح کیا تھا' جب اس سے مراد پتھر ہے بت نہیں ہے تو پھر حضرت زید بن عمرو نے وہ گوشت کیوں نہیں کھایا اور اس کے کھانے سے کیوں منع کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس کام کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے منع کیا تھا ورنہ جس کسی پتھر پر رکھ کر جانور ذبح کیا گیا ہو تو اس کا کھانا کسی شریعت میں ممنوع نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۳۔ ۳۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی شرحوں کی عبارت اگرچہ مختلف ہے لیکن دونوں کا مآل واحد ہے کیونکہ ان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دونوں نے یہ شرح علامہ عثمان بن علی بن ملقن سے نقل کی ہے اوران دونوں کا خلاصہ یہی ہے کہ آپ نے جس جانور کا گوشت کھایا تھا اس کواس پتھر پر رکھ کر ذبح کیا گیا تھا جو آلات ذبح سے تھا' وہ بت نہیں تھا۔

٣٨٢٧ - قَالَ مُوسٰى حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُهُ اِلَّا يُحَدِّثُ بِهٖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَرَجَ اِلَى الشَّامِ يَسْاَلُ عَنِ الدِّيْنِ وَيَتْبَعُهٗ فَلَقِيَ عَالِمًا مِّنَ الْيَهُوْدِ فَسَاَلَهٗ عَنْ دِيْنِهِمْ فَقَالَ اِنِّيْ لَعَلِّيْ اَنْ اَدِيْنَ دِيْنَكُمْ فَاَخْبِرْنِيْ فَقَالَ لَاتَكُوْنُ عَلٰى دِيْنِنَا حَتّٰى تَاْخُذَ بِنَصِيْبِكَ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ قَالَ زَيْدٌ مَا اَفِرُّ اِلَّا مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَلَا اَحْمِلُ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ شَيْئًا اَبَدًا وَّاَنَا اَسْتَطِيْعُهٗ فَهَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰى غَيْرِهٖ قَالَ مَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ حَنِيْفًا قَالَ زَيْدٌ وَّمَا الْحَنِيْفُ قَالَ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكُنْ يَهُوْدِيًّا وَّلَانَصْرَانِيًّا وَّلَا يَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ فَخَرَجَ زَيْدٌ فَلَقِيَ عَالِمًا مِّنَ النَّصَارٰى فَذَكَرَ مِثْلَهٗ فَقَالَ لَنْ تَكُوْنَ عَلٰى دِيْنِنَا حَتّٰى تَاْخُذَ بِنَصِيْبِكَ مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ قَالَ مَا اَفِرُّ اِلَّا مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا اَحْمِلُ مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا مِنْ غَضَبِهٖ شَيْئًا اَبَدًا وَّاَنَا اَسْتَطِيْعُ فَهَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰى غَيْرِهٖ قَالَ مَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ حَنِيْفًا قَالَ وَمَا الْحَنِيْفُ قَالَ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكُنْ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلَا يَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ فَلَمَّا رَاٰى زَيْدٌ قَوْلَهُمْ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ فَلَمَّا بَرَزَ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَشْهَدُكَ اَنِّيْ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

موسیٰ نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' اور مجھے اس کا علم نہیں ہے مگر یہ کہ انہوں نے اس حدیث کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت زید بن عمر بن نفیل شام کی طرف گئے وہ دین کے متعلق سوال کر رہے تھے اوراس کی اتباع کرتے تھے' ان کی ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی' انہوں نے اس سے ان کے دین کے متعلق سوال کیا' پس کہا کہ شاید میں تمہارے دین کی اتباع کروں' سوتم مجھے بتاؤ' اس نے کہا: تم ہمارے دین پر اس وقت تک نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ تم اللہ تعالیٰ کے غضب کا ایک حصہ برداشت کرو' زید نے کہا: میں اللہ کے غضب سے ہی تو بھاگ رہا ہوں اور میں ذرا سا بھی اللہ تعالیٰ کا غضب برداشت نہیں کر سکتا کبھی بھی' اور نہ ہی اس کی طاقت رکھتا ہوں' کیا تم مجھے کسی اور دین کی رہنمائی کرو گے' اس نے کہا: میں کوئی اور دین نہیں جانتا سوائے دین حنیف کے' زید نے پوچھا: دین حنیف کیا ہے؟ تو اس نے کہا: وہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا دین ہے جو نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے اوروہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے' سوحضرت زید روانہ ہوئے اور ایک عیسائی عالم سے ملے' وہاں بھی اسی طرح کہا' اس نے کہا: تم ہمارے دین پر اس وقت تک نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا ایک حصہ برداشت کرو' حضرت زید نے کہا: میں اللہ کی لعنت سے بچنے کے لیے ہی تو بھاگ رہا ہوں' میں اللہ کی لعنت کواوراس کے غضب کو ذرا بھی نہیں برداشت کروں گا کبھی بھی (اور نہ) میں اس کی طاقت رکھتا ہوں' تو کیا تم مجھے اس کے علاوہ کسی اور دین کی رہنمائی کرو گے' اس نے کہا: میں دین حنیف کے سوااور کوئی دین نہیں جانتا' زید نے پوچھا: دین حنیف کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ دین ابراہیم ہے' حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے اوروہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' پس جب حضرت زید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی یہ باتیں سنیں تو وہ (وہاں سے) روانہ ہوئے اور جب وہ علاقہ سے باہر آ گئے تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے کہا: اے اللہ! بے شک میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔

اس حدیث کے آخر میں حضرت زید کا یہ قول ہے: اے اللہ! بے شک میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی دونوں نے اس کی شرح میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ سے یہ روایت کی ہے کہ پھر زید یہ کہتے ہوئے نکلے: ''لبیك حقًا حقًا'' تیری ہی عبادت کی جائے گی پھر وہ اللہ کے لیے سجدہ میں گر پڑے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۵۔۳۴' عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۹۴)

۳۸۲۸ - وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ رَأَيْتُ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَائِمًا مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ يَقُولُ يَامَعَاشِرَ قُرَيْشٍ وَّاللّٰهِ مَا مِنْكُمْ عَلَى دِينِ إِبْرَاهِيمَ غَيْرِي وَكَانَ يُحْيِي الْمَوْؤُودَةَ يَقُولُ لِلرَّجُلِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقْتُلَ ابْنَتَهُ لَا تَقْتُلْهَا أَنَا أَكْفِيكَهَا مَؤُونَتَهَا فَيَأْخُذُهَا فَإِذَا تَرَعْرَعَتْ قَالَ لِأَبِيهَا إِنْ شِئْتَ دَفَعْتُ إِلَيْكَ وَإِنْ شِئْتَ كَفَيْتُكَ مَؤُونَتَهَا.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور لیث نے کہا کہ میری طرف ھشام نے لکھا از والد خود از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا' وہ کھڑے تھے اور ان کی پشت کعبہ کی طرف تھی اور وہ کہہ رہے تھے: اے قریش کی جماعت! اللہ کی قسم! میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے اور حضرت زید بیٹیوں کو زندہ درگور نہیں کرتے تھے اور جو شخص اپنی بیٹی کو قتل کرنا چاہتا' اس سے کہتے: تم اس کو قتل نہ کرو اس کی پرورش کی مشقت (اور اخراجات) تمہارے بدلہ میں اٹھاؤں گا پھر وہ اس لڑکی کو لے لیتے پس جب وہ بڑی ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے: اگر تم چاہو تو میں تم کو یہ (واپس) دے دوں اور اگر تم چاہو تو تمہارے بدلہ میں اس کی پرورش کا بوجھ اٹھاؤں۔

حضرت زید بن عمرو کے دین ابراہیم کو اختیار کرنے کی تفصیل اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔

ابواسامہ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ کہتے تھے: میرا معبود وہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معبود ہے اور میرا دین وہ ہے جو حضرت ابراہیم کا دین ہے' اور ابوالزناد کی روایت میں اس طرح ہے: انہوں نے بتوں کی عبادت کو ترک کر دیا تھا اور بتوں کے نام پر جن جانوروں کو ذبح کیا جاتا تھا ان کے کھانے کو ترک کر دیا تھا' اور امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: وہ کہتے تھے: اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تیرا سب سے زیادہ پسندیدہ طریقہ عبادت کون سا ہے تو میں اس طرح تیری عبادت کرتا لیکن مجھے اس کا علم نہیں ہے' پھر زمین پر اپنی ہتھیلی رکھ کر سجدہ کرتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت زید بیٹیوں کو زندہ درگور نہیں کرتے تھے۔

ابن ابی الزناد کی روایت میں مذکور ہے کہ جس لڑکی کو زندہ درگور کرنے کا ارادہ کیا جاتا وہ اس کا فدیہ دے دیتے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اہل جاہلیت بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے‘ اس کی وجہ غیرت تھی‘ کیونکہ بعض عربوں میں ایسا ہوا کہ کسی کی بیٹی کو قید کر لیا گیا‘ پھر قید کرنے والے نے اس کو باندی بنا کر اس سے مباشرت کی‘ اور جب اس کے باپ نے اپنی بیٹی کا فدیہ دے کر اسے لے جانا چاہا تو اس کے مالک نے اس لڑکی کو اختیار دیا کہ وہ اس کے پاس رہنا چاہتی ہے یا اپنے باپ کے پاس تو اس لڑکی نے اس کو اختیار کر لیا جس نے اسے قید کیا تھا‘ پھر اس کے باپ نے یہ قسم کھائی کہ اب جب بھی اس کے ہاں بیٹی ہوئی تو وہ اس کو قتل کر دے گا‘ پھر اس عمل کی پیروی کی جانے لگی‘ اور زیادہ تر بیٹیوں کو اس وقت قتل کیا جاتا تھا جب ان کو رزق کی تنگی کا خطرہ ہوتا تھا‘ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ (الانعام:١٥١)　تم اپنی اولاد کو رزق کی تنگی کی وجہ سے قتل نہ کرو‘ ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔

اور اس حدیث میں حضرت زید کا واقعہ دوسرے سبب پر دلالت کرتا ہے‘ پس ہو سکتا ہے کہ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کے یہ دونوں سبب ہوں۔

ابو اسامہ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت زید کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو قیامت کے دن بہ طور ایک امت اٹھایا جائے گا‘ وہ میرے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے درمیان ہیں‘ امام بغوی نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے اور انہوں نے امام ابن اسحاق کی روایت سے ان کے بت پرستی سے الگ ہونے کا واقعہ بیان کیا ہے‘ یہاں ہم اس کا ذکر کر کے اس شرح کو طول نہیں دیں گے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ٣٤‘ دار المعرفہ‘ بیروت‘ ١٤٢٦ھ)

٢٥ - بَابُ بُنْيَانِ الْكَعْبَةِ　کعبہ کی تعمیر کا باب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں آپ کی بعثت سے پہلے قریش کے ہاتھوں سے کعبہ کی تعمیر ہوئی۔

امام ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پینتیس (٣٥) سال تھی۔

امام اسحاق بن راھویہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کعبہ کی تعمیر کے بعد اس پر ایک زمانہ گزر گیا‘ پس وہ منہدم ہو گیا تو اس کو عمالقہ نے بنایا‘ پھر اس پر ایک عرصہ گیا اور وہ منہدم ہو گیا تو پھر اس کو جرھم نے تعمیر کیا‘ پھر اس پر ایک زمانہ گزر گیا تو اس کو قریش نے بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دنوں جوان تھے‘ پھر جب انہوں نے اس میں حجر اسود رکھنے کا ارادہ کیا تو ان میں مناقشہ اور مباحثہ ہوا‘ تب انہوں نے کہا: ہمارے درمیان فیصلہ وہ شخص کرے گا جو سب سے پہلے اس گلی سے نکلے گا‘ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے اس گلی سے نکلے‘ اس وقت آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھ دیا جائے‘ پھر ہر قبیلہ اس چادر کو اٹھائے۔

امام ابوداؤد الطیالسی نے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جو شخص سب سے پہلے بنی شیبہ کے دروازہ سے داخل ہو گا وہ فیصلہ کرے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے اس دروازہ سے داخل ہوئے تو انہوں نے آپ کو بتایا‘ پس آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک چادر کے وسط میں حجر اسود کو رکھا جائے اور ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کو پکڑ کر اوپر اٹھائے‘ سو انہوں نے اس چادر کو اوپر اٹھایا‘ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کس نے کعبہ کو بنایا‘ ایک قول ہے کہ اس کو فرشتوں نے بنایا تھا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس کے گرد طواف کریں کیونکہ انہوں نے کہا تھا:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا. (البقرۃ:٣٠) کیا تو اس کو بنانے والا ہے جو زمین میں فساد کرے گا!

دوسرا قول یہ ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا' یہ امام ابن اسحاق کا قول ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے حضرت شیث علیہ السلام نے بنایا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کے عہد میں البیت المعمور تھا جس کو اٹھالیا گیا تھا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ کعبہ کو طوفان نوح کے وقت اٹھالیا گیا تھا۔

پانچواں قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں یہ نو ہاتھ کا تھا اور اس پر چھت نہیں تھی اور جب زمانہ اسلام سے پہلے قریش نے اس کو بنایا تو اس کو نو ہاتھ اور زیادہ کر دیا تو یہ اٹھارہ ہاتھ کا ہو گیا اور اس کا دروازہ انہوں نے زمین سے اتنا اوپر رکھا کہ بغیر سیڑھی کے کوئی شخص اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا اور یہ اس وجہ سے کیا تھا کہ بنو ملیح کے آزاد کردہ غلام نے کعبہ کا مال چوری کر لیا تھا' سب سے پہلے اس میں غلفان تُبّع نے کام کیا' پھر جب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس کو بنایا تو اس میں نو ہاتھ کا اور اضافہ کر دیا' پس یہ ستائیس ہاتھ کا ہو گیا اور اب تک یہ اسی مقدار پر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٩٦۔٣٩٥' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے تعمیر کعبہ کے قصہ کو اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٣٥۔٣٤' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٨٢٩ - حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بُنِیَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ یَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ فَقَالَ عَبَّاسٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْ اِزَارَكَ عَلٰی رَقَبَتِكَ یَقِیْكَ مِنَ الْحِجَارَةِ فَخَرَّ اِلَی الْاَرْضِ وَطَمَحَتْ عَیْنَاهُ اِلَی السَّمَاءِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اِزَارِیْ اِزَارِیْ فَشَدَّ عَلَیْهِ اِزَارَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ جب کعبہ کو بنایا جا رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عباس پتھر اٹھا کر لا رہے تھے' تب عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ اپنا تہبند اپنی گردن پر رکھ لیں وہ آپ کو پتھر کے چبھنے سے محفوظ رکھے گا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بے ہوش ہو کر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں' پھر جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے کہا: میرا تہبند' میرا تہبند تو انہوں نے آپ کے اوپر آپ کا تہبند باندھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٦٤ میں گزر چکی ہے۔

تعمیر کعبہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تہبند اتارنے کی حدیث پر شارحین بخاری و مسلم کا کلام

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے' اور شاید حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو (حضرت) عباس بن المطلب سے سنا ہو' اور اس کا مفصل بیان کتاب الحج میں گزر چکا ہے' ابو الطفیل کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پتھر اٹھا کر لا رہے تھے تو آپ کی شرم گاہ کھل گئی' تو غیب سے آواز آئی کہ اے محمد! اپنی شرم گاہ کو ڈھانپو' اور یہ آپ کو غیب سے پہلی ندا کی گئی تھی اور اس سے پہلے نہ اس کے بعد کبھی آپ کی شرم گاہ دیکھی گئی۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام ابن اسحاق نے مبعث میں لکھا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ آپ کے بچپن میں آپ کی حفاظت کرتا تھا' آپ نے بیان فرمایا کہ میں قریش کے لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے پتھر اٹھا کر لا رہا تھا' ہم سب نے برہنہ ہو کر اپنا تہبند اپنی گردن کے اوپر رکھ لیا' اور ہم اس کے اوپر پتھر رکھ رہے تھے' پھر میں نے دیکھا کہ گھونسا مارنے والے نے مجھے گھونسا مار کر کہا: اپنا تہبند باندھو' پس میں نے اپنا تہبند باندھا' پھر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لا رہا تھا اور میں نے تہبند باندھا ہوا تھا۔ علامہ سہیلی نے کہا ہے: یہ قصہ تعمیر کعبہ میں بیان کیا گیا ہے' اگر یہ قصہ صحیح ہوا تو یہ آپ کی برہنگی کا بچپن میں قصہ ہے اور صحیح بخاری میں جو آپ کی برہنگی کا قصہ ہے وہ آپ کی ادھیڑ اور پختہ عمر کا قصہ ہے (جب آپ کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی)۔ صحیح بخاری میں جو قصہ ہے وہ اس عمر کا ہے اور ابوالطفیل اور امام ابن اسحاق کی روایت میں اس کولڑکے کی عمر کا قصہ بیان کیا ہے اور کبھی بڑی عمر والے پر بھی لڑکے کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جب وہ لڑکوں کا سا کام کرے' سو یہ محال نہیں ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہو کیونکہ ابوالطفیل کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ یہ آپ کے ساتھ پہلا واقعہ تھا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد آپ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا گیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی ابوالطفیل کی روایت کا ذکر کیا ہے مگر انہوں نے ابوالطفیل کی روایت کی امام بخاری کی روایت کے ساتھ تطبیق بیان نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اپنا تہبند اپنی گردن پر رکھ کر پتھر لائیں' یہ قول زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر تھا کہ وہ لوگ اپنی شرم گاہ کو کھول لیتے تھے اور برہنہ طواف کرتے تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ابتداء سے ہر اس چیز سے محفوظ تھے جو مروت' دیانت اور عفت کے خلاف ہو' آپ نے اپنے چچا کا قول احتراماً قبول کیا تھا' پھر آپ پر عتاب کیا گیا کہ یہ کام آپ کی شان کے خلاف ہے' اسی طرح دیگر مقربین کا مقام ہے اور آپ تو سید المقربین ہیں۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۴۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ محمد الفضل بن الفاطمی الشبیہی الزرهونی المالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

عباس نے آپ کا تہبند کھول دیا تو آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے' کسی کی نظر آپ پر نہیں پڑی تھی اور آپ کے بے ہوش ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو کامل حیاء پر پیدا کیا گیا تھا حتیٰ کہ آپ کنواری پردہ دار لڑکی سے بھی زیادہ حیاء کرنے والے تھے' ایک روایت میں ہے کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے آپ کا تہبند باندھ دیا' اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اعلان) نبوت سے پہلے اور اس کے بعد ان چیزوں سے اور ان کاموں سے محفوظ تھے جو آپ کے حق میں عیب کا موجب ہوں' اور اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ ص ۱۱۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

شیخ محمد صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

الشیخ ابن باز نے کہا کہ یہ (اعلان) نبوت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے' اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی' آپ کے چچا عباس نے اشارہ کیا کہ آپ اپنا تہبند اتار کر کندھے پر رکھ لیں اور شرم گاہ کھلنے سے زمانہ جاہلیت کے مطابق کوئی پرواہ نہ کریں' اسی وجہ سے وہ لوگ برہنہ طواف کرتے تھے' آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے کیونکہ آپ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات تھی' اور یہ آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۷۱' مکتبۃ الطبری القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

یہ صحیح بخاری کے بعض شارحین کی شروح تھیں اور صحیح مسلم کے شارحین میں سے قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی المتوفی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کم سنی میں بھی قبائح سے محفوظ رکھا ہے اور اخلاق جاہلیت سے آپ کو مامون رکھا ہے اور اس کا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آپ اعلان نبوت سے پہلے بھی کفر اور معاصی سے معصوم تھے' اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے پہلے شرم گاہ چھپانے کا حکم تھا اور نہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ کی شرم گاہ لوگوں کے سامنے کھل گئی تھی کیونکہ شرم گاہ کھلنے کی پہلی ساعت میں آپ بے ہوش ہو کر گر گئے' جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے اور اس وقت کسی کی نظر آپ پر نہیں پڑی تھی اور اس کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری کرامت یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور کوئی شخص میری شرم گاہ پر مطلع نہیں ہوا۔

(تحفۃ المورود فی احکام المولود ص ۱۵۹)(اس روایت کی سند ضعیف ہے)(اکمال اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰' دار الوفاء بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث (صحیح مسلم: ۳۴۰) میں بعض ان چیزوں کا بیان ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مکرم کیا ہے' اور یہ کہ نبی ﷺ اپنے بچپن میں بھی قبیح (برے) کاموں اور اخلاق جاہلیہ سے محفوظ تھے' اور اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا بیان گزر چکا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

تعمیر کعبہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے تہبند اتارنے کی حدیث پر مصنف کا کلام

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے جو ابو الطفیل کی حدیث ذکر کی ہے کہ آپ لڑکپن میں برہنہ ہو گئے تھے وہ بلا سند ہے اور حجت نہیں ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے جو یہ روایت کی ہے کہ آپ کے چچا نے کہا کہ آپ اپنا تہبند اتار کر اپنی گردن پر رکھ لیں تا کہ پتھر نہ چبھیں یہ روایت درایۃً صحیح نہیں ہے کیونکہ کسی کم عمر بچے سے تو ایسا کہا جا سکتا ہے' پینتیس سال کے ادھیڑ عمر کے مرد سے ایسا نہیں کہا جا سکتا' علاوہ ازیں یہ حضرت جابر سے روایت ہے حالانکہ وہ آپ کی بعثت سے پہلے پیدا بھی نہیں ہوئے تھے' وہ اپنے والد کے ساتھ بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور اس وقت وہ کم سن بچے تھے۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۴۹۲) رہا حافظ ابن حجر کا یہ کہنا کہ ہو سکتا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عباس سے یہ واقعہ سنا ہو تو یہ محض ایک احتمال ہے اور نبی ﷺ کی عصمت اور عفت قطعی ہے اور یہ احتمال اس قطعیت کا مزاحم نہیں ہو سکتا' ممکن ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہو لیکن درایت کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے' ہمارے لیے یہ کہنا آسان ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم سے اس حدیث کے پرکھنے میں چوک ہو گئی' بجائے اس کے کہ ہم یہ کہیں کہ پینتیس (۳۵) سال کی عمر میں نبی ﷺ نے اپنے چچا کے کہنے سے اپنا تہبند اتار دیا اور آپ برہنہ ہو گئے' ایک معیوب کام میں نبی ﷺ اپنے چچا کا کہنا کیسے مان سکتے تھے' آپ کے دوسرے چچا ابو طالب نے آپ کو بتوں کی مذمت سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ توحید کی دعوت دینا چھوڑ دو' لیکن آپ نے کہا: اے چچا! اگر یہ میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے ہاتھ میں سورج رکھ دیں پھر بھی میں اس مشن کو نہیں چھوڑوں گا۔ وہاں آپ نے اپنے اس چچا کی بات احتراماً کیوں نہیں مانی حالانکہ اس چچا نے آپ کی پرورش بھی کی تھی اور عباس کا آپ پر پرورش کا کوئی احسان نہیں تھا تو آپ نے ان کے کہنے سے تہبند کیوں اتار دیا! ہم نبی ﷺ کی تکریم اور توقیر اور آپ کی عصمت اور عفت اور بچپن سے جوانی اور جوانی سے ادھیڑ عمر تک آپ کو قبیح اور برے کاموں سے معصوم مانتے ہیں اور لوگوں کے سامنے اپنا تہبند کھول کر برہنہ ہو جانا بہت بے حیائی کا کام ہے۔" **الامان والحفیظ**' واللہ! آپ قبیح کام سے معصوم ہیں' قاضی عیاض کا یہ کہنا کہ آپ نے لوگوں کے سامنے تہبند نہیں کھولا تھا بے سند احتمال ہے' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ تعمیر کعبہ کے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

موقع پر لوگ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور آپ بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے اور اسی موقع پر آپ نے عباس کے کہنے سے اپنا تہبند کھول دیا تھا۔" واللہ باللہ ثم تاللہ "آپ ایسے قبیح اور برے کام سے معصوم ہیں' امام بخاری اور امام مسلم کا ہمارے دل میں احترام ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت ہمارے دل میں ان سے کہیں زیادہ ہے' امام بخاری اور امام مسلم ایسے ہزاروں ائمہ کی عزتیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت' وقار اور آپ کے مقام کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتیں۔ امام بخاری اور امام مسلم اگر اس نکتہ پر غور کر لیتے کہ اس روایت سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند مقام پر حرف آ رہا ہے تو وہ کبھی اس حدیث کو روایت نہ کرتے' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے' امام بخاری اور امام مسلم سے سہو اور تسامح ہو گیا اور ہمارے شارحین کی آنکھوں پر امام بخاری اور امام مسلم کی اندھی تقلید کی پٹی بندھی ہوئی ہے اس لیے انہوں نے اس حدیث کو ثابت کرنے کے لیے بے سند اور بے دلیل تاویلات کیں لیکن میری آنکھوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اندھی محبت کی پٹی بندھی ہوئی ہے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام اور وقار کے مقابلہ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتا' اللہ تعالیٰ اس تلخ نوائی پر مجھے معاف فرمائے اور امام بخاری اور امام مسلم اور اس حدیث کے دیگر شارحین کو بھی معاف فرمائے' اس حدیث کی شرح کے معاملہ میں ان سے چوک ہو گئی ورنہ دین اسلام کے لیے ان کی خدمات بہت زیادہ ہیں' اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور ان تمام ائمہ کرام کے درجات بلند فرمائے۔

٣٨٣٠- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ قَالَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَائِطٌ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَتّٰى كَانَ عُمَرُ فَبَنٰى حَوْلَهُ حَائِطًا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ جَدْرُهُ قَصِيْرٌ فَبَنَاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار و عبید اللہ بن ابی یزید' وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بیت اللہ کے گرد دیوار نہیں تھی اور لوگ بیت اللہ کے گرد نماز پڑھتے تھے' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے بیت اللہ کے گرد دیوار بنا دی' عبید اللہ نے کہا ہے کہ اس کی دیواریں چھوٹی تھیں تو ان کو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے (بہت لمبی اور اونچی) بنایا۔

کعبہ کی توسیع کے مراحل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی سند منقطع ہے' کیونکہ عمرو بن دینار اور عبید اللہ بن ابی یزید کم سن تابعین میں سے ہیں' امام بخاری نے جو کہا ہے کہ حتیٰ کہ حضرت عمر کا زمانہ آیا' سو یہ بھی منقطع ہے' کیونکہ ان دونوں نے حضرت عمر کا زمانہ بھی نہیں پایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان کو بنایا' اس حدیث کا اتنا حصہ متصل ہے: عبید اللہ نے کہا: کعبہ کی دیواریں چھوٹی تھیں تو حضرت ابن الزبیر نے ان میں اضافہ کیا۔

الفاکہی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں مسجد حرام کا مکانوں نے احاطہ کیا ہوا تھا اور یہ مسجد لوگوں پر تنگ تھی تو حضرت عمر نے اس میں توسیع کی اور ارد گرد کے گھروں کو خرید کر منہدم کر دیا اور مکان والوں کو ان کے مکانوں کی قیمت دی' پھر مسجد حرام کے گرد ایک دیوار بنائی جو انسان کی قامت سے کم تھی اور دیواروں کی بلندی پر چراغوں کو رکھا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں دیگر جہات سے اضافہ کیا' پھر اس میں حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے توسیع کی' پھر ابو جعفر منصور

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے توسیع کی' پھر اس کے بیٹے المہدی نے توسیع کی' کہا جاتا ہے کہ حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کی چھت بنائی' پھر عبدالملک بن مروان نے اس کی دیواروں کو بلند کیا' اور اس پر چھت ڈالی' ایک قول یہ ہے کہ اس کے بیٹے ولید نے یہ کام کیا تھا اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اور یہ اٹھاسی (٨٨) ہجری کا واقعہ ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٣٥' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

کعبہ کی تعمیر کی تعداد

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں: کعبہ کی تعمیر دس مرتبہ ہوئی ہے' اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(١) پہلی مرتبہ کعبہ کو فرشتوں نے بنایا: روایت ہے کہ فرشتوں نے زمین کو اس کی منتہاء تک شق کیا' پھر اس میں اونٹوں کی جسامت کے برابر پتھر ڈالے' سو یہ بیت اللہ کی بنیادیں ہیں جن پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بناء کی تھی۔

(٢) پھر حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا' امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم سے کہا گیا کہ آپ سب سے پہلے انسان ہیں اور یہ سب سے پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے۔

(٣) تیسری بار کعبہ کو حضرت شیث علیہ السلام نے بنایا۔

(٤) جب طوفان نوح سے کعبہ کے آثار مٹ گئے تھے تو پھر اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو کعبہ کی بنیادیں دکھائیں' کہا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ عزت و کرامت والی عمارت کعبہ ہے کیونکہ اس کے بنانے کا حکم دینے والا رب جلیل ہے' اس کے انجینئر حضرت جبرئیل ہیں' اس کے معمار حضرت ابراہیم ہیں اور ان کے مددگار حضرت اسماعیل علیہم السلام ہیں۔

(٥) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے منہدم ہونے کے بعد اس کو عمالقہ نے بنایا۔

(٦) پھر اس کو جرہم نے بنایا۔ الفاکہی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جرہم میں سے اس کو حارث بن مضاض الاصغر نے بنایا۔

(٧) زبیر بن بکار نے روایت کی ہے کہ پھر اس کو قصی بن کلاب نے بنایا۔

(٨) پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر اس کو قریش نے بنایا' انہوں نے اس کی بلندی اٹھارہ ہاتھ رکھی' اور اس کے طول اور عرض کو کم رکھا کیونکہ ان کے پاس خرچ کم تھا۔

(٩) پھر اس کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بنایا۔ انہوں نے اس کو حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر بنایا اور حطیم جس کو قلت وسائل کی بناء پر قریش نے کعبہ سے خارج رکھا تھا اس کو کعبہ میں داخل کر لیا' اور اس کے دو دروازے بنائے جو زمین سے ملے ہوئے ہیں' ان میں سے ایک دروازہ اب بھی موجود ہے اور دوسرا دروازہ اس کے بالمقابل ہے' وہ اس کی تعمیر سے پینسٹھ (٦٥) ہجری میں فارغ ہو گئے تھے۔

(١٠) پھر حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے کے بعد حجاج بن یوسف نے اس کو پھر قریش کی بناء پر بنایا اور حطیم کو پھر کعبہ سے خارج کر دیا' اور اب تک کعبہ اسی بناء پر قائم ہے' ہارون الرشید یا اس کے باپ یا دادا نے ارادہ کیا کہ کعبہ کو پھر حضرت ابن الزبیر کی بناء پر بنا دیا جائے' اس سلسلہ میں امام مالک سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ کعبہ کو کھیل نہ بناؤ کہ جب بھی کوئی نیا حکمران آئے تو وہ کعبہ کو اپنی مرضی کے مطابق بنائے' اس طرح لوگوں کی نگاہوں میں کعبہ کی وقعت اور محبت نہیں رہے گی' سو آج تک کعبہ اسی طرح بنا ہوا ہے۔ (ارشاد الساری ج ٤ ص ١٠٤۔ ١٠٣' دارالفکر' بیروت' ١٤٢١ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٢٦ - بَابُ اَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ　ایام جاہلیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں ایام جاہلیت کا بیان ہے اور یہ اسلام سے پہلے کے ایام ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ وہ ایام ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آپ کی بعثت کے درمیان کے ایام ہیں' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو فترت اور انقطاع نبوت کا زمانہ ہے وہ جاہلیت کا زمانہ ہے' اس کو جاہلیت کا زمانہ اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں لوگوں کی جہالات بہت زیادہ تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٣١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَا يَصُوْمُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ عاشوراء (دس محرم) ایسا دن تھا جس میں زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن روزہ رکھتے تھے' جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا' پھر جب رمضان (کا مہینا) آیا تو جو چاہتا اس دن کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٩٢ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: قریش زمانہ جاہلیت میں اس دن روزہ رکھتے تھے۔

٣٨٣٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّ الْعُمْرَةَ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ مِنَ الْفُجُوْرِ فِي الْاَرْضِ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَّيَقُوْلُوْنَ اِذَا بَرَاَ الدَّبَرْ وَعَفَا الْاَثَرْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ قَالَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ رَابِعَةً مُّهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ وَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْحِلِّ قَالَ اَلْحِلُّ كُلُّهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وھیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا زمین میں بہت بڑا گناہ ہے اور وہ محرم کا نام صفر رکھتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب (اونٹ کی) پیٹھ کا زخم ٹھیک ہو جائے اور اس کے زخم کے نشان مٹ جائیں تو پھر عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہو جاتا ہے' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب چار (٤) ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں تو صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! (عمرہ کے بعد) کون سی چیزیں حلال ہوں گی؟ آپ نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرمایا: تمام چیزیں حلال ہوں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ محرم کا نام صفر رکھتے تھے' یعنی وہ مہینوں کو موخر کرتے رہتے تھے' اور یہی وہ تاخیر ہے جو ان کے درمیان مشہور تھی' وہ ذوالحجہ کو محرم کی طرف موخر کرتے اور محرم کو صفر کی طرف موخر کرتے رہتے۔

وہ کہتے: ''اذا برا الدبر'' دبر سے مراد وہ زخم ہے جو اونٹ کی پیٹھ پر ہوتا تھا' اور کہتے تھے: ''عفا الاثر'' یعنی جب زخم کا نشان مٹ جائے۔

انہوں نے پوچھا: ''ایّ الحل''؟ یعنی ہمارے لیے کون سے کام حلال ہوں گے؟ یعنی عمرہ کرنے کے بعد' آپ نے فرمایا: تمہارے لیے تمام کام حلال ہوں گے' حتیٰ کہ جماع کرنا بھی جائز ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۹۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸۳۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ عَمْرٌو يَّقُوْلُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ جَاءَ سَيْلٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَسَا مَابَيْنَ الْجَبَلَيْنِ قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَحَدِيْثٌ لَّهٗ شَاْنٌ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عمرو یہ کہتے تھے کہ ہمیں سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود' انہوں نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں سیلاب آیا تو اس نے (مکہ کے) دونوں پہاڑوں کا احاطہ کرلیا (یعنی کعبہ کی دونوں جانبوں کے پہاڑ پانی سے بھر گئے)' سفیان کہتے ہیں: اس حدیث کے لیے ایک قصہ ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ: یہ ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں (۲) سفیان بن عینیہ (۳) عمرو بن دینار (۴) سعید بن المسیب: یہ کبیر تابعی ہیں اور مشہور فقیہ ہیں' اور میتب کا نام حزن بن وہب القرشی المخزومی ہے۔ سعید ابن المسیب چورانوے (۹۴) ہجری میں ولید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے' اس وقت ان کی عمر پچھتر سال تھی' وہ اپنے باپ حضرت میتب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' میتب ان صحابہ میں سے ہیں' جنہوں نے درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت رضوان کی تھی' یہ تاجر تھے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت میتب سے صرف ان کا بیٹا سعید روایت کرتا ہے' میتب ابن حزن ہیں' یہ مہاجرین میں سے تھے اور زمانہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حزن سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: حزن (یعنی سخت اور مشکل)' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سہل ہو' انہوں نے کہا: میرا یہ نام میرے باپ نے رکھا ہے' سعید بن میتب نے کہا: پھر آج تک ہم میں سختی اور مشکل رہی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۹۸)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: زمانہ جاہلیت میں سیلاب آیا۔

اس حدیث کے قصہ کا بیان

اس حدیث کے لیے ایک قصہ ہے: علامہ عینی اس قصہ کے متعلق لکھتے ہیں:

موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ مکہ کی اونچائی کی جانب سے ایک سیلاب آتا تھا' پس وہ مکہ کو نقصان پہنچاتا تھا' سو اہل مکہ خوف زدہ ہوئے کہ سیلاب کا پانی کعبہ میں داخل ہو جائے گا تو انہوں نے کعبہ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا ارادہ کیا' سب سے پہلے ولید بن

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مغیرہ نے کعبہ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے اس کا کچھ حصہ گرایا۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ بیت اللہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان میں غرق ہونے سے محفوظ رہا اور اس کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا لیکن اس سیلاب میں کعبہ غرق ہو گیا' اس کی حکمت یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا طوفان عذاب تھا اور یہ سیلاب عذاب نہیں تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ عجیب قول ہے کیونکہ جب طوفان آیا تو بیت اللہ کی جگہ بیت المعمور تھا' اور جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو وہ ھند کی زمین سے وہاں آئے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت شیث علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے کعبہ کو بنایا۔ ابن ھشام نے ذکر کیا ہے کہ طوفان کے وقت پانی کعبہ کے اوپر نہیں آیا تھا بلکہ وہ اس کے ارد گرد رہا اور خود کعبہ کی عمارت ہوا میں رہی اور طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب کشتی میں اس کے گرد طواف کرتے تھے' پھر کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بنایا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٣٤ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَان حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ بَيَان اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ عَلَى امْرَاَةٍ مِّنْ اَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ فَرَاٰهَا لَاتَكَلَّمُ فَقَالَ مَالَهَا لَاتَكَلَّمُ قَالُوْا حَجَّتْ مُصْمِتَةً قَالَ لَهَا تَكَلَّمِيْ فَاِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَكَلَّمَتْ فَقَالَتْ مَنْ اَنْتَ قَالَ امْرُؤٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَتْ اَيُّ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَتْ مِنْ اَيِّ قُرَيْشٍ اَنْتَ قَالَ اِنَّكِ لَسَؤُوْلٌ اَنَا اَبُوْبَكْرٍ قَالَتْ مَابَقَاؤُنَا عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِيْ جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ بَقَاؤُكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ اَئِمَّتُكُمْ قَالَتْ وَمَا الْاَئِمَّةُ قَالَ اَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُؤُوْسٌ وَّاَشْرَافٌ يَّاْمُرُوْنَهُمْ فَيُطِيْعُوْنَهُمْ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَهُمْ اُولٰئِكَ عَلَى النَّاسِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از بیان ابی بشر از قیس بن ابی حازم' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (قبیلہ) احمس کی ایک عورت کے پاس گئے' جس کا نام زینب تھا' آپ نے دیکھا کہ وہ (کسی سے) بات نہیں کرتی تھی' آپ نے پوچھا کہ وہ بات کیوں نہیں کرتی؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے چپ رہ کر حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ (یعنی حج کے دوران کلام نہیں کرے گی)' آپ نے اس سے کہا: تم بات کرو یہ چپ رہنے کی نذر جائز نہیں ہے' یہ جاہلیت کا عمل ہے' پس اس عورت نے بات کی اور پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے بتایا: میں مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں' اس نے پوچھا کہ مہاجرین کے کس قبیلہ سے ہیں؟ آپ نے بتایا: قریش سے' اس نے پوچھا: آپ قریش کے کس خاندان سے ہیں؟ آپ نے کہا: تم بہت سوال کرتی ہو' میں ابوبکر ہوں' اس نے کہا: جاہلیت کے بعد جو اللہ تعالیٰ یہ صالح دین لایا ہے ہم اس پر کب تک قائم رہیں گے' آپ نے فرمایا: (اس دین پر) تمہاری گرفت اس وقت تک رہے گی جب تک تمہارے ائمہ سیدھے راستے پر رہیں گے' اس نے پوچھا: ائمہ کون ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تمہاری قوم میں سردار اور حکام نہیں ہوتے جو اس قوم کو حکم دیتے ہیں اور وہ قوم ان کے احکام کی اطاعت کرتی ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں ہوتے! آپ نے فرمایا: پس ائمہ وہی ہیں جو لوگوں پر حاکم ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (٢) ابو عوانہ الوضاح بن عبداللہ الیشکری (٣) بیان بن بشر المکی الاحمسی المعلم الکوفی (٤) ابن ابی حازم عوف' یہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی جستجو میں آئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٩)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت ابو بکر نے کہا: یہ جاہلیت کا عمل ہے۔

حج کے دوران بات نہ کرنے والی زینب کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابو بکر گئے یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گئے۔

احمس: یہ بجیلہ کا قبیلہ ہے' علامہ ابن التین نے کہا: وہ حمس کی عورت تھی اور وہ قریش سے ہیں۔ اس کو زینب کہا جاتا تھا' وہ المہاجر کی بیٹی تھی' امام محمد بن سعد نے حضرت عبداللہ بن جابر سے اس کی پھوپھی زینب بنت المہاجر سے روایت کی ہے اور ابن مندہ نے تاریخ النساء میں روایت کی ہے کہ حضرت زینب بنت جابر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کو پالیا تھا اور آپ سے روایت کی تھی اور انہوں نے حضرت ابو بکر سے بھی روایت کی ہے اور ان سے حضرت عبداللہ بن جابر نے روایت کی ہے اور وہ ان کی پھوپھی تھیں' ان اقوال میں تطبیق یہ ہے کہ جس نے کہا: وہ مہاجر کی بیٹی ہیں' اس نے ان کے باپ کی طرف نسبت کی اور جس نے کہا: وہ جابر کی بیٹی ہیں اس نے ان کے دادا کی طرف نسبت کی۔

چپ رہنے کو عبادت مقصودہ قرار دینا باطل ہے اور بدعت سیئہ ہے

اس حدیث میں مصمتہ کا لفظ ہے: اس کا معنی ہے وہ چپ رہنے والی ہیں۔

کیونکہ یہ جائز نہیں ہے' یعنی کلام کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' اور چپ رہنا جاہلیت کے اعمال میں سے ہے' اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس نے یہ قسم کھائی کہ وہ کلام نہیں کرے گا اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ کلام کرے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابو بکر نے اس کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا' اور علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں کہا ہے کہ شریعت اسلام میں چپ رہنا عبادت نہیں ہے اور ظاہر احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔

حدیث میں ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث یاد رکھی ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں ہے اور دن سے رات تک خاموش رہنا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٢٨٧٣)

علامہ خطابی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اہل جاہلیت کی عبادت چپ رہنا تھی' ان میں سے کوئی شخص دن اور رات چپ بیٹھا رہتا اور بات نہیں کرتا تھا' سو ان کو اس سے منع کیا گیا اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ذکر کریں اور نیکی کی باتیں کریں۔

(معالم السنن جز ٤ ص ٨١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے چپ رہنے کی نذر مانی تو اس کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

(سنن ترمذی: ٢٥٠٠' مسند احمد ج ٣ ص ١٥٩)

اور امام ابن الدنیا نے مرسلاً روایت کی ہے کہ سب سے آسان عبادت چپ رہنا ہے اور اس حدیث کے رجال ثقات ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ باطل کلام کرنے سے بہتر چپ رہنا ہے اور جس چپ رہنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو نیکی کی بات کر سکتا ہو اس کا چپ رہنا حرام ہے اور چپ رہنا اور باتیں کرنا دونوں امر مباح ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٠٠-٣٩٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل کی ہے وہ لکھتے ہیں:

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جس نے یہ نذر مانی کہ وہ بات نہیں کرے گا اس کی نذر منعقد نہیں ہوگی کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے مطلقاً فرمایا تھا کہ کلام کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور بات نہ کرنا زمانہ جاہلیت کا فعل ہے اور اسلام نے اس کو منہدم کر دیا ہے اور حضرت ابوبکر یہ بات اپنی طرف سے نہیں کر سکتے۔ انہوں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہوگا اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ ابو اسرائیل نے نذر مانی کہ وہ پیدل چلے گا سواری پر سوار نہیں ہوگا اور سائے میں نہیں بیٹھے گا اور کسی سے بات نہیں کرے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ سوار ہو اور سائے میں بیٹھے اور بات کرے حضرت ابن عباس کی حدیث کتاب الحج میں ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ حدیث میں ہے کہ روزہ دار کا خاموش رہنا تسبیح ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے صاحب مسند الفردوس نے اس حدیث کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اس حدیث کی سند میں الربیع بن بدر ہے اور وہ ساقط ہے اور اگر بالفرض یہ حدیث ثابت بھی ہو تو اس سے مقصود ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ پوری حدیث اس طرح ہے: روزہ دار کی خاموشی تسبیح ہے اور اس کی نیند عبادت ہے اور اس کی دعا مقبول ہوتی ہے اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ روزہ دار کے تمام افعال پسندیدہ ہیں اور اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ خصوصیت سے خاموش رہنا مطلوب ہے۔ الرویانی نے کہا ہے کہ لوگوں کی یہ عادت ہے کہ وہ رمضان میں کلام کرنا ترک کر دیتے ہیں اس کی ہماری شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے یہ ہم سے پہلی شریعت میں تھا اور رہی وہ احادیث جو خاموشی کی فضیلت میں وارد ہیں جیسے سنن ترمذی کی یہ حدیث کہ جو خاموش رہا اس نے نجات پالی اور امام ابن ابی الدنیا کی یہ حدیث کہ سب سے آسان عبادت چپ رہنا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ خاموشی سے مراد لغو اور باطل باتوں کو ترک کرنا ہے اور اچھی اور نیک باتوں کو کرنا مطلوب اور مستحسن ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٣٨ ملخصاً دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

ہمارے زمانہ میں بعض لوگوں نے یہ بدعت نکالی ہے کہ وہ خاموش رہنے کو عبادت مقصودہ قرار دیتے ہیں اور منہ میں پتھر رکھ کر قفل ڈال لیتے ہیں اور گلے میں تختی لٹکا لیتے ہیں کہ "ایک چپ سو سکھ" یہ تمام کام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ کے ارشاد کے خلاف ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو زندہ کریں اور اس سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کریں اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

مسلمانوں کی دین پر بقاء حکام کی دین داری پر موقوف ہے

اس حدیث میں مذکور ہے: تمہاری بقاء اس وقت تک رہے گی جب تک تمہارے ائمہ سیدھے راستے پر رہیں گے یعنی جب تک تمہارے حکمران دین اسلام پر قائم رہیں گے عدل و انصاف کرتے رہیں گے اور ہر چیز اس کی جگہ پر رکھتے رہیں گے تو تمہاری بقاء رہے گی اور ائمہ کے سیدھے راستہ پر رہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ حدود قائم کرتے رہیں اور لوگوں کے حقوق ادا کرتے رہیں اور المغیرہ نے کہا ہے کہ ہم سخت مصیبت میں تھے شجر و حجر کی عبادت کرتے تھے جانوروں کی کھالیں کھاتے تھے اور گٹھلیاں چوستے تھے تو آسمانوں اور زمینوں کے رب نے ہماری طرف ہم میں سے ہی ایک رسول بھیجا جس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ واحد کی عبادت

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کریں اور ہمارے آباء جن کی عبادت کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں اور پوری حدیث ذکر کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو نظام قائم تھا اس کو اپنائیں اور متحد رہیں اور کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔

٣٨٣٥ - حَدَّثَنِي فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ أَسْلَمَتِ امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ لِبَعْضِ الْعَرَبِ وَكَانَ لَهَا حِفْشٌ فِي الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَكَانَتْ تَأْتِينَا فَتَحَدَّثُ عِنْدَنَا فَإِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَدِيثِهَا قَالَتْ

وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيبِ رَبِّنَا
أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِي

فَلَمَّا أَكْثَرَتْ قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ وَمَا يَوْمُ الْوِشَاحِ قَالَتْ خَرَجَتْ جُوَيْرِيَةٌ لِبَعْضِ أَهْلِي وَعَلَيْهَا وِشَاحٌ مِنْ أَدَمٍ فَسَقَطَ مِنْهَا فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِ الْحُدَيَّا وَهِيَ تَحْسِبُهُ لَحْمًا فَأَخَذَتْ فَاتَّهَمُونِي بِهِ فَعَذَّبُونِي حَتّٰى بَلَغَ مِنْ أَمْرِي أَنَّهُمْ طَلَبُوا فِي قُبُلِي فَبَيْنَمَاهُمْ حَوْلِي وَأَنَا فِي كَرْبِي إِذَا أَقْبَلَتِ الْحُدَيَّا حَتّٰى وَازَتْ بِرُؤُوسِنَا ثُمَّ أَلْقَتْهُ فَأَخَذُوهُ فَقُلْتُ لَهُمْ هٰذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُونِي بِهِ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيئَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے فروۃ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ عرب کی ایک سیاہ فام عورت اسلام لے آئی' اس (کی رہائش) کے لیے مسجد میں ایک کوٹھڑی تھی' پس وہ عورت ہمارے پاس آتی تھی' اور ہمارے پاس بیٹھ کر باتیں کرتی تھی' پس جب وہ اپنی باتوں سے فارغ ہوتی تو وہ کہتی: ہار کا دن ہمارے رب کے تعجب خیز کاموں سے ہے' سنو! اس نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دے دی' سو جب اس نے بہت زیادہ یہ شعر پڑھا تو حضرت عائشہ نے اس سے پوچھا: وہ ہار والا دن کیسا تھا؟ تو اس نے بتایا کہ ہمارے گھر والوں کی ایک لڑکی باہر نکلی اس نے چمڑے کا ایک ہار پہنا ہوا تھا' وہ ہار اس سے گر گیا' پس ایک چیل نے اس پر جھپٹا مارا' وہ اس کو گوشت سمجھی تھی' وہ اس کو لے گئی' انہوں نے اس ہار (کے چرانے) کی مجھ پر تہمت لگائی' پس انہوں نے مجھ کو (خوب) ایذاء پہنچائی حتیٰ کہ میرا معاملہ یہاں تک پہنچا کہ انہوں نے میری فرج (اندام نہانی) میں بھی اس کو تلاش کیا' سو جس وقت وہ میرے ساتھ یہ کاروائی کر رہے تھے اور میرے گرد تھے اور میں (سخت) تکلیف میں تھی تو اچانک وہ چیل ہمارے سروں کے اوپر سے گزری' پھر اس نے اس ہار کو گرا دیا' تو انہوں نے اس ہار کو لے لیا' پس میں نے ان سے کہا: یہ ہے وہ ہار جس (کو چرانے) کی تم نے مجھ پر تہمت لگائی تھی اور میں اس سے بری تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٣٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ محض بدگمانی سے کسی عورت کی تلاشی لینا حتیٰ کہ اس کی فرج میں بھی ہاتھ ڈال کر اپنا مال تلاش کرنا یہ جاہلیت کا کام ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ضرورت کی بناء پر کسی عورت کا مسجد کی کوٹھڑی میں رہنا جائز ہے' لیکن آج کل کے حالات میں ایسا کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ بہر حال اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں خواتین کے لیے ایک ہاسٹل بنانا اور اس میں رہنا جائز ہے اور یہ حدیث اس کی اصل ہے۔

٣٨٣٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰهِ فَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِاٰبَائِهَا فَقَالَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: سنو جو حلف اٹھائے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حلف نہ اٹھائے' سو قریش اپنے آباء کی قسم کھاتے تھے' آپ نے فرمایا: تم اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٧٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اپنے آباء کی قسم کھانا زمانہ جاہلیت کا کام ہے۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت اور اللہ اور اس کے رسول نے جو غیر اللہ کی قسم کھائی ہے اس کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ارشاد ہے: سنو جو قسم اٹھائے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم نہ کھائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم اس کی کھائی جاتی ہے جو بہت عظیم ہو اور حقیقت میں عظمت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اس کے سوا کوئی اس کے مشابہ نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی نے سو مرتبہ اللہ کی قسم کھائی اور وہ جھوٹا تھا تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائے اور وہ اس میں سچا ہو۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے بغیر کسی اور کی قسم کھانا مکروہ ہے' خواہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کھائے اور کعبہ کی اور فرشتوں کی اور امانت کی اور روح کی اور امانت کی قسم کھانا سب سے شدید مکروہ ہے' اگر تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے خود مخلوقات کی قسم کھائی ہے' اس نے فرمایا: والصافات (صف بستہ جماعتوں کی قسم) اور فرمایا: والذاریات (منتشر کر کے اڑانے والی ہواؤں کی قسم) والعادیات (ان گھوڑوں کی قسم جو میدان جہاد میں تیزی سے دوڑتے ہیں) اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے' وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے اس کا شرف اور اس کی عظمت پر تنبیہ کرنے کے لیے اس کی قسم کھائے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ قریش اپنے آباء کی قسم کھاتے تھے' مثلاً وہ کہتے تھے: مجھے اپنے باپ کی قسم! میں ایسا ضرور کروں گا یا میں ایسا بالکل نہیں کروں گا یا کہتے تھے: میرے باپ کے حق کی قسم! یا میرے باپ کی مٹی کی قسم! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کر دیا اور فرمایا: تم اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کی قسم ہے' امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آباء کا حلف اٹھانے سے منع فرماتا ہے' سو جس نے حلف اٹھانا ہے وہ اللہ کے نام کا حلف اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔ (صحیح مسلم: ١٦٤٦' صحیح البخاری: ٦١٠٨)

اور دوسری روایت میں ہے: حضرت عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ بتوں کی قسم کھاؤ نہ اپنے آباء کی۔ (صحیح مسلم: ١٦٤٨' سنن نسائی: ٣٧٧٤' سنن ابن ماجہ: ٢٠٩٥)

علامہ نووی لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

افلح وابيه ان صدق. یہ کامیاب ہو گیا اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے سچ بولا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا کلام ہے جو زبان پر جاری ہوتا ہے اور اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا' اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کلام میں قسم کو محض مقرر کرنے اور مؤکد کرنے کے لیے داخل کیا جاتا ہے اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا' جیسے نداء کے صیغہ کو محض اختصاص کے لیے ذکر کیا جاتا ہے اس سے نداء کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص۴۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸۳۷ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهٗ اَنَّ الْقَاسِمَ كَانَ يَمْشِيْ بَيْنَ يَدَيِ الْجَنَازَةِ وَلَا يَقُوْمُ لَهَا وَيُخْبِرُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْمُوْنَ لَهَا يَقُوْلُوْنَ اِذَا رَاَوْهَا كُنْتِ فِيْ اَهْلِكِ مَا اَنْتِ مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھیا بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ عبدالرحمان بن القاسم نے ان کو حدیث بیان کی کہ قاسم جنارہ کے سامنے چلتے تھے اور جنازہ کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خبر دیتے ہیں' وہ فرماتی ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ جنارہ کے لیے کھڑے ہوتے تھے' اور جب وہ جنازہ کو دیکھتے تو یہ کہتے تھے: اے مرنے والے! تو اپنی زندگی میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تھا لیکن تو دوبارہ مرنے والا نہیں ہے۔ (یعنی تو دوبارہ زندہ کر کے مرنے والا نہیں ہے' کیونکہ وہ حشر کے قائل نہیں تھے۔)

۳۸۳۸ - **حَدَّثَنِيْ** عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ عَلٰى ثَبِيْرٍ فَخَالَفَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَفَاضَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مشرکین مزدلفہ سے اس وقت تک نہیں لوٹتے تھے حتیٰ کہ سورج ثبیر (پہاڑ) پر چمک جاتا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کی تو آپ طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے لوٹے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۸۳۹ - **حَدَّثَنِيْ** اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ اُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ يَحْيَى بْنُ الْمُهَلَّبِ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عِكْرِمَةَ ﴿وَكَاْسًا دِهَاقًا﴾ (النبا: ۳۴) قَالَ مَلْاٰى مُتَتَابِعَةً. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابواسامہ سے کہا: تم کو یحییٰ بن المہلب نے حدیث بیان کی ہے؟ ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عکرمہ "و کاساً دھاقاً (النباء: ۳۴)" اور چھلکتا جام' اس نے کہا: اس کا معنی ہے: بھرا ہوا جام جس کا مسلسل دور چلے۔

۳۸۴۰ - **قَالَ** وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِسْقِنَا كَاْسًا دِهَاقًا.

حضرت ابن عباس نے بتایا کہ میں نے اپنے والد سے سنا' وہ زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے: ہمیں پلاؤ' بھرا ہوا جام۔

یہ حدیث وہی ہے جو اس سے پہلے گزری ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''وکاساً دھاقاً'' کا معنی ہے: وہ جام اتنا بھر چکا ہو کہ اس میں مزید شراب ڈالنے کی گنجائش نہ ہو' کہا جاتا ہے'' ادھقت الکاس ''میں نے جام بھر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے باپ سے سنا: یعنی حضرت عباس بن عبدالمطلب سے۔

زمانہ جاہلیت میں: حضرت ابن عباس کی مراد یہ تھی کہ حضرت عباس نے یہ بات اسلام لانے سے پہلے کہی تھی کیونکہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے زمانہ جاہلیت نہیں پایا جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تھا' حضرت ابن عباس بعثت کے تقریباً دس سال بعد پیدا ہوئے تھے۔

٣٨٤١ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ:

اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ
وَكَادَ اُمَيَّةُ بْنُ اَبِی الصَّلْتِ اَنْ يُّسْلِمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان از عبدالملک بن عمیر از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے سچی بات وہ ہے جو لبید شاعر نے کہی ہے: سنو! اللہ کے سوا' ہر چیز باطل ہے اور امیہ بن ابی الصلت اسلام لانے کے قریب تھا۔

[اطراف الحدیث: ٦١٤٧-٦٤٨٩] (صحیح مسلم: ٢٢٥٦' الرقم المسلسل: ٥٧٨١' سنن ترمذی: ٢٨٥٨' سنن ابن ماجہ: ٣٧٥٧)

لبید بن ربیعہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ لبید اور امیہ زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے تھے۔ لبید کا پورا نام ہے: لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب الجعفری العامری' یہ بہت بڑے شعراء میں سے ایک شاعر تھا۔ فصاحت میں سب سے بڑھ کر تھا' شہ سوار اور حکیم تھا' بہت فیاض تھا: اس کی کنیت ابوعقیل تھی اور مخضرم تھا یعنی اس نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا تھا' ابن سلام کے نزدیک یہ شعراء جاہلیت کے تیسرے طبقہ میں سے تھا' جس سال حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ایک جماعت کے ساتھ ہجرت کی تھی اس نے اس سال اسلام قبول کیا تھا اور اس نے اسلام لا کر بہت عمدہ کام کیے۔

ابن قتیبہ نے کہا: یہ کلاب کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا: تھا یہ زمانہ جاہلیت اور اسلام میں سردار تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں الولید بن عقبہ کی امارت میں کوفہ میں اس کی وفات ہوئی تھی۔ امام مالک بن انس نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ ایک سو چالیس سال زندہ رہا تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک سو ستاون سال زندہ رہا تھا' اکثر مورخین نے یہ کہا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے کوئی شعر نہیں کہا۔

امیہ بن ابی الصلت کا تذکرہ

امیہ بن ابی الصلت عبداللہ بن ابی ربیعہ بن عوف بن عقدۃ' ابوعثمان' ایک قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ابوالحکم تھی' یہ زمانہ اسلام سے پہلے دمشق آ گئے تھے' یہ بہت نیک آدمی تھے۔

واقدی نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اپنے ابتدائی زمانہ میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنی اوائل عمر میں یہ ایمان پر تھا' پھر یہ ایمان سے منحرف ہو گیا' اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَO (الاعراف:١٧٥)

اوران پر اس شخص کا حال بیان کریں جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے نکل گیا' پس شیطان نے اس کا پیچھا کیا تو وہ گم راہوں میں سے ہو گیاO

یہ بہت بلند پایہ شاعر تھا' مگر اس نے نازل شدہ کتابیں پڑھی تھیں اس لیے یہ اپنے اشعار میں ایسے مضامین لاتا تھا جن کو عرب نہیں پہچانتے تھے' اسی وجہ سے علماء اس کے اشعار سے استدلال نہیں کرتے۔

ابوالفرج نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہ اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر یمن کی طرف بھاگ گیا' پھر طائف کی طرف لوٹ آیا' اور دو ہجری میں فوت ہو گیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ عبادات اور جنت اور دوزخ برحق ہیں' پھر لبید کا یہ کہنا کیوں کر درست ہوگا... کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے اچھی بات وہ ہے جو لبید شاعر نے کہی ہے۔

اس حدیث میں کلمہ کا لفظ ہے اور اس سے مراد کلام ہے اور یہ جز بول کر کل کا ارادہ ہے کیونکہ کلمہ کلام کا جز ہے اور لبید کا شعر دو جملوں پر مشتمل ہے۔

اس شعر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز زائل ہونے والی اور فانی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍO وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِO (الرحمٰن:٢٧-٢٦)

جو بھی زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہےO اور باقی ہے آپ کے رب کی ذات جو عظمت اور بزرگی والی ہےO

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس شعر میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو باطل کہا ہے حالانکہ اطاعات اور عبادات لامحالہ برحق ہیں' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی دعا میں فرمایا: تو حق ہے اور تیرا قول حق ہے اور جنت اور دوزخ حق ہیں' تو ان کو باطل کہنا کس طرح صحیح ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ اور فعلیہ یعنی رحمت اور عذاب کے سوا' دوسرا جواب یہ ہے کہ جنت اور دوزخ اللہ تعالیٰ کے باقی رکھنے سے باقی رہیں گی اور اہل جنت اور اہل دوزخ اس میں دائماً باقی رہیں گے اور ہر چیز جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہے اس پر زوال ممکن ہے' لہٰذا یہ شعر صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص ٤٠٤-٤٠٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٤٢ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ لِاَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَاْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ تَدْرِيْ مَا هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّمَا هُوَ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از یحییٰ بن سعید از عبدالرحمان بن القاسم از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کے لیے (مقرر کردہ وظیفہ) لے کر آتا تھا' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے خراج سے کھاتے تھے' ایک دن وہ کوئی چیز لے کر آیا' حضرت ابوبکر نے اس سے کھایا' تو اس غلام نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا أُحْسِنُ الْكِهَانَةَ إِلَّا أَنِّي خَدَعْتُهُ فَلَقِيَنِي فَأَعْطَانِي بِذٰلِكَ فَهٰذَا الَّذِي أَكَلْتَ مِنْهُ فَأَدْخَلَ أَبُوْبَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ. مِنْهُ فَأَدْخَلَ أَبُوْبَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت ابوبکر سے پوچھا: آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز تھی؟ (جو آپ نے کھائی ہے) حضرت ابوبکر نے پوچھا: وہ کیا چیز تھی؟ اس نے بتایا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کو کہانت سے کچھ بتایا تھا حالانکہ مجھے اچھی طرح کہانت نہیں آتی تھی' مگر میں نے اس کو دھوکا دیا تھا' (آج) وہ مجھ سے ملا تو اس نے مجھ کو اس کا معاوضہ دیا' سو آپ نے اسی (معاوضہ) سے کھایا ہے' پھر حضرت ابوبکر نے اپنا ہاتھ (اپنے حلق میں) داخل کیا اور جو کچھ کھایا تھا اس کی قے کر دی۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کو کہانت سے کچھ بتایا تھا۔

خراج اور کہانت کا معنی اور حضرت ابوبکر کے قے کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں خراج کا لفظ ہے' خراج کا معنی ہے کہ ایک شخص اپنے غلام سے کہے کہ تم مجھے روزانہ کما کر اتنی رقم لا کر دینا' سو وہ رقم خراج ہے۔

کہانت' اس کا معنی ہے: بغیر دلیل شرعی کے اٹکل پچو سے مستقبل کے متعلق کوئی بات بتانا' زمانہ جاہلیت میں عربوں میں اس کا بہت رواج تھا۔

حضرت ابوبکر نے جو کچھ کھایا تھا اس کی قے کر دی' کیونکہ اس غلام نے آپ کو کہانت کے معاوضہ میں سے لا کر کھلایا تھا اور کہانت کے معاوضہ میں سے کھانا حرام ہے' نیز دھوکا دے کر جو مال کمایا ہو اس میں سے کھانا بھی حرام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٠٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٣٨٤٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَتَبَايَعُوْنَ لُحُوْمَ الْجَزُوْرِ إِلٰى حَبَلِ الْحَبَلَةِ قَالَ وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا ثُمَّ تَحْمِلَ الَّتِي نُتِجَتْ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ''حبل الحبلة'' تک قیمت کی ادائیگی کے وعدہ پر اونٹ کا گوشت ادھار بیچا کرتے تھے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ کوئی حاملہ اونٹنی اپنا بچہ جنے' پھر وہ بچی حاملہ ہو کر بچہ جنے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیع سے منع فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٤٣ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں زمانہ جاہلیت کی بیع کا ذکر ہے۔

٣٨٤٤ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ كُنَّا نَأْتِي أَنَسَ بْنَ مٰلِكٍ فَيُحَدِّثُنَا عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْاَنْصَارِ وَكَانَ يَقُوْلُ لِي فَعَلَ قَوْمُكَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَفَعَلَ قَوْمُكَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا.

کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تھے' پس وہ ہمیں انصار سے حدیث روایت کرتے تھے اور وہ مجھ سے بیان کرتے تھے کہ تمہاری قوم نے فلاں فلاں دن اس طرح اور اس طرح کام کیا اور تمہاری قوم نے فلاں فلاں دن اس طرح اور اس طرح کام کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٧٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں انہوں نے کیا کیا کام کیے تھے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہو کہ زمانہ اسلام میں انہوں نے کیا کیا کام کیے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ٹھیک ہے' اس میں دونوں باتوں کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور اس حدیث میں جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں کے کام کی طرف اشارہ ہے اور مطابقت کے لیے اتنی مقدار کافی ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٧ - بَابُ الْقَسَامَةُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ — زمانہ جاہلیت میں قسامت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں زمانہ جاہلیت کی قسامت کا بیان ہے' جس کو اسلام میں بھی برقرار رکھا گیا ہے' قسامت کا معنی یہ ہے کہ جن آدمیوں پر قتل کرنے کی تہمت ہے وہ قسم کھا کر کہیں کہ ہم نے قتل نہیں کیا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ان پر قسم کو پیش کرنا ہے' امام شافعی کے نزدیک قسامت یہ ہے کہ مقتول کے ورثاء استحقاق قصاص کے اعتبار سے ان کے اوپر قسم کو پیش کریں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

قسامت کا معنی ہے: جن پر قتل کی تہمت ہو ان پر قسم کو پیش کرنا' اس میں اختلاف ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سب سے پہلے کس نے قسم پیش کرنے کا فیصلہ کیا' ایک قول ہے کہ قلمس نے سب نے پہلے یہ فیصلہ کیا جو خزیمہ کی اولاد میں سے ایک مرد تھا' دوسرا قول یہ ہے: ابو سارہ نے سب سے پہلے یہ فیصلہ کیا' تیسرا قول ہے: وہ شخص نضر بن کنانہ ابو قریش تھا' چوتھا قول ہے: معاویہ بن بکر کے بھائی کو قتل کر دیا گیا تھا تو عامر بن ضرب نے اس میں سو اونٹوں کا فیصلہ کیا' امام بن اسحاق نے کہا: سب سے پہلے اس کا فیصلہ عبد المطلب نے کیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ان سب کے خلاف ہے' انہوں نے کہا: سب سے پہلے اس کا فیصلہ ابو طالب نے کیا۔

(الکوثر الجاری ج ٧ ص ٤٨' دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٤٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا قَطَنٌ اَبُو الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَزِيْدَ الْمَدَنِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ اَوَّلَ قَسَامَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَفِيْنَا بَنِيْ هَاشِمٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ هَاشِمٍ اِسْتَاْجَرَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مِّنْ فَخِذٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قطن ابو الھیثم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو یزید المدنی نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کی پہلی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أُخْرٰى فَانْطَلَقَ مَعَهُ فِيْ إِبِلِهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ بِهٖ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ قَدِ انْقَطَعَتْ عُرْوَةُ جُوَالِقِهٖ فَقَالَ أَغِثْنِيْ بِعِقَالٍ أَشُدُّ بِهٖ عُرْوَةَ جُوَالِقِيْ لَا تَنْفِرُ الْإِبِلُ فَأَعْطَاهُ عِقَالًا فَشَدَّ بِهٖ عُرْوَةَ جُوَالِقِهٖ فَلَمَّا نَزَلُوْا عُقِلَتِ الْإِبِلُ إِلَّا بَعِيْرًا وَّاحِدًا فَقَالَ الَّذِي اسْتَأْجَرَهُ مَا شَأْنُ هٰذَا الْبَعِيْرِ لَمْ يُعْقَلْ مِنْ بَيْنِ الْإِبِلِ قَالَ لَيْسَ لَهٗ عِقَالٌ قَالَ فَأَيْنَ عِقَالُهٗ قَالَ فَحَذَفَهٗ بِعَصًا كَانَ فِيْهَا أَجَلُهٗ فَمَرَّ بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ أَتَشْهَدُ الْمَوْسِمَ قَالَ مَا أَشْهَدُ وَرُبَّمَا شَهِدْتُّهٗ. قَالَ هَلْ أَنْتَ مُبْلِغٌ عَنِّيْ رِسَالَةً مَّرَّةً مِّنَ الدَّهْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكُنْتَ إِذَا أَنْتَ شَهِدْتَّ الْمَوْسِمَ فَنَادِ يَا اٰلَ قُرَيْشٍ فَإِذَا أَجَابُوْكَ فَنَادِ يَا اٰلَ بَنِيْ هَاشِمٍ فَإِنْ أَجَابُوْكَ فَسَلْ عَنْ أَبِيْ طَالِبٍ فَأَخْبِرْهُ أَنَّ فُلَانًا قَتَلَنِيْ فِيْ عِقَالٍ وَّمَاتَ الْمُسْتَأْجَرُ فَلَمَّا قَدِمَ الَّذِي اسْتَأْجَرَهُ أَتَاهُ أَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ صَاحِبُنَا قَالَ مَرِضَ فَأَحْسَنْتُ الْقِيَامَ عَلَيْهِ فَوَلِيْتُ دَفْنَهٗ قَالَ قَدْ كَانَ أَهْلَ ذَاكَ مِنْكَ فَمَكُثَ حِيْنًا ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِيْ أَوْصٰى إِلَيْهِ أَنْ يُّبْلِغَ عَنْهُ وَافَى الْمَوْسِمَ فَقَالَ يَا اٰلَ قُرَيْشٍ قَالُوْا هٰذِهٖ قُرَيْشٌ قَالَ يَا اٰلَ بَنِيْ هَاشِمٍ قَالُوْا هٰذِهٖ بَنُوْ هَاشِمٍ قَالَ أَيْنَ أَبُوْ طَالِبٍ قَالُوْا هٰذَا أَبُوْ طَالِبٍ قَالَ أَمَرَنِيْ فُلَانٌ أَنْ أُبْلِغَكَ رِسَالَةً أَنَّ فُلَانًا قَتَلَهٗ فِيْ عِقَالٍ فَأَتَاهُ أَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ لَهُ اخْتَرْ مِنَّا إِحْدٰى ثَلَاثٍ. إِنْ شِئْتَ أَنْ تُؤَدِّيَ مِائَةً مِّنَ الْإِبِلِ فَإِنَّكَ قَتَلْتَ صَاحِبَنَا وَإِنْ شِئْتَ حَلَفَ خَمْسُوْنَ مِنْ قَوْمِكَ أَنَّكَ لَمْ تَقْتُلْهُ فَإِنْ أَبَيْتَ قَتَلْنَاكَ بِهٖ فَأَتٰى قَوْمَهٗ فَقَالُوْا نَحْلِفُ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ مِّنْ بَنِيْ هَاشِمٍ كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْهُمْ قَدْ وَلَدَتْ لَهٗ فَقَالَتْ يَا أَبَا طَالِبٍ أُحِبُّ أَنْ تُجِيْزَ ابْنِيْ هٰذَا بِرَجُلٍ مِّنَ الْخَمْسِيْنَ وَلَا تُصْبِرْ يَمِيْنَهٗ حَيْثُ تُصْبَرُ الْأَيْمَانُ فَفَعَلَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَرَدْتَّ خَمْسِيْنَ رَجُلًا أَنْ

قسامت ہم بنو ہاشم میں تھی' انہوں نے بتایا کہ بنو ہاشم کا ایک شخص تھا جس کو قریش کے دوسرے قبیلہ کے ایک آدمی نے اجرت پر رکھا' وہ اس کے ساتھ اس کے اونٹوں کو لے کر گیا' پھر بنی ہاشم کا دوسرا شخص اس کے پاس سے گزرا جس کی بوریوں کے تھیلے کی رسی ٹوٹ گئی تھی' اس نے کہا: ایک رسی کے ساتھ میری مدد کرو میں اس سے اپنی بوریوں کے تھیلے کو باندھوں گا' (تمہارے) اونٹ نہیں بھاگیں گے' اس نے اس کو رسی دے دی جس سے اس نے اپنی بوریوں کا تھیلا باندھ دیا' پس جب وہ کسی جگہ ٹھہرے تو تمام اونٹ باندھ دیئے گئے سوا ایک اونٹ کے' تو جس نے اس ہاشمی کو اجرت پر لیا تھا' اس نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ اونٹوں میں سے اس اونٹ کو نہیں باندھا گیا' اس نے کہا: اس کی رسی نہیں ہے' اس نے پوچھا: اس کی رسی کیا ہوئی؟ سو اس نے اس کو لکڑی سے مارا جس سے اس کی موت قریب آ پہنچی' پھر اس کے پاس سے یمن کا ایک مرد گزرا' اس ہاشمی نے اس سے پوچھا: کیا تم حج کے موسم میں حاضر ہو گے؟ اس نے کہا: میں حاضر نہیں ہوں گا اور بعض اوقات کہا: میں حاضر ہوں گا' اس نے کہا: کیا تم ایک مرتبہ میرا پیغام پہنچا دو گے؟ اس یمنی نے کہا: ہاں! اس نے کہا: جب تم حج کے ایام میں پہنچو تو ندا کرنا' اے آل قریش! پس جب تم کو وہ جواب دیں تو پھر ندا کرنا: اے آل بنو ہاشم! پس اگر وہ تم کو جواب دیں تو تم ابوطالب کے متعلق سوال کرنا' پھر ان کو بتانا کہ فلاں شخص نے مجھے ایک رسی کے بدلہ میں قتل کر دیا اور وہ اجرت پر لیا ہوا ہاشمی فوت ہو گیا' پھر جب وہ اجرت رکھنے والا آیا' تو اس کے پاس ابوطالب آئے کہ وہ ہمارا آدمی کہاں ہے؟ اس نے کہا: وہ بیمار ہو گیا تھا' میں نے اس کی بہت اچھی طرح تیمارداری کی' پھر میں نے اپنے خرچ سے اس کی تدفین کی' ابو طالب نے کہا: تم واقعی اس خدمت کے اہل تھے' پھر وہ کچھ عرصہ ٹھہرے تو وہ شخص آ گیا جس کو اس ہاشمی نے وصیت کی تھی کہ وہ حج کے موسم میں اس کا پیغام پہنچائے' اس نے ندا کی: اے آل قریش! لوگوں نے کہا: یہ قریش ہیں' پھر اس نے ندا کی: اے آل بنو ہاشم! تو لوگوں نے کہا: یہ بنو ہاشم ہیں' اس نے پوچھا: ابوطالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ ابوطالب ہیں' اس

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَحْلِفُوْا مَكَانَ مِائَةٍ مِّنَ الْإِبِلِ يُصِيبُ كُلَّ رَجُلٍ بَعِيْرَانِ هٰذَانِ بَعِيْرَانِ فَاقْبَلْهُمَا عَنِّيْ وَلَا تَصْبُرْ يَمِيْنِيْ حَيْثُ تُصْبَرُ الْأَيْمَانُ فَقَبِلَهُمَا وَجَاءَ ثَمَانِيَةٌ وَّأَرْبَعُوْنَ فَحَلَفُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَاحَالَ الْحَوْلُ وَمِنَ الثَّمَانِيَةِ وَأَرْبَعِيْنَ عَيْنٌ تَطْرِفُ. (سنن نسائی:۴۷۲۰)

نے کہا: مجھ سے فلاں شخص نے یہ کہا تھا کہ میں تمہیں یہ پیغام پہنچاؤں کہ فلاں شخص نے اس کو ایک رسی کے بدلہ میں قتل کر دیا' پھر ابو طالب اس شخص کے پاس گئے اور اس سے کہا: ہماری تین چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو اگر تم چاہو تو دیت' ہمیں سو اونٹ دے دو' کیونکہ تم نے ہمارے (قبیلہ کے) آدمی کو قتل کر دیا ہے' اور اگر تم چاہو تو تمہارے قبیلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ تم نے اس کو قتل نہیں کیا ہے اور اگر تم نے اس سے انکار کیا تو ہم تم کو اس کے بدلہ میں قتل کر دیں گے' پھر وہ شخص اپنی قوم کی پاس گیا' انہوں نے کہا: ہم حلف اٹھا لیں گے' پھر ابو طالب کے پاس بنو ہاشم کی ایک عورت آئی جو ان میں سے ایک شخص کے نکاح میں تھی اور اس سے اس کا ایک بیٹا تھا' اس نے کہا: اے ابو طالب! میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے اس بیٹے کو ان پچاس آدمیوں کی قسموں میں سے چھوڑ دیں اور اس سے اس جگہ قسم نہ لیں' جہاں قسمیں لی جائیں گی تو ابو طالب نے ایسا کر لیا' پھر ان میں سے ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: اے ابو طالب! آپ سو اونٹوں کے بدلہ میں پچاس مردوں سے قسم لے رہے ہیں اس طرح ہر مرد دو اونٹوں کے بدلہ میں ہے' یہ میرے (حصہ کے) دو اونٹ ہیں آپ ان کو قبول کر لیں اور مجھ سے اس جگہ قسم نہ لیں جہاں قسمیں لی جائیں گی' پس ابو طالب نے وہ دو اونٹ قبول کر لیے اور (اس کی قوم کے) اڑتالیس مردوں نے قسم کھالی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کی قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا اور ان اڑتالیس مردوں میں سے کوئی شخص پلک نہیں جھپکا رہا تھا (یعنی مر چکا تھا)۔

اس حدیث میں جن کے نام مبہم تھے ان کے نام' یمین صبر کا معنی اور قسم کھانے کی جگہ کا تعین اور مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بنو ہاشم کا ایک شخص تھا جس کو دوسرے فخذ نے اجرت پر رکھا تھا۔ فخذ کا معنی ہے: جس میں قبیلہ سے کم افراد ہوں' زبیر بن بکار نے تصریح کی ہے جس شخص نے اس ہاشمی مرد کو کرائے پر لیا تھا ان کا نام خداش بن عبداللہ بن ابی قیس العامری تھا۔

کیا تم حج کے موسم میں حاضر ہو گے؟ یعنی کیا تم حج کے اجتماع میں جاؤ گے؟

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابو طالب نے کہا: تم تین چیزوں میں سے ایک چیز قبول کر لو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تین چیزیں ان کے درمیان معروف ہوں اور ان کا دستور ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابو طالب نے ابتداءً ان تین چیزوں کو وضع کیا ہو' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ان تین چیزوں کو مقرر کیا ہو' اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس سے پہلے سے یہ جانتے تھے کہ قسامت کیا چیز ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ یہ ہمارے درمیان پہلی قسامت تھی' مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ یہ سب سے پہلی قسامت کا وقوع تھا' اگر چہ نفس قسامت کو وہ پہلے سے جانتے تھے' پھر ابو طالب کے پاس بنو ہاشم کی ایک عورت آئی: اس عورت کا نام زینب بنت علقمہ تھا' وہ مقتول کی بہن تھی' اور وہ ان میں سے ایک شخص کے نکاح میں تھی: اس شخص کا نام عبد العزیز بن ابی القیس العامری تھا اور اس کے بیٹے کا نام حویطب تھا' وہ اس واقعہ کے بعد طویل عرصہ تک زندہ رہا اور اس کو مصاحبت حاصل ہوئی۔

اس حدیث میں یمین صبر کا ذکر ہے۔ جس قسم پر مجبور کر دیا جائے اور قسم کھانے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو اس کو یمین صبر کہتے ہیں۔

اس سے اس جگہ قسمیں نہ لیں جہاں قسمیں لی جائیں گی: وہ جگہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہے' صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن) نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ بیس دینار یعنی نصاب سے کم مقدار پر کسی شخص کو قسم کھانے پر مجبور نہ کیا جائے' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) نہ جانے اس حدیث سے یہ استدلال کس طرح کیا جائے گا اور اصحاب الشافعی میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس قصہ سے یہ استدلال کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے کہا: ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا کہ ان اڑتالیس آدمیوں میں سے کوئی شخص بھی پلک نہیں جھپکا رہا تھا۔ یعنی وہ سب مر گئے تھے۔ حضرت ابن عباس اس قسامت کے وقت پیدا نہیں ہوئے تھے' ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس واقعہ کی خبر دی ہو' اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں داخل کیا ہے۔ جھوٹی قسم کھانے والے ایک سال کے اندر مر گئے تھے اور زمانہ جاہلیت میں جو شخص کسی پر ظلم کرتا تھا اس کو جلد سزا مل جاتی تھی' علامہ فاکہی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگوں نے بیت اللہ کے پاس جھوٹی قسمیں کھائیں' پھر وہ ایک چٹان کے نیچے گئے تو وہ چٹان ان پر گر گئی اور وہ سب ہلاک ہو گئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: زمانہ جاہلیت میں ان کو جلدی سزا اس لیے دی جاتی تھی تا کہ وہ ظلم سے باز آ جائیں کیونکہ وہ نبی کے مبعوث ہونے کو نہیں جانتے تھے' پھر جب اسلام آ گیا تو قیامت تک قصاص لینے کو موخر کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۰۹۔۴۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸۴۶ - حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ کَانَ یَوْمُ بُعَاثٍ یَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِّلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوْا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ دُخُوْلِهِمْ فِی الْاِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ بُعاث کا دن وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے (اپنی حکمت سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کر دیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مدینہ) آئے تو انصار کی جماعت میں پھوٹ پڑ چکی تھی ان کے سردار مارے جا چکے تھے اور زخمی ہو چکے تھے' اللہ تعالیٰ نے (بعاث کی جنگ کو) رسول اللہ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے کر دیا تھا تا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٧٧٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ بعاث کی جنگ زمانہ جاہلیت میں ہوئی تھی۔

٣٨٤٧- وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ اَنَّ كُرَيْبًا مَّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ السَّعْيُ بِبَطْنِ الْوَادِيْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سُنَّةً اِنَّمَا كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَسْعَوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَا نُجِيْزُ الْبَطْحَاءَ اِلَّا شَدًّا. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور ابن وہب نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی از بکیر بن الاشج کہ کریب مولیٰ ابن عباس نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بطن وادی میں صفاء اور مروۃ کے درمیان بھاگنا سنت نہیں ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ اس میں بھاگتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اس وادی سے صرف بھاگتے ہوئے گزریں گے۔

صفاء اور مروہ کے درمیان سعی کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سعی سے لغوی معنی مراد ہے یعنی دوڑنا، اس کا معنی ہے: صفاء اور مروہ کے درمیان دوڑنا سنت نہیں ہے، علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی گئی ہے، بلکہ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ دوڑنا فرض ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس کی مراد یہ ہے کہ بہت تیز دوڑنا سنت نہیں ہے، ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ نفس دوڑنا سنت نہیں ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ صفاء اور مروہ کے درمیان دوڑنا حج کے ارکان میں سے ہے اور ہمارے نزدیک صفاء اور مروہ کے درمیان دوڑنا حج کا رکن اور فرض نہیں ہے بلکہ حج کے واجبات میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤١٠، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٨٤٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ اَخْبَرَنَا مُطَرِّفٌ سَمِعْتُ اَبَا السَّفَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا مِنِّيْ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ وَاَسْمِعُوْنِيْ مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا تَذْهَبُوْا فَتَقُوْلُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَلْيَطُفْ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجْرِ وَلَا تَقُوْلُوْا الْحَطِيْمُ فَاِنَّ الرَّجُلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ يَحْلِفُ فَيُلْقِيْ سَوْطَهُ اَوْ نَعْلَهُ اَوْ قَوْسَهُ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مطرف نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے ابو السفر سے سنا، وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: اے لوگو! مجھ سے سنو میں تم سے جو کہہ رہا ہوں، اور مجھے سناؤ تم کیا کہہ رہے ہو، اور (میری باتوں کو سمجھے بغیر) نہ جاؤ، پھر تم کہو گے کہ حضرت ابن عباس نے کہا، حضرت ابن عباس نے کہا، جو بیت اللہ کا طواف کرے وہ حطیم کے پیچھے سے طواف کرے اور تم حطیم نہ کہو کیونکہ زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی قسم کھاتا، پس اپنے کوڑے کو یا جوتی کو یا کمان کو پھینک دیتا۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں زمانہ جاہلیت میں قسم کھانے کا ذکر ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حطیم کا معنی اور مصداق اور زمانہ جاہلیت میں حطیم کی طرف جوتی اور کوڑا وغیرہ ڈالنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حطیم نہ کہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب لوگ آپس میں قسم کھاتے تو اپنے کوڑے یا جوتی یا کمان کو حطیم کی طرف پھینک دیتے اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ ان کی قسم منعقد ہوگئی ہے کیونکہ ان کا گمان تھا کہ حطیم ان کے سامان کو ہضم کر جاتا ہے (حطم کا معنی ہے کس چیز کو کھا جانا) اور ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ کو حطیم اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں سے کعبہ کی دیوار کم کردی گئی ہے اور وہ جگہ کعبہ کو شامل نہیں ہے اور کعبہ سے خارج اور باہر ہے (کیونکہ حطیم کا معنی ہے: کسی چیز کا ٹوٹا ہوا حصہ) ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ کو حطیم اس لیے کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اس جگہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے خلاف دعا کرتا تو اس کی دعا قبول ہو جاتی' ایک قول یہ ہے کہ حطیم کا معنی بھیڑ اور رش بھی ہے اور وہاں پر دعا کرنے والوں کی بہت بھیڑ ہوتی ہے اس لیے اس کو حطیم کہتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ حطیم کعبہ کا کنواں ہے' لوگ جن چیزوں کی نذر مانتے تھے ان کو اس کنویں میں ڈال دیتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ جو جگہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہے وہ حطیم ہے' ایک قول یہ ہے کہ زمزم سے لے کر حجر اسود تک جو جگہ ہے وہ حطیم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۴۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حطیم اس جگہ کو کہتے ہیں جس کو قریش وسائل کی کمی کی وجہ سے کعبہ میں شامل نہ کر سکے لیکن وہ جگہ کعبہ کا ہی حصہ ہے' حضرت ابن عباس اس جگہ کو حطیم کہنے کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام ہے' زمانہ جاہلیت میں جب لوگ قسم کھاتے تو وہ اپنی جوتی اور کوڑے کو حطیم کی طرف ڈال دیتے' پھر وہ طویل عرصہ تک پڑے رہنے کی وجہ سے شکستہ ہو کر خراب ہو جاتی اور ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ وہ چیزیں جب تک حطیم میں رہیں گی وہ اپنی قسم پر برقرار رہیں گے۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۵۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حطیم کو حجر بھی کہا جاتا ہے حضرت ابن عباس اس کو حطیم کہنا ناپسند کرتے تھے کیونکہ یہ جاہلیت کا طریقہ ہے۔

۳۸۴۹- حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قِرْدَةً اِجْتَمَعَ عَلَيْهَا قِرَدَةٌ قَدْ زَنَتْ فَرَجَمُوْهَا فَرَجَمْتُهَا مَعَهُمْ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نعیم بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے حدیث بیان کی از حصین از حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا' ایک بندریا کے گرد (بہت سے) بندر جمع ہو گئے' (اس بندریا نے) زنا کیا تھا تو بندروں نے اس کو سنگسار کیا' میں نے بھی ان کے ساتھ اس کو سنگسار کیا (یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کیا)۔

کبیر تابعی حضرت عمرو بن میمون الاودی کے متعلق علماء رجال کی آراء اور ان کے تبصرے

یہ حدیث حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے مروی ہے' ان کے تذکرہ میں ائمہ حدیث اور علماء رجال کی حسب ذیل تصریحات ہیں:

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن میمون' عمر بن عبدالعزیز اور ان کے والد سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے ثوری اور شریک نے احادیث

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روایت کی ہیں۔ موسیٰ بن عمر بن عمرو بن میمون نے کہا کہ عمرو کی وفات ایک سو سینتالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی۔

(التاریخ الکبیر ج ٦ ص ١٧٨۔١٧٧ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی القرطبی المتوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن میمون ابوعبداللہ الاودی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پایا اور آپ کی تصدیق کی اور وہ آپ کی حیات اور آپ کے عہد میں مسلمان تھے' حضرت عمرو بن میمون نے کہا: ہمارے پاس شام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آئے تو میں ان کے ساتھ لازم رہا اور جب تک ان کی تدفین نہیں ہوگئی میں ان سے جدا نہیں ہوا' پھر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مصاحبت میں رہا' حضرت عمرو بن میمون کا شمار کوفہ کے بڑے بڑے تابعین میں ہوتا ہے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بندروں کو سنگسار کرتے ہوئے دیکھا تھا' بہ شرطیکہ یہ روایت صحیح ہو کیونکہ اس حدیث کے راوی مجہول ہیں۔

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرو بن میمون اودی سے روایت کی ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ ایک بندریا نے زنا کیا تو اس کو بندروں نے سنگسار کیا' پس میں نے بھی ان کے ساتھ رجم کیا۔

یہ قصہ اپنی تفصیل کے ساتھ عبدالملک بن مسلم از عیسیٰ بن حطان پر موقوف ہے اور ان دونوں سے احتجاج اور استدلال نہیں کیا جاتا' اور اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک یہ حدیث منکر (ناقابل تسلیم) ہے' اس میں غیر مکلف کی طرف زنا کی نسبت ہے اور جانوروں پر حد قائم کرنے کا ذکر ہے اور اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ بندر جنات میں سے ہوں گے' کیونکہ جنات اور انسانوں کے سوا اور کوئی عبادت کا مکلف نہیں ہے' تورات میں بھی رجم (سنگسار) کرنے کا حکم ہے' روایت ہے کہ حضرت عمرو بن میمون نے ساٹھ حج اور عمرے کیے اور ان کی وفات پچھتر (٧٥) ہجری میں ہوئی تھی۔ (الاستیعاب ج ٣ ص ٢٨٢ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ عزالدین علی بن محمد ابن اثیر الجزری المتوفی ٦٣٠ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن میمون نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہو گئے تھے' انہوں نے ایک سو حج کیے تھے' دوسرا قول ہے: انہوں نے ستر (٧٠) حج کیے تھے۔

عمرو بن میمون نے شام میں حضرت معاذ بن جبل کے ساتھ اور کوفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے ساتھ مصاحبت کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف و تحسین کی ہے' عمرو بن میمون کا شمار کوفہ کے کبار تابعین میں ہوتا ہے' یہ وہی ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بندروں کے رجم کرنے کا واقعہ روایت کیا ہے۔ اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے' یہ قصہ اپنی تفصیل کے ساتھ عبدالملک بن مسلم اور عیسیٰ بن حطان پر موقوف ہے اور یہ ان راویوں میں سے نہیں ہیں جن کی روایت حجت ہوتی ہے' اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک یہ روایت منکر ہے کیونکہ اس میں غیر مکلف کی طرف زنا کی نسبت ہے اور عبادات صرف جنات اور انسانوں میں ہوتی ہیں' ان کے علاوہ میں نہیں ہوتیں۔

عمرو بن میمون پچھتر (٧٥) ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (اسد الغابہ ج ٤ ص ٢٦٣ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی المتوفی ٧٤٢ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے عمرو بن میمون الاودی کا اہل کوفہ کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔

اسحاق بن منصور نے از یحییٰ معین نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ ہیں' اسی طرح امام نسائی نے کہا ہے۔

العجلی نے کہا: یہ کوفی' تابعی' ثقہ اور زمانہ جاہلیت کے ہیں۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابو بکر بن عیاش نے از ابی اسحاق بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب عمرو بن میمون سے راضی تھے۔ یونس بن ابی اسحاق نے اپنے والد سے نقل کیا کہ جب عمرو بن میمون مسجد میں داخل ہوتے تو اللہ عزوجل کی یاد آتی تھی' شعبہ نے از ابو اسحاق بیان کیا کہ عمرو بن میمون نے ساٹھ حج اور عمرے کیے تھے۔

اسرائیل نے از ابو اسحاق نقل کیا کہ انہوں نے ایک سو حج اور عمرے کیے تھے۔

امام اوزاعی نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن میمون سے روایت کی ہے کہ میری شام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' وہ نہایت دل کش آواز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تکبیر پڑھتے تھے' مجھے ان سے بہت محبت ہوگئی اور میں مرتے دم تک ان کے ساتھ رہا' پھر میری کوفہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور میں ان کی مصاحبت میں رہا اور میں نے ان سے احادیث روایت کیں۔

شبابہ بن سواء نے از عبدالملک بن مسلم از عیسیٰ بن حطان روایت کی ہے کہ عمرو بن میمون ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے ان سے کہا: آپ ہمیں بتائیں کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں کون سی چیز سب سے عجیب دیکھی' تو انہوں نے بتایا کہ میں اہل یمن کے ایک کھیت میں تھا تو میں نے دیکھا کہ بہت سارے بندر جمع ہیں' پھر میں نے دیکھا کہ ایک بندر اور بندریا دونوں لیٹ گئے' پھر میں نے دیکھا کہ بندریا نے بندر کے گلے میں بانہیں ڈال دیں' اور وہ دونوں سو گئے' پھر ایک اور جوان بندر آیا اور اس نے بندریا کے سر کے نیچے سے اس کو اشارہ کیا تو بندریا نے اپنا ہاتھ پہلے والے بندر کے سر کے نیچے سے نکال لیا' پھر وہ اس دوسرے بندر کے ساتھ تھوڑی دور گئی' پھر اس دوسرے بندر نے اس کے ساتھ جنسی عمل کیا' اور میں یہ منظر دیکھ رہا تھا' پھر بندریا اپنی پہلی جگہ لوٹ آئی اور اس نے اپنا ہاتھ پہلے والے بندر کے گلے میں ڈال دیا' جیسے پہلے تھا' پھر وہ بندر بیدار ہو کر کھڑا ہو گیا' اس نے اس بندریا کی سرین (مقعد) کو سونگھا' پھر تمام بندر جمع ہوئے اور اس بندریا کے پاس آئے' پھر تھوڑی دیر بعد وہی دوسرا بندر آ گیا' وہ بندر جمع ہو کر اس دوسرے بندر کو اور اس بندریا کو ریت کے ایک ٹیلہ پر لے گئے اور ان بندروں نے مل کر ان دونوں کو رجم کیا۔

دونوں کے لیے ایک گڑھا کھودا اور ان دونوں کو اس گڑھے میں داخل کیا' پھر ان دونوں کو پتھر مار مار کر قتل کر ڈالا اور اللہ کی قسم! میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے رجم کا مشاہدہ کیا۔

عبداللہ بن ابی جعفر رازی نے از عبدالملک بن مسلم عن عیسیٰ بن حطان نے عمرو بن میمون سے اسی قصہ کو روایت کیا ہے' اس کے آخر میں ہے کہ: پھر وہ پہلا بندر بیدار ہوا وہ کھڑا ہوا اور اس نے بندریا کی سرین کو سونگھا' پس اس نے زور سے چیخ ماری تو تمام بندر جمع ہو گئے پھر ان میں سے ایک بندر خطیب کی طرح کھڑا ہوا' پھر انہوں نے اس دوسرے بندر کو تلاش کیا اور اسی خاص بندر کو پکڑ کر لے آئے اور میں بھی اس بندر کو پہچان رہا تھا' پھر انہوں نے ان دونوں کے لیے گڑھا کھودا اور ان دونوں کو رجم کر دیا۔

الہیثم بن عربی نے کہا: عمرو بن میمون حجاج بن یوسف کے دور حکومت میں فوت ہو گئے تھے' ان کے سن وفات میں کئی قول ہیں' چنانچہ اختلاف اقوال کے مطابق وہ چوہتر' پچھتر' چھہتر یا ستتر (۷۷' ۷۶' ۷۵' ۷۴ھ) میں فوت ہوئے تھے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۴ ص ۵۳ ۳۔ ۳۵۰ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن میمون الکوفی' امام اور حجت ہیں' انہوں نے ایام جاہلیت کو پایا تھا اور ایام نبویہ میں اسلام لائے تھے' انہوں نے شام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کوفہ میں رہائش اختیار کی' یہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت معاذ'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں اور ان سے شعبی' ابو اسحاق' حصین بن عبدالرحمان اور سعید بن جبیر وغیرہم حدیث روایت کرتے ہیں۔

حافظ ذہبی نے شبابہ از عبدالملک بن مسلم از عیسیٰ بن حطان از عمرو بن میمون اسی تفصیل سے بندروں کے رجم کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے جس طرح حافظ یوسف المزی نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

نیز حافظ ذہبی نے عمرو بن میمون کی توثیق یحییٰ بن معین اور احمد العجلی سے نقل کی ہے اور ان کے فضائل میں لکھا ہے کہ انہوں نے ساٹھ حج کئے تھے اور ان کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔

انہوں نے موت کی تمنا نہیں کی اور کہا تھا: آج میں اتنی نمازیں پڑھوں گا' حتیٰ کہ یزید بن ابی مسلم نے ان کو بلایا' یہ اس کے بلانے پر نہیں گئے تو اس نے ان کو سخت ایذاء پہنچائی اور وہ یہ دعا کرتے تھے:

اے اللہ! مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق کرنا' اور مجھے بدکاروں کے ساتھ نہ چھوڑنا اور مجھے (جنت کے) دریاؤں کا میٹھا پانی پلانا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۶۱۔ ۱۵۸' ملخصاً' موسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ صفی الدین الخزرجی التوفی ۹۲۳ھ نے ان کی مرویات کا ذکر نہیں کیا اور یہ لکھا ہے کہ یہ حضرت عمر اور حضرت معاذ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک روایت ہے کہ انہوں نے ساٹھ حج کئے تھے اور ایک روایت ہے کہ انہوں نے ایک سو حج کئے تھے' ابن معین اور ابونعیم نے ان کی توثیق کی ہے' اور یہ چوہتر (۷۴ھ) میں فوت ہوئے تھے۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۳۷۳۔ ۳۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ان کا تذکرہ' الاصابہ ج ۴ ص ۱۲۰' میں اختصار سے کیا ہے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس سے بہت زیادہ انہوں نے صحیح بخاری کی شرح' فتح الباری میں لکھ دیا ہے' ہم ان کی عبارت وہاں سے لکھیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

بندروں کے رجم کرنے کی روایت پر حافظ ابن عبدالبر اور علامہ کرمانی کے اعتراضات

امام بخاری کی یہ روایت درایۃً صحیح نہیں ہے' اور صحیح بخاری کے کئی نسخوں میں یہ روایت نہیں ہے' صحیح بخاری کے سب سے پہلے شارح حافظ ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی التوفی ۳۸۸ھ ہیں' انہوں نے اپنی شرح میں اس روایت کو درج نہیں کیا' اس کے بعد علامہ ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ کی مبسوط شرح ہے' انہوں نے اپنی شرح میں سرے سے کتاب المناقب اور مناقب الانصار کو ذکر نہیں کیا جس میں ایام جاہلیت کے باب میں یہ روایت ہے۔

اس کے بعد علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ ہیں' وہ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن میمون نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے آپ کی زیارت نہیں کی تھی۔

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ غیر مکلف کی طرف زنا کی اضافت کرنا اور جانوروں میں حدود کو قائم کرنا' اہل علم کے نزدیک منکر (ناقابل تسلیم) ہے' اور اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو پھر وہ بندر جنات ہوں گے کیونکہ عبادات کے مکلف صرف جنات اور انسان ہیں' ان کے علاوہ کوئی اور مکلف نہیں ہے۔ (الاستیعاب: ۱۹۸۲۔ ج ۳ ص ۲۸۲' ترجمہ عمرو بن میمون)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ کرمانی فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ وہ بندر انسان ہوں اور ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا ہو'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اوران کی صورت انسانی متغیر کردی گئی ہو یا یہ فعل محض زنا کی صورت ہو اسی طرح سنگسار کرنا بھی محض صورۃً ہو اور نہ وہاں کوئی مکلف ہو اور نہ کسی کو سنگسار کیا گیا ہو۔ علاوہ ازیں یہ روایت صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں نہیں ہے۔ یہ پورا قصہ بعض شیوخ مدینہ نے بیان کیا ہے۔ (اس قصہ کی تفصیل عنقریب حافظ ابن حجر کی عبارت میں آ رہی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(الکواکب الدراری جز ١۵ ص ٧٦-٧۵ 'داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٠١ھ)

بندروں کے رجم کرنے کی روایت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی اوران کے مؤیدین کی توجیہات

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨۵٢ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسماعیل نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے: وہ بیان کرتے ہیں کہ میں یمن میں اپنے گھر کی بکریوں میں تھا اور میں ایک بلند جگہ پر تھا پس ایک بندر' بندریا کے ساتھ آیا اور بندریا کے ہاتھ کے نیچے سر رکھ کر لیٹ گیا' پھر ایک چھوٹا بندر آیا اور اس نے اس بندریا کو اشارہ کیا' پھر اس بندریا نے نرمی کے ساتھ پہلے بندر کے سر کے نیچے سے اپنا ہاتھ کھینچا اور دوسرے بندر کے ساتھ چلی گئی' اس بندر نے اس میں دخول کیا اور اس پر چڑھ گیا اور میں دیکھ رہا تھا' پھر وہ بندریا لوٹ آئی اور پہلے بندر کا رخسار اپنے ہاتھ کے نیچے ملائمت سے رکھ لیا' پھر وہ پہلا بندر گھبرایا ہوا بیدار ہوا' اس نے اس بندریا کو سونگھا' پھر چیخ ماری تو بہت سے بندر جمع ہو گئے' وہ بندر چیخ کر اپنے ہاتھ سے اس بندریا کی طرف اشارہ کرتا رہا' پھر دائیں اور بائیں سے بندر آ کر اس سے پہلے بندر کے گرد جمع ہو گئے' پھر انہوں نے ان دونوں کے لیے گڑھا کھودا اوران کو سنگسار کر دیا اور تحقیق یہ ہے کہ میں نے بنو آدم کے علاوہ جانوروں میں سنگسار کرنے کا یہ واقعہ خود دیکھا تھا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ بندر ان بندروں کی نسل سے ہوں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا اوران میں یہ حکم باقی تھا۔ اس کے بعد علامہ ابن التین نے لکھا ہے: جن لوگوں کی شکل مسخ کر دی گئی ہو ان کی نسل آگے نہیں چلتی۔ (حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہی قول معتمد ہے کیونکہ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک جو شخص مسخ کیا گیا ہو اس کی نسل نہیں چلتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا بندر اور خنزیر ان میں سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا' تو نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل جس قوم کو ہلاک کرتا ہے یا جس قوم کو عذاب دیتا ہے تو اس کی نسل نہیں چلاتا اور بندر اور خنزیر تو اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: ٢٦٦٣)

ابو اسحاق الزجاج اور ابوبکر بن العربی کا یہ مذہب ہے کہ اس وقت جو بندر موجود ہیں یہ ان ہی کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا' یہ مذہب شاذ ہے' اس مذہب پر اس حدیث کی وجہ سے اعتماد کیا گیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے پاس گوہ لائی گئی' تو آپ نے فرمایا: میں ازخود نہیں جانتا' شاید یہ ان جانوروں میں سے ہو جن کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ١٩٤٩)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کا ایک گروہ گم ہو گیا تھا اور یہ پتا نہیں چل سکا کہ وہ کہاں گیا اور میرا گمان یہی ہے کہ وہ یہی چوہے ہیں۔ (صحیح البخاری: ٣٣٠۵' صحیح مسلم: ٢٩٩٧)

جمہور علماء نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی ﷺ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب نزول وحی سے آپ کے اوپر مسخ شدہ جانوروں کی حقیقت منکشف نہیں ہوئی تھی' اسی وجہ سے آپ نے حتمی طور پر کوئی بات نہیں فرمائی' اس کے برخلاف آپ نے ان کی نسل

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چلنے کی نفی حتمی طور پر کی ہے' جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث میں ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام بخاری کی روایت میں جن بندروں کا ذکر ہے' یہ مسخ شدہ بندروں کی نسل میں سے ہوں' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن بندوروں کو مسخ کیا گیا تھا جب ان کی صورت بندروں ایسی ہوگئی اور ان کی فہم اور عقل ان میں موجود تھی اور وہ اصلی بندروں کے ساتھ رہتے رہے کیونکہ ان کی صورت اصلی بندروں سے ملتی تھی تو اصلی بندروں نے ان سے یہ مسئلہ معلوم کرلیا ہو کہ جو بندریا اپنے نر کے علاوہ کسی اور بندر سے جفتی کرائے اس کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے' پھر اصلی بندروں نے اس حکم کو یاد رکھا ہو اور انہوں نے اپنی آنے والی نسلوں میں اس حکم کو منتقل کر دیا ہو اور خصوصیت کے ساتھ انہوں نے اصلی بندروں کو یہ حکم اس لیے سکھایا کہ ان میں غیر معمولی ذہانت ہوتی ہے جو دوسرے جانوروں میں نہیں ہوتی' اسی وجہ سے بندروں میں یہ خصلت ہے کہ وہ ہنستے ہیں او جو کچھ دیکھتے ہیں اس کی نقل اتار لیتے ہیں اور ان میں انسانوں سے زیادہ غیرت ہوتی ہے اور کوئی بندر اپنی مادہ کے علاوہ کسی اور بندریا سے جفتی نہیں کرتا اور بندروں کے خصائص میں سے یہ ہے کہ ان کی مادہ بھی انسانوں کی طرح حاملہ ہوتی ہے اور بعض اوقات بندر اپنے دونوں پاؤں سے چلتا ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں کرتا اور بندر چیزوں کو اپنے ہاتھوں سے اٹھاتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے کھاتا ہے اور اس کے ہاتھوں کی انگلیاں ہوتی ہیں اور ان میں ناخن بھی ہوتے ہیں اور اس کی آنکھوں کے اوپر پلکیں بھی ہوتی ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے حضرت عمرو بن میمون کی اس روایت کو ناقابل تسلیم قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں غیر مکلف کی طرف زنا کی نسبت ہے اور جانوروں پر حد قائم کرنے کی حکایت ہے' پس اگر اس حدیث کی سند صحیح ہو تو وہ بندر جنات میں سے ہوں گے کیونکہ جنات بھی مکلف ہیں' اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ صرف زنا اور سنگسار کرنے کی صورت تھی حقیقت نہیں تھی' اور اس پر زنا اور سنگسار کرنے کا اطلاق مشابہت کی وجہ سے کیا گیا ہے' حقیقۃً نہیں کیا گیا' پس اس حدیث سے جانوروں کو مکلف کرنا لازم نہیں آتا'
امام حمیدی نے اپنی کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' میں نہایت عجیب وغریب بات کہی ہے کہ یہ حدیث صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں ہے اور صرف ابومسعود نے اس کا ذکر ''الاطراف'' میں کیا ہے' اور یہ صحیح بخاری کے نسخوں میں اصلاً نہیں ہے' سو شاید یہ ان چیزوں میں سے ہے جو صحیح بخاری میں زائد اور الحاق ہیں' امام حمیدی کا یہ قول مردود ہے کیونکہ حدیث مذکور صحیح بخاری کے ان اکثر نسخوں میں ہے' جن سے ہم واقف ہیں۔ حافظ ابوذر نے اپنے تین شیوخ سے جو ماہر ائمہ میں سے ہیں اس حدیث کی فربری سے روایت کی ہے اور یہ کافی حجت ہے' اسی طرح اسماعیلی اور ابونعیم نے اس حدیث کی اپنی اپنی مستخرج میں روایت کی ہے' اور ابومسعود نے اس کا اطراف میں ذکر کیا ہے' ہاں! امام نسفی کی روایت میں اس حدیث کا ذکر نہیں ہے' اسی طرح اس کے بعد والی حدیث کا بھی ذکر نہیں ہے' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ فربری کی روایت میں بھی نہ ہو' کیونکہ نسفی کے نسخہ میں کئی احادیث نہیں ہیں جو فربری کے نسخہ میں ہیں' جن پر میں گزشتہ صفحات میں تنبیہ کرچکا ہوں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی کروں گا۔

رہا امام حمیدی کا یہ کہنا کہ شاید یہ حدیث ان چیزوں میں سے ہے جن کا صحیح بخاری میں اضافہ کر دیا گیا ہے' سو امام حمیدی کا یہ قول باقی علماء کے خلاف ہے جنہوں نے کہا ہے کہ امام بخاری نے جو کچھ اپنی کتاب میں وارد کیا ہے وہ سب صحیح ہے' اور ان کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی امام بخاری کی طرف نسبت صحیح ہے' امام حمیدی نے یہ جو کچھ کہا ہے یہ محض ان کا خیال فاسد ہے اور اس سے معلوم ہو گیا کہ ان کی کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی جس سند سے روایت کی ہے اس میں وہ راوی نہیں ہیں جن پر علماء رجال کا اعتراض ہے۔ یہ راوی اسماعیلی کی روایت میں ہیں جن کو حافظ ابن الاثیر اور حافظ ذہبی نے بیان کیا ہے' یعنی عبدالملک بن مسلم اور عیسیٰ بن حطان کیونکہ حافظ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابن عبد البر نے ان ہی دو راویوں کو ضعیف قرار دے کر اس روایت کا رد کیا ہے' میں نے اس مقام پر بہت طویل کلام کیا ہے تا کہ کوئی شخص امام حمیدی کے کلام سے دھوکا کھا کر اس حدیث کو ضعیف نہ قرار دے حالانکہ امام حمیدی کا قول ظاہر الفساد ہے۔

اس روایت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ نے "کتاب الخیل" میں امام اوزاعی کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ مھر نے ایک گھوڑے کو اس کی ماں پر چڑھایا تو وہ نہیں چڑھا تو اس نے اس گھوڑی کو اپنے گھر میں داخل کیا اور اس کے اوپر ایک چادر بہ طور جھول ڈال دی تو وہ اس گھوڑی پر چڑھ گیا' پھر جب اس نے اپنی ماں کی بُو سونگھی تو اس نے اپنے ذکر (آلہ تناسل) کو دانتوں میں دبا کر جڑ سے کاٹ دیا' پس غور کرو جب گھوڑوں میں اتنی فہم ہے جو ذکاوت میں بندروں سے کہیں کم تر ہیں تو بندروں کا زنا کرنے والی بندریا کو رجم کرنا تو بہ طریق اولیٰ ثابت ہوگا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۷-۴۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

بندر تمام جانوروں میں سب سے زیادہ ذہین ہوتے ہیں اور انہیں اپنی مادہ کے ساتھ سب سے زیادہ غیرت ہوتی ہے' انہوں نے انسانوں کو دیکھا کہ وہ ایسی صورت میں فاعل اور مفعول کو رجم کرتے ہیں' سو انہوں نے بھی اس کی نقل اتاری۔

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۵۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے حافظ ابن حجر کی اس شرح کا خلاصہ لکھا ہے اور ان کی تقلید میں بندروں کی رجم کی روایت کو ثابت کیا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۳۶۱-۳۶۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اپنی شرح میں اس حدیث کا ذکر نہیں کیا۔

(التوشیح علی الجامع الصحیح ج ۳ ص ۴۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس حدیث کی بہت تحقیق کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ صحیح البخاری کی یہ حدیث صحیح ہے' حافظ ابن عبد البر اور حافظ ابن الاثیر نے اس حدیث کو اس لیے رد کیا ہے کہ یہ حدیث عبد الملک بن مسلم اور عیسیٰ بن حطان سے مروی ہے اور وہ ضعیف راوی ہیں لیکن امام بخاری کی روایت میں یہ راوی نہیں ہیں' یہ راوی اسماعیلی کی روایت میں ہیں' اس لیے امام بخاری کی روایت صحیح ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ اس میں جانوروں کی طرف زنا کی نسبت ہے اور ان کو سنگسار کرنے کا ذکر ہے تو یہ نسبت حقیقۃً نہیں ہے مشابہۃً ہے' لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۵۰۵-۵۰۴' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دیوبند کے عالم شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا اس وجہ سے رد کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں بندروں کے فعل پر زنا کا اطلاق ہے اور زنا کرنا انسانوں میں پایا جاتا ہے نہ کہ بندروں میں' میں کہتا ہوں کہ یہ مہمل اور بے معنی اعتراض ہے کیونکہ اس زمانہ میں بندروں کے ایسے افعال ظاہر ہوئے ہیں جو ان کی ذہانت پر دلالت کرتے ہیں اور ان کے قصے مشہور ہیں اور ان پر لوگ تعجب کرتے ہیں اور اہل امریکا نے ان کی تدوین کی ہے تو پھر بندروں کا رجم کرنا کون سا بعید کام ہے۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۷۶' مجلس علمی ہند' ۱۳۵۷ھ)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے اپنی شرح میں سرے سے ایام جاہلیت کا باب ہی ذکر نہیں کیا اور لبید کی حدیث کے بعد مبعث النبی کو شروع کر دیا ہے۔ (عون الباری ج ۴ ص ۳۶۱-۳۵۹' دار الرشید' حلب سوریا' ۱۴۰۴ھ)

دوسرے غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ نے اس حدیث کو اپنی شرح میں درج کیا ہے اور شرح میں اسماعیلی کی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روایت کا ترجمہ کیا ہے اور اس کے خلاف کچھ نہیں نقل کیا بہ ظاہر وہ بھی اس حدیث کے مؤید ہیں۔

(تیسیر الباری ج ٣ ص ٦٢٦ 'نعمانی کتب خانہ لاہور' جون ١٩٩٠ء)

علامہ محمد الفضیل الفاطمی الشبیہی الزرہونی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بندر کے فعل پر "مشابھۃً" زنا کا اطلاق ہے' اور بندروں میں بہت ذہانت ہوتی ہے اور ان میں انسانوں کی طرح غیرت ہوتی ہے حتیٰ کہ کوئی بندر اپنی مادہ کے سوا دوسری بندریا کے پاس نہیں جاتا' خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ١٤٣' مکتبۃ الرشد' ١٤٣٠ھ)

مولانا غلام رسول رضوی متوفی ١٤٢٢ھ نے اس حدیث کا صرف ترجمہ لکھا ہے اور اس کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔

(تفہیم البخاری ج ٥ ص ٨٣٢' فیصل آباد)

مفتی محمد شریف الحق امجدی متوفی ١٤٢٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حیوانات غیر مکلف ہیں اس لیے بندروں کی طرف زنا کی نسبت کرنا اور ان پر حد قائم کرنا ایک عجیب سی بات ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے اس کا جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ بندر قوم جن سے رہے ہوں اور جن مکلف ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بندروں کا طریقہ یہ ہے کہ ایک نر اور مادہ ساتھ رہتے ہیں' نہ نر دوسرے کی مادہ کی طرف جھپٹتا ہے اور نہ اس مادہ پر دوسرے نر جھپٹتے ہیں بلکہ اگر کسی نر کی مخصوص مادہ پر کوئی دوسرا نر جھپٹے تو بندر اسے اپنی جماعت سے خارج کر دیتے ہیں' اس حدیث میں زنا سے حقیقی معنی مراد نہیں' ہوسکتا ہے کہ کسی نر نے کسی کی مخصوص مادہ پر تعدی کی ہو اور اس سے بھڑک کر سب بندروں نے اس نر کو سزا دی ہو اور یہ سزا سنگساری کی شکل میں ہو۔ (نزہۃ القاری ج ٤ ص ٦٧٣۔ ٦٧٢' فرید بک سٹال' ٣٨ اردو بازار' لاہور)

میں کہتا ہوں کہ یہ صرف بندروں کی خصوصیت نہیں بلکہ خنزیر کے سوا تمام جانور ایسا ہی کرتے ہیں' وہ اپنی مادہ کے پاس دوسرے نر کو نہیں آنے دیتے۔

ہم نے عربی' فارسی اور اردو کی دستیاب شروح بخاری میں سے علامہ اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ' علامہ قسطلانی متوفی ٩١١ھ' شیخ نور الحق دہلوی متوفی ١٠٧٣ھ' شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ١٣٥٢ھ' علامہ زرہونی مالکی متوفی ١٣٩٨ھ' اور علامہ شریف الحق امجدی متوفی ١٤٢٢ھ کی شروح کا خلاصہ پیش کیا ہے' سب نے حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ کی فتح الباری کی تحقیق کو اپنے انداز سے لکھا ہے' اور صحیح بخاری کی اس حدیث کو ثابت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔ صرف علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے اس سے اختلاف کیا ہے اور اس حدیث کی صحت کے لیے حافظ ابن حجر عسقلانی کے پیش کردہ دلائل کا رد کر دیا ہے اور منفرد تحقیق پیش کی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی کا حافظ ابن حجر کی توجیہات پر ردّ اور ابطال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے امام حمیدی کے اس قول کو مردود قرار دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کے صرف بعض نسخوں میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کے جن اکثر نسخوں سے ہم واقف ہیں ان سب میں یہ حدیث موجود ہے' حافظ ابن حجر کا یہ رد خود مردود ہے' کیونکہ امام حمیدی متوفی ٤٨٨ھ ابن حجر متوفی ٨٥٢ھ سے زیادہ صحیح بخاری کے نسخوں پر مطلع ہیں' اسی لیے انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے "الجمع بین الصحیحین" اور انہوں نے حتمی طور پر یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث النسفی کے نسخہ صحیح بخاری میں بھی نہیں ہے۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حافظ ابن حجر کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری میں درج تمام احادیث صحیح ہیں' اس لیے کہ بہ کثرت علماء نے صحیح بخاری کی بعض سندوں پر اعتراض کیا ہے کہ ان حدیثوں کے رجال اہل بدعت میں سے ہیں اور یہ دعویٰ کرنا کہ صحیح بخاری میں جو کچھ درج ہے وہ صحیح ہے' بلا دلیل ہے' اس کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے' جب کہ علامہ نسفی نے اپنے نسخہ میں اس حدیث کا اصلاً ذکر نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤١٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مصنف کا حافظ ابن حجر کی توجیہات پر مزید رد اور ابطال

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی یہ تقریر ناتمام ہے' انہوں نے حافظ ابن حجر کی کئی تاویلات اور توجیہات کا رد نہیں کیا' ان میں سے بعض ازاں یہ ہیں:

حافظ ابن حجر نے حافظ ابن عبدالبر کے اس اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ حیوانات کے فعل پر زنا کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ وہ رجم کرنے کے مکلف ہیں' حافظ ابن حجر نے کہا کہ جن بندروں کو مسخ کیا گیا تھا ہو سکتا ہے انہوں نے دوسرے اصلی بندروں کو یہ مسئلہ بتا دیا ہو کہ جب کوئی بندر دوسرے بندر کی مادہ سے جفتی کرے تو اس کو رجم کر دیا جائے اور یہ بات چلتے چلتے زمانہ جاہلیت کے ان مذکورہ بندروں تک پہنچ گئی ہو اور انہوں نے اس کے مطابق رجم کیا ہو جو حقیقۃً رجم نہیں تھا مشابہۃً رجم تھا۔

میں کہتا ہوں کہ مسخ شدہ بندروں میں اور زمانہ جاہلیت کے ان بندروں کے درمیان تقریباً دو ہزار سال کا عرصہ ہے' سو کیا وجہ ہے کہ دو ہزار سال میں صرف ان ہی بندروں نے اس پر عمل کیا' اس سے پہلے ایسا واقعہ کیوں منقول نہیں ہوا؟ جب کہ مسخ شدہ بندروں نے جن بندروں کو بلاواسطہ یہ مسئلہ بتلایا تھا انہیں اولاً اور بالذات اس پر عمل کرنا چاہیے تھا لیکن انہوں نے تو اس پر عمل نہیں کیا اور عمرو بن میمون کے زمانہ کے بندروں نے اس پر عمل کیا' یہ چیز بداہت عقل کے خلاف ہے اور ترجیح بلا مرجح ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

اس تاویل پر دوسرا رد یہ ہے کہ عمرو بن میمون کے زمانہ سے لے کر اب تک چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے' اگر مسخ شدہ بندروں نے دوسرے اصلی بندروں کو یہ مسئلہ تعلیم کر دیا تھا تو ان چودہ سو سالوں میں بندروں نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور اب تو دن بہ دن علوم میں اضافہ ہو رہا ہے اور بندروں' بن مانسوں اور گوریلوں پر نئی نئی تحقیقات ہو رہی ہیں' اگر بندروں میں کوئی اور ایسا واقعہ ہوا ہوتا تو اب تو نقل و حمل کے وسائل بہت زیادہ ہیں' پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی اور ایسا واقعہ پیش نہیں آیا' سو حافظ ابن حجر کی یہ تاویل بہت رکیک اور باطل ہے' یہ بات صرف حافظ ابن حجر کہہ سکتے ہیں کہ عمرو بن میمون سے پہلے دو ہزار سالوں میں اور ان کے بعد چودہ سو سالوں میں اور کسی بندر نے اس پر عمل نہیں کیا' صرف عمرو بن میمون کے زمانہ کے بندروں نے اس پر عمل کیا اور ان کے علاوہ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا۔ حافظ ابن حجر نے اس روایت کو منوانے کے لیے ایک گھوڑے کی مثال دی جس نے لاعلمی میں اپنی ماں سے جفتی کر لی' پھر نادم ہو کر اپنے آلہ کو منہ میں دبا کر دانتوں سے کاٹ ڈالا' سو جب گھوڑے میں شعور ہے تو بندر تو اس سے زیادہ ذہین ہیں' ان میں یہ شعور کیوں نہیں ہو سکتا!

میں پوچھتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے جس گھوڑے کی مثال دی ہے کہ اس نے اپنی ماں کے ساتھ جفتی کرنے کی وجہ سے اپنے آلہ کو کاٹ ڈالا تھا آیا یہ اسی گھوڑے کی خصوصیت تھی یا ہر گھوڑے کی یہ صفت ہے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ جفتی کرنے سے بدکتا ہے اور اگر بالفرض جفتی کر لے تو ندامت سے اپنے آلہ کو جڑ سے کاٹ ڈالتا ہے' اگر یہ صرف اس گھوڑے کی خصوصیت تھی تو حافظ ابن حجر کا اس سے بندروں کے رجم پر استدلال کرنا باطل ہے اور اگر یہ ہر گھوڑے کی صفت ہے تو یہ خلاف واقع اور خلاف مشاہدہ ہے۔

اس پر دوسرا رد یہ ہے کہ جانوروں میں سے جب نر اور مادہ جفتی کرتے ہیں تو ان میں ماں اور بیٹے کی تمیز نہیں ہوتی اور نہ ان کو

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا شعور ہوتا ہے' گاؤں اور دیہاتوں میں نر کو مادہ پر چڑھاتے ہیں اور یہ لحاظ نہیں کرتے کہ مادہ نر کی ماں ہے یا نہیں۔

تیسرا اس پر رد یہ ہے کہ بالفرض اگر ایسا ممکن ہو تو کیا یہ صرف حافظ ابن حجر کے گھوڑے میں ہوا تھا دوسرے گھوڑوں میں ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ سو حافظ ابن حجر نے جو گھوڑے کی مثال بیان کی ہے اس میں بھی ترجیح بلا مرجح ہے۔

جس طرح ایک جھوٹ کو بنانے کے لیے سو جھوٹ گھڑنے پڑتے ہیں اسی طرح حافظ ابن حجر نے بندروں میں رجم کے فرضی واقعہ کو ثابت کرنے کے لیے یہ تاویل گھڑ لی کہ مسخ شدہ بندروں نے اصلی بندروں کو رجم کا طریقہ بتا دیا تھا اس لیے دو ہزار سال بعد عمرو بن میمون کے زمانہ کے بندروں نے اس پر عمل کیا' اسی طرح اس فرضی رجم کو منوانے کے لیے انہوں نے گھوڑے کی فرضی مثال پیش کر دی۔

ہمارے نزدیک امام حمیدی متوفی ۴۸۸ھ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ صحیح بخاری میں عمرو بن میمون کی یہ حدیث موجود نہیں ہے اور اس حدیث کا بعد میں اضافہ اور الحاق کیا گیا ہے کیونکہ نسفی کے نسخہ میں یہ حدیث مذکور نہیں ہے' اور امام بخاری اس سے بری اور پاک ہیں کہ وہ اپنی صحیح میں ایسی لایعنی' بے سروپا اور خلاف عقل حدیث کو درج کریں' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے میں نے حافظ ابن حجر کا رد کرنے میں بہت طویل کلام کیا ہے لیکن میری نیت صحیح ہے' میں صحیح بخاری اور امام بخاری کو اس روایت کی تہمت سے بری کرنا چاہتا ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں بزرگوں نے امام حمیدی کا مجمل حوالہ تو دیا ہے لیکن کسی بزرگ نے ان کی مکمل عبارت با حوالہ درج نہیں کی' سو ہم قارئین کی علمی ضیافت کے لیے امام حمیدی کی مکمل عبارت با حوالہ ذکر کر رہے ہیں۔

فاقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق.

امام حمیدی کی یہ تصریح کہ بندروں کو رجم کرنے والی حدیث' صحیح بخاری میں درج نہیں ہے' بعد میں لوگوں نے اضافہ کیا ہے

امام محمد بن فتوح الحمیدی المتوفی ۴۸۸ھ لکھتے ہیں:

ابو مسعود نے صحیح میں حُصَین سے روایت کی ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ بہت سے بندر اس بندریا کے گرد جمع ہوئے جس نے زنا کیا تھا' سو انہوں نے اس کو رجم کیا' پس میں نے بھی ان کے ساتھ رجم کیا' ابو مسعود نے اسی طرح نقل کیا ہے' انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو کس جگہ درج کیا ہے' سو ہم نے اس کو تلاش کیا تو صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہ حدیث مل گئی' تمام نسخوں میں یہ حدیث نہیں ہے' یہ حدیث ایام جاہلیت میں مذکور ہے' النعیمی از فِرَبری کی روایت میں تو یہ بالکل نہیں ہے' شاید بندروں کی یہ حدیث ان چیزوں سے ہے جن کا صحیح بخاری میں اضافہ اور الحاق کر دیا گیا ہے۔

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں یہ کہا ہے کہ مجھ سے نعیم بن حماد نے کہا' انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے خبر دی از ابی بلج و حصین بن عمرو بن میمون' انہوں نے کہا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ ایک بندریا کے اوپر بہت سے بندر جمع ہوئے' پس انہوں نے اس بندریا کو رجم کیا' سو میں نے بھی ان کے ساتھ اس کو رجم کیا اور اس روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اس بندریا نے زنا کیا تھا۔ (التاریخ الکبیر ج ۶ ص ۳۶۷' قدیم) پس اگر یہ اضافہ صحیح ہو تو امام بخاری نے اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ یہ اس پر دلالت کرے کہ عمرو بن میمون نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا' اور عمرو بن میمون کے زمانہ جاہلیت کے ظن کی پرواہ نہیں کی۔

(الجمع بین الصحیحین ج ۳ ص ۴۹۰' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں کہتا ہوں کہ میں نے یہ تمام کوشش اس لیے کی ہے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ عمرو بن میمون کی یہ روایت صحیح بخاری میں مذکور نہیں ہے جیسا کہ امام حمیدی کی تحقیق ہے اور امام حمیدی' حافظ ابن حجر پر چار سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے کے ہیں اور صحیح بخاری کی احادیث پر ان کی حافظ ابن حجر سے کہیں زیادہ نظر اور تحقیق ہے اور اس روایت کی وجہ سے صحیح بخاری کی ثقاہت اور صحت مجروح ہو گئی ہے۔

ایک مرتبہ میں نے ایک تفضیلی شیعہ کو بتایا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ابو طالب نے مرتے وقت کلمہ نہیں پڑھا (صحیح البخاری: ۱۳۶۰)۔ اس تفضیلی نے کہا: ارے صاحب! امام بخاری کی بات نہ کریں' انہوں نے تو اپنی کتاب میں یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ ایک بندریا نے زنا کیا تو بندروں نے مل کر اس کو رجم کیا حالانکہ یہ قطعاً خلاف عقل و شرع ہے' لہٰذا امام بخاری کی روایت حجت نہیں ہے اور وہ ساقط الاعتبار ہے۔

اسی طرح ہر وہ شخص جس کے موقف کے خلاف صحیح بخاری سے استدلال کیا جائے وہ اس روایت کی بناء پر صحیح بخاری کی حدیث کا انکار کر دیتا ہے جیسے موسیقی کے مجوزین پر یہ حدیث پیش کی جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ ریشم کو اور شراب کو اور باجوں کو حلال قرار دیں گے' ان کو قیامت کے دن بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کر دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۰)

تو وہ لوگ بھی بندروں کی اس حدیث کی بناء پر صحیح بخاری کو حجت نہیں مانتے۔

اور اگر دلائل سے یہ بتا دیا جائے کہ یہ حدیث امام بخاری کی روایت نہیں ہے جیسا کہ امام حمیدی اور علامہ عینی نے کہا ہے تو پھر ان کے لیے کوئی عذر نہیں رہے گا' حافظ ابن حجر اور ان کے متبعین نے امام بخاری کی محبت میں اس حدیث کو صحیح بخاری کی روایت ثابت کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ نادان دوست کی محبت ہے جیسے کوئی شخص شوگر کے مریض کی محبت میں اس کو عام مٹھائی کھلانے کی کوشش کرے' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اور امام بخاری' امام حمیدی' حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درجات بلند کرے' میں تو ان نفوس قدسیہ کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتا اور ان ہی حضرات کی شفاعت سے اپنی مغفرت کی امید رکھتا ہوں۔

٣٨٥٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خِلَالٌ مِّنْ خِلَالِ الْجَاهِلِيَّةِ الطَّعْنُ فِي الْاَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ وَنَسِيَ الثَّالِثَةَ قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهَا الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْاَنْوَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبیداللہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کی بعض باتیں یہ ہیں' نسب میں طعن کرنا' نوحہ کرنا' تیسری بات عبیداللہ بھول گئے اور سفیان نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ستاروں کے سبب سے بارش طلب کرنا ہے۔

نوحہ سے ممانعت کی مفصل روایات صحیح البخاری: ۱۳۰۶۔۱۲۹۱ میں ہیں۔

یہ مکمل روایت اس طرح ہے:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں چار کام زمانہ جاہلیت کے آثار میں سے ہیں جن کو وہ ترک نہیں کریں گے: حسب (خاندانی فضائل) پر فخر کرنا' نسب (باپ دادا) پر طعن کرنا' ستاروں کے سبب سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا (بہ آواز بلند رو رو کر مرنے والے کے فضائل بیان کرنا)۔ (صحیح مسلم: ۹۳۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۵)

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کتاب المناقب والفضائل کا اختتام

کتاب الفضائل والمناقب میں دوسوتینتیس (۲۳۳) احادیث مرفوعہ ہیں، جن میں سے تینتیس (۳۳) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور ان میں ایک سو اڑتیس (۱۳۸) احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث پچانوے (۹۵) ہیں، اور ان میں سترہ (۱۷) صحابہ اور تابعین کے آثار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے مجھے صحیح البخاری کی احادیث کی شرح لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

الٰہ العلمین! میں نے ان احادیث کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اس کو قبول فرما اور جو مجھ سے خطائیں ہوئی ہیں ان کو معاف فرما اس شرح نعمت الباری کو تا قیامت باقی اور فیض آفریں بنا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدالمرسلین سیدنا محمد خاتم النبین شفیع المذنبین قائد الغرالمحجلین وعلی الٰہ واصحابہ وازواجہ و ذریاتہ وامتہ اجمعین۔

نعمۃ الباری کی چھٹی جلد کی تکمیل

میں اس چھٹی جلد کو ایام جاہلیت پر ختم کر رہا ہوں اور ساتویں جلد ان شاء اللہ العزیز باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوگی۔

اس جلد کی ابتداء ۱۶ ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ/ ۱۵ نومبر بہ روز ہفتہ سے ہوئی، اور اس کی تکمیل تین ذوالقعدۃ ۱۴۳۰ھ/ ۲۳ اکتوبر بہ روز جمعہ کو ہوئی، گویا اس کتاب کی تکمیل میں گیارہ ماہ اور آٹھ دن صرف ہوئے، نعمت الباری کی مکمل ہونے والی جلدوں کی مدت میں یہ سب سے طویل مدت ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جلد کے شروع کرنے کے چند ایام کے بعد مجھے دماغی تھکاوٹ زیادہ ہونے لگی اور سر میں درد رہنے لگا اور آہستہ آہستہ کام رک گیا، میرے فزیشن ڈاکٹر محمد عارف صاحب نے مجھے دماغی کارکردگی بحال کرنے کی دوائیں Duxil اور Hydergine دیں اور سختی سے ہدایت کی کہ میں کام کم کردوں اور ہفتہ میں ایک دن لازماً کام نہ کروں، چند دن مجھے اس طریقہ پر عمل کرنے سے فائدہ ہوا لیکن چند دن بعد پھر دوبارہ شدت سے تکلیف ہوگئی، پھر احباب کے مشورہ سے میں ۲ فروری ۲۰۰۹ء کو کراچی کے مشہور نیورو سرجن (Neuro surgeon) ڈاکٹر افتخار بھٹی کے ہاسپٹل واقع کلفٹن میں گیا، انہوں نے کہا: آپ دماغ کا M.R.I کرائیں، ایکسرے دیکھ کر انہوں نے کہا کہ دماغ سکڑ گیا ہے اور ایک ایکسپرٹ نے کہا کہ دماغ کی طرف خون کی سپلائی بہت کم ہے، سرجن نے یہ بھی کہا: جو دوائیں آپ کھا رہے ہیں ان سے فائدہ نہیں ہوگا، دوسری طرف چونکہ مجھے شوگر ہے، ہائی بلڈ پریشر ہے اور کولیسٹرول بڑھنے کا بھی عارضہ ہے، اس وجہ سے میں خون بڑھانے کے لیے پھلوں کا استعمال بھی زیادہ نہیں کرسکتا، اشرف العلماء مولانا محمد اشرف سیالوی زید شرفہم کے مشورہ سے میں نے بادام روغن کا استعمال بھی شروع کیا اور اب انسولین کی مقدار بڑھا کر پھلوں کا استعمال بھی شروع کردیا ہے، آہستہ آہستہ فائدہ ہو رہا ہے، لیکن جب اپنی طبعی افتاد سے کام کرنے کی رفتار بڑھاؤں تو پھر ٹیک ہو جاتا ہے۔ قارئین کرام دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دماغی توانائی کو بحال فرمائے اور نعمت الباری کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مکمل فرما دے۔

اس جلد میں صحیح البخاری: ۳۰۹۱ سے لے کر ۳۸۵۰ تک احادیث کی شرح آ گئی ہے اور اس جلد میں ۷۵۹ احادیث کی شرح ہے، صحیح بخاری کی کل احادیث کی تعداد ۷۵۶۳ ہے جس کا نصف ۳۷۸۱ ہے اور اس جلد میں ۳۸۵۰ تک احادیث آ گئی

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں گویا اب صحیح البخاری کی نصف احادیث سے زیادہ احادیث کی شرح مکمل ہوگئی ہے۔

ہر چند کہ نعمت الباری کی چھٹی جلد لکھنے کے دوران میں زیادہ تر بیمار رہا' تاہم اس جلد میں' میں نے جتنی زیادہ تحقیق کی ہے اور جتنی کثرت سے دقیق اور پر مغز ابحاث اس جلد میں لکھی ہیں اس سے پہلے نعمت الباری کی کسی جلد میں اتنی پر مغز ابحاث نہیں آئیں' بلکہ میری دیگر تصانیف میں بھی ایسی ابحاث نہیں آئیں۔ اکتوبر ۲۰۰۸ء میں میرا پچھتر ہزار روپے کا نقصان ہو گیا تھا' اس وقت مولانا عبدالمجید برسٹل' مولانا نصر اللہ برمنگھم' مولانا عارف سعیدی لندن' صاحب زادہ حبیب الرحمن بریڈ فورڈ' مفتی اعظم پاکستان مولانا منیب الرحمان مہتمم دارالعلوم نعیمیہ' کراچی' مولانا محمد شفیق' مولانا محمد اسماعیل نورانی اور مولانا محمد صابر نورانی اور ثمینہ بہن برسٹل نے اپنی محبت اور ایثار کا ثبوت دیا' اور میری مدد کی۔

جب یہ نقصان ہوا تو میں نے انا للہ پڑھ کر یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطاء فرما اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما' سوان محبین کے تعاون سے اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اس نقصان سے تین گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ عطاء فرما دیا۔

اس بیماری کے دوران سید عمیر الحسن برنی ہر روز صبح' شام آ کر میری خدمت کرتے ہیں اور میرا ناشتہ اور شام کا کھانا تیار کرتے ہیں' مولانا اسماعیل نورانی ہر جمعرات آتے ہیں' مولانا صابر نورانی بھی گاہے گاہے آتے ہیں اور میرے ضروری کام کرتے ہیں' مولانا عبداللہ نورانی ہر اتوار کو میرے لیے کھانا لے کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی خدمات کو قبول فرمائے' اور اپنی بارگاہ سے ان کو بہترین اجر عطا فرمائے۔

نعمۃ الباری کی پروف ریڈنگ کا کام مولانا حافظ اختر حبیب اختر اور مولانا حافظ محمد اکرم (فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ' بھیرہ شریف) بہت عمدگی سے کرتے ہیں' سید محسن اعجاز گیلانی اس کی خوب سے خوب تر طباعت میں ہر وقت کوشاں رہتے ہیں' اللہ تعالیٰ مجھے اور ان تمام احباب اور معاونین کو اور نعمت الباری کے قارئین کو اپنے فضل و کرم سے دنیا اور آخرت کی نعمتیں' سعادتیں اور برکتیں عطا فرمائے اور دنیا اور آخرت کے مصائب اور آلام سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین' یا رب العلمین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ افضل الصلوات والتسلیمات وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ و ذریاتہ وامتہ اجمعین۔

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد سادس کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ احادیث
۱۵ 'نومبر ۲۰۰۸ء	ابتداء کی گئی ۱۶ 'ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ	ہفتہ			۳۰۹۱
یکم دسمبر ۲۰۰۸ء	یکم ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ	اتوار	۴۹	۴۹	۳۱۲۵
یکم جنوری ۲۰۰۸ء	۳ 'محرم ۱۴۳۰ھ	جمعرات	۶۰	۱۱۱	۳۱۶۹
یکم مارچ ۲۰۰۸ء	۳۰ 'صفر ۱۴۳۰ھ	اتوار	۴۵_۴۷	۲۰۳	۳۲۷۹
یکم اپریل ۲۰۰۸ء	یکم ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ	بدھ	۶۴	۲۶۷	۳۳۴۹
یکم مئی ۲۰۰۸ء	۳۰ 'جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ	جمعہ	۷۷	۳۴۴	۳۴۱۱
یکم جولائی ۲۰۰۸ء	۷ 'رجب ۱۴۳۰ھ	بدھ	۱۳۳	۴۷۷	۳۵۶۱
یکم اگست ۲۰۰۸ء	۹ 'شعبان ۱۴۳۰ھ	ہفتہ	۸۲	۵۵۹	۳۶۷۸
یکم ستمبر ۲۰۰۸ء	۱۰ 'رمضان ۱۴۳۰ھ	منگل	۱۰۴	۶۶۳	۳۷۳۷
یکم اکتوبر ۲۰۰۸ء	۱۱ 'شوال ۱۴۳۰ھ	جمعرات	۹۲	۷۴۵	۳۸۱۱
اختتام ۲۳ 'اکتوبر ۲۰۰۹ء	۳ 'ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ	جمعہ	۵۳	۷۹۸	۳۸۵۰

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ماخذ و مراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۲ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۳- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبدالرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۴- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ
۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۰- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ' بیروت'

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۴۲۰ھ
۲۱- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ دار ارقم، بیروت
۲۲- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۲۳- امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ کرمہ، ۱۴۱۷ھ
۲۴- امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۵- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابو داؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۲۷- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دارالجیل، بیروت، ۱۹۹۸ء
۲۸- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ
۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی، متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۰- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دارالرایہ، ریاض، ۱۴۱۱ھ
۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت
۳۲- امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۳۳- امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
۳۴- امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۳۵- امام ابو بکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۶- امام احمد بن علی المثنی التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی، مطبوعہ دارالمامون التراث، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ
۳۹- امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابو عوانہ، مطبوعہ دارالباز، مکہ مکرمہ
۴۰- امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ دار بلنسیہ، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۴۱- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور، ۱۴۰۴ھ
۴۲- امام ابو جعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ مکتبۃ الحرمین، الدبئی، ۱۴۲۶ھ
۴۳- امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۴۴- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ
۴۵- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی،

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیروت، ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم اوسط، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۴۰۵ھ دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی، المتوفی ۳۶۵ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ، متوفی ۳۹۶ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک، مطبوعہ دارالباز، مکہ مکرمہ، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ، المکتبہ العصریہ بیروت، ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ دارالنفائس، بیروت
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۱ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ مکتبہ الرشد، ریاض، ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، البعث والنشور، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی، متوفی ۴۶۳ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی، المتوفی ۵۰۹ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، جامع المسانید، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۶۹- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۷۰- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری' التوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۷۱- امام ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ
۷۲- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت
۷۳- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' التوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ
۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' التوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۷۶- امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ
۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ
۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ
۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ
۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ
۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ
۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۶- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر' بیروت
۸۷- امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ' تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ
۸۸- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۸۹- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۲- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع، مصر
۹۳- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۷ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ، بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مکتبہ الرشید، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، الاستذکار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۳ھ
۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ دار الوفا، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ
۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ، مختصر سنن ابو داؤد، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی، متوفی ۶۶۱ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۴۲۲ھ
۱۰۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ، المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ
۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض، ۱۴۱۷ھ
۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ
۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار، دار ابن کثیر، بیروت
۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، دار الکتب

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

العلمیہ' ۱۴۲۱ھ
۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ 'شرح سنن ابوداؤد' مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ
۱۱۳- علامہ احمد بن اسماعیل کورانی' متوفی ۸۹۳ھ 'الکوثر الجاری' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ
۱۱۴- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی' متوفی ۸۹۵ھ' مکمل اکمال المعلم' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۱۵- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ 'ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۰۶ھ
۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ 'التوشیح علی الجامع الصحیح' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ 'الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۲ھ
۱۱۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ 'تنویر الحوالک' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۱۹- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ 'تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ 'فیض القدیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۲۱- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ 'شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی
۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ 'جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی
۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ 'شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ
۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ 'مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ' مکتبہ حقانیہ' پشاور
۱۲۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ 'الاسرار المرفوعۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ
۱۲۶- شیخ رشید احمد گنگوہی' متوفی ۱۳۲۳ھ 'لامع الدراری علی جامع البخاری' مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی
۱۲۷- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ 'اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو
۱۲۸- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ 'تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ
۱۲۹- علامہ الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی' متوفی ۱۳۱۸ھ 'الفجر الساطع علی الصحیح الجامع' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ
۱۳۰- شیخ عبدالرحمن مبارک پوری' متوفی ۱۳۲۵ھ 'تحفۃ الاحوذی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۳۱- شیخ انور شاہ کشمیری' متوفی ۱۳۵۲ھ 'فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی' مصر' ۱۳۵۷ھ
۱۳۲- شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ 'فتح الملہم' مطبوعہ مکتبہ الحجاز' کراچی
۱۳۳- شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی' متوفی ۱۴۲۱ھ 'شرح صحیح البخاری' مکتبۃ الطبری' مصر' ۱۴۲۹ھ
۱۳۴- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی' اوجز المسالک الی موطا مالک' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۳۵- شیخ محمد تقی عثمانی' انعام الباری' مطبوعہ مکتبۃ الحراء
۱۳۶- شیخ سلیم اللہ خان' کشف الباری' مکتبہ فاروقیہ' کراچی
۱۳۷- موسیٰ شاہین لاشین' فتح المنعم شرح صحیح مسلم' دارالشروق' قاہرہ' مصر' ۱۴۲۹ھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کتب اسماء الرجال

۱۳۸- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' التاریخ الکبیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ
۱۳۹- امام احمد بن شعیب نسائی' متوفی ۳۰۳ھ' منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۴ھ
۱۴۰- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۱- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۲- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۴۳- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۴- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۶- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۷- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۸- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۹- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۵۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۵۱- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۴ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۵۲- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۵۳- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دارالعلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۴- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۵- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۶- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۷- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالغفار رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۸- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۹- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۶۰- علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۱۶۱- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دارالایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۶۲- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر
۱۶۳- لوئیس معلوف الیسوعی متوفی ۱۸۶۷ء المنجد مطبوعہ المطبعہ الکاثولیکیہ بیروت ۱۹۲۷ء
۱۶۴- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری قائد اللغات مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور
۱۶۵- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری دستور العلماء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ، سیرت و فضائل

۱۶۶- امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ الطبقات الکبریٰ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۱۶۷- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ شرف المصطفیٰ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ مکہ مکرمہ ۱۴۲۴ھ
۱۶۸- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ تاریخ الامم والملوک مطبوعہ دار القلم بیروت
۱۶۹- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ الاستیعاب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۷۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ الشفاء مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۷۱- علامہ عبدالرحمن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ الوفاء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۱۷۲- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ اسد الغابہ مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۷۳- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ الکامل فی التاریخ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۷۴- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ھ وفیات الاعیان مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۱۷۵- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
۱۷۶- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ زاد المعاد مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۷۷- علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۷۸- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ البدایہ والنہایہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
۱۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ الاصابہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸۰- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ وفاء الوفاء مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ
۱۸۱- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ المواہب اللدنیہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
۱۸۲- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ سبل الہدیٰ والرشاد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۱۸۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح الشفاء مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۱۸۴- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نسیم الریاض مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۱۸۵- علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۴ھ شرح المواہب اللدنیہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۳ھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کتب فقہ حنفی

۱۸۶- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ المبسوط، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ
۱۸۷- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ
۱۸۸- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۸۹- علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی ۵۹۲ھ فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
۱۹۰- علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی ۵۹۲ھ شرح الزیارات، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۶ھ
۱۹۱- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ، ملتان
۱۹۲- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ
۱۹۳- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۱ھ
۱۹۴- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ عنایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۵- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ بنایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۱۹۶- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۷- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۱۲ھ
۱۹۸- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۱۹۹- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ فتح باب العنایۃ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۶ھ
۲۰۰- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ الدر المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۰۱- ملا نظام الدین متوفی، ۱۱۶۱ھ فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۰۲- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۰۳- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۰۴- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ
۲۰۵- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ
۲۰۶- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ رد المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۷- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ الام، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ
۲۰۸- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ الحاوی الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۰۹- علامہ ابو اسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۱۰- علامہ یحیٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۱۱- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۲۱۲- قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۱۳- علامہ ابو البرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۱۴- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۵- علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' المغنی' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ
۲۱۶- علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' الکافی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۱۷- شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۱۸- علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن فتاح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۲۱۹- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تفسیر تبیان القرآن کی بارہ جلدوں میں تکمیل کے بعد فرید بک سٹال کی جانب سے باذوق قارئین کی سہولت کیلئے
مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی مبسوط و مفصل تفسیر اور ترجمہ قرآن کی ایک جلد میں جامع تلخیص

بہ نام

انوارِ تبیان القرآن

ترجمۂ قرآن بہ نام

نور القرآن

تلخیص و مرتب: مولانا حافظ محمد عبد اللہ قادری نورانی زید علمہ

چند خصوصیات

- ☆ متن قرآن مجید کا سلیس رواں زبان میں مکمل ترجمہ،
- ☆ قرآنی آیات سے مستنبط فقہی مسائل کا مختصر اور جامع تذکرہ،
- ☆ عقائد اہلِ سنت و جماعت کی تائید اور ترجیح پر جامع دلائل،
- ☆ مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی (مدظلہ العالی) کے علمی تحقیقات کا بہترین نچوڑ،
- ☆ آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں احادیث و آثار کا مستند تذکرہ،
- ☆ کتب تفاسیر و احادیث کے باضابطہ حوالہ جات،
- ☆ قرآنِ مجید کے سمجھنے اور سمجھانے میں بہترین معاون اور مددگار،
- ☆ مدرسین، مقررین، طلبہ اور عوام الناس کی ضرورت کے عین مطابق،
- ☆ مسرت اور خوشی کے مواقع پر علمی تعاون اور محبت کے اظہار کے لیے خوب صورت تحفہ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔ ان شاء اللہ العزیز

پیش کش: فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون: 092-42-7312173
فیکس: 092-42-7224899

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شرح صحیح مسلم

از رشحات علم

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

خصوصیات

☆ احادیث کا آسان اور بامحاورہ اُردو ترجمہ'

☆ متقدمین کی شرح کی روشنی میں ہر باب کی احادیث کی مختصر اور واضح تشریح۔

☆ علم اُصول حدیث کی روشنی میں احادیث پر فنی گفتگو۔

☆ ائمہ اربعہ کی اُمہات کتب سے ان کے مذاہب کا مع دلائل بیان۔

☆ فقہ حنفی کی ترجیح کا بیان۔

☆ منکرین حدیث کے شبہات کے جوابات اور حجیت حدیث پر دلائل کا انبار۔

☆ اختلافی مسائل پر مہذب علمی گفتگو۔

☆ مسائل حاضرہ مثلاً فوٹوگراف' ریڈیو' ٹی۔وی' ویڈیو' ریل اور ہوائی جہاز میں نماز' پوسٹ مارٹم' ایلو پیتھک ادویہ' انتقال خون' اعضاء کی پیوندکاری' اسقاط حمل' ضبط تولید' ٹیسٹ ٹیوب بے بی' رویت ہلال کمیٹی کے اعلان' پاکستان اور دیگر بعید ممالک میں اختلاف رویت ہلال کے اثر سے مختلف احکام' پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ' میعادی قرضوں کی ادائیگی پر زکوٰۃ' قطبین میں روزے اور نماز کے احکام' ٹیلی فون پر نکاح' بیمہ' اسلام میں کفو کی حیثیت' ایک مجلس میں تین طلاقیں' عدالتی طلاق' نوٹ' سُود اور حدود و تعزیرات' انعامی بانڈز' بنک نوٹ' افراط زر کی پیچیدگیاں' مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے بہت سے مسائل پر محققانہ بحث۔

☆ مصنف نے ہر مسئلہ میں معروضی بحث کی ہے۔ قرآن مجید' احادیث' آثار' اقوال تابعین' جمہور فقہاء اسلام اور فقہاء احناف کے ارشادات کی روشنی میں ہر مسئلہ کو لکھا ہے' کسی لگی بندھی فکر کے تابع ہو کر نہیں لکھا۔

☆ اس شرح میں شائستگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے' کسی کے خلاف مبتذل لہجہ اختیار نہیں کیا گیا۔

پیش کش: فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون : 092-42-7312173
فیکس: 092-42-7224899

click on link for more books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحیم

نعمة الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء السابع

Marfat.com

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعمۃُ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جلد ہفتم

الاحادیث: ۳۸۵۱ ——— ۴۶۲۶

کتاب مناقب الانصار، کتاب المغازی، کتاب تفسیر القرآن

تصنیف
علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸-اردو بازار لاہور

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الطبع الاوّل : رجب 1433ھ / جون 2012ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، حافظ اختر حبیب اختر
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : -/750 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۳۱۲۱۷۳-۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد ہفتم)

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
☆	**خطبة الکتاب**	47
	باب:۲۸	
99	نبی ﷺ کی بعثت (یعنی اعلانِ نبوت) کا بیان	49
100	''مبعث'' کا معنی اور نبی ﷺ کے نسب کی شرح	49
101	نام محمد کی عزت وکرامت اور خصوصیت	49
102	سیدنا محمد ﷺ کے نسب کی فضیلت	50
103	ابن عبداللہ' نبی ﷺ کے والد گرامی حضرت عبد اللہ کا تذکرہ اوران کے فضائل	51
104	ابن عبدالمطلب نبی ﷺ کے جد امجد حضرت عبد المطلب کا تذکرہ	52
105	ابن ہاشم	53
106	ابن عبد مناف	53
107	ابن قصی	53
108	ابن کلاب	53
109	ابن مرہ	53
110	ابن کعب	54
111	ابن لؤی	54
112	ابن غالب	54
113	ابن فہر	54
114	ابن مالک	54
115	ابن النضر	54
116	ابن کنانہ	54
117	ابن خزیمہ	54
118	ابن مدرکہ	54
119	ابن الیاس	55
120	ابن مضر	55
121	ابن نزار	55
122	ابن معد	55
123	ابن عدنان	56
124	امام بخاری نے عدنان تک آپ کا ذکر کیا' اس کی توجیہ اور حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کا نسب	56
125	نبی ﷺ کی بعثت کے سال میں متعدد اقوال	56
	باب:۲۹	
126	نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کو مکہ میں پہنچنے والے مصائب	57
127	حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ	58
128	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت	60
129	اس اشکال کا جواب کہ سورۂ فرقان میں فرمایا ہے: ناحق قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہوگی اور سورۃ النساء میں فرمایا ہے: اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی	60
	باب:۳۰	
130	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام	61
	باب:۳۱	
131	حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اسلام	62

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۳۲	
132	جنات کا ذکر	63
133	نبی ﷺ سے تلاوتِ قرآن سننے والے جنات کا تذکرہ	63
134	حضرت ابن مسعود کے جنات کا مشاہدہ کرنے کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق	64
135	جنات کے کھانے اور پینے کے متعلق مختلف اقوال	65
	باب: ۳۳	
136	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام	65
	باب: ۳۴	
137	حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا اسلام	68
138	حضرت سعید بن زید کا اسلام پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے سختیوں کو برداشت کرنا	68
	باب: ۳۵	
139	حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا اسلام	68
140	حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ	69
141	عاص بن وائل کا تذکرہ	70
142	حضرت سواد بن قارب کا تذکرہ اور ان کے اشعار میں رسول اللہ ﷺ کے لیے کلی علمِ غیب، توسل اور آپ سے طلبِ شفاعت کا ثبوت	72
143	حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنائے، جن میں آپ کے لیے کلی علمِ غیب، آپ سے توسل اور دنیا میں آپ سے طلبِ شفاعت کا ثبوت ہے	72
144	حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے اشعار سے مستنبط مسائل	74
	باب: ۳۶	
145	چاند کا شق ہو جانا	75
146	چاند کے شق ہونے کی کیفیت میں دو متعارض حدیثوں میں تطبیق	76
	باب: ۳۷	
147	حبشہ کی طرف ہجرت	77
148	حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور حدیث سابق سے تعارض کا جواب	80
149	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت اور حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ کا تذکرہ	81
	باب: ۳۸	
150	نجاشی کی موت کا بیان	83
	باب: ۳۹	
151	مشرکین کا نبی ﷺ کے خلاف قسمیں کھانا	84
	باب: ۴۰	
152	ابوطالب کا قصہ	85
153	ابوطالب کی رسول اللہ ﷺ کی حمایت کرنے کا تذکرہ	85
154	ابوطالب کے قبولِ اسلام پر روافض کی پیش کردہ روایت کا رد	86
155	ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ کا تذکرہ اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی تصریح	87
156	اس اعتراض کا جواب کہ جب ابوطالب ایمان نہیں لایا تو آپ نے کیوں فرمایا: میں تمہارے حق میں شہادت دوں گا	88
157	ابوطالب کے کفر پر مرنے کی تصریحات	88
158	ابوطالب کے ایمان کے متعلق روافض کے شبہات اور ان کے جوابات	89
	باب: ۴۱	
159	معراج کی حدیث	91

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
160	بنی اسرائیل: ا میں مذکور الفاظ کی تشریح	91
161	مسجد اقصیٰ کو آپ کے سامنے رکھ دینا	92
162	قریش کی واقعۂ معراج پر حیرت اور تکذیب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق	93
163	نبی ﷺ کا براق پر سوار ہونا اور راستہ میں متعدد جگہوں پر نماز پڑھنا	94
164	نبی ﷺ کا راستہ میں متعدد مثالوں کو دیکھنا اور مسجد اقصیٰ میں نبیوں کو نماز پڑھانا	94
	باب: ٤٢	
165	معراج	95
166	معراج کا معنی اور معراج کی تاریخ	95
167	حدیث مذکور کے رجال	100
168	حدیث مذکور کے دیگر ماخذ	100
169	حجر اور حطیم کے معنی	100
170	معراج کی ابتداء کی جگہ میں متعدد اقوال اور ان میں تطبیق	101
171	پورے واقعہ معراج میں نبی ﷺ بیدار رہے	101
172	متعدد مردوں کا ایک جگہ لیٹنے کا جواز اور نبی ﷺ کا حسنِ اخلاق اور تواضع	102
173	علامہ ابن حجر، علامہ عینی اور علامہ زرہونی کے نزدیک متعدد بار شق صدر کی وجوہات	102
174	مصنف کے نزدیک تین بار شق صدر کی حکمتیں	103
175	آپ کے قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کی توجیہات	104
176	زمزم کے پانی سے آپ کے قلب اطہر کو غسل دینے سے مقصود زمزم کی برکت میں اضافہ کرنا تھا	104
177	زمزم کے فضائل میں احادیث، آثار اور اقوال علماء	105
178	ایمان اور حکمت کو قلب اطہر میں بھرنے کی کیفیت اور حکمت کی تعریف	106
179	قلب اطہر کو سینہ سے نکالنے میں آپ کا معجزہ اور اس کو غسل دینے کی حکمت	107
180	بُراق کی صفات اور آپ کو براق پر سوار کرانے کی حکمت	107
181	براق پر سوار کرنے کی حکمت، براق کی شوخی کی حکمت اور یہ بیان کہ حضرت جبریل سفر میں رفیق تھے یا سوار ہونے میں؟	108
182	نبی ﷺ مسجد اقصیٰ سے آسمانوں پر براق کے ذریعہ گئے تھے یا معراج کے ذریعہ اور معراج کا معنی اور اس کی صفت	109
183	مسجد اقصیٰ میں نبی ﷺ کے نماز پڑھنے پر حضرت حذیفہ کا انکار کرنا، اس کا جواب اور متعدد احادیث سے آپ کے نماز پڑھنے کا ثبوت	110
184	نبی ﷺ کا مسجد اقصیٰ میں نبیوں کی امامت کرانا	111
185	ملائکہ مقربین کے حضرت جبریل سے اس سوال کی حکمتیں کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟	111
186	عزت و کرامت کا ہر دروازہ آپ کے نام سے کھلتا ہے	112
187	مرحبا کا معنی، حضرت آدم نے جن روحوں کو دیکھا وہ اجسام میں داخل ہو چکی تھیں یا نہیں، آیا کفار کی ارواح کے لیے بھی آسمان کا دروازہ کھولا گیا تھا؟	112
188	انبیاء علیہم السلام نے جو آپ کو صالح کہا، اس کی حکمت	113
189	خالہ زاد بھائیوں اور پھوپی زاد بھائیوں کا فرق، اور آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کی منازل	114
190	انبیاء علیہم السلام کے اجسام زمین پر اپنی اپنی قبروں میں موجود ہیں، پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟	114
191	حدیث معراج کے علاوہ حاضر و ناظر کے مسئلہ میں	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	دیگر تصریحات	118
192	آنِ واحد میں متعدد لوگوں کا نبی ﷺ کی زیارت کرنے کو علامہ آلوسی کا جسم مثالی پر محمول کرنا اور مصنف کا اس کو جسم حقیقی پر محمول کرنا	119
193	حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کا حسن	121
194	نبی ﷺ کے حسن و جمال کے متعلق احادیث اور آثار	122
195	نبی ﷺ کا سراپا اقدس	123
196	حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کی روایت	124
197	حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کا بیان کردہ رسول اللہ ﷺ کا سراپا	124
198	شب معراج جن مخصوص انبیاء علیہم السلام کی آسمانوں پر آپ سے ملاقات کرائی گئی' ان کی تخصیص کی حکمتیں	125
199	آسمانوں کے درجات اور انبیاء علیہم السلام کے درجات میں مناسبتیں	127
200	نبی ﷺ سے ملاقات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رونے کی وجوہ	128
201	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو نوجوان کہا' اس کی وجوہ	129
202	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نمازوں میں تخفیف کرانے کے ساتھ مخصوص کرنے کی وجوہ	130
203	حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات	130
204	سدرۃ المنتہیٰ کا معنی اور سدرۃ کے متعلق حضرت انس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	131
205	مقام ''ھجر'' کا معنی اور اس کے ساتھ وجہ تشبیہ'	
	چار دریاؤں کی وضاحت اور البیت المعمور کا مقام	131
206	دودھ کو فطرت فرمانے کی توجیہ	132
207	جدید میڈیکل سائنس کے مطابق دودھ کے طبی فوائد	133
208	شراب کے نقصانات	133
209	نمازوں میں تخفیف کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بار بار مشورہ دینا	134
210	صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں حدیث مذکور کے علاوہ دیگر روایات اور ان پر تبصرے	134
211	حافظ ابن حجر اور دیگر علماء کے بیان کردہ حدیث معراج کے فوائد	134
212	بنی اسرائیل: ۶۰ میں 'الرؤیا'' سے مراد سر کی آنکھ سے دیکھنا ہے	137
213	نبی ﷺ کا سدرۃ کے بعد حجابات سے پار گزرنا' نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قولی' بدنی اور مالی عبادتوں کو پیش کرنا اور اللہ تعالیٰ کا آپ کو سلام فرمانا اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطاء فرمانا	138
214	علماء دیوبند کا تشہد میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کو حکایت معراج پر محمول کرنا	141
215	تشہد میں نبی ﷺ پر قصداً سلام پڑھنے کے دلائل	141
216	اس اعتراض کا جواب کہ ملا علی قاری نے کہا ہے کہ تشہد میں معراج کی حکایت ہے اور اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابن مسعود نے کہا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ''السلام علیك ایها النبی'' کے بجائے ''السلام علی النبی'' پڑھتے تھے	145
	باب: ۴۳	
217	انصار کے وفود کا نبی ﷺ کے پاس مکہ میں آنا اور	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	بیعت العقبہ کرنا	146
218	عقبہ اولیٰ والوں کے اسماء' نبی ﷺ کی ان کو تبلیغ اور ان کے ایمان لانے میں سبقت کی توجیہ	148
219	جن بارہ صحابہ نے پہلی بار عقبہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی' ان کا تذکرہ	149
220	نقباء کے معانی	151
221	دوسرے سال ستر (۷۰) انصار کے العقبۃ میں آنے کا سبب اور ان کی بیعت کی تفصیل	151
	باب: ٤٤	
222	نبی ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا اور ان کا مدینہ آنا اور آپ کا ان کے ساتھ شب زفاف گزارنا	152
223	مشکل الفاظ کے معانی اور حضرت اُم رومان کا تذکرہ	153
224	علامہ عینی کا امام بخاری کی روایت پر اعتراض اور مصنف کا جواب	154
225	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی ﷺ کی ازواج کی تفصیل	155
	باب: ٤٥	
226	نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا	155
227	فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت ساقط ہونے کی وضاحت	158
228	حضرت سعد کی دعا کی وضاحت' رسول اللہ ﷺ کی عمر اور تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر کی افضلیت	159
229	رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کر کے لانے والے کے لیے سو اونٹ انعام کا اعلان کرنا اور سراقہ کا اس مہم کے لیے روانہ ہونا	168
230	سراقہ کا نبی ﷺ کا تعاقب کرنا پھر نبی ﷺ کا معجزہ دیکھ کر آپ سے امان لکھوانا اور واپس جانا	169
231	نبی ﷺ کا مدینہ میں استقبال اور صحابہ کا یا محمد' یا رسول اللہ کے نعرے لگانا	170
232	انصاری صحابہ کا رسول اللہ کے بجائے حضرت ابوبکر کو سلام کرنا' علامہ ابن التین وغیرہ کی طرف سے اس کی توجیہ	171
233	ہجرت کے وقت انصاری صحابہ پر رسول اللہ ﷺ کے اشتباہ کی توجیہ میں مصنف کی تحقیق	171
234	بنوعمرو بن عوف کے محلہ میں قیام کی مدت	172
235	اس کی تحقیق کہ وہ کون سی مسجد ہے' جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے؟	172
236	مسجد نبوی کے افضل ہونے کے ثبوت میں علامہ قرطبی اور حافظ ابن حجر کے دلائل	173
237	مصنف کا محاکمہ	174
238	انصاری صحابہ کا اپنی میزبانی پر آپ سے اصرار کرنا	174
239	حضرت ابوایوب انصاری کو شرف میزبانی عطاء فرمانا	174
240	نبی ﷺ کا مسجد کے لیے زمین خریدنا	175
241	نبی ﷺ کا مسجد کی تعمیر کے لیے صحابہ کے ساتھ اینٹیں اُٹھا کر لانا	175
242	نبی ﷺ کی شعر گوئی کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق	175
243	نبی ﷺ کی شعر گوئی کے متعلق مصنف کی تحقیق	176
244	حضرت اسماء کی مدینہ منورہ روانگی کی تفصیل	180
245	اس کی توجیہ کہ حضرت ابوبکر' رسول اللہ ﷺ سے زیادہ بوڑھے اور مشہور تھے	183
246	عمر زیادہ ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کو بڑا کہنے کے متعلق حافظ ابن حجر کی ذکر کردہ روایت	183

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
247	عمر زیادہ ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کو بڑا کہنے کے متعلق مصنف کی ذکر کردہ روایت	184
248	توریہ کا ثبوت	184
249	سفر ہجرت کے مزید واقعات	184
250	فرس کے مذکر یا مؤنث ہونے میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	185
251	مدینہ منورہ میں آمد پر نبی ﷺ کا استقبال	185
252	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی تفصیل	185
253	مہاجرین اولین کا مصداق	187
254	حضرت عمر کا غلبۂ خوف خدا سے یہ کہنا: میری بعد کی نیکیاں برابر سرابر ہو جائیں اور حضرت ابوموسیٰ کا غلبہ رجاء سے ثواب کا طالب ہونا	189
255	نسفی کے نسخہ کے علاوہ صحیح بخاری کے تمام نسخوں کی غلطی	189
256	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مطلقاً افضل ہونا	190
257	مجہول سے روایت' حضرت ابن عمر کے ناراض ہونے کا سبب اور قیلولہ کا سنت ہونا	191
258	مشکل الفاظ کے معانی اور مرثیہ کی شرح	194
	باب:٤٦	
259	نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کا مدینہ میں آنا	195
260	حضرت مصعب بن عمیر' حضرت ابن مکتوم' حضرت عمار بن یاسر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کا تذکرہ	196
261	سورۃ الاعلیٰ کے مکی ہونے پر اس اشکال کا جواب کہ الاعلیٰ: ١٥-١٤ تو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں	197
262	مدینہ کی لڑکیوں کا نبی ﷺ کے استقبال میں دف بجا کر گانا	197
263	حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہما کی گفتگو کا پس منظر	200
264	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں علامہ عینی کا تفرد	202
265	علامہ عینی کی بیان کردہ مطابقت کے مقابلہ میں مصنف کی بیان کردہ مطابقت	202
266	''قینتان'' کا معنی	202
	باب:٤٧	
267	ارکانِ حج کی ادائیگی کے بعد مہاجر کے لیے مکہ میں قیام کرنے کا شرعی حکم	204
268	حدیث مذکور کے رجال	204
269	مہاجرین کے لیے مکہ میں رہائش کی تحقیق	204
	باب:٤٨	
270	اسلامی تاریخ کی ابتداء کب سے ہوئی؟	205
	باب:٤٩	
271	نبی ﷺ کی یہ دعا: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت قائم رکھنا اور جو مکہ میں فوت ہو گئے ان پر آپ کا افسوس کرنا	206
272	**باب:٥٠**	207
273	نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان کس طرح بھائی چارہ قائم کیا؟	207
274	**باب:٥١**	208
	باب:٥٢	
275	جب نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو یہودیوں کا آنا	210
276	جن دس یہودیوں پر سب یہودیوں کا ایمان لانا مقصود ہے' ان کا مصداق	211
	باب:٥٣	
277	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام	212

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
278	حضرت سلمان فارسی کی مختصر سوانح	213
279	زمانہ فترت کا معنی اور زمانہ فترت میں مبعوث ہونے والے انبیاء کی تحقیق	214
280	بعثت سے لے کر مغازی تک کی احادیث کی تعداد	215
281	کتاب مناقب الانصار کی تکمیل	215
	٦٤-کتاب المغازی	216
	باب:١	
1	غزوۃ العشیرۃ یا العسیرۃ	216
2	امام ابن اسحاق کا تعارف	217
3	الابواء کے اول غزوات ہونے کی تحقیق	217
4	پھر بواط	217
5	پھر العشیرۃ	217
6	رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور سرایا کی تعداد کی تحقیق	218
	باب:٢	
7	نبی ﷺ کا یہ ذکر فرمانا کہ غزوۂ بدر میں کون کون قتل کیا جائے گا؟	219
	باب:٣	
8	غزوۂ بدر کا قصہ	221
9	مقامِ بدر کی تعیین اور مسلمانوں کو کم زور قرار دینے کی وجہ	221
10	آل عمران:١٢٤ کے تعلق میں دو قول	222
11	غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں فرشتوں کی علامتیں	223
12	فرشتوں کی مدد کا معنی	223
	باب:٤	
13	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	225
14	مسلمانوں پر نیند طاری کرنے کے متعلق روایات	225
15	غزوۂ بدر میں شیطان کا وسوسہ اور اس کا ازالہ	226

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
16	فرشتوں کا کافروں کو قتل کرنا	226
17	ابوسفیان کے قافلہ کی تفصیل	227
18	نبی ﷺ کا کفار قریش سے لڑنے کے لیے مہاجرین اور انصار صحابہ سے مشورہ لینا اور ان کی آراء	227
19	مشکل الفاظ کے معانی اور حضرت ابوبکر کی خیر خواہی کی وضاحت	229
20	غزوۂ بدر میں نبی ﷺ کی دعاؤں کے متعلق احادیث اور آثار	230
21	نبی ﷺ کی بہ کثرت دعاؤں کی توجیہ	231
22	**باب:٥**	231
23	حدیث مذکور کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت	232
24	حدیث مذکور کی فہم میں شارحین دیوبند کی غلطی	232
	باب:٦	
25	اصحابِ بدر کی تعداد	232
26	حضرت ابن عمر کو غزوۂ بدر میں واپس کیا گیا تھا یا غزوۂ اُحد میں؟	232
27	حاضرینِ بدر کی تعداد میں اختلاف کا سبب	233
28	طالوت کا مختصر قصہ اور ان کے لشکر کی تعداد	234
29	حاضرینِ بدر کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق	235
	باب:٧	
30	کفارِ قریش شیبہ، عتبہ، ولید اور ابوجہل بن ہشام کے خلاف نبی ﷺ کا دعا کرنا اور ان کا ہلاک ہونا	237
31	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	238
32	رسول اللہ ﷺ کی دعاءِ ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز	238
33	اس موقع پر دعاءِ ضرر کرنے کا جواب شیخ سلیم اللہ کی طرف سے	238
34	اس موقع پر دعاءِ ضرر کرنے کا جواب مصنف کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	طرف سے	238
	باب:۸	
35	ابوجہل کے قتل کا بیان	240
36	حضرت معاذ اور حضرت معوذ کا نسب	241
37	ابوجہل کا سر کاٹنے کے وقت حضرت ابن مسعود کا اس سے مکالمہ	241
38	حضرت علی کے قول میں اوّل سے مراد اوّلیت اضافی ہے اور الحج:۱۹ کی تفسیر	242
39	امیہ بن خلف کے مقتول ہونے کا قصہ	245
40	جنگ یرموک کا قصہ اور حضرت عروہ کو تلوار واپس کرنے کی تفصیل	246
41	صنادید کا معنی اور جن چوبیس صنادیدِ قریش کو بدر کے کنویں میں ڈالا گیا' ان کے نام	249
42	سماع موتی کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی تحقیق	251
43	سماع موتی کے متعلق علامہ زرھونی مالکی کی تحقیق	253
44	سماع موتی کے متعلق علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی کی تحقیق	254
45	سماع موتی کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تبصرہ	255
46	سماع موتی کے متعلق شیخ سلیم اللہ دیوبندی کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تبصرہ	255
47	مسئلۂ سماع موتی	255
48	قائلین سماع موتی کے دلائل	256
49	قائلین سماع موتی کی طرف سے آیت قرآنیہ کی توجیہات	256
50	اس اجتہادی مسئلہ میں غلو درست نہیں	256
51	علمائے دیوبند کا مسلک	257
52	شیخ سلیم اللہ خان کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ	257
53	سماع موتی کے متعلق مصنف کی تحقیق	258
54	رسول اللہ ﷺ کا مقتولین بدر سے خطاب فرمانا اور سماع موتی کی بحث	259
55	سماع موتی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی توجیہ	260
56	سماع موتی کے ثبوت میں بعض دیگر احادیث اور آثار	266
	باب:۹	
57	غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والوں کی فضیلت	272
58	حضرت حارثہ کا تعارف	272
59	جنت الفردوس کی فضیلت	273
60	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ایک شعر پر اعتراض کا جواب	273
61	اہل بدر کی مغفرت کے اعلان پر یہ اشکال کہ کیا ان کے لیے معصیت کو مباح کر دیا ہے؟	275
62	**باب:۱۰**	275
63	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	275
64	بعد میں حاصل ہونے والی خیر کی وضاحت اور نبی ﷺ کے علم غیب کا ثبوت	277
65	حضرت سعید بن زید کو بدری صحابی کہنے پر ایک اشکال کا جواب اور نماز جمعہ کو عذر کی وجہ سے ترک کرنا	281
66	حضرت سعد بن خولہ اور ابو السنابل کا تذکرہ اور حاملہ کی عدت میں مذاہب	283
	باب:۱۱	
67	غزوۂ بدر میں فرشتوں کا حاضر ہونا	284
68	حضرت رفاعہ کا تذکرہ اور بدر میں فرشتوں کے حاضر ہونے کے متعلق احادیث	284
69	حضرت رفاعہ کے والد حضرت رافع بن مالک کے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تذکرہ میں دوسرا قول اور حضرت جبریل کے قول کی وضاحت	285
70	اس کا بیان کہ حضرت رافع بن مالک کے نزدیک العقبہ میں حاضر ہونا بدر میں حاضر ہونے سے کیوں افضل ہے؟	286
71	معاذ بن رفاعہ تابعی ہیں' پھر انہوں نے فرشتے کے سوال کے متعلق کیسے جان لیا؟	287
72	کن غزوات میں فرشتوں کا نزول ہوا؟ اور کن غزوات میں انہوں نے قتال کیا اور فرشتوں کے قتال میں کیا حکمت تھی؟	287
73	فرشتوں کے متعلق صحیح البخاری اور دیگر کتب حدیث کی روایات	288
74	**باب:۱۲**	289
75	حدیث مذکور کی سند کے راویوں کا تعارف اور حضرت ابوزید کے نام میں اختلاف کا بیان	290
76	تین دن کے بعد قربانی کا گوشت جمع کرنے کی اجازت	291
77	حضرت قتادہ بن نعمان کا تذکرہ اور ان کی نکلی ہوئی آنکھ کو دوبارہ اپنی جگہ لگا دینا	292
78	حدیث میں وارد ہونے والے مشکل الفاظ کے معانی	293
79	حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی فضیلت	294
80	امام بخاری کے ذکر کیے ہوئے نام ''هند بنت الولید'' سے دوسرے ائمہ کا اختلاف	295
81	ندب اور دف کا معنی	297
82	دف بجانے اور آلاتِ موسیقی کی شرعی حدود اور نبی ﷺ کا اجنبی عورت کے پاس تنہائی میں بیٹھنا	297
83	نبی ﷺ کی طرف علمِ غیب کی نسبت کی تحقیق	297
84	تصویر بنانے کی ممانعت خواہ قلم اور برش سے تصویر بنائی جائے یا کیمرہ سے	300
85	حضرت سہل بن حنیف کا مختصر تذکرہ	303
86	بعض مشکل الفاظ کے معانی	304
87	نمازِ جنازہ میں تکبیرات کے عدد میں اختلاف اور چار تکبیروں پر اور حضرت سہل بن حنیف پر پانچ تکبیریں پڑھنے کی توجیہ	304
88	حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	305
89	حضرت ابومسعود کے بدری صحابی ہونے میں اختلاف	306
90	حضرت زید کے دادا کا بیان	307
91	سورۃ البقرہ کی دو آیتوں کی تعیین' ان کے کافی ہونے کا محمل اور طواف کے دوران سوال و جواب کے فوائد	307
92	رجال کا تعارف' سورۃ البقرہ کی دو آیتوں کی تعیین اور ان کے کافی ہونے کے دو محمل	308
93	''السراة'' کا معنی اور حضرت محمود بن الربیع اور حضرت عتبان بن مالک کا ذکر	308
94	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت اور حضرت محمود بن الربیع کا مفصل ذکر	309
95	حدیث مذکور کی روایت کی توجیہ اور سرات کا معنی	309
96	حضرت عامر بن ربیعہ کا تذکرہ اور حضرت قدامہ بن مظعون کی شراب نوشی پر حد جاری کرنے کا واقعہ	310
97	حضرت قدامہ بن مظعون کو شراب نوشی پر کوڑے مارنے کی مفصل روایت	311
98	حضرت رافع بن خدیج کے دو چچاؤں کے نام	312
99	حضرت مظہر کے قتل کا واقعہ اور حضرت رافع کی زمین کے کرائے کے معاملہ میں سختی کی توضیح	313
100	حضرت مظہر بن رافع کو خیبر میں قتل کرنے کی تحقیق	313

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
101	حدیث مذکور کے راوی حضرت عمرو بن عوف کا تذکرہ	315
102	بحرین کا محل وقوع اور حضرت العلاء بن الحضرمی کا تذکرہ	315
103	حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	316
104	عباس کو ابوالیسر نے فرشتہ کی مدد سے قید کیا اور انصار کا بھانجا ہونے کی وضاحت' انصار نے ان کا فدیہ چھوڑنے کی پیش کش کیوں کی اور آپ نے اس پیش کش کو کیوں قبول نہیں کیا؟	317
105	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	318
106	حضرت المقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے نام کی تحقیق	319
107	حضرت مقداد بن عمرو کا تذکرہ اور اس اشکال کا جواب کہ کیا کسی مسلمان کو قتل کرنے سے اس کو قتل کرنے والا مسلمان کافر ہو جاتا ہے؟	320
108	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کا مکالمہ	321
109	حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہما کا تذکرہ	321
110	حضرت عویم اور حضرت معن کا مزید تذکرہ	322
111	مطعم کا نبی ﷺ کے ساتھ حسن سلوک	323
112	تین فتنوں کے مصداق بیان کرنے پر امام بخاری پر اعتراضات	323
113	تیسرے فتنہ کی تعریف	324
114	مطعم کا تذکرہ	324
115	امام بخاری کے بیان کردہ فتنۂ اولیٰ اور فتنۂ ثانیہ پر علامہ عینی کا تبصرہ	324
116	یزید بن معاویہ کا تذکرہ اور اس پر لعنت کرنے یا اس پر رحمت کی دعا کرنے کی بحث	325
117	یزید بن معاویہ کے متعلق علامہ زبیدی کا مفصل	
	تبصرہ	327
118	امام بخاری کی تعلیق میں تیسرے فتنہ کا ذکر اور فتنہ ازراقیہ کا بیان	328
119	حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور عبداللہ نمیری کا تذکرہ	329
120	جن مہاجرین کو غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت سے حصہ ملا ان کی تعداد	330
121	مہاجرین کی تعداد کے بیان میں حضرت البراء اور حضرت الزبیر کی روایات میں تعارض کا جواب اور اس کی تعداد میں دیگر روایات اور حافظ ابن حجر کی توجیہ	331
	باب:۱۳	
122	صحیح بخاری میں جن اہلِ بدر کے نام مذکور ہیں' ان کو امام بخاری نے حروفِ تہجی کی ترتیب سے ذکر کیا ہے	332
123	امام بخاری کے ذکر کردہ اسماءِ بدر پر علامہ ابن ملقن کے تعقبات	333
124	غزوۂ بدر میں شہید ہونے والے مشہور صحابہ اور کل صحابہ	334
125	غزوۂ بدر میں قتل اور قید ہونے والے مشہور کفار قریش اور کل کفارِ قریش	334
126	ابولہب کا قتل	335
127	غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کا مختصر مختصر تعارف	335
	باب:۱۴	
128	بنوالنضیر کی حدیث اور رسول اللہ ﷺ کا دو مردوں کی دیت کے معاملہ میں ان کی طرف نکلنا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عہد شکنی کا جو ارادہ کیا تھا	337
129	بنوالنضیر کو جلاوطن کرنے کا سبب	338

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
130	ہجرت کے بعد کفار کی تین قسمیں	339
131	ان دو آدمیوں کا بیان جن کی دیت میں مدد طلب کرنے آپ بنونضیر کے پاس گئے تھے اور بنونضیر کی آپ کے خلاف سازش	340
132	غزوۂ بنو النضیر کی تفصیلات	340
133	بنو النضیر کے درختوں کو کاٹنے پر یہود کے اعتراض کا مفصل جواب	343
134	اموال بنی النضیر کے مالِ فئے ہونے پر دلیل	343
135	''البویرۃ'' اور ''اللینۃ'' کے معانی	344
136	درختوں کے کاٹنے میں مذاہب فقہاء	344
137	بنولؤی کی مذمت کی وجہ اور بعض الفاظ کے معانی	345
138	حضرت ابوسفیان بن الحارث کا تذکرہ اور ان اشعار کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق	345
139	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ	345
140	انبیاء کی وراثت کی نفی پر ایک معارضہ کا جواب	348
141	حضرت عباس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کاذب اور آثم کہنے کا جواب	348
142	بڑوں کے چھوٹوں کو سخت کلمات کہنے اور ان کے حقیقی معانی مراد نہ لینے کے متعلق احادیث اور آثار	349
	باب:۱۵	
143	کعب بن الاشرف کا قتل	352
144	حدیث مذکور کی مزید تفصیلات اور مسائل، علامہ ابن الملقن کا امام ابوحنیفہ کے خلاف تعصب اور مصنف کا اس پر تعاقب	354
145	کعب بن اشرف کو قتل کرانے کا سبب	355
146	کعب بن اشرف کے قتل کی کیفیت اور بعد کے واقعات	356

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۶	
147	ابورافع کا قتل	356
148	مشکل الفاظ کے معانی	359
149	نبی ﷺ کے ہاتھ کی برکت اور دیگر فوائد	360
150	حضرت عبداللہ بن عتیک کے اصحاب کے اسماء اور ان کا تعارف	360
	باب:۱۷	
151	غزوۂ اُحد	362
152	غزوۂ اُحد کے وقوع کی تاریخ	364
153	اُحد پہاڑ کا تذکرہ اور تعارف	364
154	بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے کفارِ قریش کی تیاری	364
155	عبداللہ بن اُبی کا عین معرکہ میں لشکر سے نکل جانا، آپ کی حکم عدولی کی وجہ سے مسلمانوں کی شکست اور آپ کا اُحد کی لڑائی میں زخمی ہونا	365
156	رسول اللہ ﷺ کو خواب میں اُحد کی شکست دکھانا	366
157	مسلمانوں اور کفار کے لشکروں کا تقابل	367
158	سورۃ آل عمران میں درج شدہ مشکل الفاظ کے معانی	367
159	حدیث مذکور میں شافعی اور مالکی شارحین کی تاویلات	368
160	مصنف کا شافعی اور مالکی شارحین پر تعاقب	368
161	مُردوں سے الوداع ہونے کی توجیہ	369
162	شہید کی نمازِ جنازہ کے مسئلہ میں شوافع کا ردّ	369
163	شہداءِ اُحد کی تعداد اور مُثلہ کا معنی	371
164	جس جگہ مسلمانوں کو کھڑا کیا تھا وہاں سے ان کے نہ ہٹنے کے حکم کے متعلق دیگر روایات	371
165	مشرکین کی بھاگنے والی عورتوں کے اسماء	371
166	جن مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے اُحد پہاڑ پر	

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	کھڑا کیا تھا' ان کے بھاگنے کے متعلق دیگر روایات	372
167	غزوۂ اُحد میں نبی ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق دیگر روایات	372
168	غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے شہید ہونے کی تعداد کے متعلق دیگر روایات	373
169	حضرت عبداللہ کا تذکرہ، ھبل، العزیٰ اور مثلہ کا معنی	373
170	حدیث میں مذکور مرد کا نام اور دیگر فوائدِ حدیث	375
171	حضرت انس کے چچا کا نام اور حافظ ابن حجر سے علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا دونوں میں محاکمہ	377
172	مصحف میں قرآن مجید کی آیات کو درج کرنے کا قاعدہ	378
173	نذر پوری کرنے والے صحابی کا نام نحب کا معنی اور دو آدمیوں کے قول کی بناء پر کسی آیت کو مصحف میں شامل کرنے کی وضاحت	379
174	اُحد میں آپ کے لشکر سے نکلنے والوں کا مصداق، نکلنے کا سبب اور اس کی متعدد تفسیریں	380
175	حدیث مذکور کے مبہم جملوں کی توضیح	380
	باب:۱۸	
176	جب تم میں سے دو گروہوں نے بزدلی ظاہر کرنے کا ارادہ کیا' اس حال میں کہ اللہ ان کا مددگار تھا اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے O (آل عمران:۱۲۲)	381
177	مشکل الفاظ کے معانی	381
178	حضرت جابر کے اس پر خوش ہونے کی توجیہ کہ یہ آیت ان میں نازل ہوئی اور یہ کہ معصیت کے ''ھَمّ'' پر مواخذہ نہیں ہوتا	381
179	بعض الفاظ کے معانی' حدیث مذکور کے دوسری احادیث سے تعارض کے جوابات اور حضرت جابر کے اقدام کی تحسین	382
180	نو بیٹیوں کا چھ بیٹیوں سے تعارض کا جواب اور شہید کی فضیلت	383
181	حضرت جبریل اور میکائیل کا اُحد میں قتال کرنا	384
182	''نثل'' کا معنی اور حضرت سعد پر ماں باپ قربان کرنے کی توجیہ	385
183	آپ کے دفاع میں بارہ انصار کی مشرکین کے ساتھ لڑتے ہوئے شہادت	387
184	حضرت زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ کا آپ کے قدموں میں جان دینا	387
185	اُحد کے دن دشمن کے دباؤ کی وجہ سے مسلمانوں میں افراتفری اور نبی ﷺ کے ساتھ کتنے صحابہ رہ گئے تھے؟	387
186	مذکور الصدر صحابہ کی اُحد کے متعلق روایت نہ کرنے کی توجیہ	389
187	حضرت طلحہ کی فضیلت	390
188	حضرت السائب بن یزید کا تذکرہ	390
189	حضرت طلحہ کی شجاعت	390
190	اُحد کے دن مسلمانوں کی شکست کے بعد صحابہ کے تین گروہ اور بعض مشکل الفاظ کے معانی	391
191	حضرت ابوحذیفہ کے والد کو مسلمانوں کے قتل کرنے کا قصہ اور دیگر مباحث	393
192	اس کی توجیہ کہ راوی نے حضرت یمان کی دیت کا ذکر کیوں نہیں کیا؟	394
	باب:۱۹	
193	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آل عمران:۱۵۵)	395
194	**باب:۲۰**	396

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
195	آل عمران:۱۵۳ کی تفسیر	396
	باب:۲۱	
196	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(آل عمران:۱۵۴)	397
197	آل عمران:۱۵۴ کی تفسیر	398
198	مسلمانوں کے لیے نیند کا باعثِ سکون ہونا	399
	باب:۲۲	
199	اس معاملہ میں سے آپ کے لیے کچھ نہیں' اللہ ان پر رحمت سے رجوع فرمائے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں O (آل عمران:۱۲۸)	399
200	آل عمران:۱۲۸ کی تفسیر	399
201	امام بخاری کی تعلیق کے موافق حدیث موصول	399
202	اُحد کے دن نبی ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق متعدد روایات	399
203	بہ ظاہر آپ کی دعا کا قبول نہ ہونا' آپ کے مستجاب الدعوات ہونے کے منافی نہیں ہے	401
204	جن پر آپ نے اُحد کے دن لعنت کی تھی' ان کا اسلام لے آنا	401
	باب:۲۳	
205	حضرت اُم سلیط کا ذکر	402
	باب:۲۴	
206	حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت	402
207	مشکل الفاظ کے معانی' حضرت حمزہ' حضرت وحشی اور بعض دوسرے رجال کا تذکرہ	405
208	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور دیگر فوائد	406
209	بعض مشکل الفاظ کے معانی اور بعض تراجم کی مزید وضاحت اور حافظ ابن حجر سے علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	407
	باب:۲۵	
210	اُحد کے دن نبی ﷺ پر جو زخم آئے	409
211	اللہ تعالیٰ کی صفات کا بلاتشبیہ وتعطیل اثبات	409
212	نبی ﷺ کے فضلاتِ کریمہ کی طہارت اور آپ کے علم غیب کا ثبوت	409
213	اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی ﷺ کے خون کا زمین پر گرنا بہت سنگین ہے	410
214	اللہ کے راستہ میں قتل کرنے کی قید کا فائدہ	410
215	**باب:۰۰۰**	411
216	انبیاء پر مصائب آنے کی حکمتیں اور مذکور الصدر حدیث کی تفصیل	412
	باب:۲۶	
217	وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا (آل عمران:۱۷۲)	413
218	آل عمران:۱۷۳ کا سبب نزول	413
219	مقام روحاء تک قریش کا پیچھا کرنے کی مفصل روایت اور اہم پیچھا کرنے والے اصحاب کے اسماء	414
	باب:۲۷	
220	اُحد کے دن جن مسلمانوں کو قتل کیا گیا' ان میں سے حضرت حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور حضرت الیمان ہیں اور حضرت انس بن النضر ہیں اور حضرت مصعب بن عمیر ہیں (رضی اللہ عنہم)	415
221	حضرت مصعب بن عمیر وغیرہ کا تذکرہ اور بدر اور اُحد کے شہداء کی تعداد	415
222	جنگ یمامہ میں شہداء کی تعداد	416
223	بیر معونہ کا تذکرہ	417
224	امام بخاری کا تسامح' غزوۂ اُحد میں شہید ہونے والے صحابہ کی تعداد اور مشہور صحابہ کے اسماء اور دیگر مباحث	417

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
225	بیر معونہ اور جنگ یمامہ کا تذکرہ	417
226	شوافع کی تائید میں شہید کی نمازِ جنازہ کی نفی میں حافظ ابن حجر کی تاویلات اور احناف کی طرف سے مصنف کے جوابات	418
227	حضرت جابر کے والد پر رونے اور نہ رونے کے محامل	419
228	حافظ ابن حجر کا امام بخاری پر اعتراض	420
229	علامہ عینی کا امام بخاری کی طرف سے جواب اور حافظ ابن حجر سے مناقشہ	420
230	نبی ﷺ کے خواب کی تعبیر میں روایات	420
	باب:۲۸	
231	اُحد ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں	421
232	پہاڑ کی محبت کے محامل	422
233	پہاڑ سے آپ کی محبت کے فوائد	423
	باب:۲۹	
234	غزوۃ الرجیع اور رعل اور ذکوان اور بیر معونہ اور عضل اور القارۃ اور عاصم بن ثابت اور حضرت خبیب اور ان کے اصحاب کی حدیث	424
235	اصحاب بیر معونہ کا المیہ اور ستر (۷۰) قُراء انصار کی شہادت	424
236	قراء انصار کی شہادت اور ان کا بدلہ لینے کے متعلق احادیث اور دیگر روایات	425
237	تنبیہ	427
238	غزوۃ الرجیع اور بیر معونہ کے جغرافیائی محل وقوع، ان کے وقوع کی تاریخ اور ان کے معانی	427
239	حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن الدثنہ کی شہادت کی تفصیل	430
240	حدیث مذکور کے فوائد	433
241	حضرت خبیب کے قاتل کی تحقیق	433
242	قراء صحابہ کو طلب کرنے کی وجوہ میں اور ان کی تعداد میں مختلف روایات اور ان میں تطبیق	434
243	امام بخاری کی یہ غلطی کہ انہوں نے ستر قاریوں کے قاتلوں میں بنولحیان کا ذکر کیا	437
244	حافظ ابن حجر کا بھی امام بخاری کی غلطی کو مقرر رکھنا	437
245	اصحاب بیر معونہ کی شہادت کی بعض تفاصیل	439
246	اصحاب بیر معونہ کی شہادت کی مزید تفاصیل	439
247	حضرت عامر بن فہیرہ کے مالک کا نام لکھنے میں امام بخاری کی غلطی، حضرت عامر بن فہیرہ اور عروہ بن اسماء وغیرہ کا تذکرہ	442
248	حضرت عامر بن فہیرہ کے مالک کا نام بتانے میں امام بخاری کا وہم، حضرت عامر بن فہیرہ کی کرامت اور دیگر مباحث	443
249	ستر قراء کو پناہ دینے کا عہد کرنے والے بنو عامر تھے اور غداری سے ان کو قتل کرنے والے بنو سُلیم تھے	445
	باب:۳۰	
250	غزوۃ الخندق اور یہی الاحزاب ہے	445
251	غزوات کی ترتیب میں علامہ ابن الملقن کا امام بخاری سے اختلاف اور غزوۂ خندق کو چار ہجری کے بجائے پانچ ہجری میں قرار دینا اور غزوۂ خندق کی تفصیل	446
252	غزوۂ خندق اور غزوۂ احزاب کے دو ناموں کی مناسبت	447
253	اس پر دلیل کہ غزوۂ خندق پانچ ہجری میں ہوا تھا اور امام بخاری کی چار ہجری کی دلیل کو ردّ کرنا اور	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	امام بخاری کے مختار کو ضعیف اور مخالف کو جمہور قرار دینا	447
254	خندق کھودنے کی مدت میں مختلف اقوال	449
255	حافظ ابن حجر کی خطاء اور مصنف کی اصلاح	449
256	مشکل الفاظ کے معانی اور سخت چٹان پر آپ کی ضربات سے یمن، شام اور فارس کے محلات کا نظر آنا	451
257	پیٹ پر پتھر باندھنے کی حکمت	453
258	غزوہ خندق میں آپ کی نبوت کی نشانیاں	454
259	الاحزاب:۱۰ کی تفسیر	455
260	الاحزاب:۹ کی تفسیر	456
261	آپ کے سینہ پر زیادہ بال ہونے کی وضاحت	457
262	حضرت معاویہ نے یہ خطبہ جنگ صفین کے بعد دیا تھا یا حضرت حسن سے صلح کے بعد، حضرت معاویہ نے کہا: ہم خلافت کے زیادہ حق دار ہیں، اس کی توجیہ اور حضرت ابن عمر کی رائے	459
263	واقعہ تحکیم کی تفصیل	460
264	حضرت معاویہ کی بیعت کے وقت ان کی بیعت کے متعلق حضرت ابن عمر کا موقف	461
265	نبی ﷺ کی اس پیش گوئی کا پورا ہونا کہ آئندہ قریش مدینہ پر حملہ نہیں کر سکیں گے	461
266	قضاء نماز کے واجب ہونے کی تحقیق	463
267	قضاء کا معنی اور اس کا شرعی حکم، قضاء کے اعذار اور وجوب قضاء کے دلائل	464
268	ایک مرتبہ حضرت الزبیر کو اور ایک مرتبہ حضرت حذیفہ کو تفتیش کے لیے بھیجنا	465
	باب:۳۱	
269	نبی ﷺ کا غزوۂ احزاب سے لوٹنا اور بنو قریظہ کی طرف نکلنا اور ان کا محاصرہ کرنا	467
270	حضرت عائشہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا تھا	468
271	بنو قریظہ پر حملہ کرنے کا سبب	468
272	جب دو مجتہدوں کا اختلاف دلیل پر مبنی ہو تو ہر ایک کا موقف درست ہوگا	469
273	آپ نے بنو قریظہ میں پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا یا عصر کا؟ دو مختلف روایتیں اور ان میں تطبیق	469
274	انصار کے درخت واپس لینے کی توجیہ	470
275	حضرت اُم ایمن کے درخت واپس کرنے سے انکار کی توجیہ، رسول اللہ ﷺ کا حسن اخلاق اور آپ کی سخاوت، فوائد حدیث اور حضرت اُم ایمن کا تذکرہ	471
276	قیامِ تعظیمی کے جواز پر دلائل اور ممانعت کا محمل	472
277	حدیث مذکور میں مسجد کا مصداق	472
278	حضرت سعد بن معاذ کی روح کے لیے آسمانوں کے دروازہ کو کھولنا اور عرش کا ہلنا اور بنو قریظہ نے حضرت سعد سے فیصلہ کرانے کو کیوں اختیار کیا؟	474
279	بنو قریظہ کے محاصرہ کی مدت اور ان کا حضرت ابولبابہ سے مشورہ کرنا	475
280	بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قلعہ سے اُترے تھے یا حضرت سعد بن معاذ کے حکم سے؟ دو حدیثوں میں تطبیق	475
281	بنو قریظہ کو جن حویلیوں میں قید کیا گیا اور قتل کیے جانے والے بنو قریظہ کی تعداد	476
282	حضرت سعد بن معاذ کا گمان صحیح تھا اور ان کی دعا کا مقبول ہونا	476

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
283	غزوۃ الخندق کا تتمہ	477
284	فصل	477
285	فصل	477
	باب:٣٢	
286	غزوۃ ذات الرقاع	478
287	ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ‘ اس غزوہ کا سبب اور اس غزوہ کے وقوع کی تاریخ میں ارباب سیرت کا اختلاف	478
288	غزوۂ ذات الرقاع کے وقوع کی تاریخ اور اس کی وجہ تسمیہ‘ اس غزوہ سے متعلق دیگر احادیث اور اس غزوہ میں صلوٰۃ الخوف کا پڑھنا	479
289	فصل	479
290	غزوہ ذات الرقاع کے ساتویں غزوہ ہونے کی تحقیق	483
291	حافظ ابن حجر کا امام بخاری پر اعتراض اور علامہ عینی کا امام بخاری کی طرف سے جواب	483
292	غزوۂ ذات الرقاع کے نام کی صحیح وجہ اور نیک عمل کو مخفی رکھنے کی فضیلت	484
293	نمازِ خوف کی کیفیت کے اختلاف کا محمل	485
294	حافظ ابن حجر عسقلانی کا امام بخاری پر تعاقب	485
295	حضرت جابر کی حدیث پر علامہ ابن الملقن کا اشکال	488
296	مشکل الفاظ کے معانی	488
297	علامہ ابن التین کے اشکال کا جواب	489
	باب:٣٣	
298	خزاعہ کے بنو مصطلق کے خلاف غزوہ اور یہی غزوۃ المریسیع ہے	490
299	المصطلق کا نام‘ غزوۃ بنو المصطلق کے وقوع کی تاریخ‘ عزل کا معنی اور اس میں مذاہب	491
	باب:٣٤	
300	غزوۃ انمار	493
	باب:٣٥	
301	حدیث الافک (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ)	494
302	حدیث مذکور کی تخریج	503
303	غزوہ بنو المصطلق کے وقوع کی تاریخ میں اختلاف اور اس میں مصنف کی تحقیق	503
304	قرعہ اندازی کی تحقیق‘ قرعہ اندازی کا ثبوت اور قرعہ اندازی کا طریقہ	503
305	سفر میں کسی بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی میں مذاہب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیویوں میں عدل کرنے کا عدم وجوب	504
306	مشکل الفاظ کے معانی	505
307	حضرت صفوان بن المعطل کا تذکرہ	505
308	حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں کی تعداد اور بعض مشکل الفاظ کے معانی	505
309	حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کے درمیان مباحثہ کی توجیہ	506
310	اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر کو اکثر محدثین نے امام بخاری کا وہم کہا اور اس پر مصنف کی گرفت	506
311	حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کے باہمی کلام کی وضاحت	507
312	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو اعتراف گناہ کی جو تلقین کی اس کے متعلق علامہ داؤدی کی تقریر‘ پھر مصنف کی تقریر	507
313	حضرت عائشہ کا عجز و انکسار	507

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
314	حضرت عائشہ کے عتاب کی توجیہ علامہ ابن ملقن کی طرف سے، پھر مصنف کی طرف سے	508
315	حدیث مذکور کے مختصر فوائد	508
316	علامہ ابن الملقن کی نکتہ شناسی پر مصنف کا تعاقب اور تہمت لگانے والوں پر حد جاری کرنے کے ثبوت میں احادیث	510
317	مقبولین کے درمیان حضرت عائشہ کی خصوصی فضیلت اور انفرادیت	512
318	علامہ ابن ملقن کا حضرت علی کی طرف سے دفاع کرنا	513
319	علامہ ابن ملقن کے دفاع کی وضاحت	513
320	امام بخاری کی مذکور حدیث کے وہم اور خطاء ہونے پر علامہ ابن ملقن کے دلائل	515
321	علامہ ابن ملقن کے دلائل کی وضاحت	516
322	حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی مدافعت کرنا اور اس حدیث کو صحیح قرار دینا	516
323	حضرت عائشہ کی قراءت کی تحقیق	518
324	مشکل الفاظ کے معانی	519
325	حضرت عائشہ اپنی ذات کا خیال نہیں کرتی تھیں، صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق کا خیال کرتی تھیں	519
	باب: ۳۶	
326	غزوۃ الحدیبیہ	520
327	حدیبیہ کی وجہ تسمیہ، اس کا محل وقوع، اس کی تاریخ اور اس غزوہ میں شامل ہونے والے صحابہ کی تعداد	520
328	غزوۂ بنو المصطلق اور غزوۂ حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں سرایا کی تفصیل	521
329	بیعتِ رضوان کا پس منظر اور پیش منظر	521

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
330	عمرہ حدیبیہ کی تفصیل	522
331	محکمہ موسمیات کی اطلاعات، اور نجومیوں اور ستارہ شناسوں کی پیش گوئیوں کا شرعی حکم	523
332	غزوۂ حدیبیہ کو فتح قرار دینے کی توجیہ اور خشک کنویں میں پانی جاری کرنے کا معجزہ	525
333	اس حدیث سے حضرت علی کی حضرت عثمان پر افضلیت کا اعتراض اور اس کا جواب، حضرت خضر کی حیات اور ان کی نبوت پر اعتراض اور اس کا جواب اور دیگر مباحث	528
334	تقلید اور اشعار کے معانی	530
335	مشکل الفاظ کے معانی، حضرت خفاف بن ایماء اور حضرت مخلد بن خفاف غفاری کا تذکرہ	531
336	درخت رضوان کو پوشیدہ کرنے اور بھلا دینے کی حکمت	534
337	حضرت عمر کے اس درخت کو کٹوانے کی توجیہ	534
338	غیر الانبیاء پر نزول صلوٰۃ کی تبعاً دعا کا جواز	535
339	غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور جمہور کے موقف پر دلائل	536
340	حضرت ابن زید کا تذکرہ اور موت پر بیعت کرنے کا معنی	538
341	واقعہ حرہ کا سبب اور یزید کے لشکر نے اہل مدینہ کے کتنے افراد کو قتل کیا اور کتنی خواتین کی بے حرمتی کی؟	538
342	حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	539
343	موت پر بیعت کرنے کا پس منظر و پیش منظر	539
344	''طوبیٰ لک'' کا معنی	540
345	حضرت البراء بن عازب کا انکسار	540
346	''ھنیئاً مریئاً'' کا معنی	541

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
347	حدیث مذکور کا مدرج ہونا	542
348	حدیث مذکور کی وجہ سے علامہ داؤدی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب	542
349	مصنف کی طرف سے علامہ ابن الملقن کا دفاع	543
350	عذر کی بناء پر گھٹنے کے نیچے گدار کھنے اور پیشانی کے برابر سجدہ کرنے کے لیے کوئی چیز رکھنے کا جواز	543
351	حضرت اہبان کا تذکرہ اور دیگر اُن صحابہ کی حکایات جن سے بھیڑیے اور ہرن نے کلام کیا	543
352	وتر کی نماز توڑنے کا معنی' اس میں مذاہب فقہاء اور جمہور فقہاء کی دلیل	545
353	مشکل الفاظ کے معانی	546
354	مشکل الفاظ کے معانی اور جاسوس کا نام	547
355	نفل شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنے میں اختلاف فقہاء اور امام اعظم کی طرف سے مصنف کے دلائل اور دیگر مسائل	548
356	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور فوائد حدیث	550
357	مؤمن ہجرت کرنے والی عورتوں سے امتحان لینے کی تفصیل اور اس کی شرائط	551
358	حدیث مذکور کی اس باب کے ساتھ مناسبت	555
359	حدیث مذکور کے رجال	556
360	حدیث مذکور کے بعض مشکل جملوں کی شرح	556
361	حدیبیہ کے مباحث کا خلاصہ	558
362	امام بخاری نے غزوۂ حدیبیہ میں جن احادیث کی روایت کی ہے' ان پر مصنف کا اشکال	559
	باب:۳۷	
363	عُکل وعُرینہ کا قصہ	560
364	عرینیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے کی توجیہ	561
365	حدیث مذکور کے رجال	562
366	بعض مشکل صیغوں اور مشکل عبارات کا حل	562
	باب:۳۸	
367	غزوۂ ذی قرد	562
368	مشکل الفاظ کے معانی	564
	باب:۳۹	
369	غزوۂ خیبر	564
370	خیبر کا محاصرہ کرنے کی تاریخ	565
371	مشکل الفاظ اور مشکل تراکیب کے معانی	567
372	نبی ﷺ کا علم غیب	568
373	لڑنے والوں کو قتل کرنے کی توجیہ	570
374	خودکشی کرنے والے مرد کا نام' جس صحابی نے اس کا پیچھا کیا اس کا نام اور خودکشی کرنے والے کے دوزخی ہونے کی توجیہ' مسلمان خودکشی کرنے والے کا حکم	572
375	حدیث سابق سے تعارض کا جواب	573
376	صحیح بخاری کی عبارت کی اصلاح	574
377	بلند آواز سے ذکر اور دعا کرنے کے خلاف علامہ ابن ملقن کے دلائل	574
378	حدیث مذکور میں ذکر بالجہر سے ممانعت کی توجیہات	575
379	ذکر بالجہر کے جواز کے ثبوت میں احادیثِ صحیحہ صریحہ اور علامہ ابن الملقن کے دلائل کا جواب	576
380	زرد رنگ کی چادر کے مسئلہ میں علامہ عینی اور علامہ ابن حجر کا مناقشہ	578
381	شیخ سلیم اللہ خان کی غلط شرح	579
382	''الرایۃ' علم'' اور''لواء'' کے معانی	579
383	مشکل الفاظ کے معانی اور بعض مجمل الفاظ کی تفصیل	581

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
384	حضرت صفیہ کا ازواجِ مطہرات میں داخل ہونا	582
385	گدھوں کے گوشت اور لہسن کی ممانعت کے حکم میں فرق	584
386	کچا لہسن اور کچی پیاز کھانے کے مفصل احکام اور ان کے متعلق احادیث	584
387	جس سال متعہ کو حرام کیا گیا' اس کے متعلق متعدد روایات	585
388	متعہ کی تعریف' اس کے عوارض اور دیگر احکام	585
389	متعہ کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف	586
390	آیا متعہ کرنے والے پر حدِ زنا جاری ہوگی یا نہیں؟	586
391	غزوۂ خیبر کے زمانہ میں متعہ کی تحریم پر بحث ونظر	587
392	متعہ کی تحریم کے زمانہ میں متعدد مختلف احادیث	587
393	متعہ کی تحریم اور اباحت کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث میں تطبیق یا بعض احادیث کو منسوخ قرار دینا	588
394	متعہ کا دوبار منسوخ کرنا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے' اور بھی کئی اُمور اس طرح ہیں	588
395	علامہ عینی کی طویل شرح پر مصنف کا تبصرہ اور کلماتِ تحسین	589
396	گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب اور امام ابوحنیفہ کے مذاہب پر قرآن مجید اور صحیح حدیث سے استدلال	590
397	حضرت خالد بن ولید کی حدیث گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کی ممانعت کی تصریح ہے	590
398	حضرت خالد بن ولید کی حدیث کی سند کی تحقیق	590
399	حضرت خالد کی حدیث کے منسوخ ہونے کے اعتراض کا جواب	591
400	شیخ ابن حزم کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت خالد کی حدیث موضوع ہے اور اس حدیث کے مرسل ہونے کا جواب	591
401	گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق شمس الائمہ سرخسی حنفی کی عبارت	591
402	علامہ کاسانی حنفی کی عبارت	593
403	علامہ حصکفی اور علامہ شامی کی عبارات	593
404	گدھوں کے گوشت کی ممانعت کا سبب اور صحابہ کرام کتنے گدھے ذبح کر چکے تھے؟	594
405	گھوڑے کو دو حصے دینے کے ثبوت میں احادیث	596
406	گھوڑے کو دو حصے دینے کے ثبوت میں مزید دلائل اور شبہات کے جوابات	598
407	گھوڑے کو ایک حصہ دینے کے ثبوت میں احادیث	598
408	امام ابوحنیفہ کے تفرد کا جواب' علامہ عینی کی ذکر کردہ احادیث کی توثیق اور علامہ ابن ملقن کی پیش کردہ احادیث پر جرح اور صحیح بخاری کی حدیث کا محمل	599
409	نبی ﷺ کی حضرت عثمان اور حضرت جبیر بن مطعم سے قرابت	600
410	حضرت جعفر کے ساتھیوں کا تذکرہ اور حضرت اسماء بنت عمیس کا تذکرہ	602
411	احناف کی اس پر دلیل کہ جو مسلمان مالِ غنیمت کے دارالاسلام میں پہنچنے سے پہلے مل جائیں تو ان کو اس سے حصہ ملے گا	603
412	حدیث مذکور کے رجال	604
413	بعض مبہم الفاظ کی تعیین	604
414	بہتان کے لفظ کی تحقیق اور عراق کی مفتوحہ اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بجائے وقف عام کر دینا	605
415	حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور مشکل الفاظ کے معانی	606

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
416	حدیث سابق سے تعارض کا جواب' اور مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی	607
417	حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابان کا مناظرہ	608
418	حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابان کے مناظرہ پر مصنف کا تبصرہ	608
419	حضرت سیّدہ فاطمہ کے حضرت ابوبکر کو چھوڑنے اور تادم مرگ ان سے کلام نہ کرنے کی توجیہ	611
420	حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد عام مسلمانوں کا حضرت علی کے ساتھ رویہ بدل جانے کی توجیہ اور اس صحیح حدیث کا بیان کہ حضرت علی نے ابتداء ہی میں حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تھی اور باب میں مذکور حدیث کی توجیہ	612
421	فئے کی تعریف اور نبی ﷺ کے اموالِ فئے کی تعیین' حضرت فاطمہ کے حضرت ابوبکر پر ناراض ہونے اور ان کو چھوڑنے کی توجیہ' حضرت سیّدہ کو رات میں دفن کرنے کا سبب' حضرت علی کی بیعت میں تاخیر کی توجیہ اور دیگر مسائل	613
422	جن وجوہ کی بناء پر حضرت ابوبکر نے حضرت سیّدہ فاطمہ کو میراث نہیں دی	614
423	میراث دینے اور نہ دینے میں حضرت ابوبکر اور حضرت سیّدہ کے دلائل	614
424	حضرت ابوبکر کے حال کے لائق یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمہ کے جنازہ پر حاضر ہوئے تھے	615
425	حضرت سیّدہ فاطمہ کا حضرت ابوبکر پر ناراض ہونا زہری کی مدرج روایت ہے اور حضرت سیّدہ وفات سے پہلے حضرت ابوبکر سے راضی ہوگئی تھیں	615
426	حضرت سیّدہ فاطمہ کو حضرت ابوبکر کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس نے حضرت علی کے ساتھ مل کر غسل دیا	616
427	حضرت ابوبکر کا حضرت سیّدہ فاطمہ کی نمازِ جنازہ پڑھانا	617
428	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح کے عنوانات	618
429	حدیث مذکور کی شرح میں شیخ عثمانی اور ان کے استاذ شیخ سلیم اللہ کا حدیث وضع کرنا	619
430	ابوداؤد کی ایک روایت سے استدلال	619
	باب:۴۰	
431	نبی ﷺ کا خیبر والوں پر عامل مقرر کرنا	620
432	جنیب اور الجمع کا معنی	620
	باب:۴۱	
433	نبی ﷺ کا اہل خیبر کے ساتھ معاملہ	621
	باب:۴۲	
434	خیبر میں جس بکری کو نبی ﷺ کے لیے زہر آلود کیا گیا	621
435	جس عورت نے گوشت میں زہر ملایا تھا اس کا نام اور اس کو سزا دینے کے متعلق مختلف اقوال	622
436	زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے آپ میں معنوی شہادت کا متحقق ہونا اور آپ کے علمِ غیب کا ثبوت	622
	باب:۴۳	
437	حضرت زید بن حارثہ کا غزوہ	623
438	غزوۂ خیبر کے بعد دیگر بستیوں کی طرف لشکر بھیجنا اور ان ہی میں حضرت اسامہ کا لشکر تھا	624
439	غزوۂ خیبر میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد اور مارے جانے والے یہودیوں کی تعداد	624
440	حضرت اسامہ بن زید کی امارت میں لشکروں کی تعداد	524
441	حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والے کا نام	625

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
442	حضرت اسامہ کا لشکر کب روانہ ہوا اور کس کے خلاف روانہ ہوا؟	625
	باب: ٤٤	
443	عمرۃ القضاء	626
444	مسلمانوں کو رمل کا حکم دینا' مکہ میں حضرت میمونہ سے نکاح اور مقام سرف میں ولیمہ' جو حضور سے بدتمیزی سے بات کرے اس کو گالی دینا' بغیر مہر کے نکاح کرنے میں حضور کی خصوصیت' عمرۃ القضاء کی وجہ تسمیہ اور آپ کے عمروں کی تعداد	628
445	نبی ﷺ کے عمروں کی تعداد اور ان کی تفصیل	629
446	عمرۃ القضاء کی وجہ تسمیہ میں علماء کا اختلاف	629
447	نبی ﷺ کا نام لکھ کر کسی اصلاح کی وجہ سے اس کو کاٹنے کا جواز	630
448	اکثر شارحینِ بخاری کا یہ مؤقف کہ آپ نے بالکل نہیں لکھا کیونکہ آپ اُمی ہیں اور قرآن میں آپ کے لکھنے کی نفی ہے	631
449	بعض شارحین کا یہ مؤقف کہ آپ نے لکھا ہے اور یہ آپ کے اُمی ہونے اور قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے	635
450	مذکورہ شارحین پر مصنف کا تبصرہ	637
451	کتب لغت میں اُم اور اُمی کے معانی	637
452	کتب تفسیر میں اُمی کے معانی	638
453	مصنف کے نزدیک آپ کے اُمی ہونے کا معنی	640
454	حدیث مذکور کے بقیہ الفاظ کی شرح	642
455	حضرت حمزہ کی بیٹی کے متعدد اسماء' حضرت زید نے ان کی پرورش میں کیوں نزاع کیا؟ کیا ان کو مدینہ لے آنا معاہدۂ حدیبیہ کے خلاف نہیں تھا؟	642
456	حضرت جعفر' حضرت زید اور حضرت علی کے فضائل کا اظہار	642
457	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے درمیان مناقشہ' یثرب اور رمل کا معنی' آخری چار چکروں میں رمل کرنے کی توجیہ	645
458	غزوۂ خیبر کے بعد تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے جانے والے لشکر	646
	باب: ٤٥	
459	غزوۂ موتہ کا بیان جو سرزمین شام میں ہوا تھا	647
460	موتہ پر لشکر کشی کا سبب' موتہ میں جنگ کا حال' نبی ﷺ کا موتہ میں معرکہ آرائی کی خبریں دینا	647
461	حدیث مذکور کے بعض رجال کا تعارف اور دیگر مسائل	648
462	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	649
463	حدیث سابق کے ساتھ تعارض کے جوابات' نبی ﷺ کی پیش گوئی کا پورا ہونا اور ایک یہودی کا نبی ﷺ کی پیش گوئی کی تصدیق کرنا	649
464	صحیح البخاری کی کتب سیرت پر ترجیح' نبی ﷺ کا علم غیب اور صحابہ کرام کی قوتِ ایمانی	650
465	حدیث: ٤٢٦٠' اور ٤٢٦١ کے تعارض کے مزید جوابات	650
466	حضرت خالد کا لقب' ضرورت کے وقت از خود لشکر کا امیر بننے کا جواز	651
467	قاصد کے خبر دینے سے پہلے نبی ﷺ کو اس خبر کا علم تھا	652
468	حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے پروں کی کیفیت	653
469	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت' حضرت عبداللہ بن رواحہ کی والدہ کا نام اور بیمار پر نوحہ کرنے کے بجائے اس کی شفاء کی دعا کرنا	654
	باب: ٤٦	

نمبرشار	عنوان	صفحہ
470	نبی ﷺ کا حضرت اسامہ بن زید کو قبیلہ جہینہ کے حُرقات کی طرف بھیجنا	655
471	حضرت اسامہ کے غزوہ کی تاریخ اور جغرافیائی محل وقوع اوران کے قتل کرنے کی توجیہ	655
472	حضرت اسامہ کے ان سات غزوات کی تفصیل جن میں وہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور ان کے پانچ دیگر لشکروں کی تفصیل	657
473	بقیہ لشکروں کی تفصیل	658
	باب:۴۷	
474	فتح مکہ کے غزوہ کا بیان	658
475	الممتحنہ:۱ کا شانِ نزول	660
476	حدیث میں مذکور مسافرہ کا نام اس کا تعارف اور اس تحریر کے متعلق اقوال	660
477	مشکل الفاظ کے معانی	661
478	اس اعتراض کا جواب کہ جب نبی ﷺ نے حضرت حاطب کا عذر قبول فرما لیا تھا تو پھر حضرت عمر نے ان کو منافق کیوں کہا؟	661
479	کیا اصحاب بدر کے مغفور ہونے کا یہ معنی ہے کہ ان کو آئندہ گناہ کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے؟	661
480	حدیث مذکور سے مستنبط کردہ بعض دیگر مسائل	662
	باب:۴۸	
481	فتح مکہ کا غزوہ رمضان میں تھا	662
482	حدیث مذکور سے بعض فقہاء کا رد	664
483	غزوۂ فتح مکہ میں روانہ ہونے والے صحابہ کی تعداد	665
484	غزوۂ حنین کی تاریخ	665
485	ایک برتن میں دودھ اور ایک میں پانی کی تحقیق	665
486	سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا مسئلہ	666
487	حنین کا محل وقوع	666

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:۴۹	
488	نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن جھنڈا کہاں نصب کیا تھا؟	666
489	حضرت ابوسفیان کا قبول اسلام	668
490	بعض مشکل الفاظ کے معانی اور قریش اور حضرت ابوسفیان کی فضیلت	669
491	مکہ جنگ سے فتح ہوا اس پر فقہاء احناف کی دلیل	669
492	مکہ جنگ سے فتح ہوا تھا یا صلح سے اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء	671
493	مکہ کو جنگ سے فتح کرنے کے متعلق احادیث اور مخالفین کی دلیل کا جواب	672
494	نبی ﷺ کو سب وشتم کرنے والے کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	672
495	حضرت خالد بن ولید کا مکہ میں قتال کرنا اور نبی ﷺ کا ابن خطل وغیرہ کے قتل کو مباح قرار دینا	673
496	نبی ﷺ کا قریشِ مکہ کو قتل کرنے کا حکم دینا	674
497	مکہ کے جنگ یا صلح سے فتح ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء اور جمہور کی دلیل پر مخالفین کے اعتراض کا جواب	674
498	''مغفر'' کا معنی ابن خطل کے قاتل کی تعیین اور جس ساعت میں مکہ میں قتال حلال کیا گیا تھا اس ساعت کی مقدار	675
499	''نُصُب'' کے معنی کی تحقیق	676
500	کعبہ سے بتوں کو کس صحابی نے نکالا تھا؟ فال کے تیروں کی تحقیق اور نبی ﷺ کا کعبہ میں نماز پڑھنا	677
	باب:۵۰	
501	نبی ﷺ کا مکہ کی بلند جگہ سے داخل ہونا	678
	باب:۵۱	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
502	فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کی قیام گاہ	679
503	حدیث مذکور کا کتاب الحج کی ایک حدیث سے تعارض کا جواب	679
504	باب:۵۲	680
505	علم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی برتری	681
506	عمرو بن سعید اور حضرت عبداللہ بن الزبیر کا تذکرہ	682
	باب:۵۳	
507	فتح مکہ کے زمانہ میں نبی ﷺ کی مکہ میں قیام کی مدت	683
508	باب:۵۴	684
509	حدیث مذکور کے رجال	684
510	سُنین ابی جمیلہ کا تذکرہ	684
511	حضرت ابوجمیلہ کے صحابی ہونے پر محدثین کی تصریحات	685
512	حضرت عمرو بن سلمہ کی حدیث امام بخاری کی منفرد روایات میں سے ہے	686
513	فرض نماز میں نابالغ کی امامت کے جواز پر امام شافعی اور غیر مقلدین کے دلائل	687
514	فرض نماز میں نابالغ کی امامت کے عدم جواز پر مصنف کے دلائل	687
515	زمعہ کے وارث عبد ہوئے نہ کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور دیگر مسائل	689
516	چوری کرنے والی عورت کا نام نسب اور اس کے دیگر اعزہ	690
517	رسول اللہ ﷺ کا ہر موقع پر اصول کے پرچم کو بلند رکھنا	691
518	بعض مبہم الفاظ اور جملوں کی وضاحت	691
519	آج ہجرت نہ ہونے کا محمل	693
	باب:۵۵	
520	اللہ عزوجل کے درج ذیل ارشاد کی تفسیر	695
521	حنین کے دن جو صحابہ آپ کے پاس ثابت قدم رہے ان کے متعلق روایات	696
522	ہوازن کا اسلام قبول کرنا اور مال واپس لینے کے بجائے اپنے قیدی چھڑا لینا	697
523	حضرت ابن ابی اوفی کا تذکرہ	698
524	حضرت البراء کے جواب کی وضاحت	698
525	ہوازن کے وفد میں کتنے افراد تھے اور نبی ﷺ نے کتنے دن ان کا انتظار کیا تھا؟	701
526	بعض مشکل الفاظ کے معانی	703
	باب:۵۶	
527	غزوۂ اوطاس کا بیان	704
528	حدیث مذکور کے بعض رجال کا تعارف	706
529	حدیث مذکور کے بعض مبہم اسماء کا بیان اور حضرت ابوعامر کے قاتل کی تعیین	706
530	حدیث مذکور کے بعض اہم فوائد	706
	باب:۵۷	
531	غزوۃ الطائف	707
532	مخنث کا معنی نیز عبداللہ بن ابی امیہ غیلان کی بیٹی غیلان اور ھیت کا تذکرہ	707
533	غزوۂ طائف کے احوال اور قلعہ طائف سے محاصرہ اُٹھانے کا بیان	709
534	قلعہ الطائف سے محاصرہ اُٹھانے کی حکمتیں	709
535	ثقیف کے قبول اسلام کی تفصیل	710
536	حدیث مذکور کے بعض رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت ابوبکرہ کا تذکرہ	711
537	جعرانہ کے جغرافیہ کو بیان کرنے میں امام بخاری کا	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تسامح اور آپ ﷺ کے تبرک سے استفادہ کا ثبوت	713
538	حضرت یعلیٰ کی حدیث کا حضرت عائشہ کی حدیث سے تعارض اور اس کے جوابات	714
539	مصنف کی طرف سے اشکال مذکور کا جواب	714
540	"الفیء' مؤلفۃ القلوب' شعار" اور "دثار" کے معانی	716
541	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل	717
542	"الطلقاء" کا معنی	719
543	بعض صحابہ کے مکمل ناموں کا ذکر' جن مؤلفۃ القلوب کو اونٹ دیئے گئے ان اونٹوں کی تعداد اور اس حدیث کے فوائد اور مسائل	720
544	بعض فوائد حدیث	722
	باب:۵۸	
545	اس لشکر کا بیان جو نجد کی طرف روانہ ہوا تھا	722
	باب:۵۹	
546	نبی ﷺ کا حضرت خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف روانہ کرنا	723
547	بنو جذیمہ نے جو "صبانا" کہا تھا اس کو حضرت خالد نے ان کے اسلام کے لیے کافی نہیں سمجھا اور حضرت ابن عمر نے اس کو کافی سمجھا اور نبی ﷺ نے حضرت خالد کے فعل سے براءت ظاہر کی	723
	باب:۶۰	
548	حضرت عبد اللہ بن حذافہ السہمی اور حضرت علقمہ بن مجزر المدلجی کا سریہ	724
549	حضرت عبد اللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزر کا تذکرہ	724
	باب:۶۱	
550	حضرت ابو موسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن کی طرف بھیجنا	725
551	مخلاف کا معنی' مرتدین کے قتل کے متعلق مذاہب فقہاء اور مرتدین کے قتل کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل	726
552	مرتدین کے قتل کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل	727
553	علامہ ابن ملقن کے غیر نشہ آور مشروب میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف کے خلاف دلائل	728
554	علامہ ابن ملقن کے امام ابوحنیفہ کے خلاف دلائل کے جوابات	729
555	آنکھ ٹھنڈی ہونے کا معنی اور ایک اعتراض کا جواب	732
	باب:۶۲	
556	حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہما کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن کی طرف بھیجنا	733
557	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک حدیث اور "التعقیب" کا معنی	733
558	حضرت بریدہ کے حضرت علی سے بغض رکھنے کی وجہ اور نبی ﷺ کا حضرت علی کی فضیلت بیان کرنا	734
559	رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کرنے والے کا نام اس مرد کو قتل نہ کرنے کے متعلق متعدد شارحین کی توجیہات	736
	باب:۶۳	
560	ذی الخلصہ کا غزوہ	738
561	الکعبۃ الشامیہ کہنے کی توجیہ	738
562	حدیث مذکور کے فوائد	740
	باب:۶۴	

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
563	غزوہ ذات السلاسل کا بیان	740
564	اس لشکر میں حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عمر کا حضرت عمرو بن عاص کی اطاعت کرنا اور ان کا فتح یاب ہونا	741
565	حدیث مذکور کے فوائد	742
	باب:٦٥	
566	حضرت جریر کا یمن کی طرف جانا	742
567	ذوکلاع اور ذوعمرو کا تذکرہ اور اس کی توجیہ کہ ذوعمرو کو نبی ﷺ کی وفات کا کیسے علم ہوا؟	743
	باب:٦٦	
568	سیف البحر کے غزوہ کا بیان' اور وہ قریش کے قافلے کی گھات میں تھے اور ان کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے	744
569	حدیث مذکور کی تعلیق اور امام محمد بن سعد کی روایت میں تعارض اور ان میں تطبیق	744
570	العنبر کی تحقیق اور مردہ مچھلی کھانے کے جواز میں احناف کے مذہب کی وضاحت	746
	باب:٦٧	
571	نو ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو حج کرانا	748
	باب:٦٨	
572	بنوتمیم کا وفد	749
573	**باب:٦٩**	749
574	الحجرات:ا کی تفسیر	750
	باب:٧٠	
575	عبدالقیس کے وفد کا بیان	751
576	حدیث مذکور کے حکم کا منسوخ ہونا	752
	باب:٧١	
577	بنوحنیفہ کے وفد اور ثمامہ بن اثال کی حدیث کا بیان	754
578	جس نے یہ کہا کہ ثمامہ کو حضرت عباس نے گرفتار کیا تھا' اس کا قول صحیح نہیں ہے' تمہارے نزدیک کیا ہے؟ اس کا محمل' اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو اس کو قتل کریں گے جس کے ذمے خون ہے' اس کے دو محمل' ثمامہ کا اسلام لانے سے پہلے زیادہ کھانا اور اسلام لانے کے بعد کم کھانا اور دیگر مسائل وفوائد	756
579	مسیلمہ کا تعارف اور مسیلمہ کذاب کے متعلق وعید	758
580	الاسود العنسی کا تذکرہ اور اس کے قتل کے متعلق متعدد روایات	759
	باب:٧٢	
581	الاسود العنسی کا قصہ	761
582	الاسود العنسی کا مفصل تذکرہ	762
	باب:٧٣	
583	اہل نجران کا قصہ	763
584	اہل نجران کے وفد کی تعداد اور ان کا تعارف' مباہلہ کی تعریف اور اس کا حکم اہلِ کتاب سے صلح' حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل	764
585	قصۂ نجران کے فوائد ومسائل	765
	باب:٧٤	
586	عُمان اور البحرین کے قصہ کا بیان	766
	باب:٧٥	
587	اشعریین اور اہلِ یمن کا آنا	767
588	بعض مشکل اور مبہم الفاظ کی وضاحت	769
589	علقمہ کی تحسین اور زید بن حدیر کے متعلق حدیث اور حضرت خباب کے سونے کی انگوٹھی پہننے کی توجیہ	772
	باب:٧٦	
590	دَوس اور طفیل بن عمرو دوسی کا قصہ	773
591	حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے اسلام لانے کا ذکر	773

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۷۷	
592	طیء کا وفد اور حضرت عدی بن حاتم کی حدیث کا بیان	774
593	حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا	775
	باب:۷۸	
594	حجۃ الوداع کا بیان	775
595	حجۃ الوداع کے متعدد اسماء اور ان کی وجوہ	775
596	نبی ﷺ نے حجۃ الوداع سے پہلے کتنے حج کیے اور آپ کس تاریخ کو حج کے لیے روانہ ہوئے؟	776
597	اس حدیث کا باب کے عنوان سے مطابق نہ ہونا	779
598	قصواء کا اور حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ	780
599	حجۃ الوداع کی تعریف، دجال کی متعدد صفات میں تطبیق اور تم میرے بعد کفر میں نہ پلٹ جانا سے کیا مراد ہے؟	781
	باب:۷۹	
600	غزوۂ تبوک کا بیان اور یہی تنگی کا غزوہ ہے	787
601	''سویعہ'' کا معنی اور اس اشکال کا جواب کہ دو مرتبہ قرینین فرمانے سے تو چار اونٹ ہوتے ہیں تو حدیث میں چھ اونٹ کا ذکر کس طرح صحیح ہے؟	790
	باب:۸۰	
602	حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بیان	791
603	مصنف کی طرف سے اشکال مذکور کا جواب	792
604	حدیث مذکور کی تخریج	800
605	توریہ کا معنی، تبوک کے لشکر کی تعداد، نبی ﷺ کا مسجد سے ابتداء کرنا اور بعد میں اپنے گھر جانا، حضرت کعب بن مالک کی قوت ایمانی کہ انہوں نے غسان کی پیش کش ٹھکرا دی، رات کے آخری حصہ میں حضرت کعب کی توبہ کی قبولیت کا نازل ہونا	801
606	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل	803

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۸۱	
607	نبی ﷺ کا مقام الحجر میں اترنا	805
608	علامہ عینی کا امام بخاری پر اعتراض	805
609	حافظ ابن حجر کا اس توجیہ پر تعاقب	805
610	**باب:۸۲**	806
	باب:۸۳	
611	نبی ﷺ کا کسریٰ اور قیصر کی طرف مکتوب	807
612	عظیم البحرین کا نام اور کسریٰ کا قتل کیا جانا	808
613	اصحاب الجمل کا تعارف اور تذکرہ، کسریٰ کی بیٹی کا تعارف اور تذکرہ اور عورت کو حاکم بنانے میں مذاہب	808
614	عورت کو حاکم نہ بنانے کے متعلق مصنف کی تحقیق	809
615	''قوام'' کا معنی	809
616	عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں احادیث	810
617	عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں فقہاء اسلام کی آراء	810
618	ملکہ بلقیس کی حکومت سے استدلال کا جواب	811
619	جنگ جمل کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب	811
620	ثنیۃ الوداع مکہ کے راستے میں ہے یا مدینہ کے راستہ میں؟	812
	باب:۸۴	
621	نبی ﷺ کے مرض اور آپ کی وفات کا بیان	812
622	ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی موت اور کفار کی موت کا فرق	812
623	رسول اللہ ﷺ کی وفات کی تاریخ کی تحقیق	813
624	''ابہر'' کا معنی اور آپ کو زہر کھلانے کی تفصیل	816
625	''اھجر'' کی تحقیق، صحابہ کے اختلاف کی توجیہ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے اس کی متعدد توجیہات' نبی ﷺ نے جو فرمایا تھا: مجھے چھوڑ دو! میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے' اس ارشاد کی تقریرات' نبی ﷺ نے جو تیسری وصیت بیان نہیں کی' اس کے متعلق شارحین کی آراء	817
626	حضرت عائشہ کے اصرار سے حضرت فاطمہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بتایا کہ آپ نے ان سے کیا فرمایا؟	821
627	"بُحة" کا معنی اور نبی ﷺ کو دنیا اور آخرت میں اختیار دینے کے متعلق حدیث	821
628	الرفیق الاعلیٰ کے متعدد محامل	822
629	نبی ﷺ پر سکرات موت کی سختیوں کی توجیہ	826
630	بعض روایات میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کا سر حضرت علی کی گود میں تھا	829
631	رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے کی کیفیت	830
632	"اَلسَّحر" کا معنی اور دو موتوں کا بیان	832
633	انسان کی موت کے بعد اس کو بوسہ دینے کا جواز	833
634	لدود کا معنی اور گھر والوں کے منہ میں دوا ڈالنے کی توجیہ اور آپ کے منع کرنے کا سبب	834
635	گھر والوں نے نمونیا کے وہم کی وجہ سے آپ کے منہ میں دواء ڈالی	834
636	وصیت کے متعلق نفی اور اثبات کے تعارض کا جواب	835
637	نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ کی اپنی اُمت پر شفقت باقی ہے	836
	باب: ۸۵	
638	نبی ﷺ کا آخری کلام	837
639	حضرت علی کے وصی ہونے کے متعلق موضوع روایات	837
	باب: ۸۶	
640	نبی ﷺ کی وفات کا بیان	838
641	نبی ﷺ کی عمر کے متعلق متعدد روایات میں تطبیق	838
642	**باب: ۸۷**	838
	باب: ۸۸	
643	نبی ﷺ کا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے مرضِ وفات میں بھیجنا	839
644	حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والوں کا بیان	840
645	**باب: ۸۹**	840
	باب: ۹۰	
646	نبی ﷺ نے کتنے غزوہ کیے؟	841
647	غزوات اور سرایا کے مجموع کی تعداد	841
648	کتاب المغازی میں احادیث کی تعداد	841
649	کتاب المغازی کی تکمیل	842
	۶۵- کتاب تفسیر القرآن	
☆	**۱- سورة الفاتحة**	843
	باب: ۱	
1	سورۃ الفاتحہ کی تفسیر	843
2	حضرت ابو سعید بن المعلّٰی کا تذکرہ' قرآن مجید کی بعض سورتیں ایک دوسرے سے افضل ہیں یا نہیں' السبع المثانی کا معنی اور دیگر مسائل	845
	باب: ۲	
3	"غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کی تفسیر	846
4	"مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" اور "ضَآلِّيْنَ" کے مصادیق اور غضب کا معنی	847
☆	**۲- سورة البقرة**	847
	باب: ۱	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	اللہ عزوجل کے ارشاد "وعلم ادم الاسمآء کلها" (البقرہ:۳۱) کی تفسیر	848
2	حضرت آدم علیہ السلام کو کن چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ نے سکھائے، حضرت نوح علیہ السلام کے پہلے رسول ہونے کی توجیہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس کو قتل کیا تھا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کی توجیہ	850
3	میدانِ حشر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور وجاہت	851
4	باب:۲	851
	باب:۳	
5	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو تم اللہ کے لیے شرکاء نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو (البقرہ:۲۲) کی تفسیر	854
6	"نِدّ" اور "حلیلہ" کا معنی	856
	باب:۴	
7	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے تم پر المن اور السلویٰ نازل کیا' ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ٥ (البقرہ:۵۷) کی تفسیر	857
8	المن اور السلویٰ کے معنی اور "الکماۃ" کا معنی اور اس کے فوائد	857
9	اس بستی کے مختلف اسماء اور "حِطَّۃٌ" کا معنی	858
	باب:۵	
10	اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تفسیر	859
	باب:۶	
11	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو شخص جبریل کا دشمن ہے (البقرہ:۹۷) کی تفسیر	859
12	"یخترف" اور "ینزع الولد" کا معنی	860
	باب:۷	
13	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اس کو مؤخر کر دیتے ہیں (البقرہ:۱۰۶) کی تفسیر	861
14	نسخ کے دو معنی	861
15	نسخ اور بداء کا فرق	862
16	نسخ اور تخصیص کا فرق	863
	باب:۸	
17	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے' وہ اس سے پاک ہے (البقرہ:۱۱۶) کی تفسیر	864
18	ابن آدم کا اللہ کو گالی دینے کا معنی	865
	باب:۹	
19	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو (البقرہ:۱۲۵) کی تفسیر	865
20	مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کی مناسبت	866
	باب:۱۰	
21	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے تو وہ دعا کر رہے تھے: اے ہمارے رب! ہماری طرف سے اس کو قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے ٥ (البقرہ:۱۲۷) کی تفسیر	867
	باب:۱۱	
22	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا (البقرہ:۱۳۶) کی تفسیر	867
23	جمہور کے نزدیک جب دلائل متعارض ہوں تو توقف کرے اور اس مسئلہ میں مصنف کی تحقیق	868

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۲	
24	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: عنقریب جہلاء لوگوں سے کہیں گے: ان مسلمانوں کو اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے؟ آپ کہیے: مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملکیت ہیں وہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے O (البقرہ:۱۴۲) کی تفسیر	869
	باب:۱۳	
25	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں (البقرہ: ۱۴۳) کی تفسیر	870
26	اُمتِ محمدیہ نبی ﷺ سے سن کر گواہی دے گی اور ''وسط'' کا معنی	870
27	حدیث مذکور سے شیخ سلیم اللہ کا حاضر و ناظر کی نفی پر غلط استدلال	871
28	مصنف کی شیخ سلیم اللہ خان کی عبارت میں دو غلطیوں کی نشاندہی	871
29	رسول اللہ ﷺ کو قیامت تک کے احوالِ اُمت کا علم عطاء فرمانا	871
	باب:۱۴	
30	اللہ کے ارشاد: (اے رسول!) جس قبلہ پر آپ پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لیے قبلہ بنایا تھا تا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور اس کو اس سے ممتاز کر دیں جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا ہے اور بے شک جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے ان کے سوا سب پر یہ (قبلہ کا بدلنا) بھاری ہے اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے' بے شک اللہ لوگوں پر بہت مہربان ہے' بے حد رحم فرمانے والا ہے O (البقرہ:۱۴۳) کی تفسیر	873
	باب:۱۵	
31	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں' سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں' پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیر لو' اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں' اللہ اس سے غافل نہیں ہے O (البقرہ:۱۴۴) کی تفسیر	874
32	حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	875
	باب:۱۶	
33	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر آپ اہلِ کتاب کے پاس ہر قسم کا معجزہ بھی لے کر آئیں' پھر بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے (یہ آیت اس کے بعد یہاں تک ہے) تو بے شک آپ ضرور ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے O (البقرہ: ۱۴۵) کی تفسیر	875
	باب:۱۷	
34	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں' اور ان میں سے ایک فریق یقیناً جان بوجھ کر حق چھپاتا ہے (اس کے بعد آیت یہاں تک ہے:) تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا O (البقرہ:۱۴۷۔۱۴۶) کی تفسیر	876
	باب:۱۸	
35	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہر ایک کے لیے ایک سمت	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	ہے جس کی طرف وہ (نماز میں) منہ کرتا ہے سوتم نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکلو تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم سب کو لے آئے گا بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے○ (البقرہ:۱۴۸) کی تفسیر	876
	باب:۱۹	
36	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور بے شک یہ (تحویل قبلہ) آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے○ (البقرہ:۱۴۹) کی تفسیر	877
	باب:۲۰	
37	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور تاکہ تم ہدایت پا جاؤ (البقرہ:۱۵۰) کی تفسیر	877
	باب:۲۱	
38	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور بے شک جس نے خوشی سے کوئی (نفلی) نیکی کی تو بے شک اللہ جزاء دینے والا خوب جاننے والا ہے○ (البقرہ:۱۵۸) کی تفسیر	878
39	صفا اور مروہ پر رکھے ہوئے پتھروں کا تذکرہ اور قدید کا معنی	879
	باب:۲۲	
40	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بعض لوگ اللہ کے غیر کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں (البقرہ:۱۶۵) کی تفسیر	880

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۳	
41	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلہ آزاد اور یہ آیت: دردناک عذاب تک ہے○ (البقرہ:۱۷۸) کی تفسیر	880
42	زمانہ جاہلیت میں قصاص لینے کا طریقہ	881
43	آزاد سے غلام کا قصاص لینے کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے دلائل	881
44	مسلمان سے ذمی کا قصاص لینے کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل	881
45	تورات میں وجوب قصاص کا حکم اور انجیل میں قصاص معاف کرنے کا حکم	881
46	حضرت انس بن النضر کے قصاص کا انکار کرنے کی توجیہ	881
	باب:۲۴	
47	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے رکھنا فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ○ (البقرہ:۱۸۳) کی تفسیر	884
48	حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	885
	باب:۲۵	
49	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: معدودے چند دنوں میں سو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر (اور روزے نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں عدد (پورا کرنا لازم ہے) اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزہ کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے پھر جو خوشی سے فدیہ کی مقدار بڑھا کر زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے اور اگر تمہیں علم ہو تو	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے O (البقرہ: ۱۸۴) کی تفسیر	885
50	جس مرض میں روزہ چھوڑنا جائز ہے' اس مرض کی حد میں فقہاء کے مختلف اقوال ''یُطِیْقُوْنَہٗ'' اور ''یُطَوَّقُوْنَہٗ'' کا محمل	886
	باب:۲۶	
51	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو' وہ ضرور اس ماہ کر روزے رکھے (البقرہ:۱۸۵) کی تفسیر	888
	باب:۲۷	
52	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا' وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو' اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا' سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو (البقرہ:۱۸۷) کی تفسیر	889
	باب:۲۸	
53	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو' یہ آیت یہاں تک ہے..... تا کہ وہ متقی بن جائیں O (البقرہ:۱۸۷) کی تفسیر	890
	باب:۲۹	
54	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو' لیکن (حقیقت میں) نیکی اس شخص کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو' اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیابی حاصل کرو O (البقرہ: ۱۸۹) کی تفسیر	891
	باب:۳۰	
55	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے اور اللہ ہی کا دین رہ جائے' پھر اگر وہ (شرک سے) باز آ جائیں تو صرف ظالموں کو ہی سزا دی جائے O (البقرہ:۱۹۳) کی تفسیر	892
	باب:۳۱	
56	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے O (البقرہ: ۱۹۵) کی تفسیر	893
57	''تھلکہ'' کی تفسیر کے متعلق روایات	894
	باب:۳۲	
58	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو (البقرہ:۱۹۶) کی تفسیر	895
59	روزہ میں سر کی تکلیف اور مرض کا حل	895
	باب:۳۳	
60	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ کو ملائے (البقرہ:۱۹۶) کی تفسیر	896
	باب:۳۴	
61	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (حج کے دوران) اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	نہیں ہے (البقرہ:۱۹۸) کی تفسیر	996
	باب:۳۵	
62	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں (البقرہ:۱۹۹) کی تفسیر	897
63	قریش کے مزدلفہ میں وقوف کرنے کی وجہ اور حُمس کی وجہ تسمیہ	897
64	وقوفِ عرفہ میں عصر کے وقت سے ابتداء کی توجیہ	898
	باب:۳۶	
65	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطاء فرما اور آخرت میں (بھی) اچھائی عطاء فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچاO (البقرہ:۲۰۱) کی تفسیر	899
66	صرف دنیا کی اچھائی کی دعا کرنے کی مذمت اور دنیا و آخرت دونوں کی اچھائی کی دعا کرنے کی تحسین	899
	باب:۳۷	
67	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہےO (البقرہ:۲۰۴) کی تفسیر	899
68	''الد الخصام'' کا معنی اور اس کا مصداق	900
	باب:۳۸	
69	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی تک تم پر ایسی آزمائشیں نہیں آئیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں ان پر آفتیں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ (اس قدر) جھنجھوڑ دیئے گئے کہ (اس وقت کے) رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! بے شک اللہ کی مدد عنقریب آئے گیO (البقرہ:۲۱۴) کی تفسیر	900
70	پچھلی اُمتوں پر آنے والے مصائب	901
71	''وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا'' کی توجیہات	902
	باب:۳۹	
72	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہاری عورتیں تمہارے (بیج ڈالنے کے لیے) کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہے آؤ اور اپنے لیے نیک عمل بھیجتے رہو (البقرہ:۲۲۳) کی تفسیر	903
73	عورتوں کی کھیتیوں کے ساتھ تشبیہ کی توجیہ	903
74	عورت کی دُبر میں دخول کی ممانعت	904
	باب:۴۰	
75	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (پہلے خاوند کے) ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو (البقرہ:۲۳۲) کی تفسیر	905
76	فقہاء شافعیہ کا اس پر استدلال کہ عورت کے نکاح کا حق اس کے ولی کو ہے نہ کہ خود اس عورت کو	906
77	فقہاء شافعیہ کے استدلال کا جواب	906
	باب:۴۱	
78	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں (اور یہ آیت یہاں تک ہے:) تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہےO (البقرہ:۲۳۴) کی تفسیر	907
79	چار مہینہ دس دن عدت مقرر کرنے کی توجیہ	907
80	منسوخ آیت کو قرآن مجید میں برقرار رکھنے کے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	فوائد	908
	باب: ۴۲	
81	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمام نمازوں کی پابندی کرو (خصوصاً) درمیانی نماز کی (البقرہ: ۲۳۸) کی تفسیر	911
82	اس کے متعلق احادیث کہ صلوٰۃ وسطیٰ صلوٰۃ عصر ہے	912
83	صلوٰۃ وسطیٰ کے مصداق کے متعلق بیس اقوال	912
	باب: ۴۳	
84	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو○ (البقرہ: ۲۳۸) کی تفسیر	914
	باب: ۴۴	
85	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس اگر تم حالت خوف میں ہو تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر (نماز پڑھ لو)' پھر جب خوف جاتا رہے تو پھر اسی طرح اللہ کا ذکر کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے جس کو تم نہیں جانتے تھے○ (البقرہ: ۲۳۹) کی تفسیر	915
86	قرآن مجید کے مشکل الفاظ کے معانی	915
87	مذکور الصدر مشکل الفاظ کی تفسیر	916
88	نمازِ خوف کی مشروعیت کی تاریخ	918
	باب: ۴۵	
89	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں (البقرہ: ۲۴۰) کی تفسیر	918
	باب: ۴۶	
90	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ (البقرہ: ۲۶۰) کی تفسیر	919
91	رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی توجیہ کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں	920
	باب: ۴۷	
92	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو (اور یہ آیت یہاں تک ہے:) تا کہ تم غور وفکر کرو○ (البقرہ: ۲۶۶) کی تفسیر	920
93	قرآن مجید میں بیان کی ہوئی مثال کا مصداق	921
	باب: ۴۸	
94	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے (البقرہ: ۲۷۳) کی تفسیر	921
95	اصحابِ صفہ کا تذکرہ اور ان کی خودداری اور سوال نہ کرنے کا بیان	922
96	اصحابِ صفہ کے برعکس ہمارے دور کے مسلمانوں کا طرزِ عمل	922
	باب: ۴۹	
97	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے (البقرہ: ۲۷۵) کی تفسیر	923
98	سود کی آیات کا اس سے پہلی آیات کے ساتھ ربط	923
99	سود کو بیع پر قیاس کرنے کے باطل ہونے کی توجیہ	923
	باب: ۵۰	
100	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ سود کو مٹاتا ہے (البقرہ: ۲۷۶) یعنی اسے لے جاتا ہے' کی تفسیر	924
	باب: ۵۱	
101	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو (البقرہ: ۲۷۹) کی تفسیر	925
	باب: ۵۲	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
102	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو○ (البقرہ: ۲۸۰) کی تفسیر	925
	باب: ۵۳	
103	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے (البقرہ: ۲۸۱) کی تفسیر	926
104	قرآن مجید میں نازل ہونے والی آخری آیت کے متعلق متعدد اقوال	926
	باب: ۵۴	
105	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا' سو جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○ (البقرہ: ۲۸۴) کی تفسیر	927
106	البقرہ: ۲۸۴ کے منسوخ ہونے کی تحقیق	927
	باب: ۵۵	
107	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (ہمارے) رسول اس (کلام) پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا (البقرہ: ۲۸۵) کی تفسیر	928
108	تعلیق مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	928
☆	۳- سورۃ آل عمران	929
	باب: ۱	
1	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اس میں بعض آیات محکمات ہیں (آل عمران: ۷) کی تفسیر	933
2	آیات محکمات اور متشابہات کی تحقیق	934
3	محکم اور متشابہ کی دیگر تعریفات	934
4	اسلام میں جو بدعت سب سے پہلے نکلی وہ خوارج ہیں	936
	باب: ۲	
5	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں○ (آل عمران: ۳۶) کی تفسیر	936
6	حدیث مذکور پر زمخشری کا یہ اعتراض کہ اگر شیطان نومولود کو انگلی چھونے پر قادر ہوتا تو تمام دنیا کے لوگوں کو ضرر پہنچاتا اور اس کے جوابات	936
	باب: ۳	
7	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے (آل عمران: ۷۷) کی تفسیر	937
8	''یمین الصبر'' کا معنی	938
9	آیت مذکورہ کے شانِ نزول کے متعلق ایک اور روایت	939
10	خصوصیت سبب کے مقابلے میں عموم آیت کا اعتبار ہوتا ہے	939
	باب: ۴	
11	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے' (وہ یہ کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں (آل عمران: ۶۴) کی تفسیر	940
12	حسب اور نسب کا معنی' اس کی توجیہ کہ بعض قریش اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے' کتنی جنگوں میں مسلمان غالب رہے اور کتنی جنگوں میں قریش	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	غالب رہے؟ رسول اپنے بلند مرتبہ کے باوجود اللہ کا بندہ کہلانے میں عار نہیں سمجھتے	944
	باب:۵	
13	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کر سکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو (یہ آیت یہاں تک ہے:) اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے○ (آل عمران:۹۲) کی تفسیر	945
	باب:٦	
14	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر اس کی تلاوت کرو○ (آل عمران: ۹۳) کی تفسیر	947
15	جس یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا تھا' آیا وہ ذمی تھے یا حربی اور دیگر مسائل	948
16	اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	948
	باب:۷	
17	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو اُمتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں' تم ان سب میں بہترین اُمت ہو○ (آل عمران:۱۱۰) کی تفسیر	949
18	آیت مذکورہ کے متعدد شانِ نزول	949
	باب:۸	
19	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب تم میں سے دو گروہ بزدلی پر تیار ہو گئے (آل عمران:۱۲۲) کی تفسیر	949
	باب:۹	
20	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں (آل عمران:۱۲۸) کی تفسیر	950
21	حدیث مذکور کی دیگر روایات	951
22	فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ	952
23	الولید بن ولید' سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کا تذکرہ	952
24	مصنف کی طرف سے "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ" کی توجیہات' آپ کو کفار پر لعنت کرنے سے منع کرنا آپ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے	952
25	بعض کافروں پر لعنت کرنا اور دعاءِ ضرر کرنا آپ کی رحمت کے خلاف نہیں	953
26	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اور شیخ محمد داؤد راز غیر مقلد کی بارگاہ رسالت میں بے ادبی	953
	باب:۱۰	
27	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں کھڑے ہوئے تم کو بلا رہے تھے (آل عمران: ۱۵۳) کی تفسیر	954
28	انصاری صحابہ کا نبی ﷺ پر فدا ہونا	955
	باب:۱۱	
29	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم پر سکون نازل کیا گیا یعنی اونگھ (آل عمران:۱۵۴) کی تفسیر	956
	باب:۱۲	
30	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جن لوگوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا' ان میں سے نیکی کرنے والوں اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے بڑا اجر ہے○ (آل عمران: ۱۷۲) کی تفسیر	956
31	آل عمران:۱۷۲ کے متعدد شانِ نزول	956
	باب:۱۳	
32	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ان لوگوں میں سے بعض لوگوں نے کہا تھا کہ تمہارے مقابلہ کے لیے بہت بڑا لشکر	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	جمع ہو چکا ہے۔(آل عمران:۱۷۳) کی تفسیر	957
	باب:۱۴	
33	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دی ہیں وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ وہ ان کے حق میں بہت برا ہے عنقریب انہیں طوق پہنایا جائے گا (آل عمران:۱۸۰) کی تفسیر	958
	باب:۱۵	
34	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور مشرکوں سے ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے (آل عمران: ۱۸۶) کی تفسیر	960
35	آیت مذکورہ کے متعدد شانِ نزول	960
36	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	962
	باب:۱۶	
37	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ان کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں (آل عمران:۱۸۸) کی تفسیر	963
38	آیتِ مذکورہ کے متعدد شانِ نزول	964
	باب:۱۷	
39	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں O (البقرہ: ۱۹۰) کی تفسیر	965
40	آل عمران:۱۹۰ کے متعدد شانِ نزول	965
	باب:۱۸	
41	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو لوگ کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کروٹ کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں (آل عمران:۱۹۱) کی تفسیر	967
	باب:۱۹	
42	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں داخل کر دیا سو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے O (آل عمران:۱۹۲) کی تفسیر	968
	باب:۲۰	
43	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو ایمان کی نداء کرتے ہوئے سنا (آل عمران:۱۹۳) کی تفسیر	969
☆	**۴- سورۃ النسآء**	970
1	سورۃ النساء کا تعارف	970
	باب:۱	
2	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے (النساء:۳) کی تفسیر	972
3	النساء:۳ کے متعدد شانِ نزول	973
4	صرف چار عورتوں سے نکاح کی اجازت کی توجیہ یتیم کا معنی اور عورتوں کو ''مــا'' سے تعبیر کرنے پر اعتراض کا جواب	974
	باب:۲	
5	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو حاجت مند ہو وہ دستور کے موافق کھا لے پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا O (النساء:۶) کی تفسیر	976
6	وقتِ ضرورت یتیم کے مال سے اس کے ولی کے کھانے کے جواز میں اختلاف فقہاء اور دیگر مسائل	976
	باب:۳	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
7	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) قرابت دار، یتیم اور مسکین (بھی) موجود ہوں (النساء:۸) کی تفسیر	978
8	میت کے ترکہ سے اس کے غریب رشتہ داروں کو بہ طور صلہ رحمی دینا آیا واجب ہے یا مستحب؟	979
	باب:۴	
9	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے (النساء:۱۱) کی تفسیر	979
10	النساء:۱۱ کی تفسیر میں متعدد شانِ نزول	980
	باب:۵	
11	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لیے آدھا حصہ ہے (النساء:۱۲) کی تفسیر	981
	باب:۶	
12	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ تم ان کو اس لیے روکو کہ تم ان کو دیے ہوئے (مہر) میں سے کچھ لے لو (النساء:۱۹) کی تفسیر	981
13	فاحشۂ مبینہ کی تفسیر میں صحابہ اور فقہاء تابعین کا اختلاف	981
	باب:۷	
14	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں اولاد اور قرابت دار (النساء:۳۳) کی تفسیر	983
15	لفظ مولیٰ کے متعدد معانی	984
16	دوستوں اور حلیفوں کے متعلق وراثت کے حکم کا منسوخ ہونا اور ان کے متعلق وصیت کرنے کے جواز کو باقی رکھنا	985
	باب:۸	
17	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا (النساء:۴۰) کی تفسیر	986
18	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق مذاہب اور دیگر مسائل	988
	باب:۹	
19	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو اس وقت کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسول مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ○ (النساء:۴۱) کی تفسیر	989
20	حضرت عبداللہ بن مسعود کی فضیلت اور دوسروں سے قرآن سننے کی حکمت اور آپ کے رونے کی وجوہ	991
	باب:۱۰	
21	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کر کے آئے ○ (النساء:۴۳) کی تفسیر	992
22	امام بخاری کی تعلیقات کے ماخذ	992
23	النساء:۴۳ کی تفسیر اور مشکل الفاظ کے معانی	993
24	الطاغوت اور کاہن کا معنی	993
25	آیا قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ کا وقوع ہے یا نہیں؟	994
	باب:۱۱	
26	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبان امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) (النساء:۵۹) کی تفسیر	995

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
27	اولوالامر کی تعریف اور مصداق میں مختلف اقوال	995
28	مختلف فیہ معاملات کو کتاب اور سنت کی طرف راجع کرنا ضروری ہے	996
	باب:۱۲	
29	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو (اے رسول مکرم!) یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں (النساء:۶۵) کی تفسیر	997
30	حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی	997
	باب:۱۳	
31	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء ہیں (النساء:۶۹) کی تفسیر	998
32	النساء:۶۵ کے شانِ نزول میں متعدد روایات	998
	باب:۱۴	
33	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے' (یہ آیت یہاں تک ہے:) جس کے رہنے والے ظالم ہیں (النساء:۷۵) کی تفسیر	999
34	النساء:۷۵ کی تفسیر کے متعلق متعدد روایات	999
35	مسلمانوں کو کفار مکہ سے لڑنے کی ترغیب دینا	999
36	حضرت ابن عباس کی ماں اور ان کے والد حضرت عباس کا تذکرہ	1000
37	ان لوگوں کا بیان جو نہ مسلمانوں کے موافق تھے اور نہ مخالف لیکن مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے ان کے دل تنگ ہوتے تھے	1001
	باب:۱۵	
38	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقوں کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں حالانکہ اللہ نے ان (منافقوں) کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اوندھا کر دیا ہے (النساء:۸۸) کی تفسیر	1002
39	النساء:۸۸ کے شانِ نزول میں متعدد روایات	1003
40	آیت مذکورہ میں مذکورہ منافقین کے مصداق کے متعلق مختلف روایات	1004
	باب:۱۶	
41	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی تو یہ اس کو پھیلا دیتے ہیں یعنی اس خبر کو افشاء کر دیتے ہیں (النساء:۸۳) کی تفسیر	1004
42	النساء:۸۳ کی تفسیر کا خلاصہ	1004
	باب:۱۷	
43	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے (النساء:۹۳) کی تفسیر	1006
44	آیا مؤمن کو قتل کرنے کی سزا دوزخ میں دائمی اور ابدی سزا ہے یا نہیں' اس کی تحقیق	1006
	باب:۱۸	
45	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے (النساء:۹۴) کی تفسیر	1010
46	النساء:۹۴ کے شانِ نزول کے متعلق متعدد روایات	1011
47	حدیث مذکور سے مستنبط بعض فوائد اور مسائل	1012
	باب:۱۹	
48	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بلاعذر اور بلاضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں (النساء:۹۵) کی تفسیر	1012
49	مروان بن الحکم کے صحابی نہ ہونے کی تحقیق	1013

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
50	صاحبانِ ضرر میں حضرت ابن اُم مکتوم کے علاوہ حضرت ابن جحش کا تذکرہ	1015
51	حدیث مذکور کے فوائد	1015
	باب: ۲۰	
52	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے (النساء:۹۷) کی تفسیر	1016
53	ابو الاسود کو اہل مدینہ کے لشکر میں شامل ہونے سے منع کرنے کی توجیہ	1016
54	النساء:۹۷ کے شانِ نزول کے متعلق متعدد روایات	1017
55	آیت مذکورہ سے مستنبط مسائل اور فوائد	1018
	باب: ۲۱	
56	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: مگر جو (واقعی) کمزور ہوں مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے جو کسی خفیہ تدبیر پر قدرت نہ رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوںo (النساء:۹۸) کی تفسیر	1019
	باب: ۲۲	
57	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ عنقریب اُن سے درگزر فرمائے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت بخشنے والا ہےo (النساء:۹۹) کی تفسیر	1019
58	جو مسلمان واقعی کمزور ہیں اُن کا مصداق	1019
59	علامہ ابن الملقن کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے نماز میں غیر قرآنی دعاؤں کو ناجائز کہا ہے	1020
60	مصنف کی طرف سے علامہ ابن الملقن کے اعتراض کا جواب	1020
	باب: ۲۳	
61	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو (النساء:۱۰۲) کی تفسیر	1020
62	نمازوں میں ہتھیار اتار کر رکھنے کی توجیہ	1020
	باب: ۲۴	
63	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں (النساء:۱۲۷) کی تفسیر	1021
64	فتویٰ کا معنی	1022
	باب: ۲۵	
65	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو (النساء:۱۲۸) کی تفسیر	1023
66	مفسرین کے حوالوں سے تعلیقات کے معانی اور حدیث مذکور کی شرح	1023
67	امام بخاری کی تعلیقات اور حدیث مذکور سے مصنف کا استنباط اور استخراجِ مسائل عورت کا اپنے بعض حقوق کو ساقط کر کے مرد سے صلح کر لینا	1025
68	صلح کرنے کے لیے اپنے بعض حقوق کو چھوڑنا	1026
69	دلی محبت میں بیویوں کے درمیان عدل کرنا ممکن نہیں	1026
70	بیویوں میں عدل نہ کرنے والوں کی سزا	1027
	باب: ۲۶	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
71	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے (النساء:۱۴۵) کی تفسیر	1027
72	تعلیق مذکور کی شرح	1027
73	حدیث مذکور کا خلاصہ	1029
74	خاتمہ	1029
75	منافقین کے متعلق دیگر احادیث اور ان کے مطالب	1029
76	نفاق کے عذاب سے نجات کی چار شرطیں	1030
	باب:۲۷	
77	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسولِ معظم!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی (نازل) فرمائی (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی (نازل) فرمائیo (النساء:۱۶۳) کی تفسیر	1030
78	قرآن مجید کو یک بارگی نازل نہ کرنے کی حکمتیں	1032
79	نبی ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت کی تحقیق	1033
80	حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص کی توجیہ	1033
	باب:۲۸	
81	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے' جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہوگا' اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو (النساء:۱۷۶) کی تفسیر	1034
82	کلالہ کی تفسیر میں متعدد روایات	1035
83	کلالہ کا لغوی معنی	1036
84	کلالہ کا شرعی معنی	1037
85	کلالہ کی وراثت کے چار احوال	1037
86	آخری سورت اور آخری آیت کی تحقیق	1038
☆	**۵- سورۃ المائدہ**	1038
	باب:۰۰۰	
1	سورۂ مائدہ میں مذکور الفاظ کی تفسیر	1039
2	تعلیقات مذکورہ کی تفصیل اور شرح	1040
	باب:۱	
3	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا (المائدہ:۳) کی تفسیر	1043
4	المائدہ:۳ کی تفسیر' دینِ اسلام کے ذریعہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا نزول	1043
5	حضرت عمر سے سوال تو صرف ایک یہودی نے کیا تھا تو اس حدیث میں جمع کا صیغہ لانے کی توجیہ	1044
6	بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی منانے پر ایک اعتراض کا جواب	1044
	باب:۲	
7	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس تم پانی کو نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو (المائدہ:۶) کی تفسیر	1045
8	جماع کے لفظ کو صراحۃً ذکر کرنے کے بجائے اس کو کنایہ سے تعبیر کیا جائے	1045
9	البیداء کا معنی	1047
	باب:۳	
10	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے موسیٰ!) سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) لڑیں' بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گےo (المائدہ:۲۴) کی تفسیر	1047
11	جس قوم سے بنی اسرائیل نے لڑنے سے انکار کر دیا تھا' اس کا بیان	1047
	باب:۴	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
12	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں' ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے' یہاں تک پڑھیں: یا ان کو شہر بدر کر دیا جائے (المائدہ:۳۳) کی تفسیر	1048
13	محارب کی تعریف' المائدہ:۳۳ کا شانِ نزول اور حدیث مذکور سے مستنبط مسائل	1050
	باب:۵	
14	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور زخموں میں بدلہ ہے (المائدہ:۴۵) کی تفسیر	1051
	باب:۶	
15	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے رسول! آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے (المائدہ:۶۷) کی تفسیر	1051
16	المائدہ:۶۷ کے متعدد شانِ نزول	1052
	باب:۷	
17	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا (المائدہ:۸۹) کی تفسیر	1052
18	باب کی حدیث کی مؤید دیگر روایات	1053
19	لغو کام کا معنی اور قسم کا کفارہ	1053
	باب:۸	
20	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے (المائدہ:۸۷) کی تفسیر	1054
21	متعہ کی تحریم پر اجماع ہے	1054
	باب:۹	
22	اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمایا: شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں' شیطانی کاموں میں سے ہیں (المائدہ:۹۰) کی تفسیر	1054
23	تعلیقاتِ مذکورہ کے معانی	1055
24	مدینہ میں پانچ قسم کی شرابیں اور ان میں تعارض کا جواب	1056
25	''قلال'' کا معنی' خبر واحد پر عمل کرنے کا جواز' علامہ ابن ملقن کا امام ابوحنیفہ پر رد اور مصنف کا جواب	1056
	باب:۱۰	
26	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں' اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں' (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہےo (المائدہ:۹۳) کی تفسیر	1057
	باب:۱۱	
27	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں (المائدہ:۱۰۱) کی تفسیر	1058
28	''الخنین'' کا معنی	1059
29	اس آیت کے دیگر شانِ نزول اور اس کا نام جس نے اپنے باپ کے متعلق سوال کیا تھا	1060
	باب:۱۲	
30	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ نے (جانوروں میں) کوئی بحیرہ نہیں بنایا اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی (المائدہ:۱۰۳) کی تفسیر	1060
31	تعلیق مذکور کا معنی	1061
32	بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حامی کی تعریفات	1062

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۳				
33	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور میں ان پر اسی وقت نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے O (المائدہ:۱۱۷) کی تفسیر	1063			
	باب:۱٤				
34	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں' (یہ آیت یہاں تک ہے:) تو تُو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O (المائدہ:۱۱۸) کی تفسیر	1064			
35	المائدہ:۱۱۸ کا معنی	1064			
36	نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری جلد ہفتم کی تکمیل	1064			
37	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد سابع (۷) کی ڈائری	1066			
☆	ماخذ و مراجع	1067			

خطبة الكتاب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین' الّذی جعلنا من المسلمین' ووصفنا بخیر امّة من الامم الماضین' وانعم علینا بتنزیل القرآن الکریم وهدانا به الی الصراط المستقیم. والصلٰوة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغرالمحجلین' الذی شرح الفرقان باحادیثه وبیانه القویم' وکشف عن اسراره وغوامضه لهدایة الناس اجمعین' وانقذنا بحسن سیرته من الظلمات والضلال المبین. وعلی اله الطیبین واصحابه الطاهرین الذین قاموا باشاعة الدین المتین مع کمال الخلوص والجهد العظیم' وعلی ازواجه الطاهرات امهات المومنین' وعلی جمیع الائمة التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین.

وبعد فیقوَل العبد الفقیر الی مولاه القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربه السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیه نعمة الباری) توکلا علی رحمة اللّٰہ وفضله العمیم. ولا یکون تحریره وتقریره وتکمیله الا نعمته العظمٰی. فلذا سمیته بنعمة الباری فی شرح صحیح البخاری. (تقبله اللّٰہ بلطفه وتغمدنی بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا اللّٰہ وحده لا شریك له واشهد ان سیدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ باللّٰہ من شرور نفسی ومن سیئات اعمالی. من یهده اللّٰہ فلا مضل له ومن یضلل' فلا هادی له. اللهم ارنی الحق حقًا وارزقنی اتباعه. اللهم ارنی الباطل باطلًا وارزقنی اجتنابه. اللهم اجعلنی فی تصنیف هذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدین. اللهم اجعله خالصا لوجهك الکریم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحیم واجعله شائعًا ومستفیضًا ومفیضًا مرغوبًا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعله لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقة جاریة الی یوم القیامة وارزقنی زیارة النبی الکریم ﷺ فی الدنیا وشفاعته فی الاخرة واحینی علی الاسلام بالسلامة وامتنی علی الایمان بالکرامة. اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك علی وابوء لك بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمین یا رب العالمین بجاه سید المرسلین ﷺ.

Marfat.com

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قُویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جوابِ شکوہ

ضبط کرتا ہوں تو ہر زخم لہو دیتا ہے شکوہ کرتا ہوں تو اندیشہ رسوائی ہے

آج 15 جون 2012ء کو ادارۂ ضیاء القرآن کی شائع کردہ نعمۃ الباری جلد ہشتم میری نظر سے گزری' میری طرف سے اور فرید بک سٹال کی جانب سے ادارہ ضیاء القرآن کے جملہ اراکین اور کتاب کے مصنف محترم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی خدمت میں بہت بہت مبارک باد۔علامہ سعیدی صاحب کی جانب سے صحیح البخاری (مطبوعہ دارالفکر' بیروت) اور فرید بک سٹال کی نعمۃ الباری (پنجم) ضیاء القرآن کو بھیجی گئی' اور ہدایت کی گئی کہ جلد ہشتم کے اسلوب اور معیار کے انداز کو فرید بک سٹال کی شائع شدہ کتاب کے مطابق تیار کیا جائے۔

اس بات کا فیصلہ محتشم قارئین ہی فرمائیں گے کہ کیا جلد ہشتم کا معیا سابقہ مجلدات کے مطابق ہے یا نہیں؟

میں آلِ رسول ہوں اور سید گیلانی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں' میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی ایسی بات کروں جو علامہ سعیدی صاحب کے لیے تکلیف دِہ' اُن کے مزاج کے خلاف ہو اور ان کی دل آزاری کا سبب بنے بل کہ آج بھی میں علامہ سعیدی صاحب کے لیے سچے دل سے دعا گو ہوں اور خصوصاً اُن کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں' اُن کی دل و جان سے عزت و احترام کرتا ہوں' تمام دورانیہ میں' میں نے اس بات کو ملحوظ رکھا اور آگے بھی رکھنے کی کوشش کروں گا۔

نعمۃ الباری جلد ہشتم ص نمبر 49 سے 56 پر موجود عنوانات (گزارش احوال واقعی' اور فرید بک سٹال سے واپسی کے سفر......) کو میں نے بہ غور پڑھا' او رمثبت پہلو سے سمجھنے کی کوشش کی ہے' علامہ سعیدی صاحب کو چاہیے تھا کہ آپ ہرگز ایسی تحریر نہ لکھتے۔میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ علامہ سعیدی صاحب مدظلہ العالی کی کسی تحریر کا جواب لکھوں' لیکن میرے بزرگوں اور احباب کا اصرار ہے کہ بہ طور جوابِ شکوہ مختصر اور جامع جواب لکھا جائے' لہٰذا میرے محترم المقام علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کو اگر میری کوئی بات ناگوار گزرے تو درگزر فرمایئے گا کیوں کہ میں بالکل حقیقت پر مبنی بات لکھوں گا اور ایسے کوئی الفاظ اس تحریر میں شامل نہیں کروں گا جو حقائق کے خلاف اور تعصب وعناد پر مبنی ہوں۔

میرے ساتھ کیا بیتی !!!

میرے اندازے کے مطابق تقریباً 20 سال سے میرے علامہ سعیدی صاحب کے ساتھ سے خوش گوار تعلقات ہیں۔
7 فروری 2012ء کو میں نے سعیدی صاحب سے موبائل فون پر سات یا آٹھ مرتبہ رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ مسلسل میری کالیں کاٹتے رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔اس کے فوراً بعد میں نے مفتی محمد اسماعیل نورانی صاحب سے رابطہ کیا' انہوں نے کہا: علامہ سعیدی صاحب نے فرمایا ہے کہ نعمۃ الباری جلد ہشتم کے عوض اگر آپ نے مجھے کوئی رقم دی ہے تو اُس کا تحریری Documents مجھے (کراچی) بھجوا دیں اور کراچی آئیں یا نہ آئیں یہ اُن کا مسئلہ ہے' میں ملاقات نہیں کروں گا' حالاں کہ سعیدی صاحب کے کہنے پر اُن کی موجودگی میں' میں نے مبلغ پچاس ہزار روپے مفتی اسماعیل صاحب کو پیش کیے تھے' جس کا بعد

Marfat.com

میں مفتی اسماعیل صاحب نے بھی انکار کیا اور میں نے انہیں یہ یاد دلانے کی کوشش بھی کی۔ میں نے کہا کہ آپ سعیدی صاحب نے کہیں کہ آپ جلد ہشتم تیار رکھیں' میں دو' تین دن میں کراچی پہنچ رہا ہوں۔

بعدازاں میں 9 فروری 2012ء صبح 7 بجے علامہ سعیدی صاحب کے پاس پہنچ گیا اور مجھے دیکھ کر علامہ سعیدی صاحب پریشان سے ہو گئے اور دروازے پر کھڑے رہے' انہوں نے مولانا وقار الحسن صاحب کو بلوایا' بہ ہر حال میں راستا بناتا ہوا کمرے میں داخل ہوا' اور مولانا وقار الحسن صاحب نے ایک سنگترہ میرے آگے رکھ دیا' اور اس دوران سعیدی صاحب نے مجھ سے بالکل کوئی بات کیے بغیر فون پر مولانا عمیر الحسن' مفتی اسماعیل نورانی اور شمیم خاں صاحبان سے رابطے شروع کیے اور 15 سے 20 منٹ میں یہ تمام لوگ اکٹھے ہو گئے۔ سعیدی صاحب نے نعمۃ الباری جلد ہشتم کے عوض لی گئی رقم کی رسید کا تقاضا کیا اور زور دیا کہ آپ نے مجھ سے جلد ہشتم کے پیسوں کے عوض دستخط کراوئے تھے۔ بہ ہر حال میں نے سعیدی صاحب کو یاد دہانی کرائی کہ آپ نے مفتی محمد اسماعیل صاحب کو پچاس ہزار روپے آپ نے اپنے سامنے دلوائے ہیں۔ جس کا میں نے ان تمام احباب کے سامنے تحریر نہ ہونے کا یقین کروا دیا۔ اس کے بعد علامہ سعیدی صاحب نے مجھ سے ان پانچوں کتب کی رقم کا تقاضا کیا' چونکہ سعیدی صاحب کا مزاج اور یہ رویہ مجھ پر عیاں اور ظاہر ہو چکا تھا' موجودہ وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے انکار کر دیا۔ بالآخر سعیدی صاحب نے فیصلہ سنایا: نعمۃ الباری جلد ہشتم میں آپ کو نہیں دوں گا اور آج کے بعد میرے آپ کے ساتھ 23,22 سال کے کاروباری تعلقات بالکل ختم ہیں اور میری پانچوں کتب کو آپ شائع نہیں کریں گے۔ پچھتر ہزار روپے (نعمۃ الباری جلد ہشتم) کی رقم رائلٹی کی کتب سے منہا کرلیں۔ یہ تمام باتیں انہوں نے غصے اور جذباتی انداز میں اور دونوں ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر کیں۔ میں نے علامہ سعیدی صاحب سے پوچھا کہ مجھ سے ایسی کون سی غلطی ہوگئی؟ کہنے لگے میں نے آپ کو فون کیا تھا تو آپ نے سخت لہجے میں مجھ سے بات کی۔ اس پر میں نے سعیدی صاحب سے معذرت بھی کی۔ اور عرض کی کہ اگر مجھ سے نادانستہ طور پر کوئی جملہ صادر ہوا ہے جو کہ آپ کی اذیت کا باعث بنا ہے تو میں اس بناء پر آپ سے معذرت طلب کرتا ہوں۔

اسی دوران مولانا شمیم خاں تشریف لے آئے۔ سعیدی صاحب نے تمام باتیں اُن کو بتائیں۔ مفتی اسماعیل' عمیر الحسن اور وقار الحسن صاحبان کے سامنے شمیم صاحب نے سخت رویہ اپنایا' بہت تلخ اور سخت لہجے میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: معاہدہ میں آپ Contract of Services لکھنے کا مطلب جانتے ہیں' آپ کو معلوم ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت یہ کام رضائے الٰہی کے لیے کر رہے ہیں' میں تو حضرت سے پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ شخص (سید محسن اعجاز) *Totally Professional* ہے' اور یہاں آ کر جو باتیں کرتا ہے بالکل جھوٹ بولتا ہے' میں نے استاد جی کو کئی مرتبہ کہا لیکن وہ ٹالتے رہے' آج آپ کو سال بعد خیال آیا تو صبح ہی یہاں آ گئے' آپ ان کے لیے نہیں آئے بلکہ اپنے کام کی غرض سے یہاں آئے ہیں۔ سعیدی صاحب سے بات کرنے کی کوشش پر انہوں نے کئی مرتبہ مجھے خاموش رہنے کو کہا' اس کے بعد مجھ پر خاموشی طاری تھی۔

بات پر یاں زبان کٹتی ہے   وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

اُن دنوں مفتی محمد منیب الرحمٰن صاحب امریکہ' دورے پر تھے اور 22 فروری کو پاکستان آمد تھی۔

افسوس اس بات پر ہے کہ سعیدی صاحب نے لاہور سے آئے ہوئے مہمان کی عزت کا خیال نہیں رکھا۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی دوہری پالیسی

3 مارچ 2012ء کو مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ تمام معاملات کو سعیدی صاحب خود چلا رہے

Marfat.com

ہیں' میں ان کے کاموں میں دخل نہیں دیتا اور کسی دوسرے ناشر کو نعمۃ الباری دی یا نہیں دی مجھے اس کا علم نہیں ہے' سعیدی صاحب سے بات کر کے بتا سکوں گا۔ 7 مارچ 2012ء کو دوبارہ رابطہ کیا تو مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا: سعیدی صاحب نے کہا ہے کہ آپ اس معاملہ میں پڑیں تاکہ ہمارے تعلق میں بال نہ آئے۔ تو میں (مفتی منیب الرحمٰن صاحب) نے سعیدی صاحب سے کہا: ٹھیک ہے' آپ (سعیدی صاحب) جیسے چاہیں اُن (سید محسن اعجاز) سے بات کریں۔ اور مفتی منیب الرحمٰن نے مجھ (سید محسن اعجاز) سے بھی کہا کہ یہ آپ پر منحصر ہے جس طرح چاہیں سعیدی صاحب سے رابطہ کریں۔ لہٰذا مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے بات ہونے کے فوراً بعد میں نے سعیدی صاحب کو فون کیا' اُنہوں نے پھر میرا فون اُٹھا کر کاٹ دیا۔

کراچی کے لیے دوبارہ روانگی

22 اپریل 2012' 3 بجے دوپہر' میں اپنے ایک ساتھی کے ہم راہ دوبارہ سعیدی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سعیدی صاحب سے ملاقات ہوئی' فرمانے لگے: سابقہ معاملات اور نعمۃ الباری کے اُمور پر مجھ سے کوئی بات نہ کریں' بلکہ حالاتِ حاضرہ پر بات کریں۔ ویسے سعیدی صاحب نرم مزاجی میں بات کرتے لیکن نعمۃ الباری کے موضوع پر بات کرتا تو تلخی سے اور سخت لہجے میں بات کرتے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: نعمۃ الباری کے سلسلہ میں کوئی بات نہ کریں' میں اندر سے بہت بھرا ہوا ہوں' میرا بلڈ پریشر بڑھ جائے گا۔ آپ مجھے نعمۃ الباری کے عوض صرف پچھتر ہزار روپے دیتے رہے اور وہ ایک ایک نوٹ گن کر دیتے تھے اور مولانا اسماعیل کو آپ نے بہ جائے رقم بڑھانے کے پچاس ہزار دیئے۔ میں نے سعیدی صاحب سے کہا کہ نعمۃ الباری کے معاہدہ سے قبل آپ خود ہی تو کہتے تھے کہ ضیاء القرآن نے آپ کو فی جلد ایک لاکھ روپے کی پیش کش کی ہے۔ میری بات فوراً کاٹتے ہوئے سعیدی صاحب نے کہا: میں نے نہیں کہا تھا' وہ کسی اور کے متعلق کہا تھا۔ ضیاء القرآن نے مجھے نعمۃ الباری کی فی جلد کے دو لاکھ روپے دیئے ہیں اور ان کے ساتھ مجھے کام کر کے بہت سہولتیں ہیں' میرے سارے کام فون پر ہو جاتے ہیں۔ آپ سے زیادہ سہولتیں ہیں۔ آپ نے نعمۃ الباری جلد ششم شائع کی' میں نے مختار صاحب (ضیاء القرآن' کراچی) سے اپنے لیے ایک کتاب مانگی تو انہوں نے مجھے تیس کتب بھیج دیں' میرے بہت کہنے پر بھی انہوں نے مجھ سے رقم نہیں لی۔ جو کتب آپ میرے لیے لے کر آئیں ہیں انہیں واپس لے جائیں (بہ ہر حال میں نے انہیں وہ کتب بھی پیش کر دیں)۔ نعمۃ الباری جلد ہفتم کے 213 عدد صفحات (اصل پروف) برائے نظرِ ثانی مولانا محمد اکرم ساجد صاحب کے کہنے پر سعیدی صاحب کو بھجوائے۔ حافظ اکرم صاحب کو میں نے کہا کہ سعیدی صاحب یہ صفحات مجھے واپس نہیں بھجوائیں گے۔ سعیدی صاحب سے میں نے ان صفحات کے متعلق تقاضا کیا تو انہوں نے کہا: آپ نعمۃ الباری جلد ہفتم نہیں چھاپیں گے' یہ زمینی حقائق ہیں اور میں آپ سے بہت اچھی طرح واقف ہوں' آپ ان صفحات کو رکھ چھوڑیں گے۔ جب آپ کے پاس نعمۃ الباری ششم 100 عدد باقی رہ جائیں تو مجھے بتا دیجئے گا' میں یہ صفحات نظرِ ثانی کر کے ضیاء القرآن کے ذریعے لاہور بھجوا دوں گا۔ یہ بات انہوں نے تین مرتبہ دہرائی۔ میں نے سعیدی صاحب سے کہا کہ وہ غلطی جو مجھ سے ہوئی اور وہ غلطی جو مجھ سے نہیں (دانستہ یا نادانستہ طور پر) ہوئی' اُس کے لیے میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں۔ مگر سعیدی صاحب نے میرے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہوئے نظر انداز کر دیا۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی بے رخی

23 اپریل 2012' دوپہر 12 بجے مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے فون پر بات ہوئی۔ انہوں نے کہا: اگر آپ سعیدی

Marfat.com

صاحب کے معاملہ میں مجھے ملنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں ہے' میں نے کہا کہ آپ نے خود تو فرمایا تھا کہ تعلق بحال کرنے کے لیے آپ درمیان میں آئیں گے۔ مفتی منیب الرحمن صاحب فرمانے لگے: تو آنے سے قبل مجھ سے فون پر بات کر لیتے۔ لہٰذا میں نے کہا: چلیں آپ سے دعا سلام کرلیں گے' مفتی صاحب نے کہا کہ آئیں تو براہِ راست میرے پاس آئیں' سعیدی صاحب کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔

سعیدی صاحب سے الوداعی ملاقات

23 اپریل 2012ء شام 8 بجے' میں اور میرا ساتھی سعیدی صاحب کو دوبارہ ملنے گئے تو وہ مفتی منیب الرحمن صاحب سے موبائل کا لاؤڈ سپیکر آن کر کے گفتگو میں مصروف تھے' میں اور اسلم صاحب کمرے میں داخل ہونے کے بعد دوبارہ کمرے سے باہر نکل آئے' اس دوران علامہ سعیدی صاحب نے ہمیں دیکھا ہی نہیں۔ گفتگو ختم ہونے پر سعیدی صاحب نے ہمیں کمرے میں بلوایا اور کمرے میں اس وقت ایک طالب علم اور تقریباً 12-12 سال کے دو بچے موجود تھے۔ سعیدی صاحب کو میں نے کہا کہ ہماری واپسی ہے' آپ کو ملنے آئے ہیں۔ سعیدی صاحب نے ہمیں کھڑے کھڑے ملنے کے بعد سلام دعا لے لی۔ سعیدی صاحب کے کمرے میں موجود ان دونوں بچوں نے سعیدی صاحب کے کہنے پر اُن کے دونوں موبائلوں سے میری اور میرے ساتھی کی ویڈیو بنائی۔ اس کے بعد طرح ہماری کراچی سے واپسی ہوگئی۔ یہ ویڈیو سعیدی صاحب کے پاس ریکارڈ میں موجود ہیں' علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے Facebook پر اپنے دو Accounts متعارف کیے ہیں' مجھے امید واثق ہے کہ میری تحریر (جواب شکوہ) پڑھنے کے بعد یہ Clips نیٹ پر آجائیں گے۔

علامہ سعیدی صاحب کی وارننگ

علامہ سعیدی صاحب فرماتے ہیں کہ میں قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہوں اور اگر میں نے ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی نہیں کی' تو عذابِ الٰہی کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک بات کا انتخاب کیا جاتا' یا تو ان تمام معاملات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سپرد کر دیتے یا صرف قانونی کارروائی پر اکتفا کر لیتے۔ بہرحال قانونی کارروائی کا آپ نے انتخاب کرلیا ہے۔

حقیقت کو تسلیم کریں

یہ حقیقت ہے کہ میں نے آج تک کوئی دستخط یا انگوٹھا معاہدہ کی صورتِ حال بتائے بغیر آپ سے ثبت نہیں کروائے' اس بات کا اللہ تعالیٰ گواہ ہے' اور نہ ہی ان پانچوں کتب کے معاہدہ پر آپ نے یا میں نے جبراً دستخط کیے یا کروائے یا انگوٹھا ثبت کروایا؟

شرح صحیح مسلم (1986ء۔1993ء) 1993ء میں شرح صحیح مسلم کی تکمیل ہوئی' 2003ء کو دس سال مکمل ہوئے تو 2003ء سے 2011ء تک' آپ نے اس کا دوبارہ معاہدہ کرنے کا تقاضا کیوں نہیں کیا؟ کیوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ 2000ء اور 2007ء میں' آپ نے دوبارہ معاہدات کیے ہیں۔ اسی طرح تبیان القرآن (1993ء۔2006ء) 2006ء تبیان القرآن کی تکمیل ہوئی 2003ء سے 2016ء تک مختلف سالوں کے مطابق 10,10 سال پورے ہوتے چلے جا رہے تھے' آپ نے ان جلدوں کے دوبارہ معاہدات کا تقاضا کیوں نہیں کیا؟ کیوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ 2000ء میں آپ نے اس کا دوبارہ معاہدہ کیا ہے۔

میں سعیدی صاحب کی ذہانت سے بہ خوبی واقف ہوں' وہ چھوٹی سے چھوٹی اور پرانی سے پرانی بات کو بھی بالکل نہیں

Marfat.com

بھولتے۔ سعیدی صاحب کی انہی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے میں نے کئی مرتبہ انھیں کہا کہ آپ Genious ہیں۔

نوٹ: آج آپ پر یہ بات واضح کردوں کہ نعمۃ الباری جلد ہشتم کے عوض دی گئی رسید اور اس میں نعمۃ الباری (تمام جلدوں) کے مستقل حقوق کا تحریری ثبوت میرے پاس موجود ہے جو خاص وقت پر سب کے سامنے پیش کروں گا۔

تبیان القرآن کے معاہدہ میں مفتی منیب الرحمٰن نے کافی سخت شرائط رکھیں اور سعیدی صاحب سے نرمی کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے کہا: جیسا مفتی منیب الرحمٰن صاحب کہیں گے ویسے ہی ہوگا۔ لہٰذا آپ کی شرائط کے مطابق ہی معاہدہ کیا گیا۔ تبیان القرآن کا معاہدہ قانوناً غلط تھا' چونکہ جس چیز کا دنیا میں کوئی وجود نہ ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ چیز تیار ہوگی یا نہیں' اُس کا فروخت کرنا یا معاوضہ وصول کرنا' یا اس کا معاہدہ کرنے کی قانوناً کوئی حیثیت ہی نہیں ہے' لیکن شرح صحیح مسلم سے نعمۃ الباری تک آپ نے یہی شرط رکھی۔

علامہ صاحب نے اپنے ہی کیے ہوئے معاہدوں کا پاس نہ کیا اور ملک کی اہم شخصیت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے معاہدات سے روگردانی کی کہ معاہدات قرآن وحدیث تو نہیں ہوتے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ......

جو مسائل آپ کو درپیش آرہے تھے: (۱) آپ مجھے (سیّد محسن اعجاز) کراچی بلوا کر اُن مسائل سے آگاہ کرتے' یا (۲) معاہدے کے باقی فریقین کو مطلع کر کے ان تمام مسائل کے متعلق آگاہ کیا جاتا۔ اور اُن کے حل کرنے کا تقاضا کرتے' اور کوئی شرط عائد کرتے۔ مسائل کا حل نہ ہونے کی صورت میں علحدگی اختیار کر لیتے۔

انوار تبیان القرآن لکھنے کی خواہش......نعمۃ الباری کی طرف رغبت

تبیان القرآن کی آخری جلد کے دوران علامہ سعیدی صاحب نے بتایا کہ ضیاء القرآن کے مالک محترم حفیظ البرکات صاحب نے ایک مجلس میں یہ اعلان بھی کردیا ہے کہ آئندہ سعیدی صاحب ضیاء القرآن کے لیے کام کریں گے۔ سعیدی صاحب نے فرمایا کہ ضیاء القرآن نے مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ آپ ہمیں علماء لاکر دیں اور سعیدی صاحب کو ہماری طرف سے نعمۃ الباری کی فی جلد ایک لاکھ روپے کی پیش کش کردیں۔ جس پر میں (سید محسن اعجاز) نے سعیدی صاحب کو کہا کہ میرے لیے تو ایک لاکھ روپے بہت زیادہ ہیں' کوئی گنجائش رکھیے گا۔ ابھی تبیان القرآن کی بارہویں جلد کے مسودہ کا تحریری کام جاری تھا کہ سعیدی صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ قرآن پاک کی تلخیص اور ترجمہ پر کام چاہتا ہوں' میں نے سعیدی صاحب سے کہا کہ آپ صحیح بخاری کی شرح کے کام کا آغاز کریں اور اس کام کے لیے کسی ایسے شخص یا شاگرد کی تلاش کریں جو آپ کا ہم ذہن وہم خیال ومعتبر ہو۔ اسی سوچ بچار کے دوران سعیدی صاحب نے مولانا محمد عبداللہ نورانی القادری کا انتخاب کرلیا اور انوار تبیان القرآن پر کام کا آغاز کردیا۔

نعمۃ الباری کے معاہدہ کا پس منظر

چونکہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا تقاضا تھا کہ سعیدی صاحب ضیاء القرآن کے لیے کام کریں' لیکن سعیدی صاحب کافی دن اسی کشمکش میں مبتلا رہے' بالآخر ایک دن مفتی محمد منیب الرحمٰن صاحب کے دفتر گئے اور یہ کہہ دیا کہ میں فرید بک سٹال کے لیے کام کرنا چاہتا ہوں' تو مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے کہا: ہاں! تو ٹھیک ہے' وہ بڑے لوگ ہیں ان کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ علامہ سعیدی صاحب نے کہا جب مفتی صاحب نے یہ جواب دیا تو میری جان میں جان آگئی' علامہ سعیدی صاحب نے خاص طور پر

Marfat.com

مجھے فون کر کے بتایا کہ اس طرح میری مفتی صاحب سے بات ہوئی اور میں نے مفتی اسماعیل صاحب کو بھی بتا دیا ہے کہ اب میں یہ کام صرف فرید بک سٹال کے لیے کروں گا۔ علامہ سعیدی صاحب نے تبیان القرآن اور نعمۃ الباری کے اُمور کے دوران کہا کہ اگر میری زندگی نے وفا نہ کی اور میں زندہ نہ رہا تو اس کام کو مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ علامہ سعیدی صاحب نے مفتی منیب الرحمٰن صاحب کو ڈالے بغیر اور مفتی محمد اسماعیل نورانی صاحب کی موجودگی میں مجھے کہا کہ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی خوشی سے جو بڑھانا چاہیں بڑھا دیں۔ میں نے پچھتر ہزار کی پیش کش تو علامہ سعیدی صاحب نے بڑی گرم جوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس پیش کش کو قبول کر لیا اور نعمۃ الباری (مکمل) کا معاہدہ میرے ساتھ قلم بند کر لیا۔ علامہ سعیدی صاحب کا یہ کہنا معاہدہ کے مطابق سات جلدوں کی شرح مکمل کر دی ہے۔ ایسا کہنا درست نہیں ہے اس کے لیے معاہدہ کی تحریر کی باریکیوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کئی احباب کا اصرار ہے کہ میں مقدمہ کر کے انہیں ان معاملات سے روکوں' لیکن میں نے مسلسل اس بات کا انکار کیا کہ ایسا بالکل نہیں کروں گا۔ بات سمجھنے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ جب فریقین میں ذہنی ہم آہنگی ختم ہو جائے اور کوئی راستہ نہ رہ جائے تو زبردستی اس رشتے کو کیسے جوڑا جا سکتا ہے؟

فرید بک اسٹال کی نعمۃ الباری سے دوری

22 اپریل 2012ء کو علامہ سعیدی صاحب سے ملاقات کرنے اور مسلسل کوشش کے بعد میں نے صدق دل سے تہیہ کر لیا کہ آئندہ ہم نعمۃ الباری کی کوئی جلد شائع نہیں کریں گے اور نہ ہی ہمارے دل میں اس کی خواہش باقی ہے۔ محترم المقام علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی خدمت میں مودبانہ گزارش ہے کہ اپنے مشیران کا صحیح انتخاب کریں' آپ اُن کو اصل حقائق بتائیں اور درست جواب معلوم کر لیں۔

صحیح سوال تحریر ہے: شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو سیّد اعجاز احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور انوارِ تبیان القرآن اور نعمۃ الباری کو سیّد محسن اعجاز گیلانی کے آمادہ کرنے پر اور انہی کی خواہش پر ان اُمور کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔ اور آپ کو طے شدہ رقم کے مطابق ادائیگی کی گئی ہے۔ یہ Contract of Services ہی تو ہے۔

سعیدی صاحب کی فرید بک اسٹال سے خود ساختہ دوری کی اصل وجہِ کبیر

علامہ سعیدی صاحب کی تحریر کو پڑھ کر یہ بات بہ آسانی سمجھ آ جاتی ہے کہ اصل مسائل کم رقم ملنے سے خراب ہوئے ہیں' اُن کے اندر یہ احساس پیدا کیا گیا ہے کہ انہیں معاوضہ کم دیا جا رہا ہے' جگہ جگہ معمولی رقم' اور اس کی قابلیت کا تذکرہ کیا گیا ہے' کہیں رقم کی تمنا پر علامہ سعیدی صاحب کو کسی کی یاد آ جاتی ہے اور کوئی دوسرا بھاری رقم دے دے تو وہ سخی اور فیاض بن جاتا ہے 1986ء کے بعد اب 2012ء کو سعیدی صاحب کو یاد آ گیا کہ انہیں معمولی رقم دی گئی ہیں۔

کاش حضرت محدث جلیل عمر کے اس حصہ میں رقم کے معمولی پن جس کا آپ نے جا بہ جا تذکرہ کیا ہے' کی بنا پر فرید بک اسٹال سے دوری اختیار نہ کرتے۔

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

اصل پس منظر

نعمۃ الباری جلد پنجم کے شائع ہونے کے بعد جلد ششم اور جلد ہفتم کی تکمیل میں کافی تاخیر ہوئی' وجوہات اور موجودہ حالات کے متعلق میں سعیدی صاحب کو وقتاً فوقتاً مطلع کرتا رہا' چوں کہ میں نعمۃ الباری جلد ششم کے عوض پچھتر ہزار روپے پہلے ہی انہیں

Marfat.com

دے چکا تھا' بدقسمتی سے میں ابھی نعمۃ الباری جلد ششم شائع نہیں کر پایا تھا کہ جلد ہشتم کا مسودہ تکمیل کو پہنچ گیا' اس طرح نعمۃ الباری جلد نہم کی ابتدا (18 مئی 2011ء کو) ہوگئی۔ ارادہ یہ تھا کہ جوں ہی جلد ششم آ جائے گی تو فوراً کراچی جا کر جلد ہشتم کا مسودہ وصول اور جلد نہم کی رقم علامہ سعیدی صاحب کو پیش کر دوں گا' کیوں کہ جلد ہشتم کے آغاز سے جلد نہم کے نصف پہنچ جانے تک خاصے وقت کا خلا پیدا ہو گیا اور جلد نہم کی رقم سعیدی صاحب تک نہ پہنچ سکی۔ لہٰذا یہی بات بنیادی طور پر ان کی دوری کا باعث بنی۔

مفتی محمد منیب الرحمٰن صاحب نے یہ محسوس کیا کہ علامہ سعیدی صاحب کی سابقہ کتب شائع نہیں ہو رہی اور ان کی مالی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے' تو انہوں نے اپنے ناشر ضیاء القرآن کے مالک کو بلوا کر نعمۃ الباری' شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کے معاہدات کی نقول دکھائیں' اور انہیں آگاہ کیا یہ معاہدات دس سال کے لیے کارآمد تھے جواب موثر نہیں رہے۔ اور انہیں یقین دلایا گیا کہ اب علامہ سعیدی صاحب کی کتب فرید بک اسٹال والے شائع نہیں کریں گے' اور آپس کے معاملات طے پا گئے' اور بالکل خاموشی کے ساتھ جلد ہشتم اور دیگر امور پر کام کا آغاز کر دیا گیا۔

مفتی محمد منیب الرحمٰن صاحب نے حفیظ البرکات صاحب کو مکمل طور پر مطمئن اور قائل کیا کہ آپ علامہ سعیدی صاحب کو پر کشش پیش کش کریں میں باقی کتب بھی آپ کو دلوا دوں گا۔ لہٰذا حفیظ البرکات صاحب نے علامہ سعیدی صاحب کو نعمۃ الباری کی فی جلد دو لاکھ پیش کر دیئے' اور آپس میں مشاورت بھی جاری رکھی۔

شرح صحیح مسلم کے حصول کے لیے فرید بک اسٹال پر مقدمہ

ادارہ ضیاء القرآن نے کاپی رائٹ آفس' کراچی سے سعیدی صاحب کی رجسٹرڈ شدہ تمام کتب کی مصدقہ نقول کے حصول کے لیے بھاری رقم خرچ کی اور مورخہ 19-03-2012 کو شرح صحیح مسلم کی سات مجلدات کے عوض فرید بک اسٹال کے خلاف کاپی رائٹ بورڈ میں کیس (Case) دائر کر دیا' جو علامہ سعیدی صاحب کے علم میں نہیں تھا۔ 1 اپریل 2012ء میرے ایک جاننے والے نے سعیدی صاحب کو فون کیا' اور انہوں نے ان کیسز (Cases) کے متعلق دریافت کیا تو سعیدی صاحب کہنے لگے یہ کیسز کس نے کیے ہیں' اور ان پر کس کا نام ہے؟ میرے جاننے والے نے جواباً بتایا کہ آپ نے فرید بک سٹال والوں پر کیس کئے ہیں۔ 9 فروری 2012ء کو میں سعیدی صاحب کو ملنے کراچی گیا تھا' شرح صحیح مسلم کے سات جلدوں کے الگ الگ کیسز (Cases) مجھے 27-03-2012 کو وصول ہوئے ان میں لگے ہوئے سعیدی صاحب کے سات عدد بیان حلفی (Affidavits) جو 8 فروری 2012ء (کے جاری کردہ ہیں) ان پر سعیدی صاحب کے جعلی دستخط کیے گئے ہیں' ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سعیدی صاحب کی لاعلمی میں یہ کام کیا گیا ہے۔ جس کا بعد میں انھیں علم ہو گیا۔

شرح صحیح مسلم کے مقدمہ کے اخراجات

شرح صحیح مسلم کے ساتوں کیسز کی دفتری فیس کی مجموعی رقم اکیس ہزار روپے اور وکیل کی فیس پچاس سے پچپن ہزار روپے بھی خرچ کر دیئے گئے' اس طرح ان کیسز پر تقریباً پچھتر ہزار روپے خرچ ہو گئے ہیں' اور تمام تر اخراجات علامہ سعیدی کے نئے ناشر نے خود سے کیے ہیں۔

دعائیہ کلمات

جیسا کہ میں نے پہلے تحریر کر چکا ہوں کہ میں سعیدی صاحب کی تحریر کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھتا تھا' لیکن احباب کی خواہش پر میں لکھنے پر مجبور ہوا۔ میں نے جو لکھا میں اُس پر کاربند رہوں گا اور کوشش کروں گا کہ آئندہ آپ کی کسی تحریر کا بالکل

Marfat.com

جواب نہ دیا جائے۔

قارئین کرام سے التماس ہے اور میں خود بھی آپ کے لیے دعا گو ہوں' اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت' صحت اور تن درستی عطا فرمائے' ہر قسم کی محتاجی سے محفوظ رکھے۔ (آمین!)

نعمۃ الباری کا بیڑہ جو آپ نے اُٹھایا ہوا ہے' وہ بخیر و عافیت پایۂ تکمیل تک پہنچے۔

بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ وہ مجھے صبر' ہمت اور صحت و تن درستی عطا فرمائے' خلق خدا کے ساتھ جو کمی بیشی ہوئیں اس کے لیے میں ان احباب سے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی مانگتا ہوں۔ اے رب العزت! میں تیرے فضل اور تیری رحمتوں کا طلب گار ہوں' بے شک تو دلوں کے حال خوب جاننے والا ہے جو بھی ہوں جیسا بھی ہوں تیرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہوں اور ان کی آل سے ہوں' میرے گناہوں کی بخشش فرمادے۔ آمین ثم آمین!

سید محسن اعجاز گیلانی

25 رجب 1433ھ/16 جون 2012ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۸ - بَابُ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت (یعنی اعلانِ نبوت) کا بیان

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ ابْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُدْرِكَةَ ابْنِ إِلْيَاسَ ابْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ .

(سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان۔

اس حدیث کے باب کے عنوان میں ''مبعث'' کا لفظ ہے۔

''مبعث'' کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی شرح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''مبعث'' کا لفظ بعث سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: اُبھارنا' کسی کام کی طرف متوجہ کرنے اور بھیجنے کو بھی ''مبعث'' کہتے ہیں' پیغام پہنچانے کو بھی مبعث کہتے ہیں' جب تم اونٹ کو اپنی جگہ سے اُٹھاؤ تو کہتے ہو: ''بعثت البعیر'' اور جب لشکر کو کہیں لڑنے کے لیے بھیجو تو کہتے ہو: ''بعثت العسکر'' اور جب کسی سوئے ہوئے شخص کو جگاؤ تو کہتے ہو: ''بعثت النائم''۔

میں کہتا ہوں: یہاں ''مبعث النبی'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا پیغام پہنچانے کے لیے قوم کی طرف بھیجا۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''محمد'' امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے دلائل النبوۃ میں سند مرسل کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو حضرت عبدالمطلب نے لوگوں کی دعوت کی' جب لوگوں نے کھانا کھالیا تو حضرت عبدالمطلب سے پوچھا: تم نے ان کا کیا نام رکھا ہے؟ تو حضرت عبدالمطلب نے کہا: محمد! لوگوں نے پوچھا: آپ نے اپنے گھر والوں کے نام سے کیوں اعراض کیا؟ تو انہوں نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی آسمان میں حمد کرے اور اس کی مخلوق ان کی زمین میں حمد کرے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۸' دارالمعرفۃ' بیروت)

نام محمد کی عزت و کرامت اور خصوصیت

میں کہتا ہوں کہ محمد کا لفظی معنی ہے: جس کی بہ کثرت حمد کی جائے اور بار بار حمد کی جائے اور حمد کمال پر ہوتی ہے' نقص پر حمد نہیں ہوتی' بلکہ نقص پر مذمت کی جاتی ہے اور آپ مطلقاً محمد ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ میں مطلقاً کمال ہے' کسی وجہ سے نقص نہیں ہے' اگر آپ میں کسی وجہ سے کوئی بھی کمی ہوتی تو آپ مطلقاً محمد نہ ہوتے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط (الفتح: ۲۹) محمد اللہ کے رسول ہیں۔

Marfat.com

اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی کوئی نقص اور عیب ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کو محمد نہ فرماتا' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اس نے آپ کو قرآن مجید میں چار جگہ محمد فرمایا ہے: آل عمران:۱۴۴' الاحزاب:۴۰' محمد:۲' اور الفتح:۲۹۔ پس اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آپ میں پہلے کبھی کوئی عیب تھا اور نہ آئندہ کبھی کوئی عیب ہوگا' ورنہ اللہ تعالیٰ کا آپ کو محمد فرمانا صحیح نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا کلام تو غلط ہو ہی نہیں سکتا تو آپ میں کسی وجہ سے عیب ہو ہی نہیں سکتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کے سب وشتم اور ان کی لعنت کو مجھ سے کس طرح دور کر دیتا ہے' وہ کسی مذمم کو سب وشتم کرتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں اور میں تو محمد ہوں۔

(صحیح البخاری:۳۵۳۳' مسند الحمیدی:۱۱۳۶' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۵۲' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۵۲' سنن نسائی:۸۸۲۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴)

کفار' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض کی وجہ سے آپ کو محمد نہیں کہتے تھے کیونکہ اس نام میں آپ کی عظمت اور فضیلت ہے' سو وہ ضد میں آپ کو مُذَمَّم کہتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مجھے بُرا نہیں کہتے' مذمم کو بُرا کہتے ہیں' میں تو محمد ہوں۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۱۲ ص ۲۸۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بیہقی کی روایت اختصار سے نقل کی ہے' مفصل روایت اس طرح ہے:

جب قریش کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کو قریش کی عورتوں کے حوالے کر دیتے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہوئی تو حضرت عبد المطلب نے آپ کو بھی قریش کی عورتوں کے حوالے کر دیا' صبح کو وہ خواتین آپ کو لے کر حضرت عبد المطلب کے پاس آئیں اور کہا: ہم نے دیکھا کہ پتھر کی ہانڈی کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ہم نے دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے' پس حضرت عبد المطلب نے ان سے کہا: تم ان کو حفاظت سے رکھو' مجھے اُمید ہے کہ یہ خیر کو حاصل کریں گے' پھر جب آپ کی پیدائش کا ساتواں دن ہوا تو انہوں نے آپ کی طرف سے بکرے ذبح کیے اور قریش کی دعوت کی' جب وہ کھانا کھا چکے تو انہوں نے پوچھا: اے عبد المطلب! یہ بتایئے کہ آپ نے اپنے جس بیٹے کی وجہ سے ہماری تکریم کی ہے' آپ نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے' انہوں نے پوچھا: آپ نے اپنے گھر والوں کے ناموں کی طرح ان کا نام کیوں نہیں رکھا؟ حضرت عبد المطلب نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ان کی حمد کرے اور اس کی مخلوق زمین کے اوپر ان کی حمد کرے۔ (دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۱۳' تاریخ دمشق ج ۱ ص ۲۸۲' البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۶۴)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی فضیلت

امام احمد بن حسن بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں' اللہ تعالیٰ نے جب بھی لوگوں کے دو گروہ کیے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے بہتر گروہ میں رکھا' سو مجھے ماں باپ سے ظاہر کیا گیا ہے اور مجھے جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کسی چیز نے نہیں چھوا' حضرت آدم سے لے کر اپنے باپ اور اپنی ماں تک میں نکاح سے پیدا کیا گیا ہوں' زنا سے نہیں پیدا کیا گیا' پس میں اپنی ذات کے لحاظ سے اور اپنے نسب کے لحاظ سے تم سب سے افضل ہوں۔

(سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۷۵۔۱۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اولادِ آدم کی سب سے افضل شاخوں سے ظہور پذیر ہوا ہوں' ہر شاخ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھی' حتیٰ کہ میں اس قرن سے مبعوث کیا گیا جس میں' میں ہوں۔

(صحیح البخاری: ٣٥٥٧' مسند احمد ج ٢ص ٣٧٣' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ص ١٧٥)

حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے کنانہ کو فضیلت دی اور کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو فضیلت دی۔ (صحیح مسلم: ٢٢٧٦' مسند احمد ج ٤ص ١٠٧' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ص ١٦٥)

حضرت المطلب بن ابی وداعۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پوچھا: میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا: آپ رسول اللہ ہیں' آپ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں' بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اپنی مخلوق میں سے سب سے افضل بنایا' پھر مخلوق کے دو گروہ کیے تو مجھے سب سے بہتر گروہ میں رکھا اور ان کے قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا' پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے سب سے افضل خاندان میں رکھا' سو میں تم میں سے سب سے افضل خاندان سے ہوں اور تم سب سے افضل شخص ہوں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ص ١٧٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ھ' سنن ترمذی: ٣٦٠٨)

حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فضیلت دی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو فضیلت دی اور بنو کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھے فضیلت دی۔

(سنن ترمذی: ٣٦٠٥' مسند احمد ج ٤ص ١٠٧)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: میں نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کو اُلٹ پلٹ کر کے دیکھا تو مجھے بنو ہاشم کے بیٹے سے افضل کسی کا بیٹا نہیں ملا۔

(دلائل النبوۃ ج ١ص ١٧٦' مجمع الزوائد ج ٨ص ٢١٧)

ابن عبداللہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ کا تذکرہ اور ان کے فضائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ صحیح اور ثابت قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ جس وقت فوت ہوئے تھے' اس وقت آپ کی والدہ حضرت آمنہ کو آپ کا حمل تھا اور حضرت عبداللہ کی وفات مدینہ میں اپنے ماموؤں کے پاس دار النابغہ میں بنو النجار میں ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات دار الحارث بن ابراہیم بن سراقہ میں ہوئی' جو حضرت عبدالمطلب کے ماموؤں میں سے ہیں' اور ان کے والد حضرت عبدالمطلب نے ان کو مدینہ میں کھجوریں خریدنے کے لیے بھیجا تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قریش کے قافلہ کے لیے شام میں تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے' تو یہ مدینہ میں ایک ماہ بیمار رہے' اور فوت ہو گئے۔ اور واقدی نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ پچیس سال کی عمر میں فوت ہو گئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ تیس سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے' انہوں نے ترکہ میں اپنی باندی حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو چھوڑا تھا' جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی تھی' حضرت عبداللہ' ابو طالب کے سگے بھائی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ص ٣١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

الصنابحی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگوں نے یہ سوال کیا کہ ذبیح حضرت اسماعیل ہیں یا حضرت اسحاق (علیہما السلام) ہیں؟ تو انہوں نے کہا: تم نے اس شخص کے سامنے سوال کیا ہے جس کو اس بات کا علم ہے' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے آ کر کہا: اے دو ذبیحوں کے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مال فئے عطاء کیا ہے' اس میں سے مجھے بھی عطاء کیجئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے! ہم نے حضرت معاویہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! وہ دو ذبیح کون ہیں؟ حضرت معاویہ نے بتایا کہ جب عبدالمطلب کو زمزم کا کنواں کھودنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے یہ کام میرے لیے آسان کر دیا تو وہ اپنے ایک بیٹے کو ذبح کریں گے' پس قرعہ فال حضرت عبداللہ کے نام کا نکلا' لیکن حضرت عبداللہ کے ماموں نے ان کو ذبح کرنے سے منع کیا اور کہا: تم اپنے بیٹے کی طرف سے سو اونٹوں کو فدیہ میں دے دو' سو انہوں نے حضرت عبداللہ کی بجائے سو اونٹ ذبح کر دیئے' سو ایک ذبیح تو حضرت عبداللہ ہیں اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور آپ ان دونوں ذبیحوں کے بیٹے ہیں۔ (جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۰۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ (تاریخ دمشق الکبیر جز ۶ ص ۲۰۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

درج ذیل کتب میں بھی یہ حدیث مذکور ہے:

الدر المنثور ج ۵ ص ۲۸۱ طبع قدیم' تفسیر قرطبی جز ۱۵ ص ۱۱۳' تفسیر ابن کثیر ج ۷ ص ۲۹ طبع قدیم' عقیلی ج ۳ ص ۹۵۔۹۴

ابن عبد المطلب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت عبد المطلب کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک عبد المطلب کا نام ان کی سخاوت کی وجہ سے شیبۃ الحمد ہے' ایک قول یہ ہے کہ شیبہ ان کا لقب ہے اور ان کا نام عامر ہے' اور ان کی کنیت ابو الحارث ہے' حارث ان کی اولاد میں سے سب سے بڑا بیٹا تھا' اسی کے نام پر ان کی کنیت ہے' ان کی دوسری کنیت ہے: ابو البطحاء' ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمرو بن زید ہے۔ عبد المطلب کے والد ہاشم جب شام میں تجارت کے لیے جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے تو مدینہ میں عمرو بن زید کے پاس ٹھہرے تو ان کو ان کی بیٹی سلمیٰ پسند آئیں تو انہوں نے ان کے والد کو ان کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا' تو انہوں نے سلمیٰ کا ہاشم کے ساتھ نکاح کر دیا' جب وہ شام سے واپس آئے تو انہوں نے سلمیٰ کے ساتھ شب زفاف گزاری اور ان کو اپنے ساتھ مکہ لے گئے' پھر جب وہ تجارت کے لیے گئے تو سلمیٰ حاملہ ہو چکی تھیں' انہوں نے سلمیٰ کو ساتھ لیا اور ان کو مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے اور ہاشم شام کے شہر غزہ میں فوت ہو گئے' سلمیٰ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا نام شیبۃ رکھا' پس وہ لڑکا اپنے ماموں بنو النجار کے پاس سات سال رہا' پھر اس کے چچا المطلب بن عبد مناف آئے اور انہوں نے اس لڑکے کو اس کی ماں سے چھپا کر اٹھا لیا اور اس کو اپنے ساتھ مکہ لے گئے' جب لوگوں نے ان کے ساتھ اس لڑکے کو اونٹنی پر دیکھا تو انہوں نے پوچھا: یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ میرا عبد (غلام) ہے تو لوگوں نے ان کو مبارک باد دی اور اس لڑکے کو عبد المطلب (المطلب کا غلام) کہنے لگے' اس وجہ سے شیبۃ الحمد کے نام پر عبد المطلب کے نام کا غلبہ ہو گیا۔ الواقدی نے مخرمہ بن نوفل الزہری سے روایت کی ہے کہ عبد المطلب' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے آٹھویں سال فوت ہو گئے اور ان کو الحجون میں دفن کیا گیا' ان کی عمر میں اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ ان کی عمر اسی (۸۰) سال ہے' یہ الواقدی کا قول ہے' دوسرا قول ہے کہ ان کی عمر ایک سو دس سال تھی' تیسرا قول ہے کہ ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

Marfat.com

ابن ہاشم

ان کا نام عمرو ہے' ان کو ہاشم اس لیے کہا گیا ہے کہ "ھشم" کا معنی توڑنا ہے' انہوں نے گوشت کو توڑ کر روٹی کے ساتھ ثرید بنایا' اور قحط کے زمانہ میں اپنی قوم کو کھلایا اور یہ اپنے باپ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ابن جریر سے روایت ہے کہ یہ عبد شمس کے جڑواں بھائی تھے' جب ہاشم ماں کے پیٹ سے باہر نکلے تو ان کے پیر عبد شمس کے سر کے ساتھ جڑے ہوئے تھے' اور بغیر خون بہائے ان کو ان سے الگ نہیں کیا گیا اور لوگوں نے اس سے یہ شگون لیا کہ ان کی اولاد کے درمیان جنگیں رہیں گی' سو بنو عباس اور بنو امیہ بن عبد شمس کے درمیان ایک سو تینتیس (۱۳۳ھ) تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔

ابن عبد مناف

ان کا نام مغیرہ ہے اور ان کی کنیت ابو عبد شمس ہے' ان کی خوب صورتی کی وجہ سے ان کو بطحاء کا چاند کہا جاتا ہے' ان کو یہ لقب ان کی والدہ حبی بنت خلیل نے دیا' کیونکہ انہوں نے مناف کی خدمت کی تھی' وہ ان کا بڑا بت تھا۔

سید احمد بن زینی دحلان متوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں کہ بعض پتھروں پر عبد مناف کی لکھی ہوئی یہ تحریر پائی گئی: میں مغیرہ بن قصی ہوں' میں قریش کو اللہ عزوجل سے ڈرنے کی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کے چہرہ پر چمکتا تھا۔ ان کے ہاتھ میں نزار کا جھنڈا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی کمان تھی۔ (السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۲۷)

ابن قُصَی

ان کا نام زید ہے' قُصَی' قاص (قصہ گو) کی تصغیر ہے' کیونکہ یہ اپنی قوم کے قصہ گو تھے' یہ بنو عذرۃ میں اپنے ماں شریک بھائی کے ساتھ رہتے تھے' ان کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ نے ربیعۃ بن حزام بن عذرہ سے نکاح کر لیا تھا' وہ ان کو اپنے ملک میں لے گیا' اس وقت ان کا بیٹا چھوٹا تھا تو اس نے ان کا نام قُصَی رکھا' پھر جب وہ مکہ لوٹ کر آیا تو قُصَی بڑے ہو چکے تھے' ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل بن حمالۃ تھا۔ قُصَی نے مکہ میں خوب عزت پائی' وہ سردار اور رئیس تھے اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی' انہوں نے ایک حویلی بنائی جس میں یہ مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے اور لوگوں پر ہونے والے مظالم کا ازالہ کرتے تھے اور اس حویلی کا نام دار الندوۃ رکھا' ان کی وفات کے بعد ان کو الحجون میں دفن کیا گیا۔

ابن کلاب

ان کا نام حکیم ہے' ان کو شکار کرنے کا بہت شوق تھا' یہ زیادہ تر کتوں سے شکار کرتے تھے' اس وجہ سے ان کو ابن کلاب کا لقب دیا گیا۔ ابو البرکات نے کہا: ان کا نام عروۃ ہے' اور ان کی ماں کا نام ھند بنت سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن فہر ہے۔

ابن مرّہ

یہ نام (مرّۃ) حنظلۃ کے وصف سے منقول ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مرّۃ میں ھا مبالغہ کے لیے ہو' پس یہ مرارہ (مرد کی تیز مزاجی اور کڑواہٹ) سے منقول ہے۔ حنظلۃ اس پھل کو کہتے ہیں جو بہت کڑوا ہوتا ہے (اردو میں اس کو اندرائن کہتے ہیں)۔ ایک قول یہ ہے کہ مرّہ قوت اور شدت سے ماخوذ ہے' ان کی ماں کا نام نخشبۃ ہے' ایک قول ہے: ان کا نام وحشیۃ بنت سفیان بن مُحارب ہے۔

ابن کعب

ایک قول یہ ہے کہ یہ اسم اس کعب سے منقول ہے جو جمے ہوئے گھی کا ٹکڑا ہے' جس گھی کو مشک میں رکھا جاتا ہے' یا یہ اسم اس کعب

Marfat.com

سے منقول ہے' جس کا معنی ٹخنہ ہے' یعنی پنڈلی اور قدم کے جوڑ کے دونوں طرف جو اُبھری ہوئی ہڈی ہوتی ہے اور یہ قول درستی کے زیادہ قریب ہے۔ سہیلی نے کہا ہے کہ ان کا نام کعب' اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ اپنی قوم کے عیوب پر پردہ رکھتے تھے اور ان کے ساتھ نرمی کرتے تھے اور یہ کعب القدم (ٹخنہ) سے منقول ہے۔ ابن درید نے کہا کہ ٹخنہ کی ہڈی بلند ہوتی ہے اور یہ بھی اپنی قوم میں بلند مرتبہ کے تھے اور لوگ ان کی اطاعت کرتے تھے' انہوں نے سب سے پہلے اپنی قوم کو جمعہ کے دن جمع کیا اور وہ جمعہ کے دن کو یوم العروبۃ کہتے تھے' حتیٰ کہ اسلام آ گیا۔

ابن لُؤی

اکثرین کے نزدیک لُؤی' لائی کی تصغیر ہے' لائی کا معنی ہے: جنگلی بیل' ابن درید نے کہا: یہ اسم لواء الجیش (لشکر کا جھنڈا) سے ماخوذ ہے' ان کی ماں کا نام عاتکۃ بنت مخلد بن النضر بن کنانۃ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی ماں کا نام سلمٰی بنت عمرو بن ربیعۃ الخزاعیہ ہے۔

ابن غالب

ان کی کنیت ابوتیم ہے اور ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت الحارث بن تمیم بن سعد بن ھذیل بن مدرکہ ہے۔

ابن فہر

ابن درید نے کہا کہ فہر کا معنی ہے: چکنا پتھر جو ہتھیلی میں آ جائے' اور یہ اسم مؤنث ہے اور ابوذر الھروی نے کہا: یہ اسم مذکر اور مؤنث ہے۔ سہیلی نے کہا: فہر کا معنی ہے: لمبا پتھر اور ان کی کنیت ابو غالب ہے' کلبی کا قول ہے: یہ قریش کی ایک جماعت ہے' علی بن کیسان نے کہا کہ فہر' قریش کا باپ ہے۔

ابن مالک

ان کی کنیت ابوالحارث ہے اور ان کی والدہ عاتکہ بنت غزوان ہیں۔

ابن النضر

ان کا نام قیس ہے' ان کے حسن و جمال اور ان کے چہرے کی تروتازگی اور شادابی کی وجہ سے ان کا نام نضر رکھا گیا' سرخ سونے کو نضر کہتے ہیں' ان کی والدہ کا نام برۃ بنت مُر بن اد بن طابخۃ بن الیاس بن مضر ہے اور ان کی کنیت ابو مخلد ہے' ان کے بیٹے مخلد کے نام پر ان کی کنیت ہے۔

ابن کنانۃ

کنانۃ کا معنی ہے: تیروں کے رکھنے کا ظرف یعنی ترکش' ان کی کنیت ابوالنضر ہے اور ان کی والدہ کا نام عوانۃ بنت سعد بن قیس ہے۔

ابن خزیمہ

خزیمہ' خزمۃ کی تصغیر ہے' اس کا واحد خزم ہے' یہ وہ درخت ہے جس کی ڈاڑھیوں سے رسیاں بنائی جاتی ہیں' زجاج نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ خزم ہو' جب کوئی شخص کسی کی ناک میں نکیل ڈالے تو کہتے ہیں: خزمۃ۔

ابن مُدرِکۃ

جمہور کے نزدیک ان کا نام عمرو ہے' ابن اسحاق نے کہا: عامر ہے' اور ان کے بھائی کا نام طابخہ (پکانے والا) ہے' ان کو مُدرکہ

Marfat.com

(پانے والا) اس لیے کہا گیا کہ انہوں نے اور ان کے بھائی نے ایک شکار کیا' جس وقت یہ اس شکار کو پکا رہے تھے تو ان کے اونٹ بھاگ گئے' پس عامر ان کی طلب میں گئے حتیٰ کہ انہوں نے اونٹوں کو پالیا' اور ان کا بھائی شکار کو پکا تا رہا' جب یہ دونوں شام کو اپنے والد کے پاس گئے تو دونوں نے اس قصہ کا ذکر کیا' تو ان کے والد نے عامر سے کہا: تم مدرکہ (پانے والے) ہو اور ان کے بھائی عمرو سے کہا: تم طابخہ (کھانا پکانے والے) ہو۔

ابن الیاس

الیاس' حضرت الیاس علیہ السلام کے نام کے مشابہ ہے' دوسروں نے کہا: یا پر زبر ہے اور یہ لفظ یاس ہے' جو اُمید کی ضد ہے' یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قربانی کے اونٹوں کو بیت اللہ کی طرف بھیجا۔ سہیلی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: الیاس کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ مؤمن تھے' اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تلبیہ اپنی پشت میں سنتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ الیاس ان کا لقب ہے اور ان کا نام اِلیاسین ہے' اور یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کا لقب الیاس ہے' ان کی والدہ کا نام رباب بنت حیدہ بن معد بن عدنان ہے' کہا جاتا ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد انہوں نے سب سے پہلے رکن (حجر اسود) کو بیت اللہ میں رکھا۔ بنو اسماعیل نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علامتوں کو متغیر کر دیا تھا' جب طویل زمانہ گزر گیا تو انہوں نے حجر اسود کو بیت اللہ سے اُٹھایا اور اس کو ابوقبیس پہاڑ پر رکھ دیا اور الیاس نے حجر اسود کو وہاں سے اُٹھا کر اپنی جگہ پر رکھا۔

ابن مُضَر

مُضَر کا لفظ مضیرہ سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: کھٹا دودھ یا دہی' ان کا نام مُضَر اس لیے رکھا گیا کہ ان کا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ چونکہ یہ ترش دودھ پینے کو بہت پسند کرتے تھے' اس لیے ان کا نام مُضَر رکھا گیا' یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے گیت گانے کی ابتداء کی' کیونکہ یہ بہت خوش آواز تھے' ان کی والدہ کا نام سودہ بنت عک تھا' دوسرا قول ہے کہ خبیہ بنت عک تھا۔

ابن نَزار

نزار میں نون پر زبر بھی ہے اور زیر بھی ہے' اس کا معنی ہے: تھوڑی سی چیز' جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے والد نے ان کی آنکھوں کے درمیان نور دیکھا' اور یہ نورِ نبوت تھا' اس کو دیکھ کر یہ بہت خوش ہوئے' انہوں نے اونٹ ذبح کیا اور لوگوں کی دعوت کی اور انہوں نے کہا: یہ بیٹا پورے کا پورا نور ہے' اس وجہ سے ان کا نام نزار رکھا کیونکہ ان کی آنکھوں کے درمیان تھوڑا سا نور دیکھا تھا' ان کی والدہ کا نام معانہ بنت جوشم بن جلھمۃ بن عمرو بن ھلیبہ بن دوہ بن جرھم ہے۔ سہیلی نے کہا: ان کا نام ناعمہ ہے اور ابن نزار کی کنیت ابوایاد ہے۔

ابن مَعَدّ

میم اور عین پر زبر ہے اور دال پر تشدید ہے۔ ابن الانباری نے کہا: اس میں تین قول ہیں: (۱) یہ عدّ سے مفعل کے وزن پر معدّ ہے۔ (۲) یہ معد فی الارض کا فعل ہے' یہ اس وقت کہتے ہیں' جب کوئی شخص زمین میں کوئی خرابی کردے۔ (۳) یہ معدّ-ن سے بنا ہے' یہ فارس کے آخر میں ایک جگہ ہے' ابوذر الھروی نے کہا ہے کہ معدّ کا لفظ "تمعد" سے بنا ہے' یہ اس وقت کہتے ہیں: جب کوئی شخص بہت دور چلا جائے' مَعَدّ کی والدہ کا نام معدد ہے' دوسرا قول ہے: مھاد بنت لھم ہے' اور بھی اقوال ہیں۔

Marfat.com

ابن عدنان

عدنان' عدن سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: کسی کو ٹھہرانا' اور اسی سے معدن بنا ہے' جس کا معنی ہے: جواہر کی کان' کیونکہ اس میں بھی جواہر کی تلاش میں قیام کیا جاتا ہے۔

امام بخاری نے عدنان تک آپ کا ذکر کیا' اس کی توجیہ اور حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کا نسب

امام بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف میں عدنان تک کا ذکر کیا ہے' اور حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کا نسب ذکر نہیں کیا' کیونکہ عدنان تک آپ کے نسب پر اجماع ہے' اور اس کے اوپر بہت اختلاف ہے' عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان جو آپ کے آباء اور اجداد ہیں' ان میں بھی اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ ان کے درمیان سات آباء ہیں' دوسرا قول ہے: نو ہیں' تیسرا قول ہے: پندرہ آباء ہیں' چوتھا قول ہے: چالیس آباء ہیں' ان اسماء کو کتاب رخیا سے لیا گیا ہے اور رخیا کا نام یورخ ہے' جو کہ حضرت ارمیاء علیہ السلام کا کاتب تھا۔ عدنان کے نسب میں معتمد قول یہ ہے:

عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن سرح بن یعرب بن یشعب بن نبت بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم خلیل الرحمان بن تارح اور وہ آزر ہے (یہ علامہ عینی کا نظریہ ہے۔ سعیدی غفرلہ) بن ناحور بن ساروح بن راعو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ اور وہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں' بن یرد بن مھلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤١٧-٤١٣' موضحاً ومخرجاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٥١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اُنْزِلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ اِلَی الْمَدِيْنَةِ فَمَكَثَ بِهَا عَشْرَ سِنِيْنَ ثُمَّ تُوُفِّیَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

[اطراف الحدیث: ٣٩٠١-٣٩٠٣-٤٤٦٥-٤٩٧٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں وحی کا نزول ہوا' پھر آپ تیرہ سال مکہ میں رہے' پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی' سو آپ وہاں دس سال رہے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

(صحیح مسلم: ٢٣٥١' الرقم المسلسل: ٥٩٩٠' سنن ترمذی: ٣٦٢٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٥٣' مصنف عبد الرزاق: ٦٧٨٢' مسند احمد ج ١ ص ٢٢٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠١٧۔ ج ٣ ص ٢٦٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کا باب ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت' اور اس حدیث میں آپ کی بعثت کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے سال میں متعدد اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پندرہ سال رہے' سات سال روشنی اور نور کو دیکھتے رہے' اور آواز سنتے رہے اور آٹھ سال آپ کی طرف وحی ہوتی رہی' حسن بصری نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

ابن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مکہ میں دس سال یا پانچ سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک قرآن مجید نازل ہوتا رہا۔

Marfat.com

حسن بصری سے روایت ہے کہ آپ پر آٹھ سال مکہ میں قرآن مجید نازل ہوا اور دس سال مدینہ میں نازل ہوا۔
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے متعلق امام بخاری کی روایت اکثر صحابہ سے منقول ہے اور یہی اکثر ائمہ کا مختار ہے آپ پر سترہ رمضان کو پیر کے دن قرآن مجید نازل ہوا' ایک قول نو رمضان کا ہے' اور دوسرا قول چوبیس رمضان کا ہے' یہ امام ابن عساکر کی روایات ہیں' اور ابوقلابہ سے روایت ہے کہ آپ پر اٹھارہ رمضان کو قرآن مجید نازل ہوا' اور مسعودی سے روایت ہے کہ دس ربیع الاوّل کو پیر کے دن قرآن مجید نازل ہوا' اسی طرح اور بہت اقوال ہیں' لیکن مختار وہی قول ہے جس کی امام بخاری نے روایت کی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۶ص ۴۱۸۔۴۱۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:
امام بخاری کی روایت میں ہے: آپ مکہ میں تیرہ سال رہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ مکہ میں دس سال رہے۔ (صحیح البخاری: ۳۵۴۷) اس کا جواب یہ ہے کہ آپ وحی کے استقرار کے بعد مکہ میں دس سال رہے کیونکہ بعثت کے تین سال بعد تک آپ پر وحی منقطع رہی تھی۔ (الکوثر الجاری ج ۷ص ۵۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۲۹ - بَابُ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَكَّةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ میں پہنچنے والے مصائب

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ میں کیا کیا تکالیف' مصائب اور ایذائیں پہنچی تھیں۔

۳۸۵۲ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا بَيَانٌ وَّاِسْمَاعِيْلُ قَالَا سَمِعْنَا قَيْسًا يَّقُوْلُ سَمِعْتُ خَبَّابًا يَّقُوْلُ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَّهُوَ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَقَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً فَقُلْتُ اَلَا تَدْعُو اللّٰهَ فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهٗ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ لَيُمْشَطُ بِمِشَاطِ الْحَدِيْدِ مَادُوْنَ عِظَامِهٖ مِنْ لَحْمٍ اَوْعَصَبٍ مَّا يَصْرِفُهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَيُوْضَعُ الْمِنْشَارُ عَلٰى مَفْرِقِ رَاْسِهٖ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ مَا يَصْرِفُهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَلَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ زَادَ بَيَانٌ وَّالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بیان اور اسماعیل نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہم نے قیس سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے' اور ہم نے مشرکین کی طرف سے بہت سختیاں جھیلی تھیں' میں نے عرض کیا: کیا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے! آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ کا چہرۂ انور (غصہ سے) سرخ ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم سے پہلی اُمتوں کے لوگوں کے جسموں کو لوہے کی کنگھیوں سے چھیلا جاتا' وہ کنگھیاں ان کے گوشت اور پٹھوں کو چھیلتی ہوئی ان کی ہڈیوں تک پہنچ جاتیں اور یہ ظلم بھی ان کو ان کے دین سے نہیں پھیر سکا' اور ان کے سر کے وسط میں آری رکھ کر ان کے پورے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور یہ ظلم بھی ان کو ان کے دین سے نہیں پھیر سکا' اور اللہ تعالیٰ ضرور اس دین کو مکمل فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے

حضر موت تک سفر کرے گا اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا- بیان نے یہ اضافہ کیا ہے: اور اس کو اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خوف نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦١٢ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں صنعاء کا ذکر ہے' یہ یمن کا بہت بڑا شہر ہے' اس میں باغات اور پانی کے چشمے بہت زیادہ ہیں' جس کی وجہ سے یہ دمشق کے مشابہ ہے' اور حضر موت بھی یمن کا بہت آباد شہر ہے' یہ عدن کے قریب ہے' اس میں اور صنعاء میں تین مراحل کا فاصلہ ہے۔

حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بیان نے جو یہ اضافہ کیا ہے کہ ''سوائے بھیڑیے کے اس کی بکریوں پر'' اس سے مراد یہ ہے کہ مسافر' ڈاکوؤں سے تو مامون ہوں گے لیکن بکریاں' بھیڑیوں سے مامون نہیں ہوں گی' بکریاں بھیڑیوں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد مامون ہوں گی۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٥٢' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کا سیاق اس سے عام ہے کہ مسافر انسانوں کے ظلم سے محفوظ ہوں یا بھیڑیوں کے حملوں سے محفوظ ہوں' اور لوگوں کو اس زمانہ میں انسانوں سے خوف ہوگا نہ حیوانوں سے اور حدیث میں اس امن کے زمانہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے اور ایسا امن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ کے زمانہ میں تھا' کیونکہ ان کے زمانہ میں بکریوں کے چرانے والے بھیڑیوں کے خوف سے مامون تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٥٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَرَاَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ فَسَجَدَ فَمَا بَقِیَ اَحَدٌ اِلَّا سَجَدَ اِلَّا رَجُلٌ رَاَيْتُهٗ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًا فَرَفَعَهٗ فَسَجَدَ عَلَيْهِ وَقَالَ هٰذَا يَكْفِيْنِیْ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا بِاللّٰهِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از اسود از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم کی تلاوت کی' پس آپ نے سجدہ کیا' سو ہر شخص نے سجدہ کیا' سوا ایک شخص کے' میں نے دیکھا کہ اس نے مٹھی بھر کر کنکریاں اٹھائیں' پھر ان کو بلند کر کے ان پر سجدہ کر دیا اور کہا: مجھے یہ کافی ہے' پھر بعد میں' میں نے دیکھا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے کی حالت پر مر گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٦٧ میں گزر چکی ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کفار سے پہنچنے والی ایذائیں' اور اس حدیث میں آپ یا آپ کے اصحاب کو ایذاء پہنچنے کا ذکر نہیں ہے' اس لحاظ سے یہ حدیث باب کے موافق نہیں ہے' اس حدیث میں جس انسان کا ذکر ہے کہ اس نے سجدہ نہیں کیا تھا' وہ شخص امیہ بن خلف تھا یا الولید بن مغیرہ۔

٣٨٥٤ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

Marfat.com

عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَيْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ وَّحَوْلَهُ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ جَاءَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِیْ مُعَيْطٍ بِسَلٰی جَزُوْرٍ فَقَذَفَهُ عَلٰی ظَهْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْفَعْ رَاْسَهُ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَاَخَذَتْهُ مِنْ ظَهْرِهٖ وَدَعَتْ عَلٰی مَنْ صَنَعَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ الْمَلَاَ مِنْ قُرَيْشٍ اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَاُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ اَوْ اُبَیَّ بْنَ خَلَفٍ شُعْبَةُ الشَّاكُّ فَرَاَيْتُهُمْ قُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ فَاُلْقُوْا فِیْ بِئْرٍ غَيْرَ اُمَيَّةَ اَوْ اُبَیٍّ تَقَطَّعَتْ اَوْصَالُهُ فَلَمْ يُلْقَ فِی الْبِئْرِ .

کہا: ہمیں شعبۃ نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے اور آپ کے گرد قریش کے لوگ تھے' اس وقت عقبہ بن ابی معیط (ذبح شدہ) اونٹنی کے بچہ دان کو لے کر آیا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر ڈال دیا' سو آپ نے اپنا سر اقدس نہیں اٹھایا حتیٰ کہ سیّدہ فاطمہ علیہا السلام آئیں' انہوں نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت سے اُٹھایا اور جس نے یہ کام کیا تھا اس کے خلاف دعا کی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ کے حضور) عرض کیا: اے اللہ! تو قریش کی (اس) جماعت کو پکڑ لے' ابوجہل بن ہشام کو اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور امیہ بن خلف کو' یا (فرمایا:) ابی بن خلف کو' شعبہ اس میں شک کرنے والے ہیں' پس میں نے دیکھا کہ وہ سب جنگ بدر کے دن قتل کر دیے گئے' اور ان سب کو کنوئیں میں ڈال دیا گیا' سوا امیہ کے یا ابی کے' اس کا ہر جوڑ الگ ہو گیا تھا' اس لیے اس کو کنویں میں نہیں ڈالا گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۸۵۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ اَوْ قَالَ حَدَّثَنِی الْحَكَمُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اَمَرَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبْزٰی قَالَ سَلِ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ مَا اَمْرُهُمَا ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الاسراء: ۳۳) ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ (النساء: ۹۳) فَسَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَمَّا اُنْزِلَتِ الَّتِیْ فِی الْفُرْقَانِ قَالَ مُشْرِكُوْا اَهْلِ مَكَّةَ فَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ وَدَعَوْنَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَقَدْ اَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ﴾ الْاٰيَةَ (الفرقان: ۷۰) فَهٰذِهٖ لِاُولٰٓئِكَ وَاَمَّا الَّتِیْ فِی النِّسَاءِ الرَّجُلُ اِذَا عَرَفَ الْاِسْلَامَ وَشَرَائِعَهٗ ثُمَّ قَتَلَ فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا فَذَكَرْتُهٗ لِمُجَاهِدٍ فَقَالَ اِلَّا مَنْ نَّدِمَ. [اطراف الحدیث: ۳۵۹۰۔ ۴۷۶۲۔ ۴۷۶۳۔ ۴۷۶۴۔ ۴۷۶۵۔ ۴۷۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی یا کہا: مجھے حکم نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ نے حکم دیا' انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس سے ان دو آیتوں کے متعلق پوچھو کہ ان میں کس طرح تطبیق ہو گی؟ (۱) جس جان کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے' اس کو حق کے سوا قتل نہ کرو۔ (الاسراء: ۳۳) (۲) اور جس نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کیا۔ (النساء: ۹۳) پس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ جب سورۃ الفرقان کی یہ آیت نازل ہوئی تو اہلِ مکہ کے مشرکین نے کہا: ہم نے ان جانوں کو قتل کیا ہے' جن کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے' اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی عبادت کی ہے اور ہم نے بے حیائی کے کام کیے ہیں (تو اگر ہم ایمان لے بھی آئے تو ہماری مغفرت کیسے

Marfat.com

۷۶۶ ۴] (صحیح مسلم: ۲۲۲-۱۲۲)

ہوگی!) تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: مگر جس نے توبہ کر لی اور وہ ایمان لے آیا (الفرقان: ٧٠) (تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو بھی نیکیوں سے بدل دے گا)' سو یہ آیت ان لوگوں کے متعلق ہے' اور جو آیت سورۃ النساء میں ہے (اس کا محمل یہ ہے) کہ جو شخص اسلام کو اور اس کے احکام کو جانتا ہو' پھر وہ (کسی مؤمن کو) قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' پھر میں نے اس کا مجاہد سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ماسوا اس کے جو (قتل کرنے پر) نادم ہوا۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ باب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء کے متعلق ہے اور اس حدیث میں مشرکین کا یہ اعتراف مذکور ہے کہ ہم نے ان لوگوں' یعنی مسلمانوں کو قتل کیا جن کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے سے بڑھ کر اور کیا ایذاء ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ چونکہ مشرکین نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا اور ان کو عذاب دیا تھا' اس وجہ سے ان سے اسلام کا نام ساقط ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی ان کا رد کرتے ہیں کہ انہوں نے جو لکھا ہے' اس سے اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت ثابت نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۴۲۱)

اس اشکال کا جواب کہ سورۂ فرقان میں فرمایا ہے: ناحق قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہوگی اور سورۃ النساء میں فرمایا ہے: اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی

سعید بن جبیر نے الفرقان: ٧٠' اور النساء: ٩٣ کے درمیان تطبیق کا سوال کیا۔ سعید بن جبیر کو اشکال یہ تھا کہ الفرقان: ٧٠ سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے' اور النساء: ٩٣ سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل کے گناہ پر سزا ملنی واجب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ الفرقان: ٧٠' کفار کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور النساء: ٩٣ مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت ابن عباس یہ فرماتے تھے کہ اگر کسی مسلمان نے مسلمان کو قتل کر دیا تو پھر اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

حضرت ابن عباس کا مشہور مذہب یہی ہے اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر مسلمان کسی مسلمان کو قتل کر دے تو اس کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (النساء: ١١٠)

اور جس شخص نے کوئی برا کام کیا یا کوئی گناہ (کبیرہ) کر کے اپنی جان پر ظلم کیا' پھر اس نے اللہ سے مغفرت طلب کی تو وہ اللہ کو

Marfat.com

بہت بخشنے والا بے حد مہربان پائے گا○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ دوسری روایت ہی تمام اہل سنت' صحابہ' تابعین اور بعد کے علماء اور فقہاء کا مذہب ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ بعض متقدمین سے جو اس کے خلاف منقول ہے' تو وہ مسلمان کو مسلمان کے قتل کرنے سے ڈرانے اور تغلیظ اور تحذیر پر محمول ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ سورۃ النساء میں یہ فرمایا ہے کہ اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو دائمی عذاب دیا جائے گا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُسے یہ عذاب دیا بھی جائے گا (کیونکہ بعض اوقات استحقاق بتانا مقصود ہوتا ہے)۔ مجاہد نے بھی یہی کہا ہے کہ سورۃ النساء اس شخص پر محمول ہے جو مسلمان کو قتل کر کے توبہ نہ کرے' لیکن جو قتل کرنے کے بعد نادم ہوا اور تائب ہوا تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو معاف فرما دے گا۔

٣٨٥٦- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ اَبِي كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قُلْتُ اَخْبِرْنِي بِاَشَدِّ شَيْءٍ صَنَعَهُ الْمُشْرِكُوْنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي حِجْرِ الْكَعْبَةِ اِذْ اَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِي مُعَيْطٍ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيْدًا فَاَقْبَلَ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى اَخَذَ بِمَنْكِبِهِ وَدَفَعَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ﴾ (الغافر:٢٨) تَابَعَهُ ابْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ قُلْتُ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قِيْلَ لِعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از محمد بن ابراہیم التیمی' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مجھے یہ بتائیں کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ کون سا ظلم کیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے' پس سامنے سے عقبہ بن ابی معیط آیا' وہ اپنا کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر بہت سختی سے آپ کا گلا گھونٹنے لگا' پس اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے' انہوں نے اس کو کندھے سے پکڑا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پرے دھکیل دیا' اور یہ آیت پڑھی: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ (المؤمن:٢٨) عیاش بن الولید کی متابعت ابن اسحاق نے کی ہے' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن عروہ نے حدیث بیان کی از عروۃ' میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہا' اور عبدۃ نے کہا از ہشام از والد خود کہ حضرت عمرو بن العاص سے کہا گیا اور محمد بن عمرو نے کہا از ابی سلمہ: مجھے حضرت عمرو بن العاص نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٠- بَابُ اِسْلَامِ اَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام

Marfat.com

اس باب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام بیان کیا گیا ہے۔

۳۸۵۷- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَمَّادٍ الْاٰمُلِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ مُجَالِدٍ عَنْ بَیَانٍ عَنْ وَبَرَةَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهٗ اِلَّا خَمْسَةُ اَعْبُدٍ وَّامْرَاَتَانِ وَاَبُوْبَكْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن حماد آملی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن معین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسمٰعیل بن مجالد نے حدیث بیان کی از بیان از وبرة از ہمام بن الحارث' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام اور دو عورتیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۶۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے' حالانکہ وہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر نے صرف ان کا ذکر کیا ہے جن کو انہوں نے دیکھا تھا' ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انہوں نے نہ دیکھا ہو۔

۳۱- بَابُ اِسْلَامِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اسلام

اس باب میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اسلام کا ذکر کیا گیا ہے۔

۳۸۵۸- حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا اَبُوْاُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحٰقَ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ یَقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ اَسْلَمْتُ فِیْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَیَّامٍ وَّاِنِّیْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامۃ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ابواسحاق' سعد بن ابی وقاص سے سنا' وہ کہتے تھے: جو شخص بھی اسلام لایا' وہ اس دن اسلام لایا جس دن میں اسلام لایا تھا' اور اسلام میں داخل ہونے والے تیسرے شخص کی حیثیت سے مجھ پر سات دن گزر گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۶ میں گزر چکی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص سے پہلے حضرت ابوبکر' حضرت علی' حضرت خدیجہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اسلام لا چکے تھے' پھر حضرت سعد کا یہ قول کیسے درست ہوگا کہ سب لوگ اسی دن اسلام لائے جس دن میں اسلام لایا تھا! اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ حضرات دن کے اوّل حصہ میں اسلام لائے ہوں اور حضرت سعد بن ابی وقاص دن کے آخری حصہ میں اسلام لائے ہوں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کیسے تیسرے اسلام لانے والے ہو سکتے ہیں' حالانکہ ان سے پہلے دو سے زیادہ افراد مسلمان ہو چکے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ ان سے پہلے دو آزاد مرد اسلام لائے تھے' سو اگر ان کے علاوہ عورتیں' بچے اور غلام اسلام لائے ہوں تو وہ اس کے منافی نہیں ہے۔

Marfat.com

٣٢- بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ جنات کا ذکر

اس باب میں جنات کا ذکر ہے اور اس سے پہلے کتاب بدء الخلق میں بھی جنات کا ذکر گزر چکا ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ. (الجن:١) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے میری تلاوت کو غور سے سنا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تلاوتِ قرآن سننے والے جنات کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں جنات کی ایک جماعت کا ذکر کیا گیا ہے' یہ نصیبین کے جنات میں سے نو جن تھے' ایک قول ہے کہ یہ شیعبان کے جنات میں سے تھے اور یہ جنات کی سب سے بڑی تعداد تھی' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سات جن تھے اور یہ یمن کے جنات تھے اور یہ یہودی تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مشرک تھے۔

اس باب میں جو احادیث ہیں' ان سے پتا چلتا ہے کہ جنات کے وفود چھ تھے:

(١) یہ اغوال میں سے تھے (٢) یہ حجون سے آئے تھے (٣) یہ مکہ کی بلند پہاڑیوں میں تھے (۴) یہ بقیع الغرقد میں تھے' ان ہی راتوں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تھے اور ان پر خط کھینچ دیا گیا تھا (۵) یہ مدینہ سے باہر رہتے تھے اور ان کے پاس حضرت زبیر بن العوام حاضر ہوئے تھے (٦) یہ کسی سفر میں تھے اور ان کے پاس حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تھے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثقیف سے مایوس ہو کر طائف سے مکہ کی طرف جا رہے تھے' حتیٰ کہ آپ کھجور کے ایک درخت کے پاس کھڑے ہوئے تو آپ کے پاس جنات کی وہ جماعت آئی' جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے' یہ نصیبین کے جنات میں سے سات جن تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنی' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ فجر سے فارغ ہوئے تو یہ جنات اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور یہ اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ انہوں نے آپ سے سنا تھا' اس کو قبول کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنات پر قرآن مجید کی تلاوت نہیں کی اور نہ ان کو دیکھا۔ (الحدیث) (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس اس وقت بہت چھوٹے تھے کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے تین سال پہلے کا ہے اور ہجرت کے وقت حضرت ابن عباس کی عمر تین سال تھی اور حجۃ الوداع کے وقت وہ بلوغت کے قریب تھے اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ وہ اس رات موجود تھے جب جنات آپ کے پاس آئے تھے۔

٣٨٥٩- حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ مَّعْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا مَنْ اٰذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْكَ يَعْنِيْ عَبْدَ اللّٰهِ اَنَّهُ اٰذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ.

(صحیح مسلم: ٤٥٠' الرقم المسلسل: ٨٩٣' سنن ابوداؤد: ٨٥' سنن ترمذی: ٣٢٦٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبیداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از معن بن عبدالرحمان' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سوال کیا کہ جس رات میں جنات نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن سنا تھا' اس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے دی تھی؟ انہوں نے بتایا: مجھے تمہارے والد یعنی حضرت عبداللہ نے حدیث بیان کی

Marfat.com

کہ جنات کی خبر ایک درخت نے دی تھی۔

حضرت ابن مسعود کے جنات کا مشاہدہ کرنے کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک درخت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی تھی' اور مسند اسحاق بن راھویہ میں مذکور ہے کہ ببول کے درخت نے آپ کو خبر دی تھی۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مکہ میں فرمایا: تم میں سے جو شخص آج رات جنات کی مجلس میں حاضر ہونا چاہے تو وہ حاضر ہو۔ (الحدیث بطولہ)

حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ جنات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہہ رہے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' اس پر کون گواہی دے گا؟ اس وقت آپ ایک درخت کے قریب تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنات سے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر یہ درخت میرے رسول ہونے کی گواہی دے تو تم مان لو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخت کو بلایا تو وہ آ گیا' حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے دیکھا کہ وہ درخت اپنی شاخوں کو گھسیٹتا ہوا آ رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس درخت نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: اس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم نے گم کر دیا تھا' اور ہم ساری رات آپ کو تلاش کرتے رہے اور ہم نے سخت پریشانی میں وہ رات گزاری اور اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے جنات کو دیکھا اور ان کا کلام سنا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد راتوں میں جنات سے ملاقات کی تھی' ہو سکتا ہے کہ کسی رات میں حضرت ابن مسعود کو جنات کی خبر نہ ہو اور کسی دوسری رات میں ان کو جنات کی خبر ہو گئی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٢٦-٤٢٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٦٠- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي جَدِّي عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدَاوَةً لِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَتْبَعُهُ بِهَا فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ فَقَالَ ابْغِنِي اَحْجَارًا اَسْتَنْفِضْ بِهَا وَلَا تَاْتِنِي بِعَظْمٍ وَّلَا بِرَوْثَةٍ فَاَتَيْتُهُ بِاَحْجَارٍ اَحْمِلُهَا فِي طَرَفِ ثَوْبِي حَتّٰى وَضَعْتُهَا اِلٰى جَنْبِهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ مَشَيْتُ مَعَهُ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْعَظْمِ وَالرَّوْثَةِ قَالَ هُمَا مِنْ طَعَامِ الْجِنِّ وَاِنَّهُ اَتَانِي وَفْدُ جِنِّ نَصِيْبِيْنَ وَنِعْمَ الْجِنُّ فَسَاَلُوْنِي الزَّادَ فَدَعَوْتُ اللّٰهَ لَهُمْ اَنْ لَّا يَمُرُّوْا بِعَظْمٍ وَّلَا بِرَوْثَةٍ اِلَّا وَجَدُوْا عَلَيْهَا طَعَامًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا نے خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے لیے اور آپ کی قضاء حاجت سے طہارت کے لیے پانی کا مشکیزہ اٹھا کر لے جاتے تھے' پس جس وقت وہ آپ کے ساتھ مشکیزہ لے کر جا رہے تھے تو آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ پس انہوں نے کہا: میں ابوہریرہ ہوں' آپ نے فرمایا: میرے لیے پتھر تلاش کرو تاکہ میں استنجاء کروں اور میرے پاس ہڈی یا گوبر نہ لانا' سو میں اپنے کپڑے کے پلو میں پتھر لے کر آیا اور میں نے ان کو آپ کے پہلو میں رکھ دیا' پھر میں واپس گیا حتیٰ کہ جب آپ فارغ ہو گئے تو میں آپ کے ساتھ چلنے لگا' میں نے پوچھا: آپ نے جو ہڈی اور

گوبر سے منع فرمایا تھا' اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جنات کا طعام ہیں' اور بے شک میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا تھا اور وہ بہت عمدہ جن تھے' انہوں نے مجھ سے توشہ (کھانے کی چیز) کا سوال کیا تو میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ جب بھی ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں تو وہ اس پر طعام کو پالیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٥ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نصیبین کے جنات کے وفد کا ذکر ہے۔

وفد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی سے ملنے کے لیے جائیں اور نصیبین' الجزیرہ کے مشہور شہر کا نام ہے۔

جنات کے کھانے اور پینے کے متعلق مختلف اقوال

جنات کے کھانے اور پینے کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(١) تمام جن کھاتے اور پیتے نہیں ہیں' یہ قول ساقط الاعتبار ہے۔

(٢) جنات کی ایک قسم کھاتی پیتی نہیں ہے اور دوسری قسم کھاتی ہے اور پیتی نہیں ہے' وہب نے کہا ہے کہ خالص جن ہوا ہیں' وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ ان کے ہاں اولاد ہوتی ہے' اور ان کی بعض اجناس ہیں جو کھاتی ہیں اور پیتی ہیں' ان کے ہاں اولاد ہوتی ہے اور وہ نکاح کرتے ہیں' ان میں سے سعالی اور غیلان اور قطرب ہیں۔

(٣) تمام جنات کھاتے اور پیتے ہیں اور یہی قول ظاہر احادیث کے مطابق ہے' پھر ان کے کھانے اور پینے کی کیفیت میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: ان کا کھانا اور پینا محض سونگھنا ہے' اس میں چبانا ہے نہ نگلنا ہے' اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے' اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے کھانے اور پینے میں چبانا بھی ہے اور نگلنا بھی ہے' احادیث صحیحہ سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ص ٤٢٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣ - بَابُ اِسْلَامِ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ کا اسلام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ کا نام ونسب اس طرح ہے: جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حزام بن غفار بن ملیل بن ضمرۃ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

تہذیب میں مذکور ہے: ان کے نام میں اور ان کے والد کے نام میں بہت اختلاف ہے' ایک قول ہے: ان کا نام جندب بن جنادہ ہے' دوسرا قول ہے: ان کا نام بربر بن جندب ہے' تیسرا قول ہے: بربر بن عشرقۃ ہے' چوتھا قول ہے: جندب بن السکن ہے' اور مشہور وہی ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے' ان کی والدہ کا نام رملہ بنت الوقیعۃ ہے' ان کا تعلق بنو غفار بن ملیل سے ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ بتیس (٣٢) ھ میں ربذہ میں فوت ہو گئے تھے جو کہ مدینہ طیبہ کی ایک بستی ہے' وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ

Marfat.com

کی خلافت میں فوت ہوئے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٨٦١ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰى عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بَلَغَ اَبَا ذَرٍّ مَبْعَثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَخِيْهِ ارْكَبْ اِلٰى هٰذَا الْوَادِيْ فَاعْلَمْ لِيْ عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ يَأْتِيْهِ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَاءِ وَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهٖ ثُمَّ ائْتِنِيْ فَانْطَلَقَ الْاَخُ حَتّٰى قَدِمَهُ وَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى اَبِيْ ذَرٍّ فَقَالَ لَهُ رَاَيْتُهُ يَاْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَلَامًا مَّا هُوَ بِالشِّعْرِ فَقَالَ مَا شَفَيْتَنِيْ مِمَّا اَرَدْتُّ فَتَزَوَّدَ وَحَمَلَ شَنَّةً لَهُ فِيْهَا مَاءٌ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَاَتَى الْمَسْجِدَ فَالْتَمَسَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَعْرِفُهُ وَكَرِهَ اَنْ يَّسْاَلَ عَنْهُ حَتّٰى اَدْرَكَهُ بَعْضُ اللَّيْلِ فَرَاٰهُ عَلِيٌّ فَعَرَفَ اَنَّهُ غَرِيْبٌ فَلَمَّا رَاٰهُ تَبِعَهُ فَلَمْ يَسْاَلْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا صَاحِبَهُ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى اَصْبَحَ ثُمَّ احْتَمَلَ قِرْبَتَهُ وَزَادَهُ اِلَى الْمَسْجِدِ وَظَلَّ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَا يَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَمْسٰى فَعَادَ اِلٰى مَضْجَعِهٖ فَمَرَّ بِهٖ عَلِيٌّ فَقَالَ اَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّعْلَمَ مَنْزِلَهُ فَاَقَامَهُ فَذَهَبَ بِهٖ مَعَهُ لَا يَسْاَلُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا صَاحِبَهُ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ الثَّالِثِ فَعَادَ عَلِيٌّ مِّثْلَ ذٰلِكَ فَاَقَامَ مَعَهُ ثُمَّ قَالَ اَلَا تُحَدِّثُنِيْ مَا الَّذِيْ اَقْدَمَكَ قَالَ اِنْ اَعْطَيْتَنِيْ عَهْدًا وَّمِيْثَاقًا لَتُرْشِدَنَّنِيْ فَعَلْتُ فَفَعَلَ فَاَخْبَرَهُ قَالَ فَاِنَّهُ حَقٌّ وَّهُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَصْبَحْتَ فَاتْبَعْنِيْ فَاِنِّيْ اِنْ رَاَيْتُ شَيْئًا اَخَافُ عَلَيْكَ قُمْتُ كَاَنِّيْ اُرِيْقُ الْمَاءَ فَاِنْ مَضَيْتُ فَاتْبَعْنِيْ حَتّٰى تَدْخُلَ مَدْخَلِيْ فَفَعَلَ فَانْطَلَقَ يَقْفُوْهُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَخَلَ مَعَهُ فَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهٖ وَاَسْلَمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں المثنیٰ نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم اس وادی کی طرف سفر کرو پھر مجھے اس شخص کے متعلق خبر دو جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہیں ان کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے اور ان کی احادیث سنو پھر میرے پاس آؤ پس ان کے بھائی گئے اور آپ کے پاس پہنچے اور آپ کے ارشادات سنے پھر حضرت ابوذر کے پاس واپس آئے سو ان کو خبر دی کہ وہ عمدہ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور ان کا کلام شعر نہیں ہے تو حضرت ابوذر نے کہا: تمہیں میں نے جس لیے بھیجا تھا تم نے اس میں میری تشفی نہیں کی پھر انہوں نے زادِ راہ لیا اور پانی کا ایک مشکیزہ اُٹھایا حتیٰ کہ مکہ میں آ گئے پھر وہ مسجد میں آئے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا وہ آپ کو پہچانتے نہیں تھے اور آپ کے متعلق دریافت کرنے کو انہوں نے ناپسند کیا حتیٰ کہ ان کے اوپر رات کا کچھ وقت گزر گیا پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ لیا اور پہچان لیا کہ یہ کوئی مسافر ہے جب انہوں نے ان کو دیکھا تو ان کا پیچھا کیا اور ان دونوں میں سے کسی نے دوسرے کے متعلق کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ صبح ہو گئی پھر حضرت ابوذر اپنے مشکیزہ اور زادِ راہ کو اٹھا کر مسجد چلے گئے اور یہ دن بھی گزر گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو نہ دیکھ سکے حتیٰ کہ شام ہو گئی وہ اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹ گئے پس ان کے پاس سے حضرت علی گزرے پس انہوں نے (دل میں) کہا: ابھی تک اس شخص کو اپنی منزل کا پتا نہیں چلا پس انہوں نے اس کو اپنے پاس ٹھہرایا پس وہ ان کے ساتھ گئے اور ان دونوں میں سے کسی نے اپنے صاحب سے بات نہیں کی حتیٰ کہ جب تیسرا دن ہوا تو پھر حضرت علی ان کے ساتھ گئے پس ان کو اپنے پاس ٹھہرایا پھر

Marfat.com

مَكَانَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ اِلٰى قَوْمِكَ فَاَخْبِرْهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَكَ اَمْرِىْ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَاَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى اَتَى الْمَسْجِدَ فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ الْقَوْمُ فَضَرَبُوْهُ حَتّٰى اَضْجَعُوْهُ وَاَتَى الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَيْهِ قَالَ وَيْلَكُمْ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مِنْ غِفَارٍ وَّاَنَّ طَرِيْقَ تِجَارِكُمْ اِلَى الشَّامِ فَاَنْقَذَهٗ مِنْهُمْ . ثُمَّ عَادَ مِنَ الْغَدِ لِمِثْلِهَا فَضَرَبُوْهُ وَثَارُوْا اِلَيْهِ فَاَكَبَّ الْعَبَّاسُ عَلَيْهِ .

کہا: کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ تم کس وجہ سے یہاں آئے ہو؟ حضرت ابوذر نے کہا: اگر تم مجھ سے پکا وعدہ کرو کہ تم میری راہ نمائی کرو گے تو میں تم کو بتا دوں گا۔ حضرت علی نے اسی طرح کیا تو انہوں نے بتا دیا' حضرت علی نے کہا: بے شک وہ حق پر ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ ہیں' پس صبح کو تم میرے پیچھے پیچھے آنا' پس اگر میں نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس سے مجھے تم پر خوف ہو تو گویا میں اس طرح کھڑا ہو جاؤں گا جیسے مجھے پیشاب کرنا ہے اور اگر میں چلتا رہوں تو تم میرے پیچھے پیچھے آنا' حتیٰ کہ میں جہاں داخل ہوں تم بھی وہیں داخل ہو جانا' حضرت ابوذر نے اسی طرح کیا' پس وہ حضرت علی کے پیچھے چل پڑے حتیٰ کہ حضرت علی نبی ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور حضرت ابوذر بھی پہنچ گئے' انہوں نے آپ کا کلام سنا اور اسی جگہ اسلام لے آئے' پس ان سے نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ اور ان کو خبر دو حتیٰ کہ تمہارے پاس میرا حکم آئے۔ حضرت ابوذر نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں ضرور لوگوں کے درمیان (اپنے اسلام لانے کا) اعلان کروں گا' پس وہ وہاں سے نکل گئے اور مسجد میں آئے اور بہ آوازِ بلند اعلان کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (سیدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں' پھر لوگوں نے کھڑے ہو کر ان کو مارا حتیٰ کہ ان کو زمین پر لٹا دیا' (اتنے میں) حضرت عباس آ گئے اور ان کے اوپر خود کو ڈال لیا' اور کہا: تم پر افسوس ہے! کیا تم نہیں جانتے کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے اور تمہارے تاجروں کا شام کی طرف (ان کے راستہ سے) گزرنا ہے' پھر حضرت عباس نے حضرت ابوذر کو ان سے چھڑایا' دوسرے دن حضرت ابوذر نے پھر اسی طرح کیا' پھر لوگوں نے ان کو مارا اور ان پر پل پڑے' پس حضرت عباس ان پر اوندھے گر گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے کہا: میں اس طرح کھڑا ہوں گا جیسے پیشاب کر رہا ہوں' اور ابوقتیبہ کی روایت میں ہے: میں اس طرح کھڑا ہوں جیسے اپنی جوتی ٹھیک کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے حضرت علی نے دونوں باتیں فرمائی ہوں۔

Marfat.com

٣٤ - بَابُ اِسْلَامِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ کا اسلام

اس باب میں حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے اسلام کا ذکر کیا گیا ہے' ان کے نسب کا اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے' یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے عم زاد تھے۔

٣٨٦٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فِيْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنَّ عُمَرَ لَمُوْثِقِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ عُمَرُ وَلَوْ اَنَّ اُحُدًا ارْفَضَّ لِلَّذِيْ صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ مَحْقُوْقًا اَنْ يَّرْفَضَّ. [اطراف الحدیث: ٣٨٦٧-٦٩٤٢]

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے مسجد کوفہ میں سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! (ایک وقت تھا) کہ حضرت عمر رضی اللہ نے اسلام لانے سے پہلے مجھے اس وجہ سے باندھ رکھا تھا کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا اور تم لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے' اس کی وجہ سے اگر اُحد پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتا تو اسے یہ لائق تھا۔

حضرت سعید بن زید کا اسلام پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے سختیوں کو برداشت کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت سعید بن زید کا مطلب یہ ہے کہ میرے اسلام پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ مجھ پر سختی کرتے تھے اور مجھے باندھ دیتے تھے۔

صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ حضرت عمر ان پر تنگی کرتے تھے اور ان کی اہانت کرتے تھے اور یہ عمدہ شرح ہے' کیونکہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الاکراہ میں اس باب کے تحت ذکر کیا ہے کہ "جس شخص نے مار کھانے کو اور قتل کیے جانے کو اور اہانت کو کفر کے اوپر اختیار کیا"۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٥ - بَابُ اِسْلَامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کا اسلام

اس باب میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے قبولِ اسلام کو بیان کیا گیا ہے' ان کے نام اور نسب کا ذکر ان کے مناقب میں کیا جا چکا ہے۔

٣٨٦٣ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا زِلْنَا اَعِزَّاءَ مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ اسلام لائے تھے' ہم کو ہمیشہ عزت اور غلبہ حاصل رہا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ (حضرت) عمر نے تلوار لٹکائی اور وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے' ان کو راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھا: اے عمر! کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے کہا: میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو قتل کرنے جارہا ہوں' جنہوں نے دین بدل لیا ہے اور انہوں نے لوگوں کو ان کے آباء واجداد کے دین سے منحرف اور برگشتہ کر دیا ہے۔ حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہاری بہن اور بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی ان کے دین پر ہیں' پھر (حضرت) عمر ان کی طرف گئے' ان کو خوب زدوکوب کیا اور اپنی بہن کا سر پھاڑ دیا' پھر ان کا دل نرم پڑا اور ان کے دل میں اسلام نے جگہ پکڑی' ان کے بہنوئی اور بہن سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھ رہے تھے' انہوں نے کہا: لاؤ! مجھے بھی دکھاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ ان کی بہن نے کہا: تم مشرک اور نجس ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' اس لیے اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا' (حضرت) عمر نے غسل کیا اور سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات میں غور کیا' اور کہا: یہ کتنا حسین کلام ہے' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف گئے' اس وقت آپ صفا پہاڑ کے نزدیک ایک گھر میں تھے' پھر جب بعض مسلمانوں نے دیکھا کہ (حضرت) عمر تلوار حمائل کیے ہوئے مکان کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں تو کہا: یارسول اللہ! دروازہ پر عمر بن الخطاب تلوار لٹکائے ہوئے کھڑے ہیں۔ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو آنے دو' اگر وہ نیک ارادہ سے آئے ہیں تو فبہا ورنہ ہم ان کو ان ہی کی تلوار سے قتل کر دیں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: دروازہ کھول دو' آپ نے اپنی چادر سنبھالی اور ان کی طرف بڑھے اور ان کو بہت گرم جوشی سے سینہ کے ساتھ لگا کر بھینچا' اور فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! تم کس لیے آئے ہو؟ حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کے پاس ایمان لانے کے لیے آیا ہوں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سنا تو بلند آواز سے فرمایا: اللہ اکبر! (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۶۱-۶۰' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣٨٦٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ فَأَخْبَرَنِي جَدِّي زَيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ فِي الدَّارِ خَائِفًا إِذْ جَاءَهُ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ السَّهْمِيُّ أَبُوعَمْرٍو عَلَيْهِ حُلَّةُ حِبَرَةٍ وَّقَمِيصٌ مَّكْفُوفٌ بِحَرِيرٍ وَّهُوَ مِنْ بَنِي سَهْمٍ وَّهُمْ حُلَفَاؤُنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ لَهُ مَا بَالُكَ قَالَ زَعَمَ قَوْمُكَ أَنَّهُمْ سَيَقْتُلُونِي إِنْ أَسْلَمْتُ قَالَ لَا سَبِيلَ إِلَيْكَ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا أَمِنْتُ فَخَرَجَ الْعَاصُ فَلَقِيَ النَّاسَ قَدْ سَالَ بِهِمُ الْوَادِي فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُونَ فَقَالُوا نُرِيدُ هٰذَا ابْنَ الْخَطَّابِ الَّذِي صَبَا قَالَ لَا سَبِيلَ إِلَيْهِ فَكَرَّ النَّاسُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا زید بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں (قریش سے) خوف زدہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوعمرو عاص بن وائل سہمی داخل ہوا' اس نے دھاری دار چادر اور ریشمی کف والی قمیص پہنی ہوئی تھی' وہ قبیلہ بنو سہم سے تھا اور وہ زمانۂ جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے' عاص نے حضرت عمر سے پوچھا: تمہیں کیا پریشانی ہے؟ حضرت عمر نے کہا: تمہاری قوم کا یہ زعم ہے کہ اگر میں مسلمان ہو گیا تو وہ مجھے قتل کر دے گی' عاص نے کہا: جب میں نے تم کو امان دے دی ہے تو وہ تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے' پھر جب عاص گھر سے باہر نکلا تو

Marfat.com

دیکھا کہ وادی لوگوں سے بھری ہوئی ہے عاص نے ان سے پوچھا: تمہارا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہم خطاب کے بیٹے کا ارادہ کر رہے ہیں جو دین بدل چکا ہے عاص نے کہا: اسے کوئی نہیں مار سکتا! پس لوگ واپس چلے گئے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم خطاب کے بیٹے کا ارادہ کر رہے ہیں جو دین بدل چکا ہے۔

عاص بن وائل کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عاص بن وائل کا ذکر ہے یہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے والد ہیں یہ زمانہ جاہلیت میں تھے انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا مگر اسلام نہیں لائے اور ان کی موت کفر پر ہوئی۔

اس میں ابوعمرو کا ذکر ہے یعنی حضرت عمرو بن العاص کے والد یہ عاص بن وائل کی کنیت ہے۔

اس میں حبرۃ کا ذکر ہے اس سے مراد ہے: دھاری دار چادر۔

عاص نے کہا: جب میں نے تم کو امان دے دی ہے تو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ عاص اپنی قوم کا سردار تھا اور اس کی اطاعت کی جاتی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۷۔۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٨٦٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعْتُهُ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَمَّا اَسْلَمَ عُمَرُ اِجْتَمَعَ النَّاسُ عِنْدَ دَارِهٖ وَقَالُوْا صَبَا عُمَرُ وَاَنَا غُلَامٌ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِيْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَيْهِ قَبَاءٌ مِّنْ دِيْبَاجٍ فَقَالَ قَدْ صَبَا عُمَرُ فَمَا ذَاكَ فَاَنَا لَهٗ جَارٌ قَالَ فَرَاَيْتُ النَّاسَ تَصَدَّعُوْا عَنْهُ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ قَالُوْا اَلْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن دینار سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو لوگ ان کے گھر کے پاس جمع ہو گئے اور کہا: عمر نے دین بدل لیا ہے میں اس وقت نوعمر لڑکا تھا اپنے گھر کی چھت پر (چڑھا ہوا) تھا پس ایک شخص ریشم کی اچکن پہنے ہوئے آیا اس نے کہا: (ہاں!) عمر نے دین بدل لیا ہے پھر کیا ہوا! میں اس کو پناہ دینے والا ہوں حضرت ابن عمر نے کہا: پھر میں نے دیکھا کہ لوگ ہمارے گھر سے متفرق ہو گئے میں نے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ عاص بن وائل ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی حدیث سابق: ۳۸۶۴ کی طرح ہے۔

٣٨٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ اَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَا سَمِعْتُ عُمَرَ لِشَيْءٍ قَطُّ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَذَا اِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ بَيْنَمَا عُمَرُ جَالِسٌ اِذْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمر نے حدیث بیان کی ان کو سالم نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں

Marfat.com

مَرَّ بِهٖ رَجُلٌ جَمِيْلٌ فَقَالَ عُمَرُ لَقَدْ اَخْطَاَ ظَنِّيْ اَوْ اِنَّ هٰذَا عَلٰى دِيْنِهٖ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَوْ لَقَدْ كَانَ كَاهِنَهُمْ عَلَى الرَّجُلِ فَدُعِيَ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ اسْتُقْبِلَ بِهٖ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ قَالَ فَاِنِّيْ اَعْزِمُ عَلَيْكَ اِلَّا مَا اَخْبَرْتَنِيْ قَالَ كُنْتُ كَاهِنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ فَمَا اَعْجَبُ مَا جَاءَتْكَ بِهٖ جِنِّيَّتُكَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا يَوْمًا فِي السُّوْقِ جَاءَتْنِيْ اَعْرِفُ فِيْهَا الْفَزَعَ فَقَالَتْ: اَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَاِبْلَاسَهَا وَيَاْسَهَا مِنْ بَعْدِ اِنْكَاسِهَا وَلُحُوْقَهَا بِالْقِلَاصِ وَاَحْلَاسِهَا قَالَ عُمَرُ صَدَقَ بَيْنَمَا اَنَا عِنْدَ اٰلِهَتِهِمْ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ بِعِجْلٍ فَذَبَحَهٗ فَصَرَخَ بِهٖ صَارِخٌ لَمْ اَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ اَشَدَّ صَوْتًا مِنْهُ يَقُوْلُ يَا جَلِيْحْ اَمْرٌ نَجِيْحْ رَجُلٌ فَصِيْحْ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ . فَوَثَبَ الْقَوْمُ قُلْتُ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى اَعْلَمَ مَا وَرَاءَ هٰذَا ثُمَّ نَادٰى يَا جَلِيْحْ اَمْرٌ نَجِيْحْ رَجُلٌ فَصِيْحْ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا اَنْ قِيْلَ هٰذَا نَبِيٌّ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے حضرت عمر رضی اللہ سے کبھی کسی چیز کے متعلق یہ نہیں سنا کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ چیز ضرور اس طرح ہے' مگر وہ چیز اسی طرح ہوتی ہے جس طرح حضرت عمر کا گمان ہوتا تھا' پس (ایک دن) حضرت عمر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوب صورت شخص ان کے پاس سے گزرا تو حضرت عمر نے کہا: میرے گمان نے خطاء کی ہے' یا یہ شخص جاہلیت میں اپنے دین پر ہے' یا یہ ان کا کاہن تھا' اس شخص کو میرے پاس لاؤ' سو اس شخص کو بلایا گیا' حضرت عمر نے اس سے وہی کہا' اس نے کہا: میں نے آج کی طرح کوئی واقعہ نہیں دیکھا جو کسی مسلمان مرد کو پیش آیا ہو۔ حضرت عمر نے کہا: میں تم کو قسم دیتا ہوں تم ضرور مجھ کو پورا واقعہ بتاؤ! اس نے بتایا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا کاہن تھا' حضرت عمر نے پوچھا کہ تمہاری جنّیہ نے تم کو جو سب سے زیادہ حیرت انگیز بات بتائی ہو' وہ بتاؤ! اس نے بتایا کہ میں ایک دن بازار میں تھا کہ وہ جنّیہ بہت گھبرائی ہوئی میرے پاس آئی اور کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ جب سے جنات کو آسمان کی خبروں سے روک دیا گیا ہے' وہ کس قدر خوف زدہ اور مایوس ہیں' وہ اونٹنیوں کے پالانوں اور ان کی جھولوں کے ساتھ چمٹ گئے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: اس شخص نے سچ کہا ہے' (جب) میں ان کے بتوں کے پاس تھا' ایک شخص نے ایک بچھڑے کو لا کر اس کو ذبح کیا' اس بچھڑے نے اتنے زور سے چیخ ماری کہ میں نے اتنی زبردست چیخ کبھی نہیں سنی' اس نے کہا: اے دشمن! ایک کامیاب بات بتاتا ہوں جس سے مراد مل جائے' ایک فصیح مرد یہ کہتا ہے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' یہ سنتے ہی وہاں پر بیٹھے ہوئے لوگ اُچھل پڑے' (اور وہاں سے بھاگے) میں نے دل میں کہا: میں تو اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا' حتیٰ کہ مجھ پر منکشف ہو جائے کہ اس بات کے پیچھے کیا حقیقت ہے' پھر اس نے نداء کی: اے دشمن! ایک کامیاب بات بتاتا ہوں' ایک فصیح مرد یہ کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں اُٹھا پس ابھی ہم پر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ لوگوں نے کہا: یہ (سچے) نبی ہیں۔

اس حدیث کو یہاں لانے کا سبب یہ ہے کہ یہ واقعہ بھی حضرت عمر رضی اللہ کے اسلام لانے کا موجب اور محرک ہے۔

حضرت سواد بن قارب کا تذکرہ اور ان کے اشعار میں رسول اللہ ﷺ کے لیے کلی علمِ غیب' توسل ۔۔۔ اور آپ سے طلبِ شفاعت کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس چیز کے متعلق جو گمان کرتے تھے' وہ چیز اسی طرح ہو جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدثین میں سے تھے اور مُحدَّث کا معنی ہے: ''مُلهَم'' یعنی جس کے دل میں غیب سے کوئی بات ڈالی جائے اور وہ اس کو حدس اور فراست سے بتادے' اور اس کے دل میں نیک بات ڈالی جائے۔

حضرت عمر نے کہا: یہ شخص زمانۂ جاہلیت میں کاہن تھا' اس شخص کا نام (حضرت) سواد بن قارب تھا' یہ شاعر تھے اور پھر مسلمان ہو گئے اور ان کو شرفِ صحابیت حاصل ہوا۔

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جس کا جنات سے رابطہ ہوتا ہے اور وہ جنات سے سن کر غیب کی خبریں بیان کرتا ہے۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں از ابی اسحاق از حضرت براء بن عازب یہ روایت ذکر کی ہے کہ سواد بن قارب کا ایک جن سے رابطہ تھا جو ان کو غیب کی باتیں بتاتا تھا' ایک دن جب وہ سوئے ہوئے تھے تو وہ ان کے پاس آیا اور کہا: اُٹھو اور عقل سے کام لو' لؤی بن غالب کی اولاد سے ایک رسول مبعوث ہو گئے ہیں' پھر اس نے مجھے جگایا اور کہا: اے سواد! بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث کیا ہے' تم اُٹھ کر اس کے پاس جاؤ' تم سعادت اور ہدایت پا جاؤ گے' پھر جب تیسری رات ہوئی تو اس نے پھر مجھ کو جگایا اور پھر مجھ سے اسی طرح کہا' حتیٰ کہ میرے دل میں اسلام جاگزیں ہو گیا اور میں مدینہ میں آیا' پس جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: مرحبا! اے سواد بن قارب ہم کو معلوم ہے کہ تم کس وجہ سے آئے ہو' میں نے عرض کیا: میں نے کچھ اشعار کہے ہیں' وہ مجھ سے سنئے' پھر میں نے یہ اشعار سنائے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنائے ۔۔۔۔۔۔۔ جن میں آپ کے لیے کلی علمِ غیب' آپ سے توسل اور دنیا میں آپ سے طلبِ شفاعت کا ثبوت ہے

حسبِ ذیل مشاہیر ائمہ اور مستند علماء دین نے ان کے اشعار کو اپنی شہرۂ آفاق تصانیف میں درج کیا ہے:

(١) حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ٣٦٠ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میرے دل میں اسلام کی محبت جاگزیں ہو گئی اور میں اسلام کی طرف راغب ہوا' سو میں نے اپنی اونٹنی پر سامانِ سفر رکھا اور میں مکہ کی طرف روانہ ہوا' ابھی میں راستہ میں تھا کہ مجھے خبر ملی کہ آپ مدینہ کی طرف ہجرت کر چکے ہیں' سو میں مدینہ پہنچا اور نبی ﷺ کے متعلق دریافت کیا' مجھے بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں' سو میں مسجد میں گیا' میں نے اپنی اونٹنی باندھی' وہاں رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے اور آپ کے گرد لوگ تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری بات سُنیں! پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم آپ کے قریب آؤ' آپ کے قریب آؤ! حتیٰ کہ میں آپ کے بہت قریب بیٹھ گیا' پھر آپ نے فرمایا: بتاؤ! تمہارے جن نے تمہیں کیا خبر دی ہے! پس میں نے عرض کیا کہ رات کو میرے پاس میرے سونے کے بعد ایک سرگوشی کرنے والا آیا اور میں جو کچھ سنا رہا ہوں' اس میں بالکل جھوٹا نہیں ہوں' پھر یہ اشعار پڑھے:

تاتی رئیتی بعد لیل وهجعة — فلم اك فیما قد بلیت بكاذب

''میرے پاس رات کو نیند کے بعد آنے والا آیا' میرے ساتھ جو معاملہ پیش آیا ہے' میں اس میں جھوٹا نہیں ہوں''

ثلاث لیال قوله كل لیلة — اتاك نبی عن لؤی بن غالب

''وہ تین راتوں تک آتا رہا اور ہر رات وہ یہ کہتا تھا: تمہارے پاس لؤی بن غالب کی اولاد میں سے ایک نبی آ گیا ہے''

فشمرت عن ساقی الازار ووسطت — بی الذعلب الوجناء عند السباسب

''سو میں نے اپنی پنڈلیوں سے تہبند کو اڑسا' اور میں تیز رفتار اور مضبوط پشت والی اونٹنی پر جنگل کے سفر کر لیے بیٹھا''

فاشهد ان الله لا رب غیره — وانك مامون علی كل غائب

''سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں ہے' اور بے شک آپ ہر غیب پر امین ہیں''

وانك ادنی المرسلین وسیلة — الی الله یا ابن الاكرمین الاطائب

''اور آپ اللہ کی طرف تمام رسولوں میں سب سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں' اے معزز اور پاکیزہ آباء کے بیٹے!''

فكن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعة — سواك بمغن عن سواد بن قارب

''سو جس دن آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا' جو سواد بن قارب کو کفایت کر سکے' اس دن آپ میری شفاعت کریں''۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اشعار سن کر ہنسے' حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں' اور آپ کے گرد جو صحابہ بیٹھے ہوئے تھے' وہ بھی یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے۔ (المعجم الکبیر: ٦٤٧٥- ج ٧ ص ٩٥-٩٤' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

(٢) امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشا پوری متوفی ٤٠٥ھ نے بھی مذکور الصدر اشعار نقل کیے ہیں اور لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے۔ (المستدرک: ٦٥٥٨- ج ٣ ص ٦١' المکتبۃ العصریہ' بیروت' ١٤٢٠ھ)

(٣) امام ابو سعد عبد الملک بن ابی عثمان محمد بن ابراہیم الخرکوشی النیشا پوری متوفی ٤٠٦ھ نے بھی ان مذکور الصدر اشعار کو لکھا ہے اور لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے۔

(شرف المصطفیٰ ج ١ ص ٢٠٢' دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ١٤٢٤ھ)

(٤) حافظ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ نے بھی ان اشعار کو پیش کیا ہے اور لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اشعار سن کر ہنسے اور فرمایا: اے سواد! تم نے فلاح پالی۔ (دلائل النبوۃ ج ٢ ص ٢٥١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ھ)

(٥) حافظ ابو عمر یوسف بن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے بھی ان اشعار کو پیش کیا ہے۔

(الاستیعاب ج ٢ ص ٢٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

(٦) حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی متوفی ٥٧١ھ نے بھی ان اشعار کو درج کیا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ٢٤ ص ٣١٧' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

(٧) امام ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ٥٨١ھ نے بھی ان اشعار کا ذکر کیا ہے۔

(الروض الانف ج ١ ص ٣٦٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

(٨) امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ٥٩٧ھ نے بھی ان اشعار کو درج کیا ہے۔
(الوفاء باحوال المصطفیٰ ج اص ١٤٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٨ھ)

(٩) حافظ اسماعیل بن کثیر شافعی متوفی ٧٧٤ھ نے بھی ان اشعار سے استشہاد کیا ہے۔
(البدایہ والنہایہ ج ٢ص ٣٠٧' دارالفکر' بیروت' ١٤١٨ھ)

(١٠) حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ٨٠٧ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔
(مجمع الزوائد: ١٣٩١٢۔ ج ٨ص ٤٤٩' دارالفکر' بیروت' ١٤١٤ھ)

(١١) حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے بھی ان اشعار سے استشہاد کیا ہے۔
(فتح الباری ج ٥ص ٦٣' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

(١٢) علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ١٧ص ١١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

(١٣) علامہ عبدالرحمان الثعالبی متوفی ٨٧٥ھ نے بھی ان اشعار کو درج کیا ہے۔
(الانوار فی آیات النبی المختار ج اص ٣٣٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٦ھ)

(١٤) علامہ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔
(الخصائص الکبریٰ ج اص ١٧١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٥ھ)

(١٥) علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ٩١١ھ نے بھی ان اشعار سے استشہاد کیا ہے۔
(ارشاد الساری ج ٨ص ٣٨٢' دارالفکر' بیروت' ١٤٢١ھ)

(١٦) علامہ محمد بن یوسف الشامی متوفی ٩٤٢ھ نے بھی ان اشعار کو درج کیا ہے۔(سبل الہدیٰ والرشاد ج ٢ص ٢٠٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(١٧) ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔
(شرح الشفاء ج اص ٧٥٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

(١٨) علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ١٠٤٤ھ نے بھی ان اشعار سے استشہاد کیا ہے۔
(سیرۃ حلبیہ ج اص ٣٢٤' مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر)

(١٩) شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب متوفی ١٢٤٤ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔
(مختصر سیرۃ الرسول ص ٦٩' المکتبۃ الثقافی السعودی' لاہور)

(٢٠) علامہ احمد عبدالرحمٰن البناء الساعاتی المتوفی ١٣٧٨ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔
(الفتح الربانی ج ٣ص ٣٧٩٨' بیت الافکار الدولیۃ' اُردن' ٢٠٠٥ء)

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے اشعار سے مستنبط مسائل

ہم نے تمام محدثین' فقہاء اور مشہور علماء اسلام کی بیس (٢٠) عبارات پیش کی ہیں جنہوں نے حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے ان مذکور الصدر اشعار سے استدلال کیا ہے' ان اشعار سے معلوم ہوا کہ ان سب علماء اور محدثین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل غیوب پر امین اور مطلع ہیں' آپ کے تمام آباء مؤمن' معزز اور پاکیزہ نسب کے حامل ہیں' اور آپ تمام انبیاء میں سب سے قریب ترین وسیلہ

Marfat.com

ہیں' اور دنیا میں آپ سے روزِ قیامت کے لیے شفاعت طلب کرنا جائز ہے اور مسجد میں آپ کی نعت پڑھنا اور آپ کی مدح میں اشعار پڑھنا جائز ہے' اور آپ اور آپ کے اصحاب آپ کی نعت سن کر خوش ہوتے ہیں اور آپ نے نعت پڑھنے والے صحابی حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کو فوز وفلاح کی بشارت دی۔ آج کل میرے جسم میں خون بہت کم بن رہا ہے اور دماغ میں خون کم پہنچ رہا ہے' جس کی وجہ سے دماغ سکڑ گیا ہے اور مجھے دماغی کام کرنے میں بہت مشقت اور تکلیف ہوتی ہے' اس کے باوجود میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کے اظہار اور اثبات کے لیے یہ بیس عبارات مفصل حوالہ جات کے ساتھ تلاش کر کے سپردِ قلم کیں' اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری اس کاوش کو قبول فرمائیں اور جس طرح حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے دعا کی ہے کہ جس دن آپ کے سوا کوئی ان کے کام نہیں آسکے گا' اس دن آپ اُن کی شفاعت فرمائیں! سو یہ گناہوں میں ڈوبا ہوا ناکارہ بھی دعا کرتا ہے کہ جس دن کوئی غلام رسول سعیدی کے کام نہیں آسکے گا' اس دن آپ اس کی شفاعت فرمادیں۔ (آمین!)

٣٨٦٧ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا یَحْیٰی حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ حَدَّثَنَا قَیْسٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ زَیْدٍ یَقُوْلُ لِلْقَوْمِ: لَوْ رَاَیْتُنِیْ مُوْثِقِیْ عُمَرُ عَلَی الْاِسْلَامِ اَنَا وَاُخْتُهٗ وَمَا اَسْلَمَ وَلَوْ اَنَّ اُحُدًا اِنْقَضَّ لِمَا صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ مَحْقُوْقًا اَنْ یَّنْقَضَّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن زید سے سنا' وہ لوگوں سے کہہ رہے تھے: کاش! تم مجھے اس وقت دیکھتے جب حضرت عمر نے مجھے اور اپنی بہن کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے باندھا ہوا تھا اور وہ اس وقت اسلام نہیں لائے تھے اور تم لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو بدسلوکی کی ہے' اس کی وجہ سے اگر اُحد پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جاتا تو اس کو سزاوار تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٨٦٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٦ - بَابُ اِنْشِقَاقِ الْقَمَرِ — چاند کا شق ہو جانا

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم الشان معجزہ کا بیان ہے' جب آپ کی دعا یا آپ کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے' آسمانوں اور فضاؤں میں کسی معجزہ کا ظاہر ہونا' یہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' کیونکہ آپ کے سوا دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا وقوع زمین سے باہر نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں بھی اس معجزہ کا ذکر ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ○ (القمر:١) قیامت قریب آ پہنچی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا○

بعض فلاسفہ نے اس معجزہ کا انکار کیا ہے' ان کا زعم فاسد یہ ہے کہ افلاک میں فرق والتیام (ٹوٹنا اور جڑنا) محال ہے' اور ہم یہ کہتے ہیں کہ چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اور وہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے' وہ قیامت کے دن آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دے گا' جس طرح وثیقہ نویس وثیقوں کو لپیٹ دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ موجودہ سائنسی دور میں تو فلسفیوں کے اس قول کا باطل ہونا اور بھی زیادہ واضح ہو چکا ہے' کیونکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ چاند اور سورج آسمانوں میں نصب نہیں ہیں اور یہ سب فضاء میں اپنے اپنے مدار میں ہیں اور چاند زمین سے صرف پونے دو لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

۳۸۶۸ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرِیَهُمْ اٰیَةً فَاَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَیْنِ حَتّٰی رَاَوْا حِرَاءً بَیْنَهُمَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے ان کو دکھایا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے حراء (پہاڑ) کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۸۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًی فَقَالَ اشْهَدُوْا وَذَهَبَتْ فِرْقَةٌ نَحْوَ الْجَبَلِ. وَقَالَ اَبُو الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ انْشَقَّ بِمَكَّةَ وَتَابَعَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزۃ از الاعمش از ابراہیم از ابی معمر از حضرت عبداللہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور ہم اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے' آپ نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ اور چاند کا ایک ٹکڑا (حراء) پہاڑ کی طرف چلا گیا (اور دوسرا ٹکڑا وہیں رہا)۔ ابوالضحیٰ نے کہا از مسروق از حضرت عبداللہ: چاند مکہ میں شق ہوا' محمد بن مسلم نے ابراہیم کی متابعت کی ہے از ابن ابی نجیح از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ رضی اللہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۳۶ میں گزر چکی ہے۔

چاند کے شق ہونے کی کیفیت میں دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں منیٰ میں چاند کے شق ہونے کا ذکر ہے اور امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے یہ روایت کی ہے کہ مکہ میں چاند شق ہوا اور میں نے مکہ میں اس کے دو ٹکڑے دیکھے اور اس حدیث میں منیٰ میں چاند کے شق ہونے کا ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ منیٰ بھی مکہ میں ہے' لہٰذا ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ چاند کے یہ دو ٹکڑے فوراً جڑ گئے تھے' اب یہ قول مشہور اس حدیث کے معارض ہے' جس میں مذکور ہے کہ لوگوں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا' تو ایک ٹکڑا تو حراء کے نیچے اترا اور ایک ٹکڑا حراء کے درمیان رہا' اسی طرح ایک ٹکڑا حراء کی دائیں جانب یا بائیں جانب رہا' یا پھر چاند کا شق ہونا دو بار تھا' ایک بار دونوں ٹکڑے فوراً جڑ گئے اور دوسری بار لوگوں نے چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان حراء کو دیکھا۔

Marfat.com

٣٨٧٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْقَمَرَ اِنْشَقَّ عَلٰى زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عراک بن مالک از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٧١ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابی معمر از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٧ - بَابُ هِجْرَةِ الْحَبَشَةِ

حبشہ کی طرف ہجرت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ھجر کا لغوی معنی وصل کی ضد ہے' وصل کا معنی ہے: ملنا' اور ھجر کا معنی ہے: چھوڑنا' پھر اس کا غالب استعمال ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نکلنے پر ہونے لگا۔

مسلمانوں نے مکہ سے سرزمینِ حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی' پہلی بار بعثتِ نبوی کے پانچ سال بعد رجب کے مہینہ میں' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ پہلی بار دس مردوں اور چار عورتوں نے ہجرت کی' وہ پیدل اور سواری کے ذریعہ ساحل سمندر تک پہنچے پھر انہوں نے نصف دینار کے عوض حبشہ تک کے لیے ایک کشتی کرائے پر لی' یہ حضرت عثمان اور ان کی اہلیہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ اور ان کی اہلیہ حضرت سہلة بنت سہیل اور حضرت زبیر بن عوام اور حضرت مصعب بن عمیر' اور حضرت عبد الرحمان بن عوف اور حضرت ابو سلمة بن عبد الاسد اور ان کی اہلیہ حضرت اُم سلمہ بنت ابی امیہ' اور حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت عامر بن ربیعہ العنزی اور ان کی اہلیہ حضرت لیلیٰ بنت ابی خیثمہ اور حضرت ابو سبرۃ بن ابی رھم اور حضرت حاطب بن عمرو اور حضرت سہل بن بیضاء اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے۔

دوسری بار جو حبشہ کی طرف ہجرت ہوئی' اس میں بیاسی (٨٢) مرد تھے اور ان کی بیویاں اور بچے تھے' اس میں شک ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ان میں تھے یا نہیں؟ اگر وہ ان میں تھے تو پھر یہ تراسی (٨٣) مرد تھے' ہم نے ان کا ذکر اپنی تاریخ کبیر میں کیا ہے جیسا کہ امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور امام ابن اسحاق نے حتمی طور پر کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہجرتِ ثانیہ میں تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارا دارِ ہجرت دکھایا گیا' وہاں کھجوروں کے باغات بہت

Marfat.com

فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ هَاجَرَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ

ہیں وہ جگہ دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ہے سو جس نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنی تھی اس نے ہجرت کر لی اور جو عام مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے وہ بھی مدینہ کی طرف چلے گئے۔

اس تعلیق کے مطابق مفصل حدیث موصول باب ہجرۃ الی المدینہ (صحیح البخاری: ۳۹۵۰) میں آ رہی ہے۔

فِيهِ عَنْ أَبِي مُوسٰى وَأَسْمَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابوموسیٰ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۳۱۳۶ میں گزر چکی ہے۔

اس تعلیق میں حضرت ابوموسیٰ کا ذکر ہے ان کا نام ہے: عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ نیز اس تعلیق میں حضرت اسماء کا ذکر ہے ان کا نام ہے: حضرت اسماء بنت عمیس الخثعمیہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن ہیں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ساٹھ (٦٠) احادیث روایت کی ہیں یہ پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں اور ان کے ساتھ انہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پھر جب حضرت جعفر غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تو ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا پھر جب حضرت ابوبکر فوت ہو گئے تو ان سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا پھر ان کے بعد یہ فوت ہو گئیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۲۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

۳۸۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ قَالَا لَهُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُكَلِّمَ خَالَكَ عُثْمَانَ فِي أَخِيهِ الْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ وَكَانَ أَكْثَرَ النَّاسُ فِيمَا فَعَلَ بِهِ. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَانْتَصَبْتُ لِعُثْمَانَ حِينَ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً وَهِيَ نَصِيحَةٌ فَقَالَ أَيُّهَا الْمَرْءُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَانْصَرَفْتُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الصَّلٰوةَ جَلَسْتُ إِلَى الْمِسْوَرِ وَإِلَى ابْنِ عَبْدِ يَغُوثَ فَحَدَّثْتُهُمَا بِالَّذِي قُلْتُ لِعُثْمَانَ وَقَالَ لِي فَقَالَا قَدْ قَضَيْتَ الَّذِي كَانَ عَلَيْكَ فَبَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ مَعَهُمَا إِذْ جَاءَنِي رَسُولُ عُثْمَانَ فَقَالَا لِي قَدِ ابْتَلَاكَ اللّٰهُ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا نَصِيحَتُكَ الَّتِي ذَكَرْتَ آنِفًا قَالَ فَتَشَهَّدْتُ ثُمَّ قُلْتُ إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ ان کو عبیداللہ بن عدی بن الخیار نے خبر دی کہ حضرت مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن الاسود بن عبد یغوث ان دونوں نے ان سے کہا کہ تمہیں اپنے ماموں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے بھائی الولید بن عقبہ کے معاملے میں بات کرنے سے کیا چیز روکتی ہے اور ان کے افعال کے متعلق بہت لوگ شکایت کرتے تھے عبیداللہ نے کہا کہ جب حضرت عثمان نماز پڑھنے کے لیے نکلے تو میں ان کے راستہ میں کھڑا ہو گیا میں نے حضرت عثمان سے کہا: مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے اور وہ محض خیر خواہی ہے حضرت عثمان نے کہا: اے شخص! میں تم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں پس میں واپس آ گیا جب میں نے نماز ادا کر لی تو میں حضرت مسور اور ابن عبد یغوث کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور میں نے ان کو بتایا کہ میں نے حضرت عثمان سے کیا کہا تھا اور انہوں نے مجھ سے جواب میں کیا کہا پس ان دونوں نے کہا: آپ نے اپنا فرض

وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنْتَ بِهٖ وَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتَ هَدْيَهٗ وَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِيْ شَاْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ فَحَقٌّ عَلَيْكَ اَنْ تُقِيْمَ عَلَيْهِ الْحَدَّ فَقَالَ لِيْ يَا ابْنَ اَخِيْ اَدْرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ قَدْ خَلَصَ اِلَيَّ مِنْ عِلْمِهٖ مَا خَلَصَ اِلَى الْعَذْرَاءِ فِيْ سِتْرِهَا قَالَ فَتَشَهَّدَ عُثْمَانُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ وَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ كَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهٗ وَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ اَفَلَيْسَ لِيْ عَلَيْكُمْ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ لَهُمْ عَلَيَّ قَالَ بَلٰى قَالَ فَمَا هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ الَّتِيْ تَبْلُغُنِيْ عَنْكُمْ؟ فَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ شَاْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ فَسَنَاْخُذُ فِيْهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ قَالَ فَجَلَدَ الْوَلِيْدَ اَرْبَعِيْنَ جَلْدَةً وَاَمَرَ عَلِيًّا اَنْ يَجْلِدَهٗ وَكَانَ هُوَ يَجْلِدُهٗ ۔ وَقَالَ يُوْنُسُ وَابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَفَلَيْسَ لِيْ عَلَيْكُمْ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ لَهُمْ ۔

ادا کر دیا' پس جس وقت میں ان دونوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو اس وقت میرے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا' تو ان دونوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کی ادائیگی میں مبتلا کر دیا ہے' پس میں روانہ ہوا' حتیٰ کہ حضرت عثمان کے پاس پہنچ گیا' پس حضرت عثمان نے کہا: وہ تمہاری کون سی خیر خواہی تھی جس کا تم نے ابھی ذکر کیا تھا' حضرت عبید اللہ نے کہا: پس میں نے (پہلے) کلمہ شہادت پڑھا' پھر میں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل کی اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہی اور آپ پر ایمان لائے اور آپ نے پہلی دو ہجرتیں کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کی اور آپ کی سیرت کا مشاہدہ کیا اور اب حال یہ ہے کہ لوگ ولید بن عقبہ کی (شراب نوشی کی) بہت شکایتیں کر رہے ہیں' سو آپ پر فرض ہے کہ آپ اس پر حد قائم کریں' تو حضرت عثمان نے مجھ سے پوچھا: اے میرے بھتیجے! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! لیکن مجھے آپ کے علم کی وہ تمام باتیں پہنچ گئی ہیں جو ایک کنواری لڑکی کو اس کے پردے میں پہنچتی ہیں' پھر حضرت عثمان نے کلمہ شہادت پڑھا' پس فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل کی اور میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہی' اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس دین کو لے کر آئے تھے میں اس پر ایمان لایا اور جیسا کہ تم نے کہا ہے میں نے پہلی دو ہجرتیں کیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کا شرف حاصل کیا اور آپ سے بیعت کی' اور اللہ کی قسم! میں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی' اور نہ کبھی آپ کی خیانت کی' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کا خلیفہ بنایا' پس اللہ کی قسم! میں نے کبھی حضرت ابو بکر کی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان کی کبھی خیانت کی' پھر حضرت عمر کو (ان کا) خلیفہ بنایا گیا' پس اللہ کی قسم! میں نے ان کی نافرمانی نہیں کی اور نہ کبھی ان کی

Marfat.com

خیانت کی' پھر مجھے خلیفہ بنایا گیا' پس کیا میرے تم پر ایسے حقوق نہیں ہیں جیسے ان کے حقوق مجھ پر تھے؟ حضرت عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں! حضرت عثمان نے کہا: پھر تم لوگوں کی طرف سے جو باتیں مجھ تک پہنچ رہی ہیں' وہ کس لیے ہیں! رہی یہ بات کہ تم نے ولید بن عقبہ کی (شراب نوشی کی) شکایت کی ہے تو ان شاء اللہ! ہم عنقریب اس کو حق کے ساتھ پکڑیں گے' پس حضرت عثمان نے ولید کو چالیس کوڑے مارے اور حضرت علی رضی اللہ کو حکم دیا کہ وہ اس کو کوڑے ماریں' حضرت علی نے ہی اس کو کوڑے مارے تھے' اور یونس اور زہری کے بھتیجے نے زہری سے روایت کی ہے کہ کیا پس میرا تم پر وہ حق نہیں ہے جیسا ان لوگوں کا (مجھ پر) حق تھا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرۃ:٤٩) مَا ابْتُلِيْتُمْ بِهٖ مِنْ شِدَّةٍ ۔ وَفِيْ مَوْضِعِ الْبَلَاءُ الْاِبْتِلَاءُ وَالتَّمْحِيْصُ' مِنْ بَلَوْتُهٗ وَ مَحَّصْتُهٗ اَيْ اِسْتَخْرَجْتُ مَا عِنْدَهٗ ۔ يَبْلُوْ يَخْتَبِرُ' مُبْتَلِيْكُمْ مُخْتَبِرُكُمْ ۔ وَاَمَّا قَوْلُهٗ ﴿بَلَآءٌ عَظِيْمٌ﴾ النِّعَمُ ۔ وَهِيَ مِنْ اَبْلَيْتُهٗ' وَتِلْكَ مِنِ ابْتَلَيْتُهٗ ۔

امام ابو عبد اللہ نے کہا: تمہارے رب کی طرف سے آزمائش ہے (البقرۃ:٤٩) یعنی جس شدت میں تم کو مبتلا کیا گیا ہے اور بلاء کی جگہ میں ابتلاء اور تمحیص کو استعمال کیا جاتا ہے یہ ''بلوتہ'' اور ''مَحَّصْتُهٗ'' سے ماخوذ ہے' یعنی جو اس کے پاس تھا میں نے اس کو نکال لیا ''یَبْلُو'' کا معنی ہے: وہ آزماتا ہے ''مُبْتَلِيْكُمْ'' کا معنی ہے: وہ تم کو آزمانے والا ہے' اور رہا یہ ارشاد: ''بَلَاءٌ عَظِيْمٌ'' یعنی نعمتیں اور یہ ''اَبْلَيْتُهٗ'' سے ماخوذ ہے' یعنی میں نے اس کو نعمت دی اور وہ ''اِبْتَلَيْتُهٗ'' سے ماخوذ ہے' یعنی میں نے اس کو آزمایا۔

(میں کہتا ہوں کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بلاء کا لفظ لغت اضداد سے ہے' اس کا معنی نعمت دینا بھی ہے اور اس کا معنی آزمانا بھی ہے۔ ''بلاء من ربکم'' میں یہ آزمائش کے معنی میں ہے اور ''بلاءٌ عظیم'' میں یہ نعمت کے معنی میں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٦٩٦ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور حدیث سابق سے تعارض کا جواب

اس حدیث کا عنوان ہے: حبشہ کی طرف ہجرت اور اس حدیث کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان کی دو ہجرتوں کا ذکر ہے اور ان دو ہجرتوں میں سے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف تھی۔

صحیح البخاری: ٣٦٩٦ میں مذکور ہے کہ ولید بن عقبہ کو اسی (٨٠) کوڑے مارے گئے تھے اور اس حدیث میں چالیس کوڑے مارے جانے کا ذکر ہے' اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ کم عدد کا ذکر زائد عدد کے ذکر کے منافی نہیں ہے کیونکہ زائد عدد میں کم عدد بھی موجود ہوتا ہے' یعنی اسی کوڑے چالیس کوڑوں کو متضمن ہیں' لہٰذا چالیس کا ذکر اسی کے منافی نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جس شاخ کے ساتھ ولید کو کوڑے مارے تھے اس کی دو طرفیں تھیں' سو جس نے ان دونوں طرفوں کا اعتبار کیا' اس نے کہا: ولید کو اسی (٨٠)

Marfat.com

کوڑے مارے گئے تھے اور جس نے نفس شارخ کا لحاظ کیا' اس نے کہا: ولید کو چالیس کوڑے مارے گئے تھے' بہر حال اس پر اجماع ہے کہ شراب نوشی کی حد اسّی (٨٠) کوڑے ہے' کیونکہ شرابی اپنے نشہ میں اول فول بکتا ہے اور نشہ میں کسی پر تہمت بھی لگا دیتا ہے اور تہمت کی حد اسّی (٨٠) کوڑے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٨۔ ١٧ ملخصاً وموضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٧٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيهَا تَصَاوِيرُ فَذَكَرَتَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُولٰئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَّصَوَّرُوْا فِيهِ تِيْكَ الصُّوَرَ أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک گرجے کا ذکر کیا جس کو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا' اس میں تصاویر تھیں' ان دونوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک مرد فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے اور اس میں یہ مجسمے نصب کر دیتے' یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٧ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت اور حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ کا تذکرہ

امام بخاری نے اس حدیث کو حبشہ کی طرف ہجرت کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں حبشہ کا ذکر ہے اور حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' حضرت اُم حبیبہ دوسری ہجرت میں اپنے خاوند عبداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ گئی تھیں جو وہیں فوت ہو گئے تھے' کہا جاتا ہے کہ وہ نصرانی ہو گئے تھے' ان کی وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُم حبیبہ سے نکاح کر لیا تھا (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خط کے ذریعہ نجاشی کو اپنا وکیل بنایا تھا اور اس نے آپ کی طرف سے یہ نکاح کیا تھا۔ سعیدی غفرلہ) اور حضرت اُم سلمہ نے اپنے خاوند ابوسلمہ کے ساتھ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی تھی' حضرت اُم سلمہ کا نام ھند ہے اور حضرت اُم حبیبہ کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٧٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سَعِيدٍ السَّعِيدِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدٍ قَالَتْ قَدِمْتُ مِنْ أَرْضِ الْحَبَشَةِ أَنَا وَجُوَيْرِيَةٌ فَكَسَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمِيصَةً لَّهَا أَعْلَامٌ فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ الْأَعْلَامَ بِيَدِهِ وَيَقُولُ سَنَاهْ سَنَاهْ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ يَعْنِي حَسَنٌ حَسَنٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید السعیدی نے حدیث بیان کی از والد خود از اُم خالد بنت خالد' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں سرزمین حبشہ سے آئی' اس وقت میں ایک کم سن لڑکی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک نقش و نگار والی چادر پہنائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے نقش و نگار پر اپنا ہاتھ پھیرتے رہے اور فرماتے رہے: ''سناہ سناہ'' یعنی عمدہ ہے' عمدہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٧١ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس حدیث کو ہجرتِ حبشہ کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں حبشہ کا ذکر ہے۔
اس حدیث میں اُم خالد کا ذکر ہے' خالد حضرت زبیر بن عوام کے بیٹے تھے۔

٣٨٧٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا قَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا فَقُلْتُ لِاِبْرَاهِيْمَ كَيْفَ تَصْنَعُ اَنْتَ قَالَ اَرُدُّ فِيْ نَفْسِيْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالتِ نماز میں سلام کرتے تھے' پس (آپ) ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے' پس جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے تو ہم نے آپ کو سلام کیا' پس آپ نے ہم کو سلام کا جواب نہیں دیا' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! (پہلے) ہم آپ کو سلام کرتے تھے تو آپ ہمارے سلام کا جواب دیتے تھے' آپ نے فرمایا: (ہاں!) نماز میں دوسرا شغل ہوتا ہے۔ راوی (علقمہ کہتے ہیں: میں) نے ابراہیم سے پوچھا: آپ کس طرح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اپنے دل میں (سلام کا جواب) دیتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٩٩ میں گزر چکی ہے۔
امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے پاس سے واپس آنے کا ذکر کیا ہے اور نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا۔

٣٨٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً فَاَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا اِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَاَقَمْنَا مَعَهٗ حَتّٰى قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ اَنْتُمْ يَا اَهْلَ السَّفِيْنَةِ هِجْرَتَانِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی' اس وقت ہم یمن میں تھے' پس ہم کشتی میں سوار ہوئے تو ہواؤں نے ہماری کشتی کو نجاشی کے پاس حبشہ میں پہنچا دیا' سو وہاں ہماری حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' پس ہم وہاں ان کے ساتھ ٹھہرے حتیٰ کہ ہم مدینہ پہنچے' پس جب ہماری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی' اس وقت آپ خیبر فتح کر چکے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے کشتی والو! تمہارے لیے دو ہجرتیں ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٣٦ میں گزر چکی ہے۔
امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں بھی حبشہ کا ذکر ہے' اس حدیث میں دو ہجرتوں کا

Marfat.com

ذکر ہے ایک ہجرت مکہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت حبشہ سے مدینہ کی طرف۔

۳۸ - بَابُ مَوْتِ النَّجَاشِيِّ نجاشی کی موت کا بیان

اس باب میں حبشہ کے بادشاہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی موت کا ذکر ہے' حضرت نجاشی کی موت کے متعلق دو تاریخیں ہیں' ایک قول سات ہجری کا ہے اور ایک قول آٹھ ہجری کا ہے۔

۳۸۷۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ مَاتَ النَّجَاشِيُّ مَاتَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ فَقُومُوْا فَصَلُّوْا عَلٰى اَخِيكُمْ اَصْحَمَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت نجاشی فوت ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج ایک نیک شخص فوت ہو گیا' پس اُٹھو اپنے بھائی اصحمہ کی نماز جنازہ پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۱۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی کی موت کی خبر دی ہے' ان کا نام اصحمہ ہے اور نجاشی ان کا لقب ہے' حضرت نجاشی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غائبانہ ایمان لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

۳۸۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ عَطَاءً حَدَّثَهُمْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَصَفَّنَا وَرَاءَهٗ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ اَوِ الثَّالِثِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ ان کو عطاء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی' سو ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں' پس میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۱۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی کی موت کی خبر دینے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

۳۸۷۹ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ سَلِيْمِ بْنِ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا تَابَعَهٗ عَبْدُ الصَّمَدِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی از سلیم بن حیان' انہوں نے کہا کہ ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اصحمہ النجاشی رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھی' پس آپ نے ان پر چار تکبیریں پڑھیں۔ اس حدیث میں یزید بن

Marfat.com

ہارون کی متابعت عبدالصمد نے کی ہے۔

٣٨٨٠- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى لَهُمُ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور ابن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبشہ کے بادشاہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی موت کی اس دن خبر دی جس دن ان کی وفات ہوئی تھی اور آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٢٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٨١- وَعَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ فِي الْمُصَلَّى فَصَلَّى عَلَيْهِ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا .

اور از صالح از ابن شہاب روایت ہے' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے عیدگاہ میں صفیں بنائیں' پھر آپ نے حضرت نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ١٢٤٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٩- بَابُ تَقَاسُمِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مشرکین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قسمیں کھانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین نے جمع ہو کر قسمیں کھائیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں گے' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور مشرکین کے خلاف آپ کی مدد فرمائی۔

٣٨٨٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَادَ حُنَيْنًا مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کا ارادہ کیا تو فرمایا: کل ہم ان شاء اللہ خیف بنو کنانہ میں ٹھہریں گے جہاں قریش نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٨٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جہاں قریش نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

خیف اس جگہ کو کہتے ہیں جو پہاڑ کی اونچائی سے ڈھلان ہو اور پانی کے نالہ سے بلند ہو' وہیں پر مسجد خیف ہے' اس سے پہلی حدیث میں ہے: آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ نے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا اور اس حدیث میں ہے: یہ آپ نے اس وقت فرمایا: جب آپ نے حنین کا ارادہ فرمایا تھا' علامہ عینی فرماتے ہیں: ان میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ یہ متعدد واقعات ہیں۔

٤٠- بَابُ قِصَّةِ اَبِيْ طَالِبٍ — ابوطالب کا قصہ

اس باب میں ابوطالب کے قصہ کا بیان ہے' ان کا نام عبدمناف ہے اور وہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے سگے بھائی تھے' اسی وجہ سے حضرت عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کریں' ابوطالب اس وصیت پر عمل کرتے رہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور وہ آپ کی ہجرت سے پہلے فوت ہو گئے' اس وقت آپ کی عمر تین ماہ کم پچاس سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ جب آپ شعب ابوطالب سے نکلے' اس وقت ان کی وفات ہوئی تھی اور یہ بعثت کے بعد دسواں سال تھا۔

٣٨٨٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَغْنَيْتَ عَنْ عَمِّكَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَحُوْطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَّارٍ وَلَوْ لَا اَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔[اطراف الحدیث: ٦٢٠٨-٦٥٧٢]

(صحیح مسلم: ٢٠٩' الرقم المسلسل: ٣٩٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا' آپ نے اپنے چچا سے کیا تکلیف دور کی' وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور وہ آپ کے لیے غضب ناک ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک دوزخ کی آگ میں ہیں اور اگر میں ان کو نہ بچاتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔

ابوطالب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرنے کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالمطلب نے اپنی موت کے وقت ابوطالب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی وصیت کی تھی' سو وہ آپ کی کفالت کرتے رہے حتیٰ کہ آپ بڑے ہو گئے' اور آپ کی بعثت کے بعد بھی وہ تاحیات آپ کی کفالت کرتے رہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابوطالب سے نکلے تھے اس وقت ابوطالب کی وفات ہوئی تھی اور اس وقت آپ کی بعثت پر دس سال گزر چکے تھے' ابوطالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کرتے تھے اور ہر ایذاء کو آپ سے دور کرتے تھے' اس کے باوجود وہ اپنی قوم کے دین پر قائم رہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے چچا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا' ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نصرت کی ہے اور آپ سے ایذاء اور ضرر کو دور کیا' اس کے متعلق خبریں معروف اور مشہور ہیں' ابوطالب کا یہ شعر بھی مشہور ہے:

واللّٰہ لن یصلوا الیک بجمعھم — حتی اوسد فی التراب دفینا

''اللہ کی قسم! یہ سب مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے' حتیٰ کہ میں مٹی میں ٹیک لگا کر دفن ہو جاؤں''۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابو طالب آپ کا لحاظ کرتے تھے امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب ہجرت سے تین سال پہلے ایک سال میں فوت ہوئے' حضرت خدیجہ آپ کو مشورہ دیتی تھیں اور اسلام پر ثابت قدم تھیں اور آپ کو سکون پہنچاتی تھیں' اور ابو طالب آپ کے بازو کی قوت تھے اور اپنی قوم کے خلاف آپ کی مدد کرتے تھے اور جب ابو طالب فوت ہو گئے تو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی اذیتیں پہنچائیں جن کا وہ ابو طالب کی زندگی میں تصور نہیں کر سکتے تھے' حتیٰ کہ قریش کے ایک اوباش جاہل نے آپ کے سر اقدس پر خاک ڈال دی۔ عروہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں یہ فرماتے ہوئے داخل ہو رہے تھے: قریش مجھے ابو طالب کی حیات میں کوئی اذیت نہیں پہنچا سکے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ آپ کی خاطر لوگوں پر غضب ناک ہوتے تھے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ اپنے اقوال اور افعال سے آپ کے مخالفین کا رد کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک دوزخ کی آگ میں تھا۔ حدیث میں ''ضحضاح'' کا لفظ ہے ''ضحضاح'' اس پانی کو کہتے ہیں جو ٹخنوں تک پہنچ جائے' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کر دی' اس باب کی تیسری حدیث میں ہے: اس کے ٹخنوں تک آگ پہنچ رہی ہے' جس سے اس کا دماغ جوش کھا رہا ہے' اور امام مسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اہل دوزخ میں سے سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہو رہا ہے' وہ (آگ کی) دو جوتیاں پہنے ہوئے ہے' جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہے۔ (صحیح مسلم: ٢١٣) اور امام بزار نے بھی اسی کی مثل حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' اس کے آخر میں ہے: جس طرح برتن میں گرم پانی کھولتا ہے۔

ابو طالب کے قبولِ اسلام پر روافض کی پیش کردہ روایت کا ردّ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو ابو طالب کی آخرت کے متعلق سوال کیا' اس سے امام ابن اسحاق کی اس روایت کا ضعف ظاہر ہو جاتا ہے' جس میں سند مجہول کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ابو طالب پر موت قریب آئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر یہ پیش کیا کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہے تو اس نے انکار کیا تو عباس نے ابو طالب کی طرف دیکھا تو وہ اپنے ہونٹ ہلا رہے تھے' عباس نے ان کی طرف کان لگائے' پھر کہا: اے میرے بھتیجے! اللہ کی قسم! میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے' جس کے پڑھنے کا آپ نے اس کو حکم دیا تھا۔ اس روایت کی سند اگر بالفرض صحیح بھی ہوتی تو اس کے معارض وہ احادیث ہیں جو اس سے زیادہ صحیح ہیں' چہ جائیکہ یہ سند صحیح بھی نہیں ہے' امام ابو داؤد' امام نسائی' امام ابن خزیمہ اور امام ابن جارود نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب ابو طالب فوت ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا گم راہ بوڑھا چچا مر گیا' آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں گاڑ دو' میں نے عرض کیا: وہ حالت شرک میں مرا ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں گاڑ دو' پھر میں نے اس کو زمین میں گاڑ دیا' پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ابو داؤد: ٣٢١٤' سنن نسائی: ١٩٠' مصنف عبد الرزاق: ٩٩٣٦' مسند احمد ج ١ ص ١٣٠' سنن بیہقی ج ١ ص ٣٠٥۔ ٣٠٤۔ ج ٣ ص ٣٩٨۔ ٣٥٨۔ ج ٧ ص ٦٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٣٤٧)

روافض نے ابو طالب کے اسلام پر احادیث ضعیفہ پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے' ان میں سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے' میں نے اپنی کتاب ''الاصابہ'' میں ابو طالب کے تذکرہ میں ان کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٣٠٧۔ ٣٠٤' دار المعرفۃ بیروت' ١٤٢٦ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ رافضیہ کے مزید شبہات ہیں' جن کو ہم نے الاصابہ میں ذکر کیا ہے' ہم ان شاء اللہ اس کا خلاصہ اس باب کی احادیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھیں گے۔

Marfat.com

٣٨٨٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَا طَالِبٍ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ اَيْ عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَالَا يُكَلِّمَانِهٖ حَتّٰى قَالَ اٰخِرَ شَيْءٍ كَلَّمَهُمْ بِهٖ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ اُنْهَ عَنْهُ فَنَزَلَتْ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○﴾ (التوبہ:١١٣) وَنَزَلَتْ ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ (القصص:٥٦) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابن المسیب از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس کے پاس ابوجہل تھا' آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ یہ کلمہ پڑھیے: لا الٰہ الا اللہ' تو میں اللہ تعالیٰ کے پاس اس کی وجہ سے آپ کے لیے حجت پکڑوں گا' پس ابوجہل نے اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ وہ دونوں مسلسل ابوطالب سے یہ کہتے رہے' حتیٰ کہ آخری بات جو ابوطالب نے کہی' وہ یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے' تب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت طلب کریں' خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں' جب ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں○ (التوبہ:١١٣) اور یہ آیت نازل ہوئی: بے شک آپ اسے ہدایت یافتہ نہیں بناتے جس کا ہدایت یافتہ ہونا آپ کو پسند ہو۔ (القصص:٥٦)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٦٠ میں گزر چکی ہے۔

ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ کا تذکرہ اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی تصریح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا' یعنی جب اس پر موت کا وقت قریب آیا اور اس کی علامات ظاہر ہوئیں اور یہ نزع روح اور غرغرہ موت سے پہلے کا وقت ہے۔

اور اس کے پاس ابوجہل تھا' ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام بن المغیرہ المخزومی ہے' یہ اللہ کا دشمن تھا اور اس اُمت کا فرعون تھا۔

عبداللہ بن ابی امیہ' یہ المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے بیٹے تھے' یہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے بعد نکاح کیا تھا' اور عبداللہ بن ابی امیہ فتح مکہ کے دن یا اس سے پہلے اسلام لے آئے تھے' اور اسی سال غزوۂ حنین میں شہید ہو گئے تھے۔

ابوجہل اور عبداللہ نے ابوطالب سے کہا: کیا تم عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرتے ہو؟ کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرت عبدالمطلب دین اسلام پر نہیں تھے۔

Marfat.com

القصص:٥٦ بھی ابو طالب کے قصہ میں نازل ہوئی ہے۔

ان آیات اور اس صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ابو طالب اسلام پر نہیں مرا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ بعض کتب مسعودی میں یہ تحریر ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ مسعودی کی کتاب اس حدیث صحیح کے معارض نہیں ہو سکتی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۲-۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ جب ابو طالب ایمان نہیں لایا تو آپ نے کیوں فرمایا: میں تمہارے حق میں شہادت دوں گا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا: میں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کے حق میں حجت پکڑوں گا' اور کتاب الجنائز میں اس حدیث (صحیح البخاری:١٣٦٠) کے یہ الفاظ ہیں: میں اللہ تعالیٰ کے پاس اس کلمہ کی شہادت دوں گا۔

جب ابو طالب نے کلمہ نہیں پڑھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ سمجھا کہ اس کا کلمہ پڑھنا اس کو فائدہ نہیں دے گا کیونکہ وہ کلمہ پڑھنا موت کے وقت ہوگا' یا اس وجہ سے اس کے لیے کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوگا کیونکہ اس نے نماز وغیرہ دیگر نیک اعمال نہیں کیے تھے' اس لیے آپ نے فرمایا: میں آپ کے کلمہ پڑھنے کی اللہ تعالیٰ کے پاس شہادت دوں گا' یعنی ہر چند کہ موت کے وقت کلمہ پڑھنا نجات کے لیے کافی نہیں ہے لیکن اگر آپ نے کلمہ پڑھ لیا تو میں آپ کے کلمہ پڑھنے کی اللہ تعالیٰ کے پاس شہادت دوں گا' ممکن ہے اس کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو۔ اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طالب نے کہا: اگر قریش مجھے اس پر ملامت نہ کرتے کہ اس نے موت کی تکلیف کی وجہ سے کلمہ پڑھ لیا تو میں کلمہ پڑھ کر آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا۔

ابو طالب کے کفر پر مرنے کی تصریحات

حدیث مذکور اور اس حدیث میں جن آیتوں کا ذکر ہے' ان میں یہ تصریح ہے کہ ابو طالب کی موت اسلام پر نہیں ہوئی۔

(فتح الباری ج ۵ص ۷۵-۴۷٦' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ابو طالب کی موت کفر پر ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے کیسے استغفار کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے لیے استغفار کرنے سے منع نہیں فرمایا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آ کر کہا: یارسول اللہ! وہ گم راہ بوڑھا مر گیا' تو آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو مٹی میں دبا دو۔ (سنن نسائی:١٩٠' سنن ابوداؤد:٣٢١٤' سنن سعید بن منصور:١٠٤٢ - ج ۵ص ۲۸۲' سنن کبریٰ ج ۱ص ۳۰۴' الکوثر الجاری ج ۷ص ۴۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۳۸۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ خَبَّابٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُجْعَلُ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِيْ مِنْهُ دِمَاغُهُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن خباب از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ کے سامنے آپ کے چچا کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: شاید قیامت کے دن اس کو میری شفاعت

Marfat.com

حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بِهَذَا وَقَالَ تَغْلِي مِنْهُ أُمُّ دِمَاغِهِ.

نفع پہنچائے گی' پس اس کو ٹخنوں تک دوزخ میں رکھا جائے گا' آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی' جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا' ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن حازم اور دراوردی نے حدیث بیان کی از یزید اسی طرح اور کہا: اس سے اس کے دماغ کی اصل (کھوپڑی) کھول رہی ہوگی۔

[طرف الحدیث: ۶۵۶۴] (صحیح مسلم: ۲۱۰' الرقم المسلسل: ۵۰۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۴۷' مسند احمد ج ۳ ص ۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ابوطالب کے ایمان کے متعلق روافض کے شبہات اور ان کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

رافضی نے راشد الحمانی کی سند سے ذکر کیا ہے کہ امام جعفر بن محمد صادق سے اہل جنت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ انبیاء جنت میں ہیں' صالحین جنت میں ہیں۔ (الی قولہ) عبدالمطلب کا حشر کیا جائے گا اور ان کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا نور ہوگا' اور بادشاہوں کا جمال ہوگا' اور اس گروہ میں ابوطالب کا حشر کیا جائے گا' پس جب لوگ حساب کے لیے پیش ہوں گے اور جنت والے جنت میں جانے کے لیے تیار ہوں گے' پھر ہر اس شخص کو پیش کیا جائے گا' جس کو اپنے رب کی معرفت ہوگی اور اپنے نبی کی معرفت نہیں ہوگی اور شیخ فانی کو اور بچہ کو' پھر ان سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم اس آگ میں داخل ہو جاؤ' پس جو اس آگ میں داخل ہو جائیں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جو توقف کریں گے' ان کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

اس حدیث کی سند میں غالی رافضی ہیں اور حدیث اخیر کئی سندوں سے ان کے متعلق ہے جو سخت بوڑھے ہوں' اور جو زمانہ فترت میں فوت ہو گئے اور جو پیدائشی نابینا اور بہرے ہیں اور جو مجنون پیدا ہوئے یا جو بالغ ہونے سے پہلے مجنون ہو گئے' ان میں سے ہر ایک یہ کہے گا کہ اگر مجھے عقل ہوتی اور میرے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا تو میں ایمان لے آتا' پھر ان کے سامنے آگ پیش کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ' پس جو اس آگ میں داخل ہو جائے گا وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی اور جو نہیں داخل ہوگا اس کو زبردستی اس آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔

سو اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا یہ محمل ہے: اور ہمیں یہ اُمید ہے کہ حضرت عبدالمطلب اور ان کے اہل بیت دوزخ کی آگ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے خوشی خوشی داخل ہوں گے' پس وہ نجات پا جائیں گے' لیکن ابوطالب ان میں نہیں ہوں گے' کیونکہ ان کے متعلق حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ان کے ٹخنوں تک آگ ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔

(صحیح البخاری: ۶۲۰۸' صحیح مسلم: ۲۰۹)

غالی شیعہ رافضی نے قرآن مجید کی اس آیت سے ابوطالب کے ایمان پر استدلال کیا ہے:

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○

سو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم کی اور ان کی نصرت و حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا' وہی فلاح پانے والے ہیں○ (الاعراف: ۱۵۷)

رافضی نے کہا کہ مشہور ہے کہ ابوطالب نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی تھی جیسا کہ ان اشعار سے ظاہر ہے:

وابیض یستسقی الغمام بوجہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

''وہ بہت حسین شخص ہیں جن کے چہرے سے بادل بارش طلب کرتا ہے' جو یتیموں کی پناہ گاہ ہیں اور بیوہ عورتوں

Marfat.com

کا آسرا ہیں''

وشق لہ من اسمہ لیجلہ فذو العرش محمود وھذا محمد

''اللہ نے اپنے نام سے ان کا نام بنایا' تا کہ ان کی جلالت ظاہر ہو' سو عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ہیں''۔

اور ابو طالب ان کے لیے قریش سے لڑتے تھے اور جتنی انہوں نے آپ کی مدافعت کی ہے' کسی نے نہیں کی' جیسا کہ بہ کثرت خبروں سے ظاہر ہے۔

یہ رافضی کا مبلغ علم ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ابو طالب نے آپ کی بہت زیادہ مدد کی ہے' لیکن اس نور کی پیروی نہیں کی جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا تھا اور وہ قرآن مجید ہے' جس نے توحید کی دعوت دی اور اس وقت تک فلاح حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ کوئی شخص توحید کا اقرار نہ کرے۔

نیز رافضی کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ ابو رافع نے بیان کیا کہ میں نے ابو طالب سے سنا: مجھ سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں سے وصل کا حکم دیا ہے اور یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے نزدیک بہت سچے اور امین ہیں۔

خطیب بغدادی نے کہا کہ اہل علم کے نزدیک یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے اور اس کی سند میں ایک سے زیادہ مجہول راوی ہیں اور اس کی سند میں جعفر بن عبد الواحد قصہ گو ہے' جو ذاہب الحدیث ہے۔

اور تمام نے یہ حدیث ذکر کی ہے: از ولید بن مسلم از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو میں اپنے والد اور والدہ کے لیے شفاعت کروں گا اور اپنے چچا ابو طالب کے لیے اور زمانہ جاہلیت کے اپنے بھائی کے لیے۔

تمام نے کہا: الولید منکر الحدیث ہے اور امام ابن عساکر نے کہا ہے کہ صحیح حدیث وہ ہے جس کی امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ابو طالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کو قیامت کے دن میری شفاعت نفع دے گی' سو اس کو ٹخنوں تک آگ میں داخل کیا جائے گا جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(صحیح مسلم:٢١١' مسند البزار:٣٥٠٢' المستدرک ج ٤ ص ٥٨١' مجمع الزوائد ج ١٠ ص ٣٩٥' علامہ الہیثمی نے کہا: امام بزار کے رجال صحیح ہیں' مسند احمد ج ٣ ص ١٣ طبع قدیم' مسند احمد:١١١٠٠' ج ١٧ ص ١٦٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نیز رافضی نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ جب ابو طالب کی موت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے میرے چچا! آپ کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیں تا کہ میں قیامت کے دن آپ کی شفاعت کرسکوں' تو ابو طالب نے کہا: اے میرے بھتیجے! اگر میرے بعد مجھ پر اور میرے اہل پر اس عار اور ملامت کا خوف نہ ہوتا کہ میں نے موت کی شدت سے گھبرا کر یہ کلمہ پڑھا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تم کو خوش کر دیتا' پھر جب ابو طالب پر موت کی سختی ہوئی تو وہ ہونٹ ہلا رہے تھے' عباس نے ان کی طرف کان لگا کر سنا تو کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے۔

اور اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ابو طالب نے ان سے کہا: تم اپنے عم زاد کے ساتھ لازم رہنا۔

اور اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ابو طالب نے ان سے کہا: تم اپنے

Marfat.com

عم زاد کے حکم کو قبول کرو تو حضرت جعفر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔

ان تمام روایات کی اسانید واہیہ ضعیفہ ہیں اور صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جب ابو طالب پر موت کا وقت آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس کے پاس ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی تھے' تو آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیے' میں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کے لیے شفاعت کروں گا' تو ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: کیا تم عبد المطلب کی ملت سے اعراض کرو گے! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر مسلسل یہ کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے حتیٰ کہ ابو طالب نے ان سے آخر میں یہ کہا کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ١٣٦٠' صحیح مسلم: ٢٤' سنن نسائی: ٢٠٣١' السنن الکبریٰ: ١١٣٨٣)

یہ صحیح السند حدیث ان تمام ضعیف السند روایات کے رد کے لیے کافی ہے' نیز رافضی نے حضرت عباس کے جس قول سے استدلال کیا ہے' وہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا قول ہے' وہ لائق استدلال نہیں ہے' جب کہ حضرت عباس نے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا' وہ آپ کی مدافعت کرتا تھا اور آپ کے لیے غضب ناک ہوتا تھا؟ آپ نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے' اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

(صحیح البخاری: ٦٥٧٢_٣٨٨٣' صحیح مسلم: ٢٠٩)

یہ صحیح السند احادیث رافضی کی ذکر کردہ روایات کے رد کے لیے کافی ہیں۔

(الاصابہ ج ٧ ص ٢٠٣_١٩٦ ملخصاً و مرتباً و مخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

٤١ - بَابُ حَدِيْثِ الْإِسْرَاءِ　معراج کی حدیث

قرآن مجید اور حدیث میں جو معراج کا ذکر ہے' اس کا بیان۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى﴾ (بنی اسرائیل: ١).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وہ ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے (مقدس) بندے کو رات کے تھوڑے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ (بنی اسرائیل: ١)

بنی اسرائیل: ١ میں مذکور الفاظ کی تشریح

اس آیت کے شروع میں لفظ ''سبحان'' ہے جو تسبیح کے لیے علَم (نام) ہے' جیسے عثمان مرد کے لیے علم ہے' اس کا معنی تنزیہ اور بری کرنا ہے' اس کا حاصل معنی ہے: میں اللہ تعالیٰ کو تمام نقائص اور عیوب سے بری قرار دیتا ہوں۔

''بعبدہ'' عبد سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' اللہ تعالیٰ نے ''برسولہ'' یا ''بنبیہ'' نہیں فرمایا' اس میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو تعظیم اور تکریم عطاء کی ہے' اس کے باوجود آپ اللہ تعالیٰ کے عبد اور اس کی مخلوق ہیں تاکہ آپ کی اُمت آپ کے متعلق ایسا غلو نہ کرے جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلو کیا تھا' انہوں نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں یا جیسا کہ یہود کے ایک فرقہ نے حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق غلو کیا اور یہ کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں' اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو' وہ واحد' احد' فرد اور صمد ہے' نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے جو رسول کے بجائے عبد کہنے کی وجہ بیان کی ہے' وہ بہت خوب ہے تاہم یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے جو اللہ کے پاس سے مخلوق کی طرف جاتا ہے اور عبد وہ ہوتا ہے جو دنیا اور مخلوق کو چھوڑ کر اللہ کی طرف جاتا ہے اور

Marfat.com

معراج کے موقع پر اللہ کی طرف سے آنے کے بجائے اللہ کی طرف جانے کا ذکر مناسب تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ''برسولہ'' کے بجائے ''بعبدہ'' کا لفظ فرمایا۔

''اسریٰ'' یہ لفظ ''سریٰ'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: رات کو جانا' یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو براق کے ذریعہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

''لیلاً'' ہر چند کہ ''اسریٰ'' کا معنی رات کو لے جانا ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ''لیلاً'' کا ذکر اس لیے فرمایا تا کہ کسی شخص کو یہ وہم نہ ہو کہ یہاں ''اسریٰ'' سے مراد مجاز ہے یعنی دن کو لے جانا' اس لیے بہ طور تاکید ''لیلاً'' فرمایا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ''لیلاً'' میں تنوین تقلیل کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے مسجد اقصیٰ تک لے گیا' پھر وہاں سے آسمانوں کی طرف لے گیا' مسجد حرام سے بہ راہِ راست آسمانوں کی طرف کیوں نہیں لے گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اس رات میں دونوں قبلوں کا مشاہدہ جمع فرما دے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس کی طرف ہجرت کی ہے' اس لیے آپ کو بیت المقدس لے جایا گیا تا کہ آپ میں یہ فضیلت بھی جمع ہو جائے' تیسری وجہ یہ ہے کہ بیت المقدس ہی وہ جگہ ہے جہاں میدانِ حشر قائم ہوگا' سو آپ کو میدانِ حشر کی جگہ دکھانے کے لیے وہاں لے جایا گیا' چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس رات میں بیت المقدس کی طرف بہت سے احوالِ اُخرویہ کا ظہور ہوا تھا' اس لیے وہاں آپ کو لے جانا مناسب تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٦۔٢٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٨٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَبُوسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَا اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ. [طرف الحدیث: ٤٧١٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر میں کھڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا تو میں بیت المقدس کی طرف دیکھ دیکھ کر انہیں اس کی نشانیاں بتاتا رہا۔

(صحیح مسلم: ١٧٠' الرقم المسلسل: ٤١٧' سنن ترمذی: ٣١٤٤' مسند ابویعلیٰ: ٢٠٩١' السنن الکبریٰ: ١١٢٨٢' مشکل الآثار: ٢٨٥٣' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٣٥٩' صحیح ابن حبان: ٥٥' شرح السنہ: ٣٧٦٤' مسند احمد ج ٣ ص ٣٧٧ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٠٣٤۔ ج ٢٣ ص ٢٨١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مسجد اقصیٰ کو آپ کے سامنے رکھ دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''حجر'' کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں شام کی جانب میزاب رحمت ہے۔

"تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا"۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے اور بیت المقدس کے درمیان جو حجابات تھے ان کو اُٹھا دیا حتیٰ کہ میں نے اس کو دیکھ لیا' قریش نے مجھ سے بیت المقدس کی ان نشانیوں کے متعلق پوچھا جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں تھیں' اس سے مجھے اتنا زیادہ رنج اور کرب ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا کرب نہیں ہوا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس اُٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا' پھر وہ مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرتے' میں اس چیز کو دیکھ کر انہیں بیان کر دیتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ احتمال ہے کہ بیت المقدس کو اُٹھا کر ایسی جگہ رکھ دیا گیا ہو' جہاں سے آپ اس کو دیکھ رہے ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸ ۔ دار المعرفۃ) علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ شرح فضول ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اُٹھا کر رکھ دیا' یہ ارشاد اس پر قطعی دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اُٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پس مسجد اقصیٰ کو لایا گیا اور میں اس کو دیکھ رہا تھا' حتیٰ کہ اس کو دارِ عقیل کے پاس رکھ دیا گیا' سو آپ نے اس کی صفت بیان کی اور میں آپ کی طرف دیکھ رہا تھا اور یہ بہت عظیم معجزہ ہے' اور یہ محال نہیں ہے' کیونکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے لایا گیا تھا۔

امام ابن سعد نے حضرت اُم ھانی ء سے روایت کی ہے کہ قریش نے پوچھا تھا کہ مسجد اقصیٰ کے کتنے دروازے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نے پہلے وہ دروازے گنے نہیں تھے' اب جب انہوں نے پوچھا تو میں نے مسجد اقصیٰ کی طرف دیکھا اور ان کو ایک ایک دروازہ گن کر بتا دیا اور امام ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ جس نے بیت المقدس کی صفت کے متعلق سوال کیا تھا' وہ مطعم بن عدی تھا جو حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا والد تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۷۔۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعض چیزوں کو ہم دیکھتے ہیں لیکن ان کی طرف توجہ نہیں کرتے کیونکہ وہ قابلِ توجہ نہیں ہوتیں' مثلاً کسی مسجد کے دروازہ سے پہلے سیڑھیاں ہوں' ہم وہاں سے گزرتے ہیں' سیڑھیوں کو دیکھتے ہیں' لیکن ان کی تعداد کی طرف توجہ نہیں کرتے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کے دروازے دیکھے' لیکن ان کی تعداد کی طرف توجہ نہیں فرمائی' سو اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ آپ کے سامنے رکھ دی' ہماری توجہ کسی چیز سے ہٹے تو کچھ نہیں ہوتا اور آپ کی توجہ کسی چیز سے ہٹے تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے۔

قریش کی واقعۂ معراج پر حیرت اور تکذیب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر میں کھڑا ہو گیا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں از ابو سلمہ روایت کی ہے کہ واقعہ معراج کی وجہ سے اس واقعہ کے بعد بہت سے لوگ فتنہ میں پڑ گئے' چنانچہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا' حضرت ابوبکر نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ نے سچ فرمایا ہے' لوگوں نے حیرت سے کہا: تم اس خبر کی تصدیق کرتے ہو کہ آپ ایک رات میں مکہ سے شام گئے اور اسی رات میں پھر واپس بھی آ گئے! حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں' میں آسمان کی خبروں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں' پس اسی وجہ سے آپ کا لقب صدیق ہو گیا۔

امام احمد اور امام بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی اور صبح کو میں مکہ میں تھا' تو اللہ کا دشمن ابو جہل میرے پاس سے گزرا' پس مجھ سے پوچھا: کیا کوئی واقعہ ہوا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس رات مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی' اس نے حیرت سے کہا: پھر صبح کو آپ ہمارے درمیان تھے! آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے

Marfat.com

کہا: اگر میں آپ کی قوم کو بلاؤں تو کیا آپ ان کے سامنے یہ واقعہ بیان کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تو ابوجہل نے کہا: اے بنو کعب بن لوی کی جماعت! سو وہ سب کو بلا کر لے آیا اور کہا: اب اپنی قوم کے سامنے بیان کریں' تو میں نے ان کے سامنے بیان کیا تو بعض تو سن کر تالیاں بجانے لگے' اور بعض نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا' پھر انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے سامنے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں بیان کر سکتے ہیں' پھر اس کے بعد کا واقعہ امام بخاری کی روایت میں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا براق پر سوار ہونا اور راستہ میں متعدد جگہوں پر نماز پڑھنا

اس حدیث کے علاوہ دوسری احادیث میں واقعہ معراج کی مزید تفصیلات کا ذکر ہے:

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو گدھے سے بڑی اور خچر سے چھوٹی تھی۔ (الحدیث) اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں اس پر سوار ہوا' اور میرے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام تھے' پس میں روانہ ہوا' پھر حضرت جبریل نے کہا: اتر کر نماز پڑھیے! سو آپ نے اتر کر نماز پڑھی' پھر حضرت جبریل نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟ آپ نے پاک سرزمین پر نماز پڑھی ہے اور یہی آپ کی ہجرت کی جگہ ہے۔

امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ اپنی سیر کی ابتداء میں ایسی سرزمین سے گزرے جس میں بہ کثرت کھجور کے درخت تھے' آپ سے حضرت جبریل نے کہا: آپ اتر کر نماز پڑھیے! سو آپ نے اتر کر نماز پڑھی' سو حضرت جبریل نے کہا: آپ نے یثرب میں نماز پڑھی ہے' پھر حضرت جبریل نے کہا: آپ اتر کر نماز پڑھیے' پہلے قول کی مثل حضرت جبریل نے کہا: آپ نے طور سیناء میں نماز پڑھی ہے' جہاں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا تھا' پھر کہا: آپ اتر کر نماز پڑھیے! پھر کہا: آپ نے بیت لحم میں نماز پڑھی ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے' اور حضرت شداد کی روایت میں ہے: یثرب کے بعد آپ سفید زمین کے پاس سے گزرے' حضرت جبریل نے کہا: آپ اتر کر نماز پڑھیے' پھر حضرت جبریل نے کہا: آپ نے مدین میں نماز پڑھی ہے' اس روایت میں ہے: پھر آپ مدینہ میں باب یمانی سے داخل ہوئے' سو آپ نے مسجد میں نماز پڑھی' اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ واپسی میں قریش کے ایک قافلہ کے پاس سے گزرے' آپ نے ان کو سلام کیا تو کسی نے کہا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز ہے' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ان کو خبر دی کہ ان کا قافلہ فلاں دن پہنچے گا۔

یزید بن مالک کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا' پس میرے لیے انبیاء کو جمع کیا گیا' پھر حضرت جبریل نے مجھ کو آگے کیا حتیٰ کہ میں نے ان کی امامت کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ میں متعدد مثالوں کو دیکھنا اور مسجد اقصیٰ میں نبیوں کو نماز پڑھانا

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ راستہ سے ہٹ کر ایک چیز کے پاس سے گزرے جو آپ کو بلا رہی تھی' پس حضرت جبریل نے آپ سے کہا کہ چلیے! اور آپ ایک بوڑھی عورت کے پاس سے گزرے' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ پس حضرت جبریل نے آپ سے کہا کہ چلیے! اور آپ ایک جماعت کے پاس سے گزرے جنہوں نے آپ کو سلام کیا' پس حضرت جبریل نے کہا: ان کے سلام کا جواب دیجئے۔ اس حدیث کے آخر میں ہے: حضرت جبریل نے بتایا: جس نے آپ کو بلایا تھا وہ ابلیس تھا اور بوڑھی عورت دنیا تھی' اور جن لوگوں نے آپ کو سلام کیا تھا وہ حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔

امام طبرانی اور امام بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو فصل کاشت کر رہے تھے اور اس کو کاٹ رہے تھے' وہ جب بھی فصل کاٹتے تو وہ پہلے کی طرح ہو جاتی' حضرت جبریل نے بتایا: یہ مجاہدین ہیں' پھر وہ

Marfat.com

ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سروں کو پتھروں سے توڑا جارہا تھا' جب ان کے سروں کو توڑا جاتا تو وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے' حضرت جبریل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز کے وقت بھاری ہو جاتے تھے اور وہ نماز نہیں پڑھتے تھے' پھر وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کی شرم گاہوں پر چیتھڑے تھے' وہ مویشیوں کی طرح چر رہے تھے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو زکوۃ ادا نہیں کرتے تھے' پھر وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو کچا سڑا ہوا گوشت کھا رہے تھے اور پکا ہوا عمدہ گوشت چھوڑ رہے تھے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ لوگ زانی ہیں' اور وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے لکڑیوں کا گٹھا جمع کیا جس کو وہ اُٹھا نہیں سکتے تھے' پھر بھی وہ اس گٹھے میں اور لکڑیاں ملا رہے تھے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی امانتیں ادا نہیں کرتے' اس کے باوجود مزید امانتوں کو طلب کرتے ہیں اور وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کی زبانوں اور ہونٹوں کو کاٹا جارہا تھا اور جب بھی ان کی زبانوں اور ہونٹوں کو کاٹا جاتا وہ پہلے کی طرح ہو جاتے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ فتنہ پرور خطباء ہیں' پھر وہ بہت بڑے بیل کے پاس سے گزرے جو چھوٹے سے سوراخ سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اور نکل نہیں سکتا تھا' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ شخص ہے جو کوئی بات کہہ کر نادم ہوتا ہے' پھر وہ اس بات کو واپس لینا چاہتا ہے مگر واپس نہیں لے سکتا۔

امام بزار اور امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی اور وہاں پر انبیاء علیہم السلام کی ارواح لائی گئیں' پس انہوں نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء کی اور ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ تم پر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فضیلت دی گئی ہے۔

امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد والے نبی وہاں بھیجے گئے' پس آپ نے اس رات وہاں ان سب کی امامت فرمائی۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے سب نبیوں کی امامت کی۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ پھر نماز کی اقامت کہی گئی' پس وہ سب ایک دوسرے کو آگے کر رہے تھے حتیٰ کہ انہوں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آگے کر دیا' اسی حدیث میں ہے کہ پھر وہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح تھے' جب ان میں سے کوئی کھڑا ہوتا تو وہ گر جاتا' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے اور وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح تھے' وہ پتھر نگل لیتے اور وہ ان کے نیچے سے نکل جاتا' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال کھاتے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۷۔۷۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٢ - بَابُ الْمِعْرَاجِ معراج

معراج کا معنی اور معراج کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں معراج کا بیان ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ معراج' عرج سے مفعال کے وزن پر ہے اور یہ سیڑھی کے مشابہ ہے یعنی یہ عروج کا آلہ ہے۔

معراج کے وقت میں اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ معراج بعثت سے پہلے ہوئی تھی' یہ قول شاذ ہے لیکن اگر معراج سے مراد معراج منامی ہو تو پھر اس قول کی توجیہ ہو سکتی ہے' دوسرا قول ہے کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ربیع الاول میں ہوئی تھی' یہ

Marfat.com

اکثرین کا قول ہے' حتیٰ کہ ابن حزم نے مبالغہ سے کہا کہ اس پر اجماع ہے' سُدّی نے کہا: معراج ہجرت سے ایک سال پانچ ماہ پہلے ہوئی تھی' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ معراج رجب کے مہینہ میں ہوئی تھی۔ علامہ نووی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ ہجرت سے ایک سال تین ماہ پہلے معراج ہوئی' ابن فارس کا اسی قول پر اعتماد ہے' ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ہجرت سے تین سال پہلے معراج ہوئی' امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے' اسی دن آپ کی بعثت ہوئی' اسی دن آپ کی آسمانوں کی طرف معراج ہوئی اور اسی دن آپ کا وصال ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٨٧- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ وَرُبَمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِيْ اٰتٍ فَقَدَّ قَالَ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ فَقُلْتُ لِلْجَارُوْدِ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِيْ مَا يَعْنِيْ بِهٖ قَالَ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مِنْ قَصِّهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءَةٍ اِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ اُعِيْدَ ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ فَقَالَ لَهُ الْجَارُوْدُ هُوَ الْبُرَاقُ يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ اَنَسٌ نَعَمْ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِيْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ فَقِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفَتَحَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ از مالک بن صعصعہ رضی اللہ' انہوں نے ہمیں خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ جس رات آپ کو سیر کے لیے لے جایا گیا تھا' (آپ نے فرمایا:) اس رات میں حطیم میں تھا اور بعض اوقات فرمایا: اس رات میں حجر میں لیٹا ہوا تھا' اچانک ایک آنے والا آیا' انہوں نے کہا: میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس نے یہاں سے یہاں تک چیرا' جارود میرے پہلو میں تھے تو میں نے ان سے پوچھا: اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے بتایا کہ آپ کے سینہ کی ابتداء سے لے کر آپ کے موئے زہار تک اور میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ناف اور موئے زہار کے درمیان تک' پھر میرے دل کو نکالا گیا' پھر میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا' پس میرے قلب کو غسل دیا' پھر اس میں ایمان کو بھر دیا گیا' پھر دل کو اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا' پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی۔ جارود نے کہا: وہی براق تھا' اے ابوحمزہ! حضرت انس نے کہا: ہاں! وہ منتہاء قدم پر نظر رکھتا تھا' سو مجھے اس پر سوار کیا گیا' پس حضرت جبریل علیہ السلام مجھے لے گئے حتیٰ کہ آسمانِ دنیا پر آئے' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا' تو پوچھا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)' پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا

Marfat.com

فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا الْخَالَةِ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَبِيْ اِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يُوْسُفُ قَالَ هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَبِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ اَوَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِدْرِيْسُ قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَبِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا مُوْسٰى قَالَ هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا تَجَاوَزْتُ بَكٰى قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ اَبْكِيْ لِاَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مَنْ يَدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِيْ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ

ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! وہ کیا خوب آنے والے ہیں' پس دروازہ کھول دیا گیا' پس جب میں اندر گیا تو وہاں پر حضرت آدم علیہ السلام تھے' سو حضرت جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں' آپ ان کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو! پھر حضرت جبریل چڑھے حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر آ گئے' سو دروازہ کھلوایا' پوچھا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے بتایا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو' وہ کیا عمدہ آنے والے آئے ہیں' پس دروازہ کھول دیا گیا' پس جب میں اندر پہنچا تو وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے اور یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں' آپ ان دونوں کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر ان دونوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو' پھر حضرت جبریل مجھے لے کر تیسرے آسمان پر پہنچے پس حضرت جبریل نے دروازہ کھلوایا' پوچھا گیا: کون ہے: انہوں نے کہا: جبریل' پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! کیسے خوب آنے والے آئے ہیں! پس دروازہ کھول دیا گیا' پس جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت یوسف ہیں' آپ ان کو سلام کیجئے' سو میں نے ان کو سلام کیا' پس انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو' پھر حضرت جبریل مجھے لے کر اوپر چڑھے حتیٰ کہ چوتھے آسمان پر آئے' پھر حضرت جبریل نے دروازہ کھلوایا' پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)' پوچھا گیا: ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! پس وہ کیسے اچھے

مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِيمُ قَالَ هٰذَا اَبُوكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعَتْ اِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ اٰذَانِ الْفِيَلَةِ قَالَ هٰذِهٖ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى وَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَقُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرِيلُ قَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ ثُمَّ اُتِيتُ بِاِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ وَاِنَاءٍ مِنْ عَسَلٍ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ قَالَ هِيَ الْفِطْرَةُ اَنْتَ عَلَيْهَا وَاُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَوَاتُ خَمْسِينَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قَالَ اُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ وَاِنِّي وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ التَّخْفِيفَ لِاُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَاِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ التَّخْفِيفَ لِاُمَّتِكَ قَالَ سَاَلْتُ

آنے والے آئے ہیں' پھر دروازہ کھول دیا گیا' جب میں اندر پہنچا تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں' آپ ان کو سلام کیجئے' سو میں نے ان کو سلام کیا' پس انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو' پھر حضرت جبریل مجھے ساتھ لے کر اوپر چڑھے' حتیٰ کہ پانچویں آسمان پر آئے' پس دروازہ کھلوایا' کہا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' کہا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! کیسے عمدہ آنے والے آئے ہیں' پس جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں' سو آپ ان کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو! پھر حضرت جبریل میرے ساتھ اوپر چڑھے' حتیٰ کہ چھٹے آسمان پر آئے' پس دروازہ کھلوایا' کہا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا: ان کو مرحبا ہو! کیسے اچھے آنے والے آئے ہیں' پس جب میں اندر گیا تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے' سو حضرت جبریل نے کہا: ان کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا' سو انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر انہوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو! پس جب میں وہاں سے آگے گزرا تو وہ رونے لگے' ان سے پوچھا گیا: آپ کو کیا چیز رُلاتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس لیے روتا ہوں کہ ایک نوجوان میرے بعد مبعوث کیا گیا' اس کی اُمت سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ میری اُمت میں سے جنت میں داخل ہونے والوں میں سے بہت زیادہ ہوں گے' پھر حضرت جبریل میرے ساتھ ساتویں آسمان کی طرف چڑھے' پس حضرت جبریل نے دروازہ کھلوایا' پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں

رَبِّیْ حَتّٰی اسْتَحْیَیْتُ وَلٰکِنْ اَرْضٰی وَاُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰی مُنَادٍ اَمْضَیْتُ فَرِیْضَتِیْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِیْ .

نے کہا: جبریل ہے' پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا: ان کو مرحبا ہو! کیسے عمدہ آنے والے آئے ہیں' سو جب میں اندر گیا تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں' ان کو سلام کیجئے' آپ نے فرمایا: پس میں نے ان کو سلام کیا' سو انہوں نے سلام کا جواب دیا' کہا: نیک بیٹے اور نیک نبی کو سلام ہو! پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا' میں نے دیکھا کہ اس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے' اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ سدرۃ المنتہیٰ (بیری کا آخری درخت) ہے' اور وہاں چار دریا تھے' دو باطنی دریا تھے اور دو ظاہری دریا تھے' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیسے دریا ہیں؟ انہوں نے بتایا: جو باطنی دریا ہیں وہ جنت کے دریا ہیں' اور جو ظاہری دریا ہیں وہ نیل اور فُرات ہیں' پھر میرے لیے بیت المعمور کو بلند کیا گیا' پھر میرے لیے ایک شراب کا برتن لایا گیا اور ایک دودھ کا برتن لایا گیا اور ایک شہد کا برتن لایا گیا' پس میں نے دودھ کو لے لیا' تو حضرت جبریل نے کہا: یہی فطرت ہے' آپ اور آپ کی اُمت اس فطرت پر ہیں' پھر مجھ پر ہر دن میں پچاس (٥٠) نمازیں فرض کی گئیں' میں واپس آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا: مجھے ہر روز پچاس نمازیں (پڑھنے کا) حکم دیا گیا ہے' انہوں نے کہا: آپ کی اُمت ہر روز پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی اور بے شک اللہ کی قسم! میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کا مجھے بہت سخت تلخ تجربہ ہے' آپ اپنے رب کے پاس واپس جایئے اور اس سے اپنی اُمت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' سو میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دس نمازیں کم کر دیں' سو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف واپس گیا' تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف) گیا تو اس نے مجھ سے دس نمازیں (مزید) کم کر دیں' پھر میں حضرت موسیٰ کی طرف

گیا تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر لوٹا (تو اللہ تعالیٰ نے مزید) دس نمازیں کم کر دیں' میں حضرت موسیٰ کی طرف گیا تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر گیا تو مجھے ہر روز دس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا' میں واپس آیا تو حضرت موسیٰ نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر لوٹ کر گیا تو مجھے ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا' میں حضرت موسیٰ کی طرف لوٹا تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا حکم دیا گیا؟ میں نے کہا: مجھے ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' حضرت موسیٰ نے کہا: آپ کی اُمت ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور مجھے بنی اسرائیل کا تلخ تجربہ ہے' آپ پھر اپنے رب کی طرف واپس جایئے' سو اس سے اپنی اُمت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے حتیٰ کہ (اب) مجھے حیاء آتی ہے لیکن میں (اللہ کے حکم پر) راضی ہوں اور (اس کو) تسلیم کرتا ہوں' پس جب میں وہاں سے گزر گیا تو ایک منادی نے نداء کی: میں نے اپنے فریضہ کو نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٢٠٧ میں گزر چکی ہے' یہاں مزید کچھ ابحاث ذکر کی جارہی ہیں:

حدیث مذکور کے رجال

(١) ھدبۃ بن خالد القیسی البصری' یہ امیہ کے بھائی ہیں' ان کو ھداب کہا جاتا ہے' ان سے امام مسلم نے بھی روایت کی ہے' یہ دو سو پینتیس (٢٣٥ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ (٢) ھمام بن یحییٰ بن دینار العوذی البصری' یہ رمضان ایک سو تریسٹھ (١٦٣ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ (٣) قتادہ بن دعامۃ السدوسی الاکمی البصری التابعی (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ (٥) حضرت مالک بن صعصعہ المدنی الانصاری البصری رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٩)

حدیث مذکور کے دیگر ماخذ

صحیح البخاری: ٣٢٠٧-٣٣٩٣-٣٤٣٠-٣٨٨٧' صحیح مسلم: ١٦٢' سنن ترمذی: ٣٣٤٦' سنن نسائی: ٤٤٨۔

حجر اور حطیم کے معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: اس رات میں' میں حطیم میں تھا' اور بعض اوقات فرمایا: اس رات میں حجر میں تھا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ عمارت جس کی تعمیر میں جگہ کم پڑ جائے' اس کو حجر کہتے ہیں' اسی وجہ سے بیت اللہ کے حطیم کو حجر کہتے ہیں۔

(فتح الباری ج ٧ ص ١٥٢' دار المعرفہ' بیروت)

حطیم کا معنی ہے: توڑنا' حطام کا معنی ہے: سوکھی ہوئی چیز کا ٹوٹا ہوا حصہ' حطیم: کعبہ کے کنارے کی دیوار' رکن زمزم اور مقامِ ابراہیم کی جگہ۔ (المنجد اُردو ص ٢١٩)

اس حدیث میں ہے: اس رات آپ حطیم میں تھے یا حجر میں تھے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ قتادہ کو شک ہوا ہے' اور حطیم سے مراد یہاں پر حجر ہے' اور جس نے یہ کہا کہ اس سے مراد رکن (حجر اسود) اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کی جگہ ہے' یا زمزم اور حجر کے درمیان کی جگہ ہے' اس کا قول بہت بعید ہے' حطیم سے یہاں پر مراد زمین کا وہ ٹکڑا ہے جس پر حطیم ہے۔

معراج کی ابتداء کی جگہ میں متعدد اقوال اور ان میں تطبیق

بدء الخلق کے شروع میں مذکور ہے کہ جس وقت میں بیت اللہ میں تھا' اور زہری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور اس وقت میں مکہ میں تھا' اور علامہ واقدی نے متعدد اسانید سے روایت کی ہے کہ آپ کو شعب ابوطالب سے لے جایا گیا۔ اور امام طبرانی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ نے یہ رات ان کے ہاں گزاری تھی' اور انہوں نے آپ کو رات میں گم پایا' اور آپ نے فرمایا کہ حضرت جبریل میرے پاس آئے۔ ان روایات میں اس طرح تطبیق ہے کہ آپ حضرت اُم ہانی کے گھر سوئے ہوئے تھے' اور ان کا گھر شعب ابوطالب میں تھا' گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور گھر کی اضافت آپ کی طرف کی گئی کیونکہ آپ اس گھر میں رہتے تھے' پھر اس گھر میں فرشتہ نازل ہوا اور آپ کو اس گھر سے مسجد حرام کی طرف لے گیا' آپ وہاں جا کر لیٹ گئے اور آپ پر غنودگی کا اثر تھا' پھر فرشتہ آپ کو مسجد کے دروازہ کی طرف لایا اور آپ کو براق پر سوار کیا۔ حسن بصری کی مرسل روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو مسجد کے دروازہ پر لائے تھے اور انہوں نے آپ کو براق پر سوار کیا تھا' اس سے ہماری تطبیق کی تائید ہوتی ہے' ایک قول ہے کہ فرشتہ جو چھت سے نازل ہوا تھا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ واقعہ انتہائی اچانک پیش آیا تھا اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ معراج کا سفر بلندی کی جانب تھا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۱' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

پورے واقعہ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار رہے

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: اس رات میں حجر میں لیٹا ہوا تھا۔

بدء الخلق میں یہ اضافہ ہے: میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا' اور یہ ابتداء حال پر محمول ہے' پھر جب حضرت جبریل آپ کو مسجد کے دروازہ پر لے گئے اور آپ کو براق پر سوار کرایا تو پھر آپ مسلسل بیدار رہے۔

کتاب التوحید میں بھی یہ حدیث ہے' اس کے آخر میں ہے: پس جب میں بیدار ہوا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے آپ نیند میں تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ معراج کے متعدد واقعات ہیں تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے' اور اگر یہ کہا جائے کہ معراج ایک ہی بار ہوئی ہے تو بیدار ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب مجھے افاقہ ہوا' یعنی پہلے میرا دل ملکوت کے مشاہدہ میں مشغول تھا تو جب مجھے اس سے افاقہ ہوا اور میں عالمِ دنیاوی کی طرف متوجہ ہوا' اور شیخ ابو محمد بن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ میں بیدار تھا تو یہ خبر صادق اور برحق تھی کیونکہ آپ کے دل کی کیفیت نیند اور بیداری میں برابر تھی اور آپ کی آنکھوں پر بھی نیند غالب نہیں ہوتی تھی' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقع کے مطابق خبر دینے کا قصد فرمایا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے لفظ کو مجاز پر نہیں محمول کرنا چاہیے۔

Marfat.com

متعدد مردوں کا ایک جگہ لیٹنے کا جواز اور نبی ﷺ کا حسنِ اخلاق اور تواضع

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب میرے پاس ایک آنے والا آیا' وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے' جیسا کہ بدء الخلق کی حدیث میں مذکور ہے' اور اس میں مذکور ہے کہ آپ دو مردوں کے درمیان تھے' اور صحیح مسلم میں جو قتادہ سے روایت ہے' اس میں اس کی وضاحت ہے' اس کے الفاظ ہیں: میں نے ایک کہنے والے سے سنا' وہ کہہ رہا تھا: ''وہ دو مردوں کے درمیان تین میں سے ایک ہے'' پس وہ میرے پاس آیا اور مجھے لے گیا اور کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں یہ گزر چکا ہے کہ وہ دو مرد حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ تھے' اور نبی ﷺ ان دونوں کے درمیان سوئے ہوئے تھے' اس حدیث سے نبی ﷺ کی تواضع اور آپ کے حسنِ اخلاق کا پتا چلتا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ متعدد مردوں کا ایک جگہ سونا جائز ہے اور ایک اور حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک لحاف میں جمع ہو کر نہ لیٹیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن حجر' علامہ عینی اور علامہ زرہونی کے نزدیک متعدد بار شق صدر کی وجوہات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آنے والے نے آپ کے سینہ کی ابتداء سے آپ کی ناف کے نیچے تک آپ کے جسم کو چیرا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے شبِ معراج میں شق صدر کا انکار کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جب آپ بچپن میں بنو سعد کے پاس تھے' صرف اسی وقت آپ کے سینہ کو چیرا گیا تھا' حالانکہ اس انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ متعدد روایات سے شبِ معراج میں شق صدر کا ہونا ثابت ہے' نیز آپ کی بعثت (اعلانِ نبوت) کے وقت بھی آپ کا شق صدر کیا گیا تھا' جیسا کہ امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اس حدیث کی روایت کی ہے' گویا تین بار آپ کا شق صدر کیا گیا اور ان میں سے ہر ایک کی حکمت ہے' پہلی بار شق صدر میں یہ اضافہ ہے جیسا کہ امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حضرت جبریل نے جما ہوا خون نکالا اور کہا: یہ آپ کے جسم میں شیطان کا حصہ تھا' یہ آپ کے بچپن کا واقعہ ہے' یہ جما ہوا خون اس لیے نکالا گیا تا کہ آپ کی نشو و نما شیطان سے عصمت کے ساتھ اکملِ احوال پر ہو' پھر آپ کی بعثت کے وقت دوبارہ آپ کا شق صدر ہوا تا کہ آپ کا زیادہ اکرام ہو اور آپ تطہیر کے کامل حال کے ساتھ قوی قلب سے وحی کو حاصل کریں' پھر تیسری بار معراج کے موقع پر آپ کا شق صدر کیا گیا' تا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے مناجات کے لیے تیار ہوں اور آپ کے قلب کو غسل دینے میں مبالغہ ہو' اور جب معراج کی شب فرشتہ آپ کے گھر کی چھت میں شگاف کر کے آیا تھا تو اس میں بھی یہی حکمت تھی کہ عنقریب آپ کے قلب میں شگاف کیا جائے گا اور بغیر کسی معروف طریقہ علاج کے آپ کا قلب جڑ جائے گا' اور یہ تمام اُمور آپ کا شق صدر کرنا' اور سینہ سے دل کو نکالنا' اور اس کا جڑنا خلافِ عادت ہیں اور ان میں سے کوئی چیز محال نہیں ہے' علامہ قرطبی نے بھی المفہم میں اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی تین بار شق کی یہی وجوہات لکھی ہیں اور یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اس میں نبی ﷺ کے معجزہ کا اظہار بھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱-۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کا شق صدر اس لیے کیا گیا تا کہ آپ کی ثابت قدمی اور طمانیت میں اضافہ ہو اور آپ نے اس رات جو عظیم نشانیاں دیکھیں' آپ میں اس کی قوت حاصل ہو' آپ کا شق صدر چار مرتبہ ہوا ہے:

Marfat.com

(۱) جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس بچپن میں تھے تا کہ آپ کے جسم سے شیطان کا حصہ زائل کیا جائے۔
(۲) مکہ کے بعض راستوں میں آپ کا شق صدر کیا گیا تا کہ آپ کے بچپن کی کیفیات کو زائل کیا جائے۔
(۳) جب غارِ حراء میں آپ کے پاس فرشتہ آیا تھا تا کہ آپ کے قلب کو وحی پر ثابت قدم رکھا جائے۔
(۴) معراج کی شب آپ کا شق صدر کیا گیا تا کہ اس رات جو آپ نے غیر معمولی اُمور کا مشاہدہ کرنا ہے' آپ کے دل میں اس کی قوت رکھی جائے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ص ۹۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۰ھ)

مصنف کے نزدیک تین بار شق صدر کی حکمتیں

میرے نزدیک تین بار شق صدر کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کے تین درجات ہیں: علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین۔ پہلی بار جب آپ کا شق صدر کیا گیا تو آپ کے قلب میں علم الیقین کے حصول کی استعداد رکھی گئی اور دوسری بار جب آپ کا شق صدر کیا گیا تو آپ کے قلب میں عین الیقین کے حصول کی صلاحیت رکھی گئی اور تیسری بار جب آپ کا شق صدر کیا گیا تو آپ کے قلب میں حق الیقین کی صلاحیت رکھی گئی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب آپ کا متعدد بار شق صدر کیا گیا اور کسی بار بھی آپ کے جسم سے خون کا کوئی قطرہ نکلا نہ آپ کو کوئی درد ہوا' تو ظاہر ہو گیا کہ آپ بے مثل ہیں' کیونکہ کوئی مخلوق بھی ایسی نہیں ہے جس کے سینہ کو ابتداء سے لے کر زیر ناف تک چیر دیا جائے' پھر اس کے جسم سے خون نکلے نہ اس کو درد ہو۔ اور اس واقعہ سے ظاہر ہو گیا کہ ہم ایسے ہیں کہ ہمارے جسم میں کانٹا بھی چبھے تو ہم سے برداشت نہیں ہوتا اور آپ ایسے ہیں کہ آپ کے پورے سینہ کو بھی چیر دیا جائے تو آپ کو کچھ نہیں ہوتا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب ہمارے جسم میں سرجری کی جائے تو پہلے ہم کو بے ہوش کیا جاتا ہے اور آپ کو بے ہوش کیے بغیر آپ کے جسم میں سرجری کی گئی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے ظاہر ہو گیا کہ آپ کا جسم انتہائی لطیف ہے' جیسے پانی میں چھری چلائی جائے تو پانی کی لطافت کی وجہ سے اس پر چھری کا کوئی اثر نہیں ہوتا' اسی طرح آپ کے جسم پر بھی اس چھری کے چلنے سے کوئی اثر نہیں ہوا۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ پھر آپ کے دل کو نکال کر سونے کے طشت میں رکھا گیا' اگر دل کو سینہ سے نکال کر باہر رکھ دیا جائے تو بغیر کسی سبب کے کوئی ذی روح زندہ نہیں رہتا' پھر یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیسا عظیم معجزہ ہے کہ متعدد بار آپ کے سینہ سے دل نکال کر باہر رکھا گیا' اس کے باوجود آپ نہ صرف زندہ رہے بلکہ تمام احوال و کیفیات کو ملاحظہ فرماتے رہے' جب آپ کے سینہ سے دل نکال لیا گیا اور آپ پھر بھی زندہ رہے تو معلوم ہوا کہ آپ اپنی حیات میں دل کے محتاج نہیں ہیں' جب کہ ہر ذی روح اپنی حیات میں دل کا محتاج ہوتا ہے۔

کوئی ذی روح ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور ہوا صرف دو سو میل تک ہے' اسی لیے خلاء نورد جب چاند پر گئے تو اپنے ساتھ اضافی آکسیجن لے کر گئے' چاند تو صرف پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر ہے اور ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو چاند' سورج' آسمانوں سے ماوراء بلکہ عرش کے بھی پرے گئے تھے اور آپ کے ساتھ کوئی اضافی آکسیجن نہیں تھی' معلوم ہوا کہ ہر ذی روح آکسیجن اور ہوا کا محتاج ہے' کائنات میں صرف آپ ہیں جو ہوا اور آکسیجن کے محتاج نہیں ہیں۔

ہر ذی روح کھانے پینے کا محتاج ہوتا ہے' اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا' ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں' آپ نے وصال کے روزے رکھے' کھانا پینا چھوڑ دیا اور آپ کی صحت اور توانائی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

Marfat.com

ہر ذی روح اپنے ہونے میں وقت اور جگہ کا محتاج ہے' آپ شب معراج وہاں پہنچے جہاں وقت ہے نہ جگہ ہے' لازمان اور لامکان میں گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سب اپنی حیات میں دل اور ہوا کے محتاج ہیں' کھانے اور پینے کے محتاج ہیں' زمان ومکان کے محتاج ہیں اور آپ ان میں سے کسی کے محتاج نہیں ہیں۔

آپ کے قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ کے دل کو سینہ سے نکال کے سونے کے طشت میں رکھا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

(آپ کے قلب اطہر کو) طشت میں اس لیے رکھا کہ عرف اور عادت یہ ہے کہ کسی چیز کو دھو کر طشت اور تھال میں رکھا جاتا ہے' اور سونے کے طشت میں اس لیے رکھا کہ سونے کا برتن سب سے افضل دھات کا برتن ہے' اور سونے کی دھات میں ایسے خواص ہیں جو کسی اور دھات میں نہیں ہیں' بعض ازاں یہ ہیں: (۱) سونا جنت کے برتنوں میں سے ہے (۲) سونے کو آگ کھاتی ہے نہ مٹی کھاتی ہے نہ اس کو زنگ لگتا ہے (۳) سونا تمام جواہر میں سب سے زیادہ ثقیل ہے' اس لیے یہ ثقل وحی کے مناسب ہے (۴) سونے کو عربی میں ذہب کہتے ہیں: اور اذھب کا معنی ہے: لے جانا اور دور کرنا اور سونا بھی نجاست کو دور کرتا ہے (۵) ذھاب کا معنی ہے: جانا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا موقع تھا' اس لیے ذہب کا برتن لایا گیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے پر دلالت کرے (۶) سونا دنیا میں سب سے افضل دھات ہے اور دلوں میں سب سے افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ہے' اس لیے اس کو رکھنے کے لیے سب سے افضل دھات کا برتن لایا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مردوں پر تو سونے کے برتنوں کا استعمال حرام ہے' پھر آپ کے دل کو رکھنے کے لیے سونے کا برتن کیوں لایا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ سونے کے برتنوں کے استعمال کی تحریم سے پہلے کا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ سونے کے برتن کو فرشتے استعمال کر رہے تھے اور سونے کا استعمال مردوں پر حرام ہے' فرشتوں پر نہیں' تیسرا جواب یہ ہے کہ معراج میں پیش آنے والے اکثر اُمور کا تعلق غیب اور آخرت سے ہے اور سونے کے استعمال کی حرمت دنیا میں ہے' آخرت میں نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی اور علامہ زرھونی نے بھی یہی توجیہات کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱' الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ ص ۹۴)

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عام مسلمانوں کو جو نعمتیں جنت میں عطاء کی جائیں گی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ نعمتیں دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی ہیں' دیکھیے چار سے زائد نکاح کی نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں عطاء کی جائے گی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نعمت دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی ہے' اللہ عزوجل کے دیدار کی نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں عطاء کی جائے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نعمت دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی' اسی طرح عام مسلمانوں کو سونے کے برتنوں میں استعمال کی نعمت جنت میں عطاء کی جائے گی اور آپ کو یہ نعمت دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی ہے' یہ وہ جواب ہے جس میں بحمدہٖ تعالیٰ میں متفرد ہوں' میرے علاوہ یہ جواب کسی اور نے نہیں لکھا۔

زمزم کے پانی سے آپ کے قلب اطہر کو غسل دینے سے مقصود زمزم کی برکت میں اضافہ کرنا تھا

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر میرے قلب کو غسل دیا گیا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی روایت میں ہے: پس میرے دل کو نکالا گیا' پھر اس کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا۔ اس حدیث میں زمزم کے

پانی کی تمام دنیا کے پانیوں پر فضیلت ہے۔
علامہ ابن ابی جمرۃ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب کو جنت کے پانی سے غسل نہیں دیا گیا کیونکہ زمزم کے پانی کی اصل جنت کا پانی ہے' پھر اس پانی کو زمین میں رکھا گیا اور اس پانی سے زمین میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت کو باقی رکھا گیا۔
علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد ہیں اور ان کی والدہ کے لیے حضرت جبریل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مار کر زمزم کا چشمہ جاری کیا تھا' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ الوہیت میں حاضر ہو رہے تھے اور اس سے مناجات کرنے جا رہے تھے' تو مناسب یہ تھا کہ آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے غسل دیا جاتا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
اور کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی برکت کو باقی رکھنے کے لیے زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیر کی ضرب سے زمزم جاری ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمزم کی طرف آئے' ہم نے آپ کے لیے ایک ڈول میں پانی نکالا' آپ نے وہ پانی پیا' پھر اس ڈول میں کلی کر دی' ہم نے اس ڈول کو زمزم کے کنویں میں ڈال دیا' پھر آپ نے فرمایا: اگر تم زمزم پر مغلوب نہ ہو جاتے تو میں اپنے ہاتھ سے پانی نکالتا۔
اس حدیث کی تحقیق میں علامہ شعیب الارنؤط نے لکھا ہے:
اس حدیث کی سند صحیح ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۹۳' طبع قدیم)

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۲۷۔ ج ۵ ص ۳۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' المعجم الطبرانی: ۱۱۱۶۵' امام بخاری نے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے: صحیح البخاری: ۱۶۳۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۴۶' صحیح ابن حبان: ۵۳۹۴' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۴۷' حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شیخ ظفر احمد عثمانی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(اعلاء السنن ج ۷ ص ۳۲۲۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد شیخ ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:
اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ زمزم کے ڈول میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلی کرنے سے اور پھر اس ڈول کے پانی کو زمزم کے کنویں میں ڈالنے سے زمزم کے پانی کی برکت دوبالا ہو گئی اور اس کی لذت میں اضافہ ہو گیا اور اس کی شفاء' نورانیت اور اس کی طہوریت کئی گنا بڑھ گئی' سو آپ اپنی اُمت پر کس قدر رحیم اور شفیق ہیں کہ آپ اس سے راضی نہیں ہوئے کہ آپ کے بعد قیامت تک آنے والی آپ کی اُمت آپ کے پس ماندہ لعاب اور اس کے طہور کی برکت سے محروم رہے' آپ پر ہمارے آباء واجداد اور اُمہات اور جدات فدا ہوں اور آپ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر آپ کے تمام احباب پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ وسلام نازل ہوتا رہے۔ (آمین!) (اعلاء السنن ج ۷ ص ۳۲۲۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

زمزم کے فضائل میں احادیث' آثار اور اقوالِ علماء

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما زمزم سے پانی پیتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع' وسیع

رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔ (سنن دارقطنی: ۲۷۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمزم کے پانی کو پیا جائے سو تم اس کو شفاء طلب کرنے کی نیت سے پیو تو اللہ تعالیٰ تم کو شفاء عطاء فرمائے گا اور اس کو سیر ہونے کی نیت سے پیو تو اللہ تعالیٰ تم کو سیر کر دے گا اور اگر تم زمزم کو پیاس بجھانے کے لیے پیو تو اللہ تعالیٰ تمہاری پیاس بجھا دے گا۔

(سنن دارقطنی: ۲۷۱۳ المستدرک ج ۱ ص ۴۷۳ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۲ سنن ابن ماجہ: ۳۰۶۲)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ زمزم کی یہ صفات قیامت تک کے لیے ہیں بہ شرطیکہ پینے والے کی نیت صحیح ہو اور ان صفات کی تکذیب نہ کرتا ہو اور زمزم کو آزمانے کے لیے نہ پئے کیونکہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والے کی مدد فرماتا ہے آزمانے والوں کو رسوا کرتا ہے اور امام عبد اللہ محمد بن علی ترمذی نے کہا: میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ایک اندھیری رات میں میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا' مجھے بڑے زور سے پیشاب آیا' میں اس کو روکتا رہا حتیٰ کہ مجھے بہت تکلیف ہوئی اور مجھے یہ خدشہ تھا کہ اگر میں مسجد سے نکلا تو میں بعض آدمیوں کے قدموں تلے روندا جاؤں گا' اور یہ حج کے ایام تھے' اس وقت مجھے یہ حدیث یاد آئی' میں زمزم پر آیا اور خوب سیر ہو کر زمزم کے پانی کو پیا' پھر صبح تک مجھے پیشاب کی ضرورت نہیں ہوئی۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۹ ص ۳۲۵-۳۲۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ایمان اور حکمت کو قلبِ اطہر میں بھرنے کی کیفیت اور حکمت کی تعریف

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر اس میں (یعنی قلب میں) ایمان کو بھر دیا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بدء الخلق کی حدیث میں حکمت کا اضافہ ہے' یعنی میرے قلب میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس طشت میں ایسی چیز تھی جس سے کمالِ ایمان اور کمالِ حکمت میں اضافہ ہوا' آپ کے دل میں جو ایمان اور حکمت کو بھرا تھا' ہو سکتا ہے کہ اس سے حقیقت مراد ہو اور معانی کو مجسم کرنا جائز ہے' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سورۃ البقرۃ قیامت کے دن سائبان کی طرح آئے گی' اور حدیث میں ہے کہ موت مینڈھے کی صورت میں ہے' اور اسی طرح اعمال کا جسمانی صورتوں میں وزن کیا جائے گا۔

قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ یہ باب تمثیل سے ہے کیونکہ معانی کو بہ کثرت متمثل کیا جاتا ہے جیسے دیوار میں ایک جانب جنت اور دوزخ کی مثال بنائی گئی' اس کا فائدہ یہ ہے کہ معنوی چیز کو بہ طور محسوس منکشف کیا جائے۔

حکمت کی زیادہ صحیح تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی جگہ میں رکھنا حکمت ہے' اور یہ بھی کہا گیا کہ کتاب اللہ کی فہم حکمت ہے' اور دوسری تعریف کی بناء پر کبھی حکمت ایمان کے ساتھ پائی جاتی ہے اور کبھی اس کے بغیر اور پہلی تعریف کی بناء پر ایمان اور حکمت ایک دوسرے کو لازم ہیں' کیونکہ ایمان حکمت پر دلالت کرتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ط — اور جسے حکمت دی گئی تو بے شک اس کو بہت بھلائی دی گئی۔

(البقرہ: ۲۶۹)

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اسی شرح کا اپنے انداز سے خلاصہ لکھا ہے اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حکمت اور ایمان ہرچند کہ معانی میں سے ہیں اور جسم نہیں ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کی صورتیں اور شکلیں ہیں' پس طاعات کی صورتیں نورانی ہیں اور معاصی کی صورتیں ظلمانی ہیں اور حکمت کی تعریف یہ ہے:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حکمت وہ علم ہے' جو اللہ تعالیٰ کی معرفت پر مشتمل ہے اور اس میں بصیرت' تہذیب نفس اور تحقیقِ حق اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کا نفوذ ہے اور خواہش نفس اور باطل سے اجتناب ہے۔

علامہ مناوی نے عراقی کی شرح الفیہ میں کہا ہے کہ حدیث میں جو شق صدر اور دل کے نکالنے کا ذکر ہے' اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی تاویلات میں نہیں پڑنا چاہیے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ ص ۹۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۹ھ)

قلب اطہر کو سینہ سے نکالنے میں آپ کا معجزہ اور اس کو غسل دینے کی حکمت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ قصہ ایسے خلاف عادت اُمور پر مشتمل ہے جس سے سننے والا مدہوش ہو جاتا ہے' چہ جائے کہ جو مشاہدہ کرنے والا ہو' کیونکہ عام عادات کے مطابق جس کا پیٹ چاک کر دیا جائے اور اس کا دل نکال لیا جائے' وہ لامحالہ مر جاتا ہے' اس کے باوجود پیٹ چاک کرنے سے اور دل نکالنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ضرر ہوا نہ درد ہوا۔

علامہ ابن ابی جمرۃ نے کہا ہے کہ اگرچہ بغیر شق صدر کے بھی آپ کے قلب میں ایمان اور حکمت کو بھرا جا سکتا تھا' تاہم شق صدر کرنے میں آپ کی قوتِ یقین کو زیادہ کرنا مقصود تھا' کیونکہ جب آپ نے اپنے پیٹ کو شق ہوتے ہوئے دیکھا اور یہ دیکھا کہ اس سے آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوا تو آپ کا اس پر یقین زیادہ ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں آپ کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ ایک بحث یہ ہے کہ قلب کو غسل دینا صرف آپ کی خصوصیت ہے یا دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی غسل دیا گیا تھا' امام طبرانی نے بنی اسرائیل کے تابوت کے قصہ میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ اس تابوت میں وہ طشت تھا جس سے انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو غسل دیا جاتا تھا' اس حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام بھی قلب کے دھوئے جانے میں شریک ہیں' اس کی نظیر براق پر سوار ہونے کی بحث ہے' آیا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے یا باقی انبیاء علیہم السلام بھی براق پر سوار ہوئے ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

شب معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو غسل دینے کی یہ حکمت بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب ظاہری مسجد میں جانا ہو تو ظاہر کو غسل دیا جاتا ہے اور اب چونکہ باطنی مسجد یعنی عرشِ الٰہی میں داخل ہونے کا وقت تھا' اس لیے آپ کے باطن یعنی قلب اطہر کو غسل دیا گیا۔

بُراق کی صفات اور آپ کو براق پر سوار کرانے کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی' جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی۔ جارود نے کہا: وہی براق تھا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہرچند کہ یوں بھی ہو سکتا تھا کہ آپ کے اور مسجد حرام کی درمیان کی مسافت کو لپیٹ دیا جاتا اور آپ براق پر سواری کیے بغیر مسجد اقصیٰ پہنچ جاتے' لیکن عرف اور عادت یہ ہے کہ جب بادشاہ اپنے خواص اور مقربین کو بلاتا ہے تو ان کے لیے سواری بھیجتا ہے' اس لیے آپ کو براق پر سوار کرا کر بلایا گیا۔ بُراق کے ذریعہ آپ کو بلانے کی دوسری حکمت یہ تھی کہ یہ بتایا جائے کہ یہ جدال اور قتال کا موقع نہیں تھا' بلکہ امن اور سلامتی کا موقع تھا' اس لیے آپ کو ایسی سواری پر سوار کر کے بلایا گیا' جو غیر معمولی رفتار سے چلتی تھی۔

Marfat.com

امام بخاری کی روایت میں ہے کہ براق منتہائے نظر پر قدم رکھتا تھا' اور امام ابویعلیٰ اور امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جب براق پہاڑ پر آتا تو اپنی پچھلی ٹانگیں اُٹھالیتا اور جب پہاڑ سے اترتا تو اپنی اگلی ٹانگیں اٹھالیتا' امام ابن سعد نے واقدی سے روایت کی ہے کہ براق کے دو پَر تھے' لیکن میں نے اس کو کسی اور روایت میں نہیں دیکھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نہیں بیان کیا گیا کہ براق اُڑ کر جارہا تھا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی مخصوص بندہ کی تکریم کرتا ہے حتیٰ کہ طویل مسافت اس کو قلیل زمانہ میں طے کرادیتا ہے تو اس پر سفر کے احکام جاری نہیں کرتا۔

براق کا لفظ''بریق'' سے ماخوذ ہے کیونکہ روایت ہے کہ اس کا رنگ سفید تھا' یا''برق'' سے ماخوذ ہے کیونکہ وہ بہت تیزی اور سرعت سے چلتا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ براق کا لفظ کسی سے مشتق نہ ہو۔

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ براق آپ کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ اس کا کوئی مالک نہیں تھا' جب کہ دوسرے جانوروں کا کوئی نہ کوئی مالک ہوتا ہے' اور یہ بھی ہوسکتا تھا کہ آپ براق پر سواری کیے بغیر بھی پہنچ جاتے لیکن براق پر سوار ہو کر جانے میں آپ کی زیادہ تکریم اور عزت افزائی ہے' کیونکہ اگر آپ بغیر براق کے ازخود جاتے تو پیدل جاتے اور پیدل جانے والے کی بہ نسبت سواری پر سوار ہو کر جانے والا زیادہ معزز ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

براق پر سوار کرنے کی حکمت' براق کی شوخی کی حکمت اور یہ بیان کہ حضرت جبریل سفر میں رفیق تھے یا سوار ہونے میں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرانے کی حکمت فیض الٰہی سے مجھ پر اسی طرح منکشف ہوئی ہے کہ مسافتِ بعیدہ کو قلیل وقت میں طے کرانا تو اولیاء کرام کے لیے بھی ہوتا ہے' لیکن کسی کو سواری پر سوار کرایا جائے اور پلک جھپکنے میں وہ سواری مسافت بعیدہ کو قطع کرے' یہ چیز صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

ابن دحیہ نے کہا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی براق پر سوار نہیں ہوا' لیکن یہ قول حسب ذیل روایت کی وجہ سے رد کر دیا گیا ہے:

امام ترمذی' حضرت انس رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ شب معراج' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لایا گیا' اس پر زین کسی ہوئی تھی اور منہ میں لگام تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر سوار ہونا دشوار ہوا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے براق سے کہا: تجھے اس سرکشی پر کس نے برانگیختہ کیا ہے' اللہ کی قسم! تجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مکرم کوئی مخلوق سوار نہیں ہوئی۔ امام ابن حبان نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

امام نسائی اور امام ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے براق کو انبیاء علیہم السلام کے لیے مسخر کیا جاتا تھا۔

نیز روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجر اور حضرت اسماعیل علیہما السلام سے ملاقات کا ارادہ کرتے اور اس وقت یہ دونوں مکہ میں تھے تو حضرت ابراہیم براق پر سوار ہو کر جاتے' براق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کے وقت سرکشی کی' اس کی توجیہ میں علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ براق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے پر خوشی سے اُچھل کود رہا تھا' اور حضرت جبریل نے اس کو بولنے پر آمادہ کیا' اسی وجہ سے براق شرمندہ ہو کر پسینہ میں ڈوب گیا' اسی کی مثل پہاڑ کا خوشی سے جھومنا ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پرسکون ہوجا! تجھ پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ سو اس پہاڑ کا جھومنا بھی خوشی سے تھا' غضب سے نہیں تھا۔

میں نے اپنے ماہر اساتذہ سے سنا ہے کہ براق آپ کے سوار ہونے کے وقت اس لیے سرکشی کر رہا تھا تاکہ وہ آپ سے یہ وعدہ

Marfat.com

لے کہ قیامت کے دن بھی آپ اس پر سوار ہوں گے جب آپ نے اس سے یہ وعدہ کر لیا تو وہ پرسکون ہو گیا۔

اسی وجہ سے درج ذیل آیت کی تفسیر میں ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (الضحیٰ:۵) عنقریب آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے○

بے شک اللہ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ جنت میں آپ کو چالیس ہزار براق عطاء فرمائے گا' جو جنت کی چراگاہوں میں چر رہے ہیں۔

شرفِ مصطفیٰ میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے براق کی رکاب پکڑی ہوئی تھی اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے براق کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہو گئے تو پھر حضرت جبریل نے کیا' کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہوئے تو حضرت جبریل بھی آپ کے پیچھے براق پر بیٹھ گئے' حتیٰ کہ وہ دونوں بیت المقدس تک پہنچ گئے۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت حذیفہ نے اس حدیث کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت نہیں کی' اس لیے ہو سکتا ہے کہ یہ بات انہوں نے اپنے اجتہاد سے کہی ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل اس سفر میں آپ کے رفیق ہوں اور براق پر سواری میں آپ کے رفیق نہ ہوں اور ابن دحیہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت جبریل بُراق کے قائد تھے یا اس کو چلانے والے تھے یا راہ نما تھے اور ہم نے یہ اس لیے کہا ہے کہ معراج کا قصہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم کے لیے ہے' اس میں کسی اور احتمال کی گنجائش نہیں ہے' اور امام ابن حبان کی روایت سے یہ صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبریل آپ کے ساتھ براق پر سوار تھے۔

اس شرح کا اکثر حصہ حافظ ابن حجر کی فتح الباری سے منقول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲' فتح الباری ج ۵ص ۸۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد اقصیٰ سے آسمانوں پر براق کے ذریعہ گئے تھے یا معراج کے ذریعہ اور معراج کا معنی اور اس کی صفت

اس حدیث میں مذکور ہے: پس حضرت جبریل مجھے لے گئے حتیٰ کہ آسمانِ دنیا پر آئے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس حضرت جبریل مجھے لے گئے' اور بدء الخلق کی حدیث میں ہے کہ پس میں حضرت جبریل کے ساتھ گیا' ان میں کوئی تغایر نہیں ہے کیونکہ بدء الخلق کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ آسمان پر چڑھنے میں حضرت جبریل علیہ السلام کے محتاج نہیں تھے بلکہ دونوں ایک ساتھ ایک درجہ میں تھے' لیکن اکثر روایات پہلی حدیث کی طرح ہیں' کتاب الصلوٰۃ کی پہلی حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت اسی طرح ہے: پھر حضرت جبریل نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے چڑھایا' اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس حالت میں آپ کے راہ نما تھے' نیز فرمایا: حتیٰ کہ آسمان دنیا پر آئے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ براق پر ہی مستمر رہے حتیٰ کہ آپ آسمان پر چڑھ گئے' اور علامہ ابن ابی جمرہ کے کلام کا بھی یہی تقاضا ہے' لیکن اس روایت کے علاوہ دوسری روایات میں یہ مذکور ہے کہ آپ آسمانوں تک براق پر سوار نہیں تھے بلکہ آپ معراج (سیڑھی) پر چڑھے' جیسا کہ امام ابن اسحاق اور امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں اس کی تصریح ہے' اس کی عبارت یہ ہے کہ میرے پاس خچر کے برابر ایک جانور لایا گیا' جس

Marfat.com

کے کان ہل رہے تھے' جس کو براق کہا جاتا تھا' اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس پر سوار ہوتے تھے' سو میں اس پر سوار ہوا' پھر فرمایا: پھر میں اور حضرت جبریل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے' سو میں نے وہاں نماز پڑھی' پھر میرے پاس معراج (سیڑھی) لائی گئی اور امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ فرما رہے تھے: جب میں بیت المقدس کے معاملات سے فارغ ہوا تو میرے پاس ایسی سیڑھی لائی گئی کہ ایسی حسین سیڑھی میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی' پس میرے ساتھی (حضرت جبریل) نے مجھے اس پر چڑھایا حتیٰ کہ میں آسمان کے دروازوں میں سے کسی دروازہ تک پہنچا۔ (الحدیث) اور کعب کی روایت میں ہے: میرے لیے ایسی سیڑھی لائی گئی جس کا ایک ڈنڈا چاندی کا تھا اور ایک ڈنڈا سونے کا تھا' حتیٰ کہ آپ اور حضرت جبریل اس سیڑھی پر چڑھے' اور شرف المصطفیٰ میں حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ جنت الفردوس سے آپ کے لیے سیڑھی لائی گئی اور وہ موتیوں سے آراستہ تھی اور اس کے دائیں جانب اور بائیں جانب فرشتے تھے' اور سیڑھیوں کی مختلف صفات سے یہ معلوم ہوا کہ یہ متعدد واقعات تھے' یا راوی نے سیڑھیوں کی صفات کے بیان میں تقصیر کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ میرے پاس براق کو لایا گیا' پھر اس کی وہی صفات بیان فرمائیں' فرمایا: میں اس پر سوار ہوا حتیٰ کہ میں بیت المقدس پر آیا' پھر میں نے براق کو اسی حلقہ میں باندھا جہاں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے ہیں' پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر میں نکلا تو حضرت جبریل میرے پاس دو برتن لے کر آئے' پھر اس کا قصہ بیان کیا' پھر مجھے آسمان پر چڑھایا گیا' اس حدیث کا کچھ حصہ کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں گزر چکا ہے' امام بیہقی نے کہا ہے کہ جس نے براق کو باندھنے اور بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے' اس کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے' جس نے اس کی نفی کی ہے۔

امام بزار نے حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شب معراج حضرت جبریل بیت المقدس میں ایک پتھر کے پاس آئے اور اس میں انگلی رکھی تو اس میں سوراخ ہو گیا' پس اس کے ساتھ براق کو باندھ دیا۔ سنن ترمذی میں بھی اسی کی مثل روایت ہے۔

مسجد اقصیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے پر حضرت حذیفہ کا انکار کرنا' اس کا جواب اور متعدد احادیث سے آپ کے نماز پڑھنے کا ثبوت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس میں نماز پڑھی' ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی ہوتی تو ہم پر بھی بیت المقدس میں نماز لکھی جاتی' جس طرح بیت الحرام میں ہم پر نماز پڑھنے کو لکھا گیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ "بیت المقدس میں نماز فرض تھی تو بیت الحرام میں بھی نماز فرض ہوگی" تو یہ تلازم ٹھیک نہیں ہے' اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بیت المقدس میں نماز جائز اور مشروع ہو تو پھر بیت الحرام میں بھی نماز جائز اور مشروع ہوگی تو پھر یہ تلازم صحیح ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس میں نماز کو مشروع کیا ہے' جیسا کہ آپ نے فرمایا: مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے سوا سفر کے لیے اونٹنی پر کجاوے کسنا جائز نہیں ہے' اور آپ نے کئی حدیثوں میں مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ: حتیٰ کہ میں بیت المقدس پر آیا اور میں نے اپنی سواری کو وہاں باندھا جہاں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے ہیں' پھر میں اور حضرت جبریل مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے' پھر ہم میں سے ہر ایک نے دو رکعت نماز پڑھی۔

نبی ﷺ کا مسجد اقصیٰ میں نبیوں کی امامت کرانا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے انبیاء علیہم السلام کو پہچانا' ان میں سے بعض قیام میں تھے' بعض رکوع میں تھے اور بعض سجدہ میں تھے' پھر نماز کی اقامت کہی گئی اور میں نے ان کی امامت کی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں تھوڑی دیر مسجد میں ٹھہرا' حتیٰ کہ بہت لوگ جمع ہو گئے' پھر مؤذن نے اذان دی' پس نماز کی اقامت کہی گئی' پھر ہم نے کھڑے ہو کر نماز کی صفیں بنائیں' پس ہم انتظار کر رہے تھے کہ کون ہماری نماز کی امامت کرے گا تو حضرت جبریل نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کیا' سو میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔ امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ روایت کیے ہیں کہ نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان کی امامت کی۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ مسجد اقصیٰ میں آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' تو اس وقت تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔

نیز امام احمد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں اس جگہ نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی تو پھر وہ قبلہ کی طرف بڑھے اور انہوں نے وہاں نماز پڑھی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مل کر مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہو' پھر آپ آسمانوں کی طرف چڑھے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے آسمانوں سے اترنے کے بعد مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہو' جب آپ کے ساتھ دوسرے نبی بھی آسمانوں سے اتر گئے تھے۔

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ آپ نے آسمانوں میں جو نبیوں کو دیکھا' وہ اس پر محمول ہے کہ آپ نے ان کی روحوں کو دیکھا' ماسوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے' کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھالیا گیا تھا' اور حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق بھی اسی طرح کہا گیا ہے' اور جن لوگوں نے آپ کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی تھی' ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اجسام مع الارواح کے ساتھ نماز پڑھی ہو' اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے مسجد اقصیٰ میں نبیوں کو جو نماز پڑھائی تھی وہ آسمانوں کی طرف عروج سے پہلے پڑھائی تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۵-۸۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے اسی شرح کو بہت تلخیص کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ملائکہ مقربین کے حضرت جبریل سے اس سوال کی حکمتیں کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟

اس حدیث میں آسمانِ دنیا کا ذکر ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے حضرت ابو سعید سے روایت کی ہے کہ آپ آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر آئے' جس کو باب الحفظۃ کہا جاتا تھا' جس پر ایک فرشتہ مقرر تھا' اس کا نام اسماعیل تھا اور اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے تھے۔

اس حدیث میں اس دروازہ کے کھلوانے کا ذکر ہے' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان دنیا کا دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے بتایا: جبریل ہے' پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے بتایا: (سیدنا) محمد (ﷺ)' پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

Marfat.com

فرشتوں نے جو پوچھا تھا: کیا انہیں مبعوث کیا گیا ہے؟ اس سے مراد اصل بعثت نہیں ہے کیونکہ آپ کی بعثت ملکوت اعلیٰ میں مشہور تھی' ایک قول یہ ہے کہ فرشتوں نے نبی ﷺ پر اللہ کی نعمت پر اظہار تعجب یا اظہار مسرت کے لیے سوال کیا تھا' اور انہیں یہ معلوم تھا کہ کوئی بشر اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر ترقی کر کے یہاں تک نہیں پہنچ سکتا' اور جس کو یہاں پر بلایا نہ گیا ہو اس کو لے کر حضرت جبریل یہاں نہیں آ سکتے۔

فرشتوں نے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں نے جان لیا تھا کہ حضرت جبریل کے ساتھ ان کا کوئی رفیق ہے' ورنہ وہ یہ پوچھتے کہ آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ ان کو یہ اس وجہ سے معلوم ہوا تھا کہ آسمان شفاف ہے اور اس سے آر پار دکھائی دیتا ہے' یا ان کو اس لیے پتا چلا تھا کہ نبی ﷺ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے معمول سے زیادہ انوار کا ظہور ہو رہا تھا' حضرت جبریل نے بتایا کہ وہ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں اور ابوالقاسم نہیں کہا' اس سے معلوم ہوا کہ نام کنیت سے زیادہ معروف ہوتا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ فرشتوں کے سوال کرنے میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو اس پر مطلع کرنا چاہتا تھا کہ آپ ملاء اعلیٰ یعنی ملائکہ مقربین کے نزدیک معروف ہیں' کیونکہ انہوں نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ ملائکہ مقربین یہ جانتے تھے کہ عنقریب آپ کو بلایا جائے گا' ورنہ وہ یہ پوچھتے کہ محمد ﷺ کون ہے؟ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اسی شرح کو تلخیص کے ساتھ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۴-۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے بھی لکھا ہے:

جب ملائکہ مقربین نے حضرت جبریل کے ساتھ غیر معمولی انوار دیکھے تو پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ ص ۹۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

عزت و کرامت کا ہر دروازہ آپ کے نام سے کھلتا ہے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو آسمانوں پر بلایا گیا تھا' آپ بن بلائے نہیں جا رہے تھے' اور یہ کہ آسمانوں کے دروازے بند تھے' حضرت جبریل نے اپنا نام لیا' پھر بھی آسمان کا دروازہ نہیں کھلا اور جب انہوں نے آپ کا نام نامی (سیدنا) محمد (ﷺ) لیا تو آسمان کا دروازہ کھل گیا' اس سے معلوم ہوا کہ عزت و کرامت کا کوئی دروازہ آپ کے نام کے بغیر نہیں کھلتا' اسلام کا دروازہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے کھلتا ہے' قبر میں اُجالا آپ کا نام لینے سے ہوتا ہے اور جنت کا دروازہ بھی آپ کا نام لینے سے کھلتا ہے۔

مرحبا کا معنی' حضرت آدم نے جن روحوں کو دیکھا وہ اجسام میں داخل ہو چکی تھیں یا نہیں' آیا کفار کی ارواح کے لیے بھی آسمان کا دروازہ کھولا گیا تھا؟

فرشتوں نے کہا: آپ کو مرحبا ہو!

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

فرشتوں نے مرحبا کہا' اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے لیے کشادگی اور وسعت ہے' اس لفظ میں انشراح سے کنایہ ہے' علامہ ابن المنیر نے اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ لفظ سلام کے بغیر بھی سلام کا جواب دینا جائز ہے' تاہم اس پر یہ اعتراض ہے کہ فرشتوں کا مرحبا کہنا

سلام کا جواب نہیں ہے۔ علامہ ابن ابی جمرۃ نے اس پر متنبہ کیا ہے کہ حضرت جبریل نے ہر نبی سے ملاقات کے وقت آپ سے کہا تھا کہ آپ ان کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اسی میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے ان نبیوں کو اس سے پہلے دیکھا ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پس اس آسمان میں حضرت آدم تھے' تو حضرت جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ حضرت آدم ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت انس کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ابوذر نے ان روحوں کا ذکر کیا جو حضرت آدم کی دائیں جانب اور ان کی بائیں جانب تھیں' اور ان روحوں سے مراد وہ روحیں ہیں جو ابھی جسموں میں داخل نہیں ہوئی تھیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان روحوں سے مراد وہ روحیں ہوں جو اجسام سے نکل چکی ہوں اور حضرت آدم نے ان روحوں کو جو آسمانِ دنیا میں دیکھا تھا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان روحوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہوں' کیونکہ کفار کی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ پس اس وقت میں نے حضرت آدم کو دیکھا جن کے سامنے ان کی اولاد میں سے مؤمنین کی روحیں پیش کی جا رہی تھیں' پس حضرت آدم کہہ رہے تھے: یہ پاک روح ہے اور پاکیزہ نفس ہے' اس کو علیین میں رکھ دو' پھر ان کی اولاد میں سے فجار کی روحیں پیش کی جا رہی تھیں تو حضرت آدم کہہ رہے تھے: یہ خبیث روح ہے اور خبیث نفس ہے' اس کو سجین میں رکھ دو۔

امام بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے: پس حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں طرف ایک دروازہ تھا جس سے پاکیزہ خوشبو آ رہی تھی اور ان کی بائیں طرف ایک دروازہ تھا جس سے خبیث بدبو آ رہی تھی' پس ان دونوں حدیثوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت آدم نے جو کفار کی روحوں کو دیکھا تھا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفار کی روحیں آسمان کے دروازوں میں داخل ہوئی ہوں۔

انبیاء علیہم السلام نے جو آپ کو صالح کہا' اس کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: صالح بیٹے اور صالح نبی کو مرحبا ہو۔

انبیاء علیہم السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صرف صالح کے وصف کو ذکر کرنے پر اقتصار کیا کیونکہ صالحیت ایسی صفت ہے جو خیر کے تمام اوصاف کو شامل ہے' اسی وجہ سے ہر نبی نے آپ کی اس صفت کا ذکر کیا' اور صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تمام فرائض و واجبات کو ادا کرے اور بندوں کے تمام حقوق کو بھی ادا کرے' حضرت آدم نے جو آپ کو صالح بیٹا کہا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو آپ کے باپ ہونے پر فخر تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اسی شرح کو انتہائی اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ اص ۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں طرف دوزخیوں کی روحیں تھیں اور قرآن مجید میں ہے:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ. (الاعراف: ۴۰) کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔

اب یہ اعتراض ہے کہ جب کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے تو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف دوزخیوں

Marfat.com

کی روحیں کیسے موجود تھیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کی روحیں دوزخ میں ہی تھیں' لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب ان کو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے منکشف کر دیا گیا تھا' یا حضرت آدم علیہ السلام کو وہ روحیں دکھائی گئی تھیں جو ابھی تک اجسام میں داخل نہیں ہوئی تھیں' یہ روحیں اجسام سے پہلے پیدا کی گئی تھیں اور ان کا مستقر حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں اور بائیں جانب تھا۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ ص ۹۶ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۳۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے جواب کی تفصیل ہے۔

خالہ زاد بھائیوں اور پھوپی زاد بھائیوں کا فرق' اور آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کی منازل

پھر حضرت جبریل مجھے لے کر چڑھے حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر آئے' پس وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے جو دونوں ایک دوسرے کے خالہ زاد ہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ابن السکیت نے لکھا ہے: ان دونوں کو خالہ کے بیٹے کہا جاتا ہے' پھوپھی کے بیٹے نہیں کہا جاتا' اسی طرح چچا کے بیٹے کہا جاتا ہے' ماموں کے بیٹے نہیں کہا جاتا اور انہوں نے اس کا سبب نہیں بیان کیا' اس کا سبب یہ ہے کہ خالہ کے بیٹوں میں یہ لازم ہے کہ ہر ایک کی ماں دوسرے کی خالہ ہو اور پھوپھی کے بیٹوں میں یہ لازم نہیں ہے۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے پہلے آسمان میں حضرت آدم کو دیکھا اور دوسرے آسمان میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیکھا اور تیسرے آسمان میں حضرت یوسف کو دیکھا اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس کو دیکھا اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون کو دیکھا اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ کو دیکھا اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔ زہری نے حضرت انس کی مخالفت کی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے اسماء کا ذکر نہیں کیا اور انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان میں دیکھا' اور شریک نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حضرت ادریس تیسرے آسمان میں تھے اور حضرت ہارون چوتھے آسمان میں تھے اور صحیح بخاری کے سیاق میں انبیاء علیہم السلام کی منازل متعین نہیں ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے اجسام زمین پر اپنی قبروں میں موجود ہیں' پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟

قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیسے اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اور آپ نے شب معراج کیسے تمام انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور آپ نے ان نبیوں کو آسمانوں میں اپنے اپنے درجات پر کیسے پایا جب انہوں نے آپ کو مرحبا کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کثیب احمر کے پاس آسمانوں کے اوپر چڑھنے سے پہلے دیکھا ہو اور بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہو' پھر حضرت موسیٰ آپ سے پہلے آسمانوں پر پہنچ گئے ہوں' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے انبیاء علیہم السلام کو ابتداءً مسجد اقصیٰ میں دیکھا ہو' پھر انہوں نے آسمانوں پر آپ سے سوال کیا ہو اور آپ کو مرحبا کہا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کا نبیوں کے ساتھ جمع ہونا اور ان کو نماز پڑھانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا سدرۃ المنتہیٰ سے واپسی کے بعد ہو' لہٰذا ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۵۲۴' دار الوفاء)

علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ بن سعید التوربشتی متوفی ۶۶۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانوں میں اور بیت المقدس میں جب انبیاء علیہم السلام کو نماز کی امامت کرائی تو آپ کا ان کو دیکھنا ان کی روحانیت

Marfat.com

پر محمول ہے وہ روحانیت ان کی ان صورتوں کے مماثل تھی جن صورتوں پر وہ دنیا میں تھے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

(کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج ۴ ص ۱۲۷۲ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۲۲ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے اس سوال کے جواب میں بعینہٖ قاضی عیاض کی عبارت نقل کی ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۹۶۷ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ان انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اس کی درج ذیل وجوہ ہیں:

(۱) آپ نے ان انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک کو زمین پر ان کی قبر میں ان صورتوں میں اپنی خداداد قوتِ بصر اور بصیرت سے دیکھا ہو اس کی تائید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ میں نے جنت اور دوزخ کو اس دیوار کے عرض میں دیکھا۔ (صحیح البخاری ۷۴۹-۵۴۰) اور اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو اسی جگہ میں دیکھا ہو جیسے کوئی کہے: میں نے اپنے گھر میں چاند کو دیکھا۔

(ب) آپ نے جنت اور دوزخ کی مثال کو دیوار کے عرض میں دیکھا۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو ان کی صورتوں میں دیکھا۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج لے جانے کا ارادہ کیا تو ان نبیوں کو ان کی قبروں سے نکال لیا' تا کہ اپنے نبی کی تکریم اور تعظیم کو ظاہر کیا جائے۔ (بہجۃ النفوس فی شرح البخاری جز ۳ ص ۱۹۶-۱۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر اور بیت المقدس میں دیکھنا' جب آپ نے ان کو نماز میں امامت کرائی تھی' اس پر محمول ہے کہ ان کی روحوں کو ان کی صورتوں کی مثل بنا دیا گیا تھا' جن صورتوں پر وہ دنیا میں تھے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

(الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی) ج ۱۱ ص ۸۴ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۳ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر دیکھنے میں یہ اشکال ہے کہ ان کے اجسام زمین پر اپنی قبروں میں مستقر ہیں؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کی روحیں ان کے اجسام کی صورتوں میں متشکل ہو گئیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے ان کے جسموں کو اس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم اور تعظیم کے لیے آسمانوں پر حاضر کیا گیا' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عبد الرحمن بن ہاشم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے لیے حضرت آدم کو اور ان کے سوا دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا گیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۶ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے اس پوری شرح کو بعینہٖ نقل کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵-۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر دیکھنے میں یہ اشکال ہے کہ ان کے اجسام تو زمین پر اپنی قبروں میں برقرار ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی روحوں کو ان کے دنیاوی جسموں کی صورتوں میں متشکل کر دیا گیا تھا یا ان کے جسموں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم اور تعظیم کی خاطر آپ سے ملاقات کے لیے وہاں پر حاضر کر دیا گیا تھا۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۴۰۸ دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الملک نے شرح المشارق میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کو جو دکھایا گیا تھا وہ انبیاء علیہم السلام کی روحیں تھیں جو ان کی دنیاوی صورتوں میں متشکل تھیں' سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (الیٰ قولہ) اور میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام پر (دائمی) موت نہیں آتی' وہ زندوں کی مثل ہوتے ہیں' وہ دارِ فناء سے دارِ بقاء کی طرف منتقل ہوتے ہیں' اور احادیث میں وارد ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیونکہ وہ شہداء سے افضل ہیں اور وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ (مرقاۃ ج ۱۰ص ۱۵۸' مکتبہ حقانیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کا انبیاء علیہم السلام کی مسجد اقصیٰ میں امامت فرمانا' اس پر محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ ان انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں لے گیا تھا اور اس کے بعد ان کو آسمانوں پر لے گیا تھا' یا ان کی روحوں کو آسمانوں پر متشکل اور متمثل کر دیا تھا سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ اپنے جسم کے ساتھ آسمانوں پر موجود تھے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ص ۵۶۴' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

یہ انبیاء علیہم السلام اپنی دنیاوی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ جمہور علماء کا موقف ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور ان کی آسمانوں پر آمد و رفت رہتی ہے یا اسی رات کو انہیں نبی ﷺ کی زیارت اور آپ کے کمالات کو دکھانے کے لیے لایا گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی روحوں کو جسمانی صورتوں میں متشکل کر دیا گیا ہو۔ (تیسیر القاری ج ۴ص ۵۳۹' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

اس مقام پر یہ اشکال ہے کہ نبی ﷺ نے آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو کیسے دیکھا' جب کہ ان کے اجسام زمین پر اپنی قبروں میں مستقر ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی ارواح ان کی جسمانی صورتوں میں متشکل ہو گئی تھیں' یا اس رات نبی ﷺ سے ملاقات کے لیے ان انبیاء کو آپ کی تعظیم اور تکریم کے لیے حاضر کر دیا گیا تھا' اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ کے لیے حضرت آدم اور ان کے ماسوا تمام انبیاء کو بھیجا گیا' سو آپ نے ان کی امامت کرائی۔

(عون الباری ج ۴ص ۳۸۹-۳۸۸' دارالرشید حلب' سوریا' ۱۴۰۴ھ)

نیز شیخ صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم روایت کرتے ہیں: پس نماز کا وقت آیا تو میں نے نبیوں کی امامت کی۔ (صحیح مسلم: ۱۷۲)

یعنی میں نماز میں ان کا امام بنا اور میں نے ان کو نماز پڑھائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ کو اُن کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس جو ان کی قبر میں دیکھا تھا' یہ آسمان پر چڑھنے سے پہلے بیت المقدس کے راستہ میں دیکھا ہو' پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے انبیاء علیہم السلام کو اس وقت نماز پڑھائی ہو جب آپ نے ان کو پہلے دیکھا تھا' پھر انہوں نے آپ سے سوال کیا اور آپ کو مرحبا کہا۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا آپ کے پاس جمع ہونا اور آپ کا ان کو نماز پڑھانا اور آپ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا سدرۃ المنتہیٰ سے واپس آنے کے بعد ہو' جیسا کہ قاضی عیاض نے کہا ہے۔

(السراج الوهاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۱ص ۱۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

Marfat.com

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ١٣٦٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام اس سے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں' اور اسی طرح بقیہ سماوات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا' سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے' اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے' یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں' روح کا تعلق ہو گیا اور جسم میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا' الگ الگ شکل رکھتا تھا' اسی لیے باوجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا' البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں' ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آ گئے ہوں یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں' اوّل آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں اور پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں مگر خلاف ظاہر ہے۔ (نشر الطیب ص ٥١-٥٠' دار الاشاعت' کراچی)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ١٣٦٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن قیم نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے حالانکہ آپ اس وقت اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں' اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی دیکھا اور آپ کے اور حضرت موسیٰ کے درمیان فرض نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا۔ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا' حالانکہ ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ وہ اپنی قبروں سے آسمان کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔

(فتح الملہم ج ١ ص ٣٠٦-٣٠٥ ملخصاً' مطبع الحجاز' کراچی)

یعنی وہ انبیاء علیہم السلام اس وقت اپنی قبروں میں بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آسمانوں پر بھی تھے' علماء اہل سنت انبیاء علیہم السلام کو جو حاضر و ناظر کہتے ہیں' اس کا مفہوم بھی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہ تشریف فرما ہو سکتے ہیں اور بسا اوقات ہو جاتے ہیں' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ملاقات اجسام مثالیہ سے ہوئی' بعض نے کہا ہے کہ حقیقیہ سے ہوئی ہے' زیادہ تر علماء اہل سنت والجماعت اس طرف گئے ہیں کہ اجسام حقیقیہ سے ہوئی ہے' لیکن اپنے مقامات سے اُٹھ کر کیسے گئے ہیں' یہ بحث ان شاء اللہ آگے آئے گی۔ (انعام الباری ج ٣ ص ٤٩' مکتبۃ الحراء' کراچی)

ابھی تک تو شیخ عثمانی کی وہ بحث نہیں آئی ہے کیونکہ انعام الباری جلد ہفتم کے بعد کوئی جلد چھپ کر وہاں تک یا بدء الخلق یا کتاب المناقب تک نہیں پہنچی' جس میں یہ بحث ہو سکتی ہے' تاہم ان کے شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ١٣٦٩ھ نے علامہ ابن قیم سے یہ نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے' حالانکہ آپ اس وقت اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور پھر انہوں نے اس سے استشہاد کیا ہے کہ معراج کی حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس وقت آسمانوں پر بھی تھے اور اپنی قبروں میں بھی تھے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر شیخ ابن قیم اور شیخ عثمانی کی اس عبارت کو مان لیا جائے تو پھر حاضر ناظر کے مسئلہ میں علماء اہل سنت اور علماء دیوبند میں کوئی اختلاف نہیں رہے گا اور علماء اہل حدیث سے بھی کوئی اختلاف نہیں رہے گا' کیونکہ شیخ ابن قیم کو وہ بھی مانتے ہیں اور

Marfat.com

نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی عون الباری میں اسی طرح لکھا ہے۔

حاضر ناظر کے مسئلہ میں حدیث معراج کے علاوہ مزید احادیث اور دیگر تصریحات بھی ہیں:

حدیث معراج کے علاوہ حاضر و ناظر کے مسئلہ میں دیگر تصریحات

ہم پہلے بھی واضح کر چکے ہیں اور اب پھر لکھ رہے ہیں کہ حاضر و ناظر کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ اپنے جسم اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں بلکہ آپ اپنے جسم اصلی کے ساتھ اپنے روضۂ انور میں جلوہ فرما ہیں اور متعدد اشغال میں مصروف ہیں اور اگر آپ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر جانا چاہیں تو بہ یک وقت متعدد جگہوں پر تشریف لے جا سکتے ہیں' بلکہ جاتے بھی ہیں جیسا کہ شب معراج انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں بھی تھے اور مسجد اقصیٰ میں بھی تھے اور اسی وقت آسمانوں پر بھی تشریف فرما تھے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے جیسا کہ پہلے آسمان پر سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کی نیک اولاد میں دیکھا' اسی طرح آپ نے حضرت آدم' حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا' حالانکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام اس وقت زمین پر اپنی اپنی قبروں میں تھے کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا: میں نے آدم کو دیکھا' میں نے موسیٰ کو دیکھا' میں نے ابراہیم کو دیکھا' یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آدم کی روح کو دیکھا' یا میں نے موسیٰ کی روح کو دیکھا' جب آپ آسمان سے لوٹ کر آئے تو بعینہٖ اس وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے' جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے' تو جو شخص اس بات کا قائل نہیں ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے' وہ اس حدیث پر ایمان کس طرح لائے گا' اگر تم مؤمن ہو تو مان لو اور اگر عالم ہو تو اعتراض نہ کرو۔ (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۴۰' مطبوعہ ازہریہ مصر' ۱۳۰۵ھ)

علامہ شعرانی کی اس صریح عبارت سے واضح ہو گیا کہ جن بعض شارحین اور علماء نے یہ کہا ہے کہ شب معراج آپ کا تمام نبیوں کو دیکھنا اس پر محمول ہے کہ ان کی ارواح کو ان کی صورتوں میں متمثل کر دیا گیا تھا' یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ نے صراحۃً فرمایا کہ میں نے ان نبیوں کو دیکھا ہے' یہ نہیں فرمایا: میں نے ان کی روحوں کو دیکھا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

علماء اُمت میں کثرت مذاہب و اختلافات کے باوجود اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقۃً زندہ اور دائم و باقی ہیں اور اُمت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں' اور طالبانِ حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔ (مکتوبات علیٰ حاشیۃ اخبار الاخیار ص ۱۵۵' ہند)

تمام علماء دیوبند کے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے' یہ ضعیف شبہ ہے' آپ کے علم و روحانیت کی نسبت جو دلائل عقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے' اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے' علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷' مدنی کتب خانہ لاہور)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں:

محمد بن الحضرمی مجذوب نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بہ یک وقت پڑھائے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔ (جمال الاولیاء ص ۱۸۸' مکتبہ اسلامیہ لاہور)

Marfat.com

یہ تمام اکابر دیوبند کی حاضر و ناظر کے متعلق تصریحات ہیں' عموماً دیوبندی لوگ حاضر و ناظر کے عقیدہ پر علماء اہل سنت پر پھبتیاں کستے ہیں کہ تم کرسی پر بیٹھے ہو' بتاؤ کرسی کے نیچے (العیاذ باللہ) حضور ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہیں تو آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں اور اگر ہیں تو تم بڑے گستاخ ہو کہ حضور کرسی کے نیچے ہیں اور تم کرسی کے اوپر چڑھے بیٹھے ہو۔ نعوذ باللہ من تلک الخرافات!

اس اعتراض کے دور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم کئی بار کہہ چکے ہیں کہ آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کا جسم انور ہر جگہ موجود ہے بلکہ آپ اپنے جسم انور کے ساتھ اپنے روضہ مبارکہ میں جلوہ افروز ہیں اور تمام جہانوں کو چشمِ سر سے ملاحظہ فرمارہے ہیں اور جب چاہیں' جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں' بلکہ تشریف لے جاتے رہتے ہیں' خواہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر تشریف لے جائیں' حدیث معراج کے علاوہ درج ذیل حدیث میں بھی اس کی اصل ہے:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا: کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا: اللہ بھی آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کچھ عرصہ بعد) اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا' آپ نے پوچھا: فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا: وہ فوت ہوگیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازے سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر (پہلے سے) موجود تمہارا انتظار کر رہا ہو! ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! آیا یہ بشارت اس شخص کے لیے خاص ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم سب کے لیے ہے۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۵۴' سنن نسائی ج ۴ ص ۲۳۔۲۲' المعجم الکبیر: ۵۴۔ ج ۱۹' المستدرک ج ۱ ص ۳۸۴' الآداب للبیہقی: ۹۲۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۵۹۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

(علامہ شعیب الارنووط نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ حاشیہ مسند احمد: ۱۵۵۹۵)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بہ طور خرقِ عادت اجسادِ مثالیہ متعدد ہوتے ہیں کیونکہ وہ بچہ (بہ یک وقت) جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوگا۔ (مرقات ج ۴ ص ۱۰۹' مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

جب اولیاء اللہ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لیے ایسے اجساد مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے جو آنِ واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوں۔ (مرقات ج ۴ ص ۳۱' مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے اولیاء ایک آن میں متعدد جگہ موجود ہوتے ہیں تو سوچئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا کیا عالم ہوگا!

آنِ واحد میں متعدد لوگوں کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے کو علامہ آلوسی کا جسم مثالی پر محمول کرنا اور مصنف کا اس کو جسم حقیقی پر محمول کرنا

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

قاضی ابوبکر بن العربی نے تفصیل کی ہے اور لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی معلوم صفات کے ساتھ دیکھنا حقیقت پر محمول ہے اور آپ کی معلوم صفات کے علاوہ دیکھنا آپ کی مثال کا ادراک ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اس عبارت کو مستحسن قرار دیا ہے

Marfat.com

اور احادیث اور آثار نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ان احادیث اور عبارات علماء سے یہ واضح ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسم اور اپنی روح کے ساتھ زندہ ہیں' آپ تصرف فرماتے ہیں اور اطراف زمین میں اور عالم ملکوت میں جہاں چاہتے ہیں' تشریف لے جاتے ہیں اور آپ اسی کیفیت پر ہیں جس کیفیت پر وفات سے پہلے تھے اور اس کیفیت سے کوئی چیز تبدیل نہیں ہوئی اور آپ عام لوگوں کی نگاہوں سے اسی طرح غائب ہیں جس طرح ان کی نگاہوں سے فرشتے غائب ہیں' حالانکہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں' پس اللہ تعالیٰ جب یہ چاہتا ہے کہ کسی کو آپ کی زیارت سے مشرف کرے تو وہ اس کو آپ کی اس اصل کیفیت سے دکھاتا ہے جس پر آپ حالت حیات میں تھے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے' اور نہ کوئی چیز اس تخصیص کی موجب ہے کہ اس کو آپ کی مثال دکھائی جائے' علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی شان ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کی وفات کے بعد ان کی طرف ان کی روحیں لوٹائی جا چکی ہیں اور ان کو اپنی قبروں سے نکلنے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی ہے اور ان کو عالم ملکوت بالا اور پست میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے اور علامہ سیوطی نے ان کے قبروں سے نکلنے کا جو ذکر کیا ہے' اس پر ان بہ کثرت احادیث سے استدلال کیا ہے جو اس مؤقف پر ناطق ہیں۔ (روح المعانی جز ۱۳ ص ۵۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ سیوطی اور علامہ آلوسی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس میں اور آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو ان کے حقیقی اجسام کے ساتھ دیکھا تھا نہ کہ ان کے اجسامِ مثالیہ کو یا ان کی ارواحِ ممثلہ کو دیکھا تھا۔

علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں:

بہر حال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح تمام ارواح سے زیادہ کامل ہے اور جس کی زیارت کی جاتی ہے وہ آپ کی وہ روح ہے جو مختلف اطوار سے ظاہر ہوتی ہے' جب کہ اس روح کا تعلق آپ کے اس جسم عنصری کے ساتھ قائم رہتا ہے جو آپ کے روضہ انور میں ہے' جیسا کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے یا کسی اور صورت میں آتے تھے تو وہ سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔

رہا جسم مثالی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قدسیہ اس سے متعلق ہوتی ہے اور غیر متناہی اجساد مثالیہ ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور آپ کی روح مبارک ان میں سے ہر جسم مثالی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور یہ تعلق اسی طرح ہوتا ہے جیسے ایک بدن میں ایک روح کا تعلق اس بدن کے ہر ہر عضو کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ شیخ ابوالعباس طنجی نے جو یہ کہا ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ آسمان اور زمین اور عرش اور کرسی سب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں اور اس تقریر سے یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد دیکھنے والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک آن میں بہت دور دراز علاقوں میں بہ یک وقت دیکھا۔

(روح المعانی جز ۱۳ ص ۵۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ متعدد دیکھنے والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک آن میں جو دور دراز کے مختلف علاقوں میں دیکھتے ہیں' اس کو ثابت کرنے کے لیے جسم مثالی کے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور دیکھنے والے آپ ہی کے حقیقی جسم کو دیکھتے ہیں نہ کہ اس کی مثال کو' کیونکہ معراج کا وقوع ایک آن میں ہوا اور اس آن میں انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں بھی تھے اور آپ نے ان کو اسی آن میں بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور اسی آن میں آپ نے ان کو آسمانوں پر دیکھا' جس طرح آپ نے ایک صحابی کے متعلق فرمایا کہ اس کا بیٹا اس کے استقبال کے لیے جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوگا۔ رہا فلاسفہ کا یہ قول کہ تکثر جزی محال ہے تو یہ فلاسفہ کا قول ہے اور صریح احادیث کے مقابلہ میں ان کا قول مردود ہے۔ یہ مقام مجھ پر اسی طرح منکشف ہوا ہے' اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کی طرف

Marfat.com

سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بری ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی رؤیت کی کیفیت کے بعد اب ہم پھر معراج کے اصل موضوع کی طرف رجوع کر رہے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب میں (تیسرے) آسمان کے اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے: سو ان کو نصف حسن عطاء کیا گیا۔

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید سے اور امام طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے:

سو میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے حسین مرد کے ساتھ تھا' جس کو اللہ تعالیٰ نے حسن میں تمام لوگوں پر اسی طرح فضیلت دی تھی جس طرح چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت دی ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام لوگوں سے زیادہ حسین ہیں' لیکن امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسین چہرے اور حسین آواز کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ سب سے زیادہ حسین ہے اور ان کی آواز سب سے زیادہ حسین ہے' اسی وجہ سے حدیث معراج کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام لوگوں سے زیادہ حسن عطاء کیا گیا تھا' اور اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ متکلم اپنے خطاب کے عموم میں داخل نہیں ہوتا۔

علامہ ابن المنیر نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جتنا حسن دیا گیا تھا' حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کا نصف حسن عطاء کیا گیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی اس کی یہی شرح لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرھونی مالکی نے بھی اس مسئلہ پر کچھ نہیں لکھا۔ (الفجر الساطع ج ۲ ص ۹۶' الفجر الساطع ج ۹ ص ۱۸۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

علامہ ابومحمد بن ابی جمرۃ مالکی اندلسی متوفی ۶۹۹ھ بھی یہاں خاموشی سے گزر گئے۔

(بہجۃ النفوس جز ۳ ص ۱۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی شافعی متوفی ۹۷۴ھ' اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

جان لو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ایمان رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے بدن میں اتنے محاسن ظاہرہ نہیں رکھے' جتنے محاسنِ ظاہرہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن میں رکھے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ محاسنِ ظاہرہ' محاسنِ باطنہ اور پاکیزہ اخلاق کی علامت ہیں' اور آپ سے زیادہ کامل کوئی نہیں ہے' بلکہ اس معنی میں کوئی آپ کے مساوی بھی نہیں ہے' اسی وجہ سے علامہ قرطبی نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ کا مکمل حسن ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ صحابہ کرام آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ نہیں سکتے تھے۔ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل جز ۱ ص ۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

بعض محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال انتہائی کمال میں تھا اور آپ کی ضیاء (نور) کی کثرت ایسی تھی کہ جب آپ کی صورت کا نور دیوار پر پڑتا تو وہ آئینہ کی مثل ہو جاتی اور جو اس کے سامنے سے گزرتے ان کی صورت اس میں نظر آتی' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے روشن جمال کو آپ کے اصحاب کی نظروں سے مستور رکھا کیونکہ اگر آپ کا پورا جمال ظاہر کر دیا جاتا تو صحابہ آپ

کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھ نہیں سکتے تھے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نصف حسن دیا گیا تھا' اس کا محمل یہ ہے کہ ان کے زمانہ کے لوگوں کا نصف حسن ان کو دیا گیا تھا' یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کا نصف ان کو دیا گیا تھا' علاوہ ازیں حسنِ سیرت' حسنِ صورت سے افضل ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم:۴) اور بے شک ضرور آپ بہت بڑی شان والے خلق پر ہیں ○

اور حدیث میں ہے: میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارمِ اخلاق کو پورا کروں۔ (الموطأ:۱۷۲۳)

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج۲ ص۹' اصح المطابع' کراچی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں:

مجھے میرے والد (شاہ عبدالرحیم) متوفی ۱۱۳۱ھ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میں زیادہ ملیح ہوں اور میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام زیادہ صبیح ہیں (ملیح وہ ہوتا ہے جس سے نظر ہٹ نہ سکے اور صبیح وہ ہوتا ہے جس پر نظر جم نہ سکے)۔ سو میں بہت حیران ہوا کیونکہ ملاحت سے عشاق کے دل میں صباحت سے زیادہ بے قراری پیدا ہوتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں مروی ہے کہ مصر کی عورتوں نے جب حسنِ یوسف کو بے حجاب دیکھا تو انہوں نے بے اختیار اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور لوگ ان کو دیکھ کر مر گئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی کوئی چیز مروی نہیں ہے' پس میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے میرے حسن و جمال کو لوگوں کی نگاہوں سے مستور رکھا اور اگر میرا جمال آشکار ہو جاتا تو لوگوں کا حال اس سے زیادہ متاثر ہوتا جتنا حسنِ یوسف کو دیکھ کر متاثر ہوا تھا۔

(الدر الثمین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الامین: ۲۰' ص ۷' خان قاہ کلیمی کلاں' محل دہلی)

اللہ تعالیٰ کی غیرت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں تھا کہ آپ کے علاوہ کوئی اور آپ کے حسن و جمال کو دیکھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ روشن ہو جاتا' جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس کو آپ سے پہچانتے تھے۔

(صحیح البخاری:۳۵۵۶' صحیح مسلم:۲۷۶۹' مسند احمد ج۳ ص۴۵۹' المستدرک ج۲ ص۶۰۵' دلائل النبوۃ للبیہقی ج۱ ص۱۹۷)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا' آپ نے سرخ حلّہ (دو سرخ چادریں) زیب تن کیا ہوا تھا' سو میں آپ کی طرف بھی دیکھتا تھا اور چاند کی طرف بھی' پس آپ میرے نزدیک ضرور چاند سے زیادہ حسین تھے۔ (سنن ترمذی:۲۸۱۱' سنن دارمی ج۱ ص۵۷' المعجم الکبیر:۱۸۴۲' المستدرک ج۴ ص۱۸۶)

چاند سے زیادہ حسین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چاند کے نور کو کبھی گہن لگ جاتا ہے' کبھی وہ گھٹنے لگتا ہے اور آپ کا نور ہر آن بڑھتا رہتا ہے' نیز چاند کا نور صرف اجسام کو روشن کرتا ہے اور آپ کا نور دلوں کو بھی روشن کرتا ہے اور روحوں کو بھی منور کرتا ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ سب سے زیادہ خوب صورت تھا اور آپ کے اخلاق سب سے عمدہ تھے' آپ کا قد مبارک بہت لمبا تھا نہ بہت چھوٹا تھا۔ (صحیح البخاری:۳۵۴۹' صحیح مسلم:۲۳۳۷)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی قامت درمیانی تھی' دونوں کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا' میں نے آپ کو سرخ

Marfat.com

حلّہ زیب تن کیے ہوئے دیکھا اور آپ سے زیادہ کوئی چیز خوب صورت نہیں دیکھی۔

(صحیح البخاری:۳۵۵۱'سنن ابوداؤد:۴۰۷۲'سنن ترمذی:۱۸۱۱'سنن نسائی:۵۲۳۲)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت براء رضی اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی ﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح تھا (یعنی کتابی چہرہ تھا)؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا۔ (صحیح البخاری:۳۵۵۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی حسین چیز نہیں دیکھی اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی تیز رفتار نہیں دیکھا' لگتا تھا کہ زمین آپ کے لیے لپیٹی جارہی ہے' ہم آپ کے ساتھ چلتے تو تھک جاتے تھے اور آپ بالکل نہیں تھکتے تھے۔ (سنن ترمذی:۳۶۴۸'مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے سامنے کے دو دانتوں کے درمیان جھریاں تھیں' جب آپ گفتگو فرماتے تو ان دانتوں کے درمیان سے نور کی طرح نکلتا دکھائی دیتا تھا۔ (سنن دارمی:۵۸'شرح السنۃ:۳۶۴۴)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی پنڈلیاں قدرے پتلی تھیں' آپ ہنستے تو صرف تبسم فرماتے' اگر تم آپ کی طرف دیکھتے تو کہتے کہ آپ نے سرمہ لگایا ہوا ہے' حالانکہ آپ نے سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا' یعنی آپ کی سرگیں آنکھیں تھیں۔

(سنن ترمذی:۳۶۴۵'مسند احمد ج ۵ ص ۹۷)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنے ہاتھ آپ کے اوپر رکھتے' پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرے پر لگاتے' سو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

(صحیح البخاری:۳۵۷۳'صحیح مسلم:۵۰۳'سنن نسائی:۱۴۷۰)

ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ سے کہا کہ آپ ہمارے لیے نبی ﷺ کے اوصاف بیان کیجئے' انہوں نے کہا: اے بیٹے! اگر تم ان کو دیکھتے تو کہتے کہ سورج آپ کے چہرے سے طلوع ہو رہا ہے۔ (سنن دارمی:۶۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ' نبی ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نبی ﷺ لوگوں میں متوسط قامت کے تھے' بہت لمبا قد تھا نہ بہت چھوٹا' آپ کا رنگ چمک دار تھا' بہت زیادہ سفید تھے نہ بہت گندمی رنگ کے تھے' آپ کے بال بہت زیادہ گھنگھریالے تھے نہ بہت سیدھے تھے' چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی' آپ مکہ میں دس سال رہے (اس میں کسر کا ذکر نہیں ہے ورنہ آپ نزول وحی کے بعد مکہ میں تیرہ سال رہے تھے۔ سعیدی غفرلہ) اور مدینہ میں دس سال رہے' آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال (بھی) سفید نہیں تھے۔ ربیعہ نے کہا: میں نے آپ کا ایک سرخ بال دیکھا جو خوشبو لگانے کی وجہ سے سرخ تھا۔

(صحیح البخاری:۳۵۴۷'صحیح مسلم:۲۳۴۷)

جریر بن عثمان نے بیان کیا کہ میں نے صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ سے پوچھا: کیا آپ نے دیکھا کہ نبی ﷺ بوڑھے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ کے نچلے ہونٹ کے نیچے چند بال سفید تھے۔ (صحیح البخاری:۳۵۴۶'مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۸)

عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ کے پاس گیا تو انہوں نے نبی ﷺ کا خضاب لگا ہوا ایک بال ہمیں دکھایا' دوسری روایت میں ہے: سرخ بال دکھایا۔ (صحیح البخاری:۵۸۹۸-۵۸۹۷'مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۶'سنن ابن ماجہ:۳۶۲۳)

نبی ﷺ کا سراپا اقدس

حضرت علی رضی اللہ نبی ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا قد بہت لمبا تھا نہ بہت چھوٹا اور آپ

Marfat.com

لوگوں میں متوسط قامت کے تھے' آپ کے بال بہت زیادہ گھونگریالے تھے نہ بہت سیدھے تھے بلکہ آپ کے بال بل دار تھے' آپ کے رخساروں اور جسم پر بہت زیادہ گوشت نہیں تھا' آپ کا چہرہ گول تھا' آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا' آنکھیں سیاہ تھیں' پلکیں لمبی تھیں' جوڑوں اور کندھوں کی ہڈیاں بڑی بڑی تھیں' سینہ پر ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر تھی' باقی جسم بالوں سے خالی تھا' ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں پُر گوشت تھیں' جب آپ چلتے تو زور سے پیر اُٹھاتے گویا بلندی سے اُتر رہے ہیں' جب کسی کی طرف دیکھتے تو پوری توجہ سے دیکھتے' دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی' اور آپ تمام نبیوں کے خاتم تھے' آپ کا دل تمام لوگوں سے زیادہ فیاض تھا' سب سے زیادہ صادق القول تھے' آپ نرم طبیعت تھے' شریف خاندان کے تھے' جو آپ کو اچانک دیکھتا اس پر ہیبت طاری ہو جاتی اور جو آپ سے میل ملاقات رکھتا تھا' وہ آپ سے مانوس ہو جاتا اور محبت کرتا اور آپ کے اوصاف بیان کرنے والا یہی کہتا تھا کہ میں نے آپ ایسا شخص پہلے کبھی دیکھا تھا نہ بعد میں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۳۸' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۱۵' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۲۷۰-۲۶۹)

حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کی روایت

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ' حضرت ابو معبد الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت حبیش بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ ہجرت کے لیے نکلے تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ اور ان کا رہنما عبداللہ بن اریقط تھا' وہ راستہ میں اُم معبد خزاعیہ کے خیمہ کے پاس سے گزرے' اُم معبد کی قوم قحط زدہ تھی' وہ اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھتی تھیں اور گزرنے والوں کو پانی پلاتی تھیں اور کھانا کھلاتی تھیں' آپ کے ہمراہیوں نے ان سے گوشت اور کھجوریں خریدنے کا سوال کیا تو ان کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیمہ کی ایک جانب ایک بکری دیکھی' آپ نے پوچھا: اے اُم معبد! یہ بکری کیسی ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ لاغری کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ نہیں جاسکی' آپ نے پوچھا: کیا اس میں دودھ ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بہت لاغر ہے' دودھ کہاں دے سکتی ہے؟ آپ نے پوچھا: کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں اس سے دودھ دوہ لوں؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! اگر آپ اس میں دودھ پائیں تو دوہ لیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بکری کو بلایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کے تھن صاف کیے' پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر دعا کی' بکری نے اپنی دونوں ٹانگیں چوڑی کر دیں' آپ نے ایک بڑا برتن منگایا اور اس میں دودھ دوہا' حتیٰ کہ وہ اوپر تک بھر گیا' پھر آپ نے اُم معبد کو دودھ پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئی' پھر آپ نے اپنے اصحاب کو دودھ پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے' پھر آخر میں آپ نے دودھ پیا' پھر سب نے آرام کیا' پھر آپ نے اس برتن میں دوبارہ دودھ دوہا' پھر آپ نے بکری کو وہیں چھوڑ دیا اور حضرت اُم معبد کو بیعت کر لیا' اور وہاں سے روانہ ہو گئے' تھوڑی دیر کے بعد اس کا شوہر ابو معبد اپنی لاغر بکریوں کو ہانکتے ہوئے گھر گیا' جن کی ہڈیوں میں گودا بھی خشک ہو چکا تھا' اس نے جو دودھ سے بھرا ہوا برتن دیکھا تو پوچھا: اے اُم معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا' بکری تو بہت دبلی تھی اور گھر میں اور کوئی دودھ دینے والا جانور نہیں تھا؟ حضرت اُم معبد نے کہا: ہمارے ہاں ایک برکت والے شخص آئے جو ایسے ایسے تھے' ابو معبد نے کہا: اے اُم معبد! مجھے ان کی صفات (حلیہ مبارکہ) بتاؤ:

حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کا بیان کردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا

حضرت اُم معبد نے کہا: میں نے حسین ترین روشن مرد کو دیکھا' جن کا ملیح چہرہ تھا' کسی قسم کی بڑھی ہوئی توند ان کو معیوب بنا رہی تھی نہ پتلی گردن اور چھوٹا سران میں نقص پیدا کر رہا تھا' وہ بہت خوب رو اور حسین تھے' ان کی آنکھیں سیاہ اور پلکیں لمبی تھیں' ان کی آواز پاٹ دار تھی' سیاہ پتلیاں اور سرگیں آنکھیں تھیں' ان کی گردن چمک دار تھی' ان کی ڈاڑھی گھنی تھی' جب وہ خاموش ہوتے تو ان پر وقار

Marfat.com

ہوتا تھا' اور جب وہ بات کرتے تو ان کا چہرہ بارونق ہوتا تھا' ان کی باتوں میں مٹھاس تھی' ان کی باتیں مفصل ہوتی تھیں' فضول اور بے ہودہ نہیں ہوتی تھیں' ان کی گفتگو موتیوں کی ایسی لڑی ہوتی تھی جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے تھے' دور سے وہ بہت حسین اور بارعب دکھائی دیتے تھے' اور قریب سے بہت خوب صورت' ان کا درمیانی قد تھا' اتنا طویل نہ تھا کہ آنکھوں کو برا لگے' اتنا کوتاہ قد نہ تھا کہ آنکھیں ان کو حقیر جانیں' آپ دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی مثل تھے جو بہت سرسبز و شاداب اور پسندیدہ ہو' ان کے اصحاب ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے' جب آپ ان سے کچھ فرماتے تو وہ فوراً اس کی اطاعت کرتے' وہ ان سب کے مخدوم اور محترم تھے' وہ نہ تو بدمزاج تھے نہ ان کے حکم کی مخالفت کی جاتی تھی۔

ابو معبد نے یہ سن کر کہا: یہ وہی ہیں جن کی تلاش میں قریش سرگرداں ہیں' میرا ارادہ تھا کہ میں ان کے اصحاب میں شامل ہوں' اور اگر مجھے اس کا موقع ملا تو میں ضرور ایسا کروں گا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ص ۲۳۱-۲۳۰' دار صادر' بیروت' ایضاً الطبقات الکبریٰ ج ۱ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کی حضرت حبیش بن خویلد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(المستدرک: ۴۲۷۴- ج ۳ص ۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ نے اس حدیث کی حضرت حبیش بن خالد سے روایت کی ہے۔

(الاستیعاب ج ۴ص ۵۱۴-۵۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ نے اس حدیث کی حضرت ابو معبد الخزاعی سے روایت کی ہے۔ (المنتظم ج ۲ص ۱۸۱-۱۸۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۲۴۵-۲۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابو بکر دمشقی المتوفی ۷۵۱ھ نے بھی اس حدیث کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(زاد المعاد ج ۳ص ۴۸-۴۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ اسماعیل بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ نے بھی اس حدیث کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۲ص ۵۷۸-۵۷۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی المتوفی ۹۴۲ھ نے بھی اس حدیث کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد ج ۳ص ۲۴۵-۲۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے مقابلہ میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی فضیلت بیان کرنے کے بعد اب ہم پھر حدیث معراج کی طرف رجوع کر رہے ہیں:

شب معراج جن مخصوص انبیاء علیہم السلام کی آسمانوں پر آپ سے ملاقات کرائی گئی' ان کی تخصیص کی حکمتیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جن انبیاء علیہم السلام کی مختلف آسمانوں پر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان آسمانوں پر ملاقات ہوئی' ان انبیاء کی ان آسمانوں کے ساتھ تخصیص کی حکمتوں کو بیان کرنے میں علماء اور شارحین کا اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام کی مختلف آسمانوں پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرائی گئی تاکہ ان انبیاء علیہم السلام کے درجات کو اور ان کی ایک دوسرے پر فضیلت کو ظاہر کیا جائے۔

Marfat.com

(٢) تا کہ یہ بیان کیا جائے کہ خصوصاً ان ہی نبیوں کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں ملاقات کرائی گئی۔
(٣) ان نبیوں کو آپ سے ملاقات کرنے کا حکم دیا گیا' سو ان میں سے بعض نے پہلی ساعت میں آپ سے ملاقات کر لی اور بعض کو ملاقات کرنے میں تاخیر ہو گئی' سو وہ بعد میں آپ سے ملے اور بعض نبیوں کے ہاتھ سے ملاقات کا یہ موقع نکل گیا' سو وہ آپ سے ملاقات نہ کر سکے' اس توجیہ کو علامہ سہیلی نے رڈ کر دیا ہے اور ان کی رائے درست ہے۔
(٤) ان مخصوص نبیوں کی آپ سے ملاقات کرانے کی تخصیص ان کی اُمتوں اور ان کے مخصوص احوال کے اعتبار سے ہے۔
(فتح الباری ج ٧ ص ٨٦)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی متوفی ٥٨١ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت اس پر متنبہ کرنا ہے کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام شیطان کی عداوت اور اس کے شر کی وجہ سے جنت سے باہر آئے تھے' اسی طرح نبی علیہ السلام کو بھی مشرکین قریش کی عداوت اور ان کے شر کی وجہ سے مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنی ہو گی اور آپ دونوں کو اپنے اپنے وطن کو ترک کرنے کی مشقت اور کلفت برداشت کرنی ہو گی' اور پھر آپ دونوں میں سے ہر ایک فاتحانہ شان سے اپنے اپنے وطن کی طرف لوٹے گا' حضرت آدم جنت کی طرف اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف لوٹیں گے۔

حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کو اپنی ہجرت کی ابتداء سے یہود کی عداوت اور ان کی نقصان پہنچانے والی سازشوں کا شکار ہونا پڑا' اسی طرح آپ کو بھی اپنی ہجرت کی ابتداء میں یہودیوں کی عداوت اور ان کی ناپاک سازشوں کا شکار ہونا پڑے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام ابتداء میں اپنے بھائیوں کی وجہ سے مصائب میں مبتلا ہوئے اور پھر بالآخر عزت اور سرخ روئی حضرت یوسف علیہ السلام کو حاصل ہوئی اور ان کے بھائی ان کے سامنے نادم اور سجدہ ریز ہوئے' اسی طرح آپ پر بھی اپنے قبیلہ والوں کی طرف سے مصائب نازل ہوں گے اور بالآخر فتح مکہ کے بعد آپ کو مکہ والوں پر غلبہ اور سرخ روئی حاصل ہو گی اور جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے معافی مانگنے پر ان کو معاف کر دیا تھا' آپ بھی مشرکین مکہ کے معافی مانگنے پر ان کو معاف کر دیں گے' قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ○ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ (یوسف: ٩٢-٩١)

انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور یقیناً ہم خطاء کار تھے ○ فرمایا: آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے○

فتح مکہ کے بعد ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی معافی مانگنے والوں کو "لا تثریب" کے الفاظ کہہ کر معاف فرما دیا تھا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا بلند مرتبہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ○ (مریم: ٥٧-٥٦)

اور آپ کتاب میں ادریس کو یاد کیجئے' بے شک وہ صدیق نبی تھے○ اور ہم نے انہیں بلند جگہ پر اُٹھالیا○

اور ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح:۴) اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۝

حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ ان کی قوم ان کو ایذاء پہنچانے کے بعد ان سے محبت کرنے لگی تھی' اسی طرح آپ کی قوم بھی آپ کو ایذاء پہنچانے کے بعد آپ سے محبت کرے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ ان کی قوم نے ان کو بہت ایذاء پہنچائی اور انہوں نے اس پر صبر کیا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی قوم کی ایذاؤں پر صبر کیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن آپ نے بعض لوگوں کو خمس میں سے زیادہ عطاء کیا' پس آپ نے حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ عطاء کیے' اور حضرت عیینہ کو بھی اتنے ہی اونٹ عطاء کیے اور عرب کے معززین کو زیادہ عطاء کیا' پس ان لوگوں کو تقسیم میں ترجیح دی تو ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا اور اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ارادہ نہیں کیا گیا' تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور اس بات کی خبر دوں گا' سو میں نے آپ کے پاس جا کر اس بات کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: اگر اللہ اور اس کا رسول عدل نہ کرے تو پھر کون عدل کرے گا' اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! ان کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی تھی' پس انہوں نے اس پر صبر کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۵۰' صحیح مسلم: ۱۰۶۸' مسند احمد ج ۱ص ۳۸۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ تھی کہ انہوں نے مکہ کو حرم بنایا' بیت اللہ کی تعمیر کی اور مناسک حج مقرر کیے اور قربانی کی اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام سنتوں کو زندہ کیا۔ (الروض الانف ج ۴ص ۲۰۵-۲۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نیز مصنف کے نزدیک یہ وجہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور آپ نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ تمام مناسبتیں بہت لطیف اور باریک ہیں' جن کو علامہ سہیلی نے بیان کیا ہے اور میں نے ان کی تلخیص اور تنقیح کی ہے' نیز علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کے ساتویں سال مکہ آئے تھے' اس وجہ سے ان سے ساتویں آسمان پر ملاقات کرائی تھی اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے چھٹے سال عمرہ کرنے کے لیے مکہ روانہ ہوئے تھے' سو مشرکین نے آپ کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا' پھر آپ نے ہجرت کے ساتویں سال مکہ جا کر عمرہ ادا کیا۔ (فتح الباری ج ۵ص ۸۷-۸۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

آسمانوں کے درجات اور انبیاء علیہم السلام کے درجات میں مناسبتیں

علامہ عبداللہ بن ابی جمرۃ اندلسی متوفی ۶۹۹ھ ان تخصیصات کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام سے اوّل آسمان پر اس لیے ملاقات کرائی کہ وہ اوّل الانبیاء اور اوّل الآباء ہیں اور وہ سب کی اصل ہیں' اس لیے پہلے آسمان پر ملاقات کرنے کے لیے وہی اَولیٰ ہیں اور اس لیے بھی کہ بیٹا باپ کے ساتھ مانوس ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دوسرے آسمان پر اس لیے ملاقات کرائی کہ دوسرا آسمان پہلے آسمان کے قریب ہے اور باقی انبیاء علیہم السلام کی بہ نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے تیسرے آسمان پر اس لیے ملاقات کرائی کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ان کی صورت میں جنت میں داخل ہوگی تو یہاں آپ کی ان سے ملاقات کرائی تا کہ آپ کو بشارت ہو۔

میں کہتا ہوں: یہ توجیہ واضح نہیں ہے کیونکہ اس میں تیسرے آسمان کی خصوصیت کا بیان نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت ادریس علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر ملاقات کرائی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند جگہ پر اُٹھایا تھا۔ (مریم:۱۹) اور چوتھا آسمان سات آسمانوں میں متوسط اور معقول ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام سے پانچویں آسمان پر ملاقات کرائی کیونکہ پانچواں آسمان چھٹے آسمان کے قریب ہے' جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرائی تھی اور حضرت ہارون بھائی ہونے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہما السلام کے قریب ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات کرائی کیونکہ چھٹا آسمان پانچویں آسمان سے اوپر ہے اور حضرت ہارون سے افضل ہونے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ ان سے اوپر ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ساتویں آسمان پر ملاقات کرائی کیونکہ حضرت آدم کے بعد حضرت ابراہیم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ ہیں' تو ان سے اُنس کی تجدید کے لیے آخری آسمان پر ان سے ملاقات کرائی اور خلیل کا مقام یہ چاہتا تھا کہ ان کا درجہ بہت بلند ہو' اس لیے تمام نبیوں کے مقام سے بلند مقام یعنی ساتویں آسمان پر ان سے ملاقات کرائی اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور حبیب کا مرتبہ خلیل سے بلند ہوتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام سے بلند مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر لے گیا۔ (بہجۃ النفوس شرح البخاری ج۳ ص ۱۹۵-۱۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رونے کی وجوہ

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے گزرا تو وہ رونے لگے' ان سے پوچھا گیا: آپ کو کیا چیز رلاتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس لیے روتا ہوں کہ ایک نوجوان میرے بعد مبعوث کیا گیا' اس کی اُمت سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ میری اُمت میں سے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بنو اسرائیل یہ گمان کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہوں' حالانکہ یہ (نوجوان) مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہیں۔

الاموی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: اگر فقط یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہوتے تو یہ بات آسان تھی' لیکن ان کے ساتھ ان کی امت ہوگی اور ان کی اُمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل اُمت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے اور وہ بہ آواز بلند یہ کہہ رہے تھے: تو نے ان کو عزت دی اور ان کو فضیلت دی۔ حضرت جبریل نے بتایا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں' میں نے پوچھا: یہ کس سے شکایت کر رہے ہیں؟ حضرت جبریل نے بتایا: یہ آپ کی وجہ سے اپنے رب سے شکایت کر رہے ہیں' میں نے کہا: یہ اپنے رب کے سامنے اپنی آواز بلند کر رہے ہیں! حضرت جبریل نے کہا: اللہ تعالیٰ کو ان کے مزاج کی تیزی معلوم ہے۔

امام ابویعلیٰ اور امام بزار کی روایت میں یہ اضافہ ہے: میں نے ایک غصیلی آواز سنی' میں نے حضرت جبریل سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ حضرت موسیٰ ہیں' میں نے پوچھا: یہ کس پر ناراض ہو رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا: اپنے رب پر' میں نے کہا: اپنے رب پر! حضرت جبریل نے کہا: اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ کی (کلام کرنے کی) یہ عادت معلوم ہے۔

علماء نے اس کی شرح میں کہا: معاذ اللہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا حسد کی وجہ سے نہیں تھا' کیونکہ عام نیک مسلمان بھی حسد سے پاک ہوتے ہیں تو وہ کیسے حسد کر سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پسندیدہ بندہ بنایا ہے' بلکہ ان کا رونا اس اجر کے نہ ملنے کی وجہ سے تھا

Marfat.com

جس کی وجہ سے ان کا درجہ بلند ہوتا' اس کی وجہ ان کی بہت زیادہ ان کی اُمت کی نافرمانی کرنا تھی' جس کی بناء پر ان کی اُمت کو وہ فضیلت حاصل نہ ہو سکی جس کی وجہ سے ان کے درجات بلند ہوتے کیونکہ ہر نبی کو اپنے متبعین کے نیک اعمال میں اس نبی کی پیروی کی وجہ سے ان کے اجر کی مثل اجر ملتا ہے' سو اُمت جتنی نبی کی اتباع کرتی ہے' نبی کو اتنا اجر ملتا ہے' اگر ان کی اُمت ان کی زیادہ اتباع کرتی تو ان کو زیادہ اجر ملتا' لیکن ان کی اُمت ان کے ہر حکم کی مخالفت کرتی رہی' اس لیے ان کو زیادہ اجر نہ مل سکا' اس کے برعکس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت نے آپ کی تمام اُمتوں سے زیادہ پیروی کی اور آپ کی اُمت کی تعداد بھی سب نبیوں سے زیادہ تھی' اس وجہ سے آپ کو سب نبیوں سے زیادہ اجر ملا اور حضرت موسیٰ کو ان کی اُمت کی مخالفت کی وجہ سے وہ اجر نہ مل سکا' سو اس پر افسوس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام روئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوجوان کہا' اس کی وجوہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا: ایک کم عمر نوجوان میرے بعد مبعوث کیا گیا' ان کا آپ کو کم عمر فرمانا بہ طور تنقیص نہیں تھا' بلکہ اس سے محض اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا کرم بتانا مقصود تھا کہ آپ سے پہلے نبیوں کی عمریں زیادہ تھیں' اس کے باوجود ان کی تبلیغ سے اتنے پیروکار نہیں ہوئے' جتنے آپ کو کم عمر ملنے کے باوجود آپ کے پیروکار ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے حال پر جتنی توجہ کی اور ان کی نمازوں میں تخفیف کرائی' اتنی توجہ کسی اور نبی نے نہیں کی۔

امام ابن جریر طبری اور امام بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ مجھ پر سب نبیوں سے زیادہ سخت تھے اور جب میں ان کی طرف لوٹ کر آیا تو وہ سب سے زیادہ میرے ساتھ نیکی کرنے والے تھے۔

حضرت ابو سعید کی روایت میں ہے: پس جب میں لوٹ کر آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا اور وہ تمہارے حق میں کیسے عمدہ صاحب تھے! انہوں نے مجھ سے سوال کیا: آپ کے رب نے آپ پر کیا فرض کیا؟ (الحدیث)

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرہ متوفی ٦٩٩ ھ نے کہا ہے:

اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کی بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں بہت زیادہ رحمت رکھی ہے' اس لیے حضرت موسیٰ اپنی اُمت پر رحمت کی وجہ سے روئے اور انہوں نے جو آپ کو نوجوان کہا' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہ نسبت کم عمر تھے۔

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ٣٨٨ ھ نے کہا ہے کہ جب تک کسی شخص میں قوت اور طاقت رہے' عرب اس کو نوجوان کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مجھے یہ وجہ منکشف ہوئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو نوجوان اس لیے فرمایا کہ وہ آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام بیان کرنا چاہتے تھے کہ ادھیڑ عمر میں بھی آپ میں نوجوانوں کی قوت تھی بلکہ معراج کے موقع پر آپ کی عمر پچاس سال سے زائد تھی اور آپ بڑھاپے کی حد میں داخل ہو چکے تھے' پھر بھی آپ نوجوانوں کی طرح چاق وچوبند تھے' حتیٰ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے دیکھا کہ سواری پر حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے حضرت ابوبکر پر بوڑھے کا اور آپ پر جوان کا اطلاق کیا' حالانکہ آپ کی عمر حضرت ابوبکر سے دو سال زیادہ تھی۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نمازوں میں تخفیف کرانے کے ساتھ مخصوص کرنے کی وجوہ

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نمازوں میں تخفیف کے لیے لوٹایا تھا' اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کی حکمت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کو جتنی نمازوں کا مکلف کیا گیا تھا' کسی اور اُمت کو اتنی نمازوں کا مکلف نہیں کیا گیا تھا' سوان پر یہ نمازیں دشوار ہوئیں' اس لیے حضرت موسیٰ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں آپ کی اُمت بھی ایسا نہ کرے' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اور کسی نبی کے حضرت موسیٰ سے زیادہ پیروکار نہیں تھے اور نہ کسی کے پاس ان سے بڑی کتاب تھی اور نہ کسی اور نبی کی شریعت میں ایسے احکام تھے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے احکام کی مثل ہوں' اس لیے انہوں نے یہ تمنا کی کہ آپ کے اوپر بھی ان کی طرح انعام ہو' اس وجہ سے یہ مناسب تھا کہ وہ آپ کی خیر خواہی کے لیے آپ کو مشورہ دیں۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابتداء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے روئے تھے کہ ان کی اُمت کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو اتنا اجر وثواب حاصل نہیں ہوا جتنا آپ کو آپ کی اُمت کی اطاعت اور کثرت کی وجہ سے اجر حاصل ہوا تھا' اس افسوس کے تدارک اور اس کی تلافی کے لیے حضرت موسیٰ نے خیر خواہی سے یہ مشورہ دیا کہ آپ نمازوں کو پچاس سے کم کرائیں کیونکہ اگر آپ پر بھی پچاس نمازیں فرض ہوتیں اور آپ کی اُمت پچاس نمازیں نہ پڑھ سکتی اور آپ کی پیروی نہ کرتی تو آپ کو بھی حضرت موسیٰ کی طرح کم اجر ملتا' اس لیے آپ مسلسل نمازوں میں تخفیف کراتے رہے حتیٰ کہ نمازوں کی تعداد پانچ رہ گئی اور آپ کی اُمت کے لیے آپ کی پیروی کرنا آسان ہو گیا اور آپ کے اجر میں کمی کا سبب زائل ہو گیا۔

علامہ سہیلی نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت دیکھی تھی تو انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے بنا دے تو گویا ان کا آپ کی اُمت کے لیے خیر خواہی کرنا دراصل اپنے لیے خیر خواہی تھی' سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس تخفیف کا مشورہ دینے کی یہ وجوہ ہیں اور اصل علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ساتویں آسمان پر ملاقات کا ذکر ہے' حضرت ابو سعید کی حدیث میں ہے: پس اس وقت میں حضرت ابراہیم خلیل الرحمان کے ساتھ تھا جو بہت حسین مردوں میں سے تھے اور البیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

امام طبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس وقت میں ایک شخص کے ساتھ تھا جس کے سر کے بال سفید اور سیاہ تھے' وہ جنت کے دروازہ کے پاس ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ کا مختار یہ ہے کہ شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام اپنے جسموں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے آسمانوں پر گئے تھے' اور ہوسکتا ہے کہ ان کی روحوں کا زمین پر ان کے جسم کے ساتھ اتصال ہو۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ ایک جسم ایک وقت میں کئی جگہوں پر موجود ہوسکتا ہے' جیسا کہ ہم پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ کا معنی اور سدرۃ کے متعلق حضرت انس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے اس میں سدرۃ المنتہیٰ کے متعلق مذکور ہے:

مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور یہ چھٹے آسمان میں ہے' زمین سے جو چیزیں اوپر کی طرف چڑھتی ہیں' ان کی اسی پر آ کر انتہاء ہو جاتی ہے اور جو چیزیں اوپر سے نیچے آتی ہیں' ان کی اس پر آ کر انتہاء ہو جاتی ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس کو سدرۃ المنتہیٰ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ملائکہ کے علم کی اس پر آ کر انتہاء ہو جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص سدرۃ المنتہیٰ کے پاس نہیں گیا۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت انس کی حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان میں ہے' کیونکہ ان کی حدیث میں ساتویں آسمان کے بعد مذکور ہے کہ پھر مجھے سدرۃ کی طرف لے جایا گیا اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے کہ وہ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کے تعارض میں کوئی شک نہیں ہے۔ حضرت انس کی حدیث کے موافق اکثرین کا قول ہے' اور کعب نے کہا ہے کہ اس کا وصف یہ ہے کہ ہر نبی مرسل اور ہر ملک مقرب کے علم کی اس پر انتہاء ہو جاتی ہے' اس قول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سدرۃ ساتویں آسمان میں ہو' اور سدرۃ کے بعد جو کچھ ہے وہ غیب ہے' اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کسی کو علم نہیں ہے یا جس کو اللہ تعالیٰ اس کا علم عطاء فرمادے' اسماعیل بن احمد نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف ارواحِ شہداء کی انتہاء ہوتی ہے' حضرت انس کی حدیث اس وجہ سے راجح ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے' اور حضرت ابن مسعود کی حدیث ان کا قول ہے' اور انہوں نے ان متعارض حدیثوں کو جمع کرنے کی کوشش نہیں کی' بلکہ حتمی طور پر کہا کہ ان میں تعارض ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود کی حدیث اس پر محمول ہے کہ سدرۃ کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور حضرت انس کی حدیث اس پر محمول ہے کہ سدرۃ کی شاخیں ساتویں آسمان میں ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۸' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

مقام ''ھجر'' کا معنی اور اس کے ساتھ وجہ تشبیہ' چار دریاؤں کی وضاحت اور البیت المعمور کا مقام

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے دیکھا کہ سدرۃ کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ درختوں میں سے سدرۃ (بیری کے درخت) کی تخصیص کیوں کی گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیری کے درخت میں تین اوصاف ہیں: اس کا سایا گھنا ہوتا ہے' اس کا طعام لذیذ ہوتا ہے اور اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے۔

اگر یہ سوال کرو کہ اس کے پھلوں کی مقام ہجر کے مٹکوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مخاطبین کے نزدیک زیادہ معروف تھے اور کثیر پانی کی تعریف بھی مقام ہجر کے مٹکوں کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب پانی دو قلوں کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ پانی کثیر ہے۔

Marfat.com

ہَجَر کا لفظ مدینہ منورہ کے قریب ایک شہر کا نام ہے اور یہ علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہاں چار دریا تھے' دو باطنی دریا تھے اور دو ظاہری دریا تھے' جو باطنی دریا ہیں وہ جنت کے دریا ہیں اور جو ظاہری دریا ہیں' وہ نیل اور فرات ہیں۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ دریائے نیل مصر میں ہے اور فرات' بغداد کی غربی جانب میں ہے۔
علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نیل اور فرات کی اصل وہاں پر ہے' پھر اللہ تعالیٰ زمین کی جس جگہ سے چاہتا ہے وہاں سے وہ دریا نکلتے ہیں اور اس سے عقل اور شرع مانع نہیں ہے اور یہی ظاہر حدیث کا تقاضا ہے' اس لیے اس حدیث کو اسی پر محمول کرنا چاہیے۔
اس حدیث میں مذکور ہے: پھر میرے لیے البیت المعمور کو بلند کیا گیا۔
الکشمیھنی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ البیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔
حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا نام الضراح ہے' اور الصنعانی نے کہا: اس کو الضریح بھی کہتے ہیں۔
علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ البیت المعمور کس جگہ پر ہے' حضرت ابن عباس اور مجاہد کا قول یہ ہے کہ وہ آسمانِ دنیا میں ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چھٹے آسمان میں ہے' مجاہد اور ضحاک نے کہا کہ وہ ساتویں آسمان میں ہے' امام بخاری کا بھی یہی مختار ہے اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے اور ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں اس کو چھٹے آسمان کی طرف بلند کر دیا ہو' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے اس کو ساتویں آسمان تک بلند کر دیا ہو' حتیٰ کہ آپ نے اس کو مختلف جگہوں پر دیکھا' پھر بعد میں اس کو دوبارہ آسمانِ دنیا کی طرف لوٹا دیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۸۔۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے جو لکھا ہے وہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کا خلاصہ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

دودھ کو فطرت فرمانے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر میرے لیے ایک شراب کا برتن لایا گیا اور ایک دودھ کا برتن لایا گیا' پس میں نے دودھ کو لے لیا تو حضرت جبریل نے کہا: یہی فطرت ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے دودھ کو فطرت اس لیے فرمایا ہو کہ نومولود کے پیٹ میں جو چیز سب سے پہلے پہنچتی ہے وہ دودھ ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے مشروبات کو چھوڑ کر دودھ کی طرف اس لیے میلان فرمایا کہ آپ اس کے عادی تھے' نیز اس لیے کہ دودھ کی جنس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کے بعد ہم گئے تو سامنے تین برتن ڈھکے ہوئے تھے' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا آپ ان مشروبات سے نہیں پئیں گے جو آپ کا رب آپ کو پلائے گا؟ سو میں نے ایک برتن سے لیا تو وہ شہد تھا' میں نے وہ تھوڑا سا پیا' پھر میں نے دوسرے برتن سے لیا تو وہ دودھ تھا' میں نے اس سے اتنا پیا حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا' حضرت جبریل نے پوچھا: کیا آپ تیسرے برتن سے نہیں لیں گے؟ میں نے کہا: میں سیر ہو چکا ہوں! حضرت جبریل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی ہے۔
امام بزار نے اسی حدیث میں یہ روایت کی ہے کہ اس برتن میں شراب تھی' لیکن اس میں مذکور ہے کہ یہ بیت المقدس کا واقعہ ہے'

Marfat.com

اور پہلے برتن میں پانی تھا اور اس حدیث میں شہد کا ذکر نہیں ہے۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے پاس یہ برتن معراج سے پہلے بیت المقدس میں لائے گئے تھے۔اس کی عبارت اس طرح ہے: پھر میں مسجد میں داخل ہوا' پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر میں مسجد سے نکلا تو حضرت جبریل میرے پاس دو برتن لائے' ایک برتن میں شراب تھی اور دوسرے برتن میں دودھ تھا' پس میں نے دودھ لے لیا تو حضرت جبریل نے کہا: آپ نے فطرت کو اختیار کیا ہے' پھر آسمان کی طرف عروج کیا گیا۔

حضرت شداد بن اوس کی روایت میں ہے: سو میں نے مسجد میں نماز پڑھی جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا' پھر مجھے بہت زور سے پیاس لگی' پس میرے پاس ایک برتن میں دودھ لایا گیا اور دوسرے میں شراب' اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی تو میں نے دودھ لے لیا' تو حضرت جبریل نے کہا: آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔

جدید میڈیکل سائنس کے مطابق دودھ کے طبی فوائد

اڑھائی سو گرام دودھ میں حسب ذیل منرل اور وٹامنز ہوتے ہیں:

پروٹین:	7.5 گرام	پندرہ فی صد
آئرن:	2.8 ملی گرام	بیس فی صد
کیلشیم:	330 ملی گرام	اکتالیس فی صد
وٹامن A:	470 i u	اٹھارہ فی صد (انٹرنیشنل یونٹ)
وٹامن C:	12 ملی گرام	بیس فی صد

کاربوہائیڈریٹ: 150 K cal

آئرن: خون کی کمی کو پورا کرنے میں مدد دیتا ہے۔

وٹامن A: صاف بینائی اور صحت مند جلد کے لیے ضروری ہے۔

وٹامن C: آئرن کو جذب کرنے میں مدد دیتا ہے اور اس سے قوتِ مدافعت بڑھتی ہے۔

کیلشیم: ہڈیوں کو مضبوط بناتا ہے اور آئرن کو جذب کرنے میں مدد دیتا ہے۔

کاربوہائیڈریٹس سے توانائی حاصل ہوتی ہے۔

آئرن کی کمی سے ذہنی اور جسمانی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔

پروٹین سے گوشت بنتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے برتن کو ترک کر دیا تھا' اس لیے ہم شراب کے متعلق بھی بتانا چاہتے ہیں:

شراب کے نقصانات

شراب نشہ آور سیال ہے' شکری سیال یا میٹھے رسوں یا پوست کیکر یا پیسٹ سے خمیر اُٹھا کر عرق کھینچ لیتے ہیں' عموماً انگور' سیب' کھجور' جَو اور گندم سے شراب بنائی جاتی ہے' رنگ: مختلف' ذائقہ: تلخ اور نہایت کڑوا' مزاج: گرم خشک اور سونگھنے میں انتہائی بدبودار۔ اس کے فوائد کے مقابلہ میں اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں' شراب کے نشہ میں غیر اختیاری حرکات صادر ہوتی ہیں' دماغی توازن درست نہیں رہتا' شراب پینے سے دورانِ خون بڑھ جاتا ہے' اس کے کثرتِ استعمال سے دل' دماغ' معدہ' جگر اور گردوں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے'

Marfat.com

شراب چہرہ کی خوب صورتی پر تباہ کن اثر ڈالتی ہے' جلد موٹی اور کھردری ہو جاتی ہے' آنکھیں اپنی قدرتی چمک کھو کر گدلی اور دھندلی ہو جاتی ہیں' تمام مذاہب نے اس کو حرام اور اُم الخبائث قرار دیا ہے۔ (المفردات ص ۳۱۲-۳۱۱ ملخصاً' شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی)

شراب انسان کی عقل کو زائل کر دیتی ہے اور انسان نشہ کی حالت میں ایسے کام کرتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں اس کی عزت اور آبرو گر جاتی ہے' نیک کاموں کی قدرت جاتی رہتی ہے اور بُرائی سے دور نہیں ہو سکتا' اس کی صحت تباہ ہو جاتی ہے اور اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں' مہلک بیماریاں ہو جاتی ہیں مثلاً السر اور کینسر وغیرہ اور گردے فیل ہو جاتے ہیں' بسا اوقات یہ قتل اور خون ریزی کی طرف لے جاتی ہے۔

نمازوں میں تخفیف کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بار بار مشورہ دینا

اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' حضرت موسیٰ نے کہا: آپ کی اُمت ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور مجھے بنی اسرائیل کا تلخ تجربہ ہے' آپ پھر اپنے رب کی طرف واپس جایئے اور اس سے اپنی اُمت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے' حتیٰ کہ اب مجھے حیاء آتی ہے' لیکن میں (اللہ کے حکم پر) راضی ہوں اور (اس کو) تسلیم کرتا ہوں' پس جب میں وہاں سے گزر گیا تو ایک منادی نے نداء کی کہ میں نے اپنے فریضہ کو نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ اس پر سب سے قوی دلیل ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شب معراج بغیر کسی واسطہ کے کلام فرمایا تھا۔

صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں حدیث مذکور کے علاوہ دیگر روایات اور ان پر تبصرے

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس روایت کے علاوہ دوسری روایات میں حسب ذیل اضافی امور بیان کیے گئے ہیں' جو اس روایت میں مذکور نہیں ہیں:

صحیح بخاری کی کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں مذکور ہے: حتیٰ کہ میں مقام استواء پر پہنچا جہاں پر میں قلموں کے چلنے کی آواز سنتا تھا' نیز صحیح بخاری کی کتاب التوحید میں مذکور ہے: حتیٰ کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور رب العزۃ تبارک وتعالیٰ آپ کے قریب ہوا' پھر مزید قریب ہوا تو آپ اپنے رب سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہوئے' بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے' پس میری طرف پچاس نمازوں کی وحی کی گئی' اس کی تفصیل ان شاء اللہ کتاب التوحید میں آئے گی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا' اس کی رسیاں موتیوں کی تھیں اور اس کی مٹی مشک تھی۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں جنت میں چل رہا تھا تو میں دریا کے پاس پہنچا' اس کے دونوں کنارے کھوکھلے موتیوں کے تھے' اور اس کی مٹی خوشبودار مشک تھی' پس حضرت جبریل نے کہا: یہ کوثر ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: پھر میں چلتا رہا حتیٰ کہ میں ایک درخت تک پہنچا' پس مجھے ایک بادل نے ڈھانپ لیا' جس میں ہر طرح کے رنگ تھے' پس حضرت جبریل کو تاخیر ہو گئی اور میں سجدہ میں گر گیا۔

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطاء کی گئیں اور میری اُمت کے ان کبیرہ گناہ کرنے والوں کی مغفرت کردی گئی جنہوں نے شرک نہ کیا ہو۔ اور اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ وہ بادل پھر مجھ سے کھل گیا اور جبریل نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں تیز تیز چلا' پس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا' انہوں نے مجھ سے کچھ نہیں فرمایا' پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا' انہوں نے پوچھا: آپ نے کیا کیا؟ اور اس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا: اس کی کیا وجہ ہے کہ میں جس آسمان والے کے پاس گیا' اس نے مجھے مرحبا کہا اور خوش ہوا' سوا ایک مرد کے' میں نے اس کو سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور مرحبا کہا اور کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا! حضرت جبریل نے بتایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ دوزخ کا محافظ مالک ہے' یہ کسی کے سامنے نہیں ہنسا' اگر یہ کسی کے سامنے ہنستا تو آپ کے سامنے بھی ہنستا۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ حتیٰ کہ حضرت جبریل اور آپ کے لیے آسمانوں کے دروازے کھولے گئے' پس آپ دونوں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ پر جنت پیش کی گئی' اس کے انار کنویں کے ڈول جتنے تھے' اور اس کے پرندے اونٹوں کے برابر تھے اور آپ کو دوزخ دکھائی گئی' اگر اس میں پتھر یا لوہا پھینکا جاتا تو وہ اس کو کھا جاتی۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ بیان کرتے ہیں: آپ کے سامنے دوزخ منکشف کی گئی' اس میں فرش بچھے ہوئے تھے' اس کو میں نے بہت گرم پایا' اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس کو میں نے بیت المقدس کی وادی میں دیکھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت جبریل نے مجھ سے پوچھا: یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا آپ نے اپنے رب سے یہ سوال کیا ہے کہ وہ آپ کو بڑی آنکھوں والی حوریں دکھائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پھر آپ ان کی طرف چلیں اور ان کو سلام کریں' آپ نے فرمایا: پھر میں نے ان کے پاس جا کر ان کو سلام کیا' انہوں نے سلام کا جواب دیا' میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم خیرات حسان (نیک سیرت اور خوب صورت بیویاں) ہیں۔ (الحدیث)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے میرے بیٹے! آج رات آپ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں! اور بے شک آپ کی اُمت سب اُمتوں میں سے سب سے آخری اور سب سے زیادہ ہے' اگر آپ اپنے رب سے اپنی کوئی حاجت یا اپنی اُمت کی کسی حاجت کا سوال کرنا چاہیں تو ضرور کریں۔ امام واقدی نے متعدد اسانید سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ آپ کو جنت اور دوزخ دکھائے' پھر ستره رمضان کو ہجرت سے اٹھارہ ماہ پہلے آپ ظہر کے وقت اپنے گھر میں سوئے ہوئے تھے تو آپ کے پاس حضرت جبریل اور میکائیل آئے اور کہا: آپ نے جس کے متعلق سوال کیا تھا' اس کی طرف چلیے' سو وہ دونوں آپ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان لے گئے' پھر آپ کے پاس بہت حسین و جمیل معراج (سیڑھی) لائی گئی' وہ دونوں آپ کو آسمانوں کی طرف چڑھا کر لے گئے' سو آپ نے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور آپ نے جنت اور دوزخ کو دیکھا اور آپ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔

اگر یہ روایت ثابت ہو تو یہ کوئی دوسری معراج ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ وہ ظہر کا وقت تھا اور یہ معراج مکہ سے ہوئی۔ یہ روایت دیگر روایات صحیحہ کے دو چیزوں میں مخالف ہے: ایک یہ کہ اس میں مکہ سے معراج کے ذریعہ آسمانوں پر جانے کا ذکر ہے' دوسرے یہ کہ اس میں مکہ میں پانچ نمازوں کے فرض کیے جانے کا ذکر ہے' ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ معراج کئی بار ہوئی ہو' دوسرے یہ کہ پہلی معراج خواب میں ہوئی ہو اور یہ بیداری میں ہوئی ہو' یا اس کے برعکس ہو۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر اور دیگر علماء کے بیان کردہ حدیثِ معراج کے فوائد

حدیث معراج کے دیگر فوائد میں سے یہ ہے کہ آسمان کے حقیقۃً دروازے ہیں' اور اس کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر ہیں' اور یہ کہ کہیں جانے کے لیے اجازت طلب کرنی چاہیے اور یہ بتانا چاہیے کہ میں فلاں شخص ہوں اور یہ کہ جو گزرنے والا ہو' وہ بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے خواہ گزرنے والا بیٹھے ہوئے شخص سے افضل ہو' اور یہ کہ آنے والے شخص کو بشارت دی جائے اور اس کو مرحبا کہا جائے' اور اس کی تحسین کی جائے اور اس کے حق میں دعاء خیر کی جائے' اور یہ کہ جس شخص کے متعلق اطمینان ہو کہ اس کے منہ پر تعریف کرنے سے وہ فتنہ میں مبتلا نہیں ہوگا' اس کے سامنے اس کی تعریف کرنا جائز ہے' اور یہ کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھنا جائز ہے' جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کی طرف ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے' اور وہ بھی کعبہ کی طرح ہر جہت سے قبلہ ہے اور یہ کہ کسی حکم پر عمل سے پہلے اس کو منسوخ کرنا جائز ہے جیسے پچاس نمازوں کو پڑھنے سے پہلے ان کو منسوخ کر دیا گیا' اور یہ کہ رات کو سفر کرنا دن میں سفر کرنے سے افضل ہے کیونکہ سفرِ معراج رات میں ہوا تھا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ تر نفلی عبادات رات میں کرتے تھے' اور تجربہ سے حاصل شدہ علم معرفت سے زیادہ قوی ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجربہ سے معلوم تھا کہ آپ کی اُمت اتنی زیادہ نمازیں نہیں پڑھ سکے گی' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عادت پر حکم لگانا جائز ہے' اور یہ کہ اعلیٰ کو ادنیٰ کا متنبہ کرنا جائز ہے کیونکہ گزشتہ اُمتوں کے بدن اس اُمت سے زیادہ قوی تھے۔

علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ فوائد بیان کر کے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلیل کا مقام حکم کو تسلیم کرنا اور اس پر راضی ہونا ہے اور کلیم کا مقام رہ نمائی کرنا اور مشورہ دینا ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پچاس سے کم نمازوں کا مشورہ دیا' نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے' حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختصاص زیادہ ہے کیونکہ وہ آپ کے باپ ہیں اور ان کا مرتبہ زیادہ بلند ہے اور ان ہی کی ملت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور سے واپسی پر یہ پتا چلا کہ ان کی قوم نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی ہے اور انہوں نے اپنی قوم کی طرف سبقت کی اور وہ ان پر سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے اپنی قوم کو ملامت کرنے اور زجر و توبیخ کرنے میں جلدی کی' اسی طرح انہوں نے نماز میں تخفیف کا مشورہ دینے میں بھی سبقت کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سے بار بار دعا کرنا اور زیادہ دعا کرنا مستحب ہے' اور مقربین کے پاس بار بار سفارش کرنا پسندیدہ ہے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُمت کے لیے تخفیف کی بار بار سفارش کی اور یہ کہ سفارش کو قبول کرنا چاہیے جیسے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش کو قبول فرمایا اور اس میں حیاء کی فضیلت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے! اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو کسی مشورہ کی ضرورت ہو' اس کو اس کی طلب کے بغیر بھی مشورہ دینا چاہیے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۹۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس شرح میں سے بعض اُمور کو بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۹۔۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۸۶۔۷۶۹' اور تبیان القرآن ج ۶ ص ۶۳۰۔۶۱۳' بنی اسرائیل: ۱' کی تفسیر میں بھی ہم نے واقعہ معراج پر مفصل بحث کی ہے' لیکن یہاں نعمۃ الباری میں سب سے زیادہ مفصل اور منفرد بحث ہے' اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہوں کو معاف فرمائے اور معراج کی اس شرح کو اور دیگر مباحث کو قبول فرمائے! نعمۃ الباری کو مکمل فرمائے اور میرا نیکی کے ساتھ ایمان پر خاتمہ فرمائے! وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۔

Marfat.com

٣٨٨٨- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (الاسراء: ٦٠) قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ ﴿وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ﴾ (الاسراء: ٦٠) قَالَ هِيَ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ.

[اطراف الحدیث: ٤٧١٦-٦٦١٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں کہا: اور ہم نے شب معراج وہ جلوہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے آپ کو دکھایا تھا۔ (بنی اسرائیل: ٦٠) انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج بیت المقدس تک لے جایا گیا تو آپ کو وہ جلوہ آپ کی آنکھ سے دکھایا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: قرآن مجید میں جو شجر ملعونہ کا ذکر ہے' اس سے مراد اندرائن (کوڑتما) کا درخت ہے۔

بنی اسرائیل: ٦٠ میں ''الرؤیا'' سے مراد سر کی آنکھ سے دیکھنا ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ جلوہ آپ کو آنکھ سے دکھایا گیا تھا۔ سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ اس آیت میں ''الرؤیا'' کا معنی ہے: بیداری میں دیکھنا' الزمخشری نے کہا ہے کہ جو لوگ معراج منامی کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور ان کے نزدیک ''الرؤیا'' خواب میں دیکھنے کے معنی میں ہے' اور جمہور کے نزدیک آپ کو معراج بیداری میں ہوئی ہے' وہ کہتے ہیں کہ ''الرؤیا'' کا معنی بیداری میں دیکھنا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دل سے دیکھنے کو بھی ثابت فرمایا ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ (النجم: ١١) قلب نے اس کے خلاف نہ کہا جو آنکھوں نے دیکھا ○

اور آنکھوں سے دیکھنے کو بھی ثابت فرمایا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ (النجم: ١٧) نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے بڑھی ○

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں سند قوی کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کو دو بار دیکھا (یعنی ایک بار دل کی آنکھ سے جیسا کہ النجم: ١١ میں ہے اور دوسری بار سر کی آنکھ سے جیسا کہ النجم: ١٧ میں ہے) حضرت ابن عباس نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کی طرف نظر کی' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے کلام کو خاص کیا اور خلیل بنانے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ خاص کیا اور دیدار کرانے کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص کیا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد سر کی آنکھ سے دیکھنا ہے اور ان کے اس قول میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ شب معراج آپ نے اپنے رب کو صرف دل کی آنکھ سے دیکھا اور اس سے مراد خواب میں معراج ہے۔

اس آیت میں لوگوں کی آزمائش کا ذکر ہے۔ ان لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ آزمائش ہے جب حدیبیہ کے مقام پر مشرکین نے آپ کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا' لیکن اس آیت کی وہی تفسیر صحیح اور معتمد ہے جو حضرت ابن عباس نے کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٤٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

Marfat.com

نبی ﷺ کا سدرۃ کے بعد حجابات سے پار گزرنا' نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قولی' بدنی ------

اور مالی عبادتوں کو پیش کرنا اور اللہ تعالیٰ کا آپ کو سلام فرمانا اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطاء فرمانا

امام ابواسحٰق احمد الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا' اور مجھے معلوم تھا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے' میں اس کے پتوں کو اور اس کے پھلوں کو پہچانتا تھا' اللہ کے نور نے اس کو ڈھانپ رکھا تھا' اور اس کو فرشتوں نے ڈھانپا ہوا تھا' گویا کہ وہ سونے کی ٹڈیوں کی طرح تھے' اس کو اتنے فرشتوں نے ڈھانپ رکھا تھا کہ کوئی اس کا بیان نہیں کر سکتا' اس میں اتنے فرشتے تھے جن کی تعداد کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام ان کے وسط میں تھے' جب میں اُن کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: آپ آگے بڑھیں' میں نے کہا: میں کس سے آگے بڑھوں؟ انہوں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ مکرم ہیں' سو میں آگے بڑھا اور حضرت جبریل میرے پیچھے چلے' حتیٰ کہ میں سونے کے حجاب تک پہنچا' پس انہوں نے حجاب کو ہلایا' تو حجاب کے اندر سے کسی نے کہا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں' فرشتہ نے کہا: اللہ اکبر! پھر اس نے حجاب کے اندر سے ہاتھ نکال کر مجھے اٹھالیا' اور حضرت جبریل کو چھوڑ دیا' میں نے پوچھا: کہاں تک؟ انہوں نے کہا: اے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام متعین ہے اور یہاں ہر مخلوق کی انتہاء ہے اور مجھے صرف آپ کے احترام اور جلال کی وجہ سے اس حجاب تک آنے کی اجازت دی گئی تھی۔

پھر مجھے وہ فرشتہ پلک جھپکنے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ موتیوں کے حجاب تک لے گیا' پھر حجاب کو حرکت دی' تو حجاب کے اندر سے فرشتہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو اس نے کہا: میں سونے کے حجاب کا صاحب ہوں اور یہ میرے ساتھ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں جو عرب کے رسول ہیں' پس فرشتہ نے کہا: اللہ اکبر! اور حجاب کے اندر سے اپنا ہاتھ نکالا اور مجھے اُٹھا کر اپنے سامنے کھڑا کر دیا' پس میں اسی طرح ایک حجاب سے دوسرے حجاب تک سفر کرتا رہا حتیٰ کہ میں ستر (۷۰) حجابات کے پار گیا' ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر تھی اور ایک حجاب سے دوسرے حجاب تک پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ تھا' پھر میرے لیے سبز رفرف (تخت) لایا گیا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ تھی' میں اس تخت پر بیٹھا جس نے مجھے عرش تک پہنچایا' جب میں نے عرش کو دیکھا تو عرش کے پاس ہر چیز واضح ہو گئی' پس اللہ تعالیٰ نے مجھے عرش کی مسند کے قریب کر دیا اور مجھے عرش سے ایک قطرہ ٹپکایا' کسی چکھنے والے نے ایسا ذائقہ نہیں چکھا ہو گا' پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اوّلین اور آخرین کی خبریں دیں' اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے جو میری زبان چپ تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو گویا کر دیا' پس میں نے کہا: تمام قولی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور تمام بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں' سو میں نے کہا: ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر' پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے محمد! کیا آپ کو علم ہے کہ ملائکہ مقربین کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! تو ہی اس کو اور ہر چیز کو زیادہ جاننے والا ہے اور تو علام الغیوب ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ فرشتے درجات اور حسنات میں بحث کر رہے ہیں۔ اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ درجات کیا ہیں اور حسنات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! تو ہی زیادہ جاننے والا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا اور جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے چل کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا درجات ہیں' اور سلام کو پھیلانا اور کھانا کھلانا اور رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوں یہ حسنات ہیں' پھر فرمایا: اے محمد! رسول اس پر ایمان لائے جو ان پر ان کے رب کی طرف نازل ہوا' میں نے کہا: جی ہاں! اے میرے

Marfat.com

رب! فرمایا: اور کون؟ میں نے عرض کیا: اور مؤمنین' سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر' ہم رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے' جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے فرق کیا ہے۔ فرمایا: وہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: وہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کا ارشاد سنا اور ہم نے آپ کے حکم کی اطاعت کی' فرمایا: تم نے سچ کہا' پس تم سوال کرو تم کو دیا جائے گا' میں نے عرض کیا: ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں' اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف (ہمیں) لوٹنا ہے' فرمایا: میں نے تم کو اور تمہاری اُمت کو بخش دیا' تم سوال کرو تمہیں عطاء کیا جائے گا' سو میں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطاء ہو جائے تو ہماری گرفت نہ فرمانا' فرمایا: میں نے تم سے اور تمہاری اُمت سے خطاء اور نسیان اور جبراً کاموں (پر مواخذہ) کو اُٹھالیا ہے' میں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم پر بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا' فرمایا: میں نے تمہارے لیے اور تمہاری اُمت کے لیے یہ کر دیا' میں نے عرض کیا: (زمین میں دھنسانے سے معاف فرمانا) اور (سنگ باری سے) معاف فرمانا اور (مسخ سے) ہم پر رحم فرمانا' تو ہمارا مددگار ہے اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرمانا۔

میں نے عرض کیا: اے میرے رب! تو نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا' حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا' حضرت ادریس کو بلند جگہ پر رکھا' حضرت سلیمان کو ملکِ عظیم عطاء فرمایا' حضرت داؤد کو زبور عطاء کی' سوائے میرے رب! میرے لیے کیا ہے؟

فرمایا: اے محمد! میں نے آپ کو اسی طرح خلیل بنایا جس طرح ابراہیم کو خلیل بنایا تھا اور آپ سے اسی طرح کلام کیا جس طرح موسیٰ سے کلام کیا تھا اور آپ کو فاتحۃ الکتاب عطاء کی اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات عطاء کیں اور یہ دونوں عرش کے خزانوں میں سے ہیں' اور یہ آپ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں کیں' اور آپ کو تمام روئے زمین کی طرف رسول بنایا ہے' خواہ وہ گورے ہوں یا کالے' انسان ہوں یا جن اور آپ سے پہلے ان کی جماعات کی طرف کسی رسول کو نہیں بھیجا' اور تمام روئے زمین کو آپ کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے مسجد اور طہور بنا دیا' اور آپ کو اور آپ کی اُمت کو مالِ غنیمت سے کھلایا اور ایک ماہ کی مسافت سے آپ کے دشمن پر آپ کا رعب طاری کر دیا' اور تمام کتابوں کی سردار کتاب آپ پر نازل کی جو قرآن ہے' اور آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کیا' جب بھی میرے دین کے احکام میں میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا' اور تورات کی جگہ آپ کو مثانی عطاء کی اور انجیل کی جگہ المئین عطاء کی اور زبور کی جگہ آپ کو الحوامیم عطاء کی اور سور مفصل سے آپ کو فضیلت دی' اور میں نے آپ کا سینہ کھول دیا اور آپ سے (غم کا) بوجھ اتار لیا' اور آپ کی اُمت کو تمام اُمتوں سے بہترین بنایا اور ان کو معتدل اُمت بنایا اور ان کو اوّلین اور آخرین بنایا' سو میں نے جو آپ کو عطاء کیا ہے وہ لے لیں' اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں۔

(الکشف والبیان ج ٦ ص ٦٥-٦٣' دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢٢ھ)

شیخ اشرف علی تھانوی نے بھی ان اُمور کو بیان کیا ہے۔ (نشر الطیب ص ٦٣' دار الاشاعت' کراچی)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ١١٣٧ھ نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی قولی' بدنی اور مالی عبادات پیش کیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ''۔ (الحدیث)

(روح البیان ج ٥ ص ١٤٦-١٤٥' دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جبریل مجھ سے علیحدہ ہو گئے اور تمام آوازیں منقطع ہو گئیں تو میں نے اپنے رب عزوجل کا کلام سنا' وہ فرما رہا تھا: اے محمد! آپ کا خوف زائل ہو جانا چاہیے' آپ قریب آئیے' مزید قریب آئیے۔ نبی ﷺ نے یہ کلام سننے

Marfat.com

کے بعد بارگاہِ الٰہی کے سوا کوئی جگہ نہ پائی' جہاں آپ قدم رکھتے اور آپ نے یوں عرض کیا: ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ''۔ اس پر ہم اپنے ایک رسالہ ''اکرام اُولی الالباب بشریف الخطاب'' میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔

جان لو کہ یہ باتیں میں نے اس لیے ذکر کی ہیں تاکہ اس کے ذریعہ شارحِ مُنیہ اور دیگر علماء کے اس قول کی صحت معلوم ہو جائے کہ نبی اکرم ﷺ جب معراج میں مقامِ مستویٰ پر پہنچے جہاں آپ نے قلم چلنے کی آواز سنی اور اس مقام پر فائز ہوئے جہاں اللہ عزوجل نے آپ سے کلام کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اس موقع پر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیت پیش کرنا چاہی' جس کے لیے اللہ عزوجل نے خود آپ کو یہ بات الہام فرمائی کہ آپ ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ'' کہیں۔

یہاں یہ بھی جان لو کہ یہ عبارت اُس عبارت سے زیادہ ظاہر اور واضح ہے جو مجمع الروایات کے مصنف نے امام ابواللیث سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ سے نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جبریل کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ پہنچے تو جبریل نے آپ سے عرض کیا کہ میں اس مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتا' چنانچہ نبی ﷺ (تن تنہا) وہاں سے آگے بڑھے اور جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا آپ بڑھتے چلے گئے۔ اس موقع پر جبریل نے آپ سے اشارۃً کہا کہ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سلام پیش کریں۔

امام ابواللیث کی اس عبارت میں یہ اشکال ہے کہ جب نبی ﷺ سدرہ سے آگے بڑھ گئے اور جبریل پیچھے رہ گئے تو جبریل نے نبی ﷺ کو اشارہ کیسے کیا کہ آپ سلام پیش کریں! لہٰذا زیادہ ظاہر وہی عبارت ہے جو پہلے ذکر کی گئی کہ نبی ﷺ کی طرف سے سلام وتحیت خالص الہامِ ربانی کا نتیجہ تھا۔

یہاں معراج الدرایہ کی یہ عبارت بھی جان لو کہ تشہد کی اصل وہ حدیث جو زین الائمہ الفردوسی نے ''ثواب العبادات'' میں نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

معراج کی رات جب مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا تو جبریل نے مجھ سے کہا کہ میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سلام وتحیت پیش کروں۔ میں نے کہا کہ میں کس طرح سلام پیش کروں؟ تو انہوں نے کہا: آپ یوں عرض کریں: ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ''۔ میں نے اسی طرح عرض کر دیا تو جبریل نے کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ''۔ پھر میں نے کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ'' تو جبریل نے کہا: ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ''۔ (اس اصل پر اشکال واضح ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح' ص ۳۲۵۔۳۲۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ شرنبلالی کی اسی مفصل عبارت کا علامہ سید ابن عابدین شامی نے بھی حوالہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ پورا قصہ الامداد میں ہے' سو تم اس کی طرف رجوع کرو۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۹۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ مفسرین میں سے علامہ ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ اور علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ نے اس قصہ کو تفصیل اور اجمال کے ساتھ لکھا ہے اور فقہاء میں سے علامہ شرنبلالی' علامہ شامی' علامہ طحطاوی اور دیگر فقہاء نے صراحۃً واشارۃً بیان کیا ہے' جیسا کہ آئندہ عبارات سے واضح ہوگا اور محدثین میں سے ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ نے اس کو علامہ ابن الملک کے حوالہ سے لکھا ہے۔ (مرقات ج ۲ ص ۶۲۹) لیکن احادیث اور سِیَر کے عظیم ذخیرہ میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس میں اس قصہ کا ذکر ہو اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ شرنبلالی نے لکھا ہے کہ علامہ ابواللیث سمرقندی نے لکھا ہے کہ حضرت جبریل نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں عبادات کے تحفے پیش کریں اور ہم نے یوں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے کا الہام کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے:

Marfat.com

کہ ان حضرات کے پاس اس قصہ کے متعلق کوئی صحیح اور صریح روایت نہیں ہے' ورنہ وہ اس کا حوالہ دیتے' بلکہ انہوں نے تشہد کے الفاظ ''اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ '' سے اس قصہ کو مستنبط کیا۔ یہ تمام حضرات بہت نامور مفسرین' محدثین اور فقہاء میں سے ہیں' ہم ان کے خلاف کوئی بے ادبی کرنا نہیں چاہتے' تاہم یہ کہے بغیر بھی چارہ نہیں کہ بغیر کسی ثبوت کے محض قیاس سے انہیں اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس قصہ کو منسوب کرنا نہیں چاہیے تھا۔

علماء دیوبند کا تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ '' کو حکایتِ معراج پر محمول کرنا

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ١٣٢٣ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے' خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے اور جن کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے' ایک جماعت ملائکہ کی' اس کام کے واسطے مقرر ہے' جیسا احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے' پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا تو کوئی حرج نہیں' کسی مصلحت کو یہ کیا ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ٨٩' قرآن محل' کراچی)

اس عبارت میں علماء دیوبند کے سرخیل شیخ گنگوہی نے تصریح کی ہے کہ تشہد میں السلام علیک ایہا النبی پڑھنے میں مقصود حکایت (معراج) ہے اور یہ چیز قرآن وسنت' اور تصریحاتِ علماء اہل سنت کے خلاف ہے' اب ہم قوی دلائل سے اس کا رد کر رہے ہیں:

تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قصداً سلام پڑھنے کے دلائل

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا٥ اے ایمان والو! نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صلوٰۃ وسلام پڑھو٥

(الاحزاب:٥٦)

اس آیت میں دیگر احکام کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قصداً سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' صلوٰۃ وسلام کو نقل اور حکایت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

فليقل التحيات للّٰه والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة اللّٰه وبركاته السلام علينا وعلى عباد اللّٰه الصالحين فاذا قالها اصابت كل عبد للّٰه صالح في السماء والارض الحديث. (صحیح مسلم ج ١ص ١٧٣' کراچی)

نمازی کہے: ''التحيات للّٰه والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة اللّٰه وبركاته السلام علينا وعلى عباد اللّٰه الصالحين '' جب نمازی سلام کے یہ کلمات کہے گا تو اس کا سلام آسمان اور زمین کے ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا۔

اور سلام ہر صالح بندہ کو اس وقت پہنچے گا جب وہ قصداً سلام پیش کرے گا نہ کہ نقل اور حکایت کی صورت میں' اور جب ہر صالح بندہ کو سلام پہنچے گا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سید الصالحین ہیں ان کو سلام کیونکر نہیں پہنچے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام اس وقت پہنچے گا جب سلام عرض کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرنے کی نیت سے قصداً اور انشاء سلام عرض کرے گا۔ قرآن اور حدیث سے استدلال کے بعد آئیے اب فقہاء اسلام کے اقوال ملاحظہ کریں:

امام غزالی شافعی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

واحضر فی قلبك النبی ﷺ وشخصه الکریم وقل سلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته ۔(احیاء العلوم ج ا ص ۱۷۵ دار المعرفۃ بیروت)

اپنے دل میں نبی ﷺ کا تصور لا کر عرض کرو: "سلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاتهٗ"۔

علامہ حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

ویقصد بالفاظ التشهد معانیها مرادة له علی وجه الانشاء کانه یحیی اللّٰه تعالٰی ویسلم علی نبیه وعلی نفسه لا اخبارا عن ذلك ۔

(در مختار علیٰ ہامش رد المحتار ج ا ص ۳۴۲ مطبعہ عثمانی استنبول)

تشہد پڑھتے وقت ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا تحفہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لا یقصد الاخبار والحکایة عما وقع فی المعراج منه ﷺ ومن ربه سبحانه ۔

(رد المحتار ج ا ص ۳۴۲ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا اس کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

علامہ شرنبلالی حنفی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

فیقصد المصلی انشاء هذه الالفاظ مرادة له قاصدة معناه الموضوعة له من عنده کانه یحیی اللّٰه سبحانه تعالٰی ویسلم علی النبی ﷺ ۔

(مراقی الفلاح ص ۱۷۰ مصر)

نمازی تشہد میں ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔

اور علامہ طحطاوی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

لا حکایة سلام رسول اللّٰه ﷺ ۔

رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ا ص ۲۲۵ دار المعرفۃ بیروت)

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالم گیری میں ہے:

ولابد من ان یقصد بالفاظ التشهد معانیها التی وضعت لها من عنده کانه یحیی اللّٰه تعالٰی ویسلم علی النبی ۔(فتاویٰ عالم گیری ج ا ص ۷۲ مصر)

نمازی کے لیے ضروری ہے کہ الفاظِ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور نبی ﷺ کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

والما ذکرنا بعض معانی التشهد لما ان المصلی یقصد بهذا الالفاظ معانیها مرادة له علی وجه الانشاء کما صرح به المجتبی بقوله ولا بد من ان یقصد بالفاظ التشهد معناها التی وضعت لها من

ہم نے الفاظِ تشہد کے بعض معانی محض اس لیے ذکر کیے ہیں کہ جب نمازی یہ الفاظ پڑھے تو ان معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے اسی طرح مجتبیٰ نے بیان کیا ہے۔

Marfat.com

عنده کانه یحیی الله ویسلم علی النبی ﷺ .

(البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۲ مصر ۱۳۱۱ھ)

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

انما امر الشارع المصلی بالصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول الله ﷺ فی التشهد لینبه الغافلین فی جلوسهم بین یدی الله عزوجل علی شهود نبیهم فی تلك الحضرة فانه لا یفارق حضرة الله ابدا فیخاطبونه بالسلام مشافهة .

(المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۷ مصر ۱۳۵۹ھ)

اللہ تعالیٰ نے نمازی کو تشہد میں رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا اس لیے حکم دیا ہے تا کہ جو نمازی غفلت سے اللہ کی بارگاہ میں بیٹھے ہیں وہ اس حقیقت پر متنبہ ہو جائیں کہ اس بارگاہ میں رسول اللہ ﷺ بھی موجود ہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سے کبھی جدا نہیں ہوتے' اس لیے نمازی رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر قصداً صلوٰۃ و سلام عرض کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اہلِ عرفان کا قول نقل کرتے ہیں:

ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول فی حریم الذی لا یموت فقرت اعینهم بالمناجات فنبهوا علی ان ذلك بواسطة نبی ﷺ لرحمة وبرکة متابعة فاذا التفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیه قائلین السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته . (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۱۱ مصر ۱۳۴۸ھ فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۰ دار المعرفۃ بیروت' عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۹ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نمازیوں نے جب عبادات کے تحفے پیش کر کے بابِ ملکوت پر دستک دی تو انہیں بارگاہِ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں' پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی رحمت' برکت اور آپ کی پیروی سے ملا ہے' جب وہ اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته''۔

تشہد کی بحث میں بعینہٖ یہی عبارت علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے شرح المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۳۲۹ پر' مولانا عبدالحیٔ لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ نے سعایہ ج ۲ ص ۲۲۷ پر اور شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم ج ۲ ص ۴۳ میں بیان کی ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں:

وقال بعض العارفین ان ذلك سریان الحقیقة المحمدیة فی ذرائر الموجودات وافراد الکائنات کلها فهو ﷺ موجود و حاضر فی ذوات المصلین وحاضر عندهم فینبغی للمؤمن ان لا یغفل عن هذا الشهود عند هذا الخطاب لینال من انوار القلب ویفوز باسرار المعرفة صلی الله علیك یا رسول الله

بعض عارفین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تشہد میں سلام اس وجہ سے عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدی نہ صرف یہ کہ تمام موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور تمام حوادث کے ہر فرد میں موجود ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کرتے وقت مؤمن آپ کے مشاہدہ سے غافل نہ ہوں' تا کہ انوارِ قلب اور اسرارِ معرفت حاصل کرلیں' اے اللہ کے رسول! آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو!

وسلم ۔ (لمعات ج ۳ ص ۱۸۱ لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی مضمون اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۰۱ اور مدارج النبوت ج ۱ ص ۳۳۶ (مطبع نوریہ رضویہ) میں بیان کیا ہے اور اسی مضمون کو تلخیص کے ساتھ غیر مقلدین کے مستند عالم دین نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی مسک الختام شرح بلوغ المرام (ج ۱ ص ۲۵۹) میں بیان کیا ہے۔

مولانا عبدالحئی کے والد مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لکھتے ہیں:

تشہد کا یہ حصہ بھی اسی قسم سے ہے: ''السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاتہٗ''۔

تشہد کے ان کلمات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے' جس کا راز یہ ہے کہ حقیقتِ محمدیہ ہر موجود میں جلوہ گر ہے اور ہر بندہ کے باطن میں موجود ہے' یہ کیفیت حالت نماز میں پورے طور پر پیدا ہو جاتی ہے' اس طرح خطاب کا ماحول سا پیدا ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کر دیا جاتا ہے' بعض صوفیاء نے فرمایا ہے: بندہ جب اللہ کی حمد وثناء سے مشرف ہو گیا تو گویا اسے حرمِ الٰہی میں داخلہ کی اجازت مل گئی اور اس کی بصیرت روشن ہو گئی تو اس نے حبیب کو حرمِ حبیب میں حاضر پایا اور محبوب کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہہ اٹھا کہ ''السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاتہٗ''۔ (نور الایمان ص ۴۲ 'ہند)

نمازی تشہد میں ''السلام علیك ایھا النبی'' کہتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کہنے کا قصد کرے' اس بات پر اب تک ہم نے قرآن' حدیث اور فقہاء اسلام کے دلائل پیش کیے ہیں' اب ہم قارئین کے سامنے اس حقیقت کو عقلی دلیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

جس وقت نمازی نماز شروع کرتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہے' اس وقت وہ مخالفین کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی تکبیر اور ''وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ o'' (المدثر:۳) ''اپنے رب کی تکبیر کرو o'' کے تقاضوں پر عمل کا قصد کرتا ہے۔ جب قیام میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو ''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ'' (المزمل:۲۰) ''قرآن پڑھو'' کے حکم پر عمل کرنے کا قصد کرتا ہے' ان دونوں صورتوں میں نہ کسی فرشتہ کی تکبیر کی حکایت اور نہ کسی قاری کی تلاوت قرآن کی حکایت کرتا ہے۔

رکوع وسجود میں ''فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ o'' (الواقعہ:۷۴) ''اپنے رب عظیم کی تسبیح بیان کرو o'' اور ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى o'' (الاعلیٰ:۱) ''اپنے ربِ اعلیٰ کی تعظیم کرو o'' کے حکم کی تعمیل کا قصد کرتا ہے' کسی فرشتہ کی تسبیح کی حکایت نہیں کرتا۔ اخیر میں جب دعا مانگتا ہے اور کہتا ہے: ''رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ'' (ابراہیم:۴۰) تو حضرت ابراہیم کی مانگی ہوئی دعا کی حکایت نہیں بلکہ اپنے لیے دعا کا قصد کرتا ہے۔

اسی طرح جب السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر نماز ختم کرتا ہے' تب بھی کسی کے سلام کی حکایت نہیں کرتا بلکہ دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگوں یا فرشتوں کو سلام کرنے کا قصد کرتا ہے۔ غور فرمایئے! تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک نمازی تمام نماز میں نماز کے ہر جزو کی ادائیگی سے اس جزو کا قصد کرتا ہے' ایک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پر جب سلام عرض کرنے کا وقت آئے تو نمازی آپ کو سلام کرنے کا قصد نہ کرے بلکہ معراج کی نقل اور حکایت کرے۔

مخالفین کا امام جب نماز پڑھتا ہے تو دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب والے مقتدیوں کو سلام کا قصد کرتا ہے' کس قدر رنج والم کا مقام ہے' جن لوگوں سے دنیاوی وظیفہ ملتا ہے انہیں سلام کرنا ہو تو قصداً اور ارادۃً سلام کرتا ہے اور جن کا نام لینے کی وجہ سے یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں' ان کو سلام کرنے کا موقع ہو تو نقلاً یا حکایۃً سلام کرتے ہیں۔

Marfat.com

اس تفصیل اور تحقیق سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں' مثلاً یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے' رسول اللہ ﷺ دور و نزدیک سے سلام پڑھنے والوں کا سلام یکساں سنتے ہیں اور نعرہ رسالت ''یا رسول اللہ'' لگانا جائز ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ ملا علی قاری نے کہا ہے کہ تشہد میں معراج کی حکایت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

اور اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابن مسعود نے کہا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد۔۔۔ ''السلام علیك ایها النبی'' کے بجائے ''السلام علی النبی'' پڑھتے تھے

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

ابن الملک نے کہا ہے کہ روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ نے ان کلمات (التحیات للّٰہ والصلوات والطیبات) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰہ وبركاته'' تب نبی ﷺ نے کہا: ''السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین'' پس حضرت جبریل نے کہا: ''اشهد ان لا اله الا اللّٰہ واشهد ان محمدا عبده ورسوله''۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اسی سے تشہد میں خطاب کی وجہ ظاہر ہو گئی کہ یہ نماز کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کی معراج کی حکایت ہے کیونکہ نماز بھی مؤمنین کی معراج ہے۔ (مرقاۃ ج ٢ ص ٦٢٩' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

معترضین کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ تشہد میں جو ''السلام علیك ایها النبی'' پڑھا جاتا ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ کو سلام کرنے کی نقل اور حکایت ہے اور اس سے مقصود نبی ﷺ کو قصداً سلام عرض کرنا نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ملا علی قاری کی مراد یہ ہے کہ جس طرح شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو قصداً سلام کیا تھا' اسی قصد کی حکایت کرتے ہوئے آپ کو قصداً سلام کیا جائے' ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ صرف معراج کی حکایت کی جائے اور آپ کو قصداً سلام نہ کیا جائے۔

اس پر قرینہ یہ ہے کہ ملا علی قاری اسی بحث میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

امام غزالی نے احیاء العلوم میں کہا ہے کہ آپ پر سلام پڑھنے سے پہلے اپنے دل میں آپ کے شخص کریم کو حاضر کر لو۔ (الی قولہ) رہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات میں ''السلام علیك ایها النبی'' پڑھتے تھے' پس جب آپ کی وفات ہو گئی تو ہم پڑھتے تھے: ''السلام علی النبی'' سو یہ ابو عوانہ کی روایت ہے اور امام بخاری کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے' جس نے یہ بیان کر دیا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود کا قول نہیں ہے بلکہ راوی کی فہم ہے اور امام بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب آپ کی وفات ہو گئی تو ہم نے کہا: سلام یعنی علی النبی' پس حضرت ابن مسعود کے قول میں ہے: ہم نے کہا: سلام' اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن مسعود کی مراد یہ تھی کہ ہم نے ان ہی الفاظ پر استمرار کیا جو ہم نبی ﷺ کی حیات میں پڑھتے تھے (یعنی ''السلام علیك ایها النبی'') اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن مسعود کی مراد یہ ہو کہ ہم نے خطاب کے صیغہ سے اعراض کر لیا' اور جب ایک لفظ میں دو احتمال ہوں تو اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا' اسی طرح ابن حجر نے کہا ہے۔

(مرقاۃ ج ٢ ص ٦٣١' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خطاب کے الفاظ کو استعمال کرنے سے منکر ہیں وہ حضرت ابن مسعود کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں اور اس پر غور نہیں کرتے کہ یہ قول حضرت ابن مسعود کے اجتہاد پر مبنی ہے اور اس کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد یہ ہے کہ تم تشہد میں "السلام علیك ایها النبی" پڑھو۔

(صحیح البخاری: ٨٣٥-٨٣١ سنن ابوداؤد: ٩٦٨ سنن نسائی: ١٦٦٤)

اب غیر مقلدین خود ہی انصاف سے بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد پر عمل کرنا چاہیے یا حضرت ابن مسعود کے اجتہاد پر؟ جب کہ ان کے اس قول میں بھی دو احتمال ہیں جیسا کہ ملا علی قاری نے تحقیق کی ہے۔ جب حضرت ابن مسعود تکبیر تحریمہ کے سوا ترک رفع یدین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی روایت کرتے ہیں تو غیر مقلدین اس پر انکار کرتے ہیں اور یہاں ان کے ایک محتمل قول کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کو ترک کر رہے ہیں' کیا یہ عدل اور انصاف کا خون نہیں ہے؟

ہمارے مؤقف کی تائید حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ "السلام علیك ایها النبی" میں آپ کو خطاب کرنے کی کیا حکمت ہے' حالانکہ آپ بشر ہیں اور نماز میں کسی کو سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ پھر اگر یہ سوال کیا جائے کہ "ایها النبی" میں غائب کے صیغہ سے مخاطب کے صیغہ کی طرف عدول کرنے کی کیا حکمت ہے؟ علامہ طیبی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کی اتباع کرتے ہیں' جن الفاظ کی آپ نے اپنے اصحاب کو تعلیم دی تھی۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٣٩٠' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ' عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٥٩' بیروت)

سو اسی طرح ہم بھی تشہد میں "السلام علی النبی" کے بجائے "السلام علیك ایها النبی" پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم دیئے ہوئے الفاظ کی اتباع کرتے ہیں۔

معراج کے مباحث میں یہ آخری مبحث ہے جس کو ہم نے یہاں لکھنے کا ارادہ کیا تھا' خصوصاً اس لیے کہ محب گرامی مولانا عبدالمجید صاحب زید مجدہ وحبہ' مقیم برسٹل' انگلینڈ نے مجھ سے غیر مقلدین کے اس اعتراض کا جواب لکھنے کی پرزور فرمائش کی تھی۔

معراج کے مباحث کو میں نے بہت تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے اور ان پر بہت محنت کی ہے' اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین یا رب العلمین بحق سیدنا محمد صلی اللہ علیه وعلیٰ آله واصحابه وبارك وسلم۔

٤٣- بَابُ وُفُوْدِ الْاَنْصَارِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَبَيْعَةِ الْعَقَبَةِ

انصار کے وفود کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں آنا اور بیعت العقبۃ کرنا

اس باب میں انصار کی جماعت کا مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا بیان ہے' اور العقبۃ سے مراد جمرۃ العقبۃ ہے جو منیٰ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر موسم میں اپنے آپ کو قبائل کے سامنے پیش کرتے تھے اور آپ کے پاس کندہ' بنو حنیفہ' بنو کلب اور بنو عامر بن صعصعۃ وغیرہم آئے' سو ان میں سے کسی نے بھی آپ کی پیش کش پر لبیک نہیں کہا' اور موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ آپ ان سے فرماتے تھے: میں تم میں سے کسی پر بھی جبر نہیں کرتا' بلکہ میرا ارادہ یہ ہے کہ تم ان لوگوں کو روکو جو مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے منع کرتے ہیں' سو آپ کی اس بات کو کسی نے قبول نہیں کیا بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ اس شخص کی قوم ہی اس کے حال کو بہتر

Marfat.com

جاتی ہے' پس جس وقت آپ عقبہ کے پاس کھڑے ہوئے یہ فرمار ہے تھے تو قبیلہ خزرج کے چند لوگ آپ کے پاس آئے' آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی' انہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا' پھر اگلے سال انصار میں سے بارہ افراد آئے' ان میں سے ایک حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ تھے' وہ العقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہوئے' اور آپ سے بیعت کر لی' اور یہ العقبۃ الاولیٰ کی بیعت ہے' پھر دوسرے سال ستر انصار حج کرنے کے لیے مکہ آئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے وعدہ کیا' پس جب وہ جمع ہو گئے تو ہر گروہ نے اپنا ایک نقیب (سردار) پیش کیا' سوان سب نے آپ سے اس جگہ بیعت کی اور یہ البیعۃ الثانیہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٤١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٨٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ (ح) وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ وَّكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُّحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ بِطُوْلِهٖ قَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَلَقَدْ شَهِدْتُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَّاِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب (ح) اور ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ عبداللہ بن کعب جو کہ حضرت کعب کو راستہ دکھاتے تھے جب وہ نابینا ہو گئے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالک سے سنا' وہ غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کا طویل واقعہ بیان کرتے تھے۔ ابن بکیر نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ (حضرت کعب نے کہا:) میں لیلۃ العقبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تھا جب میں نے اسلام پر قائم رہنے کا عہد کیا تھا' اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرے پاس لیلۃ العقبہ کے بجائے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے کا شرف ہوتا' ہر چند کہ لوگوں میں غزوۂ بدر کا چرچا لیلۃ العقبہ سے زیادہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٥٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٩٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ عَمْرٌو يَّقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ شَهِدَ بِيْ خَالَايَ الْعَقَبَةَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اَحَدُهُمَا الْبَرَاءُ بْنُ مَعْرُوْرٍ.

[طرف الحدیث: ٣٨٩١] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عمرو بیان کرتے تھے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دو ماموں مجھے بھی بیعت العقبہ میں لے گئے تھے۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ ابن عیینہ نے بتایا کہ ان دو میں سے ایک حضرت براء بن معرور تھے۔

٣٨٩١ - حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے

Marfat.com

اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ اَنَا وَاَبِيْ وَخَالِيْ مِنْ اَصْحَابِ الْعَقَبَةِ۔

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی' ان کو ابن جریج نے خبر دی' عطاء نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اور میرے والد اور میرے ماموں اصحاب العقبۃ سے ہیں۔

اس حدیث کی شرح کا تعلق بھی صحیح البخاری: ۳۸۹۰ سے ہے' حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے ان تینوں حدیثوں کی ایک ساتھ شرح کی ہے' سو وہ لکھتے ہیں:

عقبہ اولیٰ والوں کے اسماء' نبی ﷺ کی ان کو تبلیغ اور ان کے ایمان لانے میں سبقت کی توجیہ

امام احمد نے اور اصحاب السنن نے روایت کی ہے اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایام حج میں حج کے لیے آنے والے لوگوں سے فرماتے تھے: تم میں سے کوئی شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لے جائے کیونکہ قریش مجھے میرے رب کے کلام کی تبلیغ کرنے سے منع کرتے ہیں' تو ہمدان کے ایک شخص نے آپ کے پیغام پر لبیک کہی' پھر اس کو یہ خطرہ ہوا کہ اس کی قوم اس کی بات نہیں مانے گی' سو اس نے کہا: میں اپنی قوم کو جا کر بتاتا ہوں' پھر میں اگلے سال آپ کے پاس آؤں گا' آپ نے فرمایا: اچھا! پھر وہ شخص چلا گیا اور رجب کے مہینہ میں انصار کا وفد آیا۔

حاکم نے اور بیہقی نے دلائل میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کریں تو آپ اور میں اور حضرت ابوبکر منیٰ کی طرف گئے' حتیٰ کہ ہم مجالسِ عرب میں سے کسی مجلس کے پاس پہنچے پس حضرت ابوبکر آگے بڑھے کیونکہ وہ نسب کے بہت جاننے والے تھے' حضرت ابوبکر نے ان سے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے بتایا: ہم ربیعہ ہیں' حضرت ابوبکر نے پوچھا: تم کون سے ربیعہ سے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ وہ ذہل سے ہیں' پھر طویل حدیث ہے اور آخر میں مذکور ہے کہ انہوں نے آپ کے پیغام کو قبول کرنے میں توقف کیا' حضرت علی نے کہا: پھر ہم اوس اور خزرج کی مجلس کی طرف گئے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا نام رسول اللہ ﷺ نے انصار رکھا ہے کیونکہ انہوں نے آپ کو پناہ دی تھی اور آپ کی مدد کی تھی' حضرت علی نے بتایا کہ وہ لوگ اس وقت تک نہیں اُٹھے حتیٰ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کر لی۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ عقبۂ اولیٰ والے کُل چھ افراد تھے' اور وہ یہ ہیں: (۱) حضرت ابوامامہ السعد بن زُرارۃ النجاری (۲) حضرت رافع بن مالک بن العجلان العجلانی (۳) حضرت قطبۃ بن عمار بن جدیدہ (۴) حضرت جابر بن عبداللہ بن زیاب (۵) حضرت عقبہ بن عامر (۶) حضرت عوف بن الحارث رضی اللہ عنہم۔

امام موسیٰ بن عقبہ نے زہری کی سند سے روایت کی ہے کہ وہ افراد یہ ہیں: (۱) حضرت السعد بن زرارۃ (۲) حضرت رافع بن مالک (۳) حضرت معاذ بن عفراء (۴) حضرت یزید بن ثعلبہ (۵) حضرت عویم بن ساعدہ (۶) حضرت عبادہ بن الصامت (۷) حضرت ذکوان رضی اللہ عنہم۔

امام ابن اسحاق نے کہا: مجھے عاصم بن عمر نے حدیث بیان کی کہ جب نبی ﷺ نے ان کو دیکھا تو پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم لوگ قبیلہ خزرج سے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ بیٹھتے نہیں کہ میں تم سے بات کروں! انہوں نے کہا: اچھا! پھر آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور ان پر اسلام پیش کیا اور ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی' اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے یہود ان کے ساتھ ان کے شہروں میں رہتے تھے اور وہ اہل کتاب تھے اور اوس اور خزرج ان سے تعداد میں زیادہ تھے' اور جب ان کے

Marfat.com

درمیان جنگ ہوتی تو یہود کہتے تھے کہ ہمارے نبی عنقریب ہم میں مبعوث ہوں گے‘ اب ان کا زمانہ آ چکا ہے‘ ہم ان کی پیروی کریں گے‘ پھر ہم ان کے ساتھ مل کر تم کو قتل کر دیں گے‘ پس جب نبی ﷺ نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے آپ میں نبی کی صفت پہچان لی‘ سو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: کہیں یہود ہم پر سبقت نہ لے جائیں‘ پس وہ آپ پر ایمان لائے اور انہوں نے آپ کی تصدیق کی اور وہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئے تا کہ اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دیں‘ سو جب انہوں نے ان کو یہ خبر سنائی تو ان کی قوم کے ہر گھر میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہوتا تھا حتیٰ کہ جب ایام حج آئے تو ان میں سے بارہ افراد آ کر مسلمان ہو گئے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۹۴‘ دار المعرفہ بیروت‘ ۱۴۲۶ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ نے بھی ان روایات کو المستدرک ج ۲ ص ۶۱۳-۶۱۲ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۱۸۵-۱۸۴‘ مکتبۃ الرشد ریاض‘ ۱۴۳۰ھ)

جن بارہ صحابہ نے پہلی بار عقبہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی‘ ان کا تذکرہ

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ عقبہ ثانیہ والوں میں سے تھے اور انہوں نے تیسری بار عقد بیعت کیا تھا‘ امام بخاری نے ان کا اصحاب العقبۃ میں ذکر کیا ہے‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے امام ابن اسحاق کی روایت پر اعتماد کیا ہے‘ جس کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت کعب سے روایت کی ہے کہ حضرت کعب ان صحابہ میں سے ہیں جو عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے آپ سے بیعت کی تھی‘ انہوں نے بیان کیا کہ ہم اپنی قوم کے مشرکین کے ساتھ حج کرنے گئے اور ہم نے نمازیں پڑھیں اور ہمارے ساتھ حضرت براء بن معرور تھے جو ہم میں بڑے اور سردار تھے‘ پھر انہوں نے کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا ذکر کیا‘ جب ہم مکہ پہنچے تو ہم نے اس سے پہلے نبی ﷺ کی زیارت نہیں کی تھی‘ ہم نے آپ کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں‘ سو ہم مسجد میں داخل ہوئے اور آپ کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت براء نے آپ سے قبلہ کے متعلق سوال کیا‘ پھر ہم حج کرنے چلے گئے اور آپ نے ہم سے عقبہ میں ملاقات کرنے کا وعدہ کیا اور ہمارے ساتھ حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ بن عمرو تھے‘ اور وہ اس سے پہلے اسلام نہیں لائے تھے‘ سو آپ نے ہمیں اسلام کی تعلیم دی‘ پس وہ اسی وقت اسلام لے آئے اور نقباء میں سے ہو گئے‘ پھر ہم تہتر (۷۳) مرد عقبہ میں جمع ہوئے اور ہمارے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں۔ اُم عمارہ بنت کعب اور اسماء بنت عمرو بن عدی‘ پھر آپ عباس کے ساتھ آئے اور انہوں نے بات کی‘ انہوں نے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہم میں سے ہیں اور ہم نے ان کو اسلام کی تبلیغ سے منع کیا ہے‘ پس اگر تمہارا یہ ارادہ ہے کہ تم ان کی بیعت کو پورا کرو گے اور ان کے مخالفین سے مدافعت کرو گے تو تم ایسا کر لو ورنہ تم کو اب بھی ان کی بیعت سے منحرف ہونے کا اختیار ہے‘ پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فرمائیے اور آپ اپنے لیے جو شرط رکھنا چاہیں وہ رکھ لیں‘ پھر آپ نے کلام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی‘ اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور اسلام لانے کی ترغیب دی اور فرمایا: میں اس پر تمہاری بیعت لیتا ہوں کہ جس طرح تم اپنی عورتوں اور اپنے بیٹوں کی حفاظت کرتے ہو اس طرح میری حفاظت کرو گے‘ پھر حضرت براء بن معرور نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: ٹھیک ہے ہم اس پر آپ سے بیعت کرتے ہیں‘ پھر طویل حدیث ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے اور اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے تم اپنے لوگوں میں سے میرے پاس بارہ نقیب لاؤ‘ امام ابن اسحاق نے ان بارہ نقباء کے اسماء ذکر

Marfat.com

کیے ہیں' وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت اسعد بن زرارہ (۲) حضرت رافع بن مالک (۳) حضرت براء بن معرور (۴) حضرت عبادہ بن الصامت (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام (٦) حضرت سعد بن الربیع (۷) حضرت عبداللہ بن رواحۃ (۸) حضرت سعد بن عبادہ (۹) حضرت المنذر بن عمرو بن جیش (۱۰) حضرت اُسید بن حضیر (۱۱) حضرت سعد بن خیثمہ (۱۲) حضرت ابوالہیثم بن تیہان' ایک روایت میں ان کے بدلہ میں حضرت رفاعۃ بن عبدالمنذر کا نام ہے رضی اللہ عنہم۔

المستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لیلۃ العقبۃ میں سب سے پہلے حضرت براء بن معرور نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقباء سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کے اس طرح کفیل ہو جس طرح حواریین حضرت عیسیٰ بن مریم کے کفیل تھے' انہوں نے کہا: جی ہاں!

(فتح الباری ج ۵ ص ۹۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

٣٨٩٢ - حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِی ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ اِدْرِیْسَ عَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ مِنَ الَّذِیْنَ شَهِدُوْا بَدْرًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ اَصْحَابِهٖ لَیْلَةَ الْعَقَبَةِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ تَعَالَوْا بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْنَ بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْنِیْ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَّفٰی مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فِی الدُّنْیَا فَهُوَ لَهٗ كَفَّارَةٌ وَّمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ فَاَمْرُهٗ اِلَی اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ وَاِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ فَبَایَعْنَاهُ عَلٰی ذٰلِكَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عم خود' انہوں نے کہا: مجھے ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبادۃ بن الصامت ان صحابہ میں سے تھے جو بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' اور ان صحابہ میں سے تھے جو لیلۃ العقبۃ میں آپ کے ساتھ تھے' انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور اس وقت آپ کے گرد آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی: آؤ! مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے اور نہ تم چوری کرو گے اور نہ تم زنا کرو گے اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ تم اپنے ہاتھوں اور پیروں کے ساتھ کسی بے قصور پر افتراء باندھو گے اور نہ تم کسی نیک کام میں میری نافرمانی کرو گے' پس تم میں سے جس نے ان شرائط کو پورا کر لیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ (کرم) پر ہے اور جس نے ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کر لیا' پس اسے دنیا میں اس پر سزا دی گئی تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جس نے ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کر لیا' پس اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ رکھا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف (مفوض) ہے' وہ چاہے تو اس کو سزا دے اور وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے۔ (حضرت عبادہ بن الصامت نے کہا:) پس ہم

Marfat.com

نے آپ سے ان (شرائط) پر بیعت کرلی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٩٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِنِّيْ مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَايَعْنَاهُ عَلٰى اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيَ وَلَانَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَانَعْصِيَ بِالْجَنَّةِ اِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ فَاِنْ غَشِيْنَا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَاءُ ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از صنابحی از حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں اُن نقباء میں سے ہوں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور انہوں نے بتایا کہ ہم نے اس پر آپ سے بیعت کی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے' اور نہ ہم چوری کریں گے اور نہ زنا کریں گے' اور نہ اس شخص کو قتل کریں گے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ' اور نہ لوٹ مار کریں گے اور نہ ہم اللہ کی نافرمانی کریں گے (تو اس کا معاوضہ) جنت ہے' اگر ہم نے یہ کام کر لیے اور اگر ہم نے ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کرلیا تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف (مفوض) ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری:١٨ میں گزر چکی ہے۔

نقباء کے معانی

ان دونوں حدیثوں میں نقباء کا لفظ ہے' یہ نقیب کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: جو قوم میں معزز ہو یا قوم کا سردار ہو' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ امین لوگ ہیں جو اپنے فرائض کو پہچانتے ہوں' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قوم کے کفیل ہوں اور ان کے ضامن ہوں یا کارمختار ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٤٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

دوسرے سال ستر (٧٠) انصار کے العقبۃ میں آنے کا سبب اور ان کی بیعت کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم خوشی اور ناخوشی میں آپ کے احکام سنیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے اور اس پر بیعت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یثرب (مدینہ منورہ) میں آئیں گے تو ہم آپ کی مدد کریں گے اور ہم اپنی جانوں' اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے جس طرح ضرر دور کرتے ہیں آپ سے بھی اسی طرح ضرر کو دور کریں گے اور ہمیں جنت ملے گی' سو یہ وہ بیعت ہے جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی۔

امام احمد نے سند حسن کے ساتھ اور حاکم اور ابن حبان نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال تک لوگوں کے گھروں میں جا کر تبلیغ کرتے رہے اور ایامِ حج میں مکہ کی گھاٹیوں میں جاتے رہے اور فرماتے رہے: کون مجھے پناہ دے گا اور میری مدد کرے گا' حتیٰ کہ اس کو جنت مل جائے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے لیے یثرب سے بھیجا تو ہم نے آپ کی تصدیق کی' پھر ہم میں سے ستر مرد آپ کے پاس آئے' پھر ہم نے آپ سے بیت العقبۃ کا وعدہ کیا' ہم نے آپ

سے پوچھا: ہم آپ سے کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا: خوشی اور ناخوشی میں احکام سننے اور اطاعت کرنے پر اور تنگی اور کشادگی میں خرچ کرنے پر' اور نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے پر اور اس پر کہ جب میں تمہارے پاس یثرب میں آؤں تو تم میری مدد کرو گے' اور تم اپنی جانوں سے اور اپنی بیویوں سے اور اپنی اولاد سے جس طرح ضرر دور کرتے ہو' اسی طرح مجھ سے بھی ضرر کو دور کرو گے اور تم کو جنت ملے گی۔

امام احمد نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ عباس نے آپ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا' جب ہم فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم سے وعدہ لے لیا اور تم سے وعدہ کر لیا۔

امام بزار نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے نقباء سے فرمایا: تم مجھے پناہ دو گے اور مجھ سے ضرر دور کرو گے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے پوچھا: پھر ہمیں کیا ملے گا؟ تو آپ نے فرمایا: جنت۔

امام بیہقی نے سند قوی کے ساتھ شعبی سے روایت کی ہے اور امام طبرانی نے اس کی حضرت ابو موسیٰ انصاری رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا عباس کے ساتھ العقبہ میں ستر (٧٠) انصار کے پاس گئے تو آپ سے ابو امامہ اسعد بن زرارہ نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ اپنے رب سے اپنے لیے جو چاہیں سوال کریں' پھر ہمیں بتائیں کہ ہمیں کیا ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا: میں تم سے اپنے رب کے لیے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میں تم سے اپنے لیے اور اپنے اصحاب کے لیے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم ہمیں پناہ دو اور ہماری اس طرح حفاظت کرو جس طرح تم اپنی حفاظت کرتے ہو' انہوں نے پوچھا: پھر ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: جنت' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے' امام احمد نے اس کی دو سندوں سے روایت کی ہے۔

پس انصار جو دوسرے سال العقبۃ میں آئے اس کا یہ سبب تھا' حتیٰ کہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ستر (٧٠) مرد العقبہ میں آ کر اسلام لے آئے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۹۶۔۹۵ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٤- بَابُ تَزْوِيجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ وَقُدُومِهَا الْمَدِينَةَ وَبِنَائِهِ بِهَا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ سے نکاح کرنا اور ان کا مدینہ آنا اور آپ کا ان کے ساتھ شبِ زفاف گزارنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کو بیان کیا گیا ہے' اور حضرت عائشہ کے مدینہ میں آنے کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ کے بعد اپنی والدہ اور اپنی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ کے ساتھ مدینہ آئی تھیں' کیونکہ حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی اور وہاں ٹھہرنے کے بعد آپ دونوں نے حضرت زید بن حارثہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع کو مکہ مکرمہ بھیجا تھا تا کہ وہ ان کے اہل کو لے آئیں اور ان کے ساتھ دو اونٹ اور پانچ سو درہم بھیجے تھے تا کہ وہ مقام قدید سے اونٹ خرید لیں' پس وہ دونوں گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں' حضرت فاطمہ اور حضرت اُم کلثوم اور آپ کی بیویوں حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کو اور ان کی والدہ حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہم کو لے آئے اور وہ مقامِ سخ پر ٹھہرے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخ میں حضرت ابوبکر کے گھر گئے اور حضرت عائشہ کے ساتھ شب زفاف گزاری' اس وقت حضرت عائشہ کی عمر میں اختلاف ہے' علامہ واقدی نے کہا: اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ سے روایت ہے: ان کی عمر سات

Marfat.com

سال تھی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی کیونکہ آپ نے ہجرت سے تین سال پہلے ان سے نکاح کیا تھا اور جس وقت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی اس میں بھی اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کس مہینہ میں ان کے ساتھ دخول کیا؟ علامہ البلاذری نے کہا ہے کہ وہ رمضان کا مہینہ تھا' اور امام ابن اسحاق اور طبری نے کہا ہے کہ مدینہ میں آنے کے آٹھ مہینے بعد ذوالقعدہ کے مہینہ میں' اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ شوال کا مہینہ تھا' کیونکہ امام مسلم' امام احمد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا اور شوال ہی میں شب زفاف کی۔ (عمدة القاری ج ۱۷ ص ۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٣٨٩٤ - حَدَّثَنِيْ فَرْوَةُ بْنُ اَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلْنَا فِيْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ فَوُعِكْتُ فَتَمَرَّقَ شَعَرِيْ فَوَفٰى جُمَيْمَةً فَاَتَتْنِيْ اُمِّيْ اُمُّ رُوْمَانَ وَاِنِّيْ لَفِيْ اُرْجُوْحَةٍ وَّمَعِيْ صَوَاحِبُ لِيْ فَصَرَخَتْ بِيْ فَاَتَيْتُهَا لَا اَدْرِيْ مَا تُرِيْدُ بِيْ فَاَخَذَتْ بِيَدِيْ حَتّٰى اَوْقَفَتْنِيْ عَلٰى بَابِ الدَّارِ وَاِنِّيْ لَاَنْهَجُ حَتّٰى سَكَنَ بَعْضُ نَفَسِيْ ثُمَّ اَخَذَتْ شَيْئًا مِّنْ مَّاءٍ فَمَسَحَتْ بِهٖ وَجْهِيْ وَرَاْسِيْ ثُمَّ اَدْخَلَتْنِي الدَّارَ فَاِذَا نِسْوَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِي الْبَيْتِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلٰى خَيْرِ طَائِرٍ فَاَسْلَمَتْنِيْ اِلَيْهِنَّ فَاَصْلَحْنَ مِنْ شَاْنِيْ فَلَمْ يَرُعْنِيْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضُحًى فَاَسْلَمَتْنِيْ اِلَيْهِ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ .

[اطراف الحدیث: ۳۸۹۶-۵۱۳۳-۵۱۳۴-۵۱۵۶-۵۱۵۸-۵۱۶۰]

(صحیح مسلم: ۱۴۲۲' الرقم المسلسل: ۳۴۷۱' سنن نسائی: ۳۲۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے فروۃ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا' اس وقت میری عمر چھ سال تھی' پھر ہم مدینہ آئے اور بنو حارث بن خزرج کے ہاں قیام کیا' یہاں پر مجھے بخار آیا جس کی وجہ سے میرے بال جھڑنے لگے' پس میرے بال کندھوں تک تھے' پس ایک دن میری والدہ حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا آئیں' اس وقت میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی' انہوں نے مجھے پکار کر آواز دی تو میں آ گئی' مجھے پتا نہیں تھا کہ انہیں مجھ سے کیا کام ہے' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھر کے دروازہ کے پاس کھڑا کر دیا' میرا سانس پھول رہا تھا حتیٰ کہ تھوڑی دیر بعد میں معمول پر آئی' پھر انہوں نے کچھ پانی لے کر میرے سر اور چہرے پر ملا' پھر وہ مجھے گھر کے اندر لے گئیں' پس گھر کے اندر انصار کی چند خواتین تھیں' انہوں نے مجھے دیکھ کر خیر اور برکت کی دعا دی اور کہا: تم اچھا نصیب لے کر آئی ہو' میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا اور انہوں نے مجھے بنایا سنوارا' پھر اچانک دن چڑھے رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے' پس ان خواتین نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا اور اس وقت میری عمر نو سال تھی۔

مشکل الفاظ کے معانی اور حضرت اُم رومان کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: "فوفی جمیمة" یعنی میرے سر کے بال بہت زیادہ ہو گئے تھے' اگر سر کے بال کندھوں تک آئیں تو ان کو "جمة" کہتے ہیں اور اگر کان کی لو تک آئیں تو ان کو "وفرة" کہتے ہیں۔

Marfat.com

نیز اس حدیث میں حضرت اُم رومان کا ذکر ہے۔ یہ چھ ہجری میں نبی ﷺ کی حیات میں فوت ہو گئی تھیں' نبی ﷺ ان کی قبر میں اُترے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی اور کہا: اے اللہ! تجھے علم ہے کہ اُم رومان نے تیری راہ میں اور تیرے نبی کی راہ میں کیا کیا مصیبتیں اُٹھائی ہیں۔

''ارجوحة'' دو درختوں کے درمیان رسّی سے جھولا بنا کر اس پر جھولنا' یہ بچوں کے کھیل کی ایک قسم ہے۔

''لانھج''، ''نھج'' کا معنی ہے: سانس پھولنے کی وجہ سے زور زور سے سانس لینا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٩٥ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى حَدَّثَنِي وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ اَرٰى اَنَّكِ فِي سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِيْرٍ وَّيَقُوْلُ هٰذِهٖ امْرَاَتُكَ فَاَكْشِفُ عَنْهَا فَاِذَا هِيَ اَنْتِ فَاَقُوْلُ اِنْ يَّكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهٖ۔ [اطراف الحدیث: ۵۰۷۸-۵۱۲۵-۷۰۱۱-۷۰۱۲] (صحیح مسلم: ۶۱۷۷-۲۴۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: تم مجھے دو مرتبہ خواب میں دکھائی گئی ہو' مجھے ریشم کے کپڑے کے ایک ٹکڑے میں تم کو دکھایا گیا' اور (کہنے والے نے) کہا: یہ آپ کی بیوی ہے' میں نے اس کپڑے کو کھولا تو وہ تم تھیں (یعنی تصویر)' میں نے کہا: اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو نافذ کردے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں' پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا: اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' کیونکہ ''اگر'' کا لفظ شک پر دلالت کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی خواب کی تعبیر ظاہر کے خلاف ہوتی ہے' جیسے آپ نے ابوجہل کو جنت میں دیکھا' اس کی تعبیر یہ تھی کہ آپ نے اس کے بیٹے حضرت عکرمہ کو جنت میں دیکھا۔

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۸۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣٨٩٦ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ تُوُفِّيَتْ خَدِيْجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے مدینہ جانے سے تین سال پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی' پس آپ دو سال یا اس کے قریب ٹھہرے رہے اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی' پھر جب ان کی رخصتی ہوئی تو اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۹۴ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی کا امام بخاری کی روایت پر اعتراض اور مصنف کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی عبید بن اسماعیل سے روایت کی ہے اور وہ اس روایت میں منفرد ہیں اور یہ حدیث مرسل ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دو سال ٹھہرے رہے' پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' اس کا مطلب ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ سے ہجرت کے وقت یا اس کے بعد نکاح کیا' اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے پانچ سال پہلے فوت ہوئی تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہو' تب بھی علامہ عینی کا اشکال لازم نہیں آتا کیونکہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دو سال ٹھہرے رہے' پھر آپ نے ہجرت سے ایک سال پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی' پھر ہجرت کے دو سال بعد ان کی رخصتی ہوئی' اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تفصیل

علامہ دمیاطی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جس سال رمضان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں' اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا' پھر دسویں سال شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال میں مجھ سے نکاح کیا اور شوال میں ہی میری رخصتی ہوئی اور صحیح بخاری میں جو یہ مذکور ہے کہ پھر آپ دو سال یا اس کے قریب ٹھہرے' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ نے کسی زوجہ کے ساتھ شب زفاف نہیں گزاری' پھر ہجرت سے پہلے آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ کے ساتھ شب زفاف گزاری' پھر ہجرت کے بعد آپ نے حضرت عائشہ کو اپنے حرم مبارک میں لیا۔ (فتح الباری ج ۵ص ۹۸ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۸-۴۷ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۴۵- بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت العقبۃ کے دو ماہ اور چند ایام بعد یکم ربیع الاول کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور بارہ ربیع الاول کو آپ مدینہ منورہ پہنچے' اور رہی آپ کے اصحاب کی ہجرت تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ اور حضرت عامر بن فہیرہ کے ساتھ پہنچے اور عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کے درمیان صحابہ کی ایک جماعت مدینہ منورہ پہنچی' حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ بھی ان ہی میں سے تھے۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اُم سلمہ کے شوہر ابوسلمہ بن عبد الاسد مخزومی رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور ان کے بعد حضرت عامر بن ربیعہ نے ہجرت کی جو بنو عدی کے حلیف تھے' پھر ان کے بعد حضرت مصعب بن عمیر نے ہجرت کی' اور بیعت العقبہ کے بعد سب سے پہلے حضرت عامر بن ربیعہ نے ہجرت کی' پھر باقی صحابہ نے تدریجاً ہجرت کی رضی اللہ عنہم۔

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا کہ سب سے پہلے مدینہ میں حضرت مُصعب بن عمیر اور حضرت ابن اُم مکتوم پہنچے اور یہ دونوں لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے' اور حضرت بلال اور حضرت سعد اور حضرت عمار بن یاسر پہنچے (رضی اللہ عنہم)' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیس صحابہ کے ساتھ پہنچے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔ اور صحیح مسلم میں یہ تصریح ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے مدینہ

Marfat.com

منورہ پہنچ چکے تھے۔(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۸ دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ وَّاَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ الْاَنْصَارِ .

اور حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہجرت (مشروع) نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک مرد ہوتا۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری: ۴۳۳۰ ‘۳۷۷۹ اور ۴۳۳۰ میں مذکور ہے۔ آپ کے اس ارشاد سے انصار کو تسلی دینا مقصود ہے کہ وہ سب سے بلند مرتبہ پر ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر نہ ہوتے تو آپ انصار کے گروہ میں سے ہوتے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ مہاجرین انصار سے افضل ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی گروہ سے تھے جو سب سے افضل تھا۔

(الکوثر الجاری ج ۷ص ۸۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۹ھ)

وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ اِنِّيْ اُهَاجِرُ مِنْ مَّكَّةَ اِلٰى اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِيْ اِلٰى اَنَّهَا الْيَمَامَةُ اَوْ هَجَرُ فَاِذَا هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ .

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ (آپ نے فرمایا:) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجوروں کے درخت ہیں تو میرا ذہن اس طرف گیا کہ وہ جگہ یمامہ ہے یا ہجر ہے لیکن وہ جگہ مدینہ یثرب تھی۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری: ۳۶۲۲ میں گزر چکی ہے۔

اس تعلیق میں ''وھل'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: میرا گمان نیز اس تعلیق میں یمامہ کا لفظ ہے یہ یمن کا ایک شہر ہے جو طائف سے دو میل کے فاصلہ پر ہے اور ''ھجر'' کا لفظ ہے یہ بحرین کا مشہور شہر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ کے مضافات میں ایک بستی ہے۔(معجم البلدان ج ۵ص ۴۴۱-۳۹۳)

اس تعلیق میں یثرب کا ذکر ہے یہ ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ کا نام تھا۔

۳۸۹۷- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ يَقُوْلُ عُدْنَا خَبَّابًا فَقَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُرِيْدُ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّضٰى لَمْ يَاْخُذْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ نَمِرَةً فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَاْسُهٗ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّغَطِّيَ رَاْسَهٗ وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنْ اِذْخِرٍ وَّمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابووائل کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کی انہوں نے بتایا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی ہماری نیت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا تھی سو ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے (ذمہ) کرم پر ہے ہم میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کیا ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جو غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے ان کے ترکہ میں صرف ایک دھاری دار چادر تھی جب ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر کھل جاتے اور جب ہم ان کے پیر ڈھانپتے تو

Marfat.com

ان کا سر کھل جاتا' پس رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر تھوڑی سی اذخر گھاس رکھ دیں' اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے (نیک) اعمال کے پھل پک گئے اور اب وہ ان پھلوں کو کاٹ رہے ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:۱۲۷۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔ اس حدیث میں ''نمرۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دھاری دار چادر' اور ''اینعت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پھل پک کر تیار ہو گئے' اور ''یھدبھا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: درختوں سے پھلوں کو اتارنا۔

۳۸۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرَاهُ يَقُولُ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ فَمَنْ كَانَ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں' از یحییٰ از محمد بن ابراہیم از علقمۃ بن وقاص' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے' سو جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو جس کو وہ پائے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے' سو اس کی ہجرت (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) اُسی کی طرف ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے' اور جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:۱ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ہجرت کا ذکر ہے۔

۳۸۹۹ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ الْمَكِّيِّ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن یزید دمشقی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمرو اوزاعی نے حدیث بیان کی از عبدۃ بن ابی لبابۃ از مجاہد بن جبر المکی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے۔

[اطراف الحدیث:۴۳۰۹-۴۳۱۰-۴۳۱۱]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس حیثیت سے مطابقت ہے کہ اس حدیث میں ہجرت کے حکم کا بیان ہے۔

۳۹۰۰ - قَالَ يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ وَحَدَّثَنِي الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيِّ فَسَاَلْنَاهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ يَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِيْنِهٖ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةَ اَنْ يُّفْتَنَ عَلَيْهِ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَالْيَوْمَ يَعْبُدُ رَبَّهٗ حَيْثُ شَاءَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ .

یحییٰ بن حمزہ نے کہا: اور مجھے اوزاعی نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر لیثی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی' ہم نے ان سے ہجرت کے متعلق پوچھا' انہوں نے فرمایا: آج کل ہجرت (فرض) نہیں ہے' (ایک زمانہ تھا کہ) مؤمنوں میں سے ہر کوئی فتنہ میں مبتلا ہونے کے ڈر سے اللہ کی طرف اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگتا تھا' لیکن آج کل اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطاء فرمادیا اور اب مؤمن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے' لیکن جہاد اور نیت (فرض) ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۰۸۰ میں گزر چکی ہے۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت ساقط ہونے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند یحییٰ بن حمزہ سے شروع ہے' جس کا اس سے پہلی حدیث کی سند میں ذکر ہے' یہ اس کے ساتھ متصل ہے۔

عطاء نے کہا: میں نے عبید کے ساتھ حضرت عائشہ کی زیارت کی' یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت عائشہ ثبیر پہاڑ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔

انہوں نے ہجرت کے متعلق سوال کیا کہ فتح مکہ سے پہلے تو ہجرت فرض تھی' آیا اب بھی ہجرت فرض ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطاء فرمادیا ہے اور فتح مکہ کے بعد مکہ دار الایمان بن گیا ہے اور تمام قبائل اسلام میں داخل ہو چکے ہیں' پس ہجرت کی فرضیت ساقط ہوگئی اور اب ہجرت مستحب ہے۔

نیز فرمایا: لیکن جہاد اور نیت ہے' یعنی جب تک دنیا میں دارِ کفر ہے اور کفار سے قتال ہو رہا ہے تو وہاں سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے اور ہجرت میں یا جہاد میں ثواب کی نیت کرنا باقی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۰۱ - حَدَّثَنِي زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ هِشَامٌ فَاَخْبَرَنِي اَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ سَعْدًا قَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْرَجُوْهُ اَللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَظُنُّ اَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' ہشام نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! تجھے خوب علم ہے کہ جن لوگوں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے اور ان کو ان کے وطن سے نکالا ہے' مجھے تیری راہ میں ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے لیکن اب میرا یہ گمان ہے کہ تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کو ختم کر دیا ہے۔

Marfat.com

وَقَالَ اَبَانُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيهِ اَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا نَبِيَّكَ وَاَخْرَجُوْهُ مِنْ قُرَيْشٍ۔

اور ابان بن یزید نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جس قوم نے تیرے نبی کی تکذیب کی اور ان کو ان کے وطن سے نکال دیا' اس قوم سے مراد قریش ہیں۔

حضرت سعد کی دعا کی وضاحت' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر' اور تمام صحابہ میں حضرت ابو بکر کی افضلیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے متن میں قوم کا ذکر مبہم ہے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ اس قوم سے مراد قریش ہیں' اور علامہ داؤدی کا زعم ہے کہ اس قوم سے مراد بنو قریظہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ کی تصریح کے مقابلہ میں داؤدی کا زعم فاسد ہے کیونکہ کتاب المغازی میں حضرت سعد کی دعا کی پوری عبارت آئے گی' جس میں مذکور ہے کہ اگر اب قریش میں سے کچھ لوگ بھی باقی ہیں تو مجھے زندہ رکھنا۔

(عمدة القاری ج ۱۷ ص ۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت سعد کا یہ گمان تھا کہ فتح مکہ کے بعد شاید اب کسی سے جہاد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

٣٩٠٢- حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوْحٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا' پس آپ مکہ میں تیرہ سال رہے' آپ کی طرف وحی کی جاتی رہی' پھر آپ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا' پس آپ ہجرت کر کے دس سال رہے' پھر تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ہجرت کے ذکر میں ہے۔

٣٩٠٣- حَدَّثَنِيْ مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَكَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تیرہ

Marfat.com

سال رہے اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۸۵۱ کا مطالعہ کریں۔

یہ مطر بن الفضل کی دوسری روایت ہے اور مکہ میں تیرہ سال رہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی بقیہ عمر مدینہ میں گزری اور یہ بالکل بدیہی ہے۔

٣٩٠٤ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عُبَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهٗ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَاشَاءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهٗ فَبَكٰى اَبُوْبَكْرٍ وَّقَالَ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَعَجِبْنَا لَهٗ وَقَالَ النَّاسُ اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهٗ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَاعِنْدَهٗ وَهُوَ يَقُوْلُ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ هُوَ اَعْلَمَنَا بِهٖ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَا بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا مِنْ اُمَّتِيْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ اِلَّا خُلَّةَ الْاِسْلَامِ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ اِلَّا خَوْخَةُ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از ابی النضر جو عمر بن عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از عبید یعنی ابن حنین از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے پس آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو اس کے درمیان اختیار دیا کہ وہ اسے جتنی چاہے دنیا کی تروتازگی دے اور اس کے درمیان جو اللہ کے پاس (اجر) ہے تو اس بندہ نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے پس حضرت ابوبکر رونے لگے اور کہا: آپ پر ہمارے آباء اور اُمہات فدا ہوں! تو ہمیں اس پر تعجب ہوا اور لوگوں نے کہا: اس بوڑھے کی طرف دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندہ کی خبر دے رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے درمیان اختیار دیا کہ وہ دنیا کی تروتازگی لے اور اس کے درمیان جو اللہ کے پاس ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ آپ پر ہمارے آباء اور اُمہات فدا ہوں! پس (دراصل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر ہی ہم سب سے زیادہ عالم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت میں اور اپنے مال میں نیکی کرنے والے ابوبکر ہیں اور اگر میں اپنی اُمت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابوبکر کو خلیل بناتا ماسوا اسلام کی خُلت (دوستی) کے ابوبکر کے ذیلی دروازہ کے سوا مسجد میں کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت میں نیکی کرنے والے ابوبکر ہیں اس سے مراد ہجرت کے موقع پر مصاحبت کی نیکی ہے کیونکہ ہجرت کے موقع پر تمام صحابہ میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی آپ کے صاحب تھے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ دوسرے صحابہ کو حضرت ابوبکر کے رونے پر تعجب ہوا کیونکہ اگر ایک بندہ کو دنیا اور آخرت کے

درمیان اختیار دیا گیا تھا تو اس میں رونے کی کیا وجہ تھی؟

اس حدیث میں ''خوخة'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: ذیلی دروازہ' یعنی چھوٹا دروازہ' بعض صحابہ نے اپنے گھروں سے مسجد میں داخل ہونے کے لیے چھوٹا دروازہ بنایا ہوا تھا' جس دروازے سے وہ مسجد میں داخل ہوتے تھے' سو آپ نے حکم دیا کہ سب کے دروازے بند کر دیئے جائیں سوائے حضرت ابوبکر کے دروازہ کے' اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ پر افضلیت معلوم ہوئی اور حضرت ابوبکر کے دروازہ کو باقی رکھنے میں ان کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ خلیفہ کو پانچ نمازیں پڑھانے' خطبہ دینے اور شرعی احکام بیان کرنے کے لیے بار بار مسجد میں آنے کی ضرورت ہوتی ہے' اگر اس کا گھر مسجد سے دور ہو تو اس کو حرج ہوگا' اس لیے ان کے گھر سے مسجد میں کھلنے والے دروازہ کو باقی رکھا گیا۔

٣٩٠٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ خَرَجَ أَبُوْ بَكْرٍ مُّهَاجِرًا نَحْوَ أَرْضِ الْحَبَشَةِ حَتّٰى بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيْدُ يَا أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ أَخْرَجَنِيْ قَوْمِيْ فَأُرِيْدُ أَنْ أَسِيْحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّيْ قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَّا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَأَنَا لَكَ جَارٌ إِرْجِعْ وَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ فَرَجَعَ وَارْتَحَلَ مَعَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَطَافَ ابْنُ الدَّغِنَةِ عَشِيَّةً فِيْ أَشْرَافِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَّا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ أَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ وَيُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَلَمْ تُكَذِّبْ قُرَيْشٌ بِجِوَارِ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَقَالُوْا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ فَلْيُصَلِّ فِيْهَا وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِيْنَا بِذٰلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ فَإِنَّا نَخْشٰى أَنْ يَّفْتِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل ابن شہاب نے کہا: پس مجھے عروۃ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ہوش سنبھال کر اپنے والدین کو دین (اسلام) کی پیروی کرتے ہوئے ہی پایا اور ہر روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آتے تھے خواہ صبح ہو یا شام' پس جب مسلمان مصائب میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر سے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے' حتیٰ کہ وہ برک غماد (یمن کا ایک شہر) تک پہنچے' وہاں ان سے ابن الدغنہ ملا جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا' اس نے پوچھا: اے ابوبکر! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے' اب میرا ارادہ ہے کہ میں تمام روئے زمین کی سیاحت کروں گا اور اپنے رب کی عبادت کروں گا' ابن الدغنہ نے کہا: اے ابوبکر! تم ایسے شخص کو نکالا جائے گا نہ وہ خود نکلے گا' تم نادار لوگوں کے لیے کماتے ہو' رشتہ داروں سے میل جول رکھتے ہو' بے کسوں کا بوجھ اُٹھاتے ہو' مہمان نوازی کرتے ہو اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہو' میں آپ کا ضامن ہوں' آپ واپس جائیں اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کریں' سو حضرت ابوبکر واپس آ گئے' اور ابن الدغنہ بھی آپ کے ساتھ آیا' پھر شام کو ابن الدغنہ قریش کے سرداروں کے پاس گیا اور کہا: ابوبکر ایسے شخص کو نکالا جاتا ہے نہ اس کو خود نکلنا چاہیے' کیا تم ایسے شخص کو نکال رہے ہو جو ناداروں کے لیے کماتا ہے' رشتہ داروں سے میل جول رکھتا ہے' بے کسوں کا بوجھ اُٹھاتا

Marfat.com

نِسَاءَنَا وَاَبْنَاءَنَا فَقَالَ ذٰلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِاَبِيْ بَكْرٍ
فَلَبِثَ اَبُوْبَكْرٍ بِذٰلِكَ يَعْبُدُ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ وَلَا يَسْتَعْلِنُ
بِصَلٰوتِهٖ وَلَا يَقْرَاُ فِيْ غَيْرِ دَارِهٖ ثُمَّ بَدَا لِاَبِيْ بَكْرٍ فَابْتَنٰى
مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ وَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ
فَيَنْقَذِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ وَهُمْ
يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً
لَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَاَفْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ
قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَرْسَلُوْا اِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ
عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا اِنَّا كُنَّا اَجَرْنَا اَبَا بَكْرٍ بِجِوَارِكَ عَلٰى اَنْ
يَعْبُدَ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ فَقَدْ جَاوَزَ ذٰلِكَ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا
بِفِنَاءِ دَارِهٖ فَاَعْلَنَ بِالصَّلٰوةِ وَالْقِرَاءَةِ فِيْهِ وَاِنَّا
قَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَّفْتِنَ نِسَاءَنَا وَاَبْنَاءَنَا فَانْهَهُ فَاِنْ اَحَبَّ اَنْ
يَّقْتَصِرَ عَلٰى اَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ فَعَلَ وَاِنْ اَبٰى اِلَّا اَنْ
يُّعْلِنَ بِذٰلِكَ فَسَلْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْكَ ذِمَّتَكَ فَاِنَّا قَدْ كَرِهْنَا
اَنْ نُّخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّيْنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ الْاِسْتِعْلَانَ قَالَتْ
عَائِشَةُ فَاَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ
الَّذِيْ عَاقَدْتُّ لَكَ عَلَيْهِ فَاِمَّا اَنْ تَقْتَصِرَ عَلٰى ذٰلِكَ وَاِمَّا
اَنْ تَرْجِعَ اِلَيَّ ذِمَّتِيْ فَاِنِّيْ لَا اُحِبُّ اَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ
اَنِّيْ اُخْفِرْتُ فِيْ رَجُلٍ عَقَدْتُّ لَهٗ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاِنِّيْ
اَرُدُّ اِلَيْكَ جِوَارَكَ وَاَرْضٰى بِجِوَارِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِيْنَ اِنِّيْ اُرِيْتُ دَارَ
هِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ
فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ وَرَجَعَ عَامَّةُ مَنْ كَانَ
هَاجَرَ بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَتَجَهَّزَ اَبُوْ بَكْرٍ
قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكَ فَاِنِّيْ اَرْجُوْ اَنْ يُّؤْذَنَ لِيْ فَقَالَ
اَبُوْبَكْرٍ وَهَلْ تَرْجُوْا ذٰلِكَ بِاَبِيْ اَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَحَبَسَ
اَبُوْبَكْرٍ نَفْسَهٗ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہے' مہمان نوازی کرتا ہے اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتا ہے' تو قریش نے ابن الدغنہ کے پناہ دینے کو مسترد نہیں کیا اور انہوں نے ابن الدغنہ سے کہا: تم ابوبکر سے کہو کہ وہ اپنے رب کی اپنے گھر میں عبادت کریں' سو وہیں نماز پڑھیں' اور جتنا چاہیں قرآن پڑھیں اور بہ آواز بلند قرآن پڑھ کر ہمیں ایذاء نہ دیں کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ (اگر انہوں نے بلند آواز سے قرآن پڑھا تو) ہماری عورتیں اور ہمارے بچے فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے' سو یہ بات ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر سے کہی' پھر کچھ عرصہ حضرت ابوبکر اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہے' اور نماز میں بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھتے تھے اور نہ گھر کے علاوہ قرآن پڑھتے تھے' پھر حضرت ابوبکر کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی' اس میں نماز پڑھتے تھے اور نماز میں قرآن مجید پڑھتے تھے' پس مشرکین کی عورتیں اور ان کے بیٹے بھی ان کو جھانک جھانک کر دیکھتے تھے' اور ان کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے' اور حضرت ابوبکر پُرسوز شخص تھے' جب وہ قرآن کی تلاوت کرتے تو اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کو روکنے پر قادر نہ ہوتے' اس سے مشرکینِ قریش کے سردار گھبرا گئے' انہوں نے ابن الدغنہ کو بلوایا تو وہ ان کے پاس آیا' انہوں نے اس سے کہا: تمہارے پناہ دینے پر ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گے' اب انہوں نے اس شرط سے تجاوز کیا ہے اور انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا لی ہے' اور اس میں علی الاعلان نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں' ہمیں اس سے خطرہ ہے کہ ہماری عورتیں اور ہمارے بیٹے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے' سو تم ان کو منع کرو' اگر وہ چاہیں تو صرف اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کریں' اور اگر وہ اس کا انکار کریں اور علی الاعلان عبادت کرنے پر اصرار کریں تو تم ان سے سوال کرو کہ وہ تمہاری ضمانت کو واپس کر دیں کیونکہ ہم عہد شکنی کرنے کو ناپسند کرتے ہیں اور ہم ابوبکر کو علی الاعلان قرآن پڑھنے پر برقرار نہیں رکھیں گے۔ حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر ابن الدغنہ حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے

Marfat.com

لِيَصْحَبَهُ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ وَهُوَ الْخَبَطُ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ. فَبَيْنَمَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوسٌ فِي بَيْتِ اَبِي بَكْرٍ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ قَالَ قَائِلٌ لِاَبِي بَكْرٍ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَنِّعًا فِي سَاعَةٍ لَّمْ يَكُنْ يَاْتِيْنَا فِيهَا فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ فِدَاءٌ لَّهُ اَبِي وَاُمِّي وَاللّٰهِ مَا جَاءَ بِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا اَمْرٌ قَالَتْ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ لَهُ فَدَخَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِي بَكْرٍ اَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ فَقَالَ اَبُوبَكْرٍ اِنَّمَا هُمْ اَهْلُكَ بِاَبِي اَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّي قَدْ اُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ الصَّحَابَةَ بِاَبِي اَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ اَبُوبَكْرٍ: فَخُذْ بِاَبِي اَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِحْدٰى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالثَّمَنِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَجَهَّزْنَاهُمَا اَحَثَّ الْجِهَازِ وَصَنَعْنَا لَهُمَا سُفْرَةً فِي جِرَابٍ فَقَطَعَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ اَبِي بَكْرٍ قِطْعَةً مِّنْ نِطَاقِهَا فَرَبَطَتْ بِهِ عَلَى فَمِ الْجِرَابِ فَبِذٰلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ قَالَتْ ثُمَّ لَحِقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُو بَكْرٍ بِغَارٍ فِي جَبَلِ ثَوْرٍ فَكَمَنَا فِيهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَبِيتُ عِنْدَهُمَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي بَكْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ ثَقِفٌ لَقِنٌ فَيُدْلِجُ مِنْ عِنْدِهِمَا بِسَحَرٍ فَيُصْبِحُ مَعَ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ فَلَا يَسْمَعُ اَمْرًا يُكْتَادَانِ بِهِ اِلَّا وَعَاهُ حَتّٰى يَاْتِيَهُمَا بِخَبَرِ ذٰلِكَ حِينَ يَخْتَلِطُ الظَّلَامُ وَيَرْعٰى عَلَيْهِمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلٰى اَبِي بَكْرٍ مِنْحَةً مِّنْ غَنَمٍ فَيُرِيحُهَا عَلَيْهِمَا حِينَ تَذْهَبُ سَاعَةٌ مِّنَ الْعِشَاءِ فَيَبِيتَانِ فِي رِسْلٍ وَهُوَ لَبَنُ مِنْحَتِهِمَا وَرَضِيفِهِمَا حَتّٰى يَنْعِقَ بِهَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ بِغَلَسٍ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ تِلْكَ اللَّيَالِي الثَّلَاثِ

آپ سے کیا معاہدہ کیا تھا' پس آپ یا تو اس معاہدہ پر اقتصار کریں یا میری ضمانت میری طرف لوٹا دیں' کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں کہ میں نے ایک شخص سے معاہدہ کر کے اس کو توڑ دیا' تو حضرت ابوبکر نے کہا: میں تمہاری ضمانت کو واپس کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہوں' اور نبی ﷺ ان دنوں مکہ میں تھے' پس نبی ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا: مجھے خواب میں تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے' وہ جگہ دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان ہے اور وہاں کھجوروں کے باغات ہیں اور وہ سیاہ پتھروں کے درمیان ہے' پھر جس نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنی تھی' اس نے اس کی طرف ہجرت کر لی اور وہ عام مسلمان جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' وہ بھی مدینہ کی طرف لوٹ آئے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کی طرف تیاری کی' تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم توقف کرو' کیونکہ مجھے اُمید ہے کہ مجھے (ہجرت) کی اجازت دی جائے گی' تو حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرے باپ فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی توقع ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تب حضرت ابوبکر نے آپ کی مصاحبت کے لیے اپنے آپ کو روکے رکھا اور ان کے پاس جو دو اونٹنیاں تھیں' ان کو چار ماہ تک کیکر کے پتے وغیرہ کھلاتے رہے۔ ابن شہاب نے کہا کہ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے بتایا کہ ہم ایک دن دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی بتانے والے نے حضرت ابوبکر کو بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو سر پر کپڑا ڈالے ہوئے آئے ہیں' اور رسول اللہ ﷺ اس وقت میں ہمارے پاس نہیں آتے تھے' تو حضرت ابوبکر نے کہا: ان پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! اللہ کی قسم! وہ کسی خاص وجہ سے اس وقت آئے ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ آئے اور آپ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی' حضرت ابوبکر نے اجازت دی تو رسول اللہ ﷺ اندر آئے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو باہر نکال دو' حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرے باپ فدا ہوں! وہ آپ ہی کے اہل ہیں'

Marfat.com

وَاسْتَاْجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ رَجُلًا مِّنْ بَنِي الدِّيْلِ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيْتًا وَالْخِرِّيْتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ قَدْغَمَسَ حِلْفًا فِي اٰلِ الْعَاصِ ابْنِ وَائِلٍ السَّهْمِيِّ وَهُوَ عَلٰى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَاَمِنَاهُ فَدَفَعَا اِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ وَّانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيْلُ فَاَخَذَ بِهِمْ طَرِيْقَ السَّوَاحِلِ.

یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: مجھے مکہ سے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ فدا ہوں' کیا میں آپ کی مصاحبت کروں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ فدا ہوں! ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجئے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیمت کے عوض' پھر ہم نے جلدی جلدی ان دونوں کی روانگی کی تیاری کی اور ہم نے ایک تھیلے میں آپ دونوں کے کھانے پینے کی چیزیں رکھیں' پھر حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے پٹکے کے دو ٹکڑے کر کے اس سے اس تھیلے کا منہ باندھ دیا' اسی وجہ سے حضرت اسماء کا لقب ذات النطاقین (دو پٹکے والی) پڑ گیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر پہاڑ ثور کے غار کے اندر چھپ گئے اور تین راتیں وہیں گزاریں' حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بہت سمجھ دار اور ذہین جوان تھے' وہ ان دونوں کے پاس جا کر رات گزارتے تھے اور فجر کے وقت منہ اندھیرے ان دونوں کے پاس سے نکل آتے تھے اور صبح کو مکہ میں قریش کے پاس ہوتے تھے' جیسے وہیں رات گزاری ہو' پھر جو باتیں یہاں سنتے اور ان دونوں کے خلاف کارروائی کی جو باتیں ہوتیں ان کو محفوظ رکھتے' حتیٰ کہ وہ اس خبر کو لے کر آتے' جب صبح (کی روشنی) اندھیرے سے خلط ملط ہو جاتی اور حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرۃ ان کے پاس بکریاں چراتے' پھر ان بکریوں کا دودھ آپ دونوں کو پیش کرتے جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا' پس آپ اس دودھ پر رات گزارتے اور اس کو گرم لوہے سے گرم کر لیتے' پھر صبح منہ اندھیرے عامر بن فہیرہ غار سے نکل آتے' وہ (غار کی) تین راتوں میں سے ہر رات اسی طرح کرتے تھے' بنو الدیل جو بنی عدی کی ایک شاخ تھے' حضرت ابوبکر نے راستہ کی رہنمائی کے لیے اس کا ایک خریت غلام اُجرت پر لیا تھا' خِرّیت کا معنی ہے: راستہ دکھانے کا بہت ماہر' یہ عاص بن وائل سہمی کی آل کا بہت بڑا حلیف تھا' اور یہ کفار قریش کے دین پر تھا' آپ دونوں نے اس پر اعتماد کر لیا تھا' اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دی تھیں' اور اس سے یہ

Marfat.com

وعدہ لیا تھا کہ وہ تین دن کے بعد صبح کو ان کے پاس غارِ ثور میں آئے گا' پھر عامر بن فہیرہ اور وہ راہ نما آپ دونوں کے ساتھ ساحلوں کے راستہ سے چل پڑے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٦٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٠٦ - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَالِكٍ الْمُدْلِجِيُّ وَهُوَ ابْنُ اَخِي سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ سُرَاقَةَ بْنَ جُعْشُمٍ يَقُوْلُ جَاءَنَا رُسُلُ كُفَّارِ قُرَيْشٍ يَجْعَلُوْنَ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ دِيَةَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مَنْ قَتَلَهُ اَوْ اَسَرَهُ فَبَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ فِي مَجْلِسٍ مِّنْ مَّجَالِسِ قَوْمِيْ بَنِيْ مُدْلِجٍ اَقْبَلَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى قَامَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ جُلُوْسٌ فَقَالَ يَا سُرَاقَةُ اِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ اٰنِفًا اَسْوِدَةً بِالسَّاحِلِ اُرَاهَا مُحَمَّدًا وَّاَصْحَابَهُ قَالَ سُرَاقَةُ فَعَرَفْتُ اَنَّهُمْ هُمْ فَقُلْتُ لَهُ اِنَّهُمْ لَيْسُوْا بِهِمْ وَلٰكِنَّكَ رَاَيْتَ فُلَانًا وَّفُلَانًا انْطَلَقُوْا بِاَعْيُنِنَا يَبْتَغُوْنَ ضَالَّةً لَّهُمْ ثُمَّ لَبِثْتُ فِي الْمَجْلِسِ سَاعَةً ثُمَّ قُمْتُ فَدَخَلْتُ فَاَمَرْتُ جَارِيَتِيْ اَنْ تَخْرُجَ بِفَرَسِيْ وَهِيَ مِنْ وَّرَاءِ اَكَمَةٍ فَتَحْبِسَهَا عَلَيَّ وَاَخَذْتُ رُمْحِيْ فَخَرَجْتُ بِهٖ مِنْ ظَهْرِ الْبَيْتِ فَحَطَطْتُ بِزُجِّهِ الْاَرْضَ وَخَفَضْتُ عَالِيَهُ حَتّٰى اَتَيْتُ فَرَسِيْ فَرَكِبْتُهَا فَرَفَعْتُهَا تُقَرِّبُ بِيْ حَتّٰى دَنَوْتُ مِنْهُمْ فَعَثَرَتْ بِيْ فَرَسِيْ فَخَرَرْتُ عَنْهَا فَقُمْتُ فَاَهْوَيْتُ يَدِيْ اِلٰى كِنَانَتِيْ فَاسْتَخْرَجْتُ مِنْهَا الْاَزْلَامَ فَاسْتَقْسَمْتُ بِهَا اَضُرُّهُمْ اَمْ لَا فَخَرَجَ الَّذِيْ اَكْرَهُ فَرَكِبْتُ فَرَسِيْ وَعَصَيْتُ الْاَزْلَامَ تُقَرِّبُ بِيْ حَتّٰى اِذَا سَمِعْتُ قِرَاءَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ لَا يَلْتَفِتُ وَاَبُوْ بَكْرٍ يُّكْثِرُ الْاِلْتِفَاتَ سَاخَتْ يَدَا فَرَسِيْ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى بَلَغَتَا الرُّكْبَتَيْنِ فَخَرَرْتُ عَنْهَا ثُمَّ زَجَرْتُهَا فَنَهَضَتْ فَلَمْ تَكَدْ تُخْرِجُ يَدَيْهَا فَلَمَّا اسْتَوَتْ قَائِمَةً اِذَا لِاَثَرِ يَدَيْهَا عُثَانٌ سَاطِعٌ فِي السَّمَاءِ

ابن شہاب نے کہا: اور مجھے عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی نے خبر دی اور وہ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم کے بھتیجے ہیں' ان کے والد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے سراقہ بن جعشم سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس کفارِ قریش کے ایلچی آئے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر میں سے ہر ایک کو قتل کرنے والے یا ان کو گرفتار کرنے والے کے لیے سو اونٹ انعام مقرر کر دیا ہے' سو جس وقت میں اپنی قوم بنو مدلج کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا' اس وقت ان میں سے ایک شخص آگے آیا' حتیٰ کہ ہمارے پاس کھڑا ہو گیا اور ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے' اس نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل کے راستہ پر کچھ آدمیوں کو دیکھا ہے اور میرا گمان ہے کہ وہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہیں' سراقہ نے کہا کہ میں نے جان لیا کہ یہ وہی لوگ ہیں' سو میں نے (اس کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لیے کہا:) یہ وہ نہیں ہیں' لیکن تم نے فلاں اور فلاں کو دیکھا ہو گا' جو ہمارے سامنے سے اپنی گم شدہ چیز کو تلاش کرنے گئے تھے' پھر میں اس مجلس میں تھوڑی دیر بیٹھا' پھر میں اُٹھ کر گھر گیا اور اپنی باندی کو حکم دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو لے کر فلاں ٹیلہ کے پاس لائے اور وہیں میرا انتظار کرے' میں نے اپنا نیزہ اُٹھایا اور گھر کے عقب سے باہر نکل آیا' میں نیزے کی نوک سے راستہ پر لکیر بناتا ہوا چلا اور نیزے کے اوپر کا حصہ جھکا لیا' حتیٰ کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور اس پر سوار ہو گیا' اور تیز رفتاری کے ساتھ اس کو لے کر چلا' جس قدر تیز رفتاری ممکن تھی' حتیٰ کہ میں ان کے قریب پہنچ گیا' اس وقت میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے گرا دیا' پس میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایا' پھر میں نے تیر سے فال نکالی کہ آیا میں ان کو ضرر پہنچا سکتا ہوں یا نہیں' سو وہ فال نکلی جو مجھے ناپسند تھی' پس میں (دوبارہ)

Marfat.com

مِثْلُ الدُّخَانِ فَاسْتَقْسَمْتُ بِالْأَزْلَامِ فَخَرَجَ الَّذِي أَكْرَهُ فَنَادَيْتُهُمْ بِالْأَمَانِ فَوَقَفُوا فَرَكِبْتُ فَرَسِي حَتّٰى جِئْتُهُمْ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي حِينَ لَقِيتُ مَا لَقِيتُ مِنَ الْحَبْسِ عَنْهُمْ أَنْ سَيَظْهَرُ أَمْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ جَعَلُوا فِيكَ الدِّيَةَ وَأَخْبَرْتُهُمْ أَخْبَارَ مَا يُرِيدُ النَّاسُ بِهِمْ وَعَرَضْتُ عَلَيْهِمِ الزَّادَ وَالْمَتَاعَ فَلَمْ يَرْزَآنِي وَلَمْ يَسْأَلَانِي إِلَّا أَنْ قَالَ أَخْفِ عَنَّا فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَكْتُبَ لِي كِتَابَ أَمْنٍ فَأَمَرَ عَامِرَ بْنَ فُهَيْرَةَ فَكَتَبَ فِي رُقْعَةٍ مِنْ أَدِيمٍ ثُمَّ مَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ الزُّبَيْرَ فِي رَكْبٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا تِجَارًا قَافِلِينَ مِنَ الشَّامِ فَكَسَا الزُّبَيْرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ ثِيَابَ بَيَاضٍ وَسَمِعَ الْمُسْلِمُونَ بِالْمَدِينَةِ مَخْرَجَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ فَكَانُوا يَغْدُونَ كُلَّ غَدَاةٍ إِلَى الْحَرَّةِ فَيَنْتَظِرُونَهُ حَتّٰى يَرُدَّهُمْ حَرُّ الظَّهِيرَةِ فَانْقَلَبُوا يَوْمًا بَعْدَ مَا أَطَالُوا انْتِظَارَهُمْ فَلَمَّا أَوَوْا إِلَى بُيُوتِهِمْ أَوْفَى رَجُلٌ مِنْ يَهُودَ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِهِمْ لِأَمْرٍ يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَبَصُرَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ مُبَيَّضِينَ يَزُولُ بِهِمُ السَّرَابُ فَلَمْ يَمْلِكِ الْيَهُودِيُّ أَنْ قَالَ بِأَعْلَى صَوْتِهِ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ هٰذَا جَدُّكُمُ الَّذِي تَنْتَظِرُونَ فَثَارَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى السِّلَاحِ فَتَلَقَّوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِظَهْرِ الْحَرَّةِ فَعَدَلَ بِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ حَتّٰى نَزَلَ بِهِمْ فِي بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَذٰلِكَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ لِلنَّاسِ وَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامِتًا فَطَفِقَ مَنْ جَاءَ مِنَ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ لَمْ يَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَيِّي أَبَا بَكْرٍ حَتّٰى أَصَابَتِ

اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور فال کے تیروں کی تکذیب کی' میرا گھوڑا مجھے ان کے قریب کر رہا تھا' حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کی آواز سنی' اور آپ کسی طرف توجہ نہیں کر رہے تھے' اور حضرت ابوبکر اِدھر اُدھر مڑ کر دیکھتے تھے' میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے' حتیٰ کہ گھٹنوں تک زمین کے اندر پہنچ گئے' پس میں زمین پر گر پڑا' میں نے گھوڑے کو اُٹھنے کے لیے جھڑکا' گھوڑا اُٹھنے لگا مگر وہ اپنے دونوں اگلے پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا' پھر جب گھوڑا سیدھا ہوا تو اس کے پاؤں کے اثر سے دھوئیں کی طرح غبار آسمان کی طرف چڑھنے لگا' میں نے پھر تیروں سے فال نکالی' پھر وہی فال نکالی جو مجھے ناپسند تھی' پھر میں نے دونوں کو امان دینے کے لیے پکارا' سو وہ ٹھہر گئے' پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا' اور میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں نے ان کو روکنے کا جو ارادہ کیا تھا' اس وجہ سے مجھ پر جو مصیبت آئی تھی وہ آئی' سو ضرور رسول اللہ ﷺ کا دین غالب ہو کر رہے گا' پس میں نے آپ سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ (کو گرفتار کرنے پر) سو اونٹ انعام رکھے تھے' اور میں نے ان کو خبر دی کہ وہ لوگ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں اور میں نے ان کو کھانے کی چیزوں اور دیگر سامانِ سفر کی پیش کش کی تو انہوں نے مجھ سے کچھ نہیں لیا اور نہ مجھ سے کوئی سوال کیا مگر صرف یہ فرمایا کہ ہماری خبر پوشیدہ رکھنا' میں نے سوال کیا کہ آپ میرے لیے امن کی دستاویز لکھ دیں تو آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ وہ چمڑے کے ایک ٹکڑے میں مجھے لکھ دے' پھر رسول اللہ ﷺ چلے گئے' ابن شہاب نے کہا: پس مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آ رہے تھے' حضرت زبیر نے رسول اللہ ﷺ کو اور حضرت ابوبکر کو سفید کپڑے پیش کیے اور مدینہ میں مسلمانوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے تشریف لا رہے ہیں' سو وہ ہر روز صبح کے وقت سیاہ پتھریلی زمین پر آپ کا انتظار کرتے تھے' حتیٰ کہ دوپہر کی گرمی ان کو لوٹا دیتی' پس

Marfat.com

الشَّمْسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى ظَلَّلَ عَلَيْهِ بِرِدَائِهٖ فَعَرَفَ النَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَبِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً وَّاُسِّسَ الْمَسْجِدُ الَّذِيْ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى وَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَسَارَ يَمْشِيْ مَعَهُ النَّاسُ حَتّٰى بَرَكَتْ عِنْدَ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْهِ يَوْمَئِذٍ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَانَ مِرْبَدًا لِّلتَّمْرِ لِسُهَيْلٍ وَّ سَهْلٍ غُلَامَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِيْ حَجْرِ اَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ هٰذَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْمَنْزِلُ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُلَامَيْنِ فَسَاوَمَهُمَا بِالْمِرْبَدِ لِيَتَّخِذَهٗ مَسْجِدًا فَقَالَا: لَا بَلْ نَهَبُهٗ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْبَلَهٗ مِنْهُمَا هِبَةً حَتّٰى ابْتَاعَهٗ مِنْهُمَا ثُمَّ بَنَاهُ مَسْجِدًا وَّطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ اللَّبِنَ فِيْ بُنْيَانِهٖ وَيَقُوْلُ وَهُوَ يَنْقُلُ اللَّبِنَ

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرْ
هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرْ

وَيَقُوْلُ:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةْ
فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

ایک دن وہ بہت طویل انتظار کرنے کے بعد لوٹے' جب وہ اپنے گھروں میں پہنچے تو ایک یہودی اپنے مکانوں میں سے ایک اونچے مکان پر چڑھا' وہ اپنی کسی چیز کو دیکھ رہا تھا' اچانک اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو سفید لباس پہنے ہوئے آتے دیکھا' وہ جس قدر قریب آ رہے تھے تو ان سے سراب (ریت کی چمک) دور ہو رہا تھا' سو وہ ضبط نہ کر سکا اور بلند آواز سے چلایا: اے عرب کے لوگو! تمہارے وہ بزرگ آ گئے ہیں جن کا تمہیں انتظار تھا' پس مسلمان اپنے اپنے ہتھیار لے کر دوڑے اور سیاہ پتھریلی زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا' آپ نے ان کے ساتھ دائیں طرف کا راستہ اختیار کیا حتیٰ کہ آپ نے ان کے ساتھ بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں قیام کیا اور یہ ربیع الاوّل کے مہینے کا پیر کا دن تھا' سو حضرت ابوبکر لوگوں کے سامنے کھڑے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے ہوئے تھے' پھر انصار میں سے وہ اصحاب آئے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا' وہ حضرت ابوبکر کو تعظیم دینے لگے' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آئی تو حضرت ابوبکر آگے بڑھ کر اپنی چادر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایا کرنے لگے' تب ان اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے زیادہ راتیں بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں گزاریں' اور وہ مسجد بنائی گئی جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی' پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے' صحابہ بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے' حتیٰ کہ وہ اونٹنی مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے پاس ٹھہر گئی اور ان دنوں اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز پڑھتے تھے' یہاں سہل اور سہیل نام کے دو یتیم لڑکوں کی کھجوروں کے ڈھیر کو خشک کرنے کی جگہ (کھلیان) تھی جو حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ کے زیر پرورش تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی وہاں بیٹھ گئی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان شاء اللہ یہی منزل ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکوں کو بلایا اور ان دونوں سے کھجوروں کے اس کھلیان کی قیمت معلوم کی' تا کہ آپ اس جگہ مسجد بنا لیں' ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ! بلکہ

Marfat.com

فَتَمَثَّلَ بِشِعْرِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يُسَمَّ لِيْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّلَمْ يَبْلُغْنَا فِي الْاَحَادِيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمَثَّلَ بِبَيْتِ شِعْرٍ تَامٍّ غَيْرِ هٰذَا الْبَيْتِ ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہم آپ کو یہ جگہ ہبہ کرتے ہیں' سو رسول اللہ ﷺ نے ان لڑکوں سے اس ہبہ کے لینے سے انکار فرمایا' حتیٰ کہ آپ نے ان سے وہ جگہ خرید لی' پھر اس جگہ کو مسجد بنا دیا اور رسول اللہ ﷺ مسجد بنانے کے لیے ان کے ساتھ اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے اور اینٹیں اُٹھاتے ہوئے یہ نظم پڑھ رہے تھے:

یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے
اے ہمارے رب! یہ بہت نیک اور پاکیزہ ہے

اور (اللہ کے حضور) عرض کر رہے تھے:

اے اللہ! بے شک اجر تو آخرت کا اجر ہے
سو تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما

سو آپ نے کسی مسلمان شخص کے کہے ہوئے اشعار کو پڑھا تھا' جس کا نام مجھے معلوم نہیں۔ ابن شہاب نے کہا: ہمیں ایسی احادیث نہیں پہنچیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان اشعار کے علاوہ کوئی مکمل شعر پڑھا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کر کے لانے والے کے لیے سو اونٹ انعام کا اعلان کرنا اور سراقہ کا اس مہم کے لیے روانہ ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے ساتھ متصل ہے' امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس حدیث کا الگ سے ذکر کیا ہے۔ امام حاکم نے اکلیل میں اس کا امام ابن اسحاق کی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: المدلجی' یہ بنو مدلج بن مرہ سے تھے' ان کے دادا کا نام مالک بن جعشم ہے' اس روایت میں سراقہ کی نسبت ان کے دادا کی طرف ہے' اور سراقہ کے والد مالک بن جعشم ہیں' کسی نے ان کا صحابہ میں ذکر نہیں کیا' امام ابن حبان نے ان کا ذکر تابعین میں کیا ہے۔

اس حدیث میں ہے: ہر ایک کی دیت یعنی ہر ایک کے عوض سو اونٹ ملیں گے' یہ موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے اور امام طبرانی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ جب قریش نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کو نہیں پایا تو انہوں نے ان کو تلاش کرنا شروع کیا' اور انہوں نے نبی ﷺ کی خبر لانے والے کے لیے سو اونٹ انعام رکھا' اور وہ مکہ کے پہاڑوں میں گھومتے رہے' حتیٰ کہ وہ اس پہاڑ کے پاس بھی پہنچے جس میں رسول اللہ ﷺ تھے' تو جو شخص غار کے سامنے تھا' اس کو دیکھ کر حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص ہم کو دیکھ لے گا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں! فرشتوں نے اپنے پروں سے ہم کو چھپایا ہوا ہے۔

Marfat.com

سراقہ کا نبی ﷺ کا تعاقب کرنا پھر نبی ﷺ کا معجزہ دیکھ کر آپ سے امان لکھوانا اور واپس جانا

اس حدیث میں ہے: ''اسـودۃ'' یعنی اشخاص' امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ اس شخص نے سراقہ کو بتایا کہ میں نے تین سوار دیکھے ہیں اور میرا گمان ہے کہ وہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب ہیں۔

سراقہ نے کہا: تم نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے' امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: سراقہ نے اس سے کہا: چپ کرو' یعنی سراقہ قریش کی توجہ رسول اللہ ﷺ سے ہٹانا چاہتا تھا تا کہ وہ تنہا انعام حاصل کرے۔

سراقہ نے فال نکالی: اس نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ تم ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اس کی خواہش یہ تھی کہ وہ ان کو پکڑ کر قریش کے پاس لے آئے اور انعام حاصل کرے۔

جب سراقہ نے نبی ﷺ کی آواز سنی: نبی ﷺ نے سراقہ کے خلاف دعاءِ ضرر کی: اے اللہ! تو ہم کو ان سے جس طرح چاہے بچا! حسن بصری کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو گرا دے! سو وہ گھوڑے سے گر گیا۔

حضرت اسماء کی روایت میں ہے: وہ گھوڑا گھٹنوں کے بل گر گیا۔

حضرت براء کی روایت میں ہے کہ گھوڑا اپنے پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔

امام ابن اسحاق کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر میں نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی تو وہ حسب سابق تھی۔

موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ گرد و غبار دھوئیں کی مانند اُڑا اور میں نے یہ جان لیا کہ اب مجھے روک دیا گیا ہے۔

ابوخلیفہ کی روایت ہے: میں نے امان کے لیے پکارا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! میں نے جان لیا ہے کہ یہ آپ کا کام ہے' آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے دے' اور اللہ کی قسم! میں اپنے پیچھے لوگوں کو آپ سے بے خبر رکھوں گا۔

امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: میں سراقہ بن مالک بن جعشم ہوں' مجھے اپنے ساتھ کلام کرنے کی مہلت دیں' سو اللہ کی قسم! میں نہ خود آپ کا پیچھا کروں گا اور نہ میری طرف سے آپ کے پاس کوئی ناگوار چیز آئے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ اضافہ ہے: میں آپ کو نفع پہنچاؤں گا' نقصان نہیں دوں گا اور میرے پیچھے آپ کی تلاش میں جو لوگ آ رہے ہیں' ان کو واپس کر دوں گا۔

نیز حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے: اس نے ان سے عہد کیا کہ وہ ان سے جنگ نہیں کرے گا اور نہ ان کی خبر دے گا اور تین دن تک چھپا رہے گا۔

امام ابن ابی شیبہ کی روایت ہے: سو وہ رُک گیا اور اس نے زادِراہ اور دیگر چیزوں کی پیش کش کی تو آپ نے اور حضرت ابوبکر نے کہا: ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے: آپ کے راستہ میں میری اونٹنیاں ہیں' آپ ان کا دودھ دوہ لیں اور میرے ترکش سے تیر لے لیں۔

ابوخلیفہ کی روایت ہے کہ آپ کے راستہ میں فلاں جگہ میرے اونٹ اور بکریاں ہیں' آپ ان میں سے اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں' آپ نے فرمایا: ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے اور آپ نے اس کے لیے دعائے خیر کی۔

Marfat.com

حضرت براء کی روایت ہے: آپ کی دعا سے وہ نجات پا گیا' پھر اس کو واپسی میں جو شخص بھی ملتا تو وہ اس سے کہتا: تم نے پوری کوشش کر لی' وہ یہاں نہیں ہیں' اور یوں وہ اس کو واپس کر دیتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں' آپ نے فرمایا: تم اپنی جگہ ٹھہرنا اور کسی کو ہمارے پیچھے نہ آنے دینا' پس دن کی ابتداء میں وہ آپ کا مخالف تھا اور دن کے آخر میں وہ آپ کا حامی تھا اور ہتھیاروں سے آپ کی حفاظت کر رہا تھا۔

امام ابن سعد کی روایت ہے کہ اس نے واپس آ کر قریش سے کہا: تم کو معلوم ہے کہ مجھے راستوں کی کتنی پہچان اور مہارت ہے' لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا' سو تم واپس جاؤ' تو وہ واپس چلے گئے۔

(میں کہتا ہوں کہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ نبی کی حفاظت کے لیے خلاف واقع خبر دینا واجب ہے۔ سعیدی غفرلہ)

امام ابن اسحاق کی روایت ہے کہ آپ نے اس کی درخواست پر کسی کپڑے یا چمڑے کے ٹکڑے پر اس کو امان لکھ دی اور اس نے اس امان کی دستاویز کو اپنے ترکش میں رکھ لیا۔

موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے: پس میں لوٹ گیا' مجھ سے آپ کے متعلق سوال کیا گیا' میں نے کچھ نہیں بتایا حتیٰ کہ جب آپ فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے' تو میں آپ سے ملنے کے لیے گیا اور میرے پاس وہ امن کی دستاویز تھی' میں نے الجعرانہ میں آپ سے ملاقات کی' حتیٰ کہ میں آپ کے قریب پہنچا' میں نے اس دستاویز کو بلند کر کے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! یہ آپ کا لکھا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: یہ (وعدہ کی) وفاء اور نیکی کا دن ہے' تم قریب آؤ' سو میں اسلام لے آیا' حسن بصری نے سراقہ سے روایت کی ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ آپ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو میری قوم کی طرف حملہ کرنے کے لیے بھیجنے کا ارادہ فرما رہے ہیں' سو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ آپ میری قوم کو چھوڑ دیں' اگر میری قوم نے اسلام قبول کر لیا تو فبہا ورنہ میں ان میں سے اسلام لے آؤں گا' پس آپ نے ایسا کر لیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب ابوجہل کو پتا چلا کہ سراقہ نے آپ کو چھوڑ دیا تو اس نے سراقہ کو ملامت کی' اس وقت سراقہ نے یہ اشعار پڑھے: (ترجمہ)

''اے ابوالحکم! اگر تو مشاہدہ کرتا' میرے گھوڑے کے اس حال کا جب اس کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئی تھیں' تو تعجب کرتا اور تجھے اس میں شک نہ ہوتا' کہ محمد نبی ہیں اور ان کے پاس برہان ہے جس کو کون چھپا سکتا ہے''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں استقبال اور صحابہ کا یا محمد' یا رسول اللہ کے نعرے لگانا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جب مسلمانوں نے سنا کہ آپ صبح کو مدینہ پہنچ رہے ہیں۔

امام حاکم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عویم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جب ہمیں یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لا رہے ہیں تو ہم سیاہ پتھریلی زمین (حرہ) پر بیٹھ کر آپ کا انتظار کرتے رہتے' حتیٰ کہ جب دھوپ تیز ہو جاتی تو ہم اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے' حتیٰ کہ جب وہ دن آیا جب آپ تشریف لائے تو ہم اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے' سو جب ہم گھروں کو لوٹ گئے تو آپ تشریف لائے۔

مصنف کہتا ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم رات کے وقت مدینہ پہنچے' پس صحابہ کا اس میں جھگڑا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کے گھر ٹھہریں گے' تو آپ نے فرمایا: میں بنو النجار کے گھر ٹھہروں گا جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں

میں اس طرح ان کی تکریم کروں گا' پس مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور لڑکے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور وہ بلند آواز سے پکار رہے تھے: یا محمد' یا رسول اللہ' یا محمد' یا رسول اللہ! (صحیح مسلم: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۴۱۶) (سعیدی غفرلہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث میں ہے: حتیٰ کہ آپ بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں ٹھہرے' یعنی حضرت مالک بن اوس بن حارثہ کے ہاں اور ان کے گھر قباء میں تھے' اور یہ مدینہ میں مسجد نبوی سے ایک فرسخ (ساڑھے چار انگریزی میل) کے فاصلہ پر ہے اور آپ حضرت کلثوم بن ھدم کے ہاں ٹھہرے تھے۔

اس حدیث میں ہے کہ یہ ربیع الاوّل کے مہینہ کے پیر کا دن تھا' یہی معتمد قول ہے اور جس نے کہا: وہ جمعہ کا دن تھا' وہ شاذ قول ہے۔ صحیح مسلم کے اواخر میں بھی اسی طرح ہے۔

انصاری صحابہ کا رسول اللہ کے بجائے حضرت ابوبکر کو سلام کرنا' علامہ ابن التین وغیرہ کی طرف سے اس کی توجیہ

اس حدیث میں ہے: انصار میں سے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلے زیارت نہیں کی تھی وہ حضرت ابوبکر کی تعظیم کرنے لگے' یعنی ان کو سلام کرنے لگے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ شام میں تجارت کی وجہ سے حضرت ابوبکر کا مدینہ بہ کثرت آنا جانا تھا' سو وہ ان کو پہچانتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تک مدینہ نہیں آئے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ سیاق وسباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو انصار حضرت ابوبکر کی تعظیم کر رہے تھے اور ان کو سلام کر رہے تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پہچانتے تھے اور انہوں نے حضرت ابوبکر کے متعلق یہ گمان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' اس لیے انہوں نے حضرت ابوبکر کی تعظیم کی اور ان کو سلام کیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حدیث میں ہے: پس حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی چادر سے سایا کرنے لگے' تب انصار نے جانا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش بیٹھ گئے' پھر انصاری صحابہ میں سے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا' انہوں نے حضرت ابوبکر کے متعلق یہ گمان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' اور جب دھوپ آئی تو حضرت ابوبکر (اپنی چادر سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایا کرنے لگے۔

امام ابن اسحاق نے حضرت عبدالرحمٰن بن عویم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر سائے میں آئے' اللہ کی قسم! مجھے پتا نہیں چلا کہ ان میں کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر آپ کو سائے میں لا رہے ہیں' اس سے ہم نے پہچانا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ہجرت کے وقت انصاری صحابہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشتباہ کی توجیہ میں مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو دلکش جمال ہے اور آپ کے رخ زیبا پر جو انوار وتجلیات ہیں اس سے تو بداہۃً پتا چل جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' پھر ان صحابہ کو کیسے پتا نہیں چلا کہ ان میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سفر ہجرت میں نو روز حضرت ابوبکر آپ کے ساتھ رہے اور تین روز تک تنہا آپ کے ساتھ رہے اور اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار وتجلیات اپنے اندر جذب کرتے رہے' حتیٰ کہ جب وہ آپ کے ساتھ مدینہ پہنچے تو اس حال میں پہنچے کہ چہرہ ابوبکر کا تھا اور جمال اور انوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے' قامت ابوبکر کی تھی اور چال رسول اللہ کی' سراپا ابوبکر کا تھا اور حُسن رسول اللہ کا تھا' حتیٰ کہ دیکھنے والے پہچان نہ سکے کہ ان میں سے کون رسول اللہ ہیں۔

Marfat.com

من تو شدم تو من شدی
"میں تو ہو گیا ' تو میں ہو گیا
من تن شدم تو جاں شدی
میں جسم ہو گیا' تو روح ہو گیا"

گلے خوشبوئے در حمام روزے
"ایک دن خوشبودار مٹی مجھے حمام میں
رسید از دست محبوبم بدستم
میرے محبوب کے ہاتھ سے ملی"

بدو گفتم کہ تو مشکی یا عبیری
"میں نے اس سے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر
کہ از بوئے دل آویزے تو مستم
کہ تیری دل آویز خوشبو سے میں مست ہو گیا ہوں"

بگفتا من گلے نا چیز بودم
"اس نے کہا: میں وہی ناچیز مٹی ہوں
ولیکن مدتے با گل نشستم
لیکن ایک عرصہ تک پھولوں کی صحبت میں رہی ہوں"

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
"ہم نشیں کے جمال نے مجھ میں اثر کیا ہے
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم
ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو میں تھی"۔

کہتے ہیں کہ تلوں کا تیل اتنا قیمتی نہیں ہوتا لیکن اگر ایک رات ان تلوں کو چنبیلی کے پھولوں میں بسا دیا جائے تو پھر وہ عام تیل نہیں ہوتا' چنبیلی کا تیل ہوتا ہے' چنبیلی کا رنگ اور اس کی خوشبو ہوتی ہے' اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے' ایک رات چنبیلی کی رفاقت کا یہ اثر ہوتا ہے تو حضرت ابوبکر جو یک و تنہا تین راتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں رہے' ان کی کیفیت کا کیا عالم ہو گا!

بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں قیام کی مدت

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں دس سے زیادہ راتیں ٹھہرے۔ اس سے اگلے باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث آ رہی ہے' اس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پر چودہ راتیں ٹھہرے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آپ ان کے محلہ میں تین دن ٹھہرے تھے۔

ابن شہاب نے مجمع بن حارثہ سے روایت کی ہے کہ آپ ان کے محلہ میں بائیس راتیں ٹھہرے تھے۔

امام ابن اسحاق نے کہا کہ آپ ان کے ہاں پانچ دن ٹھہرے تھے' اور بنو عمرو بن عوف اس سے زیادہ دنوں کا زعم کرتے ہیں۔

اس کی تحقیق کہ وہ کون سی مسجد ہے' جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اس مسجد کو بنایا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔

امام عبد الرزاق نے از معمر از ابن شہاب از عروۃ یہ روایت کی ہے: جن لوگوں نے اس مسجد کو بنایا جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی وہ لوگ بنو عمرو بن عوف ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: آپ بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں تین راتیں ٹھہرے اور اس جگہ ایک مسجد بنائی جس میں آپ نماز پڑھتے تھے' پھر اس مسجد کو بنو عمرو بن عوف نے بنایا' یہی وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی۔

یونس بن بکیر نے زیادات مغازی میں مسعودی سے روایت کی ہے کہ الحکم بن عتیبہ نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ قباء میں ٹھہرے' حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسی جگہ ضروری تھی جس میں سایا ہو کہ جب آپ بیدار ہوں تو اس میں نماز پڑھیں' پس پتھر جمع کیے گئے اور مسجد قباء بنائی گئی اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جو مدینہ

میں بنائی گئی تھی' اور تحقیق یہ ہے کہ یہ وہ پہلی مسجد ہے جس میں نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو جماعت کے ساتھ علی الاعلان نماز پڑھائی اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جو عام مسلمانوں کے لیے جماعت سے نماز پڑھنے کی خاطر بنائی گئی' ہر چند کہ اس سے پہلے بھی مسجد بنائی گئی تھی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی تھی' تاہم وہ انفرادی تھی۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے ہم دو سال مدینہ میں رہے' ہم مساجد بناتے تھے اور ان میں نماز قائم کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط (التوبہ:١٠٨) البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روزِ اوّل سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے' وہ اس کی مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔

جمہور علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہی مسجد قباء ہے اور یہی ظاہر آیت کا منشاء ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ تمہاری یہ مسجد ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: دو افراد کا اس مسجد کے مصداق میں اختلاف ہوا جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے' ایک شخص نے کہا ہے: وہ مسجد نبوی ہے' اور دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے' پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ یہی مسجد ہے یعنی مسجد نبوی اور مسجد قباء میں بھی خیر کثیر ہے۔ امام احمد نے حضرت سہل بن سعد سے اور حضرت ابی بن کعب سے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے۔

مسجد نبوی کے افضل ہونے کے ثبوت میں علامہ قرطبی اور حافظ ابن حجر کے دلائل

علامہ قرطبی متوفی ٦٥٢ھ نے لکھا ہے کہ جن دو افراد نے یہ سوال کیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ بہ ظاہر دونوں مسجدیں برابر تھیں کیونکہ دونوں مسجدوں کو نبی ﷺ نے بنایا تھا' اس لیے انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں مذکور ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ پر ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس سے مراد آپ کی مسجد ہے' یعنی مسجد نبوی' اور مسجد نبوی کی مسجد قباء پر فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ مسجد قباء کو بنانے کا نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حتمی حکم نہیں دیا تھا' یا یہ کہ آپ نے اس کو اپنے اجتہاد سے بنایا تھا' اس کے برخلاف مسجد نبوی کو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنایا تھا' یا آپ کے اور آپ کے اصحاب کے لیے مسجد نبوی میں ایسی کیفیات قلبیہ حاصل ہوئیں جو کسی اور مسجد میں حاصل نہیں ہوئیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجد نبوی کو اس لیے افضلیت حاصل ہوئی ہو کہ یہاں آپ کا بہت طویل قیام رہا' اس کے برخلاف مسجد قباء میں آپ صرف چند دن رہے تھے اور مسجد نبوی کی افضلیت کے لیے آپ کا اس میں طویل قیام کافی ہے اور علامہ قرطبی نے اس کی افضلیت کے بیان میں جو تکلفات کیے ہیں' ان کی چنداں ضرورت نہیں ہے' اور حق یہ ہے کہ ان دونوں کی ہی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور اس آیت کے بقیہ حصہ میں مذکور ہے:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○ (التوبہ:١٠٨) اس میں ایسے اشخاص ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے ○

آیت کے اس جملہ سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس آیت کا مصداق مسجد قباء ہے۔

Marfat.com

امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ط (التوبہ:١٠٨) اس میں ایسے اشخاص ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔

یہ آیت اہل قباء کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس بناء پر آپ نے جو اُن دو مردوں کے سوال کے جواب میں فرمایا' اس آیت کا مصداق مسجد نبوی ہے اور مسجد قباء میں بھی خیر کثیر ہے' اس کا محمل اس وہم کو دور کرنا تھا کہ اس آیت کا مصداق مسجد قباء کے ساتھ خاص ہے' اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

علامہ داؤدی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان دونوں مسجدوں کی بنیاد تقویٰ پر ہے' اسی طرح علامہ سہیلی نے کہا ہے اور دوسروں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا: ''من اوّل یوم'' (روزِ اوّل سے) اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے مراد مسجد قباء ہو کیونکہ اس مسجد کی بنیاد اس پہلے دن رکھی گئی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ہجرت میں تشریف لائے تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ١١٤)

مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہے کہ مسجد قباء اور مسجد نبوی دونوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور علامہ قرطبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسجد نبوی کی افضلیت پر جو دلائل دیئے ہیں وہ بھی درست ہیں' تاہم مسجد نبوی کی افضلیت پر واضح دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنے کا اجر مسجد حرام کے سوا دیگر مساجد سے پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد قباء کے متعلق آپ کا ایسا کوئی ارشاد نہیں ہے۔

انصاری صحابہ کا اپنی میزبانی پر آپ سے اصرار کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: آپ جمعہ کے دن قباء سے سوار ہوئے' پس بنوسالم بن عوف میں آپ نے جمعہ کی نماز کا وقت پالیا تو انہوں نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اس بڑی اور قوی جماعت کی طرف آئیں' ہمارے درمیان ٹھہریں' پھر آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑنے میں ان کے درمیان تنازع ہوا' انہوں نے بتایا کہ بنوسالم میں سے حضرت عتبان بن مالک تھے' بنوبیاضہ میں سے حضرت فروۃ بن عمرو تھے اور بنوساعدہ میں سے حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت المنذر بن عمرو تھے اور بنوعدی میں سے حضرت ابوسلیط تھے رضی اللہ عنہم۔ آپ نے ان سب سے فرمایا: اس اونٹنی کو چھوڑ دو' یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انصار نے آ کر کہا: یارسول اللہ! ہماری طرف آئیں' تو آپ نے فرمایا: اونٹنی کو چھوڑ دو' یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے' پس وہ اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازہ پر بیٹھ گئی۔

حضرت ابوایوب انصاری کو شرفِ میزبانی عطاء فرمانا

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ وہ اونٹنی مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے پاس بیٹھ گئی۔

حضرت براء نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انصار کا اس میں تنازع ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کے گھر ٹھہریں گے تو آپ نے فرمایا: میں حضرت عبدالمطلب کے ماموں کے گھر ٹھہر کر ان کی تکریم کروں گا۔

امام سعید بن منصور نے عطاف بن خالد سے روایت کی ہے کہ اس اونٹنی کو پہلے بٹھایا گیا تو صحابہ آپ کے پاس آئے اور عرض

Marfat.com

کیا: یارسول اللہ! آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا: اس اونٹنی کو چھوڑ دو' پس وہ اونٹنی روانہ ہوئی' حتیٰ کہ مسجد کے منبر کی جگہ کے پاس ٹھہر گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سے اُترے' اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' انہوں نے کہا: ان سب کی بہ نسبت میرا گھر سب سے قریب ہے' آپ مجھے اجازت دیں' میں آپ کا سامان وہاں لے جاؤں' آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے' پس انہوں نے سامان اتارا اور اونٹنی کو اپنے گھر کے پاس بٹھادیا۔

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت ابوایوب نے آپ کا سامان اپنے گھر پہنچایا تو آپ نے فرمایا: آدمی اپنے سامان کے ساتھ رہتا ہے اور انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوایوب کے ہاں آپ کے قیام کی مدت سات ماہ تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد کے لیے زمین خریدنا

اس حدیث میں ہے کہ مسجد کی جگہ کھجوروں کا کھلیان تھا' یہ جگہ حضرت سہل اور حضرت سہیل کی تھی' یہ انصار کے دونو جوان لڑکے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں عنقریب ان دونوں کو راضی کروں گا۔ امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چچا سے بات کی اور اس زمین کی قیمت معلوم کی' ان لڑکوں نے زمین کی قیمت لینے سے انکار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر قیمت کے اس زمین کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ امام محمد بن سعد نے از معمر از زہری روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ اس زمین کی قیمت ادا کردیں۔ معمر کے علاوہ دوسروں نے روایت کی ہے کہ آپ نے ان لڑکوں کو دس دینار عطاء فرمائے تھے' اور ابواب المساجد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنو النجار! تم مجھے اپنا یہ باغ قیمۃً دے دو' تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے' اور ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جب انہوں نے کہا کہ ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے تو آپ نے پوچھا: اس زمین کا مالک کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ دو لڑکے اس زمین کے مالک ہیں' تو آپ نے ان لڑکوں سے اس زمین کو خرید لیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد کی تعمیر کے لیے صحابہ کے ساتھ اینٹیں اُٹھا کر لانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ساتھ اینٹیں اُٹھا کر لارہے تھے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ کچی اینٹیں تھیں جن کو آگ پر پکایا نہیں گیا تھا۔

ابن عائذ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس جگہ بارہ دن چھپر کے نیچے نمازیں پڑھیں' پھر اس کی بنیاد ڈالی اور اس پر چھت بنائی' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پہلے آپ نے کھجور کی شاخوں سے مسجد بنائی' پھر ہجرت کے چار سال بعد کچی اینٹوں سے اس مسجد کو بنایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شعر گوئی کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ یہ پڑھ رہے تھے:

اے اللہ! بے شک اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے' تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما!

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس باب کے بعد حضرت انس کی روایت میں ہے:

اے اللہ! خیر تو صرف آخرت کی خیر ہے' سو تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما!

اس حدیث میں ہے: آپ نے کسی مسلمان شخص کا یہ شعر پڑھا تھا' جس کا نام مجھے معلوم نہیں ہے۔

Marfat.com

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کلام سے مراد رجز ہو اور ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد کوئی اور شعر ہو۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: پہلا احتمال ہی معتمد ہے اور اس شعر مذکور کی حال کے ساتھ مناسبت واضح ہے' اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ جن احادیث میں مکان بنانے کو مکروہ فرمایا ہے' اس سے مراد وہ مکان ہے جو ضرورت سے زائد ہو یا جو تعمیر کسی دینی معاملہ کے لیے نہ ہو جیسے مساجد کی تعمیر۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابن شہاب نے کہا: ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ ان اشعار کے علاوہ نبی ﷺ نے کوئی مکمل شعر پڑھا ہو۔ حافظ ابن حجر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

زہری کے اس قول پر دو وجہ سے رد کیا گیا ہے: اوّل یہ کہ آپ کا یہ کلام رجز تھا شعر نہیں تھا' یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص رجز پڑھنے والا ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ شعر پڑھنے والا ہے۔ ثانی اس لیے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ نے شعر کہا ہے یا نہیں اور اگر آپ کا شعر کہنا جائز ہے تو آپ نے ایک شعر کہا ہے یا زائد اشعار کہے ہیں۔ پہلے رد کا جواب یہ ہے کہ رجز بھی شعر کی اقسام سے ہے جب کہ وہ موزون ہو' اور غزوۂ خندق میں آپ نے اس طرح کہا تھا: "فاغفر للمهاجرين والانصار" اور یہ موزون نہیں ہے' اور دوسرے رد کا جواب یہ ہے کہ آپ کے لیے شعر بنانا ممتنع ہے' شعر پڑھنا ممتنع نہیں ہے اور آپ کسی کا بنایا ہوا شعر پڑھیں' اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

زہری کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے کہ حدیث میں جس شعر کا ذکر ہے وہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کا بنایا ہوا تھا' اور زہری تک یہ خبر نہیں پہنچی اور جو صحیح میں مذکور ہے' وہ زیادہ صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان شخص کا شعر تھا اور اس حدیث میں شعر پڑھنے کے جواز کا ثبوت ہے' خصوصاً جنگ کے دوران اور مشکل کاموں میں تعاون کے درمیان' کیونکہ ان اشعار کے ذریعہ جنگ پر اور دشوار اور سخت کاموں کے کرنے پر اُبھارا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نبی ﷺ کی شعر گوئی کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ جو علماء نبی ﷺ سے شعر گوئی کی نفی کرتے ہیں' ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یٰس: ۶۹) اور ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہے' یہ کتاب تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے ۝

امر واقعہ یہ ہے کہ نبی ﷺ حقیقت کے ترجمان تھے' آپ شاعر تھے نہ قرآن شعر و شاعری' کیونکہ شعر و شاعری میں الفاظ مقصود ہوتے ہیں اور معانی الفاظ کے تابع ہوتے ہیں اور نبی کا مقصود معانی ہوتے ہیں اور الفاظ ان کے تابع ہوتے ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کی بعض آیات کے آخری الفاظ ایک وزن پر ہیں' جن سے کفار کو ان آیات پر اشعار ہونے کا شبہ ہوتا تھا' اسی طرح نبی ﷺ نے خود بھی کلام موزون فرمایا ہے' جیسا کہ بعض احادیث میں ہے:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خندق کھودتے وقت فرما رہے تھے:

والله لو لا الله ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

"اللہ کی قسم! اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے' اور نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے"

فانزلن سكينة علينا وثبت الاقدام ان لاقينا

"سو تو ہم پر طمانیت نازل فرما! اور اگر کافروں سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھنا"۔ (صحیح البخاری: ۳۱۰۴' صحیح مسلم: ۱۸۰۳)

Marfat.com

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رجز پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ رجز پڑھ رہے تھے' آپ نے (اللہ کے حضور) عرض کیا:

اللّٰھم لا خیر الّا خیر الاٰخرۃ فاغفر للانصار والمھاجرۃ

''اے اللہ! آخرت کی خیر کے سوا اور کوئی خیر نہیں' سو تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما!''۔

رجز کا معنی ہے: جنگ میں دشمن کے سامنے بہادری کے اظہار کے لیے یا مشکل اور مشقت کے کاموں میں ہمت بڑھانے کے لیے کلام موزون پیش کرنا۔

علامہ علی بن محمد جرجانی سید میر شریف متوفی ٨١٦ھ لکھتے ہیں:

لغت میں شعر کا معنی ہے: علم' اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے: وہ کلام مقفّٰی جس میں وزن کا قصد کیا گیا ہو' اس آخری قید سے درج ذیل آیت پر شعر کا اطلاق نہیں ہوگا:

الذی انقض ظھرک ○ ورفعنا لک ذکرک ○ (الم نشرح:٤-٣)

''جس بوجھ نے آپ کی پشت کو گراں بار کیا تھا' اور ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا''۔

اس آیت میں بھی کلام مقفّٰی موزون ہے' لیکن اس میں وزن کا قصد نہیں کیا گیا۔

اور منطقیوں کی اصطلاح میں شعر کا معنی ہے: وہ کلام ہے جو خیالی باتوں سے بنایا گیا ہو۔

(کتاب التعریفات ص٩٢-٩١' دارالفکر' بیروت' ١٤١٨ھ)

میں کہتا ہوں کہ کفار جو قرآن مجید کی بعض آیات کو شعر کہتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ مرنے کے بعد انسانوں کو پھر زندہ کیا جائے گا اور نیک لوگوں کو جنت کے باغات ملیں گے جس میں دودھ اور شہد کے دریا ہوں گے' محلات ہوں گے اور حوریں ہوں گی' خدمت کے لیے خوب صورت بے ریش لڑکے ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور کفار دوزخ میں ہوں گے جس میں آگ جلتی ہوگی' تھوہر کے درخت ہوں گے اور ان کو پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا اور کفار دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے' سو یہ صرف خیالی باتیں ہیں' اس وجہ سے وہ قرآن مجید کو شعر و شاعری کہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے تھے۔ اس وجہ سے یٰس: ٦٩ میں فرمایا ہے کہ ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہے۔ اور فی الواقع خیالی باتیں بیان کرنا آپ کی شان کے لائق نہیں ہے' آپ نے تو واقع کے مطابق اُمور بیان فرمائے' آپ نے شعر کو حکمت فرمایا ہے اور جن اشعار میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہو' آپ کی نعت ہو اور حکیمانہ باتیں ہوں' ان کی تحسین فرمائی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اس حدیث میں زہری کے قول کی شرح میں لکھا ہے:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ زہری نے جو کہا ہے کہ اس شعر کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اشعار نہیں کہے' اس پر دو وجہ سے ردّ کیا گیا ہے: اوّل اس لیے کہ یہ رجز ہے شعر نہیں ہے' ثانی اس لیے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کہے ہیں یا نہیں اور اگر آپ نے شعر کہے ہیں تو صرف ایک شعر کہا ہے یا زیادہ؟ پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ جب رجز کلام موزون ہو تو وہ بھی شعر کی اقسام سے ہے اور دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شعر کا بنانا ممتنع ہے کسی کا بنایا ہوا شعر پڑھنا ممتنع نہیں ہے۔ واللہ اعلم! (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٦٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا شعر بنانے کو ممتنع کہنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر بنایا بھی ہے اور

Marfat.com

دوسروں کا بنایا ہوا شعر پڑھا بھی ہے' خود شعر بنانے کی مثال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ حنین کے دن فرمایا:

هل انت الا اصبع دميت ۔۔۔ وفی سبيل الله ما لقيت

''تو صرف ایک خون آلودہ انگلی ہے' جو کچھ تجھے ملا ہے اللہ کی راہ میں ملا ہے''۔

(صحیح البخاری: ۲۸۰۲' صحیح مسلم: ۱۷۹۶' سنن ترمذی: ۳۳۴۵)

انا النبی لا كذب ۔۔۔ انا ابن عبد المطلب

''میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں' میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں''۔

(صحیح البخاری: ۴۳۱۷' صحیح مسلم: ۲۸۱۴' سنن ترمذی: ۱۶۸۸)

اور دوسروں کا بنایا ہوا شعر بھی آپ نے پڑھا ہے' اس کی ایک مثال تو یہ ہے کہ اسی حدیث میں آپ نے جو اشعار پڑھے تھے وہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بنائے ہوئے تھے یا کسی اور مسلمان مرد کے' جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۶) وہ اشعار حسب ذیل ہیں:

هذا الحمال لا حمال خيبر ۔۔۔ هذا ابر ربنا واطهر

''یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے' اے ہمارے رب! یہ بہت نیک اور پاکیزہ ہے''

اللهم ان الاجر اجر الأخرة ۔۔۔ فارحم الانصار والمهاجرة

''اے اللہ! اجر تو بے شک آخرت کا اجر ہے' سو تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما!''۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے سچی بات وہ ہے جو شاعر لبید نے کہی ہے:

الا كل شیء ما خلا الله باطل ۔ سنو! ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہے' وہ فانی ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۱۴۷' صحیح مسلم: ۲۲۵۶' سنن ترمذی: ۲۸۴۹' سنن ابن ماجہ: ۳۷۵۷)

اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ آپ نے خود شعر بنا کر بھی پڑھا ہے اور دوسروں کے اشعار بھی پڑھے ہیں' نیز مطلقاً شعر بنانا اور پڑھنا مذموم نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۱۴۵' سنن ابوداؤد: ۵۰۱۰' سنن ترمذی: ۲۸۴۴' سنن ابن ماجہ: ۳۷۵۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شعر کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: شعر کلام ہے' وہ اچھا ہو تو اچھا ہے اور برا ہو تو برا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھتے تھے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فخر کرتے تھے یا آپ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: بے شک جب تک حسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فخر کرتا ہے یا آپ کی طرف سے مدافعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ روح القدس سے ان کی تائید فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۱۵' سنن ترمذی: ۲۸۴۶' مسند احمد ج ۶ ص ۷۲)

اللہ تعالیٰ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو شعر گوئی کا کمال عطاء فرمایا' حضرت عبداللہ بن رواحہ کو شعر گوئی کا کمال عطاء فرمایا اور لاکھوں

Marfat.com

مسلمانوں کو یہ کمال عطاء فرمایا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ اپنے حبیب کو اس کمال سے محروم رکھا ہو جب کہ تحقیق یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے جس کو جو کمال ملا ہے وہ آپ ہی کے وسیلہ سے ملا ہے۔

٣٩٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ وَفَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا صَنَعْتُ سُفْرَةً لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ حِيْنَ اَرَادَا الْمَدِيْنَةَ فَقُلْتُ لِاَبِيْ مَا اَجِدُ شَيْئًا اَرْبِطُهُ اِلَّا نِطَاقِيْ قَالَ فَشُقِّيْهِ فَفَعَلْتُ فَسُمِّيْتُ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَسْمَاءُ ذَاتُ النِّطَاقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود و سیدہ فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ناشتہ تیار کیا' جب انہوں نے مدینہ (ہجرت) کا ارادہ کیا' میں نے اپنے والد سے کہا: میرے پاس اپنے کمر بند کے سوا اس ناشتہ کو باندھنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے' انہوں نے کہا: تم اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر لو' سو میں نے اس طرح کر لیا تو میرا نام ذات النطاقین (دو کمر بند والی) پڑ گیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت اسماء کمر بند والی ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٧٩ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث کا بھی ہجرت کے ساتھ تعلق ہے۔

٣٩٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا اَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ تَبِعَهُ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاخَتْ بِهِ فَرَسُهُ قَالَ اُدْعُ اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكَ فَدَعَا لَهُ قَالَ فَعَطِشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِرَاعٍ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَاَخَذْتُ قَدَحًا فَحَلَبْتُ فِيْهِ كُثْبَةً مِّنْ لَّبَنٍ فَاَتَيْتُهُ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ کا پیچھا کیا' آپ نے اس کے خلاف دعاءِ ضرر کی تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے' اس نے کہا: آپ میرے حق میں اللہ سے دعا کیجئے' میں آپ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا' آپ نے اس کے حق میں دعا کی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیاس لگی' آپ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے' حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے ایک پیالہ لیا اور اس میں پیالہ بھر دودھ دوہا' پھر میں اس کو لے کر آپ کے پاس آیا' آپ نے اس سے اتنا دودھ پیا کہ میں راضی ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٣٩ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی بھی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس کا تعلق ہجرت کے ساتھ ہے۔

٣٩٠٩- حَدَّثَنِیْ زَکَرِیَّاءُ بْنُ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَاَنَا مُتِمٌّ فَاَتَیْتُ الْمَدِیْنَةَ فَنَزَلْتُ بِقُبَاءٍ فَوَلَدْتُهٗ بِقُبَاءٍ ثُمَّ اَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهٗ فِیْ حَجْرِهٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِیْ فِیْهِ فَكَانَ اَوَّلَ شَیْءٍ دَخَلَ جَوْفَهٗ رِیْقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَنَّكَهٗ بِتَمْرَةٍ ثُمَّ دَعَا لَهٗ وَبَرَّكَ عَلَیْهِ وَكَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِی الْاِسْلَامِ: تَابَعَهٗ خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا هَاجَرَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ حُبْلٰی .

[طرف الحدیث:٥٤٦٩] (صحیح مسلم:٢١٤٦ الرقم المسلسل:٥٥٠٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابواسامہ از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت اسماء رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ جب (حضرت) عبداللہ بن زبیر ان کے پیٹ میں تھے تو مدتِ حمل پوری ہونے کے بعد میں مکہ سے نکلی اور مدینہ آئی' پس میں قباء میں ٹھہری اور وہیں (حضرت) عبداللہ کی ولادت ہوئی' پھر میں ان کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی' میں نے ان کو آپ کی گود میں رکھا' آپ نے ایک کھجور منگا کر اس کو چبایا' پھر وہ کھجور ان کے منہ میں ڈال دی' اس طرح (حضرت) عبداللہ کے پیٹ میں جو غذا سب سے پہلے پہنچی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن تھا' پھر آپ نے ان کو چبائی ہوئی کھجور کی گھٹی دی' پھر ان کے حق میں دعاءِ خیر کی اور ان کے لیے برکت کی دعا کی اور وہ زمانۂ اسلام میں سب سے پہلے مولود تھے۔ اس حدیث کی خالد بن مخلد نے متابعت کی ہے از علی بن مسہر از ہشام از والد خود از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی تو وہ حاملہ تھیں۔

٣٩١٠- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِی الْاِسْلَامِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ اَتَوْا بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً فَلَاكَهَا ثُمَّ اَدْخَلَهَا فِیْ فِیْهِ فَاَوَّلُ مَادَخَلَ بَطْنَهٗ رِیْقُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

(صحیح مسلم:٢١٤٨ الرقم المسلسل:٥٥١٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے زمانۂ اسلام میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کھجور لے کر اس کو چبایا' پھر اس کو ان کے منہ میں ڈالا' پس جو چیز سب سے پہلے ان کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعابِ دہن تھا۔

حضرت اسماء کی مدینہ منورہ روانگی کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو وہ آپ کی زوجہ حضرت سودہ بنت زمعہ اور آپ کی دو صاحب زادیوں سیدہ فاطمہ اور سیدہ اُم کلثوم اور حضرت زید بن حارثہ کی زوجہ حضرت اُم ایمن اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کو مکہ سے مدینہ لے کر آئے' اور ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ابی بکر' اور ان کی والدہ حضرت اُم رومان اور ان کی دو بہنیں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم بھی مدینہ آئیں' پس جب وہ

Marfat.com

آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد تعمیر کر رہے تھے' حضرت اسماء کے ہاں قباء میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اور یہ ہجرت کا پہلا سال تھا۔

٣٩١١ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ مُرْدِفٌ اَبَابَكْرٍ وَّاَبُوْبَكْرٍ شَيْخٌ يُّعْرَفُ وَنَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَابٌّ لَّا يُعْرَفُ . قَالَ فَيَلْقَى الرَّجُلُ اَبَا بَكْرٍ فَيَقُوْلُ يَا اَبَا بَكْرٍ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ هٰذَا الرَّجُلُ يَهْدِيْنِي السَّبِيْلَ قَالَ فَيَحْسِبُ الْحَاسِبُ اَنَّهٗ اِنَّمَا يَعْنِي الطَّرِيْقَ وَاِنَّمَا يَعْنِيْ سَبِيْلَ الْخَيْرِ فَالْتَفَتَ اَبُوْبَكْرٍ فَاِذَا هُوَ بِفَارِسٍ قَدْ لَحِقَهُمْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا فَارِسٌ قَدْ لَحِقَ بِنَا فَالْتَفَتَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اصْرَعْهُ فَصَرَعَهُ الْفَرَسُ ثُمَّ قَامَتْ تُحَمْحِمُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مُرْنِيْ بِمَ شِئْتَ قَالَ فَقِفْ مَكَانَكَ لَا تَتْرُكَنَّ اَحَدًا يَّلْحَقُ بِنَا قَالَ فَكَانَ اَوَّلَ النَّهَارِ جَاهِدًا عَلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اٰخِرَ النَّهَارِ مَسْلَحَةً لَّهٗ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَانِبَ الْحَرَّةِ ثُمَّ بَعَثَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَاؤُوْا اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ فَسَلَّمُوْا عَلَيْهِمَا وَقَالُوْا ارْكَبَا اٰمِنَيْنِ مُطَاعَيْنِ فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّحَفُّوْا دُوْنَهُمَا بِالسِّلَاحِ فَقِيْلَ فِي الْمَدِيْنَةِ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشْرَفُوْا يَنْظُرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ فَاَقْبَلَ يَسِيْرُ حَتّٰى نَزَلَ جَانِبَ دَارِ اَبِيْ اَيُّوْبَ فَاِنَّهٗ لَيُحَدِّثُ اَهْلَهٗ اِذْ سَمِعَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ وَهُوَ فِيْ نَخْلٍ لِّاَهْلِهٖ يَخْتَرِفُ لَهُمْ فَعَجِلَ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے سوار تھے اور حضرت ابوبکر مشہور تھے اور بوڑھے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر مشہور تھے اور جوان تھے' انہوں نے بتایا کہ ایک شخص آ کر حضرت ابوبکر سے ملاقات کرتا' پس پوچھتا: اے ابوبکر! یہ کون شخص ہے جو آپ کے آگے ہے؟ حضرت ابوبکر جواب دیتے: یہ وہ شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے' سو گمان کرنے والا گمان کرتا کہ یہ راستہ بتانے والا ہے' اور حضرت ابوبکر کی مراد یہ تھی کہ آپ نیکی کا راستہ بتاتے ہیں' پھر حضرت ابوبکر نے مڑ کر دیکھا تو ایک سوار ان سے آ ملا تھا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ گھڑ سوار آ کر ہم سے مل گیا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو گرا دے! سو اس کے گھوڑے نے اس کو گرا دیا' پھر جب وہ گھوڑا ہنہناتا ہوا اُٹھا تو اس سوار نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں' آپ نے فرمایا: تم اپنی جگہ ٹھہرو' اور کسی ایک کو بھی ہمارے پیچھے نہ آنے دینا' حضرت انس نے کہا: وہ سوار صبح کے پہلے حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف تھا اور صبح کے آخری حصہ میں آپ کے موافق تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ کی) سیاہ پتھریلی زمین پر اترے' پھر انصار کی طرف پیغام بھیجا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی طرف آئے' سو انہوں نے آپ دونوں کو سلام کیا اور کہا: آپ دونوں سوار ہو جائیں' آپ کی حفاظت اور اطاعت کی جائے گی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر سوار ہوئے اور انصار نے ان دونوں کو اپنے ہتھیاروں

Marfat.com

يَضَعُ الَّذِيْ يَخْتَرِفُ لَهُمْ فِيْهَا فَجَاءَ وَهِيَ مَعَهُ فَسَمِعَ مِنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ بُيُوْتِ اَهْلِنَا اَقْرَبُ فَقَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ اَنَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذِهٖ دَارِيْ وَهٰذَا بَابِيْ قَالَ فَانْطَلِقْ فَهَيِّئْ لَنَا مَقِيْلًا قَالَ قُوْمَا عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَمَّا جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّكَ جِئْتَ بِحَقٍّ وَّقَدْ عَلِمَتْ يَهُوْدُ اَنِّيْ سَيِّدُهُمْ وَابْنُ سَيِّدِهِمْ وَاَعْلَمُهُمْ وَابْنُ اَعْلَمِهِمْ فَادْعُهُمْ فَاسْاَلْهُمْ عَنِّيْ قَبْلَ اَنْ يَعْلَمُوْا اَنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاِنَّهُمْ اِنْ يَعْلَمُوْا اَنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ قَالُوْا فِيَّ مَا لَيْسَ فِيَّ فَاَرْسَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ وَيْلَكُمْ اتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا وَّاَنِّيْ جِئْتُكُمْ بِحَقٍّ فَاَسْلِمُوْا قَالُوْا مَا نَعْلَمُهُ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ فَاَيُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا ذَاكَ سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا وَاَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشَى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشَى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشَى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ يَا ابْنَ سَلَامٍ اُخْرُجْ عَلَيْهِمْ فَخَرَجَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ اتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّهُ جَاءَ بِحَقٍّ فَقَالُوْا كَذَبْتَ فَاَخْرَجَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کے حلقہ میں لے لیا' پھر مدینہ میں یہ نداء کرادی گئی کہ نبی اللہ آ گئے' نبی اللہ ﷺ آ گئے' پس انصار جھانک جھانک کر آپ کو دیکھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: نبی اللہ آ گئے! نبی اللہ آ گئے! پس آپ چلتے رہے حتیٰ کہ آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس ٹھہر گئے' وہ اپنے گھر والوں سے بات کر رہے تھے کہ عبداللہ بن سلام نے آپ کے آنے کی خبر سنی' وہ اپنے گھر کے باغ میں تھے اور اپنے گھر والوں کے لیے کھجوریں جمع کر رہے تھے' پس وہ کھجوروں کے ساتھ آئے' انہوں نے نبی ﷺ کی باتیں سماعت کیں' پھر اپنے گھر لوٹ گئے' نبی ﷺ نے پوچھا: ہمارا (ننھیال کا) گھر کس کے گھر کے قریب ہے؟ حضرت ابوایوب نے کہا: یا نبی اللہ! یہ میرا گھر ہے اور یہ میرے گھر کا دروازہ ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! ہمارے قیلولہ کا انتظام کرو' حضرت ابوایوب نے کہا: آپ دونوں اُٹھیں اللہ تعالیٰ برکت دے! سو جب نبی ﷺ آ گئے تو حضرت عبداللہ بن سلام نے آ کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ برحق دین لے کر آئے ہیں اور یہود کو معلوم ہے کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں' اور ان میں سب سے بڑا عالم ہوں' اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں' سو آپ ان کو بلائیں اور یہ بتانے سے پہلے کہ میں اسلام لا چکا ہوں' ان سے میرے متعلق سوال کریں' کیونکہ اگر ان کو معلوم ہو گیا کہ میں اسلام لا چکا ہوں تو وہ میرے متعلق وہ باتیں کہیں گے جو مجھ میں نہیں ہیں' سو نبی اللہ ﷺ نے ان کو بلایا' پس وہ آئے اور آپ کے پاس حاضر ہوئے تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے یہود کی جماعت! تم پر افسوس ہے! تم اللہ سے ڈرو! سو اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' بے شک تم ضرور جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا برحق رسول ہوں اور میں تمہارے پاس دین حق لے کر آیا ہوں' لہٰذا تم اسلام لے آؤ' انہوں نے تین بار کہا: ہم اس دین کو نہیں جانتے' نبی ﷺ نے ان پر تین بار دین اسلام پیش کیا اور انہوں نے تینوں بار یہی جواب دیا' پھر آپ

نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسے شخص ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ ہمارے سردار ہیں' اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں' اور ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ! اگر وہ اسلام لے آئیں تو؟ انہوں نے کہا: حاشاللہ (اللہ ان کی حفاظت کرے)! وہ اسلام نہیں لائیں گے' آپ نے پھر فرمایا: یہ بتاؤ! اگر وہ اسلام لے آئیں تو؟ انہوں نے کہا: حاشاللہ! وہ اسلام نہیں لائیں گے' آپ نے (تیسری بار) فرمایا: یہ بتاؤ! اگر وہ اسلام لے آئیں تو؟ انہوں نے کہا: وہ اسلام نہیں لائیں گے' آپ نے فرمایا: اے ابن سلام! ان کے سامنے آؤ! سو وہ آ گئے' پس انہوں نے کہا: اے یہود کی جماعت! اللہ سے ڈرو! سو اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! بے شک تم ضرور جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ دین حق لے کر آئے ہیں' یہود نے کہا: تم نے جھوٹ بولا' تب رسول اللہ ﷺ نے ان کو وہاں سے نکال دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۲۹ میں گزر چکی ہے' ہم بعض ضروری اور اہم اُمور کی شرح یہاں پر ذکر کر رہے ہیں:

اس کی توجیہ کہ حضرت ابوبکر' رسول اللہ ﷺ سے زیادہ بوڑھے اور مشہور تھے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابوبکر بوڑھے تھے اور معروف تھے' ان کے معروف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ شام کی طرف تجارتی سفر میں اکثر اہل مدینہ کے پاس سے گزرتے تھے اور ان کے بوڑھے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے زیادہ بال سفید ہو چکے تھے اور نبی ﷺ ان دونوں اُمور میں ان کے برعکس تھے' کیونکہ آپ کو مکہ سے شام کی طرف سفر کیے ہوئے بہت عرصہ گزر چکا تھا اور اہل مدینہ آپ سے واقف نہیں تھے' اور آپ کے بال سفید نہیں ہوئے تھے' ورنہ واقع میں آپ کی عمر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دو سال زیادہ تھی اور عنقریب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت آئے گی کہ جن لوگوں نے ہجرت کی تھی' ان میں صرف حضرت ابوبکر کے سر کے بال سفید تھے۔

عمر زیادہ ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کو بڑا کہنے کے متعلق حافظ ابن حجر کی ذکر کردہ روایت

یزید بن الاصم کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر سے پوچھا: ہم میں سے کس کی عمر زیادہ ہے' میری یا تمہاری؟ حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھ سے زیادہ مکرم اور بڑے ہیں اور میری عمر آپ سے زیادہ ہے' حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہ مرسل روایت ہے اور یہ ان کا وہم ہے' میں کہتا ہوں کہ دراصل یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جواب ہے' اور رہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو امام مسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ تریسٹھ (۶۳) سال زندہ رہے اور نبی ﷺ کے بعد دو

Marfat.com

سال چند ماہ زندہ رہے' لہٰذا حضرت ابوبکر کی عمر کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ سے دو سال سے زیادہ چھوٹے تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۹)

عمر زیادہ ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کو بڑا کہنے کے متعلق مصنف کی ذکر کردہ روایت

میں کہتا ہوں کہ یزید بن الاصم کی روایت مرسل ہے اور حضرت ابن عباس کی روایت کا حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے اور نہ اس کا حوالہ دیا ہے' ہاں اس موضوع پر سب سے زیادہ صریح اور صحیح روایت درج ذیل ہے:

قیس بن مخرمہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ عام الفیل (ہاتھیوں والے سال) میں پیدا ہوئے تھے' اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت قباث بن اشیم سے پوچھا جو بنو یعمر بن لیث کے بھائی ہیں: آیا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ تو انہوں نے کہا: مجھ سے بڑے تو رسول اللہ ﷺ ہیں اور میں آپ سے میلاد (ولادت) میں مقدم ہوں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۱۹' مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۵)

توریہ کا ثبوت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق بتایا: یہ شخص مجھے راستہ دکھاتا ہے۔

امام محمد بن سعد نے اپنی روایت میں اس کا سبب بیان کیا ہے' وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا تھا: لوگوں کو میرے متعلق نہ بتانا' تو جب حضرت ابوبکر سے کوئی پوچھتا: آپ کون ہیں؟ تو وہ بتاتے: میں اپنے کام سے جا رہا ہوں اور جب کوئی پوچھتا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ تو وہ بتاتے: یہ راہ نما ہے' جو مجھے راستہ دکھاتا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر لوگوں میں جانے پہچانے تھے' جب کوئی شخص راستہ میں ان سے ملتا اور ان سے پوچھتا: یہ کون شخص ہیں تو وہ بتاتے: یہ راہ نما ہے جو مجھے راستہ بتاتا ہے' حضرت ابوبکر کا ارادہ یہ تھا کہ یہ مجھے دین اور آخرت کا راستہ بتاتا ہے اور وہ شخص یہ گمان کرتا کہ یہ مجھے مدینہ کا راستہ بتاتا ہے۔

جب ایک لفظ کے دو معنی ہوں اور متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب اس کے قریب والے معنی کا گمان کرے تو اس کو توریہ اور ایہام کہتے ہیں' سو اس حدیث میں توریہ کا ثبوت ہے۔

سفر ہجرت کے مزید واقعات

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ ایک گھڑ سوار ہے' یعنی سراقہ۔

اس سے پہلے اس قصہ کی شرح گزر چکی ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر کے سفر ہجرت میں متعدد واقعات ہیں' ان میں سے ایک واقعہ ان کا اُم معبد کے خیمہ میں جانا ہے (ہم اُم معبد کا قصہ نبی ﷺ کے سراپائے اقدس کے بیان میں کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)۔

اس قصہ کو امام ابن خزیمہ اور امام حاکم نے طوالت سے بیان کیا ہے اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لاغر بکری سے دودھ دوہا۔

ابوسعید نے شرف المصطفیٰ میں ایاس بن مالک سے روایت کی ہے کہ سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ہمارے اونٹوں کے پاس سے گزرے' آپ دونوں نے پوچھا: یہ کس کے اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: قبیلہ اسلم کے ایک شخص کے ہیں' آپ نے

Marfat.com

حضرت ابوبکر کی طرف مڑ کر اس سے کہا: تم سلامت رہو گے' آپ نے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: مسعود' آپ نے حضرت ابوبکر کی طرف مڑ کر فرمایا: اس سے تمہیں سعادت حاصل ہو گی۔

امام طبرانی نے ایک اور سند کے ساتھ اس حدیث کی مثل روایت کی ہے' اس میں یہ اضافہ ہے: اوس نے آپ دونوں کو اپنے نر اونٹ دیئے اور آپ دونوں کے ساتھ اپنا غلام مسعود بھیجا اور اس کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ دونوں سے جدا نہ ہو' حتیٰ کہ آپ دونوں مدینہ پہنچ جائیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۹)

فرس کے مذکر یا مؤنث ہونے میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

- حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت انس کی حدیث میں ہے:

فصرعه عن فرسه ثم قامت تحمحم. پھر سراقہ کو گھوڑی نے گرا دیا' پھر وہ کھڑا ہو کر ہنہنانے لگا۔

علامہ ابن التین نے اس عبارت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر وہ گھوڑی ہو اور مؤنث ہو تو ''فصرعه'' مذکر کا صیغہ درست نہیں ہے اور اگر وہ گھوڑا ہو یعنی مذکر ہو تو پھر ''ثم قامت'' مؤنث کا صیغہ درست نہیں ہے' اور یہ بہت عجیب عبارت ہے' پھر حافظ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فرس کا لفظ لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے اور واقع میں وہ مؤنث ہے' یعنی وہ گھوڑی تھی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس جواب پر اعتراض کیا ہے اور ایک دوسرا جواب دیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس اعتراض کا اصل جواب یہ ہے کہ امامِ لغت جوہری نے کہا ہے کہ فرس کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے آتا ہے' اس لیے حدیث کی عبارت درست ہے اور یہ کسی نے نہیں کہا کہ فرس لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے اور واقع میں مؤنث ہے' علاوہ ازیں یہ جواب تو غیر فرس میں بھی جاری ہو سکتا ہے اور اس جواب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مدینہ منورہ میں آمد پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ آپ حضرت ابوایوب انصاری کے گھر کی جانب سواری سے اتر گئے۔

حافظ ابن حجر حدیث کے اس ٹکڑے کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے تاریخ صغیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت انس نے بیان کیا کہ جب لوگوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آ گئے تو میں لڑکوں کے ساتھ دوڑ رہا تھا' تو ہم نے کچھ نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ اپنے صاحب (دوست) کے ساتھ آئے' ہم مدینہ کے بعض کھنڈرات میں چھپ گئے اور ہم نے ایک دیہاتی کو آپ دونوں کی آمد کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا' پھر تقریباً پانچ سو انصار نے آپ کا استقبال کیا اور انہوں نے کہا: آپ بے خوف ہو کر چلیں' آپ کی اطاعت کی جائے گی۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام نے آپ کی آمد کا سنا' پھر وہ اپنے گھر لوٹ گئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی حدیث کے اس ٹکڑے کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام احمد' امام ترمذی اور امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت زرارۃ بن اوفی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سلام نے بتایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ تیزی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھاگے'

میں بھی لوگوں میں پہنچا تا کہ میں آپ کو دیکھوں' پس جب میں نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔

امام احمد کی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جیسے ہی آپ مدینہ میں آئے تو لوگ تیزی سے آپ کی طرف بھاگے' سو میں بھی آپ کی طرف بھاگا' اور حضرت انس کی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں ٹھہر گئے' تب حضرت عبداللہ بن سلام آپ سے ملے' امام احمد نے کہا ہے کہ اس کا محمل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام دو مرتبہ آپ سے ملے ہوں' دوسرا جواب یہ ہے کہ امام احمد کی روایت میں قباء کی تعیین کا ذکر نہیں ہے اور اس سے مراد مدینہ منورہ کا اندرونی حصہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری کے گھر آئے تو عبداللہ بن سلام آپ کے پاس آئے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حافظ ابن حجر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ عبداللہ بن سلام نے آپ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا' جب آپ نے ان کو وہ چیزیں بتا دیں تو وہ اسلام لے آئے' اس کی عبارت حسب ذیل ہے:

عبداللہ بن سلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے چند چیزوں کا سوال کیا اور کہا: میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جن کو نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا: (۱) قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ (۲) اہل جنت' جنت میں سب سے پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ (۳) بچہ کس سبب سے اپنی ماں یا اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوالات کے جوابات دے دیئے تو انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے یہاں پر آپ کے جوابات ذکر نہیں کیے' کیونکہ وہ جوابات عنقریب آ رہے ہیں: آپ نے فرمایا: قیامت کی پہلی علامت ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی (۲) اہل جنت' جنت میں جو پہلا طعام کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا (۳) جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۳۸)

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: یارسول اللہ! آپ میرے اسلام لانے کا ذکر کیے بغیر ان سے میرے متعلق پوچھیں' اور جب آپ نے یہود سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن سلام کی پہلے بہت تعریف کی اور جب آپ نے ان کو بتا دیا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں تو پھر انہوں نے ان کی بہت مذمت کی۔

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا تھا اور میں آپ کی صفت کو اور آپ کے نام کو پہچانتا تھا اور میں نے یہ بات راز رکھی ہوئی تھی' حتیٰ کہ آپ مدینہ میں آ گئے' جب میں نے آپ کی آمد کا سنا' اس وقت میں کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کھجوریں اُتار رہا تھا' میں نے زور سے کہا: اللہ اکبر! میری پھوپھی خالدہ بنت الحارث نے کہا: اگر تم حضرت موسیٰ کی آمد کا سنتے تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتے' میں نے کہا: اللہ کی قسم! وہ حضرت موسیٰ کے بھائی ہیں اور وہ ان ہی کے دین کو لے کر آئے ہیں' انہوں نے مجھ سے کہا: اے میرے بھتیجے! کیا یہ وہ نبی ہیں جن کے متعلق ہمیں خبر دی جاتی تھی کہ وہ قیامت کے قریب آئیں گے؟ میں نے کہا: جی ہاں! یہ وہی نبی ہیں' پھوپھی نے کہا: پھر تو بہت اچھا ہے' پھر میں آپ کی طرف نکلا اور اسلام لے آیا' پھر میں اپنے گھر والوں کی طرف آیا اور ان کو بھی اسلام لانے کا حکم دیا' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ یہود بہت بغض رکھنے والے ہیں' اگر ان کو میرے اسلام لانے کا پتا چلا تو وہ میری بہت مذمت کریں گے تو آپ نے

Marfat.com

مجھے اپنے گھر میں چھپا دیا اور یہود کو بلا کر ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام کیسے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں اور ہم میں سب سے افضل کے بیٹے ہیں' پھر آپ نے مجھے بلایا اور کہا: یہ اسلام لا چکے ہیں تو انہوں نے کہا: یہ ہم میں سب سے بُرے ہیں' جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تفصیل ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۲۰-۱۱۸ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین متوفی ۸۵۵ھ نے اس شرح کی بعض عبارات اپنی شرح میں ذکر کی ہیں' عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۷۱-۶۹' علامہ قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی شرحوں کا خلاصہ ذکر کیا ہے' ارشاد الساری ج ۸ ص ۴۴۲-۴۴۱' علامہ کورانی متوفی ۸۹۳ھ نے اس شرح کو بہت اختصار سے نقل کیا ہے۔ الکوثر الجاری ج ۷ ص ۹۷-۹۵' علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے اس شرح کی چند عبارتیں نقل کی ہیں' الفجر الساطع ج ۹ ص ۲۱۲-۲۱۱۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی اصل مفصل اور کامل شرح' حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کی ہے' باقی تمام شراح ناقلین ہیں۔

٣٩١٢- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ يَعْنِىْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ فِىْ اَرْبَعَةٍ وَّفَرَضَ لِابْنِ عُمَرَ ثَلَاثَةَ اٰلَافٍ وَّخَمْسَ مِائَةٍ فَقِيْلَ لَهٗ هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهٗ مِنْ اَرْبَعَةِ اٰلَافٍ فَقَالَ اِنَّمَا هَاجَرَ بِهٖ اَبَوَاهُ يَقُوْلُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عمر نے خبر دی از نافع یعنی از ابن عمر از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' انہوں نے (اپنے عہد خلافت میں) تمام مہاجرین اوّلین کا وظیفہ چار قسطوں میں چار چار ہزار مقرر کیا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ چار قسطوں میں ساڑھے تین ہزار مقرر کیا تھا' ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عبداللہ بھی تو مہاجرین میں سے ہیں' پھر آپ نے ان کا وظیفہ چار ہزار سے کم کیوں رکھا؟ حضرت عمر نے فرمایا: ان کو ان کے والدین اپنے ساتھ ہجرت کر کے لائے تھے' اس لیے وہ ان کے برابر نہیں ہیں جنہوں نے از خود ہجرت کی تھی۔

مہاجرین اوّلین کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اوّلین کے لیے بیت المال سے چار چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا تھا' اور مہاجرین اوّلین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی یا اس سے مراد وہ مہاجرین ہیں جو غزوہ بدر میں حاضر ہوئے تھے یعنی ان کو چار سالوں میں چار ہزار درہم دیئے جائیں گے۔

اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کا وظیفہ دوسرے مہاجرین سے کم رکھا' اس کے برخلاف آج کا دور تو اقرباء پروری کا دور ہے' ہمارے زمانے میں حکام مستحقین کو چھوڑ کر اپنے اقرباء کو نوازتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۷۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٣٩١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اعمش از ابووائل از حضرت خباب رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٧٦ میں گزر چکی ہے۔

مذکور الصدر دونوں حدیثوں کی باب کے ساتھ مطابقت ہجرت کے ذکر میں ہے۔

٣٩١٤ - وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ وَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَضَى لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ لَهُ شَيْئًا نُكَفِّنُهُ فِيهِ إِلَّا نَمِرَةً كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ فَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ بِهَا وَنَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنْ إِذْخِرٍ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَنَعَ إِذَا نَضِجَ.

ح' اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے شقیق بن سلمہ سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی' ہم صرف اللہ کی رضا طلب کرتے تھے' اور ہمارا اجر اللہ تعالیٰ (کے ذمہ کرم) پر واجب ہو گیا' ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ بھی نہیں کھایا ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں' وہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے' ہم نے ان کے کفن کے لیے ایک چادر کے سوا کچھ نہیں پایا' جس سے ہم ان کا سر چھپاتے تو ان کے پیر کھل جاتے اور جب ان کے پیر چھپاتے تو ان کا سر کھل جاتا تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر چھپائیں اور ان کے پیروں کے اوپر اذخر گھاس رکھ دیں اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے اجر کے پھل پک گئے اور وہ ان کو چن رہے ہیں۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: "ینع" اس وقت کہتے ہیں جب پھل پک جائیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ١٢٧٦ میں گزر چکی ہے اور اس کی بھی باب کے ساتھ مطابقت ہجرت کے ذکر میں ہے۔

٣٩١٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ قَالَ قَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِي مَا قَالَ أَبِي لِأَبِيكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّ أَبِي قَالَ لِأَبِيكَ يَا أَبَا مُوسَى هَلْ يَسُرُّكَ إِسْلَامُنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتُنَا مَعَهُ وَجِهَادُنَا مَعَهُ وَعَمَلُنَا كُلُّهُ مَعَهُ بَرَدَ لَنَا وَأَنَّ كُلَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از معاویہ بن قرۃ' انہوں نے کہا: مجھے ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے والد نے تمہارے والد سے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے بتایا کہ میرے والد نے تمہارے والد

Marfat.com

عَمَلٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقَالَ أَبِيْ لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيْرًا وَّأَسْلَمَ عَلٰى أَيْدِيْنَا بَشَرٌ كَثِيْرٌ وَّإِنَّا لَنَرْجُوْ ذٰلِكَ فَقَالَ أَبِيْ لٰكِنِّيْ أَنَا وَالَّذِيْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ أَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا وَأَنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَبَاكَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ أَبِيْ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

سے یہ کہا تھا: اے ابوموسیٰ! کیا تم اس سے خوش ہو گے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمارا اسلام اور آپ کے ساتھ ہماری ہجرت اور آپ کے ساتھ ہمارا جہاد اور آپ کے ساتھ ہمارے تمام (نیک) اعمال پر ہم کو اجر ملے اور وہ تمام کام جو ہم نے آپ کے بعد کیے ان سے ہم برابر سرابر نجات پا جائیں؛ اس پر آپ کے والد نے (میرے والد سے) کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم نے رسول اللہ ﷺ کے بعد جہاد کیا ہے نمازیں پڑھی ہیں اور روزے رکھے ہیں اور ہم نے بہت نیک کام کیے ہیں اور ہمارے ہاتھوں پر بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے اور ہم ان کاموں پر اجر کی اُمید رکھتے ہیں؛ پس میرے والد نے کہا: لیکن میں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور یہ چاہتا ہوں کہ اُن کاموں پر تو ہم کو اجر ملے اور وہ تمام کام جو ہم نے آپ کے بعد کیے ہیں؛ وہ برابر سرابر ہو جائیں اور ہم کو نجات مل جائے؛ تب میں نے کہا: بے شک اللہ کی قسم! آپ کے والد میرے والد سے بہتر تھے۔

حضرت عمر کا غلبۂ خوفِ خدا سے یہ کہنا: میری بعد کی نیکیاں برابر سرابر ہو جائیں اور حضرت ابوموسیٰ کا غلبہ رجاء سے ثواب کا طالب ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سعید بن ابی بردہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ابو بردہ بن ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز پڑھی؛ میں نے سنا جب انہوں نے سجدہ کیا تو طویل ذکر کیا اور اس میں یہ کہا کہ میں نے اسلام لانے کے بعد جب بھی نماز پڑھی ہے تو میں نے یہ اُمید کی ہے کہ میری یہ نماز کفارہ ہو جائے اور ابوبُردہ سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد نے آپ کے والد سے کیا کہا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: ''برد لنا'' یعنی وہ نیک اعمال ہمارے لیے ثابت اور دائم رہیں؛ کہا جاتا ہے: ''بر دلی علی الغریم'' یعنی مقروض پر میرا حق ثابت ہے اور اس میں ''کفافًا'' کا ذکر ہے یعنی ہمارے وہ کام برابر سرابر ہو جائیں؛ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے ان (بعد کے) کاموں پر ثواب ہو نہ عذاب ہو اور سعید بن ابی بردہ کی روایت میں ''لا لك ولا علیك'' ہے یعنی ان کاموں پر تم کو نفع ہو نہ ضرر ہو۔

نسفی کے نسخہ کے علاوہ صحیح بخاری کے تمام نسخوں کی غلطی

اس حدیث میں ہے: ''قال ابی لا واللہ'' (میرے باپ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم!)

اور صحیح یہ ہے کہ اس جملہ میں ''ابی'' کے بجائے ''ابوك'' ہے یعنی ''آپ کے باپ نے کہا'' ۔ کیونکہ حضرت ابن عمر ہی ابو بردہ سے اس کلام کی حکایت کر رہے ہیں؛ جو حضرت عمر اور حضرت ابوموسیٰ کے درمیان ہوا تھا؛ اور یہ آخری کلام حضرت ابوموسیٰ کا تھا اور نسفی

Marfat.com

نے جو بخاری کے نسخہ کی روایت کی ہے اس کے الفاظ ہیں: پس آپ کے والد نے کہا تھا: نہیں! اللہ کی قسم!

(نوٹ: مصنف نے اس حدیث کا ترجمہ نسفی کے صحیح نسخہ کے مطابق کیا ہے مطبوعہ نسخہ کے مطابق نہیں کیا تا کہ قارئین کو خلجان نہ ہو۔)

تاریخ حاکم میں اس حدیث کی اس طرح روایت ہے: حضرت ابوموسیٰ نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے پوچھا: کیوں؟ انہوں نے کہا: کیونکہ میں (اسلام سے) ناواقف لوگوں کے پاس گیا اور میں نے ان کو قرآن اور سنت کی تعلیم دی اور مجھے اس پر اجر کی توقع ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: نسفی کے نسخہ کے سوا بخاری کے تمام نسخوں میں غلطی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ کا حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مطلقاً افضل ہونا

ابو بردہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: حضرت عمر حضرت ابوموسیٰ سے افضل ہیں ان کی مراد یہ تھی کہ اس حیثیت سے حضرت عمر حضرت ابوموسیٰ سے افضل ہیں ورنہ یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت عمر تمام جہات سے حضرت ابوموسیٰ سے افضل ہیں تاہم یہ ہوسکتا ہے کہ مفضول کسی حیثیت سے افضل سے بہتر ہو اور یہ افضلیتِ مُطلقہ کے منافی نہیں ہے اس کے باوجود حضرت عمر اس حیثیت سے بھی حضرت ابوموسیٰ سے افضل ہیں کیونکہ حضرت عمر پر خوف خدا کا غلبہ تھا اور حضرت ابوموسیٰ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید کا غلبہ تھا اور مقامِ خوف مقامِ رجاء سے افضل ہے اور حضرت عمر نے جو یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو میں نے نیک کام کیے ہیں کاش! وہ برابر سرابر ہو جائیں مجھے ان پر اجر ملے نہ مجھ سے ان پر مواخذہ ہو یہ ان کی تواضع تھی اور ان کا انکسار تھا ورنہ ان کے فضائل اور کمالات تحریر میں لانے سے زائد ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۲۲۔۱۲۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ کورانی متوفی ۸۹۳ھ نے بھی صحیح بخاری کے نسخوں کی اس غلطی پر متنبہ کیا ہے کہ ان نسخوں میں لکھا ہے: ''پس میرے والد نے کہا'' جب کہ ہونا چاہیے تھا: ''آپ کے والد نے کہا''۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۸۳ الکوثر الجاری ج ۷ ص ۹۸)

٣٩١٦ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ اَوْ بَلَغَنِي عَنْهُ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا قِيلَ لَهُ هَاجَرَ قَبْلَ اَبِيهِ يَغْضَبُ . قَالَ وَقَدِمْتُ اَنَا وَعُمَرُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْنَاهُ قَائِلًا فَرَجَعْنَا اِلَى الْمَنْزِلِ فَاَرْسَلَنِي عُمَرُ وَقَالَ اِذْهَبْ فَانْظُرْ هَلِ اسْتَيْقَظَ فَاَتَيْتُهُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَبَايَعْتُهُ ثُمَّ انْطَلَقْتُ اِلٰى عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّهُ قَدِ اسْتَيْقَظَ فَانْطَلَقْنَا اِلَيْهِ نُهَرْوِلُ هَرْوَلَةً حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهِ فَبَايَعَهُ ثُمَّ بَايَعْتُهُ .

[اطراف الحدیث: ۴۱۸۶۔۴۱۸۷] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن صباح نے حدیث بیان کی یا مجھے ان سے یہ حدیث پہنچی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از عاصم از ابوعثمان النہدی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا جب ان سے یہ کہا جاتا کہ انہوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو وہ ناراض ہو جاتے انہوں نے بتایا کہ (اصل واقعہ یہ ہے کہ) میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ کو قیلولہ کرتے ہوئے (سوتے ہوئے) پایا ہم واپس گھر لوٹ گئے حضرت عمر نے مجھے پھر بھیجا کہ جاؤ! دیکھو آپ بیدار ہوئے ہیں یا نہیں؟ میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے بیعت کی پھر میں حضرت عمر کی طرف گیا اور ان کو خبر دی کہ آپ بیدار ہو چکے ہیں پھر ہم دونوں دوڑتے ہوئے ان کی طرف گئے حتیٰ کہ حضرت عمر نے حاضر ہو کر آپ سے بیعت کی پھر میں نے حاضر ہو کر آپ سے

Marfat.com

دوبارہ بیعت کی۔

مجہول سے روایت' حضرت ابن عمر کے ناراض ہونے کا سبب اور قیلولہ کا سنت ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: یا مجھے محمد بن صباح سے حدیث پہنچی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ بھی مجہول سے روایت کی ایک قسم ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام بخاری کو جس سے حدیث پہنچی' وہ عباد بن الولید ابو بدر الغُبَری ہے' کیونکہ امام ابونعیم نے اپنی مستخرج میں اس حدیث کو محمد بن صباح کی سند سے روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ کہا جاتا کہ انہوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو وہ غضب میں آ جاتے اور غضب کا سبب یہ تھا کہ ان کو ان کے مرتبہ سے زیادہ بلند نہ کیا جائے اور ان کی ان کے والد سے زیادہ تعریف نہ کی جائے۔

امام طبرانی نے اس حدیث کی ایک اور سند سے روایت کی ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں: اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس کا یہ زعم ہے کہ میں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے' حضرت عمر نے مجھے اپنے سامان کے ساتھ پہلے بھیجا تھا۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور صحیح بخاری میں جو اس قول کی وجہ حضرت ابن عمر نے بیان فرمائی ہے' وہ زیادہ صحیح ہے۔

اس حدیث میں جس بیعت کا ذکر ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بیعت رضوان ہے' داؤدی کا زعم یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تھے' اس وقت جو آپ سے صحابہ نے بیعت کی تھی' اس سے مراد وہ بیعت ہے' اور یہ وہ بیعت نہیں تھی جو کفار سے قتال پر کی جاتی ہے' جب کہ اس وقت حضرت ابن عمر کم سن بھی تھے' کیونکہ اس واقعہ کے تین سال بعد حضرت ابن عمر نے اپنے آپ کو قتال کے لیے پیش کیا تو آپ نے اجازت نہیں دی۔

اس حدیث میں قیلولہ کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: دوپہر کو سونا' اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیلولہ کرنا سنت ہے اور اس حدیث میں "ھرولۃ" کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: تیز تیز چلنا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۷۔۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۱۷ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَیْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ یُحَدِّثُ قَالَ ابْتَاعَ اَبُوْبَکْرٍ مِّنْ عَازِبٍ رَحْلًا فَحَمَلْتُهٗ مَعَهٗ قَالَ فَسَاَلَهٗ عَازِبٌ عَنْ مَّسِیْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُخِذَ عَلَیْنَا بِالرَّصَدِ فَخَرَجْنَا لَیْلًا فَاَحْیَیْنَا لَیْلَتَنَا وَیَوْمَنَا حَتّٰی قَامَ قَائِمُ الظَّهِیْرَةِ ثُمَّ رُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ فَاَتَیْنَاهَا وَلَهَا شَیْءٌ مِّنْ ظِلٍّ قَالَ فَفَرَشْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرْوَةً مَّعِیْ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَیْهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهٗ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ قَدْ اَقْبَلَ فِیْ غُنَیْمَةٍ یُّرِیْدُ مِنَ الصَّخْرَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابواسحاق' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عازب رضی اللہ عنہ سے پالان خریدا' سو میں اس پالان کو ان کے ساتھ اُٹھا کر لایا' پس حضرت عازب نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی (ہجرت) کے متعلق سوال کیا' تو حضرت ابوبکر نے بتایا کہ ہم سے انتظار کرنے کا عہد لیا گیا' سو ہم رات کو نکلے اور ساری رات اور سارا دن چلتے رہے' حتیٰ کہ دوپہر کا وقت آ گیا' پھر ہم کو ایک چٹان دکھائی دی' ہم اس چٹان کے پاس آئے اور اس کا تھوڑا سا سایا تھا'

Marfat.com

مِثْلَ الَّذِی اَرَدْنَا فَسَاَلْتُهُ لِمَنْ اَنْتَ یَا غُلَامُ فَقَالَ اَنَا لِفُلَانٍ فَقُلْتُ لَهُ هَلْ فِیْ غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ لَهُ هَلْ اَنْتَ حَالِبٌ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهِ فَقُلْتُ لَهُ اُنْفُضِ الضَّرْعَ قَالَ فَحَلَبَ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَّمَعِیَ اِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ عَلَیْهَا خِرْقَةٌ قَدْ رَوَّاْتُهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ اَسْفَلُهُ ثُمَّ اَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِشْرَبْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رَضِیْتُ ثُمَّ ارْتَحَلْنَا وَالطَّلَبُ فِیْ اِثْرِنَا .

میرے پاس ایک کھال تھی جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے بچھا دیا' اس پر نبی ﷺ لیٹ گئے اور میں اس کے اردگرد صفائی کرنے لگا' اس وقت میں نے ایک چرواہا دیکھا جو اپنی بکریوں کے ساتھ اس چٹان (کے سائے) کی طرف آ رہا تھا' اس کا بھی اس چٹان سے وہی ارادہ تھا جو ہمارا ارادہ تھا' پس میں نے اس سے پوچھا: تم کس کے غلام ہو؟ اس نے بتایا کہ میں فلاں کا غلام ہوں' میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے اس سے پوچھا: کیا تم ان کا دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! سو اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری نکالی' میں نے اس سے کہا کہ اس کے تھن سے گرد وغبار صاف کرلو تو اس نے کچھ دودھ دوہا' اور میرے پاس پانی کا ایک برتن تھا جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا' یہ پانی میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ساتھ لے رکھا تھا' وہ پانی میں نے اس دودھ پر اتنا ڈالا کہ وہ نیچے تک ٹھنڈا ہوگیا' پھر میں اس کو نبی ﷺ کے پاس لایا' سو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اس کو پی لیں' تو رسول اللہ ﷺ نے وہ دودھ اتنا پیا کہ میں راضی ہوگیا' پھر ہم نے سفر شروع کیا اور لوگ ہمارے پیچھے ہم کو تلاش کرتے ہوئے آ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٣٩١٨ - قَالَ الْبَرَاءُ فَدَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ بَكْرٍ عَلٰى اَهْلِهِ فَاِذَا عَائِشَةُ ابْنَتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ اَصَابَتْهَا حُمّٰى فَرَاَیْتُ اَبَاهَا فَقَبَّلَ خَدَّهَا وَقَالَ كَیْفَ اَنْتِ یَا بُنَیَّةُ .

[طرف الحدیث: ۳۹۲۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' پس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر گیا تو وہاں ان کی صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں' ان کو بخار چڑھا ہوا تھا' سو میں نے دیکھا کہ ان کے والد نے ان کے رخسار پر بوسا دیا اور کہا: اے میرے پیاری بیٹی! آپ کی طبیعت کیسی ہے۔

٣٩١٩ - حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حِمْیَرَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ اَبِیْ عَبْلَةَ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ وَسَّاجٍ حَدَّثَهُ عَنْ اَنَسٍ خَادِمِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ فِیْ اَصْحَابِهِ اَشْمَطُ غَیْرَ اَبِیْ بَكْرٍ فَغَلَفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ .

[طرف الحدیث: ۳۹۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن ابوعبلۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے عقبہ بن وساج کو حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ جو نبی ﷺ کے خادم ہیں کہ نبی ﷺ (مدینہ میں) تشریف لائے اور آپ کے اصحاب میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور

Marfat.com

کسی کے بال سیاہ اور سفید نہیں تھے اور انہوں نے اپنے بالوں کو مہندی اور کتم (سیاہ رنگ دینے والی بوٹی) سے رنگا ہوا تھا۔

٣٩٢٠- وَقَالَ دُحَيْمٌ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي اَبُوْعُبَيْدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ وَسَّاجٍ حَدَّثَنِي اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ اَسَنَّ اَصْحَابِهٖ اَبُوْبَكْرٍ فَغَلَّفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ حَتّٰى قَنَا لَوْنُهَا ۔

اور دحیم نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوعبید نے حدیث بیان کی از عقبہ بن وساج' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور آپ کے اصحاب میں سب سے زیادہ عمر والے حضرت ابوبکر رضی اللہ تھے اور انہوں نے اپنے بالوں کو مہندی اور کتم سے رنگا ہوا تھا اور ان کے بالوں پر سرخی غالب تھی۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ٣٩١٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٢١- حَدَّثَنَا اَصْبَغُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَزَوَّجَ امْرَاَةً مِّنْ كَلْبٍ يُقَالُ لَهَا اُمُّ بَكْرٍ فَلَمَّا هَاجَرَ اَبُوْبَكْرٍ طَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا ابْنُ عَمِّهَا هٰذَا الشَّاعِرُ الَّذِيْ قَالَ هٰذِهِ الْقَصِيْدَةَ رَثٰى كُفَّارَ قُرَيْشٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عروۃ بن زبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے بنو کلب کی ایک عورت سے نکاح کیا جس کو ام بکر کہا جاتا تھا' جب حضرت ابوبکر نے ہجرت کی تو اس کو طلاق دے دی' پھر اس سے اس کے چچازاد نے شادی کر لی' یہ شخص شاعر تھا اور اس نے کفار قریش (کے مقتولین) کے متعلق یہ مرثیہ لکھا تھا:

وَمَاذَا بِالْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ
مِنَ الشِّيْزٰى تُزَيَّنُ بِالسَّنَامِ
وَمَاذَا بِالْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ
مِنَ الْقَيْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْكِرَامِ
تُحَيِّيْنَا بِالسَّلَامَةِ اُمُّ بَكْرٍ
وَهَلْ لِيْ بَعْدَ قَوْمِيْ مِنْ سَلَامٍ
يُحَدِّثُنَا الرَّسُوْلُ بِاَنْ سَنَحْيَا
وَكَيْفَ حَيَاةُ اَصْدَاءٍ وَّهَامٍ

''میں اس کنویں کے متعلق کیا کہوں جو مقام بدر کا کنواں ہے'
انہوں نے ہمیں درخت سے شیزیٰ کی لکڑی کے پیالوں سے محروم کر دیا جو اونٹ کے کوہان کے گوشت سے بہتر تھے'
میں اس کنویں کے متعلق کیا کہوں جو مقامِ بدر کا کنواں ہے'
انہوں نے ہمیں گانے والی باندیوں اور عمدہ شرابوں سے محروم کر دیا'
اُم بکر تو سلامتی کی دعائیں دیتی رہی' لیکن میری قوم کی ہلاکت کے بعد میرے لیے سلامتی کہاں ہے'
یہ رسول ہمیں خبر دیتا ہے کہ ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے'
بھلا الو کی کھوپڑی سے نکلنے کے بعد کیسے زندگی ہوگی''۔

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی اور مرثیہ کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب حضرت ابوبکر نے ہجرت کی۔

اس حدیث میں بنوکلب کا ذکر ہے' یہ بنوکلب بن عوف بن عامر کا قبیلہ ہے' اور جو کلبی مشہور ہے وہ بنوکلب بن وبرہ بن ثعلب بن قضاعہ کا قبیلہ ہے۔

اس حدیث میں شاعر کا ذکر ہے' اس کا نام ابوبکر شداد بن اسود بن عبد شمس ہے۔

اس حدیث میں قلیب کا ذکر ہے: قلیب اس کنویں کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف منڈیر یا باڑ نہ ہو اور قلیب بدر سے مراد وہ کنواں ہے جس کنویں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مردہ اجسام کو ڈال دیا تھا جن کو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا' اس شاعر نے ان اشعار میں ان کا مرثیہ کہا ہے۔

اس حدیث میں شیزیٰ کا ذکر ہے' یہ وہ درخت ہے جس کی لکڑی سے بڑے بڑے پیالے اور ٹب بنائے جاتے ہیں اور ان پیالوں میں ثرید بنایا جاتا ہے یعنی گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے ڈال دیئے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں ''شرب'' کا لفظ ہے' یہ ''شارب'' کی جمع ہے' جیسے ''تجر'' ''تاجر'' کی جمع ہے۔

اس مرثیہ میں مذکور ہے:

اے اُم بکر! تو سلامتی کی دعائیں کرتی رہی: سلامتی کا معنی ہے: سلام' کیونکہ سلام کا معنی تحیت ہے۔

اس میں مذکور ہے: ''أصداء'' یہ ''صدی'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: اُلو۔

''ھام'' یہ ''ھامۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: کھوپڑی۔

اس شعر میں اہل جاہلیت کے اُس زعم کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح اُلو کی شکل میں متشکل ہو جاتی ہے' یہ زمانہ جاہلیت کے باطل عقائد پر مبنی ہے کیونکہ وہ مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کرتے تھے۔

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ عرب یہ کہتے تھے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی ہڈیوں میں سے اس کے سر کی کھوپڑی پرندہ بن کر اُڑنے لگتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۲۲- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِأَقْدَامِ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَوْ أَنَّ بَعْضَهُمْ طَأْطَأَ بَصَرَهُ رَآنَا قَالَ اُسْكُتْ يَا أَبَا بَكْرٍ اِثْنَانِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا' پس میں نے سر اُٹھایا تو میں نے لوگوں کے قدم دیکھے' پس میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! اگر ان میں سے کسی نے سر جھکایا اور اس کی نظر نیچے پڑی تو وہ ہم کو دیکھ لے گا' آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! خاموش رہو' ہم دو ہیں اور ہم میں سے تیسرا اللہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۵۳ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی ہجرت کا ذکر ہے۔

٣٩٢٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْسَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ اِنَّ الْهِجْرَةَ شَاْنُهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتُعْطِيْ صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وُرُوْدِهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' اور محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید لیثی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوسعید رضی اللہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے' کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں' اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم اونٹنیوں کا دودھ ضرورت مندوں کو پلاتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم اونٹنیوں کو گھاٹ پر لے جا کر ضرورت مندوں کے لیے دوہتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم سمندروں کے پار عمل کرو' پس بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عمل کا ثواب کم نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٥٢ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا نجات کے لیے کافی نہیں ہے' بلکہ نجات کے لیے ضروری ہے کہ محتاجوں' ضرورت مندوں اور مستحقین کو نفلی صدقات بھی ادا کرتا رہے۔

٤٦- بَابُ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهِ الْمَدِيْنَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا مدینہ میں آنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاوّل کے مہینہ میں پیر کے دن قباء میں پہنچے تھے' اور آپ کے اکثر اصحاب آپ سے پہلے مدینہ منورہ میں پہنچ چکے تھے' ابن شہاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ کے ہاں ٹھہرے تھے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ حضرت سعید بن خیثمہ رضی اللہ کے ہاں ٹھہرے تھے' اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ حضرت کلثوم کے ہاں ٹھہرے تھے اور اپنے اصحاب کے ساتھ حضرت سعد بن خیثمہ کے ہاں بیٹھتے تھے کیونکہ وہ کنوارے تھے' اور ان کے گھر کو کنوارے کا گھر کہا جاتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٨٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٢٦' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٩٢٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَنْبَاَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ ثُمَّ قَدِمَ عَلَيْنَا عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وَّبِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ. [اطراف الحدیث: ٣٩٢٥-٣٩٤١-٤٩٩٥]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے خبر دی انہوں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن مکتوم آئے پھر ہمارے پاس حضرت عمار بن یاسر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم آئے۔

حضرت مصعب بن عمیر حضرت ابن مکتوم حضرت عمار بن یاسر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے یعنی مدینہ منورہ میں۔

اور حاکم نے اکلیل میں شعبہ سے روایت کی ہے: مہاجرین میں سے۔

اس حدیث میں حضرت مصعب بن عمیر کا ذکر ہے آپ مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی القرشی ہیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے آپ کا نام عمرو ہے اور کہا جاتا ہے: عبداللہ اور یہ بنو عامر بن لوی میں سے ہیں میں کہتا ہوں: یہ عمرو بن قیس بن زائدہ ہیں یہ جنگ قادسیہ میں شہید ہو گئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہاں سے لوٹ کر مدینہ آ گئے تھے اور وہاں فوت ہوئے اور یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد تھے۔

امام ابن ابی شیبہ کی روایت ہے: پھر ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر کے بعد حضرت عمرو بن اُم مکتوم نابینا آئے وہ بنو فہم کے بھائی ہیں ہم نے ان سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا: وہ ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر ہمارے پاس حضرت عمار بن یاسر آئے۔ آپ حبشی ہیں آپ کی کنیت ابوالیقظان ہے اور آپ بنو مخزوم کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ کی والدہ سمیۃ بنت خیاط ہیں آپ کے والدین بہت پہلے مکہ میں اسلام لے آئے تھے سینتیس (٣٧ھ) میں آپ صفین میں شہید ہو گئے تھے اور وہیں دفن کیا گیا آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

حضرت بلال مؤذن نبی ہیں اور رباح کے بیٹے ہیں ان کی والدہ حمامۃ ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر تھے اور آپ کے بعد دمشق میں رہے اور بیس ہجری میں وہیں فوت ہو گئے اور ان کو باب الصغیر میں دفن کیا گیا اور ایک قول ہے: باب کیسان میں ایک قول یہ ہے کہ آپ نے حلب میں وفات پائی اور باب الاربعین میں دفنایا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٩٧ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣٩٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّكَانَا يُقْرِئَانِ النَّاسَ فَقَدِمَ بِلَالٌ وَّسَعْدٌ وَّعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ میں) حضرت مصعب بن عمیر

Marfat.com

الْخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَعَلَ الْإِمَاءُ يَقُلْنَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا قَدِمَ حَتّٰى قَرَأْتُ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (الاعلیٰ:١) فِي سُوَرٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ .

رضی اللہ اور حضرت ابن مکتوم رضی اللہ آئے' وہ دونوں لوگوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے' پھر حضرت بلال' حضرت سعد اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم آئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس (٢٠) اصحاب کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ آئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' پھر میں نے دیکھا کہ اہل مدینہ جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے خوش ہوئے تھے اتنا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوئے' باندیاں بھی خوشی سے کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے' اور میں اس وقت مفصل کی دوسری سورتوں کے ساتھ سورۃ ''سبح اسم ربك الاعلیٰ'' سیکھ چکا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٩٢٤ میں گزر چکی ہے۔

سورۃ الاعلیٰ کے مکی ہونے پر اس اشکال کا جواب کہ الاعلیٰ:١٥-١٤ تو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ سورۃ ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ٥'' مکی ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابن ابی حاتم نے سند جید کے ساتھ روایت کی ہے کہ ''قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ٥ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى ٥'' (الاعلیٰ:١٥-١٤) نمازِ عید اور صدقۂ فطر کے متعلق نازل ہوئی ہیں' اور اس کی سند حسن ہے' اور یہ دونوں چیزیں ہجرت کے دوسرے سال میں مشروع ہوئی ہیں' اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور باقی سورت مکہ میں نازل ہوئی ہو' اور اس سے زیادہ قوی جواب یہ ہے کہ سورۃ الاعلیٰ پوری مکہ میں نازل ہوئی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں یہ بیان فرمایا ہو کہ الاعلیٰ:١٥-١٤' سے مراد نمازِ عید اور صدقۂ فطر ہے اور وقتِ نزول سے بیان کی تاخیر جائز ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٢٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

مدینہ کی لڑکیوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال میں دف بجا کر گانا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: باندیاں بھی خوشی سے کہنے لگیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ بنو النجار کی لڑکیاں دف بجا کر یہ گا رہی تھیں:

نحن جوار من بني النجار ... يا حبذا محمد من جار

''ہم بنو النجار کی لڑکیاں ہیں' کیسی خوشی کی بات ہے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پڑوسیوں سے ہیں''۔

اور شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو لڑکیاں گا رہی تھیں:

طلع البدر علينا ... من ثنيات الوداع

''ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا' ثنیات الوداع (درخت کی جگہ کی گھاٹیوں) سے''

وجب الشكر علينا ... ما دعا لله داع

''ہم پر شکر ادا کرنا واجب ہے' جب تک کوئی دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرے''۔

Marfat.com

اس حدیث میں سُوَرِ مفصل کا ذکر ہے اس سے مراد قرآن مجید کی آخری سات سورتیں ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۃ الاعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی تھی' حالانکہ اس کی دو آیتیں (الاعلیٰ: ١٥-١٤) مدینہ میں نمازِ عید اور صدقۂ فطر کے متعلق نازل ہوئی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ پوری سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ان دو آیتوں سے مراد نمازِ عید اور صدقۂ فطر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرائع اور احکام کے بیان کرنے والے ہیں۔

(عمدة القاری ج ١٧ ص ٨٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وُعِكَ اَبُوْبَكْرٍ وَّبِلَالٌ قَالَتْ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا فَقُلْتُ يَا اَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَتْ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اِذَا اَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُوْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار آ گیا' حضرت عائشہ نے کہا: میں ان کے پاس گئی اور کہا: اے میرے ابا! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اے بلال! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ جب حضرت ابوبکر کو بخار آیا تو وہ یہ کہہ رہے تھے:

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ
وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے' حالانکہ موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوتی ہے۔

وَكَانَ بِلَالٌ اِذَا اَقْلَعَ عَنْهُ الْحُمّٰى يَرْفَعُ عَقِيْرَتَهٗ وَيَقُوْلُ

اور حضرت بلال کا جب بخار اترا تو وہ بلند آواز سے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَّحَوْلِيْ اِذْخِرٌ وَّجَلِيْلُ
وَهَلْ اَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وَّطَفِيْلُ

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں وادی میں رات گزاروں گا' اور میرے گرد اذخر اور جلیل (مکہ کی گھاس) ہوں گی'
میں کسی دن میں مقامِ مجنہ کے چشمہ پر جاؤں گا' اور کیا میرے لیے شامہ اور طفیل (مکہ کی پہاڑیاں) ظاہر ہوں گی۔

قَالَتْ عَائِشَةُ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ.

حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بتایا تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہماری طرف مدینہ بھی اس طرح محبوب کر دے جس طرح مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ' اور ہمارے لیے مدینہ کو صحت افزاء بنا دے اور ہمارے لیے اس کے صاع اور مُد (چار کلو اور ایک کلو اناج کا پیمانہ) میں برکت عطاء فرما! اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٨٩ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الجحفہ کے لیے دعاءِ ضرر فرمائی ہے' یہ مدینہ سے سات مراحل کے فاصلہ پر ہے اور یہ اہل مصر کا میقات ہے' لیکن جب آپ نے دعاءِ ضرر فرمائی تھی' اس وقت یہ یہودیوں (لعنھم اللّٰہ) کا مسکن تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۸۲)

٣٩٢٧- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيٍّ أَخْبَرَهُ دَخَلْتُ عَلَى عُثْمَانَ (ح) وَقَالَ بِشْرُ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عُثْمَانَ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَآمَنَ بِمَا بُعِثَ بِهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَاجَرْتُ هِجْرَتَيْنِ وَنِلْتُ صِهْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهٗ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ۔ تَابَعَهٗ إِسْحٰقُ الْكَلْبِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ مِثْلَهٗ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی' ان کو عبیداللہ بن عدی نے خبر دی کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا (ح) اور بشر بن شعیب نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ عبیداللہ بن عدی بن الخیار نے ان کو خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد کہا: (حمد و صلوٰۃ کے بعد جان لو) کہ اللہ تعالیٰ نے (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہا اور سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کو لے کر آئے تھے اس پر ایمان لایا' پھر میں نے دو ہجرتیں کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کو پایا اور آپ سے بیعت کی' پس اللہ کی قسم! میں نے آپ کی کوئی نافرمانی کی نہ آپ کو دھوکا دیا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔ شعیب کی متابعت اسحاق کلبی نے کی ہے' انہوں نے کہا کہ زہری نے مجھے اسی کی مثل حدیث بیان کی۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٩٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو ہجرتیں کی ہیں' پہلی ہجرت انہوں نے مکہ سے حبشہ کی طرف کی اور دوسری ہجرت انہوں نے حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف کی تھی' اس وقت ان کے ساتھ ان کی زوجہ حضرت سیّدتنا رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں۔

٣٩٢٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ (ح) وَأَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهٗ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَجَعَ إِلٰى أَهْلِهٖ وَهُوَ بِمِنًى فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا عُمَرُ فَوَجَدَنِي فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ الْمَوْسِمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے اہل کی طرف

يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تُمْهِلَ حَتَّى تَقْدَمَ الْمَدِينَةَ فَإِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ وَتَخْلُصَ لِأَهْلِ الْفِقْهِ وَأَشْرَافِ النَّاسِ وَذَوِي رَأْيِهِمْ قَالَ عُمَرُ لَأَقُومَنَّ فِي أَوَّلِ مَقَامٍ أَقُومُهُ بِالْمَدِينَةِ.

واپس آ رہے تھے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ کے آخری حج کا واقعہ ہے تو ان کی مجھ سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا: تم عبدالرحمٰن ہو؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! حج کا موسم کم عقل لوگوں کو بھی جمع کر لیتا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے خطاب کو ملتوی کر دیں حتیٰ کہ آپ مدینہ میں آ جائیں کیونکہ وہ ہجرت اور سنت کا گھر ہے اور آپ سمجھ دار معزز اور تجربہ کار لوگوں میں پہنچ جائیں حضرت عمر نے کہا: میں مدینہ پہنچتے ہی سب سے پہلی فرصت میں لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے کھڑا ہوں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۶۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ کی گفتگو کا پس منظر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ سے حج کے ایام میں کہا: کاش! آپ فلاں شخص کی بات سنتے جو کہہ رہا تھا کہ اگر حضرت عمر فوت ہو گئے تو میں فلاں شخص سے بیعت کروں گا کیونکہ حضرت ابوبکر کی بیعت اچانک بغیر غور و فکر کے ہوگئی تھی' حضرت عمر نے فرمایا: میں ان شاء اللہ شام کو لوگوں سے خطاب کروں گا اور میں مسلمانوں سے کہوں گا کہ وہ ان لوگوں سے محتاط رہیں جو ان کے حقوق غصب کر لینا چاہتے ہیں' اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: اے امیر المومنین! اپنے خطاب کو ملتوی کر دیں حتیٰ کہ آپ مدینہ پہنچ جائیں کیونکہ مدینہ منورہ میں دانش مند اور اصحاب رائے رہتے ہیں جو احکام کی فقہ رکھتے ہیں اور حج کے اجتماع میں ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں' عقل مند بھی اور کم عقل بھی' یہاں خطاب کرنے سے شور و شغب ہوگا۔ حضرت عمر نے فرمایا: تم ٹھیک کہتے ہو میں مدینہ پہنچتے ہی خطاب کروں گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ان شاء اللہ کتاب المحاربین میں اس حدیث کی مزید وضاحت آئے گی۔

٣٩٢٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ الْأَنْصَارِيُّ ابْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَائِهِمْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ طَارَ لَهُمْ فِي السُّكْنَى حِينَ أَقْرَعَتِ الْأَنْصَارُ عَلَى سُكْنَى الْمُهَاجِرِينَ. قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ فَاشْتَكَى عُثْمَانُ عِنْدَنَا فَمَرَّضْتُهُ حَتَّى تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِي أَثْوَابِهِ فَدَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ شَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم انصاری بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از خارجہ بن زید بن ثابت' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم العلاء رضی اللہ انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں' جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی' انہوں نے بتایا کہ جب انصار نے مہاجرین کو اپنے اپنے گھروں میں رکھنے کے لیے قرعہ اندازی کی تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ کی رہائش کے لیے ہمارے نام قرعہ نکلا' حضرت اُم العلاء نے بتایا کہ حضرت عثمان بن مظعون ہمارے ہاں آ کر بیمار ہو گئے' میں نے ان کی تیمارداری کی حتیٰ کہ وہ وفات پا

Marfat.com

وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّ اللّٰهَ أَكْرَمَهُ قَالَتْ قُلْتُ لَا أَدْرِي بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَمَنْ قَالَ أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ وَاللّٰهِ الْيَقِينُ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ وَمَا أَدْرِي وَاللّٰهِ وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِي قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا أُزَكِّي أَحَدًا بَعْدَهُ قَالَتْ فَأَحْزَنَنِي ذٰلِكَ فَنِمْتُ فَأُرِيتُ لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ عَيْنًا تَجْرِي فَجِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُهُ .

گئے اور ہم نے ان کو ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا' پس نبی ﷺ ہمارے پاس آئے' میں نے کہا: اے ابوالسائب! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو! میں آپ کے حق میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی ہے' پس نبی ﷺ نے فرمایا: تم کو کس نے بتایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! میں نہیں جانتی' پھر کون عزت والا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: رہے عثمان بن مظعون' ان کے پاس تو اللہ کی قسم! یقینی بات (موت) آ چکی ہے اور اللہ کی قسم! میں ان کے لیے خیر ہی کی توقع رکھتا ہوں' اور میں از خود نہیں جانتا' اللہ کی قسم! حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ حضرت اُم العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں اس کے بعد کسی کی تحسین نہیں کروں گی' سو مجھے اس بات سے رنج ہوا' پھر مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت عثمان بن مظعون کے لیے ایک چشمہ بہہ رہا ہے' میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: یہ ان کا عمل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۳۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثٍ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ فِي دُخُولِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ یوم بعاث وہ دن تھا جس کو اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کے لیے مقدم کر دیا تھا' پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو اہل مدینہ کے معززین میں اختلاف پڑ چکا تھا اور ان کے سردار لڑائی میں مارے جا چکے تھے' سو ان کے اسلام لانے میں کوئی مانع نہ تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷۷ میں گزر چکی ہے۔

یوم بعاث وہ دن ہے جس دن اَوس اور خزرج میں زبردست جنگ ہوئی تھی۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر اَوس اور خزرج کے اشراف اور سردار زندہ ہوتے تو ان کی بڑائی ان کو اسلام لانے سے مانع ہوتی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرتے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان آپ کے آنے سے پہلے ہی جنگ کرا دی تا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے تبلیغ اسلام آسان ہو جائے۔

۳۹۳۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث

Marfat.com

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا يَوْمَ اَفْطَرَ اَوْ اَضْحٰى وَعِنْدَهَا قَيْنَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاذَفَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمَا يَا اَبَابَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّاِنَّ عِيْدَنَا هٰذَا الْيَوْمُ .

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور اس دن ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے' وہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا دن تھا اور ان کے پاس دو لڑکیاں تھیں' وہ گیت گا رہی تھیں جس میں انصار کی یوم بعاث کی جنگ کا ذکر تھا تو حضرت ابوبکر نے دو مرتبہ کہا: یہ مزمار الشیطان ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور آج کے دن ہماری عید ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٤٩ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں علامہ عینی کا تفرد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری پر یہ اعتراض ہے کہ وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہجرت کے باب میں لائے ہیں' حالانکہ اس حدیث میں ہجرت کا ذکر نہیں ہے' سو یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یوم بعاث کا ذکر ہے' اس طرح یہ حدیث' حدیث سابق کے مطابق ہے اور حدیث سابق میں ہجرت کا ذکر ہے' سو وہ (گزشتہ) حدیث باب کے مطابق ہے اور یہ حدیث اس کے مطابق ہے اور مطابق کا مطابق بھی اس چیز کے مطابق ہوتا ہے' لہٰذا حدیث سابق کے واسطے سے یہ حدیث بھی باب کے مطابق ہو گئی' کسی شارح نے بھی اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت کو بیان نہیں کیا اور مجھ پر یہ توجیہ فیض الٰہی سے منکشف ہوئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٨٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ عینی کی بیان کردہ مطابقت کے مقابلہ میں مصنف کی بیان کردہ مطابقت

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے حدیث سابق کے واسطے سے اس حدیث کی باب سابق کے ساتھ مطابقت بیان کی ہے اور مجھ پر فیض الٰہی سے یہ منکشف ہوا کہ یہ حدیث بلاواسطہ باب کے مطابق ہے کیونکہ اس حدیث میں اہل اسلام کی عید کا ذکر ہے اور اہل اسلام کی عید ہجرت کے بعد مشروع ہوئی ہے' سو بغیر کسی تکلف کے یہ حدیث باب کے مطابق ہے' نیز اس حدیث میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا ذکر ہے اور یہ عیدیں بھی ہجرت کے بعد مدینہ میں مشروع ہوئی ہیں' سو یہ اس حدیث کی باب کے ساتھ دوسری بلاواسطہ مطابقت ہے۔

اور بحمدہٖ تعالیٰ اس ناکارہ کی بیان کردہ مطابقت علامہ عینی کی بیان کردہ مطابقت سے بہت بہتر ہے۔

''قینتان'' کا معنی

اس حدیث میں ''قینتان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پیشہ ور گانے والیاں' لیکن وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں۔ علامہ خطابی متوفی ٣٨٨ھ نے کہا: اس سے مراد صرف وہ لڑکیاں ہیں جو یوم بعاث کا گیت گا رہی تھیں اور یہ وضاحت اس لیے کی ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر پیشہ ور گانے والیاں آتی تھیں۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ٢ص ٢٦٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

٣٩٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ (ح) وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ يُحَدِّثُ حَدَّثَنَا اَبُو التَّيَّاحِ يَزِيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ الضُّبَعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ فِیْ عُلْوِ الْمَدِيْنَةِ فِیْ حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ فَاَقَامَ فِيْهِمْ اَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى مَلَاِ بَنِی النَّجَّارِ قَالَ فَجَاءُوْا مُتَقَلِّدِیْ سُيُوْفِهِمْ قَالَ وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَاَبُوْ بَكْرٍ رِدْفُهٗ وَمَلَاُ بَنِی النَّجَّارِ حَوْلَهٗ حَتّٰى اَلْقٰى بِفِنَاءِ اَبِیْ اَيُّوْبَ قَالَ فَكَانَ يُصَلِّیْ حَيْثُ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ وَيُصَلِّیْ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ اِنَّهٗ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَاَرْسَلَ اِلٰى مَلَاِ بَنِی النَّجَّارِ فَجَاءُوْا فَقَالَ يَا بَنِی النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِیْ حَائِطَكُمْ هٰذَا فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ فَكَانَ فِيْهِ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ كَانَتْ فِيْهِ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَكَانَتْ فِيْهِ خِرَبٌ وَكَانَ فِيْهِ نَخْلٌ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ وَبِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ قَالَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ قَالَ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ حِجَارَةً قَالَ جَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ ذَاكَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ يَقُوْلُوْنَ

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَهْ
فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے خبردی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا وہ حدیث بیان کرتے تھے: ہمیں ابوالتیاح یزید بن حمید الضبعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے (قباء میں) مدینہ کی بلند جانب ایک محلہ میں قیام کیا جس کو بنوعمرو بن عوف کا محلہ کہا جاتا تھا' آپ وہاں چودہ راتیں ٹھہرے' پھر آپ نے بنوالنجار کی جماعت کو بلوایا' وہ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے' اور گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی سواری پر بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' اور بنوالنجار کی جماعت آپ کے گرد تھی' حتیٰ کہ وہ سواری حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے صحن کے پاس ٹھہر گئی اور جہاں نماز کا وقت آتا تھا آپ وہیں نماز پڑھ لیتے تھے' اور آپ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے' پھر آپ نے مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا' اور بنوالنجار کی جماعت کو بلوایا' سو وہ آگئے' پس آپ نے فرمایا: اے بنوالنجار! تم مجھے اپنا یہ باغ قیمت کے عوض دے دو! انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس باغ کی قیمت تو صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ حضرت انس نے کہا: اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں تم کو بتاتا ہوں' اس میں مشرکین کی قبریں تھیں' اس میں کھنڈرات تھے اور اس میں کھجوروں کے درخت تھے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ ڈالا گیا اور کھنڈرات کو ہموار کیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹ کر ایک قطار میں قبلہ کی جانب لگایا گیا اور دروازہ کی دو چوکھٹیں پتھروں کی بنائی گئیں' حضرت انس نے بتایا کہ وہ لوگ پتھروں کو لا رہے تھے اور وہ جوشیلے اشعار پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ پڑھ رہے تھے: ''اے اللہ! نیکی تو صرف آخرت کی نیکی ہے' سو تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما!''۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٧ - بَابُ إِقَامَةِ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ

ارکانِ حج کی ادائیگی کے بعد مہاجر کے لیے مکہ میں قیام کرنے کا شرعی حکم

یعنی حج یا عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد مہاجر کے لیے مکہ میں قیام کا حکم۔

٣٩٣٣ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُ السَّائِبَ ابْنَ أُخْتِ النَّمِرِ مَا سَمِعْتَ فِي سُكْنٰى مَكَّةَ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لِلْمُهَاجِرِ بَعْدَ الصَّدَرِ.

(صحیح مسلم: ۱۳۵۲' الرقم المسلسل: ۳۱۲۷' سنن ابوداؤد: ۲۰۲۲' سنن ترمذی: ۹۵۴' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن حمید زہری' وہ کہتے ہیں: میں نے عمر بن عبدالعزیز سے سنا' وہ نمر کے بھانجے سائب سے سوال کر رہے تھے کہ تم نے مکہ میں (مہاجر کے) قیام کے متعلق کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے علاء بن حضرمی سے سنا ہے' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (حج میں) طواف وداع کے بعد مہاجر کو مکہ میں تین دن ٹھہرنے کی اجازت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن حمزہ' ابواسحاق الزبیر الاسدی المدنی' یہ دوسوتیس (۲۳۰ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں۔ (۲) حاتم' یہ ابن اسماعیل کوفی ہیں' مدینہ میں رہتے تھے۔ (۳) عبدالرحمان بن حمید ابن عبدالرحمان بن عوف الزہری۔ (۴) سائب' یہ سائب بن یزید ہیں اور النمر کے بھانجے ہیں' النمر کا معنی چیتا ہے۔ (۵) حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ' یہ جلیل القدر صحابی ہیں' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کا گورنر بنایا تھا' یہ مستجاب الدعوات تھے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ صحیح البخاری میں ان سے صرف یہی ایک روایت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۸۶)

مہاجرین کے لیے مکہ میں رہائش کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

منٰی سے واپسی کے بعد طواف وداع کیا جاتا ہے اور اس کے بعد مہاجر کو مکہ میں تین دن ٹھہرنے کی اجازت ہے' جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر لی تھی' ان کے لیے مکہ میں ٹھہرنا حرام ہے' پھر حج یا عمرہ کے سبب سے ان کے لیے مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی گئی' مگر حج یا عمرہ کرنے کے بعد ان کو صرف تین دن تک مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی گئی اور اس سے زیادہ قیام کی ان کے لیے اجازت نہیں ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر لی تھی' ان کے لیے مکہ کو وطن بنانا حرام ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہی جمہور کا قول ہے' فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ان کے لیے مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت ہے اور یہ قول اس پر مبنی ہے کہ پہلے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت واجب تھی اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مکہ سے ہجرت کرنا واجب تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور آپ سے ہمدردی کرنے کے لیے مدینہ میں رہنا مسلمانوں پر واجب تھا' اور غیر مہاجرین کے لیے کسی بھی شہر میں رہنا جائز ہے' خواہ وہ مکہ ہو یا کوئی اور شہر ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۸۷' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٤٨ - بَابُ التَّارِيْخِ مِنْ اَيْنَ اَرَّخُوا التَّارِيْخَ — اسلامی تاریخ کی ابتداء کب سے ہوئی؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

تاریخ کا معنی ہے: کسی کو وقت کی پہچان کرانا۔ ایک قول یہ ہے کہ تاریخ کا معنی ہے: دنوں' مہینوں اور سالوں کا حساب رکھنا۔ اس میں اختلاف ہے کہ تاریخ کی ابتداء کیسے ہوئی' امام ابن الجوزی نے شعبی سے روایت کی ہے کہ جب زمین میں بنو آدم کی کثرت ہوگئی اور وہ زمین میں منتشر ہوگئے تو انہوں نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمین میں اترنے سے تاریخ مقرر کی' پھر طوفانِ نوح علیہ السلام سے تاریخ مقرر ہوئی' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے سے تاریخ مقرر ہوئی' پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک تاریخ مقرر رہی' اس حدیث کو امام ابن اسحاق نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

امام محمد بن سعد نے ابن الکلبی سے روایت کی ہے کہ اہل صنعاء نے حبشیوں کے یمن پر غلبہ سے تاریخ مقرر کی' پھر فارس کے غلبہ سے تاریخ مقرر کی' پھر عربوں نے مشہور ایام سے تاریخ مقرر کی' جیسے بسوس' داحس اور غبراء کی جنگ سے اور یوم ذی قار سے اور فجارات وغیرہ کے ایام سے۔ حرب بسوس اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک ساٹھ سال کی مدت ہے۔

ابن ہشام کلبی نے کہا ہے کہ رومیوں نے دارا ابن دارا کے قتل سے ان پر فارس کے غلبہ تک تاریخ مقرر کی' اور قبطیوں نے بخت نصر سے لے کر قلابطرہ (قلوپطرہ) ملکہ مصر تک تاریخ مقرر کی اور یہودیوں نے بیت المقدس کی بربادی سے تاریخ مقرر کی اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے سے تاریخ مقرر کی اور اہل اسلام کی تاریخ کی ابتداء میں مختلف اقوال ہیں۔

امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول میں مدینہ آئے' اس سال سے تاریخ کی ابتداء ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخ مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا' حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے سال سے تاریخ مقرر کریں' حضرت طلحہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے سال سے تاریخ مقرر کریں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہجرت کے سال سے تاریخ مقرر کریں کیونکہ اسی سال سے حق اور باطل میں امتیاز ہوا' اور دوسروں نے کہا: آپ کی ولادت کے سال سے تاریخ کی ابتداء کریں' اور بعض نے کہا: آپ کی نبوت کے سال سے تاریخ کی ابتداء کریں' یہ سترہ ہجری کا واقعہ ہے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

پھر مہینوں کے تعین کی ابتداء میں اختلاف ہوا' حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: رجب سے ابتداء کریں کیونکہ وہ پہلا حرمت والا مہینہ ہے' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رمضان سے تعین کریں کیونکہ وہ اُمت کا مہینہ ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: محرم سے تعین کریں کیونکہ وہ سال کا پہلا مہینہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٨٨۔ ٨٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا عَدُّوْا مِنْ مَّبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ وَّفَاتِهِ مَا عَدُّوْا اِلَّا مِنْ مَّقْدَمِهِ الْمَدِيْنَةَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ (صحابہ نے) تاریخ کا شمار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے کیا اور نہ آپ کی وفات سے' انہوں نے تاریخ کا شمار آپ کے مدینہ آنے کے دن سے کیا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی ﷺ ربیع الاوّل کے مہینہ میں مدینہ آئے تھے پھر انہوں نے تاریخ کی ابتداء محرم سے کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سال کی ابتداء محرم سے ہوتی ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ محرم کے مہینہ میں آپ کو ہجرت کا حکم ہوا تھا' تیسرا جواب یہ ہے کہ محرم کے مہینہ سے ابتداء کرنے پر تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا۔

٣٩٣٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ اَرْبَعًا وَّتُرِكَتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الْاَوَّلِ تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی' پھر نبی ﷺ نے ہجرت کی' پھر چار رکعت نماز فرض کی گئی اور سفر میں نماز حسب سابق دو رکعت پر رکھی گئی۔ امام عبدالرزاق نے اس حدیث میں یزید کی متابعت کی ہے از معمر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٥٠ میں کر دی گئی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ہجرت کا ذکر ہے۔

٤٩- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَمَرْثِيَتِهِ لِمَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ

نبی ﷺ کی یہ دعا: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت قائم رکھنا اور جو مکہ میں فوت ہو گئے ان پر آپ کا افسوس کرنا

آپ نے ان اصحاب پر اس لیے افسوس کیا تھا کہ انہوں نے مکہ سے ہجرت کی تھی اور پھر وہ مکہ میں ہی فوت ہو گئے۔

٣٩٣٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ مَّرَضٍ اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجْعِ مَاتَرٰى وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّيْ وَاحِدَةٌ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا قَالَ فَاَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهٖ قَالَ لَا قَالَ اَلثُّلُثُ يَا سَعْدُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ ذُرِّيَّتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ . قَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ وَمُوْسٰى عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ وَلَسْتَ بِنَافِقٍ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اٰجَرَكَ اللّٰهُ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِيْ فِيْ امْرَاَتِكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از زہری از عامر بن سعد بن مالک از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال میں رسول اللہ ﷺ نے میری اس مرض میں عیادت کی جس مرض کے سبب سے میں موت کے کنارے آ چکا تھا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا درد اس حد کو پہنچ چکا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں' اور میں مال دار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے' کیا میں اپنے مال سے دو تہائی صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: کیا میں نصف مال صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! آپ نے فرمایا: تہائی' اے سعد! اور تہائی بہت زیادہ ہے' اگر تم اپنی اولاد کو خوش حال چھوڑ دو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑ' وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِیْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَّ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَّلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰی يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّبِكَ اٰخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِیْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰی اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَآئِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِیْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُوُفِّیَ بِمَكَّةَ .

رہیں۔ احمد بن یونس اور موسیٰ نے کہا از ابراہیم: تم اپنی اولاد کو چھوڑ جاؤ اور تم جو کچھ بھی اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرو گے تم کو اس کا اجر ملے گا' حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے (اس پر بھی تم کو اجر ملے گا)' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب کے بعد (مکہ میں) رہ جاؤں گا' آپ نے فرمایا: تم ہرگز پیچھے نہیں رہو گے' تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے جو بھی عمل کرو گے تو اس سے تمہارا درجہ زیادہ ہوگا اور بلند ہوگا اور شاید تم ہمارے بعد بھی رہو گے اور تم سے کچھ لوگ نفع اٹھائیں گے اور دوسروں کو ضرر ہوگا۔ اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو قائم رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا' لیکن (حضرت) سعد بن خولہ پر افسوس ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اظہارِ افسوس کر رہے تھے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵٦ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ہجرت کا ذکر ہے۔

۵۰ - بَابُ كَيْفَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان کس طرح بھائی چارہ قائم کیا؟

امام ابوعمر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے' ایک مرتبہ خصوصاً مہاجرین کو اور یہ بھائی چارا مکہ میں قائم کیا تھا' اور دوسری مرتبہ مدینہ میں مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور یہاں پر یہی مقصود ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِیْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ .

اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جس وقت ہم مدینہ میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارا قائم کیا۔

اس تعلیق کی سند کے ساتھ موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۰۴۸ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ جُحَيْفَةَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ .

اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارا قائم کیا۔

اس تعلیق کی سند کے ساتھ موافق حدیث' صحیح البخاری: ۱۹٦۸ میں مذکور ہے۔

۳۹۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَاٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان

وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْاَنْصَارِيِّ فَعَرَضَ عَلَيْهِ اَنْ يُنَاصِفَهُ اَهْلَهُ وَمَالَهُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلَّنِيْ عَلَى السُّوْقِ فَرَبِحَ شَيْئًا مِّنْ اَقِطٍ وَّسَمْنٍ فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَيَّامٍ وَّعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَمَا سُقْتَ فِيْهَا فَقَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ ۔

بن عوف رضی اللہ (مدینہ میں) آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع الانصاری کے درمیان بھائی چارا قائم کیا تو حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمان کو یہ پیش کش کی کہ وہ اپنی بیویوں اور اپنے مال میں سے نصف ان کو دے دیں اس پر حضرت عبدالرحمان نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے لیے آپ کی بیویوں اور آپ کے مال میں برکت دے آپ میری بازار کی طرف رہ نمائی کریں' پھر انہوں نے کچھ پنیر اور گھی کو نفع میں حاصل کیا' پھر چند ایام کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ان کے کپڑوں پر زرد رنگ کا اثر تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: اے عبدالرحمان! کیا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا: یارسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کر لی ہے' آپ نے پوچھا: تم نے ان کو (مہر میں) کیا دیا تو انہوں نے بتایا: ایک گٹھلی کے برابر سونا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۴۹ میں گزر چکی ہے۔
اس حدیث کی باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں بھائی چارے کا ذکر ہے۔

٥١- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب سابق سے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٩٣٨ - حَدَّثَنِيْ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ بَلَغَهُ مَقْدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَاهُ يَسْاَلُهُ عَنْ اَشْيَاءَ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ مَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَمَا بَالُ الْوَلَدِ يَنْزِعُ اِلٰى اَبِيْهِ اَوْ اِلٰى اُمِّهِ؟ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بِهٖ جِبْرِيْلُ اٰنِفًا قَالَ ابْنُ سَلَامٍ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالَ اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُهُمْ مِّنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ الْحُوْتِ وَاَمَّا الْوَلَدُ فَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ مَاءَ الرَّجُلِ نَزَعَتِ الْوَلَدَ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از بشر بن المفضل' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کی خبر پہنچی' سو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا' پس انہوں نے کہا: میں آپ سے ایسی تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جنہیں نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا: (۱) قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ (۲) اہل جنت سب سے پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ (۳) بچہ باپ یا ماں میں سے کسی کی مشابہت اختیار کرتا ہے اور اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے ابھی ابھی حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے جوابات کی خبر دی ہے' حضرت ابن السلام نے کہا: یہ فرشتوں میں سے یہودیوں کا دشمن

Marfat.com

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ فَاسْاَلْهُمْ عَنِّيْ قَبْلَ اَنْ يَّعْلَمُوْا بِاِسْلَامِيْ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فِيْكُمْ قَالُوْا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَاَفْضَلُنَا وَابْنُ اَفْضَلِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَاَعَادَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَتَنَقَّصُوْهُ قَالَ هٰذَا كُنْتُ اَخَافُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ .

ہے' آپ نے فرمایا: رہی قیامت کی پہلی نشانی تو وہ ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی' رہا وہ پہلا طعام جس کو اہلِ جنت سب سے پہلے کھائیں گے تو وہ مچھلی کی کلیجی کا زائد ٹکڑا ہے' رہی بچہ کی مشابہت تو جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہو جاتا ہے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو وہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے' تب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک یہود بہتان لگانے والے لوگ ہیں' پس ان کو میرے اسلام لانے کی خبر دینے سے پہلے ان سے میرے متعلق سوال کریں' پھر یہود آئے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: عبداللہ بن سلام تمہارے نزدیک کیسا شخص ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہم سب سے بہتر ہے اور ہم میں سب سے عمدہ شخص کا بیٹا ہے اور وہ ہم میں سب سے افضل ہے اور سب سے افضل شخص کا بیٹا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر عبداللہ بن سلام اسلام لے آئے تو؟ انہوں نے کہا: عبداللہ بن سلام کو اللہ اسلام سے اپنی پناہ میں رکھے' آپ نے دوبارہ اپنا سوال دُہرایا' انہوں نے پھر وہی جواب دیا' پھر حضرت عبداللہ بن سلام نکل کر ان کے سامنے آئے اور انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا: ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ''۔ انہوں نے کہا: یہ ہم میں سب سے بُرا ہے اور سب سے بُرے کا بیٹا ہے' اور انہوں نے حضرت عبداللہ کی مذمت کی' حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اسی چیز کا خوف تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۲۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے یہ حدیث اس باب میں اس لیے ذکر کی ہے کہ اس میں ہجرت کا ذکر ہے۔

۳۹۳۹'۳۹۴۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ اَبَا الْمِنْهَالِ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مُطْعِمٍ قَالَ بَاعَ شَرِيْكٌ لِّيْ دَرَاهِمَ فِي السُّوْقِ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَيَصْلُحُ هٰذَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے ابوالمنہال عبدالرحمان بن مطعم سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک شخص نے چند دراہم کی بازار میں (اُدھار)

Marfat.com

بِعْتُهَا فِي السُّوْقِ فَمَا عَابَهُ أَحَدٌ فَسَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَبَايَعُ هٰذَا الْبَيْعَ فَقَالَ مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَيْسَ بِهِ بَأْسٌ وَمَا كَانَ نَسِيئَةً فَلَا يَصْلُحُ وَالْقَ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ فَاسْأَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ أَعْظَمَنَا تِجَارَةً فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ فَقَالَ مِثْلَهُ .

بیع کی میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا یہ بیع جائز ہے؟ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! اللہ کی قسم! میں بازار میں یہ بیع کر چکا ہوں اور کسی نے بھی اس کو ناجائز نہیں کہا' پھر میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو ہم اس طرح کی بیع کیا کرتے تھے' تو آپ نے فرمایا: جو بیع نقد بہ نقد ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو بیع ادھار ہو تو وہ جائز نہیں ہے اور تم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ سے مل کر سوال کرو اور ان سے پوچھ لو' کیونکہ وہ ہم میں سب سے بڑے تاجر تھے' پس میں نے حضرت زید بن ارقم سے سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَقَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَنَحْنُ نَتَبَايَعُ وَقَالَ نَسِيئَةً إِلَى الْمَوْسِمِ أَوِ الْحَجِّ .

اور سفیان نے ایک مرتبہ کہا: ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور ہم خرید وفروخت کر رہے تھے اور ہم موسم یا حج تک اُدھار بیع کرتے تھے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٦١' اور ٢٠٦٠ میں گزر چکی ہے۔

٥٢- بَابُ إِتْيَانِ الْيَهُوْدِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو یہودیوں کا آنا

یہ باب یہودیوں کے آنے کے متعلق ہے۔

﴿هَادُوْا﴾ (البقرہ:٦٢) صَارُوْا يَهُوْدًا وَأَمَّا قَوْلُهُ ﴿هُدْنَا﴾ (الاعراف:١٥٦) . تُبْنَا هَائِدٌ تَائِبٌ .

''ھادوا'' کا معنی ہے: وہ یہودی ہوگئے' اور رہا قول ''ھدنا'' تو وہ اس معنی میں ہے: ہم نے توبہ کی۔ ''ھائد'' کا معنی ہے: توبہ کرنے والا۔

امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس حدیث کے موافق جو قرآن مجید کے الفاظ ہیں' ان کے معانی بیان کیے ہیں' قرآن مجید میں مذکور ہے:

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ . (المائدہ:٤١)

جو لوگ یہودی ہیں وہ بہت زیادہ جھوٹی باتیں سننے والے ہیں۔

إِنَّا هُدْنَآ إِلَيْكَ ؕ (الاعراف:١٥٦)

ہم نے آپ کی طرف توبہ کی۔

٣٩٤١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اٰمَنَ بِيْ عَشَرَةٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ لَاٰمَنَ بِيَ الْيَهُوْدُ .

(صحیح مسلم: ٢٧٩٣' الرقم المسلسل: ٦٩٥٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ نے حدیث بیان کی' از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دس یہودی (علماء) مجھ پر ایمان لے آئیں تو سب یہودی ایمان لے آئیں۔

Marfat.com

جن دس یہودیوں پر سب یہودیوں کا ایمان لانا مقصود ہے ان کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے پہلے دس یہودی بھی ایمان لے آئے یا آپ کے آنے کے فوراً بعد اگر دس یہودی بھی ایمان لے آتے تو ان کی اتباع میں سب یہودی ایمان لے آتے' لیکن اس وقت دس یہودی ایمان نہیں لائے' لہٰذا سب یہودی ایمان نہیں لائے۔

کعب احبار نے کہا ہے کہ اس حدیث میں دس یہودیوں سے مراد معین یہودی ہیں ورنہ آپ پر دس سے زیادہ یہودی ایمان لائے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے کہ ایک یہودی عالم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ یوسف کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو اس کے ساتھ یہودیوں کی ایک جماعت آئی اور وہ سب اسلام لے آئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دس یہودی علماء نہیں تھے اور ان سے مراد غیر معین یہودی ہیں اور حدیث میں دس یہود سے مراد معین یہودی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٩٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٤٢ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ أَوْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْغُدَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ أَخْبَرَنَا أَبُوْعُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَإِذَا أُنَاسٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ يُعَظِّمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ وَيَصُوْمُوْنَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَحَقُّ بِصَوْمِهِ فَأَمَرَ بِصَوْمِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد یا محمد بن عبیداللہ الغدانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن اسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمیس نے خبر دی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے اور ان دنوں میں بعض یہودی عاشوراء (دس محرم) کے دن کی تعظیم کرتے تھے اور اس دن کا روزہ رکھتے تھے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود کی بہ نسبت اس روزے کے ہم زیادہ مستحق ہیں' پس آپ نے اس دن کے روزہ کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٠٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٤٣ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا أَبُوْبِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَجَدَ الْيَهُوْدَ يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ فَسُئِلُوْا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ أَظْفَرَ اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ نَصُوْمُهُ تَعْظِيْمًا لَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ ثُمَّ أَمَرَ بِصَوْمِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زیاد بن ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا' ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو فرعون کے خلاف کامیابی عطاء فرمائی تھی اور ہم اس دن کی تعظیم کے لیے روزہ رکھتے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے شکر ادا کرنے کے زیادہ مستحق ہیں'

Marfat.com

پھر آپ نے اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۰۴ میں گزر چکی ہے۔

صرف دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے' یا تو نو اور دس محرم کا روزہ رکھا جائے یا دس اور گیارہ محرم کا' کیونکہ آپ نے یہود کی مخالفت کا حکم دیا ہے۔

۳۹۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعْرَهُ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُؤُوسَهُمْ وَكَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ رُؤُوسَهُمْ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ فَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی از یونس از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سر کے بالوں کو سیدھا رکھتے تھے اور مشرکین اپنے بالوں کی مانگ نکالتے تھے اور اہل کتاب اپنے سر کے بالوں کو سیدھا رکھتے تھے اور جس چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم نہ دیا گیا ہو' اس میں آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے' پھر (بعد میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر میں مانگ نکالنے لگے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۵۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہود کا ذکر ہے۔

۳۹۴۵ - حَدَّثَنِي زِيَادُ بْنُ اَيُّوبَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ هُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ جَزَّؤُوهُ اَجْزَاءً فَاٰمَنُوا بِبَعْضِهِ وَكَفَرُوا بِبَعْضِهِ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۰۵-۴۷۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زیاد بن ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے خبر دی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اہل کتاب ہی تو ہیں جنہوں نے آسمانی کتاب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے' سو وہ بعض کتاب پر ایمان لائے اور بعض کتاب کا کفر کیا۔

اس حدیث میں درج ذیل آیت کی تفسیر ہے:

الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِينَ ○ (الحجر: ۹۱)

جن لوگوں نے قرآن (اپنی کتاب کو) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا○

اس آیت میں "عضین" کا لفظ ہے' یہ "عضۃ" کی جمع ہے اور اس کی اصل "عضوۃ" ہے' یعنی جب بکری کے اعضاء کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔

۵۳ - بَابُ اِسْلَامِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس باب میں ان احادیث کو ذکر کیا جائے گا جن میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر دلالت ہے' اس کا مفصل ذکر کتاب البیوع کے اس باب میں گزر چکا ہے' جس میں مشرکین سے خرید وفروخت کا ذکر ہے' حضرت سلمان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کا گورنر بنادیا تھا' وہ خود اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے' اس میں اختلاف نہیں ہے کہ ان کی عمر اڑھائی سو سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ ان کی عمر ساڑھے تین سو سال تھی' دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا' اور چھتیس (٣٦) ہجری میں مدائن میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٩٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت سلمان فارسی ابو عبد اللہ بن الاسلام سے ساٹھ (٦٠) احادیث مروی ہیں' جن میں سے تین پر شیخان متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم تین احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے' اس وقت یہ اسلام لائے اور غزوۂ خندق میں حاضر ہوئے' ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلمان ہم میں سے ہے ہمارے اہل بیت سے ہے۔ امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی روایت ہے: آپ نے فرمایا: بے شک اللہ میرے اصحاب میں سے چار سے محبت کرتا ہے: علی سے' ابوذر' سلمان اور مقداد سے' حضرت سلمان حضرت عثمان کی خلافت میں چھتیس ہجری میں فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر تین سو پچاس (٣٥٠) سال تھی۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ١ ص ٤٤٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

حضرت سلمان فارسی کی مختصر سوانح

٣٩٤٦ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ بْنِ شَقِيقٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ أَبِي (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ أَنَّهُ تَدَاوَلَهُ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ رَّبٍّ إِلَى رَبٍّ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حسن بن عمر بن شقیق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد نے کہا (ح) اور ہمیں ابو عثمان نے حدیث بیان کی از حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک مالک سے دوسرے مالک تک دس سے زیادہ مالکوں کے غلام رہے۔

اس حدیث میں "تداولہ" کا لفظ ہے' یعنی حضرت سلمان کبھی ایک مالک کے ہاتھ میں ہوتے' کبھی دوسرے مالک کے ہاتھ میں' نیز اس حدیث میں "رب" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سید اور مالک۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٩٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَوْفٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ أَنَا مِنْ رَامَ هُرْمُزَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عوف از ابی عثمان' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں رام ہرمز کے شہر سے ہوں۔

رام ہرمز عراق کے قریب ایران کا شہر ہے۔

٣٩٤٨ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حسن بن مدرک نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی'

Marfat.com

عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ فَتْرَةٌ بَيْنَ عِيسٰى وَمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتُّ مِائَةِ سَنَةٍ .

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

وہ کہتے ہیں: ہمیں ابوعوانہ نے خبر دی از عاصم الاحول از ابوعثمان از حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان انقطاع رسالت کا وقفہ (زمانہ فترت) چھ سو سال تھا۔

زمانہ فترت کا معنی اور زمانہ فترت میں مبعوث ہونے والے انبیاء کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کا باب کے عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کی اس لیے روایت کی ہے کہ ان حدیثوں کا بہر حال حضرت سلمان سے تعلق ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ان احادیث کا تعلق حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے ساتھ ہے یعنی وہ دس سے زیادہ مالکوں کی غلامی میں رہنے اور اپنے وطن سے ہجرت کرنے کے کافی عرصہ بعد اسلام لائے۔

فترت سے مراد وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہیں بھیجتا' ہاں یہ ممکن ہے کہ اس مدت میں اللہ تعالیٰ کسی ایسے نبی کو بھیجے جو آخری رسول کی شریعت کی دعوت دے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ زمانہ فترت کے انبیاء میں سے حضرت حنظلہ بن صفوان ہیں جو اصحاب الرس کے نبی ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور وہ زمانہ فترت میں تھے' اور ان انبیاء میں سے حضرت خالد بن سنان العبسی ہیں۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کی صاحب زادی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے ان کے لیے اپنی چادر بچھائی اور آپ نے فرمایا: یہ اُس نبی کی بیٹی ہے جس کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا تھا۔

عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں غلبہ پالیا تو آپ کے پاس حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کی بیٹی آئیں اور وہ بہت بوڑھی ہو چکی تھیں تو آپ نے ان کو مرحبا کہا اور فرمایا: میرے بھائی کی بیٹی کو مرحبا ہو! اور ان کے بھائی نبی تھے جن کو ان کی قوم نے ضائع کر دیا۔

اور زمانہ فترت کے انبیاء میں سے حضرت شعیب بن ذی مھزم ہیں' یہ حضرت شعیب بن صفوان کے علاوہ ہیں۔ علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ یہ معد بن عدنان کے زمانہ میں عرب کے نبی تھے۔

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ صالحین تھے جو نیکی کی دعوت دیتے تھے' کیونکہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے قریب ہوں' میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۴۲' صحیح مسلم: ۲۳۶۵' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۹' المستدرک ج ۲ ص ۵۹۲' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۴' مشکوٰۃ: ۵۷۲۲' کنز العمال: ۳۲۳۳۶)

اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مراد ہو کہ میرے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی مرسل نہیں ہے' سو یہ ہو سکتا ہے کہ زمانہ فترت میں کوئی ایسا نبی ہو جو رسول نہ ہو اور وہ لوگوں کو آخری رسول کی شریعت کی دعوت دیتا ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے' والحمد للہ علی التمام وعلی النبی الصلوٰۃ والسلام! (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۷-۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

فترت سے مراد وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول مبعوث نہیں کیا جاتا' اور یہ ممکن ہے کہ اس مدت میں کوئی نبی بھیجا گیا ہو جو آخری رسول کی شریعت کی طرف دعوت دے' امام ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے' لیکن امام ابن جوزی پر یہ تعاقب کیا گیا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ١٤٠' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس بحث میں علامہ عینی کی شرح اور ان کی تحقیق حافظ ابن حجر سے زیادہ ہے اور ان پر بھاری ہے۔

بعثت سے لے کر مغازی تک کی احادیث کی تعداد

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے لے کر آپ کی ہجرت اور صحابہ کی ہجرت تک ایک سو بیس (١٢٠) احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے ایک سو تین (١٠٣) احادیث موصولہ ہیں اور باقی (١٧) معلقات اور متابعات ہیں اور ان میں سے تہتر (٧٣) احادیث مکررہ ہیں اور تینتالیس خالص احادیث ہیں۔

کتاب مناقب الانصار کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین رحمۃ للعلمین شفیع المذنبین۔ آج یکم صفر ١٤٣١ھ/ ١٧ جنوری ٢٠١٠ء کو کتاب مناقب الانصار کی شرح کی تکمیل ہوگئی۔ الٰہ العلمین! اس شرح کو قبول فرما اور مجھے مکمل صحیح بخاری کی شرح کی توفیق عطاء فرما اور میری مغفرت فرما اور تمام قارئین کی مغفرت فرما اور اپنے حبیب کی شفاعت عطاء فرما! (آمین!)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٤ - كِتَابُ الْمَغَازِي

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغازی کا بیان کیا گیا ہے' مغازی کا لفظ مغزی کی جمع ہے اور مغزی مصدر بھی ہوسکتا ہے اور اسم ظرف بھی ہوسکتا ہے یعنی غزوہ کی جگہ' غزوۃ کی جمع غزوات ہے۔

ابن سیدہ نے لکھا ہے: غزوہ کا معنی ہے: دشمن سے لڑنے کے لیے جانا' غزوہ کا اصطلاحی معنی ہے: جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود گئے ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کی تعداد انیس (۱۹) ہے' حضرت بریدہ سے سولہ (۱۶) کی روایت ہے اور ان سے انیس کی بھی روایت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ غزوات میں خود قتال کیا ہے: (۱) بدر (۲) اُحد (۳) احزاب (۴) مُریسیع (۵) قدید (۶) خیبر (۷) مکہ (۸) حنین۔

سریہ کا معنی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن سے قتال کے لیے لشکر بھیجا اور اس لشکر میں خود نہ شریک ہوں۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سرایا کی تعداد اڑتیس (۳۸) ہے' امام ابن سعد نے کہا: سینتالیس (۴۷) ہے۔

آپ نے اپنا سریہ حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا تھا' ایک قول ہے: حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا تھا' اور آخری سریہ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی قیادت میں شام کی طرف بھیجا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھوڑوں کو البلقاء' الداروم میں دوڑائیں' جوارضِ فلسطین کے علاقے ہیں۔

١ - بَابُ غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ اَوِ الْعُسَيْرَةِ — غزوۃ العشیرۃ یا العسیرۃ

یہ باب غزوۃ العشیرۃ کے بیان میں ہے' اس کے لیے العسیرۃ کا لفظ بھی ہے' مگر معروف العشیرۃ ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ "العسیرۃ" "العسری" کی تصغیر ہے اور "العشیرۃ" "العشر" کی تصغیر ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ "العشیر" بطن ینبع کی جگہ ہے اور یاقوت نے کہا ہے کہ "العشیرۃ ینبع" کی جانب ایک جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار سے جنگ کی تھی اور یمامہ کے مضافات میں ٹیلوں کے قریب ایک بستی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ اَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَبْوَاءَ ثُمَّ بُوَاطَ ثُمَّ الْعُشَيْرَةَ.

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے الابواء میں قتال کیا' پھر بواط میں' پھر العشیرۃ میں۔

اس تعلیق کی شرح میں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق کا تعارف

امام ابن اسحاق کا نام ہے: امام محمد بن اسحاق بن یسار' یہ مدنی تابعی ہیں' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ کی زیارت کی ہے' یہ بغداد میں آئے اور وہاں احادیث بیان کیں اور ایک سو پچاس ہجری میں فوت ہوئے' یہ مقبرۃ الخیزران میں مدفون ہیں' جو آج کل امام ابوحنیفہ رضی اللہ کے مشہد کے نام سے مشہور ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح البخاری میں ان کی روایات سے استدلال کیا ہے اور امام مسلم نے متابعات میں ان سے استدلال کیا ہے اور امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی ان کی روایات سے استدلال کیا ہے۔

الابواء کے اوّل غزوات ہونے کی تحقیق

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود قتال کیا' اس کو غزوہ ودان بھی کہا جاتا ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفر میں مدینہ سے نکلے' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ کو مدینہ کا عامل بنایا۔

الابواء: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور جگہ ہے اور یہ مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔

البکری نے کہا ہے: یہ بڑی بستیوں میں سے ایک بستی ہے' یاقوت نے کہا ہے کہ ودّان اور ابواء کے درمیان آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔

پھر بواط

یعنی پھر آپ بواط کے خلاف قتال کے لیے گئے۔

الصنعانی نے کہا: ذی خشب کی سمت پر جہینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام بواط ہے اور بواط اور مدینہ کے درمیان بارہ میل کا فاصلہ ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال ربیع الاوّل کے مہینہ میں بواط پر حملہ کیا تھا۔ آپ کا ارادہ قریش سے قتال کرنے کا تھا' امام ابن ہشام نے کہا: آپ نے حضرت السائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ کو مدینہ میں عامل بنایا تھا۔ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو سو گھڑ سواروں کے ساتھ حملہ کیا تھا اور اس لشکر کا جھنڈا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ کے ہاتھ میں تھا اور آپ کا قصد یہ تھا کہ آپ وہاں سے گزرنے والے قریش کے قافلہ پر حملہ کر کے ان سے مال غنیمت حاصل کریں' قریش کے قافلہ میں امیہ بن خلف اور ایک سو پچاس اونٹ تھے' پھر آپ کسی نقصان کے بغیر مدینہ لوٹ آئے' پھر آپ مدینہ میں ربیع الآخر اور جمادی الاوّل کے بعض ایام تک ٹھہرے۔

پھر العشیرۃ

اس کے بعد آپ نے العشیرۃ میں قتال کیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے خلاف قتال کے لیے گئے۔ امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ آپ نے ابوسلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ کا عامل بنایا اور حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے نکلے تھے جو شام کی طرف جا رہا تھا' حتیٰ کہ آپ بطن ینبع میں ٹھہرے اور وہاں جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانیہ کے چند ایام تک ٹھہرے اور آپ کسی نقصان کے بغیر مدینہ لوٹ آئے' ان تینوں مقامات پر کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۸۔۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ ان تینوں مقامات پر کفار کے قافلہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے مدینہ سے نکلے' لیکن کسی مقام پر بھی قریش کے قافلہ سے آمنا سامنا نہیں ہوا اور آپ بغیر کسی جنگ کے واپس آ گئے۔

٣٩٤٩- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ كُنْتُ اِلٰى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ فَقِيْلَ لَهٗ كَمْ غَزَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ قِيْلَ كَمْ غَزَوْتَ اَنْتَ مَعَهٗ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ فَاَيُّهُمْ كَانَتْ اَوَّلَ قَالَ الْعُسَيْرَةُ اَوِ الْعُشَيْرُ فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ الْعُشَيْرُ.

[اطراف الحدیث: ٤٤٠٤-٤٤٧١] (صحیح مسلم: ١٢٥٤' الرقم المسلسل: ٢٩٢٤' سنن ترمذی: ١٦٨٢' سنن دارمی: ١١٨٦' المعجم الکبیر: ٥٠٤٣' دلائل النبوۃ ج ٥ ص ٤٥٣' مسند احمد ج ٤ ص ٣٧٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩٢٩٨- ج ٣٢ ص ٥٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ کے پہلو میں تھا' ان سے پوچھا گیا کہ نبی ﷺ نے کتنے غزوات کیے تھے؟ انہوں نے بتایا: انیس' ان سے پوچھا گیا کہ آپ کتنے غزوات میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے؟ انہوں نے بتایا: سترہ غزوات میں' میں نے ان سے پوچھا: پہلا غزوہ کون سا تھا؟ انہوں نے بتایا: العسیرۃ یا العشیر' پھر میں نے اس کا قتادہ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: العشیر۔

رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور سرایا کی تعداد کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ نے بتایا کہ نبی ﷺ کے انیس غزوات ہیں۔

حضرت زید بن ارقم کی مراد یہ ہے کہ جن غزوات میں نبی ﷺ بنفسہ نکلے خواہ آپ نے ان میں قتال کیا ہو یا نہ کیا ہو' ان کی تعداد انیس ہے۔

امام ابویعلیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے غزوات کی تعداد اکیس (٢١) ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: ٢٣٣٩)

اس حدیث کی سند صحیح ہے' اس بناء پر حضرت زید بن ارقم سے دو غزوات کا ذکر رہ گیا اور شاید وہ الابواء اور بواط ہیں' اور یہ ان سے اس لیے مخفی رہا کہ اس وقت وہ کم عمر تھے۔

امام موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے آٹھ غزوات میں بنفسہ قتال کیا: (١) بدر (٢) اُحد (٣) الاحزاب (٤) المصطلق (٥) خیبر (٦) مکہ (٧) حنین (٨) طائف۔

انہوں نے غزوہ بنوقریظہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اس کو احزاب میں شامل کر لیا کیونکہ وہ احزاب کے فوراً بعد ہوا تھا' اسی طرح دوسروں نے طائف اور حنین کو جمع کر لیا کیونکہ یہ دونوں متقارب تھے' اس بناء پر حضرت زید بن ارقم اور حضرت جابر کا قول جمع ہو جاتا ہے۔

امام محمد بن سعد نے غزوات میں توسع کو اختیار کیا' انہوں نے کہا: جن غزوات میں نبی ﷺ بنفسہ نکلے ان کی تعداد ستائیس (٢٧) ہے' انہوں نے اس میں علامہ واقدی کی اتباع کی ہے اور یہ تعداد امام ابن اسحاق کی تعداد کے مطابق ہے' مگر یہ کہ انہوں نے خیبر سے وادی قُریٰ کے غزوہ کو شامل نہیں کیا اور حضرت جابر نے جو اکیس (٢١) غزوات بیان کیے ہیں' اور ان پر چھ غزوات جو زائد ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں۔

Marfat.com

امام عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ سعید بن المسیب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوبیس غزوات ہیں' وہ بھی اسی پر محمول ہے۔ سعید بن المسیب نے پہلے اٹھارہ غزوات کی روایت کی' پھر چوبیس غزوات کی روایت کی' زہری نے کہا: یا تو ان کو وہم ہوا یا انہوں نے بعد میں چند غزوات سنے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے بعض غزوات کو بعض میں داخل کر لیا تھا تو پھر ان کے قول کو وہم کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے کل غزوات کی تعداد انیس ہے اور باقی اقوال مؤول ہیں۔) سعیدی غفرلہٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بعوث اور سرایا بھیجے (جن میں آپ نہیں نکلے)' امام ابن اسحاق کے نزدیک ان کی تعداد چھتیس (۳۶) ہے اور امام واقدی نے اڑتالیس (۴۸) تعداد بیان کی ہے اور امام ابن جوزی نے التلقیح میں چھپن (۵۶) سرایا کا ذکر کیا ہے اور مسعودی نے ساٹھ کا ذکر کیا ہے اور ہمارے شیخ نے نظم السیرۃ میں ستر (۷۰) سے زائد سرایا کا ذکر کیا ہے اور امام حاکم نے اکلیل میں سو (۱۰۰) سے زائد کا ذکر کیا ہے اور شاید انہوں نے سرایا میں غزوات کو بھی شامل کر لیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۳ ملخصا' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کی تعداد ستائیس (۲۷) ہے اور آپ کے سرایا کی تعداد سینتالیس (۴۷) ہے۔ رہا یہ کہ حضرت زید بن ارقم نے انیس غزوات کا ذکر کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دیگر غزوات کے وقت کم عمر تھے یا انہوں نے مشہور غزوات کا ذکر کیا ہے اور غیر مشہور غزوات کا ذکر نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے کوئی خاص بات نہیں لکھی' فتح الباری کا خلاصہ لکھا ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۲۳۱۔ ۲۳۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

٢- بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُقْتَلُ بِبَدْرٍ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ذکر فرمانا کہ غزوۂ بدر میں کون کون قتل کیا جائے گا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ غزوۂ بدر میں کس کس کے قتل کیے جانے کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر فرمایا' اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے غیب کی خبر بیان فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٥٠ - حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ صَدِيْقًا لِاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَكَانَ اُمَيَّةُ اِذَا مَرَّ بِالْمَدِيْنَةِ نَزَلَ عَلٰى سَعْدٍ وَكَانَ سَعْدٌ اِذَا مَرَّ بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلٰى اُمَيَّةَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ انْطَلَقَ سَعْدٌ مُعْتَمِرًا فَنَزَلَ عَلٰى اُمَيَّةَ بِمَكَّةَ فَقَالَ لِاُمَيَّةَ اُنْظُرْ لِيْ سَاعَةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابواسحاق' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا کہ وہ اُمیہ بن خلف کے دوست تھے' اور جب اُمیہ مدینہ میں آتا تو وہ حضرت سعد بن معاذ کے ہاں ٹھہرتا اور جب حضرت سعد مکہ میں جاتے تو وہ اُمیہ کے پاس ٹھہرتے' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ

Marfat.com

خَلْوَةٍ لَعَلِّيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ فَخَرَجَ بِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ نِصْفِ النَّهَارِ فَلَقِيَهُمَا اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ يَا اَبَا صَفْوَانَ مَنْ هٰذَا مَعَكَ فَقَالَ هٰذَا سَعْدٌ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ جَهْلٍ اَلَا اَرَاكَ تَطُوْفُ بِمَكَّةَ اٰمِنًا وَّقَدْ اٰوَيْتُمُ الصُّبَاةَ وَزَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ تَنْصُرُوْنَهُمْ وَتُعِيْنُوْنَهُمْ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنَّكَ مَعَ اَبِيْ صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ اِلٰى اَهْلِكَ سَالِمًا فَقَالَ لَهٗ سَعْدٌ وَّرَفَعَ صَوْتَهٗ عَلَيْهِ اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ مَّنَعْتَنِيْ هٰذَا لَاَمْنَعَنَّكَ مَا هُوَ اَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْهُ طَرِيْقَكَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ اُمَيَّةُ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ سَيِّدِ اَهْلِ الْوَادِيْ فَقَالَ سَعْدٌ دَعْنَا عَنْكَ يَا اُمَيَّةُ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهُمْ قَاتِلُوْكَ قَالَ بِمَكَّةَ قَالَ لَا اَدْرِيْ فَفَزِعَ لِذٰلِكَ اُمَيَّةُ فَزَعًا شَدِيْدًا فَلَمَّا رَجَعَ اُمَيَّةُ اِلٰى اَهْلِهٖ قَالَ يَا اُمَّ صَفْوَانَ اَلَمْ تَرَيْ مَا قَالَ لِيْ سَعْدٌ قَالَتْ وَمَا قَالَ لَكَ قَالَ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا اَخْبَرَهُمْ اَنَّهُمْ قَاتِلِيْ فَقُلْتُ لَهٗ بِمَكَّةَ قَالَ لَا اَدْرِيْ فَقَالَ اُمَيَّةُ وَاللّٰهِ لَا اَخْرُجُ مِنْ مَّكَّةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ اسْتَنْفَرَ اَبُوْجَهْلٍ النَّاسَ قَالَ اَدْرِكُوْا عِيْرَكُمْ فَكَرِهَ اُمَيَّةُ اَنْ يَّخْرُجَ فَاَتَاهُ اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ يَا اَبَا صَفْوَانَ اِنَّكَ مَتٰى يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ وَاَنْتَ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِيْ تَخَلَّفُوْا مَعَكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ اَبُوْجَهْلٍ حَتّٰى قَالَ اَمَّا اِذْ غَلَبْتَنِيْ فَوَاللّٰهِ لَاَشْتَرِيَنَّ اَجْوَدَ بَعِيْرٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ قَالَ اُمَيَّةُ يَا اُمَّ صَفْوَانَ جَهِّزِيْنِيْ فَقَالَتْ لَهٗ يَا اَبَا صَفْوَانَ وَقَدْ نَسِيْتَ مَا قَالَ لَكَ اَخُوْكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ لَا مَا اُرِيْدُ اَنْ اَجُوْزَ مَعَهُمْ اِلَّا قَرِيْبًا فَلَمَّا خَرَجَ اُمَيَّةُ اَخَذَ لَا يَنْزِلُ مَنْزِلًا اِلَّا عَقَلَ بَعِيْرَهٗ فَلَمْ يَزَلْ بِذٰلِكَ حَتّٰى قَتَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِبَدْرٍ ـ

میں تشریف لائے تو حضرت سعد عمرہ کرنے کے لیے مکہ میں امیہ کے پاس گئے تو اُنہوں نے اُمیہ سے کہا: میرے لیے کوئی خلوت کا وقت بتاؤ جس میں میں بیت اللہ کا طواف کرلوں سو اُمیہ ان کو لے کر دوپہر کے قریب نکلا تو ان دونوں سے ابوجہل کی ملاقات ہوگئی اس نے پوچھا: اے ابوصفوان! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے بتایا: یہ (حضرت) سعد ہیں تو ابوجہل نے ان سے کہا: میں تم کو مکہ میں امن کے ساتھ طواف کرتا ہوا نہ دیکھوں تم لوگوں نے دین بدلنے والوں کو پناہ دے رکھی ہے اور تمہارا یہ زعم ہے کہ تم ان کی نصرت اور اعانت کرو گے سنو! اللہ کی قسم! اگر تم ابوصفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو تم اپنے اہل کے پاس صحیح وسالم نہیں جاسکتے تھے تب حضرت سعد نے اس کو بلند آواز کے ساتھ جواب دیا: سنو! اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھے اس طواف سے منع کیا تو میں تم کو اس سے منع کر دوں گا جو تمہارے نزدیک اس طواف سے زیادہ اہم ہے میں تم کو مدینہ کے راستہ سے (شام جانے سے) منع کر دوں گا تب اُمیہ نے حضرت سعد سے کہا: اے سعد! ابوالحکم کے سامنے آواز بلند نہ کرو یہ اس وادی کا سردار ہے پس حضرت سعد نے کہا: اے اُمیہ! مجھے اس سے بات کرنے دو پس اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ سے سن چکا ہوں آپ فرما رہے تھے کہ وہ تم کو قتل کرنے والے ہیں اُمیہ نے پوچھا: کیا مکہ میں قتل کریں گے؟ حضرت سعد نے کہا: مجھے پتا نہیں پس اُمیہ گھبرایا اور اُمیہ اس خبر سے بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا سو جب امیہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹا تو اس نے کہا: اے صفوان کی ماں! کیا تم کو معلوم نہیں کہ (حضرت) سعد نے مجھ سے کیا کہا ہے اس نے پوچھا: انہوں نے تم سے کیا کہا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ اس کا زعم ہے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نے ان کو خبر دی ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے میں نے ان سے پوچھا: کیا مکہ میں؟ تو انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں تب امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا پھر جب بدر کا دن آیا تو ابوجہل نے لوگوں کو طلب کیا اور کہا: اپنے قافلہ کی مدد کے لیے روانہ ہو تو اُمیہ نے نکلنے کو ناپسند کیا تو ابوجہل اس کے پاس آیا اور اس سے کہا: اے ابوصفوان!

Marfat.com

جب لوگ دیکھیں گے کہ تم ان سے پیچھے رہ گئے حالانکہ تم اس وادی کے سردار ہو تو وہ بھی تمہارے ساتھ پیچھے رہ جائیں گے' سو ابوجہل اس سے بار بار اصرار کرتا رہا' حتیٰ کہ اُمیہ نے کہا: اب جب کہ تم نے مجھے مجبور کر دیا تو اللہ کی قسم! میں مکہ کا سب سے تیز رفتار اونٹ خریدوں گا' پھر اُمیہ نے کہا: اے صفوان کی ماں! تم مجھے تیار کرو' پس صفوان کی ماں نے کہا: اے ابوصفوان! تم بھول گئے ہو کہ تمہارے یثربی بھائی نے تم سے کیا کہا تھا' امیہ نے کہا: میں بھولا نہیں ہوں' میرا ارادہ ہے کہ میں ان کے ساتھ صرف تھوڑی دور تک جاؤں گا' پھر اُمیہ جب (مکہ سے) نکلا تو وہ جس منزل پر بھی ٹھہرتا' اپنا اونٹ اپنے نزدیک باندھتا' وہ اسی طرح احتیاط کرتا رہا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کی جنگ میں اس کو مار ڈالا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۳- بَابُ قِصَّةِ غَزْوَةِ بَدْرٍ

غزوۂ بدر کا قصہ

اس باب میں غزوۂ بدر کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۱۲۳-۱۲۷) .

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور بے شک اللہ نے تمہاری بدر میں اس وقت مدد کی جب تم کمزور تھے' سو تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ ۝ (یاد کیجئے!) جب آپ مسلمانوں سے یہ کہتے تھے: کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ (عزوجل) تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے ۝ کیوں نہیں! اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو' اور وہ جب اچانک تم پر حملہ کریں تو تمہارا رب اسی وقت پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کو پہنچ جائے گا ۝ اور اللہ نے اس کو صرف تمہارے لیے بشارت بنایا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور نصرت صرف اللہ کی طرف سے ہے جو غالب ہے اور حکمت والا ہے ۝ تاکہ کافروں کے ایک گروہ کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کر دے تاکہ وہ ناکام لوٹ جائیں ۝ (آل عمران: ۱۲۷-۱۲۳)

مقام بدر کی تعیین اور مسلمانوں کو کم زور قرار دینے کی وجہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آل عمران: ۱۲۳ میں بدر کا ذکر ہے' یہ مشہور بستی ہے' جس کی بدر بن مخلد بن کنانہ کی طرف نسبت ہے' وہ اس بستی میں آ کر ٹھہرا تھا

Marfat.com

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بدر بن الحارث تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس جگہ بدر نام کا کنواں تھا' اس کا نام بدر اس لیے پڑ گیا کہ اس کا پانی بہت صاف تھا حتیٰ کہ اس میں بدر یعنی چودھویں رات کے چاند کا عکس دکھائی دیتا ہے' اور وہ کنواں چودھویں رات کے چاند کی طرح گول تھا' علامہ واقدی نے ان وجوہات کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ جس طرح اور جگہوں کے نام ہیں' اسی طرح اس بستی یا اس کنویں کا نام بدر تھا۔

نیز اس آیت میں فرمایا کہ ''اس وقت تم کم زور تھے'' یعنی مشرکین کی تعداد کی بہ نسبت تمہاری تعداد بہت کم تھی' اور اس وجہ سے کہ اکثر مسلمان پیادہ تھے اور ان کے پاس زیادہ اسلحہ نہیں تھا' اس کے برعکس مشرکین کے پاس سواریاں تھیں ہتھیار تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی ﷺ نے مسلمانوں کو اس لیے بلایا تھا کہ ابوسفیان شام سے جو مالِ تجارت لے کر آ رہا تھا' اس پر حملہ کر کے وہ تمام مال اس سے چھین لیا جائے اور ابوسفیان کے ساتھ کم مسلح لوگ تھے' اس لیے اکثر انصار کا یہ گمان تھا کہ کسی بڑی جنگ کی نوبت نہیں آئے گی اور وہ آسانی سے ابوسفیان کے قافلہ سے اموالِ تجارت چھین لیں گے' اس لیے انصار جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں آئے تھے' اس کے برخلاف مشرکین ابوسفیان کے تجارتی قافلے کی حفاظت کے لیے ہتھیاروں اور سواریوں سے لیس ہو کر آئے تھے۔

آل عمران: ۱۲۴ کے تعلق میں دو قول

آل عمران: ۱۲۴: ''یاد کیجئے جب آپ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے'' اس کی تفسیر میں اہل تاویل کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: اس کا تعلق اس آیت سے ہے: ''اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی''۔ اس بناء پر اس آیت کا تعلق قصہ بدر سے ہے' امام بخاری کا بھی یہی مختار ہے' اور یہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر علامہ داؤدی نے اعتماد کیا ہے' علامہ ابن التین نے اس کا انکار کیا ہے اور ان کو ذھول ہو گیا' بعض نے کہا: اس کا تعلق اس آیت سے ہے:

وَاِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ ؕ (آل عمران: ۱۲۱)

اور جب آپ صبح کے وقت اپنے اہل کے پاس سے باہر آئے' اس وقت آپ مسلمانوں کو مورچوں پر ٹھہرا رہے تھے۔

اس بناء پر اس کا تعلق غزوۂ اُحد کے ساتھ ہے اور یہ عکرمہ اور دیگر کا قول ہے۔

پہلے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ شعبی سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ کرز بن جابر مشرکین کی مدد کر رہا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَلَنۡ يَّكۡفِيَكُمۡ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ ۔ (آل عمران: ۱۲۴)

کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے۔

شعبی نے کہا: پس کرز نے مشرکین کی مدد نہیں کی اور نہ مسلمانوں کی پانچ ہزار کے ساتھ مدد کی گئی۔

سعید نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی۔

ربیع بن انس نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے دن مسلمانوں کی ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی' پھر ان کی مدد میں اضافہ کیا تو وہ تین ہزار ہو گئے' پھر ان میں اضافہ ہو گیا تو وہ پانچ ہزار ہو گئے۔

گویا اس طرح انہوں نے آل عمران اور انفال کی دو آیتوں کو جمع کر لیا۔

امام بخاری نے ان کے نزول میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے' پس انہوں نے ذکر کیا کہ ''وَاِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ''

(آل عمران:۱۲۱) غزوۂ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی ہے اسی طرح "لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ" (آل عمران:۱۲۸) بھی غزوۂ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کے علاوہ باقی آیتیں غزوۂ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور یہی قول معتمد ہے۔

(فتح الباری ج۵ص ۱۴۷ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں فرشتوں کی علامتیں

آل عمران:۱۲۵ میں فرمایا: تمہارا رب اس وقت پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کو پہنچ جائے گا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ابواسحاق سبیعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید اُونی لباس تھا اوران کے گھوڑوں کی سفید پیشانیاں تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی نشانیاں یہ تھیں کہ انہوں نے عمامے باندھے ہوئے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنگِ بدر کے دن فرشتوں کی علامت سیاہ عمامے تھے اور جنگ اُحد کے دن فرشتوں کی علامت سرخ عمامے تھے۔

مقسم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ فرشتوں نے صرف غزوۂ بدر میں قتال کیا تھا۔

فرشتوں کی مدد کا معنی

آل عمران:۱۲۶ میں فرمایا: اور اللہ نے اس کو صرف تمہارے لیے بشارت بنایا ہے اور تا کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو صرف تمہارے لیے بشارت بنایا ہے۔

نیز فرمایا: اور نصرت صرف اللہ کی طرف سے ہے یعنی فرشتوں کی طرف سے نہیں ہے اور نہ کثرتِ عدد کی وجہ سے ہے لیکن فرشتوں کا نزول مدد کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۷ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ وَحْشِیٌّ قَتَلَ حَمْزَةُ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِیِّ بْنِ الْخِيَارِ يَوْمَ بَدْرٍ.

اور وحشی نے کہا: حضرت حمزہ (بن عبدالمطلب) نے جنگِ بدر کے دن طعیمہ بن عدی بن الخیار کو قتل کیا تھا۔

وحشی کا نام ہے: وحشی بن حرب یہ طعیمہ کے غلام تھے۔ اور جبیر بن مطعم طعیمہ کے بھتیجے تھے اور جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے جنگِ بدر کے دن طعیمہ بن عدی کو قتل کر دیا تو جبیر بن مطعم نے وحشی سے کہا: اگر تم نے (حضرت) حمزہ کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو سو اس نے جنگ اُحد میں ان کو قتل کر دیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری:۴۰۷۲ میں مذکور ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ﴾ (الانفال:۷) اَلْآيَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو! یاد کرو) جب اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ یقیناً تمہارے لیے ہے اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح (کم زور) گروہ تمہارے ہاتھ لگے۔ (الانفال:۷)

الانفال:۷ کا بقیہ ترجمہ درج ذیل ہے:

Marfat.com

''اور اللہ کا ارادہ تھا کہ حق کو اپنے کلمات سے ثابت کر دے اور (ان) کافروں کی جڑ کاٹ دے''۔
دو گروہوں میں سے ایک گروہ وہ تھا جس میں تجارتی قافلہ تھا جو ابوسفیان کی قیادت میں شام سے تجارتی سامان لے کر مکہ جا رہا تھا اور دوسرا گروہ وہ تھا جو ابوجہل کی قیادت میں مسلح لشکر تھا' وہ اس قافلہ کی حفاظت اور مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا' اس لشکر میں عتبہ بن ربیعہ' شیبہ اور دوسرے صنادید قریش تھے۔

مسلمانوں کی مراد یہ تھی کہ اس قافلہ پر حملہ کر کے اس سے تمام تجارتی سامان چھین لیں' اس کا مختصر قصہ یہ ہے:
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے باہر نکلے تاکہ ابوسفیان کے اس قافلہ پر حملہ کر کے وہ تمام تجارتی سامان چھین لیں جو وہ شام سے لے کر آ رہا تھا' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اس پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا اور آپ تین سو تیرہ مردوں کے ساتھ نکلے اور آپ نے بدر کی طرف سے ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا' ادھر ابوسفیان کو خبر مل گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں' اس نے ضمضم بن عمرو کو بھیجا تاکہ وہ اہلِ مکہ کو ڈرائے تو ایک ہزار کے قریب مسلح کفارِ قریش کا لشکر ابوسفیان کے قافلہ کی حفاظت کے لیے آ پہنچا' اُدھر ابوسفیان نے قافلہ کو بچانے کے لیے ساحل سمندر کی دائیں جانب کا راستہ اختیار کیا اور مسلمانوں کے حملہ کی زد سے بچ کر نکل گیا' کفارِ قریش کا لشکر آ پہنچا اور اس نے بدر کے پانی پر قبضہ کر لیا' اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش اور مسلمانوں کو اچانک جمع کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ مسلمانوں کا دین سربلند ہو اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمائے اور حق اور باطل کے درمیان امتیاز ہو جائے۔

الغرض! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی کہ کفار کا لشکر آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل کی کہ لشکر کفار اور تجارتی قافلہ ان دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر فتح کا اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے وعدہ فرماتا ہے' اکثر مسلمان یہ چاہتے تھے کہ قافلہ پر حملہ کر کے اس کے اموال پر قبضہ کر لیا جائے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح کمزور گروہ تمہارے ہاتھ لگے'' یعنی تم یہ چاہتے تھے کہ بغیر جنگ کے تم اس تجارتی سامان پر قبضہ کر لو' اس آیت میں ''شوکۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی شدت اور قوت ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۰۲-۱۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلشَّوْكَةُ الْحَدُّ .

امام ابوعبداللہ نے کہا: ''شوکۃ'' کا معنی قوت ہے۔

٣٩٥١ - حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا اِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ غَيْرَ اَنِّيْ تَخَلَّفْتُ عَنْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتَبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهَا اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب کہ عبداللہ بن کعب نے کہا: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک کے سوا کسی ایسے غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا جس میں آپ نے جنگ کی ہو' سوا اس کے کہ میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا اور جو مسلمان غزوۂ بدر سے پیچھے رہ گئے تھے' ان میں سے کسی پر عتاب نہیں کیا گیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے (مدینہ سے) باہر نکلے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے

دشمنوں کو اچانک ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: غزوۂ بدر کا قصہ اور اس میں غزوۂ بدر کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔

٤- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ اِذْ يُوْحِىْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الانفال: ۹-۱۳).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(اے مسلمانو! یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرنے والا ہوں ۝ اور اللہ نے اس (خبر) کو تمہارے لیے صرف خوش خبری بنایا ہے اور اس لیے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے' بے شک اللہ بہت غالب بہت حکمت والا ہے ۝ (اور اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ نے تمہیں پر سکون کرنے کے لیے تم پر اپنی طرف سے ہلکی سی نیند طاری کر دی اور آسمان سے تم پر پانی نازل کیا تاکہ اس (پانی) سے وہ تم کو پاک کر دے اور شیطانی وسوسہ کی ناپاکی تم سے دور کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس (بارش) کی وجہ سے تمہارے پاؤں جما دے ۝ اور (مسلمانو! وہ وقت بھی یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں پر وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں' سو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو' عنقریب میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا' پس تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤ ۝ یہ حکم اس لیے دیا ہے کہ ان کفار نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ۝ (الانفال: ۱۳-۹)

مسلمانوں پر نیند طاری کرنے کے متعلق روایات

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الانفال: ۱۳-۹ کا ترجمہ اور تفسیر وہی ہے جو اس سے پہلے آل عمران: ۱۲۷-۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

الانفال: ۱۱ میں فرمایا ہے: اور (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ نے تمہیں پر سکون کرنے کے لیے تم پر اپنی طرف سے ہلکی سی نیند طاری کر دی۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی وہ نعمت یاد دلائی ہے جب اللہ تعالیٰ نے غزوۂ اُحد میں مسلمانوں پر نیند طاری کر

Marfat.com

دی' تا کہ دشمن کی کثرت اور اس کے مقابلہ میں اپنی قلت دیکھ کر جوان پر خوف اور گھبراہٹ طاری ہوئی تھی وہ ان سے زائل ہو جائے۔

حضرت ابوطلحہ نے بیان کیا کہ میں ان مسلمانوں میں سے تھا جن پر غزوۂ اُحد کے دن نیند طاری ہوئی تھی' اور اس نیند کی وجہ سے بار بار میرے ہاتھ سے تلوار گر جاتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جنگ کے دوران جو ہم پر نیند طاری ہوئی تھی' وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر رحمت تھی اور ہمارے دلوں کی طمانیت تھی۔

قتادہ نے کہا: اونگھ کا اثر سر میں تھا' سر نیند کے جھونکوں سے بار بار ہل رہا تھا اور دل میں اس کی وجہ سے سکون اور طمانیت تھی' سہل بن عبداللہ نے کہا: دل کی زندگی اور بیداری کے ساتھ نیند سر میں حلول کر رہی تھی اور سر سے زائل ہونے کے بعد نیند قلب میں اُتر جاتی تھی۔

اس آیت میں فرمایا ہے: اور آسمان سے تم پر پانی نازل کیا تا کہ اس (پانی) کے ذریعہ وہ تم کو پاک کر دے اور شیطانی وسوسہ کی ناپاکی تم سے دور کر دے۔

غزوۂ بدر میں شیطان کا وسوسہ اور اس کا ازالہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگِ بدر کے دن مسلمان ایک بڑے ٹیلے پر ٹھہرے تھے' جس کی ریت میں ان کے اور ان کے جانوروں کے پیر دھنس رہے تھے اور ان سے پہلے مشرکین پانی پر قبضہ کر چکے تھے اور انہوں نے مسلمانوں پر سبقت حاصل کر لی تھی' صبح جب مسلمان اُٹھے تو ان میں سے بعض بے وضو تھے اور بعض جنبی (محتلم) تھے اور ان کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی تو شیطان نے ان کو وسوسہ ڈالا اور کہا: تمہارا یہ زعم ہے کہ تم میں اللہ کا نبی ہے اور تم اللہ کے اولیاء ہو اور حال یہ ہے کہ پانی کے حصول میں تم پر مشرکین نے غلبہ پا لیا' اور اب تم جنبی اور بے وضوء ہونے کی حالت میں نمازیں پڑھو گے' پس تم یہ کیسے توقع رکھو گے کہ تم مشرکین پر غالب ہو گے! تب اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور بدر کی وادی میں پانی بہنے لگا' سو مسلمانوں نے پانی پیا' غسل کیا اور اپنے جانوروں کو پانی پلایا' اور اپنی مشکیں پانی سے بھر لیں' گرد و غبار بیٹھ گیا اور ریت جم گئی' حتیٰ کہ وہ آسانی سے ریت پر چلنے لگے اور شیطان کا وسوسہ زائل ہو گیا۔

فرشتوں کا کافروں کو قتل کرنا

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا: سو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مؤمنوں کو ثابت قدم رکھنے میں' میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ قتال کرو' اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم ان کی جماعت میں اضافہ کرو۔

نیز فرمایا: میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا' یعنی ان کے دلوں میں خوف اور ذلت طاری ہو جائے گی۔

اس کے بعد فرمایا: پس تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو' اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤ۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ اس سے مراد گردن کے اوپر والا حصہ ہے جہاں سے جانور کو ذبح کرتے ہیں' اس پر وار کر کے ان کا سر دھڑ سے الگ کر دو' اور ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ' یعنی انگلیوں کے پوروں اور اعضاء کے اطراف پر۔

اور ان کو مارنے اور قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۰۶-۱۰۵ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

ابوسفیان کے قافلہ کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابوسفیان کے قافلہ میں ایک ہزار اونٹ تھے اور پچاس ہزار دینار تھے اور اس میں تیس عدد قرشی مرد تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۸ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۳۹۵۲- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ مُخَارِقٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ مَشْهَدًا لِاَنْ اَكُوْنَ صَاحِبَهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهٖ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُوْ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا﴾ (المائدہ:٢٤) وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَقَ وَجْهُهٗ وَسَرَّهٗ يَعْنِيْ قَوْلَهٗ.

[طرف الحدیث:۴۶۰۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از مخارق از طارق بن شہاب انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک جگہ پر تھا اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو وہ مقام میرے نزدیک ہر چیز سے افضل ہوتا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اس وقت آپ مشرکین کے خلاف دعاءِ ضرر کر رہے تھے اس وقت انہوں نے کہا: ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا: "جائیں آپ اور آپ کا رب (دشمنوں سے) لڑیں" (المائدہ:۲۴) لیکن ہم آپ کی دائیں طرف سے لڑیں گے اور آپ کی بائیں طرف سے لڑیں گے اور آپ کے سامنے سے لڑیں گے اور آپ کے پیچھے سے لڑیں گے پس میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور آپ ان کی بات سے خوش ہوئے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کفارِ قریش سے لڑنے کے لیے مہاجرین اور انصار صحابہ سے مشورہ لینا اور ان کی آراء

اس حدیث میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے ان کے والد کا نام عمرو تھا اور اسود نے ان کو بیٹا بنا لیا تھا اس لیے یہ اس کی طرف منسوب ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو وہ مقام میرے نزدیک ہر چیز سے افضل ہوتا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مجھے دنیا کی ہر چیز سے افضل ہوتا یا اس کا معنی ہے: وہ میرے نزدیک آخرت کے ہر ثواب سے افضل ہوتا یا اس کا معنی ہے: وہ میرے نزدیک دنیا اور آخرت کی ہر نعمت سے افضل ہوتا اس سے مراد اس مقام پر حاضر ہونے کی عظمت میں مبالغہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اس وقت آپ مشرکین کے خلاف دعاءِ ضرر فرما رہے تھے۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام الصفراء پر پہنچ گئے اور آپ کو یہ خبر پہنچی کہ کفار قریش بدر کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ابوسفیان راستہ بدل کر اپنے قافلہ کو مسلمانوں کی زد سے بچا کر لے گیا تو آپ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا (کہ اب جو کفار قریش بدر کی طرف بڑھ رہے ہیں ان سے جنگ کی جائے یا نہیں؟) تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بہت عمدہ جواب دیا

Marfat.com

پھر حضرت مقداد نے وہ جواب دیا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ امام ابواسحاق نے امام بخاری کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت مقداد نے کہا: اللہ کی قسم! اگر آپ ہمیں برک الغماد (حبشہ کے راستہ میں یمن کی جانب ایک جگہ) تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ جا کر جہاد کریں گے' آپ نے فرمایا: مجھے مشورہ دو' تب صحابہ سمجھے کہ آپ کی مراد انصار ہیں' آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاید وہ آپ کی موافقت نہیں کریں گے' کیونکہ انہوں نے آپ سے صرف اس پر بیعت کی تھی کہ وہ صرف آپ کی حفاظت کے لیے لڑیں گے' اس پر بیعت نہیں کی تھی کہ وہ آپ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کریں گے' تب حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو جہاں جانے کا حکم دیا ہے' آپ وہاں جائیں' ہم آپ کے ساتھ رہیں گے' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔

امام ابن شیبہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت سعد نے کہا: اگر آپ یمن کے علاقہ میں برک الغماد تک بھی جائیں تو ہم آپ کے ساتھ رہیں گے اور ہم ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا: جائیں آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم یہیں بیٹھے رہیں گے' اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ: شاید آپ کسی اور مقصد (قافلہ ابوسفیان پر حملہ) کے لیے نکلے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوئی اور حکم دیا ہے' سو آپ جہاں جانا چاہتے ہیں جائیں' آپ جن وادیوں اور پہاڑوں کو عبور کرنا چاہتے ہیں عبور کریں اور آپ ہمارے اموال میں سے جو لینا چاہیں وہ لے لیں۔ امام ابن شیبہ نے کہا: آپ ابوسفیان کے مالِ غنیمت کے لیے نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفارِ قریش کے لشکر سے لڑنے کا حکم دے دیا۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ سے روایت کی ہے: مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا: مجھے ابوسفیان کے قافلہ کی خبر دی گئی ہے' شاید اللہ تعالیٰ ہم کو اس قافلہ کا مالِ غنیمت عطاء فرمائے' ہم نے کہا: ٹھیک ہے' سو ہم مدینہ سے نکلے' جب ہم ایک دن یا دو دن کی مسافت طے کر چکے تو کفارِ قریش کو ہماری خبر پہنچ گئی' سو وہ ہم سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے' تو ہم نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہمارے پاس ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے' تو آپ نے دوبارہ پوچھا: تمہارا کیا مشورہ ہے؟ تب حضرت مقداد نے کہا: ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے کہا تھا کہ آپ اور آپ کا رب جائیں اور خود لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے' لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے' تب ہم جماعت انصار نے یہ تمنا کی: کاش! ہم بھی اس طرح کہتے جس طرح حضرت مقداد نے کہا تھا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ○ (الانفال: ٥)

جس طرح آپ کا رب حق کے ساتھ آپ کو آپ کے گھر سے (جہاد کے لیے) باہر لایا اور یقیناً (اس وقت) مسلمانوں کا ایک گروہ اس کو شاق سمجھ رہا تھا○

موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ نے کہا تھا کہ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ جائیں گے' امام مسلم اور امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ یہ بات حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ نے کہی تھی' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ' غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے' ہرچند کہ ان کا مالِ غنیمت سے حصہ مقرر کیا گیا تھا' ان روایتوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوۂ بدر کے متعلق دو مرتبہ مشورہ لیا تھا' ایک مرتبہ مدینہ میں اور دوسری مرتبہ جب آپ کو ابوسفیان کے قافلہ کی خبر پہنچی تھی۔ امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے یہ بات غزوۂ حدیبیہ کے متعلق کہی تھی' اور یہی روایت صحیح ہے۔

Marfat.com

ہجرت کی حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ برک الغماد یمن کی جانب ہے اور علامہ سہیلی نے بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ سرزمین حبشہ ہے گویا انہوں نے یہ حضرت ابوبکر اور ابن دغنہ کے قصہ سے اخذ کیا ہے کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر کو ابن الدغنہ اس وقت ملا تھا' جب حضرت ابوبکر حبشہ کی طرف جا رہے تھے تو برک الغماد میں اس سے ملاقات ہوئی اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ برک الغماد یمن کی اس سمت پر ہے جو سرزمین حبشہ کے بالمقابل ہے اور ان کے درمیان سمندر کی چوڑائی ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٩٥٣ - حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ فَاَخَذَ اَبُوْ بَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ (القمر:٤٥).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن یہ دعا کی: اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور تیرے وعدہ کو یاد دلاتا ہوں! اے اللہ! اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: آپ کے لیے اتنی دعا کافی ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے خیمہ سے) باہر نکلے اور آپ یہ پڑھ رہے تھے: عنقریب (کفار کا) لشکر شکست کھائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے○ (القمر:۴۵)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۵ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی اور حضرت ابوبکر کی خیر خواہی کی وضاحت

اس حدیث میں (اللہ کے حضور) عرض ہے: ''انشدك'' یعنی میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو اپنے وعدہ کو پورا فرما کہ کفار پر مسلمانوں کو غلبہ عطاء فرمائے گا اور اپنے رسول کی مدد فرمائے گا اور دینِ اسلام کو غالب کرے گا۔

(اللہ کے حضور) عرض: اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی' یعنی اس دن کے بعد' اور حضرت عمر کی روایت میں ہے: اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

حضرت ابوبکر نے کہا: آپ کے لیے اتنی دعا کافی ہے' پس اب بس کریں۔

علامہ خطابی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت ابوبکر کو اس حالت میں اللہ تعالیٰ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بھروسا تھا' کیونکہ یہ امر قطعاً جائز نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو زیادہ دعا کر رہے تھے' اس کی وجہ اپنے اصحاب پر شفقت اور ان کی تقویت تھی کیونکہ یہ ان کا دشمنوں سے مقابلہ کا پہلا موقع تھا' اس لیے آپ نے بہت گڑ گڑا کر دعا کی اور صحابہ کو علم تھا کہ آپ کا وسیلہ مقبول ہے اور آپ کی دعا مستجاب ہے' پس جب حضرت ابوبکر نے آپ سے عرض کیا تو آپ زیادہ دعا کرنے سے رک گئے' کیونکہ آپ کو علم ہوگیا تھا کہ آپ کی دعا قبول ہوگئی ہے اور حضرت ابوبکر نے بھی اپنے دل میں قوت اور طمانیت کو پالیا تھا' جب آپ نے ان سے یہ بات کہی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

غزوۂ بدر میں نبی ﷺ کی دعاؤں کے متعلق احادیث اور آثار

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور وہ اس وقت کم سن تھے (چار پانچ سال کے تھے) سو وہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے' اور انہوں نے یہ واقعہ حضرت ابوبکر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہوگا' اس لیے یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جب بدر کا معرکہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے اصحاب تین سو انیس تھے' تب آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ پھیلا کر دعا کی اور مسلسل دعا کرتے رہے' حتیٰ کہ آپ کی چادر آپ کے کندھوں سے ڈھلک گئی اور دوسری سند سے روایت ہے کہ جب معرکہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ بہت کثیر تھے اور مسلمانوں کی طرف دیکھا تو وہ بہت قلیل تھے تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' حضرت ابوبکر آپ کی دائیں جانب کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! اے اللہ! مجھ کو نہ چھوڑنا اور مجھے شرمندہ نہ کرنا' مجھے اپنی قوم سے دور نہ کرنا' اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا میں تجھے وہ یاد دلاتا ہوں۔

امام ابن اسحاق کی روایت ہے: آپ نے دعا کی: اے اللہ! یہ قریش اپنے کثیر گھوڑوں اور اپنے اوپر فخر کرتے ہوئے لڑنے آئے ہیں اور تیرے رسول کی تکذیب کرنے آئے ہیں' اے اللہ! سو تیری وہ مدد جس کا تو نے وعدہ کیا ہے!

اس حدیث میں "قبة" کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ چھپر ہے جو صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کے لیے بنایا تھا۔

اس حدیث میں "انشدك" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: میں تجھ سے طلب کرتا ہوں۔

امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے کسی طلب کرنے والے کو اتنی شدت کے ساتھ اپنی گم شدہ چیز کو طلب کرتے ہوئے نہیں سنا جتنی شدت کے ساتھ نبی ﷺ بدر کے دن اللہ سے نصرت کو طلب کر رہے تھے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ دعا میں اس قدر شدت اور کوشش اس وجہ سے کر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ فرشتے لڑنے کے لیے تیار کھڑے ہیں اور انصار موت کی سختیوں کے متعلق سوچ رہے ہیں' اور جہاد کبھی ہتھیاروں سے ہوتا ہے اور کبھی دعا سے ہوتا ہے اور سنت یہ ہے کہ مسلمانوں کے امیر کو لشکر کے عقب میں ہونا چاہیے' کیونکہ وہ خود قتال نہیں کرتا' لہٰذا وہ آرام اور راحت سے نہ بیٹھے' پس وہ دو جہادوں میں سے ایک جہاد کے ساتھ مشغول رہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔

اس حدیث میں ہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

حضرت عمر کی روایت ہے: اے اللہ! مسلمانوں کی یہ جماعت اگر آج ہلاک ہو گئی تو تیری روئے زمین پر عبادت نہیں کی جائے گی۔ نبی ﷺ نے یہ اس لیے کہا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ آپ خاتم النبیین ہیں' سو اگر آپ ان صحابہ کے ساتھ شہید ہو گئے تو پھر آپ کے بعد کسی نبی کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے مبعوث نہیں کیا جائے گا اور مشرکین قیامت تک غیر اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے پس اس حدیث کا معنی ہے کہ اس شریعت کے ساتھ روئے زمین پر عبادت نہیں کی جائے گی۔ امام نسائی اور امام حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن تھوڑی دیر قتال کیا' پھر آیا تو رسول اللہ ﷺ سجدہ میں دعا کر رہے تھے: "یا حی یا قیوم" میں نے جا کر قتال کیا' میں پھر آیا تو آپ اسی طرح دعا کر رہے تھے۔

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کہا: بس کریں! اتنی دعا کافی ہے' اور عنقریب کتاب التفسیر

Marfat.com

میں یہ روایت آئے گی کہ آپ نے اپنے رب سے بہت زیادہ دعا کر لی ہے۔

امام طبرانی کی روایت میں بھی یہ دعا ہے اور امام مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: سو آپ کے پاس حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے آپ کی چادر کو پکڑ کر آپ کے کندھوں پر ڈالا پھر آپ کی پشت سے لپٹ گئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کی اپنے رب سے اتنی مناجات کافی ہے وہ عنقریب آپ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ . (الانفال:۹) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمالی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی فرشتوں سے مدد فرمائی' اس اضافہ سے اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہوگئی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۰-۱۴۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نبی ﷺ کی بہ کثرت دعاؤں کی توجیہ

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی التوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

ہم بیان کر چکے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن نبی ﷺ کا بہت گڑگڑا کر دعا کرنا اور اپنے رب سے نصرت کو طلب کرنا صرف اس لیے تھا کہ آپ کے اصحاب کو تسکین ہو اور ان کے دل مطمئن ہوں' کیونکہ معرکہ بدر وہ پہلا دن تھا' جس میں ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ان کے پاس اسلحہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا اور ان کے دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ مہلک اسلحہ سے لیس تھے اور ان کو یہ اعتماد تھا کہ جب آپ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائے گا' لہٰذا نبی ﷺ کا اپنے رب سے نصرت کو طلب کرنا اور بہت زیادہ دعا کرنا اس وجہ سے تھا' اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بہ کثرت دعاؤں سے ان کا دل پرسکون ہو چکا ہے تو انہوں نے آپ سے عرض کیا: اب بس کریں! آپ کی اتنی دعائیں کافی ہیں اور نبی ﷺ یہ بشارت دیتے ہوئے اُٹھے کہ عنقریب (کفار کا لشکر) شکست کھائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر فرار ہوں گے۔ (القمر:۴۵) اور اگر ہماری اس تاویل کو قبول نہ کیا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت ابوبکر کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پر زیادہ یقین تھا اور ان کا ایمان نبی ﷺ سے زیادہ قوی تھا' حالانکہ اس کا وہم بھی کرنا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

٥- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور وہ اس وقت ایسا کرتے ہیں جب وہ باب ابوابِ سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہو۔

٣٩٥٤ - حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْكَرِيْمِ اَنَّهٗ سَمِعَ مِقْسَمًا مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النساء:٩٥) عَنْ بَدْرٍ وَّالْخَارِجُوْنَ اِلٰى بَدْرٍ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ان کو ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے عبدالکریم نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن الحارث کے آزاد کردہ غلام مقسم سے سنا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جو مسلمان غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے اور اپنے گھروں

Marfat.com

[طرف الحدیث: ۴۵۹۵] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں) میں بیٹھے رہے وہ ان مسلمانوں کے برابر نہیں ہیں' جو اپنے گھروں سے نکل کر بدر کی طرف گئے۔

حدیث مذکور کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: یہ حدیث ابواب سابقہ کے اس طرح مناسب ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بدر سے غائب رہنے والے صحابہ فضیلت میں ان صحابہ کے برابر نہیں ہیں' جو بدر میں حاضر تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی فہم میں شارحین دیوبند کی غلطی

کشف الباری کے مرتب نے لکھا ہے کہ شیخ گنگوہی نے لامع الدراری ج ۸ص ۲۵۰ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث خصوصیت سے اصحاب بدر کے متعلق نہیں ہے بلکہ عام ہے کہ جو جہاد میں شامل نہیں ہوئے' وہ ان کے برابر نہیں ہیں جو جہاد میں شامل ہوئے تھے اور اصحاب بدر بھی اس حکم میں داخل ہیں' اور شیخ سلیم اللہ خان کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث صرف اصحاب بدر کے متعلق ہے اور اس میں حکم عام نہیں ہے۔ (کشف الباری (کتاب المغازی) ص ۹۶۔۹۴ملخصاً' مکتبہ فاروقیہ' کراچی' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: یہ دونوں باتیں غلط ہیں' یہ حدیث صرف اصحاب بدر کی فضیلت کے متعلق ہے' جیسا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی قصہ بدر میں روایت کی ہے' تاہم اس حدیث سے یہ عام معنی ضرور نکلتا ہے کہ جہاد میں شرکت کرنے والے ان سے ضرور افضل ہیں جنہوں نے جہاد میں شرکت نہیں کی۔

٦- بَابُ عِدَّةِ أَصْحَابِ بَدْرٍ

اصحابِ بدر کی تعداد

۳۹۵۵- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اُسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ. [طرف الحدیث: ۳۹۵۶] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کم سن قرار دیا گیا تھا۔

۳۹۵۶- وَحَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اُسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَوْمَ بَدْرٍ نَيِّفًا عَلٰى سِتِّيْنَ وَالْأَنْصَارُ نَيِّفًا وَّأَرْبَعِيْنَ وَمِائَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے وہب نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جنگ بدر کے دن کم عمر قرار دیا گیا اور اس جنگ میں مہاجرین ساٹھ سے زائد تھے اور انصار دو سو چالیس (۲۴۰) سے زائد تھے۔

یہ حدیث اس حدیث سے پہلے آ چکی ہے۔

حضرت ابن عمر کو غزوۂ بدر میں واپس کیا گیا تھا یا غزوۂ اُحد میں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے اور حضرت ابن عمر کو جنگ بدر میں کم سن قرار دیا گیا۔ اس حدیث پر قاضی عیاض اور علامہ ابن التین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کو رد کرتی ہے کہ مجھے جنگ اُحد میں کم عمر قرار دیا گیا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے' کیونکہ پہلے حضرت ابن عمر کو جنگ بدر میں کم سن قرار دے کر جنگ میں شامل نہیں کیا گیا تھا' پھر انہوں نے اپنے آپ کو جنگ اُحد میں پیش کیا تو ان کو پھر بھی کم عمر قرار دیا گیا اور جس وقت ان کو جنگ اُحد میں پیش کیا گیا تھا' اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی۔

حاضرینِ بدر کی تعداد میں اختلاف کا سبب

غزوۂ بدر کے حاضرین کی تعداد میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے: وہ کل تین سو چودہ (۳۱۴) مرد تھے' مہاجرین میں سے تراسی (۸۳) مرد تھے اور انصار کے قبیلہ اَوس سے اکسٹھ (۶۱) مرد تھے اور قبیلہ خزرج میں سے ایک سو ستر (۱۷۰) مرد تھے' ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شامل تھے اور یہ تعداد امام بخاری کی ذکر کردہ تعداد کے خلاف ہے۔

امام مسلم نے از حضرت ابن عباس از حضرت عمر رضی اللہ عنہم یہ روایت کی ہے کہ جب غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور جب آپ نے اپنے اصحاب کی طرف دیکھا تو وہ تین سو انیس (۳۱۹) تھے۔ (الحدیث)

امام ابن سعد نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کی طرف تین سو پانچ اصحاب کے ساتھ نکلے' ان میں سے چوہتر (۷۴) مہاجرین تھے اور باقی انصار تھے اور آٹھ پیچھے رہ گئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مالِ غنیمت میں سے حصہ رکھا اور فرمایا تھا: ان کو اجر ملے گا' وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے' وہ اپنی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے رُک گئے تھے' اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما تھے' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کی جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا تھا اور حضرت لبابہ رضی اللہ عنہ تھے' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا اور حضرت عاصم بن عدی تھے جن کو آپ نے اہلِ عالیہ کی حفاظت کے لیے چھوڑا تھا اور الحارث بن حاطب تھے جن کو آپ نے کسی کام سے بنوعمرو بن عوف کے قبیلہ کی طرف بھیجا تھا اور حارث بن صمہ اور خوات بن جبیر تھے جن کی روحاء میں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں' سو یہ آٹھ مرد ہیں جو اعذار کی وجہ سے بدر میں نہیں آ سکے تھے اور ہمارے نزدیک ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اکلیل میں مذکور ہے کہ غزوۂ بدر میں تین سو پندرہ مرد تھے۔

العسکری نے اوائل میں لکھا ہے کہ غزوۂ بدر میں تراسی (۸۳) مہاجر تھے' اور اکسٹھ (۶۱) اَوس کے مرد تھے اور ایک سو ستر خزرجی تھے۔

امام بزار نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں تین سو سترہ مرد تھے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ تعداد میں اس اختلاف کی کیا وجہ ہے؟ تو میں کہوں گا کہ امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حقیقت میں حاضرینِ بدر تین سو پانچ یا چھ تھے اور جنہوں نے اس تعداد پر اضافہ کیا ہے' انہوں نے ان میں ان صحابہ کو بھی شامل کر لیا ہے جن کو کم سن ہونے کی وجہ سے جہاد میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی تھی' جیسے حضرت البراء بن عازب' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم۔

امام احمد نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ بدر میں حاضر تھے؟ انہوں نے کہا: میں بدر سے کہاں چھپتا؟ گویا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے' جیسا کہ ثابت ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں دس سال رہے ہیں' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی خدمت کی ابتداء اس وقت ہوئی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تھے' پس گویا کہ وہ آپ کے ساتھ وادیِ بدر کی طرف نکلے تھے یا وہ اپنے چچا حضرت ابوطلحہ کے ساتھ نکلے تھے جو ان کی ماں کے شوہر تھے' اور اسی طرح حضرت جابر

Marfat.com

بن عبداللہ رضی اللہ تھے' کیونکہ امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ ان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں غزوۂ بدر کے دن اپنے اصحاب کے لیے پانی لا رہا تھا اور بعض علماء (حافظ ابن حجر) نے ان میں حضرت سعد بن مالک ساعدی کا بھی ذکر کیا ہے' جو حضرت سہل کے والد ہیں' اور ان کی راستہ میں وفات ہوگئی تھی' اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ میں اختلاف ہے کہ آیا وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے یا ان کو کسی کام سے واپس کر دیا گیا تھا اور ہماری اس تحریر سے یہ واضح ہو گیا کہ غزوۂ بدر کے حاضرین کی تعداد میں اختلاف کی کیا وجہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۱۰۔۱۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٥٧- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا أَنَّهُمْ كَانُوا عِدَّةَ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهَرَ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلٰثَ مِائَةٍ قَالَ الْبَرَاءُ لَا وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَ مَعَهُ النَّهَرَ إِلَّا مُؤْمِنٌ .

[اطراف الحدیث: ۳۹۵۸۔۳۹۵۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حاضرینِ بدر کی تعداد بتائی کہ وہ حضرت طالوت کے ان اصحاب کے برابر تھی جنہوں نے ان کے ساتھ دریا کو پار کیا تھا اور وہ تین سو دس سے زائد تھے۔ حضرت البراء نے بتایا کہ اللہ کی قسم! ان کے ساتھ صرف ان لوگوں نے دریا پار کیا تھا جو مؤمن تھے۔

طالوت کا مختصر قصہ اور ان کے لشکر کی تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

طالوت کا نام عبرانی زبان میں شاول ہے' یہ چمڑے کو رنگتے تھے' یہ وہب کا قول ہے اور عکرمہ اور سدی نے کہا ہے کہ یہ پانی لانے والے تھے' اپنے گدھے پر پانی لاد کر لاتے تھے' اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں ان کا قصہ ذکر کیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کی طرف حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی بھیجا جن کا نام اشمویل تھا' ان پر عمالقہ کا بادشاہ جالوت غالب آ گیا' یہ لوگ مصر اور فلسطین کے درمیان بحر روم کے ساحل کے پاس رہتے تھے' تب بنی اسرائیل نے حضرت اشمویل سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کرے جو جالوت کو قتل کرے' پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے طالوت کو امیر بنانے کا حکم دیا' اور جب حضرت اشمویل نے دعا کی تھی تو ان کے پاس ایک لاٹھی آئی اور ایک سینگ آیا جس میں قدس کا تیل تھا' ان سے کہا گیا کہ تمہارا بادشاہ وہ ہو گا جس کا قد اس لاٹھی کے برابر ہو گا اور جب وہ تمہارے پاس آئے گا تو وہ اس تیل کو پونچھ کر خشک کرے گا' سو اتفاق سے جب طالوت پانی کو تلاش کرنے کے لیے اپنے گدھے پر بیٹھ کر نکلا تو وہ حضرت اشمویل کے پاس آیا' انہوں نے اس کا قد ناپا تو وہ لمبائی میں اس لاٹھی کے برابر تھا' اور اس سینگ میں جو تیل تھا اس نے اس کو کپڑے سے پونچھ کر خشک کر دیا' جب حضرت اشمویل نے یہ ماجرا دیکھا تو فرمایا: تم بنی اسرائیل کے بادشاہ ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ط (البقرہ: ۲۴۷)

اور ان کے نبی نے ان سے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر فرما دیا۔

Marfat.com

ان کا قصہ طویل ہے' خلاصہ یہ ہے کہ ان کے پاس اسی ہزار کا لشکر جمع ہو گیا' پس ان سے طالوت نے کہا:

اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ (البقرہ:۲۴۹) بے شک اللہ تم کو ایک دریا کے ذریعہ آزمائش میں ڈالے گا۔

تاکہ تمہاری اطاعت گزاری دکھائے' یہ دریائے اُردن تھا' تو جس نے اس سے پانی پی لیا وہ مجھ سے نہیں اور جو اس سے پانی نہیں پئے گا وہ میرا ہے' یعنی میرا اطاعت گزار ہے' بہرحال چند لوگوں کے سوا سب نے اس دریا سے پانی پی لیا اور ان کی تعداد تین سو دس سے زائد تھی اور ان ہی میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے' اور جب طالوت اور جالوت کے درمیان جنگ ہوئی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا' جالوت کی موت کے بعد حضرت اشمویل علیہ السلام بھی فوت ہو گئے' اس وقت ان کی عمر باون سال تھی' پھر طالوت بھی جنگ میں مارے گئے اور ان کی حکومت کی مدت چالیس سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۱۰-۱۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۵۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَحَدَّثُ اَنَّ عِدَّةَ اَصْحَابِ بَدْرٍ عَلٰى عِدَّةِ اَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِيْنَ جَاوَزُوْا مَعَهُ النَّهَرَ وَلَمْ يُجَاوِزْ مَعَهُ اِلَّا مُؤْمِنٌ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَ مِائَةٍ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابواسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد طالوت کے ان اصحاب کے برابر تھی جنہوں نے ان کے ساتھ دریا عبور کیا تھا اور ان کے ساتھ صرف انہوں نے دریا عبور کیا تھا جو تین سو دس سے زیادہ مؤمن تھے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۳۹۵۷ میں بھی مذکور ہے۔

یہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

۳۹۵۹- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ اَصْحَابَ بَدْرٍ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّبِضْعَةَ عَشَرَ بِعِدَّةِ اَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِيْنَ جَاوَزُوْا مَعَهُ النَّهَرَ وَمَا جَاوَزَ مَعَهُ اِلَّا مُؤْمِنٌ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان از ابواسحٰق حضرت البراء (ح) اور ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابواسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ اصحابِ بدر تین سو دس اور چند افراد تھے جو ان اصحابِ طالوت کی تعداد کے برابر تھے' جنہوں نے ان کے ساتھ دریا عبور کیا تھا اور ان کے ساتھ صرف مؤمن نے دریا عبور کیا تھا۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۳۹۵۷ میں بھی مذکور ہے' مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی سند اوّل الذکر حدیث کی سند سے مختلف ہے۔

حاضرینِ بدر کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی ان روایات میں اصحابِ بدر کی تعداد مبہم ہے یعنی تین سو دس اور چند اصحاب تھے۔

Marfat.com

امام مسلم نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ ان کی تعداد تین سو انیس تھی اور امام بزار نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے تین سو سترہ کی روایت کی ہے۔

امام احمد' امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تین سو تیرہ کی روایت کی ہے۔

اسی طرح امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے عبیدہ بن عمر سے اور سلمانی نے جو بہت بڑے تابعی ہیں اور بعض نے حضرت علی سے سند موصول کے ساتھ تین سو تیرہ کی روایت کی ہے' امام ابن اسحاق اور اہل مغازی کی ایک جماعت سے تین سو تیرہ کی روایت ہے۔

امام ابن اسحاق سے تین سو چودہ کی بھی روایت ہے' امام سعید بن منصور' امام طبرانی نے اور امام بیہقی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بدر کی طرف گئے' تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم اپنا شمار کرو تو ان کی تعداد تین سو چودہ تھی' پھر ان سے فرمایا: تم دوبارہ گنو' انہوں نے دوبارہ گنا تو وہ تین سو پندرہ تھے۔

امام بیہقی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کی طرف نکلے اور آپ کے ساتھ تین سو پندرہ افراد تھے۔ یہ روایت اس سے پہلی روایت کے منافی نہیں ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ گنا ہو اور نہ اس شخص کو گنا ہو جو آخر میں آیا تھا تو خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے شرکاء کی تعداد تین سو تیرہ ہی تھی۔

اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ان کی تعداد تین سو انیس تھی تو ہوسکتا ہے کہ اس میں ان کم سن صحابہ کو بھی شامل کرلیا ہو جن کو جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں ملی تھی' جیسے حضرت البراء' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم۔

امام احمد نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ آیا آپ بدر میں حاضر تھے؟ تو انہوں نے کہا: میں بدر سے کہاں غائب ہوتا' گویا وہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کیونکہ انہوں نے دس سال آپ کی خدمت کی ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی خدمت کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تھے' پھر وہ آپ کے ساتھ ہی بدر میں گئے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ ستر (٧٠) جنات بھی تھے' اور مشرکین ایک ہزار تھے اور ان کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔

امام ابوداؤد نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں بدر کے دن اپنے اصحاب کو پانی پلا رہا تھا' اور جب اس طرح تطبیق ہوگئی تو جان لینا چاہیے کہ تمام اصحاب لڑنے کے لیے حاضر نہیں ہوئے تھے اور ان میں سے صرف تین سو پانچ یا تین سو چھ لڑنے کے لیے حاضر ہوئے تھے جیسا کہ امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے' اور عنقریب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث آئے گی کہ ان کی پھوپھی کے بیٹے حضرت حارثہ بن سراقہ بدر کے دن جاسوسی کے لیے نکلے اور وہ اس دن غلام تھے' ان کو ایک تیر آ کر لگا جس سے وہ شہید ہوگئے اور امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اہلِ بدر تین سو اور چھ مرد تھے' اور امام ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ اہلِ بدر تین سو اور پانچ تھے' گویا کہ انہوں نے ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شمار نہیں کیا' اور انہوں نے تطبیق کی یہ صورت بیان کی ہے کہ آٹھ شخص اہلِ بدر میں شمار کیے گئے تھے اور وہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مالِ غنیمت میں سے حصہ نکالا تھا کیونکہ وہ ضرورت کی وجہ سے معرکۂ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے' ان میں سے ایک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمارداری میں آپ کی اجازت سے مشغول تھے اور وہ اس وقت مرض الموت میں تھیں' اور حضرت طلحہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما تھے جو قریش کے قافلہ کی جاسوسی کے لیے گئے

Marfat.com

ہوئے تھے' یہ تینوں صحابہ مہاجرین میں سے تھے اور حضرت ابولبابہ تھے جن کو آپ نے مقامِ روحاء سے واپس کر دیا تھا اور ان کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا' اور حضرت عاصم بن عدی تھے' ان کو اہل العالیہ پر خلیفہ بنایا تھا اور حضرت الحارث بن حاطب تھے ان کو بنی عمرو بن عوف پر خلیفہ بنایا تھا' اور حضرت الحارث بن الصمہ تھے جو مقامِ روحاء میں زخمی ہو گئے تھے تو آپ نے ان کو واپس مدینہ بھیج دیا تھا اور حضرت خوات بن جبیر بھی اسی طرح تھے' سو ان صحابہ کا امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے اور دوسروں نے حضرت سعد بن مالک کا بھی ذکر کیا ہے جو حضرت سہل کے والد تھے اور وہ راستہ میں فوت ہو گئے تھے' اور جن صحابہ میں اختلاف ہے کہ آیا وہ بدر میں حاضر ہوئے تھے یا کسی کام سے واپس کر دیئے گئے تھے وہ حضرت سعد بن عبادہ ہیں' جن کا ذکر صحیح مسلم میں ہے اور صبیح جو احیمہ کے مولیٰ تھے' وہ مرض کی وجہ سے واپس چلے گئے تھے' حاکم نے نقل کیا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ بھی ان صحابہ میں سے تھے' جن کا حصہ مقرر کیا گیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۳-۱۵۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن جریر نے کہا ہے کہ شرکاءِ بدر کی تعداد تین سو پانچ تھی' امام بخاری نے کہا ہے کہ تین سو دس اور چند تھی' امام بزار نے تین سو سترہ کی روایت کی ہے اور امام مسلم نے تین سو انیس کی روایت کی ہے اور امام احمد اور دیگر ائمہ حدیث نے تین سو تیرہ کی روایت کی ہے اور یہی تعداد مشہور ہے اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض صحابہ کو کم سنی کی وجہ سے لڑائی میں شریک نہیں کیا گیا اور بعض صحابہ کو کسی کام یا کسی عذر کی وجہ سے واپس کر دیا گیا جن کی تفصیل حافظ ابن حجر نے متعدد حوالوں سے ذکر کی ہے۔

٧- بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كُفَّارِ قُرَيْشٍ شَيْبَةَ وَعُتْبَةَ وَالْوَلِيْدِ وَاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَهَلَاكِهِمْ

کفارِ قریش' شیبہ' عتبہ' ولید اور ابوجہل بن ہشام کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا اور ان کا ہلاک ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

شیبہ کا نام شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے' اور عتبہ کا نام عتبہ بن ولید ہے اور ولید عتبہ کا بیٹا ہے' اور ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام بن المغیرہ ہے' اس کی کنیت ابوالحکم تھی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کنیت ابوجہل رکھی۔

یہ تمام کفار غزوۂ بدر میں قتل کیے گئے تھے' شیبہ کو حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ نے قتل کیا تھا اور عتبہ کو حضرت عبید بن الحارث بن المطلب رضی اللہ نے قتل کیا تھا' ابن ہشام نے کہا کہ اس کے قتل میں حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما مشترک تھے' اور ولید کو حضرت علی رضی اللہ نے قتل کیا تھا' اور رہا ابوجہل تو اس کو حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا' حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ اس کا سر کاٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٦٠- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ فَدَعَا عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ عَلٰى شَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ فَاَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از عمرو بن میمون از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کیا اور آپ نے قریش کی ایک جماعت کے خلاف دعاءِ ضرر کی' شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ' ولید بن عتبہ اور ابوجہل

Marfat.com

صَرْعٰی قَدْ غَیَّرَتْهُمُ الشَّمْسُ وَكَانَ يَوْمًا حَارًّا۔

بن ہشام کے خلاف' پس میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو اوندھے منہ پڑے دیکھا' دھوپ نے ان کے جسموں کو متغیر کر دیا تھا اور وہ سخت گرم دن تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث اس سے پہلے کتاب الوضوء میں گزر چکی ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحن کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے' اس وقت ایک بدبخت نے اونٹنی کے بچہ دان کو آپ کی پیٹھ پر لا کر رکھ دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ سب بدر کے دن مقتول ہو کر اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاءِ ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز

اس حدیث کی شرح میں اور ترجمہ میں شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے کئی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بددعاء کا لفظ استعمال کیا ہے' باب کے ترجمہ میں' حدیث کے ترجمہ میں اور تین مرتبہ اس حدیث کی شرح میں۔

(کشف الباری' کتاب المغازی ص ۱۰۱۔۱۰۰' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاءِ ضرر کو بددعا کہنا جائز نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل بد نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ . (الاحزاب:۲۱)

بے شک اللہ کے رسول (کی زندگی) میں تمہارے لیے نہایت حسین نمونہ ہے۔

اس موقع پر دعاءِ ضرر کرنے کا جواب شیخ سلیم اللہ کی طرف سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر کفار کے خلاف دعاءِ ضرر کیوں کی؟ اس کے جواب میں شیخ سلیم اللہ خان' شیخ اعزاز علی سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

مشرکین کی اس حرکت سے اس تعلق کے اندر اور اس فطری عمل کے اندر خلل واقع ہوا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے اپنی عام عادت (یعنی قوم کی تکلیف دینے کے باوجود ان کے حق میں دعا کرنا) کے خلاف کیا اور یہاں ان لوگوں کے خلاف بددعا کی جو اس حرکت میں شامل تھے۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ۱۰۱ ملخصاً' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

اس موقع پر دعاءِ ضرر کرنے کا جواب مصنف کی طرف سے

ہمارے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر دعاءِ ضرر کر کے یہ بتایا ہے کہ کفار نے مجھ پر پتھر برسائے' مجھ پر آوازے کسے' میرا چہرہ خون آلود کیا' میں نے ان سب مظالم پر صبر کیا' لیکن جب انہوں نے میرے رب کی عبادت میں خلل ڈالا تو اس ظلم کو میں نے برداشت نہیں کیا اور اس عمل سے ہمیں یہ پیغام دیا کہ تمہاری ذات پر ظلم کیا جائے تو برداشت کر لینا لیکن اگر دین کے خلاف کوئی حرکت کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خلل ڈالے تو اس کو برداشت نہ کرنا' اس وجہ سے آپ نے یہاں ان لوگوں کے خلاف دعاءِ ضرر کی۔

Marfat.com

آج ہمارا حال یہ ہے کہ دین کے خلاف کوئی کیسا ہی اقدام کرے 'نبیوں کی توہین کرے' مساجد کو منہدم کرے' صحابہ پر تبرا کرے' ہمارے کانوں میں جوں تک نہیں رینگتی' لیکن اگر کوئی شخص ہماری ذات پر حملہ کرے تو فوراً ہماری تیغِ انتقام باہر نکل آتی ہے' اس کے برعکس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ طبعاً بدگو تھے نہ تکلفاً' نہ بازاروں میں بلند آواز سے بات کرتے تھے اور بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۰۱۶' مسند احمد ج ٦ ص ۱۷۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات پر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ لیا ہو' لیکن جب اللہ کی محارم کی بے توقیری کی جاتی تو آپ سب سے زیادہ غضب میں آتے اور جب بھی آپ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا تو آپ آسان چیز کو اختیار کر لیتے بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۵٦۰_ ٦۱۲٦_ ٦۸۵۳' صحیح مسلم: ۲۳۲۷' سنن ابوداؤد: ۴۷۸۵' سنن نسائی: ۲۸۱' مسند احمد ج ٦ ص ۱٦)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مالِ غنیمت سے) کچھ تقسیم کیا تو انصار کے ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا' میں نے دل میں کہا کہ یہ بات میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتاؤں گا' میں آپ کے پاس گیا' اس وقت آپ اپنے اصحاب کے پاس تھے' میں نے چپکے سے یہ بات آپ کو بتائی تو آپ کو یہ بات بہت ناگوار گزری' آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ غضب میں آ گئے' حتیٰ کہ میں نے یہ چاہا کہ میں نے آپ کو یہ خبر نہ دی ہوتی! پھر آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی اور انہوں نے اس پر صبر کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ٦۱۰۰' صحیح مسلم: ۱۰٦۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ کے اوپر غزوۂ اُحد کے دن سے بھی سخت دن کوئی آیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تمہاری قوم کی طرف سے مجھ پر جو سختیاں آئیں سو آئیں اور سب سے زیادہ سختی مجھ پر عقبہ (گھاٹی) کے دن آئی' جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے اوپر اپنے آپ کو پیش کیا' میں نے اس سے جو چاہا تھا اس نے مجھے وہ جواب نہیں دیا' سو میں غم زدہ ہو کر گیا' پھر جب میں قرن الثعالب میں پہنچا تو میں پرسکون ہوا' میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک بادل مجھ پر سایا کر رہا تھا' میں نے غور کیا تو اس میں حضرت جبریل تھے' انہوں نے مجھے آواز دے کر کہا: آپ کی قوم نے آپ کو جو جواب دیا ہے' وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ ان کے متعلق جو چاہیں حکم دیں' پس پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دے کر مجھے سلام کیا' پھر کہا: اے (سیدنا) محمد! اگر آپ چاہیں تو میں اس بستی کے لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں؟ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۳۱' صحیح مسلم: ۱۷۹۵' السنن الکبریٰ: ۷۷۰٦)

سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت یہ تھی کہ آپ کی ذات پر جو ظلم کیا جائے' آپ اس کو برداشت کر لیتے تھے لیکن دین کے خلاف کوئی بات کرے یا آپ کی عبادت میں خلل ڈالے' آپ اس کو برداشت نہیں کرتے تھے' اس لیے آپ نے ان کفارِ قریش کے خلاف دعاءِ ضرر کی۔

Marfat.com

٨- بَابُ قَتْلِ اَبِی جَهْلٍ

ابوجہل کے قتل کا بیان

اس باب میں ابوجہل کے قتل کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

٣٩٦١- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ اَخْبَرَنَا قَيْسٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ اَتٰى اَبَا جَهْلٍ وَّبِهٖ رَمَقٌ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ هَلْ اَعْمَدُ مِنْ رَّجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے خبر دی از حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کہ وہ ابوجہل کے پاس بدر کے دن آئے اور ابھی اس میں کچھ رمق حیات تھی تو ابوجہل نے کہا: کیا اس سے بڑا کوئی اور شخص ہے جس کو تم نے قتل کیا ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "رمق" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بقیہ روح جو حلق میں متردد ہو رہی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "ھل اعمد من رجل قتلتموہ" اس کا معنی ہے: جس شخص کو تمہاری قوم نے قتل کیا ہے کیا اس سے زیادہ تعجب کی کوئی بات ہے! یعنی اس شخص کو قتل کرنا تمہارے لیے کوئی فخر کی بات ہے اور نہ یہ میرے لیے باعث عار ہے یعنی وہ اپنے آپ کو تسلی دے رہا تھا کہ اس کی قوم نے اس کو قتل کیا ہے یہ اس کے لیے عار اور ملامت کی بات نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٩٦٢- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّنْظُرُ مَا صَنَعَ اَبُوْ جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ قَالَ آاَنْتَ اَبُوْ جَهْلٍ قَالَ فَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ اَوْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ اَنْتَ اَبُوْ جَهْلٍ . [اطراف الحدیث: ۳۹۶۳-۴۰۲۰] (صحیح مسلم: ۱۸۰۰ الرقم المسلسل: ۴۵۵۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ح) اور مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از سلیمان تیمی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون یہ دیکھ کر آئے گا کہ ابوجہل نے کیا کیا؟ سو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو اس کو اس حال میں پایا کہ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اس کو مار چکے تھے حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا حضرت ابن مسعود نے پوچھا: کیا تو ابوجہل ہے؟ حضرت ابن مسعود نے اس کی ڈاڑھی کو پکڑا تو اس نے کہا: کیا تم نے اس سے بڑے کسی آدمی کو بھی قتل کیا تھا؟ یا کہا: اس سے کسی بڑے آدمی کو اس کی قوم نے قتل کیا ہے؟ احمد بن یونس نے کہا: تو ابوجہل ہے۔

Marfat.com

حضرت معاذ اور حضرت معوذ کا نسب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوجہل کو حضرت عفراء کے دو بیٹوں نے قتل کیا تھا۔

صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ اس کو حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا اور وہ حضرت حارث بن رفاعہ بن سواد کے بیٹے ہیں اور حضرت عفراء ان کی والدہ ہیں' اور وہ عبید بن ثعلبہ النجاریہ کی بیٹی ہیں۔

حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ہی ابوجہل کی ٹانگ کاٹ کر اس کو پچھاڑ دیا تھا' پھر حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے اس کو ضرب لگائی تھی' پھر اس کو اس حال میں چھوڑ دیا تھا کہ ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی' پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اُچھل کر آئے اور اس کا سر کاٹ لیا۔

ابوجہل کا سر کاٹنے کے وقت حضرت ابن مسعود کا اس سے مکالمہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: ''انت ابو جهل؟'' (تو ابوجہل ہے؟) یہ فقط المستملی کی روایت ہے اور اکثرین کی روایت اس طرح ہے: ''انت ابا جهل؟'' یعنی تو پچھاڑا ہوا ہے' اے ابوجہل!

یہ انہوں نے اس لیے کہا کہ وہ مکہ میں مسلمانوں کو بہت ایذاء پہنچاتا تھا۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: میں نے ابوجہل کو اس حال میں پایا کہ اس میں زندگی کی آخری سانسیں تھیں' پس میں نے اس کی گردن پر اپنا پیر رکھ دیا' اور میں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تجھے اللہ نے رسوا کر دیا' اس نے کہا: مجھے کیسے رسوا کیا؟ کیا تم نے اس سے بڑے آدمی کو کبھی قتل کیا ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: پھر میں اس کا سر کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا' پس میں نے کہا: یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا: اللہ کی حمد ہے جس نے اسلام کو اور اہلِ اسلام کو غلبہ عطاء فرمایا۔

امام ابواسحاق کی روایت میں ہے کہ جب کوئی بشارت دینے والا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ابوجہل کے قتل کی بشارت لے کر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے تین بار حلف لیا کہ اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' تو نے واقعی اس کو مقتول دیکھا ہے؟ اور جب اس نے حلف اُٹھالیا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں گر گئے۔

امام مسلم کی مرسل روایت میں مذکور ہے کہ ابوجہل نے کہا: کاش! مجھے کسان کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۶۳- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ مَنْ یَّنْظُرُ مَا فَعَلَ اَبُوْ جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰی بَرَدَ فَاَخَذَ بِلِحْیَتِهٖ فَقَالَ اَنْتَ اَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ اَوْ قَالَ قَتَلْتُمُوْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از سلیمان التیمی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: یہ کون دیکھ کر آئے گا کہ ابوجہل نے کیا کیا ہے؟ پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو انہوں نے ابوجہل کو اس حال میں پایا کہ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اسے مار چکے تھے' حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا' پس انہوں نے اس کی

Marfat.com

داڑھی پکڑ کر کہا: تو مرا پڑا ہے اے ابوجہل! تو اس نے کہا: کیا اس سے (بھی) بڑے کسی آدمی کو اس کی قوم نے قتل کیا ہے! یا کہا: اس سے بڑے آدمی کو تم نے قتل کیا ہے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۶۲ میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُثَنّٰى اَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ اَخْبَرَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَحْوَهُ .

مجھے ابن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن معاذ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

٣٩٦٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَتَبْتُ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ الْمَاجِشُوْنَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ فِيْ بَدْرٍ يَعْنِيْ حَدِيْثَ ابْنَيْ عَفْرَاءَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے از یوسف بن الماجشون لکھا از صالح بن ابراہیم از والد خود از جد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں یعنی حضرت عفراء کے دو بیٹوں کی حدیث رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٦٥- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْ مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّجْثُوْ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُوْمَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ وَّفِيْهِمْ اُنْزِلَتْ ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ (الحج: ١٩) قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ تَبَارَزُوْا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَّعُبَيْدَةُ اَوْ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْحَارِثِ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ .

[اطراف الحدیث: ۳۹۶۷-۴۷۴۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ رقاشی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ کہتے تھے کہ ہمیں ابومجلز نے حدیث بیان کی از قیس بن عباد از حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو قیامت کے دن سب سے پہلے رحمان کے سامنے اپنے جھگڑے کے لیے دوزانو بیٹھے گا' اور قیس بن عباد نے کہا: ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا۔ (الحج: ۱۹) انہوں نے کہا: یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے غزوۂ بدر کے دن (اپنے اپنے فریق کو) للکارا تھا' حضرت حمزہ' حضرت علی اور حضرت عبیدہ یا حضرت ابوعبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم اور شیبہ بن ربیعہ' عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

حضرت علی کے قول میں اوّل سے مراد اوّلیت اضافی ہے اور الحج: ۱۹ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں وہ پہلا شخص ہوں جو قیامت کے دن سب سے پہلے رحمٰن کے سامنے اپنے فریق سے جھگڑے کے لیے دوزانو بیٹھے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں اوّلیت سے مراد اوّلیت اضافی ہے' یعنی اس اُمت میں سب سے پہلے میں

اپنے فریق سے جھگڑے کے لیے دوزانو بیٹھوں گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے فریق کو للکارا تھا۔ (الحج:۱۹) یہ پوری آیت اس طرح ہے:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ○ (الحج:١٩)

یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا' سو جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے تیار کر دیئے گئے' ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا○

اس آیت میں دو فریقوں میں سے ایک کی یعنی کفار کی سزا بیان فرمائی ہے' اس کی تفسیر حسب ذیل ہے:

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن ربیعہ قوم میں سب سے بڑی عمر کے تھے' پس حضرت عبیدہ نے عتبہ کو للکارا' اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو للکارا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو للکارا اور موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے: حضرت حمزہ نے عتبہ کو للکارا' اور حضرت عبیدہ نے شیبہ کو للکارا' اور حضرت علی نے ولید کو للکارا' پھر دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی نے ولید کو قتل کر دیا اور حضرت حمزہ نے اس کو قتل کر دیا جس کو انہوں نے للکارا تھا' اور حضرت عبیدہ نے جس کو للکارا تھا' اس کی تلوار کی ضرب حضرت عبیدہ کے گھٹنے میں لگی جس سے وہ شہید ہو گئے' پھر حضرت حمزہ اور حضرت علی نے اس کو قتل کر دیا جس نے حضرت عبیدہ کو شہید کر دیا تھا۔ (پہلے ان کی للکار کے مقابلہ میں انصار اُٹھے تھے تو انہوں نے کہا: ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں' ہمارے مقابلہ میں ہمارے بنو عم آئیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حمزہ! آپ اُٹھیں اور اے علی! تم اُٹھو اور اے عبیدہ! آپ اُٹھیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۷)

''عبیدہ'' عبد بن الحارث بن عبد المطلب کی تصغیر ہے' ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس سال زیادہ ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے یہ اسلام لے آئے تھے' جس دن یہ شہید ہوئے اس وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۱۷-۱۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٦٦- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِی هَاشِمٍ عَنْ اَبِی مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ اَبِی ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ﴾ (الحج:١٩) فِیْ سِتَّةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ عَلِیٍّ وَّحَمْزَةَ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ .

[اطراف الحدیث: ٣٩٦٨-٣٩٦٩-٤٧٤٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی ہاشم از ابی مجلز از قیس بن عباد از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: ''یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا'' (الحج:۱۹) قریش کے چھ افراد کے متعلق نازل ہوئی وہ چھ یہ ہیں: حضرت علی' حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم اور شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور الولید بن عتبہ۔

اس حدیث کی شرح حدیث سابق میں گزر چکی ہے۔

٣٩٦٧- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ كَانَ يَنْزِلُ فِیْ بَنِیْ ضُبَيْعَةَ وَهُوَ مَوْلًی لِّبَنِیْ سَدُوْسَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِیُّ عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الصواف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یوسف بن یعقوب نے حدیث بیان کی' وہ بنو ضبیعہ میں ٹھہرے تھے اور وہ بنو سدوس کے آزاد کردہ غلام تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں

Marfat.com

تَعَالٰی عَنْهُ فِینَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ﴾ (الحج:١٩) .

سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی از ابی مجلز از قیس بن عباد وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت ہمارے معاملہ میں نازل ہوئی ہے: یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا۔ (الحج:١٩)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۶۵ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٦٨- حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ هَاشِمٍ عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ عُبَادٍ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یُقْسِمُ لَنَزَلَتْ هٰؤُلَاءِ الْاٰیَاتُ فِیْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ السِّتَّةِ یَوْمَ بَدْرٍ نَحْوَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از ابی ہاشم از ابی مجلز از قیس بن عباد وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ قسم کھاتے تھے کہ یہ آیات ان چھ مردوں کی جماعت کے متعلق بدر کے دن نازل ہوئی ہے' اسی حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۶۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٣٩٦٩- حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ هَاشِمٍ عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ عَنْ قَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ یُقْسِمُ قَسَمًا اِنَّ هٰذِهِ الْاٰیَةَ ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ﴾ (الحج:١٩) نَزَلَتْ فِی الَّذِیْنَ بَرَزُوْا یَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةَ وَعَلِیٍّ وَعُبَیْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَعُتْبَةَ وَشَیْبَةَ ابْنَیْ رَبِیْعَةَ وَالْوَلِیْدِ بْنِ عُتْبَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم الدورقی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوہاشم نے خبر دی از ابی مجلز از قیس' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ قسم کھاتے تھے کہ بے شک یہ آیت: ''یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا'' (الحج:١٩) یہ ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے بدر کے دن للکارا تھا: حضرت حمزہ' حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم اور عتبہ اور شیبہ' جو دونوں ربیعہ کے بیٹے تھے اور ولید بن عتبہ۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۹۶۵ کا مطالعہ کریں۔

٣٩٧٠- حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِیْدٍ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ السَّلُوْلِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ سَاَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ وَاَنَا اَسْمَعُ قَالَ اَشَهِدَ عَلِیٌّ بَدْرًا قَالَ وَبَارَزَ وَظَاهَرَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن سعید ابوعبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن منصور سلولی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: ایک آدمی نے حضرت البراء سے سوال کیا اور میں سن رہا تھا' انہوں نے کہا: کیا حضرت علی غزوۂ بدر میں حاضر تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! انہوں نے تو للکارا تھا اور وہ غالب رہے تھے۔

٣٩٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ

Marfat.com

يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ كَاتَبْتُ اُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ فَذَكَرَ قَتْلَهٗ وَقَتْلَ ابْنِهٖ فَقَالَ بِلَالٌ لَّا نَجَوْتُ اِنْ نَّجَا اُمَيَّةُ .

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یوسف بن الماجشون نے حدیث بیان کی از صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف از والد خود از جدّ خود عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اُمیہ بن خلف سے معاہدہ کیا' پھر جب غزوۂ بدر کا دن آیا تو انہوں نے اُمیہ اور اس کے بیٹے کے قتل کا ذکر کیا' پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے (اس کو دیکھا تو) کہا: اگر آج اُمیہ بچ گیا تو میری (آخرت میں) نجات نہیں ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

امیہ بن خلف کے مقتول ہونے کا قصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اور اُمیہ بن خلف میں دوستی تھی' حضرت عبدالرحمان نے کہا: میں غزوۂ بدر کے دن اُمیہ کو چھپانے کے لیے ایک پہاڑ کی طرف نکلا' اس وقت صحابہ سو چکے تھے' حضرت بلال نے اس کو دیکھ لیا جس وقت وہ مجلس انصار کے پاس کھڑے ہوئے تھے' تب حضرت بلال نے کہا: اگر آج امیہ نے نجات پالی تو میں نجات نہیں پاسکوں گا' وہ انصار کے ایک گروہ کے ساتھ ہمارے پیچھے آئے' پھر جب مجھے خطرہ ہوا کہ وہ ہم سے آملیں گے تو میں نے امیہ کے بیٹے کو پیچھے چھوڑ دیا' تا کہ حضرت بلال اور ان کے اصحاب اس کے ساتھ مشغول رہیں' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' پھر بھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا' اُمیہ کا بہت بھاری جسم تھا' میں نے اس سے کہا: تم بیٹھ جاؤ' جب وہ بیٹھ گیا تو میں نے اپنے آپ کو اس کے اوپر گرا دیا' تا کہ میں اس کو حضرت بلال اور ان کے اصحاب کے حملہ سے بچاؤں' انہوں نے میرے نیچے سے اس کے اوپر تلواروں کے وار کیے' حتیٰ کہ اس کو قتل کر ڈالا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت بلال نے اُمیہ کو اس لیے قتل کیا تھا کہ اس نے مکہ میں حضرت بلال کو بہت ایذائیں پہنچائی تھیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت بلال اُمیہ کو قتل کرنے میں منفرد تھے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اُمیہ کو انصار کے ایک شخص نے قتل کیا تھا جس کا تعلق بنو مازن سے تھا' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس کو حضرت حصن بن حارث بن عبدالمطلب نے قتل کیا تھا' اور یہ ہوسکتا ہے کہ جب حضرت عبدالرحمان کے نیچے سے اس پر حملہ ہو رہا تھا تو ان دونوں کی تلواروں نے اس کو قتل کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ (النجم: ۱) فَسَجَدَ بِهَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَهٗ غَيْرَ اَنَّ شَيْخًا اَخَذَ كَفًّا مِّنْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰى جَبْهَتِهٖ فَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از الاسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سورۃ النجم کی تلاوت کی' پس اس میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ جو لوگ تھے' انہوں نے بھی سجدہ کیا سوا ایک بوڑھے کے' اس نے ایک مشت مٹی اُٹھا کر اپنی پیشانی کی طرف بلند کی' پھر کہا: مجھے یہ

Marfat.com

كَافِرًا .

کافی ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: میں نے اس کو بعد میں دیکھا وہ حالتِ کفر میں قتل کیا گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٦٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس بوڑھے سے مراد اُمیہ بن خلف ہے اور وہ غزوۂ بدر میں قتل کیا گیا تھا۔

٣٩٧٣- اَخْبَرَنِىْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ كَانَ فِى الزُّبَيْرِ ثَلٰثُ ضَرَبَاتٍ بِالسَّيْفِ اِحْدَاهُنَّ فِىْ عَاتِقِهٖ قَالَ اِنْ كُنْتُ لَاُدْخِلُ اَصَابِعِىْ فِيْهَا قَالَ ضُرِبَ ثِنْتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّوَاحِدَةً يَّوْمَ الْيَرْمُوْكِ قَالَ عُرْوَةُ وَقَالَ لِىْ عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ حِيْنَ قُتِلَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَاعُرْوَةُ هَلْ تَعْرِفُ سَيْفَ الزُّبَيْرِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَمَا فِيْهِ قُلْتُ فِيْهِ فَلَّةٌ فُلَّهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ صَدَقْتَ بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِّنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از ہشام از عروہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (کے جسم) میں تلوار کی تین ضربوں کے نشانات تھے' ان میں سے ایک نشان ان کے کندھے میں تھا' انہوں نے بتایا: میں اپنی انگلیاں اس میں داخل کر دیا کرتا تھا' انہوں نے کہا کہ دو ضربیں ان کو جنگ بدر میں لگی تھیں اور ایک ضرب ان کو جنگ یرموک میں لگی تھی' عروہ نے بتایا: جب حضرت عبداللہ بن الزبیر شہید ہو گئے تو مجھ سے عبدالملک بن مروان نے کہا: اے عروہ! کیا تم حضرت زبیر کی تلوار کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اس کی کوئی نشانی بتاؤ' میں نے کہا کہ بدر کی جنگ میں اس کی دھار کا ایک حصہ ٹوٹ گیا تھا' اس نے کہا: تم نے سچ کہا' پھر اس نے یہ مصرع پڑھا: ع

لشکر کے ساتھ لڑتے لڑتے ان کی تلواروں کی دھاریں کئی جگہ سے ٹوٹ گئی ہیں۔

ثُمَّ رَدَّهٗ عَلٰى عُرْوَةَ قَالَ هِشَامٌ فَاَقَمْنَاهُ بَيْنَنَا ثَلَاثَةَ اٰلَافٍ وَّاَخَذَهٗ بَعْضُنَا وَلَوَدِدْتُّ اَنِّىْ كُنْتُ اَخَذْتُهٗ .

پھر عبدالملک نے وہ تلوار عروہ کو واپس کر دی' ہشام نے کہا: ہمارا اندازہ ہے کہ اس تلوار کی قیمت تین ہزار (درہم) تھی' اس تلوار کو ہم میں سے ایک شخص نے لے لیا تھا' میری خواہش تھی کہ وہ تلوار میں نے لی ہوتی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٧٢١ میں گزر چکی ہے۔

جنگ یرموک کا قصہ اور حضرت عروہ کو تلوار واپس کرنے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور ان کو تلوار کے دو زخم لگے تھے۔

Marfat.com

اس حدیث میں یرموک کا ذکر ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وہ شام کی سمت میں ایک جگہ ہے' حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ وہ فلسطین کے نواح میں ہے' اور کہا جاتا ہے کہ وہ دریا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۲۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جنگ یرموک کا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اوائل میں ہوا تھا' یہ معرکہ تیرہ ہجری میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان شام میں ہوا تھا' ایک قول یہ ہے کہ یہ معرکہ پندرہ ہجری میں ہوا تھا' پہلے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کے بعد والی حدیث میں ہے کہ اس وقت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی عمر دس سال تھی۔ ''یرموک'' فلسطین کے نواح میں ایک جگہ ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دمشق سے تھوڑے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اور یہیں یہ واقعہ ہوا تھا' اس جنگ میں ایک مقام پر ستر ہزار رومی مارے گئے تھے کیونکہ انہوں نے ثابت قدم رہنے کے لیے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا' پھر جب ان کو شکست ہوئی تو ان میں سے اکثر مارے گئے' اس جنگ میں ہرقل کی طرف سے ان کا امیر باہان تھا اور اس دن مسلمانوں کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ معرکہ دمشق کی فتح کے بعد پندرہ ہجری میں ہوا تھا اور یہی جمہور کا مختار ہے' اس جنگ میں چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے تھے' رومیوں کے تقریباً ایک لاکھ پانچ ہزار مارے گئے تھے اور اس جنگ میں سو مسلمان ایسے تھے جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

اس مصرع میں ''فلول من قراع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تلواروں کا ٹکرانا' اور ''کتائب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: لشکر۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: پھر عبدالملک نے وہ تلوار عروہ کو واپس کر دی۔

حضرت عروہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے' جب حجاج بن یوسف نے مکہ کا محاصرہ کیا' اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے تو حجاج نے ان کے سامان پر قبضہ کر لیا' اور اس نے وہ سامان عبدالملک کو بھیج دیا' وہ اس وقت دمشق کا حکمران تھا' اس سامان میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار بھی تھی' عبدالملک نے حضرت عروہ سے اس کے متعلق سوال کیا اور حضرت عروہ شام میں عبدالملک کے پاس گئے تھے' سو اس نے ان کو وہ تلوار واپس کر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ہشام نے کہا: اس تلوار کو ہم میں سے ایک شخص نے لے لیا تھا۔

یعنی بعض وارثوں نے لے لیا تھا' اور وہ عثمان بن عروہ تھے جو ہشام کے بھائی تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٧٤- حَدَّثَنَا فَرْوَةُ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ سَيْفُ الزُّبَيْرِ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ سَيْفُ عُرْوَةَ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروۃ نے حدیث بیان کی از علی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار چاندی سے مزین تھی' ہشام نے کہا کہ عروہ کی تلوار بھی چاندی سے مزین تھی۔

یہ حدیث' حدیثِ سابق کے مطابق ہے اور وہ حدیث باب کے مطابق تھی' اور کسی چیز کا مطابق بھی اس چیز کے مطابق ہوتا ہے' لہٰذا حدیثِ سابق کے واسطے سے یہ حدیث بھی باب کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۲۹)

Marfat.com

٣٩٧٥- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ اَلَا تَشُدُّ فَنَشُدَّ مَعَكَ فَقَالَ اِنِّيْ اِنْ شَدَدْتُ كَذَبْتُمْ فَقَالُوْا لَا نَفْعَلُ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ حَتّٰى شَقَّ صُفُوْفَهُمْ فَجَاوَزَهُمْ وَمَا مَعَهُ اَحَدٌ ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلًا فَاَخَذُوْا بِلِجَامِهٖ فَضَرَبُوْهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهٖ بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ كُنْتُ اُدْخِلُ اَصَابِعِيْ فِيْ تِلْكَ الضَّرَبَاتِ اَلْعَبُ وَاَنَا صَغِيْرٌ قَالَ عُرْوَةُ وَكَانَ مَعَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَئِذٍ وَّهُوَ ابْنُ عَشْرِ سِنِيْنَ فَحَمَلَهٗ عَلٰى فَرَسٍ وَّكَّلَ بِهٖ رَجُلًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروۃ نے خبر دی از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے جنگ یرموک کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ حملہ نہیں کرتے پس ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں حضرت زبیر نے کہا: اگر میں نے ان پر شدت سے حملہ کیا تو تم پیچھے رہ جاؤ گے انہوں نے کہا: ہم ایسا نہیں کریں گے پھر حضرت زبیر نے دشمن (رومیوں) پر شدید حملہ کیا حتیٰ کہ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکل گئے اور ان کے ساتھ کوئی ایک مسلمان بھی نہیں تھا' پھر وہ (مسلمانوں کی طرف) واپس آئے تو رومیوں نے ان (کے گھوڑے) کی لگام پکڑ لی اور ان کے کندھے کے اوپر تلوار سے دو کاری وار کیے جو زخم ان کو غزوۂ بدر میں لگا تھا' وہ ان دو زخموں کے درمیان آ گیا' عروہ نے کہا: جب میں کم سن تھا تو میں ان زخموں میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا' عروہ نے بتایا کہ جنگ یرموک میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی حضرت زبیر کے ساتھ تھے' اس وقت ان کی عمر دس سال تھی' اس لیے ان کو گھوڑے پر سوار کر کے ان کو ایک شخص کے سپرد کر دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۷۲۱ کا مطالعہ کریں۔

٣٩٧٦- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ رَجُلًا مِّنْ صَنَادِيْدِ قُرَيْشٍ فَقُذِفُوْا فِيْ طَوِيٍّ مِّنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيْثٍ مُّخْبِثٍ وَّكَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلٰثَ لَيَالٍ فَلَمَّا كَانَ بِبَدْرٍ الْيَوْمَ الثَّالِثَ اَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ فَشُدَّ عَلَيْهَا رَحْلُهَا ثُمَّ مَشٰى وَتَبِعَهٗ اَصْحَابُهٗ وَقَالُوْا مَا نُرٰى يَنْطَلِقُ اِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِهٖ حَتّٰى قَامَ عَلٰى شَفَةِ الرَّكِيِّ فَجَعَلَ يُنَادِيْهِمْ بِاَسْمَاءِهِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَاءِهِمْ يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَيَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اَيَسُرُّكُمْ اَنَّكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے روح بن عبادۃ سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا از حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن صنادید قریش میں سے چوبیس (۲۴) مردوں کے متعلق حکم دیا تو ان کو اندھیرے اور گندے کنویں میں پھینک دیا گیا' آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ کسی دشمن پر غالب آتے تو تین دن تک میدان جنگ میں ٹھہرتے' پس غزوہ بدر کے تیسرے دن آپ کے حکم سے آپ کی سواری پر کجاوہ کس دیا گیا' پھر آپ روانہ ہوئے اور آپ کے اصحاب نے بھی آپ کی پیروی کی' صحابہ نے گمان کیا

اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تُكَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَّا اَرْوَاحَ لَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ قَالَ قَتَادَةُ اَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰى اَسْمَعَهُمْ قَوْلَهٗ تَوْبِيْخًا وَّتَصْغِيْرًا وَّنِقْمَةً وَّحَسْرَةً وَّنَدَمًا .

کہ آپ کسی کام سے جارہے ہیں' حتیٰ کہ آپ اس کنویں کی منڈیر پر آ کر کھڑے ہو گئے' پھر آپ کفارِ قریش کو ان کے اور ان کے باپوں کا نام لے کر نداء کرنے لگے' (آپ فرمارہے تھے:) اے فلاں بن فلاں! اور اے فلاں بن فلاں! کیا تمہارے لیے یہ بات خوش گوار نہ تھی کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے! کیونکہ بے شک ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا' ہم نے اس کو برحق پالیا' تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا' آیا تم نے اس کو برحق پایا۔ تب حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ ایسے اجسام سے باتیں کر رہے ہیں' جن میں جانیں نہیں ہیں' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں' تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تھا حتیٰ کہ ان کو آپ کی بات سنادی' یہ سنانا ان کو جھڑکنے' ان کو ذلیل وخوار کرنے' ان کو سزا دینے اور ان کی حسرت اور نامرادی کے لیے تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۶۵ میں گزر چکی ہے۔

صنادید کا معنی اور جن چوبیس صنادید قریش کو بدر کے کنویں میں ڈالا گیا' ان کے نام

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صنادید کا لفظ ہے' یہ عفریت کے وزن پر صندید کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بہادر سردار' عنقریب حضرت البراء کی روایت میں آئے گا کہ غزوۂ بدر میں ستر کفارِ قریش مارے گئے تھے اور جن لوگوں کو بدر کے کنویں میں ڈالا گیا تھا' یہ قریش کے سردار تھے' پھر عام کفارِ قریش کو ڈالا گیا تھا۔ صنادیدِ قریش سے آپ نے اس لیے خطاب فرمایا ہے کہ یہ آپ سے شدید عناد رکھتے ہیں' اور کفارِ قریش کے باقی مقتولین کو دوسری جگہوں پر ڈال دیا گیا تھا' علامہ واقدی نے بتایا ہے کہ اس کنویں کو بنو النار کے ایک مرد نے کھودا تھا' اس مناسبت سے ان کفار کی لاشوں کو اس کنویں میں ڈالا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سنی تو کہا:

یارسول اللہ! آپ ان کو ان کے مرنے کے تین دن بعد پکار رہے ہیں اور کیا یہ آپ کا کلام سن رہے ہیں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ۔ (النمل:۸۰) آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔

تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' لیکن یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے!

اس حدیث کی بعض عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ اُمیہ بن خلف کو کنویں میں نہیں ڈالا گیا تھا' کیونکہ اس کی لاش بہت بھاری تھی

Marfat.com

اور اس کا جسم سوج کر پھول گیا تھا' سو اس کی لاش پر پتھر اور مٹی ڈال کر اس کو چھپا دیا گیا۔

امام ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ اُمیہ کی لاش کنویں کے قریب تھی' سو اس کو بھی نداء کی گئی تھی' کیونکہ وہ بھی صنادید قریش میں شامل تھا' اس کے علاوہ مزید جن صنادید قریش کو اس نداء میں شامل کرنا صحیح ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) بنو عبد شمس بن عبد مناف میں سے عبیدہ (۲) ابو اُحیحہ کا والد عاص (۳) سعید بن عاص بن امیہ (۴) حنظلہ بن ابی سفیان (۵) ولید بن عتبہ بن ربیعہ (۶) بنو نوفل بن عبد مناف میں سے حارث بن عامر بن نوفل (۷) طعیمہ بن عدی (۸) جمیع قریش میں سے نوفل بن خویلد بن اسد (۹) زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد (۱۰) زمعہ کا بھائی عقیل (۱۱) ابو جہل کا بھائی عامی بن ہشام (۱۲) ابو قیس بن ولید (حضرت خالد بن ولید کا بھائی) (۱۳'۱۴) حجاج سہمی کے دو بیٹے نبیہ اور منبہ (۱۵) امیہ بن خلف کا بیٹا علی (۱۶) عمرو بن عثمان (حضرت طلحہ کا چچا) (۱۷) مسعود بن ابی اُمیہ (حضرت اُم سلمہ کا بھائی) (۱۸) قیس بن فاکہ بن مغیرہ (۱۹) اسود بن عبد الاسد (ابو سلمہ کا بھائی) (۲۰) ابو العاص بن قیس بن عدی سہمی (۲۱) اُمیہ بن رفاعہ بن ابی رفاعہ۔ یہ بیس کفار قریش ہیں' ان کے ساتھ چار کفار (عتبہ' شیبہ' امیہ اور ابو جہل) شامل کرنے سے کُل چوبیس ہو گئے۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے کنویں والو! تم نبی کے بُرے رشتہ داروں میں سے ہو' تم میری تکذیب کرتے ہو اور عام لوگ میری تصدیق کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۶۲۔۱۶۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۹۷۷- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ (ابراہیم:۲۸) قَالَ هُمْ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ قَالَ عَمْرٌو هُمْ قُرَيْشٌ وَّمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةُ اللّٰهِ ﴿وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝﴾ (ابراہیم:۲۸) قَالَ النَّارَ يَوْمَ بَدْرٍ .

[طرف الحدیث: ۴۷۰۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا۔ (ابراہیم:۲۸) حضرت ابن عباس نے بتایا: اللہ کی قسم! وہ کفار قریش ہیں' عمرو نے کہا: وہ قریش ہیں اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان لوگوں نے اپنی قوم کو دوزخ میں جھونک دیا۝ (ابراہیم: ۲۸) عمرو نے کہا: انہوں نے بدر کے دن اپنی قوم کو آگ میں جھونک دیا۔

اس حدیث میں عمرو سے مراد عمرو بن دینار ہیں۔

۳۹۷۸- حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ فَقَالَتْ وَهِلَ ابْنُ عُمَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيْئَتِهٖ وَذَنْبِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرنے والے پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا

Marfat.com

وَاِنَّ اَهْلَهُ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهِ الْاٰنَ .

حضرت ابن عمر پر اللہ رحم فرمائے! وہ بھول گئے' رسول اللہ ﷺ نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ مرنے والے کو اس کی خطاؤں اور اس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۸۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٧٩- قَالَتْ وَذَاكَ مِثْلُ قَوْلِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْقَلِيْبِ وَفِيْهِ قَتْلٰى بَدْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ لَهُمْ مَّاقَالَ اِنَّهُمْ لَيَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ اِنَّمَا قَالَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ مَاكُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ ثُمَّ قَرَاَتْ ﴿اِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل:٨٠) ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۞﴾ (الفاطر:٢٢) يَقُوْلُ حِيْنَ تَبَوَّؤُوْا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ .

حضرت عائشہ نے کہا: اور یہ اس کی مثل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کنویں کے پاس کھڑے ہوئے اور اس کنویں میں مشرکین میں سے بدر کے مقتولین پڑے ہوئے تھے' تو آپ نے ان سے فرمایا جو فرمایا' بے شک یہ سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں' حالانکہ آپ نے ان سے صرف یہ فرمایا تھا: بے شک یہ اب جان رہے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ برحق تھا' پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی: بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل:۸۰) اور یہ آیت پڑھی: اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ۞ (فاطر:۲۲) حضرت عائشہ فرماتی تھیں: (یعنی ان کو سنانے والے نہیں ہیں) جو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا چکے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٨١'٣٩٨٠- حَدَّثَنِيْ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَلِيْبِ بَدْرٍ فَقَالَ ﴿فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّاوَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا﴾ (الاعراف:٤٤) ثُمَّ قَالَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ يَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ اِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ الَّذِيْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ ثُمَّ قَرَاَتْ ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل:٨٠) حَتّٰى قَرَاَتِ الْاٰيَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بدر کے کنویں کی منڈیر کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو برحق پالیا؟ (الاعراف:۴۴) پھر فرمایا: یہ اب سن رہے ہیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ان کو اب علم ہو رہا ہے کہ میں ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ برحق تھا' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل:۸۰) حتیٰ کہ پوری آیت پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

سماع موتیٰ کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث:٣٩٧٩ میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول منقول ہے اس کے قائل عروہ ہیں ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عائشہ نے جو فاطر:٢٢ سے استدلال کیا ہے اس سے ان کی مراد مطلقاً سماع موتی کی نفی نہیں ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ آپ ان مُردوں کو سنانے والے نہیں ہیں جو اس وقت دوزخ کے عذاب میں ہیں۔

لہٰذا حضرت عائشہ کے سماع موتی کے انکار اور حضرت ابن عمر کے اثبات میں کوئی تعارض نہیں ہے لیکن اس کے بعد جو روایت ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ سماع موتی کا مطلقاً انکار کرتی ہیں کیونکہ انہوں نے کہا کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں: ''ان کو اب علم ہو رہا ہے'' اور حضرت ابن عمر کو یہ وہم ہوا ہے کہ وہ اب سن رہے ہیں۔

امام بیہقی نے یہ کہا ہے کہ علم سماع کے منافی نہیں ہے اور النمل:٨٠ کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کے مردہ ہونے کے حال میں نہیں سناتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے آپ کا کلام سن لیا جیسا کہ قتادہ نے کہا ہے نیز حضرت عمر اور ان کے بیٹے ان کے سننے کی حکایت کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور امام طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی حکایت کی ہے اور حضرت عبداللہ بن سیدان سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس طرح سن رہے ہیں جس طرح تم سن رہے ہو لیکن وہ جواب نہیں دے رہے۔ اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے: لیکن وہ آج جواب نہیں دے سکتے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ امام ابن اسحاق کی مغازی میں یہ مذکور ہے کہ یونس بن بکیر نے سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ سے حضرت ابوطلحہ کی حدیث کی مثل روایت کی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اس حدیث کی امام احمد نے سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے پس اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے انکار سے رجوع فرما لیا کیونکہ ان صحابہ کی روایت سے حضرت عائشہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب ثابت ہو گیا تھا نیز اس لیے بھی کہ حضرت عائشہ اس موقع پر حاضر نہیں تھیں۔

الاسماعیلی نے کہا کہ ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت فہیم اور ذکی تھیں اور ان کو بہت زیادہ احادیث محفوظ تھیں اور وہ علم کے گہرے سمندر میں اس قدر زیادہ غوطہ زن تھیں کہ اس پر اضافہ نہیں ہو سکتا لیکن ثقہ صحابہ کی احادیث کو ان کے پائے کی احادیث کے بغیر رد نہیں کیا جا سکتا جو اس پر دلالت کریں کہ وہ احادیث منسوخ ہو چکی ہیں یا ان میں تخصیص ہو چکی ہے یا وہ محال ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ حضرت عائشہ کے انکار اور دیگر ثقہ صحابہ کے اثبات کی احادیث میں تطبیق ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے: ''آپ مُردوں کو نہیں سناتے'' (النمل:٨٠) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے منافی نہیں ہے کہ ''بے شک وہ اب سن رہے ہیں'' کیونکہ اسماع (سنانے) کا معنی ہے: سنانے والے کی آواز کو سننے والوں کے کانوں تک پہنچانا پس اللہ تعالیٰ نے ہی ان مردوں کو سنایا بایں طور کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز ان مُردوں کے کانوں تک پہنچائی۔

رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ ''ان کو اب علم ہو رہا ہے'' تو اگر انہوں نے اس ارشاد کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو وہ صحابہ کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ وہ سن رہے ہیں بلکہ یہ اس کے مؤید ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں وہ چیز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ پر دلالت کرتی ہے کیونکہ صحابہ نے آپ سے پوچھا: کیا آپ مُردہ لوگوں سے کلام فرما رہے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اور جب اس حالت میں حضرت عائشہ کے بقول ان کا عالم ہونا جائز ہے تو پھر ان کا سامع ہونا بھی جائز ہے اور یا تو انہوں نے آپ کا یہ

Marfat.com

ارشاد اپنے سر کے کانوں سے سنا تھا جیسا کہ جمہور کا قول ہے اور یا انہوں نے اس کو اپنے دل کے کانوں سے سنا تھا اور اس حدیث سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو اس کے قائل ہیں کہ سوال روح اور بدن دونوں سے ہوتا ہے' اس دلیل کو دوسرے علماء نے مسترد کر دیا' انہوں نے کہا کہ سوال صرف روح سے ہوتا ہے' کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ سنانا صرف روح اور دل کے کانوں سے ہو' پس ان کی دلیل ساقط ہو گئی۔

قرآن مجید میں مذکور ہے: آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل:۸۰) اس کی تاویل میں اختلاف ہے' اس طرح اس کی تاویل میں اختلاف ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر:۲۲) سو حضرت عائشہ نے ان آیتوں کو حقیقت پر محمول کیا اور ان کو اپنے مؤقف کی دلیل قرار دیا' اس لیے انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی کہ تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اور یہ جمہور کا قول ہے' ایک یہ ہے کہ فاطر:۲۲ مجاز پر محمول ہے اور موتی سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفار ہیں اور قبروں میں ہیں' مردہ کافروں کو زندہ سے تشبیہ دی گئی اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو قبر میں ہیں اور جو مُردوں کی طرح ہیں' اس تقریر کی بناء پر حضرت عائشہ نے آیتوں سے جو سماع موتی کی نفی پر استدلال کیا ہے' اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۶۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے' وہ حضرت ابن حجر کی اس شرح کا خلاصہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سماع موتی کے متعلق علامہ زرقانی مالکی کی تحقیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیھی الزرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حافظ مغلطائی نے تلویح میں فاطر:۲۲' اور النمل:۸۰ کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں:

(۱) کفار کا نہ سننا اس وقت پر محمول ہے جب وہ دوزخ میں ہمیشہ کے لیے عذاب میں مبتلا ہوں گے' اس سے پہلے ان کے سننے کی نفی نہیں ہے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو نہ سنانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو ان کے کانوں تک نہیں پہنچاتا ہے' نہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا کلام ان تک نہیں پہنچاتے' جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْتَهْدِی الْعُمْیَ ۔ تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو (سیدھی) راہ دکھائیں گے۔ (الزخرف:۴۰)

یعنی اللہ تعالیٰ ہی (حقیقۃً) ہدایت دیتا ہے اور وہی نصیحت کو ان کے دل کے کانوں تک پہنچاتا ہے' نہ کہ آپ۔

(۳) ان دونوں آیتوں میں مُردوں اور قبر والوں سے مراد زندہ کفار ہیں اور ان کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے' یعنی جس طرح مردے آپ کا کلام سننے سے نفع حاصل نہیں کرتے' اسی طرح یہ زندہ کفار بھی آپ کے کلام کو سن کر اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

یہ جوابات حافظ ابن حجر نے بھی ذکر کیے ہیں' اس کے بعد مزید جوابات دیئے ہیں:

(۱) ان دو آیتوں سے اس سماع کی نفی مراد نہیں ہے جو احادیث سے ثابت ہے: جیسے مردوں کا جوتیوں کی آواز سننا۔ اور بدر کے کنویں کے قصہ کا معنی یہ ہے کہ کیا آپ اپنی قدرت سے مُردوں کو سنائیں گے کیونکہ سماعت کا پیدا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

Marfat.com

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ط (النمل:٨١) اور نہ آپ حقیقۃً اندھوں کو راہ پر لانے والے ہیں' ان کی گمراہی سے۔

کیونکہ توفیق دینا اور دل میں ہدایت کو پیدا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ آپ کا' اس صورت میں اس آیت کا معنی ہے کہ آپ اپنی قدرت سے مردوں کو نہیں سناتے' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مردوں کو سنانے کی قدرت کی نفی کی ہے۔

(۲) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ مردوں کو اب ایسا کلام نہیں سنا سکتے جس پر عمل کر کے وہ نفع اُٹھا سکیں کیونکہ وہ موت کے دار العمل سے دار الجزاء تک منتقل ہو چکے ہیں۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت مقدر نہیں کی اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم ہے کہ وہ کفر پر مرے گا' آپ اس کو نصیحت کر کے اس میں ہدایت پیدا نہیں کر سکتے' کیونکہ آپ کو اس پر قدرت نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم کو بدل ڈالیں اور اس کے علم کو جہل سے بدل دیں اور اس سے پہلی آیتوں میں اس معنی پر دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں فرمایا:

وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِیْرُ ○ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ○ وَ لَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ○ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ط (فاطر:٢٢-١٩) اور اندھا اور بینا برابر نہیں○ اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہیں○ اور نہ سایا اور نہ تیز دھوپ برابر ہے○ اور نہ زندہ اور مردے برابر ہیں○

اس کے بعد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ○ (فاطر:٢٢) بے شک اللہ حقیقۃً سناتا ہے جسے چاہے اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں○

اس آیت میں اندھے سے مراد کافر ہے اور بصیر سے مراد مؤمن ہے اور اندھیروں اور نور سے مراد کفر اور ایمان ہے اور سائے سے مراد جنت ہے اور تیز دھوپ سے مراد دوزخ ہے' اور زندوں سے مراد عقلاء ہیں اور مُردوں سے مراد جُہال ہیں۔

یعنی جس طرح آپ اپنی قدرت سے کافر کو مؤمن نہیں بنا سکتے اور کفر کو ایمان سے نہیں بدل سکتے اور جنت کو دوزخ سے نہیں بدل سکتے اور اپنی قدرت سے جہلاء کو عالم نہیں بنا سکتے' اسی طرح آپ اپنی طاقت سے قبر والوں کو نہیں سنا سکتے' اللہ تعالیٰ ہی جس کو سنانا چاہتا ہے اس میں سماعت پیدا فرما دیتا ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ٢٥٠-٢٤٨ ملخصاً وموضحاً' مکتبۃ الرشد' ١٤٣٠ھ)

سماعِ موتیٰ کے متعلق علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی کی تحقیق

علامہ کورانی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس روایت کا انکار کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں پر مُردہ کافروں سے خطاب کیا اور فرمایا: تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اور حضرت عائشہ کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ○ (فاطر:٢٢) اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں○

اور اس آیت میں سماعِ موتیٰ کی نفی پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عادۃً قبر والوں کو سنانے کی نفی کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر والوں کو جو اپنا کلام سنایا وہ خلافِ عادت اور آپ کا معجزہ تھا اور اگر مردہ نہ سنتا تو قبر والوں کو سلام کرنا مشروع نہ ہوتا۔ حضرت عائشہ کی دلیل کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ آپ ان کو سنانے والے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو سنانے والا تھا کیونکہ وہی کفار میں سماعت

Marfat.com

پیدا کرنے والا ہے تاہم اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ عرف میں فعل کی نسبت اسی کی طرف کی جاتی ہے جس سے وہ فعل صادر ہوتا ہے اور کفار کو سنانے کا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہوا تھا' اس لیے سنانے کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف کی جائے گی جیسے حضرت ابوہریرہ نے کہا: ہم تم کو وہی احادیث سناتے ہیں جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنائی ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۰۷۷ صحیح مسلم: ۳۹۶)

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۳۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

سماعِ موتی کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تبصرہ

شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

قرآنی آیت میں صریح دلیل ہے کہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے' یہی حق ہے' مقتولینِ بدر کو سنانا وقتی طور پر خصوصیاتِ رسالت میں سے تھا' اس پر دوسرے مُردوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا' ہاں اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جس قدر چاہے مُردوں کو سنا سکتا ہے جیسا کہ قبرستان میں السلام علیکم اہل الدیار' حدیث کی مسنون دعا سے ظاہر ہے۔ (ترجمہ وحاشیہ صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۳۷' مکتبہ قدوسیہ' لاہور' ۲۰۰۴ء)

شیخ میواتی کا مؤخر الذکر کلام اوّل الذکر کلام کے خلاف ہے' جب ان کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدر کے کافروں کو اپنا کلام سنانا آپ کی وقتی خصوصیت تھی تو پھر عام مسلمانوں کے لیے قبر والوں کو السلام علیکم اہل الدیار کہنا کس طرح مشروع ہوا؟ کیا موصوف کو خصوصیت کی تعریف نہیں معلوم کیونکہ جو کام جس کی خصوصیت ہو' وہ اس کے لیے ثابت ہوتا ہے دوسروں کے لیے ثابت نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت وہ کام ہیں جو آپ نے کیے اور دوسروں کو اس سے منع فرما دیا' جیسے آپ نے وصال کے روزے رکھے اور اُمت کو ان سے منع فرما دیا' یا جیسے آپ نے چار سے زیادہ شادیاں کیں اور اُمت کو چار سے زیادہ شادیوں سے منع فرما دیا' یا جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب بنت جحش سے آپ کا نکاح کر دیا جس میں نہ ایجاب وقبول تھا نہ گواہ تھے نہ مہر تھا اور یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے۔

سماعِ موتی کے متعلق شیخ سلیم اللہ دیوبندی کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تبصرہ

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی لکھتے ہیں:

مسئلۂ سماعِ موتی

پہلا مسئلہ یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلیب بدر پر تشریف لائے اور ''انهم الآن يسمعون ما اقول لهم'' فرمایا۔ حضرت ابن عمر نے ''لیسمعون'' کا لفظ نقل کیا' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''لیسمعون'' کا لفظ نہیں فرمایا تھا بلکہ ''لیعلمون'' فرمایا تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع کی نفی کر رہی ہیں اور علم کو ثابت کر رہی ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' (النمل: ۸۰) وارد ہوا ہے اور ایک اور آیت میں ہے: ''وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ۝'' (فاطر: ۲۲) ان دونوں آیتوں میں سماعِ موتی کی نفی ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ''انهم الآن يسمعون'' کیسے درست ہو سکتا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اختلاف اس مسئلہ میں ہو گیا' دونوں کو شرفِ صحابیت حاصل ہے تو بعد والے بھی اگر اس مسئلہ میں اختلاف کریں تو کوئی مضائقہ نہیں' جو لوگ سماعِ موتی کے قائل ہیں وہ حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں' لہٰذا ان پر ملامت کی کوئی گنجائش نہیں اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے

Marfat.com

استدلال کرتے ہیں ان پر بھی ملامت کی گنجائش نہیں۔

لیکن ایک بات یاد رکھئے کہ سماع موتی میں جو اختلاف ہے وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے سماع میں نہیں ہے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بالاتفاق اور بالاجماع مسلم ہے البتہ دوسرے موتی کے بارے میں یہ اختلاف ہے۔

قائلین سماع موتی کے دلائل

(۱) وہ ایک تو حضرت عبداللہ بن عمر کی مذکورہ روایت سے استدلال کرتے ہیں یعنی قلیب بدر پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مُردوں سے خطاب کرنا اور ان کے سماع کی تصریح کرنا۔

(۲) دوسرے وہ ان روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جن میں قبرستان میں جانے کے وقت ''السلام علیکم یا اهل القبور'' کی تصریح ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۳)

(۳) اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھ کر لوگ واپس جاتے ہیں تو ''انه یسمع قرع نعالهم'' وہ مردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الجنائز ج ۱ ص ۱۷۸)

(۴) مُردوں کے لیے علم کا ثابت ہونا تو متفق علیہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''انهم لیعلمون'' فرمایا تھا' یہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر کسی مردے میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ علم رکھتا ہے تو اگر اس کے لیے سماع بھی ثابت ہو تو کیا اشکال ہے؟ علم کی صلاحیت ثابت ہونے کے بعد سماع کی صلاحیت کے ثبوت میں کیا استبعاد ہے؟

قائلین سماع موتی کی طرف سے آیت قرآنیہ کی توجیہات

(۱) آیت ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' اور ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ'' کے بارے میں یہ حضرات کہتے ہیں کہ ان دونوں آیات میں سماع کی نفی نہیں' اسماع کی نفی ہے اور یہ بالکل بدیہی اور ظاہر ہے کہ دونوں آیتوں میں باب افعال کے صیغے ہیں تو یقیناً اس کے اندر نفی اسماع کی ہوئی' سماع کی نہیں۔ [1]

(۲) حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں فرمایا کہ آیت میں اس سماع کی نفی ہے جس کے جواب میں مردہ بھی کچھ کہے' مطلق سماع کی نفی نہیں' خاص قسم کے سماع کی نفی ہے۔

(۳) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک توجیہ علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ بیان فرمائی کہ ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ان کفار کو جو مردوں کی طرح ہیں' سنا کر کوئی ہدایت نہیں دے سکتے جیسا کہ مُردوں کو سنایا جائے تو اس سنانے پر وہ راہِ راست میں نہیں آتے' اسی طریقہ سے یہ کفار بھی ہدایت پر نہیں آئیں گے۔

لہٰذا اس آیت میں سماع کی نفی نہیں بلکہ ''انتفاع بالسماع'' کی نفی ہے۔ (دیکھئے: فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۸)

اس اجتہادی مسئلہ میں غلو درست نہیں

بہرحال یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف پایا گیا ہے۔

لہٰذا جو لوگ سماع موتی کے قائل نہیں' ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں یا جو لوگ سماع موتی

[1] اور اسماع کی نفی' سماع کی نفی کو مستلزم نہیں' لہٰذا آیت میں ہے کہ ''آپ نہیں سنا سکتے'' اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ وہ سن بھی نہیں سکتے' چنانچہ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں ہے: ''اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ'' آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے' اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ کوئی ہدایت پا بھی نہیں سکتا۔

کے قائل ہیں ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھنا یہ غلو اور زیادتی ہے۔[1]

علمائے دیو بند کا مسلک

انبیاء علیہم السلام کی حیات کے متعلق علمائے دیو بند کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں' یہ عقیدہ نہ صرف علمائے دیو بند کا ہے بلکہ تمام اُمت کا ہے' چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ ''المهند علی المفند ''میں لکھتے ہیں:

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حی فی قبره الشريف وحياته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنيوية من غير تكليف' وهی مختصة به صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبجميع الانبياء صلوات الله عليهم والشهداء لا برزخية كما هی حاصلة لسائر المسلمين بل لجميع الناس ـ

ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے' بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلّف نہیں اور یہ حیاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء اور شہداء کے ساتھ مخصوص ہے' برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ تمام لوگوں کو حاصل ہے۔

(دیکھئے: المهند علی المفند ٣٨)

جہاں تک عام سماع موتی کا تعلق ہے تو اس میں دونوں طرف اکابر و دلائل ہیں' البتہ معتدل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن مواقع میں روایاتِ صحیحہ سے سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں' اس لیے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے' نہ قطعی نفی کی۔ (معارف القرآن' مولانا مفتی محمد شفیع صاحب' ج ٦ ص ٦٠٤)

شیخ سلیم اللہ خان کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ شیخ سلیم اللہ خان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق علماء دیو بند کا جو مسلک نقل کیا ہے وہ درحقیقت ان کا مذہب نہیں ہے' ان کا مذہب ہم عنقریب نقل کر رہے ہیں' وہ لکھتے ہیں:

لیکن ایک بات یاد رکھئے کہ سماع موتی میں جو اختلاف ہے وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے سماع میں نہیں ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بالاتفاق اور بالاجماع مسلم ہے۔ (کشف الباری' کتاب المغازی ص ١٢٣' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

دراصل علماء دیو بند کا مسلک درج ذیل ہے:

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ١٣٢٣ھ لکھتے ہیں:

اور یہ جو کہتے ہیں کہ علم غیب جمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطاء کیا ہوا ہے' سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ٧٣' محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

یہ عبارت اس صحیح حدیث کے صریح خلاف ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے' پس آپ نے مخلوق کی ابتداء سے خبر دی' حتیٰ کہ اہل

[1] چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اہلِ قبور سنتے ہیں یا نہیں؟ آپ رحمہ اللہ نے جواب دیا: ''دونوں طرف اکابر اور دلائل ہیں' ایسے اختلافی امر کا فیصلہ کون کر سکتا ہے اور ضروریاتِ علمی و عملی میں سے بھی نہیں کہ ایک جانب کی ترجیح میں تدقیق کی جاوے''۔ (امداد الفتاویٰ ج ٥ ص ٢٧٩)
ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ''یہ مسئلہ نہ عقائد ضروریہ سے ہے نہ کسی عمل دین کا موقوف علیہ ہے' نہ کسی ایک جانب کا جزم ضروری ہے' اس میں اشتغال مالا یعنی کا اہتمام ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ٥ ص ٣٣٧) (کشف الباری (کتاب المغازی) ص ١٢٥۔١٢٣' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

Marfat.com

جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہلِ دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے ان خبروں کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا' اس نے ان کو بھلا دیا۔ (صحیح البخاری: ٣١٩٢' دار الفکر' بیروت)

شیخ محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:

شیعہ صاحبان نے نعرہ حیدری یا علی ایجاد کیا تھا' بعض لوگوں نے ان کی تقلید میں نعرہ رسالت یا رسول اللہ اور نعرہ غوثیہ یا غوث ایجاد کر لیا' مگر مجھے رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام اور ائمہ ھدیٰ کی زندگی میں کہیں نظر نہیں آیا کہ اللہ اکبر کے سوا مسلمانوں نے کسی اور نام کا نعرہ لگایا ہو۔ (اختلاف اُمت اور صراطِ مستقیم' حصہ اول ص ۵۱' مکتبہ بینات' کراچی)

شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ کے لیے ''یا محمد'' کے الفاظ لکھنا بے ادبی ہے' اس نام سے آپ ﷺ کے سامنے بھی سوائے بعض کفار و مشرکین کے کوئی اور آپ ﷺ کو نہ پکارتا تھا۔ (الیٰ ان قال) اس لیے اس کے علاوہ اس نداء میں عقیدہ فاسدہ کا ایہام ہے' اس لیے یہ لفظ اس طرح لکھنا درست نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی ج ١ ص ۵٣' مکتبہ معارف القرآن' کراچی)

شیخ لدھیانوی اور عثمانی دونوں نے لکھا ہے کہ یا محمد' یا رسول اللہ کہنا صحابہ اور ائمہ ھدیٰ سے ثابت نہیں اور یا محمد لکھنا نبی ﷺ کی بے ادبی ہے۔ یہ دونوں باتیں غلط اور مردود ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سن ہو گیا تو ان سے ایک مرد نے کہا: جو آپ کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو اس کا ذکر کریں تو انہوں نے کہا: یا محمد! (الادب المفرد: ٩٩٣- ص ٢٦٢-٢٦١' دار المعرفۃ' بیروت)

امام ابن السنی متوفی ٣٦٤ھ کی روایت میں ہے: انہوں نے بلند آواز سے کہا: یا محمداہ۔

(عمل الیوم واللیلۃ: ١٦٨- ص ٦٤' مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ' بیروت' ١٤٠٨ھ)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو:

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم في الطرق ينادون يا محمد' يارسول الله' يا محمد' يا رسول الله .

پس تمام مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور لڑکے اور بچے راستوں میں پھیل گئے' وہ نعرہ لگا رہے تھے: یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ!

(صحیح مسلم: ٢٠٠٩' الرقم المسلسل: ٧٣١٦' دار الفکر' بیروت)

حافظ اسماعیل بن کثیر متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

ثم نادى بشعار المسلمين وكان شعارهم يومئذ يا محمداه .

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس طریقہ سے نعرہ لگایا جو ان دنوں مسلمانوں کا شعار تھا اور ان دنوں ان کا شعار تھا: یا محمداہ!

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ٣٠' دار الفکر' بیروت' ١٤١٩ھ)

اب بتائیں! کیا حضرت ابن عمر اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کا استقبال کرنے والے صحابہ اور حضرت خالد بن الولید اور ان کے اصحاب نے جو یا محمد! یا رسول اللہ! کا نعرہ لگایا' کیا یہ سب معاذ اللہ بے ادب تھے' یا معاذ اللہ شیعہ صاحبان کے مقلد۔

سماعِ موتیٰ کے متعلق مصنف کی تحقیق

مصنف کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو ایسی قدرت عطاء فرمائی ہے کہ دور و نزدیک سے پکارنے والوں کی آواز

سن لیتے ہیں' یہ صفت آپ کو اپنی حیاتِ ظاہرہ میں بھی حاصل تھی اور اب بھی حاصل ہے' اسی طرح آپ کے توسل سے اولیاء کاملین کو بھی یہ صفت حاصل ہے بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی ان کی قبروں کے پاس سننا ثابت ہے' ہم نے تبیان القرآن میں تین مقامات پر اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ لکھا ہے' قارئین کی سہولت اور ضیافت کے لیے ہم یہاں پر تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۷۶' الانفال: ۱۴ کی تفسیر کے صرف ایک مقام سے اس تحقیق کو نقل کر رہے ہیں' حالانکہ یہ بحث تبیان القرآن میں چھپ چکی ہے' ہم قند مکرر کے طور پر اس کو یہاں بھی لکھ رہے ہیں اور عمدہ اور محقق بات کو جتنی بار دُہرایا جائے' اس کی لذت بڑھتی جاتی ہے' جیسے سورۃ الرحمٰن میں ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ'' کو بار بار دُہرایا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقتولین بدر سے خطاب فرمانا اور سماع موتیٰ کی بحث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتولین بدر کو تین دن تک پڑے رہنے دیا' پھر ان کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور ان کو پکار کر فرمایا: اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو سچا پالیا' بے شک میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کو سچا پایا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو سن کر عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے حالانکہ یہ مردہ اجسام ہیں' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' لیکن یہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں' پھر آپ کے حکم سے ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔ (صحیح مسلم صفۃ الجنۃ ۷۷ (۲۸۷۴) ۷۰۹۰)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

چونکہ عادتاً مردوں سے کلام نہیں کیا جاتا تھا' اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مردوں سے کلام کرنے کو مستبعد جانا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ زندوں کی طرح آپ کے کلام کو سن رہے ہیں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے سننے کی یہ صفت دائمی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی یہ صفت بعض اوقات میں ہو۔ (المفہم ج ۷ ص ۱۵۱' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ نے قاضی عیاض مالکی سے اس حدیث کی یہ شرح نقل کی ہے:

جس طرح عذاب قبر اور قبر کے سوال و جواب کی احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے اسی طرح ان کا سننا بھی ثابت ہے' اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ان کے جسم یا جسم کے کسی جز کی طرف روح کو لوٹا دیا جائے' علامہ ابی مالکی فرماتے ہیں: جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ بغیر روح کے لوٹائے جسم سن لیتا ہے' اس کا یہ دعویٰ بداہت کے خلاف ہے اور شاید جو لوگ سماع موتیٰ کے منکر ہیں' ان کی یہی مراد ہو کہ روح کو لوٹائے بغیر جسم نہیں سن سکتا اور جو اس کے قائل ہیں وہ اعادہ روح کے ساتھ سماع کے قائل ہیں اور اس صورت میں یہ اختلاف اُٹھ جاتا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی المتوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں:

اگر علامہ ابی کی روح سے مراد حیات ہے تو پھر تو واضح ہے کہ بغیر حیات کے جسم کے سننے کا دعویٰ کرنا بداہت کے خلاف ہے اور اگر روح سے وہ متعارف معنی مراد ہے' جس کا جسم میں حلول ہوتا ہے اور جس کے نکلنے سے جسم مردہ ہو جاتا ہے اور جسم میں اس کے حلول کی وجہ سے جسم عادتاً زندہ ہوتا ہے تو پھر یہ لازم نہیں ہے کہ اگر روح کو جسم میں نہ لوٹایا جائے تو جسم نہ سن سکے' کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم میں روح کو لوٹائے بغیر اس میں حیات پیدا کر دے اور سماعت کا ادراک پیدا کر دے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ ھ لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا: اس حدیث سے بعض لوگوں نے سماع موتی (مردوں کے سننے) پر استدلال کیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث سے عام حکم ثابت نہیں ہوتا' یہ صرف مقتولین بدر کے ساتھ خاص ہے' قاضی عیاض مالکی نے ان کا رد کرتے ہوئے لکھا: جن احادیث سے عذابِ قبر اور قبر میں سوالات اور جوابات ثابت ہیں اور ان سے سماع موتی ثابت ہوتا ہے اور ان کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی' اسی طرح اس حدیث سے بھی سماع موتی ثابت ہے' دونوں کا ایک محمل ہے' اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا ہو' یا ان کے جسم کے کسی ایک عضو میں حیات پیدا کر دی ہو اور جس وقت اللہ ان میں سماعت پیدا کرنا چاہے وہ سن لیتے ہوں' یہ قاضی عیاض کا کلام ہے اور یہی مختار ہے اور جن احادیث میں اصحابِ قبور کو سلام کرنے کا حکم دیا ہے' ان کا بھی یہی تقاضا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ١١ ص ٦٠٩١ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ١٤١٧ ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ موت عدم محض اور فناء صرف نہیں ہے بلکہ موت روح کے بدن سے منقطع ہونے اور اس کی بدن سے مفارقت کا نام ہے اور وہ ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک دار سے دوسرے دار میں منتقل ہونا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ مردہ اپنے اصحاب کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٧ ص ٣٢٨' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ ھ)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پیٹھ موڑ کر چلے جاتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کے چلنے کی آواز سنتا ہے' پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' اس کے بعد قبر میں سوال و جواب کا ذکر ہے۔ (صحیح البخاری: ١٣٣٨-١٣٧٤' صحیح مسلم کتاب الجنۃ: ١٧ (٢٨٧٠)' سنن النسائی: ٢٠٤٨)

سماع موتی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی توجیہ

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردہ کے گھر والوں کے رونے سے مردہ کو عذاب ہوتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا کہ مردہ کو اس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں' اور یہ ایسا ہی ہے کہ جب جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور اس میں مشرکین میں سے مقتولین بدر پڑے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا جو فرمانا تھا' حضرت عمر نے روایت کیا: یہ میرا کلام سن رہے ہیں اور وہ بھول گئے۔ آپ نے فرمایا: ان کو علم ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ برحق ہے' پھر حضرت عائشہ نے یہ آیات پڑھیں:

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ۔ (النمل: ٨٠) بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ○ (فاطر: ٢٢) اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ○

(صحیح مسلم الجنائز: ٢٦ (٩٣٢) ٢١٢١' سنن ابوداود: ٣١٢٩' سنن النسائی: ٢٠٧٦)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ٦٥٦ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن آیتوں سے استدلال کیا ہے' ان سے مراد کفار ہیں گویا کہ وہ اپنی قبروں میں مردہ ہیں اور ان آیتوں میں سنانے سے مراد ان کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو سمجھنا اور آپ کے پیغام کو قبول کرنا ہے' جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (الانفال:٢٣)

اور اگر (بالفرض) اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں (آپ کا پیغام) ضرور سنا دیتا اور اگر (بالفرض) اللہ انہیں سنا بھی دیتا تب بھی وہ اعراض کرتے ہوئے ضرور پیٹھ پھیرتے ○

اور یہ اس طرح ہے جیسے ان کے حواسِ خمسہ سلامت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا' گونگا اور اندھا فرمایا' کیونکہ سننے' بولنے اور دیکھنے کی جو غرض و غایت اور اس کے تقاضے ہیں وہ ان کو پورا نہیں کرتے تھے' اور ان آیتوں کا معنی یہ ہے کہ آپ ان کو اپنا پیغام نہیں سناتے جو اس پیغام کو فہم و تدبر سے نہیں سنتے اور نہ اس پیغام کو قبول کرتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان آیتوں میں حقیقتاً مردے مراد ہیں' تب بھی ان آیات کا ان احادیث سے کوئی تعارض نہیں ہے جن سے مردوں کا سننا ثابت ہے' کیونکہ اگر ان آیتوں سے بالعموم مردوں کے سننے کی نفی مراد ہو' تب بھی عام میں تخصیص جائز ہے اور مخصص وہ احادیث ہیں جن سے مردوں کا سننا ثابت ہے اور ان سے یہ ثابت ہو گیا کہ کسی وقت اور کسی حال میں مردے سن لیتے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں نے جو کچھ ان (مقتولین بدر) سے کہا: اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ (صحیح البخاری:٣٩٧٦' صحیح مسلم ٢٨٧٥)
اور اس کی مثل وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا: مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (مسند احمد ج ٢ ص ٣٤٧) اور آپ نے حضرت عمر سے فرمایا: تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

(صحیح البخاری:١٣٧٤' صحیح مسلم:٩٣٢' المعجم ج ٢ ص ٥٨٦' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ١٤١٧ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں کے سننے کا انکار کرتی ہیں اور ان کے علم اور جاننے کا اعتراف اور اقرار کرتی ہیں' امام بیہقی نے فرمایا: علم' سماعت کے منافی نہیں ہے اور آیت کریمہ: آپ مردوں کو نہیں سناتے (النمل:٨٠) کا جواب یہ ہے کہ آپ مردوں کو بہ حیثیت مردہ نہیں سناتے لیکن اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور وہ سن لیتے ہیں' جیسا کہ قتادہ نے بیان کیا ہے' اور مقتولین بدر کے سننے کی حدیث صرف حضرت عمر نے روایت نہیں کی اور نہ اس روایت میں حضرت ابن عمر منفرد ہیں بلکہ اس حدیث کو حضرت ابوطلحہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری:٣٩٧٦' صحیح مسلم:٢٨٧٥) اور اس کی مثل حدیث کو امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ اسی طرح سنتے ہیں جس طرح تم سنتے ہو' لیکن وہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔ حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے کنویں والو! کیا تم نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا' کیونکہ میں نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ اسی طرح سن رہے ہیں جس طرح تم سن رہے ہو لیکن یہ آج جواب نہیں دے سکتے!

(المعجم الکبیر:١٠٣٢٠۔ج ١٠' کتاب السنۃ:٨٨٤' نیز امام ابن اسحاق نے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے' السیرۃ النبویہ ج ٢ ص ٢٥٠)

اور نہایت عجیب بات یہ ہے کہ امام ابن اسحاق نے مغازی میں یونس بن بکیر کی سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی حضرت ابوطلحہ کی حدیث کی مثل کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ (السیرۃ النبویہ ج ٢ ص ٢٥٠)

Marfat.com

اس حدیث کو امام احمد نے بھی سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے: امام احمد' عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ مقتولین بدر کو کنوئیں میں پھینک دیا جائے۔ امیہ بن خلف کے علاوہ سب کو پھینک دیا گیا کیونکہ وہ اپنی زرہ میں پھول چکا تھا۔ جب ان کو کنوئیں میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: اے کنوئیں والو! کیا تم نے اپنے رب کے اس وعدہ کو سچا پا لیا جو اس نے تم سے کیا تھا؟ کیونکہ میں نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا' آپ کے اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مُردوں سے باتیں کر رہے ہیں؟ آپ نے ان سے فرمایا: انہوں نے جان لیا ہے کہ میں نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق ہے' اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سن لیا۔ میں نے ان سے جو کہا تھا وہ برحق تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا انہوں نے جان لیا۔

(مسند احمد: ٢٦٣٩٩۔ ج ١٨' طبع قاہرہ' مسند احمد ج ٦ ص ٢٧٦ طبع قدیم' دار الفکر) حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ روایت کیا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' ہم کو مسند احمد میں یہ الفاظ نہیں ملے۔ البتہ امام ابن اسحاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں' بہر حال حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اگر امام احمد کی یہ روایت (یا امام ابن اسحاق کی یہ روایت) محفوظ ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے سابق انکار سے رجوع فرما لیا' کیونکہ ان کے نزدیک دیگر صحابہ کی روایت سے یہ امر ثابت ہو گیا تھا جو اس موقع پر حاضر تھے اور حضرت عائشہ اس موقع پر حاضر نہیں تھیں۔ امام اسماعیلی نے یہ کہا ہے کہ ہرچند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فہم اور ذکاوت اور کثرتِ روایت اور بحرِ علم میں غواص ہونے کے لحاظ سے تمام صحابہ پر فائق ہیں لیکن ثقہ اور معتمد صحابہ کی روایت کو اسی وقت مسترد کیا جا سکتا ہے جبکہ اس کا مثل ثقہ روایت میں اس کے منسوخ یا مخصوص یا محال ہونے کی تصریح ہو' اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جبکہ جس چیز کا حضرت عائشہ نے انکار کیا ہے اور جس چیز کو دوسرے صحابہ نے ثابت کیا ہے ان کو جمع کرنا ممکن ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: ''اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی'' (النمل: ٨٠) ''آپ مردوں کو نہیں سناتے'' یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ وہ اس وقت سن رہے تھے' کیونکہ اسماع کا معنی ہے: سنانے والے کی آواز کو سامع تک پہنچانا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو سنایا تھا' بایں طور کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز ان تک پہنچائی۔ رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: وہ اب جان رہے ہیں یا ان کو اب علم ہو رہا ہے' تو اگر حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود یہ الفاظ سنے تھے تو یہ دیگر صحابہ کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ وہ اب سن رہے ہیں بلکہ اس کی مؤید ہے' علامہ سہیلی نے جو اس مقام پر بحث کی ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث خرقِ عادت (معجزہ) پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ صحابہ نے کہا: کیا آپ مُردوں سے کلام کر رہے ہیں' تو آپ نے جواب دیا جو صحابہ کی روایت کے مطابق ہے: وہ اب سن رہے ہیں' اور حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق ان کو اب علم ہو رہا ہے' اور جب مردہ ہونے کی حالت میں ان کا عالم ہونا جائز ہے تو اس حال میں ان کا سامع ہونا بھی جائز ہے اور یہ سماعت یا ان کے سر کے کانوں سے تھی یا ان کے دل کے کانوں سے تھی اور دیگر صحابہ کی روایت کو حضرت عائشہ کی روایت پر اس لیے ترجیح ہے کہ وہ اس موقع پر حاضر تھے اور حضرت عائشہ اس موقعہ پر موجود نہ تھیں' حضرت عائشہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝'' (فاطر: ٢٢) ''آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں''۔ اور یہ آیت اس آیت کی مثل ہے: ''اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ'' (الزخرف: ٤٠) ''تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے اور اندھوں کو ہدایت دیں گے''۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے اور وہی توفیق دیتا ہے اور وہی دلوں کے کانوں تک نصیحت پہنچاتا ہے نہ کہ آپ' اور مُردوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ دینے کے لیے کفار کو مردہ اور بہرہ فرمایا' پس حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سناتا ہے جب وہ چاہتا ہے اور حقیقت میں نہ اس کا نبی سنا سکتا ہے نہ کوئی اور' پس اس آیت سے حضرت عائشہ کے

Marfat.com

استدلال کا دو وجوہ سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اوّل یہ کہ یہ آیت کفار کو اہلِ ایمان کی دعوت دینے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اور ثانی یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے اس چیز کی نفی کی ہے کہ حقیقت میں وہ سنانے والے نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سنانے والا ہے اور اللہ نے صحیح فرمایا ہے' وہی جب چاہتا ہے ان کو سناتا ہے اور وہ جو چاہے کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(الروض الانف ج ۳ ص ۴۲' مطبوعہ ملتان' فتح الباری ج ۷ ص ۳۰۴-۳۰۳' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے یہ آیات اپنے مؤقف میں تلاوت کیں' ان آیات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان آیات میں سماع کے پیدا کرنے کی نفی کی گئی اور سماع کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا نہیں کرتے' بدر کے کنویں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سنا دیا' یہ تفسیر قتادہ نے بیان کی ہے اور علامہ سہیلی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر حاضر نہیں تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ "تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو"۔ تو اس موقع پر انہی کی روایت معتبر ہے جنہوں نے یہ الفاظ سنے تھے' اور جب اس حالت میں ان کا جاننا ممکن ہے تو ان کا سننا بھی ممکن ہے' یا تو ان کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو اپنے سر کے کانوں سے سنا تھا اور یہ اس وقت ہے جب فرشتوں کے سوال کے وقت ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دی گئی تھیں جیسا کہ اہل سنت کا قول ہے' یا انہوں نے دل اور روح کے کانوں سے سنا' جیسا کہ ان لوگوں کا مذہب ہے کہ سوال صرف روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور روح کو جسم میں لوٹایا نہیں جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۳' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

ملا علی سلطان بن القاری متوفی ۱۰۴۱ھ' اس بحث میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے شرح الہدایہ میں یہ تصریح کی ہے کہ اکثر مشائخ حنفیہ کا یہ مؤقف ہے کہ مردہ سنتا نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کتاب الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ کسی سے کلام نہیں کرے گا' پھر اس نے کسی مردہ سے کلام کیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ اس کی قسم اس شخص کے متعلق تھی جو سوچ سمجھ کر اس کی بات کا جواب دے اور مردہ اس طرح نہیں ہے۔

(ملا علی قاری فرماتے ہیں:) یہ جزیہ اس قاعدہ پر متفرع ہے کہ قسم کی بناء عرف پر ہوتی ہے اور مردہ سے بات کرنے کو عرف میں کلام نہیں کہتے اور اس سے حقیقت میں مردہ کے سننے کی نفی نہیں ہوتی' جس طرح فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا تو مچھلی کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو گوشت فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا (النحل:۱۴) . وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا تا کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ۔

حضرت عمر کی اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کس طرح فرما سکتے ہیں کہ تم میرے کلام کو ان (مقتولین بدر) سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل:۸۰) اور فرمایا ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر:۲۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے' اس کو مسترد کرنا صحیح نہیں ہے' خصوصاً اس صورت میں جبکہ اس حدیث اور قرآن مجید کی آیتوں میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے کیونکہ مردوں سے مراد قرآن مجید میں کفار ہیں' اور نفی کا حاصل یہ ہے کہ آپ ان کفار کو میرا پیغام سنا کر کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے' اور اس آیت میں مطلقاً سنانے کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۷۱) وہ بہرے گونگے اندھے ہیں' پس وہ عقل سے کام نہیں لیں گے ۝

ان کو بہرا' گونگا اور اندھا اس لیے فرمایا کہ وہ کان' زبان اور آنکھوں سے نفع نہیں اُٹھاتے تھے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ ان کافروں کو ایسا پیغام نہیں سنا سکتے' جس سے وہ آپ کے پیغام کو تسلیم اور قبول کر لیں' علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ یہ آیت اور اس کی مثل دوسری آیتوں کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے حواس کو حق بات سننے اور حق کو دیکھنے سے روک لیا تھا' بے شک اللہ جس کو چاہے سناتا ہے اور اس میں ہدایت پیدا کرتا ہے تا کہ وہ اللہ کی آیات میں فہم سے کام لے اور نصیحت حاصل کرے۔ رہی دوسری آیت: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر:۲۲) سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ کفر پر اصرار کرتے ہیں ان کو اس آیت میں مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور ان کے ایمان لانے سے مایوس کرنے میں مبالغہ کیا گیا ہے اور اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ (القصص:۵۶)

بے شک آپ اس کو ہدایت یافتہ نہیں بناتے جس کا ہدایت یافتہ ہونا آپ کو پسند ہو لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ مقتولین بدر کو اپنا کلام سنانا' رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت اور آپ کا معجزہ تھی اور کفار کو زیادہ حسرت زدہ کرنا تھا' میں کہتا ہوں کہ یہ قتادہ کا قول ہے اور یہ جواب اور یہ قول مردود ہے کیونکہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی اور وہ یہاں موجود نہیں ہے' بلکہ صحابہ کا سوال کرنا اور آپ کا جواب دینا خصوصیت کے منافی ہے اور منکرین سماع موتی پر اس حدیث سے اشکال ہوگا کہ جب لوگ مردہ کو دفن کر کے واپس چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے۔

(صحیح البخاری:۱۳۷۴' صحیح مسلم:۹۳۲)

اور اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ یہ حدیث دفن کے بعد اوّل وقت تک کے ساتھ مخصوص ہے تا کہ مردہ منکر نکیر کے سوال کا جواب دے سکے تو یہ جواب اس حدیث سے مردود ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان میں گئے اور فرمایا: ''السلام علیکم دار قوم مؤمنین''۔

(صحیح مسلم:۲۴۹' سنن ابن ماجہ:۴۳۰۴' مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۱۱' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں جو یہ حدیث ہے: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' ہر چند کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن یہ معنی کے اعتبار سے معلول ہے اور اس میں ایک ایسی علت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ نبی ﷺ سے ثابت نہ ہو اور وہ علت یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۱۳۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف ہے۔ ہم علامہ قرطبی' علامہ ابن حجر عسقلانی' علامہ سہیلی' علامہ محمود بن احمد عینی اور ملا قاری کی وہ توجیہات نقل کر چکے ہیں' جن میں انہوں نے اس حدیث اور قرآن مجید کی آیات میں تطبیق دی ہے' اور ہم قبر والے پر سلام پڑھنے کی حدیث بھی با حوالہ بیان کر چکے ہیں اور ان شاء اللہ اس حدیث کو مزید حوالہ جات اور دیگر احادیث کو بھی بحث کے آخر میں بیان کریں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ' اس بحث میں فرماتے ہیں:

عرض: اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انکار سماع موتی سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں' وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں۔ وہ مردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں' مردے کون ہیں' جسم' روح مردہ نہیں' اور بے شک جسم نہیں سنتا' سنتی روح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اُم المؤمنین کے حضور میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی

گئی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''ما انتم باسمع منهم '' تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔ اُم المؤمنین نے فرمایا: اللہ رحم فرمائے امیر المؤمنین پر! حضور ﷺ نے یہ نہیں ارشاد فرمایا بلکہ فرمایا: ''انهم ليعلمون '' بے شک وہ جانتے ہیں' امیر المؤمنین کو سہو ہوا' انہوں نے فرمایا: ''ما انتم باسمع منهم '' تو خود اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا مردوں کے علم کا اقرار فرماتی ہیں' سماع سے بے شک انکار فرماتی ہیں' اور وہ بھی اس کے ان معنوں سے جو عرف میں شائع ہیں' سماع کے عرفی معنی ان آلات کے ذریعہ سے سننا' یہ یقیناً بعد مرنے کے روح کے لیے نہیں' روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے' اس جسم کے کانوں سے سنتی ہے' پھر اُم المؤمنین کا ان آیتوں سے استدلال اور بھی اس کو ظاہر کر رہا ہے: ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى '' اور ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ '' موتی کون ہیں؟ اجسام' قبور میں کون ہیں؟ وہی اجسام' تو پھر اجسام ہی کے سننے سے انکار ہوا اور وہ یقیناً حق ہے۔ (پھر فرمایا:) خود اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل سماع موتی کو ثابت کر رہا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ میرے حجرہ میں دفن ہوئے' میں بغیر چادر اوڑھے بے حجابانہ حاضر ہوتی اور کہتی: ''انما هو زوجی '' میرے شوہر ہی تو ہیں' پھر میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے' جب بھی میں بغیر احتیاط کے چلی جاتی اور کہتی: ''انما هو زوجی و ابی '' میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو میں نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی' اس طرح کہ کوئی عضو کھلا نہ رہے' ''حياء من عمر '' عمر رضی اللہ عنہ کی شرم سے' تو اگر ارواح کا سمع بصر نہ مانتیں تو پھر ''حياء من عمر '' کے کیا معنی؟ (پھر فرمایا:) تین باتوں میں اُم المؤمنین کا خلاف مشہور ہے اور ان تینوں میں غلط فہمی' ایک تو یہی سماع موتی کہ وہ سماع عرفی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں' اور اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماع حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے۔ دوسرے معراج کے جسدی کے بارہ میں انکار مشہور ہے کہ اُم المؤمنین فرماتی ہیں: ''ما فقدت جسد رسول الله '' جسد اقدس میرے پاس سے کہیں نہ گیا' حالانکہ آپ معراج منامی کے بارہ میں فرما رہی ہیں جو مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی۔ اس وقت اُم المؤمنین خدمت اقدس میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بلکہ نکاح سے بھی مشرف نہ ہوئی تھیں' اسے اس پر محمول کرنا سراسر غلطی ہے۔ تیسرے علم ما فی الغد کے بارہ میں اُم المؤمنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم ما فی الغد (یعنی آنے والی کل کا علم) تھا' وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے' علم جبکہ مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمہ اللہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے' یقیناً کافر ہے۔ (الملفوظ ج ۳ ص ۲۸۳۔۲۸۱' حامد اینڈ کمپنی' لاہور)

دیوبند کے مشہور محدث انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

سماع موتی کا مسئلہ گزر چکا ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر: ۲۲) سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ قبر والوں کو ایسا پیغام نہیں سناتے جس پر ان کا قبول کرنا مترتب ہو یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ان قبر والوں کو ہمارے اس جہان میں نہیں سناتے اور ان قبر والوں کا سننا عالم برزخ میں ہے اور وہ ہمارے جہان کے اعتبار سے معدوم ہے اور یا یہ آیت اس طرح ہے جس طرح فرمایا ہے: وہ بہرے' گونگے' اندھے ہیں۔ (البقرہ: ۱۷۱) یعنی ان کو سننے کے باوجود بہرہ فرمایا۔ اسی طرح یہاں فرمایا کہ آپ ان بہروں کو نہیں سناتے۔ علامہ سیوطی نے کہا: وہ آپ کے پیغام کو کان لگا کر نہیں سنتے' اس کو قبول نہیں کرتے اور اس سے ہدایت حاصل نہیں کرتے' اس لیے فرمایا: آپ ان کو نہیں سناتے گویا اس آیت میں کفار کو قبر والوں سے تشبیہ دی ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۹۰' مطبوعہ مجلس علمی ہند' ۱۳۵۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری نے جس عبارت کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

Marfat.com

میں یہ کہتا ہوں کہ مردوں کے سننے کے متعلق احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ امام ابو عمر (ابن عبد البر) نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص مردہ کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اگر دنیا میں اس کو پہچانتا تھا تو اس کو پہچان لیتا ہے' (یہ روایت بالمعنی ہے) حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو سند کے ساتھ روایت کیا ہے' پس اس کے انکار کی گنجائش نہیں ہے' کیونکہ ہمارے ائمہ رحمہم اللہ میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' البتہ علامہ ابن الہمام نے یہ کہا ہے کہ سماع موتی میں اصل نفی ہے اور جن مواضع میں سماع ثابت ہے ان کا استثناء کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ پھر اصل میں نفی کا عنوان قائم کرنے کا کیا فائدہ اور جب فی الجملہ سماع ثابت ہے تو پھر تخصیص کے ادعا کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں قرآن مجید میں فرمایا ہے: ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' اور ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ'' اور ان آیتوں سے بظاہر مردوں کے مطلقاً سننے کی نفی ہوتی ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے سنانے کی نفی کی ہے' سننے کی نفی نہیں کی اور ہماری بحث مردوں کے سننے میں ہے' اور علامہ سیوطی نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ آپ کے پیغام کو کان لگا کر نہیں سنتے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کا نفع نہیں حاصل کرتے' کیونکہ مردوں کا سماع سے فائدہ حاصل کرنا دنیاوی زندگی میں متصور ہے اور اب اس کا وقت گزر چکا ہے' اسی طرح یہ کفار ہر چند کہ زندہ ہیں' لیکن آپ کا ان کو ہدایت دینا غیر مفید ہے کیونکہ یہ نفع نہ اُٹھانے میں مردوں کی مثل ہیں' پس ان آیتوں سے مردوں کے سننے کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ سننے سے ان کے فائدہ اُٹھانے کی نفی مقصود ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نفی سماع سے ماننے اور عمل کرنے کی نفی بھی مراد ہو سکتی ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کو کتنی مرتبہ نماز پڑھنے کے لیے کہا مگر وہ سنتا ہی نہیں' یعنی مانتا نہیں اور عمل نہیں کرتا' سو قبر میں مردے بھی سنتے نہیں اور عمل نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے زندہ کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ آپ کی بات مانیں گے نہیں اور اس پر عمل نہیں کریں گے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب مردوں کے لیے سننا ثابت ہے تو کیا وہ نفع بھی اُٹھا سکتے ہیں؟ تو میں کہوں گا کہ جو لوگ نیکی پر فوت ہوئے' وہ سننے سے نفع بھی حاصل کرتے ہیں اور جو لوگ العیاذ باللہ کفر پر فوت ہوئے تو ان کے لیے نفع کہاں؟ وہ لوگ صرف آواز سنتے ہیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم قبر میں جس سماع کے ثبوت کے درپے ہیں' وہ عالم برزخ میں سماع ہے اور قرآن مجید میں مردوں کے جس سننے کی نفی کی ہے وہ ہمارے اس عالم کے اعتبار سے ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۸۔۲۶۷ ملخصاً' مطبوعہ ہند' ۱۳۵۷ھ)

سماع موتی کے ثبوت میں بعض دیگر احادیث اور آثار

اس سے پہلے ہم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالوں سے یہ حدیث بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتولین بدر کے متعلق صحابہ سے فرمایا: (۱) تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اور اس پر مفصل بحث ونظر کا بھی ذکر کیا اور صحیح بخاری' صحیح مسلم اور سنن نسائی کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی (۲) کہ دفن کے بعد قبر میں مردہ جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے اور اس پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دیا اور اس کی تائید میں صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ کے حوالوں سے یہ حدیث بیان کی (۳) کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان گئے اور فرمایا: ''السلام علیکم دار قوم مؤمنین'' اور ظاہر ہے کہ یہ سلام کرنا اسی وجہ سے تھا کہ قبر میں مردے سنتے ہیں۔ اب اس کی تائید میں ہم مزید احادیث پیش کر رہے ہیں:

(۴) امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے' اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(الاستذکار: ۱۸۵۸۔ ج ۲ ص ۱۶۵' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

علامہ قرطبی اور علامہ مناوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ امام ابن عبدالبر نے اس حدیث کو التمہید میں بھی روایت کیا ہے' لیکن ہم نے التمہید کے دونسخوں اور فتح المالک میں اس حدیث کو تلاش کیا' اس میں یہ حدیث نہیں ہے' امام عبدالبر نے اس حدیث کو صرف الاستذکار میں روایت کیا ہے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (احیاء العلوم ج ٦ ص ١٢٧) اور اس کے حاشیہ پر حافظ عراقی نے لکھا ہے کہ عبدالحق الاشبیلی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے' علامہ سید مرتضیٰ زبیدی متوفی ١٢٠٥ ھ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: امام ابن ابی الدنیا نے اس حدیث کو کتاب القبور میں روایت کیا ہے' اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ١٠ ص ٣٦٦) علامہ زین الدین بن رجب حنبلی متوفی ٧٩٥ ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (احوال القبور ص ١٤٢' مطبوعہ دار الکتب العربی' ١٤١٤ ھ) محمد ناصر الجیولی نے اس کا دار البرزخ میں ذکر کیا ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ ھ' اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن عبدالبر نے اس حدیث کو الاستذکار اور التمہید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو ابومحمد عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن قیم جوزیہ حنبلی متوفی ٧٥١ ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابومحمد عبدالحق الاشبیلی نے یہ عنوان قائم کیا کہ مردے زندوں کے متعلق سوال کرتے ہیں اور ان کے اقوال اور اعمال کو پہچانتے ہیں' پھر کہا کہ امام ابن عبدالبر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ پہچانتا ہو پس اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے' اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ اس کو نہ پہچانتا ہو اور سلام کرے' تب بھی وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ عنقریب ہم اس حدیث کو باحوالہ ذکر کریں گے۔ (الروح ص ١١-١٠' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ١٤١٠ ھ)

علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ١٠٠٣ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القیم نے کہا ہے کہ اس قسم کی احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبر والے کی زیارت کرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے' اور یہ حکم شہداء اور غیر شہداء دونوں کے لیے عام ہے اور اس میں وقت کی کوئی قید نہیں ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کے لیے یہ مشروع کیا ہے کہ وہ اہل قبور کو سلام کریں' جس طرح سننے والے اور عقل والے شخص کو سلام کیا جاتا ہے۔ حافظ عراقی نے کہا ہے کہ امام عبدالبر نے اس حدیث کو التمہید اور الاستذکار میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو حافظ عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے۔

(فیض القدیر ج ١٠ ص ٥٤٣٨' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٨ ھ)

حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب المتوفی ٤٦٣ ھ نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو بندہ بھی کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا' پس اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ٦ ص ١٣٧' مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' الجامع الصغیر: ٨٠٦٢۔ ج ٢' شرح الصدور ص ٢٠٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٣ ھ' کنز العمال: ٤٢٥٥٦۔ ج ١٥' مطبوعہ بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ٢١١ ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

(٦) سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس قبر کے پاس سے گزرتے' اس کو سلام کرتے تھے۔

(المصنف: ٦٧٢١۔ ج ٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: ہم قبروں پر سلام کرنے کے لیے کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: کہو: ''السلام علی اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین' یرحم اللّٰه المستقدمین منا والمستاخرین' انا ان شاء اللّٰه بكم لاحقون''۔ (المصنف: ٦٧٢٢۔ ج ٣)

(٨) زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اور ان کے ایک شاگرد ایک قبر کے پاس سے گزرے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: سلام کرو! اس شخص نے پوچھا: کیا قبر کو سلام کروں؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اگر اس نے کسی دن دنیا میں تمہیں دیکھ لیا تھا تو وہ اب تمہیں پہچان لے گا۔ (المصنف: ٦٧٢٣۔ ج ٣)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ روایت کرتے ہیں:

(٩) زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: اس دیار میں رہنے والے مؤمنین اور مسلموں پر میرا اسلام ہو' تم ہم پر مقدم ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں اور ہم تمہارے ساتھ ضرور ملیں گے' اور ہم اللہ کے لیے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(١٠) جندب ازدی بیان کرتے ہیں کہ ہم سلمان کے ساتھ حرہ کی طرف گئے' حتیٰ کہ جب ہم قبروں کے پاس پہنچے تو انہوں نے دائیں طرف متوجہ ہو کر کہا: ''السلام علیكم یا اهل الدیار من المؤمنین والمؤمنات'' (الحدیث)۔

(١١) مجاہد سے روایت ہے کہ وہ قبروں پر سلام عرض کرتے تھے۔

(١٢) موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ سالم بن عبداللہ رات ہو یا دن' جس وقت بھی قبر کے پاس سے گزرتے تو اس کو سلام کرتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے: السلام علیکم! میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(١٣) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو ان میں سے کوئی شخص یہ کہے: ''السلام علیكم یا اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللّٰه بكم للاحقون انتم لنا فرط ونحن لكم تبع ونسال اللّٰه لنا ولكم العافیة''۔

(١٤) عامر بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی زمین سے لوٹتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو کہتے: ''السلام علیكم وانا بكم للاحقون'' پھر اپنے اصحاب سے کہتے کہ تم شہداء کو سلام نہیں کرتے تاکہ وہ تمہارے سلام کا جواب دیں۔

(١٥) عبداللہ بن سعد الجاری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم پہچانتے تھے تو کہو: ''السلام علیكم اصحاب القبور'' اور جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم نہیں پہچانتے تھے تو کہو: ''السلام علی المسلمین''۔

(١٦) ابو موہبہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ البقیع کی طرف جائیں' ان کے لیے دعا کریں اور ان کو سلام کریں۔ (المصنف ج ٣ ص ٣٤١۔ ٣٣٩' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤٠٦ھ)

Marfat.com

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

(۱۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُحد سے لوٹتے ہوئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو۔ (پھر صحابہ سے فرمایا:) تم ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کرو۔ (المعجم الاوسط: ۳۷۱۲۔ ج ۴ ص ۴۲۶' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

(۱۸) عبداللہ الاودی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' اس وقت وہ حالت نزع میں تھے۔ انہوں نے کہا: جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ اسی طرح کرنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے' آپ نے فرمایا: جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو تم اس کی قبر پر مٹی ہموار کر دینا' پھر تم میں سے کوئی شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے' پھر اس کو چاہیے کہ یہ کہے: یا فلاں بن فلانہ' وہ اس کلام کو سنے گا اور جواب نہیں دے گا' پھر کہے کہ یا فلاں بن فلانہ' تو وہ اُٹھ کر سیدھا بیٹھ جائے گا' پھر کہے: یا فلاں بن فلانہ' تب وہ مردہ کہے گا: اللہ تم پر رحم کرے! ہماری رہنمائی کرو' لیکن تم کو (ان کے کلام کا) شعور نہیں ہوتا' پس اس شخص کو کہنا چاہیے: یاد کرو جب تم دنیا سے گئے تھے تو یہ شہادت دیتے تھے کہ "ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ" اور تم اللہ کو رب مان کر راضی تھے اور اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نبی مان کر اور قرآن کو امام مان کر' پھر منکر اور نکیر میں سے ایک اپنے صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کہے گا: اب یہاں سے چلو! ہم اس شخص کے پاس نہیں بیٹھتے جس کو حجت کی تلقین کردی گئی ہے' پھر ان کے سامنے اللہ حجت کرنے والا ہوگا' ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر ہمیں اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: تو پھر اس کو حواء کی طرف منسوب کرے اور کہے: یا فلان بن حواء۔

(المعجم الکبیر: ۷۹۷۹۔ ج ۸' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۰۲' التذکرہ ج ۱ ص ۱۱۹' تہذیب تاریخ دمشق ج ۶ ص ۴۲۴' کنز العمال: ۴۲۴۰۶۔ ۴۲۹۳۴)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں کہ حافظ ابومحمد عبدالحق اور شیبہ بن ابی شیبہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ یہ حدیث احیاء العلوم میں بھی ہے اور بہت علماء نے اس سے استدلال کیا ہے' اور شیخ فقیہ امام مفتی الانام ابوالحسن علی بن ہبۃ اللہ شافعی نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ہمارے شیخ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی فرماتے ہیں: اس حدیث پر عمل کر کے میت کو تلقین کرنی چاہیے۔ (التذکرہ ج ۱ ص ۱۲۰۔ ۱۱۹' ملخصاً' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

واضح رہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے آباء کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا' اور اس حدیث میں جو اُمہات کی طرف نسبت کا ذکر ہے یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے بلکہ دفن کے بعد قبر کا واقعہ ہے۔ اس حدیث میں مردہ کے سننے کی صرف تصریح ہے۔ اور چونکہ اس حدیث پر اہلِ علم کا عمل ہے اور یہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

ملا علی قاری نے علامہ نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک ضعیف حدیث اہلِ علم کے عمل سے قوی ہو جاتی ہے۔

(مرقات ج ۲ ص ۹۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

امام ابوبکر حسین بن احمد بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

(۱۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہ پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (شعب الایمان: ۹۲۹۶۔ ج ۷' شرح الصدور ص ۲۰۲)

(۲۰) نیشاپور کے قاضی ابوابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص آیا' اور اس نے کہا: میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ

Marfat.com

ہوا' قاضی کے پوچھنے پر بتایا کہ میں کفن چور تھا اور قبروں سے کفن چراتا تھا۔ ایک عورت فوت ہوگئی' میں نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی تا کہ میں اس کی قبر دیکھ لوں۔ رات کو میں نے قبر کھودی اور اس کا کفن اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! ایک جنتی مرد جنتی عورت کا کفن اتار رہا ہے' پھر اس عورت نے کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ تم نے میری نمازِ جنازہ پڑھی تھی' اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو بخش دیا' جنہوں نے میری نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔ (شعب الایمان:۹۲۶۱۔ج ۷'شرح الصدور ص ۲۰۸)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

(۲۱) یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جس نے مسجد کو لازم کر لیا تھا' حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے' اس کا باپ بوڑھا آدمی تھا' وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا' اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا' وہ اس پر فریفتہ ہوگئی تھی' وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی' ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا' جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی اندر آ گئی' اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (الاعراف:۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں' انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں' اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ۝

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا' اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اُٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں۔ اس کے گھر والے اسے اُٹھا کر گھر میں لے گئے' کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا' اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا: خیر ہے' باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا' باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے آیت کو دہرایا جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا۔ گھر والوں نے اسے ہلایا جلایا' لیکن وہ مر چکا تھا' انہوں نے اس کو غسل دیا اور اسے جا کر دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی' صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی۔ اس کے باپ نے کہا: رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو' پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے' حضرت عمر نے کہا: اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے' اس کے لیے دو جنتیں ہیں' تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے جنت میں دوبار دو جنتیں عطاء فرمائی ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ترجمہ عمرو بن جامع' رقم:۱۱۴' ج ۱۹ ص ۱۹۱۔۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر الاعراف:۲۰۱' ج ۳ ص ۲۶۹' طبع دار الاندلس' بیروت' شرح الصدور ص ۲۱۳' طبع دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۰۴ھ' کنز العمال:۴۶۳۴۔ج ۲ ص ۵۱۷۔۵۱۶)

امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

(۲۲) عطاء بن یسار' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو قبرستان میں جاتے اور فرماتے: "السلام علیکم دار قوم مؤمنین" ہمارے پاس اور تمہارے پاس وہ چیز آ چکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ہم ان شاء اللہ تم

Marfat.com

ملنے والے ہیں' اے اللہ! بقیع الغرقد والوں کی مغفرت فرما!

جن علماء کا یہ مذہب ہے کہ مردوں کی روحیں قبروں کے صحنوں پر ہوتی ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں میں پڑے ہوئے مردوں کو خطاب فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' مگر یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (الی قولہ) قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مردہ کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ لوگوں کی جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے' اور ان اُمور کی کیفیت نہیں بیان کی جاسکتی' ان کو صرف تسلیم کیا جائے گا اور ان کی اتباع کی جائے گی۔ امام عبدالبر فرماتے ہیں: جو شخص قبرستان میں جائے وہ ان کو سلام کرے اور وہ الفاظ کہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

(التمہید ج ۲۰ص ۲۴۰' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ المکرمہ ۱۴۱۲ھ)

(۲۳) عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود نہ پایا' میں آپ کے پیچھے گئی' آپ بقیع کے قبرستان میں گئے تو آپ نے فرمایا: ''**السلام علیکم دار قوم مؤمنین** ''تم ہمارے پیش رو ہو' اور بے شک ہم تم سے ملنے والے ہیں' اے اللہ! ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ کر' اور ہم کو ان کے بعد آزمائش میں نہ ڈال۔

(التمہید ج ۲۰ص ۲۴۱' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ المکرمہ ۱۴۱۲ھ)

(۲۴) روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قبرستان میں گئے اور قبروں کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز سے نداء کی: اے اہل قبور! آیا تم ہمیں اپنی خبریں دو گے یا ہم تمہیں خبریں سنائیں؟ ہمارے پاس یہ خبر ہے کہ تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے اور تمہاری عورتوں نے دوسری شادیاں کر لیں' اور تمہارے گھروں میں اب تمہارے سوا اور لوگ رہتے ہیں' یہ ہماری خبریں ہیں' اب تم ہمیں اپنی خبریں سناؤ' پھر آپ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: سنو! اللہ کی قسم! اگر یہ جواب دینے کی طاقت رکھتے تو یہ کہتے کہ ہم نے تقویٰ سے بہتر کوئی زادِ راہ نہیں پایا۔

(۲۵) ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سخت گرم دن میں نکلا اور قبرستان میں گیا' وہاں دو رکعت نماز پڑھی' پھر ایک قبر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک آواز سنی: ''میرے پاس سے ہٹ جا' اور مجھے ایذاء نہ پہنچا'' تم جو کہتے ہو تمہیں اس کا علم نہیں ہے اور ہمیں علم ہے اور ہم کہتے نہیں ہیں' تمہاری یہ دو رکعت نماز مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہے۔

(۲۶) ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ میں قبرستان میں جا رہا تھا' اچانک میں نے غیب سے ایک آواز سنی: اے ثابت! ہماری خاموشی سے دھوکا نہ کھانا' یہاں پر کتنے ہی لوگ مغموم ہیں۔

(۲۷) امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بقیع الغرقد کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''**السلام علیکم اهل القبور** '' ہمارے پاس یہ خبریں ہیں کہ تمہاری بیویوں نے شادیاں کر لیں' اور تمہارے گھروں میں اب اور لوگ رہتے ہیں' اور تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے' تو غیب سے آواز آئی: اے عمر بن الخطاب! ہماری خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو نیک اعمال بھیجے تھے وہ مل گئے' اور ہم نے جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا تھا اس کا نفع پالیا' اور ہم نے جو اپنے پیچھے مال چھوڑا' وہ گھاٹا تھا۔

(التمہید ج ۲۰ص ۲۴۲' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ المکرمہ ۱۴۱۲ھ)

ہمارے زمانہ میں بعض لوگ سماع موتی کا شدت سے انکار کرتے ہیں' اس لیے میں نے احادیث صحیحہ ومقبولہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کیا ہے اور مذاہب اربعہ کے مستند علماء کی تصریحات بھی پیش کی ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ علامہ قرطبی مالکی' علامہ نووی شافعی' علامہ ابن قیم حنبلی اور علامہ بدرالدین عینی حنفی قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں امام احمد رضا بریلوی اور مکتب فکر دیوبند کے

محدث شیخ انور شاہ کشمیری کی تصریحات بھی پیش کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو اثر آفریں بنا دے۔ (آمین!) (النمل:٨٠ اور فاطر:٢٢)

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہٖ واصحابہ الراشدین وعلماء ملتہ اجمعین ۔

(تبیان القرآن ج ۴ص ۵۸۹۔۵۷۶ فرید بک سٹال لاہور ۱۴۲۱ھ)

٩- بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والوں کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو صحابہ معرکۂ بدر میں مشرکین سے قتال کے لیے حاضر ہوئے تھے' وہ دوسرے صحابہ سے افضل ہیں' امام بخاری کو چاہیے تھا کہ وہ لکھتے: غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والوں کی افضلیت نہ کہ فضیلت۔

٣٩٨٢- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحٰقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ اُصِيْبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَّهُوَ غُلَامٌ فَجَاءَتْ اُمُّهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّیْ فَاِنْ يَّكُنْ فِی الْجَنَّةِ اَصْبِرْ وَاَحْتَسِبْ وَاِنْ تَكُ الْاُخْرٰی تَرٰی مَا اَصْنَعُ فَقَالَ وَيْحَكِ اَوْ هَبِلْتِ اَوَ جَنَّةٌ وَّاحِدَةٌ هِیَ اِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيْرَةٌ وَّاِنَّهٗ فِیْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ معرکہ بدر کے دن حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور وہ نوعمر لڑکے تھے' پس ان کی ماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ مجھے حارثہ سے کتنی محبت تھی' پس اگر وہ جنت میں ہے تو میں اس پر صبر کرتی ہوں اور ثواب کی نیت کرتی ہوں اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! کیا تم کو معلوم نہیں' کیا وہاں صرف ایک جنت ہے' وہاں تو بہت جنتیں ہیں اور وہ لڑکا جنت الفردوس میں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٠٩ میں گزر چکی ہے۔

حضرت حارثہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت حارثہ کا ذکر ہے' ان کا نام ہے: حارثہ بن سراقہ انصاری' یہ غزوۂ بدر میں انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید ہوئے تھے' یہ جنگ بدر کے دن حوض کی تلاش میں نکلے تھے' وہ حوض سے پانی پی رہے تھے کہ حبان بن عرفہ کا چلایا ہوا تیر ان کو آ کر لگا' پس اس تیر سے وہ شہید ہو گئے۔ (عمدۃ القاری' ج ١٧ص ١٢٦)

اس حدیث میں حضرت حارثہ کی ماں کا ذکر ہے' ان کا نام رُبیع بنت النضر ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں؟

اس حدیث میں "ویحك" اور "هبلت" کے الفاظ ہیں' "ویحك" کا لفظ کسی بات پر جھڑکنے کے لیے آتا ہے اور "هبلت" کا لفظ تعجب کے لیے آتا ہے اور یہاں اس کا معنی ہے: کیا تم کو معلوم نہیں۔

اس میں جنت الفردوس کا لفظ ہے' یہ سب سے بلند جنت ہے۔

Marfat.com

جنت الفردوس کی فضیلت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَسَارِعُوْۤا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (آل عمران:۱۳۳)

اپنے رب کی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف جلدی کرو جس کی پہنائی آسمان اور زمینیں ہیں جس کو متقین کے لیے تیار کیا گیا ہے○

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حصولِ جنت کی دعا کی:

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ○ (الشعراء:۸۵)

اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں شامل کردے○

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دوزخ سے پناہ اور جنت کے حصول کی دعا کی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا ہوتی تھی: اے اللہ! ہم تجھ سے تیری رحمت کے موجبات اور مغفرت کے مؤکدات کا سوال کرتے ہیں اور ہر گناہ سے محفوظ رہنے کا اور ہر نیکی کے حصول کا اور جنت کی کامیابی کا اور تیری مدد سے دوزخ سے نجات کا۔ (المستدرک ج ا ص 525 دارالباز' مکہ مکرمہ' علامہ ذہبی نے اس حدیث کو مقرر رکھا ہے)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے بلند جنت ہے اور اسی سے جنت کے چار دریا نکلتے ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے' پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۷۹۰' سنن ترمذی: ۲۵۳۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۶)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ایک شعر پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ میں جنت کی طلب اور ترغیب میں بہت تصریحات ہیں' اس بناء پر بعض لوگ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے اس شعر پر جنت سے بے رغبتی کا اعتراض وارد کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

جنت نہ دیں' نہ دیں تری رؤیت ہو خیر سے   اس گل کے آگے کس کو ہوس برگ و بر کی ہے

(حدائق بخشش ص ۸۵ فرید بک سٹال' لاہور)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس شعر میں مطلقاً جنت سے بے رغبتی کا اظہار نہیں ہے' بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے مقابلہ میں بے رغبتی کا اظہار ہے' اور ظاہر ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہی تمام نعمتوں کی اصل ہے۔

ثانیاً اعلیٰ حضرت نے اپنے دیگر اشعار میں جنت کی طرف رغبت کی ہے اور اس کو طلب کیا ہے' وہ فرماتے ہیں:

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو   ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

(حدائق بخشش حصہ اول ص ۵۴ فرید بک سٹال' لاہور)

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں   خُلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

(حدائق بخشش حصہ دوم ص ۴۹ فرید بک سٹال' لاہور)

۳۹۸۳- حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ حُصَيْنَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن ادریس نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حصین بن عبدالرحمان سے سنا از سعد بن

Marfat.com

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا مَرْثَدٍ وَّالزُّبَيْرَ وَكُلُّنَا فَارِسٌ قَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا امْرَاَةً مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مَعَهَا كِتَابٌ مِّنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَاَدْرَكْنَاهَا تَسِيْرُ عَلٰى بَعِيْرٍ لَّهَا حَيْثُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَامَعَنَا كِتَابٌ فَاَنَخْنَاهَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا فَقُلْنَا مَاكَذَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ اَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ فَلَمَّا رَاَتِ الْجِدَّ اَهْوَتْ اِلٰى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ فَاَخْرَجَتْهُ فَانْطَلَقْنَا بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْخَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ فَدَعْنِيْ فَلِاَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاحَمَلَكَ عَلٰى مَاصَنَعْتَ قَالَ حَاطِبٌ وَّاللّٰهِ مَابِيْ اَنْ لَّا اَكُوْنَ مُؤْمِنًا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَدْتُّ اَنْ تَكُوْنَ لِيْ عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَّدْفَعُ اللّٰهُ بِهَا عَنْ اَهْلِيْ وَمَالِيْ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِكَ اِلَّا لَهٗ هُنَاكَ مِنْ عَشِيْرَتِهٖ مَنْ يَّدْفَعُ اللّٰهُ بِهٖ عَنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَهٗ اِلَّا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ اِنَّهٗ قَدْخَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ فَدَعْنِيْ فَلِاَضْرِبَ عُنُقَهٗ فَقَالَ اَلَيْسَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ اِلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْفَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ وَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ۔

عبیدہ از ابوعبدالرحمٰن السلمی از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت ابومرثد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور ہم سب گھڑسوار تھے' آپ نے فرمایا: تم لوگ جاؤ حتیٰ کہ روضۂ خاخ پر پہنچ جاؤ' کیونکہ وہاں مشرکین ایک عورت ہوگی' اس کے پاس ایک مکتوب ہوگا جو حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین کی طرف لکھا ہے' ہم نے اس عورت کو جالیا جو اپنے اونٹ پر اس جگہ سفر کر رہی تھی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا' ہم نے اس سے کہا: وہ مکتوب لاؤ' اس نے کہا: ہمارے پاس مکتوب نہیں ہے' ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھایا اور اس کی تلاش لی تو ہم نے کوئی مکتوب نہیں دیکھا' ہم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط نہیں فرمایا' تم ضرور مکتوب نکالو' ورنہ ہم تمہیں برہنہ کر دیں گے' جب اس نے (ہماری) سنجیدگی دیکھی تو اس نے ازار باندھنے کی جگہ ہاتھ بڑھایا' وہ ایک چادر باندھے ہوئے تھی' پھر اس نے وہ مکتوب نکالا' ہم اس مکتوب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین سے خیانت کی ہے' پس آپ مجھے اجازت دیں' میں اس کی گردن اُڑا دوں! تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت حاطب سے) فرمایا: تم کو اس کام پر کس نے اُبھارا؟ تو حضرت حاطب نے کہا: میں صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والا ہوں' میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ میرا اس قوم پر کوئی احسان ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے اہل اور مال سے ضرر اور شر کو دور کرے' آپ کے جتنے اصحاب یہاں ہیں ان سب کا قبیلہ وہاں موجود ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ ان کے اہل اور مال کی حفاظت فرماتا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے اور تم بھی اس کو بھلائی کے سوا اور کچھ نہ کہو' حضرت عمر نے پھر کہا: اس شخص نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مؤمنین سے خیانت کی ہے' سو آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ شخص اہل بدر سے نہیں ہے! پس فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

Marfat.com

تم جو چاہے عمل کرو' پس بے شک تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے' یا فرمایا: میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے' پھر حضرت عمر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زیادہ جانتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اہل بدر کی فضیلت کا ذکر ہے۔

اہل بدر کی مغفرت کے اعلان پر یہ اشکال کہ کیا ان کے لیے معصیت کو مباح کر دیا ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام احمد کی حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بدر میں حاضر ہوئے' اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہیں کرے گا' یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے' اس حدیث کے ظاہر پر یہ اشکال ہے کہ اس طرح تو ان کے لیے معصیت کو مباح کر دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہے کہ وہ ان سے کوئی ایسا کام نہیں ہونے دے گا جو مغفرت اور دخولِ جنت کے منافی ہو اور ان سے جو معصیت سرزد ہوگی' اس پر ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے گا اور اگر انہوں نے کوئی ایسا کام کیا جو حد جاری کرنے کا موجب ہو تو ان پر حد جاری کی جائے گی جیسے جب حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حد قذف جاری کی اور وہ بدری صحابی تھے' اسی طرح حضرت عمر نے حضرت قدامہ بن مظعون پر حد جاری کی' جب انہوں نے شراب پی اور وہ بھی بدری صحابی تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۲۸' موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی مزید شرح ان شاء اللہ غزوہ فتح مکہ کے باب میں آئے گی۔

١٠ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا' تاہم یہ بھی ابوابِ سابقہ کے ساتھ ملحق ہے اور اس کا تعلق بھی بدر کے احوال سے ہے۔

٣٩٨٤- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيْلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ وَّالزُّبَيْرِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ إِذَا أَكْثَبُوْكُمْ فَارْمُوْهُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو احمد الزبیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن الغسیل نے حدیث بیان کی از حمزہ بن ابی اُسید اور الزبیر بن المنذر بن ابی اُسید از حضرت ابو اُسید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: جب وہ (کفار) تمہارے قریب پہنچ جائیں تو پھر تم اُن پر تیر مارنا (اور جب وہ دور ہوں تو) اپنے تیروں کو محفوظ رکھنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۰۰ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''استبقوا'' کا لفظ ہے' یہ ''الاستبقاء'' سے امر کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: ابقاء کو طلب کرنا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۶۶۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی ان پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بلکہ اس کا معنی ہے: بقاء کو طلب کرنا اور یہ کہنا کہ اس کا معنی ہے: ابقاء کو طلب کرنا غلط ہے' یہ وہی شخص کہے گا جو علم صرف سے عاری ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٨٥- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ وَّالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ إِذَا أَكْثَبُوكُمْ يَعْنِي أَكْثَرُوكُمْ فَارْمُوهُمْ وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو احمد الزبیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن الغسیل نے حدیث بیان کی از حمزۃ بن ابی اسید اور المنذر بن ابی اسید از حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بدر کے دن فرمایا: جب وہ (کفار) تمہارے قریب پہنچ جائیں یعنی جب وہ تم سے زیادہ تعداد میں ہوں تو پھر تم ان پر تیر مارنا (اور جب وہ دور ہوں تو) اپنے تیروں کو محفوظ رکھنا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۹۰۰ میں گزر چکی ہے' اور اس سے پہلی حدیث میں اس حدیث کی شرح کی جا چکی ہے۔

٣٩٨٦- حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرُّمَاةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَأَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ أَصَابُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً وَّسَبْعِينَ أَسِيرًا وَّسَبْعِينَ قَتِيلًا قَالَ أَبُو سُفْيَانَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَّالْحَرْبُ سِجَالٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے دن تیر مارنے والوں پر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا' پس ہم میں ستر (۷۰) صحابہ شہید ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے غزوۂ بدر کے دن مشرکین کے ایک سو چالیس (۱۴۰) مردوں کو نقصان پہنچا تھا' ستر (۷۰) مارے گئے تھے اور ستر (۷۰) گرفتار ہوئے تھے۔ ابو سفیان نے کہا: آج کا دن بدر کا بدلہ ہے اور جنگ کنویں کا ڈول ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۳۹ میں گزر چکی ہے۔

یعنی جس طرح کنویں کا ڈول کبھی ایک کے پاس ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کے پاس' اسی طرح جنگ میں کبھی ایک فریق کو غلبہ ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کو۔

٣٩٨٧- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى أُرَاهُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از

Marfat.com

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَ اِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْخَيْرِ بَعْدُ وَثَوَابُ الصِّدْقِ الَّذِیْ اٰتَانَا بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ.

جدِ خود ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی آپ نے فرمایا: اور اب کامل خیر وہ خیر ہوگی جو خیر اللہ بعد میں عطاء فرمائے گا اور بہترین بدلہ وہ ثواب ہے جو اللہ نے ہمیں بدر کے بعد عطاء فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۲ میں گزر چکی ہے۔

بعد میں حاصل ہونے والی خیر کی وضاحت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا کہ "اب کامل خیر وہ خیر ہوگی جو اللہ ہمیں بعد میں یعنی غزوۂ اُحد کے بعد عطاء فرمائے گا"۔

یہ مکمل حدیث باب علامات النبوۃ کے اواخر میں گزر چکی ہے اور یہاں جو حدیث ذکر کی ہے' وہ اس کا ایک حصہ ہے' اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک گائے کو نحر (ذبح) کیا جارہا ہے اور گائے کے نحر کی آپ نے یہ تعبیر لی کہ مسلمانوں کو غزوۂ اُحد میں نقصان ہوگا اور ان پر مصائب آئیں گے اور حقیقی اور کامل خیر وہ ہے جو مسلمانوں کو غزوۂ اُحد کے بعد حاصل ہوگی اور اس سے مراد وہ فتوحات ہیں جو مسلمانوں کو غزوۂ اُحد کے بعد حاصل ہوئیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم عطاء فرمایا تھا کہ غزوۂ اُحد کے بعد مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوں گی اور یہ درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے جو بعد کے واقعات سے سچی ثابت ہوئی اور اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کے برحق ہونے کی دلیل ہے' اسی لیے امام بخاری نے اس پوری حدیث کو باب علامات نبوت میں درج کیا ہے۔

۳۹۸۸- حَدَّثَنِیْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اِنِّیْ لَفِی الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ اِذِ الْتَفَتُّ فَاِذَا عَنْ يَمِيْنِیْ وَعَنْ يَسَارِیْ فَتَيَانِ حَدِيْثَا السِّنِّ فَكَاَنِّیْ لَمْ اٰمَنْ بِمَكَانِهِمَا اِذْ قَالَ لِیْ اَحَدُهُمَا سِرًّا مِّنْ صَاحِبِهٖ يَا عَمِّ اَرِنِیْ اَبَا جَهْلٍ فَقُلْتُ يَا ابْنَ اَخِیْ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ قَالَ عَاهَدْتُّ اللّٰهَ اِنْ رَاَيْتُهٗ اَنْ اَقْتُلَهٗ اَوْ اَمُوْتَ دُوْنَهٗ فَقَالَ لِیَ الْاٰخَرُ سِرًّا مِّنْ صَاحِبِهٖ مِثْلَهٗ قَالَ فَمَا سَرَّنِیْ اَنِّیْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ مَكَانَهُمَا فَاَشَرْتُ لَهُمَا اِلَيْهِ فَشَدَّا عَلَيْهِ مِثْلَ الصَّقْرَيْنِ حَتّٰى ضَرَبَاهُ وَهُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جدِ خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: میں غزوۂ بدر کے دن ایک صف میں تھا' اچانک میں نے مڑکر دیکھا تو میری دائیں طرف اور بائیں طرف دو نوخیز جوان تھے جو کم عمر تھے' پس میں گویا کہ ان کے اس مقام پر کھڑے ہونے سے بے خوف نہیں تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھ سے اس طرح چپکے سے پوچھا کہ دوسرے کو پتا نہ چلے' (اس نے کہا:) اے میرے چچا! مجھے ابوجہل دکھائیں' میں نے پوچھا: اے میرے بھتیجے! تم اس کے ساتھ کیا کرو گے؟ اس نے کہا: میں نے اللہ سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر میں نے ابوجہل کو دیکھا تو میں اس کو قتل کر دوں گا یا پھر میں اس کے سامنے اپنی جان دے دوں گا۔ دوسرے نوجوان نے بھی اپنے ساتھی سے چھپاتے ہوئے یہی بات کہی' حضرت

Marfat.com

عبد الرحمان نے کہا: مجھے اس سے خوشی نہیں ہوئی کہ میں ان دو نوجوانوں کی جگہ ہوتا' پھر میں نے ان دونوں کو اشارے سے ابوجہل دکھایا' سو ان دونوں نے دو عقابوں کی طرح اس پر حملہ کیا' حتیٰ کہ ان دونوں نے اسے مار کر گرا دیا' وہ دونوں حضرت عفراء کے بیٹے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣١٤١ میں گزر چکی ہے' بعض مشکل الفاظ کی وضاحت درج ذیل ہے:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس گویا کہ میں ان کے اس مقام پر کھڑے ہونے سے بے خوف نہیں تھا' یعنی مجھے یہ اندیشہ تھا کہ ان کم سن اور نوخیز جوانوں کو دشمن سے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے' کیونکہ وہ ابوجہل کو پہچانتے بھی نہیں تھے۔

وہ دونوں دو عقابوں کی طرح ابوجہل پر جھپٹے' ان نوجوانوں کو عقاب اور باز سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ عقاب اپنے شکار پر بہت سرعت اور تیزی سے حملہ کرتا ہے اور جب وہ اپنے شکار پر پنجہ مارتا ہے تو اس وقت تک اس سے الگ نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کو مار ڈالتا ہے' سب سے پہلے عرب میں جس نے عقاب کے ساتھ شکار کیا تھا وہ الحارث بن معاویہ بن ثور الکندی تھا' پھر عقاب کے ساتھ شکار کرنا مشہور ہو گیا۔

یہ دونوں حضرت عفراء رضی اللہ کے بیٹے تھے' یعنی معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما۔ (فتح الباری ج ۵ ص ١٦٦' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے بھی یہی شرح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٣٢۔ ١٣١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٨٩- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو ابْنُ أُسَيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةً عَيْنًا وَّأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِالْهَدَاةِ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ فَنَفَرُوْا لَهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا آثَارَهُمْ حَتّٰى وَجَدُوْا مَأْكَلَهُمُ التَّمْرَ فِي مَنْزِلٍ نَزَلُوْهُ فَقَالُوْا تَمْرُ يَثْرِبَ فَاتَّبَعُوْا آثَارَهُمْ فَلَمَّا حَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَّأَصْحَابُهُ لَجَئُوْا إِلٰى مَوْضِعٍ فَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ قَالُوْا لَهُمُ انْزِلُوْا فَأَعْطُوْا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَيُّهَا الْقَوْمُ أَمَّا أَنَا فَلَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن اسید بن جاریہ الثقفی نے خبر دی جو بنو زہرہ کے حلیف تھے اور حضرت ابوہریرہ کے تلامذہ میں سے تھے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس (١٠) جاسوس بھیجے اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ کو ان کا امیر بنایا جو عاصم بن عمر بن الخطاب کے نانا تھے' جب وہ عسفان اور مکہ کے درمیان مقام الهداۃ میں پہنچے تو ھذیل کے ایک قبیلہ کو ان کی اطلاع ہو گئی جس کو بنو لحیان کہا جاتا تھا تو وہ تقریباً سو تیر اندازوں کو لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے' وہ ان کے قدموں کے نشانات پر چلنے لگے' حتیٰ کہ انہوں نے اس جگہ کو تلاش کر لیا جہاں بیٹھ کر انہوں نے کھجوریں کھائی تھیں' انہوں نے کہا: یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں' پھر وہ ان کے نشانات پر چل پڑے' جب حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کو ان کے تعاقب کا علم ہو گیا تو انہوں نے ایک جگہ پناہ حاصل کر

Marfat.com

أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ آخَرُ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللَّهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي بِهَؤُلَاءِ أُسْوَةً يُرِيدُ الْقَتْلَى فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَانْطُلِقَ بِخُبَيْبٍ وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ حَتَّى بَاعُوهُمَا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ خُبَيْبًا وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ عَنْهُ حَتَّى أَتَاهُ فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ قَالَتْ فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَلِكَ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ وَاللَّهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ وَكَانَتْ تَقُولُ إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللَّهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ وَاللَّهِ لَوْلَا أَنْ تَحْسِبُوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَزِدْتُ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ .

فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلَّهِ مَصْرَعِي

لیٰ بنولحیان نے ان کا محاصرہ کر لیا اور کہا: تم لوگ نیچے اُتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو اور ہم تم سے پکا عہد کرتے ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو بھی قتل نہیں کریں گے' حضرت عاصم بن ثابت نے کہا: اے لوگو! رہا میں' تو میں ایک کافر کے وعدہ پر نہیں اتروں گا' پھر انہوں نے دعا کی: اے اللہ! اپنے نبی ﷺ کو ہمارے حال کی خبر کر دے' پھر ان لوگوں نے ان پر تیر برسائے اور حضرت عاصم کو شہید کر دیا' اور تین اصحاب ان کے عہد و پیمان پر (اعتماد کر کے) نیچے اتر آئے' ان میں سے ایک حضرت خبیب تھے اور دوسرے حضرت زید بن دثنہ تھے اور تیسرے ایک اور تھے' جب بنولحیان نے ان پر قابو پالیا تو ان کی کمانوں کی تانت سے ان کو باندھ دیا' اس تیسرے صحابی نے کہا: یہ تمہاری پہلی عہد شکنی ہے اور اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا' میرے لیے ان لوگوں میں نمونہ ہے' ان کی مراد شہداء سے تھی' سو کافروں نے ان کو گھسیٹا اور زبردستی ان کو لے جانے لگے' پس انہوں نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا' (سو انہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا) پھر وہ حضرت خبیب اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو لے گئے' اور غزوۂ بدر کے بعد ان کو فروخت کر دیا' پس بنوالحارث بن عامر بن نوفل نے حضرت خبیب کو خرید لیا' اور حضرت خبیب نے ہی غزوۂ بدر میں الحارث بن عامر کو قتل کیا تھا' پس حضرت خبیب ان کے ہاں قیدی رہے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا' پس انہوں نے حارث کی کسی بیٹی سے زیر ناف بالوں کو کاٹنے کے لیے عاریۃً استرا مانگا' اس نے ان کو استرا دے دیا' پس اس کا چھوٹا بیٹا ان کی طرف آ گیا اور وہ اس سے غافل تھی حتیٰ کہ وہ بچہ ان کے پاس آیا' پس اس نے دیکھا کہ وہ بچہ ان کے زانو پر بیٹھا ہوا ہے اور استرا ان کے ہاتھ میں ہے' سو وہ بہت گھبرائی اور ڈری' حضرت خبیب نے اس کے خوف اور گھبراہٹ کو جان لیا' پس کہا: کیا تم کو یہ ڈر ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا' میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں' اس عورت نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے (حضرت) خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا اور اللہ کی قسم! میں نے ایک دن دیکھا ان کے ہاتھ میں انگوروں کا

Marfat.com

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَّشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ
ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ أَبُو سِرْوَعَةَ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلٰوةَ وَأَخْبَرَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُصِيبُوا خَبَرَهُمْ وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلٰى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِيْنَ حُدِّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ أَنْ يُّؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا عَظِيْمًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِّثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا أَنْ يَّقْطَعُوْا مِنْهُ شَيْئًا . وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ذَكَرُوْا مَرَارَةَ بْنَ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِيَّ وَهِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا .

گچھا تھا جسے وہ کھا رہے تھے اور وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور اس وقت میں مکہ میں کوئی (انگور کا) پھل نہیں تھا اور وہ کہتی تھیں کہ یہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے خبیب کو دیا ہے اور جب وہ لوگ حضرت خبیب کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر حل میں لے گئے تو حضرت خبیب نے ان سے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو' سو انہوں نے ان کو چھوڑ دیا' پھر حضرت خبیب نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ یہ موت کے ڈر سے (نماز کو لمبی کر رہا ہے) تو میں نماز میں زیادہ دیر لگاتا' پھر انہوں نے دعا کی: اے اللہ! ان کو الگ الگ قتل کر دے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑ! پھر انہوں نے یہ اشعار کہے:

پس جب میں حالت اسلام میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے' کہ اللہ کی راہ میں مجھے کس پہلو پر گرایا جائے گا' اور یہ (موت) تو صرف اللہ کی رضا میں ہے' اور گر وہ چاہے تو' کاٹے گئے اعضاء کے جوڑوں میں زیادہ برکت ڈال دے گا۔

پھر ان کی طرف ابو سروعہ عقبہ بن الحارث کھڑا ہوا اور اس نے ان کو شہید کر دیا' اور ہر وہ مسلمان جس کو زبردستی قتل کیا جائے اس کے لیے حضرت خبیب نے قتل کیے جانے سے پہلے نماز پڑھنے کی سنت قائم کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس حادثہ کی اسی دن خبر دے دی تھی جس دن وہ پیش آیا تھا اور قریش کے لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عاصم بن ثابت شہید کر دیئے گئے ہیں تو انہوں نے ان کی طرف آدمی روانہ کیے کہ وہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ لے آئیں جس سے انہیں پہچانا جا سکے کیونکہ حضرت عاصم نے قریش کے سرداروں میں سے ایک بڑے سردار (عقبہ بن ابی معیط) کو قتل کر دیا تھا' سو اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی حفاظت کے لیے شہد کی مکھیوں کی فوج کو بھیج دیا جو ان کے جسم پر بادل کی طرح چھائی ہوئی تھی' سو ان قریش کے بھیجے ہوئے آدمیوں سے ان کے جسم کی حفاظت کی اور وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ نہیں کاٹ سکے' اور حضرت کعب بن مالک نے کہا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ مرارہ بن الربیع العمری اور ہلال بن امیہ الواقفی دو نیک مرد تھے جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی بعض مجمل عبارات کی شرح درج ذیل ہے:

اس حدیث میں اس تیسرے صحابی کا ذکر ہے جو بنولحیان کے عہد پر اعتماد کر کے نیچے اتر آئے تھے' ان کا نام حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ ہے' جو بنوظفر کے حلیف تھے۔

اس حدیث میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' ان کا نام خبیب بن عدی انصاری ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت خبیب کو حارث کے بیٹوں نے خرید لیا۔ توضیح میں مذکور ہے کہ حضرت خبیب کو حجیر بن ابی اھاب نے خرید لیا' تاکہ اپنے باپ کے قتل کے بدلہ میں ان کو قتل کرے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حارث کی بیٹی نے سواونٹوں کے عوض ان کو خرید لیا تھا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے: حضرت خبیب نے دعا کی: اے اللہ! میرے پاس کوئی قاصد نہیں ہے جو تیرے رسول کو میری طرف سے سلام پہنچا دے تو حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۳۵-۱۳۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۹۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ذُكِرَ لَهُ اَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَّكَانَ بَدْرِيًّا مَرِضَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فَرَكِبَ اِلَيْهِ بَعْدَ اَنْ تَعَالَى النَّهَارُ وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یحییٰ از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا گیا کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بدری صحابی تھے' وہ جمعہ کے دن بیمار ہو گئے تو حضرت ابن عمر دن چڑھنے کے بعد ان کی طرف گئے اور نمازِ جمعہ قریب تھی' سو انہوں نے نمازِ جمعہ کو ترک کر دیا۔

حضرت سعید بن زید کو بدری صحابی کہنے پر ایک اشکال کا جواب اور نمازِ جمعہ کو عذر کی وجہ سے ترک کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت سعید بن زید غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے' پھر ان کو بدری صحابی کہنا کس طرح صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ کو شام کی طرف جاسوسی کے لیے بھیجا تھا تاکہ وہ اہلِ مکہ کے قافلہ کی خبر لائیں' اس وجہ سے وہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہو سکے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ بھی نکالا' اس وجہ سے ان کو اہلِ بدر میں سے شمار کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت سعید بن زید کا ذکر ہے' یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت سعید بن زید کی عیادت کے لیے نمازِ جمعہ کو ترک کر دیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر کا نمازِ جمعہ کو ترک کرنا عذر کی وجہ سے تھا کیونکہ حضرت سعید بن زید ان کے چچا کے بیٹے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے اور وہ بہت بیمار اور قریب الموت تھے' سو ان کی عیادت کرنا ضروری تھا اور نمازِ جمعہ کا بدل نمازِ ظہر ہے۔

علامہ ابن ملقن نے توضیح میں لکھا ہے کہ چونکہ حضرت سعید بن زید' حضرت ابن عمر کے قریبی رشتہ دار تھے' اس لیے ان کی عیادت کرنا نمازِ جمعہ کے ترک کے لیے عذر تھا۔

پھران دونوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ہاں! اگر حضرت ابن عمر کے عیادت نہ کرنے کی وجہ سے حضرت سعید کی وفات کا خطرہ ہوتا تو پھر ان کا نمازِ جمعہ کو ترک کرنا عذر تھا۔

علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ اگر بیمار کے پاس اور کوئی تیمار داری کے لیے نہ ہو تو پھر اس کا رشتہ دار نمازِ جمعہ کو ترک کر سکتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرھونی مالکی نے بھی لکھا ہے کہ چونکہ حضرت سعید بن زید کی وفات کا خطرہ تھا' اس لیے حضرت ابن عمر نمازِ جمعہ کو ترک کر کے ان کی تیمارداری کے لیے گئے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۲۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۳۰ھ)

۳۹۹۱- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ اَبَاهُ كَتَبَ اِلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَاْمُرُهٗ اَنْ يَّدْخُلَ عَلٰى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْاَسْلَمِيَّةِ فَيَسْاَلَهَا عَنْ حَدِيْثِهَا وَعَنْ مَا قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اسْتَفْتَتْهُ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهٗ اَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَّكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشَبْ اَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهٖ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِّفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا اَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَا لِيْ اَرَاكِ تَجَمَّلْتِ لِلْخُطَّابِ تُرَجِّيْنَ النِّكَاحَ فَاِنَّكِ وَاللّٰهِ مَا اَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتّٰى تَمُرَّ عَلَيْكِ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشْرٌ قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ لِيْ ذٰلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حِيْنَ اَمْسَيْتُ وَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَفْتَانِيْ بِاَنِّيْ قَدْ حَلَلْتُ حِيْنَ وَضَعْتُ حَمْلِيْ وَاَمَرَنِيْ بِالتَّزَوُّجِ اِنْ بَدَا لِيْ تَابَعَهٗ اَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُّوْنُسَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَّسَاَلْنَاهُ فَقَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ مَوْلٰى بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَكَانَ اَبُوْهُ شَهِدَ بَدْرًا اَخْبَرَهٗ .

[طرف الحدیث: ۵۳۱۹] (صحیح مسلم: ۱۴۸۴' الرقم المسلسل: ۳۶۱۳)

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے عمر بن عبداللہ بن ارقم الزہری کی طرف لکھا' اس میں ان کو حکم دیا کہ وہ حضرت سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ کے پاس جائیں' پس ان سے ان کی حدیث کے متعلق سوال کریں کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا تو آپ نے ان سے کیا فرمایا تھا' سو عمر بن عبداللہ بن ارقم نے عبداللہ بن عتبہ کی طرف لکھا اور ان کو خبر دی کہ حضرت سبیعہ بنت الحارث نے ان کو خبر دی کہ وہ حضرت سعد بن خولہ کے نکاح میں تھیں اور وہ بنو عامر بن لوی کے قبیلہ سے تھے اور وہ ان اصحاب میں سے تھے جو بدر میں حاضر تھے' سو وہ حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اور اس وقت حضرت سبیعہ حاملہ تھیں اور حضرت سعد کی وفات کے چند دنوں بعد ان کا بچہ پیدا ہو گیا' پھر جب وہ نفاس سے پاک ہو گئیں تو انہوں نے نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے بناؤ سنگھار کیا' پس ان کے پاس ابوالسنابل ابن بعکک آئے' جو بنو عبدالدار کے مرد تھے تو انہوں نے ان سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے بناؤ سنگھار کیا ہے' آپ نکاح کی اُمید رکھتی ہیں' پس بے شک اللہ کی قسم! آپ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتیں حتیٰ کہ آپ کے اوپر (آپ کی عدت کے) چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں' حضرت سبیعہ نے بتایا کہ جب انہوں نے مجھ سے یہ کہا تو میں نے شام کے وقت اپنے کپڑوں کو سمیٹا اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے یہ جواب دیا کہ جب میرا وضع حمل

Marfat.com

سنن ابوداؤد: ۲۳۰۶'سنن نسائی: ۳۵۱۶_۳۵۱۵'سنن ابن ماجہ: ۲۰۲۸)

ہو گیا (یعنی بچہ پیدا ہو گیا) تو میری عدت پوری ہو گئی اور مجھے حکم دیا کہ میں جس سے چاہوں نکاح کر سکتی ہوں۔ لیث کی متابعت اصبغ نے کی ہے از ابن وہب از یونس' اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب اور ہم نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجھے محمد بن عبدالرحمان بن ثوبان نے خبر دی جو بنو عامر بن لؤی کے آزاد شدہ غلام ہیں کہ محمد بن ایاس بن بکیر نے اس کی مثل خبر دی' ان کے والد بدر میں حاضر تھے۔

حضرت سعد بن خولہ اور ابوالسنابل کا تذکرہ اور حاملہ کی عدت میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد بن خولہ کا تذکرہ ہے' بعض کے نزدیک یہ بنو عامر بن لؤی میں سے تھے اور بعض کے نزدیک یہ ان کے حلیف تھے' اور بعض کے نزدیک یہ فارس کے عجمیوں میں سے تھے' امام ابن ہشام نے امام ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ یہ ان صحابہ میں سے تھے جو بدر میں حاضر تھے' جس طرح امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ سات ہجری میں فوت ہو گئے تھے لیکن یہ غلط ہے' صحیح یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' جس طرح امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت سعد بن خولہ کے بعد حضرت سبیعہ کا بچہ پیدا ہوا' امام ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ ان کی وفات کے چند روز بعد بچہ پیدا ہوا' ایک قول ہے کہ پچیس روز بعد بچہ پیدا ہوا' اور ایک قول اس سے بھی کم روز کا ہے۔

اس حدیث میں ابوالسنابل کا تذکرہ ہے' حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ ان کا نام حبّہ بن بعکک ہے' یہ قرشی عامری ہیں اور اپنی کنیت سے مشہور ہیں' ان کی ماں کا نام عمرہ بنت اوس ہے' یہ شاعر تھے اور مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔

امام مسلم کی روایت ہے کہ ابوالسنابل نے حضرت سبیعہ سے کہا: کیا سبب ہے کہ میں آپ کو بناؤ سنگھار کیے ہوئے دیکھ رہا ہوں' شاید آپ کا نکاح کرنے کا ارادہ ہے اور آپ اللہ کی قسم! نکاح نہیں کر سکتیں' جب تک آپ کی عدت چار ماہ دس دن نہ گزر جائے۔ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام مسلم نے بیان کیا کہ امام ابن شہاب نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ وضع حمل کے بعد حاملہ عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے خواہ اس کے نفاس کا خون جاری ہو' تاہم اس کا خاوند اس سے اس وقت تک جماع نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ نفاس سے پاک نہ ہو جائے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اکثر صحابہ اور فقہاء کا یہی مختار ہے' قرآن مجید میں بیوہ کی عدت کے متعلق مذکور ہے:

يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ — بیوہ عورتیں اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک (نکاح سے) روکے رکھیں۔

(البقرۃ: ۲۳۴)

بہ ظاہر یہ آیت اس حدیث کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں غیر حاملہ بیوہ کی عدت کا بیان ہے اور حاملہ عورت کی عدت کا بیان درج ذیل آیت میں ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ — اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے وضع حمل تک ہے۔

(الطلاق: ۴)

Marfat.com

حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وہ ہے جس میں زیادہ مدت ہو یعنی اگر وضع حمل کی مدت چار ماہ دس دن سے زیادہ ہے تو وہ عدت ہے ورنہ چار ماہ دس دن عدت ہے۔ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے اسی طرح سحنون نے بیان کیا ہے۔

اور فقہاء احناف کے نزدیک حاملہ عورت کی عدت وضع حمل تک ہے خواہ وہ آزاد ہو یا باندی ہو اور خواہ وہ عدت طلاق ہو یا عدت وفات ہو کیونکہ وضع حمل کی آیت (الطلاق:٤) مؤخر ہے اس لیے دوسری آیت (البقرہ:٢٣٤) اس سے منسوخ ہے یا غیر حاملہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٣٨ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں صرف اتنا لکھا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس سے زائد کچھ نہیں لکھا۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٦٩۔١٦٨ دار المعرفۃ بیروت ١٤٢١ھ)

١١- بَابُ شُهُوْدِ الْمَلٰٓئِكَةِ بَدْرًا غزوۂ بدر میں فرشتوں کا حاضر ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرشتے مسلمانوں کی نصرت اور اعانت کے لیے غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔

٣٩٩٢- حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ اَبُوْهُ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَالَ جَاءَ جِبْرِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ قَالَ مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ . [طرف الحدیث:٣٩٩٤] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از معاذ بن رفاعہ بن رافع الزرقی از والد خود اور ان کے والد اہل بدر میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: آپ اہل بدر کو اپنے درمیان کیسا شمار کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ (عام) مسلمانوں سے افضل ہیں یا کوئی اور بات اس کی مثل فرمائی حضرت جبریل نے کہا: اسی طرح فرشتوں میں سے جو بدر میں حاضر تھے (وہ عام فرشتوں سے افضل ہیں)۔

حضرت رفاعہ کا تذکرہ اور بدر میں فرشتوں کے حاضر ہونے کے متعلق احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں لکھا ہے کہ ان کے والد اہلِ بدر سے تھے یعنی معاذ کے والد اور وہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ ہیں وہ اہل بدر میں سے ہیں۔

حافظ ابوعمر نے لکھا ہے کہ حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عمار بن زریق الانصاری الزرقی ہیں ان کی کنیت ابو معاذ ہے وہ بالاتفاق بدر میں حاضر تھے اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے اور حضرت رفاعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل اور جنگ صفین میں تھے اور یہ حضرت معاویہ کی امارت کی ابتداء میں فوت ہو گئے تھے اور ان کے والد حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ ان بارہ نقباء میں سے ایک ہیں جو ستر نقباء کے ساتھ العقبہ (مکہ کی گھاٹی) میں حاضر ہوئے تھے اور بدر میں ان کے حاضر ہونے میں اختلاف ہے۔

امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اہل بدر آپ کے ہاں کس مرتبہ کے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اسی طرح جو فرشتے بدر میں حاضر ہوئے تھے وہ ہمارے

Marfat.com

نزدیک سب سے افضل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: فرشتوں کا بدر میں حاضر ہونا' دو باب قبل اس کی شرح گزر چکی ہے۔

امام بیہقی نے الربیع بن انس سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن لوگ فرشتوں کے قتل کرنے کو اس طرح پہچانتے تھے کہ جو کافر گردن کے اوپر مارنے سے قتل ہوئے اور جو جوڑوں پر وار کرنے سے قتل ہوئے' ان کو فرشتوں نے قتل کیا تھا۔ (کیونکہ الانفال: ۱۲ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے ہر جوڑ پر مارو۔ سعیدی غفرلہ)

مسند اسحاق میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن کفار کی شکست سے پہلے دیکھا کہ آسمان سے سیاہ پر تلے کی طرح کوئی چیز چیونٹیوں کی مثل آ رہی ہے تو مجھے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ فرشتے تھے اور اب کافروں کو شکست ہوگی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ایک مسلمان کسی مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا تو اس نے اچانک اوپر سے کوڑا مارنے اور گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنی۔ (الحدیث) اور اس میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۱۶۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۹۹۳- حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ وَكَانَ رَافِعٌ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ فَكَانَ يَقُوْلُ لِابْنِهِ مَا يَسُرُّنِيْ أَنِّيْ شَهِدْتُ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ قَالَ سَأَلَ جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا۔

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از معاذ بن رفاعہ بن رافع اور حضرت رفاعہ' اہل بدر میں سے تھے اور حضرت رافع اہل العقبہ میں سے تھے' وہ اپنے بیٹے سے کہتے تھے کہ مجھے اس سے خوشی نہیں ہے کہ میں العقبہ کے بجائے بدر میں حاضر ہوتا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔

یہ حضرت رفاعہ کی حدیث دوسری سند کے ساتھ ہے اور یہ حدیث مرسل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۴۰)

حضرت رفاعہ کے والد حضرت رافع بن مالک کے تذکرہ میں دوسرا قول اور حضرت جبریل کے قول کی وضاحت

علامہ سراج الدین ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت رفاعہ بن رافع کا ذکر ہے' وہ ابن مالک بن العجلان ہیں' یہ معاذ کے والد ہیں' ان کی ماں کا نام اُم مالک ہے' وہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی بہن ہیں' حضرت رفاعہ بدر کے علاوہ العقبہ میں بھی حاضر ہوئے تھے' اور وہ خلاد اور مالک کے بھائی ہیں' وہ حضرت علی کی تمام جنگوں میں ان کے ساتھ تھے' یعنی الجمل اور صفین میں۔ ان کے بیٹے معاذ تابعی ہیں' وہ اپنے والد (رفاعہ) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت رفاعہ کے والد حضرت رافع بن مالک ان بارہ نقباء میں سے ایک ہیں جو العقبہ (منیٰ کی گھاٹی) میں ستر مسلمانوں کے ساتھ حاضر ہوئے تھے اور وہ بدر میں حاضر نہیں تھے' اس میں اختلاف ہے' ان کے دونوں بیٹے رفاعہ اور خلاد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔

Marfat.com

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے: وہ سب سے پہلے مدینہ میں سورۂ یوسف لے کر آئے تھے۔

اس حدیث میں حضرت جبریل کا قول مذکور ہے: آپ اہلِ بدر کو اپنے درمیان کیسا شمار کرتے ہیں؟

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل کے اس قول کی خبر دی تھی ورنہ حضرت رفاعہ حضرت جبریل کے اس قول کی کیسے روایت کر سکتے تھے کیوں کہ وہ تو حضرت جبریل کے کلام کو نہیں سن سکتے تھے۔ (سعیدی غفرلہ) یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمید تھی کہ حضرت جبریل یہ کہیں گے اس لیے آپ نے بتایا یا اس لیے کہ اہلِ بدر میں افاضل صحابہ تھے۔ (میں کہتا ہوں کہ پہلا احتمال درست ہے۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ داؤدی نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت ہے اور اس کے علم کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۷ وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ ۱۴۲۹ھ)

اس کا بیان کہ حضرت رافع بن مالک کے نزدیک العقبہ میں حاضر ہونا بدر میں حاضر ہونے سے کیوں افضل ہے؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث: ۳۹۹۳ میں مذکور ہے: حضرت رافع اہل بدر میں سے ہیں اور وہ اہل العقبہ میں سے بھی ہیں اور وہ اپنے بیٹے سے کہتے تھے کہ مجھے اس کی خوشی نہیں ہے کہ میں العقبہ کی بجائے بدر میں حاضر ہوتا۔

حضرت رافع کی مراد یہ تھی کہ العقبہ میں حاضر ہونا بدر میں حاضر ہونے سے افضل ہے۔

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت رفاعہ بدری تھے اور ان کے والد رافع عقبی تھے اور وہ اپنے بیٹے سے یہ کہتے تھے کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں بدر میں حاضر ہوتا اور العقبہ میں حاضر نہ ہوتا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: جو میرے نزدیک ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ حضرت رافع بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ تصریح نہیں سنی کہ اہلِ بدر دوسروں سے افضل ہیں اور انہوں نے العقبہ کو جو دوسروں پر فضیلت دی ہے یہ ان کا اجتہاد ہے اور حضرت رافع کو شبہ یہ تھا کہ العقبہ میں حاضر ہونا نصرتِ اسلام کا منشاء ہے اور ہجرت کا سبب ہے جس کی وجہ سے تمام غزوات کی استعداد حاصل ہوئی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت رافع اہل العقبہ میں سے تھے۔

العقبہ سے مراد منیٰ کی وہ گھاٹی ہے جہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت سے پہلے مدینہ سے حج کے لیے آنے والوں کو تبلیغ اسلام کے لیے جاتے تھے۔

حضرت رافع بن مالک ان چھ انصار میں سے ایک تھے اور ان بارہ انصار میں سے ایک تھے اور ان ستر (۷۰) انصار میں سے ایک تھے جنہوں نے ہجرت سے پہلے منیٰ کی گھاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی۔

حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس سے خوشی نہیں ہوتی کہ میں بدر میں حاضر ہوتا اور العقبہ میں حاضر نہ ہوتا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت رافع نے بدر کو العقبہ پر کیوں فضیلت دی جب کہ غزوۂ بدر تمام مغازی سے افضل ہے تو میں کہوں گا کہ شاید انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ العقبہ میں بیعت کرنا نصرتِ اسلام کا منشاء ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہجرت کا سبب ہے جس کی وجہ سے تمام غزوات کی استعداد حاصل ہوئی' اس وجہ سے العقبہ بدر سے افضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر کی شرحوں میں جو اغلاق تھا وہ علامہ عینی کی شرح سے کھل گیا۔

نوٹ: آج ۱۶ فروری ۲۰۱۱ء کو مجھے پہلی بار علامہ ابن ملقن کی شرح التوضیح للجامع الصحیح حاصل ہوئی ہے اور اس کا حصول مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن' مہتمم دارالعلوم نعیمیہ دامت الطافھم کے تعاون سے ہوا ہے' اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مسعود بنائے' ان کو دنیا اور آخرت کی مشکلات اور مصائب سے محفوظ رکھے اور ان کو دنیا اور آخرت کی نعمتیں' راحتیں اور برکتیں عطاء فرمائے!

(آمین)

۳۹۹۴- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ رِفَاعَةَ اَنَّ مَلَكًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَعَنْ يَحْيٰى اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ الْهَادِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ مَعَهٗ يَوْمَ حَدَّثَهٗ مُعَاذٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ يَزِيْدُ فَقَالَ مُعَاذٌ اِنَّ السَّائِلَ هُوَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی' انہوں نے معاذ بن رفاعہ سے سنا کہ ایک فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' اسی کی مثل حدیث ہے' اور از یحییٰ روایت ہے کہ یزید بن الہاد نے ان کو خبر دی کہ جس دن معاذ نے ان کو یہ حدیث بیان کی' وہ ان کے ساتھ تھے' پس یزید نے کہا: اور معاذ نے بیان کیا کہ جس فرشتہ نے سوال کیا تھا' وہ حضرت جبریل تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۹۲ میں مذکور ہے۔

معاذ بن رفاعہ تابعی ہیں' پھر انہوں نے فرشتے کے سوال کے متعلق کیسے جان لیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی یہ ایک اور سند ہے جس کی اسحاق بن منصور نے از یزید بن ہارون از یحییٰ بن سعید الانصاری روایت کی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث بھی مرسل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔

اس جملہ پر یہ اعتراض ہے کہ معاذ بن رفاعہ تابعی ہیں' صحابی نہیں ہیں تو ان کو کیسے معلوم ہوا کہ فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ حدیث: ۳۹۹۳ میں حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا' اسی پر اعتماد کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور سوال یہ تھا کہ اہل بدر کا مسلمانوں میں کیا مرتبہ ہے؟ جیسا کہ حدیث: ۳۹۹۴ میں اس کی تصریح ہے اور اس حدیث کے آخر میں انہوں نے بتا دیا کہ سائل حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کن غزوات میں فرشتوں کا نزول ہوا؟ اور کن غزوات میں انہوں نے قتال کیا اور فرشتوں کے قتال میں کیا حکمت تھی؟

علامہ محمد الفضیل القاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اہل سیر کا اس پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھ قتال کے لیے فرشتوں کا نزول صرف بدر، اُحد اور حنین میں ہوا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ فرشتوں نے صرف غزوۂ بدر میں قتال کیا تھا اور باقی غزوات میں وہ صرف مدد کے لیے آئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور کا یہی مختار ہے اور ابن مرزوق کا بھی یہی قول ہے، لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ تصریح ہے کہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام اُحد کے دن نبی ﷺ کی طرف سے قتال کر رہے تھے۔

امام بیہقی وغیرہ نے اس کا جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے علاوہ جو قتال کی نفی کی گئی ہے وہ قتال عام کی نفی ہے اور غزوۂ اُحد میں جو قتال کا ثبوت ہے وہ قتال خاص ہے کیونکہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل غزوۂ اُحد میں صرف نبی ﷺ کی مدافعت میں قتال کر رہے تھے لہٰذا کوئی تعارض نہیں ہے۔

امام تقی الدین سبکی سے یہ سوال کیا گیا کہ نبی ﷺ کے ساتھ فرشتوں کے قتال میں کیا حکمت ہے، جب کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس پر قادر ہیں کہ اپنے ایک پَر سے تمام کفار کو ہلاک کر دیں؟ علامہ سبکی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ قتال کا فعل تو نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے لیے ثابت ہو اور فرشتے مدد کے لیے ہوں جیسا کہ لشکر کی مدد میں ہوتا ہے اور حقیقت میں ہر فعل کا فاعل اللہ عزوجل ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۲۶۰ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن غزوات میں فرشتوں کا نزول ہوا یا جن غزوات میں انہوں نے قتال میں حصہ لیا یہ صرف نبی ﷺ کے اعزاز اور اکرام کے لیے ہو اور اسی لیے فرشتوں کے لشکر بھیجے گئے ورنہ تمام کافروں کو ہلاک کرنے کے لیے ایک فرشتہ ہی کافی تھا۔

٣٩٩٥- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرِیْلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَیْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ - [طرف الحدیث: ۴۰۴۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: یہ حضرت جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے ہیں اور جنگ کے ہتھیار لگائے ہوئے ہیں۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

فرشتوں کے متعلق صحیح البخاری اور دیگر کتب حدیث کی روایات

علامہ سراج الدین ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہوا میں نیچے کی جانب اترے اور اسی دن وہ فرشتوں کی صفوں کو مرتب کر رہے تھے۔ اور دو غیر قرشی مرد پہاڑ پر چڑھے، پس ان دونوں نے فرشتوں کو دیکھا تو ان میں سے ایک خوف اور دہشت سے مر گیا، امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کسی دن ابلیس کو اس دن سے زیادہ حقیر، ذلیل، دھتکارا ہوا اور غیظ و غضب میں نہیں دیکھا جتنا بدر کے دن دیکھا تھا کیونکہ اس نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا، وہ فرشتوں کی صفوں کو ترتیب دے رہے تھے۔

(المصنف ج ۴ ص ۳۷۸) (التوضیح شرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۶۷ وزارۃ الاوقات قطر ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام بخاری نے جو حضرت ابن عباس کی روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ حضرت جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے ہیں۔ (الحدیث) یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے اور شاید حضرت ابن عباس نے اس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا ہوگا کیونکہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ بدر کے دن نبی ﷺ کو نیند کا ایک جھونکا آیا' پھر آپ بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں بشارت ہو! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی نصرت آ گئی ہے' یہ حضرت جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کو لگام پکڑے ہوئے لا رہے ہیں اور ان کے دانتوں پر گرد و غبار ہے' اس حدیث کا تتمہ یہ حدیث ہے:

امام سعید بن منصور نے عطیہ بن قیس سے مرسلاً روایت کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام غزوۂ بدر سے فراغت کے بعد سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی پیشانی پکڑے ہوئے آئے' ان پر گرد و غبار تھا اور ان پر ان کی زرہ تھی اور انہوں نے کہا: اے محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جب تک آپ راضی نہ ہوں' میں آپ سے جدا نہ ہوں' تو کیا آپ اب راضی ہو گئے!

امام ابن اسحاق نے حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن میں ایک مشرک مرد کو مارنے کے لیے اس کا پیچھا کر رہا تھا تو میری تلوار کے اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا سر کٹ کر گر گیا۔

امام بیہقی نے محمد بن جبیر بن مطعم کے بیٹے سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ اتنی سخت آندھی آئی کہ میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی' پھر دوسری سخت آندھی کو' پھر تیسری سخت آندھی کو دیکھا' انہوں نے بتایا کہ پہلی آندھی میں حضرت جبریل تھے اور دوسری آندھی میں حضرت میکائیل تھے اور تیسری آندھی میں حضرت اسرافیل تھے اور حضرت میکائیل' نبی ﷺ کے دائیں جانب تھے اور اس میں حضرت ابوبکر تھے اور حضرت اسرافیل آپ کے بائیں جانب تھے اور اس میں' میں تھا۔

ابو صالح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے اور حضرت ابوبکر سے کہا گیا: تم میں سے ایک کے ساتھ حضرت جبریل تھے اور دوسرے کے ساتھ حضرت میکائیل تھے اور حضرت اسرافیل بہت عظیم فرشتے ہیں' وہ صف میں حاضر تھے اور قتال کا مشاہدہ کر رہے تھے' اس حدیث کی امام احمد اور امام ابویعلیٰ نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ بہ ظاہر ان احادیث میں اختلاف ہے لیکن ان میں تطبیق دینا ممکن ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی نے کہا ہے کہ اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی ﷺ کے ساتھ فرشتوں کے قتال کرنے میں کیا حکمت ہے؟ جب کہ حضرت جبریل اس پر قادر تھے کہ اپنے ایک پَر سے کافروں کے تمام لشکر کو پرے دھکیل دیتے' تو میں کہوں گا کہ یہ اس لیے ہوا کہ یہ دکھایا جائے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کا فعل تھا اور انہوں نے کفار کو قتل کیا تھا اور فرشتے ان کی مدد کے لیے آئے تھے تاکہ اسباب کی رعایت ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں میں سنت جاریہ ہے اور حقیقت میں تمام کاموں کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے من وعن یہی احادیث عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۴۱ پر لکھی ہیں' اللہ جانے انہوں نے اصل ماخذ میں دیکھ کر یہ احادیث لکھی ہیں یا فتح الباری سے استفادہ کیا ہے' بہرحال میرے نزدیک فرشتوں کا غزوات میں قتال کرنا نبی ﷺ کے اعزاز و اکرام کے لیے تھا۔

١٢- بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا' لیکن اس باب میں بھی غزوۂ بدر سے متعلق احادیث ہیں' اس لیے یہ باب ابواب

سابقہ کا تتمہ ہے اور ان ہی کے ساتھ ملحق ہے۔

٣٩٩٦- حَدَّثَنِیْ خَلِیْفَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ مَاتَ اَبُوْ زَیْدٍ وَّلَمْ یَتْرُكْ عَقِبًا وَّكَانَ بَدْرِیًّا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے خلیفہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور وہ بدری صحابی تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٨١٠ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

حدیث مذکور کی سند کے راویوں کا تعارف اور حضرت ابوزید کے نام میں اختلاف کا بیان

علامہ عمر بن علی ابن الملقن المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند کے شروع میں امام بخاری کے شیخ خلیفہ کا ذکر ہے ان کا نام خلیفہ بن خیاط ہے ان کی کنیت ابوعمرو ہے یہ حافظ الحدیث ہیں العصفری البصری ہیں ان کا لقب شہاب ہے یہ بہت زیادہ سچے تھے یہ دو سو چالیس (٢٤٠) ہجری میں فوت ہو گئے تھے ایک قول دو سو چھیالیس ہجری کا ہے۔

اس حدیث کی سند کے دوسرے راوی محمد بن عبداللہ الانصاری ہیں ان ہی کو ابن المثنیٰ اور ابوالمثنیٰ کہا جاتا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوعبداللہ البصری بصرہ کے قاضی ہیں یہ ثقہ اور صدوق ہیں یہ امام ابن المبارک کے ساتھ ایک سو اٹھارہ ہجری میں پیدا ہوئے اور دو سو چودہ یا دو سو پندرہ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

حضرت ابوزید کے متعلق امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ نے لکھا ہے کہ ابوزید شاید قیس بن السکن ہیں اور ان کی کنیت ابوزید ہے اور لوگ ذکر کرتے ہیں کہ یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ زید اور اسحاق اور خولہ ان کے بیٹے تھے اور ان کی ماں کا نام اُم خولہ بنت سفیان بن قیس ہے اور حضرت قیس بن السکن غزوۂ بدر اُحد اور خندق میں اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے یہ پندرہ (١٥) ہجری میں فوت ہوئے اور ان کی اولاد نہیں تھی جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی ذکر کیا ہے حضرت انس نے ایک اور جگہ کہا ہے: ان کے چچاؤں میں سے ایک ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٣ ص ٥١٣)

حافظ دمیاطی نے اس تحریر کے بعد لکھا ہے کہ ابوزید کا نام ثابت بن زید بن قیس خزرجی ہے یہ ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں حفظ کر لیا تھا۔

امام ذہبی نے معجم الصحابہ میں لکھا ہے کہ یہ قبیلہ اوس سے تھے اور یہی عمیر کے والد ہیں جو قادسیہ میں شہید ہوئے تھے پھر انہوں نے کہا: ابوزید قیس بن السکن خزرجی نجاری ہیں۔

علامہ ابن الملقن نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ شاید امام ذہبی کو اس میں تردد تھا کہ ان کا تعلق اوس سے ہے یا خزرج سے ہے۔ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ ان کا تعلق اوس سے ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٨٥-٨٤ وزارۃ الاوقاف قطر ١٤٢٩ھ)

اس سند کے تیسرے راوی سعید ہیں۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: اس سے مراد سعید بن ابی عروبہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوزید کے نام میں اختلاف ہے اس کا نام قیس بن السکن ہے یا ثابت بن زید ہے امام ابن سعد نے کہا

ہے کہ ان کا نام قیس بن السکن ہے اور یہ صاحبِ اولاد تھے' علامہ دمیاطی اور ابن معین نے کہا ہے کہ ان کا نام ثابت بن زید ہے اور یہ بے اولاد تھے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام معاذ انصاری ہے۔

علامہ عینی نے اس حدیث کے راویوں کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے جیسا کہ علامہ ابن ملقن نے تفصیل سے لکھا ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام معاذ انصاری ہے جنہوں نے آپ کی زندگی میں قرآن مجید کو حفظ کر لیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۲۔۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے صرف دو سطروں میں حضرت ابوزید کا تذکرہ لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۹۹۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ اَنَّ اَبَا سَعِيدِ بْنِ مَالِكٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَقَدَّمَ اِلَيْهِ اَهْلُهُ لَحْمًا مِّنْ لُحُومِ الْاَضْحٰى فَقَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلِهٖ حَتّٰى اَسْاَلَ فَانْطَلَقَ اِلٰى اَخِيْهِ لِاُمِّهٖ وَكَانَ بَدْرِيًّا قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ فَسَاَلَهُ فَقَالَ اِنَّهُ حَدَثَ بَعْدَكَ اَمْرٌ نَقْضٌ لِمَا كَانُوْا يُنْهَوْنَ عَنْهُ مِنْ اَكْلِ لُحُومِ الْاَضْحٰى بَعْدَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ ۔

[طرف الحدیث: ۵۵۶۸] (سنن نسائی: ۴۴۳۹-۴۴۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از قاسم بن محمد از ابن خباب' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ایک سفر سے آئے تو ان کے گھر والے ان کے لیے قربانی کے جمع شدہ گوشت میں ایک سے گوشت لائے' انہوں نے کہا: جب تک میں اس کے متعلق تحقیق نہ کرلوں میں اس کو نہیں کھاؤں گا' پس وہ اپنے ماں شریک بھائی کے پاس گئے' وہ بدری صحابی حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ تھے' سو انہوں نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: تمہارے جانے کے بعد ایک نیا حکم آیا جس نے اس پہلی ممانعت کو منسوخ کر دیا کہ تین دن کے بعد قربانی کا جمع شدہ گوشت نہ کھایا جائے۔

تین دن کے بعد قربانی کا گوشت جمع کرنے کی اجازت

علامہ عمر بن علی' ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو حدیث تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی ناسخ ہے' وہ یہ ہے کہ میں نے تم کو لوگوں کی بھوک اور فاقوں کی وجہ سے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا' پس اب تم قربانی کا گوشت کھاؤ اور صدقہ کرو اور جمع کرو۔

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کا حوالہ نہیں لکھا' تاہم میں نے اس حدیث کے حوالہ جات تلاش کیے ہیں:

صحیح مسلم: ۱۹۷۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۱۲' سنن نسائی: ۴۴۴۳' سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۰۔

اور حضرت علی کا مذہب یہ ہے کہ یہ ممانعت اب بھی باقی ہے اور منسوخ نہیں ہوئی اور شاید ان تک وہ حدیث نہیں پہنچی جو اس ممانعت کی ناسخ ہے۔ (التوضیح شرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۸۶' وزارۃ الاوقاف' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں صرف اتنا لکھا ہے کہ اس حدیث کی مفصل شرح کتاب الاضاحی میں آئے گی' امام بخاری کا اس حدیث کو یہاں روایت کرنے سے صرف یہ مقصود ہے کہ حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے' اس لیے انہوں نے اس حدیث کی یہاں روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

حضرت قتادہ بن نعمان کا تذکرہ اور ان کی نکلی ہوئی آنکھ کو دوبارہ اپنی جگہ لگا دینا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ الاصابہ میں لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ بن نعمان' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کے ماں شریک بھائی ہیں' ان کی ماں کا نام انیسہ بنت قیس النجار یہ ہے' ان کی کنیت ابوعمر ہے' یہ انصاری صحابی ہیں۔

امام بغوی نے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں ان کی آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ سے نکل کر ان کے رخسار پر لٹک گیا تھا' لوگوں نے چاہا کہ اس کو کاٹ دیں' حضرت قتادہ نے کہا: نہیں! پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لیں' آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کو مت کاٹو! پھر آپ نے اس ڈھیلے کو اپنی جگہ لگا کر اپنی ہتھیلی سے دبا دیا' پھر یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ ان کی کون سی آنکھ نکلی تھی۔

امام دارقطنی نے حضرت قتادہ بن نعمان سے روایت کی ہے کہ غزوۂ اُحد میں ان کی آنکھ نکل کر لٹک گئی تھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آنکھ کو اپنی جگہ لوٹا دیا اور یہ آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ صحیح تھی۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت قتادہ سے روایت کی کہ غزوۂ اُحد میں ان کی آنکھ نکل گئی تھی' پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اس آنکھ کو اپنی جگہ لگا دیا۔

حضرت قتادہ بن نعمان چھپن (٥٦) سال کی عمر گزار کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے تھے' حضرت عمر نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' ان کی قبر میں اُترے اور ان کے حق میں دعا کی۔ (الاصابہ ج ۵ ص ۳۱۹۔۳۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس واقعہ کے متعلق تین قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر کا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ اُحد کا ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ خندق کا ہے' زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ اُحد کا ہے۔

الہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو تم اس پر صبر کرو اور تم کو جنت مل جائے گی اور اگر تم چاہو تو میں اس آنکھ کو اپنی جگہ پر رکھ دوں اور دعا کر دوں' حضرت قتادہ نے کہا: یارسول اللہ! جنت بہت اچھی جزاء ہے' لیکن میری بیوی جس سے میں محبت کرتا ہوں' مجھے خدشہ ہے کہ وہ میری کانی آنکھ دیکھ کر مجھ سے نفرت کرے گی' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آنکھ کو اپنی جگہ لوٹا دیا' یہ آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ حسین تھی اور اس سے زیادہ تیز نظر آتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۳۔۱۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعض واعظین اس واقعہ کو بیان کر کے یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آنکھ سے ان کو اتنا نظر نہیں آتا تھا جتنا مصطفیٰ کی دی ہوئی آنکھ سے نظر آتا تھا' میں کہتا ہوں اس طرح کہنا جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ دونوں آنکھیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تھیں' فرق یہ ہے کہ ایک آنکھ ان کو ماں باپ کے وسیلہ سے ملی تھی اور جس آنکھ سے ان کو زیادہ نظر آتا تھا وہ آنکھ ان کو مصطفیٰ کے ہاتھوں سے ملی تھی۔

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں' غزوۂ اُحد میں ان کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا تھا' پھر یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اس آنکھ کو اپنی جگہ لوٹا دیا اور یہ آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ حسین تھی' ان سے سات (٧) احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے ایک حدیث کی روایت کی ہے۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۳۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

Marfat.com

٣٩٩٨- حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ الزُّبَيْرُ لَقِيتُ يَوْمَ بَدْرٍ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ مُدَجَّجٌ لَا يُرَى مِنْهُ إِلَّا عَيْنَاهُ وَهُوَ يُكْنَى أَبُو ذَاتِ الْكَرِشِ فَقَالَ أَنَا أَبُو ذَاتِ الْكَرِشِ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِالْعَنَزَةِ فَطَعَنْتُهُ فِي عَيْنِهِ فَمَاتَ قَالَ هِشَامٌ فَأُخْبِرْتُ أَنَّ الزُّبَيْرَ قَالَ لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِي عَلَيْهِ ثُمَّ تَمَطَّأْتُ فَكَانَ الْجَهْدُ أَنْ نَزَعْتُهَا وَقَدِ انْثَنَى طَرَفَاهَا قَالَ عُرْوَةُ فَسَأَلَهُ إِيَّاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا فَلَمَّا قُبِضَ أَبُو بَكْرٍ سَأَلَهُ إِيَّاهَا عُمَرُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ آلِ عَلِيٍّ فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَكَانَتْ عِنْدَهُ حَتّٰى قُتِلَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروۃ از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ غزوۂ بدر کے دن میرا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا' وہ سرتاپا لوہے میں غرق تھا' اس کی صرف دو آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں' اس کی کنیت ابوذات الکرش تھی' اس نے مجھ سے کہا: میں ابوذات الکرش ہوں' میں نے نیزہ سے اس پر حملہ کیا اور وہ نیزہ اس کی آنکھ میں گھونپ دیا' سو وہ مر گیا' ہشام نے کہا: پس مجھے خبر دی گئی کہ حضرت زبیر نے کہا: میں نے اپنا پاؤں اس کے اوپر رکھ کر بہت زور لگایا تب جا کر میں وہ نیزہ اس کی آنکھ سے نکال سکا' اس کے دونوں کنارے مڑ چکے تھے' عروہ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نیزہ کو طلب فرمایا تو میں نے آپ کو وہ پیش کر دیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے اس پر قبضہ کر لیا' پھر حضرت ابوبکر نے اس نیزہ کو طلب کیا تو میں نے انہیں پیش کر دیا' پھر جب حضرت ابوبکر کی وفات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو طلب فرمایا تو میں نے وہ نیزہ ان کو دے دیا' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو میں نے اس کو پھر لے لیا' پھر اس نیزہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے طلب کیا تو میں نے وہ نیزہ ان کو دے دیا' پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو وہ نیزہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے پاس تھا' پس حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کا مطالبہ کیا تو وہ ان کے پاس رہا' حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا گیا۔

حدیث میں وارد ہونے والے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث کی شرح میں علامہ عمر بن علی ابن ملقن متوفی ٨٠٤ھ نے مشکل الفاظ کے معانی لکھے ہیں:

وہ لکھتے ہیں: العنزہ کا معنی برچھا ہے۔ (مجمل اللغۃ ج٢ص ٦٣٢)

نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اس نیزہ کو خلفاء ثلاثہ باری باری لیتے رہے اور حضرت علی کی اولاد نے اس نیزہ کو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے لینے میں رغبت نہیں کی۔

اس حدیث میں "مدجج" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس نے تمام ہتھیار پہنے ہوئے ہوں اور زرہ سے اپنے آپ کو ڈھانپا ہوا ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٢١ص ٨٧' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:

حضرت زبیر کا پورا نام زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ہے۔

اس حدیث میں عبیدہ بن سعید بن العاص بن امیہ کا ذکر ہے' سعید بن العاص کے کئی بھائی تھے ان میں سے عمرو' خالد اور ابان نے اسلام قبول کر لیا تھا' رضی اللہ عنہم اور العاص حالتِ کفر میں قتل کیا گیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے ان دونوں شارحین کے علاوہ مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں' وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''کـرش'' کا لفظ ہے' اس کا معنی اوجھڑی ہے جیسے انسان کے پیٹ میں معدہ ہوتا ہے' نیز ''کـرش'' کا معنی اولاد بھی ہے اور لوگوں کی جماعت بھی ہے۔

اس میں ''تـمطات'' کا لفظ ہے' علامہ دمیاطی نے کہا ہے کہ صحیح لفظ ''تمطیت'' ہے۔ (علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس کا تعلق بھی احوال بدر میں سے ہے۔

۳۹۹۹- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اِدْرِيْسَ عَائِذُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَايِعُوْنِيْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابو ادریس عائذ اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے بیعت کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی فضیلت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ نے اس کی شرح میں لکھا ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ اصحاب بیت العقبہ میں سے اصحابِ بدر میں سے' انصار میں سے اور درخت کے نیچے اصحاب بیعتِ رضوان میں سے ہیں' اور یہ قوافل کے نقیب بھی ہیں کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا تو وہ کہتے تھے کہ قوافل کے لیے امان ہے کیونکہ تم میری پناہ اور ذمہ میں ہو۔ (کتاب الثقات لابن حبان ج ۳ ص ۳۰۳-۳۰۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۸۷' وزارۃ الاوقاف' قطر)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے اس کی شرح میں یہاں کچھ نہیں لکھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

Marfat.com

٤٠٠٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَنَّى سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ هِنْدًا بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ كَمَا تَبَنَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَكَانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيرَاثِهِ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ﴾ (الاحزاب:٥) فَجَاءَتْ سَهْلَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ ۔ [طرف الحديث:٥٠٨٨] (صحیح مسلم:١٤٥٣، سنن نسائی:٣٣١٦، سنن ابن ماجہ:١٩٤٣، سنن ابوداؤد:٢٠٦١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں حاضر تھے انہوں نے حضرت سالم کو بیٹا بنایا تھا اور ان کا نکاح اپنی بھتیجی حضرت ہند بنت الولید بن عتبہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا تھا اور وہ انصار کی ایک عورت کے آزاد کردہ غلام تھے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو بیٹا بنایا تھا اور زمانۂ جاہلیت میں جو شخص کسی کو بیٹا بنا لیتا تو لوگ اس کو اس کا بیٹا کہتے تھے اور وہ بیٹا اس کا وارث ہوتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی: ان منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپ ہی کا بیٹا کہہ کر بلایا کرو۔ (الاحزاب:٥) پھر حضرت سہلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ سو امام بخاری نے اس حدیث کا ذکر کیا۔

امام بخاری کے ذکر کیے ہوئے نام ''ہند بنت الولید'' سے دوسرے ائمہ کا اختلاف

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ٨٠٤ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عورت کا نام ہند بنت الولید لکھا ہے اسی طرح امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی اس کا یہی نام لکھا ہے۔ امام مالک نے اپنی موطأ میں اس کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے: اس کا نام فاطمہ بنت الولید ہے۔ (موطأ امام مالک' کتاب الرضاع:١٢' المکتبۃ التوفیقیہ) حافظ ابوعمر ابن عبدالبر نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الاستیعاب ج ٤ ص ٤٥٥) امام محمد بن سعد نے صحابہ میں ہند بنت الولید کا نام نہیں لکھا اور نہ حافظ ابوعمر نے بلکہ امام محمد بن سعد نے ان کی پھوپھی فاطمہ بنت عتبہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت سالم نے ان ہی سے نکاح کیا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٨ ص ٢٣٨)

علامہ الدمیاطی نے لکھا ہے کہ میرے گمان میں امام بخاری کا لکھا ہوا نام صحیح نہیں ہے امام ابن مندہ نے فاطمہ بنت الولید سے روایت کی ہے کہ وہ شام میں ریشمی کپڑے پہنتی تھیں پھر تہبند باندھتی تھیں ان سے پوچھا گیا: کیا آپ تہبند سے مستغنی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہبند باندھنے کا حکم دیتے تھے۔ اور امام محمد سعد نے حضرت سالم کی سوانح میں امام بخاری کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ سے نکاح کیا تھا اور امام ذہبی نے بھی معجم الصحابہ میں فاطمہ بنت الولید بن عتبہ لکھا ہے جنہوں نے حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم سے نکاح کیا تھا اور ان کے بعد الحارث بن ہشام سے نکاح کیا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٨٩-٨٨' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے بھی علامہ ابن ملقن کے اس اعتراض کو برقرار رکھا ہے اور لکھا

Marfat.com

ہے کہ امام مالک نے ان کا نام فاطمہ بنت الولید لکھا ہے اور امام ابو عمر نے تراجم صحابہ میں ہند بنت الولید کی سوانح نہیں لکھی اور نہ امام محمد بن سعد نے ان کا صحابیات میں ذکر کیا ہے' پھر ایک کمزور سا جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو حذیفہ کی بھتیجی کے دو نام ہوں' ایک نام فاطمہ بنت الولید ہو اور دوسرا نام ھند بنت الولید ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے بھی امام بخاری پر اس اعتراض کو برقرار رکھا ہے اور امام بخاری کی طرف سے کوئی توجیہ نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

میں نے صحابیات کے اسماء میں ھند بنت الولید بن عتبہ نامی کوئی صحابیہ نہیں پائی۔

(الکوکب الدراری شرح بخاری ج ۱۵ ص ۱۸۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ نے بھی امام بخاری پر اس اعتراض کو برقرار رکھا ہے' وہ لکھتے ہیں: جس نے بھی صحابیات کا ذکر کیا ہے اس نے ھند بنت الولید نامی کسی صحابیہ کا ذکر نہیں کیا۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۴۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی متوفی ۷۹۴ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے الموطأ میں ان کا نام فاطمہ بنت الولید لکھا ہے اور امام ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت سالم نے فاطمہ بنت عتبہ سے نکاح کیا تھا۔ (التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح ج ۵ ص ۲۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے لکھا ہے:

الموطأ میں یہ نام فاطمہ بنت الولید ہے اور اسی طرح الاستیعاب میں مذکور ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۲۶۸' مکتبۃ الرشد' ۱۴۳۰ھ)

شیخ سلیم اللہ دیوبندی نے بھی حافظ ابن حجر کی تقلید میں لکھا ہے:

ممکن ہے کہ ان کے دو نام ہوں' اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایک نام ہو اور دوسرا لقب' تو کسی نے نام کا ذکر کر دیا اور کسی نے لقب کا' لہٰذا اب بخاری اور موطأ کی روایتوں میں تضاد نہیں رہے گا۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ۱۵۲' مکتبہ فاروقیہ' کراچی' ۲۰۰۵ء)

میں کہتا ہوں کہ تحقیق کے میدان میں امکان اور احتمال سے کام نہیں چلتا اور صحیح یہ ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام لکھنے میں امام بخاری سے خطاء ہوئی ہے۔

اس حدیث کے باقی مسائل کی شرح ان شاء اللہ کتاب النکاح میں بیان کی جائے گی۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

٤٠٠١- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي وَجُوَيْرِيَاتٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن ذکوان نے حدیث بیان کی از الربیع بنت معوذ' وہ بیان کرتی ہیں کہ شب زفاف کی صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے

Marfat.com

يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ حَتّٰى قَالَتْ جَارِيَةٌ وَّفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلِيْ هٰكَذَا وَقُوْلِيْ مَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ ۔[طرف الحدیث:۵۱۴۷] (سنن ابوداؤد:۴۹۲۲' سنن ترمذی:۱۰۹۰' سنن ابن ماجہ:۱۸۹۷)

پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے' جس طرح تم میرے پاس بیٹھے ہو اور بچیاں دف بجا رہی تھیں اور اپنے ان آباء و اجداد کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں جو غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے' حتیٰ کہ ایک لڑکی نے یہ شعر پڑھا: اور ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جن کو علم ہے کہ کل کیا ہوگا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نہ کہو اور وہی کہتی رہو جو تم پہلے کہہ رہی تھیں۔

ندب اور دف کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''یندبن'' کا لفظ ہے' یہ ندب سے ماخوذ ہے' ندب کا معنی ہے: مرنے والے کے اچھے اوصاف کا ذکر کرنا اور اس کی تعریف اور توصیف کرنا اور اس میں دف کا ذکر ہے' دال پر زبر بھی ہوتا ہے اور پیش بھی ہے' یہ وہ چیز ہے جو کھیل میں استعمال ہوتی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۸۹' وزارۃ الاوقاف' قطر)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔

دف بجانے اور آلاتِ موسیقی کی شرعی حدود اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجنبی عورت کے پاس تنہائی میں بیٹھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے دف اور ندب کے متعلق وہی لکھا ہے جو علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے' نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شادی کی صبح کو دف بجانا مباح ہے اور اس کا سننا بھی مباح ہے اور جو علماء اس سے منع کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اس کی اباحت ابتداء اسلام میں تھی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخلوق کی طرف (مطلقاً) علمِ غیب کی نسبت کرنا ممنوع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

احادیث میں شادی' عید اور دیگر اسلامی تقریبات میں قلیل مقدار میں دف بجانے کی اجازت ہے اور مزامیر کی ممانعت ہے' اس سے مطلقاً موسیقی کے جواز کو نکالنا صحیح نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ربیع بنت معوذ کے پاس بیٹھے تھے' اس سے اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے کا جواز نکالنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہاں تنہائی نہیں تھی' دف بجانے والی بچیاں بھی تھیں' دوسرا یہ کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف علمِ غیب کی نسبت کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ بچیاں گا رہی تھیں: ''ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جن کو علم ہے کہ کل کیا ہوگا''۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ نہ کہو بلکہ وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

علامہ عینی نے لکھا کہ اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق کی طرف علمِ غیب کی نسبت کرنا ممنوع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا محمل یہ ہے کہ مخلوق کی طرف مطلقاً علمِ غیب کی نسبت کرنا ممنوع ہے (یعنی ایسی نسبت جس میں عطاء کی قید نہ ہو) اور اگر کسی قید کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف علمِ غیب کی نسبت کی جائے تو جائز ہے' مثلاً کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے' یا اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے سے' یا اس کے ظاہر کر دینے سے آپ کو علمِ غیب ہے تو پھر جائز ہے' قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (الجن: ٢٧-٢٦) وہ غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو اس نے پسند فرمالیا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران: ١٧٩) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ تم (عام) لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے ہاں! اللہ چن لیتا ہے جسے چاہے اور وہ اللہ کے (سب) رسول ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی کل کے علم کی طرف اپنی نسبت فرمائی ہے' آپ نے فرمایا:

میں ضرور بہ ضرور کل اس کو جھنڈا عطاء کروں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے' اللہ اس کے ہاتھ پر (خیبر کو) فتح کرے گا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطاء کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خیبر کو فتح کر دیا۔

(صحیح البخاری: ٢٩٧٥-٢٩٤٢' صحیح مسلم: ٢٤٠٦)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ٧٤٣ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو یہ کہنے سے منع فرمایا: ''ہم میں وہ نبی ہیں جن کو کل کا علم ہے'' کیونکہ آپ اس کو مکروہ سمجھتے تھے کہ آپ کی طرف مطلقاً علمِ غیب کی نسبت کی جائے' اس لیے کہ مطلقاً غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

(شرح الطیبی ج ٦ ص ٢٥٤' ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤١٣ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو اس شعر کے پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کیونکہ آپ کی طرف مطلقاً غیب کے علم کی نسبت کرنا مکروہ ہے' کیونکہ مطلقاً غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' رسول کو مطلق غیب سے صرف ان چیزوں کا علم ہوتا ہے جن کی اللہ عزوجل ان کو خبر دیتا ہے' یا آپ نے اس لیے منع فرمایا کہ دف بجانے کے درمیان آپ کا ذکر آپ کو ناپسند تھا یا شہداء کے مرثیہ کے درمیان آپ کو اپنا ذکر پسند نہیں تھا۔ (مرقاۃ ج ٦ ص ٣٠٢-٣٠١' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو اس شعر کے پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ آپ کو لھو ولعب کے درمیان اپنا ذکر پسند نہیں تھا یا اس وجہ سے کہ مطلقاً علمِ غیب کی آپ کی طرف نسبت آپ کو ناپسند تھی' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ایسے مقام پر دف بجانا اور شعر پڑھنا مباح ہے' اس لیے آپ نے مطلقاً دف بجانے اور گانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ خصوصاً اس شعر کے پڑھنے سے منع فرمایا۔

(اشعۃ اللمعات ج ٣ ص ١١٧' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ١٠٧٣ھ لکھتے ہیں:

آپ نے اس شعر کو پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ غیر خدا کی طرف (مطلقاً) علمِ غیب کی نسبت آپ کو پسند نہ تھی' اس لیے حدیث میں آپ نے اپنی طرف اس نسبت کو پسند نہیں فرمایا۔ (تیسیر القاری ج ٤ ص ٢٢' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

آپ نے اس شعر کے پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ علم الغیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے' اگرچہ اس کی تاویل جائز

Marfat.com

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: ٢٧-٢٦) پس وہ اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا' مگر جن کو اس نے پسند فرمالیا ہے اور وہ اس کے (سب) رسول ہیں۔

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ محمد الفضیل الزرهونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں شب زفاف کی صبح دف بجانے اور اس کو سننے کا ثبوت ہے اور مخلوق میں سے کسی کی طرف مطلقاً علمِ غیب کی نسبت کی کراہت ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۲۶۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے لکھا ہے:

مستقبل کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے' اگر اللہ کسی کو مستقبل کے کسی واقعہ کا علم دے دیں تو اور بات ہے لیکن بغیر کسی سبب کے اور بغیر عطاء الٰہی کے کسی کو مستقبل کا علم نہیں ہو سکتا۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ۱۵۵' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور دیگر علماء اہل سنت کا بھی یہی مسلک ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب عطائی ہے' اور ہم نے جو مذکور الصدر نقول پیش کی ہیں' ان کا بھی یہی مآل ہے۔

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد میواتی لکھتے ہیں:

اس شعر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم الغیب ہونا ظاہر ہو رہا تھا' حالانکہ عالم الغیب صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے' اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شعر کے گانے سے منع فرما دیا' جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب جانتے ہیں وہ سراسر جھوٹے ہیں۔

(ترجمہ وحاشیہ شرح بخاری ج ۵ ص ۳۵۱' مکتبہ قدوسیہ' لاہور' ۲۰۰۴ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی عالم الغیب نہیں جانتا' یہ شیخ میواتی کا افتراء اور بہتان ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

ہماری تحقیق میں لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق حضرت عزت وجلالت کے ساتھ خاص ہے کہ اوس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۸۲' مکتبہ رضویہ' کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے سے اُنہیں اُمورِ غیب پر اطلاع ہے۔

(الامن والعلیٰ ص ۱۰۷' شبیر برادرز' لاہور' ۱۳۹۶ھ)

الحمد للہ رب العلمین! علم غیب کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ متعدد نقول سے واضح ہو گیا اور غیر مقلدین کا اہل سنت پر کذب اور افتراء بھی آشکار ہو گیا۔

٤٠٠٢- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری (ح) اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْطَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ يُرِيْدُ التَّمَاثِيْلَ الَّتِيْ فِيْهَا الْاَرْوَاحُ .

مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو' نہ اس گھر میں جس میں تصویر ہو' اس سے ان کی مراد وہ مجسمے تھے جن کی روحیں ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٢٥ میں گزر چکی ہے۔

تصویر بنانے کی ممانعت خواہ قلم اور برش سے تصویر بنائی جائے یا کیمرہ سے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''ان کی مراد'' کا لفظ آیا ہے: علامہ قابسی اور علامہ ابن التین نے کہا: اس سے مراد حضرت ابن عباس کا قول ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہر تصویر ہے خواہ وہ کپڑے پر منقوش ہو' یہ ابوسلمہ کا قول ہے۔ امام مالک نے کہا: ہر قسم کی تصویر بنانے کو ترک کر دینا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

اس میں مذکور ہے: اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے' کہا گیا ہے کہ ان فرشتوں سے مراد کراماً کاتبین کے علاوہ ہیں (یعنی کراماً کاتبین داخل ہوتے ہیں' دیگر داخل نہیں ہوتے) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسرے فرشتے بھی داخل ہوتے ہیں' مگر بغیر تصویر والے گھر کے مقابلہ میں تصویر والے گھر میں کم داخل ہوتے ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۰-۸۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح عنقریب کتاب اللباس میں آئے گی' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے اس میں حضرت ابوطلحہ کا ذکر ہے اور وہ بدری صحابی ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح کتاب بدء الخلق (حدیث: ٣٢٢٥) میں گزر چکی ہے۔

بہر حال اس حدیث میں تصویر بنانے کی ممانعت سے مراد جان دار کی تصویریں ہیں خواہ وہ کاغذ پر ہوں یا کپڑے پر ہوں یا مجسمے بنانے کی ممانعت مراد ہے' اور بے جان چیزوں کی تصویریں بنانا جائز ہے' خواہ ان تصویروں کو ہاتھ سے بنایا جائے یا کیمرے سے کھینچا جائے۔ اور کتوں کی ممانعت سے مراد وہ کتے ہیں جو گھر کی حفاظت کے لیے یا شکار کے لیے یا کھیت کی حفاظت کے لیے نہ ہوں۔

Marfat.com

٤٠٠٣- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُونُسُ (ح) وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَّصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتُّ رَجُلًا صَوَّاغًا فِيْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَاْتِيَ بِاِذْخِرٍ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَبِيْعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ فَنَسْتَعِيْنَ بِهِ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ فَبَيْنَا اَنَا اَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مِنَ الْاَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ اِلٰى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ حَتّٰى جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُهُ فَاِذَا اَنَا بِشَارِفَيَّ قَدْ اُجِبَّتْ اَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَاُخِذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا فَلَمْ اَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِيْنَ رَاَيْتُ الْمَنْظَرَ قُلْتُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا قَالُوْا فَعَلَهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ فِيْ شَرْبٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ عِنْدَهُ قَيْنَةٌ وَّاَصْحَابُهُ فَقَالَتْ فِيْ غِنَائِهَا اَلَا يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ فَوَثَبَ حَمْزَةُ اِلَى السَّيْفِ فَاَجَبَّ اَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَاَخَذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا قَالَ عَلِيٌّ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ وَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ لَقِيْتُ فَقَالَ مَا لَكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ عَدَا حَمْزَةُ عَلٰى نَاقَتَيَّ فَاَجَبَّ اَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَهَا هُوَ ذَا فِيْ بَيْتٍ مَّعَهُ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهِ فَارْتَدٰى ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِيْ وَاتَّبَعْتُهُ اَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی (ح) اور ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن حسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت حسین بن علی علیہ السلام نے خبر دی کہ حضرت علی نے بیان کیا کہ ان کے پاس غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے دو سال کی ایک اونٹنی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹنی مجھ کو مالِ خمس میں سے عطاء کی تھی جو آپ کو اللہ نے اس دن عطاء کیا تھا' پس جب میں نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ گھر بسانے کا ارادہ کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار سے وعدہ لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے گا اور ہم اذخر (ایک قسم کی گھاس) لے کر آئیں گے' میرا ارادہ تھا کہ میں وہ گھاس سناروں کو فروخت کروں گا اور اس کی آمدنی سے اپنی شادی کا ولیمہ کروں گا' پس جس وقت میں اپنی ان اونٹنیوں پر پالان' بوریاں اور رسیاں وغیرہ رکھ رہا تھا اور وہ اونٹنیاں انصار کے ایک شخص کے گھر کے برابر میں بٹھائی ہوئی تھیں' حتیٰ کہ میں نے جمع کیا جو جمع کیا' اچانک میں نے دیکھا کہ ان اونٹنیوں کے کوہان کاٹے ہوئے تھے اور ان کی کوکھوں کو کاٹ کر ان کی کلیجیاں کاٹ کر نکالی ہوئی تھیں' میں اس منظر کو دیکھ کر آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا' میں نے پوچھا: یہ کام کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ کام حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اور وہ اس گھر میں انصار کے شراب پینے والوں کے ساتھ ہیں اور ان کے پاس ایک گانے والی ہے اور ان کے (دیگر) اصحاب ہیں' اس گانے والی نے اپنے گانے کے دوران کہا: سنو اے حمزہ! یہ عمدہ اور فربہ اونٹنیاں ہیں' پس حضرت حمزہ نے اُچھل کر اپنی تلوار لی اور ان اونٹنیوں کی کوکھیں کاٹ ڈالیں اور ان کی کلیجیاں نکال لیں' حضرت علی کہتے ہیں: پس میں وہاں سے نکلا' اور

Marfat.com

حَتّٰى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ حَمْزَةُ فَاسْتَاْذَنَ عَلَيْهِ فَاَذِنَ لَـهٗ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوْمُ حَمْزَةَ فِيْمَا فَعَلَ فَاِذَا حَمْزَةُ ثَمِلٌ مُّحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ فَنَظَرَ حَمْزَةُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى رُكْبَتِهٖ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ وَهَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِيْدٌ لِاَبِيْ فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ثَمِلٌ فَنَكَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرٰى فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهٗ .

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا' اس وقت آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا تھا کہ میرے ساتھ کیا حادثہ ہوا ہے' آپ نے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھ پر آج ایسی مصیبت کبھی نہیں آئی' حضرت حمزہ نے میری دونوں اونٹنیوں پر تجاوز کر کے ان کے کوہان چیر ڈالے اور ان کی کوکھیں کاٹ ڈالیں اور وہ یہیں ایک گھر میں شراب کی محفل جمائے بیٹھے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوا کر اوڑھی اور آپ چل پڑے' میں اور حضرت زید بن حارثہ آپ کے پیچھے پیچھے چلے' حتیٰ کہ آپ اس گھر میں آئے جس میں حضرت حمزہ تھے' آپ نے ان سے اجازت طلب کی' انہوں نے آپ کو اجازت دی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کے کیے ہوئے کام پر ملامت کرنے لگے' اس وقت حضرت حمزہ شراب کے نشہ میں تھے' ان کی آنکھیں سرخ تھیں' حضرت حمزہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا' پھر نظر اوپر اُٹھائی' پھر آپ کے گھٹنوں کی طرف دیکھا' پھر نظر اوپر اٹھا کر آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا' پھر حضرت حمزہ نے کہا: تم سب میرے باپ کے غلام ہو' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ یہ اس وقت نشہ میں ہیں' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اُلٹے پیر اس گھر سے لوٹ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکل آئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٨٩ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن الملقن متوفی ٨٠٤ھ' علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ اور علامہ عینی متوفی ٨٥٥ھ نے اس باب میں اس کی مزید شرح نہیں کی۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے اور یہ دونوں بدری صحابی ہیں۔

اس حدیث میں حضرت حمزہ کی شراب نوشی کا ذکر ہے' اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اور نشہ اترنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹنیوں کی قیمت حضرت حمزہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دلوا دی تھی اور ان کے نقصان کا ازالہ فرما دیا تھا۔

٤٠٠٤- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ اَنْفَذَهٗ لَنَا ابْنُ الْاَصْبَهَانِيِّ سَمِعَهٗ مِنَ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا:

Marfat.com

مَعْقِلٍ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ كَبَّرَ عَلٰی سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ فَقَالَ اِنَّهٗ شَهِدَ بَدْرًا .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ابن الاصبہانی نے یہ حدیث ہمیں لکھ کر بھیج دی تھی' انہوں نے اس کو ابن معقل سے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل بن حنیف کی نمازِ جنازہ پر تکبیرات پڑھیں اور فرمایا: یہ بدر میں حاضر تھے۔

حضرت سہل بن حنیف کا مختصر تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی نے حضرت سہل بن حنیف کی نمازِ جنازہ میں چھ تکبیرات پڑھی تھیں۔

نمازِ جنازہ کی تکبیرات کی بحث اس کے باب میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت سہل بن حنیف کا ذکر ہے اور وہ بدری صحابی ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں نمازِ جنازہ کی تکبیرات کے اختلافات کی احادیث ذکر کی ہیں' اس کی مفصل شرح عنقریب آ رہی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے' ایک قول ہے: ان کی کنیت ابوالولید ہے' دوسرا قول ہے: ان کی کنیت ابوثابت ہے' یہ اڑتیس (۳۸) ہجری میں کوفہ میں فوت ہوئے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' حافظ ابوعمر اور امام بغوی نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ میں چھ تکبیرات پڑھیں اور حافظ ابوذر نے کہا ہے کہ حضرت علی نے پانچ تکبیرات پڑھی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٠٥- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حِيْنَ تَاَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تُوُفِّيَ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ عُمَرُ فَلَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ قَالَ سَاَنْظُرُ فِيْ اَمْرِيْ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ فَقَالَ قَدْ بَدَا لِيْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقِيْتُ اَبَابَكْرٍ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ اَبُوْبَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيَّ شَيْئًا فَكُنْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا حضرت خنیس بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ (کے فوت ہونے) سے بیوہ ہو گئیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اور بدر میں حاضر تھے' مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' حضرت عمر نے کہا: پھر میری حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کے سامنے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیش کیا' پس میں نے ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے حضرت حفصہ بنت عمر کا نکاح کر دوں' حضرت عثمان نے کہا: میں عنقریب اپنے معاملہ میں

Marfat.com

عَلَيْهِ اَوْجَدَ مِنِّيْ عَلٰى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَّ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ اِلَّا اَنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا .

[اطراف الحدیث: ۵۱۲۲۔۵۱۲۹۔۵۱۴۵] (سنن نسائی: ۳۲۴۸۔۳۲۵۹)

غور کروں گا' پھر میں کئی راتیں انتظار کرتا رہا' پھر حضرت عثمان نے کہا: میری رائے یہ ہوئی ہے کہ میں آج کل نکاح نہ کروں' حضرت عمر نے بیان کیا: پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا' سو میں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ بنت عمر کا آپ سے نکاح کر دوں' پس حضرت ابوبکر خاموش رہے اور انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا اور مجھے حضرت عثمان کی بہ نسبت ان کے جواب سے زیادہ رنج پہنچا' میں کئی راتیں ٹھہرا رہا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے نکاح کا پیغام دیا' سو میں نے حضرت حفصہ کا آپ سے نکاح کر دیا' پھر حضرت ابوبکر مجھ سے ملے اور کہا: شاید آپ کو اس سے رنج ہوا ہو کہ جب آپ نے حضرت حفصہ کو مجھ پر پیش کیا تھا اور میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا' میں نے کہا: جی ہاں! حضرت ابوبکر نے بتایا کہ مجھے آپ کی پیش کش کا جواب دینے سے اور کوئی امر مانع نہیں تھا کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ کا ذکر فرما چکے ہیں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کرنے والا نہیں تھا اور اگر آپ ان کو ترک فرما دیتے تو میں ان کا رشتہ قبول کر لیتا۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ عمر بن علی بن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح' کتاب النکاح میں کی جائے گی۔

اس حدیث میں ''تأیمت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس کا شوہر نہ ہو۔

اس حدیث میں حضرت خنیس کا ذکر ہے' یہ عبداللہ کے بھائی ہیں جو بدری ہیں' ان کو غزوۂ اُحد میں زخم لگا تھا جس سے یہ شہید ہو گئے تھے' ان کے سوا خنیس نام کے اور تین صحابی ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۱۔۹۰' وزارۃ الاوقاف' قطر)

نمازِ جنازہ میں تکبیرات کے عدد میں اختلاف اور چار تکبیروں پر اور حضرت سہل بن حنیف پر پانچ تکبیریں پڑھنے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' حدیث: ۴۰۰۴ کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابونعیم نے المستخرج میں امام بخاری کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھیں' اور امام بغوی نے معجم الصحابہ میں اور امام حاکم نے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے چھ تکبیریں پڑھیں' اور امام سعید بن منصور نے ابن عبید سے پانچ تکبیروں کی روایت کی ہے۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت سہل غزوۂ بدر میں حاضر تھے' اس میں یہ دلیل ہے کہ اہل بدر ہر چیز میں افضل ہیں' حتیٰ کہ جنازہ کی تکبیرات میں بھی افضل ہیں' اس لیے آپ نے ان پر ایک تکبیر زیادہ پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک مشہور یہ تھا کہ جنازہ کی تکبیرات چار ہیں اور یہ اکثر صحابہ کا قول ہے۔

امام ابن ابی خیثمہ نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ میں چار' پانچ' چھ' سات اور آٹھ تکبیرات پڑھی ہیں' حتیٰ کہ جب حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو آپ نے ان پر چار تکبیرات پڑھیں اور آپ اسی پر ثابت اور قائم رہے حتیٰ کہ آپ نے وصال فرمایا۔

امام ابوعمر نے کہا ہے کہ چار تکبیرات پر اجماع ہے اور ہم شہر کے فقہاء میں سے کسی کو نہیں جانتے جس نے پانچ تکبیروں کا قول کیا ہو سوائے ابن ابی لیلیٰ کے۔

فقہاء احناف کی کتاب مبسوط میں ابو یونس سے اسی کی مثل روایت ہے۔

علامہ نووی شافعی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ پہلے صحابہ کرام میں نمازِ جنازہ کی تکبیرات کے عدد میں اختلاف تھا' پھر یہ اختلاف ختم ہو گیا اور نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات پر اجماع ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۷۰ ملخصا' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی' حدیث: ۴۰۰۵ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں' ان کے شوہر حضرت خنیس تھے جو حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے' اس حدیث کی مفصل شرح عنقریب کتاب النکاح میں آئے گی' اس حدیث کو یہاں روایت کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت خنیس کا ذکر ہے اور وہ بدری صحابی تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے سے حضرت عمر کو زیادہ رنج ہوا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت حضرت ابوبکر سے ان کے زیادہ محبت والے تعلقات تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۷۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت خنیس بن حذافہ سہمی ثم قرشی رضی اللہ عنہ مہاجرینِ اوّلین میں سے ہیں' سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے' پھر اُحد میں حاضر ہوئے اور وہاں زخمی ہو گئے اور مدینہ میں آ کر فوت ہو گئے' یہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٠٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ سَمِعَ اَبَا مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهِ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی از حضرت عبداللہ بن یزید' انہوں نے حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مرد کا اپنی بیوی پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور درج ذیل ہیں:

حضرت ابومسعود کے بدری صحابی ہونے میں اختلاف

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ذکر کیا ہے' جیسا کہ عنقریب آئے گا کہ وہ بدر میں حاضر تھے اور اس روایت کے بعد انہوں نے اس کی تصریح کی ہے اور ان کو امام بخاری نے بدریین میں بھی ذکر کیا ہے اور اس میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ وہاں ٹھہرے تھے۔

حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ علماء کی ایک جماعت پہلے قول کی طرف گئی ہے اور وہ صحیح نہیں ہے۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۳۱۹-۳۱۸)

حاکم ابواحمد اور امام طبرانی نے کہا ہے: یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بدر میں حاضر تھے۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۱۹۵-۱۹۴)

امام بغوی نے کہا ہے کہ مجھے ابوعبید نے حدیث بیان کی کہ وہ بدر میں حاضر تھے۔

''الکمال'' میں ابن اسحاق سے روایت ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور واقدی نے ذکر کیا ہے کہ وہ حاضر نہیں تھے۔ ہمارے اصحاب کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور کوفیوں نے کہا ہے کہ حضرت ابومسعود بدری صحابی تھے اور یہ ثابت نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۱' وزارة الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی شرح عنقریب آئے گی' یہاں پر امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۷' دار المعرفة' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابومسعود کا نام ہے: عقبہ بن عمرو الانصاری الخزرجی' ان کے حاضر بدر ہونے میں اختلاف ہے' اکثر مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے' یہ بدر میں آ کر ٹھہرے تھے' اس لیے ان کو بدری کہا جاتا ہے' الاسماعیلی نے کہا ہے کہ یہ بدر میں آ کر ٹھہرے تھے' ان کی صرف رہائش بدر میں تھی' سو ان کو بدری کہا گیا' ابوعبید القاسم بن سلام کا مختار یہ ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' ابن الکلبی اور مسلم نے کُنی میں کہا ہے اور طبرانی اور ابواحمد حاکم نے کہا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' امام بخاری کا اسی طرف میلان ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: قاعدہ مستمرہ یہ ہے کہ جو اثبات کی روایت ہو' وہ نفی کی روایت پر مقدم ہوتی ہے' اس حدیث کے باقی مضامین کی شرح کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ (عمدة القاری ج ۱۷ ص ۱۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٠٧- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ فِيْ اِمَارَتِهٖ اَخَّرَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ الْعَصْرَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْكُوْفَةِ فَدَخَلَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيُّ جَدُّ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَصَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا اُمِرْتُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: میں نے عروہ بن الزبیر سے سنا' وہ عمر بن عبد العزیز سے ان کی امارت کے دور میں حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز مؤخر کر دی' اس وقت وہ کوفہ کے امیر تھے' پس حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری آئے جو زید بن حسن کے دادا ہیں' وہ بدر میں حاضر تھے' پس انہوں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت جبریل نازل ہوئے' پس انہوں

Marfat.com

نماز پڑھی' پھر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی' پانچ نمازیں' پھر کہا: مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے' اسی طرح حضرت بشیر بن ابی مسعود اپنے والد سے روایت کرتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۲۱ میں گزر چکی ہے۔

حضرت زید کے دادا کا بیان

علامہ عمر بن علی ابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امارت کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ولایت اور حکومت۔

نیز اس حدیث میں زید بن حسن کا ذکر ہے' یہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب کے بیٹے ہیں' ان کی والدہ اُم بشیر بنت ابی مسعود ہیں' ان سے سعید بن زید بن عمر بن نفیل نے شادی کی تھی تو ان سے ان کی اولاد ہوئی' پھر ان کے بعد ان سے حضرت حسن بن علی بن ابی طالب نے شادی کر لی تو ان سے زید پیدا ہوئے' پھر ان کے بعد ان سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی ربیعہ المخزومی نے شادی کی تو ان سے عمر پیدا ہوئے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۹۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر نے بھی اس حدیث کی شرح میں یہی لکھا ہے۔ (فتح الباری ج۵ص۱۷۵)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حدیث سابق میں حضرت ابو مسعود کے نام کے ساتھ بہ طور صفت بدری لکھا تھا اور اس حدیث میں بہ طور خبر لکھا ہے کہ حضرت ابو مسعود بدر میں حاضر تھے' اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود حضرت ابو مسعود کے بدری صحابی ہونے کو مؤکد کرنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۷ص۱۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٠٨- حَدَّثَنَا مُوْسٰی حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَاَهُمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَقِيْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ وَّهُوَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُهٗ فَحَدَّثَنِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از اعمش از ابراہیم از عبدالرحمٰن بن یزید از علقمہ از حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتوں کو جس نے ایک رات میں پڑھ لیا تو وہ اسے کافی ہوں گی' عبدالرحمان نے کہا: میں حضرت ابو مسعود سے اس وقت ملا جب وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے' میں نے ان سے اس کا سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔

[اطراف الحدیث: ۵۰۰۸-۵۰۰۹-۵۰۴۰-۵۰۵۱] (صحیح مسلم: ۸۰۸-۸۰۷' سنن ابوداؤد: ۱۳۹۷' سنن ترمذی: ۲۸۸۱' سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۹-۱۳۶۸)

سورۃ البقرہ کی دو آیتوں کی تعیین' ان کے کافی ہونے کا محمل اور طواف کے دوران سوال و جواب کے فوائد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی التوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جن دو آیتوں کا ذکر کیا ہے وہ ''امن الرسول'' سے لے کر آخر سورت تک ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ دو آیتیں اس کے لیے کافی ہیں' یعنی رات کے قیام میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ صرف ان دو آیتوں

کا پڑھنا کافی ہے' ایک قول یہ ہے کہ قیامِ لیل کے لیے کم از کم تین آیتوں کا پڑھنا ضروری ہے' کیونکہ تین آیتوں سے کم کوئی سورت نہیں ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ یہ دو آیتیں تین چھوٹی آیتوں کی مقدار کے برابر ہیں' بلکہ زائد ہیں' لہٰذا ان دو آیتوں کا پڑھنا قیام لیل کے لیے کافی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اس حدیث میں ذکر ہے کہ عبدالرحمٰن نے حضرت ابو مسعود سے سوال کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کے دوران بات کرنا جائز ہے' اور کسی علم کی بات کا پوچھنا اور اس کا بتانا جائز ہے اور طواف میں کم بات کرنا چاہیے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص۹۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

رجال کا تعارف' سورۃ البقرہ کی دو آیتوں کی تعیین اور ان کے کافی ہونے کے دو محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند کے پہلے راوی موسیٰ ہیں' ان کا پورا نام ہے: موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی' دوسرے راوی ابوعوانہ ہیں' ان کا نام ہے: الوضاح الیشکری' تیسرے راوی ہیں: الاعمش' ان کا نام سلیمان ہے' چوتھے راوی ابراہیم ہیں' ان کا نام ابراہیم النخعی ہے' یہ چاروں کوفی تابعین ایک درجہ کے ہیں' ان کے بعد علقمہ اور حضرت ابو مسعود بدری کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان دو آیتوں کا پڑھنا کافی ہے: یعنی البقرہ: ۲۸۵' اور البقرہ: ۲۸۶۔

آپ نے فرمایا: ان کا پڑھنا کافی ہے۔ اس کے دو محمل ہیں: قیام لیل میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ان کا پڑھنا کافی ہے اور دوسرا محمل یہ ہے کہ ان دو آیتوں کا پڑھنا اس کو رات کے شر اور مکروہ چیزوں سے بچانے کے لیے کافی ہے۔ باقی طواف کے دوران عبدالرحمٰن کے سوال اور حضرت ابو مسعود کے جواب کے وہی فوائد بیان کیے ہیں جو علامہ ابن الملقن نے لکھے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۰۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَّكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت محمود بن الربیع نے خبر دی کہ حضرت عتبان بن مالک جو اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں' ان انصار میں سے ہیں جو بدر میں حاضر تھے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۴' اور ۱۱۸۶ میں گزر چکی ہے۔

''السراۃ'' کا معنی اور حضرت محمود بن الربیع اور حضرت عتبان بن مالک کا ذکر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ طویل حدیث (رقم: ۱۱۸۶) صلوٰۃ النوافل جماعۃ کے باب میں روایت کی ہے' اس میں امام بخاری نے کہا ہے کہ ہمیں احمد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن صالح المصری ہیں' پھر سالم کے بیٹوں میں سے ایک نے الحضری سے سوال کیا اور وہ ان کے سرات میں سے ہیں' انہوں نے محمود بن الربیع کی حدیث از عتبان بن مالک کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

Marfat.com

''السراۃ'' کے معنی ہیں: اچھے اور نیک لوگ' اور حضرت محمود بن ربیع' وہ ابن سراقہ انصاری خزرجی ہیں' انہوں نے نبی ﷺ کی زیارت کی ہے' یہ ننانوے (٩٩) ہجری میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت عتبان بن مالک بن عمرو العجلان بن زید بن غنم بن سالم الخزرجی السالمی بدری صحابی ہیں' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہوئے تھے' انہوں نے آپ کی زیارت بھی کی اور آپ سے روایت بھی کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۳-۹۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے یہ مفصل حدیث کتاب الصلوٰۃ کے ابواب المساجد میں ذکر کی ہے اور یہاں پر اپنی عادت کے مطابق صرف اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۷۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت اور حضرت محمود بن الربیع کا مفصل ذکر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عتبان بن مالک بدر میں حاضر تھے اور حضرت محمود بن الربیع کی کنیت ابو محمد ہے' یہ انصاری حارثی ہیں' ایک قول ہے: ان کی کنیت ابونعیم ہے' یہ وہی صحابی ہیں جن کے گھر سے کنویں کے ڈول سے پانی پی کر نبی ﷺ نے ان کے چہرے پر کلی کی تھی' اس وقت ان کی عمر پانچ سال تھی' حافظ ابوعمر نے کہا: ان کا اہلِ مدینہ میں شمار کیا گیا ہے' ابراہیم بن المنذر نے کہا: ان کی وفات ننانوے (٩٩) ہجری میں ہوئی' اس وقت ان کی عمر ترانوے (٩٣) سال تھی اور حضرت عتبان بن مالک بن عمرو بن العجلان بن زید بن غنم بن سالم الخزرجی السالمی' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہوئے' یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ کے المساجد فی البیوت اور صلوٰۃ النوافل جماعۃ کے باب میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۱-۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠١٠- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ هُوَ ابْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَهُوَ اَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ فَصَدَّقَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن صالح ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے کہا: پھر میں نے الحصین بن محمد سے سوال کیا اور وہ سالم کے بیٹوں میں سے ایک ہیں اور وہ ان کے سرات میں سے ہیں۔ (ان سے) محمود بن الربیع کی حدیث کے متعلق سوال کیا از حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ' سو انہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی۔

حدیث مذکور کی روایت کی توجیہ اور سرات کا معنی

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۴ اور اس کی اطراف میں ملاحظہ کریں۔

علامہ ابن الملقن الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی روایت اس لیے کی کہ ابن شہاب کی از حضرت عتبان بن مالک از محمود بن الربیع' سماع کی تاکید ہو جائے۔

Marfat.com

اس حدیث میں ''سروات'' کا لفظ ہے' یہ ''سری'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: نفیس اور شریف' اور ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہے: سخی اور صاحب مروت۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠١١- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَكَانَ مِنْ اَكْبَرِ بَنِيْ عَدِيٍّ وَّكَانَ اَبُوْهُ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عُمَرَ اسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُوْنٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَّهُوَ خَالُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَحَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن عامر ابن ربیعہ نے خبر دی اور وہ عدی کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور ان کے والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون کو بحرین کا عامل بنایا اور وہ بدر میں حاضر تھے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم کے ماموں تھے۔

حضرت عامر بن ربیعہ کا تذکرہ اور حضرت قدامہ بن مظعون کی شراب نوشی پر حد جاری کرنے کا واقعہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کا ذکر ہے' یہ عامر بن ربیعہ بن حجر کے بیٹے ہیں' حضرت عامر بن ربیعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے تھے' انہوں نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کی تھیں' ان کے ساتھ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ العدویہ بھی تھیں' آپ غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے تھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چند روز پہلے فوت ہو گئے تھے' ان کے بیٹے بھی صحابی ہیں' اور وہ بڑے بھائی تھے' جب کہ چھوٹے بھائی حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ ہیں۔

یہ حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ کی عبارت ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۵۲۱)

علامہ الدمیاطی نے کہا ہے: یہ چون (۵۴) ہجری میں فوت ہوئے تھے اور ایک قول نواسی (۸۹) ہجری کا ہے۔

حضرت قدامہ بن مظعون' عثمان بن مظعون اور عبداللہ بن مظعون کے بھائی ہیں اور السائب بن مظعون بن حبیب کے بھائی ہیں اور السائب کے علاوہ باقی بدر میں حاضر تھے' الکلبی نے السائب میں اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بھی بدر میں حاضر تھے۔

یہ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ کی عبارت ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۰۲)

زینب بنت مظعون' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں جو حضرت عبداللہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں اور قتیلہ بنت مظعون حطاب اور حاطب کی بہن ہیں' یہ دونوں الحارث بن معمر بن حبیب کے بیٹے ہیں۔

(علامہ ابن ملقن نے یہ صحیح نہیں لکھا' صحیح یہ ہے کہ قتیلہ بنت مظعون حطاب اور حاطب کی ماں ہیں۔ دیکھئے الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۴ ص ۲۰۱' الاستیعاب: ۲۴۹۵۔ ج ۳ ص ۲۸۶' اسد الغابہ: ۵۰۳۰۔ ج ۵ ص ۲۳۰' معمر بن الحارث الجمحی کی سوانح میں)

صفیہ بنت الخطاب' حضرت قدامہ بنت مظعون کے نکاح میں تھیں' حضرت قدامہ نے شراب پی تھی اور درج ذیل آیت میں تاویل کی تھی:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا۔ (المائدہ: ۹۳)

ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو انہوں نے (کسی چیز کو حرام کیے جانے سے پہلے) کھایا اور پیا۔

Marfat.com

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوڑے مارے اور سوائے حضرت قدامہ کے انہوں نے اہل بدر میں سے کسی پر حد نہیں جاری کی' حضرت عمران پر غضب ناک ہوئے اور فرمایا: میں نے جس کو بھی عامل بنایا اس میں سوائے (حضرت) قدامہ کے اور کسی میں کوئی بُرائی نہیں تھی' پس انہوں نے حضرت قدامہ سے ترک تعلق کیا' اس کے باوجود کہ وہ ان کے برادر نسبتی تھے' پھر حضرت عمر نے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہا گیا کہ قدامہ سے صلح کرلو' کیونکہ وہ تمہارا بھائی ہے' پھر بیدار ہونے کے بعد حضرت عمر نے حضرت قدامہ کو بلوایا' وہ آئے' پھر حضرت عمر نے حضرت قدامہ کے لیے مغفرت طلب کی' پس دونوں نے صلح کر لی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۴-۹۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن نے حضرت قدامہ بن مظعون کی شراب نوشی اور ان پر حد جاری ہونے کا جو واقعہ بیان کیا ہے' یہ درج ذیل کتب حدیث میں مذکور ہے: مصنف عبدالرزاق: ۱۷۰۷۶ ۔ ج ۹ ص ۲۴۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۱۵۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت قدامہ پر حد کو جاری کرنا' اس صحیح حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم جو چاہو کرو' بے شک تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے' یا فرمایا: بے شک میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۸۳-۳۰۰۷) کیونکہ اس بشارت کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے اور حد کا جاری کرنا دنیاوی حکم ہے۔

حضرت قدامہ بن مظعون کو شراب نوشی پر کوڑے مارنے کی مفصل روایت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت قدامہ بن مظعون' حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں جو سابقین اسلام میں سے ہیں' امام بخاری نے حضرت قدامہ کی شراب نوشی اور اس پر حد جاری کرنے کا قصہ روایت نہیں کیا' کیونکہ یہ حدیث ان کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔ اور امام بخاری کی غرض صرف یہ بتانا تھا کہ حضرت قدامہ بن مظعون اہل بدر میں سے ہیں۔

امام عبدالرزاق نے از معمر از زہری روایت کی ہے کہ الجارود العقدی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت قدامہ نشہ میں ہیں' حضرت عمر نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون گواہ ہے؟ انہوں نے بتایا: حضرت ابوہریرہ! سو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ کے نشہ میں ہونے کی گواہی دی' حضرت ابوہریرہ نے بتایا: انہوں نے حضرت قدامہ کو نشہ میں قے کرتے ہوئے دیکھا ہے' سو حضرت عمر نے حضرت قدامہ کو بلوایا' جارودی نے کہا: آپ ان پر حد جاری کیجئے' حضرت عمر نے پوچھا کہ تم ان کے خصم ہو یا گواہ ہو؟ تو وہ خاموش رہے' پھر انہوں نے اپنی بات کو دُہرایا' پس فرمایا: تم اس پروپیگنڈے سے باز آجاؤ ورنہ میں تم کو سخت سزا دوں گا۔ جارودی نے کہا: یہ کوئی انصاف کی بات نہیں ہے کہ آپ کا عم زاد شراب پیے اور آپ سزا مجھ کو دیں' پھر آپ نے حضرت قدامہ کی بیوی ھند بنت الولید کو بلوایا تو انہوں نے اپنے شوہر کے خلاف گواہی دی' پس حضرت عمر نے حضرت قدامہ سے کہا: میں تم پر حد لگانا چاہتا ہوں' حضرت قدامہ نے کہا: آپ کو یہ حق نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا. (المائدہ: ۹۳)　　ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو انہوں نے (کسی چیز کو حرام کیے جانے سے پہلے) کھایا اور پیا۔

حضرت عمر نے فرمایا: تم نے اس آیت کی تاویل میں خطاء کی ہے' اس کے بعد اس آیت میں مذکور ہے: ''اِذَا مَا اتَّقَوْا'' (المائدہ: ۹۳) جب کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں' پس اگر تم اللہ سے ڈرتے تو اس کے پینے سے اجتناب کرتے جس کو اللہ نے تم پر حرام کر

Marfat.com

دیا ہے' پھر حضرت عمر کے حکم سے ان کو کوڑے مارے گئے' پس حضرت قدامہ حضرت عمر سے ناراض ہو گئے' پھر دونوں نے حج کیا' پھر ایک دن حضرت عمر خواب دیکھ کر ڈر گئے' پس انہوں نے کہا: حضرت قدامہ کو جلدی بلاؤ' مجھے خواب میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ حضرت قدامہ سے صلح کر لو وہ تمہارا بھائی ہے' پس دونوں نے صلح کر لی۔ (مصنف عبدالرزاق:١٧٠٧٦)

(فتح الباری ج ٥ ص ١٧٦' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں دو صحابہ کے متعلق تصریح ہے کہ وہ بدر میں حاضر تھے' حضرت عامر بن ربیعہ کے متعلق اور حضرت قدامہ بن مظعون کے متعلق رضی اللہ عنہما' پھر علامہ عینی نے حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت قدامہ بن مظعون کا تذکرہ لکھا ہے اور یہ اسی کا خلاصہ ہے جو التوضیح میں مذکور ہے' علامہ عینی نے اپنی شرح میں حضرت عامر بن ربیعہ کا بھی مفصل تذکرہ لکھا ہے' جب کہ حافظ ابن حجر نے صرف حضرت قدامہ بن مظعون کی شراب نوشی اور ان پر حد جاری کرنے کا واقعہ لکھا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں علامہ عینی کی شرح زیادہ کامل اور جامع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٥٢۔ ١٥١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠١٢' ٤٠١٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ قَالَ اَخْبَرَ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَنَّ عَمَّيْهِ وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ قُلْتُ لِسَالِمٍ فَتُكْرِيْهَا اَنْتَ قَالَ نَعَمْ اِنَّ رَافِعًا اَكْثَرَ عَلٰى نَفْسِهٖ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از مالک از زہری کہ سالم بن عبداللہ نے ان کو خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو خبر دی کہ ان کے دونوں چچاؤں نے خبر دی اور وہ دونوں بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زراعت کی زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا تھا' میں نے سالم سے کہا: آپ تو زمینوں کو کرائے پر دیتے ہیں' انہوں نے کہا: ہاں! حضرت رافع نے اس معاملہ میں اپنے اوپر بہت سختی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٣٩' اور صحیح البخاری: ٢٣٤٧ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

حضرت رافع بن خدیج کے دو چچاؤں کے نام

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

حدیث: ٤٠١٢' مزارعت کے باب میں گزر چکی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کی کچھ پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا تھا۔ حضرت رافع کے دو چچاؤں کے نام ظہیر اور مظہر ہیں' یہ دونوں رافع بن عدی بن زید کے بیٹے ہیں' جیسا کہ علامہ الدمیاطی نے اس کی تصریح کی ہے' یہ دونوں چچا بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے' بلکہ صرف اُحد میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت ظہیر العقبۃ الثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت ظہیر کو حضرت عمر کے زمانہ میں ان کے غلاموں نے قتل کر دیا تھا' اسی وجہ سے حضرت عمر نے یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کر دیا تھا کیونکہ یہ ان کی سازش تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٩٥' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

نوٹ: شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث میں آگے کراء الارض کا مسئلہ ہے جو کتاب المزارعۃ میں آئے گا۔ (کشف الباری کتاب المغازی ص ۱۶۶ مکتبہ فاروقیہ کراچی)

میں کہتا ہوں کہ غالباً خان صاحب کو یہ خیال نہیں رہا کہ کتاب المزارعۃ گزر چکی ہے۔ خان صاحب نے یہ بات عمدۃ القاری کے حوالہ سے لکھی ہے حالانکہ اس میں یہ لکھا ہے: اصل الحدیث کتاب المزارعۃ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۵۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح کتاب المزارعۃ میں گزر چکی ہے انہوں نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حضرت مظہر کے قتل کا واقعہ اور حضرت رافع کی زمین کے کرائے کے معاملہ میں سختی کی توضیح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن ملقن کی شرح پر یہ اضافہ کیا ہے:

حضرت ظہیر تو العقبۃ الثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت مظہر رضی اللہ عنہما کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت مظہر کے غلاموں نے خیبر میں قتل کر دیا تھا' اسی وجہ سے حضرت عمر بن الخطاب نے یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کر دیا تھا کیونکہ انہوں نے ہی اس کا حکم دیا تھا' باقی شرح وہی ہے جو علامہ ابن ملقن نے کی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت رافع بن خدیج زمین کو کرائے پر دینے کے مقابلہ میں بہت سختی کرتے تھے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت رافع بن خدیج تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے' پھر یہ کیوں کہا کہ وہ بہت سختی کرتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت رافع مطلقاً زمین کو کرائے پر دینے سے منع کرتے تھے اور یہ فرق نہیں کرتے تھے کہ آپ نے زمین کی بعض پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا تھا اور نقد (سونے یا چاندی) کے عوض زمین کو کرائے پر دینے سے منع نہیں فرمایا تھا اور یہی حضرت رافع کی سختی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۳-۱۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت مظہر بن رافع کو خیبر میں قتل کرنے کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے کہ حضرت ظہیر کو خیبر میں قتل کیا گیا تھا اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت مظہر کو قتل کیا گیا تھا' ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ اس کی تحقیق کے لیے ہم نے اصل مآخذ کی طرف رجوع کیا تو علامہ عینی کا قول صحیح نکلا۔

علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن رافع' حضرت ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہما کے بھائی ہیں اور یہ دونوں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں' یہ دونوں صحابی ہیں' ان سے ان کے بھتیجے حضرت رافع بن خدیج روایت کرتے ہیں کہ حضرت مظہر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ کو پایا' علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت مظہر بن رافع تین دن کے لیے خیبر کے علاقہ میں ٹھہرے تھے' پس یہود نے ان کو قتل کرنے کے لیے ان کے غلاموں کو اکسایا' وہ دو یا تین چھریاں چھپا کر لے گئے اور ان کے پیٹ میں وہ چھریاں گھونپ دیں' پھر وہ ان کو قتل کر کے خیبر واپس چلے گئے' حضرت عمر بن الخطاب کو اس قتل کی خبر پہنچ گئی' انہوں نے یہود کو خیبر سے جلاوطن کر دیا اور ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں رکھے گا ہم رکھیں گے' بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو جلاوطن کرنے کی اجازت دی تھی' پس حضرت عمر نے یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۴ ص ۴۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۵ ص ۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

٤٠١٤- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيَّ قَالَ رَاَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعِ الْاَنْصَارِيَّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حصین بن عبدالرحمان' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن شداد بن الھاد اللیثی سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت رفاعہ بن رافع انصاری کو دیکھا اور وہ بدر میں حاضر تھے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے باب میں اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ص ٩٥' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت رفاعہ کا ذکر اس سے پہلے ''شھود الملائکۃ بدرًا'' میں گزر چکا ہے' اس حدیث کا بقیہ حصہ یہ ہے کہ شعبہ نے اہلِ بدر کے ایک شخص سے سنا' اس نے نماز میں داخل ہونے کے وقت اللہ اکبر کہا' اس مرد کو رفاعہ بن رافع کہا جاتا تھا۔ امام بخاری نے یہ پوری حدیث ذکر نہیں کی کیونکہ یہاں ان کی اس پوری حدیث سے غرض نہیں تھی۔ (فتح الباری ج ٥ص ١٧٦' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے یہاں پوری حدیث اس لیے ذکر نہیں کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٥٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠١٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِبَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ اَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوْا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ ثُمَّ قَالَ اَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ قَالُوْا اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر اور یونس نے خبر دی از زہری از عروۃ بن الزبیر' انہوں نے بتایا کہ ان کو حضرت مسور بن مخرمہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت عمرو بن عوف نے خبر دی اور وہ بنو عامر بن لوی کے حلیف تھے اور وہ نبی ﷺ کے ساتھ بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بحرین کی طرف بھیجا کہ وہاں سے جزیہ لے کر آئیں' اور رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین سے صلح کی تھی اور ان پر حضرت العلاء بن الحضرمی کو عامل بنایا تھا' پس حضرت ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے' سو انصار نے حضرت ابوعبیدہ کے آنے کی خبر سن لی تو وہ نبی ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز میں پہنچ گئے' پس نبی ﷺ جب نماز پڑھ کر مڑے تو وہ آپ کے درپے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو آپ مسکرائے' پھر آپ نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ کچھ مال لے کر آئے ہیں' انہوں نے کہا: جی ہاں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: پس تم بشارت قبول

بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ.

کرو اور اس چیز کی توقع کرو جو تم کو خوش کرے گی' پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ہے' لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ کی گئی تھی' پس تم دنیا میں اس طرح رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے رغبت کی تھی اور دنیا تم کو اس طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس (دنیا) نے ان کو ہلاک کر دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۸ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے راوی حضرت عمرو بن عوف کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بحرین سے مال آنے کی حدیث باب فداء المشرکین' رقم: ۳۰۴۹ میں گزر چکی ہے' اور یہ عمرو انصاری بھی اسی عمرو کی طرح ہیں' اسی طرح امام ابن اسحاق نے لکھا ہے' اور ان کا نام موسیٰ بن عقبہ اور ابو معتر ہے اور علامہ واقدی نے عمیر بن عوف لکھا ہے' اسی طرح امام ابن سعد نے ان کا نام بتایا ہے اور لکھا ہے کہ وہ سہیل بن عمرو کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کی کنیت ابو عمرو ہے' اور یہ مکہ میں پیدا ہونے والوں میں سے تھے' جب انہوں نے ہجرت کی تو یہ حضرت کلثوم بن الھدم کے گھر ٹھہرے تھے' اور یہ غزوۂ بدر' اُحد اور خندق میں حاضر تھے بلکہ تمام مشاہد میں حاضر تھے اور یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے اور حضرت عمر نے ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۰۷) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں دو صحابی اور دو تابعی ہیں' کتاب الجزیہ میں اس حدیث کی مفصل شرح گزر چکی ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

بحرین کا محل وقوع اور حضرت العلاء بن الحضرمی کا تذکرہ

علامہ بدرالدین عینی نے حضرت عمرو بن عوف کے تذکرہ میں وہی لکھا ہے جو علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے۔

بحرین کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ بصرہ اور عمان کے درمیان ایک جگہ ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کا رقبہ اڑھائی سو مربع میل ہے اور ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی دو لاکھ کے قریب تھی۔ (معجم البلدان' اردو ص ۶۱)

اس حدیث میں حضرت العلاء بن الحضرمی کا ذکر ہے' علامہ عینی ان کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ مستجاب الدعوات تھے' الحضرمی کا نام عبداللہ بن عمار ہے' یہ گیارہ (۱۱) ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ بحرین کے والی تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت حضرت العلاء بن الحضرمی بحرین کے والی تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان ہی کو مقرر رکھا' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر نے بھی ان ہی کو مقرر رکھا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۱۶- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث

Marfat.com

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ كُلَّهَا ۔

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از نافع وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تمام سانپوں کو مار ڈالتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن' علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

٤٠١٧- حَتّٰى حَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ الْبَدْرِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوتِ فَأَمْسَكَ عَنْهَا ۔

حتیٰ کہ ان کو حضرت ابولبابہ البدری نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں کے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے' تب حضرت ابن عمران کو مارنے سے رُک گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۸ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث ذکر الجن میں گزر چکی ہے' اور اس کی شرح میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ کا ذکر بھی تفصیل سے گزر چکا ہے' ان کا نام بشیر بن عبدالمنذر رہے' ان سے ایک گناہ ہو گیا تھا تو انہوں نے اپنے آپ کو ایک زنجیر سے باندھ لیا اور انیس دن تک بندھے رہے اور کچھ نہیں کھایا' جب نماز کا وقت آتا تو ان کی بیٹی آ کر ان کو کھول دیتی' یہ وضوء کر کے نماز پڑھتے' پھر وہ ان کو باندھ دیتی' انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہ کھولیں ان کو کوئی نہیں کھولے گا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھول دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح کتاب اللباس میں آئے گی' حضرت ابولبابہ کا بدر کے مال غنیمت میں حصہ مقرر کیا گیا اور ان کا اجر بھی ثابت ہے مگر انہوں نے بدر میں قتال نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں حضرت ابولبابہ البدری کی وجہ سے روایت کی ہے' یہ انصاری صحابی ہیں۔

اس حدیث میں جنّان کا ذکر ہے' یہ جان کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: سفید سانپ یا باریک سانپ یا چھوٹا سانپ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠١٨- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا ائْذَنْ لَنَا فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ قَالَ وَاللَّهِ لَا تَذَرُونَ مِنْهُ دِرْهَمًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ ابن شہاب نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے کچھ مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی' پس کہا: آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم

Marfat.com

تم ان سے ایک درہم بھی نہیں چھوڑو گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۳۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح باب فداء المشرکین میں گزر چکی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

عباس کو ابوالیسر نے فرشتہ کی مدد سے قید کیا اور انصار کا بھانجا ہونے کی وضاحت' انصار نے ان کا فدیہ چھوڑنے کی پیش کش کیوں کی اور آپ نے اس پیش کش کو کیوں قبول نہیں کیا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں انصار کے کچھ مردوں کا ذکر ہے' یہ وہ انصار تھے جو بدر میں حاضر تھے' کیونکہ عباس بدر میں قید کر لیے گئے تھے جیسا کہ عنقریب آئے گا' مشرکین ان کو اپنے ساتھ بدر میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے لے گئے تھے۔

امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے بدر کے دن فرمایا: میں بنو ہاشم کے چند مردوں کو جانتا ہوں جن کو زبردستی نکالا گیا تھا' پس تم میں سے جو کوئی ان سے ملے تو ان کو قتل نہ کرے۔

امام احمد نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: انصار میں سے ایک مرد آیا اور اس نے عباس کو قید کر لیا تو عباس نے کہا: اس نے مجھ کو قید نہیں کیا بلکہ مجھے اس نے قید کیا ہے جو مجھے زبردستی لایا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انصاری سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری معزز فرشتہ سے مدد کی ہے' اس انصاری کا نام ابوالیسر تھا اور وہ حضرت کعب بن عمرو انصاری ہیں۔

امام طبرانی نے حضرت ابوالیسر کی حدیث روایت کی جنہوں نے عباس کو قید کیا تھا' اور حضرت ابن عباس نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ کو ابوالیسر نے کیسے قید کر لیا؟ حالانکہ اگر آپ چاہتے تو اس کو اپنی ہتھیلی میں رکھ لیتے تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! ایسا نہ کہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم اپنے بھانجے عباس کو' یعنی حضرت عبدالمطلب کے بیٹے کو' اور عباس کی ماں انصار میں سے نہیں تھیں' بلکہ ان کی نانی عبدالمطلب کی ماں تھیں اور وہ انصاریہ تھیں' پس انہوں نے عباس کی نانی پر بہن کا اطلاق کیا کیونکہ وہ ان میں سے تھیں اور عباس پر ان کے بیٹے کا اطلاق کیا' سو ان کو اپنا بھانجا کہا' ان کا نام سلمیٰ بنت عمرو بن زید تھا اور ان کا تعلق الخزرج سے تھا اور حضرت عباس کی سگی ماں کا نام نتیلہ تھا' یہاں علامہ کرمانی کو وہم ہوا ہے' انہوں نے کہا کہ عباس بن عبدالمطلب کی ماں انصار میں سے تھیں۔

ابن عائذ نے المغازی میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدر کے قیدیوں کو بہت سختی کے ساتھ باندھا تھا اور عباس کو بھی بہت سختی کے ساتھ باندھا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رات کو ان کے کراہنے کی آواز سنی تو آپ کو نیند نہیں آئی' انصار کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا ان کی بندشیں کھولنے میں ہے تو انہوں نے عباس کی بندشیں کھول دیں اور آپ کی مزید رضا حاصل کرنے کے لیے کہا کہ ہم ان کا فدیہ بھی چھوڑ دیں تو آپ نے اس کو منظور نہیں کیا۔

امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عباس! آپ اپنا فدیہ بھی دیں اور اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث کا فدیہ بھی دیں اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ بھی دیں کیونکہ آپ مال دار ہیں' انہوں نے کہا: میں مسلمان تھا لیکن قوم مجھے زبردستی لے آئی ہے' آپ نے فرمایا: جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اس کو اللہ ہی جانتا ہے'

Marfat.com

اگر آپ سچ کہہ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے گا' لیکن آپ کا ظاہر حال یہ ہے کہ آپ ہم پر حملہ کرنے کے لیے آئے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا کہ ان کا فدیہ چالیس اوقیہ سونا تھا۔

امام ابونعیم نے ''اوائل'' میں روایت کی ہے کہ ہر قیدی کا فدیہ چالیس اوقیہ سونا تھا' پس آپ نے عباس کے اوپر ایک سو اوقیہ سونا مقرر کیا اور عقیل کے اوپر اسی (٨٠) اوقیہ سونا مقرر کیا' تو عباس نے کہا: کیا آپ نے قرابت کی وجہ سے ایسا کیا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْٓ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓی ۙ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ . (الانفال:٧٠)

اے نبی! آپ ان سے فرمادیجئے جو تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں: اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں کسی بھلائی کو ظاہر کردیا تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جتنا (فدیہ) تم سے لیا گیا ہے۔

بعد میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی وجہ سے کہا: میری خواہش تھی کہ آپ مجھ سے دگنا چوگنا فدیہ لیتے۔

اس حدیث میں ہے: آپ نے انصار سے فرمایا: اللہ کی قسم! تم ان سے ایک درہم بھی نہیں چھوڑو گے۔

آپ کے اس ارشاد میں یہ حکمت تھی کہ آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ انصار نے عباس کی محبت کی وجہ سے ایسا کیا ہے کیونکہ عباس ان کے ایک اعتبار سے بھانجے تھے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ کسی قریبی کی اس طرح مدد نہ کرے جس سے دوسروں کا نقصان ہو۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٨٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے بھی اپنی شرح میں یہی کچھ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٥٥۔١٥٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

اس حدیث میں ہے کہ ہم کو اجازت دیں ہم اپنے بھانجہ کا فدیہ چھوڑ دیں' یہاں ''فلنترك'' کا صیغہ ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ امر کا صیغہ ہے اور لام مبالغہ کے لیے ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٧٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے: یہ مضارع کا صیغہ ہے اور نون جمع کا ہے اور اس پر جزم ہے' اصل عبارت یوں ہے: ''ان تاذن فلنترك'' یعنی اگر آپ اجازت دیں تو ہم ضرور فدیہ ترک کر دیں گے اور اس میں لام تاکید کے لیے ہے اور جس نے کہا: یہ امر کا صیغہ ہے اور لام مبالغہ کے لیے ہے تو یہ محض خطاء ہے اور جس کو علم صرف سے مس ہو وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ اس قائل نے علامہ کرمانی کی عبارت سے دھوکا کھایا ہے' علامہ کرمانی کی عبارت یہ ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ اذن ترک کا سبب ہے' یا وہ اپنے آپ کو ترک کرنے کا حکم دے رہے تھے' تو میں کہوں گا کہ لفظ امر کے ساتھ ترک مبالغہ کے لیے ہے گویا کہ وہ خود کو ترک کرنے کا حکم دے رہے تھے۔ (شرح الکرمانی جز ١٥ ص ١٩٢) علامہ عینی فرماتے ہیں:

کرمانی کی عبارت میں بھی خامی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٥٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠١٩- حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِیٍّ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ (ح) وَحَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِی ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَطَاءُ بْنُ یَزِیْدَ اللَّیْثِیُّ ثُمَّ الْجُنْدَعِیُّ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از زہری از عطاء بن یزید از عبید اللہ بن عدی از المقداد بن الاسود (ح) اور مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے ابن سعد نے حدیث بیان کی

Marfat.com

عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ وَكَانَ حَلِيْفًا لِّبَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ لَّقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ آٰقْتُلُهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ قَطَعَ اِحْدٰى يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهُ فَاِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهُ وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ ۔

[طرف الحدیث:٦٨٦٥] (صحیح مسلم:٩٥،٩٧٠ الرقم المسلسل:١٧٦، سنن ابوداؤد:٢٦٤٤)

ازعم خود انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید لیثی پھر الجندعی نے خبر دی کہ ان کو عبید اللہ بن عدی بن الخیار نے خبر دی' ان کو مقداد بن عمرو الکندی نے خبر دی اور وہ بنی زھرہ کے حلیف تھے' وہ ان صحابہ میں سے تھے جو بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' ان کو یہ خبر دی کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیں کہ اگر میرا کفار کے کسی مرد سے مقابلہ ہو' سو ہم ایک دوسرے سے قتال کریں' پس وہ میرے دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ پر ضرب لگا کر اس کو کاٹ ڈالے' پھر وہ ایک درخت کی اوٹ میں مجھ سے پناہ لے لے' پھر کہے: میں نے اللہ کے لیے اسلام قبول کیا' یا رسول اللہ! کیا اس کے اسلام قبول کرنے کے بعد میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو قتل نہ کرنا' پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا تھا' پھر وہ ہاتھ کاٹنے کے بعد اس نے اسلام قبول کیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو قتل نہ کرنا' اگر تم نے اب اس کو قتل کر دیا تو اس کو قتل کرنے سے پہلے جو تمہارا مقام تھا' اب اس کا وہ مقام ہوگا اور تمہارا مقام وہ ہوگا جو اس کا مقام اس وقت تھا جب اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

حضرت المقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے نام کی تحقیق

علامہ عمرو بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ان کا نام یہاں اس باب میں اور اس سے اگلے باب: ١٣ میں المقداد بن عمرو ہی لکھا ہے اور ان کی کنیت ابو معبد ہے اور کتاب الطہارۃ' حدیث: ١٧٨ میں ان کا نام المقداد بن الاسود لکھا ہے' اور صحیح نام وہ ہے جو یہاں لکھا ہے' اور الاسود وہ ہیں جنہوں نے ان کی پرورش کی تھی اور ان کو اپنا بیٹا بنایا تھا' کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ان کو گود لیا تھا اور کہا جاتا ہے: یہ حبشی غلام تھے' سو انہوں نے ان کو بیٹا بنا لیا' لیکن ان کے غلام ہونے کا قول صحیح نہیں ہے' امام ابن حبان نے کہا ہے کہ ان کے والد عمرو تھے جو کندہ کے حلیف تھے' اس لیے وہ ان کی طرف منسوب ہو گئے' ان کے والد نے اپنی قوم کے کسی مرد کو قتل کر دیا تھا تو وہ ان کے مخالف کندہ کی طرف بھاگ گئے' پھر وہاں بھی کسی کو قتل کر دیا تو پھر وہ مکہ بھاگ گئے اور وہ الاسود بن عبد یغوث کے حلیف بن گئے' تب اسود نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا' حضرت المقداد بن عمرو' حضرت عثمان کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ (کتاب الثقات لابن حبان ج ٣ ص ٣٧١)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٩٧-٩٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی یہاں روایت کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ حضرت مقداد بن اسود ان صحابہ میں سے ہیں جو بدر میں حاضر تھے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٧٨)

Marfat.com

حضرت مقداد بن عمرو کا تذکرہ اور اس اشکال کا جواب کہ کیا کسی مسلمان کو قتل کرنے سے اس کو قتل کرنے والا مسلمان کافر ہو جاتا ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں اور اگلے باب میں ان کا نام المقداد بن عمرو لکھا ہے اور کتاب الطہارۃ میں ان کا نام المقداد بن الاسود لکھا ہے اور صحیح وہ نام ہے جو انہوں نے یہاں لکھا ہے اور پھر امام ابن حبان کی پوری عبارت لکھی ہے۔ (کتاب الثقات ج ۳ ص ۳۷۱)

علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت المقداد بن عمرو فضلاء اور نجباء میں سے تھے انہوں نے مصر فتح کیا اور وہیں جرف میں فوت ہو گئے' پھر ان کی میت کو مدینہ لایا گیا اور وہاں ان کو دفن کیا گیا اور ۳۳ ہجری میں حضرت عثمان نے ان کی نماز جنازہ پڑھی' اس وقت حضرت المقداد کی عمر ستر (۷۰) سال تھی۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۳۳-۳۲ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے اسلام لانے کے بعد اب تم اس کو قتل مت کرنا' ورنہ تم بھی اس کی مثل ہو جاؤ گے' یعنی جس طرح اسلام لانے سے پہلے اس کو قتل کرنا مباح تھا' سو اسی طرح تم کو بھی اس کے قتل کرنے کے بعد قتل کرنا مباح ہوگا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ قتل کرنا اس کا سبب نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی مثل ہو جائے' پھر جملہ شرطیہ لانے کی کیا توجیہ ہے؟ میں کہتا ہوں کہ نحویوں کے نزدیک اس قسم کے جملے خبر کے حکم میں ہوتے ہیں' یعنی جب تم نافرمانی کرو گے تو تمہارا قتل بھی مباح ہو جائے گا۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کافر کو اسلام قبول کرنے سے پہلے اپنے دین کی وجہ سے قتل کرنا مباح ہے' اور جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو اس کو قتل کرنا بھی ممنوع ہو جائے گا' کیونکہ اب جب مسلمان اس کو قتل کرے گا تو اس کا قصاص لینے کی وجہ سے اس مسلمان کو قتل کرنا بھی مباح ہو جائے گا' اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ اب وہ مسلمان کافروں کے ساتھ لاحق ہو جائے گا اور اس معصیت کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ تمام نکات علامہ ابن الملقن نے بھی بیان کیے ہیں۔

٤٠٢٠- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَّنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُوْ جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ فَقَالَ أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ سُلَيْمَانُ هٰكَذَا قَالَهَا أَنَسٌ قَالَ أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ قَالَ سُلَيْمَانُ أَوْ قَالَ قَتَلَهُ قَوْمُهُ قَالَ وَقَالَ أَبُوْ مِجْلَزٍ قَالَ أَبُوْ جَهْلٍ فَلَوْ غَيْرُ أَكَّارٍ قَتَلَنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: یہ کون جا کر دیکھے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو انہوں نے اس کو اس حال میں پایا کہ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اس کو مار چکے تھے حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا' پس انہوں نے کہا: تو ابوجہل ہے' ابن علیہ نے کہا کہ سلیمان نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت انس نے بتایا کہ حضرت ابن مسعود نے کہا کہ تو ابوجہل ہے' اس نے کہا: کیا تم نے مجھ سے بھی کوئی بڑا آدمی قتل کیا ہے؟ سلیمان نے بتایا: اس نے کہا تھا کہ کسی ایسے شخص کو بھی اس کی قوم نے قتل کیا؟

Marfat.com

ہے؟ ابومجلز نے بتایا کہ ابوجہل نے کہا تھا: کاش! مجھے کسی کسان کے علاوہ دوسرے نے قتل کیا ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۶۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کا مکالمہ

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابن مسعود نے کہا: تو ابوجہل ہے' حضرت ابن مسعود کا یہ قول اس کی تذلیل اور تحقیر کے لیے تھا یعنی تو ہی ابوجہل ہے' جو حالت ذلت میں قتل کیا ہوا پڑا ہے!

ابوجہل نے کہا: کاش! مجھے کسان کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا' اس کی مراد یہ تھی کہ مجھے تسلی ہوتی کہ مجھے کسی بہادر مرد نے قتل کیا ہے' چونکہ حضرت عفرا کے جن دو بیٹوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا وہ انصاری تھے اور انصار زیادہ تر کاشتکاری کرتے تھے' اس لیے ابوجہل نے تحقیراً یہ کہا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۹۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ حضرت عفراء کے دونوں بیٹے بدر میں حاضر تھے۔

(فتح الباری ج ۵ص ۱۷۸)

٤٠٢١- حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لِاَبِي بَكْرٍ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَلَقِيْنَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ شَهِدَا بَدْرًا فَحَدَّثْتُ بِهٖ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ هُمَا عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از عبیداللہ بن عبداللہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی از حضرت عمر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: چلئے! ہم اپنے انصاری بھائیوں کی طرف چلیں' پس ہم نے انصار کے ان دو نیک مردوں سے ملاقات کی جو بدر میں حاضر تھے' پس میں نے عروہ بن الزبیر سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے بتایا کہ وہ (دو بدری صحابہ) حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہما تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۶۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی بن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عویم بن ساعدہ بن عائش عقبی اور بدری ہیں' یہ کبیر صحابی ہیں' ان کا تعلق اوس سے ہے اور عویم بن ساعدہ نام کا اور کوئی صحابی نہیں ہے اور معن بن عدی بنوعمر بن عوف کے حلیف ہیں' یہ بھی عقبی اور بدری ہیں اور بہت مشہور ہیں اور یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۹۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

حضرت عویم اور حضرت معن کا مزید تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے امام بخاری نے حدیث السقیفہ کی ایک طرف بیان کی ہے اور اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی دونوں اہلِ بدر میں سے ہیں' عویم تو اوسی ہیں اور ان کا تعلق بنوعمرو بن عوف میں سے ہے اور رہے معن بن عدی تو وہ عاصم بن عدی کے بھائی ہیں' اس حدیث کی شرح کتاب المناقب میں سقیفہ بنوساعدہ کے قصہ میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عویم رضی اللہ عنہ عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ دونوں میں حاضر تھے اور بدر' اُحد اور خندق میں بھی حاضر تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہو گئے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہوئے تھے اور اس وقت ان کی عمر پینسٹھ (٦٥) یا چھیاسٹھ (٦٦) سال تھی' جیسا کہ اس حدیث میں موجود ہے اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی بنوعمرو بن عوف سے ہے' یہ العقبہ' بدر' اُحد' خندق اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' حضرت ابوبکر کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے (رضی اللہ عنہما)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٢٢- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّيْنَ خَمْسَةَ اٰلَافٍ وَقَالَ عُمَرُ لَاُفَضِّلَنَّهُمْ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے محمد بن فضیل سے سنا از اسماعیل از قیس' وہ بیان کرتے ہیں کہ بدریین کا وظیفہ پانچ ہزار (درہم فی کس) تھا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان کو ضرور بعد والوں پر فضیلت دوں گا۔

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں اہلِ بدر کی فضیلت بالکل ظاہر ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے ازواجِ مطہرات کو بارہ بارہ ہزار درہم دیئے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بدریین کا وظیفہ' اس سے مراد وہ مال ہے جو بدری صحابہ میں سے ہر ایک کو ہر سال (بیت المال سے) دیا جاتا تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد اور بعد کے اَدوار میں پانچ ہزار دیا جاتا تھا۔

اس حدیث سے اہلِ بدر کی فضیلت ظاہر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

٤٠٢٣- حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ وَذٰلِكَ اَوَّلُ مَا وَقَرَ الْاِيْمَانُ فِيْ قَلْبِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۃ الطور پڑھ رہے تھے اور یہ وہ پہلی چیز ہے

Marfat.com

جس نے میرے دل میں ایمان کو مضبوط کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ "وقر" کا معنی ہے: ثابت کیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس وقت ان کے دل میں اسلام جاگزین ہوا تھا اور اس کا اظہار انہوں نے فتح مکہ کے بعد کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۸' فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۸)

٤٠٢٤- وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهٗ ۔

اور از زہری از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا: اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا' پھر وہ مجھ سے ان بدبودار قیدیوں کے متعلق سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان کو چھوڑ دیتا۔

امام بخاری نے اس حدیث کے بعد حسب ذیل تعلیق لکھی ہے:

وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْاُوْلٰى يَعْنِيْ مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ اَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ اَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ اَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ ۔

اور اللیث نے کہا از یحییٰ بن سعید از سعید بن المسیب: پہلا فتنہ واقع ہوا یعنی حضرت عثمان کا قتل' تب اصحاب بدر میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا' پھر دوسرا فتنہ واقع ہوا یعنی الحرۃ' تب اصحاب حدیبیہ میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا' پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا تو وہ اس وقت تک نہیں اُٹھا' جب تک لوگوں میں کچھ بھی عقل و شعور تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۹ میں گزر چکی ہے۔

مطعم کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک

علامہ ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ نے لکھا ہے کہ مطعم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ حسن سلوک کیا تھا کہ قریش نے بنو ہاشم سے سوشل بائیکاٹ (سماجی انقطاع) کرنے کا جو صحیفہ لکھا تھا تو مطعم اس صحیفہ کو پھاڑنے کے لیے کھڑا ہوا تھا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی پناہ میں داخل کیا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۰۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

تین فتنوں کے مصداق بیان کرنے پر امام بخاری پر اعتراضات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اپنی تعلیق میں فتنۂ اولیٰ کے بیان میں لکھا ہے: اس سے مراد قتل عثمان ہے' اس بیان کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ ان کا وہم ہے' اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت سعد اور دیگر بدری صحابہ رضی اللہ عنہم' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد جنگ صفین تک زندہ رہے' لہٰذا امام بخاری کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قتل عثمان کے بعد اہل بدر میں سے کوئی باقی نہیں رہا' بلکہ ابو العباس بن عقدہ نے ذکر کیا ہے کہ ستر سے زیادہ بدری صحابہ جنگ صفین میں حاضر تھے۔

علامہ داؤدی نے لکھا ہے کہ پہلے فتنہ سے مراد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ہے اور تیسرا فتنہ وہ تھا جو عراق میں ازارقہ وغیرہم کی وجہ

Marfat.com

سے ہوا۔

علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ دوسرا فتنہ وہ ہو جو مدینہ سے ابوحمزہ خارجی نے خروج کیا تھا' اس لیے کہ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد میں صرف تین دن نماز ترک کی ہے' پہلا دن جب حضرت عثمان کو قتل کیا گیا اور دوسرا دن یوم الحرہ تھا (جب اہل مدینہ کا قتلِ عام کیا گیا تھا) اور امام مالک نے کہا: میں تیسرا دن بھول گیا۔

محمد بن عبدالحکیم نے کہا: یہ وہ دن ہے جب ابوحمزہ خارجی نے خروج کیا تھا' امام مالک نے کہا: یوم الحرہ میں سات سو حفاظِ قرآن کو شہید کیا گیا' ابوالقاسم نے کہا: مجھے شک ہے کہ ان میں چار صحابہ تھے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ یہ فتنہ اس وقت مرتفع نہیں ہوا جب تک لوگوں میں طباخ تھا' الخلیل نے کہا ہے کہ طباخ کا معنی ہے: قوت اور موٹاپا۔ (کتاب العین ج ۴ ص ۲۲۵) پھر یہ لفظ عقل اور خیر میں استعمال کیا گیا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ طباخ کا معنی ہے: جس میں عقل نہ ہو۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۷۱۴) اور الجوہری نے کہا ہے کہ طباخ کا معنی ہے: جس میں قوت اور موٹاپا نہ ہو۔ (الصحاح ج ۱ ص ۴۲۷)

تیسرے فتنہ کی تعریف

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا: پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا اور وہ نہیں مرتفع ہوا' علامہ دمیاطی نے کہا ہے کہ معروف یہ ہے کہ اگر تیسرا فتنہ واقع ہوتا تو وہ اخیر وقت تک مرتفع نہ ہوتا' جیسا کہ امام ابن خیثمہ نے حضرت سعید سے روایت کی ہے کہ آگ کا فتنہ واقع ہوا تو اہل بدر میں سے کوئی باقی نہ بچا' اور الحرۃ کا فتنہ واقع ہوا تو اہل حدیبیہ میں سے کوئی باقی نہیں بچا اور اگر (تیسرا) فتنہ واقع ہوتا تو وہ مرتفع نہ ہوتا اور لوگوں کے لیے عقل اور پختگی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۰۱-۱۰۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر متوفی ۸۵۲ھ نے حدیث: ۴۰۲۴ اور اس کی تعلیق کی مختصر شرح کی ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۸۰)

مطعم کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مقتولینِ بدر کے متعلق فرمایا: اگر مطعم ان بدبودار لوگوں کے متعلق مجھ سے بات کرتا' آپ نے ان کو بدبودار اس لیے فرمایا کہ کفار نجس ہیں اور نجس چیز بدبودار ہوتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: تو میں ان کو چھوڑ دیتا' یعنی فدیہ لیے بغیر چھوڑ دیتا۔

مطعم اس صحیفہ کو پھاڑنے کے لیے اُٹھا تھا جس میں آپ سے سماجی بائیکاٹ کرنے کا لکھا تھا حتیٰ کہ قریش نے آپ کو ایک گھاٹی میں محصور کر دیا' نیز جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طائف سے واپس ہوئے تو آپ اس کی پناہ میں داخل ہوئے تھے' مطعم معرکہ بدر سے پہلے فوت ہو گیا تھا' اس وقت اس کی عمر نوے اور چند سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۹-۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کے بیان کردہ فتنۂ اولیٰ اور فتنۂ ثانیہ پر علامہ عینی کا تبصرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' امام بخاری کی تعلیق مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس تعلیق میں مقتل عثمان کا ذکر ہے' حضرت عثمان رضی اللہ کی شہادت جمعہ کے دن بائیس ذوالحجہ یوم ترویہ[1] کو پینتیس (۳۵)ھ کو ہوئی' باغیوں نے انچاس (۴۹) دن آپ کے گھر کا محاصرہ کیے رکھا' حضرت زبیر رضی اللہ نے کہا ہے کہ انہوں نے دو ماہ بیس دن آپ کے گھر کا محاصرہ کیے رکھا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ قتل عثمان کے بعد اہل بدر میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے کیونکہ حضرت علی' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور دیگر اہل بدر' حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے۔

امام بخاری کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ امام بخاری کا یہ گمان ہے' لیکن ان کی یہ مراد نہیں ہے' اس پر بھی اعتراض ہے جو مخفی نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان اکثر اہلِ بدر کی ہلاکت کا سبب تھے' جیسا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ میں ہوا' پھر علامہ کرمانی نے کہا: نکرہ جب نفی کے تحت ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے' پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہر عام میں تخصیص کی جاتی ہے' سو اس آیت کے:

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ٥ (البقرۃ: ۲۸۲-۲۳۱) اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ٥

حالانکہ جس عام سے مبالغہ کا قصد کیا جائے اس میں اُصولیین کا اختلاف ہے کہ یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے یا نہیں۔

علامہ داؤدی نے کہا کہ دراصل فتنہ اولیٰ حضرت حسین رضی اللہ کا قتل ہے' کہا گیا ہے کہ یہ بھی خطاء ہے کیونکہ حضرت حسین کے قتل کے وقت اہل بدر کا کوئی فرد پہلے سے ہی موجود نہیں تھا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے: دوسرا فتنہ الحرہ کے دن تھا۔ حرہ کا معنی ہے: مدینہ سے باہر کی جگہ' یہ وہ جگہ ہے جہاں یزید بن معاویہ کے لشکر اور اہل مدینہ کے درمیان باسٹھ ہجری میں جنگ ہوئی تھی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ تریسٹھ (٦٣) ہجری کا واقعہ ہے اور یزید بن معاویہ کے لشکر کا امیر مسلم بن عقبہ ہے' المدائنی نے کہا کہ اس کا لشکر ستائیس (٢٧) ہزار تھا' بارہ ہزار گھڑ سوار تھے اور پندرہ ہزار پیادہ تھے اور یہ لوگ مدینہ کے دو مشرقی جانبوں میں تھے اور الحرہ اس زمین کو کہتے ہیں جو سیاہ پتھروں والی ہو' اس جنگ میں مسلم بن عقبہ کے لشکر نے سات سو مہاجرین اور انصار صحابہ کو قتل کر دیا تھا۔ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تھی اور قریش کا امیر عبداللہ بن مطیع کو بنا دیا تھا اور انصار کا امیر عبداللہ بن حنظلہ کو بنا دیا تھا' اور یزید کے مقرر کردہ گورنر کو اپنے درمیان سے نکال دیا تھا' اس کا نام محمد بن ابی سفیان تھا اور وہ یزید کا عم زاد تھا' اور انہوں نے اتفاق سے بنو امیہ کو مدینہ سے جلاء وطن کر دیا تھا اور وہ تقریباً ایک ہزار لوگ تھے اور انہوں نے اتفاق سے مروان بن الحکم کی حویلی میں پناہ لی تھی' یہ بہت طویل قصہ ہے جس کو ہم نے اپنی تاریخ کبیر میں بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۶۰-۱۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یزید بن معاویہ کا تذکرہ اور اس پر لعنت کرنے یا اس پر رحمت کی دعا کرنے کی بحث

علامہ عینی کی عبارت میں یزید بن معاویہ کا تذکرہ آ گیا ہے' میں نے بھارتی ٹی۔ وی چینل کے خبرنامہ میں سنا کہ ذاکر نائیک نے یزید کے لیے رحمہ اللہ کہا' اس بناء پر دیوبند' ندوہ' جماعت اسلامی' اہل حدیث اور بریلی کے علماء ان کے خلاف ہو گئے اور حکومت نے لکھنؤ میں ان کی تقریروں پر پابندی لگا دی' ذاکر نائیک نے اپنے دفاع میں کہا کہ یزید کو رحمہ اللہ کہنے والا میں پہلا شخص نہیں ہوں' امام غزالی نے بھی یزید کو رحمہ اللہ کہا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی یزید کو رحمہ اللہ کہا ہے جو صحیح بخاری کے شارح ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ امام غزالی نے یزید کو رحمہ اللہ نہیں کہا بلکہ انہوں نے صرف یہ لکھا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ

[1] علامہ عینی نے ۲۲ ذوالحجہ کو یوم ترویہ لکھا ہے' یہ ان کا تسامح ہے کیونکہ یوم ترویہ آٹھ (۸) ذوالحجہ کو ہوتا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

بات تواتر سے ثابت نہیں ہے کہ یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا قتل کرنے کا حکم دیا' جس طرح تواتر سے یہ ثابت ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ابولؤلؤ نے حضرت عمر کو قتل کیا کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے۔

(احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۱۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام غزالی نے یزید کو رحمہ اللہ نہیں کہا' صرف اس پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے' اور عنقریب ہم احیاء العلوم کے شارح علامہ زبیدی کی مفصل عبارت پیش کر رہے ہیں' رہا حافظ ابن حجر کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے یزید کو رحمہ اللہ کہا ہے' سو یہ بھی غلط ہے اور ان پر بہتان ہے' یہاں ہم یزید کے متعلق حافظ ابن حجر کی مفصل عبارت پیش کر رہے ہیں:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یزید بن معاویہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیدا ہوا' اس کے والد نے اس کی خلافت کی وصیت کی' پس ساٹھ (۶۰) ہجری میں اس کی بیعت کی گئی' حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کیا اور مکہ میں پناہ حاصل کر لی' اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے اس کی بیعت سے انکار کیا اور وہ کوفہ جانے کے لیے تیار ہو گئے اور انہوں نے اپنے عم زاد مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو کوفہ بھیجا تاکہ ان کی بیعت کی جائے' سو اُن کو عبیداللہ بن یزید نے قتل کر دیا اور حضرت حسین کو قتل کرنے کے لیے لشکر بھیجا' سو ان کو بھی قتل کر دیا' پھر اہلِ مدینہ نے یزید کے خلاف خروج کیا اور تریسٹھ (۶۳) ہجری میں اس کی بیعت توڑ دی' سو یزید نے ان کی طرف مسلم بن عقبہ مری کو بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ تین دن تک مدینہ کو مباح قرار دے اور ان سے اس پر بیعت لے کہ وہ یزید کے غلام ہیں' پھر وہ مدینہ سے فارغ ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کرے' مسلم بن عقبہ نے بہت قبیح کام کیے اور بہت کثیر صحابہ' ان کے بیٹوں اور اخیار تابعین کو قتل کر دیا' پھر وہ مکہ کی طرف روانہ ہوا' پس اللہ تعالیٰ نے مکہ تک پہنچنے سے پہلے اس کو زمین سے اُٹھا لیا' اس نے حصین بن نمیر السکونی کو اپنا خلیفہ بنا لیا' ان لوگوں نے حضرت ابن الزبیر کا محاصرہ کیا اور کعبہ پر منجنیق کو نصب کر دیا اور کعبہ کے ارکان اور اس کی بنیاد منہدم ہو گئی' پھر کعبہ کو جلا دیا' ان کے ان افعال قبیحہ کے درمیان یزید بن معاویہ کی ہلاکت کی خبر آ گئی اور مؤمنین کی طرف سے قتال کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا' یزید نصف ربیع الاوّل چونسٹھ ہجری میں ہلاک ہوا' اس کے متعلق تاریخ دمشق میں بہت خبریں ہیں' مگر ان کی کوئی روایت معتمد نہیں ہے' یحییٰ بن عبدالملک نے اپنی سند کے ساتھ بعض ثقات سے نقل کیا ہے کہ نوفل بن ابی عقرب جو ثقہ ہیں' انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا تو ایک شخص نے یزید بن معاویہ کا ذکر کر کے اس کو امیر المؤمنین کہا تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا: تو اس کو امیر المؤمنین کہتا ہے' پھر اس کو بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا' یزید روایت کا اہل نہیں تھا' میں نے اس کا تذکرہ صرف اس لیے کیا ہے کہ اس میں اور یزید نخعی میں تمیز ہو جائے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۱۵-۳۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ حافظ ابن حجر کی پوری عبارت ہے اور اس میں انہوں نے اس کو کہیں رحمہ اللہ نہیں کہا بلکہ ثقہ روایت نقل کی کہ اسے امیر المؤمنین کہنے والے شخص کو حضرت عمر بن العزیز رحمہ اللہ نے بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں بھی یزید کا ذکر کیا ہے' اس کے آخر میں لکھتے ہیں:

ابن شوذب نے کہا: میں نے ابراہیم بن ابی عبد سے سنا ہے' وہ کہتے تھے: میں نے سنا کہ عمر بن عبدالعزیز' یزید بن معاویہ کو رحمہ اللہ کہتے تھے اور یحییٰ بن عبدالملک نے کہا: ہمیں نوفل بن ابی عقرب نے حدیث بیان کی کہ عمر بن عبدالعزیز کے سامنے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا گیا تو اس نے کہا: "امیر المؤمنین یزید" تو اس سے عمر بن عبدالعزیز نے کہا: تو اس کو امیر المؤمنین کہتا ہے' پھر اس کو بیس کوڑے

Marfat.com

مارنے کا حکم دیا۔ (لسان المیزان ج ٦ ص ٢٩٥-٢٩٤' مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات' بیروت' ١٣٩٠ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے ابراہیم بن ابی عبد سے جو روایت ذکر کی کہ عمر بن عبد العزیز نے یزید کو رحمہ اللہ کہا' اس سے انہوں نے ابراہیم بن ابی عبد کی ثقاہت نہیں بیان کی' اس کے برخلاف انہوں نے نوفل بن ابی عقرب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص نے یزید کو امیر المؤمنین کہا اس کو انہوں نے بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا اور اس روایت کو انہوں نے ثقہ قرار دیا ہے' ثانیاً انہوں نے اس روایت کو مؤخر ذکر کیا ہے اور مؤخر کلام مقدم کے لیے ناسخ ہوتا ہے' ثالثاً یہ کہ ہم یزید کو کافر نہیں کہتے اور اس پر شخصی لعنت نہیں کرتے' اس لیے یہ روایت ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جب یزید کافر نہیں ہے تو خواہ اس کو بدترین عذاب ہو' لیکن بعد میں اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب!

یزید بن معاویہ کے متعلق علامہ زبیدی کا مفصل تبصرہ

احیاء العلوم کے شارح سید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی متوفی ١٢٠٥ھ' احیاء العلوم کی مذکور الصدر عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر مکی کا بھی یہی فتویٰ ہے اور یہی چیز قواعد مذہب کے مطابق ہے' اس لیے یزید پر لعنت جائز نہیں ہے' اگرچہ وہ خبیث فاسق تھا' ابن صلاح کے کلام سے بھی یہی چیز ثابت ہوتی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ وہ اہلِ قبلہ میں سے تھا اور کافر نہیں تھا' کیونکہ جو اسباب کفر کے موجب ہوتے ہیں وہ اس سے ثابت نہیں ہوئے اور اصل اسلام ہے' حتیٰ کہ کسی یقینی دلیل سے اس کا اسلام سے خروج ثابت ہو' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل قبلہ کو لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور گناہوں اور بدکاریوں سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اور یہی اہلِ سنت کا مذہب ہے' حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یزید کا ذکر کیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ یزید اس کا اہل نہیں تھا کہ اس سے روایت کی جائے اور نہ اس کی کوئی معتمد روایت ہے اور میں نے اس کا ذکر صرف اس لیے کیا ہے کہ اس میں اور یزید بن معاویہ نخعی کوفی عابد میں تمیز ہو جائے' اور بعض علماء نے اس کے فسق کے علاوہ اس کا کفر بھی ثابت کیا ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت کو بہت ایذاء پہنچائی' اور واقعہ حرہ میں مدینہ کو مباح کر دیا' اور یہ بھی حکایت ہے کہ جب اس نے حضرت حسین سے بیعت طلب کی اور انہوں نے انکار کر دیا تو اس نے ان کے قتل کا حکم جاری کرنے کا ارادہ کیا اور قرآن شریف سے فال نکالی تو پہلی سطر میں یہ نکلا: "وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ" (ابراہیم: ١٥) "اور ہر عناد رکھنے والا متکبر ناکام ہو گیا" تو اس نے قرآن مجید پھاڑ دیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب عبید اللہ نے اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھیجا اور ساتھ ہی علی بن حسین اور ان کی دو بہنیں سکینہ اور فاطمہ بھی تھیں تو اس نے ان کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی لگائی اور یہ شعر پڑھا:

نفلق ھاما من رجال اعزۃ علینا وکانوا ھم الحق واظلما

"ہم ان لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ رہے ہیں جو (کبھی) ہم پر غالب تھے' دراصل یہی لوگ قاتل اور ظالم ہیں"۔

اور یزید سے یہ شعر بھی منقول ہے:

لیت اشیاخی ببدر شھدوا جزع الخزرج من وقع الاسل

"کاش! بدر میں مرنے والے میرے باپ دادا نیزوں سے حملہ کی وجہ سے خزرج کی چیخ و پکار کا منظر دیکھتے"۔

اس شعر میں اس نے یہ تمنا کی ہے کہ وہ کفار قریش جو بدر میں قتل ہو گئے تھے وہ اہلِ مدینہ کی اہانت اور ان کے قتلِ عام کو دیکھتے' یہ کفر کی مدد ہے اور کفر کی مدد بجائے خود کفر ہے' اس قسم کی بہت سی رسوا کن چیزیں یزید کی طرف منسوب ہیں۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں اس قسم کی خبریں بہت زیادہ ہیں' بعض عراقیین نے اس قسم کی روایات کی بناء پر یزید کی تکفیر کی ہے' علامہ سعد الدین تفتازانی کا بھی

Marfat.com

یہی نظریہ ہے کیونکہ انہوں نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ البتہ ہم یزید کے بارے میں کوئی توقف نہیں کرتے۔ یزید پر اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو! (آمین) علامہ تفتازانی' ائمہ شافعیہ میں سے ایک بڑے امام ہیں اور ان کے مذہب کا تقاضا لعنت نہ کرنا ہے' لیکن انہوں نے عجمی شہروں میں پرورش پائی تھی اور ان کے کانوں میں وہ روایات اور حکایات بھری ہوئی تھیں جو جھوٹ سے خالی نہیں ہیں' اسی وجہ سے صاحب بدء الامالی نے کہا ہے:

ولم یلعن یزید بعد موت سوی المکثار فی الاعزاء غالی

''یزید کی موت کے بعد اس پر صرف ان لوگوں نے لعنت کی ہے جو نفرت وعداوت کو بہت زیادہ اُبھارنے والے انتہاء پسند ہیں''۔

یزید کے بارے میں ایک وہ لوگ ہیں جو اس کو مؤمن قرار دیتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہاں ایک تیسرا قول بھی ہے اور وہ ہے توقف' یعنی یزید کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ دلوں کے حال اور پوشیدہ باتوں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا' پس اس کی تکفیر اور لعنت کی بحث میں بالکل نہیں پڑنا چاہیے اور اسی طریقہ میں زیادہ سلامتی ہے۔

یزید کے اسلام پر یقین کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ وہ فاسق' شریر اور ظالم تھا' اس مسئلہ میں توقف' علماء عاملین کی ایک جماعت کا قول ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا اس پر لعنت کرنے سے بہتر ہے اور یہ لایعنی چیز کے ساتھ اشتغال ہے' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''من حسن اسلام امرء ترک ما لا یعنیہ''، ''کسی شخص کے حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے''۔ اور حافظ شرف الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی نے بدء الامالی کی شرح میں ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل بیت رسول کے دشمنوں سے بری ہیں اور جو کسی مسلمان سے اس کے اسلام کی وجہ سے عداوت رکھتے ہوں' ان سے بری ہیں کیونکہ اس کی بھی نبی ﷺ کی طرف نسبت ہے' خواہ ادنیٰ نسبت ہو اور اس کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عموم ہے اور جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتا ہے خواہ وہ کسی نسبت سے ایذاء پہنچاتا ہو' ہم ان سب سے بَری ہیں۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۲۸۹۔۲۸۸' داراحیاء العربی' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۳۷۔۶۰۲' میں یزید کے متعلق بہت تفصیل سے لکھا ہے اور اس کے بارے میں فقہاء اسلام کی آراء بیان کی ہیں اور آخر میں اپنا مؤقف لکھا ہے' جو قارئین اس موضوع کی تفصیل جاننا چاہیں' وہ شرح صحیح مسلم کا مطالعہ کریں' یہاں پر ہم نے صرف وہ اقتباس نقل کیا ہے جو امام غزالی اور علامہ ابن حجر کی عبارت کو سمجھنے اور یزید کے حامیوں کے ردّ کے لیے کافی ہے۔

امام بخاری کی تعلیق میں تیسرے فتنہ کا ذکر اور فتنہ ازراقیہ کا بیان

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے لکھا ہے کہ تیسرا فتنہ ازراقیہ ہے' کہا گیا ہے کہ اس پر اعتراض ہے لیکن انہوں نے اعتراض کی وجہ نہیں بیان کی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے: اس سے مراد وہ فتنہ ہو جب ابوحمزہ خارجی نے مدینہ میں خروج کیا تھا' محمد بن عبد الحکم نے اسی پر وثوق کیا ہے' یہ فتنہ ۱۳۰ھ میں مروان بن الحکم کی خلافت میں ہوا تھا' یہ فتنہ حضر موت سے آیا تھا جب عبد اللہ بن یحییٰ بن زید نے سات سو گھڑ سواروں کے ساتھ مروان کے خلاف حملہ کیا تھا اور اس وقت حج کا موسم تھا اور اس وقت مکہ اور مدینہ اور طائف پر عبد الواحد بن سلیمان بن عبد الملک بن مروان حکمران تھا اور اس وقت اتفاق یہ تھا کہ لوگ حج کا آخری رکن ادا کر رہے تھے اور سب

لوگ میدانِ عرفات میں تھے' پھر مدینہ چلے گئے اور مکہ ابوحمزہ کے لیے خالی رہ گیا اور وہ مکہ میں بغیر کسی مزاحمت کے داخل ہو گیا' جب مروان کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے ان کے خلاف چار ہزار کا لشکر بھیجا اور ان کے امیر عبدالملک بن محمد بن عطیہ سعدی تھے' جب ان کا مقابلہ ہوا تو ابوحمزہ اور اس کے لشکر کو قتل کر دیا گیا' اور یہ فتنہ ازراقیہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۶۰۔۱۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٢٥- حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَّعُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلٌّ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنَ الْحَدِيْثِ قَالَتْ فَاَقْبَلْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ اُمُّ مِسْطَحٍ فِيْ مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ بِئْسَ مَا قُلْتِ تَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَذَكَرَ حَدِيْثَ الْاِفْكِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عمر النمیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے عروۃ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی' ان میں سے ہر ایک نے مجھے حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کیا' انہوں نے فرمایا: میں اور اُم مسطح آ رہی تھیں تو حضرت اُم مسطح اپنی چادر میں اُلجھ کر گر گئیں' پس انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے! پس میں نے کہا: آپ نے بُری بات کہی ہے' آپ ایسے شخص کو بددعا دے رہی ہیں جو بدر میں حاضر تھا' پھر ان راویوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کی حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور عبداللہ نمیری کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی تعیین ہے اور ان کو بُرا کہنے پر انکار ہے' کیونکہ وہ بدر میں حاضر تھے' یہ حدیث اپنے طول کے ساتھ باب تعدیل النساء' صحیح البخاری: ۲۶۶۱ میں گزر چکی ہے اور عنقریب غزوۂ بنوالمصطلق کے باب میں آئے گی۔

(صحیح البخاری: ۴۱۴۱)

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن عمر بن عاصم النمیری الرعینی کا ذکر ہے' جو افریقیہ میں قاضی تھے' امام بخاری ان کی روایت میں منفرد ہیں اور ان کی روایت صحیح ہوتی ہے' وہ ایک سو نوے (۱۹۰) ہجری میں فوت ہو گئے تھے اور ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) ہجری میں پیدا ہوئے تھے' علامہ الدمیاطی نے اس کو ابوعلی کی روایت سے المعرب میں نقل کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۰۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ پر تہمت لگانے کی حدیث کی شرح کتاب التفسیر میں آئے گی' اس حدیث کی روایت سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے بدری صحابی ہونے کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصریح کی ہے۔ حضرت مسطح کا نام ہے: مسطح بن اُثاثہ بن

Marfat.com

عباد بن المطلب ۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۰ ' دار المعرفۃ ' بیروت ' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت مسطح بن اُثاثہ کی والدہ کا نام سلمٰی بن صخر بن عامر بن کعب ہے' اور یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کی بیٹی ہیں' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسطح ان کا لقب تھا اور ان کا نام عوف بن اُثاثہ ہے' یہ چونتیس (۳۴) ہجری میں فوت ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر چھپن سال تھی' ایک قول ہے کہ حضرت مسطح جنگ صفین میں بھی حاضر تھے اور یہ ۳۷ ھ میں فوت ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۶۰ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۱ ھ)

٤٠٢٦- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَیْحِ بْنِ سُلَیْمَانَ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ هٰذِهٖ مَغَازِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُلْقِیْهِمْ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَاوَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا قَالَ مُوْسٰی قَالَ نَافِعٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ تُنَادِیْ نَاسًا اَمْوَاتًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا قُلْتُ مِنْهُمْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب' انہوں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی ہیں' پس انہوں نے حدیث ذکر کی' پس جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مردہ کافروں کو) بدر کے کنویں میں ڈال رہے تھے تو آپ فرما رہے تھے: تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو برحق پالیا؟ موسیٰ نے بیان کیا کہ نافع نے کہا کہ حضرت عبداللہ نے کہا: اور آپ کے اصحاب میں سے چند لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ مُردوں کو پکار رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے جو بات کہی ہے تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے بعد امام بخاری نے حسب ذیل تعلیق لکھی ہے:

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ فَجَمِیْعُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنْ قُرَیْشٍ مِمَّنْ ضُرِبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ اَحَدٌ وَّثَمَانُوْنَ رَجُلًا وَّکَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ یَقُوْلُ قَالَ الزُّبَیْرُ قُسِمَتْ سُهْمَانُهُمْ فَکَانُوْا مِائَةً وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ ۔

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: پس تمام وہ قریش جو بدر میں حاضر ہوئے تھے جن کو مال غنیمت سے حصہ دیا گیا' ان کی تعداد اکیاسی مرد تھی اور عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: جن کو (مال غنیمت سے) حصے دیئے گئے' ان کی تعداد سو تھی' اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

جن مہاجرین کو غزوۂ بدر کے مال غنیمت سے حصہ ملا' ان کی تعداد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آیا یہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا کلام ہے یا نہیں' کیونکہ عرصہ دراز گزر جانے کی وجہ سے یا راوی کی وجہ سے اس میں بعض مشکوک باتیں داخل ہو گئی ہیں' دراصل قریش کی تعداد صرف چوراسی تھی اور ان کے ساتھ تین گھوڑے تھے تو ان کو دگنا حصہ دیا گیا اور اہل بدر میں سے جن صحابہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا تھا' ان کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا اور آپ نے ان کو بھی ثواب کے حصول کی بشارت دی اور وہ بھی اہل بدر میں شامل تھے' اور حضرت زبیر کے قول کی یہ توجیہ ہو سکتی

Marfat.com

ہے کہ جو بدر سے غائب تھے ان کو بھی اصحاب بدر میں شامل کیا گیا اور ان کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا گیا' جیسے حضرت عثمان رضی اللہ
اگر ان سب کو چور اسی میں ملا لیا جائے تو پھر حضرت زبیر کا بیان کردہ عدد ایک سو پورا ہو جاتا ہے۔

مہاجرین کی تعداد کے بیان میں حضرت البراء اور حضرت الزبیر کی روایات میں تعارض کا جواب

اور اس کی تعداد میں دیگر روایات اور حافظ ابن حجر کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے شروع میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کی روایت سے بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کی جو تعداد لکھی تھی' اس میں مذکور تھا کہ مہاجرین ساٹھ سے زیادہ تھے' اور یہاں ان کی تعداد سو لکھی ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت البراء نے جو تعداد بتائی ہے وہ اُن مہاجرین کی ہے جو حسًا بدر میں شریک تھے' جب کہ اس باب میں جو تعداد ہے وہ ان کی ہے جو حسًا اور حکمًا ملا کر ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس باب میں امام بخاری نے جو تعداد ذکر کی ہے' اس میں مہاجرین کے ساتھ ان کے حلفاء اور موالی کو بھی شامل کر لیا ہو' پھر یہ تعداد تر اسی ہو گئی' اور امام ابن ہشام نے اس تعداد پر مزید تین کا اضافہ کیا اور علامہ واقدی نے پچاسی مردوں کا ذکر کیا ہے اور امام احمد' امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ بدر میں مہاجرین کی تعداد ستر (۷۷) تھی' شاید حضرت ابن عباس نے ان مہاجرین کا ذکر کیا ہے جو حسًا بدر میں شریک تھے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے سو (۱۰۰) کی تعداد پر علامہ داؤدی کی عبارت نقل کی ہے جس کو ہم علامہ ابن الملقن کی شرح سے نقل کر چکے ہیں' پھر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے جو آخری تطبیق دی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن ظاہر یہ ہے کہ سو (۱۰۰) مہاجرین کا اطلاق خمس کے اعتبار سے ہے' یعنی آپ نے مالِ غنیمت سے خمس کو الگ کر لیا' پھر مالِ غنیمت سے اسّی (۸۰) حصے حاضرینِ بدر اور ملحقینِ بدر پر تقسیم کیے گئے' پھر ان کے ساتھ خمس کو بھی ملا دیا تو یوں سو حصے ہو گئے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۰۲۷- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ ضُرِبَتْ یَوْمَ بَدْرٍ لِلْمُهَاجِرِیْنَ بِمِائَةِ سَهْمٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت زبیر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن مہاجرین کے لیے سو حصے مقرر کیے گئے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اس قصہ کے اوائل میں حضرت البراء کی حدیث میں مذکور ہے کہ غزوۂ بدر میں مہاجرین ساٹھ سے زیادہ تھے اور اس حدیث میں حضرت زبیر کی روایت ہے کہ ان کی تعداد ایک سو تھی' علامہ عینی نے اس کا وہی جواب لکھا ہے جو ہم اس سے پہلے حافظ ابن حجر سے نقل کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اہل بدر کی تعداد تین سو تیرہ تھی' ان میں مہاجرین ساٹھ سے زائد تھے اور انصار دو سو چھتیس تھے' مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب کے پاس تھا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۰۸۴- ج ۱۱ ص ۳۸۹-۳۸۸)

Marfat.com

١٣- بَابُ تَسْمِيَةِ مَنْ سُمِّيَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ فِي الْجَامِعِ الَّذِيْ وَضَعَهُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلٰى حُرُوْفِ الْمُعْجَمِ

صحیح بخاری میں جن اہلِ بدر کے نام مذکور ہیں ان کو امام بخاری نے حروفِ تہجی کی ترتیب سے ذکر کیا ہے

اَلنَّبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَاشِمِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِيُّ ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ خَلَّفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَتِهِ فَضَرَبَ لَهُ بِسَهْمِهِ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبِ الْهَاشِمِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ ۔

(١) حضرت سیدنا نبی محمد بن عبداللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم (٢) حضرت ابوبکر صدیق (٣) پھر حضرت عمر بن الخطاب العدوی (٤) پھر حضرت عثمان بن عفان' جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کی تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا تھا اور مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ مقرر کیا تھا (٥) پھر حضرت علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ عنہم۔

(امام بخاری نے یہ چار نام حروفِ تہجی کی ترتیب سے ہٹ کر تبرکاً پہلے ذکر کیے ہیں۔)

ثُمَّ اِيَاسُ بْنُ الْبُكَيْرِ ۔ بِلَالُ بْنُ رِبَاحٍ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ الْقُرَشِيِّ ۔ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِيُّ حَاطِبُ بْنُ اَبِيْ بَلْتَعَةَ حَلِيْفٌ لِقُرَيْشٍ ۔ اَبُوْ حُذَيْفَةَ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ الْقُرَشِيُّ حَارِثَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيُّ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ كَانَ فِي النَّظَّارَةِ خُبَيْبُ بْنُ عَدِيِّ الْاَنْصَارِيُّ خُنَيْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعِ الْاَنْصَارِيُّ ۔ رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ اَبُوْ لُبَابَةَ الْاَنْصَارِيُّ ۔ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِيُّ ۔ زَيْدُ بْنُ سَهْلٍ اَبُوْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيُّ ۔ اَبُوْ زَيْدِ الْاَنْصَارِيُّ ۔ سَعْدُ بْنُ مَالِكِ الزُّهْرِيُّ ۔ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ ۔ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ الْقُرَشِيُّ ۔ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ الْاَنْصَارِيُّ ۔ ظُهَيْرُ بْنُ رَافِعِ الْاَنْصَارِيُّ وَاَخُوْهُ ۔ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدِ الْهُذَلِيُّ ۔ عُتْبَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ الْهُذَلِيُّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفِ الزُّهْرِيُّ عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِيُّ ۔ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ الْاَنْصَارِيُّ ۔ عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِيْفُ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ ۔ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرِو الْاَنْصَارِيُّ عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ الْعَنَزِيُّ ۔ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتِ الْاَنْصَارِيُّ ۔ عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِيُّ ۔ عِتْبَانُ ابْنُ مَالِكِ الْاَنْصَارِيُّ ۔

(٦) پھر ایاس بن البکیر (٧) بلال بن رباح' جو حضرت ابوبکر صدیق قرشی کے آزاد کردہ غلام ہیں (٨) حضرت حمزہ بن عبدالمطلب الہاشمی (٩) حاطب بن ابی بلتعہ' قریش کے حلیف (١٠) ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ القرشی (١١) حارثہ بن الربیع الانصاری' یہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے' یہی حارثہ بن سراقہ ہیں جو جاسوسوں میں تھے (١٢) خبیب بن عدی الانصاری (١٣) خنیس بن حذافہ السہمی (١٤) رفاعہ بن رافع الانصاری (١٥) رفاعہ بن عبدالمنذر ابولبابہ الانصاری (١٦) الزبیر بن العوام القرشی (١٧) زید بن سہل (١٨) ابوطلحہ الانصاری (١٩) ابوزید الانصاری (٢٠) سعد بن مالک الزہری (٢١) سعد بن خولہ القرشی (٢٢) سعید بن زید بن عمرو بن نفیل القرشی (٢٣) سہل بن حنیف الانصاری (٢٤) ظہیر بن رافع الانصاری (٢٥) اور ان کے بھائی (٢٦) عبداللہ بن مسعود الہذلی (٢٧) عتبہ بن مسعود الہذلی (٢٨) عبدالرحمٰن بن عوف الزہری (٢٩) عبیدۃ بن الحارث القرشی (٣٠) عبادہ بن الصامت الانصاری (٣١) عمرو بن عوف' جو بنو عامر بن لؤی کے حلیف ہیں (٣٢) عقبہ بن عمرو الانصاری (٣٣) عامر بن ربیعہ العنزی (٣٤) عاصم بن ثابت الانصاری (٣٥) عویم بن ساعدہ الانصاری (٣٦) عتبان بن مالک الانصاری (٣٧) قدامہ بن مظعون (٣٨) قتادہ بن نعمان الانصاری (٣٩) معاذ بن عمرو بن الجموح (٤٠) معوذ بن عفراء

قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُونٍ' قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْاَنْصَارِيُّ . مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ . مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَاَخُوْهُ . مَالِكُ بْنُ رَبِيْعَةَ اَبُوْ اُسَيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ . مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيُّ' مَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ الْاَنْصَارِيُّ مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ . مِقْدَادُ بْنُ عَمْرِو الْكِنْدِيُّ حَلِيْفُ بَنِيْ زُهْرَةَ . هِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ .

(۴۱) اور ان کے بھائی (۴۲) مالک بن ربیعہ ابواسید الانصاری (۴۳) مرارہ بن الربیع الانصاری (۴۴) معن بن عدی الانصاری (۴۵) مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب بن عبد مناف (۴۶) مقداد بن عمرو الکندی' جو بنوزہرہ کے حلیف ہیں' (۴۷) ہلال بن امیہ الانصاری رضی اللہ عنہم۔

امام بخاری کے ذکر کردہ اسماءِ بدر پر علامہ ابن ملقن کے تعقبات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ وہ آخر تک اسماءِ بدریین ہیں' جن کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے' اور امام بخاری نے (خبیب بن عدی) کے شہید ہونے کا ذکر کیا ہے' وہ دراصل خبیب بن یسار ہیں اور ان کو خبیب بن اساف بھی کہا جاتا ہے' خبیب بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ اس کا دادا خبیب تھا جو غزوۂ بدر میں مارا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ملامت کی اور اس پر تھوک کر آگے چلے گئے' دیکھئے: عیون الاثر ج ۱ ص ۴۲۰ لابن سید الناس اور تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۹۹ للذہبی۔

امام بخاری نے (رفاعہ بن عبدالمنذر ابولبابہ) کا ذکر کیا ہے' وہ دراصل ابولبابہ بن عبدالمنذر ہیں' اور وہ یہ (ابولبابہ) نہیں ہیں جیسا کہ اس پر علامہ الدمیاطی نے تنبیہ کی ہے اور ابولبابہ کا نام بشیر ہے' جیسا کہ اس باب کی پہلی حدیث کی شرح میں بھی گزر چکا ہے۔

اور (ابوزید الانصاری) قیس بن السکن جیسا کہ اس سے پہلے باب کی حدیث:۱۹ کی شرح میں گزر چکا ہے' وہ ظہیر کے بھائی ہیں' ان کا نام مظہر بن رافع ہے' وہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے بلکہ اُحد میں حاضر ہوئے تھے اور ظہیر العقبۃ الثانیہ میں حاضر ہوئے تھے۔

اور انہوں نے عقبہ بن عمرو کا نام وثوق سے لیا ہے' حالانکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ ان میں اختلاف ہے اور وہ ستر (۷۰) اصحاب کے ساتھ العقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور وہ سب سے چھوٹے تھے اور وہ اس لیے بدری مشہور ہیں کیونکہ وہ بدر میں رہتے تھے' ان کی ماں اسلام لائی تھیں اور معاذ اور معوذ خلاد' عمرو بن الجموح کے بیٹے ہیں' یہ بھی بدر میں حاضر ہوئے تھے اور معاذ وہ ہیں جنہوں نے ابوجہل کی ٹانگ پر تلوار کا وار کر کے اس کو کاٹ دیا تھا اور عکرمہ کے بیٹے معاذ نے ابوجہل کے کندھے پر تلوار مار کر اس کا ہاتھ کاٹ دیا تھا اور وہ اس کی کھال کے ساتھ لٹک گیا تھا اور امام ابن اسحاق نے معوذ کا ذکر نہیں کیا اور یہ تمام بحث الدمیاطی نے ذکر کی ہے اور امام ابن اسحاق نے ان تین کے ساتھ چوتھے کا ذکر کیا ہے جس کا انہوں نے رفاعہ نام بتایا ہے' وہ بھی ان کے نزدیک بدر میں حاضر تھے' اور الواقدی نے اس کا انکار کیا ہے' اور معوذ کا فتح مکہ کے سوا الوقشی نے انکار کیا ہے اور وہ جو انہوں نے ابوجہل کے ہاتھ کٹنے اور کھال کے ساتھ اس کے لٹکنے کا ذکر کیا ہے' اس کا امام ابن اسحاق نے اس اضافہ کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ: جب میں نے اس دن اسی سے قتال کیا تو میں نے اس کے ہاتھ کو پیچھے سے مروڑا اور اس پر اپنا پیر رکھ کر اس کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۶۔۲۷۵)

قاضی عیاض نے لکھا ہے: اور ابن وہب نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ ابوجہل کا ہاتھ اُٹھا کر لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوک دیا۔ (الشفاء ج ۱ ص ۳۲۴) امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۶۔۲۷۵)

امام بخاری نے حضرت مرارہ اور حضرت ہلال کے متعلق جو ذکر کیا ہے اس پر حضرت خبیب کے قتل کے واقعہ میں گزر چکا ہے کہ یہ بدری نہیں ہیں اور مرارہ اور معن کے متعلق گزر چکا ہے کہ یہ بکری ہیں جو انصار کے حلیف تھے۔

اور امام بخاری نے حضرت مسطح بن اثاثہ بن عباد بن المطلب کے متعلق جو ذکر کیا ہے وہ اسی طرح صحیح ہے اور الجیانی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ابو زید کے نسخہ میں بن عبد المطلب ہے اور صحیح ابن المطلب ہے اور اسی طرح النسفی کے نسخہ میں ہے۔ اور وہ جو امام بخاری نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق ذکر کیا ہے وہ اس طرح ہے جس طرح حضرت عثمان بن عفان کے ذکر میں ہے کہ ان کا بھی غنیمت سے حصہ مقرر کیا گیا تھا' وہ رسول اللہ ﷺ کے بدر میں پہنچنے سے پہلے شام سے آئے تھے' پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی' آپ نے ان کا حصہ بھی مقرر کیا اور ان کے اجر کا بھی ذکر کیا اور حافظ ابو عمر نے ذکر کیا ہے کہ پھر وہب بن ابو سرح ہیں جو عمرو بن ابی سرح کے بھائی ہیں اور اس کی انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے حکایت کی ہے۔ (الاستیعاب ج۴ص۱۲۱) اور ان کا امام بخاری کی مغازی میں ذکر نہیں ہے' ہاں امام ابن ہشام نے امام ابن اسحاق کے غیر سے وہب بن سعد بن ابی سرح العامری کا ذکر کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج۲ص۲۳۲) ہم ان تین کو نہیں پہچانتے جو بدر میں حاضر ہوئے' باپ' دادا اور بیٹا' سو معن بن یزید بن الاخنس اسلمی کے' ایک قول کے مطابق اور اکثر اس پر متفق ہیں کہ وہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے۔ (الروض الانف ج۳ص۱۰۲) اور امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی عبادہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ (صحیح مسلم:۱۷۷۹) اور یہ صحیح نہیں ہے' ہر چند کہ الواقدی' المدائنی اور ابن الکلبی نے ان کا ذکر کیا ہے' اور ابن عقبہ اور ابن اسحاق نے ان کا ذکر نہیں کیا' اسی طرح جس نے حضرت جابر کا بھی حاضرین میں ذکر کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ (الاستیعاب ج۱ص۲۹۳) اسی طرح حضرت ابو قتادہ کے بدر میں حاضر ہونے میں بھی اختلاف ہے۔

اور کل صحابہ جو بدر میں حاضر ہوئے ان کی تعداد تین سو تریسٹھ (۳۶۳) ہے' جن میں سے ایک سو پچانوے (۱۹۵) خزرج میں سے ہیں' اور چوہتر (۷۴) اوس میں سے ہیں اور چورانوے (۹۴) مہاجرین ہیں اور یہ اہلِ بدر کے شمار کی سب سے بڑی تعداد ہے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں میں سے جو سب سے پہلے شہید ہوئے وہ حضرت مہجع ہیں جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کو ایک تیر آ کر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے' پھر حضرت حارثہ بن سراقہ ہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ج۲ص۲۶۷)

غزوۂ بدر میں شہید ہونے والے مشہور صحابہ اور کل صحابہ

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں میں سے سب سے پہلے حضرت عبیدۃ بن الحارث شہید ہوئے اور حضرت عمیر بن ابی وقاص شہید ہوئے' جن کی عمر سولہ یا سترہ سال تھی' اور حضرت عمر بن الحمام اور حضرت سعد بن خیثمہ اور ذوالشمالین اور ان کے علاوہ چھ مہاجرین سے اور آٹھ انصار سے' جن میں سے چھ خزرج میں سے تھے اور دو اوس میں سے تھے۔

غزوۂ بدر میں قتل اور قید ہونے والے مشہور کفارِ قریش اور کل کفارِ قریش

مشرکین میں سے ستر (۷۰) قتل ہوئے اور ستر قید کیے گئے اور ان کے مشہور مقتولین یہ تھے: عتبہ' شیبہ' ربیعہ اور ولید کے دو بیٹے' اور ابو جہل بن ہشام اور اس کے بھائی العاص ان کو حضرت عمر نے قتل کیا تھا۔ قیدیوں میں سے جو اسلام لائے وہ حضرت عباس اور عقیل اور نوفل بن الحارث بن عبد المطلب ہیں اور مذکور ہے کہ حضرت عباس بہت جسیم تھے' ان کو ابو الیسر سعد بن عمرو نے قید کیا تھا' حضرت عباس سے کہا گیا کہ اگر آپ ان کو پکڑ لیتے تو وہ آپ کی ہتھیلی میں آ جاتے' حضرت عباس نے کہا کہ جب میں مروان سے ملا تو میری آنکھ میں کچھ پڑ گیا تھا۔ (مسند البزار:۱۲۹۷) اور ان میں سے خالد بن الاعلم ہے جو سب سے پہلے بدر کے دن بھاگا' پس اس کو پکڑ کر قید کر دیا گیا اور جس قیدی نے سب سے پہلے فدیہ دیا وہ ابو وداعہ بن صبیرۃ السہمی ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج۲ص۳۶۵)

ابولہب کا قتل

ابولہب کو روند کر ایک لکڑی سے گڑھے میں گرایا گیا' پھر اس پر دور سے پتھر مارے گئے حتیٰ کہ پتھروں نے اس کو چھپا لیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۰۹-۱۰۴ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کا مختصر مختصر تعارف

یہ تعارف حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی دونوں نے لکھا ہے' لیکن حافظ ابن حجر کا لکھا ہوا تعارف بہت مجمل اور مختصر ہے' اس کے برعکس علامہ عینی کا لکھا ہوا تعارف بہت مفصل اور جامع ہے' لہٰذا ہم یہاں پر ان ہی کا لکھا ہوا تعارف پیش کر رہے ہیں:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) النبی سیدنا محمد بن عبداللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ امام بخاری نے آپ کا نام تیمناً اور تبرکاً ذکر کیا ہے ورنہ آپ کا اہلِ بدر سے ہونا قطعی ہے۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ ہے اور ان کے والد کا نام عثمان اور ان کی کنیت ابوقحافہ ہے۔

(۳) حضرت عمر بن الخطاب العدوی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۴) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کی تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا تھا' لیکن ان کا حصہ آپ نے مقرر کیا تھا اور ان کو اجر کی بشارت بھی دی تھی۔

(۵) حضرت علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ عنہ۔

ان چاروں خلفاء راشدین کا مفصل تعارف مناقب صحابہ میں ہو چکا ہے۔

(۶) پھر حضرت ایاس بن البکیر ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ ابن ابی البکیر بن عبد یالیل ہیں' بنی عدی کے خلیفہ ہیں' یہ بدر' اُحد اور خندق میں حاضر ہوئے بلکہ تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے' ایک اور صحابی حضرت ایاس بن ورقہ انصاری تھے' وہ بھی بدر میں حاضر ہوئے تھے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

(۷) حضرت بلال بن رباح' جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' کتاب الوکالۃ میں ان کا مفصل ذکر ہو چکا ہے' انہوں نے بدر کے دن اُمیہ بن خلف کو دیکھ کر کہا تھا: اے بلال! اگر آج اُمیہ نجات پا گیا تو تمہاری نجات نہیں ہوگی۔

(۸) حضرت حمزہ بن عبدالمطلب الہاشمی رضی اللہ عنہ' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ہیں' انہوں نے بدر کے دن شیبہ بن ربیعہ کو قتل کیا تھا اور دوسرے کافروں کو بھی قتل کیا تھا۔

(۹) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ' یہ قریش کے حلیف تھے' ان کا نام عمرۃ اللخمی ہے' یہ وہی ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بدر میں حاضر تھے۔

(۱۰) حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ القرشی' حضرت ابوحذیفہ کا نام ہاشم ہے' یہ فضلاء صحابہ میں سے ہیں' بدر کے علاوہ اُحد' خندق' حدیبیہ میں بھی حاضر رہے' بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر رہے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(۱۱) حضرت حارثہ بن الربیع الانصاری' یہ غزوۂ بدر میں شہید کیے گئے' یہ حارثہ بن سراقہ ہیں جو جاسوسوں میں سے تھے' الربیع ان کی ماں کا نام ہے اور ان کے باپ کا نام سراقہ ہے' یہ الحارث بن عدی بن مالک کے بیٹے ہیں' ان کا تعلق بنو النجار سے ہے' ان کی ماں اُم حارثہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں' یہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے' ان کو حبان بن العرقہ نے قتل کیا تھا' یہ غزوۂ بدر میں

انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید تھے۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ یہ نظارۃ میں سے تھے نظارۃ کا معنی ہے: کسی چیز کو دیکھنے والے حضرت حارثہ بدر میں پانی کی تلاش میں نکلے تھے امام نسائی کی روایت ہے کہ یہ قتال کے لیے نہیں نکلے تھے۔

(۱۲) خبیب بن عدی الانصاری' یہ اوسی ہیں' حضرت خبیب نے الحارث بن عامر کو غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا۔

(۱۳) حضرت خنیس بن حذافۃ السہمی' یہ قیس بن عدی بن سعد القرشی کے بیٹے ہیں' حضرت عمر کی صاحبزادی پہلے ان کے نکاح میں تھیں' یہ بدر میں حاضر تھے اور مدینہ میں فوت ہوئے' بعد میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تھا۔

(۱۴) حضرت رفاعہ بن رافع الانصاری' ان کا ذکر ''باب فضل من شهد بدرًا'' میں ہو چکا ہے۔

(۱۵) حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر' ابولبابہ الانصاری' علامہ الدمیاطی نے کہا ہے: یہ ابولبابہ کے بھائی ہیں اور ابولبابہ نہیں ہیں اور ابولبابہ کا نام بشیر بن عبدالمنذر ہے۔

(۱۶) حضرت الزبیر بن العوام القرشی' چند احادیث پہلے ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۱۷) حضرت زید بن سہل ابوطلحہ الانصاری' امام بخاری نے کہا: وہ بدری تھے' اور وہ حضرت انس بن مالک کی ماں کے شوہر تھے' یہ اپنی کنیت سے مشہور تھے' یہ اکیاون (۵۱) ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

(۱۸) حضرت ابوزید الانصاری' ان کا نام قیس بن السکن الانصاری النجاری ہے' یہ بدری صحابی تھے۔

(۱۹) حضرت سعد بن مالک الزہری' یہی ابن ابی وقاص ہیں' ان کے بدری ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۲۰) حضرت سعد بن خولہ القرشی' اصحاب بدر کی فضیلت کے باب میں ان کا ذکر ہو چکا ہے' یہ بھی بدری صحابی تھے۔

(۲۱) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل القرشی' ان کا ذکر بھی فضیلت کے باب میں ہو چکا ہے' یہ بدری تھے۔

(۲۲) حضرت سہل بن حنیف الانصاری' ان کا ذکر اس باب میں ہو چکا ہے کہ حضرت علی نے ان کے جنازہ پر پانچ تکبیرات پڑھی تھیں' یہ بدری تھے۔

(۲۳) حضرت ظہیر بن رافع انصاری اور ان کے بھائی' حضرت رافع بن خدیج کی حدیث میں ان کا ذکر ہو چکا ہے' یہ ان کے چچا تھے امام بخاری نے حضرت ظہیر بن رافع کے بھائی کا نام نہیں لکھا۔

(۲۴) ان کا نام مظہر ہے اور وہ بدری ہیں۔

(۲۵) حضرت عبداللہ بن مسعود الہذلی' جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: کون ابوجہل کا حال دیکھ کر آئے گا؟ تو حضرت ابن مسعود گئے' یہ حدیث مغازی کے شروع میں گزر چکی ہے۔

(۲۶) حضرت عتبہ بن مسعود الہذلی' یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں' مغازی کے کسی مصنف نے ان کو بدری نہیں لکھا' صحیح یہ ہے کہ یہ اُحد اور بعد کے مشاہد میں حاضر تھے' مدینہ میں اپنے بھائی کی وفات سے پہلے فوت ہوئے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔

(۲۷) حضرت عبدالرحمن بن عوف الزہری' ابوجہل کے قتل کی حدیث میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۲۸) حضرت عبیدہ بن الحارث القرشی' یہ الحارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف کے بیٹے ہیں' ان کی عمر رسول اللہ ﷺ سے دس سال زیادہ تھی' رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کی بہت قدر و منزلت تھی۔

(۲۹) حضرت عبادہ بن الصامت الانصاری ''باب شهود الملائكة بدرًا'' میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

Marfat.com

(۳۰) حضرت عمرو بن عوف' بنو عامر بن لؤی کے حلیف' حافظ ابو عمر نے کہا: یہ بدر میں حاضر تھے اور مدینہ میں رہتے تھے' ان کی اولاد نہیں تھی۔

(۳۱) حضرت عقبہ بن عمرو الانصاری' یہ وہی ہیں جن کو ابو مسعود بدری کہا جاتا ہے' امام بخاری نے ان کا تین حدیثوں میں ذکر کیا ہے۔

(۳۲) حضرت عامر بن ربیعہ العنزی' حضرت عمر بن الخطاب کے حلیف تھے' یہ بدری تھے' تینتیس (۳۳) ھ میں فوت ہوئے تھے۔

(۳۳) حضرت عاصم بن ثابت الانصاری' کتاب الجہاد میں گزر چکا ہے کہ انہوں نے بدر کے دن بہت بڑے کافر کو قتل کیا تھا۔

(۳۴) حضرت عویم بن ساعدۃ الانصاری' حدیث السقیفہ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۳۵) حضرت عتبان بن مالک الانصاری' ''باب شهود الملائكة بدرًا'' کے بعد ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۳۶) حضرت قدامہ بن مظعون' ان کا ذکر اس سے پہلے باب میں آ چکا ہے۔

(۳۷) حضرت قتادہ بن النعمان الانصاری' اس باب کے اوائل میں حضرت ابو سعید کی روایت میں ان کا ذکر ہے۔

(۳۸) حضرت معاذ بن عمرو الجموح' اس باب میں ان کا ذکر آ چکا ہے' جس میں یہ بیان ہے کہ مقتول سے چھینے ہوئے سامان سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔

(۳۹) حضرت معوذ بن عفراء اور ان کا بھائی' ان کا نام ہے: معوذ بن الحارث بن رفاعۃ' عفراء ان کی ماں کا نام ہے' یہ وہی ہیں جنہوں نے ابو جہل کو قتل کیا تھا' بدر کے بعد یہ کفار سے لڑتے رہے' حتیٰ کہ یوم بدر کو شہید ہو گئے' ان کو ابو مسافع نے قتل کیا تھا' ان کے بھائی کا نام ہے: عوف بن الحارث' ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

(۴۰) حضرت مالک بن ربیعہ ابو اسید الانصاری' یہ بدر اور دوسرے غزوات میں حاضر ہوئے اور مدینہ میں ساٹھ (۶۰) ہجری میں فوت ہوئے۔

(۴۱) حضرت مرارہ بن ربیع الانصاری' یہ ان تین میں سے ایک ہیں جو غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے' امام بخاری نے اصحاب بدر کی فضیلت میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ لوگوں نے مرارہ اور ھلال کا ذکر کیا' یہ دونوں نیک مرد تھے جو بدر میں حاضر تھے۔

(۴۲) حضرت معن بن عدی الانصاری' عویم بن ساعدۃ کے ساتھ ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۴۳) حضرت مسطح بن اُثاثہ بن عباد بن عبد المطلب بن عبد مناف' ان کا ذکر قریب ہی ہو چکا ہے۔

(۴۴) حضرت مقداد بن عمرو الکندی' جو بنو زُہرہ کے حلیف ہیں' قریب ہی ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۴۵) حضرت ھلال بن امیہ الانصاری' امام بخاری نے حضرت کعب اور حضرت مرارہ کے ساتھ ان کا ذکر کیا۔

امام بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ چوالیس اصحاب بدر کے اسماء ذکر کیے ہیں' رضی اللہ عنہم' لیکن یہ تمام اصحاب بدر کے اسماء نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۶۸۔۱۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٤- بَابُ حَدِيْثِ بَنِي النَّضِيْرِ وَمَخْرَجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فِيْ دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ وَمَا اَرَادُوْا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بنو النضیر کی حدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دو مردوں کی دیت کے معاملہ میں ان کی طرف نکلنا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد شکنی کا جو ارادہ کیا تھا

قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَلٰى

الزہری نے کہا از عروہ بن الزبیر' یہ غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد

رَأْسِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ أُحُدٍ.

اُحد سے پہلے ہوا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى ﴿هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا﴾ (الحشر:٢)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: وہی ہے جس نے (ان) کفار اہلِ کتاب کو ان کے گھروں سے نکالا' پہلی بار جلاوطن کرنے کے وقت' ان کے نکل جانے کا تمہیں گمان نہ تھا۔ (الحشر:٢)

وَجَعَلَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ بَعْدَ بِئْرِ مَعُونَةَ وَأُحُدٍ.

اور امام ابن اسحاق نے اس غزوہ کو بئر معونہ اور اُحد کے بعد قرار دیا ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق کے نزدیک غزوۂ بنوالنضیر' غزوۂ اُحد کے پانچ ماہ بعد ہوا تھا' اور یہ صحیح البخاری میں مذکور عروہ کی روایت کے خلاف ہے' موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ بنونضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے قریش سے سازش کی تھی اور ان کو اس پر برانگیختہ کیا تھا اور ان کو مسلمانوں کی خفیہ باتوں سے مطلع کیا تھا۔

امام ابن سعد نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف ہفتہ کے دن اپنی ہجرت کے سینتیس (۳۷) ماہ بعد ربیع الاول میں نکلے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۵۷)

امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں قتادہ سے روایت کی ہے کہ یہ غزوہ' غزوۂ اُحد سے واپس آنے کے وقت پیش آیا اور عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ کعب بن الاشرف کو قتل کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے اور جس صبح آپ نے اس کو قتل کیا' اس وقت ان کو جلاوطن کر دیا' انہوں نے کہا: آپ ہمیں اجازت دیں ہم اپنے سردار پر رولیں' انہوں نے کہا: یہ تو غم بالائے غم ہے' آپ نے فرمایا: ہاں!

(الدر المنثور ج ٦ ص ۲۸۱-۲۷۹ طبع قدیم)

امام ابن اسحاق نے اس ذکر میں ابومعشر' ابن سعد' مقاتل' الفراء اور زجاج کی متابعت کی ہے اور اسماعیل بن زیاد نے اس کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۱۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

بنوالنضیر کو جلاوطن کرنے کا سبب

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بیر معونہ کے بعد چار ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کی طرف روانہ ہوئے' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے غلطی سے بنوعامر کے دو آدمی قتل کر دیئے تھے' جن کی دیت (خون بہا) اب تک واجب الادا تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر سے جو معاہدہ کیا ہوا تھا' اس کے مطابق اس کا ایک حصہ بنونضیر پر واجب تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مطالبہ کے لیے بنونضیر کے پاس گئے تھے' بنونضیر نے کہا: ہاں! ہم اپنا حصہ ادا کریں گے اور خفیہ طور پر یہ سازش کی کہ ایک شخص چپکے سے چھت پر چڑھ گیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بھاری پتھر گرا کر معاذ اللہ آپ کو ہلاک کر دے' آپ اس وقت اس چھت کی دیوار کے سائے میں کھڑے تھے' عمرو بن جحاش یہودی اس ارادہ سے چھت پر چڑھا' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہ کی ایک جماعت تھی' جن میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے' اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر آپ کو بنونضیر کی اس سازش سے مطلع فرما دیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ چلے گئے' ادھر جب آپ کو دیر ہوگئی تو آپ کے اصحاب آپ کو ڈھونڈنے نکلے' پھر آپ کے اصحاب آپ سے آملے اور آپ نے ان کو اس واقعہ کی خبر دی۔

Marfat.com

علامہ واقدی نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بنونضیر کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ آپ کے قُرب اور شہر مدینہ سے نکل جائیں' منافقین نے ان کو وہیں ٹھہرنے پر اُبھارا اور کہا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے' یہ چیز ان کے دل میں گھر کر گئی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ وہ وہاں سے نہیں نکلیں گے' اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا' پھر نبی ﷺ نے ان کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پندرہ روز تک ان کا محاصرہ کیا' ابن ہشام نے کہا: یہ ماہ ربیع الاوّل کا واقعہ ہے' امام ابن اسحاق نے کہا: آپ ان کی طرف روانہ ہوئے اور چھ روز تک ان کا محاصرہ کیے رکھا' ان ہی ایام میں حرمت خمر نازل ہوئی' بنونضیر قلعہ بند ہو گئے' آپ نے حکم دیا کہ ان کی کھجوروں کے باغات کاٹ کر جلا دیئے جائیں' پھر انہوں نے پکار کر کہا: اے محمد (ﷺ)! آپ فساد کرنے سے منع کرتے تھے اور فساد کرنے والوں کی مذمت کرتے تھے' اور اب آپ خود فساد کر رہے ہیں' سو ان درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا کیا جواز ہے؟ منافقین کی ایک جماعت نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ تم اپنے مؤقف پر ڈٹے رہو اور یہاں سے نہ نکلو' اگر جنگ کی نوبت آئی تو ہم تمہارے ساتھ مل کر جنگ کریں گے اور اگر تم کو نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے' بنونضیر ان کی مدد کے انتظار میں کچھ دن اور ٹھہرے لیکن ان کی مدد نہیں آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا' پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ان کو قتل نہ کریں اور ان کو جلاوطن کر دیں' بہ شرطیکہ وہ اپنے ہتھیاروں کے علاوہ اپنے باقی مال اور اسباب کو اونٹوں پر لاد کر لے جائیں' امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ تین دن کے اندر اسی بستی کو خالی کر دیں۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنا تمام مال اور اسباب اونٹوں پر لاد لیا' حتیٰ کہ اپنے گھروں کے دروازے بھی اپنے ساتھ اونٹوں پر لاد کر لے گئے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اپنے باغات اور کھیت چھوڑ دیئے' رسول اللہ ﷺ نے ان باغات اور کھیتوں کو مہاجرین اوّلین میں تقسیم کر دیا اور انصار نے ان اموال میں سے کچھ نہیں لیا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے متعلق سورۃ الحشر کی آیات نازل فرمائیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۱۹۔۲۱۸ ملخصاً وموضحاً' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہجرت کے بعد کفار کی تین قسمیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ حدیث بنی النضیر کی شرح میں لکھتے ہیں:

بنونضیر یہود کا ایک بہت بڑا قبیلہ ہے' ہجرت کے بعد کفار کی تین قسمیں تھیں: (۱) ایک قسم وہ تھی جن سے آپ نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ نہ آپ سے جنگ کریں گے اور نہ آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کریں گے اور یہ یہودیوں کے تین قبیلے تھے: قریظہ' النضیر اور قینقاع (۲) دوسری قسم وہ تھی جنہوں نے آپ کے ساتھ جنگ کی اور آپ سے عداوت کا مظاہرہ کیا' یہ قریش تھے (۳) تیسری قسم وہ تھی جنہوں نے آپ کو چھوڑ دیا اور اس کے منتظر رہے کہ آپ کی دعوت کا کیا انجام نکلتا ہے' جیسے عرب کے قبائل تھے' ان میں سے بعض وہ تھے جو دلی طور پر آپ کا غلبہ چاہتے تھے جیسے خزاعہ' اور بعض اس کے برعکس تھے جیسے بنوبکر اور بعض وہ تھے جو بہ ظاہر آپ کے ساتھ تھے اور درپردہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ تھے اور وہ منافق تھے' پس جنہوں نے سب سے پہلے عہد شکنی کی وہ بنوقینقاع تھے' آپ نے غزوۂ بدر کے بعد شوال میں ان سے جنگ کی' وہ آپ کے حکم پر قلعہ سے اُتر آئے' آپ نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ فرمایا تو عبداللہ بن اُبی نے ان کی سفارش کر کے ان کے لیے معافی طلب کی تو آپ نے ان کو معاف فرما دیا کیونکہ بنوقینقاع عبداللہ بن ابی کے حلیف تھے اور آپ نے ان کو مدینہ سے باہر کی زمینوں کی طرف نکال دیا' پھر بنوالنضیر نے عہد شکنی کی' جیسا کہ عنقریب آئے گا اور ان کا سردار حیی بن اخطب تھا' پھر قریظہ نے عہد شکنی کی' اس کی شرح غزوۂ خندق کے بعد ان شاء اللہ آئے گی۔

Marfat.com

ان دو آدمیوں کا بیان جن کی دیت میں مدد طلب کرنے آپ بنونضیر کے پاس گئے تھے

اور بنونضیر کی آپ کے خلاف سازش

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں یہ روایت کی ہے کہ آپ نے غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد بنوالنضیر کو مدینہ سے نکال دیا' ان کے گھر اور کھجوروں کے باغات مدینہ کی ایک جانب تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ ان کو جلاوطن کر دیا کہ وہ اپنے اونٹوں پر اپنا سامان اور اپنے اموال لاد کر لے جائیں اور ہتھیار چھوڑ جائیں' سو ان کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

امام ابن اسحاق نے اس غزوہ کو بیر معونہ اور غزوۂ اُحد کے بعد قرار دیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ عامر بن الطفیل نے حضرت عمرو بن امیہ کو غلامی سے آزاد کر دیا تھا' جب انہوں نے اصحاب بیر معونہ کو قتل کیا تھا' سو عمرو مدینہ کی طرف نکلے تو بنوعامر کے ان دو مردوں سے ان کی ملاقات ہوئی جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ تھا' اس بات کا حضرت عمرو کو علم نہیں تھا' حضرت عمرو نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ بنوعامر کے قبیلہ سے ہیں تو حضرت عمرو نے ان کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ دونوں سو گئے' پس حضرت عمرو نے ان کو قتل کر دیا اور ان کا گمان تھا کہ انہوں نے اپنے بعض اصحاب کا بدلہ لے لیا' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے ایسے دو افراد قتل کیے ہیں کہ مجھے ان کی دیت دینی ہوگی' غزوۂ بیر معونہ کی حدیث غزوۂ اُحد کے بعد آئے گی اور اس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمرو بن امیہ مسلمانوں کے ساتھ تھے' ان کو مشرکین نے قید کر لیا تھا۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوالنضیر کی طرف گئے' تاکہ ان سے ان دو مردوں کی دیت کے سلسلہ میں مدد طلب کریں' بنوالنضیر اور بنوعامر کے درمیان معاہدہ تھا' جب آپ بنوالنضیر کے پاس گئے تاکہ ان دونوں کی دیت کے معاملہ میں اس سے مدد طلب کریں تو انہوں نے اس کو منظور کر لیا' پھر انہوں نے تنہائی میں ایک دوسرے سے بات کی اور کہا: تم کو اس سے اچھا موقع اور کب ملے گا' اور آپ دیوار کی ایک جانب بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: کوئی شخص اس مکان کی چھت پر چڑھے اور ان کے اوپر کوئی بھاری پتھر پھینک کر ان کو قتل کر دے اور ہم کو ان سے نجات مل جائے' سو عمرو بن جحاش بن کعب تیار ہوا' ادھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ مطلع فرما دیا' سو آپ وہاں سے اُٹھ گئے اور اپنے اصحاب سے فرمایا: یہاں سے چلو! اور آپ جلد مدینہ پہنچ گئے' اس کے بعد آپ نے ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۶۔۱۸۵ ملخصاً' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

غزوۂ بنوالنضیر کی تفصیلات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی بنوالنضیر کو جلاوطن کیے جانے کا یہی سبب بیان کیا ہے' البتہ بعض تفصیلات مزید بیان کی ہیں' وہ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بنونضیر کو پیغام بھیجا کہ تم دس دن کے اندر مدینہ سے نکل جاؤ' اس مدت کے بعد اگر تم میں سے کوئی یہاں نظر آیا تو میں اس کی گردن اُڑا دوں گا' وہ کافی دنوں تک تیاری کرتے رہے' پھر انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہاں سے نہیں نکلیں گے' آپ جو جی چاہیں کر لیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! یہود نے جنگ کو قبول کر لیا' قریظہ ان کی مدد کو نہیں آئے اور عبداللہ بن ابی اور اس کے ٹولے نے بھی ان کی مدد نہیں کی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیا' ابن الطلاع نے کہا: ان کا تیئیس (۲۳) دن تک محاصرہ کیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پچیس (۲۵) دن تک محاصرہ کیا۔

امام ابن سعد نے بیان کیا کہ پھر آپ نے ان کو جلاوطن کر دیا' وہ چھ سو اونٹوں پر اپنا سامان رکھ کر لے گئے' آپ نے اموال بنونضیر میں سے خمس نہیں لیا' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت ابن عوف' حضرت صہیب بن سنان' حضرت الزبیر بن عوام' حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہم کے سوا کسی کو ان اموال میں سے حصہ نہیں دیا۔ امام ابن اسحاق نے بتایا کہ وہ خیبر اور شام کی طرف گئے' اور انہوں نے اموال میں سے گھوڑے اور کھیت چھوڑے تھے' جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھے' نیز امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ بنونضیر میں سے صرف یامین بن عمیر اور ابوسعید بن وہب نے اسلام قبول کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٦٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٢٨- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَارَبَتِ النَّضِيرُ وَقُرَيْظَةُ فَاَجْلٰى بَنِي النَّضِيرِ وَاَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ حَتّٰى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ وَاَوْلَادَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَهُمْ وَاَسْلَمُوْا وَاَجْلٰى يَهُوْدَ الْمَدِيْنَةِ كُلَّهُمْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُوْدَ بَنِيْ حَارِثَةَ وَكُلَّ يَهُوْدِ الْمَدِيْنَةِ۔

(صحیح مسلم:٦٦' ١٧٦٦ الرقم المسلسل:٤٤٨٣' سنن ابوداؤد:٣٠٠٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ النضیر اور قریظہ نے جنگ کی تو آپ نے بنوالنضیر کو جلاوطن کر دیا اور قریظہ پر احسان فرمایا اور ان کو برقرار رکھا حتیٰ کہ قریظہ نے جنگ کی' پس ان کے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں کو اور ان کے بچوں کو اور ان کے اموال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا' سوا ان میں سے بعض کے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل گئے تھے' پس آپ نے ان کو امن دیا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا' اور آپ نے مدینہ کے تمام یہود یعنی بنوقینقاع کو جلاوطن کر دیا' اور وہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہے اور یہود بنوحارثہ کو اور ہر یہودی کو مدینہ سے نکال دیا۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ٨٠٤ھ اور علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ نے اس حدیث کی شرح نہیں لکھی' تاہم حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں قریش کو شکست دے دی تو آپ نے بنوقینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا: اے یہودیو! اسلام قبول کرلو اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہ عذاب آ جائے جو یہودیوں پر آیا تھا' اس پر انہوں نے کہا: قریش کو جنگ کرنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا' جب آپ کا ہم سے مقابلہ ہوگا تو آپ کو پتا چل جائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰی كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَاللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ○

(اے رسول مکرم!) آپ کافروں سے کہہ دیجئے: عنقریب تم مغلوب ہو گے اور دوزخ کی طرف جھونکے جاؤ گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے ○ بے شک تمہارے لیے ان دو گروہوں میں نشانی تھی جو آپس میں لڑے' ان میں سے ایک جماعت اللہ کی راہ میں لڑتی تھی اور دوسری کافرہ تھی' وہ انہیں اپنے سے دگنا کھلی آنکھوں سے دیکھتے

تھے اور اللہ اپنی مدد سے جس کو چاہے قوت دیتا ہے بے شک اس میں ضرور آنکھوں والوں کے لیے عبرت ہے O (آل عمران: ۱۳-۱۲)

امام حاکم نے یہ بہت عجیب و غریب بات کہی ہے کہ بنو قینقاع اور بنو النضیر دونوں کو ایک زمانہ میں جلاوطن کیا گیا تھا اور اس کی کسی نے موافقت نہیں کی کیونکہ عروہ کے قول کے مطابق بنو النضیر کو غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد جلاوطن کیا گیا اور امام اسحٰق کے قول کے مطابق ان کو بدر کے بعد ایک طویل مدت کے بعد جلاوطن کیا گیا۔

دوسری حدیث: ۴۰۲۹ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سورۃ الحشر کا نام سورۃ بنی النضیر بھی رکھا گیا ہے کیونکہ وہ ان کے متعلق نازل ہوئی ہے علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس اس سورت کو سورۃ الحشر کہنے کو مکروہ قرار دیتے تھے تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس سورت میں حشر سے مراد روزِ قیامت کا حشر ہے یا اس وجہ سے کہ یہ مجمل ہے تو وہ مجہول کی طرف نسبت کو مکروہ کہتے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤٠٢٩- حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا أَبُوْعَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَةُ الْحَشْرِ قَالَ قُلْ سُوْرَةُ النَّضِيرِ تَابَعَهُ هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ .

[اطراف الحدیث: ۴۶۴۵-۴۸۸۲-۴۸۸۳] (صحیح مسلم: ۳۰۳۱ الرقم المسلسل: ۷۴۵۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الحسن بن مدرک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کے سامنے سورۃ الحشر کہا تو انہوں نے کہا: سورۃ النضیر کہو۔ ابو عوانہ کی متابعت ہشیم نے کی از ابی بشر۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن اور علامہ بدر الدین عینی نے اس حدیث کی وہی شرح کی ہے جو ابھی ہم فتح الباری سے نقل کر چکے ہیں۔

٤٠٣٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتّٰى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ (انصاری) مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور کے درخت مخصوص رکھتے تھے (تاکہ آپ کی خدمت میں کھجوریں بھیج دی جائیں) حتیٰ کہ اللہ نے آپ کو قریظہ اور نضیر پر فتح عطاء فرمائی اس کے بعد آپ ان کو وہ کھجوریں واپس کر دیا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۳۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٣١- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَنَزَلَتْ ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى أُصُوْلِهَا فَبِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (الحشر: ۵) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کے کھجور کے درخت جلوا دیئے تھے اور کٹوا دیئے تھے یہ درخت مقام بویرہ میں تھے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: تم نے کھجور کے جو

درخت کاٹے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو یہ (سب)
اللہ کے اذن سے ہوا۔ (الحشر:۵)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۳۲۶ میں گزر چکی ہے۔

بنو النضیر کے درختوں کو کاٹنے پر یہود کے اعتراض کا مفصل جواب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل تاویل نے کہا ہے کہ جب یہود نے یہ اعتراض کیا کہ آپ ہم کو فساد کرنے سے منع کرتے تھے تو درختوں کو جلانے اور کاٹنے سے بڑھ کر اور کیا فساد ہوگا؟ تو مسلمانوں کی ایک جماعت کے دل میں یہ اعتراض بیٹھ گیا' تب اللہ تعالیٰ نے الحشر:۵ کو نازل فرمایا' اس کی تصریح صحیح البخاری:۴۸۸۲ میں آ رہی ہے۔

اس آیت میں ''لینۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ''عجوۃ'' اور برنی کے علاوہ دیگر اقسام کی کھجوریں' علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس سے مراد عجوۃ ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے ان کے باغات میں سے صرف ان چیزوں کو جلوایا تھا جو لوگوں کی غذا نہیں تھی اور لوگوں کی غذا عجوہ کھجور تھی' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: العجوۃ جنت سے ہے۔ (سنن ترمذی ۲۰۶۶' سنن ابن ماجہ ۳۴۵۵)

عجوہ کا پھل سب سے عمدہ غذا ہے اور برنی بھی اسی طرح ہے۔

الفراء نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن العجوۃ کے سوا تمام درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا۔ (معانی القرآن للفراء ج ۳ ص ۱۴۴)

پس اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے کہ ''تم نے لینۃ کو جو کاٹا ہے'' (الحشر:۵) اس میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ جس درخت کے پھلوں کو بہ طور غذا استعمال کیا جاتا ہو اور اس سے دشمن اسلام غذا حاصل کرتے ہوں اور یہ اُمید ہو کہ وہ درخت مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائیں گے تو ان کو کاٹنا مکروہ ہے' اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لشکر کو یہ وصیت کرتے تھے کہ پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔ (تاریخ الطبری ج ۲ ص ۲۴۶)

امام اوزاعی کا یہی مذہب ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۳ ص ۴۳۳)

لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن العجوۃ کے سوا باقی پھل دار درختوں کو جو جلوایا یا کٹوایا تھا' اس حدیث میں تاویل کی جائے گی یا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت قرار دیا جائے گا۔

اموال بنی النضیر کے مالِ فئے ہونے پر دلیل

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سورۃ الحشر بنو النضیر کے متعلق نازل ہوئی اور نہ اس میں کوئی اختلاف ہے کہ ان کے اموال فئے ہیں اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہیں اور آپ کو اختیار ہے کہ آپ ان اموال میں سے جس کو چاہیں جتنا چاہیں عطاء فرما دیں' کیونکہ عام مسلمانوں نے ان اموال کے حصول کے لیے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا' سو وہ وہاں سے خیبر کی طرف چلے گئے اور اس کے لیے مسلمانوں نے ان سے جنگ نہیں کی تھی' سو آپ نے یہ اموال صرف مہاجرین میں تقسیم کیے اور انصار کو ان میں سے کچھ نہیں دیا تا کہ مہاجرین انصار کی طرح مشقت والے کام کریں' کیونکہ انصار نے مہاجرین کی اپنے اموال اور گھروں سے مدد کی تھی' تاہم آپ نے انصار کے دو مردوں کو ان اموال میں سے عطا فرمایا

Marfat.com

تھا کیونکہ وہ ضرورت مند تھے' یہ دو مرد حضرت سہل بن حنیف اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہما تھے اور ابوالحقیق کے بیٹے کی تلوار آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمائی۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے ایثار کو دیکھ کر کہا: اے انصار کی جماعت! تمہیں اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر عطاء فرمائے! اللہ کی قسم! ہم میں تمہاری مثال نہیں ہے۔ (فتوح البلدان ص ۳۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۲۴۔۱۲۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

''البویرۃ'' اور ''اللینۃ'' کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''البویرۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھوٹا سا گڑھا اور یہ مدینہ اور تیماء کے درمیان مشہور جگہ ہے' یہ مسجد قباء کی مغربی سمت میں ہے۔

الحشر: ۵ میں ''لینۃ'' کا لفظ ہے' یہ کھجور کے درخت کی ایک قسم ہے' اس کے ذکر کو خاص اس لیے کیا ہے کہ دشمن کے درختوں میں سے اس کو کاٹنا جائز ہے' جب کہ اس کو خوراک کے لیے استعمال نہ کیا جاتا ہو' کیونکہ وہ لوگ عجوۃ اور برنی کو خوراک کے لیے استعمال کرتے تھے نہ کہ ''لینۃ'' کو' الفراء نے کہا ہے کہ عجوۃ کے سوا ہر درخت لین ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

درختوں کے کاٹنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام اوزاعی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھل دار درخت کو کاٹنے سے اور آبادی کو ویران کرنے سے منع کیا ہے اور بعد کے مسلمانوں نے اس پر عمل کیا ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ دشمن اسلام کی زمین کو جلانے اور اس کے پھل دار درخت کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے' امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کوئی درخت ایسی جگہ ہو کہ اس کو جلائے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو پھر اس کو جلانا جائز ہے اور اس کو فضول اور بے فائدہ جلانا جائز نہیں ہے' اسحاق نے کہا ہے کہ اگر دشمن اسلام کی جگہ میں درخت ہوں تو ان کو جلانا سنت ہے۔

علامہ عینی نے ''لینۃ'' کی تفسیر میں بھی متعدد اقوال ذکر کیے ہیں' مگر اس کی تفسیر میں علامہ ابن ملقن اور علامہ ابن حجر کی شرح کافی اور وافی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۳۲- حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا حَبَّانُ اَخْبَرَنَا جُوَیْرِیَۃُ بْنُ اَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِی النَّضِیْرِ قَالَ وَلَھَا یَقُوْلُ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ

وَھَانَ عَلٰی سَرَاۃِ بَنِیْ لُؤَیٍّ
حَرِیْقٌ بِالْبُوَیْرَۃِ مُسْتَطِیْرُ

قَالَ فَاَجَابَہٗ اَبُوْسُفْیَانَ بْنُ الْحَارِثِ

اَدَامَ اللّٰہُ ذٰلِکَ مِنْ صَنِیْعٍ
وَحَرَّقَ فِیْ نَوَاحِیْھَا السَّعِیْرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوالنضیر کے کھجور کے درخت جلا دیئے اور ان ہی کے متعلق حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے:

بنولوی کے سرداروں نے (اس کو) آسانی کے ساتھ برداشت کر لیا جو آگ مقام بویرہ میں پھیل رہی تھی۔

پھر ابوسفیان بن الحارث نے اس کے جواب میں کہا:

اللہ کرے (مدینہ میں) ہمیشہ یہ کام ہوتا رہے' یعنی آگ لگتی

Marfat.com

رہے اور اس کے اردگرد شعلے بھڑکتے رہیں'

سَتَعْلَمُ اَیُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ — تم عنقریب جان لو گے کہ کون بویرہ سے دور ہے اور جان لو

وَتَعْلَمُ اَیُّ اَرْضَیْنَا تَضِیْرُ — گے کہ ہم میں سے کس کی زمین کو زیادہ نقصان ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۶ میں گزر چکی ہے۔

بنولؤی کی مذمت کی وجہ اور بعض الفاظ کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت حسان بن ثابت نے اپنے شعر میں بنولؤی یعنی قریش کے سرداروں کی اس لیے مذمت کی ہے کہ انہوں نے ہی کعب بن اسد القرظی کو اس پر برانگیختہ کیا تھا کہ بنی قریظہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو معاہدہ ہے' وہ اس کو توڑ دے حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ غزوۂ خندق میں نکلا۔

اس شعر میں ''نزہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بعید' اور ''تضیر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: نقصان۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۲۵-۱۲۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت ابوسفیان بن الحارث کا تذکرہ اور ان اشعار کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ابوسفیان بن الحارث نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار کے جواب میں مسلمانوں کو بددعا دیتے ہوئے اپنے اشعار سے ان کا جواب دیا' ابوسفیان بن الحارث' عبدالمطلب کے بیٹے ہیں اور یہ نبی ﷺ کے عم زاد ہیں' جس وقت انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اشعار کہے تھے اس وقت یہ اسلام نہیں لائے تھے' فتح مکہ کے بعد یہ اسلام لے آئے تھے اور غزوۂ حنین میں یہ نبی ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ مشائخ کے شیخ ابوالفتح بن سید الناس نے عیون الاثر میں ابوعمرو الشیبانی سے روایت کی ہے کہ جس شعر کو امام بخاری نے حضرت حسان کی طرف منسوب کیا ہے' وہ دراصل ابوسفیان بن الحارث کا شعر ہے اور اس میں ھان کی جگہ عز ہے اور اب اس شعر کا معنی ہے:

''بنی لؤی کے سرداروں پر یہ آگ بہت دشوار تھی' جو آگ مقام بویرہ میں پھیل رہی تھی''۔

اور بعد کے دو شعر جن کو امام بخاری نے ابوسفیان بن الحارث کی طرف منسوب کیا ہے' وہ دراصل حضرت حسان کے ہیں اور حضرت حسان نے یہ کہا ہے کہ اللہ کرے بنوالنضیر کے باغات میں ہمیشہ یہ آگ جلتی رہے اور کفار کا نقصان ہوتا رہے' پھر حافظ ابن حجر اپنے استاذ الاساتذہ سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام بخاری نے جس طرح ذکر کیا ہے' وہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ ابوالفتح بن سید الناس نے اپنے موقف پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۸-۱۸۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابوالفتح بن سید الناس نے ترجیح ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ ابوعمرو الشیبانی کا قول ہے اور وہ ان اشعار کو دوسروں سے زیادہ جاننے والے ہیں جیسا کہ یہ چیز کسی سے مخفی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۷۴-۱۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٤٠٣٣- حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيُّ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعَاهُ اِذْ جَاءَهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ لَهُ هَلْ لَّكَ فِيْ عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ يَسْتَاْذِنُوْنَ فَقَالَ نَعَمْ فَاَدْخَلَهُمْ فَلَبِثَ قَلِيْلًا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ هَلْ لَّكَ فِيْ عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ يَسْتَاْذِنَانِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا دَخَلَا قَالَ عَبَّاسٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِي الَّذِيْ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَالِ بَنِي النَّضِيْرِ فَاسْتَبَّ عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ فَقَالَ الرَّهْطُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَاَرِحْ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ فَقَالَ عُمَرُ اتَّئِدُوْا اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهٗ قَالُوْا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ فَاَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَاِنِّيْ اُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ كَانَ خَصَّ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَّمْ يُعْطِهٖ اَحَدًا غَيْرَهٗ فَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ اِلٰى قَوْلِهٖ قَدِيْرٌ ۝﴾ (الحشر:٦) فَكَانَتْ هٰذِهٖ خَالِصَةً لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُوْنَكُمْ وَلَا اسْتَاْثَرَهَا عَلَيْكُمْ لَقَدْ اَعْطَاكُمُوْهَا وَقَسَمَهَا فِيْكُمْ حَتّٰى بَقِيَ هٰذَا الْمَالُ مِنْهَا فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهٗ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَاتَهٗ ثُمَّ تُوُفِّيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے مالک بن اوس بن الحدثان النصری نے خبر دی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا تھا' (دریں اثناء) حضرت عمر کے دربان یرفاء آئے اور ان سے کہا کہ حضرت عثمان' حضرت عبدالرحمان' حضرت الزبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ کا کیا حکم ہے؟ پس حضرت عمر نے فرمایا: ہاں! تو یرفاء نے ان کو داخل کر لیا' تھوڑی دیر بعد وہ پھر آیا اور کہا: حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا: ہاں! جب وہ دونوں داخل ہو گئے تو حضرت عباس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے اور وہ دونوں اس مال فئے میں جھگڑ رہے تھے' جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنونضیر کے مال سے عطاء فرمایا تھا' پس حضرت علی اور حضرت عباس دونوں نے ایک دوسرے کو برا کہا' پس (پہلے آنے والے صحابہ کی) جماعت نے کہا: اے امیر المؤمنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے راحت دلایئے' حضرت عمر نے کہا: ٹھہرو! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں' کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا' ہمارا جو کچھ ترکہ ہے' وہ صدقہ ہے' اس سے آپ کی مراد خود اپنی ذات تھی' سب نے کہا: آپ نے اس طرح فرمایا تھا' پھر حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا؟ ان دونوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے کہا: میں آپ کو اس معاملہ کی خبر دیتا ہوں' بے شک اللہ سبحانہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مال فئے سے ایک چیز کے ساتھ خاص کر لیا تھا' اور آپ نے یہ فئے اپنے علاوہ اور کسی کو نہیں دیا' پس اللہ جل ذکرہ نے فرمایا: اور جو (مال) اللہ نے ان سے (نکال کر) اپنے رسول

Marfat.com

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَاَنَاوَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهُ اَبُوْبَكْرٍ فَعَمِلَ فِيْهِ بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ فَاَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ وَّقَالَ تَذْكُرَانِ اَنَّ اَبَابَكْرٍ عَمِلَ فِيْهِ كَمَا تَقُوْلَانِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُ فِيْهِ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ فَقَبَضْتُهُ سَنَتَيْنِ مِنْ اِمَارَتِيْ اَعْمَلُ فِيْهِ بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ فِيْهِ صَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ كِلَاكُمَا وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَّاَمْرُكُمَا جَمِيْعٌ فَجِئْتَنِيْ يَعْنِيْ عَبَّاسًا فَقُلْتُ لَكُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَانُوْرَثُ مَاتَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِيْ اَنْ اَدْفَعَهُ اِلَيْكُمَا قُلْتُ اِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهُ اِلَيْكُمَا عَلٰى اَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيْهِ بِمَا عَمِلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّمَا عَمِلْتُ فِيْهِ مُذْ وَلِيْتُ وَاِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِيْ فَقُلْتُمَا ادْفَعْهُ اِلَيْنَا بِذٰلِكَ فَدَفَعْتُهُ اِلَيْكُمَا اَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّيْ قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِيْ فِيْهِ بِقَضَاءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهُ فَادْفَعَا اِلَيَّ فَاَنَا اَكْفِيْكُمَاهُ .

پر لوٹا دیئے' سو تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ۔ (الحشر:٦) یہ آیت یہاں تک ہے: اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط فرما دیتا ہے جس پر چاہے اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہےo (الحشر:٦) پس یہ اموال (بنی نضیر) خالص رسول اللہ ﷺ کی ملکیت تھے' پھر اللہ کی قسم! آپ نے تمہیں نظر انداز کر کے اس مال کو اپنے ساتھ خاص نہیں کیا تھا اور نہ تم پر اپنی ذات کو ترجیح دی تھی' تحقیق یہ ہے کہ آپ نے یہ مال تم کو دیا ہے اور آپ نے تم میں اس مال کو تقسیم کیا' حتیٰ کہ اس میں سے یہ مال بچ گیا' سو رسول اللہ ﷺ اس مال کو اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے تھے' اس مال میں سے ان کو ایک سال کا خرچ دیتے تھے' پھر اس میں سے جو مال بچ جاتا اس کو اللہ کا مال قرار دیتے' پس رسول اللہ ﷺ اپنی حیات میں اس مال میں اس طرح تصرف کرتے رہے' پھر نبی ﷺ کی وفات ہو گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا ولی ہوں' تو اس مال کو حضرت ابوبکر نے اپنے اختیار میں لے لیا' اور مال میں وہی تصرف کیا جو رسول اللہ ﷺ اس مال میں تصرف کرتے تھے' اور آپ لوگ یہیں موجود تھے' پھر حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے' اور فرمایا: آپ دونوں کو یاد ہے کہ حضرت ابوبکر اس مال میں وہی تصرف کرتے تھے جیسا کہ آپ دونوں بھی اقرار کرتے ہیں' اور اللہ کو خوب علم ہے کہ حضرت ابوبکر اس تصرف میں سچے تھے' نیکوکار تھے' ہدایت یافتہ تھے اور حق کے پیروکار تھے' پھر اللہ عزوجل نے حضرت ابوبکر کو وفات دی تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ولی ہوں اور حضرت ابوبکر کا ولی ہوں' سو میں نے اپنی خلافت کے دوران دو سال اس مال پر قبضہ رکھا اور اس مال میں وہی تصرف کیا جو اس مال میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر تصرف کرتے تھے اور اللہ کو خوب علم ہے کہ میں اس تصرف میں سچا ہوں' نیکوکار ہوں' ہدایت یافتہ ہوں اور حق کا پیروکار ہوں' پھر آپ دونوں میرے پاس آئے' اور آپ دونوں ایک ہی ہیں اور آپ دونوں کا نظریہ بھی ایک ہے اور آپ دونوں کا مقصد بھی ایک ہے' پھر آپ میرے پاس آئے' یعنی حضرت عباس'

Marfat.com

تو میں نے آپ دونوں سے کہا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' پھر میری رائے یہ ہوئی کہ میں اس مال کا انتظام آپ دونوں کے حوالے کر دوں' میں نے کہا: اگر آپ دونوں چاہیں تو میں اس مال کا انتظام آپ کے حوالے کر دیتا ہوں' اس شرط پر کہ آپ اللہ سے پکا عہد کریں کہ آپ اس مال کو ان ہی مصارف میں خرچ کریں گے جن مصارف میں اس مال کو رسول اللہ ﷺ صرف کرتے تھے اور حضرت ابوبکر صرف کرتے تھے اور جب سے میں اس مال کا والی ہوا تو میں اس مال کو ان ہی مصارف میں صرف کرتا تھا' اور اگر آپ یہ عہد و میثاق نہ کریں تو پھر آپ مجھ سے اس سلسلہ میں بات نہ کریں' تو آپ دونوں نے کہا کہ آپ اس مال کو اس شرط پر ہمارے حوالے کر دیں' سو میں نے یہ مال آپ کے حوالے کر دیا' اب کیا آپ دونوں مجھ سے اس کے سوا کوئی اور فیصلہ کرانا چاہتے ہیں؟ پس اللہ کی قسم! جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں' میں اس مال میں قیامت تک اس کے سوا اور کوئی فیصلہ نہیں کروں گا' اگر آپ دونوں اس کا انتظام کرنے سے عاجز ہیں تو یہ مال میرے حوالے کر دیں' میں آپ دونوں کی جگہ اس کا انتظام کروں گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٩٠٤ میں گزر چکی ہے۔

انبیاء کی وراثت کی نفی پر ایک معارضہ کا جواب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ارشاد ہے: ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ اس پر یہ معارضہ کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ ۔ (النمل:١٦) اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد مال کی وراثت نہیں ہے بلکہ علم اور نبوت کی وراثت مراد ہے' پس یہ حدیث قرآن مجید کی تفسیر ہے۔

حضرت عباس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کاذب اور آثم کہنے کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: پس حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو سب وشتم کیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس کی شان اور ان کا مقام اس سے بلند ہے کہ وہ سب وشتم کریں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سب وشتم سے مراد بازاری گالیاں نہیں ہیں' جیسے جاہل عوام ایک دوسرے کو دیتے ہیں' بلکہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی کو اس پر ملامت کی ہو کہ تم

وہی تو ہو جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت میں تاخیر کی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ امام مسلم نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عباس نے حضرت عمر سے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس جھوٹے گناہ گار عہد شکن اور خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ (صحیح مسلم: ١٧٥٧)

علامہ نووی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عباس کے کلام میں شرط محذوف ہے یعنی اگر یہ انصاف نہ کرے تو پھر یہ جھوٹا آثم عہد شکن اور خائن ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ علامہ مازری نے کہا ہے کہ یہ الفاظ بہ ظاہر حضرت عباس کے مقام کے لائق نہیں ہیں اور حضرت علی ان اوصاف سے یعنی جھوٹ وغیرہا سے بہت دور اور بری ہیں اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور کسی کے معصوم ہونے کے معتقد نہیں ہیں لیکن ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام صحابہ کے ساتھ حسن ظن رکھیں اور ان سے ہر برے وصف کو دور کریں اور جب ہم سے کوئی تاویل نہ ہو سکے تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث کے راوی جھوٹے ہیں علامہ مازری نے کہا ہے: اگر ہم راویوں کی طرف وہم کو منسوب نہ کریں اور یہ کہیں کہ یہ الفاظ ضرور ثابت ہیں تو ہم کہیں گے کہ اس روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت علی حضرت عباس کے بھتیجے تھے اور ان کی اولاد کے حکم میں تھے حضرت عباس نے حضرت علی کو ملامت کرنے کے لیے جو الفاظ کہے ان الفاظ کے متعلق خود حضرت عباس کو علم تھا کہ حضرت علی ان الفاظ کے مصداق نہیں ہیں ان کا مقصد اس ڈانٹ ڈپٹ سے یہ تھا کہ وہ حضرت علی کو اس گمان سے باز رکھیں کہ وہ خطاء پر ہیں یعنی حضرت علی کا حضرت عباس کو اس مسئلہ میں خطاء پر سمجھنا غلط ہے اور یہ تاویل ضروری ہے کیونکہ حضرت عباس نے حضرت علی کے لیے یہ الفاظ اکابر صحابہ کی مجلس میں کہے تھے اور اگر حضرت عباس نے ان الفاظ کا ظاہری معنی مراد لیا ہوتا تو یہ صحابہ ضرور حضرت عباس کو ٹوکتے کیونکہ یہ حضرات بری بات کو رد کرنے میں بہت بے باک تھے اور جب کہ ان میں سے کسی نے حضرت عباس کا رد نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ ان الفاظ کا ظاہری معنی حضرت عباس کی مراد نہیں تھا۔

بڑوں کے چھوٹوں کو سخت کلمات کہنے اور ان کے حقیقی معانی مراد نہ لینے کے متعلق احادیث اور آثار

میں کہتا ہوں کہ بڑے چھوٹوں کو زجر و توبیخ تہدید اور ڈانٹنے کے لیے جو سخت کلمات کہتے ہیں اس سے وہ ان الفاظ کے حقیقی معانی کا ارادہ نہیں کرتے صرف ان کے کسی کام یا کسی بات پر غم و غصہ کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے اس کے ثبوت میں درج ذیل احادیث اور آثار ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حجۃ الوداع میں) مکہ سے مدینہ روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے خیمہ کے دروازے پر گرد و غبار میں اٹی غمگین کھڑی ہیں کیونکہ ان کو حیض آ گیا تھا آپ نے فرمایا: تو زخمی ہو جائے! تیرا سر مونڈ دیا جائے! کیا تو ہم کو روانگی سے روکنے والی ہے؟ پھر فرمایا: کیا تم نے یوم النحر کو طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: جی (کیا تھا) آپ نے فرمایا: پھر روانہ ہو (یعنی اگر تم نے طواف وداع نہیں کیا ہے تو کوئی حرج نہیں تم پھر بھی روانہ ہو سکتی ہو کیونکہ حیض کا آ جانا تمہارا عذر ہے۔ سعیدی غفرلہ) (صحیح البخاری: ١٥٧٦ صحیح مسلم: ١٢١١ سنن ابوداؤد: ١٧٨١ سنن نسائی: ١٧٦٤)

اس حدیث میں آپ نے حضرت صفیہ ام المؤمنین کو غصہ سے عقریٰ حلقیٰ فرمایا یعنی تو زخمی ہو جائے! تیرا سر مونڈ دیا جائے! اور ظاہر ہے کہ آپ نے ان الفاظ سے ان کا اصل معنی مراد نہیں لیا تھا صرف اس بات پر غصہ کا اظہار کرنا مقصود تھا کہ اب آپ اپنے منصوبہ کے مطابق فوراً مدینہ روانہ نہیں ہو سکیں گے بلکہ ان کے طواف زیارت کرنے کا انتظار کرنا پڑے گا اور جب انہوں نے یہ بتایا کہ وہ طواف زیارت کر چکی ہیں انہوں نے صرف طواف وداع نہیں کیا تو آپ کا غصہ فرو ہو گیا اور فرمایا: اب تم ہمارے ساتھ روانہ ہو سکتی

Marfat.com

ہو یعنی اگر تم نے طوافِ وداع نہیں کیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حیض کے عذر کی وجہ سے طوافِ وداع کو ترک کیا جا سکتا ہے۔

اس کی دوسری مثال یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ کے پاس تھے' دریں اثناء دوسری اُمہات المؤمنین میں سے کسی نے آپ کے پاس طعام کا ایک پیالہ بھجوایا' تو آپ جس زوجہ کے پاس تھے' انہوں نے خادم کے ہاتھ پر مارا' پس وہ پیالہ گر کر ٹوٹ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پیالہ کے ٹکڑے جمع کرنے لگے' پھر اس پیالہ میں جو طعام تھا اس کو اُٹھا کر جمع کیا اور آپ فرما رہے تھے: ''غارت اُمکم'' پھر آپ نے خادم کو روک لیا حتیٰ کہ اس کو اپنے پاس سے صحیح اور سالم پیالہ دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ اس زوجہ کے گھر میں رکھ دیا جس نے پیالہ توڑا تھا۔ (صحیح البخاری: ٥٢٢٥' سنن ابوداؤد: ٣٥٦٧' سنن ابن ماجہ: ٢٣٣٤' سنن ترمذی: ١٣٥٩' مسند احمد ج ٣ ص ٢٦٣)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنی زوجہ کے متعلق فرمایا: ''تمہاری ماں کو غیرت آئی!'' ان الفاظ سے آپ نے ان الفاظ کا حقیقی معنی مراد نہیں لیا تھا' صرف اس فعل پر اپنے غم و غصہ کا اظہار مقصود تھا۔

اس کی تیسری مثال یہ حدیث ہے:

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر تین مہمانوں کو کھانا کھلانے لے گئے' پھر حضرت ابوبکر کو واپسی میں تاخیر ہوگئی اور مہمانوں نے ان کے بغیر کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا' حضرت ابوبکر جب آئے اور ان کو پتا چلا کہ مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا گیا تو وہ ناراض ہوئے' حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر ڈرے کہ اب حضرت ابوبکر ان کو ڈانٹیں گے' سو میں چھپ گیا' حضرت ابوبکر نے کہا: اے ملامت کیے ہوئے! اللہ تیری ناک کاٹ دے! اور ان کو بہت بُرا کہا۔ (صحیح البخاری: ٦٠٢' صحیح مسلم: ٢٠٥٧' سنن ابوداؤد: ٣٢٧٠)

سو جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ازواجِ مطہرات کو بعض مواقع پر سخت کلمات فرمائے' لیکن آپ کی مراد ان کے معانی نہیں تھے اور جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادہ کو ایک موقع پر سخت باتیں کہیں' لیکن آپ کی مراد ان کے معانی نہیں تھے' اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے کو ایک موقع پر سخت باتیں کہیں اور ان کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہا' لیکن حضرت عباس کی مراد ان الفاظ کے معانی نہیں تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ حضرت عباس کے نزدیک کاذب' آثم' غادر اور خائن ہوں' جیسے بعض مائیں اولاد کو کوسنے دیتی ہیں کہ اللہ کرے تم مر جاؤ! تم مٹ جاؤ! تم غارت ہو جاؤ! لیکن ان کی مراد ان الفاظ کے حقیقی معانی نہیں ہوتے۔

٤٠٣٤- قَالَ فَحَدَّثْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ صَدَقَ مَالِكُ بْنُ اَوْسٍ اَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ اَرْسَلَ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ يَسْاَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ اَنَا اَرُدُّهُنَّ فَقُلْتُ لَهُنَّ اَلَا تَتَّقِيْنَ اللّٰهَ اَلَمْ تَعْلَمْنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا

زہری نے کہا: پھر میں نے عروہ بن الزبیر سے یہ حدیث بیان کی' تو انہوں نے کہا: مالک بن اوس نے تم سے یہ حدیث صحیح بیان کی ہے' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مالِ فئے عطاء فرمایا ہے' اس میں سے ان کی وراثت کا آٹھواں حصہ ان کو دیا جائے' تو میں ان ازواج کو منع کرتی تھی' میں نے ان سے کہا: کیا آپ اللہ سے ڈرتی نہیں

Marfat.com

صَدَقَةٌ يُرِيدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهٗ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْمَالِ فَانْتَهَى اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مَا اَخْبَرَتْهُنَّ قَالَ فَكَانَتْ هٰذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهٗ عَلَيْهَا ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَّحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ كِلَاهُمَا كَانَ يَتَدَاوَلَانِهَا ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ وَّهِيَ صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا .

[اطراف الحدیث: ٦٧٢٧-٦٧٣٠]

ہیں! کیا آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ نبی ﷺ یہ فرماتے تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' اس سے آپ کی مراد اپنی ذات تھی' محمد ﷺ کی آل صرف اس مال میں سے کھائے گی' پھر حضرت عثمان' ازواج مطہرات کے پاس گئے اور ان کو بتایا جو میں نے ان کو حدیث سنائی تھی' پھر یہ صدقات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تصرف میں آ گئے' حضرت علی نے ان صدقات میں سے حضرت عباس کو کچھ دینے سے منع کیا' اور ان پر غالب رہے' پھر یہ اموال حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے تصرف میں آئے' پھر یہ اموال حضرت حسین بن علی کے ہاتھ میں' پھر علی بن حسین کے ہاتھ میں اور حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں آئے' اور یہ مال باری باری ان کے تصرف میں آتا رہا' پھر یہ مال حضرت زید بن حسن رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں آیا اور یہ دراصل رسول اللہ ﷺ کا برحق صدقہ تھا۔

٤٠٣٥- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَالْعَبَّاسَ اَتَيَا اَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيْرَاثَهُمَا اَرْضَهٗ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهٗ مِنْ خَيْبَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ' دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے آپ کی زمین جو فدک میں تھی اور آپ کا حصہ جو خیبر میں تھا' اس کی میراث سے اپنا حصہ طلب کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٩٢ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٣٦- فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ فِي هٰذَا الْمَالِ وَاللّٰهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي .

پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے' آل محمد اس مال میں سے کھائے گی اور اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے حسن سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٩٣ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن' حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے ان احادیث کی مزید شرح نہیں کی۔

Marfat.com

١٥- بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ

کعب بن الاشرف کا قتل

اس باب میں کعب بن الاشرف یہودی کے قتل کی کیفیت بیان کی گئی ہے' جس کا تعلق بنو قریظہ سے تھا' وہ شاعر تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی ہجو کرتا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرتا تھا' اور بدر میں جو مشرکین مارے گئے تھے' ان کا مرثیہ پڑھتا تھا' اس کو رمضان تین ہجری میں قتل کیا گیا تھا' دوسرا قول ہے: اس کو ربیع الاوّل میں قتل کیا گیا تھا اور پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٢٦)

٤٠٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّهُ قَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاْذَنْ لِّيْ اَنْ اَقُوْلَ شَيْئًا قَالَ قُلْ فَاَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَاَلَنَا صَدَقَةً وَاِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَاِنِّيْ قَدْ اَتَيْتُكَ اَسْتَسْلِفُكَ قَالَ وَاَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ اِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ اَنْ نَّدَعَهُ حَتّٰى نَنْظُرَ اِلٰى اَيِّ شَيْءٍ يَصِيْرُ شَاْنُهُ وَقَدْ اَرَدْنَا اَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فِيْهِ وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ اُرٰى فِيْهِ وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ نَعَمْ اِرْهَنُوْنِيْ قَالُوْا اَيَّ شَيْءٍ تُرِيْدُ قَالَ اِرْهَنُوْنِيْ نِسَائَكُمْ قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَاَنْتَ اَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارْهَنُوْنِيْ اَبْنَاءَكُمْ قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُكَ اَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ اَحَدُهُمْ فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ اَوْ وَسْقَيْنِ هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّاْمَةَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَاعَدَهُ اَنْ يَّاْتِيَهُ فَجَاءَهُ لَيْلًا وَمَعَهُ اَبُوْ نَائِلَةَ وَهُوَ اَخُوْ كَعْبٍ مِّنَ الرَّضَاعَةِ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْحِصْنِ فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهُ اَيْنَ تَخْرُجُ هٰذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَاَخِيْ اَبُوْ نَائِلَةَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَتْ اَسْمَعُ صَوْتًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن الاشرف کو کون قتل کرے گا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو (بہت زیادہ) ایذاء دی ہے' پس حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے سو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پھر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں (اس کو خوش کرنے کے لیے) کچھ باتیں کہوں؟ آپ نے فرمایا: تم کہہ دینا' سو حضرت محمد بن مسلمہ اس کے پاس پہنچے' پس اس سے کہا: یہ شخص ہم سے صدقہ کا سوال کرتا ہے اور اس نے ہم کو تھکا دیا ہے' اور میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تم ہمیں کچھ قرض دو' اس نے کہا: ابھی دیکھنا یہ شخص تم کو ملال اور اکتاہٹ میں مبتلا کر دے گا' حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: بے شک ہم نے اس کی پیروی کی ہے اور ہم اس کو اس سے پہلے چھوڑنا نہیں چاہتے حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق یا دو وسق اناج قرض دو (چھ من یا بارہ من)' عمرو نے دوسری بار یہ حدیث بیان کی تو ایک وسق یا دو وسق کا ذکر نہیں کیا' میں نے ان سے کہا کہ حدیث میں ایک وسق یا دو وسق کا بھی ذکر ہے؟ انہوں نے کہا: میرا بھی یہ خیال ہے کہ حدیث میں ایک وسق یا دو وسق کا ذکر ہے' کعب بن اشرف نے کہا: ہاں! (مگر) تم میرے پاس کچھ گروی رکھو' میں نے پوچھا: تم کیا گروی رکھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: تم اپنی عورتیں گروی رکھو' حضرت محمد

كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ قَالَ إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِيعِي أَبُو نَائِلَةَ إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ بِلَيْلٍ لَأَجَابَ قَالَ وَيَدْخُلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ قِيلَ لِسُفْيَانَ سَمَّاهُمْ عَمْرٌو قَالَ سَمَّى بَعْضَهُمْ قَالَ عَمْرٌو جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو أَبُو عَبْسِ بْنُ جَبْرٍ وَالْحَارِثُ ابْنُ أَوْسٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ عَمْرٌو جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ فَقَالَ إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَعَرِهِ فَأَشَمُّهُ فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهِ فَدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ وَقَالَ مَرَّةً ثُمَّ أُشِمُّكُمْ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْهُ رِيحُ الطِّيبِ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيحًا أَيْ أَطْيَبَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَ عِنْدِي أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ عَمْرٌو فَقَالَ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشَمَّ رَأْسَكَ قَالَ نَعَمْ فَشَمَّهُ ثُمَّ أَشَمَّ أَصْحَابَهُ ثُمَّ قَالَ أَتَأْذَنُ لِي قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ دُونَكُمْ فَقَتَلُوهُ ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ.

مسلمہ نے کہا: ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس کیسے گروی رکھ سکتے ہیں حالانکہ تم حسین ترین مرد ہو؟ اس نے کہا: پھر تم اپنے بیٹے گروی رکھ دو' انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس اپنے بیٹے کیسے گروی رکھ سکتے ہیں' پھر کوئی شخص ان میں سے کسی کو طعنہ دے گا کہ یہ ایک وسق یا دو وسق اناج کے عوض گروی رکھا گیا تھا اور یہ بات ہم پر باعث عار ہو گی' لیکن ہم تمہارے پاس ''لامہ'' گروی رکھ سکتے ہیں' سفیان نے کہا کہ اس سے مراد ہتھیار ہیں' پھر اس نے ان سے ملاقات کا وعدہ کر لیا' پس وہ اس کے پاس رات کو آئے اور ان کے ساتھ کعب کا رضائی بھائی ابونائلہ بھی تھا' اس نے ان کو قلعہ کی طرف بلا لیا' پس وہ ان کی طرف اترنے لگا' اس کی بیوی نے اس سے کہا: تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: یہ صرف محمد بن مسلمہ ہے اور اس کے ساتھ میرا بھائی ابونائلہ ہے۔ عمرو کے علاوہ دوسرے راوی نے بیان کیا: اس کی بیوی نے کہا: میں ایسی آواز سن رہی ہوں جیسے اس سے خون ٹپک رہا ہو' کعب نے کہا: یہ صرف میرا بھائی محمد بن مسلمہ ہے اور میرا دودھ شریک بھائی ابونائلہ ہے' شریف آدمی کو اگر رات میں بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ چلا جاتا ہے' راوی نے کہا: اس نے محمد بن مسلمہ کو اور ان کے ساتھ دو اور مردوں کو داخل کر لیا' سفیان سے پوچھا گیا: کیا عمرو نے ان دو مردوں کا نام لیا تھا؟ انہوں نے کہا: بعض کا نام لیا تھا' عمرو نے کہا تھا: ان کے ساتھ دو مرد آئے' اور عمرو کے علاوہ ابوعبس بن جبر اور الحارث بن اوس اور عباد بن بشر نے بیان کیا کہ عمرو نے کہا کہ ان کے ساتھ دو مرد آئے' پس انہوں نے ان کو سمجھایا کہ جب وہ آئے گا تو میں اس کے بال پکڑ کر سونگھوں گا' پس جب تم یہ دیکھو کہ میں نے اس کے سر پر قابو پا لیا ہے تو تم اس کو پکڑ کر مار ڈالنا' اور ایک مرتبہ یہ کہا کہ پھر میں اس کا سر سونگھوں گا' پھر کعب ان کی طرف چادر لپیٹے ہوئے آیا اور اس سے بہت عمدہ خوشبو آ رہی تھی' محمد بن مسلمہ نے کہا: میں نے آج تک اتنی نفیس خوشبو نہیں پائی' عمرو کے علاوہ دوسرے راوی نے بتایا کہ کعب نے کہا: میرے پاس عرب کی سب سے حسین اور کامل عورت ہے جو ہر وقت خوشبو میں بسی رہتی ہے' عمرو نے بتایا کہ محمد

Marfat.com

بن مسلمہ نے کہا: کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے سر کو سونگھ لوں؟ اس نے کہا: ہاں! پھر انہوں نے سونگھا' پھر انہوں نے اپنے اصحاب کو سونگھایا' پھر کہا: کیا تم مجھے اس کی اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! پس جب انہوں نے اس کے سر پر قابو پالیا تو کہا: اب اس کو پکڑ کر مار ڈالو' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اس کے قتل کی خبر دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۱۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی مزید تفصیلات اور مسائل' علامہ ابن الملقن کا امام ابوحنیفہ کے خلاف تعصب اور مصنف کا اس پر تعاقب

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن الاشرف کو قتل کرنے کے لیے اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے' اُن اصحاب کے اسماء درج ذیل ہیں:

سلکان بن سلامہ بن وقش ابونائلہ' یہ کعب بن الاشرف کے رضاعی بھائی تھے' عباد بن بشر بن وقش' الحارث بن اوس بن معاذ اور ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہم یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے۔

ان پانچوں اصحاب کا تعلق اوس سے تھا' پھر یہ سب اللہ کے دشمن کعب بن الاشرف کے پاس پہنچے اور اس کو قتل کر دیا' اور رات کے آخری حصے میں اس کے قتل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی' اس وقت آپ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' حضرت ابونائلہ نے اس کے بالوں کو سونگھا' پھر اس کے سر کو پکڑ کر اپنے اصحاب سے کہا کہ اس کو قتل کر دو۔

امام محمد بن سعد نے کہا کہ کعب بن الاشرف وہ کافر تھا جس کا سر سب سے پہلے کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۲۵) امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے عمرو بن الحمق کا سر کاٹ کر آپ کے پاس لایا گیا تھا۔ (سنن کبریٰ ج ۶ ص ۲۳۰)

امام حاکم نے عروہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ سے فرمایا تھا کہ اس کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرنا حتیٰ کہ سعد بن معاذ سے مشورہ کر لو' حضرت سعد بن معاذ نے فرمایا: تم اس کے پاس جا کر اپنی ضرورت کا ذکر کرنا اور اس سے اناج قرض مانگنا' اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ○ (النساء: ۵۲-۵۱)

کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں (آسمانی) کتاب میں سے حصہ دیا گیا ہے' وہ بت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں' وہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں: یہ کافر مسلمانوں کی بہ نسبت زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت فرمائے (اے مخاطب!) تو اس کے لیے کوئی مددگار نہیں پائے گا ○

Marfat.com

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ جو شخص شارع علیہ السلام پر سب و شتم کرے اس کو قتل کرنا واجب ہے خواہ اس سے اس کا معاہدہ کیا ہوا ہو اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے کیونکہ وہ ایسی صورت میں ذمیوں کے قتل کرنے کو جائز نہیں کہتے۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۱۴۵)

میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ سہیلی شافعی علامہ ابن الملقن شافعی اور علامہ نووی شافعی کا امام ابوحنیفہ اور فقہاء احناف کے خلاف تعصب ہے کیونکہ انہوں نے عام ذمیوں کے متعلق یہ کہا ہے کہ ان کو قتل نہیں کیا جائے گا نہ کہ نبی ﷺ پر سب و شتم کرنے والے کافر کو قتل کرنے سے انہوں نے منع کیا ہے وہ ایسے قبیح قول سے بری ہیں لیکن تعصب کا بُرا ہو میں اس مسئلہ میں فقہاء احناف کی تصریحات پیش کر رہا ہوں: (سعیدی غفرلہ)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جو شخص انبیاء میں سے کسی نبی کو سب و شتم کرے وہ کافر ہے اس کو بہ طور حد قتل کر دیا جائے گا اور (ہمارے نزدیک) اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہوگی اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کو سب و شتم کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی کیونکہ وہ اللہ کا حق ہے اور پہلی صورت میں بندہ کا حق ہے وہ توبہ سے ساقط نہیں ہوگا اور جو اس کے عذاب میں اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (دُرر غرر فتح القدیر اور الاشباہ والنظائر) اور مصنف کے فتاویٰ میں مذکور ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کا مذاق اُڑائے یا آپ کی شان کم کرے اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(الدر المختار مع رد المختار ج ٦ ص ۲۸۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

یعنی اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو بہ طور حد قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی کیونکہ توبہ کرنے سے حد ساقط نہیں ہوگی اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ دنیا میں حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہوگی۔ البحر الرائق میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

علامہ ابن سحنون مالکی نے کہا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو سب و شتم کرنے والا کافر ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(رد المختار ج ٦ ص ۲۸۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنگ کے موقع پر دشمن کو دھوکا دینا اور کسی دشمن کی بات نقل کرنے میں جھوٹ بولنا مباح ہے اور یہ معلوم ہوا کہ کسی دشمن کافر سے نبی ﷺ کے متعلق ایسی بات کہنا جس سے وہ خوش ہو جائز ہے بہ شرطیکہ اس میں نبی ﷺ پر سب و شتم نہ ہو کیونکہ حضرت محمد بن مسلمہ نے اسی حیلہ سے اس دشمنِ اسلام کعب بن اشرف ملعون کو قتل کیا تھا۔

اس حدیث میں وسق کا لفظ ہے اس کا معنی ساٹھ صاع ہے یعنی دو سو چالیس کلوگرام (چھ من) اس کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کو اُٹھانا اور جانور پر بوجھ لادنا قرآن مجید میں ہے:

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ○ (الانشقاق:۱۷) اور رات کی قسم اور ان کی جن کو رات سمیٹ لے ○

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۳۳۔۱۳۰ ملخصاً وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

کعب بن اشرف کو قتل کرانے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن عائذ نے کلبی کی سند سے روایت کی ہے کہ کعب بن اشرف مشرکین قریش کے پاس گیا اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر ان سے حلف لیا کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے۔

عروہ سے روایت ہے کہ کعب بن اشرف' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور مسلمانوں کی ہجو کرتا تھا اور قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اُبھارتا تھا' اور جب وہ قریش کے پاس جاتا اور وہ اس سے پوچھتے کہ ہمارا دین زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین زیادہ ہدایت یافتہ ہے؟ تو وہ کہتا کہ تمہارا دین زیادہ ہدایت یافتہ ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا کیونکہ وہ ہماری عداوت کا اعلان کر رہا ہے۔ عبداللہ بن اسحاق خراسانی نے سند ضعیف کے ساتھ مرسل روایت کی ہے کہ کعب بن الاشرف کو قتل کرنے کا کوئی اور سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ اس نے کھانا کھایا اور اپنے موافقین یہود کو دعوت دی اور کہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس دعوت میں بلائیں اور جب آپ آ جائیں تو وہ آپ کو غافل پا کر قتل کر دیں' پس آپ اپنے بعض اصحاب کے ساتھ آ گئے' سو آپ کے بیٹھنے کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو ان کی سازش سے باخبر کر دیا' پس آپ اُٹھ گئے اور حضرت جبریل نے آپ کو اپنے پروں میں چھپا لیا' پس آپ وہاں سے نکل گئے اور جب انہوں نے آپ کو گم پایا تو پھر وہ منتشر ہو گئے' اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے کون اُٹھے گا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے یہ دونوں سبب ہوں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۹۱' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

کعب بن اشرف کے قتل کی کیفیت اور بعد کے واقعات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عروہ کی روایت ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار ماری اور اس کو قتل کر دیا' اور حضرت الحارث بن اوس رضی اللہ عنہ کو تلوار کی نوک لگی' حتیٰ کہ جب وہ مقام جرف بعاث پر پہنچے تو حضرت حارث کے زخم سے بہت خون نکلا اور وہ پیچھے رہ گئے' حتیٰ کہ جب ان کے اصحاب نے ان کو گم پایا تو وہ واپس گئے اور ان کو اُٹھا کر لائے اور جلدی جلدی روانہ ہوئے' حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گئے۔

علامہ واقدی کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الحارث بن عوف کے زخم پر لعابِ دہن ڈالا' پھر ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

ابن الکلبی کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے اس پر تلواریں ماریں حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا' پہلی ضرب پر وہ چلایا اور یہودی جمع ہو گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب جس راستے سے آئے تھے وہ اس کے سوا دوسرے راستے سے آئے تو وہ صحابہ کو نہ پا سکے۔

عکرمہ کی مرسل روایت ہے کہ صبح کو یہود خوف زدہ حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ہمارے سردار کو دھوکے سے مار ڈالا گیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے کرتوتوں کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ وہ کس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی سازشیں کرتا تھا اور مسلمانوں کو ایذاء پہنچاتا تھا' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ پس وہ ڈر گئے اور انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۹۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦- بَابُ قَتْلِ اَبِیْ رَافِعٍ ابورافع کا قتل

اس باب میں ابورافع یہودی کے قتل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی الْحُقَيْقِ . عبداللہ بن ابی الحقیق

یہ ابورافع کا نام ہے اور اس کے باپ کا نام الحقیق ہے۔

وَيُقَالُ سَلَّامُ بْنُ اَبِی الْحُقَيْقِ . اس کو سلام بن ابی الحقیق بھی کہا جاتا ہے۔

یعنی ابورافع کو سلام بھی کہا جاتا ہے۔

كَانَ بِخَيْبَرَ . یہ خیبر میں تھا۔

یعنی ابورافع خیبر کے شہر عنزہ میں رہتا تھا جو مدینہ سے چھ مراحل دور شمال مشرق کی سمت میں تھا' یہود کی لغت میں خیبر کا معنی ہے: قلعہ' اسلام کے شروع میں یہاں بنوقریظہ اور بنونضیر کے گھر تھے۔

وَيُقَالُ فِی حِصْنٍ لَّهُ بِاَرْضِ الْحِجَازِ . اور کہا جاتا ہے کہ وہ سرزمین حجاز میں ایک قلعہ میں تھا۔

یعنی کہا جاتا ہے کہ ابورافع سرزمین حجاز میں اپنے قلعہ میں تھا۔

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ مدینہ سے تبوک تک حجاز ہے اور مدینہ سے کوفہ کے راستہ تک حجاز ہے اور اس کے پیچھے سرزمین بصرہ تک جو علاقہ ہے وہ نجد ہے اور عراق اور وجرۃ کے درمیان اور غمرۃ الطائف کے درمیان نجد ہے اور وجرۃ کے پیچھے سے سمندر تک تہامہ ہے اور تہامہ اور نجد کے درمیان جو علاقہ ہے وہ نجد ہے۔ المدائنی نے کہا ہے کہ حجاز ایک پہاڑ ہے جو یمن سے شروع ہوتا ہے حتیٰ کہ شام سے متصل ہو جاتا ہے اور اسی میں مدینہ ہے اور عمان ہے اور اس کو حجاز اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نجد اور تہامہ کے درمیان حاجز اور حائل ہے۔

وَقَالَ الزُّهْرِیُّ هُوَ بَعْدَ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ . اور الزہری نے کہا کہ وہ کعب بن الاشرف کے بعد (قتل کیا گیا)۔

یعنی محمد بن مسلم الزہری نے کہا کہ کعب بن الاشرف کے قتل کیے جانے کے بعد ابورافع کو قتل کیا گیا اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ کعب بن الاشرف کو رمضان تین ہجری میں قتل کیا گیا تھا اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ ابورافع کا قصہ چھ ہجری کا ہے' اور یہ وہم ہے' اور ایک قول ہے کہ یہ پانچ ہجری ذوالحجہ کا قصہ ہے' اور ایک قول چار ہجری کا ہے' اور ایک قول ہے کہ یہ رجب تین ہجری کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٣٨- حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا اِلٰی اَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيْكٍ بَيْتَهُ لَيْلًا وَّهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابورافع کی طرف بھیجا' پس حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس کے گھر میں داخل ہوئے' اس وقت وہ سویا ہوا تھا' پس اس کو انہوں نے قتل کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۲ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٤٠٣٩- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَبِي رَافِعٍ الْيَهُودِيِّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيكٍ وَّكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُؤْذِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُعِينُ عَلَيْهِ وَكَانَ فِي حِصْنٍ لَّهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لِأَصْحَابِهِ اجْلِسُوا مَكَانَكُمْ فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ وَّمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّي أَنْ أَدْخُلَ فَأَقْبَلَ حَتّٰى دَنَا مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهِ كَأَنَّهُ يَقْضِي حَاجَةً وَّقَدْ دَخَلَ النَّاسُ فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِيقَ عَلٰى وَتِدٍ قَالَ فَقُمْتُ إِلَى الْأَقَالِيدِ فَأَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهُ وَكَانَ فِي عَلَالِيَّ لَهُ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ إِلَيْهِ فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ قُلْتُ إِنَّ الْقَوْمَ نَذِرُوا بِي لَمْ يَخْلُصُوا إِلَيَّ حَتّٰى أَقْتُلَهُ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ فِي بَيْتٍ مُّظْلِمٍ وَسْطَ عِيَالِهِ لَا أَدْرِي أَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هٰذَا فَأَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَأَنَا دَهِشٌ فَمَا أَغْنَيْتُ شَيْئًا وَّصَاحَ فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ فَأَمْكُثُ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ دَخَلْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا هٰذَا الصَّوْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ فَقَالَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ إِنَّ رَجُلًا فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِي قَبْلُ بِالسَّيْفِ قَالَ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أَثْخَنَتْهُ وَلَمْ أَقْتُلْهُ ثُمَّ وَضَعْتُ ضَبِيبَ السَّيْفِ فِي بَطْنِهِ حَتّٰى أَخَذَ فِي ظَهْرِهِ فَعَرَفْتُ أَنِّي قَتَلْتُهُ فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بَابًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء بن عازب' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابورافع یہودی کی طرف انصار کے چند مردوں کو بھیجا اور حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا اور ابورافع' رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دیا کرتا تھا اور آپ کے خلاف (آپ کے دشمنوں کی) مدد کرتا تھا' وہ سرزمین حجاز کے ایک قلعہ میں رہتا تھا' جب انصاری اس کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشیوں کو لے کر جا چکے تھے' سو حضرت عبداللہ نے اپنے اصحاب سے کہا: تم لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھو میں (اس کے قلعہ میں) جا رہا ہوں اور دربانوں سے کوئی حیلہ کرتا ہوں' شاید میں (قلعہ میں) داخل ہو جاؤں' پس وہ آگے بڑھے حتیٰ کہ دروازہ تک پہنچ گئے' انہوں نے اپنے آپ کو اپنے کپڑے سے اس طرح ڈھانپ لیا گویا وہ قضاء حاجت کر رہے ہیں' قلعہ کے تمام لوگ اندر داخل ہو چکے تھے' سو دربان نے پکار کر کہا: اے اللہ کے بندے! اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آ جا' کیونکہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں' (انہوں نے بتایا:) سو میں اندر داخل ہو گیا' پس میں چھپ کر دیکھنے لگا' پس جب سب لوگ اندر چلے گئے تو اس نے دروازہ بند کر دیا اور چابیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکا دیا' انہوں نے بتایا کہ میں چابیوں کی طرف بڑھا اور ان کو اٹھایا' سو میں نے دروازہ کھولا' ابورافع کے پاس رات کو کہانیاں سنائی جا رہی تھیں اور وہ اپنے بالاخانے میں تھا' جب کہانیاں سنانے والے اس کے پاس سے چلے گئے تو میں (اس کے بالاخانے کی طرف) چڑھا' اس اثناء میں' میں جتنے دروازے اس تک جانے کے لیے کھولتا تھا ان کو اندر سے بند کرتا جاتا تھا' میں نے سوچا کہ اگر ان لوگوں کو میری خبر ہو بھی گئی تو یہ اس وقت تک میرے قریب نہ آ سکیں حتیٰ کہ میں اس کو قتل کر لوں' سو میں جب اس کے پاس پہنچا تو وہ اپنے گھر والوں کے درمیان اندھیرے کمرے میں تھا' مجھے نہیں پتا چل

Marfat.com

حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى دَرَجَةٍ لَّهٗ فَوَضَعْتُ رِجْلِيْ وَاَنَا اُرٰى اَنِّيْ قَدِ انْتَهَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَوَقَعْتُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِيْ فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ فَقُلْتُ لَا اَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتّٰى اَعْلَمَ اَقَتَلْتُهٗ فَلَمَّا صَاحَ الدِّيْكُ قَامَ النَّاعِيْ عَلَى السُّوْرِ فَقَالَ اَنْعٰى اَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ اَهْلِ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ اِلٰى اَصْحَابِيْ فَقُلْتُ النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ اَبَا رَافِعٍ فَانْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِيْ فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّهَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ ۔

رہا تھا کہ وہ گھر میں کس جگہ پر ہے' پس میں نے کہا: اے ابورافع! اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو میں اس آواز کی طرف بڑھا اور میں نے اس پر تلوار ماری' اس وقت اپنی کارروائی کی وجہ سے میرا دل دھڑک رہا تھا' اس نے چیخ ماری تو میں کمرے سے باہر نکل گیا' میں تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر اس کے پاس آ گیا' میں نے کہا: اے ابورافع! یہ کیسی چیخ تھی؟ اس نے کہا: تیری ماں مر جائے! کوئی مرد گھر میں ہے' اور اس نے ابھی مجھ پر تلوار سے وار کیا ہے' انہوں نے بتایا کہ میں نے پھر اس پر تلوار مار کر اس کا خون بہا دیا اور ابھی میں نے اس کو قتل نہیں کیا تھا' پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں گھونپی حتیٰ کہ وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی' پھر میں نے سمجھ لیا کہ اب میں اس کو قتل کر چکا ہوں' پھر میں ہر دروازہ کو کھولتا گیا حتیٰ کہ سیڑھی تک پہنچ گیا' سو میں نے اپنا پیر رکھا اور میرا گمان تھا کہ میں زمین تک پہنچ چکا ہوں' پس میں چاندنی رات میں گر گیا اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی' سو میں نے اپنے عمامہ کو اس پر باندھ لیا' پھر میں چل پڑا حتیٰ کہ دروازہ پر بیٹھ گیا' پس میں نے (دل میں) کہا: میں پوری رات باہر نہیں نکلوں گا حتیٰ کہ میں جان لوں کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے' پھر جب مرغ نے اذان دی تو اس وقت قلعہ کی فصیل پر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ میں اہلِ حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کی خبر دے رہا ہوں' سو میں اپنے اصحاب کی طرف گیا اور ان سے کہا: جلدی چلو! اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کر دیا' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ! میں نے اپنی ٹانگ پھیلائی' آپ نے اس پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا' پس گویا اس میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۲ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''تقنع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ڈھانپ لیا۔

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' ان کا پورا نام ہے: عبداللہ بن عتیک بن قیس بن الاسود بن مری بن کعب بن غنم۔

Marfat.com

اس میں مذکور ہے کہ اس نے الاعالیق کو ''ود'' پر لٹکا دیا''اعالیق'' ''اعلیق'' کی جمع ہے' اس کا معنی چراغ ہے' اور''ود'' کا معنی''وتد'' ہے' یعنی کیل یا کھونٹی۔

''علالی'' اس کا معنی ہے: بالا خانہ۔

''ضبیب السیف'' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ صحیح لفظ''ضبة السیف'' ہے' اس کا معنی ہے: تلوار کی نوک۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۲۷۔۱۳۶' وزارۃ الاوقاف' قطر)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کی برکت اور دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے میری (ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر) اپنا مبارک ہاتھ پھیرا تو گویا اس میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ جب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ سیڑھی سے گرے تو ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور جب ابورافع کی موت کی خبر سنی تو جلد اپنے ساتھیوں سے مل کر چلتے ہوئے مدینہ پہنچے اور اس خوشی میں ان کو درد کا احساس نہیں ہوا' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ نے ان کی ٹانگ پر اپنا ہاتھ پھیرا تو آپ کے ہاتھ کی برکت سے ان کا سارا درد جاتا رہا۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ جس مشرک تک توحید کی دعوت پہنچ چکی ہو اور وہ پھر بھی اپنے شرک پر اصرار کرے' اس کو دھوکے سے قتل کرنا جائز ہے اور جو شخص اپنے جسم اور مال سے آپ کے دشمنوں کی مدد کرے' اس کو بھی قتل کرنا جائز ہے اور اہل حرب کی جاسوسی کرنا جائز ہے' اور مشرکین سے جنگ میں شدت کرنا جائز ہے اور کم مسلمانوں کا زیادہ مشرکین پر حملہ کے لیے جانا جائز ہے اور علامت اور دلیل پر حکم لگانا جائز ہے جیسے حضرت عبداللہ نے ابورافع کی آواز سن کر اس پر حملہ کیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۹۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عبداللہ بن عتیک کے اصحاب کے اسماء اور ان کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابورافع یہودی کی طرف انصار کے چند مردوں کو بھیجا۔

ان مردوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عتیک (۲) حضرت مسعود بن سلمان (۳) حضرت عبداللہ بن انیس (۴) حضرت ابوقتادہ اور (۵) خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبداللہ بن عتیک کا پورا نام پہلے ہم لکھ چکے ہیں' رہے حضرت مسعود بن سنان تو وہ سنان بن الاسود کے بیٹے ہیں' وہ غزوۂ اُحد میں حاضر تھے اور جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے' اور حضرت عبداللہ بن انیس' اسعد بن حرام کے بیٹے ہیں' یہ غزوۂ اُحد اور بعد کے غزوات میں حاضر رہے تھے' اور پینتالیس ہجری میں فوت ہو گئے تھے' اور حضرت ابوقتادہ انصاری' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑ سوار تھے' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے: الحارث بن ربعی' دوسرا قول ہے: بلدمۃ بن غناس' تیسرا قول ہے: النعمان الربعی' ان کے بدری ہونے میں اختلاف ہے' الحسین بن عثمان نے کہا ہے کہ حضرت ابوقتادہ چالیس ہجری میں فوت ہو گئے تھے' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر تھے' اور ستر (۷۰) سال کی عمر میں حضرت علی ہی کی خلافت میں فوت ہوئے' اور حضرت خزاعی' اسود بن خزاعی کے بیٹے ہیں' رضی اللہ عنہم اجمعین۔

Marfat.com

اس کے بعد علامہ عینی نے مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں' یہ وہی معانی ہیں جو ہم علامہ ابن الملقن سے نقل کر چکے ہیں' حافظ ابن حجر نے بھی یہی معانی ذکر کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۸۴۔۱۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحٌ هُوَ ابْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَبِي رَافِعٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيكٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُتْبَةَ فِي نَاسٍ مَعَهُمْ فَانْطَلَقُوا حَتّٰى دَنَوْا مِنَ الْحِصْنِ فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيكٍ امْكُثُوا أَنْتُمْ حَتّٰى أَنْطَلِقَ أَنَا فَأَنْظُرَ قَالَ فَتَلَطَّفْتُ أَنْ أَدْخُلَ الْحِصْنَ فَفَقَدُوا حِمَارًا لَهُمْ قَالَ فَخَرَجُوا بِقَبَسٍ يَطْلُبُونَهُ قَالَ فَخَشِيتُ أَنْ أُعْرَفَ قَالَ فَغَطَّيْتُ رَأْسِي وَرِجْلِي كَأَنِّي أَقْضِي حَاجَةً ثُمَّ نَادٰى صَاحِبُ الْبَابِ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ فَلْيَدْخُلْ قَبْلَ أَنْ أُغْلِقَهُ فَدَخَلْتُ ثُمَّ اخْتَبَأْتُ فِي مَرْبِطِ حِمَارٍ عِنْدَ بَابِ الْحِصْنِ فَتَعَشَّوْا عِنْدَ أَبِي رَافِعٍ وَتَحَدَّثُوا حَتّٰى ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلٰى بُيُوتِهِمْ فَلَمَّا هَدَأَتِ الْأَصْوَاتُ وَلَا أَسْمَعُ حَرَكَةً خَرَجْتُ قَالَ وَرَأَيْتُ صَاحِبَ الْبَابِ حَيْثُ وَضَعَ مِفْتَاحَ الْحِصْنِ فِي كَوَّةٍ فَأَخَذْتُهُ فَفَتَحْتُ بِهِ بَابَ الْحِصْنِ قَالَ قُلْتُ إِنْ نَذِرَ بِيَ الْقَوْمُ انْطَلَقْتُ عَلٰى مَهَلٍ ثُمَّ عَمَدْتُ إِلٰى أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ فَغَلَّقْتُهَا عَلَيْهِمْ مِنْ ظَاهِرٍ ثُمَّ صَعِدْتُ إِلٰى أَبِي رَافِعٍ فِي سُلَّمٍ فَإِذَا الْبَيْتُ مُظْلِمٌ قَدْ طَفِئَ سِرَاجُهُ فَلَمْ أَدْرِ أَيْنَ الرَّجُلُ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ فَعَمَدْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ وَصَاحَ فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ جِئْتُ كَأَنِّي أُغِيثُهُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا أَبَا رَافِعٍ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي فَقَالَ أَلَا أُعْجِبُكَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَضَرَبَنِي بِالسَّيْفِ فَقَالَ فَعَمَدْتُ لَهُ أَيْضًا فَأَضْرِبُهُ أُخْرٰى فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا فَصَاحَ وَقَامَ أَهْلُهُ قَالَ ثُمَّ جِئْتُ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي كَهَيْئَةِ الْمُغِيثِ فَإِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح نے حدیث بیان کی اور وہ ابن مسلمہ ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عتیک اور حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو چند لوگوں کے ساتھ ابورافع کی طرف بھیجا' سو وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ قلعہ کے قریب پہنچ گئے' پس ان سے حضرت عبداللہ بن عتیک نے کہا: آپ یہاں ٹھہریں حتیٰ کہ میں جا کر دیکھتا ہوں' انہوں نے بتایا کہ پھر میں نے قلعہ میں داخل ہونے کا حیلہ کیا' وہ لوگ اپنے گدھے کو ڈھونڈ رہے تھے' پس وہ لوگ اس کی طلب میں روشنی لے کر نکلے' پس مجھے خوف ہوا کہ کہیں میں پہچان نہ لیا جاؤں' سو میں نے اپنے سر کو اور ٹانگوں کو اس طرح ڈھانپ لیا' جیسے میں قضاء حاجت کر رہا ہوں' پھر دربان نے آواز دی کہ اس سے پہلے کہ میں قلعہ کا دروازہ بند کر دوں جس نے اندر داخل ہونا ہے وہ داخل ہو جائے' پس میں بھی (قلعہ میں) داخل ہو گیا' پھر میں گدھے کے اصطبل میں چھپ گیا' جو قلعہ کے دروازہ کے پاس تھا' پھر ان لوگوں نے ابورافع کے ساتھ رات کا کھانا کھایا اور باتیں کرنے لگے' حتیٰ کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا' پھر وہ اپنے کمروں کی طرف لوٹ گئے' پھر جب آوازیں آنی بند ہو گئیں اور میں کوئی حرکت نہیں سن رہا تھا میں نکلا اور میں نے دیکھ لیا تھا کہ دربان نے قلعہ کی کنجیاں ایک طاق میں رکھی ہیں' سو میں نے وہ کنجیاں لیں اور قلعہ کا دروازہ کھول لیا' انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر ان لوگوں کو میرا پتا چل گیا تو میں آسانی سے نکل جاؤں گا' پھر میں نے ان کمروں کے دروازوں کا قصد کیا' میں ان کمروں کے دروازوں کو اندر سے بند کرتا جاتا تھا' پھر میں سیڑھی کے ذریعہ ابورافع کی طرف چڑھا' سو اس کے کمرے میں اندھیرا تھا' اور چراغ بجھا ہوا تھا' پس مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ شخص کہاں ہے'

Marfat.com

هُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَاَضَعُ السَّيْفَ فِيْ بَطْنِهٖ ثُمَّ انْكَفِئُ عَلَيْهِ حَتّٰى سَمِعْتُ صَوْتَ الْعَظْمِ ثُمَّ خَرَجْتُ دَهِشًا حَتّٰى اَتَيْتُ السُّلَّمَ اُرِيْدُ اَنْ اَنْزِلَ فَاَسْقُطُ مِنْهُ فَانْخَلَعَتْ رِجْلِيْ فَعَصَبْتُهَا ثُمَّ اَتَيْتُ اَصْحَابِيْ اَحْجُلُ فَقُلْتُ لَهُمْ اِنْطَلِقُوْا فَبَشِّرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى اَسْمَعَ النَّاعِيَةَ فَلَمَّا كَانَ فِيْ وَجْهِ الصُّبْحِ صَعِدَ النَّاعِيَةُ فَقَالَ اَنْعٰى اَبَا رَافِعٍ قَالَ فَقُمْتُ اَمْشِيْ مَابِيْ قَلَبَةٌ فَاَدْرَكْتُ اَصْحَابِيْ قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَشَّرْتُهٗ ۔

تو میں نے کہا: اے ابورافع! اس نے کہا: یہ کون ہے؟ پس میں نے اس کی آواز کا قصد کیا اور اس پر تلوار ماری' وہ چیخا' لیکن یہ وار ٹھیک سے نہیں لگا تھا' پھر میں اس طرح اس کے پاس پہنچا گویا میں اس کی مدد کر رہا ہوں' میں نے اپنی آواز بدل کر پوچھا: اے ابورافع! تم کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے' تیری ماں مر جائے! ابھی کوئی شخص مجھ پر داخل ہوا ہے اور اس نے مجھ پر تلوار سے وار کیا ہے' انہوں نے بتایا کہ پھر میں نے دوبارہ اس پر حملہ کیا' اس وار سے بھی وہ بچ گیا' پھر وہ چیخا اور اس کی اہلیہ بھی اُٹھ گئی' میں پھر اس کے پاس پہنچا گویا میں اس کی مدد کرنے والا ہوں اور میں' نے اپنی آواز بدل لی تھی' اس وقت وہ پیٹھ کے بل چت لیٹا ہوا تھا' میں نے تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی' پھر میں نے اس کو زور سے دبایا حتیٰ کہ میں نے اس کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنی' پھر میں گھبرایا ہوا وہاں سے نکلا' حتیٰ کہ میں سیڑھی پر آیا' میں نیچے اترنا چاہتا تھا' پس میں سیڑھی سے گر گیا' اس سے میری ٹانگ ٹوٹ گئی' میں نے اس پر پٹی باندھ لی' پھر میں لنگڑاتا ہوا اپنے اصحاب کے پاس آیا' میں نے ان سے کہا: آپ جائیں اور رسول اللہ ﷺ کو خوش خبری دیں اور میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ میں اس کی موت کی خبر سن لوں' پھر جب صبح ہوئی تو موت کی خبر دینے والا چڑھا اور اس نے کہا: میں ابورافع کی موت کی خبر دے رہا ہوں' سو میں اُٹھا اور میں اس حال میں چل رہا تھا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی اور اس سے پہلے کہ میرے اصحاب نبی ﷺ تک پہنچے' میں نے اپنے اصحاب کو پالیا' پھر میں نے آپ کو خوش خبری دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن' حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

۱۷- بَابُ غَزْوَةِ اُحُدٍ — غزوۂ اُحد

غزوۂ اُحد ا اشوال ۳ھ میں ہفتہ کے دن ہوا تھا' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ ہجرت کے بتیس دن بعد ہوا تھا' امام بیہقی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ یہ غزوۂ بدر کے ایک سال بعد ہوا تھا۔

اُحد' مدینہ کا ایک پہاڑ ہے جو مدینہ سے ایک فرسخ سے بھی کم فاصلہ پر ہے' اس کو اُحد اس لیے کہتے ہیں کہ یہ باقی پہاڑوں سے

Marfat.com

منقطع اور منفرد ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس پہاڑ میں حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی قبر ہے' وہ اس جگہ فوت ہوئے تھے' حضرت ہارون اور ان کے بھائی حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام' یہاں سے حج یا عمرہ کرتے ہوئے گزرے ہیں' آثارِ مسندہ میں روایت ہے کہ اُحد پہاڑ قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر ہوگا' غزوۂ اُحد کے دن ابلیس علیہ اللعنۃ نے اُحد پہاڑ پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل کر دیئے گئے ہیں' اسی پہاڑ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیر انداز کھڑے کیے تھے' اور اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُحد ایک پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۸۶-۱۸۵)

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○﴾ (آل عمران: ۱۲۱) ۔

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: اور جب صبح کے وقت آپ اپنے اہل کے پاس سے باہر آئے' مسلمانوں کو لڑائی کے لیے مورچوں پر ٹھہراتے ہوئے اور اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے○ (آل عمران: ۱۲۱)

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ○ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○﴾ (آل عمران: ۱۴۳-۱۳۹) ۔

اور اللہ عزوجل کا ارشاد: اور سستی نہ کرو اور غمگین نہ ہو تم ہی غالب رہو گے اگر کامل مؤمن ہو○ اگر تمہیں زخم آئے ہیں تو تمہارے دشمنوں کو بھی اسی طرح زخم پہنچے ہیں' اور ان (گرم و سرد) دنوں کو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں' تاکہ اللہ ایمان والوں کو جدا کر دے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید بنائے اور اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا○ اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کو خالص کر دے اور کافروں کو مٹا دے○ کیا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو (دوسروں سے) ممتاز نہیں کیا○ اور بے شک تم موت آنے سے پہلے موت کی تمنا کرتے تھے' سو اب تم نے اس کو دیکھ لیا اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے○ (آل عمران: ۱۴۳-۱۳۹)

وَقَوْلِهٖ ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾ (آل عمران: ۱۵۲)

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور بے شک اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا' جب تم اس کے حکم سے ان کو قتل کرتے تھے' یہاں تک کہ تم نے بزدلی دکھائی اور (اپنے) کام میں اختلاف کیا اور تم نے اس کے بعد نافرمانی کی جب کہ اللہ تمہیں تمہاری پسندیدہ چیز (مالِ غنیمت) دکھا چکا تھا' تم میں سے کوئی دنیا کا ارادہ کرتا تھا اور کوئی آخرت کو چاہتا تھا' پھر اللہ نے تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا' اور اللہ ایمان والوں پر بہت فضل والا ہے○ (آل عمران: ۱۵۲)

Marfat.com

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا﴾ (آل عمران:١٦٩) اَلْاٰيَةَ ۔ اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ گمان نہ کرو۔ (آل عمران:١٦٩)

یہ تمام آیات سورۃ آل عمران میں ہیں اور ان سب کا تعلق غزوۂ اُحد کے ساتھ ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ اُحد کے متعلق آل عمران کی ساٹھ آیات نازل فرمائی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے غزوۂ اُحد کے متعلق بتائیے' انہوں نے فرمایا: تم سورۃ آل عمران کی ایک سو بیس آیات پڑھ لو' تمہیں غزوۂ اُحد کے متعلق معلوم ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٨٦)

غزوۂ اُحد کے وقوع کی تاریخ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

ابن عائذ کے نزدیک غزوۂ اُحد گیارہ شوال تین ہجری ہفتہ کے دن ہوا تھا اور امام محمد بن سعد کے نزدیک ہجرت کے بتیس ماہ اور سات دن بعد ہوا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٣٦)

امام ابن اسحاق کے نزدیک پندرہ شوال کو ہوا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ٣ ص ٥٢)

امام بیہقی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد ہوا تھا اور غزوۂ اُحد اس کے ایک سال بعد ہوا تھا' اور ایک روایت میں غزوۂ اُحد ہجرت کے اکتیس ماہ بعد ہوا تھا۔ (دلائل النبوۃ ج ٣ ص ٢٠٢)

اُحد پہاڑ کا تذکرہ اور تعارف

اُحد مدینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور اس کا مدینہ سے کم از کم فاصلہ ایک فرسخ ہے' اس کا نام اُحد اس لیے ہے کہ یہ دوسرے پہاڑوں سے منفرد اور متوحد ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمدہ ناموں کو پسند فرماتے تھے اور اس سے زیادہ عمدہ کون سا نام ہو گا جو احدیت سے ماخوذ ہو۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اُحد پہاڑ میں حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی قبر ہے۔ (ابن دحیہ نے اس کا رد کیا ہے) حضرت ہارون اور ان کے بھائی حضرت موسیٰ علیہما السلام حج یا عمرہ کرتے ہوئے اس پہاڑ کے پاس سے گزرے تھے' یہ وہی پہاڑ ہے جس کے پاس غزوۂ اُحد میں لشکر ٹھہرا تھا اور ابلیس علیہ اللعنۃ نے اس پہاڑ پر چڑھ کر کہا تھا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیا گیا' اسی پہاڑ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیر اندازوں کو کھڑا کیا تھا۔ (الروض الانف ج ٣ ص ١٥٩)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پہاڑ کے متعلق فرمایا تھا: یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری:١٤٨١) ظاہر یہ ہے کہ اُحد پہاڑ کا آپ سے محبت کرنا حقیقت پر محمول ہے' کیونکہ پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں یہ تاویل ہو کہ اُحد والے ہم سے محبت کرتے ہیں۔ آثار مسندہ میں روایت ہے کہ قیامت کے دن اُحد پہاڑ جنت کے دروازہ کے اندر ہو گا اور ابو عبس بن جبر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُحد پہاڑ جنت کے دروازہ پر ہے۔ (المعجم الاوسط ج ٦ ص ٣١٥)

بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے کفارِ قریش کی تیاری

الزہری اور دوسرے ائمہ کی روایت میں ہے کہ جب غزوۂ بدر میں شکست کھا کر قریش مکہ پہنچے اور ابو سفیان بن حرب بھی اپنے

قافلہ کے ساتھ مکہ پہنچ گیا' تو عبداللہ بن ابی ربیعہ' اور عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ قریش کے اُن مردوں کے ساتھ اس کے پاس آئے جن کے باپ' بھائی اور بیٹے بدر کے دن مارے گئے تھے' انہوں نے ابوسفیان بن حرب سے کہا: اے قریش کی جماعت! بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تم کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور تمہارے بہترین لوگوں کو مار ڈالا ہے' سو تم اس قافلہ کے مال سے ہماری مدد کرو تا کہ ہم ان سے جنگ کر کے بدلہ لیں' سو وہ اس پر تیار ہو گئے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴۔۳)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ جب مشرکین بدر سے مکہ کی طرف لوٹے تو انہوں نے دیکھا کہ ابوسفیان کا قافلہ دار الندوۃ میں ٹھہرا ہوا ہے' پس اشرافِ قریش چل کر ابوسفیان کے پاس گئے اور کہا: ہم دلی خوشی سے کہتے ہیں کہ تم اس قافلہ کے نفع کو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف لشکر کی تیاری میں لگا دو' پس ابوسفیان نے کہا: میں سب سے پہلے اس پر لبیک کہتا ہوں اور بنو عبد مناف میرے ساتھ ہیں' سو انہوں نے اس قافلہ کا سامان فروخت کر دیا اور اس میں ایک ہزار اونٹ تھے اور پچاس ہزار دینار تھے' پس انہوں نے قافلہ والوں کو ان کی اصل رقم واپس کر دی اور اس کا نفع نکال لیا اور وہ اپنی تجارات میں ہر دینار پر ایک دینار نفع حاصل کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۷۔۳۶)

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو اس لشکر کی تیاری پر مال دینے کے لیے برانگیختہ کیا' اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۝ (الانفال: ۳۶)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکیں' تو اب وہ انہیں خرچ کریں گے' پھر یہ خرچ کرنا ان کے لیے باعث حسرت ہو جائے گا' پھر (یہ کفار) مغلوب کر دیئے جائیں گے' اور جنہوں نے کفر کیا' ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۝

پھر قریش' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھے ہو گئے' ان کو ابوسفیان بن حرب' اس کے موافقین اور کنانہ اور اہل تہامہ کے قبائل نے اکٹھا کیا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴۔۳)

انہوں نے مدد حاصل کرنے کے لیے تمام عرب میں اپنے نمائندے بھیجے' سو انہوں نے تین ہزار کا لشکر تیار کر لیا' جس میں سات سو زرہیں تھیں' دو سو گھوڑے تھے اور تین ہزار اونٹ تھے اور اس میں پندرہ گانے والی عورتیں تھیں' جو ان کے سامنے بدر کے مقتولین کا ذکر کر کے ان کو بدلہ لینے کے لیے جوش دلاتی تھیں۔ امام محمد بن سعد نے کہا: پس عباس نے یہ خبریں لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن الربیع کو عباس کے متعلق بتایا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۸)

عبداللہ بن اُبی کا عین معرکہ میں لشکر سے نکل جانا' آپ کی حکم عدولی کی وجہ سے مسلمانوں کی شکست۔۔۔ اور آپ کا اُحد کی لڑائی میں زخمی ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتال کے لیے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو ان میں سے بزرگوں کی رائے آپ کی رائے کے موافق تھی اور نوجوانوں کی رائے اس کے خلاف تھی' پس جب آپ مقام الشوط پر پہنچے تو عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو اصحاب کے ساتھ آپ کے لشکر سے نکل گیا' ایک قول یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے آپ نے ان کو خود نکال دیا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۸۔۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیر اندازوں کو حکم دیا تھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا' اور جب وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے تو شکست کھا گئے اور ستر

(۷۰) مسلمان شہید ہو گئے جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے' ان کو وحشی نے نیزہ مار کر شہید کیا تھا' ایک قول ہے کہ پینسٹھ (٦٥) مسلمان شہید ہوئے تھے' ان میں سے چار مہاجر تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۳۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک پیشانی پر پتھر لگا اور وہ خون آلود ہوئی اور عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کے نچلے دانت کو شہید کر دیا' اور آپ کا نچلا ہونٹ عبداللہ بن قمئہ نے زخمی کیا اور کہا: یہ لو! اور میں ابن قمئہ ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تجھے اللہ تعالیٰ دوزخ میں ذلیل کرے گا' سو وہ پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریوں میں تھا کہ اس کو ایک بکرے نے سینگ مارا اور اس کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا' سو اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

آپ کے دائیں کندھے پر کسی کافر نے تلوار ماری تھی جس سے آپ کا رخسار زخمی ہو گیا اور آپ کے خود کے دو حلقے اس میں گھس گئے' اور آپ اس گڑھے میں گر گئے جس کو ابو عامر یہودی نے مسلمانوں کے خلاف سازش کے لیے کھودا تھا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اٹھا کر سیدھا کھڑا کیا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دشمنوں کے تیروں کے خلاف آپ کی ڈھال بن گئے۔ (عیون الاثر ج ۲ ص ۵)

امام ابن ہشام نے الزہری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ کی مبارک پیشانی پھٹ گئی تھی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۷) یہ اثر غریب ہے' اور ابن قمئہ نے چلا کر کہا: بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے ہیں اور حقیقت میں ابلیس نے اس کی صورت میں آ کر یہ کہا تھا اور اس دن آپ کے ساتھ صرف چودہ افراد ثابت قدم رہے تھے' اور امام مسلم نے روایت کی ہے کہ آپ کے ساتھ سات (۷) انصار اور دو قریش کے مرد حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما ثابت قدم رہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۸۹)

عنقریب امام بخاری کی روایت میں آئے گا کہ جن ایام میں آپ پر حملہ کیا گیا تھا' ان ایام میں آپ کے ساتھ صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما باقی رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۶۱۔۴۰۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں اُحد کی شکست دکھانا

حضرت ابو موسیٰ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا' جس سے تلوار کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور اس کی تعبیر اُحد میں مسلمانوں کی شکست کی صورت میں ظاہر ہوئی' پھر میں نے دوبارہ اس تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ عمدہ ہو گئی' اس کی تعبیر وہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی اور مسلمان جمع ہو گئے اور میں نے خواب میں ایک گائے دیکھی اور اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں خیر ہے' اور اس کی تعبیر وہ تھی جو غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کا نقصان ہوا۔

(صحیح البخاری: ۴۰۸۱)

دوسری کتابوں میں یہ حدیث ہے: میں نے دیکھا کہ میری تلوار کی نوک ٹوٹ گئی ہے اور میں نے اپنا ہاتھ اپنی زرہ میں داخل کر لیا' میں نے اس کی تعبیر مدینہ لی۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۱' المستدرک ج ۲ ص ۱۲۹۔۱۲۸' مسند دارمی: ۲۲۰۵۔۸۔۱۳۷' السنن الکبریٰ: ۷۶۴۷' سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ٦)

امام ابن ہشام سے روایت ہے کہ گائے کو دیکھنے کی تعبیر میرے اصحاب کی شہادت تھی اور میں نے اپنی تلوار کی نوک جو ٹوٹی ہوئی دیکھی' اس کی تعبیر میرے اہل بیت میں سے ایک مرد کی شہادت تھی۔ (سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۷)

اس سے مراد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن عقبہ نے کہا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی تلوار کی نوک ٹوٹی ہوئی جو دیکھی تھی' اس کی تعبیر آپ کے چہرے کا زخم ہے کیونکہ اللہ کے دشمنوں نے اس دن آپ کا چہرہ زخمی کر دیا تھا اور آپ کا نچلا دانت شہید کر دیا تھا اور آپ کا رخسار اور نچلا ہونٹ خون

Marfat.com

آلود کر دیا تھا اور ابن عائذ نے روایت کی ہے کہ آپ نے یہ خواب جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔

علامہ واقدی نے روایت کی ہے کہ آپ اس خواب کی وجہ سے مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا نہیں چاہتے تھے اور اس میں ہے کہ میری تلوار ذوالفقار کے درمیان سے ٹوٹ کر دو حصے ہو گئے تھے اور میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ میرے اہل بیت میں سے ایک مرد کو شہید کر دیا جائے گا۔ (کتاب المغازی للواقدی ص ۲۰۹)

مسلمانوں اور کفار کے لشکروں کا تقابل

مشرکین کا جھنڈا طلحہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ عثمان کا بیٹا ہے جو شیبہ کا بھائی ہے' اس کو قتل کر دیا گیا تھا' اور مسلمانوں کا جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا' یعنی مہاجرین میں سے اور ایک قول ہے: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور اوس کا جھنڈا حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا' اور خزرج کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا' کفارِ قریش کے لشکر میں تین ہزار مرد تھے اور دو سو گھوڑے تھے اور مسلمانوں کے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔

سورۃ آل عمران میں درج شدہ مشکل الفاظ کے معانی

آل عمران: ۱۳۹ میں ہے: ''ولا تھنوا'' اس کا معنی ہے: تم کمزور نہ پڑو۔

آل عمران: ۱۴۰ میں ہے: ''قرحٌ'' اس کا معنی ہے: زخم۔

نیز اس آیت میں ہے: ''ولیعلم اللّٰہ'' تاکہ جب مؤمنین مغلوب ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کا صبر جان لے' اور اللہ تعالیٰ اس غیب کو پہلے سے جانتا ہے' مگر اس پر علمِ غیب کا مجازاً اطلاق ہوتا ہے' اس لیے اس کا معنی ہے: تاکہ اللہ اس کو واقع میں بہ طور شہادت جان لے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا بہترین معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے صبر کو ظاہر فرما دے۔ (سعیدی غفرلہ)

آل عمران: ۱۴۲ میں ہے: ''ولما یعلم اللّٰہ'' اس آیت کا معنی ہے: ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ان کے جہاد کے وقوع کو نہیں جانا' تاہم وہ اس کو بہ طور غیب جانتا ہے' کیونکہ ابھی تک ان کے درمیان جہاد کا وقوع نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے وقوع کو جانتا۔

میں کہتا ہوں کہ اس آیت کا بہترین معنی یہ ہے کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ان کے جہاد کو ظاہر نہیں فرمایا۔ (سعیدی غفرلہ)

آل عمران: ۱۴۳ میں ہے: ''تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ'' مجاہد نے کہا: غزوۂ بدر کے بعد بعض مسلمان کہتے تھے: کاش! جنگ ہوتی حتیٰ کہ ہم آزمائے جاتے' پس جب ان بعض مسلمانوں کو غزوۂ اُحد میں شکست ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس آیت میں عتاب فرمایا۔

آل عمران: ۱۵۲ میں ہے: ''مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا'' بعض مسلمانوں نے کہا: ہم کو پہلے علم نہیں تھا کہ ہم دنیا کا ارادہ کرتے ہیں' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی۔

آل عمران: ۱۶۹ میں ہے: ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا'' حدیث میں ہے کہ شہداء کی ارواح جہاں چاہتی ہیں جنت میں پھرتی ہیں' پھر ان قندیلوں کی طرف آ جاتی ہیں جو عرش کے پاس لٹکی ہوئی ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۵۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶-۲۶۵) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۳۹-۱۴۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٠٤١- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن

Marfat.com

يَوْمَ اُحُدٍ هٰذَا جِبْرِيْلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ.

عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن فرمایا: یہ جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں اور ان پر جنگ کے ہتھیار ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۹۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اُحد کا ذکر ہے اور اس حدیث میں جنگ میں ہتھیار استعمال کرنے کا ثبوت بھی ہے۔

٤٠٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيْدٌ وَّاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ مِنْ مَّقَامِيْ هٰذَا وَاِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْهَا قَالَ فَكَانَتْ اٰخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں زکریاء بن عدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے خبر دی از حیوۃ از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از عقبہ بن عامر' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال بعد شہداءِ اُحد پر نمازِ جنازہ پڑھی' جیسے آپ زندوں اور مُردوں (سب) سے رخصت ہو رہے ہوں' پھر آپ منبر پر رونق افروز ہوئے' سو آپ نے فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں' اور میں تم پر گواہ ہوں اور میرا تم سے حوض پر (ملاقات کا) وعدہ ہے' اور بے شک میں اب بھی اپنی اس جگہ سے ضرور حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے تمہارے متعلق یہ خوف نہیں ہے کہ تم (سب) مشرک ہو جاؤ گے' لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم (سب) دنیا میں رغبت کرو گے' حضرت عقبہ نے کہا: پس میں آخری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور میں شافعی اور مالکی شارحین کی تاویلات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الجنائز میں شہید پر نمازِ جنازہ کے باب میں گزر چکی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۴)

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: آپ نے ان میں سے کسی پر بھی اس طرح نماز نہیں پڑھی جس طرح مُردوں پر نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے ان پر نماز پڑھی تھی یا نہیں۔ (تمہید ج ۲۳ ص ۲۴۴)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف کیا گیا ہے' ایک قول ہے کہ آپ صرف ان سے الوداع ہو رہے تھے' دوسرا قول ہے کہ آپ نے اُن پر نماز (جنازہ) نہیں پڑھی' تیسرا قول ہے کہ آپ نے ان کے لیے صرف دعا کی تھی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۵۰' وزارۃ الاوقاف' قطر ۱۴۲۹ھ)

مصنف کا شافعی اور مالکی شارحین پر تعاقب

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن نے یہ شرح اس لیے کی ہے کہ وہ شافعی ہیں اور شافعیوں کا مذہب ہے کہ شہید کی نمازِ جنازہ

Marfat.com

پڑھی جائے گی کیونکہ شہید زندہ ہوتا ہے اور زندہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی ہے' لیکن ان کا یہ قول غلط ہے کیونکہ پھر شہید کو دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا' پھر شہید کی وراثت بھی نہیں تقسیم کرنی چاہیے کیونکہ زندہ کی وراثت تقسیم نہیں کی جاتی اور شہید کی بیوہ کو عدت بھی نہیں گزارنی چاہیے اور اس کی بیوہ کا کسی دوسرے سے نکاح بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ نہ زندہ شوہر کی بیوی کی عدت ہوتی ہے اور نہ وہ کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے اور شوافع کے خلاف سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں گزر چکی ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے شہداء اُحد پر ایسی نماز پڑھی جو میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اور جب حدیث میں یہ تصریح موجود ہے تو پھر اس کی یہ تاویل کیسے صحیح ہوگی کہ آپ نے ان پر نماز نہیں پڑھی یا یہ کہ یہاں ''صلّی'' کا معنی ''نماز پڑھی'' نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی ہے: آپ نے ان کے لیے دعا کی' سو یہ تمام تاویلات حدیث کی صراحت کے خلاف ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

فصلّٰی علی اھل اُحد صلاتہ علی المیت ۔ آپ نے شہداءِ اُحد پر ایسی نماز پڑھی جیسی آپ میت پر نماز پڑھتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۹۰_۶۴۲۶_۴۰۸۵_۳۵۹۶_۱۳۴۴)

سو شافعی اور مالکی شارحین کا اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے حدیث کی صراحت کے خلاف شرح کرنا' انتہائی رکیک' ضعیف اور نا مقبول ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اپنی صحیح میں چھ ابواب میں روایت کی ہے' پانچ ابواب میں ''صلاتہ علی المیت'' (آپ کی نمازِ جنازہ) کے الفاظ ہیں اور صرف ایک باب کی حدیث: ۴۰۴۲ میں یہ الفاظ انہوں نے اختصار کی وجہ سے حذف کر دیئے اور پانچ ابواب میں ان الفاظ کا ذکر' ایک حدیث میں اس کے حذف پر دلیل ہے' تو یہ اُصولی بات ان شافعی اور مالکی شارحین کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی!

مُردوں سے الوداع ہونے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جیسے آپ زندوں اور مُردوں سب سے رخصت ہو رہے ہوں۔ زندوں سے رخصت ہونا تو سمجھ میں آتا ہے' کیونکہ حدیث کا سیاق و سباق یہ خبر دیتا ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اپنی حیات کے آخر میں فرمایا تھا' لیکن مُردوں سے رخصت ہونے کی کیا توجیہ ہے؟ ہو سکتا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر کی مراد یہ ہو کہ اب مُردے بھی آپ کے جسم ظاہری کے ساتھ آپ کی زیارت نہیں کر سکیں گے' کیونکہ ہر چند کہ آپ اپنی موت کے بعد بھی زندہ ہیں' لیکن یہ حیات اُخروی ہے' جو دنیاوی حیات کے مشابہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم! اور ہو سکتا ہے کہ مردوں سے الوداع ہونے کا یہ معنی ہو کہ اب آپ مردوں کے لیے استغفار کریں گے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ اہل بقیع کے لیے استغفار فرماتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر نے یہ مبالغۃً کہا ہو کہ گویا آپ زندوں اور مُردوں دونوں سے الوداع ہو رہے ہوں۔ (سعیدی غفرلہ) (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

شہید کی نمازِ جنازہ کے مسئلہ میں شوافع کا ردّ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ شوافع شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں' وہ اس حدیث کی کیا توجیہ کریں گے؟ پھر انہوں

Marfat.com

نے جواب دیا کہ وہ کہیں گے کہ اس حدیث میں "صلّی" کا معنی نمازِ جنازہ پڑھنا نہیں ہے بلکہ اس کا لغوی معنی مراد ہے کہ آپ نے شہداءِ اُحد کے لیے دعا فرمائی۔ (شرح الکرمانی ج ۱۵ص ۲۱۸ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ عینی علامہ کرمانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کتاب الجنائز میں اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اہلِ اُحد پر نمازِ جنازہ پڑھی' پھر واپس چلے گئے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس سے' حضرت ابن الزبیر سے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور عکرمہ' سعید بن المسیب' الحسن البصری' مکحول' ثوری' اوزاعی' مزنی سے بھی مروی ہے (یعنی ان تمام صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھنا سنت ہے اور یہ حدیث شافعیہ اور مالکیہ کے مؤقف کے رد پر بہت قوی دلیل ہے)۔ (سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۰' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٣- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقِيْنَا الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَئِذٍ وَّاَجْلَسَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا مِّنَ الرُّمَاةِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ وَقَالَ لَا تَبْرَحُوْا اِنْ رَاَيْتُمُوْنَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوْا وَاِنْ رَاَيْتُمُوْهُمْ ظَهَرُوْا عَلَيْنَا فَلَا تُعِيْنُوْنَا فَلَمَّا لَقِيْنَا هَرَبُوْا حَتّٰى رَاَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ فِى الْجَبَلِ رَفَعْنَ عَنْ سُوْقِهِنَّ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ فَاَخَذُوْا يَقُوْلُوْنَ الْغَنِيْمَةَ الْغَنِيْمَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ عَهِدَ اِلَىَّ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَبْرَحُوْا فَاَبَوْا فَلَمَّا اَبَوْا صُرِفَ وُجُوْهُهُمْ فَاُصِيْبَ سَبْعُوْنَ قَتِيْلًا وَّاَشْرَفَ اَبُوْ سُفْيَانَ قَالَ اَفِى الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ فَقَالَ لَا تُجِيْبُوْهُ فَقَالَ اَفِى الْقَوْمِ ابْنُ اَبِىْ قُحَافَةَ قَالَ لَا تُجِيْبُوْهُ فَقَالَ اَفِى الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ قُتِلُوْا فَلَوْ كَانُوْا اَحْيَاءً لَاَجَابُوْا فَلَمْ يَمْلِكْ عُمَرُ نَفْسَهٗ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ اَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ مَا يُحْزِنُكَ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ اُعْلُ هُبَلْ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجِيْبُوْهُ قَالُوْا مَا نَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوْا اللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجِيْبُوْهُ قَالُوْا مَا نَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوْا اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ وَّتَجِدُوْنَ مُثْلَةً لَمْ اٰمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِىْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اس دن ہمارا مشرکین سے مقابلہ ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کا لشکر بٹھا دیا تھا اور ان پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیا تھا' اور آپ نے فرمایا: تم یہاں سے نہ جانا خواہ تم یہ دیکھو کہ ہم ان پر غالب آ چکے ہیں' تب (بھی) تم یہاں سے نہ جانا' اور اگر تم یہ دیکھو کہ وہ ہم پر غلبہ پا چکے ہیں تب بھی تم ہماری مدد کے لیے نہ آنا' پس جب ہمارا مقابلہ ہوا تو مشرکین بھاگ گئے' حتیٰ کہ ہم نے ان کی عورتوں کو اس طرح پہاڑ پر بھاگتے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اُٹھایا ہوا تھا اور ان کی پازیبیں ظاہر ہو رہی تھیں تو وہ کہنے لگے: غنیمت (لوٹو)' غنیمت (لوٹو)' پس حضرت عبداللہ بن جبیر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ یہاں سے نہ جانا' تو انہوں نے انکار کر دیا' پس جب انہوں نے انکار کیا تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے' ستر (۷۰) مسلمان شہید ہو گئے اور ابوسفیان نے سر اُٹھا کر کہا: کیا ان لوگوں میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کو جواب نہ دینا' پھر اس نے پوچھا: کیا ان لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو جواب نہ دینا' پس اس نے کہا: کیا ان لوگوں میں خطاب کا بیٹا ہے؟ پھر اس نے کہا: یہ سب لوگ قتل ہو چکے ہیں' اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے' تب حضرت عمر اپنے اوپر ضبط نہ کر سکے' انہوں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ کہا' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تیرے خلاف باقی رکھا ہے

Marfat.com

تجھے غمگین کریں گے' ابوسفیان نے کہا: ھبل بلند ہو! نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو جواب دو! صحابہ نے پوچھا: ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: اللہ بلند اور برتر ہے' ابوسفیان نے کہا: ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو جواب دو' صحابہ نے پوچھا: ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو کہ ہمارا مددگار اللہ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے' ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ (کنویں کا) ڈول ہے (کبھی ایک کے پاس' کبھی دوسرے کے پاس) اور تم ایک مثلہ (اعضاء کٹے ہوئے) کو دیکھو گے' میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ مجھے اس پر افسوس ہوا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۳۹ میں گزر چکی ہے۔

شہداءِ اُحد کی تعداد اور مُثلہ کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس ستر (۷۰) مسلمان شہید ہو گئے' امام مالک نے کہا: مہاجرین میں سے چار شہید ہوئے تھے اور انصار میں سے ستر (۷۰) شہید ہوئے تھے' نبی ﷺ کے عہد میں اس سے بڑی جنگ نہیں ہوئی تھی اور نہ کسی جنگ میں اُحد سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے تھے۔

ابوسفیان نے کہا: ھبل بلند ہو! یعنی اس کا حکم بلند ہو اور اس کا دین غالب ہو۔

نیز ابوسفیان نے کہا: عنقریب تم ایک مُثلہ (اعضاء کٹا ہوا شخص) دیکھو گے' میں نے اس کا حکم دیا تھا اور نہ مجھے اس پر افسوس ہے۔ مثلہ کا معنی ہے: کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اور اس کی ناک اور کان کاٹ کر اس کی ہیئت بگاڑ دینا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۵۲' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

جس جگہ مسلمانوں کو کھڑا کیا تھا وہاں سے ان کے نہ ہٹنے کے حکم کے متعلق دیگر روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: اگر تم دیکھو کہ مشرکین ہم پر غالب آ گئے ہیں تب بھی تم ہماری مدد کو نہ آنا۔ زہیر کی روایت میں ہے: اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں نوچ کر کھا رہے ہیں پھر بھی تم یہاں سے نہ جانا۔ امام احمد' طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: نبی ﷺ نے ان کو ایک جگہ کھڑا کیا اور فرمایا: تم ہماری پشت کی حفاظت کرو' اگر تم دیکھو کہ ہم کو قتل کر دیا گیا ہے پھر بھی تم ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر تم دیکھو کہ ہم مالِ غنیمت لوٹ رہے ہیں تو تم ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔

مشرکین کی بھاگنے والی عورتوں کے اسماء

امام ابن اسحاق نے مشرکین کی بھاگنے والی عورتوں کے نام ذکر کیے ہیں' اور وہ حسب ذیل ہیں:

Marfat.com

(۱) ھند بنت عتبہ' یہ ابوسفیان کے ساتھ آئی تھی (۲) اُم حکیم بنت الحارث بن ہشام' یہ اپنے شوہر عکرمہ بن ابوجہل کے ساتھ آئی تھی (۳) فاطمہ بنت الولید بن مغیرہ' یہ اپنے شوہر الحارث بن ہشام کے ساتھ آئی تھی (۴) برزہ بنت مسعود الثقفیہ' یہ اپنے شوہر صفوان بن اُمیہ کے ساتھ آئی تھی (۵) ریطہ بنت شیبہ السہمیہ' یہ اپنے شوہر عمرو بن العاص کے ساتھ آئی تھی (۶) سلافۃ بنت سعد' یہ اپنے شوہر طلحہ بن ابی طلحہ العبی کے ساتھ آئی تھی (۷) خناس بنت مالک' یہ مصعب بن عمیر کی والدہ تھی (۸) عمرۃ بنت علقمۃ بن کنانہ' دوسروں نے کہا ہے کہ اُحد کے دن جو عورتیں مشرکین کے ساتھ آئی تھیں' وہ پندرہ تھیں۔

جن مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے اُحد پہاڑ پر کھڑا کیا تھا' ان کے بھاگنے کے متعلق دیگر روایات

جن مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ کھڑا کیا تھا' انہوں نے کہا: ''الغنیمۃ الغنیمۃ'' زہیر کی روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن جبیر کے اصحاب نے کہا: آج غنیمت لوٹنے کا دن ہے' تمہارے اصحاب غلبہ پا چکے ہیں' اب تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ حضرت عبداللہ بن جبیر نے کہا: کیا تم بھول گئے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے تم سے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم وہاں ضرور جائیں گے اور مالِ غنیمت لوٹیں گے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: جب رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت لیا اور مشرکین کے لشکر کو مباح کر لیا تو تمام تیرانداز مڑ گئے اور لشکر میں داخل ہو کر مالِ غنیمت لوٹنے لگے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی صفیں ٹوٹ گئیں اور جب تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ کر اس کو خالی کر دیا تو دشمن کے گھڑسواروں نے پلٹ کر اس جگہ سے صحابہ پر چڑھائی کر دی' پھر بعض مسلمانوں نے ایک دوسرے کو مار ڈالا اور ان پر وہ مشرکین کے ساتھ مشتبہ ہو گئے تھے اور بہت مسلمان قتل کر دیئے گئے اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے لیے دن کا ابتدائی حصہ تھا' حتیٰ کہ مشرکین کا جھنڈا اُٹھانے والوں میں سے سات یا نو قتل کر دیئے گئے تھے اور مسلمان پہاڑ کی طرف بھاگے اور شیطان نے چلا کر کہا: (سیدنا) محمد (ﷺ) مار ڈالے گئے ہیں۔

جب تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑی تو مسلمان حیران و پریشان ہو گئے کہ کدھر جائیں' پس نبی ﷺ کے ساتھ صرف بارہ صحابہ کھڑے رہ گئے تھے۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب لوگ پیٹھ موڑ کر بھاگے تو نبی ﷺ کے ساتھ صرف بارہ انصار رہ گئے تھے' ان میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

غزوۂ اُحد میں نبی ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق دیگر روایات

امام طبری نے سُدی کی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ صحابہ میں بھگدڑ مچ گئی تھی' بعض بھاگ کر مدینہ چلے گئے اور بعض پہاڑ پر چڑھ گئے تھے' رسول اللہ ﷺ ثابت قدم رہے تھے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہے تھے' پس ابن قمئہ نے آپ کو پتھر مارا جس سے آپ کی ناک زخمی ہوئی اور سامنے کا نچلا دانت شہید ہو گیا اور آپ کا مبارک چہرہ خون آلود ہو گیا' پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف تیس افراد لوٹ کر آ گئے اور آپ کی مدافعت کرنے لگے' ان میں نمایاں حضرت طلحہ اور حضرت سہل بن حنیف تھے رضی اللہ عنہما' حضرت طلحہ کو تیر آ کر لگے اور ان کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' بعض مسلمان جو پہاڑ کی طرف بھاگے تو وہ کہنے لگے: کاش! ہمارا کوئی نمائندہ جا کر عبداللہ بن اُبی سے کہتا کہ وہ ابوسفیان سے امن اور صلح مانگے! پس حضرت انس بن النضر نے کہا: اے لوگو! اگر سیدنا محمد ﷺ قتل کیے جا چکے ہیں' تب بھی آؤ! ان سے جنگ کرو جن سے آپ نے جنگ کی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے پہاڑ کا قصد کیا تو ایک صحابی نے آپ کو نہ پہچان کر آپ کو تیر مارنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' جب صحابہ نے یہ سنا تو وہ خوش ہو گئے اور آپ کے گرد جمع

Marfat.com

ہو گئے اور مسلمان پلٹ کر آ گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ (اس بھگدڑ میں) ستر مسلمان شہید ہو گئے تھے۔

غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے شہید ہونے کی تعداد کے متعلق دیگر روایات

امام سعید بن منصور نے ایک مرسل روایت کی ہے کہ اُحد کے دن ستر (۷۰) مسلمان شہید ہوئے' جن میں سے چار مہاجرین میں سے تھے: حضرت سیدنا حمزہ' حضرت مصعب بن عمیر' حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہم۔

امام ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اُحد کے دن چونسٹھ (۶۴) انصار اور چھ (۶) مہاجرین شہید ہوئے' پانچویں حضرت سعد تھے جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور چھٹے حضرت یوسف بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ تھے جو بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔

محب طبری نے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ شہداءِ اُحد بہتر (۷۲) تھے اور امام مالک سے روایت کی ہے کہ پچھتر (۷۵) تھے' اور ان میں سے اکہتر (۷۱) انصار تھے۔

ابو الفتح الیعمری نے شہداءِ اُحد کے چھیانوے (۹۶) نام ذکر کیے ہیں' ان میں سے گیارہ (۱۱) مہاجرین تھے اور باقی انصار تھے' ان میں سے بعض کا ذکر امام ابن اسحاق نے کیا ہے اور باقی زائد کا ذکر موسیٰ بن عقبہ یا محمد بن سعد یا ہشام بن الکلبی نے کیا ہے' پھر حافظ ابن عبد البر اور الدمیاطی نے مزید چار یا پانچ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ شہداءِ اُحد کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ کیا جب تم کو اس حال میں مصیبت پہنچی جب کہ اس سے دگنی مصیبت تم ان کو پہنچا چکے تھے۔ (آل عمران: ۱۶۵)

الیعمری نے کہا: اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں پر جو مصیبت آئی تھی' اس پر تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی ہے کیونکہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں نے ستر (۷۰) مشرکین قتل کیے تھے اور ستر مشرکوں کو قید کر لیا تھا تو جب غزوۂ اُحد میں سو سے زیادہ مسلمان شہید کیے گئے تو یہ آیت صادق ہو گئی کہ تم بدر میں اُحد سے دگنی تعداد کو مصیبت پہنچا چکے ہو۔ (حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اسی تفسیر پر اعتماد کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۲۔۲۰۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عبد اللہ کا تذکرہ' ھبل' العزیٰ اور مثلہ کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تیر اندازوں کا ذکر ہے' زہیر کی روایت میں ہے: یہ پچاس مرد تھے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عبد اللہ کو ان تیر اندازوں کا آپ نے امیر بنایا تھا۔ عبد اللہ کا نام ہے: عبد اللہ بن جبیر بن النعمان بن اُمیہ۔ یہ العقبہ میں حاضر ہوئے' پھر بدر میں حاضر ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے' حافظ ابن عبد البر نے کہا: میرے علم میں ان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی روایت نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوسفیان نے کہا: ھبل بلند ہو! ھبل ایک بت کا نام ہے جو کعبہ میں تھا' امام ابن اسحاق نے کہا: اس کا معنی ہے: اے ھبل! تیرا دین غالب ہو گیا' علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے کہ ھبل سب سے زیادہ بلند ہے' علامہ کرمانی نے گمان کیا کہ "اُعلُ" اسم تفضیل ہے' یہ ان کا وہم ہے۔

Marfat.com

العزیٰ یہ الاعز کی مؤنث ہے اور یہ قریش کے ایک بُت کا نام ہے کہا جاتا ہے کہ العزیٰ کیکر کا درخت ہے جس کی قبیلہ غطفان پوجا کرتا تھا' انہوں نے اس پر ایک گھر بنا دیا تھا اور اس کی چوکھٹ تھی' رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا' انہوں نے اس گھر کو منہدم کر دیا اور اس درخت کو جلا دیا۔

''مُثلة'' جس شخص کے اعضاء اور اس کی ناک کاٹ دی جائے' جیسا کہ کفار قریش نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا' امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ھندا اپنے ساتھ چند عورتوں کو لے کر نکلی اور انہوں نے شہداءِ اُحد کے کان اور ان کی ناک کاٹ ڈالی اور ان اعضاء کا ہار بنا لیا اور یہ ہار انعام میں وحشی کے گلے میں ڈالا گیا کیونکہ اس نے حضرت حمزہ کو قتل کیا تھا' ھند نے حضرت حمزہ کا جگر (کلیجہ) کاٹ کر نکالا اور اس کو چبایا' مگر وہ اس کو نگل نہ سکی' پھر اس کو تھوک دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۹۲۔۱۹۱ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٤- اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ اِصْطَبَحَ الْخَمْرَ يَوْمَ اُحُدٍ نَاسٌ ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ.

امام بخاری نے روایت کی کہ مجھے عبداللہ بن محمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از جابر' وہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن صبح کو لوگوں نے شراب پی' پھر وہ لڑائی میں شہید ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۱۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شراب کی تحریم غزوہ اُحد کے بعد ہوئی ہے۔

٤٠٤٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَّكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهٗ وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا وَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعد بن ابراہیم از والد خود ابراہیم' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس طعام لایا گیا' وہ روزہ دار تھے' پس انہوں نے کہا: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے' انہیں ایسی چادر میں کفن دیا گیا کہ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو پیر کھل جاتے اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا' اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا: اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے' پھر ہم پر اتنی دنیا کشادہ کی گئی جو کشادہ کی گئی' یا کہا: ہمیں دنیا سے اتنا دیا گیا جو دیا گیا اور ہمیں یہ خوف ہے کہ ہماری نیکیوں کی جزاء ہمیں جلدی (دنیا میں ہی) دے دی گئی ہے' پھر وہ رونے لگے حتیٰ کہ کھانا چھوڑ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۴ میں گزر چکی ہے۔

امام ترمذی نے نوفل بن ایاس سے روایت کی ہے کہ وہ کھانا روٹی اور گوشت پر مشتمل تھا' ابو عمر نے بیان کیا ہے کہ یہ اس وقت کا

Marfat.com

واقعہ ہے جب حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ موت کے قریب تھے۔
ان پر دنیا کشادہ کی گئی' یعنی بہ کثرت فتوحات ہوئیں اور ان کو بہت زیادہ مالِ غنیمت ملا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ.

(صحیح مسلم: ۱۸۹۹' الرقم المسلسل: ۴۸۰۶' سنن نسائی: ۳۱۵۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یہ بتایئے کہ اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو میں کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: جنت میں' اس کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں' اس نے ان کو پھینک دیا' پھر قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
اس شخص کا نام ہے: عمیر بن الحمام بن الجزرج بن زید الانصاری' اس کے سوا صحابہ میں اور کسی کا نام عمیر بن الحمام نہیں ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۱۵۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حدیث میں مذکور مرد کا نام اور دیگر فوائدِ حدیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
میں اس شخص کے نام سے واقف نہیں ہو سکا' ابن بشکوال کا یہ زعم ہے کہ ان کا نام عمیر بن الحمام ہے' انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ صحیح مسلم میں یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور انہوں نے عمیر بن الحمام کا یہ واقعہ بیان کیا ہے' حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ بدر کا ہے' ہوسکتا ہے کہ یہ دو قصے ہوں اور دو مردوں نے اس طرح کہا ہو۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو اسلام کی نصرت سے کس قدر محبت تھی اور اللہ کی رضا کو طلب کرنے کے لیے شہادت میں کتنی رغبت تھی۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۰۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)
علامہ عینی نے اس شرح کو نقل کر دیا ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ صاحب التوضیح نے بھی اس شخص کا یہی نام لکھا ہے اور انہوں نے صاحب التلویح کی پیروی کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۲-۱۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ وَمِنَّا مَنْ مَضٰى أَوْ ذَهَبَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا كَانَ مِنْهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی' ہم اللہ کی رضا طلب کرتے تھے' پس

Marfat.com

مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوْا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلِهِ الْإِذْخِرَ أَوْ قَالَ أَلْقُوْا عَلٰى رِجْلِهِ الْإِذْخِرَ وَمِنَّا مَنْ قَدْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا .

ہمارا اجر (اللہ کے کرم سے) اللہ پر واجب ہو گیا' ہم میں سے بعض گزر گئے یا چلے گئے' انہوں نے اپنے اجر سے کچھ بھی نہیں کھایا' ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تھے وہ اُحد کے دن شہید ہو گئے' انہوں نے صرف ایک چادر چھوڑی تھی' جب ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر کھل جاتے اور جب اس چادر سے ان کے پیر ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا' پس ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس رکھ دو' یا فرمایا: ان کے پیر پر اذخر ڈال دو' اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے عمل کے پھل پک گئے اور وہ ان کو چن رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷٦ میں گزر چکی ہے۔
تینوں شارحین نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔
امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اُحد کے دن کا ذکر ہے۔

٤٠٤٨- أَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ عَمَّهُ غَابَ عَنْ بَدْرٍ فَقَالَ غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ أَشْهَدَنِيَ اللّٰهُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا أُجِدُّ فَلَقِيَ يَوْمَ أُحُدٍ فَهُزِمَ النَّاسُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُسْلِمِيْنَ وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَتَقَدَّمَ بِسَيْفِهِ فَلَقِيَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ أَيْنَ يَا سَعْدُ إِنِّي أَجِدُ رِيْحَ الْجَنَّةِ دُوْنَ أُحُدٍ فَمَضٰى فَقُتِلَ فَمَا عُرِفَ حَتّٰى عَرَفَتْهُ أُخْتُهُ بِشَامَةٍ أَوْ بِبَنَانِهِ وَبِهِ بِضْعٌ وَّثَمَانُوْنَ مِنْ طَعْنَةٍ وَّضَرْبَةٍ وَّرَمْيَةٍ بِسَهْمٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن حسان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن طلحہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ کہ ان کے چچا غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے' پس انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی لڑائی میں غائب تھا' اب اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رکھا تو اللہ تعالیٰ دکھا دے گا کہ میں کتنی کوشش کرتا ہوں' پس اُحد کے ان کا مقابلہ ہوا تو لوگوں کو شکست ہو گئی' پس انہوں نے کہا: اے اللہ! ان لوگوں نے یعنی مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے میں تیری طرف اس کا عذر پیش کرتا ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے سامنے اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں' پھر وہ اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے تو ان سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ ملے' پس انہوں نے کہا: اے سعد! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں تو اُحد کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں' سو وہ آگے بڑھے اور شہید کر دیئے گئے' وہ پہچانے نہیں جا رہے تھے حتیٰ کہ ان کو ان کی بہن نے ایک تل یا انگلیوں کی پوروں سے پہچانا اور ان پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلواروں' نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۰۵ میں گزر چکی ہے۔
علامہ ابن الملقن نے صرف بعض الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں۔

حضرت انس کے چچا کا نام اور حافظ ابن حجر سے علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا دونوں میں محاکمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں حضرت انس کے چچا کا ذکر ہے' ان کا نام انس بن النضر ہے رضی اللہ عنہما۔
اس حدیث میں ''اَجِدُّ'' کا لفظ ہے' حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ فعل رباعی ہے۔(فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۵' دارالمعرفۃ) علامہ عینی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ان کا یہ کہنا اہل صرف کی اصطلاح نہیں ہے بلکہ یہ ثلاثی مزید فیہ سے مضاعف ہے' اکثر شارحین نے اسی طرح لکھا ہے' یہاں اس کا معنی یہ ہے کہ میں کتنا شدید قتال کرتا ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ ابوزید نے کہا ہے کہ ''جَدَّ'' اور ''اَجِدُّ'' کا معنی ہے: کسی کام میں مبالغہ کرنا۔ الحربی نے کہا ہے کہ ''جَدَّ فی الحاجۃ'' کا معنی ہے: اپنی ضرورت میں مبالغہ کرنا' الجوہری نے کہا ہے کہ ''اَجِدُّ'' اسی کی مثل ہے۔

(الصحاح ج ۲ص ۴۵۲)(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۱۵۳' وزارۃ الاوقاف' قطر)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن کے دیئے ہوئے حوالوں سے واضح ہوا کہ ''اَجِدُّ''' ''اَفِرُّ'' کی طرح ہے اور یہ ''فَرَّیَفِرُّ'' کے باب سے ہے اور ثلاثی مجرد ہے اور علامہ عینی کا اس کو ثلاثی مزید فیہ لکھنا بھی علم صرف سے بے خبری ہے' یہ فعل رباعی ہے نہ ثلاثی مزید فیہ ہے بلکہ ثلاثی مجرد مضاعف ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ ''اَجِدُّ'' کا صیغہ بتانے میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں کو تسامح ہوا۔حیرت اس پر ہے کہ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ''اَجِدُّ'' میں ہمزہ پر فتح ہے اور جیم پر کسرہ ہے اور دال پر تشدید ہے تو پھر یہ مزید فیہ کس طرح ہوا' یہ تو صاف ''اَفِرُّ'' کی طرح ہے اور ثلاثی مجرد ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت درج ذیل ہے:
''اُجِدُّ'' اس میں ہمزہ پر ضمہ ہے اور جیم پر کسرہ ہے اور دال پر تشدید ہے (اُجِدُّ) یہ رباعی ہے اور علامہ ابن التین نے کہا: ہمزہ پر فتح ہے اور جیم پر ضمہ ہے' یہ ''جدّ'' سے ماخوذ ہے جو ہزل کی ضد ہے (اَجُدُّ)۔ان کی مراد یہ تھی کہ میں شدت سے قتال کروں گا اور لوگوں کو گا نہیں۔(فتح الباری ج ۵ص ۲۰۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)
اگر یہ لفظ ''اُجِدُّ'' ہے تو یہ باب افعال سے ہے اور ثلاثی مزید فیہ ہے اور اگر یہ لفظ ''اَجُدُّ'' ہو تو پھر یہ ثلاثی مجرد ہے اور ''نَصَرَ یَنْصُرُ'' کے باب سے ہے اور رباعی بہرحال نہیں ہے۔
نیز حدیث میں جو مذکور ہوا: میں اُحد کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ ان کے شدید قتال سے کنایہ ہے جس کا نتیجہ شہادت ہے اور اس کی جزاء جنت ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہیں حقیقۃً جنت کے پھلوں کی خوشبو آ رہی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۴۹- حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ خَارِجَةُ بْنُ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ سَمِعَ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی' انہوں

Marfat.com

يَقُولُ فَقَدْتُ آيَةً مِّنَ الْأَحْزَابِ حِيْنَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ (الاحزاب:٢٣) فَأَلْحَقْنَاهَا فِيْ سُوْرَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ۔

نے کہا: مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے مصحف کو لکھا تو سورۃ احزاب کی ایک آیت کو گم پایا' جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا' آپ اس آیت کو پڑھتے تھے' پس ہم نے اس آیت کو تلاش کیا تو ہم نے اس کو حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ کے پاس پایا (وہ آیت یہ ہے: ایمان والوں میں سے کچھ ایسے (قوی) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا' پس ان میں سے کوئی (جہاد میں شریک ہو کر) اپنی نذر پوری کر چکا اور ان میں سے کوئی انتظار کر رہا ہے۔ (الاحزاب:٢٣)) تو ہم نے اس آیت کو اس سورت کے ساتھ مصحف میں ملا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٠٧ میں گزر چکی ہے۔

مصحف میں قرآن مجید کی آیات کو درج کرنے کا قاعدہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے کہا: ہم نے اس آیت کو گم پایا۔

دراصل انہوں نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ مصحف کو لکھتے وقت وہ اس آیت کو مصحف میں درج کرتے تھے جس کے متعلق دو مرد یہ گواہی دیں کہ ہم نے اس آیت کو رسول اللہ ﷺ سے سنا' اور رسول اللہ ﷺ کے عہد میں صحابہ کی ایک جماعت نے قرآن مجید کو حفظ کیا تھا' حضرت زید نے کہا: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا تھا' آپ یہ آیت پڑھتے تھے' ان کی مراد یہ تھی کہ انہوں نے اس آیت کو لکھا ہوا نہیں پایا تھا اور انہوں نے اس آیت کو صرف خزیمہ کے پاس لکھا ہوا پایا تھا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ وہ صرف اس آیت کو مصحف میں درج کرتے تھے جس کو دو مردوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو' پس اس آیت کو حضرت زید نے بھی رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا اور حضرت خزیمہ نے بھی' پس انہوں نے اس آیت کو مصحف میں درج کر لیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ١٥٤' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن کی شرح سے یہ اعتراض دور ہو جاتا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صرف دو مردوں کے سننے سے اس آیت کا قرآن ہونا ثابت ہو گیا' حالانکہ قرآن مجید کے اثبات کے لیے تو تواتر کا ہونا ضروری ہے' اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ حضرت زید کو تواتر سے معلوم تھا کہ یہ آیت قرآن ہے' لیکن جب وہ قرآن مجید مصحف میں درج کر رہے تھے تو انہوں نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ وہ اس آیت کو مصحف میں درج کریں گے جب دو مردوں کے پاس وہ آیت لکھی ہوئی ہو یا دو مرد یہ شہادت دیں کہ انہوں نے اس آیت کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے اس حدیث کی شرح نہیں کی اور لکھا ہے کہ اس کی شرح فضائل القرآن میں آئے گی۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٢٠٦' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

Marfat.com

نذر پوری کرنے والے صحابی کا نام 'نحب' کا معنی اور دو آدمیوں کے قول کی بناء پر کسی آیت کو مصحف میں شامل کرنے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس صحابی کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنی قسم یا نذر پوری کی' وہ حضرت انس کے چچا حضرت انس بن نضر ہیں (رضی اللہ عنہ)' حدیث سابق میں ان کی شہادت کا ذکر ہے۔

انہوں نے لیلۃ العقبۃ میں اسلام کی نصرت کا عہد کیا تھا' یہ بدر میں حاضر نہیں تھے' انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر دشمن اسلام سے جنگ ہوئی تو یہ بھاگیں گے نہیں۔

الاحزاب:۲۳ میں ''نحب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی حاجت ہے اور یہاں مراد نذر ہے' غزوۂ بدر کے بعد بعض لوگوں نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ اگر ان کا دشمنِ اسلام سے مقابلہ ہوا تو وہ ضرور لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ شہید ہو جائیں' سو بعض صحابہ شہید ہو گئے' اور بعض شہادت کے منتظر رہے' اس کے بعد آیت میں مذکور ہے کہ وہ اپنے عہد پر برقرار رہے اور انہوں نے اپنے عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

سو ہم نے اس آیت کو سورۃ الاحزاب کے ساتھ ملا دیا۔ علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک یا دو آدمیوں کے قول کی بنیاد پر کسی آیت کو مصحف میں شامل کرنا کس طرح جائز ہوگا جب کہ مصحف میں شامل کرنے کی شرط تواتر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت ان کے نزدیک متواتر تھی' ان کو یہ آیت لکھی ہوئی نہیں ملی تھی' یہ آیت صرف حضرت خزیمہ کے پاس لکھی ہوئی ملی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۹۶-۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے وہی تقریر کی ہے جو ہم اس سے پہلے علامہ ابن الملقن کی شرح کی وضاحت میں کر چکے ہیں۔

٤٠٥٠- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِّمَّنْ خَرَجَ مَعَهٗ وَكَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ تَقُوْلُ نُقَاتِلُهُمْ وَفِرْقَةٌ تَقُوْلُ لَا نُقَاتِلُهُمْ فَنَزَلَتْ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا﴾ (النساء:۸۸) وَقَالَ اِنَّهَا طَيْبَةُ تَنْفِي الذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن یزید سے سنا' وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُحد کی طرف نکلے تو بعض اصحاب جو آپ کے ساتھ تھے وہ لوٹ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں دو گروہ ہو گئے تھے' ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ ہم ان منافقین سے مقابلہ کریں گے اور دوسرا گروہ یہ کہتا تھا کہ ہم ان سے مقابلہ نہیں کریں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی: پس تمہیں کیا ہوا کہ منافقین کے متعلق تم میں دو گروہ ہو گئے اور اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں اوندھا کر دیا۔ (النساء:۸۸) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ (مدینہ) طیبہ ہے یہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۸۴ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اُحد میں آپ کے لشکر سے نکلنے والوں کا مصداق‘ نکلنے کا سبب اور اس کی متعدد تفسیریں

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اُحد سے نکل گیا تھا وہ عبداللہ بن ابی تھا جو اپنے تین سو اصحاب کے ساتھ لشکر سے نکل گیا تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ جب عبداللہ بن اُبی نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا تھا کہ آپ اپنے گدھے کی بدبو سے ہمیں ایذاء نہ دیں‘ اس وقت بعض صحابہ منافقوں سے لڑ پڑے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناپاک تہمت لگائی اور نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے ہوئے فرمایا: مجھے اس شخص سے کون محفوظ اور پاک قرار دے گا جس نے میری اہلیہ کے متعلق مجھے اذیت پہنچائی ہے‘ یعنی عبداللہ بن ابی نے۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۹۶-۱۹۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۵۵‘ وزارۃ الاوقاف‘ قطر‘ ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی میل کو دور کر دیتی ہے‘ اس حدیث کی شرح کتاب الحج کے آخر میں گزر چکی ہے‘ امام مسلم نے اس حدیث کے دو حصے کیے ہیں‘ عبداللہ بن اُبی کا قصہ کتاب المنافقین میں ذکر کیا اور مدینہ کے بھٹی ہونے کی حدیث فضائل مدینہ میں ذکر کی اور رہے امام بخاری تو وہ ایک حدیث کے مختلف جملوں کو مختلف ابواب میں تقسیم کر دیتے ہیں‘ اس کو تقطیع کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۷‘ دار المعرفۃ‘ بیروت‘ ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے مبہم جملوں کی توضیح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

لوگ لوٹ گئے‘ اس سے مراد عبداللہ بن اُبی اور اس کے اصحاب ہیں جو مسلمانوں کے لشکر کا تہائی حصہ تھے‘ وہ اُحد پہاڑ پر پہنچ کر لشکر اسلام سے نکل گئے۔

نبی ﷺ کے اصحاب میں سے دو گروہ ہو گئے تھے‘ یعنی جو لوگ عبداللہ بن اُبی کے ساتھ لوٹ گئے تھے‘ ان کے متعلق۔ پس تمہیں کیا ہوا کہ منافقین کے متعلق تم میں دو گروہ ہو گئے۔ (النساء: ۸۸) یہ اس آیت کے نزول کا زیادہ صحیح سبب ہے‘ ایک قول یہ ہے کہ جب عبداللہ بن اُبی نے نبی ﷺ سے کہا تھا: آپ کے گدھے سے ہمیں بدبو آتی ہے‘ اس وقت مسلمان عبداللہ بن ابی کے اصحاب سے لڑ پڑے تھے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی‘ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت اُم المؤمنین پر تہمت لگانے کے موقع پر مسلمان عبداللہ بن ابی کے اصحاب سے لڑ پڑے تھے‘ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

''واللہ ارکسھم'' حضرت ابن عباس نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کو خطاء میں واقع کر دیا‘ قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔

جس طرح بھٹی چاندی کے زنگ کو دور کرتی ہے‘ اس سے مراد ہے: ان کو دوسروں سے متمیز کر دیتی ہے‘ اسی طرح مدینہ نے ان منافقوں کو مسلمانوں سے الگ اور متمیز کر دیا۔

Marfat.com

١٨- بَابٌ ﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ٥﴾ (آل عمران: ١٢٢)

جب تم میں سے دو گروہوں نے بزدلی ظاہر کرنے کا ارادہ کیا' اس حال میں کہ اللہ ان کا مددگار تھا اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے ٥ (آل عمران: ١٢٢)

اس آیت میں جن دو گروہوں کا ذکر ہے' یہ انصار کے دو قبیلے ہیں' بنو سلمہ ان کا تعلق خزرج سے ہے اور بنو حارثہ ان کا تعلق اوس سے ہے' ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر اُحد کی طرف نکلے تھے اور مشرکین کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی' عبداللہ بن اُبی سو اصحاب کو لے کر مسلمانوں کے لشکر سے نکل گیا' پھر ان دو گروہوں نے بھی ارادہ کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر عبداللہ بن اُبی کی طرح لشکر سے نکل جائیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اس ارادہ پر عمل کرنے سے بچایا' سو وہ مسلمانوں کے لشکر سے نہیں نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ ثابت قدم رہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔

''اذھمت طائفتان''، ''ھم'' کا معنی ہے: کسی کام کی طرف دل کا متوجہ ہونا اور ''تفشلا''، ''فشل'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: بزدلی' لیکن ان کا یہ ''ھم'' اور ان کے دل کی توجہ عزم نہیں تھا' اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور ناصر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٩٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٥١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا ﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا﴾ (آل عمران: ١٢٢) بَنِيْ سَلِمَةَ وَبَنِيْ حَارِثَةَ وَمَا اُحِبُّ اَنَّهَا لَمْ تُنْزَلْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾ (آل عمران: ١٢٢)

[طرف الحدیث: ٤٥٥٨] [صحیح مسلم: ٢٥٠٥' الرقم المسلسل: ٦٣٠٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از ابن عیینہ از عمرو از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے: جب تم میں سے دو گروہوں نے بزدلی ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔ (آل عمران: ١٢٢) یہ دو گروہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ ہیں اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی (کیونکہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ ان دونوں کا مددگار ہے۔ (آل عمران: ١٢٢)

مشکل الفاظ کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

آل عمران: ١٢٢ میں ''ان تفشلا'' مذکور ہے' یہ لفظ ''فشل'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی بزدلی ہے' ایک قول یہ ہے کہ رائے میں ''فشل'' کا معنی عجز ہے' بدن میں ''فشل'' کا معنی تھکاوٹ ہے اور جنگ میں ''فشل'' کا معنی بزدلی ہے اور ولی کا معنی ہے: ناصر۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٢٠٧' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت جابر کے اس پر خوش ہونے کی توجیہ کہ یہ آیت ان میں نازل ہوئی اور یہ کہ معصیت کے ''ھَمّ'' پر مواخذہ نہیں ہوتا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس وجہ سے خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے ان دونوں گروہوں (اوس اور خزرج) کے متعلق فرمایا کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے یعنی مددگار ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں گروہوں نے جو بزدلی کا ھم کیا تھا یعنی وہ بزدلی کی طرف راغب ہوئے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے ان سے مواخذہ نہیں فرمایا اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ معصیت کے "ھم" پر مواخذہ نہیں ہوتا' مواخذہ صرف معصیت کے عزم پر ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٥٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو هُوَ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَاذَا اَبِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ لَا بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ كُنَّ لِيْ تِسْعَ اَخَوَاتٍ فَكَرِهْتُ اَنْ اَجْمَعَ اِلَيْهِنَّ جَارِيَةً خَرْقَاءَ مِثْلَهُنَّ وَلٰكِنِ امْرَاَةً تَمْشُطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ اَصَبْتَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی اور وہ ابن دینار ہیں از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے جابر! کیا تم نے نکاح کر لیا' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کس سے نکاح کیا' کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! بلکہ بیوہ سے' آپ نے پوچھا: تم نے کسی لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا جو تم سے کھیلتی؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد کو اُحد کے دن شہید کر دیا گیا تھا اور انہوں نے نو بیٹیاں چھوڑی تھیں جو میری نو بہنیں ہیں' پس میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں ان کے ساتھ ایک نا تجربہ کار لڑکی جمع کر دوں' جوان ہی کی مثل ہو بلکہ ایسی عورت سے نکاح کروں جو ان کی کنگھی چوٹی کرے اور ان کی تربیت کرے۔ آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

بعض الفاظ کے معانی' حدیث مذکور کے دوسری احادیث سے تعارض کے جوابات اور حضرت جابر کے اقدام کی تحسین

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

"تلاعبك" یہ لعب سے ماخوذ ہے نہ کہ لعاب سے' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے' جس میں مذکور ہے: "تلاعبك" اور "الدعابة" کا معنی ہے: مزاح اور خوش طبعی کرنا۔

سو میرے والد نے نو بیٹیاں چھوڑیں جو میری نو بہنیں ہیں۔ اس کے بعد کی روایت (صحیح البخاری: ۴۰۵۳) میں مذکور ہے: چھ بیٹیاں چھوڑیں' اور صحیح البخاری: ۲۹۶۷ میں مذکور ہے: میری چھوٹی بہنیں ہیں' اس میں عدد کی تعیین نہیں ہے اور سیرت میں مذکور ہے کہ میرے والد نے میری سات بہنیں چھوڑیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۵۲)

تاہم اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ کثیر کا ذکر قلیل کے منافی نہیں ہے' ان کی نو بیٹیوں کے بعد میری نو بہنوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ تا کہ کوئی شخص بیٹیوں کو مجاز پر محمول نہ کرے۔

ان کی مثل نا تجربہ کار' حدیث میں "خرقاء" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس کو چیزوں کا تجربہ نہ ہو' ابن فارس نے کہا: "خرق" رفق اور تجربہ کی نقیض ہے۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا۔ آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ ایسی صورت میں بیوہ سے نکاح کرنا کم عمر کنواری لڑکی سے اولیٰ ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۱۶۰۔۱۵۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

نو بیٹیوں کا چھ بیٹیوں سے تعارض کا جواب اور شہید کی فضیلت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نو بیٹیوں کا ذکر ہے اور شعبی کی روایت میں چھ بیٹیوں کا ذکر ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ تین بیٹیاں شادی شدہ تھیں' اس لیے دوسری حدیث میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ (میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا جواب علامہ ابن الملقن کے جواب سے بہتر ہے۔ سعیدی غفرلہ) امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ حضرت جابر کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے غم زدہ دیکھ کر پوچھا: کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے والد اُحد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے قرض اور بچوں کو چھوڑا ہے' آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے والد سے ملا اور فرمایا: مجھ سے تمنا کرو' تو انہوں نے کہا: تو مجھے زندہ کردے اور میں پھر ایک بار قتل کیا جاؤں اور ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ (آل عمران:۱۶۹)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے' ان کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

(فتح الباری ج ۵ص ۲۰۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر کی شرح کو جمع کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٥٣- حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ سُرَيْجٍ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَبَاهُ اُسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا وَّتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ فَلَمَّا حَضَرَ جِذَاذُ النَّخْلِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِيْ قَدِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَّاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّرَاكَ الْغُرَمَاءُ فَقَالَ اِذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهٗ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ كَاَنَّهُمْ اُغْرُوْبِيْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ اَطَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ لَكَ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ عَنْ وَّالِدِيْ اَمَانَتَهٗ وَاَنَا اَرْضٰى اَنْ يُّؤَدِّيَ اللّٰهُ اَمَانَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن ابی سریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از فراس از شعبی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد اُحد کے دن شہید ہو گئے اور انہوں نے اپنے اوپر قرض چھوڑا اور چھ بیٹیاں چھوڑیں' پھر جب کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارنے کا وقت آیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا' پس میں نے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے بہت زیادہ قرض چھوڑا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کو قرض خواہ دیکھ لیں (تا کہ وہ نرمی برتیں)' آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کا ایک جانب ڈھیر لگا دو' میں نے اس حکم پر عمل کر کے آپ کو بلایا' جب قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا تو وہ اس وقت اور بھڑک گئے

Marfat.com

وَالِدِیْ وَلَا اَرْجِعَ اِلٰی اَخَوَاتِیْ بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا حَتّٰی اِنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی الْبَيْدَرِ الَّذِیْ كَانَ عَلَيْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً.

(کیونکہ وہ یہودی تھے) جب آپ نے دیکھ لیا کہ قرض خواہ کیا کر رہے ہیں تو آپ نے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے' پھر آپ اس پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے فرمایا: اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ' پھر آپ ان کو ناپ ناپ کر کھجوریں دیتے رہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کی امانت کو ادا کر دیا اور میں اس پر بھی راضی تھا کہ میرے والد کی امانت ادا ہو جائے اور میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے کر جاؤں' سو اللہ تعالیٰ نے کھجوروں کے تمام ڈھیر سالم اور سلامت رکھے' حتیٰ کہ میں نے اس ڈھیر کی طرف دیکھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے' لگتا تھا اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے۔

تینوں شارحین نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی' تاہم علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ ''جـذاذ'' کا معنی ہے: درخت سے پھلوں کو اتارنا یا کاٹنا' اور ''بیدر'' کا معنی ہے: پھلوں کا ڈھیر یا کھلیان۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٥٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّمَعَهٗ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيْضٌ كَاَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَاَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ.

[طرف الحدیث: ۵۸۲۶] (صحیح مسلم: ۲۳۰۶' الرقم المسلسل: ۵۸۹۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُحد کے دن دیکھا اور آپ کے ساتھ آپ کی طرف سے دو مرد لڑ رہے تھے' ان پر سفید لباس تھا' وہ بہت شدت سے لڑ رہے تھے' میں نے ان کو اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد دیکھا۔

حضرت جبریل اور میکائیل کا اُحد میں قتال کرنا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شامی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ دونوں فرشتے تھے اور امام مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ یہ حضرت جبریل اور میکائیل تھے (صحیح مسلم: ۲۳۰۶) اسی طرح امام ابو نعیم الحداد نے ''الجمع بین الصحیحین'' میں تصریح کی ہے اور علامہ داؤدی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عوف نے ان دونوں کو دیکھا تھا اور صحیح البخاری میں یہ تصریح ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان کو دیکھا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۶۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ لڑنے والے دونوں حضرت جبریل اور حضرت میکائیل تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۸' عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۹۹)

Marfat.com

٤٠٥٥- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ السَّعْدِیُّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ یَقُوْلُ نَثَلَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کِنَانَتَهٗ یَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں مروان بن معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم السعدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر مجھے دیئے اور فرمایا: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! تم تیر چلاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۵ میں گزر چکی ہے۔

''نثل'' کا معنی اور حضرت سعد پر ماں باپ قربان کرنے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''نثل'' کا معنی ہے: ترکش سے تیر نکال کر دینا۔ (الصحاح للجوہری ج ۵ ص ۱۸۲۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد سے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں' یعنی اگر میں کسی کے لیے اپنے باپ اور ماں کو فدا کرتا تو تم پر فدا کرتا' یہ عرب کا محاورہ ہے' جس کے کسی کام سے خوش ہوں' اس کو اس طرح کہتے ہیں۔

آپ نے حضرت زبیر کے لیے بھی اس طرح فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۲۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۶۳' وزارة الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی التوضیح کے حوالے سے یہی شرح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٥٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا یَقُوْلُ جَمَعَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَیْهِ یَوْمَ اُحُدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن میرے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں اور باپ کو جمع کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۵ میں گزر چکی ہے۔

امام ترمذی کی روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: اے جنگ جو جوان! تیر چلا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۵۳۔۲۸۲۹)

الزہری نے کہا ہے کہ حضرت سعد نے اس دن ایک ہزار تیر مارے' اور شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ جب بھی حضرت سعد تیر مارتے تو آپ فرماتے: آؤ سعد! تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! اور میں کہتا ہوں کہ حضرت سعد جب بھی تیر مارتے تو آپ فرماتے: تیر مارو اللہ تمہارے لیے تیر مارے گا' اور امام ابونعیم حداد نے کہا ہے کہ آپ نے غزوۂ خندق میں ان کے لیے اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۶۳۔۱۶۲' وزارة الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٠٥٧- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَحْیٰی عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان

Marfat.com

ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَقَدْ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَبَوَيْهِ كِلَيْهِمَا يُرِيدُ حِينَ قَالَ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي وَهُوَ يُقَاتِلُ .

کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابن المسیب وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن میرے لیے اپنے باپ اور ماں دونوں کو جمع فرمایا' ان کی مراد یہ تھی کہ جب آپ نے فرمایا: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! اور اس وقت حضرت سعد لڑ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٢٥ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٥٨- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ غَيْرَ سَعْدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از سعد از ابن شداد وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ میں نے حضرت سعد کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کسی کے متعلق نہیں سنا کہ آپ نے اس کے لیے اپنے باپ اور ماں کو جمع فرمایا ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٠٥ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی نے اپنے سننے کی نفی کی ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے بھی اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا۔ (صحیح البخاری: ٣٧٢٠) اس حدیث کا حضرت علی کو علم نہیں تھا۔

٤٠٥٩- حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ أُحُدٍ يَا سَعْدُ ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یسرہ بن صفوان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از عبد اللہ بن شداد از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن مالک کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کسی کے متعلق نہیں سنا کہ آپ نے اس کے لیے اپنے باپ اور ماں کو جمع فرمایا ہو' کیونکہ میں نے اُحد کے دن آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے سعد! تیر مارو تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٠٥ میں گزر چکی ہے۔ (ابو وقاص' مالک کی کنیت تھی۔ سعیدی غفرلہ)

مؤخر الذکر چاروں احادیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٠٥٥ میں آ چکی ہے۔

٤٠٦٠' ٤٠٦١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُعْتَمِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ زَعَمَ أَبُو عُثْمَانَ أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِي يُقَاتِلُ فِيهِنَّ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٌ عَنْ حَدِيثِهِمَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از معتمر از والد خود' انہوں نے کہا: ابو عثمان کا یہ گمان ہے کہ جن غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کیا ہے' ان میں سے بعض ایام (اُحد) میں آپ کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما

Marfat.com

کے سوا کوئی باقی نہیں رہا تھا' (جیسا کہ) ان کی حدیث میں ہے۔

ان حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۳' اور ۳۷۲۲ میں گزر چکی ہے۔

آپ کے دفاع میں بارہ انصار کی مشرکین کے ساتھ لڑتے ہوئے شہادت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے اس حدیث کا پس منظر اور پیش منظر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب اُحد کے دن مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کے دامن میں آ گئے' پھر حضرت طلحہ بھی آپ کے ساتھ چپک گئے' اور آپ دونوں کے ساتھ انصار کے بارہ مرد تھے' پھر مشرکین آپ لوگوں کے قریب آ گئے تو حضرت طلحہ نے ان سے لڑنے کے لیے آپ سے اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت نہیں دی' حضرت طلحہ نے پھر اجازت طلب کی' آپ نے اجازت نہیں دی' پھر ان بارہ انصار میں سے ایک انصاری نے اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو اجازت دے دی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ان اصحاب کے ساتھ ایک جگہ جا کر تھوڑی دیر ٹھہرے' مشرکین نے پھر حملہ کیا اور آپ کے قریب آ پہنچے' پس ایک اور انصاری نے ان سے لڑنے کی اجازت طلب کی' آپ نے اس کو اجازت دے دی' پھر آپ بقیہ اصحاب کے ساتھ چل کر ایک جگہ ٹھہرے' مشرکین نے پھر زور سے حملہ کیا اور آپ کے قریب آ گئے' پس حضرت طلحہ نے ان سے لڑنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی' پھر ان میں سے ایک اور انصاری نے مشرکین سے لڑنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو اجازت دے دی' پھر یوں ہی ایک ایک کر کے وہ بارہ انصاری آپ کے دفاع میں مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ سے جا ملے اور اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۶۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ کا آپ کے قدموں میں جان دینا

علامہ ابن الملقن نے علامہ ابن التین کے حوالے سے بارہ انصار کی شہادت کا ذکر کیا ہے اور کتبِ حدیث میں سات انصار کی شہادت کا ذکر ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات انصار اور دو قریش کے مردوں کے ساتھ اکیلے رہ گئے تھے' جب اسلام دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا' تو آپ نے فرمایا: ان کو ہم سے کون دور کرے گا اور اس کو جنت ملے گی؟ یا فرمایا: وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا' پس انصار میں سے ایک مرد آگے بڑھا' سو وہ دشمنوں سے لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا' دشمنوں نے آپ کو دوبارہ گھیر لیا' پس آپ نے فرمایا: ان کو ہم سے کون دور کرے گا اور اس کو جنت ملے گی' یا فرمایا: وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا؟ سو انصار میں سے ایک مرد آگے بڑھا' پس وہ دشمنوں سے لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا' پھر اسی طرح ہوتا رہا' حتیٰ کہ سات انصاری شہید ہو گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان دو (قرشی) صاحبوں سے فرمایا: ہمارے اصحاب نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۸۹' الرقم المسلسل: ۴۵۳۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۶۵۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۹۹' مسند ابویعلیٰ: ۳۳۱۹' صحیح ابن حبان: ۴۷۱۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۴۴' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۳۴' مسند احمد: ۱۴۰۵۶۔ ج ۲۱ ص ۴۴۴۔ ۴۴۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۷' طبع قدیم)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہمارے اصحاب نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قریش نے انصار کے ساتھ

Marfat.com

انصاف نہیں کیا کیونکہ یہ دو قریشی مرد لڑنے کے لیے نکلے بلکہ ایک ایک کر کے انصار لڑنے کے لیے نکلے اور شہید ہوتے گئے۔

(شرح مسلم للنووی ج ۸ ص ۴۹۸۱ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

یہ مسلمانوں کے لیے مصیبت اور آزمائش کا دن تھا' اللہ تعالیٰ نے اس دن جس کو شہادت کی عزت دینی تھی' اس کو یہ عزت دی اور اس وقت دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارے حتیٰ کہ آپ ایک گڑھے میں گر گئے اور زخمی ہو گئے اور جس وقت دشمن آپ پر چھا گئے تھے' آپ نے فرمایا: آج کون شخص ہمارے لیے اپنی زندگی کا سودا کرے گا' تب حضرت زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ پانچ انصاری جوانوں کے ساتھ اُٹھے اور دشمنوں سے لڑے حتیٰ کہ ایک ایک کر کے پانچوں شہید ہو گئے۔ (صحیح عدد سات ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(اکمال اکمال المعلم ج ٦ ص ۴۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر القرطبی المتوفی ۴٦۳ھ' اپنی سند کے ساتھ محمود بن یزید بن السکن سے روایت کرتے ہیں:

جب اُحد کے دن مشرکین سے دو بدو جنگ شروع ہو گئی اور دشمنِ اسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے ہوئے لڑے حتیٰ کہ شہید ہو گئے اور حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ آپ کی مدافعت میں لڑے حتیٰ کہ بہت شدید زخمی ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہوا اور آپ کے سامنے کا نچلا دانت شہید ہو گیا (یعنی اس کا ایک کنارہ گر گیا نہ کہ پورا دانت۔ سعیدی غفرلہ) اور آپ کا نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا اور آپ کا رخسار خون آلود ہو گیا' اور اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے کون اپنی جان فروخت کرے گا؟ تب انصار کے پانچ جوان آپ کی طرف بڑھے (کتب حدیث میں سات جوانوں کا ذکر ہے۔ سعیدی غفرلہ) ان میں حضرت زیاد بن السکن بھی تھے' پس وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے' سب کے آخر میں حضرت زیاد بن السکن لڑتے رہے' پھر دوسرے مسلمان بھی آپ کی طرف دوڑ کر آئے' حتیٰ کہ انہوں نے دشمن کو بھگا دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیاد بن السکن کو میرے قریب لاؤ' وہ اس وقت بہت شدید زخمی ہو چکے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک ان کے سر کے نیچے رکھا حتیٰ کہ اسی حالت میں انہوں نے جان' جان آفریں کے سپرد کر دی۔

(الاستیعاب ج ۲ ص ۱۰٦' اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۵' الاصابہ ج ۲ ص ۴۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ان کتابوں میں یہ تصریح ہے کہ حضرت زیاد بن السکن اس حال میں فوت ہوئے کہ ان کا سر آپ کے قدم پر تھا۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے — کہ بہ وقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

''آپ کا نیاز مند کس شان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا' کہ جان دیتے وقت اس کا سر آپ کے قدم مبارک پر پہنچ چکا تھا''۔

اُحد کے دن دشمن کے دباؤ کی وجہ سے مسلمانوں میں افراتفری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے صحابہ رہ گئے تھے؟

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم کی روایت میں ہے: اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات انصار اور دو قریش کے مرد تھے' اور قریش کے ان دو مردوں سے مراد حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما ہیں' اور مہاجرین میں سے آپ کے ساتھ صرف یہی دو مرد تھے' اور یہ اختلاف احوال کے ساتھ ہے' کیونکہ جنگ میں سب صحابہ متفرق تھے اور جب شکست ہو گئی اور مسلمان پیٹھ موڑ کر بھاگے تو شیطان نے چلا کر کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیئے گئے' اس وقت افراتفری تھی اور ہر شخص صرف اپنے آپ کو بچا رہا تھا' پھر جب ان کو معلوم ہو گیا

Marfat.com

کہ آپ زندہ ہیں تو تمام صحابہ ایک ایک کر کے آپ کے پاس جمع ہو گئے' لیکن مشکل وقت میں آپ کے ساتھ صرف سات انصار اور دو مہاجر تھے' یعنی حضرت طلحہ اور حضرت سعد۔

ابن عائذ کی مرسل روایت میں ہے کہ اُحد کے دن صحابہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متفرق تھے حتیٰ کہ آپ کے ساتھ صرف بارہ انصار تھے۔

امام محمد بن سعد کی روایت میں ہے کہ اس دن آپ کے ساتھ صرف چودہ صحابہ تھے' سات مہاجرین میں سے تھے' ان میں حضرت ابوبکر تھے اور سات انصار میں سے تھے۔

امام واقدی نے اپنی مغازی میں ذکر کیا ہے کہ اُحد کے دن آپ کے ساتھ مہاجرین میں سے سات رہ گئے تھے: (۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت علی (۳) حضرت عبدالرحمان بن عوف (۴) حضرت سعید (۵) حضرت طلحہ (۶) حضرت زبیر (۷) حضرت ابوعبیدہ اور انصار میں سے (۱) حضرت ابودجانہ (۲) حضرت الحباب بن المنذر (۳) حضرت عاصم بن ثابت (۴) حضرت الحارث بن الصمہ (۵) حضرت سہل بن حنیف (۶) حضرت سعد بن معاذ (۷) حضرت اُسید بن حضیر (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۶-۲۱۵' ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اُحد کے دن کے احوال مختلف ہیں' ایک وقت میں آپ کے ساتھ صرف نو صحابہ تھے اور ایک وقت میں بارہ صحابہ تھے اور ایک وقت میں چودہ صحابہ تھے' اور ایک وقت میں آپ کے ساتھ صرف دو صحابہ رہ گئے تھے' یعنی حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن وقاص' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ میں سے تھے جو آپ کے ساتھ باقی رہ گئے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھگدڑ مچ جانے کے بعد حاضر ہوئے تھے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض احوال میں آپ کے ساتھ صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد رہ گئے تھے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہو کہ مہاجرین میں سے صرف یہ دو رہ گئے تھے اور جب بھگدڑ مچی تو مختلف احوال تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٦٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ قَالَ صَحِبْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَالْمِقْدَادَ وَسَعْدًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنِّي سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ اُحُدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از محمد بن یوسف' انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت السائب بن یزید سے سنا کہ میں حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت مقداد اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا ہوں' میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتا ہو' سوا اس کے کہ میں نے حضرت طلحہ سے سنا جو اُحد کے دن کی حدیث بیان کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۴ میں گزر چکی ہے۔

مذکور الصدر صحابہ کی اُحد کے متعلق روایت نہ کرنے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس کا سبب یہ تھا کہ یہ صحابہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کے منہ سے غلط بات نہ نکل جائے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کذب کی نسبت کرنے کے وعید میں داخل ہو جائیں' حضرت طلحہ نے اس لیے اُحد کے دن کے احوال بیان کیے کہ وہ اس دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تنہا رہ گئے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ١٦٤' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حضرت طلحہ کی فضیلت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابویعلیٰ نے ایک اور سند کے ساتھ السائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ اُحد کے دن حضرت طلحہ نے بھی دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت طلحہ' نبی ﷺ کے نیچے بیٹھے حتیٰ کہ آپ پہاڑ پر چڑھے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا' اسی دن نبی ﷺ فرما رہے تھے کہ طلحہ نے (جنت کو) واجب کر لیا۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٢١٠' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت السائب بن یزید کا تذکرہ

حدیث مذکور حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' حضرت السائب نے بیان کیا کہ میرے والد نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرایا تھا' اس وقت میری عمر سات سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٠١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٦٣- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ قَیْسٍ قَالَ رَاَیْتُ یَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقٰی بِهَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اُحد کے دن نبی ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل (مفلوج) ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٢٥ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ ہاتھ شل ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کا ہاتھ سوکھ گیا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ١٦٤' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حضرت طلحہ کی شجاعت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام حاکم نے اکلیل میں اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اُحد کے دن پینتیس (٣٥) یا انتالیس (٣٩) زخم لگے تھے' اور ان کی انگشت شہادت اور اس کے قریب والی انگلی شل ہو گئی تھی۔

امام ابوداؤد الطیالسی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب بھی اُحد کے دن کا ذکر کرتے تو کہتے تھے کہ یہ پورا دن حضرت طلحہ کا تھا۔

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مشرکین' رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اب

قوم میں کون باقی ہے؟ تو حضرت طلحہ نے کہا: میں ہوں' اس وقت انصار کے جوان آپ کو بچاتے ہوئے شہید ہو چکے تھے' پھر حضرت طلحہ نے تنہا گیارہ مشرکوں سے قتال کیا حتیٰ کہ ان کے ہاتھ پر ضرب لگی اور ان کی انگلیاں کٹ گئیں' پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو لوٹا دیا۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٠٦٤- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَّهُ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَجُلًا رَّامِيًا شَدِيْدَ النَّزْعِ كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِّنَ النَّبْلِ فَيَقُوْلُ اُنْثُرْهَا لِاَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ اِلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُ اَبُوْ طَلْحَةَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ لَا تُشْرِفْ يُصِيْبُكَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِيْ دُوْنَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّاُمَّ سُلَيْمٍ وَاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تُنْقِزَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا تُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدَيْ اَبِيْ طَلْحَةَ اِمَّا مَرَّتَيْنِ وَاِمَّا ثَلَاثًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن جب مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر پسپا ہو گئے اور حضرت ابو طلحہ اپنی ڈھال کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھے' حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ زبردست تیر انداز تھے' وہ بہت طاقت کے ساتھ کمان کو کھینچتے تھے' اس دن انہوں نے دو یا تین کمانیں توڑ دی تھیں اور جو شخص بھی ان کے پاس سے تیر کے ترکش لے کر گزرتا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے فرماتے: یہ تیر ابو طلحہ کو دے دو! اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب گردن اُٹھا کر مشرکین کی طرف دیکھتے تو حضرت ابو طلحہ کہتے: آپ پر میرے باپ اور میری ماں قربان ہوں! آپ گردن نہ اُٹھائیں' آپ کو مشرکین کے تیروں میں سے کوئی تیر نہ لگ جائے' میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے اور میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہم اپنے پائنچے اوپر اُٹھائے ہوئے جا رہی تھیں اور ان کی پنڈلیوں کا زیور دکھائی دے رہا تھا' انہوں نے اپنی پیٹھوں کے اوپر مشکیں اُٹھائی ہوئی تھیں' وہ (زخمی) صحابہ کے مونہوں میں پانی ڈال رہی تھیں' پھر وہ واپس جاتیں' پس مشکوں کو بھرتیں' پھر آ کر (زخمی) صحابہ کے مونہوں میں پانی ڈالتیں اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابو طلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گری تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۸۰ میں گزر چکی ہے۔

اُحد کے دن مسلمانوں کی شکست کے بعد صحابہ کے تین گروہ اور بعض مشکل الفاظ کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

واقعہ میں اُحد کے دن مسلمانوں کے تین فرقے ہو گئے تھے' ایک فرقہ وہ تھا جو شکست پر برقرار رہا' وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مدینہ تک پہنچ گئے تھے' سو وہ جنگ ختم ہونے تک لوٹ کر نہیں آئے تھے اور ان کی تعداد بہت کم تھی' ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○ (آل عمران:۱۵۵)

بے شک وہ لوگ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئی تھیں' شیطان ہی نے ان کے قدم پھسلا دیئے تھے ان کے بعض کاموں کی وجہ سے' اور بے شک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا' یقیناً اللہ بہت بخشنے والا نہایت علم والا ہے ○

دوسرا فرقہ وہ تھا جو یہ سن کر بہت حیران اور پریشان تھا کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ہے' پھر ان کا ارادہ یہ ہوا کہ وہ بھی لڑتے رہیں حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو جائیں' اس فرقہ کے مصداق اکثر صحابہ تھے' اور تیسرا فرقہ وہ تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہا' پھر آہستہ آہستہ دوسرا فرقہ بھی ان کے ساتھ آ کر ملتا رہا' جب ان کو یہ پتا چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زندہ ہیں۔

ان تین قسموں کے اعتبار سے بہت سی احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے' اس تیسری قسم میں کتنے افراد تھے' اس میں مختلف روایات ہیں:

محمد بن عائذ کی روایت ہے کہ بارہ صحابہ کے سوا آپ کے ساتھ کوئی باقی نہیں رہا تھا۔

محمد بن سعد کی روایت ہے کہ آپ کے ساتھ چودہ صحابہ رہے تھے' جن میں سے سات انصار تھے اور سات مہاجر تھے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ کے ساتھ صرف سات انصار اور دو مہاجر رہے تھے' حضرت طلحہ اور حضرت سعد۔

ابوعثمان النہدی کی روایت ہے کہ آپ کے ساتھ صرف دو صحابہ رہ گئے تھے' حضرت طلحہ اور حضرت سعد اور یہی روایت صحیح البخاری: ۴۰۶۱۔۴۰۶۰ میں ہے۔

امام طبری نے سدی سے روایت کی ہے کہ جب ابن قمئہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تیر مارا اور آپ کے سامنے کے چار دانتوں اور کچلیوں کے درمیان والا دانت شہید ہو گیا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا تو صحابہ پسپا ہو کر بھاگے اور آپ ان کو پکار پکار کر بلا رہے تھے تو آپ کی طرف تیس صحابہ واپس آ گئے' اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا ۢ بِغَمٍّ (آل عمران:۱۵۳)

جب تم چڑھتے چلے جاتے تھے اور پیٹھ موڑ کر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں (کھڑے ہوئے) تمہیں بلا رہے تھے تو (اللہ نے) تمہیں غم پر غم دیا۔

ابوطلحہ' ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ حضرت انس کی والدہ کے شوہر ہیں' حضرت انس نے یہ حدیث ان ہی سے سنی ہے۔

''مُجَوِّبٌ'' اس کا معنی ڈھال ہے' اس کو ترس اور الحجفہ بھی کہتے ہیں۔

''شديد النزع'' حضرت ابوطلحہ زبردست تیر انداز تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ڈھال بن گئے تھے۔

''جعبة'' اس کا معنی ترکش ہے۔

میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے: یعنی میں آپ پر اپنی جان فدا کروں گا۔

اُم سلیم: یہ حضرت انس کی والدہ کا نام ہے۔

حضرت ابوطلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گر گئی: اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی پریشانی دور کرنے کے لیے ان پر اونگھ طاری کر دی تھی' اس وجہ سے دو یا تین بار ان کے ہاتھ سے تلوار گر گئی' قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ (آل عمران:۱۵۴)

پھر تم پر غم کے بعد امن کو اتارا جو اونگھ تھی' جس نے تم میں سے ایک جماعت کو ڈھانپ لیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن الملقن اور علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں صرف مشکل الفاظ کے معانی لکھے ہیں' سب سے بہترین شرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے کی ہے۔

٤٠٦٥- حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا كَانَ یَوْمَ اُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَصَرَخَ اِبْلِیْسُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اَیْ عِبَادَ اللّٰهِ اُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ اُوْلَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِیَ وَاُخْرَاهُمْ فَبَصُرَ حُذَیْفَةُ فَاِذَا هُوَ بِاَبِیْهِ الْیَمَانِ فَقَالَ اَیْ عِبَادَ اللّٰهِ اَبِیْ اَبِیْ قَالَ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰی قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَیْفَةُ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَتْ فِیْ حُذَیْفَةَ بَقِیَّةُ خَیْرٍ حَتّٰی لَحِقَ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بَصُرْتُ عَلِمْتُ مِنَ الْبَصِیْرَةِ فِی الْاَمْرِ وَاَبْصَرْتُ مِنْ بَصَرِ الْعَیْنِ وَیُقَالُ بَصُرْتُ وَاَبْصَرْتُ وَاحِدٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب اُحد کے دن مشرکین شکست کھا گئے تو ابلیس لعنۃ اللہ علیہ (فریب دہی کے لیے) چلایا: اے اللہ کے بندو! اپنے پیچھے والوں سے ہوشیار رہو! تو اگلے مسلمان پیچھے کی طرف پلٹے' پس وہ اور پچھلے لوگ ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے' پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمان ان کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کر رہے ہیں' انہوں نے چلا کر کہا: اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں' میرے والد ہیں' حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے میرے والد کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ ان کو قتل کر دیا تو حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے! عروہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں ہمیشہ دیکھتا رہا کہ حضرت حذیفہ بقیہ زندگی میں ان کے لیے دعاءِ خیر کرتے رہے۔ امام بخاری نے کہا: ''بَصُرْتُ'' کا معنی ہے: میں نے جان لیا' یہ معاملات میں بصیرت سے ماخوذ ہے اور ''ابصرت'' کا معنی ہے: آنکھ سے دیکھا' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''بَصُرت'' اور ''ابصرت'' واحد ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۰ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابو حذیفہ کے والد کو مسلمانوں کے قتل کرنے کا قصہ اور دیگر مباحث

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت محمود بن لبید سے حضرت الیمانی کے قتل کے سبب کے متعلق یہ روایت ذکر کی ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کی طرف نکلے تو حضرت حسیل بن جابر یمانی اور وہ حضرت حذیفہ بن یمانی کے والد ہیں' ان کو اور حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ رکھا گیا کیونکہ یہ دونوں بہت بوڑھے تھے' ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: تیرا باپ غارت ہو! تو کیا انتظار کر رہا ہے! پس اللہ کی قسم! اگر ہم میں سے کوئی زندہ بھی رہا تو وہ چند دن ہی جی سکے گا' سو ہم تو

Marfat.com

آج یا کل کے مہمان ہیں' سو ہم کیوں نہ اپنی تلواریں اُٹھائیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل جائیں' شاید اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں شہادت عطاء فرمائے' سوانہوں نے اپنی تلواریں اُٹھائیں حتیٰ کہ وہ دونوں لشکر اسلام میں داخل ہو گئے اور کسی کو ان کے آنے کا پتا نہیں چلا' پس رہے حضرت ثابت بن وقش تو ان کو تو مشرکین نے شہید کر دیا اور رہے حضرت یمانی تو ان پر مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ پل پڑے' وہ ان کو پہچان نہیں سکے اور انہوں نے ان کو شہید کر دیا' حضرت حذیفہ یہ کہتے رہے کہ اللہ کی قسم! یہ میرے والد ہیں' پس حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے! اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے' سو رسول اللہ ﷺ نے ارادہ کیا کہ اپنے پاس سے ان کی دیت ادا کریں تو حضرت حذیفہ نے اس دیت کو مسلمانوں کے اوپر صدقہ کر دیا' پس رسول اللہ ﷺ کے نزدیک حضرت حذیفہ کا مرتبہ اور زیادہ ہو گیا۔

ابلیس چلایا: اپنے پیچھے والوں سے ہوشیار رہو: ابلیس مسلمانوں کو یہ فریب دے رہا تھا کہ مسلمانوں کے پیچھے دشمنانِ اسلام کی صفیں ہیں' وہ یہ سن کر پلٹے اور پیچھے والوں سے لڑ پڑے اور ہر فرقہ اپنے گمان میں دوسرے کو دشمن گردان رہا تھا۔

اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت یمان کی دیت ادا کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت حذیفہ نے اس کو مسلمانوں پر صدقہ کر دیا۔ (اس کو امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۶۷-۱۶۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

اس کی توجیہ کہ راوی نے حضرت یمان کی دیت کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابلیس لعنۃ اللہ علیہ چلایا: یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مشرکین کے لشکر میں آکر لوٹ مار کرنے لگے تھے۔

پس اگلے مسلمان پیچھے کی طرف پلٹے' سو وہ ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے: یعنی اگلے مسلمان پیچھے والوں کو دشمن سمجھ رہے تھے۔ امام احمد اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب مسلمان پیچھے پلٹے تو وہ مشرکین کے ساتھ مخلوط ہو گئے اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے مشتبہ ہو گئے' سو مسلمان اور مشرک متمیز نہ ہو سکے' اس وجہ سے مسلمانوں نے ایک دوسرے کو قتل کر دیا۔

پس حضرت حذیفہ نے دیکھا کہ مسلمان ان کے والد حضرت یمان کو قتل کر رہے ہیں۔

امام محمد بن سعد نے لکھا ہے: جس شخص نے حضرت یمان کو خطاءً قتل کیا تھا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عتبہ بن مسعود تھے۔

علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت یمان کی دیت ادا کرنے کا ارادہ کیا تھا' لیکن راوی نے اس کا حدیث میں ذکر نہیں کیا' اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت تک قتل خطاء کی دیت مقرر نہ ہوئی ہو یا دیت تو مقرر ہو چکی تھی' لیکن راوی نے اس کا اس لیے ذکر نہیں کیا کہ راوی کا یہ گمان تھا کہ سامع کو اس کا علم ہو گا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے امام ابن اسحاق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت حذیفہ نے صحابہ سے کہا: آپ لوگوں نے میرے والد کو قتل کر دیا' تو انہوں نے قسم کھا کر کہا: ہم نے ان کو نہیں پہچانا تھا تو حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ آپ لوگوں کو معاف کرے!

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٩- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ (آل عمران:١٥٥) .

بے شک جو لوگ تم میں سے پیٹھ موڑ کر بھاگے تھے جس دن دو فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئی تھیں شیطان نے ہی ان کے قدم پھسلا دیئے تھے ان کے بعض کاموں کی وجہ سے اور بے شک اللہ نے ان کو معاف فرما دیا یقیناً اللہ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے ○ (آل عمران:١٥٥)

اس آیت میں فرمایا ہے: ان کے بعض کاموں کی وجہ سے: روایت ہے کہ شیطان نے ان کو یاد دلایا کہ توبہ سے پہلے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور انہوں نے عناد یا نفاق کی وجہ سے ان کے قتل کو ناپسند نہیں کیا' پس اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خطا کو معاف فرما دیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٢١ ص١٢٨ وزارۃ الاوقاف قطر ١٤٢٩ھ)

٤٠٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَمْزَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقُعُوْدُ قَالُوْا هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ مَنِ الشَّيْخُ قَالُوْا ابْنُ عُمَرَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ اَتُحَدِّثُنِيْ قَالَ اَنْشُدُكَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ اَتَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُ اَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَبَّرَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ لِاُخْبِرَكَ وَلِاُبَيِّنَ لَكَ عَمَّا سَاَلْتَنِيْ عَنْهُ اَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهُ كَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمَهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَاِنَّهُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ فَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ اذْهَبْ بِهٰذَا الْاٰنَ مَعَكَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحمزہ نے خبر دی از عثمان بن موہب' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد آیا' اس نے بیت اللہ کا حج کیا' پھر اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں' اس نے پوچھا: یہ کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ قریش ہیں' اس نے پوچھا: یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' وہ آپ کے پاس آیا اور کہا: میں تم سے چند باتوں کے متعلق سوال کروں گا' کیا تم مجھے بتاؤ گے؟ اس نے کہا: میں تم کو اس بیت کی حرمت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں' کیا تم کو معلوم ہے کہ (حضرت) عثمان بن عفان (رضی اللہ) اُحد کے دن بھاگ گئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے پوچھا: کیا تم کو معلوم ہے کہ وہ غزوۂ بدر سے غائب رہے تھے اور اس میں حاضر نہیں تھے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہاں! پھر کہا: کیا تم کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضوان سے غائب تھے اور اس میں حاضر نہیں تھے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہاں! تو اس نے کہا: اللہ اکبر! حضرت ابن عمر نے فرمایا: آؤ' تاکہ تم نے مجھ سے جو سوالات کیے ہیں ان کے مفصل جواب دوں' رہا ان کا اُحد کے دن بھاگنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا' رہا ان کا غزوۂ بدر سے غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں اور وہ بیمار تھیں' پس ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک

Marfat.com

تم کو اس مرد کا اجر ملے گا جو بدر میں حاضر ہوا' رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی اور اہل مکہ کے نزدیک حضرت عثمان بن عفان سے زیادہ معزز ہوتا تو حضور اس کو ان کی جگہ بھیج دیتے' سو آپ نے حضرت عثمان کو بھیجا اور بیعت رضوان حضرت عثمان کے مکہ جانے کے بعد ہوئی تھی' تو نبی ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے' پس آپ نے اس ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر مارا' پس یہ فرمایا: یہ عثمان کی بیعت ہے' اب تو ان جوابات کو اپنے ساتھ لے کر چلا جا!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۰ میں گزر چکی ہے۔

تینوں شارحین نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

٢٠- بَابٌ

﴿اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا ۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○﴾ (آل عمران:۱۵۳)۔ تُصْعِدُوْنَ تَذْهَبُوْنَ اَصْعَدَ وَصَعِدَ فَوْقَ الْبَيْتِ ۔

باب

جب تم چڑھتے چلے جاتے تھے اور پیٹھ موڑ کر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں (کھڑے ہوئے) تمہیں بلا رہے تھے تو (اللہ نے) تمہیں غم پر غم دیا اور (معافی کی خوش خبری اس لیے سنائی) کہ جو (مال غنیمت) تمہارے ہاتھ سے گیا اور جو (تکلیف) تمہیں پہنچی اس پر تم غمگین نہ ہو اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے○ (آل عمران:۱۵۳) ''تصعدون'' کا معنی ہے: ''تذھبون'' (یعنی تم جاتے ہو) اور ''اصعد'' اور ''صعد'' کا معنی ہے: گھر کے اوپر چڑھا۔

آل عمران:۱۵۳ کی تفسیر

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''تصعدون'' اس کا معنی ہے: پہاڑ پر چڑھنا۔

''تلوٗن'' اس کا معنی ہے: چڑھنا۔

''واخرٰکم'' ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنی ہے: تمہارے آخر میں۔ (مجاز القرآن ج ا ص ۱۰۵)

''فاثابکم غما بغم'' مجاہد نے کہا: پہلا غم تھا قتل ہونا اور زخمی ہونا اور دوسرا غم یہ تھا کہ کسی نے پکار کر کہا: (سیدنا) محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے' اس غم نے ان کا پہلا غم مٹا دیا' اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی کر کے آپ کو غم زدہ کیا' اور اس کی جزاء میں اللہ نے ان کو غم کے اوپر غم دیا' اس کو اللہ تعالیٰ نے طنزاً ثواب فرمایا ہے' جیسے اس آیت میں ہے:

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ (التوبہ:۳۴) سو آپ ان کو دردناک عذاب کی بشارت دیں○

اس آیت میں بھی طنزاً عذاب کی خبر کو بشارت فرمایا ہے۔

"لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ" اس کا معنی ہے: ان بھاگنے والے مسلمانوں نے مالِ غنیمت کو طلب کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کی وجہ سے وہ مال ان کے ہاتھ سے جاتا رہا' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا تا کہ اس مال کے نہ ملنے کی وجہ سے وہ غمگین نہ ہوں۔

"امنۃ نعاسا" اس کا معنی ہے: زمین میں امن واقع ہو گیا' اسی طرح امام ابن قتیبہ نے کہا ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ "امنۃ" کا معنی ہے: اسبابِ خوف کے باقی ہونے کے باوجود خوف کا زائل ہونا' اور امن کا معنی ہے: اسبابِ خوف کا زائل ہونا' اور اس آیت کا معنی ہے: تم پر دشمن کا جو رعب قائم ہو گیا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس رعب کو زائل کر کے تم پر اونگھ طاری کر دی کیونکہ شدتِ خوف میں انسان بے چین رہتا ہے اور اس کو نیند نہیں آتی' دشمن کے خوف کے بعد ان پر جو نیند طاری فرمائی' یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان تھا کیونکہ اس خوف کے بعد ان کو راحت حاصل ہوئی اور اس کے بعد وہ دوبارہ دشمن سے لڑنے کے قابل ہو گئے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۷۱۔۱۷۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٠٦٧- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ وَأَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِيْنَ . فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِيْ أُخْرَاهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن پیادہ مسلمانوں پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا دیا اور وہ مسلمان پسپا ہو کر بھاگے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں (کھڑے ہوئے) تمہیں بلا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۳۹ میں گزر چکی ہے' اور تینوں شارحین نے اس کی مزید شرح نہیں کی۔

٢١- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْ أَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (آل عمران: ١٥٤)

پھر تم پر غم کے بعد امن کو اتارا' یہ وہ اونگھ تھی جس نے تم میں سے ایک جماعت کو ڈھانپ لیا اور دوسرا (منافقوں کا گروہ تھا) جو اپنی جانوں کے غم میں پڑے ہوئے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ناحق بدگمانی کرتے تھے' جاہلیت کی سی بدگمانی' وہ کہتے تھے کہ کیا اس کام میں ہمارے لیے بھی کچھ ہے؟ آپ کہیے کہ بے شک تمام کام اللہ ہی کے لیے ہیں وہ اپنے دلوں میں اس چیز کو چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے' وہ کہتے ہیں: کاش! ہمارا کوئی اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے! آپ کہیے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو جن لوگوں کا قتل کیا جانا لکھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف ضرور نکل آتے اور (یہ) اس لیے (ہوا) کہ اللہ تمہارے دلوں کی

Marfat.com

بات کو آزمائے اور (شیطانی وسوسوں سے) تمہارے دلوں کو صاف کر دے اور اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے ○ (آل عمران:۱۵۴)

آل عمران:۱۵۴ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''من بعد الغم'' یعنی پسپا ہونے اور شکست کے بعد جو ان کو غم ہوا تھا۔

''امنة'' خوف کو زائل کرنا۔

''نعاسا'' یعنی تم پر اونگھ کو طاری کر دیا۔

تم میں سے ایک جماعت پر: یعنی مؤمنین پر جو اہل الصدق والیقین تھے۔

اور دوسری جماعت: جو منافقین کی جماعت تھی۔

جو اپنی جانوں کے غم میں پڑے ہوئے تھے: یعنی ان پر نیند طاری نہیں کی کیونکہ ان پر گھبراہٹ' بے چینی اور دشمن کا خوف تھا۔

وہ اللہ کے متعلق ناحق بدگمانی کرتے تھے: وہ کہتے تھے: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کی مدد نہیں کی جائے گی یا وہ قتل کر دیئے جائیں گے یا اب ان کا دین مضمحل ہو جائے گا۔

جاہلیت کی سی بدگمانی: زمانۂ جاہلیت سے مراد ہے: فترت کا زمانہ' جس زمانہ میں کسی نبی کی شریعت نہیں تھی' یعنی جس طرح مشرکین اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی کرتے تھے۔

وہ کہتے تھے کہ کیا اس کام میں ہمارے لیے بھی کچھ ہے: یعنی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ کیا اس کام میں ہمارے لیے بھی کچھ ہے؟ کیا ہمیں بھی دشمن پر فتح اور غلبہ حاصل ہوگا؟

آپ کہیے: بے شک تمام کام اللہ ہی کے لیے ہیں: یعنی نصرت اور غلبہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے حامیوں کے لیے ہی ہے۔

وہ اپنے دلوں میں اس چیز کو چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے: انہوں نے اپنے دلوں میں اس کو چھپایا تھا کہ اگر ہم اپنے گھروں میں ہوتے تو یہاں قتل نہ کیے جاتے' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں میں کفر اور نفاق کو چھپایا تھا اور اللہ تعالیٰ کے دین میں شک کو چھپایا تھا' یا انہوں نے اس کو چھپایا تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اُحد میں حاضر ہونے پر نادم ہیں۔

آپ کہیے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے: یعنی اے رسول مکرم! آپ کہیے کہ اے منافقو! اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے اور اُحد کی طرف نہ نکلتے تب بھی جن پر قتل کیا جانا لکھ دیا گیا ہے وہ ضرور قتل کیے جاتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٦٨- وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ فِيْمَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ يَوْمَ أُحُدٍ حَتّٰى سَقَطَ سَيْفِيْ مِنْ يَدِيْ مِرَارًا يَسْقُطُ وَآخُذُهُ وَيَسْقُطُ فَآخُذُهُ. [طرف الحدیث:۴۵۶۲] (سنن ترمذی:۳۰۰۸)

اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان مسلمانوں میں سے تھا جن کو اُحد کے دن نیند نے ڈھانپ لیا تھا' حتیٰ کہ میری تلوار میرے ہاتھ سے کئی بار گر گئی' میں اس کو

پکڑتا وہ گر جاتی' میں پھر اس کو پکڑتا۔

علامہ ابن الملقن اور علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

مسلمانوں کے لیے نیند کا باعثِ سکون ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر یہ نیند اتاری' پس اس نیند سے ان کا خوف جاتا رہا اور منافقوں نے انتہائی خوف' گھبراہٹ اور پریشانی میں رات گزاری۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۳' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۲۲- بَابٌ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران:۱۲۸)

اس معاملہ میں سے آپ کے لیے کچھ نہیں' اللہ ان پر رحمت سے رجوع فرمائے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں ۝ (آل عمران:۱۲۸)

آل عمران:۱۲۸ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے شانِ نزول میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنے کا نچلا دانت شہید ہو گیا اور آپ کی پیشانی زخمی ہو گئی حتیٰ کہ آپ کے چہرۂ انور پر خون بہا تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کو یہ ایذاء پہنچائی ہے' اس وقت آپ اپنے رب سے دعا کر رہے تھے۔ اس حدیث کی صرف امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

اس کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں مگر وہ آپ کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ حُمَيْدٌ وَّثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ شُجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا نَبِيَّهُمْ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آل عمران: ۱۲۸).

حمید اور ثابت نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی زخمی ہو گئی تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا' تو یہ آیت نازل ہوئی: اس معاملہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں۔ (آل عمران:۱۲۸)

امام بخاری کی تعلیق کے موافق حدیث موصول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح مسلم: ۱۷۹۱ میں مذکور ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۷۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کے متعلق متعدد روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

رہی حمید کی حدیث تو اس کی امام احمد' امام ترمذی اور امام نسائی نے حمید کی سند سے روایت کی ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رباعیۃ (سامنے کے چار دانتوں اور کچلیوں کے درمیان والا نچلا دانت) شہید ہو گیا اور آپ کی پیشانی زخمی ہو گئی تو خون آپ کے چہرے پر بہہ رہا تھا اور آپ

اپنا خون پونچھتے ہوئے یہ فرما رہے تھے: وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کا چہرہ رنگین کر دیا ہے اور آپ اپنے رب سے دعا کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اس معاملہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں۔ (آل عمران:۱۲۸)

امام ابن ہشام نے حضرت ابوسعید الخدری کی حدیث میں ذکر کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص وہ شخص تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رباعیہ (نچلا دانت) توڑا تھا اور آپ کا نچلا ہونٹ زخمی کیا تھا' اور عبداللہ بن شہاب الزہری نے آپ کی پیشانی کو زخمی کیا تھا اور عبداللہ بن قمئہ وہ شخص تھا جس نے آپ کا رخسار زخمی کیا تھا' سو آپ کے خود کے حلقوں میں سے دو حلقے آپ کے رخسار میں گھس گئے تھے اور حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے خون چوسا تھا' پھر اس خون کو نگل لیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: تم کو آگ کبھی نہیں چھوئے گی۔

امام ابن اسحاق نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کیا ہے کہ حضرت سعد نے کہا: میں کسی شخص کو قتل کرنے پر اتنا حریص نہیں تھا جتنا اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کو قتل کرنے پر حریص تھا کیونکہ اس نے اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا تھا۔

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ کی حدیث میں کہا ہے کہ عبداللہ بن قمئہ نے اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر امارا' جس سے آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا اور آپ کا رباعیہ ٹوٹ گیا' اس نے کہا: لو میرے حملہ کو سنبھالو اور میں قمئہ کا بیٹا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے خون پونچھا اور فرمایا: تجھے کیا ہوا' اللہ تجھے ذلیل کرے! پس اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا' وہ اس کو مسلسل سینگ مارتا رہا حتیٰ کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رباعیہ ٹوٹنے کا ذکر ہے جو سامنے کے نچلے دانت اور ڈاڑھ کے درمیان ہوتا ہے' اس دانت کا ایک کنارہ ٹوٹ گیا تھا' یہ دانت جڑ سے نہیں نکلا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت مالک بن سنان نے آپ کے چہرے سے آپ کا خون چوسا' پھر اس کو نگل لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خون جس کے خون کے ساتھ مل گیا' اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٦٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ السُّلَمِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ٥﴾ (آل عمران:۱۲۸) .

[اطراف الحدیث: ۴۰۷۰-۴۵۵۹-۷۳۴۶] [سنن نسائی: ۱۰۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن عبداللہ السلمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب آپ نے فجر کی آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھایا تو آپ ''سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک والحمد'' پڑھنے کے بعد یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! تو فلاں فلاں اور فلاں پر لعنت کر! تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اس معاملہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں (یہاں تک) کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں٥ (آل عمران:۱۲۸)

Marfat.com

٤٠٧٠- وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْ عَلٰى صَفْوَانَ بْنِ اُمَیَّةَ وَسُهَیْلِ بْنِ عَمْرٍو وَّالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَزَلَتْ ﴿لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○﴾ (آل عمران:١٢٨) .

اور حنظلہ بن ابی سفیان سے روایت ہے: میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور الحارث بن ہشام کے خلاف دعاءِ ضرر کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی: اس معاملہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں' (یہاں تک) وہ یقیناً ظالم ہیں○ (آل عمران:١٢٨)

ان دونوں حدیثوں کی شرح ایک ساتھ کی جا رہی ہے۔

بہ ظاہر آپ کی دعا کا قبول نہ ہونا' آپ کے مستجاب الدعوات ہونے کے منافی نہیں ہے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار شخصوں کے خلاف دعاءِ ضرر کرتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے آل عمران:١٢٨ نازل فرمائی' پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسلام کی ہدایت دے دی۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری نے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے یہ اجازت طلب کی تھی کہ ان کافروں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے تو یہ آیت نازل ہوئی' سو آپ نے جان لیا کہ ان میں ایسے لوگ ہیں جو عنقریب اسلام لے آئیں گے اور پہلی آیت نے اس کو اور مؤکد کر دیا اور وہ یہ ہے:

لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْ یَكْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْا خَآىٕبِیْنَ ○ (آل عمران:١٢٧)

تاکہ (اللہ) کافروں کے ایک گروہ کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کر دے' سو وہ ناکام لوٹ جائیں○

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٥٧١' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

جن پر آپ نے اُحد کے دن لعنت کی تھی' ان کا اسلام لے آنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حدیث: ٤٠٧٠ میں جن کافروں کے خلاف دعاءِ ضرر کا ذکر ہے' وہ تینوں فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خواہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے یعنی وہ اسلام لے آئیں اور فرمایا: یا ان کو ذلیل کر دے یعنی وہ کفر پر مر جائیں۔

(فتح الباری ج ٧ ص ٤١٥' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

رہے صفوان بن امیہ بن خلف جمحی قرشی تو وہ فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تھے' پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور حالتِ کفر میں حنین اور طائف میں حاضر ہوئے' پھر اس کے بعد اسلام لے آئے' اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بیالیس ہجری میں مکہ میں فوت ہو گئے۔

اور رہے سہیل بن عمرو بن عبد شمس قرشی عامری تو وہ قریش کے معززین اور جاہلیت کے سرداروں میں سے ایک تھے' یہ غزوۂ بدر میں گرفتار ہو گئے تھے' پھر اسلام لے آئے اور زمانہ اسلام میں بہت نیک کام کیے' یہ بہ کثرت نمازیں پڑھتے تھے' روزے رکھتے تھے اور صدقہ دیتے تھے' یہ جہاد کرتے ہوئے شام کی طرف نکل گئے اور وہیں فوت ہو گئے۔

رہے الحارث بن ہشام بن المغیرہ القرشی المخزومی تو وہ حالتِ کفر میں اپنے بھائی ابوجہل کے ساتھ بدر میں آئے تھے اور اس وقت بھاگ گئے تھے' پھر مشرکین کے ساتھ اُحد میں مسلمانوں سے لڑے' پھر فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے اور اسلام میں نیک کام

Marfat.com

گئے' یہ فضلاء صحابہ میں سے تھے' پھر یہ جہاد کرتے ہوئے شام چلے گئے اور وہیں جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ (اٹھارہ) ۱۸ ہجری میں عمواس کے طاعون میں فوت ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہاں چار میں سے تین اشخاص کا ذکر ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اُحد کے دن آپ نے جن چار کافروں پر لعنت کی تھی' وہ فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی دعا قبول نہیں ہوئی' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آل عمران: ۱۲۸ نازل فرما کر آپ کو ان کے خلاف دعا کرنے سے روک دیا تھا اور اس سے آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ لوگ اسلام لے آئیں گے اور آپ کو بھی یہی مطلوب تھا کہ وہ لوگ کفر پر مرنے کے بجائے اسلام لے آئیں۔

٢٣- بَابُ ذِكْرِ اُمِّ سَلِيطٍ — حضرت اُم سلیط کا ذکر

حضرت اُم سلیط ان خواتین میں سے تھیں' جو اُحد کے دن آپ کے پاس حاضر ہوئی تھیں۔

٤٠٧١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَّقَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ اَبِي مَالِكٍ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَسَمَ مُرُوْطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَبَقِيَ مِنْهَا مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعْطِ هٰذَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ عِنْدَكَ يُرِيْدُوْنَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ اُمُّ سَلِيْطٍ اَحَقُّ بِهٖ مِنْهَا وَاُمُّ سَلِيْطٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَاِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ اُحُدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب اور ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے اہل مدینہ کی خواتین کے درمیان چادریں تقسیم کیں' پس ایک عمدہ چادر بچ گئی تو جو لوگ آپ کے پاس حاضر تھے' ان میں سے کسی نے کہا: اے امیر المومنین! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کو عطاء فرمائیں جو آپ کے نکاح میں ہیں' ان کی مراد حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھیں' پس حضرت عمر نے کہا کہ حضرت اُم سلیط رضی اللہ عنہا اس چادر کی ان سے زیادہ مستحق ہیں' اور حضرت اُم سلیط انصار کی ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی' حضرت عمر نے کہا: وہ اُحد کے دن ہمارے لیے پانی کی مشک اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر لا رہی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۸۱ میں گزر چکی ہے۔

تینوں شارحین نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

٢٤- بَابُ قَتْلِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ — حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ کی شہادت

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب ہیں۔

(المعجم الکبیر: ۲۹۵۸۔ ج ۳ص ۱۵۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

٤٠٧٢- حَدَّثَنِي أَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمْصَ قَالَ لِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَدِيٍّ هَلْ لَكَ فِي وَحْشِيٍّ نَسْأَلُهُ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ قُلْتُ نَعَمْ وَكَانَ وَحْشِيٌّ يَسْكُنُ حِمْصَ فَسَأَلْنَا عَنْهُ فَقِيْلَ لَنَا هُوَ ذَاكَ فِي ظِلِّ قَصْرِهِ كَأَنَّهُ حَمِيْتٌ قَالَ فَجِئْنَا حَتَّى وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيْرٍ فَسَلَّمْنَا فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ وَعُبَيْدُ اللهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهِ مَا يَرَى وَحْشِيٌّ إِلَّا عَيْنَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ يَا وَحْشِيُّ أَتَعْرِفُنِي قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لَا وَاللهِ إِلَّا أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ امْرَأَةً يُقَالُ لَهَا أُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ أَبِي الْعِيْصِ فَوَلَدَتْ لَهُ غُلَامًا بِمَكَّةَ فَكُنْتُ أَسْتَرْضِعُ لَهُ فَحَمَلْتُ ذٰلِكَ الْغُلَامَ مَعَ أُمِّهِ فَنَاوَلْتُهَا إِيَّاهُ فَلَكَأَنِّي نَظَرْتُ إِلَى قَدَمَيْكَ قَالَ فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ أَلَا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ قَالَ نَعَمْ إِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ بِبَدْرٍ فَقَالَ لِي مَوْلَايَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ إِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ بِعَمِّي فَأَنْتَ حُرٌّ قَالَ فَلَمَّا أَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ عَيْنَيْنِ وَعَيْنَيْنِ جَبَلٌ بِحِيَالِ أُحُدٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ وَادٍ خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ إِلَى الْقِتَالِ فَلَمَّا أَنِ اصْطَفُّوْا لِلْقِتَالِ خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ قَالَ فَخَرَجَ إِلَيْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ يَا سِبَاعُ يَا ابْنَ أُمِّ أَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُوْرِ أَتُحَادُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ فَكَانَ كَأَمْسِ الذَّاهِبِ قَالَ وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا دَنَا مِنِّي رَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي فَأَضَعُهَا فِي ثُنَّتِهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ وَرِكَيْهِ قَالَ فَكَانَ ذَاكَ الْعَهْدَ بِهِ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابوجعفر محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حجین بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن الفضل از سلیمان بن یسار از جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عبیداللہ بن عدی بن الخیار کے ساتھ نکلا' جب ہم حمص میں پہنچے تو عبیداللہ بن عدی نے مجھ سے کہا: آپ کا کیا خیال ہے کہ ہم حضرت وحشی رضی اللہ سے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ کے قتل کے متعلق معلوم کریں' میں نے کہا: ہاں! اور حضرت وحشی حمص میں رہتے تھے' پس ہم نے ان کے متعلق پوچھا تو ہمیں بتایا گیا کہ وہ یہاں اس محل کے سائے میں ہیں' گویا وہ ایک بڑی مشک تھے' پس ہم آئے اور ان کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرے' پھر ہم نے سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا اور عبیداللہ نے اپنے عمامہ کو اپنے سر کے گرد اس طرح لپیٹا ہوا تھا کہ حضرت وحشی صرف ان کی آنکھیں اور ان کی ٹانگیں دیکھ سکتے تھے' عبیداللہ نے کہا: اے وحشی! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت وحشی نے ان کی طرف دیکھا' پھر کہا: اللہ کی قسم! نہیں! ہاں میں اتنا جانتا ہوں کہ عدی بن الخیار نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا جس کو اُم قتال بنت ابی العیص کہا جاتا تھا' اس سے مکہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور میں اس کے لیے کسی دودھ پلانے والی کو تلاش کر رہا تھا' پھر میں اس لڑکے کو اس کی رضائی ماں کے پاس لے گیا اور اس کی والدہ بھی ساتھ تھی' پس میں نے گویا تمہارے پیروں کی طرف دیکھا۔ راوی نے کہا: پھر عبیداللہ نے اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا' پھر انہوں نے کہا: کیا آپ ہمیں حضرت حمزہ کو شہید کرنے کے متعلق کچھ بتائیں گے' حضرت وحشی نے کہا: ہاں! حضرت حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو بدر میں قتل کر دیا تھا تو مجھ سے میرے مولیٰ (آقا) جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا: اگر تم نے میرے چچا کے بدلہ میں حضرت حمزہ کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو' پھر انہوں نے بتایا: جب لوگ عینین کی جنگ کے سال نکلے اور عینین اُحد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے' اس کے اور اُحد کے درمیان ایک وادی حائل

Marfat.com

رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَاَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتّٰى فَشَا فِيْهَا الْإِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ اِلَى الطَّائِفِ فَاَرْسَلُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهُ لَا يَهِيْجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتّٰى قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰنِيْ قَالَ اَنْتَ وَحْشِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الْاَمْرِ مَا بَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّيْ قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ قُلْتُ لَاَخْرُجَنَّ اِلٰى مُسَيْلِمَةَ لَعَلِّيْ اَقْتُلُهُ فَاُكَافِئَ بِهٖ حَمْزَةَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَا كَانَ قَالَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِيْ ثَلْمَةِ جِدَارٍ كَاَنَّهُ جَمَلٌ اَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّاْسِ قَالَ فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِيْ فَاَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ قَالَ وَوَثَبَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلٰى هَامَتِهٖ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ فَاَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ وَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْاَسْوَدُ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہے تو میں بھی لوگوں کے ساتھ جنگ کے لیے نکلا' پس جب دونوں فوجیں جنگ کے لیے صف آراء ہوئیں تو (قریش کی صف میں سے) سباع (بن عبدالعزیٰ) نکلا اور اس نے کہا: ہے کوئی لڑنے والا! تو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اس سے مقابلہ کے لیے نکلے اور فرمایا: اے سباع! اے اُم انمار کے بیٹے! جو عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی' کیا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لیے آیا ہے! پھر حضرت حمزہ نے اس پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا' اب وہ واقعہ گزرے ہوئے کل کی طرح ہو گیا' ادھر میں حضرت حمزہ کی گھات میں ایک چٹان کے پیچھے تھا' وہ جیسے ہی میرے قریب ہوئے میں نے تاک کر ان پر نیزہ مارا' وہ نیزہ ان کی ناف کے نیچے لگا اور ان کے کولھوں کے پار سے نکل گیا' یہی حملہ ان کے قتل کا سبب بنا' پھر جب لوگ واپس آئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس آ گیا اور مکہ میں ٹھہرا رہا' حتیٰ کہ مکہ میں اسلام پھیل گیا' پھر میں طائف کی طرف نکل گیا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک قاصد بھیجا' پس مجھے بتایا گیا کہ آپ قاصدوں کے ساتھ زیادتی نہیں کرتے' سو میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوا' جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: تم وحشی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم نے حمزہ کو قتل کیا تھا؟ میں نے کہا: واقعہ وہی ہے جس کی خبر آپ کو پہنچ چکی ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ اپنا چہرہ میرے سامنے نہ لاؤ' پھر میں چلا گیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو مسیلمہ کذاب نکلا تو میں نے (دل میں) کہا: میں مسیلمہ کی طرف نکلوں گا' شاید میں اس کو قتل کر کے حضرت حمزہ کو قتل کرنے کا کفارہ ادا کر دوں' پس میں لوگوں کے ساتھ نکلا' پھر اس کا معاملہ جس طرح ہونا تھا ہو گیا' اس وقت ایک شخص دیوار کے ساتھ کھڑا تھا جیسے وہ گندمی رنگ کا اونٹ ہو' اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے' میں نے اس کے پستانوں کے درمیان تاک کر نیزہ مارا جو اس کے کندھوں کے درمیان سے نکل گیا' پھر ایک انصاری مرد اس کی طرف جھپٹا اور تلوار سے اس کی کھوپڑی اُڑا دی۔ راوی نے کہا کہ عبداللہ بن فضل نے

بتایا کہ مجھے سلیمان بن یسار نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک لڑکی نے چھت پر کھڑی ہو کر یہ کہا: افسوس! امیر المؤمنین کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا۔

مشکل الفاظ کے معانی' حضرت حمزہ' حضرت وحشی اور بعض دوسرے رجال کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ طویل روایت ذکر کی ہے' اور وہ اس میں منفرد ہیں' امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس حدیث کی روایت نہیں کی' بلکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت وحشی کی کوئی روایت ذکر نہیں کی۔

عبیداللہ بن عدی بن الخیار: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہو گئے تھے اور الولید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے' ان کی مدینہ میں ایک حویلی تھی جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حویلی کے پاس تھی۔

حمص: یہ اسم غیر منصرف ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ اس کے حروف کم ہیں اور یہ ساکن الاوسط ہے' سو یہ ھود اور نوح کی طرح ہے' یہ مشہور شہر ہے۔

حمیت: یہ بڑے مٹکے کی طرح مشک ہے' اس کو پکھال کہتے ہیں' اس میں عموماً گھی اور زیتون کا تیل رکھتے ہیں' بعض نے کہا: یہ مطلقاً مشک ہے' ابوعبیدہ نے کہا: جس مشک میں دودھ رکھا جاتا ہے اس کو الوطب کہتے ہیں۔

عبیداللہ اپنے عمامة کے ساتھ معتجر تھا' معتجر کا لفظ اعتجار سے ماخوذ ہے' اعتجار کا معنی ہے: عمامہ کو سر کے گرد لپیٹنا۔

بے شک حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو قتل کر دیا تھا: علامہ الدمیاطی نے کہا کہ صحیح نام طعیمہ بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ہے' اور مطعم اور الخیار عدی کے دو بیٹے ہیں اور آپس میں بھائی ہیں۔

''یا سباع یا ابن انمار مقطعة البظور'' البظر کا معنی عورت کی اندام نہانی ہے' یعنی انمار عورتوں کا ختنہ کرتی تھی' اس کا معنی ہے: وہ اندام نہانی کے زائد گوشت کو کاٹ دیتی تھی۔

عینین: اُحد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

''ثـنـة'' ابن فارس نے کہا: اس کا معنی ہے: جسم کا وسط۔ (مجمل اللغۃ ج ۱ ص ۱۵۶) علامہ خطابی نے کہا: اس کا معنی ہے: ناف کے نیچے۔ (اعلام السنن ج ۳ ص ۱۷۱۹)

کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ اپنا چہرہ میرے سامنے نہ لاؤ: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کی نرمی تھی کیونکہ آدمی اپنے مقتول کے قاتل کا چہرہ دیکھنا ناپسند کرتا ہے۔ (پھر حضرت وحشی تا حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آئے۔ فتح الباری)

لڑکی نے اعلان کیا کہ امیر المؤمنین کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا: مسیلمہ اپنے کفر اور کذب کے باوجود کبھی اپنے آپ کو نبی کہلواتا تھا' اور کبھی اپنے آپ کو امیر المؤمنین کہلواتا تھا' اور برحق امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب تھے' جب حضرت وحشی کی ضرب سے مسیلمہ گر گیا تو ایک انصاری نے تلوار سے اس کی گردن اُڑا دی۔

امام ابن اسحاق نے اس انصاری کا نام نہیں لکھا' اور امام واقدی نے کتاب الردۃ میں لکھا ہے کہ اس انصاری کا نام عبداللہ بن زید بن عاصم المازنی ہے' اور سیف بن عمر نے الفتوح میں لکھا ہے کہ اس کا نام عدی بن سہل ہے اور امام ابن عبدالبر وغیرہ نے لکھا ہے

کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ بھی مسیلمہ کے قتل میں ان کے شریک تھے' پس اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ حضرت وحشی نے ان تینوں میں سے کس کا ارادہ کیا تھا۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۲۰۹' اسد الغابہ ج ۶ ص ۹۶)

امام ابن اسحاق نے وحشی کے اسلام لانے میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب وہ مدینہ میں آئے تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ وحشی ہے' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ ایک آدمی کا اسلام لانا میرے نزدیک ایک ہزار کافر مردوں کے کفر پر مرنے سے بہتر ہے۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۱۹۳)

وحشی نام صحابہ میں منفرد ہے' اس نام کا اور کوئی صحابی نہیں ہے' اور یہ مکہ کے حبشیوں میں سے ایک تھے۔

مسیلمہ: اس کی کنیت ابوثمامہ اور ابوہارون بن ثمامہ ہے' وفد بنوحنیفہ کے باب میں اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔

حمزہ: یہ بدری صحابی ہیں' یہ ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں' جنہوں نے بدر کے دن سب سے پہلے کفار کو للکارا تھا اور یہ ان چھ مردوں میں سے ایک ہیں جو رحمٰن کے سامنے مقدمہ پیش کریں گے' ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ۔ (الحج:۱۹) یہ دو فریق ہیں جنہوں نے (اپنے رب کے متعلق) جھگڑا کیا۔

یہ ان بارہ قریش میں سے ایک ہیں جو قریش کے نقیب تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ہیں' آپ کے رضاعی بھائی ہیں اور اللہ کے شیر ہیں اور اس کے رسول کے شیر ہیں' آپ کے اعلانِ نبوت کے دوسرے سال اسلام لائے اور اس پہلے لشکر میں تھے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیف البحر کی طرف بھیجا تھا جیسا کہ المدائنی نے کہا ہے اور یہ سید الشہداء ہیں۔

ان کے متعلق حضرت وحشی نے کہا تھا کہ اگر میں نے اسلام لانے سے پہلے خیر الناس کو قتل کیا تھا تو اسلام لانے کے بعد میں نے شر الناس یعنی مسیلمہ کو قتل کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۱۸) (التوضیح الشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۸۳۔۱۷۹ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ کو ڈھونڈنے نکلے' تو دیکھا کہ وادی میں وہ اس حال میں تھے کہ ان کی ناک' کان اور دیگر اعضاء کٹے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: اگر مجھے صفیہ (بنت عبد المطلب) کے غم زدہ ہونے کا خیال نہ ہوتا اور میرے بعد یہ سنت نہ ہو جاتی تو میں حمزہ کو یونہی چھوڑ دیتا' حتیٰ کہ حمزہ کا حشر درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں سے ہوتا۔

امام ابن ہشام نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جو سلوک حضرت حمزہ کے ساتھ کیا گیا ہے' وہ ان سے پہلے کسی کے ساتھ نہیں کیا گیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور بتایا کہ آسمانوں میں لکھا ہوا ہے کہ حمزہ اللہ کے شیر ہیں اور اللہ کے رسول کے شیر ہیں اور امام بزار اور امام طبرانی نے سند ضعیف کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت حمزہ کے اعضاء کٹے ہوئے دیکھے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو! آپ رشتوں کو ملانے والے تھے' نیک کاموں کو بہت زیادہ کرنے والے تھے اور اگر آپ کے بعد غم نہ کیا جاتا تو مجھے اس سے خوشی ہوتی کہ میں آپ کو یونہی چھوڑ دیتا حتیٰ کہ مختلف جانوروں کے پیٹوں سے آپ کا حشر کیا جاتا' پھر اسی جگہ آپ نے قسم کھائی کہ میں آپ کے بدلہ میں ستر کافروں کو مثلہ کروں گا' تب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ اور اگر تم انہیں سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں

صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ○ (النحل:١٢٦-١٢٧)

پہنچائی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر بہت اچھا ہے ○ اور (اے رسول مکرم!) آپ صبر کریں اور آپ کا صبر کرنا صرف اللہ کی توفیق سے ہے اور آپ (ان کی سرکشی پر) غم گین نہ ہوں اور اس فریب سے تنگ دل نہ ہوں جو وہ کرتے ہیں ○

امام عبداللہ بن احمد نے زیادات المسند میں اور امام طبرانی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں کی لاشوں کو مثلہ کیا (اعضاء کاٹے) تو انصار نے کہا: اگر کبھی ہم کو ایسا موقع ملا تو ہم ان کی زیادہ لاشوں کو مثلہ کریں گے' تب یہ آیتیں نازل ہوئیں' پھر فتح مکہ کے دن ایک شخص نے پکار کر کہا: آج کے بعد روئے زمین پر قریش نہیں رہیں گے' تب یہ آیتیں نازل ہوئیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے انتقام سے ہاتھ روک لو۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کی ہے اور اس کے آخر میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بلکہ ہم صبر کرتے ہیں' اے میرے رب!'' یہ تمام اسانید ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

بعض مشکل الفاظ کے معانی اور بعض تراجم کی مزید وضاحت اور حافظ ابن حجر سے علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حمص: یہ شام کی حدود کی طرف مشہور شہر ہے' یہاں باغات ہیں اور دریا ہے' حمص بن المہر کے نام پر اس کا نام حمص رکھا گیا ہے' اس کو ھند کی طرح منصرف پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ حمص' عجمی ہے' سو یہ غیر منصرف ہے' یہ البکری کا قول ہے' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اس کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ نوح اور ھود کی طرح ساکن الاوسط ہے۔

وحشی: پورا نام وحشی بن حرب ہے' یہ مکہ کے حبشیوں میں سے ہیں' یہ برچھی (چھوٹا نیزہ) سے حملہ کرتے تھے اور ان کا نشانہ عام طور پر خطا نہیں ہوتا تھا' موسیٰ بن عقبہ نے کہا: وحشی بن حرب شراب کے نشہ میں فوت ہوئے تھے۔

ہم ان سے حضرت حمزہ کو قتل کرنے کے متعلق پوچھتے ہیں: امام ابن اسحاق کی روایت ہے: جب ہم حضرت وحشی کے متعلق پوچھ رہے تھے تو ہم سے ایک شخص نے کہا: ان پر شراب غالب ہے' اگر تم نے ان کو ہوش میں پایا تو تم جو پوچھنا چاہتے ہو وہ تمہیں بتائیں گے اور اگر وہ نشہ میں ہوں تو تم واپس چلے جانا' امام الطیالسی نے بھی اس کی مثل روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اگر تم یہ دیکھو کہ وہ شراب نوشی کر رہے ہیں تو پھر ان سے سوال نہ کرنا۔

''حمیت'': حمیت کا معنی ہے: بڑی مشک جس پر بال نہ ہوں' اس میں گھی رکھا جاتا ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جو شخص بہت جسیم ہو اور موٹا ہو اس کو بڑی مشک یعنی پکھال سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

عورتوں کا ختنہ کرنے والی: اندام نہانی کے دو کناروں کے درمیان جو زائد گوشت ہوتا ہے اس کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

ایک شخص دیوار کے ساتھ کھڑا تھا جیسے وہ گندمی رنگ کا اونٹ ہو (یعنی مسیلمہ)' حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

اس کا رنگ راکھ کی طرح تھا اور یہ جنگ کے گرد و غبار کی وجہ سے تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۸)

Marfat.com

علامہ عینی اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کے کفر کی سیاہی اور باطل میں منہمک ہونے کی وجہ سے اس کے چہرے کا رنگ سیاہی مائل ہوگیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۱۴)

امیر المؤمنین کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا: حافظ ابن حجر نے اس کی شرح میں لکھا ہے:

اس لڑکی کے اس قول میں اس کی تائید ہے کہ مسیلمہ کذاب کو حضرت وحشی نے قتل کیا تھا' اس لڑکی نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین کہا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ مسیلمہ اپنے آپ کو نبی مرسل کہلاتا تھا اور اس کے پیروکار اُسے کہتے تھے: یارسول اللہ! یا نبی اللہ! اور امیر المؤمنین کا لقب اس کے بعد حادث ہوا ہے' اور سب سے پہلے یہ لقب حضرت عمر رضی اللہ نے اختیار کیا تھا' اور یہ مسیلمہ کے قتل کے بہت بعد کا واقعہ ہے۔ رہا یہ کہ علامہ ابن التین نے یہ کہا ہے کہ مسیلمہ خود کو کبھی نبی کہلواتا تھا اور کبھی امیر المؤمنین کہلواتا تھا تو اگر علامہ ابن التین نے اس بات کو اس حدیث سے مستنبط کیا ہے تو یہ اچھا نہیں ہے ورنہ اس کے ثبوت کے لیے کسی نقل کی ضرورت ہے۔

امام الطیالسی کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں اس دن لشکر میں تھا' تو میں نے سنا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ مسیلمہ کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا اور اس نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین نہیں کہا اور یہ ہوسکتا ہے کہ اس لڑکی نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین اس لیے کہا ہو کہ وہ اس کے اصحاب کو مؤمن سمجھتی تھی' اس لیے اس نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین کہا' اور اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس کا لقب امیر المؤمنین تھا۔

پھر میں نے دیکھا کہ ابوالخطاب بن دحیہ نے اس پر انکار کیا ہے کہ سب سے پہلے امیر المؤمنین کا لقب حضرت عمر نے اختیار کیا تھا' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر سے پہلے یہ مسیلمہ کا لقب تھا' جیسا کہ امام بخاری نے وحشی کے قصہ میں نقل کیا ہے' علامہ ابن الصلاح اور علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ابن دحیہ کی یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ ایک لڑکی نے چلا کر کہا کہ امیر المؤمنین کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسیلمہ کا لقب امیر المؤمنین ہو' اور علامہ مغلطائی نے بھی یہ اعتراض کیا ہے کہ امیر المؤمنین کا لقب سب سے پہلے حضرت عمر کا نہیں تھا کیونکہ سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ کو امیر المؤمنین کہا گیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش صرف اپنے لشکر کے امیر تھے نہ کہ تمام مسلمانوں کے' اس کے برخلاف حضرت عمر تمام مسلمانوں کے امیر تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۹-۲۱۸)

علامہ بدرالدین عینی' علامہ ابن التین کا دفاع کرتے ہوئے اور حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ایک لڑکی نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین کہا اور اس نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین اس لیے کہا تھا کہ مسیلمہ کے اصحاب اس کا حکم مانتے تھے اور اس کو امیر جانتے تھے اور اس نے مسیلمہ کے اصحاب کو مؤمنین اس لیے کہا کہ ان کے زعم باطل میں وہ لوگ مسیلمہ پر ایمان لانے والے اور مؤمنین تھے اور اس قائل کا یہ کہنا کہ حضرت عمر کو سب سے پہلے امیر المؤمنین کہا گیا اس کے منافی نہیں ہے' کیونکہ یہ حضرت ابوبکر کے اعتبار سے اوّلیت اضافی ہے کیونکہ ان کو امیر المؤمنین نہیں کہا گیا تھا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونے کے لقب کو اختیار کر لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۱۴-۲۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تو حافظ ابن حجر نے بھی لکھا ہے کہ اس لڑکی نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین اس لیے کہا تھا کہ وہ لڑکی اس کے اصحاب کو مؤمن سمجھتی تھی اور مسیلمہ ان کا امیر تھا' اس لیے اس نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین کہا' لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسیلمہ کا لقب امیر المؤمنین تھا' لہٰذا حافظ ابن حجر کی تحقیق درست ہے اور اس پر علامہ عینی کا اعتراض درست نہیں ہے۔

٢٥- بَابُ مَا اَصَابَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِرَاحِ يَوْمَ اُحُدٍ

اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو زخم آئے

٤٠٧٣- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ فَعَلُوْا بِنَبِيِّهٖ يُشِيْرُ اِلٰى رَبَاعِيَتِهٖ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى رَجُلٍ يَقْتُلُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

[طرف الحدیث: ٤٠٧٦] (صحیح مسلم: ۱۷۹۳ ' الرقم المسلسل: ۴۵۴۰ ' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں پر اللہ کا بہت شدید غضب ہوگا جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے' آپ اپنے رباعیہ (نچلے دانت) کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں اور اس پر اللہ کا بہت شدید غضب ہوگا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے راستہ میں قتل کریں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کا بلاتشبیہ و تعطیل اثبات

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے شدید غضب سے مراد یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سنگین جرم ہے جس پر وہ سخت سزا دے گا' اس غضب سے وہ کیفیت مراد نہیں ہے جو خون کے جوش میں آنے سے انسان پر طاری ہوتی ہے کیونکہ وہ عرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے' وہ اعراض کا محل نہیں کیونکہ وہ حوادث ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں حوادث کا وجود محال ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۸۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ تمام اُمت اور قدیم ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کو جس وصف کے ساتھ متصف کیا ہے' اس وصف کے ساتھ اس کو موصوف کرنا چاہیے اور اس وصف میں تحریف اور تمثیل اور تکییف اور اس وصف کو معطل کرنے سے اجتناب لازم ہے کیونکہ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے' ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں' اس کی صفات کا اثبات واجب ہے اور مخلوق کی صفات سے اس کی مماثلت ممنوع ہے' ان صفات کا بلاتشبیہ اثبات اور اس کی تنزیہ بلاتعطیل واجب ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ج ٦ ص ۵۱۵)

اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی نے علامہ ابن الملقن کی بعینہٖ عبارت نقل کردی ہے اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلاتِ کریمہ کی طہارت اور آپ کے علمِ غیب کا ثبوت

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت مالک بن سنان الخدری نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ سے خون چوس لیا تھا' پھر اس خون کو نگل لیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا خون میرے خون سے مَس ہوگیا' اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

(معجم الصحابہ للبغوی: ۲۰۸۵۔ ج ۵ ص ۲۴۲' المطبرانی: ۵۴۳۰۔ ج ٦ ص ۳۴' معرفۃ الصحابہ لابی نعیم: ۵۹۹۴۔ ج ۵ ص ۲۴۵٦)

اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ وہ

اس شخص کو دیکھے جس کا خون میرے خون کے ساتھ مل گیا ہو اس کو چاہیے کہ وہ مالک بن سنان کی طرف دیکھے۔ (حافظ ابن حجر نے اس کا الاصابہ ج ۳ ص ۳۴۶ میں ذکر کیا ہے۔سعیدی غفرلہ)

جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دانت شہید کیا تھا' اس کی اولاد میں سے جو بھی بالغ ہوئی' اس سے بدبو آتی تھی۔

(المستدرک ج ۳ ص ۵۵۴)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون تحریم میں اُمت کے خون سے مختلف ہے' اسی طرح آپ کا پیشاب بھی تحریم میں اُمت کے پیشاب کے مخالف ہے' تحقیق یہ ہے کہ حضرت اُم ایمن نے آپ کا پیشاب پیا تھا۔

(المستدرک ج ۴ ص ۶۴-۶۳' البدر المنیر ج ۱ ص ۴۸۸-۴۸۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں نے آپ کے پیٹ کو برف سے دھو دیا تھا' اس وجہ سے آپ مطہرین میں سے ہو گئے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ سالم کی حدیث میں ہے: آپ نے حضرت مالک بن سنان سے فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہر خون حرام ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند معروف نہیں ہے' ہر چند کہ اس حدیث کا حافظ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے۔

(الاستیعاب ج ۲ ص ۱۳۷' البدر المنیر ج ۱ ص ۴۷۵-۴۷۴)

الزبیر بن ابی بکر نے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ وہی ہے' جب ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو وہ ان کو دودھ پلانے سے رک گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کو دودھ پلاؤ خواہ اپنی آنکھوں کے پانی سے' یہ بھیڑیوں کے درمیان مینڈھا ہے' ان بھیڑیوں کے اوپر قمیصیں ہیں' اس کو بیت اللہ سے روکا جائے گا' ورنہ یہ بیت اللہ کے سامنے قتل کر دیا جائے گا۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۱۶۶)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب کا ثبوت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

''دمّوا وجه نبی اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم '': اس میں میم پر تشدید ہے' اس کی اصل ''دمّیوا'' ہے' یاء پر ضمہ ثقیل تھا' اس کو حذف کر دیا' پھر یاء ساکن رہ گئی اور واؤ بھی ساکن تھی' اس کو حذف کر دیا۔ اس حدیث میں ذکر ہے کہ لوگوں نے اللہ کے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی پر بعض مصائب آتے ہیں تاکہ ان کا اجر عظیم کر دیا جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۸۶-۱۸۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۷۸۸-۷۸۳ میں فضلات کریمہ کی طہارت کی زیادہ تفصیل کی ہے اور مخالفین کے اعتراضات کے مدلل جوابات دیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کا زمین پر گرنا بہت سنگین ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام اوزاعی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُحد کے دن نکلے تو کسی چیز سے اپنا خون پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے: اگر اس میں سے کچھ خون زمین پر گر جاتا تو تم پر آسمان سے عذاب نازل ہوتا' پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما! کیونکہ ان کو (میری نبوت کا) علم نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے لکھا ہے کہ حدیث: ۴۰۷۳ میں حضرت ابو ہریرہ نے اُحد کے دن آپ کے زخمی ہونے کی روایت کی ہے اور حدیث: ۴۰۷۴ میں حضرت ابن عباس نے یہ روایت کی ہے اور یہ دونوں حدیثیں مرسل ہیں کیونکہ حضرت ابو

Marfat.com

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم دونوں اُحد کے دن موجود نہیں تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۰' عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۱۵)

٤٠٧٤- حَدَّثَنِیْ مَخْلَدُ بْنُ مَالِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح مسلم: ۱۷۹۳' الرقم المسلسل: ۴۵۴۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۸-۲۸۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے مخلد بن مالک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید اموی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص پر اللہ کا بہت شدید غضب ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں قتل کیا اور ان لوگوں پر اللہ کا بہت شدید غضب ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خون آلود کیا۔

اللہ کے راستہ میں قتل کرنے کی قید کا فائدہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غزوۂ اُحد تین ہجری میں ہوا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سات ہجری میں اسلام لائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر اس وقت چھ سال تھی' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے خون آلود ہونے کا واقعہ انہوں نے حاضرین اُحد میں سے کسی سے سنا' یا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا' اس لیے یہ دونوں حدیثیں مرسل ہیں۔

جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے راستہ میں قتل کر دیا: اس قید سے اس شخص کے قتل سے احتراز کر لیا جس کو آپ نے حد یا قصاص میں قتل کیا ہو' کیونکہ اللہ کے راستہ میں آپ اس کو قتل کریں گے جو آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۱۶-۲۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

٠٠٠- بَابٌ

باب

یہ باب ابواب سابقہ سے بہ منزلہ فصل ہے۔

٤٠٧٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ وَهُوَ يُسْأَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ مَنْ كَانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ الْمَاءَ وَبِمَا دُوْوِيَ قَالَ كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْسِلُهُ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ يَسْكُبُ الْمَاءَ بِالْمِجَنِّ فَلَمَّا رَاَتْ فَاطِمَةُ اَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيْدُ الدَّمَ اِلَّا كَثْرَةً اَخَذَتْ قِطْعَةً مِّنْ حَصِيْرٍ فَاَحْرَقَتْهَا وَاَلْصَقَتْهَا فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ وَكُسِرَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از ابی حازم' انہوں نے حضرت سہل بن سعید رضی اللہ عنہ سے سنا' اور اس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کے متعلق سوال کر رہے تھے' انہوں نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! میں ضرور سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کو دھو رہا تھا اور کون پانی ڈال رہا تھا اور کس چیز سے آپ کا علاج کیا گیا' حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے زخم کو دھوتی تھیں اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی بھر کر لاتے تھے' جب سیدہ فاطمہ نے یہ دیکھا کہ پانی ڈالنے سے تو خون اور زیادہ بہہ رہا ہے تو انہوں

Marfat.com

رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَئِذٍ وَّجُرِحَ وَجْهُهُ وَكُسِرَتِ الْبَيْضَةُ عَلٰى رَأْسِهِ.

نے چٹائی کے ایک ٹکڑے کو جلایا اور اس کی راکھ کو آپ کے زخم پر لیپ کر دیا تو خون رُک گیا اور اس دن آپ کا نچلا دانت (اس کا ایک کنارہ) ٹوٹ گیا تھا' اس دن آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا اور آپ کا خَود آپ کے سر پر ٹوٹ گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ علیہا السلام لکھتے ہیں' تاہم میرے نزدیک رضی اللہ عنہا میں زیادہ فضیلت ہے کیونکہ سلام کے لفظ کی آپ کے ساتھ تخصیص نہیں ہے' ہر مسلمان کو سلام کیا جاتا ہے اور رضی اللہ عنہ صرف صحابہ کرام اور اصحابِ احسان وخشیت کے ساتھ خاص ہے۔

انبیاء پر مصائب آنے کی حکمتیں اور مذکور الصدر حدیث کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مذکور الصدر حدیث کی تفصیل اور وضاحت درج ذیل احادیث میں ہے:

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: جب اُحد کے دن مشرکین واپس چلے گئے تو خواتین صحابہ کی مدد کرنے کے لیے آئیں' ان میں سیّدہ فاطمہ بھی تھیں' جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپ کے گلے سے چمٹ گئیں اور آپ کے زخموں کو پانی سے دھونے لگیں' پانی لگنے سے خون زیادہ نکلنے لگا' جب انہوں نے یہ دیکھا تو چٹائی کا ٹکڑا لے کر اس کو جلایا اور اس کی راکھ کو زخم کے ساتھ چمٹا دیا' سو خون کا بہنا رُک گیا۔

زبیر بن محمد کی حدیث کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہوگا جس نے اس کے رسول کا چہرہ خون آلود کر دیا' پھر تھوڑی دیر بعد آپ نے دعا کی: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے! کیونکہ ان کو علم نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوا اور علاج کرنا جائز ہے (بلکہ آپ کی سنت ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور انبیاء علیہم السلام پر بعض دنیاوی مصائب آتے ہیں' ان کو زخم لگتے ہیں' درد ہوتا ہے اور ان پر بیماریاں آتی ہیں تاکہ اس سے ان کا اجر زیادہ ہو اور ان کے درجات بلند ہوں اور ان کی اُمت مصائب پر صبر کرنے میں ان کی پیروی کرے اور نیک انجام اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی شرح نہیں کی' جب کہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے الزہری سے روایت کی ہے: اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر تلوار کی ستر (۷۰) ضربیں لگائی گئیں' اللہ تعالیٰ نے ان سب کے شر سے آپ کو محفوظ رکھا' کہا گیا ہے کہ اس سے حقیقۃً تلوار کے ستر زخم مراد ہیں' یا پھر ستر کا عدد مبالغہ کے لیے ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے' آپ کے چہرے کے زخم کا سبب یہ ہے کہ ابن عائذ نے یزید بن جابر سے روایت کی ہے کہ اُحد کے دن ابن قمئہ نے آپ کے چہرے پر تیر مارا تھا (یا پتھر مارا تھا) جس نے آپ کے چہرے میں زخم ڈال دیا اور کہا: لو سنبھالو! میں ابن قمئہ ہوں' تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل کر دے گا' وہ واپس اپنے گھر گیا اور اپنی بکریاں لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا' ایک پہاڑی بکرے نے سینگ مار مار کر اس کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے' جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بیان

Marfat.com

کیا ہے۔(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۰)

٤٠٧٦- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ قَتَلَهٗ نَبِیٌّ وَّاشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ دَمّٰی وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس شخص پر اللہ کا شدید غضب ہوگا جس کو نبی نے قتل کیا اور اس پر اللہ کا شدید غضب ہوگا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو خون آلود کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۷۴ میں گزر چکی ہے۔

٢٦- بَابٌ ﴿اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (آل عمران:۱۷۲)

وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا (آل عمران:۱۷۲)

اس باب میں اس آیت کا سبب نزول بیان کیا گیا ہے اور اس کا تعلق غزوۂ اُحد سے ہے۔

٤٠٧٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا ﴿اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ ۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝﴾ (آل عمران: ۱۷۲) قَالَتْ لِعُرْوَةَ یَا ابْنَ اُخْتِیْ کَانَ اَبَوَاكَ مِنْهُمُ الزُّبَیْرُ وَاَبُوْبَکْرٍ لَمَّا اَصَابَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَابَ یَوْمَ اُحُدٍ وَّانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِکُوْنَ خَافَ اَنْ یَّرْجِعُوْا قَالَ مَنْ یَّذْهَبُ فِیْ اِثْرِهِمْ فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُوْنَ رَجُلًا قَالَ کَانَ فِیْهِمْ اَبُوْبَکْرٍ وَّالزُّبَیْرُ۔ (صحیح مسلم: ۲۴۱۸' الرقم المسلسل: ۶۱۴۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے عروۃ سے اس آیت کے متعلق کہا: وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم اس کے بعد مانا جب انہیں زخم پہنچ چکے تھے' ان میں نیکی کرنے والوں اور متقین کے لیے بڑا اجر ہے ۝ (آل عمران:۱۷۲) اے میرے بھانجے! تمہارے والدین میں سے تھے' حضرت الزبیر اور حضرت ابوبکر' جب اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب آئے' اور مشرکین آپ کے پاس سے چلے گئے تو آپ کو یہ خدشہ ہوا کہ وہ لوٹ آئیں گے' تو آپ نے فرمایا: ان کا پیچھا کون کرے گا؟ تو ستر (۷۰) صحابہ نے اس پر لبیک کہا اور حضرت ابوبکر اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہما ان میں سے تھے۔

آل عمران:۱۷۲ کا سبب نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''فانتدب'' کا لفظ ہے' یہ ''ندب'' سے بنا ہے' ''ندب'' کا معنی ہے: لوگوں کو کسی کام کے لیے یا لڑنے کے لیے بلانا اور جب وہ لوگ اس حکم پر عمل کر لیں تو ''فانتدبوا'' کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مشرکین اُحد سے واپس گئے اور مقام الروحاء پر پہنچ گئے' تو ان میں سے بعض نے دوسروں کو اُکسایا کہ واپس جا کر مسلمانوں سے لڑو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ان کا پیچھا کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اس حکم پر عمل کیا' حتیٰ کہ وہ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچ گئے' یہ مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (التوضیح لشرح صحیح البخاری ج ۲۱ ص ۱۸۸' وزارة الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مقام روحاء تک قریش کا پیچھا کرنے کی مفصل روایت اور اہم پیچھا کرنے والے اصحاب کے اسماء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد پندرہ شوال کو ہفتہ کے دن ہوا تھا' اس کے اگلے دن سولہ شوال کو اتوار کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ دشمن کا پیچھا کرو' اور ہمارے ساتھ وہی مسلمان نکلیں جو کل حاضر تھے' پس حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے نکلنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' آپ دشمن کو خوف زدہ کرنے کے لیے نکلے تھے تا کہ وہ یہ یقین کر لیں کہ اُحد میں مسلمانوں پر جو مصیبت آئی تھی اس نے ان کو کمزور نہیں کیا' جب آپ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو آپ سے سعید بن ابی معبد خزاعی ملا' اس نے آپ کو یہ بتایا کہ ابوسفیان اور اس کے اصحاب اس سے مقام روحاء پر ملے ہیں' اور ان لوگوں نے اس پر خود کو ملامت کی ہے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہم اصحاب اور عظیم متبعین کو مصیبت میں ڈال دیا اور ان کی جڑ کو اکھاڑنے سے پہلے ہم لوٹ آئے اور مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو ان کو معبد نے خبر دی کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو بھاری جمعیت کے ساتھ تمہاری طلب میں نکل چکے ہیں' اس خبر کی وجہ سے انہوں نے اپنی سابق رائے سے رجوع کر لیا اور وہ مکہ واپس چلے گئے۔

ستر اصحاب نے آپ کے حکم پر عمل کیا: الصنعانی کے نسخہ میں مذکور ہے کہ ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تھے' اور حضرت عثمان اور حضرت علی تھے اور حضرت عمار بن یاسر' حضرت طلحہ' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت عبد الرحمن بن عوف' حضرت ابوعبیدہ' حضرت حذیفہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم تھے اور دیگر صحابہ تھے' اور اس باب کی حدیث میں حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت الزبیر کا ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے امام محمد بن سعد کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ مکہ لوٹ گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوسفیان نے تمہاری ایک جماعت کو زک پہنچائی اور وہ واپس چلا گیا' اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا۔

اُحد کا واقعہ شوال میں ہوا تھا' اور تاجر ذوالقعدہ میں مدینہ آتے تھے اور ہر سال بدر صغریٰ میں ٹھہرتے تھے اور وہ واقعہ اُحد کے بعد آئے اور اس وقت مؤمنین زخمی ہو چکے تھے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تھی' اور وہ شدید تکلیف میں تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بلایا تا کہ وہ آپ کے ساتھ روانہ ہوں اور جو پیروی کرنے والے ہیں وہ آپ کی پیروی کریں' آپ نے فرمایا: وہ اب جا رہے ہیں اور اگلے سال تک اس طرح حملہ نہیں کر سکیں گے' پھر شیطان آیا اور اس نے اپنے دوستوں سے ڈرایا اور کہا:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا	جن سے لوگوں نے کہا: بے شک لوگوں (قریش) نے تمہارے (مقابلہ کے) لیے (بڑے لشکر) جمع کیے ہیں' سو ان سے

Marfat.com

اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ○ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ○ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

(آل عمران: ١٧٣-١٧٥)

ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے ○ پس مسلمان اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کے ساتھ اس حال میں واپس لوٹے کہ انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا اور انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ وہ تو شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے' سو تم ان سے نہ ڈرو اور (صرف) مجھ سے ڈرو' اگر تم (کامل) مؤمن ہو ○

منافقین نے آپ کی پیروی کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا: میں جا رہا ہوں خواہ میرے ساتھ کوئی بھی نہ چلے' تب حضرت ابوبکر اور دوسرے ستر صحابہ نے آپ کے حکم کی پیروی کی اور آپ کے ساتھ روانہ ہوئے' اور مذکور الصدر آیات نازل ہوئیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٧- بَابُ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ اُحُدٍ مِّنْهُمْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَالْيَمَانُ وَاَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ

اُحد کے دن جن مسلمانوں کو قتل کیا گیا' ان میں سے حضرت حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور حضرت الیمان ہیں' اور حضرت انس بن النضر ہیں اور حضرت مصعب بن عمیر ہیں (رضی اللہ عنہم)

٤٠٧٨- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِّنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ اَكْثَرَ شَهِيْدًا اَعَزَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْاَنْصَارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ' وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں عرب کے قبائل میں سے کسی ایسے قبیلہ کا علم نہیں جس کے انصار کے مقابلہ میں زیادہ شہداء ہوں اور جو قیامت کے دن انصار سے زیادہ عزت والا ہو۔

قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّهٗ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ اُحُدٍ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُوْنَ قَالَ وَكَانَ بِئْرُ مَعُوْنَةَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَوْمُ الْيَمَامَةِ عَلٰى عَهْدِ اَبِيْ بَكْرٍ يَوْمَ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ.

قتادہ نے کہا: اور ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی: اُحد کے دن انصار میں سے ستر (٧٠) شہید کیے گئے اور بیر معونہ کے دن ستر (٧٠) شہید کیے گئے اور جنگ یمامہ میں ستر (٧٠) شہید کیے گئے اور بیر معونہ (کا واقعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوا اور یمامہ کا دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تھا جو مسیلمہ الکذاب سے لڑائی کا دن تھا۔

حضرت مصعب بن عمیر وغیرہ کا تذکرہ اور بدر اور اُحد کے شہداء کی تعداد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب: ان کا تذکرہ حدیث:۴۰۷۲ کی شرح میں ہو چکا ہے۔

حضرت الیمان: ان کا نام حسیل بن جابر بن ربیعہ بن عمرو بن جروہ ہے اس سے پہلے یہ گزر چکا ہے کہ ان کو مسلمانوں نے غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا اور ان کے بیٹے حذیفہ نے ان کی دیت کو مسلمانوں پر خرچ کر دیا تھا۔

حضرت النضر بن انس: امام بخاری نے اسی طرح لکھا ہے مگر یہ غلط ہے اور صحیح نام انس بن النضر ہے اور یہ حضرت انس بن مالک کے عم محترم ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیر: یہ ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن عبدالدار کے بیٹے ہیں اور سابقین میں سے ایک ہیں' یہ اس نام میں منفرد ہیں' صحابہ میں اس نام کا اور کوئی نہیں ہے' اسی طرح حضرت انس بن النضر بھی منفرد ہیں' یہ سرداروں میں سے ہیں' غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے' انہوں نے کہا تھا کہ اگر اللہ نے مجھے کسی اور جنگ میں حاضر کیا تو اللہ تعالیٰ ضرور دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں' پھر جب اُحد کا دن آیا تو یہ شہید ہو گئے۔

امام ابن اسحاق اور دوسروں نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ اُحد میں چھیانوے (۹۶) صحابہ شہید ہوئے جن میں سے گیارہ (۱۱) مہاجر اور پچاسی (۸۵) انصار شہید ہوئے جن میں سے سینتیس (۳۷) کا تعلق اَوس سے تھا اور اڑتالیس (۴۸) کا تعلق خزرج سے تھا۔ امام ابن اسحاق کے نزدیک چار مہاجر تھے اور اکسٹھ انصار تھے' چوبیس (۲۴) اَوس میں سے اور پینتیس (۳۵) خزرج میں سے۔ امام محمد بن سعد اور امام ابن ہشام نے اور موسیٰ بن عقبہ نے باقی کا ذکر کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۸۱۔۷۵) اور حافظ ابن عبدالبر نے ان میں حضرت زیاد بن السکن یا ابوعمارۃ بن زیاد کا اضافہ کیا ہے۔ (الاستیعاب ج ۲ ص ۱۰۶' سیرۃ ابن اسحاق ص ۳۰۷)

ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ خداش بن قتادہ بدر اور اُحد میں حاضر تھے اور اُحد میں شہید کیے گئے اور ان کا ان میں شمار نہیں کیا گیا۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۲۴)

امام محمد بن سعد وغیرہ نے کہا ہے کہ اُحد میں شہداء کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۴۳)

قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۔ (آل عمران:۱۶۵) کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی اس حال میں کہ اس سے دگنی مصیبت تم انہیں پہنچا چکے ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ اُحد کے دن جو مسلمان شہید ہوئے تھے ان کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل ہوئی' کیونکہ غزوۂ بدر میں ستر (۷۰) مشرک قتل کیے گئے تھے اور ستر مشرک قید کیے گئے تھے۔

جنگ یمامہ میں شہداء کی تعداد

اُحد کے دن تئیس (۲۳) کفار قریش قتل کیے گئے تھے۔

جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ امیر تھے' اور انصار پر حضرت ثابت بن قیس بن شماس امیر تھے جو اس دن شہید ہو گئے تھے۔

الشیخ ابومحمد بن ابی زید نے ذکر کیا ہے کہ اس جنگ میں ایک ہزار چار سو مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ ان میں سے ستر (۷۰) وہ صحابہ تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید حفظ کیا تھا' ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ستر انصار ہوں اور باقی دوسرے ہوں' سو یہ تعداد امام بخاری کے مخالف نہیں ہے۔

بیر معونہ کا تذکرہ

"بیر معونہ" یہ بنو سلیم کا پانی ہے اور یہ بنو عامر اور بنو سلیم کی زمین ہے یہاں کے امیر المنذر بن عمرو المعنق ہیں الکندی نے ذکر کیا ہے کہ مدینہ سے مکہ کی طرف جو پہاڑوں کا سلسلہ ہے وہاں بیر معونہ ہے ابوعبیدہ نے کہا: یہ بنو عامر بن صعصعہ کا پانی ہے اور ابن دحیہ نے کہا: یہ مکہ اور عسفان کے درمیان ارضِ ھذیل ہے۔ علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا: یہ مدینہ سے چار مراحل کے فاصلہ پر ہے ان ستر انصاری صحابہ کو عامر بن الطفیل نے بنو سالم اور بنو عامر کی زمین میں قتل کیا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ١٩٣۔١٩١ وزارۃ الاوقاف قطر ١٤٢٩ھ)

امام بخاری کا تسامح غزوۂ اُحد میں شہید ہونے والے صحابہ کی تعداد اور مشہور صحابہ کے اسماء اور دیگر مباحث

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے النضر بن انس لکھا ہے یہ غلط ہے صحیح نام انس بن نضر ہے اور رہے النضر بن انس تو یہ ان کے بیٹے ہیں اور یہ غزوۂ اُحد کے وقت بہت چھوٹے تھے اور وہ اُحد کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہے۔

نوٹ: ہمارے پاس جو صحیح بخاری مطبوعہ دار الفکر کا نسخہ ہے اس میں نام انس بن النضر ہی لکھا ہوا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

غزوۂ اُحد میں جو مشہور صحابہ شہید ہوئے وہ حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ بن عمر تھے اور تیر اندازوں کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر تھے اور حضرت سعید بن الربیع اور حضرت مالک بن سنان جو حضرت ابو سعید کے والد ہیں اور حضرت اوس بن ثابت جو حضرت حسان کے بھائی ہیں اور حضرت حنظلہ بن ابی عامر جو غسیل ملائکہ کے لقب سے مشہور ہیں اور خارجہ بن زید بن ابی زہیر اور حضرت عمر بن الجموح رضی اللہ عنہم اہل مغازی کے نزدیک ان میں سے ہر ایک کا مشہور قصہ ہے۔

اُحد کے دن ستر (٧٠) صحابہ شہید ہو گئے: اس حدیث کی یہاں روایت سے امام بخاری کا یہی مقصود ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ تمام صحابہ انصار میں سے تھے مگر تھوڑے سے صحابہ مہاجرین میں سے تھے امام ابن اسحاق نے تمام شہداءِ اُحد کے اسماء ذکر کیے ہیں اور ان کی تعداد پینسٹھ (٦٥) ذکر کی ہے ان میں سے چار مہاجر تھے: حضرت حمزہ حضرت عبداللہ بن جحش حضرت شماس بن عثمان اور حضرت مصعب بن عمیر اور ایک مہاجر کا ذکر ان سے رہ گیا وہ حضرت حاطب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

غزوۂ اُحد کے تمام شہداء کی تعداد ستر سے زیادہ ہے جنہوں نے ستر کا ذکر کیا ہے انہوں نے کسر کا ذکر نہیں کیا۔

اور بیر معونہ کے دن ستر (٧٠) شہید کیے گئے: اس کی شرح عنقریب آئے گی اور اس سے واضح ہو گا کہ یہ تمام انصار نہیں تھے بلکہ ان میں سے بعض مہاجرین میں سے تھے ان میں سے حضرت عامر بن فہیرہ جو حضرت ابوبکر کے آزاد کردہ غلام تھے اور حضرت نافع بن ورقاء الخزاعی ہیں رضی اللہ عنہم۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۲ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

بیر معونہ اور جنگ یمامہ کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ اُحد کے بعد شوال کے بقیہ ایام اور ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم تک ٹھہرے پھر غزوۂ اُحد کے چار ماہ بعد صفر کے مہینہ میں آپ نے اصحابِ بیر معونہ کو بھیجا موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کے امیر المنذر بن عمرو تھے اور ایک قول ہے کہ مرثد بن ابی مرثد تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ضرورت کی وجہ سے ستر (٧٠) قرآن کے قاری بھیجے تھے بیر معونہ کے پاس بنو سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان ان پر حملہ آور ہوئے اور ان سب کو شہید کر دیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خلاف فجر کی

Marfat.com

نماز میں دعاءِ ضرر کرتے رہے اور یہی قنوتِ نازلہ ہے۔ (فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد کھڑے ہو کر یہ دعا کی جاتی تھی' اس میں کفار کا نام لے کر ان کے خلاف دعائے ضرر اور مظلوم مسلمانوں کا نام لے کر ان کے لیے رحمت کی دعا کی جاتی تھی' ایک ماہ بعد یہ قنوتِ نازلہ منسوخ ہو گئی۔ سعیدی غفرلہ)

اور جنگ یمامہ میں ستر (٧٠) صحابہ شہید کیے گئے:

یمامہ یمن کا شہر ہے جو طائف سے دو مرحلوں کے فاصلہ پر ہے' نبی ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ کے لیے ایک لشکر بھیجا' کیونکہ مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا' اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا امیر بنایا' یہ بہت طویل قصہ ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خالد جب مسیلمہ کے قریب پہنچے اور دونوں لشکر بالمقابل ہوئے تو بہت زبردست جنگ ہوئی اور مسلمان ایسی بے جگری سے لڑے جس کی مثال نہیں ملتی' سو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی اور کفار پیٹھ موڑ کر بھاگے' ان میں سے اکثر ایک باغ میں بھاگے اور مسلمانوں نے اس باغ کو گھیر لیا' پھر صحابہ اس باغ کے اندر داخل ہو گئے اور اہل یمامہ میں سے مرتدین کو قتل کر دیا' حتیٰ کہ مسیلمہ لعنہ اللہ تک پہنچ گئے' اس کی طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ بڑھے' انہوں نے گھات لگا کر اس پر برچھی ماری جو (میزائل کی طرح جا کر) اسے لگی اور اس کے آر پار ہو گئی' اور حضرت ابو دجانہ سماک بن حرب رضی اللہ عنہ نے تلوار مار کر اس کی گردن اڑا دی' اس باغ کے معرکہ میں تقریباً دس ہزار جنگ جو مارے گئے اور چھ سو یا پانچ سو مسلمان شہید ہوئے' ان میں ستر (٧٠) صحابہ تھے' جس دن مسیلمہ مارا گیا اس دن اس کی عمر ایک سو چالیس سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢١٩-٢١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٧٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدٍ قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰٓؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبد الرحمان بن کعب بن مالک' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ شہداءِ اُحد میں سے دو دو مردوں کو ایک کفن میں جمع کرتے تھے' پھر آپ پوچھتے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے' پھر جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اس کو لحد میں پہلے رکھتے' پھر فرماتے: میں قیامت کے دن ان کے حق میں گواہ ہوں گا' اور آپ نے ان کو ان کے خون میں دفن کرنے کا حکم دیا اور آپ نے ان کی نمازِ جنازہ (اس وقت) نہیں پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٤٣ میں گزر چکی ہے۔

شوافع کی تائید میں شہید کی نمازِ جنازہ کی نفی میں حافظ ابن حجر کی تاویلات اور احناف کی طرف سے مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اور ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھتے: بعض احناف نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے کہ اس حدیث میں شہید کی نمازِ جنازہ پڑھ

Marfat.com

نفی ہے اور دوسری حدیث میں اثبات ہے اور اثبات کی حدیث نفی پر مقدم ہوتی ہے اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اثبات کی حدیث نفی پر اس وقت مقدم ہوتی ہے جب نفی غیر محصور ہو اور جب محصور کی نفی ہو اور راوی حافظ ہو تو پھر نفی کی حدیث اثبات کی حدیث پر مقدم ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اپنے مذہب کے دفاع میں حافظ ابن حجر کی اپنی اختراع ہے اور اس اختراع اور من گھڑت قاعدہ پر انہوں نے کوئی دلیل اور نظیر پیش نہیں کی۔ (سعیدی غفرلہ)

اس کے بعد حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اثبات کی حدیث نفی کی حدیث پر مقدم ہوتی ہے تو جس حدیث میں شہید کی نماز جنازہ کا اثبات ہے وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہے سو ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت حمزہ کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لیے ہو مگر اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ فضیلت محض احتمال سے ثابت نہیں ہوتی۔

میں کہتا ہوں کہ شہید کی نماز جنازہ کے ثبوت میں فقہاء احناف کا استدلال صرف حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھنے کی حدیث سے نہیں ہے بلکہ ان کا قوی استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اہل اُحد پر ایسی نماز پڑھی جو میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر آپ منبر کی طرف لوٹ گئے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور تمہارا گواہ ہوں۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ١٣٤٤-٣٥٩٦-٤٠٤٢-٤٠٨٥-٦٥٩٠، سنن ابوداؤد: ٣٢٢٣-٣٢٢٤، مسند احمد ج ٤ ص ١٤٩)

اس صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں شوافع کی کوئی تاویل کارگر نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

آخر میں حافظ ابن حجر ہار مان کر لکھتے ہیں: ان احادیث میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ آپ نے اس دن شہداءِ اُحد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور دوسرے دن پڑھی جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ آپ نے دوسرے دن ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۳، دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اور یہی ہمارا موقف ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن الملقن اور علامہ عینی نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

٤٠٨٠- وَقَالَ أَبُو الْوَلِيدِ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَبْكِي وَأَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ فَجَعَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنِي وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْكِيهِ أَوْ مَا تَبْكِيهِ مَا زَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رُفِعَ.

اور ابوالولید نے کہا از شعبہ از ابن المنکدر، وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد شہید کیے گئے تو میں رو رہا تھا اور ان کے چہرے سے کپڑا ہٹا رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مجھے منع کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مت روؤ، یا تم ان پر مت روؤ! فرشتے ان پر سایا کیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ ان (کے جنازہ) کو اُٹھا لیا جائے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۴۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت جابر کے والد پر رونے اور نہ رونے کے محامل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت عمرو رضی اللہ عنہا (حضرت جابر کی پھوپھی) ان پر رو رہی

Marfat.com

تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ان پر روؤ یا نہ روؤ فرشتوں نے ان پر سایا کیا ہوا ہے حتیٰ کہ تم ان کو اٹھالو۔ (صحیح مسلم: ۲۴۷۱)

قاضی عیاض اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات ان کو تسلی دینے کے لیے فرمائے تھے' آپ کی مراد یہ تھی کہ ان پر جو یہ مصیبت آئی ہے تم اس کی وجہ سے ان پر روؤ یا اس مصیبت کی وجہ سے ان کو جو فضیلت حاصل ہوئی ہے اس وجہ سے تم ان پر نہ روؤ' بلکہ خوش ہو' ہر صورت میں فرشتوں نے ان پر سایا کیا ہوا ہے۔

(اکمال المعلم ج ۷ ص ۵۰۰' التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۹۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر کا امام بخاری پر اعتراض

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں آپ نے بہ ظاہر حضرت جابر کو رونے سے منع کیا ہے' لیکن درحقیقت آپ نے ان کی پھوپھی کو رونے سے منع کیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے' یعنی امام بخاری کی روایت صحیح نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا امام بخاری کی طرف سے جواب اور حافظ ابن حجر سے مناقشہ

علامہ عینی نے حافظ ابن حجر سے اختلاف کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے دونوں کو رونے سے منع فرمایا ہو' امام بخاری نے حضرت جابر کو منع کرنے کی روایت کی اور امام مسلم نے حضرت جابر کی پھوپھی کو منع کرنے کی روایت کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٨١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اُرٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ فِيْ رُؤْيَايَ اَنِّيْ هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِيْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ اُخْرٰى فَعَادَ اَحْسَنَ مَا كَانَ فَاِذَا هُوَ مَا جَاءَ بِهِ اللّٰهُ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَاَيْتُ فِيْهَا بَقَرًا وَّاللّٰهُ خَيْرٌ فَاِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ اُحُدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ بن ابی بردہ از جد خود ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو خواب دکھایا گیا' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا' اس کی تعبیر وہ ہے جو مسلمانوں کو اُحد کے دن شکست ہوئی' میں نے پھر دوبارہ تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے اچھی حالت میں ہو گئی' اس کی تعبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فتح عطاء فرمائی اور مسلمانوں کو جمع کر دیا' اور میں نے خواب میں گائے کو دیکھا' اور اللہ (کا اجر) بہتر ہے' اس سے مراد اُحد کے دن مسلمانوں کی بزدلی کا ارادہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

نبی ﷺ کے خواب کی تعبیر میں روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عروہ نے بیان کیا: اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اُحد کے دن آپ کا چہرہ زخمی ہوا۔

Marfat.com

امام ابن ہشام کی روایت ہے کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خواب دیکھا تھا کہ آپ کی تلوار کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کسی کو شہید کیا جائے گا۔

اور میں نے خواب میں گائے دیکھی: عروہ نے کہا: اس کا معنی ہے کہ میں نے گائے کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھا۔

اور اللہ خیر ہے: یعنی اللہ کا اجر خیر ہے۔

گائے کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ مسلمان اس معرکہ میں زخمی ہوں گے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۴۔۲۲۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اسی شرح کو اپنے طریقہ سے لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۱۔۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٨٢- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ خَبَّابٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَبْتَغِيْ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَضٰى اَوْ ذَهَبَ لَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ يَتْرُكْ اِلَّا نَمِرَةً كُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوْا بِهَا رَاْسَهٗ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ الْاِذْخِرَ اَوْ قَالَ اَلْقُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت خباب رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی' اس حال میں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے تھے' سو ہمارا اجر (اللہ کے کرم سے) اللہ پر واجب ہو گیا' سو ہم میں سے بعض (دنیا سے) گزر گئے یا انہوں نے اپنے اجر سے کچھ بھی نہیں کھایا' ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے' وہ اُحد کے دن شہید ہوگئے اور ان کا ترکہ صرف ایک دھاری دار چادر تھی' جب ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر چادر سے باہر نکل آتے اور جب ان کے پیروں کو ڈھانپتے تو ان کا سر چادر سے باہر نکل آتا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پیروں پر اذخر (گھاس) رکھ دو یا فرمایا: ان کے پیروں پر اذخر ڈال دو' اور ہم میں سے بعض وہ ہیں کہ ان کے پھل پک گئے اور وہ ان کو چن رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی' حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند اور متن بعینہ وہی ہے جو پہلے مذکور ہے' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا حقیقت میں تکرار ہے۔

٢٨- بَابٌ اُحُدٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ — اُحد ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں

علامہ کرمانی نے کہا: اس کی تاویل یہ ہے کہ اہلِ اُحد ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ اہلِ مدینہ ہیں' علامہ عینی نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اُحد پہاڑ میں آپ کی محبت پیدا کر دی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

قَالَهُ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو عباس بن سہل نے کہا ہے: از ابو حمید از نبی ﷺ۔

یہ حدیث پوری سند کے ساتھ صحیح البخاری: ۱۴۸۱، صحیح مسلم: ۱۳۹۲۔۱۳۶۵ میں مذکور ہے۔

٤٠٨٣- حَدَّثَنِیْ نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے نصر بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از قرہ بن خالد از قتادہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٨٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرٍو مَّوْلَی الْمُطَّلِبِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهٗ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ مَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عمرو مولی المطلب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اُحد دکھائی دیا تو آپ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں ان دو پتھریلی زمینوں کے درمیان (شہر کو) حرم قرار دیتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن اور علامہ عینی نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

پہاڑ کی محبت کے محامل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی یہاں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کے بعد کی حدیث سے یہ واضح ہوا کہ آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ حج کر کے واپس مدینہ آئے تھے اور ابو حمید کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ تبوک سے واپس آئے تھے آپ نے سر اُٹھا کر مدینہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ طابہ (پاکیزہ) ہے اور جب آپ نے اُحد کی طرف دیکھا تو فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

پہاڑ کی محبت میں علماء نے حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(۱) اس سے مراد ہے: پہاڑ کے قریب رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ انصار رضی اللہ عنہم ہیں۔

(۲) اس حدیث میں اُحد پہاڑ کی زبانِ حال سے خوشی کا اظہار ہے کیونکہ جب سفر کی وجہ سے آپ اُحد پہاڑ سے جدا ہو گئے تھے تو وہ اداس ہو گیا تھا اور جب آپ واپس آئے تو اس کا حال بتا رہا تھا کہ وہ اب خوش ہو گیا ہے۔

(۳) یہ محبت جانبین سے اپنی حقیقت اور ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اُحد جنت کے پہاڑوں میں سے ہے امام احمد نے ابو عبس بن جبر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ جنت

Marfat.com

پہاڑوں میں سے ہے۔ (مجھے یہ حدیث مسند احمد میں نہیں ملی[1] ہوسکتا ہے میرا تتبع ناقص ہو کیونکہ حافظ ابن حجر بہر حال فنِ حدیث میں ماہر ہیں۔ سعیدی غفرلہ) اور پہاڑ کے محبت کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے' قرآن مجید میں پہاڑ کی تسبیح کا ثبوت ہے اور جب وہ تسبیح کرسکتا ہے تو محبت بھی کرسکتا ہے' اور جب پہاڑ لرزا تو آپ نے فرمایا: اے اُحد! پرسکون ہو! علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی فال اور اچھے نام کو پسند فرماتے تھے اور اس سے اچھا اور کون سا نام ہوگا جو لفظ اُحد سے ماخوذ ہو اور لفظ اُحد میں دو رفع ہیں اور یہ اُحد کے دین کی رفعت اور بلندی پر دلیل ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سے محبت لفظاً بھی ہے اور معناً بھی ہے' اس وجہ سے یہ پہاڑ دوسرے پہاڑوں سے ممتاز ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

پہاڑ سے آپ کی محبت کے فوائد

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) محبت دل میں چھپی ہوئی ہوتی ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہاڑ کے دل میں چھپی ہوئی محبت کا علم ہے تو مؤمن کے دل میں چھپی ہوئی محبت کا آپ کو کیسے علم نہیں ہوگا!

(۲) پہاڑ پتھر ہے اور وہ بھی آپ سے محبت کرتا ہے تو جو شخص آپ سے محبت نہ کرے' وہ پتھر سے بھی گیا گزرا ہے۔

(۳) آپ پہاڑ کی محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں تو جب آپ پر ایمان لانے والا آپ کا غلام آپ سے محبت کرے گا تو آپ اس کو کب محروم فرمائیں گے!

(۴) اس حدیث میں آپ سے محبت کرنے والوں کے لیے یہ نوید ہے کہ آپ بھی ان سے محبت فرماتے ہیں۔

(۵) آپ کو جو ہدیہ پیش کرے' آپ اس کو اس کے ہدیہ سے بڑھ کر ہدیہ دیتے ہیں' سو آپ اپنے غلاموں کی محبت سے بڑھ کر ان سے محبت فرماتے ہیں۔

٤٠٨٥- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهُ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَاَنَا شَهِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِی الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (گھر سے) باہر نکلے' پس آپ نے اہل اُحد پر ایسی نماز پڑھی جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے' پھر آپ منبر کی طرف واپس آئے' پس آپ نے فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور میں ضرور اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں' یا فرمایا: مجھے روئے زمین کی چابیاں دی گئی ہیں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد شرک کرو گے' لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

---

[1] تاہم حضرت سہل بن سعید سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُحد جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ (المعجم الکبیر: ۵۸۱۳۔ ج ۶ ص ۱۵۱)

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے شہداءِ اُحد کی نمازِ جنازہ پڑھی اور یہ حدیث فقہاء احناف کی فقہاء شافعیہ کے خلاف قوی حجت ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ شہید زندہ ہوتا ہے اور زندہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی' اس لیے شہید کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' ہم کہتے ہیں کہ پھر آپ شہید کو دفن بھی نہ کریں کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا اور اس کی بیوی کا دوسری جگہ عقد بھی نہ کریں کیونکہ زندہ کی بیوی کا دوسری جگہ عقد نہیں کیا جاتا۔

٢٩- بَابُ غَزْوَةِ الرَّجِيعِ وَرِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبِئْرِ مَعُوْنَةَ وَحَدِيْثِ عَضَلٍ وَّالْقَارَةِ وَعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ وَّخُبَيْبٍ وَّأَصْحَابِهٖ

غزوۃ الرجیع اور رعل اور ذکوان اور بیر معونہ اور عضل اور القارۃ اور عاصم بن ثابت اور حضرت خبیب اور ان کے اصحاب کی حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الرجیع: ہذیل کے شہروں میں سے ایک شہر ہے' اس جگہ کے قریب یہ غزوہ ہوا تھا' اس وجہ سے اس غزوہ کا یہ نام ہو گیا' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ الرجیع عسفان سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے' یہ غزوہ صفر چار ہجری میں ہوا تھا' علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ غزوہ تین ہجری کے آخر میں ہوا تھا' اور غزوہ بیر معونہ چار ہجری میں ہوا تھا اور غزوہ بنولحیان پانچ ہجری میں ہوا تھا۔

رعل: بنوسلیم کا قبیلہ ہے' یہ رعل بن عوف بن مالک کی طرف منسوب ہے۔

ذکوان: یہ بھی بنوسلیم کا قبیلہ ہے' یہ لوگ ذکوان بن ثعلبہ کی طرف منسوب ہیں' تو اس غزوہ کوان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

بیر معونہ: یہ ہذیل کے شہروں میں سے ہے اور مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ ہے۔

عضل اور القارۃ کی حدیث: یعنی ان کی حدیث کے بیان میں' عضل بنوالھون بن خزیمہ کا قبیلہ ہے' الرشاطی نے کہا: ان کو القارۃ کہا جاتا ہے' یہ لوگ القارۃ نامی جگہ میں ٹھہرے تھے تو ان کا نام قارہ پڑ گیا۔

عاصم بن ثابت: یعنی حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح کی حدیث۔

خبیب: یعنی حضرت خبیب کی حدیث اور حضرت خبیب کے اصحاب کی حدیث اور وہ دس اصحاب تھے۔

قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ اَنَّهَا بَعْدَ اُحُدٍ۔

امام ابن اسحاق نے کہا کہ ہمیں عاصم بن عمر نے حدیث بیان کی کہ یہ (غزوۃ الرجیع) غزوۂ اُحد کے بعد ہوا تھا۔

امام ابن اسحاق نے کتاب المغازی میں غزوۂ اُحد کے بعد غزوۃ الرجیع کا ذکر کیا ہے' انہوں نے کہا: مجھے عاصم بن عمر نے حدیث بیان کی کہ غزوۂ اُحد کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس عضل اور القارہ کی جماعت آئی' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے ہاں مسلمان ہیں' پس ہمارے پاس اپنے چند اصحاب بھیجیں جو ہمیں اسلام کے احکام کی تعلیم دیں تو آپ نے ان کے ساتھ چھ اصحاب بھیجے' وہ یہ تھے: حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی اور وہ اس جماعت کے امیر تھے' اور حضرت خالد بن بکیر اللیثی اور حضرت ثابت بن ابی الافلح اور حضرت خبیب بن عدی او حضرت زید بن الدثنہ اور حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم' پھر ان کا قصہ ذکر کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۳-۲۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اصحاب بیر معونہ کا المیہ اور ستر (۷۰) قُرّاء انصار کی شہادت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

بیر معونہ کا غزوہ بھی صفر میں ہوا تھا اور اس لشکر کے امیر حضرت المنذر تھے۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ حضرت المنذر کا یہ لشکر ہجرت کے چھتیس (۳۶) ماہ بعد روانہ ہوا تھا' انہوں نے بیان کیا ہے کہ عامر بن مالک بن جعفر ابو براء کلابی جو نیزوں سے کھیلنے والا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو ہدیہ پیش کیا' آپ نے اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور اس کے سامنے اسلام پیش کیا' وہ اسلام تو نہیں لایا لیکن دوری بھی اختیار نہیں کی اور کہا: اگر آپ اپنے اصحاب کی ایک جماعت تبلیغ اسلام کے لیے میری قوم کی طرف بھیج دیں تو مجھے توقع ہے کہ وہ لوگ آپ کا پیغام قبول کر لیں گے' آپ نے فرمایا: مجھے ان کے اوپر اہل نجد سے خطرہ ہے' اس نے کہا: میں ان کا ضامن ہوں' سو آپ نے اس کے ساتھ ستر (۷۰) انصار بھیج دیئے' ان کا لقب القراء تھا۔ یہ حضرات فضلاء' قراء اور اخیار صحابہ تھے' دن میں لکڑیاں کاٹ کر اس کے عوض اہل صفہ کے لیے غلہ خریدتے تھے اور قرآن مجید پڑھتے پڑھاتے تھے اور رات میں اللہ تعالیٰ کے سامنے مناجات کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت المنذر بن عمرو کو ان کا امیر بنا دیا جن کا تعلق بنو ساعدہ سے تھا' یہ لوگ چلتے چلتے بیر معونہ (معونہ کے کنویں) پر پہنچے' یہ کنعان بنو عامر اور حرۃ بنو سلیم کے درمیان ایک زمین پر واقع ہے' وہاں ٹھہرنے کے بعد ان قراء صحابہ نے حضرت ام سلیم کے بھائی حضرت حرام بن ملحان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب دے کر دشمنِ خدا عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا لیکن اس نے مکتوب کو دیکھا تک نہیں اور ایک آدمی کو اشارہ کر دیا' جس نے حضرت حرام کو پیچھے سے اس زور کا نیزہ مارا کہ وہ نیزہ آر پار ہو گیا' خون دیکھ کر حضرت حرام نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

اس کے بعد اس دشمنِ خدا عامر بن الطفیل نے اپنے قبیلہ بنو عامر کو آواز دی مگر انہوں نے ابو براء کی پناہ کے پیش نظر انکار کر دیا' اس سے مایوس ہو کر اس شخص نے بنو سلیم کو آواز دی' بنو سلیم کے تین قبیلوں عُصیہ' رعل اور ذکوان نے اس کی پکار پر لبیک کہی' اور فوراً ان قراء صحابہ کا محاصرہ کر لیا' جواباً ان صحابہ نے بھی کارروائی کی مگر سب کے سب شہید ہو گئے' سوائے حضرت عمرو بن امیہ کے' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دے دی اور اسی رات حضرت مرثد کی شہادت کی خبر بھی دی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۵۳-۵۱)

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ نے ان کو صفر کے مہینہ میں غزوۂ اُحد کے چار ماہ بعد بھیجا تھا اور یہ چالیس قراء تھے جو سب کے سب شہید کیے گئے' سوائے حضرت کعب بن یزید کے جو بنو دینار بن النجار کے بھائی تھے' انہوں نے ان کو چھوڑ دیا' اس وقت ان میں کچھ رمق حیات تھی' انہیں شہداء کے درمیان سے زخمی حالت میں لایا گیا' وہ غزوۂ خندق تک زندہ رہے' ان کے علاوہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری بھی بچ گئے تھے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۱۸۵-۱۸۳)

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ ثابت یہ ہے کہ یہ قراء صحابہ چالیس تھے اور حضرت عمرو بن امیہ ان کے ساتھ نہیں تھے' ان کے ساتھ صرف انصاری صحابہ تھے۔ (کتاب المغازی للواقدی ص ۳۴۸)

اور موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ ان کے امیر مرثد بن ابی مرثد الغنوی تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۴۲-۳۴۱)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کی روایت کے مطابق قراء انصار کی تعداد ستر (۷۰) اور دیگر اصحاب سیرت کے مطابق ان کی تعداد چالیس تھی۔

قراء انصار کی شہادت اور ان کا بدلہ لینے کے متعلق احادیث اور دیگر روایات

نیز علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: آپ ہمارے ساتھ اپنے کچھ اصحاب بھیج دیں جو ہمیں قرآن اور سنت کی تعلیم دیں تو آپ نے ان کی طرف انصار کے ستر (۷۰) مرد بھیجے جن کو القراء کہا جاتا تھا' ان میں میرے ماموں (حضرت اُم سلیم کے بھائی) حضرت حرام بھی تھے' یہ قرآن مجید پڑھتے تھے اور رات کو قرآن مجید کا درس لیتے تھے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے' اور دن میں پانی لا کر اس کو مسجد میں رکھتے تھے اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے اور ان کو فروخت کر کے اس کی آمدنی سے اہل الصفہ کے لیے اور دیگر فقراء کے لیے طعام خریدتے تھے' سو نبی ﷺ نے ان قراء کو ان کی طرف بھیج دیا' پھر وہ لوگ ان کے درپے ہوئے اور ان کو اس جگہ تک پہنچنے سے پہلے قتل کر دیا' تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! ہماری خبر ہمارے نبی تک پہنچا دے' بے شک ہم نے تجھ سے ملاقات کر لی اور ہم تجھ سے راضی ہو گئے اور تو ہم سے راضی ہو گیا' انہوں نے بیان کیا کہ ایک کافر شخص حضرت حرام جو حضرت انس کے ماموں ہیں' ان کے پاس گیا اور ان کی پشت پر زور سے نیزہ مارا جو آر پار ہو گیا اور حضرت حرام نے کہا: ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا' تب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو خبر دی کہ تمہارے بھائی (اللہ کی راہ میں) قتل کر دیئے گئے اور انہوں نے دعا کی ہے کہ اے اللہ! ہماری خبر ہمارے نبی کو پہنچا دے! بے شک ہم نے تجھ سے ملاقات کر لی' پس ہم تجھ سے راضی ہو گئے اور تو ہم سے راضی ہو گیا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۰۲' الرقم المسلسل: ۴۸۱۰' طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۱۵۔۵۱۴' مسند احمد: ۱۳۸۵۴۔ ج ۲۱ ص ۳۴۲۔۳۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۰ طبع قدیم مؤسسۃ الرسالۃ)

نیز علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:

ابونعیم الحداد نے ''الجمع بین الصحیحین'' میں ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عامر بن مالک ابو براء کے خلاف دعا کی تو وہ طاعون میں ہلاک ہو گیا' آپ نے اس کی قوم کی طرف ستر (۷۰) قراء انصار بھیجے تھے' آپ ان کے قتل کیے جانے کی وجہ سے ان کے قافلوں کے خلاف چالیس روز تک ان کی ہلاکت کی دعا کرتے رہے اور ابوحمید نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ جب اہل بیر معونہ شہید ہو گئے تو آپ پندرہ روز تک ان کے قافلوں کے خلاف دعا کرتے رہے۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت خبیب رضی اللہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کے قراء کو بھیجا۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۴۹)

عسکری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت المنذر بن عمرو رضی اللہ کو چالیس انصار کا امیر بنا کر روانہ کیا' ان میں سے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ کے سوا کوئی زندہ نہیں بچا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو براء نے ان کو زخمی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس کر دیا' رسول اللہ ﷺ نے ان کے زخموں کے لیے شفاء اور برکت کی دعا کی تو وہ تندرست ہو گئے کیونکہ ابو براء نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا: آپ جس کو چاہیں اہل نجد کی طرف بھیج دیں' میں ان کا ضامن ہوں۔

ابو معشر کی مغازی میں مذکور ہے کہ ابو براء نے رسول اللہ ﷺ کی طرف مکتوب لکھا تھا کہ آپ میری طرف ایسے افراد بھیجیں جو قرآن کی تعلیم دیں اور وہ میری ضمانت اور میری پناہ میں ہوں گے' تب رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف مہاجرین اور انصار میں سے چودہ مرد بھیجے' جب وہ ان کی طرف روانہ ہوئے تو ان کو یہ خبر ملی کہ ابو براء مر گیا' تب حضرت المنذر نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا اور آپ سے مزید صحابہ بھیجنے کی درخواست کی تو آپ نے چالیس صحابہ بھیجے اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ کو ان کا امیر بنایا' انہوں نے بتایا کہ جب یہ سب جمع ہو گئے تو حضرت المنذر ان کے امیر تھے' اور جب یہ سب بیر معونہ (معونہ کے کنویں) پر پہنچے تو انہوں

ربیعہ بن البراء کی طرف لکھا کہ ہم سب تمہاری اور تمہارے باپ کی پناہ میں ہیں' سواب ہم تمہارے پاس آئیں یا نہیں؟ اس نے جواب دیا: تم سب میری پناہ میں ہو' پس آ جاؤ۔ اس کے آخر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیر معونہ اور الرجیع کے اصحاب کی خبر پہنچ گئی' پس آپ نے اسی رات حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور ''شرف المصطفیٰ'' میں مذکور ہے کہ آپ نے رعل' ذکوان اور عصیہ کی سرکوبی کے لیے لشکر روانہ کیا جس نے ان کے سات سو کافروں کو قتل کر دیا اور ستر (۷۰) قراء صحابہ سے ہر قاری کے بدلہ میں دس کافروں کو قتل کیا گیا۔

تنبیہ

علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا ہے کہ غزوۃ الرجیع تین ہجری کے آخر میں ہوا ہے' اور غزوۂ بیر معونہ چار ہجری میں ہوا ہے' اور غزوۂ بنولحیان پانچ ہجری میں ہوا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکم جمادی الاولیٰ کو حضرت خبیب اور ان کے اصحاب کا بدلہ لینے کے لیے نکلے اور آپ نے فوراً ان کے گھروں کی طرف لشکر روانہ کیے لیکن انہوں نے پہاڑوں میں پناہ لے لی۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوۃ الرجیع غزوۂ اُحد کے بعد ہوا ہے اور اسی میں حضرت خبیب کا قصہ ہے' امام بخاری نے حضرت خبیب کے قصہ میں متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۰۲۔۲۰۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

غزوۃ الرجیع اور بیر معونہ کے جغرافیائی محل وقوع' ان کے وقوع کی تاریخ اور ان کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کا جو عنوان لکھا ہے' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزوۃ الرجیع اور بیر معونہ کا قصہ ایک ہی چیز ہیں' لیکن واقع میں ایسا نہیں ہے' غزوۃ الرجیع میں حضرت عاصم اور حضرت خبیب کا ان کے دس اصحاب کے ساتھ لشکر تھا اور ان کا مقابلہ عضل اور القارۃ کے ساتھ ہوا تھا' اور بیر معونہ میں ستر قراء صحابہ کا لشکر تھا' ان کا مقابلہ رعل اور ذکوان سے ہوا تھا' امام بخاری نے ان کا ایک ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں قریب تھے اور ان کے قرب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا میں بنولحیان اور بنی عُصَیہ دونوں کو شریک کیا۔

علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیر معونہ اور اصحاب الرجیع کی خبر ایک ہی رات میں پہنچی تھی' علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ غزوۃ الرجیع کے امیر حضرت عاصم تھے' یہی راجح ہے اور دوسروں نے لکھا ہے کہ لشکر کے امیر حضرت مرثد تھے اور دس اصحاب کے امیر حضرت عاصم تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

الرجیع کا معنی ہے: جانوروں کی لید' اس سے مراد وہ جگہ ہے جو ہذیل کے شہروں کے پاس تھی اور اسی جگہ معرکہ ہوا تھا۔

رعل: یہ بنوسلیم کا قبیلہ ہے جو رعل بن عوف بن مالک کی طرف منسوب ہے۔

ذکوان: یہ بھی بنوسلیم کا قبیلہ ہے' یہ ذکوان بن ثعلبہ کی طرف منسوب ہے' اس غزوہ کو ان دونوں کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

بیر معونہ: یہ مکہ اور عسفان کے درمیان ہذیل کے شہروں کے پاس ایک جگہ ہے' یہ واقعہ قراء کے لشکر کے نام سے مشہور ہے' ان کا مقابلہ بنو رعل اور ذکوان کے ساتھ ہوا تھا۔

''حدیث عضل و القارۃ'': رہا عضل تو یہ بنی الھول بن خزیمہ کا قبیلہ ہے' رہا القارۃ تو یہ بھی بنو الھول کا قبیلہ ہے۔ ابن درید نے کہا: القارۃ ایک ٹیلہ ہے جس میں سیاہ پتھر ہیں' گویا کہ وہ اس جگہ ٹھہرے تھے' ان کا نشانہ بہت صحیح لگتا تھا' اور عضل اور القارۃ کا قصہ

Marfat.com

غزوۃ الرجیع میں ہے نہ کہ بیر معونہ کے لشکر میں' امام ابن اسحاق نے ان دونوں غزدوں میں فرق کیا ہے کہ غزوۃ الرجیع تین ہجری کے اواخر میں ہوا تھا اور غزوہ بیر معونہ چار ہجری کے اوائل میں ہوا تھا اور امام بخاری نے "عضل القارۃ" کا صراحۃً ذکر نہیں کیا' ان کا ذکر امام ابن اسحاق نے غزوۂ اُحد کے بعد کیا ہے' اور میں اس باب کی حضرت ابوہریرہ کی حدیث کے بعد ان کا قصہ ذکر کروں گا۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٢٢٦۔٢٢٥' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٠٨٦- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ الثَّقَفِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَرِیَّةً عَیْنًا وَّاَمَّرَ عَلَیْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ وَّهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ۔ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰی اِذَا کَانَ بَیْنَ عُسْفَانَ وَمَکَّةَ ذُکِرُوْا لِحَیٍّ مِّنْ هُذَیْلٍ یُّقَالُ لَهُمْ بَنُوْ لِحْیَانَ فَتَبِعُوْهُمْ بِقَرِیْبٍ مِّنْ مِّائَةِ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰی اَتَوْا مَنْزِلًا نَزَلُوْهُ فَوَجَدُوْا فِیْهِ نَوَی تَمْرٍ تَزَوَّدُوْهُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ فَقَالُوْا هٰذَا تَمْرُ یَثْرِبَ فَتَبِعُوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰی لَحِقُوْهُمْ فَلَمَّا انْتَهٰی عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُهٗ لَجَؤُوْا اِلٰی فَدْفَدٍ وَّجَاءَ الْقَوْمُ فَاَحَاطُوْا بِهِمْ فَقَالُوْا لَکُمُ الْعَهْدُ وَالْمِیْثَاقُ اِنْ نَّزَلْتُمْ اِلَیْنَا اَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْکُمْ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ اَمَّا اَنَا فَلَا اَنْزِلُ فِیْ ذِمَّةِ کَافِرٍ اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِیَّکَ فَقَاتَلُوْهُمْ حَتّٰی قَتَلُوْا عَاصِمًا فِیْ سَبْعَةِ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ وَبَقِیَ خُبَیْبٌ وَّزَیْدٌ وَّرَجُلٌ اٰخَرُ فَاَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِیْثَاقَ فَلَمَّا اَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِیْثَاقَ نَزَلُوْا اِلَیْهِمْ فَلَمَّا اسْتَمْکَنُوْا مِنْهُمْ حَلُّوْا اَوْتَارَ قِسِیِّهِمْ فَرَبَطُوْهُمْ بِهَا فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ الَّذِیْ مَعَهُمَا هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ فَاَبٰی اَنْ یَّصْحَبَهُمْ فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ عَلٰی اَنْ یَّصْحَبَهُمْ فَلَمْ یَفْعَلْ فَقَتَلُوْهُ وَانْطَلَقُوْا بِخُبَیْبٍ وَّزَیْدٍ حَتّٰی بَاعُوْهُمَا بِمَکَّةَ فَاشْتَرٰی خُبَیْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ وَّکَانَ خُبَیْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ یَوْمَ بَدْرٍ فَمَکَثَ عِنْدَهُمْ اَسِیْرًا حَتّٰی اِذَا اَجْمَعُوْا قَتْلَهٗ اسْتَعَارَ مُوْسٰی مِنْ بَعْضِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از زہری از عمرو بن ابی سفیان الثقفی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوسوں کا ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور وہ حضرت عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے نانا تھے' سو وہ روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب وہ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو ہذیل کے اس قبیلہ میں ان کا ذکر کیا گیا جس کو بنولحیان کہا جاتا تھا تو انہوں نے ایک سو تیر اندازوں کے ساتھ ان کا تعاقب کیا' وہ ان کے قدموں کے نشانات پر چلتے رہے حتیٰ کہ وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں صحابہ ٹھہرے تھے' پس وہاں انہوں نے ان کھجوروں کی گٹھلیاں پائیں جن کو وہ مدینہ سے سفر میں کھانے کے لیے لے کر چلے تھے' کفار نے کہا: یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں' پھر وہ ان کے نشانات پر چلتے رہے حتیٰ کہ ان تک جا پہنچے حضرت عاصم اور ان کے اصحاب نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو ایک ٹیلہ کی طرف پناہ لے لی اور بنولحیان نے ان کو گھیر لیا' پس ان سے کہا: ہم تم سے پکا پکا وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم ہماری طرف اُتر کر آ جاؤ تو ہم تم میں سے کسی مرد کو قتل نہیں کریں گے' پس حضرت عاصم نے کہا: رہا میں تو میں کسی کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا' اے اللہ! ہماری خبر اپنے نبی کو پہنچا دے! سو ان صحابہ نے بنولحیان سے قتال کیا حتیٰ کہ کافروں نے حضرت عاصم سمیت ان کے سات اصحاب کو تیروں سے قتل کر دیا اور حضرت خبیب' حضرت زید اور ایک اور مرد بچ گئے' بنولحیان نے پھر پکا پکا وعدہ کیا' پس جب ان صحابہ نے ان سے پکا وعدہ لے لیا تو وہ ان کی طرف اتر کر آ گئے' جب بنولحیان نے ان پر قابو پا لیا تو ان کی کمانوں کی تانت سے ان کو باندھنے لگے

Marfat.com

بَنَاتِ الْحَارِثِ لِيَسْتَحِدَّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ قَالَتْ فَغَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِّيْ فَدَرَجَ إِلَيْهِ حَتّٰى أَتَاهُ فَوَضَعَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ فَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَ ذَاكَ مِنِّيْ وَفِيْ يَدِهِ الْمُوْسٰى فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَكَانَتْ تَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ أَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ وَّمَا بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ وَّإِنَّهُ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ وَمَا كَانَ إِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ فَخَرَجُوْا بِهٖ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فَقَالَ دَعُوْنِيْ أُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْ لَا أَنْ تَرَوْا أَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ مِّنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُّ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ هُوَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا ثُمَّ قَالَ

مَا أُبَالِيْ حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ
وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَّشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَبَعَثَتْ قُرَيْشٌ إِلٰى عَاصِمٍ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِّنْ جَسَدِهٖ يَعْرِفُوْنَهُ وَكَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيْمًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ.

تب اس تیسرے مرد نے کہا جو ان کے ساتھ تھا: یہ تمہاری پہلی عہد شکنی ہے' سو اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تو بنولحیان نے ان کو گھسیٹا اور زبردستی اپنے ساتھ لے جانے لگے' وہ نہیں مانے تو بنولحیان نے ان کو بھی قتل کر دیا اور حضرت خبیب اور حضرت زید کو لے گئے' حتیٰ کہ ان دونوں کو مکہ میں بیچ دیا' پس حضرت خبیب کو الحارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا' حضرت خبیب نے الحارث کو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا تھا' وہ ان کے پاس قید میں رہے حتیٰ کہ جب انہوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا تہیہ کر لیا تو انہوں نے الحارث کی کسی بیٹی سے استرا مانگا تاکہ زیرناف بالوں کو صاف کریں' اس لڑکی نے وہ استرا انہیں دے دیا' وہ لڑکی بیان کرتی ہے کہ میں اپنے بچہ سے غافل ہو گئی تھی' میرا بیٹا حضرت خبیب کے پاس چلا گیا' انہوں نے اس کو اپنی ران پر بٹھا لیا' جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں سخت گھبرائی' حضرت خبیب نے میری گھبراہٹ (کے سبب) کو جان لیا اور اس وقت ان کے ہاتھ میں استرا تھا' انہوں نے کہا: کیا تم کو یہ خوف ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا' میں ان شاء اللہ ایسا نہیں کروں گا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت خبیب سے زیادہ نیک کوئی قیدی نہیں دیکھا' میں نے ان کو انگوروں کے خوشے سے کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ ان دنوں مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا اور وہ زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے اور یہ صرف وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء کیا تھا' حارث کے بیٹے ان کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے گئے تو انہوں نے کہا: مجھے چھوڑ دو تاکہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں' پھر نماز سے فارغ ہو کر ان کے پاس جا کر کہا: اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو میں زیادہ لمبی نماز پڑھتا' پس حضرت خبیب وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قتل کیے جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کی رسم ڈالی' پھر انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! ان سب کو ایک ایک کر کے ہلاک کر دے' پھر یہ اشعار پڑھے:

''جب میں حالتِ اسلام میں قتل کیا جا رہا ہوں' تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے میں جس پہلو پر بھی گروں گا میرا گرنا اللہ ہی کے

لیے ہوگا' یہ قتل کیا جانا اللہ کی رضا کے لیے ہے اور اگر وہ چاہے' تو وہ میرے جسم کے ہر کٹے ہوئے ٹکڑے میں برکت ڈال دے''۔

پھر عقبہ بن الحارث ان کی طرف کھڑا ہوا اور ان کو قتل کر دیا اور کفار قریش نے حضرت عاصم (کی لاش) کے لیے لوگ بھیجے کہ وہ ان کے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر لے آئیں' جس سے وہ انہیں پہچانیں' حضرت عاصم نے غزوۂ بدر میں ان کے ایک بڑے سردار کو قتل کر دیا تھا' پس اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کی ایک فوج کو سائبان کی طرح ان (کی لاش) کے اوپر بھیجا جس نے ان کافروں سے ان کی حفاظت کی' پس وہ ان کے جسم سے کچھ کاٹنے پر قادر نہ ہوسکے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن الدثنہ کی شہادت کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوسوں کا ایک لشکر بھیجا: عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف جاسوس بھیجے تا کہ وہ قریش کی خبر لے کر آئیں' علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ ان کے خلاف بنولحیان کے خروج کا سبب یہ تھا کہ سفیان بن نبیح الہذلی کو قتل کر دیا گیا تھا' (حافظ ابن حجر کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ سفیان مذکور کو حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اس لشکر میں چھ صحابہ تھے: حضرت عاصم بن ثابت' حضرت مرثد بن ابی مرثد' حضرت خبیب بن عدی' حضرت زید بن الدثنہ' حضرت عبد اللہ بن طارق اور حضرت خالد بن البکیر رضی اللہ عنہم۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ دس صحابہ تھے' ان میں سے چھ کے یہی اسماء ذکر کیے ہیں اور ساتویں کا نام حضرت معتب بن عبید لکھا ہے اور باقی تین چونکہ ان کے متبعین تھے' اس لیے ان کے اسماء ذکر کرنے کا اہتمام نہیں کیا۔

ان پر حضرت عاصم بن ثابت کو امیر بنایا: صحیح بخاری میں اسی طرح مذکور ہے اور کتب سیرت میں مذکور ہے کہ اس لشکر کے امیر حضرت مرثد بن ابی مرثد تھے۔

اور وہ عاصم بن عمر کے نانا تھے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمیلہ بنت عاصم بن ثابت سے نکاح کیا تھا تو ان سے حضرت عاصم بن ثابت پیدا ہوئے۔

بنولحیان نے ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں صحابہ ٹھہرے تھے: ابو معشر کی مغازی میں مذکور ہے کہ وہ سحری کے وقت مقامِ رجیع میں پہنچے' پس انہوں نے عجوہ کھجوریں کھائیں اور گٹھلیاں زمین پر ڈال دیں' وہ رات بھر سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے' پس ہذیل کی ایک عورت بکریاں چراتی ہوئی آئی' اس نے چھوٹی چھوٹی گٹھلیاں دیکھیں تو اس کو ان گٹھلیوں کا چھوٹا ہونا غیر معروف لگا' وہ کہنے لگی: یہ تو یثرب کی کھجور ہیں' اس نے چلا کر اپنی قوم کو بلایا' سو وہ صحابہ کو ڈھونڈنے لگے' اس وقت وہ ایک پہاڑی میں چھپے ہوئے تھے۔

Marfat.com

حتیٰ کہ بنولحیان نے صحابہ کو جالیا: محمد بن سعد نے کہا: صحابہ یہ دیکھ کر گھبرا گئے کہ ان کو ان مردوں نے گھیر لیا ہے جن کے ہاتھ میں تلواریں ہیں۔

حضرت عاصم نے دعا کی: اے اللہ! اپنے رسول کو ہماری خبر کر دے: امام الطیالسی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی دعا قبول فرمالی اور اسی دن آپ نے اپنے اصحاب کو خبر دے دی جس دن ان کو پکڑا گیا تھا' بریدہ کی روایت میں ہے: حضرت عاصم نے دعا کی: اے اللہ! میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں تو میری حفاظت کرنا!

حضرت خبیب' حضرت زید اور ایک مرد باقی رہ گئے: وہ تیسرے مرد حضرت عبد اللہ بن طارق رضی اللہ عنہ تھے' عروہ کی روایت میں ہے کہ یہ صحابہ پہاڑ پر چڑھ گئے تھے' سو بنولحیان ان پر قابو نہ پاسکے تھے حتیٰ کہ انہوں نے صحابہ سے امان دینے اور پناہ دینے کا پکا وعدہ کیا۔

پھر بنولحیان ان کو کمان کی تانت سے باندھنے لگے تو تیسرے آدمی نے کہا: یہ پہلی عہد شکنی ہے: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کو باندھنے سے پہلا کا واقعہ ہے' لیکن امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: وہ باندھ کر ان تینوں کو لے چلے حتیٰ کہ جب وہ مرالظہر ان کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبد اللہ بن طارق نے اپنا ہاتھ چھڑا کر اپنی تلوار پر قبضہ کر لیا' پھر ان کی شہادت کا قصہ ذکر کیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بنولحیان نے ان کو مرالظہر ان پر پہنچ کر باندھا ہو' تاہم صحیح وہ ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

حتیٰ کہ بنولحیان نے ان دونوں کو مکہ میں فروخت کر دیا: امام ابن اسحاق اور امام ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت زید بن الدثنہ کو صفوان بن امیہ نے اپنے باپ کے قتل کے بدلہ میں خریدا تھا۔

حضرت خبیب کو الحارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا تھا: امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ جس نے حضرت خبیب کو خریدا تھا' اس کا نام حجین بن ابی اہاب التمیمی تھا اور وہ الحارث بن عامر کا ماں شریک بھائی تھا' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ ان دونوں قیدیوں کو انہوں نے مکہ میں ہذیل کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔

حضرت خبیب بن عدی نے الحارث بن عامر کو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا تھا: امام بخاری نے اسی پر اعتماد کیا ہے لیکن علامہ الدمیاطی نے اس پر تعاقب کیا ہے کہ اہل مغازی میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ حضرت خبیب بن عدی بدر میں حاضر ہوئے تھے اور نہ یہ کسی نے کہا ہے کہ انہوں نے الحارث بن عامر کو قتل کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ بدر میں الحارث بن عامر کو حضرت خبیب بن اساف نے قتل کیا تھا اور وہ حضرت خبیب بن عدی کے غیر ہیں کیونکہ وہ یعنی حضرت خبیب بن اساف خزرجی ہیں اور حضرت خبیب بن عدی اوسی ہیں' اور یہ صحیح بخاری کی اس حدیث کے خلاف ہے' تاہم اس کی تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت خبیب بن اساف نے زمانۂ جاہلیت میں الحارث بن عامر کو قتل کیا ہو اور حضرت خبیب بن عدی اس قتل میں ان کے شریک رہے ہوں۔ (تاہم بدر کا ذکر پھر بھی غلط ہے۔ سعیدی غفرلہ)

پس حضرت خبیب ان کی قید میں رہے حتیٰ کہ حارث کے بیٹوں نے ان کو قتل کرنے کا عزم کر لیا: امام ابن سعد کی روایت میں ہے: انہوں نے ان دونوں کو قید کر لیا تھا حتیٰ کہ حرمت والے مہینے ختم ہو گئے' پھر وہ ان دونوں کو (یعنی حضرت خبیب اور حضرت زید کو) مقام تنعیم میں لے گئے اور وہاں ان دونوں کو قتل کر دیا' بریدہ بن سفیان کی روایت میں ہے: انہوں نے قید میں حضرت جابر سے بدسلوکی کی تھی تو حضرت جابر نے ان سے کہا کہ کوئی معزز قوم اپنے قیدیوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتی' تب انہوں نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

حتیٰ کہ جب انہوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا عزم کر لیا تو حضرت خبیب نے ان سے استرا مانگا: خلف کی اطراف میں

Marfat.com

مذکور ہے کہ حارث کی بیٹی کا نام زینب بنت الحارث تھا' اور وہ عقبہ بن الحارث کی بہن تھی جس نے حضرت خبیب کو قتل کیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حجین بن ابی اھاب کی باندی ماریہ مسلمان ہوگئی تھی' وہ بیان کرتی ہے کہ حضرت خبیب کو میرے گھر میں قید کیا گیا تھا' اور میں نے ایک دن دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں انگوروں کا خوشہ تھا اور وہ انگور آدمی کے سر کے برابر تھے اور وہ ان انگوروں سے کھا رہے تھے' اگر یہ قصہ محفوظ ہے تو ان میں تطبیق یہ ہے کہ زینب اور ماریہ دونوں نے ان کو انگور کھاتے ہوئے دیکھا تھا اور جس کے گھر میں وہ قید تھے وہ ماریہ تھیں اور جوان کی حفاظت کرتی تھی وہ زینب تھی۔

اس نے کہا: میں بچہ سے غافل ہوگئی: امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ماریہ نے بتایا کہ جب خبیب کو قتل کرنے کے لیے لے جانے لگے تو انہوں نے کہا: مجھے استرا دو' میں اس سے پاکیزگی حاصل کروں۔

وہ صرف رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمایا تھا: علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو یہ نشانی دکھائی ہو اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت پر برھان ہو اور یہ حضرت خبیب کی کرامت تھی۔

مجھے نماز پڑھنے دو: انہوں نے مسجد تنعیم کی جگہ دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

پھر حضرت خبیب نے دعا کی کہ ان کو ایک ایک کر کے مار ڈال: بریدہ بن سفیان کی روایت میں ہے: اے اللہ! میں کسی ایسے شخص کو نہیں پاتا جو تیرے رسول کو میرا اسلام پہنچا دے! سو تو آپ کو میرا اسلام پہنچا دے۔ عروہ نے بیان کیا کہ پس حضرت جبریل' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس سانحہ کی خبر دی اور موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: وعلیک السلام! اے خبیب! تم کو قریش نے قتل کر دیا۔

دوسرے شعر کے دوسرے مصرعہ میں یہ الفاظ ہیں: ''اوصال شلو ممزع''، ''اوصال'' 'وصل کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: عضو' اور ''شلو'' کا معنی ہے: جسد' اس کا اطلاق عضو پر بھی ہوتا ہے لیکن یہاں مراد جسد ہے اور ''ممزع'' کا معنی ہے: مقطع' یعنی کاٹے گئے' مراد یہ ہے کہ جسم کے جو اعضاء کاٹے جا چکے ہوں' امام ابن اسحاق نے تیرہ اشعار کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

الی اللّٰہ اشکو غربتی بعد کربتی وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی

''میں اپنی مصیبت کے بعد اپنی مسافرت کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں' مجھے اپنے گرائے جانے کے وقت کسی جماعت کی مدد کا انتظار نہیں تھا''۔

پھر ان کی طرف عقبہ بن الحارث کھڑا ہوا اور اس نے ان کو قتل کر دیا: عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا تو ان سے پوچھا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد ہوتے' انہوں نے کہا: نہیں! اللہ العظیم کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان کے بدلہ میں آپ کے پیر میں کانٹا بھی چبھ جائے۔

اور قریش نے حضرت عاصم (کی لاش) کی طرف کسی کو بھیجا کہ وہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ کاٹ کر لائے جس سے ان کی شناخت ہو سکے' اور حضرت عاصم نے غزوۂ بدر میں ان کے کسی سردار کو قتل کر دیا تھا: امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت عاصم نے جس سردار کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے قتل کیا تھا اس کا نام عقبہ بن ابی معیط تھا' بریدہ بن سفیان نے کہا ہے کہ حضرت عاصم نے غزوۂ اُحد میں طلحہ العبدری کے دو بیٹوں مسافع اور جلاس کو قتل کر دیا تھا اور ان کی ماں نے نذر مانی تھی کہ وہ حضرت عاصم کے سر کے پیالہ میں شراب ڈال کر پیئے گی' اس عورت کا نام سلافۃ بنت سعد تھا' ہذیل نے جب حضرت عاصم کو قتل کر دیا تو انہوں نے کوشش کی کہ ان کا سر کاٹ کر لے جائیں اور اس عورت کے ہاتھ فروخت کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کو بھیجا جنہوں نے سائبان کی طرح ان پر سایا کر لیا اور

Marfat.com

اس ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔

وہ ان کے جسم کے کسی حصہ کو نہیں کاٹ سکے: عروہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر بھڑیں بھیج دیں جو اُن کے چہرے پر اُڑ رہی تھیں اور جو اُن کے قریب آتا اس کو ڈس لیتیں' امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کے جسم کو کوئی مشرک نہ چھو سکے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ بندۂ مؤمن کی وفات کے بعد بھی اس کے جسم کی اسی طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح اس کی حیات میں اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) قیدی کے لیے جائز ہے کہ وہ مشرک کی امان اور پناہ کو قبول نہ کرے جس طرح حضرت عاصم نے ان کی پناہ کو قبول نہیں کیا اور ان سے لڑ کر شہید ہو گئے (۲) یہ اس وقت ہے جب مشرک مسلمان کو زبردستی گرفتار کرے اور اگر وہ زبردستی نہ کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ان کی امان کو قبول کرے' جس طرح حضرت خبیب نے ان کی امان کو قبول کر لیا تھا (۳) حضرت خبیب نے اس لڑکی کے بچے کو قتل نہیں کیا' اس میں مشرکین سے وعدہ پورا کرنے کا ثبوت ہے (۴) اور مشرکین کے بچوں کو قتل نہ کرنے کا ثبوت ہے (۵) حضرت خبیب نے بے موسمی انگور کھائے' اس میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے (۶) حضرت جابر نے دعا کی: اے اللہ! تمام مشرکین کو نیست و نابود کر دے' اس میں تمام مشرکین کے خلاف ہلاکت کی دعا کرنے کا ثبوت ہے (۷) اس میں قتل کیے جانے سے پہلے نماز پڑھنے کا ثبوت ہے (۸) اس میں قتل کیے جانے کے وقت شعر بنانے اور شعر پڑھنے کا ثبوت ہے (۹) اس میں حضرت خبیب کے ایمان کی قوت اور دین پر استقامت اور صلابت کا ثبوت ہے (۱۰) اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جس طرح چاہتا ہے مصائب میں مبتلا کرتا ہے تاکہ اس کی دین پر ثابت قدمی کو دکھائے اور آخرت میں اس کے اجر میں اضافہ فرمائے (۱۱) حضرت خبیب کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار ہے کہ اپنی جان کے بدلہ میں ان کو آپ کے پائے ناز میں کانٹا چبھنا بھی گوارا نہیں تھا (۱۲) حضرت خبیب نے دور سے آپ کو سلام بھیجا (۱۳) حضرت عاصم کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کی عزت دی اور ان کی دعا قبول فرمائی کہ مشرکین ان کی لاش کا کوئی حصہ نہ کاٹ سکے اور سلافہ بنت سعد اُن کے سر کے پیالہ میں شراب پینے کی حسرت پوری نہ کر سکی (۱۴) اس میں یہ ثبوت ہے کہ مشرکین بھی حرم کا احترام کرتے تھے اور حرمت والے مہینوں کا احترام کرتے تھے کیونکہ وہ حرمت والے مہینوں کے گزرنے کے بعد حضرت خبیب کو حرم سے باہر قتل کرنے کے لیے لے گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۰۔ ۲۲۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اسی شرح کو اختصار کے ساتھ اپنے طریقہ سے لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۶۔ ۲۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۸۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ الَّذِيْ قَتَلَ خُبَيْبًا هُوَ اَبُوْ سِرْوَعَةَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: جس نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کیا وہ ابوسروعہ تھا۔

حضرت خبیب کے قاتل کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام سعید بن منصور نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کا نام عقبہ بن الحارث ہے۔

Marfat.com

امام ابن اسحاق نے سند صحیح کے ساتھ عقبہ بن الحارث سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: میں نے خبیب کو قتل نہیں کیا کیونکہ میں اس وقت چھوٹا تھا' لیکن ابومیسرہ العبدری نے میرے ہاتھ میں برچھی پکڑا دی' پھر میرے برچھی والے ہاتھ کو پکڑ کر وہ برچھی خبیب کو گھونپ دی حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۰' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

قراء صحابہ کو طلب کرنے کی وجوہ میں اور ان کی تعداد میں مختلف روایات اور ان میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کام سے ستر (۷۰) مردوں کو بھیجا: قتادہ نے اس کام کو بیان کیا ہے' جیسا کہ عنقریب آئے گا کہ رعل اور ذکوان نے اپنے دشمن کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کی تو آپ نے ستر (۷۰) انصار ان کی مدد کے لیے بھیجے اور کتاب الجہاد میں سعید کی سند سے حدیث میں ہے کہ قتادہ نے بیان کیا کہ آپ کے پاس رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان آئے اور انہوں نے کہا کہ وہ اسلام لا چکے ہیں اور انہوں نے اپنی قوم کے خلاف مدد طلب کی' اور اس میں اُن علماء کا رد ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ قتادہ کی روایت وہم ہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد نہیں طلب کی تھی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کی تھی وہ عامر بن الطفیل تھا۔

(حافظ ابن حجر کہتے ہیں:) اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ انہوں نے بہ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کی ہو اور ان کا درحقیقت قصد غداری کرنا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنہوں نے مدد طلب کی تھی وہ عامر بن الطفیل کے علاوہ ہوں اور سب کا تعلق بنو سلیم سے ہو' اور اس باب کے آخر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مشرکین کی طرف ان صحابہ کو بھیجا تھا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاہدہ تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی سے جنگ کے لیے آپ سے مدد نہیں طلب کی تھی' انہوں نے اسلام کی تبلیغ کے لیے آپ سے ان اصحاب کو طلب کیا تھا۔

امام ابن اسحاق نے اس کی وضاحت کی ہے' انہوں نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ آپ کے پاس ابوبراء عامر بن مالک آیا جو نیزوں سے کھیلنے والے کے لقب سے مشہور تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اسلام پیش کیا وہ اسلام تو نہیں لایا لیکن آپ سے دور بھی نہیں ہوا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اگر آپ اہل نجد کی طرف اپنے چند اصحاب بھیج دیں تو مجھے اُمید ہے کہ وہ آپ کی دعوتِ اسلام کو قبول کر لیں گے اور ان کی حفاظت کا میں ضامن ہوں! تو آپ نے حضرت المنذر بن عمرو کو چالیس مردوں کے ساتھ بھیج دیا' ان میں حضرت الحارث بن الصمہ' حضرت حرام بن ملحان' حضرت رافع بن بدیل بن ورقاء' حضرت عروہ بن اسماء' حضرت عامر بن فہیرہ اور دیگر عمدہ صحابہ تھے' رضی اللہ عنہم۔ اس قصہ کی دیگر اہلِ علم نے بھی روایت کی ہے' ان میں امام طبری اور امام ابن عائذ ہیں' امام مسلم نے بھی اس قصہ کی روایت کی ہے مگر اس میں ابوبراء کے آنے اور چند صحابہ کو طلب کرنے کے بجائے چند لوگوں کے آنے کا ذکر ہے' کتب تاریخ اور سیرت میں مذکور ہے کہ ابوبراء نے چالیس قراء کو طلب کیا تھا اور صحیح بخاری میں مذکور ہے: انہوں نے ستر صحابہ کو طلب کیا تھا' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ چالیس قراء رؤساء تھے اور باقی تیس متبعین تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۲۔۲۳۱' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی اور علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کی شرح کو اختصار کے ساتھ اپنے طریقہ سے لکھا ہے۔

۴۰۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِينَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی

Marfat.com

يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ رِعْلٌ وَذَكْوَانُ عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا بِئْرُ مَعُوْنَةَ فَقَالَ الْقَوْمُ وَاللّٰهِ مَا إِيَّاكُمْ أَرَدْنَا إِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُوْنَ فِي حَاجَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلُوْهُمْ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِي صَلٰوةِ الْغَدَاةِ وَذٰلِكَ بَدْءُ الْقُنُوْتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَسَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوْتِ أَبَعْدَ الرُّكُوْعِ أَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ لَا بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَاءَةِ.

وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر مردوں کو کسی کام سے بھیجا ان کو قراء (قرآن پڑھنے والے) کہا جاتا تھا' پس بنوسلیم کے دو قبیلوں رعل اور ذکوان نے ایک کنویں کے پاس ان کے خلاف مزاحمت کی جس کو بیر معونہ (معونہ کا کنواں) کہا جاتا تھا' ان قراء نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تم سے جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے تھے' ہم تو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام سے آئے تھے' سوانہوں نے ان قراء کو قتل کر دیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں ان کے خلاف دعا کی اور یہیں سے قنوت (نازلہ) کی ابتداء ہوئی' پہلے ہم قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ عبدالعزیز نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت انس سے سوال کیا: آیا قنوت رکوع کے بعد ہے یا قراءت سے فارغ ہونے کے بعد ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ قراءت سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ان کو قراء کہا جاتا تھا: دوسری روایت میں قتادہ نے بیان کیا ہے کہ یہ صحابہ دن میں جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے' ایک اور روایت میں ہے: وہ ان لکڑیوں کو فروخت کر کے اہلِ صفہ کے لیے طعام خریدتے تھے اور رات کو قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٣٣٢' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

کسی کام سے بھیجا: قتادہ نے اس کے بعد والی حدیث میں اس کام کا بیان کیا ہے کہ رعل اور ذکوان اور بنولحیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کی تھی تو آپ نے ستر (٧٠) انصار کو ان کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٢٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

٤٠٨٩- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَدْعُوْ عَلٰى أَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی' آپ عرب کے قبیلوں کے خلاف دعا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

آپ ایک ماہ تک ان کے خلاف دعا کرتے رہے پھر جب آپ نے غالب ہو کر ان کو شکست دے دی تو ان کے خلاف دعا ترک کر دی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٠٩٠- حَدَّثَنِی عَبْدُ الْاَعْلٰی بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رِعْلًا وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِیْ لَحْيَانَ اِسْتَمَدُّوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی عَدُوٍّ فَاَمَدَّهُمْ بِسَبْعِيْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ كُنَّا نُسَمِّيْهِمُ الْقُرَّاءَ فِیْ زَمَانِهِمْ كَانُوْا يَحْتَطِبُوْنَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّوْنَ بِاللَّيْلِ حَتّٰی كَانُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قَتَلُوْهُمْ وَغَدَرُوْا بِهِمْ فَبَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْا فِی الصُّبْحِ عَلٰی اَحْيَاءِ الْعَرَبِ مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ عَلٰی رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِیْ لَحْيَانَ قَالَ اَنَسٌ فَقَرَاْنَا فِيْهِمْ قُرْاٰنًا ثُمَّ اِنَّ ذٰلِكَ رُفِعَ بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَاَرْضَانَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان نے اپنے دشمن کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی تو آپ نے ستر (۷۰) انصار سے ان کی مدد کی جن کو ہم ان کے زمانہ میں القراء (قرآن پڑھنے والے) کہتے تھے وہ دن میں (جنگل سے) لکڑیاں چن کر لاتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب وہ بیر معونہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کے ساتھ غداری کی اور ان کو قتل کر دیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی تو آپ ایک ماہ تک عرب کے قبیلوں میں سے (چند) قبیلوں کے خلاف صبح کی نماز میں دعا کرتے رہے رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان کے خلاف حضرت انس نے کہا: پس ہم نے قرآن میں یہ آیت پڑھی پھر یہ آیت اٹھالی گئی: ہماری قوم تک ہماری طرف سے یہ خبر پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ يَدْعُوْا عَلٰی اَحْيَاءٍ مِّنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ عَلٰی رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِیْ لَحْيَانَ .

اور قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی آپ عرب کے قبائل میں سے (چند) قبائل کے خلاف دعا کرتے تھے رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان کے خلاف۔

یہ قتادہ کی حضرت انس سے دوسری روایت ہے۔

زَادَ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ اُولٰٓئِكَ السَّبْعِيْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ .

خلیفہ نے یہ اضافہ کیا کہ ہمیں ابن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس نے حدیث بیان کی: وہ ستر (اصحاب

انصار میں سے تھے جو بیر معونہ میں شہید کر دیئے گئے۔

یہ قتادہ کی ایک اور روایت ہے' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت انس سے تین روایات ہیں: پہلی روایت از عبدالعزیز بن صہیب از حضرت انس ہے' دوسری روایت از سعید از قتادہ از حضرت انس ہے' تیسری روایت بھی از قتادہ از حضرت انس ہے۔

قُرْاٰنًا كِتَابًا نَحْوَهٗ . ''قرٰانًا'' (یعنی) کتاب جیسے عبدالاعلیٰ کی روایت ہے۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ حدیث میں ہے: ہم نے قرآن میں یہ آیت پڑھی' اس سے مراد ہے: ہم نے کتاب یا مصحف میں یہ آیت پڑھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۲۸)

امام بخاری کی یہ غلطی کہ انہوں نے ستر قاریوں کے قاتلوں میں بنولحیان کا ذکر کیا

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ بنولحیان نے حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کو غزوۃ الرجیع میں قتل کیا تھا اور امام بخاری نے جو ستر (۷۰) قراء کو قتل کرنے والوں میں ان کا ذکر کیا ہے یہ ان کا وہم ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بنولحیان پہلے حضرت عاصم کے اصحاب اور ستر قاریوں' دونوں کے قتل میں شریک رہے ہوں ورنہ امام بخاری کا ستر قاریوں کے قتل میں بنولحیان کا ذکر کرنا ان کا وہم ہے اور صحیح یہ ہے کہ بنولحیان نے حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کو قتل کیا تھا اور وہ ستر قاریوں کے قتل میں بھی شریک تھے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کی خبر بھی پہنچ گئی تھی اور ستر قاریوں کی شہادت کی خبر بھی پہنچ گئی تھی۔

علامہ الدمیاطی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عامر بن الطفیل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے خلاف مدد طلب کر کے ان کو قتل کر دیا تھا اور بنولحیان بنوسلیم کے ساتھ نہیں تھے' بنولحیان ہذیل کے قبیلہ سے تھے اور انہوں نے اصحاب الرجیع (حضرت عاصم کے اصحاب) کو قتل کر دیا تھا اور حضرت خبیب کو گرفتار کر کے مکہ میں فروخت کر دیا تھا۔ (گویا امام بخاری کا ستر قاریوں کے قتل میں بنولحیان کا ذکر کرنا غلط ہے۔ سعیدی غفرلہ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۰۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر کا بھی امام بخاری کی غلطی کو مقرر رکھنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتادہ کی روایت ہے: رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان: اس قصہ میں بنولحیان کا ذکر کرنا امام بخاری کا وہم ہے' بنولحیان صرف حضرت خبیب کے قصہ میں تھے' جس کا ذکر اس سے پہلے غزوۃ الرجیع کے قصہ میں گزر چکا ہے' دیکھئے: صحیح البخاری: ۴۰۸۶۔

حضرت انس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ماموں کو ستر سواروں میں بھیجا: دوسری روایت میں مذکور ہے کہ ان کا نام حرام ہے اور حرام حضرت انس کے رضاعی ماموں ہیں' حضرت انس نے کہا: ہم قرآن کی کتاب میں یہ آیت پڑھتے رہے' پھر یہ آیت اٹھالی گئی یعنی منسوخ ہو گئی۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۳۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٠٩١- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالَهٗ اَخٌ لِاُمِّ سُلَيْمٍ فِىْ سَبْعِيْنَ رَاكِبًا وَّكَانَ رَئِيْسَ الْمُشْرِكِيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ماموں کو ستر

عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ خَيَّرَ بَيْنَ ثَلَاثِ خِصَالٍ فَقَالَ يَكُوْنُ لَكَ اَهْلُ السَّهْلِ وَلِيْ اَهْلُ الْمَدَرِ اَوْ اَكُوْنُ خَلِيْفَتَكَ اَوْ اَغْزُوْكَ بِاَهْلِ غَطْفَانَ بِاَلْفٍ وَّاَلْفٍ فَطُعِنَ عَامِرٌ فِيْ بَيْتِ اُمِّ فُلَانٍ فَقَالَ غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَكْرِ فِيْ بَيْتِ امْرَاَةٍ مِّنْ اٰلِ فُلَانٍ اِئْتُوْنِيْ بِفَرَسِيْ فَمَاتَ عَلٰى ظَهْرِ فَرَسِهٖ فَانْطَلَقَ حَرَامٌ اَخُوْ اُمِّ سُلَيْمٍ وَّهُوَ رَجُلٌ اَعْرَجُ وَرَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ كُوْنَا قَرِيْبًا حَتّٰى اٰتِيَهُمْ فَاِنْ اٰمَنُوْنِيْ كُنْتُمْ قَرِيْبًا وَاِنْ قَتَلُوْنِيْ اَتَيْتُمْ اَصْحَابَكُمْ فَقَالَ اَتُؤْمِنُوْنِيْ اُبَلِّغْ رِسَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ وَاَوْمَؤُوْا اِلٰى رَجُلٍ فَاَتَاهُ مِنْ خَلْفِهٖ فَطَعَنَهٗ قَالَ هَمَّامٌ اَحْسِبُهٗ حَتّٰى اَنْفَذَهٗ بِالرُّمْحِ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَلَحِقَ الرَّجُلُ فَقُتِلُوْا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْاَعْرَجِ كَانَ فِيْ رَاْسِ جَبَلٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْنَا ثُمَّ كَانَ مِنَ الْمَنْسُوْخِ اِنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثِيْنَ صَبَاحًا عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبَنِيْ لَحْيَانَ وَعُصَيَّةَ الَّذِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

سواروں میں بھیجا جو حضرت اُم سلیم کے بھائی تھے اور مشرکین کا سردار عامر بن الطفیل تھا' جس نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) تین باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا: (۱) دیہاتیوں پر آپ کی حکومت ہو اور شہریوں پر میری حکومت ہو (۲) یا میں (آپ کے بعد) آپ کا خلیفہ ہوں (۳) ورنہ میں ہزار دو ہزار اہل غطفان کے ساتھ مل کر آپ پر حملہ کروں گا' پھر وہ اُم فلاں کے گھر میں طاعون کے مرض میں مبتلا ہو گیا' اس نے کہا: آل بنی فلاں کے گھر کے اونٹ کی گلٹی کی طرح میری گلٹی نکل آئی ہے' میرا گھوڑا لاؤ' پھر وہ اس گھوڑے کی پشت پر ہی مر گیا' بہر حال حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی حرام روانہ ہوئے' اور وہ لنگڑے آدمی تھے' اور بنو فلاں کے ایک اور مرد (روانہ ہوئے) حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے (ان سے) کہا: تم دونوں میرے قریب رہنا' حتیٰ کہ میں ان کے پاس پہنچ جاؤں' اگر انہوں نے مجھے امن دے دیا تو تم میرے قریب ہو گے اور اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا تو تم اپنے اصحاب کے پاس پہنچ جانا' پس انہوں نے (ان کے پاس جا کر) کہا: کیا تم مجھے امان دیتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام تمہیں پہنچا دوں؟ سو وہ پیغام پہنچانے لگے' اور ان لوگوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا' وہ حضرت حرام کے پیچھے سے آیا اور ان کو نیزہ گھونپ دیا۔ ہمام نے کہا: میرا گمان ہے کہ اس نے ان کو نیزہ مارا حتیٰ کہ وہ ان کے آر پار ہو گیا' انہوں نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا! پھر وہ شخص ان سے آ ملا اور انہوں نے لنگڑے کے سوا سب کو قتل کر دیا' جو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق یہ آیت نازل فرمائی جو (بعد میں) منسوخ ہو گئی تھی' (وہ آیت یہ ہے:) بے شک ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس روز تک ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی' رعل' ذکوان' بنو لحیان اور عصیہ کے خلاف' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اصحاب بیر معونہ کی شہادت کی بعض تفاصیل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عامر بن الطفیل نے کہا: اونٹ کی گلٹی کی طرح میرے گلٹی نکل آئی ہے: الاصمعی نے کہا: یہ اونٹوں کی بیماری ہے' یہ گلٹی طاعون کی علامت ہے' پہلے یہ گردن میں نکلتی ہے' پھر سارے بدن میں گلٹیاں نکل آتی ہیں۔

عامر بن الطفیل گھوڑے کی پشت پر مر گیا: یہ عامر کی حماقت تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں طاعون کی حالت میں گھوڑے پر سوار ہوا۔

پس حضرت حرام روانہ ہوئے اور وہ لنگڑے آدمی تھے: دوسرے نسخوں میں ہے: وہ اور ایک لنگڑا شخص روانہ ہوئے' اور یہی نسخہ صحیح ہے کیونکہ حضرت حرام لنگڑے نہیں تھے۔

سو انہوں نے اس لنگڑے کے سوا سب کو قتل کر دیا: اس میں یہ دلیل ہے کہ انہوں نے انہتر (۶۹) اصحاب کو قتل کر دیا تھا کیونکہ کل ستر (۷۰) اصحاب تھے۔

پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی: علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی' پھر اس کی تحریر بھی مٹادی گئی اور لوگ اس کا بہ کثرت ذکر کرتے تھے کہ یہ وحی الٰہی تھی۔

جب حضرت حرام کو نیزہ گھونپا گیا تو انہوں نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا: ہوسکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ان کی فریاد ہو' دوسری حدیث میں ہے: جب حضرت حرام کو بیر معونہ کے دن نیزہ مارا گیا تو انہوں نے خون اپنے چہرے اور سر پر ملا اور کہا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ یہ مشرکین کے خلاف دعا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی فریاد ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۰۷۔۲۰۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

اصحاب بیر معونہ کی شہادت کی مزید تفاصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور مشرکین کا سردار عامر بن الطفیل تھا: یعنی مالک بن جعفر بن کلاب کا بیٹا اور وہ ابو براء عامر بن مالک کا بیٹا ہے۔

ورنہ میں ہزار دو ہزار: عثمان بن سعید کی روایت میں ہے کہ میں ہزار سرخ گھوڑے اور ہزار سرخ گھوڑیوں کے ساتھ حملہ کروں گا۔

آل بنی فلاں سے ایک عورت کے گھر: امام طبرانی کی روایت میں ہے: وہ عورت آل سلول سے تھی' نبی ﷺ نے اس کے خلاف دعا کی تھی کہ اے اللہ! عامر سے میرا بدلہ لے! تو وہ گھوڑے کی پشت پر مر گیا۔

حضرت حرام ان کو پیغام پہنچانے لگے: طبری کی روایت ہے کہ پس انہوں نے کہا: اے اہل بیر معونہ! میں تمہاری طرف رسول اللہ ﷺ کا نمائندہ ہوں' سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ اتنے میں ان کا ایک شخص گھر سے نیزہ لے کر نکلا اور اس نے وہ نیزہ ان کے پہلو میں اس طرح مارا کہ وہ دوسری جانب سے نکل گیا۔

پس انہوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا جس نے عقب سے حضرت حرام کو نیزہ مارا: سیرت امام ابن اسحاق میں مذکور ہے: ظاہر یہ ہے کہ وہ شخص عامر بن الطفیل تھا' پس جب وہ حضرت حرام کے پاس آیا تو اس نے ان کے مکتوب کی طرف نہیں دیکھا۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ جب صحابہ بیر معونہ پر پہنچے تو انہوں نے حضرت حرام بن ملحان کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب

دے کر عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا' حتیٰ کہ اس نے ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا' لیکن امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت حرام کا قاتل اسلام لے آیا تھا اور عامر بن الطفیل کفر پر مرا تھا۔

دراصل عامر بن الطفیل نام کے دو شخص ہیں' ایک عامری ہے اور دوسرا اسلمی ہے' جو کفر پر مرا وہ عامری ہے اور جو صحابی ہے وہ اسلمی ہے' کیونکہ المستغفری نے ''الصحابۃ'' میں حضرت ابو امامہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عامر بن الطفیل نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے نصیحت کیجئے! تو آپ نے فرمایا: اے عامر! بہ کثرت سلام کرو اور کھانا کھلاؤ اور اللہ سے حیاء کرو اور جب تم سے بدسلوکی کی جائے تو نیک سلوک کرو۔ امام بغوی کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت حرام نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا! پھر وہ شخص ان سے جا ملا اور انہوں نے لنگڑے کے سوا سب کو قتل کر دیا: جس مشرک نے حضرت حرام کو نیزہ مارا تھا وہ اپنی قوم مشرکین کے ساتھ جا کر ملا' پھر ان سب نے جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور سب کو قتل کر دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۳-۲۳۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس روز تک ان کے خلاف دعاء ضرر کی: یعنی فجر کی نماز میں۔ اور شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے: جب اہل بیر معونہ قتل کر دیے گئے تو ان کی حمایت میں ان کا بدلہ لینے کے لیے رعل' ذکوان اور عصیہ پر حملہ کیا گیا' پس ان کے سات سو افراد قتل کر دیے گئے' شہداء بیر معونہ کے ہر شخص کے بدلہ میں ان کے دس افراد قتل کیے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٩٢- حَدَّثَنِیْ حِبَّانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَكَانَ خَالَهٗ يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ قَالَ بِالدَّمِ هٰكَذَا فَنَضَحَهٗ عَلٰی وَجْهِهٖ وَرَاْسِهٖ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبد اللہ بن انس نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا اور وہ حضرت انس کے ماموں تھے اور وہ بیر معونہ کا دن تھا تو انہوں نے اپنے خون کو اس طرح ملا' یعنی اپنے چہرے اور سر پر پھیر کر کہا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٩٣- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتِ اسْتَاْذَنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فِی الْخُرُوْجِ حِيْنَ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْاَذٰی فَقَالَ لَهٗ اَقِمْ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَطْمَعُ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے بہت سخت ایذاء پہنچائی تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ سے نکلنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان سے فرمایا: ابھی تم ٹھہرو' تو انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ!

Marfat.com

لَأَرْجُو ذٰلِكَ قَالَتْ فَانْتَظَرَهُ أَبُوبَكْرٍ فَأَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ظُهْرًا فَنَادَاهُ فَقَالَ أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ إِنَّمَاهُمَا ابْنَتَايَ فَقَالَ أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الصُّحْبَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّحْبَةُ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدِيْ نَاقَتَانِ قَدْ كُنْتُ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوْجِ فَأَعْطَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَاهُمَا وَهِيَ الْجَدْعَاءُ فَرَكِبَا فَانْطَلَقَا حَتّٰى أَتَيَا الْغَارَ وَهُوَ بِثَوْرٍ فَتَوَارَيَا فِيْهِ فَكَانَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ غُلَامًا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الطُّفَيْلِ بْنِ سَخْبَرَةَ أَخُوْ عَائِشَةَ لِأُمِّهَا وَكَانَتْ لِأَبِيْ بَكْرٍ مِنْحَةٌ فَكَانَ يَرُوْحُ بِهَا وَيَغْدُوْ عَلَيْهِمْ وَيُصْبِحُ فَيَدَّلِجُ إِلَيْهِمَا ثُمَّ يَسْرَحُ فَلَا يَفْطُنُ بِهِ أَحَدٌ مِنَ الرِّعَاءِ فَلَمَّا خَرَجَا خَرَجَ مَعَهُمَا يُعْقِبَانِهِ حَتّٰى قَدِمَا الْمَدِيْنَةَ فَقُتِلَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ .

آپ کو یہ توقع ہے کہ آپ کو (بھی نکلنے کی) اجازت دی جائے گی تو رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: بے شک مجھے اس کی اُمید ہے حضرت عائشہ نے بتایا: پس حضرت ابوبکر نے آپ کا انتظار کیا' پھر ایک دن ان کے پاس رسول اللہ ﷺ ظہر کے وقت آئے' سو ان کو آواز دی' پس فرمایا: تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو نکال دو' تو حضرت ابوبکر نے کہا: یہ صرف میری دو بیٹیاں ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم ہے کہ مجھے (مکہ سے) نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے' پس انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا (میری) مصاحبت ہوگی؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: (تمہاری) مصاحبت ہوگی! انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جن کو میں نے (مکہ سے) نکلنے کے لیے تیار کر رکھا ہے' سو انہوں نے ایک اونٹنی نبی ﷺ کو دے دی اور اس کا نام الجدعاء (کان کٹی) تھا' سو وہ دونوں سوار ہو کر چل پڑے حتیٰ کہ وہ دونوں غارِ ثور میں پہنچ گئے' سو وہ دونوں اس میں چھپ گئے' پس عامر بن فہیرہ جو عبداللہ بن الطفیل بن سخبرہ کا غلام تھا (اور عبداللہ بن الطفیل) حضرت عائشہ کا ماں شریک بھائی تھا' حضرت ابوبکر کی ایک دودھ دینے والی اونٹنی تھی تو عامر بن فہیرہ صبح و شام اس اونٹنی کو چرانے لے جاتے تھے اور رات کے آخری حصہ میں (وہ اسے) آپ دونوں کے پاس لے آتے تھے' پھر (صبح کو) اسے چرانے کے لیے لے جاتے تھے' اس طرح کوئی چرواہا اس پر مطلع نہ ہو سکا' پھر جب آپ دونوں (غارِ ثور سے) نکلے تو وہ (غلام) بھی ان کے پیچھے نکلا حتیٰ کہ وہ دونوں مدینہ پہنچ گئے' پس عامر بن فہیرہ بھی بیر معونہ کے حادثہ میں قتل کر دیئے گئے۔

وَعَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ قَالَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَأَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ لَمَّا قُتِلَ الَّذِيْنَ بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ وَأُسِرَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ مَنْ هٰذَا فَأَشَارَ إِلٰى قَتِيْلٍ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ هٰذَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى إِنِّيْ لَأَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ

ابواسامہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ہشام بن عروہ نے کہا: پس میرے والد نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ جب بیر معونہ کے حادثہ میں (ستر قاری) قتل کر دیئے گئے اور حضرت عمرو بن امیہ الضمری قید کر لیے گئے تو ان سے عامر بن الطفیل نے پوچھا: یہ کون ہے؟ اور ایک لاش کی طرف اشارہ کیا تو حضرت عمرو بن امیہ نے انہیں بتایا: یہ حضرت عامر بن فہیرہ ہیں' پس اس نے کہا کہ ان کے

الْاَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرُهُمْ فَنَعَاهُمْ فَقَالَ اِنَّ اَصْحَابَكُمْ قَدْ اُصِيْبُوْا وَاِنَّهُمْ قَدْ سَاَلُوْا رَبَّهُمْ فَقَالُوْا رَبَّنَا اَخْبِرْ عَنَّا اِخْوَانَنَا بِمَا رَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا فَاَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ وَاُصِيْبَ يَوْمَئِذٍ فِيْهِمْ عُرْوَةُ بْنُ اَسْمَاءَ بْنِ الصَّلْتِ فَسُمِّيَ عُرْوَةُ بِهٖ وَمُنْذِرُ بْنُ عَمْرٍو سُمِّيَ بِهٖ مُنْذِرًا .

قتل کیے جانے کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی لاش آسمان کی طرف اُٹھالی گئی حتیٰ کہ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ لاش زمین اور آسمان کے درمیان معلق تھی' پھر اس لاش کو زمین پر رکھ دیا گیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان (شہداء) کی خبر آ گئی تو آپ نے ان صحابہ کی شہادت کی خبر دی' پس فرمایا: بے شک تمہارے اصحاب شہید کر دیئے گئے اور انہوں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا' پس کہا: اے ہمارے رب! ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ خبر دے دے کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے' سو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے یہ خبر دے دی اور اس دن اس حادثہ میں حضرت عروہ بن اسماء بن الصلت شہید ہو گئے' پھر ان ہی کے نام پر عروہ (بن زبیر) کا نام رکھا گیا اور حضرت منذر بن عمرو بھی شہید ہو گئے اور ان ہی کے نام پر حضرت منذر (بن زبیر) کا نام رکھا گیا۔

اس حدیث (مع تعلیق) کی شرح' صحیح البخاری:٦٧٤ میں کر دی گئی ہے۔

حضرت عامر بن فہیرہ کے مالک کا نام لکھنے میں امام بخاری کی غلطی' حضرت عامر بن فہیرہ اور عروہ بن اسماء وغیرہ کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی بن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکور الصدر حدیث ہجرت کے واقعہ کے بیان میں ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں بیر معونہ کے حادثہ کے دن حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے کیونکہ ان کی شہادت کے بعد ان کی لاش کو آسمان کی طرف اُٹھالیا گیا تھا' پھر ان کی لاش کو واپس زمین کی طرف رکھ دیا گیا' اس واقعہ کی امام بخاری نے اپنی تعلیق میں حضرت عمرو بن امیہ سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی ظاہر فضیلت ہے' الشیخ ابو محمد نے کہا ہے کہ حضرت عامر ظاہر نہیں ہوئے تھے' ان کو فرشتوں نے چھپالیا تھا۔

امام بخاری نے حضرت عامر بن فہیرہ کے متعلق لکھا ہے: وہ عبداللہ بن الطفیل بن سخبرہ کے غلام تھے جو حضرت عائشہ کے ماں شریک بھائی تھے۔

علامہ دمیاطی نے لکھا ہے کہ امام بخاری کا لکھا ہوا نام صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ ان کا نام الطفیل بن عبداللہ بن الحارث بن سخبرہ ہے۔ عبداللہ بن الحارث اور ان کی بیوی اُم رومان کنانیہ مکہ میں آئے' ظہور اسلام سے پہلے وہ حضرت ابوبکر کے حلیف ہو گئے اور عبداللہ بن الحارث' اُم رومان کو چھوڑ کر فوت ہو گئے اور ان سے الطفیل پیدا ہو چکے تھے' پھر حضرت ابوبکر نے اُم رومان سے نکاح کر لیا اور ان سے حضرت عبدالرحمان اور حضرت عائشہ پیدا ہوئے اور یوں یہ دونوں الطفیل کے ماں شریک بھائی بن گئے۔

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم:١٥٤٢۔ ج ۳ ص ١٥٦٥' الاستیعاب:١٢٨١۔ ج ۲ ص ۳١٠' اسد الغابہ:٢٦١٠۔ ج ۳ ص ...)

حضرت عامر بن فہیرہ ابو عمرو غلام تھے' پس وہ غلامی میں اسلام لے آئے' پس حضرت ابو بکر نے الطفیل سے ان کو خرید کر آزاد کر دیا' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔

ان میں عروۃ بن اسماء تھے: یہ عامر بن الطفیل کے دوست تھے حالانکہ اس کی قوم بنو سلیم ان کو امان دینے پر حریص تھی لیکن انہوں نے انکار کیا اور کہا: میں ان کی امان قبول نہیں کروں گا' اور میں ان سے لڑنے کے بجائے ان سے جان بچانا پسند نہیں کروں گا' سو انہوں نے ان سے قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔

اور منذر بن عمرو تھے: یہ بنو ساعدۃ کے نقیب ہیں اور ان کے دوسرے نقیب حضرت سعد بن عبادہ ہیں اور یہ غزوۂ اُحد میں لشکر کی بائیں جانب تھے اور بیر معونہ کے دن ستر قراء کے سردار تھے' ان کو المعنق کہا جاتا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۰۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت عامر بن فہیرہ کے مالک کا نام بتانے میں امام بخاری کا وہم' حضرت عامر بن فہیرہ کی کرامت اور دیگر مباحث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

پس حضرت عامر بن فہیرہ عبداللہ بن الطفیل بن سخبرہ کے غلام تھے جو حضرت عائشہ کے ماں شریک بھائی تھے:

امام بخاری نے حضرت عامر بن فہیرہ کے مالک کا نام اُلٹ لکھا ہے' اصل میں ان کا نام عبداللہ بن الطفیل نہیں ہے بلکہ الطفیل بن عبداللہ بن سخبرہ ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ علامہ الدمیاطی نے لکھا ہے' پھر تفصیل سے لکھا ہے کہ وہ حضرت عائشہ کے ماں شریک بھائی تھے' جس طرح علامہ ابن الملقن نے بیان کیا ہے۔

پھر حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش زمین پر رکھ دی: علامہ واقدی کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش کو چھپا لیا تھا اور ان کو مشرکین نے نہیں دیکھا' زہری کی روایت میں ہے کہ حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش کو اوپر اُٹھا کر لے جانے اور واپس زمین پر رکھنے میں حضرت عامر بن فہیرہ کی تعظیم ہے اور کفار کو خوف زدہ کرنا ہے' حضرت عامر بن فہیرہ نے کہا تھا کہ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا' ان کو جبار بن سلمیٰ نے قتل کیا تھا' الضحاک بن سفیان نے کہا: میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس چیز میں کامیاب ہوئے؟ تو انہوں نے بتایا کہ جنت کو پانے میں' الضحاک نے بتایا کہ میں یہ سن کر اسلام لے آیا۔

سو ان کا نام عروہ رکھا گیا: اس سے مراد عروۃ بن الزبیر ہیں' جب حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسماء سے پیدا ہوئے تو انہوں نے ان کا نام عروہ رکھا' حضرت عروہ بن اسماء کے شہید ہونے میں اور حضرت عروہ بن الزبیر کے پیدا ہونے میں دس سال سے زیادہ کا عرصہ تھا۔

ان کا نام منذر رکھا گیا: حضرت الزبیر نے منذر بن عمرو کے نام پر اپنے بیٹے کا نام منذر رکھا۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت الزبیر نے اپنے بیٹے کا نام منذر نیک فال کے لیے رکھا تھا کیونکہ ان کے والد کے چچا حضرت منذر بن عمرو بیر معونہ میں شہید ہو گئے تھے' سو انہوں نے نیک فال کے طور پر اپنے بیٹے کا نام منذر رکھا تا کہ وہ بھی ان کی طرح نیک نام ہوں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۵-۲۳۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے ان ہی اُمور کو زیادہ تفصیل کے ساتھ اپنے انداز میں لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳۵-۲۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٤٠٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَيَقُوْلُ عُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان التیمی نے خبر دی از ابی مجلز از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ رکوع کے بعد دعاءِ قنوت پڑھی' آپ رعل اور ذکوان کے خلاف دعا کرتے تھے اور فرماتے تھے: عصیہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٩٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوْا يَعْنِيْ اَصْحَابَهُ بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلَاثِيْنَ صَبَاحًا حِيْنَ يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّلَحْيَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَسٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا اَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْاٰنًا قَرَاْنَاهُ حَتّٰى نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا فَقَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے خلاف تیس (٣٠) روز دعا کی جنہوں نے آپ کے بیر معونہ کے اصحاب کو شہید کیا۔ آپ رعل اور لحیان اور عصیہ کے خلاف دعا کرتے تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تھی۔ حضرت انس نے بیان کیا کہ آپ کے جو اصحاب بیر معونہ میں شہید کر دیئے گئے تھے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن میں آیات نازل کیں جن کو ہم نے پڑھا حتیٰ کہ ان کو بعد میں منسوخ کر دیا گیا (وہ آیات یہ تھیں:) ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' پس وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٩٦- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهٗ قَالَ قَبْلَهٗ قُلْتُ فَاِنَّ فُلَانًا اَخْبَرَنِيْ عَنْكَ اَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَهٗ قَالَ كَذَبَ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا اَنَّهٗ بَعَثَ نَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ وَهُمْ سَبْعُوْنَ رَجُلًا اِلٰى نَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَيْنَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم الاحول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز میں دعاءِ قنوت پڑھنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: ہاں! (قنوت پڑھی ہے)' میں نے پوچھا: رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟ انہوں نے بتایا: رکوع سے پہلے' میں نے کہا: فلاں شخص نے مجھے آپ سے حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے بتایا ہے کہ (دعاءِ قنوت

وَبَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ قِبَلَهُمْ فَظَهَرَ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ.

کے بعد پڑھی جاتی ہے' حضرت انس نے کہا: اس نے جھوٹ بولا' رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ماہ رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی تھی کیونکہ آپ نے کچھ لوگوں کو بھیجا تھا جن کو قراء کہا جاتا تھا وہ ستر مرد تھے جن کو مشرکین کے لوگوں کی طرف بھیجا تھا' پہلے ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کو پناہ دینے کا عہد کیا تھا' پھر جن لوگوں نے عہد کیا تھا وہ بعد میں ان قراء پر غالب آ گئے (اور ان کو شہید کر دیا) تو رسول اللہ ﷺ ایک ماہ تک رکوع کے بعد ان کے خلاف دعا کرتے رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی شرح میں صرف اتنا لکھا ہے کہ حضرت انس نے جو فرمایا تھا: اس شخص نے جھوٹ بولا' اس کا معنی ہے: اس شخص نے خطاء کی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۱۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

ستر قراء کو پناہ دینے کا عہد کرنے والے بنو عامر تھے اور غداری سے ان کو قتل کرنے والے بنو سُلیم تھے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ نے ان مشرکین کی طرف بھیجا جنہوں نے پہلے آپ سے ان ستر مسلمانوں کو پناہ دینے کا عہد کیا تھا: جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ستر قراء کو پناہ دینے کا عہد کیا تھا وہ ان کے علاوہ تھے جنہوں نے ان کو قتل کیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں اور امام موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی اور ان دونوں جماعتوں کے اصحاب کا بیان کیا ہے: انہوں نے کہا ہے کہ جنہوں نے ان ستر قراء کو پناہ دینے کا رسول اللہ ﷺ سے عہد کیا تھا وہ بنو عامر تھے اور ان کا سردار ابو براء عامر بن مالک بن جعفر تھا جس کا لقب تھا: نیزوں سے کھیلنے والا' اور دوسری جماعت بنو سُلیم تھی اور عامر بن الطفیل جو کہ ابو براء عامر بن مالک کا بھتیجا تھا' اس نے نبی ﷺ کے اصحاب کے ساتھ غداری کی تھی' اس نے بنو عامر کو صحابہ کے خلاف قتال کی دعوت دی تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابو براء کے کیے ہوئے عہد اور اس کی امان کو نہیں توڑیں گے' پھر اس نے ان ستر صحابہ سے لڑنے کے لیے بنو سُلیم کے عصیہ اور ذکوان کو بلایا تو انہوں نے عامر بن الطفیل کی اطاعت کی اور ان ستر قاریوں کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد ابو براء' عامر بن الطفیل کی اس غداری کے صدمہ اور افسوس سے مر گیا اور عامر بن الطفیل زندہ رہا اور نبی ﷺ نے جو اس کے خلاف دعا کی تھی' اس کے اثر سے طاعون میں مبتلا ہو کر گھوڑے کی پشت پر مر گیا' اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی ان دو فریقوں کا ذکر اپنے طریقہ سے اختصار کے ساتھ کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٠- بَابُ غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ وَهِيَ الْأَحْزَابُ

قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ كَانَتْ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ أَرْبَعٍ.

غزوۃ الخندق اور یہی الاحزاب ہے

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ غزوہ شوال چار ہجری میں ہوا تھا۔

Marfat.com

غزوات کی ترتیب میں علامہ ابن الملقن کا امام بخاری سے اختلاف اور غزوۂ خندق کو چار ہجری کے بجائے پانچ ہجری میں قرار دینا اور غزوۂ خندق کی تفصیل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے بعد حمراء الاسد کا واقعہ ہوا' پھر حضرت ابوسلمہ کا سریہ تھا' پھر حضرت عبداللہ بن انیس کا سریہ تھا' پھر الرجیع تھا' پھر بیر معونہ کا قصہ تھا' پھر غزوہ بنوالنضیر تھا' پھر غزوہ ذات الرقاع تھا' پھر غزوہ بدر الآخرہ تھا' پھر غزوہ دومۃ الجندل تھا' پھر غزوۃ الخندق تھا اور یہ شوال پانچ ہجری میں ہوا تھا' جیسا کہ امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ص ۲۲۹)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے: یہ اٹھارہ ذوالقعدہ کو پیر کے دن ہوا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ص ٦٧)

امام الحاکم نے کہا ہے کہ اکثر تواریخ کا اسی پر اتفاق ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ غزوہ خندق شوال چار ہجری میں ہوا جیسا کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوہ بنوالنضیر چار ہجری میں ہوا تھا' اور اس کے بعد غزوۂ ذات الرقاع جمادی الاولیٰ چار ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد بدر الموعد شعبان چار ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد دومۃ الجندل ربیع الاول پانچ ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد غزوۃ الخندق پانچ ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد غزوۂ بنولحیان ہوا تھا اور اس کے بعد غزوۂ قرد ہوا تھا' اس کے بعد المریسیع میں غزوۂ بنوالمصطلق شعبان چھ ہجری میں ہوا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ص ۱۹۱_۲۱۴_۲۲۱_۲۲۸_۲۲۹_۳۲۰_۳۲۳_۳۳۳)

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا کہ غزوۃ الخندق ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنوالنضیر کو جلاوطن کر دیا تو وہ خیبر کی طرف چلے گئے' پس ان کے اشراف کی ایک جماعت مکہ مکرمہ کی طرف گئی' اور انہوں نے قریش کی خوشامد کی اور ان کو رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے کی دعوت دی' اور ان سے آپ کے خلاف لڑنے کا عہد کیا' پھر وہ غطفان اور سلیم کے پاس گئے اور ان سے بھی اس طرح کا معاہدہ کر کے واپس آئے' پس قریش اور ان کے متبعین جمع ہو گئے اور یہ چار ہزار کا لشکر تیار ہو گیا اور اس لشکر کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا' اور مرالظہر ان کے مقام پر سات سو بنوسلیم بھی ان کے ساتھ مل گئے جن کی قیادت سفیان بن عبد شمس کر رہا تھا اور ان کے ساتھ بنواسد بھی تھے جن کی قیادت طلحہ بن خویلد کر رہا تھا' اور فزارہ بھی نکلے جن کی قیادت ایک ہزار اونٹوں کے ساتھ عیینہ کر رہا تھا' اور چار سو افراد کے ساتھ اشجع نکلا جن کی قیادت مسعود بن رخیلہ کر رہا تھا' اور چار سو کے ساتھ بنومرہ نکلے جن کی قیادت الحارث بن عوف کر رہا تھا' ایک قول یہ ہے کہ الحارث بنومرہ کے ساتھ لوٹ گیا تھا' پس ان میں سے کوئی بھی خندق میں حاضر نہیں ہوا تھا' اور پہلا قول زیادہ ثابت ہے' سو تمام وہ مشرکین جو خندق میں جمع ہوئے وہ دس ہزار تھے اور یہ تین لشکر تھے اور ان سب کا امیر ابوسفیان تھا' پس حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ مدینہ کے گرد خندق کھود لیں اور اس وقت مسلمان تین ہزار تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ص ٦٦_٦٥)

قتادہ نے کہا ہے کہ امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ مشرکین کی تعداد چار ہزار تھی اور صحابہ کی تعداد ایک ہزار تھی۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ص ۳۹۲)

عروہ نے بیان کیا کہ شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ مشرکین خندق کے گرد انتیس راتیں جمع رہے' دوسری روایت میں ہے: چوبیس دن جمع رہے' موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں بیس راتوں کا ذکر ہے' اور ان میں صرف ایک گھنٹہ لڑائی ہوئی تھی' ان میں تیر اندازی سے لڑائی ہوئی تھی' اور حضرت سعد بن معاذ کے بازو کی رگ میں تیر لگا تھا' اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ (الاحزاب: ۲۵) اور اللہ نے مؤمنین کی قتال سے کفایت فرمادی۔

پھر امام بخاری نے اس باب میں سترہ احادیث ذکر کی ہیں۔

غزوۂ خندق اور غزوۂ احزاب کے دو ناموں کی مناسبت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

غزوۃ الخندق اور یہی الاحزاب ہے: یعنی اس غزوہ کے دو نام ہیں' الاحزاب' یہ الحزب کی جمع ہے یعنی جماعت' اور اس غزوہ کا نام خندق اس وجہ سے ہے کہ نبی ﷺ کے حکم سے مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی' اس کا مشورہ حضرت سلمان فارسی نے دیا تھا' انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ جب ہم فارس میں تھے اور ہمارے شہر کا محاصرہ کیا جاتا تو ہم شہر کے گرد خندق کھود لیتے تھے' تب نبی ﷺ نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور مسلمانوں کو ترغیب دینے کے لیے آپ نے خود بھی خندق کھودی' سو انہوں نے بہت جلد خندق کھودی اور اس سے فارغ ہو گئے اور مشرکین نے آ کر مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا' اور اس غزوہ کا نام الاحزاب اس وجہ سے ہے کہ مشرکین کی تمام جماعتوں نے مل کے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا' یہ قریش اور غطفان تھے' اور یہود اور ان کے موافقین تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں ذکر کیا ہے کہ بنونضیر کی جلاوطنی کے بعد حیی بن اخطب یہودی مکہ گیا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے پر بھڑکایا اور کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق نے بنوغطفان کو رسول اللہ ﷺ سے لڑنے پر اُکسایا اور کہا: ہم تم کو خیبر کی آدھی کھجوریں دیں گے تو عیینہ بن حصن نے ان کی بات مان لی' اور انہوں نے بنواسد میں اپنے حلیفوں کی طرف خط لکھا تو طلحہ بن خویلد نے ان کی موافقت کی اور ابوسفیان بن حرب قریش کو لے کر نکلا اور مرالظہر ان کے مقام پر ٹھہرا' وہاں اس کی دعوت پر بنوسلیم آ گئے اور بہت بڑی جماعت تیار ہو گئی' ان ہی کا نام اللہ تعالیٰ نے احزاب رکھا' امام ابن اسحاق نے اپنی اسانید کے ساتھ لکھا ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار تھی' اور مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی' ایک قول یہ ہے کہ مشرکین کی تعداد چار ہزار اور مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار تھی' بیس دن محاصرہ جاری رہا اور ان سے قتال کی نوبت نہیں آئی' اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سخت آندھی بھیجی جس سے مشرکین کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور مؤمنین کی طرف سے قتال کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا۔

اس پر دلیل کہ غزوۂ خندق پانچ ہجری میں ہوا تھا اور امام بخاری کی چار ہجری کی دلیل کو رد کرنا ۔۔۔۔۔ اور امام بخاری کے مختار کو ضعیف اور مخالف کو جمہور قرار دینا

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: غزوۂ خندق شوال چار ہجری میں ہوا تھا: موسیٰ بن عقبہ کے قول کی امام مالک اور امام احمد نے موافقت کی ہے' امام بخاری نے موسیٰ بن عقبہ کے قول کی اس باب کی پہلی حدیث سے تقویت اور تائید کی ہے کہ غزوۂ اُحد میں حضرت ابن عمر کی عمر چودہ سال تھی' انہوں نے اپنے آپ کو قتال کے لیے پیش کیا تو آپ نے قبول نہیں کیا اور غزوۂ خندق میں ان کی عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے ان کو قبول فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ اُحد اور خندق کے درمیان ایک سال کا فرق ہے اور غزوۂ اُحد تین ہجری میں ہوا تھا' پس واضح ہوا کہ غزوۂ خندق چار ہجری میں ہوا تھا۔

امام بخاری کی اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے' جب کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ غزوۂ خندق پانچ ہجری میں ہوا تھا' کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر غزوۂ اُحد میں چودھویں سال میں لگے ہوں اور غزوۂ احزاب میں وہ پندرہ سال پورے کر چکے ہوں' یوں ان کی عمر کے اعتبار سے بھی اُحد اور خندق کے درمیان دو سال کا عرصہ ہو گیا۔ امام بیہقی نے بھی امام ابن اسحاق کی طرف سے یہی جواب دیا ہے۔

Marfat.com

امام ابن اسحاق نے جو کہا ہے کہ غزوۂ خندق پانچ ہجری میں ہوا ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوسفیان جب اُحد سے واپس گیا تو اس نے مسلمانوں سے کہا: ہماری اور تمہاری ملاقات آئندہ سال بدر میں ہوگی' پس نبی ﷺ اس سے مقابلہ کے لیے اگلے سال بدر کی طرف نکلے اور اس سال ابوسفیان مکہ میں قحط سالی کی وجہ سے نہیں آسکا اور اس نے اپنی قوم سے کہا: جنگ کے لیے خوش حالی کا سال مناسب ہے' سو وہ عسفان تک جانے کے بعد واپس آ گئے۔

جن لوگوں نے غزوۂ خندق کو چار ہجری میں کہا ہے' ان کی بناء اس ضعیف قول پر ہے کہ تاریخ کی ابتداء اس محرم سے ہے جو ہجرت کے بعد آیا تھا اور انہوں نے اس سے پہلے ربیع الاوّل تک کے مہینے لغو قرار دیئے' اور اس حساب سے غزوہ بدر الکبریٰ پہلے سال میں ہوا اور اُحد دوسرے سال میں ہوا اور خندق چوتھے سال میں ہوا' لیکن اس قول کی بنیاد ضعیف ہے اور جمہور کے مخالف ہے جنہوں نے تاریخ کی ابتداء ہجرت کے سال محرم سے کی ہے' اس بناء پر غزوۂ بدر ہجرت کے دوسرے سال میں ہوا' اور اُحد تیسرے سال میں ہوا اور خندق پانچویں سال میں ہوا اور یہی اس باب میں معتمد قول ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۷' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر کی تحقیق کو اپنے طریقہ سے اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۷۔۲۲۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٩٧- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَّهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ فَلَمْ يُجِزْهُ وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے غزوۂ اُحد میں اپنے آپ کو نبی ﷺ پر پیش کیا' اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی' پھر انہوں نے اپنے آپ کو خندق کے دن آپ پر پیش کیا اور اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۶۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ غزوۂ خندق چار ہجری میں ہوا تھا' اس کا مفصل جواب ابھی امام بیہقی کے حوالہ سے فتح الباری میں گزر چکا ہے' علامہ ابن ملقن نے بھی اس حدیث کا یہی جواب دیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۲۰' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٠٩٨- حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَنْدَقِ وَهُمْ يَحْفِرُونَ وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ عَلَى أَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ' فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق میں تھے اور صحابہ خندق کھود رہے تھے اور ہم اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد کر پھینک رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے کہا: اے اللہ! آخرت کی زندگی کے سوا کوئی (کامل

زندگی نہیں' سوتو مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۹۷ میں گزر چکی ہے۔

خندق کھودنے کی مدت میں مختلف اقوال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ تقریباً بیس روز تک خندق کھودتے رہے' علامہ واقدی نے چوبیس روز لکھا ہے' علامہ نووی نے الروضۃ میں پندرہ دن لکھا ہے اور علامہ ابن قیم نے اپنی سیرت میں پندرہ دن لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۰۹۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْخَنْدَقِ فَاِذَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ فِيْ غَدَاةٍ بَارِدَةٍ فَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ عَبِيْدٌ يَّعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَهُمْ فَلَمَّا رَاٰى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ :

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق کی طرف نکلے تو مہاجرین اور انصار سرد صبح میں خندق کھود رہے تھے' ان کے پاس غلام نہیں تھے جو یہ کام کرتے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم میں تھکاوٹ اور بھوک کو دیکھا تو یہ دعائیہ اشعار کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَهْ
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

''اے اللہ! بے شک زندگی تو آخرت کی زندگی ہے' سوتو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما!''

فَقَالُوْا مُجِيْبِيْنَ لَهٗ

پس صحابہ نے جواب دیتے ہوئے کہا:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

''ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے' جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہم باقی رہیں گے''۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۴ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ دراصل حضرت عبداللہ بن رواحہ کا قول ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معناً کہا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود شاعر نہیں تھے شاعر وہ ہوتا ہے جو قصداً وزن کی رعایت کرتے ہوئے کلام بنائے۔

حافظ ابن حجر کی خطاء اور مصنف کی اصلاح

ان کے پاس غلام نہیں تھے جو یہ کام کرتے: یعنی وہ ضرورت اور احتیاج کی وجہ سے یہ کام کر رہے تھے نہ کہ صرف اجر میں رغبت کی وجہ سے۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی یہ شرح درست نہیں' اگر صحابہ کرام کے پاس غلام اور خادم ہوتے تب بھی وہ اجر کی طلب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے جذبہ سے ازخود خندق کھودتے اور جاں فشانی سے یہ کام کرتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ نے اس موقع پر جو اشعار پڑھے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کام کے جذبہ کو برقرار رکھنے کے لیے اور کام کرنے

Marfat.com

والوں کی ہمت اور حوصلہ بڑھانے کے لیے اس طرح کے اشعار پڑھنے چاہئیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۸ 'دار المعرفۃ' بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤١٠٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ عَلٰى مُتُوْنِهِمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد کر پھینک رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا
عَلَى الْاِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا اَبَدَا

''ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسلام پر بیعت کی ہے جب تک ہم باقی رہیں گے''۔

قَالَ يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُجِيْبُهُمْ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں کہہ رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَهْ
فَبَارِكْ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

''اے اللہ! بے شک خیر تو صرف آخرت کی خیر ہے' سو تو انصار اور مہاجرین میں برکت فرما!''

قَالَ يُؤْتَوْنَ بِمِلْءِ كَفِّيْ مِنَ الشَّعِيْرِ فَيُصْنَعُ لَهُمْ بِاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ تُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيِ الْقَوْمِ وَالْقَوْمُ جِيَاعٌ وَهِيَ بَشِعَةٌ فِي الْحَلْقِ وَلَهَا رِيْحٌ مُنْتِنٌ ۔

حضرت انس نے بیان کیا کہ ایک مٹھی جو ان کے پاس آتا اور ان کو بدبودار چربی میں پکایا جاتا' ان کو صحابہ کے سامنے رکھ دیا جاتا اور صحابہ بھوکے ہوتے تھے' وہ بدمزہ کھانا ان کے حلق میں چپکتا تھا اور اس سے بدبو آتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۴ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''الریح منتن'' صحیح لفظ 'منتنة'' ہے کیونکہ یہ ریح کی صفت ہے اور وہ مؤنث ہے لیکن مؤنث غیر حقیقی کو مذکر سے تعبیر کرنا درست ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۲۳ 'وزارۃ الاوقاف' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر نے بھی اس شرح کو نقل کر دیا ہے لیکن علامہ عینی لکھتے ہیں:

صاحب التوضیح کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ صحیح لفظ 'منتنة'' ہے کیونکہ ریح کا لفظ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤١٠١ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ اِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاءُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا هٰذِهٖ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ اَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَّلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' انہوں نے کہا کہ ہم خندق کے دن (زمین) کھود رہے تھے تو بہت سخت چٹان آ گئی' تب صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: یہ بہت سخت چٹان خندق میں پیش آ گئی ہے' آپ نے فرمایا: میں آ رہا ہوں' آپ اس حال میں کھڑے ہوئے کہ آپ کے پیٹ سے

Marfat.com

الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيبًا اَهْيَلَ اَوْ اَهْيَمَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ اِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لِامْرَاَتِيْ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا كَانَ فِيْ ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ قَالَتْ عِنْدِيْ شَعِيْرٌ وَعَنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِيْنُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْاَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ اَنْ تَنْضَجَ فَقُلْتُ طُعَيِّمٌ لِيْ فَقُمْ اَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ قَالَ كَمْ هُوَ فَذَكَرْتُ لَهٗ قَالَ كَثِيْرٌ طَيِّبٌ قَالَ قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى اٰتِيَ فَقَالَ قُوْمُوْا فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى امْرَاَتِهٖ قَالَ وَيْحَكِ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَمَنْ مَّعَهُمْ قَالَتْ هَلْ سَاَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ ادْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ اِذَا اَخَذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ قَالَ كُلِيْ هٰذَا وَاَهْدِيْ فَاِنَّ النَّاسَ اَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ .

پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھ رہے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال پکڑی اور اس زور سے ضرب لگائی کہ وہ چٹان ریت کے ڈھیر کی طرح بہہ گئی' پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے! پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ (بھوک کا اثر) دیکھا ہے جس سے مجھے صبر نہیں ہو سکا' کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کی) چیز ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس جَو ہیں اور بکری کا بچہ ہے' سو میں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جَو پیسے حتیٰ کہ ہم نے ہانڈی میں گوشت بنالیا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں آیا کہ آٹا گوندھا جا چکا تھا اور ہانڈی چولہے پر پکنے کے قریب تھی' میں نے عرض کیا: میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے' یا رسول اللہ! آپ اُٹھیے اور ایک یا دو افراد اور ہوں' آپ نے پوچھا: کتنا کھانا ہے' تو میں نے آپ کو بتا دیا' آپ نے فرمایا: بہت ہے عمدہ ہے' آپ نے فرمایا: اپنی بیوی سے کہو کہ ہانڈی کو چولہے سے نہ اُتارے اور نہ روٹی کو تنور سے نکالے' حتیٰ کہ میں آجاؤں' پھر آپ نے فرمایا: (لوگو!) چلو' پس تمام مہاجرین اور انصار چل پڑے' پس جب (حضرت جابر) اپنی بیوی کے پاس داخل ہوئے تو کہا: تم پر افسوس ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام مہاجرین اور انصار اور ان کے اصحاب کو لے کر آرہے ہیں' ان کی بیوی نے کہا: کیا آپ نے پوچھا تھا کہ تمہارے پاس کتنا کھانا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! پس آپ نے صحابہ سے فرمایا: اندر داخل ہو اور بھیڑ نہ لگانا' پھر آپ روٹی کے ٹکڑے کرتے گئے اور اس پر گوشت ڈالتے گئے اور ہانڈی اور تنور کو اس میں سے لینے کے بعد ڈھانپتے گئے اور وہ طعام اپنے اصحاب کے قریب رکھتے گئے' پھر آپ اسی طرح روٹی کو توڑتے رہے اور اس پر گوشت ڈالتے رہے حتیٰ کہ تمام صحابہ سیر ہو گئے اور کھانا بچ گیا' آپ نے (میری بیوی سے) فرمایا: اب یہ کھانا تم خود کھاؤ اور لوگوں کو ہدیہ دو' کیونکہ لوگوں کو بھوک لگی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۷۰ میں گزر چکی ہے' اور زیادہ اہم اُمور کی شرح کی جا رہی ہے:

مشکل الفاظ کے معانی اور سخت چٹان پر آپ کی ضربات سے یمن' شام اور فارس کے محلات کا نظر آنا

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

''کــدیة'' امام بیہقی نے لکھا ہے کہ وہ پہاڑ کا کوئی ٹکڑا تھا جس کو توڑنے سے تمام صحابہ عاجز آ گئے حتیٰ کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا تو آپ نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۴۱۶۔۴۱۵)

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے: وہ چٹان تھی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۴)

امام نسائی کی روایت میں ہے: وہ سخت پتھر تھا۔ (سنن نسائی ج ۶ ص ۴۳)

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا: یعنی بھوک کی وجہ سے آپ نے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔

امام ابن حبان نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ لفظ حجر (پتھر) نہیں ہے بلکہ حجز (روکنا ہے یعنی پٹی باندھی ہوئی تھی) ہے کیونکہ پیٹ پر پتھر باندھنے کا بھوک دور کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے۔ (صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۳۴۵)

امام ابن حبان کی اس بات کو رد کر دیا گیا ہے کیونکہ اس کے بعد والی حدیث میں ''خــمص'' کا لفظ ہے اور ''خــمص'' کا معنی بھوک ہے۔

پس وہ چٹان بہتی ہوئی ریت بن گئی: حدیث میں ''کثیب'' کا لفظ ہے اور قرآن مجید میں ہے:

كَثِيبًا مَّهِيلًا ○ (المزمل: ۱۴) ریت کا بکھرا ہوا ٹیلا ○

یعنی وہ چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ریت کی طرح بہنے لگی اس کا بہاؤ کسی چیز سے رک نہیں رہا تھا۔

بعض روایت میں ہے: ''کثیبًا اھیم'' اس کا معنی بھی ''المھیل'' کی مثل ہے۔

''العناق'' یعنی بکرے کی بچی۔

''العجین قد انکسر'' یعنی گوندھا ہوا آٹا نرم اور قدرے گیلا تھا اور اس میں خمیر تیار تھا۔

''الاثافی'' پتھروں کا چولہا جس پر ہانڈی رکھی جاتی ہے۔

''کادت ان تنضج'' وہ پکنے کے قریب تھا ''النضیج'' کا معنی ہے: پکا ہوا' قرآن مجید میں ہے:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ ۔ (النساء: ۵۶) جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی۔

میرے آنے سے پہلے ہانڈی چولہے سے اتارنا نہ روٹی تنور سے: تاکہ آپ پہلے اس پر دعا کریں اور اس سے زیادہ برکت کا ظہور ہو۔

امام نسائی نے اس حدیث کو حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' اس میں مذکور ہے کہ ہمارے سامنے ایک سخت پتھر آ گیا جو کدال سے نہیں ٹوٹتا تھا' ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی' آپ نے اپنی چادر پھینکی اور کدال اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا' اور بسم اللہ پڑھ کر اس کدال پر ضرب لگائی تو اس کے تین ٹکڑے ہو گئے' پھر فرمایا: اللہ اکبر! مجھے شام کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ کی قسم! میں ابھی اسی جگہ شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں' پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی اور اس کے تین ٹکڑے کر دیئے' پھر فرمایا: اللہ اکبر! مجھے فارس کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ کی قسم! میں ابھی مدائن کے سفید (محلات) دیکھ رہا ہوں' پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر تیسری ضرب لگائی اور وہ پتھر چور چور ہو گیا' آپ نے فرمایا: مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ کی قسم! میں صنعاء کے دروازہ کو دیکھ رہا ہوں۔ (سنن کبریٰ: ۸۸۵۸۔ ج ۵ ص ۲۶۹)

موسیٰ بن عقبہ کی مغازی میں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ہر ضرب کے بعد تین چیزیں دیکھیں' پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ! ہر بار جب آپ نے ضرب لگائی تو میں نے بجلی کی چمک کی مثل یا پانی کی موج کی مثل دیکھی' یارسول اللہ! آپ کی

ہر ضرب میں سے ایک مشرق کی طرف گئی اور دوسری شام کی طرف گئی اور تیسری یمن کی طرف گئی' پس آپ نے فرمایا: ان میں سے ایک ضرب میں مجھے کسریٰ کے شہر دکھائے گئے اور دوسری ضرب میں روم' شام اور مغرب کے شہر دکھائے گئے اور تیسری ضرب میں مجھے یمن کے شہر اور اس کے محلات دکھائے گئے' اور میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہاں تک ان شاء اللہ مدد پہنچے گی۔

اور امام ابن اسحاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں وہ شہر فتح ہو گئے جو تمہیں دکھائے گئے تھے' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے! تم نے قیامت تک جو شہر بھی فتح کیا ہے یا جو شہر بھی فتح کرو گے' اس کی چابیاں اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطاء کر دی ہیں۔

(السیرۃ لابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۵)

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عوف سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت جبریل نے خبر دی ہے کہ میری اُمت ان شہروں پر غلبہ حاصل کرے گی' سو تم کو بشارت ہو۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۴۲۰۔۴۱۸' الحدیث بطولہ)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۲۷۔۲۲۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

پیٹ پر پتھر باندھنے کی حکمت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد کی روایت ہے کہ ان کو بہت سخت بھوک لگی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھا' اس کا فائدہ یہ ہے کہ بھوک کی شدت سے پیٹ میں گڑھا پڑ جاتا ہے جس سے کمر میں خم پڑنے کا خدشہ ہوتا ہے اور جب پیٹ پر پتھر باندھ لیا جائے تو پھر یہ خدشہ نہیں رہتا اور کمر سیدھی رہتی ہے۔

حافظ ابن حجر کی شرح میں باقی وہی اُمور ہیں جن کو ہم علامہ ابن الملقن کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی اسی شرح کو اپنے طریقہ سے بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۴۲۔۲۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٠٢- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ اَخْبَرَنَا سَعِیْدُ بْنُ مِیْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَاَیْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِیْدًا فَانْکَفَاْتُ اِلَی امْرَاَتِیْ فَقُلْتُ هَلْ عِنْدَكِ شَیْءٌ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِیْدًا فَاَخْرَجَتْ اِلَیَّ جِرَابًا فِیْهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِیْرٍ وَّلَنَا بُهَیْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِیْرَ فَفَرَغَتْ اِلٰی فَرَاغِیْ وَقَطَّعْتُهَا فِیْ بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا تَفْضَحْنِیْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید ابن میناء نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی گئی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شدید بھوک دیکھی تو میں اپنی بیوی کی طرف مڑا' پس میں نے کہا: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شدید بھوک کا اثر دیکھا ہے' پس اس نے میری طرف اپنا تھیلا نکالا جس میں ایک صاع (چار کلوگرام) جَو تھے اور ہمارے پاس ایک بکری کا بچہ تھا' سو میں نے اس کو ذبح کیا اور (میری بیوی نے) جَو کو پیسا' پس میری بیوی میرے بکری کے

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَنْ مَعَهُ فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنَّا صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ كَانَ عِنْدَنَا فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى أَجِيْءَ فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتّٰى جِئْتُ امْرَأَتِيْ فَقَالَتْ بِكَ وَبِكَ فَقُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ الَّذِيْ قُلْتِ فَأَخْرَجَتْ لَهُ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ إِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا وَهُمْ أَلْفٌ فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ .

بچے کو ذبح کرتے ہوئے جَو پیس کر فارغ ہوگئی اور میں نے گوشت کے ٹکڑے کر کے اس کو دیگچی میں ڈالا' پھر میں مڑ کر رسول اللہ ﷺ تک گیا' میری بیوی نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا' سو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے چپکے سے کہا: یارسول اللہ! میں نے اپنے بکری کے بچہ کو ذبح کیا ہے اور ہم نے ایک صاع جَو پیس لیے ہیں جو ہمارے پاس تھے' سو آپ تشریف لائیں اور چند اصحاب آپ کے ساتھ ہوں' تب نبی ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لیے کچھ تیار کیا ہے' سو تم آؤ! پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دیگچی کو (چولہے سے) نہ اتارنا اور نہ روٹی پکانا شروع کرنا حتیٰ کہ میں پہنچ جاؤں' پھر میں آیا اور رسول اللہ ﷺ بھی لوگوں کے ساتھ آ گئے' حتیٰ کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا' اس نے کہا: اللہ تمہارے ساتھ بُرا کرے! (تم اتنے لوگوں کو لے کر آ گئے اور کھانا تھوڑا ہے!) میں نے بتایا کہ میں نے وہی کیا تھا جو تم نے کہا تھا' میری بیوی آپ کے سامنے گوندھا ہوا آٹا لائی' آپ نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی' پھر آپ نے ہماری دیگچی کا قصد کیا اور اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی' پھر فرمایا: روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو تمہارے ساتھ روٹیاں پکائے اور اپنی دیگچی سے پیالہ میں سالن ڈالو اور دیگچی کو چولہے سے نہ اتارنا اور وہ (اہل خندق) ایک ہزار تھے' پس میں اللہ کی قسم کھا کر بتاتا ہوں کہ ان سب نے کھانا کھا لیا حتیٰ کہ بچا دیا اور وہ واپس چلے گئے اور ہماری دیگچی میں سالن پہلے کی طرح اُبل رہا تھا اور ہمارے گوندھے ہوئے آٹے سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٧٠ میں گزر چکی ہے۔

غزوہ خندق میں آپ کی نبوت کی نشانیاں

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث اور حدیث سابق میں درج ذیل نبوت کی نشانیاں ہیں:

(١) آٹے اور سالن میں آپ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا تو تھوڑا سا کھانا بہت زیادہ لوگوں کے لیے کافی ہو گیا' چند آدمیوں کا کھانا ایک ہزار آدمیوں نے کھا لیا' پھر بھی کھانا بچ گیا' اس میں آپ کی نبوت کی قوی نشانی ہے۔

Marfat.com

(۲) جو چٹان یا سخت پتھر کسی سے نہیں ٹوٹ سکا تھا' وہ آپ کے کدال کی ایک ضرب سے ریزہ ریزہ ہو گیا۔
روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا' پھر اس میں لعاب دہن ڈالا' پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی' پھر اس پانی کو کدال پر چھڑکا' حاضرین نے بتایا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! جب آپ نے اس کدال سے ضرب لگائی تو وہ چٹان ریت کے ڈھیر کی طرح ہو گئی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۳۔۲۳۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۴۱۵)
حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خندق کی ایک جانب میں ضرب لگائی تو وہ مجھ پر بہت سخت ہو گئی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تھے' جب آپ نے یہ دیکھا کہ میں ضرب لگا رہا ہوں اور وہ جگہ بہت سخت ہے تو آپ نے میرے ہاتھ سے کدال لے کر ضرب لگائی تو کدال کے نیچے سے ایک چمک اٹھی' پھر دوسری بار چمک اٹھی' پھر تیسری بار چمک اٹھی اور اس چمک میں اسی طرح کے محلات نظر آئے جن کا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۵۔۲۳۴' دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۴۱۸۔۴۱۷)
غزوۂ خندق کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت بشیر بن سعد کی بیٹی اپنے والد اور اپنے ماموں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کے لیے ایک پیالہ میں کھجوریں لائی تاکہ وہ دونوں اس سے ناشتہ کریں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: یہ کھجوریں یہاں لاؤ' اس نے وہ کھجوریں آپ کی ہتھیلیوں میں رکھ دیں تو وہ ہتھیلیاں ان کھجوروں سے بھر نہ سکیں' پھر آپ نے ایک کپڑا منگا کر پھیلایا (اور اس میں وہ کھجوریں رکھ دیں)' پھر کسی شخص سے کہا: جاؤ! اہل خندق میں اعلان کرو کہ یہاں آ کر ناشتہ کریں' سو تمام اہل خندق آ گئے اور ان کھجوروں کو کھانے لگے اور وہ کھجوریں بڑھتی گئیں' حتیٰ کہ اہل خندق واپس چلے گئے اور وہ کھجوریں اس کپڑے کے اطراف سے اب بھی گر رہی تھیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۳' دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۴۲۷)

۴۱۰۳- حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا عَبْدَۃُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ﴾ (الاحزاب: ۱۰) قَالَتْ ذَاكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ.
(صحیح مسلم: ۳۰۲۰' الرقم المسلسل: ۷۴۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ (اس آیت کی تفسیر میں) بیان کرتی ہیں: جب کافر تم پر تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے سے چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے۔ (الاحزاب: ۱۰) حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ یوم خندق کا موقع ہے۔

الاحزاب: ۱۰ کی تفسیر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
ابوسفیان آپ کے پاس فزارہ وغیرہ کے لشکر لے کر آئے' اس وقت بہت سردی اور بھوک تھی' تو منافقین کفار کے لشکر کی ان جماعتوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے اور مؤمنین نے کہا کہ یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ سچا ہے' اس سے مراد یہ آیت ہے:
وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا. (البقرۃ: ۲۱۴)
ابھی تم پر ان لوگوں جیسی مصیبتیں نہیں آئیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں' انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور وہ ہلا دیے گئے۔
اور عیینہ بن حصن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ اس کو مدینہ کی نصف کھجوریں عطا کریں اور وہ اپنے ساتھیوں کو

Marfat.com

لے کر نکل جائے اور کافروں کو شکست دے دے گا' آپ نے اس کو تہائی کھجوروں کی پیش کش کی مگر وہ نصف لیے بغیر نہیں مانا' تب آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما انصار کے دوسرداروں سے مشورہ کیا' انہوں نے کہا: اگر آپ نے کوئی فیصلہ کرلیا ہے تو اس پر عمل کریں' آپ نے فرمایا: اگر میں نے فیصلہ کرلیا ہوتا تو میں تم سے مشورہ کرتا' یہ صرف میری رائے تھی' انہوں نے کہا: تب ہمارے پاس صرف تلوار ہے' آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۴۳۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۳۰' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٠٤- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى اَغْمَرَ بَطْنَهُ اَوِ اغْبَرَّ بَطْنُهُ يَقُوْلُ :

وَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
اِنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ اَبَيْنَا اَبَيْنَا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے دن مٹی منتقل کر رہے تھے حتیٰ کہ گرد وغبار نے آپ کے پیٹ کو ڈھانپ لیا اور آپ فرما رہے تھے:

اور اللہ کی قسم! اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے' اور نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے' سو تو ہم پر ضرور سکون نازل فرما' اور اگر ہمارا مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا' بے شک اس جماعت نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے' جب وہ ہمیں فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔

اور آپ نے آواز بلند کر کے کہا: "اَبَيْنَا اَبَيْنَا" یعنی ہم انکار کریں گے' ہم انکار کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۶ میں گزر چکی ہے۔

٤١٠٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے الحکم نے حدیث بیان کی از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم صباء (مشرق سے چلنے والی ہوا) سے میری مدد کی گئی ہے اور قومِ عاد کو دبور (مغرب سے چلنے والی ہوا) سے ہلاک کر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

الاحزاب: ۹ کی تفسیر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
صباء مشرقی ہوا ہے اور دبور مغربی ہوا ہے' قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَّجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ط (الاحزاب:۹)

اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب (کافروں کی) فوجیں تم پر آ پہنچیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور (فرشتوں کے) لشکر جن کو تم نے نہیں دیکھا۔

مجاہد نے بیان کیا کہ اس آندھی نے ان کی دیگچیاں اُلٹ دیں اور ان کے خیمے اکھاڑ دیئے حتیٰ کہ اس آندھی نے ان کو وہاں سے بھگا دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۲۳۲ وزارة الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

٤١٠٦- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ وَخَنْدَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ يَنْقُلُ مِنْ تُرَابِ الْخَنْدَقِ حَتّٰى وَارٰى عَنِّي الْغُبَارُ جِلْدَةَ بَطْنِهِ وَكَانَ كَثِيرَ الشَّعَرِ فَسَمِعْتُهُ يَرْتَجِزُ بِكَلِمَاتِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَهُوَ يَنْقُلُ مِنَ التُّرَابِ يَقُولُ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَّاقَيْنَا
إِنَّ الْأُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

قَالَ ثُمَّ يَمُدُّ صَوْتَهُ بِآخِرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء سے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب الاحزاب اور خندق کا دن تھا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ خندق کی مٹی کو منتقل کر رہے تھے حتیٰ کہ گرد و غبار نے مجھ سے آپ کے پیٹ کی کھال کو چھپا لیا اور آپ کے گھنے بال تھے میں نے سنا آپ حضرت رواحہ کے رجز یہ کلمات کو مٹی منتقل کرتے ہوئے پڑھ رہے تھے:

اے اللہ! اگر تو ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے سو تو ہم پر ضرور سکون نازل فرما! اور اگر ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ بے شک انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے اور اگر وہ ہمیں فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔

پھر آپ آخر میں آواز کو کھینچ کر پڑھتے (''ابینا'' کے آخری الف کو لمبا کر کے مد کے ساتھ پڑھتے)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۲۸۳۶ میں گزر چکی ہے۔

آپ کے سینہ پر زیادہ بال ہونے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اور آپ کے گھنے بال تھے: اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ آپ کے سینہ پر بہت بال تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ آپ کے سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی اس میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ آپ کے بالوں کی باریک لکیر تھی لیکن وہ بال منتشر نہیں تھے بلکہ لمبائی میں تھے۔

Marfat.com

٤١٠٧- حَدَّثَنِیْ عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَوَّلُ يَوْمٍ شَهِدْتُهٗ يَوْمُ الْخَنْدَقِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدۃ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان' وہ عبداللہ بن دینار کے بیٹے ہیں از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا: میں جس پہلے دن غزوہ میں حاضر ہوا وہ یوم خندق تھا۔

یوں تو حضرت ابن عمر غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں بھی پیش ہوئے تھے لیکن جس غزوہ سے ان کو مال غنیمت ملا' وہ غزوۂ خندق تھا۔

٤١٠٨- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ ابْنُ طَاوٗسٍ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ فَلَمْ يُجْعَلْ لِّیْ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ فَقَالَتْ اِلْحَقْ فَاِنَّهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ وَاَخْشٰی اَنْ يَّكُوْنَ فِیْ احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰی ذَهَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَكَلَّمَ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهٗ فَلَنَحْنُ اَحَقُّ بِهٖ مِنْهُ وَمِنْ اَبِيْهِ قَالَ حَبِيْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَهَلَّا اَجَبْتَهٗ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَلَلْتُ حُبْوَتِیْ وَهَمَمْتُ اَنْ اَقُوْلَ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَاَبَاكَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَخَشِيْتُ اَنْ اَقُوْلَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ وَتَسْفِكُ الدَّمَ وَيُحْمَلُ عَنِّیْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ فِی الْجِنَانِ قَالَ حَبِيْبٌ حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ قَالَ مَحْمُوْدٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَنَوْسَاتُهَا.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' ابراہیم نے بتایا: مجھے طاؤس کے بیٹے نے خبر دی از عکرمہ بن خالد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' اس وقت ان کی مینڈھیوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' میں نے کہا: آپ دیکھ رہی ہیں کہ لوگوں نے کس طرح حکومت ہتھیا لی ہے' اور اس حکومت سے مجھے کوئی حصہ نہیں ملا' حضرت حفصہ نے کہا: تم ان کے ساتھ جا ملو وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ تمہارا ان سے نہ ملنا اختلاف کا سبب ہوگا' پھر حضرت حفصہ نے ان کو اس وقت تک نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ چلے گئے' پھر جب لوگ منتشر ہو گئے تو حضرت معاویہ نے خطبہ دیا' اور کہا: جو اس حکومت کے متعلق بات کرنا چاہتا ہو وہ اپنی دلیل سے ہم کو مطلع کرے' سو ہم ضرور اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ اس حکومت کے حق دار ہیں' حبیب بن مسلمہ نے (حضرت ابن عمر سے) کہا: آپ اس کا جواب دیں! حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے اسی وقت جواب دینے کے لیے اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں کے حلقہ سے نکالا تھا (یعنی سنبھل کر بیٹھ گیا تھا) اور یہ کہنے کا ارادہ کیا تھا کہ تم سے زیادہ اس حکومت کے حق دار وہ تھے جنہوں نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی تھی' پھر میں اس بات سے ڈرا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں جس سے مسلمانوں کی جمعیت میں افتراق ہو اور خون ریزی ہو اور میری مراد کے خلاف میرے کلام کو محمول کیا جائے' پھر میں نے ان نعمتوں کو یاد کیا جو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے جنتوں میں تیار کی ہیں' حبیب نے کہا: آپ محفوظ رہے اور
(فتنہ سے) بچالیے گئے۔ محمود نے عبدالرزاق سے روایت میں
(''نَسْوَاتُهَا'' کی جگہ)''نوساتھا'' کہا۔

حضرت معاویہ نے یہ خطبہ جنگ صفین کے بعد دیا تھا یا حضرت حسن سے صلح کے بعد' حضرت معاویہ نے کہا: ہم خلافت کے زیادہ حق دار ہیں' اس کی توجیہ اور حضرت ابن عمر کی رائے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''نسواتھا'' علامہ خطابی نے کہا: صحیح بخاری میں اسی طرح مذکور ہے اور یہ غلط ہے' صحیح لفظ ''نَوْسَاتُهَا'' ہے' اس کا معنی مینڈھیاں ہیں اور مینڈھیوں سے پانی ٹپکنے کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اسی وقت غسل کیا تھا اور ''النوسات''، ''النوسة'' کی جمع ہے' ''نوسة'' کا معنی حرکت اور اضطراب ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی مینڈھیاں ہل رہی تھیں۔

لوگوں نے کس طرح حکومت ہتھیالی ہے اور مجھے اس سے کوئی حصہ نہیں ملا: اس جملہ سے حضرت ابن عمر کی مراد یہ ہے کہ اس سے پہلے لوگ متحد تھے' پھر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ صفین ہوئی' پھر باقی صحابہ اس جنگ سے الگ رہے اور حرمین اور دیگر مقامات کی طرف چلے گئے اور مسلمانوں کے کسی بات پر متفق ہونے کا انتظار کرتے رہے' پس حضرت ابن عمر نے اپنی بہن سے مشورہ کیا کہ اب وہ ان حکمرانوں سے ملیں یا نہ ملیں تو انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ ان سے ملیں کیونکہ اگر وہ ان سے نہ ملے تو اس کی وجہ سے ایسا فتنہ کھڑا ہوگا جس کا شاید تدارک نہ ہو سکے۔

پھر جب لوگ منتشر ہو گئے: جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے مقرر کردہ منصفوں میں اختلاف کے بعد لوگ منتشر ہو گئے۔ وہ منصف حضرت علی کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری تھے اور حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص تھے رضی اللہ عنہم' یعنی جنگ صفین کے بعد۔

بعض شارحین نے کہا ہے کہ لوگوں کے منتشر ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے درمیان صلح ہوگئی اور طرفین کی فوجیں منتشر ہوگئیں تو حضرت معاویہ نے خطبہ دیا۔

یہ حضرت معاویہ کے زمانہ کا واقعہ ہے جب اُنہوں نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنائیں۔

ہم ضرور اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ اس حکومت کے حق دار ہیں: یعنی حضرت حسن اور ان کے باپ حضرت علی سے زیادہ اس حکومت کے حق دار ہیں' کیونکہ حضرت معاویہ' حضرت علی سے حکومت کے لیے برسرپیکار رہے اور حضرت حسین کے خلاف بھی انہوں نے فوج اتاردی تھی' ایک قول یہ ہے کہ ان کی مراد حضرت ابن عمر اور ان کے باپ حضرت عمر بن الخطاب تھے' لیکن یہ بہت بعید ہے کیونکہ حضرت معاویہ' حضرت عمر کا بہت احترام کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر نے کہا: جنہوں نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو اسلام میں داخل کر دیا' پھر میں نے جنت کو یاد کیا اور اس بات کو کہنے سے اعراض کر لیا۔ اس اعتبار سے اس حدیث کو غزوۂ خندق کے باب میں داخل کرنے کی وجہ معلوم ہوئی' کیونکہ اس جنگ میں احزاب کے قائد ابوسفیان تھے۔

حبیب بن مسلمہ نے کہا: یہ کم عمر صحابی ہیں' ان کے والد بھی صحابی تھے' یہ حضرت معاویہ کے حامی تھے' قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک تھے اور یہ حضرت معاویہ کی خلافت میں فوت ہوئے۔

میں نے نَسْوَۃ[1] کو کھولا: اس کا معنی ہے: ایک ایسا کپڑا جس سے کمر اور پنڈلیوں کی دو طرفوں کو باندھ کر بیٹھا جائے' حضرت ابن عمر نے جواب دینے کے لیے اس کپڑے کو کھول دیا اور سنبھل کر بیٹھ گئے' پھر مصلحت سے حضرت معاویہ کو جواب نہیں دیا تا کہ شورش اور اختلاف نہ ہو۔

جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر قتال کیا تھا: یعنی اُحد میں اور خندق میں' اور ان کے خلاف جنگ میں حضرت علی اور تمام مہاجرین اور انصار شامل تھے جو اُحد اور خندق میں موجود تھے' اسی سے یہ مناسبت معلوم ہوگئی کہ امام بخاری نے اس قصہ کی غزوۃ الخندق کے باب میں کیوں روایت کی ہے' کیونکہ حضرت معاویہ کے والد اس جنگ میں کفار کی جماعتوں کے سردار تھے' حضرت معاویہ کی رائے یہ تھی کہ حکومت کا منصب اس کے پاس ہونا چاہیے جو قوت' رائے' معرفت' اُمور اور سیاست میں ان سے زیادہ ہو جو اسلام' دین اور عبادت میں سابق ہو' اسی وجہ سے انہوں نے یہ کہا کہ وہ خلافت اور حکومت کے زیادہ حق دار ہیں' حضرت ابن عمر کی رائے اس کے خلاف تھی' اسی لیے انہوں نے فتنہ کے خوف کی وجہ سے اپنے سے کم درجہ اور مفضول کی بیعت کر لی' اسی وجہ سے انہوں نے حضرت معاویہ کے بعد ان کے بیٹے یزید سے بیعت کر لی اور اپنے بیٹوں کو اس کی بیعت توڑنے سے منع کیا جیسا کہ عنقریب کتاب الفتن میں آئے گا اور اس کے بعد انہوں نے عبدالملک بن مروان سے بیعت کر لی۔

حبیب بن مسلمہ نے کہا: آپ محفوظ رہے اور فتنہ سے بچا لیے گئے: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حبیب بن مسلمہ' اصحاب معاویہ میں سے ہیں' اسی لیے انہوں نے حضرت ابن عمر کے جواب نہ دینے اور ان کی رائے کی تحسین کی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۶۔۲۴۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

واقعہ تحکیم کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پھر جب لوگ منتشر ہو گئے: جب دو منصفوں کے فیصلہ کے بعد لوگ منتشر ہو گئے۔

ان منصفوں کے فیصلہ کا قصہ طویل ہے' ہم نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے: خلاصہ یہ ہے کہ قوم اسی پر متفق ہو گئی کہ دو منصف مقرر کیے جائیں' سو حضرت علی کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو مقرر کیا گیا اور حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص کو مقرر کیا گیا' پھر حضرت عمرو بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا: آپ کھڑے ہو کر لوگوں کو بتائیں کہ ہم نے کیا فیصلہ کیا ہے' تب حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کھڑے ہو کر کہا: اے لوگو! ہم نے اس اُمت کے معاملہ میں غور کیا' سو ہم نے اس اُمت کے حق میں سب سے بہتر یہ سمجھا کہ ہم حضرت علی اور حضرت معاویہ کو معزول کر دیں اور خلافت کے معاملہ کو مجلس شوریٰ پر چھوڑ دیں اور وہ اپنی صواب دید سے جس کو چاہیں خلیفہ نامزد کر دیں' سو میں حضرت علی اور حضرت معاویہ دونوں کو معزول کرتا ہوں' یہ ہمارا اتفاقی فیصلہ ہے' پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری اپنی جگہ سے نیچے اتر آئے اور حضرت عمرو بن العاص خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے' انہوں نے حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا: جیسا کہ آپ نے سن لیا میں نے اور میرے اس صاحب نے حضرت علی کو خلافت سے معزول کر دیا اور میں بھی حضرت علی کو خلافت سے معزول کرتا ہوں اور میں اپنے صاحب حضرت معاویہ کو خلافت کے منصب پر برقرار رکھتا ہوں کیونکہ وہ حضرت عثمان بن عفان کے ولی ہیں اور ان کے خون کے قصاص کے طالب ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ منصب خلافت کے حق دار ہیں' سو اس اعلان کے بعد لوگ منتشر ہو گئے۔

---

[1] غیر مقلد عالم شیخ داؤد راز نے اس کا ترجمہ کیا ہے: میں نے اسی وقت اپنی لنگی کھولی۔ ترجمہ صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۲۹' مکتبہ قدوسیہ لاہور

Marfat.com

حضرت ابن عمر نے (دل میں کہا:) اس خلافت کے حق دار وہ ہیں جنہوں نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی تھی: حضرت ابن عمر کی مراد حضرت معاویہ کے والد حضرت ابوسفیان تھے' کیونکہ حضرت عمر نے حضرت معاویہ اور ان کے والد ابوسفیان سے اُحد اور خندق میں اسلام کے لیے جنگ کی تھی اور اس وقت یہ دونوں کافر تھے اور یہ دونوں فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۴۹۔۲۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت معاویہ کی بیعت کے وقت ان کی بیعت کے متعلق حضرت ابن عمر کا مؤقف

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ارادہ کیا تھا کہ وہ حضرت معاویہ کی بیعت نہ کریں کیونکہ ان کی بیعت کرنے میں مسلمانوں کا اختلاف تھا' پھر ان کی بہن حضرت اُم المؤمنین سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کو متنبہ کیا کہ اگر انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تو اس سے مسلمانوں میں بہت اختلاف ہوگا' پس حضرت ابن عمر گھر سے نکلے اور حضرت معاویہ سے بیعت کر لی۔

حضرت معاویہ نے جو کہا تھا کہ ہم اس خلافت کے زیادہ حق دار ہیں' شاید ان کی مراد یہ تھی کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کر لی اور ان کی طرف خلافت سونپ دی اور اکثر لوگوں نے اس پر اتفاق کر لیا تو پھر وہ اس خلافت کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔ اور حضرت ابن عمر کی رائے یہ تھی کہ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق وہ مہاجرین ہیں جو سابقین اولین ہیں' جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی راہ میں خرچ کیا اور اسلام کی راہ میں قتال کیا' پھر ان کو یہ خطرہ ہوا کہ اگر انہوں نے یہ بات کہی تو لوگ اس سے ان کی مراد کے خلاف معنی لیں گے' اس لیے انہوں نے یہ بات نہیں کہی۔ (یعنی لوگ سمجھیں گے کہ حضرت ابن عمر خود خلافت کے طالب ہیں۔ سعیدی غفرلہ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۳۵' وزارۃ الاوقاف' ۱۴۲۹ھ)

٤١٠٩- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا .

[طرف الحدیث: ۴۱۱۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از سلیمان بن صرد وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا: ہم ان سے جنگ کریں گے اور وہ ہم سے جنگ نہیں کر سکیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کا پورا ہونا کہ آئندہ قریش مدینہ پر حملہ نہیں کر سکیں گے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ اس سال کے بعد قریش مدینہ پر حملہ نہیں کر سکیں گے' پھر حدیبیہ کے سال قریش کی طرف نکلے کہ اگر قریش نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی طرف جانے سے روک دیا تو مسلمان ان سے قتال کریں گے' سو قریش نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی طرف جانے سے روک دیا اور آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی' اس سے آپ نے جان لیا کہ اب اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کریں' پھر آٹھ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے مکہ' ہوازن اور طائف کو فتح کر دیا اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئے اور جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا' اسی طرح ہو گیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۳۶۔۲۳۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب اہل خندق واپس چلے گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آئندہ قریش تم سے لڑنے نہیں آئیں گے

Marfat.com

لیکن تم ان سے لڑنے جاؤ گے' پھر اس کے بعد قریش مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے نہیں آئے اور مسلمان اس کے بعد ان سے لڑنے کے لیے گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مکہ فتح کر دیا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم معجزہ کا ذکر ہے کیونکہ آپ نے مستقبل کے متعلق غیب کی خبر دی اور اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤١١٠- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحٰقَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حِيْنَ اَجْلَى الْاَحْزَابُ عَنْهُ اَلْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِلَيْهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابواسحاق سے سنا' وہ کہتے ہیں: میں نے سلیمان بن صرد سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی فوجوں کو مدینہ سے نکال دیا تو آپ نے فرمایا: اب ہم ان سے لڑیں گے اور وہ ہم سے نہیں لڑ سکیں گے' ہم ان کی طرف جا کر ان پر حملہ کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۱۰۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١١١- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ مَلَاَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از محمد از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے خندق کے دن فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ (نماز عصر) پڑھنے سے (خندق میں) مشغول رکھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۱ میں گزر چکی ہے۔

٤١١٢- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ جَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَّقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كِدْتُّ اَنْ اُصَلِّيَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ اَنْ تَغْرُبَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَنَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّاْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد آئے' وہ کفارِ قریش کو برا کہہ رہے تھے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں (عصر کی) نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ اب سورج غروب ہو رہا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی نماز (عصر) نہیں پڑھی' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی ایک وادی

مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ .

میں آئے' سو آپ نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی نماز کے لیے وضو کیا' پس آپ نے عصر کا وقت گزرنے اور غروبِ آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھی' پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۹۶ میں گزر چکی ہے۔

قضاء نماز کے واجب ہونے کی تحقیق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے خندق کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے نمازِ عصر کو اس لیے قضاء کر دیا کہ اس وقت تک صلوٰۃِ خوف پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس طرح نسیان کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضاء پڑھی جاتی ہے' اسی طرح اگر عمداً نماز ترک کر دی جائے تو اس کی بھی قضاء پڑھی جائے گی اور ابن حزم نے جو قضاء نماز پڑھنے کا انکار کیا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۳۷' وزارۃ الاوقاف' ۱۴۲۹ھ)

قضاء نماز پڑھنے کے وجوب پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز کو بھول گیا تو جب اسے وہ نماز یاد آئے' اس کو پڑھ لے' اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (طٰہٰ: ۱۴)

(صحیح البخاری: ۵۹۷' صحیح مسلم: ۶۸۴' سنن ترمذی: ۱۷۸' سنن نسائی: ۶۰۹' سنن ابن ماجہ: ۶۹۶)

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ سونے والے پر اور بھولنے والے پر نماز کی قضاء پڑھنا واجب ہے خواہ نمازیں زیادہ ہوں یا کم اور یہ تمام فقہاء کا مذہب ہے اور بعض لوگوں کا یہ قول شاذ ہے کہ جب پانچ سے زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں تو پھر ان کی قضاء واجب نہیں ہے' اس قول کو علامہ قرطبی نے نقل کیا ہے۔ (المفہم ج ۲ ص ۳۰۹)

اور اس قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے' اگر کسی شخص نے عمداً نمازوں کو ترک کیا تو جمہور فقہاء کے نزدیک ان کی قضاء بھی واجب ہے' ماسوا داؤد ظاہری کے اور ایک قلیل جماعت کے' ابن حزم نے اس مسئلہ میں طویل کلام کیا ہے اور اپنی عادت کے مطابق بدزبانی کی ہے۔ (المحلی ج ۲ ص ۲۳۴-۲۳۵)

میں کہتا ہوں کہ میں نے ابن حزم کے دلائل نقل کر کے تفصیل سے ان کا جواب لکھا ہے' دیکھئے: نعمۃ الباری ج ۲ ص ۴۳۹-۴۳۶۔

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: جمہور فقہاء نے عمداً نماز ترک کرنے والے کو بھولنے والے پر قیاس کیا ہے اور جس نے قیاس کی نفی کی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے' اس میں اعلیٰ کو ادنیٰ پر قیاس کیا ہے' اور حدیث میں ہے کہ جب وہ نماز کو یاد کرے تو نماز پڑھے' پھر اس حدیث میں نسیان سے مراد ترک کرنا ہے خواہ نسیان سے نماز کو ترک کرے یا عمداً ترک کرے' نیز اس حدیث میں ہے کہ اس کا یہی کفارہ ہے' اور کفارہ عموماً گناہ کی وجہ سے لازم ہوتا ہے اور سوتے میں اور بھول کر نماز کو ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں' پس متعین ہو گیا کہ اس حدیث میں عمداً نماز کو ترک کرنے کا کفارہ بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

نیز قضاء خطابِ اوّل سے واجب ہوتی ہے اور عبادت کا وقت نکلنے سے اس کا وجوب ساقط نہیں ہوتا کیونکہ قضاء اس کے ذمہ قرض کی طرح لازم ہوتی ہے اور واجب کو ادا کرنے سے قضاء ساقط ہوتی ہے اور اس واجب کی ادا نہیں پائی گئی نیز اس کا رمضان کے روزوں کی قضاء پر قیاس ہے اور اگر قضاء کو لازم نہ مانا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ نماز کی فرضیت بندوں سے ساقط ہوگئی اور نبی ﷺ نے خندق کے دن قتال میں مشغولیت کی وجہ سے عصر اور دیگر نمازیں ترک کر دی تھیں پھر آپ نے ان کا اعادہ کیا۔

آپ نے فرمایا: اس کا یہی کفارہ ہے یعنی اس فوت شدہ نماز کو پڑھنا' اس حدیث کا اُس حدیث سے تعارض نہیں ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''نیند میں تقصیر نہیں ہے''۔ (صحیح مسلم:٦٨١) اور اُس حدیث سے بھی تعارض نہیں ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''میری اُمت سے خطاء اور نسیان کو معاف کر دیا گیا ہے''۔ (سنن ابن ماجہ:٢٠٤٥) کیونکہ کفارہ کبھی خطاء کی صورت میں بھی ہوتا ہے جیسے قتل خطاء میں کفارہ ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے: مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو' اور جب بندہ ترک شدہ نماز کو یاد کر کے نماز پڑھے گا تو وہ اپنے معبود کو یاد کرے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٦ ص٢٨٨۔٢٨٦' وزارۃ الاوقاف' قطر'١٤٢٩ھ)

علامہ زرھونی مالکی متوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے رمضان کا ایک روزہ عمداً بغیر کسی عذر کے چھوڑا' اس پر اس کی قضاء واجب ہے' اسی طرح نماز کا حکم ہے' ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (الفجر الساطع ج٢ ص٣٠٣' مکتبۃ الرشد'١٤٣٠ھ)

قضاء کا معنی اور اس کا شرعی حکم' قضاء کے اعذار اور وجوب قضاء کے دلائل

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

ادا کا معنی ہے: جو فعل واجب ہو اس کو اپنے وقت میں ادا کرنا۔

قضاء کا معنی ہے: جو فعل واجب ہو اس کو اس کا وقت گزرنے کے بعد ادا کرنا۔ (الدر المختار ج١ ص٦٧٩۔٦٧٦)

مسلمان کو چاہیے کہ وہ نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنے میں جلدی کرے اور بغیر عذر شرعی کے وہ نماز کو تاخیر سے پڑھنے کے سبب سے گناہ گار ہوگا اور بغیر عذر شرعی کے نماز کو تاخیر سے پڑھنا گناہ کبیرہ ہے اور صرف نماز کو قضاء کرنے سے اس گناہ کا ازالہ نہیں ہوگا بلکہ لازم ہے کہ قضاء نماز پڑھنے کے بعد تاخیر پر توبہ بھی کرے۔

جس نے عذر شرعی کی وجہ سے نماز میں تاخیر کی اور وقت گزرنے کے بعد نماز کو پڑھا وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور اعذار شرعیہ یہ ہیں: دشمن کا خوف ہو' بچہ جننے والی کو اپنے یا بچے کی موت کا خوف ہو' کیونکہ نبی ﷺ نے خندق کے دن نماز کو مؤخر کر دیا تھا' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو چار نمازیں پڑھنے سے مشغول رکھا۔
(سنن ترمذی:١٧٩' مسند احمد ج١ ص٣٧٥)

جس شخص کے ذمہ کوئی فرض ہو وہ اس فرض سے اس وقت تک سبکدوش نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو ادا نہ کرلے یا اس کی قضاء نہ کرے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اب وہ فوت ہوگئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو تم اللہ کا قرض ادا کرو' وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح البخاری:٦٦٩٩' سنن ابوداؤد:٨٠٩' سنن دارمی:١٨٤٠)

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی' پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئی' آیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کرو' یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۵۲' موطأ امام مالک: ۲۳۶)

ان حدیثوں میں قضاء کے وجوب کا واضح ثبوت ہے۔

سو جس شخص پر نماز واجب ہوگئی اور اس کے مخصوص وقت کے فوت ہو جانے سے وہ نماز فوت ہوگئی' اس پر اس نماز کی قضاء کرنا واجب ہے اور وہ اس کو عمداً ترک کرنے سے گناہ گار ہوگا اور اس پر اس نماز کی قضاء واجب ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۱۳۰۔۱۲۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

۴۱۱۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابن المنکدر' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا: ہمارے پاس قوم کی خبر کون لے کر آئے گا؟ تو حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! آپ نے پھر فرمایا: ہمارے پاس قوم کی خبر لے کر کون آئے گا؟ تو حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! آپ نے پھر فرمایا: ہمارے پاس قوم کی خبر لے کر کون آئے گا؟ تو حضرت الزبیر نے کہا: میں! پھر آپ نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری الزبیر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۴۶ میں گزر چکی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت الزبیر کو اور ایک مرتبہ حضرت حذیفہ کو تفتیش کے لیے بھیجنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کو بنو قریظہ کی تفتیش کرنے کے لیے بھیجا تھا کہ آیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفاداری کے عہد پر قائم ہیں یا مشرکین کے ساتھ مل چکے ہیں' اور دوسری حدیث میں ہے کہ جب مسلمانوں پر مشرکین کا محاصرہ شدید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اوپر آندھی بھیج دی اور اس رات بہت سخت سردی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب قریش کی خبر کون لے کر آئے گا؟ یہ بھی آپ نے تین بار دہرایا تھا اور ہر بار حضرت حذیفہ نے کہا تھا: میں ان کی خبر لے کر آؤں گا' حضرت حذیفہ ان کے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور سخت سردی میں تفتیش کر کے واپس آ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سردی دور کرنے کے لیے ان کو کمبل اُوڑھا دیئے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۱۱۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن

Marfat.com

تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ۔

(صحیح مسلم:۲۷۲۴، الرقم المسلسل:۶۸۰۴، السنن الکبریٰ ج۲ ص۱۱۴۰)

ابی سعید از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے جس کا لشکر غالب ہے اور جس نے اپنے بندہ کی مدد کی جو اکیلا (کفار کی) تمام فوجوں پر غالب رہا اور اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور اللہ کے بعد کوئی چیز نہیں ہے: اللہ تعالیٰ کے وجود کی نسبت سے تمام چیزیں عدم ہیں یا مراد یہ ہے کہ ہر چیز فنا ہو جائے گی اور اس کی ذات باقی رہے گی جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط (القصص:۸۸)

اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

۴۱۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ وَعَبْدَةُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاَحْزَابِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اَهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری اور عبدۃ نے خبر دی از اسماعیل بن ابی خالد انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی فوجوں کے خلاف دعا کی: اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے جلد حساب لینے والے کفار کی فوجوں کو شکست دے دے! اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان پر زلزلہ طاری کر دے!

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۲۹۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۱۱۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ وَّنَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَفَلَ مِنَ الْغَزْوِ اَوِ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ يَبْدَاُ فَيُكَبِّرُ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از سالم و نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے لوٹ کر آتے یا حج سے یا عمرہ سے تو تین بار اللہ اکبر پڑھتے پھر پڑھتے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم لوٹ کر آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں اپنے رب کو سجدہ کرنے والے ہیں حمد کرنے والے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور تنہا کفار کی فوجوں کو شکست دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۱۷۹۷ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

فصل: غزوۂ خندق کے شہداء: بنوعبدالاشہل سے حضرت سعد بن معاذ ہیں اور حضرت انس بن اوس بن عتیک ہیں' اور حضرت عبداللہ بن سہل ہیں اور بنوسلمہ سے حضرت الطفیل بن النعمان ہیں اور حضرت ثعلبہ بن عنمة ہیں اور بنوالنجار سے حضرت کعب بن زید ہیں رضی اللہ عنہم ۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۷۳)

علامہ الدمیاطی نے لکھا ہے: حضرت قیس بن زید بن عامر اُحد میں حاضر ہوئے اور انہوں نے خندق کھودی اور وہیں فوت ہو گئے اور وہیں ان کو دفن کیا گیا اور حضرت عبداللہ بن ابی خالد غزوۂ خندق میں شہید ہوئے' ان کو قتل کیا گیا تھا۔ (اسد الغابہ: ۲۹۱۴۔ ج ۳ ص ۲۲۲)

اللہ تعالیٰ نے انتہائی سرد راتوں میں کفار کی فوجوں کے اوپر سخت آندھی بھیج دی تھی' جس نے ان کے برتن اُلٹ دیئے اور ان کی دیگچیاں اوندھی ہو گئیں اور ان کے خیمہ اکھڑ گئے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو ان کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا' کفار وہاں سے واپس جا رہے تھے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کوئی اقدام کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں تیر مار کر ابوسفیان کو قتل کر دیتا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۳۹۔ ۲۳۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٣١- بَابُ مَرْجِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَحْزَابِ وَمَخْرَجِهٖ اِلٰى بَنِىْ قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهٖ اِيَّاهُمْ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غزوۂ احزاب سے لوٹنا اور بنوقریظہ کی طرف نکلنا اور ان کا محاصرہ کرنا

غزوہ بنوقریظہ ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا تھا' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ بقیہ ذوالقعدہ میں اور اوّل ذوالحجہ میں ہوا تھا۔ (مغازی الواقدی ص ۵)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف بدھ کے دن تیئس (۲۳) ذوالقعدہ کو تین ہزار پیدل فوج اور چھتیس گھڑ سواروں کے ساتھ نکلے' پس آپ نے ان کا پندرہ راتوں تک محاصرہ کیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۷۴)

ایک قول ہے کہ پچیس راتوں تک محاصرہ کیا' امام حاکم کے نزدیک بیس سے زائد راتوں تک محاصرہ کیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا: آپ بائیس (۲۲) ذوالحجہ کو جمعرات کے دن واپس آئے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۷۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۴۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١١٧- حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْنَاهُ فَاخْرُجْ اِلَيْهِمْ قَالَ فَاِلٰى اَيْنَ قَالَ هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى بَنِىْ قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق سے واپس آئے اور آپ نے ہتھیار اتار کر غسل کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے' پس کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیئے اور اللہ کی قسم! ہم نے ہتھیار نہیں اتارے سو آپ ان کی طرف نکلیں' آپ نے پوچھا: کس طرف نکلیں؟ تو حضرت جبریل نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف نکلے۔

٤١١٨- حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان

Marfat.com

حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِي زُقَاقِ بَنِي غَنْمٍ مَوْكِبَ جِبْرِيلَ حِينَ سَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس غبار کی طرف دیکھ رہا تھا جو بنو غنم کی گلیوں میں حضرت جبریل کی سواری سے اُٹھ رہا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو قریظہ کی طرف جا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۱۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا تھا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے حضرت جبریل کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں دیکھا تھا۔

(شعب الایمان: ۶۲۵۷ ـ ج ۵ ص ۱۷۵' المعجم الاوسط: ۸۸۱۸ ـ ج ۸ ص ۳۴۳' المستدرک ج ۳ ص ۳۵ ـ ۳۴)

نیز امام حاکم نے روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے لوگوں سے پوچھا: کیا تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت دحیہ کلبی گزرے تھے' آپ نے بتایا: وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو بنو قریظہ کی طرف جا رہے تھے تا کہ ان کو متزلزل کر دیں۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۵ ـ ۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۲ ـ ۱۴۱' صحیح ابن حبان: ۷۰۲۸ ـ ج ۱۵ ص ۴۹۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۴۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

بنو قریظہ پر حملہ کرنے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بنو قریظہ پر حملہ کیا تھا' اس کا سبب یہ ہے:

امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ بنو قریظہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف جنگ میں مدد نہ کرنے کا معاہدہ تھا اور جب کفار کی فوجوں نے آ کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو بنو قریظہ نے عہد شکنی کی اور کفار قریش کی مدد کی' پھر جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی فوجوں کو شکست دے دی تو بنو قریظہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے' پس حضرت جبریل علیہ السلام اپنے ساتھ فرشتوں کو لے کر آئے اور کہا: یا رسول اللہ! بنو قریظہ کی طرف اُٹھیے! آپ نے فرمایا: میرے اصحاب بہت تھک چکے ہیں' حضرت جبریل نے کہا: آپ ان کی طرف چلیں' میں ان کو ذلیل کر دوں گا' پھر حضرت جبریل اور ان کے ساتھ فرشتے روانہ ہوئے اور ان کے چلنے سے انصار کے قبیلہ بنو غنم کی گلیوں میں گرد و غبار اُٹھ رہا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١١٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُرِدْ مِنَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا: تم میں سے کوئی شخص عصر کی نماز بنو قریظہ کے سوا نہ پڑھے' پس بعض صحابہ نے عصر کو راستہ میں پالیا' تب بعض صحابہ نے کہا: ہم عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے حتیٰ

ذٰلِكَ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ.

کہ ہم بنوقریظہ میں پہنچ جائیں' اور بعض نے کہا: بلکہ ہم نماز پڑھیں گے' آپ نے ہم سے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی کو ملامت نہیں کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۶ میں گزر چکی ہے۔

جب دو مجتہدوں کا اختلاف دلیل پر مبنی ہو تو ہر ایک کا مؤقف درست ہوگا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں دونوں مجتہدوں کی تصویب اور تصحیح ہے' اور اس کی تائید حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے اس قصہ سے ہوتی ہے جس میں دونوں نے کھیت کے متعلق اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا تھا' علامہ خطابی نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ظاہر خطاب ہے جو دلیل کی ایک قسم سے خاص کیا گیا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ بعض صحابہ نے کہا: بلکہ ہم نماز پڑھیں گے' آپ نے ہم سے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا کہ خواہ نماز کا وقت نکل جائے' تم بنوقریظہ ہی میں نماز پڑھنا اور اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ جو شخص عمداً نماز کو ترک کردے' اس پر اس نماز کی قضاء واجب ہے اور اس پر ابھی دلائل گزر چکے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص ظاہر حدیث سے یا ظاہر آیت سے استدلال کرے' اس کی مذمت نہیں کی جائے گی' کیونکہ صحابہ کی ایک جماعت نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز پڑھ لی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ نماز کا وقت نکال دینا بلکہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ تم جلدی بنوقریظہ پہنچنے کی کوشش کرو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۴۴-۲۴۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

آپ نے بنوقریظہ میں پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا یا عصر کا؟ دو مختلف روایتیں اور ان میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں عصر کا لفظ ہے اور صحیح مسلم کے تمام نسخوں میں ظہر کا لفظ ہے اور ان میں حسب ذیل وجوہ سے تطبیق دی گئی ہے:

(۱) ہوسکتا ہے کہ آپ نے یہ حکم دینے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی ہو اور بعض صحابہ نے ظہر کی نماز نہ پڑھی ہو تو جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی' ان سے آپ نے فرمایا: تم ظہر کی نماز بنوقریظہ پہنچ کر پڑھنا' اور جو ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے' انہیں آپ نے فرمایا: تم عصر کی نماز بنوقریظہ پہنچ کر پڑھنا۔

(۲) ہوسکتا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے دوسری جماعت کے بعد آرام کرلیا ہو تو آپ نے پہلی جماعت کو بنوقریظہ میں ظہر پڑھنے کا حکم دیا ہو اور دوسری جماعت کو بنوقریظہ میں عصر پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

(۳) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اختلاف اس وجہ سے ہو کہ بعض راویوں کو حدیث کے صحیح لفظ یاد نہ رہے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٠- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ وَّحَدَّثَنِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی اور مجھے خلیفہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث

Marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلاتِ حَتّٰى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ وَاَنَّ اَهْلِيْ اَمَرُوْنِيْ اَنْ اٰتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْاَلَهُ الَّذِيْنَ كَانُوْا اَعْطَوْهُ اَوْ بَعْضَهُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَعْطَاهُ اُمَّ اَيْمَنَ فَجَاءَتْ اُمُّ اَيْمَنَ فَجَعَلَتِ الثَّوْبَ فِيْ عُنُقِيْ تَقُوْلُ كَلَّا وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَا يُعْطِيْكُهُمْ وَقَدْ اَعْطَانِيْهَا اَوْ كَمَا قَالَتْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَكِ كَذَا وَتَقُوْلُ كَلَّا وَاللّٰهِ حَتّٰى اَعْطَاهَا حَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ عَشَرَةَ اَمْثَالِهِ اَوْ كَمَا قَالَ ۔

بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از حضرت انس رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور کے چند درخت ہدیہ کر دیئے تھے حتیٰ کہ بنوقریظہ اور بنونضیر فتح ہو گئے (تب آپ ان کے درخت واپس کر رہے تھے) اور میرے گھر والوں نے مجھے حکم دیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں اور ان سے ان تمام درختوں کا سوال کروں جو انصار نے آپ کو دیئے تھے یا ان میں سے بعض درختوں کا سوال کروں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ درخت حضرت اُم ایمن رضی اللہ کو دے چکے تھے' پس (اس وقت) حضرت اُم ایمن آ گئیں' انہوں نے میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہا: ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! آپ تم کو وہ درخت نہیں دیں گے جب کہ آپ وہ درخت مجھے دے چکے ہیں' یا جو بھی انہوں نے کہا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ان سے) فرما رہے تھے: آپ کو میں (ان کے بدلہ) اتنے درخت دے دوں گا' اور وہ کہہ رہی تھیں: نہیں! ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! حتیٰ کہ آپ نے انہیں وہ عطا فرما دیئے' میرا گمان ہے آپ نے فرمایا: میں تم کو ان کے بدلے میں دس گنا درخت دے دوں گا' یا آپ نے جس طرح فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۳۰ میں گزر چکی ہے۔

انصار کے درخت واپس لینے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

مذکور الصدر حدیث میں جن کھجور کے درختوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ درخت انصار کے تھے' انہوں نے مہاجرین کو ان درختوں کے پھل دیئے تھے' پھر جب بنوقریظہ اور بنوالنضیر اور بنوقینقاع فتح ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے ان کے اموالِ غنیمت تقسیم کروں اور تم اپنے حال پر قائم رہو اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے اموال تمہیں واپس کر دوں اور ان کے اموالِ غنیمت دوسروں میں تقسیم کر دوں' تو انصار نے یہ اختیار کیا کہ ان کے اموال انہیں واپس کر دیئے جائیں' اسی وجہ سے انہوں نے حضرت اُم ایمن سے درختوں کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۴۴' وزارة الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت اُم ایمن نے جو درخت واپس نہ کرنے پر اصرار کیا تھا' وہ اصرار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ناز کی وجہ سے تھا کیونکہ حضرت اُم ایمن' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے والی تھیں' ان کا نام برکۃ تھا۔

Marfat.com

حضرت اُم ایمن کے درخت واپس کرنے سے انکار کی توجیہ' رسول اللہ ﷺ کا حسن اخلاق اور آپ کی سخاوت' فوائد حدیث اور حضرت اُم ایمن کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ انصار نے مہاجرین کی غم گساری اور ان کی مدد کے لیے اپنے کھجور کے درخت عارضی طور پر مہاجرین کو دیئے تھے تا کہ وہ ان درختوں کے پھلوں سے فائدہ حاصل کریں' پھر جب اللہ تعالیٰ نے بنوالنضیر اور بنوقریظہ کو فتح کر دیا اور مہاجرین میں ان کے اموالِ غنیمت کو تقسیم کر دیا گیا تو وہ بہت مال دار ہو گئے اور نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ اب وہ انصار کے درختوں کو واپس کر دیں کیونکہ ان کو درختوں کا مالک نہیں بنایا گیا تھا اور اب وہ اُن درختوں سے مستغنی تھے' حضرت اُم ایمن نے ان درختوں کو واپس کرنے سے انکار کیا کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ ان کو ان درختوں کا مالک بنا دیا گیا تھا' نبی ﷺ نے از راہِ لطف سختی کے ساتھ ان سے مطالبہ نہیں کیا کیونکہ آپ کے اوپر ان کی پرورش کرنے کا حق تھا حتیٰ کہ آپ نے حضرت اُم ایمن کے درختوں کے عوض ان کو اتنے درخت دیئے کہ وہ راضی ہو گئیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت اُم ایمن کا گمان یہ تھا کہ ان کو یہ درخت دائمی طور پر عطاء کر دیئے گئے تھے اور نبی ﷺ نے ان کا دل خوش کرنے کے لیے ان کے گمان کا رد نہیں فرمایا' کیونکہ آپ پر ان کی پرورش کا حق تھا اور آپ نے اپنے پاس سے ان کو اتنے درخت دیئے حتیٰ کہ ان کا دل خوش ہو گیا۔

نبی ﷺ نے شروع میں فرمایا: آپ ان سے دوگنے درخت لے لیں' پھر فرمایا: ان سے سہ گنے درخت لے لیں' پھر فرمایا: ان سے دس گنے درخت لے لیں۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو چیز عارضی طور پر کسی کو ہبہ کی جائے اس سے بھی فائدہ اُٹھانا جائز ہے اور ہبہ کرنے والا اس کو بلا کراہت واپس لے سکتا ہے' اس حدیث میں نبی ﷺ کی فرطِ سخاوت' کثرتِ حلم اور زیادہ سے زیادہ نیکی کرنے کا اظہار ہے اور یہ کہ نبی ﷺ کے نزدیک حضرت اُم ایمن کا کتنا مرتبہ تھا' یہ حضرت اسامہ بن زید کی والدہ تھیں' ان کے ایک بیٹے کا نام ایمن تھا' وہ بھی صحابی ہیں اور وہ غزوۂ حنین میں شہید ہوئے تھے اور وہ حضرت اسامہ سے عمر میں بڑے تھے' حضرت اُم ایمن' نبی ﷺ کے بعد کم عرصہ زندہ رہیں رضی اللہ عنہم۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۲-۲۵۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١٢١- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ نَزَلَ اَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلٰی حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی سَعْدٍ فَاَتٰی عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰی سَيِّدِكُمْ اَوْ خَيْرِكُمْ فَقَالَ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُكْمِكَ فَقَالَ تَقْتُلُ مُقَاتِلَتَهُمْ وَتَسْبِیْ ذَرَارِيَّهُمْ قَالَ قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ وَرُبَّمَا قَالَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوامامہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قریظہ' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر قلعہ سے اترنے کے لیے تیار ہو گئے تو نبی ﷺ نے حضرت سعد کو بلایا' سو وہ دراز گوش (گدھے) پر سوار ہو کر آئے' جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو آپ نے انصار سے فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو' یا فرمایا: اپنے بہتر کی طرف کھڑے

Marfat.com

ہو' پھر آپ نے فرمایا: یہ لوگ تمہارے حکم پر (قلعہ سے نیچے) اتر آئے ہیں' پس حضرت سعد نے کہا: ان میں سے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے' آپ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے' اور بعض روایت میں ہے: آپ نے فرمایا کہ تم نے فرشتہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴۳ میں گزر چکی ہے۔

قیامِ تعظیمی کے جواز پر دلائل اور ممانعت کا محمل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو: اس ارشاد میں نیک شخص کی تعظیم ہے اور اس کی فضیلت کی معرفت پر متنبہ کرنا ہے' اور قیامِ تعظیمی کی شرط یہ ہے کہ وہ شخص اس کو نہ چاہتا ہو کہ اس کے لیے قیام کیا جائے اور نہ اس کو پسند کرتا ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد صحابہ کے لیے قیام کیا ہے' حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے لیے کھڑی ہوتی تھیں اور آپ ان کے لیے کھڑے ہوتے تھے' اس پر درج ذیل حدیث سے اشکال ہوتا ہے:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں وہ دوزخ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنا لے۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۲۹' سنن ترمذی: ۲۷۵۵' مسند احمد ج ۴ ص ۹۱' الادب المفرد: ۹۷۷' المعجم الکبیر: ۸۱۹۔ ج ۱۹ ص ۳۵۱)

اس قیام سے مراد یہ ہے کہ لوگ کسی کے سر کی جانب کھڑے رہیں جیسے بادشاہوں اور سرداروں کے سامنے لوگ کھڑے رہتے ہیں' اس کی دلیل یہ ہے کہ دوسری روایت میں ہے:

جو اس سے خوش ہو کہ لوگ اس کے سامنے دیر تک کھڑے رہیں اور تھک جائیں تو ایک ٹانگ اٹھا لیں۔

(تفسیر البغوی ج ۷ ص ۸۹' تفسیر ابن الجوزی ج ۷ ص ۱۲۷' تفسیر القرطبی ج ۱۵ ص ۱۹۳)

''ذریۃ'' اس میں عورتیں اور بچے داخل ہیں۔

فرشتے کے حکم کے مطابق: اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

حدیث مذکور میں مسجد کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت سعد مسجد کے قریب پہنچے: اس مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوقریظہ کے محلّہ کے پاس بنا لیا تھا تاکہ محاصرہ کے ایام کے دوران اس میں مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھائیں اور امام ابن اسحاق کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سعد مسجدِ مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بنوقریظہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بلایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٤١٢٢- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اُصِيْبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهٗ حِبَّانُ بْنُ الْعَرِقَةِ رَمَاهُ فِي الْاَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوْدَهٗ مِنْ قَرِيْبٍ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَاْسَهٗ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهٗ اُخْرُجْ اِلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ فَاَشَارَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَاَتَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِهٖ فَرَدَّ الْحُكْمَ اِلٰى سَعْدٍ قَالَ فَاِنِّيْ اَحْكُمُ فِيْهِمْ اَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَاَنْ تُسْبَى النِّسَاءُ وَالذُّرِّيَّةُ وَاَنْ تُقْسَمَ اَمْوَالُهُمْ قَالَ هِشَامٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ سَعْدًا قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْرَجُوْهُ اَللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَظُنُّ اَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَاِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ فَاَبْقِنِيْ لَهٗ حَتّٰى اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ وَاِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْهَا فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهٖ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِّنْ بَنِيْ غِفَارٍ اِلَّا الدَّمُ يَسِيْلُ اِلَيْهِمْ فَقَالُوْا يَا اَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هٰذَا الَّذِيْ يَاْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَاِذَا سَعْدٌ يَغْذُوْ جُرْحُهٗ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس تیر سے زخمی ہو گئے جو ان کو ایک قریشی شخص نے غزوۂ خندق کے دن مارا تھا جس کو حبان بن العرقہ کہا جاتا تھا' اس نے ان کے ہاتھ کے وسط میں تیر مارا تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں خیمہ لگوایا تا کہ حضرت سعد کی قریب سے عیادت کر سکیں' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق سے واپس آئے' آپ نے ہتھیار اتارے اور غسل کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے' وہ اپنے سر سے گرد و غبار جھاڑ رہے تھے' پس انہوں نے کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیئے' اللہ کی قسم! میں نے ہتھیار نہیں اتارے' آپ ان کی طرف روانہ ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کہاں؟ تو انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے تو وہ آپ کے حکم سے (قلعہ سے) اتر آئے' آپ نے ان کا فیصلہ حضرت سعد کی طرف لوٹا دیا' حضرت سعد نے کہا: میں ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے اموال کو تقسیم کر دیا جائے۔ ہشام نے کہا: پس میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت سعد نے دعا کی: اے اللہ! بے شک تو خوب جانتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ میں اس قوم کے خلاف جہاد کروں جس نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی ہے اور ان کو ان کے وطن سے نکالا ہے' اے اللہ! بے شک میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے اور ان مخالفین کے درمیان جنگ ختم کر دی ہے' اگر قریش کے لڑنے والوں میں سے کچھ لوگ باقی ہوں تو تو مجھے زندہ رکھ تا کہ میں ان سے تیری راہ میں جہاد کروں اور اگر تو نے جنگ ختم کر دی ہے تو تُو اس زخم سے خون جاری کر دے اور اسی زخم کے سبب میری موت کر دے' سو ان کی ہنسلی سے خون بہنے لگا اور مسجد میں بنو غفار کا خیمہ تھا' وہ صرف اس چیز سے گھبرائے کہ ان

کی طرف خون بہہ کر آ رہا تھا' سوانہوں نے کہا کہ اے خیمہ والو! یہ ہمارے پاس تمہاری طرف سے کیسا خون بہتا ہوا آ رہا ہے' پس اس وقت حضرت سعد کے زخم سے خون بہہ رہا تھا' حضرت سعد کا اسی سے انتقال ہو گیا' رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت سعد بن معاذ کی روح کے لیے آسمانوں کے دروازہ کو کھولنا اور عرش کا ہلنا اور بنوقریظہ نے حضرت سعد سے فیصلہ کرانے کو کیوں اختیار کیا؟

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بنوقریظہ آپ کے حکم سے اتر آئے: ابوعبید نے لکھا ہے کہ بنوقریظہ سے کہا گیا تھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اُتر آؤ تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ کے حکم سے اتریں گے۔ (کتاب الاموال: ۳۴۶)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ شاید اُنہوں نے حضرت سعد کے حکم سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اترنے سے انکار کیا تھا' اور وہ حضرت سعد کی قوم کے حلیفوں میں سے تھے' اس لیے انہیں توقع تھی کہ حضرت سعد ان کے ساتھ رعایت کریں گے۔

اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ میں اس قوم کے خلاف جہاد کروں: حضرت سعد کی مراد یہ تھی کہ میں ان ہی قریش کے خلاف جہاد کروں یا ان کے خلاف جہاد کروں جنہوں نے قریش کی مدد کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ اس لیے لگوایا تھا کہ حضرت سعد کے کسی حال کی عیادت ان سے رہ نہ جائے' اور آپ ان کے غسل کا انتظام کریں تا کہ ان کے غسل کا موقع فوت نہ ہو جائے جیسے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے غسل کا موقع رہ گیا تھا اور ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

ان کے زخم سے خون بہنے لگا: امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ لیٹے ہوئے تھے' ایک بکرا ان کے پاس سے گزرا' اس کا کُھر ان کے زخم سے ٹکرایا تو زخم سے خون بہنے لگا اور وہ خون رکا نہیں حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۷۸)

امام ابن ہشام نے لکھا ہے کہ جب حضرت سعد فوت ہو گئے تو حضرت جبریل علیہ السلام ریشم کے عمامہ کو لپیٹے ہوئے آئے اور پوچھا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! یہ کون ہے جس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور اس کے لیے عرش ہل رہا ہے؟ تو آپ اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے جلدی سے اُٹھے اور آپ نے ان کو اس حال میں پایا کہ وہ فوت ہو چکے تھے اور جب ان کی نعش کو اُٹھایا گیا تو وہ ہلکی تھی' آپ نے فرمایا: تمہارے علاوہ ان کو اُٹھانے والے اور ہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۷۱)

ابن عائذ نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا کہ حضرت سعد کے جنازہ میں ستر (۷۰) ہزار ایسے فرشتے آسمان سے اُترے تھے جو اس سے پہلے نہیں اُترے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۷۸۶۔ ج ۷ ص ۳۷۵۔ ۳۷۴' الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۲۹)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۳۸۔ ۲۳۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت سعد نے جو دعا کی تھی کہ اگر قریش کے خلاف جنگ ختم ہو گئی تو مجھے اُٹھا لے' یہ شوقِ شہادت میں دعا تھی اور اس لیے کہ آخرت میں ان کا اجر زیادہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۵۸۔ ۲۵۷)

Marfat.com

بنو قریظہ کے محاصرہ کی مدت اور ان کا حضرت ابولبابہ سے مشورہ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن عائذ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کو بھیجا جس نے نداء کی: اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو کر روانہ ہو۔

حاکم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت علی کو مقدمۃ الجیش میں رکھا اور ان کو جھنڈا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔

موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے کہ آپ نے دس اور چند راتیں ان کا محاصرہ کیا' امام محمد بن سعد کی روایت ہے کہ پندرہ راتیں محاصرہ کیا' علقمہ بن وقاص کی روایت میں پچیس راتیں محاصرہ کا ذکر ہے۔

امام ابن اسحاق نے بھی پچیس راتیں محاصرہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ بنو قریظہ مسلسل محاصرہ سے تنگ آ گئے تھے اور ان کے دلوں میں رعب پڑ گیا تھا' تب آپ نے ان کے سردار کعب بن اسد کو یہ پیش کش کی کہ وہ ایمان لے آئیں ورنہ ان کی عورتوں اور بیٹوں کو قتل کر دیا جائے گا' انہوں نے کہا: ہم ایمان نہیں لائیں گے اور ہمارے بیٹوں اور ہماری عورتوں کے مارے جانے کے بعد ہمارے لیے کون سی راحت ہوگی! پھر بنو قریظہ نے حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر کی طرف پیغام بھیجا کیونکہ وہ ان کے حلفاء میں سے تھے اور ان سے یہ مشورہ لیا کہ آیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اتر جائیں تو انہوں نے اشارہ سے اپنے حلق پر ہاتھ پھیرا یعنی تم کو ذبح کر دیا جائے گا' پھر وہ بعد میں اس پر نادم ہوئے اور مسجد نبوی میں جا کر اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تھی۔

بنو قریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اُترے تھے یا حضرت سعد بن معاذ کے حکم سے؟------

دو حدیثوں میں تطبیق

علقمہ بن وقاص کی روایت میں ہے کہ جب ان پر محاصرہ سخت ہو گیا تو ان سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر قلعہ سے اتر جائیں' پھر انہوں نے حضرت ابولبابہ سے مشورہ کے بعد کہا کہ ہم سعد بن معاذ کے حکم پر اتریں گے۔

صحیح البخاری: ۴۱۲۱ میں مذکور ہے کہ بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم سے قلعہ سے اُترے تھے اور اس حدیث یعنی ۴۱۱۲ میں مذکور ہے کہ بنو قریظہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اترے تھے۔

حافظ ابن حجر نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ سے پہلے بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اتر آئے' پھر بعد میں حضرت ابولبابہ سے مشورہ کے بعد وہ سب حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہو گئے اور سب قلعہ سے اتر آئے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کی طرف ان کے فیصلہ کو سپرد کرنے کے دو امر تھے' ایک یہ تھا کہ اوس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ بنو قینقاع خزرج کے حلیف تھے' آپ نے ان کا معاملہ خزرج کے سپرد کر دیا تھا' پھر آپ نے دیکھ لیا کہ کیا ہوا' اور بنو قریظہ ہمارے یعنی اوس کے حلیف ہیں' تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم میں سے کوئی شخص بنو قریظہ کا فیصلہ کرے تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پھر آپ نے حضرت سعد بن معاذ کو ان کا فیصلہ کرنے کے لیے بلایا کیونکہ وہ اوس میں سے تھے' دوسرا سبب یہ ہے

Marfat.com

کہ بنو قریظہ نے نبی ﷺ کے حکم سے قلعہ سے اترنے کے متعلق حضرت ابولبابہ سے مشورہ کیا کیونکہ وہ بنو قریظہ کے حلیف تھے' انہوں نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتایا کہ نبی ﷺ تم کو ذبح کر دیں گے' تب بنو قریظہ نے کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر قلعہ سے اتریں گے' سو آپ نے یہ معاملہ حضرت سعد بن معاذ کے سپرد کر دیا اور آپ نے ان کو فیصلہ کرنے کے لیے بلایا۔

بنو قریظہ کو جن حویلیوں میں قید کیا گیا اور قتل کیے جانے والے بنو قریظہ کی تعداد

حضرت سعد نے کہا: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان سے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے: امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے' بنو قریظہ کو بنت الحارث کی حویلی میں قید کر دیا گیا' اور ابوالاسود نے عروہ سے روایت کی ہے کہ ان کو حضرت اسامہ بن زید کی حویلی میں قید کر دیا گیا تھا' اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ ان کو دونوں حویلیوں میں قید کیا گیا تھا۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کے لیے خندق کھودی گئی' پھر ان کی گردنیں اُڑا دی گئیں اور ان خندقوں میں ان کا خون بہا' ان کے اموال' ان کی عورتوں اور ان کے بیٹوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ ان کے مکانات مہاجرین کو دیئے گئے' انصار کو نہیں دیئے گئے' بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا' آپ نے فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ انصار ان کے مکانوں سے مستغنی ہیں۔

بنو قریظہ کی تعداد میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کی تعداد چھ سو تھی' حافظ ابن عبدالبر نے بھی حضرت سعد بن معاذ کی سوانح میں اسی طرح لکھا ہے۔

ابن عائذ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ ان کی تعداد سات سو تھی۔

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد آٹھ سو اور نو سو کے درمیان تھی۔

امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بنو قریظہ میں سے لڑنے والے چار سو تھے۔

ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ چار سو لڑنے والے تھے اور باقی ان کے اتباع تھے اور کل نو سو تھے' جن کو قتل کیا گیا۔

حضرت سعد بن معاذ کا گمان صحیح تھا اور ان کی دعا کا مقبول ہونا

حضرت سعد نے کہا: میرا گمان ہے اے اللہ! تو نے اب ہمارے اور قریش کے درمیان جنگ ختم کر دی' اس لیے اب مجھے اپنے پاس سے اٹھا لے: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کا گمان صحیح تھا اور ان کی دعا مقبول ہو گئی کیونکہ غزوۂ خندق کے بعد مسلمانوں اور قریش کے درمیان جو جنگیں ہوئی ہیں ان میں ابتداءً قریش نے حملہ نہیں کیا تھا' حملہ مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کے لیے کیا تھا اور قریش کی حیثیت دفاعی تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۵۔۲۵۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١٢٣- حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي عَدِيٌّ اَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ اُهْجُهُمْ اَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيْلُ مَعَكَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عدی نے خبر دی' انہوں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قریظہ کے دن حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان کی ہجو کرو' یا فرمایا: ان کی زیادہ ہجو کرو' اور جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:۳۲۱۳ میں گزر چکی ہے۔

٤١٢٤- وَزَادَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ اُهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ فَإِنَّ جِبْرِيْلَ مَعَكَ.

اور ابراہیم بن طہمان نے اضافہ کیا ہے از شیبانی از عدی بن ثابت از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ قریظہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مشرکین کی ہجو کرو' پس بے شک جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:۳۲۱۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ہجو کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مذمت کرنا' اس میں دو صیغے ہیں: ''اُھْجُ'' اس کا معنی ہے: تم ہجو کرو' اور ''ھَاجِ'' کا معنی ہے: کسی کے ساتھ مل کر ہجو کرو۔

غزوۃ الخندق کا تتمہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس غزوہ میں صرف ایک عورت قتل کی گئی تھی' اس کا نام نباتہ ہے' اس نے حضرت خلاد بن سوید پر چکی گرا کر ان کو قتل کر دیا تھا' پھر اس کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۲۸۴)

فصل

بنو قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر کو بھیجیں' ہم ان سے اپنے معاملہ میں مشورہ کریں گے' سو انہوں نے ان سے پوچھا: آپ کی کیا رائے ہے' آیا ہم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم پر قلعہ سے اتر جائیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اپنے حلق پر ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتایا کہ وہ تم کو ذبح کر دیں گے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلطی پر ان کی توبہ قبول فرمائی' پس بنو قریظہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر قلعہ سے اتر آئے' پھر آپ نے ان کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پر چھوڑ دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کو قبیلہ اسلم کی ایک عورت کے خیمہ میں ٹھہرایا تھا جس کا نام رفیدہ تھا' وہ زخمیوں کا علاج کرتی تھی۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۵۸)

بنو قریظہ کی تعداد میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: وہ سات سو پچاس (۷۵۰) تھے۔

(مغازی الواقدی ص ۵۱۸)

مقاتل نے کہا: ان کی تعداد چھ سو تھی۔

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی۔ (سنن کبریٰ:۸۶۷۹۔ ج ۵ ص ۲۰۶)

سہیلی نے کہا ہے: ان کی تعداد آٹھ سو یا نو سو تھی۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۲۷۰)

فصل

بنو قریظہ کے متعلق یہ حکم کیا گیا تھا کہ جس کی ڈاڑھی آ گئی ہو اس کو قتل کر دیا جائے' ان کے اموالِ غنیمت سے خمس (پانچواں حصہ) نکالا گیا تھا اور یہ سب سے پہلا مالِ فئے تھا جس کے حصے کیے گئے اور اس میں سے خمس نکالا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے

Marfat.com

ریحانہ بنت عمر نام کی کنیز اپنے لیے رکھ لی تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٢٥٠-٢٤٩ 'وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٣٢- بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ غزوۂ ذات الرقاع

ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ' اس غزوہ کا سبب اور اس غزوہ کے وقوع کی تاریخ میں ارباب سیرت کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

رقاع' رقعہ کی جمع ہے' رقعہ کا معنی کپڑے کا ٹکڑا یا کپڑے کی دھجی ہے' اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اس لیے ہے کہ صحابہ کرام نے رنگ بہ رنگ کے کپڑے کے ٹکڑوں اور دھجیوں کو جوڑ کر جھنڈا بنایا تھا' اس وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ ذات الرقاع کہا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پیدل چلتے چلتے صحابہ کرام کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے اور انہوں نے چھالوں پر کپڑے کے ٹکڑے اور دھجیاں لپیٹ لی تھیں' اس وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کہا گیا' تیسری وجہ یہ ہے کہ اس جگہ ایک درخت تھا جس کا نام ذات الرقاع تھا' اس وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع پڑ گیا' چوتھی وجہ یہ ہے کہ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ وہاں ایک پہاڑ تھا جس میں مختلف رنگ کے پتھر تھے' سرخ' سفید اور سیاہ' اس وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوۂ ذات الرقاع پڑ گیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوہ بنوالنضیر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں دو مہینہ ٹھہرے' ربیع الاوّل اور ربیع الثانی اور جمادی الاوّل کے چند ایام' پھر آپ قبیلہ غطفان کے بنومحارب اور بنوثعلبہ پر تبلیغ اسلام کے لیے حملہ کرنے کے ارادہ سے نجد کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ پر آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرما دیا تھا' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرما دیا تھا' پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ نجد کے ایک مقام پر ٹھہرے اور یہی غزوہ ذات الرقاع تھا' وہاں پر آپ کی ملاقات غطفان کی ایک جماعت سے ہوئی' دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب آ گئے' لیکن ان کے درمیان جنگ نہیں ہوئی' اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک دوسرے سے ڈرایا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں نمازِ خوف پڑھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن اسحاق کے نزدیک غزوۂ ذات الرقاع' غزوۂ بنوالنضیر کے بعد اور غزوۂ خندق سے پہلے چار ہجری میں ہوا ہے' اور امام ابن سعد اور امام ابن حبان کے نزدیک غزوہ ذات الرقاع محرم پانچ ہجری میں ہوا ہے اور امام بخاری کا میلان اس طرف ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد ہوا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا' امام بخاری نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں حاضر ہوئے تھے اور وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ خیبر کی راتوں میں آئے تھے' پھر اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے غزوۂ ذات الرقاع کو غزوۂ خیبر سے پہلے کیوں ذکر کیا ہے' اپنی تحقیق کے مطابق ان کو اسے غزوۂ خیبر کے بعد ذکر کرنا چاہیے تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دراصل صحیح بخاری کو نقل کرنے والوں کا تصرف ہے۔ امام واقدی نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غزوہ کے لیے ہفتہ کے دن دس محرم کو چار سو صحابہ کے ساتھ نکلے تھے' ایک قول سات سو صحابہ کا ہے اور امام بیہقی کے نزدیک آٹھ سو صحابہ کے ساتھ نکلے تھے۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ آپ ہجرت کے انچاس (٤٩) ماہ بعد اس غزوہ کے لیے نکلے تھے اور پندرہ راتوں تک اس میں مصروف رہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٥٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ مِنْ بَنِيْ ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ فَنَزَلَ نَخْلًا .

اور یہ غزوۂ محارب خصفہ ہے جو ثعلبہ کے بیٹوں سے ہے قبیلہ غطفان سے' سو آپ مقام نخلہ میں ٹھہرے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

Marfat.com

یعنی غزوہ ذات الرقاع ہی غزوہ محارب ہے۔

"محارب خصفة" محارب کی خصفہ کی طرف اس لیے اضافت کی ہے کہ عرب میں محارب کی کئی جماعتیں ہیں اور یہ محارب' خصفہ کا بیٹا ہے۔

ثعلبہ کے بیٹوں میں سے ہے: اس عبارت کا بہ ظاہر یہ مطلب ہے کہ ثعلبہ محارب کا دادا ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے اور صحیح وہ ہے جس کا امام ابن اسحاق اور دوسروں نے ذکر کیا ہے یعنی محارب خصفہ اور بنو ثعلبہ پس محارب اور غطفان دونوں عم زاد ہیں۔

سو آپ مقام نخلہ میں ٹھہرے: نخلہ مدینہ سے دو دن کی مسافت پر ایک وادی ہے' جس کو شدخ کہا جاتا ہے' اس میں بنو فزارہ سے قیس' اشجع اور انمار کی جماعتیں رہتی ہیں۔

وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ لِاَنَّ اَبَا مُوْسٰى جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ . اور یہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری غزوہ خیبر کے بعد آئے تھے۔

اس عبارت سے امام بخاری نے اپنے مؤقف پر دلیل قائم کی ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع خیبر کے بعد واقع ہوا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۶۰-۲۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غزوۂ ذات الرقاع کے وقوع کی تاریخ اور اس کی وجہ تسمیہ' اس غزوہ سے متعلق دیگر احادیث اور اس غزوہ میں صلوٰۃ الخوف کا پڑھنا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع ہجرت کے سینتالیس (۴۷) ماہ بعد ہفتہ کے دن دس محرم کو ہوا ہے' جس میں چار سو صحابہ تھے' ایک قول ہے: آپ کے ساتھ سات سو صحابہ تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ص ۶۱) امام بیہقی نے کہا: یا آٹھ سو صحابہ تھے۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ص ۳۷۱)

اور حضرت ابوموسیٰ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ غزوہ' خیبر کے بعد ہوا ہے' کیونکہ حضرت ابوموسیٰ خیبر میں حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے' سو وہ اس غزوہ میں کیسے حاضر ہو سکتے ہیں جو ان سے ایک مدت پہلے ہوا تھا' اور غزوۂ خیبر چھ یا سات ہجری میں ہوا ہے جیسا کہ امام مالک نے کہا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ص ۵۶) اور یہ حدیث باوجود صحیح ہونے کے مشکل ہے' کیونکہ اہل سیرت میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے جیسا کہ اس پر علامہ دمیاطی نے تنبیہ کی ہے۔

(علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ابومعشر نے یہ کہا ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع خندق اور قریظہ کے بعد ہوا ہے اور ابن عقبہ نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ غزوۂ ذات الرقاع کب ہوا ہے' بدر سے پہلے ہوا ہے یا بدر کے بعد ہوا ہے یا بدر اور اُحد کے درمیان ہوا ہے یا اُحد کے بعد ہوا ہے۔

فصل

آپ نے مدینہ پر حضرت ابوذر غفاری کو عامل بنایا اور ایک قول ہے: حضرت عثمان بن عفان کو عامل بنایا۔

(السیرۃ لابن ہشام ج ۳ص ۲۱۴)

اور یہ غزوہ ذات الرقاع ہے: یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ انہوں نے کپڑوں کے مختلف ٹکڑوں سے جھنڈے بنائے تھے' یہ بھی کہا

Marfat.com

گیا ہے کہ اس جگہ ذات الرقاع نام کا ایک درخت تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ پیدل چل چل کر ان کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے اور انہوں نے ان چھالوں پر کپڑے کی دھجیوں کی پٹیاں باندھ لی تھیں' اس کا ذکر عنقریب حدیث:۴۱۲۸ میں آئے گا' علامہ داؤدی نے اس کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ اس غزوہ میں پہلی بار صلوٰۃ خوف پڑھی گئی اور ایک نماز کو دو ٹکڑوں میں پڑھا گیا' اس لیے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہا گیا' کیونکہ الرقاع کے معنی ٹکڑے ہیں۔

امام ابن حبان نے کہا ہے کہ وہاں پر ایک پہاڑ تھا جس میں سفید اور کالے رنگ کے پتھر تھے۔ (السیرۃ لابن حبان ص ۲۴۹) دوسرا قول یہ ہے کہ جس پہاڑ پر وہ اترے تھے یا جس زمین پر وہ پہنچے تھے اس میں کئی رنگ کے ٹکڑے تھے' اس وجہ سے اس کو ذات الرقاع کہا گیا۔

اس مقام پر صحابہ کو غطفان کی جماعت ملی' صحابہ ان کے قریب گئے لیکن ان کے درمیان جنگ نہیں ہوئی' اور لوگ ایک دوسرے سے خوف زدہ ہوئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں صلوٰۃ خوف پڑھی' پھر آپ وہاں سے واپس چلے گئے۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے: یہ صلوٰۃ خوف پڑھنے کا پہلا موقع تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۶۱)

میں کہتا ہوں کہ اس سے امام بخاری کے اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع' غزوۂ خیبر کے بعد ہے کیونکہ غزوہ خندق میں خندق کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے کئی نمازیں اپنے وقت میں اس لیے نہیں پڑھی گئی تھیں کہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف مشروع نہیں ہوئی تھی' خندق پانچ ہجری میں ہوا ہے اور غزوہ ذات الرقاع سات ہجری کے بعد ہوا ہے' جس میں صلوٰۃ خوف پہلی بار پڑھی گئی تھی۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ بنومحارب کا ایک شخص تھا جس کا نام غورث تھا' اس نے اپنی قوم غطفان اور محارب سے کہا: کیا میں تمہارے لیے (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل نہ کروں' پھر یہ قصہ ذکر کیا کہ اس نے تلوار پکڑی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ (المائدہ:۱۱)

اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب ایک قوم نے تمہاری طرف (لڑنے کے لیے) ہاتھ بڑھائے تو اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تم اللہ سے ڈرتے رہو۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۱۶)

اس حدیث کی امام ابوعوانہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس شخص کے ہاتھ سے تلوار گر گئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تلوار کو پکڑ لیا اور فرمایا: اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: آپ اچھے پکڑنے والے ہو جائیں' آپ نے فرمایا: تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اس نے کہا: نہیں! لیکن میں یہ عہد کرتا ہوں کہ میں آپ کے خلاف جنگ نہیں کروں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ کے خلاف جنگ کریں گے' پس آپ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا' وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا: میں اس شخص کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں جو سب سے بہتر ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۳۷۶-۳۷۵)

ایک قول یہ ہے کہ اس شخص کا نام دعثور بن الحارث تھا اور یہ بنومحارب سے تھا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے سینہ میں دھکا دیا تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی' پھر وہ اسلام لے آیا' پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور المائدہ:۱۱ نازل

Marfat.com

ہوئی' اور ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک واقعہ سے متعلق ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب اس غزوہ سے واپس لوٹے تو راستہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا اونٹ بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے اس کو ٹہوکا دیا تو وہ تیز چلنے لگا' آپ نے وہ اونٹ حضرت جابر سے خرید لیا' پھر وہ اونٹ بھی ان کو واپس کر دیا اور اس کی قیمت بھی واپس کر دی۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ مدینہ میں کوئی شخص آیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب کو یہ خبر دی کہ انمار اور ثعلبہ نے اپنی جماعتوں کو جمع کر لیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ ان کی طرف روانہ ہوئے' آپ وہاں گئے حتیٰ کہ ذات الرقاع میں ان کی جگہوں پر پہنچ گئے' پس آپ نے ان کے ٹھکانوں پر صرف عورتوں کو پایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جعال بن سراقہ کو اپنی سلامتی اور مسلمانوں کی سلامتی کی خوش خبری دینے کے لیے بھیج دیا' آپ اس واقعہ میں پندرہ راتیں مدینہ سے باہر رہے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ص ۶۱)

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ غزوۃ الرقاع کا نام غزوۃ الاحاجیب رکھا گیا تھا۔

(المعجم الاوسط: ۹۱۱۲۔ ج ۸ص ۵۵۔۵۴)

عنقریب اس باب کے اخیر میں یہ حدیث آئے گی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نجد کے ایک غزوہ میں صلوٰۃ الخوف پڑھی اور اسی سال آپ خیبر آئے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۳۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نجد کے ایک غزوہ میں گیا' پس انہوں نے صلوٰۃ الخوف کا ذکر کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۳۲)

پھر امام بخاری نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اصحاب کو ساتویں غزوہ' غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔

اس حدیث کی امام مسلم نے بھی روایت کی ہے' پھر بیان کیا کہ حضرت ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ذی قرد میں صلوٰۃ الخوف پڑھانے کی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۹۴۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ حضرت جابر نے انہیں حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں یوم محارب وثعلبہ میں نماز (خوف) پڑھائی۔

المزی نے کہا ہے کہ یہ ابوموسیٰ الغافقی ہیں اور ان کا نام مالک بن عبادہ ہے اور یہ صحابی ہیں اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(تہذیب الکمال: ۷۰۶۷۔ ج ۲۰ص ۴۲۷۔۴۲۶)

امام ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ذات الرقاع کے کھجور کے درختوں کی طرف نکلے' وہاں آپ کا مقابلہ غطفان کی ایک جماعت سے ہوا' پس کوئی لڑائی نہیں ہوئی' اور لوگوں کو ایک دوسرے سے خوف زدہ کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو رکعات نمازِ خوف پڑھائی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ص ۲۱۷)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ امام ابن اسحاق نے غزوۂ ذات الرقاع کے بعد غزوۂ ذی قرد کا ذکر کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ غزوۂ ذی قرد حدیبیہ کے بعد ہوا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ص ۳۶۸) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۵۹۔۲۵۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٢٥- وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ

امام ابو عبد اللہ نے کہا: اور مجھ سے عبد اللہ بن رجاء نے کہا:

Marfat.com

الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِي غَزْوَةِ السَّابِعَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ .

ہمیں عمران القطان نے خبر دی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابو سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ساتویں غزوہ غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔

[اطراف الحدیث: ۴۱۲۶-۴۱۲۷-۴۱۳۰-۴۱۳۷] (صحیح مسلم: ۸۴۳ الرقم المسلسل: ۱۸۳۴ سنن ترمذی: ۵۶۴ سنن نسائی: ۱۵۳۴)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْخَوْفَ بِذِي قَرَدٍ .

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذی قرد میں نماز خوف پڑھائی۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مقام ذی قرد مدینہ سے ایک دن کی مسافت پر ہے اور یہ بلاد غطفان کے قریب ہے اس تعلیق کو امام نسائی اور امام طبرانی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٦- **وَقَالَ** بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ حَدَّثَنِي زِيَادُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ أَبِي مُوسٰى أَنَّ جَابِرًا حَدَّثَهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ يَوْمَ مُحَارِبٍ وَّثَعْلَبَةَ .

اور بکر بن سوادۃ نے کہا: مجھے زیاد بن نافع نے حدیث بیان کی از ابی موسیٰ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یوم محارب اور ثعلبہ میں نماز پڑھائی۔

اس حدیث اور اس سے پہلی حدیث کی شرح ہم حدیث: ۴۱۲۷ کے بعد کریں گے ان شاء اللہ العزیز!

٤١٢٧- **وَقَالَ** ابْنُ إِسْحٰقَ سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ سَمِعْتُ جَابِرًا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ فَلَقِيَ جَمْعًا مِنْ غَطَفَانَ فَلَمْ يَكُنْ قِتَالٌ وَّأَخَافَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْخَوْفِ .

اور ابن اسحاق نے کہا: میں نے وہب بن کیسان سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات الرقاع کے کھجور کے درختوں کی طرف نکلے تو آپ کا مقابلہ غطفان کی جماعت سے ہوا سو ان میں لڑائی نہیں ہوئی اور لوگوں نے ایک دوسرے کو ڈرایا پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔

ان تینوں حدیثوں کی شرح عنقریب آ رہی ہے۔

وَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سَلَمَةَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقَرَدِ .

اور یزید نے کہا از سلمہ کہ میں قرد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں تھا۔

غزوہ ذی قرد وہ غزوہ ہے جس میں مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیوں کو لوٹ کر لے گئے تھے اور اس میں نماز خوف کا بالکل ذکر نہیں ہے پس اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ پھر حدیث سلمہ کو یہاں ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث: ۴۱۲۵ کے بعد جو تعلیق ہے اس میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ذی قرد میں صلوٰۃ الخوف پڑھائی اور ان حدیثوں میں ذی قرد کا ذکر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں کا قصہ واحد ہو ہو سکتا ہے کہ آپ نے ذی قرد میں ایک جگہ صلوٰۃ الخوف پڑھائی ہو اور دوسری جگہ صلوٰۃ الخوف نہ پڑھائی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۲)

Marfat.com

غزوہ ذات الرقاع کے ساتویں غزوہ ہونے کی تحقیق

حدیث:۴۱۲۵ میں امام بخاری نے غزوہ ذات الرقاع کو ساتواں غزوہ لکھا ہے' اور جن غزوات میں قتال ہوا ہے' وہ یہ ہیں: (۱) بدر (۲) اُحد (۳) خندق (۴) قریظہ (۵) المریسیع (٦) خیبر۔ امام بخاری کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد ہوا ہے۔

حافظ ابن حجر کا امام بخاری پر اعتراض اور علامہ عینی کا امام بخاری کی طرف سے جواب

حدیث:۴۱۲۷ کی سند میں امام بخاری نے لکھا ہے کہ ابن اسحاق نے کہا' یعنی امام محمد بن اسحاق صاحب المغازی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات الرقاع کے کھجور کے درختوں کی طرف نکلے تو آپ کی ملاقات غطفان کی جماعت سے ہوئی' پس قتال نہیں ہوا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو یہ امام ابن اسحاق سے نقل کیا ہے' میں نے اس کو امام ابن اسحاق کی مغازی میں اور نہ کسی دوسرے کی مغازی میں لکھا ہوا دیکھا اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی اور نے یہ اعتراض کیا ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲٦۰۔۲۵۹' ملخصاً)

علامہ بدرالدین عینی اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے اگر یہ روایت کسی بھی جگہ نہیں دیکھی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بھی یہ روایت کسی جگہ نہ دیکھی ہو' ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے کسی جگہ یہ روایت دیکھی ہو اور یہ قائل اس جگہ پر مطلع نہ ہوا ہو' کیونکہ اس قائل کی اطلاع امام بخاری کی ادنیٰ اطلاع کے بھی قریب نہیں ہو سکتی بلکہ امام بخاری کی کسی چیز کے بھی قریب نہیں ہو سکتی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲٦۱۔۲٦۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ وَّنَحْنُ فِيْ سِتَّةِ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيْرٌ نَعْتَقِبُهٗ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ اَظْفَارِيْ وَكُنَّا نَلُفُّ عَلٰى اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلٰى اَرْجُلِنَا وَحَدَّثَ اَبُوْ مُوْسٰى بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ثُمَّ كَرِهَ ذَالِكَ قَالَ مَا كُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ اَذْكُرَهٗ كَاَنَّهٗ كَرِهَ اَنْ يَّكُوْنَ شَيْءٌ مِّنْ عَمَلِهٖ اَفْشَاهُ.

(صحیح مسلم:۱۸۱٦' الرقم المسلسل:۴۵۹۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ بن ابی بردہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے' ہم چھ افراد تھے اور ہمارے پاس ایک اونٹ تھا' ہم باری باری اس پر سوار ہوتے تھے' چلتے چلتے ہمارے پیروں میں سوراخ ہو گئے اور میرے دونوں پیروں میں سوراخ ہو گئے اور میرے ناخن گر گئے اور ہم اپنے پیروں پر کپڑے کی دھجیاں لپیٹ رہے تھے' اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوۂ ذات الرقاع رکھا گیا کیونکہ ہم اپنے پیروں کی پھٹن پر کپڑے کی پٹیاں لپیٹ رہے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ نے اس حدیث کو بیان کیا' پھر اس (کے ذکر) کو ناپسند کیا' اور کہا: میں نے یہ اس لیے نہیں کیا تھا کہ اس کا ذکر کیا جائے' گویا کہ انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ ان کے کسی عمل کو ظاہر کیا جائے۔

Marfat.com

غزوۂ ذات الرقاع کے نام کی صحیح وجہ اور نیک عمل کو مخفی رکھنے کی فضیلت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حدیث کے راوی نے غزوۂ ذات الرقاع کے نام کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس غزوہ کے سفر میں صحابہ کے پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے اور ان کے ناخن اکھڑ گئے تھے اور وہ ان پر کپڑے کی دھجیاں لپیٹ رہے تھے اور رقاع کے معنی بھی کپڑے کے ٹکڑے ہیں' لہٰذا غزوۂ ذات الرقاع کے نام میں اسی وجہ پر اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ اس حدیث کا راوی ذات الرقاع کے نام کو زیادہ جاننے والا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ نے غزوہ ذات الرقاع میں جو ان کے پیروں میں چھالے پڑے تھے اور ناخن اکھڑ گئے تھے' اس کے اظہار کو پسند نہیں کیا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ اللہ کی راہ میں ان کی یہ مشقت اور تکلیف پوشیدہ رہے تاکہ ان کے عمل کا اخلاص برقرار رہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ اگر تم اپنے صدقات کو چھپا کر فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (البقرہ:۲۷۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۲۶۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ نے اپنے اس نیک عمل کے اظہار کو اس لیے ناپسند کیا کہ وہ خودستائی کو ناپسند کرتے تھے۔

نیز نیک عمل کو پوشیدہ رکھنا افضل ہے لیکن کبھی اس کا اظہار کرنا راجح ہوتا ہے تاکہ دوسرے لوگ بھی نیک عمل کریں۔

(فتح الباری ج۵ص۲۶۰' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے ان دونوں شرحوں کا خلاصہ لکھ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ص۲۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ شَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلّٰى صَلٰوةَ الْخَوْفِ اَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهٗ وَطَائِفَةٌ وُّجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِالَّتِيْ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَّاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وُجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمِ الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ مِنْ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَّاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ ۔

(صحیح مسلم:۸۴۲' الرقم المسلسل:۱۸۳۲' سنن ابوداؤد:۱۲۳۹۔ ۱۲۳۸۔۱۲۳۷' سنن ترمذی: سنن نسائی:۱۵۵۲۔۱۵۳۶۔۱۵۳۵' سنن ابن ماجہ:۱۲۵۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از یزید بن رومان از صالح بن خوات' وہ ان اصحاب سے روایت کرتے ہیں جو ذات الرقاع کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے صلوٰۃ الخوف پڑھائی' ایک جماعت نے آپ کے ساتھ صف بنائی اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہی' سو آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی جو آپ کے ساتھ تھے' پھر آپ سیدھے کھڑے رہے اور ان صحابہ نے اپنی نماز پوری کر لی' پھر وہ مڑ کر چلے گئے اور دشمن کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے اور صحابہ کی دوسری جماعت آ گئی' آپ نے ان کو نماز کی وہ دوسری رکعت پڑھائی جو آپ کی اس نماز سے باقی رہ گئی تھی' پھر آپ سیدھے بیٹھے رہے اور ان صحابہ نے اپنی نماز پوری کر لی' پھر آپ نے ان کی نماز سے سلام پھیرا۔

نمازِ خوف کی کیفیت کے اختلاف کا محمل

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے امام بخاری کی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ہم نے امام واقدی سے اس شخص کے قصہ کی روایت کی ہے جس نے مدینہ آ کر یہ خبر دی تھی کہ انمار اور ثعلبہ نے آپ لوگوں کے خلاف ایک جماعت تیار کر لی ہے' سو ہو سکتا ہے کہ آپ نے جو یہ نمازِ خوف پڑھائی ہو یہ بھی اسی غزوہ میں ہو اور اس نماز میں ہم نے حضرت جابر سے جو نمازِ خوف کی روایت کی ہے اس میں کچھ مخالفت ہو' کیونکہ دونوں نمازوں کا حال مختلف تھا۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۷۸۔۳۷۷)

امام بیہقی نے کہا: جس نے از ابی الزبیر از حضرت جابر یہ روایت کی ہے کہ یہ واقعہ کھجور کے درختوں کے پاس ہوا تھا' اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اور غزوۃ الرقاع کا واقعہ واحد ہے' اور نمازِ خوف کی کیفیت میں اختلاف' احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہے' بہر حال جس طرح بھی ہو' مقصود تو نمازِ خوف کی کیفیت کی معرفت ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۶۱۔۲۶۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے نمازِ خوف کے اسی طریقہ کی موافقت کی ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ نمازِ خوف کی صفات اور طریقوں میں جو اختلاف ہے وہ اختلافِ احوال پر مبنی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ نمازِ خوف پڑھنے میں توسع اور اختیار ہے' اس پر مفصل بحث ابواب صلوٰۃ الخوف میں ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٣٠- وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَذَكَرَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ قَالَ مَالِكٌ وَّذٰلِكَ اَحْسَنُ مَاسَمِعْتُ فِىْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ .

اور معاذ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھجور کے درختوں کے پاس تھے' پس انہوں نے نمازِ خوف کا ذکر کیا۔ امام مالک نے کہا: یہ وہ بہترین بات ہے جو کہ میں نے صلوٰۃ خوف کے متعلق سنی۔

تَابَعَهُ اللَّيْثُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةِ بَنِىْ اَنْمَارٍ .

معاذ کی متابعت لیث نے کی ہے از ہشام از زید بن اسلم' وہ بیان کرتے ہیں کہ قاسم بن محمد نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بنو انمار میں نماز (خوف) پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۱۲۵ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا امام بخاری پر تعاقب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس متابعت سے کیا مراد ہے یہ مجھ پر منکشف نہیں ہوا' کیونکہ اگر ان کی مراد متن میں متابعت ہے تو وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے متن میں کھجوروں کے درخت میں محارب اور ثعلبہ کا غزوہ مذکور ہے۔ (صحیح بخاری: ۴۱۲۶) اور یہ غزوہ انمار ہے' لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں غزوے ایک ہوں کیونکہ دیار بنو انمار' دیار بنو ثعلبہ کے قریب ہیں اور اگر امام بخاری کی مراد اسناد میں متابعت ہے تو وہ اس طرح نہیں ہے' کیونکہ دونوں روایتیں بالکلیہ متخالف ہیں' پہلی روایت صحابی کے ذکر سے متصل ہے اور یہ روایت مرسل ہے'

Marfat.com

اور پہلی روایت کے رجال دوسری روایت کے رجال کے متغایر ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۶۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤١٣١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ يَقُومُ الْإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَطَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ وُجُوهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ فَيُصَلِّي بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَقُومُونَ فَيَرْكَعُونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ فِي مَكَانِهِمْ ثُمَّ يَذْهَبُ هَؤُلَاءِ إِلَى مَقَامِ أُولَئِكَ فَيَجِيءُ أُولَئِكَ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَهُ ثِنْتَانِ ثُمَّ يَرْكَعُونَ وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ. (صحیح مسلم: ۸۴۱ الرقم المسلسل: ۱۸۳۱ سنن ابوداؤد: ۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹ سنن ترمذی: ۵۶۵ سنن نسائی: ۱۵۳۲ سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید القطان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید الانصاری از القاسم بن محمد از صالح بن خوات از سہل بن ابی حثمہ انہوں نے کہا کہ امام قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور نمازیوں کی ایک جماعت بھی اس کے ساتھ ہو اور ایک جماعت دشمن کی طرف ہو ان کے منہ دشمن کی طرف ہوں پس امام ان کو ایک رکعت پڑھائے جو اس کے ساتھ ہوں پھر وہ نمازی کھڑے ہو کر اپنے لیے ایک رکوع کریں اور دو سجدے کریں اسی جگہ پر پھر یہ نمازی دوسری نماز کے مقام کی طرف چلے جائیں اور امام اس دوسری جماعت کو ایک رکعت پڑھائے پس امام کی دو رکعات ہو جائیں گی پھر یہ دوسری جماعت ایک رکوع کرے اور دو سجدے کرے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از عبدالرحمان بن القاسم از والد خود از صالح بن خوات از سہل بن ابی حثمہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی مثل روایت ہے۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَحْيَى سَمِعَ الْقَاسِمَ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلٍ حَدَّثَهُ قَوْلَهُ.

مجھے محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از یحییٰ انہوں نے قاسم سے سنا انہوں نے کہا: مجھے صالح بن خوات نے خبر دی از سہل انہوں نے ان کو اپنا قول بیان کیا۔

یہ سند موقوف ہے۔

٤١٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گیا تو ہمارا دشمن سے سامنا ہوا سو ہم نے ان کے لیے صفیں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۹۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٤١٣٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

Marfat.com

مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِاِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَالطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَقَامُوْا فِيْ مَقَامِ اَصْحَابِهِمْ فَجَاءَ اُولٰئِكَ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ وَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ .

کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم بن عبداللہ بن عمر از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو جماعتوں میں سے ایک جماعت کو نماز پڑھائی اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی ہوئی تھی' پھر پہلی جماعت لوٹ کر گئی اور اپنے اصحاب کی جگہ کھڑی ہو گئی' پس وہ جماعت آئی اور آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی' پھر آپ نے ان پر سلام پھیر دیا' پھر یہ دوسری جماعت کھڑی ہوئی اور انہوں نے اپنی رکعت ادا کی اور پہلی جماعت کھڑی ہوئی اور انہوں نے ایک رکعت ادا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٤١٣٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ سِنَانٌ وَّاَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ جَابِرًا اَخْبَرَ اَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سنان نے اور ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

٤١٣٥- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ عَتِيْقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ اَبِيْ سِنَانٍ الدُّؤَلِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ قَالَ جَابِرٌ فَنِمْنَا نَوْمَةً ثُمَّ اِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا فَجِئْنَاهُ فَاِذَا عِنْدَهُ اَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از سنان بن ابی سنان الدؤلی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے' پس رسول اللہ ﷺ واپس آئے اور وہ (بھی) آپ کے ساتھ واپس آئے' اس وادی میں جہاں بہت زیادہ کانٹوں والے درخت تھے' وہ سب دوپہر کے وقت وہاں پہنچے' پس رسول اللہ ﷺ اترے اور لوگ ان کانٹوں والے درختوں میں مختلف جگہوں پر اترے' وہ درختوں کا سایہ چاہتے تھے' اور رسول اللہ ﷺ ایک کیکر کے درخت کے نیچے اترے' آپ نے اس درخت پر اپنی تلوار لٹکا دی' حضرت جابر نے بتایا کہ ہم لوگ سو چکے تھے' پھر اچانک رسول اللہ ﷺ ہمیں بلا رہے تھے' سو ہم آپ کے پاس آئے' اس وقت آپ کے پاس ایک

Marfat.com

وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا فَقَالَ لِي مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قُلْتُ لَهُ اَللّٰهُ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اعرابی بیٹھا ہوا تھا' پس رسول اللہ ﷺ نے بتایا اس شخص نے مجھ پر میری تلوار سونت لی تھی اور میں سویا ہوا تھا' پس جب میں بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی' سو اس نے مجھ سے کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا' میں نے اس سے کہا: اللہ! پس وہ یہ بیٹھا ہوا ہے' پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

حضرت جابر کی حدیث پر علامہ ابن الملقن کا اشکال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''والعضاہ'' یہ جنگل کے درختوں میں سے ایک درخت ہے' اس کی جمع' جمع تکسیر آتی ہے' جمع سالم نہیں آتی۔

اس حدیث میں ایک قصہ کا ذکر ہے' حضرت جابر نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ذات الرقاع میں تھے' ایک مشرک شخص آیا' رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے اس کو دھمکایا اور نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ نے ایک جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی اور دوسری جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی' پس رسول اللہ ﷺ کی چار رکعات ہوئیں اور لوگوں کی دو دو رکعتیں ہوئیں۔

مسدد نے از ابی عوانہ از ابی بشر کہا ہے کہ اس شخص کا نام غورث بن الحارث تھا اور اس نے محارب خصفہ کے لیے قتال کیا۔

(سنن سعید بن منصور: ۲۵۰۴)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اشکال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے چار رکعات اور لوگوں کے لیے دو دو رکعات کیسے ہوئیں' جب کہ آپ اور صحابہ سفر میں تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۶۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نجد کی طرف: علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ زمین کی بلند جگہ کو نجد کہتے ہیں' یہ حجاز کے ماسوا کا مخصوص نام ہے' جو جگہ عراق کے قریب ہے اور الجوہری نے کہا ہے کہ نجد عرب کے شہروں میں سے ہے اور یہ تہامہ کے خلاف ہے اور تہامہ کی جو بلند جگہ عراق کے قریب ہے وہ نجد ہے' خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع نجد میں تھا۔

''القائلہ'' دن کے درمیان میں سخت گرمی۔

''العضاہ'' یہ بہت بڑا کانٹوں والا درخت ہے۔

ایک اعرابی آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا' اس کا نام غورث ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس اعرابی کو کوئی سزا نہیں دی: آپ نے اس اعرابی کی سختی اور اس کے درشت رویہ پر اس کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ اس کو معاف کر دیا' آپ کفار کے ساتھ نرم سلوک اس لیے کرتے تھے تاکہ وہ اسلام لے آئیں اور آپ کفار کے اسلام لانے پر بہت حریص تھے۔ علامہ واقدی نے لکھا ہے: وہ اسلام لے آیا تھا اور اس کی وجہ سے بہت لوگوں نے ہدایت پائی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٤١٣٦- وَقَالَ اَبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِى كَثِيرٍ عَنْ اَبِى سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ الرِّقَاعِ فَاِذَا اَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهٗ فَقَالَ لَهٗ تَخَافُنِيْ قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ فَتَهَدَّدَهٗ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَاَخَّرُوْا وَصَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ وَّلِلْقَوْمِ رَكْعَتَيْنِ۔

اور ابان نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذات الرقاع میں تھے' پس جب ہم ایک سایا دار درخت کے پاس آئے تو ہم نے اس درخت کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چھوڑ دیا' پس مشرکین میں سے ایک شخص آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار درخت پر لٹکی ہوئی تھی' اس نے وہ تلوار پکڑ لی اور آپ سے پوچھا: کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس نے پوچھا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا: اللہ! پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے آ کر اس کو دھمکایا اور نماز قائم کی گئی' پھر آپ نے ایک جماعت کو دو رکعت پڑھائیں' پھر وہ پیچھے چلے گئے' پھر آپ نے دوسری جماعت کو دو رکعت پڑھائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چار رکعات ہوئیں اور لوگوں کے لیے دو دو رکعت ہوئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ مُسَدَّدٌ عَنْ اَبِى عَوَانَةَ عَنْ اَبِى بِشْرٍ اِسْمُ الرَّجُلِ غَوْرَثُ بْنُ الْحَارِثِ وَقَاتَلَ فِيْهَا مُحَارِبَ خَصَفَةَ۔

اور مسدد نے کہا از ابی عوانہ از ابی بشر: اس شخص کا نام غورث بن الحارث ہے اور اس نے اس غزوہ میں محارب خصفہ کی طرف سے قتال کیا تھا۔

علامہ ابن التین کے اشکال کا جواب

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلوٰۃ الخوف میں چار رکعات پڑھیں اور صحابہ نے آپ کے پیچھے دو دو رکعات پڑھیں اور دو دو رکعات الگ الگ پڑھیں' حالانکہ یہ سفر کا واقعہ ہے اور سفر میں نماز قصر ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی نے اس اشکال کے جواب میں کہا ہے کہ فقہاء نے اس حدیث میں حضرت ابن عباس کی حدیث کی طرح تاویل کی ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ عزوجل نے تمہارے نبی کی زبان پر حضر میں چار رکعت نماز فرض کی ہے اور سفر میں دو رکعت اور حالت خوف میں ایک رکعت فرض کی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ حالت خوف میں نمازی ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے گا اور ایک رکعت علیحدہ پڑھے گا' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے نمازِ خوف کے متعلق احادیثِ صحیحہ وارد ہیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ تاویل ضروری ہے تاکہ دلائل میں تطبیق ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی اور علامہ نووی کی تاویل سے اصل اشکال دور نہیں ہوا' اصل اشکال کا جواب یہ ہے کہ ابتداءِ اسلام میں ایک فرض کو دو دو مرتبہ پڑھنا جائز تھا' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی پہلی جماعت کو دو رکعت فرض پڑھائے اور پھر دوبارہ دوسری جماعت کو دو رکعت فرض پڑھائے اور ابتداءِ اسلام میں یہ جائز تھا بعد میں منسوخ ہو گیا' اس کی تصریح امام طحاوی نے کی ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ص ۳۱۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

٤١٣٧- وَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ

اور ابوالزبیر نے کہا از حضرت جابر رضی اللہ عنہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَصَلَّى الْخَوْفَ وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ نَجْدٍ صَلٰوةَ الْخَوْفِ .

ساتھ کھجور کے درختوں میں تھے سو آپ نے نمازِ خوف پڑھائی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کے غزوہ میں نمازِ خوف پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۱۲۵ میں گزر چکی ہے۔

وَاِنَّمَا جَاءَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامَ خَيْبَرَ .

اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایام خیبر میں آئے تھے۔

اس تعلیق کی امام ابوداؤد' امام طبرانی اور امام ابن حبان نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

مروان بن الحکم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ خوف پڑھی ہے؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: ہاں! مروان نے پوچھا: کب؟ انہوں نے بتایا: جس سال غزوہ نجد ہوا تھا۔

علامہ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے جو کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کے غزوہ میں نمازِ خوف پڑھی ہے' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف پڑھی ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی سمت میں متعدد غزوے کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۹۔۲۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٣- بَابُ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيْعِ

خزاعہ کے بنو مصطلق کے خلاف غزوہ اور یہی غزوۃ المریسیع ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

المصطلق' صلق کا لقب ہے اور اس کا معنی آواز بلند کرنا ہے' اور اس شخص کا نام جزیمہ بن سعد بن عمرو ہے' یہ بنو خزاعہ کے قبیلہ سے ہے' ان کو خزاعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب قبیلہ ازد کے بنو مازن یمن سے آرہے تھے تو یہ ان سے منقطع ہو گئے تھے اور خزع کا معنی انقطاع ہے۔

امام بخاری نے کہا: غزوہ بنو مصطلق ہی غزوۃ المریسیع ہے: المریسیع اس پانی کا نام ہے جو قدید کی جانب ساحل سمندر کے قریب ہے' اس کے اور فرع کے درمیان دو دن کی مسافت ہے اور فرع اور مدینہ کے درمیان آٹھ برید کا فاصلہ ہے' برید کا معنی ہے: بارہ میل کی مسافت۔

قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ وَذٰلِكَ سَنَةَ سِتٍّ .

امام ابن اسحاق نے کہا: یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا۔

امام ابن ہشام نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر حضرت ابوذر غفاری کو عامل بنایا' امام ابن سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا' پس وہ جلد نکلے' ان کے پاس تیس گھوڑے تھے' ان کے ساتھ دس مہاجرین اور بیس انصار تھے اور آپ نے مدینہ پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو عامل بنایا۔

الصنعانی نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہاجرین کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ انصار کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے' پس انہوں نے بنو مصطلق کے دس افراد قتل کر دیئے اور باقی تمام لوگ گرفتار کر لیے۔

وَقَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ سَنَةَ اَرْبَعٍ .

اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ نے متعدد اسانید سے اپنی مغازی میں لکھا ہے: یہ غزوہ پانچ ہجری میں ہوا ہے' امام حاکم اور امام بیہقی نے بھی اسی

Marfat.com

طرح لکھا ہے' موسیٰ بن عقبہ کی عبارت اس طرح ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے بنوالمصطلق اور بنولحیان سے پانچ ہجری میں قتال کیا اور امام واقدی نے کہا ہے کہ آپ نے ۲ شعبان ۵ ھ کو سات سو اصحاب کے ساتھ ان کے خلاف قتال کیا اور نبی ﷺ نے جویریہ بنت الحارث کو گرفتار کر لیا' پھر ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور اس غزوہ میں سات سو سے زیادہ افراد کو قید کیا گیا تھا۔

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ حَدِيثُ الْإِفْكِ فِي غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيعِ.

اور النعمان بن راشد نے کہا از زہری: ''افک'' (حضرت عائشہ پر تہمت) کی حدیث کا واقعہ غزوۃ المریسیع میں تھا۔

اس تعلیق کی الجوزقی اور امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کی ہے' عروہ کی روایت ہے کہ افک کا قصہ غزوۃ المریسیع میں تھا اور ایک سے زیادہ اہل مغازی نے کہا ہے کہ افک کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ کا لشکر غزوۃ المریسیع سے واپس آ رہا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۷۰۔۲۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٣٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْعَزْلِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے خبر دی از ربیعہ بن ابوعبدالرحمان از محمد بن یحییٰ بن حبان از ابن محیریز' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کو دیکھا' میں ان کے پاس بیٹھ گیا' پس میں نے ان سے عزل کے متعلق سوال کیا تو حضرت ابوسعید نے بتایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بنوالمصطلق کے لیے نکلے' تو ہم نے عرب کے قیدیوں میں سے چند قیدیوں کو پا لیا' پس ہم کو عورتوں کی خواہش ہو رہی تھی اور عورتوں سے علیحدگی ہمیں بہت شدت سے محسوس ہو رہی تھی اور ہم نے عزل کرنے کو پسند کیا' سو ہم نے عزل کرنے کا ارادہ کیا اور ہم نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہم آپ سے پوچھے بغیر عزل کریں (تو یہ درست نہیں ہے)' سو ہم نے اس کے متعلق آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم ایسا نہ کرو' جو روح بھی قیامت تک آنے والی ہے' وہ ضرور آ کر رہے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۲۹ میں گزر چکی ہے۔

المصطلق کا نام' غزوۂ بنوالمصطلق کے وقوع کی تاریخ' عزل کا معنی اور اس میں مذاہب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المصطلق: اس کا نام جذیمۃ بن سعد بن کعب بن عمرو بن لحی ہے' سیرۃ ابن حبان میں مذکور ہے کہ اس کا نام سعد بن عمرو ہے اور معروف وہ نام ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ کی عبارت امام بخاری کے خلاف ہے' انہوں نے کہا ہے کہ غزوہ بنوالمصطلق دو شعبان پانچ ہجری کو

Marfat.com

ہوا تھا اور غزوۂ خندق اس کے بعد ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا تھا' امام واقدی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔
(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ٦٥-٦٣' مغازی الواقدی ص ٤٠٥)

امام حاکم نے اکلیل میں کہا ہے کہ امام ابن اسحاق اور ابو معشر نے بھی یہ ذکر کیا ہے کہ غزوہ بنو مصطلق غزوہ خندق سے پہلے تھا' اور اسی غزوہ میں تیمم کی آیت نازل ہوئی تھی۔

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ از موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب روایت کی ہے کہ غزوہ بنو المصطلق شعبان پانچ ہجری میں ہوا ہے اور ہم نے اس کی از قتادہ بھی روایت کی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ٤ ص ٤٥)

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔
(صحیح البخاری: ٢٥٤١)

حضرت ابو سعید خدری نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کرنے کے متعلق سوال کیا:

عزل کی حقیقت یہ ہے کہ مرد عورت سے جماع کرے اور جب انزال کے قریب ہو تو اپنا آلہ باہر نکال لے اور فرج سے باہر انزال کرے' ہمارے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ عزل نہ کیا جائے' آزاد عورت اور باندی کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے خواہ اس کی اجازت ہو یا نہ ہو' خلاصہ یہ ہے کہ آزاد عورت میں تین قول ہیں' تیسرا قول یہ ہے کہ اس کی اجازت کے ساتھ جائز ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ وہ قیدی عورتیں اہل کتاب تھیں یا بت پرست تھیں' الاصیلی نے کہا: وہ بت پرست تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عورتوں کے ساتھ وطی کرنے کی اجازت اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے دی تھی:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ (البقرہ: ٢٢١) جب تک مشرک عورتیں ایمان نہ لائیں' ان سے نکاح نہ کرو۔

یعنی ان سے وطی نہ کرو' اس لیے اس آیت کے نزول کے بعد مشرکہ عورتوں سے وطی ممنوع ہوگئی۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ وہ عورتیں اہل کتاب تھیں' اس لیے ان کے ساتھ وطی کرنے سے پہلے ان کا اسلام لانا ضروری نہیں تھا اور پہلا قول اولیٰ ہے کیونکہ حدیث میں ہے: ہم نے عرب کے قیدیوں میں کچھ قیدی پالیے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم یہ نہ کرو' آپ کے اس ارشاد سے عزل کی اباحت اور ممانعت دونوں پر استدلال کیا گیا ہے اور ممانعت پر استدلال زیادہ قریب ہے۔

مبرد نے کہا ہے کہ اس ارشاد کا معنی ہے: اگر تم ایسا کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے' اور جو مانعین ہیں' ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ امام مسلم نے حضرت جذامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب آپ سے عزل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ خفیہ طریقہ سے زندہ درگور کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ١٤٤٢) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٢٦٩' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤١٣٩- حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ نَجْدٍ فَلَمَّا اَدْرَكَتْهُ الْقَائِلَةُ وَهُوَ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ وَّاسْتَظَلَّ بِهَا وَعَلَّقَ سَيْفَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ نجد میں گئے' پس جب ہم پر سخت دوپہر کا وقت آیا اور اس

Marfat.com

فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الشَّجَرَةِ يَسْتَظِلُّوْنَ وَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ دَعَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْنَا فَاِذَا اَعْرَابِيٌّ قَاعِدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اَتَانِىْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاخْتَرَطَ سَيْفِىْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى رَاْسِىْ مُخْتَرِطٌ سَيْفِىْ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّىْ قُلْتُ اَللّٰهُ فَشَامَهٗ ثُمَّ قَعَدَ فَهُوَ هٰذَا قَالَ وَلَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

وادی میں کانٹوں والے درخت بہ کثرت تھے تو آپ ایک درخت کے نیچے اترے اور اس کے سائے میں ٹھہرے اور آپ نے اپنی تلوار (درخت پر) لٹکادی اور صحابہ مختلف درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے جب ہم اسی حال میں تھے تو ناگاہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا سو ہم آئے اس وقت ایک اعرابی آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا پس آپ نے بتایا: یہ شخص اس وقت میرے پاس آیا جب میں سویا ہوا تھا سو اس نے میری تلوار اٹھا کر سونت لی پس میں بیدار ہو گیا اور یہ شخص میرے سر کے پاس کھڑا ہوا تھا اور میری تلوار سونتے ہوئے تھا اس نے کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ! تو اس نے وہ تلوار میان میں رکھ لی پھر بیٹھ گیا اور وہ یہ ہے حضرت جابر نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سزا نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "فشامه" اس کا معنی ہے: تلوار میان میں رکھ لی اور اس کا معنی یہ بھی ہے: تلوار میان سے نکال لی سو یہ لغت اضداد سے ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی سزا اس لیے نہیں دی کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ وہ اسلام لے آئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۷۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٤- بَابُ غَزْوَةِ اَنْمَارٍ — غزوۂ انمار

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ انمار ایک قبیلہ ہے اور اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (دیار بنو انمار اور دیار بنو ثعلبہ متقارب ہیں) اس باب کا محل غزوۂ بنو المصطلق سے پہلے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۷۱)

٤١٤٠- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُرَاقَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةِ اَنْمَارٍ يُصَلِّىْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُتَوَجِّهًا قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُتَطَوِّعًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عبداللہ بن سراقہ نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ انمار میں دیکھا آپ سواری پر نفل نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ مشرق کی طرف تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ چلتی ہوئی سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے خواہ سواری کا منہ قبلہ کی طرف نہ ہو اور بغیر عذر کے چلتی ہوئی سواری پر فرض اور واجب (وتر) پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اتر کر فرض نماز پڑھتے تھے اگر چلتی ہوئی سواری سے اترنے میں جان کا خطرہ ہو تو پھر چلتی ہوئی سواری پر بھی نماز پڑھنا جائز ہے جیسے ریل پر بہ شرطیکہ نماز کے پورے وقت میں ٹرین نہ ٹھہرتی ہو ورنہ جہاں ٹرین ٹھہرے وہاں نماز پڑھ لے۔

Marfat.com

٣٥- بَابُ حَدِيْثِ الْإِفْكِ

حدیث الافک (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ)

(اَلْإِفْكُ) وَالْإِفْكُ بِمَنْزِلَةِ النِّجْسِ وَالنَّجَسُ .

''اِلافك'' اور ''اَلْإِفْكَ' اِلنِجس '' اور ''اَلنَجس '' کی طرح ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی دو لغتیں ہیں ''اِفك'' مصدر ہے جب کوئی مرد جھوٹ بولے تو کہا جاتا ہے: ''اَفَكَ الرجل '' اور ''الافّاك '' اس شخص کو کہتے ہیں: جو بہت جھوٹ بولتا ہو۔

يُقَالُ ﴿إِفْكُهُمْ﴾ (الصّٰفّٰت:١٥١) . وَأَفْكُهُمْ وَأَفَكَهُمْ .

کہا جاتا ہے: ''اِفكُهم '' اور ''اَفكُهُم '' اور ''اَفَكهم ''۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ (الاحقاف:٢٨)

بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ تو ان کا جھوٹ تھا اور بہتان جو وہ باندھتے تھے ۝

فَمَنْ قَالَ أَفَكَهُمْ .

اور جس نے کہا: ''اَفَكهم ''۔

یعنی جس نے اس کو فعل ماضی پڑھا۔

يَقُوْلُ صَرَفَهُمْ عَنِ الْإِيْمَانِ وَكَذَّبَهُمْ .

اس کا معنی یوں کرتا ہے: اس نے ان کو ایمان سے پھیر دیا اور ان کو جھٹلایا۔

كَمَا قَالَ ﴿يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ﴾ (الذّٰرِيٰت:٩) يُصْرَفُ عَنْهُ مَنْ صُرِفَ .

جیسے ''اُفِك '' سے کہا: ''یوفك عنه '' یعنی اس سے پھیر دیا جاتا ہے یہ ''صُرِف '' سے بنا ہے۔

حدیث میں ہے: ''لقد افك قوم '' یعنی انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور حق سے پھر گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤١٤١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوْا وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنْ حَدِيْثِهَا وَبَعْضُهُمْ كَانَ أَوْعٰى لِحَدِيْثِهَا مِنْ بَعْضٍ وَّأَثْبَتَ لَهُ اقْتِصَاصًا وَّقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِيْ حَدَّثَنِيْ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ان پر تہمت باندھنے والوں نے جو کہا سو کہا اور ان میں سے ہر ایک نے مجھے حضرت عائشہ کی حدیث کا ایک حصہ بیان کیا اور ان میں سے بعض حضرت عائشہ کی حدیث کو دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے اور اس قصہ کو زیادہ محفوظ رکھنے والے

Marfat.com

عَائِشَةَ وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ قَالُوا قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيُّهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَكُنْتُ أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأُنْزَلُ فِيهِ فَسِرْنَا حَتّٰى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَافِلِينَ آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ فَمَشَيْتُ حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلٰى رَحْلِي فَلَمَسْتُ صَدْرِي فَإِذَا عِقْدٌ لِي مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ قَالَتْ وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِينَ كَانُوا يُرَحِّلُونَنِي فَاحْتَمَلُوا هَوْدَجِي فَرَحَلُوهُ عَلٰى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ أَرْكَبُ عَلَيْهِ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يَهْبُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِينَ رَفَعُوهُ وَحَمَلُوهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ فَسَارُوا وَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ دَاعٍ وَلَا مُجِيبٌ فَتَيَمَّمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي غَلَبَتْنِي عَيْنِي فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي فَرَأٰى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي وَكَانَ رَآنِي قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي فَخَمَّرْتُ

اور میں نے ان میں سے ہر مرد کی اس حدیث کو یاد رکھا جو اس نے مجھے حضرت عائشہ سے بیان کی اور ان کی حدیث ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے' ہر چند کہ ان میں سے بعض دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو (ساتھ لے جانے کے لیے) اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے' سو جس کے نام کا قرعہ نکلتا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے جاتے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ ایک غزوہ میں جا رہے تھے' پس آپ نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی تو اس غزوہ میں ساتھ جانے کے لیے میرا قرعہ نکل آیا' سو حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی' پس مجھے کجاوے (پالان) میں بٹھایا جاتا تھا اور اس سے اتارا جاتا تھا' سو ہم چلتے رہے حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے فارغ ہو گئے اور واپس چلے' ہم واپس آتے ہوئے مدینہ کے قریب آ پہنچے تو ایک رات آپ نے روانہ ہونے کا اعلان کیا' تو جب انہوں نے روانگی کا اعلان کیا تو میں اُٹھی اور چلتی رہی حتیٰ کہ میں لشکر کے پار آ گئی' جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہو گئی تو میں اپنے کجاوے کی طرف آئی' میں نے اپنے سینہ کو چھوا تو میرا سیپیوں کا ہار ٹوٹا ہوا تھا' سو میں واپس گئی اور اپنا ہار تلاش کرنے لگی' سو اس ہار کی تلاش نے مجھے ٹھہرائے رکھا' حضرت عائشہ نے بتایا: (ادھر) وہ صحابہ جو میرا پالان اُٹھاتے تھے انہوں نے میرا پالان اٹھا لیا اور اس پالان کو میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر مجھ کو سوار کرایا جاتا تھا' اور ان کو یہ گمان تھا کہ میں اس پالان میں موجود ہوں' اور اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں وہ فربہ نہیں ہوتی تھیں اور ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا' وہ طعام سے معمولی خوراک کھاتی تھیں' لہٰذا جن صحابہ نے پالان کو اُٹھایا اور اس کو اونٹ پر رکھا ان کو اس کے ہلکے ہونے سے تعجب نہیں ہوا' اور میں کم عمر لڑکی تھی' پس ان صحابہ نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے اور مجھے اس لشکر کے جانے کے بعد اپنا ہار مل گیا' پس میں ان کے پڑاؤ کی جگہ آئی اور وہاں کوئی بلانے والا

وَجْهِي بِجِلْبَابِي وَوَاللّٰهِ مَا تَكَلَّمْنَا بِكَلِمَةٍ وَلَا سَمِعْتُ
مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ وَهَوٰى حَتّٰى اَنَاخَ رَاحِلَتَهُ
فَوَطِئَ عَلٰى يَدِهَا فَقُمْتُ اِلَيْهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ
بِيَ الرَّاحِلَةَ حَتّٰى اَتَيْنَا الْجَيْشَ مُوْغِرِيْنَ فِيْ نَحْرِ
الظَّهِيْرَةِ وَهُمْ نُزُوْلٌ قَالَتْ فَهَلَكَ فِيَّ مَنْ هَلَكَ وَ
كَانَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَ الْاِفْكِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ
سَلُوْلَ قَالَ عُرْوَةُ اُخْبِرْتُ اَنَّهُ كَانَ يُشَاعُ وَيُتَحَدَّثُ
بِهِ عِنْدَهُ فَيُقِرُّهُ وَيَسْتَمِعُهُ وَيَسْتَوْشِيْهِ وَقَالَ عُرْوَةُ
اَيْضًا لَمْ يُسَمَّ مِنْ اَهْلِ الْاِفْكِ اَيْضًا اِلَّا حَسَّانُ بْنُ
ثَابِتٍ وَمِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ وَحَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ فِيْ نَاسٍ
اٰخَرِيْنَ لَا عِلْمَ لِيْ بِهِمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ عُصْبَةٌ كَمَا قَالَ اللّٰهُ
تَعَالٰى وَاِنَّ كُبْرَ ذٰلِكَ يُقَالُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ
قَالَ عُرْوَةُ كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْرَهُ اَنْ يُسَبَّ عِنْدَهَا
حَسَّانُ وَتَقُوْلُ اِنَّهُ الَّذِيْ قَالَ :

فَاِنَّ اَبِيْ وَوَالِدَهُ وَعِرْضِيْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءُ

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِيْنَ قَدِمْتُ
شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ فِيْ قَوْلِ اَصْحَابِ الْاِفْكِ لَا
اَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ وَهُوَ يَرِيْبُنِيْ فِيْ وَجَعِيْ اَنِّيْ لَا
اَعْرِفُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ
الَّذِيْ كُنْتُ اَرٰى مِنْهُ حِيْنَ اَشْتَكِيْ اِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْلُ
كَيْفَ تِيْكُمْ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَذٰلِكَ يَرِيْبُنِيْ وَلَا اَشْعُرُ
بِالشَّرِّ حَتّٰى خَرَجْتُ حِيْنَ نَقَهْتُ فَخَرَجْتُ مَعَ اُمِّ
مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ وَكَانَ مُتَبَرَّزَنَا وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ
اِلَّا لَيْلًا اِلٰى لَيْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ نَّتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيْبًا مِّنْ
بُيُوْتِنَا قَالَتْ وَاَمْرُنَا اَمْرُ الْعَرَبِ الْاُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ قِبَلَ
الْغَائِطِ وَكُنَّا نَتَاَذّٰى بِالْكُنُفِ اَنْ نَّتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوْتِنَا
قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ ابْنَةُ اَبِيْ رُهْمِ بْنِ
الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَاُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ

تھا نہ جواب دینے والا تھا' پس میں نے اس جگہ ٹھہرنے کا قصد کیا
جہاں پر میں پہلے تھی اور میں نے یہ گمان کیا کہ عنقریب وہ مجھے گم
پائیں گے تو پھر وہ میری طرف واپس آئیں گے' سو جس وقت میں
اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی تو مجھ پر نیند غالب آ گئی' پس میں سو گئی اور
حضرت صفوان بن معطل السلمی پھر ذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے رہتے
تھے' سو وہ صبح کے وقت میری جگہ پر پہنچے' انہوں نے دیکھا کہ کوئی
انسان سویا ہوا ہے' انہوں نے دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا' اور وہ حجاب
کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے' جب انہوں نے
مجھے پہچانا تو بلند آواز سے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون! پس یہ سن کر
میں بیدار ہو گئی' پس نے اپنی چادر سے اپنا منہ چھپا لیا' اور اللہ کی قسم!
ہم نے کوئی بات نہیں کی' اور میں نے ان سے سوائے انا للہ وانا الیہ
راجعون پڑھنے کے کوئی اور بات نہیں سنی' وہ جھکے اور انہوں نے اپنی
سواری کو بٹھایا' پس وہ اپنے اگلے پیروں پر بیٹھ گئی' میں اس کی طرف
کھڑی ہوئی' پھر اس پر سوار ہو گئی' وہ روانہ ہوئے اور اس سواری کو
چلاتے رہے حتیٰ کہ ہم لشکر کے پاس پہنچ گئے' ہم سخت دوپہر کے
وقت داخل ہوئے تھے' اور اہل لشکر قیام کر چکے تھے' پس میرے
متعلق (تہمت پھیلا کر) وہ شخص ہلاک ہو گیا جو ہلاک ہوا تھا' جو
شخص اس تہمت کو سب سے زیادہ پھیلا رہا تھا وہ عبداللہ بن ابی ابن
سلول تھا' عروہ نے بتایا کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ شخص اس تہمت
کو پھیلا رہا تھا اور جو لوگ اس کے پاس یہ باتیں کرتے' وہ ان کی
توثیق کرتا اور کان لگا کر ان کی باتیں سنتا اور ان باتوں کو مزید
پھیلاتا' اور عروہ نے یہ بھی بتایا کہ تہمت لگانے والوں کے نام نہیں
بتائے گئے' سوائے حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اثاثہ
اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم کے' ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے
جن کا مجھے علم نہیں ہے سوائے اس کے کہ تہمت لگانے والے لوگوں
کی ایک جماعت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' اور بے شک
تہمت لگانے والوں میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن ابی ابن
سلول تھا' عروہ نے بتایا کہ حضرت عائشہ اس بات کو ناپسند کرتی
تھیں کہ ان کے سامنے حضرت حسان کو برا کہا جائے اور وہ فرماتی
تھیں کہ حضرت حسان نے یہ شعر کہا ہے:

خَالَةُ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّیْقِ وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ فَاَقْبَلْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَیْتِیْ حِیْنَ فَرَغْنَا مِنْ شَاْنِنَا فَعَثَرَتْ اُمُّ مِسْطَحٍ فِیْ مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ اَتَسُبِّیْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَتْ اَیْ هَنْتَاهُ وَلَمْ تَسْمَعِیْ مَا قَالَ قَالَتْ وَقُلْتُ مَا قَالَ فَاَخْبَرَتْنِیْ بِقَوْلِ اَهْلِ الْاِفْكِ قَالَتْ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلٰی مَرَضِیْ فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰی بَیْتِیْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ كَیْفَ تِیْكُمْ فَقُلْتُ لَهٗ اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اٰتِیَ اَبَوَیَّ قَالَتْ وَاُرِیْدُ اَنْ اَسْتَیْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا قَالَتْ فَاَذِنَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِاُمِّیْ یَا اُمَّتَاهْ مَاذَا یَتَحَدَّثُ النَّاسُ قَالَتْ یَا بُنَیَّةُ هَوِّنِیْ عَلَیْكِ فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ قَطُّ وَضِیْئَةً عِنْدَ رَجُلٍ یُحِبُّهَا لَهَا ضَرَائِرُ اِلَّا كَثَّرْنَ عَلَیْهَا قَالَتْ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَوَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا قَالَتْ فَبَكَیْتُ تِلْكَ اللَّیْلَةَ حَتّٰی اَصْبَحْتُ لَا یَرْقَاُ لِیْ دَمْعٌ وَّلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ اَصْبَحْتُ اَبْكِیْ قَالَتْ وَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ حِیْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْیُ یَسْاَلُهُمَا وَیَسْتَشِیْرُهُمَا فِیْ فِرَاقِ اَهْلِهٖ قَالَتْ فَاَمَّا اُسَامَةُ فَاَشَارَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِیْ یَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ اَهْلِهٖ وَبِالَّذِیْ یَعْلَمُ لَهُمْ فِیْ نَفْسِهٖ فَقَالَ اُسَامَةُ اَهْلَكَ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا وَاَمَّا عَلِیٌّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ یُضَیِّقِ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِیْرٌ وَسَلِ الْجَارِیَةَ تَصْدُقْكَ قَالَتْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَرِیْرَةَ فَقَالَ اَیْ بَرِیْرَةُ هَلْ رَاَیْتِ مِنْ شَیْءٍ یُرِیْبُكِ قَالَتْ لَهٗ بَرِیْرَةُ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَاَیْتُ عَلَیْهَا اَمْرًا قَطُّ اَغْمِصُهٗ غَیْرَ اَنَّهَا جَارِیَةٌ حَدِیْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِیْنِ اَهْلِهَا فَتَاْتِی الدَّاجِنُ فَتَاْكُلُهٗ قَالَتْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

بے شک میرا باپ اور میرے والد کے والد اور میری عزت (سیّدنا) محمد کی عزت کے لیے تمہارے سامنے ڈھال بنی رہے گی۔

حضرت عائشہ نے بتایا کہ سو ہم مدینہ پہنچ گئے اور میں آتے ہی ایک ماہ بیمار پڑی رہی' اور لوگ تہمت لگانے والوں کے متعلق باتیں کر رہے تھے اور مجھے ان باتوں میں سے کسی بات کا کوئی پتا نہیں تھا اور مجھے اپنی بیماری میں یہ بات بہت تکلیف دیتی تھی کہ میں اب اپنے اوپر رسول اللہ ﷺ کا وہ لطف و کرم نہیں دیکھتی تھی جو میں اس سے پہلے دیکھتی تھی' صرف یہ بات تھی کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لاتے تھے' مجھے سلام کرتے' پھر فرماتے: تم کیسی ہو؟ پھر آپ واپس چلے جاتے' اس سے مجھے بہت تکلیف ہوتی تھی اور مجھے اس شر کا علم نہیں تھا' حتیٰ کہ میں نہایت کمزوری سے گھر سے نکلی' سو میں نے حضرت اُم مسطح رضی اللہ عنہا کے ساتھ گھر سے میدانوں کی طرف نکلی' ہم وہاں قضاء حاجت کے لیے جاتے تھے' اور ہم ایک رات سے دوسری رات تک کے لیے نکلتے تھے اور یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ہم اپنے گھروں کے قریب بیت الخلاء بناتے' حضرت عائشہ نے بتایا: ہمارا رہن سہن عرب کے پہلے لوگوں کی طرح قضاء حاجت کے لیے جنگل میں جانا تھا' اور ہمیں اپنے گھروں کے پاس بیت الخلاء بنانے سے کراہت آتی تھی' حضرت عائشہ نے بتایا: پس میں اور حضرت اُم مسطح (گھر سے) چلیں اور وہ ابورھم بن المطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی تھیں اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں اور ان کا بیٹا حضرت مسطح بن اُثاثہ بن عباد بن المطلب تھا رضی اللہ عنہ' پس میں اور حضرت اُم مسطح جب قضاء حاجت سے فارغ ہوئیں تو ہم اپنے گھر کی طرف چلیں' پس حضرت اُم مسطح اپنی چادر میں الجھ کر گریں' تو انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے' پس میں نے کہا: آپ نے بُری بات کہی ہے' کیا آپ ایسے شخص کو بُرا کہہ رہی ہیں جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوا ہے' تو انہوں نے کہا: اے لڑکی! کیا آپ نے نہیں سنا کہ مسطح نے کیا کہا ہے! عروہ نے بتایا کہ حضرت عائشہ نے کہا: اور میں نے پوچھا: اور اس نے کیا کہا ہے؟ عروہ نے کہا: پس حضرت اُم مسطح نے مجھ کو تہمت لگانے والوں کی بات بتائی' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر میری

Marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهٖ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَيّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ يَعْذِرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِيْ عَنْهُ اَذَاهُ فِيْ اَهْلِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِيْ اِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا وَمَا يَدْخُلُ عَلٰى اَهْلِيْ اِلَّا مَعِيْ قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ اَخُوْ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ فَقَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْذِرُكَ فَاِنْ كَانَ مِنَ الْاَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهٗ وَاِنْ كَانَ مِنْ اِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ اَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا اَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ اُمُّ حَسَّانَ بِنْتَ عَمِّهٖ مِنْ فَخِذِهٖ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ قَالَتْ وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُهٗ وَلَا تَقْدِرُ عَلٰى قَتْلِهٖ وَلَوْ كَانَ مِنْ رَهْطِكَ مَا اَحْبَبْتَ اَنْ يُقْتَلَ فَقَامَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهٗ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ قَالَتْ فَثَارَ الْحَيَّانِ الْاَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰى هَمُّوْا اَنْ يَقْتَتِلُوْا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَتْ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَتُوْا وَسَكَتَ قَالَتْ فَبَكَيْتُ يَوْمِيْ ذٰلِكَ كُلَّهٗ لَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ وَلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ قَالَتْ وَاَصْبَحَ اَبَوَايَ عِنْدِيْ وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ وَلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَظُنُّ اَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِيْ فَبَيْنَا اَبَوَايَ جَالِسَانِ عِنْدِيْ وَاَنَا اَبْكِيْ فَاسْتَاْذَنَتْ عَلَيَّ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِيْ مَعِيْ قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ قَالَتْ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِيْ مُنْذُ قِيْلَ مَا قِيْلَ قَبْلَهَا وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَا يُوْحٰى اِلَيْهِ فِيْ شَاْنِيْ بِشَيْءٍ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ جَلَسَ ثُمَّ قَالَ

بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا' جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے پس آپ نے سلام کیا' پھر فرمایا: تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اپنے والدین کے پاس جاؤں؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے والدین سے اس خبر کی تصدیق اور تحقیق کروں' حضرت عائشہ نے بتایا: پس رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی' میں نے اپنی والدہ سے پوچھا: اے اماں جان! لوگ یہ کیسی باتیں بنا رہے ہیں؟ میری والدہ نے کہا: اے میری بیٹی! آسانی سے رہو اور اپنے اوپر بوجھ نہ ڈالو پس اللہ کی قسم! بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خوب صورت عورت ہو اور اس کا شوہر اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں' مگر اس کی سوکنیں اس پر غالب آ جاتی ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: پس میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا واقعی لوگوں نے ایسی باتیں کی ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: میں اس رات تمام رات روتی رہی' حتیٰ کہ میرے آنسو رکتے نہیں تھے' اور میں نیند کو اپنی آنکھوں کا سرمہ نہ بنا سکی' پھر میں نے روتے روتے صبح کی' حضرت عائشہ نے بتایا: اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلایا' جب نزولِ وحی میں تاخیر ہو چکی تھی' آپ نے ان دونوں سے سوال کیا اور ان سے اپنی اہلیہ کو چھوڑنے کے متعلق مشورہ کیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ رہے حضرت اسامہ تو انہوں نے اس کا مشورہ دیا جس کا رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ آپ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں' اور جس کے متعلق انہیں آپ کی محبت کا علم تھا' پس حضرت اسامہ نے کہا: یہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہمیں ان کے متعلق نیکی اور پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں اور رہے حضرت علی تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی ہے اور ان کے سوا اور بہت عورتیں ہیں اور آپ ان کی خادمہ سے پوچھیں' وہ آپ کو سچ سچ بتائے گی' پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ کو بلایا اور پوچھا: کیا تم نے ایسی کوئی بات دیکھی جو تم کو (ان کے متعلق) شک میں ڈالے؟ تب حضرت بریرہ نے کہا: اس ذات

Marfat.com

أَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ إِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتّٰى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً فَقُلْتُ لِأَبِي أَجِبْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِّي فِيمَا قَالَ فَقَالَ أَبِي وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِأُمِّي أَجِيبِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَالَ قَالَتْ أُمِّي وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ كَثِيرًا إِنِّي وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِي وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي مِنْهُ بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي فَوَاللّٰهِ لَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قَالَ ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُونَ ۝﴾ (یوسف:١٨) ثُمَّ تَحَوَّلْتُ وَاضْطَجَعْتُ عَلٰى فِرَاشِي وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي حِينَئِذٍ بَرِيئَةٌ وَأَنَّ اللّٰهَ مُبَرِّئِي بِبَرَاءَتِي وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُنْزِلٌ فِي شَأْنِي وَحْيًا يُتْلٰى لَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِيَّ بِأَمْرٍ وَلٰكِنْ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللّٰهُ بِهَا فَوَاللّٰهِ مَا رَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتّٰى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِنَ الْعَرَقِ مِثْلُ الْجُمَانِ وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْهِ قَالَتْ فَسُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے! میں نے ان پر کبھی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جوان کو عیب لگائے ماسوااس کے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں' اپنے گھر کا آٹا گوندھتے ہوئے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے' پس رسول اللہ ﷺ اسی دن (منبر پر) کھڑے ہوئے' اور عبداللہ بن اُبی کے معاملہ میں صحابہ سے مدد طلب کی' پس آپ نے منبر پر فرمایا: اے مسلمانو کی جماعت! اس شخص کے معاملہ میں میری کون مدد کرے گا جس کی میری اہلیہ کے متعلق ایذاء رسانی کی خبر مجھے پہنچی ہے؟ اور اللہ کی قسم! میں نے اپنی اہلیہ کے متعلق نیکی اور پارسائی کے سوا کچھ نہیں جانا' اور انہوں نے اس مرد کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق مجھے نیکی کے سوا اور کسی بات کا علم نہیں' وہ جب بھی میری اہلیہ کے پاس گیا تو میں اس کے ساتھ تھا' حضرت عائشہ نے بتایا: پس حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے جو بنوعبدالاشہل کے بھائی ہیں' سو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کی مدد کروں گا' پس اگر وہ شخص اوس سے ہے تو میں اس کی گردن ماردوں گا اور اگر وہ ہمارے خزرج بھائیوں میں سے ہے تو آپ اس کے متعلق ہمیں حکم دیں ہم آپ کے حکم پر عمل کریں گے' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر خزرج میں سے ایک مرد کھڑا ہوا' حضرت حسان کی ماں اس کی بیٹی تھی اور وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تھے' اور وہ خزرج کے سردار تھے' حضرت عائشہ نے بتایا: وہ اس سے پہلے نیک مرد تھے' لیکن ان کو ان کے قبیلہ کے تعصب نے اُبھارا' انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا: اللہ کی زندگی کی قسم! تم نے جھوٹ بولا' تم اس کو قتل نہیں کرو گے اور نہ تم اس کو قتل کرنے پر قادر ہو گے' اور اگر وہ تمہارے قبیلہ سے ہوا تو تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اس کو قتل کیا جائے' پھر حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہوئے اور وہ حضرت سعد بن معاذ کے چچازاد بھائی تھے' انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا: تم نے جھوٹ بولا' مجھے اللہ کی زندگی کی قسم! ہم اس کو ضرور قتل کر دیں گے' سو تم ضرور منافق ہو اور منافقوں کی حمایت کر رہے ہو' حضرت عائشہ نے بتایا: پس اوس اور خزرج دونوں قبیلے جوش میں آ گئے حتیٰ کہ انہوں نے لڑنے کا ارادہ کیا اور

Marfat.com

وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَتْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اَنْ قَالَ يَا عَائِشَةُ اَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّاَكِ قَالَتْ فَقَالَتْ لِيْ اُمِّيْ قُوْمِيْ اِلَيْهِ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ فَاِنِّيْ لَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَتْ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ (النور: ١١) الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَا فِيْ بَرَاءَتِيْ قَالَ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحِ بْنِ اُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهٖ مِنْهُ وَفَقْرِهٖ وَاللّٰهِ لَا اُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا اَبَدًا بَعْدَ الَّذِيْ قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○﴾ (النور: ٢٢) . قَالَ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ بَلٰى وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ فَرَجَعَ اِلٰى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِيْ كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَنْزِعُهَا مِنْهُ اَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ اَمْرِيْ فَقَالَ لِزَيْنَبَ مَاذَا عَلِمْتِ اَوْ رَاَيْتِ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْمِيْ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَيْرًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَهِيَ الَّتِيْ كَانَتْ تُسَامِيْنِيْ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ قَالَتْ وَطَفِقَتْ اُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيْمَنْ هَلَكَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَهٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنِيْ مِنْ حَدِيْثِ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ ثُمَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهٗ مَا قِيْلَ لَيَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا كَشَفْتُ مِنْ كَنَفِ اُنْثٰى قَطُّ قَالَتْ ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .

رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے تھے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پس رسول اللہ ﷺ ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں اس پورے دن میں روتی رہی' میرے آنسو رکتے نہیں تھے اور میں نیند کو سرمہ نہ بنا سکی' حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ روتے روتے میرا جگر شق ہو جائے گا' پس جس وقت میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی تو انصار کی ایک عورت نے اجازت طلب کی' سو میں نے اس کو اجازت دی' وہ بھی بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی' حضرت عائشہ نے بتایا: جس وقت ہم اسی حال میں تھے' رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے' آپ نے سلام کیا' پھر بیٹھ گئے' حضرت عائشہ نے بتایا: جب سے یہ تہمت لگائی گئی تھی آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے' اور ایک مہینہ گزر چکا تھا اور آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی' حضرت عائشہ نے بتایا: جب رسول اللہ ﷺ بیٹھے تو آپ نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد واضح ہو کہ اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق ایسی اور ایسی خبر پہنچی ہے' اگر تم بے قصور ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری پاک دامنی ظاہر فرما دے گا اور اگر (بالفرض) تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس سے توبہ کرو' کیونکہ جب بندہ گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے' پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات مکمل کر لی تو میرے آنسو رک گئے' حتیٰ کہ میں نے آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا' پس میں نے اپنے والد سے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کو میری طرف سے ان باتوں کا جواب دیں جو آپ نے فرمائی ہیں' پس میرے والد نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں' پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کو ان باتوں کا جواب دیں' سو میری والدہ نے کہا: میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں' پس میں نے جواب دیا حالانکہ میں کم عمر لڑکی تھی اور بہت زیادہ قرآن نہیں پڑھتی تھی' (میں نے کہا:) اللہ کی قسم! بے شک میں نے

Marfat.com

جان لیا ہے کہ آپ لوگوں نے جو بات سنی ہے حتیٰ کہ وہ بات آپ لوگوں کے دلوں میں جم گئی ہے اور آپ لوگوں نے اس کی تصدیق کر دی ہے پس اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں بے قصور ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں آپ لوگوں سے اس تہمت کا اعتراف کرلوں' اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس تہمت سے بَری ہوں تو آپ لوگ ضرور میری تصدیق کریں گے' پس اللہ کی قسم! میں اپنے اور آپ لوگوں کے درمیان صرف حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثال پاتی ہوں' جب انہوں نے فرمایا تھا: تو اب صبر ہی اچھا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اس پر میں اللہ سے ہی مدد طلب کرتا ہوں O (یوسف:۱۸) پھر میں اس جگہ سے اُٹھی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس تہمت سے بَری تھی' اور بے شک اللہ میرے اس تہمت سے بری ہونے کو ظاہر فرمانے والا ہے' اور لیکن اللہ کی قسم! میرا یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی اور میں اپنے دل میں اپنے آپ کو اس سے کم تر خیال کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق کلام فرمائے' لیکن میں یہ اُمید رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند میں کوئی ایسا خواب دکھا دے گا جس سے اللہ تعالیٰ اس تہمت سے میری براءت کو ظاہر فرما دے گا' پس اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مجلس کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا تھا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی کی شدت میں طاری ہوتی تھی اور آپ کے چہرے سے پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح گرنے لگے حالانکہ وہ سخت سردی کا دن تھا' اور یہ شدت اس قول کے ثقل کی وجہ سے تھی جو آپ پر نازل ہوا تھا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ شدت کی کیفیت دور ہوگئی اور آپ (خوشی سے) ہنس رہے تھے' سو پہلی بات جو آپ نے اس وقت فرمائی' وہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! سنو! اللہ تعالیٰ نے تم کو بری کر دیا ہے' حضرت عائشہ نے بتایا: پس میری والدہ نے مجھ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف

Marfat.com

کھڑی ہو' میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی' پس بے شک میں صرف اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کروں گی اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی دس آیتیں نازل فرمائیں: بے شک جو لوگ (عائشہ صدیقہ پر) کھلا بہتان لائے (وہ) تم میں سے ایک گروہ ہے' (یہ آیات النور: ٢٠-١١) تک ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات میری براءت میں نازل فرمائی ہیں' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' مسطح بن اُثاثہ پر اس کے ساتھ قرابت اور اس کے فقر کی وجہ سے خرچ کرتے تھے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اس واقعہ کے بعد میں اب کبھی بھی مسطح پر کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ فضل اور وسعت والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں پر خرچ نہیں کریں گے...... اے ایمان والو! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے۔ (النور: ٢٢) تب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے! پھر انہوں نے حضرت مسطح پر حسبِ سابق خرچ دینے کی طرف رجوع کر لیا' اور کہا: اللہ کی قسم! میں کبھی بھی ان سے خرچ نہیں روکوں گا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے متعلق سوال کیا' پس حضرت زینب سے پوچھا: تم کو کیا علم ہے؟ یا فرمایا: تم نے کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں' اور اللہ کی قسم! مجھے ان کے متعلق سوائے نیکی کے اور کسی بات کا علم نہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: اور یہی وہ سوکن تھیں' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج میں سے میری ٹکر کی تھیں' سو اللہ تعالیٰ نے ان کے تقویٰ کی وجہ سے ان کو محفوظ رکھا' اور ان کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا ان کی خاطر لڑیں' سو وہ بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گئیں۔ ابن شہاب نے کہا: سو یہ وہ حدیث ہے جو ان راویوں سے مجھ تک پہنچی ہے' پھر عروہ نے کہا: حضرت عائشہ نے بتایا کہ اللہ کی قسم! جس مرد کے ساتھ مجھے تہمت لگائی گئی تھی (حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ) وہ

Marfat.com

یہ کہتے: سبحان اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے آج تک کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا (یعنی ابھی تک ان کی شادی نہیں ہوئی تھی)' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۶۱ میں گزر چکی ہے۔

اس سے پہلے ہم نے اس حدیث کی شرح لکھنے میں علامہ عینی کی شرح سے استفادہ کیا تھا اور اب ہم اس کی شرح میں علامہ ابن الملقن کی شرح سے استفادہ کر رہے ہیں:

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

امام بخاری نے یہ حدیث کتاب الشہادات: ۲۶۶۱' الجہاد: ۲۸۷۹' التفسیر: ۴۶۹۰' الایمان والنذور: ۶۶۶۲۔ ۶۶۷۹' الاعتصام: ۷۳۶۹۔ ۷۳۷۰' التوحید: ۷۵۰۰' اس کا ایک حصہ المریسیع: ۴۱۴۱' سورۃ النور: ۴۷۵۰' اور کتاب الھبۃ: ۲۵۹۳ میں ذکر کی ہے۔

صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم: ۲۷۷۰' سنن ترمذی: ۳۱۹۱' سنن ابوداؤد: ۲۱۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۰۔ ۲۳۴۷' مسند احمد ج ٦ ص ۱۱۷ میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

غزوہ بنوالمصطلق کے وقوع کی تاریخ میں اختلاف اور اس میں مصنف کی تحقیق

حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ ایک غزوہ میں جا رہے تھے: یہ غزوہ بنی مصطلق ہے' علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا ہے: یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا تھا' امام بخاری اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ غزوہ شعبان پانچ ہجری میں ہوا تھا' غزوہ بنوالمصطلق غزوہ مریسیع کے نام سے بھی معروف ہے' موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۳۸) سو غزوہ بنوالمصطلق کے متعلق یہ تین اقوال ہیں۔

مصنف کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ غزوہ شعبان ۵ ہجری میں ہوا ہے' کیونکہ اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے حضرت سعد بن عبادہ سے مباحثہ کا ذکر ہے اور حضرت سعد بن معاذ شوال پانچ ہجری میں غزوۂ خندق کے اخیر میں فوت ہو گئے تھے' لہٰذا یہ غزوہ چھ ہجری میں کیسے ہو سکتا ہے' رہا موسیٰ بن عقبہ کا یہ کہنا کہ یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا تھا' اس کو ہم صحیح البخاری: ۴۱۳۸ کی شرح میں رد کر چکے ہیں۔

قرعہ اندازی کی تحقیق' قرعہ اندازی کا ثبوت اور قرعہ اندازی کا طریقہ

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی کام کے کرنے میں سب مساوی ہوں تو اس کام کے کرنے کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرنا جائز ہے' سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے تمام ازواج مساوی تھیں' اس لیے آپ نے ان میں سے کسی ایک کو ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کی۔

ابوعبید نے کہا: تین نبیوں نے قرعہ اندازی کی ہے' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے' حضرت یونس نے اور حضرت زکریا علیہم السلام نے۔

Marfat.com

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ قرعہ اندازی کے جواز پر اجماع ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو مردوں نے ایک چوپائے کی ملکیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دعویٰ کیا تو آپ نے ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ قسم کھانے کے متعلق قرعہ اندازی کریں۔ (سنن ابوداؤد: ٣٦١٨' سنن بیہقی ج١٠ص ٢٥٥)

ابوالزناد نے کہا: لوگ قرعہ اندازی کے متعلق بحث کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں دو جگہ قرعہ اندازی کا ذکر ہے:

(١) وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ١٣٩_١٤١)

اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں○ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے○ پھر قرعہ اندازی کرائی تو وہ مغلوبین میں سے ہو گئے○

(٢) وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۔ (آل عمران: ٤٤)

اور آپ ان کے پاس نہ تھے (جب وہ قرعہ اندازی کے لیے) اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ مریم کی کفالت ان میں سے کون کرے۔

پھر حضرت مریم کی کفالت کا قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے نکلا۔

ابوالزناد نے کہا: قرعہ اندازی کی کیفیت میں اختلاف ہے' سعید بن جبیر نے کہا: انگوٹھیوں سے قرعہ اندازی کی جائے' اس آدمی کی انگوٹھی لی جائے اور اُس آدمی کی انگوٹھی لی جائے اور وہ دونوں انگوٹھیاں ایک آدمی کو دی جائیں اور وہ ان میں سے کوئی ایک انگوٹھی نکال لے۔

امام شافعی سے روایت ہے کہ کاغذ کی چھوٹی چھوٹی پرچیاں بنائی جائیں اور ہر پرچی پر ایک شخص کا نام لکھا جائے' پھر ان تمام پرچیوں کو ایک ڈبہ میں ڈال کر اوپر سے کپڑا ڈال دیا جائے' پھر ایک شخص اس ڈبہ میں ہاتھ ڈال کر کوئی پرچی نکال لے' اس پرچی پر جس کا نام ہو گا اس کو دے دی جائے۔ (کتاب الام ج ٧ ص ٣٤٨)

سفر میں کسی بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی میں مذاہب اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیویوں میں عدل کرنے کا عدم وجوب

ہمارے نزدیک جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرے تو وہ اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرے' اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قرعہ اندازی کے بغیر ان میں سے کسی کو ساتھ لے جائے' علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے۔ (شرح مسلم ج ٧ ص ١٠٣)

علامہ ابن التین نے بھی اسی طرح کہا ہے' کیونکہ سفر میں ازواج کی باریاں' ضرورت کی وجہ سے ساقط ہو گئیں۔

امام مالک نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے اپنی خوشی سے قرعہ اندازی فرماتے تھے' کیونکہ ازواج کے درمیان عدل سے باریاں مقرر کرنا آپ پر واجب نہیں تھا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

تُرْجِىْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ط (الاحزاب: ٥١)

(اے رسول مکرم!) آپ اپنی ازواج میں سے جسے چاہیں پیچھے رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں۔

یہ آیت حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت زینب' حضرت اُم سلمہ اور حضرت اُم حبیبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے رضی اللہ عنہن' اور باقی ازواج مؤخر کی گئی تھیں۔

Marfat.com

القدوری میں مذکور ہے کہ سفر کے وقت ازواج کا کوئی حق نہیں ہے' انسان اپنی بیویوں میں سے جس کے ساتھ چاہے سفر کرے۔
الاقطع نے کہا: کیونکہ شوہر پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو سفر میں اپنے ساتھ رکھے اور سفر میں باریوں کی تقسیم واجب نہیں ہے' تاہم اولیٰ اور مستحب یہ ہے کہ ازواج کی دل جوئی کی خاطر سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرے۔

مشکل الفاظ کے معانی

''المھبل'' جس شخص کے بدن پر زیادہ گوشت چڑھا ہوا ہو۔
''الغش'' جو شخص دبلا پتلا ہو۔
علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: ان پر زیادہ گوشت نہیں تھا۔ (اعلام الحدیث ج ۲ ص ۱۳۰۹)
''العلقۃ'' اس کا معنی ہے: ''القلیل'' یعنی وہ صرف رمق حیات برقرار رکھنے کے لیے کھاتی تھیں۔

حضرت صفوان بن المعطل کا تذکرہ

ان کا پورا نام ہے: صفوان بن المعطل بن رحضۃ بن المؤمل الخزاعی۔ (معرفۃ الصحابۃ: ۱۴۹۹' الاستیعاب ج ۲ ص ۲۸۰)
الکلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں یہ سب سے پہلے المریسیع میں حاضر ہوئے اور الواقدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر ہوئے تھے اور یہ بہت بہادر' نیک اور شاعر تھے۔

(الاستیعاب: ۱۲۲۸۔ ج ۲ ص ۲۸۰' اسد الغابۃ: ۲۵۲۲۔ ج ۳ ص ۳۰' الاصابۃ: ۴۰۸۹۔ ج ۲ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰)

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت صفوان بن معطل انیس (۱۹) ہجری میں غزوۂ آرمینیہ میں شہید کیے گئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اٹھاون (۵۸) ہجری میں فوت ہوئے تھے' جس دن ان کو قتل کیا گیا ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی' وہ اسی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ دشمن پر نیزے سے حملہ کرتے رہے۔

حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں کی تعداد اور بعض مشکل الفاظ کے معانی

قرآن مجید میں ہے کہ جن لوگوں نے تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک جماعت ہے: تہمت لگانے والوں میں عبد اللہ بن اُبی تھا اور حضرت حمنہ بنت جحش تھیں اور حضرت عبید اللہ بن جحش تھے اور ابواحمد تھے' اور حضرت مسطح اور حضرت حسان تھے رضی اللہ عنہم' اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت حسان ان میں نہیں تھے۔

النور: ۱۱ میں ''الافک'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جھوٹ' جو شخص اس تہمت لگانے کا بانی تھا وہ عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا' حضرت صفوان لشکر یا قافلہ کے پیچھے رہتے تھے اور لشکر کی کسی گری ہوئی چیز کو اُٹھا لیتے تھے تاکہ لشکر میں سے جس شخص کی یہ چیز ہو اس کو واپس کردیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ بہت گہری نیند سوتے تھے اور بیدار نہیں ہوتے تھے حتیٰ کہ قافلہ روانہ ہو جاتا۔

(الروض الانف ج ۴ ص ۲۰)

علامہ ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ وہ عورتوں سے دور رہتے تھے' انہوں نے کبھی کسی عورت کا کپڑا نہیں کھولا۔
اُم مسطح: ان کا نام سلمیٰ بنت ابی رھم ہے' یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کی بیٹی ہیں۔
مسطح بن اُثاثہ: امام واقدی نے کہا ہے کہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور چھپن (۵۶) سال کی عمر میں

Marfat.com

سینتیس (٣٧) ہجری میں وفات پا گئے۔

''یــا ھــنــاہ'' یہ لفظ نداء کے ساتھ مخصوص ہے'اس کا معنی ہے: اے یہ' یا اے عورت' یا اے بھولی بھالی یعنی وہ جس کو لوگوں کی سازشوں کی خبر نہ ہو۔ (الصحاح ج ٦ ص ٢٥٦١)

''ضرائر'' اس کا معنی ہے: سوکنیں' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو دوسری پر غیرت کی وجہ سے ضرر ہوتا ہے۔

''الداجن'' وہ بکری جس کو دودھ دوہنے کی غرض سے گھر میں رکھا جائے اور چراگاہ میں نہ چھوڑا جائے۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کے درمیان مباحثہ کی توجیہ

حضرت سعد بن معاذ نے کہا: اگر وہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے: حضرت سعد بن معاذ نے یہ اس لیے کہا کہ وہ اوس کی قوم سے تھے' اور وہ بنو النجار ہیں اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دے' اس کو قتل کرنا واجب ہے' حضرت سعد نے الخزرج کے متعلق اس طرح نہیں کیا کیونکہ اوس اور خزرج کے درمیان چپقلش رہتی تھی' سو ان کے درمیان کچھ عناد رہ گیا تھا اور جب نبی ﷺ کوئی حکم دیتے تو وہ اس پر عمل کرتے تھے' اسی وجہ سے حضرت سعد بن عبادہ جو خزرج کے سردار تھے' ان کو حضرت سعد بن معاذ کی بات پر اعتراض ہوا اور انہوں نے اس بات کو حضرت سعد بن معاذ کے تعصب پر محمول کیا۔

اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر کو اکثر محدثین نے امام بخاری کا وہم کہا۔۔۔۔۔۔۔ اور اس پر مصنف کی گرفت

شیخ ابن حزم نے اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر کو امام بخاری کے وہم پر محمول کیا ہے' کیونکہ حضرت سعد بن معاذ تو غزوہ بنو قریظہ کے بعد یقیناً فوت ہو گئے تھے اور غزوہ بنو قریظہ ذوالقعدہ چار ہجری میں ہوا ہے اور دونوں غزووں کے درمیان یعنی غزوہ بنو المصطلق اور غزوہ بنو قریظہ کے درمیان تقریباً دو سال کا عرصہ ہے اور کوئی بشر بھی وہم سے خالی اور محفوظ نہیں ہے۔

(جوامع السیرۃ لابن حزم ص ٢٠٦)

علامہ ابن العربی نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ تمام راوی اس پر متفق ہیں کہ اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کا ذکر امام بخاری کا وہم ہے' حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہ وہم اور خطاء ہے۔ (الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ١٩٠)

محدثین کی ایک جماعت نے حافظ ابن عبد البر کی پیروی کی اور ان میں آخری علامہ قرطبی ہیں' سو انہوں نے کہا کہ حضرت سعد بن معاذ اس وقت فوت ہو گئے تھے' جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بنو قریظہ سے چار ہجری میں واپس آئے تھے' اس میں کسی راوی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ (المفہم ج ٧ ص ٣٨٠) صحیح البخاری میں ہے کہ یہ چھ ہجری کا واقعہ ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ چار ہجری کا واقعہ ہے اور یہ امام بخاری کا معمولی وہم نہیں ہے۔

اور ابن مندہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ پانچ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

مصنف کے نزدیک غزوہ بنو مصطلق شعبان پانچ ہجری میں ہوا ہے اور اس وقت حضرت سعد بن معاذ زندہ تھے' جیسا کہ اس حدیث میں ان کا حضرت سعد بن عبادہ سے مباحثہ کا ذکر ہے اور اس کے بعد شوال پانچ ہجری میں غزوہ خندق ہوا اور اس کے متصل بعد غزوہ بنو قریظہ ہوا' اور اس کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے' سو اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر کو امام بخاری کے وہم پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ابن حزم' ابن عبد البر' علامہ قرطبی اور دیگر محدثین نے جو اس کو امام بخاری کا وہم کہا' سو یہ خود ان کا وہم ہے۔

Marfat.com

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کے باہمی کلام کی وضاحت

حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعد بن عبادہ اس سے پہلے نیک مرد تھے: یعنی اس سے پہلے ان پر منافقین کی حمایت کی تہمت نہیں تھی۔

ان کو اپنے قبیلہ کے تعصب نے ابھارا۔ صحیح مسلم میں ہے: ان کو اس تعصب نے جہالت میں مبتلا کیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۷۰)

حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا: علامہ داؤدی نے کہا: یعنی رسول اللہ ﷺ تم کو اس شخص کے قتل کا حکم نہیں دیں گے' اور ظاہر وہ ہے جو علامہ ابن التین نے کہا' یعنی تم جھوٹ بولتے ہو تم اس شخص کو قتل کرنے پر قادر نہیں ہو گے۔

پھر حضرت اُسید بن حضیر نے کھڑے ہو کر کہا: تم نے جھوٹ بولا' اللہ کی قسم! ہم اس شخص کو ضرور قتل کریں گے: یعنی اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تو۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو اعترافِ گناہ کی جو تلقین کی' اس کے متعلق علامہ داؤدی کی تقریر' پھر مصنف کی تقریر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو تم اس پر اللہ سے توبہ اور استغفار کرلو' نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے' پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے: علامہ داؤدی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو گناہ کا اعتراف کرنے کی دعوت دی اور جس طرح دوسروں کو گناہ چھپانے کا حکم دیتے تھے' اس طرح ان کو گناہ چھپانے کا حکم نہیں دیا کیونکہ شارع علیہ السلام کے پاس ایسی عورت نہیں ہونی چاہیے جو گناہ کر چکی ہو۔

مصنف کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ حضرت عائشہ پاک دامن ہیں' کیونکہ ان کے پاس آنے سے پہلے آپ مجمع صحابہ میں یہ فرما چکے تھے: اللہ کی قسم! مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر اور پاکیزگی کے اور کسی چیز کا علم نہیں اور ان کے گھر آ کر جو آپ نے فرمایا: اگر تم سے (بالفرض) کوئی گناہ ہو گیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو' یہ اس لیے فرمایا تھا کہ کوئی معاند یہ نہ کہہ سکے کہ آپ نے اپنی اہلیہ کی جانب داری کی اور منافقین کو آپ پر طعن کرنے کا موقع نہ مل سکے' آپ نے اتمامِ حجت کے لیے ظاہر شریعت کا تقاضا پورا کیا اور بغیر کسی رُو رعایت کے حضرت عائشہ سے وہی فرمایا جو اس موقع پر آپ کو فرمانا چاہیے تھا اور اُمت کے لیے نمونہ فراہم کیا کہ اگر کسی کی بیوی پر اس طرح کی تہمت لگ جائے تو وہ اس سے کس طرح کلام کرے۔

حضرت عائشہ کا عجز وانکسار

حضرت عائشہ نے بتایا: اللہ کی قسم! مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ میرے متعلق وحی نازل کی جائے گی: اور یہی صالحین کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو حقیر گردانتے ہیں اور تواضع اور انکسار کو لازم رکھتے ہیں۔

''قلص دمعی'' میرے آنسو کم ہو گئے یا خشک ہو گئے۔

ابن السکیت نے کہا: جب کنویں کا پانی کم ہو جائے تو کہا جاتا ہے: ''قلص الماء فی البیر''۔ (اصلاح المنطق ص ۲۶۴)

علامہ قرطبی نے کہا: جب رنج اور غم اپنی انتہاء اور غایت کو پہنچ جائے تو آنسو خشک ہو جاتے ہیں۔ (المفہم ج ۷ ص ۳۷۴)

یعنی مصیبت کی فرطِ حرارت کی وجہ سے آنسو خشک ہو جاتے ہیں۔

''البرحاء'' اس کا معنی ہے: بخار یا دیگر امراض کی شدت' خلیل نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: حرارت کی شدت۔

(العین ج ۸ ص ۲۹۳)

Marfat.com

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: شدت الکرب۔ (اعلام الحدیث ج ۲ ص ۱۳۱۰)

''الجمان'' ابن المثنی نے کہا: اس کا معنی ہے: موتی' ابن سیدہ نے کہا: موتیوں کی صورت میں چاندی کے ٹکڑے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ سفید سیپیوں پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہو۔ (المحکم ج ۷ ص ۳۲۷)

حضرت عائشہ کے عتاب کی توجیہ علامہ ابن ملقن کی طرف سے' پھر مصنف کی طرف سے

ابن دحیہ نے کہا: سینتیس (۳۷) راتوں کے بعد قرآن مجید میں حضرت عائشہ کی تہمت سے براءت نازل ہوئی۔

حضرت عائشہ نے کہا: میں آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی: یہ حضرت عائشہ نے بہ طور عتاب کہا کیونکہ لوگوں نے آپ کی پاکیزہ سیرت اور نیک چلنی اور پارسائی کے علم کے باوجود آپ کے کردار پر شک کیا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن کی یہ شرح درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ کا روئے سخن لوگوں کی طرف نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تھا' ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہ ظاہر اس کلام میں اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے اور اس سے مراد دوسرے لوگ ہیں' تاہم یہ سیاق و سباق کے اعتبار سے بہت بعید ہے۔

اب یہ سوال ہوگا کہ کیا حضرت عائشہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عتاب کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں مقامِ ناز میں یہ جائز ہے' صحیح البخاری: ۲۶۶۱ میں ہم اس کی مفصل شرح کر چکے ہیں' اس مقام کو سمجھنے کے لیے اُس مقام کو ضرور دیکھ لیا جائے کیونکہ وہ شرح ہماری خصوصیات میں سے ہے۔

حضرت عائشہ کی والدہ نے جو کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑی ہو: اس سے مراد یہ تھی کہ آپ کی تعظیم اور توقیر کے لیے آپ کی طرف کھڑی ہو اور حضرت عائشہ نے جو کہا تھا کہ اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی' یہ بہ طور ناز کہا تھا نہ کہ بہ طور توہین۔

حدیث مذکور کے مختصر فوائد

(۱) قضاء حاجت کے لیے عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا جائز ہے' جیسے حضرت عائشہ' حضرت اُم مسطح کے ساتھ گئیں۔

(۲) اجنبی مردوں کا اجنبی عورتوں کو اونٹنی پر بٹھا کر پالان اور کجاوے پر سوار کرانا جائز ہے' بہ شرطیکہ وہ اس دوران ان سے کلام نہ کریں' جیسے حضرت عائشہ کو لشکر کے لوگ اونٹنی کے پالان پر بٹھاتے تھے۔

(۳) لوگوں کو چاہیے کہ بُری بات کا بالعموم ذکر نہ کریں اور اس کو مخفی رکھیں جیسا کہ حضرت عائشہ کو حضرت اُم مسطح کے بتائے بغیر اس تہمت کا پتا نہ چل سکا۔

(۴) امام اور سربراہ کو جب اپنی اہلیہ کے متعلق کوئی اذیت پہنچے تو وہ اپنے اصحاب کے سامنے اس کا ذکر کرے' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں ذکر کیا۔

(۵) مرد اپنی اہلیہ سے فراق کے بارے میں اپنے خاص احباب سے مشورہ کرے' جیسے آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔

(۶) جب اہلیہ پر تہمت لگے تو اس کی تفتیش اور تحقیق کے لیے اہلیہ کے احوال سے واقف لوگوں سے سوال کیا جائے' جیسے آپ نے حضرت عائشہ کے متعلق حضرت بریرہ' حضرت زینب بنت جحش اور حضرت اسامہ سے سوالات کیے۔

(۷) عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے والدین کے گھر نہ جائے کیونکہ حضرت عائشہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت

Marfat.com

اپنے والدین کے گھر گئی تھیں' ایک حدیث میں ہے: آپ نے ان کے ساتھ ایک خادم بھیج دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۵۷)

(۸) حاضرینِ بدر کی فضیلت اور ان پر بددعا کرنا اور ان کی مذمت کرنے کا عدم جواز' کیونکہ حضرت عائشہ نے حضرت اُم مسطح کو حضرت مسطح پر بددعا کرنے اور ان کی مذمت کرنے سے منع کیا' اگرچہ والدین کو اپنی اولاد پر وہ حق حاصل ہوتا ہے جو دوسروں کو نہیں ہوتا۔

(۹) جھوٹی تہمت کا اعتراف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلقین کے باوجود اس تہمت کا اعتراف نہیں کیا اور اس پر صبر کیا اور اس پر صبر کرنے کی فضیلت اور اس پر دارین میں عزت اور کرامت کی نوید۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر ارادہ کے موافق وحی نازل نہیں ہوتی تھی کیونکہ اس معاملہ میں آپ ایک ماہ تک پریشان رہے اور وحی الٰہی نازل نہیں ہوئی' اسی طرح جب آپ سے روح اور اصحابِ کہف کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس اعتماد سے کہ آج وحی نازل ہو جائے گی' فرمایا: میں کل بتا دوں گا اور آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے' تو اس دن وحی نازل نہیں ہوئی اور پندرہ دن بعد وحی نازل ہوئی' اس واقعہ میں آپ کی نبوت کی صداقت کی دلیل ہے' اور اس پر دلیل ہے کہ قرآن مجید آپ کا بنایا ہوا کلام نہیں ہے' اللہ کا کلام ہے' الکہف: ۲۳ کی تفسیر میں اس کی زیادہ تفصیل ہے۔

(۱۱) اگر کوئی شخص امام اور سربراہ کی عزت اور حرمت کے خلاف کوئی بات کہے تو اس پر مسلمانوں کو غضب میں آنا چاہیے' جس طرح حضرت عائشہ پر تہمت لگانے کی وجہ سے صحابہ عبداللہ بن اُبی کے خلاف غضب میں آ گئے اور اس کو قتل کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

(۱۲) اگر کوئی نیک مرد تعصب کی وجہ سے اپنے قبیلہ کے آدمی کے جرم اور گناہ کی حمایت کرے تو پھر اس کی نیکی کی صفت زائل ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے عبداللہ بن اُبی کی حمایت کرنے کی وجہ سے کہا کہ حضرت سعد بن عبادہ اس سے پہلے نیک مرد تھے۔

(۱۳) اگر کوئی شخص غصہ میں کسی کو ایسی بات کہہ دے جو اس میں نہ ہو تو اس پر گرفت نہیں ہو گی کیونکہ حضرت اُسید بن حضیر نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا: تم منافق ہو اور منافقین کی حمایت میں بحث کر رہے ہو' حالانکہ حضرت سعد بن عبادہ مُنافق نہیں تھے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر حضرت اُسید بن حضیر کی گرفت نہیں کی۔

(۱۴) جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلیہ کو ایذاء پہنچائے یا ان کی عزت اور حرمت کے خلاف بات کرے' اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت سعد بن معاذ نے کہا: اگر وہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم خود اس کو قتل کر دیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر رد نہیں فرمایا۔

(۱۵) اللہ تعالیٰ نے جس تہمت سے حضرت عائشہ کی براءت کی ہے' اگر کوئی شخص حضرت عائشہ پر وہ عیب لگائے تو وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کی تکذیب کرتا ہے۔

(۱۶) جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سے کسی زوجہ پر بھی ایسا عیب لگائے اور ان کی بے حرمتی کرے' اس کا یہی حکم ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہونے کی وجہ سے ان کی یہ حرمت ہے اور اس نسبت میں تمام ازواج مساوی ہیں۔

(۱۷) ایذاء پہنچانے والے کے ساتھ حسن سلوک ختم کرنے اور انتقام لینے کے بجائے اس کو معاف کر دینا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کو جاری اور برقرار رکھنا' اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا کے حصول کا سبب ہے' جیسے حضرت ابوبکر نے حضرت مسطح سے انتقام لینے کے بجائے ان کے ساتھ حسبِ سابق حسنِ سلوک برقرار رکھا۔

(۱۸) تعجب کے موقع پر سبحان اللہ کہنا' جیسے جب حضرت عائشہ کی والدہ نے ان سے لوگوں کی تہمت کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: سبحان

Marfat.com

اللہ!

(١٩) النور:١٦ میں ہے کہ جب مسلمانوں نے یہ بات سنی تو انہوں نے یہ کیوں نہ کہا: ''سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○'' اے اللہ! تو پاک ہے' یہ تو بہت بڑا بہتان ہے ○ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس تسبیح کا کیا مقصد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس تسبیح سے اللہ تعالیٰ کے نبی کی حریم اور اہلیہ کی معصیت سے تنزیہ (پاکیزگی کا اظہار) مقصود ہے۔

(٢٠) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جس شخص نے اس آیت کے نزول کے بعد بھی حضرت عائشہ کے متعلق زبان درازی کی وہ مؤمن نہیں ہے' میں کہتا ہوں کہ وہ شخص قطعی طور پر کافر ہے کیونکہ جس کی اللہ تعالیٰ تعظیم اور توقیر کر رہا ہے وہ اس کی مذمت کر رہا ہے۔

(٢١) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ ۔ (التحریم:٥)

اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو بعید نہیں ہے کہ ان کا رب ان کے لیے تم سے بہتر ازواج بدل دے۔

اگر آپ طلاق دے دیتے تو ان سے بہتر ازواج آپ کے نکاح میں آ جاتیں لیکن جب آپ نے طلاق نہیں دی تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ان سے بہتر کوئی عورت نہیں ہے اور آپ کی ازواج روئے زمین کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

(٢٢) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ مصیبت آئی' اس سے معلوم ہوا کہ کوئی مقرب شخص مصائب سے خالی نہیں ہوتا اور جس کا مرتبہ جتنا زیادہ ہوتا ہے وہ اس قدر زیادہ مصائب میں گرفتار ہوتا ہے' لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب میں مبتلا انبیاء ہوتے ہیں' پھر جو ان کے قریب ہوں' پھر جو ان کے قریب ہوتے ہیں۔ (المستدرک ج ٣ ص ٣٤٣)

(٢٣) علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کے فوائد میں لکھا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حد نہیں لگائی کیونکہ آپ کو یہ خدشہ تھا کہ اس سے مسلمانوں میں فتنہ ہوگا اور ان کا اتحاد نہیں رہے گا اور جن لوگوں نے تہمت لگائی تھی' ان کی پشت پر بھی جمعیت تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٥٨٩_٥٦٣ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

علامہ ابن الملقن کی نکتہ شناسی پر مصنف کا تعاقب اور تہمت لگانے والوں پر حد جاری کرنے کے ثبوت میں احادیث

علامہ ابن الملقن بہت عظیم محقق ہیں' احادیث پر ان کی بہت وسیع نظر ہے اور وہ بہت نکتہ آفرین ہیں' لیکن ان کے مذکور الصدر نکتہ سے میں متفق نہیں ہوں' اللہ تعالیٰ نے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے لیے حد جاری کرنے کا یہ قانون بتایا ہے:

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (النور:٤)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں' پھر وہ چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان ہیں ○

پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی' آپ نے ان پر حد قذف جاری نہ کی ہو اور آپ کی زندگی میں حد قذف جاری کرنے کا نمونہ نہ ہو' جب کہ اس کے ثبوت میں احادیث معتبرہ موجود ہیں:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ٣٦٠ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابواویس نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی' سو ان تمام لوگوں پر اسی اسی کوڑے مارے گئے۔ (المعجم الکبیر:١٥١- ج ٢٣ ص ١١٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

حافظ نور الدین الہیثمی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رجال صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۳۶' دار الکتاب العربی' بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک طویل روایت کے اخیر میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف نکلے' آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بلایا' انہوں نے تمام لوگوں کو جمع کیا' پھر آپ نے حضرت عائشہ کی براءت کے متعلق آیات کی تلاوت فرمائی اور عبد اللہ بن اُبی منافق کو بلایا' سواس کو لایا گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر دو حدیں جاری فرمائیں اور حضرت حسان بن ثابت' حضرت مسطح بن اُثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم کو بلایا' سوان سب پر حد قذف جاری کی گئی۔ (المعجم الکبیر: ۱۶۴۔ ج ۲۳ ص ۱۲۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴۰) لیکن اس حدیث سے دیگر احادیثِ صحیحہ کی تائید ہوتی ہے' اس لیے یہ حدیث معتبر ہے۔

حضرت ابن عباس نے کہا: جس نے اس تہمت کو سب سے زیادہ پھیلایا وہ عبد اللہ بن ابی ابن سلول ہے' دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر حد جاری فرمائی اور آخرت میں اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۸۱۔ ج ۲۳ ص ۱۳۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت کو' عبد اللہ بن ابی کو حضرت مسطح کو اور حضرت حمنہ بنت جحش کو کوڑے مارے' ان میں سے ہر ایک کو اسی اسی کوڑے مارے کیونکہ انہوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی' اس کے بعد عبد اللہ بن اُبی منافق کے سواسب نے توبہ کر لی اور عبد اللہ بن ابی منافقین میں سے تھا' وہ اپنے نفاق پر مرا۔

(المعجم الکبیر: ۲۲۸۔ ج ۲۳ ص ۱۵۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ابن لہیعہ ہے' اس میں کچھ ضعف ہے اور اس حدیث کے باقی رجال حدیثِ صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۸۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اسی اسی کوڑے مارے۔

(المعجم الکبیر: ۲۶۲۔ ج ۲۳ ص ۱۶۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے محمد بن السائب الکلبی کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے مگر اس کی تائید درج ذیل حدیثِ صحیح سے ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میرا عذر نازل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور دو مردوں اور ایک عورت کو بلایا اور ان سب پر حد جاری کی۔ (المعجم الکبیر: ۲۶۳۔ ج ۲۳ ص ۱۶۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں (۴۴۷۴) اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں (۳۱۸۰) اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں (۲۵۶۷) میں روایت کی ہے۔

نیز امام ابوداؤد نے اس حدیث کے متصل بعد ایک اور سند کے ساتھ محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو مردوں اور ایک عورت کو بلایا' جنہوں نے بے حیائی کی بات کی تھی' حضرت حسان بن ثابت کو' حضرت مسطح بن اُثاثہ کو اور حضرت حمنہ بنت جحش کو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۷۵)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میرا عذر نازل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے سو آپ نے اس کا ذکر کیا اور قرآن مجید کی تلاوت کی، پھر جب آپ منبر سے اترے تو آپ نے دو مردوں اور ایک عورت کو بلانے کا حکم دیا، پھر ان پر حد (قذف) جاری کی گئی اور کوڑے مارے گئے۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٣٥ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٤٠٦٦۔ ج ٤٠ ص ٧٧، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ١٤٢١ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

المعجم الکبیر ج ٢٣ ص ٢٦٣، سنن ابوداؤد: ٤٤٧٤، سنن ترمذی: ٣١٨١، سنن ابن ماجہ: ٢٥٦٧، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٤ ص ٧٤، مصنف عبدالرزاق: ٩٧٤٩۔

علامہ شعیب الارنؤط اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسن ہے، محمد بن اسحاق نے ہر چند اس حدیث کی صیغہ عن سے روایت کی مگر امام بیہقی نے اس کی حدثنا کے صیغہ سے روایت کی ہے، لہٰذا تدلیس کا شبہ منتفی ہو گیا اور اس حدیث کے باقی رجال ثقات ہیں جو بخاری اور مسلم کے رجال ہیں۔

(حاشیہ مسند احمد ج ٦ ص ٣٤، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ١٤٢١ھ)

میں نے اس حدیث کی تخریج اور تحقیق میں بہت محنت کی اور بہت مشقت اُٹھائی ہے کیونکہ شارحین سابقین میں سے کسی نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا اور میں اپنی اور تمام مؤمنین کی ماں کی تعظیم اور توقیر واضح کرنے کے لیے اس حدیث کو ثابت کرنا چاہتا تھا، دوسری وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید میں یہ حکم دیا ہے کہ پاکیزہ عورتوں کی تہمت لگانے والوں پر اسی کوڑے مار کر حد جاری کرو تو میرا دل نہیں مانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل نہ کیا ہو، تیسری وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنا کرنے والوں پر حد جاری کی، چوری کرنے والوں پر حد جاری کی، ڈاکہ مارنے والوں پر حد جاری کی، شراب پینے والوں پر حد جاری کی، تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے تہمت لگانے والوں پر حد جاری نہ کی ہو جب کہ اس واقعہ کے بعد آپ پانچ سال تک زندہ رہے، اگر آپ نے تہمت لگانے والوں پر حد جاری نہ کی ہو جیسا کہ علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے تو آپ کی زندگی میں حدود جاری کرنے کا اُسوہ اور نمونہ مکمل نہیں ہو گا جب کہ آپ حد جاری کرنے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے، آپ نے فرمایا تھا: اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

مقبولین کے درمیان حضرت عائشہ کی خصوصی فضیلت اور انفرادیت

اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت اور عظمت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر بدکاری کی تہمت لگی تو چھ ماہ کے ایک بچہ نے ان کی پاک دامنی بیان کی، بنی اسرائیل کے عابد جریج پر بدکاری کی تہمت لگی تو ایک نوزائیدہ بچہ نے ان کی پاک دامنی بیان کی، جب حضرت مریم پر بدکاری کی تہمت لگی تو اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی پاک دامنی بیان کی اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگی تو خود رب ذوالجلال نے ان کی پاک دامنی بیان کی اور ان کی براءت کے بیان میں سورۂ نور کی گیارہ سے بیس تک دس آیات نازل کیں اور حضرت عائشہ کی یہ انفرادیت بھی ہے کہ مقبولین میں سے صرف ان پر تہمت لگانے والوں کو سزا دی گئی اور سب کو اسی اسی کوڑے مارے گئے۔ وللہ الحمد!

اے خداوند کریم! میں نے تیری مقرب بندی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے جو محنت کی ہے اس کو قبول فرما لینا اور مجھے اپنے فضل اور رحمت سے بخش دینا۔ (آمین یارب العلمین!)

اس حدیث کی تشریح، شرح صحیح مسلم: ٥٥٨۔٥٧ میں بھی کی گئی ہے، وہ تشریح بھی لائق مطالعہ ہے۔

Marfat.com

٤١٤٢- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَمْلٰی عَلَیَّ هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ مِنْ حِفْظِهٖ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ قَالَ لِیَ الْوَلِیْدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ اَبَلَغَكَ اَنَّ عَلِیًّا كَانَ فِیْمَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ قَدْ اَخْبَرَنِیْ رَجُلَانِ مِنْ قَوْمِكَ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَهُمَا كَانَ عَلِیٌّ مُسَلِّمًا فِیْ شَاْنِهَا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ہشام بن یوسف نے اپنے حافظہ سے املاء کرایا' انہوں نے کہا: مجھے معمر نے خبر دی از الزہری' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے الولید بن عبدالملک نے کہا: کیا تمہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ (حضرت) علی (رضی اللہ) ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ پر (بدکاری کی) تہمت لگائی تھی' میں نے کہا: نہیں! لیکن مجھے تمہاری قوم کے دو آدمیوں نے خبر دی ہے' ابو سلمہ بن عبدالرحمان نے اور ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث نے کہ حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ اس معاملہ میں بالکل خاموش رہنے والے تھے۔

فَرَاجَعُوْهُ فَلَمْ یَرْجِعْ وَقَالَ مُسَلِّمًا بِلَا شَكَّ فِیْهِ وَعَلَیْهِ كَانَ فِیْ اَصْلِ الْعَتِیْقِ كَذٰلِكَ ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

پس لوگوں نے اس مسئلہ میں زہری سے رجوع کیا تو انہوں نے اس کے سوا کوئی اور جواب نہیں دیا اور بتایا کہ حضرت عائشہ نے بلاشک حضرت علی کو ''مسلما'' (یعنی تسلیم کرنے والے اور خاموش رہنے والے) کہا تھا اور وہ اسی پر قائم رہے اور ان کی پرانی اصل میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے (یعنی ''مسلما'' لکھا ہوا تھا)۔

علامہ ابن ملقن کا حضرت علی کی طرف سے دفاع کرنا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ نے بتایا: حضرت علی اس معاملہ میں مسلم تھے' علامہ ابن التین نے کہا: مسلما تھے اور دونوں لفظوں کا معنی قریب ہے' نیز انہوں نے کہا: یہ لفظ ''مسیئا'' (برائی کرنے والا) بھی پڑھا گیا اور یہ بعید ہے' از عبدالرزاق از معمر از الزہری روایت ہے کہ وہ (زہری) ولید بن عبدالملک کے پاس تھے' اس نے کہا: جو اس تہمت کا بانی تھا وہ (حضرت) علی بن ابی طالب تھے تو میں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور عروۃ بن الزبیر اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ ان سب نے خبر دی ہے کہ حضرت عائشہ نے بتایا کہ اس تہمت کا بانی عبداللہ بن ابی تھا اور وہ اس تہمت لگانے میں میرے ساتھ برائی کرنے والا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۸۲-۲۸۱' وزارۃ الاوقاف' قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن کے دفاع کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ولید بن عبدالملک' مروان کا پوتا تھا' یہ لوگ بنو امیہ میں سے تھے اور ناصبی تھے اور حضرت علی رضی اللہ سے بغض رکھتے تھے' اس لیے ہشام بن یوسف نے ولید کی خوشامد کرتے ہوئے اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے کہا تھا کہ حضرت علی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے مجھ پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی اور وہ میرے ساتھ ''مسیئا'' (برائی کرنے والے تھے)۔ صاحب التوضیح نے کہا: یہ روایت بعید ہے۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے اس تہمت کے متعلق تفتیش کی تو حضرت علی

Marfat.com

نے حضرت اسامہ کی طرح یہ نہیں کہا کہ وہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہم ان کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتے' بلکہ یہ کہا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے تنگی تو نہیں کی اور حضرت عائشہ کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں (یعنی جس عورت پر تہمت لگ چکی ہے' اس کو اپنے نکاح میں رکھنے کی آپ کو کیا ضرورت ہے) اس وجہ سے ناصبیہ کو موقع ملا اور انہوں نے یہ حدیث گھڑلی کہ حضرت علی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی اور حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ حضرت علی میرے ساتھ "مسیئًا" (برائی کرنے والے تھے)۔ اللہ تعالیٰ امام زہری کو جزا دے! انہوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ حضرت علی اس معاملہ میں "مسلّمًا" (خاموش رہنے والے تھے) اور حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ اس تہمت کا بانی عبداللہ بن ابی تھا اور وہ میرے ساتھ "مسیئًا" (برائی کرنے والے تھا) اور یوں زہری نے حضرت علی سے یہ اعتراض دور کر دیا اور بتا دیا کہ حضرت عائشہ نے حضرت علی کے لیے "مسیئًا" کا لفظ نہیں کہا تھا بلکہ عبداللہ بن اُبی کے لیے کہا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ا ص ۲۸۰ 'موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٤١٤٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ رُومَانَ وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ بَيْنَا أَنَا قَاعِدَةٌ أَنَا وَعَائِشَةُ إِذْ وَلَجَتِ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَتْ فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَّفَعَلَ بِفُلَانٍ فَقَالَتْ أُمُّ رُومَانَ وَمَا ذَاكَ قَالَتِ ابْنِي فِيمَنْ حَدَّثَ الْحَدِيثَ وَقَالَتْ مَا ذَاكَ قَالَتْ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ وَأَبُو بَكْرٍ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمَّى بِنَافِضٍ فَطَرَحْتُ عَلَيْهَا ثِيَابَهَا فَغَطَّيْتُهَا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا شَأْنُ هٰذِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَخَذَتْهَا الْحُمَّى بِنَافِضٍ قَالَ فَلَعَلَّ فِي حَدِيثٍ تُحُدِّثَ بِهِ قَالَتْ نَعَمْ فَقَعَدَتْ عَائِشَةُ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُونِي وَلَئِنْ قُلْتُ لَا تَعْذِرُونِي مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوبَ وَبَنِيهِ ﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُونَ﴾ (یوسف: ١٨) قَالَتْ وَانْصَرَفَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عُذْرَهَا قَالَتْ بِحَمْدِ اللّٰهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ وَّلَا بِحَمْدِكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از ابی وائل' انہوں نے کہا: مجھے مسروق بن الاجدع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اُم رومان نے حدیث بیان کی اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں' انہوں نے بتایا کہ میں اور (حضرت) عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں' اس وقت انصار کی ایک عورت داخل ہوئی' اس نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں کے ساتھ ایسا کرے اور فلاں کے ساتھ ایسا کرے' تو حضرت اُم رومان نے کہا: اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے بتایا کہ میرا بیٹا ان لوگوں میں سے ہے جس نے یہ (تہمت کی) بات کی ہے' حضرت اُم رومان نے پوچھا: وہ (تہمت) کیا ہے؟ تو اس نے بتایا: وہ اس طرح ہے' حضرت عائشہ نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت عائشہ نے پوچھا اور حضرت ابوبکر نے؟ اس نے کہا: ہاں! تب حضرت عائشہ بے ہوش ہو گئیں' پھر ان کو جب ہوش آیا تو ان کو کپکپی والا بخار چڑھا ہوا تھا' پس میں نے ان کے اوپر ان کے کپڑے ڈال دیئے اور میں نے ان کو ڈھانپ دیا' پس اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے' آپ نے پوچھا: اس کو کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس کو کپکپی والا بخار چڑھ گیا ہے' آپ نے فرمایا: شاید اس نے وہ بات سن لی ہے جو کہی جا رہی ہے' انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عائشہ اُٹھ کر بیٹھ گئیں اور انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں (اپنی پاک دامنی پر) قسم کھاؤں تو

آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں کہوں میں نے ایسا نہیں کیا تو آپ لوگ میرا عذر نہیں سنیں گے' میری اور آپ لوگوں کی مثال تو حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی طرح ہے' (انہوں نے کہا تھا:) تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر اللہ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے○ (یوسف:١٨) حضرت اُم رومان نے بتایا' پھر آپ واپس گئے اور آپ نے کوئی بات نہیں فرمائی' تب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کا عذر نازل فرمایا' تو حضرت عائشہ نے کہا: (سب سے پہلے) اللہ تعالیٰ کی حمد ہے' کسی اور کی حمد نہیں ہے اور نہ آپ کی (سب سے پہلے) حمد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٨٨ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی مذکور حدیث کے وہم اور خطاء ہونے پر علامہ ابن ملقن کے دلائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

مسروق بن الاجدع نے جو کہا کہ مجھے حضرت اُم رومان نے حدیث بیان کی' ان کے اس قول میں یہ تصریح ہے کہ انہوں نے اُم رومان سے سماع کیا ہے' اور ہم مناقب الانبیاء میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ مسروق نے حضرت اُم رومان کا زمانہ پایا تھا' اس باب کا عنوان ہے: ''لَقَدْ كَانَ فِي يُوْسُفَ'' (الآیۃ)۔

الواقدی اور حضرت الزبیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت اُم رومان چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر میں اُترے تھے اور ان کے لیے طلبِ مغفرت کی دعا کی تھی۔

حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ مسروق کی حضرت اُم رومان سے روایت مرسل ہے' یعنی ان کی حضرت اُم رومان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۴۹۱)

اور المقدسی نے کہا ہے کہ مسروق نے از حضرت ابن مسعود از حضرت اُم رومان روایت کی ہے اور یہ قول صحت کے زیادہ مشابہ (قریب) ہے اور ابراہیم حلبی نے کہا ہے کہ مسروق پندرہ سال کی عمر میں حضرت اُم رومان سے سوالات کرتے تھے اور جب مسروق فوت ہوئے تو ان کی عمر اٹھتر (٧٨) سال تھی۔

حافظ ابوبکر الخطیب نے امام بخاری پر تعاقب کیا ہے کہ ان سے یہ بات کیسے مخفی رہی کہ حضرت اُم رومان' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ذوالحجہ چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں۔

امام محمد بن سعد نے کہا کہ مسروق ٦٣ ہجری میں فوت ہوئے تھے تو حضرت اُم رومان کی وفات کے وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔

(طبقات ابن سعد ج ٦ ص ٨٤' تاریخ بغداد ج ١٣ ص ٢٣٥)

نیز مسروق یمن میں پیدا ہوئے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ آئے تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یا اس کے بعد۔

امام احمد نے یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ از حصین از ابی وائل از مسروق از حضرت اُم رومان روایت کی ہے اور اس حدیث میں

Marfat.com

یہ مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے مجھے حدیث بیان کی نہ یہ مذکور ہے کہ میں نے ان سے سنا۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٣٦٧)

اور اس حدیث کی ابوسعید الاشج نے از محمد بن فضیل روایت کی ہے اور اس میں ہے: از مسروق' میں نے حضرت اُم رومان سے سوال کیا اور وہ حضرت عائشہ کی والدہ ہیں' پھر انہوں نے یہ قصہ ذکر کیا۔

المہلب نے کہا: یہ امام بخاری کی روایت کے زیادہ مشابہ ہے اور شاید کہ حضرت اُم رومان سے سماع کی تصریح حصین سے منقول ہے اور ان کا اخیر عمر میں حافظہ مختلط ہو گیا تھا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ از ابووائل از مسروق از حضرت اُم رومان: اس روایت میں امام بخاری کا وہم ہے کیونکہ حضرت اُم مسطح قرشیہ ہیں اور حضرت اُم رومان نے کہا: جس وقت میں حضرت عائشہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی انصار کی ایک عورت آئی (حالانکہ آنے والی عورت حضرت اُم مسطح تھیں اور وہ انصاریہ نہیں' قرشیہ تھیں)۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ چلے گئے اور آپ نے کوئی بات نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے میرا عذر نازل فرمادیا' حالانکہ اس سے پہلے صحیح حدیث: ۴۱۴۱ میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مجلس (میں جانے) کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ کوئی گھر والوں میں سے نکلا تھا' حتیٰ کہ میری براءت نازل ہو گئی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۸۳۔۲۸۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن کے دلائل کی وضاحت

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن نے حسب ذیل متعدد وجوہ سے امام بخاری کی اس روایت پر تعاقب کیا ہے اور ان کا رد کیا ہے اور اس حدیث کو ان کا وہم قرار دیا ہے:

(۱) امام بخاری کی روایت کے مطابق یہ حدیث مسند ہے کیونکہ مسروق نے کہا: مجھے اُم رومان نے حدیث بیان کی' حالانکہ یہ حدیث مرسل ہے' اصل میں ہے: از مسروق از حضرت ابن مسعود از حضرت اُم رومان' سو یہ حدیث مرسل ہے اور اثناءِ سند میں حضرت ابن مسعود کا نام چھوٹا ہوا ہے اور امام بخاری نے اس کو مسند اور متصل بیان کیا ہے۔

(۲) مسروق نے حضرت اُم رومان کا زمانہ نہیں پایا کیونکہ حضرت اُم رومان چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں اور مسروق رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ آئے تھے تو وہ حضرت اُم رومان سے حدیث کا سماع کیسے کر سکتے تھے۔

(۳) مسروق یمن میں پیدا ہوئے تھے اور حضرت اُم رومان کی وفات کے وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ آئے تھے' سو اس صورت میں وہ حضرت اُم رومان سے کس طرح حدیث سن سکتے تھے۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اُم رومان حضرت عائشہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں تو انصار کی ایک عورت آئی' حالانکہ آنے والی حضرت اُم مسطح تھیں اور وہ انصاریہ نہیں قرشیہ ہیں اور یہ امام بخاری کے وہم پر واضح دلیل ہے۔

(۵) نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ واپس چلے گئے اور آپ نے کوئی بات نہیں کی' حالانکہ صحیح حدیث: ۴۱۴۲ میں گزر چکا ہے کہ آپ نے اپنی مجلس میں جانے کا قصد نہیں کیا تھا' حتیٰ کہ میری براءت نازل ہو گئی' سو یہ بھی امام بخاری کے وہم اور اس حدیث کی روایت میں خطاء ہونے پر دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی مدافعت کرنا اور اس حدیث کو صحیح قرار دینا

جن لوگوں نے اس حدیث پر تعاقب کیا ہے' ان کی بنیاد خطیب بغدادی اور امام واقدی کے اس قول پر ہے کہ حضرت اُم رومان رسول اللہ ﷺ کی حیات میں چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں اور مسروق رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یمن سے مدینہ آئے تھے

Marfat.com

لیکن امام بخاری نے اپنی تاریخ اوسط میں اس کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ابراہیم حربی نے وثوق سے کہا ہے کہ مسروق نے پندرہ سال کی عمر میں حضرت اُم رومان سے سماع کیا ہے' اس بناء پر انہوں نے حضرت عمر کی خلافت میں حضرت اُم رومان سے سماع کیا کیونکہ مسروق ہجرت کے سال پیدا ہوئے تھے اور حضرت ابونعیم اصبہانی نے کہا ہے کہ حضرت اُم رومان نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد بھی زندہ رہیں اور اس پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) امام احمد نے از حضرت عائشہ یہ روایت کی ہے کہ جب آیت تخییر نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ سے ابتداء کی اور فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک امر پیش کر رہا ہوں تم اس کے متعلق از خود کوئی فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ تم اس امر کو اپنے باپ اور ماں ابوبکر اور اُم رومان پر نہ پیش کر دو' اس حدیث کی اصل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی ہے اور اس میں حضرت اُم رومان کے نام کی تصریح نہیں ہے اور آیت تخییر بالاتفاق نو ہجری میں نازل ہوئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ واقدی اور زبیر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت اُم رومان چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں کیونکہ وہ نو ہجری تک بالاتفاق زندہ تھیں۔

(۲) علاماتِ نبوت میں صحیح بخاری کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر تین مہمانوں کو اپنے گھر لے گئے اور اس وقت گھر میں' میں تھا' میرے والد تھے اور میری ماں تھیں۔ (صحیح البخاری: ۳۵۸۱) اور امام بخاری نے کتاب الادب میں بھی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر آئے تو ان سے میری ماں نے کہا: آپ اپنے مہمانوں سے رکے رہے' اور حضرت عبدالرحمان نے صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کی تھی اور صلح حدیبیہ پانچ ہجری میں ہوئی ہے اور حضرت عبدالرحمان نے امام محمد بن سعد کے قول کے مطابق سات ہجری میں ہجرت کی ہے اور زبیر کے قول کے مطابق اس کے بھی بعد ہجرت کی ہے' کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمان قریش کی ایک جماعت میں فتح مکہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف نکلے' بہرحال علاماتِ نبوت کی حدیث کے راوی سات ہجری کے بعد مدینہ آئے تھے اور انہوں نے اس حدیث میں اپنی ماں یعنی حضرت اُم رومان کا ذکر کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اُم رومان چھ ہجری کے بعد بھی زندہ تھیں اور یہ حدیثیں خطیب بغدادی اور ان کے موافقین کے رد کے لیے کافی ہیں' جنہوں نے امام بخاری کی اس صحیح حدیث پر اس وجہ سے تعاقب کیا ہے کہ حضرت اُم رومان تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات میں چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں' باقی رہا یہ اعتراض کہ حضرت اُم رومان کی یہ حدیث حضرت عائشہ کی صحیح حدیث: ۴۱۴۲ کے کئی وجوہ سے خلاف ہے' تو اس کا جواب میں کتاب التفسیر میں ذکر کروں گا اور ان دونوں حدیثوں میں مطابقت کی وجوہ ذکر کروں گا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۷۲' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اسی شرح کا خلاصہ ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر کی پہلی دلیل لکھی ہے اور دوسری دلیل ذکر نہیں کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۸۱' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١٤٤- حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ نَّافِعِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کَانَتْ تَقْرَاُ ﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِکُمْ﴾ (النور: ١٥) وَتَقُوْلُ الْوَلْقُ الْکَذِبُ.

قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ وَکَانَتْ اَعْلَمَ مِنْ غَیْرِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از نافع بن عمر از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ پڑھتی تھیں: ''اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِکُمْ'' (النور: ۱۵) اور کہتی تھیں: ''الْوَلْق'' کا معنی جھوٹ ہے۔

ابن ابی ملیکہ نے کہا: وہ دوسروں سے زیادہ اس آیت کی

Marfat.com

بِـذَٰلِكَ لِأَنَّـهُ نَزَلَ فِيهَا . [طرف الحدیث:٤٧٥٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

قراءت کو جاننے والی تھیں کیونکہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی تھی۔

حضرت عائشہ کی قراءت کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس لفظ کا معنی ہے: جھوٹ بولنے میں جلدی کرنا' علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: ہمیشہ جھوٹ بولنا' اور حضرت عائشہ اس کے پڑھنے کے طریقہ کو دوسروں سے زیادہ جانتی تھیں۔ اور اس آیت کی عام قراءت اس طرح ہے: ''اذ تلقونہ''۔ جب تم یہ بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے (سن کر) لاتے رہے اور حضرت عائشہ کی قراءت کے اعتبار سے اس کا معنی ہے: جب تم اپنی زبانوں سے جھوٹ بولتے رہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٤٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ ذَهَبْتُ اَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسُبَّهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَتْ عَائِشَةُ اسْتَاْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ كَيْفَ بِنَسَبِي قَالَ لَاَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس حضرت حسان کو بُرا کہہ رہا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے' اور حضرت عائشہ نے بتایا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی' آپ نے پوچھا: پھر میرے نسب کا کیا ہوگا؟ حضرت حسان نے کہا: میں آپ کو ان کے درمیان سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۳۱ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ سَمِعْتُ هِشَامًا عَنْ اَبِيهِ قَالَ سَبَبْتُ حَسَّانَ وَكَانَ مِمَّنْ كَثَّرَ عَلَيْهَا .

اور محمد بن عقبہ نے کہا: اور ہمیں عثمان بن فرقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ہشام سے سنا از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ پر بہت زیادہ تہمت لگائی تھی۔

٤١٤٦- حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يُنْشِدُهَا شِعْرًا يُشَبِّبُ بِاَبْيَاتٍ لَهُ وَقَالَ:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بشر بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از سلیمان از ابی الضحیٰ از مسروق' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے اور وہ ایسے اشعار پڑھ رہے

Marfat.com

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ
فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ لٰكِنَّكَ لَسْتَ كَذٰلِكَ قَالَ مَسْرُوقٌ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَأْذَنِي لَهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْكِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ٥﴾ (النور: ١١) فَقَالَتْ وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمٰى قَالَتْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ أَوْ يُهَاجِي عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ٤٧٥٦-٤٧٥٥] (صحیح مسلم: ٢٤٨٨، الرقم المسلسل: ٦٢٨٥)

تھے، جن میں انہوں نے تشبیب کی تھی، انہوں نے کہا:
''پاک دامن باوقار خواتین جو کسی کی عیب جوئی سے متہم نہیں ہیں، وہ صبح کو غافل عورتوں کا گوشت کھانے سے بھوکی اُٹھتی ہیں''۔
تب حضرت عائشہ نے حضرت حسان سے کہا: لیکن تم تو اس طرح نہیں تھے۔ مسروق نے بتایا: میں نے حضرت عائشہ سے کہا: آپ ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اور ان میں سے جس نے اس (بہتان) میں سب سے بڑا حصہ لیا، اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے○ (النور: ١١) حضرت عائشہ نے فرمایا: اندھے ہو جانے سے بڑا اور کون سا عذاب ہوگا! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے (مشرکین کی) ہجو کرتے تھے۔

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:
''تشبیب'' شاعر اپنے مقصود اشعار سے پہلے جو اشعار کہتا ہے۔
''حَصَانٌ'' پاک دامن عورتیں جو اجنبی مردوں سے مجتنب رہتی ہیں۔
''رَزَانٌ'' باوقار اور سنجیدہ خاتون۔
''ما تزن'' جو کسی پر تہمت نہیں لگاتی۔
''غرثى'' بھوکی، یعنی جو عورت دوسری عورتوں کی غیبت کر کے ان کا گوشت نہیں کھاتی کیونکہ جو کسی کی غیبت کرتا ہے وہ اپنے بھائی کا مردار گوشت کھاتا ہے۔
''الغوافل'' بھولی بھالی عورتیں جن کو یہ پتا نہ ہو کہ ان پر کوئی تہمت لگا رہا ہے۔
حضرت عائشہ نے حضرت حسان سے فرمایا: لیکن تم اس طرح نہیں ہو کیونکہ تم نے مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی تھی۔
حضرت حسان آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اس لیے حضرت عائشہ نے فرمایا: اندھے پن سے بڑھ کر اور کون سا عذاب ہوگا۔

حضرت عائشہ اپنی ذات کا خیال نہیں کرتی تھیں، صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق کا خیال کرتی تھیں

حضرت حسان نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی لیکن حضرت عائشہ نے اس کو بھلا دیا، صرف یہ یاد رکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھتے تھے، اس لیے ان سے کلام اور ملنا جلنا جاری رکھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٨٣-٢٨٢، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)
اسی طرح بعض نعت خواں مجھ سے بغض اور عناد رکھتے ہیں، لیکن میں اپنی ذات کو یاد نہیں رکھتا، صرف یہ یاد رکھتا ہوں کہ وہ حضور کے نعت خواں ہیں اور میں محبت اور ذوق و شوق سے ان کی پڑھی ہوئی نعتیں اپنے موبائل میں ریکارڈ کراتا ہوں اور سنتا ہوں، اور اپنی ماں کی سیرت پر عمل کرتا ہوں اور ان کے نقش قدم پر چلتا ہوں۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

٣٦- بَابُ غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَةِ

غزوۃ الحدیبیہ

حدیبیہ کی وجہ تسمیہ' اس کا محل وقوع' اس کی تاریخ اور اس غزوہ میں شامل ہونے والے صحابہ کی تعداد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

ہم کتاب الحج کی شرح میں لکھ چکے ہیں کہ حدیبیہ کے لفظ میں باء پر تشدید نہیں ہے اور اہل اللغۃ نے اس پر تشدید کا انکار کیا ہے اور علامہ خطابی نے محدثین سے نقل کیا ہے کہ اہل عرب الجعر انہ میں راء پر تشدید نہیں پڑھتے اور البکری نے کہا ہے کہ اہل عراق اس پر تشدید پڑھتے ہیں برخلاف اہل حجاز کے۔ (تفسیر طبری: ٣١٥٢٩-٣١٥٣١- ج ١١ص ٣٥٠)

آیا حدیبیہ حل میں ہے یا حرم میں؟ یا اس کا بعض حصہ حل میں ہے اور بعض حرم میں؟ اس میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے' امام مالک کے نزدیک یہ حرم میں ہے۔ ابن القصار نے کہا: اس کا بعض حصہ حل میں ہے اور بعض حصہ حرم میں ہے۔ اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ احصار کی ھدی (قربانی کا جانور) امام مالک کے نزدیک صرف حرم میں ہوتی ہے' اس کے برخلاف امام شافعی نے کہا کہ وہ (غیر حرم میں بھی) نحر ہے۔ (کتاب الام ج ٢ص ١٣٥)

حدیبیہ زیادہ بڑی بستی نہیں ہے' اس کا نام وہاں پر ایک کنویں کی وجہ سے رکھا گیا ہے جو مسجد الشجرہ کے پاس ہے' حدیبیہ اور مدینہ کے درمیان نو مرحلوں کا فاصلہ ہے اور حدیبیہ اور مکہ کے درمیان ایک مرحلہ کا فاصلہ ہے' اور نبی ﷺ کے مغازی حل (غیر حرم) میں ہوتے تھے' اور آپ کی نماز کی جگہ حرم میں ہوتی تھی' اور یہ غزوہ یکم ذوالقعدہ پیر کے دن چھ ہجری میں ہوا' نبی ﷺ غسل کرنے کے بعد اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوتے۔ امام بیہقی نے کہا: صحیح یہی ہے کہ یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا ہے' الزہری' قتادہ' موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے' عروہ کا اس میں اختلاف ہے' انہوں نے کہا کہ آپ رمضان میں عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ٤ص ١٩٢-١٩١)

امام محمد بن سعد نے کہا: آپ کے ساتھ کوئی بھی میان کے بغیر ہتھیار لے کر نہیں چلا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ص ٩٥) کیونکہ آپ ان صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

آپ کے ساتھ ستر اونٹ تھے' ان میں وہ اونٹ بھی تھا جو ابوجہل کا اونٹ تھا جس کو آپ نے مالِ غنیمت میں حاصل کیا تھا' اور آپ کے ساتھ سولہ سو صحابہ تھے' ایک قول چودہ سو صحابہ کا ہے اور ایک قول پندرہ سو صحابہ کا ہے اور آپ کے ساتھ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حاکم نے کہا: میرا دل اس طرف مائل ہے کہ آپ کے ساتھ پندرہ سو صحابہ تھے کیونکہ یہ زیادہ مشہور روایت ہے' اس لیے اس روایت کا اعتبار کرنا اولیٰ اور راجح ہے' موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے کہ آپ کے ساتھ سولہ سو صحابہ تھے' مگر اس روایت کا کوئی متابع نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابو معشر اور ابوسعید نیشاپوری نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: تیرہ سو صحابہ تھے اور عنقریب صحیح بخاری میں یہ روایت آئے گی اور اس کے ساتھ حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت آئے گی کہ ان کی تعداد چودہ سو تھی اور ان کے ساتھ حضرت جابر کی بھی ایک روایت ہے۔ (حضرت ابن ابی اوفی کی روایت صحیح البخاری: ٤١٥٥ میں ہے اور حضرت البراء کی روایت صحیح البخاری: ٤١٥١ میں ہے اور حضرت جابر کی روایت صحیح البخاری: ٤١٥٣ میں ہے)

اسی طرح ان کی متابعت حضرت سلمہ بن الاکوع اور حضرت معقل بن یسار نے کی ہے۔

(حضرت سلمہ بن الاکوع کی روایت صحیح مسلم: ۱۸۰۷ میں ہے اور حضرت معقل بن یسار کی روایت صحیح مسلم: ۱۸۵۸ میں ہے)
امام بیہقی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۹۸)
پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس روایت کو بھول گئے' سعید ابن المسیب نے کہا: حضرت جابر نے پانچ سو تعداد بتائی۔
(صحیح البخاری: ۴۱۵۳)

ابن دحیہ نے ان مختلف روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ روایات اندازہ اور گمان پر مبنی ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنہوں نے زیادہ تعداد بتائی انہوں نے عورتوں کو شامل کر لیا ہو اور جنہوں نے کم تعداد بتائی' انہوں نے عورتوں کو نہ شمار کیا ہو۔

غزوۂ بنو المصطلق اور غزوۂ حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں سرایا کی تفصیل

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگنے کے واقعہ کے بعد غزوۂ ذی قرد ہوا' پھر حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا' یہ ربیع الاوّل چھ ہجری میں ہوا' پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا سریہ اسی مہینہ میں ہوا' پھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا بنو سلیم کے خلاف الجموم میں سریہ تھا' یہ بطن نخل کی بائیں جانب ایک جگہ ہے' پھر حضرت زید کا العیص کی طرف سریہ ہے' اس کے اور مدینہ کے درمیان چار راتوں کی مسافت ہے' یہ سریہ جمادی الاولیٰ میں ہوا' پھر حضرت زید کا الطرق میں سریہ ہے' یہ جگہ مدینہ سے چھتیس میل کی مسافت پر ہے' پھر ان کا سریہ حسمیٰ کی طرف ہوا' یہ جگہ وادی القریٰ کے پیچھے ہے' یہ سریہ جمادی الاخرہ میں ہوا' پھر ان کا سریہ دوبارہ رجب میں وادی القریٰ میں ہوا' پھر حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا سریہ دومۃ الجندل میں اسی سال شعبان میں ہوا۔

امام محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا سریہ مدین کی طرف ہوا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۱۲)
اور محمد بن سعد نے حضرت عبدالرحمان کے سریہ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سریہ کا ذکر کیا ہے جو بنو سعد بن بکر کی طرف تھا' پھر انہوں نے کہا کہ حضرت زید بن حارثہ کا سریہ اُم قرفہ کی طرف وادی القریٰ میں رمضان کے مہینہ میں تھا' پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ کا سریہ اسیر بن رزام یہودی کی طرف ہوا' پھر حضرت سلمہ بن عمرو الضمری اور حضرت سلمہ بن حریس کا سریہ ہوا' پھر انہوں نے غزوۂ حدیبیہ کا ذکر کیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۹۵-۸۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۰۰-۲۹۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)
سریہ جہاد کے اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک نہ ہوں اور جس میں آپ شریک ہوں' اس کو غزوہ کہتے ہیں' غزوہ کی جمع مغازی یا غزوات ہے اور سریہ کی جمع سرایا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: ١٨) .

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ مؤمنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ (الفتح: ۱۸)

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ آیت حدیبیہ کے قصہ میں نازل ہوئی ہے' اس آیت کی تفسیر حسب ذیل ہے:

بیعتِ رضوان کا پس منظر اور پیش منظر

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:
امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ قریش نے چالیس یا پچاس آدمی بھیجے اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کے گرد چکر لگائیں تاکہ آپ کے اصحاب میں سے کسی کو پکڑ لیں' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کے اوپر پتھر پھینکے اور تیر مارے' ان کو گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا' آپ نے ان سب کو معاف کر دیا اور چھوڑ دیا۔

Marfat.com

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ ان کو مکہ بھیجیں اور وہ آپ کی طرف سے قریش کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچائیں کہ آپ صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں' حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! مجھے قریش کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے اور مکہ میں عدی بن کعب کی اولاد میں سے کوئی نہیں ہے جو میری حفاظت کر سکے اور آپ کو معلوم ہے کہ قریش مجھ سے بہت شدید عداوت رکھتے ہیں' لیکن میں آپ کو ایک شخص بتا تا ہوں جو میری بہ نسبت ان کے نزدیک بہت معزز اور محترم ہے اور وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں' پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان کو بلایا اور ان کو ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کو بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ ان سے جنگ کے لیے نہیں آئے بلکہ آپ صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لیے آئے ہیں۔

امام ابن اسحاق نے بتایا کہ پھر حضرت عثمان مکہ گئے' جب وہ مکہ میں داخل ہوئے تو ان کی ملاقات سعید بن العاص سے ہوئی' اس نے ان کو پناہ دی' حتیٰ کہ حضرت عثمان نے ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا' پھر حضرت عثمان ابوسفیان اور قریش کے دوسرے سرداروں کے پاس گئے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا' انہوں نے حضرت عثمان سے کہا: اگر تم بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو تم طواف کرلو' حضرت عثمان نے کہا: جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کرلیں' میں طواف کرنے والا نہیں ہوں' پھر قریش نے حضرت عثمان کو پکڑ کر بند کر دیا' اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ تک یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا۔

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک ان لوگوں سے جنگ نہ کریں' پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بیعت کے لیے بلایا' تب ایک درخت کے نیچے یہ بیعت منعقد ہوئی اور صحابہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مرنے کے لیے بیعت کی ہے یعنی ہم تادم مرگ آپ کے ساتھ لڑتے رہیں گے' حضرت جابر بن عبداللہ یہ کہتے تھے: ہم نے اس پر بیعت کی تھی کہ ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور بھاگیں گے نہیں۔

امام ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کی طرف سے خود بیعت کی اور اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔ (السیرۃ النبویہ علی حاشی الروض الانف ج ۴ ص ۴۸-۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عمرہ حدیبیہ کی تفصیل

نبی ﷺ نے یکم ذوالقعدہ چھ ہجری کو عمرہ کرنے کا قصد کیا تھا اور چودہ سو (یا پندرہ سو) اصحاب کے ساتھ آپ عمرہ کے لیے روانہ ہوگئے تھے' اس کا سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو واقعہ حدیبیہ سے پہلے خواب میں دکھایا تھا کہ آپ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ انتہائی امن اور بے خوفی کے ساتھ عمرہ کرنے جارہے ہیں' نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے' ہر چند کہ اس خواب میں یہ تعیین نہیں تھی کہ آپ صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے کب روانہ ہوں گے' لیکن چھ سال سے آپ نے اور صحابہ نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا نہ اس کی زیارت کی تھی' تو آپ اور تمام صحابہ بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف کرنے کے لیے بے چین تھے' اس لیے جب آپ کو خواب میں بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف کرنے کا مژدہ ملا' تو آپ نے عمرہ کے لیے رخت سفر باندھنے میں تاخیر نہ کی اور آپ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ (تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۱۹۳' فرید بک سٹال' لاہور)

اس تمہید کے بعد ہم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب میں تمیں احادیث روایت کی ہیں۔

٤١٤٧- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَاَصَابَنَا مَطَرٌ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَقَالَ قَالَ اللّٰهُ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِيْ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَبِرِزْقِ اللّٰهِ وَبِفَضْلِ اللّٰهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَجْمِ كَذَا فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ كَافِرٌ بِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صالح بن کیسان نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ الحدیبیہ کے سال نکلے' پس ایک رات ہم پر بارش ہوئی' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے ہماری طرف منہ کیا اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' تب آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ بعض مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور بعض میرا کفر کرنے والے ہیں' پس رہے وہ لوگ جنہوں نے کہا: اللہ کی رحمت اور اللہ کی عطاء سے اور اللہ کے فضل سے ہم پر بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور ستارے کا کفر کرنے والے ہیں اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے وہ ستارے پر ایمان رکھنے والے ہیں اور میرا کفر کرنے والے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو غزوہ حدیبیہ کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ہم حدیبیہ کے سال نکلے۔

محکمہ موسمیات کی اطلاعات' اور نجومیوں اور ستارہ شناسوں کی پیش گوئیوں کا شرعی حکم

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

جس کا یہ اعتقاد ہو کہ بارش برسانے کا فاعل ستارہ ہے وہ کافر ہے' اور جس کا یہ اعتقاد ہو کہ ستارہ بارش برسنے کی علامت ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ یہ اعتقاد بھی خطاء ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۰۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح محکمہ موسمیات آلات کے ذریعہ ہواؤں کا رخ دیکھ کر بارش کے ہونے یا نہ ہونے کی جو پیش گوئی کرتے ہیں' اس کو ظن کے درجہ میں ماننا صحیح ہے' تاہم اکثر و بیشتر ان کی پیش گوئی غلط نکلتی ہے اور نجومی ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر مستقبل کا جو حال بتاتے ہیں اس کو ظن کے درجہ میں بھی ماننا جائز نہیں ہے اور وہ ستارہ شناس جو مستقبل کی پیش گوئی کرتے ہیں اور اخبارات میں اس عنوان سے کالم چھپتے ہیں کہ آپ کا یہ ہفتہ کیسا رہے گا' سو یہ قطعاً جائز نہیں ہے اور ان کی تصدیق کرنا اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔

اس کی تحریم میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کاہن (نجومی) کے پاس گیا اور اس کے قول کی

تصدیق کی یا جس شخص نے حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی یا جس شخص نے اپنی عورت کی پچھلی طرف مباشرت کی وہ اس دین سے بری ہو گیا جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۰۴ سنن ترمذی: ۱۳۵ سنن ابن ماجہ: ۶۳۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص عراف یا ساحر یا کاہن کے پاس گیا اس سے سوال کیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا گیا۔ (مسند ابویعلیٰ: ۵۴۰۸ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کاہن یا عراف کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا گیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۹)

نافع بعض ازواج مطہرات سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کسی عراف کے پاس جا کر اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کرے اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۳۰)

☆ اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث ہم نے تبیان القرآن ج ۸ ص ۵۳۶-۵۱۳ پر کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٤١٤٨- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ كُلَّهُنَّ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِيْ كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَةً مِّنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِّنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَّعَ حَجَّتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کیے اور وہ سب ذوالقعدہ میں کیے تھے سوا اس عمرہ کے جو آپ کے حج کے ساتھ تھا (وہ چار عمرے یہ ہیں:) ذوالقعدہ میں حدیبیہ سے عمرہ کیا ذوالقعدہ میں آئندہ سال عمرہ کیا ذوالقعدہ میں الجعرانہ سے عمرہ کیا جہاں آپ نے غزوۂ حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا تھا اور وہ عمرہ جو آپ کے حج کے ساتھ تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۷۷۸ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی غزوۂ حدیبیہ کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں عمرہ حدیبیہ کا ذکر ہے۔

٤١٤٩- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن الربیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی ابن المبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبداللہ بن ابی قتادہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے بتایا کہ ہم حدیبیہ کے سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے سو آپ کے اصحاب نے احرام باندھا اور میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۲۱ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حدیبیہ کے سال کا ذکر ہے۔

٤١٥٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء

تَعُدُّوْنَ اَنْتُمُ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا وَّنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَّالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيْهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهَا فَجَلَسَ عَلٰى شَفِيْرِهَا ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهُ فِيْهَا فَتَرَكْنَاهَا غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ اِنَّهَا اَصْدَرَتْنَا مَاشِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابَنَا ۔

انہوں نے کہا: تم لوگ فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو اور بے شک مکہ کی فتح بھی فتح تھی اور ہم حدیبیہ کے دن بیعت الرضوان کو فتح شمار کرتے ہیں' ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو اصحاب تھے' اور حدیبیہ ایک کنواں تھا' ہم نے اس کا تمام پانی نکال لیا' سو ہم نے اس میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی' آپ اس کنویں پر آئے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے ایک برتن میں پانی منگایا' پھر آپ نے کلی کی اور دعا کی' پھر آپ نے اس کنویں میں وہ پانی ڈال دیا' تھوڑی دیر ہم نے اس کنویں کو یونہی رہنے دیا' پھر اس کے بعد ہم نے جتنا چاہا اس کنویں سے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو پلایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۷۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حدیبیہ کا ذکر ہے۔

غزوۂ حدیبیہ کو فتح قرار دینے کی توجیہ اور خشک کنویں میں پانی جاری کرنے کا معجزہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

غزوۂ حدیبیہ کو فتح قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ حدیبیہ کی فتح اللہ کی قضاء اور اس کی ہدایت سے تھی' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اس کنویں میں پانی ختم ہو چکا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کلی فرمائی اور اللہ سے دعا کی تو اس میں اتنا پانی آ گیا کہ چودہ سو اصحاب اور ان کی سواریوں کے لیے کافی ہو گیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۰۲۔۳۰۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ○ (الفتح: ۱) بے شک ہم نے آپ کے لیے روشن فتح عطاء فرمائی ○

اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کو فتح مبین اس لیے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کے لیے فتح مبین کا سبب تھی' کیونکہ حدیبیہ میں مشرکین سے صلح ہوئی اور جو لوگ اسلام لانے اور مدینہ میں آنے سے ڈرتے تھے' وہ اسلام لے آئے اور مدینہ میں آ گئے' جیسے حضرت خالد بن الولید اور حضرت عمرو بن العاص اسلام لا کر مدینہ میں آ گئے' پھر اسی طرح ہوتا رہا حتیٰ کہ مکمل فتح حاصل ہو گئی' امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں ذکر کیا ہے کہ زہری نے کہا: فتح حدیبیہ سے پہلے اتنی بڑی فتح اسلام میں حاصل نہیں ہوئی تھی اور کفر کی وجہ سے لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اور اب جب کہ دس سال کے لیے صلح ہو گئی اور تمام لوگوں کو امن حاصل ہو گیا تو اِدھر اُدھر کے قبائل کے لوگ مدینہ آ کر اسلام لانے لگے' پھر دو سالوں میں اتنے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ پہلے اتنے لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ کے سال آپ کے ساتھ چودہ سو اصحاب تھے' پھر دو سال بعد جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ دس ہزار اصحاب تھے' اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ حدیبیہ سے واپس جا رہے تھے' پھر اس کے بعد خیبر کا مال غنیمت اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا۔

امام سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ الفتح: ۱ کی تفسیر میں شعبی سے روایت کی ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد آپ کی عام مغفرت کا

اعلان کیا گیا اور صحابہ نے بیعت رضوان کی اور خیبر کے کھجور کے باغات کھلائے گئے' اور رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے اور مسلمان اللہ کی نصرت سے بہت خوش ہوئے' قرآن مجید میں ہے:

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ○ (الفتح:٢٧) تو اس سے پہلے قریب آنے والی ایک اور فتح مقرر فرما دی○

اس سے مراد حدیبیہ ہے' اور قرآن مجید میں ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ○ (النصر:١) اور جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے○

اس سے مراد بالاتفاق فتح مکہ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۷۷۔۲۷۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١٥١- حَدَّثَنِيْ فَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَعْيَنَ اَبُوْ عَلِيٍّ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ اَنْبَاَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَلْفًا وَّاَرْبَعَ مِائَةٍ اَوْ اَكْثَرَ فَنَزَلُوْا عَلٰى بِئْرٍ فَنَزَحُوْهَا فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى الْبِئْرَ وَقَعَدَ عَلٰى شَفِيْرِهَا ثُمَّ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّائِهَا فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ فَدَعَا ثُمَّ قَالَ دَعُوْهَا سَاعَةً فَاَرْوَوْا اَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتّٰى ارْتَحَلُوْا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے فضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن بن محمد بن اعین ابو علی الحرانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بے شک حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو یا اس سے زیادہ اصحاب تھے' پس وہ ایک کنویں کے پاس اترے اور اس کا (سارا) پانی نکال لیا' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (اور آپ کو بتایا) پس آپ کنویں پر آئے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک ڈول میں اس کا پانی لاؤ' آپ کے پاس پانی لایا گیا' آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا' پھر دعا کی' پھر فرمایا: اس کو تھوڑی دیر چھوڑ دو' پھر صحابہ خود بھی پانی سے سیراب ہوئے اور اپنی سواریوں کو بھی سیراب کیا' حتیٰ کہ وہ روانہ ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۷۷ میں گزر چکی ہے اور غزوۂ حدیبیہ کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے۔

٤١٥٢- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا ثُمَّ اَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّاُ بِهٖ وَلَا نَشْرَبُ اِلَّا مَا فِيْ رَكْوَتِكَ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّاْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پانی کا ڈول تھا' آپ نے اس سے وضو کیا' پھر لوگوں نے آپ کی طرف منہ کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس وضوء کرنے کے لیے پانی نہیں ہے' اور نہ پینے کے لیے پانی ہے' سوا اس پانی کے جو آپ کے ڈول میں ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فَقُلْتُ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً .

اپنا ہاتھ ڈول میں رکھا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان پانی اس طرح جوش سے نکلنے لگا جیسے چشموں سے نکلتا ہے' حضرت جابر نے کہا: پھر ہم نے پانی پیا اور وضوء کیا' میں نے حضرت جابر سے پوچھا: آپ اس دن کتنے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی تھا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۷۶ میں گزر چکی ہے' اور عنوان کے ساتھ اس کی مطابقت واضح ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث حضرت البراء کی حدیث کے مخالف ہے کیونکہ حضرت البراء کی حدیث میں ہے: آپ نے کنویں میں لعاب دہن ڈالا تو اس میں سے پانی نکل آیا اور حضرت جابر کی حدیث میں ہے: آپ نے ڈول میں ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو مختلف وقتوں کے واقعات ہیں' حضرت جابر کی حدیث عصر کے وقت کی ہے جب صحابہ نے وضوء کرنا تھا اور حضرت البراء کی حدیث اس سے عام وقت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۸۷۔۲۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۱۵۳- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ بَلَغَنِي اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يَقُوْلُ كَانُوْا اَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةٍ فَقَالَ لِيْ سَعِيْدٌ حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ كَانُوْا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةَ الَّذِيْنَ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَابَعَهُ اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ قَتَادَةَ تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ' میں نے سعید بن المسیب سے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ (صحابہ) چودہ سو تھے' تو مجھ سے سعید نے کہا: مجھے حضرت جابر نے یہ حدیث بیان کی کہ ہم پندرہ سو وہ صحابہ تھے جنہوں نے حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ الصلت کی متابعت ابوداؤد نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ نے حدیث بیان کی از قتادہ کی متابعت محمد بن بشار نے کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوداؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی۔

۴۱۵۴- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَنْتُمْ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ وَكُنَّا اَلْفًا وَّاَرْبَعَ مِائَةٍ وَلَوْ كُنْتُ اُبْصِرُ الْيَوْمَ لَاَرَيْتُكُمْ مَكَانَ الشَّجَرَةِ تَابَعَهُ الْاَعْمَشُ سَمِعَ سَالِمًا سَمِعَ جَابِرًا اَلْفًا وَّاَرْبَعَ مِائَةٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا ہے' انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن ہم سے فرمایا: تم روئے زمین میں سب سے بہتر ہو اور ہم ایک ہزار اور چار سو تھے اور اگر آج میری بینائی ہوتی تو میں تم کو (اس) درخت کی جگہ دکھاتا۔ اس کی متابعت الاعمش نے کی ہے' انہوں نے سالم سے سنا' انہوں نے حضرت جابر سے ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) سنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث سے حضرت علی کی حضرت عثمان پر افضلیت کا اعتراض اور اس کا جواب' حضرت خضر کی حیات اور ان کی نبوت پر اعتراض اور اس کا جواب اور دیگر مباحث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس وقت مسلمان مکہ اور مدینہ میں بھی تھے اور آپ نے بیعت رضوان کرنے والے صحابہ سے فرمایا: تم روئے زمین میں سب سے بہتر ہو' اور امام احمد نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں فرمایا: رات کو آگ نہ جلانا' پھر اس کے بعد فرمایا: آگ جلاؤ اور کام کرو' تمہارے بعد کوئی قوم تمہارے صاع اور مد کو نہیں پا سکے گی' اور امام مسلم نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے' نیز امام مسلم نے اُم بشر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اصحاب الشجرۃ میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

بعض شیعہ نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت علی' حضرت عثمان سے افضل ہیں' کیونکہ حضرت علی اصحاب شجرۃ میں موجود تھے اور حضرت عثمان اس وقت ان میں نہیں تھے' وہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام لے کر گئے ہوئے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی' لہٰذا حضرت عثمان بھی اس افضلیت میں حضرت علی کے برابر ہیں' اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب شجرۃ دیگر صحابہ سے افضل ہیں اور ان کی آپس میں افضلیت مراد نہیں ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اس وقت زندہ نہیں تھے کیونکہ اگر وہ اس وقت زندہ ہوتے تو اصحاب شجرۃ کی ان پر افضلیت ہوتی اور اس سے غیر نبی کی نبی پر افضلیت لازم آتی اور یہ باطل ہے' اس لیے ماننا پڑے گا کہ وہ اس وقت زندہ نہیں تھے اور جو ان کی حیات کے قائل ہیں' انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے اصحاب شجرۃ کو روئے زمین کے تمام لوگوں سے افضل فرمایا اور ہوسکتا ہے اس وقت حضرت خضر علیہ السلام زمین پر نہ ہوں' بلکہ سمندر پر ہوں۔

اس کے برعکس علامہ ابن التین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ حضرت خضر نبی نہیں ہیں اور وہ زندہ ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب شجرۃ کی جو فضیلت بیان فرمائی ہے وہ اس کے عموم میں شامل ہیں' اور ہم اس سے پہلے احادیث الانبیاء کے باب میں حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر دلائل واضحہ بیان کر چکے ہیں۔

علامہ ابن التین نے اس حدیث کی شرح میں نہایت عجیب وغریب بات کہی ہے کہ حضرت الیاس نبی نہیں ہیں اور ان کے زعم کی بناء اس پر ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کا یہ کہنا کہ وہ نبی نہیں ہیں باطل ہے' کیونکہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے:

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ١٢٣) اور بے شک الیاس رسولوں میں سے ہیں ○

اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بنو آدم میں سے کوئی رسول ہو اور نبی نہ ہو۔

حضرت جابر نے کہا: اگر آج کے دن میری بینائی ہوتی: یعنی حضرت جابر آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

حضرت جابر نے کہا: اور ہم ایک ہزار اور چار سو تھے: صحیح البخاری: ۴۱۵۲ میں ہے: حضرت جابر نے کہا کہ ہم پندرہ سو تھے اور اس حدیث میں ہے: انہوں نے کہا کہ ہم ایک ہزار چار سو تھے اور یہ واضح تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کے یہ دونوں قول اندازہ پر مبنی ہیں' یا یہ کہ چودہ سو کے قول میں انہوں نے عورتوں اور بچوں کو شمار نہیں کیا اور پندرہ سو کے قول میں ان کو شمار کر لیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۸ ۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اسی شرح کو قدرے اختصار کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۷اص ۲۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤١٥٥- وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ أَصْحَابُ الشَّجَرَةِ أَلْفًا وَّثَلَاثَ مِائَةٍ وَّكَانَتْ أَسْلَمُ ثُمُنَ الْمُهَاجِرِينَ ۔
تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ۔

اور عبید اللہ بن معاذ نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرۃ انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی انہوں نے بتایا کہ اصحاب الشجرۃ ایک ہزار اور تین سو تھے اور (قبیلہ) اسلم مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھے۔
عبید اللہ بن معاذ کی متابعت محمد بن بشار نے کی ہے انہوں نے کہا: ہمیں ابو داؤد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔
علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غزوۂ حدیبیہ میں مہاجرین کی تعداد آٹھ سو تھی۔

٤١٥٦- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ أَنَّهُ سَمِعَ مِرْدَاسًا الْأَسْلَمِيَّ يَقُولُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ يُقْبَضُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَتَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيرِ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهِمْ شَيْئًا ۔ [طرف الحدیث: ٦٤٣٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی از اسماعیل از قیس انہوں نے مرداس اسلمی سے سنا وہ بیان کرتے ہیں اور وہ اصحاب الشجرۃ میں سے تھے: نیک لوگوں کی روح قبض کی جاتی رہے گی اوّل پس اوّل اور تلچھٹ (بھوسی برادہ) باقی رہ جائے گا جیسے کھجور اور جو کا کچرا ہوتا ہے اللہ ان کی بالکل پرواہ نہیں کرے گا۔

اس حدیث میں "حفالہ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ہر چیز میں سے بچا ہوا ردی حصہ یعنی کسی چیز کے اصل جو ہر نکلنے کے بعد ردّی حصہ جیسے آٹا چھاننے کے بعد بھوسی بچ جاتی ہے اسی طرح دنیا سے نیک لوگوں کے چلے جانے کے بعد جو بدکار اور بے کار لوگ باقی رہ جاتے ہیں ان کی اللہ عزوجل بالکل پرواہ نہیں فرمائے گا۔

٤١٥٧، ٤١٥٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا كَانَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَ وَأَحْرَمَ مِنْهَا لَا أُحْصِي كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ سُفْيَانَ حَتّٰى سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَا أَحْفَظُ مِنَ الزُّهْرِيِّ الْإِشْعَارَ وَالتَّقْلِيدَ فَلَا أَدْرِي يَعْنِي مَوْضِعَ الْإِشْعَارِ وَالتَّقْلِيدِ أَوِ الْحَدِيثَ كُلَّهُ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از مروان اور المسور بن مخرمہ ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال ایک ہزار اور چند (سو) اصحاب کے ساتھ نکلے سو جب آپ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو آپ نے اپنی قربانی کے جانور میں ہار ڈالا اور اشعار کیا (یعنی اس کے کوہان میں شگاف کیا) اور آپ اس سے مُحرم ہو گئے میں شمار نہیں کر سکتا میں نے یہ کتنی بار سفیان سے سنا ہے حتیٰ کہ میں نے ان سے سنا وہ کہہ رہے

Marfat.com

تھے: مجھے زہری سے اشعار کرنا اور ہار ڈالنا یاد نہیں ہے' سو میں اشعار اور قلادہ ڈالنے کی جگہ نہیں جانتا' یا پوری حدیث نہیں جانتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۵' ۱۶۹۴ میں گزر چکی ہے۔

تقلید اور اشعار کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''قلد الهدى'' ،''قلد'' تقلید سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: قربانی کے اونٹ میں کسی چیز کا ہار ڈالا جائے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ھدی ہے۔

''والشعر'' یہ اشعار سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: قربانی کے اونٹ کے کوہان کی دائیں جانب کی کھال میں چھری یا نیزہ سے معمولی شگاف ڈالا جائے جس سے خون بہہ جائے اور یہ اس بات کی نشانی ہو کہ یہ ھدی ہے۔ (جس کو اس کا طریقہ آتا ہو' اس کے حق میں امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک یہ سنت ہے اور جو اناڑی ہو اس کے حق میں یہ بدعت ہے' دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ مطلقاً سنت ہے۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٢٩٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤١٥٩- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ خَلَفٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ اَبِي بِشْرٍ وَّرْقَاءَ عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَقَالَ اَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ اَنَّهُمْ يَحِلُّونَ بِهَا وَهُمْ عَلٰى طَمَعٍ اَنْ يَّدْخُلُوا مَكَّةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ الْفِدْيَةَ فَاَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِينَ اَوْ يُهْدِيَ شَاةً اَوْ يَصُومَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن خلف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن یوسف نے حدیث بیان کی از ابی بشر ورقاء از ابن ابی نجیح از مجاہد' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی از حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حال میں دیکھا کہ ان کے چہرہ پر جوئیں گر رہی تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تمہاری جوئیں تم کو تکلیف دے رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنا سر مونڈ لیں اور وہ اس وقت الحدیبیہ میں تھے اور آپ نے ان سے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ اس سے احرام سے باہر آ جائیں گے اور ان کی یہ خواہش تھی کہ وہ مکہ میں داخل ہوں' تب اللہ تعالیٰ نے فدیہ دینے کا حکم نازل فرمایا تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ ایک فرق (آٹھ کلوگرام) طعام چھ مسکینوں کو کھلا دیں یا ایک بکری ذبح کر دیں' یا تین دن کے روزے رکھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۱۴ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں علاج کے مشروع ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ جوؤں کا مؤثر علاج یہی ہے کہ سر منڈا لیا جائے۔

٤١٦٠' ٤١٦١- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی

Marfat.com

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَى السُّوْقِ فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَاَةٌ شَابَّةٌ فَقَالَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هَلَكَ زَوْجِيْ وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا وَّاللّٰهِ مَا يُنْضِجُوْنَ كُرَاعًا وَّلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَّلَا ضَرْعٌ وَّخَشِيْتُ اَنْ تَاْكُلَهُمُ الضَّبُعُ وَاَنَا بِنْتُ خُفَافِ بْنِ اِيْمَاءِ الْغِفَارِيِّ وَقَدْ شَهِدَ اَبِي الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيْبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰى بَعِيْرٍ ظَهِيْرٍ كَانَ مَرْبُوْطًا فِي الدَّارِ فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرَارَتَيْنِ مَلَاَهُمَا طَعَامًا وَّحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَّثِيَابًا ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهٖ ثُمَّ قَالَ اِقْتَادِيْهِ فَلَنْ يَفْنٰى حَتّٰى يَاْتِيَكُمُ اللّٰهُ بِخَيْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَكْثَرْتَ لَهَا قَالَ عُمَرُ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرٰى اَبَا هٰذِهٖ وَاَخَاهَا قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ ثُمَّ اَصْبَحْنَا نَسْتَفِيْءُ سُهْمَانَهُمَا فِيْهِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

از زید بن اسلم از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے ساتھ بازار کی طرف نکلا' پس حضرت عمر سے ایک جوان عورت ملی' پس اس نے کہا: اے امیر المومنین! میرا خاوند فوت ہو گیا اور اس نے چند چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑی ہیں' اللہ کی قسم! اب ان کے پاس بکری کے پائے ہیں کہ ان کو پکالیں' نہ کھیت ہے نہ دودھ دینے والے جانور ہیں' اور مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ فقر اور فاقے سے مر جائیں گے اور میں حضرت خفاف بن ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں' اور میرے باپ حدیبیہ میں نبی ﷺ کے ساتھ حاضر تھے' پس حضرت عمر اس کے ساتھ کھڑے رہے اور آگے نہیں بڑھے' پھر فرمایا: نسب قریب کے لیے مرحبا ہو! پھر وہ ایک قوی اونٹ کی طرف مڑے جو گھر میں بندھا ہوا تھا اور اس پر غلہ سے بھری ہوئی دو بوریاں لاد دیں اور ان بوریوں کے درمیان ضرورت کی چیزیں اور کپڑے رکھ دیئے اور اس اونٹ کی نکیل اس عورت کے ہاتھ میں دے دی' پھر کہا: اس کو لے جاؤ' اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر مال دے دے گا' ایک شخص نے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے تو اس کو بہت زیادہ دے دیا' حضرت عمر نے کہا: تجھ پر تیری ماں روئے! اللہ کی قسم! میں اس کے باپ اور بھائی کو دیکھ رہا ہوں' انہوں نے ایک مدت تک ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا' پھر اس کو فتح کر لیا تھا' پھر ہم صبح کو اس کے مالِ فئے سے حصے نکال رہے تھے۔

مشکل الفاظ کے معانی' حضرت خفاف بن ایماء اور حضرت مخلد بن خفاف غفاری کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''کراعا'' ٹخنوں سے نیچے جانوروں کے پائے اور گھٹنے سے نیچے انسانوں کے پیر' بکری وغیرہ کے تھن' یعنی وہ بچے اتنے چھوٹے ہیں کہ پائے نہیں پکا سکتے اور بکری کا دودھ نہیں دوہ سکتے۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۷۳۱۔۱۷۳۰)

''الضبع'' قبر کا بجو' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اتنی زیادہ اموات ہو جائیں گی کہ لوگ مُردوں کو دفن نہیں کر سکیں گے تو ان مُردوں کو قبر کا بجو اور دوسرے جانور کھا جائیں گے' یہاں مراد بہ کثرت مرنے والے ہیں۔

''ظہیر'' اس سے مراد وہ اونٹ ہے جس کی پشت مضبوط ہو۔

''الزرع'' گندم' جو اور دوسرے غلوں کے کھیت۔

''مرحبا بنسب قریب'' حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ تم وسعت اور کشادگی میں آئی ہو' یا مراد یہ تھی کہ تمہارے باپ کے نسب

Marfat.com

سے ہمارا نسب قریب ہے۔

''نستفیء سھمانھما'' حضرت عمر نے اس مال کو فئے قرار دیا' کیونکہ یہ وہ مال تھا جس کو مسلمانوں نے کفار کے ہاتھوں سے واپس لیا تھا' فئے کا معنی رجوع کرنا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ ۔ (النحل:٤٨) ہر سایادار چیز کے سائے دائیں بائیں طرف رجوع کرتے ہیں۔

فَاِنْ فَآءُوْ ۔ (البقرہ:٢٢٦) پس اگر وہ رجوع کریں۔

خفاف بن ایماء: قبیلہ غفار کے امام اور ان کے خطیب تھے' وہ الحدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔

علامہ ابو عمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت خفاف' ان کے باپ اور دادا صحابی تھے' وہ بنو غفار کے شہروں میں ٹھہرتے تھے اور مدینہ میں بہ کثرت آتے تھے۔ (الاستیعاب ج ٢ ص ٣٣-٣٢)

الواقدی نے کہا ہے کہ بنو غفار ان اعراب میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر آپ کے ساتھ تبوک کی طرف نہ جانے کا عذر پیش کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا عذر قبول نہیں کیا۔ (مغازی الواقدی ص ٩٩٦)

امام مسلم نے حضرت خفاف کے متعلق یہ حدیث روایت کی ہے: آپ نے دعا کی: غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے! اور اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامتی عطاء فرمائے! (صحیح مسلم: ٦٧٩)

حضرت خفاف کے بیٹے الحارث سے امام مسلم نے حدیث روایت کی ہے' جس کو امام مسلم نے کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الفضائل میں روایت کیا ہے۔ (کتاب الصلوٰۃ: ٦٧٩' کتاب الفضائل: ٢٥١٧)

حضرت عمر نے کہا: میں اس عورت کے باپ کو دیکھ رہا ہوں: یعنی حضرت خفاف کو اور ان کے دو بیٹوں الحارث یا مخلد میں سے کسی ایک کو۔

مخلد بن خفاف نے از عروہ یہ حدیث روایت کی ہے: ''الخراج بالضمان'' منافع کا وہی مستحق ہے جو نقصان کا ضامن ہو۔ پوری حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت مخلد الغفاری بیان کرتے ہیں کہ میرے اور کچھ لوگوں کے درمیان ایک غلام مشترک تھا' میں نے غلام کو ایک کام پر لگا دیا' اس وقت شرکاء میں سے ایک شریک موجود نہیں تھا' بعد میں اس نے مجھ سے جھگڑا کیا اور مقدمہ ایک قاضی کی عدالت میں پیش کر دیا' قاضی نے مجھے اس کام کی آمدنی سے اس کا حصہ ادا کرنے کا حکم دیا' پس میں نے عروہ بن الزبیر کے پاس جا کر ماجرا بیان کیا تو انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: منافع کا وہی مستحق ہے جو نقصان کا ضامن ہو۔

(سنن ابوداؤد: ٣٥٠٩' سنن ترمذی: ١٢٨٥' سنن ابن ماجہ: ٢٢٤٣)

یعنی جب وہ شریک اس غلام کے کیے ہوئے نقصان کا ضامن نہیں تھا تو وہ اس کے لائے ہوئے منافع میں سے حصہ کا بھی مستحق نہیں ہوگا۔

امام بخاری نے کہا: حضرت مخلد غفاری صحابی تھے اور ابو حاتم نے کہا: وہ صحابی نہیں تھے۔

(الجرح والتعدیل ج ٨ ص ٣٤٦' الاستیعاب ج ٤ ص ٢٩' اسد الغابہ ج ٥ ص ١٢٧) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٣٠٩-٣٠٧' وزارۃ الاوقاف قطر' ١٤٢٩ھ)

Marfat.com

٤١٦٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ أَبُو عَمْرٍو الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الشَّجَرَةَ ثُمَّ أَتَيْتُهَا بَعْدُ فَلَمْ أَعْرِفْهَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَحْمُودٌ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا بَعْدُ. [اطراف الحدیث: ٤١٦٣-٤١٦٤-٤١٦٥] (صحیح مسلم: ١٨٥٩ الرقم المسلسل: ٤٧١٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن رافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ بن سوار ابوعمرو الفزاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از سعید بن المسیب از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس درخت کو دیکھا تھا' پھر بعد میں' میں اس کے پاس آیا تو اس کو نہیں پہچان سکا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: محمود نے بتایا کہ پھر بعد میں مجھے وہ درخت بھلا دیا گیا۔

اس درخت سے مراد وہ درخت ہے جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۱)

٤١٦٣- حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ انْطَلَقْتُ حَاجًّا فَمَرَرْتُ بِقَوْمٍ يُصَلُّونَ قُلْتُ مَا هَذَا الْمَسْجِدُ قَالُوا هَذِهِ الشَّجَرَةُ حَيْثُ بَايَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ فَأَتَيْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ كَانَ فِيمَنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ نَسِينَاهَا فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهَا فَقَالَ سَعِيدٌ إِنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْلَمُوهَا وَعَلِمْتُمُوهَا أَنْتُمْ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از طارق بن عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حج کرنے کے لیے گیا تو میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو نماز پڑھ رہے تھے' میں نے پوچھا: یہ کیسی مسجد ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ وہ درخت ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت رضوان کی تھی' پس میں سعید بن المسیب کے پاس گیا' پس میں نے ان کو اس کی خبر دی' تو سعید نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی تو انہوں نے بتایا: وہ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اس درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی' انہوں نے بتایا: پھر جب ہم اگلے سال گئے تو ہم اس درخت کو بھول گئے اور ہم (اس کو معین کرنے پر) قادر نہ ہوئے' تب سعید نے (طنزاً) کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب تو اس درخت کو نہیں جانتے تھے اور تم نے اس درخت کو جان لیا' پس تم صحابہ سے زیادہ جاننے والے ہو!

اس حدیث کی تخریج کے لیے صحیح البخاری: ٤١٦٢ کا مطالعہ کریں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ کیسی مسجد ہے؟: اس سے مراد درخت کی مسجد ہے' کیونکہ لوگوں نے اس درخت کے نیچے مسجد بنالی تھی اور اس کے نیچے نماز پڑھتے تھے۔

حضرت سعید نے طنزاً کہا: صحابہ کو تو اس درخت کا علم نہیں اور تم کو علم ہو گیا' تم صحابہ سے بڑھ کر عالم ہو!

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٩٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤١٦٤- حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا طَارِقٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَرَجَعْنَا إِلَيْهَا الْعَامَ الْمُقْبِلَ فَعَمِيَتْ عَلَيْنَا.

کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں طارق نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از والد خود بے شک وہ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی پھر ہم اگلے سال لوٹے تو وہ درخت ہم سے مخفی ہو گیا۔

اس حدیث کی تخریج ' صحیح البخاری: ۴۱۶۲ میں ہے۔

درخت رضوان کو پوشیدہ کرنے اور بھلا دینے کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس درخت کے مخفی ہو جانے کی حکمت یہ تھی کہ عام لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائیں کیونکہ اس درخت کے نیچے خیر جاری ہوئی اور اللہ کی رضا اور رضوان نازل ہوئی' پس اگر یہ درخت معلوم اور معین ہوتا تو یہ خدشہ تھا کہ جاہل لوگ اس درخت کی عبادت کرنے لگتے' پس اس درخت کا پوشیدہ کر دینا اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے اور ان کو شرک سے محفوظ رکھنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٦٥- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ طَارِقٍ قَالَ ذُكِرَتْ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الشَّجَرَةُ فَضَحِكَ فَقَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از طارق' وہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب کے سامنے اس درخت کا ذکر کیا گیا تو وہ ہنسے' پس انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی اور وہ ان صحابہ میں سے تھے جو حدیبیہ میں حاضر تھے۔

اس حدیث کی تخریج ' صحیح البخاری: ۴۱۶۲ میں دیکھئے۔

حضرت عمر کے اس درخت کو کٹوانے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب نے ان لوگوں پر انکار کیا ہے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم نے اس درخت کو دیکھا ہے کیونکہ ان کے والد مسیب نے کہا تھا کہ اگلے سال ہم اس جگہ گئے تو ہم اس درخت کو نہیں پہچان سکے' تاہم ان کا قول اس پر دلیل نہیں ہے کہ اس درخت کی معرفت بالکل اُٹھالی گئی تھی کیونکہ اس سے پہلے امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ کی یہ حدیث روایت کی: اگر آج میں بینا ہوتا تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۵۴) پس یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ حضرت جابر کو اس درخت کی بعینہٖ جگہ منضبط اور محفوظ تھی' اور جب اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد حضرت جابر کو ان کی آخری عمر میں یاد تھا کہ وہ درخت کس جگہ ہے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ اس درخت کو بعینہٖ پہچانتے تھے' کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ بات کہی تھی اس وقت وہ درخت نہیں رہا تھا' یا تو وہ سوکھ کر ختم ہو چکا تھا یا کوئی اور وجہ تھی اور حضرت جابر کو ہمیشہ اس درخت کی جگہ یاد تھی' پھر مجھے امام محمد بن سعد کی سند صحیح کے ساتھ از نافع از ابن عمر یہ روایت ملی کہ حضرت عمر رضی اللہ کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں' تو حضرت عمر نے ان لوگوں کو دھمکایا' پھر اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا' سو اس درخت کو کاٹ دیا گیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی درخت کاٹنے کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تاہم میں یہ کہتا ہوں کہ یہ روایت مخدوش ہے کیونکہ حضرت عمر کا مزاج اس طرح نہیں تھا' انہوں نے تو مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کا مشورہ دیا تھا' سو اس کو نماز کی جگہ بنا دیا گیا۔ (صحیح البخاری: ۵۰۲) اور ان کے صاحب زادے حضرت ابن عمر مدینہ سے مکہ کے سفر میں لوگوں سے معلوم کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سفر میں کس جگہ نماز پڑھی تھی' سو جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی' وہیں نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۸۳) سو امام ابن سعد کی یہ روایت صحیح بخاری کی دو حدیثوں کے خلاف ہے' اس لیے امام ابن سعد کی یہ روایت معلول ہے' اس پر عمل کرنا بھی جائز نہیں' چہ جائیکہ اس کو کسی عقیدہ کی بنیاد بنایا جائے اور اس درخت سے بڑی نشانیاں موجود ہیں جن کی مسلمانوں نے عبادت نہیں کی جیسے کعبہ اور روضۂ رسول۔

٤١٦٦- حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِیْ اَوْفٰی وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ فَاَتَاهُ اَبِیْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرۃ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا' اور وہ (بھی) اصحاب الشجرۃ میں سے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما! پھر میرے والد صدقہ لے کر آپ کے پاس آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحمت نازل فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۷ میں گزر چکی ہے۔

غیر الانبیاء پر نزول صلوٰۃ کی تبعاً دعا کا جواز

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ غیر الانبیاء پر تبعاً نزول صلوٰۃ کی دعا کی جا سکتی ہے جس طرح آل پر کی جاتی ہے' کیونکہ آپ نے کہا تھا: اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما! ہر چند کہ یہاں صلوٰۃ بہ معنی رحمت ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ غیر الانبیاء کے لیے نزول صلوٰۃ کی دعا نہ کی جائے' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص نیکی کرے اس کے حق میں دعا کی جائے اور یہ بھی دلیل ہے کہ نیک کام پر رشک کرنا چاہیے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳۱۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن نے کتاب الزکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

اس حدیث کی امام بخاری نے غزوۂ حدیبیہ میں بھی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۶۶) اس حدیث کی امام ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے (سنن ابوداؤد: ۱۵۹۰) اور امام مسلم نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۸) حضرت عبداللہ اور ان کے والد ابو اوفی دونوں صحابی ہیں۔

Marfat.com

الضحاک نے بیان کیا ہے کہ درج ذیل آیت:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً .(التوبہ:۱۰۳) ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کیجئے۔

ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے‘ ان میں سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں‘ سو یہ لوگ نادم ہوئے اور انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ان کا عذر قبول نہیں کروں گا‘ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ .(التوبہ:۱۰۲) اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا۔

پس وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے اموال لے کر آئے تو آپ نے ان کے اموال کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا‘ تب یہ آیت نازل ہوئی:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (التوبہ:۱۰۳)

(اے رسول مکرم!) ان کے مالوں سے زکوٰۃ وصول کیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک اور بابرکت کر دیں اور آپ ان پر صلوٰۃ پڑھیں (ان کے لیے دعا کریں)‘ بے شک آپ کی صلوٰۃ (دعا) ان کے لیے باعث تسکین ہے‘ اور اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے○

اس حدیث میں زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرنے کا حکم ہے‘ غیر مقلدین نے ظاہر آیت پر عمل کرتے ہوئے اور شارع علیہ السلام کے فعل کی اتباع کرتے ہوئے اس دعا کو واجب کہا ہے اور جمہور علماء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ دعا کرنا مستحب ہے‘ کیونکہ آپ دعا نہ کریں‘ پھر بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی‘ اور جب آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور مسلمانوں سے زکوٰۃ لینے کا حکم دیا تو آپ نے ان کو دعا کرنے کا حکم نہیں دیا‘ اگر دعا کرنا واجب ہوتا تو آپ زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین کو بھی دعا کرنے کا حکم دیتے اور یہ منقول نہیں ہے‘ اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ کی دعا ان کی موت کے بعد باعث تسکین ہے اور یہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کے ساتھ خاص ہے اور اس لیے کہ خواہ اللہ کا حق ہو یا بندہ کا حق ہو‘ جب امام اور سربراہ ملک اس کو وصول کرے تو امام پر واجب نہیں ہے کہ وہ حق ادا کرنے والے کے لیے دعا کرے‘ مثلاً حدود اور کفارات اور لوگوں کے قرض وغیرہ۔

غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور جمہور کے مؤقف پر دلائل

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنی جائز ہے‘ امام مالک نے اس سے منع کیا ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے‘ اسی طرح الموطأ ص ۱۲۰ میں یہ حدیث ہے: ’’**اللّٰھم صل علٰی محمد و علٰی آل محمد**‘‘۔

اے اللہ! (سیدنا) محمد پر صلوٰۃ نازل فرما اور ان کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما! لیکن یہ اس پر محمول ہے کہ ابتداءً ان پر صلوٰۃ نہ پڑھی جائے بلکہ سیدنا محمد پر صلوٰۃ پڑھ کر بالتبع ان پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور اہل لغت نے کہا ہے کہ عام آدمیوں پر صلوٰۃ نہ پڑھی جائے بلکہ عظیم لوگوں پر صلوٰۃ پڑھی جائے جیسے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ غیر انبیاء پر صلوٰۃ دعا کے معنی میں ہے‘ پس امام کے لیے مستحب ہے کہ جب وہ زکوٰۃ وصول کرے تو زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرے اور کہے: تو نے جو زکوٰۃ دی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر عطاء کرے اور اس زکوٰۃ کو تمہارے لیے

Marfat.com

پاکیزگی کا ذریعہ بنا دے اور تمہارے باقی مال میں برکت دے۔ (کتاب الام ج ۲ ص ۵۱)

حضرت وائل بن حجر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے زکوٰۃ میں اونٹ بھیجے تو آپ نے دعا دی: اے اللہ! اس شخص میں اور اس کی آل میں برکت دے۔ (صحیح ابن خزیمہ:۲۲۷۴' المستدرک ج ۱ ص ۴۰۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۰ ص ۵۹۲-۵۹۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا دعا میں یہ کہے: تم نے جو دیا ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر عطاء فرمائے اور اس کو تمہارے لیے طہارت کا ذریعہ بنائے اور جو تمہارے پاس باقی مال ہے اس میں برکت دے۔

اور اگر وہ یہ دعا کرے: اے اللہ! فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما! تو ہمارے جمہور اصحاب نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے' اور یہی حضرت ابن عباس کا' امام مالک کا' ابن عیینہ کا اور متقدمین کی ایک جماعت کا مسلک ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ بلا کراہت جائز ہے' کیونکہ یہ اس حدیث سے ثابت ہے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ غیر انبیاء پر صرف تبعاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے' کیونکہ متقدمین کے ہاں مستقل صلوٰۃ بھیجنا صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے' جیسے عزوجل کہنا اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے پس جس طرح محمد عزوجل کہنا جائز نہیں ہے' ہر چند کہ آپ عزیز اور جلیل ہیں' اس لیے یہ نہیں کہا جائے گا ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ معنی درست ہے' ہمارے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہ کے لیے ہے یا صرف ادب کی وجہ سے ہے' زیادہ صحیح اور مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہمیں ان کے شعار کو اپنانے سے منع کیا گیا ہے اور مکروہ تحریمی وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو۔

اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے' لہٰذا یہ کہنا جائز ہے: ''**اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد وازواجه وذریته واتباعه**'' کیونکہ متقدمین نے اس سے منع نہیں کیا اور تشہد وغیرہ میں ہمیں اس طرح پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ہمارے اصحاب کے ائمہ میں سے الشیخ ابو محمد الجوینی نے کہا ہے کہ لفظ سلام بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے' لہٰذا غیر انبیاء پر استقلالاً سلام بھی نہیں پڑھا جائے گا' لہٰذا کسی غائب پر سلام نہیں پڑھا جائے' مثلاً یوں نہیں کہا جائے گا: فلاں علیہ السلام رہا زندہ یا مردہ کو خطاب کرتے وقت سلام پڑھنا تو وہ سنت ہے' پس کہا جائے گا: السلام علیکم' اور السلام علیک۔

(شرح مسلم مع صحیح مسلم ج ۵ ص ۲۹۳۶-۲۹۳۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی متعدد احادیث میں مذکور ہے: فاطمہ علیہا السلام اور علی علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اور عرف میں لفظ صلوٰۃ تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور سلام کا معنی مخصوص نہیں ہے' جب کوئی شخص کہے: فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو اس کے جواب میں کہا جاتا ہے: وعلیکم السلام' وعلیہ السلام۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے غیر انبیاء پر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے' امام مالک اور جمہور نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان کے خلاف ہے' علامہ خطابی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ صلوٰۃ کا اصل معنی دعا ہے مگر مدعولہ کے اعتبار سے وہ معنی مختلف ہو جاتا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر صلوٰۃ ان کے لیے مغفرت کی دعا ہے' اور اُمت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قرب اور درجات کی بلندی کی دعا ہے' اسی لیے یہ دعا آپ کے غیر کے لائق نہیں

ہے۔(فتح الباری ج ۳ ص ۸۶'دار المعرفۃ 'بیروت'۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

رہا یہ سوال کہ جب بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت ابواوفی کی آل کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا آپ کا حق ہے اور آپ اپنا حق جس کو چاہیں عطاء فرما دیں۔(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۶'دار الکتب العلمیہ 'بیروت'۱۴۲۱ھ)

ہم نے بھی اس مسئلہ پر تفصیل سے لکھا ہے اور ان تمام مذکور الصدر شارحین سے زیادہ تحقیق کی ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ متعددہ سے اس پر دلائل قائم کیے ہیں کہ لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا غیر نبی کے لیے جائز نہیں ہے۔(دیکھئے: نعمۃ الباری ج ۳ ص ۲۰۷-۲۳۴' فرید بک سٹال لاہور'نیز ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں التوبہ:۱۰۳ کی تفسیر میں اس سے بھی زیادہ دلائل لکھے ہیں'دیکھئے: تبیان القرآن ج ۵ ص ۲۵۱-۲۴۷)

٤١٦٧- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ عَنْ اَخِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْحَرَّةِ وَالنَّاسُ يُبَايِعُونَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ فَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ عَلٰى مَا يُبَايِعُ ابْنُ حَنْظَلَةَ النَّاسَ قِيلَ لَهُ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا اُبَايِعُ عَلٰى ذٰلِكَ اَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ شَهِدَ مَعَهُ الْحُدَيْبِيَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از برادر خود از سلیمان از عمرو بن یحییٰ از عباد بن تمیم' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حرہ کا دن تھا اور لوگ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کی بیعت کر رہے تھے تو ابن زید نے پوچھا: لوگ ابن حنظلہ سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہیں؟ تو ان کو بتایا گیا کہ موت پر' تو انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے موت پر بیعت نہیں کروں گا اور وہ حدیبیہ میں آپ کے ساتھ حاضر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۹۵۹ میں گزر چکی ہے' ہم یہاں پر مزید تفصیل ذکر کریں گے۔

حضرت ابن زید کا تذکرہ اور موت پر بیعت کرنے کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ابن زید نے پوچھا: ان کا نام ہے: ابوعبداللہ بن زید بن عاصم انصاری نجاری مازنی' یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے وضو کی حدیث روایت کی ہے' یہ مسیلمہ کذاب کے قتل میں شریک تھے' ان کو حرہ کے دن ستائیس (۲۷) ذوالحجہ تریسٹھ (۶۳) ہجری میں قتل کر دیا گیا تھا' یہ خود بھی صحابی ہیں' ان کے والد بھی صحابی ہیں اور ان کے بھائی بھی صحابی ہیں' جن کا نام حبیب ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۱۱'وزارۃ الاوقاف' قطر'۱۴۲۹ھ)

اس حدیث میں موت پر بیعت کا ذکر ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اس پر بیعت تھی کہ وہ بھاگیں گے نہیں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ موت پر بیعت کا معنی ہے کہ وہ لڑائی سے بھاگیں گے نہیں حتیٰ کہ وہ مر جائیں۔

واقعہ حرہ کا سبب اور یزید کے لشکر نے اہل مدینہ کے کتنے افراد کو قتل کیا اور کتنی خواتین کی بے حرمتی کی؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حرہ سے مراد ہے: حرہ مدینہ' یعنی مدینہ کے پاس سیاہ پتھریلی زمین اور جس دن یہ واقعہ ہوا' اس دن یزید کے لشکر اور اہل مدینہ کے درمیان جنگ ہوئی تھی اور یہ جنگ تریسٹھ (۶۳) ہجری میں ہوئی تھی' اس کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تھی' جب یزید کو یہ خبر پہنچی تو اس نے مدینہ کی طرف لشکر بھیجا اور مسلم بن عقبہ کو اس لشکر کا امیر بنایا' اس لشکر میں دس یا بارہ ہزار گھڑ سوار تھے'

Marfat.com

المدائنی نے لکھا ہے کہ یہ ستائیس ہزار کا لشکر تھا جس میں بارہ ہزار گھڑ سوار اور پندرہ ہزار پیادے تھے' اور اہل مدینہ کے لشکر کے چار حصے تھے اور ہر حصہ کا ایک امیر تھا اور چاروں کے امیر حضرت عبداللہ بن حنظلہ تھے' اس کا قصہ طویل ہے' خلاصہ یہ ہے کہ جب جنگ ہوئی تو یزید کے لشکر نے اہل مدینہ کے لشکر کو شکست دے دی اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور ان کی اولاد کو اور دوسروں کی جماعت کو قتل کر دیا گیا۔ زہری سے سوال کیا گیا کہ حرہ کے دن کتنے لوگ قتل کیے گئے؟ تو انہوں نے بتایا: سات سو مہاجرین اور انصار اور ان کے موالی (آزاد کردہ غلام) اور کتنے ہی آزاد اور غلام قتل کیے گئے جن کی تعداد دس ہزار تھی۔ المدائنی نے کہا کہ مسلم بن عقبہ نے اپنی فوج پر تین دن تک مدینہ مباح کر دیا' وہ لوگوں کو قتل کرتے تھے' ان کے اموال لوٹتے تھے اور ان کی خواتین کی بے حرمتی کرتے تھے' حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں حاملہ ہو گئیں' ہشام بن حسان سے روایت ہے کہ ایک ہزار عورتوں کے ہاں بغیر خاوند کے بچے پیدا ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ کا ذکر ہے' یہ ابو عامر راہب کے بیٹے تھے جن کو غسیل کا بیٹا بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے والد حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو فرشتوں نے غسل دیا تھا' اس کا بیان کئی دفعہ گزر چکا ہے' اور یہ عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے تھے اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا' ان کی عمر سات سال تھی' انہوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے روایت کی اور حرہ کے دن ان کو قتل کر دیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

موت پر بیعت کرنے کا پس منظر و پیش منظر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو بیعت لی تھی اس کا سبب یہ تھا' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے' تب آپ نے فرمایا: اگر انہوں نے اس کو قتل کر دیا ہے تو ہم ان سے اس کے قتل کا بدلہ لیں گے' پس آپ نے صحابہ کو اس پر بیعت کرنے کے لیے بلایا' پس صحابہ نے آپ سے مشرکین کے خلاف لڑنے پر اس طرح بیعت کی کہ وہ لڑائی میں بھاگیں گے نہیں' پھر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی تھی اور حضرت عثمان مکہ سے واپس آ گئے۔

اس دوران دونوں فریقوں میں سے ایک مرد نے دوسرے فریق کو تیر مارا' پھر لڑائی شروع ہو گئی اور وہ ایک دوسرے کو تیر اور پتھر مارنے لگے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو بیعت کرنے کے لیے بلایا تو اس وقت صحابہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے سائے میں ٹھہرے ہوئے تھے' تب صحابہ نے آپ سے اس پر بیعت کی کہ وہ بھاگیں گے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے دل میں رعب ڈال دیا اور انہوں نے مسلمانوں سے صلح کرنے پر یقین کر لیا۔

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک سے یہ روایت کی ہے کہ مکہ کے اسی (۸۰) آدمی جبل تنعیم سے مسلح ہو کر اترے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دھوکہ دے کر غفلت میں حملہ کرنا چاہتے تھے' آپ نے ان کو پکڑ کر قید کر لیا اور بعد میں چھوڑ دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ط (الفتح: ۲۴)

جس ذات نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا اور مکہ میں ان پر تمہاری فتح کے بعد تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

٤١٦٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيهِ.

(صحیح مسلم: ٨٦٠ الرقم المسلسل: ١٨٧٦ سنن ابوداؤد: ١٠٨٥ سنن نسائی: ١٣٨٧ سنن ابن ماجہ: ١١٠٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یعلی المحاربی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایاس بن سلمہ بن الاکوع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی اور وہ اصحاب شجرۃ میں سے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ رہے تھے' پھر ہم واپس گئے اور اس وقت دیواروں کا سایا نہیں تھا جس میں ہم آرام کرتے۔

٤١٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع سے پوچھا: آپ نے حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے کہا: موت پر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٦٠ میں گزر چکی ہے۔

٤١٧٠- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَقِيتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقُلْتُ طُوبَى لَكَ صَحِبْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتَهُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثْنَا بَعْدَهُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اشکاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از العلاء بن المسیب از والدخود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ملا' میں نے کہا: آپ کو مبارک ہو! آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت ملی اور آپ نے درخت کے نیچے ان سے بیعت کی' پس انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! بے شک تم نہیں جانتے کہ ہم نے آپ کے بعد کیا نئے کام کیے ہیں۔

''طوبی لک'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

''طوبی لک''، ''ھنیا لک'' کی مثل ہے' یعنی تمہیں مبارک ہو! یہ بھی کہا گیا ہے کہ طوبیٰ نام کا جنت میں ایک درخت ہے یعنی تم کو وہ درخت مل جائے' یا طوبیٰ کا معنی ہے: تم کو جنت مل جائے' یا اس کا معنی ہے: تمہارے لیے خیر ہو' یعنی نیکی اور اچھائی یا تمہارے لیے پاکیزہ زندگی ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٣١٢' وزارۃ الاوقاف قطر' ١٤٢٩ھ)

حضرت البراء بن عازب کا انکسار

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء بن عازب نے کہا: اے بھتیجے! تم نہیں جانتے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیا نئے نئے کام کیے ہیں' حضرت البراء بن عازب نے یہ تواضع اور انکسار سے کہا' یا صحابہ کے درمیان آپس میں جو فتنے اور لڑائیاں ہوئیں' اس کے اعتبار سے کہا

جیسے جنگ جمل اور جنگ صفین۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ ص۲۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت البراء کے اس قول میں ہمارے لیے یہ ہدایت ہے کہ جب کوئی شخص ہماری بہ ظاہر نیکیوں کا ذکر کرے تو ہم اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کو یاد کریں اور اس شخص سے کہیں کہ تم ہمارے اعمال سے واقف نہیں ہو اور اس سے اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہوں بلکہ اپنے گناہوں پر اللہ کے عذاب سے ڈریں۔

٤١٧١- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ اَبِي قِلَابَةَ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سلام ہیں از یحییٰ از ابی قلابہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن الضحاک نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۶۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں اور حدیث سابق میں ان صحابہ کی فضیلت کا ذکر ہے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔

٤١٧٢- حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝﴾ (الفتح: ۱) قَالَ الْحُدَيْبِيَةُ قَالَ اَصْحَابُهُ هَنِيْئًا مَّرِيْئًا فَمَا لَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ (الفتح: ۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) بے شک ہم نے آپ کے لیے ظاہر فتح مقدر کر دی ہے ۝ (الفتح: ۱) حضرت انس نے کہا: یہ فتح حدیبیہ ہے ان کے اصحاب نے کہا: یہ فتح خوشی خوشی مبارک ہو! اس فتح سے ہمیں کیا ملے گا! تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تاکہ مؤمنین اور مؤمنات کو ان جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔ (الفتح: ۵)

قَالَ شُعْبَةُ فَقَدِمْتُ الْكُوْفَةَ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا كُلِّهِ عَنْ قَتَادَةَ ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ اَمَّا ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ فَعَنْ اَنَسٍ وَاَمَّا هَنِيْئًا مَّرِيْئًا فَعَنْ عِكْرِمَةَ .

[طرف الحدیث: ۴۸۳۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

شعبہ نے بتایا کہ میں کوفہ آیا تو میں نے یہ پوری حدیث از قتادہ بیان کی پھر میں واپس آیا اور میں نے قتادہ سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے بتایا: بے شک ہم نے آپ کے لیے فتح کر دی ہے۔ (الفتح: ۱) یہ تو حضرت انس سے مروی ہے اور رہا یہ قول کرنا: یہ فتح خوشی خوشی مبارک ہو! یہ عکرمہ سے مروی ہے۔

"هنيئا مريئا" کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

"هنيئا" کا معنی ہے: اس میں گناہ نہیں ہے اور "مريئا" کا معنی ہے: اس میں کوئی بیماری نہیں ہے کہا جاتا ہے: "هناء نی

Marfat.com

الطعام و مرانی ''یعنی اس طعام کو کھانے میں کوئی گناہ ہوگا نہ کوئی بیماری ہوگی' اور جب صرف ''مَرأَنِی'' کہا جائے تو اس کا معنی ہے: یہ طعام ہضم ہو جائے گا۔ (مجمل اللغۃ ج ۴ ص ۸۲۸) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۱۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کا مدرج ہونا

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا بعض حصہ از قتادہ از حضرت انس مروی ہے اور بعض حصہ از عکرمہ مروی ہے' اور اسماعیلی نے اس حدیث کو از حجاج بن محمد از شعبہ روایت کیا ہے اور اس حدیث میں حضرت انس اور عکرمہ کی روایت کو جمع کر دیا ہے اور اس کو بطور ایک سند کے روایت کیا ہے' میں نے اس کی وضاحت کتاب المدرج میں کی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے علامہ ابن الملقن اور علامہ ابن حجر دونوں کی شرح کو ملا کر ذکر کر دیا ہے۔

٤١٧٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَامِرٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ مَجْزَاَةَ بْنِ زَاهِرٍ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ قَالَ اِنِّيْ لَاُوْقِدُ تَحْتَ الْقِدْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از مجزاءۃ بن زاہر الاسلمی از والد خود اور وہ ان صحابہ میں سے تھے جو درخت (کے نیچے) حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں گدھے کے گوشت کی پتیلی کے نیچے آگ جلا رہا تھا' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو گدھوں کے گوشت سے منع فرما رہے ہیں۔

حدیث مذکور کی وجہ سے علامہ داؤدی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے امام بخاری کی اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ گدھوں کا گوشت تو خیبر میں حرام کیا گیا تھا نہ کہ حدیبیہ میں' پھر امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں کیوں روایت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ میں ہوا' صرف یہ ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت مجزاءۃ ان صحابہ میں سے ہیں جو حدیبیہ کے درخت پر حاضر تھے اور اس مناسبت سے اس حدیث کی غزوۂ حدیبیہ کے باب میں روایت کی ہے اور اکثر وہ صحابہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں تھے' وہ حدیبیہ سے واپس جانے کے بعد غزوۂ خیبر میں بھی آپ کے ساتھ تھے' سو یہ واقعہ تو خیبر کا ہے مگر اس کے راوی حدیبیہ میں حاضر تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے یہی شرح اختصار کے ساتھ اپنے طریقہ سے ذکر کی ہے' نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از اسرائیل' حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اسی طرح اصول میں ہے اور اس کا ذکر ضروری ہے اور بعض شارحین نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اسرائیل کا ذکر نہیں ہے' میں کہتا ہوں کہ میں اس بات کی صحت کا معتقد نہیں ہوں بلکہ اگر کسی نسخہ میں اسرائیل کو سند سے ساقط کر دیا ہے تو وہ نسخہ معتمد نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۵)

علامہ عینی اس پر لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر نے بعض شارحین سے صاحب التوضیح (علامہ ابن الملقن) کا ارادہ کیا ہے' حالانکہ وہ ان

کے مشائخ میں سے ہیں۔(عمدۃ القاری ج۱۷ ص ۲۹۸۔۲۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن الملقن کا دفاع

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن کی جس عبارت پر یہاں گفتگو کی گئی ہے' وہ عبارت یہ ہے:

یہ حدیث اسی طرح اصول میں ہے جس طرح میں نے ذکر کی ہے اور بعض نسخوں میں اسرائیل کے ذکر کو ساقط کر دیا گیا ہے اور اس میں سند کا اس طرح ذکر ہے: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مجزاءۃ نے حدیث بیان کی از والد خود۔ کہا گیا ہے کہ باقی راویوں نے فربری سے اسی طرح روایت کی ہے اور ابن السکن کی روایت میں عبداللہ بن محمد کے بعد اس طرح ذکر ہے: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مجزاءۃ نے حدیث بیان کی' اس سند میں ابو عامر کی جگہ عثمان کا ذکر ہے۔

اور ابو عامر العقدی کا نام عبدالملک بن عمرو ہے' اور ابو زید کے نسخہ میں مجزاءۃ بن زاہر مذکور ہے' اور صحیح از والد خود ہے (جس طرح صحیح بخاری کی سند مذکور میں ہے)۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص ۳۱۴' وزارۃ الاوقاف' قطر'۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن نے تمام نسخوں میں اس سند کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس نسخہ میں اسرائیل کے ذکر کو ساقط کیا ہے اور انہوں نے اسی نسخہ کو معتبر کہا ہے جس کی سند میں بنی اسرائیل کا ذکر کیا ہے' حافظ ابن حجر نے اپنے استاذ علامہ ابن الملقن پر اعتراض کیا ہے حالانکہ وہ ان کے علم اور ان کی نظر کی گرد کو بھی نہیں پہنچتے۔

٤١٧٤- وَعَنْ مَجْزَأَةَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْهُمْ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اِسْمُهُ أُهْبَانُ بْنُ أَوْسٍ وَكَانَ اشْتَكٰى رُكْبَتَهُ وَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهِ وِسَادَةً.

اور از مجزاءۃ از ان میں سے ایک مرد جو اصحاب شجرۃ سے ہیں' ان کا نام اھبان بن اوس ہے' ان کے گھٹنے میں تکلیف تھی اور وہ جب سجدہ کرتے تو وہ اپنے گھٹنے کے نیچے گدا رکھ لیتے تھے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

عذر کی بناء پر گھٹنے کے نیچے گدا رکھنے اور پیشانی کے برابر سجدہ کرنے کے لیے کوئی چیز رکھنے کا جواز

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت اھبان نے گدے کی مثل کوئی چیز بنائی تھی جو نرم تھی کیونکہ سخت زمین ان کے گھٹنے کو تکلیف پہنچاتی تھی اور ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ جس کی پیشانی میں زخم ہوں' وہ اشارہ سے نماز پڑھے اور کوئی چیز پیشانی تک اوپر کر کے نہ رکھے تا کہ اس کے اوپر سجدہ کرے۔(المدونۃ الکبریٰ ج۱ ص ۷۳) (فقہائے احناف کا بھی یہی موقف ہے۔سعیدی غفرلہ)

اور اشہب مالکی نے کہا ہے کہ اگر اس نے اپنے اشارہ کے برابر اونچا کر کے سجدہ کرنے کے لیے کوئی چیز رکھی تو یہ اس کے لیے کفایت کرے گی۔(شرح مختصر خلیل للخرشی ج۱ ص ۲۹۷)

حضرت اھبان کا تذکرہ اور دیگر ان صحابہ کی حکایات جن سے بھیڑیے اور ہرن نے کلام کیا

یہ حضرت اھبان اسلمی ہیں اور جیسا کہ علامہ واقدی نے بیان کیا ہے کہ یہی بھیڑیے سے کلام کرنے والے ہیں اور دوسروں نے کہا: یہ اھبان بن عیاذ بن ربیعہ بن کعب بن امیہ بن یقظۃ بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم بن افصیٰ الاسلمی ہیں' یہ کوفہ میں آئے اور وہیں گھر بنا لیا اور جب حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت مغیرہ کوفہ کے گورنر تھے' اس زمانہ میں یہ فوت ہو گئے۔

ان کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اھبان ابن صیفی الغفاری ابو مسلم ہیں' یہ بصرہ میں آئے تھے' انہوں نے فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے' انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے' پھر ان کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اور یہ وہیں فوت ہو گئے' پھر صبح کو وہ قمیص کھونٹی پر ٹنگی ہوئی تھی' حافظ ابن عبدالبر نے کہا: یہ خبر صحیح ہے' اس کی بصرہ کے ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۲۰۵)

بھیڑیے سے کلام کرنے والے حضرت رافع بن ابی رافع الطائی بھی ہیں اور ابو رافع کا نام عمیرہ ہے اور ایک قول کے مطابق عمیر ہے' اور ایک قول ہے کہ عمرو ہے' ان سے بھیڑیے نے اس دنبہ کے متعلق کلام کیا جس کو یہ چرا رہے تھے' غزوۂ ذات السلاسل میں ان کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رفاقت ہے اور انہوں نے اس کے متعلق ایک حدیث روایت کی ہے' یہ حضرت عمر کی شہادت سے پہلے تیئس ہجری میں فوت ہوئے تھے' کہا گیا ہے کہ حضرت رافع نے پانچ راتوں میں کوفہ سے دمشق تک کی مسافت قطع کر لی تھی۔

امام ابن وہب نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو سفیان بن حرب اور حضرت صفوان بن امیہ نے ایک ہرن پکڑا' اس کا شکار کیا اور اس ہرن نے ان دونوں سے کلام کیا اور اس کی مثل حضرت جریج اور ان کے اصحاب سے بھی مروی ہے' اور امام طبرانی نے اپنی معجم میں حضرت انس سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' پس میں بکریوں کے پاس سے گزرا' پس بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک بکری پکڑ لی' چرواہا اس کے پیچھے بھاگا تو اس بھیڑیے نے کہا: یہ میرا طعام ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے کھلایا ہے تم اس کو مجھ سے چھین رہے ہو۔ اس حدیث کی امام عقیلی نے کتاب الضعفاء ج ۱ ص ۲۵۲ میں روایت کی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۱۵۔۳۱۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجزاءۃ کے والد کا نام زاہر ابن الاسود بن الحجاج ہے' صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی حدیث ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن الملقن کی عبارت اختصار سے نقل کر دی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٧٥- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ اُتُوْا بِسَوِيْقٍ فَلَاكُوْهُ تَابَعَهُ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از یحییٰ بن سعید از بشیر بن یسار از سوید بن النعمان اور وہ اس درخت کے اصحاب میں سے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے پاس ستو لائے گئے' پس انہوں نے اس کو گھول کر پیا۔ ابن ابی عدی کی متابعت معاذ نے کی ہے از شعبہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١٧٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيْعٍ حَدَّثَنَا شَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن حاتم بن بزیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی جمرۃ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عائذ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ قَالَ اِذَا اَوْتَرْتَ مِنْ اَوَّلِهٖ فَلَا تُوْتِرْ مِنْ اٰخِرِهٖ.

بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اصحاب میں سے تھے جو اصحاب شجرۃ تھے (میں نے پوچھا:) کیا وتر کی نماز توڑی جا سکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جب تم رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھ چکے ہو تو پھر تم رات کے آخر حصہ میں وتر نہ پڑھو۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

وتر کی نماز توڑنے کا معنی' اس میں مذاہب فقہاء اور جمہور فقہاء کی دلیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

کیا وتر کو توڑا جا سکتا ہے؟: یعنی جب ایک شخص نے رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھ لیے' پھر وہ سو گیا' پھر اس نے بیدار ہو کر تہجد پڑھنے کا ارادہ کیا تو کیا وہ ایک رکعت مزید پڑھے تا کہ اوّل رات وتر کی پڑھی ہوئی تین رکعات چار رکعات ہو جائیں' اور پہلے پڑھے ہوئے وتر ٹوٹ جائیں' اب وہ تہجد کی رکعات پڑھے' پھر آخر میں وتر پڑھ لے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اپنی آخری نماز وتر کرو' تو حضرت عائذ بن عمرو نے جواب دیا: جب تم رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھ چکے ہو تو اسی پر اکتفا کرو اور دوبارہ وتر نہ پڑھو۔

اسماعیلی کی از شعبہ روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: کیا وتر توڑا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت ابن عمر وتر توڑنے کو جائز قرار دیتے تھے' فقہاء شافعیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وتر کو نہ توڑا جائے' فقہاء مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۶-۲۸۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب احناف کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جمہور فقہاء کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت قیس بن طلق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان کے ایک دن ہم سے ملنے کے لیے آئے اور شام تک ہمارے پاس رہے اور روزہ افطار کیا' پھر اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور ہمیں وتر پڑھائے' پھر وہ اپنی مسجد چلے گئے اور اپنے اصحاب کو تہجد کی نماز پڑھائی حتیٰ کہ جب وتر رہ گئے تو انہوں نے ایک شخص کو آگے کر کے کہا: تم اپنے اصحاب کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۳۹' سنن ترمذی: ۴۷۰' سنن نسائی: ۱۶۷۸' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۲۳)

٤١٧٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسِيْرُ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيْرُ مَعَهٗ لَيْلًا فَسَاَلَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَلَمْ يُجِبْهُ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا عُمَرُ نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر میں جا رہے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی رات میں آپ کے ساتھ جا رہے تھے' پس حضرت عمر بن الخطاب نے آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب نہیں دیا' انہوں نے پھر سوال کیا' پس آپ نے اس کا جواب نہیں دیا' انہوں نے پھر سوال کیا آپ نے پھر اس کا جواب نہیں دیا' حضرت عمر بن الخطاب

Marfat.com

يُجِيْبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ بَعِيْرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ اَمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ وَخَشِيْتُ اَنْ يَنْزِلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ فَمَا نَشِبْتُ اَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِيْ قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ يَكُوْنَ نَزَلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ وَّجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُوْرَةٌ لَهِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَاَ ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا٥﴾ (الفتح:١) .

[اطراف الحدیث:۴۸۳۳-۵۰۱۲] (سنن ترمذی:۳۲۶۲)

نے کہا: اے عمر! تجھے تیری ماں روئے! تو نے رسول اللہ ﷺ سے اصرار کے ساتھ سوال کر کے آپ کو تنگ کیا ہے' تو نے رسول اللہ ﷺ سے تین بار سوال کیا اور آپ نے کسی بار تجھ کو جواب نہیں دیا' حضرت عمر نے کہا: پھر میں نے اپنے اونٹ کو بھگایا' پھر میں مسلمانوں سے آگے نکل گیا اور مجھے یہ خطرہ تھا کہ میرے متعلق قرآن مجید میں کچھ نازل ہوگا' ابھی میں کچھ دیر ہی ٹھہرا تھا کہ میں نے سنا ایک چلانے والا میرا نام لے کر چلا رہا تھا' میں نے دل میں کہا: مجھے پہلے ہی ڈر تھا کہ میرے متعلق قرآن میں کچھ نازل ہوگا اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: آج رات مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے' پھر آپ نے تلاوت کی: (اے رسول مکرم!) بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطاء فرمائی ہے٥ (الفتح:١)

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''نزرت'' تم نے زیادہ سوال کر کے آپ کو حرج میں ڈالا' ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ ''النزر'' کا معنی ہے: اصرار کے ساتھ سوال کرنا اور انہوں نے خاموش ہو کر تم کو ادب سکھایا۔ (تہذیب اللغۃ ج۵ص۳۵۴۹)

الاصمعی نے کہا ہے: ''نزر فلان فلانا'' کا معنی ہے: اس کے پاس جو کچھ تھا وہ اس نے تھوڑا تھوڑا کر کے نکالا۔

(تہذیب اللغۃ ج۴ص۳۵۵۰)

اس میں اختلاف ہے کہ کس جگہ سورۂ فتح نازل ہوئی' ابو معشر نے کہا کہ وہ الجحفہ میں نازل ہوئی ہے اور الاکلیل میں ہے کہ وہ کراع الغمیم میں نازل ہوئی ہے اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ وہ ضجنان میں نازل ہوئی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج۲ص۱۰۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۳۱۷' وزارۃ الاوقاف' قطر'۱۴۲۹ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں جا رہے تھے' ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیبیہ کا سفر تھا' انہوں نے باقی وہی شرح کی ہے جو علامہ ابن ملقن نے کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ص۳۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ہم اس کی شرح کتاب التفسیر میں کریں گے۔ (فتح الباری ج۵ص۴۸۶' دارالمعرفہ' بیروت'۱۴۲۶ھ)

۴۱۷۸'۴۱۷۹- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ حِيْنَ حَدَّثَ هٰذَا الْحَدِيْثَ حَفِظْتُ بَعْضَهُ وَثَبَّتَنِيْ مَعْمَرٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' جب انہوں نے یہ حدیث بیان کی تو اس میں سے کچھ میں نے یاد رکھی اور معمر نے اس کو پختہ

يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا اَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَهٗ وَاَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ وَبَعَثَ عَيْنًا لَّهٗ مِنْ خُزَاعَةَ وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ بِغَدِيْرِ الْاَشْطَاطِ اَتَاهُ عَيْنُهٗ قَالَ اِنَّ قُرَيْشًا جَمَعُوْا لَكَ جُمُوْعًا وَّقَدْ جَمَعُوْا لَكَ الْاَحَابِيْشَ وَهُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ وَمَانِعُوْكَ فَقَالَ اَشِيْرُوْا اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ اَتَرَوْنَ اَنْ اَمِيْلَ اِلٰى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّصُدُّوْنَا عَنِ الْبَيْتِ فَاِنْ يَّاْتُوْنَا كَانَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاِلَّا تَرَكْنَاهُمْ مَحْرُوْبِيْنَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجْتَ عَامِدًا لِّهٰذَا الْبَيْتِ لَا تُرِيْدُ قَتْلَ اَحَدٍ وَّلَا حَرْبَ اَحَدٍ فَتَوَجَّهْ لَهٗ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ قَالَ اُمْضُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ .

طرح یاد دلایا از عروہ بن الزبیر از المسور بن مخرمہ و مروان بن الحکم' ان میں سے ایک اپنے صاحب سے اضافہ کرتا تھا' ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ حدیبیہ کے سال ایک ہزار اور چند سو اصحاب کے ساتھ نکلے' پس جب آپ ذوالحلیفہ پر پہنچے تو آپ نے ھدی کو قلادہ ڈالا اور اس میں اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھ لیا اور قبیلہ خزاعہ سے اپنا ایک جاسوس بھیجا اور نبی ﷺ سفر کرتے رہے' جب آپ غدیر الاشطاط پر پہنچے تو آپ کے پاس آپ کا جاسوس آیا اور اس نے بتایا کہ قریش نے آپ سے مقابلہ کے لیے مختلف قبیلوں کی جماعت تیار کر لی ہے اور وہ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکیں گے اور آپ کو منع کریں گے' آپ نے فرمایا: اے لوگو! مجھے مشورہ دو کہ کیا یہ مناسب ہوگا کہ میں ان کفار کی عورتوں اور بچوں پر حملہ کر دوں جو ہمارے بیت اللہ تک پہنچنے میں رکاوٹ بننا چاہتے ہیں؟ اگر انہوں نے ہمارا مقابلہ کیا تو اللہ عزوجل نے ہمارے جاسوس کو مشرکین سے محفوظ رکھا ہے' اور اگر وہ ہمارے مقابلہ پر نہیں آتے تو ہم انہیں ایک شکست خوردہ جماعت سمجھ کر چھوڑ دیں گے' حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو صرف اس بیت اللہ کا قصد کر کے نکلے ہیں آپ کا ارادہ کسی کو قتل کرنے کا ہے نہ کسی کے ساتھ جنگ کرنے کا ہے' تو آپ اسی کا قصد کریں' پس جس نے ہم کو بیت اللہ سے روکا ہم اس سے لڑیں گے' آپ نے فرمایا: پھر تم اللہ کا نام لے کر سفر جاری رکھو۔

ان حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۵-۱۶۹۴ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی اور جاسوس کا نام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قبیلہ خزاعہ سے اپنا ایک جاسوس بھیجا: اس جاسوس کا نام حضرت بُسر بن سفیان بن عمرو بن عویمر الخزاعی تھا' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ چھ ہجری میں اسلام لائے تھے اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے۔

غدیر الاشطاط: الہروی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص عسفان سے مکہ کی طرف نکلے تو یہ جگہ دائیں جانب دو میل کے فاصلہ پر ہے۔

''الاحابیش'' متعدد قبیلوں سے جمع کردہ لوگوں کی جماعت۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰۲-۳۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

۴۱۸۰-۴۱۸۱ حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان

Marfat.com

حَدَّثَنِي ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ يُخْبِرَانِ خَبَرًا مِنْ خَبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَةِ فَكَانَ فِيمَا أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْهُمَا أَنَّهُ لَمَّا كَاتَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى قَضِيَّةِ الْمُدَّةِ وَكَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو أَنَّهُ قَالَ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ وَأَبَى سُهَيْلٌ أَنْ يُقَاضِيَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا عَلَى ذٰلِكَ فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذٰلِكَ وَامْعَضُوا فَتَكَلَّمُوا فِيهِ فَلَمَّا أَبَى سُهَيْلٌ أَنْ يُقَاضِيَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا عَلَى ذٰلِكَ كَاتَبَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا جَنْدَلِ بْنَ سُهَيْلٍ يَوْمَئِذٍ إِلَى أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَأْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ عَاتِقٌ فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى فِي الْمُؤْمِنَاتِ مَا أَنْزَلَ .

کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب کے بھتیجے نے حدیث کی از عم خود انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی انہوں نے مروان بن الحکم اور حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ سے سنا' ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرۂ حدیبیہ کی خبر دی' عروہ نے ان دونوں سے جو خبر دی ہے اس میں یہ ذکر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن سہیل بن عمرو کے لیے ایک مدت تک صلح کا معاہدہ لکھا اور اس میں سہیل بن عمرو نے یہ شرط لگائی کہ ہمارے پاس سے جو شخص بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' آپ کو اسے ہماری طرف واپس کرنا ہوگا اور ہمارے اور اس کے درمیان تخلیہ کرنا ہوگا' اور سہیل بن عمرو نے اس شرط کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح کرنے سے انکار کر دیا' مسلمانوں نے اس شرط کو ناپسند کیا اور ان پر یہ شرط سخت دشوار تھی' انہوں نے اس کے خلاف گفتگو کی' جب سہیل نے انکار کر دیا کہ وہ اس شرط کے بغیر صلح نہیں کرے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ لکھ دیا' پس اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجندل بن سہیل کو اس کے باپ سہیل بن عمرو کی طرف واپس کر دیا' اور اس مدت کے دوران جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا آپ اس کو واپس کر دیتے خواہ وہ مسلمان ہو اور ہجرت کرنے والی مسلمان عورتیں آئیں' پس حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ان خواتین میں سے تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکلیں اور وہ اس وقت نوجوان تھیں تو ان کے گھر والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ آپ ان کو واپس کریں' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے متعلق وہ آیت نازل کی جو نازل کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩٤-١٦٩٥ میں گزر چکی ہے۔

نفل شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنے میں اختلاف فقہاء اور امام اعظم کی طرف سے مصنف کے دلائل اور دیگر مسائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

غزوۂ حدیبیہ میں آپ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے نکلے تھے' پھر مشرکین نے آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص نفلی عمرہ یا حج کرنے کے لیے نکلے' پھر اس کو روک دیا جائے تو اس پر اس عمرہ یا حج کی قضاء نہیں ہے' امام مالک

Marfat.com

اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ نے ان کی مخالفت کی ہے۔
(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۹۷ ' کتاب الام ج ۲ ص ۱۳۵ ' المبسوط ج ۴ ص ۱۰۷)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نفل شروع کر دیا جائے تو پھر اس کو پورا کرنا واجب ہے اور اس کو ادھورا چھوڑ نا جائز نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ۝ (محمد: ۳۳)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو ۝

سو اگر نفل کو شروع کرنے کے بعد پورا نہ کیا جائے تو وہ عمل باطل ہو جائے گا اور عمل باطل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور غزوۂ حدیبیہ میں مالکیوں اور شافعیوں کی دلیل نہیں ہے بلکہ ہماری احناف کی دلیل ہے کیونکہ جب حدیبیہ کے عمرہ سے مشرکین نے روک دیا تو آپ نے وہیں احرام کھول کر قربانی کی اور آئندہ سال اس نفلی عمرہ کی قضاء میں عمرہ کیا۔

نیز علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے جاسوس کو بھیجا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو انسان کا اکیلے سفر کرنا جائز ہے' یا اس کے جانے میں مسلمانوں کی مصلحت ہو' اس صورت میں اس کا اکیلے سفر کرنا' اکیلے سفر کرنے کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

اس درخت کے نیچے نبی ﷺ نے صحابہ سے بیعت لی کہ وہ مشرکین سے لڑیں گے' پھر ایک دن گزرا یا اس سے زائد' پھر فریقین امن اور صلح کی طرف مائل ہو گئے' اسی اثناء میں فریقین میں سے ایک شخص نے دوسرے فریق کے ایک شخص کو تیر مارا اور فریقین میں لڑائی ہو گئی' وہ ایک دوسرے پر پتھر اور تیر مارنے لگے' پھر انہوں نے صلح کر لی اور ہر ایک نے دوسرے فریق کے آدمیوں کو رہن رکھ لیا اور مشرکین نے حضرت عثمان کو اور ان کے ساتھیوں کو رہن رکھ لیا۔ اسی طرح الاکلیل میں از عروہ مذکور ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مسلمانوں نے سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھیوں کو رہن رکھ لیا' پس اس وقت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو بیعت کرنے کے لیے بلایا اور مشرکین سے لڑنے کا ارادہ کیا' پس مسلمانوں نے موت پر بیعت کی' جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت سے گزر چکا ہے۔
(صحیح البخاری: ۴۱۶۹)

وہ درخت کیکر کا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۸۵۶) جب قریش نے یہ منظر دیکھا تو ان پر رعب طاری ہو گیا اور انہوں نے جن مسلمانوں کو پکڑ رکھا تھا' چھوڑ دیا اور مسلمانوں کو صلح کرنے کی دعوت دی۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ قریش نے ستر (۷۰) مرد بھیجے تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۱۴۱-۱۴۰)

الصباح نے بارہ مرد ذکر کیے ہیں اور الواحدی نے حضرت انس کی روایت سے اسی (۸۰) مردوں کا ذکر کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن المغفل نے تیس مردوں کا ذکر کیا ہے۔ (اسباب النزول ص ۴۰۰-۳۹۹) اور شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ چالیس مردوں کو پکڑ لیا تھا۔

امام ابونعیم نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ قریش کے تیس جوان مسلح ہو کر نکلے' رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی سلب کر لی' مسلمان ان کو گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے تو آپ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کو جانے دیا۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے پکارا: سنو روح القدس نبی ﷺ پر نازل ہوئے ہیں اور آپ کو

Marfat.com

مسلمانوں سے بیعت لینے کا حکم دیا' سو مسلمانوں نے اس پر بیعت کی کہ وہ جنگ سے کبھی نہیں بھاگیں گے' سو مشرکین ڈر گئے اور انہوں نے جو مسلمان پکڑ رکھے تھے ان کو چھوڑ دیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴ ص ۱۴۴۔۱۴۳)

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور فوائد حدیث

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام اپنی صواب دید کے مطابق مشرکین سے صلح کا معاہدہ کرے' جب اس کے نزدیک اس میں مسلمانوں کی منفعت اور مصلحت ہو' خواہ بادی الرائے میں اس میں بہ ظاہر مسلمانوں کی پستی ہو کیونکہ جب مشرکین کو "محمد رسول اللہ" لکھنے پر اعتراض ہوا تو آپ نے صلح نامہ میں محمد رسول اللہ کاٹ کر محمد بن عبد اللہ لکھ دیا اور آپ نے اس کو مان لیا کہ ان کی طرف سے جو آدمی مسلمانوں کی طرف آئیں گے آپ ان کو واپس کر دیں گے خواہ وہ مسلمان ہوں' علامہ مازری نے کہا ہے کہ یہ معاہدہ مردوں کے متعلق تھا' عورتوں کے متعلق نہیں تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان مشرکین سے بغیر مال لیے بھی صلح کر سکتے ہیں جب مسلمان کمزور ہوں۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا دس سال کے عرصہ سے زیادہ بھی صلح کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ دس سال سے زیادہ عرصہ کے لیے صلح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ امام ابوداؤد نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے اس پر صلح کی تھی کہ وہ دس سال تک ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نہیں اُٹھائیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۶۶)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس پر بھی صلح کرنا جائز ہے کہ کسی مسلمان کو دارالکفر کی طرف بھیج دیا جائے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ حضرت خالد کے لشکر کی حدیث سے منسوخ ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ خثعم کی طرف ایک لشکر بھیجا' وہاں مسلمان لوگ بھی تھے' انہوں نے سجدہ کر کے اپنی جان بچائی' حضرت خالد نے ان سب کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نصف دیت ادا کی اور فرمایا: میں اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۶۴۵' سنن ترمذی: ۱۶۰۴' المعجم للطبرانی: ۲۲۶۴' سنن نسائی: ۴۷۹۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو مشرکین کے علاقہ میں چھوڑنا جائز نہیں ہے اور حدیبیہ میں جو یہ معاہدہ تھا وہ وقتی ضرورت کی بناء پر تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنت کے حکم کو قرآن مجید سے منسوخ کرنا جائز ہے کیونکہ اس معاہدہ کا تقاضا یہ تھا کہ ہر مسلمان کو مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حق میں اس حکم کو منسوخ کر دیا اور فرمایا:

فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ (الممتحنہ: ۱۰) عورتوں کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔

فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کے اس معاہدہ میں یہ مان لیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ان کی طرف واپس کر دیں گے' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے صلح سے پہلے یہ فرمایا تھا: قریش مجھ سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے جس سے بیت اللہ کی حرمت اور تعظیم ہو مگر میں ان کی وہ بات مان لوں گا اور مسلمان کو مکہ کی طرف واپس کرنے سے بیت اللہ کو آباد کرنا ہوگا' بیت اللہ میں نماز پڑھی جائے گی اور اس کا طواف کیا جائے گا' سو اس میں بیت اللہ کی خیر ہے اور بیت اللہ کی حرمات کی تعظیم ہے' اس وجہ سے یہ حکم مکہ اور شارع علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے بعد کسی کے لیے مسلمان کو کافروں کی طرف واپس کرنا جائز نہیں ہے' یہ قول فقہاء احناف کا ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ مسلمان کو کافروں کی طرف واپس کرنے کا حکم اُس صورت میں ہے جب مسلمان مقہور اور مجبور ہوں' کتاب الشروط میں' میں نے اس کی زیادہ وضاحت کی ہے اور ابوزید بن حنفیہ نے کہا ہے کہ یہ حکم اہل عہد اور اہل صلح کے ساتھ مخصوص ہے۔

جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے مدینہ آئیں' ان سے امتحان لینے کی صورت یہ تھی کہ ان عورتوں سے یہ حلف لیا جائے کہ وہ اپنے خاوند کی نافرمانی کر کے ہجرت نہیں کر رہیں' وہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے ہجرت کر رہی ہیں' جب وہ عورتیں یہ حلف اُٹھالیں تو انہیں مکہ واپس نہیں بھیجا جائے گا اور ان کا مہر اُن کے شوہر کو واپس کر دیا جائے گا۔

ایک حدیث میں مذکور ہے: انہوں نے دس سال کے لیے جنگ موقوف کرنے اور ہتھیار نہ اُٹھانے پر صلح کی ہے' اس عرصہ میں لوگ امن سے رہیں گے اور اس شرط پر کہ ہمارے درمیان جو راز ہیں ان کو محفوظ رکھا جائے گا اور عداوت کی بناء پر وہ راز فاش نہیں کیے جائیں گے اور ایک دوسرے کے خلاف جرم نہیں کیا جائے گا' کسی کی چوری نہیں کی جائے گی نہ کوئی چیز چھینی جائے گی۔

(سنن ابوداؤد: ٢٧٦٦' مسند احمد ج ۴ ص ٣٢٣) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٣٢٦۔٣١٨ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤١٨٢- قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ ۝﴾ (الممتحنۃ: ١٢) وَعَنْ عَمِّهِ قَالَ بَلَغَنَا حِيْنَ اَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرُدَّ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا اَنْفَقُوْا عَلٰى مَنْ هَاجَرَ مِنْ اَزْوَاجِهِمْ وَبَلَغَنَا اَنَّ اَبَا بَصِيْرٍ فَذَكَرَهٗ بِطُوْلِهٖ .

ابن شہاب نے کہا: اور مجھے عروۃ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ جو مؤمن عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی وجہ سے ان کا امتحان لیتے تھے: اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں کہ وہ آپ سے بیعت کریں (الممتحنۃ: ١٢) اور ان کے چچا بیان کرتے ہیں: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کے مشرکین (شوہروں) کو وہ سب کچھ واپس کر دیا جائے جو وہ اپنی بیویوں کو دے چکے ہیں اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ابوبصیر...... پھر ان کی طویل حدیث ذکر کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧١٣ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اور اہم اُمور یہاں پر ذکر کیے جا رہے ہیں:

مؤمن ہجرت کرنے والی عورتوں سے امتحان لینے کی تفصیل اور اس کی شرائط

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کا امتحان لیتے تھے: امتحان کا معنی ہے: آزمانا' آپ ان سے حلف لیتے تھے' اور اسلام کی نشانیوں میں غور کرتے تھے تاکہ آپ کو ان کے ایمان کے صدق کا ظن غالب حاصل ہو جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے امتحان کا معنی یہ ہے کہ آپ ان سے اس پر حلف لیتے کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف رغبت کی وجہ سے نہیں آئی ہیں اور دنیا کی طلب کے لیے نہیں آئی ہیں اور وہ صرف اللہ اور رسول کی محبت کی وجہ سے آئی ہیں۔

اس آیت کی وجہ سے ان کا امتحان لیتے تھے: امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِىْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الممتحنہ:١٢)

اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں کہ وہ آپ سے بیعت کریں اس پر کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی' اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان' اور دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے استغفار کریں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے○

اس آیت کے نزول کا سبب مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی نصرت فرمائی اور مکہ کو فتح کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہو گئے تو آپ کے پاس عورتیں بیعت کے لیے حاضر ہوئیں' اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ صفا کے اوپر تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس کے نیچے تھے' اور حضرت عمر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عورتوں کو بیعت کر رہے تھے اور ان کو تبلیغ کر رہے تھے۔

ان کے چچا بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ مشرکین اپنی عورتوں پر جو خرچ کر چکے ہیں' جب وہ ہجرت کریں تو ان کا خرچ مشرکین کو واپس کر دیا جائے۔

ہمارے اصحاب احناف میں سے ابوزید نے کہا: یہ حکم ان عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے جو اہل عہد اور اہل صلح میں سے ہیں اور امتحان کی صورت یہ تھی کہ عورت یہ حلف اُٹھاتی تھی کہ وہ اپنے شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے ہجرت کر کے نہیں آئی اور اس کی ہجرت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے ہے' پس جب عورت یہ حلف اُٹھالیتی تو اس کو مشرکین کی طرف واپس نہیں بھیجا جاتا تھا اور اس کے شوہر کا دیا ہوا مہر واپس کر دیا جاتا' اور اگر وہ عورت غیر اہل عہد سے ہوتی تو اس سے حلف نہیں لیا جاتا اور نہ اس کا مہر واپس کیا جاتا۔

حضرت ابوبصیر کا قصہ کتاب الشروط میں مفصل مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٠٤-٢٠٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤١٨٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا خَرَجَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ فَقَالَ اِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِّنْ اَجْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از مالک از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایامِ فتنہ میں عمرہ کرنے کے لیے نکلے' انہوں نے کہا: اگر مجھے بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو ہم اس طرح کریں گے جس طرح ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا' پس انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا' اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٣٩ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اَهَلَّ . وَقَالَ اِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع

Marfat.com

وَبَيْنَهُ لَفَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَتَلَا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱) ۔

از حضرت ابن عمر' انہوں نے کہا: انہوں نے احرام باندھا اور کہا: اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل ہوئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح نبی ﷺ نے کیا تھا' جب کفارِ قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے اور یہ آیت تلاوت کی: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَاهُ اَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ (ح) وَحَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ بَعْضَ بَنِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَهُ لَوْ اَقَمْتَ الْعَامَ فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ لَّا تَصِلَ اِلَى الْبَيْتِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَايَاهُ وَحَلَقَ وَقَصَّرَ اَصْحَابُهُ وَقَالَ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ اَوْجَبْتُ عُمْرَةً فَاِنْ خُلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ وَاِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ مَا اُرٰى شَاْنَهُمَا اِلَّا وَاحِدًا اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِيْ فَطَافَ طَوَافًا وَّاحِدًا وَّسَعْيًا وَّاحِدًا حَتّٰى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ عبید اللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے ان کو خبر دی' ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مشورہ دیا (ح) اور ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ (بن عمر) کے کسی بیٹے نے ان کو مشورہ دیا کہ اگر آپ اس سال ٹھہر جائیں کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ آپ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکیں گے' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے تھے' پس کفار قریش بیت اللہ کے سامنے حائل ہو گئے تو نبی ﷺ نے اپنی قربانی کے جانوروں کو نحر کیا اور سر منڈایا اور آپ کے اصحاب نے قصر کیا' بال کاٹے' اور حضرت عبداللہ نے کہا: میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے' اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان تخلیہ ہوا تو میں طواف کروں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل ہوئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا' پھر وہ تھوڑی دیر چلے' پھر کہا: میری رائے یہ ہے کہ حج اور عمرہ کے افعال ایک جیسے ہیں' میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج کو واجب کر لیا ہے' سو انہوں نے ایک (قسم کا) طواف کیا اور (ایک قسم کی) سعی کی حتیٰ کہ دونوں سے احرام کھول دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٦- حَدَّثَنِيْ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيْدِ سَمِعَ النَّضْرَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے شجاع بن الولید نے

مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا صَخْرٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُونَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَلٰكِنْ عُمَرُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰهِ اِلٰى فَرَسٍ لَّهُ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَاْتِيْ بِهٖ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَعُمَرُ لَا يَدْرِيْ بِذٰلِكَ فَبَايَعَهُ عَبْدُاللّٰهِ ثُمَّ ذَهَبَ اِلَى الْفَرَسِ فَجَاءَ بِهٖ اِلٰى عُمَرَ وَعُمَرُ يَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ فَاَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَانْطَلَقَ فَذَهَبَ مَعَهُ حَتّٰى بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ الَّتِيْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ ۔

حدیث بیان کی' انہوں نے النضر بن محمد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں صخر نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یہ باتیں کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے تھے حالانکہ اس طرح نہیں ہے لیکن حضرت عمر نے حدیبیہ کے دن حضرت ابن عمر کو اپنا ایک گھوڑا لانے کے لیے بھیجا تھا جو کہ انصار کے ایک مرد کے پاس تھا' تاکہ حضرت عمر اس پر سوار ہو کر لڑائی میں شریک ہوں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے پاس بیعت کر رہے تھے' اور حضرت عمر کو اس کا پتا نہیں تھا' پس حضرت عبداللہ بن عمر نے آپ سے بیعت کر لی' پھر وہ گھوڑے کی طرف گئے اور اس کو حضرت عمر کے پاس لے کر آئے' اور حضرت عمر لڑنے کے لیے ہتھیار اور زرہ سنبھال رہے تھے' تو حضرت عبداللہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں' انہوں نے بتایا کہ پھر حضرت عمر ان کے ساتھ گئے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کر لی' پس یہ ہے وہ سبب جس کی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر' حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۱۶ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٧- **وَقَالَ** هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَفَرَّقُوْا فِيْ ظِلَالِ الشَّجَرِ فَاِذَا النَّاسُ مُحْدِقُوْنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اُنْظُرْ مَا شَاْنُ النَّاسِ قَدْ اَحْدَقُوْا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمْ يُبَايِعُوْنَ فَبَايَعَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى عُمَرَ فَخَرَجَ فَبَايَعَ ۔

اور ہشام بن عمار نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن محمد العمری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' وہ درخت کے سایوں میں منتشر ہو گئے' پس اچانک لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیر کر آپ کو دیکھ رہے تھے' پس حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: اے عبداللہ! دیکھو کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیر کر دیکھ رہے ہیں' پس حضرت عبداللہ نے دیکھا کہ لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں' پس حضرت عبداللہ نے بھی بیعت کر لی' پھر حضرت عمر کی طرف گئے' پھر حضرت عمر نکلے اور انہوں نے بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۱۶ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٨- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اعْتَمَرَ فَطَافَ فَطُفْنَا مَعَهُ وَصَلَّى وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَا يُصِيبُهُ أَحَدٌ بِشَيْءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعلی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ (قضاء) کیا تو ہم آپ کے ساتھ تھے' پس آپ نے طواف کیا تو ہم نے آپ کے ساتھ طواف کیا اور جب آپ نے نماز پڑھی تو ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی (تو ہم نے بھی سعی کی)' ہم آپ کی اہل مکہ سے حفاظت کر رہے تھے' مبادا آپ کو کوئی تکلیف پہنچے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی اور اگلے سال جب آپ نے عمرہ قضاء کیا تو وہ اس میں بھی آپ کے ساتھ تھے۔

٤١٨٩- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَصِينٍ قَالَ قَالَ أَبُو وَائِلٍ لَمَّا قَدِمَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ مِنْ صِفِّينَ أَتَيْنَاهُ نَسْتَخْبِرُهُ فَقَالَ اتَّهِمُوا الرَّأْيَ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي يَوْمَ أَبِي جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيعُ أَنْ أَرُدَّ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَهُ لَرَدَدْتُ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرٍ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلَى أَمْرٍ نَعْرِفُهُ قَبْلَ هٰذَا الْأَمْرِ مَا نَسُدُّ مِنْهَا خُصْمًا إِلَّا انْفَجَرَ عَلَيْنَا خُصْمٌ مَا نَدْرِي كَيْفَ نَأْتِي لَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوحصین سے سنا' انہوں نے کہا کہ ابووائل نے بتایا کہ جب حضرت سہل بن حنیف (جنگ) صفین سے واپس آئے تو ہم ان کے حالات معلوم کرنے کے لیے آئے' انہوں نے کہا: تم (میرے متعلق) اپنی رائے پر تہمت لگاؤ' کیونکہ میں نے (حدیبیہ میں) حضرت ابوجندل کے دن اپنے آپ کو دیکھا اور اگر میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو رد کر سکتا تو اس دن رد کر دیتا' اور اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں کہ ہم نے جب بھی کسی مشکل کام کے لیے اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر رکھا تو وہ کام ہمارے لیے آسان ہو گیا' لیکن اس (جنگ صفین) کا حال یہ ہے کہ ہم اس کی ایک جانب (فتنہ کو) بند کرتے ہیں تو وہ فتنہ کسی دوسری جانب سے پھٹ جاتا ہے' ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ ہم اس معاملہ کو کس طرح حل کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۸۱ میں گزر چکی ہے' تاہم اس حدیث کے ضروری مباحث ذکر کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی اس باب کے ساتھ مناسبت

اس حدیث میں حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جن کا قصہ حدیبیہ کے دن سے متعلق ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں روایت کی ہے قصہ یہ ہے کہ حضرت ابوجندل حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس حال میں آئے

Marfat.com

کہ ان کے پیروں میں بیڑیاں تھیں اور وہ اپنے باپ سہیل بن عمرو کے ظلم کا شکار تھے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ان کو اپنے ساتھ مدینہ لے جائیں لیکن سہیل نہیں مانا' مسلمان ان کا حال دیکھ کر بہت دل گرفتہ تھے' رسول اللہ ﷺ نے سہیل سے فرمایا: اس کو میرے ساتھ جانے دو' سہیل نے کہا: پھر یہ صلح نامہ یہیں ختم ہو جائے گا' رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے حضرت ابوجندل کو وہیں چھوڑ دیا' اسی وجہ سے حضرت سہل بن حنیف نے کہا تھا کہ اگر میں کسی دن رسول اللہ ﷺ کی کسی بات کو رد کر سکتا تو اس دن رد کر دیتا اور چونکہ یہ حدیبیہ کا واقعہ تھا' اس لیے امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحسن بن اسحاق بن زیاد: یہ بنو اللیث کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کا لقب المروزی ہے' یہ حسنویہ کے نام سے معروف ہیں' ان کی کنیت ابوعلی ہے' امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے' ابوحاتم نے کہا: یہ مجہول ہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' یہ عبداللہ بن المبارک کے اصحاب میں سے ہیں اور دو سو اکتالیس (۲۴۱) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' امام بخاری نے ان سے صرف ایک یہی حدیث روایت کی ہے (۲) محمد بن سابق: ابوجعفر التمیمی البغدادی البزاز' یہ اصل میں فارسی ہیں' کوفہ میں تھے اور دو سو تیرہ (۲۱۳) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں' انہوں نے امام بخاری سے بالواسطہ روایت کی ہے (۳) مالک بن مغول: البجلی' یہ ایک سو ستاون (۱۵۷) ہجری میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوحصین: عثمان بن عاصم الاسدی الکوفی: یہ ایک سو اٹھائی (۱۲۸) ہجری میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابووائل: شقیق بن سلمہ الکوفی' انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا لیکن آپ سے کوئی حدیث نہیں سنی (۶) حضرت سہل بن حنیف' یہ انصاری اوسی صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰۷-۳۰۶)

حدیث مذکور کے بعض مشکل جملوں کی شرح

اس حدیث کے بعض مشکل جملوں کی شرح ہم علامہ عینی سے اور علامہ ابن ملقن سے لکھ رہے ہیں:

جب حضرت سہل بن حنیف صفین سے واپس آئے: صفین ایک جگہ ہے جو عراق اور شام کے درمیان ہے' وہیں حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان زبردست معرکہ ہوا تھا۔

تم اپنی رائے پر تہمت لگاؤ: علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ اکثر لوگوں کے دو فرقے تھے اور ہر فرقہ کی یہ رائے تھی کہ اس کا مؤقف صحیح ہے اور اس کی طرف سے لڑنا واجب ہے' ان فرقوں کی لڑائی میں داخل ہونے سے حضرت سعد' حضرت سعید' حضرت ابن عمر اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم الگ رہے اور ان پر یہ منکشف نہیں ہوا کہ ان دو فرقوں میں سے کوئی ایک فرقہ باغی ہے' اسی طرح حضرت سہل نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ تم اپنی رائے پر تہمت لگاؤ (یعنی اس کو غلط قرار دو)' کیونکہ بعض اوقات حق مشتبہ ہو جاتا ہے' اور انہوں نے مدینہ کا ذکر کیا' ان کی مراد یہ تھی کہ تم اس معاملہ یعنی ''فریقین کی لڑائی میں حق پر کون ہے؟'' کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو' کیونکہ کاموں کا نتیجہ کبھی اس طرح نکلتا ہے جو شروع میں بادی الرائے میں معلوم نہیں ہوتا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت سہل بن حنیف پر یہ تہمت لگائی جاتی تھی کہ انہوں نے اس لڑائی میں شامل نہ ہو کر خطاء کی ہے' تو انہوں نے فرمایا: تم اپنی رائے پر تہمت لگاؤ کیونکہ میں نے کوئی تقصیر نہیں کی اور میں ضرورت کے وقت تقصیر کرنے والا نہیں ہوں' جیسا کہ حدیبیہ کے دن ہوا تھا کیونکہ اس دن میں نے اپنے آپ کو اس طرح دیکھا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت پر قادر ہوتا تو میں کفار قریش سے زبردست لڑائی لڑتا' لیکن میں نے توقف کیا' اسی طرح آج بھی میں نے فریقین کی لڑائی میں شامل نہ ہو کر مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے توقف کیا ہے۔

یوم ابوجندل: اس سے مراد یوم حدیبیہ ہے۔

اگر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو رد کرنے کی طاقت رکھتا تو رد کر دیتا: علامہ عینی نے کہا: اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے دن اپنے آپ کو کفار قریش سے لڑنے سے صرف رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے روکا تھا' نہ اس وجہ سے کہ وہ لڑنے سے قاصر تھے۔ (یعنی اس طرح مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے میں آج بھی فریقین کی لڑائی میں شامل نہیں ہوا' نہ اس وجہ سے کہ میں لڑنے سے قاصر تھا۔ سعیدی غفرلہ)

''لأمر یفظعنا'' ابن فارس نے کہا: ''افظع الامر وفظع :اشتد'' (مجمل اللغۃ ج ۳ ص ۲۲۳) جو کام بہت مشکل اور دشوار ہو' جس سے گھبراہٹ طاری ہو۔

''الا اسهلن بنا'' یعنی جس مشکل کام کے لیے ہم نے اپنے کندھوں پر تلواریں اُٹھائیں وہ کام ہمارے لیے آسان ہو گیا' جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے قتال کے لیے تلوار اُٹھائی اور وہ کامیاب ہو گئے' اس سے معلوم ہو گیا کہ ان کا یہ اقدام درست تھا۔ مگر جب صفین میں دو حکم (منصف) مقرر کیے گئے اور لڑائی رک گئی تو ہم سمجھ نہیں سکے کہ یہ اقدام درست ہے یا نہیں' جیسے تم دھاگے کو کسی چیز پر لپیٹ رہے ہو وہ ایک طرف سے ٹوٹ جائے' تم اس طرف سے اس کو جوڑ دو تو وہ دوسری طرف سے ٹوٹ جاتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۲۹-۳۲۸' عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰۷-۳۰۶)

٤١٩٠- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً قَالَ أَيُّوبُ لَا أَدْرِي بِأَيِّ هٰذَا بَدَأَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از مجاہد از ابن ابی لیلیٰ از کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ حدیبیہ کے زمانے میں میرے پاس آئے اور جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم اپنا سر منڈ الو اور تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو' یا ایک قربانی کر دو۔ راوی ایوب نے کہا: مجھے پتا نہیں' انہوں نے کس چیز سے ابتداء کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۱۴ میں گزر چکی ہے۔

''الھوام'' یہ ''ھامة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: حشرات الارض اور یہاں مراد جوئیں ہیں۔

''النسیك'' اس کا معنی ہے: ذبیحہ۔

نبی ﷺ نے حالت احرام میں سر مونڈنے کا جو کفارہ بیان فرمایا ہے' اس کی اصل یہ آیت ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (البقرہ: ۱۹۶)

پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو اس پر (سر مونڈنے کا) فدیہ ہے' روزے یا صدقہ خیرات یا قربانی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٩١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ہشام ابوعبداللہ

Marfat.com

هُشَيْمٌ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰی عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُوْنَ قَالَ وَكَانَتْ لِیْ وَفْرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلٰی وَجْهِیْ فَمَرَّبِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾ (البقرہ:١٩٦) ۔

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از ابی بشر از مجاہد از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ از حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں تھے اور ہم مُحرم (حالتِ احرام میں) تھے' اور مشرکین نے ہم کو روک لیا تھا اور میرے (کانوں تک) بڑے بال تھے' پس جوئیں میرے چہرے پر گرنے لگیں' سو (اس وقت) میرے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں' میں نے عرض کیا: جی ہاں! اور یہ آیت نازل ہوئی: پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو اس پر (سر مونڈنے کا) فدیہ ہے' روزے یا صدقہ خیرات یا قربانی۔ (البقرہ:١٩٦)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٨١٤ میں گزر چکی ہے۔

حدیبیہ کے مباحث کا خلاصہ

علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غزوہ میں بیت اللہ کی زیارت کے لیے نکلے تھے اور اپنے ساتھ قربانی کے ستر (٧٠) اونٹ بھی لے کر گئے تھے اور آپ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا جیسا کہ گزر چکا ہے اور آپ کے ساتھ سات سو (٧٠٠) مرد تھے' پس ہر اونٹ دس مردوں کی طرف سے تھا اور امام ابن عقبہ نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ ہر سات مردوں کی طرف سے ایک اونٹ تھا اور اس سے پہلے ان کا عدد تفصیل سے گزر چکا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چودہ سو یا اس سے زیادہ صحابہ تھے۔ (صحیح البخاری:٤١٥١)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پندرہ سو صحابہ تھے۔ (صحیح البخاری:٤١٥٢)

خود علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ پندرہ سو صحابہ کی روایت کو اختیار کرنا اولیٰ ہے کیونکہ یہ مشہور حدیث ہے اور ایک جماعت نے اس کی روایت کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٢٩٨)

پھر یہاں جو علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ آپ کے ساتھ سات سو مرد تھے' اس کو میری ناقص فہم سمجھنے سے قاصر ہے۔

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں کہ نمازِ ظہر کا وقت آ گیا تو آپ نے اپنے اصحاب کو نمازِ خوف پڑھائی جیسا کہ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٩٥)

ابن عائذ نے ذکر کیا ہے کہ آپ وہاں ایک ماہ اور پندرہ دن ٹھہرے اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ آپ وہاں پر دس سے زیادہ دن ٹھہرے اور ایک قول ہے: بیس راتیں ٹھہرے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٩٨)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ جب صحابہ نے حدیبیہ میں سر مونڈ لیے تو اللہ تعالیٰ نے آندھی بھیجی جو ان کے بال اُٹھا کر لے گئی اور

Marfat.com

ان بالوں کو حرم میں ڈال دیا اور اس ساعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا: سنو! اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھو۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۵۔۱۰۴)

امام بخاری نے غزوۂ حدیبیہ میں جن احادیث کی روایت کی ہے‘ ان پر مصنف کا اشکال

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے غزوۂ حدیبیہ کے باب میں تقریباً تیس احادیث روایت کی ہیں جو تین کے سوا سب اس سے پہلے مختلف ابواب میں گزر چکی ہیں اور جس حدیث کی حدیبیہ کے ساتھ ادنیٰ مناسبت تھی‘ اس کی بھی امام بخاری نے اس باب میں روایت کردی‘ حالانکہ ان میں سے کسی حدیث میں بھی غزوۂ حدیبیہ کی تفصیل نہیں ہے۔ غزوۂ حدیبیہ کی تفصیل صحیح البخاری‘ کتاب الشروط‘ حدیث: ۲۷۳۲ میں ہے‘ جس کو امام بخاری نے یہاں روایت نہیں کیا۔

یہ حدیث بہت مفصل ہے اور متعدد صفحات پر مشتمل ہے‘ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب خزاعہ کے لوگوں نے آپ کو آکر بتایا کہ قریش آپ کو مکہ مکرمہ جانے نہیں دیں گے اور آپ کو روکیں گے‘ تو آپ نے فرمایا: ہم یہاں کسی سے لڑنے نہیں آئے‘ ہم تو یہاں عمرہ کرنے آئے ہیں‘ آپ نے فرمایا: اگر وہ عمرہ کرنے نہیں دیں گے تو میں ان سے لڑوں گا خواہ میں تنہا رہ جاؤں۔ بدیل نے کہا: میں آپ کا پیغام پہنچاتا ہوں‘ پھر قریش نے باہم مشورہ اور جنگ سے گریز کیا اور سب سے پہلے عروہ بن مسعود کو آپ کے پاس بھیجا‘ اس نے کافی بحث تمحیص کی اور آپ سے بغیر عمرہ کیے واپس جانے کے لیے کہا‘ پھر اس نے جا کر قریش سے کہا کہ ان کے اصحاب ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں‘ ان سے لڑنا مشکل ہے‘ پھر بنو کنانہ کے ایک مرد نے کہا: میں جا کر بات کرتا ہوں‘ اس نے آپ کے ساتھ قربانی کے اونٹ دیکھے تو قریش سے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ان کو بیت اللہ تک جانے سے نہیں روکنا چاہیے‘ بالآخر سہیل بن عمرو آیا اور صلح نامہ لکھا گیا اور اس میں یہ شرائط تھیں:

(۱) اس سال آپ واپس چلے جائیں اور اگلے سال آ کر عمرہ کرلیں‘ اگر آپ نے اس سال عمرہ کیا تو اس میں ہماری سبکی ہوگی۔

(۲) آپ کے پاس مکہ سے جو مرد آئے گا اسے آپ کو واپس کرنا ہوگا‘ خواہ وہ آپ کے دین پر ہو اور آپ کے پاس سے جو مرد آئے گا اس کو ہم واپس نہیں کریں گے۔

اس اثناء میں سہیل کے بیٹے حضرت ابوجندل بیڑیاں پہنے ہوئے آگئے‘ ان پر اسلام لانے کی پاداش میں بہت ظلم ہو رہا تھا‘ انہوں نے مسلمانوں سے فریاد کی کہ مجھے ساتھ لے جائیں مگر اس کے باپ سہیل نے کہا: اگر آپ اس کو لے گئے تو یہ معاہدہ یہیں ختم ہو جائے گا‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی معاہدہ مکمل نہیں ہوا ہے اور اس کو ساتھ لے جانے کے لیے بہت اصرار کیا مگر سہیل نہیں مانا‘ ادھر صحابہ اس معاہدہ کی وجہ سے بہت بے چین اور مضطرب تھے‘ خصوصاً حضرت عمر نے کہا کہ ہم دب کر صلح کیوں کریں‘ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سمجھانے سے وہ خاموش ہو گئے‘ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ کی تحریر سے فارغ ہو گئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا: چلو! اب اپنی قربانیوں کو نحر کرو‘ صحابہ بہت دل برداشتہ اور غمگین تھے‘ وہ پہلے قربانی کرنے کے لیے نہیں اُٹھے لیکن جب آپ نے نحر کر لیا تو وہ بھی قربانی کرنے کے لیے اُٹھے۔

یہ اس مفصل اور مرتب حدیث کی تلخیص ہے‘ اگر امام بخاری اس ایک حدیث کی غزوہ حدیبیہ کے باب میں روایت کر دیتے تو غزوۂ حدیبیہ منکشف ہو جاتا اور انہوں نے جو تیس ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن میں صرف حدیبیہ کا نام ہے اور اُن سے غزوۂ حدیبیہ کے واقعہ پر کوئی روشنی نہیں پڑتی اور کچھ پتا نہیں چلتا کہ غزوۂ حدیبیہ میں کیا ہوا تھا‘ اللہ جانے امام بخاری نے ایسا کیوں کیا اور مرتب اور مفصل حدیث کے ہوتے ہوئے اس باب میں ان احادیث کی کیوں روایت کی جن میں صرف حدیبیہ کا نام ہے یا حدیبیہ کی طرف

Marfat.com

اشارہ ہے' بہر حال امام بخاری کا بہت بلند مقام ہے' میں بہت گناہ گار اور بے کار آدمی ہوں اور امام بخاری کے تلامذہ کے قدموں کی خاک سے بھی کم تر ہوں' اللہ تعالیٰ میری اس جسارت کو معاف فرمائے اور امام بخاری کے درجات کو بلند فرمائے' انہوں نے سب سے پہلے احادیث صحیحہ کا مجموعہ مرتب کر کے اُمت کے ہاتھوں میں دیا' یہ ان کا ہم سب پر عظیم احسان ہے۔

٣٧- بَابُ قِصَّةِ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ عُکل وعُرینہ کا قصہ

عُکل اور عُرینہ دو قبیلوں کا نام ہے' کتاب الطہارۃ میں اونٹوں کے پیشاب کے باب میں ان کا ذکر ہو چکا ہے' دیکھئے: صحیح البخاری: ۲۳۳۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

عُکل میں عین پر پیش ہے اور کاف پر جزم ہے' یہ قبیلہ عوف بن وائل بن قیس بن عوف کی اولاد سے ہیں' اور عُرینہ میں عین پر پیش ہے' یہ النذیر بن قسر کا بیٹا ہے' اس کا نام مالک ہے' یہ قبیلہ بجیلہ کی شاخ ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۳۳' وزارۃ الاوقاف' قطر ۱۴۲۹ھ)

٤١٩٢- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْاَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ نَاسًا مِّنْ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَلَّمُوْا بِالْاِسْلَامِ فَقَالُوْا يَانَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا اَهْلَ ضَرْعٍ وَّلَمْ نَكُنْ اَهْلَ رِيْفٍ وَّاسْتَوْخَمُوا الْمَدِيْنَةَ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَوْدٍ وَّرَاعٍ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا فِيْهِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِيْ اٰثَارِهِمْ فَاَمَرَ بِهِمْ فَسَمَرُوْا اَعْيُنَهُمْ وَقَطَعُوْا اَيْدِيَهُمْ وَتُرِكُوْا فِيْ نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتّٰى مَاتُوْا عَلٰى حَالِهِمْ قَالَ قَتَادَةُ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهٰى عَنِ الْمُثْلَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عُکل اور عُرینہ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے اسلام لانے کے متعلق باتیں کیں' پس انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہم دودھ دوہنے والے ہیں اور کاشتکاری کرنے والے نہیں ہیں اور مدینہ کی آب و ہوا ان کو موافق نہیں آئی' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اونٹنیوں اور ان کے محافظوں کے ساتھ رہیں اور ان کی طرف نکلیں' پس اونٹنیوں کا دودھ اور ان کا پیشاب پئیں' سو وہ چلے گئے حتیٰ کہ جب وہ سیاہ پتھریلی زمین پر پہنچے تو انہوں نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کے اونٹوں) کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو ہنکا کر لے گئے' پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی' لہٰذا آپ نے ان کو تلاش کرنے کے لیے صحابہ کو بھیجا (ان کو پکڑ کر لایا گیا) آپ نے ان کے بارے میں حکم دیا تو صحابہ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں' ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور انہیں سیاہ پتھریلی زمین کی طرف چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ اسی حال میں مر گئے' قتادہ نے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ خیرات کرنے کا حکم دیتے تھے اور مُثلہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ شُعْبَةُ وَاَبَانُ وَحَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ مِنْ عُرَيْنَةَ .

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور شعبہ اور ابان اور حماد نے از قتادہ بیان کیا: عرینہ سے۔

یعنی عُکل کا ذکر نہیں کیا۔

وَقَالَ يَحْيٰى بْنُ اَبِىْ كَثِيْرٍ وَّاَيُّوْبُ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَدِمَ نَفَرٌ مِّنْ عُكْلٍ .

اور یحییٰ بن ابی کثیر اور ایوب نے کہا از ابی قلابہ از حضرت انس' وہ بیان کرتے ہیں کہ عُکل سے ایک جماعت آئی۔

یعنی انہوں نے عُرینہ کا ذکر نہیں کیا۔

عرینیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا: اس کے بعد آپ نے مثلہ کرنے سے منع فرما دیا: گویا امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جو محاربہ کرے' یعنی ڈاکا ڈالے اس کو مثلہ نہ کیا جائے اور ڈاکو کی سزا کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۳۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے کا حکم بہ طور قصاص دیا تھا' کیونکہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے محافظوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں اور باقی سزا جو دی گئی' وہ ڈاکہ کی تھی جو ان پر جاری کی گئی۔

۴۱۹۳- حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ اَبُوْعُمَرَ الْحَوْضِىُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ وَالْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ قَالَا حَدَّثَنِىْ اَبُوْرَجَاءٍ مَوْلٰى اَبِىْ قِلَابَةَ وَكَانَ مَعَهُ بِالشَّامِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اسْتَشَارَ النَّاسَ يَوْمًا قَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِىْ هٰذِهِ الْقَسَامَةِ فَقَالُوْا حَقٌّ قَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَضَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَكَ قَالَ وَاَبُوْقِلَابَةَ خَلْفَ سَرِيْرِهٖ فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ فَاَيْنَ حَدِيْثُ اَنَسٍ فِى الْعُرَنِيِّيْنَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ اِيَّاىَ حَدَّثَهٗ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ مِّنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ اَبُوْقِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ مِّنْ عُكْلٍ ذَكَرَ الْقِصَّةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن عمر ابوعمر الحوضی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب اور الحجاج الصواف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابورجاء جو ابوقلابہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے حدیث بیان کی اور وہ ان کے ساتھ شام میں تھے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن لوگوں سے مشورہ کیا کہ تم اس قسامت کے متعلق کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا: یہ حق ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا ہے اور آپ سے پہلے خلفاء نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا ہے۔ راوی نے کہا: اور ابوقلابہ ان کے تخت کے پیچھے تھے' پس عنبسہ بن سعید نے کہا: پھر حضرت انس کی عرینیین کے متعلق جو حدیث ہے اس کا کیا ہوگا؟ تو ابوقلابہ نے کہا: حضرت انس نے خود مجھ سے یہ بیان کیا ہے' عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس کی روایت میں صرف عرینہ کا ذکر کیا اور ابوقلابہ نے حضرت انس کی روایت میں عکل کا ذکر کیا اور قصہ بیان کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبدالرحیم: ان کی کنیت ابویحییٰ ہے' یہ صاعقۃ الحزار کے مشہور حافظ ہیں (۲) حفص بن عمر: یہ بھی امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں' امام بخاری نے ان سے بالواسطہ روایت کی ہے (۳) ایوب سے مراد ایوب سختیانی ہیں (۴) الحجاج الصواف: یہ ابن ابی عثمان میسرہ البصری ہیں (۵) ابورجاء: ان کا نام سلیمان ہے' ابوقلابہ مذکور کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۱۰)

بعض مشکل صیغوں اور مشکل عبارات کا حل

ایوب اور الحجاج الصواف دونوں نے کہا: مجھے ابورجاء نے حدیث بیان کی: یہ واحد کا صیغہ ہے' حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تثنیہ کا صیغہ ہوتا' مثلاً حدثانی یعنی ان دونوں (ایوب اور الحجاج) نے مجھے حدیث بیان کی' لیکن کہا گیا ہے کہ ان کی مراد صرف حجاج ہے' کیونکہ ایوب کے متعلق اختلاف ہے' ان کے نزدیک اس کی روایت ابوقلابہ سے واسطہ کے ساتھ ہے یا بغیر واسطہ کے ہے' اور حجاج کے متعلق اختلاف نہیں ہے کیونکہ انہوں نے ابوقلابہ سے ابورجاء کے واسطہ سے حدیث روایت کی ہے' اس لیے انہوں نے واحد کے صیغہ کے ساتھ کہا ہے کہ حدثنی' یعنی حجاج نے مجھے حدیث بیان کی۔

اس قسامت میں: قسامت کا معنی ہے: جب ظن پر قرائن غالب ہوں تو مقتول کے ورثاء پر قسم کو تقسیم کرنا' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حدیث عرنیین کو قسامت کی طرف کس طرح منسوب کیا جائے گا؟ علامہ عینی نے کہا: عرینہ کے لوگوں نے نبی ﷺ کی اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور وہاں پر ان کے قتل کرنے کا قرینہ تھا اور نبی ﷺ نے ان پر قسامت کا حکم نہیں کیا (یعنی ان سے قسمیں نہیں لیں) بلکہ ان سے قصاص لیا کیونکہ نبی ﷺ کو ظن غالب تھا کہ قاتل عرنیین ہی ہیں۔

عنبسہ بن سعید: یہ سعید قرشی اموی کے بیٹے ہیں۔

عبدالعزیز بن صہیب نے کہا: اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت انس نے عرینہ کا ذکر کیا ہے اور عکل کا ذکر نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨- بَابُ غَزْوَةِ ذِيْ قَرَدٍ — غزوۂ ذی قرد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

قرد کا لفظ تین طرح پڑھا گیا ہے: ق اور را دونوں پر زبر (قَرَد)' دونوں پر پیش (قُرُد) ق پر پیش اور را پر زبر (قُرَد)۔

(الروض الانف ج ۴ص ۱۴)

لغت میں قرد کا معنی ردّی اُون ہے' یہ ابن سیدہ کا قول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اونٹ سے جو بال اور اُون جھڑ جاتے ہیں اس کو قرد کہتے ہیں۔ (المحکم ج ۶ص ۱۸۶)

قرد ایک گھاٹی کا پانی ہے جس کو ذو قرد کہتے ہیں' یہ مدینہ سے شام کے راستہ میں ہے اور مدینہ سے خیبر کے راستہ میں دو راتوں کی مسافت پر واقع ہے۔

القزاز وغیرہ نے کہا ہے کہ اس کا نام غزوۃ الغابہ رکھا گیا ہے' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ ربیع الاوّل چھ (۶) ہجری میں ہوا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ص ۸۰)

علامہ القرطبی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ جمادی الاولیٰ میں ہوا تھا۔ (المفہم ج ۳ص ۶۸۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳۳۶-۳۳۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

وَهِيَ الْغَزْوَةُ الَّتِي اَغَارُوْا عَلٰى لِقَاحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ خَيْبَرَ بِثَلَاثٍ .

یہ غزوہ ان کے خلاف ہے جو غزوۂ خیبر سے تین سال پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں لوٹ کر لے گئے تھے۔

اس تعلیق میں ''لقاح'' کا لفظ ہے' یہ ''لقوحة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: دودھ دینے والی اونٹنیاں۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا ہے کہ یہ غزوۂ خیبر سے تین سال پہلے کا ہے' یہ امام بخاری نے غلط کہا ہے' یہ غزوۂ خیبر سے ایک سال پہلے ہوا تھا' غزوہ خیبر جمادی الثانیہ سات ہجری میں ہوا تھا' ہاں امام مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' انہوں نے غزوہ ذی قرد کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ ہم اس غزوہ سے فارغ ہونے کے بعد صرف تین راتیں ٹھہرے تھے کہ ہم غزوۂ خیبر کے لیے روانہ ہوئے۔ (صحیح مسلم' باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا' حدیث: ۱۸۰۷)

لیکن اہل سیرت کی تصریح اس کے خلاف ہے اور علامہ قرطبی نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کے بعد شعبان میں غزوہ بنوالمصطلق ہوا ہے' پھر عمرہ حدیبیہ ذوالقعدہ میں ہوا ہے' پھر آپ مدینہ کی طرف لوٹ آئے اور ذوالحج اور محرم کے چند ایام تک وہاں قیام فرمایا اور باقی ایام میں آپ خیبر کی طرف روانہ ہوئے' علامہ قرطبی نے کہا: اسی طرح حافظ ابوعمر ابن عبد البر نے تصریح کی ہے۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۱۹۶۔۱۸۶)

اور اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ یہ غزوۂ خیبر سے تین سال پہلے ہوا' یہ بعض راویوں کا وہم ہے۔ (المفہم ج ۳ ص ۶۸۰)

یونس بن بکیر نے از ابن اسحاق روایت کی ہے کہ غزوہ بنولحیان شعبان چھ ہجری میں ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے فارغ ہو کر مدینہ واپس آ گئے' آپ وہاں چند راتیں ٹھہرے تھے کہ عیینہ بن حصن چالیس گھڑ سواروں کے ساتھ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیوں کو لوٹ کر لے گیا۔

اور حاکم نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ ذی قرد تیسرا غزوہ تھا' پہلا حضرت زید بن حارثہ کا سریہ تھا جو ہجرت کے اٹھائیس ماہ بعد جمادی الاخرۃ میں ہوا' دوسرا غزوہ وہ ہے جس میں آپ خود بنوفزارہ کی طرف روانہ ہوئے' یہ غزوہ ہجرت کے انچاس ماہ بعد ہوا' اور تیسرا یہ غزوۂ ذی قرد ہے جو چھ ہجری میں ہوا۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ مقامِ غابہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیس (۲۰) اونٹنیاں تھیں اور عبد الرحمان بن عیینہ ان کو لوٹ کر لے گیا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۸۰)

امام بلاذری نے کہا ہے کہ اس دن لوٹنے والا عبد اللہ بن عیینہ بن حصن تھا۔ الواقدی نے کہا: ہمارے نزدیک ثابت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سریہ (لشکر) کی کمان حضرت سعید بن زید الاشہلی کو دی اور اس میں مسلمان پانچ سو تھے اور ایک قول ہے: سات سو تھے۔ (مغازی الواقدی ص ۵۴۸۔۵۴۷) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۳۷۔۳۳۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٩٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ يَقُوْلُ خَرَجْتُ قَبْلَ اَنْ يُّؤَذَّنَ بِالْاُوْلٰى وَكَانَتْ لِقَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْعٰى بِذِيْ قَرَدٍ قَالَ فَلَقِيَنِيْ غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ اُخِذَتْ لِقَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَنْ اَخَذَهَا قَالَ غَطَفَانُ قَالَ فَصَرَخْتُ ثَلٰثَ صَرَخَاتٍ يَا صَبَاحَاهُ قَالَ فَاَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں پہلی اذان دی جانے سے پہلے نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں مقام ذی قرد میں چر رہی تھیں' پھر مجھے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ملا سو اس نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیوں کو لوٹ لیا گیا' میں نے پوچھا: کس نے لوٹا ہے؟ تو اس نے کہا: غطفان نے' انہوں نے کہا: حضرت سلمہ نے کہا:

Marfat.com

الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ انْدَفَعْتُ عَلٰى وَجْهِيْ حَتّٰى اَدْرَكْتُهُمْ وَقَدْ اَخَذُوْا يَسْتَقُوْنَ مِنَ الْمَاءِ فَجَعَلْتُ اَرْمِيْهِمْ بِنَبْلِيْ وَكُنْتُ رَامِيًا وَّاَقُوْلُ:

اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ ۔ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

وَاَرْتَجِزُ حَتّٰى اسْتَنْقَذْتُ اللِّقَاحَ مِنْهُمْ وَاسْتَلَبْتُ مِنْهُمْ ثَلَاثِيْنَ بُرْدَةً قَالَ وَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ الْمَاءَ وَهُمْ عِطَاشٌ فَابْعَثْ اِلَيْهِمُ السَّاعَةَ فَقَالَ يَا ابْنَ الْاَكْوَعِ مَلَكْتَ فَاَسْجِعْ قَالَ ثُمَّ رَجَعْنَا وَيُرْدِفُنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهٖ حَتّٰى دَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ ۔

پھر میں نے تین مرتبہ زور سے پکارا: یا صباحاہ! پس میں نے مدینہ کی دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان والوں تک اپنی آواز پہنچا دی' پھر میں اپنے منہ کی سیدھ میں دوڑا حتیٰ کہ ان کو جالیا' اس وقت وہ اونٹنیوں کو پانی پلا رہے تھے' پھر میں نے ان پر تیر مارنے شروع کر دیئے اور میں مشہور تیر مارنے والا تھا اور میں یہ رجزیہ شعر پڑھ رہا تھا:

''میں ابن الاکوع ہوں' آج کا دن کمینوں کی بربادی کا دن ہے''۔

میں اسی طرح رجز پڑھتا رہا حتیٰ کہ ان سے اونٹنیاں چھڑالیں' اور ان کی تیس چادروں پر بھی قبضہ کر لیا' حضرت سلمہ نے بتایا کہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کے ساتھ پہنچ گئے' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں نے ان لوگوں کو پانی سے دور رکھا ہے اور یہ پیاسے ہیں' ابھی ان کو گرفتار کرنے کے لیے فوج بھیج دیجئے' آپ نے فرمایا: اے ابن الاکوع! جب تم نے ان پر قابو پالیا ہے تو پھر نرمی اختیار کرو' حضرت سلمہ نے بتایا کہ پھر ہم واپس آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی اونٹنی پر پیچھے بٹھا لیا حتیٰ کہ ہم مدینہ میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں پہلی اذان دی جانے سے پہلے نکلا: یعنی نماز فجر کی اذان سے پہلے نکلا۔

اس نے کہا: غطفان نے: مکی بن ابراہیم کی روایت میں ہے: غطفان اور فزارہ نے' اور یہ خاص کا عام پر عطف ہے کیونکہ فزارہ' غطفان کی شاخ ہے۔

''یا صباحاہ'' یہ وہ کلمہ ہے جو لوٹے جانے کے وقت قوم کو متنبہ کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔

پھر میں اپنے منہ کی سیدھ میں دوڑا: یعنی میں دائیں بائیں نہیں مڑا' سیدھا دوڑتا گیا۔

''یوم الرضع'': اصل میں الرضع ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنی اونٹنیوں کو آہستگی کے ساتھ پانی پلائیں کہ اگر آواز آئی تو فقراء ان اونٹنیوں کا دودھ مانگنے کے لیے آ جائیں گے اور یہ ان کے انتہائی بخل کی علامت ہے۔

''فاسجع'': تسہیل کے لیے 'فاسجع' فرمایا ورنہ 'فاسجح' ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱۲۔۳۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹- بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ غزوۂ خیبر

خیبر بہت بڑا شہر ہے' جس میں متعدد قلعے ہیں اور کھیت ہیں' یہ مدینہ سے شام کی طرف چونسٹھ میل کے فاصلہ پر ہے' البکری نے

Marfat.com

کہا ہے کہ عمالقہ میں سے ایک شخص کا نام خیبر تھا' اسی کے نام پر اس شہر کا نام خیبر رکھا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ا ص ۳۱۲)

٤١٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ اَدْنٰى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْاَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ اِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَاَمَرَ بِهٖ فَثُرِّيَ فَاَكَلَ وَاَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از بُشیر بن یسار' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سوید بن النعمان نے ان کو خبر دی کہ وہ خیبر کے سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ جب ہم مقام الصہباء پر پہنچے اور یہ جگہ خیبر کے زیادہ قریب ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی' پھر آپ نے سفر کا طعام منگایا تو صرف ستو لائے گئے' پھر ان کو آپ کے حکم سے پانی یا گھی میں تر کیا گیا' پھر آپ نے وہ ستو کھائے اور ہم نے بھی کھائے' پھر آپ نماز مغرب کے لیے کھڑے ہوئے' پس آپ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی' پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۹ا میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں خیبر کا ذکر ہے۔

خیبر کا محاصرہ کرنے کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے: آپ جمادی الاولیٰ سات ہجری میں خیبر کی طرف نکلے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے تو تقریباً بیس (۲۰) دن مدینہ میں ٹھہرے' پھر آپ خیبر کی طرف نکلے اور یہی وہ شہر ہے جس کی فتح کا اور مالِ غنیمت کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب آپ ذوالحجہ اور محرم کے بعض ایام میں خیبر سے واپس آئے تو آپ چند دن مدینہ میں ٹھہرے' پھر محرم کے باقی ایام میں آپ خیبر کی طرف روانہ ہوئے' یہ سات ہجری تھا' آپ نے دس سے زیادہ راتیں خیبر کا محاصرہ کیا' یہاں تک کہ صفر میں آپ نے خیبر کو فتح کر لیا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے حضرت المسور اور مروان سے روایت کی ہے' ان دونوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (الفتح: ۲۰)

اللہ نے تم سے بہت سی غنیموں کا وعدہ فرمایا جن کو تم (آئندہ) حاصل کرو گے' سو یہ (نعمت) تمہیں جلدی عطاء فرمادی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا تاکہ یہ (نعمت) مؤمنوں کے لیے نشانی ہو جائے اور اللہ تمہیں سیدھی راہ پر قائم رکھے ۝

بعض روایات میں ہے کہ آپ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد پندرہ دن مدینہ میں ٹھہرے تھے اور بعض میں ہے: آپ بیس دن ٹھہرے تھے اور یہ روایات متقارب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ا ص ۳۱۴' فتح الباری ج ۵ ص ۲۹۵)

٤١٩٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

Marfat.com

اِسْمَاعِیْلَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ عُبَیْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی خَیْبَرَ فَسِرْنَا لَیْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ یَّا عَامِرُ اَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَیْهَاتِكَ وَکَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَنَزَلَ یَحْدُوْ بِالْقَوْمِ یَقُوْلُ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَیْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّكَ مَا اَبْقَیْنَا
وَاَلْقِیَنْ سَکِیْنَةً عَلَیْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَیْنَا
اِنَّا اِذَا صِیْحَ بِنَا اَبَیْنَا
وَبِالصِّیَاحِ عَوَّلُوْا عَلَیْنَا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا السَّائِقُ قَالُوْا عَامِرُ بْنُ الْاَکْوَعِ قَالَ یَرْحَمُهُ اللّٰهُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَجَبَتْ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ لَوْلَا اَمْتَعْتَنَا بِهٖ فَاَتَیْنَا خَیْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ حَتّٰی اَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِیْدَةٌ ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی فَتَحَهَا عَلَیْهِمْ فَلَمَّا اَمْسَی النَّاسُ مَسَاءَ الْیَوْمِ الَّذِیْ فُتِحَتْ عَلَیْهِمْ اَوْقَدُوْا نِیْرَانًا کَثِیْرَةً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذِهِ النِّیْرَانُ عَلٰی اَیِّ شَیْءٍ تُوْقِدُوْنَ قَالُوْا عَلٰی لَحْمٍ قَالَ عَلٰی اَیِّ لَحْمٍ قَالُوْا لَحْمُ حُمُرِ الْاِنْسِیَّةِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْرِیْقُوْهَا وَاکْسِرُوْهَا فَقَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْنُهْرِیْقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ اَوْ ذَاكَ فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ کَانَ سَیْفُ عَامِرٍ قَصِیْرًا فَتَنَاوَلَ بِهٖ سَاقَ یَهُوْدِیٍّ لِیَضْرِبَهٗ وَیَرْجِعُ ذُبَابُ سَیْفِهٖ فَاَصَابَ عَیْنَ رُکْبَةِ عَامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ. قَالَ فَلَمَّا قَفَلُوْا قَالَ سَلَمَةُ رَاٰنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِیَدِیْ قَالَ مَالَكَ قُلْتُ لَهٗ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ زَعَمُوْا اَنَّ عَامِرًا

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے' سو ہم رات کو سفر کرتے رہے' پس لوگوں میں سے ایک مرد نے حضرت عامر سے کہا: اے عامر! کیا آپ ہمیں اپنے رجزیہ کلام سے کچھ اشعار نہیں سناتے! اور حضرت عامر شاعر مرد تھے' وہ اونٹوں کے لیے پڑھنے والے اشعار (ترنم سے) سنانے لگے:

اے اللہ! اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے' نہ ہم صدقہ و خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے' سو تو ہماری مغفرت فرما جب تک ہم زندہ ہیں تیری راہ میں فدا ہیں' اگر ہمارا (دشمنوں سے) مقابلہ ہو تو تو ہم کو ثابت قدم رکھنا' اور ہم پر سکون نازل فرما' بے شک جب ہمیں (جہاد کے لیے) بلایا جاتا ہے تو ہم حاضر ہو جاتے ہیں اور وہ بلند آواز سے ہمیں پکار کر مدد طلب کر رہے ہیں۔

تب رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ اونٹوں کو چلانے والا کون ہے؟ صحابہ نے بتایا: یہ حضرت عامر بن الاکوع ہیں' آپ نے دعا کی: اللہ اس پر رحم فرمائے! لوگوں میں سے ایک مرد نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کی دعا قبول ہو گئی' آپ نے ہمیں اس سے فائدہ اٹھانے کیوں نہیں دیا! پس ہم خیبر پر آئے اور ہم نے ان کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ ہمیں سخت بھوک لگ گئی' پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے خیبر فتح کر دیا' جس دن خیبر فتح ہوا تھا اس دن شام کو صحابہ نے جگہ جگہ آگ جلائی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسی آگ ہے اور تم کس چیز پر آگ جلا رہے ہو؟ صحابہ نے بتایا: گوشت پر' آپ نے پوچھا: کون سے گوشت پر؟ صحابہ نے بتایا: پالتو گدھوں کے گوشت پر' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پتیلیاں اُلٹا دو اور ان کو توڑ دو' ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! یا ہم ایسا کریں کہ ہم ان پتیلیوں کو اُلٹ دیں اور ان کو دھولیں؟ آپ نے فرمایا: یا اس طرح کر لو' صحابہ نے جب جنگ کی صف بندی کی تھی تو حضرت عامر کی تلوار چھوٹی تھی' وہ ایک یہودی کی پنڈلی پر تلوار سے وار کرنے کے لیے جھکے تو تلوار کی نوک پلٹ کر حضرت عامر کے عین گھٹنے پر لگی' اس وار سے

Marfat.com

حَبِطَ عَمَلُهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ مَنْ قَالَهُ إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِيٌّ مَشٰى بِهَا مِثْلَهُ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ قَالَ نَشَأَ بِهَا ۔

وہ شہید ہو گئے' پس جب لشکر واپس جا رہا تھا' سلمہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور اس وقت آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: آپ پر میرے باپ اور ماں قربان ہوں! لوگ یہ گمان کر رہے ہیں کہ حضرت عامر کے اعمال ضائع ہو گئے' (کیونکہ ان کی موت ان کی اپنی تلوار کے وار سے ہوئی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یہ بات کہی ہے وہ جھوٹا ہے' بے شک اس کے لیے دو اجر ہیں' آپ نے اپنی انگلیوں کو جمع کر کے فرمایا: بے شک وہ ضرور مشقت اُٹھانے والے مجاہد ہیں' عربوں میں بہت کم ان کی طرح چلنے والے ہیں۔ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ عربوں میں کوئی عامر کی مثل پیدا نہیں ہوا۔

مشکل الفاظ اور مشکل تراکیب کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری اس حدیث کو فتح خیبر کے باب میں روایت کر چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۴۷۷) وہاں اس کی مختصر شرح کی جا چکی ہے یہاں مزید شرح کی جا رہی ہے۔

''من هنيهاتك'': یعنی آپ کا رجزیہ کلام ہے' یہ ''هنة'' کی تصغیر' ''الارجوزة'' کی نیت سے اس کو مؤنث لاتے ہیں اور اس کی اصل ''الهنا'' ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ ''الهنا'' ہر اس چیز سے کنایہ ہے' جس کا نام معلوم نہ ہو یا معلوم ہو مگر اس سے کنایہ کیا ہو' ان کی مراد یہ تھی کہ وہ ان کے لیے الحداء پڑھیں' یعنی وہ اشعار جو گا کر اونٹوں کو سنائے جاتے ہیں تا کہ وہ تیز چلیں اور الحداء شعر ہی ہوتے ہیں' سب سے پہلے جس شخص نے اونٹوں کو اشعار سنائے' وہ مضر بن نزار تھا' وہ اپنے اونٹ سے گرا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا' پھر وہ یہی کہتا رہا: ''وايداه وايداه'' (ہائے میرا ہاتھ' ہائے میرا ہاتھ)۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۵۷۔۵۶)

رجز کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ شعر ہے یا نہیں' دراصل رجز اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی کام میں لگے ہوئے شخص کی حوصلہ افزائی یا اس کی ہمت بڑھانے کے لیے کہا جاتا ہے۔

اور عامر شاعر آدمی تھے: یہ حضرت عامر ابن الاکوع ہیں جو حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں' جیسا کہ اس کی تصریح امام مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔ (صحیح مسلم' کتاب الجہاد: ۱۸۰۲' اور باب غزوۃ ذی قرد میں تصریح کی ہے کہ وہ ان کے چچا ہیں' صحیح مسلم: ۱۸۰۷)

اسی طرح امام محمد بن سعد وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۳۰۲)

اور امام ابن اسحاق نے تصریح کی ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ حضرت سلمہ بن الاکوع کے چچا ہیں۔ (سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۳۷۸)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے فرمایا تھا: تم ہمیں اپنے رجزیہ کلام سے کچھ سناؤ۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۵۶) اور امام ابن اسحاق نے وہی کہا ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

Marfat.com

وہ اونٹوں کے لیے پڑھنے والے اشعار سنانے لگے: یعنی وہ اونٹوں کو جھڑکتے اور گاتے۔

سو تو ہماری مغفرت فرما! جب تک ہم زندہ ہیں تیری راہ میں فدا ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے یعنی آپ کا حق بجالانے اور آپ کی اطاعت کرنے میں جو ہم سے تقصیرات ہوگئی ہیں آپ ان کو معاف فرما دیں' کیونکہ اس کا تصور نہیں ہے کہ اس طرح کا کلام اللہ تعالیٰ سے کیا جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ ہم تجھ پر فدا ہوں یا تجھ پر قربان ہوں۔

جب تک ہم زندہ ہیں: یعنی جب تک ہم نے اپنے کیے ہوئے کاموں کو چھوڑا یا اس کا معنی ہے: جب تک ہمارے گناہ باقی ہیں' گویا کہ یہ توبہ ہے یعنی جب تک ہماری خطائیں باقی ہیں ہم کو معاف فرما دیں۔

''وبالصباح عولوا علینا'' وہ چلا کر ہمیں بلا رہے ہیں' یہ علامہ خطابی کا قول ہے۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۷۲۷) علامہ ابن التین نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ یہ تعویل سے ماخوذ ہے یعنی انہوں نے چلا کر ہم سے مدد طلب کی ہے اور خلیل نے لکھا ہے کہ ''عولت بکذا'' کا معنی ہے: تم نے اس سے مدد طلب کی ہے۔

ان کے عین گھٹنے پر تلوار لگی: یعنی گھٹنے کے سر پر۔

ایک یہودی کی پنڈلی پر: اس یہودی کا نام مرحب تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۰۷)

''لجاھد مجاھد'' جاہد کا معنی ہے: جو مشقت والے کام کرے اور مجاہد کا معنی ہے: جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۵۵-۳۵۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٩٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى خَيْبَرَ لَيْلًا وَّكَانَ اِذَا اَتٰى قَوْمًا بِلَيْلٍ لَمْ يُغِرْبِهِمْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَلَمَّا اَصْبَحَ خَرَجَتِ الْيَهُوْدُ بِمَسَاحِيْهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت خیبر میں پہنچے اور جب آپ کسی قوم کے پاس رات کو پہنچتے تو اس پر اس وقت تک حملہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ صبح نہ ہو جائے' پس جب صبح ہوئی تو یہودی اپنی کلہاڑیاں اور ٹوکریاں لے کر نکلے' جب یہودیوں نے آپ کو دیکھا تو انہوں نے کہا: محمد! اللہ کی قسم! محمد لشکر کے ساتھ آئے ہیں' تب نبی ﷺ نے فرمایا: خیبر برباد ہو گیا! ہم جب کسی قوم کے صحن میں ٹھہرتے ہیں تو جن لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے' ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

نبی ﷺ کا علمِ غیب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی ﷺ نے خیبر پر حملہ اور ان کی شکست اور بربادی سے پہلے کیسے فرمایا کہ خیبر برباد ہو گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ہے' آپ کو وحی کے ذریعہ یہودیوں کی شکست کا پیشگی علم ہو گیا تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: خیبر برباد ہو گیا! (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٤١٩٨- اَخْبَرَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَبَّحْنَا خَيْبَرَ بُكْرَةً فَخَرَجَ اَهْلُهَا بِالْمَسَاحِيْ فَلَمَّا بَصُرُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ فَاَصَبْنَا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَنَادٰى مُنَادِی النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَاِنَّهَا رِجْسٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم صبح کے وقت خیبر پہنچے' اس وقت وہاں کے لوگ کدالیں اُٹھائے ہوئے آ رہے تھے' پس جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو انہوں نے کہا: محمد! اللہ کی قسم! محمد لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا! بے شک جب ہم کسی قوم کے صحن میں ٹھہرتے ہیں تو جن کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے' پس ہم نے گدھوں کا گوشت پالیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول تم کو گدھوں کے گوشت سے منع فرماتے ہیں کیونکہ وہ نجس ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

٤١٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهٗ جَاءٍ فَقَالَ اُكِلَتِ الْحُمُرُ فَسَكَتَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اُكِلَتِ الْحُمُرُ فَسَكَتَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اُفْنِيَتِ الْحُمُرُ فَاَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ وَاِنَّهَا لَتَفُوْرُ بِاللَّحْمِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہم کو عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آنے والا آیا' پس اس نے کہا: گدھوں کا گوشت کھایا گیا ہے' آپ خاموش رہے' پھر وہ دوبارہ آپ کے پاس آیا' پس اس نے کہا: گدھوں کا گوشت کھایا گیا ہے' پس آپ خاموش رہے' پھر وہ تیسری بار آیا اور اس نے کہا: گدھے ختم ہو گئے تو آپ نے منادی کو حکم دیا' اس نے لوگوں میں نداء کی کہ بے شک اللہ اور اس کے رسول تم کو پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرماتے ہیں: پس پتیلیاں اُلٹ دی گئیں' حالانکہ اس وقت ان میں گوشت اُبل رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٠٠- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ قَرِيْبًا مِّنْ خَيْبَرَ بِغَلَسٍ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے قریب منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھی' پھر آپ

Marfat.com

نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَتَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ وَكَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ لِثَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَنْتَ قُلْتَ لِأَنَسٍ مَا أَصْدَقَهَا فَحَرَّكَ ثَابِتٌ رَأْسَهُ تَصْدِيقًا لَهُ.

نے کہا: اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا! بے شک جب ہم کسی قوم کے صحن میں ٹھہرتے ہیں تو جن لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے' پھر خیبر کے لوگ گلیوں میں دوڑتے ہوئے نکلے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور بچوں (اور عورتوں) کو قید کر لیا' اور قیدیوں میں (حضرت) صفیہ بھی تھیں' پس وہ حضرت دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آ گئیں' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آ گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا' پس عبد العزیز بن صہیب نے ثابت سے کہا: اے ابو محمد! کیا تم نے انس سے پوچھا تھا کہ آپ نے ان کو مہر میں کیا دیا تھا؟ تو ثابت نے اثبات میں سر ہلا کر ان کی تصدیق کی۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

لڑنے والوں کو قتل کرنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پس آپ نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا: ظاہر عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ آپ نے دعا کے فوراً بعد ان کو قتل کر دیا' حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہوا تھا' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے زیادہ راتیں ان کا محاصرہ کیا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صحیح البخاری: ۴۱۹۶ میں گزرا ہے کہ پس ہم خیبر پر آئے' ہم نے ان کا محاصرہ کیا' ہمیں سخت بھوک لگ گئی تھی' اس میں یہ دلیل ہے کہ محاصرہ بہت طویل تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۲۰۱- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَبَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةَ فَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ ثَابِتٌ لِأَنَسٍ مَا أَصْدَقَهَا قَالَ أَصْدَقَهَا نَفْسَهَا فَأَعْتَقَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن صہیب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو قید کیا' پھر ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا' پھر ثابت نے حضرت انس سے پوچھا: ان کا مہر کیا تھا؟ انہوں نے بتایا: ان کا مہر ان کا نفس تھا' پس آپ نے ان کو آزاد کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پہلے حضرت صفیہ کو آزاد کیا' پھر ان سے نکاح کیا' حالانکہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ واؤ ترتیب پر دلالت نہیں کرتی' علاوہ ازیں دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا' اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٠٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَقٰى هُوَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَسْكَرِهٖ وَمَالَ الْاٰخَرُوْنَ اِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِيْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَّا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَّلَا فَاذَّةً اِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهٖ فَقِيْلَ مَا اَجْزَاَ مِنَّا الْيَوْمَ اَحَدٌ كَمَا اَجْزَاَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا صَاحِبُهٗ قَالَ فَخَرَجَ مَعَهٗ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهٗ وَاِذَا اَسْرَعَ اَسْرَعَ مَعَهٗ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ سَيْفَهٗ بِالْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلٰى سَيْفِهٖ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَخَرَجَ الرَّجُلُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِيْ ذَكَرْتَ اٰنِفًا اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اَنَا لَكُمْ بِهٖ فَخَرَجْتُ فِيْ طَلَبِهٖ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهٖ فِي الْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مشرکین سے مقابلہ ہوا' پس دونوں نے جنگ کی' پس جب رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کی طرف آئے اور دوسرے لوگ اپنے لشکر کی طرف گئے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں ایک ایسا مرد تھا جو کسی کو قتل کیے بغیر نہیں چھوڑتا تھا خواہ تنہا ہو یا اکیلا ہو' وہ اس کا پیچھا کرتا اور اس کو اپنی تلوار سے قتل کر دیتا' پس کہا گیا: آج اس سے زیادہ جزاء کسی کو نہیں ملے گی' جیسی جزاء فلاں کو ملے گی' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہا وہ' سو وہ تو اہل دوزخ میں سے ہے' پس صحابہ میں سے ایک مرد نے (دل میں) کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا' پس وہ اس کے ساتھ نکلے' جب وہ شخص ٹھہرتا تو یہ بھی ٹھہر جاتے اور جب وہ بھاگتا تو یہ بھی اس کے ساتھ بھاگتے' انہوں نے بتایا کہ وہ شخص بہت شدید زخمی ہو گیا' سو اس نے موت کو جلدی طلب کیا' اس نے اپنی تلوار کو زمین پر رکھا اور تلوار کی نوک اپنے دو پستانوں کے درمیان رکھی' پھر اس نے اپنے آپ کو تلوار پر گرا دیا اور اپنے آپ کو قتل کر دیا' پھر وہ صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے پس کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ تو اس صحابی نے بتایا کہ جس شخص کے متعلق ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے تو لوگوں پر آپ کا یہ ارشاد بہت شاق گزر رہا تھا' تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ لوگوں کو اس کی خبر دوں گا' سو میں اس کی طلب میں نکلا' پھر وہ شخص بہت شدید زخمی ہو گیا' اس نے موت کو جلدی طلب کیا' اس نے اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنے دو پستانوں کے درمیان رکھی' پھر اپنے آپ کو اس پر گرا دیا' پس اس نے اپنے آپ کو قتل کر دیا' پھر اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مرد لوگوں کے سامنے اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اور ایک مرد لوگوں کے سامنے اہل

Marfat.com

دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۹۸ میں گزر چکی ہے۔

خودکشی کرنے والے مرد کا نام' جس صحابی نے اس کا پیچھا کیا اس کا نام اور خودکشی کرنے والے کے دوزخی ہونے کی توجیہ' مسلمان خودکشی کرنے والے کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر کی طرف آئے: یعنی اس دن آپ جب جنگ سے فارغ ہو گئے تو اپنے لشکر کی طرف آئے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں ایک مرد تھے: ان کا نام قُزمان الظفری انصاری تھا' ان کی کنیت ابوالغیداق تھی۔

وہ کسی شاذۃ اور فاذۃ کو نہیں چھوڑتا تھا: اس میں تاء مبالغہ کی ہے' جیسے علامہ میں ہے' اس سے مراد ہے: خواہ وہ بڑا آدمی ہو یا چھوٹا' دوسرا قول یہ ہے کہ شاذہ سے مراد ہے جو لشکر سے خارج ہو اور فاذہ سے مراد ہے: منفرد۔

صحابہ میں سے ایک مرد نے کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا: ان کا نام اکثم بن ابی الجون تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے: اس شخص نے اپنے آپ کو قتل کرنا جائز سمجھا تھا' سو وہ کافر ہو گیا' دوسرا قول یہ ہے کہ امام بیہقی نے لکھا ہے: شارع علیہ السلام کو علم تھا کہ وہ منافق ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۲۵۴) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۶۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی مسلمان خودکشی کرے جب کہ وہ اس کو ناجائز اور گناہ سمجھتا ہو تو یہ گناہ کبیرہ ہے' کفر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور اس کی مغفرت کی دعا کرنی چاہیے' البتہ اس کی نماز جنازہ کوئی عام مسلمان پڑھا دے اور کوئی بڑا عالم دین اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائے۔

٤٢٠٣- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَّعَهُ يَدَّعِي الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ اَشَدَّ الْقِتَالِ حَتّٰى كَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحَةُ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحَةِ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى كِنَانَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهَا اَسْهُمًا فَنَحَرَ بِهَا نَفْسَهُ فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ اِنْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ قُمْ يَا فُلَانُ فَاَذِّنْ اَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم غزوۂ خیبر میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے شخص کے متعلق فرمایا جو اسلام کا مدعی تھا کہ یہ اہل دوزخ میں سے ہے' جب جنگ شروع ہوئی تو اس مرد نے زبردست قتال کیا حتیٰ کہ اس کے زخم بہت زیادہ ہو گئے' پس قریب تھا کہ بعض لوگ شک میں پڑ جاتے' پس اس مرد کو زخم سے بہت تکلیف ہوئی' اس نے اپنے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا' اس میں سے ایک تیر نکالا اور اس سے اپنا گلا کاٹ لیا' پس مسلمان مرد دوڑتے ہوئے آئے' سو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ نے آپ کی بات سچی کر دی' فلاں مرد نے تیر سے اپنا گلا کاٹ کر خود کو قتل کر

دیا' آپ نے فرمایا: اے فلاں! کھڑے ہو کر یہ اعلان کرو کہ جنت میں صرف مؤمن داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ فاجر مرد سے بھی دین کی تائید کر دیتا ہے۔ شعیب کی متابعت معمر نے کی ہے از الزہری۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۶۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث سابق سے تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگ شک میں پڑ جاتے: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق اور اسلام کی حقانیت کے متعلق شک میں پڑ جاتے۔

اے فلاں! کھڑے ہو کر اعلان کرو: یہ ارشاد حضرت بلال کے متعلق تھا جیسا کہ کتاب الجہاد میں اس کی تصریح ہے۔

پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ اس شخص نے تلوار کی نوک اپنے سینے میں گھسا لی اور اس حدیث میں ہے کہ اس نے تیر سے اپنا گلا کاٹ لیا' اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٠٤- وَقَالَ شُبَيْبٌ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ.

اور شبیب نے کہا از یونس از ابن شہاب: مجھے ابن المسیب اور عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیبر میں حاضر ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۶۲ میں گزر چکی ہے۔

اس تعلیق کی امام نسائی نے سند متصل کے ساتھ روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۱)

وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابن المبارک نے کہا از یونس از الزہری از سعید از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ تعلیق مرسل ہے' امام بخاری نے اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ ابن المبارک نے شبیب کی موافقت کی ہے۔

تَابَعَهُ صَالِحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

ابن المبارک کی متابعت صالح نے کی ہے از الزہری۔

امام بخاری نے اس متابعت کی اپنی تاریخ میں روایت کی ہے۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ.

اور الزبیدی نے کہا: مجھے زہری نے خبر دی کہ ان کو عبدالرحمن بن کعب نے خبر دی کہ عبیداللہ بن کعب نے کہا: مجھے انہوں نے خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیبر میں حاضر تھے۔

الزبیدی کا نام ہے: محمد بن الولید ابوالہذیل الشامی الحمصی' الزبیدی کی یہ تعلیق مختصر ہے۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَعِيدٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

الزہری نے کہا: اور مجھے عبیداللہ بن عبداللہ اور سعید نے خبر دی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ تعلیق بھی مرسل ہے' اس کی الزہری نے عبیداللہ سے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۶۲)

Marfat.com

٤٢٠٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا غَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ اَوْ قَالَ لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَفَ النَّاسُ عَلٰى وَادٍ فَرَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيْرِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَّهُوَ مَعَكُمْ وَاَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَنِيْ وَاَنَا اَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَقَالَ لِيْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزٍ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی از عاصم از ابی عثمان از ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر میں گئے یا کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو صحابہ ایک وادی کے قریب ہوئے پس انہوں نے بلند آواز سے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے نفسوں کے ساتھ نرمی کرو تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ غائب کو تم سننے والے قریب کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا' آپ نے میری آواز سنی اور میں اس وقت کہہ رہا تھا: گناہوں سے پھرنے اور نیک کام کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں ہے' آپ نے مجھے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! میں نے کہا: میں حاضر ہوں' یا رسول اللہ! کیا میں تم کو وہ کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے' میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں قربان ہوں' آپ نے فرمایا: (وہ کلمہ:) ''**لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ**'' ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۹۲ میں گزر چکی ہے۔

صحیح بخاری کی عبارت کی اصلاح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحابہ ایک وادی کے قریب ہوئے: اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ صحابہ اس وقت خیبر کی طرف جا رہے تھے جب کہ فی الواقع اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب صحابہ خیبر سے واپس آ رہے تھے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ خیبر فتح ہونے کے بعد حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے رضی اللہ عنہما۔ اس بناء پر اصل عبارت یوں ہوگی: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے' پس آپ نے اس کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا' پھر فارغ ہونے کے بعد آپ واپس آئے تو صحابہ ایک وادی کے قریب پہنچے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بلند آواز سے ذکر اور دعا کرنے کے خلاف علامہ ابن ملقن کے دلائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلند آواز سے تکبیر پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ صحابہ اپنے ساتھ نرمی کریں اور مشقت میں نہ

Marfat.com

پڑیں کیونکہ وہ پہلے ہی سفر کی مشقت میں مبتلا تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارادہ تھا کہ تم اتنا عمل کرو جتنا عمل تم آسانی کے ساتھ کر سکتے ہو۔

(صحیح البخاری: ٦٤٦٥' کتاب الرقاق)

اور آپ مؤمنوں پر رحم فرمانے والے تھے' پھر آپ نے ان کو یہ بتایا کہ اگر تم آہستگی کے ساتھ اللہ کو پکارو تو وہ پھر بھی تمہاری پکار سن لے گا جس طرح وہ بلند آواز سے پکار کو سنتا ہے کیونکہ اس کو سننے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے' وہ سننے والا قریب ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلند آواز سے دعا کرنا مکروہ ہے اور سلف میں سے عام صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔ قیس بن عباد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب تین مقامات پر آواز بلند کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے' ذکر کے وقت' قتال کے وقت اور جنازوں میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٣٤٠٩۔ ج٦ص ٥١٧' سنن بیہقی ج ٤ص ٧٤)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے تین بدعات اختیار کر لی ہیں: بلند آواز سے دعا کرنا' دعا میں ہاتھ بلند کرنا اور سجدہ میں اختصار کرنا۔ (مصنف عبدالرزاق: ٣٢٥١۔ ج٢ص ٢٥١)

مجاہد نے دیکھا کہ ایک شخص بلند آواز سے دعا کر رہا ہے تو انہوں نے اس کو کنکر مارا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٤٥٨۔ ج٢ص ٢٣٣)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ١٨ص ١٣١' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حدیث مذکور میں ذکر بالجہر سے ممانعت کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا تصرف اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کراہت قتال کے دوران بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے کے ساتھ مخصوص ہے' رہا اس کے علاوہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا تو اس کے متعلق کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا عہد نبوی میں معمول تھا جب وہ فرض نماز سے فارغ ہوتے تھے۔ (فتح الباری ج ٤ص ٣٣٢' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے حضرت ابن عباس کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ صحیح البخاری: ٨٤١ میں ہے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو آواز بلند کرنے میں مبالغہ سے منع کیا ہے نہ کہ مطلق آواز بلند کرنے سے' کیونکہ اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بلند آواز سے) فرمایا: خیبر برباد ہو گیا! اور اس کے بعد جو حدیث آ رہی ہے اس میں بلند آواز سے ذکر کی صراحت ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ص ٧' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کورانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب کسی بلندی سے اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ (صحیح البخاری: ٢٩٩٣۔ ٢٩٩٤)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام جہاد کے موقع پر بلند آواز سے ذکر کرتے تھے' اس لیے حضرت ابو موسیٰ کی جس حدیث میں ممانعت ہے وہ آواز بلند کرنے میں مبالغہ پر محمول ہے۔

علامہ محمد الخضر بن القاطمی الزرھونی المالکی متوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

ہاں سرحد پر پہرا دینے والے اور چوکیدار کا بلند آواز سے ذکر کرنا' ہمارے نزدیک جائز ہے کیونکہ یہ ان کا شعار ہے' بہ شرطیکہ اس سے کسی کے قرآن پڑھنے یا نماز میں حرج نہ ہو۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ص ٢٩٥۔ ٢٩٤' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

Marfat.com

الشیخ محمد انور الکشمیری ثم الدیوبندی المتوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جہر مفرط (بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر) لغو ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نہ غائب ہے نہ بہرا ہے تاکہ اس مشقت کی ضرورت ہو اور اس حدیث میں جہر سے ذکر کی ممانعت نہیں ہے اور نہ اس کی مذمت ہے۔

(فیض الباری ج ۴ ص ۴۴۳، مجلس علمی سورت ہند ۱۳۵۷ھ)

ذکر بالجہر کے جواز کے ثبوت میں احادیثِ صحیحہ صریحہ اور علامہ ابن الملقن کے دلائل کا جواب

ذکر بالجہر کے ثبوت میں یہ احادیث بہت صریح ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے، پھر حضرت ابن الزبیر بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۵۹۴، الرقم المسلسل: ۱۲۳۰)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: آپ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: "لا اله الا الله وحده لا شريك لهٗ لهُ الملك ولهُ الحمد"۔

(صحیح مسلم: ۵۹۳، الرقم المسلسل: ۱۲۲۳، صحیح البخاری: ۶۶۱۵، سنن ابوداؤد: ۱۵۰۵، سنن نسائی: ۱۳۴۷)

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ذکر سنا ہے، یہ اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے، اسی طرح حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا کہ ہر نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے، یہ بھی اس کو مستلزم ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے آپ سے یہ ذکر سنا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نماز کے بعد ذکر بالجہر کرتے تھے اور یہ بخاری اور مسلم کی احادیث ہیں، اس کے مقابلہ میں علامہ ابن الملقن نے ذکر بالجہر کے خلاف مصنف ابن ابی شیبہ، سنن بیہقی اور مصنف عبدالرزاق سے جو بعض صحابہ کے آثار ذکر کیے ہیں، ان میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان مؤقر صحابہ کے عمل کے خلاف مزاحم ہو سکیں، جب کہ یہ بخاری اور مسلم کی احادیث ہیں اور اس کے خلاف بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کی روایات ہیں۔

اس مسئلہ کی مفصل تحقیق ہم نے نعمۃ الباری ج ۲ ص ۶۷۷۔۱۷۷ پر کی ہے، اس میں ہم نے ذکر بالجہر کے ثبوت میں احادیث اور آثار کے علاوہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تصریحات پیش کی ہیں، علاوہ ازیں ہم نے ذکر بالجہر کے جواز پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہوا ہے جو "ذکر بالجہر" کے نام سے چھپا ہوا ہے۔

٤٢٠٦- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ مَاهٰذِهِ الضَّرْبَةُ فَقَالَ هٰذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ أُصِيبَ سَلَمَةُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ کی پنڈلی میں ضرب کا نشان دیکھا، میں نے پوچھا: اے ابومسلم! یہ کیسی ضرب ہے؟ انہوں نے کہا: خیبر کے دن مجھے یہ ضرب لگی تھی، لوگوں نے کہا کہ سلمہ زخمی ہو گیا، سو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس پر تین مرتبہ لعاب دہن ڈالا، پس اس وقت (سے اب تک)

تک اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے یعنی امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں اور یہ چودھویں ثلاثی ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی نشانی ہے۔

اس حدیث میں ''نفث'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دم کرنے والا دم کے ساتھ اپنا لعاب بھی ڈالے اور یہ تفل سے کم ہے۔

یہ ابن فارس کا قول ہے۔ (مجمل اللغۃ ج ۴ص ۸۷۸)

ابو عبید نے کہا: یہ پھونک مارنے کے مشابہ ہے اور رہا تفل تو وہ بغیر لعاب دہن کے نہیں ہوتا۔ (غریب الحدیث ج ۱ص ۸۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳۶۵۔ ۳۶۴ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

۴۲۰۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ اِلْتَقَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فِیْ بَعْضِ مَغَازِیْهِ فَاقْتَتَلُوْا فَمَالَ كُلُّ قَوْمٍ اِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِی الْمُسْلِمِیْنَ رَجُلٌ لَّا یَدَعُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ شَاذَّةً وَّلَا فَاذَّةً اِلَّا اتَّبَعَهَا یَضْرِبُهَا بِسَیْفِهٖ فَقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَجْزَاَ اَحَدٌ اَجْزَاَ فُلَانٌ فَقَالَ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالُوْا اَیُّنَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِنْ كَانَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَاَتَّبِعَنَّهٗ فَاِذَا اَسْرَعَ وَاَبْطَاَ كُنْتُ مَعَهٗ حَتّٰى جُرِحَ فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نِصَابَ سَیْفِهٖ بِالْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَیْنَ ثَدْیَیْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَیْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَجَاءَ الرَّجُلُ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ وَمَاذَاكَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِیْمَا یَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَاِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فِیْمَا یَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشرکین سے مقابلہ ہوا پس دونوں نے قتال کیا پھر ہر فریق اپنے لشکر کی طرف آ گیا اور مسلمانوں میں ایک مرد تھا جو کسی مشرک کو نہیں چھوڑتا تھا خواہ وہ لشکر سے خارج ہو یا منفرد ہو وہ اس کا پیچھا کر کے اس پر تلوار سے وار کرتا پس کہا گیا: یا رسول اللہ! کسی شخص کو اتنی جزا نہیں ملے گی جتنی جزاء فلاں کو ملے گی تب آپ نے فرمایا: وہ اہل دوزخ میں سے ہے تب صحابہ نے کہا: اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہے تو پھر ہم میں سے کون اہل جنت میں سے ہوگا! مسلمانوں میں سے ایک مرد نے کہا: میں ضرور اس کا تعاقب کروں گا پس جب وہ دوڑتا اور آہستہ چلتا تو میں اس کے ساتھ ساتھ ہوتا حتیٰ کہ وہ زخمی ہو گیا پھر اس نے اپنی موت کو جلدی طلب کر لیا اس نے اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنے دو پستانوں کے درمیان رکھی پھر اس نے اپنے آپ کو اس تلوار پر ڈال دیا سو اپنے نفس کو قتل کر دیا پھر وہ مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا پس کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس مرد نے آپ کو اس کا ماجرا سنایا آپ نے فرمایا: ایک مرد لوگوں کے سامنے اہل جنت کے عمل کرتا ہے اور وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اور ایک مرد لوگوں کے سامنے اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے اور وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح ابھی صحیح البخاری: ۴۲۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۴۲۰۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيْعِ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ قَالَ نَظَرَ اَنَسٌ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَرَاٰى طَيَالِسَةً فَقَالَ كَاَنَّهُمُ السَّاعَةَ يَهُوْدُ خَيْبَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سعید الخزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن الربیع نے حدیث بیان کی از ابی عمران' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن لوگوں کی طرف دیکھا کہ (ان کے سروں پر) چادریں ہیں' انہوں نے کہا کہ یہ لوگ اس وقت خیبر کے یہودیوں کی طرح ہیں۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ''طیالسۃ'' کا معنی ہے: زرد رنگ کی چادر اور اسی رنگ کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان چادروں پر انکار فرمایا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۰۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

زرد رنگ کی چادر کے مسئلہ میں علامہ عینی اور علامہ ابن حجر کا مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے زرد چادروں پر اس لیے انکار فرمایا کہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے اور یہودیوں کے ساتھ تشبہ ممنوع ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ کراہت ہے۔

امام ابن خزیمہ اور امام ابو نعیم کی روایت ہے کہ حضرت انس نے کہا: میں نے مسجد میں بہ کثرت زرد چادریں صرف خیبر کے یہودیوں کے اوپر دیکھی ہیں' حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس سے زرد چادروں کے پہننے کی کراہت لازم نہیں آتی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۰۵) علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم اس کو نہیں مانتے کیونکہ اگر اس سے کراہت لازم نہ آتی تو پھر اس کو یہودیوں کے ساتھ تشبیہ دینے کا کیا فائدہ ہے؟ حافظ ابن حجر نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت انس نے صرف چادروں کے رنگ پر انکار فرمایا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۰۵) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کا معتمد علماء میں سے کون قائل ہے؟ اور کس نے یہ کہا ہے کہ اس زمانہ میں یہود زرد رنگ کی چادر استعمال کرتے تھے؟ اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ وہ زرد چادریں تھیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے زرد رنگ کی چادروں کی وجہ سے ان کو خیبر کے یہودیوں کے ساتھ تشبیہ نہیں دی کیونکہ امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ورس اور زعفران میں رنگی ہوئی چادر تھی جس کو پہن کر آپ اپنی ازواج کے پاس جاتے تھے اور امام طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت کی ہے کہ بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چادر کو یا اپنے تہبند کو زعفران یا ورس کے ساتھ رنگ لیتے اور وہ پہن کر باہر جاتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۴-۳۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے یہ تو لکھا ہے کہ وہ چادریں زرد نہیں تھیں اور زرد چادروں کا پہننا ممنوع نہیں ہے لیکن یہ بیان نہیں کیا کہ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو خیبر کے یہودیوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دی اور ان کے انکار کی کیا وجہ تھی!

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

لوگوں نے ان چادروں سے اپنے عماموں کو چھپایا ہوا تھا' اس وجہ سے حضرت انس نے ان پر انکار فرمایا۔

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۶۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

گویا یہاں چادروں کے رنگ کا مسئلہ نہیں تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے سمجھا ہے اور علامہ عینی نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ زرد رنگ کی چادر اور تہبند نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے' کراہت کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان لوگوں نے خیبر کے یہودیوں کی طرح اپنے عماموں کو

Marfat.com

چادروں سے چھپایا ہوا تھا' جیسا کہ علامہ کورانی نے بیان فرمایا ہے۔

شیخ سلیم اللہ خان کی غلط شرح

شیخ سلیم اللہ خان نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

یہ ایک خاص قسم کی سیاہ چادر تھی جو یہود استعمال کرتے تھے' اس لیے حضرت انس کو یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوئی کہ ان کے ساتھ مسلمان مشابہت کریں۔ (کشف الباری (کتاب المغازی) ص ۴۲۸۔۴۲۷' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ شیخ سلیم اللہ خان کا یہ کہنا غلط ہے کہ سیاہ رنگ کی چادر کی وجہ سے حضرت انس نے ان پر انکار فرمایا۔ امام ترمذی نے کتاب الادب میں یہ عنوان قائم کیا ہے: ''باب ما جاء في الثوب الاسود'' یعنی سیاہ کپڑوں کے متعلق احادیث اور اس باب میں یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور آپ کے اوپر بالوں سے بنی ہوئی چادر تھی۔

(جامع ترمذی: ۲۸۱۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ' مسند احمد ج ٦ ص ۱۶۲)

دراصل شیخ سلیم اللہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تتبع نہیں کیا حتیٰ کہ ان پر یہ منکشف ہوتا کہ حضرت انس کے انکار کی وجہ کیا تھی۔

٤٢٠٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ رَمِدًا فَقَالَ أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَحِقَ بِهِ فَلَمَّا بِتْنَا اللَّيْلَةَ الَّتِي فُتِحَتْ قَالَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ يُفْتَحُ عَلَيْهِ فَنَحْنُ نَرْجُوهَا فَقِيلَ هٰذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ فَفُتِحَ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اور ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی' پس انہوں نے کہا: (کیا) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں گا! پھر وہ جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے' پس ہم جب اس رات سوئے جس رات (کے بعد) خیبر فتح ہوا تھا' تو آپ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس کو عطاء کروں گا' یا فرمایا: کل جھنڈا وہ مرد لے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے' اس پر فتح ہوگی' پس ہم جھنڈے کی اُمید رکھتے تھے' پس کہا گیا: یہ ہیں علی' تو آپ نے ان کو جھنڈا اعطاء کیا' سو ان پر خیبر فتح کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۷۵ میں گزر چکی ہے' مزید شرح یہاں کی جارہی ہے۔

''الرأیة' علم'' اور ''لواء'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پس حضرت علی جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ آپ سے راستہ میں مل گئے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ خیبر پہنچ کر آپ سے مل گئے ہوں۔

''الرأیة'' وہ جھنڈا جو لشکر میں لے جایا جاتا ہے' بعض اوقات لشکر کا امیر جھنڈا اُٹھاتا ہے اور بعض اوقات وہ جھنڈا مقدمۃ الجیش

Marfat.com

میں سے کسی کو دیا جاتا ہے۔

''الرایة'' اور ''علم'' دونوں مترادف ہیں' لیکن امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رایة'' سیاہ تھا اور آپ کا لواء سفید تھا' اسی طرح امام طبرانی نے حضرت بریدہ سے روایت کی ہے اور امام ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جھنڈے کے اوپر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

پس حضرت علی کے اوپر خیبر فتح کیا گیا: اس میں اختصار ہے اور اصل میں عبارت یوں ہے: پھر جب حضرت علی آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطاء کیا' وہ جھنڈا لے کر آگے بڑھے اور قتال کیا تو ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے خیبر فتح فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَّفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْا اَنْ يُّعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقِيْلَ هُوَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْتَكِیْ عَيْنَيْهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِیَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرَاَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِیٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِیَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا: کل میں جھنڈا اس مرد کو عطاء کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ (خیبر) فتح فرمائے گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں' انہوں نے بتایا: پس صحابہ نے رات گزاری وہ اس رات میں مختلط اور مختلف تھے کہ آپ کس کو جھنڈا عطاء فرمائیں گے' پس جب صحابہ صبح کو اُٹھے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' ان میں سے ہر ایک کو یہ امید تھی کہ آپ اس کو جھنڈا عطاء فرمائیں گے' تب آپ نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ پس بتایا گیا: یارسول اللہ! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے' آپ نے فرمایا: ان کو بلاؤ' پس حضرت علی کو لایا گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہو گئیں گویا ان میں کبھی درد ہی نہ تھا' پس آپ نے ان کو جھنڈا عطاء کیا' پھر حضرت علی نے کہا: یارسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوں ہی چلے جاؤ' ان کے میدان میں اتر کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ ان کے اوپر اللہ کے کیا حقوق واجب ہیں' پس اللہ کی قسم! اگر اللہ تمہارے سبب سے ایک مرد کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہت بہتر ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واضح فضیلت ہے کہ تمام صحابہ حضور کے طالب تھے اور حضور حضرت علی کے طالب تھے اور یہ کہ قلعہ خیبر کسی سے فتح نہیں ہو رہا تھا' اس کو حضرت علی نے فتح کیا اور یہ کہ کافروں کو قتل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ کسی کافر کو مسلمان کر دیا جائے' حضرت علی نے بہت کافروں کو قتل کیا ہے اور حضرت ابوبکر کی تبلیغ سے بہت لوگ اسلام لائے' حضرت عثمان بن عفان اسلام لائے' حضرت طلحہ اسلام لائے' حضرت زبیر اسلام لائے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم اسلام لائے۔

٤٢١١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ (ح) وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا فَاصْطَفَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغَ بِهَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ ثُمَّ قَالَ لِي اٰذِنْ مَّنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَتَهُ عَلٰى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ وَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهِ حَتّٰى تَرْكَبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالغفار بن داود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یعقوب بن عبدالرحمٰن الزہری نے خبر دی از عمرو مولی المطلب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خیبر میں آئے' پس جب اللہ تعالیٰ نے قلعہ کو فتح کر دیا تو صفیہ بنت حیی بن اخطب کے حسن و جمال کا آپ سے ذکر کیا گیا اور ان کے شوہر قتل کیے جا چکے تھے اور وہ اس وقت دلہن تھیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے نفس کے لیے پسند کر لیا' پس آپ ان کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ سد الصہباء کے مقام پر پہنچ گئے' اس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک ہو گئیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری' پھر آپ نے حیس (کھجور' گھی اور پنیر کا آمیزہ) بنا کر چمڑے کے ایک چھوٹے ٹکڑے میں رکھا' پھر مجھے حکم دیا کہ تمہارے گرد جو لوگ ہیں انہیں بلا لو سو یہ آپ کا حضرت صفیہ پر ولیمہ تھا' پھر ہم مدینہ کی طرف نکلے' پس میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے اپنے پیچھے ایک چادر بچھا دی' پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے اور اپنا گھٹنا رکھا اور حضرت صفیہ نے اپنا پیر آپ کے گھٹنے پر رکھا حتیٰ کہ وہ سوار ہو گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی اور بعض مجمل الفاظ کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے قلعہ کو فتح کر دیا: اس قلعہ کا نام القموص تھا۔

حضرت صفیہ کے (سابق) شوہر: اس کا نام کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق تھا۔

Marfat.com

نبی ﷺ نے حضرت صفیہ کو پسند کرلیا: کیونکہ نبی ﷺ کا خمس میں سے ایک حصہ ہوتا تھا' آپ جس غلام یا باندی یا گھوڑے کو اس میں سے اختیار کرلیں' آپ کے لیے جائز تھا' سو آپ نے حضرت صفیہ کو اختیار کرلیا۔

''سد الصهباء'' یہ خیبر کے نشیب میں ایک جگہ ہے۔ عبدالغفار کی روایت میں یہاں پر ''سد الرّوحاء'' کا لفظ ہے۔ مگر پہلا لفظ صحیح ہے' کیونکہ روحاء مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے' اس کے اور مکہ کے درمیان تیس اور چند میل کا فاصلہ ہے۔

(عمدة القاری ج ١٧ ص ٣٢٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٢١٢- حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَامَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ بِطَرِيقِ خَيْبَرَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتّٰى أَعْرَسَ بِهَا وَكَانَتْ فِيمَنْ ضُرِبَ عَلَيْهَا الْحِجَابُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از یحیٰ از حمید الطویل' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے پاس خیبر کے راستہ میں تین دن ٹھہرے حتیٰ کہ ان کے ساتھ خلوت فرمائی اور وہ ان مستورات میں سے ہوگئیں' جن پر حجاب کے احکام جاری کیے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧١ میں گزر چکی ہے۔

حضرت صفیہ کا ازواجِ مطہرات میں داخل ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

تین دن ٹھہرے: اس سے مراد یہ ہے کہ جس جگہ آپ نے ان کے ساتھ خلوت کی اور شبِ زفاف گزاری' وہاں پر آپ تین دن ٹھہرے' یہ مراد نہیں ہے کہ آپ تین دن سفر کرتے رہے' پھر آپ نے ان سے شادی کی' حدیث میں ''أعرس'' کا لفظ ہے' یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی مرد اپنی دلہن کے پاس رات گزارے۔

جن پر حجاب کے احکام جاری کیے گئے: یعنی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اُمہات المؤمنین میں سے ہوگئیں کیونکہ پردہ آزاد عورتوں اور ازواج کے لیے ہوتا ہے' باندیوں کے لیے نہیں ہوتا' یعنی آپ نے حضرت صفیہ سے نکاح کرلیا تھا۔

(عمدة القاری ج ١٧ ص ٣٢٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ سے حضرت اُم المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت صفیہ کو میری والدہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا' حتیٰ کہ جب وہ حیض سے پاک ہوگئیں تو انہوں نے ان کو تیار کرکے دلہن بنایا۔ مالِ غنیمت سے آپ کے حصہ کو الصَّفی کہتے ہیں اور چونکہ حضرت صفیہ کو آپ نے الصَّفی سے اختیار کیا تھا' اس لیے ان کا نام صفیہ ہوگیا' ورنہ پہلے ان کا نام زینب تھا۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٣٠٨' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٢١٣- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرَ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر بن ابی کثیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ -

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِيْنَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُبْنٰى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى وَلِيْمَتِهٖ وَمَا كَانَ فِيْهَا مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ وَّمَا كَانَ فِيْهَا اِلَّا اَنْ اَمَرَ بِلَالًا بِالْاَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَاَلْقٰى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْاَقِطَ وَالسَّمْنَ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ اِحْدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُهٗ قَالُوْا اِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ اِحْدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ لَّمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُهٗ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّاَلَهَا خَلْفَهٗ وَمَدَّ الْحِجَابَ .

سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر اور مدینہ کے درمیان تین راتیں ٹھہرے' وہیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت کی' پس میں نے صحابہ کو آپ کے ولیمہ کے لیے بلایا' آپ کے ولیمہ میں روٹی تھی نہ گوشت تھا' اس میں صرف یہ تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو چمڑے کا دستر خوان لانے کا حکم دیا گیا' پھر اس کو بچھایا گیا اور اس پر کھجوریں پنیر اور گھی (کا آمیزہ) رکھ دیا گیا' صحابہ نے (آپس میں) کہا: یہ اُمہات المؤمنین میں سے ایک ہیں' یا آپ کی باندی ہیں' انہوں نے کہا: اگر آپ نے ان کو پردہ میں رکھا تو یہ اُمہات المؤمنین میں سے ایک ہیں اور اگر آپ نے ان کو پردہ میں نہیں رکھا تو پھر وہ آپ کی باندی ہیں' پھر جب آپ روانہ ہوئے تو آپ نے (اونٹ پر) اپنے پیچھے ان کے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور پردہ ڈال دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر گئی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ کو حجاب میں رکھا' اس سے صحابہ پر واضح ہو گیا کہ حضرت صفیہ آزاد خاتون ہیں' آپ کی زوجہ مطہرہ ہیں اور اُمہات المؤمنین میں سے ایک ہیں (رضی اللہ عنہا)۔

٤٢١٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِيْ خَيْبَرَ فَرَمٰى اِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيْهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِاٰخُذَهٗ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید بن ھلال از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے' (اسی اثناء میں) کسی انسان نے چمڑے کی ایک تھیلی پھینکی جس میں چربی تھی' میں اس کو لینے کے لیے اُچھلا' پس میں نے مڑ کر دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تھے' پس مجھے حیاء آئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل کو اس لیے حیاء آئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی حرص پر مطلع ہو گئے۔

٤٢١٥- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ وَّسَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ اَكْلِ الثَّوْمِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبیداللہ از نافع و سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن لہسن اور پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا' لہسن

Marfat.com

الْاَهْلِيَّةِ نَهٰى عَنْ اَكْلِ الثُّوْمِ هُوَ عَنْ نَافِعٍ وَّحْدَهٗ وَلُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ عَنْ سَالِمٍ ۔

کھانے کی ممانعت صرف نافع سے مروی ہے اور پالتو گدھوں کے گوشت کی ممانعت سالم سے مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵۳ میں گزر چکی ہے۔

گدھوں کے گوشت اور لہسن کی ممانعت کے حکم میں فرق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بہ ظاہر لہسن اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت دونوں کی تحریم کے لیے ہے، لیکن ایسا نہیں ہے، پالتو گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت اس گوشت کی نجاست کی بناء پر ہے اور یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے اور کچا لہسن کھانے کی ممانعت تنزیہ کے لیے ہے کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوایوب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا وہ حرام ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں اس کی بدبو کی وجہ سے اس کو ناپسند کرتا ہوں اور آپ کچا لہسن اس لیے نہیں کھاتے تھے کہ آپ کے پاس فرشتے آتے تھے اور مسلمانوں کو آپ نے کچا لہسن کھانے سے منع نہیں فرمایا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۸۔۳۲۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

کچا لہسن اور کچی پیاز کھانے کے مفصل احکام اور ان کے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں کہ کچا لہسن کھانے کی ممانعت کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کچا لہسن کھایا وہ ہماری مساجد کے قریب نہ آئے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۵۱، صحیح مسلم: ۵۶۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کچا لہسن یا کچی پیاز کھائی وہ ہم سے دور رہے یا ہماری مساجد سے دور رہے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲، صحیح مسلم: ۵۶۴)

حضرت جابر سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک دیگچی لائی گئی جس میں کچھ سبزیاں تھیں، آپ کو ان سے بدبو آئی تو آپ نے ان سبزیوں کے متعلق پوچھا، جب آپ کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو اپنے بعض اصحاب کے قریب کرو، جب آپ نے دیکھا کہ وہ بھی ان کا کھانا ناپسند کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: تم کھاؤ، کیونکہ میں اس سے مناجات کرتا ہوں جس سے تم مناجات نہیں کرتے۔ (صحیح البخاری: ۸۵۵، سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲، سنن ترمذی: ۱۸۰۶، سنن نسائی: ۷۰۶، صحیح ابن حبان: ۱۶۴۴، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۰)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کچا لہسن اور کچی پیاز کھانا مطلقاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کو یا کوئی اور بدبودار چیز کھا کر مسجد میں جانا ممنوع ہے، کیونکہ مسجد میں فرشتے ہوتے ہیں اور بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے، لہٰذا سگریٹ پینے کے بعد یا نسوار منہ میں ڈال کر مسجد میں جانا جائز نہیں ہے۔

٤٢١٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَىْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ اَكْلِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ ۔

[اطراف الحدیث: ۵۱۱۵۔۵۵۲۳۔۶۹۶۱] (صحیح مسلم: ۱۴۰۷، الرقم المسلسل: ۳۳۲۱، سنن ترمذی: ۱۱۲۴، سنن نسائی: ۳۳۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبداللہ اور الحسن محمد بن علی کے دو بیٹے، وہ دونوں اپنے والد سے روایت کرتے ہیں از حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

Marfat.com

جس سال متعہ کو حرام کیا گیا' اس کے متعلق متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
عورتوں سے متعہ کرنے سے مراد نکاح المتعہ ہے اور یہ ایک مدتِ معین تک نکاح ہے' یہاں پر خیبر کے دن اس سے ممانعت آئی ہے اور امام مسلم نے حضرت سبرہ بن معبد سے روایت کی ہے کہ متعہ فتح مکہ کے ساتھ حرام کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۰۶)
ایک روایت میں ہے کہ متعہ کو تبوک کے سال حرام کیا گیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۶' مسند ابویعلیٰ: ۶۶۲۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۷) لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے۔
ایک روایت ہے کہ متعہ حجۃ الوداع کے سال حرام کیا گیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۴)
اور ہم ان شاء اللہ اس مبحث کو دوبارہ کتاب النکاح میں ذکر کریں گے اور وہ جگہ اس بحث کے زیادہ لائق ہے اور ہم اس کی فروع کو شرح العمدۃ میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔
علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ خیبر کے دن متعہ کی ممانعت کو اہل سیرۃ میں سے اور رواۃ الاثر میں سے کوئی نہیں پہچانتا اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس دن کے بعد متعہ کی ممانعت کی گئی۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۵۹)
میں کہتا ہوں کہ حضرت علی کی روایت اس کے مخالف ہے' لیکن امام بیہقی نے کہا ہے کہ ابن عیینہ کا بھی یہی زعم تھا' انہوں نے کہا کہ امام ابن عیینہ کا قول حق کے زیادہ مشابہ ہے۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۲-۲۰۱)
میں کہتا ہوں کہ یہ شریعت میں بہت انوکھی اور منفرد بات ہے کہ پہلے متعہ مباح تھا' پھر اس سے منع کیا گیا' پھر اس کو مباح کیا گیا' پھر اس کو قیامت تک کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۷۱-۳۷۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)
حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: ہم اس کی تفصیلی بحث ان شاء اللہ کتاب النکاح میں کریں گے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۳۱۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

متعہ کی تعریف' اس کے عوارض اور دیگر احکام

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
نکاح المتعہ کی تعریف یہ ہے: وہ نکاح جو لفظ تمتع کے ساتھ وقت معین تک کے لیے کیا جائے' مثلاً ایک مرد کسی عورت سے کہے: میں تم سے اتنی مدت کے لیے اتنے مال کے عوض تمتع کرتا ہوں یا متعہ کرتا ہوں (تمتع کا معنی ہے: فائدہ اٹھانا)۔
علامہ ابن عبد البر نے تمہید میں کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ متعہ ایسا نکاح ہے جس میں کوئی گواہ نہیں ہوتا اور یہ نکاح ایک مدتِ معین تک ہوتا ہے اور اس مدت کے بعد بغیر طلاق کے تفریق ہو جاتی ہے اور فریقین کے درمیان وراثت نہیں ہوتی اور کتاب اللہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں بیویوں کا یہ حکم نہیں ہے۔
قاضی عیاض نے اکمال المعلم میں کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ یہ متعہ مدتِ معین تک کا نکاح ہے' اس میں وراثت ہوتی ہے نہ طلاق ہوتی ہے اور اس میں مدت پوری ہونے کے بعد فریقین میں بغیر طلاق کے تفریق ہو جاتی ہے۔
جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ نکاح المتعہ مؤقت ہوتا ہے تو اگر وہ اتنی مدت مقرر کر لیں جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ اتنی مدت تک زندہ نہیں رہ سکیں گے' مثلاً دو سو سال کی مدت مقرر کر لیں تو آیا یہ نکاح مدت کے تعین کی وجہ سے باطل ہو جائے گا یا صحیح رہے گا کیونکہ اب یہ خدشہ نہیں رہا کہ یہ نکاح بغیر طلاق کے زائل ہو گا اور فریقین کے درمیان وراثت نہیں ہو گی' جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ یہ نکاح پھر

Marfat.com

بھی صحیح نہیں ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ آیا کسی فقیہہ نے اس نکاح کو جائز کہا ہے تو میں کہوں گا کہ متعدد علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس نکاح کے باطل ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔

متعہ کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف

علامہ خطابی نے معالم السنن میں کہا ہے کہ یہ نکاح اسلام کے شروع میں مباح تھا' پھر اس نکاح کو حرام کر دیا گیا اور اب روافض کے سوا کوئی بھی اس نکاح کے جواز کا قائل نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ جو شخص عرصہ دراز تک سفر میں رہنے کی وجہ سے اور مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کرنے پر قادر نہ ہو' اس کے لیے متعہ کرنا جائز ہے' پھر انہوں نے اس مسئلہ میں توقف کیا اور اس قول پر فتویٰ دینے سے رک گئے۔

ابوبکر الحازمی نے کہا ہے کہ ابن جریج سے اس کا جواز مروی ہے۔

علامہ المازری مالکی نے معلم شرح مسلم میں کہا ہے کہ متعہ کی تحریم پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور سوا چند بدعتیوں کی جماعت کے کسی نے اس اجماع کی مخالفت نہیں کی۔

علامہ قرطبی نے المفہم میں کہا ہے کہ متقدمین اور متاخرین کا متعہ کی تحریم پر اجماع ہے' ماسوا حضرت ابن عباس کی ایک روایت کے اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا اور سوائے روافض کے اس کے جواز کا کوئی قائل نہیں۔

علامہ ابو عمر ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف قدیم ہے' رہے صحابہ تو ان کا متعہ کے نکاح میں اختلاف تھا' حضرت ابن عباس اس کو جائز اور حلال کہتے تھے اور ان کے اکثر شاگردوں کا اسی پر فتویٰ ہے' ان میں سے عطاء بن ابی رباح ہیں اور سعید بن جبیر ہیں اور طاؤس ہیں۔ حضرت ابو سعید الخدری اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس کی تحلیل اور اجازت مروی ہے' ان دونوں نے کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے نصف دور تک متعہ کرتے رہے' حتیٰ کہ حضرت عمر نے عمرو بن حریث کے معاملہ میں لوگوں کو متعہ کرنے سے روک دیا۔

نکاح المتعہ تحریم سے پہلے آیا مطلقاً جائز تھا یا ضرورت یا سفر کے دوران کے ساتھ مقید تھا؟ امام طحاوی نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے جواز کی روایت کی ہے' انہوں نے اس کو سفر کے ساتھ مقید کیا ہے اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ حضر میں بھی متعہ کی اجازت تھی اور انہوں نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے غزوہ میں اس کی اجازت دی تھی۔

الحازمی نے کہا ہے کہ ہم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ آپ نے اس صورت میں متعہ کی اجازت دی تھی' جب لوگ اپنے گھروں میں ہوں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ متعہ کی اجازت اوّل اسلام میں شدید حاجت کے وقت تھی (جب بندہ سفر میں ہو اور نکاح کے وسائل نہ ہوں) جیسے شدید حاجت کے وقت مردار کھانے کی اجازت ہوتی ہے۔

آیا متعہ کرنے والے پر حد زنا جاری ہوگی یا نہیں؟

جب یہ مقرر ہو گیا کہ نکاح المتعہ غیر صحیح ہے تو متعہ کی صورت میں مباشرت کرنے والے پر آیا حد زنا جاری ہوگی یا نہیں؟ امام مالک کے اکثر اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اس پر حد جاری نہیں ہوگی کیونکہ اس میں عقد کا شبہ ہے اور اس میں اختلاف قدیم ہے' اور اس کو قرآن نے حرام نہیں قرار دیا' لیکن اس شخص کو شدید سزا دی جائے گی۔

Marfat.com

علامہ رافعی نے کہا ہے کہ اگر حضرت ابن عباس کا رجوع صحیح ہے تو پھر متعہ کرنے والے پر حد زنا جاری ہوگی' کیونکہ اب متعہ کی تحریم پر اجماع ہو گیا' اور اگر ان کا اجماع صحیح نہیں تو پھر اس مسئلہ کی بناء اس طرح ہوگی کہ پہلے کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور پھر بعد میں ان سب کا اتفاق ہو گیا ہو تو پھر آیا یہ اجماع ہے یا نہیں' اس میں اصولیین کا اختلاف ہے' سو جن کے نزدیک یہ اجماع ہے ان کے نزدیک متعہ کرنے والے پر حد زنا جاری ہوگی اور تمام وہ نکاح جن کے انعقاد میں اختلاف ہے' ان میں مباشرت کرنے پر حد جاری کرنے کا یہی حکم ہے۔

غزوۂ خیبر کے زمانہ میں متعہ کی تحریم پر بحث ونظر

امام بخاری کی حدیث مذکور میں اور امام ترمذی کی سنن میں یہ تصریح ہے کہ خیبر کے زمانہ میں متعہ کو حرام کیا گیا۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ خیبر کے زمانہ میں متعہ کی ممانعت کی خبر غلط ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ خیبر کے ایام میں متعہ کی ممانعت کی خبر کو اہل سیرت اور احادیث کے راویوں میں سے کوئی بھی نہیں پہچانتا۔

امام شافعی نے اپنی سند کے ساتھ از امام مالک' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور اس پر مزید کوئی اضافہ نہیں کیا (یعنی متعہ سے ممانعت کا ذکر نہیں کیا)' اور متعہ کا قصہ ذکر نہیں کیا کیونکہ ان کو معلوم تھا اس میں اختلاف ہے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ نکاح المتعہ کی ممانعت کے وقت میں اختلاف ہے' آیا یہ ممانعت خیبر کے زمانہ میں ہوئی یا فتح مکہ کے زمانہ میں ہوئی یا غزوۂ اوطاس میں ہوئی یا فتح مکہ کے سال میں ہوئی یا غزوۂ تبوک میں ہوئی یا حجۃ الوداع میں ہوئی یا عمرۃ القضاء میں ہوئی۔

متعہ کی تحریم کے زمانہ میں متعدد مختلف احادیث

امام مالک اور ان کے متبعین نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ یہ ممانعت خیبر کے زمانہ میں ہوئی جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے۔ اسی طرح امام بیہقی کی درج ذیل روایت ہے:

سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا: یہ حرام ہے' اس نے کہا: فلاں شخص اس کو جائز کہتا ہے تو حضرت ابن عمر نے کہا: اللہ کی قسم! اس کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ کو حرام کر دیا تھا' اور ہم زنا کار نہیں ہیں۔

امام مسلم نے حضرت سبرہ بن معبد الجہنی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اس کی اجازت دی تھی اور اس میں مذکور ہے: میں اس وقت تک (مکہ سے) نہیں نکلا حتیٰ کہ آپ نے متعہ کو حرام کر دیا۔

نیز امام مسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے اوطاس کے سال تین دن کے لیے متعہ کی اجازت دی پھر آپ نے اس سے منع فرما دیا۔

امام ابوداؤد نے حضرت سبرہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع کے سال متعہ سے منع فرمایا۔

بعض سندوں کے ساتھ حضرت علی سے مروی ہے کہ آپ نے غزوۂ تبوک میں متعہ سے منع فرمایا۔

الحازمی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک کی طرف گئے' حتیٰ کہ جب ہم شام

Marfat.com

کے قریب عقبہ میں پہنچے تو ہمارے پاس عورتیں آئیں اور ہم نے ان سے متعہ کیا' اور وہ ہماری قیام گاہوں میں رہیں' سو ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو آپ نے ان عورتوں کو دیکھا' آپ نے پوچھا: یہ عورتیں کون ہیں؟ ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم ان سے متعہ کرتے ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ کے رخسار سرخ ہو گئے' پھر آپ نے ہمارے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کے بعد متعہ کرنے سے منع فرمایا' پھر اس دن کے بعد ہم نے متعہ نہیں کیا اور اب ہم کبھی بھی متعہ نہیں کریں گے۔

امام عبد الرزاق نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ متعہ صرف تین دن کے لیے عمرۃ القضاء میں حلال ہوا تھا' اس سے پہلے حلال ہوا تھا نہ اس کے بعد۔

متعہ کی تحریم اور اباحت کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث میں تطبیق یا بعض احادیث کو منسوخ قرار دینا

حافظ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ اس باب میں شدید اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث ہیں جن کو ہم نے نہیں لکھا۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) ان احادیث میں تطبیق کرنا اور بعض احادیث کو ترجیح دینا جب ان میں تطبیق ممکن نہ ہو' اس کو کئی وجوہ سے حسب ذیل علماء نے ذکر کیا ہے:

علامہ المازری المالکی نے کہا ہے کہ یہ تناقض نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ آپ نے ایک زمانہ میں متعہ سے منع کیا' پھر آپ نے دوسرے زمانہ میں دوبارہ اس کی تاکید کی وجہ سے منع کیا' یا اس لیے دوبارہ منع کیا تا کہ یہ ممانعت مشہور ہو جائے اور جس نے پہلی بار اس ممانعت کو نہ سنا ہو وہ بھی سن لے' پس بعض راویوں نے اس ممانعت کو ایک زمانہ میں سنا اور دوسرے راویوں نے دوسرے زمانہ میں سنا' پس ان میں سے ہر ایک نے جو سنا اس کو نقل کر دیا اور جس زمانہ میں سنا تھا اس زمانہ کو بیان کر دیا۔

قاضی عیاض نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے متعہ کو حرام کرنے کے بعد ضرورت کی بناء پر پھر اس کی اجازت دے دی' پھر بعد میں اس کو دائمی طور پر حرام فرما دیا' پس آپ نے خیبر کے دن اور عمرۃ القضاء میں اس کو حرام قرار دیا' پھر فتح مکہ کے دن ضرورت کی بناء پر اس کو مباح قرار دیا' پھر اس کو فتح مکہ کے دن ہی دائمی طور پر حرام فرما دیا۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح اور مختار یہ ہے کہ متعہ کی تحریم اور اباحت دو' دو مرتبہ ہوئی ہے' متعہ خیبر کے دن سے پہلے حلال تھا' پھر خیبر کے دن اس کو حرام فرما دیا' پھر فتح مکہ کے دن متعہ کو مباح فرمایا اور وہی یوم اوطاس ہے کیونکہ دونوں دن متصل ہیں' پھر اس کے تین دن بعد دائمی طور پر متعہ کو حرام فرما دیا اور یہ تحریم قیامت تک کے لیے تھی۔

متعہ کا دوبار منسوخ کرنا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے' اور بھی کئی اُمور اس طرح ہیں

بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ متعہ کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو دو مرتبہ منسوخ کیا گیا ہو' میں کہتا ہوں کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ نماز میں قبلہ کی تحویل بھی دو مرتبہ کی گئی ہے اور علامہ ابو بکر بن العربی نے تیسری بار کا اضافہ کیا ہے' انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قبلہ کو دو مرتبہ منسوخ کیا اور نکاح المتعہ کو دوبار منسوخ کیا اور پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے کو دوبارہ مباح قرار دیا اور ابو العباس العوفی نے چوتھی بار کا اضافہ کیا ہے' انہوں نے کہا کہ آگ سے چھوئی ہوئی چیز سے وضو کرنے کو دوبارہ منسوخ کیا' جیسا کہ قاضی عیاض نے اکمال میں کہا ہے' اسی طرح ابن الاعرابی کے قول کے مطابق مخابرہ کو دوبار منسوخ کیا۔

علامہ ابن الملقن نے التوضیح لشرح الجامع الصحیح میں لکھا ہے کہ شریعت میں یہ بات بہت انوکھی اور منفرد ہے کہ پہلے متعہ کو مباح کیا گیا' پھر خیبر کے دن اس کو حرام کیا گیا' پھر عمرۃ القضاء اور اوائل فتح مکہ میں پھر اس کو مباح کیا گیا' پھر تین دن بعد اس کو قیامت تک

کے لیے حرام قرار دے دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۳۰۔۳۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی طویل شرح پر مصنف کا تبصرہ اور کلماتِ تحسین

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے علامہ ابن ملقن پر یہ اعتراض کیا ہے کہ متعہ کو دو بار منسوخ کرنا شریعت میں کوئی انوکھی اور منفرد چیز نہیں ہے، پالتو گدھوں کے گوشت کو بھی دو بار منسوخ کیا گیا ہے اور اس کو ساتھ ملا لیا جائے تو یہ تین بار منسوخ کرنا ہے اور علامہ ابو العباس العوفی نے جو دو چیزیں ذکر کی ہیں، ان کو ساتھ ملا لیا جائے تو یہ چار بار منسوخ کرنا ہے۔

علامہ عینی نے حرمتِ متعہ کی متعدد اور مختلف احادیث کے متعلق علامہ مازری سے اس طرح تطبیق نقل کی ہے کہ آپ نے متعدد بار اس لیے متعہ کی تحریم کی کہ اس کی تاکید ہو جائے اور جس کو اس کی تحریم معلوم نہ ہو، اس کو بھی پتا چل جائے اور قاضی عیاض سے متعدد بار متعہ کے منسوخ ہونے کو نقل کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ قاضی عیاض کے جواب پر یہ اعتراض ہے کہ جب فتح مکہ کے موقع پر متعہ کی دائمی تحریم ہو چکی ہے، تو پھر غزوۂ تبوک کے موقع پر اس کو منسوخ کرنے کی کیا ضرورت تھی، البتہ علامہ مازری کے جواب پر یہ اعتراض نہیں ہوگا اور اس پر محمول کیا جائے گا کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر بعض لوگوں کو اس کی تحریم کا علم نہیں تھا یا ان کو ذہول ہو گیا تھا تو نبی ﷺ نے پھر متعہ کی تحریم کو بیان فرمایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن ملقن نے اس حدیث کی شرح میں اس قدر سیر حاصل بحث نہیں کی، جو تحریم متعہ کے تمام گوشوں پر محیط ہو اور اس سے بعض لوگوں کے اس شک کا ازالہ ہو جاتا ہے کہ علامہ عینی از خود کوئی تحقیق نہیں کرتے، بلکہ علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر کی تحقیق کو نقل کر دیتے ہیں، لاریب علامہ عینی عظیم محقق ہیں اور اس حدیث کی شرح سے ان کی عظمت کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔

٤٢١٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت (کھانے) سے منع فرمادیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٢١٨- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ وَسَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع و سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمادیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۵۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٢١٩- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو از محمد بن علی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِي الْخَيْلِ .[اطراف الحدیث: ۵۵۲۰-۵۵۲۴]

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا اور گھوڑوں میں اجازت دی۔

(صحیح مسلم: ۱۹۴۱ الرقم المسلسل: ۴۹۱۵ سنن ابوداؤد: ۳۸۰۸-۳۷۸۸ سنن ترمذی: ۱۷۹۳ سنن نسائی: ۴۳۲۷ السنن الکبریٰ: ۴۸۳۹)

گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب اور امام ابوحنیفہ کے مذاہب پر قرآن مجید اور صحیح حدیث سے استدلال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جن ائمہ نے گھوڑے کا گوشت کھانے کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے ان علماء میں امام ابو یوسف امام محمد امام شافعی امام احمد ابوثور لیث ابن المبارک وغیرہ ہیں ابن سیرین حسن بصری عطاء اسود بن یزید اور سعید بن جبیر کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ گھوڑے کا گوشت نہیں کھایا جائے گا امام مالک اوزاعی اور ابوعبید کا بھی یہی مؤقف ہے ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ط (النحل: ۸)

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تمہاری سواری اور زینت کے لیے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی سواری اور زینت پر اپنا احسان بیان فرمایا اور سب سے بڑا احسان اور نفع کسی چیز کا کھانے کے لیے ہوتا ہے اور حکیم سب سے بڑی نعمت پر احسان کو ترک نہیں فرماتا اور اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر ادنیٰ چیز پر احسان نہیں فرماتا۔

حضرت خالد بن ولید کی حدیث گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کی ممانعت کی تصریح ہے

نیز امام ابوداؤد امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اور یہ حضرت جابر کی حدیث کے معارض ہے اور جب تحلیل اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت جابر کی حدیث کی سند صحیح ہے اور حضرت خالد کی حدیث کے متن اور سند پر تنقید کی گئی ہے اور چونکہ اباحت کی حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی کثیر ہیں اس لیے اس پر اعتماد کرنا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خالد کی حدیث کی سند جید ہے اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت کی اور اس پر سکوت کیا سو ان کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت خالد بن ولید کی حدیث کی سند کی تحقیق

اور امام نسائی نے کہا ہے کہ ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے بقیہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ثور بن یزید نے خبر دی از صالح ...... پھر اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور اس میں یہ تصریح ہے کہ بقیہ نے ثور بن یزید سے حدیث سنی ہے اور ثور حمصی سے امام بخاری اور دیگر ائمہ نے حدیث روایت کی ہے خصوصاً اس صورت میں جب بقیہ نے شامی سے روایت کی ہے اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ جب بقیہ اہل شام سے روایت کرے تو وہ ثبت ہے اور صالح کی امام ابن حبان نے توثیق کی ہے اور ان کے والد یحییٰ ہیں علامہ ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی توثیق کی گئی ہے اور ان کے والد مقدام بن معدی کرب صحابی ہیں پس جب یہ سند اس طرح ہے تو اس سند کے ساتھ روایت کردہ حدیث کا امام بخاری کی روایت سے معارضہ کرنا صحیح ہے اور جب ان دونوں

Marfat.com

حدیثوں میں تعارض ہے تو جو حدیث محرم ہے اس کو ترجیح دی جائے گی۔

حضرت خالد کی حدیث کے منسوخ ہونے کے اعتراض کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت خالد کی حدیث حضرت جابر کی حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ حضرت جابر کی حدیث میں مذکور ہے کہ گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی گئی یا اس میں رخصت دی گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ سے نسخ پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان الفاظ کا یہ محمل ہو کہ شدید بھوک کے وقت گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی گئی یا اس کے کھانے کی رخصت دی گئی' اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا غالب حال یہی ہے' اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جس وقت صحابہ خیبر پہنچے تو وہ بھوکے تھے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر شدید بھوک کی وجہ سے گھوڑوں کا گوشت کھانے کی رخصت دی گئی ہے تو پھر اس میں گھوڑوں کی کیا خصوصیت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اباحت کے زمانہ میں گدھوں اور خچروں کا گوشت میسر نہ ہو۔

شیخ ابن حزم کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت خالد کی حدیث موضوع ہے اور اس حدیث کے مرسل ہونے کا جواب

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ حضرت خالد کی حدیث موضوع ہے کیونکہ حضرت خالد خیبر کے بعد اسلام لائے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خالد کے اسلام لانے کے وقت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے بعد ہجرت کی تھی' ایک قول یہ ہے کہ وہ حدیبیہ اور خیبر کے بعد اسلام لائے تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ پانچ ہجری میں اسلام لائے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ سے فارغ ہوئے تھے اور حدیبیہ چھ ہجری میں ہوا تھا اور خیبر اس کے بعد سات ہجری میں ہوا تھا اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ حضرت خالد بن الولید غزوۂ خیبر کے بعد اسلام لائے تھے تو زیادہ سے زیادہ یہ حدیث مرسل ہو گی اور ابن الصلاح وغیرہ نے کہا ہے کہ مراسیل صحابہ موصول مسند کے حکم میں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۳۲-۳۳۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہم نے اس حدیث کی شرح میں صرف علامہ عینی کی عبارت نقل کی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر نے اس جگہ اس حدیث کی شرح میں کچھ بھی نہیں لکھا۔ البتہ علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے باب الخیل (گھوڑوں کے متعلق باب) میں صحیح البخاری: ۵۵۲۰ میں اس پر بہت مفصل بحث کی ہے اور ان شاء اللہ جب ہم وہاں پہنچیں گے تو ان شارحین کا کلام نقل کریں گے اور حسب توفیق اس پر اپنا تبصرہ کریں گے' سردست ہم گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات پیش کر رہے ہیں:

گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق شمس الائمہ سرخسی حنفی کی عبارت

علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گھوڑوں کا گوشت کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری ۵۵۲۱' صحیح مسلم ۱۹۳۸' سنن دارمی ۱۹۹۲)

جو فقہاء گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دیتے ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' وہ کھانے کے فائدہ کی وجہ سے گھوڑوں کو ذبح کرتے ہیں اور یہ امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی کا قول ہے۔ (کتاب الام للامام الشافعی ج ۲ ص ۲۲۳)

اور رہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تو وہ گھوڑوں کے گوشت کو مکروہ قرار دیتے ہیں' کتاب الصید کا ظاہر لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ بعض علماء رحمہم اللہ نے اس کی اجازت دی ہے لیکن رہا میں تو مجھے گھوڑوں کا گوشت

Marfat.com

کھانا پسند نہیں ہے۔

اور الجامع الصغیر میں امام ابوحنیفہ کا یہ قول مذکور ہے کہ میں گھوڑوں کے گوشت کو مکروہ قرار دیتا ہوں' یہ قول کراہت تحریم پر دلالت کرتا ہے' روایت ہے کہ امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا: جب آپ کسی چیز کے متعلق کہیں: میں اس کو مکروہ قرار دیتا ہوں تو اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا: التحریم۔

جن فقہاء نے گھوڑے کے گوشت کو مباح کہا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ اس پر لوگوں کا عمل ہے اور بازاروں میں گھوڑوں کا گوشت بغیر کسی انکار کے فروخت ہوتا ہے اور اس لیے کہ گھوڑے کا جھوٹا علی الاطلاق طاہر ہے اور اس کے پیشاب کا وہی حکم ہے جو ان جانوروں کے پیشاب کا حکم ہوتا ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے یعنی نجاست خفیفہ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ گھوڑے کم تعداد میں ہوتے ہیں اور وہ مسلمانوں کا ہتھیار ہیں اور ان کی جنگ میں ضرورت ہوتی ہے' اس وجہ سے آپ نے گھوڑوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا نہ کہ اس کی تحریم کی وجہ سے۔

امام ابوحنیفہ جو گھوڑوں کے گوشت کے کھانے کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ط (النحل:٨) اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تمہاری سواری اور زینت کے لیے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس احسان کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے گھوڑوں میں ان کے لیے منفعت رکھی ہے کہ وہ اس پر سواری کرتے ہیں اور وہ ان کے لیے زینت ہے' اگر گھوڑوں کے گوشت کا کھانا جائز ہوتا تو وہ بندوں کے لیے سب سے بڑی منفعت ہوتی کیونکہ سب سے بڑی نعمت تو وہ ہے جس کی وجہ سے بندے زندہ رہ سکیں اور وہ کھانے کی چیز ہے اور حکیم کے مناسب یہ نہیں ہے کہ وہ اعلیٰ نعمت کو چھوڑ کر ادنیٰ نعمت پر اپنا احسان ذکر کرے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے مویشیوں میں ان کے کھائے جانے کی نعمت کا ذکر فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ (المؤمن:٧٩) اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو○

اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے ساتھ خچروں اور گدھوں کا ذکر فرمایا اور چوپایوں کا ذکر نہیں فرمایا اور جن چیزوں کا ذکر ایک ساتھ ہوتا ہے' ان کا شرعی حکم بھی ان کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب گھوڑوں کے گوشت کو مکروہ کہا تو انہوں نے اسی طرح استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کو خچروں اور گدھوں کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے تو جس طرح خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانا جائز نہیں ہے' اسی طرح گھوڑوں کے گوشت کو بھی کھانا جائز نہیں ہے۔

نیز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد:٣٧٩٠' سنن نسائی:٤٣٤٢' سنن ابن ماجہ:٣١٩٨' مسند احمد ج ٤ ص ١١١)

اور حضرت مقدام بن معدی کرب کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر خچروں' گدھوں اور گھوڑوں کا گوشت حرام ہے۔

(مسند احمد ج ٤ ص ١٣٢) اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ حرمت کی دلیل موجب ترجیح ہوتی ہے۔

ابتداء میں گھوڑوں کا گوشت کھانے کی رخصت تھی اور یہ اس کا گوشت کھانے کی ممانعت سے پہلے کی بات ہے اور اس لیے کہ گھوڑیوں سے خچر پیدا ہوتا ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور بچہ ماں کا جز ہوتا ہے تو جب بچہ کا کھانا جائز نہیں ہے تو اس کی ماں یعنی

Marfat.com

گھوڑی کا کھانا بھی جائز نہیں ہوگا۔

پھر گھوڑے خچر اور گدھے کے اس وجہ سے مشابہ ہیں کہ ان کے سُم ہوتے ہیں اور یہ پالتو جانور ہیں' اس کے برعکس وہ چوپائے ہیں جن کے کُھر ہوتے ہیں' جس نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ گھوڑی کے جھوٹے میں اس کے دودھ کی طرح کراہت ہے اور اس کے پیشاب کو ان جانوروں کے پیشاب کے حکم میں رکھا ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے' یہ حکم عموم بلویٰ کی وجہ سے ہے یعنی اس میں عام لوگ مبتلا ہیں اور جس میں عام لوگ مبتلا ہوں اس کے حکم میں تخفیف کی جاتی ہے' اس لیے اس کی نجاست خفیف ہے' اور جنہوں نے کہا ہے کہ گھوڑوں کے گوشت کھانے کی کراہت تنزیہ کے لیے ہے' تحریم کے لیے نہیں ہے' انہوں نے کہا ہے کہ گھوڑا ایک طرح سے آدمی کے حکم میں ہے کیونکہ گھوڑوں سے دشمن کو ڈرایا جاتا ہے اور مالِ غنیمت سے گھوڑے کا بھی حصہ نکالا جاتا ہے اور آدمی کا گوشت عزت اور کرامت کی وجہ سے نہیں کھایا جاتا نہ کہ نجاست کی وجہ سے' اسی طرح گھوڑوں کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی ہے' گھوڑوں کی عزت کی وجہ سے' اسی وجہ سے گھوڑوں کا جھوٹا پاک ہے اور ان کے پیشاب کی نجاست خفیفہ ہے۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۲۵۸_۲۵٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ کاسانی حنفی کی عبارت

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

اور رہا گھوڑے کا گوشت تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مکروہ ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے: مکروہ نہیں ہے' اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ کاسانی نے تمام وہی دلائل ذکر کیے ہیں جو ہم اس سے پہلے مبسوط سے نقل کر چکے ہیں۔

(بدائع الصنائع ج ٦ ص ۱۹۱_۱۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ حصکفی اور علامہ شامی کی عبارات

علامہ محمد بن علی محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۷ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے گھوڑوں کے گوشت کی تحریم کے قول سے اپنی موت سے تین دن پہلے رجوع کر لیا تھا۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار ج ۹ ص ۳٦۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ظاہر الروایۃ میں مذکور ہے کہ گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے اور اس کا گوشت کھانے کی تحریم اس کے احترام کی وجہ سے ہے کیونکہ گھوڑوں سے دشمن کو ڈرایا جاتا ہے' سو اس کا گوشت کھانے کی تحریم اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں ہے' اسی لیے اس کا جھوٹا پاک ہے جیسے آدمی کا حکم ہے' سو اس کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۳٦۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ گھوڑوں کا گوشت کھانا اس لیے مکروہ تھا کہ اس وقت گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمن اسلام سے جہاد کیا جاتا تھا' اب چونکہ جہاد میں گھوڑے استعمال نہیں ہوتے بلکہ ٹینک اور توپیں استعمال ہوتے ہیں اور فوجی گھوڑوں پر سواری نہیں کرتے بلکہ ٹرکوں میں سفر کرتے ہیں' اس لیے اب گھوڑوں کا گوشت کھانا بلا کراہت جائز ہے' لیکن ہمارے ہاں اس کا تعامل اور رواج نہیں ہے اور گھوڑے کا گوشت کھایا جائے تو لوگ اس کو نیا کام سمجھ کر شور شرابا کریں گے' اس لیے آج کل اس کا گوشت کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

Marfat.com

٤٢٢٠- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ يَوْمَ خَيْبَرَ فَإِنَّ الْقُدُوْرَ لَتَغْلِي قَالَ وَبَعْضُهَا نَضِجَتْ فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَأْكُلُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ شَيْئًا وَّاَهْرِيْقُوْهَا قَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى فَتَحَدَّثْنَا أَنَّهُ إِنَّمَا نَهَى عَنْهَا لِأَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ نَهَى عَنْهَا الْبَتَّةَ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَأْكُلُ الْعَذِرَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی از الشیبانی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا کہ خیبر کے دن ہم کو بھوک لگی' پس بے شک پتیلی (میں سالن) جوش کھا رہا تھا اور اس کا کچھ حصہ پک چکا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک منادی نے آ کر کہا: گدھوں کے گوشت میں سے کچھ بھی نہ کھاؤ اور پتیلی کو اُلٹ دو' حضرت ابن ابی اوفیٰ نے کہا: ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ آپ نے گدھوں کے گوشت سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس میں سے خمس نہیں نکالا گیا' اور بعض نے کہا: آپ نے اس سے یقینی طور پر منع فرمایا ہے کیونکہ گدھے نجاست کھاتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۵ میں گزر چکی ہے۔

گدھوں کے گوشت کی ممانعت کا سبب اور صحابہ کرام کتنے گدھے ذبح کر چکے تھے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی آئے: اور وہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

گدھے نجاست کھاتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ممانعت کی اس حدیث میں دو سبب بیان کیے گئے ہیں: ایک یہ کہ ان گدھوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پانچواں حصہ نہیں نکالا گیا اور دوسرا یہ کہ گدھے نجاست کھاتے ہیں اور ان دونوں پر اعتراض ہے' پہلے سبب پر یہ اعتراض ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں بہ قدر کفایت حلال ہیں' اور دوسرے سبب پر یہ اعتراض ہے کہ نجاست کا کھانا کراہت کا موجب ہے' تحریم کا موجب نہیں ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ گدھے کا گوشت نجس ہے۔

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ جن گدھوں کو صحابہ کرام نے ذبح کر لیا تھا' ان کی تعداد بیس یا تیس تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۳۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گدھوں کے گوشت کو کھانے سے اس لیے منع فرمایا کہ وہ بوجھ اُٹھاتے ہیں تو آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ بوجھ اُٹھانے والے جانور نہ رہیں یا آپ نے خیبر کے دن اس کو حرام قرار دے دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۷۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

۴۲۲۱'۴۲۲۲- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی از حضرت البراء و

Marfat.com

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصَابُوْا حُمُرًا فَطَبَخُوْهَا فَنَادٰى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْفِئُوا الْقُدُوْرَ ۔ [اطراف الحدیث:۴۲۲۳۔۴۲۲۵۔۴۲۲۶۔۵۵۲۵]
(صحیح مسلم:۱۹۳۸؍الرقم المسلسل:۴۹۰۵)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہم وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے پس صحابہ کو گدھے مل گئے انہوں نے ان کو پکا لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ پتیلیوں کو اُلٹ دو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۳۱۵۵ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٢٣، ٤٢٢٤- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَابْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ يُحَدِّثَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدْ نَصَبُوا الْقُدُوْرَ اَكْفِئُوا الْقُدُوْرَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہم سے سنا وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر کے دن صحابہ نے پتیلیاں (چولہوں پر) رکھ دی تھیں اس وقت آپ نے فرمایا: پتیلیوں کو اُلٹ دو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۳۱۵۳ اور ۳۳۵۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٤٢٢٥- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے اسی کی مثل حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری:۴۲۲۱ میں مطالعہ کریں۔

٤٢٢٦- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ اَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ اَنْ نُلْقِيَ الْحُمُرَ الْاَهْلِيَّةَ نِيْئَةً وَّنَضِيْجَةً ثُمَّ لَمْ يَاْمُرْنَا بِاَكْلِهٖ بَعْدُ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی زائدہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی از عامر از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں حکم دیا کہ ہم پالتو گدھوں کے گوشت گرادیں خواہ وہ کچا ہو یا پکا ہوا ہو پھر اس کے بعد آپ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۴۲۲۱ میں ملاحظہ کریں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے: پھر آپ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا اس میں یہ اشارہ ہے کہ گدھوں کا گوشت دائمی طور پر حرام فرمادیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٤٢٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْحُسَيْنِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَا أَدْرِي أَنَهَى عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ كَانَ حَمُولَةَ النَّاسِ فَكَرِهَ أَنْ تَذْهَبَ حَمُولَتُهُمْ أَوْ حَرَّمَهُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَحْمَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ.
(صحیح مسلم: ١٩٣٩' الرقم المسلسل: ٩٤١٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی الحسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از عاصم از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (گدھوں کے گوشت) سے اس لیے منع فرمایا کہ وہ لوگوں کا بوجھ اُٹھانے والے جانور ہیں تو آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ ان کا بوجھ اُٹھانے والے جانور ختم ہو جائیں یا آپ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا۔

٤٢٢٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا قَالَ فَسَّرَهُ نَافِعٌ فَقَالَ إِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن گھڑ سوار کو (مالِ غنیمت سے) دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا' انہوں نے بتایا کہ نافع نے اس کی تفسیر کی' پس انہوں نے کہا: جب مرد کے ساتھ گھوڑا ہو تو اس کے تین حصے ہوں گے اور اگر اس کے ساتھ گھوڑا نہ ہو تو اس کا ایک حصہ ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٤٠ میں گزر چکی ہے۔

گھوڑے کو دو حصے دینے کے ثبوت میں احادیث

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

بہ کثرت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ گھڑ سوار کے گھوڑے کو مالِ غنیمت سے دو حصے دیئے جائیں گے اور اس کے سوار کو ایک حصہ دیا جائے گا' ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے' اس کے برعکس امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ گھوڑے کو بھی ایک حصہ دیا جائے گا اور اس کے سوار کو بھی ایک حصہ دیا جائے گا ورنہ لازم آئے گا کہ گھوڑے کی فضیلت انسان سے زیادہ ہو۔

جمہور فقہاء کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کے لیے دو حصے رکھے اور اس کے سوار کے لیے ایک حصہ رکھا' امام مالک نے کہا کہ گھوڑوں کے لیے اور خچروں کے لیے (مالِ غنیمت سے) حصہ نکالا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تاکہ تم ان پر سواری کرو۔ (النحل: ۸) (صحیح البخاری: ۲۸۶۳' صحیح مسلم: ۱۷۶۲)

(۲) امام دارقطنی نے بھی نافع سے اس کی مثل روایت کی ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۲)

(۳) امام ابن ابی شیبہ نے بھی نافع سے اس کی مثل روایت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۱۵۹)

(۴) امام ابوداؤد نے حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: انہوں نے کہا: میں حدیبیہ میں حاضر تھا' اس میں لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی' ان میں تین سو گھڑ سوار تھے' اور خیبر کا مال غنیمت اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھڑ سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس حدیث میں راوی کو وہم ہوا' گھڑ سوار تین سو نہیں' دو سو تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۳۶)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ حدیبیہ کے لشکر کی تعداد پندرہ سو نہیں' چودہ سو تھی۔ (سنن بیہقی ج ٦ ص ۳۲٦)

(۵) امام ابوداؤد نے از ابن ابی عمرۃ از والد خود روایت کی ہے کہ ہم چار اشخاص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس آپ نے ہم میں سے ہر انسان کو ایک حصہ دیا اور گھوڑے کو دو حصے دیئے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۳۴)

(٦) امام دارقطنی نے حضرت بشیر بن عمرو بن محصن سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھوڑے کے لیے چار حصے دیئے اور میرے لیے ایک حصہ دیا' سو میں نے پانچ حصے لیے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۴)

(۷) یحییٰ بن عباد اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے سال حضرت زبیر کو چار حصے دیئے' ایک حصہ حضرت زبیر کے لیے' ایک حصہ حضرت صفیہ کے لیے رضی اللہ عنہما اور دو حصے گھوڑے کے لیے۔

(سنن نسائی ج ٦ ص ۲۲۸)

(۸) امام دارقطنی نے اس حدیث کو از حضرت عبداللہ بن الزبیر از حضرت زبیر رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۱۰-۱۰۹)

(۹) زہری نے از حضرت عمر' حضرت طلحہ بن عبیداللہ والزبیر رضی اللہ عنہم روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے کو دو حصے دیتے تھے۔

(۱۰) اسحاق بن عبداللہ از ابی حازم روایت کرتے ہیں کہ ہم نے غزوہ کیا' میں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرا بھائی اور ہمارے ساتھ دو گھوڑے تھے' سو آپ نے ہمیں چھ حصے دیئے' چار حصے ہمارے گھوڑوں کے لیے اور دو حصے ہمارے لیے۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۱)

(۱۱) حضرت ابوکبشہ الانماری بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح حاصل ہوئی تو آپ نے فرمایا: میں نے گھوڑے کے لیے دو حصے رکھے ہیں اور گھڑ سوار کے لیے ایک حصہ رکھا ہے' پس جس نے ان کا حصہ کم کیا' اللہ عزوجل اس کا حصہ کم کرے گا۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۱)

(۱۲) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے ایک حصہ رکھا اور میرے گھوڑے کے لیے دو حصے رکھے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۲)

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ حنین میں دو سو گھوڑوں کے لیے دو دو حصے رکھے۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۳)

(۱۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں حاضر تھا' آپ نے ہم میں سے گھڑ سوار کو تین حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۵)

(۱۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کے لیے دو حصے دیئے اور اس کے سوار کے لیے ایک حصہ دیا۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۱۱)

(۱٦) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو چار حصے دیئے' دو حصے ان کے

Marfat.com

گھوڑے کے لیے ایک حصہ ان کے لیے اور ایک حصہ قرابت کی وجہ سے۔ (سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٢٧-٣٢٦)

گھوڑے کو دو حصے دینے کے ثبوت میں مزید دلائل اور شبہات کے جوابات

جب یہ احادیث واضح ہو گئیں تو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۔ (الحشر: ٧) اور رسول تم کو جو دیں وہ لے لو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھڑ سوار کو تین حصے دیئے ہیں' دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے اور ایک حصہ اس کے لیے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور آپ کی اطاعت فرض ہے' حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اسی طرح کہا ہے اور صحابہ کرام میں سے کوئی ان کا مخالف نہیں ہے اور متقدمین اور متاخرین میں سے عام علماء کا یہی قول ہے' سوائے امام ابوحنیفہ کے' انہوں نے یہ کہا ہے کہ گھوڑے کو صرف ایک حصہ دیا جائے گا' انہوں نے کہا کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ جانور کو مسلمان پر فضیلت دی جائے اور ان کے اصحاب نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے' سو وہ اس قول میں منفرد ہیں اور ائمہ ثلاثہ' امام شافعی' امام مالک' امام احمد' امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن نے بھی ان کی مخالفت کی ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ٣ ص ٤٣٧)

امام ابن سحنون نے کہا ہے کہ اس طرح گھوڑے کی مسلمان کے اوپر فضیلت لازم آئے گی' یہ ضعیف شبہ ہے کیونکہ تمام حصص حقیقت میں مرد کے لیے ہیں۔ (النوادر والزیادات ج ٣ ص ١٥٧)

علامہ ابن التین نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی دلیل حضرت مقداد کی روایت ہے کہ بدر کے دن ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حصہ دیا اور ان کے گھوڑے کو بھی ایک حصہ دیا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دوسری روایات بہت زیادہ ہیں اور وہ بعد کی احادیث ہیں اور بعد کی احادیث مقدم کے لیے ناسخ ہوتی ہیں۔

گھوڑے کے لیے دو حصے رکھنے میں گھوڑوں پر خرچ کا معاوضہ ہے اور ان کو رکھنے اور پالنے کی ترغیب ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں میں برکت رکھی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند کرنے کا سبب ہیں اور ان سے دشمن کو ڈرایا جاتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ١٧ ص ٥٣٩-٥٣٠ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

گھوڑے کو ایک حصہ دینے کے ثبوت میں احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ گھڑ سوار کو ایک حصہ دیا جائے گا اور اس کے گھوڑے کو بھی ایک حصہ دیا جائے گا اور ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

(١) امام طبرانی نے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے جس کو بسمہ کہا جاتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دو حصے دیئے ایک حصہ ان کے لیے اور ایک حصہ ان کے گھوڑے کے لیے۔

(٢) امام واقدی نے المغازی میں جعفر بن خارجہ سے روایت کی ہے کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بنو قریظہ میں گھوڑے پر سوار حاضر تھا' پس ایک حصہ میرے لیے اور ایک حصہ میرے گھوڑے کے لیے مقرر فرمایا۔

(٣) امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر کی سورۃ الانفال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو المصطلق کے قیدی حاصل کیے' پھر اس میں سے خمس نکالا' پھر اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا' سو گھڑ سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔

Marfat.com

(۴) امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گھڑسوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔

(۵) امام دارقطنی نے المؤتلف والمختلف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھڑسوار کو دو حصے دیتے تھے اور پیدل کو ایک حصہ۔

امام ابوحنیفہ کے تفرد کا جواب' علامہ عینی کی ذکر کردہ احادیث کی توثیق اور علامہ ابن ملقن کی پیش کردہ احادیث پر جرح اور صحیح بخاری کی حدیث کا محمل

علامہ ابن الملقن نے التوضیح لشرح الجامع الصحیح (ج ۷ اص ۵۳۹) میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تمام متقدمین اور متاخرین علماء کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ گھوڑے کو صرف ایک حصہ ملے گا اور کہا ہے کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ جانور کو مسلمان پر فضیلت دی جائے اور ان کے اصحاب نے ان کی مخالفت کی ہے اور وہ اس مسئلہ میں واحد اور منفرد ہیں۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ اس مسئلہ میں منفرد نہیں ہیں' بلکہ حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم کا بھی اسی طرح قول ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کا استدلال الواقدی کی روایت سے ہے اور الواقدی پر جرح ہے تو میں کہوں گا کہ مصعب الزبیری سے واقدی کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: وہ ثقہ مامون ہیں' اسی طرح المسیب نے کہا اور القاسم بن سلام نے کہا ہے کہ واقدی ثقہ ہے' الداؤدی نے کہا: الواقدی امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں' اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان کی روایت پر جرح ہے تو علامہ ابن ملقن نے جن کی روایات پیش کی ہیں' ان پر بھی جرح ہے:

پس امام ابوداؤد کی وہ حدیث جس کی انہوں نے امام احمد سے روایت کی ہے' اس کی سند میں المسعودی ہے اور وہ مجروح ہے۔

ابورھم کی حدیث کی سند میں قیس بن الربیع ہے' التنقیح میں کہا ہے کہ اس کو بعض ائمہ نے ضعیف کہا ہے اور ابورھم کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔

ابوکبشہ الانماری کی حدیث کی سند میں محمد بن عمران العبسی ہے' امام نسائی نے کہا: وہ قوی نہیں ہے' اور اس کی سند میں عبداللہ بن بشر ہے' امام نسائی نے کہا: وہ ثقہ نہیں ہے اور یحییٰ القطان نے کہا: وہ لاشیء ہے' امام ابوحاتم اور الدارقطنی نے کہا: وہ ضعیف ہے۔

اور حضرت مقداد کی حدیث کی سند میں موسیٰ بن یعقوب کی اپنی پھوپھی قریبہ سے روایت ہے' اس میں ضعف ہے اور وہ ان سے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ باب مذکور میں صحیح بخاری اور دیگر کتب صحاح سے روایت ہے اور وہ روایات امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہیں تو میں کہوں گا کہ ہرگز نہیں' کیوں کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ لا اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ . (الانفال:۴۱)

اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ تم جو کچھ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے' اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ آیت گھڑسوار اور پیدل کے درمیان مساوات کا تقاضا کرتی ہے اور اس آیت میں تمام غنیمت حاصل کرنے والوں سے خطاب ہے اور اس باب کی حدیث اور دیگر احادیث بہ طور تنفیل پر محمول ہیں (یعنی کسی کو اس کے حق سے زیادہ بہ طور نفل اور انعام دینے

Marfat.com

پر محمول ہیں)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۱۹۔۲۱۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٢٢٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهُ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ مِّنْكَ فَقَالَ اِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَّاحِدٌ قَالَ جُبَيْرٌ وَّلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ وَّبَنِيْ نَوْفَلٍ شَيْئًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سعید بن المسیب وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چل کر گئے پس ہم نے عرض کیا کہ آپ نے بنوالمطلب کو خیبر کے خمس سے عطاء کیا ہے اور ہم کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ ہماری آپ کے ساتھ ایک درجہ کی قرابت ہے! آپ نے فرمایا: اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ بنو ہاشم اور بنوالمطلب ایک چیز ہیں اور حضرت جبیر نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کے لیے کچھ تقسیم نہیں کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۱۴۰ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عثمان اور حضرت جبیر بن مطعم سے قرابت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حالانکہ ہماری آپ کے ساتھ ایک درجہ کی قرابت ہے: کیونکہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؤں کے بیٹے ہیں حضرت عثمان عبشمی تھے اور حضرت جبیر بن مطعم نوفلی تھے۔

ایک چیز ہیں: کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے جدا نہیں ہوا' جاہلیت میں نہ اسلام میں اور یہ دونوں خیف بنو کنانہ میں ایک ساتھ محصور تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٢٣٠- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِيْنَ اِلَيْهِ اَنَا وَاَخَوَانِ لِيْ اَنَا اَصْغَرُهُمْ اَحَدُهُمَا اَبُوْ بُرْدَةَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ رُهْمٍ اِمَّا قَالَ فِيْ بِضْعٍ وَّاِمَّا قَالَ فِيْ ثَلَاثَةٍ وَّخَمْسِيْنَ اَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِيْنَ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِيْ فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً فَاَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا اِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَاَقَمْنَا مَعَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا جَمِيْعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ وَكَانَ اُنَاسٌ مِّنَ النَّاسِ يَقُوْلُوْنَ لَنَا يَعْنِيْ لِاَهْلِ السَّفِيْنَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی اس وقت ہم یمن میں تھے پس ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے میں تھا اور میرے دو بھائی تھے اور میں سب سے چھوٹا تھا' ان دونوں میں سے ایک حضرت ابو بردہ تھے اور دوسرے حضرت ابورھم تھے رضی اللہ عنہما' یا انہوں نے کہا: ہم چند اصحاب کے ساتھ' یا کہا: ترپن یا باون میری قوم کے مرد تھے' ہم کشتی میں سوار ہوئے پس کشتی نے ہمیں نجاشی کے ملک حبشہ (ایتھوپیا) میں پہنچا دیا' وہاں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے موافقت

Marfat.com

سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ وَدَخَلَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ وَهِيَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا عَلٰى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَةً وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ اِلَى النَّجَاشِيِّ فِيْمَنْ هَاجَرَ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلٰى حَفْصَةَ وَاَسْمَاءُ عِنْدَهَا فَقَالَ عُمَرُ حِيْنَ رَاٰى اَسْمَاءَ مَنْ هٰذِهِ قَالَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ قَالَ عُمَرُ الْحَبَشِيَّةُ هٰذِهِ الْبَحْرِيَّةُ هٰذِهِ قَالَتْ اَسْمَاءُ نَعَمْ قَالَ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ فَنَحْنُ اَحَقُّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكُمْ فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ كَلَّا وَاللّٰهِ كُنْتُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ وَكُنَّا فِيْ دَارٍ اَوْ فِيْ اَرْضِ الْبُعَدَاءِ الْبُغَضَاءِ بِالْحَبَشَةِ وَذٰلِكَ فِي اللّٰهِ وَفِيْ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَايْمُ اللّٰهِ لَا اَطْعَمُ طَعَامًا وَّلَا اَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى اَذْكُرَ مَا قُلْتَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ كُنَّا نُوْذٰى وَنُخَافُ وَسَاَذْكُرُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسْاَلُهٗ وَاللّٰهِ لَا اَكْذِبُ وَلَا اَزِيْغُ وَلَا اَزِيْدُ عَلَيْهِ .

ہوئی' ہم ان کے ساتھ ٹھہرے' حتیٰ کہ ہم ایک ساتھ (مدینہ) آئے' ہماری نبی ﷺ سے اس وقت ملاقات ہوئی جب آپ خیبر فتح کر چکے تھے' اور اس وقت بعض صحابہ ہم کشتی والوں سے یہ کہتے تھے: ہم تم سے ہجرت کرنے میں سابق ہیں' اور حضرت اسماء بنت عمیس بھی آئی تھیں' اور یہ ان میں سے تھیں جو ہمارے ساتھ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی زیارت کے لیے گئی تھیں اور انہوں نے بھی حضرت نجاشی کی طرف ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کی تھی' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ کے پاس آئے اور حضرت اسماء بھی ان کے پاس تھیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت اسماء کو دیکھا تو پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ حضرت اسماء بنت عمیس ہیں' حضرت عمر نے کہا: یہ سمندر کے راستے سے حبشہ سے آئی ہیں؟ حضرت اسماء نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے کہا: ہم تم سے ہجرت کرنے میں سابق ہیں' پس ہم تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے حق دار ہیں' تو حضرت اسماء غضب ناک ہوئیں' انہوں نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' وہ تمہارے بھوکوں کو کھلاتے تھے اور تم میں سے بے علم لوگوں کو نصیحت کرتے تھے' اور ہم ایسے گھر میں تھے یا ایسی دور کی زمین میں تھے جہاں کے لوگ ہم سے بغض رکھنے والے تھے' ہم حبشہ میں تھے اور ہمارا وہاں جانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے تھا' اور اللہ کی قسم! میں اس وقت تک کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی' حتیٰ کہ میں آپ کی بات کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر نہ کردوں اور ہم کو وہاں ایذاء دی جاتی تھی اور ہم کو خوف زدہ کیا جاتا تھا اور میں عنقریب نبی ﷺ سے اس بات کا ذکر کروں گی اور آپ سے سوال کروں گی اور اللہ کی قسم! میں جھوٹ نہیں بولوں گی اور نہ تحریف کروں گی اور نہ آپ کی بات پر کوئی اضافہ کروں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۴۲۳۱- فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ عُمَرَ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَمَا

پس جب نبی ﷺ تشریف لائے تو حضرت اسماء نے کہا: اے اللہ کے نبی! بے شک حضرت عمر نے اس طرح اور اس طرح

Marfat.com

قُلْتِ لَهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهُ كَذَا وَكَذَا قَالَ لَيْسَ بِاَحَقَّ بِيْ مِنْكُمْ وَلَهُ وَلِاَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ وَلَكُمْ اَنْتُمْ اَهْلَ السَّفِيْنَةِ هِجْرَتَانِ قَالَتْ فَلَقَدْ رَاَيْتُ اَبَا مُوْسٰى وَاَصْحَابَ السَّفِيْنَةِ يَاْتُوْنِيْ اَرْسَالًا يَسْاَلُوْنِيْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَا مِنَ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُمْ بِهٖ اَفْرَحُ وَلَا اَعْظَمُ فِيْ اَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبُرْدَةَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ اَبَا مُوْسٰى وَاِنَّهٗ لَيَسْتَعِيْدُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنِّيْ ۔

کہا ہے؟ آپ نے پوچھا: پھر تم نے ان سے کیا کہا؟ حضرت اسماء نے بتایا: میں نے ان سے اس طرح اور اس طرح کہا' آپ نے فرمایا: وہ تم سے زیادہ میرے حق دار نہیں ہیں' ان کے اور ان کے اصحاب کے لیے ایک ہجرت ہے اور تمہارے لیے اے کشتی والو! دو ہجرتیں ہیں' حضرت اسماء نے کہا: پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ اور کشتی والے باری باری میرے پاس آتے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق سوال کرتے اور وہ دنیا کی کسی چیز سے اتنے خوش نہیں ہوئے تھے اور نہ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی چیز اتنی عظیم تھی جتنی نبی ﷺ کی یہ حدیث تھی' حضرت ابوبردہ نے بتایا کہ حضرت اسماء نے بتایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ بار بار مجھ سے یہ حدیث دہرواتے تھے۔

٤٢٣٢- قَالَ اَبُوْبُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ اَصْوَاتَ رُفْقَةِ الْاَشْعَرِيِّيْنَ بِالْقُرْاٰنِ حِيْنَ يَدْخُلُوْنَ بِاللَّيْلِ وَاَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ اَصْوَاتِهِمْ بِالْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ وَاِنْ كُنْتُ لَمْ اَرَ مَنَازِلَهُمْ حِيْنَ نَزَلُوْا بِالنَّهَارِ وَمِنْهُمْ حَكِيْمٌ اِذَا لَقِيَ الْخَيْلَ اَوْ قَالَ الْعَدُوَّ قَالَ لَهُمْ اِنَّ اَصْحَابِيْ يَاْمُرُوْنَكُمْ اَنْ تَنْظُرُوْهُمْ ۔

حضرت ابوبردہ نے کہا از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اشعریین کے رفقاء کی قرآن پڑھنے کی آواز کو پہچانتا ہوں' جب وہ رات میں داخل ہوتے ہیں اور جب وہ رات میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں تو میں ان کی قیام گاہوں کو پہچانتا ہوں' اگرچہ وہ دن میں کسی جگہ ٹھہرتے ہیں تو میں نے ان کی قیام گاہوں کو نہیں دیکھا ہوتا' اور ان میں سے ایک عقل مند مرد ہے جب اس کی گھڑسواروں سے ملاقات ہوتی ہے' یا فرمایا: کسی دشمن سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ ان سے کہتا ہے: میرے اصحاب تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم ان کا انتظار کر لو۔

حضرت جعفر کے ساتھیوں کا تذکرہ اور حضرت اسماء بنت عمیس کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حتی کہ ہم سب مدینہ آ گئے: امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو نجاشی کی طرف بھیجا کہ وہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کو بھیج دیں' اور وہ سولہ مرد تھے اور ان میں ایک خاتون حضرت اسماء بنت عمیس تھیں' اور حضرت خالد بن سعید بن العاص اور ان کی بیوی تھیں اور ان کے بھائی حضرت عمرو بن سعید تھے اور مُعیقیب ابن ابی فاطمہ تھے۔

حضرت اسماء بنت عمیس: ان کی ماں کا نام ھند بنت عوف ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اُم الفضل لبابہ کی بہن ہیں' اور حضرت اسماء کے خاوند حضرت جعفر بن ابی طالب ہیں اور جب حضرت جعفر شہید ہو گئے تو ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا' اور ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے' پھر جب حضرت ابوبکر فوت ہو گئے تو حضرت اسماء سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا' پھر ان سے یحییٰ بن علی بن ابی طالب پیدا ہوئے۔

جب ان سے گھڑسوار ملتے: یعنی مسلمان سوار ملتے تو وہ ان سے کہتے کہ تم ٹھہرو ہم سب مل کر دشمن پر حملہ کرنے جاتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۷۔۳۲۸' دارالکتب العلمیہ بیروت'۱۴۲۱ھ)

۴۲۳۳- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَنِ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَسَمَ لَنَا وَلَمْ يَقْسِمْ لِاَحَدٍ لَّمْ يَشْهَدِ الْفَتْحَ غَيْرَنَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے حفص بن غیاث سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم فتح خیبر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' آپ نے ہمارے لیے (مالِ غنیمت) تقسیم کیا اور ہمارے سوا اور کسی ایسے شخص کے لیے تقسیم نہیں کیا جو فتح خیبر پر حاضر نہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۶ میں گزر چکی ہے۔

احناف کی اس پر دلیل کہ جو مسلمان مالِ غنیمت کے دارالاسلام میں پہنچنے سے پہلے مل جائیں تو ان کو اس سے حصہ ملے گا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو لوگ مالِ غنیمت کو دارالاسلام تک منتقل کرنے سے پہلے پہنچ جاتے ہیں' وہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں شریک ہوتے ہیں' اس مسئلہ میں فقہاء شافعیہ کا اختلاف ہے' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ "مالِ غنیمت سے اس کو حصہ ملے گا جو جہاد کے موقع پر حاضر ہو" ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے اور اس حدیث کا قولِ رسول ہونا غریب ہے' یعنی ثابت نہیں ہے۔ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ کی حدیث اس پر محمول ہے کہ وہ مالِ غنیمت جمع ہونے سے پہلے پہنچ گئے تھے' میں کہتا ہوں کہ اس کے ثبوت کے لیے نقل کی ضرورت ہے اور وہ ہے نہیں اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ کو اپنے خمس کے خمس میں سے عطاء فرمایا تھا تاکہ ان کے قلوب اسلام کی طرف راغب ہوں اور ان کو اصل مالِ غنیمت سے نہیں عطاء فرمایا' میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی اس صحیح اور صریح حدیث کے خلاف ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ہمارے لیے (مالِ غنیمت) تقسیم کیا اور ہمارے سوا اور کسی ایسے شخص کے لیے تقسیم نہیں کیا جو فتح خیبر پر حاضر نہ ہو۔

Marfat.com

٤٢٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ مَّالِكِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثَوْرٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ مَّوْلَى ابْنِ مُطِيْعٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِفْتَتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَّلَا فِضَّةً اِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْاِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى وَادِي الْقُرٰى وَمَعَهُ عَبْدٌ لَّهُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ اَهْدَاهُ لَهُ اَحَدُ بَنِي الضِّبَابِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ حَتّٰى اَصَابَ ذٰلِكَ الْعَبْدَ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيْئًا لَّهُ الشَّهَادَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِيْ اَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَجَاءَ رَجُلٌ حِيْنَ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِرَاكٍ اَوْ بِشِرَاكَيْنِ فَقَالَ هٰذَا شَيْءٌ كُنْتُ اَصَبْتُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِرَاكٌ اَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ .

[طرف الحدیث:٦٧٠٧] (صحیح مسلم:١١٥' الرقم المسلسل:٢١١' سنن ابوداؤد:٢٧١١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از مالک بن انس' انہوں نے کہا: مجھے ثور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سالم مولیٰ ابن مطیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خیبر فتح کیا اور ہم نے مال غنیمت میں سے سونا اور چاندی نہیں لی' ہم نے صرف بیل اور اونٹ اور سامان اور باغات لیے' پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وادی القریٰ پر گئے اور ہمارے ساتھ آپ کا ایک غلام تھا جس کو مدعم کہا جاتا تھا' وہ آپ کو بنو الضباب میں سے کسی نے ہبہ کیا تھا' سو جس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کجاوہ اتار رہا تھا' اچانک نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر اس غلام کو لگا تو لوگوں نے کہا: اس کو شہادت مبارک ہو! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جو چادر اس نے خیبر کے مال غنیمت کے تقسیم ہونے سے پہلے چرائی تھی' وہ اس پر آگ کا شعلہ بن کر بھڑک رہی ہے' پس جب ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ارشاد سنا تو وہ ایک تسمہ یا دو تسمے لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: یہ وہ ہیں جن کو میں نے لیا تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ آگ کا ایک تسمہ یا دو تسمے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن محمد الجعفی المعروف بالمسندی (٢) معاویہ بن عمرو المہلب الازدی البغدادی' یہ اصل میں کوفی ہیں اور یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں' وہ ان سے بالواسطہ روایت کرتے ہیں اور کتاب الجمعۃ میں ان سے بلاواسطہ روایت کی ہے (٣) ابواسحٰق' یہ ابراہیم بن محمد الفزاری ہیں (٤) ثور بن زید ابوخالد الکلاعی الشامی حمصی' یہ ایک سو پچپن ہجری میں بیت المقدس میں فوت ہو گئے تھے' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (٥) سالم ابوالغیث عبداللہ بن مطیع بن الاسود القرشی العدوی المدنی کے آزاد کردہ غلام' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٣٩)

بعض مبہم الفاظ کی تعیین

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

وادی القریٰ: یہ مدینہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔

"مِدعَم" یہ اس غلام کا نام ہے جس کو رفاعہ بن زید بن وہب الجذامی الضبیی نے آپ کو ہبہ کیا تھا۔

Marfat.com

٤٢٣٥- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا اَنْ اَتْرُكَ اٰخِرَ النَّاسِ بَبَّانًا لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مَا فُتِحَتْ عَلَيَّ قَرْيَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَلٰكِنِّيْ اَتْرُكُهَا خِزَانَةً لَهُمْ يَقْتَسِمُوْنَهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ سنو! جس ذات کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میں آخر کے لوگوں کو محتاج اور فقیر چھوڑوں گا تو جو شہر بھی فتح ہوتا میں اس کو وہاں کے مجاہدین میں تقسیم کر دیتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا لیکن میں ان مفتوحہ اراضی کو مسلمانوں کا خزانہ بنا کر چھوڑ رہا ہوں تا کہ وہ اس (کی آمدنی) کو اپنے درمیان تقسیم کرتے رہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۳۴ میں گزر چکی ہے۔

بہتان کے لفظ کی تحقیق اور عراق کی مفتوحہ اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بجائے وقف عام کر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''بَبَّان'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: واحد چیز علامہ خطابی نے کہا: میرا یہ گمان نہیں ہے کہ یہ لفظ عربی ہے اور نہ میں نے اس حدیث کے علاوہ اس لفظ کو کبھی سنا ہے اور الازہری نے کہا ہے کہ بلکہ یہ لغت صحیحہ ہے لیکن یہ غیر مشہور ہے امام خلیل نے کتاب العین میں کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: کسی چیز کا ایک طریقہ پر ہونا ابوسعید الضریر نے کہا ہے کہ کلام عرب میں ''بَبَّان'' کا لفظ نہیں ہے یہ ''بَیَّان'' کا لفظ ہے علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''بَبَّان'' صحیح لفظ ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میں مسلمانوں کو برابر کا فقیر چھوڑ کر جاؤں گا یعنی وہ فقر میں برابر ہوں گے تو میں مفتوحہ اراضی تمام غنیمت حاصل کرنے والوں میں تقسیم کر دیتا لیکن میں نے یہ مفتوحہ اراضی مجاہدین میں تقسیم نہیں کیں بلکہ میں نے ان اراضی کو دائمی وقف کر دیا تا کہ یہ مسلمانوں کا خزانہ اور ان کے لیے محفوظ رہے اور وہ اس (کی آمدنی) کو قیامت تک تقسیم کرتے رہیں۔

حضرت عمر کی غرض یہ تھی کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا تھا میں نے مفتوحہ اراضی کو اس طرح مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا بلکہ ان اراضی کو میں نے آنے والی نسلوں کے لیے وقف کر دیا ہے تا کہ وہ ان اراضی کی آمدنی سے قیامت تک فائدہ اٹھاتے رہیں۔

حضرت عمر نے عراق کی مفتوحہ اراضی کو مجاہدین اور اکابر صحابہ کے مشورہ سے وقف کر دیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٢٣٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَوْلَا اٰخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ قَرْيَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی از امام مالک بن انس از زید بن اسلم از والد خود از حضرت عمر رضی اللہ انہوں نے کہا: اگر مجھے آخری مسلمانوں (کے افلاس) کا خطرہ نہ ہوتا تو

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ .

میں ہر مفتوحہ شہر کی زمینوں کو (مجاہدین میں) اس طرح تقسیم کر دیتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کو تقسیم کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۳۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ وَسَأَلَهُ إِسْمٰعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ قَالَ لَهُ بَعْضُ بَنِي سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ لَا تُعْطِهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ وَاعَجَبَاهُ لِوَبْرٍ تَدَلّٰى مِنْ قُدُومِ الضَّأْنِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا اور ان سے اسماعیل بن امیہ نے سوال کیا تھا، انہوں نے کہا: مجھے عنبسہ بن سعید نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے (خیبر کی غنیمت کا) حصہ مانگا، سعید بن العاص کے ایک بیٹے (حضرت ابان بن سعید) نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو نہ دیں، تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا: یہ حضرت ابن قوقل کا قاتل ہے، (اس پر حضرت ابان نے) کہا: اس وبر (بلی سے چھوٹا جانور) پر تعجب ہے جو قدوم الضأن (پہاڑی) سے اتر کر آیا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۸۲۷ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سعید بن العاص کا بیٹا: ان کا نام حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ ہے۔

یہ حضرت ابن قوقل کا قاتل ہے: ان کا نام نعمان بن قوقل ہے، ان کو نعمان بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے اور ثعلبہ کو قوقل انصاری بھی کہا جاتا ہے، یہ بدر میں حاضر تھے، اور اُحد میں ان کو شہید کر دیا گیا تھا، ان کو ابان بن سعید بن العاص بن امیہ اموی نے قتل کیا تھا، الزبیر نے کہا: ابان اپنے دو بھائیوں خالد اور عمرو کے بعد اسلام لائے تھے، اور اسلام کے بعد انہوں نے نیک کام کیے، یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کو اس وقت پناہ دی تھی جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال قریش کی طرف بھیجا تھا اور ان کو گھوڑے پر سوار کیا تھا حتیٰ کہ وہ مکہ میں داخل ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بحرین کا گورنر بنایا تھا، جب حضرت العلاء الحضرمی کو وہاں سے معزول فرمایا تھا، پھر آپ وہاں کے گورنر رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، حضرت ابان رضی اللہ عنہ کو جمادی الاولیٰ تیرہ ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اجنادین کے دن شہید کر دیا گیا۔

''وبر'' یہ بلی کے مشابہ ایک جانور ہے، ایک قول ہے کہ یہ بلی سے چھوٹا ہے، اس کی دم نہیں ہوتی، یہ گھروں میں نہیں رہتا۔

حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ کی تحقیر کے لیے ان کو ''وبر'' کہا کیونکہ ان کو لڑنے کی زیادہ طاقت نہیں تھی۔

''ضان'' یہ دوس کے پہاڑ کا نام ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ''ضان'' کا معنی بکری ہے، اور قدوم کا معنی پہاڑی کا کنارہ ہے۔

٤٢٣٨- وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ

اور الزبیدی سے ذکر کیا جاتا ہے از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عنبسہ بن سعید نے خبر دی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَانَ عَلٰى سَرِيَّةٍ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ قِبَلَ نَجْدٍ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَقَدِمَ اَبَانُ وَاَصْحَابُهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحَهَا وَاِنَّ حُزْمَ خَيْلِهِمْ لَلِيْفٌ . قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَاتَقْسِمْ لَهُمْ قَالَ اَبَانُ وَاَنْتَ بِهٰذَا يَا وَبْرُ تَحَدَّرَ مِنْ رَّاْسِ ضَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَانُ اجْلِسْ فَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ .

سے سنا' وہ سعید بن العاص کو خبر دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابان رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر مدینہ سے نجد کی طرف بھیجا' حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ پس حضرت ابان اور ان کے اصحاب خیبر کے فتح ہونے کے بعد خیبر میں پہنچے اور ان لوگوں کے گھوڑے درخت کی چھال کا گٹھا تھے' حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان لوگوں کے لیے مال غنیمت تقسیم نہ کریں' حضرت ابان نے کہا: اے وبر! تم یہ بات کہہ رہے ہو! تم ضان پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر آئے ہو' تب نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابان! بیٹھ جاؤ! پس آپ نے ان کے لیے (مال غنیمت) تقسیم نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۷ میں گزر چکی ہے۔

حدیث سابق سے تعارض کا جواب' اور مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابان: یہ وہی حضرت ابن بن سعید ہیں جن کا اس سے پہلی حدیث میں ذکر ہو چکا ہے۔

میں نے کہا: یارسول اللہ! ان کے لیے (مال غنیمت) تقسیم نہ کریں: اس سے پہلی حدیث میں مذکور تھا کہ یہ بات حضرت ابان نے کہی ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ بات حضرت ابوہریرہ نے کہی ہے اور یہ تعارض ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں نے یہ بات کہی ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ آپ حضرت ابان کو مال غنیمت سے نہ دیں کیونکہ یہ حضرت ابن توقل انصاری رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں' اور حضرت ابان نے کہا کہ آپ حضرت ابوہریرہ کو مال غنیمت سے حصہ نہ دیں کیونکہ یہ بلی کی جسامت والے ہیں اور جہاد میں لڑنے کے اہل نہیں ہیں۔

دراصل ابتداء حضرت ابوہریرہ نے کی تھی' حضرت ابان نے بہ طور قصاص ان کو جواب دیا۔

''تحدر'' یعنی تم پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکتے ہوئے آئے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن نے بھی یہی شرح کی ہے' اور اعلام الحدیث: ۱۷۴۷' اور مشارق الانوار ج ۱ ص ۲۵۲' کے حوالوں سے الفاظ کے معانی لکھے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۷۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الہیثم نے حضرت ابان کے اسلام لانے کا سبب بیان کیا ہے کہ سعید بن العاص نے بتایا کہ ان کا باپ غزوۂ بدر میں مارا گیا تھا تو ان کے چچا ابان نے ان کی پرورش کی' وہ نبی ﷺ کے سخت مخالف تھے اور جب آپ کا ذکر کرتے تو آپ کو برا کہتے' پھر وہ شام گئے' وہاں ایک راہب نے آپ کی وہی صفات بیان کیں جو آپ میں تھیں' پھر ان کے دل میں آپ کی تصدیق جاگزین ہو گئی' پھر وہ چند دنوں کے بعد مدینہ جا کر اسلام لے آئے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۱۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٢٣٩- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَنَّ أَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ أَقْبَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ وَّقَالَ أَبَانُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ وَاعَجَبًا لَّكَ وَبْرٌ تَدَأْدَأَ مِنْ قُدُوْمِ ضَأْنٍ يَنْعَى عَلَيَّ امْرَأً أَكْرَمَهُ اللّٰهُ بِيَدِي وَمَنَعَهُ أَنْ يُّهِيْنَنِي بِيَدِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا نے خبر دی کہ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس آپ کو سلام کیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ حضرت ابن قوقل رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے اور حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا: اے بلی جیسے! تم پر تعجب ہے' تم ضأن پہاڑ سے لڑھکتے ہوئے آئے ہو اور مجھ پر ایسے مرد (کی شہادت) کی وجہ سے عیب لگا رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ (سے قتل ہونے) کے سبب سے عزت اور کرامت دی اور اس مرد کو مجھے رسوا کرنے سے روکا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۷ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابان کا مناظرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ ابن قوقل کے قاتل ہیں: یعنی حضرت نعمان بن قوقل انصاری رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے جن کو حضرت ابان نے اسلام لانے سے پہلے غزوۂ اُحد میں قتل کر دیا تھا۔

"ینعی" اس کا معنی ہے: کسی کو عیب لگانا اور اس کی مذمت کرنا۔

مجھ پر ایسے مرد کی وجہ سے عیب لگا رہے ہو: یعنی حضرت النعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ کی وجہ سے' جن کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ کی وجہ سے عزت دی: یعنی میں نے ان کو غزوۂ اُحد میں قتل کر دیا تو ان کو میرے ہاتھ کی وجہ سے شہادت کی عزت اور کرامت حاصل ہوئی۔

اور اس مرد کو مجھے رسوا کرنے سے روکا: یعنی اگر حضرت النعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت ابان کو قتل کر دیتے تو وہ دوزخی ہوتے اور دارین میں رسوا ہوتے کیونکہ اس وقت وہ کافر تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۴۴-۳۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابان کے مناظرہ پر مصنف کا تبصرہ

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابان دونوں نے ایک دوسرے کو بُرا کہا لیکن حضرت ابان نے جوابی کارروائی کی ہے اور یہ واضح کیا کہ آپ جو مجھ پر حضرت ابن قوقل کو قتل کرنے کی وجہ سے عیب لگا رہے ہیں تو اس کا کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ میرا یہ فعل زمانۂ کفر کا تھا اور اسلام لانے کے بعد زمانۂ کفر کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں' اور حضرت ابن قوقل نے میرے ہاتھوں قتل ہو کر شہادت کا مرتبہ پایا' سو ان کو میری وجہ سے عزت اور کرامت ملی اور میں ان کے ہاتھوں سے قتل نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے زمانۂ کفر میں مرنے کی رسوائی سے بچایا اور رہے آپ تو آپ بلی ایسی جسامت رکھتے ہیں' پہاڑ سے لڑھکتے ہوئے آئے ہیں اور آپ میں جہاد کرنے اور کافروں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے' یوں حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ کی ملامت سے اپنی برا...

Marfat.com

ظاہر کی اور حضرت ابو ہریرہ ان کو کوئی جواب نہیں دے سکے' تاہم حضرت ابان کا حضرت ابو ہریرہ پر یہ عیب لگانا بھی نامناسب تھا کہ تم بلی کی جسامت رکھتے ہو اور کافروں سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ کسی شخص کا کم زور ہونا اور جسمانی طور پر بلی کے مشابہ ہونا' اس کے اختیار کی بات نہیں ہے' یہ تو اللہ کی خلقت ہے وہ جس کو چاہے کم زور بنا دے اور جس کو چاہے توانا بنا دے' سو کسی کی جسمانی کمزوری پر طعن کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی خلقت پر طعن کرنا ہے' تاہم حضرت ابان کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مغلوب الغضب ہو گئے تھے اور شدتِ جذبات سے بے قابو ہو کر ایسی بات کہہ گئے' اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور میرے گناہ معاف فرمائے' حقیقت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خطائیں بھی ہماری نیکیوں سے بڑھ کر ہیں۔

علامہ ابن ملقن' حافظ ابن حجر اور علامہ عینی سب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ کی جسمانی کم زوری کی بناء پر ان کی تحقیر کی لیکن کسی نے بھی حضرت ابان کی طرف سے توجیہ نہیں کی' میں کہتا ہوں کہ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت ابان کے اس طعن پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ ان کو اس کا ان شاء اللہ اجر عظیم عطاء فرمائے گا۔

٤٢٤٠'٤٢٤١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا' وہ ان سے اپنی میراث کے اس حصہ کا سوال کر رہی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں مالِ فئے عطاء فرمایا تھا اور فدک میں عطاء فرمایا اور جو خیبر کے خمس میں سے باقی مال تھا' حضرت ابو بکر نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم مورث نہیں بنائے جاتے (یعنی ہم کسی کو وارث نہیں بنائیں گے) ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل صرف اس مال سے کھائے گی اور میں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ کو اس حال پر رکھوں گا جس حال پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تھا اور میں اس میں کچھ بھی تغیر نہیں کروں گا' اور میں ان اموال میں وہی عمل کروں گا' جو ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کرتے تھے' پس حضرت ابو بکر نے ان اموال میں سے حضرت فاطمہ کو کچھ بھی دینے سے انکار کیا' سو حضرت فاطمہ' حضرت ابو بکر پر غضب ناک ہوئیں' پس انہوں نے ان کو چھوڑ دیا اور اس سے کلام نہیں کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی' اور

Marfat.com

تُوُفِّيَتْ اِسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوْهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّمُبَايَعَتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ يُّبَايِعُ تِلْكَ الْاَشْهُرَ فَاَرْسَلَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اِنِ ائْتِنَا وَ لَايَاْتِنَا اَحَدٌ مَّعَكَ كَرَاهِيَةً لِّمَحْضَرِ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ لَا وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّمَا عَسَيْتَهُمْ اَنْ يَّفْعَلُوْا بِيْ وَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّهُمْ فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَقَالَ اِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا اَعْطَاكَ اللّٰهُ وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلٰكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَّ عَلَيْنَا بِالْاَمْرِ وَكُنَّا نَرٰى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيْبًا حَتّٰى فَاضَتْ عَيْنَا اَبِيْ بَكْرٍ فَلَمَّا تَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ وَاَمَّا الَّذِيْ شَجَرَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَمْوَالِ فَلَمْ اٰلُ فِيْهَا عَنِ الْخَيْرِ وَلَمْ اَتْرُكْ اَمْرًا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهٗ فِيْهَا اِلَّا صَنَعْتُهٗ فَقَالَ عَلِيٌّ لِاَبِيْ بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةَ لِلْبَيْعَةِ فَلَمَّا صَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ الظُّهْرَ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَاْنَ عَلِيٍّ وَّتَخَلُّفَهٗ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهٗ بِالَّذِيْ اعْتَذَرَ اِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ حَقَّ اَبِيْ بَكْرٍ وَحَدَّثَ اَنَّهٗ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِيْ صَنَعَ نَفَاسَةً عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَّ لَا اِنْكَارًا لِّلَّذِيْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ بِهٖ وَلٰكِنَّا كُنَّا نَرٰى لَنَا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ نَصِيْبًا فَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِيْ اَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُوْنَ وَقَالُوْا اَصَبْتَ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ اِلٰى عَلِيٍّ قَرِيْبًا حِيْنَ رَاجَعَ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ ۔

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہی تھیں' پس جب وہ فوت ہوئیں تو ان کے شوہر حضرت علی نے ان کو راتوں رات دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر کو خبر نہیں دی اور ان کی خود نمازِ جنازہ پڑھی' جب تک حضرت فاطمہ حیات تھیں لوگوں کی حضرت علی کی طرف توجہ تھی' جب وہ فوت ہو گئیں تو حضرت علی نے لوگوں کی توجہ بدلی ہوئی پائی' پھر انہوں نے حضرت ابوبکر سے مصالحت طلب کی اور ان سے بیعت کرنا چاہی' اور انہوں نے ان مہینوں میں بیعت نہیں کی تھی' پس انہوں نے حضرت ابوبکر کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آئیں اور آپ کے ساتھ کوئی اور ہمارے پاس نہ آئے' حضرت عمر کی آمد کو ناپسند کرنے کے سبب سے' تب حضرت عمر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! آپ ان کے پاس اکیلے نہیں جائیں گے' پھر حضرت ابوبکر نے کہا: کیا تم کو توقع ہے کہ وہ میرے ساتھ کوئی (ناگوار) سلوک کریں گے! اللہ کی قسم! میں ضرور ان کے پاس جاؤں گا' پھر حضرت ابوبکر ان کے پاس گئے تو حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا' پس کہا: ہم آپ کی فضیلت کو پہچانتے ہیں اور جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو خیر عطاء کی ہے ہم اس پر کوئی حسد نہیں کرتے' لیکن آپ نے خلافت کے معاملہ کو از خود طے کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ہماری قرابت ہے اس کی وجہ سے (مشورہ میں) ہم اپنا حق سمجھتے تھے' حضرت ابوبکر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' پھر حضرت ابوبکر نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت سے حسنِ سلوک کرنا میرے نزدیک اپنی قرابت کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہے' رہے اموال جن کی وجہ سے میرے اور آپ کے درمیان اختلاف ہوا ہے' تو میں نے ان اموال میں خیر اور نیکی کو ترک نہیں کیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال میں جو کچھ بھی تصرف فرماتے تھے میں ان اموال میں وہی تصرف کر رہا ہوں' اس کے بعد حضرت علی نے حضرت ابوبکر سے کہا: کل دن ڈھلے میرا آپ سے بیعت کرنے کا وعدہ ہے' پھر جب حضرت

Marfat.com

ابوبکر نے ظہر کی نماز پڑھائی تو وہ منبر پر چڑھے' پس کلمہ شہادت پڑھا' پھر حضرت علی کا مرتبہ ذکر کیا اور بیعت کرنے میں ان کی تاخیر کا عذر بیان کیا اور ان کا عذر قبول کیا اور استغفار کیا اور حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت ابوبکر کی تعظیم کی اور ان کا حق بیان کیا اور بتایا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے' اس کی وجہ حضرت ابوبکر سے حسد نہیں تھی اور نہ اس فضیلت کا انکار تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء کی ہے' لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس خلافت کے معاملہ میں ہم سے بھی مشورہ لینا چاہیے تھا' اور چونکہ حضرت ابوبکر نے اس کو ازخود طے کر لیا اس سے ہمیں رنج ہوا' پس مسلمان اس وضاحت سے بہت خوش ہوئے اور کہا: آپ نے درست کیا' پھر جب حضرت علی نے معروف طریقہ اختیار کر لیا تو مسلمان حضرت علی کے قریب ہو گئے۔

ان دونوں حدیثوں کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۰۹۳۔۳۰۹۲ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' بعض اہم اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

حضرت سیّدہ فاطمہ کے حضرت ابوبکر کو چھوڑنے اور تادم مرگ ان سے کلام نہ کرنے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا تھا' علامہ المہلب نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ حضرت سیّدہ کو اس حدیث کا علم نہیں تھا کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' پھر انہوں نے اس کی نفی کی کہ وہ اپنے والد کی وارث نہیں ہوں گی جیسے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں بیٹی باپ کی وارث ہوتی ہے' پھر جب ان کو اس حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا' پھر انہوں نے ان سے ملنے کو اس لیے ترک کر دیا کہ ان سے ملاقات میں ان کو انقباض ہوتا اور وہ رنجیدہ ہوتیں' انہوں نے حضرت ابوبکر سے ملنے کو اس طرح ترک نہیں کیا تھا جو شرعاً حرام ہے اور جو ترک شرعاً حرام ہے وہ یہ ہے کہ دو آدمی ملیں اور ان میں سے کوئی دوسرے کو سلام نہ کرے اور کسی نے یہ روایت نہیں کی کہ حضرت ابوبکر اور سیّدہ فاطمہ ملے اور انہوں نے ایک دوسرے کو سلام نہیں کیا' اور اگر وہ ایسا کرتے پھر بھی وہ ایک دوسرے کو چھوڑنے والے نہیں تھے' یہ اس وقت ہوتا جب وہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف بغض اور عداوت رکھتے' اور چونکہ حضرت سیّدہ کی حضرت ابوبکر سے ملاقات نہیں ہوئی' اس لیے راوی نے اس کو ہجران سے تعبیر کر لیا' ہم ان کے متعلق یہ گمان نہیں کرتے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں بغض چھپا کر رکھتے تھے بلکہ وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے والے تھے جیسا کہ قرآن مجید نے بتایا ہے۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت میں ان اموال میں وہی تصرف کیا جو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما تصرف کرتے تھے اور انہوں نے ان دونوں کی سیرت میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ اس طرح ان اموال میں خرچ کیا جس طرح وہ خرچ کرتے

تھے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۸ ص ۳۷۲-۳۷۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد عام مسلمانوں کا حضرت علی کے ساتھ روّیہ بدل جانے کی توجیہ ---- اور اس صحیح حدیث کا بیان کہ حضرت علی نے ابتداء ہی میں حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تھی ---- اور باب میں مذکور حدیث کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت فاطمہ فوت ہو گئیں تو حضرت علی نے لوگوں کی توجہ بدلی ہوئی پائی: لوگ حضرت فاطمہ کے اکرام کی وجہ سے حضرت علی کا احترام کرتے تھے' جب وہ فوت ہو گئیں اور حضرت علی نے بدستور حضرت ابوبکر کی طرف رجوع نہیں کیا تو لوگوں نے ان کا احترام کم کر دیا تاکہ وہ بھی دیگر صحابہ کی طرح حضرت ابوبکر سے بیعت کریں اور جب حضرت علی نے آکر حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی تو لوگ بھی خوش ہو گئے' گویا حضرت فاطمہ کی حیات میں لوگ ان کو بیعت نہ کرنے پر معذور قرار دیتے تھے' کیونکہ وہ حضرت فاطمہ کی تیمارداری میں مشغول تھے' کیونکہ جب حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے مطالبۂ میراث کو نہیں مانا اور وہ اس پر ناراض ہوئیں تو وہ حضرت فاطمہ کو تسلی دینے میں مصروف تھے اور حضرت فاطمہ کے انقطاع کرنے میں ان کی موافقت کر رہے تھے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی نے جو ایک دوسرے پر عتاب کیا اور ایک دوسرے کا عذر قبول کیا' اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے' ہر چند کہ کبھی کبھی ان پر بشری تقاضا غالب آ جاتا تھا' لیکن دیانت اس بشری تقاضے کو رد کر دیتی تھی۔

حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی حیات تک جو حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی' اس وجہ سے رافضیوں نے بہت غلط باتیں کی ہیں' اور اس حدیث سے ان کا ہذیان مردود ہو جاتا ہے۔

امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے ابتداء ہی میں حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تھی اور وہ جو امام مسلم نے زہری سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ کے فوت ہونے تک حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی نہ بنو ہاشم میں سے کسی اور نے ان کی بیعت کی تھی' اس روایت کو امام بیہقی نے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ زہری کی سند متصل نہیں ہے اور حضرت ابوسعید خدری کی روایت متصل ہے اور اس کی سند صحیح ہے' اور دوسرے علماء نے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دی ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد دوبارہ بیعت کی تھی تاکہ ان کی پہلی بیعت کی تاکید ہو جائے' اور حضرت سیدہ فاطمہ کے میراث طلب کرنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر اور حضرت فاطمہ کے درمیان جو ناگواری کی صورت پیدا ہو گئی تھی اس کا ازالہ ہو جائے' اس تقریر کی بناء پر زہری کا جو یہ قول ہے کہ حضرت علی نے ان ایام میں بیعت نہیں کی تھی' اس روایت کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت علی نے بیعت کی تجدید نہیں کی تھی اور حضرت ابوبکر سے ملنا جلنا اور ان سے بات چیت شروع نہیں کی تھی' جس کی وجہ سے عام مسلمانوں کے دل میں ان کے خلاف شبہات پیدا ہو رہے تھے تو حضرت علی نے ان شبہات کے ازالہ کے لیے مسجد میں جا کر دوبارہ بیعت کی اور اس طرح زہری کی روایت اور حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں تطبیق ہو جائے گی۔ (حافظ ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ میں حضرت ابوسعید خدری کی روایت بیان کی ہے۔) (فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۲-۳۲۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

فئے کی تعریف اور نبی ﷺ کے اموالِ فئے کی تعیین' حضرت فاطمہ کے حضرت ابوبکر پر ناراض ہونے اور ان کو چھوڑنے کی توجیہ' حضرت سیّدہ کو رات میں دفن کرنے کا سبب' حضرت علی کی بیعت میں تاخیر کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ میں مالِ فئے عطاء فرمایا تھا: فئے ان اموال کو کہتے ہیں جو کفار چھوڑ کر چلے جائیں اور مسلمان بغیر جنگ اور جہاد کے ان اموال کو حاصل کرلیں' لغت میں فئے کا معنی ہے: رجوع کرنا' یعنی مسلمانوں نے کفار کے اموال کی طرف رجوع کیا۔

مدینہ میں اموالِ فئے وہ اموال تھے جن کو بنونضیر چھوڑ کر چلے گئے تھے' جب ان کی عہد شکنی اور رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی بناء پر آپ نے ان کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا' سو وہ اپنے مکان اور باغات چھوڑ کر مدینہ سے نکل گئے تھے اور ان اموال بنی نضیر پر رسول اللہ ﷺ نے قبضہ کر لیا تھا' آپ ان اموال کو صدقہ وخیرات اور دفاعی ضروریات پر خرچ کرتے تھے۔

اسی طرح نبی ﷺ نے خیبر کے خمس پر قبضہ کر لیا تھا اور فدک کی اراضی پر یہودیوں سے صلح کی تھی کہ وہ فدک کی آمدنی کا نصف اپنے پاس رکھیں گے اور نصف رسول اللہ ﷺ کو دیں گے' حضرت سیّدہ فاطمہ نے ان تمام اموال کی میراث کا حضرت ابوبکر سے سوال کیا تھا' حضرت ابوبکر نے یہ اموال حضرت فاطمہ کو دینے سے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی بناء پر انکار کیا کہ ''ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے''۔

''فوجدت'' یہ لفظ ''موجدۃ'' سے بنا ہے' اس کا معنی غضب ہے' یعنی حضرت سیدتنا فاطمہ' حضرت ابوبکر کا جواب سن کر غضب ناک ہوئیں' ان کا یہ غضب بشری تقاضے کی وجہ سے تھا' بعد میں ان کا یہ غضب ٹھنڈا ہو گیا اور وہ پرسکون ہو گئیں۔

پس حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا: چھوڑنے کا معنی یہ ہے کہ ان سے ملنا جلنا ترک کر دیا کیونکہ ان سے ملنے سے وہ منقبض اور ملول خاطر ہوتی تھیں' اس سے وہ چھوڑنا مراد نہیں ہے جو شرعاً ممنوع ہے کہ کسی کو سلام کیا جائے نہ اس کے سلام کا جواب دیا جائے۔

حضرت علی نے ان کو راتوں رات دفن کر دیا: حضرت فاطمہ نے اس کی وصیت کی تھی' نیز اس میں ستر اور پردہ زیادہ ہے۔

حضرت فاطمہ کی حیات میں عام مسلمانوں کی حضرت علی کی طرف توجہ تھی: کیونکہ وہ حضرت علی کے بیعت نہ کرنے پر ان کو معذور قرار دیتے تھے کہ وہ حضرت سیّدہ کی تیمارداری اور ان کی دل جوئی میں مصروف تھے' رسول اللہ ﷺ کی ان ہی دنوں میں وفات ہوئی تھی اور حضرت سیّدہ اس پر بہت رنجیدہ تھیں۔

اور انہوں نے ان مہینوں میں بیعت نہیں کی تھی: یعنی ان چھ مہینوں میں حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی' علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضرت علی کے ابتداء میں بیعت نہ کرنے کا عذر یہ ہے کہ امام کی بیعت کے لیے یہ کافی ہے کہ ارباب حل وعقد بیعت کرلیں اور ہر ایک کا بیعت کرنا ضروری نہیں اور ہر شخص پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ امام کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے' بلکہ یہ کافی ہے کہ وہ اس کی اطاعت اور اتباع کا التزام کرے' بایں طور کہ وہ اس کی مخالفت نہ کرے اور مسلمانوں کے اتفاق اور جمعیت کو نہ توڑے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی حال تھا' انہوں نے صرف مسجد میں آ کر کھلے عام بیعت کرنے میں تاخیر کی تھی کیونکہ وہ ان ایام میں حضرت

Marfat.com

سیدہ کی تیمارداری اور دل جوئی میں مصروف تھے۔

حضرت علی نے حضرت عمر کے بلانے کو ناپسند کیا: کیونکہ اگر حضرت عمر آتے تو وہ حضرت علی کی تاخیر بیعت پر زیادہ عتاب کرتے اور بات بڑھ جاتی۔

حضرت عمر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! آپ ان کے پاس اکیلے نہیں جائیں گے: کیونکہ حضرت عمر کو یہ وہم ہوا کہ حضرت علی ان کی ایسی تعظیم نہیں کریں گے جیسی تعظیم ان کا حق ہے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: کیا تم کو یہ توقع ہے کہ وہ میرے ساتھ کوئی (ناگوار) سلوک کریں گے: یعنی وہ میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک کریں گے جو ان کی شان کے لائق نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۴۶-۳۴۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جن وجوہ کی بناء پر حضرت ابوبکر نے حضرت سیدہ فاطمہ کو میراث نہیں دی

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے''۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۰ صحیح مسلم: ۲۴۴۹) اور آپ نے فرمایا ہے: ''جس نے اس کو ایذاء دی اس نے مجھ کو ایذاء دی''۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۰ صحیح مسلم: ۲۴۴۹) تو میں کہوں گا کہ حضرت ابوبکر نے جو حضرت فاطمہ کو میراث دینے سے انکار کیا تھا وہ شرعی ایذاء نہیں تھی کیونکہ حضرت ابوبکر نے ان کو صحیح طریقہ کی رہ نمائی کی تھی اور اگر وہ ان کا سوال پورا کر دیتے تو یہ دو وجہ سے گناہ ہوتا: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت ہوتی اور آپ کے صدقہ کو باطل کرنا لازم آتا (۲) وہ سیدہ فاطمہ کو مال حرام نہیں دے سکتے تھے۔

رہا یہ کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا تھا یہ ایسا چھوڑنا نہیں ہے جو شرعاً ممنوع ہے اور حضرت فاطمہ نے ان سے مطلقاً کلام کرنا ترک نہیں کیا تھا' بلکہ ان سے دوبارہ میراث کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

(الکوثر الجاری ج ۶ص ۸۹-۸۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۹ھ)

میراث دینے اور نہ دینے میں حضرت ابوبکر اور حضرت سیدہ کے دلائل

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ اس لیے غضب ناک ہوئی تھیں کہ ان کے نزدیک عدم توریث کے عام حکم سے وہ مخصوص تھیں اور حضرت ابوبکر کے نزدیک یہ حکم بلا تخصیص عام تھا۔

حضرت سیدہ نے جو حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر سے ملنے سے ان کا دل تنگ ہوتا تھا اور آخر میں حضرت ابوبکر نے ان کو راضی کر لیا تھا جیسا کہ سنن بیہقی میں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ص ۳۰۱)

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۷ص ۳۶۷ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۳۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ کا دل حضرت ابوبکر سے ملنے سے اس لیے تنگ ہوتا ہو کہ وہ اپنے آپ کو اس پر ملامت کرتی ہوں کہ انہوں نے حضرت ابوبکر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کا مطالبہ کیا' حالانکہ یہ مطالبہ شرعاً جائز نہ تھا اور حضرت سیدہ کی طرف سے عذر یہ تھا کہ ان کو اس حدیث کا علم نہیں تھا۔

نیز علامہ زرہونی لکھتے ہیں: حضرت علی نے حضرت ابوبکر کو حضرت سیدہ کی وفات کی خبر نہیں دی: کیونکہ حضرت علی کا گمان تھا کہ

Marfat.com

حضرت ابوبکر سے حضرت سیدہ کی وفات مخفی نہیں ہوگی۔ (الفجر الساطع ج ۹ ص ۳۹۹)

حضرت ابوبکر کے حال کے لائق یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمہ کے جنازہ پر حاضر ہوئے تھے

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی التوفی ٦٥٦ ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدہ فاطمہ کی وفات کا علم نہیں ہوا اور نہ یہ دلیل ہے کہ انہوں نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی اور وہ ان کے جنازہ پر حاضر نہیں ہوئے' بلکہ ان کے لائق اور ان کے احوال کے مناسب یہ ہے کہ وہ ان کے جنازہ پر حاضر ہوئے' اور ان کی نماز جنازہ کی برکت حاصل کی۔

(المفہم ج ۳ ص ۵۶۹' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جب حضرت علی اور حضرت ابوبکر کی مجلس میں باتیں ہوئیں تو انہوں نے ایک دوسرے کی فضیلت کا اعتراف کیا اور ایک دوسرے کا احترام کیا اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا اظہار کیا۔ (المفہم ج ۳ ص ۵۷۰)

یہاں تک ہم نے اس حدیث کے شارحین کی اہم عبارات ذکر کی ہیں' اب ہم دلائل سے یہ واضح کریں گے کہ حدیث میں یہ جملہ کہ حضرت سیدہ' حضرت ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں' زہری کا اضافہ اور ان کی تفسیر ہے' حضرت ابوبکر کی بیوی نے حضرت فاطمہ کی بیماری کے ایام میں ان کی تیمارداری کی اور حضرت فاطمہ کی وصیت کے مطابق ان کو غسل دیا اور ان کا جنازہ تیار کیا اور حضرت ابوبکر نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حضرت سیدہ فاطمہ کا حضرت ابوبکر پر ناراض ہونا زہری کی مدرج روایت ہے اور حضرت سیدہ وفات سے پہلے حضرت ابوبکر سے راضی ہوگئی تھیں

صحیح بخاری: ۴۲۴۰' اور صحیح مسلم: ۱۷۵۹ میں ابن شہاب زہری کی سند سے یہ روایت مذکور ہے کہ حضرت سیدہ' حضرت ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں' لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ روایت مُدرج ہے' اور زہری نے اپنی طرف سے حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ زہری اکثر احادیث کی تفسیر کرتے ہیں اور اپنی رائے کو متن حدیث میں داخل کر دیتے ہیں۔

(النکت علی ابن الصلاح ج ۱ ص ۸۲۹)

اس حدیث کے مدرج ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر سے میراث کا مطالبہ کرنا تقریباً چھتیس (۳۶) سندوں کے ساتھ مروی ہے' ان میں سے پچیس (۲۵) سندوں میں زہری سے روایت ہے اور زہری کے علاوہ باقی گیارہ سندوں سے جو یہ حدیث مروی ہے' ان میں سے کسی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ' حضرت ابوبکر سے ناراض ہو گئیں اور ان کو چھوڑ دیا' اس سے واضح ہو گیا کہ یہ اضافہ زہری نے اپنی طرف سے کیا ہے اور اصل متن حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

بفرضِ محال اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت سیدہ وقتی طور پر بشری تقاضے سے حضرت ابوبکر سے ناراض ہو گئی تھیں تو آپ بعد میں حضرت ابوبکر سے راضی ہو گئی تھیں' چنانچہ امام محمد بن سعد نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ اس حال میں فوت ہوئیں کہ وہ حضرت ابوبکر سے راضی تھیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۷)

امام بیہقی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب حضرت سیدہ فاطمہ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق آئے اور آنے کی اجازت طلب کی' حضرت علی نے کہا: اے فاطمہ! یہ حضرت ابوبکر آئے ہیں اور آپ سے ملنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں' حضرت سیدہ نے

Marfat.com

فرمایا: کیا آپ کو پسند ہے کہ میں ان سے ملاقات کروں؟ حضرت علی نے کہا: جی ہاں! تب حضرت سیّدہ فاطمہ نے اجازت دے دی' پھر حضرت ابوبکر آئے اور ان کو راضی کیا' حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنا گھر' اپنا مال اور اپنے اہل وعیال صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رضا اور اے اہل بیت! آپ کی رضا کے لیے وقف کر دیئے ہیں' پھر حضرت ابوبکر نے ان کو راضی ہونے کے لیے کہا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئیں۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۱) امام بیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو لکھنے کے بعد کہا ہے: اس کی سند جید ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۷۵' دار الفکر' ۱۴۱۸ھ)

امام بیہقی نے اس حدیث کو دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۸۱ میں بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ کو حضرت ابوبکر کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس نے حضرت علی کے ساتھ مل کر غسل دیا

حضرت سیّدہ فاطمہ کی وصیت کے مطابق حضرت سیّدہ کو حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی نے غسل دیا تھا۔

امام عبد الرزاق اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سیّدہ فاطمہ نے یہ وصیت کی تھی کہ جب وہ فوت ہو جائیں تو ان کو صرف میں غسل دوں اور حضرت علی غسل دیں' حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ پھر میں نے اور حضرت علی نے مل کر ان کو غسل دیا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۱۲۸۔ ج ۳ ص ۲۵۶)

امام بیہقی' حضرت اُم جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اے اسماء! جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے تم غسل دینا اور علی بن ابی طالب' پس ان کو حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت علی نے مل کر غسل دیا۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۳۹۶' نشر السنہ' ملتان)

امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اُم جعفر زوجہ محمد بن علی روایت کرتی ہیں کہ مجھے حضرت اسماء بنت عمیس نے حدیث بیان کی کہ میں نے اور حضرت علی نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا۔ (المستدرک: ۴۷۶۹۔ ج ۳ ص ۱۶۴' المکتبۃ العصریہ' ۱۴۲۰ھ)

شیعہ عالم ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ لکھتے ہیں: جب حضرت سیّدہ فاطمہ اس مرض میں بیمار ہوئیں جس مرض میں وہ دنیا سے رحلت کر گئیں تو انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس سے کہا: اے اسماء! میں ضعیف اور کمزور ہو گئی ہوں اور میرے بدن سے گوشت گھل رہا ہے' کیا تم ایسا کر سکتی ہو کہ میرا بدن لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہے' حضرت اسماء نے کہا: جب میں حبشہ کے ملک میں تھی تو میں نے ان لوگوں کو ایک کام کرتے ہوئے دیکھا تھا' اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کے لیے وہ کام کروں' حضرت اسماء نے بتایا کہ تخت پر سر نیچے رکھتے ہیں اور کھجور کی شاخیں پیروں کے اوپر رکھتے ہیں اور اس کے اوپر کپڑے رکھتے ہیں' حضرت سیّدہ نے کہا: تم میری نعش کے ساتھ اس طرح کرنا تا کہ لوگوں کی نگاہوں سے میرا بدن پوشیدہ رہے اور اللہ تمہارے بدن کو دوزخ کی آگ سے پوشیدہ رکھے گا۔

(جلاء العیون ج ۸ ص ۲۴۳' کتاب فروشیہ اسلامیہ' ایران' ۱۳۹۸ھ)

حافظ ابو عمر ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: حضرت اُم جعفر بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء بنت عمیس سے کہا: اے اسماء! میں اس کو بُرا سمجھتی ہوں جو عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے' ان کی نعش پر چادر ڈال دی جاتی ہے' سو وہ چادر ان کے جسم کی صفت بیان کرتی ہے' حضرت اسماء نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر! کیا میں آپ کو وہ چیز نہ دکھاؤں جو میں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھی ہے' پھر انہوں نے کھجور کے درخت کی تازہ شاخیں منگائیں' ان سے شگوفے نکالے' پھر ان کو رکھا' پھر ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا' پس حضرت سیّدہ نے کہا: یہ بہت عمدہ اور بہت اچھا ہے' اس سے عورت مردوں سے ممتاز ہو جائے گی'

پس جب میں فوت ہو جاؤں تو تم اور علی مجھے غسل دینا اور میرے پاس کسی اور کو داخل نہ ہونے دینا' پھر جب وہ فوت ہو گئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس جانے لگیں' تو حضرت اسماء نے کہا: آپ ان کے پاس نہ جائیں تو حضرت عائشہ نے اس کی حضرت ابوبکر سے شکایت کی اور کہا: یہ خثعمیہ ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی کے درمیان حائل ہو گئی ہے' اور اس نے حضرت سیدہ فاطمہ کے لیے دلہن کے ہودج کی مثل کوئی چیز بنا دی ہے' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ پر کھڑے ہو گئے' پس کہا: اے اسماء! تم کو کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی سے ملنے سے منع کر رہی ہو؟ اور تم نے ان کے لیے دلہن کے ہودج کی مثل کوئی چیز کیوں بنائی ہے؟ تب حضرت اسماء نے بتایا کہ مجھے حضرت سیدہ نے منع کیا تھا کہ کوئی ان کے پاس نہ آئے اور میں نے ان کی زندگی میں یہ ہودج بنا کر انہیں دکھایا تھا تو انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ان کے لیے ایسا بناؤں' پھر حضرت ابوبکر نے کہا: تم وہی کرو جس کا انہوں نے تم کو حکم دیا ہے' پھر حضرت ابوبکر چلے گئے' پس حضرت سیدہ کو حضرت علی اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے غسل دیا۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۴۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ ھ نے بھی اس مکمل روایت کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت سیدہ کی وفات تین رمضان گیارہ ہجری کو ہوئی تھی۔ (اسد الغابہ ج ۷ ص ۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ھندی متوفی ۹۷۵ ھ نے بھی اس مکمل روایت کو سنن بیہقی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

(کنز العمال: ۳۷۷۵۶۔ ج ۱۳ ص ۶۸۲' مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوبکر کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں ان کی تیمارداری کرتی رہیں اور انہوں نے ہی ان کا جنازہ تیار کیا جس کو ملا باقر مجلسی ایسے متعصب شیعہ عالم نے بھی ذکر کیا ہے اور اہل سنت کی متعدد مستند کتابوں میں یہ تصریح ہے کہ حضرت اسماء نے ہی حضرت علی کے ساتھ مل کر حضرت سیدہ کو غسل دیا' اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت سیدہ کے دل میں حضرت ابوبکر کے خلاف کوئی رنجش نہیں رہی تھی اور وہ ان سے مکمل طور پر راضی ہو گئی تھیں' یہی وجہ ہے کہ ان کی نماز جنازہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی' ہر چند کہ بعض روایات میں حضرت علی یا حضرت عباس کے نمازِ جنازہ پڑھانے کا بھی ذکر ہے' لیکن معتمد اور مستند روایت یہی ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی۔

حضرت ابوبکر کا حضرت سیدہ فاطمہ کی نمازِ جنازہ پڑھانا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر نے پڑھائی تھی۔

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان پر چار تکبیریں پڑھیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۹' دار صادر' بیروت)

حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا' آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اس پر چار تکبیریں پڑھیں اور انہوں نے بتایا کہ فرشتوں نے حضرت آدم پر چار تکبیریں پڑھیں تھیں اور حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ پر چار تکبیریں پڑھیں اور حضرت عمر نے حضرت ابوبکر پر چار تکبیریں پڑھیں اور حضرت صہیب نے حضرت عمر پر چار تکبیریں پڑھیں۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۶' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:
الشعبی بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں تو حضرت علی نے ان کو رات میں دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر صدیق کی بغلوں کو پکڑ کر ان کی نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا۔ (سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۹ نشر السنۃ ملتان)

علامہ علی متقی ھندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی امام بیہقی کے حوالے سے اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(کنز العمال ج ۱۳ ص ۶۸۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح کے عنوانات

ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۳۸۹-۴۴۲ میں اس حدیث کی بہت زیادہ شرح کی ہے اس شرح کے عنوانات درج ذیل ہیں:

(۱) فدک کا لغوی معنی جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ۔
(۲) علماء شیعہ کا یہ دعویٰ کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث سے فدک کا مطالبہ کیا۔
(۳) حدیث لانورث کو موضوع اور باطل قرار دینے پر علماء شیعہ کے دلائل۔
(۴) وراثت کے لفظ سے علم اور نبوت کی وراثت مراد لینا اسلوب قرآن کے مطابق ہے۔
(۵) لفظ وراثت سے وراثتِ نبوت مراد لینے پر ملا باقر مجلسی کے اعتراض کا جواب۔
(۶) ائمہ اہل بیت کی روایات سے انبیاء کی وراثت علمی کا ثبوت۔
(۷) اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوبکر نے حضرت سیدہ فاطمہ کو وراثت نہ دے کر احکامِ میراث کی مخالفت کی۔
(۸) نبی کے ترکہ سے وراثت نہ ہونے کی وجہ۔
(۹) کیا حضرت ابوبکر نے ذاتی مفاد اور اپنی خلافت کو مستحکم کرنے کے لیے حدیث لانورث بیان کی تھی؟
(۱۰) کیا حضرت علی نے حدیث لانورث کی روایت میں حضرت ابوبکر کو جھوٹا عہد شکن خائن اور عاصی گمان کیا تھا؟
(۱۱) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو حدیث لانورث پر مطلع نہیں فرمایا تھا۔
(۱۲) حدیث لانورث روایت کرنے والے صحابہ کرام کا تعدد و تکثر۔
(۱۳) حدیث لانورث کا اہل تشیع کی اسانید سے ثبوت۔
(۱۴) فدک میں وراثت جاری نہ ہونے پر قرآن مجید سے استدلال۔
(۱۵) علماء شیعہ کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک حضرت سیدہ فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا۔
(۱۶) فدک کے دعویٰ ہبہ کا قرآن مجید کی روشنی میں جائزہ۔
(۱۷) فدک کو ہبہ کرنے کے دعویٰ کا میراث کے دعویٰ سے بطلان۔
(۱۸) کیا زمانۂ جہاد اور تنگی و عسرت کے دور میں حضرت فاطمہ کو فدک کی جاگیر کا ہبہ کرنا متصور تھا؟
(۱۹) آخر دورِ رسالت تک مسلمانوں کی تنگی اور عسرت پر کتب شیعہ سے شواہد۔
(۲۰) علماءِ شیعہ کے استدلال کا جواب شاہ عبد العزیز سے۔
(۲۱) فدک کو ہبہ کرنے کی روایت کی فنی حیثیت۔
(۲۲) فدک کے تنازعہ پر حضرت سیدہ فاطمہ کا حضرت ابوبکر سے ناراض ہونا حضرت ابوبکر کے حق میں کسی عتاب کا موجب نہیں۔

Marfat.com

(۲۴) کیا عمر بن عبدالعزیز نے آلِ فاطمہ کو فدک واپس کر دیا تھا۔

حدیث مذکور کی شرح میں شیخ عثمانی اور ان کے استاذ شیخ سلیم اللہ کا حدیث وضع کرنا

اس وقت کراچی میں صحیح بخاری کی تین اُردو شروح لکھی جا رہی ہیں' دارالعلوم کراچی میں شیخ تقی عثمانی انعام الباری کے نام سے شرح لکھ رہے ہیں' جامعہ فاروقیہ کراچی میں شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری کے نام سے لکھ رہے ہیں اور دارالعلوم نعیمیہ' کراچی میں نعمۃ الباری کے نام سے یہ ناکارہ اس کی شرح لکھ رہا ہے۔

میں گاہے گاہے اوّل الذکر شرحوں کو دیکھتا رہتا ہوں اور جہاں میری نظر میں کوئی چیز غلط ہوتی ہے' میں اس پر تنبیہ کر دیتا ہوں' حدیث مذکور کی شرح میں شیخ تقی عثمانی نے ایک حدیث وضع کی ہے' جس کو میں ان کے تحریر کردہ حوالوں کے ساتھ پیش کر رہا ہوں' شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

ابوداؤد کی ایک روایت سے استدلال

ابوداؤد میں روایت آتی ہے کہ ایک دن حضرت صدیق اکبر' حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے اور جا کر اجازت طلب کی' جب اجازت مل گئی تو اندر تشریف لے گئے اور جا کر عرض کیا کہ شاید آپ کی طبیعت میں میری طرف سے خلش ہے لیکن میں نے جو کچھ کیا وہ اس بناء پر کیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا: اگر آپ یہ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں فدک کی زمین آپ کو ہبہ فرما دی تھی تو "فانت الصادقة الخ" "آپ سچی ہیں' میں اسی وقت اس سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں' لیکن میں نے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات سنی ہے' اس واسطے میں یہ نہیں کر سکتا' وہ حضرت فاطمہ کو راضی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ راضی ہو گئیں' یہ الفاظ روایت میں موجود ہیں۔ (سنن ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ والفئ' رقم: ۲۵۷۴) (انعام الباری ج ۷ ص ۱۱۲۵-۱۱۲۴' مکتبۃ الحراء' کراچی)

یہ حدیث تحریر کردہ حوالہ میں مذکور نہیں ہے' نہ ہی پوری سنن ابوداؤد میں کہیں مذکور ہے' بلکہ یہ حدیث' حدیث کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے' حضرت ابوبکر نے حضرت سیدہ فاطمہ کو ان کے گھر جا کر منایا اور راضی کیا' اس سلسلہ میں سنن بیہقی' دلائل النبوۃ اور البدایہ والنہایہ میں صحیح سند کے ساتھ حدیث مذکور ہے' جس کو ہم لکھ چکے ہیں اور الطبقات الکبریٰ کے حوالے سے بھی لکھا ہے' لیکن شیخ عثمانی نے ابوداؤد کے حوالے سے حدیث گھڑی ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے' میں حیران ہوں کہ شیخ عثمانی اپنے حلقہ میں حدیث کے مستند عالم اور محقق مانے جاتے ہیں' پھر انہوں نے حدیث گھڑ کر اس کو چھاپنے اور پھیلانے کے جرم کا کیسے ارتکاب کیا!

اسی طرح شیخ تقی عثمانی کے استاذ شیخ سلیم اللہ خان نے یہی حدیث اپنی شرح میں البدایہ کے حوالہ سے لکھی ہے اور البدایہ میں بھی اس کا وجود نہیں ہے۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ۳۶۰)

ہم نے شرح صحیح مسلم میں بھی اس حدیث کی بہت مفصل شرح کی تھی اور یہاں نعمۃ الباری میں بھی بہت تفصیل کی ہے' لیکن دونوں شرحوں کا مواد الگ الگ ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمۃ الباری ہے۔

٤٢٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا حَرَمِيٌّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي عُمَارَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ قُلْنَا الْآنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حرمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمارۃ نے خبر دی از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو ہم نے کہا: اب ہم سیر ہو کر کھجوریں کھائیں گے۔

Marfat.com

اس حدیث کی یہ دلیل ہے کہ خیبر میں کھجوریں بہت کثرت سے تھیں۔

٤٢٤٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا شَبِعْنَا حَتّٰى فَتَحْنَا خَيْبَرَ.

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قرۃ بن حبیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیر نہیں ہوئے حتیٰ کہ خیبر فتح ہو گیا۔

ان حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ خیبر میں کھجور کے درخت بہت زیادہ تھے اور وہاں پر کھجوریں بہ کثرت پیدا ہوتی تھیں۔

٤٠- بَابُ اِسْتِعْمَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ خَيْبَرَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر والوں پر عامل مقرر کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کرنے کے بعد وہاں کے درختوں سے کھجوریں اتارنے اور ان کو تقسیم کرنے کے لیے عامل مقرر فرمائے۔

٤٢٤٤، ٤٢٤٥- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبدالمجید بن سہیل از سعید بن المسیب از حضرت ابوسعید الخدری و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو خیبر کا عامل مقرر فرمایا وہ وہاں سے جنیب نامی کھجوریں لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہم دو صاع اور تین صاع (دوسری) کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں لیتے ہیں آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کرو تم الجمع کھجوروں کو دراہم کے بدلہ میں فروخت کر کے پھر دراہم کے بدلہ میں جنیب کھجوریں لے لو۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۰۲-۲۲۰۱ میں گزر چکی ہے۔

جنیب اور الجمع کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الجمع کا معنی ہے: ردی کھجور اور الجنیب کا معنی ہے: بہت عمدہ کھجور۔

اس سے پہلے ایک حدیث میں گزر چکا ہے کہ جب عامل نے یہ بتایا کہ ہم دو صاع اور تین صاع دوسری کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا: اوہ! یہ تو بعینہ ربا (سود) ہے اس طرح نہ کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۳۱۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۸۸ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

٤٢٤٦، ٤٢٤٧- وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِالْمَجِيْدِ عَنْ سَعِيْدٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ وَّاَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَاهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَخَا بَنِىْ عَدِيٍّ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى خَيْبَرَ فَاَمَّرَهٗ عَلَيْهَا وَعَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ عَنْ اَبِىْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ مِّثْلَهٗ .

اور عبدالعزیز بن محمد نے کہا از عبدالمجید از سعید کہ حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار میں سے بنوعدی کے بھائی کو خیبر کی طرف بھیجا' سو ان کو خیبر والوں پر امیر بنایا۔ اور از عبدالمجید از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید اسی کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۲۰۲۔۲۲۰۱ میں گزر چکی ہے۔

٤١- بَابُ مُعَامَلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ خَيْبَرَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل خیبر کے ساتھ معاملہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے یہ معاملہ کیا کہ وہ پیداوار کے نصف حصے کے عوض کھیتی باڑی اور باغ بانی کریں گے۔

٤٢٤٨- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کو یہ پیش کش فرمائی کہ وہ کام کریں اور کھیتی باڑی کریں اور ان کو پیداوار کا نصف ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

زمین کسی کی ہو اور کام دوسرا کرے' اس کو مخابرہ کہتے ہیں' کیونکہ اس کی ابتداء خیبر میں ہوئی تھی اور کام کرنے والوں کو پیداوار کا نصف دیا جاتا ہے یا جو مقدار فریقین کے درمیان طے ہو جائے' ائمہ ثلاثہ اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ جائز ہے' فقہاء احناف کا صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک بٹائی پر دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ بعض احادیث میں اس کی ممانعت ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک زمین کو کرائے پر دینا جائز ہے اور اس کے ثبوت میں احادیث ہیں' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۲۲۸۵ کی شرح میں بیان کی جا چکی ہے۔

٤٢- بَابُ الشَّاةِ الَّتِىْ سُمَّتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ

خیبر میں جس بکری کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے زہر آلود کیا گیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تھے تو یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلانے کے لیے ایک بکری کو زہر آلود کر دیا۔

رَوَاهُ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اس حدیث کی عروہ نے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے۔

یعنی زہر کھلانے کی حدیث عروہ بن الزبیر نے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے۔
اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣١٦٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٤٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي سَعِيدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سَمٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سعید نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک زہر آلود بکری ہدیہ کی گئی۔

اس حدیث کی مفصل شرح بھی صحیح البخاری: ٣١٦٩ میں گزر چکی ہے۔

جس عورت نے گوشت میں زہر ملایا تھا اس کا نام اور اس کو سزا دینے کے متعلق مختلف اقوال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

جس عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملایا تھا اور جس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور حضرت بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہ نے کھایا تھا، اس عورت کا نام زینب بنت الحارث بن سلام تھا، ایک قول یہ ہے کہ یہ مرحب یہودی کی بہن تھی، اس میں اختلاف ہے کہ اس کو قتل کیا گیا تھا یا اس کو سولی پر چڑھایا گیا تھا یا اس کے جرم سے درگزر کر لیا گیا تھا اور ان اقوال میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء اس کے جرم سے درگزر فرمالیا تھا، کیونکہ آپ اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے، لیکن جب حضرت بشر اس زہر آلود گوشت کے کھانے کی وجہ سے فوت ہو گئے تو آپ نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زہر آلود گوشت کے کھانے کی وجہ سے حضرت بشر مسلسل بیمار رہے حتیٰ کہ ایک سال بعد فوت ہو گئے۔

معمر نے اپنی جامع میں الزہری سے روایت کی ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا، معمر نے کہا: اسی طرح الزہری نے بیان کیا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا تھا اور وہ اسلام نہیں لائی تھی۔

(جامع معمر: ١٩٨١٤۔ ج ١١ص ٢٨)

نیز جامع معمر میں یہ روایت ہے کہ حضرت بشر بن المعرور کی والدہ نے حضرت بشر کے اس مرض میں جس سے وہ جانبر نہیں ہو سکے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کسی اور پر تہمت نہیں لگاتی، میں صرف اس لقمہ پر تہمت لگا رہی ہوں جو بشر نے آپ کے ساتھ کھایا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی صرف اس لقمہ پر تہمت لگا رہا ہوں، یہ وہ وقت ہے جب اس لقمہ نے میرے دل کی رگ کو کاٹ دیا۔ (جامع معمر: ١٩٨١٥۔ ج ١١ص ٢٩)

ایک روایت ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس مرض میں فوت ہو گئے، اس میں آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کے درد کو محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ وقت ہے کہ اس زہر کے اثر سے میرے دل کی رگ کٹ گئی ہے۔ (صحیح البخاری: ٤٤٢٨) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ص ٣٩١۔٣٩٠، وزارۃ الاوقاف، قطر ١٤٢٩ھ)

زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے آپ میں معنوی شہادت کا متحقق ہونا اور آپ کے علم غیب کا ثبوت

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۔(المائدہ:٦٧) اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔

سو جب اس یہودی عورت کے زہر آلود گوشت کھلانے کی وجہ سے آپ فوت ہو گئے تو اللہ نے آپ کو نہ بچایا اور اس آیت کے خلاف ہو گیا' میں کہتا ہوں کہ اس آیت کے خلاف تب ہوتا جب آپ اس طعام کے کھانے کی وجہ سے فوراً فوت ہو جاتے' یا حضرت بشر کی طرح اس مرض میں مسلسل مبتلا رہ کر فوت ہو جاتے' لیکن ایسا نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فی الفور اس زہر کے اثر سے آپ کو بچالیا اور اخیر عمر میں خلافِ عادت اس زہر کے اثر سے آپ پر وفات طاری کر دی تا کہ آپ میں شہادت کی موت متحقق ہو اور شہید ہونا آپ کی اُمت کے لیے سنت ہو جائے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ آپ کو علمِ غیب نہیں دیا گیا تھا' ورنہ آپ وہ زہر آلود گوشت نہ کھاتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو علمِ غیب دیا گیا تھا' تب ہی تو ایک لقمہ کھانے کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور فرمایا: اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے' آپ نے یہودیوں سے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم کو کس چیز نے اس حرکت پر برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے یہ ارادہ کیا کہ اگر آپ جھوٹے (نبی) ہیں تو ہم کو آپ سے راحت مل جائے گی اور اگر آپ (واقعی) نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو ضرر نہیں دے گا۔ (صحیح البخاری:٣١٦٩)

اب یہ سوال ہے کہ آپ نے ابتداءً کھانے سے پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت آپ کی توجہ اس طرف نہیں تھی' آپ نے بے توجہی میں ایک لقمہ کھایا' پھر اللہ تعالیٰ نے فوراً آپ کو اس طرف متوجہ کر دیا کہ اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے' اور اس بے توجہی میں یہ حکمت تھی کہ زہر آپ کے جسم میں پہنچے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کا فوری اثر روک دے اور وفات کے وقت اس کا اثر ظاہر ہو اور آپ میں معنوی شہادت پائی جائے اور شہادت کے لیے بھی آپ کی زندگی میں اُسوہ اور نمونہ ہو۔

٤٣- بَابُ غَزْوَةِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ حضرت زید بن حارثہ کا غزوہ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور حضرت اُسامہ بن زید کے والد تھے' اس باب میں ان کے غزوہ کا بیان ہے۔

٤٢٥٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ عَلٰى قَوْمٍ فَطَعَنُوْا فِيْ إِمَارَتِهٖ فَقَالَ إِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ إِمَارَتِهٖ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِيْ إِمَارَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلِهٖ وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ كَانَ خَلِيْقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو لوگوں پر امیر بنایا تو لوگوں نے ان کی امارت پر طعن کیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم اس کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے والد کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو' اور اللہ کی قسم! وہ ضرور امارت کے لائق تھے اور بے شک یہ (اسامہ) مجھے ان کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۴۰ میں گزر چکی ہے' چند اہم اُمور یہاں ذکر کیے جا رہے ہیں۔

غزوۂ خیبر کے بعد دیگر بستیوں کی طرف لشکر بھیجنا اور ان ہی میں حضرت اسامہ کا لشکر تھا

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ خیبر کے بعد وادی القریٰ کا غزوہ جمادی الآخرۃ سات (۷) ہجری میں ہوا' جس کو جنگ کر کے فتح کیا گیا۔ (الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۲۰۷)

اور امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راتوں رات وہاں کے رہنے والوں کا محاصرہ کر لیا تھا' پھر آپ مدینہ کی طرف واپس چلے گئے اور اس غزوہ میں آپ کا مدعم نامی غلام ایک تیر لگنے سے جاں بحق ہو گیا' وہ تیر کسی نامعلوم جگہ سے آیا تھا۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۳۹۱)

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے اس کا واضح ذکر کر چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۲۳۴)

مؤرخ البلاذری نے لکھا ہے کہ جب یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وادی القریٰ میں بسنے والوں کو روند ڈالا ہے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جزیہ دینے پر صلح کر لی' سو وہ اپنے شہروں میں اور اپنی زمینوں پر برقرار رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یزید بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو وہاں کا والی (گورنر) بنا دیا' اور وہ اسی کی فتح کے دن اسلام لائے تھے (زیادہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے' لیکن البلاذری نے اسی طرح لکھا ہے۔) اور عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ فدک' اہلِ تماء اور اہلِ خیبر کو جلاوطن کر دیا تھا۔ (فتوح البلدان ص ۴۸)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ غزوۂ خیبر کے بعد حضرت عمر کا سریہ (لشکر) تربہ کی طرف شعبان سات ہجری میں روانہ ہوا' الحازمی نے کہا: یہ جگہ مکہ سے دو دن کی مسافت پر ہے اور ابن سیدہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ جگہ بنو عامر بن مالک کے بلاد میں ہے۔ (المحکم ج ۱۰ ص ۱۷۳)

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لشکر بنو کلاب کی طرف نجد میں روانہ ہوا' جو ضریہ کی طرف تھا' یہ شعبان سات ہجری میں روانہ ہوا تھا' پھر حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کا لشکر فدک کی طرف روانہ ہوا' یہ بھی شعبان کا واقعہ ہے' پھر حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی کا لشکر میفعہ کی طرف رمضان میں بطن نخلہ کے پیچھے روانہ ہوا' امام بخاری نے اس کا باب قائم کیا ہے جو عنقریب آئے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو جہینہ کی طرف الحرقات میں بھیجا' پھر حضرت بشیر بن سعد الانصاری کو شوال میں یمن اور جبار کی طرف بھیجا۔

امام محمد بن سعد نے کہا: پھر آپ نے عمرۃ القضاء کیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۰۔ ۱۱۷)

غزوۂ خیبر میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد اور مارے جانے والے یہودیوں کی تعداد

غزوۂ خیبر میں قریش کی ایک جماعت شہید ہوئی' ان میں حضرت ربیعہ بن اکثم اور رفاعہ بن مسروح بنو اسد سے تھے اور ان کے علاوہ انصار سے تھے اور دوسرے تھے' امام محمد بن سعد نے پندرہ کا ذکر کیا ہے اور دوسروں نے اس سے زیادہ کا ذکر کیا ہے اور یہود کے ترانوے (۹۳) مرد قتل کیے گئے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۷) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۹۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت اسامہ بن زید کی امارت میں لشکروں کی تعداد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

میں نے اہل مغازی سے حضرت زید بن حارثہ کے لشکروں کا تتبع کیا تو ان کی تعداد سات ہے' جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت ہے کہ وہ حضرت زید بن حارثہ کی امارت میں سات لشکروں میں لڑے تھے' اسی طرح امام طبرانی اور امام ابونعیم کی روایت ہے' ان لشکروں کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) یہ لشکر جمادی الاخرہ پانچ ہجری میں نجد کی طرف ایک سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوا۔

(۲) یہ لشکر ربیع الآخر چھ ہجری میں بنوسلیم کی طرف روانہ ہوا۔

(۳) یہ لشکر جمادی الاولیٰ چھ ہجری میں ایک سو ستر (۱۷۰) افراد کے ساتھ روانہ ہوا' انہوں نے قریش کے ایک قافلہ پر حملہ کیا اور ابوالعاص بن الربیع کو گرفتار کرلیا۔

(۴) یہ لشکر جمادی الآخرۃ چھ ہجری میں بنوثعلبہ کی طرف روانہ ہوا۔

(۵) یہ لشکر پانچ سو افراد کے ساتھ شام کے راستہ میں حسمیٰ کی طرف بنوجذام پر حملہ کے لیے روانہ ہوا' انہوں نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ پر اس وقت ڈاکہ ڈالا تھا جب وہ ھرقل کے پاس سے واپس آ رہے تھے۔

(۶) یہ لشکر وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

(۷) یہ لشکر بنوفزارہ کے لوگوں کی طرف روانہ ہوا۔ اس سے پہلے مسلمان تجارت کے لیے روانہ ہوئے تھے' ان پر بنوفزارہ کے لوگوں نے حملہ کیا تھا اور مسلمانوں سے مال چھین لیا تھا اور ان کو قتل کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف لشکر تیار کیا' اور انہوں نے اُم قرفہ کو قتل کر دیا جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا' اور یہ ان میں بہت معظم تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی ان ہی سات لشکروں کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والے کا نام

قاضی بدرالدین محمود بن ابوبکر الدمامینی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کیا: امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اس قصہ سے متعلق ایک حدیث لکھی ہے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص حضرت عیاش بن ابی ربیعہ تھے اور وہ تمام لوگوں سے زیادہ سخت مزاج تھے' انہوں نے کہا: اس غلام کو مہاجرین پر عامل (سپہ سالار) بنایا جائے گا' پھر اس موقع پر یہ بات بہت زیادہ کہی گئی' حضرت عمر بن الخطاب نے یہ بات سنی تو انہوں نے اس کا رد کیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر بتایا کہ فلاں شخص یہ اعتراض کر رہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت غضب ناک ہوئے اور آپ نے فرمایا: اگر تم اس کی امارت میں طعن کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت میں طعن کرتے تھے اور اللہ کی قسم! وہ امارت کے ضرور لائق ہیں۔ (تاریخ دمشق ج ۲ ص ۵۵) (مصابیح الجامع ج ۷ ص ۲۹۹' دارالنوادر دمشق' ۱۴۳۱ھ)

میں کہتا ہوں: یہ حدیث ہمارے پاس موجود تاریخ دمشق میں درج ذیل مقام پر ہے:

تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ۔

حضرت اسامہ کا لشکر کب روانہ ہوا اور کس کے خلاف روانہ ہوا؟

نیز امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں وہ احادیث ذکر کی ہیں کہ حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والے منافقین تھے' اور یہ احادیث مذکور الصدر حدیث کے خلاف ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابو موبھبۃ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا حج پورا کرلیا اور احرام کھول

دیا تو آپ مدینہ لوٹ آئے اور آپ نے شام کے مشارق میں اُردن پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر ترتیب دیا اور اس کے اوپر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر بنایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ شام کے مشارق میں ابل الزیت کو روند ڈالیں' سو منافقوں نے اس پر طعن کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا رد کیا اور فرمایا: بے شک وہ امارت کے لائق ہے' اگر تم اس پر طعن کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو' حالانکہ وہ امارت کے لائق تھے۔ (تاریخ دمشق: ۴۳۹۔ ج ۲ ص ۳۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ حدیث مذکور الصدر حدیث پر اس لیے راجح ہے کہ یہ حدیث تاریخ الطبری ج ۳ ص ۱۸۴' احداث سنۃ ۱۱ میں بھی مذکور ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کی امارت میں ایک لشکر تیار کیا تو حضرت اسامہ کو امیر بنانے پر منافقین نے بہت اعتراض کیے حتیٰ کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی' آپ گھر سے نکلے' اس حال میں کہ آپ کے سر کے اوپر پٹی بندھی ہوئی تھی اور آپ نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ اسامہ کو امیر بنانے پر طعن کر رہے ہیں اور مجھے اپنی زندگی کی قسم! اگر یہ اس کی امارت پر طعن کر رہے ہیں تو وہ اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر طعن کر چکے ہیں اور بے شک اس کا باپ بھی امارت کے لائق تھا اور یہ بھی امارت کے لائق ہے۔ (الحدیث) (تاریخ دمشق: ۴۴۰۔ ج ۲ ص ۳۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں نے یہ وضاحت اس لیے کی ہے کہ اوّل تو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والا مہاجرین صحابہ میں سے کوئی نہیں تھا' ثانیاً یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت اسامہ کا لشکر کس پر حملے کے لیے تیار کیا گیا تھا' سو واضح ہو گیا کہ وہ شام کے مشارق میں اُردن پر حملہ کے لیے تیار کیا گیا تھا' ثالثاً یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لشکر کب تیار کیا گیا' سو واضح ہو گیا کہ یہ لشکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ پہلے تیار کیا تھا۔

٤٤- بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ عمرۃ القضاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام حاکم نے اکلیل میں بیان کیا ہے کہ ائمہ مغازی سے یہ حدیث تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ جب ذوالقعدہ سات ہجری کا ہلال طلوع ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اپنے اس عمرہ کی قضاء کریں جس کو وہ حدیبیہ میں نہیں کر سکے تھے' اور یہ کہ جو حدیبیہ میں حاضر تھے ان میں سے کوئی بھی متخلف نہ ہو' اور آپ کے ساتھ بہت سے وہ اصحاب بھی روانہ ہوئے جو حدیبیہ میں نہیں گئے تھے' اس عمرہ کے لیے جانے والوں کی تعداد بچوں اور عورتوں کے علاوہ دو ہزار تھی۔

عمرۃ القضاء کو عمرۃ القضیہ' عمرۃ القصاص اور عمرۃ الصلح بھی کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ذَكَرَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر کیا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی عمرۃ القضاء کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں عمرہ قضاء کرنے کے لیے داخل ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ آپ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے:

''کفار کے بچو! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے راستہ خالی کر دو' بے شک رحمان نے اپنی تنزیل میں نازل کیا ہے: بہترین قتل وہ ہے جو اللہ کے راستے میں ہو' سو ہم نے اس کی تفسیر میں تم کو قتل کیا ہے''۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۲۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن رواحہ! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شعر پڑھ رہے ہو! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو چھوڑ دو! یہ اشعار ان پر تیروں سے زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان: ۵۷۸۸)

Marfat.com

٤٢٥١- حَدَّثَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا اعْتَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ فَاَبٰى اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ يَّدَعُوْهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى قَاضَاهُمْ عَلٰى اَنْ يُّقِيْمَ بِهَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتٰبَ كَتَبُوْا هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا لَا نُقِرُّ بِهٰذَا لَوْنَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ شَيْئًا وَلٰكِنْ اَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِیٍّ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَلِیٌّ لَاوَاللّٰهِ لَا اَمْحُوْكَ اَبَدًا فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ فَكَتَبَ هٰذَا مَاقَاضٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ لَايَدْخُلُ مَكَّةَ السِّلَاحَ اِلَّا السَّيْفَ فِی الْقِرَابِ وَاَنْ لَّا يَخْرُجَ مِنْ اَهْلِهَا بِاَحَدٍ اِنْ اَرَادَ اَنْ يَّتْبَعَهٗ وَاَنْ لَّا يَمْنَعَ مِنْ اَصْحَابِهٖ اَحَدًا اِنْ اَرَادَاَنْ يُّقِيْمَ بِهَا . فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْاَجَلُ اَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا قُلْ لِّصَاحِبِكَ اُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْاَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِیْ يَاعَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِیٌّ فَاَخَذَ بِيَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ دُوْنَكِ ابْنَتَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا فَاخْتَصَمَ فِيْهَا عَلِیٌّ وَّزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ قَالَ عَلِیٌّ اَنَا اَخَذْتُهَا وَهِیَ ابْنَةُ عَمِّیْ وَقَالَ جَعْفَرٌ ابْنَةُ عَمِّیْ وَخَالَتُهَا تَحْتِیْ وَقَالَ زَيْدٌ ابْنَةُ اَخِیْ فَقَضٰى بِهَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ وَقَالَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِجَعْفَرٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ وَقَالَ لِزَيْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا وَقَالَ عَلِیٌّ اَلَا تَتَزَوَّجُ بِنْتَ حَمْزَةَ قَالَ اِنَّهَا ابْنَةُ اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابواسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا' حتیٰ کہ آپ نے ان سے اس پر صلح کر لی کہ آپ (آئندہ سال) مکہ میں تین دن قیام کریں گے' جب مسلمانوں نے صلح نامہ لکھا تو انہوں نے اس میں یہ لکھا کہ یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صلح کی ہے' کفارِ قریش نے کہا: ہم اس کا اقرار نہیں کرتے اگر ہم کو اس کا یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو کسی چیز سے منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں' آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ ہوں اور میں محمد بن عبداللہ (بھی) ہوں' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ) کو مٹا دو' حضرت علی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں آپ (کے نام) کو ہرگز نہیں مٹاؤں گا! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مکتوب کو پکڑا اور آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا: یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے' وہ مکہ میں (آئندہ سال) ہتھیاروں کے ساتھ داخل نہیں ہوں گے مگر یہ کہ تلوار میان میں ہو' اور یہ کہ اہل مکہ میں سے اگر کوئی ان کے ساتھ جانا چاہے گا تو وہ اس کو نہیں لے جائیں گے اور اگر ان کے اصحاب میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے گا تو وہ اس کو نہیں روکیں گے' پھر جب (آئندہ سال) آپ مکہ میں داخل ہوئے اور (تین دن کی) مدت پوری ہو گئی تو کفارِ قریش' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اپنے صاحب (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہو کہ ہمارے شہر سے نکل جائیں کیونکہ مدت پوری ہو چکی ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکل گئے' پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی آپ کے پیچھے آئیں' وہ پکار رہی تھی: اے چچا! اے چچا! پس حضرت علی نے اس کو اٹھا لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا' اور سیدتنا فاطمہ علیہا السلام سے کہا: آپ اپنے چچا کی بیٹی کو لے لیں تو حضرت سیدہ نے اس کو لے لیا' پس اس (کی پرورش) میں حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم میں نزاع ہوا' حضرت علی نے کہا: اس کو میں رکھوں گا' یہ میرے چچا

Marfat.com

کی بیٹی ہے' حضرت جعفر نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے عقد میں ہے' اور حضرت زید نے کہا: یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا: خالہ ماں کے درجہ میں ہوتی ہے' اور حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت جعفر سے فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو' اور حضرت زید سے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے آزاد شدہ غلام ہو' حضرت علی نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ حضرت حمزہ کی بیٹی سے نکاح نہیں کریں گے' آپ نے فرمایا: یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٧٨١ میں گزر چکی ہے' چند ضروری مباحث یہاں پر ذکر کیے جا رہے ہیں:

مسلمانوں کو رمل کا حکم دینا' مکہ میں حضرت میمونہ سے نکاح اور مقام سرف میں ولیمہ' جو حضور سے بدتمیزی سے بات کرے اس کو گالی دینا' بغیر مہر کے نکاح کرنے میں حضور کی خصوصیت' عمرۃ القضاء کی وجہ تسمیہ اور آپ کے عمروں کی تعداد

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تفصیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ سات ہجری میں عمرہ کرنے کے قصد سے مکہ کی طرف نکلے' جس طرح آپ نے قریش سے حدیبیہ میں معاہدہ کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا عمرہ پورا کر دیا اور کفارِ قریش مسلمانوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے' آپ نے مسلمانوں کو رمل کرنے کا حکم دیا تاکہ مشرکین کو مسلمانوں کی قوت دکھائیں' کیونکہ کفارِ قریش نے کہا تھا: ان کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمرہ میں حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ سے نکاح کر لیا' اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے احرام باندھنے سے پہلے ان سے نکاح کیا تھا یا حالتِ احرام میں ان سے نکاح کیا تھا' جب تین دن گزر گئے جو صلح کی مدت کی انتہاء تھی تو حویطب بن عبد العزیٰ' سہیل بن عمرو کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مشرکین کی طرف سے کہا: آپ مکہ سے نکل جائیں' اور انہوں نے آپ کو اس کی مہلت نہیں دی کہ آپ حضرت میمونہ کے ساتھ شب زفاف گزار لیں اور ان کا ولیمہ کریں' حویطب نے کہا: آپ چلے جائیں' ہمیں آپ کی دعوت کی ضرورت نہیں ہے' پس اس سے حضرت سعد نے کہا: اے اپنی ماں کی فرج کو دانتوں سے کاٹنے والے! تیری زمین اور تیری ماں کی زمین اس جگہ کے ماسوا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خاموش کیا اور آپ مکہ سے نکل گئے' اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مقامِ سرف میں شبِ زفاف گزاری' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا' دوسرا قول ہے: چھیاسٹھ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی' اور حضرت ابن الاصم بھی ان کے بھانجے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت میمونہ نے خود آپ کو نکاح کی پیش کش کی تھی اور ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ　　اور ایمان والی عورت اگر (بلاعوض) اپنے آپ کو نبی کے لیے

Marfat.com

النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْکِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ (الاحزاب:۵۰) ہبہ کر دے اگر نبی ﷺ اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں (تو یہ جائز ہے) یہ حکم صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہے بغیر دوسرے مسلمانوں کے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے اونٹ پر سوار تھیں' اس وقت آپ کی طرف سے ان کے پاس نکاح کا پیغام دینے والا آیا تو انہوں نے کہا: یہ اونٹ اور جو اس پر سامان ہے' وہ سب رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔

امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے ساتھ عمرہ کرنے والے دو ہزار تھے اور وہ اہلِ حدیبیہ تھے اور جو ان کے ساتھ مل گئے تھے ماسوا ان کے جو اہلِ حدیبیہ میں سے فوت ہو گئے تھے یا جو غزوۂ خیبر میں شہید ہو گئے تھے' آپ نے مدینہ پر حضرت ابورُھم الغفاری کو خلیفہ بنایا تھا اور آپ قربانی کے لیے ساٹھ اونٹ لے کر روانہ ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ سو گھوڑے تھے' اور آپ کے آگے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے' آپ نے اسلحہ کی حفاظت کے لیے حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کو دو سو سواروں کے ساتھ چھوڑا تھا' پھر ان کی جگہ دوسرے کو بھیج دیا حتیٰ کہ سب نے عمرہ کے افعال ادا کر لیے۔ (طبقات ابن سعد ج۲ ص ۱۲۱۔۱۲۰)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس عمرہ کو عمرۃ القضاء اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ آپ نے قریش سے آئندہ سال عمرہ کرنے کی قضاء کی تھی (یعنی اس پر صلح کی تھی)' اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ چونکہ حدیبیہ کے سال آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا' اس لیے آپ نے اگلے سال اس کی قضاء کی' کیونکہ اُنہوں نے جو آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا تھا' اس سے آپ کا وہ عمرہ ساقط نہیں ہوا تھا بلکہ آپ کا عمرہ مکمل تھا حتیٰ کہ صحابہ نے مقامِ حِل میں اپنے بالوں کو مونڈا جن کو ہوا اُڑا کر لے گئی اور ان بالوں کو حرم میں گرا دیا' لہٰذا یہ عمرہ نبی ﷺ کے عمروں میں شمار کیا گیا۔ (الروض الانف ج۴ ص ۷۷)

امام ابن الاثیر نے کہا ہے کہ امام بخاری نے عمرۃ القضاء کا ذکر غزوات میں کیا ہے حالانکہ یہ غزوات میں سے نہیں ہے' کیونکہ یہ عمرہ مشرکین کے ساتھ صلح کو متضمن ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص ۴۰۰۔۳۹۷ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

نبی ﷺ کے عمروں کی تعداد اور ان کی تفصیل

قاضی بدرالدین محمد بن ابوبکر دمامینی مالکی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے حج کے سوا تین عمرے کیے تھے اور یہ تینوں عمرے ذوالقعدہ میں کیے تھے: (۱) عمرۂ حدیبیہ (۲) عمرۃ القضاء (۳) عمرۂ جعرانہ جب آپ نے حنین کی غنیمتوں کو تقسیم کیا تھا اور چوتھا عمرہ آپ نے حج کے ساتھ کیا تھا۔

(مصابیح الجامع ج۴ ص ۳۲۳' دار النوادر' دمشق' ۱۴۳۱ھ)

عمرۃ القضاء کی وجہ تسمیہ میں علماء کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ آپ نے جو یہ عمرہ کیا یہ حدیبیہ کے عمرہ کی قضاء نہیں تھی کیونکہ حدیبیہ کا عمرہ کامل تھا اور آپ نے حدیبیہ کی صلح میں اگلے سال عمرہ کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا یہ وہ عمرہ تھا' اسی لیے آپ کے چار عمرے شمار کیے گئے ہیں' دو یہ عمرے اور ایک جعرانہ کا عمرہ اور ایک وہ عمرہ جو آپ نے حج کے ساتھ کیا تھا۔

دوسروں نے کہا ہے کہ یہ عمرہ حدیبیہ کے عمرہ کی قضاء تھا' یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ جو شخص عمرہ کرنے کے لیے جائے' پھر اس کو بیت اللہ جانے سے روک دیا جائے تو آیا اس پر اس عمرہ کی قضاء واجب ہے یا نہیں' جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس پر قربانی

کرنا واجب ہے اور اس پر اس عمرہ کی قضاء واجب نہیں ہے' اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اس پر اس عمرہ کی قضاء واجب ہے' اور امام احمد سے ایک یہ روایت ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے نہ قضاء واجب ہے' اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس پر قربانی بھی واجب ہے اور قضاء بھی واجب ہے' جمہور کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ (البقرہ:١٩٦) اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ کو پورا کرو' پھر اگر تم کو روک دیا جائے تو وہ قربانی بھیجو جو تم پر آسان ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ سے روکے جانے والے شخص کو صرف قربانی کرنے کا حکم دیا ہے' قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نفل شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے' سو جب وہ عمرہ پورا نہ کر سکا تو اس پر اس کی قضاء کرنا لازم ہے' جب اس کو روک دیا گیا تو اس کے لیے عمرہ کو مؤخر کرنا جائز ہے اور جب مانع زائل ہو جائے تو اس پر اس عمرہ کی قضاء کرنا واجب ہے۔

جمہور فقہاء جو قضاء کو واجب کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ میں جہاں صحابہ کو روک دیا گیا تھا' وہاں صحابہ نے قربانی کے جانوروں کو نحر کیا اور اگلے سال عمرہ کیا' اور قربانی کے جانور ساتھ لے کر گئے۔

امام ابوداؤد نے ابی حاضر سے روایت کی ہے کہ میں عمرہ کے لیے گیا' پس مجھے روک دیا گیا تو میں نے قربانی کے جانور کو نحر کیا اور احرام کھول دیا' پھر میں اگلے سال لوٹ کر آیا تو مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم قربانی کے جانور کو خرچ کرو (یعنی نحر کرو) کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس کا حکم دیا تھا اور جو قربانی کرنے کو واجب نہیں قرار دیتے' ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کا روکے جانے کی وجہ سے احرام کھول دینا قربانی کو نحر کرنے پر موقوف نہیں تھا' بلکہ آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ جس کے پاس قربانی کا جانور ہے' وہ اس کو نحر کر لے اور جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ سر منڈا لے' اور جن فقہاء نے بھی اس کو واجب کہا ہے' انہوں نے ظاہر احادیث سے استدلال کیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالقعدہ میں اس عمرہ کی جگہ عمرہ قضاء کرنے کے لیے نکلے جس عمرہ کو کرنے سے مشرکین نے آپ کو روک دیا تھا' اسی طرح موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے اور ابوالاسود نے تمام اہل مغازی سے روایت کی ہے کہ آپ ذوالقعدہ میں عمرہ کی قضا کے لیے نکلے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لکھ کر کسی اصلاح کی وجہ سے اس کو کاٹنے کا جواز

یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے' کفار قریش نے کہا: اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ رسول اللہ ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ جانے سے نہ روکتے' لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں' آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم رسول اللہ (کے الفاظ) کو مٹا دو' حضرت علی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں آپ کے نام کو کبھی بھی نہیں مٹاؤں گا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: حضرت علی نے یہ سمجھا تھا کہ آپ کا یہ حکم وجوب کے لیے نہیں ہے' اس لیے انہوں نے اس حکم پر عمل کرنے سے انکار کر دیا' نیز انہوں نے یہ سمجھا کہ ادب امر پر مقدم ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے غلطی سے آپ کا نام لکھ دیا تو کسی اصلاح کے قصد سے اس کو کاٹنا جائز ہے۔

اکثر شارحین بخاری کا یہ مؤقف کہ آپ نے بالکل نہیں لکھا کیونکہ آپ امّی ہیں ------ اور قرآن میں آپ کے لکھنے کی نفی ہے

تب رسول اللہ ﷺ نے اس مکتوب کو پکڑا اور آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا کہ یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے:

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اسی طرح امام نسائی اور امام احمد کی روایت ہے۔ اس ظاہر روایت سے علامہ ابوالولید باجی نے یہ استدلال کیا ہے کہ پہلے آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پھر آپ نے لکھا۔ اس پر ان کے زمانہ میں علماء اندلس نے اُن کا رد کیا اور ان کو زندیق کہا اور یہ کہا کہ ان کا یہ دعویٰ قرآن مجید کے خلاف ہے' پھر امیر نے علامہ باجی کو اور ان کے مخالف علماء کو ایک مجلس میں جمع کیا' اس وقت علامہ باجی نے کہا کہ ان کا یہ دعویٰ قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآن مجید سے اس کا مفہوم نکلتا ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ ۔ (العنکبوت:۴۸) اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔

علامہ باجی نے کہا: قرآن مجید نے کہا ہے کہ آپ نزول قرآن سے پہلے نہ پڑھتے تھے اور نہ لکھتے تھے اور یہ نفی نزول قرآن کے زمانہ سے پہلے کے ساتھ مقید ہے' پس اگر آپ نزول قرآن کے بعد لکھا ہوا پڑھ لیں یا کسی چیز کو لکھ لیں تو یہ قرآن مجید کی تصریح کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ جب آپ نے نزول قرآن کے زمانہ سے پہلے پڑھا نہ لکھا تو آپ کا اُمی ہونا ثابت اور متحقق ہو گیا اور اس کے بعد جب آپ کسی چیز کو پڑھیں گے یا لکھیں گے تو یہ آپ کا معجزہ ہوگا اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ کسی کے سکھائے بغیر لکھنا جان لیں اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہوگا کہ آپ نے کسی دنیاوی استاذ کی تعلیم کے بغیر پڑھا بھی اور لکھا بھی' اور علامہ ابن دحیہ نے کہا ہے کہ پھر علماء کی ایک جماعت نے علامہ باجی کی موافقت کی' ان ہی میں سے شیخ ابوذر الہروی اور ابوالفتح نیشاپوری ہیں اور دوسرے افریقہ اور دوسرے ممالک کے علماء ہیں اور بعض علماء نے کہا ہے کہ علامہ باجی کے قول کے موافق مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ حدیث ہے: مجاہد نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے پڑھا اور لکھا' مجاہد نے کہا کہ میں نے شعبی سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: مجاہد نے سچ کہا۔

سہل بن الحنظلیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت معاویہ کو حکم دیا کہ وہ اقرع اور عیینہ کے لیے لکھ دیں' عیینہ نے حضرت معاویہ کے لکھنے پر اعتراض کیا تو نبی ﷺ نے وہ مکتوب اُٹھا کر پڑھا اور فرمایا کہ معاویہ نے تمہارے لیے وہی لکھا ہے جس کا میں نے ان کو تمہارے لیے لکھنے کا حکم دیا تھا۔ یونس نے کہا: ہمارا یقین ہے کہ نبی ﷺ نے نزول قرآن کے بعد لکھا۔

قاضی عیاض نے کہا: اس سلسلہ میں آثار وارد ہیں کہ آپ کو لکھنے کے حروف کی معرفت تھی کیونکہ آپ کاتب سے فرماتے تھے کہ قلم کو اپنے کان پر رکھا کرو کہ یہ تم کو لکھنا یاد دلائے گا' اور آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا: باء کو لمبا کر کے لکھو اور سین کو دندانہ دار لکھو اور میم کو کانا مت بناؤ (اگرچہ ان آثار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے لکھا ہے' لیکن یہ بعید نہیں ہے کہ آپ کو کتابت کا علم دیا گیا ہو' کیونکہ آپ کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے)۔

اور جمہور نے ان کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ احادیث ضعیف ہیں' اور حدیبیہ کے قصہ کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے اور حضرت مسور کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ معاہدہ کو لکھنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح البخاری:۲۷۳۲) سو اس حدیث کو بھی

Marfat.com

اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا تھا' علامہ ابن التین نے بھی اسی تاویل کی توثیق کی ہے اور جن احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے قیصر کی طرف لکھا اور آپ نے کسریٰ کی طرف لکھا' ان کی بھی یہی تاویل ہے' اور اگر ان احادیث میں یہ تاویل نہ کی جائے اور ان کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اس دن آپ نے اپنا اسم شریف لکھا تھا' تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کتابت کے عالم تھے اور آپ اُمّی نہیں تھے' کیونکہ کتنے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لکھنے کے ماہر نہیں ہوتے اور چند الفاظ لکھ لیتے ہیں یا اپنا نام لکھ لیتے ہیں' جیسے بادشاہ ہوتے ہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قلم آپ کے ہاتھ میں خود چل پڑا ہو اور اس نے وہی لکھ دیا ہو جو آپ لکھنا چاہتے تھے' اور یہ اُس وقتِ مخصوص میں آپ کا ایک الگ معجزہ تھا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ اُمّی نہ ہوں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۹_۳۲۶' ملتقطاً' مختصراً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(۲) علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے صلح نامہ پر لکھا حالانکہ قرآن مجید میں آپ کی یہ صفت ہے: ''الرسول النبی الامی'' (الاعراف: ۱۵۷) اور اُمّی وہ ہوتا ہے جو نہیں لکھ سکتا' پھر آپ نے کیسے لکھا؟ اس اعتراض کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) اُمّی وہ ہوتا ہے جو اچھی طرح نہیں لکھ سکتا یا لکھنے کا ماہر نہیں ہوتا نہ کہ وہ جو مطلقاً نہ لکھتا ہو۔

(۲) اس حدیث میں اسناد مجازی ہے' یعنی آپ نے لکھنے کا حکم دیا تھا' علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے: ''آپ نے لکھا'' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا۔

(۳) آپ نے اُمّی ہونے کے باوجود جو لکھا وہ آپ کا معجزہ تھا اور قرآن مجید نے جو آپ کو اُمّی کہا ہے' وہ اس اعتبار سے ہے کہ آپ عادۃً نہیں لکھتے تھے اور حدیبیہ کے دن جو آپ نے لکھا وہ خلافِ عادت تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(۳) علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے (اپنے نام کو) مٹا دیا: یعنی حضرت علی کے دکھانے کے بعد کہ یہ نام لکھا ہوا ہے' یا آپ نے کثرتِ تجربہ کی وجہ سے اپنے نام کو پہچان لیا۔

پھر نبی ﷺ نے مکتوب پکڑ کر لکھ دیا: یعنی آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا تو انہوں نے لکھ دیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''ہم ایسی اُمت ہیں جو اُمّی ہے'' اس امت میں ایسے بھی تھے جو لکھنا جانتے تھے لیکن عرب کی عادت یہ ہے کہ وہ اکثر کا حکم جماعت پر لگاتے تھے' اسی لیے آپ کا اکثر حال یہ تھا کہ آپ نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے ایک مرتبہ لکھا۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آپ نے قلم کو پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے قلم کی طرف وحی کی تو اس نے لکھا' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے لکھ لیا' ایک اور قول یہ ہے کہ آپ نے بغیر قصد کے اتفاقاً لکھ لیا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

(۴) قاضی بدر الدین محمد بن ابوبکر دمامینی مالکی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابوالفرج ابن الجوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے کہا ہے کہ آپ کے ہاتھ کا کتابت کے لیے چلنا حالانکہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' یہ آپ کے معجزہ کی مثل ہے' کیونکہ آپ نے اپنے ہاتھ کو اس طرح حرکت نہیں دی جیسے اچھی طرح لکھنے والا ہاتھ کو

حرکت دیتا ہے' آپ نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی' سو اس نے صحیح لکھ دیا۔ (کشف المشکل ج ۳ ص ۶۳ ۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس کے بعد علامہ دمامینی نے علامہ ابوالولید باجی مالکی کی رائے لکھی ہے اور آپ کے لکھنے کی دو تاویلیں کی ہیں:

ایک یہ کہ آپ نے لکھا اور آپ کو علم تھا کہ قلم کیا لکھے گا' دوسری یہ کہ آپ نے قلم سے لکھا اور آپ کو علم نہیں تھا کہ قلم کیا لکھے گا' تاکہ یہ آپ کا زیادہ واضح معجزہ ہو جائے۔

ابومحمد عبداللہ بن احمد کو یہ قول بہت پسند تھا اور وہ اس سے بہت خوش تھے' میں نے اس قول کا انکار کیا اور میں نے کہا: یہ قول صحیح نہیں ہے اور جو علماء ہمارے مقتدیٰ ہیں' اُن میں سے کسی کا یہ قول نہیں ہے اور نہ متقدمین میں سے کسی نے یہ کہا ہے' مگر ابومحمد اس قول کی صحت پر اصرار کرتے رہے' کچھ دنوں کے بعد وہ مجھ سے ملے اور کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے آپ اس کی تعبیر بتائیں' پھر انہوں نے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں مدینہ میں ہوں' پھر میں نے دیکھا کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میرے سامنے ہے' پس قبر کو دیکھ کر میرے دل میں ہیبت طاری ہوئی اور قبر کی تعظیم اور آپ کے جلال سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے' میں اسی کیفیت میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ قبر شق ہو گئی اور میں بہت خوف زدہ ہوا اور گھبرا گیا' اے میرے سردار! آپ کے نزدیک اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟ میں نے غور کرنے کے بعد کہا: آپ کی قبر کا شق ہونا اس بات کی علامت ہے کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا ہے' اُنہوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ تعبیر کہاں سے نکالی؟ تو میں نے کہا: قرآن مجید کی اس آیت سے:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝	قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمینیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور پہاڑ کانپتے ہوئے گر جائیں ۝ اس وجہ سے کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا ۝ (مریم: ۹۱-۹۰)

تب مجھ سے ابومحمد نے کہا: آپ کی نیکی اللہ ہی کے لیے ہے اور انہوں نے میرے سر پر اور میری آنکھوں کے درمیان بوسا دیا' اور کہا: میں نے جو آپ کی قبر کو شق ہوئے دیکھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہے اور جس طرح اللہ پر جھوٹ باندھنے سے زمین و آسمان شق ہو جائے' اسی طرح آپ پر جھوٹ باندھنے سے آپ کی قبر شق ہو گئی' پھر میں روتا رہا اور یہ کہتا رہا: یا رسول اللہ! میں اپنے اس قول اور اعتقاد سے توبہ کرتا ہوں' پھر مجھ سے ابومحمد نے کہا: اے میرے سردار! میں آپ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حرف بھی نہیں لکھا' یہ میرا قول ہے اور میں اسی قول پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں گا' میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے تم کو یہ دلیل دکھائی اور تم کو اپنے قول اور اعتقاد سے پھیر دیا۔

(مصابیح الجامع' شرح الجامع الصحیح ج ۶ ص ۱۲۸-۱۲۴' دار النوادر' دمشق' ۱۴۳۱ھ)

•

علامہ دمامینی کا استدلال اس عبارت سے ہے:

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ آپ نے لکھا' حالانکہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' اس سے یہ وہم کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر کتابت کو چلا دیا اور کہا کہ یہ معجزہ ہے' پس اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ یہ آپ کے دوسرے معجزہ کے منافی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ اُمّی تھے اور لکھتے نہیں تھے اور معجزات ایک دوسرے کے منافی نہیں تھے' سو آپ کے لکھنے کا معنی یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا۔ (مصابیح الجامع ج ۶ ص ۱۲۴' دار النوادر' دمشق' ۱۴۳۱ھ)

آپ کے اُمّی ہونے کے معجزہ کا معنی یہ ہے کہ آپ لکھتے پڑھتے نہیں تھے' اس کے باوجود آپ نے ایسے علوم اور معارف بیان

Marfat.com

فرمائے کہ کروڑوں لکھنے والے ان کی شرح کرنے سے عاجز ہیں، شیخ سعدی فرماتے ہیں:

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست   کتب خانۂ چند ملت بشست

''وہ یتیم جس نے مکتب میں پڑھنا نہیں سیکھا، اس نے کتنی ملتوں کے کتب خانوں کو دھو ڈالا''۔

(۵) علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرھونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا: اس حدیث میں اسناد مجازی ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دیا جیسا کہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بعینہٖ اسی قصہ میں مذکور ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲) نیز صحیح مسلم میں حضرت البراء سے یہی روایت ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۸۳، الرقم المسلسل: ۴۵۲۳) سو وہ حدیث مبین ہے اور یہ حدیث مجمل ہے اور مبین، مجمل پر راجح اور مقدم ہوتی ہے، جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے، اسی طرح جن احادیث میں ہے کہ آپ نے قیصر اور کسریٰ کو مکتوب لکھا، ان کا بھی یہی محمل ہے کہ آپ نے ان کی طرف مکتوب لکھنے کا حکم دیا اور حکم دینے پر فعل کا اطلاق مشہور ہے۔

امام باجی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے مبارک ہاتھ سے لکھا۔ (شرح الزرقانی علی المواہب ج ۲ ص ۱۹۷)

اس وقت سے اب تک جمہور علماء ان کا رد کرتے رہے ہیں اور ان کی مذمت کرتے رہے ہیں۔

علامہ یعمری نے کہا کہ امام باجی مالکی نے تمام شہروں میں استفتاء بھیجا، سو جمہور علماء نے یہ جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل نہیں لکھا اور جن حدیثوں میں آپ کی طرف لکھنے کی نسبت ہے، وہ مجاز پر محمول ہیں، یعنی آپ نے لکھنے کا حکم دیا، اور ایک جماعت نے کہا کہ آپ نے لکھا ہے، یہ قصہ علامہ ابن دقیق العید تک پہنچا تو انہوں نے اُن علماء کے قول کو اہمیت نہیں دی جنہوں نے کہا تھا: آپ نے لکھا ہے۔ (شرح الزرقانی ج ۲ ص ۱۹۷)

علامہ السمنانی نے کہا: اور علامہ ابن جوزی حنبلی نے بھی ان کی اتباع کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا دوسرا معجزہ ہے اور یہ آپ کے اُمّی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ (شرح الزرقانی ج ۲ ص ۱۹۸)

علامہ سہیلی اور دوسرے علماء نے اس کا رد کیا ہے کہ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ اُمّی ہونے کے باوجود آپ نے لکھا ہو اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہو، لیکن یہ اس کے منافی ہے کہ آپ اُمّی تھے اور لکھتے نہیں تھے اور معجزات ایک دوسرے کے منافی اور معارض نہیں ہوتے۔

(الروض الانف ج ۴ ص ۵)

علامہ زرقانی نے کہا ہے کہ اگر آپ کسی اور چیز کو لکھنے کا ارادہ کرتے تو آپ قادر نہ ہوتے، سو آپ اپنے اُمّی ہونے پر باقی ہیں۔

(شرح الزرقانی ج ۷ ص ۵۰۴)

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صواب اور صحیح یہ ہے کہ آپ سے لکھنے کا وقوع نہیں ہوا کیونکہ اگر آپ لکھتے تو اس کے منقول ہونے کے بہت ذرائع تھے، ہاں جس نے لکھنے کا قول کیا ہے، اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ قرآن مجید میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے اعلانِ نبوت سے پہلے نہیں لکھا۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۴ ص ۱۴۲)

علامہ اُبی نے قاضی عیاض کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام باجی مالکی کا یہ مؤقف ہے کہ آپ نے لکھا ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ نے نہیں لکھا، اور دونوں فریقوں میں طویل کلام ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کی ملامت کی ہے، میں کہتا ہوں کہ ابن عرفہ نے کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ آپ نے نہیں لکھا اور جنہوں نے لکھنے کا قول کیا ہے، وہ قول ان کے کفر اور فسق کو واجب نہیں کرتا، ان کا قول صرف خطاء ہے، سو ان کی مذمت کا کوئی جواز نہیں ہے۔ (اکمال الاکمال ج ۶ ص ۴۲۲-۴۲۱)

Marfat.com

علامہ سنوسی مالکی نے بھی اسی عبارت کو نقل کر دیا ہے۔ (مکمل اکمال الاکمال ج ٦ ص ٤٢٣۔٤٢١)
المقری نے کہا ہے کہ علامہ باجی نے اس حدیث میں لکھنے کو ظاہر پر محمول کیا اور حق اس کے خلاف ہے۔ (نفح الطیب ج ٢ ص ٥٤٦)
علامہ دمامینی نے اس بحث میں ابو محمد کا خواب ذکر کیا ہے' اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو شق ہوتے ہوئے دیکھا' جس کی علامہ باجی نے یہ تعبیر بتائی کہ تم جو کہتے ہو کہ آپ نے لکھا ہے' یہ آپ پر افتراء ہے' اسی وجہ سے تم نے خواب میں آپ کی قبر کو شق ہوتے ہوئے دیکھا تو ابو محمد نے اس قول سے رجوع کر لیا۔ (مصابیح الجامع الصحیح' شرح الحدیث: ٢٦٩٩۔ ج ٦ ص ١٢٨۔١٢٦' دار النوادر' دمشق)
(الفجر الساطع ج ٧ ص ٧٠۔٦٧ ملخصاً' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

علامہ زکریا انصاری مصری شافعی متوفی ٩٢٦ھ لکھتے ہیں:
پس آپ نے لکھا: یعنی حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے خود لکھا۔
(منحۃ الباری ج ٧ ص ٣٨٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں ہے کہ آپ نے لکھا: اس سے مراد ہے کہ آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا' اسی طرح جن احادیث میں ہے کہ آپ نے کسریٰ کی طرف لکھا یا قیصر کی طرف لکھا' ان سے بھی یہی مراد ہے کہ آپ نے ان کی طرف لکھنے کا حکم دیا۔
امام باجی مالکی نے کہا ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ نہیں لکھتے تھے' بعد میں آپ نے لکھا' یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے' اس کا ان کے زمانے کے علماء اندلس نے رد کیا اور ان کو زندیق کہا۔ (ارشاد الساری ج ٩ ص ٣٩٣ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ١٤٢١ھ)
علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:
آپ نے لکھا: یعنی آپ نے لکھنے کا حکم دیا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے قلم چلا دیا' ہر چند کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے۔
(الدیباج علیٰ صحیح مسلم بن حجاج ج ٢ ص ٣٥٧' ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤١٢ھ)

بعض شارحین کا یہ مؤقف کہ آپ نے لکھا ہے اور یہ آپ کے اُمی ہونے اور قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے

علامہ ابو الفضل عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ٥٤٤ھ لکھتے ہیں:
بعض علماء نے اس حدیث کو ظاہر پر محمول کیا ہے' امام بخاری نے از ابی اسحاق روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکتوب کو لیا پس لکھا اور یہ اضافہ کیا کہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا۔ (صحیح البخاری: ٤٢٥١) ان علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر لکھنے کو جاری کر دیا' بایں طور کہ اس قلم نے آپ کے ہاتھ سے لکھا اور آپ کو اس لکھائی کا علم نہیں تھا' یا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی وقت علم عطاء فرمایا' سو آپ نے لکھ دیا' ہر چند کہ آپ اُمی ہیں لیکن اُمی ہونے کے باوجود آپ کا لکھنا آپ کا زیادہ معجزہ ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ نے ان چیزوں کو پڑھا اور ان کی تلاوت کی جن کی آپ پہلے تلاوت نہیں کرتے تھے' اسی طرح آپ کو ان چیزوں کے لکھنے کا علم دیا جن کو آپ پہلے نہیں لکھتے تھے اور آپ نے اعلانِ نبوت کے بعد وہ خط لکھے جو آپ پہلے نہیں لکھتے تھے اور یہ لکھنا اور پڑھنا آپ کے اُمی ہونے کے منافی نہیں ہے' انہوں نے شعبہ اور بعض متقدمین کے اقوال سے استدلال کیا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے لکھ لیا' امام باجی کا مؤقف یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور اُنہوں نے اس کی الشیبانی اور حضرت ابوذر وغیرہما سے حکایت کی ہے۔

Marfat.com

اکثر علماء نے اس سے منع کیا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (العنکبوت:۴۸)

اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے (اگر ایسا ہوتا) تو باطل پرست اس وقت ضرور شک میں پڑ جاتے ○

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے:

انا امة اُمية لا نكتب ولا نحسب .

ہم اَن پڑھ اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری:۱۹۱۴' صحیح مسلم:۱۰۸۲' سنن ابوداؤد:۲۳۳۵' سنن ترمذی:۶۸۵)

اُنہوں نے کہا کہ اگر آپ نے لکھا تو آپ کا اُمی ہونے کا معجزہ باطل ہو جائے گا' اور بخاری کی حدیث میں جو مذکور ہے: آپ نے لکھا' اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا اور اُنہوں نے دوسری روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا: لکھو! میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ (صحیح البخاری:۲۷۳۲)

اوّلین نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے پہلے پڑھا نہ لکھا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''نزولِ قرآن سے پہلے آپ پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے'' سو جس طرح نزولِ قرآن کے بعد آپ کا پڑھنا جائز ہے' اسی طرح نزولِ قرآن کے بعد آپ کا لکھنا بھی جائز ہے' اور اس سے آپ کے اُمی ہونے کا معجزہ مخدوش نہیں ہوتا' کیونکہ آپ کا معجزہ فقط اُمی ہونا نہیں ہے' بلکہ آپ کا معجزہ یہ ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے اُمی تھے' پھر آپ ایسے علوم لے کر آئے جن کو اُمی نہیں جانتے تھے اور اس سے آپ کے اُمی ہونے میں کوئی خرابی نہیں ہوئی' اسی طرح بعد میں آپ کا لکھنا جائز ہے اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے نہیں لکھتے تھے' بلکہ یہ آپ کے معجزہ کی تاکید ہے اور حدیث میں ہے: ''آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا'' اور اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے لکھا تھا اور اس میں یہ تاویل کرنا کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا تھا' بلا ضرورت کلام کو مجاز پر محمول کرنا ہے اور مجاز پر کلام کو اس وقت محمول کیا جاتا ہے جب حقیقت محال ہو۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۶ ص ۱۵۲-۱۵۱' دارالوفاء)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی ۶۷۶ ھ نے قاضی عیاض کی اس پوری عبارت کو من وعن نقل کیا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸ ص ۴۹۶۶-۴۹۶۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکتوب کو پکڑا اور آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا۔ (صحیح البخاری:۴۲۵۱) اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے خود لکھا تھا اور اس سے آپ کے اُمی ہونے میں کوئی خرابی نہیں آئی' کیونکہ اُمی وہ ہوتا ہے جو اچھی طرح نہیں لکھتا نہ کہ وہ جو بالکل لکھنے پر قادر نہ ہو' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے لکھا' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا' لیکن معتمد پہلا قول ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۸۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۹ھ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

پس آپ نے لکھا: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے کیسے لکھ دیا حالانکہ آپ اُمی تھے اور اُمی وہ ہوتا ہے جس نے کتاب نہ پڑھی ہو تو میں کہوں گا کہ اُمی وہ ہوتا ہے جو اچھی طرح نہ لکھتا ہو' یا آپ نے بطریق خارق عادت لکھا تھا۔

(تیسیر القاری ج ۴ ص ۱۳۰' مکتبہ رشیدیہ)

Marfat.com

مذکورہ شارحین پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر' علامہ عینی' علامہ ابن الملقن' علامہ دمامینی اور علامہ زرھونی نے امام باجی کے اس قول کو رد کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا تھا' کیونکہ یہ آپ کے اُمّی ہونے کے خلاف اور قرآن مجید کی اس تصریح کے خلاف ہے کہ آپ نے نہیں لکھا اور صحیح بخاری: ۴۲۵۱ میں جو مذکور ہے کہ "آپ نے لکھا تھا" اس کی یہ تاویل کی ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا تھا اور امام باجی نے کہا ہے کہ اُمّی کا یہ معنی نہیں کہ وہ بالکل نہ لکھ سکے بلکہ اُمّی کا معنی یہ ہے کہ وہ اچھی طرح نہ لکھتا ہو اور صحیح بخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا اور قرآن مجید میں یہ مذکور ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے نہیں لکھتے تھے' سو بعد میں آپ کا لکھنا اس کے خلاف نہیں ہے۔

میرے نزدیک دونوں فریق حق پر ہیں اور دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اوّل الذکر کا مؤقف یہ ہے کہ آپ کے اُمّی ہونے کے معجزہ میں کسی قسم کا کوئی فرق نہ آئے اور ثانی الذکر کا مؤقف یہ ہے کہ لکھنا ایک کمال ہے تو جو ذات جامع الکمالات ہے اور تمام کمالات کی اصل ہے' اس میں یہ کمال کیوں نہیں ہوگا۔

اس کے باوجود میری رائے یہ ہے کہ اس بحث کا مدار آپ کے اُمّی ہونے پر ہے' اس لیے ضروری ہے کہ کتب لغت اور کتب تفسیر سے لفظ اُمّی کے معنی کی تحقیق کر لی جائے۔

کتب لغت میں اُم اور اُمّی کے معانی

لغت کے امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

ہر چیز کی اصل جس کی طرف اس کے تمام اجزاء ملائے جاتے ہیں' اس کو عرب اُمّ کہتے ہیں' اسی وجہ سے دماغ کو ام الراس کہتے ہیں۔

اُم القریٰ مکہ کو کہتے ہیں اور وہ اس کے قریب کی بستیوں کی اصل ہے۔

"امۃ" ہر وہ قوم جو ایک دین پر ہو اور باقی ادیان کی مخالف ہو' وہ ایک اُمت ہے۔ (کتاب العین ج ۱ ص ۱۰۵-۱۰۴' قم' ۱۴۱۴ھ)

اس اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی اس لیے ہیں کہ آپ کی تمام اُمت آپ کے ساتھ واصل ہے۔

علامہ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۸۳ھ لکھتے ہیں:

اُمّی کا لفظ اُمتِ عرب کی طرف منسوب ہے کیونکہ ان کا خط اچھا نہیں تھا' پھر اگرچہ انہوں نے لکھنا سیکھ لیا پھر بھی ان کو اُمّی کہا گیا' دوسرا قول یہ ہے کہ اُمّی' اُمّ (ماں) کی طرف منسوب ہے' یعنی وہ اسی طرح ہیں جس طرح ماں سے پیدا ہوئے تھے۔

(الفائق ج ۱ ص ۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ہم اَن پڑھ اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۸۰' ابوداؤد: ۲۳۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ہم اسی اصل پر ہیں جس طرح اپنی ماں سے پیدا ہوئے تھے' ہم نے لکھنا اور حساب کرنا نہیں سیکھا' ہم اپنی پہلی جبلت (فطرت) پر ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اُمّی وہ ہے جو لکھتا نہ ہو۔

اسی معنی میں یہ حدیث ہے: مجھے اُمّی (اَن پڑھ) اُمت کی طرف منسوب کیا گیا ہے' عرب کو اُمیون کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں کتابت کم تھا یا بالکل نہیں تھا' اور اسی معنی میں یہ آیت ہے:

Marfat.com

بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ۔ (الجمعہ:۲)

اللہ نے اُمیّین (اَن پڑھ لوگوں) میں ان ہی میں سے رسول بھیجا۔ (النہایہ ج۱ ص۶۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

اُمّی: وہ شخص ہے جو لکھتا نہ ہو الزجاج نے کہا ہے کہ اُمّی وہ شخص ہے جو اپنی ماں کی خلقت پر ہو اس نے کتاب نہ پڑھی ہو اور وہ اپنی جبلت اور فطرت پر ہو قرآن مجید میں ہے:

مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ (البقرہ:۷۸)

اور ان میں سے بعض اَن پڑھ ہیں جو زبان سے لفظوں کو پڑھ لینے کے سوا (اللہ کی) کتاب (کے معانی) کا کچھ علم نہیں رکھتے اور وہ صرف اپنے وہم و گمان میں پڑے ہوئے ہیں ○

ابواسحاق نے کہا ہے کہ اُمّی وہ ہے جو اپنی ماں سے پیدائش کے طریقہ پر ہو یعنی لکھتا نہ ہو کیونکہ لکھنا تو کسب اور سیکھنے سے آتا ہے حدیث میں ہے: ہم اَن پڑھ اُمت ہیں لکھتے ہیں نہ گنتے ہیں آپ کی مراد یہ ہے کہ ہم اپنی ماں سے پیدائش کے طریقہ پر ہیں ہم نے لکھنا اور حساب کرنا نہیں سیکھا اور حدیث میں ہے: میں اَن پڑھ اُمت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں عربوں کو اُمیّون کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں لکھنا بہت کم تھا یا بالکل نہیں تھا اسی معنی میں یہ آیت ہے:

بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ . (الجمعہ:۲)

وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے (عظیم) رسول بھیجا۔

(لسان العرب ج۱ ص۱۶۲-۱۶۱ دار صادر بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۲۰۰۳ء)

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی ھندی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ ہم اُمّی (اَن پڑھ) اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں یعنی ہم اسی طرح ہیں جس طرح اپنی ماں سے پیدا ہوئے تھے ہم نے لکھنا سیکھا ہے نہ گننا سیکھا ہے اور اسی معنی ہے: "بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ" (الجمعہ:۲) اگر کہا جائے کہ بعض عربوں کو لکھنا آتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں اکثر اَن پڑھ تھے۔ (مجمع بحار الانوار ج۱ ص۱۰۷ مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورۃ ۱۴۱۵ھ)

کتبِ تفسیر میں اُمّی کے معانی

امام ابومنصور محمد بن محمد الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اَلْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ . (الاعراف:۱۵۷)

اُمّی (لقب والے) جنہیں وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

یہاں اُمّی کا معنی وہ ہے جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (العنکبوت:۴۸)

اور اس (قرآن کے نزول) سے پہلے آپ کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے (اگر ایسا ہوتا) تو باطل پرست اس وقت ضرور شک میں پڑ جاتے ○

تاکہ وہ یہ نہ کہیں کہ آپ نے اس قرآن کو پہلی کتابوں کے علوم اور حکمت سے حاصل کرلیا ہے اور تاکہ وہ یہ نہ کہیں کہ یہ قرآن آپ کی تصنیف ہے تاکہ وہ یقین کرلیں کہ آپ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے ہیں اور اپنے پاس سے آپ نے

Marfat.com

کو نہیں لکھا ہے۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۵ ص ۵۸-۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۶ھ لکھتے ہیں:

اُمّی: آپ اس اُمت کی طرف منسوب ہیں جو لکھتی نہیں تھی' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ لکھتے تھے نہ کتاب سے پڑھتے تھے اور یہ آپ کی فضیلت ہے' کیونکہ آپ اپنی قوتِ حفظ اور اللہ تعالیٰ کی ضمان پر اعتماد کی وجہ سے کتاب سے پڑھنے سے مستغنی تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ○ (الاعلیٰ: ٦) اب ہم آپ کو قرآن پڑھائیں تو آپ نہیں بھولیں گے ○

ایک قول یہ ہے کہ آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ اُم القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے ہیں۔

(المفردات فی غریب القرآن ج ۱ ص ۲۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

الزجاج نے کہا ہے کہ اُمّی کا معنی یہ ہے کہ آپ اُمتِ عرب کی صفت پر ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم اَن پڑھ اُمت ہیں' لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں' پس اکثر عرب لکھتے تھے نہ پڑھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح تھے' اسی وجہ سے آپ کی صفت اُمّی ہے۔

اہل تحقیق نے کہا ہے کہ اس اعتبار سے آپ کا اُمّی ہونا آپ کے جملہ معجزات میں سے ہے' اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے بار بار فی البدیہہ قرآن مجید پڑھتے تھے اور اس میں کسی لفظ اور حرکت کا فرق نہیں آتا تھا' حالانکہ کوئی خطیب اس طرح پڑھے تو اس میں ضرور کچھ نہ کچھ فرق آ جاتا ہے۔

(۲) اگر آپ نزولِ قرآن سے پہلے عمدگی سے لکھتے ہوتے اور کتاب سے پڑھتے ہوتے تو آپ پر یہ تہمت لگائی جاتی کہ آپ نے پہلوں کی کتابیں پڑھ لی ہیں اور ان ہی کے مضامین بیان کیے ہیں' لیکن جب آپ اس قرآن عظیم کو لے کر آئے جو علومِ کثیرہ پر مشتمل ہے جب کہ آپ نے کسی سے پڑھا تھا نہ مطالعہ کیا تھا' کیونکہ آپ اُمّی تھے تو یہ آپ کا معجزہ ہوا۔

(۳) لکھنے کو سیکھنا آسان کام ہے' جس شخص میں ادنیٰ فہم ہو وہ بھی لکھنا سیکھ لیتا ہے' پس لکھنے کو نہ سیکھنا عقل کا عظیم نقصان ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اوّلین اور آخرین کے علوم عطاء کیے اور آپ کو ایسے علوم اور حقائق عطاء کیے جہاں تک کسی بشر کی عقل نہیں پہنچ سکتی اور یہ آپ کی عقل کی قوتِ عظیمہ ہے اور دوسری طرف آپ کا لکھنے کو نہ سیکھنا ہے جو ادنیٰ انسان بھی سیکھ سکتا ہے' سو یہ دو متضاد حالتیں ہیں اور ان کا آپ میں جمع ہونا خارقِ عادت اور معجزہ ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۸۱-۳۸۰' دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اُمّی کا معنی یہ ہے کہ آپ اَن پڑھ اُمت کی طرف منسوب ہیں جو اسی صفت پر ہے جس صفت پر وہ اپنی ماں سے پیدا ہوئی تھی' آپ نے لکھنا اور پڑھنا نہیں سیکھا' یہ ابن عزیز کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّی ہیں' وہ لکھتے ہیں نہ پڑھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں' جیسا کہ العنکبوت: ۴۸ میں ہے اور حدیث میں ہے کہ ہم اَن پڑھ اُمت ہیں لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۹۱۳' صحیح مسلم: ۱۰۸۰) النحاس نے کہا کہ آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ اُم القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۶۸' دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اُمّی: یعنی آپ لکھتے تھے نہ پڑھتے تھے الزجاج نے کہا: آپ اُمت عرب کی طرف منسوب ہیں جو لکھتی تھی نہ پڑھتی تھی بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ ہم اَن پڑھ اُمت ہیں' لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں یا آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا کہ آپ اُم القریٰ یعنی مکہ کی طرف منسوب ہیں' یہ قول امام باقر کا ہے' یا آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا کہ آپ اسی حالت پر ہیں' جس حالت پر آپ اپنی اُم محترمہ (ماں) سے پیدا ہوئے تھے' آپ کے کمالاتِ علمیہ کے باوجود آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا کہ یہ آپ کا کمال اور معجزہ ہے' اُمّی ہونا آپ کی صفت مدح ہے' دوسروں کے لیے اُمّی ہونا صفت نقص ہے جیسے متکبر اللہ تعالیٰ کی صفت مدح ہے اور دوسروں کے لیے تکبر نقص ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ کسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کا صدور ہوا ہے یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ ہاں ہوا ہے' صلح حدیبیہ کے سال آپ نے صلح نامہ لکھا اور یہ آپ کا معجزہ ہے اور ظاہر حدیث کا بھی یہی تقاضا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ سے لکھنے کا بالکل صدور نہیں ہوا اور حدیث میں جو آپ کی طرف لکھنے کی نسبت ہے وہ مجاز ہے' ہاں ابوالشیخ نے اپنی سند کے ساتھ عتبہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے پڑھا اور لکھا' شعبی نے اس روایت کی تصدیق کی ہے۔

(روح المعانی ج ٦ ص ١١٧-١١٦' دار الفکر بیروت' ١٤١٧ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے الاعراف: ١٥٧ میں اُمّی کا ترجمہ کیا ہے: ''بے پڑھے''۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی ١٣٦٧ھ' اُمّی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اُمّی کا ترجمہ حضرت مترجم قدس سرہ نے (بے پڑھے) فرمایا' یہ ترجمہ بالکل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کے مطابق ہے اور یقیناً اُمّی ہونا آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے پڑھے نہیں اور کتاب وہ لائے جس میں اوّلین و آخرین اور غیبوں کے علوم ہیں۔ (خازن)

خاکی و براوج عرش منزل اُمّی و کتب خانہ در دل
اُمّی و دقیقہ دان عالم بے سایا و سائے بان عالم

صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ۔ (خزائن العرفان حاشیہ بر کنز الایمان ص ٢٠٤' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' کراچی)

مصنف کے نزدیک آپ کے اُمّی ہونے کا معنی

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ پڑھنا لکھنا سیکھنے کے لیے کسی مکتب میں نہیں گئے' آپ نے کسی انسان سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا' اللہ تعالیٰ نے کسی واسطے کے بغیر آپ کو بے شمار علوم عطاء فرمائے' قرآن مجید میں ہے:

وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ۝ (النساء: ١١٣)

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری اور آپ کو سکھایا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے ۝

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دوسری نعمتیں عطاء فرمائی ہیں' ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی فضل یہ ہے کہ اس نے آپ کے اوپر کتاب نازل فرمائی اور وہ قرآن مجید ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور اس میں ہدایت اور نصیحت ہے اور اس نے کتاب کے ساتھ آپ پر حکمت نازل فرمائی' یعنی جو چیز قرآن مجید میں مجمل تھی' اس کے حلال اور حرام ہونے کا بیان کیا اور

اس میں امر اور نہی ہے اور اس کے احکام ہیں اور وعد اور وعید ہے' اور آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے' اس کا آپ کو علم عطاء فرمادیا' آپ کو اوّلین اور آخرین کی خبر دی اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے' اس کی خبر دی اور اے محمد! یہ آپ پر اللہ کا فضل ہے' سو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو عطاء کیا ہے آپ اُس کا شکر ادا کیجئے' اس کی اطاعت کریں اور اس کی رضاء کے حصول کی طرف سبقت کریں اور کتاب اور حکمت کے تقاضوں پر عمل کریں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۳۷۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو احکامِ شرع اور اُمور الدین سکھائے یا غیب کا علم دیا اور پوشیدہ چیزوں یا منافقین کے احوال اور ان کی سازشوں اور دل کی باتوں کا علم دیا اور آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے' ان کا وحی کے ذریعہ علم عطاء کیا۔ قتادہ نے کہا: آپ کو دنیا اور آخرت کا علم دیا اور حلال اور حرام کو بیان فرمایا تاکہ اس علم سے آپ مخلوق پر استدلال کریں' ضحاک نے کہا: آپ کو خیر اور شر کا علم عطاء فرمایا۔ (فتح البیان ج ۲ ص ۱۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نیز یہی نواب صاحب لکھتے ہیں:

اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ (الرحمٰن: ۴۔۱) رحمٰن نے ○ (اپنے رسول مکرم کو) قرآن کی تعلیم دی ○ انسان کو پیدا کیا ○ اور اس کو بیان سکھایا ○

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن سکھایا (الیٰ قولہٖ)۔ ابن کیسان نے کہا: اس آیت میں انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' اور آپ کو ماکان وما یکون (جو ہو چکا اور جو ہوگا) کا علم عطاء فرمایا' کیونکہ آپ اوّلین اور آخرین کی اور روزِ قیامت کی خبریں دیتے ہیں۔

(فتح البیان ج ۶ ص ۴۹۴۔۴۹۳' مختصراً وملتقطاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نیز نواب صاحب مذکور لکھتے ہیں:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ○ (العلق: ۵) اللہ نے انسان کو وہ سب سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا ○

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتدریج اس کمال تک پہنچایا جو آپ کے لائق تھا تاکہ آپ انتہائی کمالاتِ بشریہ کی تبلیغ فرمائیں' یہ ابو سعود کی تفسیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو خود قرآن پڑھنے کا حکم دیا' پھر آپ کو تبلیغ کے لیے قرآن پڑھنے کا حکم دیا' اللہ تعالیٰ کا کرم ہر کرم سے زیادہ اور اس کی نعمتیں (آپ پر) غیر متناہی ہیں۔

اس آیت میں انسان سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ کو ان تمام اُمورِ کلیہ اور جزئیہ کا علم دیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

(فتح البیان ج ۷ ص ۵۰۵۔۵۰۴' ملتقطاً ومختصراً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ اُمّی ہیں' آپ کسی مکتب یا مدرسہ میں نہیں گئے' کسی انسان یا فرشتہ سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا' آپ کو براہِ راست اللہ تعالیٰ نے علوم کثیرہ غیر متناہیہ عطاء فرمائے' اسی نے آپ کو لکھنے اور پڑھنے کا علم عطاء فرمایا اور وصال فرمانے سے پہلے آپ نے لکھا بھی اور پڑھا بھی ہے' جیسا کہ ابو الشیخ کی روایت ہے۔

اُمّی کی تحقیق میں نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۵۴۴۔۵۳۳ میں بھی کی ہے اور الاعراف: ۱۵۷ کی تفسیر کرتے ہوئے تبیان القرآن ج ۴ ص ۳۶۳۔۳۵۶ میں بھی کی ہے' لیکن یہ بحث سب سے زیادہ ہے' اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اس کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے موجب ہدایت بنائے اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے ایمان پر موت عطاء فرمائے اور محض

اپنے فضل سے مجھے جنت الفردوس عطاء فرمائے۔ (آمین)

حدیث مذکور کے بقیہ الفاظ کی شرح

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

کفارِ قریش حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اوران سے کہا: اپنے نبی سے کہو: ہمارے شہر سے نکل جائیں' کیونکہ مدت پوری ہو چکی ہے۔ پس آپ نکل گئے: صحیح البخاری: ۲۶۹۸ کی شرح میں ہم بتا چکے ہیں کہ یہ کہنے والا کون تھا' علامہ الدمیاطی نے اس پر اقتصار کیا ہے کہ وہ شخص حویطب تھا۔ (التوضیح ج ۲۱ ص ۴۰۰' وزارۃ الاوقاف' قطر ۱۴۲۹ھ)

حضرت حمزہ کی بیٹی کے متعدد اسماء' حضرت زید نے ان کی پرورش میں کیوں نزاع کیا؟ کیا ان کو مدینہ لے آنا معاہدۂ حدیبیہ کے خلاف نہیں تھا؟

پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی آپ کے پیچھے آئی' وہ پکار رہی تھی: اے چچا! اے چچا!

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت حمزہ کی اس بیٹی کے نام میں پانچ اقوال ہیں: (۱) عمارہ (۲) فاطمہ (۳) اُمامہ (۴) امۃ اللہ (۵) سلمٰی' پہلا قول زیادہ مشہور ہے' انہوں نے آپ کو اے چچا کہہ کر آپ کی تعظیم کے لیے پکارا حالانکہ آپ ان کے چچازاد بھائی تھے یا اس وجہ سے آپ حضرت حمزہ کے رضاعی بھائی تھے' سو آپ ان کے رضاعی چچا ہوئے۔

پس ان کی پرورش میں حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر میں نزاع ہوا: ان میں سے ہر ایک کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت حمزہ کی بیٹی اس کے پاس رہے' ان میں یہ جھگڑا مدینہ پہنچنے کے بعد ہوا تھا' اسی طرح امام احمد اور امام حاکم نے حضرت علی سے روایت کی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت زید بن حارثہ' حضرت حمزہ کے نسبی بھائی تھے نہ رضاعی' پس حضرت حمزہ کی بیٹی کی پرورش کرنے میں انہوں نے کیسے نزاع کیا؟ علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا۔

حضرت حمزہ کی بیٹی کی ماں کا نام سلمٰی تھا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے ان کو ان کی والدہ کے پاس دارالحرب میں کیسے چھوڑ دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس وقت تک اسلام نہیں لائی تھیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ اس وقت فوت ہو چکی تھیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ کی بیٹی کو اپنے ساتھ لے آئے' کیا یہ معاہدۂ حدیبیہ کے خلاف نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ معاہدہ مردوں سے متعلق تھا کہ کوئی مرد مکہ سے آپ کے ساتھ مدینہ نہیں جائے گا' اگر گیا تو اس کو واپس کرنا ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ حضرت حمزہ کی بیٹی کو لائے تھے جو عورت تھیں۔

حضرت جعفر' حضرت زید اور حضرت علی کے فضائل کا اظہار

آپ نے حضرت جعفر سے فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو: حسبِ ذیل صحابہ صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے محمد اور عون' حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور تابعین میں سے ابراہیم بن الحسن بن الحسین بن علی بن ابی طالب' یحییٰ بن القاسم بن محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین' القاسم بن عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب' اور اتباع تبع تابعین میں سے علی بن عباد بن رفاعہ الرفاعی۔

Marfat.com

دوسری تقریر یہ ہے کہ صورت میں مشابہت حضرت جعفر رضی اللہ کے ساتھ مخصوص تھی اور یہ ان کی عظیم خصوصیت ہے۔

حضرت زید سے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو یعنی تم ہمارے مؤمن بھائی ہو اور ہمارے مولیٰ ہو یعنی ہمارے آزاد شدہ غلام ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے حال کے مناسب فضیلت کا ذکر کر کے ان کو خوش کیا۔

حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں: یعنی تم میرے خاندان سے ہو اور میرے کمالاتِ ولایت کا ظہور تم سے ہوگا۔

حضرت علی نے آپ سے عرض کیا: آپ حضرت حمزہ کی بیٹی سے نکاح نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے' یعنی ابولہب کی باندی ثویبہ نے حضرت حمزہ کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا' تو حضرت حمزہ کی بیٹی آپ کی رضاعی بھتیجی ہوئیں' سو وہ آپ کے لیے حلال نہیں تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٥٣-٣٥٢' مختصراً وموضحاً' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٢٥٢- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا سُرَيْجٌ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ (ح) وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَاْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَقَاضَاهُمْ عَلٰى اَنْ يَّعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ وَلَا يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ اِلَّا سُيُوْفًا وَّلَا يُقِيْمَ بِهَا اِلَّا مَا اَحَبُّوْا فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ فَلَمَّا اَنْ قَامَ بِهَا ثَلَاثًا اَمَرُوْهُ اَنْ يَّخْرُجَ فَخَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن رافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سُریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی (ح) انہوں نے کہا: اور مجھے محمد بن الحسین بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لیے نکلے تو آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان قریش حائل ہو گئے' سو آپ نے اپنی قربانی کے جانور کو نحر کیا اور حدیبیہ میں اپنا سر منڈایا اور کفارِ قریش سے اس پر صلح کی کہ آپ اگلے سال عمرہ کرنے آئیں گے اور (میان میں) تلواروں کے سوا ان کے خلاف کوئی ہتھیار نہیں اُٹھائیں گے اور مکہ میں اتنا عرصہ قیام کریں گے جتنا وہ چاہیں گے' سو آپ نے اگلے سال عمرہ کیا' پس آپ مکہ میں داخل ہوئے' جس طرح ان سے صلح کی تھی تو جب آپ نے وہاں تین دن قیام کر لیا تو کفارِ قریش نے کہا: اب آپ (مکہ سے) نکل جائیں' سو آپ نکل گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٠١ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٥٣- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَاِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعًا اِحْدَاهُنَّ فِيْ رَجَبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور عروۃ بن الزبیر مسجد میں داخل ہوئے' پس وہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ کے حجرہ کی طرف بیٹھے ہوئے تھے' پھر عروہ نے پوچھا:

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ تو حضرت ابن عمر نے بتایا: چار ان میں سے ایک عمرہ رجب میں تھا۔

٤٢٥٤- ثُمَّ سَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ قَالَ عُرْوَةُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُوعَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ فَقَالَتْ مَا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدٌ وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ.

پھر ہم نے حضرت عائشہ کے مسواک کرنے کی آواز سنی' عروہ نے کہا: اے اُم المؤمنین! کیا آپ نہیں سن رہیں کہ ابوعبدالرحمان کیا کہہ رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے تھے اور ان میں سے ایک رجب میں کیا تھا' حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمرہ بھی کیا اس کا ابن عمر مشاہدہ کرنے والے تھے اور آپ نے رجب میں ہرگز عمرہ نہیں کیا۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٧٥۔١٧٧٦ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے قول کا رد کیا ہے' دراصل حضرت ابن عمر بھول گئے تھے۔

٤٢٥٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفٰى يَقُولُ لَمَّا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَرْنَاهُ مِنْ غِلْمَانِ الْمُشْرِكِينَ وَمِنْهُمْ أَنْ يُؤْذُوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا تو ہم مشرکین کے لڑکوں اور مشرکین کے سامنے آپ کی ڈھال بن گئے تا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایذاء نہ پہنچا سکیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٠٠ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حمیدی نے اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور ہم نے آپ کے ساتھ عمرہ کیا' پس جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے طواف کیا' سو ہم نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا' آپ صفا اور مروہ پر آئے' پس ہم بھی صفا اور مروہ پر آئے اور سعی کی اور ہم اہل مکہ کے سامنے آپ کی ڈھال بن گئے تھے کہ آپ کو کوئی تیر نہ مارے' ایک روایت میں ہے کہ ہم جہلاء اور لڑکوں کے سامنے آپ کی ڈھال بن گئے تھے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٣٣٢' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٢٥٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَهَنَتْهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ وَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَأَنْ يَمْشُوْا مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی جو ابن زید ہیں' از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب (مکہ) آئے تو مشرکین نے کہا: تمہارے پاس ایسا وفد آ رہا ہے جس کو یثرب کے بخار نے کم زور کر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا

Marfat.com

بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ .

کہ وہ طواف کے (پہلے) تین چکروں میں رمل کریں اور دو رکنوں کے درمیان (معمول کے مطابق) چلیں اور ان کو طواف کے تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا تا کہ طواف اپنی اصل پر باقی رہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٦٠٢ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے درمیان مناقشہ یثرب اور رمل کا معنیٰ آخری چار چکروں میں رمل کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ وفد کا معنیٰ قوم ہے ابن السکن کی روایت میں وَفد مذکور ہے اور یہ خطاء ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۴۳)

حافظ ابن حجر نے یہ بیان نہیں کیا کہ وَفد کا لفظ کس وجہ سے خطاء ہے آیا روایت کی وجہ سے خطاء ہے یا معنیٰ کی وجہ سے خطاء ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وَفد کے لفظ میں کوئی خطاء نہیں ہے۔

یثرب: یہ زمانہ جاہلیت میں مدینہ کا نام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرمادیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مشرکین کے قول کی حکایت کرتے ہوئے اس حدیث میں یثرب کہا ہے۔

اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس قول سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرمادیا۔

اور دو رکنوں کے درمیان چلیں: یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان چلیں (بھاگیں نہیں)۔

رمل: رمل کا معنیٰ ہے: بھاگ بھاگ کر اور کندھے ہلا ہلا کر طواف کرنا۔

طواف اپنی اصل پر باقی رہے: یعنی آپ نے ان کو طواف کے تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم ان پر شفقت کرنے اور نرمی کرنے کی وجہ سے نہیں دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵۶-۳۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَزَادَ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَامِهِ الَّذِي اسْتَأْمَنَ قَالَ ارْمُلُوا لِيَرَى الْمُشْرِكُونَ قُوَّتَهُمْ وَالْمُشْرِكُونَ مِنْ قِبَلِ قُعَيْقِعَانَ .

اور ابن سلمہ نے از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سال آئے جس سال کے لیے آپ نے امن کا معاہدہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا: رمل کرو تا کہ مشرکین مسلمانوں کی قوت دیکھیں اور مشرکین قعیقعان پہاڑ کی جانب تھے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں مشرکین کی جگہ کی تعیین ہے اور وہ قعیقعان کا پہاڑ ہے جو ابوقُبیس پہاڑ کے بالمقابل ہے اسماعیلی نے اس تعلیق کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب مشرکین نے مسلمانوں کو رمل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا: یہ تو کمزور نہیں ہیں مشرکین قعیقعان پہاڑ سے مسلمانوں کو جھانک کر دیکھ رہے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵۶)

٤٢٥٧- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی از سفیان بن عیینہ از عمرو از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ میں صفا اور مروہ کے

Marfat.com

الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهُ . درمیان رمل کیا تا کہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۴۹ میں گزر چکی ہے۔

آپ کے قوت دکھانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے اوپر بخار یا کسی اور چیز نے اثر نہیں کیا۔

٤٢٥٨- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَبَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَمَاتَتْ بِسَرِفَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وُہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' اور آپ نے ان کے ساتھ جب شب زفاف گزاری اس وقت آپ احرام کھول چکے تھے' حضرت میمونہ کی وفات بھی مقامِ سرف میں ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

سرف حرمین کے درمیان ایک جگہ ہے اور یہ مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

٤٢٥٩- قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَ ابْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِيْ نَجِيْحٍ وَاَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَطَاءٍ وَمُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ .

امام ابوعبداللہ نے کہا: اور امام ابن اسحاق نے یہ اضافہ کیا کہ مجھے ابن ابی نجیح اور ابان بن صالح نے حدیث بیان کی از عطاء و مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عمرۃ القضاء میں نکاح کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

غزوۂ خیبر کے بعد تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے جانے والے لشکر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ عمرۃ القضاء کے بعد ذی الحجہ ۷ ہجری میں ابن ابی العوجاء کا بنو سلیم کی طرف سریہ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ابی العوجاء سلمی کو پچاس مردوں کے ساتھ بنو سلیم کی طرف بھیجا' انہوں نے بنو سلیم کو اسلام کی دعوت دی' انہوں نے کہا: ہم کو اس دعوت کی ضرورت نہیں ہے' پھر انہوں نے ایک دوسرے پر تیر مارے' حضرت ابن ابی العوجاء کے لیے مدد آ گئی' پھر انہوں نے ان کا ہر طرف سے احاطہ کر لیا' پھر انہوں نے بہت شدید لڑائی کی' حتیٰ کہ ان کے عام لوگ بھی اس جنگ میں شامل ہو گئے' حضرت ابن العوجاء بہت سخت زخمی ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچ گئی' پھر یہ لشکر یکم صفر آٹھ ہجری کو مدینہ پہنچ گیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا: پھر حضرت غالب بن عبداللہ لیثی کا لشکر آٹھ ہجری میں الکدید کی طرف روانہ ہوا' پھر حضرت غالب بن عبداللہ لیثی کا لشکر بشیر بن سعد کے اصحاب کی طرف' صفر آٹھ ہجری میں ہی روانہ ہوا' پھر حضرت شجاع بن وہب الاسدی کا لشکر ربیع الاوّل آٹھ ہجری میں بنو عامر کی طرف روانہ ہوا' پھر حضرت کعب بن عمیر الغفاری کا لشکر ربیع الاوّل میں ذات اطلاح کی طرف روانہ ہوا' پھر غزوۂ موتہ ہوا۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۸-۱۲۳)

٤٥- بَابُ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ مِنْ أَرْضِ الشَّامِ
غزوۂ موتہ کا بیان جو سرزمین شام میں ہوا تھا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''مـؤتة'' سرزمین البلقاء کی ایک بستی ہے جو سرزمین شام کے قریب واقع ہے یہ غزوہ جمادی الاولیٰ آٹھ ہجری میں ہوا تھا اور اس کے بعد رمضان میں مکمل فتح حاصل ہوئی تھی۔

''مؤتة'' ہمزہ کے ساتھ ہے اور بغیر ہمزہ کے موتہ جنون کی ایک قسم کا نام ہے۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۷۸)

صاحب المطالع نے کہا ہے کہ یہ لفظ بغیر ہمزہ کے ہے الجوہری نے بھی ان ہی کی پیروی کی ہے۔ (الصحاح ج ۱ ص ۲۶۸)

ابن فارس نے ہمزہ پر اقتصار کیا ہے۔ (مجمل اللغۃ ج ۳ ص ۸۱۹)

موتہ پر لشکر کشی کا سبب' موتہ میں جنگ کا حال' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا موتہ میں معرکہ آرائی کی خبریں دینا

غزوۂ موتہ کا سبب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت الحارث بن عمیر الازدی کو اپنا مکتوب دے کر روم کے بادشاہ کی طرف روانہ کیا' پس شرحبیل بن عمرو الغسانی ان کے درپے ہوا اور ان کو زنجیروں سے باندھ دیا' پھر اسی حالت میں ان کو قتل کر دیا' ان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی سفیر کو قتل نہیں کیا گیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کا بہت ملال ہوا' اور آپ نے مسلمانوں کو ان پر حملہ کرنے کے لیے طلب کیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا' اور آپ نے فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر امیر ہوں گے' اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے' پھر تین ہزار صحابہ تیار ہوئے اور جب وہ مقامِ جرف میں تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو وصیت کی کہ وہ حضرت الحارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی جگہ پر جائیں اور جو لوگ وہاں پر ہوں ان کو اسلام کی دعوت دیں' اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں فبہا' ورنہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر کے ان سے قتال کریں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس لشکر کو رخصت کرنے کے لیے آئے حتیٰ کہ آپ ثنیۃ الوداع تک پہنچ گئے' مسلمانوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ دشمن کو تم سے دور کر دے اور تم کو صحیح سلامت واپس لائے۔

پھر مسلمانوں کا لشکر روانہ ہوا اور شام کی سرزمین میں مُعان کے مقام پر ٹھہرا' پھر ان کو یہ خبر پہنچی کہ ھرقل ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ شام کی سرزمین البلقاء پر پہنچ گیا' جب مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی تو وہ دو راتوں تک مُعان میں ٹھہرے اور صورتِ حال پر غور کرتے رہے' مسلمانوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دشمن کی تعداد کی خبر بھیجتے ہیں' پھر یا تو آپ ہماری مدد کے لیے اور فوج بھیجیں یا آپ جو حکم دیں ہم اس پر عمل کریں' تب حضرت عبداللہ بن رواحہ نے صحابہ کو شجاعت کی ترغیب دی اور کہا: اے لوگو! اللہ کی قسم! جس چیز کو تم ناپسند کر رہے ہو' یہ وہی شہادت ہی تو ہے جس کی طلب میں تم روانہ ہوئے تھے' ہم لوگوں سے ان کی تعداد' قوت اور کثرت کی وجہ سے نہیں لڑتے' ہم صرف اس دین کی سربلندی کے لیے لڑ رہے ہیں' جس دین کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت دی ہے' پس تم دشمن سے لڑنے کے لیے روانہ ہو' یا تو تم کو دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا اور یا تم کو شہادت حاصل ہوگی' پھر مسلمانوں کے لشکر نے رومیوں سے مقابلہ کیا' حتیٰ کہ وہ تینوں شہید ہو گئے' جن کی شہادت کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی تھی' پھر حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا اٹھالیا اور انہوں نے دشمن کو بھگا دیا جیسا کہ امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۴۳۵-۴۲۷)

امام محمد بن سعد نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ رومیوں کو شکست ہوئی۔

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۰)

یہ حدیث عنقریب صحیح البخاری میں آ رہی ہے۔

Marfat.com

امام بیہقی نے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زمین منکشف کر دی گئی پس آپ نے معرکہ کارزار کو دیکھ لیا۔
(دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۵۔۳۶۴)

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا اُٹھایا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اب میدانِ جنگ میں سخت لڑائی ہوگئی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۹)

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت میں بھاگتے ہوئے جا رہے ہیں اور حضرت جعفر کے متعلق فرمایا کہ وہ شہید ہو کر جنت میں یاقوت کے ساتھ جہاں چاہیں اُڑ رہے ہیں' پھر فرمایا کہ عبداللہ بن رواحہ بھی جنت میں داخل ہو گئے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۹۔۳۶۳)

امام ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا تو اس ہاتھ کو کاٹ دیا گیا' پھر انہوں نے اپنی بغلوں میں جھنڈے کو پکڑا اس کے بعد ان کو شہید کر دیا گیا' اس وقت ان کی عمر تینتیس (۳۳) سال تھی۔

(سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۴۳۴)

امام بیہقی کی روایت ہے کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑا تو نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے' تو اس کی مدد فرما! اس دن سے ان کا لقب خالد سیف اللہ ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۸۔۳۶۷)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ العطاف بن خالد بیان کرتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو حضرت خالد نے لشکر کی ترتیب بدل دی' جو صحابہ آگے تھے ان کو پیچھے کر دیا اور جو پیچھے تھے' ان کو آگے کر دیا' دائیں جانب والوں کو بائیں طرف کر دیا اور بائیں جانب والوں کو دائیں طرف کر دیا' رومی یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ ان کے پاس مدد آ گئی ہے اور یوں وہ مرعوب ہو گئے اور وہ اتنے زیادہ مارے گئے کہ کسی قوم نے ان کو اتنی بڑی تعداد میں پہلے قتل نہیں کیا تھا' حضرت جابر بن عبداللہ نے کہا ہے کہ مسلمانوں نے مشرکین کا بہت سا سامان بہ طور مالِ غنیمت اپنے قبضہ میں کر لیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۱۱۔۴۰۷ مختصراً و ملتقطاً' وزارۃ الاوقاف' قطر ۱۴۲۹ھ)

٤٢٦٠- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ اَبِىْ هِلَالٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِىْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ وَقَفَ عَلٰى جَعْفَرٍ يَوْمَئِذٍ وَّهُوَ قَتِيْلٌ فَعَدَدْتُّ بِهٖ خَمْسِيْنَ بَيْنَ طَعْنَةٍ وَّضَرْبَةٍ لَّيْسَ مِنْهَا شَىْءٌ فِىْ دُبُرِهٖ يَعْنِىْ فِىْ ظَهْرِهٖ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از عمرو از ابن ابی ہلال' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ جس دن حضرت جعفر شہید ہوئے تھے' وہ ان کے پاس ہی کھڑے ہوئے تھے' پس میں نے گنا ان پر نیزوں کے اور دوسری ضربات کے پچاس نشانات تھے اور ان میں سے کوئی نشان ان کی پیٹھ پر نہیں تھا۔

حدیث مذکور کے بعض رجال کا تعارف اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں احمد کا ذکر ہے: یہ احمد بن صالح ابو جعفر مصری ہیں' ابو نعیم نے اس کو وثوق سے کہا ہے' الکلاباذی نے کہا ہے: وہ احمد بن عیسیٰ التستری المصری ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ احمد بن عبدالرحمان ہیں' جو ابن مطلب کے بھتیجے ہیں اور ابن وہب وہ عبداللہ بن وہب المصری ہیں اور اس سند میں عمرو کا ذکر ہے' وہ ابن الحارث الانصاری المصری ہیں' وہ سعید بن ابی ہلال اللیثی المدنی

Marfat.com

ہیں' ان کی کنیت ابوالعلاء ہے۔
اور مجھے نافع نے خبر دی: یہاں کچھ الفاظ محذوف ہیں اور اصل عبارت اس طرح ہے کہ ابن ابی الھلال نے عمرو بن الحارث کو بتایا کہ غزوۂ موتہ کے دن حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کس طرح شہید ہوئے' پھر بتایا کہ مجھے نافع نے خبر دی' جب کہ متنِ حدیث میں مذکور ہے۔
حضرت جعفر نے کوئی زخم اپنی پشت پر نہیں کھایا: اس سے حضرت جعفر کی شجاعت کو بیان کرنا مقصود ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٦١- اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ حَدَّثَنَا مُغِیْرَۃُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ اَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ مُؤْتَۃَ زَیْدَ بْنَ حَارِثَۃَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ قُتِلَ زَیْدٌ فَجَعْفَرٌ وَّاِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَوَاحَۃَ قَالَ عَبْدُاللّٰہِ کُنْتُ فِیْھِمْ فِیْ تِلْکَ الْغَزْوَۃِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَوَجَدْنَاہُ فِی الْقَتْلٰی وَوَجَدْنَا مَافِیْ جَسَدِہٖ بِضْعًا وَّتِسْعِیْنَ مِنْ طَعْنَۃٍ وَّرَمْیَۃٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن سعد از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر (امیر) ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ (امیر) ہوں گے' حضرت عبداللہ نے کہا: میں بھی ان صحابہ میں اس غزوہ میں تھا' سو ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو ڈھونڈا تو ہم نے ان کو شہداء میں پایا' ہم نے ان کے جسم میں نوے (۹۰) سے زیادہ نیزوں اور تیروں کے زخم پائے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۴۲۶۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن ابی بکر: ان کا نام القاسم ابوالحفص القرشی الزہری ہے اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں' یہ بیانوے سال کی عمر میں دوسو بیالیس ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) مغیرہ: یہ عبدالرحمان المخزومی کے بیٹے ہیں اور یہ مغیرہ بن عبدالرحمان الخزامی کے طبقہ میں ہیں اور الخزومی سے زیادہ قابلِ اعتماد ہیں اور مخزومی کی اس حدیث کے سوا صحیح البخاری میں اور کوئی حدیث نہیں ہے اور یہ امام مالک کے بعد اہل مدینہ کے فقیہ تھے اور بہت زیادہ سچے تھے (۳) عبداللہ بن سعد بن ابی الھند مدنی ہیں اور مصعب کی روایت میں ان کا نام عبداللہ بن سعید ہے' یہ ۱۳۵ھ میں شام میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۵۸)

حدیث سابق کے ساتھ تعارض کے جوابات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیش گوئی کا پورا ہونا اور ایک یہودی کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیش گوئی کی تصدیق کرنا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
اس سے پہلی حدیث میں مذکور تھا کہ حضرت جعفر کے جسم پر پچاس زخم تھے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم تھے لیکن ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ پہلی حدیث میں نیزوں کے زخم کا ذکر تھا اور اس حدیث میں نیزوں اور تیروں کے زخم کا ذکر ہے۔

Marfat.com

عمر بن الحکم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ نعمان بن مھض یہودی آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اے ابوالقاسم! اگر آپ واقعی نبی ہیں تو آپ نے جن کے نام لیے ہیں خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ وہ سب قتل کر دیئے جائیں گے پھر وہ یہودی حضرت زید سے کہنے لگا: اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واقعی نبی ہیں تو اب تم کبھی بھی موتہ سے واپس نہیں آؤ گے حضرت زید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے اور نیک نبی ہیں۔

ظواہر حدیث میں ہے کہ پہلے حضرت زید شہید ہوئے پھر حضرت جعفر شہید ہوئے پھر حضرت ابن رواحہ شہید ہوئے بلکہ حضرت انس کی آنے والی حدیث میں اس کی تصریح ہے اسی طرح اس سے پہلی حدیث میں مذکور ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ کعب بن مالک نے کہا ہے کہ حضرت جعفر سب سے پہلے شہید ہوئے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴۴۴)

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ ابو عامر نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت جعفر شہید ہوئے پھر حضرت زید شہید ہوئے پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے پھر مسلمانوں کو اتنی بری شکست ہوئی جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی پھر انصار کے ایک مرد نے جھنڈا پکڑا اور وہ حضرت خالد کو دے دیا اور عروہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت ثابت بن اقرم العجلانی نے جھنڈا اٹھایا اور حضرت خالد کو سونپ دیا انہوں نے رومیوں پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی بری شکست دی جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی حتیٰ کہ مسلمانوں نے جہاں چاہا اپنی تلواروں سے وار کیا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴۳۵ دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۱۳-۴۱۱ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری کی کتب سیرت پر ترجیح، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علمِ غیب اور صحابہ کرام کی قوتِ ایمانی

میں کہتا ہوں کہ صحیح البخاری کی تین حدیثوں: ۴۲۶۲-۴۲۶۱-۴۲۶۰ میں یہ تصریح ہے کہ پہلے حضرت زید بن حارثہ شہید ہوں گے پھر حضرت جعفر اور پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید ہوں گے اب اگر اس کے خلاف سیرۃ ابن ہشام اور دلائل النبوۃ میں یہ مذکور ہے کہ پہلے حضرت جعفر شہید ہوئے اور پھر حضرت زید شہید ہوئے تو صحیح البخاری کے مقابلہ میں ان کا اعتبار نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہ کی شہادت کی پہلے ہی خبر دے دی تھی اس میں آپ کے علمِ غیب کا ثبوت ہے اور یہ عطائی علمِ غیب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نعمان بن مھض یہودی نے بھی آپ کے علمِ غیب کی تصدیق کی اور جو لوگ آپ کے علمِ غیب کے منکر ہیں وہ اس یہودی سے بھی گئے گزرے ہیں نیز اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ دین کی محبت میں اس قدر مستغرق تھے کہ وہ موت سے نہیں ڈرتے تھے ان کو یقین تھا کہ وہ موتہ سے واپس نہیں آئیں گے پھر بھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے موتہ میں جہاد کرنے کے لیے جوش و خروش سے گئے۔

حدیث: ۴۲۶۰ اور ۴۲۶۱ کے تعارض کے مزید جوابات

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۲۶۱ میں مذکور ہے کہ حضرت جعفر کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم تھے اور حدیث: ۴۲۶۰ میں مذکور ہے کہ ان کے جسم پر پچاس زخم تھے اور یہ تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے حدیث: ۴۲۶۱ میں زیادہ زخموں کا ذکر ہے اور عدد کی تخصیص زائد کی نفی نہیں کرتی' یا پچاس زخم ان کے سینہ پر آئے تھے اور نوے زخم ان کے سینہ اور باقی جسم پر تھے یا پچاس زخم نیزوں کے تھے اور باقی زخم تیروں کے تھے' کیونکہ پہلی حدیث میں تیروں کے زخم کا ذکر نہیں ہے۔

(عون الباری ج ۵ ص ۲۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

میں کہتا ہوں: یہ تینوں جوابات حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح 'فتح الباری ج ۵ ص ٣٣٦-٣٣٥ میں ذکر کیے ہیں' جن کو نواب صاحب نے حافظ ابن حجر کا نام لیے بغیر اپنی شرح میں ذکر کر دیا ہے اور یہ علمی خیانت اور سرقہ ہے' اس ناکارہ کے ساتھ بھی یہ ظلم ہوتا ہے کہ میں نے شرح صحیح مسلم' تبیان القرآن اور نعمة الباری میں جو علمی نکات اور تحقیقات ذکر کی ہیں' لوگ ان کو میرا حوالہ دیئے بغیر اپنی کتابوں میں درج کر دیتے ہیں۔ فالی اللّٰه المشتکی۔

٤٢٦٢- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعٰى زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن واقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ھلال از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید' حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی شہادت کی لوگوں کو اس سے پہلے خبر دی کہ آپ کے پاس وہاں سے خبر آتی' آپ نے فرمایا: زید نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر جعفر نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر ابن رواحہ نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' حتیٰ کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا پکڑا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے رومیوں پر فتح عطاء فرمائی۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ١٢٤٦ میں گزر چکی ہے۔

حضرت خالد کا لقب' ضرورت کے وقت از خود لشکر کا امیر بننے کا جواز

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس کی مزید شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار: اس سے مراد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی دن یہ لقب عطاء فرمایا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی وفات اور شہادت کی خبر دینا جائز ہے۔

حضرت خالد کسی کے امیر بنانے سے پہلے لشکر کے امیر بن گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحسین کی' اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت کسی کا از خود امیر بن جانا جائز ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بھی صحابہ اجتہاد کرتے تھے۔

(عمدة القاری ج ١٧ ص ٣٥٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٢٦٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر بن ابی طالب

Marfat.com

فِیْهِ الْحُزْنُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاَنَا اَطَّلِعُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ تَعْنِیْ مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ قَالَ وَذَكَرَ بُكَاءَ هُنَّ فَاَمَرَهُ اَنْ یَّنْهَاهُنَّ قَالَ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتٰی فَقَالَ قَدْ نَهَیْتُهُنَّ وَذَكَرَ اَنَّهُ لَمْ یُطِعْنَهُ قَالَ فَاَمَرَ اَیْضًا فَذَهَبَ ثُمَّ اَتٰی فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا فَزَعَمَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاحْثُ فِیْ اَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَكَ فَوَاللّٰهِ مَا اَنْتَ تَفْعَلُ وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ۔

اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ سے غم کا اظہار ہو رہا تھا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی' آپ کے پاس ایک مرد آیا اور اس نے بتایا کہ حضرت جعفر کی خواتین رو رہی ہیں' آپ نے اس کو حکم دیا کہ ان کو منع کرے' وہ شخص گیا اور پھر آ کر کہا کہ میں نے ان کو منع کیا تھا اور اس نے بتایا کہ ان عورتوں نے اس کی بات نہیں مانی' آپ نے اس کو پھر حکم دیا وہ گیا اور اس نے پھر آ کر کہا: اللہ کی قسم! وہ عورتیں ہم پر غالب آ گئیں' پس حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو' حضرت عائشہ فرماتی ہیں: پس میں نے (دل میں) کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے! پس اللہ کی قسم! تو وہ کیوں نہیں کرتا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے' اور تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف اور مشقت میں کیوں چھوڑا ہے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۱۲۹۹ میں گزر چکی ہے۔

قاصد کے خبر دینے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خبر کا علم تھا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی مزید شرح میں لکھتے ہیں:

جب حضرت زید وغیرہ کی شہادت کی خبر آئی: یعنی لشکر سے کوئی قاصد یہ خبر لے کر آیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس یہ خبر لے کر آئے ہوں۔

امام موسیٰ بن عقبہ نے المغازی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت یعلیٰ بن امیہ آپ کے پاس اہل مؤتہ کی خبر لے کر آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم چاہو تو تم مجھے خبر دو اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں خبر دوں' تو انہوں نے کہا: آپ مجھے خبر دیں' تو آپ نے ان کو پورا واقعہ بیان فرمایا' تب انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آپ نے ان کی خبر سے ایک حرف بھی ترک نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۳۶)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غم کا اظہار ہو رہا تھا: یہ تقدیر پر راضی ہونے کے منافی نہیں ہے۔

حضرت جعفر کی خواتین رو رہی ہیں: حضرت جعفر کی صرف ایک بیوی تھیں' حضرت اسماء بنت عمیس' دیگر خواتین رونے میں ان کی موافقت کر رہی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٦٤- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَیَّا ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن علی نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از عامر' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت

ذِی الْجَنَاحَیْنِ .

ابن عمر حضرت جعفر کے بیٹے کو سلام کرتے تو کہتے: السلام علیک! اے دو پروں والے کے بیٹے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۰۹ میں گزر چکی ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے پروں کی کیفیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت جعفر بن ابی طالب کا لقب ذوالجناحین (دو پروں والے) تھا' کیونکہ جب غزوۂ موتہ میں ان کے دونوں بازو کاٹ دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں ان کو دو پر عطاء فرمائے' وہ ان پروں کے ساتھ جنت میں اُڑتے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے جعفر کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں اُڑتے ہوئے دیکھا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں عاصم بن عمر بن قتادہ سے مرسل روایت کی ہے کہ جعفر کے دو پر یاقوت کے ہیں۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ دو پر ایسے نہیں ہیں جیسے پرندوں کے پر ہوتے ہیں کیونکہ آدمی کی صورت تمام صورتوں سے افضل اور اکمل ہے' اوران دو پروں سے مراد یہ ہے کہ حضرت جعفر کو صفتِ ملکیہ اور قوتِ روحانیہ دی گئی تھی اور قرآن مجید نے مجازاً بازوؤں کو پروں سے تعبیر فرمایا ہے:

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ ۔(طٰہٰ:۲۲)

اور آپ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبایئے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) جب کسی حدیث میں پروں کی کیفیت کا بیان نہیں ہے تو ہم اس حدیث پر ایمان لاتے ہیں اور ان پروں کی حقیقت سے بحث نہیں کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٦٥- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمٰعِيلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ فَمَا بَقِيَ فِي يَدِي إِلَّا صَفِيحَةٌ يَمَانِيَةٌ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس بن ابی حازم' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے کہ غزوۂ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں اور میرے ہاتھ میں صرف یمن کی ایک چوڑی تلوار رہ گئی۔

٤٢٦٦- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ لَقَدْ دُقَّ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ وَصَبَرَتْ فِي يَدِي صَفِيحَةٌ لِي يَمَانِيَةٌ .

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں اور میرے ہاتھ میں میری ایک یمن کی چوڑی تلوار رہ گئی۔

''دُق'' ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔

''صبرت'' وہ تلوار ٹوٹی نہ ٹکڑے ٹکڑے ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۶۱)

Marfat.com

٤٢٦٧- حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ عَمْرَةُ تَبْكِي وَاجَبَلَاهُ وَاكَذَا وَاكَذَا تُعَدِّدُ عَلَيْهِ فَقَالَ حِينَ أَفَاقَ مَا قُلْتِ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ لِي آنْتَ كَذٰلِكَ ـ

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از حصین از عامر از النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ پر غشی طاری ہوگئی تو ان کی بہن عمرہ رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: ہائے اے پہاڑ اور ہائے اے فلاں اور اے فلاں! ان کی صفات گن رہی تھیں' جب وہ ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا: تم نے میرا جو وصف بھی بیان کیا تو مجھ سے کہا گیا: کیا تم اس طرح ہو۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت' حضرت عبداللہ بن رواحہ کی والدہ کا نام اور بیمار پر نوحہ کرنے کے بجائے اس کی شفاء کی دعا کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے مگر اس میں یہ ضعیف تاویل کی جا سکتی ہے کہ باب کا عنوان حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے متعلق ہے اور یہ حدیث ان کی بیماری کے متعلق ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی بہن عمرۃ: یہ حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

یہ ابونعیم کا قول ہے' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی والدہ ہیں اور یہ خطاء فاحش ہے' ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت واقد ہے۔

حضرت عبداللہ پر غشی طاری ہوگئی: یعنی وہ بیمار تھے اور بیماری میں ان پر غشی طاری ہوگئی' ان کی بہن عمرۃ نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو وہ رونے لگیں اور ان پر آہ و بکاء کرتے ہوئے کہا: ہائے اے پہاڑ! ہائے اے بازو! ہائے اے پشت! اور روتے ہوئے ان کے اوصاف اور محاسن بیان کرنے لگیں۔

کیا تم اس طرح ہو؟ یہ ان سے بہ طور اہانت اور ایذاء کہا گیا۔

ابوعمران الجونی سے مرسل روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کی عیادت کی اور یہ دعا کی: اے اللہ! اگر اس کی اَجل آ گئی ہے تو اس پر آسانی فرما! ورنہ اس کو شفاء عطاء فرما' پھر ان کے مرض میں تخفیف ہوگئی۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٦٢-٣٦١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٢٦٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ بِهٰذَا فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ ـ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبثر نے حدیث بیان کی از حصین از الشعبی از النعمان بن بشیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ پر غشی طاری ہوگئی' پس جب وہ فوت ہو گئے تو ان کی بہن ان پر نہیں روئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٦٧ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: جب حضرت عبداللہ بن رواحہ غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے' اور حضرت عمرۃ تک یہ خبر پہنچی تو وہ ان پر (آواز

Marfat.com

سے) نہیں روئیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (آواز سے) رونے سے منع فرمایا ہے' سوانہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٦٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٦- بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ إِلَى الْحُرُقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسامہ بن زید کو قبیلہ جہینہ کے حُرقات کی طرف بھیجنا

الحرقات جہینہ کا ایک قبیلہ ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حرقہ کی جمع ہے' اس کا نام جہیش بن عامر بن ثعلبہ بن مودعہ بن جہینہ ہے' اس کا نام حرقہ اس لیے پڑ گیا کہ اس نے ایک قوم کو جلا ڈالا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٦٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس لشکر کا ذکر غزوۂ موتہ کے بعد کیا ہے' انہوں نے اس کا ذکر الدیات میں بھی کیا ہے' امام مسلم نے اس کا ذکر کتاب الایمان میں کیا ہے اور امام ابوداؤد نے اس کا ذکر کتاب الجہاد میں کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٢٦٤٣)

اور امام نسائی نے اس کا ذکر السیر میں کیا ہے۔ (سنن کبریٰ: ٨٥٩٤) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ص ١٧' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤٢٦٩- حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ أَخْبَرَنَا أَبُو ظَبْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحُرَقَةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ الْأَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتّٰى قَتَلْتُهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ أَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ كَانَ مُتَعَوِّذًا فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

(صحیح مسلم: ٩٦' الرقم المسلسل: ١٧٩' سنن ابوداؤد: ٢٦٤٣' سنن کبریٰ: ٨٥٩٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو حصین نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہم کو ابوظبیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحُرقہ کی طرف بھیجا' ہم ان لوگوں کی طرف صبح کے وقت پہنچے' سو ہم نے ان کو شکست دی' اور میں اور انصار کے ایک مرد نے ان کے ایک مرد کا پیچھا کیا' جب ہم نے اس پر غلبہ پالیا تو اس نے کہا: لا الٰہ الا اللہ' پس وہ انصاری تو (اس پر حملہ کرنے سے) رک گیا اور میں نے اس پر اپنے نیزے سے حملہ کیا حتیٰ کہ میں نے اس کو قتل کر دیا' جب ہم (واپس) آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچ چکی تھی' آپ نے فرمایا: اے اسامہ! تم نے اس کو اس کے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا! میں نے عرض کیا: وہ اس کلمہ کی پناہ لے رہا تھا' آپ بار بار یہی (گزشتہ جملہ) فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا!

حضرت اسامہ کے غزوہ کی تاریخ اور جغرافیائی محل وقوع اور ان کے قتل کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث کے متن میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت اسامہ اس لشکر کے امیر تھے اور نہ ہی امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں یہ لکھا ہے اور یہ غزوہ اصحابِ مغازی کے نزدیک غالب لیثی کلبی کے نام سے مشہور ہے اور اسی غزوہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ اور جس نے تم کو سلام کیا ہے اس کو تم یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ (النساء:۹۴)

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ غزوہ رمضان سات ہجری میں ہوا تھا' اور اس غزوہ میں غالب بن عبداللہ اللیثی امیر تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بنی عوال اور بنی عبد بن ثعلبہ کی طرف بھیجا تھا اور وہ لوگ المیفعۃ میں تھے' یہ جگہ نجد کی سمت میں بطن نخل کے پیچھے ہے' اس جگہ اور مدینہ کے درمیان آٹھ بُرد کا فاصلہ ہے (ایک برید ۱۲ میل کا ہے اور آٹھ برد ۹۶ میل کا ہے)' اس لشکر میں ایک سو تیس مرد تھے۔

ہم نے ایک مرد کا پیچھا کیا: اس مرد کا نام مرداس بن نہیک تھا' وہ اپنی بکریوں کو چرا رہے تھے۔

وہ لا الٰہ الا اللہ کی پناہ لے رہا تھا: یعنی قتل سے بچنے کے لیے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت اسامہ نے اس شخص کو درج ذیل آیتوں میں تاویل کی وجہ سے قتل کیا ہو:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ (المؤمن:۸۵-۸۴) پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو انہوں نے کہا: ہم اللہ پر ایمان لائے جو واحد ہے اور ہم نے اس کا انکار کیا جسے ہم اس کا شریک ٹھہراتے تھے ۝ تو ان کا ایمان ان کو فائدہ پہنچانے والا نہ ہوا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔

اسی طرح مرداس نے اس وقت کلمہ پڑھا جب حضرت اسامہ اس کو قتل کرنے والے تھے' اس لیے انہوں نے سمجھا کہ قتل سے بچنے کے لیے اس کا ایمان لانا مفید نہیں ہے' لیکن انہوں نے تاویل میں خطاء کی' کیونکہ ان آیتوں میں عذاب سے آسمانی عذاب مراد ہے' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو زجر و توبیخ کی اور چونکہ انہوں نے اس کو تاویل سے قتل کیا تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر دیت لازم نہیں کی۔

حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا: حضرت اسامہ کا یہ قول مبالغہ پر محمول ہے' حقیقت پر محمول نہیں ہے یعنی وہ ایسے اسلام کی تمنا کر رہے تھے جس میں کوئی گناہ نہ ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ دمامینی مالکی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

لیکن علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں النساء: ۹۲ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُسامہ پر دیت لازم کی تھی' سو اس کی تحقیق کرنی چاہیے۔ (مصابیح الجامع ج ۸ ص ۸۳' دار النوادر' دمشق' ۱۴۳۱ھ)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے اسی شرح کو عمدۃ القاری اور فتح الباری کا حوالہ دیے بغیر نقل کر دیا ہے' تاہم انہوں نے امام بخاری کے ترجمۃ الباب سے یہ سمجھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس غزوہ کا امیر بنایا تھا حالانکہ اس حدیث کے عنوان میں صرف اتنا مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو الحرقات کی طرف بھیجا' یہ مذکور نہیں ہے کہ ان کو اس غزوہ کا امیر بنایا تھا۔

(عون الباری ج ۵ ص ۳۱۳-۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

٤٢٧٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ يَقُولُ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَّخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبُعُوثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَّرَّةً عَلَيْنَا اَبُوبَكْرٍ وَّمَرَّةً عَلَيْنَا اُسَامَةُ .

[اطراف الحدیث:۴۲۷۱-۴۲۷۲-۴۲۷۳-۴۲۷۴] (صحیح مسلم:۱۸۱۵' الرقم المسلسل:۴۵۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کیے ہیں' اور نو ایسے لشکروں میں شریک رہا ہوں جو آپ نے بھیجے تھے' ان میں ایک ایسا لشکر تھا جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ امیر تھے اور ایک ایسا لشکر تھا جس میں حضرت اسامہ رضی اللہ امیر تھے۔

حضرت اسامہ کے ان سات غزوات کی تفصیل جن میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور ان کے پانچ دیگر لشکروں کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سات غزوات: ان میں سے ایک غزوہ وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عمرۃ الحدیبیہ میں تھا' اور دوسرا خیبر میں تھا اور تیسرا حنین کے دن تھا اور چوتھا القرد میں تھا اور پانچواں فتح مکہ میں تھا اور چھٹا غزوۃ الطائف تھا اور ساتواں غزوۃ التبوک تھا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آخری غزوہ تھا۔

اور نو ایسے لشکروں میں شریک رہا ہوں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجے تھے' ان میں سے ایک لشکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کا بنو فزارہ کی طرف تھا۔ اس کا امام مسلم نے ذکر کیا ہے' ان کا دوسرا لشکر بنو کلاب کی طرف تھا' اس کا امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے' نیز حضرت ابوبکر کو نو ہجری میں حج کے لیے بھیجا' ان میں سے حضرت اسامہ کا وہ لشکر ہے جس کا اس باب میں ذکر ہے اور یہ چوتھا لشکر ہے' اور ان میں سے وہ لشکر ہے جس کو صفر کے مہینہ میں البلقاء کے نواحی میں بھیجا تھا' یہ پانچ لشکر ہیں جن کو اصحاب المغازی نے ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ اور کسی لشکر کا ذکر نہیں کیا' علاوہ ازیں صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں لشکروں کی تعداد کا ذکر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٧١- وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ يَقُولُ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَّخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبَعْثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَّرَّةً عَلَيْنَا اَبُوبَكْرٍ وَّمَرَّةً اُسَامَةُ .

اور عمر بن حفص بن غیاث نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سلمہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کیے ہیں' میں نو اُن لشکروں میں شامل رہا ہوں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجے تھے' ان میں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ امیر تھے اور ایک مرتبہ حضرت اسامہ رضی اللہ امیر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۷۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٧٢- حَدَّثَنَا اَبُوعَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ اَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے

Marfat.com

عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَّغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ اِسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا .

حدیث بیان کی از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کیے ہیں اور حضرت ابن حارثہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ جن کو آپ نے ہم پر امیر بنایا تھا۔

یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے پندھرویں حدیث ہے۔

٤٢٧٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ فَذَكَرَ خَيْبَرَ وَالْحُدَيْبِيَةَ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ وَّيَوْمَ الْقَرَدِ قَالَ يَزِيْدُ وَنَسِيْتُ بَقِيَّتَهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن مسعدۃ نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کیے ہیں پھر انہوں نے خیبر کا اور الحدیبیہ کا اور یوم حنین کا اور یوم القرد کا ذکر کیا یزید نے کہا: اور باقی غزوات کا ذکر میں بھول گیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٤٢٧٠ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

بقیہ لشکروں کی تفصیل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہاں پر ایک وہ لشکر ہے جس میں حضرت عمرو بن العاص امیر تھے یہ لشکر ذات السلاسل کی طرف جمادی الاولیٰ آٹھ ہجری میں روانہ ہوا تھا' اس کا امام بخاری نے اواخر میں ذکر کیا ہے جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا' پھر الخبط کا لشکر ہے جس کے امیر حضرت ابوعبیدہ تھے' یہ لشکر آٹھ ہجری میں روانہ ہوا تھا' اس کا ذکر بھی امام بخاری نے اواخر میں کیا ہے' پھر حضرت ابوقتادہ بن ربعی کا لشکر ہے جو شعبان آٹھ ہجری میں ارضِ محارب کی طرف روانہ ہوا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ٤ ص ٣٠٢)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ پھر حضرت اسامہ کا لشکر اوّل رمضان میں بطن اِضم کی طرف تھا' پھر حضرت ابن ابی حدرد کا لشکر الغابہ کی طرف تھا۔ (سیرت ابن ہشام ج ٣ ص ٤٠٢)

پھر فتح مکہ کا غزوہ تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ١٣٢-١٣١) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٤١٧-٤١٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤٧- بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ

فتح مکہ کے غزوہ کا بیان

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ قریش نے حدیبیہ میں کیے ہوئے معاہدہ کو توڑ دیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ اہلِ مکہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

وَمَا بَعَثَ بِهٖ حَاطِبُ بْنُ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے جو اہلِ مکہ کی طرف مکتوب روانہ کیا تھا' جس میں ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ کی خبر دی تھی۔

اس تعلیق کا عطف اس باب کے عنوان پر ہے: اس مکتوب میں لکھا تھا: اے اہلِ مکہ! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں' وہ لشکر سیلاب کی طرح اُمنڈتا ہوا آئے گا' پس اللہ کی قسم! اگر وہ تنہا بھی آ گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو تم پر فتح عطاء فرمائے گا اور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا' سو تم اپنے معاملہ پر غور کر لو۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٦٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٢٧٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ فَقَالَ انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوا مِنْهَا قَالَ فَانْطَلَقْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ. فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ قُلْنَا لَهَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ قَالَتْ مَا مَعِي كِتَابٌ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ قَالَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ ابْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى نَاسٍ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هٰذَا؟ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ يَقُولُ كُنْتُ حَلِيفًا وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مَنْ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي وَلَمْ أَفْعَلْهُ ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلَى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَأَنْزَلَ اللهُ السُّورَةَ ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ إِلَى قَوْلِهِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيلِ ۝﴾ (الممتحنۃ:۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے الحسن بن محمد نے خبر دی کہ انہوں نے عبیداللہ بن ابی رافع سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے' حضرت زبیر کو اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور فرمایا: تم جاؤ حتیٰ کہ روضہ خاخ میں پہنچ جاؤ' وہاں ایک مسافرہ ہوگی' اس کے پاس ایک مکتوب ہوگا' تم اس سے وہ مکتوب لے لینا۔ حضرت علی نے بتایا: پس ہم روانہ ہوئے' ہم اپنے گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے حتیٰ کہ ہم الروضہ پر پہنچ گئے' سو اچانک ہم نے ایک مسافرہ کو دیکھا' ہم نے اس سے کہا: وہ مکتوب نکالو' اس نے کہا: میرے پاس کوئی مکتوب نہیں ہے' ہم نے اس سے کہا: تم ضرور مکتوب نکالو گی ورنہ ہم تمہارے کپڑے اُتار دیں گے' حضرت علی نے بتایا: تب اس نے اپنے بالوں کے گچھے سے مکتوب نکالا' ہم اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس اس میں یہ تھا کہ یہ مکتوب حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکینِ مکہ کی جانب ہے' وہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منصوبہ کی خبر دے رہا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے متعلق جلدی فیصلہ نہ کریں' میں ایسا مرد ہوں جو قریش کے ساتھ جڑا ہوا ہوں' میں ان کا حلیف ہوں اور میں ان میں سے نہیں ہوں اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی ان کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں جن کے سبب سے وہ اپنے گھر والوں اور مال و اسباب کی حفاظت کریں گے تو میں نے چاہا کہ جب میری ان کے ساتھ رشتہ داریاں نہیں ہیں تو میں ان کے اوپر ایک احسان کر دوں جس کی وجہ سے یہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں گے اور میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ میں دین (اسلام) سے مرتد ہو گیا ہوں اور نہ اس وجہ سے کیا ہے کہ میں نے اسلام کے بعد کفر کو پسند کر لیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے' حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس

Marfat.com

منافق کی گردن اُڑا دوں' پس آپ نے فرمایا: یہ بدر میں حاضر ہو چکا ہے' اور تمہیں کیا پتا کہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حاضرین بدر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو پس بے شک میں نے تم کو بخش دیا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ' تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ انہوں نے اس حق کے ساتھ کفر کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔ یہ آیت یہاں تک ہے: اور تم میں سے جس نے ایسا کیا وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا○ (الممتحنہ:۱)

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰۷' اور اس کی اطراف میں گزر چکی ہے اور مفصل شرح اب یہاں کی جا رہی ہے۔

الممتحنہ:۱' کا شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام واحدی نے مفسرین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ الممتحنہ:۱' حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' ابوعمرو بن صیفی کی باندی سارہ مکہ سے مدینہ آئی' اس وقت آپ مکہ کو فتح کرنے کی تیاری کر رہے تھے' آپ نے اس سے پوچھا: تم کیوں آئی ہو؟ اس نے کہا: ضرورت ہے' آپ نے فرمایا: تم مکہ کے جوانوں سے کہاں رہیں؟ وہ گانے والی تھی' اس نے کہا: بدر کے واقعہ کے بعد مجھے کوئی نہیں پوچھتا' آپ نے اس کو کپڑے اور سامان دیا اور اس کے پاس حضرت حاطب آئے اور اس کو اہلِ مکہ کے نام ایک مکتوب لکھ کر دیا اور اس کو دس دینار دیئے اور اس میں اہلِ مکہ کے نام یہ پیغام لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر حملہ کا ارادہ کر رہے ہیں' تم اپنی حفاظت کا بندوبست کر لو' پس حضرت جبریل علیہ السلام اس کی خبر لے کر آپ پر نازل ہوئے تو آپ نے حضرت علی' حضرت عمار' حضرت عمر' حضرت الزبیر' حضرت طلحہ' حضرت المقداد بن الاسود اور حضرت ابو مرثد رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور یہ سب گھڑ سوار تھے' آپ نے فرمایا: تم سب روضہ خاخ پر جاؤ' وہاں ایک مسافرہ ہوگی' اس کے پاس مشرکین کے نام ایک مکتوب ہے' وہ اس سے لے لو اور پھر اس کو جانے دو' اگر تم کو وہ مکتوب نہ دے تو اس کی گردن مار دو۔ (اسباب النزول: ۸۱۱۔ص ۴۴۲۔۴۴۱' الوسیط ج ۴ ص ۲۸۲)

حدیث میں مذکور مسافرہ کا نام' اس کا تعارف اور اس تحریر کے متعلق اقوال

اس مسافرہ کا نام سارہ تھا اور یہ کفارِ قریش کی باندی تھی' حضرت حاطب نے تین آدمیوں کے نام مکتوب لکھا تھا: (۱) سہیل بن عمرو (۲) عکرمہ بن ابی جہل (۳) صفوان بن امیہ' الحاکم نے اکلیل میں لکھا ہے کہ یہ عورت گانے والی تھی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھی' فتح مکہ کے دن آپ کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا تھا' علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ اس مکتوب میں مذکور تھا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو رہے ہیں' وہ یا تو تمہاری طرف آئیں گے یا کسی اور کی طرف' بہرحال تم پر احتیاط لازم ہے۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۹۷)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس مکتوب میں یہ تحریر تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ کا اعلان کیا ہے اور میرا گمان ہے وہ تم پر حملہ کے لیے جا رہے ہیں اور اس میں یہ لکھا تھا کہ آپ ایک عظیم لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں جس سے لڑنے کی ان میں طاقت نہیں ہوگی۔

(المفہم ج ۶ ص ۴۴۰)

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی

روضۃ کا معنی ہے: باغ' اور خاخ کی جگہ حاج بھی مذکور ہے۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۹۷)

ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے: اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت کسی عورت کے (بلکہ کسی کے بھی) کپڑے اتارنا جائز ہے (یعنی ایسی ضرورت جس میں کپڑے اتارنے کے سوا چارۂ کار نہ ہو)۔

''العقاص'' عورت کی مینڈھیوں کو اکٹھا کر کے ایک دھاگے سے باندھ لیا جائے۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب نبی ﷺ نے حضرت حاطب کا عذر قبول فرمالیا تھا تو پھر حضرت عمر نے ان کو منافق کیوں کہا؟

حضرت عمر نے کہا: مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں: حضرت عمر نے ان پر منافق کا اطلاق کیا کیونکہ انہوں نے کفارِ قریش سے دوستی رکھی تھی' اور حضرت حاطب نے یہ فعل اس تاویل سے کیا تھا کہ ان کے اس مکتوب سے رسول اللہ ﷺ کو ضرر نہیں ہوگا اور ان کی نیت کے صدق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب رسول اللہ ﷺ یہ فرما چکے تھے کہ اس نے تم سے سچ کہا ہے' پھر حضرت عمر نے ان کو منافق کیوں کہا اور ان کو قتل کرنے کی اجازت کیوں طلب کی؟ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عمر کا یہ قول رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے پہلے تھا کہ اس نے تم سے سچ کہا' راوی نے عبارت کو آگے پیچھے کر دیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ اگرچہ اس نے سچ کہا مگر اس کا عذر صحیح نہیں ہے۔

اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے جو اُن کو منافق کہا تھا' اس سے ان کی مراد عقیدہ کا نفاق نہیں تھی بلکہ ان کی مراد نفاقِ عملی تھی' یعنی ان کا یہ عمل بہرحال خیانت تھا' پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نفاق عملی کی وجہ سے تو کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' پھر حضرت عمر نے ان کو قتل کرنے کی اجازت کیوں طلب کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس کو بہ طور تعزیر قتل کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔

کیا اصحابِ بدر کے مغفور ہونے کا یہ معنی ہے کہ ان کو آئندہ گناہ کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے؟

تم جو چاہو عمل کرو: بہ ظاہر یہ مستقبل کے لیے ہے' لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ پھر ان کو گناہ کرنے کی اجازت دے دی گئی اور یہ جائز نہیں ہے' علامہ قرطبی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ خطاب بہ طور اکرام اور تشریف ہے' گویا اصحاب بدر کو ایسی حالت حاصل ہو گئی کہ ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے اور ان کو ایسی صلاحیت حاصل ہو گئی کہ اگر آئندہ بھی ان سے گناہ ہو گئے تو توقع ہے کہ وہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے اور کسی چیز کی صلاحیت سے اس کا وقوع لازم نہیں ہے اور اصحاب بدر ہمیشہ اہل جنت کے اعمال کرتے رہے اور اگر کسی سے اس کے خلاف کوئی کام ہو جائے تو وہ موت سے پہلے توبہ کر لے گا اور ان کی سیرت کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ۴۴۲-۴۴۱)

قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہے کہ جس پر حد ثابت ہوگی' اس پر حد جاری کی جائے گی اور تحقیق یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر حد جاری کی۔ (اکمال المعلم ج ۷ ص ۵۳۹)

خلاصہ یہ ہے کہ اصحاب بدر کے مغفور ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے اور آئندہ اللہ تعالیٰ ان کو

Marfat.com

گناہوں سے محفوظ رکھے گا لیکن اگر ان سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے دے گا اور اگر اُن سے کوئی ایسا گناہ ہوا جس پر حد واجب ہو تو اس پر حد جاری کی جائے گی جیسے حضرت مسطح پر حد جاری کی گئی۔

حدیث مذکور سے مستنبط کردہ بعض دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخالف جاسوس خواہ مرد ہو یا عورت اس کی مکمل تلاشی لی جائے گی اور اگر اس کے کپڑے اتارنے کی ضرورت ہو تو اس کے کپڑے اتار دیئے جائیں گے۔

جس شخص نے کوئی ممنوع کام کیا' پھر اس کی صحیح تاویل کی تو اس کی تاویل قبول کی جائے گی جیسا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی تاویل قبول کی گئی۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کفر نہیں ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ٤٤٣)

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جاسوس کو قتل کیا جائے گا اور حضرت حاطب کو اس لیے قتل نہیں کیا گیا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعہ ان کا صدق معلوم تھا' لیکن امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان جاسوس کو تعزیر دی جائے گی اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' اگر وہ مسلمان باوقار اور صاحب مرتبہ ہو تو اس کو معاف کر دیا جائے گا' کیونکہ حدیث میں ہے:

تین صورتوں کے سوا کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے: (١) اس نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا ہو (٢) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو (٣) اس نے ناحق قتل کیا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ٤٥٠٢' سنن ترمذی: ٢١٥٩' سنن ابن ماجہ: ٢٥٣٣)

امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کا قول یہ ہے کہ اس کو دردناک سزا دی جائے گی اور طویل عرصہ تک قید میں رکھا جائے گا۔

(معالم السنن للخطابی ج ٢ ص ٢٣٨)

علامہ ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا' ماسوا اس کے کہ وہ توبہ کر لے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اگر کوئی باوقار مسلمان' مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے اور اس کا عذر صحیح ہو تو اس کا عذر قبول کر لیا جائے گا' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب کا عذر قبول کر لیا تھا' نیز حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: باوقار اور اصحابِ مرتبہ لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دو' سوا اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کا ارتکاب کریں۔ (سنن ابوداؤد: ٤٣٧٥' مسند احمد ج ٦ ص ١٨١' صحیح ابن حبان: ٢٩٦)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ١٨ ص ١٦٩-١٦١ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤٨- بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِيْ رَمَضَانَ — فتح مکہ کا غزوہ رمضان میں تھا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے دن کا غزوہ رمضان آٹھ ہجری میں ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیس رمضان کو مدینہ سے نکلے تھے اور امام ابن اسحاق نے زہری سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابورہم الغفاری کو مدینہ کا عامل بنایا تھا۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٣٤٤' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے اس عبارت کو فتح الباری کے حوالے کے بغیر لکھ دیا ہے۔

(عون الباری ج ٥ ص ٢١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٤٢٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ — امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

Marfat.com

قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ مِثْلَ ذٰلِكَ .

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا غزوہ رمضان میں کیا' انہوں نے کہا: اور میں نے ابن المسیب سے بھی اسی طرح سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ الْكَدِيدَ الْمَاءَ الَّذِي بَيْنَ قُدَيْدٍ وَعُسْفَانَ أَفْطَرَ فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتّٰى انْسَلَخَ الشَّهْرُ .

اور عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا حتیٰ کہ جب الکدید کے پانی پر پہنچے جو قدید اور عسفان کے درمیان ہے تو آپ نے روزہ کھول دیا' پھر آپ نے مسلسل روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ مہینہ ختم ہو گیا۔

البکری نے کہا ہے کہ قدید ایک جامع بستی ہے' جس میں پانی کے چشمے اور باغات بہت زیادہ ہیں اور قدید اور الکدید کے درمیان سولہ میل کا فاصلہ ہے اور الکدید مکہ کے زیادہ قریب ہے اور عسفان مکہ سے چار برد کے فاصلہ پر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٧٦- حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَمَعَهُ عَشَرَةُ آلَافٍ وَذٰلِكَ عَلٰى رَأْسِ ثَمَانِ سِنِينَ وَنِصْفٍ مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِينَةَ فَسَارَ هُوَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلٰى مَكَّةَ يَصُومُ وَيَصُومُونَ حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيدَ وَهُوَ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ أَفْطَرَ وَأَفْطَرُوا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآخِرُ فَالْآخِرُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے خبر دی از عبیداللہ بن عبداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں مدینہ سے نکلے اور آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے اور یہ آپ کے مدینہ آنے کے ساڑھے آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے' پس آپ اور آپ کے ساتھ جو صحابہ تھے مکہ کے لیے روانہ ہوئے' آپ بھی روزے سے تھے اور صحابہ بھی روزے سے تھے لیکن جب آپ مقام الکدید پر پہنچے جو عسفان اور قدید کے درمیان پانی کا چشمہ ہے تو آپ نے روزہ کھول لیا اور صحابہ نے بھی روزہ کھول لیا' الزہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل پر ہی عمل کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٧٧- حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی

Marfat.com

خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی رَمَضَانَ اِلٰی حُنَیْنٍ وَّالنَّاسُ مُخْتَلِفُوْنَ فَصَائِمٌ وَّمُفْطِرٌ فَلَمَّا اسْتَوٰی عَلٰی رَاحِلَتِهٖ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ اَوْمَاءٍ فَوَضَعَهٗ عَلٰی رَاحَتِهٖ اَوْ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ ثُمَّ نَظَرَ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ اَلْمُفْطِرُوْنَ لِلصُّوَّامِ اَفْطِرُوْا .

انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں حُنین کی طرف نکلے اور لوگ مختلف تھے' بعض روزے سے تھے اور بعض روزے سے نہیں تھے' پس جب آپ سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تو آپ نے ایک برتن میں دودھ یا پانی منگایا' پھر اس برتن کو اپنی ہتھیلی پر رکھا' پھر آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا' پس روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ رکھنے والوں سے کہا: تم روزہ کھول لو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٧٨- وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ .

اور عبدالرزاق نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال نکلے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

اور حماد بن زید نے کہا از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس تعلیق کی امام بیہقی نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

٤٢٧٩- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَافَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰی بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَشَرِبَ نَهَارًا لِّیُرِیَهُ النَّاسَ فَاَفْطَرَ حَتّٰی قَدِمَ مَکَّةَ . قَالَ وَکَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی السَّفَرِ وَاَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سفر کیا' پس آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ آپ عسفان پر پہنچے' پھر آپ نے پانی منگایا' پس دن میں پانی پیا تاکہ آپ لوگوں کو دکھائیں' سو آپ نے روزہ کھول لیا حتیٰ کہ آپ مکہ آئے اور حضرت ابن عباس یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ کھولا بھی ہے' سو جو چاہے سفر میں روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ کھول لے (یا نہ رکھے)۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۹۴۴ کا مطالعہ کریں۔

حدیث مذکور سے بعض فقہاء کا ردّ

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث میں فقہاء کی ایک جماعت کا رد ہے:
ان میں سے پہلے عبیدۃ السلمانی ہیں انہوں نے کہا: جس شخص پر حضر (وطن یا شہر) میں رمضان کی پہلی تاریخ آ چکی ہو اس کے لیے روزہ کھولنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ (البقرہ:۱۸۵) سو تم میں سے جو اس مہینہ میں موجود ہو تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۷۵۹۔ ج ۴ ص ۲۶۹ 'سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۴۶)

اور دیگر فقہاء کے نزدیک یہ آیت اُس پر محمول ہے جو اس پورے مہینہ میں شہر میں موجود ہو کیونکہ جو شخص مہینہ کے چند دنوں میں موجود ہو اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ رمضان کے پورے مہینہ میں موجود تھا۔
ان میں سے دوسرے ابومجلز ہیں انہوں نے کہا: جب وہ رمضان کے مہینے میں مقیم ہو تو وہ سفر نہ کرے اور اگر اس نے سفر کیا ہے تو وہ روزے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۰۰۔ ج ۲ ص ۲۸۳)
ان میں سے تیسرے الظاہر یہ (غیر مقلدین) ہیں انہوں نے کہا کہ سفر میں روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے۔ (المحلی ج ۶ ص ۲۴۳)

غزوۂ فتح مکہ میں روانہ ہونے والے صحابہ کی تعداد

اور آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے: یہی معروف روایت ہے اور شرف المصطفیٰ میں عروہ سے روایت ہے کہ آپ کے ساتھ بارہ ہزار صحابہ تھے۔
اور یہ ہجرت کے ساڑھے آٹھ سال بعد کا غزوہ ہے: ابونعیم الحداد نے بھی الجمع بین الصحیحین میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں انیس (۱۹) دن قیام کیا اور ہم نمازوں میں قصر کرتے رہے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۸۰)

غزوۂ حنین کی تاریخ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں حنین کی طرف نکلے: غزوۂ حنین رمضان میں نہیں ہوا' یہ غزوہ شوال آٹھ (۸) ہجری میں ہوا تھا' جیسا کہ علامہ الدمیاطی نے اس پر تنبیہ کی ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے امام بخاری کی مراد یہ ہو کہ آپ رمضان کے آخر میں نکلے تھے' کیونکہ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ آپ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین کے لیے نکلے تھے۔
ابن تیمیہ کے شیخ عبدالقادر نے کہا ہے کہ آپ فتح مکہ کے چالیس دن بعد حنین کے لیے روانہ ہوئے تھے۔
(المنتقی من اخبار المصطفیٰ: ۲۱۸۲۔ ج ۲ ص ۱۸۴)

ایک برتن میں دودھ اور ایک میں پانی کی تحقیق

ایک برتن میں دودھ یا پانی تھا: اس کے بعد کی روایت میں ہے: ایک برتن میں پانی تھا۔
ان میں تعارض نہیں ہے' کیونکہ پہلی روایت شک پر مبنی ہے اور دوسری روایت جزم اور وثوق پر مبنی ہے' علامہ داؤدی نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ دو مرتبہ کے الگ الگ واقعات ہیں' اور علامہ ابن التین نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ایک واقعہ فتح مکہ کا ہے اور دوسرا غزوۂ حنین کا ہے۔

Marfat.com

سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا مسئلہ

حضرت ابن عباس نے کہا: جو چاہے سفر میں روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے' اور ہمارے فقہاء (شافعیہ) کے نزدیک جس کو سفر میں روزہ رکھنے سے ضرر نہ ہو اس کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے' امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ (البقرہ:۱۸۴) اور تمہارے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے۔

سفر (جہاد) میں مسلمان مشقت اٹھا کر روزہ نہ رکھیں ورنہ وہ جہاد سے عاجز ہو جائیں گے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۲۸۔۴۲۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حنین کا محل وقوع

حنین ایک وادی ہے جو مکہ سے دس سے زیادہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے' غزوۂ حنین کا سبب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو خزاعہ کی نصرت کے لیے روانہ ہوئے تو آپ کو یہ خبر پہنچی کہ ہوازن ان سے لڑنے کا ارادہ کر رہے ہیں حتیٰ کہ وہ ذی المجاز کے بازار تک پہنچ گئے ہیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتوار کی رات کو وادیٔ حنین تک پہنچ گئے' پھر آپ نے نصف شوال کو ان سے صلح کر لی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٩- بَابُ اَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جھنڈا کہاں نصب کیا تھا؟

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا کس جگہ نصب کیا تھا؟

٤٢٨٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ قُرَيْشًا خَرَجَ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ وَّحَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ وَّبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ يَلْتَمِسُوْنَ الْخَبَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى اَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ فَاِذَا هُمْ بِنِيْرَانٍ كَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ: مَا هٰذِهٖ لَكَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ . فَقَالَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ نِيْرَانُ بَنِيْ عَمْرٍو . فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ عَمْرٌو اَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ فَرَاٰهُمْ نَاسٌ مِّنْ حَرَسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكُوْهُمْ فَاَخَذُوْهُمْ فَاَتَوْا بِهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ اِحْبِسْ اَبَا سُفْيَانَ عِنْدَ حَطْمِ الْخَيْلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے' سو یہ خبر قریش کو پہنچ گئی تو ابو سفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء نکلے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس خبر کی تفتیش کر رہے تھے' یہ لوگ جب مر الظہران پر پہنچے تو انہیں ایک جگہ آگ جلتی ہوئی دکھائی دی' گویا یہ مقام عرفات کی آگ ہے' ابو سفیان نے کہا: یہ کیسی آگ ہے؟ یہ تو مقام عرفات جیسی آگ ہے' پس بدیل بن ورقاء نے کہا: یہ (قبیلہ) بنو عمرو کی آگ ہے' پھر ابو سفیان نے کہا: بنو عمرو اس سے کم تعداد میں ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظوں میں سے کسی نے ان کو دیکھ لیا' سو وہ ان کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے' پس ابو سفیان اسلام لے آئے' جب وہ روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت

Marfat.com

حَتّٰى يَنْظُرَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمُرُّ كَتِيبَةً كَتِيبَةً عَلٰى أَبِي سُفْيَانَ فَمَرَّتْ كَتِيبَةٌ قَالَ يَا عَبَّاسُ مَنْ هٰذِهِ. قَالَ هٰذِهِ غِفَارٌ قَالَ مَالِي وَلِغِفَارٍ ثُمَّ مَرَّتْ جُهَيْنَةُ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ. ثُمَّ مَرَّتْ سَعْدُ بْنُ هُذَيْمٍ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ. وَمَرَّتْ سُلَيْمٌ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ. حَتّٰى أَقْبَلَتْ كَتِيبَةٌ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا قَالَ مَنْ هٰذِهِ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِمْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ مَعَهُ الرَّايَةُ. فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا أَبَا سُفْيَانَ الْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ الْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ. فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ يَا عَبَّاسُ حَبَّذَا يَوْمَ الذِّمَارِ. ثُمَّ جَاءَتْ كَتِيبَةٌ وَهِيَ أَقَلُّ الْكَتَائِبِ فِيهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ وَرَايَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ. فَلَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِي سُفْيَانَ قَالَ. أَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ. قَالَ مَا قَالَ؟ قَالَ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ كَذَبَ سَعْدٌ وَلٰكِنْ هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيهِ الْكَعْبَةَ وَيَوْمٌ تُكْسٰى فِيهِ الْكَعْبَةُ قَالَ وَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُرْكَزَ رَايَتُهُ بِالْحَجُونِ قَالَ عُرْوَةُ وَأَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ. يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ هَا هُنَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ قَالَ وَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ أَنْ يَدْخُلَ مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ وَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُدًا فَقُتِلَ مِنْ خَيْلِ خَالِدٍ يَوْمَئِذٍ رَجُلَانِ حُبَيْشُ بْنُ الْأَشْعَرِ وَكُرْزُ ابْنُ جَابِرٍ الْفِهْرِيُّ.

عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوسفیان کو اس جگہ ٹھہراؤ جہاں سے زیادہ گھڑ سوار گزریں حتیٰ کہ ابوسفیان مسلمانوں کی شوکت دیکھ لیں' حضرت عباس نے ان کو ایسی جگہ روک لیا' وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ایک کر کے حضرت ابوسفیان کے سامنے متعدد قبیلے گزر رہے تھے' ایک دستہ گزرا تو حضرت ابوسفیان نے حضرت عباس سے پوچھا: اے عباس! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ غفار ہیں' حضرت ابوسفیان نے کہا: مجھے غفار سے کیا سروکار! پھر قبیلہ جہینہ گزرا' تو حضرت ابوسفیان نے اسی طرح سوال کیا' پھر سعد بن ہذیم گزرے تو حضرت ابوسفیان نے اسی طرح سوال کیا' پھر قبیلہ سُلیم گزرا تو پھر انہوں نے اسی طرح سوال کیا' پھر ایک ایسا دستہ گزرا کہ اس جیسا دستہ نہیں دیکھا گیا تھا' حضرت ابوسفیان نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس نے بتایا: یہ انصار ہیں' ان پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ امیر ہیں' ان کے ساتھ جھنڈا ہے' حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اے ابوسفیان! آج کا دن قتل عام کا دن ہے' آج کے دن کعبہ میں بھی قتل کرنا حلال ہے' پس حضرت ابوسفیان نے کہا: اے عباس! آج کیسا اچھا ہلاکت کا دن ہے! پھر سب سے چھوٹا دستہ گزرا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے پاس تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ سے کہا: کیا آپ کو نہیں معلوم کہ حضرت سعد بن عبادہ نے کیا کہا ہے؟ آپ نے پوچھا: انہوں نے کیا کہا ہے' انہوں نے بتایا: انہوں نے ایسے ایسے کہا ہے' آپ نے فرمایا: سعد نے غلط کہا ہے' لیکن آج وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو ظاہر فرمائے گا اور یہ وہ دن ہے جس میں کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آپ کا جھنڈا مقام حجون میں نصب کر دیا جائے' عروہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نافع بن جبیر بن مطعم نے خبر دی ہے کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ حضرت الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے: اے ابوعبداللہ! کیا یہاں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا نصب کرنے کا حکم دیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ
مکہ کے بالائی علاقہ میں مقام کداء کی جانب سے داخل ہوں اور خود
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کداء (کی نشیبی جانب) سے داخل ہوئے اس دن
حضرت خالد کے گھڑسواروں میں سے دو مرد حبیش بن الاشعر اور کرز
بن جابر الفہری رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے تھے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ٢٩٧٦ میں گزر چکی ہے' مفصل شرح اب پیش کی جا رہی ہے:

حضرت ابوسفیان کا قبولِ اسلام

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مر الظہران (یہ مکہ سے سولہ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) ٹھہرے تو آپ نے اپنے دس ہزار اصحاب کو آگ جلانے کا حکم دیا' سو انہوں نے آگ جلائی' اس سے پہلے قریش کو آپ کے روانہ ہونے کا علم نہیں تھا' اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کے حملہ کرنے کی وجہ سے پریشان تھے' سو انہوں نے ابوسفیان کو تفتیش کرنے کے لیے بھیجا اور کہا کہ اگر تمہاری (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملاقات ہو تو تم ان سے ہمارے لیے امان طلب کرنا' سو ابوسفیان روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بھی تھے' جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر دیکھا تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور اس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے' پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی آواز سنی تو کہا: اے ابوحنظلہ! پس انہوں نے کہا: لبیک! حضرت عباس نے کہا: ان دس ہزار افواج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں! تمہاری ماں اور تمہارا قبیلہ تم پر روئے! تم اسلام لے آؤ۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ١٣٥)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ابوسفیان' حضرت عباس کے ساتھ سوار ہوئے اور بدیل اور حکیم واپس چلے گئے اور ابن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ سب حضرت عباس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے' پس وہ سب مسلمان ہو گئے۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ٤ ص ٢١)

ابومعشر نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے محافظ ابوسفیان کو پکڑ کر حضرت عمر کے پاس لائے' انہوں نے کہا: ان کو پکڑے رکھو' حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لوں' جب حضرت عمر نے آپ کو خبر دی تو حضرت عباس ابوسفیان کے پاس آئے اور ان کو اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھا لیا' پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اور دوسرے دو کو بھی لے آئے۔

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گا اس کو امان ہے' پھر فرمایا: جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو گا اس کو امان ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ٥ ص ٣٧)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ حضرت حکیم بن حزام اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مکہ بھیجا اور فرمایا: جو حکیم کے گھر میں داخل ہوا' اس کو امان ہے اور ان کا گھر مکہ کے نشیب میں تھا اور فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اس کو امان ہے اور ان کا گھر مکہ کی بلندی میں تھا' اور یہ امان اہل مکہ میں سے ہر اس شخص کے لیے تھی جو قتال نہ کرے۔ (تاریخ طبری ج ٢ ص ١٥٨)

اسی وجہ سے اہل علم کی ایک جماعت نے کہا اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے کہ مکہ جنگ سے فتح نہیں ہوا' امن سے فتح ہوا ہے اور ان کی رائے یہ ہے کہ اہل مکہ اپنی زمینوں کے مالک ہیں' اسی وجہ سے ان کے نزدیک اہل مکہ کے لیے اپنی زمینوں کو کرائے پر دینا

Marfat.com

جائز ہے اور ان زمینوں کو خریدنا اور فروخت کرنا جائز ہے' پس مکہ میں امان دی گئی' سوا ان زمینوں کے جن کو شارع علیہ السلام نے مستثنیٰ فرمالیا۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی اور قریش اور حضرت ابوسفیان کی فضیلت

''حطم الخیل'' گھوڑوں کے روندنے کی جگہ۔

''الکتیبۃ'' لشکر۔

پس ابوسفیان اسلام لے آئے۔ یہی صحیح روایت ہے' علامہ ابن التین نے نقل کیا ہے کہ ایک قول ہے کہ بلکہ وہ حالت کفر میں لوٹ گئے تھے۔

حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اے ابوسفیان! یہ یوم الملحمۃ ہے: مراد یہ تھی کہ یہ یوم الحرب ہے یا یوم القتل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ یہ یوم الرحمۃ ہے: یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو ظاہر فرمائے گا' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل فرمائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو! اللہ تعالیٰ کے نزدیک قریش کے لیے امان ہے' اگر تم اپنی عقل کا ان کی عقل کے ساتھ وزن کرو تو ان کی عقل راجح ہوگی۔

حضرت عمر ابوسفیان کو قتل کرنا چاہتے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں ابوسفیان کو قتل کردوں کیونکہ یہ کفر کا سردار ہے' اور حضرت عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نرمی طلب کرتے تھے' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوسفیان اپنی شہرت کو پسند کرتا ہے' اس کے لیے کوئی ایسا ارشاد فرمادیں جس سے اس کی شہرت ہو' آپ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ہے۔

''الحجون'' یہ مکہ کی بلند جگہ ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۳۵۔۴۳۲ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مکہ جنگ سے فتح ہوا' اس پر فقہاء احناف کی دلیل

علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے اور اس میں قتال نہیں ہوا اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور اس میں تھوڑی دیر کے لیے قتال ہوا تھا' فقہاء احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ سے قتل کو روک لیا ہے' اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مؤمنین کو مسلط کردیا ہے' سنو! مکہ (میں) مجھ سے پہلے کسی کے لیے (قتال) حلال نہیں تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے قتال حلال ہے' سنو! مکہ (میں قتال) صرف میرے لیے دن کی ایک ساعت میں حلال ہوا تھا' سنو! اس ساعت میں مکہ (میں قتال) حرام ہے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۱۱۲۔۲۴۳۴۔۶۸۸۰' صحیح مسلم: ۱۳۵۵' سنن ابوداؤد: ۲۰۱۷' سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۴)

٤٢٨١- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ مُغَفَّلٍ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلٰى نَاقَتِهٖ وَهُوَ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ يُرَجِّعُ . وَقَالَ لَوْلَا أَنْ يَّجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِي لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از معاویہ بن قرۃ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور آپ سورۃ الفتح کی تلاوت کررہے

Marfat.com

[اطراف الحدیث: ۴۸۳۵-۵۰۳۴-۵۰۴۷-۷۵۴۰] (صحیح مسلم: ۷۹۴ الرقم المسلسل: ۱۷۳۷ سنن ابوداؤد: ۱۴۶۷)

تھے اور آپ حروف کو حلق میں لوٹا رہے تھے معاویہ بن قرہ نے کہا: اگر لوگ میرے گرد جمع نہ ہوتے تو میں حروف کو حلق میں اس طرح لوٹاتا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹایا تھا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''یرجع'' یہ لفظ ترجیع سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: قاری کا حرف کو حلق میں دُہرا کر یا لوٹا کر پڑھنا۔

''قال'' اس کے قائل معاویہ بن قرہ ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ ص۴۷۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٢٨٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِىْ حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِىِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ قَالَ زَمَنَ الْفَتْحِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مِّنْ مَّنْزِلٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعدان بن یحیٰی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی حفصہ نے حدیث بیان کی از الزہری از علی بن حسین از عمرو بن عثمان از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے زمانہ میں کہا: یارسول اللہ! آپ کل کہاں ٹھہریں گے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی ٹھہرنے کی جگہ چھوڑی ہے؟

٤٢٨٣- ثُمَّ قَالَ لَايَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ قِيْلَ لِلزُّهْرِىِّ وَمَنْ وَّرِثَ اَبَا طَالِبٍ قَالَ وَرِثَهُ عَقِيْلٌ وَّطَالِبٌ . قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِىِّ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِىْ حَجَّتِهٖ وَلَمْ يَقُلْ يُوْنُسُ حَجَّتَهُ وَلَا زَمَنَ الْفَتْحِ .

پھر آپ نے فرمایا: مؤمن کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مؤمن کا وارث ہوتا ہے الزہری سے پوچھا گیا: ابوطالب کا وارث کون ہوا تھا؟ تو انہوں نے کہا: ان کے وارث عقیل اور طالب ہوئے تھے معمر نے کہا از الزہری: آپ کل کہاں ٹھہریں گے؟ یہ انہوں نے آپ کے حج میں کہا تھا اور یونس نے اپنی روایت میں فتح مکہ کے زمانہ کا ذکر کیا ہے نہ آپ کے حج کا ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۸۸ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٨٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلُنَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اِذَا فَتَحَ اللّٰهُ الْخَيْفَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی تو ان شاء اللہ کل ہماری قیام گاہ خیف بنوکنانہ میں ہوگی جہاں قریش نے کفر (کی حمایت) پر قسم کھائی تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۱۵۸۹ میں گزر چکی ہے۔

خیف اس زمین کو کہتے ہیں جو پانی کے چشمہ سے اونچی ہو۔

Marfat.com

یہ وہ جگہ ہے جہاں قریش نے قسم کھائی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کو مکہ سے خیف کی طرف نکال دیں گے اور انہوں نے اس کے متعلق مشہور تحریر لکھی تھی۔

٤٢٨٥- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَرَادَ حُنَيْنًا مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کا ارادہ کیا تو فرمایا: کل ان شاء اللہ ہماری قیام گاہ خیف بنو کنانہ میں ہوگی جہاں قریش نے کفر (کی حمایت) پر قسم کھائی تھی۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ١٥٨٩ میں گزر چکی ہے۔

- جب آپ نے حنین کا ارادہ کیا: یعنی غزوۂ فتح مکہ میں جب آپ ظاہراً مکہ میں داخل ہو گئے ان کے مونہوں کو خاک میں لتھیڑتے ہوئے جنہوں نے آپ کو مکہ سے نکالنے کا ارادہ کیا تھا اور جنہوں نے آپ کے ساتھ برا سلوک کیا تھا' آپ نے ان کے ساتھ انتہائی درگزر کیا اور فضل اور احسان کیا۔

٤٢٨٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلْهُ قَالَ مَالِكٌ وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا نَرَى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے اس حال میں کہ آپ کے سر پر خود تھا' پس جب آپ نے وہ خود اتارا تو آپ کے پاس ایک مرد نے آ کر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ امام مالک نے کہا: ہماری رائے یہ ہے کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم محرم نہیں تھے' اور اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ١٨٤٦ میں گزر چکی ہے' مفصل شرح اب کی جا رہی ہے:

مکہ جنگ سے فتح ہوا تھا یا صلح سے' اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء

علامہ عمر بن علی ابن الملقن مالکی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا' اس میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے' یہ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور متقدمین اور متاخرین فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے اور صرف امام شافعی کا قول یہ ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے۔

اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ امام مالک اور فقہاء احناف کے نزدیک مال غنیمت لینے والے صرف مال غنیمت لینے سے اس کے

Marfat.com

مستقل مالک نہیں ہوتے اور سربراہ ملک کے لیے جائز ہے کہ کل مال غنیمت میں سے جس پر چاہے احسان کردے اور جس کو چاہے معاف کردے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے اہل مکہ پر احسان فرمایا اور ان کے تمام اموال کو معاف فرما دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۵۱۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۲ ص ۴۵۹ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

مکہ کو جنگ سے فتح کرنے کے متعلق احادیث اور مخالفین کی دلیل کا جواب

نیز علامہ عمر بن علی ابن ملقن مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جمہور کے قول کی حجت ہے جو کہتے ہیں کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے۔

امام ابوعبید نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی: پھر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے حتیٰ کہ مکہ میں داخل ہوئے پھر آپ نے حضرت الزبیر کو فوج کے میمنہ کا امیر بنایا اور حضرت خالد بن الولید کو فوج کے میسرہ کا امیر بنایا اور حضرت ابوعبیدہ کو پیادہ فوج کا امیر بنایا سو انہوں نے وادی کے نشیب کی طرف کوچ کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تو میں نے انصار کو نداء کی پھر جب کافی دیر ہوگئی تو آپ نے فرمایا: کیا تم قریش کے بدمعاشوں اور ان کے حامیوں کو دیکھ رہے ہو؟ پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: ان کو جڑ سے کاٹ کر رکھ دو پھر مجھ سے الصفا پر ملاقات کرنا حضرت ابو ہریرہ نے بتایا: پھر ہم گئے اور ہم میں سے جس نے بھی کسی کو قتل کرنا چاہا اس کو قتل کر دیا پھر حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: یا رسول اللہ! کیا قریش کے تمام جوانوں کے قتل کو مباح کر دیا گیا ہے؟ کیا آج کے بعد کوئی قرشی باقی نہیں رہے گا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے۔

عبداللہ بن عقبہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: سنو! کسی زخمی پر حملہ نہ کرنا جو پیٹھ موڑ کر بھاگ رہا ہو اس کا پیچھا نہ کرنا کسی قیدی کو قتل نہ کرنا اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ جنگ سے فتح کیا گیا اور جس نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے مکہ کو جنگ سے فتح نہیں کیا ان کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اہل مکہ کے تمام اموال کو غنیمت نہیں بنایا اور تمام اہل مکہ کو قیدی نہیں بنایا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اہل مکہ کی خصوصیت ہے اور شارع علیہ السلام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جس کو چاہیں کسی عام حکم سے خاص کر دیں۔ (کتاب الاموال لابی عبید: ۱۵۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۸ ص ۲۶۳-۲۶۲ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

نبی ﷺ کو سب و شتم کرنے والے کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے فقہاء مالکیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص شارع علیہ السلام کو بُرا کہے اس کو قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی کیونکہ وہ نبی ﷺ کو بُرا کہتا تھا اور آپ کی ہجو کرتا تھا اس کے علاوہ دوسرے بُرا کہنے والوں کو آپ نے معاف فرما دیا اور اس نے اپنے آپ کو کعبہ کے پردوں سے جو لٹکایا اس عمل نے اس کو نفع نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ مکہ کو جنگ سے فتح کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس پر حد واجب ہو اس پر مکہ میں حد قائم کی جائے گی اور یہ حدیث اس کے معارض نہیں ہے: جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۸۰)

کیونکہ نبی ﷺ نے چار کے سوا تمام اہل مکہ کو امان دی اور آپ نے فرمایا: ان سب کو قتل کر دو خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں سے لٹکا

Marfat.com

ہوا پاؤ۔ وہ چار یہ ہیں: عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور دو باندیاں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کے اشعار گاتی تھیں۔

حضرت عثمان نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی سفارش کی تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۲۶۸۳۔ ۴۳۵۹، سنن نسائی ج ۷ ص ۱۰۶۔ ۱۰۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۹۰۲، مسند ابویعلیٰ: ۷۵۷، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۵۹، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۰۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۲ ص ۴۶۰۔ ۴۵۹، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت خالد بن ولید کا مکہ میں قتال کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابن خطل وغیرہ کے قتل کو مباح قرار دینا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولید مکہ کے نشیب سے داخل ہوئے، تو بنو بکر اور بنو الحارث اور ہذیل اور احابیش سے کچھ لوگ حضرت خالد کے مقابلہ پر آ گئے اور انہوں نے حضرت خالد سے قتال کیا، پس حضرت خالد ان سے لڑے حتیٰ کہ ان کو شکست ہو گئی، بنو بکر کے بیس (۲۰) مرد مارے گئے اور ہذیل کے تین یا چار مرد مارے گئے، حتیٰ کہ وہ لوگ اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور ان میں سے کچھ لوگ پہاڑوں پر چڑھ گئے اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے چلا کر کہا: جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور لڑائی سے ہاتھ روک لیا اس کو امان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب چمکتی ہوئی تلوار کو دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے میں نے تو قتال سے منع کیا تھا، مسلمانوں نے کہا: ہمارا گمان ہے کہ حضرت خالد نے اپنے دفاع میں تلوار اُٹھائی ہے، جنگ کی ابتداء مشرکین کی طرف سے کی گئی تھی اور ان کے لیے لڑنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد سے پوچھا: تم نے قتال کیوں کیا حالانکہ میں نے تم کو قتال سے منع کیا تھا؟ حضرت خالد نے بتایا کہ انہوں نے قتال کی ابتداء کی تھی اور انہوں نے ہم پر ہتھیار اُٹھائے اور میں حتی الامکان اپنے ہاتھ کو روکتا رہا، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تقدیر بہتر ہے۔

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ اس دن کفار کے چوبیس (۲۴) مرد مارے گئے تھے، اور خصوصاً ہذیل کے چار مرد مارے گئے تھے، ایک قول یہ ہے کہ مجموعی طور پر تیرہ مرد مارے گئے تھے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ میں قتال کو حرام قرار دیا ہے۔ (الحدیث) آپ سے کہا گیا کہ یہ خالد بن ولید ہیں جو قتال کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: اے فلاں! اُٹھو اور خالد سے کہو کہ قتال سے ہاتھ اُٹھا لے، پھر ایک شخص حضرت خالد کے پاس گیا، اور ان سے کہا کہ اللہ کے نبی آپ سے فرماتے ہیں کہ جن پر تم قدرت پاؤ ان کو قتل کر دو، تو حضرت خالد نے ستر (۷۰) مردوں کو قتل کر دیا، پھر اس شخص نے حضرت خالد کے سامنے عذر پیش کیا تو حضرت خالد رک گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حکام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ صرف ان کو قتل کریں جو ان سے قتال کرے، تاہم آپ نے چند نفوس کا نام لے کر ان کے خون کو مباح قرار دیا تھا، اور وہ یہ ہیں: عبدالعزیٰ بن خطل، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، عکرمہ بن ابی جہل، الحویرث بن نقید، مقیس بن صبابہ، ھبار بن الاسود اور ابن خطل کی دو باندیاں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو گاتی تھیں، ان میں سے ایک کا نام سارہ تھا، یہ وہی تھی جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا مکتوب لے کر مشرکین کے پاس گئی تھی، پس رہے ابن ابی سرح تو یہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے، پھر فتح مکہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی سفارش کی تو آپ نے ان کا خون معاف کر دیا اور ان کا اسلام قبول کر لیا، اور رہے عکرمہ تو وہ یمن کی طرف بھاگ گئے تھے تو ان کی بیوی اُم حکیم بنت الحارث ان کے پیچھے گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے لیے امان حاصل کی اور رہا الحویرث تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں سخت ایذاء پہنچائی تھی، پس

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن اس کو قتل کر دیا اور رہا مقیس بن صبابہ تو وہ مسلمان ہو گیا تھا' پھر اس نے ایک انصاری پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا' اس انصاری نے ان کے بھائی ہشام کو خطاءً قتل کر دیا تھا' پس مقیس نے آ کر اپنے بھائی کی دیت وصول کی' پھر اس انصاری کو قتل کر دیا' پھر وہ مرتد ہو گیا' پھر اس کو نمیلہ بن عبدالمطلب نے فتح مکہ کے دن قتل کر دیا' اور رہے ھبار تو انہوں نے مسلمانوں کو شدید اذیت پہنچائی تھی اور حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے آ رہی تھیں تو انہوں نے ان کے اونٹ پر نیزہ مارا جس سے حضرت زینب گر گئیں اور وہ اسی مرض میں مبتلا رہ کر فوت ہو گئیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خون کو مباح قرار دیا' انہوں نے اس کے بعد اپنے اسلام کا اظہار کر دیا' آپ نے ان کا اسلام قبول کر کے ان کو معاف کر دیا' اور رہی وہ دو باندیاں تو ان کے نام فرتنیٰ اور قرینہ ہیں' ان میں سے ایک سے اسلام کو طلب کیا گیا تو وہ مسلمان ہو گئی اور دوسری کو قتل کر دیا گیا' اور رہی سارہ تو وہ مسلمان ہو گئی تھی اور حضرت عمر کے زمانۂ خلافت تک زندہ رہی اور الحمیدی نے کہا ہے: بلکہ اس کو قتل کر دیا گیا تھا اور ابو معشر نے ذکر کیا ہے کہ جن لوگوں کا خون مباح قرار دیا گیا ان میں الحارث بن طلاطیل الخزاعی بھی تھا' اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا' ہاں! امام ابن اسحاق کے علاوہ دیگر اصحابِ سیرت نے ذکر کیا ہے کہ فرتنیٰ اسلام لائی تھی اور قرینہ کو قتل کیا گیا تھا' الحاکم نے ذکر کیا ہے کہ جن کا خون مباح قرار دیا گیا تھا ان میں کعب بن زہیر بھی ہیں اور ان کا قصہ مشہور ہے' وہ اس کے بعد اسلام لائے تھے اور ان کی تحسین کی گئی تھی' اور وحشی بن حرب تھے' ان کا قصہ غزوۂ اُحد میں گزر چکا ہے' اور حضرت ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ تھی اور وہ مسلمان ہو گئی تھیں' اور ابن خطل کی باندی ارنب تھی' اس کو بھی قتل کر دیا گیا تھا' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اُم سعد کو بھی قتل کر دیا گیا تھا' سو یہ آٹھ مردوں اور چھ عورتوں کی تفصیل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریشِ مکہ کو قتل کرنے کا حکم دینا

امام احمد' امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوج کے دو بازوؤں میں سے ایک بازو کا حضرت خالد بن الولید کو امیر بنایا اور دوسرے بازو کا حضرت الزبیر کو امیر بنایا اور حضرت ابو عبیدہ کو پیادہ فوج کا امیر بنایا' یعنی جن کے پاس زرہ نہیں تھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میرے لیے انصار کو آواز دو' پس حضرت ابو ہریرہ نے آواز دی تو انصار آ گئے اور آپ کے گرد طواف کرنے لگے' آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم قریش کے بدمعاشوں اور ان کے حامیوں کو دیکھ رہے ہو؟ پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا' پھر فرمایا: ان کو کاٹ کر رکھ دو حتیٰ کہ تم مجھ سے الصفا پر ملاقات کرنا' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: پھر ہم گئے اور ہم ان میں سے جس کو بھی قتل کرنا چاہتے تھے اس کو قتل کر دیتے تھے' پھر حضرت ابو سفیان نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! کیا قریش کے تمام جوانوں کے قتل کو مباح کر دیا گیا ہے' کیا آج کے بعد کوئی قریش نہیں رہے گا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔ (الحدیث)

(مسند احمد: ۱۰۹۴۸' صحیح مسلم: ۱۷۸۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۷۳۔۴۷۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۹۸' صحیح ابن حبان: ۴۷٦۰' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۱۷' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۵٦۔۵۵' سنن ابوداؤد: ۳۰۲۴)

مکہ کے جنگ یا صلح سے فتح ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء اور جمہور کی دلیل پر مخالفین کے اعتراض کا جواب

ان احادیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ مکہ کو جنگ سے فتح کیا گیا ہے اور یہی اکثر فقہاء کا قول ہے' اور امام شافعی اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ مکہ صلح سے فتح کیا گیا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے' اور اس وجہ سے بھی کہ مکہ کے گھروں کی ان کے گھر والوں کی طرف نسبت کی گئی ہے (ورنہ ان کی نسبت

Marfat.com

فاتحین کی طرف کی جاتی) اور اس لیے بھی کہ فاتحین ان گھروں کے مالک نہیں ہوئے ورنہ ان گھروں سے ان کے رہنے والوں کو نکال دیا جاتا' اور اولین (جمہور فقہاء) کی دلیل یہ ہے کہ احادیث میں قتال کی تصریح ہے اور حضرت خالد بن الولید نے قتال کیا تھا اور صحیح بخاری میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے لیے ایک ساعت کے لیے مکہ میں قتال کو حلال کیا گیا اور آپ نے فرمایا: اس کے بعد قتال حلال نہیں ہے اور انہوں نے مکہ کے گھروں کو تقسیم نہ کرنے کا یہ جواب دیا کہ مکہ کے مکانوں کو فاتحین میں تقسیم نہ کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ مکہ جنگ سے فتح نہیں ہوا' کیونکہ بعض اوقات کسی شہر کو جنگ سے فتح کیا جاتا ہے اور اس شہر کی زمینوں کو اور مکانوں کو اس شہر والوں پر احسان کر کے ان کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے اور ان سے مالِ غنیمت کو بھی وصول نہیں کیا جاتا کیونکہ مفتوحہ زمین کو فاتحین پر تقسیم کرنا متفق علیہ نہیں ہے' بلکہ اس میں صحابہ اور ان کے بعد کے فقہاء تابعین کا اختلاف ثابت ہے اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں بہت سے شہر فتح کیے گئے اور ان شہروں کی اراضی اور مکانوں کو فاتحین میں تقسیم نہیں کیا گیا حالانکہ اس وقت اکثر صحابہ موجود تھے' علاوہ ازیں مکہ میں باقی شہروں کے علاوہ یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس میں افعالِ حج ادا کیے جاتے ہیں اور دور دراز سے مخلوق آ کر اس شہر میں عبادت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا ہے خواہ وہ اس شہر کا رہنے والا ہو یا باہر سے آنے والا مسافر ہو' اور حق یہ ہے کہ مکہ کو فتح کرنے کی صورت وہ تھی جو کسی شہر کو جنگ سے فتح کرنے کی صورت ہوتی ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۵۱-۳۴۹' مختصراً وملتقطاً ومخرجاً' دار المعرفة' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

"مغفر" کا معنی' ابن خطل کے قاتل کی تعیین اور جس ساعت میں مکہ میں قتال حلال کیا گیا تھا اس ساعت کی مقدار

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"المِغفَر" یہ ٹوپی کے برابر زرہ کی قسم ہے' جس کو ٹوپی کے نیچے پہنا جاتا ہے (اس کو اُردو میں خَود کہتے ہیں) یہ لوہے کا بنا ہوا ہوتا ہے۔

ابن خطل: اس کا نام عبداللہ بن خطل ہے' یہ پہلے مسلمان تھا' پھر مرتد ہو گیا' اس نے قتل ناحق کیا تھا اور اس کی دو باندیاں تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتی تھیں۔

اس کو قتل کر دو: سنن دار قطنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: تم میں سے جو بھی ابن خطل کو دیکھے وہ اس کو قتل کر دے۔ اس کے قاتل میں اختلاف ہے۔ امام ابن اسحاق نے وثوق سے کہا ہے کہ حضرت سعید بن حریث اور حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہما دونوں اس کو قتل کرنے میں شریک تھے اور الواقدی سے منقول ہے کہ اس کے قاتل حضرت شریک بن عبدۃ العجلانی تھے اور راجح یہ ہے کہ وہ حضرت ابو برزہ تھے۔

التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس کا قتل واجب ہو' اس کو حرم پناہ نہیں دیتا' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ابن خطل کا قتل اس ساعت پر ہوا تھا جس ساعت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس ساعت میں میرے لیے مکہ میں قتال کو مباح کر دیا گیا ہے اور اس ساعت کے بعد مکہ کی حرمت پھر لوٹ آئی ہے' اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ یہ ساعت فتح مکہ کے دن کی صبح سے عصر تک تھی' اس لیے علامہ ابن ملقن کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۷۷-۳۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٤٢٨٧- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّونَ وَثَلَاثُ مِائَةِ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ (الاسراء:٨١) ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ۝﴾ (السبا:٤٩) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبردی از ابن نجیح از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے' اس وقت بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے' آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جو آپ ان بتوں کو چبھو رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے: حق آ گیا اور باطل چلا گیا (الاسراء:٨١) حق غالب ہو گیا اور باطل سے ابتداء میں کچھ ہو سکا اور نہ انتہاء میں کچھ ہو سکے گا ۝ (السبا:٤٩)

اس حدیث کی مختصر شرح ٢٤٧٨ میں گزر چکی ہے۔

''نُصُب'' کے معنی کی تحقیق

''نُصُب'' جس چیز کو اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرنے کے لیے نصب کیا جائے' امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں صنم کا لفظ ہے' نُصُب بول کر وہ پتھر مراد لیے جاتے ہیں جن پر کفار بتوں کی خوشنودی اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے تھے' انصاب ان پتھروں کو بھی کہتے ہیں جن کو راستوں میں مسافت کی مقدار کی تعیین کے لیے نصب کیا جاتا ہے' یعنی سنگ میل۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس بت کے سامنے بھی جاتے' وہ سر کے بل گر جاتا حالانکہ شیطان نے اس بت کے پیر سیسہ کے ساتھ جما دیئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٧٧' دار الکتب العربیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٢٨٨- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الْآلِهَةُ فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ فَأُخْرِجَ صُورَةُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ فِي أَيْدِيهِمَا مِنَ الْأَزْلَامِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللهُ لَقَدْ عَلِمُوا مَا اسْتَقْسَمَا بِهَا قَطُّ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْبَيْتِ وَخَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ . وَقَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو آپ نے بیت اللہ میں اس حال میں داخل ہونے سے انکار کر دیا جب کہ اس میں بت موجود تھے' سو آپ کے حکم سے ان بتوں کو نکالا گیا' پس حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے مجسمے نکالے گئے' جن کے ہاتھوں میں فال کے تیر تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کو ہلاک کر دے' یہ خوب جانتے تھے کہ انہوں نے کبھی تیروں سے فال نہیں نکالی' پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور آپ نے بیت اللہ کے کونوں میں تکبیر پڑھی اور آپ بیت اللہ سے باہر نکل آئے اور آپ نے اس میں نماز نہیں پڑھی۔ عبد الصمد کی متابعت معمر نے کی ہے از ایوب اور وہیب نے کہا: ہمیں ایوب نے

Marfat.com

حدیث بیان کی از عکرمہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۹۸ میں گزر چکی ہے۔

کعبہ سے بتوں کو کس صحابی نے نکالا تھا؟ فال کے تیروں کی تحقیق اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کعبہ میں نماز پڑھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الالھۃ'' یعنی وہ بت تھے جن کا نام مشرکین نے الھۃ رکھا تھا۔

پس آپ کے حکم سے ان بتوں کو بیت اللہ سے نکال دیا گیا: اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان بتوں کو کس نے نکالا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا' وہ اس وقت وادی میں تھے کہ وہ کعبہ میں آ کر ہر صورت کو مٹا دیں' سو آپ اس وقت تک کعبہ میں داخل نہیں ہوئے حتیٰ کہ تمام صورتیں مٹا دی گئیں' ایک قول یہ ہے کہ جن صورتوں کو تیل سے بنایا گیا تھا ان صورتوں کو حضرت عمر نے مٹا دیا اور جو صورتیں منقش تھیں ان کو کعبہ سے نکال دیا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ کتاب الحج میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت اسامہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں ایک صورت دیکھی تو آپ نے پانی منگا کر اس صورت کو مٹا دیا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے کہ حضرت عمر کے مٹانے کے بعد جو صورتیں بچ گئی تھیں' آپ نے ان کو پانی سے مٹا ڈالا۔

''الازلام'' یہ زلم کی جمع ہے' یہ وہ تیر ہیں جن سے زمانۂ جاہلیت میں مشرکین قسمت کا حال معلوم کرتے تھے کہ وہ اچھی ہے یا بُری ہے یا وہ ان تیروں سے خیر اور شر کو معلوم کرتے تھے' ان تیروں میں سے کسی تیر پر لکھا ہوتا تھا: تم یہ کام کرو اور کسی تیر پر لکھا ہوتا تھا: تم یہ کام نہ کرو' کوئی شخص ان تیروں کو کسی برتن میں رکھ لیتا تھا اور جب وہ سفر کا ارادہ کرتا یا شادی کا ارادہ کرتا یا کسی بھی اہم کام کا ارادہ کرتا تو وہ کام کرنے سے پہلے ان تیروں میں سے کسی تیر کو نکالتا اور جس طرح اس تیر پر لکھا ہوتا اس کے مطابق عمل کرتا۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کبھی کسی تیر سے فال نہیں نکالی: علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ کسی تیر پر لکھا ہوتا تھا: مجھے میرے رب نے اس کام کا حکم دیا ہے اور کسی تیر پر لکھا ہوتا تھا: مجھے میرے رب نے اس کام سے منع کیا ہے' سو مشرکین اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لیے ان تیروں میں سے کسی تیر کو نکالتے تھے' انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویروں میں بھی ان کے ہاتھوں میں فال معلوم کرنے کے تیر بنائے تھے' حالانکہ انہوں نے کبھی تیر سے اپنی قسمت کا حال معلوم نہیں کیا۔

اور آپ نے بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھی: یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت میں صراحت ہے کہ آپ نے بیت اللہ میں نماز پڑھی ہے۔ (دیکھئے: صحیح البخاری: ۴۶۸) حضرت ابن عباس کی روایت میں نفی ہے اور حضرت بلال کی روایت میں اثبات ہے اور اثبات کی روایت نفی کی روایت پر مقدم اور راجح ہوتی ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا ہو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٥٠- بَابُ دُخُولِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ کی بلند جگہ سے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ مکہ کی کس جانب سے داخل ہوئے تھے' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو خوف الٰہی سے آپ کی مبارک ٹھوڑی اپنی سواری کے پالان پر تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٧٩-٣٧٨)

٤٢٨٩- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ قَالَ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ مُرْدِفًا اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَّمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتّٰى اَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَمَكَثَ فِيهِ نَهَارًا طَوِيلًا ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَّرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَاَلَهُ اَيْنَ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ لَهُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِي صَلّٰى فِيهِ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَنَسِيتُ اَنْ اَسْاَلَهُ كَمْ صَلّٰى مِنْ سَجْدَةٍ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی بلند جانب سے آئے' آپ نے اپنی سواری پر اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھایا ہوا تھا اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بن طلحہ تھے جو کعبہ کے دربانوں میں سے تھے' حتیٰ کہ آپ نے مسجد (کے قرب) میں اپنا اونٹ بٹھایا' پھر آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ کو حکم دیا کہ وہ کعبہ کی چابیاں لائیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت اُسامہ بن زید' حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ تھے' آپ نے بیت اللہ میں طویل دن گزارا' پھر آپ بیت اللہ سے نکلے' پھر لوگوں نے بیت اللہ میں داخل ہونے میں (ایک دوسرے پر) سبقت کی' پس حضرت عبداللہ بن عمر سب سے پہلے بیت اللہ میں داخل ہوئے' انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے کے پیچھے کھڑے ہوئے پایا' سو ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ تو انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی' حضرت عبداللہ نے کہا: میں حضرت بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعات نماز پڑھی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٧ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٩٠- حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ الَّتِي بِاَعْلٰى مَكَّةَ تَابَعَهُ اَبُو اُسَامَةَ وَوُهَيْبٌ فِي كَدَاءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الہیثم بن خارجہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے مکہ میں داخل ہوئے جو مکہ کی بلند جانب ہے۔ لفظ کداء کی روایت میں حفص بن

میسرہ کی متابعت اُسامہ اور وہیب نے کی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۷۷ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٩١- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۷۷ میں گزر چکی ہے۔

٥١- بَابُ مَنْزِلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ

فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کی قیام گاہ

اس باب میں فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کی قیام گاہ کا بیان کیا گیا ہے۔

٤٢٩٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ فَإِنَّهَا ذَكَرَتْ أَنَّهُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ قَالَتْ لَمْ أَرَهُ صَلَّى صَلَاةً أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابن ابی لیلیٰ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم ہانی ء کے سوا ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے' صرف حضرت اُم ھانی ء نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں غسل کیا' پھر آپ نے آٹھ رکعات نماز پڑھی' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس سے پہلے آپ کو اتنی خفیف نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' تاہم آپ پورا پورا رکوع اور سجود کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۰۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا کتاب الحج کی ایک حدیث سے تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن حضرت اُم ھانی ء کے گھر میں غسل کیا اور وہاں چاشت کی نماز پڑھی' حالانکہ اس سے پہلے کتاب الحج میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ کی قیام گاہ خیف بنوکنانہ میں تھی' وہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں داخل ہونے کے ارادہ کیا تو فرمایا: کل ان شاء اللہ ہماری قیام گاہ خیف بنوکنانہ میں ہوگی جہاں کفار قریش نے کفر کی حمایت پر قسمیں کھائی تھیں۔

(صحیح البخاری: ۱۵۹۸' صحیح مسلم: ۱۳۱۴' سنن ابوداؤد: ۲۰۱۱)

نیز دوسری حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منیٰ میں یوم النحر کے اگلے دن فرمایا: ہم کل خیف بنوکنانہ میں قیام کریں گے جہاں کفار قریش نے کفر کی حمایت پر قسمیں کھائیں' ان سے آپ کی مراد وادیٔ محصب تھی' اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش اور

Marfat.com

کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے خلاف قسمیں کھائی تھیں کہ وہ ان سے اس وقت تک نکاح کریں گے نہ خرید و فروخت کریں گے جب تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے نہ کر دیں۔ (صحیح البخاری: ۱۵۹۹، سنن ابوداؤد: ۲۰۲۳، سنن نسائی: ۲۹۰۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۴)

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اُم ہانیء کے گھر صرف غسل کیا تھا ورنہ آپ کی قیام گاہ وادیٔ محصب میں ہی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۸۰، موضحاً ومخرجاً، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٥٢- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ بات گزشتہ ابواب سے منفصل ہے۔

٤٢٩٣- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: آپ اپنے رکوع اور سجود میں پڑھتے تھے: تو پاک ہے اے اللہ! ہمارے رب! اور تیری حمد کے ساتھ (ہم دعا کرتے ہیں:) اے اللہ! مجھے بخش دے!

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۹۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع اور سجود میں یہ دعا کرنی چاہیے۔ (احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام ج ۱ ص ۲۱۵)

امام مالک کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۱۴۹)

علامہ ابن الملقن کہتے ہیں: شاید امام مالک کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۴۴، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہاں پر اس حدیث کی اختصار سے روایت کی اور کتاب التفسیر میں اس کی تفصیل سے روایت کی ہے وہ روایت درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سورۃ ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝'' نازل ہوئی تو اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی نماز پڑھتے تو یہ دعا کرتے: ''سبحانك اللّٰهم ربنا وبحمدك اللّٰهم اغفرلی''۔

(صحیح البخاری: ۴۹۶۷، سنن ابوداؤد: ۸۷۷، سنن ابن ماجہ: ۸۸۹، مسند احمد ج ۶ ص ۴۹)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ (النصر: ۳)

آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھیے اور اس سے مغفرت طلب کیجیے۔

تو آپ اس حکم پر عمل کرنے کے لیے نماز کے رکوع اور سجود میں یہ دعا پڑھتے تھے: ''سبحانك اللّٰهم ربنا وبحمدك اللّٰهم اغفرلی''۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۸۱-۳۸۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٢٩٤- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِيْ مَعَ اَشْيَاخِ بَدْرٍ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ

بَعْضُهُمْ . لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا الْفَتٰى مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِّثْلُهُ فَقَالَ اِنَّهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ . قَالَ فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَّدَعَانِي مَعَهُمْ قَالَ وَمَا رُئِيْتُهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّيْ فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○﴾ (النصر: ١-٢) حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اُمِرْنَا اَنْ نَّحْمَدَ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ اِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا . وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نَدْرِيْ وَلَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا فَقَالَ لِيْ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اَكَذَاكَ تَقُوْلُ قُلْتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اللّٰهُ لَهُ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ فَتْحُ مَكَّةَ فَذَاكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ○﴾ (النصر: ٣) قَالَ عُمَرُ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ .

حضرت عمر مجھے غزوۂ بدر کے بزرگوں کے ساتھ داخل کرتے تھے تو ان میں سے بعض نے کہا: آپ اس لڑکے کو ہمارے ساتھ کیوں داخل کرتے ہیں' حالانکہ اس جیسے تو ہمارے بیٹے ہیں' حضرت عمر نے کہا: یہ ان ہی میں سے ہے جن کو آپ لوگ جانتے ہیں' پھر ایک دن حضرت عمر نے ان کو بھی بلایا اور مجھے بھی ان کے ساتھ بلایا' حضرت ابن عباس نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ مجھے صرف اس لیے بلایا تھا کہ ان کو مجھے دکھائیں' پھر حضرت عمر نے ان سے پوچھا' آپ اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتے ہیں: جب اللہ کی مدد اور (اس کی) فتح آ جائے○ اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو جائیں○ (الفتح: ۲-۱) حتیٰ کہ حضرت عمر نے سورت ختم کی' ان بزرگوں میں سے کسی نے کہا: ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد کی جائے اور ہم کو فتح عطاء کی جائے تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں اور کسی نے کہا: ہم نہیں جانتے اور کسی نے کچھ بھی نہیں کہا' پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا: اے ابن عباس! کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے کہا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی مدت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی ہے کہ جب آپ کے پاس اللہ کی مدد اور اس کی فتح آ جائے اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے تو یہ آپ کی زندگی پوری ہونے کی علامت ہے' سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیں اور اس سے مغفرت طلب کریں' بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے' حضرت عمر نے کہا: میں اس آیت کی تفسیر میں اتنا ہی جانتا ہوں جتنا تم جانتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۷ میں تفصیل سے گزر چکی اور مختصر شرح اب کی جا رہی ہے۔

علم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی برتری

بدر کے شیوخ کے ساتھ: اس سے مراد وہ معمر صحابہ ہیں جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

بعض بزرگ صحابہ نے کہا: اس سے مراد حضرت عبد الرحمان بن عوف ہیں' اور انہوں نے یہ حضرت ابن عباس سے حسد کی وجہ سے نہیں کہا تھا' بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ حضرت ابن عباس کی عمر کے ان کے بیٹے تھے' گویا انہوں نے اظہار حقیقت کے طور پر کہا تھا۔

تاکہ انہیں مجھے دکھائیں: یعنی شیوخ بدر کو میری فضیلت دکھائیں۔

Marfat.com

میں اس آیت کی تفسیر میں اتنا ہی جانتا ہوں جتنا تم جانتے ہو: حضرت عمر کے اس قول سے حضرت ابن عباس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۸۲۔۳۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن الملقن نے بھی اس حدیث کی اسی طرح شرح کی ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۴۵ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

٤٢٩٥- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ شُرَحْبِيلٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ إِنَّهُ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ . إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرًا فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَاذَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْخَرْبَةُ الْبَلِيَّةُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن شرحبیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از المقبر ی از ابی شریح العدوی انہوں نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ پر حملہ کرنے کے لیے فوج روانہ کر رہا تھا کہ اے امیر! مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو وہ حدیث سناؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ سے اگلے دن فرمائی تھی اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا اور میری دونوں آنکھوں نے دیکھا جب آپ یہ فرما رہے تھے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فرمایا: بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے اور اس کو لوگوں نے حرم قرار نہیں دیا سو جو شخص بھی اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے لیے مکہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز ہے اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کرنے سے مکہ میں قتال کرنے کی اجازت پر استدلال کرے تو تم اس سے یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکہ میں قتال کرنے کی اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی ہے اور مجھے بھی دن کی صرف ایک ساعت کے لیے اجازت دی تھی اور آج اس کی حرمت کل کی طرح لوٹ آئی ہے اور چاہیے کہ حاضر غائب کو یہ حدیث پہنچا دے پھر ابو شریح سے پوچھا گیا: پھر عمرو بن سعید نے آپ سے کیا کہا؟ انہوں نے بتایا کہ اس نے کہا: اے ابو شریح! میں اس مسئلہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں حرم کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ اس کو جو قتل کر کے (قصاص سے) بھاگا ہو نہ اس کو جو چوری کر کے بھاگا ہو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

عمرو بن سعید اور حضرت عبداللہ بن الزبیر کا تذکرہ

عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ القرشی الاموی' یہ صحابی نہیں تھا نہ خیار تابعین میں سے تھا' اس کے والد کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے' یہ مدینہ کا گورنر تھا' اس نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر مکہ میں حملہ کیا تھا' پھر عبدالملک بن مروان کے حکم سے ان کو

Marfat.com

شہید کر دیا گیا تھا' ان کو ستر (۷۰) ہجری میں شہید کیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۸۲)

٤٢٩٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس وقت آپ مکہ میں تھے' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خمر (انگور کی شراب) کی خرید و فروخت کو حرام فرما دیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۳۶ میں گزر چکی ہے۔

٥٣- بَابُ مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ زَمَنَ الْفَتْحِ

فتح مکہ کے زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں قیام کی مدت

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں قیام کی مدت بیان کی گئی ہے۔

٤٢٩٧- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ (ح) وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرًا نَقْصُرُ الصَّلٰوةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی اسحاق از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں دس دن قیام کیا اور ہم نمازوں کو قصر کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٩٨- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اُنیس دن ٹھہرے' آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٩٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ تِسْعَ عَشْرَةَ نَقْصُرُ الصَّلٰوةَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَنَحْنُ نَقْصُرُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ فَإِذَا زِدْنَا أَتْمَمْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از عاصم از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُنیس دن تک قیام کی مدت میں قصر کرتے تھے اور اگر اس سے زیادہ قیام کرتے تو پھر پوری نماز پڑھتے تھے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۰ میں گزر چکی ہے۔

٥٤- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٤٣٠٠- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ عَامَ الْفَتْحِ ـ

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعَیر نے خبر دی اور نبی ﷺ نے فتح مکہ کے سال ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

[طرف الحدیث: ٦٣٥٦] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یونس: وہ ابن یزید ایلی ہیں (۲) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۳) حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعَیر' یہ بنو زہرہ کے حلیف ہیں' ثعلبہ کو ابن صُعَیر بھی کہا جاتا ہے' ثعلبہ اور ان کے بیٹے دونوں صحابی ہیں اور عبداللہ کی کنیت ابو محمد ہے' وہ ہجرت سے چار سال پہلے پیدا ہوئے تھے' اور نواسی (۸۹) ھ میں فوت ہوئے' جب ان کی عمر ترانوے (۹۳) سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ یہ ہجرت کے بعد پیدا ہوئے اور جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر چار سال تھی' فتح مکہ کے زمانہ میں ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے ان کے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرا' امام الدار قطنی نے کہا: ثعلبہ اور ان کے بیٹے دونوں صحابی ہیں' اور ابن شہاب الزہری نے دونوں سے حدیث روایت کی ہے۔

نبی ﷺ نے فتح مکہ کے سال ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا: علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اگر اس عبداللہ کو نبی ﷺ کا ہاتھ پھیرنا یاد ہے تو پھر وہ صحابی ہیں اور اگر ان کو یہ یاد نہیں رہا' تب بھی یہ ان کی فضیلت ہے اور وہ تابعین کے طبقہ اولیٰ میں سے ہیں۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ علامہ ابن التین کا غریب قول ہے اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت عبداللہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٠١- حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سُنَيْنٍ اَبِي جَمِيلَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا وَنَحْنُ مَعَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ وَزَعَمَ اَبُو جَمِيلَةَ اَنَّهُ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ مَعَهُ عَامَ الْفَتْحِ ـ (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از سُنَین ابی جمیلہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں انہوں نے خبر دی اور ہم ابن المسیب کے ساتھ تھے اور ابو جمیلہ کا زعم یہ ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو پایا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ کے سال نکلے۔

سُنَین ابی جمیلہ کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث کی الزہری نے سُنَین ابی جمیلہ سے روایت کی ہے' عنقریب امام بخاری کی تعلیق میں آئے گا کہ ان کو بچپن میں راستہ سے اُٹھالیا گیا تھا' یہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی تحسین کی اور حضرت عمر نے ان کا خرچ اُٹھایا۔ (بلکہ صحیح البخاری: ۲۶۶۲ سے پہلے یہ تعلیق گزر چکی ہے۔)

Marfat.com

امام مالک نے اپنی موطأ میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عمر نے ان کی وَلاء ان کے لیے کردی۔ (الموطأ ص ۴۷۰)
اور یہ ضمری ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ سلمی ہیں' متعدد ماہرین رجال نے ان کا صحابہ میں شمار کیا ہے' ابن مندہ اور ابن حبان بھی ان میں سے ہیں۔ (کتاب الثقات ج ۳ص ۱۷۹)
رہے ابن المنذر تو انہوں نے کہا: ابوجمیلہ مجہول شخص ہے' امام بیہقی نے کہا: امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔
(کتاب الام ج ۴ص ۵۶' معرفۃ السنن والآثار ج ۹ص ۹۱)
نیز امام شافعی نے کتاب الولاء میں لکھا ہے: اگر ان کے لیے وَلاء ثابت ہو تو اس کا معنی ہے: حضرت عمر نے ان کی پرورش اور ان کی حفاظت کا خرچ اُٹھایا اور وَلاء کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے۔
(علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ابوجمیلہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں حج کیا تھا' ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ ان سے الزہری نے اور زید بن اسلم نے حدیث روایت کی ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ص ۳۲۰)
(علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۴۵۳۔ ۴۵۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت ابوجمیلہ کے صحابی ہونے پر محدثین کی تصریحات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
ابوجمیلہ کا زعم یہ ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا اور وہ آپ کے ساتھ فتح مکہ کے سال نکلے:
جمہور اصولیین کا یہ مؤقف ہے کہ جو شخص نیک ہو اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاصر ہو اور وہ کہے کہ میں صحابی ہوں تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت ابوجمیلہ رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا۔
(فتح الباری ج ۵ص ۳۵۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۳۰۲- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ قَالَ قَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ أَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْأَلَهُ؟ قَالَ فَلَقِيتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا لِلنَّاسِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُونَ يَزْعُمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَهُ أَوْحٰى إِلَيْهِ أَوْ أَوْحَى اللّٰهُ بِكَذَا فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذٰلِكَ الْكَلَامَ وَكَأَنَّمَا يُغْرٰى فِي صَدْرِي وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُولُونَ اتْرُكُوهُ وَقَوْمَهُ فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ أَهْلِ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابوقلابہ از حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایوب نے بتایا کہ مجھ سے ابوقلابہ نے کہا: تم حضرت عمرو بن سلمہ سے مل کر سوال کیوں نہیں کرتے' سو میں ان سے ملا اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا: ہم اس پانی کے تالاب کے پاس تھے جو لوگوں کی گزرگاہ پر واقع تھا' ہمارے پاس سے سوار گزرتے تھے' ہم ان سے پوچھتے: لوگوں کی کیا رائے ہے اور اس شخص کے متعلق کیا رائے ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ شخص یہ کہتا ہے کہ اس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے یا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس اس طرح

Marfat.com

قَوْمٍ بِاِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ اَبِیْ قَوْمِیْ بِاِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا فَقَالَ : صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِیْ حِيْنِ كَذَا وَصَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِیْ حِيْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْثَرُكُمْ قُرْاٰنًا فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَكْثَرَ قُرْاٰنًا مِّنِّیْ لِمَا كُنْتُ اَتَلَقّٰی مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّمُوْنِیْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَاَنَا ابْنُ سِتٍّ اَوْ سَبْعِ سِنِيْنَ وَكَانَتْ عَلَیَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ اِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّیْ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْحَيِّ اَلَا تُغَطُّوْا عَنَّا اسْتَ قَارِئِكُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوْا لِیْ قَمِيْصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَیْءٍ فَرَحِیْ بِذٰلِكَ الْقَمِيْصِ .

(سنن ابوداؤد: ۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷)

وحی کی ہے سو میں اس کلام کو یاد کر لیتا' اور وہ کلام میرے سینہ میں جم جاتا تھا اور عرب کے رہنے والوں نے اپنے اسلام لانے کو فتح مکہ پر موقوف کر دیا تھا' وہ یہ کہتے تھے کہ ان کو اور ان کی قوم کو چھوڑ دو' اگر وہ ان پر غالب ہو گئے تو وہ سچے نبی ہیں' پس جب مکہ فتح ہونے کا واقع ہوا تو ہر قبیلہ نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی اور میرے قبیلہ سے میرے والد نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی' پس جب وہ (اسلام لا کر) واپس آئے تو انہوں نے کہا: میں تمہارے پاس آیا ہوں اور اللہ کی قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آیا ہوں' آپ نے فرمایا: تم فلاں فلاں وقت میں فلاں فلاں نماز پڑھا کرو' سو جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور تم میں سے جس آدمی کو سب سے زیادہ قرآن مجید یاد ہو وہ نماز پڑھائے' پس لوگوں نے تفتیش کی تو مجھ سے زیادہ کسی شخص کو قرآن مجید یاد نہیں تھا' کیونکہ میں گزرنے والے سواروں سے سن کر قرآن مجید یاد کرتا رہتا تھا تو انہوں نے (نماز میں) مجھ کو آگے کر دیا اور میں اس وقت چھ یا سات سال کا تھا اور میں نے چھوٹی چادر کا تہبند باندھا ہوا تھا' جب میں سجدہ میں جاتا تو وہ تہبند سمٹ کر اوپر چڑھ جاتا تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: تم اپنے قاری کی مقعد ہم سے کیوں نہیں چھپاتے! تو لوگوں نے میرے لیے قمیص خریدی تو میں کسی چیز سے اتنا خوش نہیں ہوا تھا جتنا اس قمیص سے خوش ہوا۔

حضرت عمرو بن سلمہ کی حدیث امام بخاری کی منفرد روایات میں سے ہے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی صرف یہی ایک حدیث روایت کی ہے۔

اور تم میں سے جس کو سب سے زیادہ قرآن مجید یاد ہو وہ نماز پڑھائے: اس حدیث کو ترجیح دی گئی ہے' اور ابوقلابہ کی ایک اور حدیث میں ہے: تم میں سے جو شخص عمر میں سب سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے' یعنی خواہ وہ قرآن مجید کے حفظ میں سب کے برابر ہو' اور اس حدیث میں قراءت کی ترجیح ہے خواہ عمر میں برابر ہو۔

اس حدیث میں امام شافعی کی دلیل ہے کہ فرائض میں نابالغ لڑکے کی امامت درست ہے۔ (کتاب الام للشافعی ج ۱ ص ۱۶۷)

امام مالک کے نزدیک فرائض میں نابالغ لڑکے کی امامت جائز نہیں ہے۔ (النوادر ج ۱ ص ۲۸۵)

امام مالک نے کہا: یہ اسلام کی ابتداء کا واقعہ ہے' اور شارع علیہ السلام تک یہ واقعہ نہیں پہنچا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۴۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

فرض نماز میں نابالغ کی امامت کے جواز پر امام شافعی اور غیر مقلدین کے دلائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمرو بن سلمہ نے کہا: پھر میں جس مجمع میں ہوتا تو اس نماز کی امامت میں ہی کراتا تھا۔

اس حدیث میں امام شافعی کی دلیل ہے کہ جو نابالغ لڑکا سمجھ دار ہو وہ فرائض میں امامت کرا سکتا ہے' اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے۔

جس نے یہ کہا کہ ان صحابہ نے اپنے اجتہاد سے نابالغ لڑکے کی امامت میں نماز پڑھی تھی' اور یہ کہ نبی ﷺ ان کے اجتہاد پر مطلع نہیں ہوئے تھے' اس نے انصاف سے کام نہیں لیا' کیونکہ یہ نفی کی گواہی دینا ہے' اور اس لیے کہ یہ نزولِ وحی کا زمانہ تھا' اگر ان کا یہ فعل ناجائز ہوتا تو اس کی ممانعت میں وحی نازل ہو جاتی' جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے اس سے استدلال کیا کہ ہم نبی ﷺ کے زمانہ میں عزل کرتے تھے' اگر عزل ممنوع ہوتا تو اس کی ممانعت میں قرآن نازل ہو جاتا' کیونکہ یہ نزولِ قرآن کا زمانہ تھا اور اس زمانہ میں کسی ممنوع فعل کو مقرر رکھنا جائز نہیں تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۶۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بغیر حوالہ دیئے فتح الباری کی یہ عبارت من وعن نقل کر دی ہے۔ (عون الباری ج ۵ ص ۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

دوسرے غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد میواتی اس حدیث کی اُردو شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے اہل حدیث اور شافعیہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکے کی امامت درست ہے جب کہ وہ تمیز دار ہو' فرائض اور نوافل سب میں اور اس میں حنفیہ نے خلاف کیا ہے' فرائض میں امامت جائز نہیں رکھی۔ (وحیدی)

(اُردو ترجمہ وشرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۵۳۷' مکتبہ قدوسیہ' لاہور' ۲۰۰۴ء)

فرض نماز میں نابالغ کی امامت کے عدمِ جواز پر مصنف کے دلائل

اس مسئلہ کی مفصل تحقیق ہم نے نعمۃ الباری ج ۲ ص ۵۷۹-۵۷۸ میں کی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ:

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی متوفی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

سمجھ دار نابالغ لڑکے کا فرائض میں بالغوں کی امامت کرنا صحیح نہیں ہے' اور نوافل میں امامت کرنا صحیح ہے۔

(الاقناع ج ۱ ص ۵۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نابالغ لڑکے کی اقتداء میں فرض پڑھنا صحیح نہیں ہے' امام احمد کا بھی یہی قول ہے' داؤد نے کہا کہ نوافل میں نابالغ کی امامت کے متعلق امام ابوحنیفہ سے دو روایتیں ہیں' امام احمد نے بھی کہا ہے کہ اس کی اقتداء میں نفل جائز نہیں ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو وہ امامت نہ کرائے' اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ اگر نابالغ لڑکے کو تراویح میں امام بنا دیا جائے تو حرج نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا ہے کہ نابالغ لڑکے کو امام نہ بنایا جائے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۳۸۵۶)

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنایا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۸۵۹)

میں کہتا ہوں کہ شوافع اور غیر مقلدین کا حضرت عمرو بن سلمہ کی حدیث سے استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں تو یہ بھی تصریح ہے کہ سجدہ میں ان کی مقعد سے چادر اوپر کمر پر آ جاتی تھی اور نماز میں ان کی مقعد برہنہ ہو جاتی تھی تو کیا ان کے نزدیک شرم گاہ کو چھپانا بھی فرض نہیں ہے۔ نواب صدیق حسن نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ اس وقت تک ان کو یہ علم نہیں تھا کہ نماز میں شرم گاہ کو چھپانا فرض ہے۔ (عون الباری ج ۵ ص ۲۲۰) میں کہتا ہوں: اسی طرح ان کو اس وقت علم نہیں تھا کہ نابالغ کی امامت جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ابتدائی دور تھا۔

فقہاء احناف کی قوی ترین دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے' اے اللہ! ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما! (سنن ترمذی: ۲۰۷' دارالمعرفۃ' بیروت' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو ضامن قرار دیا ہے' یعنی امام کی نماز کے ضمن میں مقتدی کی نماز ہوتی ہے اور اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ ہوتا ہے اور ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ نہیں ہوتا اور فرائض اعلیٰ ہیں اور نوافل ادنیٰ ہیں' لہٰذا فرائض نوافل کو متضمن ہوں گے اور نوافل فرائض کو متضمن نہیں ہوں گے' سو بالغوں کی اقتداء میں نابالغوں کی نماز ہو جائے گی اور نابالغوں کی اقتداء میں بالغوں کی نماز نہیں ہوگی' کیونکہ نابالغ مکلف نہیں ہیں' ان کی عبادت نفل ہے اور بالغ مکلف ہیں' ان پر نمازیں فرض ہیں اور نفل فرض کو متضمن نہیں ہوتا' اس لیے نابالغ کی اقتداء میں بالغ کی فرض نماز ادا نہیں ہوگی اور حضرت عمرو بن سلمہ جب بالغوں کی امامت کر رہے تھے' وہ ابتداء کا زمانہ تھا' اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ امام ضامن ہوتا ہے' اس لیے اس وقت ان کی امامت پر اعتراض نہیں تھا لیکن جب آپ نے فرمایا: امام ضامن ہے' تو اب نابالغ کی اقتداء میں بالغ کے فرائض ادا نہیں ہوں گے۔
والحمد للہ رب العلمین

اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد کا یہی مؤقف ہے' صرف امام شافعی اور غیر مقلدین منفرد ہیں۔

۴۳۰۳- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدٍ اَنْ يَّقْبِضَ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ وَقَالَ عُتْبَةُ اِنَّهُ ابْنِيْ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فِي الْفَتْحِ اَخَذَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ فَاَقْبَلَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَقْبَلَ مَعَهٗ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ هٰذَا ابْنُ اَخِيْ عَهِدَ اِلَيَّ اَنَّهُ ابْنُهٗ قَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ زمعہ کی باندی کے بیٹے پر قبضہ کر لیں اور عتبہ نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے' سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کو لے لیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور ان کے ساتھ عبد بن زمعہ بھی آئے' پس حضرت سعد بن ابی وقاص نے

Marfat.com

وَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَخِیْ هٰذَا ابْنُ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى ابْنِ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ فَاِذَا اَشْبَهُ النَّاسِ بِعُتْبَةَ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ هُوَ اَخُوْكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبِیْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ لِمَا رَاٰی مِنْ شَبَهِ عُتْبَةَ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ . وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يَصِيْحُ بِذٰلِكَ .

کہا: یہ میرا بھتیجا ہے (میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے) یہ وصیت کی تھی کہ یہ ان کا بیٹا ہے اور عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے اور زمعہ کی باندی کا بیٹا ہے اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کی طرف دیکھا تو وہ تمام لوگوں سے زیادہ عتبہ بن ابی وقاص کے مشابہ تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے اور تمہارا بھائی ہے کیونکہ یہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت سودہ بنت زمعہ سے فرمایا:) اے سودہ! تم اس سے حجاب میں رہا کرو کیونکہ آپ نے اس میں عتبہ بن ابی وقاص کی مشابہت دیکھی تھی' ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں' اور ابن شہاب نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ اس حدیث کا اعلان کر کے سناتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں گزر چکی ہے' مختصر شرح یہاں بیان کی جا رہی ہے:

زمعہ کے وارث عبد ہوئے نہ کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور دیگر مسائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں: ابن شہاب زہری نے کہا: حضرت ابوہریرہ چیخ کر اس حدیث کا اعلان کرتے تھے۔ صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں اس کی تفصیل ہے۔

وہ تمہارا ہے' وہ تمہارا بھائی ہے' اے عبد بن زمعہ!: کیونکہ وہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا تھا' اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ عبد بن زمعہ اس کے غلام ہونے کی وجہ سے اس کے مالک ہو گئے تھے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اپنے باپ کے بستر پر پیدا ہونے کی وجہ سے اس کے نسب کا استلحاق نہیں کیا جا سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ عبد بن زمعہ کے متعلق مشہور ہو کہ ان کے باپ نے عتبہ کی باندی سے وطی کی ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عبد بن زمعہ' زمعہ کے تنہا وارث ہوں اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ان کی وارث نہ ہوں' کیونکہ وہ مسلمان تھیں اور زمعہ کافر تھا اور عبد بن زمعہ اس کے وارث ہوئے کیونکہ زمعہ کی موت کے وقت وہ بھی کافر تھے' اس کا ذکر علامہ ابن التین نے کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۵۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

زانی کے لیے پتھر ہیں' اس کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ وہ نسب سے محروم ہو گا' دوسرا یہ کہ اس کو پتھروں سے سنگسار کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اصول یہ ہے کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصول کے مطابق فیصلہ کیا' آپ نے عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ کیا جو کافر تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے حق میں فیصلہ نہیں کیا جو صحابی تھے اور قدیم مسلمان تھے' سو آپ نے اصول کی رعایت کی اور صحابی ہونے کی رعایت نہیں کی۔

٤٣٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ امْرَاَةً سَرَقَتْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَفَزِعَ قَوْمُهَا اِلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُوْنَهُ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا كَلَّمَهُ اُسَامَةُ فِيْهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُكَلِّمُنِيْ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ؟ قَالَ اُسَامَةُ اِسْتَغْفِرْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ . فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ وَتَزَوَّجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَاْتِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاَرْفَعُ حَاجَتَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں غزوۂ فتح مکہ کے دوران ایک عورت نے چوری کی تو اس کے قبیلہ کے لوگ بھاگ کر حضرت اسامہ بن زید کے پاس آئے' وہ ان سے سفارش طلب کرتے تھے' عروہ نے بیان کیا کہ جب اس کے متعلق حضرت اسامہ نے سفارش کی تو رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے متعلق مجھ سے سفارش کر رہے ہو! حضرت اسامہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے لیے مغفرت طلب کیجئے! پھر دن ڈھلے رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق حمد و ثناء کی' پھر حمد و ثناء کے بعد فرمایا: تم سے پہلی اُمتیں اس لیے ہلاک ہو گئی تھیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی پس ماندہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس پر حد جاری کرتے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا' پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا' سو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا' پھر اس عورت نے اس کے بعد بہت اچھی توبہ کی اور اس نے شادی کر لی' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر اس واقعہ کے بعد وہ عورت ان کے پاس آتی تھی' پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کی ضرورتوں کو پیش کرتی تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۶۴۸ میں ہے اور مختصر شرح یہاں پیش کی جا رہی ہے:

چوری کرنے والی عورت کا نام' نسب اور اس کے دیگر اعزہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس چوری کرنے والی عورت کا نام ہے: فاطمہ بنت الاسود بن عبدالاسود' یہ عبداللہ بن عبدالاسود کی بھتیجی ہے' اس کے عم زاد الاسود بن سفیان بن عبدالاسد ہیں' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ (الاستیعاب: ۴۸- ج ۱ ص ۱۸۳)

ان کے بھائی ... بن سفیان غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تھے' الزبیر نے کہا ہے کہ اس کے رشتہ کے بھائی جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے اور دوسروں نے کہا ہے کہ وہ اجنادین میں شہید ہوئے تھے۔

Marfat.com

الزبیر نے کہا ہے کہ عمر بن ابی سفیان نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عبداللہ بن سفیان اوران کے بھائی حبشہ کے مہاجرین میں سے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۵۵-۴۵۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر موقع پر اصول کے پرچم کو بلند رکھنا

میں کہتا ہوں کہ حضرت اسامہ بن زید' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے اور محبوب صحابی تھے' لیکن اصول یہ تھا کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے' اس لیے آپ نے اپنے لاڈلے صحابی کی رعایت نہیں کی اور اصول کے مطابق فاطمہ بنت اسود کا ہاتھ کاٹ دیا' آپ سے یہ ہو سکتا تھا کہ آپ اپنے لاڈلے صحابی کی سفارش رد کر دیں اور یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ اصول کے جھنڈے کو سرنگوں کر دیں' اس وجہ سے آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ایسے قدیم الاسلام صحابی کے مقابلہ میں عبد بن زمعہ کافر کے حق میں فیصلہ کر کے اصول کے پرچم کو بلند رکھا' ایک دفعہ حضرت ابوبکر آپ کی بائیں جانب تھے اور ایک لڑکا دائیں جانب تھا' آپ اپنا بچا ہوا دودھ اس کو دینے لگے تو حضرت عمر نے توجہ دلائی' حضور یہ ابوبکر بیٹھے ہیں' آپ نے فرمایا: دائیں طرف سے' پھر دائیں طرف سے اور اس لڑکے کو دودھ عطاء فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۲۳۵۲' صحیح مسلم: ۲۰۲۹' سنن ابوداؤد: ۳۷۲۶) آپ سے یہ ہو سکتا تھا کہ حضرت عمر کی سفارش کو رد کر دیں اور حضرت ابوبکر کے مقابلہ میں ایک لڑکے کو ترجیح دے دیں' لیکن آپ سے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اصول کے جھنڈے کو گرنے دیں' یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت' اب سوچیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں!

٤٣٠٦'٤٣٠٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ حَدَّثَنِي مُجَاشِعٌ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَخِي بَعْدَ الْفَتْحِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُكَ بِاَخِي لِتُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ قَالَ ذَهَبَ اَهْلُ الْهِجْرَةِ بِمَا فِيْهَا فَقُلْتُ عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ تُبَايِعُهُ ؟ قَالَ اُبَايِعُهُ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ وَالْجِهَادِ فَلَقِيْتُ اَبَا مَعْبَدٍ بَعْدُ وَكَانَ اَكْبَرَهُمَا فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از ابی عثمان' انہوں نے کہا: مجھے مجاشع نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے بھائی کو لے کر آیا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس اپنے بھائی کو لے کر آیا ہوں' تاکہ آپ اس کو ہجرت پر بیعت کر لیں' آپ نے فرمایا: اہل ہجرت تو ہجرت کی فضیلت کو لے کر چلے گئے' میں نے پوچھا: پھر آپ اس کو کس چیز پر بیعت کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں اس کو اسلام' ایمان اور جہاد پر بیعت کروں گا' پھر اس کے بعد میں معبد سے ملا اور وہ دونوں بھائیوں سے بڑے تھے' سو میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجاشع نے سچ کہا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۹۶۲' اور ۲۹۶۳ میں گزر چکی ہے' مختصر شرح یہاں کی جا رہی ہے:

بعض مبہم الفاظ اور جملوں کی وضاحت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

مجاشع اور مجالد دونوں بھائی تھے' یہ دونوں جنگ جمل میں چھتیس (۳۶) ہجری میں شہید کر دیئے گئے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۵۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مجاشع: یہ صحابی ہیں' حافظ ابن عبدالبر نے کہا: مجھے ان کی کسی روایت کا علم نہیں ہے' یہ اپنے بھائی کے اسلام لانے کے بعد فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے' یہ بھی جنگ جمل میں شہید کر دیئے گئے تھے اور ان کی کنیت ابومعبد تھی جیسا کہ اس کے بعد والی روایت میں آ رہا ہے۔

اہل ہجرت تو ہجرت کی فضیلت کو لے کر چلے گئے: یعنی فتح مکہ سے پہلے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھی اور اسی ہجرت میں فضیلت تھی' اب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض نہیں ہے کیونکہ اب مکہ فتح ہو چکا ہے۔

سو میں نے اس سے سوال کیا: یعنی ابوعثمان نے ابومعبد سے سوال کیا۔

۴۳۰۷'۴۳۰۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ حَدَّثَنَا الْفُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِنْطَلَقْتُ بِاَبِیْ مَعْبَدٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُبَایِعَهُ عَلَی الْهِجْرَةِ قَالَ مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِاَهْلِهَا اُبَایِعُهُ عَلَی الْاِسْلَامِ وَالْجِهَادِ فَلَقِیْتُ اَبَا مَعْبَدٍ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ . وَقَالَ خَالِدٌ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ مُجَاشِعٍ اَنَّهُ جَاءَ بِاَخِیْهِ مُجَالِدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابوبکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از ابوعثمان النہدی از حضرت مجاشع بن مسعود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابومعبد رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تاکہ آپ حضرت مجاشع کو ہجرت پر بیعت کر لیں' آپ نے فرمایا: ہجرت تو ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ختم ہو چکی ہے' میں اس کو اسلام اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں' پھر میں حضرت ابومعبد سے ملا اور ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا کہ مجاشع نے سچ کہا ہے اور خالد نے بیان کیا از ابی عثمان از مجاشع کہ وہ اپنے بھائی مجالد کو لے کر آئے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۶۲_۲۹۶۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۳۰۹- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُهَاجِرَ اِلَی الشَّامِ قَالَ لَا هِجْرَةَ وَلٰکِنْ جِهَادٌ فَانْطَلِقْ فَاَعْرِضْ نَفْسَکَ فَاِنْ وَّجَدْتَ شَیْئًا وَّاِلَّا رَجَعْتَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از مجاہد' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں شام کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کرتا ہوں' انہوں نے کہا: اب ہجرت (فرض) نہیں ہے لیکن جہاد ہے' سو اب تم جاؤ اور اپنے (آپ کو جہاد پر) پیش کرو' اگر تم نے جہاد کو پا لیا تو فبہا ورنہ واپس آ جاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۴۳۱۰- وَقَالَ النَّضْرُ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنَا اَبُوْبِشْرٍ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَا هِجْرَةَ

اور النضر نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا' انہوں نے

Marfat.com

الْيَوْمَ اَوْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ .

کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا: آج ہجرت نہیں ہے' یا کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے' اسی کی مثل۔

٤٣١١- حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْعَمْرٍو الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ اَبِيْ لُبَابَةَ عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ الْمَكِّيِّ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوعمرو اوزاعی نے حدیث بیان کی از عبدہ بن ابی لبابہ از مجاہد بن جبر المکی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٨٩٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٣١٢- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ فَسَاَلَهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ كَانَ الْمُؤْمِنُ يَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِيْنِهٖ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةَ اَنْ يُّفْتَنَ عَلَيْهِ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ فَالْمُؤْمِنُ يَعْبُدُ رَبَّهٗ حَيْثُ شَاءَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اوزاعی نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی' پس انہوں نے ان سے ہجرت کے متعلق پوچھا' حضرت عائشہ نے کہا: آج ہجرت (فرض) نہیں ہے' پہلے کوئی مؤمن اپنے دین کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھاگتا تھا' اس خوف سے کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا لیکن آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے' سو مؤمن اب جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے' لیکن جہاد اور نیت (کا ثواب) ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٨٠ میں گزر چکی ہے۔

آج ہجرت نہ ہونے کا محمل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ' ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اب ابتداءً ہجرت نہیں کی جائے گی' ہاں! جو پہلے ہجرت کر چکے ہیں' ان کی ہجرت قائم رہے گی' کیونکہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھ۔ (صحیح البخاری: ١٢٩٥)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٤٥٧-٤٥٧' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے جو فضائل تھے وہ تمام فضائل ان صحابہ نے حاصل کر لیے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی ہے' فتح مکہ کے بعد جو لوگ ہجرت کریں گے' ان کو وہ فضائل حاصل نہیں ہوں گے لیکن فتح مکہ کے بعد اب بھی ہجرت کرنا جائز ہے' حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت معاویہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی حتیٰ کہ توبہ منقطع ہو جائے اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۷۹' سنن دارمی ج ۲ ص ۲۴۰' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۱' مشکوٰۃ: ۲۳۴۶' کنز العمال: ۴۶۲۴۹' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۲)

مکہ سے مدینہ کی طرف تو اب ہجرت نہیں ہے کیونکہ اب مکہ دارالاسلام ہے لیکن دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی' مثلاً جو لوگ بھارت' برطانیہ یا امریکا میں رہتے ہوں اور وہاں ان کے ایمان' عزت اور جان کو خطرہ ہو تو وہ وہاں سے ہجرت کر کے کسی اسلامی ملک میں چلے جائیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ گناہوں کو ترک کر کے نیکیوں کی طرف ہجرت کرنا اب بھی مشروع ہے اور جائز ہے بلکہ فرض اور واجب ہے اور اس پر وہی اجر و ثواب ملے گا' جو فرض اور واجب پر عمل کرنے کا اجر و ثواب ہے۔

٤٣١٣- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهِيَ حَرَامٌ بِحَرَامِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ وَلَمْ تَحْلِلْ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنَ الدَّهْرِ لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَوْكُهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِلْقَيْنِ وَالْبُيُوْتِ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّهُ حَلَالٌ. وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْكَرِيْمِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمِثْلِ هٰذِهٖ اَوْ نَحْوِ هٰذَا رَوَاهُ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے حسن بن مسلم نے خبر دی از مجاہد' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن کھڑے ہو گئے' پس آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جس دن تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' اسی دن اس نے مکہ کو حرم قرار دیا' سو یہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے' یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا' اور اس میں میرے لیے (قتال) صرف زمانہ کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا' اس کے شکار کو بھگایا جائے گا نہ اس کے کانٹوں کو کاٹا جائے اور نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے اور اعلان کرنے والے کے سوا کسی اور کے لیے مکہ میں گری ہوئی چیز کو اُٹھانا جائز نہیں ہے' حضرت عباس بن عبد المطلب نے کہا: یارسول اللہ! ماسوا اذخر گھاس کے' کیونکہ وہ ہمارے لوہار کے لیے اور ہمارے گھروں کے لیے ضروری ہے' تو آپ خاموش ہو گئے' پھر آپ نے فرمایا: سوائے اذخر گھاس کے کیونکہ اس کو کاٹنا حلال ہے۔ اور از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھے عبدالکریم نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ اس حدیث کی مثل یا نحو' اس حدیث کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٥٥- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ٥ ثُمَّ أَنزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ إِلَى قَوْلِهِ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٥﴾ (التوبہ: ٢٥_٢٧).

اللہ عزوجل کے درج ذیل ارشاد کی تفسیر

اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں ڈال دیا تو اس (کثرت) نے کسی چیز کو تم سے دور نہ کیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی' پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے واپس گئے ٥ پھر اللہ نے اپنی (طرف سے) طمانیت قلب اپنے رسول اور ایمان والوں پر نازل فرمائی اور وہ لشکر نازل کیے جو تم نے نہ دیکھے اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا ان کو عذاب دیا اور یہی کافروں کی سزا ہے ٥ پھر اللہ تعالیٰ جن کو چاہے گا ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ٥ (التوبہ: ٢٧_٢٥)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حنین ایک وادی ہے جو طائف کے قریب مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے' یہاں فتح مکہ سے تھوڑے ہی روز بعد قبیلہ ہوازن اور ثقیف سے جنگ ہوئی' اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کثیر بارہ ہزار یا اس سے زائد تھی اور مشرکین چار ہزار تھے' جب دونوں لشکر بالمقابل ہوئے تو مسلمانوں میں سے کسی شخص نے اپنی کثرت پر نظر کر کے یہ کہا کہ اب ہم ہرگز مغلوب نہ ہوں گے' یہ کلمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت گراں گزرا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل فرماتے تھے اور تعداد کی قلت و کثرت پر نظر نہ رکھتے تھے' جب جنگ شروع ہوئی اور قتال شدید ہوا تو مشرکین بھاگے اور مسلمان مال غنیمت لینے میں مصروف ہو گئے تو بھاگے ہوئے لشکر نے اس کو غنیمت سمجھا اور تیروں کی بارش شروع کر دی اور تیر اندازی میں وہ بہت مہارت رکھتے تھے' نتیجہ یہ ہوا کہ اس ہنگامے میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے' لشکر بھاگ پڑا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضور کے چچا حضرت عباس اور آپ کے ابن عم ابوسفیان بن حارث کے سوا اور کوئی باقی نہ رہا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت اپنی سواری کو کفار کی طرف بڑھایا اور حضرت عباس کو حکم دیا کہ وہ بلند آواز سے اپنے اصحاب کو پکاریں' اُن کے پکارنے سے وہ لوگ لبیک لبیک کہتے ہوئے پلٹ آئے اور کفار سے جنگ شروع ہو گئی' جب لڑائی خوب گرم ہو گئی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں سنگ ریزے لے کر کفار کے مونہوں پر مارے اور فرمایا: رب محمد کی قسم! (کفار) بھاگ نکلے' سنگ ریزوں کا مارنا تھا کہ کفار بھاگ پڑے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی غنیمتیں مسلمانوں کو تقسیم فرما دیں' ان آیتوں میں اس واقعہ کا بیان ہے۔

اور وہ لشکر نازل کیے جو تم نے نہ دیکھے: یعنی فرشتے جنہیں کفار نے ابلق گھوڑوں پر سفید لباس پہنے' عمامہ باندھے دیکھا' یہ فرشتے مسلمانوں کی شوکت بڑھانے کے لیے آئے تھے' اس جنگ میں انہوں نے قتال نہیں کیا' قتال صرف بدر میں کیا تھا۔

اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا ان کو عذاب دیا: کہ وہ پکڑے گئے اور مارے گئے' ان کے عیال و اموال مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

(خزائن العرفان ص ٣٢٩' ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

حنین ایک وادی ہے اس کے اور مکہ کے درمیان تین راتوں کے سفر کی مسافت ہے' حنین بن قاینہ بن مہلائیل نام کے ایک شخص کی طرف اس وادی کی نسبت ہے۔ (معجم ما استعجم ج ٢ ص ٤٧٢)

Marfat.com

اور یہیں غزوہ ھوازن ہوا تھا جس کا ذکر صحیح البخاری: ۴۳۶۴ ۲۸ میں ہو چکا ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ غزوہ اوطاس کے نام سے معروف ہے' اوطاس اس جگہ کا نام ہے جہاں پر بعد میں یہ واقعہ ہوا تھا۔

(الروض الانف ج ۴ ص ۱۳۸)

وہ ہفتہ کا دن تھا اور شوال کی چھ تاریخ تھی اور آٹھ ہجری میں یہ غزوہ ہوا۔ فرشتوں کی علامت ان کے عمامے تھے' جن کے شملے انہوں نے اپنے کندھوں کے درمیان ڈالے ہوئے تھے۔

امام محمد بن سعد نے دوسرے مقام پر یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اٹھائیس (۲۸) رمضان کو تیاری کرتے ہوئے نکلے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۳)

انہوں نے کہا کہ آپ کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی' دس ہزار اہل مدینہ میں سے تھے اور دو ہزار اہل مکہ میں سے تھے' تو حضرت ابوبکر صدیق نے کہا: آج ہم تعداد میں کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے' پس یہ دس شوال منگل کی رات کو وادیٔ حنین میں پہنچے' پس جب بنو سلیم اور اہل مکہ پیچھے بھاگے تو رسول اللہ ﷺ پکار رہے تھے: اے اللہ کے مددگارو! اے اس کے رسول کے مددگارو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' تو جو بھاگ گئے تھے وہ لوٹ کر آ گئے' اس دن جو صحابہ آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے' وہ یہ تھے: حضرت عباس' حضرت علی' حضرت الفضل' حضرت ابوسفیان بن الحارث' حضرت ربیعہ بن الحارث' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم جو آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب میں سے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۱-۱۵۰)

الحارث بن نعمان نے بیان کیا کہ وہ سو افراد تھے' انہوں نے کنکریاں ماریں' اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا' وہ شکست کھا کر بھاگے' ان میں سے کوئی شخص دوسرے کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھتا تھا' ان میں سے چھ ہزار کو قید کر لیا گیا' ان کے چوبیس ہزار اونٹوں پر قبضہ کر لیا گیا' اور چالیس ہزار بکریاں تھیں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی' پھر جب ان کا وفد اسلام قبول کر کے آپ کے پاس آیا تو آپ نے ان کے قیدی واپس کر دیئے' پھر پانچ ذوالقعدہ کو جمعرات کے دن آپ الجعرانہ پہنچے' وہاں آپ نے تیرہ دن قیام کیا' پھر جب آپ نے مدینہ کی طرف واپسی کا ارادہ کیا تو اٹھارہ ذوالقعدہ کو بدھ کی رات کو آپ وہاں سے روانہ ہوئے' پھر آپ نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر اسی رات کو آپ مکہ مکرمہ پہنچے' وہاں ایک رات گزاری اور جمعرات کی صبح کو آپ واپس مدینہ کی طرف گئے۔

حنین کے دن جو صحابہ آپ کے پاس ثابت قدم رہے' ان کے متعلق روایات

دوسری روایت یہ ہے کہ اس دن آپ کے ساتھ صرف حضرت سفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ تھے۔

امام یعلیٰ بن عطاء نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور آپ نے خاک کی ایک مٹھی اٹھائی اور کافروں کے چہروں پر ماری' پھر ان کافروں میں سے ہر ایک کے منہ اور آنکھوں میں وہ مٹی گھس گئی۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۶) اور امام ابن ہشام وغیرہ نے کہا ہے: جو لوگ حنین کے دن آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے' ان میں حضرت قثم بن عباس تھے' لیکن اس روایت پر یہ اعتراض ہے کہ جب نبی ﷺ کا وصال ہوا' اس وقت وہ کم سن تھے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۹)

حضرت الزبیر بن ابی بکر کی روایت ہے کہ اس دن ابولہب کے دو بیٹے حضرت عتبہ اور معتب آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور امام ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت ام ایمن کے بیٹے ایمن آپ کے ساتھ اس دن ثابت قدم رہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۷۲)

حافظ ابن عبد البر کی روایت ہے کہ حضرت جعفر بن ابی سفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور حضرت ام سلیم آپ کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔ (الدرر ص ۲۲۵)

Marfat.com

عبدالغنی کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر بن عبدالمطلب ثابت قدم رہے اور امام ابن الاثیر کی روایت ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہے۔ (اسد الغابہ: ۳۷۳۶۔ ج ۴ ص ۶۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اور انصار کی ایک جماعت جو وادی کے ایک کھجور کے درخت کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے' ثابت قدم رہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں باقی رہا تھا اور میرے ساتھ انصار اور مہاجرین میں سے اسی (۸۰) مرد تھے اور میں نے آپ کو خاک کی ایک مٹھی بھر کر دی' جو آپ نے کفار کے مونہوں پر ماری' جس سے ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۱۴۲)

ابومعشر کی روایت ہے کہ اس دن مہاجرین اور انصار میں سے آپ کے ساتھ ایک سو تیس (۱۳۰) مرد تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میان سے اپنی تلوار نکالی اور فرمایا:

انا النبی لا کذب — انا ابن عبدالمطلب

''میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

اور آپ نے حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے مٹی اُٹھا کر دو' تو انہوں نے مٹی اُٹھا کر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سفید خچر پر سوار تھے' جو آپ کو فروۃ بن نفاثہ نے ہدیہ کی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۷۷۵)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہی خچر دلدل تھا اور یہ سیاہی مائل سفید تھا' یہ آپ کو مقوقس نے ہدیہ کیا تھا۔ (الطبقات ج ۲ ص ۱۵۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۶۵۔ ۴۶۲ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

ھوازن کا اسلام قبول کرنا اور مال واپس لینے کے بجائے اپنے قیدی چھڑا لینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے باقی ھوازن کی توبہ قبول فرمائی' اُنہوں نے اسلام قبول کر لیا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آ کر مل گئے' اس وقت آپ مکہ کے قریب جعرانہ میں تھے اور یہ جنگ کے تقریباً بیس دن بعد کا واقعہ ہے' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اختیار دیا کہ خواہ وہ اپنے قیدی چھڑا لیں خواہ اپنے اموال واپس لے لیں' تو انہوں نے اپنے قیدی واپس لینے کو اختیار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اموال غازیوں میں تقسیم کر دیئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلقاء کو تالیفِ قلب کے لیے سو سو اونٹ عطاء فرمائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۹۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ رَأَيْتُ بِيَدِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى ضَرْبَةً قَالَ ضُرِبْتُهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قُلْتُ شَهِدْتَ حُنَيْنًا؟ قَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ.

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ضرب کا نشان دیکھا' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حنین کے دن مجھے یہ چوٹ لگی تھی' میں نے پوچھا کہ آپ حنین میں حاضر تھے؟ انہوں نے کہا: میں اس سے پہلے حاضر تھا۔

Marfat.com

حضرت ابن ابی اوفیٰ کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابن ابی اوفیٰ سے مروی ہے' جوان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی' اور یہ آخری صحابی ہیں جو کوفہ میں چھیاسی (٨٦) ہجری میں فوت ہوئے تھے' ان کا نام عبداللہ بن ابی اوفیٰ علقمہ بن خالد ہے' حضرت ابواوفیٰ اور ان کے بیٹے دونوں صحابی ہیں' حضرت ابواوفیٰ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو صدقہ دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا۔

حضرت ابن ابی اوفیٰ نے کہا: میں حنین سے پہلے آپ کے ساتھ تھا' یعنی غزوۂ حدیبیہ میں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۳۶۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٣١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا عُمَارَةَ اَتَوَلَّيْتَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ اَمَّا اَنَا فَاَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ لَمْ يُوَلِّ وَلٰكِنْ عَجَّلَ سَرَعَانُ الْقَوْمِ فَرَشَقَتْهُمْ هَوَازِنُ وَاَبُوْسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذٌ بِرَاْسِ بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ يَقُوْلُ:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' ان کے پاس ایک مرد نے آ کر کہا: اے ابوعمارہ! کیا آپ حنین کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگے تھے؟ انہوں نے کہا: رہا میں تو میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری لیکن لوگوں نے جلد بازی کی اور ہوازن کے تیروں نے ان کو نشانہ بنایا اور حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سفید خچر کا سر پکڑے ہوئے تھے اور آپ فرما رہے تھے: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت البراء کے جواب کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اے ابوعمارہ!: یہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

حضرت البراء نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری: حضرت البراء نے نہایت نفیس طریقہ سے جواب دیا ہے کیونکہ حضرت البراء نے جس طرح تفصیل سے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے' اس کو وہ شخص نہیں بیان کر سکتا جو میدانِ جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگا ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت البراء کا جواب اس شخص کے سوال کے مطابق نہیں ہے جس نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا آپ حنین کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگے تھے اور اس شخص نے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال نہیں پوچھا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت البراء نے حال کے قرینہ سے یہ سمجھا تھا کہ وہ شخص سب کے متعلق سوال کر رہا ہے کہ آیا سب لوگ حنین کے دن بھاگے تھے یا نہیں؟ اور سب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کے بعد والی حدیث میں یہ سوال آ رہا ہے کہ کیا تم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کے دن بھاگے تھے؟ اس لیے حضرت البراء نے یہ جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ

پھیری۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٤٣١٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قِيلَ لِلْبَرَاءِ وَأَنَا أَسْمَعُ أَوَلَّيْتُمْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا كَانُوا رُمَاةً فَقَالَ

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ... أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، وہ کہتے ہیں کہ حضرت البراء سے سوال کیا گیا اور میں سن رہا تھا کہ کیا تم لوگ حنین کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پیٹھ پھیر کر بھاگے تھے؟ پس انہوں نے کہا: رہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ نہیں بھاگے تھے وہ لوگ تیر انداز تھے، تو آپ نے فرمایا: بے شک میں نبی ہوں، بے شک میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

وہ لوگ تیر انداز تھے: یعنی ہوازن۔

آپ نے فرمایا: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے، کیونکہ جھوٹ نبوت کے منافی ہے۔ میں نے جو کہا تھا: اللہ کی قسم! یہ لوگ (کفار) بھاگ گئے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین کرتے ہوئے کہا تھا اور ایسا ہی ہوا۔

آپ نے فرمایا: میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں اور یہ نہیں فرمایا کہ میں عبد اللہ کا بیٹا ہوں کیونکہ عبد المطلب لوگوں میں مشہور تھے اور حضرت عبد اللہ جوانی میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٤٣١٧- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ قَيْسٍ أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ لٰكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ كَانَتْ هَوَازِنُ رُمَاةً وَإِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمُ انْكَشَفُوا فَأَكْبَبْنَا عَلَى الْغَنَائِمِ فَاسْتُقْبِلْنَا بِالسِّهَامِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ آخِذٌ بِزِمَامِهَا وَهُوَ يَقُولُ:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، از ابی اسحاق، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا، ان سے قبیلہ قیس کے ایک مرد نے سوال کیا: کیا تم حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے بھاگ گئے تھے، سو انہوں نے کہا: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھاگے تھے، ہوازن تیر انداز تھے اور جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ شکست کھا گئے تو ہم غنیمتوں پر جھک گئے، سو انہوں نے ہمیں تیروں کا نشانہ بنا لیا اور تحقیق یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سفید خچر پر سوار تھے اور بے شک حضرت ابو سفیان اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: بے شک میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

قَالَ اِسْرَائِيْلُ وَزُهَيْرٌ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَغْلَتِهِ .

اسرائیل اور زہیر نے کہا ہے کہ نبی ﷺ اپنا خچر سے اترے تھے۔

نبی ﷺ کا حالت جنگ میں خچر پر سوار ہونا اور پھر اس سے اترنا آپ کی انتہائی ثابت قدمی پر دلیل ہے۔

٤٣١٨، ٤٣١٩- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي لَيْثٌ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ (ح) وَحَدَّثَنِي اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ وَزَعَمَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَاَلُوْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعِيَ مَنْ تَرَوْنَ وَاَحَبُّ الْحَدِيْثِ اِلَيَّ اَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوْا اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اِمَّا السَّبْيَ وَاِمَّا الْمَالَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَاْنَيْتُ بِكُمْ وَكَانَ اَنْظَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ اِلَيْهِمْ اِلَّا اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا فَاِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاؤُوْنَا تَائِبِيْنَ وَاِنِّي قَدْ رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهٖ حَتّٰى نُعْطِيَهُ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَاْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ اَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا هٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنِيْ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب (ح) اور مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب کے بھتیجے نے حدیث بیان کی محمد بن شہاب نے کہا اور عروہ بن الزبیر کا یہ زعم ہے کہ مروان اور حضرت المسور بن مخرمہ نے ان کو خبر دی کہ جب ہوازن کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر آیا تو آپ کھڑے ہو گئے انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کی طرف لوٹا دیں تب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لو یا قیدی یا مال اور میں نے تمہارے معاملہ میں تاخیر کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے طائف سے واپس آنے کے بعد دس سے زیادہ راتیں ان کا انتظار کیا جب ہوازن کو یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو دو میں سے صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں تب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے پھر آپ نے فرمایا: حمد و ثناء کے بعد یہ تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں سو تم میں سے جو شخص خوشی سے (اس فیصلہ پر) عمل کرنا چاہتا ہو تو وہ کرے اور تم میں سے جو شخص اپنے حصہ کو رکھنا چاہتا ہو حتیٰ کہ ہم اس کو مال فے میں سے دے دیں جو اللہ تعالیٰ ہم کو سب سے پہلے عطاء فرمائے گا تو وہ ایسا کرلے پس لوگوں نے کہا: یا رسول

سَبْيِ هَوَازِنَ .

اللہ! بے شک ہم نے خوشی سے یہ کرلیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم (ازخود) نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی' پس تم سب واپس جاؤ حتیٰ کہ ہمارے پاس تمہارے کارمختار آ جائیں' پھر سب لوگ لوٹ گئے اور انہوں نے اپنے کارہائے مختار سے مشورہ کیا' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس انہوں نے یہ خبر دی کہ انہوں نے خوشی سے اس فیصلہ کو قبول کیا ہے اور اس پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے' یہ وہ حدیث ہے جو مجھے ہوازن کے قیدیوں سے پہنچی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۸' اور ۲۳۰۷ میں گزر چکی ہے' چند ضروری اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

ہوازن کے وفد میں کتنے افراد تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے دن ان کا انتظار کیا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن شہاب الزہری نے اس حدیث کی از مسور اور از مروان روایت کی ہے' سو یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت مسور اس واقعہ کے وقت بہت کم سن تھے اور مروان ان سے بھی چھوٹا تھا' سو انہوں نے کسی اور صحابی سے اس واقعہ کے متعلق حدیث سنی ہوگی۔

جب آپ کے پاس ہوازن کا وفد آیا: اس عبارت میں اختصار ہے' موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں مفصل عبارت لکھی ہے' وہ اس طرح ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شوال میں طائف سے جعرانہ کی طرف واپس آئے اور وہاں ہوازن کے قیدی تھے تو آپ کے پاس ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا اور اس میں ان کے قبیلہ کے انیس معزز افراد تھے' انہوں نے اسلام قبول کیا اور آپ سے بیعت کی' اس کے بعد انہوں نے آپ سے یہ گزارش کی کہ ان کے قیدی اور ان کے اموال ان کو لوٹا دیئے جائیں۔

آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے معاملہ میں تاخیر کی اور تمہارا انتظار کیا: یعنی میں نے فاتحین میں قیدیوں کو تقسیم کرنے میں تاخیر کی تاکہ تم آ جاؤ' لیکن تم نے تاخیر کر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیدیوں کو تقسیم کیے بغیر طائف کی طرف چلے گئے اور اس کا محاصرہ کر لیا' پھر وہاں سے الجعرانہ آ گئے' پھر آپ نے وہاں پر غنیموں کو تقسیم کر دیا' اس کے بعد ہوازن کا وفد آپ کے پاس آیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس سے زیادہ راتوں تک ان کا انتظار کیا تھا۔

٤٣٢٠- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (ح) وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا قَفَلْنَا مِنْ حُنَيْنٍ سَاَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَذْرٍ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِعْتِكَافٍ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَفَائِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! (ح) اور مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حنین سے واپس آئے تو حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نذر کے

وَقَالَ بَعْضُهُمْ حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرَوَاهُ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ وَّحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

متعلق سوال کیا' انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا۔ اور بعض نے کہا: حماد نے روایت کی ہے از ایوب از نافع از ابن عمر۔ اور روایت کیا اس حدیث کو جریر بن حازم اور حماد بن سلمہ نے از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٢١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ اَفْلَحَ عَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ مَوْلٰى اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ جَوْلَةٌ فَرَاَيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَّرَائِهِ عَلٰى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ وَاَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِيْ ضَمَّةً وَّجَدْتُ مِنْهَا رِيْحَ الْمَوْتِ ثُمَّ اَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَاَرْسَلَنِيْ فَلَحِقْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ اَمْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَّهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِيْ ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِيْ ثُمَّ جَلَسْتُ . قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ مَالَكَ يَا اَبَا قَتَادَةَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلَبُهُ عِنْدِيْ فَاَرْضِهِ مِنِّيْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: لَاهَا اللّٰهِ اِذًا لَا يَعْمِدُ اِلٰى اَسَدٍ مِّنْ اُسُدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُعْطِيْكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَاَعْطِهِ فَاَعْطَانِيْهِ فَابْتَعْتُ بِهٖ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلَمَةَ فَاِنَّهُ لَاَوَّلُ مَالٍ تَاَثَّلْتُهُ فِي الْاِسْلَامِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمر بن کثیر بن افلح از ابی محمد قتادہ کے آزاد کردہ غلام از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کے سال نکلے' جب ہمارا مقابلہ ہوا تو مسلمانوں میں کچھ کمزوری تھی' پس میں نے دیکھا کہ ایک مشرک مرد ایک مسلمان مرد کی پشت پر سوار تھا' میں نے پیچھے سے اس کی گردن کے اوپر تلوار کا ایک وار کیا' سو میں نے اس کی زرہ کاٹ ڈالی' وہ مشرک میری طرف پلٹا اور مجھے زور سے دبایا جس سے مجھے موت کی خوشبو آئی' پھر اس مشرک پر موت آ گئی تو اس نے مجھے چھوڑ دیا' پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ عزوجل کی تقدیر ہے' پھر مسلمان پلٹے اور (جنگ کے اختتام کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھ گئے' پس آپ نے فرمایا: جس نے کسی مشرک کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس گواہ بھی ہو تو اس کا سامان اسی کو ملے گا' میں نے سوچا میرے متعلق کون گواہی دے گا' پھر میں بیٹھ گیا' حضرت ابوقتادہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی طرح فرمایا' پس میں کھڑا ہو گیا' پس میں نے کہا: میرے حق میں کون گواہی دے گا' پھر میں بیٹھ گیا' حضرت ابوقتادہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی طرح فرمایا' میں پھر کھڑا ہو گیا تو آپ نے فرمایا: اے ابوقتادہ! کیا بات ہے! تو میں نے آپ کو خبر دی' تب ایک شخص نے کہا: اس نے سچ کہا ہے اور اس کا سامان میرے پاس ہے' آپ اس کو میری طرف سے راضی کر دیجئے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے شیروں میں سے ایک شیر جو

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لڑتا ہے تو آپ اس کا سامان تمہیں دے دیں! (یہ نہیں ہو سکتا!) تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر نے سچ کہا ہے' تم وہ سامان اس کو دے دو' تو اس شخص نے وہ سامان مجھ کو دے دیا' میں نے اس سامان سے بنوسلمہ میں ایک باغ خرید لیا اور یہ وہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں حاصل کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۰ میں گزر چکی ہے۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس کی شرح میں مزید لکھتے ہیں:

''جولۃ'' یعنی لوگ آگے پیچھے ہو رہے تھے' انہوں نے شکست کا لفظ استعمال نہیں کیا تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کا وہم نہ ہو۔

جس نے کسی مقتول کو قتل کیا ہو: اس میں مجاز ہے یعنی جس نے کسی ایسے مشرک کو قتل کیا جو مقتول ہونے کے قریب ہو۔

''مخرفاً'' باغ۔

۴۳۲۲- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ نَظَرْتُ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُقَاتِلُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَآخَرُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَخْتِلُهُ مِنْ وَرَائِهِ لِيَقْتُلَهُ فَأَسْرَعْتُ إِلَى الَّذِي يَخْتِلُهُ فَرَفَعَ يَدَهُ لِيَضْرِبَنِي وَأَضْرِبُ يَدَهُ فَقَطَعْتُهَا ثُمَّ أَخَذَنِي فَضَمَّنِي ضَمًّا شَدِيدًا حَتَّى تَخَوَّفْتُ ثُمَّ تَرَكَ فَتَحَلَّلَ وَدَفَعْتُهُ ثُمَّ قَتَلْتُهُ وَانْهَزَمَ الْمُسْلِمُونَ وَانْهَزَمْتُ مَعَهُمْ فَإِذَا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ لَهُ مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ قَالَ أَمْرُ اللَّهِ ثُمَّ تَرَاجَعَ النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَقَامَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ لِأَلْتَمِسَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَشْهَدُ لِي فَجَلَسْتُ ثُمَّ بَدَا لِي فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ سِلَاحُ هَذَا الْقَتِيلِ الَّذِي يَذْكُرُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ كَلَّا لَا يُعْطِهِ

اور اللیث نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عمر بن کثیر بن افلح از ابی محمد' جو حضرت ابوقتادہ کے آزاد شدہ غلام ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ نے کہا: جب حنین کا دن تھا تو میں نے ایک مسلمان مرد کی طرف دیکھا جو مشرکین میں سے ایک مرد کے ساتھ لڑ رہا تھا اور دوسرا مشرک اس مسلمان کو پیچھے سے حملہ کر کے قتل کرنے کی گھات میں تھا' سو میں جلدی سے اس دوسرے مشرک کی طرف بڑھا جو اس مسلمان کو قتل کرنے کی گھات میں تھا' اس نے مجھ پر ضرب لگانے کے لیے ہاتھ اُٹھایا اور میں نے اس کے ہاتھ پر ضرب لگا کر اس کو کاٹ ڈالا' پھر اس نے مجھ کو پکڑ کر بہت زور سے دبایا حتیٰ کہ میں خوف زدہ ہو گیا' پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا' پھر وہ ڈھیلا پڑ گیا اور میں نے اس کو دھکا دیا' پھر اس کو قتل کر دیا اور مسلمان شکست کھا گئے اور میں بھی ان کے ساتھ شکست خوردہ ہو گیا' پھر اچانک میں نے لوگوں میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا' میں نے ان سے کہا: یہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ کی تقدیر ہے' پھر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس پر گواہ قائم کر دیا کہ اس نے کسی مشرک کو قتل کر دیا ہے تو وہ اس کے سامان کا مالک ہو گا' پس

Marfat.com

اُصَیْبِغَ مِنْ قُرَیْشٍ وَّیَدَعَ اَسَدًا مِّنْ اُسُدِ اللّٰہِ یُقَاتِلُ عَنِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ . قَالَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَدَّاہُ اِلَیَّ فَاشْتَرَیْتُ مِنْہُ خِرَافًا فَکَانَ اَوَّلَ مَالٍ تَاَثَّلْتُہٗ فِی الْاِسْلَامِ .

میں کھڑا ہوا تا کہ میں اس پر گواہ تلاش کروں جس کو میں نے قتل کیا ہے' تو میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو میرے حق میں گواہی دیتا' پس میں بیٹھ گیا' پھر مجھے خیال آیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا' تو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس مقتول کا ہتھیار میرے پاس ہے' آپ ان کو میرے حق میں راضی کر دیں' تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں! آپ قریش کے ایک بزدل کو یہ ہتھیار نہ دیں اور اللہ کے شیروں میں سے اس شیر کو چھوڑ دیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ کرتا ہے' حضرت ابوقتادہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور وہ ہتھیار مجھے عطاء فرما دیا' میں نے اس سے ایک باغ خرید لیا اور یہ پہلا مال تھا جو مجھے اسلام میں حاصل ہوا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۰ میں گزر چکی ہے۔

٥٦- بَابُ غَزْوَۃِ اَوْطَاسٍ — غزوۂ اوطاس کا بیان

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اوطاس دیارِ ہوازن میں ایک وادی ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں حنین کی جنگ ہوئی تھی' الوطیس کا معنی ہے: تنور۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰۱)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل سیرت کا اسی طرف رجحان ہے اور راجح یہ ہے کہ وادیٔ اوطاس' وادیٔ حنین کے علاوہ ہے' اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ جنگ وادی حنین میں ہوئی تھی اور جب ہوازن کو شکست ہو گئی تو ان میں سے بعض طائف کی طرف گئے اور بعض جیلہ کی طرف گئے اور بعض اوطاس کی طرف گئے' اور ابوعبیدہ البکری نے کہا ہے کہ اوطاس دیارِ ہوازن میں ایک وادی ہے اور یہیں پر ہوازن اور ثقیف سے جنگ ہوئی تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۷۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ بُرَیْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمَّا فَرَغَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَیْنٍ بَعَثَ اَبَا عَامِرٍ عَلٰی جَیْشٍ اِلٰی اَوْطَاسٍ فَلَقِیَ دُرَیْدَ بْنَ الصِّمَّۃِ فَقُتِلَ دُرَیْدٌ وَّھَزَمَ اللّٰہُ اَصْحَابَہٗ . قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی وَبَعَثَنِیْ مَعَ اَبِیْ عَامِرٍ فَرُمِیَ اَبُوْ عَامِرٍ فِیْ رُکْبَتِہٖ رَمَاہُ جُشَمِیٌّ بِسَھْمٍ فَاَثْبَتَہٗ فِیْ رُکْبَتِہٖ فَانْتَھَیْتُ اِلَیْہِ فَقُلْتُ یَا عَمِّ مَنْ رَمَاکَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک لشکر کے ساتھ حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کو وادیٔ اوطاس کی طرف بھیجا' پس وہاں درید بن الصمہ سے مقابلہ ہوا' سو درید کو قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر کو شکست دے دی' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: اور آپ نے مجھے حضرت عامر کے ساتھ بھیجا' پس

Marfat.com

فَاَشَارَ اِلَى اَبِىْ مُوْسٰى فَقَالَ ذَاكَ قَاتِلِي الَّذِىْ رَمَانِىْ فَقَصَدْتُ لَهُ فَلَحِقْتُهُ فَلَمَّا رَاٰنِىْ وَلّٰى فَاتَّبَعْتُهُ وَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لَهُ اَلَا تَسْتَحْيِ اَلَا تَثْبُتُ فَكَفَّ فَاخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَيْنِ بِالسَّيْفِ فَقَتَلْتُهُ ثُمَّ قُلْتُ لِاَبِىْ عَامِرٍ قَتَلَ اللّٰهُ صَاحِبَكَ قَالَ فَانْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهُ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ قَالَ يَا ابْنَ اَخِىْ اَقْرِئِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ: اِسْتَغْفِرْلِىْ وَاسْتَخْلَفَنِىْ اَبُوْعَامِرٍ عَلَى النَّاسِ فَمَكَثَ يَسِيْرًا ثُمَّ مَاتَ فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ بَيْتِهٖ عَلٰى سَرِيْرٍ مُّرْمَلٍ وَّعَلَيْهِ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ رِمَالُ السَّرِيْرِ بِظَهْرِهٖ وَجَنْبَيْهِ فَاَخْبَرْتُهُ بِخَبَرِنَا وَخَبَرِ اَبِىْ عَامِرٍ وَقَالَ قُلْ لَهُ اِسْتَغْفِرْلِىْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ اَبِىْ عَامِرٍ وَّرَاَيْتُ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ فَقُلْتُ وَلِىْ فَاسْتَغْفِرْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهٗ وَاَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيْمًا قَالَ اَبُوْبُرْدَةَ اِحْدَاهُمَا لِاَبِىْ عَامِرٍ وَّالْاُخْرٰى لِاَبِىْ مُوْسٰى .

حضرت ابوعامر کے گھٹنے میں ایک جُشمی کا تیر لگا اور وہ ان کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا' پس میں نے حضرت ابوعامر کے پاس جا کر پوچھا: اے میرے چچا! آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟ تو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ کو اشارہ سے بتایا کہ وہ میرا قاتل ہے جس نے مجھے تیر مارا ہے' سو میں اس کا قصد کر کے اس سے جا ملا' جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ پیٹھ موڑ کر بھاگا' پس میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں اس سے کہہ رہا تھا کہ تجھے حیاء نہیں آتی! تو ٹھہرتا کیوں نہیں! پس وہ ٹھہر گیا پھر ہم دونوں کی تلواریں ٹکرائیں' پس میں نے اس کو قتل کر دیا' پھر میں نے حضرت ابوعامر سے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے قاتل کو مار ڈالا' اُنہوں نے کہا: تم میرے گھٹنے سے یہ تیر نکال لو' میں نے ان کے گھٹنے سے وہ تیر نکالا تو اس سے پانی نکلنے لگا' انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر میرا اسلام پیش کرو اور آپ سے عرض کرو کہ میرے لیے بخشش کی دعا کریں' اور حضرت ابوعامر نے مجھے لوگوں پر اپنا جانشین بنایا' پس وہ تھوڑی دیر زندہ رہے' پھر وہ فوت ہو گئے' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' آپ اپنے گھر میں کھجور کی رسیوں سے بُنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس پر بستر تھا' چارپائی کی بُنائی آپ کی پشت اور پہلوؤں پر نقش ہو گئی تھی' میں نے آپ کو اپنی خبریں بتائیں اور حضرت ابوعامر کی خبر بتائی اور میں نے بتایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں تو آپ نے پانی منگا کر وضو کیا' پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی: اے اللہ! عبید ابی عامر کو بخش دے اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی' پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو قیامت کے دن اپنی مخلوق میں بہت لوگوں کے اوپر درجہ عطا فرمانا' میں نے عرض کیا: اور میرے لیے بھی بخشش طلب کریں تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! عبد اللہ بن قیس کے گناہوں کو معاف فرما اور اس کو قیامت کے دن عزت والی جگہ میں داخل فرما دینا! حضرت ابوبردہ نے کہا: ان میں سے ایک دعا حضرت ابوعامر کے لیے تھی اور دوسری دعا حضرت ابوموسیٰ کے لیے تھی۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۲۸۸۴ میں گزر چکی ہے' مفصل شرح یہاں پر کی جا رہی ہے:

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے بعض رجال کا تعارف

(۱) ابواسامہ: ان کا نام حماد بن اسامہ ہے (۲) ابو بردہ کا نام عامر ہے (۳) ابوموسیٰ کا نام عبداللہ بن قیس ہے بُرید یہاں پر اپنے دادا ابو بردہ سے روایت کر رہے ہیں اور وہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ سے روایت کر رہے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے بعض مبہم اسماء کا بیان اور حضرت ابوعامر کے قاتل کی تعیین

آپ نے ابوعامر کو بھیجا: ان کا نام عبید بن سلیم بن حضار الاشعری ہے اور یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں۔

ایک لشکر پر بھیجا: یعنی اس لشکر کا امیر بنا کر بھیجا' اس کا سبب یہ تھا کہ ہوازن میں سے بعض لوگ شکست کھانے کے بعد وادیٔ اوطاس میں جمع ہو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جڑ سے اکھاڑنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوعامر کو ایک لشکر کا امیر بنا کر ان کی طرف بھیجا۔

پھر ان کا درید بن الصمہ سے مقابلہ ہوا: اس کو ابن الحارث بن علقمہ الجشمی بھی کہا جاتا ہے' یہ اس کا نام ہے اور الصمہ اس کے باپ کا لقب ہے اور درید مشہور شاعر ہے۔

پس درید کو قتل کر دیا گیا: درید کے قاتل میں اختلاف ہے' امام محمد اسحاق نے کہا ہے کہ ربیعہ بن رفیع نے قتل کیا تھا' اور امام بزار نے سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ اس کے قاتل حضرت الزبیر بن عوام تھے۔

حضرت ابوعامر کے گھٹنے میں ایک جشمی کا تیر آ کر لگا: وہ مرد بنو جشم سے تھا' اس جشمی کے نام میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سلمہ بن درید بن الصمہ نے حضرت ابوعامر کو تیر مارا تھا جو اُن کے گھٹنے میں آ کر لگا' اور امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ بنو جشم کے دو بھائی تھے اوفی اور العلاء' یہ دونوں حارث کے بیٹے تھے' ان میں سے ایک نے حضرت ابوعامر کے گھٹنے میں تیر مارا تھا' حضرت ابوموسیٰ اشعری نے دونوں کو قتل کر دیا تھا۔

''مُرمّل'' یعنی وہ چارپائی کھجور کی رسیوں کی بُنی ہوئی تھی۔

اس چارپائی پر بستر تھا: علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس چارپائی پر بستر نہیں تھا' لکھنے والے سے ''ما'' کا لفظ چھوٹ گیا' اصل میں 'ما علیہ فراش'' تھا' قرینہ بھی اسی کا مؤید ہے کیونکہ اگر اس چارپائی پر بستر ہوتا تو آپ کی پشت اور پہلوؤں پر اس کے نشانات ثبت نہ ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۰۳-۴۰۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے بعض اہم فوائد

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرزِ معیشت کس قدر سادہ اور متواضع تھی' آپ کھجور کی رسیوں سے بُنی ہوئی چارپائی پر بغیر بستر کے لیٹ جاتے تھے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ مسلمان اور فوت شدہ مسلمان دونوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنا آپ کی سنت ہے' حضرت ابوعامر فوت ہو چکے تھے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری زندہ تھے اور آپ نے دونوں کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی' علاوہ ازیں اس حدیث میں یہ بھی ثبوت ہے کہ جو شخص مقبولِ بارگاہ ہو اور مستجاب الدعوات ہو' اس سے اپنی مغفرت کی دعا کی درخواست کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت صحابہ ہے' نیز اس حدیث میں دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کا بھی ثبوت

ہے۔ یہ وہ مسائل اور فوائد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس ناکارہ اور گنہ گار کے دل میں القاء فرمایا ہے' التوضیح' فتح الباری اور عمدة القاری کسی میں ان کا ذکر نہیں ہے۔

٥٧- بَابُ غَزْوَةِ الطَّائِفِ

غزوۃ الطائف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں غزوۃ الطائف کا بیان ہے' یہ بہت بڑا اور مشہور شہر ہے' اس میں انگوروں اور کھجوروں کے بہ کثرت باغات ہیں' یہ شہر مکہ سے دو یا تین مرحلوں کے فاصلہ پر مشرق کی جانب ہے۔

فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ ثَمَانٍ قَالَهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ .

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ غزوہ شوال آٹھ ہجری میں ہوا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ کے علاوہ جمہور اہل مغازی کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٤٠٣)

٤٣٢٤- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ سَمِعَ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّهَا اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ مُخَنَّثٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ غَيْلَانَ فَاِنَّهَا تُقْبِلُ بِاَرْبَعٍ وَّتُدْبِرُ بِثَمَانٍ . فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ الْمُخَنَّثُ هِيْتٌ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا وَزَادَ وَهُوَ مُحَاصِرٌ الطَّائِفَ يَوْمَئِذٍ .

(صحیح مسلم: ۲۱۸۰' سنن ابوداؤد: ۴۹۲۹' سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے سفیان سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از زینب بنت ابی سلمہ از مادرِ خود حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' اس وقت میرے پاس ایک مخنث (خواجہ سرا) تھا' میں نے سنا وہ حضرت عبداللہ بن ابی امیہ سے کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! اگر اللہ تعالیٰ نے کل تمہارے لیے الطائف کو فتح کر دیا تو تم غیلان کی بیٹی پر قبضہ کر لینا' وہ جب سامنے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار بل دکھائی دیتے ہیں اور جب وہ پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو آٹھ بل دکھائی دیتے ہیں (یعنی وہ بہت موٹی تازی ہے)' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اب تمہارے پاس نہ آیا کرے' ابن عیینہ نے کہا کہ ابن جریج نے بتایا کہ اس مخنث کا نام ھیت تھا' ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام' یہی حدیث اور یہ اضافہ کیا کہ آپ اس دن طائف کا محاصرہ کرنے والے تھے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپسی میں الطائف کی طرف روانہ ہوئے تھے اور آپ نے اموالِ غنیمت کو الجعرانہ میں محفوظ کر دیا تھا اور مالک بن عوف النصری ہوازن کا قائد تھا' وہ شکست کھانے کے بعد الطائف میں داخل ہو گیا تھا' الطائف سے چند میل کے فاصلہ پر اس کا ایک قلعہ تھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم الطائف کی طرف جا رہے تھے تو آپ کا اس قلعہ سے گزر ہوا' سو آپ نے اس کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۷٦' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

مخنث کا معنی نیز عبداللہ بن ابی امیہ' غیلان کی بیٹی' غیلان اور ھیت کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

مخنث: یہ وہ شخص ہے جس کی خلقت عورتوں کی طرح ہو وہ نرم اور لچک دار لہجہ میں بات کرتا ہو۔
عبداللہ بن ابی اُمیہ: یہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں' جو اس حدیث کی روایت کرنے والی ہیں' یہ حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے' اور غزوۃ الطائف میں شہید ہو گئے' ان کو ایک تیر آ کر لگا جس کی وجہ سے یہ جاں بحق ہو گئے۔
غیلان کی بیٹی: ان کا نام بادیہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام بادنہ ہے' امام ابونعیم نے کہا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استحاضہ کے متعلق سوال کیا تھا۔
غیلان: ان کا نام ابوغیلان بن سلمہ بن وہب ہے' یہ ثقفی ہیں' انہوں نے فتح طائف کے بعد اسلام قبول کیا تھا' انہوں نے ہجرت نہیں کی' ان کا رنگ سفید اور قد لمبا تھا' یہ نیک شاعر تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں فوت ہوئے۔
وہ جب سامنے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار بل پڑتے ہیں اور جب پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو آٹھ بل دکھائی دیتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا: اس کی مراد یہ تھی کہ سامنے سے اس کے پیٹ پر چار بل پڑتے ہیں اور پیچھے سے آٹھ بل پڑتے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ وہ بہت موٹی ہے اور پیچھے سے اس کے ہر بل کی دو طرفیں دکھائی دیتی ہیں۔
امام ابن حبان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت ھیت کسی یہودی عورت کی صفت بیان کر رہا تھا تو آپ نے اس کو نکال دیا اور وہ مقام بیداء میں رہنے لگا اور ہر جمعہ کو آ کر کھانا طلب کرتا تھا' امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ مخنث تھا اور اپنے ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگاتا تھا' آپ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ عورتوں کے ساتھ مشابہت کرتا ہے' تو آپ نے اس کو بقیع کی طرف نکال دیا' آپ سے پوچھا گیا: کیا آپ اس کو قتل نہیں کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٤٠٥-٤٠٤ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٣٢٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ الشَّاعِرِ الْاَعْمٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَمَّا حَاصَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّائِفَ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ شَيْئًا قَالَ اِنَّا قَافِلُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوْا نَذْهَبُ وَلَا نَفْتَحُهُ وَقَالَ مَرَّةً فَقَالَ اُغْدُوْا عَلَى الْقِتَالِ فَغَدَوْا فَاَصَابَهُمْ جِرَاحٌ فَقَالَ اِنَّا قَافِلُوْنَ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَاَعْجَبَهُمْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَتَبَسَّمَ قَالَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْخَبَرَ كُلَّهُ.

(صحیح مسلم: ١٧٧٨' الرقم المسلسل: ٤٥١٢' سنن نسائی: ٨٨٧٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی العباس جو نابینا شاعر تھے' از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الطائف کا محاصرہ کیا اور ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا' آپ نے فرمایا: ہم کل ان شاء اللہ مدینہ لوٹ جائیں گے' صحابہ کو یہ ارشاد ناگوار گزرا' انہوں نے کہا: ہم واپس جائیں گے اور طائف کو فتح نہیں کریں گے! سفیان نے دوسری بار کہا: آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبح سویرے قتال کرنا' انہوں نے صبح حملہ کیا تو وہ زخمی ہو گئے' آپ نے فرمایا: کل ان شاء اللہ ہم واپس جائیں گے' سو صحابہ اس ارشاد سے خوش ہو گئے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور دوسری بار سفیان نے بتایا: آپ مسکرائے۔ الحمیدی نے کہا: یہ پوری حدیث ہم کو سفیان نے بیان کی ہے۔

غزوۂ طائف کے احوال اور قلعہ طائف سے محاصرہ اُٹھانے کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مرسلاً روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تو آپ کے اصحاب نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے تیروں نے ہم کو جلا ڈالا ہے' آپ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعاءِ ضرر کیجئے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت عطاء فرما!

اہل مغازی نے ذکر کیا ہے کہ اہل طائف نے اپنے قلعہ میں اتنا طعام (راشن) جمع کر لیا تھا جو انہیں ایک سال تک کے لیے کافی ہوتا اور وہ مسلمانوں پر گرم لوہے سے تپائے ہوئے ٹکڑے پھینک رہے تھے اور تیر مار رہے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ ان کے قلعہ کو فتح کرنا مشکل ہے تو آپ نے حضرت نوفل بن معاویہ الدیلی سے مشورہ کیا' انہوں نے کہا: یہ اسی طرح ہیں جس طرح لومڑی اپنے بھٹ (غار) میں ہوتی ہے' اگر آپ ان کے سر پر کھڑے رہیں (یعنی محاصرہ برقرار رکھیں) تو ان کو پکڑ لیں گے اور اگر آپ ان کو چھوڑ دیں (یعنی محاصرہ اُٹھالیں) تو یہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے کوچ کر لیا۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے چالیس دن تک ان کا محاصرہ کیا تھا۔ اہل سیرت کا محاصرہ کی مدت میں اختلاف ہے اور پندرہ دن' اٹھارہ دن اور بیس دن کے مختلف اقوال ہیں۔

صحابہ کرام کو واپس جانے کا حکم دشوار گزرا: صحابہ کو قلعہ طائف کا محاصرہ اُٹھانے اور واپس جانے کا حکم اس لیے ناگوار گزرا تھا کہ بغیر فتح حاصل کیے طائف سے لوٹ جانا ان کو اچھا نہیں لگا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے لڑائی جاری رکھنے کا حکم دیا' تب کافی مسلمان زخمی ہو گئے' کیونکہ ثقیف نے قلعہ کے اوپر سے ان پر تیر برسانے شروع کر دیے اور مسلمانوں کے تیر قلعہ تک نہیں پہنچ رہے تھے' جب مسلمانوں نے یہ معاملہ دیکھا تو انہوں نے جان لیا کہ آپ نے واپسی کا جو فیصلہ فرمایا وہ صحیح تھا' پھر جب آپ نے دوبارہ واپسی کا فیصلہ سنایا تو مسلمان خوش ہو گئے' سو اس موقع پر آپ مسکرائے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۷۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۸ ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے غزوۃ الطائف میں بارہ مرد شہید ہوئے' سات مہاجرین میں سے تھے' چار انصار میں سے تھے اور ایک مرد قبیلہ بنولیث میں سے تھا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۴ ص ۱۳۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قلعہ الطائف سے محاصرہ اُٹھانے کی حکمتیں

میں کہتا ہوں کہ آپ نے قلعہ الطائف سے محاصرہ اُٹھانے کا حکم دیا تھا' ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی فرمائی ہو کہ اہل طائف سے جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے' یہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کریں گے' سو ۹ ہجری میں ثقیف نے مدینہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا' دوسری حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! ثقیف کو ہدایت عطاء فرما! اور آپ کو معلوم تھا کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں' اس لیے آپ کی دعا ضرور قبول ہونی تھی اور آپ کو اسی پر اعتماد تھا' اس لیے آپ نے ثقیف کا محاصرہ اُٹھانے کا حکم دیا' اور اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ اگر دشمن پر فتح نہ ہو رہی ہو تو ان کا محاصرہ ختم کرنا بھی جائز ہے بلکہ آپ کی سنت ہے۔

یہ حکمتیں اللہ تعالیٰ نے صرف اس ناکارہ کے قلب پر القاء فرمائی ہیں' کسی اور نے نہیں لکھیں۔

Marfat.com

ثقیف کے قبولِ اسلام کی تفصیل

شیخ محمد بن ابوبکر الدمشقی التوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپس گئے تو ثقیف کی قوم سے عروہ بن مسعود بھی آپ سے پہلے مدینہ پہنچ گئے اور آپ سے یہ اجازت طلب کی کہ وہ اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری قوم تم سے لڑے گی' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! وہ لوگ مجھے اپنی کنواری لڑکیوں سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں' سو وہ طائف میں گئے اور ایک بلند مکان پر کھڑے ہو کر اسلام کی تبلیغ کی' پس ثقیف نے ان پر تیر برسائے حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا' لوگوں نے اس سے پوچھا: تمہارا اپنی موت کے متعلق کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت اور کرامت کی موت عطاء کی ہے' مجھے بھی مسلمان شہداء کے دفن کر دینا۔

(السیرۃ النبویہ ج ۴ ص ۱۳۹)

حضرت عروہ کی شہادت کے بعد کئی مہینوں تک ثقیف نے توقف کیا' پھر انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ عرب کے قبائل میں سے اکثر اسلام قبول کر چکے ہیں اور ہم ان سب سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے' پھر انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کو روانہ کیا جائے جو آپ سے صلح کی بات کرے' سو انہوں نے عبد یالیل بن عمر کو پانچ مردوں کے ساتھ مدینہ بھیجا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صلح کی شرائط پیش کیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جو جواب دیا اس کا ان احادیث میں ذکر ہے:

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ' امام احمد متوفی ۲۴۱ھ' اور امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تاکہ ان کے دل نرم ہوں' انہوں نے یہ شرط لگائی کہ ان کو جہاد کے لیے نہ بلایا جائے اور ان کے اموال سے عشر نہ لیا جائے اور ان سے رکوع اور سجدہ نہ کرایا جائے' آپ نے فرمایا: جہاد کے لیے جانے اور عشر ادا کرنے کا تمہیں اختیار ہے لیکن اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۲۶' مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۹' المعجم الکبیر: ۸۳۷۲)

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: جب ثقیف نے بیعت کی تو ان کی کیا شرائط تھیں؟ حضرت جابر نے بتایا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ شرط رکھی کہ ان پر نہ کوئی صدقہ ہو گا اور نہ جہاد اور اس کے بعد حضرت جابر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب جب وہ اسلام قبول کر لیں گے تو وہ صدقہ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۰۲۵)

مسند احمد اور المعجم الکبیر کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ ثقیف نے یہ شرط بھی عائد کی تھی کہ طائف پر اس کو امیر مقرر کیا جائے جو ثقفی ہو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شرط کو مان لیا تھا اور طائف کے اوپر حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی کو امیر مقرر کر دیا تھا۔

نیز طائف میں ثقیف کا لات نامی بت تھا' ثقیف نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ اس بت کو نہ توڑا جائے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا یہ مطالبہ نہیں مانا اور حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو طائف میں بھیجا اور انہوں نے اس بت کو منہدم کر دیا۔

(زاد المعاد ج ۳ ص ۴۲۹-۴۲۸ ملخصاً' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

یہ ثقیف کا مختصر قصہ ہے' شارحین نے فتح طائف کے باب میں اس کا ذکر نہیں کیا' لیکن زیر بحث حدیث میں قارئین کو یہ تشویش اور جستجو رہتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آٹھ ہجری میں طائف سے محاصرہ اٹھا کر واپس مدینہ تشریف لے گئے تھے' پھر اہل طائف کس طرح اسلام

لائے اور طائف پر مسلمانوں کا قبضہ کس طرح ہوا' سو میں نے احادیث اور کتب سیرت سے چھان بین کر کے یہ بیان کیا کہ نو ہجری میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل طائف کے وفد نے اسلام قبول کر لیا اور یہ واقعہ غزوۂ تبوک کے بعد کا ہے۔

٤٣٢٧'٤٣٢٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَبَا بَكْرَةَ وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِى اُنَاسٍ فَجَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ وَقَالَ هِشَامٌ وَاَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ اَوْ اَبِىْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَاَبَا بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ قُلْتُ لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ حَسْبُكَ بِهِمَا قَالَ اَجَلْ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَاَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَنَزَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ وَعِشْرِيْنَ مِنَ الطَّائِفِ ۔

[اطراف الحدیث: ٦٧٦٦-٦٧٦٧] (صحیح مسلم: ٦٣' الرقم المسلسل: ١٢٣' سنن ابوداؤد: ٥١١٣' سنن ابن ماجہ: ٢٦١٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عاصم' انہوں نے کہا: میں نے ابوعثمان سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا' اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر مارا اور حضرت ابوبکرہ سے سنا اور وہ چند لوگوں کے ساتھ الطائف کے قلعہ پر چڑھے تھے اور وہ اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' ان دونوں نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو اپنے والد کے غیر کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ جانتا ہے (کہ یہ میرا باپ نہیں) اس پر جنت حرام ہے۔ اور ہشام نے کہا: اور ہم کو معمر نے خبر دی از عاصم از ابی العالیہ یا ابوعثمان النہدی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم عاصم نے بیان کیا کہ میں نے کہا: آپ کو دو ایسے مردوں نے شہادت دی ہے جن کی شہادت آپ کے لیے کافی ہے' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! ان دو میں سے ایک ایسے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور دوسرے وہ ہیں جو تیئیس میں سے تیئسویں مرد تھے جو طائف کے قلعہ سے اتر کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ الطائف کے قلعہ سے اُترے اور اس باب کا عنوان ہے: غزوة الطائف۔

حدیث مذکور کے بعض رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت ابوبکرہ کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے' ان کا نام محمد بن جعفر ہے اور عاصم کا ذکر ہے اور وہ ابن سلیمان ہیں اور ابوعثمان کا ذکر ہے اور وہ عبدالرحمان نہدی ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور وہ عشرۂ مبشرہ میں سے ایک ہیں' اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور ان کا نام نفیع بن مسروح ہے اور ان کو نفیع بن کلدۃ بھی کہا جاتا ہے' اور وہ الحارث بن کلدۃ بن عمرو الثقفی کے غلام تھے' ان کے نام کے اوپر ان کی کنیت غالب آ گئی (ان کی کنیت ابوبکرہ ہے' بکرہ کے معنی ہیں: سیڑھی اور وہ چونکہ طائف کے قلعہ کی سیڑھی سے اُترے تھے' اس لیے ان کی کنیت ابوبکرہ پڑ گئی) ان کی ماں کا نام سُمیہ ہے' جو حارث بن کلدۃ کی باندی تھیں اور وہی زیاد بن ابی سفیان

Marfat.com

کی ماں ہیں' حضرت ابوبکرہ طائف کے قلعہ سے سیڑھی کے ذریعہ اتر کر نبی ﷺ کے پاس آئے تھے تو نبی ﷺ نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھ دی' انہوں نے بصرہ میں رہائش رکھی اور وہیں ! کیاون ہجری میں فوت ہو گئے' انہوں نے جمل کے دن کسی فریق کے ساتھ جنگ میں حصہ نہیں لیا' ان کا شمار فضلاء صحابہ میں ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۰۷)

اور وہ طائف کے قلعہ پر چڑھے تھے: کیونکہ انہوں نے طائف کے قلعہ میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ اس قلعہ سے نکلنے سے عاجز تھے' سو پہلے وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھے' پھر سیڑھی کے ذریعہ اترے۔

جس نے اپنے آپ کو اپنے والد کے غیر کی طرف منسوب کیا' اس پر جنت حرام ہے: یہ ارشاد بہ طور تغلیظ ہے' ہاں اگر اس نے حلال سمجھ کر ایسا کیا تو اس پر حقیقۃً جنت حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۰۷' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَاَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِىٌّ فَقَالَ اَلَا تُنْجِزُ لِىْ مَا وَعَدْتَنِىْ فَقَالَ لَهٗ اَبْشِرْ فَقَالَ قَدْ اَكْثَرْتَ عَلَىَّ مِنْ اَبْشِرْ فَاَقْبَلَ عَلٰى اَبِىْ مُوْسٰى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ فَقَالَ : رَدَّ الْبُشْرٰى فَاَقْبِلَا اَنْتُمَا قَالَا قَبِلْنَا ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهٗ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اِشْرَبَا مِنْهُ وَاَفْرِغَا عَلٰى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا وَاَبْشِرَا فَاَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ اُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ اَنْ اَفْضِلَا لِاُمِّكُمَا فَاَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت نبی ﷺ کے پاس تھا جب آپ جعرانہ سے اتر رہے تھے جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے' آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے' اس وقت ایک دیہاتی نے نبی ﷺ کے پاس آ کر کہا: کیا آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو آپ پورا نہیں کریں گے؟ آپ نے اس سے فرمایا: بشارت قبول کرو' اس نے کہا: آپ نے مجھ سے بہت دفعہ کہا ہے کہ بشارت قبول کرو! تب آپ حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے' جیسے غصہ میں ہوں' آپ نے فرمایا: اس نے بشارت کو مسترد کر دیا' تم دونوں اس کو قبول کر لو' دونوں نے کہا: ہم نے قبول کیا' پھر آپ نے ایک پیالہ میں پانی منگایا اور اس سے اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اس پیالہ میں کلی کی' پھر فرمایا: تم دونوں اس سے پی لو اور بقیہ پانی کو اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو اور تم دونوں بشارت کو قبول کرو' سو ان دونوں نے پیالہ لیا' پس اسی طرح کیا' پھر پردہ کے پیچھے سے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے آواز دی کہ اپنی ماں کے لیے (پیالہ کا تبرک) بچانا' سو ان دونوں نے ان کے لیے پیالہ میں کچھ پانی بچایا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۸۸ میں کی جا چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی ﷺ حنین سے واپسی میں طائف کی طرف گئے تھے اور اس حدیث میں حنین کا ذکر ہے۔

Marfat.com

جعرانہ کے جغرافیہ کو بیان کرنے میں امام بخاری کا تسامح اور آپ ﷺ کے تبرک سے استفادہ کا ثبوت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جعرانہ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ طائف اور مکہ کے درمیان ہے اور مکہ کے زیادہ قریب ہے' الفاکہی نے کہا ہے کہ طائف اور مکہ کے درمیان ایک برید ہے' علامہ باجی نے کہا ہے کہ اٹھارہ میل ہے' علامہ داؤدی نے امام بخاری کے اس قول کا انکار کیا ہے کہ جعرانہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے' انہوں نے کہا کہ یہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے' علامہ نووی نے وثوق سے کہا ہے کہ جعرانہ طائف اور مکہ کے درمیان ہے۔

کیا آپ مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کریں گے: ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس دیہاتی سے کوئی خاص وعدہ کیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دیہاتی کی مراد عام وعدہ کی ہو' کیونکہ آپ نے حنین کے مال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کیا تھا' پھر آپ طائف کی طرف لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے تھے' پھر آپ نے وہاں سے واپس آ کر جعرانہ میں اموال غنیمت کو تقسیم فرمایا تھا' اسی وجہ سے جو لوگ نومسلم تھے ان کو مال غنیمت کی تقسیم میں تاخیر ناگوار گزری تھی اور یہ دیہاتی بھی ان لوگوں میں سے تھا۔

بشارت قبول کرو: یعنی عنقریب مال غنیمت کی تقسیم کو قبول کرو' یا اس تقسیم کی تاخیر پر صبر کرنے کے عوض عظیم اجر کی بشارت کو قبول کرو۔

پس حضرت اُم سلمہ نے آواز دی: حضرت اُم سلمہ' نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور اُم المومنین ہیں' اسی لیے انہوں نے فرمایا تھا: اپنی ماں کے لیے بچانا۔

اس حدیث میں حضرت ابوموسیٰ' حضرت بلال اور حضرت اُم سلمہ کی فضیلت ہے کہ آپ نے ان کو اپنا پس خوردہ کا تبرک عطاء فرمایا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۷۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقبولین کو چاہیے کہ وہ اپنا تبرک اپنے مقربین کو عطاء کریں اور یہ کہ آپ کے پس خوردہ تبرک کو اپنے چہرہ اور سینہ پر ملنا چاہیے۔

٤٣٢٩- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ: لَيْتَنِي أَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ مَعَهُ فِيهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذْ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِالطِّيبِ فَأَشَارَ عُمَرُ إِلَى يَعْلَى بِيَدِهِ أَنْ تَعَالَ فَجَاءَ يَعْلَى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' ان کو صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے خبر دی کہ حضرت یعلیٰ کہتے تھے: کاش! میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہوتی' پس جس وقت نبی ﷺ الجعرانہ میں تھے اور آپ کے اوپر ایک کپڑا تھا جس سے آپ کے اوپر سایا کیا ہوا تھا اور آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ تھے' اس وقت آپ کے پاس ایک دیہاتی آیا جس نے جبہ (لمبا کوٹ) پہنا ہوا تھا اور اس پر خوشبو کا لیپ کیا ہوا تھا' اس نے کہا: یارسول اللہ!

وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ كَذٰلِكَ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِي يَسْأَلُنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَأُتِيَ بِهِ فَقَالَ أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ ۔

آپ اس مرد کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس نے عمرہ کا احرام جبہ میں باندھا' اس کے بعد اس نے اس میں خوشبو کو لیپ کیا' تو حضرت عمر نے حضرت یعلیٰ کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ادھر آ ؤ' پس حضرت یعلیٰ آئے اور انہوں نے (اس کپڑے میں) اپنا سر داخل کیا' اس وقت نبی ﷺ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آپ سے اسی حالت میں تھوڑی دیر تک خراٹوں کی طرح آواز آتی رہی' پھر جب یہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی مجھ سے عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا؟ پس اس شخص کو تلاش کر کے لایا گیا' پھر آپ نے فرمایا: رہی وہ خوشبو جو تم پر لگی ہوئی ہے اس کو تین مرتبہ دھولو' رہا جبہ تو اس کو تم اتار دو' پھر تم اپنے عمرہ میں اسی طرح افعال کرو جس طرح تم حج میں کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٣٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ صرف اتنی مناسبت ہے کہ اس میں الجعرانہ کا ذکر ہے۔

حضرت یعلیٰ کی حدیث کا حضرت عائشہ کی حدیث سے تعارض اور اس کے جوابات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگاتی تھی' پھر آپ تمام ازواج کے پاس گھومتے تھے' پھر صبح احرام باندھتے تھے اور آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی۔ (صحیح البخاری: ٢٦٧' صحیح مسلم: ١١٩٢)

شیخ سلیم اللہ خان اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع میں انہوں نے احرام سے قبل حضور اکرم ﷺ کو خوشبو لگائی تھی' جب کہ روایتِ باب میں ہے کہ تم اس خوشبو کو دھولو' اس اشکال کا ایک جواب حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت دس ہجری کی ہے اور یہ واقعہ آٹھ ہجری کا' یا اس سے پہلے کا ہے' اس لیے حضرت عائشہ کی روایت اس کے لیے ناسخ ہے اور یہ منسوخ ہے۔

اور بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ وہ خوشبو جس کا عین اور جرم احرام کے بعد باقی رہتا ہے جیسا کہ زعفران ہے' اس کی تو ممانعت ہے اور روایتِ باب میں جو دھونے کا حکم دیا گیا' یہ اسی قسم کی خوشبو تھی لیکن اگر کسی خوشبو کا عین اور جرم باقی نہ رہے' صرف اس کا اثر رہے تو احرام سے قبل اس کا استعمال جائز ہے اور احرام کے بعد اس کا دھونا ضروری نہیں' حضرت عائشہ کی روایت میں آپ کو احرام سے قبل خوشبو لگانے کا جو ذکر ہے' اس سے اسی قسم کی خوشبو مراد ہے' اس لیے دونوں روایات میں تعارض نہیں کہ دونوں کا محمل الگ الگ ہے۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ٥٥١' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

مصنف کی طرف سے اشکال مذکور کا جواب

میرے نزدیک یہ دونوں جواب صحیح نہیں ہیں' کیونکہ حضرت یعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے جبہ پر خوشبو کا لیپ کیا ہوا تھا (یعنی کریم کی قسم کی کوئی چیز لگائی ہوئی تھی)' سو اس کو نبی ﷺ نے تین بار دھونے کا حکم دیا اور حضرت عائشہ کی حدیث میں کسی کپڑے پر خوشبو لگانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ جسمِ اطہر پر خوشبو لگانے کا ذکر ہے' لہٰذا دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ کی حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگائی جائے خواہ وہ خوشبو احرام باندھنے کے بعد جسم سے آتی رہے وہ جائز ہے احرام باندھنے کے بعد خوشبو کا لگانا حرام ہے۔
اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ خوشبو ایک تیل کی تھی غسل کرنے سے تیل کا اثر زائل ہو جاتا اور خوشبو باقی رہتی نیز علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جماع کے بعد فوراً غسل کرنا واجب نہیں غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب انسان نماز کا ارادہ کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۱۹_۳۱۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٣٣٠- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ لَمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَلَمْ يُعْطِ الْاَنْصَارَ شَيْئًا فَكَاَنَّهُمْ وَجَدُوْا اِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا اَصَابَ النَّاسَ فَخَطَبَهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ اَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِيْنَ فَاَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَعَالَةً فَاَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَمَنُّ قَالَ مَا يَمْنَعُكُمْ اَنْ تُجِيْبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَمَنُّ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا اَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رِحَالِكُمْ؟ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَاً مِّنَ الْاَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَّشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ وَشِعْبَهَا الْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَّالنَّاسُ دِثَارٌ اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ .

[اطراف الحدیث: ۷۲۴۵_۵۸۶۰] (صحیح مسلم: ۱۰۵۹ الرقم المسلسل: ۲۴۲۵ سنن ترمذی: ۳۹۲۷ سنن نسائی: ۲۰۲۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسمٰعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباد بن تمیم از عبداللہ بن زید بن عاصم وہ بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حنین کے دن اموال غنیمت لوٹائے تو آپ نے لوگوں میں سے مؤلفۃ القلوب کو وہ اموال عطاء کیے اور انصار کو کچھ بھی نہیں دیا پس گویا کہ انصار کو اس پر غم اور غصہ ہوا کیونکہ ان کو وہ اموال نہیں ملے جو لوگوں کو ملے تھے تو آپ نے ان کو خطبہ دیا پس فرمایا: اے انصار کی جماعت! کیا یہ بات نہیں ہے کہ میں نے تم کو گمراہی میں مبتلا پایا پس اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے سبب سے ہدایت دی اور تم متفرق تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے سبب سے تم میں اُلفت ڈالی اور تم تنگ دست تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے سبب سے تم کو غنی کر دیا جب بھی آپ کوئی جملہ ادا کرتے تو انصار کہتے: اللہ اور اس کا رسول ہم پر زیادہ احسان کرنے والے ہیں آپ نے فرمایا: تمہیں رسول اللہ ﷺ کی بات ماننے سے کیا چیز منع کرتی ہے؟ راوی نے کہا: جب بھی آپ کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے: اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ ہم پر احسان کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہتے تو یہ کہتے: آپ ہمارے پاس ایسی ایسی حالت میں آئے تھے کیا تم اس پر راضی ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم نبی ﷺ کو اپنے گھروں میں لے جاؤ اگر ہجرت فرض نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ایک مرد ہوتا اور اگر لوگ کسی وادی اور گھاٹی میں جائیں تو میں اسی وادی اور گھاٹی میں جاؤں گا جس میں انصار گئے انصار بدن کا اندرونی لباس ہیں اور لوگ بیرونی

لباس ہیں' بے شک میرے بعد تم کچھ ترجیحات کا سامنا کرو گے' تو تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے حوض پر ملاقات کرو۔

''الفیء' مؤلفۃ القلوب' شعار ''اور'' دثار'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف اموالِ غنیمت کو لوٹا دیا: یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کفار کے اموال لوٹا دیئے جنہوں نے حنین کے دن آپ سے جنگ کی تھی: ''الفیء'' کا اصل معنی ہے: رجوع کرنا' اسی وجہ سے زوال کے بعد جو سایہ ہوتا ہے' اس کو فئی کہتے ہیں' کیونکہ وہ سایا ایک جانب سے دوسری جانب رجوع کرتا ہے' اسی طرح کفار کے اموال کو فئی فرمایا' کیونکہ یہ اموال اصل میں مؤمنین کی ملکیت تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان اصل ہے اور کفر اس پر طاری ہوتا ہے' لیکن کفار زیادتی کر کے مسلمانوں کے اموال پر غالب ہو گئے' پس جب مسلمانوں نے کفار پر فتح حاصل کر لی تو گویا ان کے اموال ان کی طرف لوٹا دیئے گئے۔

''المؤلفۃ قلوبھم'' مؤلفۃ القلوب سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے' آپ نے ان کو یہ اموال اس لیے عطاء فرمائے تا کہ وہ اسلام پر جمے رہیں۔

اصحابِ سیرت نے لکھا ہے کہ مؤلفۃ القلوب چالیس افراد تھے' حضرت ابوسفیان بن حرب اور ان کے دو بیٹے معاویہ بن ابی سفیان اور یزید بن ابی سفیان بھی ان میں شامل تھے۔

اگر تم چاہتے تو یہ کہتے: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اگر تم چاہتے تو یہ کہتے کہ آپ ہمارے پاس اس وقت آئے جب آپ کی تکذیب کی جارہی تھی تو ہم نے آپ کی تصدیق کی اور آپ ہمارے پاس بے یار و مددگار آئے تو ہم نے آپ کی مدد کی' اور آپ ہمارے پاس بے ٹھکانا آئے تو ہم نے آپ کو ٹھکانا دیا' اور آپ ہمارے پاس تنگ دست آئے تو ہم نے آپ کی غمگساری کی' اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آپ ہمارے پاس خوف زدہ آئے تو ہم نے آپ کو بے خوف کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تو انصار نے کہا: بلکہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا اور آپ کا ہی احسان ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بہ طور تواضع اور انکسار تھا' ورنہ حقیقت میں ان تمام اُمور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی احسان تھا' کیونکہ آپ انصار کی طرف ہجرت نہ کرتے اور وہاں رہائش نہ رکھتے تو ان میں اور دوسروں میں کوئی فرق نہ ہوتا۔

''شعار'' اور ''دثار'': شعار اس لباس کو کہتے ہیں جو قمیص کے نیچے پہنتے ہیں' یعنی اندرونی لباس' اور ''دثار'' قمیص یا اس کے اوپر جو کپڑے ہوتے ہیں ان کو کہتے ہیں' یعنی بیرونی لباس' سو انصار آپ کے باطنی رفیق ہیں اور دوسرے ظاہری رفیق ہیں۔

حوض کے اوپر: یعنی تم مرتے دم تک اس پر صبر کرنا کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جارہی ہے' حتیٰ کہ قیامت کے دن تمہاری مجھ سے حوض پر ملاقات ہو' پھر ظالموں سے تمہارا بدلہ لیا جائے گا اور تم کو تمہارے صبر کی جزاء دی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۱۱۔ ۴۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۳۳۱- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ نَاسٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ حِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَفَاءَ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں معمر نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ

أَمْوَالِ هَوَازِنَ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي رِجَالًا الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ. قَالَ أَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ؟ فَقَالَ فُقَهَاءُ الْأَنْصَارِ أَمَّا رُؤَسَاؤُنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا وَأَمَّا نَاسٌ مِنَّا حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثِي عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رِحَالِكُمْ فَوَاللّٰهِ لَمَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ رَضِينَا. فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَجِدُونَ أَثَرَةً شَدِيدَةً فَاصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي عَلَى الْحَوْضِ قَالَ أَنَسٌ فَلَمْ يَصْبِرُوا.

نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوازن کے اموال لوٹا دیئے تو انصار نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں کو سو سو اونٹ عطاء کر رہے ہیں' انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت فرمائے' آپ قریش کو عطاء کر رہے ہیں اور ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انصار کی یہ بات بتائی گئی تو آپ نے انصار کو بلوایا اور ان کو چمڑے کے ایک خیمے میں جمع کیا اور انصار کے علاوہ کسی کو نہیں بلایا' پس جب وہ جمع ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: یہ کیسی بات تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے' تو انصار کے سمجھ دار لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! جو ہمارے اکابر اور سردار ہیں انہوں نے تو کچھ نہیں کہا اور جو ہم میں ایسے لوگ ہیں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت فرمائے وہ قریش کو عطاء کر رہے ہیں اور ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں' حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کے خوف کے قطرے ٹپک رہے ہیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اُن مردوں کو عطاء کر رہا ہوں جو نئے نئے کفر سے نکلے ہیں' میں ان کی دل جوئی کر رہا ہوں' کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو گے کہ اور لوگ تو اموال کو لے جائیں اور تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھروں کی طرف لے جاؤ' پس اللہ کی قسم! جس کو تم لے کر لوٹ رہے ہو' وہ اس سے بہت بہتر ہے جس کو لے کر وہ لوٹ رہے ہیں' تب انصار نے کہا: یارسول اللہ! ہم راضی ہیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم عنقریب اپنے اوپر شدید ترجیحات کو پاؤ گے تم ان پر صبر کرنا' حتیٰ کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرو' پس بے شک میں حوض کوثر پر ہوں گا' حضرت انس نے کہا: پس وہ صبر نہ کر سکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے' بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ سربراہِ مملکت کو یہ اختیار ہے کہ وہ اموالِ غنیمت میں سے کسی کو زیادہ عطاء کرے اور کسی کو کم عطاء کرے اور اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ مصلحت کے پیشِ نظر وہ اغنیاء کو بھی عطاء کرے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

جب کوئی نئی بات ہو یا ہنگامہ کھڑا ہوا تو اس وقت وہ قوم سے خطاب کرے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مخاطبین میں سے کسی کا خصوصیت سے ذکر کرنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن مسلمانوں کو دنیا کی متاع حاصل نہ ہو تو سربراہ ان کو تسلی دے کہ اگر تم کو مالِ دنیا نہیں ملا تو غم نہ کرو' اللہ تعالیٰ اس کے عوض تم کو آخرت میں عظیم ثواب عطاء کرے گا اور ان کو تلقین کرے کہ وہ اللہ سے ہدایت کو طلب کریں اور خوشحالی کو طلب کریں اور اصل احسان اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا ہے' علی الاطلاق اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیں اور دنیا میں جو مصائب آئیں ان پر صبر کریں اور آخرت ہی بہتر ہے اور باقی رہنے والی چیز ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۸۴_۳۸۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٣٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ فَغَضِبَتِ الْأَنْصَارُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا بَلٰى قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اموالِ غنیمت قریش کے درمیان تقسیم کیے تو انصار کو غم وغصہ ہوا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے جاؤ' انصار نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اگر لوگ ایک وادی یا گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں جاؤں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

جب فتح مکہ کا دن تھا: اس سے مراد ہے جب فتح مکہ کے زمانہ کا دن تھا کیونکہ فتح مکہ کے بعد ھوازن سے جنگ ہوئی' پھر ان کے اموال تقسیم کیے گئے تھے۔

٤٣٣٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ أَنْبَأَنَا هِشَامُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ الْتَقٰى هَوَازِنُ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةُ الْآفٍ وَّالطُّلَقَاءُ فَأَدْبَرُوْا قَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوْا لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ' لَبَّيْكَ نَحْنُ بَيْنَ يَدَيْكَ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَأَعْطَى الطُّلَقَاءَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالُوْا فَدَعَاهُمْ فَأَدْخَلَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ فَقَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازھر نے حدیث بیان کی از ابن عون' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن زید بن انس نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حنین کا دن تھا تو ھوازن نے مقابلہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے اور الطلقاء تھے' پس ھوازن شکست کھا گئے' آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں اور آپ کی اطاعت کے لیے موجود ہیں' ہم حاضر ہیں اور آپ کے سامنے موجود ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُترے' آپ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' پس مشرکین کو شکست ہوگئی تو آپ نے الطلقاء اور مہاجرین کو عطاء کیا اور انصار کو کچھ بھی عطاء نہیں کیا تو انہوں نے کوئی اعتراض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو چمڑے کے ایک خیمے میں

Marfat.com

وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَاخْتَرْتُ شِعْبَ الْاَنْصَارِ .

داخل کیا' پھر فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جاؤ' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ ایک وادی میں جائیں اور انصار کسی اور گھاٹی میں جائیں تو میں اس گھاٹی کو اختیار کروں گا جس میں انصار گئے ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

''الطلقاء'' کا معنی

علامہ عینی لکھتے ہیں: طلقاء' طلیق کی جمع ہے' یہ اس قیدی کو کہتے ہیں جس کو قید سے آزاد کر دیا جائے اور اس کا راستہ چھوڑ دیا جائے اور اس سے مراد اہل مکہ ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قید سے آزاد کر دیا اور فرمایا: میں تم سے وہی کہوں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا کہ: ''لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ'' (یوسف: ۹۲) تم پر آج کوئی ملامت نہیں ہے۔

٤٣٣٤- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَمَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ : اِنَّ قُرَيْشًا حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَّمُصِيْبَةٍ وَاِنِّیْ اَرَدْتُّ اَنْ اَجْبُرَهُمْ وَاَتَاَلَّفَهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بُيُوْتِكُمْ؟ قَالُوْا بَلٰى قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَّسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَّسَلَكْتُ وَادِیَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَ الْاَنْصَارِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: بے شک قریش جاہلیت سے اور مصیبت سے ابھی ابھی نکلے ہیں اور میں نے ارادہ کیا کہ میں ان کی مصیبت کی تلافی کروں اور ان کی دل جوئی کروں کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا کو لے کر لوٹیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں کی طرف لے کر لوٹو؟ انصار نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اگر لوگ ایک وادی میں جائیں اور انصار ایک گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں جاؤں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٣٥- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِسْمَةَ حُنَيْنٍ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مَا اَرَادَ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَاَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَتَغَيَّرَ وَجْهُهٗ ثُمَّ قَالَ : رَحْمَةُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از ابو وائل از حضرت عبداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا تو انصار میں سے ایک مرد نے کہا کہ آپ نے اس تقسیم سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا' سو میں نے آپ کو اس بات کی خبر دی تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو بے شک انہیں اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی تو انہوں

Marfat.com

عَلٰی مُوْسٰی لَقَدْ اُوْذِیَ بِاَکْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ . نے صبر کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٥٠ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حنین کے اموالِ غنیمت کی تقسیم کا ذکر ہے۔

انصار میں سے ایک مرد نے کہا: امام واقدی نے کہا ہے کہ اس شخص کا نام معتب بن قشیر ہے اور یہ بنو عمرو بن عوف میں سے تھا اور یہ منافقین میں سے تھا۔ علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے اس کو انصاری کہا ہو اور انہوں نے وثوق سے کہا کہ اس کا نام حرقوص بن زہیر السعدی ہے۔ علامہ ابن ملقن نے یہ صحیح نہیں کہا کیونکہ حرقوص کا قصہ اس کے علاوہ ہے جیسا کہ عنقریب حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٣٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ اٰثَرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا اَعْطَى الْاَقْرَعَ مِائَةً مِّنَ الْاِبِلِ وَاَعْطٰى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَاَعْطٰى نَاسًا فَقَالَ رَجُلٌ مَا اُرِيْدَ بِهٰذِهِ الْقِسْمَةِ وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ لَاُخْبِرَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ اُوْذِیَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حنین کا دن تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو ترجیح دی' الاقرع کو سو (١٠٠) اونٹ دیئے اور عیینہ کو بھی اتنے ہی دیئے اور بھی چند لوگوں کو عطاء کیا تو ایک مرد نے کہا کہ اس تقسیم سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا تو میں نے دل میں کہا: میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دوں گا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! ان کو اس سے بہت زیادہ اذیت دی گئی تھی' انہوں نے اس پر صبر کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٥٠ میں گزر چکی ہے' چند اہم اُمور یہاں پر بیان کیے جا رہے ہیں:

بعض صحابہ کے مکمل ناموں کا ذکر' جن مؤلفۃ القلوب کو اونٹ دیئے گئے ان اونٹوں کی تعداد اور اس حدیث کے فوائد اور مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں

اس حدیث میں الاقرع کا ذکر ہے' ان کا پورا نام ہے: اقرع بن حابس بن عثمان المجاشعی' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام فراز تھا اور اقرع ان کا لقب تھا۔

اور عیینہ کو عطاء کیا: یعنی عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری کو عطاء کیا گیا۔

اور چند لوگوں کو عطاء کیا: ان میں العباس بن مرداس السلمی بھی ہیں۔

امام احمد نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤلفۃ القلوب کو سو سو اونٹ عطاء کیے' پس حضرت سفیان بن حرب کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت عیینہ بن حصن کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت مالک بن عوف کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت الاقرع بن حابس کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت علقمہ بن علاثہ کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت عباس بن مرداس کو سو سے کم اونٹ عطاء کیے۔

Marfat.com

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں یہ جائز ہے کہ کسی کو کم دیا جائے اور کسی کو زیادہ دیا جائے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جاہلوں کے اعتراض سے اور ان کی اذیت رسانی سے اعراض کرنا چاہیے اور متقدمین کے طرزِ عمل کو اختیار کرنا چاہیے' جیسا کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صبر فرمایا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۸۶' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٣٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ أَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَغَطَفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِنَعَمِهِمْ وَذَرَارِيهِمْ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةُ آلَافٍ وَمِنَ الطُّلَقَاءِ فَأَدْبَرُوا عَنْهُ حَتّٰى بَقِيَ وَحْدَهُ فَنَادٰى يَوْمَئِذٍ نِدَاءَيْنِ لَمْ يَخْلِطْ بَيْنَهُمَا الْتَفَتَ عَنْ يَمِينِهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ. ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ وَهُوَ عَلٰى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ فَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ غَنَائِمَ كَثِيرَةً فَقَسَمَ فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالطُّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا كَانَتْ شَدِيدَةٌ فَنَحْنُ نُدْعٰى وَيُعْطَى الْغَنِيمَةَ غَيْرُنَا فَبَلَغَهُ ذٰلِكَ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ فَسَكَتُوا فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحُوزُونَهُ إِلٰى بُيُوتِكُمْ قَالُوا بَلٰى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَأَخَذْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ هِشَامٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ وَأَنْتَ شَاهِدٌ ذَاكَ قَالَ وَأَيْنَ أَغِيبُ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید بن انس بن مالک از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حنین کا دن تھا تو ہوازن اور غطفان اور دوسرے قبائل اپنے اونٹوں کو اور اپنے بچوں کو لے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے اور طلقاء میں سے بھی تھے تو مسلمان لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے' اس وقت آپ نے دو مرتبہ نداء کی اور ان کے درمیان کسی اور کلام کو نہیں ملایا' آپ نے دائیں طرف دیکھ کر فرمایا: اے انصار کی جماعت! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں! آپ بشارت قبول کریں' ہم آپ کے ساتھ ہیں' پھر آپ نے بائیں طرف دیکھ کر فرمایا: اے انصار کی جماعت! انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم حاضر ہیں آپ بشارت قبول کریں' ہم آپ کے ساتھ ہیں' اس وقت آپ سفید خچر پر سوار تھے' آپ اس سے اُترے اور فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' سو مشرکین شکست کھا گئے اور اس دن بہت اموالِ غنیمت حاصل ہوئے' آپ نے وہ اموال مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم کر دیئے اور انصار کو کچھ نہیں دیا تو انصار نے کہا: جب مشکل تھی تو ہمیں بلایا جاتا تھا اور مالِ غنیمت دوسروں کو دیا جا رہا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچ گئی' آپ نے ان سب کو ایک خیمہ میں جمع کیا' پس فرمایا: اے انصار کی جماعت! یہ تمہاری طرف سے مجھ تک کیسی بات پہنچی ہے' تو وہ خاموش رہے' پس آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا کا مال لے جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں لے جاؤ' تو انہوں نے کہا:

Marfat.com

کیوں نہیں! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ کسی وادی میں جائیں اور انصار کسی گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی گھاٹی کو پکڑ لوں گا۔ راوی ہشام نے کہا: اے ابوحمزہ! تم اس موقع پر حاضر تھے؟ تو انہوں نے کہا: میں کب آپ سے غائب رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

بعض فوائد حدیث

ہوازن اپنے جانوروں اور بچوں کو بھی لے گئے: جانوروں سے مراد ہے: بکریاں اور اونٹ اور وہ اپنے بچوں کو میدانِ جنگ میں اس لیے لے جاتے تھے تاکہ وہ بچوں کی وجہ سے میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہیں۔

اے ابوحمزہ!: ابوحمزہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥٨- بَابُ السَّرِيَّةِ الَّتِي قِبَلَ نَجْدٍ — اس لشکر کا بیان جو نجد کی طرف روانہ ہوا تھا

اس عنوان میں ''اَلسَّرِیَّہ'' کا لفظ ہے' سریہ لشکر کے اس ٹولے کو کہتے ہیں جس کو دشمن کی طرف روانہ کیا جائے اور اس میں چار سو افراد تک ہوں۔ سریہ کی جمع سرایا ہے' ان کو سریہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لشکر کا خلاصہ ہوتے ہیں اور بہترین جنگجو ہوتے ہیں اور جو عمدہ اور نفیس چیز ہو اس کو السری کہتے ہیں۔ معروف یہ ہے کہ جس لشکر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود موجود ہوں' اس کو غزوہ کہتے ہیں اور جس لشکر میں آپ خود نہ ہوں اور کسی کی قیادت میں لشکر بھیجیں' اس کو سریہ کہتے ہیں۔

یہ سریہ اس وقت روانہ کیا گیا تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے لیے روانہ نہیں ہوئے تھے' تمام اہلِ مغازی نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور امام بخاری نے اس سریہ کو غزوۂ طائف کے بعد ذکر کیا ہے۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ سریہ شعبان آٹھ ہجری میں روانہ ہوا تھا' نیز امام ابن سعد نے کہا کہ اس سریہ کے امیر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تھے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد کی ارضِ محارب کی طرف روانہ کیا تھا اور ان کے ساتھ پندرہ مرد تھے' انہوں نے دو سو اونٹ اور ایک سو بکریاں غنیمت میں حاصل کیں' یہ پندرہ روز تک جہاد میں مصروف رہے' پھر انہوں نے غنیمتوں کو جمع کیا اور خمس کو الگ نکال لیا اور باقی غنیمت کو لشکر میں تقسیم کر دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۱۵-۴۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٣٨- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ فَكُنْتُ فِيْهَا فَبَلَغَتْ سِهَامُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيْرًا وَّنُفِّلْنَا بَعِيْرًا بَعِيْرًا فَرَجَعْنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ بَعِيْرًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد کی طرف لشکر بھیجا' میں بھی اس لشکر میں تھا' مالِ غنیمت سے ہمارا حصہ بارہ اونٹ تھا اور ہمیں ایک ایک اونٹ زائد دیا گیا' پس ہم تیرہ تیرہ اونٹ لے کر لوٹے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٥٩- بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى بَنِىْ جَذِيْمَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خالد بن ولید کو بنوجذیمہ کی طرف روانہ کرنا

جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ سے متعلق ہے اور یہ لشکر فتح مکہ کے بعد شوال میں روانہ ہوا تھا' حنین کی طرف جانے سے پہلے اور یہ مکہ کے نشیب میں یلملم کی جانب رہتے تھے۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو ساڑھے تین سو مہاجرین اور انصار کے ساتھ روانہ کیا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کو اسلام کی دعوت دیں اور ان سے قتال نہ کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٣٩- حَدَّثَنِىْ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ (ح) وَحَدَّثَنِىْ نُعَيْمٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى بَنِىْ جَذِيْمَةَ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ صَبَاْنَا صَبَاْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَاْسِرُ وَدَفَعَ اِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهُ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمٌ اَمَرَ خَالِدٌ اَنْ يَّقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَقْتُلُ اَسِيْرِيْ وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِىْ اَسِيْرَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ۔ [طرف الحدیث: ۷۱۸۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی (ح) اور مجھے نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از سالم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بنوجذیمہ کی طرف بھیجا' انہوں نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی' پس وہ اچھی طرح یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم اسلام لے آئے تو وہ کہنے لگے: ہم (سابقہ) دین سے نکل گئے' ہم (سابقہ) دین سے نکل گئے' پس حضرت خالد ان کو قتل کرنے لگے اور قید کرنے لگے اور انہوں نے ہمارے ہر مرد کو ایک قیدی دیا حتیٰ کہ جب حضرت خالد نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر مرد اپنے قیدی کو قتل کر دے تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے قیدی کو نہیں قتل کروں گا اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی مرد اپنے قیدی کو قتل کرے گا' حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُٹھا کر دو مرتبہ دعا کی: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بَری ہوں۔

بنوجذیمہ نے جو ''صبأنا'' کہا تھا اس کو حضرت خالد نے ان کے اسلام کے لیے کافی نہیں سمجھا اور حضرت ابن عمر نے اس کو کافی سمجھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد کے فعل سے براءت ظاہر کی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''صبأنا صبأنا'' یعنی ہم سابقہ دین سے نکل کے دوسرے دین میں داخل ہو گئے۔ اس سے حضرت ابن عمر نے یہ سمجھا کہ انہوں نے حقیقتاً دینِ اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور ان کی فہم کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جو شخص بھی مسلمان ہوتا تو قریش کہتے: ''صبا'' یعنی یہ شخص سابق دین سے نکل گیا اور وہ یہ لفظ بہ طور مذمت کہتے تھے' یہ ہی وجہ ہے کہ جب حضرت

Marfat.com

ثمامہ بن اثال اسلام قبول کر کے عمرہ کرنے کے لیے مکہ گئے تو اہل مکہ نے کہا: کیا تم سابق دین سے نکل گئے؟ تو جب یہ لفظ اسلام لانے والوں کے لیے مشہور تھا تو بنو جذیمہ نے بھی کہا: ہم سابق دین سے نکل گئے' یعنی کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہو گئے لیکن حضرت خالد نے اس کو کافی نہیں سمجھا جب تک کہ وہ یہ نہ کہتے کہ ہم اسلام میں داخل ہو گئے' اس وجہ سے ان کو قتل کرنا شروع کر دیا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت خالد نے یہ سمجھا ہو کہ بنو جذیمہ نے لفظ اسلام کو ناپسند کر کے کہا: ہم سابق دین سے نکل گئے۔

حضرت ابن عمر نے کہا: میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا' اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی قیدی کو قتل کرے گا' یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اور امام محمد بن سعد نے یہ کہا ہے کہ بنو سلیم نے اپنے قیدیوں کو قتل کر دیا تھا اور مہاجرین و انصار نے اپنے قیدیوں کو چھوڑ دیا تھا' حضرت ابن عمر نے قسم کھا کر کہا کہ میرے اصحاب میں سے بھی کوئی اپنے قیدی کو قتل نہیں کرے گا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص اس کی اطاعت کرے گا اور اس کو اس پر اعتماد ہو تو وہ یہ قسم کھا سکتا ہے کہ وہ شخص وہ کام نہیں کرے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیری طرف اس سے براءت ظاہر کرتا ہوں: علامہ خطابی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ سے حضرت خالد کی عجلت پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور اس بات پر کہ انہوں نے یہ تحقیق نہیں کی کہ بنو جذیمہ نے جو کہا تھا: ''صبانا'' اس سے ان کی کیا مراد تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۸۸۔۳۸۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٦٠- بَابُ سَرِيَّةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ

وَيُقَالُ إِنَّهَا سَرِيَّةُ الْأَنْصَارِيِّ.

حضرت عبد اللہ بن حذافہ السہمی اور حضرت علقمہ بن مجزز المدلجی کا سریہ

اور کہا جاتا ہے کہ یہ انصاری کا سریہ تھا۔

حضرت عبد اللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزز کا تذکرہ

حضرت عبد اللہ بن حذافہ' قرشی اور سہمی تھے اور یہ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور یہ مہاجرین اولین میں سے ہیں' پہلے انہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' کہا جاتا ہے کہ یہ بدر میں حاضر تھے' لیکن امام ابن اسحاق نے ان کا بدریین میں ذکر نہیں کیا' یہ خوش مزاج تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کسریٰ کی طرف بھیجا تھا' انیس ہجری میں رومیوں نے حضرت عبد اللہ بن حذافہ کو قید کر لیا' حضرت عبد اللہ بن حذافہ مصر میں قید ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ وہ علقمہ بن مجزز الاعور بن جودہ کے بیٹے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کا امیر بنایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حبشہ کی طرف ایک لشکر میں بھیجا۔

امام بخاری نے کہا: کہا جاتا ہے کہ یہ انصاری کا لشکر تھا' ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی انصاری تھے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ وہم ہے' کیونکہ وہ سہمی اور قرشی تھے' انصاری نہیں تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٤٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ فَغَضِبَ فَقَالَ أَلَيْسَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعد بن عبیدہ نے حدیث بیان کی از ابو عبد الرحمن از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر انصار

أَمَرَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُطِيْعُوْنِيْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا فَجَمَعُوْا فَقَالَ اَوْقِدُوْا نَارًا فَاَوْقَدُوْهَا فَقَالَ ادْخُلُوْهَا فَهَمُّوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَّيَقُوْلُوْنَ فَرَرْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ فَمَا زَالُوْا حَتّٰى خَمَدَتِ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهٗ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ.

[اطراف الحدیث: ۷۱۴۵-۷۲۵۷] (سنن ابوداؤد: ۲۶۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ص ۵۴۳، مسند ابویعلیٰ: ۲۷۹، مسند احمد ج ۱ص ۸۲)

میں سے ایک مرد کو امیر بنایا اور لشکر کو حکم دیا کہ وہ امیر کی اطاعت کریں، پھر کسی بات پر امیر غضب ناک ہو گیا، اس نے کہا: کیا تمہیں نبی ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم میری اطاعت کرنا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: تم میرے لیے لکڑیاں لاؤ، سو لوگ لکڑیاں لائے، پھر اس نے کہا: ان میں آگ لگاؤ، سو انہوں نے ان لکڑیوں میں آگ لگا دی، پھر اس نے کہا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ، سو بعض نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور بعض نے ایک دوسرے کو روکا اور انہوں نے کہا کہ ہم آگ سے ہی تو بھاگ کر نبی ﷺ کے پاس آئے ہیں، پھر وہ اسی کیفیت پر قائم رہے حتیٰ کہ آگ بجھ گئی، پس امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، جب نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک نکل نہیں سکتے تھے، صرف نیک کام کی اطاعت کی جاتی ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی حرام کام کو فاسد تاویل سے کرے تو اس کی یہ تاویل مقبول نہیں ہوگی۔

٦١- بَابُ بَعْثِ اَبِيْ مُوْسٰى وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن کی طرف بھیجنا

۴۳۴۱، ۴۳۴۲- حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا مُوْسٰى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ وَبَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى مِخْلَافٍ. قَالَ وَالْيَمَنُ مِخْلَافَانِ ثُمَّ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِلٰى عَمَلِهٖ وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِذَا سَارَ فِيْ اَرْضِهٖ كَانَ قَرِيْبًا مِّنْ صَاحِبِهٖ اَحْدَثَ بِهٖ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَارَ مُعَاذٌ فِيْ اَرْضِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ صَاحِبِهٖ اَبِيْ مُوْسٰى فَجَاءَ يَسِيْرُ عَلٰى بَغْلَتِهٖ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْهِ وَاِذَا هُوَ جَالِسٌ وَقَدِ اجْتَمَعَ اِلَيْهِ النَّاسُ وَاِذَا رَجُلٌ عِنْدَهٗ قَدْ جُمِعَتْ يَدَاهُ اِلٰى عُنُقِهٖ فَقَالَ لَهٗ مُعَاذٌ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَيُّمَ هٰذَا قَالَ هٰذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ قَالَ لَا اَنْزِلُ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ اِنَّمَا جِيْءَ بِهٖ لِذٰلِكَ فَانْزِلْ قَالَ مَا اَنْزِلُ حَتّٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی از ابی بردہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا اور ان میں سے ہر ایک کو مختلف ضلعوں میں بھیجا، انہوں نے بتایا کہ یمن میں دو یا اضلاع ہیں، پھر فرمایا: تم دونوں آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا اور بشارت دینا اور لوگوں کو متنفر نہ کرنا، پس ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے عمل کی طرف چلا گیا، انہوں نے بتایا کہ ان میں سے ہر ایک جب اپنی زمین میں جاتا جو ان کے صاحب کی زمین سے قریب تھی تو وہ ان سے عہد کو تازہ کرتا، پس اس کو سلام کرتا، سو حضرت معاذ اپنی زمین میں گئے جو ان کے صاحب حضرت ابوموسیٰ کی زمین کے قریب تھی، پس وہ اپنی خچر پر سوار ہو کر جاتے حتیٰ کہ ابوموسیٰ تک پہنچ جاتے، اور حضرت ابوموسیٰ کے پاس لوگ جمع تھے اور ان کے پاس ایک مرد تھا جس کے دونوں

Marfat.com

يُقْتَلَ فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ قَالَ اَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا قَالَ فَكَيْفَ تَقْرَأُ اَنْتَ يَا مُعَاذُ قَالَ اَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ فَاَقُوْمُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِيْ مِنَ النَّوْمِ فَاَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لِيْ فَاَحْتَسِبُ نَوْمَتِيْ كَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِيْ.

ہاتھ اس کی گردن سے باندھے ہوئے تھے تو حضرت معاذ نے حضرت ابوموسیٰ سے پوچھا: اے عبداللہ بن قیس! اس مرد کے ہاتھ کیوں باندھے ہوئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ اس مرد نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا' حضرت معاذ نے کہا: میں اس وقت تک خچر سے نہیں اتروں گا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اس شخص کو یہاں پر اسی لیے لایا گیا ہے' پس آپ اتر جائیں' تو حضرت معاذ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں اتروں گا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا جائے' پھر حضرت ابوموسیٰ کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا' پس حضرت معاذ اترے' پھر کہا: اے عبداللہ! آپ کس طرح قرآن پڑھتے ہیں' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: میں اس کو وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں' پھر انہوں نے پوچھا: اے معاذ! آپ کس طرح پڑھتے ہیں' انہوں نے بتایا: میں رات کے پہلے حصے میں سوتا ہوں' پھر قیام کرتا ہوں اور میں اپنی نیند کا ایک حصہ پورا کر چکا ہوتا ہوں' پھر میں اتنا قرآن پڑھتا ہوں جو اللہ نے میرے لیے مقدر کر دیا ہے' سو میں اپنی نیند میں بھی ثواب کی نیت کرتا ہوں جس طرح اپنے قیام میں بھی ثواب کی نیت کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۶۱ میں گزر چکی ہے۔

مخلاف کا معنیٰ' مرتدین کے قتل کے متعلق مذاہب فقہاء' اور مرتدین کے قتل کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

علامہ عمر بن علی بن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''مخلاف'' مخلاف کا معنیٰ شہر کے مضافات ہیں اور یہاں اس سے مراد کسی شہر کا ضلع ہے۔ (کتاب العین ج ۴ ص ۲۶۶)

تم دونوں آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا: اس سے یہ معلوم ہوا کہ عالم اور واعظ کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو آسان احکام بیان کرے اور ان کو مشکل میں نہ ڈالے۔

میں کہتا ہوں: ہمارے زمانے میں بعض مفتی لوگوں کو مشکل احکام بیان کرتے ہیں' مثلاً اگر کسی شخص کا کسی حادثے میں بہت زیادہ خون نکل جائے اور اس کی جان کو خطرہ ہو' جب تک کہ اسے خون نہ دیا جائے' تو وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کا خون دوسرے آدمی کے جسم میں منتقل کرنا حرام ہے' اس لیے کسی آدمی کو خون دینا جائز نہیں ہے' خواہ وہ آدمی مر جائے۔ (اس کی مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۳۱ میں لکھی ہے۔)

حضرت معاذ نے کہا: میں اس وقت تک خچر سے نہیں اتروں گا جب تک کہ اس کو قتل نہ کر دیا جائے' اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ اس مرتد سے توبہ نہیں طلب کی گئی تھی' ہمارا (شوافع کا) مذہب یہ ہے کہ اس سے اسی وقت توبہ طلب کی جائے اور امام مالک کا مذہب

ہے کہ اس سے تین دن تک توبہ طلب کی جائے' اگر وہ توبہ کرے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے اور ہمارے اور امام مالک کے نزدیک مرتد عورت کو بھی قتل کیا جائے گا۔ (کتاب الام ج ٦ ص ١٤٥' الاستذکار ج ٢٢ ص ١٤٦)

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ (صحیح البخاری: ٧٠١٧)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن نے مالکیہ اور شافعیہ کے مؤقف پر دلائل ذکر کیے ہیں' اور امام ابوحنیفہ کا مؤقف ذکر کیا ہے نہ اس کی کوئی دلیل' اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ یہاں پر امام ابوحنیفہ کا مؤقف اور اس پر دلائل ذکر کر دوں:

مرتدین کے قتل کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی التوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

اور مرتد کو تین دن قید میں رکھا جائے گا' اگر اس نے اسلام قبول کر لیا تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور الجامع الصغیر میں لکھا ہے کہ مرتد کے اوپر اسلام کو پیش کیا جائے گا' پس اگر اس نے انکار کر دیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا' پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی' کیوں کہ یہ وہ مدت ہے جس میں عذر زائل ہو جاتا ہے' امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف سے مروی ہے کہ مستحب یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی خواہ وہ اس کو طلب کرے یا نہ کرے اور امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ سربراہِ ملک پر لازم ہے کہ وہ اس کو تین دن کی مہلت دے اور اس سے پہلے اس کو قتل کرنا جائز نہیں' کیوں کہ مسلمان کسی ظاہری شبہ کی وجہ سے مرتد ہوتا ہے' اس لیے اتنی مدت ضروری ہے جس میں وہ غور و فکر کر کے اس شبہ کو زائل کر سکے' سو ہم نے اس مدت کا اندازہ تین دن کیا' دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ (التوبہ: ٥) پس تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

اس آیت میں مہلت دینے کی کوئی قید نہیں ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص نے اپنے دین کو تبدیل کیا اس کو قتل کر دو۔ (صحیح البخاری: ٧٠١٧' سنن ابوداؤد: ٤٣٥١' سنن ابن ماجہ: ٢٥٣٥' سنن بیہقی ج ٨ ص ١٩٥' مسند احمد ج ١ ص ١١٧)

کیونکہ یہ شخص حربی کافر ہے' چونکہ اس کو دین اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے' پس اس کو بغیر مہلت دیئے فوراً قتل کر دیا جائے اور اس لیے بھی کہ کسی امر موہوم کی وجہ سے واجب پر عمل کرنے کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی توبہ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ دین اسلام کے سوا تمام ادیان سے براءت کو ظاہر کرے اور اگر صرف وہ اس دین سے براءت کا اظہار کرے جس دین کی طرف وہ اسلام کو چھوڑ کر جا چکا ہے' تب بھی مقصود حاصل ہو جائے گا۔

مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا اور امام شافعی نے کہا کہ اس کو قتل کیا جائے گا کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے اپنے دین کو تبدیل کیا اس کو قتل کرو' اس کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ جس نے بھی دین کو تبدیل کیا خواہ مرد ہو یا عورت اس کو قتل کر دیا جائے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے عموم سے عورتیں خارج ہیں' چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے قتل کرنے سے منع کیا ہے' لہٰذا یہ حدیث عام مخصوص عنہ البعض ہے۔ (ہدایہ اولین ص ٥٨٥۔٥٨٤' مکتبہ رحمانیہ لاہور)

جن احادیث میں عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

1 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعض مغازی میں ایک عورت مقتولہ پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری: ٣٠١٥' صحیح مسلم: ١٧٤٤' سنن ابوداؤد: ٢٦٦٨' سنن ترمذی: ١٥٦٩' مسند احمد ج ٢ ص ٩٢)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب عورت مرتد ہو جائے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

(سنن الدار قطنی ج ۳ ص ۱۰۷) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس وقت فرمایا جب انہیں یمن کی طرف بھیجا کہ جو شخص بھی اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لو' اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گردن مار دو اور جو عورت اسلام سے مرتدہ ہو جائے تو اس کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لو اور اگر وہ انکار کرے تو پھر اس سے توبہ طلب کرو۔ (المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۵۳' مجمع الزوائد ج ٦ ص ۲٦۳)

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: ''اتفوقه تفوقا'' کا معنی ہے: میں وقفے وقفے سے قرآن پڑھتا ہوں' یہ لفظ 'فواق الناقه'' سے ماخوذ ہے' یعنی اونٹنی کا ایک مرتبہ دودھ دوہنے کے بعد جب دوسری مرتبہ دودھ دوہا جائے تو اس کے درمیان کا وقفہ' یعنی وقفے وقفے سے دودھ دوہنا' اسی طرح وقفے وقفے سے قرآن مجید پڑھنا۔ (غریب الحدیث ج ۲ ص ۲٦۹' الصحاح ج ۴ ص ۱۵۴۷)

حضرت معاذ نے کہا: میں رات کو سوتا بھی ہوں اور پھر اٹھ کر قیام میں قرآن مجید پڑھتا ہوں اور اپنے سونے اور جاگنے دونوں میں ثواب کی نیت کرتا ہوں: اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سونے میں ثواب کی نیت کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی جب رات کو سوتا ہے تو اس سے دن بھر کی تھکاوٹ زائل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد جب وہ اٹھتا ہے تو از سر نو عبادت کے لیے کمربستہ ہوتا ہے' اس طرح اس کا رات کے پہلے حصے میں سونا رات کے دوسرے حصے میں عبادت کرنے کا سبب ہے' نیز یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمبی رات کے پہلے نصف میں سوتے تھے اور دوسرے نصف میں عبادت کرتے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۰۸۔ ۵۰٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٣٤٣- حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ فَسَأَلَهُ عَنْ أَشْرِبَةٍ تُصْنَعُ بِهَا فَقَالَ وَمَا هِيَ؟ قَالَ الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ فَقُلْتُ لِأَبِي بُرْدَةَ مَا الْبِتْعُ؟ قَالَ نَبِيذُ الْعَسَلِ وَالْمِزْرُ نَبِيذُ الشَّعِيرِ. فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ. رَوَاهُ جَرِيرٌ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد نے حدیث بیان کی از الشیبانی از سعید بن ابی بردہ از والد خود از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند مشروبات کے متعلق پوچھا جو وہاں بنائے جاتے ہیں' آپ نے پوچھا: وہ کیسے مشروبات ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ''البتع والمزر''۔ راوی کہتا ہے: میں نے ابو بردہ سے پوچھا: البتع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ شہد کا نبیذ ہے اور المزر وہ جَو کا نبیذ ہے' تو آپ نے فرمایا: ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے' اس حدیث کی جریر اور عبدالواحد نے روایت کی از الشیبانی از ابی بردہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲٦۱ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

علامہ ابن ملقن کے غیر نشہ آور مشروب میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف کے خلاف دلائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اور اس کے بعد والی حدیث میں امام ابوحنیفہ کے خلاف دلیل ہے' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ صرف وہ مشروب حرام

ہے جس کے پینے سے آدمی کو نشہ ہو یا جس کی اتنی مقدار پی جائے جس سے نشہ ہو جائے حالانکہ اس حدیث میں آپ نے فرمایا: ہر نشہ آور مشروب حرام ہے اور دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا: جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۸۵' سنن ترمذی: ۱۸۶۵' سنن ابن ماجہ: ۳۳۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۳)

اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجعہ سے منع فرمایا ہے اور جعہ وہ نبیذ ہے جو جَو سے بنایا جاتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۹۷' سنن ترمذی: ۲۰۲۸) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۰۹' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن کے امام ابوحنیفہ کے خلاف دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی حدیث مذکور میں علامہ ابن الملقن کی کوئی دلیل نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کسی مشروب کی اتنی مقدار کو جائز کہتے ہیں جو غیر نشہ آور ہو' نیز علامہ ابن ملقن نے سنن ابوداؤد وغیرہ کے حوالے سے یہ حدیث پیش کی ہے کہ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے تو اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں قلیل سے مراد وہ آخری گھونٹ ہے جس سے نشہ ہوا' اور اس قید پر دلائل حسب ذیل ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے' پھر آپ نے مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی' پھر آپ نے فرمایا: کوئی پینے کی چیز ہے؟ تو آپ کے پاس نبیذ کا ایک پیالہ لایا گیا' آپ نے اس کو چکھا' پھر ماتھے پر شکن ڈالی اور اس کو واپس کر دیا' پھر آلِ حاطب میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! یہ اہل مکہ کا مشروب ہے' پھر آپ نے اس کو لوٹایا اور اس پر پانی ڈالا حتیٰ کہ اس میں جھاگ آ گئے' پھر آپ نے اس کو پیا اور فرمایا: خمر تو بعینہا حرام ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) حرام ہے۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام نسائی نے بھی اس حدیث کو مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۷۸۰_۶۷۷۸_۵۱۹۶_۵۱۹۵_۵۱۹۴_۵۱۹۳)

امام طبرانی نے بھی اس حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(المعجم الکبیر: ۱۲۶۳۳_۱۲۳۸۹_۱۰۸۴۱_۱۰۸۴۰_۱۰۸۳۹_۱۰۸۳۷)

ان احادیث کی سندیں ہر چند کہ ضعیف ہیں لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہیں اور لائق استدلال ہیں۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ کے پاس ایک پیالہ لایا گیا جس میں مشروب تھا' آپ نے اس کو اپنے منہ کے قریب کیا' پھر اس کو واپس کر دیا' مجلس کے بعض شرکاء نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو واپس لاؤ' وہ اس کو واپس لائے' آپ نے پانی منگا کر اس میں پانی ڈالا' پھر اس کو پی لیا' پھر آپ نے فرمایا: ان مشروبات میں غور کیا کرو' اگر یہ مشروب جوش مار رہا ہو تو اس کی تیزی کو پانی کے ساتھ توڑ دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۲۰۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ہمام بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کشمش کا نبیذ لایا گیا' آپ نے اس کو پیا اور ماتھے پر بل ڈالا اور پانی منگایا' اس میں پانی ڈالا' پھر اس کو پی لیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۱۹۸)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ثقیف کے لوگ آئے' ان کے کھانے کا وقت ہو گیا تو حضرت عمر نے کہا:

Marfat.com

گوشت سے پہلے ثرید (گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے) کھاؤ' یہ خلل کی جگہوں کو بھر لیتا ہے اور جب تمہارے نبیذ میں تیزی ہو تو اس کو پانی سے توڑو اور دیہاتیوں کو نہ پلاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۴۱۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر تمہارے نبیذ میں تیزی ہو تو اس کی تیزی کو پانی سے توڑ لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۴۱۹۹)

٤٣٤٥،٤٣٤٤- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدَّهُ اَبَا مُوْسٰى وَمُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى يَا نَبِىَّ اللّٰهِ اِنَّ اَرْضَنَا بِهَا شَرَابٌ مِّنَ الشَّعِيْرِ الْمِزْرُ وَشَرَابٌ مِّنَ الْعَسَلِ الْبِتْعُ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ فَانْطَلَقَا فَقَالَ مُعَاذٌ لِّاَبِىْ مُوْسٰى كَيْفَ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَالَ قَائِمًا وَّقَاعِدًا وَّعَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَاَتَفَوَّقُهٗ تَفَوُّقًا قَالَ اَمَّا اَنَا فَاَنَامُ وَاَقُوْمُ فَاَحْتَسِبُ نَوْمَتِىْ كَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِىْ. وَضَرَبَ فُسْطَاطًا فَجَعَلَا يَتَزَاوَرَانِ فَزَارَ مُعَاذٌ اَبَا مُوْسٰى فَاِذَا رَجُلٌ مُّوْثَقٌ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى. يَهُوْدِىٌّ اَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ فَقَالَ مُعَاذٌ لَّاَضْرِبَنَّ عُنُقَهٗ تَابَعَهُ الْعَقَدِىُّ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ وَكِيْعٌ وَّالنَّضْرُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنِ الشَّيْبَانِىِّ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا حضرت ابوموسیٰ کو اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا' پس فرمایا: تم دونوں آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا اور بشارتیں دینا اور متنفر نہ کرنا اور ایک دوسرے کو خوش رکھنا' پس حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہماری زمین میں جو کے مشروب ہوتے ہیں' المزر اور شہد کے مشروب ہوتے ہیں البتع' آپ نے فرمایا: ہر نشہ آور حرام ہے' پس وہ دونوں چلے گئے' پھر حضرت معاذ نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: آپ کس طرح قرآن پڑھتے ہیں' انہوں نے کہا: کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور سواری پر اور میں اس کو وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں' حضرت معاذ نے کہا: میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں' پس میں اپنی نیند میں ثواب کی نیت کرتا ہوں جس طرح میں اپنے قیام میں ثواب کی نیت کرتا ہوں' انہوں نے ایک خیمہ ڈلوایا تھا جس میں وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے' پس حضرت معاذ نے حضرت ابوموسیٰ سے ملاقات کی' پس دیکھا ایک آدمی بندھا ہوا ہے' حضرت معاذ نے پوچھا: یہ کیوں بندھا ہوا ہے؟ حضرت ابوموسیٰ نے بتایا: یہ یہودی ہے' اس نے اسلام قبول کیا' پھر مرتد ہو گیا' حضرت معاذ نے کہا: میں ضرور اس کی گردن مار دوں گا۔ اس حدیث میں مسلم کی العقدی اور وہب نے متابعت کی ہے' از شعبہ اور وکیع' النضر اور ابوداؤد نے کہا: از شعبہ از سعید از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسے روایت کیا جریر بن عبدالحمید نے از الشیبانی از ابی بردہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٤٦- حَدَّثَنِىْ عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ هُوَ النَّرْسِىُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ عَائِذٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عباس بن الولید جو نرسی ہیں' انہوں نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے

مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ طَارِقَ بْنَ شِهَابٍ يَقُولُ حَدَّثَنِيْ أَبُوْمُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَرْضِ قَوْمِيْ فَجِئْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنِيْخٌ بِالْأَبْطَحِ فَقَالَ: أَحَجَجْتَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ؟ قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ قُلْتُ: لَبَّيْكَ إِهْلَالًا كَإِهْلَالِكَ قَالَ فَهَلْ سُقْتَ مَعَكَ هَدْيًا قُلْتُ لَمْ أَسُقْ قَالَ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَاسْعَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ فَفَعَلْتُ حَتّٰى مَشَطَتْ لِيْ اِمْرَأَةٌ مِّنْ نِّسَاءِ بَنِيْ قَيْسٍ . وَمَكُثْنَا بِذٰلِكَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

حدیث بیان کی از ایوب بن عائذ' انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے طارق بن شہاب سے سنا' وہ کہتے ہیں: مجھے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری قوم کی زمین کی طرف بھیجا تو میں اس وقت آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی ایک وادی میں ٹھہرے ہوئے تھے' آپ نے پوچھا: اے عبداللہ بن قیس! کیا تم نے حج کر لیا ہے' میں نے کہا: جی' یارسول اللہ! آپ نے پوچھا: تم نے کس طرح نیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے کہا تھا کہ میں آپ کے احرام کی طرح احرام باندھ کر حاضر ہوں' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے ساتھ کوئی قربانی کا جانور روانہ کیا تھا' انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: سو تم بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرو' پھر احرام کھول دو' سو میں نے اسی طرح کیا حتیٰ کہ بنو قیس کی عورتوں میں سے ایک عورت نے میرے سر میں کنگھی کی اور ہم اسی طرح ٹھہرے رہے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح:١٥٥٩ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ نے جو کہا تھا: مجھے اپنی قوم کی زمین کی طرف بھیجا' اس سے مراد یمن کی زمین ہے۔

٤٣٤٧- حَدَّثَنِيْ حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِيْ مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِيْنَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: إِنَّكَ سَتَأْتِيْ قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلٰى أَنْ يَّشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ طَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ طَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ طَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از زکریاء بن اسحاق از یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی از ابی معبد مولیٰ ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل سے اس وقت فرمایا جب ان کو یمن کی طرف بھیجا کہ بے شک تم عنقریب اہل کتاب کی ایک قوم کی طرف جاؤ گے' پس جب تم ان کے پاس جاؤ تو ان کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دینا کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں' اگر وہ اس پر ایمان لانے میں تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان کو خبر دینا کہ بے شک اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں' اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو ان کو خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی

Marfat.com

الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ قَالَ أَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ: طَوَّعَتْ: طَاعَتْ وَأَطَاعَتْ لُغَةٌ طِعْتُ وَطُعْتُ وَأَطَعْتُ .

ہے جوان کے مالداروں سے لی جائے گی' پس ان کے فقراء کی طرف لوٹائی جائے گی' اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو پھر تم ان کے نفیس اور عمدہ مالوں کے لینے سے بچنا اور مظلوم کی دعا سے بچنا کیوں کہ مظلوم کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: ''طوعت'' طاعت اور اطاعت یہ ایک لغت ہے اور ''طِعت'' اور ''طُعت'' اور ''اَطعت'' یہ بھی ایک لغت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٩٥ میں گزر چکی ہے' اس تعلیق میں جو ''طوعت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی کام کے لیے خوشی سے آمادہ ہوا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ أَخِيْهِ ۔ (المائدہ: ٣٠) پس اس کا نفس اس کے بھائی کے قتل کرنے پر خوشی سے آمادہ ہوا۔

اس حدیث میں جو فرمایا کہ اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کی شہادت پر ایمان لے آئیں تو پھر ان کو بتانا کہ ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں اور اگر وہ اس کی اطاعت کر لیں تو پھر ان کو بتانا کہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے' اس حدیث میں ان کو درجہ بہ درجہ تبلیغ کا حکم دیا' یہ ابتداءِ اسلام میں تھا' اب جس شخص کو اسلام کی تبلیغ کی جائے گی اسے بہ یک وقت تمام اُمور پر ایمان لانا ہوگا۔

٤٣٤٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ أَنَّ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا قَدِمَ الْيَمَنَ صَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ فَقَرَأَ ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا ٥﴾ (النساء: ١٢٥) فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيْمَ . زَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَرَأَ مُعَاذٌ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ فَلَمَّا قَالَ ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا ٥﴾ قَالَ رَجُلٌ خَلْفَهُ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيْمَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حبیب بن ابی ثابت از سعید بن جبیر از عمرو بن میمون' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں آئے تو انہوں نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں یہ آیت پڑھی (اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا٥ النساء: ١٢٥) تو قوم کے ایک آدمی نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی۔ معاذ نے از شعبہ اضافہ کیا ہے از حبیب از سعید از عمرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا تو حضرت معاذ نے فجر کی نماز میں سورۂ نساء پڑھی تو جب انہوں نے کہا: ''وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا٥'' (النساء: ١٢٥) تو ایک آدمی جوان کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی۔

آنکھ ٹھنڈی ہونے کا معنی اور ایک اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث عمرو بن میمون سے مروی ہے کیوں کہ جس وقت حضرت معاذ یمن میں آئے تو حضرت عمرو بن میمون وہیں پر تھے۔

بے شک حضرت ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی: یعنی ان کی آنکھ میں سے ٹھنڈے آنسو نکلے اور یہ خوشی سے کنایہ ہے کیوں کہ خوشی کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں اسی لیے جس کو دعا دی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: اللہ تمہاری آنکھ کو ٹھنڈا کرے! اور جس کو بددعا دی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: اللہ تمہاری آنکھ کو گرم کرے۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ ان کے پیچھے ایک نمازی نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی تو حضرت معاذ نے اس کو کیوں نہیں بتایا کہ نماز میں کلام کرنے سے تمہاری نماز ٹوٹ گئی اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ نے بتایا ہو کہ تمہاری نماز ٹوٹ گئی لیکن راوی نے نقل نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٧ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٦٢- بَابُ بَعْثُ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن کی طرف بھیجنا

٤٣٤٩- حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اَبِیْ اِسْحَاقَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ ثُمَّ بَعَثَ عَلِيًّا بَعْدَ ذٰلِكَ مَكَانَهُ فَقَالَ: مُرْ اَصْحَابَ خَالِدٍ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ اَنْ يُعَقِّبَ مَعَكَ فَلْيُعَقِّبْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقْبِلْ فَكُنْتُ فِيْمَنْ عَقَّبَ مَعَهُ قَالَ: فَغَنِمْتُ اَوَاقٍ ذَوَاتِ عَدَدٍ.

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا' پھر اس کے بعد حضرت علی کو ان کی جگہ بھیجا' پس فرمایا: تم خالد کے اصحاب سے کہنا کہ ان میں سے جو پیچھے (یمن) جانا چاہے وہ تمہارے ساتھ پیچھے چلا جائے اور جو آگے بڑھنا چاہے' وہ آگے بڑھ جائے' پس میں ان میں سے تھا جو حضرت خالد کے ساتھ پیچھے رہے' پس مجھے بہت زیادہ چاندی حاصل ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک حدیث اور ''التعقیب'' کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام احمد' امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے دوسری سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت علی نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے ان لوگوں کی طرف بھیج رہے ہیں جو مجھ سے زیادہ عمر کے ہیں اور میں کم عمر ہوں اور قضاء اور فیصلہ کرنے کی بصیرت نہیں رکھتا' حضرت علی نے بتایا: پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کے دل کو ہدایت دے! اور فرمایا: اے علی! جب تمہارے پاس دو فریق آئیں تو اس وقت تک ان کے درمیان فیصلہ نہ کرنا حتیٰ کہ تم دوسرے کی بات کو سن لو۔

Marfat.com

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا: یہ طائف سے لوٹنے کے بعد اور الجعرانہ میں غنیمتوں کی تقسیم کے بعد کا واقعہ ہے۔

جو اُن میں سے پیچھے جانا چاہے: یعنی جو یمن کی طرف لوٹ کر جانا چاہے اور ''تعقیب'' کا معنی ہے: لشکر کے بعض لوگ لوٹ آئیں تا کہ اگلے دن کے غزوہ کو پالیں اور ابن فارس نے کہا: اس کا معنی ہے: ایک غزوہ کے بعد دوسرا غزوہ اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کا معنی عام ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ خلیفہ ایک لشکر کو کسی علاقے میں ایک مدت تک کے لیے بھیجے' پس جب وہ مدت ختم ہو جائے تو وہ لوٹ آئے اور دوسرے کو ان کی جگہ بھیج دے' پس جو چاہے لشکرِ اوّل سے لشکرِ ثانی کی طرف لوٹے' اس لوٹنے کو بھی ''تعقیب'' کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۹۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٥٠- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ سُوَیْدِ بْنِ مَنْجُوْفٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا اِلٰی خَالِدٍ لِیَقْبِضَ الْخُمُسَ وَکُنْتُ اُبْغِضُ عَلِیًّا وَّقَدِ اغْتَسَلَ فَقُلْتُ لِخَالِدٍ: اَلَا تَرٰی اِلٰی هٰذَا فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَکَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ یَا بُرَیْدَةُ اَتُبْغِضُ عَلِیًّا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا تُبْغِضْهُ فَاِنَّ لَهٗ فِی الْخُمُسِ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن سوید بن منجوف نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن بریدہ از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو حضرت خالد کی طرف بھیجا تا کہ وہ خمس پر قبضہ کریں' حضرت بریدہ نے کہا: میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا اور حضرت علی نے غسل کیا تھا' میں نے حضرت خالد سے کہا: کیا آپ ان کی طرف دیکھ نہیں رہے' پس جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو میں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے بریدہ! کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ان سے بغض نہ رکھو کیوں کہ ان کا خمس میں اس سے بہت زیادہ حصہ ہے۔

حضرت بریدہ کے حضرت علی سے بغض رکھنے کی وجہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی کی فضیلت بیان کرنا

حضرت بریدہ: حضرت بریدہ بن عبداللہ بن الحارث الاسلمی' یہ غزوۂ بدر سے پہلے اسلام لائے تھے اور غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے اور غزوۂ حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے' یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی' یہ مرو میں فوت ہوئے تھے اور ان کی قبر حصین میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸)

حضرت بریدہ نے کہا: میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اسماعیلی کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو خمس کی تقسیم کرنے کے لیے حضرت خالد کے پاس بھیجا' حضرت علی نے اس خمس کے قیدیوں میں سے ایک باندی اپنے لیے رکھ لی' صبح اس باندی سے مباشرت کر کے غسل کیا تو حضرت خالد نے حضرت بریدہ سے کہا: کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ انہوں نے کیا کیا ہے؟ حضرت بریدہ نے کہا: میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا' بغض رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے از خود خمس کے قیدیوں میں سے ایک خوبصورت باندی رکھ لی' دوسری وجہ یہ تھی کہ انہوں نے بغیر استبراء کے اس باندی سے مباشرت کر لی اور پھر صبح غسل کیا۔ (استبراء کا معنی یہ ہے کہ باندی کا ایک حیض گزر جائے)' حضرت بریدہ کو حضرت علی پر یہ دو اعتراض تھے' ایک یہ کہ انہوں نے از خود خمس میں

سے ایک باندی کو لے لیا اور دوسرا یہ کہ انہوں نے بغیر استبراء کے اس باندی سے مباشرت کر لی' پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خمس میں سے جو اہل بیت کا حصہ تھا' اس میں سے اس باندی کو لیا تھا تو گویا انہوں نے اپنے حصے میں سے باندی کو لیا تھا اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ وہ باندی کنواری تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بریدہ! علی سے بغض نہ رکھو: امام احمد نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت کی ہے کہ تم علی کو برا نہ کہو' وہ مجھ سے ہے اور میں ان سے ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۹۵)

٤٣٥١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ نُعْمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ فِىْ اَدِيْمٍ مَقْرُوْظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا قَالَ فَقَسَمَهَا بَيْنَ اَرْبَعَةِ نَفَرٍ بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ وَاَقْرَعَ بْنِ حَابِسٍ وَزَيْدِ الْخَيْلِ وَالرَّابِعُ اِمَّا عَلْقَمَةُ وَاِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهِ كُنَّا نَحْنُ اَحَقَّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلَا تَاْمَنُوْنِىْ وَاَنَا اَمِيْنُ مَنْ فِى السَّمَاءِ يَاْتِيْنِىْ خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَّمَسَاءً قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ مُشَمَّرُ الْاِزَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِتَّقِ اللّٰهَ قَالَ وَيْلَكَ اَوَلَسْتُ اَحَقَّ اَهْلِ الْاَرْضِ اَنْ يَّتَّقِيَ اللّٰهَ قَالَ ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ لَا لَعَلَّهُ اَنْ يَّكُوْنَ يُصَلِّىْ فَقَالَ خَالِدٌ وَكَمْ مِنْ مُّصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِىْ قَلْبِهِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ لَمْ اُوْمَرْ اَنْ اَنْقُبَ قُلُوْبَ النَّاسِ وَلَا اَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ. قَالَ ثُمَّ نَظَرَ اِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ اِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ وَاَظُنُّهُ قَالَ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی از عمارہ بن القعقاع بن شبرمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمٰن بن ابی نعم نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف درخت کی چھال سے رنگے ہوئے چمڑے کی تھیلی میں کچھ سونا بھیجا جس کو ابھی مٹی سے الگ نہیں کیا گیا تھا' آپ نے اس کو چار مردوں میں تقسیم کر دیا' عیینہ بن بدر اور اقرع بن حابس اور زید الخیل اور چوتھے یا علقمہ تھے یا عامر بن الطفیل تھے تو آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد نے کہا: ان لوگوں کی بہ نسبت ہم زیادہ حق دار ہیں' حضرت ابوسعید نے کہا: یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی' آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے امین قرار نہیں دیتے حالانکہ میں آسمان میں امین ہوں' میرے پاس صبح اور شام آسمان سے خبر آتی ہے' حضرت ابوسعید نے بتایا: پھر ایک مرد کھڑا ہوا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں' گال ابھرے ہوئے تھے' پیشانی اونچی تھی' ڈاڑھی گھنی تھی' سر منڈا ہوا تھا اور تہبند ٹخنوں سے اونچا تھا' اس نے کہا: یارسول اللہ! اللہ سے ڈریے! آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! کیا میں روئے زمین میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں' حضرت ابوسعید نے بتایا: پھر وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو حضرت خالد بن الولید نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں' آپ نے فرمایا: نہیں! ہو سکتا ہے کہ یہ نماز پڑھتا ہو تو حضرت خالد نے کہا: کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں

کے دلوں میں سوراخ کروں اور میں ان کے پیٹوں کو چیروں' پھر
آپ نے اس مرد کی طرف دیکھا جب کہ وہ پیٹھ پھیر چکا تھا' آپ
نے فرمایا: اس شخص کی نسل سے ایسی قوم نکلے گی جو تر زبان سے
کتاب اللہ کی تلاوت کرے گی اور کتاب اللہ ان کے حلقوم سے
تجاوز نہیں کرے گی اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے' جس
طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا:
اگر میں نے ان کو پالیا تو میں ان کو اس طرح قتل کروں گا جس طرح
ثمود کو قتل کیا گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کرنے والے کا نام' اس مرد کو قتل نہ کرنے کے متعلق متعدد شارحین کی توجیہات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پس ایک مرد کھڑا ہوا: ایک قول یہ ہے کہ وہ مرد ذوالخویصرہ تمیمی تھا اور امام ابوداؤد کے نزدیک اس کا نام نافع تھا اور سہیلی نے کہا: ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام حرقوص بن زہیر السعدی تھا۔

پس حضرت خالد بن الولید نے کہا: دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا: علامہ عینی فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ دونوں نے کہا ہو لیکن راجح یہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا تھا۔

آپ نے فرمایا: ہوسکتا ہے وہ نماز پڑھتا ہو: علامہ کرمانی نے کہا: یعنی جو نماز پڑھتا ہو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو نماز نہ پڑھتا ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا' لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے' کیوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے۔

مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں میں سوراخ کروں اور ان کے پیٹوں کے چاک کروں: اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے ظواہرِ اُمور پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بواطنِ اُمور کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا: اگر میں نے ان کو پالیا تو میں ان کو اس طرح قتل کروں گا جس طرح ثمود کو قتل کیا گیا تھا: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ان کو قتل کرنا جائز تھا تو نبی ﷺ نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں یہ ہے کہ اس شخص کی نسل میں سے ایسے لوگ نکلیں گے جو قتل کیے جانے کے مستحق ہوں گے' اس لیے آپ نے اس کو چھوڑ دیا' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہر چند کہ وہ قتل کیے جانے کا مستحق تھا لیکن آپ نے اس کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ بہ ظاہر وہ مسلمان تھا تو لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔ علامہ المازری نے کہا کہ آپ نے یہ نہیں سمجھا تھا کہ وہ آپ کی نبوت میں طعن کر رہا ہے' بلکہ وہ آپ کی تقسیم پر اعتراض کر رہا تھا کہ اس میں عدل نہیں ہے اور تقسیم میں عدل نہ کرنا گناہ کبیرہ نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کبائر سے معصوم ہوتے ہیں اور ان سے صغیرہ کے وقوع میں اختلاف ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: میرا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کبائر اور صغائر سے معصوم ہوتے ہیں اور جو اُن سے کوئی ایسا فعل صادر ہو جو صغیرہ کے مشابہ ہو' اس میں صرف یہ ہی کہا جائے گا کہ یہ صرف ترکِ افضل اور ترکِ اولیٰ ہے۔ ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ نے اس مرد کو

Marfat.com

اس لیے قتل نہیں کیا اور نہ کوئی سزا دی کیونکہ آپ کے نزدیک اس کا یہ قول ثابت نہیں تھا بلکہ خبر واحد سے منقول تھا اور خبر واحد کی بناء پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ قاضی عیاض نے اس جواب کو باطل قرار دیا ہے کیوں کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ اس نے آپ کو مخاطب کر کے کہا تھا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! عدل کیجئے' اسی وجہ سے صحابہ نے اسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۲-۹' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٥٢- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِسِعَايَتِهِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ قَالَ وَأَهْدَى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا کہ عطاء نے بتایا' انہوں نے کہا کہ حضرت جابر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں' محمد بن بکر نے یہ اضافہ کیا ہے از ابن جریج' انہوں نے بتایا کہ عطاء نے کہا ہے کہ حضرت جابر نے بتایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی ولایت سے (مال) لے کر آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے علی! تم نے کس طرح احرام باندھا ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سو تم قربانی کا جانور بھیجو اور تم اپنا احرام اسی طرح برقرار رکھو' حضرت جابر نے بتایا کہ حضرت علی نے قربانی کا جانور روانہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٥٣' ٤٣٥٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ حَدَّثَنَا بَكْرٌ الْبَصْرِيُّ أَنَّهُ ذَكَرَ لِابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ فَقَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ وَأَهْلَلْنَا بِهِ مَعَهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيٌ فَقَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنَ الْيَمَنِ حَاجًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ أَهْلَلْتَ فَإِنَّ مَعَنَا أَهْلَكَ قَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَمْسِكْ فَإِنَّ مَعَنَا هَدْيًا. (صحیح مسلم: ۱۲۳۲' الرقم المسلسل: ۲۸۸۴' سنن ابوداؤد: ۲۳۵۴' سنن نسائی: ۲۷۲۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی از حمید الطویل' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا' حضرت ابن عمر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ حج کا احرام باندھا' پس جب ہم مکہ آئے تو آپ نے فرمایا: جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ اس احرام کو عمرے کا احرام کر لے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قربانی کا جانور تھا' پس ہمارے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یمن سے حج کا احرام باندھے ہوئے آئے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم نے کس کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کا احرام باندھا ہے' جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام باندھا ہے' تو آپ نے

Marfat.com

فرمایا: تم اس احرام پر برقرار رہو کیوں کہ ہمارے پاس قربانی کا جانور ہے۔

٦٣- بَابُ غَزْوَةِ ذِي الْخَلَصَةِ ذی الخلصہ کا غزوہ

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: الخلصہ کو کئی طرح پڑھا گیا ہے: "الْخَلَصه" اور "الْخُلُصه" اور "الْخَلْصَه' الْخَلَصَه" اس بت خانہ کا نام ہے جس میں بت رکھا ہوا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اس بت کا نام ذوالخلصہ ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ ذوالخلصہ قبیلہ دوس کے بت کا نام ہے' جس کی آخری زمانے میں عبادت کی جائے گی' حدیث صحیح میں ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ دوس اور خثعم کی عورتیں ذی الخلصہ کے گرد کولھے مٹکائیں گی۔ (صحیح البخاری: ۷۱۱۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۲۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٣٥٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا بَيَانٌ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كَانَ بَيْتٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُقَالُ لَهُ ذُو الْخَلَصَةِ وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ وَالْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَنَفَرْتُ فِي مِائَةٍ وَّخَمْسِينَ رَاكِبًا فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَّجَدْنَا عِنْدَهُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بیان نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک بت خانہ تھا جسے ذوالخلصہ اور کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا تو مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخلصہ سے راحت نہیں دیتے تو میں ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ روانہ ہوا تو ہم نے اس کو توڑ دیا اور جو لوگ اس بت کے پاس تھے ان کو قتل کر دیا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے میرے لیے دعا کی اور احمس کے لیے بھی دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔

الکعبۃ الشامیہ کہنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الکعبۃ الشامیہ: علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس بت خانہ کو وہ لوگ فقط کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور رہا کعبہ شامیہ تو وہ کعبہ معظمہ ہے جو مکہ میں ہے اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت ہے اور وہ تاویل یہ ہے کہ اس کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا اور جو مکہ میں ہے اس کو کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا اور انہوں نے کہا: اس حدیث میں شامیہ کا لفظ غلط ہے' علامہ سہیلی نے کہا کہ اس کو کعبہ کہا جاتا تھا اور بیت اللہ کو کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا' اس کی ایک یہ تاویل ہے کہ اس کو کعبہ شامیہ اس لیے کہا جاتا تھا کہ اس کا ایک دروازہ شام کی طرف تھا۔ (یہ تاویل حافظ ابن حجر نے کی ہے۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۴۔۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٥٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ قَالَ لِي جَرِيرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس

Marfat.com

تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِي خَثْعَمَ يُسَمَّى الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ قَالَ فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ .

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جریر رضی اللہ نے بتایا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم مجھے ذی الخلصہ سے راحت نہیں دیتے اور وہ قبیلہ خثعم کا ایک بُت خانہ تھا جس کا نام کعبہ یمانیہ رکھا گیا تھا' پس میں احمس (قریش) کے ایک سو پچاس گھڑ سواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ سب گھوڑے سوار تھے اور میں گھوڑے پر مضبوطی سے نہیں بیٹھ سکتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا حتیٰ کہ میں نے آپ کی انگلیوں کے نشان اپنے سینے پر دیکھے اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا' پس حضرت جریر اس بت خانے کی طرف گئے' اسے توڑ دیا اور اسے آگ لگا دی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک قاصد روانہ کیا' پس حضرت جریر کے قاصد نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس وقت تک آپ کے پاس نہیں آیا حتیٰ کہ میں نے اس بت خانہ کو اس حال میں چھوڑا گویا کہ وہ خارش زدہ (تارکول ملا ہوا) اونٹ ہے' قاصد نے بتایا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احمس کے لیے اور ان کے مردوں کے لیے پانچ مرتبہ دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٢٠ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٥٧- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَقُلْتُ بَلَى فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ يَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا قَالَ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسٍ بَعْدُ . قَالَ وَكَانَ ذُو الْخَلَصَةِ بَيْتًا بِالْيَمَنِ لِخَثْعَمَ وَبَجِيلَةَ فِيهِ نُصُبٌ تُعْبَدُ يُقَالُ لَهُ الْكَعْبَةُ . قَالَ فَأَتَاهَا فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا . قَالَ وَلَمَّا قَدِمَ جَرِيرٌ الْيَمَنَ كَانَ بِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے خبر دی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس از حضرت جریر رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخلصہ سے راحت نہیں دو گے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! پس میں احمس کے ایک سو پچاس گھڑ سواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ سب گھڑ سوار تھے اور میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا' میں نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا حتیٰ کہ میں نے آپ کے ہاتھ کا نشان اپنے سینے پر دیکھا اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا' حضرت جریر نے بتایا کہ اس کے بعد میں گھوڑے سے نہیں گرا' اور حضرت جریر نے کہا: ذوالخلصہ یمن میں خثعم کا اور

Marfat.com

رَجُلٌ يَّسْتَقْسِمُ بِالْأَزْلَامِ فَقِيلَ لَهُ اَنَّ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَا هُنَا فَإِنْ قَدَرَ عَلَيْكَ ضَرَبَ عُنُقَكَ . قَالَ فَبَيْنَمَا هُوَ يَضْرِبُ بِهَا إِذْ وَقَفَ عَلَيْهِ جَرِيْرٌ فَقَالَ لَتَكْسِرَنَّهَا وَلَتَشْهَدَنَّ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَوْلَاَضْرِبَنَّ عُنُقَكَ . قَالَ فَكَسَرَهَا وَشَهِدَ ثُمَّ بَعَثَ جَرِيْرٌ رَجُلًا مِّنْ اَحْمَسَ يُكْنٰى اَبَا اَرْطَاةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهُ بِذٰلِكَ فَلَمَّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَاجِئْتُ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجْرَبُ . قَالَ فَبَرَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْلِ اَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ .

بجیلہ کا بت خانہ تھا جس میں نصب کیے ہوئے بتوں کی عبادت کی جاتی تھی اور اس کو کعبہ کہا جاتا تھا' حضرت جریر نے کہا: پس وہ وہاں گئے اور اس کو آگ سے جلا دیا اور توڑ دیا۔ راوی نے بتایا کہ جب حضرت جریر یمن گئے تو وہاں ایک مرد تھا جو تیروں سے فال نکالتا تھا' اس سے کہا گیا: بے شک رسول اللہ ﷺ کا قاصد یہاں ہے (یعنی حضرت جریر)' اگر وہ تم پر قادر ہوئے تو وہ تمہاری گردن اڑا دیں گے تو جس وقت وہ تیر سے فال نکال رہا تھا تو وہاں حضرت جریر آ گئے تو انہوں نے کہا: تم ضرور ان تیروں کو توڑو گے اور تم ضرور یہ شہادت دو گے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے ورنہ میں تمہاری گردن ماردوں گا۔ راوی نے بتایا: اس نے ان تیروں کو توڑ دیا اور کلمہ شہادت پڑھا' پھر حضرت جریر نے احمس کے ایک مرد کو جس کی کنیت ابوارطاۃ تھی' نبی ﷺ کی طرف یہ بشارت دینے کے لیے بھیجا' جب وہ نبی ﷺ کے پاس آیا تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کے پاس اُس وقت تک نہیں آیا حتیٰ کہ میں نے اس بت خانہ کو اس طرح چھوڑ دیا گویا کہ وہ خارش زدہ اونٹ ہو' انہوں نے بتایا: پھر نبی ﷺ نے احمس کے گھڑ سواروں اور مردوں کے لیے پانچ مرتبہ دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو بت خانے وغیرہ سے فتنوں میں مبتلا کیا جاتا ہے اور یہ کہ امیر لشکر کو فتح کی بشارت بھیجنی چاہیے اور یہ کہ میدانِ جہاد میں لڑنے کے لیے جانے میں فضیلت ہے اور اس حدیث میں نبی ﷺ کی دعا کے قبول ہونے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں دشمن کو سزا دینے میں مبالغہ کا ذکر ہے کہ حضرت جریر نے ان کے بتوں کو توڑ دیا اور آگ لگا دی اور اس حدیث میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت اور فضیلت ہے۔

٦٤- بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ
غزوہ ذات السلاسل کا بیان

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس غزوہ کو ذات السلاسل اس لیے کہا گیا ہے کہ ''سَلْسَلَہ'' کا معنی ہے: زنجیر اور اس کی جمع سلاسل ہے اور مشرکین نے ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا تا کہ ان میں سے کوئی بھاگ نہ جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہاں پانی کا ایک چشمہ تھا جس کا نام تھا: سلسل' اس کا پانی بہت خوش گوار تھا۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ چشمہ وادی القریٰ اور مدینہ کے درمیان تھا اور مدینہ سے اس کی مسافت دس دن کی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۶۔۱۷)

Marfat.com

وَهِيَ غَزْوَةُ لَخْمٍ وَّجُذَامَ قَالَهُ اِسْمَاعِيلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ.

اسماعیل بن ابی خالد نے کہا: یہ ہی قبیلہ لخم اور جذام کا غزوہ ہے۔

وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ عُرْوَةَ هِيَ بِلَادُ بَلِيٍّ وَعُذْرَةَ وَبَنِي الْقَيْنِ.

اور امام ابن اسحاق نے از یزید از عروہ روایت کی کہ یہ بلی عذرہ اور بنی القین کے شہر ہیں۔

مذکورہ تینوں قبائل قزاعہ کی شاخیں ہیں اور بلی ایک بہت بڑا قبیلہ ہے جو بلی بن عمرو کی طرف منسوب ہے اور عذرہ بھی ایک بڑا قبیلہ ہے جو عذرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے اور بنوالقین بھی ایک بڑا قبیلہ ہے' جو قین بن جسر کی طرف منسوب ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۰۲)

٤٣٥٨- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اَيُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ وَمِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالًا فَسَكَتُّ مَخَافَةَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ فِيْ اٰخِرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے خبر دی از خالد الحذاء از حضرت ابی عثمان رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو ذات السلاسل کے لشکر پر امیر بنا کر بھیجا' انہوں نے کہا: میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' پس میں نے عرض کیا: آپ کو سب سے زیادہ لوگوں میں محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ' میں نے پوچھا: اور مردوں میں؟ آپ نے فرمایا: ان کے والد' میں نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: عمر' پھر آپ نے کئی مردوں کے نام لیے' پھر میں اس خوف سے خاموش ہو گیا کہ آپ میرا شمار سب سے آخر میں کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۶۲ میں گزر چکی ہے۔ چند اہم اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

اس لشکر میں حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عمر کا حضرت عمرو بن عاص کی اطاعت کرنا اور ان کا فتح یاب ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ قزاعہ کی ایک جماعت جمع ہوئی اور انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ مدینے کے اطراف میں پہنچ جائیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو بلایا اور ان کو ایک سفید جھنڈا دیا اور تین سو مہاجرین اور انصار کے اکابر کے ساتھ ان کو روانہ کیا' پھر ان کی امداد کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو دو سو صحابہ کے ساتھ بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ مل جائیں اور ان سے اختلاف نہ کریں' پس حضرت ابوعبیدہ نے ارادہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں تو ان کو حضرت عمرو بن العاص نے منع کیا اور کہا: تم میری مدد کے لیے آئے ہو اور امیر میں ہوں تو حضرت ابوعبیدہ نے ان کی اطاعت کی' سو حضرت عمرو بن عاص نے ان کی نماز پڑھائی اور اس سے پہلے کتاب التیمم میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ سردیوں کی رات میں حضرت عمرو بن عاص کو احتلام ہو گیا تو حضرت عمرو بن عاص نے غسل نہیں کیا اور تیمم کر کے نماز پڑھا دی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر میں غسل کرتا تو سردی سے مر جاتا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مارنے سے منع کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملامت نہیں کی اور اس غزوہ میں حضرت عمرو بن عاص نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ رات میں آگ نہ جلائیں' حضرت عمر نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت

ابوبکر نے ان سے کہا کہ اس بات کو رہنے دو' کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہمارا امیر اس لیے بنایا ہے کہ ان کو جنگ کے معاملات کا زیادہ علم ہے' حضرت عمرو بن عاص نے کہا تھا کہ اگر کسی شخص نے آگ جلائی تو میں اس کو اسی آگ میں جھونک دوں گا' بہر حال جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو حضرت عمرو بن عاص نے دشمن کو بھگا دیا' مسلمانوں نے دشمن کا پیچھا کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرو بن عاص نے اس سے منع کیا' واپس آ کر مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ باتیں بتائیں تو حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ میں نے رات میں آگ جلانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ دشمن کو ہمارے پڑاؤ کی خبر نہ ہو جائے اور دشمن کا پیچھا کرنے سے اس لیے منع کیا تھا کہ کہیں دشمن کی مدد نہ آ جائے' یہ سن کر نبی ﷺ نے ان کی تحسین کی اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔

امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص نے دل میں کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے اُس لشکر کا امیر بنایا جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے تو میں نے یہ سمجھا کہ شاید رسول اللہ ﷺ کے نزدیک میں سب سے زیادہ محبوب ہوں' اس لیے انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے اور جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کا' حضرت ابوبکر' حضرت عمر کا اور دوسرے صحابہ کا نام لیا اور حضرت عمرو بن عاص کا نام نہیں لیا تو پھر وہ خاموش ہو گئے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امیر بنانا جائز ہے' جب کہ مفضول میں ایسی صفات ہوں جو امارت کے لیے ضروری ہوں اور اس حدیث میں حضرت ابوبکر کی تمام مردوں میں افضلیت کا ذکر ہے اور ان کی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت عائشہ کا تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہونے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بھی ذکر ہے' کیوں کہ ان کو اس لشکر کا امیر بنایا جس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے' اگرچہ اس سے حضرت عمرو بن عاص کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے اپنی الادب المفرد میں اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عمرو بن عاص سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے بلایا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے کپڑے اور ہتھیار رکھ لوں' پھر فرمایا: اے عمرو! میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں ایک لشکر پر امیر بنا کر بھیجوں' پس اللہ تمہیں مال غنیمت عطاء فرمائے گا اور تم کو سلامت رکھے گا' میں نے عرض کیا: میں مال کی رغبت کی وجہ سے تو ایمان نہیں لایا' آپ نے فرمایا: اچھے مرد کے لیے اچھا مال کیا خوب ہے!

اس حدیث میں یہ خبر ہے کہ آپ نے حضرت عمرو بن عاص کو ان کے اسلام لانے کے بعد بھیجا تھا اور حضرت عمرو بن عاص سات ہجری میں اسلام لائے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۳-۲۰۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٦٥- بَابُ ذَهَابِ جَرِيرٍ إِلَى الْيَمَنِ — حضرت جریر کا یمن کی طرف جانا

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس باب میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کے یمن کی طرف جانے کا ذکر ہے' امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ حضرت جریر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تا کہ میں ان سے قتال کروں اور ان کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی ﷺ کا ان کو یمن کی طرف بھیجنا کیا وہی ہے جب ان کو ذی الخلصہ کے بت خانہ کو منہدم کرنے کے لیے بھیجا تھا یا اس کے سوا کوئی اور ہے؟ میں کہتا ہوں: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے ان کو ترتیب وار دونوں جہتوں کی طرف بھیجا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن حبان نے حضرت جریر سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: اے جریر! زمانہ جاہلیت کے

طاغوتوں میں سے صرف ذی الخلصہ کا بت خانہ رہ گیا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی الخلصہ کے بت خانے کو منہدم کرنے کے لیے حضرت جریر اس کے بعد گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١٧)

٤٣٥٩- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كُنْتُ بِالْبَحْرِ فَلَقِيتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ذَا كَلَاعٍ وَذَا عَمْرٍو فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ذُو عَمْرٍو لَئِنْ كَانَ الَّذِي تَذْكُرُ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكَ لَقَدْ مَرَّ عَلَى أَجَلِهِ مُنْذُ ثَلَاثٍ وَأَقْبَلَا مَعِي حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ رُفِعَ لَنَا رَكْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِينَةِ فَسَأَلْنَاهُمْ فَقَالُوا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ وَالنَّاسُ صَالِحُونَ فَقَالَا أَخْبِرْ صَاحِبَكَ أَنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُودُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَرَجَعَا إِلَى الْيَمَنِ فَأَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرٍ بِحَدِيثِهِمْ قَالَ أَفَلَا جِئْتَ بِهِمْ؟ فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ قَالَ لِي ذُو عَمْرٍو يَا جَرِيرُ إِنَّ لَكَ عَلَيَّ كَرَامَةً وَإِنِّي مُخْبِرُكَ خَبَرًا إِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا كُنْتُمْ إِذَا هَلَكَ أَمِيرٌ تَأَمَّرْتُمْ فِي آخَرَ فَإِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوا مُلُوكًا يَغْضَبُونَ غَضَبَ الْمُلُوكِ وَيَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوكِ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ العبسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ادریس نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سمندر میں تھا تو میری ملاقات اہلِ یمن کے دو مردوں ذاکلاع اور ذاعمرو سے ہوئی' پس میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے لگا تو مجھ سے ذوعمرو نے کہا: تم جو اپنے پیغمبر کا ذکر کر رہے ہو تو تین روز پہلے ان کی وفات ہو چکی ہے اور وہ دونوں میرے ساتھ چلے' حتیٰ کہ جب ہم راستے کے کسی حصے میں تھے تو ہمیں مدینے کی طرف سے کچھ سوار آتے ہوئے ملے' پس ہم نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے اور حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا دیا گیا ہے اور لوگ ٹھیک ٹھاک ہیں تو ان دونوں نے کہا: تم اپنے خلیفہ کو خبر دینا کہ بے شک ہم آئے تھے اور شاید کہ ان شاء اللہ ہم دوبارہ آئیں گے اور وہ دونوں یمن کی طرف لوٹ گئے' پس میں نے حضرت ابوبکر کو ان کا پیغام سنایا تو انہوں نے کہا: تم ان کو لے کر کیوں نہیں آئے' پس کچھ عرصہ گزرنے کے بعد مجھ سے ذوعمرو نے کہا: اے جریر! بے شک تمہارا مجھ پر ایک احسان ہے اور میں تم کو یہ خبر دے رہا ہوں کہ تم اہلِ عرب جب تک تمہارا ایک امیر فوت ہو جائے تو تم کسی دوسرے کو امیر بناتے رہو گے تو تم خیر کے ساتھ رہو گے' پس جب حکومت تلوار اور غلبہ سے حاصل ہو گی تو پھر وہ بادشاہ ہوں گے اور بادشاہوں کی طرح راضی ہوں گے اور بادشاہوں کی طرح ناراض ہوں گے۔

ذوکلاع اور ذوعمرو کا تذکرہ اور اس کی توجیہ کہ ذوعمرو کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا کیسے علم ہوا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ذاکلاع: ان کا نام اَسمیفع ہے اور ان کو ایفاع بن باکورہ کہا جاتا ہے اور ابن حوشب بن عمر بھی کہا جاتا ہے' حافظ ابوعمر نے کہا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کعب احبار کے چچازاد بھائی ہیں اور ان کی کنیت شرحبیل ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی قوم کے سردار تھے اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف مکتوب لکھا تھا کہ وہ الاسود اور مسیلمہ اور طلیحہ کے

Marfat.com

معاملے میں تعاون کریں اور ان کی طرف قاصد حضرت جریر بن عبداللہ البجلی تھے اور وہ حضرت جریر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ ذوالکلاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے جنگ صفین میں گئے تھے اور جنگ ختم ہونے سے پہلے قتل کر دیئے گئے تھے' سینتیس ہجری میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔

ذاعمرو: یہ یمن کے بادشاہوں میں سے ایک تھے' حافظ ابوعمر نے بتایا کہ یہ بھی ذوالکلاع کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تھے اور دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور ان دونوں کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی بھی تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان دونوں نے مدینہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور جب ان دونوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو یہ دونوں لوٹ آئے' پھر یہ دونوں حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں مدینہ گئے۔

تمہارے پیغمبر کی وفات پر تین دن گزر گئے: اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا علم کیسے ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ مدینہ سے آنے والے بعض لوگوں نے ان کو چپکے سے بتا دیا ہو' یا پھر ان کو الہام ہوا ہو یا ان کو بعض کتب قدیمہ کے مطالعہ سے پتا چلا ہو۔

جب تلوار اور غلبہ سے حکومت حاصل ہوگی تو پھر وہ حاکم بادشاہ ہوں گے: اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ذاعمرو نے یہ چیز کتب قدیمہ میں پڑھی تھی کیوں کہ یہ حضرت سفینہ کی اس حدیث کے مطابق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت صرف تیس سال رہے گی' پھر بادشاہت ہوگی۔ اس حدیث کی امام احمد نے اور اصحاب السنن نے روایت کی ہے اور اس حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۹-۱۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٦- بَابُ غَزْوَةِ سَيْفِ الْبَحْرِ وَهُمْ يَتَلَقَّوْنَ عِيرًا لِقُرَيْشٍ وَأَمِيرُهُمْ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

سیف البحر کے غزوہ کا بیان' اور وہ قریش کے قافلے کی گھات میں تھے اور ان کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے

حدیث مذکور کی تعلیق اور امام محمد بن سعد کی روایت میں تعارض اور ان میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سیف البحر: اس کا معنی ہے: ساحلِ سمندر۔

اور وہ قریش کے قافلہ کی گھات میں تھے: اس میں یہ تصریح ہے کہ وہ قریش کے قافلہ کی تاک میں تھے' جیسا کہ اس باب کی دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ ہم قریش کے قافلہ کی تاک میں تھے۔ امام محمد بن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جہینہ کے ایک قبیلے کی طرف روانہ کیا تھا جو ساحل سمندر کے قریب تھا اور یہ جگہ مدینہ سے پانچ دن کی مسافت کے فاصلے پر تھی' وہ واپس آ گئے اور ان کا کسی جنگ سے سامنا نہیں ہوا اور یہ رجب آٹھ ہجری کا واقعہ ہے۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کو جہینہ کی طرف بھیجا تھا اور صحیح بخاری کے عنوان میں ہے کہ یہ لشکر قریش کے قافلہ کی گھات میں تھا' ان میں بہ ظاہر تعارض ہے لیکن ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ وہ قریش کے قافلہ کی گھات میں تھے اور ان کا قصد جہینہ کے ایک قبیلہ کی طرف تھا' امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ رجب آٹھ ہجری میں گئے تھے اور یہ کفار قریش سے صلح کا زمانہ تھا' سو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت قریش کے قافلہ کی گھات میں تھے' بلکہ صحیح بخاری کے عنوان کا محمل یہ ہے کہ یہ لشکر چھ ہجری

اس سے پہلے گیا تھا اور یہ صلح حدیبیہ سے پہلے کا واقعہ ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر یہ لشکر آٹھ ہجری میں گیا ہو تو ان کا قریش کے قافلہ کی گھات میں رہنا ان سے جنگ کے لیے نہیں تھا' بلکہ جہینہ سے ان کی محافظت کے لیے تھا' یہ ہی وجہ ہے کہ کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہوا ہے کہ انہوں نے اس لشکر میں کسی سے قتال کیا ہو بلکہ حدیث میں یہ ہے کہ وہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ تک ایک جگہ پر ٹھہرے رہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۰۵)

٤٣٦٠- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ فَخَرَجْنَا وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ الْجَيْشِ فَجُمِعَ فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ فَكَانَ يَقُوتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلٌ قَلِيلٌ حَتّٰى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ فَقُلْتُ مَا تُغْنِي عَنْكُمْ تَمْرَةٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَأَكَلَ مِنْهَا الْقَوْمُ ثَمَانَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا اور اس پر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو امیر بنایا اور وہ تین سو صحابہ تھے پس ہم نکلے اور ہم راستے کے کسی حصے میں تھے تو زادِ راہ ختم ہو گیا' پس حضرت ابو عبیدہ نے حکم دیا کہ لشکر کے پاس جو کچھ کھانے پینے کی چیزیں ہیں ان کو جمع کیا جائے' پس تھیلوں میں کھجوریں تھیں تو ہم کو ہر روز تھوڑی تھوڑی خوراک ملتی تھی حتیٰ کہ وہ بھی ختم ہو گئی' پھر ہم کو ایک ایک کھجور ملتی تھی' پس میں نے پوچھا کہ ایک کھجور سے آپ کی بھوک کیسے ختم ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا کہ ایک وقت آیا کہ وہ بھی ختم ہو گئی' پھر ہم سمندر تک پہنچے تو وہاں ایک پہاڑی کے برابر مچھلی پڑی ہوئی تھی تو وہ لشکر اٹھارہ راتوں تک اس مچھلی کو کھاتا رہا' پھر حضرت ابوعبیدہ نے حکم دیا کہ اس کی پسلیوں میں سے دو پسلیوں کو نصب کر دیا جائے' پھر انہوں نے حکم دیا کہ ایک اونٹنی پر سامان رکھ کر ان پسلیوں کے نیچے سے گزارا جائے' پھر وہ اونٹنی ان پسلیوں کے نیچے سے گزری تو وہ اونٹنی ان پسلیوں کو نہیں چھو سکی۔

اس حدیث مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٦١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِائَةِ رَاكِبٍ أَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نَرْصُدُ عِيرَ قُرَيْشٍ فَأَقَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَصَابَنَا جُوعٌ شَدِيدٌ حَتّٰى أَكَلْنَا الْخَبَطَ فَسُمِّيَ ذٰلِكَ الْجَيْشُ جَيْشَ الْخَبَطِ فَأَلْقٰى لَنَا الْبَحْرُ دَابَّةً يُقَالُ لَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: اس حدیث کو ہم نے عمرو بن دینار سے یاد رکھا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تین سو سواروں کو بھیجا' ہمارے امیر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح تھے' ہم قریش کے قافلہ کی گھات میں تھے' ہم پندرہ دن تک ساحلِ سمندر پر ٹھہرے' ہمیں

Marfat.com

الْعَنْبَرُ فَاكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ وَّادَّهَنَّا مِنْ وَّدَكِهِ حَتّٰى ثَابَتْ اِلَيْنَا اَجْسَامُنَا فَاَخَذَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ ضِلَعًا مِّنْ اَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ فَعَمَدَ اِلٰى اَطْوَلِ رَجُلٍ مَّعَهُ قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً ضِلَعًا مِّنْ اَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ وَاَخَذَ رَجُلًا وَّبَعِيْرًا فَمَرَّ تَحْتَهُ قَالَ جَابِرٌ وَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ نَهَاهُ وَكَانَ عَمْرٌو يَقُوْلُ اَخْبَرَنَا اَبُوْ صَالِحٍ اَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لِاَبِيْهِ: كُنْتُ فِي الْجَيْشِ فَجَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نُهِيْتُ ۔

سخت بھوک لگی حتیٰ کہ ہم نے کیکر کے درخت کے پتے کھائے اسی وجہ سے اس لشکر کا نام پتوں کا لشکر رکھا گیا' پھر سمندر نے ہمارے لیے ایک (بڑی مچھلی) نکال کر پھینک دی' جس کو العنبر کہا جاتا تھا ہم اس کو پندرہ دن تک کھاتے رہے اور اس کی چربی کا تیل استعمال کرتے رہے حتیٰ کہ ہمارے کمزور جسم فربہی کی طرف لوٹ آئے پس حضرت ابوعبیدہ نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی اور اس کو نصب کر دیا' پھر سب سے لمبے آدمی کو تلاش کیا' سفیان نے دوسری مرتبہ کہا کہ اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو لے کر نصب کیا اور اس دراز قد آدمی کو اونٹ پر بٹھایا تو وہ اونٹ اس آدمی کے ساتھ اس پسلی کے نیچے سے گزر گیا' حضرت جابر نے بتایا کہ لشکر میں سے ایک آدمی تین اونٹوں کو ذبح کر چکا تھا' پھر اس نے مزید تین اونٹوں کو ذبح کیا' پھر اس نے اور تین اونٹوں کو ذبح کیا' پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس کو منع کر دیا اور عمرو کہتے تھے کہ ہمیں ابوصالح نے خبر دی کہ حضرت قیس بن سعد نے اپنے والد سے کہا کہ میں لشکر میں تھا' سو لوگ بھوکے تھے تو میرے والد نے کہا کہ اونٹ کو ذبح کرو تو میں نے ذبح کر دیا' پھر بھی لوگ بھوکے تھے تو ان کے والد نے کہا: اونٹ ذبح کرو تو میں نے پھر اونٹ ذبح کر دیا' انہوں نے کہا: پھر بھی لوگ بھوکے تھے' تو ان کے والد نے کہا: اونٹ ذبح کرو تو میں نے اونٹ ذبح کر دیا' پھر بھی لوگ بھوکے تھے تو مجھے کہا: اونٹ ذبح کرو' تو مجھے منع کر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے' اور بعض اہم اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے:

العنبر کی تحقیق اور مردہ مچھلی کھانے کے جواز میں احناف کے مذہب کی وضاحت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

پس سمندر نے ہمارے لیے ایک جانور پھینک دیا جس کو عنبر کہا جاتا تھا: الخولانی کی روایت میں ہے کہ ہم ساحلِ سمندر پر اترے تو وہاں ایک بہت بڑی مچھلی تھی' اہل لغت نے کہا ہے کہ عنبر سمندر کی بڑی مچھلی ہے جس کی کھال سے ڈھال بنائی جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو عنبر خوشبودار ہوتا ہے وہ اس بڑی مچھلی کا فضلہ ہوتا ہے اور ابن سیناء نے کہا ہے کہ خوشبودار عنبر سمندر سے نکلتا ہے اور یہ اس مچھلی کے پیٹ سے نکلتا ہے جس کو وہ نگل لیتی ہے اور الماوردی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ میں نے دیکھا عنبر سمندر میں پیدا ہوتا ہے جو بکری کی گردن کی طرح ہوتا ہے اور سمندر میں ایک جانور ہے جو اس کو کھا لیتا ہے اور وہ اس کے لیے زہر ہوتا ہے اور وہ جانور کو مار دیتا ہے' پھر اس جانور کو باہر پھینک دیتا ہے' پھر عنبر اس کے پیٹ سے نکالا جاتا ہے اور الازہری نے کہا ہے کہ

عنبر ایک مچھلی ہے جو بہت بڑے سمندر میں ہوتی ہے' اس کی لمبائی پچاس ہاتھ ہوتی ہے۔

اس حدیث سے مردہ مچھلی کے کھانے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے اور اس کی مکمل بحث ان شاء اللہ کتاب الاطعمہ میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۰۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر نے اس عبارت سے فقہاء احناف کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جو مچھلی پانی کے اندر مر جائے اور پانی کی سطح پر آ جائے اس کا کھانا جائز نہیں اور حدیث میں اسی طرح ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۱۵' سنن ابن ماجہ: ۳۲۴۷)
لیکن اس حدیث میں جس بڑی مچھلی کا ذکر ہے' وہ اس طرح نہیں ہے' اس کو تو سمندر نے کنارے پر لا کر پھینک دیا تھا جس سے وہ مر گئی' لہٰذا اس مچھلی کو کھانا فقہاء احناف کی تصریح کے خلاف نہیں ہے اور یہ بڑی مچھلی وہی ہے جس کو آج کل وھیل مچھلی کہا جاتا ہے۔

٤٣٦٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ وَأُمِّرَ أَبُوْعُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِيْدًا فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوْتًا مَّيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَخَذَ أَبُوْعُبَيْدَةَ عَظْمًا مِّنْ عِظَامِهٖ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ فَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ قَالَ أَبُوْعُبَيْدَةَ كُلُوْا فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللّٰهُ أَطْعِمُوْنَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ فَأَتَاهُ بَعْضُهُمْ فَأَكَلَهُ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہم پتوں کے لشکر کے غزوہ میں گئے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر بنایا گیا' پس ہمیں سخت بھوک لگی تو سمندر نے ایک مردہ مچھلی پھینک دی جس کی مثل ہم نے نہیں دیکھی تھی جس کو عنبر کہا جاتا تھا' ہم اس کو پندرہ دن تک کھاتے رہے' پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی' پس ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا' سو مجھے حضرت ابوالزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت ابوعبیدہ نے کہا: کھاؤ! پس جب ہم مدینے پہنچے تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کھاؤ! یہ وہ رزق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نکالا ہے' اگر اس میں سے کچھ تمہارے ساتھ ہے تو ہمیں بھی اس میں سے کھلاؤ' پھر کوئی شخص لے کر آیا تو آپ نے اس کو کھایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔
میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس وھیل مچھلی کو سمندر نے کنارے پر لا کر پھینک دیا تھا' یہ وہ مردہ مچھلی نہیں ہے جو پانی کے اندر مر کر پانی کی سطح پر آ جائے' اس کا کھانا ممنوع ہے اور جس مچھلی کو سمندر کنارے پر لا کر پھینک دے تو اس کا کھانا جائز ہے' لہٰذا یہ حدیث سنن ابی داؤد کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی فقہاء احناف کے مسلک کے خلاف ہے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب لشکر میں یا لوگوں کی کسی جماعت میں طعام نہ ملنے کی وجہ سے لوگ بھوکے ہوں تو آپس میں غم خواری کرنی چاہیے اور جو تھوڑا بہت طعام ہو' وہ آپس میں مل بانٹ کر کھانا چاہیے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کا مجتمع ہو کر کھانا برکت کا تقاضا کرتا ہے۔

Marfat.com

٦٧- بَابُ حَجِّ اَبِیْ بَكْرٍ بِالنَّاسِ فِیْ سَنَةِ تِسْعٍ

نو ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو حج کرانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نو ہجری میں لوگوں کو حج کرانے لے گئے تھے' تاہم اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابوبکر کس مہینے میں حج کے لیے گئے تھے' امام محمد بن سعد نے سند صحیح کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر کا حج ذوالقعدہ میں تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ حج ذوالحجہ میں تھا۔ امام واقدی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر اس حج میں تین سو صحابہ کے ساتھ گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بیس قربانی کے اونٹ بھیجے تھے' ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ حضرت ابوبکر کے اس حج سے ان سے حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوئی' حج کی فرضیت سے پہلے ان کا یہ حج نفل تھا کیوں کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٦٣- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ اَمَّرَهُ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِيْ رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از زہری از حمید بن عبدالرحمن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حج میں بھیجا جس کا انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے امیر مقرر کیا تھا کہ وہ قربانی کے دن ایک جماعت میں لوگوں میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٦٤- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ كَامِلَةً بَرَاءَةٌ وَّ اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُوْرَةِ النِّسَاءِ ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ (النساء: ١٧٦) .

[اطراف الحدیث: ۴۶۰۵-۴۶۵۴-۶۷۴۴] (صحیح مسلم: ۱۶۱۸' الرقم المسلسل: ۴۰۴۳' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۸' سنن ترمذی: ۳۰۴۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابواسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: جو آخری مکمل سورۃ نازل ہوئی وہ سورۂ توبہ ہے اور جو سورۃ کی آخری آیت نازل ہوئی وہ سورۃ النساء کی آخری آیت ہے' وہ یہ ہے: لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں' آپ کہیے: اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے۔ (النساء: ۱۷۶)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب سورۂ توبہ نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج پر بھیج چکے تھے' پھر آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے معاہدے کو منسوخ کرنے کا اعلان وہی مرد کرے گا جو میرے اہل بیت میں سے ہو' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: تم سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات لے کر نکلو اور قربانی کے دن لوگ جب منیٰ میں جمع ہو جائیں تو ان کا اعلان کرنا اور وہ سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے: "اَنَّ

Marfat.com

اَلْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ج'' (التوبہ:۲۸) تمام مشرک محض نجس ہیں' سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ سورۂ توبہ کی آخری آیت مکمل نازل ہوئی' یہ درست نہیں ہے کیوں کہ سورۂ توبہ تدریجاً نازل ہوئی ہے اور اس میں لکھا ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ ''یَسْتَفْتُوْنَكَ'' (النساء:۱۷۶) ہے اور نحاس نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آخری آیت یہ ہے: ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○'' (النصر:۱) اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ سود کی آیت ہے۔ (البقرہ:۲۷۸) (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٨- بَابُ وَفْدِ بَنِيْ تَمِيْمٍ

بنو تمیم کا وفد

یہاں سے امام بخاری نے وفود کا بیان شروع کیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' لوگوں کی جماعت جب بادشاہ یا کسی امیر کی خدمت میں حاضر ہو تو اس کو وفد کہتے ہیں۔

٤٣٦٥- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ صَخْرَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَتٰى نَفَرٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَرُئِيَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ فَجَاءَ نَفَرٌ مِّنَ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى اِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی صخرہ از صفوان بن محرز المازنی از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بنو تمیم کی ایک جماعت آئی تو آپ نے فرمایا: اے بنوتمیم! بشارت کو قبول کرو' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بشارت تو آپ ہمیں دے چکے' پس ہم کو مال عطاء کیجئے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے گئے' پھر یمن سے ایک جماعت آئی تو آپ نے فرمایا: بشارت کو قبول کرو کیوں کہ بنوتمیم نے اس کو قبول نہیں کیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے قبول کرلیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٦٩- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا' سو یہ باب ابواب سابقہ سے بہ منزلہ فصل ہے۔

قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ غَزْوَةُ عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَدْرٍ بَنِي الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَاَغَارَ وَاَصَابَ مِنْهُمْ نَاسًا وَّسَبٰى مِنْهُمْ نِسَاءً۔

امام ابن اسحاق نے کہا: عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر بنو العنبری کا غزوہ بنوتمیم سے تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف عیینہ کو بھیجا جنہوں نے لوٹ مار کی اور ان کے لوگوں کو پکڑ لیا اور ان کی عورتوں کو قید کرلیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام واقدی نے ذکر کیا ہے کہ عیینہ کو بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ بنوتمیم نے خزاعہ کے لوگوں پر لوٹ مار کی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف عیینہ بن حصن کو پچاس سواروں کے ساتھ بھیجا' ان میں کوئی انصاری تھا نہ مہاجر' انہوں نے ان کے گیارہ مردوں کو پکڑ لیا اور گیارہ عورتوں کو قیدی بنایا اور تیس بچوں کو بھی قیدی بنایا تو ان کے سردار اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تھے اور امام محمد بن

Marfat.com

سعد نے کہا کہ یہ واقعہ محرم نو ہجری کا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۴)

٤٣٦٦- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهَا فِيهِمْ هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ وَكَانَتْ فِيهِمْ سَبِيَّةٌ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ أَعْتِقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمٰعِيلَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمٍ أَوْ قَوْمِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از عمارہ بن القعقاع از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بنو تمیم سے ان کی تین خصلتوں کے باعث ہمیشہ محبت کرتا ہوں' (وہ خصلتیں یہ ہیں:) جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپ فرماتے تھے: بنو تمیم میں ایسے لوگ ہیں جو میری اُمت میں سے دجال کے اوپر سب سے زیادہ سخت ہیں اور ان کی ایک قیدی عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی تو آپ نے فرمایا: اس کو آزاد کردو' کیوں کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے اور ان کے صدقات آئے تو آپ نے فرمایا: یہ قوم کے یا میری قوم کے صدقات ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۴۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٦٧- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدِ بْنِ زُرَارَةَ. قَالَ عُمَرُ بَلْ أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ. قَالَ أَبُوبَكْرٍ مَا أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِي. قَالَ عُمَرُ مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ فَتَمَارَيَا حَتّٰى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ فِي ذٰلِكَ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ﴾ (الحجرات: ۱) حَتّٰى انْقَضَتْ. [اطراف الحدیث: ۴۸۴۵-۴۸۴۷] [سنن ترمذی: ۳۲۶۶' سنن نسائی: ۵۲۶-۵۴۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: بے شک ابن جریج نے ان کو خبر دی از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے ان کو خبر دی کہ بنو تمیم کے سواروں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: القعقاع بن معبد بن زرارہ کو امیر بنائیں' حضرت عمر نے کہا: بلکہ اقرع بن حابس کو امیر بنائیں' حضرت ابوبکر نے کہا کہ تم صرف میری مخالفت کا ارادہ کرتے ہو' حضرت عمر نے کہا: میں نے آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا' پس وہ دونوں جھگڑنے لگے' حتیٰ کی ان کی آوازیں بلند ہوگئیں' پس اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ (الحجرات: ۱) حتیٰ کہ آیت پوری ہوئی۔

الحجرات: ۱ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے: کسی بات کو قطعیت اور وثوق سے نہ کہو جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں نہ بتائیں' پھر یا تو تم وحی کے

Marfat.com

عمل کرنے والے ہوگے یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرنے والے ہوگے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا کہ تم کتاب اور سنت کے خلاف کوئی بات نہ کرو اور عطیہ نے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے سامنے کوئی بات نہ کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧٠- بَابُ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ عبدالقیس کے وفد کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ عبدالقیس بہت بڑا قبیلہ ہے' یہ بحرین میں رہتے تھے اور عبدالقیس بن افصیٰ ابن دعمی ابن جدیلہ ابن اسد بن ربیعہ بن نزار کی طرف منسوب تھے اور ان کی بستی بحرین میں تھی' یہ پہلی بستی ہے جس میں مدینہ منورہ کے بعد پہلی مرتبہ جمعہ قائم کیا گیا' اس بستی کا نام جواثی ہے' اس وفد میں تیرہ مرد تھے اور یہ وفد پانچ ہجری یا اس سے پہلے آیا تھا اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عبدالقیس کا وفد فتح مکہ سے پہلے آیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۰' عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶)

٤٣٦٨- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِنَّ لِي جَرَّةً يُنْتَبَذُ لِي فِيهَا نَبِيذٌ فَأَشْرَبُهُ حُلْوًا فِي جَرٍّ إِنْ أَكْثَرْتُ مِنْهُ فَجَالَسْتُ الْقَوْمَ فَأَطَلْتُ الْجُلُوسَ خَشِيتُ أَنْ أَفْتَضِحَ فَقَالَ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا النَّدَامَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ مُضَرَ وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ حَدِّثْنَا بِجُمَلٍ مِنَ الْأَمْرِ إِنْ عَمِلْنَا بِهِ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ وَنَدْعُو بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا. قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِقَامُ الصَّلَوةِ وَإِيتَاءُ الزَّكُوةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَغَانِمِ الْخُمُسَ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ مَا انْتُبِذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر العقدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ نے خبر دی از ابی جمرہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میرے پاس ایک گھڑا ہے جس میں میرے لیے نبیذ بنایا جاتا ہے' پس میں اس کو پیتا ہوں جب وہ گھڑے میں میٹھا ہوتا ہے' بعض اوقات میں زیادہ مقدار میں پی لیتا ہوں' پس میں لوگوں میں بیٹھتا ہوں اور کافی دیر تک بیٹھا رہتا ہوں' میں اس لیے ڈرتا ہوں کہ کہیں میری رسوائی نہ ہو' حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو مرحبا ہو! تم لوگ نہ رسوا ہوگے نہ نادم ہوگے' تو انہوں نے بتایا: یارسول اللہ! بے شک ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے مشرکین ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آسکتے ہیں' سو آپ ہمیں ایسے احکام بتائیں جن پر ہم عمل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں' ان کو بھی ان احکام پر عمل کی دعوت دیں' آپ نے فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں' میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں' پھر فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کا کیا معنی ہے؟ وہ اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور نماز قائم کرنا ہے اور زکوۃ ادا کرنا ہے اور رمضان کا روزہ رکھنا ہے اور یہ کہ تم غنیموں میں سے پانچواں حصہ ادا کرو اور چار چیزوں سے روکتا

Marfat.com

ہے: خشک کدو میں جو نبیذ بنایا گیا ہو اور کھوکھلی لکڑی میں اور سبز گھڑوں میں اور تارکول ملے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۵۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے حکم کا منسوخ ہونا

میں کہتا ہوں کہ ابو جمرہ نے حضرت ابن عباس سے نبیذ کا حکم پوچھا تو انہوں نے یہ حدیث بیان کی جس کا حاصل یہ ہے کہ ان چار قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانا منع ہے لیکن اس ممانعت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے کیوں کہ صحیح مسلم میں ہے:

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو مشک کے سوا نبیذ بنانے سے منع کیا تھا' سو اب تم تمام مشکوں سے پیو اور نشہ آور نہ پیو۔ (صحیح مسلم:۱۹۹۹' الرقم المسلسل:۵۱۰۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو کئی ظروف (برتنوں) میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا اور ظروف کسی چیز کو حلال کرتے ہیں اور نہ حرام کرتے ہیں اور ہر نشہ آور حرام ہے۔ (صحیح مسلم:۲۰۰۰' الرقم المسلسل:۵۰۱۲)

حضرت بریدہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو چمڑے کے برتنوں کے نبیذ سے منع کیا تھا' سو اس کے سوا نشہ آور مشروب کو نہ پیو۔ (صحیح مسلم:۱۰۰۰' الرقم المسلسل:۵۱۰۳)

٤٣٦٩- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيْعَةَ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَخْلُصُ اِلَيْكَ اِلَّا فِيْ شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِاَشْيَاءَ نَاْخُذُ بِهَا وَنَدْعُوْ اِلَيْهَا مَنْ وَّرَاءَنَا قَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ: اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ وَاحِدَةً ـ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا لِلّٰهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ ـ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ عبدالقیس کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اس قبیلۂ ربیعہ سے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفارِ مضر حائل ہیں ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینے میں آ سکتے ہیں تو آپ ہمیں ایسی چیزوں کا حکم دیں جن پر ہم خود عمل کریں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں ان کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں' میں تم کو اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں اور وہ اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور آپ نے انگلی سے ایک کا عقد بنایا اور نماز قائم کرنا ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور یہ کہ تم اللہ کے لیے مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو اور میں تمہیں ان چار چیزوں میں نبیذ بنانے سے منع کرتا ہوں: خشک کدو' کھوکھلی لکڑی' سبز گھڑا اور تارکول ملا ہوا برتن۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں راوی نے رمضان کے روزے کا ذکر نہیں کیا' کیوں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ دو مرتبہ واقع ہوا' پس پہلی مرتبہ میں زیادہ اہم اُمور کو بیان کیا ہے' ان میں رمضان کا روزہ بھی ہے یا دوسری مرتبہ میں راوی رمضان کے روزے کا ذکر کرنا بھول گیا ہے۔

٤٣٧٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَرْسَلُوْا إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوْا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّيْهَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ مَعَ عُمَرَ النَّاسَ عَنْهُمَا . قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُوْنِي فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَأَخْبَرْتُهُمْ فَرَدُّوْنِي إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُوْنِي إِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا وَإِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَصَلَّاهُمَا فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْخَادِمَ فَقُلْتُ قُوْمِي إِلٰى جَنْبِهِ فَقُوْلِي تَقُوْلُ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَمْ أَسْمَعْكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فَأَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِنَّهُ أَتَانِي أُنَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ فَشَغَلُوْنِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی اور بکر بن مضر نے کہا از عمرو بن الحارث از بکیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ کریب مولیٰ ابن عباس نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عبدالرحمٰن بن ازھر اور المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم نے ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا' پس انہوں نے کہا: تم ہم سب کی طرف سے ان کو سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق سوال کرنا اور کہنا کہ ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ یہ دو رکعتیں پڑھتی ہیں اور ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان دو رکعتوں سے منع فرماتے تھے' حضرت ابن عباس نے کہا: اور میں حضرت عمر کے ساتھ لوگوں کو ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر مارتا تھا' کریب نے کہا: میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور ان کو وہ پیغام سنایا جو انہوں نے مجھے دے کر بھیجا تھا' حضرت عائشہ نے فرمایا: تم اس کے متعلق حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرو' پس میں نے ان کو اس جواب کی خبر دی تو پھر انہوں نے مجھے حضرت اُم سلمہ کی طرف اسی طرح کا پیغام دے کر بھیجا جس طرح حضرت عائشہ کی طرف پیغام دے کر بھیجا تھا' حضرت اُم سلمہ نے بتایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا آپ ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع فرماتے تھے اور آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور پھر میرے پاس آئے اور اس وقت میرے پاس انصار کے قبیلہ بنو حرام کی خواتین بیٹھی ہوئی تھیں' آپ نے وہ دو رکعت پڑھیں' میں نے آپ کی طرف خادمہ بھیجی' پس میں نے کہا کہ تم آپ کے پہلو میں کھڑی ہو جانا' پھر کہنا کہ حضرت اُم سلمہ پوچھتی ہیں: یارسول اللہ! کیا میں نے آپ سے یہ نہیں سنا تھا کہ آپ ان دو رکعتوں کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں' پس میں نے آپ کو دیکھا آپ بھی دو رکعت پڑھ رہے ہیں' اگر آپ ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ کریں تو تم

ٹھہر جانا' تو اس خادمہ نے اسی طرح کیا' آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ گئی' جب آپ نماز پڑھ کر مڑے تو فرمایا: اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے مجھ سے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کے متعلق سوال کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس عبدالقیس اپنی قوم کے اسلام لانے کے متعلق سوال کر رہے تھے تو انہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں کے پڑھنے سے مشغول رکھا' سو یہ وہ دو رکعتیں ہیں۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ١٢٣٣ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْعَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ هُوَ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثٰى يَعْنِيْ قَرْيَةً مِّنَ الْبَحْرَيْنِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر عبدالملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی اور وہ طہمان کے بیٹے ہیں از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کے بعد سب سے پہلا جمعہ عبدالقیس کی مسجد جواثی میں پڑھا گیا' یعنی وہ بحرین کے شہروں میں سے ایک شہر تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٨٩٢ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں روایت اس لیے کی ہے کہ اس میں عبدالقیس کا ذکر ہے اور عبدالقیس کی فضیلت بھی ہے اور جواثی بصرے کے قریب ایک قلعہ ہے اور بحرین' عمان کے ساحل کے قریب ایک جگہ ہے اور اس سے پہلی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے ظہر کے بعد کی سنتوں کو ترک کیا جا سکتا ہے اور بعد میں ان کی قضاء کرنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٧١- بَابُ وَفْدِ بَنِيْ حَنِيْفَةَ وَحَدِيْثِ ثُمَامَةَ بْنِ اُثَالٍ

بنوحنیفہ کے وفد اور ثمامہ بن اثال کی حدیث کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

رہا حنیفہ تو وہ ابن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہے' یہ بہت بڑا مشہور قبیلہ ہے' یہ لوگ یمامہ میں رہتے تھے جو مکہ اور یمن کے درمیان ہے۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ وفد نو ہجری میں آیا تھا' الواقدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ سترہ مرد تھے اور ان میں مسیلمہ بھی تھا اور رہا ثمامہ بن اثال تو ان کے والد ابن النعمان بن مسلمہ الحنفی تھے اور یہ فضلاء صحابہ میں سے تھے اور ان کا قصہ بنوحنیفہ کے قصے سے کافی عرصہ پہلے کا ہے' کیونکہ ان کے قصے میں یہ تصریح ہے کہ وہ فتح مکہ سے پہلے آیا تھا اور امام بخاری نے ان کا ذکر تبعاً کر دیا ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٣١٢' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٣٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی' انہوں

خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا ذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي خَيْرٌ يَّا مُحَمَّدُ إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَّإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ وَّإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتُرِكَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا ذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ. فَقَالَ مَا ذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ فَقَالَ أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَّجْهِكَ فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرَى فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَّعْتَمِرَ. فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ صَبَوْتَ؟ قَالَ لَا وَاللّٰهِ وَلٰكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللّٰهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِّنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف گھڑسواروں کو بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک مرد کو پکڑ کر لے آئے' جن کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا اور ان کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نکلے تو پوچھا: اے ثمامہ! تمہارے نزدیک کیا ہے (یعنی تمہاری کیا رائے ہے)؟ انہوں نے کہا: اے محمد! میرے نزدیک خیر ہے' اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک شخص کو کسی کے خون کی وجہ سے قتل کریں گے اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ مجھ سے جو چاہتے ہیں' سوال کیجئے' سو ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا گیا حتیٰ کہ دوسرے روز پھر آپ نے ان سے فرمایا: اے ثمامہ! تمہارے نزدیک کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہی جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکرگزار پر احسان کریں گے' سو آپ نے ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا' حتیٰ کہ اس کے بعد اگلے روز آپ نے پھر فرمایا: اے ثمامہ! تمہارے نزدیک کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہی جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں' آپ نے فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو' پس وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے باغ کی طرف گئے' پس وہاں غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہوئے' پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' اے محمد! اللہ کی قسم! پہلے میرے نزدیک روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض کوئی چہرہ نہیں تھا اور اب آپ کا چہرہ میرے نزدیک تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہیں تھا اور اب آپ کا دین میرے نزدیک تمام ادیان سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے آپ کا شہر میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ مبغوض تھا اور اب آپ کا شہر میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے اور بے شک آپ کے گھڑسواروں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میں اس وقت عمرہ کرنے جا رہا تھا' پس اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ سو رسول اللہ

ﷺ نے ان کو بشارت دی اور ان کو عمرہ کرنے کا حکم دیا' سو جب وہ مکہ میں آئے تو ان سے کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم اپنے دین سے نکل گئے ہو؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! لیکن میں سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور اللہ کی قسم! اب تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک نبی ﷺ اس کی اجازت نہیں دیں گے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۶۲ میں گزر چکی ہے' بعض اہم اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

جس نے یہ کہا کہ ثمامہ کو حضرت عباس نے گرفتار کیا تھا' اس کا قول صحیح نہیں ہے' تمہارے نزدیک کیا ہے؟ اس کا محمل' اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو اس کو قتل کریں گے جس کے ذمے خون ہے' اس کے دو محمل' ثمامہ کا اسلام لانے سے پہلے زیادہ کھانا اور اسلام لانے کے بعد کم کھانا اور دیگر مسائل وفوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے نجد کی طرف سواروں کا ایک دستہ بھیجا: یعنی آپ نے گھڑ سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا' سیف نے کتاب الزھد میں یہ زعم کیا ہے کہ جو شخص ثمامہ کو گرفتار کر کے لائے وہ حضرت عباس بن عبد المطلب تھے' لیکن یہ درست نہیں ہے کیوں کہ حضرت عباس' رسول اللہ ﷺ کے پاس فتح مکہ کے زمانے میں آئے تھے اور حضرت ثمامہ کے قصہ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے آئے تھے' کیوں کہ حضرت ثمامہ عمرہ کرنے کے بعد اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئے۔

تمہارے نزدیک کیا ہے: یعنی تمہارے گمان میں کیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ تو انہوں نے جواب دیا: میرا گمان اچھا ہے' کیوں کہ آپ اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جو ظلم کرتے ہیں' بلکہ آپ معاف کر دیتے ہیں اور احسان کرتے ہیں۔

اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو اس کو قتل کریں گے جس کے ذمے خون ہے: علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے: اس کا یہ معنی ہو کہ آپ اس کو قتل کریں گے جو کسی کو قتل کر چکا ہے اور وہ قصاص میں مطلوب ہے تو اگر آپ اس کو قتل کر دیں گے تو آپ پر کوئی ملامت نہیں ہوگی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ معنی ہو کہ آپ اس کو قتل کریں گے جس کی اپنی قوم میں عزت وحرمت ہے۔

میرے نزدیک وہی بات ہے جو میں پہلے کہہ چکا ہوں: حضرت ثمامہ کا یہ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے موافق ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: "اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ "اگر تو انہیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی بہت غالب ہے' بڑا حکمت والا ہے ○

(المائدہ:۱۱۸)

آپ نے فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو: امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اے ثمامہ! میں نے تم کو معاف کر دیا اور آزاد کر دیا' اور امام ابن اسحاق کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ثمامہ جب قید تھے تو نبی ﷺ کے گھر میں جتنا طعام اور دودھ تھا وہ سب ثمامہ کو کھانے اور پینے کو دیا لیکن ان کا پیٹ نہیں بھرا' پھر جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو پھر ان کو اتنا ہی طعام اور دودھ پیش کیا مگر انہوں نے اس میں سے بہت تھوڑا لیا' صحابہ کو اس پر تعجب ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مسلمان

Marfat.com

ایک آنت میں کھاتا ہے۔

سو آپ نے اس کو بشارت دی: یعنی آپ نے ان کو دنیا اور آخرت کی خیر کی بشارت دی یا ان کو جنت کی بشارت دی یا ان کے گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی۔

جب حضرت ثمامہ مکہ میں آئے: امام ابن ہشام نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جب وہ عمرہ کرنے کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب وہ مکہ کے نشیب میں پہنچے تو انہوں نے بلند آواز سے "اللھم لبیک اللھم لبیک" کہا تو وہ پہلے شخص تھے جو مکہ میں تلبیہ پڑھتے ہوئے داخل ہوئے تو قریش نے ان کو پکڑ لیا اور کہا کہ تم نے ہم پر یہ جرأت کی ہے اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا' پس کسی کہنے والے نے کہا: ان کو چھوڑ دو! کیوں کہ تمہیں گندم منگانے کے لیے یمامہ جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

حضرت ثمامہ نے کہا: نہیں! مگر میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اسلام لے آیا: گویا کہ انہوں نے یوں کہا کہ میں کسی دین سے نہیں نکلا کیوں کہ بتوں کی عبادت کرنا کوئی دین نہیں' پس جب میں نے بتوں کی عبادت چھوڑ دی تو میں کسی دین سے نہیں نکلا بلکہ میں نے دینِ اسلام قبول کر لیا ہے' اور انہوں نے کہا: میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اسلام لایا' اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے ان کے دین کی موافقت کی ہے گویا کہ ہم دونوں اسلام میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں' میری ابتداء ہے اور وہ ہمیشہ سے ہیں۔ اور ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ میں نے سب سے بہتر دین کی اتباع کی ہے اور وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دین ہے۔

"ولا واللہ" اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی قسم! میں تمہارے دین کی طرف نہیں لوٹوں گا اور نہ میں تمہارے ساتھ کوئی نرمی کروں گا اور یمامہ سے جو تمہارے پاس گندم آتا ہے' اسے روک دوں گا۔

جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اجازت نہیں دیں گے' اس وقت تک تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا: امام ابن ہشام نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ یمامہ کی طرف چلے گئے اور انہوں نے اہلِ یمامہ کو مکہ کی طرف کوئی چیز بھیجنے سے منع کر دیا' پھر اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف مکتوب لکھا کہ آپ رشتوں کے ملانے کا حکم دیتے ہیں تو آپ نے حضرت ثمامہ کی طرف مکتوب لکھا کہ مکہ کی طرف طعام وغیرہ کو جانے دو۔

اس حدیث کے مسائل اور فوائد حسبِ ذیل ہیں:

(۱) کافر کو مسجد کے ستون سے باندھنا جائز ہے (۲) کافر قیدی پر احسان کرنا اور بُرے کاموں کو معاف کرنے کی تعلیم کیوں کہ ثمامہ نے قسم کھائی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کا بغض' محبت میں تبدیل ہو گیا ہے' انہوں نے بغیر کسی معاوضے کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عفو اور احسان کا مشاہدہ کیا تھا (۳) اسلام قبول کرنے سے پہلے غسل کرنا (۴) احسان کرنا بغض کو زائل کرتا ہے اور محبت کو قائم کرتا ہے (۵) کافر جب کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے اور اسلام لے آئے تو اس کے لیے یہ مشروع ہے کہ وہ ہمیشہ اس نیک کام کو کرتا رہے (۶) قیدیوں میں سے جس کے اسلام کی توقع ہو اس کے ساتھ نرمی اور لطف سے پیش آنا جب کہ اس میں اسلام کی مصلحت ہو (۷) ان کے اسلام لانے کی وجہ سے ان کی قوم کے بہت سارے لوگ مسلمان ہو گئے تھے (۸) کفار کے شہروں کی طرف لشکروں کو بھیجنا (۹) اس مہم میں جو کافر ہاتھ آ جائے اس کو قید کر لینا (۱۰) گرفتار کرنے کے بعد اس میں اختیار ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے یا اس کو چھوڑ کر آزاد کر دیا جائے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۱۳-۳۱۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۳۷۳- حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ حُسَیْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از عبداللہ بن ابی

Marfat.com

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اِنْ جَعَلَ لِيْ مُحَمَّدٌ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ تَبِعْتُهٗ وَقَدِمَهَا فِيْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ فَاَقْبَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيْدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُسَيْلِمَةَ فِيْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ لَوْ سَاَلْتَنِيْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا اَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ اَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ وَلَئِنْ اَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ وَاِنِّيْ لَاَرَاكَ الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْهِ مَا رَاَيْتُ وَهٰذَا ثَابِتٌ يُجِيْبُكَ عَنِّيْ ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ ۔

حسین' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ الکذاب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آیا' وہ یہ کہتا تھا کہ اگر محمد اس امر کو اپنے بعد میرے لیے کر دیں تو میں ان کی پیروی کرلوں گا اور اس کے ساتھ اس کی قوم کے بہت سارے لوگ آئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف آگے بڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں درخت کی شاخ کا ایک ٹکڑا تھا حتیٰ کہ آپ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے کھڑے ہو گئے' پس فرمایا: اگر تم نے مجھ سے اس شاخ کے ٹکڑے کا بھی سوال کیا تو میں تمہیں نہیں دوں گا اور اللہ نے تمہارے لیے جو مقدر کر دیا ہے' تم اس سے تجاوز نہیں کر سکتے اور اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تم کو ہلاک کر دے گا اور بے شک میں نے تم کو خواب میں دیکھا تھا' مجھے خواب میں دکھایا گیا جو دکھایا گیا اور یہ ثابت میری طرف سے تمہیں جواب دیں گے' پھر آپ اس کے پاس سے مڑ کر چلے گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٠ میں گزر چکی ہے اور بعض اہم اُمور کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے:

مسیلمہ کا تعارف اور مسیلمہ کذاب کے متعلق وعید

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسیلمہ مدینہ میں آیا: اس کا پورا نام ہے: مسیلمہ بن ثمامہ بن حبیب بن الحارث' یہ بنوحنیفہ سے تھا۔ امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس نے دس ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور یہ اپنی قوم کے ساتھ آیا' انہوں نے اس کو اپنی سواریوں پر اپنے سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور اس سے انعام حاصل کیا اور مسیلمہ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک قرار دیا۔ صحیح حدیث میں یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور آپ سے وہ گفتگو کی جس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

اس نے کہا: اگر محمد میرے لیے یہ امر کر دیں: یعنی مجھے اپنے بعد اپنا خلیفہ نامزد کر دیں۔

وہ مدینے میں کافی لوگوں کے ساتھ آیا: اس کے ساتھ اس کی قوم کے سترہ نفوس تھے۔

اللہ نے تیرے لیے جو امر مقدر کر دیا ہے تو اس سے تجاوز نہیں کر سکے گا: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے کذاب' تیرے مقتول اور تیرے جہنمی ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے۔

اور اگر تو نے پیٹھ موڑی: یعنی اگر تو نے حق کی مخالفت کی۔

یہ ثابت ہیں جو تجھے میری طرف سے جواب دیں گے: کیوں کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ انصار کے خطیب تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٣٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

Marfat.com

٤٣٧٤- قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ أَرَى الَّذِيْ أُرِيْتُ فِيْهِ مَا رَأَيْتُ فَأَخْبَرَنِيْ أَبُوْهُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهَمَّنِيْ شَأْنُهُمَا فَأُوْحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ أَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِيْ أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا: بے شک تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا' پس حضرت ابوہریرہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے' مجھے ان کا معاملہ بہت سنگین معلوم ہوا' پس خواب میں میری طرف وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں' سو میں نے ان دونوں پر پھونک ماری تو وہ دونوں اُڑ گئے' میں نے ان کی یہ تعبیر لی کہ یہ دو جھوٹے ہیں جو میرے بعد نکلیں گے اور ان میں سے ایک العنسی تھا اور دوسرا مسیلمہ تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح بھی ۳۶۲۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں:

الاسود العنسی کا تذکرہ اور اس کے قتل کے متعلق متعدد روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

العنسی میں جو عین ہے اس پر زبر ہے' یہ عنس کی طرف نسبت ہے اور اس کا نام زید بن مالک بن اُدد ہے' ابن درید نے کہا: العنسی کا معنی ہے: سخت اونٹنی' اور العنسی سے مراد الاسود ہے' اور اس کا لقب عبہلہ ہے' یعنی مہمل جس کو چھوڑ دیا گیا ہو' امام ابن اسحاق نے کہا: یہ صنعاء سے نکلا' جس چیز نے اس کو سب سے پہلے گمراہی میں مبتلاء کیا' وہ یہ ہے کہ اس کے پاس سے ایک گدھا گزرا' جب وہ گدھا اس کے پاس پہنچا تو وہ لڑکھڑا کر منہ کے بل گر گیا' اس لعنتی شخص نے کہا کہ اس گدھے نے مجھے سجدہ کیا ہے اور وہ گدھا اس وقت تک نہیں اُٹھا حتیٰ کہ اس اللہ کے دشمن نے کہا: ''شا'' تو وہ گدھا کھڑا ہو گیا اور اس کو عمدان میں قتل کر دیا گیا اور اس کا سر اور اس سے چھینا ہوا سامان سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔

''شا'' وہ کلمہ ہے جو گدھے کو بلانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور بعض مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے۔ واللہ اعلم!

فیروز سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے بعد حج کے سال میں اسود نکلا' وہ کاہن تھا اور شعبدہ باز تھا اور عجیب و غریب کرتب دکھایا کرتا تھا' اس نے یمن کے مالک پر خروج کیا' سو اس کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا اور اس کے شہروں کا مالک ہو گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکتوب لکھا اور نہ اس کو کوئی پیغام بھیجا۔

عروہ نے کہا کہ سیدنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک دن یا ایک رات پہلے اسود مر گیا تھا' حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اسود کی خبر اسی رات آ گئی تھی اور آپ کے پاس اس رات کی صبح کو خبر دینے والے آئے' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات اسود کو قتل کیا گیا تھا' اسی رات آپ کے پاس آسمان سے خبر آ گئی تھی' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بشارت دی اور فرمایا: گزشتہ رات اس کو ایک مبارک مرد نے قتل کر دیا ہے جو میرے اہل بیت سے ہے' پوچھا گیا: وہ کون ہے؟ تو فرمایا: وہ فیروز ہے۔ حضرت ابن عمر نے بیان کیا کہ فیروز اس شخص کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ محمد تو یہ زعم کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں' تم کیا کہتے ہو؟ اسود نے کہا: بلکہ بہت خدا ہیں' فیروز نے کہا: تم اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں

Marfat.com

بیعت کرتا ہوں' جب اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو فیروز نے اپنا ہاتھ کھینچ کر اس کی گردن پکڑی اور اس کا گلا گھونٹ دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)۔

٤٣٧٥- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِخَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَ فِيْ كَفِّيْ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَبُرَا عَلَيَّ فَاُوْحِيَ اِلَيَّ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا فَاَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ اَنَا بَيْنَهُمَا صَاحِبَ صَنْعَاءَ وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس تمام روئے زمین کے خزانے لائے گئے' پس میری ہتھیلیوں میں سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے جو مجھے سخت ناگوار ہوئے' پھر میری طرف یہ وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں' سو میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ غائب ہو گئے' میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ یہ وہ دو جھوٹے ہیں کہ میں جن کے درمیان ہوں' ایک صاحب صنعاء ہے اور دوسرا صاحب الیمامہ۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۱ میں گزر چکی ہے۔

صنعاء: یمن کا بہت بڑا شہر ہے اور اس کا صاحب الاسود العنسی ہے' اور یمامہ یمن کا ایک شہر ہے جو طائف سے دو مرحلے کے فاصلے پر ہے اور اس کا صاحب مسیلمہ کذاب ہے لعنہ اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٧٦- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ مَهْدِيَّ بْنَ مَيْمُوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا رَجَاءٍ الْعَطَارِدِيَّ يَقُوْلُ كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ فَاِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ اَخْيَرُ مِنْهُ اَلْقَيْنَاهُ وَاَخَذْنَا الْاٰخِرَ فَاِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ ثُمَّ طُفْنَا بِهٖ فَاِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا مُنَصِّلُ الْاَسِنَّةِ فَلَا نَدَعُ رُمْحًا فِيْهِ حَدِيْدَةٌ وَلَا سَهْمًا فِيْهِ حَدِيْدَةٌ اِلَّا نَزَعْنَاهُ وَاَلْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مہدی بن میمون سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ابورجاء العطاردی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم پتھروں کی عبادت کرتے تھے' پھر جب ہمیں کوئی پتھر ملتا اور وہ پہلے پتھر سے اچھا ہوتا تو ہم پہلے پتھر کو پھینک دیتے اور اس دوسرے پتھر کو لے لیتے' پس جب ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا تو ہم مٹی کا ایک ڈھیر بناتے' پھر ہمارے پاس ایک بکری آتی تو ہم اس مٹی کے ڈھیر پر اس کا دودھ نکالتے اور اس ڈھیر کا طواف کرتے' پھر جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا تو ہم کہتے: یہ نیزوں سے پھلوں کے نکالنے کا مہینہ ہے' پھر جس نیزے میں بھی دھار ہوتی اور جس تیر میں بھی دھار ہوتی تو اس کو ہم پھینک دیتے اور رجب کے مہینے میں اس سے دور رہتے۔

٤٣٧٧- وَسَمِعْتُ اَبَا رَجَاءٍ يَقُوْلُ كُنْتُ يَوْمَ بُعِثَ

اور میں نے ابورجاء سے سنا کہ وہ کہتے تھے: جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا أَرْعَى الْإِبِلَ عَلٰى أَهْلِيْ فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوْجِهِ فَرَرْنَا إِلَى النَّارِ إِلٰى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کو مبعوث کیا گیا میں لڑکا تھا اور اپنے گھر والوں کے اونٹ چراتا تھا' پس جب ہم نے آپ کے ظہور کا سنا تو ہم آگ کی طرف بھاگے یعنی مسیلمۃ الکذاب کی طرف۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہم رجب کے مہینے میں نیزے کو پھینک دیتے: زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب حرمت والے مہینے داخل ہوتے تو وہ اپنے دھار والے نیزوں کو پھینک دیتے اور کہتے کہ دھاروں کو مٹانے والے مہینہ آ گیا۔

ابو رجاء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں میں ایک لڑکا تھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب آپ نے مکہ کو فتح کر لیا تھا اور آپ کا قوم قریش کے اوپر غلبہ ہو گیا تھا' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس وقت آپ نے اعلانِ نبوت کیا تھا اور نہ یہ مراد ہے کہ اس وقت آپ مکہ سے مدینہ آئے تھے' کیوں کہ ان اُمور اور مسیلمہ کے خروج کے درمیان طویل مدت ہے اور یہ قصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ابو رجاء جنہوں نے ابتداء میں مسیلمہ کی بیعت کی تھی اور سجاح نامی ایک عورت تھی' اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اس کا تعلق بنو تمیم سے تھا اور اس کی قوم کی ایک جماعت اس کے تابع ہو گئی تھی' پھر اس عورت کے پاس مسیلمہ کی خبر پہنچی' مسیلمہ نے اس کو دھوکا دے کر اس سے شادی کر لی اور اس عورت کی قوم اور مسیلمہ کی قوم مسیلمہ کی اطاعت پر متفق ہو گئی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٧٢- بَابُ قِصَّةِ الْأَسْوَدِ الْعَنَسِيِّ

الاسود العنسی کا قصہ

الاسود العنسی کا قصہ ابھی قریب ہی گزر چکا ہے۔

٤٣٧٨- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيْطٍ وَكَانَ فِيْ مَوْضِعٍ آخَرَ اِسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ فِيْ دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَكَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ كُرَيْزٍ وَهِيَ أُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ فَأَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَهُوَ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ خَطِيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضِيْبٌ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَكَلَّمَهُ فَقَالَ لَهُ مُسَيْلِمَةُ إِنْ شِئْتَ خَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْأَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا بَعْدَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَأَلْتَنِيْ هٰذَا الْقَضِيْبَ مَا أَعْطَيْتُكَهُ وَإِنِّيْ لَأَرَاكَ الَّذِيْ أُرِيْتُ فِيْهِ مَا أُرِيْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن محمد الجرمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن عبیدہ بن نشیط اور دوسری جگہ ان کا نام ہے عبداللہ کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے کہا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ مسیلمۃ الکذاب مدینہ آیا' پس وہ بنت الحارث کے گھر میں ٹھہرا اور اس کے نکاح میں بنت الحارث بن کریز تھی اور یہی عبداللہ بن عامر کی ماں تھی' پس اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور آپ کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس تھے اور یہ وہی ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں درخت کی ایک شاخ تھی اور آپ اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس سے بات کی تو آپ سے مسیلمہ نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہمارے درمیان اور اس امر کے درمیان تخلیہ کر دیں' پھر اپنے بعد اس امر کو ہمارے لیے کر دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھ سے

Marfat.com

وَهٰذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ وَّسَيُجِيْبُكَ عَنِّيْ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

درخت کی اس شاخ کا بھی سوال کرو تو میں تم کو نہیں دوں گا اور بے شک مجھے یقین ہے کہ تم وہی ہو جس کو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا اور یہ ثابت بن قیس ہیں اور یہ تم کو میری طرف سے جواب دیں گے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۶۲۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٧٩- قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ رُؤْيَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ ذَكَرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذُكِرَ لِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُرِيْتُ اَنَّهُ وُضِعَ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا فَاُذِنَ لِيْ فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ اَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ الَّذِيْ قَتَلَهُ فَيْرُوْزُ بِالْيَمَنِ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ ۔

عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کے متعلق سوال کیا جس کا انہوں نے ذکر کیا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھ سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو مجھ کو خواب میں دکھایا گیا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھ دیے گئے' پس میں ان سے گھبرایا اور میں نے ان کو ناپسند کیا' پس مجھے اجازت دی گئی تو میں نے ان دونوں پر پھونک ماری تو وہ اُڑ گئے' پس میں نے ان کی یہ تعبیر لی کہ دو کذاب نکلیں گے' عبید اللہ نے کہا: ان میں سے ایک عنسی ہے جس کو فیروز نے یمن میں قتل کیا تھا اور دوسرا مسیلمۃ الکذاب ہے۔

الاسود العنسی کا مفصل تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور دوسری جگہ ان کا نام عبد اللہ ہے: امام بخاری نے اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس پر تنبیہ کریں کہ مبہم سے مراد عبد اللہ بن عبیدہ ہیں نہ کہ ان کا بھائی موسیٰ' اور موسیٰ بہت ضعیف ہے اور اس کا بھائی عبد اللہ ثقہ ہے اور عبد اللہ' موسیٰ سے اسی (۸۰) سال بڑے تھے۔

بنت الحارث کے مکان میں اور اس کے نکاح میں الحارث بن کریز کی بیٹی تھی: یہ عبد اللہ بن عامر بن کریز کی ماں ہیں اور یہاں یہ لکھا ہے کہ وہ عبد اللہ بن عامر کی ماں ہے' کہا گیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ عبد اللہ بن عامر کی اولاد کی ماں ہے' کیوں کہ وہ اس کی بیوی ہیں نہ کہ اس کی ماں' اور ابن عامر کی ماں کا نام لیلیٰ بنت ابی حثمہ العدویہ ہے۔

پھر اس امر کو اپنے بعد ہمارے لیے کر دیں: یہ حدیث اس کا مغائر ہے جو امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ مسیلمہ نے شرکت کا دعویٰ کیا ہے' ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو اس پر محمول کیا جائے کہ اس نے وہاں سے واپس جانے کے بعد شرکت کا دعویٰ کیا تھا۔

پس عبد اللہ نے کہا: ان میں سے ایک عنسی ہے جس کو فیروز نے یمن میں قتل کیا تھا اور دوسرا مسیلمۃ الکذاب ہے: رہا مسیلمہ تو اس کی خبر کا ذکر ہو چکا ہے اور العنسی کا قصہ یہ ہے کہ وہی الاسود ہے اور اس کا نام عبہلہ بن کعب ہے اور اس کو ذوالخمار بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ اپنے چہرے کو دوپٹے سے ڈھانپ کر رکھتا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس کے شیطان یعنی جن کا نام ہے اور الاسود صنعاء میں گیا اور وہاں نبوت کا دعویٰ کیا' اس وقت صنعاء کا حاکم المہاجر بن ابی امیہ تھا' یہ ان پر غالب آ گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وہاں سے گزرا تو اس کا گدھا لڑکھڑا کر گر گیا تو اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے گدھے نے اس کو سجدہ کیا ہے اور گدھا اس وقت تک نہیں اٹھا

Marfat.com

ہوا جب تک کہ اسود نے ''شا'' نہیں کہا۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ الاسود الکذاب بنو عنس سے تھا اور اس کے ساتھ دو جن تھے ایک کا نام سحیق تھا اور دوسرے کا نام شُقیق تھا اور وہ دونوں اس کو لوگوں کو مستقبل میں پیش آنے والے واقعہ کی خبریں دیتے تھے اور صنعاء میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقرر کیا ہوا حکمران باذان فوت ہو گیا تو اسود کے جن نے آ کر اس کو خبر دی' اسود اپنی قوم کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ اس نے صنعاء پر قبضہ کر لیا' فیروز کو اس قصہ کا پتا چلا تو وہ رات کو اسود کے پاس داخل ہوا' مزبانہ نے اس کو شراب پلائی تھی اور وہ اس وقت نشہ میں تھا اور اس کے دروازے پر ایک ہزار پہرے دار تھے' فیروز اور اس کے ساتھی نقب لگا کر دیوار پر چڑھے حتیٰ کہ فیروز نے اسود عنسی کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر لے گئے اور اس کی بیوی کو اور تمام مال و اسباب کو وہاں سے نکال لیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت یہ خبر پہنچی' عروہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے ایک دن اور ایک رات پہلے اسود مارا گیا تھا' سو آپ کے پاس وحی آئی تو آپ نے اس کی خبر صحابہ کو دی' پھر یہ خبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۷۔۴۱۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۷۳- بَابُ قِصَّةِ اَهْلِ نَجْرَانَ
اہلِ نجران کا قصہ

اس باب میں اہلِ نجران کے قصہ کا بیان ہے' نجران ایک بہت بڑا شہر ہے جو مکہ سے یمن کی طرف سات مراحل کے فاصلے پر ہے' اس میں ۷۳ (۷۳) بستیاں ہیں اور نجران نصاریٰ کا ٹھکانا تھا اور یہ لوگ اہلِ کتاب تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۴)

٤٣٨٠- حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ اَنْ يُّلَاعِنَاهُ قَالَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ لَا تَفْعَلْ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَاعَنَّا لَا نُفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا قَالَا اِنَّا نُعْطِيْكَ مَا سَاَلْتَنَا وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا اَمِيْنًا وَّلَا تَبْعَثْ مَعَنَا اِلَّا اَمِيْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا اَمِيْنًا حَقَّ اَمِيْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهٗ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ يَا اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عباس بن الحسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از صلہ بن زفر از حذیفہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ العاقب اور السید نجران کے دو وزیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مباہلہ کرنے آئے' پھر ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے صاحب سے کہا: مباہلہ نہ کرو' پس اللہ کی قسم! اگر وہ واقعی نبی ہیں اور ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے اور نہ ہماری بعد کی نسلیں کامیاب ہو سکیں گی' تو ان دونوں نے آپ سے کہا: آپ ہم سے جس چیز کا سوال کریں گے وہ ہم آپ کو دے دیں گے' آپ ہمارے ساتھ ایک امین مرد کو بھیج دیں اور ہمارے پاس صرف امین مرد ہی کو بھیجیں' آپ نے فرمایا: میں ضرور تمہارے ساتھ ایک ایسے امین مرد کو بھیجوں گا جو بہت امین ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب انتظار کرنے لگے' آپ نے فرمایا: اے عبیدہ بن الجراح! تم کھڑے ہو جاؤ' پس جب وہ کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اس اُمت کے امین ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۴۵ میں گزر چکی ہے' تاہم مزید اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

Marfat.com

اہل نجران کے وفد کی تعداد اور ان کا تعارف' مباہلہ کی تعریف اور اس کا حکم' اہلِ کتاب سے صلح' ۔۔۔۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل نجران کا قصہ: امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ پہلے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ میں آئے تھے' اس وقت یہ بیس افراد کا وفد تھا' پھر دوبارہ یہ مدینہ میں آئے اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی طرف مکتوب لکھا تھا تو اس کے جواب میں نجران کے معززین میں سے چودہ مرد آئے اور امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ چوبیس مرد آئے اور ان کے اسماء بھی ذکر کیے۔

نجران کے دو وزیر السید اور العاقب آئے: رہا السید تو اس کا نام الایہم تھا اور اس کو شرحبیل کہا جاتا تھا اور وہ ان کے سواروں کا وزیر تھا اور رہا العاقب تو اس کا نام عبدالمسیح تھا اور وہ مشوروں کا وزیر تھا اور ان کے ساتھ ابوالحارث بن علقمہ بھی تھا۔ امام محمد بن سعد نے کہا: نبی ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی' انہوں نے انکار کیا' آپ نے فرمایا: اگر تم نے میری دعوت کا انکار کیا ہے تو آؤ میں تمہارے ساتھ مباہلہ کرتا ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۱۸)

اور اس مباہلہ کے متعلق درج ذیل آیت ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○ (آل عمران:٦١)

تو (ان سے) فرمائیں: آؤ! ہم بلائیں اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی' پھر عاجزی سے اللہ کے حضور دعا کریں تو اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر ○

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

لغت میں ''ابتہال'' کے دو معنی ہیں: عاجزی کے ساتھ اللہ سے دعا کرنا' اور لعنت کرنا اور یہ دونوں قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔ کلبی سے روایت ہے: بہت کوشش کے ساتھ دعا کرنا اور عطاء نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ (الوسیط ج ۱ ص ۴۴۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت) مباہلہ کرنا اس شخص کے لیے جائز ہے جس کو اپنے حق پر ہونے کا یقین واثق ہو اور فریق مخالف کے کفر پر ہونے کا یقین ہو' کیوں کہ مباہلہ میں یہ دعا کی جاتی ہے:

اے اللہ! ہم میں سے جو فریق جھوٹا ہو اس پر لعنت فرما! اور لعنت صرف کافر پر جائز ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا اب بھی مباہلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کسی شخص سے اختلاف ہوا تو آپ نے اس کو مباہلہ کی دعوت دی اور یہ آیت پڑھی اور مسجد حرام میں حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ بلند کر کے دعا کی' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اب بھی مباہلہ کرنا جائز ہے۔

(روح المعانی ج ۳ ص ۱۹۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

پس ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ مباہلہ نہ کرو: شعبی نے امام ابن ابی شیبہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میرے پاس بشارت دینے والے فرشتے نے آ کر کہا کہ اگر اہلِ نجران مباہلہ پر قائم رہے تو یہ سب ہلاک ہو جائیں گے اور جب صبح ہوئی تو آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پکڑے اور وہ آپ کے پیچھے مباہلہ کے

Marfat.com

لیے چل رہے تھے۔

بے شک آپ جو سوال کریں گے وہ ہم آپ کو دیں گے: یونس بن بکیر کی روایت میں ہے کہ آپ نے ان سے دو ہزار حلوں پر صلح کی' ایک ہزار حلّہ رجب میں اور ایک ہزار حلّہ صفر میں اور اس کے ساتھ چاندی بھی (حُلّہ کا معنی ہے: ایک قسم کی دو چادریں' ایک اوپر اوڑھنے کے لیے ہو اور دوسری تہبند باندھنے کے لیے ہو)۔ امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ السید اور العاقب اس کے بعد واپس آ گئے اور اسلام لے آئے۔

قصۂ نجران کے فوائد و مسائل

(۱) کافر اگر نبوت کا اقرار کرے تو وہ اس سے اسلام میں داخل نہیں ہو گا حتیٰ کہ وہ اسلام کے تمام احکام کا التزام کرے (۲) اہل کتاب سے مباحثہ کرنے کا جواز (۳) اگر مصلحت متعین ہو تو مباحثہ کرنا واجب ہے (۴) جب مخالفِ اسلام اپنے مؤقف کے خلاف دلائل جاننے کے بعد بھی اصرار کرے اور اپنے مؤقف پر ڈٹا رہے تو اس سے مباہلہ کرنا جائز ہے (۵) اور حضرت ابن عباس نے کسی کے ساتھ مباہلہ کیا' پھر امام اوزاعی نے مباہلہ کیا اور متعدد علماء نے مباہلہ کیا (۶) تجربہ سے معلوم ہوا کہ جو باطل پر ہو اور وہ مباہلہ کرے تو وہ مباہلہ کے دن سے ایک سال کے دوران مر جاتا ہے (۷) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ میرا بھی ایک بے دین متعصب کے ساتھ مباہلہ ہوا اور وہ دو مہینے کے بعد مر گیا (۸) اہل ذمہ سے امام اپنی صواب دید کے مطابق مال لے کر صلح کرلے (۹) ان سے یہ مال لے کر صلح کرنا جزیہ کے قائم مقام ہے کیوں کہ جزیہ اور صلح پر لیا ہوا مال ان کو ذلیل اور حقیر قرار دے کر لیا جاتا ہے (۱۰) امام کا کسی عالم اور امین مرد کو اہلِ صلح کے پاس بھیجنا' جیسے آپ نے ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیجا (۱۱) اس حدیث میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی فضیلت ظاہر ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٨١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَهْلُ نَجْرَانَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ابْعَثْ لَنَا رَجُلًا اَمِيْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ اِلَيْكُمْ رَجُلًا اَمِيْنًا حَقَّ اَمِيْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهُ النَّاسُ فَبَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابواسحاق سے سنا از صلہ بن زفر از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہلِ نجران کا وفد آیا تو انہوں نے کہا: ہمارے لیے کوئی امین مرد بھیج دیجئے تو آپ نے فرمایا: میں تمہاری طرف ضرور ایسا امین مرد بھیجوں گا جو بہت زیادہ امین ہے' تو سب صحابہ منتظر تھے (کہ آپ کس کو بھیجتے ہیں) تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیج دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح ۳۷۴۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں "فاستشرف" کا لفظ ہے اور یہ "استشراف" سے بنا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی آدمی بھنوؤں پر ہاتھ رکھ کر اس طرح دیکھے جیسے انتظار کر رہا ہو یا جیسے دھوپ سے سایہ طلب کر رہا ہو' خلاصہ یہ ہے کہ سب صحابہ یہ انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں کہ آپ کس کو بہت زیادہ امین قرار دے کر بھیجتے ہیں۔

Marfat.com

٤٣٨٢- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِکُلِّ اُمَّةٍ اَمِیْنٌ وَاَمِیْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از خالد از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ٣٧٤٤ میں گزر چکی ہے۔

٧٤- بَابُ قِصَّةِ عُمَانَ وَالْبَحْرَیْنِ
عمان اور البحرین کے قصہ کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

رہا بحرین تو یہ عبدالقیس کا شہر ہے' رہا عمان تو قاضی عیاض نے کہا: یہ یمن کے شہروں میں سے ہے اور الرشاطی نے کہا کہ عمان یمن میں ہے اور عمان بن سبا کے نام پر اس کا نام عمان رکھا گیا ہے اور عمان' بحرین کے قریب ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بادشاہوں کی طرف وفود بھیجے تھے تو اس کے قریب ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی تھی۔

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ ابولبید سے روایت کی ہے کہ ہم میں سے ایک شخص نکلا جس کا نام بیرح بن اسد تھا' حضرت عمر نے اس کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا: عمان کا' تو وہ اس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے' پس کہا: یہ اس سرزمین سے آیا ہے جس کے متعلق آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے فرمایا: میں ضرور اس سرزمین کو جانتا ہوں جس کو عمان کہا جاتا ہے' وہ سمندر کی جانب ہے' یا اس کی ایک جانب سمندر ہے' اگر ان کے پاس میرا نمائندہ آئے تو وہ اس کو نہ تیر ماریں گے اور نہ پتھر۔

امام مسلم نے حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد کو کسی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے اس کی مذمت کی اور اسے مارا' پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم اہل عمان کے پاس جاتے تو وہ نہ تمہاری مذمت کرتے اور نہ تم کو مارتے۔

تنبیہ: شام کی عمل داری میں ایک شہر ہے' جس کو عمان کہا جاتا ہے' وہ یہاں پر قطعاً مراد نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٣١٩' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٣٨٣- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ سَمِعَ ابْنُ الْمُنْکَدِرِ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا یَقُوْلُ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَیْنِ لَقَدْ اَعْطَیْتُكَ هٰکَذَا وَهٰکَذَا ثَلَاثًا. فَلَمْ یَقْدَمْ مَالُ الْبَحْرَیْنِ حَتّٰی قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمَ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اَمَرَ مُنَادِیًا فَنَادٰی: مَنْ کَانَ لَهٗ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَیْنٌ اَوْ عِدَةٌ فَلْیَاْتِنِیْ قَالَ جَابِرٌ فَجِئْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ابن المنکدر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: اگر بحرین سے مال آیا تو میں تم کو اتنا اتنا اتنا دوں گا' پھر بحرین کا مال نہیں آیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا' پس جب وہ مال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو ان کے حکم سے ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی قرض لینا ہو یا اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ عطا

أَبَابَكْرٍ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ثَلَاثًا. قَالَ فَأَعْطَانِي قَالَ جَابِرٌ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَلَمْ يُعْطِنِي فَقُلْتُ لَهُ قَدْ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي فَإِمَّا أَنْ تُعْطِيَنِي وَإِمَّا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّي فَقَالَ أَقُلْتَ تَبْخَلُ عَنِّي وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ قَالَهَا ثَلَاثًا مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَكَ.

فرمانے کا وعدہ کیا ہوتو وہ میرے پاس آئے۔ حضرت جابر نے کہا: میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور ان کو یہ خبر دی کہ نبی ﷺ نے مجھ سے تین مرتبہ فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تم کو اتنا اور اتنا دوں گا' تو حضرت ابوبکر نے مجھ کو عطاء کیا' حضرت جابر نے کہا: میں اس کے بعد حضرت ابوبکر سے ملا اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے نہیں دیا' میں ان کے پاس پھر گیا اور ان سے سوال کیا' پھر بھی انہوں نے مجھے نہیں دیا' پھر میں ان کے پاس تیسری مرتبہ گیا تو انہوں نے مجھے نہیں دیا' میں نے ان سے کہا: میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا تو میں پھر آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا' میں پھر آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا' پس یا تو آپ مجھے دیں یا آپ مجھ سے بخل کرتے ہیں' حضرت ابوبکر نے فرمایا: تم نے کیا کہا؟ آپ مجھ سے بخل کرتے ہیں؟ اور کون سی بیماری (یا عیب) بخل سے زیادہ بڑی ہے' انہوں نے یہ بات تین مرتبہ کہی' پھر کہا: میں نے جب بھی تمہیں نہیں دیا' مگر میں تمہیں دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔

وَعَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ جِئْتُهُ فَقَالَ لِي أَبُوبَكْرٍ: عُدَّهَا فَعَدَدْتُهَا فَوَجَدْتُهَا خَمْسَ مِائَةٍ فَقَالَ خُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ.

اور از عمرو از محمد بن علی روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں آپ کے پاس آیا تو مجھ سے حضرت ابوبکر نے کہا: لو ان کو گنو' تو میں نے ان کو گنا تو وہ پانچ سو تھے' تو حضرت ابوبکر نے دو مرتبہ کہا: لو اتنے ہی اور لے لو۔

اس حدیث کی شرح: ۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے باب میں دو ناموں کا ذکر تھا: عمان اور البحرین کا' اور اس حدیث میں صرف البحرین کا ذکر ہے تو اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت دلالتِ تضمنی کے اعتبار سے ہے۔

٧٥- بَابُ قُدُوْمِ الْأَشْعَرِيِّيْنَ وَأَهْلِ الْيَمَنِ

اشعریین اور اہلِ یمن کا آنا

اشعریین' اشعری کی جمع ہے اور وہ بھی اہلِ یمن سے تھے' اس عنوان میں خاص کا عطف عام پر ہے۔

وَقَالَ أَبُوْمُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُمْ.

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

یعنی ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا: اشعریون مجھ سے ہیں۔ اس میں آپ نے مبالغہ کے ساتھ فرمایا' چونکہ وہ میری سنت اور میرے طریقے سے متصل ہیں اور میری اطاعت سے متفق ہیں تو گویا کہ وہ مجھ سے ہیں اور آخر میں فرمایا: میں ان سے ہوں' یعنی میں ان سے کامل محبت رکھتا ہوں۔

٤٣٨٤- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّاِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي زَائِدَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِي مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا حِيْنًا مَّا نُرٰى ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّاُمَّهُ اِلَّا مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ كَثْرَةِ دُخُوْلِهِمْ وَلُزُوْمِهِمْ لَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے اور اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں یحیٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از والد خود از ابواسحاق از الاسود بن یزید از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں اور میرا بھائی یمن سے آئے' ہم کافی عرصہ تک ٹھہرے رہے' ہم یہی گمان کرتے تھے کہ حضرت ابن مسعود اور ان کی والدہ رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے ہیں' کیوں کہ وہ آپ کے گھر بہ کثرت جاتے تھے اور آپ کے ساتھ لازم رہتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۶۳ میں گزر چکی ہے۔

میں اور میرا بھائی: ان کے بھائی کا نام ابورحم اور ابوبردہ ہے۔

حضرت ابن مسعود کی ماں: ان کی ماں کا نام ہے: اُم عبد بنت عبد وَدّ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۹)

٤٣٨٥- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ اَبُوْ مُوْسٰى اَكْرَمَ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ جَرْمٍ وَّاِنَّا لَجُلُوْسٌ عِنْدَهُ وَهُوَ يَتَغَدّٰى دَجَاجًا وَّفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ فَدَعَاهُ اِلَى الْغَدَاءِ فَقَالَ اِنِّي رَاَيْتُهُ يَاْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ قَالَ هَلُمَّ فَاِنِّي رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُهُ فَقَالَ اِنِّي حَلَفْتُ لَا اٰكُلُهُ فَقَالَ هَلُمَّ اُخْبِرْكَ عَنْ يَمِيْنِكَ اِنَّا اَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَاَبٰى اَنْ يَّحْمِلَنَا فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَحَلَفَ اَنْ لَّا يَحْمِلَنَا ثُمَّ لَمْ يَلْبَثِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُتِيَ بِنَهْبِ اِبِلٍ فَاَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ فَلَمَّا قَبَضْنَاهَا قُلْنَا تَغَفَّلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِيْنَهُ لَا نُفْلِحُ بَعْدَهَا اَبَدًا فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ حَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا وَقَدْ حَمَلْتَنَا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنْ لَّا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ مِّنْهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالسلام نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از زہدم' انہوں نے بیان کیا: جب حضرت ابوموسیٰ آئے تو انہوں نے جرم کے اس قبیلہ کی تکریم کی اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے اور وہ مرغی کھا رہے تھے اور لوگوں میں ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا' انہوں نے اس کو بھی کھانے کی طرف بلایا' اس نے کہا: میں نے اس مرغی کو دیکھا یہ (گندی) چیز کھا رہی تھی' تو مجھے اس سے گھن آئی' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: آؤ! میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کھاتے ہوئے دیکھا ہے' اس نے کہا: میں نے قسم کھائی کہ میں مرغی نہیں کھاؤں گا' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: آؤ میں تمہاری قسم کے متعلق حدیث سناتا ہوں' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشعریین کی ایک جماعت میں آئے' ہم نے آپ سے سواری طلب کی' آپ نے ہمیں سوار کرنے سے انکار فرمایا' ہم نے پھر آپ سے سواری طلب کی تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے' پھر تھوڑی دیر بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت کے اونٹ آئے تو آپ نے ہمارے لیے پانچ اونٹ عطا کرنے کا حکم دیا' تو ہم نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بے توجہی سے قسم

نہیں رہی' ہم اس کے بعد کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے' پس میں آپ کے پاس آیا' سو میں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے اور اب آپ نے ہم کو سوار کر دیا' آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن جب میں کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھاتا ہوں تو پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس کام کا کرنا زیادہ بہتر ہے تو میں اس کام کو کرتا ہوں جو زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح ۳۱۳۳ میں گزر چکی ہے' تاہم یہاں مزید کچھ وضاحت کی جا رہی ہے:

بعض مشکل اور مبہم الفاظ کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشعریین کی ایک جماعت میں آئے: یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوۂ تبوک کے لیے بلایا تھا۔

جرم: یہ مشہور قبیلہ ہے جو جرم بن ربان کی طرف منسوب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٨٦- حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو صَخْرَةَ جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيُّ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَ جَاءَتْ بَنُو تَمِيمٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبْشِرُوا يَا بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا أَمَّا إِذْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلُوا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ قَالُوا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصخرہ جامع بن شداد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صفوان بن محرز المازنی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمران بن حصین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنوتمیم آئے تو آپ نے فرمایا: اے بنوتمیم! بشارت قبول کرو! تو انہوں نے کہا: جب آپ نے ہمیں بشارت دی ہے تو عطاء بھی فرمائیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر اہل یمن سے کچھ لوگ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بشارت کو قبول کرو کیونکہ بنوتمیم نے بشارت کو قبول نہیں کیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے قبول کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٨٧- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از اسماعیل

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيْمَانُ هَاهُنَا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى الْيَمَنِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ .

بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان وہاں ہے اور اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا اور جفاء اور دلوں کی سختی ان میں ہے جو اونٹوں کی دُموں کو پکڑ کر چلاتے ہیں' جہاں سے شیطان کے دو سینگ طلوع ہوں گے اور وہ قبیلہ ربیعہ اور مضر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۲ میں گزر چکی ہے۔

جہاں سے شیطان کے دو سینگ طلوع ہوتے ہیں: یعنی مشرق کی طرف اور مشرق کو شیطان کے سینگ سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ شیطان سورج کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور مشرق اس کے دونوں جانبوں میں ہوتا ہے تو سورج کی عبادت کرنے والے شیطان کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔

ربیعہ اور مُضر: یہ دو مشہور قبیلے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۰)

٤٣٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَّاَلْيَنُ قُلُوْبًا اَلْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ اَصْحَابِ الْاِبِلِ وَالسَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ذکوان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: تمہارے پاس یمن کے لوگ آئیں گے' ان کے دل سب سے رقیق ہیں اور ان کے قلوب سب سے نرم ہیں' ایمان یمانی ہے اور حکمت یمانیہ ہے اور فخر اور تکبر اونٹوں پر چلانے والوں میں ہے اور سکینی اور خضوع بکریاں چرانے والوں میں ہے۔ اور غندر نے کہا: از شعبہ از سلیمان: میں نے ذکوان سے سنا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۱ میں کی جا چکی ہے' تاہم بعض مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے جا رہے ہیں۔

''ارق افئدة والين قلوبًا'' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ افئدہ اور قلوب دونوں کا معنی دل ہے' لیکن افئدہ کی صفت رقیق لائی گئی ہے اور قلوب کی صفت نرم لائی گئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ فؤاد دل کا پردہ ہے' جب وہ پردہ نرم ہوتا ہے تو بات اس میں نفوذ کر جاتی ہے اور جب وہ پردہ سخت اور دبیز ہوتا ہے تو بات کا دل میں نفوذ مشکل ہوتا ہے اور جب قلب نرم ہو تو اس کے ساتھ کوئی چیز چپک جاتی ہے اور مشہور یہ ہے کہ فؤاد ہی قلب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ فؤاد قلب کا باطن ہے۔

ایمان یمانی ہے: یہ اس لیے فرمایا کہ ایمان کا مبدأ مکہ ہے اور وہ یمانیہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مکہ اور مدینہ ہے' کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلام اس وقت فرمایا تھا جب آپ تبوک میں تھے' اس وقت مدینہ یمن کی جانب تھا۔

اور حکمت یمانیہ ہے: حکمت کی کئی تعریفیں ہیں' علامہ نووی نے کہا ہے: جو علم ان احکام سے متصف ہو جو اللہ تعالیٰ کی معرفت پر مشتمل ہو اور تہذیب نفس اور تحقیق حق پر مشتمل ہو اور گمراہی اور باطل چیزوں سے مجتنب ہو' اس کو حکمت کہتے ہیں' آپ نے اہل یمن کی تعریف حکمت کے ساتھ کی' کیوں کہ انہوں نے دعوتِ اسلام کو اور ایمان لانے کو بہت جلد قبول کر لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۱)

٤٣٨٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَوْرِبْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْفِتْنَةُ هٰهُنَا هٰهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از ثور بن زید از ابی الغیث از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یمانی ہے اور فتنہ وہاں ہو گا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہو گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

فتنہ مشرق سے ہوگا: اس لیے کہ کفر کے سب سے بڑے سبب کا منشاء وہاں ہے' جیسے خروج دجال وغیرہ۔

٤٣٩٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ أَضْعَفُ قُلُوْبًا وَّأَرَقُّ أَفْئِدَةً اَلْفِقْهُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تمہارے پاس اہل یمن آئیں گے' ان کے قلوب بہت نرم ہوں گے اور ان کے دل بہت رقیق ہوں گے' فقہ یمانی ہے اور حکمت یمانیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

حکمت کا معنی گزر چکا ہے اور فقہ کا معنی ہے: دین کی فہم اور اس کی اصطلاحی تعریف ہے: احکام شرعیہ عملیہ کا ادراک جن سے احکام جزئیہ پر استدلال کیا جائے۔

٤٣٩١- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَجَاءَ خَبَّابٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَيَسْتَطِيعُ هٰؤُلَاءِ الشَّبَابُ أَنْ يَقْرَؤُوْا كَمَا تَقْرَأُ قَالَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ شِئْتَ أَمَرْتُ بَعْضَهُمْ يَقْرَأُ عَلَيْكَ قَالَ أَجَلْ قَالَ اِقْرَأْ يَا عَلْقَمَةُ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ حُدَيْرٍ أَخُوْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ أَتَأْمُرُ عَلْقَمَةَ أَنْ يَقْرَأَ وَلَيْسَ بِأَقْرَئِنَا قَالَ أَمَا إِنَّكَ إِنْ شِئْتَ أَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْمِكَ وَقَوْمِهِ فَقَرَأْتُ خَمْسِيْنَ آيَةً مِّنْ سُوْرَةِ مَرْيَمَ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى؟ قَالَ قَدْ أَحْسَنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا أَقْرَأُ شَيْئًا إِلَّا وَهُوَ يَقْرَؤُهُ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلٰى خَبَّابٍ وَّعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ أَلَمْ يَأْنِ لِهٰذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از ابراہیم از علقمہ' وہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' پس حضرت خباب آئے' انہوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! کیا یہ نوجوان بھی اس طرح قرآن پڑھ سکتے ہیں جس طرح آپ قرآن پڑھتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں کسی کو حکم دوں' وہ آپ کے سامنے قرآن پڑھے' حضرت خباب نے کہا: ٹھیک ہے' تو حضرت ابن مسعود نے کہا: اے علقمہ! تم پڑھو' تو زید بن حدیر نے جو زیاد بن حدیر کے بھائی ہیں' انہوں نے کہا: کیا آپ علقمہ کو قرآن پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ وہ ہم سے اچھا قرآن پڑھنے والے نہیں ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری قوم کے متعلق کیا کہا تھا اور اس کی قوم کے متعلق کیا

Marfat.com

الْخَاتَمِ اَنْ يُلْقٰى قَالَ اَمَا اِنَّكَ لَنْ تَرَاهُ عَلَىَّ بَعْدِ الْيَوْمِ فَاَلْقَاهُ رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کہا تھا' علقمہ نے کہا: پس میں نے سورۂ مریم کی پچاس آیتیں پڑھیں' حضرت عبداللہ نے (حضرت خباب سے) پوچھا: آپ نے کیسا پایا؟ انہوں نے کہا: بہت اچھا پڑھا' حضرت عبداللہ نے کہا: میں جس طرح بھی قرآن پڑھتا ہوں یہ بھی اسی طرح قرآن پڑھتا ہے' پھر انہوں نے حضرت خباب کی طرف مڑ کر دیکھا اور ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی' پس حضرت ابن مسعود نے کہا: کیا ابھی اس انگوٹھی کے لیے یہ وقت نہیں آیا کہ اسے پھینک دیا جائے! حضرت خباب نے کہا کہ آپ آج کے بعد میرے ہاتھ میں یہ انگوٹھی نہیں دیکھیں گے' پھر انہوں نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا۔ اس حدیث کی غندر نے شعبہ سے روایت کی ہے۔

علقمہ کی تحسین اور زید بن حدیر کے متعلق حدیث اور حضرت خباب کے سونے کی انگوٹھی پہننے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خباب: اس سے مراد ہیں: حضرت خباب بن الارت' جو مشہور صحابی ہیں۔

اے ابوعبدالرحمٰن: یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

زید بن حدیر جو زیاد بن حدیر کے بھائی ہیں: یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور یہ کوفہ میں رہتے تھے اور یہ اسدی ہیں' بنو اسد بن خزیمہ کے قبیلے سے۔

تمہاری قوم اور ان کی قوم کے متعلق: اس میں یہ اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے النخع کی تعریف کی تھی اور علقمہ نخعی ہیں اور بنو اسد کی مذمت کی تھی اور زیاد بن حدیر اسدی ہیں' اور النخع کی تحسین اس طرح ہے کہ امام احمد اور امام بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھا جب آپ نے قبیلہ النخع کے حق میں دعا کی اور ان کی تعریف کی' حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں بھی اس قبیلہ کا ایک مرد ہوتا اور آپ نے بنو اسد کی جو مذمت کی' اس کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جہینہ وغیرہ بنو اسد اور غطفان سے بہتر ہیں۔

میں جس طرح بھی قرآن پڑھتا ہوں' یہ اس طرح قرآن پڑھتے ہیں: اس میں علقمہ کی بہت عظیم فضیلت ہے کہ حضرت ابن مسعود نے یہ شہادت دی کہ علقمہ کا قرآن پڑھنا ابن مسعود کے قرآن پڑھنے کی مثل ہے۔

کیا اب بھی یہ وقت نہیں آیا: یعنی کیا اب بھی اس سونے کی انگوٹھی کو پھینکنے کا وقت نہیں آیا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں پر سونے کا پہننا حرام ہے' یہ اس وجہ سے ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے یا تکبر کی وجہ ہے۔ حضرت خباب نے جو سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی' وہ اس پر محمول ہے کہ ان تک سونے کی تحریم نہیں پہنچی تھی' یا اس لیے کہ بعض صحابہ سے شارع علیہ السلام کا حکم مخفی رہتا تھا' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو مسئلہ معلوم نہ ہو' اس کو نرمی اور ملائمت سے مسئلہ بتانا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٧٦- بَابُ قِصَّةِ دَوْسٍ وَّالطُّفَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الدَّوْسِيِّ

دوس اور طفیل بن عمرو دوسی کا قصہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت الطفیل بن عمرو کو ذوالنور کہا جاتا تھا' کیوں کہ جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے اسلام قبول کیا تو آپ نے ان کو تبلیغ کے لیے ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے لیے کوئی نشانی بنا دیں تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے لیے نور بنا دے تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمکنے لگا تو حضرت طفیل نے دعا کی: اے میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ لوگ کہیں گے: یہ مُثلہ ہے تو وہ نور ان کی لاٹھی کی طرف منتقل ہو گیا اور جب وہ اندھیری رات میں کہیں جاتے تو اس نور سے روشنی ہوتی اور انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی تو ان کے والد اسلام لے آئے اور ان کی ماں اسلام نہیں لائی' حضرت ابو ہریرہ نے بھی ان کی دعوت سے اسلام قبول کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوالطفیل کا اسلام حضرت ابو ہریرہ کے اسلام پر مقدم ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۲۴)

٤٣٩٢- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ عَصَتْ وَاَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّاْتِ بِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ذکوان از عبدالرحمن الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ دوس ہلاک ہو گئے' انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور قبولِ اسلام سے انکار کیا' آپ ان کے خلاف اللہ سے ہلاکت کی دعا کیجئے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۷ میں گزر چکی ہے اور بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے اسلام لانے کا ذکر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ! آپ کی اس دعا کے مطابق ہو گیا' ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ حبیب بن عمرو بن حثمہ الدوسی' دوس پر حاکم تھے' اسی طرح ان کے والد اس سے پہلے دوس پر حاکم تھے اور ان کی عمر تین سو سال تھی اور حبیب یہ کہتے تھے کہ میں ضرور جانتا ہوں کہ اس مخلوق کا کوئی خالق ہے لیکن میں یہ نہیں جانتا وہ کون ہے؟ پھر جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبعوث ہونے کا سنا تو وہ آپ کی طرف روانہ ہوا اور اس کے ساتھ اس کی قوم کے ستر مرد تھے' پس وہ بھی اسلام لے آئے اور اس کی قوم بھی اسلام لے آئی۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت طفیل بن عمرو کو عمرو بن حثمہ کا بت جلانے کے لیے بھیجا جس کو ذوالکفین کہا جاتا تھا تو انہوں نے اس کو جلا دیا اور امام موسیٰ بن عقبہ نے از ابن شہاب روایت کی ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اجنادین میں شہید ہو گئے تھے۔ عروہ سے بھی اسی طرح روایت ہے اور امام محمد بن سعد نے وثوق سے کہا ہے کہ وہ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

Marfat.com

٤٣٩٣- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فِي الطَّرِيْقِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے راستہ میں یہ شعر پڑھا:

یَا لَيْلَةً مِّنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا
عَلٰى اَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

''ہائے اس رات کا طول اور اس کی تکلیفیں' لیکن اس رات نے دارالکفر سے نجات دے دی''۔

وَاَبَقَ غُلَامٌ لِّيْ فِي الطَّرِيْقِ فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ فَبَيْنَا اَنَا عِنْدَهُ اِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ هٰذَا غُلَامُكَ فَقُلْتُ هُوَ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَاَعْتَقْتُهُ ۔

اور راستے میں میرا غلام بھاگ گیا تھا اور جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو میں نے آپ سے بیعت کی' پس جس وقت میں آپ کے پاس حاضر تھا' اچانک وہ غلام ظاہر ہو گیا تو مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ ہے تمہارا غلام' تو میں نے کہا: وہ اللہ کی رضا کے لیے ہے تو میں نے پھر اس کو آزاد کر دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٥٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٧٧- بَابُ قِصَّةِ وَفْدِ طَيِّءٍ وَحَدِيْثِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ

طیء کا وفد اور حضرت عدی بن حاتم کی حدیث کا بیان

ان کو طیء اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے کنوئیں کے گرد گول منڈیر بنائی۔ امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا: سب سے پہلے جس صدقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا تو وہ طیء کا صدقہ تھا' میں اس صدقہ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا اور امام احمد نے اپنی روایت کے شروع میں یہ اضافہ کیا ہے کہ میں حضرت عمر کے پاس اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ آیا تو حضرت عمر مجھ سے اعراض کر رہے تھے' میں نے ان کے سامنے آ کر کہا: کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ اس کے بعد صحیح بخاری کی حدیث کی مثل ہے جو عنقریب آ رہی ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٣٢٥)

٤٣٩٤- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ اَتَيْنَا عُمَرَ فِيْ وَفْدٍ فَجَعَلَ يَدْعُوْ رَجُلًا رَجُلًا وَّيُسَمِّيْهِمْ فَقُلْتُ اَمَا تَعْرِفُنِيْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ : بَلٰى اَسْلَمْتَ اِذْ كَفَرُوْا وَاَقْبَلْتَ اِذْ اَدْبَرُوْا وَوَفَيْتَ اِذَا غَدَرُوْا وَعَرَفْتَ اِذْ اَنْكَرُوْا فَقَالَ عَدِيٌّ فَلَا اُبَالِيْ اِذًا ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک نے حدیث بیان کی از عمرو بن حریث از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم ایک وفد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' وہ ایک ایک مرد کا نام لے کر اس کو بلا رہے تھے' میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! تم اس وقت اسلام لائے جب لوگوں نے کفر کیا تھا اور تم اس وقت آگے بڑھے جب لوگوں

نے پیٹھ پھیری تھی اور تم نے اس وقت وفا کی جب لوگوں نے بے وفائی کی' اور تم نے اس وقت پہچانا جب لوگوں نے انکار کر دیا' حضرت عدی نے کہا: پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بلکہ تم اس وقت اسلام لائے جب لوگوں نے کفر کیا: اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت عدی نے اسلام کے احکام پر پورا پورا عمل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صدقہ دیا اور انہوں نے مرتدین کی اطاعت کرنے سے انکار کیا اور یہ بات مؤرخین کے نزدیک معروف ہے۔

حضرت عدی نے کہا: پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں: یعنی جب آپ میرے مرتبہ اور مقام کو پہچانتے ہیں تو اگر آپ نے دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا ہے تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

امام احمد نے حضرت عدی کے اسلام قبول کرنے میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کو ناپسند کیا' پھر یہ روئے زمین میں دور تک چلے گئے اور رُوم کے قریب پہنچ گئے' انہوں نے سوچا کہ اگر میں آپ کے پاس چلا جاؤں تو اگر آپ جھوٹے ہیں تو آپ کا جھوٹ مجھ پر مخفی نہیں رہے گا' انہوں نے کہا: پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے فرمایا کہ تم اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے اور وہ پہلے نصرانی تھے' پھر امام احمد نے ان کے اسلام کا ذکر کیا' امام ابن اسحاق نے اس کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھڑ سوار حضرت عدی کی بہن کو پکڑ کر لے آئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر احسان فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشارہ کرنے سے ان کو آزاد کر دیا' انہوں نے کہا: میرے والد ہلاک ہو چکے ہیں اور میرا سرپرست غائب ہے' آپ مجھ پر احسان فرمائیں' اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارا سرپرست کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا: عدی بن حاتم' آپ نے فرمایا کہ جو اللہ اور رسول سے بھاگا تھا' پھر جب بنتِ حاتم عدی کے پاس آئیں تو اُس نے ان سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو' سو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے' امام ترمذی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ میں مسجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ عدی بن حاتم ہے اور اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ سے یہ اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھ دے گا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۲۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۷۸- بَابُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حجۃ الوداع کا بیان

حجۃ الوداع کے متعدد اسماء اور ان کی وجوہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں حجۃ الوداع کا بیان ہے' اس کا نام حجۃ الوداع اس لیے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حج کے بعد لوگوں سے الوداع ہو گئے یعنی رخصت ہو گئے اور اس کا نام حجۃ الاسلام بھی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اس کے سوا کوئی حج نہیں کیا' لیکن آپ نے ہجرت سے پہلے متعدد حج کیے تھے' اعلانِ نبوت سے پہلے اور اس کے بعد بھی' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حج کی فرضیت اُسی سال نازل ہوئی تھی اور اس کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج میں حج کے احکامِ شرعیہ بتائے بھی اور ان پر عمل کر کے بھی دکھایا اور اسلام

Marfat.com

کے جتنے بھی ارکان اور قواعد ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پوری پوری تبلیغ فرما دی اور اس کا نام حجۃ التمام والکمال بھی ہے' لیکن حجۃ الوداع زیادہ مشہور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۴۷)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے کتنے حج کیے اور آپ کس تاریخ کو حج کے لیے روانہ ہوئے؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سے مدینہ آئے تو نو سال ٹھہرے رہے اور آپ نے حج نہیں کیا' پھر دسویں سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں اعلان کیا کہ آپ حج کرنے والے ہیں تو مدینہ میں بہت زیادہ لوگ آ گئے' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حج میں اقتداء کرنا چاہتے تھے اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ ثوری سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت سے پہلے متعدد حج ادا کیے۔ ابن جوزی نے کہا: آپ نے پہلے جو حج کیے ان کی تعداد معلوم نہیں' علامہ ابن الاثیر نے النہایہ میں کہا ہے کہ آپ ہجرت سے پہلے ہر سال حج کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ پچیس ذوالقعدہ کو مدینہ سے روانہ ہوئے' یہ بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق ہے۔ ابن حزم نے وثوق سے کہا ہے کہ آپ جمعرات کے دن نکلے تھے' بلکہ صحیح یہ ہے کہ آپ ہفتہ کے دن مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔

(فتح الباری ج ۵ص ۴۲۶۔ ۴۲۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۳۹۵- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَاَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا فَقَدِمْتُ مَعَهُ مَكَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ وَّلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِيْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ اَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهٖ مَكَانُ عُمْرَتِكِ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِيْنَ اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِّنًى وَاَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں گئے' پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ حج کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھے' پھر اس وقت تک احرام نہ کھولے حتیٰ کہ حج اور عمرہ دونوں کے افعال پورے ہو جائیں' پس میں آپ کے ساتھ مکہ میں آئی اور میں اس وقت حائضہ ہو گئی اور میں نے بیت اللہ کا طواف کیا تھا اور نہ صفا اور مروہ کی سعی کی تھی' پس میں نے اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی' آپ نے فرمایا کہ تم اپنے سر کے بال کھول دو اور کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو' سو میں نے ایسا ہی کیا' پس جب ہم نے حج کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا' پس میں نے عمرہ کیا' آپ نے فرمایا: یہ تمہارے اس عمرہ کی جگہ ہے' حضرت عائشہ نے بتایا: پس جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے

Marfat.com

درمیان سعی کی' پھر انہوں نے احرام کھول دیا' پھر انہوں نے منیٰ سے واپس آنے کے بعد ایک اور طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' انہوں نے صرف ایک طواف کیا (یعنی صرف ایک قسم کا طواف کیا)۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٩٦- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا طَافَ بِالْبَیْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقُلْتُ مِنْ أَیْنَ قَالَ هٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ۝﴾ (الحج:۳۳) وَمِنْ أَمْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ یَحِلُّوْا فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قُلْتُ إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ.

(صحیح مسلم: ۱۲۴۵' الرقم المسلسل: ۲۹۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: جب کسی نے بیت اللہ کا طواف کر لیا تو وہ حلال ہو گیا یعنی اپنا احرام کھول دے' میں نے پوچھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کس دلیل سے کہا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے: پھر اس کا حلال ہونا یعنی اس کا احرام کھولنا بیت العتیق کے پاس ہے ۝ (الحج:۳۳) اور اس حدیث سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجۃ الوداع میں احرام کھول دیں۔ میں نے کہا کہ یہ حکم تو صرف وقوفِ عرفہ کے بعد ہے۔ عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ وقوفِ عرفہ سے پہلے بھی ہے اور بعد میں بھی ہے۔

جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک حج میں کسی شخص کا وقوفِ عرفہ سے پہلے احرام کھولنا جائز نہیں ہے اور یہ حضرت ابن عباس کی منفرد رائے ہے' جس کا حدیث میں ذکر ہے۔

٤٣٩٧- حَدَّثَنِیْ بَیَانٌ حَدَّثَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ طَارِقًا عَنْ أَبِیْ مُوْسَی الْأَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ أَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَیْفَ أَهْلَلْتَ قُلْتُ لَبَّیْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طُفْ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ فَطُفْتُ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَیْتُ امْرَأَةً مِّنْ قَیْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قیس' انہوں نے کہا: میں نے طارق سے سنا از حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ کی وادی میں پہنچا تو آپ نے پوچھا: کیا تم نے حج کی نیت کر لی؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم نے کیسے احرام باندھا؟ میں نے عرض کیا: جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے' میں اسی طرح احرام باندھ کر حاضر ہوں' آپ

Marfat.com

نے فرمایا: تم بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ میں سعی کرو پھر احرام کھول دو پس میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی اور قبیلۂ قیس کی ایک عورت کے پاس آیا اس نے میرے سر میں جوئیں دیکھیں۔

اس حدیث کی مکمل شرح: ١٥٥٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٩٨- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَّحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ فَمَا يَمْنَعُكَ فَقَالَ لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَسْتُ أَحِلُّ حَتّٰى أَنْحَرَ هَدْيِي۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنی ازواج کو حکم دیا کہ وہ احرام کھول دیں حضرت حفصہ نے پوچھا کہ آپ کو احرام کھولنے سے کیا چیز مانع ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو گوند سے چپکایا ہے اور اپنی قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈالا ہے میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ اپنی قربانی کو ذبح کرلوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٥٦٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٩٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنِي شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ خَثْعَمَ اسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ فَرِيضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَّسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَهَلْ يَقْضِي أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے شعیب نے حدیث بیان کی از زہری اور محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از سلیمان بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ خثعم کی ایک عورت نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اس وقت حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے تھے پس اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کا فریضہ بندوں پر ہے میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ سواری پر سیدھا بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا' پس کیا یہ ہوسکتا ہے کہ میں اس کی طرف سے حج ادا کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٥١٣ میں گزر چکی ہے نیز اس حدیث میں حج بدل کا ثبوت ہے۔

٤٤٠٠- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سریج بن النعمان نے حدیث بیان کی انہوں

قَالَ اَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ مُرْدِفٌ اُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ حَتّٰى اَنَاخَ عِنْدَ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ ائْتِنَا بِالْمِفْتَاحِ فَجَاءَهُ بِالْمِفْتَاحِ فَفَتَحَ لَهُ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ ثُمَّ اَغْلَقُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَمَكَثَ نَهَارًا طَوِيْلًا ثُمَّ خَرَجَ وَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُوْلَ فَسَبَقْتُهُمْ فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِنْ وَّرَاءِ الْبَابِ فَقُلْتُ لَهُ اَيْنَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلّٰى بَيْنَ ذَيْنِكَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ وَكَانَ الْبَيْتُ عَلٰى سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ سَطْرَيْنِ صَلّٰى بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ وَجَعَلَ بَابَ الْبَيْتِ خَلْفَ ظَهْرِهٖ وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الَّذِيْ يَسْتَقْبِلُكَ حِيْنَ تَلِجُ الْبَيْتَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ قَالَ وَنَسِيْتُ اَنْ اَسْاَلَهٗ كَمْ صَلّٰى وَعِنْدَ الْمَكَانِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ مَرْمَرَةٌ حَمْرَاءُ .

نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے اور آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ بھی تھے' حتیٰ کہ آپ نے بیت اللہ کے پاس اونٹنی کو بٹھایا اور آپ نے حضرت عثمان سے فرمایا: ہمارے پاس (بیت اللہ کی) چابی لاؤ' پس وہ چابی لے کر آئے' پس آپ کے لیے (بیت اللہ کا) دروازہ کھولا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسامہ اور حضرت بلال اور حضرت عثمان (بیت اللہ میں) داخل ہو گئے' پھر ان پر دروازہ بند کر دیا' پھر آپ دن کے کافی وقت تک بیت اللہ میں ٹھہرے رہے' پھر باہر آئے اور لوگ جلدی جلدی بیت اللہ میں داخل ہونے لگے' سو میں ان سے پہلے داخل ہو گیا' پس میں نے دیکھا کہ حضرت بلال دروازہ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے' میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ حضرت بلال نے بتایا: آپ نے ان سامنے کے دو ستونوں کے درمیان میں نماز پڑھی اور اس وقت بیت اللہ دو قطاروں میں چھ ستونوں پر تھا اور آپ نے پہلی قطار کے دو ستونوں کے درمیان میں نماز پڑھی تھی اور بیت اللہ کے دروازہ کی طرف آپ نے پشت (مبارک) فرمائی اور اپنا منہ سامنے کیا' جہاں سے تم بیت اللہ میں داخل ہوتے ہو' آپ کے اور دیوار کے درمیان (تین ہاتھ کا فاصلہ تھا)' حضرت ابن عمر نے بتایا کہ میں حضرت بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا تھا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز پڑھی تھی' جس جگہ آپ نے نماز پڑھی تھی' وہاں سرخ سنگ مرمر بچھا ہوا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کا باب کے عنوان سے مطابق نہ ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو حجۃ الوداع کے باب میں داخل کرنے پر یہ اشکال ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ قصہ فتح مکہ کے سال کا ہے اور فتح مکہ کا سال آٹھ ہجری ہے اور حجۃ الوداع کا سال دس ہجری ہے اور اس باب کی تمام احادیث میں حجۃ الوداع کی تصریح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی تصریح ہے اور وہی حجۃ الوداع ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

قصواء کا اور حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''القصواء'' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کا نام ہے یہ وہ اونٹنی ہے جس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خریدا تھا اور دوسری اونٹنی بھی اس کے ساتھ آٹھ سو درہم میں خریدی تھی اور یہ وہ اونٹنی ہے جس پر سوار ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تھی۔

عثمان بن طلحہ: ان کے والد طلحہ غزوۂ اُحد میں کفر کی حالت میں مارے گئے تھے اور حضرت عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس زمانہ میں ہجرت کی تھی جو صلح حدیبیہ کا زمانہ تھا اور ان کے ساتھ حضرت خالد بن ولید تھے پھر ان دونوں کی ملاقات حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو نجاشی کے پاس سے ہجرت کے ارادہ سے آ رہے تھے پس یہ سب اکٹھے ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئے اور اسلام قبول کر لیا اور حضرت عثمان فتح مکہ کے موقع پر حاضر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اور شیبہ بن عثمان کو کعبہ کی چابی دے دی پھر حضرت عثمان مدینہ میں رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی پھر وہ مکہ کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں رہے حتیٰ کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے اوائل میں بیالیس ہجری میں ان کی وفات ہو گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۵۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٤٠١- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضَتْ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَابِسَتُنَا هِيَ فَقُلْتُ إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَنْفِرْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو خبر دی کہ حضرت صفیہ بنت حیی زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہا کو حجۃ الوداع میں حیض آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ ہم کو (روانگی سے) روکنے والی ہیں؟ تو میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ وقوف عرفہ کر چکی ہیں اور طواف زیارت بھی کر چکی ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو پھر یہ بھی روانہ ہو۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٠٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَلَا نَدْرِيْ مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَأَطْنَبَ فِيْ ذِكْرِهِ وَقَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ أَنْذَرَهُ نُوْحٌ وَّالنَّبِيُّوْنَ مِنْ بَعْدِهِ وَإِنَّهُ يَخْرُجُ فِيْكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَأْنِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے متعلق باتیں کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تھے اور ہم نہیں جانتے تھے کہ حجۃ الوداع کی کیا تعریف ہے؟ تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر المسیح الدجال کا ذکر کیا اور اس کا بہت مفصل ذکر کیا اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس

فَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْكُمْ اَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ عَلٰى مَا يَخْفٰى عَلَيْكُمْ ثَلَاثًا اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّهٗ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ ۔

نبی بھی بھیجا اس نے اپنی اُمت کو دجال سے ڈرایا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد نبیوں نے دجال سے ڈرایا اور اس کا خروج تم میں ہوگا' سو تم میں سے کسی کے اوپر اس کی صفات مخفی نہ رہیں' پھر تین بار فرمایا کہ بے شک تمہارا رب جیسا کہ تم پر مخفی نہیں ہے' بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے اور بے شک دجال کی دائیں آنکھ کانی ہے گویا کہ اس کی آنکھ اُبھرا ہوا انگور ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح بخاری: ۳۰۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٠٣- اَلَا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا وَيْلَكُمْ اَوْوَيْحَكُمْ انْظُرُوْا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ۔

سنو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اس طرح تم پر حرام کر دیا ہے جس طرح آج کے دن کی تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں حرمت ہے' سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے تین بار (اللہ کے حضور) عرض کیا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا! تم پر افسوس ہے! تم غور کرو اور تم میرے بعد کفر میں نہ پلٹ جانا کہ تم میں سے بعض ایک دوسرے کی گردنیں ماریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۴۲ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض زیادہ اہم اُمور کی شرح کی جا رہی ہے:

حجۃ الوداع کی تعریف' دجال کی متعدد صفات میں تطبیق اور تم میرے بعد کفر میں نہ پلٹ جانا سے کیا مراد ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اور ہم نہیں جانتے تھے کہ حجۃ الوداع کی کیا تعریف ہے؟ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا ذکر کیا تو وہ آپس میں باتیں کرنے لگے لیکن وہ یہ نہیں سمجھے کہ حجۃ الوداع سے کیا مراد ہے؟ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم رخصت ہو جائیں گے یا کچھ اور معنی ہے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ ظاہر ہو گیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت ہو جانا ہے کیونکہ آپ نے اپنی وفات کے قریب لوگوں کو وصیتیں کی تھیں۔

گویا کہ اس کی آنکھ اُبھرا ہوا انگور تھی: دوسری روایت میں ہے: اس کی آنکھ کا ڈھیلا اُبھرا ہوا ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ اس کی دائیں آنکھ کانی تھی اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں ہے: اس کی آنکھ رگڑی ہوئی تھی اور اس کے اوپر ناخن مارا ہوا تھا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اس کی بائیں آنکھ کانی تھی اور ان اوصاف میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی ایک آنکھ ٹھیک تھی اور دوسری آنکھ میں عیب تھا۔

اور تم میرے بعد کفر میں نہ پلٹ جانا: اس کا معنی یہ ہے کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو تم میرے بعد اسی طرح ایمان اور اعمالِ صالحہ پر قائم رہنا اور کسی پر ظلم نہ کرنا اور نہ مسلمانوں سے جنگ کرنا اور نہ ناجائز طریقہ سے ان کے اموال چھیننا کیونکہ یہ افعال گمراہی ہیں اور حق سے باطل کی طرف تجاوز ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۵۲۔۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٠٤- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث

Marfat.com

اَبُوْاِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِیْ زَیْدُ ابْنُ اَرْقَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزَا تِسْعَ عَشْرَۃَ غَزْوَۃً وَّاَنَّہٗ حَجَّ بَعْدَ مَا ھَاجَرَ حَجَّۃً وَّاحِدَۃً لَّمْ یَحُجَّ بَعْدَھَا حَجَّۃَ الْوَدَاعِ قَالَ اَبُوْاِسْحَاقَ وَبِمَکَّۃَ اُخْرٰی ۔

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنیس غزوات کیے اور آپ نے ہجرت کے بعد ایک حج کیا اور اس کے بعد کوئی حج نہیں کیا اور وہ حجۃ الوداع ہے' ابواسحاق نے کہا: اور مکہ میں دوسرا حج کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٤٩ میں گزر چکی ہے۔

اور مکہ میں دوسرا حج کیا تھا: اس سے یہ وہم نہ ہو کہ آپ نے ہجرت سے پہلے مکہ میں صرف ایک حج کیا تھا بلکہ آپ نے مکہ میں ہجرت سے پہلے متعدد حج کیے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

٤٤٠٥- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُدْرِکٍ عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِیْرٍ عَنْ جَرِیْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ لِجَرِیْرٍ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَّضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از علی بن مدرک از ابی زرعہ بن عمرو بن جریر از حضرت جریر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر سے حجۃ الوداع میں فرمایا: لوگوں کو خاموش کرو' پھر فرمایا: تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢١ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تم مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگا کر اُنہیں قتل کرنا نہ شروع کر دینا جیسے محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ان مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگائے جو اس کے عقائد کے خلاف تھے اور اسلام کی قدیم روایات پر قائم تھے یا جیسے ہمارے زمانے میں طالبان نے ان مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جو ان کے انتہاء پسندانہ عقائد کے خلاف تھے اور انہوں نے قبروں سے مسلمانوں کی میتیں نکال کر ان کو درختوں پر لٹکایا۔

٤٤٠٦- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَھَّابِ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَلسَّنَۃُ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا مِّنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ثَلَاثَۃٌ مُّتَوَالِیَاتٌ ذُوالْقَعْدَۃِ وَذُوالْحِجَّۃِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ اَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا قُلْنَا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ سَیُسَمِّیْہِ بِغَیْرِ اسْمِہٖ قَالَ اَلَیْسَ ذُوالْحِجَّۃِ قُلْنَا بَلٰی قَالَ فَاَیُّ بَلَدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از ابن ابی بکرہ از حضرت ابوبکرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اس ہیئت پر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا اور سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں' ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں' تین مہینے پے در پے ہیں' ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم اور مضر کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان میں ہے' یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا

هٰذَا قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اِسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ الْبَلْدَةَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اِسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَسَيَسْاَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلَّغُهٗ اَنْ يَكُوْنَ اَوْعٰى لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ فَكَانَ مُحَمَّدٌ اِذَا ذَكَرَهٗ يَقُوْلُ صَدَقَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَيْنِ .

رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' پس آپ خاموش رہے' حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس کے معروف نام کے سوا کوئی اور نام لیں گے' آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے' پس آپ خاموش رہے' حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کے معروف نام کے سوا کوئی اور نام لیں گے' آپ نے فرمایا: کیا یہ شہر (مکہ) نہیں ہے' ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' پس آپ خاموش رہے' حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس کے معروف نام کے سوا کوئی اور نام لیں گے' آپ نے فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے مال' راوی محمد نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں' جس طرح آج کے دن کی اس شہر میں اور اس مہینہ میں حرمت ہے اور عنقریب تمہاری تمہارے رب سے ملاقات ہو گی تو وہ تم سے تمہارے کاموں کے متعلق سوال کرے گا' سنو! تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو' سنو! حاضر غائب کو تبلیغ کر دے' ہو سکتا ہے کہ تم میں سے جس کو تبلیغ کی جائے' وہ ان دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو' جس نے اس کو سنا ہو' پس راوی محمد اس حدیث کا ذکر کرتے تو کہتے: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا' پھر آپ نے دو مرتبہ فرمایا: سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٦ میں گزر چکی ہے۔
مشرکین عرب مہینوں کو آگے پیچھے کرتے رہتے تھے' مثلاً اگر انہوں نے محرم کے مہینہ میں لڑائی کرنی ہوتی تو وہ اس مہینہ میں لڑائی کو حلال کر لیتے اور کہتے کہ اگلا مہینہ محرم کا ہو گا' علیٰ ھذا القیاس! مہینوں کو آگے کرتے کرتے آخر میں وہ مہینہ آ گیا جو اصل میں محرم کا مہینہ تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ گھوم کر اپنی اصلی ہیئت پر آ گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٥٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٤٠٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان ثوری نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

أُنَاسًا مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالُوْا لَوْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا فَقَالَ عُمَرُ اَيَّةُ اٰيَةٍ فَقَالُوْا ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ:٣) فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَيَّ مَكَانٍ اُنْزِلَتْ اُنْزِلَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ.

بن مسلم از طارق بن شہاب وہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں سے کچھ لوگ آئے انہوں نے کہا کہ اگر یہ آیت ہم میں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے حضرت عمر نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ تو انہوں نے کہا: آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا (المائدہ:٣) پس حضرت عمر نے کہا: بے شک میں جانتا ہوں کہ یہ آیت اس جگہ نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ عرفہ میں وقوف کیے ہوئے تھے (یعنی کھڑے تھے)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:٤٥ میں گزر چکی ہے۔

جس یہودی نے یہ سوال کیا تھا وہ کعب الاحبار تھے۔ اس پر یہ سوال ہے کہ وہ تو حضرت عمر کے زمانہ میں اسلام لا چکے تھے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ ہو سکتا ہے انہوں نے اسلام لانے سے پہلے یہ سوال کیا ہو اس پر پھر یہ اعتراض ہے کہ وہ نبی ﷺ کی حیات میں حضرت علی کے ہاتھ پر اسلام لا چکے ہیں؟ اگر یہ بات ثابت ہو تو پھر اس کا محمل یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے یہ سوال کیا تھا اور ان میں کعب الاحبار بھی تھے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٣٠-٢٩ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

٤٤٠٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَّعُمْرَةٍ وَّاَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى يَوْمِ النَّحْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الاسود محمد بن عبدالرحمن بن نوفل از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے پس ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہم میں سے بعض نے حج کا احرام باندھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا پس جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوئے (یعنی احرام نہیں کھولا) حتیٰ کہ قربانی کا دن آ گیا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ وَقَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ مِثْلَهٗ.

ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں۔ ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی اسی کی مثل۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:٢٩٤ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٠٩- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَّجَعٍ اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰى وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّيْ وَاحِدَةٌ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا قُلْتُ اَفَاَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِيْ فِيْ امْرَاَتِكَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَاُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَّلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّبِكَ اٰخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ رَثٰى لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سعد ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عامر بن سعد از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں میری اس بیماری میں عیادت کی' جس بیماری سے میں موت کے کنارہ پر پہنچ چکا تھا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا درد وہاں تک پہنچ چکا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے' کیا میں دو تہائی مال کو صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: کیا میں آدھے مال کا صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: پس تہائی؟ آپ نے فرمایا: تہائی اور تہائی بہت ہے' بے شک اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں اور تم جو چیز بھی اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرو گے تمہیں اس پر اجر دیا جائے گا' حتیٰ کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب کے بعد پیچھے رہ جاؤں گا' آپ نے فرمایا: بے شک تم ہرگز پیچھے نہیں رہو گے' تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے جو بھی کام کرو گے' اس سے تمہارا ایک درجہ زیادہ' اور بلند ہو گا اور شاید کہ تم پیچھے رہ جاؤ' حتیٰ کہ کئی لوگوں کو تم سے نفع ہو اور دوسرے لوگوں کو تم سے ضرر ہو' اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا' لیکن سعد بن خولہ نقصان میں رہے' رسول اللہ ﷺ نے ان کے مکہ میں فوت ہونے پر افسوس کیا۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ٥٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١٠- حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَاْسَهٗ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنا سر مونڈا (یعنی مونڈوایا)۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٧٢٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١١- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَخْبَرَهُ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَأْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع' ان کو حضرت ابن عمر نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں سر مونڈا (یعنی کسی کو اپنا سر مونڈنے کا حکم دیا) اور آپ کے اصحاب میں سے بھی بعض لوگوں نے سر مونڈا اور بعض اصحاب نے بال کاٹے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٧٢٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ يَسِيرُ عَلَى حِمَارٍ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَسَارَ الْحِمَارُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ وہ گدھے پر بیٹھ کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع میں منیٰ کے اندر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' پس گدھا صف کے بعض حصہ سے گزرا تو وہ گدھے سے اُتر گئے اور لوگوں کے ساتھ صف میں شامل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٧٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا شَاهِدٌ عَنْ سَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ فَقَالَ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج میں آپ کی رفتار کے متعلق سوال کیا گیا' میں بھی وہاں موجود تھا' انہوں نے بتایا کہ آپ تیز تیز چلتے تھے اور جب کھلا راستہ پاتے تو زیادہ تیز چلتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٦٦٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از عدی بن ثابت از عبداللہ بن یزید الخطمی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں حضرت ابوایوب نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں

Marfat.com

الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا ۔ مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۷۴ میں گزر چکی ہے۔

۷۹- بَابُ غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ

غزوۂ تبوک کا بیان اور یہی تنگی کا غزوہ ہے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

تبوک کا لفظ منصرف ہے کیونکہ اس میں تانیث ہے اور علیت ہے اور بعض جگہ یہ منصرف بھی آیا ہے' اس وقت یہ الموضع یعنی جگہ کی تاویل میں ہے' تبوک اس چشمہ کا نام ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم دیا تھا کہ اس کے پانی کو نہ چھوؤ۔ امام واقدی نے کہا ہے: چار منافقین نے جلدی جا کر اس پانی کو چھوا تھا' ان کے نام یہ ہیں: معتب بن قشیر' حارث بن یزید الطائی' ودیعہ بن ثابت اور زید بن لصیت۔

"بُوْك" کے معنی چڑھنے کے بھی آتے ہیں اور کسی چیز کو کھودنے اور نقش ڈالنے کے لیے بھی آتے ہیں۔

امام مسلم نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ تم عنقریب تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے' ان شاء اللہ اور تم چاشت کے وقت ہی وہاں پہنچو گے' سو تم میں سے جو شخص اس چشمہ کے پاس جائے تو اس پانی کو نہ چھوئے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۸۱)

ابن عائذ نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چشمہ سے ایک چلو پانی لیا' پھر اس پانی کو تھوک دیا۔ تبوک اور مدینہ کے درمیان چودہ مرحلوں کی مسافت ہے اور تبوک اور دمشق کے درمیان گیارہ مرحلوں کی مسافت ہے اور یہ آخری غزوہ ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسہٖ شریک تھے۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ آپ رجب نو ہجری جمعرات کے دن تبوک کی طرف روانہ ہوئے تھے اور اس کو تنگی کا غزوہ کہا گیا ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ ۔ (التوبہ: ۱۱۷) جن لوگوں نے تنگی کی ساعت میں آپ کی پیروی کی۔

صحابہ سخت گرمی میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے تھے اور دو اور تین مرد ایک اونٹ پر سوار ہوئے تھے اور انہوں نے اونٹوں کو ذبح کیا اور ان کی اوجھڑیوں سے پانی نکال کر ان کو پیا اور یہ پانی کی تنگی تھی اور طہارت کی تنگی تھی اور کھانے پینے کی چیزوں کی تنگی تھی۔

تبوک کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی غزوہ میں گئے تو آپ نے کسی اور نام سے اس غزوہ کا کنایہ کیا لیکن غزوۂ تبوک میں آپ نے بتا دیا تھا کہ آپ تبوک کی طرف جا رہے ہیں' تا کہ صحابہ سفر کی پوری تیاری کر سکیں اور اپنے آپ کو دور دراز سفر کی مشقت کے لیے تیار کر سکیں اور جب آپ کو یہ خبر پہنچی کہ بہت سارے رومی شام کی سرحد پر جمع ہو گئے ہیں اور ھرقل نے اپنی فوجوں کو ایک سال کی پیشگی تنخواہیں دے دی ہیں اور ان کے ساتھ لخم' جذام' عاملہ اور غسان کے قبائل بھی آ کر مل گئے ہیں اور وہ سب سرزمین البلقاء میں جمع ہو گئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو ان کی طرف روانہ ہونے کے لیے طلب کیا اور بتا دیا کہ آپ کہاں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں' تا کہ مسلمان اس کی تیاری کر لیں اور یہ سخت گرمیوں کا زمانہ تھا۔

(الطبقات ج ۲ ص ۱۶۶-۱۶۵)

اور آپ نے مدینہ پر محمد بن مسلمہ کو خلیفہ بنایا اور یہ ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔

حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک زیادہ ثابت یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا' جب آپ روانہ ہوئے تو عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھی پیچھے رہ گئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس ہزار صحابہ کے ساتھ تبوک روانہ ہوئے اور اس

میں دس ہزار گھوڑے تھے' آپ تبوک میں بیس دن ٹھہرے اور نماز قصر کرتے رہے' حضرت ابوذر اور حضرت ابوخیثمہ بعد میں آ کر آپ سے ملے تھے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ گئے اور آپ کو کوئی جنگ درپیش نہیں ہوئی' آپ مدینہ میں رمضان نو ہجری میں پہنچے تھے۔

امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ ان کے پالانوں اور کپڑوں کے ساتھ غزوۂ تبوک میں پیش کیے تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۱۹۔۲۱۴)

اور امام واقدی نے سات سو اونٹوں اور ایک سو گھوڑوں کا ذکر کیا ہے۔

امام ابن اثیر نے ابوزرعہ سے روایت کیا ہے کہ تبوک میں آپ کے ساتھ چالیس ہزار صحابہ تھے اور حاکم کی کتاب میں ابوزرعہ سے روایت ہے کہ ستر ہزار تھے۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور پھر تبوک سے لوٹ آئے' اس کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہود آئے اور انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! اگر آپ واقعی نبی ہیں تو شام میں جائیں' اسی جگہ حشر ہو گا اور وہی انبیاء کی سرزمین ہے' تو آپ نے ان کے قول کی تصدیق کی' پھر آپ غزوۂ تبوک میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی یہ آیت نازل کی:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا ۔ (بنی اسرائیل: ۷۶)

اور بے شک وہ قریب تھے کہ اس زمین سے آپ کے قدم ڈگمگا دیں تا کہ آپ کو اس سے باہر کر دیں۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ کی طرف واپس جانے کا حکم دیا۔ امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ تقریر اس صورت میں ہے کہ جب یہ حدیث صحیح ہو۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۵۵۔۲۵۴) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۸۷)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ باب حجۃ الوداع کے باب کے بعد لکھا ہے اور یہ ان کی خطاء ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کرنے والوں سے یہ خطاء ہوئی ہے' کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غزوۂ تبوک رجب کے مہینہ میں نو ہجری کو ہوا تھا اور امام ابن عائذ نے کہا ہے کہ یہ غزوۂ طائف کے چھ ماہ بعد ہوا تھا اور یہ رجب نو ہجری کے قول کے خلاف نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپس آنے کے بعد ذوالحجہ میں مدینہ میں داخل ہوئے اور تبوک ایک معروف جگہ ہے جو مدینہ سے دمشق کی طرف نصف راستہ پر ہے اور حجۃ الوداع اس کے بعد دس ہجری میں ہوا تھا' لہٰذا حجۃ الوداع کے بعد غزوۂ تبوک کا ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔ غزوۂ تبوک سخت تنگی کا غزوہ تھا' حضرت عمر نے بتایا کہ ہم سخت گرمی میں تبوک کی طرف گئے تھے اور ہم کو شدید پیاس لگی تھی۔

امام طبرانی نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کی ہے کہ عرب کے عیسائیوں نے ہرقل کو لکھا کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ قحط سے ہلاک ہو رہے ہیں' تم ان کے خلاف افواج بھیجو تو اس نے چالیس ہزار افواج کو بھیجا' یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی اور آپ کے پاس اس وقت مالی قوت نہیں تھی' پھر بھی آپ نے ہرقل کی افواج سے جہاد کرنے کے لیے روانگی کا ارادہ فرمایا' اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو سو اونٹوں اور ان کے پالانوں کے ساتھ اور دو سو اوقیہ چاندی کے ساتھ آپ کی مدد کی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا: اس کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں' اس سے ان کو ضرر نہیں ہو گا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۳۲۔۴۳۱' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٤١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَرْسَلَنِىْ اَصْحَابِىْ اِلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ بن ابی بردہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهُ الْحُمْلَانَ لَهُمْ اِذْ هُمْ مَعَهُ فِيْ جَيْشِ الْعُسْرَةِ وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوْكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ اَصْحَابِيْ اَرْسَلُوْنِيْ اِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ عَلٰى شَيْءٍ وَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا اَشْعُرُ وَرَجَعْتُ حَزِيْنًا مِنْ مَنْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ مَخَافَةِ اَنْ يَكُوْنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ اِلٰى اَصْحَابِيْ فَاَخْبَرْتُهُمُ الَّذِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَلْبَثْ اِلَّا سُوَيْعَةً اِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا يُنَادِيْ اَيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ فَاَجَبْتُهٗ فَقَالَ اَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْكَ فَلَمَّا اَتَيْتُهٗ قَالَ خُذْ هٰذَيْنِ الْقَرِيْنَيْنِ وَهٰذَيْنِ الْقَرِيْنَيْنِ لِسِتَّةِ اَبْعِرَةٍ اِبْتَاعَهُنَّ حِيْنَئِذٍ مِنْ سَعْدٍ فَانْطَلِقْ بِهِنَّ اِلٰى اَصْحَابِكَ فَقُلْ اِنَّ اللّٰهَ اَوْ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ فَارْكَبُوْهُنَّ فَانْطَلَقْتُ اِلَيْهِمْ بِهِنَّ فَقُلْتُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ وَلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اَدَعُكُمْ حَتّٰى يَنْطَلِقَ مَعِيْ بَعْضُكُمْ اِلٰى مَنْ سَمِعَ مَقَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَظُنُّوْا اَنِّيْ حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا لَمْ يَقُلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لِيْ اِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدَّقٌ وَلَنَفْعَلَنَّ مَا اَحْبَبْتَ فَانْطَلَقَ اَبُوْ مُوْسٰى بِنَفَرٍ مِنْهُمْ حَتّٰى اَتَوُا الَّذِيْنَ سَمِعُوْا قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْعَهٗ اِيَّاهُمْ ثُمَّ اِعْطَاءَهُمْ بَعْدُ فَحَدَّثُوْهُمْ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَهُمْ بِهٖ اَبُوْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

کرتے ہیں: مجھے میرے اصحاب نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تا کہ میں آپ سے ان کے لیے سواریوں کا سوال کروں' کیونکہ وہ تنگی کے لشکر میں جو غزوۂ تبوک ہے میرے ساتھ تھے' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! بے شک میرے اصحاب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ انہیں سواریوں پر سوار کریں' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں کسی چیز پر سوار نہیں کروں گا' اتفاق سے جب میں آپ سے ملا تھا اس وقت آپ غصہ میں تھے اور مجھے اس کا پتا نہیں تھا' میں نبی ﷺ کے منع کرنے سے غم زدہ لوٹ آیا اور اس خوف کے ساتھ لوٹا کہ شاید نبی ﷺ کو مجھ پر غصہ آیا ہو' میں اپنے اصحاب کے پاس واپس آ گیا اور انہیں بتایا کہ نبی ﷺ نے کیا فرمایا ہے' پس ابھی میں تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سنی' وہ نداء کر رہے تھے: اے عبداللہ بن قیس! تو میں نے کہا: ہاں! انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو وہ تمہیں بلا رہے ہیں' جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: یہ دو ایک جیسے اونٹ لو اور یہ دو ایک جیسے اونٹ لو' آپ نے چھ اونٹوں کے متعلق فرمایا جن کو آپ نے اسی وقت حضرت سعد سے خریدا تھا' (آپ نے فرمایا:) یہ اونٹ اپنے اصحاب کے پاس لے جاؤ' پس کہو: بے شک اللہ نے یا فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے تم کو ان اونٹوں پر سوار کیا ہے' سو تم ان پر سوار ہو' پس میں ان اونٹوں کو لے کر اپنے اصحاب کے پاس گیا' پس میں نے کہا کہ بے شک نبی ﷺ نے تم کو ان اونٹوں پر سوار کیا ہے لیکن میں اللہ کی قسم! تم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ تم میں سے بعض میرے ساتھ (ان صحابہ کی طرف) چلیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا تھا' تا کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ میں نے اپنے پاس سے تمہیں کوئی بات بتائی تھی' جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا تو ان اصحاب نے مجھ سے کہا: بے شک آپ ہمارے نزدیک ضرور بہت صادق ہیں اور ہم ضرور وہ کریں گے جو آپ نے کہا ہے' پس حضرت ابوموسیٰ ان میں سے چند اصحاب کو لے کر ان صحابہ کے پاس گئے' جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا تھا کہ پہلے

Marfat.com

آپ نے ان کو سواریاں دینے سے منع کیا تھا' پھر بعد میں آپ نے ان کو سواریاں عطاء کیں' سو ان صحابہ نے اسی طرح بیان کیا جس طرح حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

''سویعه'' کا معنی اور اس اشکال کا جواب کہ دو مرتبہ قرینین فرمانے سے تو چار اونٹ ہوتے ہیں ... تو حدیث میں چھ اونٹ کا ذکر کس طرح صحیح ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''سُویعه'' یہ ساعت کی تصغیر ہے اور اس کا لغوی معنی ہے: زمانہ کا ایک جزء اور عرف میں اس کا اطلاق ایک گھنٹہ پر ہوتا ہے۔

''ھذین القرینین'' یہ قرین کا تثنیہ ہے' یعنی ایک اونٹ جو دوسرے اونٹ سے ملا ہوا ہو۔ جب ان دونوں کو ایک رسی سے باندھ دیا جائے تو اس کو قرینین کہا جاتا ہے' اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا ہے کہ جب اشعریین آئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے پانچ اونٹوں کا حکم دیا تھا' یا تو یہ متعدد واقعات ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ اونٹوں پر ایک اور اونٹ کا اضافہ کر دیا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: ''ان دو قرینین کو لے لو'' اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ چار اونٹ تھے تو حدیث میں چھ اونٹوں کا تذکرہ کس طرح صحیح ہے' اس صورت میں تو یہ چاہیے تھے کہ آپ تین بار فرماتے: یہ قرینین لے لو تاکہ چھ اونٹ ہو جاتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ راوی نے اختصار کیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے قرینین سے مراد دو اونٹ ہوں اور دوسرے قرینین سے مراد چار اونٹ ہوں کیونکہ قرین کا لفظ واحد اور اکثر پر صادق آتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤١٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلٰى تَبُوكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ قَالَ أَلَا تَرْضٰى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هٰرُونَ مِنْ مُوسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ مُصْعَبًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از الحکم از مصعب بن سعد از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہوئے (اور مدینہ پر) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا تو حضرت علی نے کہا: کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لیے تھے؟ اور ابوداؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم انہوں نے کہا: میں نے مصعب سے سنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۰۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس سفر میں تم میری طرف سے خلیفہ ہو گے جیسے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے تھے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر خلیفہ بنا دیا تھا۔

٤٤١٧- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے

Marfat.com

بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يُخْبِرُ قَالَ اَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُسْرَةَ قَالَ كَانَ يَعْلَى يَقُوْلُ تِلْكَ الْغَزْوَةُ اَوْثَقُ اَعْمَالِيْ عِنْدِيْ قَالَ عَطَاءٌ فَقَالَ صَفْوَانُ قَالَ يَعْلَى فَكَانَ لِيْ اَجِيْرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا يَدَ الْاٰخَرِ قَالَ عَطَاءٌ فَلَقَدْ اَخْبَرَنِيْ صَفْوَانُ اَيُّهُمَا عَضَّ الْاٰخَرَ فَنَسِيْتُهُ قَالَ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوْضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِّ فَانْتَزَعَ اِحْدٰى ثَنِيَّتَيْهِ فَاَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ قَالَ عَطَاءٌ وَحَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَيَدَعُ يَدَهُ فِيْ فِيْكَ تَقْضَمُهَا كَاَنَّهَا فِيْ فِيْ فَحْلٍ يَقْضَمُهَا.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بکر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے سنا' وہ خبر دیتے تھے' انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے خبر دی از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ تنگی کے لشکر میں غزوہ کیا' یعلیٰ کہتے تھے: یہ غزوہ میرے اُن اعمال میں سے ہے جن پر مجھے سب سے زیادہ اجر کی توقع ہے' عطاء نے کہا کہ صفوان نے بتایا کہ یعلیٰ کا ایک مزدور تھا' وہ کسی انسان سے لڑا تو ایک نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹ لیا' عطاء نے کہا: مجھے یعلیٰ نے بتایا تھا کہ کس نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا تھا' پس میں اس کو بھول گیا' انہوں نے بتایا کہ جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچا تو اس کے سامنے کے دانتوں میں سے ایک دانت گر گیا' پھر وہ دونوں نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے اُس کے دانت کی دیت ساقط کر دی۔ عطاء نے کہا: میرا گمان ہے کہ صفوان نے بتایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا وہ اپنا ہاتھ تمہارے منہ میں چھوڑ دیتا؟ اور تم اس کو اس طرح چباتے جس طرح کوئی نر جانور اپنے منہ میں کسی کو چباتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۴۷ میں گزر چکی ہے۔

٨٠- بَابُ حَدِيْثِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت کعب بن مالک بن ابی کعب کا نام ہے: عمرو بن القین بن کعب بن سواد بن غنم۔ ان کا تعلق بنو اسد سے ہے' یہ قبیلۂ خزرج انصاری سُلمی سے ہیں' ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ یہ عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور بدر میں ان کے حاضر ہونے کے متعلق اختلاف ہے' یہ اُحد میں حاضر ہوئے اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے سوائے غزوۂ تبوک کے' کیونکہ یہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پچاس ہجری میں فوت ہو گئے تھے اور ایک قول ترپن ہجری کا ہے' اس وقت ان کی عمر ستتر (٧٧) سال تھی' یہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے' ان سے تابعین کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ (التوبہ:١١٨)

اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: اور اللہ نے ان تین پر توبہ قبول فرمائی جو مؤخر رکھے گئے تھے۔ (التوبہ:١١٨)

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ان تین کے نام یہ ہیں: حضرت کعب بن مالک' حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت

مرارہ بن الربیع۔ یہ تینوں غزوۂ تبوک میں نہیں گئے اور پیچھے رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ قبول فرمائی اور ان کا عذر قبول فرمایا؛ اور ان کے حق میں التوبہ:۱۱۸ نازل فرمائی' اس آیت سے پہلے یہ آیت ہے جو درج ذیل ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ:۱۱۷)

بے شک اللہ نے نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر توبہ قبول فرمائی جو نبی کے ساتھ تختی کی گھڑی میں رہے' اس کے بعد قریب تھا کہ اُن میں سے ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں' پھر اللہ نے ان پر توبہ قبول فرمائی' بے شک وہ اُن پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ آیت غزوۂ تبوک کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر توبہ قبول کرنے کا کیا معنی ہے: اس کا ایک یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ کلام کی تمہید کے طور پر ہے' جس طرح یہ آیت ہے:

فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ ۔ (الانفال:۴۱)

پس بے شک (مالِ غنیمت کا) خمس اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے۔

حالانکہ اللہ کے لیے تو مالِ غنیمت کا خمس نہیں ہوتا لیکن اس کو بہ طور تمہید فرمایا ہے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر توبہ تو اس وقت قبول کی جاتی جب آپ کی کوئی خطاء ہوتی یا گناہ ہوتا' جس طرح اُن لوگوں کی خطاء تھی جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے' تو پھر آپ کے لیے جو توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا ہے وہ بہ طور تمہید ہے' دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ نے جو منافقین کو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دی تھی' اس پر آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۶۲۔۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کی طرف سے اشکالِ مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں کہ آپ نے جو منافقین کا عذر قبول فرمایا تھا وہ ظاہر شرع کی بناء پر تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرمایا اور باطن کے معاملہ کو اللہ کی طرف سونپ دیا۔ (صحیح البخاری:۴۴۱۸) اور آپ ظاہر شرع پر عمل کرنے کے مکلف ہیں اور دلوں کا کھوج لگانے کے مکلف نہیں ہیں۔

حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں میں سوراخ کروں اور نہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے پیٹوں کو چیروں۔ (صحیح البخاری:۴۳۵۱)

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ قبول کرنے کا ذکر ہو تو اس سے مراد آپ کے درجات کی بلندی ہوتی ہے۔

٤٤١٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوْكَ قَالَ كَعْبٌ لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا اِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ غَيْرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن کعب بن مالک حضرت کعب کے بیٹوں میں سے تھے' جو ان کو راستہ دکھاتے تھے جب وہ نابینا ہو گئے تھے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک سے سنا کہ جب وہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے تو اس کا قصہ بیان کرتے ہوئے حضرت کعب

Marfat.com

اِنِّیْ كُنْتُ تَخَلَّفْتُ فِیْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتِبْ اَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْهَا اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ وَّلَقَدْ شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَّاِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِی النَّاسِ مِنْهَا كَانَ مِنْ خَبَرِیْ اَنِّیْ لَمْ اَكُنْ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِیْ تِلْكَ الْغَزَاةِ وَاللّٰهِ مَا اجْتَمَعَتْ عِنْدِیْ قَبْلَهٗ رَاحِلَتَانِ قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِیْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ غَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَّاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَّمَفَازًا وَّعَدُوًّا كَثِيْرًا فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِیْ يُرِيْدُ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرٌ وَّلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ يُّرِيْدُ الدِّيْوَانَ قَالَ كَعْبٌ فَمَا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّتَغَيَّبَ اِلَّا ظَنَّ اَنْ سَيَخْفٰى لَهٗ مَالَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ وَحْیُ اللّٰهِ وَغَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِيْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ وَتَجَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ فَطَفِقْتُ اَغْدُوْ لِكَیْ اَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ فَاَرْجِعُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا فَاَقُوْلُ فِیْ نَفْسِیْ اَنَا قَادِرٌ عَلَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادٰى بِیْ حَتّٰى اشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَلَمْ اَقْضِ مِنْ جَهَازِیْ شَيْئًا فَقُلْتُ اَتَجَهَّزُ بَعْدَهٗ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ فَغَدَوْتُ بَعْدَ اَنْ فَصَلُوْا لِاَتَجَهَّزَ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ بِیْ حَتّٰى اَسْرَعُوْا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ وَهَمَمْتُ اَنْ اَرْتَحِلَ

رضی اللہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو غزوہ بھی کیا میں غزوۂ تبوک کے سوا کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا' ہاں! میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہا تھا لیکن اس پر مجھے کسی نے ملامت نہیں کی تھی کہ میں غزوۂ بدر سے پیچھے رہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف قریش کے قافلہ کا ارادہ کر کے نکلے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے دشمن کو بغیر کسی تعیین میعاد کے جمع کر دیا اور البتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لیلۃ العقبہ میں بھی حاضر تھا' جب ہم نے اسلام کی حمایت کا عہد کیا (اور اس کے مقابلے میں) مجھے بدر میں حاضر ہونا پسند نہیں تھا' اگرچہ لوگوں میں بدر کا ذکر بہت زیادہ تھا اور میری خبر یہ ہے کہ جب میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہا' اس وقت میں اس سے پہلے کبھی اتنا قوی اور اتنا خوشحال نہیں تھا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹنیاں جمع نہیں ہوئی تھیں حتیٰ کہ میں نے ان کو اس غزوہ میں جمع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو اس کا کسی اور غزوہ سے توریہ کرتے تھے حتیٰ کہ اس غزوہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانگی کا ارادہ کیا تو گرمی بہت سخت تھی اور آپ دور دراز کے سفر اور جنگلات کی طرف جا رہے تھے اور دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی تو آپ نے تمام مسلمانوں کے اوپر اپنے ارادہ کو ظاہر فرما دیا تاکہ وہ اس غزوہ کی تیاری کر لیں' پس آپ نے مسلمانوں کو بتا دیا جہاں جانے کا آپ کا قصد تھا اور مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اتنے زیادہ تھے کہ ان کا شمار کسی رجسٹر میں نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت کعب نے بتایا کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ سے غائب ہونا چاہتا تو اس کا یہ گمان تھا کہ جب تک آپ کے اوپر اللہ کی وحی نازل نہ ہوگی تو اس کا یہ معاملہ پوشیدہ رہے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ غزوہ اس وقت کیا تھا جب پھل پک چکے تھے (اور آرام کرنے کے لیے) درختوں کے گھنے سائے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیاری کی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ تیاری کی' پس میں بھی تیاری کرنے لگا تاکہ میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوں' پس میں لوٹ آیا اور میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا' پس میں دل میں کہتا کہ میں روانہ ہونے پر قادر ہوں' پس یوں ہی وقت گزرتا رہا' حتیٰ کہ لوگوں

فَاُدْرِكَهُمْ وَلَيْتَنِي فَعَلْتُ فَلَمْ يُقَدَّرْ لِي ذٰلِكَ فَكُنْتُ اِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطُفْتُ فِيْهِمْ اَحْزَنَنِي اَنِّي لَا اَرٰى اِلَّا رَجُلًا مَّغْمُوْصًا عَلَيْهِ النِّفَاقُ اَوْ رَجُلًا مِّمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوْكَ فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ مَا فَعَلَ كَعْبٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي سَلِمَةَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَنَظَرُهُ فِي عِطْفَيْهِ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِئْسَ مَاقُلْتَ وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ فَلَمَّا بَلَغَنِي اَنَّهُ تَوَجَّهَ قَافِلًا حَضَرَنِي هَمِّي وَطَفِقْتُ اَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَاَقُوْلُ بِمَاذَا اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا وَّاسْتَعَنْتُ عَلٰى ذٰلِكَ بِكُلِّ ذِي رَاْيٍ مِّنْ اَهْلِي فَلَمَّا قِيْلَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ وَعَرَفْتُ اَنِّي لَنْ اَخْرُجَ مِنْهُ اَبَدًا بِشَيْءٍ فِيْهِ كَذِبٌ فَاَجْمَعْتُ صِدْقَهُ وَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا وَّكَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ فَطَفِقُوْا يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَهُ وَكَانُوْا بِضْعَةً وَّثَمَانِيْنَ رَجُلًا فَقَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ فَجِئْتُهُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ تَعَالَ فَجِئْتُ اَمْشِي حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِي مَا خَلَّفَكَ اَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ فَقُلْتُ بَلٰى اِنِّي وَاللّٰهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ اَنْ سَاَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ وَّلَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلًا وَّلٰكِنِّي وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ

نے تیاری مکمل کر لی اور رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہو گئے' اس وقت تک میں نے کوئی تیاری نہیں کی تھی تو میں نے دل میں کہا: میں آپ کے بعد کل یا پرسوں روانہ ہو جاؤں گا اور پھر میں ان کے ساتھ مل جاؤں گا' ان کے روانہ ہونے کے بعد میں صبح کو تیاری کے لیے اٹھا اور پھر لوٹ گیا اور کوئی فیصلہ نہیں کیا' پھر دوسری صبح کو اٹھا اور پھر لوٹ آیا اور میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا' پھر یوں ہی ہوتا رہا حتیٰ کہ لشکر بہت آگے نکل گیا اور بہت دور چلا گیا اور میں ارادہ کرتا رہا تھا کہ میں ان سے جا ملوں گا اور کاش کہ میں نے ایسا کیا ہوتا' پس یہ میرے لیے مقدر نہیں تھا' رسول اللہ ﷺ کے روانہ ہونے کے بعد جب میں لوگوں میں نکلا تو مجھے اس چیز نے بہت غم زدہ کیا کہ میں جس شخص کو دیکھتا تھا اس پر نفاق کا عیب ہوتا تھا یا ان مردوں کو دیکھتا جن کو اللہ تعالیٰ نے کمزوری کے سبب جہاد سے معذور رکھا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے میرا ذکر نہیں کیا تھا حتیٰ کہ آپ تبوک پر پہنچ گئے تو جب آپ تبوک میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے پوچھا کہ کعب نے کیا کیا؟ تو بنو سلمہ کے ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس کو (اس کی خوشنما) دو چادروں نے اور ان کی طرف اترا کے دیکھنے نے روک لیا' پس حضرت معاذ بن جبل نے کہا: تم نے بہت بری بات کہی ہے' اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہم نے کعب کے اوپر نیکی اور خیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں جانی' تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ حضرت کعب بن مالک نے بتایا کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ آپ واپس تشریف لا رہے ہیں تو پھر میں فکر مند ہو گیا اور میں کوئی جھوٹا حیلہ سوچنے لگا جسے بیان کر کے میں کل آپ کی ناراضگی سے بچ جاؤں گا اور اس کے متعلق میں نے اپنے گھر کے ہر عقلمند آدمی سے مشورہ کیا' پھر جب مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اب مدینہ میں داخل ہونے والے ہیں تو تمام جھوٹی باتیں میرے دل سے نکل گئیں اور میں نے جان لیا کہ میں جھوٹ بول کر کبھی بھی آپ کی ناراضگی سے نہیں نکل سکوں گا' تو میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهٖ عَنِّيْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يُّسْخِطَكَ عَلَيَّ وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيْهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ فِيْهِ عَفْوَ اللّٰهِ لَا وَاللّٰهِ مَا كَانَ لِيْ مِنْ عُذْرٍ وَّاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْكَ فَقُمْتُ وَثَارَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَاتَّبَعُوْنِيْ فَقَالُوْا لِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ كُنْتَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا وَلَقَدْ عَجَزْتَ اَنْ لَّا تَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ اِلَيْهِ الْمُتَخَلِّفُوْنَ قَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ فَوَاللّٰهِ مَا زَالُوْا يُؤَنِّبُوْنَنِيْ حَتّٰى اَرَدْتُّ اَنْ اَرْجِعَ فَاُكَذِّبَ نَفْسِيْ ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ لَقِيَ هٰذَا مَعِيَ اَحَدٌ قَالُوْا نَعَمْ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيْلَ لَهُمَا مِثْلُ مَا قِيْلَ لَكَ فَقُلْتُ مَنْ هُمَا قَالُوْا مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِيُّ وَهِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ فَذَكَرُوْا اِلٰى رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيْهِمَا اُسْوَةٌ فَمَضَيْتُ حِيْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِيْ وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ كَلَامِنَا اَيُّهَا الثَّلٰثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ وَتَغَيَّرُوْا لَنَا حَتّٰى تَنَكَّرَتْ فِيْ نَفْسِي الْاَرْضُ فَمَا هِيَ الَّتِيْ اَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً فَاَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِيْ بُيُوْتِهِمَا يَبْكِيَانِ وَاَمَّا اَنَا فَكُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَاَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ اَخْرُجُ فَاَشْهَدُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَطُوْفُ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِيْ اَحَدٌ وَّاٰتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِيْ مَجْلِسِهٖ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَاَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَيَّ اَمْ لَا ثُمَّ اُصَلِّيْ قَرِيْبًا مِّنْهُ فَاُسَارِقُهُ النَّظَرَ فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰى

تشریف لے آئے اور جب آپ کسی سفر سے آتے تو پہلے دو رکعت مسجد میں نماز پڑھتے' پھر لوگوں کے لیے بیٹھ جاتے اور جب آپ نے ایسا کیا تو اس غزوہ میں پیچھے رہنے والے آپ کے پاس آئے اور آپ کے سامنے عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے اور وہ اسّی سے زیادہ مرد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرمالیا اور ان کو بیعت کرلیا اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان کے باطنی معاملات کو اللہ کی طرف سونپ دیا' سو میں بھی آپ کے پاس آیا' جب میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ ناراضگی سے مسکرائے' پھر آپ نے فرمایا: آگے آؤ! تو میں آگے چلا حتیٰ کہ میں آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا' آپ نے پوچھا: تم کیوں پیچھے رہ گئے؟ کیا تم نے اپنی سواری خرید نہیں لی تھی؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! بے شک اللہ کی قسم! اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو آپ دیکھتے کہ میں جھوٹے عذر پیش کر کے آپ کی ناراضگی سے نکل جاتا اور مجھے چرب زبانی دی گئی ہے' لیکن اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ اگر آج میں نے آپ سے کوئی جھوٹی بات کہی جس سے آپ مجھ سے راضی ہو جائیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ پر ناراض کر دے گا اور اگر میں نے آپ کو سچی بات کہی' جس سے آپ مجھ سے ناراض ہوں تو میں اللہ تعالیٰ سے معاف کرنے کی اُمید رکھتا ہوں' اللہ کی قسم! میرا کوئی عذر نہیں ہے اور اللہ کی قسم! میں اتنا قوی اور اتنا خوشحال کبھی نہیں تھا جب میں آپ سے پیچھے رہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! اس شخص نے سچ کہا ہے' پس تم اُٹھو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ فرمادے' سو میں اُٹھا اور بنو سلمہ کے مرد دوڑ کر آئے' پس مجھ سے ملے اور مجھ سے کہا: اللہ کی قسم! ہمیں نہیں معلوم کہ تم نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا تھا' کیا تم اس سے عاجز تھے کہ تم بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی ایسا عذر پیش کرتے جیسا دوسرے پیچھے رہنے والوں نے عذر پیش کیا تھا' بے شک تمہارے گناہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کا تمہارے لیے استغفار کافی ہوتا' پس اللہ کی قسم! وہ مجھے مسلسل ملامت کرتے رہے' حتیٰ کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں

Marfat.com

صَلوتِي اَقْبَلَ اِلَيَّ وَاِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ اَعْرَضَ عَنِّي حَتّٰى اِذَا طَالَ عَلَيَّ ذٰلِكَ مِنْ جَفْوَةِ النَّاسِ مَشَيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ اَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي وَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ يَا اَبَا قَتَادَةَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِي اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُهُ فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ فَفَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِي بِسُوْقِ الْمَدِيْنَةِ اِذَا نَبَطِيٌّ مِنْ اَنْبَاطِ اَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيْعُهُ بِالْمَدِيْنَةِ يَقُوْلُ مَنْ يَدُلُّ عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيْرُوْنَ لَهُ حَتّٰى اِذَا جَاءَنِي دَفَعَ اِلَيَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ فَاِذَا فِيْهِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي اَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَّلَا مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ فَقُلْتُ لَمَّا قَرَاْتُهَا وَهٰذَا اَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ بِهَا فَتَيَمَّمْتُ التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا حَتّٰى اِذَا مَضَتْ اَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً مِنَ الْخَمْسِيْنَ اِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْنِي فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تَعْتَزِلَ امْرَاَتَكَ فَقُلْتُ اُطَلِّقُهَا اَمْ مَاذَا اَفْعَلُ قَالَ لَا بَلِ اعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرَبْهَا وَاَرْسَلَ اِلٰى صَاحِبَيَّ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِامْرَاَتِي الْحَقِي بِاَهْلِكِ فَتَكُوْنِي عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِي هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ كَعْبٌ فَجَاءَتِ امْرَاَةُ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هِلَالَ ابْنَ اُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ اَنْ اَخْدُمَهُ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَا يَقْرَبْكِ قَالَتْ اِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا بِهِ حَرَكَةٌ اِلٰى شَيْءٍ وَّاللّٰهِ مَا زَالَ يَبْكِي مُنْذُ كَانَ مِنْ اَمْرِهِ مَا كَانَ اِلٰى يَوْمِهِ هٰذَا فَقَالَ لِي بَعْضُ اَهْلِي لَوِ اسْتَاْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَاَتِكَ كَمَا اَذِنَ

واپس جاؤں اور اپنے آپ کو جھوٹا قرار دوں' پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا کسی اور کو بھی میرے جیسا معاملہ پیش آیا ہے؟ انہوں نے بتایا: ہاں! دو مرد ہیں جنہوں نے تمہاری طرح کہا' پس ان سے اسی طرح کہا گیا جس طرح تم سے کہا گیا' میں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: وہ مرارہ بن الربیع العمری اور ہلال بن امیہ الواقفی ہیں' سو انہوں نے ان دو نیک بندوں کا ذکر کیا جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے' سو اُن میں (میرے لیے) نمونہ ہے' سو جب انہوں نے ان دونوں کا مجھ سے ذکر کیا تو میں اپنے گھر آ گیا اور رسول اللہ ﷺ نے ہم تینوں سے کلام کرنے سے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا جو آپ سے اس غزوہ میں پیچھے رہے تھے' سو لوگوں نے ہم سے اجتناب کر لیا اور وہ ہم سے بالکل بدل گئے حتیٰ کہ مجھے وہ زمین بھی بدلی ہوئی نظر آئی' یہ وہ زمین ہی نہ تھی جسے میں پہلے پہچانتا تھا' ہم نے اسی حالت پر پچاس راتیں گزاریں' رہے میرے دو صاحب تو وہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے تھے اور روتے رہتے تھے اور میں قوم میں جوان تھا اور باہمت تھا' پس میں باہر نکلتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا تھا اور بازاروں میں گھومتا تھا اور میرے ساتھ کوئی بھی بات نہ کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتا تھا تو آپ کو سلام کرتا تھا اور آپ نماز کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے' میں دل میں سوچتا تھا کہ کیا آپ نے میرے سلام کا جواب دینے کے لیے ہونٹوں کو حرکت دی تھی یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھتا تھا اور نظریں چرا کر آپ کی طرف دیکھتا تھا' پس جب میں نماز پڑھنے لگتا تو آپ میری طرف متوجہ ہوتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ مجھ سے اعراض کرتے حتیٰ کہ جب مجھ سے لوگوں کی بے رُخی بڑھتی گئی تو ایک دن میں حضرت ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا اور وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب تھے' پس میں نے ان کو سلام کیا تو اللہ کی قسم! انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا: اے ابوقتادہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا

Marfat.com

لِامْرَاَةِ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ اَنْ تَخْدُمَهُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَسْتَاْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْنِيْ مَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنْتُهُ فِيْهَا وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ حَتّٰى كَمُلَتْ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِّنْ حِيْنَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا فَلَمَّا صَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صُبْحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً وَّاَنَا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِنَا فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِيْ وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ اَوْفٰى عَلٰى جَبَلِ سَلْعٍ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَبْشِرْ قَالَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَّعَرَفْتُ اَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ وَّ اٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰى صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا وَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَكَضَ اِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَّسَعٰى سَاعٍ مِّنْ اَسْلَمَ فَاَوْفٰى عَلَى الْجَبَلِ وَكَانَ الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِيْ سَمِعْتُ صَوْتَهٗ يُبَشِّرُنِيْ نَزَعْتُ لَهٗ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهٗ اِيَّاهُمَا بِبُشْرَاهُ وَاللّٰهِ مَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا وَانْطَلَقْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنُّوْنِيْ بِالتَّوْبَةِ يَقُوْلُوْنَ لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ قَالَ كَعْبٌ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ اِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِيْ وَهَنَّانِيْ وَاللّٰهِ مَا قَامَ اِلَيَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرَهٗ وَلَا اَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ قَالَ كَعْبٌ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهٗ مِنَ السُّرُوْرِ اَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ

ہوں؟ تو وہ خاموش رہے' میں نے اپنی بات دُہرائی اور پھر قسم دی' تب بھی وہ خاموش رہے' میں نے پھر اپنی بات دہرائی اور پھر ان کو قسم دی تو انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' سو میری دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں واپس آ گیا حتیٰ کہ میں دیوار پھاند کر اُتر گیا' حضرت کعب نے بتایا: جس وقت میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا تو اہل شام کے کسانوں میں سے ایک کسان آیا جو مدینہ میں غلہ بیچ رہا تھا' وہ کہہ رہا تھا کہ کعب بن مالک کی طرف میری کون رہنمائی کرے گا؟ تو لوگوں نے اُسے اشارہ سے بتایا حتیٰ کہ وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا مکتوب دیا' اس میں لکھا ہوا تھا: امابعد! مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے پیغمبر نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت کے گھر میں نہیں رکھا اور نہ ضائع ہونے کے لیے رکھا ہے' تم ہم سے آ کر مل جاؤ ہم تمہاری غم خواری کریں گے' میں نے اس خط کو پڑھنے کے بعد دل میں کہا: یہ میرے لیے ایک اور امتحان ہے! پس میں نے تنور کا قصد کیا اور اس خط کو جلا دیا' حتیٰ کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آیا' پس اُس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ' پس میں نے پوچھا: کیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا: نہیں! بلکہ تم اس سے الگ ہو جاؤ اور اس کے قریب نہ جاؤ (یعنی مباشرت نہ کرو)' اور آپ نے میرے دو صاحبوں کی طرف بھی ایسا ہی پیغام بھیجا' میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور ان ہی کے پاس رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق اس امر کا فیصلہ فرما دے۔ حضرت کعب نے بتایا: حضرت ھلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی' پس اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہلال بن اُمیہ بہت ہی بوڑھے اور کمزور ہیں' ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے' کیا آپ اس کو ناپسند کریں گے کہ میں ان کی خدمت کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن وہ تمہارے قریب نہ آئیں' ان کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تو کسی کام کے

Marfat.com

مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ قَالَ قُلْتُ أَمِنْ عِنْدِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ قَالَ لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَّكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَإِنِّيْ أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ إِنَّمَا نَجَّانِيْ بِالصِّدْقِ وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ لَّا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَّا بَقِيْتُ فَوَاللّٰهِ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَبْلَاهُ اللّٰهُ فِيْ صِدْقِ الْحَدِيْثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِيْ مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا كَذِبًا وَّإِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَّحْفَظَنِيَ اللّٰهُ فِيْمَا بَقِيْتُ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ . إِلٰى قَوْلِهٖ . وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝﴾ (التوبہ: ١١٧ـ ١١٩) فَوَاللّٰهِ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ أَنْ هَدَانِيْ لِلْإِسْلَامِ أَعْظَمَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا أَكُوْنَ كَذَبْتُهُ فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِأَحَدٍ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلٰى قَوْلِهٖ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ (التوبہ: ٩٥ـ ٩٦) قَالَ كَعْبٌ وَّكُنَّا تَخَلَّفْنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ أَمْرِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَلَفُوْا لَهٗ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَأَرْجَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

لیے حرکت کر ہی نہیں سکتے اور اللہ کی قسم! جب سے ان کے معاملہ میں عتاب ہوا ہے اس دن سے لے کر اب تک وہ مسلسل روتے رہتے ہیں' تب مجھ سے میرے بعض گھر والوں نے کہا: اگر تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے متعلق اسی طرح اجازت لے لو جس طرح آپ نے حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دی ہے تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس کی رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں لوں گا اور مجھے پتا نہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے اس کی اجازت طلب کروں تو آپ کیا فرمائیں؟ حالانکہ میں تو جوان مرد ہوں (اور حضرت ہلال بن اُمیہ تو بوڑھے تھے)' پھر میں نے اس حال میں دس راتیں اور گزاریں حتیٰ کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کلام کی ممانعت کی تھی' اس پر پچاس روز مکمل ہو گئے' پس جب میں نے پچاسویں رات کی صبح کو فجر کی نماز پڑھی اور اس وقت میں اپنے گھر کی چھت پر تھا' میں اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا جس کا اللہ نے ذکر فرمایا کہ مجھ پر میرا نفس بھی تنگ ہو گیا ہے اور زمین بھی اپنی کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی ہے تو اچانک میں نے کسی چلانے والے کی آواز سنی جو سلع پہاڑ پر بلند آواز سے پکار رہا تھا: اے کعب بن مالک! بشارت قبول کرو! حضرت کعب نے کہا: پس میں سجدہ میں گر گیا اور میں نے جان لیا کہ اب کشادگی آ گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جب فجر کی نماز پڑھائی تو یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے' تو لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لیے آئے اور میرے ان دو صاحبوں کی طرف بھی خوشخبری دینے والے گئے اور ایک شخص نے میری طرف گھوڑا دوڑایا اور بنو اسلم کا ایک مرد میری طرف دوڑا' پس وہ پہاڑ پر چڑھا اور اس کی آواز گھوڑے کی رفتار سے زیادہ تیز تھی' پس جب میرے پاس وہ شخص آیا جس کی بشارت دینے کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اس بشارت کی جزاء میں اپنی دونوں چادریں اس کو پہنا دیں اور اللہ کی قسم! اس وقت میرے پاس ان چادروں کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور میں نے دو کپڑے عاریۃً لے کر پہنے اور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوا' پس لوگ مجھ سے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللّٰهُ فِيْهِ فَبِذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ (التوبہ:١١٨) وَلَيْسَ الَّذِىْ ذَكَرَ اللّٰهُ مِمَّا خُلِّفْنَا عَنِ الْغَزْوِ وَاِنَّمَا تَخْلِيْفُهٗ اِيَّانَا وَاِرْجَاءُهٗ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهٗ وَاعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ .

فوج درفوج مل رہے تھے اور میری توبہ قبول ہونے پر مجھے مبارک باد دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی۔ حضرت کعب نے بتایا: حتیٰ کہ میں مسجد میں داخل ہوا' پس اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے گرد صحابہ بیٹھے ہوئے تھے' پس حضرت طلحہ بن عبید اللہ دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے' انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی اور اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے سوا اور کوئی نہیں کھڑا ہوا اور میں حضرت طلحہ کی یہ نیکی کبھی نہیں بھولوں گا۔ حضرت کعب نے بتایا: جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا' آپ نے فرمایا: تمہیں اس مبارک دن کی بشارت ہو' جب سے تم اپنی ماں سے پیدا ہوئے ہو' یہ تمہارا سب سے بہترین دن ہے۔ حضرت کعب نے بتایا: میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں؟ یا اللہ کی طرف سے (فرما رہے ہیں)؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ اللہ کی طرف سے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ اس طرح روشن ہو جاتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم اس بات کو آپ کے چہرے سے پہچانتے تھے' پس جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک میری توبہ (کی خوشی یہ ہے) کہ میں اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف صدقہ کر دوں' آپ نے فرمایا: تم اپنے کچھ مال کو اپنے پاس رکھو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا' میں نے کہا: میں اس مال کو اپنے پاس رکھوں گا جو خیبر میں میرا حصہ ہے' پھر میں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے اور بے شک میری توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنی باقی زندگی میں سچ کے سوا کوئی بات نہ کہوں' پس اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کو سچ بولنے کی وجہ سے ایسی آزمائش میں مبتلا کیا ہو جیسی آزمائش میں مجھے مبتلا کیا' جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عہد ذکر کیا تھا جس کی وجہ سے مجھے اللہ نے آزمائش میں مبتلا کیا تھا اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

سے یہ عہد ذکر کیا تھا اس وقت سے آج تک میں نے عمداً جھوٹ نہیں بولا اور بے شک میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری باقی زندگی میں بھی جھوٹ سے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل کی: بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی کی توبہ قبول فرمائی اور مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول فرمائی۔ (التوبہ:۱۱۷) اور یہ آیت یہاں تک ہے: اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤO (التوبہ:۱۱۹) پس اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اسلام کی ہدایت دینے کے بعد کوئی ایسی نعمت نہیں فرمائی جو میرے دل میں اس سے بڑی ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچ بولا اور آپ سے جھوٹ نہیں بولا' ورنہ میں بھی اس طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا' کیونکہ جب سے اللہ نے وحی نازل فرمائی ہے' کسی کے متعلق ایسی سخت آیت نازل نہیں فرمائی' اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: جب تم لوگ واپس آؤ گے تو یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھائیں گے (یہ آیت یہاں تک ہے:) پس بے شک اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتاO (التوبہ: ٩٦-٩٥) حضرت کعب نے بتایا: ہم تینوں کو ان لوگوں کے معاملہ سے مؤخر رکھا گیا جن کے عذر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت قبول فرمالیا جب انہوں نے (جھوٹی) قسمیں کھائی تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بیعت کر لیا اور ان کے لیے استغفار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے معاملہ کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان تین لوگوں کے معاملہ کو مؤخر رکھا گیا۔ (التوبہ:۱۱۸) اور جس تاخیر کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے' یہ وہ تاخیر نہیں ہے جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے' یہ ہمارے معاملہ کو ان سے مؤخر کرنا ہے جنہوں نے حلف اُٹھایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے عذر کو قبول کر لیا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی مزید شرح کی جا رہی ہے:

حدیث مذکور کی تخریج

امام بخاری نے اس حدیث کی متعدد ابواب میں روایت کی ہے اور اس مکمل قصہ کی روایت صرف اس جگہ کی ہے۔علامہ بدر

الدین عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی دس ابواب میں روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ٦۵)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس حدیث کی سولہ ابواب میں روایت کی ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

صحیح بخاری: ۲۷۵۷۔ ۲۹۴۷۔ ۲۹۴۸۔ ۲۹۴۹۔ ۲۹۵۰۔ ۳۰۸۸۔ ۳۸۵٦۔ ۳۸۸۹۔ ۳۹۵۱۔ ۴۴۱۸۔ ۴٦۷۳۔ ۴٦۷٦۔ ۴٦۷۷۔ ۴٦۷۸۔ ٦٦۹۰۔ ۷۲۲۵، تاہم ہر باب میں پورا قصہ نہیں بیان کیا گیا ہے صرف چند جملے بیان کیے گئے ہیں پورے قصہ کی روایت صرف اسی باب میں ہے۔ صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی اس حدیث کا ذکر ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

صحیح مسلم: ۲۷٦۹، الرقم المسلسل: ٦۹۱۰، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۲، سنن نسائی: ۳۴۲۰۔ ۳۴۲۱، المستدرک ج ۲ ص ٦۴۳، التاریخ الکبیر ج ۵ ص ۳۰۹، صحیح ابن حبان: ۳۳۷۰، المعجم الکبیر: ۱۷۳۔ ج ۱۹ ص ۸۵، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۵۱۔ ج ۱۰ ص ۳۷۷، مسند احمد ج ۳ ص ۴۵٦، مسند احمد: ۱۵۷۸۲۔ ج ۲۵ ص ۵۹

اس حدیث کی مکمل تخریج کرنے میں یہ ناکارہ منفرد ہے۔

توریہ کا معنیٰ' تبوک کے لشکر کی تعداد' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد سے ابتداء کرنا اور بعد میں اپنے گھر جانا' حضرت کعب بن مالک کی قوتِ ایمانی کہ انہوں نے غسان کی پیش کش ٹھکرا دی' رات کے آخری حصہ میں حضرت کعب کی توبہ کی قبولیت کا نازل ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہم نے اسلام کی حمایت کا عہد کیا تھا: یعنی لیلۃ العقبہ میں حضرت کعب نے اسلام اور جہاد پر بیعت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس غزوہ کا ارادہ کرتے تو کسی اور غزوہ سے اس کا توریہ کرتے: یعنی سننے والوں کے ذہنوں میں کسی اور غزوہ کا وہم ڈالتے۔ توریہ کا معنی یہ ہے کہ ایسا لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی ہوں' ایک قریب ہو اور دوسرا بعید ہو اور متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں قریب معنی ڈالے۔

تبوک کے لشکر میں اتنے لوگ تھے جن کا شمار کسی رجسٹر میں نہیں ہو سکتا: حاکم نے حضرت معاذ سے اکلیل میں روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک کی طرف گئے اور ہماری تعداد تیس ہزار سے زائد تھی۔ الواقدی کی روایت ہے کہ اس لشکر میں دس ہزار گھوڑے اور ابوزرعہ رازی کی روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں چالیس ہزار تھے اور یہ اکلیل کی روایت کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ ان کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی اور ابوزرعہ کی روایت میں زائد مقدار کا بیان ہے۔

حضرت معاذ بن جبل نے کہا: ہم کعب بن مالک کے متعلق نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے: جس وقت ان میں یہ باتیں ہو رہی تھیں تو آپ نے ایک مرد کو دیکھا جو گرد و غبار سے نکل کر آ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوخیثمہ ہو جا! تو وہ ابوخیثمہ انصاری ہو گیا۔ میں کہتا ہوں: اس ابوخیثمہ کا نام سعد بن خیثمہ ہے' امام طبرانی نے ان سے روایت کی ہے کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تھا' میں باغ میں داخل ہوا تو چھپر سے پانی ٹپک رہا تھا' میں نے اپنی بیوی کو دیکھ کر کہا: یہ انصاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت گرمی اور گرم ہواؤں میں ہوں اور میں یہاں سائے اور راحت میں ہوں' پھر میں نے چند کھجوریں لیں اور اونٹ پر سوار ہو گیا' پھر میں تبوک کی طرف روانہ ہو گیا' جب میں لشکر کے قریب پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ابوخیثمہ ہو جا! جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے میرے حق میں دعا کی' امام واقدی نے ذکر کیا ہے کہ ان کا نام عبداللہ بن خیثمہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے' وہاں دو رکعت نماز پڑھتے' پھر لوگوں کے لیے بیٹھ جاتے: امام احمد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر سے چاشت کے وقت آتے تھے' پس آپ مسجد سے ابتداء کرتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھ کر بیٹھ جاتے۔ امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے جاتے' اور امام طبرانی کی روایت ہے: جب آپ سفر سے آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے' پس دو رکعت نماز پڑھتے' پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے' پھر اپنی ازواج کے گھر جاتے۔

آپ حضرت کعب کو دیکھ کر غصہ سے مسکرائے: ابن عائذ کی روایت ہے کہ آپ نے حضرت کعب سے اعراض کیا' حضرت کعب نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ مجھ سے کیوں اعراض فرما رہے ہیں؟ پس اللہ کی قسم! میں منافق ہوں نہ مجھے دین اسلام میں شک ہے نہ میں نے دین بدلا ہے! آپ نے پوچھا: تم پیچھے کیوں رہ گئے تھے؟

حضرت کعب نے غسان کے بادشاہ کے خط کو تنور میں ڈال کر جلانے کا قصد کیا: حضرت کعب کا یہ فعل ان کے ایمان کی قوت پر دلالت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی علامت ہے' ورنہ اس وقت جو اُن کی حالت تھی کہ تمام مسلمانوں نے ان سے بات چیت بند کر دی تھی اور ان سے منہ موڑ لیا تھا اور ان حالات میں جب غسان کے بادشاہ نے ان کو بلایا اور ان کو عیش اور آرام کے ساتھ رہنے کی دعوت دی تو قریب تھا کہ وہ ڈگمگا جاتے' لیکن جب ان کو معلوم تھا کہ یہ بھی ان کا امتحان ہے تو انہوں نے اس مکتوب کو جلا دیا' ان پر ان کا دین غالب رہا اور ان کا اسلام پر اعتماد اور یقین قوی اور مستحکم رہا' اور انہوں نے آزمائش کے ان مشکل حالات میں مسلمانوں کی ان سے بے رخی اور بائیکاٹ کو غسان کے عیش و آرام پر ترجیح دی اور یہی اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا تقاضا ہے' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ایمان کی حلاوت یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو اور مرد جس سے بھی محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے محبت کرے اور اس کو کفر میں لوٹ جانا اس طرح ناپسند ہو جس طرح اس کو آگ میں جھونک دیا جانا۔ (صحیح البخاری: ١٦' صحیح مسلم: ٤٣' سنن ترمذی: ٢٦٢٤' سنن نسائی: ٤٩٨٨' مسند احمد ج ٣ ص ١٧٢)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد آیا: میں ان کے نام سے واقف نہیں ہو سکا' لیکن امام واقدی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت ہلال اور حضرت مرارہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھی وہی گئے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی توبہ قبول ہونے کا اعلان کیا: معمر کی روایت ہے کہ جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ اپنے نبی پر نازل فرمائی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا میرے معاملہ میں نیکی کرنے والی تھیں' آپ نے فرمایا: اے اُم سلمہ! کعب کی توبہ قبول ہو گئی ہے' حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا میں ان کی طرف بشارت نہ بھیجوں؟ آپ نے فرمایا: پھر لوگوں کا رش لگ جائے گا اور وہ تم کو ساری رات سونے نہیں دیں گے حتیٰ کہ جب آپ نے فجر کی نماز پڑھائی تو یہ اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول فرمالی ہے۔

میں اس دن ان دو چادروں کے سوا کسی اور چیز کا مالک نہیں تھا: حضرت کعب کی مراد ہے کہ میں کپڑوں کی جنس سے اور کسی چیز کا مالک نہیں تھا ورنہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ ان کے پاس دو اونٹنیاں تھیں اور عنقریب اس حدیث میں آئے گا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیں۔

تمہیں بشارت ہو کہ جب سے تم اپنی ماں سے پیدا ہوئے ہو' یہ تمہارا سب سے بہترین دن ہے: اس پر یہ اشکال ہے کہ ان کا سب سے بہترین دن تو وہ تھا جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کا دن ان کے اسلام

کی تکمیل کا دن تھا' پس جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا' وہ ان کی سعادت کی ابتداء کا دن تھا اور جس دن ان کی توبہ قبول ہوئی وہ ان کی سعادت کی تکمیل کا دن تھا۔

حتیٰ کہ یوں لگتا کہ آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے: اس پر یہ اشکال ہے کہ چاند تو کالا سیاہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ چاند کے نور اور اس کی روشنی سے ہے' گویا یہ بعض اعتبار سے چاند کے ساتھ تشبیہ ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

(١) جنگجو کفار کے اموال کو طلب کرنے کا جواز کیونکہ آپ نے قریش کے قافلہ کا تعاقب کرایا تھا (٢) حرمت والے مہینوں میں جہاد کرنے کا جواز (٣) جب مصلحت ہو تو غزوہ کی سمت کو بیان کرنے کا جواز (٤) جب امام لشکر کو جہاد کے لیے بلائے تو ہر فرد پر آنا لازم ہے اور جو فرد نہیں آئے گا وہ ملامت کا مستحق ہوگا (٥) علامہ سہیلی نے کہا ہے: ہر چند کہ یہ جہاد فرضِ کفایہ تھا پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر سخت ناراض ہوئے جو پیچھے رہ گئے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جہاد انصار کے حق میں فرضِ عین تھا کیونکہ انہوں نے آپ سے جہاد پر بیعت کی تھی' اس لیے ان کا اس غزوہ سے پیچھے رہنا گناہ کبیرہ تھا' علامہ ابن بطال نے بھی اسی طرح کہا ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جہاد فرضِ عین تھا' اس لیے جو بھی جہاد سے پیچھے رہا وہ عتاب اور ملامت کا مستحق ہوا (٦) جو شخص خود روانہ ہونے سے عاجز ہو تو اس پر جہاد سے پیچھے رہنے میں کوئی ملامت نہیں ہے (٧) جب امام جہاد کے لیے روانہ ہو تو وہ شہر کے لوگوں پر کسی کو خلیفہ بنا کر جائے (٨) منافقین کے قتل کو ترک کرنا اور زندیق کے قتل کو ترک کرنا بھی جائز ہے جب کہ وہ توبہ کر لے اور جو کہتے ہیں کہ زندیق کو مطلقاً قتل کرنا ضروری ہے' وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں منافقین کو قتل نہ کرنا' تالیف اسلام کی مصلحت کی وجہ سے تھا (٩) معصیت کا معاملہ بہت سنگین ہے' امام ابن ابی حاتم نے کہا: یا سبحان اللہ! ان تین صحابہ نے مالِ حرام کھایا تھا نہ کوئی ناجائز قتل کیا تھا اور نہ زمین میں فساد کیا تھا' پھر بھی ان پر وہ سختی کی گئی جس کو تم نے دیکھا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی تو سوچو! جو آدمی کھلم کھلا بے حیائی کے کام کرتا ہے وہ کتنی سختی کا مستحق ہوگا (١٠) جس شخص کا دین قوی ہو' اُس سے اُس کی بہ نسبت زیادہ مواخذہ کیا جاتا ہے جس کا دین ضعیف ہو (١١) کسی شخص کا اپنی تقصیر اور خطاء کی خبر دینے کا جواز اور اس تقصیر کے نتیجہ میں جو اس پر سختی آئی اس کو بھی بیان کرنے کا جواز تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور نصیحت ہو (١٢) جب کوئی شخص کسی فتنہ سے محفوظ رہے تو اس پر اپنی تعریف کرنے کا جواز (١٣) اہل بدر اور اہلِ عقبہ کی فضیلت (١٤) قسم کی طلب کے بغیر تاکید کے لیے قسم کھانے کا جواز (١٥) اپنے مقصد سے توریہ کرنے کا جواز (١٦) غیبت کو رد کرنا جیسے حضرت معاذ نے غیبت کو رد کیا تھا (١٧) ایک عرصہ تک اپنی بیوی سے مباشرت کو ترک کرنے کا جواز (١٨) جب بھی کسی مرد کو عبادت کرنے کا موقع میسر ہو تو اس پر حق ہے کہ وہ اس عبادت کی طرف سبقت کرے اور اس میں تاخیر نہ کرے کہ کہیں اس عبادت سے محروم نہ ہو جائے اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عبادت میں سبقت کرنے کی توفیق دے اور ہمیں جو نعمتیں عطاء فرمائی ہیں وہ ہم سے چھین نہ لے (١٩) انسان سے جو نیکی فوت ہو جائے اس نیکی کے حصول کی تمنا کرنا (٢٠) اس مرد کو مطعون کرنے کا جواز جو کسی مسلمان کی غیبت کرے (٢١) جو شخص کسی جگہ سے آئے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ وضو کرے اور اپنے گھر جانے سے پہلے مسجد میں آئے' وہاں نماز پڑھے' پھر ان لوگوں کے لیے بیٹھ جائے جو اس سے ملنے کے لیے آئیں (٢٢) جو شخص کسی سے ملنے کے لیے جائے' وہ اس کو سلام کرنے میں پہل کرے (٢٣) ظاہر کے مطابق فیصلہ کرے اور عذر کو قبول کرے خواہ وہ جھوٹا ہو اور باطن کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دے (٢٤) جس شخص سے کوئی خطاء ہو گئی ہو وہ اس خطاء پر روئے اور افسوس کرے (٢٥) جس شخص نے گناہ کبیرہ کیا ہو' اس کے سلام

Marfat.com

کا جواب نہ دینے کا جواز' جیسے حضرت ابوقتادہ نے حضرت کعب کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا (۲۶) کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑنے اور اس سے ترکِ تعلق رکھنے کا جواز اور جس حدیث میں کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑنے سے منع فرمایا ہے یہ اس پر محمول ہے جب کہ اس کو چھوڑنا غیر شرعی ہو (۲۷) غصہ کی حالت میں مسکرانے کا جواز اور یہ کہ مسکرانا صرف تعجب اور خوشی کی حالت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے (۲۸) بڑے آدمی کا اپنے اصحاب کو ملامت کرنا (۲۹) سچ بولنے کا فائدہ اور جھوٹ بولنے کی نحوست (۳۰) کسی شخص کی تادیب اور تعلیم کے لیے اس پر عتاب کرنا' حدیث صحیح میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس کے گناہوں کی سزا دنیا میں دے دیتا ہے اور جب کسی بندہ کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی سزا کو موخر کر دیتا ہے اور قیامت کے دن اس کو سزا دیتا ہے (۳۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تین صحابہ پر سختی کی کیونکہ انہوں نے بغیر عذر کے واجب کو ترک کیا تھا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (التوبہ:۱۲۰)

جو لوگ اہلِ مدینہ ہیں اور جو ان کے گرد دیہات کے رہنے والے ہیں' ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ جائیں۔

(۳۲) دنیا اور آخرت کی سعادت اور ان کے شر سے نجات صدق پر موقوف ہے اور جس شخص پر یہ عتاب کیا گیا ہو کہ لوگ اس کو چھوڑ دیں تو اگر وہ جماعت سے نماز پڑھنے نہ آئے تو وہ معذور ہے' جیسے حضرت مرارہ اور حضرت ہلال اس مدت میں اپنے گھروں سے نہیں نکلے (۳۳) جس شخص کو چھوڑ دیا گیا ہو تو اگر وہ کسی کو سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت کعب جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتے تو یہ دیکھتے کیا آپ نے ان کے سلام کا جواب دینے کے لیے ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں (۳۴) کسی مرد کا اپنے پڑوسی اور اپنے دوست کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے خواہ وہ دیوار پھاند کر جائے' جبکہ اس کو معلوم ہو کہ وہ اس سے ناراض نہیں ہوگا (۳۵) کسی آدمی کا یہ کہنا کہ اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں' یہ کلام نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے قسم کھائی تھی کہ وہ کلام نہیں کرے گا اور اس نے کہہ دیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالک کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرمایا تھا تو حضرت ابوقتادہ نے حضرت کعب کے اصرار پر کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' اور جب غسان کے قاصد نے حضرت کعب کے متعلق سوال کیا تو مسلمانوں نے حضرت کعب کی طرف اشارہ کیا اور یہ نہیں کہا کہ یہ حضرت کعب ہیں' کیونکہ ان کو حکم تھا کہ وہ حضرت کعب کو چھوڑ دیں' ان سے اعراض کریں اور ان سے کلام نہ کریں (۳۶) نماز میں کسی کی طرف کن انکھیوں سے دیکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت کعب نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھتے تھے (۳۷) عورت کا اپنے خاوند کی خدمت کرنے کا جواز (۳۸) مباشرت سے بچنے کے لیے احتیاط کی خاطر بیوی کو اس کے میکے بھیج دینا (۳۹) سجدۂ شکر کا مشروع ہونا اور خوشخبری کی طرف سبقت کرنا (۴۰) انسان کے پاس جو چیز بھی ہو وہ خوشخبری دینے والے کو عطاء کرنا (۴۱) عاریۃً چیزیں لینے کا جواز کیونکہ حضرت کعب نے پہننے کے لیے عاریۃً کپڑے لیے (۴۲) جس کو کوئی نعمت ملی ہو اس کو مبارک باد دینا (۴۳) جب صاحبِ نعمت آئے تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا (۴۴) اہم اُمور میں لوگوں کا امام کے پاس جمع ہونا اور امام کا اس چیز سے خوش ہونا جس سے اس کے پیروکار خوش ہوں (۴۵) آنے والے سے مصافحہ کرنے کے لیے کھڑے ہونا اور اس کے لیے قیام کرنا (۴۶) جس خیر اور نیکی سے نفع ہوا ہے دائماً کرنے کا التزام کرنا (۴۷) توبہ کے وقت صدقہ کرنے کا استحباب (۴۸) جس نے اپنا تمام مال صدقہ کرنے کی نذر کی اس پر اپنا تمام مال نکالنا لازم نہیں ہے (۴۹) قول اور فعل میں صدق کا بہت زیادہ اجر و ثواب

Marfat.com

ہونا (٥٠) علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت کعب بن مالک ان مہاجرین اولین میں سے ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی لیکن یہ غلط ہے کیونکہ حضرت کعب مہاجرین میں سے نہیں ہیں بلکہ سابقین انصار میں سے ہیں۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٤٤٣-٤٤٢ دار المعرفۃ بیروت ١٤٢٦ھ) (٥١) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر مؤمن کی ہر چیز کے مالک ہیں حتیٰ کہ اگر آپ چاہیں تو کسی مسلمان کو اس کی بیوی کے ساتھ عمل زوجیت سے بھی روک دیں۔

٨١- بَابُ نُزُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجْرَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام الحجر میں اترنا

حجر: حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کے گھر ہیں جو مدینہ اور شام کے درمیان ہیں' وادی قریٰ کے نزدیک۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٧١)

٤٤١٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ ثُمَّ قَنَّعَ رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اَجَازَ الْوَادِيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا' کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب آئے جو ان پر آیا تھا' مگر تم روتے ہوئے گزر سکتے ہو' پھر آپ نے اپنے سر پر کپڑا ڈال لیا اور رفتار تیز کر لی' حتیٰ کہ اس وادی سے گزر گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٣٣ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی کا امام بخاری پر اعتراض

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان لکھا ہے: ''نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وادیٔ حجر میں اترنا' یہ عنوان صحیح نہیں ہے' کیونکہ وادیٔ حجر میں اترنا اور ٹھہرنا تو ممنوع ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وادی سے تیزی کے ساتھ گزر گئے تھے' امام بخاری کو چاہیے تھے کہ وہ اس کا عنوان یوں لکھتے: ''مرور النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وادیٔ حجر سے گزرنا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٧٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر کا اس توجیہ پر تعاقب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ حجر سے گزرے تھے اور اس میں اُترے نہیں تھے اور ان کا یہ زعم اس لیے درست نہیں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ حجر میں اُترے اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ یہاں پانی نہ پئیں۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٤٤٣' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٤٢٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِ الْحِجْرِ لَاتَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِثْلَ مَااَصَابَهُمْ .

عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابِ حجر سے فرمایا کہ ان عذاب یافتہ لوگوں پر بغیر روئے نہ گزرو کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جیسا ان پر عذاب آیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۳ میں گزر گئی ہے' تاہم بعض الفاظ کی وضاحت کی جا رہی ہے:

آپ نے اصحاب حجر سے فرمایا: اس پر یہ اعتراض ہے کہ اصحاب حجر تو قوم ثمود ہے اور وہ تو اس وقت وہاں نہیں تھی' علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان صحابہ سے فرمایا جو اس جگہ آپ کے ساتھ تھے اور ان صحابہ کی حجر کی طرف اس لیے نسبت کر دی کہ وہ اس وقت وادیٔ حجر کو مَس کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٨٢- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا' گویا یہ باب ابواب سابقہ سے منفصل ہے۔

٤٤٢١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ اَبِيْهِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَعْضِ حَاجَاتِهِ فَقُمْتُ اَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا قَالَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذَهَبَ يَغْسِلُ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ عَلَيْهِ كُمُّ الْجُبَّةِ فَاَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ جُبَّتِهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ مَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی از اللیث از عبدالعزیز بن ابوسلمہ از سعد بن ابراہیم از نافع بن جبیر از عروہ بن المغیرہ از والدِ خود حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی حاجت کے لیے گئے تو میں (آپ کے وضو کے لیے) پانی ڈالنے کے لیے کھڑا ہوا۔ راوی نے کہا: میں اس کے سوا نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ حدیث غزوۂ تبوک میں بیان کی تھی' سو آپ نے اپنا چہرہ دھویا اور اپنی کلائیاں دھونے لگے تو جبہ کی آستین تنگ تھی تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکال لیا' پھر ان دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر اپنے موزوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی اس باب کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اس میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے۔

٤٤٢٢- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ حَتّٰى اِذَا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ هٰذِهِ طَابَةُ وَهٰذَا اُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباس بن سہل بن سعد از ابی حمید' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک سے آئے حتیٰ کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا: یہ طابہ ہے اور یہ اُحد پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

طابہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

٤٤٢٣- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ اَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَّلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے' پس مدینہ کے قریب پہنچے تو فرمایا: بے شک مدینہ میں ایسے لوگ ہیں کہ تم جہاں بھی روانہ ہوئے اور تم نے جس وادی کو بھی عبور کیا تو وہ تمہارے ساتھ تھے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! وہ مدینہ میں ہی تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ مدینہ میں ہی تھے' کسی عذر نے ان کو روک لیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۸ میں گزر چکی ہے۔

٨٣- بَابُ كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسریٰ اور قیصر کی طرف مکتوب

فارس کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہے' عربی میں اس کا معنی ہے: فتح یاب اور جس کسریٰ کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکتوب بھیجا تھا' یہ کسریٰ پرویز بن ھرمز بن نوشیروان ہے اور یہ بڑا اور مشہور کسریٰ ہے اور روم کے ہر بادشاہ کا لقب قیصر ہے اور اس سے مراد ھرقل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۴۷)

٤٤٢٤- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلٰى كِسْرٰى مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَهٗ مَزَّقَهٗ فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی کے ساتھ اپنا مکتوب کسریٰ کی طرف بھیجا' پس آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ مکتوب عظیم البحرین کو دے دیں' پس عظیم البحرین نے یہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا' جب اس نے اس کو پڑھا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' سو میں نے یہ گمان کیا کہ ابن المسیب نے کہا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی کہ ان کے پورے پورے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٦٤ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

Marfat.com

عظیم البحرین کا نام اور کسریٰ کا قتل کیا جانا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عظیم البحرین: اس کا نام المنذر بن ساوی العبدی ہے۔

ان کے پورے پورے ٹکڑے کر دیئے جائیں: عبداللہ بن حذافہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے ان کے ملک کے خلاف دعا کی: اے اللہ! ان کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور کسریٰ نے یمن میں اپنے عامل بازان کی طرف لکھا کہ تم اپنے دو آدمی اس مرد کی طرف بھیجو جو حجاز میں ہے، پس بازان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مکتوب لکھا تو آپ نے ان دو آدمیوں سے فرمایا: تم اپنے صاحب کو یہ پیغام پہنچا دو کہ بے شک میرے رب نے بازان کے رب کو (یعنی کسریٰ کو) اس رات میں قتل کر دیا ہے، یہ واقعہ دس جمادی الاولیٰ سات ہجری منگل کے دن کا ہے اور بے شک اللہ نے کسریٰ کے اوپر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا تو اس نے کسریٰ کو قتل کر دیا۔

زہری سے روایت ہے کہ کسریٰ نے بازان کی طرف یہ لکھا تھا کہ قریش کے ایک شخص کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے، تم اس کی طرف جاؤ اگر وہ توبہ کرے تو فبہا ورنہ اس کا سر کاٹ کر مجھے بھیج دو، اور جب بازان کو پتا چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر کے مطابق کسریٰ قتل کر دیا گیا تو وہ اپنے ساتھ دیگر فارسیوں کے ہمراہ مسلمان ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٤٤٢٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِي اللّٰهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامَ الْجَمَلِ بَعْدَ مَا كِدْتُ أَنْ أَلْحَقَ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ فَأُقَاتِلَ مَعَهُمْ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرَى قَالَ لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً.

(سنن ترمذی: ۲۲۶۲، سنن نسائی: ۵۴۰۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: مجھے اللہ نے اس بات سے نفع پہنچایا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا، یہ نفع جنگ جمل کے ایام میں پہنچایا جب کہ قریب تھا کہ میں اصحاب الجمل کے ساتھ مل جاتا اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرتا، حضرت ابوبکرہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمران بنا لیا تو آپ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکے گی جنہوں نے اپنے معاملات کا حاکم عورت کو بنا لیا۔

اصحاب الجمل کا تعارف اور تذکرہ، کسریٰ کی بیٹی کا تعارف اور تذکرہ اور عورت کو حاکم بنانے میں مذاہب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مجھے اللہ نے اس بات سے نفع دیا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا، ایام جمل میں: اس عبارت میں تقدیم اور تاخیر ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایام جمل میں مجھے اس بات سے نفع پہنچایا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا، یعنی ایامِ جمل سے پہلے اور اصحاب الجمل سے مراد وہ لشکر ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا۔

قریب تھا کہ میں اصحاب الجمل کے ساتھ مل جاتا: یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے حامیوں کے ساتھ۔ اس قصہ کا بیان ان شاء اللہ عنقریب کتاب الفتن میں آئے گا اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور حضرت علی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی گئی تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما مکہ کی طرف نکل گئے، انہوں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کر چکی تھیں، پس اُن سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ وہ بصرہ جائیں اور لوگوں کو حضرت عثمان کے خون کا قصاص لینے پر آمادہ کریں، یہ حج

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچ گئی تو وہ بھی ان کی طرف نکلے' اس کی نسبت جمل کی طرف اس لیے ہے کہ حضرت عائشہ اُس اونٹ کے پالان میں سوار تھیں اور لوگوں کو اصلاح کی دعوت دے رہی تھیں۔

انہوں نے اپنے اوپر کسریٰ کی بیٹی کو حاکم بنالیا: اس کا نام بوران بنت شیرویہ بن کسریٰ بن پرویز ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ شیرویہ نے جب اپنے باپ کو قتل کر دیا جیسا کہ گزر چکا ہے تو اس کے باپ کو جب پتا چل گیا کہ اس کا بیٹا اس کے قتل کی کارروائی کر رہا ہے تو اس نے بھی اپنی صورت سے پہلے اپنے بیٹے کے قتل کی کارروائی کی' اس نے مخصوص شاہی الماری میں ایک دواء میں زہر ملا کر رکھ دیا اور اس کی بوتل پر یہ لکھ دیا کہ اس دوا کو کھانے سے جماع کرنے کی بہت طاقت اور اس میں بہت لذت حاصل ہوتی ہے۔ پرویز کی موت کے بعد شیرویہ نے اس بوتل کو پڑھا اور وہ دوا کھالی اور چھ ماہ بعد اسی دوا کو کھانے کے سبب سے مر گیا۔ شیرویہ نے اپنی زندگی میں اپنے تمام بھائیوں کو قتل کر دیا تاکہ وہ تنہا ایران کے تخت پر حکمران رہے اور اس کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اور ایرانیوں نے اس خاندان سے حکومت کو نکالنا پسند نہیں کیا تو انہوں نے ایک عورت کو حکمران بنا دیا جو شیرویہ کی بیٹی تھی اور اس کا نام بوران تھا' یہ قصہ علامہ ابن قتیبہ نے المغازی میں ذکر کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورت حکمران بن سکتی ہے نہ قاضی' علامہ طبری نے امام مالک کی روایت سے اس کو جائز قرار دیا ہے' امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ عورت جن اُمور کی شہادت دے سکتی ہے اُن میں قضاء بھی کر سکتی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

عورت کو حاکم نہ بنانے کے متعلق مصنف کی تحقیق

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ (النساء: ۳۴)

مرد عورتوں کے منتظم اور کفیل ہیں کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے' اور اس لیے (بھی) کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے۔

''قوام'' کا معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

''قوام'' کا معنی ہے: کسی چیز کو قائم کرنے والا اور اس کی حفاظت کرنے والا۔

(مفردات الفاظ القرآن ص ۴۱۶' مطبوعہ المکتب المرتضویہ' ایران)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

مرد عورت کا قوام ہے یعنی اس کی ضروریات پوری کرتا ہے اور اس کا خرچ برداشت کرتا ہے۔

(لسان العرب ج ۱۲ ص ۵۰۳' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' ایران' ۱۴۰۵ھ' تاج العروس ج ۹ ص ۳۵)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

''الرجال قوامون'' کا معنی یہ ہے کہ جس طرح حاکم رعایا پر اپنے احکام نافذ کرتا ہے' اسی طرح مرد عورتوں پر احکام نافذ کرتے ہیں' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ نبوت' رسالت' حکومت' امامت' اذان' اقامت اور تکبیرات تشریق وغیرہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۲۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایامِ جمل میں ہو سکتا تھا کہ میں اصحابِ جمل کے ساتھ لاحق ہو جاتا اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرتا' اس موقع پر مجھے اس حدیث نے فائدہ پہنچایا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا' جب اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حاکم بنالیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح (اُخروی) نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات میں ایک عورت کو حاکم بنالیا۔

(صحیح البخاری:۴۴۲۵۔۷۰۹۹' سنن ترمذی:۲۲۶۹' سنن نسائی:۵۴۰۳' صحیح ابن حبان ج۱۰ص۴۵۱۶' مسند احمد ج۵ص۵۱۔۴۷۔۴۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج۱۰ص۱۱۸۔۱۱۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۵ص۲۶۶' شرح السنہ:۲۴۸۶' مسند الطیالسی:۸۷۸' المستدرک ج۴ص۵۲۵۔۵۲۴' مجمع الزوائد ج۵ص۲۰۹)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے حکام نیک ہوں' تمہارے اغنیاء سخی ہوں اور تمہاری حکومت باہمی مشورہ سے ہو تو تمہارے لیے زمین کے اوپر کا حصہ اس کے نچلے حصہ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام بدکار ہوں اور تمہارے اغنیاء بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو تمہارے لیے زمین کا نچلا حصہ اس کے اوپر کے حصہ سے بہتر ہے۔ (سنن ترمذی:۲۲۷۳)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کو فتح کی خوش خبری سنائی اور یہ بھی بتایا کہ دشمن کی سربراہی ایک عورت کر رہی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں تو وہ تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ (حافظ ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔) (المستدرک ج۴ص۲۹۱)

عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں فقہاء اسلام کی آراء

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۱۳ص۱۸۳' مطبوعہ ایران)

امام حسین بن مسعود بغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

اُمتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت حکومت یا انتظامیہ کی سربراہ یا قاضی نہیں بن سکتی' کیونکہ سربراہِ مملکت کو جہاد قائم کرنے اور مسلمانوں کے معاملات نمٹانے کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی کو مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے باہر جانے کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت واجب الستر ہے' اس کا گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں۔ (شرح السنہ ج۱۰ص۷۷' مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۰ھ)

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

عورت سربراہی کی اس لیے اہل نہیں ہے کہ حکومت اور سربراہی سے یہ غرض ہوتی ہے کہ سرحدوں کی حفاظت کی جائے' قومی معاملات کو سلجھایا جائے' ملت کی حفاظت کی جائے اور مالی محاصل حاصل کر کے ان کو مستحقین میں تقسیم کیا جائے اور یہ تمام اُمور مرد انجام دے سکتا ہے' عورت یہ کام انجام نہیں دے سکتی' کیونکہ عورت کے لیے مردوں کی مجالس میں جانا اور ان سے اختلاط کرنا جائز نہیں ہے' اس لیے کہ اگر وہ عورت جوان ہے تو اس کی طرف دیکھنا اور اس سے کلام کرنا حرام ہے اور اگر وہ سن رسیدہ عورت ہے تب بھی اس

کا بھیڑ بھاڑ میں جانا مخدوش ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۴۵۸ ملخصاً مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

حکومت اور بادشاہت دین تہوار میں علماء کے نزدیک عورت کا امیر یا قاضی ہونا درست نہیں ہے۔ ابوبکرہ نے اس حدیث کی رو سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا افسر ہونا اور ان کے ماتحت ہو کر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس حدیث پر یہ اعتراض نہ ہوگا کہ نصاریٰ نے اپنے ملکوں میں کئی عورتوں کو بادشاہ بنایا اور ان کی سلطنت میں خلل نہ آیا چنانچہ وکٹوریہ اور ایلزبتھ اور کیتھرائن یہ مشہور عورتیں ہیں جنہوں نے بہت عمدگی کے ساتھ سلطنت کی کیونکہ یہ حکم باعتبار اکثر کے ہے۔ اکثر عورتیں جاہل اور نادان ہوتی ہیں خصوصاً آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں ایران میں عورتوں کی تعلیم کا رواج نہ تھا ایسی جاہل عورتیں کیا حکومت چلا سکتی ہیں دوسرے یہ کہ نصاریٰ کے ملکوں میں بادشاہت شخصی نہیں ہے بلکہ جمہوری ہے بادشاہ محض برائے نام ہوتا ہے سلطنت کے کل کام معمر اور عاقل اور ذی علم مرد چلاتے ہیں۔

(تیسیر الباری ج ۴ ص ۳۲۵ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

ملکہ بلقیس کی حکومت سے استدلال کا جواب

قرآن کریم میں ملکہ بلقیس کے واقعہ کا جس قدر ذکر ہے اس میں اس حکومت کے خاتمہ کا ذکر ہے اس کو قبول کرنے کے بعد پھر اس کی حکومت کے تسلسل کا ذکر نہیں ہے لہٰذا اس واقعہ میں عورت کی سربراہی کا ادنیٰ جواز بھی موجود نہیں ہے اور اگر بالفرض بلقیس کے اسلام لانے کے بعد اس کی حکومت کا ثبوت ہو بھی تو وہ شریعت سابقہ ہے ہم پر حجت نہیں ہے۔

جنگ جمل کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب

بعض متجدد علماء جنگِ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت سے عورت کی سربراہی کے جواز پر استدلال کرتے ہیں لیکن یہ استدلال قطعاً باطل ہے اوّل تو حضرت عائشہ امارت اور خلافت کی مدعیہ نہیں تھیں ہاں وہ اُمت میں اصلاح کے قصد سے اپنے گھر سے باہر نکلیں لیکن یہ ان کی اجتہادی خطاء تھی اور وہ اس پر تاحیات نادم رہیں امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ" (تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو) کی تلاوت کرتیں تو اس قدر روتیں کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔ (طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۸۱ مطبوعہ دار صادر بیروت)

٤٤٢٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ يَقُوْلُ اَذْكُرُ اَنِّيْ خَرَجْتُ مَعَ الْغِلْمَانِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ نَتَلَقّٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً مَعَ الصِّبْيَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از السائب بن یزید وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب میں لڑکوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لیے گیا تھا سفیان نے دوسری بار اس حدیث میں (لڑکوں کے بجائے) بچوں کا لفظ کہا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۰۸۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ السائب بن یزید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے اس وقت جا رہے تھے جب آپ تبوک سے واپس آ رہے تھے اور یہ غزوۂ تبوک سے متعلق ابواب ہیں۔

Marfat.com

٤٤٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ اَذْكُرُ اَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الصِّبْيَانِ نَتَلَقَّى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ مَقْدَمَهُ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از السائب' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں بچوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف نکلا' جب آپ غزوہ تبوک سے آ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٨٣ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

ثنیۃ الوداع مکہ کے راستے میں ہے یا مدینہ کے راستہ میں؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

علامہ الداؤدی نے اس واقعہ کا انکار کیا ہے اور ابن القیم نے بھی ان کی اتباع کی ہے' اور کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کی جہت میں ہے' تبوک کی جہت میں نہیں ہے' بلکہ یہ دونوں مشرق اور مغرب کی طرح ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں' انہوں نے کہا: ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ تبوک کے راستے میں کوئی اور ثنیہ ہو اور ثنیہ کا معنی زمین کی بلند جگہ یا پہاڑ کا راستہ اور گھاٹی ہے' حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر وہ گھاٹی حجاز کی جہت میں ہو تو وہ اس سے مانع نہیں کہ مسافر شام کی طرف جانے کے لیے اس کی جہت سے نکلے' یہ واضح ہے کہ ایک شخص مکہ میں ایک ثنیہ سے داخل ہو اور دوسری ثنیہ سے مکہ سے نکل جائے اور ان دونوں گھائیوں کی انتہاء ایک راستہ پر ہو' اور ایک سند منقطع سے یہ روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو عورتوں نے کہا:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ .

جس گھائی سے لوگ رخصت ہوتے ہیں وہاں سے ہم پر ماہِ کامل طلوع ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ عورتوں نے یہ شعر اس وقت پڑھا تھا جب آپ ہجرت کے وقت مدینہ آئے تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے یہ شعر اس وقت پڑھا تھا جب آپ تبوک سے آئے تھے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٤٤٦' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک گھائی مکہ کے راستہ میں اور دوسری گھائی مدینہ کے راستہ میں ہو' پھر علامہ داؤدی کا نہ اعتراض وارد ہوگا نہ اس کے جواب کے لیے حافظ ابن حجر کی تاویل کی ضرورت ہوگی۔

٨٤- بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض اور آپ کی وفات کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ○﴾ (الزمر: ٣٠-٣١)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: بے شک آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یہ بھی مرنے والے ہیں ○ پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے ○ (الزمر: ٣١-٣٠)

ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور کفار کی موت کا فرق

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید نے ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار دونوں کی موت بیان کی ہے اور دونوں جگہ موت کا ایک جیسا صیغہ استعمال فرمایا ہے اور دونوں کو میت فرمایا ہے تو پھر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ اور کفار کو مردہ کیوں کہتے ہو؟ اس کا جواب

Marfat.com

یہ ہے کہ ''اِنَّکَ مَیِّتٌ'' میں میت نکرہ ہے اور ''اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ'' میں بھی میت نکرہ ہے اور اصول فقہ میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب نکرہ کا دوبارہ ذکر کیا جائے تو دوسرا نکرہ پہلے نکرہ کا غیر ہوتا ہے۔ سو کفار پر جو موت آئے گی' وہ اس موت کی غیر ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی تھی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک آن کے لیے موت آئی' پھر آپ کو حیاتِ جاودانی عطاء فرما دی گئی اور شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے آپ کو غسل دیا گیا' کفن پہنایا گیا' آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور آپ کو آپ کے حجرۂ مبارکہ میں دفن کیا گیا اور قبر میں آپ کو حقیقی اور جسمانی حیات عطاء کی گئی' جب کہ کفار بالکل مردہ ہوتے ہیں' صرف عذابِ قبر پہنچانے کے لیے ان کو ایک نوع کی برزخی حیات عطاء کی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی تاریخ کی تحقیق

اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ربیع الاوّل کے مہینہ میں پیر کے دن ہوئی' البتہ تاریخ میں اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل ہے' لیکن تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یکم یا دو ربیع الاوّل کو ہوئی ہے' اگرچہ یہ جمہور کے خلاف ہے لیکن صحیح یہی ہے' کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس سال حجۃ الوداع تھا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور وہ ذوالحجہ کی نو تاریخ تھی' اس اعتبار سے اگر یہ فرض کیا جائے کہ ذوالحجہ' محرم اور صفر تینوں مہینے ٣٠'٣٠ دن کے تھے تو پیر کے دن چھ ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل بدھ کو ہوگی' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ تینوں مہینے ٢٩'٢٩ دن کے تھے تو پیر کے دن دو ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل اتوار کو ہوگی' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دو مہینے تیس دن کے ہیں اور ایک مہینہ انتیس دن کا ہے تو پیر کے دن سات ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل منگل کے دن ہوگی' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دو مہینے انتیس دن کے ہیں اور ایک مہینہ تیس دن کا ہے تو پیر کے دن یکم ربیع الاوّل ہوگی' غرض کوئی حساب بھی فرض کیا جائے جب نو ذوالحجہ جمعہ کے دن ہو تو بارہ ربیع الاوّل پیر کے دن کسی حساب سے نہیں ہو سکتی' لہٰذا درایۃً اور عقلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل نہیں ہے' پیر کے دن ربیع الاوّل کی تاریخ کے عقلی احتمال یہ ہیں: اگر سب مہینے تیس دن کے ہوں تو چھ ربیع الاوّل' اگر سب ماہ انتیس دن کے ہوں تو دو ربیع الاوّل' اگر دو ماہ تیس دن کے ہوں اور ایک انتیس دن کا تو سات ربیع الاوّل اور اگر دو ماہ انتیس دن کے ہوں اور ایک ماہ تیس دن کا ہو تو یکم ربیع الاوّل۔ چھ اور سات ربیع الاوّل کا کوئی قائل نہیں ہے تو پھر آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل ہے یا دو ربیع الاوّل' حسب ذیل علماء نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل ہے یا دو ربیع الاوّل:

امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء انیس صفر بہ روز بدھ ١١ھ کو ہوئی' آپ تیرہ دن بیمار رہے اور آپ دو ربیع الاوّل ١١ھ پیر کے دن فوت ہو گئے' اس کے بعد امام ابن سعد نے بارہ ربیع الاوّل کو فوت ہونے کے متعلق اقوال نقل کیے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٢٠٩۔٢٠٨' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ اپنی سند کے ساتھ محمد بن قیس سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ١٩ صفر بہ روز بدھ ١١ھ کو سخت بیمار ہوئے' اس وقت آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے' آپ کی تمام ازواج وہاں جمع ہو گئیں' آپ تیرہ دن بیمار رہے اور دو ربیع الاوّل گیارہ ہجری کو پیر کے دن فوت ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ ج ٧ ص ٢٣٥' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٠ھ)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن العساکر متوفی ٥٧١ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکم ربیع الاوّل کو پیر کے دن گیارہ ہجری کو فوت ہوئے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۸۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

آپ ۶۳ سال کی عمر میں بارہ ربیع الاوّل کو پیر کے دن دوپہر کے وقت فوت ہوئے' ایک قول یکم ربیع الاوّل کا ہے اور ایک قول دو ربیع الاوّل کا ہے۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱ ص ۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

حافظ مغلطائی بن قلیج متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

الکلبی اور ابومخنف نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔

(الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ ص ۳۵۱ مطبوعہ الدار الشامیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حجۃ الوداع میں یوم عرفہ یعنی نو ذوالحجہ جمعہ کے دن تھا' لہٰذا یکم ذوالحجہ جمعرات کو تھی' پھر یکم محرم جمعہ کو ہوگی (اگر چاند انتیس کا ہو) یا ہفتہ کو ہوگی (اگر چاند تمیں کا ہو) اگر جمعہ کو یکم محرم ہو' تو یکم صفر ہفتہ کو ہوگی یا اتوار کو' اگر یکم صفر ہفتہ کو ہو تو یکم ربیع الاوّل اتوار کو ہوگی یا پیر کو' لہٰذا آپ کی وفات کی تاریخ پیر کے دن یا یکم ربیع الاوّل ہوگی یا دو ربیع الاوّل (اور اگر یکم صفر اتوار کی ہو تو یکم ربیع الاوّل پیر کی ہوگی یا منگل کی) اور کسی طرح بارہ ربیع الاوّل پیر کا نہیں پڑتا (بارہ ربیع الاوّل کے تاریخ وفات نہ ہونے کا یہ نکتہ سب سے پہلے علامہ سہیلی نے اُٹھایا)۔ (الروض الانف مع السیرۃ النبویہ ج ۴ ص ۴۴۰۔ ۴۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲ ربیع الاوّل پیر کے دن فوت ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۲۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابومخنف اور کلبی نے کہا ہے کہ آپ کی وفات ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی ہے اور علامہ سہیلی نے اسی کو ترجیح دی ہے' اور موسیٰ بن عقبہ' اللیث' الخوارزمی اور ابن الزبیر نے کہا ہے کہ آپ کی وفات یکم ربیع الاوّل کو ہوئی ہے' دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کرلیا گیا' پھر بعض نے بعض کی پیروی کی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۷۴۔ ۴۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر نے لیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن یکم ربیع الاوّل کو فوت ہوئے' اور سعد بن ابراہیم الزہری نے کہا: آپ پیر کے دن دو ربیع الاوّل کو فوت ہوئے' اور ابونعیم الفضل بن دکین نے کہا: آپ پیر کے دن یکم ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری جز ۱۸ ص ۶۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ یکم ربیع الاوّل یا دو ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔

(التوشیح ج ۴ ص ۱۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

ابومخنف اور کلبی نے کہا: آپ کی وفات ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی' سلیمان بن طرخان نے مغازی میں اسی کو ترجیح دی ہے' امام محمد بن سعد' امام ابن عساکر اور امام ابونعیم الفضل بن دکین کا بھی یہی قول ہے اور سہیلی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔
(سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۲ص ۳۰۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:
ایک قول یہ ہے کہ آپ پیر کے دن ۲ ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔ (المرقات ج ۱۱ص ۲۳۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)
علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں:
الخوارزمی نے کہا: آپ یکم ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔ (انسان العیون ج ۳ص ۴۷۳' مطبوعہ مصطفیٰ البابی' مصر' ۱۳۸۴ھ)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:
آپ کی وفات ۲ ربیع الاوّل کو پیر کے دن ہوئی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ص ۶۰۴' مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنؤ)
علامہ نور بخش صاحب توکلی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:
اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وفات شریف ماہ ربیع الاوّل میں دوشنبہ کے دن ہوئی' جمہور کے نزدیک ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ تھی' ماہ صفر کی ایک یا دوراتیں باقی تھیں کہ مرض کا آغاز ہوا۔ بعضے تاریخ وصال یکم ربیع الاوّل بتاتے ہیں' بنابر قول حضرت سلیمان التیمی ابتداءِ مرض یوم شنبہ ۲۲ صفر کو ہوئی اور وفات شریف یوم دوشنبہ ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی' حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابومخنف کا قول ہی معتمد ہے کہ وفات شریف ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی' دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کر لیا گیا' پھر اس وہم میں بعضوں نے بعضوں کی پیروی کی۔ (سیرت رسول عربی ص ۲۲۶' مطبوعہ فرید بک سٹال' لاہور)
شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:
اور تاریخ کی تحقیق نہیں ہوئی اور بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیونکہ اس سال ذی الحجہ کی نویں جمعہ کی تھی اور یوم وفات دوشنبہ ثابت ہے' پس جمعہ نویں ذی الحجہ ہو کر بارہ ربیع الاوّل دوشنبہ کو کسی حساب سے نہیں ہو سکتی۔
(نشر الطیب ص ۲۴۱' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور)

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:
کسی حالت اور کسی شکل سے بارہ ربیع الاوّل کو دوشنبہ کا دن نہیں پڑ سکتا' (حاشیہ میں لکھتے ہیں:) اس لیے وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاوّل ہے۔ (سیرت النبی ج ۲ص ۱۰۷۔۱۰۶' مطبوعہ دار الاشاعت' کراچی' ۱۹۸۵ء)
مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:
موسیٰ بن عقبہ' اور اللیث اور خوارزمی اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے نزدیک آپ کی وفات یکم ربیع الاوّل کو ہوئی اور ابومخنف اور کلبی کے نزدیک آپ کی وفات دو ربیع الاوّل کو ہوئی اور علامہ سہیلی نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔
(عون الباری شرح صحیح البخاری ج ۵ص ۲۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شنبہ یا چہار شنبہ کو ام المومنین حضرت میمونہ کے گھر میں شروع ہوئی اور تیرہ دن یا چودہ دن یا دس دن بیمار رہے اور وفات آپ کی پیر کے دن ربیع الاوّل کی دوسری یا بارہویں تاریخ کو ہوئی۔ (تیسیر الباری ج ۴ص ۳۲۶' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

Marfat.com

ہم نے روایت اور درایت کے اعتبار سے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل یا دو ربیع الاوّل ہے۔ کیونکہ مشہور بارہ ربیع الاوّل ہے جب کہ بارہ ربیع الاوّل آپ کی ولادت کا دن ہے اور اب یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ آپ کی وفات کے دن خوشی کیوں منائی جاتی ہے' یہاں پر ہم نے جتنی تفصیل اور تحقیق کی ہے' شاید کسی اور جگہ نہ مل سکے۔

والحمد للّٰہ رب العلمین!

٤٤٢٨- وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذٰلِكَ السُّمِّ .

اور یونس نے کہا از الزہری' انہوں نے کہا کہ عروہ نے کہا: انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہو گئی تھی' اس مرض میں آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کا درد محسوس کرتا رہا ہوں' جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور یہ وہ وقت ہے کہ میں نے اس زہر کے اثر سے اپنے دل کی رگ کے انقطاع کو پایا۔

''اَبْھَر'' کا معنی اور آپ کو زہر کھلانے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی امام بزار اور امام حاکم اور اسماعیلی نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

''اَبْھَری'' یہ وہ رگ ہے جو قلب کے باطن میں ہوتی ہے اور جب یہ رگ منقطع ہوتی ہے تو انسان فوت ہو جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ رگ ہے جو انسان کی پشت میں ہوتی ہے اور دل کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔

اُس زہر کے اثر سے: آپ کو یہ زہر غزوۂ خیبر میں ایک عورت نے گوشت میں ملا کر کھلایا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٨٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٤٢٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ثُمَّ مَا صَلّٰى لَنَا بَعْدَهَا حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما از اُم الفضل بنت الحارث' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مغرب کی نماز میں ''المرسلت عرفًا'' پڑھ رہے تھے' پھر اس کے بعد آپ نے ہمیں کوئی نماز نہیں پڑھائی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ٧٦٣ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٣٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن الخطاب

Marfat.com

فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اِنَّ لَنَا اَبْنَاءً مِثْلَهُ فَقَالَ اِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَاَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝﴾ (النصر:١) فَقَالَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اِيَّاهُ فَقَالَ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَاتَعْلَمُ .

رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو قریب رکھتے تھے تو ان سے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے تو بیٹے ان جیسے ہیں' حضرت عمر نے کہا: (اس کا قرب) اس کے علم کی حیثیت سے ہے' پس حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی ۝ (النصر:١) تو حضرت ابن عباس نے بتایا: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اَجل کا بیان ہے' یہ آپ نے اُن کو خبر دی تھی' حضرت عمر نے کہا: میں اس آیت کے متعلق اتنا ہی جانتا ہوں جتنا کہ تم جانتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٧ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٣١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَاشَاْنُهُ اَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ وَاَوْصَاهُمْ بِثَلٰثٍ قَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَ فَنَسِيْتُهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سلیمان الاحول از سعید بن جبیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جمعرات کا دن' وہ کیسا تھا جمعرات کا دن' اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا' آپ نے فرمایا: میرے پاس کوئی چیز لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں' جس کے بعد تم کبھی بھی گم راہ نہیں ہو گے' پس صحابہ بحث کرنے لگے اور نبی کے پاس بحث کرنی نہیں چاہیے' اُنہوں نے کہا: آپ کا کیا حال ہے؟ کیا آپ بیماری کی وجہ سے بے معنی کلام کر رہے ہیں؟ آپ سے پوچھ لو' پس صحابہ آپ کی بات کا جواب دینے لگے' آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں' جس حال میں میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اور آپ نے ان کو تین چیزوں کی وصیت کی' آپ نے فرمایا: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور وفد کو اسی طرح انعام دینا جس طرح میں انہیں انعام دیتا تھا اور آپ تیسری وصیت کرنے سے خاموش رہے' یا راوی نے کہا: میں اس کو بھول گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٤ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

"اھجر" کی تحقیق' صحابہ کے اختلاف کی توجیہ' حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے' اس کی متعدد توجیہات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: مجھے چھوڑ دو! میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے اس ارشاد کی تقریرات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تیسری وصیت بیان نہیں کی' اس کے متعلق شارحین کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

''أھجر'' کا معنی ہے: جب کوئی مریض بیماری کے غلبہ میں ایسی باتیں کرتا ہے جو مہمل' بے فائدہ اور ناقابلِ شمار ہوں' کیونکہ ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسی باتیں کرنا محال ہے کیونکہ آپ اپنی صحت اور مرض دونوں حال میں معصوم ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ (النجم:٣) اور وہ خواہش سے کلام نہیں کرتے ○

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں حالت غضب میں اور حالتِ رضا میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا اور جب آپ کے متعلق یہ معلوم ہے تو جس صحابی نے یہ کہا اس نے ان پر انکار کرتے ہوئے کہا: جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بجالانے میں میں توقف کیا تھا کہ وہ آپ کے پاس قلم اور کاغذ لے کر آئے' تو گویا اس صحابی نے یہ کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے میں کیوں توقف کر رہے ہو؟ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ آپ اپنی بیماری میں کوئی بے معنی بات کر رہے ہیں؟ تم آپ کے حکم پر عمل کرو اور جو چیز طلب کی ہے وہ لا کر حاضر کرو کیونکہ آپ حق کے سوا کوئی بات نہیں کرتے۔ قاضی عیاض نے کہا: یہ سب سے بہترین جواب ہے۔

نیز قاضی عیاض نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس نے یہ کہا: کیا آپ بے معنی بات کر رہے ہیں؟ اس نے شدید حیرت اور دہشت سے اس طرح کہا کیونکہ اکثر صحابہ پر آپ کی وفات کے وقت دہشت طاری ہوگئی تھی' اور دوسروں نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُس کہنے والے کی مراد یہ ہو کہ آپ کے اوپر درد اور مرض کا غلبہ ہے کیونکہ مریض بے معنی باتیں اسی وقت کرتا ہے' جب اس پر درد کا غلبہ ہوتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کہنے والے نے یہ کلام ان لوگوں کو چپ کرانے کے لیے کہا تھا' جو آپ کے پاس بیٹھ کر بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے' گویا کہ اس نے یہ کہا کہ بلند آواز سے باتیں نہ کرو' اس سے آپ کو ایذاء پہنچے گی۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''اھجر''فعل ماضی ہو اور اس کا معنی ہو: کیا آپ زندگی سے رخصت ہو رہے ہیں؟ اور اس کو مبالغۃً لفظ ماضی سے ذکر کیا کیونکہ اس نے آپ پر وفات کی علامات دیکھی تھیں۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صراحۃً یہ حکم تھا کہ قلم اور کاغذ لاؤ تو میں کچھ لکھ دوں تو صحابہ نے آپ کا حکم بجالانے میں اس لیے اختلاف کیا کہ کبھی امر اور حکم کے بعد ایسا قرینہ ہوتا ہے جو اُسے اس حکم کے عمل کرنے کے وجوب سے خارج کر دیتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اُن کے علم میں ایسا قرینہ ہو کہ یہ حکم لازماً وجوبِ عمل کے لیے نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنے میں اختیار ہے' اس لیے اُن کا اجتہاد مختلف ہوگیا' بعض نے کہا: قلم اور کاغذ لاؤ اور اس حکم پر عمل کرو اور بعض نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔

اور حضرت عمر کا پختہ ارادہ تھا کہ اس حکم پر عمل کرانا مراد نہیں ہے' کیونکہ اُن کے نزدیک ایسے قرائن تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم کسی پختہ ارادہ کے بغیر دیا ہے۔

علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے' یہ ان کی دقتِ نظر اور قوتِ فقہ کا تقاضا تھا کیونکہ ان کو یہ خدشہ تھا کہ ہوسکتا تھا کہ آپ ایسے اُمور لکھوا دیں جن پر عمل کرنے سے اُمت عاجز ہو اور اگر وہ آپ کے حکم پر عمل نہ کرے تو عذاب کی مستحق ہوگی' نیز انہوں نے ارادہ کیا کہ علماء پر اجتہاد کا دروازہ بند نہ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کے قول پر انکار نہیں کیا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے حضرت عمر کی رائے کو صائب قرار دیا' نیز حضرت عمر کی رائے کی تائید میں قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ۔ (الانعام:٣٨) کتاب میں کسی چیز کا شرعی حکم بیان کرنے میں ہم نے کوئی کمی نہیں کی۔

Marfat.com

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض کی شدید تکلیف ہے اور ان کے نزدیک اس پر قرینہ قائم تھا کہ آپ جو کچھ لکھوانا چاہتے ہیں وہ انہیں معلوم ہے تو انہوں نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے اور اس کے معارض حضرت ابن عباس کا یہ قول نہیں ہے کہ سب سے بڑی مصیبت وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے لکھوانے کے درمیان حائل ہوگئی' اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قطعی طور پر حضرت ابن عباس سے زیادہ فقیہ تھے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ لکھوانا چاہتے تھے' اس کے متعلق حضرت عمر کا منع کرنا اس پر محمول ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شدید کرب کی کیفیت ہے اور آپ کی وفات قریب ہے اور وہ اس سے ڈرے کہ آپ جو کچھ لکھوائیں' اس میں منافقین کو کسی قسم کے طعن کا راستہ مل جائے' یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عمر نے عمداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت عمر کے نزدیک آپ کے لکھوانے میں کوئی غلطی ہوسکتی تھی۔ حاشا و کلا۔

آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو' میں جس کیفیت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو: علامہ ابن الجوزی وغیرہ نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور وہ اس زندگی سے بہتر ہے' یا اس کا معنی یہ ہے کہ میں جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے انتظار میں ہوں اور اس میں غور و فکر کر رہا ہوں' وہ اس سے افضل ہے جس کا تم مجھ سے سوال کر رہے ہو کہ لکھوانے میں کوئی مصلحت ہے یا نہیں' یا اس کا معنی یہ ہے کہ میں جو تمہیں کچھ لکھ کر نہیں دے رہا' وہ اس سے بہتر ہے جس کو تم مجھے لکھنے کی دعوت دے رہے ہو۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ معاملہ اس کے برعکس ہے' یعنی میں تمہیں جو کچھ لکھوانا چاہتا ہوں' وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے نہ لکھنے کی دعوت دے رہے ہو بلکہ یہی زیادہ ظاہر ہے اور اس سے پہلے ہم نے کہا تھا کہ آپ کا یہ حکم اختیاری ہے یا بہ طور امتحان ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو آپ کی مراد کی طرف ہدایت دی تھی اور دوسروں سے یہ چیز پوشیدہ رکھی تھی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تین وصیتیں کیں: یہ اس کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ لکھوانے کا ارادہ کیا تھا وہ کوئی واجب حکم نہیں تھا کیونکہ اگر وہ ایسا ہوتا تو جس کی تبلیغ کا آپ کو حکم دیا گیا تھا تو آپ صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے اس کو ترک نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیتا' جو آپ کے اور آپ کی تبلیغ کے درمیان حائل ہوتا اور آپ ضرور اپنے قول سے اس حکم کی تکمیل فرماتے جس طرح آپ نے اُن کو یہ وصیت کی کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور اس گفتگو کے بعد آپ کئی دن تک زندہ رہے اور صحابہ نے آپ سے بہت سی چیزیں سن کر یاد رکھیں' اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے لازماً کچھ لکھنے کا ارادہ نہیں فرمایا تھا۔

اور وفد کو انعام و اکرام دینا: یعنی ان کو عطاء کرنا اور ''جائزہ'' کا معنی ''عطیۃ'' ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عہد میں وفود کو چالیس درہم عطاء فرماتے تھے۔

آپ نے تیسری وصیت سے سکوت کیا' یا راوی نے کہا: میں بھول گیا: علامہ داؤدی نے کہا کہ تیسری وصیت قرآن پر عمل کرنے کی تھی اور علامہ ابن التین نے بھی اسی کو وثوق سے کہا ہے اور علامہ المہلب نے کہا ہے: بلکہ تیسری وصیت حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجنے کے متعلق تھی' علامہ ابن بطال نے بھی اسی کی تائید کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کے سامنے حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجنے میں صحابہ کا اختلاف ہوا تو ان سے حضرت ابوبکر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت اس کی وصیت کی تھی۔ قاضی عیاض نے کہا: بلکہ یہ وصیت آپ کا یہ ارشاد تھی کہ میری قبر کو بت نہ بنانا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تیسری وصیت وہ ہو جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ نماز کو لازم رکھنا اور باندیوں سے حسن سلوک کرنا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۵۱۔ ۴۵۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

٤٤٣٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَكَانَ يَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ اَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وفات کا وقت قریب آیا اور گھر میں بہت مرد تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آؤ! میں تمہیں ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے' تو بعض مردوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درد کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے' پس ہمیں کتاب اللہ کافی ہے' پس گھر والوں کا اختلاف ہوا تو وہ بحث کرنے لگے' پس ان میں سے بعض نے کہا: آپ کے قریب ایسی چیز لاؤ کہ آپ تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو' ان میں سے بعض نے اس کے سوا کہا' جب بہت زیادہ شور اور اختلاف ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُٹھ جاؤ! عبیداللہ نے بتایا کہ ابن عباس یہ کہتے تھے کہ مصیبت پوری پوری مصیبت وہ تھی جو صحابہ کے اختلاف اور ان کے شور کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اور آپ کے اس مکتوب کے لکھنے کے درمیان حائل ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴ میں گزر گئی ہے۔

٤٤٣٣'٤٤٣٤- حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيْلٍ اللَّخْمِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَضَحِكَتْ فَسَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یسرہ بن صفوان بن جمیل اللخمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ علیہا السلام کو اپنی اس بیماری میں بلایا جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی' پس آپ نے ان سے چپکے چپکے کوئی بات کہی تو وہ روئیں' آپ نے پھر ان کو بلایا اور چپکے چپکے کوئی بات کی تو وہ ہنسیں تو ہم نے حضرت فاطمہ سے اس کے متعلق سوال کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۳ میں گزر چکی ہے۔

فَقَالَتْ سَارَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يُقْبَضُ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ اَوَّلُ اَهْلِهِ يَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ ۔

پس سیدہ فاطمہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے چپکے چپکے کہا کہ آپ کی اس بیماری میں وفات ہو جائے گی' تو میں روئی' پھر مجھے چپکے چپکے یہ خبر دی کہ آپ کے گھر والوں میں سے میں سب

Marfat.com

سے پہلے آپ کے تابع ہوں گی' تو میں ہنسی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ کے اصرار سے حضرت فاطمہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بتایا کہ آپ نے ان سے کیا فرمایا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مسروق سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دی تھی کہ وہ اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

جب حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ سے سوال کیا کہ نبی ﷺ نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ مسروق کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز ظاہر نہیں کروں گی اور جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ نے پھر سوال کیا تو حضرت فاطمہ نے بتادیا جیسا کہ حدیث میں گزرا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٣٥- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَسْمَعُ اَنَّهُ لَا يَمُوْتُ نَبِيٌّ حَتّٰى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَاَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُوْلُ ﴿مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ الْاٰيَةَ (النساء:٦٩) فَظَنَنْتُ اَنَّهُ خُيِّرَ.

[اطراف الحدیث: ۴۴۳۶_۴۴۳۷_۴۴۶۳_۴۵۸۶_۶۳۴۸_۶۵۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ میں سنتی تھی کہ نبی ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوتا حتیٰ کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جائے' پس میں نے نبی ﷺ سے سنا' آپ اپنی اس بیماری میں فرمارہے تھے جس میں آپ کی وفات ہوگئی' اس وقت آپ کی سانس کی نالی میں کوئی چیز آگئی تھی (جس سے آپ کی آواز بھاری ہوگئی تھی) آپ یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے: ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ (النساء: ۶۹) پوری آیت پڑھی' پس میں نے گمان کیا کہ آپ کو اختیار دے دیا گیا۔

"بُحة" کا معنی اور نبی ﷺ کو دنیا اور آخرت میں اختیار دینے کے متعلق حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے کس سے سنا تھا کہ نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوتا حتیٰ کہ اُسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جائے۔ ہاں! حدیث: ۴۴۳۷ میں اس کا بیان ہے' جو عنقریب آئے گی۔

"بُحّة" یہ وہ چیز ہے جو سانس کی نالیوں میں عارض ہوتی ہے' جس سے آواز متغیر ہوکر بھاری ہوجاتی ہے' پس میں نے گمان کیا کہ آپ کو اختیار دے دیا گیا: یعنی آپ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے آخرت کو اختیار کرلیا۔ امام احمد نے ابومویہبہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں اور جنت میں دوام کی' پس مجھے اس کے درمیان اور اپنے رب سے ملاقات اور جنت کے درمیان اختیار دیا گیا تو میں نے اپنے رب سے ملاقات اور جنت کو اختیار کرلیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٤٤٣٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرَضَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ جَعَلَ يَقُولُ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں مبتلا ہوئے جس مرض میں آپ کی وفات ہوئی تھی تو آپ یہ فرماتے تھے: الرفیق الاعلیٰ میں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۴۳۵ دیکھیں۔

الرفیق الاعلیٰ کے متعدد محامل

الجوہری نے کہا ہے: الرفیق الاعلیٰ جنت ہے اسی طرح امام ابن اسحاق سے روایت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ الرفیق الاعلیٰ سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں اور وہ جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا ○ (النساء:٦٩) وہ اچھے رفیق ہیں○

یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس سے مراد ملائکہ ہیں اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہی ہیں جن کا ذکر (النساء:٦٩) میں ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہر بلند چیز ہے اور آپ نے الاعلیٰ فرمایا ہے اور جنت سب سے بلند ہے، رفیق اعلیٰ کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رفیق اعلیٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا جن کا ذکر (النساء:٦٩) میں ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے الرفیق الاسعد کا سوال کرتا ہوں، حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام کے ساتھ، حضرت عباد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ نے دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت کر اور مجھ پر رحم کر اور مجھے الرفیق الاعلیٰ کے ساتھ ملا دے! حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آپ بار بار کہتے تھے: الرفیق الاعلیٰ میں، حتیٰ کہ آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی۔

امام الواقدی نے کہا ہے: جب آپ حضرت حلیمہ کے گھر دودھ پیتے تھے تو جو آپ نے پہلا کلمہ کہا تھا وہ تھا: اللہ اکبر! اور حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے جو آخری کلمہ کہا وہ تھا: الرفیق الاعلیٰ میں۔ اور حاکم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ آپ نے آخری کلمہ یہ کہا تھا: میرے رب کا جلال بلند ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٤٣٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ إِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَحِيحٌ يَقُولُ إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُحَيَّا أَوْ يُخَيَّرَ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا کہ عروہ بن الزبیر نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرست تھے تو آپ فرماتے تھے: کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی گئی حتیٰ کہ جنت میں

Marfat.com

وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِ عَائِشَةَ غُشِيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا أَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُهُ نَحْوَ سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى فَقُلْتُ إِذًا لَّا يُجَاوِرُنَا فَعَرَفْتُ أَنَّهُ حَدِيْثُهُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيْحٌ .

اس کا ٹھکانا اسے دکھا دیا گیا' پھر اس پر سلام پڑھا جاتا ہے یا اختیار دیا جاتا ہے' پھر جب آپ بیمار ہو گئے اور آپ کی وفات قریب آ گئی اور آپ کا سر حضرت عائشہ کے زانو پر تھا تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے اپنی نظر گھر کے چھت کی طرف بلند کی' پھر دعا کی: اے اللہ! الرفیق الاعلیٰ میں' تو میں نے دل میں کہا کہ اب آپ ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے' پس میں نے جان لیا' یہ اسی حدیث کا مصداق ہے جو آپ ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان فرماتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی ۴۴۳۵ دیکھیں۔

''ثم یحیا'' پھر اس پر تحیۃ پیش کی جاتی ہے یا اس کی طرف معاملہ سونپ دیا جاتا ہے' یا اس پر الوداعی سلام کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٣٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَفَّانُ عَنْ صَخْرِ بْنِ جُوَيْرِيَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مُسْنِدَتُهُ إِلٰى صَدْرِيْ وَمَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سِوَاكٌ رَطْبٌ يَسْتَنُّ فَأَبَدَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ فَأَخَذْتُ السِّوَاكَ فَقَصَمْتُهُ وَنَفَضْتُهُ وَطَيَّبْتُهُ ثُمَّ دَفَعْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهِ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَنَّ اسْتِنَانًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ فَمَا عَدَا أَنْ فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَهُ أَوْ إِصْبَعَهُ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى ثَلَاثًا ثُمَّ قَضٰى وَكَانَتْ تَقُوْلُ مَاتَ وَرَأْسُهُ بَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عفان نے حدیث بیان کی از صخر بن جویریہ از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹیک میرے سینہ کی طرف تھی اور حضرت عبدالرحمٰن کے پاس تر و تازہ مسواک تھی' جس سے وہ اپنے دانت صاف کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لگاتار اُن کو دیکھتے رہے' پس میں نے وہ مسواک لی' اس کو اوپر کی طرف سے کاٹا اور اس کو جھاڑا اور اس کو نرم کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تو پھر آپ نے اس سے دانت صاف کیے' سو میں نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنے عمدہ طریقہ سے دانت صاف کرتے ہوئے نہیں دیکھا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کرنے سے فارغ ہو گئے تو پھر آپ نے اپنا ہاتھ یا پھر اپنی انگلی اوپر اُٹھائی اور پھر تین مرتبہ یہ دعا کی: الرفیق الاعلیٰ میں' پھر آپ نے اپنی جان' جان آفریں کے سپرد کر دی۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت آپ کی وفات ہوئی' اس وقت آپ کا سر مبارک میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٣٩- حَدَّثَنِيْ حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حبان نے حدیث بیان

يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ طَفِقْتُ اَنْفِثُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِيْ كَانَ يَنْفِثُ وَاَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ. [اطراف الحدیث: ٥٠١٦۔٥٧٣٥۔٥٧٥١] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو اپنے اوپر المعوذات پڑھ کر دَم کرتے اور اپنا ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے' پھر جب آپ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی تو میں آپ کے اوپر المعوذات پڑھ کر دَم کرتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے جسم پر پھیرتی۔

المعوذات سے مراد ہے: سورۃ قل اعوذ برب الفلق اور سورۃ قل اعوذ برب الناس' اور جمع کا صیغہ اس لیے ہے کہ کم سے کم جمع وہ ہوتی ہے جس کے دو افراد ہوں۔

٤٤٤٠- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْغَتْ اِلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ وَهُوَ مُسْنِدٌ اِلَيَّ ظَهْرَهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ. [طرف الحدیث: ٥٦٧٤] (صحیح مسلم: ٢٤٤٤' الرقم المسلسل: ٦١٨٧' سنن ترمذی: ٣٥٠٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از عباد بن عبد اللہ بن الزبیر کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے پہلے کان لگا کر سنا' اس وقت آپ اپنی کمر سے میرے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے' آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے الرفیق کے ساتھ ملا دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی دعا کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

٤٤٤١- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ هِلَالٍ الْوَزَّانِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَوْلَا ذٰلِكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ خَشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ھلال الوزان از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض میں فرمایا جس کے بعد آپ کھڑے نہیں ہوئے: اللہ یہود پر لعنت فرمائے! انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا' حضرت عائشہ نے کہا: اگر اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ اسے سجدہ گاہ بنالیا جائے گا تو آپ کی قبر کو ظاہر کر دیا جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٣٥ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٢- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی'

اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهٗ اسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَذِنَّ لَهٗ فَخَرَجَ وَهُوَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْاَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَاَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بِالَّذِيْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الْاٰخَرُ الَّذِيْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَّكَانَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ بَيْتِيْ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهٗ قَالَ هَرِيْقُوْا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَّمْ تُحْلَلْ اَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّيْ اَعْهَدُ اِلَى النَّاسِ فَاَجْلَسْنَاهُ فِيْ مِخْضَبٍ لِّحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتّٰى طَفِقَ يُشِيْرُ اِلَيْنَا بِيَدِهٖ اَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى النَّاسِ فَصَلّٰى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ ـ

انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدید ہو گیا اور آپ کا مرض زیادہ ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی کہ آپ اپنی بیماری کے دن میرے گھر میں گزاریں تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی' سو آپ دو مردوں کے درمیان اپنے پیروں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے نکلے' حضرت عباس بن عبدالمطلب اور ایک اور مرد کے درمیان' عبیداللہ نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ کو خبر دی کہ حضرت عائشہ نے کیا کہا تھا؟ تو مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا مرد کون تھا جس کا نام حضرت عائشہ نے نہیں لیا؟ تو میں نے کہا: نہیں! حضرت ابن عباس نے کہا کہ وہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عائشہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کو شدید درد تھا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں کا پانی ڈالو جن کا منہ کھولا نہ گیا ہو' شاید میں لوگوں کو کوئی نصیحت کروں' پس ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ٹب میں بٹھایا' پھر ہم نے آپ کے اوپر اُن مشکوں کا پانی انڈیلا' حتیٰ کہ آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم نے اپنا کام پورا کر لیا' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر آپ لوگوں کی طرف گئے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور ان کو خطبہ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۸ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٣'٤٤٤٤- وَاَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا ـ

اور ہمیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دونوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیماری آئی تو آپ اپنے چہرہ پر چادر ڈالتے رہتے تھے' پھر جب آپ کا دم گھٹنے لگتا تو آپ اپنا چہرہ کھول دیتے اور اسی حالت میں آپ فرما رہے تھے: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے! جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا' آپ ان کے کیے ہوئے کاموں سے ڈراتے تھے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ٤٣٥' اور ٤٣٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٥- اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَقَدْ رَاجَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِكَ وَمَا حَمَلَنِیْ عَلٰی كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَقَعْ فِیْ قَلْبِیْ اَنْ یُّحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهٗ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهٗ اَبَدًا وَّلَا كُنْتُ اُرٰی اَنَّهٗ لَنْ یَّقُوْمَ اَحَدٌ مَّقَامَهٗ اِلَّا تَشَاءَمَ النَّاسُ بِهٖ فَاَرَدْتُّ اَنْ یَّعْدِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ مُوْسٰی وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید اللہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے اس بات میں (یعنی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کے متعلق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار پوچھا اور میں صرف اس لیے بار بار آپ سے پوچھ رہی تھی کہ مجھے یقین تھا کہ جو شخص (آپ کی حیات میں) آپ کی جگہ کھڑا ہوگا' لوگ اس سے کبھی محبت نہیں رکھ سکتے بلکہ لوگ اس کو منحوس قرار دیں گے' اس لیے میں چاہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی بجائے کسی اور کو امام بنانے کا حکم دے دیں۔ اس حدیث کی حضرت ابن عمر نے اور حضرت ابوموسیٰ نے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٩٨ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهٗ لَبَیْنَ حَاقِنَتِیْ وَذَاقِنَتِیْ فَلَا اَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن الھاد نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور اس وقت آپ میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان میں تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں کسی پر موت کی سختی کو ناپسند نہیں کرتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٩٠ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سکرات موت کی سختیوں کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ذکوان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ کے سامنے ایک بڑے پیالہ میں پانی تھا' آپ اپنے دونوں ہاتھ اس پانی میں داخل کرتے اور اس پانی کو اپنے چہرے پر ملتے اور پھر دعا کرتے: لا الٰہ الا اللہ! بے شک موت کی سختیاں ہیں۔ اور امام احمد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا اور آپ کے پاس ایک پیالہ میں پانی تھا اور آپ وصال فرمارہے تھے' آپ اپنا ہاتھ پیالہ میں داخل کرتے اور اپنے چہرے پر پانی ملتے اور دعا کرتے: اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما! اور مسروق نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ میں نے کسی کے اوپر اس سے زیادہ سخت درد نہیں دیکھا جتنا سخت درد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دیکھا تھا اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ اس وجہ سے آپ کے لیے دو اجر ہیں اور مسند ابویعلیٰ میں حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ ہم گروہ انبیاء پر دگنی مصیبت آتی ہے تاکہ ہمیں دگنا اجر ملے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٥٦ ' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

Marfat.com

٤٤٤٧- حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَیْبِ بْنِ اَبِیْ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِیُّ وَكَانَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ اَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِیْنَ تِیْبَ عَلَیْهِمْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجَعِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ فَقَالَ النَّاسُ یَا اَبَا حَسَنٍ كَیْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا فَاَخَذَ بِیَدِهٖ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهٗ اَنْتَ وَاللّٰهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَاَرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَوْفَ یُتَوَفّٰی مِنْ وَّجَعِهٖ هٰذَا اِنِّیْ لَاَعْرِفُ وُجُوْهَ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ اِذْهَبْ بِنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْاَلْهُ فِیْمَنْ هٰذَا الْاَمْرُ اِنْ كَانَ فِیْنَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ وَاِنْ كَانَ فِیْ غَیْرِنَا عَلِمْنَاهُ فَاَوْصٰی بِنَا فَقَالَ عَلِیٌّ اِنَّا وَاللّٰهِ لَئِنْ سَاَلْنَاهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاهَا لَا یُعْطِیْنَاهَا النَّاسُ بَعْدَهٗ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اَسْاَلُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔[طرف الحدیث:٦٢٦٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن شعیب بن ابوحمزہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری نے خبر دی اور حضرت کعب بن مالک ان تین صحابہ میں سے ایک تھے جن کی توبہ قبول کی گئی تھی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اس بیماری میں نکلے جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی تو لوگوں نے کہا: اے ابوالحسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے بتایا: الحمدللہ! اب آرام ہے پھر حضرت عباس بن مطلب نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اللہ کی قسم! تم تین دن کے بعد لاٹھی کے بندہ ہو جاؤ گے اور اللہ کی قسم! بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں وہ اس بیماری میں فوت ہو جائیں گے کیونکہ میں عبدالمطلب کے بیٹوں کے چہروں کو موت کے وقت پہچانتا ہوں ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ خلافت کس کے پاس ہوگی اگر وہ خلافت ہم میں ہے تو ہمیں علم ہو جائے گا اور اگر ہمارے غیر میں ہے تب بھی ہم اسے جان لیں گے سو آپ ہمیں وصیت کریں گے۔ حضرت علی نے کہا: بے شک اللہ کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت کا سوال کیا پس آپ نے ہم کو خلافت سے منع کر دیا تو لوگ آپ کے بعد ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے اور بے شک میں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت کا سوال نہیں کروں گا۔

تین دن کے بعد لاٹھی کے بندہ ہو جاؤ گے: یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ وہ دوسروں کے تابع ہو جائیں گے اور اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین دن کے بعد فوت ہو جائیں گے اور تم بغیر عزت اور بغیر لوگوں کے درمیان حرمت کے مامور ہو جاؤ گے اور یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قوت فراست تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٨٩)

٤٤٤٨- حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِی اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ بَیْنَاهُمْ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ مِنْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ وَاَبُوْبَكْرٍ یُصَلِّیْ لَهُمْ لَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جس وقت مسلمان

Marfat.com

يَـفْـجَأَهُمْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ اِلَيْهِمْ وَهُمْ فِيْ صُفُوْفِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ اَنْ يَّخْرُجَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ اَنَسٌ وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يَّفْتَتِنُوْا فِيْ صَلٰوتِهِمْ فَرَحًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ بِيَدِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَاَرْخَى السِّتْرَ .

پیر کے دن فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر ان کو نماز پڑھا رہے تھے تو ان کو اس بات نے حیران کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کے حجرہ کا پردہ کھولا' پس مسلمانوں کی طرف نظر کی اور وہ اس وقت نماز کی صفوں میں تھے' پھر آپ ہنستے ہوئے مسکرائے' حضرت ابوبکر اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹ گئے تاکہ آپ صف میں مل جائیں اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی طرف نکلنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر خوشی سے ارادہ کیا کہ اپنی نماز کو توڑ دیں تو ان کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز کو پورا کرو' پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے اور پردہ لٹکا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٨٠ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٩- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ اَبَا عَمْرٍو ذَكْوَانَ مَوْلٰى عَائِشَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ يَوْمِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَاَنَّ اللّٰهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهٖ عِنْدَ مَوْتِهٖ دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبِيَدِهِ السِّوَاكُ وَاَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهِ وَعَرَفْتُ اَنَّهٗ يُحِبُّ السِّوَاكَ فَقُلْتُ اٰخُذُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهٗ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ وَقُلْتُ اُلَيِّنُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَعَمْ فَلَيَّنْتُهٗ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ اَوْ عُلْبَةٌ يَشُكُّ عُمَرُ فِيْهَا مَاءٌ فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ يَدَهٗ فَجَعَلَ يَقُوْلُ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ابوعمرو ذکوان مولیٰ عائشہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ مجھ پر اللہ کی نعمتوں میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں اور میری باری میں اور میری ہنسلی اور میرے سینہ کے درمیان میں فوت ہوئے اور بے شک اللہ نے آپ کی وفات کے وقت میرے لعاب کو اور آپ کے لعاب کو جمع کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں رسول اللہ ﷺ کی ٹیک تھی' پس میں نے دیکھا کہ آپ مسواک کی طرف دیکھ رہے تھے اور مجھے معلوم تھا کہ آپ مسواک کرنے کو پسند کرتے ہیں' میں نے پوچھا: کیا میں آپ کے لیے مسواک لوں؟ آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں! پس میں نے مسواک لی' وہ آپ پر سخت تھی' میں نے عرض کیا کہ کیا میں آپ کے لیے نرم کر دوں' آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں! سو میں نے اسے نرم کیا اور آپ کے سامنے چمڑے کا یا لکڑی کا برتن تھا' جس میں پانی تھا' راوی عمر کو اس میں شک ہے' آپ اپنے ہاتھوں کو پانی میں داخل کرتے' پھر آپ اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملتے اور

Marfat.com

کہتے: لا الٰہ الا اللہ! بے شک موت کی سختیاں ہیں' پھر آپ اپنا ہاتھ کھڑا کر کے یہ کہتے رہے: الرفیق الاعلیٰ میں' حتیٰ کہ آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی اور آپ کا ہاتھ مبارک گر گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٥٠- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْاَلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَقُوْلُ اَيْنَ اَنَا غَدًا اَيْنَ اَنَا غَدًا يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَاَذِنَ لَهُ اَزْوَاجُهُ يَكُوْنُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ كَانَ يَدُوْرُ عَلَيَّ فِيْهِ فِيْ بَيْتِيْ فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَاِنَّ رَاْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِيْ وَسَحْرِيْ وَخَالَطَ رِيْقُهُ رِيْقِيْ ثُمَّ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ اَعْطِنِيْ هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاَعْطَانِيْهِ فَقَضِمْتُهُ ثُمَّ مَضَغْتُهُ فَاَعْطَيْتُهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْنِدٌ اِلٰى صَدْرِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ جس بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی' آپ پوچھتے تھے کہ میں کل کہاں ہوں گا؟ میں کل کہاں ہوں گا؟ آپ کا ارادہ حضرت عائشہ کی باری کا تھا تو آپ کی ازواج نے آپ کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں وہاں رہیں تو آپ حضرت عائشہ کے گھر میں رہے' حتیٰ کہ ان ہی کے پاس آپ کی وفات ہوگئی' حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ کی وفات اسی دن ہوئی جس دن معمول کے مطابق آپ نے گھوم کر میرے گھر میں آنا تھا' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک اس حال میں قبض فرمائی کہ آپ کا سر اقدس میرے سینہ اور میری ہنسلی کے درمیان میں تھا اور آپ کا لعاب دہن میرے لعاب دہن سے مل چکا تھا' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما آئے اور ان کے پاس مسواک تھی' جس سے وہ دانت صاف کر رہے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک کی طرف دیکھا تو میں نے کہا: اے عبدالرحمٰن! مجھے یہ مسواک دو! پس انہوں نے مجھے وہ مسواک دی' پس میں نے اس مسواک کو اوپر سے کاٹا' پھر اس کو (نرم کرنے کے لیے) چبایا' پھر میں نے وہ مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی' آپ نے اس حال میں اس سے دانت صاف کیے کہ آپ میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کا سر حضرت علی کی گود میں تھا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے: محمد بن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

Marfat.com

کہ جب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک قبض کی گئی تو آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور شعبی نے علی بن حسین سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک جب قبض کی گئی تو آپ کا سر اقدس حضرت علی کی گود میں تھا اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ اس حال میں فوت ہوئے کہ آپ کی ٹیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ کی طرف تھی اور انہوں نے اور میرے بھائی فضل نے آپ کو غسل دیا اور میرے والد (حضرت عباس) نے اس موقع پر حاضر ہونے سے انکار کیا انہوں نے کہا: مجھے اس سے حیاء آتی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو بے لباس دیکھوں۔ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی اپنے سینہ کے ساتھ ٹیک لگائی' پھر آپ کی روح پرواز کر گئی اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری عہد حضرت علی کے ساتھ تھا اور آپ کا منہ حضرت علی کے منہ پر تھا' پھر آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ' میں نے کہا کہ علی بن ابی طالب کو؟ پس اللہ کی قسم! آپ نے ان کے سوا کسی کا ارادہ نہیں کیا تھا' جب آپ نے ان کو دیکھا تو اپنے اوپر جو چادر تھی وہ ہٹائی اور حضرت علی کو اس چادر میں داخل کر دیا اور ان کو چمٹائے رہے حتیٰ کہ آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی اور آپ کا ہاتھ مبارک حضرت علی کے اوپر تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حاکم اور محمد بن سعد نے متعدد سندوں سے یہ روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کا سر حضرت علی کی گود میں تھا۔ حضرت ابن حجر کہتے ہیں کہ ان سندوں میں سے ہر سند میں شیعہ راوی ہے' لہٰذا ان روایات کی طرف التفات نہ کیا جائے۔

(فتح الباری ج ۵ص ۴۵۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

خود علامہ عینی نے بھی ان روایات کے متعلق لکھا ہے کہ:

یہ روایات صحیح بخاری کی حدیث کے معارض نہیں ہو سکتیں اور نہ اس کے قریب ہیں کیونکہ ہر سند میں شیعہ راوی ہے' لہٰذا ان کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے کی کیفیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو ان میں اختلاف ہوا' لیکن انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ کیا کریں' کیا ہم رسول اللہ ﷺ کا لباس اُتار دیں جس طرح ہم مُردوں کا لباس اتارتے ہیں' جب ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی حتیٰ کہ ان میں سے ہر مرد کی ٹھوڑی اس کے سینہ پر تھی' پھر گھر کے کونے سے کسی نے کہا: جس کو وہ نہیں جان سکے کہ وہ کون تھا' اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دو' آپ کے کپڑوں کے اوپر پانی ڈالا گیا۔ (المستدرک ج ۳ص ۱۵۹' دلائل النبوۃ ج ۷ص ۲۴۲)

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب صحابہ رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے لگے تو اندر سے ایک منادی نے آواز دی کہ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے نہ اتارو۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۴۶۶)

٤٤٥١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان

اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَكَانَتْ إِحْدَانَا تُعَوِّذُهُ بِدُعَاءٍ إِذَا مَرِضَ فَذَهَبْتُ أُعَوِّذُهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَفِي يَدِهِ جَرِيدَةٌ رَطْبَةٌ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ بِهَا حَاجَةً فَأَخَذْتُهَا فَمَضَغْتُ رَأْسَهَا وَنَفَضْتُهَا فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ فَاسْتَنَّ بِهَا كَأَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنًّا ثُمَّ نَاوَلَنِيهَا فَسَقَطَتْ يَدُهُ أَوْ سَقَطَتْ مِنْ يَدِهِ فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ .

کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں اور میری باری میں اور میرے سینہ اور میری ہنسلی کے درمیان فوت ہوئے اور جب آپ بیمار ہوتے تو ہم ازواج میں سے کوئی ایک آپ کے لیے المعوذات کے ساتھ دعا کرتی تھی تو میں بھی آپ کے لیے المعوذات پڑھ رہی تھی اور آپ نے آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور دعا کی: الرفیق الاعلیٰ میں' الرفیق الاعلیٰ میں۔ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما گزرے اور ان کے ہاتھ میں درخت کی تروتازہ شاخ تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو میں نے گمان کیا کہ آپ کو اس کی ضرورت ہے' پس میں نے وہ لے لی اور اس کے سر کو (کاٹ کر) چبایا اور اس کو جھاڑا' پھر وہ آپ کو دے دی' آپ نے اس سے دانت صاف کیے' جیسے بہت عمدہ طریقہ سے دانت صاف کیے' پھر آپ نے وہ شاخ مجھے دے دی' پھر آپ کا ہاتھ گر گیا یا پھر آپ کے ہاتھ سے وہ شاخ گر گئی تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے آخری دن میں اور آخرت کے پہلے دن میں میر العاب دہن اور آپ کا لعاب دہن جمع کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٥٣'٤٤٥٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَقْبَلَ عَلَى فَرَسٍ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُغَشًّى بِثَوْبِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكَى ثُمَّ قَالَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي وَاللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عائشہ نے خبر دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو السنح میں تھا' گھوڑے پر سوار ہو کر آئے حتیٰ کہ گھوڑے سے اترے' پس مسجد میں داخل ہوئے' پھر لوگوں سے کوئی بات نہیں کی' حتیٰ کہ حضرت عائشہ کے پاس آئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصد کیا' اس وقت آپ کو ایک یمنی چادر سے ڈھانپا ہوا تھا' پس انہوں نے آپ کا چہرہ کھولا' پھر آپ پر جھک گئے' پس آپ کو بوسا دیا اور روئے' پھر کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں قربان ہو! اللہ کی قسم! اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' رہی وہ موت جو آپ پر لکھ دی گئی تھی' سو آپ نے اس کو پالیا۔

اس حدیث کی شرح: ۱۲۴۱ اور ۱۲۴۲ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٤٤٥٤- قَالَ الزُّهْرِيُّ وَحَدَّثَنِي اَبُوْ سَلْمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اِجْلِسْ يَا عُمَرُ فَاَبٰى عُمَرُ اَنْ يَّجْلِسَ فَاَقْبَلَ النَّاسُ اِلَيْهِ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَمَّا بَعْدُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اِلٰى قَوْلِهِ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ١٤٤) وَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ فَمَا اَسْمَعُ بَشَرًا مِّنَ النَّاسِ اِلَّا يَتْلُوْهَا فَاَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ حَتّٰى مَا تُقِلُّنِيْ رِجْلَايَ وَحَتّٰى اَهْوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ حِيْنَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ .

الزہری نے کہا: اور مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عباس کہ حضرت ابوبکر نکلے اور حضرت عمر بن خطاب لوگوں سے باتیں کر رہے تھے' حضرت ابوبکر نے کہا: بیٹھ جاؤ' اے عمر! تو حضرت عمر نے بیٹھنے سے انکار کیا' پس لوگ حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہو گئے اور انہوں نے حضرت عمر کو چھوڑ دیا' پس حضرت ابوبکر نے کہا: امابعد! تم میں سے جو شخص سیدنا محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک سیدنا محمد وفات پا گئے اور بے شک تم میں سے جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے تو بے شک اللہ زندہ ہے' اسے موت نہیں آئے گی' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور محمد (معبود نہیں) صرف رسول ہیں' ان سے پہلے اور رسول ہو چکے۔ یہ آیت شاکرین تک ہے۔ (آل عمران:۱۴۴)

اور حضرت ابن عباس نے کہا: اور اللہ کی قسم! گویا کہ لوگوں نے یہ نہیں جانا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر نے اس آیت کی تلاوت کی' پھر تمام لوگوں نے اس آیت کو حضرت ابوبکر سے حاصل کیا' پس لوگوں میں سے جس بشر نے بھی اس آیت کو سنا' وہ اس کی تلاوت کر رہا تھا' پس مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس آیت کو صرف حضرت ابوبکر کی تلاوت سے سنا' پس میں بے ہوش گیا' حتیٰ کہ میری ٹانگیں میرا بوجھ نہیں اٹھا رہی تھیں اور حتیٰ کہ جب میں نے اس آیت کی تلاوت سنی کہ نبی ﷺ کی وفات ہو گئی تو میں زمین پر گر گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۲ میں گزر چکی ہے' چند ضروری اُمور کا بیان کیا جارہا ہے:

''اَلسُّنح'' کا معنی اور دو موتوں کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''السُّنح'' یہ مدینہ کی بالائی بستیوں میں ایک جگہ ہے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رہائش تھی اور کہا جاتا ہے: یہ بنوالحارث بن الخزرج کی مدینہ کے بالائی علاقوں میں بستیاں ہیں۔

اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب نبی ﷺ کی وفات کے وقت یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ بے شک اپنے نبی کو بھیجے گا اور وہ ان مردوں کے ہاتھ کاٹ دیں گے' جنہوں نے کہا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں' آپ کی وفات آخر زمانہ میں ہوگی' پس حضرت ابوبکر نے ان کے کلام کا رد کیا اور بتایا کہ دنیا میں صرف آپ پر ایک ہی موت آنی تھی اور وہ آ چکی ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ آپ پر قبر میں دوسری موت نہیں آئے گی جیسے کافر اور منافق پر قبر میں روح لوٹانے کے بعد پھر اس کی روح قبض کر لی جاتی

ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اوپر اس موت کی تکلیف کو جمع نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عذاب سے اور قیامت کے دن کی پریشانی سے محفوظ رکھا ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ دوسری موت سے مراد شریعت کی موت ہے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے اوپر آپ کی موت کو اور آپ کی شریعت کی موت کو جمع نہیں کرے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۹۳-۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٤٥٥، ٤٤٥٦، ٤٤٥٧- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ مُوْسَی بْنِ اَبِیْ عَائِشَةَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبَّلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان از موسیٰ بن ابی عائشہ از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت عائشہ و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو بوسا دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۴۱ میں گزر چکی ہے۔

انسان کی موت کے بعد اس کو بوسا دینے کا جواز

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی انسان کی وفات کے بعد اس کو بوسا دینا جائز ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنا منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی پر رکھا، پس آپ کو بوسا دینے لگے اور وہ روتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ آپ اپنی حیات میں بھی پاکیزہ ہیں، اور اپنی موت میں بھی پاکیزہ ہیں۔ اور امام طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیشانی پر بوسا دیا اور طبرانی نے حضرت سالم بن عتیک سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو چھوا تو لوگوں نے پوچھا: اے رسول اللہ کے صاحب! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں!

٤٤٥٨- حَدَّثَنَا عَلِیٌّ حَدَّثَنَا یَحْیٰی وَزَادَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِیْ مَرَضِهٖ فَجَعَلَ یُشِیْرُ اِلَیْنَا اَنْ لَّا تَلُدُّوْنِیْ فَقُلْنَا کَرَاهِیَةُ الْمَرِیْضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ اَلَمْ اَنْهَکُمْ اَنْ تَلُدُّوْنِیْ قُلْنَا کَرَاهِیَةَ الْمَرِیْضِ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ لَا یَبْقٰی اَحَدٌ فِی الْبَیْتِ اِلَّا لُدَّ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَّا الْعَبَّاسَ فَاِنَّهٗ لَمْ یَشْهَدْکُمْ رَوَاهُ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور یہ اضافہ کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری میں آپ کے منہ میں (زبردستی) دواء ڈالی تو آپ نے ہماری طرف اشارہ کر کے فرمایا: میرے منہ میں دواء نہ ڈالو تو ہم نے کہا: یہ بیمار کا دواء کو ناپسند کرنا ہے، جب آپ صحت یاب ہو گئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو منہ میں دواء ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا؟ ہم نے کہا: (ہمارے خیال میں) یہ بیمار کا دواء کو ناپسند کرنا ہے، آپ نے فرمایا: گھر میں کوئی فرد نہیں بچے گا مگر اس کے منہ میں دواء ڈالی جائے گی اور میں دیکھ رہا ہوں گا، سوائے عباس کے کیونکہ وہ اس وقت تمہارے پاس حاضر نہیں تھے۔ اس حدیث کی ابن ابی الزناد نے ہشام سے روایت کی ہے از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از

Marfat.com

نبی ﷺ۔

لدود کا معنی اور گھر والوں کے منہ میں دوا ڈالنے کی توجیہ اور آپ کے منع کرنے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم نے آپ کے منہ میں دواء ڈالی: حدیث میں "لَدَدْنَاهُ" کا لفظ ہے اور یہ "لَدُوْد" سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: مریض کے اختیار کے بغیر اس کے حلق میں دواء ڈالنا۔

آپ نے فرمایا: گھر میں کوئی شخص بھی باقی نہیں بچے گا جس کے حلق میں دواء نہیں ڈالی جائے گی سوائے عباس کے کیونکہ وہ تمہارے پاس حاضر نہیں تھے: کہا گیا ہے کہ انسان کو جو تکلیفیں عمداً پہنچائی جائیں اس حدیث میں ان کا بدلہ لینے کی مشروعیت ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی ﷺ نے یہ ان کو سزا دینے کے لیے کیا تھا کیونکہ انہوں نے آپ کی نافرمانی کی تھی اور آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا تھا۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ ارادہ تھا کہ وہ لوگ قیامت کے دن اس حال میں نہ آئیں کہ ان کے اوپر آپ کا کوئی حق باقی ہو۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ کا معاف کر دینا بھی ممکن ہے کیونکہ آپ اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے ان کی تادیب اور تعلیم کا ارادہ کیا' تا کہ وہ دوبارہ ایسا نہ کریں' پس یہ تادیب تھی' قصاص اور انتقام نہیں تھا۔ ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ آپ نے منہ میں دواء ڈالنے کو ناپسند کیا حالانکہ آپ دواء اور علاج کرتے تھے' کیونکہ آپ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کی اس مرض میں وفات ہو جائے گی اور جس کے نزدیک یہ محقق ہو چکا ہو اس کے حلق میں زبردستی دواء ڈالنا مکروہ ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس پر بھی اعتراض ہے کیونکہ نبی ﷺ کو جو موت اور حیات کا اختیار دیا گیا تھا' یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے' آپ نے دواء ڈالنے پر اس لیے انکار فرمایا کہ وہ دواء آپ کے مزاج کے مناسب نہیں تھی' کیونکہ صحابہ کو یہ گمان تھا کہ آپ کو نمونیا ہے' تو انہوں نے اس کے مناسب دواء ڈالی تھی' حالانکہ آپ کو نمونیا نہیں تھا جیسا کہ سیاق خبر سے ظاہر ہے۔

گھر والوں نے نمونیا کے وہم کی وجہ سے آپ کے منہ میں دواء ڈالی

حافظ ابن حجر عسقلانی' ابن ابی الزناد کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی کوکھ کو پکڑے ہوئے تھے اور آپ کو شدید درد تھا' پس آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' سو ہم نے آپ کے منہ میں دواء ڈالی' جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا: یہ ان عورتوں کا کام ہے جو وہاں سے آئی ہیں اور آپ نے حبشہ کی طرف اشارہ کیا' اگر تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نمونیا مسلط کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر یہ مسلط کرنے والا نہیں ہے اور اللہ کی قسم! اس گھر میں جو بھی ہوگا اس کے منہ میں دواء ڈالی جائے گی' پس گھر میں ہر ایک کے منہ میں دواء ڈالی گئی اور ہم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے منہ میں بھی دواء ڈالی' حالانکہ وہ روزہ سے تھیں۔

امام عبد الرزاق نے سند صحیح کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف کی ابتداء حضرت میمونہ کے گھر سے ہوئی تھی' پھر آپ کا مرض بڑھ گیا حتیٰ کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' سو گھر والوں نے آپ کے منہ میں دواء ڈالنے کے متعلق مشورہ کیا' پس انہوں نے آپ کے منہ میں دواء ڈال دی' جب آپ کی حالت سنبھلی تو آپ نے فرمایا: یہ ان عورتوں کا کام ہے جو وہاں سے آئی ہیں اور آپ نے حبشہ کی طرف اشارہ کیا' گھر والوں نے کہا کہ ہمیں یہ گمان تھا کہ آپ کو نمونیا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے نمونیا سے عذاب دینے والا نہیں ہے اور گھر میں ہر ایک کے منہ میں دواء ڈالی

Marfat.com

گئی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۶۲ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٤٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا اَزْهَرُ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصٰى اِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَتْ مَنْ قَالَهُ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ لَمُسْنِدَتُهُ اِلٰى صَدْرِيْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَانْخَنَثَ فَمَاتَ فَمَا شَعَرْتُ فَكَيْفَ اَوْصٰى اِلٰى عَلِيٍّ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازھر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از ابراہیم از الاسود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کی طرف وصیت کی تھی تو حضرت عائشہ نے کہا: یہ بات کس نے کہی ہے؟ حالانکہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائی ہوئی تھی' پھر آپ نے (تھوک کے لیے) تھال منگایا' پھر آپ جھکے' پس آپ کی وفات ہوگئی' پس میں نہیں سمجھی کہ آپ نے کس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۲۷۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٦٠- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَوْصَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ اَوْ اُمِرُوْا بِهَا قَالَ اَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی از حضرت طلحہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے کہا: پھر لوگوں پر وصیت کس طرح فرض کی گئی ہے' یا لوگوں کو کس طرح وصیت کا حکم دیا گیا ہے' تو انہوں نے بتایا: آپ نے کتاب اللہ کی وصیت کی تھی۔

وصیت کے متعلق نفی اور اثبات کے تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے پہلے وصیت کی نفی کی' پھر وصیت کا اثبات کیا اور یہ تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وصیت کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ مال کی وصیت کی ہو یا امامت کی وصیت کی ہو' اس کی نفی ہے اور جو وصیت ثابت ہے اس کا محمل یہ ہے کہ آپ نے کتاب اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی وصیت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۹۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٦١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِيْ كَانَ يَرْكَبُهَا وَسِلَاحَهُ وَاَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از ابواسحاق از عمرو بن الحارث' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ غلام نہ باندی' صرف ایک سفید خچر چھوڑی' جس پر آپ سوار ہوتے تھے اور آپ کا ہتھیار اور وہ زمین چھوڑی جس کو آپ نے مسافر کے لیے صدقہ کر دیا تھا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹ ۲۷ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٦٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَاكَرْبَ أَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا أَبَتَاهُ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهُ مِنْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ يَا أَبَتَاهُ إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَا أَنَسُ أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ ۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف زیادہ ہوگئی تو آپ نے اپنے آپ کو چادر سے ڈھانپ لیا' پس حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نے کہا: ہائے میرے والد کی تکلیف' تو آپ نے ان سے فرمایا: آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی' جب آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہ نے کہا: اے ابا جان! آپ اپنے رب کے بُلانے پر چلے گئے' اے ابا جان! جنت الفردوس آپ کا ٹھکانا ہے' اے ابا جان! ہم حضرت جبریل کو آپ کی وفات کی خبر سناتے ہیں' جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ علیہا السلام نے کہا: اے انس! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مٹی ڈال کر تمہارا دل خوش ہو گیا؟

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ کی اپنی اُمت پر شفقت باقی ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا زعم ہے کہ آپ کی تکلیف آپ کی اُمت پر شفقت تھی کیونکہ آپ کو علم تھا کہ ان میں فتنے ہوں گے اور ان میں اختلاف ہوگا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ آپ کی وفات کے بعد اُمت پر آپ کی شفقت نہ رہے' حالانکہ اُمت پر آپ کی شفقت قیامت تک باقی رہے گی کیونکہ آپ بعد والوں کی طرف بھی مبعوث ہیں اور بعد والوں کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس تکلیف سے وہ تکلیف مراد ہے جو شدت موت کی وجہ سے ہوتی ہے اور جو آپ کے جسم میں درد تھا تا کہ اس کی وجہ سے آپ کا اجر دگنا ہو۔

جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ نے کہا: اے انس!: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قول سے صحابہ کے دفن کرنے پر عتاب کی طرف اشارہ کیا ہے' کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت شدید محبت کرتے تھے تو کیا شدید محبت کا یہ ہی تقاضا تھا کہ آپ کے اوپر مٹی ڈال دی جائے' حضرت انس نے سیدہ فاطمہ کی رعایت سے اس کا جواب نہیں دیا اور گویا کہ وہ زبانِ حال سے یہ کہہ رہے تھے: ہم نے خوشی سے یہ کام نہیں کیا' ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کے لیے مجبوراً یہ کام کیا ہے۔

امام بزار نے سند جید کے ساتھ حضرت ابوسعید سے یہ روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ہم اپنے دلوں کو پہچان نہیں رہے تھے۔ اور امام ترمذی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب آپ کی تعلیم اور تادیب صحابہ کو حاصل نہ رہی تو آپ کی حیات میں جو ان کے درمیان باہمی اُلفت اور محبت تھی اور صفائے قلب اور رقت تھی' وہ متغیر ہوگئی تھی۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو کہا تھا: ہائے میرے والد کی تکلیف! تو یہ وہ نوحہ نہیں تھا جو شریعت میں ممنوع ہے کیونکہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس قول پر برقرار رکھا تھا اور آپ کی وفات کے بعد انہوں نے جو الفاظ کہے تو کسی شخص کی وفات کے بعد اس کی ان صفات کا ذکر کرنا جائز ہے' جو اس میں ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۶۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٨٥- بَابُ اٰخِرِ مَا تَكَلَّمَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریم جسم سے جدا ہو رہی تھی تو اس وقت آپ کا آخری کلام کیا تھا؟

٤٤٦٣- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ يُوْنُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِيْ رِجَالٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ اِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ وَرَاْسُهُ عَلٰى فَخِذِيْ غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَهُ اِلٰى سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى فَقُلْتُ اِذًا لَا يَخْتَارُنَا وَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا بِهِ وَهُوَ صَحِيْحٌ قَالَتْ فَكَانَتْ اٰخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ یونس نے بتایا: الزہری نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے چند اہل علم مردوں میں خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحت مند تھے تو آپ فرماتے تھے کہ کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی حتیٰ کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے' پھر اس کو (موت کا) اختیار دیا جاتا ہے' پس جب آپ پر موت کی بیماری آئی' اس وقت آپ کا سر میرے زانو پر تھا' آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی' پھر آپ ہوش میں آئے' پھر آپ نے گھر کی چھت کی طرف نظر ڈالی' پھر دعا کی: اے اللہ! الرفیق الاعلیٰ (کو میں اختیار کرتا ہوں)' تو میں نے دل میں کہا: اب آپ ہم کو اختیار نہیں کریں گے اور میں نے جان لیا یہ وہی حدیث ہے جو آپ ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان فرماتے تھے اور جو آپ نے آخری کلام کیا' وہ یہ تھا: اے اللہ! الرفیق الاعلیٰ!

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳۵ میں گزر چکی ہے۔

حضرت علی کے وصی ہونے کے متعلق موضوع روایات

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں رافضیوں کے اس رد کی طرف اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو خلافت کی وصیت کی تھی اور یہ وصیت کی تھی کہ وہ آپ کے قرض ادا کر دیں۔

عقیلی وغیرہ نے کتاب الضعفاء میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت سلمان نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا ہے اس نے بیان کر دیا کہ اس کے بعد کون ولی ہوگا' کیا آپ نے بھی یہ بیان کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! علی بن ابی طالب ہیں۔ اور جریر کی سند سے حضرت سلمان سے روایت ہے کہ یا رسول اللہ! آپ کا وصی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا وصی وہ ہے جو میرے راز کی جگہ ہے اور میرے اہل پر میرا خلیفہ ہے جن کو میں نے اپنے بعد خلیفہ بنایا' ان میں سب سے افضل ہے اور وہ علی بن ابی طالب ہیں اور حضرت بریدہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہر نبی کا وصی ہوتا ہے اور بے شک علی میرے وصی اور میرے بیٹے ہیں' حضرت ابوذر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: میں خاتم النبیین ہوں اور علی خاتم الاوصیاء ہیں۔

Marfat.com

امام ابن جوزی نے ان تمام روایات کو کتاب الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٦٤٣، دار المعرفہ بیروت، ١٤٢٦ھ)

٨٦- بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کس سن میں وفات ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

٤٤٦٤، ٤٤٦٥- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت عائشہ و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دس سال رہے اور آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا اور مدینہ میں دس سال رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٨٥١ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے متعلق متعدد روایات میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عمر ساٹھ سال تھی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ساٹھ سال عمر والی حدیث میں کسر کو حذف کیا گیا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ کی عمر پینسٹھ (٦٥) سال تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک راجح یہ ہے کہ آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٩٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٤٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ ابن شہاب نے کہا: اور مجھے سعید بن المسیب نے اس کی مثل خبر دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٥٣٦ میں گزر چکی ہے۔

٨٧- بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ باب گزشتہ ابواب سے منفصل ہے۔

٤٤٦٧- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت

Marfat.com

مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلَاثِيْنَ - يَعْنِيْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ .

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی' اس وقت آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع (۱۲۰ سے زائد کلوگرام) کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا ذکر ہے۔

٨٨- بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے مرضِ وفات میں بھیجنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے دو دن پہلے ہفتہ کے دن حضرت اُسامہ کو بھیجنے کا حکم دیا تھا کیونکہ پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی تھی اور آپ نے ان کو شام کی طرف بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۹۸)

٤٤٦٨- حَدَّثَنِيْ أَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مُخْلَدٍ عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ فَقَالُوْا فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَلَغَنِيْ أَنَّكُمْ قُلْتُمْ فِيْ أُسَامَةَ وَإِنَّهُ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابو عاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی از الفضیل بن سلیمان' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنایا' سو لوگوں نے اس پر نکتہ چینی کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے اُسامہ پر اعتراض کیا ہے اور بے شک وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۳۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٦٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَّأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ النَّاسُ فِيْ إِمَارَتِهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ إِمَارَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَايْمُ اللّٰهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (شام کی طرف) ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر بنا دیا تو لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: اگر تم اس کی امارت پر طعن کر رہے ہو تو تم اس سے پہلے اس کے والد کی امارت پر طعن کر چکے ہو اور اللہ کی قسم! بے شک وہ ضرور امارت کے لائق تھے اور بے شک وہ میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور بے شک یہ ان کے بعد مجھے تمام لوگوں سے زیادہ

Marfat.com

محبوب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۳۰ میں گزر چکی ہے۔

حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والوں کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر کے آخر میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے صحابہ کو طلب کیا تھا اور حضرت اُسامہ کو بلا کر فرمایا: تم اس جگہ جاؤ جہاں تمہارے والد کو قتل کیا گیا تھا' تم ان لوگوں کو گھوڑوں سے روندو' پس بے شک میں نے تم کو اس لشکر کا امیر مقرر کر دیا ہے' پس اگر اللہ تعالیٰ تم کو ان پر فتح عطاء فرمائے تو وہاں تھوڑا عرصہ ٹھہرنا' پھر تیسرے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو درد شروع ہو گیا' آپ نے اپنے ہاتھ سے حضرت اسامہ کو جھنڈا دیا اور جن لوگوں کو آپ نے حضرت اسامہ کے ساتھ جہاد کے لیے طلب کیا تھا ان میں بڑے بڑے مہاجرین اور انصار صحابہ تھے' ان میں حضرت ابوبکر و عمر تھے اور حضرت ابوعبیدہ تھے اور حضرت سعد تھے اور حضرت سعید تھے اور حضرت قتادہ بن النعمان تھے' پس بعض لوگوں نے حضرت اُسامہ کی امارت پر اعتراض کیا' ان میں حضرت عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی تھے' حضرت عمر نے ان کا رد کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی تو آپ نے کھڑے ہو کر وہ خطبہ دیا جس کا ذکر اس باب کی حدیث میں ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: اسامہ کے لشکر کو بھیج دینا' پس حضرت ابوبکر نے خلیفہ بننے کے بعد حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجا۔ حضرت اسامہ نے بیس راتوں تک اس جہت میں سفر کیا جہاں کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور وہاں انہوں نے اپنے والد کے قاتل کو قتل کر دیا اور وہ لشکر صحیح سلامت مال غنیمت لے کر لوٹ آیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۶۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٨٩- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں قائم کیا اور یہ ابواب سابقہ کا تتمہ ہے۔

٤٤٧٠- حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنِ ابْنِ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ اَنَّهُ قَالَ لَهُ مَتٰى هَاجَرْتَ قَالَ خَرَجْنَا مِنَ الْيَمَنِ مُهَاجِرِيْنَ فَقَدِمْنَا الْجُحْفَةَ فَاَقْبَلَ رَاكِبٌ فَقُلْتُ لَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ دَفَنَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ خَمْسٍ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ شَيْئًا قَالَ نَعَمْ اَخْبَرَنِي بِلَالٌ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ فِي السَّبْعِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از ابن ابی حبیب از ابی الخیر از الصنابحی' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابوالخیر نے پوچھا: آپ نے کب ہجرت کی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم یمن سے ہجرت کرتے ہوئے آئے' پس ہم الجحفہ پر پہنچے کہ ایک سوار سے ہماری ملاقات ہوئی' میں نے ان سے (مدینہ کی) خبر پوچھی' اس نے کہا: پانچ روز ہوئے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر چکے ہیں' میں نے پوچھا: کیا آپ نے لیلۃ القدر کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ آخری عشرہ کے ساتویں دن میں ہے۔

Marfat.com

٩٠- بَابٌ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتنے غزوہ کیے؟

٤٤٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابواسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کتنے غزوہ کیے؟ انہوں نے بتایا: سترہ' میں نے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتنے غزوہ کیے؟ انہوں نے بتایا: انیس۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ عَشْرَةَ . (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ پندرہ غزوہ کیے۔

٤٤٧٣- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلِ بْنِ هِلَالٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ كَهْمَسٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً . (صحیح مسلم: ۱۸۱۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی از کہمس از ابن بریدہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سولہ غزوہ کیے۔

غزوات اور سرایا کے مجموع کی تعداد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت بریدہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ انیس غزوہ کیے ہیں اور ان میں سے آٹھ غزوات میں قتال کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کل غزوات کی تعداد اکیس ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے' اس بناء پر یہ کہا جائے گا کہ حضرت زید بن ارقم سے دو غزوہ رہ گئے اور سرایا ستر (۷۰) کے قریب ہیں اور امام محمد بن سعد نے لکھا ہے کہ مجموع غزوات اور سرایا کی تعداد ایک سو ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۶۷۔۴۶۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

کتاب المغازی میں احادیث کی تعداد

کتاب المغازی میں حقیقتاً احادیث مرفوعہ اور حکماً احادیث مرفوعہ پانچ سو تریسٹھ (۵۶۳) ہیں اور ان میں چھہتر (۷۶)

تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں چار سو دس (۴۱۰) احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث ایک سو ترپن (۱۵۳) ہیں۔

کتاب المغازی کی تکمیل

الحمد للہ علی احسانہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ۔ آج ۲۸ شعبان ۱۴۳۱ھ/ ۱۱ اگست بہ روز بدھ بعد از نمازِ ظہر کتاب المغازی مکمل ہو گئی' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس طرح اس نے محض اپنے فضل سے یہاں تک مکمل فرما دیا ہے' اسی طرح صحیح البخاری کی باقی کتب اور ابواب کو بھی مکمل کرا دے اور میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمائے اور میری اور میرے والدین کی اور میرے احباب اور معاونین کی اور تلامذہ کی اور قارئین کی مغفرت فرمائے! ہمیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور جنت الفردوس عطاء فرمائے۔ آمین!

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

٦٥ - كِتَابُ تَفْسِيْرِ الْقُرْاٰنِ

تفسیر القرآن کا بیان

تفسیر کا لغوی معنی ہے: بیان' اور تفسیر کا اصطلاحی بیان ہے: نظم قرآن کے مدلولات کا کشف اور بیان۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۰۳)

دوسرا قول یہ ہے کہ تفسیر میں لفظ کی مراد ہوتی ہے اور تاویل میں معنی کی مراد ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۶۸)

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ اِسْمَانِ مِنَ الرَّحْمَةِ الرَّحِيْمُ وَالرَّاحِمُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ كَالْعَلِيْمِ وَالْعَالِمِ .

''الرحمٰن' الرحیم '' یہ دو اسم ''رحمة'' سے ماخوذ ہیں' ''الرحیم '' اور ''الراحِم '' کا ایک معنی ہے' جیسے ''العَلِیم '' اور ''العَالِم ''۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ دو اسم ہیں: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ ان دونوں کا معنی ایک ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ دو رقیق اسم ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ رقیق ہے' یعنی ان کا معنی ہے: نرمی کرنے والا' پس رحمٰن زیادہ رقیق ہے اور رحیم کا معنی ہے: اپنے بندوں کو رزق دے کر اُن پر مہربانی کرنے والا۔ (الاسماء والصفات ج ۱ ص ۱۳۹' للبیہقی) دوسروں نے کہا: رحمٰن کا معنی ہے: تمام مخلوق پر رحم کرنے والا اور رحیم کا معنی ہے: فقط مؤمنین پر رحم کرنے والا۔ (تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۸۴)

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ رحمٰن کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر کیا جاتا ہے' اس لیے اس کو الرحیم سے پہلے ذکر کیا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ الرحیم' راحم سے زیادہ اولیٰ ہے' اس لیے کہ یہ مدح میں زیادہ لازم ہے گویا یہ ایسی صفت ہے جو موصوف سے جدا نہیں ہوتی اور راحم اس کو کہتے ہیں جو ایک مرتبہ بھی کسی پر رحم کر دے۔ اور احمد بن یحییٰ کا یہ قول بہت عجیب ہے کہ الرحمٰن عربی ہے اور الرحیم عبرانی لفظ ہے۔ (تفسیر القرطبی ج ۱ ص ۹۱) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۰-۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

١ - سُوْرَةُ الْفَاتِحَة

سورۃ الفاتحہ کا تعارف

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتَاب

سورۃ الفاتحہ کی تفسیر

وَسُمِّيَتْ اُمُّ الْكِتَابِ اَنَّهٗ يُبْدَاُ بِكِتَابَتِهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَيُبْدَاُ بِقِرَاءَتِهَا فِي الصَّلٰوةِ وَ ﴿الدِّيْنُ﴾ الْجَزَاءُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بِالدِّيْنِ﴾ (الماعون: ۱' الانفطار: ۹) بِالْحِسَابِ ﴿مَدِيْنِيْنَ﴾

اس سورت کا نام اُم الکتاب رکھا گیا ہے کیونکہ اس سے مصاحف کو لکھنے کی ابتداء کی جاتی ہے اور اس کی قراءت سے نماز کی ابتداء کی جاتی ہے اور دین کا معنی ہے: خیر اور شر کی جزاء' جیسے کہا جاتا ہے: جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ مجاہد نے کہا: ''بالدین '' (الماعون: ۱

Marfat.com

(الواقعہ:٨٦) مُحَاسَبِیْنَ ۔ (الانفطار:٩) اس کا معنی ہے: حساب ۔ "مدینین" (الواقعہ:٨٦) اس کا معنی ہے: "مُحاسبین" یعنی جن کا حساب کیا گیا ہو۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس کا نام اُم الکتاب رکھا گیا ہے: ابوعبیدہ نے کہا ہے: قرآن مجید کی سورتوں کے کئی اسماء ہیں' سورۃ الحمدللہ کا نام اُم الکتاب ہے کیونکہ اسی سورۃ سے قرآن مجید کی ابتداء کی جاتی ہے اور ہر رکعت میں سورۃ سے پہلے اس کی قراءت کی جاتی ہے اور اس سورۃ کو فاتحۃ الکتاب بھی کہتے ہیں کیونکہ مصاحف کا افتتاح اسی سورت سے کیا جاتا ہے اور دوسروں نے کہا کہ اس کا نام اُم الکتاب اس لیے ہے کیونکہ کسی چیز کی اُم اس کی ابتداء اور اس کی اصل ہوتی ہے' اسی وجہ سے مکہ کا نام اُم القریٰ رکھا گیا ہے کیونکہ زمین اس کے نیچے سے پھیلائی گئی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سورۃ کا نام اُم القرآن اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اس سورۃ میں قرآن مجید کے تمام معانی ہیں' اللہ عزوجل کی حمد و ثناء ہے' امر اور نہی پر عمل کر کے عبادت کا حکم ہے اور وعد اور وعید ہے' اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور اس کے افعال کا ذکر ہے اور یہ سورۃ مبدأ' معاد اور معاش کے ذکر کو شامل ہے' اُم القرآن یا اُم الکتاب کے ساتھ نام رکھنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُم القرآن ہی السبع المثانی ہے۔

سورۂ فاتحہ کے اور بھی کئی نام ہیں: الکنز' الوافیہ' الشافیہ' الکافیہ' سورۃ الحمد' سورۃ الصلوٰۃ' سورۃ الشفاء' سورۃ الاساس' سورۃ الشکر اور سورۃ الدعا۔

دین کا معنی ہے: خیر اور شر کی جزاء جیسا کہ کہا جاتا ہے: جیسا کرو گے' ویسا بھرو گے: یہ بھی ابوعبیدہ کا کلام ہے' انہوں نے کہا: دین کا معنی ہے: حساب اور جزاء جیسے ضرب المثل ہے کہ تم جیسا کرو گے ویسا بھرو گے' اور امام عبدالرزاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جیسا تم کرو گے ویسا تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔

مجاہد نے کہا کہ دین سے مراد ہے: حساب "مدینین" کا معنی ہے: "محاسبین: كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ○" (الانفطار:٩) ہرگز نہیں بلکہ تم دین کو جھٹلاتے ہو○ مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد ہے: تم حساب کو جھٹلاتے ہو اور دوسری آیت یہ ہے: "فَلَوْ لَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ○" (الواقعہ:٨٦) پس ایسا نہ ہوتا کہ اگر تم مملوک نہ ہوتے○

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" (الفاتحہ:٣) کا معنی ہے: اللہ حساب کے دن کا مالک ہے اور جزاء کے دن کا مالک ہے○

دین کے اور بھی معانی ہیں: عادت' عمل' حکم' حال' خلق' طاعت' قہر' ملت' شریعت' تقویٰ اور سیاست' اور ان کے شواہد ذکر کرنے سے مضمون طویل ہو جائے گا۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٤٦٩' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٤٧٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اُجِبْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ فَقَالَ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ ﴿اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: ہمیں خبیب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از ابوسعید بن المعلیٰ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا' پس مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا' سو میں نہیں گیا' پھر میں نے بتایا: یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے فرمایا:

Marfat.com

دَعَاكُمْ﴾ (الانفال: ٢٤) ثُمَّ قَالَ لَاُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ اَعْظَمُ السُّوَرِ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِي فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ قُلْتُ لَهٗ اَلَمْ تَقُلْ لَاُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ اَعْظَمُ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَالَ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ ۔[اطراف الحدیث: ۴۶۴۷۔ ۴۷۰۳۔ ۵۰۰۶] (سنن ابوداؤد: ۱۴۵۸، سنن نسائی: ۹۱۳، سنن ابن ماجہ: ۳۷۸۵)

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول جب تمہیں بلائیں تو تم چلے آؤ (الانفال: ۲۴) پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: میں تمہیں ضرور ایک سورت کی تعلیم دوں گا' جو قرآن کی سورتوں میں سب سے زیادہ عظیم ہے' اس سے پہلے کہ تم مسجد سے نکلو' پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تو جب آپ نے مسجد سے نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا؟ آپ نے فرمایا: وہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' (الفاتحہ: ۱) ہے اور وہی السبع المثانی ہے اور قرآنِ عظیم ہے' جو مجھے دیا گیا ہے۔

حضرت ابوسعید بن المعلّٰی کا تذکرہ' قرآن مجید کی بعض سورتیں ایک دوسرے سے افضل ہیں یا نہیں' السبع المثانی کا معنی اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابوسعید بن المعلّٰی سے روایت ہے: امام بخاری نے حضرت ابوسعید بن المعلّٰی سے صرف یہ ہی ایک حدیث روایت کی ہے' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام رافع ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام حارث ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام اوس ہے اور کہا گیا ہے کہ اوس ان کے والد کا نام ہے اور معلّٰی ان کے دادا کا نام ہے۔

تنبیہ: امام غزالی' امام فخر الدین رازی اور ان کی پیروی میں امام بیضاوی نے اس حدیث کی حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی ہے اور یہ ان کا وہم ہے اور یہ ابوسعید خدری نہیں ہیں بلکہ ابوسعید بن المعلّٰی ہیں۔

میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا تو میں نہیں گیا: دوسری سند کے ساتھ شعبہ سے روایت ہے کہ میں آپ کے پاس نہیں آیا' حتیٰ کہ میں نے نماز پڑھ لی' پھر آپ کے پاس آیا اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف نکلے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے اُبی! تو انہوں نے مڑ کر دیکھا اور جواب نہیں دیا' پھر جلدی جلدی نماز پڑھی' پھر مڑ کر آئے اور کہا: یارسول اللہ! سلام علیک! آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے جب میں نے تمہیں بلایا تھا' اس وقت تمہیں آنے سے کس چیز نے منع کیا تھا۔ (الحدیث)

کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر چلے آؤ: حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں ایسی سورت کی تعلیم دوں کہ اس کی مثل نہ تورات میں نازل کی گئی ہے نہ انجیل میں نہ زبور میں اور نہ فرقان میں' اس کی مثل کوئی سورت ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ اس سورت کا ثواب دوسری سورتوں سے بہت زیادہ ہے' نیز اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی کسی سورت کو دوسری سورت پر فضیلت دینا جائز ہے۔ امام اشعری اور علماء کی ایک جماعت نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ مفضول کا درجہ افضل سے کم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات اور اس کے کلام میں کوئی کمی نہیں ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس سورت کی تلاوت کا ثواب دوسری سورتوں کی تلاوت سے زیادہ ہوتا ہے اور جو علماء بعض سورتوں کی بعض دوسری سورتوں پر فضیلت کے قائل ہیں' وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

Marfat.com

نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ط (البقرہ:۱۰۶) ہم اس سے بہتر سورت لے آئیں گے یا اس جیسی سورت لے آئیں گے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ایک دوسرے پر فضیلت ہے۔

کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا: میں تمہیں ایک سورت کی تعلیم دوں گا: حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے: میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ کون سی سورت ہے جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو آپ نے پوچھا: تم نماز میں کس طرح پڑھتے ہو؟ تو میں نے آپ کے سامنے اُم الکتاب (سورۂ فاتحہ) پڑھی۔

آپ نے فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' یہ السبع المثانی ہے اور القرآن العظیم ہے: یعنی وہ سورت ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' ہے۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قرآن مجید میں جو مذکور ہے: ''بے شک ہم نے آپ کو سبعا من المثانی عطاء کی ہے''۔ (الحجر:۸۷) اس سے مراد بھی سورۂ فاتحہ ہے اور امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ السبع المثانی ہی السبع الطوال ہے یعنی سات طویل سورتیں اور وہ سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ یونس تک ہیں اور السبع المثانی سے مراد سورۂ فاتحہ ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ میں سات آیات ہیں اور جو اس کا نام مثانی ہے اس کی وجہ میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ ہر نماز میں دوبار پڑھی جاتی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ میں اللہ عزوجل کی ثناء ہے تیسرا قول یہ ہے کہ یہ سورت دوسری اُمتوں سے مستثنیٰ ہے یعنی دوسری اُمتوں میں اس سورت کی مثل نہیں نازل کی گئی علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ الفاتحہ کی آیت نہیں ہے کیونکہ آپ نے اس سورت کا نام الحمد للہ رب العالمین رکھا اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۂ فاتحہ سے خارج ہے اور امام شافعی نے اس کے برعکس کہا ہے کیونکہ آپ نے اس سورت کو السبع المثانی کہا ہے اور السبع اس لیے فرمایا کہ اس میں سات آیات ہیں اور سات آیات اس وقت ہوں گی جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سورۂ فاتحہ میں شامل کیا جائے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر نمازی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چلا جائے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے۔ (فتح الباری ج۵ ص۱۷۱-۱۷۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں: اس پر اتفاق ہے کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیات ہیں مگر احناف بسم اللہ کو ایک آیت نہیں مانتے بلکہ ''اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' کو ایک آیت مانتے ہیں اور شوافع بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو شامل کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۸ ص۱۰۵)

٢- بَابُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ (الفاتحہ:۷)

''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں الفاتحہ:۷ کا ذکر ہے اور یہاں پر لفظ باب کو لکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ امام بخاری نے یہاں پر اس باب کے مناسب کوئی حدیث ذکر کی ہے کیونکہ اس حدیث کا تعلق قرآن مجید کے فضائل کے ساتھ ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۸ ص۱۰۶)

٤٤٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام پڑھے: ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ

Marfat.com

اٰمِیْنَ فَمَنْ وَّافَقَ قَوْلُہٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَۃِ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ۔ وَلَا الضَّآلِّیْنَ'' (الفاتحہ:۷) تو تم کہو: آمین' پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا' اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری :۷۸۲ میں گزر چکی ہے۔

''مَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ'' اور ''ضَآلِّیْنَ'' کے مصادیق اور غضب کا معنی

علامہ عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الصلوۃ میں اپنے متابعات کے ساتھ گزر چکی ہے اور وہاں ہم نے ذکر کیا ہے کہ امام کے پیچھے آمین کہنے میں امام مالک کا اختلاف ہے' امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود وہ ہیں جن پر غضب کیا گیا اور نصاریٰ وہ ہیں جو گمراہ ہیں۔ (صحیح ابن حبان:۶۲۴۶)

امام احمد نے عبد اللہ بن شقیق سے روایت کی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ انہیں اس شخص نے خبر دی جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور آپ سے بلقین کے ایک مرد نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن پر غضب کیا گیا' پھر آپ نے یہود کی طرف اشارہ فرمایا' اس نے کہا: یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ گمراہ ہیں' یعنی نصاریٰ۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۷۷-۳۳)

یہود کے ''مَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ'' ہونے کی وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے:

وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ ۔ (آل عمران:۱۱۲) اور وہ غضبِ الٰہی کے مستحق ہوئے۔

اور نصاریٰ کے گمراہ ہونے کی وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے:

قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ○ (المائدہ:۷۷) جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگوں کو انہوں نے گمراہ کیا اور وہ راہِ راست سے بھٹک گئے ہیں ○

اللہ کے غضب کی تعریف میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ جس پر غضب کیا جائے اس پر اللہ کی سزا حلال ہو جاتی ہے' خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں' دوسرا قول یہ ہے کہ جس پر غضب کیا گیا ہو' اس پر اللہ کی طرف سے مذمت ہوتی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ غضب کا لغوی معنی ہے: خون کا جوش میں آنا اور اللہ تعالیٰ کے لیے یہ معنی محال ہے' اس لیے جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس لفظ کی نسبت ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے: سزا دینا اور مذمت کرنا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

۲- سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ سورۃ البقرہ کا تعارف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی وہ سورت جس میں بقرہ (گائے) کا ذکر کیا جائے گا' سورت کا لغت میں معنی ہے: کسی عمارت کا ایک درجہ اور اسی سے قرآن کی سورتیں ماخوذ ہیں' کیونکہ جس طرح عمارت میں ایک منزل کے بعد دوسری منزل ہوتی ہے' اسی طرح قرآن مجید میں ایک

Marfat.com

سورت کے بعد دوسری سورت ہوتی ہے اور ہر سورت دوسری سے منقطع ہوتی ہے اور اس کی جمع سُوَر ہے الجوہری نے کہا ہے: اس کی جمع سُوَرات بھی جائز ہے تمام اہل علم کے نزدیک سورۂ بقرہ مدنیہ ہے علامہ الماوردی اور قشیری نے کہا ہے: سوا اس ایک آیت کے:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ (البقرہ:۲۸۱) اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اہل کوفہ کے نزدیک سورۂ بقرہ کی دو سو چھیاسی (۲۸۶) آیات ہیں اور اہل بصرہ کے نزدیک اس سورت کی دو سو ستاسی (۲۸۷) آیات ہیں اور اہل شام کے نزدیک اس کی دو سو چوراسی (۲۸۴) آیات ہیں اور اہل مکہ کے نزدیک اس کی دو سو پچاسی (۲۸۵) آیات ہیں' یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی' اس کو فسطاط القرآن یعنی قرآن کا خیمہ کہا جاتا ہے' اس میں پندرہ (۱۵) مثالیں ہیں اور پانچ سو حکمتیں (۵۰۰) ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۰۷) اس سورت میں دو سو چھیاسی (۲۸۶) آیات ہیں۔

١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (البقرہ: ۳۱)

اللہ عزوجل کے ارشاد ''وعلم ادم الاسماء کلھا'' (البقرہ:۳۱) کی تفسیر

٤٤٧٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ اَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ذَنْبَهُ فَيَسْتَحِيْ اِئْتُوْا نُوْحًا فَاِنَّهُ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَهُ رَبَّهُ مَا لَيْسَ لَهُ بِهٖ عِلْمٌ فَيَسْتَحِيْ فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ فَيَاْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اِئْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللّٰهُ وَاَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ فَيَاْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَسْتَحِيْ مِنْ رَّبِّهٖ فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهُ وَكَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اِئْتُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَيَاْتُوْنِيْ فَاَنْطَلِقُ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنَ لِيْ فَاِذَا رَاَيْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ح) اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زُریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ بیان فرماتے ہیں: قیامت کے دن مؤمنین جمع ہوں گے' پس وہ کہیں گے: کاش! ہم کسی کو اپنے رب کی طرف شفاعت کرنے والا بنائیں' پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے' سو وہ کہیں گے: آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور آپ کے لیے تمام فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے' پس آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے تا کہ آپ ہمیں اس جگہ سے راحت دیں' حضرت آدم فرمائیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور وہ اپنا (ظاہری) گناہ یاد کریں گے' پس ان کو حیاء آئے گی' تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین والوں کی طرف بھیجا' پس لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور وہ فرمائیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور ان کو اپنے رب سے کیا ہوا وہ سوال یاد آئے گا جس کا انہیں علم نہیں تھا' سو انہیں حیاء آئے گی' پس وہ کہیں گے: تم خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ' سو لوگ

رَبِّیْ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِیْ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ
رَأْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَارْفَعُ
رَأْسِیْ فَأَحْمَدُهٗ بِتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِیْ
حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ اِلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّیْ
مِثْلَهٗ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ
الثَّالِثَةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَقُوْلُ مَا بَقِيَ فِی النَّارِ اِلَّا مَنْ
حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ
اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ يَعْنِیْ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا﴾ (البقرہ:۱۶۲) ۔[طرف الحدیث:۴۴]

(صحیح مسلم:۱۹۳ سنن ابن ماجہ:۴۳۱۲)

ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں، تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ ایسے بندہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کو تورات عطاء فرمائی، پس لوگ ان کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور وہ یاد کریں گے کہ انہوں نے ایک نفس کو بغیر کسی نفس کے بدلہ کے قتل کر دیا تھا، سو ان کو اپنے رب سے حیاء آئے گی، پس وہ کہیں گے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں، وہ اللہ کا کلمہ ہیں اور اس کی پسندیدہ روح ہیں، پس وہ بھی کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں، تم (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ جن کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے، پس لوگ میرے پاس آئیں گے، پس میں جاؤں گا حتیٰ کہ میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت دی جائے گی، پس جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا، پس جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں چھوڑے رکھے گا، پھر کہا جائے گا: اپنا سر اُٹھایئے اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا، پھر میں اللہ تعالیٰ کی ان کلمات حمد کے ساتھ تعریف کروں گا جن کی وہ مجھے اسی وقت تعلیم دے گا، پھر میں شفاعت کروں گا، پھر میری ایک حد مقرر کی جائے گی، سو میں ان کو جنت میں داخل کر دوں گا، پھر میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹوں گا، پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو پھر اسی کی مثل ہوگا، پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، سو میں ان کو جنت میں داخل کر دوں گا، پھر میں تیسری مرتبہ لوٹوں گا، پھر میں چوتھی مرتبہ لوٹوں گا، پس میں کہوں گا: اب تو دوزخ میں صرف وہی باقی رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے روک لیا ہے اور جن پر خلود اور دوام واجب ہو گیا۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: مگر جن کو قرآن نے روک لیا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرہ:۱۶۲)

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کو کن چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ نے سکھائے' حضرت نوح علیہ السلام کے پہلے رسول ہونے کی توجیہ' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس کو قتل کیا تھا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اور اللہ نے آپ کو ہر چیز کے اسماء سکھا دیئے: یعنی آپ کو تمام چیزوں میں سے ہر چیز کے نام بتا دیئے حتیٰ کہ بڑے پیالہ اور چھوٹے پیالہ کے نام بھی بتا دیئے' یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ کو اسماءِ معدودہ بتائے اور اس میں چار اقوال ہیں: (۱) آپ کو تمام فرشتوں کے نام بتا دیئے (۲) آپ کو تمام اجناس کے نام بتا دیئے (۳) اللہ تعالیٰ نے زمین پر جو چوپائے اور حشرات الارض اور پرندے پیدا کیے ہیں' ان تمام کے نام بتا دیئے (۴) آپ کو آپ کی تمام اولاد کے نام بتا دیئے۔

میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں: یعنی ان کو یہ خبر نہیں دی گئی تھی کہ وہ کسی کی شفاعت کر سکتے ہیں۔

حضرت آدم نے اپنے (ظاہری) گناہ کو یاد کیا: اور وہ بھولے سے ممنوعہ درخت کے قریب جانا تھا اور اس سے کھانا تھا۔

پس بے شک وہ پہلے رسول ہیں: یعنی حضرت نوح علیہ السلام ان تمام رسولوں میں سب سے پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر تبلیغ کے لیے بھیجا' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت آدم سب سے پہلے رسول ہیں' تو اس کا جواب یہ ہے کہ طوفان کے بعد حضرت نوح سب سے پہلے رسول تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم نبی تھے رسول نہ تھے' لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت آدم اپنی اولاد کو بُرے کاموں سے منع کرتے تھے اور نیک کاموں کا حکم دیتے تھے۔

حضرت نوح نے یاد کیا کہ انہوں نے اپنے رب سے ایسا سوال کیا تھا جس کا ان کو علم نہ تھا: وہ سوال یہ تھا: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کسی کو بھی بسنے والا نہ چھوڑ۔ (نوح:۲۶)

حضرت موسیٰ نے ایک نفس کو قتل کیا تھا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو ادب سکھانے کے لیے ایک گھونسا مارا تھا اور وہ قضاءِ الٰہی سے مر گیا تھا' آپ نے اس کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھونسا نہیں مارا تھا کیونکہ کسی کو ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس پر استغفار کرنا اور قیامت کے دن شفاعت کرنے سے حیاء فرمانا' ان کی تواضع اور انکسار ہے۔

حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں: اس کا ثبوت درج ذیل آیت میں ہے:

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ (النساء:۱۷۱)

اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم' اللہ کا رسول ہے اور اس کا کلمہ ہے جسے اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا اور اس کی طرف سے روح ہے۔

حضرت عیسیٰ کو کلمۃ اللہ اس لیے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کن" سے موجود ہوئے اور ان کو روح اللہ اس لیے فرمایا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا ۔ (الانبیاء:۹۱)

سو ہم نے اس میں اپنی پسندیدہ روح پھونک دی۔

اور اس لیے بھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مردہ کو زندہ کرتے' اُس میں روح آ جاتی۔

"تشفع" یعنی آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

جن کو قرآن نے روک لیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "خٰلِدِيْنَ فِيْهَا": اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس حدیث میں یہ مذکور

Marfat.com

ہے کہ دوزخی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے نکالے جائیں گے اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ وہ کچھ لوگوں کو دوزخ سے نکالیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ فرشتوں کو یہ حکم دیا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے لوگوں کو دوزخ سے نکالو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میدانِ حشر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور وجاہت

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عظمت ہے وہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک لوگ ہر نبی کے پاس گئے اور کسی کے پاس ان کا کام نہیں بنا' اگر ان کا کام بنا تو ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے پاس آنے سے بنا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن حشر کے میدان میں اللہ عزوجل بہت جلال میں تھا اور کسی کو اس سے کلام کرنے کا حوصلہ نہ تھا' کسی کو بات کرنے کا یارانہ تھا' سب خوف زدہ تھے اور نفسی نفسی کہہ رہے تھے' پھر یکایک یہ کیا ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش کے نیچے ایک سجدہ کیا اور کایا ہی پلٹ گئی اور میدانِ حشر کا نقشہ بدل گیا اور وہ خدا جو کسی کے راضی کرنے سے راضی نہیں ہو رہا تھا اور کسی کے منانے سے مان نہیں رہا تھا' دیکھنے والوں نے دیکھا وہ خدا اب مصطفیٰ کو راضی کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ آپ اپنا سر سجدہ سے اٹھائیے' آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی' آپ مانگئے آپ کو ملے گا' آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

٢- بَابٌ باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا۔

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿إِلَى شَيَاطِينِهِمْ﴾ (البقرہ:١٤) أَصْحَابِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُشْرِكِينَ.

مجاہد نے کہا: ''الی شیطینھم'' یعنی اپنے اصحاب کی طرف جو منافقین اور مشرکین ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اپنی اس تعلیق سے قرآن مجید کی درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيٰطِينِهِمْ ۙ (البقرہ:١٤) اور جب وہ اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں۔

قتادہ نے روایت کی ہے: جب وہ اپنے ان بھائیوں کی طرف اکیلے ہوتے ہیں جو مشرکین ہیں اور ان کے سردار ہیں اور ''خلوا'' کا معنی ہے: جب وہ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور لوٹتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''خلوا''، ''خلوت'' سے ماخوذ ہو یعنی جب وہ ان کی طرف اکیلے ہوتے ہیں یا تنہائی میں ان سے ملتے ہیں۔

اور شیطان کا معنی ہے: سرکش جن اور انسان' اور یہ لفظ ''شطن'' سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے: خیر سے دور ہوا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ''شاط یشیط'' سے بنا ہے' جب کوئی چیز جل جائے اور بھڑکنے لگے' پہلی صورت میں شیطان کا نون اصلی ہے اور دوسری صورت میں اس کا نون زائد ہے۔

﴿مُحِيطٌ بِالْكٰفِرِينَ﴾ (البقرہ:١٩) اَللّٰهُ جَامِعُهُمْ. ''مُحِيطٌ بِالْكٰفِرِينَ'' یعنی اللہ ان کو جمع کرنے والا ہے۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ

یا ان کی مثال بارش کی طرح ہے جس میں تاریکیاں ہیں اور گرج اور چمک ہے' وہ کڑک کے سبب سے' موت کے ڈر سے اپنی

Marfat.com

الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرہ:۱۹) انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کرتے ہیں اور اللہ کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے ○

امام بخاری نے ''محیط'' کی تفسیر ''ان کو جمع کرنے والا'' کے ساتھ کی ہے اور زمخشری نے کہا ہے کہ اللہ کا ان کو احاطہ کرنا مجاز ہے اور مقصود یہ ہے کہ وہ اللہ سے بھاگ نہیں سکتے' جیسے جو چیز ''محاط'' ہو' وہ محیط سے بھاگ نہیں سکتی اور یہ جملہ معترضہ ہے' اس کا محل اعراب نہیں ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) یہ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ محل اعراب میں اس وقت ہوتا ہے' جب وہ مفرد کی جگہ واقع ہو اور زمخشری نے جو کہا ہے کہ یہ مجاز ہے' اس سے مراد ہے: استعارہ تمثیلیہ ہے' یعنی کفار کی جو یہ حالت ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے بھاگ نہیں سکتے' اس کی اس ''محاط'' سے مثال دی ہے جو محیط سے بھاگ نہیں سکتا۔

﴿صِبْغَةٌ﴾ دِيْنٌ. ''صبغۃ'' کا معنی دین ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ (البقرہ:۱۳۸) اللہ کا رنگ (اس کا دین)۔

اس آیت میں ''صبغۃ'' کی تفسیر دین کے ساتھ کی گئی ہے اور اسی طرح مجاہد نے اس کی تفسیر اللہ کے دین کے ساتھ کی ہے اور ابونجیح نے کہا ہے کہ ''صِبْغَةَ اللّٰهِ'' کا معنی ہے: اللہ کی فطرت۔

﴿عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ (البقرہ:۴۵) عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا. اللہ سے ڈرنے والوں پر' یعنی مؤمنوں پر حق ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○ (البقرہ:۴۵) اور صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو اور بے شک نماز اللہ سے ڈرنے والوں کے سوا دوسرے لوگوں پر ضرور بھاری ہے ○

اس آیت میں امام بخاری نے ''خاشعین'' کی تفسیر ان مؤمنین سے کی ہے جن کا ایمان مضبوط ہے اور امام ابوالعالیہ نے ''خاشعین'' کی تفسیر ڈرنے والوں سے کی ہے اور مقاتل بن حیان نے اس کی تفسیر تواضع اور انکسار کرنے والوں کے ساتھ کی ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بِقُوَّةٍ﴾ (البقرہ:۶۳) يَعْمَلُ بِمَا فِيْهِ. مجاہد نے کہا: اس قوت کے ساتھ جس سے اس میں عمل کرے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ (البقرہ:۹۳۔۶۳) ہم نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑو۔

پھر امام بخاری نے قوت کی تفسیر اس سے کی ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرو اور ابوالعالیہ نے قوت کی تفسیر طاعت کے ساتھ کی ہے اور قتادہ اور سدی نے قوت کی تفسیر کوشش اور جدوجہد کے ساتھ کی ہے۔

وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ ﴿مَرَضٌ﴾ شَكٌّ. اور ابوالعالیہ نے کہا کہ مرض کا معنی شک ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ (البقرہ:۱۰) ان کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے' سو اللہ نے ان کی بیماری بڑھادی۔

Marfat.com

پھر ابوالعالیہ سے یہ حکایت کی ہے کہ مرض کا معنی شک ہے اور امام ابن ابی حاتم نے اس تفسیر کی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

﴿وَمَا خَلْفَهَا﴾ (البقرہ:٦٦) عِبْرَةٌ لِّمَنْ بَقِيَ. یہ باقی لوگوں کے لیے عبرت ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرہ:٦٦) پس ہم نے اس (سزا) کو ان لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا جو اس وقت موجود تھے اور جو بعد میں آنے والے ہیں اور پرہیز گاروں کے لیے اس کو نصیحت بنا دیا○

اس آیت کا معنی ہے کہ ہم نے جن بنی اسرائیل کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندر بنا دیا تھا جیسا کہ اس سے پہلی آیت میں ہے:

فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ○ (البقرہ:٦٥) تو ہم نے ان سے کہا کہ تم دھتکارے ہوئے بندر ہو جاؤ○

پھر بعد میں فرمایا: ہم نے اس سزا کو ان کے زمانے کے لوگوں کے لیے اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا' امام ابوحاتم نے بھی اسی طرح اس آیت کی تفسیر کی ہے۔

﴿لَا شِيَةَ﴾ (البقرہ:٧١) لَا بَيَاضَ. اس کا معنی ہے: سفیدی نہ تھی یا سفیدی نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ (البقرہ:٧١) بے شک وہ ایک گائے ہے جو نہ محنت کش ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ کھیت کو پانی دیتی ہو' بے عیب ہو' اس میں کوئی داغ دھبہ نہ ہو۔

امام بخاری نے ''لاشية'' کی تفسیر اس سے کی ہے کہ اس میں کوئی سفیدی نہ ہو اور علامہ زمخشری نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ وہ گائے پیلے رنگ کی ہو اور اس میں کسی اور رنگ کی آمیزش نہ ہو حتیٰ کہ اس کے سینگ اور کُھر بھی پیلے رنگ کے ہوں' ''شیہ'' اصل میں مصدر ہے' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی چیز کے رنگ سے دوسرا رنگ مخلوط ہو جائے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ. اور دوسروں نے کہا۔

یعنی ابوالعالیہ کے علاوہ جن کا نام ابوعبید القاسم بن سلام ہے' ان کے سوا دوسروں نے کہا: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اس تفسیر میں جو الفاظ ذکر کیے گئے ہیں وہ ابوالعالیہ کا قول ہے۔

﴿يَسُوْمُوْنَكُمْ﴾ (البقرہ:٤٩) يُوْلُوْنَكُمْ. تم کو چکھاتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ . (البقرہ:٤٩) جو تمہیں بُری تکلیفیں پہنچاتے تھے۔

پھر اس کی تفسیر ''يُوْلُوْنَكُمْ'' (ابراہیم:٦) سے کی ہے یعنی تم پر وہ (بُری تکلیفیں) وارد کرتے تھے یا چکھاتے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ تم کو باری باری عذاب دیتے تھے۔

﴿الْوَلَايَةُ﴾ مَفْتُوْحَةٌ مَصْدَرُ الْوَلَاءِ وَهِيَ الرُّبُوْبِيَّةُ وَاِذَا كُسِرَتِ الْوَاوُ فَهِيَ الْاِمَارَةُ. ''الولاية'' جب واؤ پر زبر ہو تو یہ ''الولاء'' کا مصدر ہے اور اس کا معنی ربوبیت ہے' اور جب واؤ پر زیر ہو (''الوِلاية'') تو پھر اس کا معنی امارت ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ (الکہف:۴۴) جہاں سچے اللہ کی ربوبیت ہے۔

اس آیت میں ''ولایۃ'' پر زبر ہے اور اس کا معنی ربوبیت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ''والی'' ہے اس کا معنی ہے: وہ تمام چیزوں کا مالک ہے اور ان میں تصرف فرماتا ہے اور اس کے اسماء میں سے ایک اسم ''ولی'' ہے اس کا معنی ہے: وہ تمام عالم اور تمام مخلوقات کے اُمور کا قائم کرنے والا ہے اور جب یہ لفظ واؤ کے زیر کے ساتھ (''وِلایۃ'') ہو تو پھر اس کا معنی امارت ہے اور یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحُبُوبُ الَّتِي تُؤْكَلُ كُلُّهَا ﴿فُوْمٌ﴾. اور بعض مفسرین نے کہا ہے: تمام قسم کے دانے جو کھائے جاتے ہیں وہ سب ''فُوم'' ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا . (البقرہ:٦١) سو آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ (من و سلویٰ کی بجائے) ہمارے لیے زمین سے اُگنے والی چیزیں پیدا کرے زمین کی سبزی اور ککڑی اور گندم۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ عطاء اور قتادہ نے یہ کہا ہے کہ ہر قسم کے کھائے جانے والے دانے ''فُوم'' ہیں' اسی طرح الفراء نے معانی القرآن میں کہا ہے کہ ہر وہ دانہ جس کی روٹی پکائی جاتی ہے وہ ''فُوم'' ہے اور حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہ نے کہا ہے کہ ''فوم'' کا معنی گندم ہے اور الزمخشری نے کہا ہے کہ زمین سے جو سبز رنگ کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں اس کو ''بقل'' کہتے ہیں اور ''فوم'' کا معنی ہے: گندم۔

وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿فَبَآءُوْا﴾ (البقرہ:٩٠) فَانْقَلَبُوْا . اور قتادہ نے کہا ہے: ''فباؤا'' کا معنی ہے: وہ اس میں لوٹے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ (البقرہ:٩٠) پس وہ غضب بالائے غضب کے ساتھ لوٹے۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ جب کسی شخص کو اس کے بُرے کاموں پر سزا دی جائے تو کہا جاتا ہے کہ یہ غضب کے مستحق ہو گئے اور الزجاج نے کہا ہے کہ ''البوء'' کا معنی ہے: برابر ہونا' یعنی ان پر اللہ کا غضب برابر ہو گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''البوء'' کا معنی ہے: لوٹنا' یعنی وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور یہ قتادہ کی تفسیر کے قریب ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿يَسْتَفْتِحُوْنَ﴾ (البقرہ:٨٩) يَسْتَنْصِرُوْنَ . اور دوسروں نے کہا ہے: ''یستفتحون'' کا معنی ہے: وہ مدد طلب کرتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ (البقرہ:٨٩) اور وہ پہلے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) اللہ سے کافروں پر فتح طلب کرتے تھے۔

امام طبری نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے:

Marfat.com

فَلَمَّا جَآءَهُمۡ مَّا عَرَفُوۡا كَفَرُوۡا بِهٖ فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ○ (البقرہ:۸۹) پھر جب وہ پہچانے ہوئے ان کے پاس تشریف لے آئے تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا' پس اللہ کی لعنت ہے کافروں پر ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کے نازل ہونے سے پہلے جب یہود کی اپنے دشمنوں سے لڑائی ہوتی تو وہ آپ کے آنے کے وسیلہ سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ عنقریب نبی آخر الزمان مبعوث ہوں گے' تب ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں قتل کریں گے' پھر جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو گئے اور یہود نے آپ کو دیکھ لیا اور پہچان لیا تو آپ کا کفر کیا' سو اللہ کی لعنت ہو کافروں پر۔

﴿شَرَوۡا﴾ (البقرہ:۱۰۲) بَاعُوۡا۔ ''شَرَوۡا'' یعنی انہوں نے فروخت کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَبِئۡسَ مَا شَرَوۡا بِهٖۤ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ (البقرہ:۱۰۲) اور بے شک وہ بُری چیز ہے جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں کو فروخت کر دیا۔

امام بخاری نے جو ''شَرَوۡا'' کی تفسیر ''فروخت کیا'' کے ساتھ کی ہے' اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے سُدی سے روایت کی ہے۔

﴿رَاعِنَا﴾ (البقرہ:۱۰۴) مِنَ الرَّعُوۡنَةِ اِذَا اَرَادُوۡا اَنۡ يُّحَمِّقُوۡا اِنۡسَانًا قَالُوۡا رَاعِنَا۔ ''راعنا''، ''رعونۃ'' سے ماخوذ ہے' جب وہ ارادہ کرتے کہ کسی انسان کو احمق قرار دیں تو راعنا کہتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَقُوۡلُوا انۡظُرۡنَا۔ (البقرہ:۱۰۴) اے ایمان والو! (اپنے رسول کو) راعنا نہ کہو اور انظرنا کہو (یعنی ہم پر نظر فرمائیں)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو اپنے اقوال اور افعال میں کفار کی مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہود جب اپنے کلام سے کسی کی مذمت کا ارادہ کرتے تو کہتے: ہماری بات سنیں اور کہتے: ''راعنا'' اور ''راعنا'' کو وہ ''رعونۃ'' سے ماخوذ قرار دیتے تھے' جس کا معنی حماقت ہے اور اس سے ''راعن'' بہ معنی احمق مراد ہے اور ''ارعن'' اس کا مبالغہ ہے' سو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو قول اور فعل میں کفار کی مشابہت کرنے سے منع فرما دیا۔

امام احمد نے از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص کسی قوم سے مشابہت کرتا ہے اس کا شمار ان ہی لوگوں میں سے ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس لفظ کو ''راعونا'' پڑھا ہے اور حسن بصری نے اس کو ''راعنًا'' پڑھا ہے اور جمہور نے اس کو بغیر تنوین کے ''راعنا'' پڑھا ہے اور اس کا معنی ہے: ہماری رعایت کریں۔ امام بخاری نے حسن بصری کی قراءت کے مطابق ''راعنًا'' لکھا ہے۔

﴿لَا تَجۡزِىۡ﴾ (البقرہ:۴۸-۱۲۳) لَا تُغۡنِي۔ ''لَا تَجۡزِىۡ'' کفایت نہیں کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـًٔا۔ (البقرہ:۴۸) کوئی نفس کسی دوسرے نفس سے کسی چیز میں کفایت نہیں کرے گا۔

Marfat.com

اسی طرح ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے اور امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ کوئی نفسِ مؤمنہ کسی نفسِ کافرہ کو کوئی نفع نہیں دے سکے گا۔

﴿خُطُوَاتِ﴾ (البقرہ:١٦٨) مِنَ الْخَطْوِ وَالْمَعْنٰی اٰثَارُهٗ ۔ ﴿اِبْتَلٰی﴾ اِخْتَبَرَ ۔
"خطوات" "الخطو" سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: اس کے قدموں کے نشان "اِبْتَلٰی" کا معنی ہے: اس نے آزمایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط (البقرہ:١٦٨-٢٠٨) اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔

"الخطوہ" کا معنی ہے: چلنے میں دو قدموں کے درمیان جو فاصلہ ہوتا ہے اور "الخطوہ" کی جمع کثرت خطی ہے اور اس کی جمع قلت خطوات ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١١٣-١٠٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣- بَابٌ قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ:٢٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو تم اللہ کے لیے شرکاء نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو (البقرہ:٢٢) کی تفسیر

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس آیت کو اس حدیث کی تمہید کے لیے ذکر کیا ہے جو اس کے بعد آئے گی اللہ تعالیٰ نے پہلے تمام لوگوں سے خطاب فرمایا' خواہ وہ مؤمن ہوں' کافر ہوں یا منافق۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ:٢١)
اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ۝

یعنی تم اپنے رب کی صفات میں وحدت کو بیان کرو اور اس کو واحد مانو' اس لیے اس کے بعد فرمایا: سو تم اس کے شرکاء نہ بناؤ۔
(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١١٣)

٤٤٧٧- حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِیْلَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰهِ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ اِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِیْمٌ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ وَاَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ اَنْ یَّطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِیَ حَلِیْلَةَ جَارِكَ .

[اطراف الحدیث: ٤٧٦١-٦٠٠١-٦٨١١-٦٨٦١-٧٥٢٠-٧٥٣٢]
(صحیح مسلم: ٨٦' الرقم المسلسل: ١٥٩' سنن ابوداؤد: ٢٣١٠' سنن ترمذی: ٣١٩٣' سنن نسائی: ٤٠١٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از عمرو بن شرحبیل از حضرت عبداللہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک قرار دو' حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے' میں نے کہا: یہ بہت سنگین بات ہے' میں نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

"ندّ" اور "حلیلہ" کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

''نِدّ'' جو چیز کسی چیز کی مثل ہو اور کئی اُمور میں اس کی ضد ہو' یہ معنی خلیل نے بیان کیا ہے۔ (کتاب العین ج ۸ ص ۱۰)

''تزانی'' یہ باب تفاعل سے زنا کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے کہ اس عورت کی مرضی سے اس کے ساتھ زنا کیا۔

''حلیلہ'' اس کا معنی ہے: بیوی' کیونکہ وہ اپنے شوہر کے لیے حلال ہوتی ہے اور اس کا شوہر اس کے لیے حلال ہوتا ہے' یا اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا اِزار کھولتا ہے۔

جب کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے تو اس سے ابتداء کی' کیونکہ شرک کرنے والا توحید کا انکار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ (لقمان:۱۳) بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے ○

اور ہمارے اصحاب کے نزدیک شرک کے بعد دوسرا بڑا گناہ زنا ہے' کیونکہ زنا کی وجہ سے نسب مختلط ہو جاتا ہے' کیونکہ پڑوسی کا حق یہ ہے کہ اس سے اور اس کی بیوی سے بُرائی کو دور کیا جائے' پس جب وہ اس کی بیوی سے زنا کرے گا تو یہ بہت قبیح بات ہوگی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بُخل کی بہت مذمت ہے' کیونکہ بُخل انسان کو اس کے بیٹے کے قتل کی طرف پہنچا دیتا ہے' اس خوف سے کہ اس کا بیٹا اس کے ساتھ کھائے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۷-۲۶' وزارۃ الاوقاف' قطر ۱۴۳۱ھ)

٤- بَابٌ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○﴾ (البقرہ:۷۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے تم پر المن اور السلوٰی نازل کیا' ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ (البقرہ:۵۷) کی تفسیر

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿الْمَنُّ﴾ صَمْغَةٌ ﴿وَالسَّلْوٰى﴾ الطَّيْرُ.

اور مجاہد نے کہا: المن ایک درخت کا گوند ہے اور سلویٰ پرندے تھے۔

٤٤٧٨- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ. [اطراف الحدیث: ۵۷۰۸-۴۶۳۹] (صحیح مسلم ۲۰۴۹' الرقم المسلسل: ۵۲۳۶' سنن ترمذی: ۲۰۶۷' سنن ابن ماجہ: ۳۴۵۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الملک از عمرو بن حریث از حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھمبی (سانپ کی چھتری) بھی من کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔

المن اور السلوٰی کے معنی اور ''الکمأۃ'' کا معنی اور اس کے فوائد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

المن: یہ ترنجبین کی مثل ہے (ایک قسم کی قدرتی شکر' جو ایک قسم کے کانٹوں پر شبنم کی طرح گر کر جم جاتی ہے)۔ قتادہ نے بیان کیا ہے: یہ ترنجبین ان پر ان کی مجلس میں طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک برف کی طرح گرتی تھی' پس ان میں سے ہر ایک اس کی اتنی مقدار لے لیتا تھا جو اس کو اس دن کے لیے کافی ہوتی تھی' اگر وہ ضرورت سے زیادہ لیتا تو وہ خراب ہو جاتی اور جمعہ کے دن وہ اتنی

مقدار لیتا جو اسے جمعہ اور ہفتہ کے لیے کافی ہوتی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج۱ص۱۱۴)

السلوی: یہ ایک پرندہ ہے جو چڑیا سے بڑا ہوا تھا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج۱ص۱۱۶)

وہب بیان کرتے ہیں: المن پتلی روٹی ہے جیسے جوار یا میدہ کی روٹی ہوتی ہے اور سلویٰ موٹا تازہ پرندہ ہے جس کو وہ ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ تک رکھتے تھے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج۱ص۱۱۵)

ابن عطیہ نے کہا کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ سلویٰ پرندہ ہے۔ (المحرر الوجیز ج۱ص۱۰۵)

''الکماۃ'' یہ ایک مشہور جڑی بوٹی ہے' اردو میں اس کو کھنبی یا سانپ کی چھتری کہتے ہیں۔ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب نے کہا کہ کھنبی زمین کی چیچک ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھنبی' المن سے ہے' اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن ترمذی:۲۰۶۸)

علماء نے کہا ہے کہ کھنبی صلی اللہ علیہ وسلم وردوا ئیں ملا کر سرمہ بنایا جاتا ہے اور ابن العربی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس سے نفع ہوتا ہے۔

(عارضۃ الاحوذی ج۸ص۲۲۶) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۲ص۳۲-۲۸ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٤٧٩- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ﴾ (البقرۃ:٥٨) فَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلٰى أَسْتَاهِهِمْ فَبَدَّلُوا وَقَالُوا حِطَّةٌ حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی از ابن المبارک از معمر از ہمام بن منبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل سے کہا گیا: دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور کہنا (ہمارے گناہ) معاف کر دے۔ (البقرہ:٥٨) تو وہ اپنی سرین کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور ان الفاظ کو بدل کر کہا: ''حطة حبة في شعرة'' گندم کا دانہ جو میں۔

اس بستی کے مختلف اسماء اور ''حِطَّةٌ'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس بستی میں اختلاف ہے' آیا یہ البلقاء ہے یا فلسطین ہے یا بیت المقدس ہے۔ (ابن جریر ج۱ص۱۴۱) یا اریحاء ہے یا جبارین کی بستی ہے جو عمالقہ کے بقایا ہیں اور ان کا سردار عوج تھا' مقاتل نے کہا: یہ بستی ایلیاء ہے۔ (تفسیر البغوی ج۱ص۹۹-۹۸) یہ بستی سمندر کے پیچھے تھی۔

امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ وہ اپنی سرینوں کو گھسٹتے ہوئے اس بستی میں داخل ہوئے۔ (سنن ترمذی:۲۹۵۶)

مجاہد نے کہا: وہ اپنی سرین کے بل اس پہاڑ کی طرف گئے جس پر رب العزت نے تجلی فرمائی تھی اور کہا: ''حنطة'' گندم۔

''حطة'' کا معنی ہے: ہماری خطاؤں کو معاف فرما دے' ایک قول ہے کہ ان سے کہا گیا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو۔

(تفسیر امام عبد الرزاق ج۱ص۱۸۱)

اور حضرت ابن عباس نے کہا کہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔

اور انہوں نے کہا: گندم کا دانہ جو میں' یعنی سرخ گندم' حضرت ابن مسعود نے کہا: انہوں نے کہا کہ سرخ گندم جس میں سوراخ ہو اور اس میں سیاہ دانہ ہو۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج۱ص۱۱۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۲ص۳۴-۳۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

٥- بَابٌ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تفسیر

﴿وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ o﴾ (البقرہ:٥٨) رَغَدًا وَاسِعٌ كَثِيْرٌ.

اور جب ہم نے کہا: اس شہر میں داخل ہو اور اس میں تم جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ اور دروازہ میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہو'حطة'' (ہمارے گناہ معاف فرما) تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور عنقریب نیکی کرنے والوں کو زیادہ اجر دیں گے o (البقرہ:٥٨) اس کا معنی ہے: وسیع اور بہت زیادہ۔

اس بستی سے مراد ہے: بیت المقدس اور ایک قول ہے: اُریحا جو شام کی بستیوں میں سے ہے اور دروازہ سے مراد ہے: بستی کا دروازہ اور ایک قول ہے: اُس گنبد کا دروازہ جس میں وہ نماز پڑھتے تھے اور تم حالتِ رکوع میں یہ کہتے ہوئے داخل ہونا کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور جو شخص نیک ہوگا' اس قول کی وجہ سے اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١١٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٠٣ میں گزر چکی ہے۔

٦- بَابٌ قَوْلُهُ ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ﴾ (البقرہ:٩٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو شخص جبریل کا دشمن ہے (البقرہ:٩٧) کی تفسیر

وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَبْرَ وَمِيْكَ وَسَرَافِ ﴿عَبْدٌ﴾ ﴿إِيْلُ﴾ اَللّٰهُ.

اور عکرمہ نے کہا:''جبر' میك''اور''سراف''ان تینوں الفاظ کا معنی بندہ ہے' اور لفظ''ایل'' کا معنی اللہ ہے (یہ عبرانی زبان کے الفاظ ہیں)۔

''جبر'' سے مراد حضرت جبریل ہیں اور''میك'' سے مراد حضرت میکائیل ہیں اور''سراف'' سے مراد حضرت اسرافیل ہیں اور ان تینوں الفاظ کا معنی عبد ہے اور لفظ ایل کا معنی اللہ ہے' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جبریل' حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام تینوں اللہ کے بندے ہیں' یہ عبرانی زبان کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١١٨)

٤٤٨٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَكْرٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ بِقُدُوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ اَرْضٍ يَخْتَرِفُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ فَمَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا يَنْزِعُ الْوَلَدَ اِلٰى اَبِيْهِ اَوْ اِلٰى اُمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بِهِنَّ جِبْرِيْلُ اٰنِفًا قَالَ جِبْرِيْلُ قَالَ نَعَمْ قَالَ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ فَقَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ﴾ (البقرہ:٩٧) اَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے عبداللہ بن بکر سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام جس وقت اپنی زمین میں پھل توڑ رہے تھے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (مدینہ میں) تشریف لانے کے متعلق سنا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے (آپ سے) کہا: میں آپ سے ان تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جن کے متعلق صرف نبی کو علم ہوتا ہے' (بتایئے:) قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہل جنت کا پہلا طعام کیا ہوگا؟ اور بچہ کس وجہ سے اپنے باپ یا ماں کے مشابہ ہوتا ہے؟ آپ نے

Marfat.com

اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ وَّاِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ نَزَعَتْ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهُتٌ وَّاِنَّهُمْ اِنْ يَّعْلَمُوْا بِاِسْلَامِيْ قَبْلَ اَنْ تَسْاَلَهُمْ يَبْهَتُوْنِيْ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ فِيْكُمْ قَالُوْا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا قَالَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَانْتَقَصُوْهُ قَالَ فَهٰذَا الَّذِيْ كُنْتُ اَخَافُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ .

فرمایا: مجھے ابھی حضرت جبریل علیہ السلام نے ان چیزوں کی خبر دی ہے حضرت عبداللہ بن سلام نے پوچھا: جبریل نے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: یہ فرشتوں میں سے یہودیوں کا دشمن ہے' تب آپ نے یہ آیت پڑھی: ''جو شخص جبریل کا دشمن ہے (تو ہوا کرے) کیونکہ اس نے آپ کے قلب کے اوپر (وحی) نازل کی ہے''۔ (البقرہ:٩٧) رہی قیامت کی پہلی علامت تو وہ ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی' رہا اہلِ جنت کا پہلا کھانا تو وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہے اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو وہ بچہ کو (اپنی طرف) کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا پانی غالب ہوتا ہے تو وہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' یا رسول اللہ! بے شک یہود بہتان لگانے والی قوم ہے اور جب ان کو آپ کے سوال کرنے سے پہلے میرے اسلام قبول کرنے کی خبر ہو گی تو وہ مجھ پر بہتان باندھیں گے' پھر یہود آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا کہ عبداللہ تم میں کیسا مرد ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہم سب میں اچھے ہیں اور ہم میں سب سے نیک شخص کے بیٹے ہیں اور وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں' آپ نے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر عبداللہ بن سلام اسلام قبول کر لیں تو؟ یہود نے کہا: اللہ ان کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے! پھر عبداللہ بن سلام نے ان کے سامنے آ کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' انہوں نے کہا: ہم میں سب سے بُرا ہے اور ہم میں سب سے بُرے کا بیٹا ہے اور ان کے نقائص بیان کیے' حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: یارسول اللہ! یہ وہ بات ہے جس سے میں ڈرتا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٣٢٩ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

''یخترف'' اور ''ینزع الولد'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

''یخترف'' یعنی وہ اپنی زمین کے درختوں سے پھل چن رہے تھے۔

Marfat.com

''ینزع الولد'' وہ پانی بچہ کو اپنے باپ کی طرف کھینچ لیتا ہے یعنی اس کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

یہود نے کہا کہ جبریل تو یہود کا دشمن ہے: یہ کہنے والا عبداللہ بن صُوریا تھا اور یہود جو حضرت جبریل سے عداوت رکھتے تھے اس کا سبب ثعلبی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہود کے نبی نے ان کو یہ خبر دی کہ بخت نصر بیت المقدس کو برباد کر دے گا تو یہودیوں نے بخت نصر کو قتل کرنے کے لیے ایک مرد کو بھیجا' اس نے دیکھا کہ وہ ایک کمزور مرد ہے تو حضرت جبریل نے اس کو قتل کرنے سے منع کیا اور اس مرد سے یہ کہا: اگر اللہ نے اس کے ہاتھوں تمہاری ہلاکت لکھ دی ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو سکتے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تم کس وجہ سے اس کو قتل کرو گے؟ تو اس مرد نے اس کو چھوڑ دیا' پھر جب بخت نصر بڑا ہو گیا تو اس نے بیت المقدس پر حملہ کیا اور یہودیوں کو قتل کر دیا اور بیت المقدس کو ویران کر دیا۔

حضرت جبریل سے یہود کی عداوت کا دوسرا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جبریل (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمارے راز کی باتیں بتا دیتے ہیں۔

اور تیسرا سبب یہ ہے کہ یہود کہتے تھے کہ جبریل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم میں نبوت رکھیں اور انہوں نے دوسروں میں نبوت رکھ دی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ (البقرہ:١٠٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اس کو مؤخر کر دیتے ہیں (البقرہ:١٠٦) کی تفسیر

یہود نسخ پر طعن کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ تم محمد کی طرف دیکھتے نہیں کہ وہ اپنے اصحاب کو ایک کام کا حکم دیتے ہیں' پھر اس سے منع کر دیتے ہیں اور ایک دن ایک حکم دیتے ہیں اور دوسرے دن دوسرا حکم دیتے ہیں' سو اس وجہ سے ضروری ہے کہ نسخ کی تحقیق کی جائے:

نسخ کے دو معنی

لغت میں نسخ کے دو معنی ہیں: ایک معنی ہے: لکھنا اور نقل کرنا' اس اعتبار سے تمام قرآن منسوخ ہے' یعنی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت العزت کی طرف نقل کیا گیا ہے' قرآن مجید میں نسخ کا لفظ لکھنے اور نقل کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے:

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (الجاثیہ:٢٩) بے شک ہم لکھتے رہے جو کچھ تم کرتے تھے ○

نسخ کا دوسرا معنی ہے: کسی چیز کو باطل اور زائل کرنا اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(ا) کسی چیز کو زائل کر کے دوسری چیز کو اس کے قائم مقام کر دیا جائے' جیسے عرب کہتے ہیں کہ بڑھاپے نے جوانی کو منسوخ کر دیا' یعنی جوانی کے بعد بڑھاپا آ گیا' اور زیر بحث آیت میں ہے: ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری آیت لے آتے ہیں۔ اس کی تعریف یہ ہے: دلیل شرعی سے کسی حکم شرعی کو زائل کرنا۔

(ب) کسی چیز کا قائم مقام کیے بغیر اس کو زائل کر دیا جائے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس کو محو کر دیتے ہیں یعنی ہم تمہارے ذہنوں اور دلوں سے اس آیت کو نکال دیتے ہیں' پس وہ آیت یاد آتی ہے نہ اس کو پڑھا جاتا ہے' اس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے:

علامہ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے ''مصنف'' میں' امام طیالسی اور امام سعید بن منصور نے' امام عبداللہ بن احمد نے ''زوائد مسند'' میں' امام نسائی

Marfat.com

اور امام ابن منذر نے اور ابن الانباری نے ''مصاحف'' میں امام دارقطنی نے امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ امام ابن مردویہ نے اور امام الضیاء نے ''المختارۃ'' میں زر بن حبیش سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے حضرت ابی بن کعب نے کہا: تم سورۂ احزاب میں کتنی آیات پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: تہتر آیات' حضرت ابی بن کعب نے کہا: مجھے یاد ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ بقرہ کے برابر یا اس سے بھی بڑی تھی' اور ہم نے اس میں یہ آیت پڑھی تھی کہ جب بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو رجم کردو' یہ اللہ کی طرف سے عبرت والی سزا ہے اور اللہ عزیز اور حکیم ہے' پھر ان میں سے جو آیتیں محو کردی گئیں وہ محو کردی گئیں۔

امام بخاری نے اپنی ''تاریخ'' میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سورۂ احزاب پڑھی تھی' مجھے اس کی ستر آیتیں بھلا دی گئی ہیں جن کو اب میں نہیں پاتا۔

امام ابوعبید' امام ابن الانباری اور امام ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں سورۂ احزاب میں دو سو آیتیں پڑھی جاتی تھیں اور جب حضرت عثمان نے مصاحف کو لکھا تو وہ صرف اتنی آیات لکھنے پر قادر ہوئے' جو اب ہیں۔ (درمنثور ج ۵ ص ۱۸۰۔۱۷۹' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

نسخ اور بداء کا فرق

یہود نے نسخ کا انکار کیا ہے اور ان کے خلاف یہ دلیل ہے کہ تورات میں مذکور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت میں خون کے سوا ہر چیز حلال تھی' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت سے حیوان حرام کردیئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن کا بھائی سے نکاح جائز تھا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اللہ نے اس کو حرام کردیا' اور پہلے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں' پھر اس حکم کو منسوخ کردیا' اور پہلے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کو قتل کریں اور ستر ہزار اسرائیلیوں کے قتل کے بعد اس حکم کو منسوخ کردیا اور یہ بداء نہیں ہے' بلکہ ایک عبارت سے دوسری عبارت کی طرف اور ایک حکم سے دوسرے حکم کی طرف منتقل کرنا ہے اور اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے' اور کسی حکم کا اظہار ہوتا ہے' بداء اس وقت ہوتا جب حکم دینے والے کو اس حکم کے انجام کا علم نہ ہوتا اور جس کو اپنے حکم کے نتیجہ کا علم ہو اور وہ مصلحت کے تبدیل ہونے سے اپنے احکام تبدیل کرتا ہو وہ بداء نہیں ہوتا' جیسے ماہر ڈاکٹر کو مریض کے احوال کا علم ہوتا ہے اور وہ نسخہ بدل بدل کر دوائیں لکھتا ہے' اللہ تعالیٰ کے احکام اور خطابات تبدیل ہوتے ہیں اور علم اور ارادہ میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

یہود نے نسخ اور بداء کو ایک چیز قرار دیا' اسی وجہ سے انہوں نے بداء کو ناجائز کہا' نحاس نے کہا: نسخ اور بداء میں فرق یہ ہے کہ نسخ میں عبارت کے ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدل دیا جاتا ہے' مثلاً پہلے کوئی چیز حلال تھی' پھر اس کو حرام کردیا یا اس کے برعکس اور بداء اس کو کہتے ہیں کہ آدمی ایک کام کا ارادہ کرے' پھر اس کو ترک کردے' مثلاً ایک شخص کہے: فلاں آدمی کے پاس جاؤ' پھر اس کو خیال آئے کہ اس کے پاس نہ جانا بہتر ہے تو وہ اپنے اس قول سے رجوع کرکے کہے: وہاں مت جاؤ' اور یہ انسانوں کو عارض ہوتا ہے کیونکہ ان کا علم ناتمام ہے اور مآل کار کو محیط نہیں ہے' مثلاً کوئی شخص کہے: اس سال فلاں چیز کی کاشت کرو' پھر اس کو خیال آئے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے اور کہے: یہ کاشت نہ کرو تو یہ بداء ہے' اور اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے' اس کے حق میں یہ متصور نہیں ہے۔

علماء شیعہ اللہ تعالیٰ کے حق میں بداء کے قائل ہیں' شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

ابوعبداللہ علیہ السلام نے اس آیت ''یَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ'' کے متعلق فرمایا: اللہ کسی چیز کو مٹاتا ہے جو ثابت تھی اور اسی چیز کو ثابت کرتا ہے جو نہیں تھی۔ (الاصول من الکافی ج ۱ ص ۱۴۶' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' تہران)

شیخ طباطبائی اس حدیث کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

بداء ان اوصاف میں سے ہے جن کے ساتھ ہمارے افعال اختیاریہ متصف ہوتے ہیں کیونکہ ہم کسی مصلحت کے علم کی وجہ سے کسی فعل کو اختیار کرتے ہیں' پھر ہمیں کسی اور مصلحت کا علم ہوتا ہے جو پہلی مصلحت کے خلاف ہوتی ہے' پھر ہم پہلے ارادہ کے خلاف ارادہ کرتے ہیں کیونکہ جو چیز ہم سے پہلے مخفی تھی وہ اب ظاہر ہوئی ہے اور اسی کو بداء کہتے ہیں کیونکہ بداء کا معنی ظہور ہے' (الی قولہ) یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام موجودات اور حوادث کا واقع کے مطابق علم ہے اور اس علم میں مطلقاً بداء نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ایک علم وہ ہے جو اشیاء کے مبادی' اس کے مقتضیات اور شرائط اور اس کے موانع کے عدم کے ساتھ متعلق ہے (مثلاً فلاں چیز ہو اور فلاں چیز نہ ہو تو فلاں چیز ہو گی جیسے بارش ہو اور سیلاب نہ آئے تو فصل اچھی ہو گی) اور اس علم میں یہ ممکن ہے کہ جس چیز کا ہونا اللہ کے نزدیک ظاہر تھا وہ کسی شرط کے عدم یا کسی مانع کے وجود کی وجہ سے نہ ہو اور پھر اللہ کو معلوم ہو کہ وہ چیز نہیں ہو گی' اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا: "یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ" اس سے یہی مراد ہے۔ (حاشیہ الاصول من الکافی ج ۱ ص ۱۴۶' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' تہران)

شیخ طباطبائی نے علم کی جو دوسری قسم بیان کی ہے وہ مخلوق کا علم تو ہو سکتا ہے' خالق اور عالم الغیب کی شان کے لائق یہ علم نہیں ہے' کیونکہ یہ علم نہیں ہے حقیقۃً جہل ہے' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کے ہونے کی شرط یا مانع کے عدم کا اللہ کو پہلے علم نہ ہو اور اس پر یہ چیز بعد میں ظاہر ہو اور بداء کہلائے! اور اس آیت سے مراد تقدیر معلق ہے مثلاً کسی شخص کی عمر چالیس سال لکھ دی' پھر اس نے کوئی نیکی کی یا کسی نے دعا کی تو اس کی عمر بڑھا کر پچاس سال کر دی اور چالیس سال کو مٹا دیا اور اگر نیکی نہیں کی یا کسی نے دعا نہیں کی تو چالیس سال کو برقرار رکھا' لیکن یہ اس کا علم نہیں ہے' اس کو لوحِ محفوظ میں اس لیے لکھا ہے کہ نیکی اور دعا کی فضیلت ظاہر ہو۔

نسخ اور تخصیص کا فرق

جب عام میں تخصیص کی جاتی ہے تو اس تخصیص پر بھی نسخ کا گمان کیا جاتا ہے' حالانکہ تخصیص نسخ نہیں ہے کیونکہ نسخ کی تعریف ہے: دلیل شرعی سے کسی حکم شرعی کا اٹھا دینا' اور تخصیص کی تعریف ہے: عام کو اس کے بعض افراد میں منحصر کر دینا' ہرچند کہ دونوں کی تعریفیں الگ الگ ہیں لیکن ان دونوں میں قوی مشابہت ہے' کیونکہ نسخ میں حکم کو بعض زمانہ کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے اور تخصیص میں بعض افراد سے حکم کو ساقط کر دیا جاتا ہے' اس کے باوجود ان دونوں میں حسبِ ذیل وجوہ سے فرق ہے:

(۱) تخصیص کے بعد عام مجاز ہے کیونکہ عام کے لفظ کو کل افراد کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس کا قرینہ مخصص ہے اور یہ مجاز کی علامت ہے' اور جو نص منسوخ ہو گی وہ اسی طرح حقیقت ہے اور وہ اپنے مدلول کے لحاظ سے تمام زمانوں کو شامل ہے' البتہ ناسخ نے اس پر دلالت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں وقت تک اس حکم پر عمل کرانے کا ارادہ کیا ہے۔

(۲) تخصیص سے جو افراد خارج ہو گئے وہ لفظ عام سے مراد نہیں ہوتے اور جو حکم منسوخ ہو گیا وہ اس لفظ سے مراد ہوتا ہے۔

(۳) جو نص منسوخ ہو جائے اس سے استدلال کرنا باطل ہے اور تخصیص کے بعد بھی عام اپنے باقی ماندہ افراد میں حجت ہوتا ہے۔

(۴) نسخ صرف کتاب اور سنت سے ہوتا ہے اور تخصیص حس اور عقل سے بھی ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ہود نے قومِ عاد سے فرمایا:

بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ ۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا ۔ (الاحقاف: ۲۴-۲۵)

بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جس کو تم نے جلدی طلب کیا ہے' ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے ۝ یہ آندھی ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر دے گی۔

Marfat.com

ہر چیز کے عموم میں زمین اور آسمان بھی شامل ہیں اور حس ان کی مخصص ہے کیونکہ اس آندھی سے زمین اور آسمان برباد نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدہد نے بلقیس کے متعلق بیان کیا:

وَ اُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ○ (النمل: ٢٣)

اور اس کو ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے○

ظاہر ہے کہ بلقیس کے پاس ہر چیز نہیں تھی اور حس اس کی مخصص ہے کہ اس کے پاس حضرت سلیمان اور ان کے درباری نہیں تھے اور موجودہ دور کی ایجادات بلقیس کے پاس نہیں تھیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (البقرہ: ٢٠)

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے○

اس کے عموم کی عقل مخصص ہے کیونکہ واجب اور محال اللہ کی قدرت میں نہیں ہیں' یعنی اپنا شریک بنانا اور اپنے آپ کو معدوم کرنا' یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں ہیں۔

(۵) جمہور کے نزدیک خبر میں نسخ نہیں ہوتا' اور تخصیص خبر میں بھی ہوتی ہے۔

٤٤٨١- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا یَحْیٰی حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ حَبِیْبٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَقْرَؤُنَا اُبَیٌّ وَاَقْضَانَا عَلِیٌّ وَاِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ اُبَیٍّ وَّذَاكَ اَنَّ اُبَیًّا یَقُوْلُ لَا اَدَعُ شَیْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ (البقرہ: ١٠٦).

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حبیب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم میں سب سے عمدہ قرآن پڑھنے والے حضرت اُبی ہیں اور ہم میں سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے حضرت علی ہیں رضی اللہ عنہ' اور بے شک ہم حضرت اُبی کے قول کو چھوڑتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اُبی یہ کہتے تھے: میں ایسی کوئی بات نہیں چھوڑوں گا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اس کو مؤخر کرتے ہیں'' الآیۃ۔

اور حضرت اُبی بن کعب کہتے تھے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس قول کو رد کر دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ'' ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں (البقرہ: ١٠٦) کیونکہ یہ آیت قرآن مجید کی بعض آیات کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٢٠)

٨- بَابُ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ﴾ (البقرہ: ١١٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے' وہ اس سے پاک ہے (البقرہ: ١١٦) کی تفسیر

٤٤٨٢- حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ حُسَیْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَیْرٍ عَنْ عَبَّاسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از عبداللہ بن ابی

Marfat.com

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَزَعَمَ أَنِّي لَا أَقْدِرُ أَنْ أُعِيدَهُ كَمَا كَانَ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لِي وَلَدٌ فَسُبْحَانِي أَنْ أَتَّخِذَ صَاحِبَةً أَوْ وَلَدًا .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حسین انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کو یہ نہیں چاہیے تھا اور ابن آدم نے مجھے گالی دی اور اس کو یہ نہیں چاہیے تھا' رہا اس کا میری تکذیب کرنا تو وہ اس کا یہ زعم ہے کہ میں اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہوں' جیسے وہ پہلے قادر تھا' رہا اس کا مجھے گالی دینا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے' حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ میں کسی کو اپنی بیوی بناؤں یا اولاد بناؤں۔

ابن آدم کا اللہ کو گالی دینے کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے' وہ اس سے پاک ہے: اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت یہود اور نصاریٰ کے رد میں نازل ہوئی ہے' خیبر کے یہودیوں کا اور نجران کے نصاریٰ کا یہ زعم تھا کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور بعض مشرکین عرب نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں' سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے معلوم ہوا یہ حدیث' احادیثِ قدسیہ میں سے ہے۔

رہا اس کا مجھے گالی دینا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے: اس قول کو اللہ تعالیٰ نے گالی فرمایا ہے کیونکہ گالی میں تنقیص ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اولاد ہونے میں بھی اس کی تنقیص ہے کیونکہ اولاد اس وقت ہوگی جب اُس سے پہلے والدہ ہو اور اس کو حمل ہو' پھر وہ حمل کو وضع یعنی بچہ جنے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ اس سے پہلے نکاح ہو اور نکاح سے پہلے اس کا باعث اور محرک ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سبحانہٗ ان تمام چیزوں سے منزہ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٩- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ:١٢٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو (البقرہ:۱۲۵) کی تفسیر

﴿مَثَابَةً﴾ (البقرہ:١٢٥) وَيَثُوبُونَ يَرْجِعُونَ .

''مثابة'' اس کا معنی ہے: وہ لوٹتے ہیں اور رجوع کرتے ہیں۔

گویا کہ فرمایا: تم لوٹو اور مقامِ ابراہیم کو اپنی نماز کی جگہ بناؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ کعبہ میں آتے تھے پھر لوٹ کر اپنے گھروں کی طرف جاتے تھے' پھر دوبارہ لوٹ کر کعبہ کی طرف آتے تھے۔

٤٤٨٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَافَقْتُ اللّٰهَ فِي ثَلَاثٍ أَوْ وَافَقَنِي رَبِّي فِي ثَلَاثٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْتَ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از حمید از انس' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا کہ میں نے تین چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کی' یا کہا: میرے رب نے میری تین چیزوں میں موافقت کی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش آپ مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا

أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ قَالَ وَبَلَغَنِي مُعَاتَبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهِ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ إِنِ انْتَهَيْتُنَّ أَوْ لَيُبَدِّلَنَّ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا مِّنْكُنَّ حَتّٰى أَتَيْتُ إِحْدٰى نِسَائِهِ قَالَتْ يَا عُمَرُ أَمَا فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَعِظُ نِسَاءَهُ حَتّٰى تَعِظَهُنَّ أَنْتَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿عَسٰى رَبُّهٗ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُّبْدِلَهٗ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ﴾ (التحریم: ۵) وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

لیں اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں' کاش! آپ اُمہات المؤمنین کو پردے میں رہنے کا حکم دیں' تو اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیت نازل فرمادی' حضرت عمر نے کہا: اور مجھے یہ خبر پہنچی کہ نبی ﷺ نے اپنی بعض ازواج پر عتاب فرمایا ہے تو میں نے ان کے پاس جا کر کہا: اگر تم باز نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے پاس تم سے بہتر ازواج لے آئے گا' حتیٰ کہ میں آپ کی کسی ایک زوجہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: اے عمر! رہے رسول اللہ ﷺ وہ تو اپنی ازواج کو نصیحت نہیں کرتے حتیٰ کہ تم ان کو نصیحت کرتے ہو' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اگر نبی نے تم کو طلاق دے دی تو عنقریب ان کا رب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں دے گا جو فرماں بردار ہوں گی۔ (التحریم: ۵) اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس سے سنا از حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۲ میں گزر چکی ہے۔

مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کی مناسبت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کی اجازت طلب کی حالانکہ نبی ﷺ نے ان کو تورات کو پڑھنے سے منع فرمایا تھا' کیونکہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت میں یہ آیت سنی تھی:

إِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ط (البقرہ: ۱۲۴) بے شک میں آپ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

اور یہ آیت بھی سنی تھی:

أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط (النحل: ۱۲۳) آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کیجئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس شریعت میں حضرت ابراہیم کی اقتداء مطلوب ہے اور اس لیے بھی کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور اس لیے کہ اس مقام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدم اس طرح ثابت ہیں جس طرح کسی عمارت میں اس کے بانی کا نشان ثابت ہوتا ہے تاکہ اس کی وفات کے بعد اس کا ذکر کیا جائے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ اس مقام میں نماز پڑھنا ایسا ہے جیسے طواف کرنے والا طواف کے وقت بانی کا نام پڑھے اور یہ بہت لطیف مناسبت ہے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان اس مقام میں اہلِ حرم کے نزدیک معروف ہیں۔

امام بیہقی نے حضرت عائشہ سے سند قوی کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ یہ مقام نبی ﷺ کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کعبہ کے ساتھ متصل تھا' پھر حضرت عمر نے اس کو پیچھے رکھوا دیا اور صحابہ نے اور بعد کے تابعین نے اس پر انکار نہیں کیا

حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ اگر اس مقام کو بیت اللہ کے ساتھ ملا کر ہی رکھا گیا تو طواف کرنے والوں کو تنگی ہوگی یا نماز پڑھنے والوں کو تنگی ہوگی اس لیے اس کو اس مقام سے ہٹا دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۰ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

١٠- بَابٌ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٥﴾ (البقرہ:١٢٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے تو وہ دعا کر رہے تھے: اے ہمارے رب! ہماری طرف سے اس کو قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے ٥ (البقرہ:١٢٧) کی تفسیر

﴿اَلْقَوَاعِدُ﴾ اَسَاسُهٗ وَاحِدَتُهَا قَاعِدَةٌ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ (النور:٦٠) وَاحِدُهَا قَاعِدٌ.

''القواعد'' کا معنی ہے: بیت اللہ کی بنیادیں اور اس کا واحد ''قاعدۃ'' ہے اور جو بوڑھی عورتیں نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں ان کو جو ''القواعد'' فرمایا ہے (النور:٦٠) اس کا واحد ''قاعد'' ہے۔

٤٤٨٤- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ اَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَمْ تَرَىْ اَنَّ قَوْمَكِ بَنَوُا الْكَعْبَةَ وَاقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ، انہوں نے بتایا کہ عبداللہ بن محمد بن ابوبکر نے حضرت عبداللہ بن عمر کو خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کو بنایا تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں سے کم رکھا، میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ان بنیادوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہیں لوٹا دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم نئی نئی کفر سے نہ نکلی ہوتی (تو میں ایسا کر دیتا)، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو میرا گمان ہے کہ جو دو رکن حطیم کے قریب ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعظیم کو صرف اس لیے ترک کر دیا کہ اس وقت بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر مکمل نہیں ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٢٦ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

١١- بَابٌ ﴿قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ (البقرہ:١٣٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا (البقرہ:١٣٦) کی تفسیر

Marfat.com

الزمخشری نے کہا ہے کہ اس آیت میں مؤمنین سے خطاب ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خطاب کافروں سے ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۲۳)

٤٤٨٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَؤُونَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ اَلْاٰيَةَ . [اطراف الحدیث: ۷۳۶۲-۷۵۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے خبر دی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیے عربی میں اس کی تفسیر کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ کتاب کی تصدیق کرو نہ ان کی تکذیب کرو اور تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا۔ (البقرہ: ۱۳۶)

جمہور کے نزدیک جب دلائل متعارض ہوں تو توقف کرے اور اس مسئلہ میں مصنف کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ کتاب سے مراد ہیں: یہودی' یعنی جب وہ تم کو کسی ایسی چیز کی خبر دیں جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہو تو تم اس کی تصدیق نہ کرو' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کی بات جھوٹ ہو اور نہ اس کی تکذیب کرو کیونکہ ہوسکتا ہے ان کی بات درست ہو' سو تم حرج میں واقع ہو جاؤ گے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان مسائل میں توقف کرنے کی اصل ہے' جن کے حلال یا حرام ہونے کی کوئی واضح دلیل نہ ہو اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء علیہم السلام پر نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان لائیں' مگر ہمارے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ان کتابوں سے نقل کر کے جو ہم تک پہنچایا گیا ہے کہ آیا وہ نقل صحیح ہے یا غلط ہے' پس ہم اس میں توقف کریں گے تاکہ غلط بات کی تصدیق نہ ہو جائے اور صحیح بات کی تکذیب نہ ہو جائے۔ اسی وجہ سے سلف صالحین نے ان مسائل میں توقف کیا جن میں دلائل سے وہ یہ نہیں جان سکے کہ کون سی بات صحیح ہے اور کون سی بات غلط ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ جب حضرت عثمان سے یہ پوچھا گیا کہ جو دو باندیاں سگی بہنیں ہوں ان کو مباشرت میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے کہا: ایک آیت نے اس کو حلال کیا ہے' جس میں مطلقاً باندیوں سے مباشرت کی اجازت دی ہے اور دوسری آیت نے اس کو حرام کیا ہے' جس میں دو سگی بہنوں کو مباشرت میں جمع کرنے سے منع کیا ہے' اسی طرح جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ ہر پیر کو روزہ رکھے گا' پس اتفاق سے پیر کے دن عید ہو گئی' اب وہ کیا کرے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے تو محتاط علماء نے اس مسئلہ میں توقف کرنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے علماء نے اس میں اجتہاد کیا اور کسی ایک چیز کو دوسرے پر ترجیح دی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں یہ کہتا ہوں کہ جب حلت اور حرمت کی دو دلیلیں متعارض ہوں تو حرمت کی دلیل کو ترجیح دی جاتی ہے' اس لیے باندیوں کے مسئلے میں دو سگی بہنوں کو مباشرت میں جمع نہیں کرے گا اور دوسرے مسئلہ میں وہ پیر کے دن کا روزہ نہیں رکھے گا اور نذر پوری نہ کرنے کا کفارہ دے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!)

Marfat.com

شیخ سلیم اللہ خان کی اپنے حلقہ میں بہت علمی شہرت ہے اوران کو ثانی ابن حجر کہا جاتا ہے مگر انہوں نے اس مشکل کا کوئی حل بیان نہیں کیا' اسی طرح علامہ ابن الملقن' علامہ ابن حجر' علامہ عینی' علامہ کورانی اور علامہ زرھونی اور دیگر شارحین نے اس مسئلہ کا کوئی حل بیان نہیں کیا اور میں نے جو کچھ لکھا ہے' یہ میری منفرد رائے ہے' اگر یہ صحیح ہے تو یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری فکر کی غلطی اور علم کی کمی ہے اور اللہ اور رسول اس سے بَری ہیں۔

١٢- بَابٌ ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥﴾ (البقرة:١٤٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: عنقریب جہلاء لوگوں سے کہیں گے: ان مسلمانوں کو اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے' آپ کہیے: مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملکیت ہیں وہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے○ (البقرہ:١٤٢) کی تفسیر

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مشرق اور مغرب کے تمام ممالک اللہ کی ملکیت ہیں تو جس طرف اللہ عزوجل منہ کرنے کا حکم دے وہیں منہ کرو اور ایک قول یہ ہے کہ مشرق سے مراد کعبہ ہے' اس لیے نمازی جب مدینہ میں کعبہ کی طرف منہ کرے گا تو وہ مشرق کی طرف متوجہ ہوگا اور نمازی جب مدینہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرے گا تو وہ مغرب کی طرف متوجہ ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٢٤)

٤٤٨٦- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ سَمِعَ زُهَيْرًا عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْسَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَّكَانَ يُعْجِبُهُ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ وَاِنَّهُ صَلّٰى اَوْصَلَّاهَا صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَصَلّٰى مَعَهُ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ صَلّٰى مَعَهُ فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ الْمَسْجِدِ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ فَقَالَ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَ الَّذِيْ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ قِبَلَ الْبَيْتِ رِجَالٌ قُتِلُوْا لَمْ نَدْرِمَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥﴾ (البقرة:١٤٣).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے زہیر سے سنا از ابی اسحاق از حضرت براء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی اور آپ کو یہ پسند تھا کہ بیت اللہ آپ کا قبلہ ہو اور بے شک آپ نے نماز پڑھی یا آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے نماز پڑھی' پس جن لوگوں نے آپ کے پاس نماز پڑھی تھی ان میں سے ایک مرد اہلِ مسجد کے پاس سے گزرا اور وہ اس وقت رکوع میں تھے' اس نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے' پس وہ لوگ نماز کی اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور جو لوگ بیت اللہ کی طرف نماز میں منہ کرنے سے پہلے فوت ہوگئے تھے یا شہید ہوگئے تھے تو ہم نہیں جانتے تھے کہ ان کے متعلق کیا کہیں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو (یعنی نمازوں کو) ضائع کرنے والا نہیں ہے بے شک اللہ لوگوں کے ساتھ بہت شفیق ہے اور بے حد مہربان ہے○ (البقرہ:١٤٣)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۰ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابٌ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرہ:١٤٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں (البقرہ:۱۴۳) کی تفسیر

٤٤٨٧- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ وَاللَّفْظُ لِجَرِيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعٰى نُوْحٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَارَبِّ فَيَقُوْلُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيُقَالُ لِاُمَّتِهٖ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَتَانَا مِنْ نَّذِيْرٍ فَيَقُوْلُ مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُهٗ فَيَشْهَدُوْنَ اَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرہ:١٤٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن راشد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر اور ابواسامہ نے حدیث بیان کی اور الفاظ جریر کے ہیں از الاعمش از ابوصالح (ح) اور ابواسامہ نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت نوح کو بلایا جائے گا' وہ کہیں گے: اے رب! میں حاضر ہوں! اور اطاعت کے لیے کمربستہ ہوں' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا آپ نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! پس ان کی اُمت سے پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا' پس اللہ تعالیٰ حضرت نوح سے پوچھے گا: آپ کے حق میں کون گواہی دے گا؟ وہ کہیں گے: (سیدنا) محمد (ﷺ) اور آپ کی اُمت' پس وہ سب گواہی دیں گے کہ حضرت نوح نے تبلیغ کی تھی اور رسول تمہارے حق میں گواہ ہوں گے۔ اور یہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا مصداق ہے: اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں۔ (البقرہ:۱۴۳)

وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ.

اور ''الوسط'' کا معنی ہے: ''العدل'' یعنی بہترین۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳۹ میں گزر چکی ہے' تاہم چند اہم باتوں کو ذکر کیا جا رہا ہے:

اُمتِ محمدیہ نبی ﷺ سے سن کر گواہی دے گی اور ''وسط'' کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

پس وہ گواہی دیں گے کہ حضرت نوح نے تبلیغ کی تھی: ایک اور سند سے اس حدیث کی عبارت اس طرح ہے کہ قیامت کے دن ایک نبی آئے گا اور اس کے ساتھ ایک مرد ہوگا اور ایک اور نبی آئے گا اس کے ساتھ دو مرد ہوں گے اور ایک اور نبی آئے گا اس کے ساتھ اس سے زیادہ مرد ہوں گے' ان مردوں سے پوچھا جائے گا: کیا ان نبیوں نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: نہیں! پھر نبی سے کہا

Marfat.com

جائے گا: کیا آپ نے ان کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! پھر ان سے پوچھا جائے گا: آپ کے حق میں کون شہادت دے گا؟ (الحدیث) اس حدیث کی امام احمد نے، امام نسائی نے اور امام ابن ماجہ نے ابو معاویہ سے روایت کی ہے اور ابو معاویہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ مسلمانوں سے کہا جائے گا: تمہیں ان نبیوں کی تبلیغ کا کیسے علم ہوا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں ہمارے نبی نے یہ خبر دی تھی کہ ان رسولوں نے اپنی اُمتوں کو تبلیغ کی تھی تو ہم نے ان کی تصدیق کی' اس طرح یہ اُمت قیامت کے دن حضرت نوح کی قوم پر گواہ ہوگی' حضرت ھود کی قوم پر گواہ ہوگی' حضرت صالح کی قوم پر گواہ ہوگی' حضرت شعیب کی قوم پر گواہ ہوگی اور دوسرے رسولوں کی قوموں پر گواہ ہوگی کہ انہوں نے اپنی قوموں کو تبلیغ کی ہے اور اُن قوموں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر اُمت کا مرد یہ خواہش کرے گا کہ وہ ہماری اُمت سے ہوتا اور ہر نبی کی اس کی قوم تکذیب کرے گی' سنو! ہم قیامت کے دن ان کے حق میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچایا اور ان کی خیر خواہی کی۔

اس آیت میں اس اُمت کو ''وسط'' فرمایا ہے کیونکہ اس اُمت کے عقائد متوسط ہیں' نہ وہ نصاریٰ کی طرح دین میں غلو کریں گے اور نہ وہ یہودیوں کی طرح دین میں کمی کریں گے بلکہ وہ اہلِ وسط اور اعتدال ہوں گے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۳۔۴۸۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور سے شیخ سلیم اللہ کا حاضر وناظر کی نفی پر غلط استدلال

شیخ سلیم اللہ مہتمم جامعہ فاروقیہ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض حضرات نے اس آیت سے نبی کے حاضر ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے' لیکن استدلال کا ضعیف ہونا بالکل ظاہر ہے' حضور اور آپ کی اُمت کی یہ شہادت وحی الٰہی کی بنیاد پر ہے' اللہ جل شانہ نے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کی اُمت کو بتایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی' اس بنیاد پر یہ گواہی دی جائے گی۔

اس سے اگر کوئی نبی کے حاضر ناظر ہونے پر استدلال کرتا ہے تو پھر صرف نبی کا حاضر ناظر ہونا نہیں بلکہ پوری اُمت کا حاضر ناظر ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔ (کشف الباری' کتاب التفسیر ص ۳۸' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

مصنف کی شیخ سلیم اللہ خان کی عبارت میں دو غلطیوں کی نشاندہی

میں کہتا ہوں کہ شیخ سلیم اللہ خان نے اس عبارت میں دو غلطیاں کی ہیں: ایک یہ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کو اور آپ کی اُمت کی شہادت کو ایک درجہ کی شہادت قرار دیا' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت اس بنیاد پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو ابتداءِ خلق سے لے کر قیامت تک کے تمام لوگوں کے احوال کی خبر دی اور آپ کی اُمت کی شہادت اس بنیاد پر ہے کہ آپ نے اپنی اُمت کو خبر دی' جیسا کہ حافظ ابن حجر نے امام احمد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ کی احادیث کے حوالے سے لکھا ہے۔

شیخ سلیم اللہ خان کی اس عبارت میں دوسری غلطی یہ ہے کہ انہوں نے لکھا ہے: حضور اور آپ کی اُمت کی یہ شہادت وحی الٰہی کی بنیاد پر ہے' یہ اس لیے غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت تو وحی الٰہی کی بنیاد پر ہے لیکن اُمت پر تو وحی نازل نہیں کی گئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک کے احوالِ اُمت کا علم عطاء فرمانا

ہم نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتداءِ خلق سے لے کر قیامت تک کے تمام لوگوں کے احوال کی خبر دی گئی ہے' اس کی دلیل درج

ذیل حدیث ہے:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی' پھر وہاں چاشت کے وقت تک بیٹھے رہے' پھر رسول اللہ ﷺ ہنسے' پھر اسی جگہ بیٹھے رہے' پھر آپ نے ظہر' عصر' مغرب اور عشاء پڑھیں اور اس دوران کسی سے بات نہیں کی' پھر گھر تشریف لے گئے' لوگوں نے حضرت ابوبکر سے کہا: آپ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا نہیں کہ آج کا دن آپ نے غیر معمولی طور پر گزارا' حضرت ابوبکر نے پوچھا: تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا اور آخرت کے اُمور میں سے جو کچھ بھی ہونے والا تھا وہ سب مجھ پر آج پیش کیا گیا' تمام اوّلین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا گیا' لوگ گھبرا کر حضرت آدم کے پاس گئے' درآں حالیکہ وہ لوگ منہ تک پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ الحدیث (مسند احمد ج ۱ ص ۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ علاوہ ازیں یہ حدیث: سنن دارمی: ۸۸۔۵۷' ابن ابی عاصم کی کتاب السنہ: ۸۱۲۔۷۵۱' اور مسند البزار: ۷۶' مسند ابویعلیٰ: ۵۷۔۵۶' صحیح ابن حبان: ۶۴۷۴ میں بھی ہے)

علامہ شعیب الارنؤط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ اپنی اُمت پر نگہبان ہیں اور ان کے احوال پر مطلع ہیں' اس لیے آپ نے ان کے حق میں گواہی دی ہے۔ (انوار التنزیل ص ۲۹' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوضیح)

اہل سنت وعلماء دیوبند کے مستند و مسلم مفسر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں:

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں کیونکہ وہ نورِ نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے' اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا وہ کون سا ہے' پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے اور بُرے اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں' اسی لیے اُمت کے دنیاوی اُمور میں آپ کی گواہی بحق شرع مقبول اور واجب العمل ہے اور نبی ﷺ نے جو اپنے زمانے کے حاضرین مثلاً صحابہ و ازواج و اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین یا غائبین مثلاً اویس و مہدی اور مفتونِ دجال کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں' ان پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور اسی قبیل سے ہے جو روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اپنی اُمت کے اعمال پر مطلع کیا جاتا ہے کہ فلاں آج یہ کرتا ہے اور فلاں یہ' تاکہ قیامت کے دن ان پر گواہی دے سکیں۔ (تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۶۳۶)

علماء دیوبند کے مشہور مفسر شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

ہم نے تم کو سب اُمتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا تاکہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم' تمام اُمتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشہادۃ قرار دیئے جاؤ اور محمد رسول اللہ ﷺ تمہاری عدالت و صداقت کی گواہی دیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی اُمتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوے کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی' اس وقت آپ کی اُمت انبیاء کے دعوے کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسول اللہ ﷺ جو اپنے اُمتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں' ان کی صداقت و عدالت پر پورے گواہ ہوں گے' اس وقت وہ اُمتیں کہیں گی کہ انہوں نے تو نہ ہمارا زمانہ پایا نہ ہم کو دیکھا' پھر ان کی گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے' اس وقت آپ کی اُمت جواب دے گی کہ ہم کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول کے بتلانے سے اس امر کا علم یقینی ہوا' اس کی وجہ سے ہم گواہی دیتے ہیں۔

(حاشیہ قرآن مجید ص ۲۷' حاشیہ: ۳' مطبوعہ دار التصنیف لمیٹڈ' شاہراہ لیاقت' کراچی' ۱۳۹۵ھ)

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: پڑھنا ان اشعار و قصائد کا خواہ عربی ہوں یا غیر عربی جن میں مضمون استعانت و استغاثہ بغیر اللہ تعالیٰ ہوں کیسا ہے؟ اور وہ پڑھنا بہ طور ورد و وظیفہ بہ نیت انجاح حاجت ہوتا ہے اور کبھی بہ طور نعت اشعار پڑھے جاتے ہیں' ان کے ضمن میں اشعار استمد اد یہ و التجائیہ بھی پڑھے جاتے ہیں' مثلاً یہ شعر: ''یا رسول اللہ انظر حالنا' یا نبی اللہ اسمع قالنا' اننی فی بحرھم مغرق' خذبیدی سھل لنا اشکالنا'' یا یہ شعر قصیدہ بردہ کا پڑھنا: ''یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ' سواك عند حلول الحادث العمم''۔

جواب: یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو کرنا دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں' مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرضِ حال محل تحسر و حرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ' پس ان ہی اقسام سے کلماتِ مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے' لہٰذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مؤلف پر طعن ہو سکتا ہے اور کراہت موہوم ہونے کی بوجہ غلبہ جہت کے منجر ہو جاتی ہے مگر اسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو' بندہ پسند نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا' مگر خلاف مصلحت وقت کے جانتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ٦٨-٦٧' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جو دیوبندیوں کے تمام اکابر اور اصاغر کے مسلم مقتداء ہیں' لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے' یہ ضعیف شبہ ہے' آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے' اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے' علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ٧)

١٤- بَابُ قَوْلُهُ تَعَالٰی

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ٥﴾ (البقرہ:١٤٣)

اللہ کے ارشاد: (اے رسول!) جس قبلہ پر آپ پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لیے قبلہ بنایا تھا تا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور اس کو اس سے ممتاز کر دیں جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا ہے اور بے شک جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے ان کے سوا سب پر یہ (قبلہ کا بدلنا) بھاری ہے' اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے' بے شک اللہ لوگوں پر بہت مہربان ہے' بے حد رحم فرمانے والا ہے٥ (البقرہ:١٤٣) کی تفسیر

یعنی ہم نے آپ کو اس قبلہ پر کر دیا جس کو آپ پسند کرتے تھے اور مکہ میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے' ہم نے آپ کو

Marfat.com

اس قبلہ کی طرف اس لیے کر دیا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش اور امتحان ہو اور ہم یہ ظاہر کر دیں کہ کون اسلام پر ثابت قدم ہے اور اسلام میں صادق ہے اور کون وہ ہے جو اپنی ایڑیوں پر پھر کر اسلام سے مرتد ہو گیا اور بے شک یہ تحویل قبلہ ہدایت یافتہ مسلمانوں کے سوا سب پر بھاری ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان پر ثابت قدم رہنے کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ تم جو پہلے قبلۂ اولیٰ پر قائم تھے اور تم نے جو نبی ﷺ کی اتباع اور آپ کی تصدیق میں دوسرے قبلہ کی طرف منہ کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا اجر عطاء فرمائے گا۔

٤٤٨٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بَيْنَا النَّاسُ يُصَلُّوْنَ الصُّبْحَ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ اِذْ جَاءَ جَاءٍ فَقَالَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرْاٰنًا اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا فَتَوَجَّهُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: جس وقت لوگ صبح کی نماز مسجد قباء میں پڑھ رہے تھے' اس وقت ایک شخص نے آ کر کہا کہ اللہ نے نبی ﷺ پر قرآن نازل کیا کہ کعبہ کی طرف منہ کر لیں تو سب نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا' پس سب کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابٌ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:١٤٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں' سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں' پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیر لو' اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں' اللہ اس سے غافل نہیں ہے ۝ (البقرہ:۱۴۴) کی تفسیر

٤٤٨٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَبْقَ مِمَّنْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ غَيْرِيْ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے سوا ان لوگوں میں سے اب کوئی باقی نہیں بچا جنہوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ آخری صحابی ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور ظاہر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت کہا تھا جب بعض صحابہ موجود تھے' جن کا اسلام متأخر تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے وہ آخری صحابی تھے جن کی بصرہ میں وفات ہوئی۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت انس کے بعد صحابہ میں سے بصرہ میں صرف حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ موجود تھے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات نوے یا اکانوے یا تیرانوے ہجری میں ہوئی ہے اور ان کی عمر اس وقت ایک سو تین (۱۰۳) سال تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۳' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

١٦- بَابٌ ﴿وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۞﴾ (البقرہ:١٤٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر آپ اہل کتاب کے پاس ہر قسم کا معجزہ بھی لے کر آئیں' پھر بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے (یہ آیت اس کے بعد یہاں تک ہے) تو بے شک آپ ضرور ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے ۞ (البقرہ:۱۴۵) کی تفسیر

٤٤٩٠- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بَيْنَمَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّاُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ اَلَا فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا بِوُجُوْهِهِمْ اِلَى الْكَعْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لوگ صبح کو قباء میں نماز پڑھ رہے تھے تو ایک مرد نے آ کر کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آج رات قرآن نازل کیا گیا ہے اور آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کعبہ کی طرف منہ کر لیں' سنو! تم لوگ کعبہ کی طرف منہ کر لو اور لوگوں کا منہ اس وقت شام کی طرف تھا تو انہوں نے اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب میں حضرت ابن عمر کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۴' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

١٧ - بَابٌ ﴿الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ اِلٰى قَوْلِهٖ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝﴾ (البقرة:١٤٦_١٤٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں' اور ان میں سے ایک فریق یقیناً جان بوجھ کر حق چھپاتا ہے (اس کے بعد آیت یہاں تک ہے:) تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا ۝ (البقرہ:۱۴۷_۱۴۶) کی تفسیر

٤٤٩١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِذْ جَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت قباء میں لوگ صبح کی نماز میں تھے تو ان کے پاس ایک آنے والا آیا' پس اس نے کہا: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے' سو لوگوں نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا اور ان کے منہ شام کی طرف تھے پس لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری:۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابٌ ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (البقرة:١٤٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ (نماز میں) منہ کرتا ہے' سو تم نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکلو' تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم سب کو لے آئے گا' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝ (البقرہ:۱۴۸) کی تفسیر

٤٤٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْاِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ صَرَفَهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابو اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر آپ کو قبلہ کی طرف پھیر دیا گیا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٠ میں گزر چکی ہے۔

١٩- بَابٌ ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ٥﴾ (البقرہ:١٤٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور بے شک یہ (تحویل قبلہ) آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے ٥ (البقرہ:١٤٩) کی تفسیر

شَطْرُهُ تِلْقَاؤُهُ.

''شطرہ'' کا معنی ہے: اس کی سمت میں۔

٤٤٩٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ بَيْنَمَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ فَأُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا فَاسْتَدَارُوا كَهَيْئَتِهِمْ فَتَوَجَّهُوا إِلَى الْكَعْبَةِ وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: جس وقت لوگ صبح کو قباء میں تھے' اس وقت ان کے پاس ایک مرد آیا' سو اس نے کہا: آج رات قرآن نازل کیا گیا' پس آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ کعبہ کی طرف منہ کریں' پس تم کعبہ کی طرف منہ کرلو' سو لوگ اسی حالت میں گھوم کر کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے حالانکہ لوگوں کا چہرہ شام کی طرف تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٠٣ میں گزر چکی ہے۔

٢٠- بَابٌ ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ إِلَى قَوْلِهِ. وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ٥﴾ (البقرہ:١٥٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو' (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور تاکہ تم ہدایت پا جاؤ ٥ (البقرہ:١٥٠) کی تفسیر

٤٤٩٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَكَانَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لوگ قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے اس وقت ایک آنے والا ان کے پاس آیا' پس اس نے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن نازل کیا گیا ہے اور

Marfat.com

وُجُوهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْقِبْلَةِ ـ

آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کعبہ کی طرف منہ کرلیں پس لوگوں نے کعبہ کی طرف منہ کرلیا اور ان کے منہ شام کی طرف تھے پس وہ گھوم کر قبلہ کی طرف ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٢١- بَابٌ قَوْلُهُ ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ:١٥٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور بے شک جس نے خوشی سے کوئی (نفلی) نیکی کی تو بے شک اللہ جزاء دینے والا، خوب جاننے والا ہے ۝ (البقرہ:١٥٨) کی تفسیر

﴿شَعَائِرُ﴾ عَلَامَاتٌ وَّاحِدَتُهَا شَعِيْرَةٌ وَّقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلصَّفْوَانُ الْحَجَرُ وَيُقَالُ الْحِجَارَةُ الْمُلْسُ الَّتِيْ لَاتُنْبِتُ شَيْئًا وَّالْوَاحِدَةُ صَفْوَانَةٌ بِمَعْنَى الصَّفَا وَالصَّفَا لِلْجَمِيْعِ ـ

''شعائر'' کا معنی ہے: علامات، اور اس کا واحد ''شعیرہ'' ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: ''الصفوان'' کا معنی ہے: پتھر، اور ''الحجارة الملس'' (چکنے پتھر) ان پتھروں کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کو نہ اُگائیں اور اس کا واحد ''صفوانة'' ہے اور اس کا معنی صاف ہے اور ''الصفا'' اس کی جمع ہے۔

٤٤٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ اَرَاَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:١٥٨) فَمَا اُرٰى عَلٰى اَحَدٍ شَيْئًا اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلَّا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُوْلُ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا اِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِي الْاَنْصَارِ كَانُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَّكَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور اس وقت میں کم عمر تھا، (میں نے کہا) کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق بتایئے: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:١٥٨) پس میں کسی پر کوئی حرج نہیں سمجھتا اگر وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہرگز نہیں! اگر اس طرح ہوتا جس طرح تم کہہ رہے ہو تو یہ آیت اس طرح ہوتی: اس پر کوئی حرج نہیں ہے جو صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرے، یہ آیت ان انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے جو منات کے لیے احرام باندھتے تھے اور منات کا بت قدید

﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:١٥٨) ۔

متوازی تھا اور لوگ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے' پس جب اسلام کے احکام آ گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:١٥٨)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٦٤٣ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

صفا اور مروہ پر رکھے ہوئے پتھروں کا تذکرہ اور قُدید کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الصفا: یہ مسجد حرام کے سامنے ایک بلند جگہ ہے' اس پر پہلے مرد کی صورت میں ایک بت تھا جس کا نام اساف بن عمرو تھا اور مروہ کے اوپر عورت کی صورت میں ایک بت تھا' اس کا نام نائلہ بنت ذئب تھا' ان دونوں نے کعبہ میں زنا کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی صورتوں کو مسخ کر دیا اور ان کو صفا اور مروہ پر رکھ دیا گیا تا کہ لوگ عبرت پکڑیں' پھر جب طویل مدت گزر گئی تو ان دونوں کی عبادت کی جانے لگی۔

ایک قول یہ ہے کہ صفا کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس پر حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام بیٹھے تھے اور مروہ کا نام اس لیے رکھا گیا کہ اس پر حضرت حواء علیہا السلام بیٹھی تھیں۔

تفسیر نسفی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جگہ میں ستر (٧٠) بت تھے تو مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے سعی کی جگہ میں یہ بت رکھے ہوئے ہیں تو کیا ہم یہاں سعی کرنے سے گنہ گار ہوں گے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:١٥٨) یعنی ان کے درمیان سعی کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا' پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان بتوں کو سعی کی جگہ سے ہٹا دیا گیا جس طرح کعبہ سے بتوں کو ہٹا دیا گیا تھا۔

قُدید: یہ مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے ہوئے ایک منزل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٣١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٤٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ كُنَّا نَرٰى اَنَّهُمَا مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ اَمْسَكْنَا عَنْهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:١٥٨)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عاصم بن سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے الصفا اور المروہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے' پھر جب اسلام کے احکام آ گئے تو ہم ان کے درمیان طواف کرنے سے رُک گئے' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت

Marfat.com

اللہ کا حج یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۵۸)

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری:۱۶۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۲- بَابُ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا﴾ (البقرہ:۱٦٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بعض لوگ اللہ کے غیر کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں (البقرہ:۱۶۵) کی تفسیر

اَنْدَادًا وَّاحِدُهَا نِدٌّ .

''اندادا'' کا معنی ہے: ''اضدادًا'' اور اس کا واحد ''ندّ'' ہے۔

اس آیت میں ہے: بعض لوگوں نے کہا: اس سے مراد مشرکین ہیں' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے شرکاء بنا لیے تھے' امام بخاری نے ''انـدادًا'' کی تفسیر اضداد کی ہے' یہ ابوعبیدہ کی تفسیر کے مطابق ہے اور ایک قول یہ ہے کہ لغت میں ''نـد'' کا معنی مثل ہے نہ کہ ''ضد'' تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جو مثل مخالف ہو' اس میں 'ضد'' کا معنی ہوتا ہے۔

٤٤٩٧- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً وَّقُلْتُ اُخْرٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ اَنَا مَنْ مَّاتَ وَهُوَ لَا يَدْعُوْ لِلّٰهِ نِدًّا دَخَلَ الْجَنَّةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از شقیق از عبداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک بات کہی اور میں نے دوسری بات کہی' نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور شریک کی عبادت کرتا تھا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور میں نے یہ کہا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک قرار دے کر اس کی عبادت نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری:۱۲۳۸ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ قول بھی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے مستفاد ہے۔

۲۳- بَابٌ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ اِلٰى قَوْلِهٖ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ:۱۷۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلہ آزاد' اور یہ آیت: دردناک عذاب تک ہے۝ (البقرہ:۱۷۸) کی تفسیر

﴿عُفِيَ﴾ تُرِكَ .

''عُفِیَ'' کا معنی ہے: قصاص لینے کو ترک کر دیا گیا۔

Marfat.com

زمانۂ جاہلیت میں قصاص لینے کا طریقہ

زمانۂ جاہلیت میں جب دو قبیلے آپس میں لڑتے' ایک معزز قبیلہ ہوتا اور دوسرا پسماندہ اور پسماندہ قبیلہ کا غلام معزز قبیلہ کے غلام کو قتل کر دیتا تو معزز قبیلہ کہتا تھا کہ ہم اپنے غلام کے بدلہ میں پسماندہ قبیلہ کے آزاد شخص کو قتل کریں گے' اسی طرح اگر پسماندہ قبیلہ کی کوئی عورت معزز قبیلہ کی کسی عورت کو قتل کر دیتی تو معزز قبیلہ کہتا تھا کہ ہم اپنی عورت کے بدلہ میں پسماندہ قبیلہ کے مرد کو قتل کریں گے تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی' اللہ تعالیٰ نے اس تکبر اور بغاوت سے منع کیا اور فرمایا: آزاد کے بدلہ آزاد کو' غلام کے بدلہ میں غلام کو اور عورت کے بدلہ میں عورت کو قتل کیا جائے گا اور سورۂ مائدہ میں فرمایا: جان کا بدلہ جان ہے' آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے' ناک کا بدلہ ناک ہے' کان کا بدلہ کان ہے' دانت کا بدلہ دانت ہے اور ہر زخم کے بدلہ میں زخم ہے۔

(جامع البیان ج ۲ص ۱۶۱' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مسلمان کو کافر کے بدلہ میں اور آزاد کو غلام کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ص ۲۴۶' المغنی ج ۸ ص ۲۱۴)

آزاد سے غلام کا قصاص لینے کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے دلائل

ائمہ ثلاثہ نے امام ابوحنیفہ سے دو صورتوں میں اختلاف کیا ہے' پہلا اختلاف یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک غلام کے بدلہ میں آزاد کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے' امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ (البقرہ:۱۷۸) اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے۔

اس آیت میں مقتول کا لفظ عام ہے' یہ ہر مقتول کو شامل ہے خواہ آزاد ہو یا غلام' مسلمان ہو یا ذمی' اس کا بدلہ اس کے قتل کرنے والے سے لیا جائے گا' خواہ وہ آزاد ہو یا غلام' لہٰذا اگر آزاد شخص نے کسی کے غلام کو قتل کر دیا تو اس غلام کا قصاص اس آزاد سے لیا جائے گا۔ دوسری دلیل یہ ہے:

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ (المائدہ:۴۵) بے شک جان کا بدلہ جان ہے۔

اس آیت میں بھی مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آزاد یا غلام کا فرق نہیں کیا گیا اور اس پر علامہ بیضاوی کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید نے یہ تورات کا حکم بیان کیا ہے' یہ اعتراض اس وقت صحیح ہوتا جب اللہ تعالیٰ نے اس حکم کا رد کیا ہوتا' اور سابقہ شریعتوں کے جو احکام قرآن اور سنت میں بلانکیر بیان کیے گئے ہیں' وہ ہم پر حجت ہیں۔

مسلمان سے ذمی کا قصاص لینے کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل

مسلمان کو ذمی کے بدلہ میں قتل نہ کیے جانے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کی طرف سے ''صحیح بخاری'' کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کافر حربی پر محمول ہے' اور امام ابوحنیفہ کی دلیل سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے: اے ایمان والو! تم پر قتل (مقتول) میں قصاص فرض کیا گیا ہے' مقتول کا لفظ عام ہے' مسلمان اور ذمی دونوں کو شامل ہے اور حربی کافر' قرآن مجید کی ان آیتوں سے مستثنیٰ ہے' جن میں کفار اور مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اسی طرح سورۂ مائدہ میں ہے: جان کا بدلہ جان ہے۔

٤٤٩٨- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ الْقِصَاصُ وَلَمْ تَكُنْ فِيهِمُ الدِّيَةُ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ فَالْعَفْوُ أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾ يَتَّبِعُ بِالْمَعْرُوفِ وَيُؤَدِّي بِإِحْسَانٍ ﴿ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ﴾ مِمَّا كُتِبَ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ﴿فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ (البقرہ:١٧٨) قَتَلَ بَعْدَ قَبُولِ الدِّيَةِ ۔

[طرف الحدیث:٦٨٨١] (سنن نسائی:٤٧٩٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا اور ان میں دیت نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لیے فرمایا: تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلہ آزاد غلام کے بدلہ غلام اور عورت کے بدلہ عورت سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا۔ (البقرہ:١٧٨) پس معاف کرنے کا معنی یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت کو قبول کرلے: تو (اس کا) دستور کے مطابق مطالبہ کیا جائے اور نیکی کے ساتھ اس کی ادائیگی کی جائے۔ (البقرہ:١٧٨) پس دستور کے مطابق دیت کی اتباع کرے اور احسان کے ساتھ دیت ادا کی جائے: یہ (حکم) تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ (البقرہ:١٧٨) یہ حکم ان احکام میں سے ہے جن کو تم سے پہلے فرض کیا گیا تھا: پھر اس کے بعد جو حد سے تجاوز کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے ۝ (البقرہ:١٧٨) یعنی جس نے دیت قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کر دیا۔

تورات میں وجوب قصاص کا حکم اور انجیل میں قصاص معاف کرنے کا حکم

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصاص لینا ولی کا حق ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ . (المائدہ:٤٥)

اور ہم نے ان پر یہ فرض کر دیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بنی اسرائیل میں صرف قصاص کا حکم تھا، دیت کا حکم نہیں تھا اور مقاتل نے یہ کہا ہے کہ انجیل میں یہ حکم تھا کہ قاتل کو معاف کرنا واجب ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٨ ص ٢١، داراحیاء التراث العربی بیروت ١٤٢٩ھ)

٤٤٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ حضرت انس نے ان کو حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: کتاب اللہ میں قصاص کا حکم ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٠٠- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِیْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَکْرٍ السَّهْمِیَّ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ الرُّبَیِّعَ عَمَّتَهٗ کَسَرَتْ ثَنِیَّةَ جَارِیَةٍ فَطَلَبُوْا اِلَیْهَا الْعَفْوَ فَاَبَوْا فَعَرَضُوا الْاَرْشَ فَاَبَوْا فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَوْا اِلَّا الْقِصَاصَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ ابْنُ النَّضْرِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُکْسَرُ ثَنِیَّةُ الرُّبَیِّعِ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُکْسَرُ ثَنِیَّتُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَنَسُ کِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِیَ الْقَوْمُ فَعَفَوْا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے عبداللہ بن بکر السہمی سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ الربیع جوان کی پھوپھی ہیں' انہوں نے ایک باندی کا سامنے کا دانت توڑ دیا' انہوں نے اس باندی سے معافی کو طلب کیا تو انہوں نے انکار کر دیا' پھر انہوں نے دیت کو پیش کیا' تب بھی انہوں نے انکار کر دیا' پھر وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور سوا قصاص کے ہر صورت کا انکار کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص لینے کا حکم دیا تو حضرت انس بن النضر نے کہا: یا رسول اللہ! کیا الربیع کا دانت توڑا جائے گا؟ نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے انس! کتاب اللہ میں قصاص کا حکم ہے' پھر وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے معاف کر دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے متعلق کسی کام کرنے کے متعلق قسم کھا لیں تو اللہ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دیتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۳ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری باتیں بیان کی جا رہی ہیں:

حضرت انس بن النضر کے قصاص کا انکار کرنے کی توجیہ

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت انس بن النضر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی کیسے خلاف ورزی کی' جب کہ آپ دانت کے قصاص کا حکم فرما چکے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے حقیقت میں آپ کے حکم کی مخالفت نہیں کی تھی بلکہ ان کا ارادہ یہ تھا کہ آپ اس باندی کے سرپرستوں کی طرف ان کی سفارش کریں یا ان کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد تھا کہ وہ عفو کو واقع کر دے گا اور یہی زیادہ ظاہر ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں جو اگر اللہ کے متعلق قسم کھا لیں کہ وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ دانت توڑنے میں کس طرح قصاص ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دانت توڑنے سے مراد دانت کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۲۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

٢٤- بَابٌ ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥﴾ (البقرہ:١٨٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے رکھنا فرض کیا گیا تھا تا کہ تم متقی بن جاؤ٥ (البقرہ:١٨٣) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام نسفی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ اس میں بحث ہے کہ پچھلی اُمتوں کے روزوں کے ساتھ ہماری اُمت کے روزوں کی کس چیز میں تشبیہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ اصلِ وجوب میں تشبیہ ہے نہ کہ واجب کی مقدار میں' حضرت آدم علیہ السلام پر ایامِ بیض (۱۳' ۱۴' ۱۵ تاریخ) کے روزے فرض تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر عاشوراء یعنی دس محرم کے روزے فرض تھے اور ہر اُمت کے اوپر روزہ فرض تھا اور تشبیہ کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ وہ ہر اعتبار سے مساوی ہو اور کہا جاتا ہے کہ یہ جمہور کا قول ہے اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ اور دیگر صحابہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں بھی روزہ مشروع تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تشبیہ اصل میں اور مقدار میں اور وقت میں سب میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۳۵)

٤٥٠١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَصُوْمُهُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ عاشوراء (۱۰ محرم) کے دن اہلِ جاہلیت روزہ رکھتے تھے' پھر جب رمضان کا مہینہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے عاشوراء کا روزہ نہ رکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٠٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا' پس جب رمضان آیا تو آپ نے فرمایا: جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٠٣- حَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ عَلَيْهِ الْاَشْعَثُ وَهُوَ يَطْعَمُ فَقَالَ اَلْيَوْمُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے خبر دی از اسرائیل از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس

Marfat.com

عَاشُوْرَاءُ فَقَالَ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَادْنُ فَكُلْ . (صحیح مسلم: ۱۱۲۷)

حضرت اشعث آئے اور وہ کھانا کھا رہے تھے' حضرت اشعث نے کہا: آج تو عاشوراء کا دن ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے اس دن کا روزہ رکھا جاتا تھا' پس جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو اس دن کا روزہ ترک کر دیا گیا' پس قریب آؤ' سو کھاؤ۔

حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت اشعث کا پورا نام ہے: اشعث بن قیس بن معدی کرب بن معاویہ بن جبلہ الکندی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دس ہجری میں کندہ کے وفد میں آئے تھے اور یہ اس وفد کے سردار تھے۔ اور امام ابن اسحاق نے زہری سے روایت کی ہے کہ یہ ساٹھ سواروں کے ساتھ کندہ سے آئے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور یہ زمانہ جاہلیت میں بھی کندہ میں رئیس تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی اپنی قوم میں صاحب وجاہت تھے مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انہوں نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور چالیس ہجری میں حضرت علی بن ابی طالب کی شہادت کے چالیس دن بعد کوفہ میں ان کی وفات ہو گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٥٠٤- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ الْفَرِيْضَةَ وَتُرِكَ عَاشُوْرَاءُ فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس دن روزہ رکھتے تھے' پس جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا' پھر جب رمضان کی فرضیت نازل ہوئی تو رمضان کے روزے فرض ہو گئے اور عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا' پس جو چاہتا اس دن کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا' اس دن کا روزہ نہ رکھتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٥- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: معدودے چند دنوں میں' سو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر (اور روزے نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں عدد (پورا کرنا لازم ہے) اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزہ

Marfat.com

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥﴾ (البقرہ:١٨٤)

کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے' پھر جو خوشی سے فدیہ کی مقدار بڑھا کر زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے اور اگر تمہیں علم ہو تو روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے٥ (البقرہ:۱۸۴) کی تفسیر

وَقَالَ عَطَاءٌ يُفْطِرُ مِنَ الْمَرَضِ كُلِّهٖ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

اور عطاء نے کہا: ہر مرض کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ فِي الْمُرْضِعِ وَالْحَامِلِ اِذَا خَافَتَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا اَوْ وَلَدِهِمَا تُفْطِرَانِ ثُمَّ تَقْضِيَانِ وَاَمَّا الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ اِذَا لَمْ يُطِقِ الصِّيَامَ فَقَدْ اَطْعَمَ اَنَسٌ بَعْدَ مَا كَبِرَ عَامًا اَوْ عَامَيْنِ كُلَّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا خُبْزًا وَّلَحْمًا وَّاَفْطَرَ قِرَاءَةُ الْعَامَّةِ ﴿يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ وَهُوَ اَكْثَرُ .

اور حسن اور ابراہیم نے دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے متعلق کہا: جب ان دونوں کو اپنی جان پر خطرہ ہو یا اپنے بچے کی جان پر خطرہ ہو تو یہ دونوں روزہ چھوڑ دیں' پھر دونوں روزے کی قضاء کریں۔ رہا بہت بوڑھا آدمی تو جب وہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بہت بوڑھے ہونے کے بعد ایک سال یا دو سال تک ہر روز ایک مسکین کو روٹی اور گوشت اور روزہ چھوڑ دیا' اور عامہ کی قراءت ہے: ''یُطِیْقُوْنَہٗ'' یعنی جو روزے کی طاقت رکھیں اور یہ اکثر ہے۔

٤٥٠٥- **حَدَّثَنِيْ** اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَءُ ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (البقرہ:١٨٤) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْمَرْاَةُ الْكَبِيْرَةُ لَا يَسْتَطِيْعَانِ اَنْ يَّصُوْمَا فَلْيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا . (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از عطاء' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزے کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے (انہوں نے ''یُطَیَّقُوْنَہٗ'' کو باب تفعیل سے پڑھا) حضرت ابن عباس نے کہا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور ان لوگوں سے مراد بہت بوڑھا مرد اور بہت بوڑھی عورت ہے' جو روزہ رکھنے کی (آسانی سے) طاقت نہ رکھیں تو وہ ہر دن کے روزے کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

جس مرض میں روزہ چھوڑنا جائز ہے' اس مرض کی حد میں فقہاء کے مختلف اقوال'

''یُطِیْقُوْنَہٗ'' اور ''یُطَوَّقُوْنَہٗ'' کا محمل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' ان تعلیقات اور اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اور عطاء نے کہا: ہر مرض سے روزہ چھوڑ دے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے ابن جریج سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: کون سے مرض سے رمضان میں روزہ چھوڑے؟ انہوں نے کہا: ہر مرض سے میں نے کہا: وہ روزہ رکھے اور جب اس پر مرض کا غلبہ ہو تو روزہ چھوڑ دے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور سلف صالحین کا مرض کی اس حد میں اختلاف ہے جس میں مکلف کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہوتا ہے اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ جس مرض میں مکلف کے لیے پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز ہوتا ہے اس مرض میں اس کے لیے روزہ چھوڑنا بھی جائز ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ روزہ رکھے تو اُسے اپنی جان یا اپنے کسی عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو یا مرض کے زیادہ ہونے یا اس کی مدت کے بڑھنے کا خطرہ ہو تو پھر وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ اگر اس کی ایسی حالت ہو کہ اگر اس نے روزہ رکھا تو اُسے کوئی مرض ہو جائے گا تو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے اور عطاء نے بھی اسی طرح کہا ہے اور حسن بصری اور نخعی نے کہا ہے کہ جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو روزہ چھوڑ سکتا ہے۔

اور حسن (بصری) اور ابراہیم نے دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے متعلق کہا ہے کہ جب ان دونوں کو اپنی جان پر خطرہ ہو یا اپنے بچے کی جان پر خطرہ ہو تو یہ دونوں روزہ چھوڑ دیں پھر دونوں روزے کی قضاء کریں۔ حسن بصری کا اثر عبد بن حمید سے مروی ہے اور ابراہیم نخعی کا اثر بھی عبد بن حمید سے مروی ہے۔

حضرت انس نے بہت بوڑھے ہونے کے بعد ایک سال یا دو سال تک ہر روز ایک مسکین کو روٹی اور گوشت کھلایا اور روزہ چھوڑ دیا: اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک سو کی دہائی میں تھے حضرت ابن عباس ''یطوقونہ'' پڑھتے تھے یعنی جو لوگ مشکل اور دشواری کے ساتھ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی یہی تفسیر ہے۔

حضرت ابن عباس نے کہا: ان لوگوں سے مراد بہت بوڑھا مرد اور بہت بوڑھی عورت ہے انہوں نے کہا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور جن کی قراءت ہے: ''الذین یطیقونہ'' یعنی جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کا طعام فدیہ دیں۔ وہ کہتے ہیں: یہاں پر لفظ ''لا'' محذوف ہے اور اس کا معنی ہے: جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کا طعام فدیہ دیں اور اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ''یطیقونہ'' باب افعال سے ہے اور اس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے اور اس کا معنی ہے: جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ فدیہ دیں۔

اور عامہ کی قراءت ہے: ''یطیقونہ'' یعنی جو روزے کی طاقت رکھیں اور یہ اکثر ہے: اس قراءت کے اعتبار سے معنی یوں ہوگا کہ جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں وہ فدیہ دیں حالانکہ جو روزہ کی طاقت رکھتا ہو اس پر فدیہ واجب نہیں ہوتا اور فدیہ اس پر واجب ہوتا ہے جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر کے نزدیک یہ قراءت ابتداء اسلام پر محمول ہے پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اور فدیہ اس کے لیے مشروع کیا گیا جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو ابن ابی لیلیٰ سے یہ حدیث مروی ہے کہ جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو لوگوں پر روزہ رکھنا دشوار ہوا تو جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا تھا وہ روزہ چھوڑ دیتا تھا اور ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا ابتداء اسلام میں ان کو یہ رخصت دی گئی تھی پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا: اور تم روزہ رکھ لو یہ زیادہ بہتر ہے۔ (البقرہ:۱۸۴) اور حضرت ابن عباس کی قراءت (''یطوقونہ'' یعنی جو دشواری سے روزہ رکھے) پر یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ فدیہ اس کے لیے مشروع ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور مشکل سے روزہ رکھے تو وہ ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کا طعام فدیہ دے اور یہ حکم اب بھی باقی ہے۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی اور جو بڑھاپے کی وجہ سے روزہ چھوڑے جب وہ

Marfat.com

روزہ رکھنے پر قادر ہو جائے تو امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا کہ وہ روزے کی قضاء کریں اور فدیہ بھی دیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۹-۴۸۸ 'دار المعرفہ بیروت '۱۴۲۶ھ)

٢٦ - بَابٌ ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرہ:١٨٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ کر روزے رکھے (البقرہ:۱۸۵) کی تفسیر

یعنی جو شخص حاضر ہو مقیم ہو اور اس مہینہ میں مسافر نہ ہو تو وہ اس مہینہ میں روزہ رکھے اور روزہ نہ چھوڑے۔

٤٥٠٦- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّهُ قَرَاَ ﴿فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ﴾ (البقرہ:١٨٤) قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عباس بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے پڑھا: ''فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ'' (مساکین کے طعام کا فدیہ) انہوں نے کہا: یہ منسوخ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۸ میں گزر چکی ہے۔

یعنی یہ آیت منسوخ ہے: ''وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ'' (البقرہ:۱۸۴) جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ہے' ابن منذر نے کہا کہ اگر یہ آیت بہت بوڑھے آدمی کے متعلق ہو جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر اس کے مناسب یہ آیت نہیں ہوگی کہ اگر تم روزہ رکھو تو یہ زیادہ بہتر ہے' اس لیے یہ ان کے متعلق ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں' اُن پر فدیہ ہے' سو یہ حکم اب منسوخ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۳۹)

٤٥٠٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلٰى سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (البقرہ:١٨٤) كَانَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث از بکیر بن عبد اللہ از یزید مولیٰ سلمہ بن الاکوع از سلمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر ایک مسکین کے طعام کا فدیہ ہے (البقرہ:۱۸۴) پھر جو روزہ چھوڑنا چاہتا وہ فدیہ دے دیتا' حتیٰ کہ وہ آیت نازل ہوئی جو اس کے بعد ہے اور اس نے اس کو منسوخ کر دیا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مَاتَ بُكَيْرٌ قَبْلَ يَزِيْدَ .

امام ابو عبد اللہ نے کہا: بکیر کی وفات یزید سے پہلے ہوئی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۵' الرقم المسلسل: ۲۵۷۴' سنن ابوداؤد: ۲۳۱۵' سنن ترمذی: ۷۹۸' سنن نسائی: ۲۳۱۲)

Marfat.com

٢٧- بَابٌ ﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (البقرہ:١٨٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا' وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو'اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سواللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا' سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو (البقرہ:١٨٧) کی تفسیر

اس آیت کے نزول کا سبب اللہ کا اپنے بندوں سے مشقت کو دور کرنا ہے چونکہ مرد کے لیے کھانا' پینا اور جماع کرنا عشاء کی نماز پڑھنے یا سونے تک حلال ہوتا تھا' پس جب وہ عشاء کی نماز پڑھ لیتا یا سو جاتا اور اس نے روزہ افطار نہ کیا ہوتا تو اس پر کھانا' پینا اور جماع کرنا اگلی رات تک حرام ہو جاتا' پھر بعض مسلمانوں نے عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھایا' پانی پیا یا جماع کر لیا اور ان میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے جنہوں نے عشاء کی نماز کے بعد اپنی بیوی سے جماع کر لیا' پھر جب انہوں نے غسل کر لیا تو رونے لگے اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنے فعل کی خبر دی' پھر دوسرے صحابہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی کہا کہ انہوں نے بھی یہ فعل کیا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے رخصت نازل کی اور ابتداءِ اسلام میں جو حکم تھا اس کو منسوخ فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سواللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی یعنی جب تم نے توبہ کر لی' سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو' نیز فرمایا: اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو' یعنی اللہ نے جو تمہارے لیے اولاد مقدر کر دی ہے' اس کو حاصل کرو۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٤٠)

٤٥٠٨- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوْا لَا يَقْرَبُوْنَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ وَكَانَ رِجَالٌ يَّخُوْنُوْنَ اَنْفُسَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ﴾ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء' انہوں نے کہا: اور ہمیں احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو لوگ پورے رمضان کے مہینہ میں عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے اور بعض لوگ اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول

Marfat.com

فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا۔

وہ عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے: یعنی ان سے عمل زوجیت نہیں کرتے تھے۔

اور بعض مرد اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے: حضرت عمر بن خطاب بھی ان میں سے تھے۔

۲۸- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ اِلٰى قَوْلِهٖ يَتَّقُوْنَ٥﴾ (البقرہ:۱۸۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو' یہ آیت یہاں تک ہے...... تاکہ وہ متقی بن جائیں٥ (البقرہ:۱۸۷) کی تفسیر

﴿اَلْعَاكِفُ﴾ اَلْمُقِيْمُ.

"اَلْعٰكِفُ" (الحج:۲۵) کا معنی ہے: مقیم۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پوری رات میں کھانے' پینے اور جماع کو مباح کر دیا ہے حتیٰ کہ رات کی سیاہی کے بعد فجر کی سفیدی ظاہر ہو جائے اور رات کی سیاہی کو کالے دھاگے سے تعبیر فرمایا ہے اور فجر کی سفیدی کو سفید دھاگے سے تعبیر فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۴۱)

۴۵۰۹- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ اَخَذَ عَدِيٌّ عِقَالًا اَبْيَضَ وَعِقَالًا اَسْوَدَ حَتّٰى كَانَ بَعْضُ الَّيْلِ نَظَرَ فَلَمْ يَسْتَبِيْنَا فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلْتُ تَحْتَ وِسَادَتِيْ عِقَالَيْنِ قَالَ اِنَّ وِسَادَكَ اِذًا لَعَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ تَحْتَ وِسَادَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از الشعبی از حضرت عدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عدی نے سفید دھاگا لیا اور کالا دھاگا لیا' پس جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو وہ دیکھتے' پس جب وہ ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہوئے (تو وہ کھاتے رہتے) پس جب صبح ہوئی تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنے تکیہ کے نیچے دو دھاگے رکھ لیے' آپ نے فرمایا: تمہارا تکیہ تو بہت چوڑا ہے جب سفید دھاگا اور کالا دھاگا تمہارے تکیہ کے نیچے ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۱۶ میں گزر چکی ہے۔

۴۵۱۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ اَهُمَا الْخَيْطَانِ قَالَ اِنَّكَ لَعَرِيْضُ الْقَفَا اِنْ اَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از مطرف از شعبی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سفید دھاگے سے کالا دھاگا کس طرح ہے' کیا یہ دونوں دھاگے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک تمہاری گدی بہت

Marfat.com

اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ .

چوڑی ہے اگر تم نے ان دونوں دھاگوں کو دیکھ لیا' پھر آپ نے فرمایا نہیں! بلکہ وہ رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۱٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٥١١- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اَبُوْغَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ حَدَّثَنِي اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ وَاُنْزِلَتْ ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ وَلَمْ يُنْزَلْ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ وَكَانَ رِجَالٌ اِذَا اَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ اَحَدُهُمْ فِيْ رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْاَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْاَسْوَدَ وَلَا يَزَالُ يَاْكُلُ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهٗ رُؤْيَتُهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدَهٗ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَعَلِمُوْا اَنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی: اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ اور فجر کا لفظ نازل نہیں ہوا تھا اور لوگ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو ان میں سے کوئی شخص اپنی دونوں ٹانگوں میں سفید دھاگا اور کالا دھاگا باندھ لیتا اور اس وقت تک کھاتا رہتا حتیٰ کہ اس کے لیے وہ دھاگے دکھائی دیتے' پس اللہ نے اس کے بعد فجر کا لفظ نازل فرمادیا' تب لوگوں نے جانا کہ اس سے مراد رات اور دن ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۱۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٩- بَابٌ قَوْلُهٗ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:۱۸۹) الْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو' لیکن (حقیقت میں) نیکی اس شخص کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو' اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیابی حاصل کرو ۝ (البقرہ:۱۸۹) کی تفسیر

٤٥١٢- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانُوْا اِذَا اَحْرَمُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَتَوُا الْبَيْتَ مِنْ ظَهْرِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ .(البقرہ:۱۸۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: جب لوگ زمانۂ جاہلیت میں احرام باندھتے تھے تو اپنے گھر کی پچھلی دیوار پھاند کر آتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو' لیکن (حقیقت میں) نیکی اس شخص کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ (البقرہ:۱۸۹)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۰۳ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٣٠- بَابُ قَوْلُهُ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (البقرہ:١٩٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے اور اللہ ہی کا دین رہ جائے' پھر اگر وہ (شرک سے) باز آ جائیں تو صرف ظالموں کو ہی سزا دی جائے ۝ (البقرہ:١٩٣) کی تفسیر

٤٥١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَاهُ رَجُلَانِ فِي فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا إِنَّ النَّاسَ صَنَعُوا وَأَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَخْرُجَ فَقَالَ يَمْنَعُنِي أَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ دَمَ أَخِي فَقَالَا أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ (البقرہ:١٩٣) فَقَالَ قَاتَلْنَا حَتّٰى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ وَّكَانَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ وَأَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰى تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِغَيْرِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر کے فتنہ میں ان کے پاس دو مرد آئے انہوں نے کہا: بے شک لوگ (اپنے دین اور دنیا کو) ضائع کر رہے ہیں اور آپ ابن عمر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں' پس آپ کو نکلنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تو انہوں نے کہا: مجھے یہ چیز مانع ہے کہ بے شک اللہ نے میرے بھائی کا خون حرام کر دیا ہے تو ان دونوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے۔ (البقرہ:١٩٣) تو حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: ہم نے قتال کیا حتیٰ کہ فتنہ نہیں رہا اور پورا دین اللہ کے لیے ہو گیا اور تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ تم قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ واقع ہو اور دین اللہ کے غیر کے لیے ہو جائے۔

فتنۂ ابن الزبیر سے مراد ہے: حجاج کا حضرت عبداللہ بن الزبیر کا محاصرہ کرنا اور یہ سن تہتر (٧٣) ہجری میں ہوا تھا اور حجاج کو عبدالملک بن مروان نے حضرت ابن الزبیر سے قتال کے لیے روانہ کیا تھا اور حضرت عبداللہ بن الزبیر اس سال کے آخر میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چوہتر (٧٤) ہجری کے شروع میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٣٥-١٣٤)

٤٥١٤- وَزَادَ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي فُلَانٌ وَّحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَهُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا حَمَلَكَ عَلٰى أَنْ تَحُجَّ عَامًا وَّتَعْتَمِرَ عَامًا وَّتَتْرُكَ الْجِهَادَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ عَلِمْتَ مَا رَغَّبَ اللّٰهُ فِيْهِ قَالَ يَا ابْنَ أَخِي بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ إِيْمَانٍ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَأَدَاءِ

اور عثمان بن صالح نے از ابن وہب اضافہ کیا ہے' انہوں نے کہا: مجھے فلاں نے خبر دی اور حیوۃ بن شریح نے از بکر بن عمرو المعافری کہ بکیر بن عبداللہ نے ان کو حدیث بیان کی از نافع کہ ایک مرد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' اس نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! آپ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا کہ آپ ایک سال حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ کرتے ہیں؟ اور اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کو چھوڑ دیتے ہیں؟ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد میں کتنی تاکید کی ہے' حضرت ابن عمر نے کہا: اے میرے بھتیجے! اسلام کی

الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ قَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ ﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ (الحجرات:٩) ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (البقرہ:١٩٣) قَالَ فَعَلْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْاِسْلَامُ قَلِيْلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِيْ دِيْنِهٖ اِمَّا قَتَلُوْهُ وَاِمَّا يُعَذِّبُوْهُ حَتّٰى كَثُرَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ .

بنیاد پانچ چیزوں پر ہے' اللہ اور رسول کے اوپر ایمان لانے پر اور پانچ نمازوں پر اور رمضان کے روزوں پر اور زکوۃ ادا کرنے پر اور بیت اللہ کے حج پر' اس نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ نہیں سنتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا فرمایا ہے؟ اور اگر مؤمنوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں تو ان میں صلح کرادو' پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے گروہ سے جنگ کرو' حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرلے (الحجرات:٩)' اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے (البقرہ:١٩٣)' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس پر عمل کیا اور اس وقت اہلِ اسلام کی تعداد کم تھی' پس مرد کو اس کے دین کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا کیا جاتا تھا' وہ اس کو قتل کر دیتے تھے یا عذاب دیتے تھے حتیٰ کہ اہلِ اسلام کثیر ہو گئے اور فتنہ نہ رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٤٥١٥- قَالَ فَمَا قَوْلُكَ فِيْ عَلِيٍّ وَّعُثْمَانَ قَالَ اَمَّا عُثْمَانُ فَكَانَ اللّٰهُ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا اَنْتُمْ فَكَرِهْتُمْ اَنْ تَعْفُوْا عَنْهُ وَاَمَّا عَلِيٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَتَنُهٗ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ هٰذَا بَيْتُهٗ حَيْثُ تَرَوْنَ .

اس مرد نے کہا: پھر آپ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: رہے حضرت عثمان تو ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا اور تم ان کے معاف کیے جانے کو ناپسند کرتے ہو اور رہے حضرت علی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں اور ان کے داماد ہیں اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا: یہ ہے ان کا گھر جہاں تم دیکھ رہے ہو۔

اس حدیث کی شرح بھی وہی ہے جو: ٤٥١٤ کی ہے۔

٣١- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (البقرہ:١٩٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۝ (البقرہ:١٩٥) کی تفسیر

﴿التَّهْلُكَةُ﴾، وَالْهَلَاكُ وَاحِدٌ .

''التھلکہ'' اور ہلاک کا ایک معنی ہے۔

یہ ابوعبید کی تفسیر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ''التھلکہ'' اس ہلاکت کو کہتے ہیں جس سے بچنا ممکن ہو اور ہلاک اس کے خلاف کو کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ''تھلکہ'' وہ چیز ہے جو ہلاک کر دی گئی اور تیسرا قول یہ ہے کہ جس کا انجام مضر ہو وہ ''تھلکہ'' ہے

Marfat.com

اور مشہور تفسیر پہلی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۹۳)

٤٥١٦- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا النَّضْرُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرہ:۱۹۵) قَالَ نَزَلَتْ فِي النَّفَقَةِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے سنا از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو (البقرہ:۱۹۵) نفقہ کے متعلق یعنی خرچ کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

''تھلکہ'' کی تفسیر کے متعلق روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم امام نسائی امام ابوداؤد امام ترمذی امام ابن حبان اور حاکم نے اسلم بن عمران سے روایت کی ہے کہ ہم قسطنطنیہ میں تھے تو رومیوں کی بہت بڑی صف لشکر سے نکلی ایک مسلمان نے رومیوں کی اس صف پر حملہ کیا حتیٰ کہ اس صف میں داخل ہو گیا پھر واپس آ گیا تو لوگوں نے چیخ کر کہا: سبحان اللہ! اس شخص نے اپنے آپ کو تہلکہ میں ڈال لیا تو حضرت ابوایوب نے کہا: اے لوگو! تم اس آیت کی اس طرح تاویل کرتے ہو؟ یہ آیت تو ہم جماعتِ انصار میں نازل ہوئی تھی بے شک جب اللہ نے اپنے دین کو غلبہ عطاء فرمایا تو ہم نے آپس میں چپکے چپکے کہا: ہمارے اموال تو ضائع ہو گئے اگر ہم اپنے اموال میں قائم رہتے اور اپنے باغات کی دیکھ بھال کرتے رہتے تو کوئی نقصان نہ ہوتا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی پس 'تھلکہ'' ہمارا وہ ٹھہرنا ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ حضرت ابن عباس اور تابعین کی ایک جماعت نے اسی طرح تاویل کی ہے۔

اور امام ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو بغیر خرچ کیے جہاد کے لیے جاتے تھے۔

الضحاک بن ابی جبیرہ سے روایت ہے کہ انصار صدقہ کرتے تھے تو ان پر قحط آ گیا سو وہ صدقہ کرنے سے رک گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن جریر اور امام ابن المنذر نے سندِ صحیح کے ساتھ مدرک بن عوف سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر کے پاس تھا تو میں نے بتایا کہ میرا ایک پڑوسی تھا اس نے اپنے آپ کو جہاد میں ڈال دیا پس وہ شہید ہو گیا تو لوگوں نے کہا: اس نے اپنی جان کو تہلکہ میں ڈال دیا۔ حضرت عمر نے کہا: لوگوں نے جھوٹ بولا بلکہ اس شخص نے دنیا کے بدلہ میں آخرت کو خرید لیا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ پہلی تفسیر زیادہ ظاہر ہے کیونکہ یہ آیت اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ذکر سے شروع ہوئی ہے اور رہا یہ کہ ایک مرد دشمن کی کثیر جماعت کے اوپر حملہ کرے تو یہ اس کی فرطِ شجاعت کی وجہ سے ہے اور اس کے اس گمان کی وجہ سے ہے کہ وہ اس سے دشمن کو خوف زدہ کرے گا اور مسلمانوں کو شجاعت کے اوپر اُبھارے گا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۹۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا ہے کہ ''التھلکہ'' کا معنی ہے: بخل یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی جانوں کو بخل میں نہ ڈالو۔ اور سماک بن حرب نے نعمان بن بشیر سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ ایک آدمی گناہ کرے اور یہ کہے کہ میرا یہ گناہ بخشا نہیں

جائے گا تو یہ اپنی جان کو تہلکہ میں ڈالنا ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ "التھلکه" کا معنی ہے: اللہ کا عذاب یعنی تم اپنی جانوں کو اللہ کے عذاب میں نہ ڈالو۔

اور اس آیت میں فرمایا ہے: نیکی کرو: اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں: (۱) فرائض ادا کرو (۲) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھو (۳) جس کے پاس کچھ نہ ہو اس کو زیادہ دو (۴) پانچ اوقات کی نمازیں پڑھو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٢- بَابُ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَّرِيضًا اَوْبِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ﴾ (البقرہ:١٩٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو (البقرہ:۱۹۶) کی تفسیر

٤٥١٧- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ قَعَدْتُ اِلٰى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ يَعْنِيْ مَسْجِدَ الْكُوْفَةِ فَسَاَلْتُهُ عَنْ فِدْيَةٍ مِّنْ صِيَامٍ فَقَالَ حُمِلْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ فَقَالَ مَا كُنْتُ اُرٰى اَنَّ الْجَهْدَ قَدْ بَلَغَ بِكَ هٰذَا اَمَا تَجِدُ شَاةً قُلْتُ لَا قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ طَعَامٍ وَّاحْلِقْ رَاْسَكَ فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَّهِيَ لَكُمْ عَامَّةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمن بن الاصبہانی، انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن معقل سے سنا، انہوں نے کہا: میں اس مسجد یعنی مسجد کوفہ میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ کی طرف بیٹھا ہوا تھا، پس میں نے ان سے روزہ کے فدیہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا اور جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں، تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ تم کو یہاں تک تکلیف پہنچ چکی ہے، کیا تمہارے پاس ایک بکری نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! آپ نے فرمایا کہ تم تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، ہر مسکین کو نصف صاع (دو کلو) گندم دو اور اپنا سر مونڈ لو۔ حضرت کعب بن عجرہ نے بتایا کہ یہ حکم خاص میرے لیے نازل ہوا ہے اور یہ تم سب کے لیے عام ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۱۴ میں گزر چکی ہے۔

روزہ میں سر کی تکلیف اور مرض کا حل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے سال کا ہے جب صحابہ نے احرام نہیں کھولا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ (البقرہ:۱۹۶) میں جو مرض کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے سر میں پھنسیاں ہوں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۱ ص ۱۳۸)

اور ابن جریج سے روایت ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے سر میں درد ہو یا اس کے سر میں جوئیں ہوں۔ (تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۳۶)

اور مجاہد سے روایت ہے کہ اس کو جس قسم کا بھی مرض ہو تو وہ سر میں تیل لگائے یا آنکھوں میں سرمہ لگائے یا کوئی اور دواء کرے۔ (تفسیر مجاہد ج ۱ ص ۹۹) (یا بالوں کو مونڈ لے۔ سعیدی غفرلہ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۸۵-۸۴ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

٣٣- بَابٌ ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ﴾ (البقرہ:١٩٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ کو ملائے (البقرہ:١٩٦) کی تفسیر

٤٥١٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عِمْرَانَ اَبِیْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ اٰيَةُ الْمُتْعَةِ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ فَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنْزَلْ قُرْاٰنٌ يُحَرِّمُهُ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا حَتّٰى مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَاْيِهٖ مَا شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمران ابی بکر' انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ (حج) تمتع کی آیت کتاب اللہ میں نازل ہوئی تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا اور قرآن میں تمتع کی تحریم نازل نہیں ہوئی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا' حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی' ایک مرد نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٧١ میں گزر چکی ہے۔

محمد بن حاتم نے کہا: اس مرد سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (صحیح مسلم: ١٢٢٦)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عمر حج کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے سے منع فرماتے تھے اور انہوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے نہ سنت کی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٨٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے: حضرت عمر لوگوں کو تمتع کرنے سے منع کرتے تھے اور کہتے تھے: قرآن مجید نے ہمیں حج اور عمرہ پورا پورا کرنے کا حکم دیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط (البقرہ:١٩٦) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔

حضرت عمر کا منشاء یہ تھا کہ حج اور عمرہ کو الگ الگ مستقل احرام سے ادا کرو' تاہم وہ تمتع کو حرام نہیں کہتے تھے' وہ تمتع سے تنزیہاً منع کرتے تھے تا کہ لوگ بیت اللہ میں مستقل حج کرنے کے لیے آئیں اور مستقل عمرہ کرنے کے لیے آئیں۔ (لیکن جمہور صحابہ نے ان کی موافقت نہیں کی۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٤٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤- بَابٌ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرہ:١٩٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (حج کے دوران) اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے (البقرہ:١٩٨) کی تفسیر

٤٥١٩- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَتَاَثَّمُوْا اَنْ يَّتَّجِرُوْا فِی الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرہ:١٩٨) فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن عیینہ نے خبر دی از عمرو از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ عکاظ اور مجنہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت کے بازار تھے' پس صحابہ حج کے ایام میں تجارت کرنے میں گناہ سمجھتے تھے' پس یہ آیت نازل ہوئی: (حج کے دوران) اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:١٩٨)

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۰ میں گزر چکی ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فقر کو دور کرنے کے لیے بہ قدرِ ضرورت مال حاصل کرنے کے لیے تجارت کرنے میں فضیلت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فضل فرمایا ہے۔ (التوضیح ج ۲۲ ص ۸۷)

۳۵- بَابٌ ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (البقرہ: ۱۹۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں (البقرہ: ۱۹۹) کی تفسیر

۴۵۲۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ قُرَيْشٌ وَّمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ عَرَفَاتٍ ثُمَّ يَقِفَ بِهَا ثُمَّ يَفِيْضَ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (البقرہ: ۱۹۹)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش اور جو دین میں ان کے قریب تھے وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور اپنے آپ کو اُحمس کہتے تھے اور باقی عرب عرفات میں وقوف کرتے تھے' پھر جب اسلام کے احکام آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ عرفات میں جائیں اور وہاں وقوف کریں' پھر مزدلفہ میں جائیں' پس یہ اس آیت کا مصداق ہے: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔ (البقرہ: ۱۹۹)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۶۵ میں گزر چکی ہے۔

قریش کے مزدلفہ میں وقوف کرنے کی وجہ' اور اُحمس کی وجہ تسمیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے وقوف کرنے والوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ عرفات میں وقوف کریں اور وہاں سے مزدلفہ کی طرف جائیں تاکہ المشعر الحرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور یہ حکم دیا ہے کہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ وقوف کریں کیونکہ قریش عرفات میں وقوف نہیں کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں اور اس کے شہر میں رہنے والے ہیں' سو وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور باقی لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے۔

اور جو قریش کے دین کے قریب تھے: علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ وہ قبائل ہیں جو قریش کے دین پر تھے' یہ بنو عامر بن صعصعہ اور ثقیف اور خزاعہ تھے' یہ جب احرام باندھتے تو گھی اور پنیر نہیں کھاتے تھے اور اپنے گھروں کے دروازوں سے نہیں داخل ہوتے تھے اور وہ اپنے آپ کو اُحمس کہتے تھے' کیونکہ اُحمس کا معنی ہے: شدت اور یہ لوگ اپنے دین میں متشدد اور متصلب تھے۔

پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں: لوگوں سے مراد حمس کے علاوہ دوسرے قریش ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۵۲۱- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابوبکر نے حدیث

Marfat.com

بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَطُوفُ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ مَا كَانَ حَلَالًا حَتَّى يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَإِذَا رَكِبَ إِلَى عَرَفَةَ فَمَنْ تَيَسَّرَ لَهُ هَدِيَّةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ أَوِ الْغَنَمِ مَا تَيَسَّرَ لَهُ مِنْ ذٰلِكَ أَيَّ ذٰلِكَ شَاءَ غَيْرَ إِنْ لَمْ يَتَيَسَّرْ لَهُ فَعَلَيْهِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَذٰلِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ فَإِنْ كَانَ آخِرُ يَوْمٍ مِنَ الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَنْطَلِقْ حَتَّى يَقِفَ بِعَرَفَاتٍ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ يَكُونَ الظَّلَامُ ثُمَّ لِيَدْفَعُوا مِنْ عَرَفَاتٍ إِذَا أَفَاضُوا مِنْهَا حَتَّى يَبْلُغُوا جَمْعًا الَّذِي يَبِيتُونَ بِهِ ثُمَّ لِيَذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا وَأَكْثِرُوا التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا ثُمَّ أَفِيضُوا فَإِنَّ النَّاسَ كَانُوا يُفِيضُونَ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾ حَتَّى تَرْمُوا الْجَمْرَةَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: جس شخص نے جب تک عمرہ کا احرام نہیں کھولا وہ بیت اللہ کا (نفلی) طواف کرتا رہے حتیٰ کہ وہ حج کا احرام باندھ لے پس جب وہ عرفہ کی طرف جانے کے لیے سوار ہو تو اس کو اونٹ' گائے اور بکری میں سے جو قربانی میسر ہو وہ قربانی کرے' اگر اس کو قربانی میسر نہ ہو تو وہ یوم عرفہ سے پہلے تین دن کے روزے رکھے اور اگر تین دنوں میں سے آخری دن یوم عرفہ ہو' تب بھی اس پر کوئی گناہ نہیں' پھر وہ وقوف عرفات کے لیے روانہ ہوں اور وہاں عصر کی نماز سے لے کر اندھیرا پھیلنے تک وقوفِ عرفات کریں' پھر عرفات سے واپس ہوں حتیٰ کہ المزدلفہ میں پہنچ جائیں اور وہاں رات گزاریں اور صبح سے پہلے تک اللہ کا بہت زیادہ ذکر کریں اور اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ بہت زیادہ پڑھیں پھر صبح کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف واپس آئیں کیونکہ لوگ وہیں سے واپس ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ سے استغفار کرتے رہو' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝ (البقرہ:١٩٩) حتیٰ کہ تم جمرات میں کنکریاں مارو۔

وقوفِ عرفہ میں عصر کے وقت سے ابتداء کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس شخص نے جب تک احرام نہیں کھولا: بایں طور کہ وہ مکہ میں مقیم تھا یا اس نے عمرہ کر کے اپنا احرام کھول دیا تھا' حتیٰ کہ اس نے حج کا احرام باندھ لیا۔

پھر وہاں عصر کی نماز سے لے کر اندھیرا پھیلنے تک وقوفِ عرفات کریں: یعنی عصر کی نماز کے اوّل وقت سے لے کر جب ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد عصر کی نماز کے بعد سے ہو' کیونکہ جمع تقدیم کی وجہ سے عصر کی نماز ظہر کی نماز کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے اور اس کے بعد وقوف کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وقوف زوال کے بعد ہوتا ہے۔

اور علامہ کرمانی نے سوال کیا کہ وقوفِ عرفہ کا اوّل وقت زوالِ شمس ہے اور اس کا آخر وقت عید کی صبح ہے' پھر حدیث میں عصر کی نماز سے اندھیرا پھیلنے تک وقوفِ عرفہ کو کیوں فرمایا ہے؟ پھر اس کا جواب دیا کہ حضرت ابن عباس نے اوّل اشرف کا ارادہ کیا اور عصر کا وقت اشرف ہے اور آخر وقت میں اندھیرا پھیلنے تک کا ذکر کیا' کیونکہ لوگوں کی یہی عادت مشہور ہے۔

حتیٰ کہ وہ جمع میں پہنچ جائیں: یعنی مزدلفہ میں پہنچ جائیں' مزدلفہ کو جمع فرمایا' کیونکہ اسی جگہ حضرت آدم اور حواء جمع ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٤٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

Marfat.com

٣٦- بَابٌ ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○﴾ (البقرہ:٢٠١)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطاء فرما اور آخرت میں (بھی) اچھائی عطاء فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچاo (البقرہ:٢٠١) کی تفسیر

٤٥٢٢- حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ . [طرف الحدیث:٦٣٨٩] (صحیح مسلم:٢٦٩٠' الرقم المسلسل:٦٧٣٥' سنن ابوداؤد:١٥١٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہمارے رب ہمیں دنیا میں اچھائی عطاء فرما اور آخرت میں (بھی) اچھائی عطاء فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

صرف دنیا کی اچھائی کی دعا کرنے کی مذمت اور دنیا و آخرت دونوں کی اچھائی کی دعا کرنے کی تحسین

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعض دیہاتی میدانِ عرفات میں آ کر یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! یہ سال بارش والا سال بنا دے اور یہ سال زرخیز پیداوار والا بنا دے اور یہ سال خوبصورت اولاد والا بنا دے' وہ صرف دنیا کی چیزیں مانگتے تھے اور آخرت کی کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ○ (البقرہ:٢٠٠)

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے اور ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہےo

اور اس کے بعد دوسرا گروہ آیا جس میں مؤمنین تھے' وہ یہ دعا کرتے تھے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (البقرہ:٢٠١)

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطاء فرما اور آخرت میں (بھی) اچھائی عطاء فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچاo

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ○ (البقرہ:٢٠٢)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے' اور اللہ جلد حساب لینے والا ہےo

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دنیا کی اچھائی نیک بیوی ہے اور آخرت کی اچھائی جنت ہے اور بد اخلاق بیوی دوزخ کا عذاب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١٤٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٧- بَابٌ ﴿وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ○﴾ (البقرہ:٢٠٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہےo (البقرہ:٢٠٤) کی تفسیر

Marfat.com

''الد الخصام'' کا معنی اور اس کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ○ (البقرہ:۲۰۴)

اور لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہے جس کی بات آپ کو دنیا کی زندگی میں اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے دل کے خلوص پر اللہ کو گواہ بناتا ہے' حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے○

اس شخص سے مراد الاخنس بن شریق ہے' اس شخص کی زبان بہت میٹھی تھی' جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تو بہت نرمی سے بات کرتا اور کہتا کہ وہ آپ سے محبت کرتا ہے اور وہ مسلمان ہے اور وہ قسم کھا کر کہتا تھا کہ اللہ اس پر گواہ ہے کہ میرے دل میں آپ کی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ شخص سخت جھگڑالو ہے اور مسلمانوں سے عداوت رکھنے والا ہے۔

''الالد'' کا لفظ اسم تفضیل ہے اور اس کا معنی ہے: بہت زیادہ جھگڑا کرنے والا' اور یہ ''لدد'' سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: جھگڑا کرنا اور مراد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے بہت جھگڑا کرتا تھا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلنَّسْلُ اَلْحَيَوَانُ .

اور عطاء نے کہا کہ ''النسل'' سے مراد ہے: جان دار۔

یعنی عطاء بن ابی رباح نے اس آیت کی تفسیر میں کہا:

وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط (البقرہ:۲۰۵)

اور کھیتوں کو (برباد) اور جانوروں کو ہلاک کرے۔

عطاء نے کہا: ''الحرث'' سے مراد ہے: کھیت' اور ''النسل'' سے مراد ہے: انسان اور جانور۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۵۰)

۴۵۲۳- **حَدَّثَنَا** قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ تَرْفَعُهُ قَالَ اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ اَلْاَلَدُّ الْخَصِمُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مبغوض شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ جھگڑالو ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵۷ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور حضرت عبداللہ نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ عبداللہ بن الولید العدنی ہیں' امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے لکھا ہے کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸- بَابٌ ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی تک تم پر

Marfat.com

مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۞﴾ (البقرہ:٢١٤)

ایسی آزمائشیں نہیں آئیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں' ان پر آفتیں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ (اس قدر) جھنجھوڑ دیئے گئے کہ (اس وقت کے) رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! بے شک اللہ کی مدد عنقریب آئے گی ۞ (البقرہ:٢١٤) کی تفسیر

پچھلی اُمتوں پر آنے والے مصائب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں قتادہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت الاحزاب (جنگ خندق) کے دن نازل ہوئی' اس دن نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے اوپر سخت آزمائش آئی تھی۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت غزوۂ اُحد کے دن نازل ہوئی تھی' تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت مہاجرین کی تسلی کے لیے نازل ہوئی تھی جب انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے اپنے گھروں کو اور اپنے مالوں کو مشرکین کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا تھا اور خود اُنہوں نے ہجرت کر لی۔

نیز فرمایا: اور ابھی تک تمہارے اوپر ان لوگوں کی طرح مصائب نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے' یعنی بیماریاں' ذر مصائب اور حادثات حتیٰ کہ جب نبیوں نے اور ان کے اصحاب نے اللہ کی مدد آنے میں تاخیر سمجھی تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: سنو! بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٥٢)

٤٥٢٤- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يَقُوْلُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ (یوسف:١١٠) خَفِيْفَةً ذَهَبَ بِهَا هُنَاكَ وَتَلَا ﴿حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۞﴾ (البقرہ:٢١٤) فَلَقِيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی: حتیٰ کہ جب رسول نا اُمید ہونے لگے اور لوگوں نے گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا (یوسف:١١٠) حضرت ابن عباس ''کذبوا'' کو ذال کی تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے اور پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: حتیٰ کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اُٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! بے شک اللہ کی مدد عنقریب آئے گی ۞ (البقرہ:٢١٤) راوی نے کہا: پس میں عروہ بن الزبیر سے ملا اور میں نے ان سے اس بات کا ذکر کیا۔

٤٥٢٥- فَقَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَعَاذَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا وَعَدَ

تو انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: معاذ اللہ! اللہ

اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا عَلِمَ اَنَّهٗ كَائِنٌ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ وَلٰكِنْ لَّمْ يَزَلِ الْبَلَاءُ بِالرُّسُلِ حَتّٰى خَافُوْا اَنْ يَّكُوْنَ مَعَهُمْ يُكَذِّبُوْنَهُمْ فَكَانَتْ تَقْرَؤُهَا ﴿وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا﴾ (یوسف: ١١٠) مُثَقَّلَةً.

کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے جس چیز کا بھی وعدہ کیا تو رسول کو یہ یقین تھا کہ ان کی وفات سے پہلے یہ وعدہ پورا ہوگا' لیکن رسولوں پر ہمیشہ آزمائشیں آتی رہیں' حتیٰ کہ انہیں یہ خوف ہوا کہ ان کے اصحاب ان کی تکذیب کریں گے' پس حضرت عائشہ اس آیت کو یوں پڑھتی تھیں: اور رسولوں نے گمان کیا کہ ان کی تکذیب کی جائے گی' یعنی وہ ''كُذِّبُوْا'' کو تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں (كُذِّبُوْا)۔

''وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا'' کی توجیہات

اس آیت میں لفظ ''کذبوا'' کی قراءت دو طرح سے منقول ہے: ایک طریقہ ہے: ''کذبوا'' ذال پر تشدید کے بغیر اور دوسرا طریقہ ہے: ''كُذِّبُوْا'' ذال پر تشدید کے ساتھ۔

عاصم' حمزہ اور کسائی کی پہلی قراءت ہے اور باقی قراء کی دوسری قراءت ہے۔ اگر یہ لفظ بغیر تشدید کے پڑھا جائے تو اس کا نائب فاعل رسولوں کی اُمتیں ہیں اور اس صورت میں اس کے دو محمل ہیں:

(۱) جب رسول اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور قوم نے یہ گمان کر لیا کہ رسولوں نے ان سے جو مدد اور کامیابی کا وعدہ کیا تھا' وہ انہوں نے ان سے جھوٹ بولا تھا تو اچانک ہماری مدد آ پہنچی۔ یہ تفسیر مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔ (جامع البیان: ١٥٢١٩)

امام ابن جریر نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے اور ہم نے بھی اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

(۲) رسولوں نے مایوس ہو کر یہ گمان کر لیا کہ ان سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ جھوٹا تھا تو ہماری مدد آ پہنچی۔ ابن ابی ملیکہ نے اس تفسیر کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ رُسل بشر تھے اور ضعیف تھے۔ (جامع البیان: ١٥٢٢٧)

ابن جریر نے کہا ہے: میں بھی اسی طرح کہتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اور حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی:

حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○ (البقرہ: ٢١٤)

حتیٰ کہ رسول اور ایمان والوں نے کہا: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! اللہ کی مدد قریب ہے ○

ابن جریج نے کہا: ابن ابی ملیکہ نے بتایا کہ حضرت ابن عباس کا مذہب یہ تھا کہ رسول کمزور تھے۔ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا۔ (جامع البیان: ١٥٢٢٨)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ ان کا یہ گمان ضعف بشریت کی وجہ سے تھا' مگر یہ بہت بعید ہے کیونکہ عام مؤمن کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے جھوٹا وعدہ کیا ہے' بلکہ اس گمان کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا' تو رسولوں کے حق میں یہ کس طرح جائز ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا گمان کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام رازی نے اس روایت کو رد کر دیا ہے' اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں: اگر اس آیت میں ''کذبوا'' تشدید کے ساتھ ہو اور ظن بہ معنی یقین ہو تو اس آیت کا معنی ہوگا کہ رسولوں نے یہ یقین کر لیا کہ ان کی اُمتوں نے ان کی تکذیب کر دی ہے

Marfat.com

اور اب وہ ایمان نہیں لائیں گے' تب انہوں نے ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب نازل کیا جس نے ان کو ملیامیٹ کر دیا۔

اور اگر اس آیت میں ظن بہ معنی گمان ہو تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب رسول اپنی قوموں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ جو لوگ ان پر ایمان لا چکے ہیں وہ اب ان کی تکذیب کریں گے کہ رسولوں نے کافروں پر جس عذاب کا وعدہ کیا تھا' وہ عذاب اب تک نہیں آیا اور جب رسولوں نے اپنی اُمتوں کے متعلق یہ گمان کیا تو کافروں پر عذاب آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اور مؤمنوں کو اس عذاب سے بچا لیا اور حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی جو تاویل کی ہے' وہ بہت عمدہ تاویل ہے۔ (تفسیر کبیر ج ٦ ص ٥٢١' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٥ھ)

امام رازی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے عروہ نے سوال کیا کہ یوسف: ١١٠ میں لفظ ''کــذبــوا'' تشدید کے ساتھ ہے یا بغیر تشدید کے' حضرت عائشہ نے فرمایا: بلکہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی تھی (یعنی یہ لفظ تشدید کے ساتھ ہے) پس میں نے کہا: اللہ کی قسم! ان کو یہ یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے اور یہ ان کا گمان نہیں تھا! حضرت عائشہ نے فرمایا: اے عروہ! انہیں اس کا یقین تھا' عروہ نے کہا: شاید یہ لفظ بغیر تشدید کے ہو (یعنی انبیاء علیہم السلام نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا)' حضرت عائشہ نے فرمایا: معاذ اللہ! رسول اپنے رب کے ساتھ یہ گمان نہیں کر سکتے اور رہی یہ آیت تو یہ رسولوں کے پیروکار تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی تھی اور جب ان تک اللہ کی مدد پہنچنے میں دیر ہو گئی' حتیٰ کہ رسولوں کی اُمتوں میں سے جن لوگوں نے ان کی تصدیق کی تھی' وہ اللہ کی مدد آنے سے مایوس ہو گئے اور رسولوں نے یہ گمان کر لیا کہ اب ان کے پیروکار بھی ان کی تکذیب کریں گے تو اللہ کی مدد آ گئی۔ (صحیح البخاری: ٣٣٨٩)

٣٩- بَابٌ ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ﴾ (البقرہ: ٢٢٣) اَلْاٰیَة

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہاری عورتیں تمہارے (بیج ڈالنے کے لیے) کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہے آؤ' اور اپنے لیے نیک عمل بھیجتے رہو (البقرہ: ٢٢٣) کی تفسیر

عورتوں کی کھیتیوں کے ساتھ تشبیہ کی توجیہ

اس آیت میں عورتوں کو کھیتیوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح کھیتوں میں بیج ڈالا جاتا ہے' اسی طرح عورتوں کے رحموں میں نطفہ ڈالا جاتا ہے جس سے افزائش نسل ہوتی ہے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (اس کے متعلق) سوال کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے پاس ہر کیفیت سے جاؤ جب کہ دخول فرج میں ہو۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا' آپ نے پوچھا: تمہیں کس چیز نے ہلاک کر دیا؟ انہوں نے کہا: میں نے گزشتہ رات اپنی بیوی کو پلٹ دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ آیت نازل فرمائی: تمہاری عورتیں

Marfat.com

تمہارے (بیج ڈالنے کے لیے) کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہے آؤ۔ (البقرہ:۲۲۳) خواہ آگے سے خواہ پیچھے سے لیکن دُبر میں دخول کرنے اور ایامِ حیض میں دخول کرنے سے احتراز کرنا۔ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۵۲)

٤٥٢٦- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ فَاَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا فَقَرَاَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلٰى مَكَانٍ قَالَ تَدْرِىْ فِيْمَا اُنْزِلَتْ قُلْتُ لَا قَالَ اُنْزِلَتْ فِىْ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ مَضٰى. [طرف الحدیث:۴۵۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں النضر بن شمیل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب قرآن مجید پڑھتے تھے تو کسی سے بات نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ قراءت سے فارغ ہو جاتے' ایک دن میں قرآن مجید لے کر ان کے پاس بیٹھ گیا' پس انہوں نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کر دی' جب وہ اس جگہ پہنچے تو پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی تھی؟ میں نے کہا: نہیں! تو انہوں نے بتایا کہ یہ آیت فلاں فلاں کے متعلق نازل ہوئی تھی' پھر آگے پڑھنے لگے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ آیت فلاں فلاں کے متعلق نازل ہوئی ہے: اس سے مراد ہے: پیچھے کی طرف سے عورتوں میں دخول کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

٤٥٢٧- وَعَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ حَدَّثَنِىْ اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﴿فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ قَالَ يَاْتِيْهَا فِىْ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

اور از عبدالصمد بیان کرتے ہیں: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر' انہوں نے کہا: قرآن مجید میں ہے: سو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہے آؤ' حضرت ابن عمر نے کہا: وہ اس کی (فرج میں دخول کرے)۔ اس حدیث کو محمد بن یحییٰ بن سعید نے از والد خود از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا۔

عورت کی دُبر میں دخول کی ممانعت

حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس' حضرت جابر بن عبداللہ' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص' حضرت ابوالدرداء' حضرت خزیمہ بن ثابت' حضرت ابو ہریرہ' حضرت علی بن طلق اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک عورت کی دُبر میں دخول کرنا حرام ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق اختلاف ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ عمل حرام ہے۔

اور تابعین میں سعید بن المسیب' مجاہد' ابراہیم النخعی' ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور عطاء بن ابی رباح کے نزدیک بھی یہ عمل حرام ہے۔

اور ائمہ میں سے سفیان الثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام شافعی' امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق اور بہت ائمہ کے نزدیک یہ عمل حرام ہے' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

Marfat.com

امام ابن خزیمہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیاء نہیں فرماتا' تم عورتوں کی دُبر میں دخول نہ کرو۔ اس حدیث کی امام طحاوی اور امام طبرانی نے بھی روایت کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے' آپ نے فرمایا: یہ ''اللوطیة الصغریٰ'' ہے یعنی عورتوں کی دُبر میں دخول کرنا۔ اس حدیث کی الطیالسی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے۔

امام طحاوی' امام ابن ابی شیبہ' امام ابن ماجہ اور امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیاء نہیں فرماتا' تم عورتوں کی سُرین میں دخول نہ کرو۔

اور قرآن مجید میں جو فرمایا ہے کہ تم اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو آؤ' اس کا معنی ہے: خواہ آگے سے آؤ یا پیچھے سے آؤ لیکن کھیتی میں آؤ اور وہ فرج ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۵٦۔۱۵۵)

٤٥٢٨- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَّرَائِهَا جَاءَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرہ: ۲۲۳) ۔ (صحیح مسلم: ۱۴۳۵' الرقم المسلسل: ۳۴۲۵' سنن ترمذی: ۲۹۸۹' سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن المنکدر' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ یہود کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے پیچھے کی طرف سے مجامعت کرے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: تمہاری عورتیں تمہارے (بیج ڈالنے کے) لیے کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ۔ (البقرہ: ۲۲۳)

٤٠- بَابٌ ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرہ: ۲۳۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (پہلے خاوند کے) ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو (البقرہ: ۲۳۲) کی تفسیر

٤٥٢٩- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ اُخْتٌ تُخْطَبُ اِلَيَّ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر العقدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد بن راشد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے معقل بن یسار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میری ایک بہن تھی جس سے نکاح کا میری طرف پیغام دیا جاتا تھا۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنِيْ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ (ح) حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ

اور ابراہیم نے کہا از یونس از الحسن' انہوں نے کہا: مجھے معقل بن یسار نے حدیث بیان کی (ح) انہوں نے کہا: ہمیں ابومعمر نے

Marfat.com

الْوَارِثِ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ اُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَتَرَكَهَا حَتّٰى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَخَطَبَهَا فَاَبٰى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرۃ:٢٣٢) ۔ [اطراف الحدیث: ٥١٣٠-٥٣٣٠-٥٣٣١] (سنن ابوداؤد: ٢٠٨٧ سنن ترمذی: ٢٩٨١)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الحسن وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معقل بن یسار کی بہن کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی پھر چھوڑے رکھا حتیٰ کہ اس کی عدت گزر گئی پھر اس کے خاوند نے اس کو نکاح کا پیغام دیا تو حضرت معقل نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا' تب یہ آیت نازل ہوئی: تو انہیں ان کے (پہلے خاوند کے) ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔ (البقرہ: ٢٣٢)

فقہاء شافعیہ کا اس پر استدلال کہ عورت کے نکاح کا حق اس کے ولی کو ہے نہ کہ خود اس عورت کو

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طبری نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ کی بہن کا نام حضرت جمیل بنت یسار رضی اللہ تھا اور یہ حضرت ابوالبداح کے عقد نکاح میں تھیں اور امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ ان کا نام حضرت فاطمہ بنت یسار تھا اور ابن فتحون نے ان کا نام جمیلہ بتایا ہے اور المنذری نے ان کا نام لیلیٰ بتایا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کی ایک چچا زاد بہن تھی جس کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی تھی' پس اس کی عدت پوری ہو گئی تو اس کے خاوند نے اس سے دوبارہ نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت جابر نے انکار کر دیا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اس مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا' پھر جب اس کی عدت گزر جاتی تو اس کو کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر دیتا' تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

(تفسیر طبری ج ٢ ص ٥٠٠-٤٩٨)

امام شافعی نے کہا ہے: اللہ کی کتاب کی اس آیت میں مذکور ہے کہ عورت کے ولی کو اس کے نفس میں ایک اور حق ہے' اگر عورت کے ولی کے بغیر عورت کا اپنے نفس میں حق ہوتا تو حضرت معقل کی بہن اپنا نکاح دوسری جگہ کر لیتی اور اللہ تعالیٰ عورت کے ولی کو خطاب نہ کرتا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے ولی کو یہ حق ہے کہ وہ عورت کی مرضی سے اس کا نکاح کر دے۔

(کتاب لام ج ٥ ص ١٤٩ مختصر المزنی علی ھامش الام ج ٣ ص ١٥) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ١٠٢-١٠١ وزارۃ الاوقاف قطر ١٤٢٩ھ)

فقہاء شافعیہ کے استدلال کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اس آیت اور اس حدیث میں فقہاء شافعیہ کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ بالغہ عورت اپنا نکاح ازخود کر سکتی ہے اور فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ بالغہ عورت اپنا نکاح ازخود نہیں کر سکتی' اس کے نکاح کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ولی اس کا نکاح کرے' اور اس آیت اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ حضرت معقل بن یسار کی بہن نے ازخود اپنا نکاح اپنے پہلے خاوند سے کر لیا اور جب حضرت معقل بن یسار نے ان کو اس نکاح کرنے سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو روکنے سے منع فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ عورت پر اس کے ولی کا کوئی اختیار نہیں ہے' وہ جس سے چاہے ازخود اپنا نکاح کر سکتی ہے' سو اس آیت اور اس حدیث میں فقہاء احناف کی دلیل ہے نہ کہ فقہاء شافعیہ کی۔

Marfat.com

٤١- بَابٌ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ٥﴾ (البقرہ:٢٣٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں (اور یہ آیت یہاں تک ہے:) تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے٥ (البقرہ:٢٣٤) کی تفسیر

چار مہینہ دس دن عدت مقرر کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب ہے اور ایک قول ہے کہ مکلفین سے خطاب ہے کہ جب وہ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویوں کو اپنے بعد چھوڑ جائیں تو ان کی بیویاں چار مہینہ دس دن انتظار کریں اور اپنے آپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے روکے رکھیں' اس آیت میں بیویوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے ان کا شوہر دخول کر چکا ہو' ہاں! اگر وہ بیوی حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل تک ہے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ (الطلاق:٤) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ عورت وہ عدت گزارے' جس میں زیادہ مدت ہو' اگر وضع حمل میں چار مہینے دس دن سے زیادہ مدت ہو تو وہ عدت گزارے ورنہ چار مہینہ دس دن عدت گزارے تاکہ دونوں آیتیں جمع ہو جائیں۔

چار مہینہ دس دن جو عدت مقرر کی گئی ہے' علامہ راغب اصفہانی نے یہ کہا ہے کہ جب پیٹ میں بچہ مذکر ہو تو وہ اکثر احوال میں تین مہینہ کے بعد حرکت کرنے لگتا ہے اور جب وہ بچہ مؤنث ہو تو چار مہینہ کے بعد حرکت کرنے لگتا ہے' سو اس وجہ سے بیوہ عورت کی عدت چار مہینہ مقرر کی گئی ہے اور اس پر دس دن کا اضافہ احتیاطاً کیا گیا ہے اور دس کے عدد کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ وہ کامل اور اشرف عدد ہے' سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے سوال کیا کہ چار مہینہ دس دن عدت مقرر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس مدت میں روح پھونک دی جاتی ہے اور اسی طرح ابو العالیہ نے بیان کیا ہے۔

اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب بیوہ عورتوں کی عدت پوری ہو جائے تو اے مسلمین کی جماعت! ان بیوہ عورتوں کو بناؤ سنگھار سے منع نہ کرو تاکہ وہ دوسری جگہ نکاح کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیں۔

﴿يَعْفُوْنَ﴾ (البقرہ:٢٣٧) يَهَبْنَ. ''یعفون'' کا معنی ہے: ''یھبن'' یعنی وہ مطلقہ عورتیں اپنے حصہ کے مہر کی رقم' اپنے شوہروں کو ہبہ کر دیں۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے (البقرہ:٢٣٧) میں مذکور 'یعفون'' کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے' وہ پوری آیت اس طرح ہے:

Marfat.com

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ط (البقرہ:٢٣٧)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں' یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)۔

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس' شریح' ابن المسیب' عکرمہ' نافع' مجاہد' شعبی' حسن' ابن سیرین' مقاتل' جابر بن زید' عطاء خراسانی' زہری' ضحاک' ربیع بن انس اور سدی نے بھی ''یعفون'' کی تفسیر ''یھبن'' کے ساتھ کی ہے۔

٤٥٣٠- حَدَّثَنِيْ اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَبِيْبٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ (البقرہ:٢٤٠) قَالَ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الْاُخْرٰى فَلِمَ تَكْتُبُهَا اَوْ تَدَعُهَا قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْهُ مِنْ مَّكَانِهٖ ۔[طرف الحدیث:٤٥٣٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے امیہ بن بسطام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از حبیب از ابن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ آیت: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں۔ (البقرہ:٢٤٠) اس کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے (اور وہ آیت البقرہ:٢٣٤ ہے)' پھر آپ نے اس آیت کو (مصحف میں) کیوں لکھا ہے یا آپ اس آیت کو چھوڑ دیتے' حضرت عثمان نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں قرآن میں لکھے ہوئے کسی لفظ کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کرتا۔

منسوخ آیت کو قرآن مجید میں برقرار رکھنے کے فوائد

حضرت عبداللہ ابن الزبیر کے سوال کا منشاء یہ ہے کہ جب (البقرہ:٢٤٠) جس میں ایک سال تک عدت گزارنے کی وصیت ہے' یہ (البقرہ:٢٣٤) سے منسوخ ہو گئی ہے تو آپ نے مصحف میں اس منسوخ آیت کو کیوں برقرار رکھا ہے؟ حضرت عثمان نے جواب دیا: میں قرآن مجید کی کسی آیت کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کر سکتا' تاہم منسوخ آیت کو قرآن مجید میں برقرار رکھنے کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(١) اگر اللہ تعالیٰ اس آیت کے الفاظ کو بھی منسوخ کرنا چاہتا تو اس آیت کو حافظوں کے سینوں سے نکال دیتا جیسا کہ متعدد آیات کے ساتھ ایسا کیا گیا (٢) اس آیت کے الفاظ کو باقی رکھنے کی وجہ سے اس آیت کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے' جیسے دوسری آیات کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ یہ کیسے ہوا کہ آیت متقدمہ نے آیت متاخرہ کو منسوخ کر دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی آیت تلاوت میں مقدم ہوتی ہے اور ترتیب نزول میں متاخر ہوتی ہے۔

٤٥٣١- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شِبْلٌ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا

Marfat.com

مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ﴾ قَالَ كَانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ اَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ﴾ (البقرة: ٢٤٠) قَالَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّصِيَّةً اِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ﴾ فَالْعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا زَعَمَ ذٰلِكَ عَنْ مُّجَاهِدٍ

وَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ . [طرف الحدیث: ۵۳۴۴]

ہمیں شبل نے حدیث بیان کی از ابن نجیح از مجاہد' انہوں نے: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں۔ (البقرہ:۲۳۴) یہ آیت پڑھ کر کہا: یہ وہ عدت ہے (چار ماہ دس دن) کہ کسی شخص کی بیوی پر اس عدت کو گزارنا واجب ہے' پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں' وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نکالا نہ جائے' پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے' جو انہوں نے اپنے معاملے میں دستور کے مطابق کیا۔ (البقرہ: ۲۴۰) مجاہد نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پورا سال عدت کر دی' سات مہینہ اور بیس راتیں (چار ماہ دس دن میں بڑھا دیں) کہ اگر وہ چاہے تو وہ اس وصیت کے مطابق ٹھہری رہے اور اگر چاہے تو نکل آئے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نکالا نہ جائے' پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ: ۲۴۰) پس یہ عدت جس طرح ہے اس طرح عورت پر واجب ہے' یہ مجاہد کا زعم ہے۔ عطاء نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ اس آیت نے بیوہ کی اس عدت کو منسوخ کر دیا جو وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارتی' پس بیوہ جہاں چاہے عدت گزارے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس کو نکالا نہ جائے۔ (البقرہ: ۲۴۰)

قَالَ عَطَاءٌ اِنْ شَاءَتْ اعْتَدَّتْ عِنْدَ اَهْلِهٖ وَسَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ﴾ . (البقرة: ٢٤٠)

عطاء نے کہا کہ اگر بیوہ چاہے تو شوہر کے گھر والوں کے پاس عدت گزارے اور اپنی وصیت کے مطابق وہاں رہے اور اگر چاہے تو اس گھر سے نکل جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ: ۲۴۰)

قَالَ عَطَاءٌ ثُمَّ جَاءَ الْمِيْرَاثُ فَنَسَخَ السُّكْنٰى فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَلَا سُكْنٰى لَهَا وَعَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ بِهٰذَا .

عطاء نے کہا: پھر وراثت کے احکام آ گئے تو رہائش کا حکم منسوخ کر دیا گیا' پس بیوہ جہاں چاہے عدت گزارے' پس اس کے لیے رہائش نہیں ہوگی' اور محمد بن یوسف سے روایت ہے: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد اسی طرح۔

وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

اور از ابن ابی نجیح از عطاء از ابن عباس' انہوں نے بیان کیا:

Marfat.com

قَالَ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا فِي اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ نَحْوَهُ.

اس آیت نے (البقرہ:۲۳۴) کی اس عدت کو منسوخ کر دیا جو اس کے گھر والوں کے ساتھ تھی' پس بیوہ جہاں چاہے عدت گزارے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انہیں (گھر سے) نکالا نہ جائے۔

یہ مجاہد کا مذہب ہے' ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو اسحاق کی گزشتہ روایت کی بناء پر درج کر دیا ہو اور ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ یہ امام بخاری کے تفردات میں سے ہے' اور اس میں ان کا کوئی متابع نہیں ہے۔

بیوہ عورت پر اس وقت تک خرچ کیا جاتا تھا جب تک وہ اپنے خاوند کے گھر سے نہیں نکلتی تھی اور جب وہ اس کے گھر سے نکل جاتی تو اس کا خرچ بند ہو جاتا تھا' عطاء نے جو کہا ہے کہ بیوہ عورت کی رہائش نہیں ہوگی' یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور امام مالک کا مذہب ہے کہ اس کے لیے رہائش ہوگی جب کہ وہ گھر اس کے فوت شدہ خاوند کی ملکیت ہو۔ (التوضیح ج ۲۲ ص ۱۰۸۔۱۰۷)

٤٥٣٢- حَدَّثَنَا حِبَّانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى مَجْلِسٍ فِيْهِ عُظْمٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَفِيْهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى فَذَكَرْتُ حَدِيْثَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ فِيْ شَاْنِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَلٰكِنَّ عَمَّهُ كَانَ لَا يَقُوْلُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اِنِّيْ لَجَرِيْءٌ اِنْ كَذَبْتُ عَلٰى رَجُلٍ فِيْ جَانِبِ الْكُوْفَةِ وَرَفَعَ صَوْتَهُ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِيْتُ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ اَوْ مَالِكَ بْنَ عَوْفٍ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَتَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا التَّغْلِيْظَ وَلَا تَجْعَلُوْنَ لَهَا الرُّخْصَةَ لَنَزَلَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ الطُّوْلٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عون نے خبر دی از محمد بن سیرین' انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا' جس میں انصار کے عظماء تھے اور ان میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی تھے' پس میں حضرت سبیعہ بنت الحارث کے متعلق عبداللہ بن عتبہ کی حدیث بیان کی تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: لیکن ان کے چچا اس طرح نہیں کہتے تھے' تو میں نے کہا کہ اگر میں ایسے شخص کے متعلق جھوٹ بولوں جو کوفہ کی ایک جانب میں رہتا ہے پھر تو میں بہت جرأت والا ہوں گا اور انہوں نے اپنی آواز بلند کی' انہوں نے کہا: پھر میں نکلا تو مالک بن عامر یا مالک بن عوف سے میری ملاقات ہوئی' میں نے کہا: جو بیوہ عورت حاملہ ہو' اس کی عدت کے متعلق حضرت ابن مسعود کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت ابن مسعود یہ کہتے تھے کہ کیا تم اس کے لیے لمبی عدت مقرر کرتے ہو اور تم اس کے لیے آسانی مقرر نہیں کرتے! کیونکہ چھوٹی سورۂ نساء (سورۂ طلاق) لمبی سورت کے بعد نازل ہوئی ہے (یعنی سورۃ البقرہ کے بعد)۔

وَقَالَ اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ لَقِيْتُ اَبَا عَطِيَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ. [طرف الحدیث:۴۹۱۰]

اور ایوب نے کہا از محمد: میں ابوعطیہ مالک بن عامر سے ملا تھا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سبیعہ بنت الحارث' یہ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں جو مکہ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ابوالسنابل بن بعکک نے کہا

Marfat.com

کہ آپ کی عدت چار مہینہ دس دن ہے اور ان کے خاوند کی وفات کے چند دن بعد ان کا وضع حمل ہو چکا تھا (یعنی بچہ ہو چکا تھا) ایک قول ہے کہ پچیس راتوں کے بعد اور دوسرا قول اس سے بھی کم کا ہے جب ابوالسنابل نے ان سے یہ کہا تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں پس آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری عدت پوری ہو چکی ہے اب تم جس سے چاہو نکاح کر لو اور ایک روایت میں یہ ہے: جب تمہارے پاس ایسے شخص کا پیغام آئے جو تمہیں پسند ہو تو تم اس سے نکاح کر لینا۔

لیکن ان کے چچا: یعنی عبداللہ بن عتبہ کے چچا اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

وہ اس طرح نہیں کہتے: یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود اس طرح نہیں کہتے، جس طرح ابھی ہم نے حضرت سبیعہ کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔

میں نے کہا: پھر تو میں بہت جرأت والا ہوں گا: یعنی بے حیاء ہوں گا۔

کیا تم اس عورت پر تغلیظ کرتے ہو: یعنی حمل کی لمبی مدت رکھتے ہو جب اس کی مدت چار مہینہ دس دن سے زیادہ ہو جائے اور کبھی مدتِ حمل نو مہینہ سے تجاوز کر کے چار سال تک ہو جاتی ہے جب تم حاملہ کی لمبی عدت رکھتے ہو تو پھر اس کے لیے رخصت بھی رکھو جب اس کا وضع حمل چار مہینہ سے کم میں ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہونے کا فتویٰ دو۔

چھوٹی سورۃ نساء: اور یہ سورۃ الطلاق ہے اور اس میں یہ آیت ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۖ (الطلاق:٤)　اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

بعد لمبی سورت کے: اس سے مراد سورۂ نساء نہیں ہے اس سے مراد وہ سورت ہے جو قرآن مجید میں سے لمبی سورت ہے یعنی سورۂ بقرہ اور اس میں یہ آیت ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ (البقرہ:٢٣٤)　اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (الطلاق:٤) کو (البقرہ:٢٣٤) کے لیے ناسخ قرار دیا ہے یعنی اگر حاملہ عورت کا وضعِ حمل چار مہینہ دس دن سے پہلے ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو گئی اور اب اس کی عدت چار ماہ دس دن نہیں ہو گی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں عدتوں کو جمع کرتے تھے اور جس کی مدت زیادہ ہو اس کو عدت قرار دیتے تھے یعنی اگر حاملہ کا وضع حمل چار ماہ دس دن سے پہلے ہو جائے تو وہ کہتے تھے کہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور اگر اس کا وضعِ حمل چار ماہ دس دن کے بعد ہو تو پھر وہ اس کو عدت قرار دیتے تھے اور عام فقہاء (البقرہ:٢٣٤) میں حضرت سبیعہ اسلمیہ کی حدیث کی وجہ سے تخصیص کرتے ہیں یعنی اگر حاملہ کا وضع حمل چار ماہ دس دن سے پہلے ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو گئی۔

نوٹ: ہم نے اس باب کی احادیث کی زیادہ تر شرح عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٦٤-١٥٩ سے اخذ کی ہے۔

٤٢- بَابٌ ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرہ:٢٣٨)　اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمام نمازوں کی پابندی کرو (خصوصاً) درمیانی نماز کی (البقرہ:٢٣٨) کی تفسیر

Marfat.com

٤٥٣٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ مَلَا اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ اَوْ اَجْوَافَهُمْ شَكَّ يَحْيَى نَارًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از محمد از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ح) اور مجھے عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہاشم نے بیان کیا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا: ان لوگوں نے ہم کو نماز وسطیٰ پڑھنے سے روک دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' آپ نے دعا کی: اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو اور ان کے گھروں کو' یا فرمایا: ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے' اس میں یحییٰ کو شک ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک صلوٰۃ وسطیٰ مغرب کی نماز ہے اور وہ بہت غریب قول ہے' پھر انہوں نے کہا: یہاں دو صلوٰۃ وسطیٰ ہیں' ایک قرآن کی صلوٰۃ وسطیٰ ہے اور وہ صبح کی نماز ہے اور ایک سنت کی صلوٰۃ وسطیٰ ہے اور وہ عصر کی نماز ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۱۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

اس کے متعلق احادیث کہ صلوٰۃ وسطیٰ صلوٰۃ عصر ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ان کافروں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ پڑھنے سے مشغول رکھا جو صلوٰۃ عصر ہے اور اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ پھر انہوں نے یہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان میں پڑھی۔

امام مسلم نے یہ حدیث حضرت ابن مسعود سے بھی روایت کی ہے اور امام ترمذی اور امام نسائی نے اسی کی مثل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت سمرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلوٰۃ وسطیٰ' صلوٰۃ عصر ہے اور اس حدیث کو امام ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔

امام ترمذی اور امام ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلوٰۃ وسطیٰ' صلوٰۃ عصر ہے۔

صلوٰۃ وسطیٰ کے مصداق کے متعلق بیس اقوال

علامہ الدمیاطی نے صلوٰۃ وسطیٰ کے مصداق کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے' جس کا انہوں نے نام رکھا ہے: کشف الغطاء عن الصلوٰۃ

Marfat.com

الوسطیٰ اس میں انہوں نے بیس (۲۰) قول جمع کیے ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ صبح کی نماز ہے یہ حضرت ابو امامہ حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور تابعین میں سے ابو العالیہ عبید بن عمر عطاء عکرمہ مجاہد اور دوسروں کا قول ہے اس کو امام ابو حاتم نے ان سے نقل کیا ہے ابو العالیہ نے کہا ہے کہ یہی امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے انہوں نے اپنی کتاب الام میں اس کی تصریح کی ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ صبح کی نماز میں قنوت ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ (البقرہ: ۲۳۸) اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو ○

اور انہوں نے کہا کہ صبح کی نماز قصر سے نہیں پڑھی جاتی اور انہوں نے کہا کہ فجر کی نماز دو جہری نمازوں اور دوسری نمازوں کے درمیان ہے یعنی مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان اور ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے امام ابوداؤد نے ان سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سخت دوپہر میں پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے اوپر ظہر کی نماز سے زیادہ سخت اور کوئی نماز نہیں تھی تب یہ آیت نازل ہوئی: ''حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى'' تمام نمازوں کی پابندی کرو (خصوصاً) درمیانی نماز کی۔

اور حضرت ابو سعید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی یہ قول مروی ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے اور امام مالک نے الموطأ میں حضرت زید بن ثابت کی روایت سے وثوق کے ساتھ لکھا ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے اور امام ابوحنیفہ سے بھی یہ ایک روایت ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ عصر کی نماز ہے اور یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کیونکہ امام ترمذی اور امام نسائی نے زِر بن حُبیش سے روایت کی ہے کہ ہم نے عبیدہ سے کہا کہ حضرت علی سے صلوٰۃِ وسطیٰ کے متعلق دریافت کرو انہوں نے سوال کیا تو حضرت علی نے فرمایا: پہلے ہم یہ گمان کرتے تھے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ صبح کی نماز ہے حتیٰ کہ میں نے غزوۂ احزاب کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ان کافروں نے ہم کو صلوٰۃِ وسطیٰ پڑھنے سے مشغول رکھا جو کہ عصر کی نماز ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تصریح کی ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ عصر کی نماز ہے اور جس نے کہا کہ وہ صبح کی نماز ہے اس کی دلیل بھی قوی ہے لیکن معتمد یہی ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ عصر کی نماز ہے اور یہی حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے اور اکثر فقہاءِ شافعیہ کا بھی یہی قول ہے امام ترمذی نے کہا کہ اکثر علماءِ صحابہ کا یہی قول ہے۔ الماوردی نے کہا: یہی جمہور تابعین کا قول ہے اور حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہی اکثر محدثین کا قول ہے مالکی علماء میں سے ابن حبیب ابن العربی اور ابن عطیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ مغرب کی نماز ہے امام ابن ابی حاتم نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ صلوٰۃِ وسطیٰ مغرب کی نماز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ مغرب کی نماز کی رکعات دو رکعت اور چار رکعت کے درمیان معتدل ہیں یعنی تین رکعت ہیں اور انہوں نے کہا کہ سفر میں اس نماز کی قصر نہیں کی جاتی اور انہوں نے کہا کہ اس سے پہلے دوسری نمازیں ہیں یعنی ظہر اور عصر اور اس کے بعد دو جہری نمازیں ہیں عشاء اور فجر اور یہ ان کے درمیان میں ہے۔

(۵) پانچواں قول یہ ہے کہ تمام نمازیں صلوٰۃِ وسطیٰ ہیں امام ابن ابی حاتم نے سندِ حسن کے ساتھ نافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صلوٰۃِ وسطیٰ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ تمام نمازیں صلوٰۃِ وسطیٰ ہیں سو ان سب کی حفاظت کرو۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ" (البقرہ:۲۳۸) یہ آیت تمام فرائض اور نوافل پر مشتمل ہے پھر اس پر صلوٰۃِ وسطیٰ کا عطف کیا اور اس سے تمام فرائض کا تاکیداً ارادہ کیا' حافظ ابن عبد البر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

(٦) چھٹا قول یہ ہے کہ نمازِ جمعہ صلوٰۃِ وسطیٰ ہے' یہ ابن حبیب مالکی کا قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ تمام نمازوں میں نمازِ جمعہ کو اجتماع اور خطبہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔

(٧) ساتواں قول یہ ہے کہ عام دنوں میں ظہر کی نماز اور جمعہ کے دن نمازِ جمعہ یہ صلوٰۃِ وسطیٰ ہے۔

(٨) آٹھواں قول یہ ہے کہ عشاء کی نماز صلوٰۃِ وسطیٰ ہے' یہ علامہ ابن التین اور علامہ قرطبی کا قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ عشاء کی نماز ان دو نمازوں کے درمیان ہے' جن میں قصر نہیں کی جاتی' یعنی مغرب اور فجر کے درمیان ہے اور اس لیے کہ عشاء کی نماز نیند کے وقت میں پڑھی جاتی ہے' اس لیے اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور الواحدی کا بھی یہی مختار ہے۔

(٩) نواں قول یہ ہے کہ صبح اور عشاء کی نماز نمازِ وسطیٰ ہے کیونکہ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ یہ دو نمازیں منافقین پر زیادہ بھاری ہیں۔ ابہری مالکی کا بھی یہی قول ہے۔

(١٠) دسواں قول یہ ہے کہ فجر اور عصر کی نماز' نمازِ وسطیٰ ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے دلائل قوی ہیں' ظاہر قرآن سے فجر کی نماز ہے اور سنت سے تصریح ہے کہ عصر کی نماز ہے۔

(١١) گیارہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ جماعت سے پڑھی ہوئی نماز ہے۔

(١٢) بارہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ وتر کی نماز ہے' علامہ سخاوی نے اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے اور قاضی تقی الدین نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے۔

(١٣) تیرہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ نمازِ خوف ہے۔

(١٤) چودھواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ عید الاضحیٰ کی نماز ہے۔

(١٥) پندرھواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ' عید الفطر کی نماز ہے۔

(١٦) سولہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ چاشت کی نماز ہے۔

(١٧) سترہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ پانچوں نمازوں میں سے کوئی ایک نماز ہے غیر معین۔

(١٨) اٹھارہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ فجر کی نماز ہے یا عصر کی نماز ہے۔

(١٩) انیسواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ کے مصداق میں توقف کرنا چاہیے۔

(٢٠) بیسواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ' نمازِ تہجد ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۳-۵۰۱ ملخصاً' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تمام اقوال اپنی جگہ درست ہو سکتے ہیں' لیکن معتمد اور قوی ترین قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ نمازِ عصر ہے۔

٤٣- بَابٌ ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ٥﴾ (البقرۃ:۲۳۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو ٥ (البقرہ:۲۳۸) کی تفسیر

اَیْ مُطِيْعِيْنَ. یعنی اس کی اطاعت کرتے ہوئے۔

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں کہ "قٰنتین" کے معنی میں اختلاف ہے اور اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

Marfat.com

عابد' ذاکر' کم قیام کرنے والا' حالتِ قیام میں دعا کرنے والا' خاموش کھڑا ہونے والا' عبادت کا اقرار کرنے والا۔

(التوضیح ج ۲۲ ص ۱۱۳)

٤٥٣٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ أَحَدُنَا أَخَاهُ فِي حَاجَتِهِ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ ○﴾ (البقرہ:۲۳۸) فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از الحارث بن شبیل از ابی عمرو الشیبانی از حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کرتے تھے' ہم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی سے اپنی ضرورت میں بات کرتا تھا' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی: ''تمام نمازوں کی پابندی کرو (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو'' ○ (البقرہ: ۲۳۸) پس ہمیں خاموشی کا حکم دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۰۰ میں گزر چکی ہے۔

اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ''قنتین'' سے مراد ہے: خاموشی سے نماز پڑھنا اور باتیں نہ کرنا۔

٤٤- بَابٌ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَآ أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○﴾ (البقرہ:۲۳۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس اگر تم حالت خوف میں ہوتو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر (نماز پڑھ لو)' پھر جب خوف جاتا رہے تو پھر اسی طرح اللہ کا ذکر کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے جس کو تم نہیں جانتے تھے ○ (البقرہ:۲۳۹) کی تفسیر

قرآن مجید کے مشکل الفاظ کے معانی

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ﴾ (البقرہ:۲۵۵) عِلْمُهُ يُقَالُ ﴿بَسْطَةً﴾ (البقرہ:۲٤۷) زِيَادَةً وَّفَضْلًا ﴿أَفْرِغْ﴾ (البقرہ:۲٥۰) أَنْزِلْ ﴿وَلَا يَؤُودُهُ﴾ (البقرہ:۲٥٥) لَا يُثْقِلُهُ آدَنِي أَثْقَلَنِي وَالْآدُ وَالْأَيْدُ الْقُوَّةُ ﴿السِّنَةُ﴾ النُّعَاسُ ﴿لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾ (البقرہ:۲٥۹) لَمْ يَتَغَيَّرْ ﴿فَبُهِتَ﴾ (البقرہ:۲٥۸) ذَهَبَتْ حُجَّتُهُ ﴿خَاوِيَةٌ﴾ (البقرہ:۲٥۹) لَا أَنِيسَ فِيهَا ﴿عُرُوشِهَا﴾ أَبْنِيَتُهَا ﴿السِّنَةُ﴾ نُعَاسٌ ﴿نُنْشِزُهَا﴾ (البقرہ:۲٥۹) نُخْرِجُهَا ﴿إِعْصَارٌ﴾ (البقرہ:۲٦٦) رِيحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ كَعَمُودٍ فِيهِ نَارٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿صَلْدًا﴾

اور ابن جبیر نے کہا: ''وسع کرسیہ'' (البقرہ:۲۵۵) یعنی اللہ کا علم محیط ہے۔ کہا جاتا ہے: ''بسطة'' یعنی زیادہ کشادگی (البقرہ:۲۴۷) یعنی زیادہ اور فضیلت۔ ''افرغ'' (البقرہ:۲۵۰) یعنی نازل فرما۔ ''ولا یؤودہ'' (البقرہ:۲۵۵) یعنی اس کے اوپر بوجھ نہیں' اسی سے لفظ ''ادنی'' بنا ہے' یعنی اس نے مجھ کو بوجھل بنادیا اور لفظ ''آد'' اور ''اید'' کا معنی قوت ہے' ''السنة'' (البقرہ:۲۵۵) یعنی اونگھ۔ ''لم یتسنہ'' (البقرہ:۲۵۹) یعنی وہ نہیں متغیر ہوتا ہے' ''فبھت'' (البقرہ:۲۵۸) یعنی وہ کوئی دلیل نہ پیش کرسکا اور لاجواب ہوگیا' ''خاویة'' (البقرہ:۲۵۹) یعنی ایسی ویران جگہ جہاں کوئی رفیق نہ ہو' ''عروشھا'' (البقرہ:۲۵۹) یعنی اپنی چھتوں

Marfat.com

(البقرہ:٢٦٤) لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَّقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿وَابِلٌ﴾ (البقرہ:٢٦٤-٢٦٥) مَطَرٌ شَدِيْدٌ ﴿الطَّلُّ﴾ اَلنَّدٰى وَهٰذَا مَثَلُ عَمَلِ الْمُؤْمِنِ.

پر "السنه" (البقرہ:٢٥٥) یعنی اونگھ "ننشزها" (البقرہ:٢٥٩) ہم اس کو نکالتے ہیں "اعصار" (البقرہ:٢٦٦) یعنی وہ زبردست آندھی جو زمین سے اُٹھ کر آسمان کی طرف ایک ستون کی طرح ہو جاتی ہے اور اس میں آگ ہوتی ہے "صلدا" (البقرہ:٢٦٦) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کا معنی ہے: وہ چکنا پتھر جس پر کوئی چیز نہ ٹھہرے "وابل" (البقرہ:٢٦٥-٢٦٤) عکرمہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: شدید بارش "الطل" (البقرہ:٢٦٥) یعنی شبنم یہ مؤمن کے عمل کی مثال ہے۔

مذکور الصدر مشکل الفاظ کی تفسیر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ ان الفاظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن جبیر نے کہا: "کرسی" سے مراد اللہ کا علم ہے' سفیان ثوری نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' اور امام ابن ابی حاتم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی روایت کی ہے کہ "کرسی" قدموں کی جگہ ہے اور امام ابن المنذر نے سُدی سے روایت کی ہے کہ "کرسی" عرش کے سامنے ہے۔

"بسطة" کا معنی زیادہ اور فضیلت ہے' یہ اس آیت کی تفسیر ہے:

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط (البقرہ:٢٤٧) اور اس کو علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطاء فرمائی ہے۔

"افرغ" کا معنی ہے: نازل فرما: یہ اس آیت کی تفسیر ہے:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا ۔ (البقرہ:٢٥٠) اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے!

یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے۔

"ولا یؤودہ" یعنی اس کے اوپر بوجھ نہیں: یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے جس کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

اور اسی سے لفظ "ادنی" بنا ہے' یعنی اس نے مجھ کو بوجھل بنا دیا اور لفظ "آد" اور "اید" کا معنی قوت ہے' یہ "ولا یؤودہ" کی تفسیر میں امام ابوعبیدہ کا کلام ہے اور انہوں نے اس کی تائید میں یہ آیت پیش کی ہے:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ (ص:١٧) اور آپ ہمارے بندے داؤد کا ذکر کیجئے جو قوت والے ہیں۔

"السنه" کا معنی ہے: اونگھ: امام ابن ابی حاتم نے اس تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

"لم یتسنه" یعنی وہ متغیر نہیں ہوتا ہے: امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور سُدی سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ انجیر اور انگور کھٹے نہیں ہوئے اور نہ شیرہ خراب ہوا' بلکہ وہ چیزیں پہلے کی طرح میٹھی تھیں۔

"فبهت" یعنی وہ کوئی دلیل نہ پیش کر سکا اور لاجواب ہو گیا: یہ ابوعبیدہ کا کلام ہے جو انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے:

Marfat.com

فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ ط (البقرہ:۲۵۸) پس وہ کافر حیران اور لا جواب ہو گیا۔

''خَاوِیَةٌ'' یعنی ایسی ویران جگہ جہاں کوئی رفیق نہ ہو: امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اسی طرح روایت کی ہے کہ وہ خالی جگہ تھی اور وہاں کوئی نہیں تھا۔

''عروشها'' یعنی اپنی چھتوں پر: امام ابن ابی حاتم نے ضحاک اور سُدی سے اسی معنی کی روایت کی ہے۔

''ننشزها'' یعنی ہم اس کو نکالتے ہیں: امام ابن ابی حاتم نے سُدی کی سند سے اسی طرح روایت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی جس نے ان تمام ہڈیوں کو ہر اس جگہ سے اُٹھا لیا جہاں اُن ہڈیوں کو پرندے اور درندے لے گئے تھے' پھر وہ ہڈیاں جمع ہو گئیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مرکب ہو گئیں اور وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا' جس میں نہ گوشت تھا نہ خون۔

تنبیہ: امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی کی حدیث سے یہ روایت کی ہے کہ یہ قصہ (خاویة' عروشها اور ننشزها) عُزیر کے لیے واقع ہوا تھا اور وہ بستی بیت المقدس میں تھی' جب اس کو بخت نصر نے تباہ کر کے ویران کر دیا تھا۔

''اعصار'' یعنی وہ زبردست آندھی جو زمین سے اُٹھ کر آسمان کی طرف ایک ستون کی طرح ہو جاتی ہے اور اس میں آگ ہوتی ہے: (البقرہ:۲۶۶) کی تفسیر میں یہ ابوعبیدہ کا کلام ہے۔

''صلدا'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کا معنی ہے: وہ چکنا پتھر جس پر کوئی چیز نہ ٹھہرے: امام ابن جریر نے اس حدیث کی سندِ موصول کے ساتھ علی بن ابی طلحہ سے روایت کی ہے اور امام ابن ابی حاتم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: پس اس کو خشک چھوڑ دیا جو کوئی چیز نہیں اُگاتا۔

''وابل'' عکرمہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: شدید بارش۔

''طل'' یعنی شبنم' یہ مؤمن کے عمل کی مثال ہے: حضرت عمر نے کہا: یہ مؤمن کی مثال بیان کی ہے اور اس حدیث کی امام عبد بن حمید نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج۵ ص۵۰۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٥٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ قَالَ يَتَقَدَّمُ الْاِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُصَلِّيْ بِهِمِ الْاِمَامُ رَكْعَةً وَّتَكُوْنُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْعَدُوِّ لَمْ يُصَلُّوْا فَاِذَا صَلَّوْا الَّذِيْنَ مَعَهٗ رَكْعَةً اسْتَاْخَرُوْا مَكَانَ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا وَلَا يُسَلِّمُوْنَ وَيَتَقَدَّمُ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا فَيُصَلُّوْنَ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ يَنْصَرِفُ الْاِمَامُ وَقَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَيَقُوْمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ فَيُصَلُّوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً بَعْدَ اَنْ يَّنْصَرِفَ الْاِمَامُ فَيَكُوْنُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ قَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ اَشَدَّ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّوْا رِجَالًا قِيَامًا عَلٰى اَقْدَامِهِمْ اَوْ رُكْبَانًا مُّسْتَقْبِلِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب نمازِ خوف کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے کہ امام آگے بڑھ جائے اور لوگوں کی ایک جماعت کو امام ایک رکعت پڑھائے اور لوگوں کی دوسری جماعت مسلمانوں اور دشمنوں کے درمیان کھڑی رہے وہ نماز نہ پڑھیں' پس جب پہلی جماعت امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے تو وہ پیچھے آ جائیں اور ان لوگوں کی جگہ کھڑے ہوں جنہوں نے نماز نہیں پڑھی اور سلام نہ پھیریں اور وہ لوگ آگے بڑھیں جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی' پس وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں' پھر امام مڑ کر واپس آ جائے اور وہ دو رکعت نماز پڑھ چکا ہو' پھر دونوں جماعتوں میں سے ہر جماعت کھڑی ہو' پھر ان میں

الْقِبْلَةِ اَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا .

سے ہر ایک اپنی اپنی (رہی ہوئی) ایک رکعت پڑھے امام کے فارغ ہونے کے بعد پس ان دو جماعتوں میں سے ہر ایک کی دو دو رکعت ہو جائیں گی پھر اگر خوف اس سے بھی زیادہ شدید ہو تو پھر وہ پیدل چلتے ہوئے اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے نماز پڑھیں یا سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھیں خواہ ان کا منہ قبلہ کی طرف ہو یا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو۔

قَالَ مَالِكٌ قَالَ نَافِعٌ لَا اُرٰی عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذٰلِكَ اِلَّا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام مالک نے کہا: نافع بیان کرتے ہیں کہ میرا یہی گمان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۴۲ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں:

نمازِ خوف کی مشروعیت کی تاریخ

اس حدیث میں جس غزوہ کا ذکر ہے وہ غزوہ ذات الرقاع ہے یہ غزوہ چار ہجری (۴) میں ہوا تھا اسی سال غزوہ بنونضیر بھی ہوا تھا یہی وہ غزوہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر کو نازل فرمایا تھا۔

اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ کون سے سن میں پہلی مرتبہ نمازِ خوف پڑھی گئی۔ جمہور نے کہا: پہلی مرتبہ غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف پڑھی گئی ہے غزوہ ذات الرقاع کے سن میں بھی اختلاف ہے اور اس میں یہ اقوال ذکر کیے گئے ہیں: چار ہجری پانچ ہجری چھ ہجری اور سات ہجری۔

امام ابن اسحاق اور علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ غزوہ شعبان چار ہجری میں ہوا ہے اور یہی قول معتمد ہے۔

یہ حدیث ہمارے اصحاب احناف کی دلیل ہے ہمارے اصحاب نے نمازِ خوف کا یہی طریقہ بیان کیا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۷۱-۲۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٥- بَابٌ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ (البقرة: ٢٤٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں (البقرہ: ۲۴۰) کی تفسیر

٤٥٣٦- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَيَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ الشَّهِيْدِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اِلٰى قَوْلِهٖ غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الْاُخْرٰى فَلِمَ تَكْتُبُهَا قَالَ تَدَعُهَا يَا ابْنَ اَخِيْ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْهُ مِنْ مَّكَانِهٖ قَالَ حُمَيْدٌ اَوْ نَحْوَ هٰذَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن الاسود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن الاسود اور یزید بن زریع نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں حبیب بن الشہید نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر نے کہا: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سورۂ بقرہ کی اس آیت کے متعلق سوال کیا: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نہ نکالا

Marfat.com

جائے۔ (البقرہ:۲۴۰) اس آیت کو دوسری آیت (البقرہ:۲۳۴) نے منسوخ کر دیا ہے تو آپ نے اس آیت کو (مصحف میں) لکھنا چھوڑ کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں کسی آیت کو اس کے مقام سے بدل نہیں سکتا۔ حمید نے کہا: یا اس کی مثل کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۴۵۳۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٦- بَابٌ ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ (البقرہ:٢٦٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا (البقرہ:٢٦٠) کی تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بدیہی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے کیونکہ انہوں نے نمرود سے کہا تھا:

رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِ وَيُمِيتُ ۔ (البقرہ:۲۵۸) میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

لیکن انہوں نے یہ چاہا کہ وہ اس کا مشاہدہ کر لیں اور علم الیقین سے عین الیقین کی طرف ترقی کریں کیونکہ زیادہ دلائل سے قلب کو سکون ہوتا ہے اور بصیرت زیادہ ہوتی ہے' اس لیے انہوں نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۷۰)

﴿فَصُرْهُنَّ﴾ (البقرہ:٢٦٠) قَطِّعْهُنَّ ۔ ''فصرھن'' اس کا معنی ہے: ان کو کاٹ دو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ ۔ (البقرہ:۲۶۰) چار پرندے لیں اور ان کو خود سے مانوس کر لیں۔

امام بخاری نے ''فصرھن'' کا معنی 'ان پرندوں کو کاٹ دو' کیا ہے' لیکن کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا معنی ہے: ان کو اپنی طرف مائل کریں' یعنی خود سے مانوس کریں۔

٤٥٣٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ ﴿رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾ (البقرہ:٢٦٠) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ وسعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں' جب انہوں نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا' اللہ نے فرمایا: کیا آپ کو یقین نہیں؟ عرض کیا: کیوں نہیں! مگر تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ (البقرہ:۲۶۰)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۳۷۲ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی توجیہ کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس پر شک کرنا کیسے جائز ہوا؟ پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم کو بھی اس پر شک نہیں ہے کہ اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا' تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو بطریق اولیٰ شک نہیں تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو نفسِ احیاء میں شک نہیں تھا' کیفیت احیاء میں شک تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شک کی شہادت نہیں دی تھی' بلکہ ان کی مدح کی تھی کیونکہ آپ کا ارشاد تھا کہ ہم ان کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں اور جب ہم کو شک نہیں ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیسے شک ہوگا اور جب کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں تو آپ اس میں شک کرنے کے مستحق نہیں ہیں بلکہ شک نہ کرنے کے مستحق ہیں اور آپ کا یہ ارشاد تواضع اور انکسار پر محمول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۷۱۔ ۱۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٧- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۔ اِلٰى قَوْلِهٖ ۔ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:٢٦٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو' (اور یہ آیت یہاں تک ہے:) تاکہ تم غور وفکر کرو۝ (البقرہ:۲۶۶) کی تفسیر

٤٥٣٨- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَسَمِعْتُ اَخَاهُ اَبَا بَكْرِ بْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَوْمًا لِاَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَ تَرَوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ﴾ قَالُوْا اللّٰهُ اَعْلَمُ فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ قُوْلُوْا نَعْلَمُ اَوْ لَا نَعْلَمُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ نَفْسِيْ مِنْهَا شَيْءٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ عُمَرُ يَا ابْنَ اَخِيْ قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ضُرِبَتْ مَثَلًا لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ اَيُّ عَمَلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ بَعَثَ اللّٰهُ لَهُ الشَّيْطَانَ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِيْ حَتّٰى اَغْرَقَ اَعْمَالَهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی ملیکہ سے سنا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے تھے' انہوں نے کہا: اور میں نے ان کے بھائی ابوبکر بن ابی ملیکہ سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے تھے: از عبید بن عمیر' انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے اصحاب سے کہا: تمہارے خیال میں یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے ایک باغ ہو۔ (البقرہ:۲۶۶) ان اصحاب نے کہا کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے' تو حضرت عمر غضب ناک ہوئے' پس کہا: تم صاف صاف کہو تم جانتے ہو یا نہیں جانتے ہو' حضرت ابن عباس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے دل میں اس آیت کے متعلق کچھ چیز ہے' حضرت عمر نے کہا: اے میرے بھتیجے! بتاؤ! اور اپنے

Marfat.com

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

آپ کو حقیر نہ سمجھو۔ حضرت ابن عباس نے کہا: اس آیت میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے حضرت عمر نے پوچھا: کون سے عمل کی؟ حضرت ابن عباس نے کہا: ایک عمل کی حضرت عمر نے کہا: ایک مال دار آدمی اللہ عزوجل کی اطاعت میں عمل کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے اوپر شیطان بھیج دیتا ہے پھر شیطان اس سے گناہ کراتا ہے حتیٰ کہ اس کے اعمال برباد کر دیتا ہے۔

قرآن مجید میں بیان کی ہوئی مثال کا مصداق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمر سے یہ روایت کی ہے کہ اس آیت میں اس انسان کی مثال بیان کی گئی ہے جو ساری عمر نیک عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اس کی عمر کا آخری حصہ آتا ہے جس وقت اسے نیک عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے تو وہ بُرے کام کرتا ہے اور عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے: کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ ساری عمر نیک کام کرتا رہے حتیٰ کہ جب اس کی عمر تمام ہو تو اس کا خاتمہ بُرے کاموں پر ہو اور اس کے پچھلے نیک عمل ضائع ہو جائیں۔

اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فہم کی قوت کا ذکر ہے اور حضرت عمر کے نزدیک ان کے قرب کا ذکر ہے اور ان کی کم عمری کے باوجود ان کو مقدم کرنے کا ذکر ہے اور اس میں عالم کا اپنے شاگرد کو اس سے بڑی عمر کے لوگوں کے سامنے کسی مسئلہ کے بتانے کی ترغیب ہے جبکہ عالم کو یہ معلوم ہو کہ اس کے شاگرد میں اتنی ذہانت ہے کہ وہ مسئلہ بتا سکے گا۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٥٠٧، دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

٤٨- بَابٌ ﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ (البقرہ: ٢٧٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے (البقرہ: ٢٧٣) کی تفسیر

امام بخاری نے یہ پوری آیت ذکر نہیں کی اور یہ پوری آیت اس طرح ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ (البقرہ: ٢٧٣)

(یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو (اس میں شدتِ اشتغال کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو خوش حال سمجھتا ہے (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) ان کو صورت سے پہچان لو گے وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے اور تم جو اچھی چیز بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو بے شک اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے ○

Marfat.com

اصحابِ صفہ کا تذکرہ اوران کی خودداری اورسوال نہ کرنے کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اصحابِ صفہ کے متعلق نازل ہوئی ہے: صفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک چبوترا تھا' یہ مہاجرین قریش میں سے چار سو مرد تھے'ان کا مدینہ میں کوئی گھر نہیں تھا اور نہ ان کے کوئی رشتہ دار تھے' یہ رات میں قرآن مجید سیکھتے تھے اور دن میں جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لیے جولشکر بھیجتے تھے' یہ ان میں شریک ہوتے تھے اور جہاد کرتے تھے' یہ روزی کے حصول کے لیے اپنی دینی مصروفیات کی وجہ سے تجارتی سفر نہیں کر سکتے تھے اور چونکہ یہ کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کرتے تھے' اس لیے ان کے حال سے ناواقف شخص ان کو تونگر اور مالدار سمجھتا تھا' ان کو ان کی پیشانیاں دیکھ کر اور ان کے چہرے کی خستہ حالی دیکھ کر ان کی احتیاج اور ضرورت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا' یہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے تھے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا یہ بغیر گڑگڑانے کے نرمی سے سوال کرتے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی خودداری کا تقاضا یہ تھا کہ وہ کسی سے مطلقاً سوال نہیں کرتے تھے۔

اصحابِ صفہ کے برعکس ہمارے دور کے مسلمانوں کا طرزِ عمل

میں کہتا ہوں کہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ مسجدوں میں آ کر خصوصاً ماہِ رمضان میں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر رونکھی آواز بنا کر اور آنکھوں میں آنسو لا کر ان سے گڑگڑا کر سوال کرتے ہیں اور اپنے مصائب اور مشکل حالات بہت عاجزی اور زاری سے بیان کرتے ہیں اور جب یہ لوگ اللہ سے دعا کرتے ہیں تو نہ ان کی آنکھوں میں آنسو ہوتے ہیں' نہ آواز میں لرزش ہوتی ہے' نہ عاجزی ہوتی ہے نہ استحضارِ قلب ہوتا ہے' یہ بے خیالی' بے توجہی اور بے نیازی سے دعا مانگ کر کھڑے ہوجاتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ط (الاعراف:۵۵) دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ آہستہ۔

يُقَالُ اَلْحَفَ عَلَيَّ وَاَلَحَّ عَلَيَّ وَاَحْفَانِيْ بِالْمَسْئَلَةِ ﴿فَيُحْفِكُمْ﴾ (محمد:۳۷) يُجْهِدْكُمْ.

کہا جاتا ہے: ''اَلْحَفَ عَلَيَّ وَاَلَحَّ عَلَيَّ وَاَحْفَانِيْ بِالْمَسْئَلَةِ'' یعنی اس نے سوال کر کے مجھے مشقت میں ڈالا۔ ''فیحفکم'' اس کا معنی ہے: وہ تم کو مشقت میں ڈالتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری اس تعلیق سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ 'الحف' الح'' اور 'احفا'' تینوں الفاظ کا معنی ہے: گڑگڑا کر سوال کرنا اور انہوں نے 'فیحفکم'' جو لکھا ہے' اس کا معنی ہے: تم کو مشقت میں ڈالے' اس سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ○ اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا (محمد:۳۷-۳۶)

اور وہ تمہارے مال تم سے طلب نہ کرے گا○ اگر وہ تم سے تمہارا مال طلب کرے اور تمہارا سارا مال طلب کرے تو تم بخل کرو گے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳-۱۷۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۵۳۹- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَرِيْكُ بْنُ اَبِيْ نَمِرٍ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ عَمْرَةَ الْاَنْصَارِيَّ قَالَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شریک بن ابی نمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا

Marfat.com

سَمِعْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَلَا اللُّقْمَتَانِ اِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَتَعَفَّفُ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ يَعْنِىْ قَوْلَهُ تَعَالٰى ﴿لَا يَسْاَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (البقرہ:٢٧٣) ۔

کہ عطاء بن یسار اور عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ الانصاری' دونوں نے کہا کہ ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک کھجور یا دو کھجوریں لوٹا دیں اور نہ وہ مسکین ہے جس کو ایک لقمہ یا دو لقمہ لوٹا دے' مسکین صرف وہ شخص ہے جو سوال نہ کرے اور اگر تم چاہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھو: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے ۔ (البقرہ:٢٧٣)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٧٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٩- بَابٌ ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ:٢٧٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے (البقرہ:٢٧٥) کی تفسیر

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (البقرہ:٢٧٥)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے' سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی' پس وہ (سود سے) باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے اس کا دوبارہ اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۝ (البقرہ:٢٧٥)

سود کی آیات کا اس سے پہلی آیات کے ساتھ ربط

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

جب اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان نیک مؤمنین کا ذکر کیا تھا' جو اپنی آمدنی میں سے زکوٰۃ نکالتے تھے تو پھر اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر شروع کیا جو سود کھاتے ہیں اور ناجائز طریقے سے لوگوں کا مال لیتے ہیں اور ان کے شبہات کا ذکر کیا' جب انہوں نے کہا کہ سود تو بیع کی مثل ہے' تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ سود اور بیع برابر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے' ان لوگوں نے سود کو بیع پر قیاس کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل قیاس کا رد فرما دیا۔

سود کو بیع پر قیاس کرنے کے باطل ہونے کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ ان کے قیاس کی بنیاد یہ تھی کہ بیع میں بھی مثلاً ایک چیز کم دام پر خرید کر زیادہ قیمت پر فروخت کی جاتی ہے' اسی طرح سود میں بھی کم روپے قرض دے کر کچھ مدت کے بعد اصل سے زائد رقم وصول کی جاتی ہے' سو تجارت میں بھی اصل سے زیادہ رقم

وصول کی جاتی ہے اور سود میں بھی اصل سے زیادہ رقم وصول کی جاتی ہے' لیکن ان کا یہ قیاس اس لیے باطل ہے کہ تجارت میں مال فروخت کرنے والا منڈی سے مال خرید کر لاتا ہے' اس میں اس کی مشقت شامل ہوتی ہے' مال کو منڈی سے لانے کی محنت' مشقت اور مزدوری شامل ہوتی ہے اور وہ اپنی اس مشقت کے عوض زائد رقم لیتا ہے جب کہ سود میں ایسا کچھ نہیں ہوتا' سود خور ایک رقم قرض دیتا ہے اور مدتِ معین کے بعد اصل سے زائد رقم لیتا ہے' لہٰذا تجارت اور سود میں فرق واضح ہے' اس لیے مشرکین کا سود کو تجارت پر قیاس کرنا باطل ہے۔

﴿اَلْمَسُّ﴾ اَلْجُنُوْنُ . "المس" کا معنی ہے: جنون۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے مس کر کے مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ (البقرہ:٢٧٥)

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ یہاں شیطان کے مس کرنے کا معنی جنون ہے۔

٤٥٤٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتِ الْاٰيَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبٰوا قَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کے آخر میں سود کے متعلق آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے ان کی تلاوت کی' پھر آپ نے شراب کی تجارت کو حرام فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٩ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٤٢ - ١٧٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٥٠- بَابٌ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ:٢٧٦) يُذْهِبُهُ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ سود کو مٹاتا ہے (البقرہ:٢٧٦) یعنی اسے لے جاتا ہے' کی تفسیر

٤٥٤١- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ اَبَا الضُّحٰى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ الْاَوَاخِرُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاهُنَّ فِي الْمَسْجِدِ فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے ابوالضحیٰ سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے تھے از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مسجد میں تلاوت کی' پس آپ نے شراب کی تجارت کو حرام فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٩ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام احمد' امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود سے خواہ زیادہ رقم حاصل ہو مگر اس کا انجام قلت ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٥١- بَابٌ ﴿فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ﴾ (البقرۃ:۲۷۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو (البقرۃ:۲۷۹) کی تفسیر

فَاعْلَمُوْا۔

''فاذنوا'' کا معنی ہے: ''فاعلموا'' یعنی تم جان لو۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت اس طرح سے ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (البقرہ:۲۷۹۔۲۷۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو' اگر تم مؤمن ہو ○ پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ ''فاذنوا'' کا معنی ہے: جان لو' اور حسن بصری نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: پس تم یقین رکھو۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سود کھانے والے سے کہا جائے گا: تم اللہ اور رسول سے جنگ کے لیے اپنے ہتھیار اُٹھا لو اور یہ بہت بھاری تہدید ہے اور سخت وعید ہے اور امام ابن ابی حاتم نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ اگر لوگوں پر عادل حکمران ہو تو وہ سود خوروں سے توبہ طلب کرے اور اگر وہ توبہ کر لیں تو فبہا ورنہ وہ ان سے جنگ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۷۵۔۱۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٥٤٢- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰیَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ قَرَاَهُنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِی الْخَمْرِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: جب سورۃ البقرۃ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی مسجد میں تلاوت کی اور خمر (انگور کی شراب) کی تجارت کو حرام قرار دے دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۹)

اسی طرح علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس حدیث کی شرح نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۷۵)

٥٢- بَابٌ ﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ وَّاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○﴾ (البقرۃ:۲۸۰) اَلْاٰیَةَ۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے' اگر تم جانتے ہو ○ (البقرۃ:۲۸۰) کی تفسیر

اگر مقروض تنگ دست ہو تو قرض خواہ پر واجب ہے کہ وہ اُسے قرض ادا کرنے کے لیے اتنی مدت کی مہلت دے جس میں وہ

آسانی سے قرض ادا کر سکے اور اگر قرض خواہ مقروض کے قرض کو معاف کر دے اور اصل رقم اس کے اوپر صدقہ کر دے تو وہ زیادہ بہتر ہے اور اس طرح نہ کرے جیسے زمانہ جاہلیت میں لوگ مقروض سے کہتے تھے کہ تم قرض ادا کرو ورنہ تم پر سود بڑھتا جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ مقروض کو قرض کی ادائیگی کے لیے مہلت دینا واجب ہے اور اس پر قرض کو معاف کر دینا مستحب ہے سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ کبھی مستحب پر عمل کرنے کا ثواب واجب پر عمل کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔

٤٥٤٣- **وَقَالَ** لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّالْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَهُنَّ عَلَيْنَا ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ ۔

اور ہم سے محمد بن یوسف نے کہا از سفیان از منصور اور الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور آپ نے ان آیات کی ہم پر تلاوت کی' پھر آپ نے شراب کی تجارت کو حرام کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٩ میں گزر چکی ہے۔

٥٣- بَابٌ ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ﴾ (البقرة: ٢٨١)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے (البقرہ: ٢٨١) کی تفسیر

٤٥٤٤- **حَدَّثَنَا** قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيَةُ الرِّبٰوا ۔ (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عاصم از الشعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آخری آیت نازل ہوئی' وہ سود کی آیت ہے۔

قرآن مجید میں نازل ہونے والی آخری آیت کے متعلق متعدد اقوال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

ابوصالح نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکیاسی دن زندہ رہے' ابن المنکدر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ قول بہت بعید ہے کہ اتنی مدت تک آپ پر وحی منقطع رہی' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع میں قربانی کے دن منیٰ میں نازل ہوئی تھی اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ آپ اس کے بعد نو راتیں زندہ رہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ٢ ص ٥٥٤)

اور مقاتل کے نزدیک سات راتیں زندہ رہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ تین راتیں زندہ رہے اور ایک قول ہے کہ تین ساعتیں زندہ رہے۔

ان اقوال کو علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ٣ ص ٣٧٥)

امام بخاری نے حضرت البراء سے یہ روایت کی ہے کہ جو آخری آیت نازل ہوئی ہے' وہ یہ ہے:

''يَسْتَفْتُوْنَكَ ۖ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۖ'' (النساء: ١٧٦) (صحیح البخاری: ٤٦٠٥) اور ایک قول یہ ہے کہ جو آخری آیت نازل ہوئی' وہ یہ ہے: ''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ'' (التوبہ: ١٢٨) اور ایک قول یہ ہے کہ آخری آیت یہ ہے: ''وَاتَّقُوْا يَوْمًا

Marfat.com

تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ '' (البقرہ:۲۸۱) اور دن سے مراد قیامت کا دن ہے یا موت کا دن ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۲۹۔۱۲۸ 'وزارۃ الاوقاف' قطر '۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝'' حجۃ الوداع میں قربانی کے دن منٰی میں نازل ہوئی اور آپ اس کے بعد اکیاسی دن زندہ رہے اور یہ سابقہ اقوال کے منافی نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ۱۴۳ 'دار المعرفہ' بیروت '۱۴۲۶ھ)

یعنی ہوسکتا ہے کہ دونوں آیتیں اس دن نازل ہوئی ہوں۔ سعیدی غفرلہ

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ''يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ ؕ'' (النساء:۱۷۶) احکام میراث سے متعلق آخری آیت ہے اور ''وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ '' (البقرہ:۲۸۱) یہ مطلقاً آخری آیت ہے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۹ 'دار المعرفہ' بیروت '۱۴۲۶ھ)

٥٤- بَابٌ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (البقرہ:٢٨٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا' سو جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝ (البقرہ:۲۸۴) کی تفسیر

البقرہ:۲۸۴ کے منسوخ ہونے کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں ان اعمال کا مکلف کیا گیا جن کی ہم طاقت رکھتے ہیں' نماز' روزہ' جہاد اور صدقہ اور یہ آیت نازل کی گئی اور اس کی تو ہم طاقت نہیں رکھتے (کیونکہ اس آیت میں دل کی باتوں کا بھی حساب لینے کی خبر دی ہے) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ تم اس طرح کہو جس طرح تم سے پہلے اہل کتاب نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی' بلکہ تم کہو:

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ (البقرہ:۲۸۵)

ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی' اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور (ہمیں) تیری ہی طرف لوٹنا ہے ۝

پس جب صحابہ نے یہ پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پہلی آیت کو منسوخ کر دیا اور پھر یہ آیت نازل فرمائی:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ؕ (البقرہ:۲۸۶)

اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا' جو اس (شخص) نے نیک کام کیے ہیں' ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے اور جو اس نے بُرے کام کیے ہیں' ان کا نقصان (بھی) اس کے لیے ہے' اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کرنا۔

Marfat.com

سو اس آیت نے اس سے پہلی والی آیت کو منسوخ کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کی ان باتوں کو معاف فرما دیا ہے جو اُن کے دلوں میں آتی ہیں' جب تک وہ اُن پر عمل نہ کرے یا جب تک اُن کے ساتھ کلام نہ کرے۔

اور نحاس کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی اور ان کے اس قول کی توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت خبر ہے اور اخبار کے ساتھ ناسخ لاحق ہوتا ہے نہ منسوخ اور کہا گیا ہے کہ جس کا یہ زعم ہو کہ اخبار میں ناسخ و منسوخ ہوتا ہے وہ ملحد ہے اور جاہل ہے اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہر چند کہ یہ آیت خبر ہے' لیکن یہ آیت ایک حکم کو متضمن ہے اور جو آیت حکم کو متضمن ہو اس پر ناسخ داخل ہو سکتا ہے اور جو خبر محض ہو اور کسی حکم کو متضمن نہ ہو جیسے نبی ﷺ نے پچھلی اُمتوں کی خبریں دی ہیں' اُن پر ناسخ داخل نہیں ہو سکتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۷۷۔۱۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٥٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ عُمَرَ اَنَّهَا قَدْ نُسِخَتْ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ﴾ الْاٰيَةَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النفیلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسکین نے حدیث بیان کی از شعبہ از خالد الحذاء از مروان الاصفر از نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ایک مرد اور وہ حضرت ابن عمر ہیں' انہوں نے کہا: یہ آیت منسوخ کر دی گئی: اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ۔ (البقرہ:۲۸۴)

٥٥- بَابٌ ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾ (البقرہ:۲۸۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (ہمارے) رسول اس (کلام) پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا (البقرہ:۲۸۵) کی تفسیر

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اِصْرًا﴾ (البقرہ:۲۸٦) عَهْدًا وَيُقَالُ ﴿غُفْرَانَكَ﴾ (البقرہ:۲۸۵) مَغْفِرَتَكَ ﴿فَاغْفِرْ لَنَا﴾ (البقرہ:۲۸٦).

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اصرًا'' (البقرہ:۲۸٦) کا معنی ہے: عہد اور کہا گیا ہے: ''غفرانك'' (البقرہ:۲۸۵) اس کا معنی ہے: تیری مغفرت اور بخشش ''فاغفرلنا'' (البقرہ:۲۸٦) اس کا معنی ہے: سو تو ہماری مغفرت فرما!

تعلیق مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے کہا: ''اصرًا'' کا معنی ہے: عہد' امام طبری نے اس حدیث کی سند موصول کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا۔ (البقرہ:۲۸٦) اس آیت میں ''اصرًا'' کا معنی ہے: بہت بھاری چیز' کیونکہ عہد کو پورا کرنا بہت بھاری ہوتا ہے' انہوں نے کہا کہ اس سے مراد ایسا عہد ہے جس کو ہم پورا کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں۔

''غفرانك'' اس کا معنی ہے: تیری مغفرت اور بخشش' سو ہماری مغفرت فرما' یہ اس آیت کی ابو عبیدہ نے تفسیر کی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: ہم تجھ سے تیری مغفرت طلب کرتے ہیں۔

Marfat.com

٤٥٤٦- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْسِبُهُ ابْنَ عُمَرَ ﴿وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ﴾ قَالَ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از خالد الحذاء از مروان الاصفر از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ۔ (البقرہ: ۲۸۴) انہوں نے کہا: کہ اس آیت کو اس کی بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۴۵ میں گزر چکی ہے۔
سورۂ بقرہ کی منتخب آیات کی تفسیر یہاں پر ختم ہو گئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

٣- سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرَانَ

سورۂ آل عمران کا بیان

اور اس کی آیات کی تعداد دو سو (۲۰۰) ہے۔

تُقَاةٌ وَّتَقِيَّةٌ وَّاحِدَةٌ۔ ''تُقاۃ'' اور ''تقیہ'' دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِلَّآ أَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○ (آل عمران: ۲۸)

ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ○

یہ آیت اس سے پہلی درج ذیل آیت کے ساتھ مربوط ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ إِلَّآ أَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط (آل عمران: ۲۸)

ایمان والے مؤمنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ کی حمایت میں بالکل نہیں' ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو۔

امام بخاری نے جو کہا ہے کہ ''تُقاۃ'' اور ''تقیہ'' کا ایک معنی ہے' اس کا مطلب ہے: ''تقاۃ'' اور ''تقیہ'' دونوں مصدر ہیں اور ان کا ایک معنی ہے اور ''تُقاۃ'' میں تا اصل میں واؤ ہے اور تقویٰ اصل میں وقویٰ ہے کیونکہ یہ لفظ ''وقایہ'' سے بنا ہے۔

﴿صِرٌّ﴾ (آل عمران: ۱۱۷) بَرْدٌ۔ ''صِرٌّ'' اس کا معنی ہے: ''برد'' یعنی سخت سردی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ۔

وہ جس چیز کو دنیا کی اس زندگی میں خرچ کرتے ہیں' اس کی مثال اس ہوا کی طرح ہے جس میں (جلا دینے والی) سخت سردی ہو

(آل عمران:۱۱۷) جوان لوگوں کی کھیتیوں پر پہنچے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

﴿شَفَا حُفْرَةٍ﴾ (آل عمران:۱۰۳) مِثْلُ شَفَا الرَّكِيَّةِ وَهُوَ حَرْفُهَا. ''شفا حفرة'' کا معنی ہے: گڑھے کا کنارہ جیسے کچے کنویں کا کنارہ ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط (آل عمران:۱۰۳) اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے نجات دی۔

علامہ زمخشری نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: تم اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے میں گرنے والے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کے سبب سے بچالیا۔

﴿تُبَوِّئُ﴾ (آل عمران:۱۲۱) تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا. ''تبوئ'' یعنی آپ لشکر کے پڑاؤ اور قیام کی جگہ بناتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ط (آل عمران:۱۲۱) اور اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ صبح کو اپنے گھر سے نکلے درآں حالیکہ آپ مؤمنوں کو جنگ کے لیے مورچوں پر بٹھا رہے تھے۔

امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت میں ''مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ'' کی اس طرح تفسیر کی ہے یعنی لشکر کے قیام کی جگہ' اس سے مراد مورچہ بنانا ہے اور ''تبوئ'' کا معنی ہے: آپ لشکر کے ٹھہرنے کے مقامات تجویز کرتے ہیں۔

اَلْمُسَوَّمُ الَّذِي لَهُ سِيمَاءٌ بِعَلَامَةٍ أَوْ بِصُوفَةٍ أَوْ بِمَا كَانَ. ''المسوم'' یعنی وہ چیز جس پر کسی علامت کی نشانی ہو یا اس پر ریشم کی نشانی ہو یا کوئی اور نشانی ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط (آل عمران:۱۴) اور نشان زدہ گھوڑوں کی اور مویشیوں کی اور کھیتی باڑی کی۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ ''اَلْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ'' کا معنی ہے: ایسے گھوڑے جن پر کوئی علامت یا نشانی لگائی گئی ہو اور مکحول نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسے گھوڑے ہیں جو غر محجل ہوں یعنی پنج کلیان ہوں' یعنی جن کا ماتھا اور ہاتھ پیر سفید ہوں۔

﴿رِبِّيُّونَ﴾ (آل عمران:۱٤٦) اَلْجَمِيعُ وَالْوَاحِدُ رِبِّيٌّ. ''ربیون'' جمع کا صیغہ ہے اور اس کا واحد ''ربی'' ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ (آل عمران:۱۴۶) اور کتنے نبیوں کے ساتھ اللہ والوں نے اللہ کی راہ میں قتال کیا۔

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ ﴿وَحَصُورًا﴾ (آل عمران:۳۹) لَا يَأْتِي النِّسَاءَ. اور ابن جبیر نے کہا: ''حصورا'' کا معنی ہے: جو مرد عورتوں کے پاس نہ جائے۔

Marfat.com

مفسرین نے کہا ہے کہ ''ربیون'' کا معنی ہے: ''ربانیون'' ۔حضرت ابن مسعود نے کہا ہے کہ ''ربیون کثیر'' یعنی ہزاروں ہیں' حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ ''ربیون'' جماعتِ کثیرہ ہیں' امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ ''ربیون'' کثیر ہیں' یعنی علماءِ کثیر ہیں اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ علماءِ صابرین' ابرار اور متقین کثیر ہیں اور امام ابن جریر نے بعض بصری نحویوں سے روایت کی ہے کہ ''ربیون'' وہ ہیں جو رب کی عبادت کرتے ہیں۔

﴿تَحُسُّوْنَهُمْ﴾ (آل عمران:١٥٢) تَسْتَاصِلُوْنَهُمْ قَتْلًا . ''تحسونهم'' اس کا معنی ہے: تم ان کو قتل کر کے جڑ سے اکھاڑ دیتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ (آل عمران:١٥٢) اور بے شک اللہ نے تم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا جب تم (ابتداء میں) اس کے اذن سے ان (کافروں) کو قتل کر رہے تھے۔

امام بخاری نے ''تحسونهم'' کی تفسیر ''تستاصلونهم'' کے ساتھ کی ہے اور یہ لفظ ''استئصال'' سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا یعنی تم ان کو بہت زیادہ قتل کرتے ہو۔

﴿غُزًّى﴾ (آل عمران:١٥٦) وَاحِدُهَا غَازٍ . ''غزى'' اور اس کا واحد ''غازٍ'' ہے' اس کا معنی ہے: جہاد کرنے والا یعنی غازی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِى الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ (آل عمران:١٥٦) جب ان کے بھائی کسی لڑائی یا سفر میں گئے تو انہوں نے ان کے متعلق کہا کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے۔

''غزى''، ''غازِى'' کی جمع ہے' یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے اور ''غازٍ'' اصل میں ''غازِیٌ'' تھا۔

﴿سَنَكْتُبُ﴾ (آل عمران:١٨١) سَنَحْفَظُ . ''سنكتب'' کا معنی ہے: ہم عنقریب محفوظ رکھیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا (آل عمران:١٨١) بے شک اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا' جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں' عنقریب ہم ان کا قول لکھ لیں گے۔

یعنی ہم اس کو عنقریب محفوظ رکھیں گے اور اپنے علم میں ثابت رکھیں گے اور اس کی یہ تفسیر بھی ہے کہ ہم کراماً کاتبین کے صحائف میں اس کو محفوظ رکھیں گے۔

﴿نُزُلًا﴾ (آل عمران:١٩٨) ثَوَابًا وَيَجُوْزُ وَمُنْزَلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ كَقَوْلِكَ اَنْزَلْتُهٗ . ''نزلا'' کا معنی ہے: ثواب اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی ہو: اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا' جیسے کہتے ہیں: ''انزلته'' میں نے اس کو اتارا۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ○ (آل عمران:١٩٨)

لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہے ○

امام بخاری نے ''نزلا'' کی تفسیر ثواب کے ساتھ کی ہے اور اس کی تفسیر یہ بھی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت اور مہمانی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کا معنیٰ ''منزل'' ہو یعنی جو مہمانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہو۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَالْخَيْلُ الْمُسَوَّمَةُ﴾ (آل عمران:١٤) اَلْمُطَهَّمَةُ الْحِسَانُ .

اور مجاہد نے کہا کہ علامت زدہ گھوڑوں سے مراد ہے: جو بہت موٹے تازے اور خوبصورت گھوڑے ہوں۔

اس تعلیق کو عبد بن حمید نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور اصمعی نے کہا ہے: ''المطھم'' کا معنیٰ ہے: ہر وہ چیز جو اپنی انتہاء پر پہنچ کر کامل ہو گئی ہو۔

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ ﴿وَحَصُوْرًا﴾ (آل عمران:٩٣) لَا يَاْتِي النِّسَاءَ .

اور ابن جبیر نے کہا: ''حصورا'' کا معنیٰ ہے: جو مرد عورتوں کے پاس نہ جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (آل عمران:٣٩)

(اے زکریا!) بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے سردار اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہوں گے ○

سعید بن جبیر نے کہا ہے: اس کا معنیٰ ہے: وہ مرد جو عورتوں کے پاس نہ جائے اور حسن بصری اور عطاء وغیرہ نے کہا ہے کہ سید کا معنیٰ ہے: جو اپنے غضب پر غالب ہو اور ''حصور'' کا معنیٰ ہے: جو عورتوں سے جماع نہ کرے اور ''حصر'' کا لغوی معنیٰ ہے: رُکنا اور منع کرنا اور جو مرد عورتوں کے پاس نہ جائے اس کو ''حصور'' کہا جاتا ہے اور یہ اس سے عام ہے کہ وہ بالطبع عورتوں کے پاس نہ جائے جیسے نامرد ہو یا اپنے نفس سے جہاد کر کے عورتوں کے پاس نہ جائے اور یہ مستحسن ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفت میں یہی معنیٰ مراد ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿مِنْ فَوْرِهِمْ﴾ (آل عمران:١٢٥) مِنْ غَضَبِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ .

اور عکرمہ نے کہا: ''من فورھم'' کا معنیٰ ہے: بدر کے دن غصہ اور جوش سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا . (آل عمران:١٢٥)

ہاں کیوں نہیں! اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو جس آن دشمن تم پر چڑھائی کریں گے اسی آن اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

Marfat.com

عکرمہ مولیٰ ابن عباس نے ''من فورهم '' کی تفسیر ''من غضبهم '' سے کی ہے' نیز انہوں نے کہا ہے کہ کافروں کا غضب اُحد کے دن تھا کیونکہ بدر کے دن ان کو جس شکست کا سامنا ہوا تھا' اس کا بدلہ لینے کے لیے وہ اُحد کے دن جمع ہوئے تھے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ (الانعام:٩٥) اَلنُّطْفَةُ تَخْرُجُ مَيِّتَةً وَّيُخْرِجُ مِنْهَا الْحَيَّ.

اور مجاہد نے کہا: ''یخرج الحی '' کا معنی ہے کہ نطفہ اس حال میں نکلتا ہے کہ وہ مردہ ہوتا ہے اور اس سے اللہ عزوجل زندہ کو نکالتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (آل عمران:٢٧)

اور تو زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے○

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے' یعنی تو نطفہ کو نکالتا ہے اور وہ بے جان ہوتا ہے اور اس بے جان نطفہ سے زندہ کو نکالتا ہے۔ اس تعلیق کو امام محمد بن جریر نے عاصم سے روایت کیا ہے اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ دانہ کو کھیت سے نکالتا ہے اور کھیت کو دانہ سے نکالتا ہے اور کھجور کو گٹھلی سے نکالتا ہے اور گٹھلی سے کھجور کو نکالتا ہے اور مؤمن سے کافر کو نکالتا ہے اور کافر سے مؤمن کو نکالتا ہے اور مرغی کو انڈہ سے نکالتا ہے اور انڈہ سے مرغی کو نکالتا ہے۔

﴿الْاِبْكَارُ﴾ (آل عمران:٤١) اَوَّلُ الْفَجْرِ. وَالْعَشِيُّ مَيْلُ الشَّمْسِ اُرَاهُ اِلٰى اَنْ تَغْرُبَ.

''الابکار '' کا معنی ہے: فجر کی اوّل ساعت' اور ''العشی '' کا معنی ہے: سورج کے ڈھلنے کا وقت' میرا گمان ہے مغرب تک۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ○ (آل عمران:٤١)

اور اپنے رب کا بہ کثرت ذکر کرو اور اس کی پاکیزگی شام کو اور صبح کے وقت بیان کرو○

علامہ زمخشری نے کہا ہے: ''العشی '' کا وقت زوالِ شمس سے لے کر غروبِ شمس تک ہے اور ''الابکار '' کا وقت طلوعِ فجر سے لے کر چاشت کے وقت تک ہے۔

نوٹ: ان تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٨٣۔١٨٠ سے لی گئی ہے۔

١- بَابٌ ﴿مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ﴾ (آل عمران:٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اس میں بعض آیات محکمات ہیں (آل عمران:٧) کی تفسیر

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْحَلَالُ وَالْحَرَامُ ﴿وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾ (آل عمران:٧) يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ ○﴾ (البقرہ:٢٦) وَكَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ○﴾ (یونس:١٠٠) وَكَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ ○﴾ (محمد:١٧)

اور مجاہد نے کہا: حلال اور حرام (اور دوسری آیات متشابہات ہیں)' بعض آیات بعض کی تصدیق کرتی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ اس سے صرف فاسقوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے○ اور جیسے اللہ جل ذکرہٗ کا ارشاد ہے: اور وہ ان لوگوں پر نجاست ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے○ اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا' اور ان کو ان کا تقویٰ دیا○

آیاتِ محکمات اور متشابہات کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ پوری عبارت مجاہد کی ہے جس کی امام عبد بن حمید اور امام ابن المنذر نے روایت کی ہے اور اس میں سے یعنی قرآن میں سے بعض آیات محکمات ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ (آل عمران:۷)

وہی (اللہ) ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے (اس کتاب کی) بعض آیات واضح ہیں جو اس کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور اس کی بعض آیات متشابہ ہیں۔

محکمات اور متشابہات کی متعدد تعریفات ہیں:

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ محکمات وہ آیات ہیں جن کی عبارت احتمال اور اشتباہ سے محفوظ ہو اور وہی اصلِ کتاب ہیں اور متشابہات وہ آیات ہیں جن میں کئی احتمالات ہوں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ محکم وہ ہے جس کا ظاہرِ بیان سے معنی معلوم ہو جائے اور واضح دلائل سے اس کے معنی کا باطن معلوم ہو جائے اور متشابہ وہ ہے جس کے لفظ سے اس کے معنی کا پتا نہ چلے اور نہ اس کا حکم معلوم ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) جب اس کو محکم کی طرف لوٹایا جائے تو اس کا معنی معلوم ہو جائے (۲) جس کی حقیقت کو جاننے کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور یہ وہ ہے جس کی باطل پرست پیروی کرتے ہیں' وہ اس کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اور اس میں شک کرتے ہیں اور فتنہ میں مبتلا ہوتے ہیں' جیسے تقدیر پر ایمان لانا۔

محکم اور متشابہ کی دیگر تعریفات

محکم وہ ہے جس کی دلالت واضح ہو اور متشابہ وہ ہے جو غور و فکر اور تخریج کا محتاج ہو۔

محکم وہ آیات ہیں جو منسوخ نہ ہوں اور متشابہ وہ آیات ہیں جو منسوخ ہوں۔

محکم حلال اور حرام کی آیات ہیں اور متشابہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور تقدیر کے متعلق آیات ہیں۔

محکم احکام کی آیات ہیں اور متشابہ حروف مقطعات ہیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اس سے صرف فاسقوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے۔ (البقرہ:۲۶)

اس میں یہ اشارہ ہے کہ فاسقوں کی گمراہی صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ آیاتِ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور لوگوں کے دین میں فتنہ ڈالنے کا ارادہ کرتے ہیں اور انہیں گمراہ کرنے کا قصد کرتے ہیں۔

اور جیسے اللہ جل ذکرہٗ کا ارشاد ہے: وہ ان لوگوں پر نجاست ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ (یونس:۱۰۰) کہا گیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ نجاست سے مراد ہے: اللہ کی ناراضگی' دوسرا قول ہے: گناہ' تیسرا قول ہے: عذاب' اور چوتھا قول ہے: فتنہ اور نجاست سے مراد یہ ہے کہ ان پر یہ حکم لگایا گیا ہے کہ وہ نجس ہیں پاک نہیں ہیں اور علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ رجس سے مراد ناکامی اور رسوائی ہے اور وہ بھی اللہ کا عذاب ہے' اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے' اس کا معنی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام میں غور و فکر نہیں کرتے کیونکہ وہ کفر پر اصرار کرنے والے ہیں۔

اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ (محمد:۱۷): یعنی واقع میں یہ وہ لوگ ہیں جو راسخین فی العلم ہیں' جو ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

ان کی ہدایت کو اور زیادہ کر دیا۔

﴿زَيْغٌ﴾ شَكٌّ . ﴿اِبْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ﴾ اَلْمُشْبِهَاتُ

''زیغ'' کا معنی ہے: شک ''ابتغاء الفتنة'' کا معنی ہے: آیات متشابہات کے درپے ہونا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ (آل عمران:٧)

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے' وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں۔

امام بخاری نے ''زیغ'' کی تفسیر شک کے ساتھ کی ہے اور علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ یہ لوگ اہلِ بدعت ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ اہلِ ضلال ہیں' باطل ہیں اور دینِ حق سے خارج ہیں' یہ لوگ آیاتِ متشابہات کی اس لیے پیروی کرتے ہیں' تاکہ وہ ان آیات کے معنی میں تحریف کر کے ان کو اپنے مقاصدِ فاسدہ کے اوپر محمول کریں اور وہ ان کی باطل پیروی کرتے ہیں۔

﴿وَالرّٰسِخُوْنَ﴾ يَعْلَمُوْنَ ﴿يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ (آل عمران:٧) .

''والراسخون'' کا معنی ہے: جو لوگ عالم ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ہم ان (آیات) پر ایمان لائے۔

مجاہد نے کہا ہے کہ راسخین فی العلم کہتے ہیں: ہم ان آیات پر ایمان لائے۔ علامہ زمخشری نے کہا ہے: جن کا علم راسخ اور مضبوط ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ متشابہ اور محکم دونوں ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ ہم تحقیق کے جس سمندر میں غوطہ زن ہیں' دوسرے شارحین اس سمندر کے کنارے پر بھی نہیں پہنچے' چہ جائیکہ اس میں غوطہ زن ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٨٥-١٨٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٥٤٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التُّسْتَرِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝﴾ (آل عمران:٧) قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ . (صحیح مسلم: ٢٦٦٥' الرقم المسلسل: ٦٦٧٠' سنن ابوداؤد: ٤٥٩٨' سنن ترمذی: ٣٠٠٥-٢٩٩٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم تستری نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی: وہی (اللہ) ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے (اس کتاب کی) بعض آیات واضح ہیں جو اس کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور اس کی بعض آیات متشابہ ہیں' سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں'' اور ان کا محمل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ لوگ جن کا علم راسخ اور مضبوط ہے' وہ کہتے ہیں: سب ہمارے رب کی طرف سے ہے'' اور صرف عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں ۝ (آل عمران:٧) حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیاتِ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان سے دور رہو اور ان سے احتراز کرو۔

Marfat.com

اسلام میں جو بدعت سب سے پہلے نکلی' وہ خوارج ہیں

جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں: امام طبری نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں مجادلہ کرتے تھے۔ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ اس اُمت کے معاملہ میں مجادلہ کرتے تھے اور یہ قول زیادہ قریب ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا اور اس اُمت کا معاملہ لوگوں پر مخفی تھا۔

یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے دور رہو اور ان سے احتراز کرو: حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ لوگ خوارج ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اسلام میں جو سب سے پہلی بدعت رائج ہوئی وہ خوارج کی بدعت ہے' پھر ان کا ظہور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت میں ہوا' پھر ان کی شاخیں اور ان کے نظریات پھیلتے گئے اور ان ہی کے افکار سے متاثر ہو کر قدریہ پیدا ہوئے' پھر معتزلہ' پھر جہمیہ وغیرہم' یہ وہ اہلِ بدعت ہیں جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور فرمایا تھا: عنقریب اس اُمت کے تہتر فرقے ہوں گے' ان میں سے ایک کے سوا سب دوزخی ہیں' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ (نجات پانے والے) کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس دین پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں' اس حدیث کی حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٨٦۔١٨٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢- بَابٌ ﴿وَاِنِّیٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝﴾ (آل عمران:٣٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ۝ (آل عمران:٣٦) کی تفسیر

٤٥٤٨- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ یُّوْلَدُ اِلَّا وَالشَّیْطَانُ یَمَسُّهٗ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِّنْ مَّسِّ الشَّیْطَانِ اِیَّاهُ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَهَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْهُرَیْرَةَ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿وَاِنِّیٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۝﴾ (آل عمران:٣٦)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بچہ بھی جس وقت پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مَس کرتا ہے' پس وہ بچہ شیطان کے مَس کرنے سے چلّا کر روتا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے' پھر حضرت ابوہریرہ یہ کہتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ۝ (آل عمران:٣٦)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٨٦ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور پر زمخشری کا یہ اعتراض کہ اگر شیطان نومولود کو انگلی چبھونے پر قادر ہوتا تو ۔۔۔۔۔۔ تمام دنیا کے لوگوں کو ضرر پہنچاتا اور اس کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں اس حدیث پر اعتراض کیا ہے اور اس کو صحیح ماننے میں توقف کیا ہے' انہوں نے لکھا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو گمراہ کرنے کی آرزو کرتا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے' کیونکہ وہ دونوں معصوم ہیں اور اسی طرح جو بچہ ان کی صفت پر ہو' اس کو بھی وہ گمراہ کرنے کی آرزو نہیں کرتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ (الحجر: ۴۰۔۳۹)

ابلیس نے کہا: اے میرے رب! کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے اس لیے میں زمین کے تمام لوگوں کے لیے بُرے کاموں کو خوش نما بنا دوں گا اور میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا○ سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے مخلص (معصوم) ہیں○

اور شیطان کے چھونے سے بچے کا چلا کر رونا شیطان کی طمع کی خیال آرائی ہے گویا کہ وہ بچہ کو چھوتا ہے اور اس پر ہاتھ مارتا ہے اور کہتا ہے: یہ ان میں سے ہے جن کو میں گمراہ کروں گا اور انگلی چبھونے کی جو صفت حشویہ بیان کرتے ہیں' وہ صحیح نہیں ہے' اگر ابلیس لوگوں کو اپنی انگلیاں چبھونے پر قادر ہوتا تو وہ تمام دنیا کے لوگوں کو اپنی انگلی چبھوتا اور وہ سب روتے چلاتے رہتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ زمخشری کا یہ اعتراض درست نہیں ہے اور حدیث کے معنی پر کوئی اشکال نہیں ہے اور اس میں عصمتِ انبیاء کی کوئی مخالفت نہیں ہے' بلکہ ظاہر حدیث کا یہ معنی ہے کہ ہر نومولود بچے کو انگلی چبھونے پر ابلیس کو قدرت دی گئی ہے سوا ان کے جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں' ان کو ابلیس کے مَس کرنے سے کوئی ضرر نہیں ہوتا اور حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مخلصین میں سے ہیں' ابلیس اپنی عادت کے مطابق ان کو بھی انگلی سے مَس کرنے گیا لیکن ان کے اور ابلیس کے درمیان اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حائل کر دیا اور وہ ان کو ضرر پہنچانے پر قادر نہ ہو سکا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۱۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اگر ابلیس حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے سوا ہر ایک کو انگلی سے مَس کرتا ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے انگلی مَس کی' تو اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ ہے کہ قائل عمومِ کلام سے مستثنیٰ ہوتا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مخلصین کے ماسوا کو انگلی چبھوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سید المخلصین ہیں۔

۳- بَابٌ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ﴾ (آل عمران: ۷۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خرید تے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے (آل عمران: ۷۷) کی تفسیر

لَا خَيْرَ ﴿اَلِيْمٌ﴾ مُؤْلِمٌ مُوْجِعٌ مِنَ الْاَلَمِ وَهُوَ فِيْ مَوْضِعِ مُفْعِلٍ۔

"لا خلاق" کا معنی ہے: ان کے لیے کوئی خیر نہیں ہے' "الیم" (۷۷) کا معنی ہے: تکلیف دینے والا' درد دینے والا' "الیم" فعیل کا وزن ہے اور یہ مفعل کے معنی میں ہے' یعنی "مؤلم" کے معنی میں ہے۔

۴۵۴۹' ۴۵۵۰- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے

Marfat.com

اَبُوْعَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ يَمِيْنَ صَبْرٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ﴾ (آل عمران:٧٧) اِلٰی اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَ فَدَخَلَ الْاَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ وَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ قُلْنَا كَذَا وَكَذَا قَالَ فِیَّ اُنْزِلَتْ كَانَتْ لِیْ بِئْرٌ فِیْ اَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِیْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيِّنَتُكَ اَوْ يَمِيْنُهُ فَقُلْتُ اِذًا يَحْلِفَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ وَّهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ .

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حلف اُٹھا کر از خود قسم کھائی تا کہ وہ اس حلف کے ذریعے کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا' پس اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خرید تے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' آخر آیت تک (آل عمران:٧٧) راوی نے بتایا: پس حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا: تمہیں ابوعبدالرحمن نے کیا حدیث بیان کی ہے؟ ہم نے کہا کہ اس طرح اور اس طرح' انہوں نے بتایا کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی' انہوں نے کہا: میرے چچازاد بھائی کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا (ہم دونوں کا اس کے متعلق جھگڑا ہوا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ پیش کرو ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تو حلف اُٹھا لے گا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حلف اُٹھا کر از خود قسم کھائی تا کہ وہ اس قسم کے ذریعے کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کرے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٥٧۔٢٣٥٦ میں گزر چکی ہے۔

''یمین الصبر'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کو حاکم قید کر لے کہ وہ قسم اُٹھائے اور اگر وہ بغیر حاکم کے مطالبہ کے از خود قسم کھائے تو کہا جاتا ہے: اس نے ''صبرًا'' قسم کھائی ہے' گویا جو قسم از خود کھائی جائے بغیر مطالبہ کے اس کو یمین صبر کہا جاتا ہے۔ (التوضیح ج ٢٢ ص ١٤٢)

٤٥٥١- حَدَّثَنَا عَلِیٌّ هُوَ ابْنُ اَبِیْ هَاشِمٍ سَمِعَ هُشَيْمًا اَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا اَقَامَ سِلْعَةً فِی السُّوْقِ فَحَلَفَ فِيْهَا لَقَدْ اَعْطٰی بِهَا مَالَمْ يُعْطِهٖ لِيُوْقِعَ فِيْهَا رَجُلًا مِّنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' جو ابوہاشم کے بیٹے ہیں' انہوں نے ہشیم سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عوام بن حوشب نے خبر دی از ابراہیم بن عبدالرحمن از حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے بازار میں سودا بیچنے کے لیے رکھا' پھر حلف اُٹھا کر کہا کہ کوئی شخص اس

Marfat.com

الْمُسْلِمِينَ فَنَزَلَتْ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (آل عمران:٧٧) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

سامان کی اتنی قیمت دے رہا تھا جو (خریدار) اس کو نہیں دے رہا تھا' تاکہ وہ ایک مسلمان مرد کو اس سودے میں واقع کرے تو یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران:٧٧) آخر آیت تک۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٨٨ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

آیت مذکورہ کے شانِ نزول کے متعلق ایک اور روایت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبری نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف اور دوسرے یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے متعلق آیات کو چھپالیا تھا اور پھر انہوں نے حلف اُٹھا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں اسی طرح آیت نازل فرمائی تھی لیکن اس آیت کے شانِ نزول میں معتمد وہ ہے جو صحیح البخاری میں مذکور ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٥١٦' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٥٥٢- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا تَخْرِزَانِ فِي بَيْتٍ أَوْ فِي الْحُجْرَةِ فَخَرَجَتْ إِحْدَاهُمَا وَقَدْ أُنْفِذَ بِإِشْفًى فِي كَفِّهَا فَادَّعَتْ عَلَى الْأُخْرَى فَرُفِعَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَذَهَبَ دِمَاءُ قَوْمٍ وَّأَمْوَالُهُمْ ذَكِّرُوهَا بِاللّٰهِ وَاقْرَءُوْا عَلَيْهَا ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ﴾ فَذَكَّرُوهَا فَاعْتَرَفَتْ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نصر بن علی بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ دو عورتیں اپنے گھر میں یا اپنے حجرہ میں موزہ سی رہی تھیں' پس ان میں سے ایک باہر نکلی اور اس کی ہتھیلی میں سوئی چبھ گئی تو اس نے دوسری پر دعویٰ کیا کہ (تم نے یہ سوئی چبھوئی ہے) پھر یہ مقدمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کے دعووں کے مطابق ان کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے تو وہ لوگوں کی جانوں اور مالوں کو لے جائیں گے (جب ان کے پاس گواہ نہیں ہے) تو اس کے سامنے اللہ کا ذکر کرو (یعنی اس سے ڈراؤ) اور اس کے سامنے یہ آیت پڑھو: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران:٧٧) سو انہوں نے اس عورت کے سامنے اس آیت کو پڑھا تو اس عورت نے اعتراف کر لیا' پس حضرت ابن عباس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٥١٤ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

خصوصیت سبب کے مقابلے میں عموم آیت کا اعتبار ہوتا ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آیت کے عموم پر عمل کیا جاتا ہے اور خصوصیت سبب پر عمل کرنا مقصود نہیں ہے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس شخص کے اوپر قسم آتی ہو اس کو اس آیت سے نصیحت کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٥١٧، دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

٤- بَابُ ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ﴾ (آل عمران: ٦٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے (وہ یہ کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں (آل عمران: ٦٤) کی تفسیر

﴿سَوَاءٍ﴾ قَصْدًا.

''سواء'' کا معنی ہے: ''قصدًا'' یعنی وہ چیز جو عدل اور انصاف کے مطابق ہے۔

اسی طرح ابو عبیدہ نے ''سواء'' کی تفسیر عدل کے ساتھ کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٩٠)

٤٥٥٣- حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ هِشَامٍ عَنْ مَعْمَرٍ (ح) وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سُفْيَانَ مِنْ فِيْهِ اِلٰى فِيَّ قَالَ انْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا بِالشَّامِ اِذْ جِيْءَ بِكِتَابٍ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى هِرَقْلَ قَالَ وَكَانَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ جَاءَ بِهٖ فَدَفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ بُصْرٰى اِلٰى هِرَقْلَ قَالَ فَقَالَ هِرَقْلُ هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِّنْ قَوْمِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَقَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَدُعِيْتُ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَدَخَلْنَا عَلٰى هِرَقْلَ فَاُجْلِسْنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَيُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا مِّنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقُلْتُ اَنَا فَاَجْلَسُوْنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَجْلَسُوْا اَصْحَابِيْ خَلْفِيْ ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهٖ فَقَالَ قُلْ لَّهُمْ اِنِّيْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَاِنْ كَذَبَنِيْ فَكَذِّبُوْهُ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْلَا اَنْ يُّؤْثِرُوْا عَلَيَّ الْكَذِبَ لَكَذَبْتُ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ سَلْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از ہشام از معمر (ح) اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوسفیان نے حدیث بیان کی اس طرح کہ ان کا منہ میرے منہ کی طرف تھا انہوں نے کہا: میں اس مدت میں (شام) گیا جس مدت میں میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان (صلح کا) معاہدہ تھا پس جس وقت میں شام میں تھا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب ہرقل کی طرف آیا ابوسفیان نے بتایا کہ حضرت دحیہ کلبی اس مکتوب کو لے کر آئے تھے انہوں نے وہ مکتوب عظیم بصریٰ کو دے دیا عظیم بصریٰ نے وہ مکتوب ہرقل کو دے دیا ہرقل نے کہا: جس شخص کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے کیا اس کی قوم کا کوئی مرد یہاں موجود ہے؟ تو اس کے درباریوں نے کہا: جی ہاں! ابوسفیان نے بتایا: پھر مجھے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بلایا گیا پس ہم ہرقل کے دربار میں داخل ہوئے پس اس نے ہمیں اپنے سامنے بٹھایا پھر اس نے کہا کہ جس مرد کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے اس کے نسب کے ساتھ سب سے زیادہ قریب کون ہے؟ ابوسفیان نے بتایا: پس میں

Marfat.com

كَيْفَ حَسَبُهُ فِيكُمْ قَالَ قُلْتُ هُوَ فِينَا ذُوحَسَبٍ قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهِ مَلِكٌ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ اَيَتَّبِعُهُ اَشْرَافُ النَّاسِ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ يَزِيْدُوْنَ اَوْ يَنْقُصُوْنَ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ سَخْطَةً لَّهٗ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ قَالَ قُلْتُ تَكُوْنُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ سِجَالًا يُصِيْبُ مِنَّا وَنُصِيْبُ مِنْهُ قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قَالَ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِيْ مَا هُوَ صَانِعٌ فِيْهَا قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَمْكَنَنِيْ مِنْ كَلِمَةٍ اُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرَ هٰذِهٖ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهٗ قُلْتُ لَا ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَّهٗ اِنِّيْ سَاَلْتُكَ عَنْ حَسَبِهٖ فِيْكُمْ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ فِيْكُمْ ذُوْحَسَبٍ وَّكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ اَحْسَابِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِيْ اٰبَائِهٖ مَلِكٌ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مَلِكٌ قُلْتُ رَجُلٌ يَّطْلُبُ مُلْكَ اٰبَائِهٖ وَسَاَلْتُكَ عَنْ اَتْبَاعِهٖ اَضُعَفَاؤُهُمْ اَمْ اَشْرَافُهُمْ فَقُلْتَ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِّيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ يَذْهَبُ فَيَكْذِبُ عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ سَخْطَةً لَّهٗ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ اِذَا خَالَطَ بَشَاشَةَ الْقُلُوْبِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ فَزَعَمْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَزَعَمْتَ اَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَتَكُوْنُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ سِجَالًا يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُوْنَ مِنْهُ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى ثُمَّ

نے کہا کہ میں ہوں' تو انہوں نے مجھے ہرقل کے سامنے بٹھا دیا اور میرے اصحاب کو میرے پیچھے بٹھا دیا' پھر اپنے مترجم کو بلایا' پس ہرقل نے کہا: ان سے کہو کہ میں اس مرد کے متعلق سوال کرنے والا ہوں جس کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے' پس اگر یہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم اس کو جھوٹا قرار دینا۔ ابوسفیان نے کہا: اور اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا' پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: اس سے سوال کرو کہ ان کا حسب تم میں کیسا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: میں نے بتایا کہ وہ ہم میں عالی حسب کے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا: کیا ان کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ ابوسفیان نے بتایا: میں نے کہا کہ نہیں! ہرقل نے پوچھا: کیا تم ان کے اس دعویٰ نبوت سے پہلے ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے کہا: نہیں! ہرقل نے پوچھا: کیا ان کی پیروی معزز لوگ کرتے ہیں یا پسماندہ لوگ؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا: بلکہ پسماندہ لوگ۔ ہرقل نے پوچھا: وہ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں! بلکہ وہ زیادہ ہو رہے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا: کیا ان میں سے کوئی ایک ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین سے برگشتہ ہو کر ان کے دین سے مرتد ہو جاتا ہے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا: نہیں! ہرقل نے پوچھا: کیا تم نے ان سے کبھی لڑائی کی ہے؟ ابوسفیان نے بتایا: میں نے کہا کہ ہاں! ہرقل نے پوچھا: پھر تمہاری ان کے ساتھ لڑائی کا کیا نتیجہ رہا؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا: ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی کنویں کے ڈول کی طرح ہے' کبھی وہ ڈول ان کے ہاتھ آتا ہے اور کبھی ہمارے ہاتھ آتا ہے' ہرقل نے پوچھا: کیا کبھی انہوں نے عہد شکنی کی ہے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا: نہیں! اور اب جب کہ اس مدت میں ہم یہاں پر ہیں' ہم نہیں جانتے کہ وہ اس مدت میں کیا کرنے والے ہیں' ابوسفیان نے کہا: اور اللہ کی قسم! میں اس بات کے سوا ان کے خلاف اور کوئی بات نہیں کہہ سکا۔ ہرقل نے پوچھا: کیا یہ نبوت کا دعویٰ ان سے پہلے بھی کسی نے کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا: اس کو بتاؤ کہ نے

تَكُونُ لَهُمُ الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ لَا يَغْدِرُ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيلَ قَبْلَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ بِمَ يَأْمُرُكُمْ قَالَ قُلْتُ يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ قَالَ إِنْ يَكُ مَا تَقُولُ فِيهِ حَقًّا فَإِنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُ أَظُنُّهُ مِنْكُمْ وَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَأَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهُ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ إِلَى قَوْلِهِ اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ○﴾ (آل عمران: ٦٤) فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ ارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ عِنْدَهُ وَكَثُرَ اللَّغَطُ وَأُمِرَ بِنَا فَأُخْرِجْنَا قَالَ فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ خَرَجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ إِنَّهُ لَيَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوقِنًا بِأَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتّٰى أَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَدَعَا هِرَقْلُ عُظَمَاءَ الرُّومِ فَجَمَعَهُمْ فِي دَارٍ لَهُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ آخِرَ الْأَبَدِ وَأَنْ يَثْبُتَ لَكُمْ مُلْكُكُمْ قَالَ فَحَاصُوا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَقَالَ عَلَيَّ بِهِمْ فَدَعَا بِهِمْ فَقَالَ إِنِّي إِنَّمَا اخْتَبَرْتُ شِدَّتَكُمْ

میں تم سے پوچھا تھا: ان کا حسب تمہارے درمیان کیسا ہے؟ تو تم نے کہا: وہ ہم میں عالی حسب کے ہیں' اور اسی طرح رسول اپنی قوم کے عالی حسب سے مبعوث کیے جاتے ہیں' اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ کیا ان کے آباء واجداد میں سے کوئی نبی گزرا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! تو میں نے کہا کہ اگر ان کے آباء واجداد میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ مرد (دعویٔ نبوت) سے اپنے آباء و اجداد کا ملک حاصل کر رہا ہے اور میں نے تم سے اس کے پیروکاروں کے متعلق سوال کیا کہ آیا وہ معزز لوگ ہیں یا پسماندہ؟ تو تم نے کہا: بلکہ وہ پسماندہ لوگ ہیں اور وہی رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا ان کے اس دعویٔ نبوت سے پہلے تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تو تم نے کہا: نہیں! پس میں نے جان لیا کہ جو شخص لوگوں پر جھوٹ نہیں باندھتا تو وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھے گا' پھر میں نے تم سے سوال کیا کہ کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد پھر ان کے دین سے ناراض ہو کر مرتد ہو جاتا ہے؟ تم نے کہا: نہیں! اور ایمان کا یہی معاملہ ہے' جب وہ دل کی گہرائیوں میں رچ جاتا ہے اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا وہ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ زیادہ ہو رہے ہیں اور اسی طرح ایمان کا تقاضا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ پورا ہو جائے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا تم نے ان سے کبھی جنگ کی ہے؟ تو تم نے بتایا کہ تم نے ان سے جنگ کی ہے اور تمہارے اور ان کے درمیان جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے کبھی وہ ڈول تمہارے ہاتھ آتا ہے اور کبھی ان کے ہاتھ آتا ہے اور اسی طرح رسولوں کی آزمائش ہوتی ہے اور انجام کار ان ہی کو کامیابی ہوتی ہے' اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا انہوں نے کبھی عہد شکنی کی ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! انہوں نے عہد شکنی نہیں کی اور اسی طرح رسول عہد شکنی نہیں کرتے اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا ان سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٔ نبوت کیا تھا؟ تو تم نے کہا: نہیں! تو میں نے کہا کہ ان سے پہلے اگر کسی نے دعویٔ نبوت کیا ہوتا تو یہ مرد اپنے پیش رو کی پیروی کرتا ہے' پھر ہرقل نے کہا: وہ تمہیں کن کاموں کا

Marfat.com

عَلٰى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ مِنْكُمُ الَّذِي أَحْبَبْتُ فَاسْجُدُوْا لَهُ وَرَضُوْا عَنْهُ

دیتے ہیں؟ تو میں نے بتایا: وہ ہمیں نماز پڑھنے کا' زکوٰۃ دینے کا' رشتہ داروں سے مل کر رہنے کا اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں' ہرقل نے کہا: اگر جو کچھ تم نے کہا ہے وہ برحق ہے تو بے شک وہ نبی ہیں اور مجھے معلوم تھا کہ ان کا ظہور ہونے والا ہے' لیکن میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے' اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکوں گا تو میں ضرور ان سے ملاقات کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کے پیروں کو دھوتا اور ضرور ان کی حکومت میرے قدموں کے نیچے تک پہنچ جائے گی' پھر ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب منگوایا' پھر اس کو پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل کی جانب ہے جو روم کا بادشاہ ہے' جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو' اللہ کی حمد کے بعد معلوم ہو کہ میں تمہیں دین اسلام کی دعوت دے رہا ہوں' تم اسلام لے آؤ تو تم سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دو مرتبہ اجر عطاء فرمائے گا اور اگر تم نے پیٹھ پھیری تو تمہارے پیروکاروں کا (اسلام نہ لانے کا) گناہ بھی تم پر ہوگا' پھر یہ آیت ہے: آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے (وہ یہ ہے کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' اور یہ آیت یہاں تک ہے: تو تم کہہ دو کہ (لوگو) گواہ رہو ہم مسلمان ہیں ○ (آل عمران:٦٤) جب ہرقل مکتوب کو پڑھنے سے فارغ ہو گیا تو اس کے پاس آوازیں بلند ہو گئیں اور شور بہت زیادہ ہو گیا اور ہمیں نکالنے کا حکم دیا گیا' سو ہم نکال دیئے گئے' ابوسفیان نے بتایا کہ جب ہم نکال دیئے گئے تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ بہت بڑھ گیا ہے' اس سے زرد رُو لوگوں کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے' پھر مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین عنقریب غالب ہو جائے گا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بھی اسلام کو داخل کر دیا۔ زُہری نے بتایا کہ پھر ہرقل نے روم کے سرداروں کو بلایا اور ان کو ایک حویلی میں جمع کیا' پھر کہا: اے رومیوں کی جماعت! دائمی کامیابی اور آخرت کی نجات کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے اور یہ

Marfat.com

کہ تمہارا ملک سلامت رہے؟ زُہری نے بتایا: پس وہ سردار وحشی
گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ
دروازے بند کر دیئے گئے' ہرقل نے کہا: ان لوگوں کو میرے پاس لاؤ'
پس ان کو بلایا' پھر کہا: میں نے تو صرف تمہاری تمہارے دین کے اوپر
شدت اور تصلّب کو آزمایا تھا اور میں نے تمہاری تمہارے دین پر وہ
شدت دیکھ لی جو میں پسند کرتا ہوں' پس وہ سردار ہرقل سے راضی ہو
گئے اور ہرقل کو سجدہ کیا۔

اس حدیث کی مفصل اور مکمل شرح' صحیح البخاری: ۷ اور صحیح البخاری: ۵۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حسب اور نسب کا معنی' اس کی توجیہ کہ بعض قریش اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے' کتنی جنگوں میں مسلمان غالب رہے اور کتنی جنگوں میں قریش غالب رہے؟ رسول اپنے بلند مرتبہ کے باوجود اللہ کا بندہ کہلانے میں عار نہیں سمجھتے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان کا حسب کیسا ہے؟: اس حدیث میں اسی طرح ہے اور بعض دوسری احادیث میں ہے کہ ان کا نسب کیسا ہے؟ نسب کا معنی ہے: کسی مرد کے آباء واجداد کے اسماء' اور حسب کا معنی ہے: کسی مرد کی خاندانی شرافت اور قابلِ فخر کارنامے' اور ابوسفیان نے کہا: وہ ہم میں ذوحسب ہیں' یہاں پر حسب میں تنوین تعظیم کے لیے ہے' یعنی وہ عالی حسب کے ہیں یا عالی نسب کے ہیں۔

ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ان کے دین سے ناراض ہو کر مرتد نہیں ہوتا: ابوسفیان کی مراد یہ تھی کہ جو شخص بصیرت کے ساتھ ان کے دین میں داخل ہوتا ہے' وہ پھر مرتد نہیں ہوتا اور جو شخص بغیر بصیرت کے ان کے دین میں داخل ہوتا ہے وہ متزلزل رہتا ہے اور قریش کے جو لوگ بعد میں مرتد ہو گئے تھے' وہ اسی پر محمول ہیں کہ وہ دینِ اسلام میں بصیرت سے داخل نہیں ہوئے تھے اور اُن ہی میں ابوسفیان کی بیٹی حضرت اُم حبیبہ کے شوہر عبیداللہ بن جحش ہیں' جو ابوسفیان کے داماد تھے کیونکہ وہ اسلام لانے کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئے اور حبشہ میں عیسائی مذہب کو قبول کر لیا اور عیسائیت پر ہی مر گئے اور نبی ﷺ نے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اُس کے مرنے کے بعد نکاح کیا تھا اور ان کے مرتد ہونے کا محمل یہ ہے کہ وہ دینِ اسلام میں بصیرت کے ساتھ داخل نہیں ہوئے تھے اور ابوسفیان اور دوسرے قریش اس بات کو جانتے تھے' اسی وجہ سے ابوسفیان نے یہ نہیں کہا کہ بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے کیونکہ اس کو ڈر تھا کہ دوسرے قریش اس کی تکذیب کر دیں گے کہ وہ بصیرت سے اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مرتد ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جائے اور ابوسفیان کا داماد عبیداللہ بن جحش اپنے پہلے دین کی طرف نہیں لوٹا تھا کیونکہ پہلے وہ بت پرست تھا اور بعد میں عیسائی ہو گیا تھا۔

جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے کبھی ان کے ہاتھ آتا ہے اور کبھی ہمارے ہاتھ: اس واقعہ سے پہلے نبی ﷺ اور قریش کے درمیان تین مرتبہ جنگ ہوئی' بدر' اُحد اور خندق' غزوۂ بدر میں مسلمانوں نے مشرکین کو شکست دی اور غزوۂ اُحد میں اس کے برعکس

Marfat.com

مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور غزوۂ خندق میں دونوں طرف سے کم لوگ قتل کیے گئے' اس لیے ابوسفیان کا قول صحیح ہے کہ جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے' کبھی ایک کے ہاتھ میں آتا ہے اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں آتا ہے۔

مجھے یہ علم تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ اس نبی کا ظہور تم میں سے ہوگا: یعنی اس کو علم تھا کہ اس زمانہ میں نبی مبعوث ہونے والے ہیں لیکن اس کو تعین کا علم نہیں تھا' بعض شارحین نے کہا ہے کہ اس کو یہ علم تھا کہ وہ نبی بنواسرائیل سے مبعوث ہوں گے کیونکہ بنواسرائیل میں انبیاء مبعوث ہوتے رہتے تھے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کو یہ علم تھا کہ وہ نبی بنواسرائیل سے مبعوث ہوگا کیونکہ ہرقل نے یہ کہا کہ مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ وہ نبی تم میں سے مبعوث ہوگا۔

اس مکتوب میں لکھا ہوا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: علامہ النووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکتوب میں پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا مستحب ہے' کیونکہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جس اہم کام کی ابتداء اللہ کی حمد سے نہ ہو' وہ ناتمام رہتا ہے اور حمد سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے کیونکہ کئی روایات میں ذکر اللہ کا ذکر ہے اور کئی روایات میں بسم اللہ اور الحمد للہ کا ذکر ہے اور یہ نبی ﷺ کا مکتوب اہم تھا' اس لیے اس کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کی گئی اور میں نے نبی ﷺ کے ان مکاتیب کو جمع کیا' جو آپ نے بادشاہوں اور دوسرے لوگوں کی طرف لکھے تھے' ان سب کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کی گئی ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں سعید بن المسیب سے یہ مرسل روایت ہے کہ ہرقل نے جب آپ کا مکتوب پڑھا تو اس نے کہا: یہ ایسا مکتوب ہے جس کو میں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد نہیں سنا تھا' اس کی مراد یہ تھی کہ جس مکتوب کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کی گئی ہو' اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا تھا کہ ہرقل اہلِ کتاب کی خبروں کو جاننے والا تھا۔

محمد رسول اللہ کی طرف سے: بدءُ الوحی اور کتاب الجہاد کی اس حدیث میں ہے کہ محمد بن عبداللہ ورسولہ کی طرف سے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ کے رسول اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے مکرم اور معظم ہوتے ہیں' اس کے باوجود وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور گویا کہ اس میں نصاریٰ کے اس دعوے کا ابطال ہے جو وہ حضرت عیسیٰ کے متعلق کہتے تھے کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔

پس ہرقل کے سرداروں نے اس کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہوگئے: اس میں یہ بتایا ہے کہ ان سرداروں کی عادت تھی کہ وہ اپنے بادشاہوں کو سجدہ کرتے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے حقیقت میں زمین کو بوسا دیا ہو اور جو شخص زمین کو بوسا دیتا ہے' اس کی ہیئت سجدہ کرنے والے کی طرح ہوتی ہے اور وہ سردار اس سے راضی ہوگئے' یعنی ان کو معلوم ہوگیا کہ ہرقل نے اپنا دین نہیں بدلا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۲۴۔۵۲۰ ملخصاً' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٥- بَابٌ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ . اِلٰى قَوْلِهٖ . بِهٖ عَلِيْمٌ٥﴾ (آل عمران:۹۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کرسکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو' (یہ آیت یہاں تک ہے:) اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے ٥(آل عمران:۹۲) کی تفسیر

٤٥٥٤- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ اَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ نَخْلًا وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:٩٢) قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ اَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْطَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ . حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ مَالٌ رَابِحٌ .

اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوطلحہ انصاری کے مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ کھجور کے باغات تھے اوران کا سب سے پسندیدہ باغ وہ تھا جو بیرحاء میں تھا اور وہ مسجد نبوی کے سامنے تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں داخل ہوتے اور اس باغ کا خوشگوار پانی پیتے' پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کرسکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو (آل عمران:۹۲) تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ نے کھڑے ہوکر کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کرسکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران:۹۲) اور بے شک میرے نزدیک سب سے پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے اور بے شک یہ اللہ کی رضا کے لیے صدقہ ہے' میں اس کی نیکی اور اللہ کے پاس اس کے اجر کا ذخیرہ ہونے کی اُمید رکھتا ہوں' یارسول اللہ! جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو بتائے وہاں آپ اس کو خرچ کردیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے' یہ نفع آور مال ہے اور تم نے جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ مال اپنے رشتہ داروں کو دے دو' حضرت ابوطلحہ نے کہا: یارسول اللہ! میں یہی کروں گا' پھر حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کردیا۔ عبداللہ بن یوسف اور روح بن عبادہ نے کہا کہ یہ نفع دینے والا مال ہے اور مجھے یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اس کی امام مالک پر قراءت کی: نفع دینے والا مال۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابوطلحہ: ان کا نام زید بن سہل ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ کی والدہ کے شوہر ہیں۔

بیرحاء: یہ مدینہ میں ایک باغ ہے جس میں پانی کا چشمہ بھی تھا۔

''بخ'' یہ وہ کلمہ ہے جو کسی چیز کی تعریف یا اس کی رضا کے وقت بولا جاتا ہے اور اس کی تکرار مبالغہ کے لیے ہے۔

''رایح'' یعنی جو چیز جانے والی ہو اور جب وہ چیز خیر کے راستے میں اللہ تعالیٰ کے لیے جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

٤٥٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری

حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَأُبَيٍّ وَأَنَا أَقْرَبُ إِلَيْهِ وَلَمْ يَجْعَلْ لِي مِنْهَا شَيْئًا .

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو دے دیا حالانکہ ان کی بہ نسبت میں ان کے زیادہ قریب تھا اور انہوں نے مجھے اس میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

٦- بَابٌ ﴿قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝﴾ (آل عمران: ۹۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر اس کی تلاوت کرو۝ (آل عمران: ۹۳) کی تفسیر

٤٥٥٦- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ الْيَهُودَ جَاؤُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ قَدْ زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ كَيْفَ تَفْعَلُونَ بِمَنْ زَنَى مِنْكُمْ قَالُوا نُحَمِّمُهُمَا وَنَضْرِبُهُمَا فَقَالَ لَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ فَقَالُوا لَا نَجِدُ فِيهَا شَيْئًا فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ ﴿فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ فَوَضَعَ مِدْرَاسُهَا الَّذِي يُدَرِّسُهَا مِنْهُمْ كَفَّهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ فَطَفِقَ يَقْرَأُ مَا دُونَ يَدِهِ وَمَا وَرَاءَهَا وَلَا يَقْرَأُ آيَةَ الرَّجْمِ فَنَزَعَ يَدَهُ آيَةَ الرَّجْمِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ فَلَمَّا رَأَوْا ذٰلِكَ قَالُوا هِيَ آيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِنْ حَيْثُ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ صَاحِبَهَا يَجْنَأُ عَلَيْهَا يَقِيهَا الْحِجَارَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے ایک مرد اور اپنی ایک عورت کو لے کر آئے جنہوں نے زنا کیا تھا' آپ نے ان سے پوچھا: تم میں سے جو شخص زنا کرے تم اس کو کیا سزا دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ان دونوں کا منہ کالا کر دیتے ہیں اور انہیں مارتے پیٹتے ہیں' آپ نے پوچھا: کیا تم تورات میں سنگسار کرنے کا حکم نہیں پاتے' انہوں نے کہا: ہم تورات میں یہ حکم بالکل نہیں پاتے' پس ان سے حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو' اگر تم سچے ہو تو تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو' پس ان کے بڑے مُدرس نے جو ان کو پڑھاتا تھا' اپنی ہتھیلی رجم (سنگسار کرنے) کی آیت پر رکھ دی' پس وہ اپنی ہتھیلی کے نیچے سے چھوڑ کر اس کے بعد سے پڑھنے لگا اور آیتِ رجم نہیں پڑھ رہا تھا' پس حضرت عبداللہ بن سلام نے اس کا ہاتھ رجم کی آیت سے ہٹایا اور پوچھا: یہ کیا ہے؟ جب انہوں نے یہ آیت دیکھی تو کہا: یہ تو رجم کی آیت ہے' پس آپ نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا' اس جگہ جو مسجد کے نزدیک ہے جہاں جنازگاہ ہے' پس حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس عورت کا

ساتھی اس عورت پر جھک کر اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۲۵ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

جس یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا تھا' آیا وہ ذمی تھے یا حربی اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے: علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ مرد اور عورت ذمی نہیں تھے بلکہ یہ اہلِ حرب میں سے تھے۔ ابن القاسم سے روایت ہے کہ یہ دونوں اہلِ فدک اور اہلِ خیبر میں سے تھے جنہوں نے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی تھی۔ اور امام مالک نے کہا ہے کہ یہ دونوں اہل حرب سے تھے' اگر یہ اہل ذمہ سے ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ نہ پوچھتے کہ تمہارے یہاں زنا کرنے والوں کی کیا سزا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ذمی تھے' کیونکہ آپ نے اس عورت کو رجم کیا تھا اور حربی عورتوں کو قتل کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ علامہ سہیلی نے کہا ہے: جس عورت کو رجم کیا گیا تھا اس کا نام بُسرہ تھا۔

آپ نے پوچھا: تم ان کو کیا سزا دیتے ہو؟ اس سوال سے آپ کا مقصد ان کی تقلید کرنا نہیں تھا اور نہ ان کے بتانے سے اس حکم کی معرفت مقصود تھی' بلکہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ ان کی کتاب کے مطابق ان کے اوپر حجت قائم کریں اور شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ وحی کی گئی تھی کہ رجم کا حکم اس موجودہ تورات میں بھی ہے جو ان کے ہاتھوں میں ہے اور انہوں نے اس حکم کو تبدیل نہیں کیا جیسا کہ دوسرے احکام تبدیل کر دیئے ہیں یا آپ کو اس شخص نے خبر دے دی تھی جو ان میں سے مسلمان ہو چکا تھا۔

پس ان کے مدرس نے رجم کی آیت پر اپنی ہتھیلی رکھ دی: اس مدرس کا نام عبداللہ بن صوریا ہے۔ سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان دو مردوں کو لاؤ جو تم میں بڑے عالم ہیں تو وہ صوریا کے دو بیٹوں کو لائے۔

پس ان دونوں کو رجم کر دیا گیا: سنن ابوداؤد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شہادت کی بنیاد پر رجم کیا تھا۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کو رجم کرنے کے متعلق وحی کی گئی تھی اور آپ نے تورات کا حکم اس لیے نکلوایا تا کہ ان پر حجت قائم ہو اور اللہ کے اس حکم پر عمل کو زندہ کیا جائے جس کو وہ چھپاتے تھے۔

اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہلِ ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنا صحیح ہے' التوضیح میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ فیصلہ کرنا واجب ہے اور اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ بھی متفق ہیں' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اگر اہل ذمہ سربراہِ ملک کے پاس ایسا مقدمہ لے کر آئیں جس میں کسی پر ظلم ہو' مثلاً کسی کو قتل کیا ہو یا کسی کا مال غصب کیا ہو تو اس پر اتفاق ہے کہ ان کو اس ظلم سے منع کیا جائے گا اور امام مالک اور امام شافعی سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ سربراہ ملک کو اختیار ہے کہ ان کو منع کرے یا نہ کرے' اور امام شافعی سے یہ بھی منقول ہے کہ حدود میں ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں کے کیے ہوئے نکاح صحیح ہیں' اسی وجہ سے ان دونوں کو رجم کیا گیا کیونکہ رجم شادی شدہ مرد اور عورت کو کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۹۶۔۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧- بَابٌ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: ١١٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو اُمتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں، تم ان سب میں بہترین اُمت ہو (آل عمران: ١١٠) کی تفسیر

آیت مذکورہ کے متعدد شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ تم اللہ کے علم میں بہترین اُمت ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ تم سے پہلے جو اُمتیں تھیں، ان میں یہ ذکر کیا گیا تھا کہ تم بہترین اُمت ہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس آیت کا مصداق وہ صحابہ ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ اگر اللہ عزوجل چاہتا تو یوں فرماتا: تم خیر اُمت ہو اور اگر اللہ اس طرح فرماتا تو ہم سب خیر اُمت ہوتے، لیکن یہ آیت صحابہ کے ساتھ مخصوص ہے اور بعد کے لوگوں میں سے جو ان کے جیسے کام کرے گا وہ بھی خیر اُمت ہو گا۔ الواحدی نے کہا ہے کہ یہود کے سردار خصوصاً ابن صوریا وہ مؤمنین کو ان کے اسلام لانے کی وجہ سے ایذاء پہنچاتے تھے، خصوصاً حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تو یہ آیت نازل ہوئی اور مقاتل نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت اُبی بن کعب، حضرت معاذ، حضرت ابن مسعود، حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مالک بن الصیف اور وہب بن یہودا، ان دونوں نے مسلمانوں سے کہا: ہمارا دین اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہم تم سے خیر اور افضل ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان تمام اُمتوں سے افضل ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ انسانوں کو نفع پہنچانے والے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو۔ (آل عمران: ١١٠) اور مسلمانوں کے خیر اُمت ہونے کی یہی شرط ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٩٧)

٤٥٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: ١١٠) قَالَ خَيْرَ النَّاسِ لِلنَّاسِ تَأْتُونَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از سفیان از میسرہ از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے یہ آیت پڑھی: جو اُمتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں، تم ان سب میں بہترین اُمت ہو (آل عمران: ١١٠)، اور کہا: لوگوں کے لیے بہترین لوگ وہ ہیں جن کی گردنوں میں تم زنجیریں ڈال کر لاتے ہو (یعنی جنگ میں گرفتار کر کے) حتیٰ کہ وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٠١٠ میں گزر چکی ہے، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم جہاد میں کافروں کو گرفتار کر کے لاتے ہو اور پھر وہ مسلمان ہو جاتے ہیں اور انہیں دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔

٨- بَابٌ ﴿إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا﴾ (آل عمران: ١٢٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب تم میں سے دو گروہ بزدلی پر تیار ہو گئے (آل عمران: ١٢٢) کی تفسیر

اس آیت میں جن دو جماعتوں کا ذکر ہے، وہ انصار کے دو قبیلے تھے، ایک بنو سلمہ تھے اور ان کا تعلق خزرج سے تھا اور دوسرے

Marfat.com

بنو حارثہ تھے اور ان کا تعلق الاوس سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ ایک ہزار صحابہ کے ساتھ غزوۂ اُحد میں نکلے اور ایک قول ہے کہ نو سو پچاس کے ساتھ نکلے اور آپ نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ اگر تم صبر کرو گے تو فتح یاب ہو گے' پھر عبداللہ بن اُبی منافق اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکر اسلام سے نکل گیا اور اس نے کہا: اے قوم! ہم کس وجہ سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو قتل کروائیں! عمرو بن حزم انصاری نے بھی ان کی پیروی کی' پس ان دو قبیلوں نے عبداللہ بن ابی کی پیروی کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا کر مل گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۹۸۔۱۹۷)

٤٥٥٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ فِيْنَا نَزَلَتْ ﴿إِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾ (آل عمران: ۱۲۲) قَالَ نَحْنُ الطَّائِفَتَانِ بَنُوْ حَارِثَةَ وَبَنُوْ سَلِمَةَ وَمَا نُحِبُّ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَّمَا يَسُرُّنِيْ اَنَّهَا لَمْ تُنْزَلْ لِقَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا کہ عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ آیت ہم میں نازل ہوئی ہے: جب تم میں سے دو گروہ بزدلی پر تیار ہو گئے' اللہ ان دونوں جماعتوں کا ولی ہے۔ (آل عمران: ۱۲۲) انہوں نے کہا: ہم وہ دو جماعتیں ہیں' بنو حارثہ اور بنو سلمہ اور ہم یہ پسند نہیں کرتے۔ اور سفیان نے دوسری بار کہا: اور مجھے اس سے خوشی نہیں ہو گی کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ ان دونوں جماعتوں کا ولی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۵۱ میں گزر چکی ہے۔

٩- بَابٌ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آل عمران: ۱۲۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں (آل عمران: ۱۲۸) کی تفسیر

٤٥٥٩- حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ٥﴾ . رَوَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا رسول اللہ ﷺ جب فجر کی دوسری رکعت کے رکوع سے سر اُٹھاتے تو آپ یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! فلاں کو لعنت کر اور فلاں کو اور فلاں کو۔ یہ دعا "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد" ٥ پڑھنے کے بعد کرتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں (اور یہ آیت یہاں تک ہے کہ) یہ لوگ ظالم ہیں ٥ (آل عمران: ۱۲۸) اس حدیث کی اسحاق بن راشد نے از الزہری روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۶۹ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٤٥٦٠ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّدْعُوَ عَلٰى أَحَدٍ أَوْ يَدْعُوَ لِأَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَّعَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ يَجْهَرُ بِذٰلِكَ وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلٰوتِهٖ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِأَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آل عمران:١٢٨) اَلْآيَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب وابوسلمہ بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے خلاف دعا کرنے کا ارادہ کرتے یا کسی کے حق میں دعا کرتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے اور بعض اوقات جب آپ ''سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لك الحمد '' پڑھتے تو اس کے بعد دعا کرتے: اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات دے اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ابی ربیعہ کو' اے اللہ! مضر کے اوپر اپنی گرفت کو سخت کر دے! اور ان پر قحط کے ایسے سال ڈال دے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے' آپ بلند آواز سے یہ دعا کرتے اور بعض اوقات آپ اپنی فجر کی نماز میں یوں دعا کرتے: اے اللہ! فلاں اور فلاں کو لعنت فرما اور عرب کے قبائل کا نام لیتے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں۔ (آل عمران:١٢٨)

امام بخاری نے اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٧ میں کی ہے۔

حدیث مذکور کی دیگر روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ' ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ایک دن آپ نے ان کے لیے صبح کو دعا نہیں کی تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ آ گئے ہیں؟ پھر امام ابن حبان نے کہا کہ قنوت صبح کی نماز میں اس حادثہ کے بعد پڑھی جاتی تھی اور یہ منسوخ نہیں ہوئی ہے اور یہ تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ اس قنوت کا اختصاص اس حادثہ کے ساتھ تھا۔ (صحیح ابن حبان ج ٥ ص ٣٢٤-٣٢٣)

اور امام بخاری نے غزوۂ اُحد کے باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے صبح کی نماز میں فلاں کو اور فلاں کو لعنت کی' ان منافقین کا نام لے کر پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (آل عمران:١٢٨)

اور امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی کر دیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا ہے' تو یہ آیت نازل ہوئی: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں۔ (آل عمران:١٢٨) (صحیح البخاری:٤٠٦٩)

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ابوسفیان پر لعنت کر! اے اللہ! الحارث بن ہشام پر لعنت کر! اے اللہ! صفوان بن امیہ پر لعنت کر! تو یہ آیت نازل ہوئی۔

Marfat.com

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ آپ نے چار مردوں پر لعنت کی اور ان کا نام ذکر نہیں کیا' تو اللہ تعالیٰ نے ان مردوں کو ہدایت دے دی۔ (سنن ترمذی:۳۰۰۵۔۳۰۰۴)

مقاتل نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس روز تک عصیہ اور ذکوان کے خلاف دعا کی تو یہ آیت نازل ہوگئی۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اجازت طلب کی تھی کہ ان کو جڑ سے اکھاڑنے کی دعا کریں تو یہ آیت نازل ہوگئی' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان میں سے بعض اسلام لے آئیں گے۔

فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

امام مالک کا مذہب ہے کہ فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی جائے گی اور اس میں ان کے مختلف اقوال ہیں کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا رکوع کے بعد پڑھی جائے۔ امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے اور ابن حبیب مالکی نے کہا کہ رکوع کے بعد پڑھنا مستحسن ہے۔ (المدونہ ج۱ص۱۰۰۔۷۳)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔

الولید بن ولید' سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کا تذکرہ

الولید سے مراد ہے: حضرت خالد بن ولید کے بھائی' ان کو غزوۂ بدر میں قید کر لیا گیا تھا اور ہشام اور خالد نے ان کا فدیہ دیا تھا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی اور آپ کے ساتھ عمرۃ القضاء میں حاضر ہوئے اور مدینہ سے ایک میل کے فاصلے پر فوت ہو گئے تھے۔

اور سلمہ بن ہشام' ابوجہل کے بھائی تھے' انہوں نے حبشہ میں ہجرت کی تھی' پھر جب وہ ہجرت کر کے مکہ میں آئے تو ان کو ان کے بھائی نے قید کر لیا' پھر انہوں نے غزوۂ خندق کے بعد ہجرت کی اور چودہ ہجری میں انہیں شہید کر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی وفات سے پہلے وہ جنگ اجنادین میں شہید کر دیئے گئے تھے۔

عیاش بن ابی ربیعہ: ان کی کنیت ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمٰن ہے' یہ ابوجہل کے چچازاد بھائی تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۲ص۱۶۴۔۱۶۱' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

مصنف کی طرف سے "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ" کی توجیہات' آپ کو کفار پر لعنت کرنے سے منع کرنا آپ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے

اس آیت کے جو شانِ نزول بیان کیے گئے ہیں' ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے کام کرتے رہتے تھے جن سے آپ کو منع کیا گیا' سو اگر یہ کام حسن تھے تو آپ کو ان سے منع کیوں کیا گیا اور اگر یہ کام قبیح تھے تو یہ کام آپ کے معصوم ہونے کے خلاف ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کفار پر لعنت کی یا دعاءِ ضرر کی' یہ ترکِ اولیٰ اور ترکِ افضل کے باب سے ہے۔ اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ۝ (النحل:۱۲۶)

اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تم کو اذیت پہنچائی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر بہت اچھا ہے ۝

Marfat.com

اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم کسی کی اذیت پہنچانے سے اس کا بدلہ لو تو بدلہ لینا جائز ہے' لیکن اگر تم بدلہ لینے کی بجائے صبر کرو تو وہ افضل اور اولیٰ ہے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کفار پر لعنت کرنا اور ان کے خلاف دعاءِ ضرر کرنا جائز تھا' لیکن اس کو ترک کرنا زیادہ افضل اور اولیٰ ہے' سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو افضل اور اولیٰ کے ترک کرنے سے منع فرمایا ہے اور ترکِ افضل اور ترکِ اولیٰ عصمت کے خلاف نہیں ہے۔ عصمت کے خلاف گناہ کبیرہ یا گناہ صغیرہ ہے اور آپ نے کبھی بھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد' نہ سہواً نہ عمداً نہ صورۃً نہ حقیقۃً۔

بعض کافروں پر لعنت کرنا اور دعاءِ ضرر کرنا آپ کی رحمت کے خلاف نہیں

رہا یہ اعتراض کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہیں' تو بعض کفار کے لیے آپ کا دعاءِ ضرر کرنا اور لعنت کرنا کس طرح مناسب ہو گا؟ اس کا جواب بہ طور نقضِ اجمالی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمان اور رحیم ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا کفار کو عذاب دینا جب اس کے رحمان اور رحیم ہونے کے منافی نہیں ہے تو آپ کا ان کے لیے دعاءِ ضرر کرنا آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی کیوں کر ہو گا۔ اور بہ طور نقضِ تفصیلی اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ کی ہدایت اور اسلام لانے کی دعوت تمام جہانوں کے لیے ہے' آپ کسی خاص علاقہ' قوم یا خاص زمانہ کے لیے رسول نہیں ہیں بلکہ آپ کی بعثت قیامت تک تمام جنوں اور انسانوں کے لیے ہے اور آپ کے لائے ہوئے دین پر عمل کر کے تمام مخلوق دنیا میں عدل اور امن کے ساتھ رہے گی اور آخرت میں اس پر جنت کی تمام نعمتوں کا دروازہ کھل جائے گا' اور جس طرح دعوتِ اسلام کو ردّ کرنے والے کافروں سے قتال کرنا' مرتدین کو قتل کرنا' زانیوں کو رجم کرنا اور ان کو کوڑے لگانا' چوروں کے ہاتھ کاٹنا اور ڈاکوؤں کو قتل کرنا اور ان کو پھانسی دینا اور دیگر مجرموں کو سزائیں دینا آپ کی رحمت کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح بعض کافروں کے لیے دعاءِ ضرر کرنا بھی آپ کی رحمت کے منافی نہیں ہے۔

جن کافروں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور چہرہ کو زخمی کیا' آپ نے ان کے متعلق صرف اتنا فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا اور جو کافر تبلیغ کا نام لے کر ستر صحابہ کو لے گئے اور ان کو قتل کر دیا' ان کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ماہ تک دعاءِ ضرر کرتے رہے' ظاہر ہے کہ اگر یہ فعل ناجائز یا نامناسب ہوتا تو اللہ تعالیٰ روزِ اوّل ہی آپ کو اس سے منع فرما دیتا' آپ کا ہر فعل نیک اور حسن ہے اور ہر فعل میں اُمت کے لیے نمونہ اور ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ بے شک اللہ کے رسول میں تمہارے لیے نہایت حسین نمونہ ہے۔ (الاحزاب:٢١)

سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کافروں کے لیے دعاءِ ضرر کرنا اور ان پر لعنت کرنا' یہ بھی ایمان والوں کے لیے نہایت حسین عمل ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے یہ ہدایت ہے کہ جو کافر بدعہدی کریں ان کے لیے دعاءِ ضرر کرنا جائز ہے' اور جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ صبح کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھیں' اس میں مسلمانوں کے لیے سلامتی اور کافروں کے لیے ہلاکت کی دعا کریں۔

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اور شیخ محمد داؤد راز غیر مقلد کی بارگاہ رسالت میں بے ادبی

شیخ سلیم اللہ خان لکھتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو کے لیے بددعا فرمائی تھی' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (کشف الباری' کتاب التفسیر ص ١٢١' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

اور شیخ محمد داؤد راز غیر مقلد لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی پر بددعا کرنا چاہتے یا کسی کے لیے دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد کرتے (یہ عبارت انہوں نے حدیث: ٤٥٦٠ کے ترجمہ میں لکھی ہے) پھر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: بعد میں وہ قبائل

Marfat.com

مسلمان ہو گئے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر بددعا کرنے سے آپ کو منع فرمایا تھا۔ (ترجمہ و تشریح صحیح بخاری ج٦ ص ١٢٧ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل بدنہیں ہے آپ کا ہر فعل حسن ہے اور اُمت کے لیے واجب العمل نمونہ ہے اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ـ بے شک اللہ کے رسول میں تمہارے لیے نہایت حسین نمونہ ہے۔ (الاحزاب:٢١)

١٠- بَابُ قَوْلُهُ ﴿وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ﴾ (آل عمران:١٥٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں کھڑے ہوئے تم کو بلا رہے تھے (آل عمران:١٥٣) کی تفسیر

اس آیت کے شروع کا حصہ درج ذیل ہے:

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا ۢبِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (آل عمران:١٥٣)

جب تم چڑھتے جا رہے تھے اور کسی کو پیٹھ پھیر کر نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں کھڑے ہوئے تم کو بلا رہے تھے تو اللہ نے تم کو غم بالائے غم میں مبتلا کیا تا کہ (مال غنیمت سے) محرومی اور اس (شکست) کی مصیبت پر تم غم زدہ نہ ہو اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے○

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یاد کیجئے جب مسلمان پہاڑ پر چڑھ رہے تھے اور خوف' دہشت اور رعب کی وجہ سے کسی کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھ رہے تھے کیونکہ جب غزوۂ اُحد میں مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے اور اس جگہ سے ہٹ گئے جہاں کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ فتح ہو یا شکست' تم یہاں سے نہ ہٹنا' تو مشرکین نے پیچھے سے تیر برسا کر ان کو شکست دے دی' پھر بعض مسلمان تو مدینہ میں داخل ہو گئے اور بعض مسلمان پہاڑ کی ایک چٹان کے اوپر چڑھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جماعت متاخرہ کو پکار رہے تھے کہ اے اللہ کے بندو! میرے پاس آؤ! اے اللہ کے بندو! میرے پاس آؤ! پھر اس کی جزاء میں اللہ تعالیٰ نے ان کو غم بالائے غم دیا' ایک غم تو ان کی شکست کا تھا اور دوسرا غم یہ تھا کہ یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید کر دیئے گئے' یہ امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے تفسیر نقل کی ہے اور سدی نے کہا ہے کہ ایک غم یہ تھا کہ ان کے ہاتھوں سے مال غنیمت جاتا رہا اور فتح حاصل نہ ہوئی' دوسرا غم یہ تھا کہ مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا اور وہ زخمی ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج١٨ ص٢٠٠_١٩٩)

وَهُوَ تَاْنِيْثُ اٰخِرِكُمْ ـ اور وہ ''اخرکم'' کی تانیث ہے۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ ''وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ'' اس آیت میں ''اُخرٰکم'' ''اٰخِرِکُم'' کی تانیث ہے (''اخرکم'' خ پر زبر) علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ امام بخاری نے صحیح نہیں کہا ہے کیونکہ ''اٰخر'' کا لفظ اوّل کی ضد ہے اور رہا ''اُخرٰی'' کا لفظ تو وہ ''اٰخَر'' کی تانیث ہے (خا پر زبر) نہ کہ ''آخِر'' کی (خا پر زیر) امام بخاری نے اس تفسیر میں ابوعبیدہ کی اتباع کی ہے کیونکہ انہوں نے اسی طرح لکھا ہے۔

Marfat.com

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ (التوبہ: ٥٢) فَتْحًا أَوْ شَهَادَةً .

حضرت ابن عباس نے کہا کہ "احدی الحسنیین" (التوبہ: ٥٢) کا معنی اور پر ہے: فتح یا شہادت میں سے کوئی ایک اچھائی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تعلیق کو یہاں پیش کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٠٠)

٤٥٦١- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُوْإِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ وَأَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِيْنَ فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوْكُمُ الرَّسُوْلُ فِيْ أُخْرَاكُمْ وَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ غزوۂ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیدل فوج کے ایک دستہ کو حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ماتحت ایک جگہ کھڑا کر دیا' وہ وہاں سے شکست کھا کر بھاگے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری اس دوسری جماعت کو پکار رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بارہ مردوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٣٩ میں گزر چکی ہے۔

انصاری صحابہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہونا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت طلحہ اور ان کے ساتھ بارہ انصار کے مرد رہ گئے تھے۔ (صحیح البخاری: ٣٠٣٩)

پس آپ کے اوپر مشرکین حملہ آور ہوئے تو حضرت طلحہ نے ان سے لڑنے کی اجازت طلب کی' آپ نے فرمایا: تم ٹھہرو' پھر آپ سے انصار کے ایک مرد نے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' انہوں نے تھوڑی دیر تک آپ کو مشرکین سے بچائے رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب پہاڑ پر ٹھہرے ہوئے تھے' انہوں نے اس انصاری کو شہید کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہوئے' حضرت طلحہ نے پھر اجازت طلب کی' پھر آپ نے انکار کیا اور ایک اور انصاری نے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' وہ مشرکین سے لڑنے لگے اور شہید ہو گئے' اسی طرح بارہ انصاری شہید ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ سے لگ کر کھڑے ہوئے تھے' پھر ایک مشرک نے تلوار اُٹھا کر آپ پر حملہ کا ارادہ کیا' حضرت طلحہ نے اس حملہ کو اپنے ہاتھ سے روکا تو حضرت طلحہ نے کہا: "حس" (ہائے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اللہ کا ذکر کرتے تو فرشتے تم کو اٹھا لیتے اور لوگ تم کو دیکھ رہے ہوتے۔

(سنن نسائی: ٣١٤٩' کتاب عمل الیوم واللیلۃ للنسائی ص ١٩٢)

پھر اُبی بن خلف نے آپ پر حملہ کیا تو حضرت طلحہ نے اس سے لڑنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کو منع کیا اور آپ نے اُس کو نیزہ مار کر قتل کر دیا اور ابن قمہ نے آپ کو تیر مارا اور کہا: لو سنبھلو! اور کہا: میں قمہ کا بیٹا ہوں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں دوزخ میں داخل کر دے گا' پھر ایک بکرے نے اسے سینگ مارا اور اسے پہاڑی سے نیچے گرا دیا' اس کو بچنے کی جگہ نہیں ملی اور وہ دوزخ میں چلا گیا اور حضرت ابوطلحہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آ کر مل گئے' اس دن ان کی تین کمانیں ٹوٹ گئی تھیں اور حضرت ابوبکر صدیق اور

حضرت زبیر بھی اُن صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ مشرکین جب اُحد کے دن واپس گئے تو مقام الروحاء پر پہنچے انہوں نے پھر ایک دوسرے کو واپس جا کر مسلمانوں سے لڑنے پر برانگیختہ کیا' یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ گئی تو آپ نے اپنے اصحاب کو طلب کیا اور وہ آ گئے تو وہ سب مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر حمراء الاسد کے مقام پر پہنچ گئے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (آل عمران:١٥٣) (مصنف عبدالرزاق ج٥ص٣٦٦۔٣٦٣' السنن الکبریٰ للنسائی ج٦ص٣١٧' المعجم الکبیر ج١١ص٢٤٧) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٢٢ص١٦٦۔١٦٥' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

١١- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿اَمَنَةً نُّعَاسًا﴾ (آل عمران:١٥٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم پر سکون نازل کیا گیا یعنی اونگھ (آل عمران:١٥٤) کی تفسیر

٤٥٦٢- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُوْ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ غَشِيَنَا النُّعَاسُ وَنَحْنُ فِيْ مَصَافِّنَا يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ فَجَعَلَ سَيْفِيْ يَسْقُطُ مِنْ يَدِيْ وَاٰخُذُهٗ وَيَسْقُطُ وَاٰخُذُهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن عبدالرحمن ابو یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی کہ ابوطلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اونگھ نے ڈھانپ لیا اور ہم اُحد کے دن اپنی صفوں میں تھے' پس تلوار میرے ہاتھ سے گر جاتی اور میں اس کو پکڑ لیتا اور وہ گر جاتی میں اس کو پکڑ لیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٠٦٨ میں گزر چکی ہے۔

١٢- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (آل عمران:١٧٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جن لوگوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا' ان میں سے نیکی کرنے والوں اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے بڑا اجر ہے ۝ (آل عمران:١٧٢) کی تفسیر

آل عمران: ١٧٢ کے متعدد شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب یہ ہے جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: نہ تو تم نے محمد کو قتل کیا اور نہ ان کی جوان عورتوں کو پکڑ کر لائے' تم نے بہت بُرا کیا' واپس چلو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر مل گئی تو آپ نے مسلمانوں کو بلایا' وہ آ گئے حتیٰ کہ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچ گئے' پھر مشرکین پر رعب طاری ہو گیا تو وہ واپس چلے گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ واپس آ گئے' سو اس کو بھی ایک غزوہ شمار کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے (آل عمران:١٧٢) نازل فرمائی۔

ابوالسائب مولیٰ عائشہ بنت عثمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بنو عبدالاشہل کے ایک مرد تھے جو غزوۂ اُحد میں حاضر تھے' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرا بھائی اُحد میں حاضر ہوئے' پس ہم دونوں زخمی ہو کر لوٹے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے دشمن کا پیچھا کرنے کے لیے نکلنے کا اعلان کیا تو میں نے اور میرے بھائی نے ایک دوسرے سے کہا: کیا ہم

Marfat.com

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کا یہ غزوہ رہ جائے گا اور اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی سواری نہیں تھی جس پر ہم سوار ہو سکتے اور ہمارے ساتھ ایک بھاری زخمی تھا' پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے اور میرا زخم کم تھا اور جب میرے بھائی کے اوپر زخم کا غلبہ ہوتا تو میں اس کو اُٹھا لیتا حتیٰ کہ ہم وہاں پہنچ گئے جہاں باقی مسلمان پہنچے تھے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث درج نہیں کی تو میں کہوں گا کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں مل سکی تو انہوں نے خالی جگہ چھوڑ دی' پھر اس جگہ انہیں کچھ لکھنے کا موقع نہیں ملا۔

﴿اَلْقَرْحُ﴾ اَلْجِرَاحُ ﴿اِسْتَجَابُوْا﴾ اَجَابُوْا يَسْتَجِيْبُ يُجِيْبُ . "القرح" کا معنی ہے: زخم "استجابوا" کا معنی ہے: انہوں نے جواب دیا "یستجیب" "یجیب" کے معنی میں ہے یعنی جواب دینا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمہارے مخالف لوگ بھی اسی طرح زخمی ہوئے ہیں۔ (آل عمران: ۱۴۰)

علامہ زمخشری نے کہا ہے: "القرح" (قاف پر زبر) اور "القرح" (قاف پر پیش) دو لغتیں ہیں' "القرح" کا معنی ہے: زخم۔ امام ابن مسعود نے "القُرح" پڑھا ہے اور یہ اہلِ کوفہ کی قراءت ہے اور امام ابو عبیدہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ میں "القَرح" پڑھتی ہوں نہ کہ "القُرح"۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر غزوۂ اُحد میں تم نے زخم کھائے ہیں تو اتنے ہی زخم کفار نے غزوۂ بدر میں کھائے تھے اور "یستجیب" کا لفظ (الشوریٰ: ۲۶) میں ہے۔ امام بخاری نے اس کو یہاں پر اس سے پہلی آیت پر استدلال کے لیے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۰۲۔۲۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳- بَابٌ ﴿اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ﴾ (آل عمران: ۱۷۳) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ان لوگوں میں سے بعض لوگوں نے کہا تھا کہ تمہارے مقابلہ کے لیے بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے (آل عمران: ۱۷۳) کی تفسیر

۴۵۶۳- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ اُرَاهُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ اَبِیْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِی الضُّحٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ قَالَهَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالُوْا ﴿اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝﴾ (آیت: ۱۷۳) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں گمان کرایا گیا ہوں' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی الضحیٰ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (آل عمران: ۱۷۳) اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کہا جب لوگوں نے بتایا: (بے شک تمہارے مقابلہ کے لیے) بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے' سو تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور پختہ ہو گیا' اور انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے ۝ (آل عمران: ۱۷۳)

Marfat.com

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٤٥٦٤ میں ہے۔

٤٥٦٤- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ عَنْ اَبِي حَصِيْنٍ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اٰخِرَ قَوْلِ اِبْرَاهِيْمَ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی الضحیٰ از ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو ان کا آخری قول یہ تھا کہ مجھے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٤٥٦٣ اور ٦٤٥٦ میں ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ابوسفیان جب قریش کو لے کر اُحد سے واپس لوٹا تو اس کو معبد الخزاعی ملا اس نے اس کو یہ خبر دی کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت بڑی جماعت میں دیکھا ہے اور جو لوگ غزوۂ اُحد میں انہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے وہ بھی نادم ہو کر ان کے ساتھ آ کر مل گئے ہیں یہ سن کر ابوسفیان اور اس کے اصحاب نے اپنے قدم موڑے پس واپس لوٹے اور ابوسفیان نے کچھ لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ خبر دے کر بھیجا کہ ابوسفیان اور اس کے اصحاب ان کا قصد کر کے آ رہے ہیں یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ اس روایت کو امام ابواسحاق نے بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٥٣٠، دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

١٤- بَابٌ ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ﴾ (آل عمران: ١٨٠) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دی ہیں، وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ وہ ان کے حق میں بہت بُرا ہے، عنقریب انہیں طوق پہنایا جائے گا (آل عمران: ١٨٠) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں: یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (آل عمران: ١٨٠)

جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ وہ ان کے حق میں بہت بُرا ہے، عنقریب ان کے گلے میں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس کے ساتھ وہ بخل کرتے تھے، آسمانوں اور زمینوں کا اللہ ہی وارث ہے اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ۝

الواحدی نے کہا ہے کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت مانعینِ زکوٰۃ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ عطیہ العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ان علماءِ یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے، جنہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت اور آپ

کی نبوت کو چھپالیا تھا اور بخل سے اس علم کو چھپانا مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء کیا تھا۔

ابن جریج نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے جو جہاد کا خرچ دینے میں بخل کرتا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ جس شخص کے اہل وعیال ضرورت مند ہوں اور وہ ان کو خرچ دینے میں بخل کرے تو یہ آیت اس کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس آیت میں فرمایا: عنقریب ان کے گلوں میں ان کے مال کو طوق بنا کر ڈالا جائے گا' یعنی ان کو ان کے بخل کا مزہ چکھایا جائے گا اور امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے روایت کی ہے کہ ان کے گلوں میں آگ کا طوق ڈالا جائے گا۔

﴿سَيُطَوَّقُونَ﴾ كَقَوْلِكَ طَوَّقْتُهُ بِطَوْقٍ. ''سیطوقون'' کا لفظ ''طوقتہ بطوق'' سے ماخوذ ہے' یعنی میں نے اس کو طوق پہنایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. عنقریب ان کے گلوں میں قیامت کے دن اس مال کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس کو دینے سے وہ بخل کرتے تھے۔ (آل عمران: ۱۸۰)

خلاصہ یہ ہے کہ وہ دنیا میں جن چیزوں کو اللہ کی راہ میں دینے سے بخل کرتے تھے' قیامت کے دن ان چیزوں کا طوق بنا کر ان کے گلوں میں ڈالا جائے گا۔

ابو مالک العبدی سے روایت ہے کہ جن چیزوں کو دینے سے انہوں نے بخل کیا تھا' دوزخ میں ان چیزوں کا ایک گنجا سانپ بنا کر ان کے گلوں میں ڈالا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۵۶۵- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ اَبَا النَّضْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ بِشِدْقَيْهِ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (آل عمران: ۱۸۰) اِلَى اٰخِرِ الْاٰيَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے ابوالنضر سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی اور وہ عبداللہ بن دینار ہیں از والد خود از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پس وہ اس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس مال کو گنجا سانپ بنا دیا جائے گا' اس کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور قیامت کے دن وہ سانپ اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا' وہ سانپ اس کو اپنے دونوں جبڑوں سے پکڑ لے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دی ہیں' وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں (کہ وہ ان کے حق میں بہتر ہے)۔ (آل عمران: ۱۸۰) آخر آیت تک۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

١٥- بَابٌ ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا﴾ (آل عمران:١٨٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور مشرکوں سے ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے (آل عمران:١٨٦) کی تفسیر

آیت مذکورہ کے متعدد شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

واحدی نے سعد بن مالک سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ کعب بن الاشرف یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور آپ کے خلاف کفارِ قریش کو بھڑکاتا تھا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور وہاں مسلمانوں کی ایک جمعیت تھی اور ان میں مشرکین اور یہودی بھی تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین اور یہودیوں کو دینِ اسلام کی طرف مائل کرنے کا ارادہ کیا اور مشرکین اور یہودی آپ کو اور آپ کے اصحاب کو شدید اذیت پہنچاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر صبر کرنے کا حکم دیا۔ (اسباب النزول:۲۸۷_ص۱۳۹_۱۳۸)

اور امام طبری نے کہا ہے: اس آیت میں اہل کتاب سے مراد یہودی ہیں اور ان کے جس اذیت دینے والے قول کا ذکر ہے اس سے مراد ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں (آل عمران:۱۸۱) اور ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں (المائدہ:٦٤) اور اس آیت میں مشرکین سے مراد نصاریٰ ہیں اور ان کے ایذاء والے قول سے مراد ان کا یہ کہنا ہے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے (التوبہ:۳۰) اور اس کے مشابہ اقوال۔

اور عکرمہ نے بیان کیا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فنحاص بن عازورا کے پاس اللہ کی راہ میں مالی مدد لینے کے لیے بھیجا تو اس نے کہا کہ تمہارا رب محتاج ہے' جو ہم اس کی مدد کریں!

٤٥٦٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَى قَطِيفَةٍ فَدَكِيَّةٍ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَرَاءَهُ يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَالَ حَتّٰى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ فَإِذَا فِي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ وَالْمُسْلِمِينَ وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَّرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے کے اوپر ایک دبیز چادر بچھا کر سوار ہوئے اور آپ نے اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھایا ہوا تھا اور آپ حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کرنے بنو حارث بن الخزرج میں جا رہے تھے اور یہ غزوۂ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بیٹھا ہوا تھا اور یہ عبداللہ بن ابی کے (ظاہری) اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے اور اس مجلس میں کئی جماعتیں تھیں جن میں مسلمان بھی تھے اور بت

Marfat.com

أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ ثُمَّ قَالَ لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللّٰهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيِّ ابْنُ سَلُولَ أَيُّهَا الْمَرْءُ إِنَّهُ لَا أَحْسَنَ بِمَا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجْلِسِنَا ارْجِعْ إِلَى رَحْلِكَ فَمَنْ جَاءَكَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَاغْشَنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتّٰى كَادُوا يَتَثَاوَرُونَ فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَنُوا ثُمَّ رَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَابَّتَهُ فَسَارَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ يُرِيدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ عَنْهُ فَوَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ وَلَقَدِ اصْطَلَحَ أَهْلُ هٰذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلٰى أَنْ يُتَوِّجُوهُ فَيُعَصِّبُونَهُ بِالْعِصَابَةِ فَلَمَّا أَبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ اللّٰهُ شَرِقَ بِذٰلِكَ فَذٰلِكَ فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ فَعَفَا عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ يَعْفُونَ عَنِ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ كَمَا أَمَرَهُمُ اللّٰهُ وَيَصْبِرُونَ عَلَى الْأَذٰى قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا﴾ (آل عمران: ١٨٦) الْآيَةَ وَقَالَ اللّٰهُ ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ﴾ (البقرة: ١٠٩) إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَوَّلُ الْعَفْوَ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ بِهِ حَتّٰى أَذِنَ اللّٰهُ فِيهِمْ فَلَمَّا غَزَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

پرست مشرکین بھی تھے اور یہودی بھی تھے اور مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی تھے' جب آپ کی سواری کی گرد وغبار نے مجلس کو ڈھانپ لیا تو عبداللہ بن اُبی نے اپنی ناک پر اپنی چادر رکھی اور کہا: ہم پر گرد وغبار نہ اُڑاؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سلام کیا' پھر وہاں کھڑے ہو گئے اور اپنی سواری سے اُترے' پھر ان لوگوں کو اللہ کی توحید ماننے کی دعوت دی اور ان پر قرآن مجید کی آیات پڑھیں تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: آپ کا کلام اچھا نہیں ہے' اگر یہ برحق ہے تو آپ اس کو ہماری مجلس میں سنا کر ہمیں ایذاء نہ دیں' آپ اپنے گھر جائیں' سو جو آپ کے پاس آئے اس کو یہ کلام سنائیں' اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ ہماری مجلس میں ٹھہریں' ہم اس کو پسند کرتے ہیں' پھر مسلمان' مشرک اور یہودی ایک دوسرے کو بُرا کہنے لگے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ آپس میں لڑ پڑتے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ پُرسکون ہو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے' پس وہاں سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا کہ ابوحباب نے کیا کہا ہے' آپ کی مراد تھی: عبداللہ بن اُبی نے اس طرح اور اس طرح کہا ہے' حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس کو معاف کر دیں اور درگزر فرمائیں' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے! اللہ نے آپ کے ذریعہ وہ حق بھیجا ہے جو اس نے آپ پر نازل کیا ہے' اس شہر کے لوگ پہلے اس پر متفق ہو چکے تھے کہ وہ عبداللہ بن اُبی کو تاج پہنا دیں اور شاہی عمامہ اس کے سر پر باندھیں' لیکن جب اللہ نے اس حق کے ذریعہ جو آپ کو عطاء کیا ہے اس معاملہ کو روک دیا تو اب وہ بگڑ گیا اور اس وجہ سے اس نے آپ کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جو آپ نے دیکھا' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب' مشرکین اور اہل کتاب کو معاف کر دیتے تھے جیسا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا (اور ان سے درگزر کرتے تھے) اور ان کی اذیت رسانی پر صبر کرتے تھے' اللہ

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدْرًا فَقَتَلَ اللّٰهُ بِهٖ صَنَادِيْدَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ قَالَ ابْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ وَمَنْ مَّعَهٗ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَعَبَدَةِ الْاَوْثَانِ هٰذَا اَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ فَبَايَعُوا الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاَسْلَمُوْا.

عزوجل نے فرمایا: اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور مشرکوں سے ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے۔ (آل عمران:١٨٦) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بہت سے اہلِ کتاب نے اپنے دلی حسد کی وجہ سے چاہا کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد وہ پھر تمہیں کافر بنا دیں۔ (البقرہ:١٠٩) آخر آیت تک پڑھیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان کو معاف کر دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جنگ کی اجازت دے دی، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بدر میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے بدر میں کفارِ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو مار ڈالا پس عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھ جو مشرکین اور بت پرست تھے انہوں نے کہا: اب ان کا غلبہ ظاہر ہو گیا ہے، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام پر بیعت کر لی اور مسلمان ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:٢٩٨٧ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

(١) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کوئی شخص سواری پر کسی کو اپنے پیچھے بٹھا سکتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔

(٢) اس حدیث میں کسی کی عیادت کرنے کے لیے سوار ہو کر جانا جائز ہے اور بڑوں کا چھوٹوں کی عیادت کرنے کا ثبوت ہے اور گدھے پر سوار ہونے کا ثبوت ہے اور اس میں تواضع اور انکسار ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے گئے تھے۔

(٣) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عبداللہ بن ابی کے اسلام لانے سے پہلے گئے تھے، اس سے مراد ہے کہ آپ اس کے ظاہری اسلام لانے سے پہلے گئے تھے، ورنہ وہ درحقیقت کبھی بھی اسلام نہیں لایا تھا۔

(٤) اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس مجلس میں مسلمان، یہودی اور بت پرست بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے وہاں جا کر سلام کیا، یعنی آپ نے صرف مسلمانوں کو سلام کرنے کی نیت کی تھی، اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایسے ملے جلے اجتماع میں صرف مسلمانوں کی نیت کر کے سلام کرنا جائز ہے۔

(٥) عبداللہ بن اُبی نے کہا: آپ کا کلام بہت اچھا ہے، اس کی مراد یہ تھی کہ اس سے بھی زیادہ بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے گھر میں بیٹھیں اور ہمارے پاس نہ آئیں۔

(٦) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے سنا نہیں ہے کہ ابوحُباب نے کیا کہا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص سے اس کے دوست کی شکایت کرنا جائز ہے اور حضرت سعد نے کہا: آپ اس کو معاف کر دیں اور درگزر کریں، حضرت سعد نے یہ اس لیے کہا کہ آپ کی فطرت میں جو اخلاقِ کریمانہ ہیں اور جاہلوں کی زیادتی کو معاف کرنا ہے، آپ اس پر عمل کریں، سو آپ نے ایسا

ہی کیا۔

(۷) اس آیت میں مذکور ہے کہ البحیرہ والوں نے اس پر اتفاق کیا تھا کہ اس کو تاج پہنائیں۔ اس سے مراد ہے: اہل مدینہ اور امام طبری نے کہا ہے کہ ہر وہ شہر جس میں دریا جاری ہو عرب اس کو البحیرہ کہتے ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۱۹۱) علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ تاج پہنانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کو اپنا رئیس اور سردار بنائیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سردار اپنے رئیس کو عمامہ پہناتے تھے۔ اس حدیث میں مذکور ہے: ''شرق بذالك'' اس کا معنی ہے کہ وہ اس سے جل گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے حسد کیا اور یہی اس کے نفاق کا سبب تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۸۰۔ ۱۷۶ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

١٦- بَابٌ ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا﴾ (آل عمران:۱۸۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ان کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں (آل عمران:۱۸۸) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (آل عمران:۱۸۸)

ان کے متعلق ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے' ان لوگوں کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے○

٤٥٦٧- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَزْوِ تَخَلَّفُوْا عَنْهُ وَفَرِحُوْا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَذَرُوْا اِلَيْهِ وَحَلَفُوْا وَاَحَبُّوْا اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَنَزَلَتْ ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا﴾ (آل عمران:۱۸۸) الْاٰيَةَ.

(صحیح مسلم: ۲۷۷۷' الرقم المسلسل: ۲۹۲۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں منافق مردوں کا یہ معمول تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ میں جاتے تو وہ اس سے پیچھے رہ جاتے اور رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہنے پر خوش ہوتے' پھر جب رسول اللہ ﷺ واپس آتے تو آپ کے سامنے مختلف بہانے کرتے اور قسمیں کھاتے اور وہ یہ پسند کرتے تھے کہ جو کام انہوں نے نہیں کیے ہیں ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان کے متعلق ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے۔ (آل عمران:۱۸۸)

Marfat.com

آیتِ مذکورہ کے متعدد شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے سبب نزول میں یہی ذکر کیا ہے جو صحیح البخاری کی اس حدیث میں ہے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہلِ کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین اور اہلِ کتاب دونوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اور الفراء نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت یہود کے اس قول کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ ہم کتاب اوّل والے ہیں اور پہلی نماز والے ہیں اور پہلی اطاعت والے ہیں' اس کے باوجود وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہیں کرتے تھے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور جو پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے۔ (آل عمران:۱۸۸) اور اس آیت کا عموم ہر اس شخص کو شامل ہے جو کوئی نیک کام کرے' اس پر اترائے اور یہ چاہے کہ لوگ اس کے ان کاموں کی تعریف کریں جو اس نے نہیں کیے۔

٤٥٦٨- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَیْجٍ اَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ اَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ مَرْوَانَ قَالَ لِبَوَّابِهٖ اِذْهَبْ یَارَافِعُ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَئِنْ کَانَ کُلُّ امْرِیٍٔ فَرِحَ بِمَا اُوْتِیَ وَاَحَبَّ اَنْ یُّحْمَدَ بِمَا لَمْ یَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ اَجْمَعُوْنَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَالَکُمْ وَلِهٰذِهٖ اِنَّمَا دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَهُوْدَ فَسَاَلَهُمْ عَنْ شَیْءٍ فَکَتَمُوْهُ اِیَّاهُ وَاَخْبَرُوْهُ بِغَیْرِهٖ فَاَرَوْهُ اَنْ قَدِ اسْتَحْمَدُوْا اِلَیْهِ بِمَا اَخْبَرُوْهُ عَنْهُ فِیْمَا سَاَلَهُمْ وَفَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا مِنْ کِتْمَانِهِمْ ثُمَّ قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ کَذٰلِکَ حَتّٰی قَوْلِهٖ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا﴾ (آل عمران:۱۸۸) تَابَعَهٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ.

(صحیح مسلم:۲۷۷۸' الرقم المسلسل:۶۹۲۸' سنن ترمذی:۳۰۱۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت علقمہ بن وقاص نے ان کو خبر دی کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا: اے رافع! حضرت ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ اگر ہر مرد کا یہ حکم ہے کہ وہ اپنے کیے ہوئے کام پر خوش ہو اور یہ پسند کرے جو کام اس نے نہیں کیا ہے اس پر اس کی تعریف کی جائے تو اس کو عذاب دیا جائے گا' تو پھر تو ہم سب کو عذاب دیا جائے گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے؟ یہ آیت تو صرف اس وجہ سے نازل ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلایا' پس ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس چیز کو آپ سے چھپا لیا اور آپ کو کسی اور چیز کی خبر دی' پھر بھی انہوں نے یہ چاہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں جس بات کی خبر دی ہے اس پر ان کی تعریف کی جائے اور جو انہوں نے حق بات چھپائی تھی اس کے چھپانے پر وہ خوش ہوئے' پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی: (اور یاد کیجئے) جب اللہ نے اہلِ کتاب سے یہ عہد لیا۔ (آل عمران:۱۸۷) اسی طرح حتیٰ کہ یہ آیت پڑھی: جو اپنے کیے ہوئے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے۔ (آل عمران:۱۸۸) ہشام کی متابعت عبدالرزاق نے کی ہے از ابن جریج۔

Marfat.com

حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ مَرْوَانَ بِهٰذَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحجاج نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از حمید بن عبدالرحمان بن عوف' انہوں نے ان کو خبر دی کہ مروان نے اسی طرح کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۷- بَابُ قَوْلُهُ ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝﴾ (آل عمران: ۱۹۰) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں ۝ (البقرہ: ۱۹۰) کی تفسیر

۴۵۶۹- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ فَتَحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ قَعَدَ فَنَظَرَ اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝﴾ (آل عمران: ۱۹۰) ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّاَ وَاسْتَنَّ فَصَلّٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے خبر دی از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزاری' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اہلیہ کے ساتھ کچھ دیر باتیں کیں' پھر آپ سو گئے' پھر جب تہائی رات کا آخری حصہ تھا تو آپ بیٹھ گئے اور آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر یہ آیت تلاوت کی: بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں ۝ (آل عمران: ۱۹۰) پھر آپ کھڑے ہوئے' پس وضوء کیا' پھر مسواک کی' پھر آپ نے گیارہ رکعات پڑھیں' پھر حضرت بلال نے اذان دی' پس آپ نے دو رکعت (سنتِ فجر) پڑھیں' پھر آپ گھر سے باہر نکلے اور آپ نے فجر کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۷ میں گزر چکی ہے۔

آل عمران: ۱۹۰ کے متعدد شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الواحدی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ قریش یہود کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: تمہارے پاس حضرت موسیٰ کون سے معجزات لے کر آئے تھے؟ تو انہوں نے کہا: لاٹھی اور ید بیضاء' پھر وہ نصاریٰ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمہیں کون سے معجزے دکھائے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ مادرزاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفاء دیتے تھے اور مُردوں کو زندہ کرتے تھے' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ہمارے لیے صفا پہاڑ کو

Marfat.com

سونے کا بنا دیں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (آل عمران: ١٩٠) (اسباب النزول ص ١٤٢)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبید بن عمر' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کے پاس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' پس انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ان سے عبادت کرنے کی اجازت طلب کی' حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ بیٹھ کر قرآن پڑھتے رہے اور روتے رہے حتیٰ کہ فجر کی نماز کے وقت حضرت بلال آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے کیا چیز رونے سے منع کرے گی حالانکہ آج رات مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے: بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O (آل عمران: ١٩٠) اور آپ نے فرمایا: اس شخص پر افسوس ہے جس نے اس آیت کو پڑھا اور اس میں غور وفکر نہیں کیا اور حضرت ابن عباس کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب تہائی رات کا آخری حصہ ہوتا تو آپ بیٹھ جاتے اور آسمان کی طرف دیکھتے' پھر یہ آیت پڑھتے (آل عمران: ١٩٠)' پھر آپ کھڑے ہو کر وضو کرتے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ سو گئے' حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد۔
(صحیح البخاری: ٤٥٧١)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ رات کے آخری حصہ میں اُٹھے۔ (صحیح مسلم: ٢٥٦)

اور ان روایات میں تعارض نہیں ہے' کیونکہ بعض روایاتِ صحیحہ میں یہ مذکور ہے کہ آپ دو وضوؤں کے درمیان ایک وضو کرتے' پھر بستر پر آ کر سو جاتے' پھر دوبارہ اُٹھتے' پھر وضو کرتے' پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! میرے نور کو عظیم کر دے۔ (صحیح مسلم: ٧٦٣) الحدیث۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ رات کو دو مرتبہ اُٹھتے تھے' پھر جب آدھی رات کا پہلا حصہ ہوتا تو آپ حجرہ سے نکلتے اور آسمان کی طرف اپنا منہ کرتے' پھر اپنے بستر کی طرف چلے جاتے' پھر جب تہائی رات کا آخری حصہ ہوتا تو اپنے حجرہ سے نکلتے اور اپنا چہرہ آسمان کے اُفق کی طرف کرتے۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جو شخص رات کی نیند سے بیدار ہو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس آیت کی تلاوت کرے کیونکہ یہ آیت اس کے رب کی عظمت سے شروع ہوتی ہے اور اس کے ذکر پر ختم ہوتی ہے اور اس میں عبادت کی طرف متوجہ کیا ہے اور عبادت کے اوپر ثواب کا وعدہ کیا ہے اور اللہ کی معصیت پر عذاب سے ڈرایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات کو سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اُٹھتے تو مسواک کرتے' پھر آسمان کی طرف دیکھتے' پھر یہ آیت ''فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' تک پڑھتے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید میں جنات پر سب سے زیادہ سخت آیت یہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے ساتویں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں پر بھڑکتی ہوئی آگ تھی اور دھواں تھا اور آوازیں تھیں' میں نے کہا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ وہ شیاطین ہیں جو بنو آدم کی آنکھوں میں تحریف کرتے تھے تاکہ وہ آسمانوں اور زمینوں کی نشانی میں غور وفکر نہ کریں' اگر وہ ایسا نہ کرتے تو مسلمان عجیب وغریب چیزوں کو دیکھتے۔ (مسند احمد ج ٢ ص ٣٥٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٧ ص ٣٣٦)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا' اچانک اس نے اپنا سر اُٹھایا تو ستاروں کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگا: بے شک تمہارا ایک رب ہے اور خالق ہے' اے اللہ! میری مغفرت کر دے! آپ نے

Marfat.com

فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر کی اور اس کو بخش دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ١٨٨۔١٨٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں غور وفکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ انسان اس پر غور وفکر کرے کہ آسمان کس قدر بلند اور کتنا وسیع ہے اور زمین اس سے کتنی نیچی ہے اور کثیف ہے اور آسمانوں میں جو عظیم نشانیاں ہیں اور ان میں گردش کرنے والے سیارے ہیں اور زمین میں سمندر ہیں' پہاڑ ہیں' جنگلات ہیں' درخت ہیں' سبزہ زار ہیں' کھیت ہیں' باغات ہیں اور حیوانات ہیں اور معدنیات ہیں اور ان میں انواع واقسام کی خوشبوئیں ہیں اور ذائقے ہیں' یہ چیزیں اپنے بنانے والے اور اپنے خالق پر دلالت کرتی ہیں اور اس کی عظیم قدرت پر اور اس کی زبردست حکمت پر اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢١٢۔٢١١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٨- بَابٌ ﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آل عمران:١٩١)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو لوگ کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کروٹ کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں (آل عمران:١٩١) کی تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان عقل والوں کی مدح فرمائی ہے جو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنی کروٹوں کے بل لیٹے ہوئے آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں غور کرتے ہیں اور ان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور اس کی وحدانیت پر استدلال کرتے ہیں۔

٤٥٧٠- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَہْدِیٍّ عَنْ مَّالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ مَّخْرَمَةَ بْنِ سُلَیْمَانَ عَنْ کُرَیْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ فَقُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰی صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَطُرِحَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وِسَادَةٌ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ طُوْلِہَا فَجَعَلَ یَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَّجْہِہٖ ثُمَّ قَرَاَ الْاٰیَاتِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ اٰلِ عِمْرَانَ حَتّٰی خَتَمَ ثُمَّ اَتٰی شَنًّا مُّعَلَّقًا فَاَخَذَہٗ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِہٖ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی رَاْسِیْ ثُمَّ اَخَذَ بِاُذُنِیْ فَجَعَلَ یَفْتِلُہَا ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی از امام مالک بن انس از مخرمہ بن سلیمان از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رات گزاری' پس میں نے (اپنے دل میں) کہا: میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھوں گا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گدا بچھایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدے کی لمبائی میں سو گئے' (پھر آپ اُٹھے) سو آپ اپنے چہرہ پر ہاتھ پھیر کر اپنی نیند کو دور کر رہے تھے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں' حتیٰ کہ ان کو ختم کر دیا' پھر آپ ایک مشک کے پاس آئے جو لٹکی ہوئی تھی' پس آپ نے اس کو پکڑ کر وضو کیا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پھر میں اُٹھا اور میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپ نے کیا تھا' پھر میں آ کر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا' پس آپ نے اپنا مبارک ہاتھ میرے سر پر رکھا' پھر آپ

Marfat.com

میرا کان پکڑ کر اُسے مروڑنے لگے (اور مجھے بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا) پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں' پھر آپ نے وتر کی نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٧ میں گزر چکی ہے۔

١٩- بَابٌ ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝﴾ (آل عمران: ١٩٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں داخل کر دیا سو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے ۝ (آل عمران: ١٩٢) کی تفسیر

٤٥٧١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مَّخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَّوْلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهٗ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهٗ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِنْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ قَبْلَهٗ بِقَلِيْلٍ اَوْ بَعْدَهٗ بِقَلِيْلٍ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهٖ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَرَاَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ وَاَخَذَ بِاُذُنِيْ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از مخرمہ بن سلیمان از کریب مولیٰ عبداللہ بن عباس' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت میمونہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں رات گزاری اور وہ ان کی خالہ ہیں' انہوں نے بتایا کہ میں گدے کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اہلیہ گدے کی لمبائی میں لیٹ گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے' حتیٰ کہ جب آدھی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر نیند کو دور کر رہے تھے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں' پھر آپ اس مشک کے پاس کھڑے ہوئے جو لٹکی ہوئی تھی' پس آپ نے اس سے وضو کیا اور بہت اچھا وضو کیا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پس میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپ نے کیا تھا' پھر میں آپ کے پہلو کے پاس کھڑا ہو گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور اپنے ہاتھ سے میرا کان پکڑ کر مروڑا (اور مجھے بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا)' پھر آپ نے دو رکعت

Marfat.com

فَصَلَّى الصُّبْحَ .

پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا' پھر آپ نے خفیف دو رکعت پڑھیں' پھر آپ گھر سے نکلے اور نماز فجر پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٠- بَابٌ ﴿رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيْمَانِ﴾ (آل عمران: ۱۹۳) الْآيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو ایمان کی نداء کرتے ہوئے سنا (آل عمران: ۱۹۳) کی تفسیر

اس آیت کریمہ میں منادی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

٤٥٧٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ مَّخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلٰى شَنٍّ مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلٰى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَأْسِيْ وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از مخرمہ بن سلیمان از کریب مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں رات گزاری اور وہ ان کی خالہ ہیں' انہوں نے بتایا کہ میں گدے کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اہلیہ گدے کی لمبائی میں لیٹ گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے' حتیٰ کہ جب آدھی رات گزر گئی یا اس کے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ اپنے چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند دور کر رہے تھے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت کی' پھر آپ اس مشک کی طرف کھڑے ہوئے جو لٹکی ہوئی تھی' پھر آپ نے اس سے وضوء کیا اور بہت عمدہ وضوء کیا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' حضرت ابن عباس نے کہا: پھر میں کھڑا ہوا اور میں نے بھی اسی طرح کیا' جس طرح آپ نے کیا تھا' پھر میں گیا اور آپ کے پہلو کے پاس کھڑا ہو گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مبارک دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو پکڑ کر مروڑا (اور مجھے بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا)' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت

Marfat.com

فَصَلَّى الصُّبْحَ .

پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا' پھر آپ نے کھڑے ہو کر دو خفیف رکعت (سنت فجر) پڑھیں' پھر آپ گھر سے باہر نکلے اور نماز فجر پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٨٣ میں گزر چکی ہے۔

مؤخر الذکر تینوں حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے تہجد کی نماز چھ دوگانوں میں بارہ رکعات پڑھی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٤-سُوْرَةُ النِّسَآءِ

سورۃ النساء کا بیان

سورۃ النساء کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سورۃ النساء مدینہ میں نازل ہوئی ہے' اسی طرح ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور ابن النقیب نے کہا ہے کہ جمہور علماء کا یہ مؤقف ہے کہ سورۃ النساء مدنیہ ہے اور اس میں ایک آیت فتح مکہ کے سال میں نازل ہوئی اور وہ آیت یہ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النساء:٥٨)

بے شک اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کرو۔

اس سورت میں ایک سو چھہتر (١٧٦) آیات ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿يَسْتَنْكِفُ﴾ (آل عمران:١٧٢) يَسْتَكْبِرُ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "یستنکف" کا معنی ہے: وہ تکبر کرتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ . (النساء:١٧٢)

اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرنے میں عار سمجھیں اور تکبر کریں۔

اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' حضرت ابن عباس کی اس تفسیر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ "یستنکف" کا معنی ہے: کسی کام کو کرنے میں عار سمجھنا اور ناک بھوں چڑھانا اور یہی تکبر کا معنی ہے: لیکن جب اس آیت میں آگے خود "تکبر" کا لفظ موجود ہے اور "یستکبر" کا عطف "یستنکف" پر کیا ہے اور عطف میں معطوف معطوف علیہ کا مغایر ہوتا ہے تو پھر حضرت ابن عباس نے "یستنکف" کی تفسیر "یستکبر" کے ساتھ کیوں کی ہے۔ حافظ ابن حجر

Marfat.com

عسقلانی نے کہا ہے کہ یہ عجیب تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں ''استکبار'' کا عطف استنکاف پر ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ استنکاف ''استکبار'' کا غیر ہے اور اس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضرت ابن عباس کا مطلب یہ ہے کہ ''یستکبر'' کا لفظ ''یستنکف'' کی تاکید ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۳۶)

علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کی اس توجیہ پر اعتراض کیا ہے کہ ایسی مثال کو تاکید پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ عطف تفسیری ہے اور حضرت ابن عباس نے یہ بتایا ہے کہ ''یستنکف'' سے مراد ''استکبار'' ہے کیونکہ جب کوئی شخص کسی کام کو کرنے میں عار سمجھتا ہے اور ناک بھوں چڑھاتا ہے تو یہ تکبر ہے اور اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے مقرب فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں تکبر نہیں کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۱۵)

﴿قِوَامًا﴾ قِوَامُكُمْ مِنْ مَّعَايِشِكُمْ. ''قوامًا'' کا معنی ہے: وہ چیزیں جن پر تمہاری زندگی کو گزارنا موقوف ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيٰمًا. (النساء:۵) اور کم عقلوں کو اپنے وہ مال نہ دو جن کو اللہ نے تمہاری گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہے۔

اس آیت کی دو قراءتیں ہیں ایک قراءت ''قوامًا'' ہے اور یہ حضرت ابن عباس کی قراءت ہے اور اہل مدینہ کے نزدیک مشہور قراءت ''قیمًا'' ہے۔ امام ابوعبیدہ نے کہا کہ ''قیمًا'' اصل میں ''قوامًا'' تھا اور جب واؤ کا ماقبل مکسور ہو تو اس کو یاء سے تبدیل کر دیتے ہیں اس وجہ سے یہ ''قیمًا'' ہو گیا لیکن امام بخاری نے اس لفظ کو اصل کے اعتبار سے لکھا ہے تاہم اس توجیہ کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ امام بخاری حضرت ابن عباس سے نقل کر رہے ہیں اور ان کے نزدیک یہ لفظ ''قوامًا'' ہے اور اس کا معنی ہے: لوگوں کی گزر اوقات کا ذریعہ۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۳۷-۵۳۶)

﴿لَهُنَّ سَبِيلًا﴾ (آیت:۱۵) يَعْنِي الرَّجْمَ لِلثَّيِّبِ وَالْجَلْدَ لِلْبِكْرِ. ''لهن سبیلًا'' یعنی شادی شدہ کو رجم کر دو اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالّٰتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَإِنْ شَهِدُوْا فَأَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝ (النساء:۱۵) اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان) مردوں کی گواہی طلب کرو پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں میں مقید رکھو حتیٰ کہ انہیں موت آ جائے یا اللہ ان کے لیے (اور) راہ پیدا کر دے ۝

ابتداءِ اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب کوئی عورت زنا کرتی اور سچے گواہوں سے اس کا زنا ثابت ہو جاتا تو اس کو گھر میں قید کر دیا جاتا اور گھر سے باہر نکلنے سے منع کر دیا جاتا حتیٰ کہ وہ اسی قید میں مر جاتی اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ ''حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے اور راستہ پیدا کر دے'' اس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے اور یہ حکم دائمی ہو گیا کہ شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جب سورۃ النساء نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کو گھر میں قید نہیں کیا جائے گا۔ اور امام مسلم نے اور اصحاب السنن الاربع نے حضرت

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے یہ حکم حاصل کرو کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے راستہ مقرر کر دیا ہے' کنواری عورت کنوارے مرد کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور اس کو ایک سال کے لیے جلاوطن کر دو اور شادی شدہ شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور اس کو رجم کر دو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۱۶-۲۱۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء:۳) يَعْنِي اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثًا وَأَرْبَعًا وَلَا تُجَاوِزُ الْعَرَبُ رُبَاعَ.

حضرت ابن عباس کے غیر نے کہا کہ "مثنٰی' ثلٰث" اور "رُبٰع" کا معنی ہے: دو' تین اور چار اور عرب "رُبٰع" سے آگے تجاوز نہیں کرتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (النساء:۳)

اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو' دو دو' تین تین اور چار' چار سے۔

حضرت ابن عباس کے غیر سے مراد ہے: ابوذر کی روایت' ان کے نزدیک "مثنٰی" کا معنی دو ہے اور "ثُلٰث" کا معنی تین ہے اور "رُبع" کا معنی چار ہے۔ ابوذر کی روایت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک بھی "مثنٰی' ثلٰث' اور "رُبٰع" کا یہی معنی ہے' یہ صرف ابوعبیدہ کا قول اور ان کی تفسیر ہے' مشہور اور مقبول روایت یہ ہے کہ ان کا معنی مکرر ہے' یعنی "مثنٰی" کا معنی ہے: دو' دو' "ثلٰث" کا معنی ہے: تین' تین اور "رُبع" کا معنی ہے: چار چار' اس لیے امام بخاری پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے مشہور اور مقبول معنی ذکر نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ ان الفاظ کے معانی مکرر ہیں' امام بخاری کی طرف سے یہ توجیہ کی گئی ہے کہ چونکہ ان کے معنی میں تکرار مشہور ہے' اس لیے امام بخاری نے شہرت کی بناء پر ان کے معنی میں تکرار کو ذکر نہیں کیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے امام بخاری کے نزدیک بھی امام ابوعبیدہ کی تفسیر معتبر ہو' امام بخاری نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس کے غیر کے نزدیک "مثنٰی" کا معنی دو ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک بھی "مثنٰی" کے معنی میں تکرار ہے' اس کا معنی صرف دو نہیں بلکہ دو دو ہے' پھر امام بخاری نے یہ کہا کہ عرب "رُبٰع" سے آگے تجاوز نہیں کرتے' یعنی خُماس اور مُخمس اور سُداس اور مسدس نہیں کہتے' اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا بھی یہی مختار ہے لیکن اس میں اختلاف ہے۔ ابن حاجب نے کہا کہ خُماس اور مُخمس سے لے کر عُشار اور معشر تک کہا جائے گا' انہوں نے کہا: اس میں اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۱۶)

۱- بَابٌ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى﴾ (النساء:۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے (النساء:۳) کی تفسیر

۴۵۷۳- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا كَانَتْ لَهُ يَتِيمَةٌ فَنَكَحَهَا وَكَانَ لَهَا عَذْقٌ وَّكَانَ يُمْسِكُهَا عَلَيْهِ وَلَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک مرد کی سرپرستی میں ایک یتیم لڑکی تھی' پس اس

يَكُنْ لَهَا مِنْ نَفْسِهِ شَيْءٌ فَنَزَلَتْ فِيهِ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى﴾ (النساء:٣) أَحْسِبُهُ قَالَ كَانَتْ شَرِيكَتَهُ فِي ذٰلِكَ الْعَذْقِ وَفِي مَالِهِ۔

نے اس سے نکاح کر لیا اور اس لڑکی کا ایک کھجوروں کا باغ تھا' وہ اس لڑکی کو اپنے پاس رکھتا تھا اور اس کو اس لڑکی سے کوئی رغبت نہیں تھی' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے۔ (النساء:٣) راوی کہتا ہے کہ میرا گمان ہے کہ وہ لڑکی اس باغ میں اور اس کے مال میں اس کی شریک تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٩٤ میں گزر چکی ہے۔

النساء:٣ کے متعدد شانِ نزول

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ابن جریج سے روایت ہے کہ یہ آیت ایک معین شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد تعمیم ہے اور یہ اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی لڑکی کے ساتھ نکاح میں رغبت رکھتا ہے' لیکن اس کو صرف اس کا مال اور جمال پسند ہوتا ہے' اس لیے وہ اس لڑکی کا نکاح کسی اور سے نہیں کرتا اور وہ چاہتا ہے کہ بغیر مہر دیئے اس لڑکی سے نکاح کر لے' تب یہ آیت نازل ہوئی' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تمہیں وہ لڑکی پسند نہیں ہے تو تمہیں جو لڑکی پسند ہو اس سے نکاح کر لو' نیز اس حدیث میں ہے کہ وہ لڑکی اس مال میں اور اس باغ میں اس کی شریک ہے' یہ دوسرا قصہ ہے کہ ایک مرد کی سرپرستی میں ایک لڑکی ہو اور وہ باغ میں اور مال میں اس کی شریک ہو تو وہ اس سے نکاح میں رغبت کرے اور اس کو ناپسند کرے کہ کوئی اور شخص اس سے نکاح کرے اور وہ باغ میں اور مال میں اس کا شریک ہو جائے تو ایسے لوگوں کو اس سے منع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٥٣٨)

٤٥٧٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى﴾ فَقَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي هٰذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشْرِكُهُ فِي مَالِهِ وَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ فَنُهُوا عَنْ أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا لَهُنَّ أَعْلٰى سُنَّتِهِنَّ فِي الصَّدَاقِ فَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَإِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْآيَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ﴾ (النساء:١٢٧) قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي آيَةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا: اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے۔ (النساء:٣) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اے میرے بھانجے! اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی سرپرستی میں ہوتی ہے اور ولی کے مال میں شریک ہوتی ہے اور ولی کو اس کا مال اور جمال پسند ہوتا ہے تو ولی ارادہ کرتا ہے کہ وہ بغیر مہر دیئے اس لڑکی سے نکاح کر لے اور اس کو اتنا دے جتنا کوئی اور اس لڑکی کو دیتا تو ان کو ان لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا گیا' سوا اس صورت کے کہ وہ ان کے ساتھ عدل کریں اور اس جیسی لڑکی کو دستور اور رواج میں جتنا مہر دیا جاتا ہے' اس سے اعلیٰ مہر دیں' پس ان کو یہ حکم دیا گیا کہ ان یتیم

Marfat.com

أُخْرٰی ﴿وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء: ١٢٧) رَغْبَةُ اَحَدِكُمْ عَنْ يَتِيْمَتِهٖ حِيْنَ تَكُوْنُ قَلِيْلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ قَالَتْ فَنُهُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا عَنْ مَّنْ رَغِبُوْا فِيْ مَالِهٖ وَجَمَالِهٖ فِيْ يَتَامَى النِّسَاءِ اِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ اَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ اِذَا كُنَّ قَلِيْلَاتِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ .

لڑکیوں کے سوا جو عورتیں ان کو پسند ہوں ان سے نکاح کر لیں' عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے بتایا: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں۔ (النساء:١٢٧) حضرت عائشہ نے کہا: اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو۔ (النساء:١٢٧) جب یتیم لڑکی کا مال اور جمال کم ہوتا ہے تو تم اس کے ساتھ نکاح کرنے سے اعراض کرتے ہو۔ حضرت عائشہ نے بتایا: پس ان لوگوں کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح سے منع کر دیا گیا جن کے مال اور جمال سے وہ اعراض کرتے ہیں' سوا اس صورت کے کہ وہ عدل کریں' کیونکہ جب ان لڑکیوں کا مال اور جمال کم ہو تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٩٤ میں گزر چکی ہے۔

صرف چار عورتوں سے نکاح کی اجازت کی توجیہ' یتیم کا معنی اور عورتوں کو ''ما'' سے تعبیر کرنے پر اعتراض کا جواب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ آیت اس مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے جس کی زیر سرپرستی مالدار یتیم لڑکی ہو پس وہ اس کے مال کی وجہ سے اس سے نکاح کر لیتا ہے اور وہ لڑکی کسی اعتبار سے اسے پسند نہیں ہوتی' پھر وہ اس کو مارتا ہے اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے تو اس آیت میں ایسے شخص کو نصیحت کی گئی ہے اور حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تاویل اس طرح کی ہے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی تاویل کی ہے۔ امام طبری نے اس کی حکایت کی ہے کہ قریش کے مرد کے پاس عورتیں ہوتی ہیں اور یتیم لڑکیاں ہوتی ہیں' اس کا مال ذوب جاتا ہے' تو وہ یتیموں کے مال کی طرف راغب ہوتا ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مردوں کو صرف چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت اس لیے دی' کیونکہ وہ یتیم لڑکیوں کے مال میں رغبت کرتے تھے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ مرد یتیم لڑکی کے مال کی وجہ سے اس سے نکاح کر لیتا تھا تو ان کو اس سے منع کیا گیا ہے اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ لوگ زمانہ جاہلیت کی عادت کے مطابق عمل کرتے تھے' سوا اس کے کہ انہیں کسی چیز کا حکم دیا جائے یا کسی کام سے روکا جائے' پس انہوں نے یتیم لڑکیوں کا ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ جس طرح تم اس سے ڈرتے ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہیں کر سکو گے' اسی طرح تم اپنی بیویوں میں بھی بے انصافی کرنے سے ڈرو۔

(تفسیر طبری ج ٣ ص ٥٧٥-٥٧٤)

امام طبری نے کہا ہے کہ لوگ یتیم لڑکیوں پر تشدد کرتے تھے اور بیویوں پر تشدد نہیں کرتے تھے' ان میں سے کوئی شخص کئی عورتوں سے نکاح کر لیتا اور ان کے درمیان عدل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح تم اس سے ڈرتے ہو کہ یتیم لڑکیوں سے عدل نہیں

Marfat.com

کرسکو گے اسی طرح بیویوں میں بھی ناانصافی سے ڈرو اور ایک سے چار تک نکاح کرو اور قرآن مجید میں ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ۔ (النساء:۳) پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کرسکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو۔

اس آیت میں خوف کا معنی گمان ہے یا علم ہے اور اگر قسط ثلاثی مجرد سے ہو تو اس کا معنی ظلم ہے اور اگر ثلاثی مزید سے ہو تو اس کا معنی عدل ہے جیسے ''اَلَّا تقسطوا'' یہ بابِ افعال سے ہے اور اس کا معنی ہے: عدل وانصاف کرنا۔

بنو آدم میں یتیم اس کو کہتے ہیں جس کا باپ نہ ہو اور جانوروں میں یتیم اس کو کہتے ہیں جس کی ماں نہ ہو۔ اس آیت میں فرمایا:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ ۔ (النساء:۳) تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔

اس آیت میں یہ اشکال ہے کہ عورتیں تو ذوی العقول میں سے ہیں اور ''ما'' غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر ''ما' مَن'' کے معنی میں ہے اور ''مَا'' اور ''مَن'' ایک دوسرے کی جگہ آتے رہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ○ (الشمس:۵) اور آسمان کی قسم! اور اس کی قسم جس نے اُسے بنایا○

اس آیت میں بھی لفظ ''ما'' لفظ ''من'' کے معنی میں ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ ؕ (النور:۴۵) تو ان میں سے کچھ پیٹ کے بل رینگتے ہیں اور کچھ ان میں سے دو پاؤں پر چلتے ہیں اور ان میں سے کچھ چار پاؤں پر چلتے ہیں۔

قرآن مجید کی اس آیت میں ''مَنْ''، ''مَا'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ''العذق'' کا لفظ ہے' علامہ داؤدی نے اس کی تفسیر اس باغ کے ساتھ کی ہے جس کے گرد چار دیواری ہو اور اہلِ لغت نے کہا ہے کہ ''العذق'' (عین پر زبر) کا معنی ہے: کھجوروں کا باغ اور (عین پر کسرہ ہو) یعنی ''العِذق'' تو اس کا معنی ہے: انگوروں کا یا کھجوروں کا خوشہ۔

حضرت عائشہ نے فرمایا: ''وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْيَتٰمٰى'' (اگر تمہیں یہ خوف کہ کہ تم یتیم لڑکیوں میں عدل نہیں کرسکو گے) کی تفسیر یہ ہے کہ اگر تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ عدل نہیں کرسکو گے' تو تم کو جو دوسری عورتیں پسند ہیں' ان سے نکاح کرلو۔

اور مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں عدل نہیں کرسکو گے اور تمہیں اپنے اموال کی دیکھ بھال میں حرج ہوتا ہو اور تمہیں زنا کا خدشہ ہو تو تمہیں جو دوسری عورتیں پسند ہوں تم ان سے نکاح کرلو۔

اس حدیث سے یہ فقہی مسائل معلوم ہوتے ہیں: (۱) کسی عورت کو اس کے خاندان میں اس جیسی عورت کو جتنا مہر دیا جاتا ہو' اس کو مہر مثل کہتے ہیں' سو مہر مثل دینا جائز ہے اور یتیم لڑکی کو مہر مثل دینا چاہیے (۲) جو لڑکی یتیم نہ ہو اس کو مہر مثل سے کم دینا جائز ہے (۳) جو مرد یتیم لڑکی کا سرپرست ہو اس کا خود اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے' بہ شرطیکہ وہ اس کا مہر انصاف سے دے اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۳ ص ۹۴۶) (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱۰ ص ۷۳-۷۲)

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکی کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا نکاح کرنا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے۔ (المبسوط ج ۴ ص ۲۱۵-۲۱۴' تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۲۳-۱۲۲)

Marfat.com

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ''یتامٰی'' سے مراد ہے: بالغ لڑکیاں' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''یتیمہ'' (کے نکاح میں) اس کے نفس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد:۲۰۹۳' سنن ترمذی:۱۱۰۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۰۱۔۱۹۵' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

٢- بَابٌ ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝﴾ (النساء:٦) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو حاجت مند ہو وہ دستور کے موافق کھالے' پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ بنالو اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا ۝ (النساء:٦) کی تفسیر

بہ وقتِ ضرورت یتیم کے مال سے اس کے ولی کے کھانے کے جواز میں اختلاف فقہاء اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص یتیم کے مال سے مستغنی ہو' وہ اس کو لینے سے بچے اور اس میں سے بالکل نہ کھائے۔ شعبی نے کہا ہے کہ وہ مال اس کے اوپر مردار اور خون کی مثل ہے اور جو شخص ضرورت مند ہو' وہ اس کے مال سے دستور اور رواج کے مطابق کھالے' یعنی اتنی مقدار لے جو اس کی گزر اوقات کے لیے ضروری ہو اور ابوجعفر النحاس نے کہا ہے کہ اہلِ علم کی ایک جماعت نے یتیم کے سرپرست کو اس کا مال لینے سے مطلقاً منع کیا ہے' قاضی ابویوسف نے کہا: میں نہیں جانتا' ہو سکتا ہے کہ یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہو گئی ہو:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۔ (النساء:۲۹)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ۔

سو کسی شخص کے لیے یتیم کے مال سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جب کہ وہ اس کے ساتھ شہر میں رہتا ہو اور اگر اس کو یتیم کی وجہ سے کہیں سفر کرنا پڑے تو اس کے لیے بہ قدرِ ضرورت یتیم کے مال سے لینا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا قول ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ (النساء:٦)

اور جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے۔

اس آیت نے ظلم کو اور حد سے تجاوز کو منسوخ کر دیا ہے اور ضرورت مند کے لیے بہ قدرِ ضرورت کھانے کو درج ذیل آیت نے منسوخ کر دیا ہے:

اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ (النساء:۱۰)

بے شک جو لوگ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے ۝

پھر ان لوگوں میں اختلاف ہوا' انہوں نے کہا کہ النساء:٦ آیت محکمہ ہے' پس بعض لوگوں نے کہا: اگر یتیم کے ولی کو ضرورت ہو تو وہ یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے' پھر جب وہ خوشحال ہو تو اس کا قرض ادا کر دے' یہ حضرت عمر بن الخطاب اور عبیدہ اور ابوالعالیہ اور سعید بن جبیر کا قول ہے۔ امام ابوجعفر نے کہا: یہ تابعین کی ایک جماعت کا اور فقہاء کوفہ کا قول ہے اور ابوقلابہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

فرمایا: وہ دستور کے مطابق کھائے یعنی اتنی کم مقدار لے جس سے وہ رمق حیات برقرار رکھ سکے اور مال جمع کرنے کے لیے یتیم کے مال سے لینا بالکل جائز نہیں ہے' بہ طور قرض نہ کسی اور صورت میں۔ حسن بصری نے ظاہر آیت پر عمل کیا ہے' انہوں نے کہا: وہ یتیم کے مال سے اتنا کھا سکتا ہے جتنے میں اسے قوت حاصل ہو' نیز حسن بصری نے کہا کہ جب یتیم کے ولی کو ضرورت ہو تو وہ اس کے مال سے کھالے اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ خوشحال ہونے کے بعد اس مال کو یتیم کی طرف واپس لوٹائے اور ابراہیم نخعی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ○ (النساء:٦) پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ بنالو اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا ○

اس آیت میں جو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے' اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم بہ طور استحباب ہے کیونکہ یتیم کے ولی کا قول معتبر ہوتا ہے' اس لیے کہ وہ امین ہے اور دوسرے علماء نے کہا کہ یہ حکم وجوب کے لیے ہے اور ظاہر آیت کے اعتبار سے فرض ہے' کیونکہ وہ امین ہے' اس کا قول دوسرے کے مقابلہ میں قبول نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عمر بن خطاب اور سعید بن جبیر نے کہا کہ یہ گواہ بنانا اس لیے ہے کہ یتیم کے ولی نے یتیم کے مال سے ضرورت کے وقت جو قرض لیا ہے وہ قرض واپس کیا جائے۔

گواہ بنانے کے حسب ذیل فوائد ہیں: (۱) اگر یتیم انکار کر دے تو ولی سے ضمانت اور تاوان نہ لیا جا سکے (۲) ولی کے متعلق بدگمانی کے راستہ کو منقطع کرنا (۳) اللہ تعالیٰ نے جو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے' اس حکم پر عمل کرنا (۴) یتیم کے دل کو مطمئن کرنا تا کہ اُسے یہ خوف نہ ہو کہ اس کا یہ مال ضائع ہو جائے گا۔

﴿وَبِدَارًا﴾ (النساء:٦) مُبَادَرَةً ۔ اور ''بدارًا'' کا معنی ہے: جلدی کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ (النساء:٦) اور ان کے مال کو فضول خرچ کر کے ان کے بڑے ہونے کے خوف سے جلدی جلدی نہ کھاؤ۔

یعنی تم یتیموں کے مال کو بغیر ضرورت کے فضول خرچ نہ کرو' اس خوف سے کہ یتیم بڑے ہو کر اپنا مال واپس لیں گے۔

﴿اَعْتَدْنَا﴾ (النساء:٨١) اَعْدَدْنَا اَفْعَلْنَا مِنَ الْعَتَادِ ۔ ''اعتدنا'' کا معنی ہے: ''اعددنا'' یعنی ہم نے تیار کر دیا ہے' یہ افعلنا کا صیغہ' 'العتاد'' سے ماخوذ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تعلیق کا اصل محل درج ذیل آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ (النساء:١٩) اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کے نقل کرنے والوں نے اس تعلیق کو یہاں پر سہواً لکھ دیا ہے' اصل میں اس کا محل یہاں نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۳۹)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ شرح بہت بعید ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ یہ تعلیق خود امام بخاری نے لکھی ہے اور انہوں نے یہ اشارہ کیا ہے کہ درج ذیل آیت میں ''اعتدنا' اعددنا'' کے معنی میں ہے۔

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ○ (النساء:١٨) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے○

اسی طرح اس آیت کی تفسیر امام ابوعبیدہ نے اپنی کتاب المجاز میں کی ہے اور بتایا ہے کہ 'اعتدنا'' اور 'اعددنا'' دونوں کا ایک معنی ہے' میں کہتا ہوں کہ 'اعتدنا'' باب افتعال سے اور 'اعددنا'' باب افعال سے ہے' اسی لیے امام بخاری نے کہا ہے کہ افعلنا ''العتاد'' سے ماخوذ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٢٠۔ ٢١٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٥٧٥- حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِیْ مَالِ الْیَتِیْمِ اِذَا كَانَ فَقِیْرًا اَنَّهٗ یَاْكُلُ مِنْهُ مَكَانَ قِیَامِهٖ عَلَیْهِ بِمَعْرُوْفٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ دستور کے موافق کھالے۔ (النساء:٦) یتیم کے مال کے متعلق نازل ہوا ہے (کہ اس کا ولی جب) ضرورت مند ہو تو وہ اس کے مال سے بہ قدرِ ضرورت کھالے' اس مشقت کے بدلہ میں جو وہ اس کے مال کی حفاظت میں کرتا ہے۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری:٢٢١٢ میں گزر چکی ہے۔

٣- بَابٌ ﴿وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنُ﴾ (النساء:٨) اَلْاٰیَةَ۔ فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) قرابت دار' یتیم اور مسکین (بھی) موجود ہوں (النساء:٨) کی تفسیر

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جب میت کے ترکہ کی تقسیم کی جائے اور اس کے ترکہ میں مال بہت زیادہ ہو اور تقسیم کے وقت میت کے کچھ ایسے رشتہ دار آجائیں جو اس ترکہ میں وارث نہ ہوں اور وہ لوگ فقراء اور ضرورت مند ہوں تو وراثت تقسیم کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ میت کے ترکہ میں سے وارثوں کی رضامندی سے کچھ مال ان لوگوں کو بھی دے دیں' اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم ہے' اپنے بندوں کی ضرورتوں کو جاننے والا ہے' اس لیے اس نے حکم دیا کہ ان لوگوں پر بھی کچھ مال صدقہ کیا جائے' نیز فرمایا کہ ان سے اچھی بات کرو یعنی ان سے کہو: ہم عنقریب تم کو مال دے دیں گے' یا دعا دو کہ اللہ تعالیٰ تم کو عافیت میں رکھے اور برکت دے۔

٤٥٧٦- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حُمَیْدٍ اَخْبَرَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ الْاَشْجَعِیُّ عَنْ سُفْیَانَ عَنِ الشَّیْبَانِیِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ﴿وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْیَتَامٰى وَالْمَسَاكِیْنُ﴾ قَالَ هِیَ مُحْكَمَةٌ وَلَیْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ تَابَعَهٗ سَعِیْدٌ عَنِ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ الاشجعی نے خبر دی از سفیان از شیبانی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) قرابت دار' یتیم اور مسکین (بھی) موجود ہوں۔ (النساء:٨) انہوں نے کہا: یہ

Marfat.com

عَبَّاسٍ . آیت محکم ہے' منسوخ نہیں ہے۔عکرمہ کی متابعت سعید نے کی ہے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۹ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے:

میت کے ترکہ سے اس کے غریب رشتہ داروں کو بہ طورِ صلہ رحمی دینا آیا واجب ہے یا مستحب؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے ایک اور سند سے یہ اضافہ کیا ہے کہ جب حضرت ابن عباس تقسیم کے ولی ہوتے اور میت کے ترکہ میں مال کم ہوتا تو وہ اس کے دوسرے ضرورت مند رشتہ داروں سے جو وارث نہیں ہوتے تھے' معذرت کر لیتے تھے اور درج ذیل آیت کا یہی معنی ہے:

فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ○ تو (اس ترکہ سے) انہیں بھی کچھ دے دو اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو○ (النساء:۸)

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ لوگ یہ زعم کرتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے' نہیں! اللہ کی قسم! یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی' لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور وہ دو قسم کے ولی ہیں' ایک وہ ولی ہے جو میت کے ترکہ سے ان رشتہ داروں کو دینے کا ولی ہے' جو اس ترکہ میں وارث نہیں ہوتے' دوسرا ولی وہ ہے جو وارث نہیں ہے جو ان فقراء کو کچھ دینے سے معذرت کرتا ہے۔

اس آیت میں تقسیمِ وراثت کے وقت جو میت کے غریب رشتہ داروں کو کچھ دینے کا حکم دیا ہے' اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس حکم پر عمل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے' صحیح اور معتمد قول یہ ہے کہ اس حکم پر عمل کرنا مستحب ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۴۱-۵۴۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤- بَابٌ ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ (النساء:۱۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے (النساء:۱۱) کی تفسیر

٤٥٧٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ مُنْكَدِرٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ فِي بَنِي سَلِمَةَ مَاشِيَيْنِ فَوَجَدَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَعْقِلُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ فَقُلْتُ مَا تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي مَالِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَنَزَلَتْ ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ (النساء:۱۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن المنکدر نے خبر دی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بنو سلمہ میں پیدل چل کر آئے اور میری عیادت کی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس حال میں پایا کہ میں بے ہوش تھا' آپ نے پانی منگایا' پھر اس سے وضوء کیا' پھر اس کا پانی مجھ پر چھڑکا تو میں ہوش میں آ گیا' پس میں نے کہا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں' یارسول اللہ! کہ میں اپنے مال کو کیا کروں؟ تب یہ آیت نازل

Marfat.com

ہوئی: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے۔(النساء:١١)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٩٤ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

النساء:١١ کی تفسیر میں متعدد شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

ابن جریج کا یہ وہم ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق سورۂ نساء کی آخری آیت نازل ہوئی:

يَسْتَفْتُوْنَكَ ط قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ ط آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے۔ (النساء:١٧٦)

محمد بن المنکدر سے بھی اسی طرح روایت ہے۔(صحیح البخاری:١٩٤)

امام طبری نے بھی محمد بن المنکدر سے اسی طرح روایت کی ہے۔(تفسیر طبری ج ٣ص ٦١٨)

حضرت جابر نے کہا: یا رسول اللہ! میں تو کلالہ ہوں' اور کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو نہ والد' اور حضرت جابر کی اس وقت نہ تو اولاد تھی اور نہ والد تھے اور رہی وصیت کی آیت تو وہ حضرت سعد بن ربیع کے ورثاء کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے' انہوں نے دو بیٹیاں چھوڑی تھیں اور ان کی ماں چھوڑی تھی اور ان کا بھائی چھوڑا تھا تو ان کے بھائی نے تمام مال پر قبضہ کر لیا اور ان کی بیٹیوں کے لیے کوئی چیز نہیں چھوڑی' پس ان لڑکیوں کی ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گئی' پس کہا: یا رسول اللہ! ان لڑکیوں کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے' اور ان کے چچا نے ان کا تمام مال لے لیا اور اللہ کی قسم! ان لڑکیوں کی شادی تو اسی وقت ہو سکے گی جب ان کے پاس مال ہو' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ اس کے متعلق فیصلہ فرمائے گا' پھر میراث کی آیت نازل ہوئی: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے۔(النساء:١١) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سعد کی بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دے دو اور اُن کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو اور جو باقی بچے گا وہ تمہارا ہے۔(سنن ابوداؤد:٢٨٩٢-٢٨٩١' سنن ترمذی:٢٠٩٢' سنن ابن ماجہ:٢٧٢٠)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام مقاتل کی تفسیر میں ہے کہ یہ آیت حضرت اوس بن صامت کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت اوس فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنی ایک بیوی چھوڑی' اُم کجہ انصاریہ اور دو بیٹیاں چھوڑیں' ان میں سے ایک کا نام صفیہ تھا اور اپنے چچا کے دو بیٹے چھوڑے: عرفطہ اور سوید' جو حضرت الحارث کے بیٹے تھے' پس انہوں نے ان کی بیوی کو کچھ نہیں دیا اور نہ ان کی اولاد کو کچھ دیا۔

(تفسیر مقاتل آیت:٧' سورۃ النساء)

اور تفسیر کشاف میں ہے کہ حضرت اوس بن صامت فوت ہو گئے اور انہوں نے تین بیٹیاں چھوڑیں اور اپنی بیوی اُم کجہ کو چھوڑا۔

(الکشاف ج ١ص ٤١٧)

امام ابن جریر کی تفسیر میں ہے کہ حضرت حسان بن ثابت شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھائی عبد الرحمٰن فوت ہو گئے اور انہوں نے ایک بیوی چھوڑی جن کو اُم کجہ کہا جاتا تھا اور پانچ بہنیں چھوڑیں' پھر ان کے وارث آئے اور انہوں نے ان کا سارا مال لے لیا تو حضرت اُم کجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کی شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر طبری ج ٣ص ٦١٧)

نیز تفسیر طبری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے۔

(النساء:١١) یہ آیت ان فرائض کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مذکر اور مؤنث اولاد اور ماں باپ کے حصوں کے متعلق نازل فرمائی ہے لوگ ان کو حصہ دینا یا ان میں سے بعض کو حصہ دینا ناپسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بیوی کو چوتھائی یا آٹھواں حصہ دیا جائے گا اور بیٹی کو نصف حصہ دیا جائے گا اور چھوٹے لڑکے کو بھی دیا جائے گا اور انہوں نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا۔ (تفسیر طبری ج ٣ ص ٦٠٤)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢١١-٢٠٩ 'وزارۃ الاوقاف' قطر '١٤٢٩ھ)

٥- بَابٌ ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ﴾ (النساء:١٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لیے آدھا حصہ ہے (النساء:١٢) کی تفسیر

٤٥٧٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ وَرْقَاءَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ مَا أَحَبَّ فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ وَالثُّلُثَ وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از ورقاء از ابن ابی نجیح از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ (ابتداءِ اسلام میں) سارا مال اولاد کے لیے ہوتا تھا اور والدین کے لیے وصیت ہوتی تھی' پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جس کو چاہا منسوخ کر دیا اور مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر کیا اور والدین میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ اور تیسرا حصہ مقرر کیا ہے اور بیوی کے لیے آٹھواں حصہ اور چوتھا حصہ مقرر کیا ہے اور شوہر کے لیے نصف حصہ اور چوتھائی حصہ مقرر کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٤٧ میں گزر چکی ہے۔

یعنی اگر میت کی اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر اولاد نہ ہو تو چوتھائی حصہ ملے گا' اسی طرح اگر میت کی اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف حصہ ملے گا اور اگر اولاد ہو تو چوتھائی حصہ ملے گا۔

٦- بَابٌ ﴿لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ﴾ (النساء:١٩) الْآيَةَ .

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ' اور نہ تم ان کو اس لیے روکو کہ تم ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ لے لو' (النساء:١٩) کی تفسیر

فاحشۂ مبینہ کی تفسیر میں صحابہ اور فقہاء تابعین کا اختلاف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں پر پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت درج ذیل ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ

اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ تم ان کو اس لیے روکو کہ تم ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ واپس لے لو سوا اس صورت کے کہ وہ علی الاعلان بے حیائی کا ارتکاب کریں اور تم ان کے ساتھ

Marfat.com

فِیْهِ خَیْرًا کَثِیْرًا ○ (النساء:۱۹) نیک سلوک کرو پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے○

حضرت ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ اس آیت میں فاحشہ مبینہ سے مراد زنا ہے یعنی جب عورت زنا کرے تو اس کے خاوند کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس کو دیا ہوا مہر واپس لے لے اور اس کو اپنے ساتھ تنگ نا ترک کردے حتیٰ کہ وہ باز آجائے۔ سعید بن المسیب' الشعبی' الحسن البصری' محمد بن سیرین' سعید بن جبیر' مجاہد' عکرمہ' الضحاک' عطاء الخراسانی' ابوقلابہ' سدی' زید بن اسلم اور سعید بن ابی ہلال کا بھی یہی قول ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت یہ ہے کہ فاحشہ مبینہ سے مراد ہے: شوہر کی نافرمانی اور اس سے بدزبانی۔ الضحاک اور عکرمہ کا بھی دوسرا قول یہی ہے' امام ابن جریر کا مختار یہ ہے کہ فاحشہ مبینہ سے مراد عام معنی ہے جو زنا اور شوہر کی نافرمانی دونوں کو شامل ہے۔

وَیُذْکَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿لَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ (النساء: ۱۹) لَاتَقْهَرُوْهُنَّ . اور حضرت ابن عباس سے ذکر کیا جاتا ہے کہ "لا تعضلوھن" کا معنی ہے کہ تم ان پر قہر نہ کرو یعنی ان کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو اور ان کو جھڑکو مت۔

اس تعلیق کو ابو محمد رازی نے اپنی سند کے ساتھ وصل سے روایت کیا ہے۔

﴿حُوْبًا﴾ (النساء:۲) اِثْمًا . "حوبًا" کا معنی ہے: گناہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ ؕ اِنَّهٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا ○ (النساء:۲) اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ' بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے○

اس تعلیق میں "حوبًا" کی تفسیر گناہ کے ساتھ کی ہے اور اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ "حوبًا کبیرًا" کا معنی ہے: "اثمًا عظیمًا" اور مجاہد' سدی' حسن بصری اور قتادہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

﴿تَعُوْلُوْا﴾ (النساء:۳) تَمِیْلُوْا . "تعولوا" کا معنی ہے: تم کسی کی طرف جھک جاؤ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ○ (النساء:۳) اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو دو دو' تین تین اور چار چار سے' پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کر سکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے استمتاع کرو' یہ اس سے زیادہ قریب (بہ صحت) ہے کہ تم کسی ایک کی طرف جھک جاؤ○

علامہ ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ "الا تعولوا" کا معنی ہے: "الا تجوروا" یعنی تاکہ تم ظلم نہ کرو' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: تمہارے اہل و عیال زیادہ نہ ہوں' یعنی بال بچے زیادہ نہ

Marfat.com

ہوں۔ مبرد نے اس معنی کا انکار کیا ہے اور ان کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس آیت کا معنی وہی ہوتا جو امام شافعی نے کہا ہے تو اللہ تعالیٰ ''الا تعولوا'' کی جگہ ''الا تعیلوا'' فرماتا جو کہ ''اعال'' سے ماخوذ ہے۔

﴿نِحْلَةً﴾ (النساء:٤) اَلنِّحْلَةُ الْمَهْرُ . ''نحلة . النحلة'' کا معنی ہے: مہر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا ○ (النساء:٤) اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو تو پھر اگر وہ خوشی سے اس (مہر) میں سے تم کو کچھ دیں تو اس کو مزے مزے سے کھاؤ○

اس آیت میں نکاح کرنے والوں کو خطاب ہے کہ عورتوں کو ان کے مُہور ادا کریں یعنی عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کریں' اسماعیلی نے کہا ہے کہ ''نحلة'' کا معنی وہ رقم ہے جو بغیر کسی عوض کے ادا کی جائے اور مقاتل اور ابن جریج سے منقول ہے کہ ''نحلة'' کا معنی ہے: مقرر کردہ فریضہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٥٧٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الشَّیْبَانِیُّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الشَّیْبَانِیُّ وَذَكَرَهُ اَبُو الْحَسَنِ السُّوَائِیُّ وَ لَا اَظُنُّهُ ذَكَرَهُ اِلَّا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَّلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا اٰتَیْتُمُوْهُنَّ﴾ (النساء:١٩) قَالَ كَانُوْا اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ اَوْلِیَاءُهُ اَحَقَّ بِامْرَاَتِهِ اِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا وَاِنْ شَاءُوْا زَوَّجُوْهَا وَاِنْ شَاءُوْا لَمْ یُزَوِّجُوْهَا فَهُمْ اَحَقُّ بِهَا مِنْ اَهْلِهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فِیْ ذٰلِكَ . [طرف الحدیث: ٦٩٤٨] (سنن ابوداؤد: ٢٠٨٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسباط بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' شیبانی نے کہا: اور اس کا ذکر ابوالحسن السوائی نے کیا اور میرا یہی گمان ہے کہ اس نے اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ تم ان کو اس لیے روکو کہ تم ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ واپس لے لو (النساء:١٩) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے کہا کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس شخص کے رشتہ دار اس شخص کی بیوہ سے زیادہ حق دار ہوتے' اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس بیوہ سے خود شادی کر لیتا' اگر وہ چاہتے تو کسی اور سے اس کی شادی کر دیتے اور اگر وہ چاہتے تو اس کی بالکل شادی نہ کرتے تو وہ لوگ اس عورت کے رشتہ داروں کی بہ نسبت اس کے زیادہ حق دار ہوتے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس نے کہا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں معمول تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۲۵)

٧- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ﴾ (النساء:٣٣) اَلْاٰیَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں اولاد اور قرابت دار (النساء:٣٣) کی تفسیر

Marfat.com

قَالَ مَعْمَرٌ وَ ﴿مَوَالِيَ﴾ أَوْلِيَاءُ وَرَثَةٌ ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ هُوَ مَوْلَى الْيَمِيْنِ وَهُوَ الْحَلِيْفُ وَالْمَوْلَى أَيْضًا ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُنْعِمُ الْمُعْتِقُ وَالْمَوْلَى الْمُعْتَقُ وَالْمَوْلَى الْمَلِيْكُ وَالْمَوْلَى مَوْلًى فِي الدِّيْنَ.

معمر نے کہا: "موالی" کا معنی ہے: وہ اولیاء جو وارث ہوں اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔ اس سے مراد ہے: جن لوگوں کو تم نے قسم کھا کر اپنا حلیف بنالیا ہے اور مولیٰ سے مراد چچا کا بیٹا بھی ہے اور اس سے مراد وہ بھی ہے جس کو آزاد کیا گیا ہو اور اس سے مراد وہ بھی ہے جو آزاد کرنے والا ہو اور اس سے مراد وہ غلام بھی ہے جس کو آزاد کیا جائے اور اس سے مراد وہ بھی ہے جو دین کا پیشوا ہو۔

لفظ مولیٰ کے متعدد معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں معمر سے مراد معمر بن راشد ہے' پہلے میرا یہ گمان تھا' پھر میں نے امام ابوعبیدہ کی کتاب المجاز میں دیکھا کہ اس کا نام معمر بن المثنیٰ ہے۔

اور وہ اولیاء جو وارث ہوں: اس کی دلیل یہ ہے کہ "وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ" (النساء: ۳۳) "اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں"۔ امام عبدالرزاق نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ "موالی" میت کے اولیاء ہیں' یعنی باپ' بھائی' بیٹا اور دیگر عصبات۔

امام بخاری نے جو مولیٰ کے معنی ذکر کیے ہیں' ان کے علاوہ مولیٰ کے اور بھی حسب ذیل معانی ہیں:

"المولی: المحب"، "المولی: الجار" یعنی پڑوسی "المولی: الناصر" یعنی مددگار "المولی: الصهر" یعنی سسرالی رشتہ دار" "المولی: التابع" یعنی پیروی کرنے والا "المولی: الولی" نیز انہوں نے ذکر کیا ہے کہ چچا' غلام' بھتیجا' شریک اور دوست پر بھی مولیٰ کا اطلاق ہوتا ہے اور قرآن کے معلم پر بھی مولیٰ کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی بندہ کو اللہ کی کتاب میں سے ایک آیت بھی سکھائی تو وہ اس کا مولیٰ ہے اور شعبہ نے کہا: میں نے جس شخص کی روایت سے ایک حدیث بھی لکھی تو میں اس کا غلام ہوں اور وہ میرا مولیٰ ہے اور ابواسحاق الزجاج نے کہا: جو شخص بھی تمہارے قریب ہو یا تم سے محبت رکھے' وہ تمہارا مولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۲۵)

۴۵۸۰- حَدَّثَنِي الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ إِدْرِيْسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ قَالَ وَرَثَةً ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ دُوْنَ ذَوِيْ رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ نُسِخَتْ ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ادریس از طلحہ بن مصرف از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں' انہوں نے کہا: اس سے مراد ورثاء ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصاری کا وارث مہاجر ہوتا تھا' اس کے رشتہ دار نہیں ہوتے تھے' یہ

Marfat.com

قَالَ ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ مِنَ النَّصْرِ وَالرِّفَادَةِ وَالنَّصِيْحَةِ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ وَيُوْصِيْ لَهٗ سَمِعَ اَبُوْ اُسَامَةَ اِدْرِيْسَ وَسَمِعَ اِدْرِيْسُ طَلْحَةَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس اُخوت کی بناء پر تھا جوان کے درمیان نبی ﷺ نے قائم کردی تھی' پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کردیئے ہیں تو یہ حکم منسوخ کردیا گیا' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے' اس سے مراد مدد' دوستی اور خیر خواہی کا عہد ہے اور ان کے لیے وراثت نہ رہی اور ان کے لیے وہ وصیت کرسکتا ہے۔ اس حدیث کو ابواسامہ نے ادریس سے سنا اور ادریس نے طلحہ سے سنا۔

دوستوں اور حلیفوں کے متعلق وراثت کے حکم کا منسوخ ہونا اور ان کے متعلق وصیت کرنے کے جواز کو باقی رکھنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کردیئے ہیں' حضرت ابن عباس نے کہا کہ اس سے مراد ورثاء ہیں: سلف صالحین کے مفسرین کے نزدیک اس تفسیر پر اتفاق ہے' امام طبری نے مجاہد' قتادہ اور سدی وغیرہم سے اسی تفسیر کی روایت کی ہے' پھر انہوں نے اس کی تاویل یوں کی کہ اے لوگو! ہم نے تم سب کے لیے عصبات بنائے ہیں' جو اپنے والد کے ترکہ کے وارث ہوں گے اور اس کے دیگر رشتہ دار بھی اس کی وراثت سے حصہ لیں گے اور دوسرے مفسرین نے اس آیت کی اس طرح تاویل کی ہے: ہم نے ہر میت کے لیے ورثاء بنائے ہیں جو اس کے والدین اور رشتہ داروں کے ترکہ کے وارث ہوں گے اور بعض علماء نے کہا: اس کی تاویل اس طرح ہے کہ والدین اور رشتہ داروں نے جو مال چھوڑا ہے' ہم نے اس مال کے لیے وارث بنادیئے ہیں جو اس مال کو حاصل کریں گے اور زیادہ واضح یہ ہے کہ اس آیت میں ''کلّ'' کا تعلق اس سے پہلی آیت کے ساتھ ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ (النساء:۳۲)

مردوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔

یعنی مردوں اور عورتوں میں سے ہر ایک کو اس مال میں سے حصہ ملے گا جو ان کے والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے۔

اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصاری کا وارث مہاجر ہوتا تھا' اس کے رشتہ دار نہیں ہوتے تھے' یہ اس اخوت کی بناء پر تھا جو ان کے درمیان نبی ﷺ نے قائم کردی تھی' حضرت ابن عباس نے اس آیت کو اسی اخوت پر محمول کیا ہے اور دوسروں نے اس آیت کو اس سے عام معنی پر محمول کیا ہے۔ امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ دوستی اور نصرت کا حلف اُٹھالیتا اور ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہوتی تھی' پھر ان میں سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا' پھر اس حکم کو منسوخ کردیا گیا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کردیئے' تو پھر یہ حکم منسوخ کردیا گیا: اس حدیث میں اسی طرح ہے کہ میراث حلیف کی ناسخ یہ آیت ہے اور امام طبری نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ دوستی اور مدد کا عہد و پیمان کرتا' پھر جب ان میں سے ایک مرجاتا تو دوسرا اس کا وارث ہوتا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ

اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں (دوسرے) مسلمانوں اور

Marfat.com

اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ (الاحزاب:٦) مہاجروں کی بہ نسبت آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں' مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو۔

یعنی تمہارے حلیف اور تمہارے دوست تمہارے وارث تو نہیں ہوں گے لیکن تم ان کے لیے کچھ مال دینے کی وصیت کر سکتے ہو۔اور قتادہ سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک مرد دوسرے مرد سے کہتا: میرا خون تمہارا خون ہے اور تم میرے وارث ہو گے اور میں تمہارا وارث ہوں گا' پھر جب اسلام کے احکام آ گئے تو ان کو حکم دیا گیا کہ تم ان کو اپنی وراثت میں سے چھٹا حصہ دے دو' پھر یہ حکم بھی وراثت کے احکام سے منسوخ کر دیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں (دوسرے) مسلمانوں اور مہاجروں کی بہ نسبت آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو۔اور متعدد اسانید سے مفسرین نے کہا ہے کہ یہی تفسیر معتمد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نسخ دو مرتبہ واقع ہوا ہو' پہلی مرتبہ اس وقت جب حلیف اور دوست وارث ہوتا تھا اور اس کے رشتہ دار وارث نہیں ہوتے تھے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں' پھر سب وارث ہوتے تھے' یعنی دوست اور حلیف بھی اور عصبات بھی' پھر جب الاحزاب:٦ نازل ہوئی تو یہ حکم بھی منسوخ کر دیا گیا اور وراثت صرف عصبات اور رشتہ داروں کے ساتھ خاص کر دی گئی' تاہم دوستوں اور حلیفوں کے متعلق وصیت کرنے کا جواز باقی رہا۔(فتح الباری ج ۵ ص ۵۴٦۔۵۴۵' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٨- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ (النساء:٤٠) اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا (النساء:٤٠) کی تفسیر

يَعْنِيْ زِنَةَ ذَرَّةٍ . "مثقال ذرة" کا معنی ہے: ایک ذرہ کے برابر۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں "الذرة" کا لفظ ہے' اس کا واحد "الذر" ہے' اس کا معنی ہے: سرخ رنگ کی چھوٹی چیونٹی۔ثعلب سے سوال کیا گیا کہ "الذرہ" کی کتنی مقدار ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ایک سو سرخ چیونٹیوں کا وزن ایک دانہ کے برابر ہے اور علامہ ابن الاثیر نے کہا کہ ذرہ کا کوئی وزن نہیں ہوتا اور اس سے مراد ہوتا ہے: سورج کی شعاع میں جو غبار کی طرح ذرات دکھائی دیتے ہیں' اس کا معنی ذرہ ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جَو کا وزن ایک دانہ ہے اور ایک دانہ کا وزن چار ذرّات ہیں اور ایک ذرّہ کا وزن چار تل ہیں اور ایک تل کا وزن چار رائی کے دانے ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۲۷)

٤٥٨١- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُنَاسًا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيْرَةِ ضَوْءٌ لَّيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ وَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ضَوْءٌ لَّيْسَ فِيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد العزیز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمر حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیا تم دوپہر کے وقت سورج کو دیکھنے میں تنگ ہوتے ہو' جب اس کے نیچے بادل نہ ہوتے ہوں؟ صحابہ نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم چودھویں رات

Marfat.com

سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تُضَارُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ تَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَّا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْصَابِ اِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ بَرٌّ اَوْ فَاجِرٌ وَّ غُبَّرَاتُ اَهْلِ الْكِتَابِ فَيُدْعَى الْيَهُوْدُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُوْنَ فَقَالُوْا عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ اَلَا تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ اِلَى النَّارِ كَاَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُوْنَ فَكَذٰلِكَ مِثْلَ الْاَوَّلِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ اَتَاهُمْ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فِي اَدْنٰى صُوْرَةٍ مِّنَ الَّتِي رَاَوْهُ فِيْهَا فَيُقَالُ مَاذَا تَنْتَظِرُوْنَ تَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَّا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلٰى اَفْقَرِ مَا كُنَّا اِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِي كُنَّا نَعْبُدُ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَّرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ۔

میں چاند کو دیکھنے سے تنگ ہوتے ہو جب اس میں بادل نہ ہوں؟ صحابہ نے کہا: نہیں! نبی ﷺ نے فرمایا: تم قیامت کے دن اللہ عزوجل کو دیکھنے سے صرف اتنا تنگ ہو گے جتنا تم ان دونوں میں سے کسی ایک کو دیکھنے میں تنگ ہوتے ہو، جب قیامت کا دن ہو گا تو اعلان کرنے والا ایک اعلان کرے گا کہ ہر اُمت اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت کرتی تھی' تو جو لوگ اللہ کے سوا بتوں کی اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے وہ سب دوزخ میں گر جائیں گے اور ان میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا حتیٰ کہ جب ان میں سے صرف وہ بچے گا جو اللہ کی عبادت کرتا تھا خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو اور کچھ اہلِ کتاب باقی بچیں گے' پھر یہود کو بلایا جائے گا' پس ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم عزیر ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے' پس ان سے کہا جائے گا: تم نے جھوٹ بولا' اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ کوئی بیٹا بنایا ہے' پس تم کیا چاہتے ہو؟ پس وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پیاسے ہیں ہمیں پانی پلا دے! پس ان کو اشارہ سے کہا جائے گا: تم وہاں نہیں جاتے' پھر ان سب کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا' گویا کہ وہ چمکتی ہوئی ریت ایک دوسرے کو کاٹ رہی ہو گی' پس وہ دوزخ میں گر جائیں گے' پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا' پس ان سے پوچھا جائے گا: تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم مسیح ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے' تو ان سے کہا جائے گا: تم نے جھوٹ بولا' اللہ تعالیٰ نے کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا' پھر ان سے پوچھا جائے گا: تم کیا چاہتے ہو؟ پھر ان کے ساتھ پہلوں کی طرح معاملہ ہو گا حتیٰ کہ جب لوگوں میں صرف وہ باقی بچیں گے جو صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے' خواہ وہ نیک ہوں یا بدکار تو ان کے پاس رب العالمین اس قریب ترین صورت میں آئے گا' جس صورت میں انہوں نے دیکھا تھا' پھر ان سے کہا جائے گا: اب تمہیں کس چیز کا انتظار ہے' ہر اُمت ان کی پیروی کر چکی ہے جن کی وہ عبادت کرتے تھے' تو وہ کہیں گے: ہم دنیا میں ان لوگوں سے الگ رہے تھے جب کہ ہمیں دنیا میں ان کی زیادہ ضرورت تھی' ہم نے ان کا

Marfat.com

ساتھ نہیں دیا' ہم اب اپنے رب کا انتظار کر رہے ہیں' جس کی ہم
دنیا میں عبادت کرتے تھے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں'
تو وہ دو یا تین مرتبہ کہیں گے: ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں
کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق مذاہب اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے مؤمن بندوں اور کافر بندوں کے درمیان اپنے عدل عظیم سے فیصلہ فرمائے گا اور کسی پر بھی ایک ذرہ کے برابر ظلم نہیں کرے گا۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں نے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کو بیان کیا ہو اور نہ کسی نے انصاف کے ساتھ اس حدیث کی شرح کی ہو' پس ہم اللہ تعالیٰ کے لطف سے اس حدیث کی شرح کرتے ہیں:

آپ نے فرمایا: ہاں! یعنی ہاں تم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھو گے اور اللہ تعالیٰ کا یہ دیدار اس دیدار کے علاوہ ہے جو جنت میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ان کی عزت افزائی کے لیے عطاء فرمائے گا۔

اس حدیث میں معتزلہ' خوارج اور بعض اہلِ بدعت کا رد ہے' جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنا عقلاً محال ہے' ان کا یہ قول صریح خطاء اور قبیح جہل ہے' کتاب' سنت' اجماعِ صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور تقریباً بیس صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی روایت کی ہے' رہا دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا تو وہ ممکن ہے' لیکن جمہور متکلمین وغیرہم نے کہا ہے کہ دنیا میں اللہ کی رؤیت واقع نہیں ہوگی' امام ابوالحسن اشعری کے اس میں دو قول ہیں' ایک قول وقوع کا ہے اور دوسرا قول عدمِ وقوع کا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ تمام متقدمین اور متاخرین علماءِ اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ ہمارے رسول سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا بلا جھجک جاگتے میں دیدار کیا ہے۔

''انصاب'' یہ ''نُصُب'' کی جمع ہے اور یہ وہ پتھر ہے جس کو زمانہ جاہلیت میں لوگ نصب کر دیتے تھے اور اس کو بت قرار دے کر اس کی عبادت کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس کو وہ نصب کرتے تھے اور اس کے اوپر اپنے بتوں کی تعظیم کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔

''بَرًّا وفاجرًا'' بَرّ اس شخص کو کہتے ہیں جو نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت کرے اور اس کی جمع ابرار آتی ہے اور فاجر اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور حرام کام کرے۔

''غُبَّرَاتُ اهل الكتاب'' یہ ''غُبَّر'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: اہلِ کتاب کے بقایا۔

چمکتی ہوئی ریت جو ایک دوسرے کو توڑتی تھی' اسی سے دوزخ کی آگ کو ''حُطَمَة'' کہا گیا ہے اور سراب اس چمکتی ہوئی ریت کو کہتے ہیں جو دوپہر کے وقت دور سے پانی کی طرح دکھائی دیتی ہے۔

ان کا رب ان کے پاس آئے: یعنی ان کا رب ان کے لیے ظاہر ہوگا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ اس کو دیکھیں گے'

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ایک فعل ہے جس کو آنے سے تعبیر فرمایا ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ اس کے فرشتے آئیں گے' قاضی عیاض نے کہا: میرے نزدیک یہی قول زیادہ قوی ہے۔

قریب ترین صورت میں: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ صورت سے مراد صفت ہے' جیسے حدیث میں ہے کہ بے شک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا' یعنی اپنی صفتِ علم پر پیدا کیا۔

یعنی اس صورت میں جس میں وہ پہلے اپنے رب کو دیکھ چکے تھے: اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ایسی صفت میں تجلی فرمائے گا جس صفت میں وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے کسی چیز کے مشابہ نہیں' پس وہ جان لیں گے کہ وہ ان کا رب ہے' پھر وہ کہیں گے: تو ہمارا رب ہے۔

جب کہ ہمیں دنیا میں ان کی زیادہ ضرورت تھی: یعنی ہم نے دنیا میں ان کی پیروی نہیں کی جب کہ ہمیں دنیا میں اس کی زیادہ ضرورت تھی تو آج ہم ان کی پیروی کیسے کریں گے۔

ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بناتے: قیامت کا دن ایمان کے ساتھ مکلف ہونے کا دن نہیں ہے' پھر ان کے اس قول کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لذت حاصل کرنے کے لیے اور اس پر فخر کرنے کے لیے کہیں گے اور اس نعمت کو یاد کرنے کے لیے کہیں گے جو انہوں نے پائی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٣٠۔٢٢٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٩- بَابٌ ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝﴾ (النساء:٤١)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو اس وقت کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسولِ مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ۝ (النساء:٤١) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکی اور اس کی شدت اور اس کی کیفیت کے متعلق خبر دی ہے کہ اس دن کیا حال ہوگا جب ہر اُمت ایک شہید کو' یعنی اپنے نبی کو لے کر آئے گی۔ علامہ زمخشری نے کہا ہے: اس دن یہ یہود اور دیگر کفار کیا کریں گے' جب ہم ہر اُمت کے ساتھ ایسے شہید کو لائیں گے جو ان کے کاموں کے خلاف گواہی دے گا اور وہ ان کا نبی ہوگا' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (المائدہ:١١٧)

(حضرت عیسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے فرمایا:) اور میں ان پر نگہبان تھا جب تک ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے اُٹھالیا تو ان پر تو ہی نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے ۝

نیز قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ (النساء:٤١)

اور (اے رسولِ مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ۝

التلویح میں مذکور ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ ''ان سب پر'' سے مراد کون ہیں؟ علامہ زمخشری نے کہا کہ وہ مکذبین ہیں' مقاتل

Marfat.com

نے کہا: وہ سیدنا محمد ﷺ کی اُمت کے کفار ہیں' اور ابن النقیب کی تفسیر میں ہے کہ وہ آپ کی تمام اُمت ہے' اس صورت میں اس میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ آپ ان کے خلاف گواہی دیں گے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ان کے حق میں گواہی دیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف کفارِ قریش ہیں اور آپ کی شہادت دینے کے متعلق چار قول ہیں: (١) آپ یہ شہادت دیں گے کہ ہر نبی نے اپنی اُمت کو تبلیغ کی ہے' یہ حضرت ابن مسعود' ابن جریج' سُدی اور مقاتل کا قول ہے (٢) ابو العالیہ نے کہا کہ آپ ان کے ایمان کی گواہی دیں گے (٣) آپ ان کے اعمال کی گواہی دیں گے' یہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے (۴) زجاج نے کہا: آپ ان کے حق میں بھی گواہی دیں گے اور ان کے خلاف بھی گواہی دیں گے۔

﴿اَلْمُخْتَالُ﴾ وَالْخَتَّالُ وَاحِدٌ. "المختال" اور "الختال" کا ایک معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ بے شک اللہ مغرور متکبر کو پسند نہیں کرتا۝

(النساء:٣٦)

امام بخاری کی اس تفسیر پر یہ اعتراض ہے کہ "مختال" کا لفظ "الخیلاء" سے ماخوذ ہے' جس کا معنی تکبر ہے' اور "ختال" کا لفظ "الختل" سے ماخوذ ہے' اور اس کا معنی ہے: دھوکا دینے والا اور یہ تکبر کے معنی کے مناسب نہیں ہے' صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے' لیکن الاصیلی کے نسخہ میں مذکور ہے کہ "المختال" اور "الخال" کا معنی ایک ہے اور "الخال" کے متعدد معانی ہیں اور ان میں سے ایک معنی تکبر بھی ہے۔

﴿نَطْمِسَ وُجُوْهًا﴾ (النساء:٤٧) نُسَوِّيْهَا حَتّٰى تَعُوْدَ كَاَقْفَائِهِمْ طَمَسَ الْكِتٰبَ مَحَاهُ. "نطمس وجوها" کا معنی ہے: ہم ان کے چہروں کے نقوش مٹا کر ان کو چپٹا کر دیں گے حتیٰ کہ ان کے چہرے ان کی گدیوں کی طرح سپاٹ ہو جائیں گے' یہ لفظ "طمس الکتاب" سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے: کتاب کو مٹا دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا . (النساء:٤٧) اس سے پہلے کہ ہم بعض چہروں کے نقوش مٹا کر ان کو چپٹا کر دیں۔

امام بخاری نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ کفار کے چہروں میں جو ہونٹ' آنکھ' ناک اور بھنوؤں کے نقوش ہیں' ان کو مٹا کر گدی کی طرح چپٹا کر دیں گے اور امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ "طمس" کے لفظ کا معنی مٹانا بھی آتا ہے۔

﴿بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا﴾ (النساء:٥٥) وُقُوْدًا . "سعیرًا" کا معنی "وقودًا" ہے' یعنی بھڑکتی ہوئی آگ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝ (النساء:٥٥) اور (ان کے لیے) بھڑکتی ہوئی دوزخ کافی ہے۝

امام بخاری کی یہ تفسیر امام ابو عبیدہ کی تفسیر کے مطابق ہے۔

امام بخاری النساء:٤١ کی تفسیر کر رہے ہیں اور ان تعلیقات کا تعلق النساء:٣٦' النساء:٤٧' اور النساء:٥٥ سے ہے' اس وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ یہ تفاسیر اس آیت کی نہیں ہیں' گویا کہ یہ کلام صحیح بخاری کا نسخہ لکھنے والوں نے کیا ہے

Marfat.com

جیسا کہ میں اس پر کئی بار تنبیہ کر چکا ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۴۷)

علامہ بدر الدین عینی' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اکثر کتابت کرنے والے اور لکھنے والے جاہل ہوتے ہیں تو وہ کیسے یہ تفاسیر اپنی طرف سے لکھ سکتے ہیں اور وہ کیسے اپنی عبارات کو اس کتاب میں ملا سکتے ہیں جب کہ بڑے بڑے علماء بھی اس طرح کی تفاسیر اپنی طرف سے نہیں بنا سکتے' لکھنے والے کاتبوں سے یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی لفظ میں تحریف کر دیں یا اصل لفظ کی بجائے کوئی اور لفظ لکھ دیں یا کسی لفظ کو حذف کر دیں' ان کی یہ عادت نہیں ہوتی کہ وہ اصل کتاب میں اپنی طرف سے کوئی عبارت بنا کر لکھ دیں' ہو سکتا ہے کہ بخاری کے بعض روایت کرنے والوں نے یہ تفاسیر لکھ دی ہوں' اور اگر خود امام بخاری نے بھی بغیر غور وفکر کے یہ تفاسیر لکھ دی ہوں تو کوئی بعید نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳۲-۲۳۰)

۴۵۸۲- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَحْيٰى بَعْضُ الْحَدِيْثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَاْ عَلَيَّ قُلْتُ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى بَلَغْتُ ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا ۝﴾ (النساء: ۴۱) قَالَ اَمْسِكْ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔

[اطراف الحدیث: ۵۰۴۹-۵۰۵۰-۵۰۵۵-۵۰۵۶] (صحیح مسلم: ۸۰۰' الرقم المسلسل: ۱۷۵۱' سنن ابوداؤد: ۳۶۶۸' سنن ترمذی: ۳۰۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از سفیان از سلیمان از ابراہیم از عبیدہ از عبد اللہ' یحییٰ نے کہا کہ اس حدیث کا بعض حصہ عمرو بن مرہ سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں (کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ نے بتایا) کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے قرآن مجید پڑھو' میں نے کہا: میں آپ کے سامنے قرآن مجید پڑھوں! حالانکہ آپ ہی پر تو قرآن مجید نازل کیا گیا ہے' آپ نے فرمایا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن مجید سنوں' تو میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء پڑھی' حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا: تو اس وقت کیسا سماں ہو گا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسول مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ۝ (النساء: ۴۱) آپ نے فرمایا: رُک جاؤ! پس اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی فضیلت اور دوسروں سے قرآن سننے کی حکمت اور آپ کے رونے کی وجوہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے شخص سے قرآن سننے میں تدبر اور تفہم زیادہ ہوتا ہے' اس کی بہ نسبت انسان خود پڑھے تو اس میں اتنا غور وخوض نہیں کرتا اور اس حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی واضح فضیلت ہے اور تفسیر عبد میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ نے یہ آیت پڑھی تو سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ اس طرح قرآن پڑھے جس طرح قرآن نازل ہوا ہے تو وہ ابن اُم عبد کی قراءت کے مطابق قرآن مجید پڑھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ کو سن کر روئے اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' اس کی کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) شہادت ادا کرنے کے لیے اور جس کے خلاف شہادت دی گئی ہو' اس پر حکم لگانے کے لیے' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شاہد کے

Marfat.com

قول کی بناء پر ہو اور جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود ہی شاہد ہیں اور آپ خود ہی شفاعت کرنے والے ہیں تو آپ ان لوگوں پر افسوس کرتے ہوئے روئے جنہوں نے اپنی جان پر ظلم اور زیادتی کی ہے (۲) یہ آیت کریمہ میدان حشر کی ہولناکی اور شدت کو متضمن ہے جب انبیاء علیہم السلام کو ان کی اُمتوں پر گواہ بنا کر لایا جائے گا اور وہ اپنے نبیوں کی تکذیب کریں گے اور آپ ان نبیوں کی تصدیق کریں گے (۳) آپ اس خوشی سے روئے کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی شہادت قبول ہوگی اور آپ اپنی اُمت کی تصدیق کریں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ کے اوپر بہت بڑا انعام ہے۔

١٠ - بَابٌ قَوْلُهُ ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾ (النساء:٤٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کر کے آئے ۰ (النساء:۴۳) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت اس طرح ہے:

وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ ؕ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۞ (النساء:۴۳)

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو' پھر تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کرلو' سو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر مسح کرو' بے شک اللہ نہایت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے ۰

﴿صَعِيْدًا﴾ (النساء:٤٣) وَجْهَ الْأَرْضِ.

''صعیدًا'' کا معنی ہے: زمین کی ظاہری سطح۔

وَقَالَ جَابِرٌ كَانَتِ الطَّوَاغِيْتُ الَّتِيْ يَتَحَاكَمُوْنَ إِلَيْهَا فِيْ جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ وَفِيْ أَسْلَمَ وَاحِدٌ وَّفِيْ كُلِّ حَيٍّ وَاحِدٌ كُهَّانٌ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ وَقَالَ عُمَرُ ﴿اَلْجِبْتُ﴾ السِّحْرُ ﴿وَالطَّاغُوْتُ﴾ الشَّيْطَانُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿الْجِبْتُ﴾ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ شَيْطَانٌ ﴿وَالطَّاغُوْتُ﴾ الْكَاهِنُ.

اور حضرت جابر نے بتایا: جن طواغیت کی طرف کفار اپنے مقدمات فیصلہ کے لیے لے جاتے تھے' ان میں سے ایک طاغوت قبیلۂ جہینہ میں تھا اور ایک طاغوت قبیلۂ اسلم میں تھا اور ہر قبیلہ میں ایسا ایک طاغوت ہوتا تھا' یہ وہی کاہن تھے جن پر شیطان خبریں نازل کرتا تھا۔ حضرت عمر نے کہا: ''الجبت'' سے مراد جادو ہے اور طاغوت سے مراد شیطان ہے اور عکرمہ نے کہا: حبشی زبان میں ''جِبت'' کا معنی شیطان ہے اور ''الطاغوت'' کا معنی کاہن ہے۔

امام بخاری کی تعلیقات کے ماخذ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''صعیدًا'' (النساء:۴۳) کا معنی زمین کی ظاہری سطح ہے۔

علامہ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ یہ ابوعبیدہ کا قول ہے اور حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ ''صعیدًا'' کا معنی کھیت ہے اور زمین میں کھیتی کرنا۔ (مصنف عبدالرزاق:۸۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۴۸' سنن کبریٰ ج ۱ص ۲۱۴)

امام بخاری نے حضرت جابر کی جو روایت ذکر کی ہے اس کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔
(تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۹۷۶)

حضرت عمر اور عکرمہ نے جو بیان کیا ہے کہ طاغوت کا معنی شیطان ہے یہ النساء: ۵۱ کی تفسیر ہے۔ اس کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ جس کی بھی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے وہ طاغوت ہے اور حضرت ابن عباس نے کہا: یہ یہودیوں میں سے دو مرد ہیں: کعب بن الاشرف اور حیی بن اخطب۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۳۵ تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۹۷۵)

سیبویہ نے کہا ہے کہ طاغوت اسم واحد مؤنث ہے اور ابو العباس محمد بن یزید نے کہا: میرے نزدیک طاغوت ایک جماعت ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۳۱-۲۳۰ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

النساء: ۴۳ کی تفسیر اور مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''مرضی''، ''مریض'' کی جمع ہے اور اس سے وہ مریض مراد ہے جس کو پانی استعمال کرنے سے ضرر ہوتا ہے جیسے کسی شخص کو چیچک ہو یا اس کے اعضاء وضو پر زخم ہو اور پانی کے استعمال سے اس کو ضرر ہو یہ فقہاء کی جماعت کا قول ہے اس کے برخلاف عطاء اور حسن بصری نے کہا ہے: وہ بھی تیمم نہ کرے جب کہ پانی موجود ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم پانی نہ پاؤ۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا تم سفر پر ہو اور سفر تیمم کے جواز کی شرط نہیں ہے تیمم کے جواز کی شرط ہے: پانی کا نہ ہونا اور سفر کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ عموماً سفر میں پانی نہیں ہوتا پھر فرمایا: یا تم میں سے کوئی شخص ''الغائط'' سے آیا ہو ''الغائط'' کا معنی ہے: زمین میں گڑھا اور عرب کے دیہاتی لوگ زمین کے گڑھے میں قضاء حاجت کرتے تھے اور غائط کے لفظ سے حدث کا کنایہ ہے۔

حضرت جابر نے کہا کہ جن طواغیت کی طرف کفار فیصلہ کے لیے اپنے مقدمات پیش کرتے تھے ان میں سے ایک جہینہ بھی تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ ۔ (النساء: ۶۰)
اور وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مقدمات طاغوت کے پاس لے جائیں۔

الطاغوت اور کاہن کا معنی

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ الطاغوت جمع بھی ہے اور واحد بھی ہے اور علامہ جوہری نے کہا ہے کہ طاغوت طغی سے ماخوذ ہے

علامہ عینی فرماتے ہیں: کاہن اور شیطان اور وہ شخص جو گمراہی کا سردار ہو وہ طاغوت ہے۔

''کُھّان'' یہ کاہن کی جمع ہے کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جس پر شیطان حاوی ہو کر اس کو مستقبل کی خبریں بتاتا ہے اور کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل کی خبریں بتاتا ہے اور اسرار کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے۔

حضرت عمر نے کہا ہے کہ جبت کا معنی سحر ہے اور طاغوت شیطان ہے: امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ ۔ (النساء: ۵۱)
کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں آسمانی کتاب سے حصہ دیا گیا وہ بت اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں۔

Marfat.com

آیا قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ کا وقوع ہے یا نہیں؟

امام طبری نے اپنی تفسیر میں یہ اختیار کیا ہے کہ جبت اور طاغوت کا مصداق ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی گئی ہو' خواہ وہ بت ہو' شیطان ہو یا آدمی ہو' پس اس میں ساحر اور کاہن داخل ہیں' نیز امام طبری نے سندِ صحیح کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا: جبت کا معنی حبشی زبان میں ساحر ہے اور طاغوت کا معنی کاہن ہے اور یہ تفسیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ بھی مذکور ہیں اور اس میں اختلاف کیا گیا ہے' پس امام شافعی اور ابوعبیدہ نے قرآن مجید میں اس کے وقوع کا انکار کیا ہے اور جو ایسے الفاظ ہیں وہ توارد لغتین پر محمول ہیں' یعنی وہ لفظ لغتِ عربی میں بھی ہے اور دوسری لغت مثلاً حبشی' فارسی اور ہندی میں بھی ہے اور دوسرے علماء نے غیر عربی الفاظ کے قرآن مجید میں ذکر کو جائز قرار دیا ہے اور ابن حاجب کا یہی مختار ہے' انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید میں اسماء واعلام یعنی ابراہیم وغیرہ کا ذکر ہے اور کہا گیا ہے کہ اس قسم کے الفاظ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ان کی تعداد پچیس ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) سلسبیل (۲) کورت (۳) روم (۴) طوبیٰ (۵) سجیل (۶) کافور (۷) زنجبیل (۸) مشکاۃ (۹) سرادق (۱۰) استبرق (۱۱) صلوٰت (۱۲) سندس (۱۳) طور (۱۴) قراطیس (۱۵) ربانیین (۱۶) غساق (۱۷) دینار (۱۸) قسطاس (۱۹) قسورہ (۲۰) الیم (۲۱) ناشئۃ (۲۲) کفلین (۲۳) مقالید (۲۴) فردوس (۲۵) تنور۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳۴۔۲۳۳)

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے: بے شک ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ (یوسف: ۲) یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ ہیں' کیونکہ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو عربی اسلوب پر نازل کیا' دوسرا محمل یہ ہے کہ یہ الفاظ لغات متداخلہ میں سے ہیں' یعنی عربی زبان میں بھی ہیں اور دوسری زبان میں بھی ہیں۔

٤٥٨٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ هَلَكَتْ قِلَادَةٌ لِاَسْمَاءَ فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَلَبِهَا رِجَالًا فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَلَيْسُوْا عَلٰى وُضُوْءٍ وَّلَمْ يَجِدُوْا مَاءً فَصَلَّوْا وَهُمْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ يَعْنِيْ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ (ان سے) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش میں مردوں کو بھیجا' پس (فجر کی) نماز کا وقت آ گیا اور لوگوں کا وضو نہیں تھا اور ان کو پانی نہیں ملا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت کو نازل فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴ میں گزر چکی ہے' واضح رہے کہ تیمم کا معنی ہے: پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے پاک مٹی سے طہارت کا قصد کرنا۔

میں کہتا ہوں: امام بخاری نے یہ باب النساء: ۴۳ کی تفسیر میں لکھا ہے اور اس میں النساء: ۶۰' اور النساء: ۵۱ کی تفسیر سے متعلق آیات ذکر کی ہیں' اب یا تو حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرح یہ کہا جائے گا کہ یہ لکھنے والوں اور کاتبوں کی غلطی ہے یا علامہ عینی کی طرح یہ کہا جائے گا کہ یہ خود امام بخاری کا تسامح ہے اور انہوں نے بغیر غور وفکر کے النساء: ۴۳ کی تفسیر میں دوسری آیات کی تفاسیر ذکر کر دیں۔

Marfat.com

۱۱- بَابٌ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء:۵۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبان امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) (النساء:۵۹) کی تفسیر

ذَوِی الْاَمْرِ

ذَوِی الْاَمْرِ کا معنی ہے: صاحبانِ حکومت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الواحدی نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت عمار کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ جب انہوں نے حضرت خالد کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ دی تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا کہ امیر کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہ دیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳۵۔۲۳۴)

٤٥٨٤- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء:۵۹) قَالَ نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ اِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ.

(صحیح مسلم: ۱۸۳۴، الرقم المسلسل: ۴۶۳۹، سنن ابوداؤد: ۲۶۲۴، سنن ترمذی: ۱۶۷۲، سنن نسائی: ۴۱۹۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن محمد نے خبر دی از ابن جریج از یعلیٰ بن مسلم از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) (النساء:۵۹) یہ ارشاد حضرت عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک لشکر میں بہ طور امیر روانہ کیا تھا۔

اولوالامر کی تعریف اور مصداق میں مختلف اقوال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اولوالامر کی تفسیر میں اختلاف ہے' امام بخاری نے اس کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد صاحبانِ حکم ہیں' حضرت جابر نے کہا: اس سے مراد ہے: اہل الفقہ اور اہل العلم۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۵۱)

اور حضرت ابوہریرہ نے کہا: اس سے مراد ہے: لشکروں کے اُمراء۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۵۱)

عکرمہ نے کہا: اس کا مصداق حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۵۳)

ایک قول ہے: اس کا مصداق حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں۔

اور یہ تمام تفاسیر ایک تفسیر کی طرح رجوع کرتی ہیں' کیونکہ لشکروں کے اُمراء علماء ہوتے ہیں اور لشکر کا امیر اسی کو مقرر کیا جاتا ہے جو عالم ہو اور حضرت صدیق اور فاروق اعظم بہت بڑے عالم تھے' اسی طرح باقی لوگ ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ تمام صحابہ اولوالامر ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تابعین بھی اولوالامر ہیں اور عطاء نے کہا کہ مہاجرین اور انصار اولوالامر ہیں۔ (تفسیر بغوی ج ۲ ص ۲۴۱)

اور ابن کیسان نے کہا کہ وہ ارباب عقول جو لوگوں کے معاملات کا انتظام کرتے ہیں' وہ اولوالامر ہیں اور امام مالک کا مختار یہ ہے کہ وہ اہلِ علم اور اہلِ قرآن ہیں۔ (احکام القرآن لابن العربی ج ۱ ص ۴۵۲۔۴۵۱)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ (النساء:۸۳)

اور اگر یہ اس خبر کو رسول کی طرف پہنچا دیتے۔

Marfat.com

اور ''امر'' سے مراد قرآن ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ط (الطلاق:۵) یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۳۳-۲۳۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مختلف فیہ معاملات کو کتاب اور سنت کی طرف راجع کرنا ضروری ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت عبداللہ بن حذافہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت عبداللہ ایک لشکر کے امیر تھے' وہ کسی بات پر غضب ناک ہوئے اور انہوں نے آگ جلوائی اور کہا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ تو لشکر کے بعض لوگ رک گئے اور بعض لوگوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا' جب اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اطاعت صرف نیک کام میں کی جاتی ہے۔ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ اگر یہ آیت یعنی ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو'' اس قصہ سے پہلے نازل ہوئی ہے تو صرف حضرت عبداللہ بن حذافہ کو اطاعت کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا ہے اور اگر اس قصہ کے بعد نازل ہوئی ہے تو ان سے کہا گیا تھا کہ اطاعت صرف نیک کام میں کی جاتی ہے' اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے قصہ کے متعلق درج ذیل آیت نازل ہوئی ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔ (النساء:۵۹) پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس لشکر کے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ امیر تھے' اس لشکر کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کے حکم کو ماننے میں اختلاف کیا کہ وہ آگ میں داخل ہوں یا نہ ہوں' تو اس وقت اس لشکر کے لوگوں کو چاہیے تھا کہ وہ اس معاملہ کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو' یعنی اس معاملہ کو کتاب اور سنت کی طرف لوٹاؤ' یہ متقدمین میں سے مجاہد وغیرہ کا قول ہے اور یہ اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ ہر وہ معاملہ جس میں لوگوں کا اختلاف ہو' خواہ وہ معاملہ اصولِ دین سے ہو یا فروعِ دین سے ہو' اس معاملہ کو کتاب اور سنت کی طرف لوٹا دیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ط (الشوریٰ:۱۰) اور وہ معاملہ جس میں تم کچھ بھی اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے۔

پس جس چیز کا اللہ کی کتاب نے اور اس کے رسول کی سنت نے حکم دیا ہے' تو وہی حق ہے اور حق کے بعد باطل کے سوا اور کیا رہ جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳۶-۲۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ لوگوں پر لازم ہے کہ جب ان کا کسی معاملہ میں اختلاف ہو تو وہ اس کو اپنے زمانے کے صاحبانِ علم اور اصحابِ فتویٰ کے سامنے پیش کریں اور ان سے اس مسئلہ کا حل معلوم کریں اور اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ حضرات کو چاہیے کہ وہ اس مسئلہ کا حل پہلے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے تلاش کریں اور اگر وہاں انہیں اس مسئلہ کے متعلق کوئی تصریح نہ ملے تو پھر صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے اقوال اور ان کے تعامل میں اس مسئلہ کا حل تلاش کریں اور جب وہاں بھی اس کی تصریح نہ ملے تو پھر فقہاء احناف کی کتابوں میں اس مسئلہ کا حل تلاش کریں۔

Marfat.com

١٢- بَابٌ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو (اے رسول مکرم!) یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں (النساء:٦٥) کی تفسیر

اللہ عزوجل نے اپنی ذاتِ کریمہ مقدسہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے تمام معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہراً اور باطناً حاکم نہ مان لے اور آپ کی اطاعت کرنا اس کے اوپر واجب ہے۔

٤٥٨٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فِيْ شَرِيْجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِيْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ حِيْنَ أَحْفَظَهُ الْأَنْصَارِيُّ كَانَ أَشَارَ عَلَيْهِمَا بِأَمْرٍ لَّهُمَا فِيْهِ سَعَةٌ قَالَ الزُّبَيْرُ فَمَا أَحْسِبُ هٰذِهِ الْآيَاتِ إِلَّا نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٥٦).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از عروہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا انصار کے ایک مرد سے جھگڑا ہوا کہ سیاہ پتھریلی زمین کے نالے سے (کون پہلے اپنے باغ میں پانی دے گا) پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! (پہلے تم پانی لو)' پھر پانی تم اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' پس انصاری نے کہا: یارسول اللہ! کیونکہ یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں! پس آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ دیواروں کی طرف لوٹ جائے' پھر وہ پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کے لیے اپنے صریح حکم سے اپنا حق پورا کر دیا' جب انصاری نے آپ کو غضب ناک کیا' آپ نے ان دونوں کی طرف ایسے حکم کا اشارہ کیا تھا جس میں دونوں کے لیے گنجائش تھی' حضرت زبیر نے کہا: میں یہی گمان کرتا ہوں کہ یہ آیت اس معاملہ میں نازل ہوئی ہے: تو (اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ (النساء:٦٥)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٦٠ میں گزر چکی ہے' تاہم چند اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

''شریج'' اس کا معنی ہے: پانی کے بہنے کی جگہ' اور ''الحرہ'' کا معنی ہے: سیاہ پتھریلی زمین۔

کیونکہ وہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں: حضرت زبیر آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے' اس انصاری کا

Marfat.com

مطلب یہ تھا کہ چونکہ حضرت زبیر آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں اس لیے آپ نے ان کے لیے پہلے پانی دینے کا فیصلہ کیا۔
آپ نے ان دونوں کی طرف اشارہ کیا تھا: یعنی رسول اللہ ﷺ نے ابتداء میں ایسا فیصلہ فرمایا تھا جس میں حضرت زبیر اور اس انصاری دونوں کے لیے گنجائش تھی' آپ نے بہ طورِ مصالحت توسعاً یہ فیصلہ کیا تھا' پھر جب اس انصاری نے اس فیصلہ کو قبول نہیں کیا تو آپ نے حضرت زبیر کے لیے وہ فیصلہ کیا جو ان کا حق تھا۔

١٣- بَابٌ ﴿فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ﴾ (النساء:٦٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء ہیں (النساء:٦٩) کی تفسیر

٤٥٨٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ إِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَانَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ أَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيدَةٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ ﴿مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ﴾ (النساء: ٦٩) فَعَلِمْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نبی کو بھی بیمار کیا جاتا ہے اس کو دنیا اور آخرت کا اختیار دیا جاتا ہے' اور نبی ﷺ اپنی اس بیماری میں جس میں آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی تھی' اس میں آپ کی آواز بہت زیادہ بھاری ہو گئی تھی تو میں نے آپ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا: تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں۔ (النساء:٦٩) تب میں نے جان لیا آپ کو اختیار دے دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳۵ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کی شرح میں بعض دیگر روایات بیان کی جا رہی ہیں:

النساء: ٦٥ کے شانِ نزول میں متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ دنیا میں ہمارے ساتھ ہیں اور قیامت کے دن آپ کی فضیلت کی وجہ سے آپ کا درجہ بلند ہوگا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ ۔ (النساء:٦٩)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔

تب آپ نے ان لوگوں کو بتلایا کہ اونچے درجات والے نیچے درجات والوں کے پاس آ جائیں گے' تا کہ وہ سب مل کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کریں۔ (تفسیر مقاتل سورۃ النساء:٦٩)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ثوبان نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو جنت میں بلند درجات پر ہوں گے اور ہم پتا

Marfat.com

نہیں کہاں ہوں گے تو ہم آپ کو کیسے دیکھ سکیں گے۔ (المعجم الاوسط:۴۷۷)

الواحدی نے مسروق سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں یہ نہیں چاہیے کہ ہم دنیا میں آپ سے جدا ہوں' کیونکہ جب آپ ہم سے جدا ہوں گے تو آپ بہت اونچے درجہ پر ہوں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص ۱۷۰۔۱۶۹)

اور مقاتل نے کہا: یہ آیت انصار کے ایک مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کا نام عبداللہ بن زید بن عبد ربہ تھا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: جب ہم آپ کے پاس سے نکل کر اپنے گھر والوں کے پاس جاتے ہیں تو ہم آپ کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں' پس جب ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے تو پھر آپ کی زیارت کیسے کریں گے' تو یہ آیت نازل ہوئی' پھر جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور وہ اس وقت اپنے باغ میں تھے تو ان کی والدہ نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر دی تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے اندھا کر دے تا کہ میں اپنے حبیب کے بعد کبھی بھی کسی اور چیز کو نہ دیکھوں' سو وہ اسی وقت نابینا ہو گئے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں آپ کے ساتھ کر دیا۔

(تفسیر ابن جریر ج ۴ ص ۱۶۷۔۱۶۶' معانی القرآن للنحاس ج ۲ ص ۱۳۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۳۶۔۲۳۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

١٤- بَابُ قَوْلُهُ ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔اِلَى ۔ الظَّالِمِ اَهْلُهَا﴾ (النساء:٧٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے' (یہ آیت یہاں تک ہے:) جس کے رہنے والے ظالم ہیں (النساء:۷۵) کی تفسیر

النساء:۷۵ کی تفسیر کے متعلق متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

زہری نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں کے دفاع میں تم کیوں نہیں قتال کرتے؟ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۷۲)

المبرد نے کہا ہے کہ یہ بھی جائز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق صرف کمزور مردوں اور عورتوں کے ساتھ ہو اور مجاہد نے کہا ہے کہ مکہ کے کمزور مؤمنین کی طرف سے اس آیت میں قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۳۲۸)

قتادہ نے کہا کہ وہ بستی جس کے رہنے والے ظالم ہیں اس بستی سے مراد مکہ ہے' وہاں مرد' عورتیں اور بچے تھے تو رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ اللہ کی راہ میں ان ظالموں سے قتال کر کے ان کمزور عورتوں اور بچوں کو چھڑا لیں۔ یہ تفسیر حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اس کا امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۱۰۰۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۳۸۔۲۳۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مسلمانوں کو کفار مکہ سے لڑنے کی ترغیب دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں پوری آیت ذکر نہیں کی ہے' پوری آیت درج ذیل ہے:

وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ○ (النساء:۷۵)

اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ بعض کمزور مرد عورتیں اور بچے یہ دعا کر رہے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی کارساز بنادے اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنادے○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو اپنی راہ میں جہاد کی ترغیب دی ہے اور مکہ میں جو مسلمان مرد عورتیں اور بچے ظالم مشرکین کے ظلم کا شکار تھے ان کو ان ظالموں سے چھڑانے کی ترغیب دی ہے اور اس بستی سے مراد مکہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳۸۔۲۳۷)

٤٥٨٧- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاُمِّيْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبیداللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بتایا کہ میں اور میری ماں کمزور لوگوں میں سے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۵۷ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابن عباس کی ماں اور ان کے والد حضرت عباس کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میری ماں: حضرت ابن عباس کی ماں کا نام لبابہ بنت الحارث الہلالیہ ہے' ان کی کنیت اُم الفضل ہے' یہ اُم المؤمنین حضرت میمونہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہن ہیں اور یہ وہ پہلی عورت ہیں جو حضرت اُم المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لائی تھیں۔

کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے تھے: حضرت ابن عباس نے اس جملہ سے اس آیت کی حکایت کرنے کا ارادہ کیا ہے ورنہ وہ بچوں میں سے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کی ماں مکہ میں ان کمزوروں میں سے تھے' (حضرت) عباس کو غزوۂ بدر میں قید کر لیا گیا تھا' ان کو مشرکین جبراً مسلمانوں سے لڑنے کے لیے لائے تھے۔ حافظ ابن عمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت عباس فتح خیبر سے پہلے اسلام لے آئے تھے لیکن وہ اپنا اسلام مخفی رکھتے تھے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر میں فرمایا تھا کہ تم میں سے جس شخص کا عباس سے مقابلہ ہو وہ اس کو قتل نہ کرے کیونکہ وہ جبراً لایا گیا ہے اور جب حضرت ابن عباس اپنی ماں کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے اس وقت وہ کم سن تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳۸)

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس کے والد عباس اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اور ان کی ماں اسلام لا چکی تھیں اور وہ اپنی ماں کے ساتھ تین سال کی عمر میں ہجرت کر کے مدینہ آئے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچہ اپنے ماں باپ میں سے اس کے تابع ہوتا ہے جو مسلمان ہو' یہ فائدہ علامہ ابن الملقن اور علامہ ابن حجر دونوں نے لکھا ہے' اور علامہ عینی سے یہ فائدہ لکھنے سے رہ گیا۔

٤٥٨٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے

Marfat.com

زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ تَلَا ﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ﴾ (النساء:٩٨) قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاُمِّيْ مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ .

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے یہ آیت تلاوت کی: مگر جو (واقعی) کمزور ہوں مردوں' عورتوں اور بچوں میں سے۔ (النساء:٩٨) حضرت ابن عباس نے کہا: میں اور میری ماں ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہجرت سے معذور قرار دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٥٧ میں گزر چکی ہے۔

ان لوگوں کا بیان جو نہ مسلمانوں کے موافق تھے اور نہ مخالف لیکن مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے ان کے دل تنگ ہوتے تھے

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿حَصِرَتْ﴾ (النساء:٩٠) ضَاقَتْ .

حضرت ابن عباس سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ ''حصرت'' کا معنی ہے: وہ تنگ دل ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ ۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ . (النساء:٩٠)

ماسوا اس کے کہ وہ اس قوم تک پہنچ جائیں جس (قوم) کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تمہارے ساتھ لڑنے سے ان کے دل تنگ آ چکے ہوں۔

اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے موصولاً روایت کی ہے اور حسن بصری نے اس کو ''اُحْصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ'' (یعنی ان کے دل تنگ کر دیئے گئے ہیں) پڑھا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس صورت میں یہ ایک خبر کے ساتھ دوسری خبر ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۵۱)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور اصل عبارت یوں ہے: یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے دل تنگ ہوں۔ علامہ زمخشری نے اس کو محذوف کی صفت قرار دیا ہے' یعنی تمہارے پاس ایسی قوم آئے جن کے دل تنگ ہو چکے ہوں۔ امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ہلال بن عویمر اسلمی کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس کے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ تھا' اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ کیا تو اس نے مسلمانوں سے لڑنے کو مکروہ جانا اور اپنی قوم سے لڑنے کو بھی مکروہ جانا۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں جن لوگوں کے ساتھ لڑنے کا استثناء کیا گیا ہے' یہ وہ لوگ ہیں جو دشمن کی صفوں میں اس حال میں آتے تھے کہ ان کے دل تم سے لڑنے سے تنگ ہوتے تھے اور ان کے لیے یہ بھی آسان نہیں تھا کہ وہ تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑیں' بلکہ یہ وہ لوگ تھے جو نہ تمہارے موافق تھے اور نہ تمہارے مخالف تھے۔

﴿تَلْوُوْا﴾ (النساء:١٣٥) اَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ .

تم اپنی زبانوں کو موڑ کر گواہی میں ہیر پھیر کرو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ

اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور

Marfat.com

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (النساء:۱۳۵)

اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ‘ خواہ (یہ گواہی) تمہارے خلاف ہو یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے‘ (فریق معاملہ) خواہ امیر ہو یا غریب‘ اللہ ان کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے‘ لہٰذا تم خواہش کی پیروی کر کے عدل سے روگردانی نہ کرو‘ اور اگر تم نے گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے○

امام بخاری نے جو تفسیر کی ہے‘ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے‘ امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ تم گواہی دیتے وقت اپنی زبانوں کو موڑ کر ہیر پھیر کرو یا گواہی سے اعراض کرو‘ یہ ممنوع ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿الْمُرَاغَمُ﴾ الْمُهَاجَرُ رَاغَمْتُ هَاجَرْتُ قَوْمِيْ .

اور حضرت ابن عباس کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ ”المراغم“ کا معنی ہے: ”المهاجر“ اور ”راغمت“ کا معنی ہے: میں نے اپنی قوم سے ہجرت کی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ (النساء:۱۰۰)

اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور وسعت پائے گا۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس کے غیر سے امام ابو عبیدہ کا ارادہ کیا ہے کیونکہ امام ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ ”المراغم“ اور ”المهاجر“ واحد ہیں۔ علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ ”مراغم“ کا معنی اور ”راغمت قومی“ کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص اپنی قوم کی بدسلوکی کی وجہ سے ان کی ناکوں کو خاک میں لتھیڑتا ہوا ان سے علیحدہ ہو گیا اور مجاہد نے کہا ہے: ”مراغمًا“ کا معنی ہے: اپنی ناپسندیدہ چیزوں کو اور لوگوں کو چھوڑتا ہوا۔

﴿مَوْقُوْتًا﴾ (النساء:۱۰۳) مُوَقَّتًا وَقَّتَهُ عَلَيْهِمْ .

”موقوتًا“ کا معنی ہے: مقررہ وقت ”وقته عليهم“ کا معنی ہے: ان پر کسی کام کا وقت مقرر کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○ (النساء:۱۰۳)

بے شک ایمان والوں پر نماز وقتِ مقرر میں فرض کی گئی ہے○

امام بخاری نے یہ تفسیر بھی امام ابو عبیدہ سے نقل کی ہے۔

١٥- بَابٌ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا﴾ (النساء:۸۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقوں کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں حالانکہ اللہ نے ان (منافقوں) کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اوندھا کر دیا ہے (النساء:۸۸) کی تفسیر

Marfat.com

النساء:۸۸ کے شانِ نزول میں متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ قوم ہے جو غزوۂ اُحد میں عین لڑائی کے وقت مسلمانوں کے لشکر سے نکل گئی تھی اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد وہ قوم ہے جو اسلام لائی' پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکہ جانے کی اجازت لی تاکہ وہ اپنا ضائع شدہ مال حاصل کرلیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے ان کے متعلق دو فرقے ہو گئے' ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ وہ منافق ہیں اور دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ وہ مؤمن ہیں' حتیٰ کہ قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ وہ منافق ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۹۴)

اور امام ترمذی نے یہ روایت کی ہے کہ اسلام کی بستیوں میں سے یہ آخری بستی ہے جو مدینہ کو ویران کرے گی۔

(سنن ترمذی: ۳۹۱۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۴۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَدَّدَهُمْ ﴿فِئَةٌ﴾ جَمَاعَةٌ .

حضرت ابن عباس نے کہا: ''بددھم'' کا معنی ہے: ان کو متفرق کر دیا اور ''فئۃ'' کا معنی ہے: جماعت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ط (النساء:۸۸)

اور اللہ نے ان (منافقوں) کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اوندھا کر دیا ہے۔

حضرت ابن عباس نے یہ ارادہ کیا کہ یہ بتائیں کہ ''ارکسھم'' کی تفسیر ''بددھم'' ہے' یعنی ان کو متفرق کر دیا۔ اور امام بخاری نے بتایا کہ ''فئۃ'' کا معنی جماعت ہے' یعنی اس آیت میں ''فئتین'' کا جو لفظ ہے' وہ ''فئۃ'' کا تثنیہ ہے' قرآن مجید میں درج ذیل آیت میں ''فئۃ'' کا لفظ جماعت کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۔ (البقرہ:۲۴۹)

بہت سی قلیل جماعتیں غالب آ گئیں کثیر جماعتوں پر۔

٤٥٨٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اُحُدٍ وَّكَانَ النَّاسُ فِيْهِمْ فِرْقَتَيْنِ فَرِيْقٌ يَّقُوْلُ اقْتُلْهُمْ وَفَرِيْقٌ يَّقُوْلُ لَا فَنَزَلَتْ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ وَقَالَ اِنَّهَا طَيْبَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر اور عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی از عبد اللہ بن یزید از زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں۔ (النساء: ۸۸) کی تفسیر میں کہا کہ غزوۂ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگ واپس چلے گئے اور صحابہ کی ان کے متعلق دو آراء ہو گئیں اور ایک فریق کہتا تھا: ان کو قتل کر دو' اور دوسرا فریق کہتا تھا: نہیں! تو یہ آیت نازل ہوئی: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں۔ (النساء:۸۸) اور انہوں نے کہا کہ مدینہ طیبہ ہے' یہ میل کچیل کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے چاندی زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۸۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض تفاصیل بیان کی جا رہی ہیں:

آیت مذکورہ میں مذکورہ منافقین کے مصداق کے متعلق مختلف روایات

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن عبداللہ بن اُبی ابن سلول اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر اسلام سے نکل گئے۔

طیبہ: یہ مدینۃ النبی کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

العوفی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت مکہ میں رہنے والے ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور مشرکین کی مدد کرتے تھے' وہ کسی کام سے مکہ سے نکلے' انہوں نے کہا: اگر ہماری اصحاب محمد سے ملاقات ہوئی تو ہمیں ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے اور جب مؤمنین کو یہ خبر پہنچی کہ وہ مکہ سے نکل گئے ہیں تو ان کی ایک جماعت نے کہا: ان خبیثوں کا پیچھا کرو اور ان کو قتل کر دو کیونکہ یہ تمہارے خلاف تمہارے دشمنوں کی مدد کرتے تھے اور مؤمنین کی دوسری جماعت نے کہا: کیا تم ان لوگوں کو قتل کرو گے جو تمہاری طرح کلمہ پڑھ چکے ہیں' صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی اور اپنے گھروں کو نہیں چھوڑا' کیا تم ان کے خون اور ان کے مال کو مباح قرار دو گے تو اس طرح مسلمانوں کی ان کے متعلق دو جماعتیں ہو گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس موجود تھے اور کسی فریق کو منع نہیں کیا' تب یہ آیت نازل ہوئی: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں۔ (النساء:۸۸)

اس حدیث کی امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے اور زید بن اسلم نے ابن سعد بن معاذ سے یہ روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر عبداللہ بن اُبی کے متعلق اپنی اہلیہ پر تہمت کے معاملہ میں عذر پیش کیا تو اوس اور خزرج آپس میں لڑ پڑے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۴۱۔۲۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦- بَابٌ ﴿وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ﴾ (النساء:۸۳) أَيْ أَفْشَوْهُ.

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی تو یہ اس کو پھیلا دیتے ہیں یعنی اس خبر کو افشاء کر دیتے ہیں (النساء:۸۳) کی تفسیر

النساء:۸۳ کی تفسیر کا خلاصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ زمخشری نے کہا ہے: جب ان کے پاس کمزور مسلمان آتے جن کے پاس حالات کی خبر نہیں تھی اور نہ انہوں نے معاملات کی چھان بین کی تھی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکروں کی امن اور سلامتی کی یا خوف اور شکست کی خبر کو پھیلا دیتے اور ان کا یہ پھیلانا فساد کی نیت سے تھا اور اگر وہ اس خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا بڑے بڑے صحابہ کی طرف پہنچا دیتے جو حالات کا تجزیہ کر سکتے تھے تو وہ اپنی ذہانت سے اور تدبر سے اور تجربہ سے اور دشمن کی چالوں کو سمجھنے کی مہارت سے اس خبر کی کوئی نہ کوئی تدبیر نکال لیتے۔

﴿يَسْتَنْبِطُونَهُ﴾ (النساء:۸۳) يَسْتَخْرِجُونَهُ. "یستنبطونہ" اس کا معنی ہے کہ وہ اس مسئلہ کا کوئی حل نکال لیتے ہیں۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں 'استنباط' کا معنی ہے: استخراج اور نکالنا' جیسے جب کنویں سے پانی نکالا جائے

Marfat.com

کہا جاتا ہے: ''استنبط الماء'' یعنی پانی نکال لیا گیا۔

﴿حَسِيبًا﴾ (النساء:٨٦) كَافِيًا . ''حسیبًا'' اس کا معنی ہے: ''کافیًا''۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ○ (النساء:٨٦) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے کے لیے کافی ہے ○

﴿اِلَّا اِنٰثًا﴾ (النساء:١١٧) يَعْنِي الْمَوَاتَ حَجَرًا اَوْ مَدَرًا وَّمَا اَشْبَهَهُ . ''الا انـاثـا'' اس کا معنی ہے: بے جان چیزیں' پتھر' مٹی کا ڈھیلا اور جو اس کے مشابہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ (النساء:١١٧) یہ (مشرک) اللہ کے سوا صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

امام بخاری نے ''اناثًا'' کی تفسیر ''موات'' کے ساتھ کی ہے اور ''موات'' سے مراد حیوان کی ضد ہے' اسی لیے امام بخاری نے کہا: پتھر یا ڈھیلا یا اس کے مشابہ چیز' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''انـاثـا'' سے مراد اللات' العزیٰ اور منات ہیں اور یہی ان کے بت ہیں اور وہ یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور یہ تفسیر بھی امام ابو عبیدہ سے منقول ہے۔

﴿مَرِيْدًا﴾ (النساء:١١٧) مُتَمَرِّدًا . ''مریدًا'' کا معنی ہے: ''متمردًا'' یعنی سرکش۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ○ (النساء:١١٧) اور یہ صرف سرکش شیطان ہی کی عبادت کرتے ہیں ○

امام بخاری نے ''مریدًا'' کی تفسیر ''متمرد'' یعنی سرکش کے ساتھ کی ہے' قتادہ نے کہا: ''متمرد'' وہ شخص ہے جو دلیری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہو۔

﴿فَلَيُبَتِّكُنَّ﴾ (النساء:١١٩) بَتَّكَهُ قَطَّعَهُ . ''فلیبتکن بتکہ'' اس کا معنی ہے: اس کو کاٹ دیا۔

امام بخاری نے اس آیت سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ . (النساء:١١٩) تو وہ ضرور مویشیوں کے کان چیر ڈالیں گے۔

امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ''فـلیبتـکـن' بتـکـہ'' سے ماخوذ ہے اور امام عبدالرزاق نے قتادہ سے یہ روایت کی ہے کہ مشرکین مویشیوں کے کان کاٹ دیتے تھے۔

﴿قِيْلًا﴾ (النساء:١٢٢) وَقَوْلًا وَّاحِدٌ . ''قیلًا'' اور ''قولًا'' کا ایک معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ○ (النساء:١٢٢) اور اللہ سے زیادہ سچا کس کا قول ہے ○

''قول'' اور ''قیل'' دونوں مصدر ہیں اور دونوں کا ایک معنی ہے اور ''قیلًا'' بھی اصل میں قول تھا' واؤ کا ماقبل مکسور تھا' اس لیے اس کو یاء سے تبدیل کر دیا۔

﴿طَبَعَ﴾ (النساء:١٥٥) خَتَمَ . ''طبع'' کا معنی ہے: مہر لگا دی گئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا٥ (النساء:١٥٥) (ہم نے ان پر لعنت کی) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگائی ہے تو وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گے٥

امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٤٢-٢٤٠ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

١٧- بَابٌ ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ﴾ (النساء:٩٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے (النساء:٩٣) کی تفسیر

آیا مؤمن کو قتل کرنے کی سزا دوزخ میں دائمی اور ابدی سزا ہے یا نہیں اس کی تحقیق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس آیت کے پڑھتے وقت یہ کہا: یہ قتل کی وعید شدید ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قتلِ ناحق سے منع کیا ہے امام طبری نے کہا ہے کہ اس کی سزا یقیناً جہنم ہے لیکن اللہ تعالیٰ معاف کردے گا اور مؤمن کے اوپر اپنا فضل فرمائے گا اور اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی سزا نہیں دے گا۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ٢٢٣)

اور واحدی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مقیس بن صبابہ اللیثی نے اپنے بھائی ہشام کو بنونجار کے محلہ میں مقتول پایا حالانکہ وہ مسلمان تھے پس حضرت مقیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے پس آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے ان کے ساتھ بنوفہر سے اپنا ایک نمائندہ بنونجار کی طرف بھیجا پس ان کو یہ حکم دیا کہ اگر ان کو قاتل معلوم ہو جائے تو وہ ان کو ان کے بھائی کے حوالے کردیں تاکہ وہ ان سے قصاص لیں اور اگر ان کو قاتل معلوم نہ ہو تو ان کے بھائی کو دیت ادا کریں بنونجار نے کہا: ہم نے اس حکم کو سنا اور اس کی اطاعت کی اور اللہ کی قسم! ہمیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہے لیکن ہم اس کی دیت ادا کریں گے پس انہوں نے اس کی دیت میں سو اونٹ ادا کردیئے پھر شیطان نے مقیس بن صبابہ کے دل میں وسوسہ ڈالا اور وہ کافر ہو کر مکہ کی طرف لوٹ گیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور شارع علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن اس کے خون کو بے تاوان قرار دیا پھر وہ مسلمانوں کی تلواروں سے بازار میں قتل کر دیا گیا۔ (اسباب النزول ص ١٨٤) اور مقاتل نے ذکر کیا ہے کہ فہری کا نام عمرو تھا۔ امام نسائی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ جس شخص نے کسی مؤمن کو عمداً قتل کیا ہو پھر اس نے توبہ کرلی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے پھر اس نے ہدایت پائی تو اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: اس کی توبہ کیسے قبول ہوگی اور میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مقتول قیامت کے دن قاتل کے ساتھ آئے گا اور اس کے گلے کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا اور وہ کہے گا: اے میرے رب! اس سے سوال کر اس نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے؟ پھر حضرت عبد اللہ نے کہا: اللہ نے اس آیت کو نازل کیا پھر اس کو منسوخ نہیں کیا۔ (السنن الکبریٰ: ٣٤٦٢)

ابوجعفر النحاس نے اس آیت کے متعلق کئی اقوال نقل کیے ہیں:

(١) اس کی کوئی توبہ نہیں ہے یہ قول حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت سے منقول ہے اور حضرت ابن مسعود سے بھی یہ قول منقول ہے اور امام ابن ابی حاتم نے اس قول کی حضرت عمر اور حضرت ابوہریرہ وغیرہما سے بھی روایت کی ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ٣ ص ١٠٢٧)

Marfat.com

(۲) اس قاتل کی توبہ قبول ہوگی' یہ ایک جماعت کا قول ہے' اس جماعت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں اور یہ قول حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ پہلے آپ نے کہا تھا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی' اب کیسے آپ فتویٰ دیتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول ہوگی؟ تو حضرت ابن عباس نے کہا کہ میرا یہ گمان ہے کہ ایک شخص نے غضبناک ہو کر کسی مؤمن کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا ارادہ اس کے ایمان کی وجہ سے اس کو قتل کرنے کا نہ تھا۔ اور دوسرا جواب یہ دیا کہ انہوں نے جو کہا تھا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی' وہ قتلِ مؤمن کی تغلیظ کے لیے کہا تھا اور دوسرا قول تحقیق کی بناء پر ہے' جیسے بنی اسرائیل کے ایک قاتل نے ننانوے قتل کیے' پھر راہب کو بھی قتل کر کے سو قتل پورے کر دیئے اور اُسے بخش دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۰) تیسرا یہ جواب دیا کہ سورۂ نساء کی آیت میں تخصیص ہے' یعنی جس شخص نے حالتِ کفر میں کسی مسلمان کو قتل کیا' پھر مسلمان ہو گیا تو اس کو دنیا اور آخرت میں کوئی سزا نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ ۔ (طٰہٰ: ۸۲) بے شک جو توبہ کرے میں اس کو ضرور بخشنے والا ہوں۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ۔ (الشوریٰ: ۲۵) اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ○ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ○ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○ (الفرقان: ۷۰)

اور جو اللہ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کی پوجا نہیں کرتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے لیکن حق کے ساتھ اور بدکاری نہیں کرتے اور جو ایسا کرے وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا○ قیامت کے دن اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا○ لیکن جو (مرنے سے پہلے) توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور اچھے کام کرے تو اللہ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○

اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس کے دو مختلف قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ سورۂ فرقان کی یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سورۂ نساء کی مذکورہ آیت نے اس آیت کو منسوخ کر دیا ہے۔ ابن الحصار مالکی نے کہا ہے کہ یہ دونوں آیتیں ایک شخص کے متعلق نازل نہیں ہوئیں کیونکہ سورۂ فرقان کی آیت کفار کے متعلق نازل ہوئی ہے اور سورۂ نساء کی آیت مؤمن کے متعلق نازل ہوئی ہے' سو ان میں تعارض نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸) بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

اور عمداً قتل کرنے والے کے متعلق فرمایا:

فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ (البقرۃ: ۱۷۸) تو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو بھلائی کے ساتھ

Marfat.com

مطالبہ ہو اور نیکی کے ساتھ اس کی طرف ادائیگی۔

اس آیت میں قتل عمد کرنے والے کے لیے اسلام کی اُخوت ثابت فرمائی ہے اور دوسری آیت میں فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ (الحجرات:۹) اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں تو ان میں صلح کرادو۔

اس آیت میں بھی قتل عمد کرنے والے کو مؤمن فرمایا ہے اور اس کی مغفرت متوقع ہے اور اللہ تعالیٰ صرف اس کو نہیں بخشے گا جو اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب نہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا جو اس سے توبہ نہ کرے لیکن جس نے بار بار مؤمنین کو قتل کیا اور ان سے قتال کیا خواہ اس نے تاویل سے قتال کیا تو یہ اس کا عظیم گناہ ہے لیکن اس گناہ کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ صرف اس قاتل کی بخشش نہیں ہوگی جو مؤمن کے قتل کو جائز سمجھ کر اس کو قتل کرے۔

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: اکثر مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ سورۃ النساء کی یہ آیت منسوخ ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کو (الفرقان:٧٠) نے منسوخ کر دیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو النساء:۴۸ نے منسوخ کر دیا ہے۔

اور بہت علماء نے یہ کہا ہے کہ سورۃ النساء کی زیر تفسیر آیت محکمہ ہے پھر عکرمہ نے کہا: اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ مؤمن کو قتل کرنے والے کی مغفرت نہیں ہوگی یہ اس شخص پر محمول ہے جو قتلِ مؤمن کو حلال سمجھ کر اس کو قتل کرے اور یہ آیت اس کے ساتھ اس لیے خاص ہے کہ یہ آیت اس شخص کے قتل کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے مؤمن کو قتل کیا اور مرتد ہو گیا جیسا کہ گزر چکا ہے اور النحاس نے اس توجیہ کو غلط قرار دیا ہے کیونکہ اس آیت میں لفظ "مَن" ہے اور وہ عام ہے اور اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ اس کے لیے جہنم میں خلود ہے تو یہ اس کے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ کلامِ عرب میں خلود مکثِ طویل کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے عرب کہتے ہیں: "لاخلدن فلانا فی السجن" یعنی میں اس کو لمبی مدت تک قید میں رکھوں گا اور قاضی اسماعیل نے کہا ہے کہ یہ حکم آخرت کے احکام میں سے ہے اور ہم یہ اُمید رکھتے ہیں کہ مسلمان کی توبہ قبول ہو جائے گی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس قاتل کا معاملہ اللہ کی طرف مفوض ہے وہ چاہے تو اس کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو اس کی توبہ قبول نہ فرمائے۔ فقہاء میں سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی کا یہی مختار ہے۔

ابومجلز نے کہا: اس قاتل کی سزا یہ ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے تو اس کی سزا جہنم ہے اور یہ قول غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا ۔ (الکہف:١٠٦) یہ ان کا بدلہ ہے دوزخ اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا۔

اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ان کو سزا دے گا تو ان کی سزا جہنم ہے اور یہ عربی کے اعتبار سے بھی غلط ہے کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (النساء:٩٣) اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دے دی۔

(الناسخ والمنسوخ للنحاس ج۲ ص ۲۲۶-۲۱۷)

علامہ ثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے اس کی توبہ کا علم نہیں مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ ان شاء اللہ حضرت ابن عباس کی یہی روایت صحیح ہے کیونکہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ عمداً قتل کرنے والے کی توبہ صحیح ہے اور اس کی توبہ کیسے صحیح نہیں ہوگی جب کہ جو کافر اور مرتد کسی مؤمن کو قتل کرے پھر مسلمان ہو جائے تو اس

Marfat.com

کی توبہ صحیح ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی جماعت کو مؤمن کے قاتل اور یتیم کا مال کھانے والے اور جھوٹی گواہی دینے والے اور رحم کو منقطع کرنے والے کے متعلق کوئی شک نہیں تھا کہ وہ دوزخی ہوگا' پھر یہ آیت نازل ہوئی:

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء:٤٨) اور شرک سے کم گناہ کرنے والوں میں سے جس کو چاہے گا اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔

تو ہم ان کو دوزخی کہنے سے رُک گئے۔

خوارج اور معتزلہ کے نزدیک جب مؤمن کسی مؤمن کو قتل کر دے تو اس کو یہ وعید لازم ہوگی اور مرجئہ نے کہا کہ یہ آیت اس کافر کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے مؤمن کو قتل کیا۔ رہا وہ مؤمن جس نے کسی مؤمن کو قتل کیا ہو تو وہ دوزخ میں نہیں داخل ہوگا۔ اور محدثین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ آیت اس مؤمن کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے کسی مؤمن کو قتل کر دیا اور اس پر وعید ثابت ہے' سوا اس کے کہ وہ توبہ کرے اور استغفار کرے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہر وہ مؤمن جس نے کسی مؤمن کو قتل کیا ہو' وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا' اس میں کوئی شک نہیں ہے اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے وہ دوزخ سے نکل جائے گا اور ہمارے نزدیک جب مؤمن کسی مؤمن کو قتل کرے تو اس سے وہ کافر نہیں ہوتا سوا اس کے کہ وہ جائز سمجھ کر اس کو قتل کرے' پس اگر وہ دنیا سے بغیر توبہ کے اور بغیر قصاص کے چلا گیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے اور عذاب کبھی کبھی دوزخ کی آگ سے ہوتا ہے' کبھی اس کے سوا دنیا میں ہوتا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ . (التوبہ:١٤) اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا۔

یعنی اللہ ان کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرائے گا اور مسلمانوں کے ہاتھوں قید کرائے گا' اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک مؤمن نے دوسرے مؤمن کو عمداً قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قاتل کو اس کے قتل کرنے کی وجہ سے ایمان لانے کا حکم نہیں دیا اور اگر وہ مؤمن کو قتل کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا تو آپ اس کو ایمان لانے کا حکم دیتے اور نہ آپ نے اس کے اوپر اس کی بیوی کو حرام قرار دیا اور خوارج اور معتزلہ نے اس آیت سے جو اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے' اس کا جواب گزر چکا ہے اور یہ آیت اس کافر کے متعلق نازل ہوئی جس نے کسی مؤمن کو عمداً قتل کر دیا تھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اس آیت کا نزول اس مؤمن کے متعلق ہوا ہے جس نے کسی مؤمن کو قتل کیا تھا تو یہ تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ خلود یہاں پر دوام اور اَبد کے معنی میں ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○ (الانبیاء:٣٤) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے (اس دنیا میں) ہمیشہ رہنا مقدر نہ کیا' پس اگر آپ کی وفات ہو جائے' تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہیں گے ○

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ○ (الھمزہ:٣) وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال (دنیا میں) اسے ہمیشہ (زندہ) رکھے گا ○

ان دونوں آیتوں میں 'خلود' اَبد'' کے معنی میں نہیں ہے' بلکہ دنیا میں دوام کے معنی میں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٣٩-٢٤٣' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

Marfat.com

٤٥٩٠- حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اِیَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِیْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ جُبَیْرٍ قَالَ اٰیَةٌ اِخْتَلَفَ فِیْهَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ فَدَخَلْتُ فِیْهَا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَسَاَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ ﴿وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ﴾ (النساء:٩٣) هِیَ اٰخِرُ مَا نَزَلَ وَمَا نَسَخَهَا شَیْءٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن النعمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آیت ہے جس میں اہل کوفہ کا اختلاف ہے' پس میں سفر کر کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا' پس میں نے آپ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے۔ (النساء:٩٣) حضرت ابن عباس نے کہا: یہ آیت آخر میں نازل ہوئی ہے اور اسے کسی نے منسوخ نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٨٥٥ میں گزر چکی ہے۔

١٨- بَابٌ ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (النساء:٩٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے (النساء:٩٤) کی تفسیر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اَلسَّلْمُ وَالسَّلَمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ۔

"اَلسَّلْمُ" (لام پر جزم) اور "اَلسَّلَمُ" (لام پر زبر) اور "اَلسَّلَامُ" (ان کا ایک معنی ہے)۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ "السلم" (لام پر زبر) کا معنی ہے: استسلام' انقیاد اور اطاعت اور "السلم" (لام پر جزم) کا معنی ہے: اسلام اور صلوٰۃ۔

٤٥٩١- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَیْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ رَجُلٌ فِیْ غُنَیْمَةٍ لَّهٗ فَلَحِقَهُ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ فَقَتَلُوْهُ وَاَخَذُوْا غُنَیْمَتَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْ ذٰلِكَ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ (النساء:٩٣) تِلْكَ الْغُنَیْمَةُ قَالَ قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلسَّلَامَ۔

(صحیح مسلم: ٣٠٢٥' الرقم المسلسل: ٧٤٣٢' سنن ابوداؤد: ٣٩٧٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ (النساء:٩٤) حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ ایک مرد اپنی بکریوں میں جا رہا تھا' اس کو مسلمان ملے تو اس نے کہا: السلام علیکم! تو مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لوٹ لیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اپنا یہ ارشاد نازل کیا: تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو۔ (النساء:٩٣) دنیاوی زندگی کے سامان سے مراد وہ بکریاں ہیں۔ حضرت ابن عباس نے "اَلسَّلَامَ" پڑھا ہے (لام پر زبر)۔

Marfat.com

النساء: ۹۴ کے شانِ نزول کے متعلق متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الواحدی نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ایک لشکر کے ساتھ نکلے' پس وہ ایک ایسے مرد کے پاس سے گزرے جس کے پاس بکریاں تھیں' انہوں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا: لا الٰہ الا اللہ' حضرت مقداد نے اس کو قتل کر دیا۔

حضرت ابن ابی حدرد' بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ کی طرف جانے سے پہلے ہمیں اضم کی طرف روانہ کیا تو ہمارے پاس سے عامر بن الاضبط الاشجعی گزرے تو انہوں نے اسلام کے طریقہ سے ہم کو سلام کیا تو ہم نے ان کو چھوڑ دیا اور محلم بن جثامہ نے ان پر حملہ کیا' ان کے اور اس کے درمیان جاہلیت میں کسی چیز کے متعلق جھگڑا تھا' انہوں نے اس کا اونٹ اور سامان چھین لیا اور اس کو قتل کر دیا' جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچے تو ہم نے آپ کو یہ ماجرا بتایا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص ۱۷۷۔۱۷۶)

علامہ السہیلی نے کہا ہے: اس کے بعد محلم مر گیا تو اس کو زمین میں کئی بار دفن کیا مگر زمین نے اس کو قبول نہیں کیا تو اس کو دو پہاڑوں کے درمیان گرا دیا اور اس کے اوپر پتھر ڈال کر اس کو چھپا دیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محلم کی یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! زمین اس سے بُرے آدمی کے اوپر منطبق ہو جاتی ہے لیکن اللہ نے یہ ارادہ کیا کہ تمہیں نصیحت کرنے کے لیے تمہیں اس جرم کی سزا دکھائے جو تمہارے سامنے ہوا تھا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۳۰۴)

الواحدی نے کہا کہ سُدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تو ان کی ملاقات مرداس بن نہیک الضمری سے ہوئی تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور وہ اہلِ فدک میں سے تھے اور ان کی قوم میں سے ان کے سوا اور کوئی اسلام نہیں لایا تھا' جب حضرت مرداس کا حضرت اسامہ سے سامنا ہوا تو انہوں نے فوراً کلمہ پڑھا لیکن حضرت اسامہ نے یہ سمجھا کہ وہ جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت اسامہ نے ایک مسلمان کو کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے متعلق حضرت اسامہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا' تب آپ نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (اسباب النزول ص ۱۸۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۵۲۔۲۵۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' النساء: ۹۴ کے شانِ نزول کے متعلق مزید روایات لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے محلم بن جثامہ کو ہمارے ساتھ بھیجا' اس کی ملاقات حضرت عامر بن الاضبط سے ہوئی۔ الحدیث: یہاں تک کہ اس نے ان کو تیر مار کر قتل کر دیا تو یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچی۔ الحدیث: پھر محلم دو چادریں پہن کر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بیٹھ گیا تا کہ آپ اس کے لیے استغفار کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لیے اللہ سے استغفار کرتا ہوں' پس وہ کھڑا ہوا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے وہ اسی وقت مر گیا' لوگوں نے اس کو دفن کیا اور زمین نے اس کو پھینک دیا' لوگوں نے آ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: زمین اس سے بھی بُرے آدمی کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تم کو نصیحت کرے اور تمہیں بُرے کام کی سزا دکھائے تو پھر لوگوں نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان ڈال کر اس پر پتھر ڈال دیئے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (النساء:٩٤)

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاؤ تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے' تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو' تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں' اس سے پہلے تم بھی اسی طرح تھے' پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا' سو تم خوب تحقیق کرلیا کرو' بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○

حافظ ابو عمر بن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت مرداس بن نہیک الفزاری کے متعلق النساء:٩٤ نازل ہوئی ہے' وہ اپنی بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر نے حملہ کیا' اس لشکر میں حضرت اسامہ بن زید بھی تھے اور لشکر کے امیر حضرت سلمہ بن الاکوع تھے' حضرت اسامہ' حضرت مرداس سے ملے تو حضرت مرداس نے ان کو سلام کیا اور کہا: اے مؤمن! السلام علیک! حضرت اسامہ نے گمان کیا کہ انہوں نے موت کے ڈر سے ان کو سلام کیا ہے تو انہوں نے اس کو قتل کردیا تو اس موقع پر النساء:٩٤ نازل ہوئی۔

حافظ ابو عمر نے کہا: اس آیت کے شانِ نزول میں بہت اختلاف اور اضطراب ہے' بعض نے کہا کہ یہ آیت حضرت مقداد کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بعض نے کہا: یہ آیت حضرت اسامہ بن زید کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بعض نے کہا کہ یہ آیت محلم بن جثامہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت ابن عباس نے کہا کہ یہ آیت ایک لشکر کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کا نام نہیں بتایا' بعض نے کہا کہ یہ آیت غالب اللیثی کے متعلق نازل ہوئی ہے' بعض نے کہا کہ یہ آیت بنولیث کے ایک مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کا نام فلیت تھا اور وہ اس لشکر کا امیر تھا اور بعض نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابوالدرداء کے متعلق نازل ہوئی ہے' سو یہ اختلاف اور اضطراب بہت شدید ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ قتلِ خطاء تھا کیونکہ مقتول نے کہا تھا: میں مؤمن ہوں اور قاتل نے اس کے اس قول کی تصدیق نہیں کی تھی۔

حدیث مذکور سے مستنبط بعض فوائد اور مسائل

علامہ ابوبکر رازی حنفی نے کہا ہے کہ جس شخص نے اسلام کا اظہار کیا تو اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا اور اس پر اسلام کے احکام جاری کیے جائیں گے' خواہ باطن میں اس کے خلاف ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ظاہر پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ جب منافقین نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اعتبار کیا اور ان کے باطن کا کھوج نہیں لگایا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب زندیق توبہ کرے تو اس کی توبہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٤٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٩- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ وَ ﴿وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (النساء:٩٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں (النساء:٩٥) کی تفسیر

٤٥٩٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث

Marfat.com

قَالَ حَدَّثَنِی سَهْلُ بْنُ سَعْدِ السَّاعِدِیُّ أَنَّهُ رَأَی مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَأَخْبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْلَى عَلَيْهِ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ وَ﴿وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ فَجَاءَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَوْ أَسْتَطِيعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ وَكَانَ أَعْمَى فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تَرُضَّ فَخِذِي ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ .

بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مروان بن الحکم کو مسجد میں دیکھا تو میں آگے بڑھا حتیٰ کہ میں اس کے پہلو میں بیٹھ گیا تو اس نے ہمیں یہ خبر دی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قرآن مجید کی یہ آیت لکھوائی: (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ (النساء:۹۵) پس اس وقت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت کے پاس آئے جب آپ مجھے وہ آیت لکھوا رہے تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! اگر میں جہاد کی طاقت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا اور وہ نابینا تھے' تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل کی' اس حال میں کہ آپ کی ران میری ران کے اوپر تھی' آپ کی ران بہت وزنی ہو گئی' حتیٰ کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ میری ران دب کر ٹوٹ جائے گی' پھر آپ سے وحی کی کیفیت منقطع ہو گئی' پس اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہ آیت نازل فرمائی: جو صاحبانِ ضرر نہ ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۲ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

مروان بن الحکم کے صحابی نہ ہونے کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن مروان بن الحکم کو دیکھا: یعنی ابن ابی العاص کو دیکھا جو اس وقت مدینہ کا امیر تھا اور بعد میں خلیفہ ہو گیا۔

حضرت سہل نے کہا: میں مروان کے پہلو میں بیٹھ گیا: امام ترمذی نے کہا: اس حدیث میں ایک صحابی کی تابعی سے روایت ہے' صحابی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں اور تابعی مروان بن الحکم ہے۔ مروان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی حدیث کا سماع نہیں کیا' اس لیے وہ تابعین میں سے ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صحابی نہ ہو اور اولیٰ یہ ہے جو اس کے متعلق امام بخاری نے کہا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی تھی' لہٰذا وہ صحابی نہ ہوا۔

اور حافظ ابن عبد البر نے مروان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے کیونکہ وہ غزوۂ اُحد کے سال سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے سال سے پہلے پیدا ہوا اور مروان سے یہ ثابت ہے کہ جب اس نے خلافت کو طلب کیا تو لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا تو مروان نے کہا کہ حضرت ابن عمر مجھ سے زیادہ فقیہ نہیں ہیں' ہاں! وہ مجھ سے عمر میں زیادہ ہیں اور وہ صحابی ہیں' مروان نے اپنے اس قول میں یہ اعتراف کیا ہے کہ وہ صحابی نہیں ہے اور اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع بھی نہیں ہے'

Marfat.com

ہر چند کہ اس کا آپ سے سماع ممکن تھا کیونکہ نبی ﷺ نے اس کے باپ کو طائف کی طرف شہر بدر کر دیا اور اس کو صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں طائف سے مدینہ میں لائے اور کتاب الشروط میں اس کی حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ نبی ﷺ سے ایک روایت ہے اور میں نے وہاں پر یہ تنبیہ کر دی ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔ واللہ الموفق!

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٥٩٣- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا فَكَتَبَهَا فَجَاءَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَشَكَا ضَرَارَتَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ﴾.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جہاد سے بیٹھنے والے مؤمنین ان کے برابر نہیں ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید کو بلایا اور انہوں نے اس آیت کو لکھا' پس اسی وقت حضرت ابن اُم مکتوم آ گئے اور انہوں نے اپنے نابینا ہونے کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: سوا اُن کے جو صاحبانِ ضرر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوْا فُلَانًا فَجَاءَهُ وَمَعَهُ الدَّوَاةُ وَاللَّوْحُ اَوِ الْكَتِفُ فَقَالَ اكْتُبْ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ وَخَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا ضَرِيْرٌ فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (النساء: ٩٥).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جہاد سے بیٹھنے والے مؤمنین ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: فلاں کو بلاؤ! تو وہ آئے اور ان کے ساتھ دوات تھی اور تختی تھی یا شانہ کی ہڈی تھی' آپ نے فرمایا کہ لکھو: جہاد سے بیٹھنے والے مؤمنین ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ (النساء: ۹۵) اور نبی ﷺ کے پیچھے حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تھے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں تو نابینا ہوں' تو پھر اس کی جگہ آیت یوں نازل ہوئی: بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ (النساء: ۹۵)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٩٥- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے

Marfat.com

ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ (ح) وَحَدَّثَنِي اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي عَبْدُالْكَرِيمِ اَنَّ مِقْسَمًا مَّوْلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ اَخْبَرَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ عَنْ بَدْرٍ وَّالْخَارِجُوْنَ اِلٰى بَدْرٍ .

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ان کو ابن جریج نے خبر دی (ح) اور مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالکریم نے خبر دی کہ ان کو مقسم مولیٰ عبداللہ بن الحارث نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ جہاد سے بیٹھنے والے مؤمنین ان کے برابر نہیں ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں' انہوں نے کہا: اس سے مراد غزوۂ بدر میں جہاد کرنے والے ہیں اور وہ جو غزوۂ بدر سے خارج رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۵۴ میں گزر چکی ہے۔

صاحبانِ ضرر میں حضرت ابن اُم مکتوم کے علاوہ حضرت ابن جحش کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

ثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ وہ ابنِ جحش تھے اور اسدی نہیں تھے اور وہ نابینا تھے اور وہ اور ابن اُم مکتوم دونوں آئے تو ان کے لیے وہی اجر مقرر کیا گیا جو مجاہدین کے لیے مقرر کیا گیا تھا' یہ ان کے عذر کی وجہ سے تھا۔

ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جہاد سے بیٹھنے والے برابر نہیں ہیں تو حضرت ابن اُم مکتوم نے کہا: اے اللہ! میرا عذر نازل فرما' تو یہ آیت نازل ہوئی: سوا صاحبانِ ضرر کے' اور اس کو آیت کے دو حصوں کے درمیان میں رکھ دیا گیا' اس کے بعد حضرت ابن اُم مکتون جہاد میں شریک ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ جھنڈا مجھے دے دو اور مجھے دو صفوں کے درمیان کھڑا کر دو کیونکہ میں بھاگنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (درمنثور ج۲ص ۳۶۳)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ مجاہدین کو صاحبانِ ضرر پر ایک درجہ فضیلت زیادہ ہے اور جو جہاد سے بیٹھنے والے صاحبانِ ضرر ہیں' ان پر مجاہدین کی کئی درجہ فضیلت ہے' ابواسحاق نے کہا: ایمان کا ایک درجہ ہے اور اللہ کی راہ میں ہجرت کا بھی ایک درجہ ہے اور جہاد کا بھی ایک درجہ ہے اور کفار کو قتل کرنے کا بھی ایک درجہ ہے اور ابن محیریز نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ مجاہدین کی فضیلت کے ستر (۷۰) درجات ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جس کو تیز رفتار گھوڑا ستر (۷۰) سال میں طے کرتا ہے۔ (تفسیر طبری ج۴ص ۲۳۳)

(۲) جہاد سے بیٹھنے والوں کا ذکر اس سے مانع نہیں ہے کہ یہ اس کے غیر میں بھی ہو' کیونکہ قرآن ایک چیز کے متعلق نازل ہوتا ہے اور اس میں اس چیز کے ہم معنی کی بھی گنجائش ہوتی ہے اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضرت ابن اُم مکتوم جہاد کے لیے نکلتے تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ۔ (التوبہ:۴۱) نکلو ہلکے ہو کر خواہ بھاری ہو کر۔

(۳) اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ غنی فقیر سے افضل ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: جو اپنی جانوں اور مالوں سے

Marfat.com

جہاد کرتے ہیں اور مال سے جہاد غنی ہی کر سکتے ہیں' سو اس سے واضح ہوا کہ غنی فقیر سے افضل ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٥٨-٢٥٧' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٢٠- بَابٌ ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْأَرْضِ قَالُوْا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا﴾ (النساء:٩٧) اَلْآيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے' فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے' وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے' وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے (النساء:٩٧) کی تفسیر

٤٥٩٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ وَغَيْرُهُ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبُو الْأَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلٰى أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بَعْثٌ فَاكْتُتِبْتُ فِيْهِ فَلَقِيْتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرْتُهُ فَنَهَانِيْ عَنْ ذٰلِكَ أَشَدَّ النَّهْيِ ثُمَّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ نَاسًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوْا مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ يُكَثِّرُوْنَ سَوَادَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي السَّهْمُ فَيُرْمٰى بِهٖ فَيُصِيْبُ أَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهُ أَوْ يَضْرِبُ فَيُقْتَلُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْ أَنْفُسِهِمْ﴾ (النساء:٩٧) اَلْآيَةَ رَوَاهُ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ.

[طرف الحدیث:٧٠٨٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید المقری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حیوۃ اور اس کے غیر نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالرحمن ابوالاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ اہل مدینہ کو ایک لشکر نکالنے کا حکم دیا گیا' پس میرا نام بھی اس لشکر میں لکھا گیا' پھر میری عکرمہ مولیٰ ابن عباس سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کو بتایا کہ میرا نام اس لشکر میں لکھا گیا ہے تو انہوں نے مجھے بہت سختی کے ساتھ منع کیا' پھر انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت ابن عباس نے بتایا ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ مشرکین کے ساتھ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی جماعت کو بڑھا رہے تھے' جب ان کے اوپر کوئی تیر آتا اور وہ تیر اُن میں سے کسی ایک کو قتل کر دیتا یا ان پر تلوار سے ضرب لگائی جاتی' پھر ان میں سے کوئی قتل ہو جاتا؛ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ (النساء:٩٧) اس حدیث کی لیث نے ابوالاسود سے روایت کی ہے۔

ابوالاسود کو اہل مدینہ کے لشکر میں شامل ہونے سے منع کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میرا نام اس لشکر میں لکھا گیا: یعنی اہل مدینہ نے ایک لشکر اہل شام سے قتال کے لیے نکالنے کا فیصلہ کیا' یہ واقعہ اُس

وقت کا ہے جب حضرت عبداللہ بن الزبیر کی مکہ میں خلافت تھی۔

عکرمہ نے مجھے سختی سے منع کیا: عکرمہ کی ابوالاسود کو منع کرنے سے غرض یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لشکر کی تعداد میں اضافہ کرنے کی مذمت فرمائی ہے حالانکہ وہ لوگ اپنے دلوں سے مشرکین کی موافقت کا ارادہ نہیں کرتے تھے' پس اسی طرح تم بھی ہو کہ جو لشکر اہلِ شام سے قتال کے لیے جارہا ہے تو اس لشکر میں شامل ہو کر اس لشکر کی تعداد میں اضافہ کرو گے حالانکہ تم دل سے ان کی موافقت کا ارادہ نہیں کرتے' کیونکہ اہل مدینہ اللہ کی راہ میں قتال کا ارادہ نہیں کرتے' بلکہ اہل شام سے قتال کا ارادہ کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٥٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

النساء: ٩٧ کے شانِ نزول کے متعلق متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اہل مکہ کے کچھ لوگوں نے اسلام کو قبول کیا اور ہجرت نہیں کی اور انہوں نے ایمان کو ظاہر کیا اور نفاق کو چھپایا' پھر جب بدر کا دن آیا تو وہ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکلے' پھر وہ قتل کر دیئے گئے اور فرشتوں نے ان کے چہروں پر اور ان کی سرینوں پر ضرب لگائی' الواحدی نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (اسباب النزول ص ١٨٠)

عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے شانِ نزول میں یہ روایت بیان کی ہے کہ کچھ مسلمان مکہ میں تھے' پس وہ مشرکین کے ساتھ قتال کے لیے نکلے اور ان کے ساتھ قتل کر دیئے گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور مقاتل نے بیان کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے مکہ میں اسلام قبول کیا' ان میں سے الولید بن الولید بن المغیرہ تھے' اور قیس بن الولید بن المغیرہ تھے اور ابوقیس بن الفاکہ بن المغیرہ تھے اور الولید بن عتبہ بن زمعہ تھے' اور عمرو بن امیہ بن عبد شمس تھے' اور العلاء بن امیہ بن خلف تھے' پھر یہ لوگ ہجرت کرنے سے رک گئے اور مشرکین کے ساتھ بدر کی طرف نکلے' پھر جب انہوں نے مسلمانوں کی کم تعداد دیکھی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک کیا' پس انہوں نے کہا: ان مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکہ میں رکھا اور ان میں سے بعض مکہ میں ہی منافق ہو گئے تھے' پس جب یہ بدر میں قتل کر دیئے گئے تو ان سے فرشتوں نے کہا اور کہنے والے فقط ملک الموت تھے' انہوں نے کہا: تم کس حال میں تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہم زمین میں کمزور تھے' یعنی ہم مجبور تھے اور ایمان کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے' پھر ملک الموت نے کہا: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی' یعنی تم مدینہ کی طرف ہجرت کر لیتے۔

(تفسیر مقاتل' النساء: ٩٧)

اور امام ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ اہل مکہ میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئے اور وہ اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے' پھر مشرکین بدر کے دن ان کو اپنے ساتھ نکال کر لے گئے اور ان میں سے بعض قتل کر دیئے گئے تو مسلمانوں نے کہا: یہ لوگ ہمارے اصحاب ہیں اور یہ لوگ مسلمان ہیں اور ان کو جبراً بدر میں لایا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی' پھر ان میں سے جو مسلمان مکہ میں باقی بچ گئے تو ان کی طرف یہ آیت لکھ کر بھیجی اور ان کو بتایا کہ ان کا کوئی عذر نہیں ہے اور وہ مکہ سے نکلے تو مشرکین ان سے آ کر ملے اور ان کو فتنہ میں ڈال دیا اور ان کے متعلق درج ذیل آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ط وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ط اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللہ پر ایمان لائے' پھر جب انہیں اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف دی جائے تو وہ لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کی طرح کر دیتے ہیں اور اگر آپ کے رب کی

Marfat.com

بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (العنکبوت:۱۰) طرف سے کوئی مدد آئے تو وہ ضرور کہیں گے: بے شک ہم تمہارے ساتھ تھے' کیا اللہ اس چیز کو سب سے زیادہ نہیں جانتا جو تمام جہان والوں کے سینوں میں ہے ۝

مسلمانوں نے ان لوگوں کی طرف یہ آیت لکھ کر بھیج دی تو وہ بہت غمگین ہوئے۔

پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (النحل:۱۱۰) پھر بے شک آپ کا رب ان کے لیے جنہوں نے (کافروں کی) تکلیفیں اُٹھانے کے بعد ہجرت کی' پھر انہوں نے جہاد کیا اور وہ صابر رہے' یقیناً آپ کا رب اس کے بعد بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

پھر مسلمانوں نے یہ آیت ان کی طرف لکھ کر بھیج دی تو وہ اس سے خوش ہو گئے' پھر ان کا مشرکین سے مقابلہ ہوا تو وہ ان سے لڑے' پھر جس نے نجات پائی تھی' اس نے نجات پائی اور جس نے شہید ہونا تھا وہ شہید ہو گیا۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۳۶۵)

آیت مذکورہ سے مستنبط مسائل اور فوائد

اس آیت میں ''توفی'' کا معنی ہے: روح کو قبض کرنا' اس کے برخلاف حسن بصری نے کہا: اس کا معنی ہے: ان کو دوزخ کی طرف اکٹھا کرنا۔

الملائکہ سے مراد ملک الموت ہے اور ان کے مددگار چھ فرشتے ہیں' تین فرشتے مؤمنین کی روح قبض کرتے ہیں اور تین فرشتے کافرین کی روح قبض کرتے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے' اس سے مراد ہے: ان کا ہجرت نہ کرنا اور مشرکین کے ساتھ بدر کی طرف جانا اور ان کا کفر کی طرف پلٹ جانا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اُن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں شک کرنا ہے' جب انہوں نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی قلت دیکھی۔

اس آیت میں فرمایا: تم کس حال میں تھے؟ یہ سوال ان کو ڈانٹنے کے لیے ہے' یعنی کیا تم اصحاب (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں سے تھے یا مشرکین میں سے تھے؟

اس آیت میں فرمایا: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی' سعید بن جبیر نے اس کی تفسیر میں کہا: جب کوئی شخص کسی زمین میں گناہ کرے تو وہ وہاں سے نکل جائے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۱۰۴۷)

حسن بصری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے دین کو بچانے کے لیے ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف جائے خواہ وہ ایک بالشت کے برابر جگہ ہو تو وہ جنت کا مستحق ہوگا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رفیق ہوں گے' یہ ثعلبی کی روایت ہے جیسا کہ روح المعانی ج ۵ ص ۱۲۶ میں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۶۲۔۲۶۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

٢١- بَابٌ ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝﴾ (النساء:٩٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: مگر جو (واقعی) کمزور ہوں مردوں عورتوں اور بچوں میں سے جو کسی خفیہ تدبیر پر قدرت نہ رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں ۝ (النساء:٩٨) کی تفسیر

٤٥٩٧- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوبَ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ﴾ قَالَ كَانَتْ اُمِّي مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے ''مگر جو واقعی کمزور ہوں'' کی تفسیر میں کہا: میری ماں ان لوگوں میں سے تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٥٧ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابن عباس کی ماں کا نام لُبابہ بنت الحارث ہے اور ان کی کنیت اُم الفضل ہے۔

٢٢- بَابٌ قَوْلُهُ ﴿فَأُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝﴾ (النساء:٩٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ عنقریب اُن سے درگزر فرمائے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت بخشنے والا ہے ۝ (النساء:٩٩) کی تفسیر

جو مسلمان واقعی کمزور ہیں' ان کا مصداق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عنقریب اللہ ان کو معاف فرما دے گا اور جب اللہ تعالیٰ کسی کام کے متعلق یہ خبر دے کہ وہ اس کو عنقریب کرے گا تو وہ واجب ہوتا ہے اور الجوزی نے ''جو واقعی کمزور ہوں'' کی تفسیر میں کہا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام پر ثابت قدم رہے اور ان کے پاس ہجرت کرنے کے وسائل نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معذور قرار دے کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو عنقریب معاف فرما دے گا۔

٤٥٩٨- حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ اِذْ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ قَالَ قَبْلَ اَنْ يَّسْجُدَ اَللّٰهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ اَبِي رَبِيعَةَ اَللّٰهُمَّ نَجِّ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ نَجِّ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ. اَللّٰهُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی' جب آپ نے کہا: ''سمع اللہ لمن حمدہ'' پھر آپ نے سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا کی: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے' اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے' اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات دے' اے اللہ! کمزور مؤمنین کو نجات دے' اے اللہ! مضر کے اوپر اپنی گرفت کو

Marfat.com

سخت کردے' اے اللہ! ان پر قحط کے ایسے سال مسلط کردے جیسے
حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے سال تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۰۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

علامہ ابن الملقن کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے نماز میں غیر قرآنی دعاؤں کو ناجائز کہا ہے

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں ایسے الفاظ کے ساتھ دعا کی ہے جو قرآن میں نہیں ہیں' اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ نماز میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز نہیں ہے جو قرآن میں نہ ہو۔

(المبسوط ج ا ص ۱۹۸' بدائع الصنائع ج ا ص ۲۳۷۔۲۳۶' المنتقی ج ا ص ۱۶۸' المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۵۱' المغنی ج ۲ ص ۲۳۷۔۲۳۶) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۶۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن الملقن کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعائیں قنوتِ نازلہ میں کی ہیں' (قنوتِ نازلہ سے مراد یہ ہے کہ جب مسلمانوں پر کفار کے شدید حملہ کی صورت میں کوئی مصیبت آئے تو وہ رکوع کے بعد کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان کو اس مصیبت سے نجات دے) اور اب چونکہ قنوتِ نازلہ منسوخ ہو چکی ہے' اس لیے ان غیر قرآنی الفاظ سے نماز میں دعا کا جواز بھی منسوخ ہو چکا ہے' لہٰذا امام ابوحنیفہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ بعض فقہاء احناف نے اب بھی قنوتِ نازلہ کو جائز کہا ہے تو اس صورت میں اب بھی غیر قرآنی الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے' مثلاً عراق اور افغانستان کے مسلمان نماز میں رکوع کے بعد کھڑے ہو کر یہ دعا کریں کہ اے اللہ! ہم کو امریکہ کے غلبہ اور اس کے شر اور ظلم سے نجات عطاء فرما اور امریکہ نے جن مسلمانوں کو ظلماً قید کر رکھا ہے' ان کو وہاں سے خلاصی عطاء فرما' تاہم ان غیر قرآنی الفاظ کے ساتھ دعا کرنا قنوتِ نازلہ کے ساتھ خاص ہے اور امام ابوحنیفہ نے جو غیر قرآنی الفاظ کے ساتھ دعا کرنے سے منع کیا ہے' وہ ممانعت عام حالات اور عام نمازوں میں ہے۔

۲۳- بَابٌ قَوْلُهٗ ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ﴾ (النساء: ۱۰۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو (النساء: ۱۰۲) کی تفسیر

نمازوں میں ہتھیار اتار کر رکھنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' اس آیت کے شروع کا حصہ حسب ذیل ہے:

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (النساء: ۱۰۲)

کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم غافل ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے تو وہ تم پر یک بارگی حملہ کر دیں اور تم پر کچھ مضائقہ نہیں اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو (اس بات میں) کہ اپنے ہتھیار (اتار کر) رکھ دو اور اپنی حفاظت کا سامان لیے رہو بے شک اللہ نے تیار کر رکھا ہے' کافروں کے لیے ذلت کا

عذاب ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہتھیار اتار کر رکھنے کی رخصت اس لیے دی ہے کہ اچانک بارش آنے کی صورت میں تمہارے ہتھیار بھیگ نہ جائیں' یا اگر تم بیمار ہو تو وزنی ہتھیاروں کے بوجھ سے تمہیں تکلیف نہ ہو' اس کے باوجود حفاظت کا سامان رکھنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری غفلت میں اچانک دشمن آ کر تم پر حملہ کر دے۔

امام ابن جریر نے اس آیت کا شانِ نزول اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنو النجار کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! ہم زمین میں سفر کرتے ہیں تو ہم اس سفر کے دوران کیسے نماز پڑھیں؟ تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ○ وَاِذَا کُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَکَ وَلْیَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ قف (النساء: ١٠٢-١٠١)

اور جب تم سفر کرو زمین میں تو تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم قصر کرو (چار رکعت والی فرض) نماز میں اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کافر تمہیں اذیت پہنچائیں گے' بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں ○ اور (اے محبوب!) جب آپ ان میں ہوں اور (خوف کے وقت) انہیں نماز پڑھائیں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ آپ کے پاس کھڑا ہو اور وہ لوگ اپنے ہتھیار لیے رہیں۔

اس نماز کو نمازِ خوف کہتے ہیں' اس کو پڑھنے کا طریقہ اور اس کی مکمل تفصیل کتاب الصلوٰۃ میں صلوٰۃ الخوف کے تحت گزر چکی ہے۔

٤٥٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ اَخْبَرَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یَعْلٰی عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ﴿اِنْ کَانَ بِکُمْ اَذًی مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ کُنْتُمْ مَّرْضٰی﴾ (النساء: ١٠٢) قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ کَانَ جَرِیْحًا۔ (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابو الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حجاج نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے یعلیٰ نے خبر دی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بتایا کہ یہ آیت: اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اُتار کر رکھ دو۔ (النساء: ١٠٢) اس وقت نازل ہوئی جب حضرت عبد الرحمٰن بن عوف زخمی تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف زخمی تھے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ قول حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا ہے' لیکن علامہ عسقلانی اور علامہ عینی نے ان کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٥٥' فتح الباری ج ٥ ص ٥٥٩)

٢٤- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَیَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِیْهِنَّ وَمَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتَابِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ﴾ (النساء: ١٢٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں (النساء: ١٢٧) کی تفسیر

Marfat.com

فتویٰ کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اس آیت میں مذکور الفاظ کی حسبِ ذیل تفسیر کی ہے:

''یستفتونك'' یعنی لوگ آپ سے عورتوں کے معاملہ میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔

''الفتیا'' اور ''الفتوی'' کا ایک معنی ہے اور اس سے مراد ہے: پیش آمدہ مسئلہ کا جواب اور ایک قول ہے: کسی مشکل کلام کا معنی بیان کرنا اور یہ اصل میں ''فتی'' سے ماخوذ ہے اور ''فتی'' قوی نوجوان کو کہتے ہیں' پس سائل کو جو مشکل صورتِ حال پیش آئے اُس کے جواب میں مفتی اپنے کلام کو دلائل سے قوی کرتا ہے۔

''قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِیْهِنَّ'' (النساء:١٢٧) آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے: یعنی عورتوں کو وارث بنانے کے متعلق۔

اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں: اس سے اس کا ارادہ کیا گیا ہے جو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے اور وہ درج ذیل ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَاطَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا ○ (النساء:٣)

اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو دو دو' تین تین' چار چار سے' پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کر سکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے استمتاع کرو' یہ اس سے زیادہ قریب (بہ صحت) ہے کہ تم کسی ایک کی طرف جھک جاؤ○

اور اللہ تعالیٰ نے یتیم عورتوں کے متعلق جو حکم دیا ہے' وہ حسبِ ذیل ہے:

وَمَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا کُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِهٖ عَلِیْمًا ○ (النساء:١٢٧)

اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں جن کا وہ حق تم انہیں نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو اور کمزور بچوں کے متعلق (بھی تمہیں حکم دیتا ہے) اور یہ کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھی نیک کام کرتے ہو تو بے شک اللہ کو اس کا علم ہے○

٤٦٠٠- حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا ﴿وَیَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِیْهِنَّ. اِلٰی قَوْلِهٖ. وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْهُنَّ﴾ قَالَتْ عَائِشَةُ هُوَ الرَّجُلُ تَکُوْنُ عِنْدَهُ الْیَتِیْمَةُ هُوَ وَلِیُّهَا وَوَارِثُهَا فَاَشْرَکَتْهُ فِیْ مَالِهٖ حَتّٰی فِی الْعَذْقِ فَیَرْغَبُ اَنْ یَّنْکِحَهَا وَیَکْرَهُ اَنْ یُّزَوِّجَهَا رَجُلًا فَیَشْرَکُهُ فِیْ مَالِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے۔ یہ ارشاد: اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو' یہاں تک

Marfat.com

بِمَا شَرِكَتْهُ فَيَعْضُلُهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ.

پڑھیں۔ (النساء:١٢٧) حضرت عائشہ نے بتایا کہ یہ وہ مرد ہے جس کے پاس یتیم لڑکی ہوتی اور وہ اس کا ولی اور وارث ہوتا اور وہ لڑکی اس کے مال میں شریک ہوتی حتیٰ کہ کھجور کے باغ میں بھی' وہ اس سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتا اور وہ اس کو ناپسند کرتا کہ وہ اس کا کسی اور مرد سے نکاح کرے' پس وہ اسکے مال میں شریک ہو جائے جس مال میں وہ یتیم لڑکی شریک ہے' پس وہ اس کو کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کرتا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٢٤٩٤ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی ضروری شرح حسب ذیل ہے:

''فِـي الْـعَـذْق '' اگر اس لفظ میں عین پر زبر ہو' یعنی ''اَلْـعَـذْق '' تو اس سے مراد کھجوروں کا باغ ہے اور اگر عین پر زیر ہو' یعنی ''اَلْعِذْق'' تو اس کا معنی کھجوروں کا خوشہ ہے۔

''فَـيَـعْضِلُهَا'' یعنی وہ اس کو نکاح کرنے سے منع کرتا ہے' یہ لفظ اصل میں ''عَـضَـلَتِ الْمَرْأَةُ'' سے ماخوذ ہے' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب عورت کا بچہ اس کے پیٹ میں اپنا پنجہ گاڑ دے اور اس بچہ کا پیٹ سے نکلنا مشکل ہو جائے' پھر ہر مشکل کام کے وقت کہا جانے لگا: ''اَعْضَلُ الْاَمْرُ''۔

پس یہ آیت نازل ہوگئی: یعنی آیت مذکورہ' اور امام ابن ابی حاتم نے سُدی کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ کی ایک چچا کی بیٹی تھی جس کا نام ذمیمہ تھا' اس کے پاس اس کے باپ کی طرف سے مال تھا' حضرت جابر اس سے نکاح میں رغبت رکھتے تھے اور کسی اور سے اس کا نکاح اس خوف سے نہیں کرتے تھے کہ اس کا خاوند اس کا مال لے جائے گا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا' پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٥٦-٢٥٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٥- بَابٌ ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ (النساء:١٢٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو (النساء:١٢٨) کی تفسیر

مفسرین کے حوالوں سے تعلیقات کے معانی اور حدیث مذکور کی شرح

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿شِقَاقَ﴾ (النساء:٣٥) تَفَاسُدٌ ﴿وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ﴾ (النساء:١٢٨) قَالَ هَوَاهُ فِي الشَّيْءِ يَحْرِصُ عَلَيْهِ ﴿كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ (النساء:١٢٩) لَا هِيَ اَيِّمٌ وَلَا ذَاتُ زَوْجٍ ﴿نُشُوْزًا﴾ بُغْضًا.

حضرت ابن عباس نے کہا: ''شِقَاقٌ'' (النساء:٣٥) اس کا معنی ہے: فساد اور جھگڑا ''وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ'' (النساء:١٢٨) اس کا معنی ہے: کسی شے کی حرص اور اس میں لالچ ''كَالْمُعَلَّقَةِ'' (النساء:١٢٩) یعنی نہ وہ بیوہ ہو نہ وہ شادی شدہ ہو۔ ''نُشُوْزًا'' (النساء:١٢٨) اس کا معنی ہے: بغض۔

ان الفاظ کے یہ معانی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ''شقاق'' کا معنی ہے: عداوت اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ دو شخص جو ایک دوسرے سے عداوت اور دشمنی رکھتے ہوں' ان میں سے ہر شخص ایک شق میں ہوتا ہے اور دوسرا دوسری شق میں ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس نے کہا کہ ''شقاق'' کا معنی ایک دوسرے سے فساد اور جھگڑا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ (النساء:٣٥)

اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف عورت کی طرف سے مقرر کرو۔

اس آیت میں ''ان خفتم'' (اگر تمہیں خطرہ ہو) کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ اس کا معنی ہے: اگر تمہیں یقین ہو۔ الزجاج نے کہا: یہ غلط ہے' اس لیے کہ اگر ہم کو یقین ہو تو پھر ہمیں دو منصف مقرر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے: اس کا معنی ہے: کسی چیز کی بہت زیادہ حرص اور طمع کرنا' امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ ۚ وَإِن تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ○ (النساء:١٢٨)

اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے' اور اگر تم نیک کام کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو' تو بے شک اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے○

عطاء نے کہا ہے کہ ایام میں حرص ہو یا خرچ میں حرص ہو' یعنی عورت اپنی سوکنوں پر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کرنے سے بخل کرتی ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ٣ ص ٩٤٥)

اور سعید بن جبیر نے کہا کہ یہ اُس عورت کے متعلق ہے جو مال میں اور جان میں حرص کرتی ہے۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ٣٠٩) اور علی بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ ''الشح'' کا معنی ہے: وہ بخل جو حرص کے ساتھ ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: بہت زیادہ حرص۔

وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو: یعنی نہ وہ بیوہ ہو نہ شادی شدہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ (النساء:١٢٩)

اور تم ہرگز اپنی بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل نہیں کر سکتے خواہ تم اس پر حریص بھی ہو' سو (جس سے تم کو رغبت نہ ہو) اس بیوی سے بالکل اعراض نہ کرو کہ اس کو اس طرح چھوڑ دو کہ وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو۔

یہ تفسیر کہ وہ نہ بیوہ ہو نہ شادی شدہ ہو' حسن بصری نے کی ہے اور قتادہ نے اس کی تفسیر کی ہے کہ وہ قیدی کی مثل ہو۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ٣١٠)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ''نشوزا'' کا معنی ہے: بغض۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے النساء: ١٢٨ کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے' جس کا ذکر حسب ذیل حدیث میں ہے:

Marfat.com

٤٦٠١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ ٌبَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ (النساء:١٢٨) قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْمَرْاَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيْدُ اَنْ يُّفَارِقَهَا فَتَقُوْلُ اَجْعَلُكَ مِنْ شَاْنِيْ فِيْ حِلٍّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے اس آیت: اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو (النساء:۱۲۸) کی تفسیر میں کہا کہ ایک مرد کے پاس اس کی بیوی ہوتی ہے لیکن شوہر اس کی طرف زیادہ رغبت نہیں رکھتا' وہ اس سے علیحدہ ہونے کا ارادہ کرتا ہے' اس پر عورت کہتی ہے: (تم مجھے علیحدہ نہ کرو) میں اپنی باری اور اپنا خرچ معاف کر دیتی ہوں' تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵۰ میں گزر چکی ہے۔

ابن المسیب اور سلیمان بن یسار نے کہا کہ یہ آیت حضرت رافع بن خدیج کے متعلق نازل ہوئی ہے' انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور ایک نوجوان عورت سے شادی کر لی' جب ان کی بیوی کی عدت اختتام کو پہنچی تو اس نے کہا: میں اپنی بعض باریاں چھوڑ کر تم سے صلح کر لیتی ہوں تو انہوں نے اس سے صلح کر لی' پھر وہ اپنے وعدہ پر صبر نہ کر سکی اور انہوں نے اس کو طلاق دے دی' ان کی بیوی نے ان سے پھر یہی سوال کیا تو انہوں نے اس سے رجوع کر لیا' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۳۰۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ وہ عورت ہے جو کسی مرد کے نکاح میں ہوتی ہے اور اس میں کوئی عیب ہوتا ہے یا وہ بوڑھی ہوتی ہے اور وہ اپنے شوہر سے علیحدگی کو ناپسند کرتی ہے تو وہ دونوں اس پر صلح کر لیتے ہیں کہ اس کا شوہر اس کے پاس ہر ہفتہ میں تین دن یا چار دن رہے گا۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۳۰۵) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۶۸۔۲۶۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

امام بخاری کی تعلیقات اور حدیث مذکور سے مصنف کا استنباط اور استخراجِ مسائل

عورت کا اپنے بعض حقوق کو ساقط کر کے مرد سے صلح کر لینا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر عورت کو متعدد قرینوں سے معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر اس کی طرف رغبت نہیں کرتا' مثلاً وہ اس کے ساتھ محبت آمیز سلوک نہ کرے' اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھے' اس سے بات چیت کم کرے یا بالکل نہ کرے' نہ اس کے ساتھ عملِ زوجیت کرے' خواہ اس کی وجہ اس کی بدصورتی ہو یا وہ زیادہ عمر کی ہو یا اس کے مزاج میں شوہر کے ساتھ ہم آہنگی نہ ہو' یا وہ مالی اعتبار سے شوہر کے معیار کی نہ ہو' یا جہیز کم لائی ہو اور اب عورت کو یہ خطرہ ہو کہ اگر یہی صورتِ حال رہی تو شوہر اس کو طلاق دے کر الگ کر دے گا اور عورت یہ چاہتی ہو کہ نکاح کا بندھن قائم رہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ عورت اپنے بعض حقوق کو ساقط کر دے اور شوہر کو طلاق دینے سے منع کرے' مثلاً وہ اس کو دوسری شادی کی اجازت دے دے اور اگر اس کی دوسری بیوی ہو جس سے شوہر کو دلچسپی ہو تو اپنی باری کو ساقط کر دے' یا اس کا خرچ جو شوہر کے ذمہ ہے اس کو ساقط کر دے اور اس طرح شوہر کے ساتھ صلح کر لے' شوہر اپنی پسند کی بیوی کے ساتھ وقت گزارے گا اور وہ مطلقہ ہونے سے بچ جائے گی۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو طلاق دے

Marfat.com

دیں گے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے طلاق نہ دیں' مجھے نکاح میں برقرار رکھیں اور میری باری حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو دے دیں' آپ نے ایسا کرلیا تو یہ آیت نازل ہوئی: تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح کرنا بہتر ہے۔ (النساء:۱۲۸)

حضرت ابن عباس نے فرمایا: شوہر اور بیوی جس چیز پر صلح کرلیں وہ جائز ہے۔ (سنن ترمذی:۳۰۵۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کی تفسیر میں فرماتی ہیں: ایک شخص کے نکاح میں کوئی عورت ہوتی' وہ اس عورت سے زیادہ فائدہ حاصل نہ کرتا' اور اس کو طلاق دینا چاہتا تو وہ عورت کہتی: میں اپنے معاملہ میں تمہارے لیے فلاں چیز کی اجازت دیتی ہوں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ امام نسائی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ عورت کہتی: تم مجھے طلاق نہ دو' مجھے اپنے نکاح میں برقرار رکھو اور میں اپنا خرچ اور اپنی باری تم سے ساقط کرتی ہوں۔ (صحیح البخاری:۶۰۱' سنن کبریٰ للنسائی:۱۱۱۲۵)

صلح کرنے کے لیے اپنے بعض حقوق کو چھوڑنا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی جبلت اور طبیعت کا بیان فرمایا ہے کہ وہ فطرتاً بخل پر حرص کرتا ہے' اور عورتیں اپنے حقوق پر حریص ہیں' وہ چاہتی ہیں کہ ان کو اپنی باریوں سے حصہ ملتا رہے اور ان کو رہائش' کھانے اور کپڑوں کا خرچ ملتا رہے اور شوہر ان کے ساتھ خوشگوار عائلی زندگی گزارے اور ان کا پورا مہر ادا کرے اور طلاق کی صورت میں عدت کا خرچ اُٹھائے' اسی طرح مرد مال کو اپنے پاس رکھنے پر حریص ہوتے ہیں' وہ اپنی پسند کی بیوی کے پاس زیادہ وقت گزارنا چاہتے ہیں اور جو بیوی ناپسند ہو اس کو طلاق دے کر چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور مہر معاف کرالینا چاہتے ہیں' سو دونوں میں سے ہر فریق اپنا حق زیادہ سے زیادہ لینا چاہتا ہے اور دوسرے کا حق کم سے کم دینا چاہتا ہے' لیکن صلح کرنے کے لیے ہر فریق کو اپنے کچھ حقوق چھوڑنے پڑتے ہیں اور دوسرے فریق کو کچھ حقوق دینے پڑتے ہیں' ہر چند کہ دلوں میں حرص رکھی گئی ہے لیکن صلح کرنے کے لیے اپنے کچھ حقوق سے دستبردار ہونا ناگزیر ہے جیسا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے الگ ہونا نہیں چاہتی تھیں اور ان کو معلوم تھا کہ آپ کو حضرت عائشہ سے محبت ہے تو انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کردی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ان کو طلاق نہ دیں۔

دلی محبت میں بیویوں کے درمیان عدل کرنا ممکن نہیں

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی ازواج کی باریوں میں عدل کرتے تھے اور فرماتے تھے: اے اللہ! یہ میری وہ تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں تو مجھے اس چیز پر ملامت نہ کرنا جس کا میں مالک نہیں ہوں۔ امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان کے درمیان محبت میں برابری رکھنے کا میں مالک نہیں ہوں۔

(سنن ترمذی:۱۱۴۰' سنن ابوداؤد:۲۱۳۴' سنن نسائی:۳۹۵۳' سنن ابن ماجہ:۱۹۷۱)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: یا اللہ! میرے دل میں جو محبت ہے میں اس کا مالک نہیں ہوں اور اس کے سوا باقی اُمور میں مجھے امید ہے کہ میں عدل کروں گا۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۴۲۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تم چاہو بھی تو محبت اور جماع میں دو بیویوں میں عدل نہیں کر

سکتے ۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۴۲۴)

بیویوں میں عدل نہ کرنے والوں کی سزا

ہشام نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ محبت اور عمل تزویج میں کسی ایک بیوی کی طرف بالکل راغب نہ ہو' حسن نے کہا: عمل تزویج اور باریوں میں کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک جاؤ' مجاہد نے کہا: دوسری بیوی کے ساتھ عمداً بُرا سلوک اور ظلم نہ کرو' سُدی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا نہ کرو کہ دوسری بیوی کو نہ باری دو اور نہ ان کو خرچ دو۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو' ربیع نے کہا: اس کا معنی ہے کہ نہ وہ مطلقہ ہو اور نہ شوہر والی ہو' مجاہد نے کہا: نہ وہ بیوہ ہو نہ شوہر والی ہو۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۴۲۷۔۴۲۶' دار الفکر' بیروت)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۱۱۴۴' سنن ابوداؤد: ۲۱۳۳' سنن نسائی: ۳۹۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۹' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۹۷)

جب خاوند اور بیوی کے مزاج ہم آہنگ نہ ہوں اور ان میں موافقت اور صلح مشکل ہو جائے تو پھر وہ الگ الگ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ مرد کو عورت سے غنی کر دے گا' اس کو پہلی بیوی سے بہتر زوجہ عطاء فرمائے گا اور عورت کو مرد سے غنی کر دے گا اس کو پہلے خاوند سے بہتر خاوند عطاء فرمائے گا اور اللہ بہت فضل والا اور بڑے احسان والا ہے اور اس کے تمام تکوینی اور تشریعی کاموں میں بڑی حکمتیں ہیں۔

٢٦- بَابٌ ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء: ١٤٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے (النساء: ۱۴۵) کی تفسیر

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَسْفَلَ النَّارِ ﴿نفقًا﴾ (الانعام: ٥٣) سَرَبًا.

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''الدرك الاسفل'' سے مراد سب سے نچلا درجہ ہے اور ''نفقًا'' کا معنی سرنگ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ ۔ (الانعام: ۳۵)

تو اگر آپ سے ہو سکے کہ تلاش کر لیں زمین میں کوئی سرنگ۔

تعلیق مذکور کی شرح

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے ''اسفل السافلین'' کی تفسیر میں جو فرمایا ہے کہ وہ دوزخ کا سب سے نچلا درجہ ہے' وہ بالکل اسی طرح ہے' مقاتل نے کہا ہے: اس کا نام ہاویہ ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کچھ لوگ تھے جن کے متعلق آپ نے فرمایا: فلاں اور فلاں منافقین ہیں' سو انہوں نے نفاق سے توبہ کر لی' اب اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ

مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور وہ نیک ہو گئے تو بے شک

Marfat.com

اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (آل عمران:۸۹) اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○

حضرت ابن مسعود رضی اللہ نے بیان کیا کہ منافقین کو لوہے کے تابوتوں میں بند کر دیا جائے گا' پھر ان پر دوزخ کی آگ کو منطبق کر دیا جائے گا۔ (تفسیر طبری ج ۴ص ۴۳۶' تفسیر ابن ابی حاتم ج ۴ص ۱۰۹۸)

لغت میں ادراک کا معنی ہے: منازل اور طبقات' اور دَرک کے لفظ میں را پر زبر ہے اور زجاج نے کہا ہے کہ دوزخ کی منازل کو الدرکات کہا جاتا ہے اور جنت کی منازل کو درجات کہا جاتا ہے اور دوزخ کے سات طبقات ہیں اور ہر طبقہ کے اوپر ایک طبقہ ہے اور یہ طبقات اوپر تلے ہیں' منافقین کو کفار سے زیادہ عذاب دیا جائے گا کیونکہ وہ مؤمنین کا مذاق اُڑاتے تھے۔

انعام:۳۵ میں ''سربًا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: زمین میں سرنگ جس میں کوئی سرنگ کے ایک مدخل سے گھس کے دوسرے مخرج سے نکل جائے اور نفاق کا معنی ہے: باطن کے خلاف ظاہر کرنا' نفاق کی سرنگ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح سرنگ میں خرگوش ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہے' اسی طرح منافق بھی اسلام کے خلاف در پردہ ساری کوششیں کرتا رہتا ہے اور جس طرح سرنگ تحفظ کے لیے بنائی جاتی ہے' اسی طرح منافق بھی اپنی حفاظت کا راستہ بنا کر رکھتا ہے اور جب اس کی کسی بات پر گرفت کی جاتی ہے تو وہ اس کی کوئی تاویل کر کے اس گرفت سے نکل جاتا ہے۔

٤٦٠٢- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كُنَّا فِیْ حَلْقَةِ عَبْدِ اللّٰهِ فَجَاءَ حُذَيْفَةُ حَتّٰى قَامَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ خَيْرٍ مِّنْكُمْ قَالَ الْاَسْوَدُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ ﴿اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء: ١٤٥) فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَجَلَسَ حُذَيْفَةُ فِیْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ فَتَفَرَّقَ اَصْحَابُهٗ فَرَمَانِیْ بِالْحَصَا فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ حُذَيْفَةُ عَجِبْتُ مِنْ ضَحِكِهٖ وَقَدْ عَرَفَ مَاقُلْتُ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ كَانُوْا خَيْرًا مِّنْكُمْ ثُمَّ تَابُوْا فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ (بن مسعود) کے حلقہ (درس) میں بیٹھے ہوئے تھے' اسی اثناء میں حضرت حذیفہ رضی اللہ آ گئے' حتیٰ کہ وہ ہمارے پاس کھڑے ہو گئے' پس انہوں نے سلام کیا' پھر کہا: جو قوم تم سے بہتر تھی اس پر نفاق نازل کیا گیا' الاسود نے کہا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے تو حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ) مسکرائے اور حضرت حذیفہ مسجد کے ایک کونہ میں جا کر بیٹھ گئے' پھر حضرت عبداللہ اُٹھ کر چلے گئے اور ان کے شاگرد بھی منتشر ہو گئے' اسود نے بتایا: پھر حضرت حذیفہ نے مجھے ایک کنکری ماری تو میں ان کے پاس آیا تو حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ کے ہنسنے پر تعجب ہوتا ہے' حالانکہ انہوں نے جان لیا تھا کہ میری بات کا کیا مطلب ہے' بے شک ان لوگوں پر نفاق نازل کیا گیا جو تم سے بہتر تھے (کیونکہ وہ صحابہ تھے اور تم تابعین ہو)' پھر انہوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

Marfat.com

حدیث مذکور کا خلاصہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ تھا کہ منافقین کی ایک جماعت نے اپنی اصلاح کر لی اور وہ ہدایت پر مستقیم ہو گئے تو وہ ان تابعین سے بہتر ہیں کیونکہ وہ صحابی ہو گئے اور نیک بن گئے' جیسے جاریہ بن عامر کے دو بیٹے مجمع اور یزید' یہ منافق تھے' پھر انہوں نے اپنے حال کی اصلاح کر لی اور ہدایت پر مستقیم ہو گئے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو پھیر دیتا ہے۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت حذیفہ نے حضرت ابن مسعود کے شاگردوں کو اس بات سے ڈرایا تھا کہ کہیں ان کے دلوں سے ایمان نہ نکل جائے' کیونکہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہوتا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت حذیفہ کی بات پر اس لیے مسکرائے کہ انہوں نے حق بات کہی اور ان کے شاگردوں کو ڈرایا۔

وہ تم سے بہتر تھے' پھر انہوں نے توبہ کر لی: یعنی جب انہوں نے توبہ کر لی تو وہ ان تابعین سے بہتر ہو گئے' اگرچہ یہ افاضل تابعین تھے کیونکہ ان کو صحابیت کی فضیلت حاصل ہو گئی۔

خاتمہ

قیامت کے دن تین قسم کے لوگوں کو سب سے زیادہ عذاب ہو گا ایک تو منافقین کو' دوسرے اصحاب مائدہ کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِينَ ۝ (المائدہ:١١٥)

میں ان کو ایسا عذاب دوں گا جو سارے جہان والوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دوں گا۝

اور تیسرے وہ لوگ ہیں جو فرعون اور اس کے متبعین تھے' قرآن مجید میں ہے:

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۛ أَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ (المؤمن:٤٦)

جہنم کی آگ پر انہیں صبح و شام پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت قائم ہو گی (حکم ہو گا:) فرعون والوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۝

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ١٧١۔٢٦٩' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

منافقین کے متعلق دیگر احادیث اور ان کے مطالب

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں' بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ٢٦٨٢۔٣٣' صحیح مسلم: ٥٩' سنن نسائی: ٣٦' سنن کبریٰ للبیہقی ج ٦ ص ٢٨٨)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہو گا اور جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی خصلت ہو گی' حتیٰ کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے' جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے۔

(صحیح البخاری: ٣٤٥٩۔٣٤' صحیح مسلم: ٥٨' سنن ترمذی: ٢٦٤١' سنن ابوداؤد: ٤٦٨٨' سنن نسائی: ٥٠٣' سنن کبریٰ ج ٩ ص ٢٣٠)

Marfat.com

بہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مسلمان میں یہ چاروں خصلتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس مسلمان میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے اس میں نفاق کی خصلت ہوگی' محدثین کرام نے اس حدیث کے متعدد جوابات ذکر کیے ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

(۱) یہ علامتیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص تھیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو وحی کے نور سے لوگوں کے دلوں کے حال پر مطلع تھے اور آپ جانتے تھے کہ کون منافق ہے اور کون منافق نہیں ہے اور چونکہ یہ غیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا' اس لیے آپ نے اپنے اصحاب کو یہ نشانیاں بتائیں تا کہ وہ ان علامتوں سے منافقوں کو پہچان لیں اور ان سے احتراز کریں اور آپ نے معین کر کے بتایا کہ فلاں فلاں منافق ہے' تا کہ فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ لوگ مرتد ہو کر مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص حلال اور جائز سمجھ کر یہ چار کام کرے' وہ منافق کے حکم میں ہوگا۔

(۳) جو شخص ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو' وہ منافقین کے مشابہ ہوگا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر تغلیظاً اور تہدیداً منافق کا اطلاق فرمایا ہے اور یہ اس شخص کے متعلق فرمایا ہے جو عادۃً یہ چار کام کرتا ہو اور اس کے متعلق نہیں فرمایا جس سے نادراً یہ کام سرزد ہوں۔

(۴) عرف میں منافق اس شخص کو کہتے ہیں جس کا ظاہر باطن کے خلاف ہو' سو ایسا شخص عرفاً منافق ہے' شرعاً منافق نہیں ہے' لہٰذا ایسے شخص کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا۔

(۵) دینی معاملات میں ایسے شخص کا حکم منافق کا ہوگا اور اس کی خبر معتبر نہیں ہوگی۔

ایک حدیث میں تین کاموں کو منافق کی علامت فرمایا ہے اور دوسری میں چار کاموں کو منافق کی علامت قرار دیا ہے' یہ اختلاف مقتضیٰ حال اور مقام کے اعتبار سے ہے' کبھی آپ کے سامنے ایسے منافق تھے جن میں چار خصلتیں تھیں اور کبھی ایسے منافق تھے جن میں تین خصلتیں تھیں' اس وجہ سے کبھی آپ نے تین علامتیں بیان فرمائیں اور کبھی چار۔

نفاق کے عذاب سے نجات کی چار شرطیں

اللہ تعالیٰ نے منافقین سے عذاب کو دور کرنے کے لیے چار شرائط بیان فرمائی ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ توبہ کرے اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نیک عمل کریں کیونکہ نفاق سے توبہ کے بعد کیے ہوئے نیک اعمال لائق اعتبار ہوتے ہیں اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اللہ کا دامن پکڑ لیں کیونکہ توبہ اور نیک اعمال سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اُخروی فلاح اور سعادت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کے دین کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے ہی یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور چوتھی شرط ہے: اخلاص' یعنی ہر کام کو کرنا اور چھوڑنا محض اللہ کی خاطر ہو' یعنی نیک کاموں کو کرنا' اور برائیوں کو چھوڑنا دونوں اللہ کی خاطر ہوں' اور ان کے کسی کام سے غیر اللہ کی نیت' اس کی خوشنودی اور اس کی داد و تحسین کا دخل نہ ہو۔ اور جب یہ چار شرائط حاصل ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ جزاء بیان کی ہے کہ وہ آخرت میں مخلص مؤمنوں کے ساتھ ہوں گے' اور اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطاء فرمائے گا۔

Marfat.com

٢٧- بَابٌ قَوْلُهٗ ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا٥﴾ (النساء:١٦٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسولِ معظم!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی (نازل) فرمائی (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی (نازل) فرمائی٥ (النساء:١٦٣) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پر پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ٥ (النساء:١٦٣)

(اے رسولِ معظم!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی (نازل) فرمائی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی (نازل) فرمائی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں کی طرف اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی (نازل) فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطاء کی٥

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: (بنو قینقاع کے یہودیوں میں سے) مسکین اور عدی بن زید نے کہا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے بعد کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اور نبیوں کی طرف وحی نازل فرمائی ہے' اسی طرح آپ پر بھی وحی نازل فرمائی ہے۔ (جامع البیان جز ٦ ص ٣٨' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

ایک قول یہ ہے کہ جب یہودیوں نے آپ سے یہ کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ پر بھی اس طرح کتاب نازل کی جائے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ تم نوح' ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب' ایوب' یونس' ہارون اور سلیمان کو نبی مانتے ہو' حالانکہ ان پر بھی آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی تھی' سو تمہارا آسمان سے کتاب نازل کیے جانے کا مطالبہ کٹ حجتی کے سوا کچھ نہیں ہے' نبوت کا ثبوت صرف اظہارِ معجزہ پر موقوف ہے' آپ سے پہلے نبیوں کی نبوت بھی معجزہ سے ثابت ہوئی اور آپ نے اپنی نبوت پر متعدد معجزات پیش کیے اور سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جس کی نظیر پیش کرنا یا جس میں کمی بیشی اور تحریف ثابت کرنا آج بھی پوری دنیا کے لیے چیلنج ہے اور قیامت تک رہے گا جب کہ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں سے کسی نبی کا معجزہ اُن کے جانے کے بعد باقی نہیں رہا تو یہ کس قدر انصاف سے بعید ہے کہ جن نبیوں کے معجزات فانی تھے ان کو نبی مانا جائے اور جس عظیم الشان نبی کا معجزہ زندہ جاوید ہے اس کی نبوت کا انکار کر دیا جائے۔

انبیاء کے ذکر میں اس آیت میں سب سے پہلے حضرت نوح کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا یا اس لیے کہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے احکامِ شرعیہ بیان کیے یا اس لیے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے ہے' اس طرح حضرت نوح کی دعوت بھی تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے تھی۔

Marfat.com

حضرت نوح کے بعد دوسرے نبیوں کا بالعموم ذکر فرمایا' پھر خصوصیت کے ساتھ حضرت ابراہیم کا نام لیا' یہ ان کے شرف کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ تمام نبیوں کے سلسلہ آباء میں تیسرے اہم باپ ہیں' حضرت آدم' حضرت نوح اور پھر حضرت ابراہیم' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر یہود کا رد کرنے کے لیے فرمایا ہے کیونکہ یہودی ان کی نبوت کے منکر تھے اور حضرت داؤد کو زبور عطاء فرمانے کا ذکر فرمایا کیونکہ زبور بھی اسی طرح قسط وار نازل کی گئی تھی جس طرح قرآن مجید قسط وار نازل ہو رہا تھا۔

قرآن مجید کو یک بارگی نازل نہ کرنے کی حکمتیں

قرآن مجید کے قسط وار نازل ہونے کو یہود نے اپنی کم عقلی سے نقص گردانا حالانکہ اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ کتاب نازل کرنے کا جو رابطہ حضرت موسیٰ سے زندگی میں صرف ایک بار قائم ہوا وہ رابطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تا حیات قائم رہا' حضرت موسیٰ تورات لینے پہاڑ طور پر گئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنِ مجید لینے کے لیے کہیں جانا نہیں پڑتا تھا بلکہ آپ جہاں تشریف فرما ہوتے تھے' قرآن مجید وہیں نازل ہو جاتا تھا' خواہ آپ بدر کے میدان میں ہوں' اُحد کی گھاٹیوں میں ہوں' غارِ ثور میں ہوں' کسی سواری پر ہوں' حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بستر پر ہوں' جہاں آپ ہوتے تھے قرآن مجید وہیں نازل ہو جاتا تھا' لوگ آپ سے سوال کرتے تھے ان کے جواب میں آیتیں نازل ہوتی تھیں' یہ سہولت یک بارگی نزول میں کہاں ہے؟ پھر اگر یک بارگی کتاب نازل ہوتی تو تمام احکام یک بارگی فرض ہو جاتے اور لوگوں کے لیے ایک دم ان پر عمل کرنا اور پرانی عادتوں اور رسموں کا چھوڑنا مشکل ہوتا' بہ تدریج کتاب کے نزول سے لوگوں پر اسلام کا قبول کرنا آسان ہو گیا' قرآن مجید کو یک بارگی نازل نہ کرنے میں یہ فضیلت' باریکیاں اور فوائد ہیں جو یہود کی سمجھ میں نہیں آئیں اور ان کو سمجھایا گیا تو انہوں نے اپنی ہٹ دھرمی سے نہیں مانا۔

امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل دو حدیثیں روایت کی ہیں:

٤٦٠٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے اعمش نے حدیث بیان کی از ابی وائل از عبداللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: کسی شخص کے یہ لائق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۱۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٦٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جس نے یہ کہا کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو اس نے جھوٹ بولا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔

ہر چند کہ ان دونوں حدیثوں کی شرح پہلے گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

Marfat.com

نبی ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت کی تحقیق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اُس حدیث سے معارض ہے جس میں آپ نے فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۱۵-۳۱۴۸) امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲)

اس تعارض کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) آپ نے یہ اُس وقت فرمایا تھا جب آپ کو یہ علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ افضل الانبیاء ہیں' پھر جب آپ کو یہ علم ہو گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(۲) آپ نے انبیاء پر اپنی ایسی فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جو کسی جھگڑے کا موجب ہو' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک مسلمان نے یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۴۱۱)

(۳) آپ نے یہ قول بر سبیل تواضع فرمایا اور بڑائی اور فخر کی نفی کرنے کے لیے جیسا کہ حضرت صدیق اکبر نے کہا تھا کہ مجھے تم پر امیر بنا دیا گیا ہے حالانکہ میں تم سے افضل نہیں ہوں۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۳۳۶، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۸ ص ۲۶۷، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۸۳)

(۴) آپ نے نبیوں پر اپنی ایسی فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جس سے دوسرے انبیاء کی تنقیص ہو' کیونکہ یہ کفر ہے۔

(۵) آپ نے نفسِ نبوت میں فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے نہ کہ ذواتِ انبیاء میں اور عموم رسالت میں اور زیادہ خصائص میں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ (البقرہ: ۲۵۳) یہ سب رسول ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا ہے: مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت نہ دو' اس کا معنی یہ ہے کہ بغیر علم کے فضیلت نہ دو' ورنہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: یہ سب رسول ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ (البقرہ: ۲۵۳)

حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص کی توجیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص کیوں کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا مرتبہ دوسرے انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے کم ہے تو جب آپ نے کم درجہ کے نبی کے اوپر اپنی فضیلت کو پسند نہیں فرمایا تو جو نبی ﷺ ان سے زیادہ مرتبہ کے ہیں' اُن پر فضیلت کو آپ کیسے پسند فرماتے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۔ (القلم: ۴۸) تو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار فرمائیں اور مچھلی والے کی طرح نہ ہوں۔

اس آیت میں حضرت یونس علیہ السلام مراد ہیں' کیونکہ اُنہوں نے دوسرے انبیاء کی طرح صبر نہیں کیا تھا اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ آپ حضرت یونس سے افضل ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان کی طرح نہ ہو جانا۔ اس کا ذکر علامہ ابن بطال نے کیا ہے اور انہوں نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ مجھے حضرت یونس پر عمل میں فضیلت مت دو' کیونکہ ہو سکتا ہے ان کا عمل مجھ

سے افضل ہو اور نہ آزمائش اور امتحان میں مجھے فضیلت دو کیونکہ ان کی آزمائش مجھ سے بہت زیادہ تھی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو جو قیامت کے دن تمام انبیاء اور رسولوں پر فضیلت دی ہے وہ آپ کے عمل کی وجہ سے نہیں دی ہے بلکہ اپنے فضل کی وجہ سے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے اسی طرح آپ کی اُمت کو جو خیر الامم فرمایا ہے اور ان سے مشکل احکام کا وہ بوجھ اُتار دیا ہے جو بنی اسرائیل پر تھا' یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ١٥ص ١٧١۔١٧٠ وزارۃ الاوقاف قطر ١٤٢٩ھ)

٢٨- بَابُ ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ﴾ (النساء:١٧٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے' جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہوگا' اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو (النساء:١٧٦) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت اس طرح ہے:

يَسْتَفْتُونَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (النساء:١٧٦)

آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو' پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ہے اور اگر بہن بھائی وارث ہوں مرد اور عورتیں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے' اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۝

وَ ﴿الْكَلَالَةُ﴾ مَنْ لَّمْ يَرِثْهُ اَبٌ اَوِ ابْنٌ وَّهُوَ مَصْدَرٌ مِّنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ.

اور کلالہ اس کو کہتے ہیں: جس کا وارث نہ باپ ہو نہ بیٹا اور یہ ''تکلله النسب'' کا مصدر ہے۔

یعنی کلالہ وہ ہے جس کو نسب نے ایک طرف کر دیا جس کا نہ باپ ہو نہ بیٹا ہو تو اس کا ترکہ اس کے اطراف کو ملے گا' یعنی کلالہ کی صورت میں اصول اور فروع کی میراث کا حصہ اطراف میں واقع رشتہ داروں کو ملتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کلالہ' اکلیل سے ماخوذ ہے جس کا معنی تاج ہے جیسے تاج سر کو محیط ہوتا ہے' اسی طرح کلالہ بھی میت کو محیط ہوتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ کلالہ ''كَلَّ يَكِلُّ'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: تھکنا' جب رحم بڑا ہو جائے تو کہا جاتا ہے: ''كَلَّتِ الرَّحِمُ'' اسی طرح جو شخص مسافت بعیدہ ہونے کی وجہ

سے تھک جائے تو کہا جاتا ہے: ''کَـلَّ''۔ ایک قول یہ ہے کہ کلالہ ورثہ کو کہتے ہیں اور یہ اولاد کے ماسوا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ والد کے ماسوا ہے' یہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ کا قول ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ اخیافی بھائی ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ بھائی ہیں خواہ جس طرح کے ہوں' داؤدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ بیٹے اور پوتے کے ماسوا ہے' عطاء نے کہا: اس سے مراد مال ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فریضہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مال اور ورثہ ہیں' ابن درید نے کہا: یہ چچا کے بیٹے اور ان کے مشابہ ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ تمام عصبات ہیں خواہ بعید ہوں' ایک قول یہ ہے کہ یہ مصدر ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور اس کا معنی ورثہ اور مال نہیں ہے۔

(التوضیح ج ۲۲ ص ۲۷۴-۲۷۳)

۴۶۰۵- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ ﴿بَرَاءَةٌ﴾ وَاٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ﴾ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ سے سنا' انہوں نے کہا: جو سورت آخر میں نازل ہوئی وہ سورۂ توبہ ہے اور جو آیت آخر میں نازل ہوئی وہ ''یستفتونک'' ہے۔(النساء: ۱۷۶)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۶۴ میں گزر چکی ہے۔

کلالہ کی تفسیر میں متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء کی حدیث کتاب المغازی میں گزر چکی ہے اور عنقریب یہ حدیث سورۂ توبہ میں بھی آئے گی۔ (صحیح البخاری: ۴۶۵۴)

اور امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب الفرائض میں بھی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۷۴۴)

امام بخاری نے جو کلالہ کے متعلق ذکر کیا ہے کہ وہ مصدر ہے' یہ اُس شخص کے لیے ہے جس کا باپ یا بیٹا وارث نہ ہو اور حضرت علی' حضرت زید' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کی نہ اولاد ہو اور نہ والد۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۲۰۲) اور یہ بصریین کا قول ہے' انہوں نے کہا: یہ اس شخص کی مثل ہے جو بانجھ ہو اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور یہ اکلیل (تاج) سے ماخوذ ہے' گویا کہ ورثاء نے اس کا احاطہ کرلیا ہے اور اس کا نہ باپ ہے نہ بیٹا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ سے جب کلالہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے توقف کیا اور حضرت ابن عباس سے کہا: مجھ سے تین چیزیں یاد رکھو' ایک یہ کہ میں نے کلالہ کی تفسیر میں کچھ نہیں کہا اور نہ میں نے دادا کے متعلق کچھ کہا اور نہ میں نے کسی کو خلیفہ نامزد کیا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۰)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع کے سال مکہ کے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ! میری ایک بہن ہے تو میں اس کی وراثت میں کتنا مقرر کروں تو یہ آیت نازل ہوئی: ''یَسْتَفْتُوْنَکَ'' (النساء: ۱۷۶) اور ایک قول ہے کہ یہ احکام سے متعلق نازل ہونے والی آخری آیت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۸۸)

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ میں بیمار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنی بہنوں کے لیے دو ثلث (دو تہائی) کی وصیت کردوں؟ آپ نے فرمایا: اچھا کرو! میں نے کہا: نصف کی وصیت کردوں؟ آپ نے فرمایا: اچھا کرو' پھر آپ چلے گئے اور مجھے چھوڑ دیا' پھر دوبارہ میرے پاس آئے اور فرمایا:

Marfat.com

میرا یہ گمان نہیں ہے کہ تم اس بیماری میں فوت ہو جاؤ گے' بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہنوں کے لیے آیت نازل کی ہے اور بیان کر دیا ہے اور وہ دو ثلث ہیں تو حضرت جابر یہ کہتے تھے کہ میرے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: ''یَسْتَفْتُوْنَکَ''۔(النساء:١٧٦)

(السنن الکبریٰ:٦٣٢٤)

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کسی سفر میں جا رہے تھے اور آپ کی ایک جانب حضرت حذیفہ تھے' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو یہ آیت پہنچائی' پھر حضرت حذیفہ نے یہ آیت حضرت عمر کو پہنچائی' پھر جب حضرت عمر خلیفہ بن گئے تو حضرت حذیفہ نے اس توقع سے حضرت عمر سے سوال کیا کہ شاید حضرت عمر کے پاس اس آیت کی تفسیر ہو' پس حضرت حذیفہ نے حضرت عمر سے کہا: میرا یہ گمان نہیں ہے کہ آپ کی حکومت کی مشغولیت آپ سے اس آیت کی تفسیر بھلا دے گی' حضرت عمر نے کہا: اللہ تم پر رحم کرے' میں نے اس آیت کی تفسیر کا ارادہ نہیں کیا۔(تفسیر عبدالرزاق:٦٦١)

طاوس نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلالہ کے متعلق سوال کرو' انہوں نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم کو آیت الصیف کافی نہیں ہے' سفیان نے کہا: اس سے مراد یہ آیت ہے:

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ (النساء:١٢) اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد اور اس کا (ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔

پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں' پس حضرت عمر نے اس آیت کو پڑھا اور جب وہ اس آیت پر پہنچے:

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۗ (النساء:١٧٦) اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔

تو حضرت عمر کے ہاتھ میں جو شانہ کی ہڈی تھی' اس کو انہوں نے پھینک دیا اور کہا: اے اللہ! تو نے کس کو کلالہ بیان کیا ہے' مجھے تو نہیں بیان کیا۔(مصنف عبدالرزاق:١٩١٩٤)

ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر سوال کرنے والے تھے' اس کی منذری نے حکایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ ابواسحاق السبیعی سے پوچھا: کیا آیۃ الصیف یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے نہ اولاد چھوڑی اور نہ والد چھوڑا؟ تو انہوں نے کہا: لوگوں نے اسی طرح گمان کیا ہے۔(سنن ابوداؤد:٢٨٨٩)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ گمان کرتے تھے کہ کلالہ والد اور اولاد کے ماسوا ہے اور حضرت عمر یہ گمان کرتے تھے کہ کلالہ اولاد کے ماسوا ہے' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو انہوں نے کہا: میں حضرت ابوبکر کی مخالفت کرنے سے حیاء کرتا تھا' پھر حضرت عمر نے اپنے قول کی طرف رجوع کر لیا۔(تفسیر طبری ج ۴ ص ۳۸۱)

اور کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آخری کلام یہ تھا کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو اور حضرت ابن عباس اور باقی صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق کی موافقت کی ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۷۶۔۲۷۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

کلالہ کا لغوی معنی

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

کلالہ اس مورث کو کہتے ہیں جس کا نہ والد (ماں باپ) زندہ ہو نہ اولاد ہو یا کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو نہ والد (ماں باپ) ہو نہ اولاد ہو جیسے عم زاد بھائی' یا اخیافی بھائی' بہن' ازہری نے کہا کہ سورۂ نساء میں دو جگہ کلالہ کا ذکر کیا گیا ہے' آیت: ١٢' اور آیت: ١٧٦۔

آیت: ١٢ میں فرمایا: اگر ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کیا جائے جو کلالہ ہو اور اس کا (ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے' پس اگر وہ (اخیافی بہن یا بھائی) ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہیں۔ اور آیت: ١٧٦ میں فرمایا: آپ کہیے: اللہ تمہیں کلالہ میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر ایسا مرد فوت ہو جائے جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک (حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ سے نصف ملے گا اور وہ اس (بہن) کا وارث ہوگا' اگر اس کی اولاد نہ ہو۔ (الآیہ)

ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ دُور کے عم زاد کو کلالہ کہتے ہیں اور اخفش نے فراء سے نقل کیا ہے کہ والد (ماں باپ) اور اولاد کے سوا قرابت داروں کو کلالہ کہتے ہیں اور ان کو کلالہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ میت کے نسب کے گرد قرابت کی جہت سے گھومتے رہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کے والد (ماں باپ) اور ولد ساقط ہو جائیں' وہ کلالہ ہے' نیز ''کَلّ'' کا معنی تھکنا ہے اور ضعیف کو تھکنا لازم ہے' یہاں لازم بول کر ملزوم مراد لیا ہے کیونکہ جو وارث اصول اور فروع نہ ہوں وہ ضعیف ہوتے ہیں' اس لیے کلالہ کا معنی ہے: ضعیف وارث۔ (تاج العروس ج ٨ ص ١٠١' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

کلالہ کا شرعی معنی

علامہ ابو سلیمان خطابی متوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

اکثر صحابہ کا یہ قول ہے کہ جس کا نہ والد (ماں باپ) ہو نہ اولاد ہو وہ کلالہ ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اس میں دو قول ہیں: ایک قول جمہور صحابہ کی مثل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کی اولاد نہ ہو اور یہ اُن کا آخری قول ہے۔

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے ان کو موت کے وقت یہ وصیت کی کہ کلالہ تمہارے قول کے مطابق ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: میرا کیا قول ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس شخص کی اولاد نہ ہو' حسن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے سوال کیا کہ کلالہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: والد اور ولد کے ماسوا کلالہ ہے' میں نے کہا: اللہ عزوجل تو فرماتا ہے:

''اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ'' (النساء: ١٧٦) اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو (یعنی اس آیت میں کلالہ کی تعریف میں والد کی نفی کا ذکر نہیں ہے) تو حضرت ابن عباس ناراض ہوئے اور مجھے جھڑک دیا' میں کہتا ہوں کہ اشکال کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں کلالہ کی تعریف کی گئی ہے کہ اس کی اولاد نہ ہو اور اس میں والد کی نفی کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ کلالہ کی تعریف میں والد کی نفی حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث سے ماخوذ ہے' کیونکہ یہ آیت ان ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جب یہ آیت نازل ہوئی اُس وقت حضرت جابر کی اولاد تھی نہ والدین زندہ تھے۔ اس لیے کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کے نہ ماں باپ زندہ ہوں نہ اولاد ہو۔ (معالم السنن علی مختصر سنن ابوداؤد ج ٤ ص ١٦٤۔ ١٦٣' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

کلالہ کی وراثت کے چار احوال

جو شخص کلالہ ہونے کی حالت میں فوت ہو اس کے بھائیوں اور بہنوں کی وراثت کے چار احوال ہیں:

(١) ایک شخص فوت ہو اور اس کی صرف ایک بہن ہو تو اس کو اس کے ترکہ میں سے نصف ملے گا' پھر اگر اس کے عصبات ہیں تو باقی

Marfat.com

ترکہ ان کو ملے گا ورنہ وہ باقی نصف بھی اسی بہن کو مل جائے گا۔

(۲) کوئی مرد یا عورت فوت ہو جائے اور اس کا صرف ایک بھائی وارث ہو تو اس مرد یا عورت کا تمام مال اس بھائی کو مل جائے گا۔

(۳) کوئی مرد یا عورت فوت ہو اور اس کی صرف دو یا دو سے زائد حقیقی یا علاتی بہنیں ہوں تو ان بہنوں کو دو تہائی ملے گا۔

(۴) کوئی مرد یا عورت فوت ہو اور اُس کے وارث صرف بھائی اور بہن ہوں تو ان بہن بھائیوں میں اس کا ترکہ تقسیم کر دیا جائے گا' بایں طور کہ مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ دیا جائے گا۔

آخری سورت اور آخری آیت کی تحقیق

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ سورۂ توبہ ہے اور جو آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ ''یَسْتَفْتُوْنَکَ'' (النساء:۱۷۶) ہے۔ (صحیح البخاری:۴۶۰۵' صحیح مسلم:۱۶۱۸' سنن ابوداؤد:۲۸۸۸' سنن ترمذی:۳۰۵۴)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی اُبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ آخری سورت سورت النصر ہے' اس کے نزول کے وقت میں کئی اقوال ہیں' حق کے زیادہ قریب حضرت ابن عمر کا قول ہے کہ یہ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی' اس کو سورۃ التودیع بھی کہتے ہیں' اس کے بعد:

''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' (المائدہ:۳) نازل ہوئی' اس کے بعد نبی ﷺ اسّی (۸۰) دن زندہ رہے' اس کے بعد ''یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَه'' (النساء:۱۷۶) نازل ہوئی' اس کے بعد نبی ﷺ پچاس (۵۰) دن زندہ رہے' پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: ''لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ'' (التوبہ:۱۲۸) اس کے بعد نبی ﷺ پینتیس (۳۵) دن زندہ رہے' پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: ''وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ'' (البقرہ:۱۲۸) اس کے بعد نبی ﷺ اکیس (۲۱) دن زندہ رہے اور مقاتل نے کہا: سات (۷) دن زندہ رہے' یہ ترتیب ابوالفضل محمد بن یزید نے ذکر کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۶۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس تحقیق کے اعتبار سے سورۃ النساء کی اس آیت کو جو آخری آیت کہا گیا ہے' اس سے مراد آخرِ اضافی ہے۔

سورۃ النساء کی تفسیر ختم ہوئی' اب اس کے بعد سورۃ المائدہ کی تفسیر شروع ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۵- سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ — سورۃ المائدہ کا تعارف

علامہ الجوہری نے کہا ہے: مائدہ کا معنی ہے: وہ تھال جس کے اوپر طعام ہو' پس اگر اس کے اوپر طعام نہ ہو تو وہ مائدہ نہیں ہے' وہ صرف تھال ہے۔

مقاتل نے کہا: یہ سورت مدنی ہے اور یہ پوری سورت دن میں نازل ہوئی اور عطاء بن ابی مسلم نے کہا کہ پہلے سورۂ مائدہ نازل ہوئی' پھر سورۃ التوبہ نازل ہوئی ہے اور ابوالعباس نے کہا: سورۂ مائدہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت ہے اور اس کی پانچ آیتوں میں اختلاف ہے:

Marfat.com

(۱) ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ'' (المائدہ:٣) یہ مقام عرفات میں نازل ہوئی تھی۔
(۲) تیمم کی آیت یہ مقام ابواء میں نازل ہوئی تھی۔
(۳) ''وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ'' (المائدہ:٦٧) یہ ذات الرقاع میں نازل ہوئی۔
(۴) ''ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا'' (المائدہ:٨٢) یہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔
(۵) اور ایک آیت وہ ہے جس میں مزید اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ ساتویں غزوہ میں مقام نخلہ میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ میں کعب بن اشرف کے متعلق نازل ہوئی اور وہ یہ آیت ہے: ''اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ'' (المائدہ:٧)

امام ابوعبیدہ نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا: سورۂ مائدہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حجۃ الوداع میں مکہ اور مدینہ کے درمیان میں نازل ہوئی اس وقت آپ اونٹنی پر سوار تھے آپ نے اونٹنی کو اس کے گھٹنوں پر بٹھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی سے اُتر گئے اور علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ سورۂ مائدہ کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے کیونکہ یہ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور دوسروں نے کہا ہے: اس میں دس مختلف مقامات سے آیتیں منسوخ ہوئی ہیں اس سورت میں ایک سو بیس (۱۲۰) آیات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٠٠٠ - بَابُ تَفْسِيرِ

﴿حُرُمٌ﴾ وَاحِدُهَا حَرَامٌ.
﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ﴾ (المائدہ:١٣) ﴿بِنَقْضِهِمْ﴾ ﴿الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ﴾ (المائدہ:٢١) جَعَلَ اللّٰهُ ﴿تَبُوْءَ﴾ (المائدہ:٢٩) تَحْمِلَ ﴿دَآئِرَةٌ﴾ (المائدہ:٥٢) دَوْلَةٌ. وَقَالَ غَيْرُهُ الْإِغْرَاءُ التَّسْلِيْطُ ﴿اُجُوْرَهُنَّ﴾ (المائدہ:٥) مُهُوْرَهُنَّ ﴿اَلْمُهَيْمِنُ﴾ اَلْاَمِيْنُ اَلْقُرْاٰنُ اَمِيْنٌ عَلٰى كُلِّ كِتَابٍ قَبْلَهُ قَالَ سُفْيَانُ مَا فِي الْقُرْاٰنِ اٰيَةٌ اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ ﴿لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (المائدہ:٦٨) ﴿مَخْمَصَةٌ﴾ مَجَاعَةٌ. ﴿مَنْ اَحْيَاهَا﴾ (المائدہ:٣٢) يَعْنِيْ مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا اِلَّا بِحَقٍّ حَيِيَ النَّاسُ مِنْهُ جَمِيْعًا ﴿شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ (المائدہ:٤٨) سَبِيْلًا وَسُنَّةً فَاِنْ ﴿عُثِرَ﴾ ظَهَرَ ﴿الْاَوْلَيَانِ﴾ وَاحِدُهَا اَوْلٰى.

سورۂ مائدہ میں مذکور الفاظ کی تفسیر

''حرم'' اس کا واحد ''حرام'' ہے یعنی احرام باندھے ہوئے۔
''فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ'' (المائدہ:١٣) یعنی اللہ نے جوان کو حکم دیا تھا کہ بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا تھا ''اَلَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ'' (المائدہ:٢١) اللہ نے کر دیا ''تبوء'' (المائدہ:٢٩) یعنی تو اُٹھائے گا ''دَائِرَةٌ'' (المائدہ:٥٢) یعنی زمانہ کی گردش اور دوسرے لوگوں نے کہا: ''اِغْرَاءٌ'' کا معنی ہے: مسلط کرنا ڈال دینا ''اُجُوْرَهُنَّ'' (المائدہ:٥) یعنی ان عورتوں کے مہر ''اَلْمُهَيْمِنُ'' کا معنی ہے: ''اَلْاَمِيْنُ'' یعنی قرآن مجید پہلی کتابوں پر امین ہے۔ سفیان نے کہا: میرے نزدیک قرآن مجید میں درج ذیل آیت سے زیادہ شدید کوئی آیت نہیں ہے: ''لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ'' (المائدہ:٦٨) یعنی تم (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا۔ ''مَخْمَصَةٌ'' اس کا معنی ہے: بھوک ''وَمَنْ اَحْيَاهَا'' (المائدہ:٣٢) یعنی جس نے کسی آدمی کا ناحق خون بہانا حرام سمجھا تو گویا سب آدمی اس کی وجہ سے زندہ رہے۔ ''شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا'' (المائدہ:٤٨) یعنی راستہ اور

Marfat.com

طریقہ "عُثِرَ" کا معنی ہے: "ظَهَرَ" یعنی اگر معلوم ہو جائے "الْاَوْلَيٰنِ" کا واحد "اَوْلٰی" ہے۔

تعلیقات مذکورہ کی تفصیل اور شرح

"حرم" کا واحد حرام ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ (المائدہ:۱) شکار کو حلال نہ سمجھنا جس وقت تم حالتِ احرام میں ہو۔

امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ "حرام" کا معنی "محرم" ہے۔

"فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ" (المائدہ:۱۳) "فبنقضهم" یعنی ان کے توڑنے کے سبب سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ . (المائدہ:۱۳) تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ "فَبِمَا نَقْضِهِمْ" میں "مَا" کا لفظ زائد ہے اسی طرح قتادہ سے مروی ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (النساء:۱۵۹) پس آپ اللہ کی رحمت کے سبب سے ان پر نرم ہو گئے۔

اس آیت میں بھی لفظ "مَا" زائد ہے۔

"الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ" (المائدہ:۲۱) اس کا معنی ہے: اللہ نے کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ . (المائدہ:۲۱) اے میری قوم! اس ارضِ مقدسہ میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں "كتب الله لكم" کا معنی ہے: تمہارے لیے کر دیا اور علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ لوحِ محفوظ میں لکھ دیا کہ یہ تمہارے لیے ہے اور ارضِ مقدسہ سے مراد ہے: بیت المقدس یا فلسطین یا دمشق یا شام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جب لبنان کے پہاڑ پر چڑھے تو ان سے کہا گیا کہ آپ دیکھیے جہاں تک آپ کی نظر جائے گی وہ مقدس ہے اور آپ کے بعد آپ کی ذریت کی میراث ہے۔

"تبوء" کا معنی ہے: تو اٹھائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ . (المائدہ:۲۹) میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ہی ذمہ ہو۔

امام بخاری نے یہاں سے ھابیل اور قابیل کے قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ھابیل نے قابیل سے کہا کہ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا' میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں' میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ہی ذمہ ہو اور تو جہنمیوں سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔

"دائرة" کا معنی ہے: زمانہ کی گردش۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ (المائدہ:٥٢) وہ یہ کہیں گے: ہمیں یہ خدشہ ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے۔

امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ السدی نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

اور دوسروں نے کہا: ''الاغراء'' کا معنی مسلط کرنا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤی اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ○ (المائدہ:١٤) اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا جنہوں نے کہا: ہم نصاریٰ ہیں تو اس کے بڑے حصے کو انہوں نے بھلا دیا جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض کو روزِ قیامت تک لازم کر دیا اور عنقریب اللہ انہیں ان کاموں کی خبر دے گا جن کو وہ کرتے تھے ○

امام بخاری نے ''اغراء'' کی تفسیر مسلط کرنے کے ساتھ کی ہے اور تفسیر میں ''اغرینا'' کا معنی ''القینا'' لکھا ہے یعنی ہم نے ان کے درمیان عداوت اور باہمی بغض کو ڈال دیا۔ علامہ زمخشری نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہم نے ان پر عداوت اور بغض کو چپکا دیا اور لازم کر دیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ''غیرہ'' سے مراد کون ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''غیرہ'' سے مراد ہے: حضرت ابن عباس کا غیر اور گویا کہ اس تعلیق سے پہلے یہ تعلیق تھی کہ حضرت ابن عباس نے کہا: ''مخمصة'' کا معنی بھوک ہے' لیکن صحیح بخاری کے نقل کرنے والوں نے اس کو حذف کر دیا۔

''اجورھن'' کا معنی ہے: ان کے مہر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ ۔ (المائدہ:٥) اور آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں) جب تم ان کے مہر کو ادا کر دو درآں حالیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو نہ کہ علانیہ بدکاری کرنے والے۔

حضرت ابن عباس نے ''اُجور'' کی تفسیر مُہور کے ساتھ کی ہے' اس کی امام ابن المنذر نے غیلان سے روایت کی ہے۔

''المھیمن'' کا معنی ہے: امین اور قرآن مجید تمام پہلی (آسمانی) کتابوں کا امین ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ ۔ (المائدہ:٤٨) اور (اے رسول مکرم!) ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل کی ہے اور اس کے سامنے جو (آسمانی) کتاب ہے یہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کی محافظ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ "مھیمن" کا معنی امین ہے اور اس کی امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے۔
الازہری نے کہا ہے کہ "مھیمن" کا لفظ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ "مھیمن" کا معنی شہید اور شاہد ہے اور ایک قول ہے کہ اس کا معنی رقیب ہے اور دوسرا قول ہے کہ اس کا معنی حفیظ ہے۔
سفیان نے کہا: قرآن مجید میں اس آیت سے زیادہ سخت اور کوئی آیت نہیں ہے: آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! تم (دینِ برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ (المائدہ:٦٨)

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد! آپ کہیے: اے اہل کتاب! تم اس وقت تک دینِ برحق پر نہیں ہو گے جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو یعنی جب تک کہ تم ان کی تمام کتابوں پر ایمان نہ لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں اور جب تک تم ان کتابوں کے احکام پر عمل نہ کرو' جن میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور ان کی شریعت کی پیروی کرو۔ امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کے شانِ نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ مالک بن الصیف اور یہودی علماء کی ایک جماعت نے آ کر کہا: اے محمد! کیا آپ یہ گمان نہیں کرتے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہیں اور آپ تورات پر ایمان لاتے ہیں اور یہ گواہی دیتے ہیں کہ وہ برحق ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! لیکن تم نے ان آیات کو چھپا دیا ہے جن کے بیان کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا' سو میں تمہاری باتوں سے بری ہوتا ہوں' انہوں نے کہا: ہمارے پاس جو کتابیں ہیں ان میں جو ہدایت اور حق ہے ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ آپ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لاتے ہیں' تب یہ آیت نازل ہوئی۔
"وَمَنْ اَحْیَاھَا" یعنی جس آدمی نے کسی کا ناحق خون بہانا حرام سمجھا تو گویا سب آدمی اس کی وجہ سے زندہ رہے۔ (المائدہ:٣٢)
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:
وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچا لیا تو گویا اس نے تمام (المائدہ:٣٢) انسانوں کو بچا لیا۔
مجاہد نے کہا ہے کہ جس نے کسی شخص کو قتل نہیں کیا اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر لیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جس نے لوگوں کو ڈوبنے سے یا جلنے سے یا مرنے سے بچایا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔
"شرعۃ ومنھاجا" اس کا معنی ہے: راستہ اور طریقہ۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:
لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّ مِنْھَاجًا ؕ (المائدہ:٤٨) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور واضح راہِ عمل بنائی ہے۔
مجاہد' عکرمہ' حسن بصری' قتادہ اور ضحاک نے "شرعۃ ومنھاجا" کی تفسیر اسی طرح کی ہے' جس طرح امام بخاری نے کی ہے۔
اور "الشرعۃ" کا لغوی معنی ہے: جس سے کسی چیز کی ابتداء کی جائے اور "منھاج" کا لغوی معنی ہے: واضح راستہ۔
"فان عثر" اس کا معنی ہے: اگر ظاہر ہوا۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (المائدہ:۱۰۷)

پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان گواہوں نے ضائع کیا ہے' ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (وصیوں) کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا' ورنہ ہمارا شمار ظالموں میں ہوگا○

مفسرین نے کہا ہے کہ اگر یہ مشہور ہو جائے اور ثابت ہو جائے کہ وصیت کے دو گواہوں نے خیانت کی ہے یا جس کے مال میں وصیت کی گئی تھی' اس کے مال میں زیادہ وصیت کی اور یہ بات ظاہر ہو جائے تو دوسرے دو گواہ ان کے قائم مقام کیے جائیں۔

''الاولین'' اس کا واحد ''اولی'' ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ ۔(المائدہ:۱۰۷)

ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے ہو جائیں اور وہ گواہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں۔

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ''اولین'' ''الاولی'' کا تثنیہ ہے۔

نوٹ: ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۷-۲۶۳ سے مستفاد ہے۔

۱- بَابٌ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدہ:۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا (المائدہ:۳) کی تفسیر

المائدہ:۳ کی تفسیر' دینِ اسلام کے ذریعہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ اللہ عزوجل کی اس اُمت پر بہت بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دین کو مکمل فرما دیا اور وہ کسی اور دین کی طرف محتاج نہیں ہے اور نہ اپنے نبی کے سوا کسی اور نبی کی طرف محتاج ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا ہے اور آپ کو تمام انسانوں اور جنات کی طرف مبعوث فرمایا ہے' سو وہی چیز حلال ہے جس کو اللہ نے حلال کیا ہے اور وہی چیز حرام ہے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اور وہی دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے اور ہر وہ چیز جس کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی ہے وہ حق اور صدق ہے' اس میں کذب کا اور اس کے خلاف کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔

علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ اس آیت میں دین سے مراد اسلام ہے اور ''الیوم'' سے مراد یوم عرفہ ہے۔ سُدی سے روایت ہے کہ یہ آیت یومِ عرفہ کو نازل ہوئی' اس کے بعد نہ کوئی حلال نازل ہوا اور نہ کوئی حرام نازل ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میدانِ عرفہ سے لوٹ گئے اور اس کے بعد آپ کی وفات ہوگئی۔ ابن جریج اور متعدد تابعین نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یوم عرفہ کے بعد اکیاسی (۸۱) دن زندہ رہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مَخْمَصَةٍ﴾ (المائدہ:۳) مَجَاعَةٍ ۔

اور حضرت ابن عباس نے کہا کہ ''مخمصة'' کا معنی ہے: بھوک۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (المائدہ:۳) پس جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر (کوئی حرام چیز کھالے) دراں حالیکہ وہ اس کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے○

امام ابن ابی حاتم نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

٤٦٠٦- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ قَیْسٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَتِ الْیَهُوْدُ لِعُمَرَ اِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ اٰیَةً لَوْ نَزَلَتْ فِیْنَا لَاتَّخَذْنَاهَا عِیْدًا فَقَالَ عُمَرُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ حَیْثُ اُنْزِلَتْ وَاَیْنَ اُنْزِلَتْ وَاَیْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُنْزِلَتْ یَوْمَ عَرَفَةَ وَاَنَا وَاللّٰهِ بِعَرَفَةَ قَالَ سُفْیَانُ وَاَشُكُّ كَانَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمْ لَا ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ﴾ (المائدہ:۳) ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از قیس از طارق بن شہاب' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود نے حضرت عمر رضی اللہ سے کہا کہ آپ قرآن مجید میں ایک آیت پڑھتے ہیں' اگر وہ آیت ہم میں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنالیتے' حضرت عمر نے کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ وہ آیت کب نازل ہوئی تھی اور کس جگہ نازل ہوئی تھی اور جب وہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تھے' یہ آیت میدانِ عرفات میں نازل ہوئی اور اللہ کی قسم! ہم اس وقت میدانِ عرفات میں تھے۔ سفیان نے کہا: مجھے شک ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا یا نہیں' آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ (المائدہ:۳)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حضرت عمر سے سوال تو صرف ایک یہودی نے کیا تھا تو اس حدیث میں جمع کا صیغہ لانے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہود نے کہا: کتاب الایمان میں بھی یہ حدیث ہے' اس میں مذکور تھا کہ یہود میں سے ایک مرد نے کہا' جب کہ زیر بحث حدیث میں جمع کا ذکر ہے' جس مرد نے سوال کیا تھا وہ کعب احبار تھے اور ان کا یہ سوال اسلام لانے سے پہلے تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ کی خلافت میں اسلام لائے تھے' یہاں پر جو یہود کی جماعت کا ذکر کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ کعب احبار کے ساتھ جو دوسرے یہودی تھے' ان کا بھی اعتبار کر لیا گیا۔

سفیان نے کہا: مجھے اس میں شک ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا یا نہیں' لیکن امام بخاری نے کتاب الاعتصام میں وثوق کے ساتھ یہ روایت کیا ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی منانے پر ایک اعتراض کا جواب

شیخ سلیم اللہ خان مہتمم جامعہ فاروقیہ' کراچی لکھتے ہیں:

صاحب خیر جاری نے یوم الجمعہ کو یوم عرفہ کے وقوع میں سفیان ثوری کے شک کی توجیہ بیان کی ہے کہ مشہور یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے دن بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی تو اگر یوم عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو تو پھر کسی صورت میں ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو پیر کا دن نہیں

پڑتا' ذی الحجہ محرم اور صفر کو خواہ تیس تیس دن مانے جائیں یا انتیس انتیس کے یا بعض تیس اور بعض انتیس کے' اس لیے سفیان ثوری کو شک ہے کہ یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا یا نہیں۔

لیکن جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ جمعہ کے دن یوم عرفہ کے وقوع میں کسی کا بھی اختلاف نہیں اور اس سلسلہ میں روایات متواتر ہیں' باقی یہ بات ہم نے کتاب المغازی میں تحقیق کے ساتھ بیان کردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات یکم ربیع الاول ١١ھ کو ہوئی' آپ کی وفات کا پیر کے دن بارہ ربیع الاوّل کا جو قول مشہور ہے' وہ تحقیقی نہیں ہے۔ (کشف الباری' کتاب التفسیر ص ١٧٦۔١٧٥' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

بعض دیوبندی ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی مناتے ہو جب کہ بارہ ربیع الاوّل کو آپ کی وفات بھی ہوئی ہے تو تم نبی کی وفات کے دن خوشی مناتے ہو' حالانکہ اس دن تو آپ کی وفات کا غم کرنا چاہیے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی وفات بارہ ربیع الاوّل کو نہیں ہوئی بلکہ یکم یا دو ربیع الاوّل کو ہوئی ہے' اس کی زیادہ تحقیق ہم نے تبیان القرآن میں سورۂ انبیاء کی آیت ''کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ '' میں کی ہے اور جب شیخ سلیم اللہ خان جو اپنے حلقہ میں ثانی ابن حجر کہلاتے ہیں' انہوں نے بھی اس کی توثیق کردی ہے تو اب بارہ ربیع الاوّل کو عید منانے پر کوئی اعتراض نہ رہا۔ نیز ہم نے تبیان القرآن میں سورۂ مائدہ کی اسی آیت کی تفسیر میں بہ کثرت دلائل سے یہ واضح کیا ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی منانا شرعاً صحیح اور درست ہے اور وہاں ہم نے اس سلسلہ میں تمام شکوک اور شبہات کو دور کردیا ہے۔

٢- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ (المائدہ:٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس تم پانی کو نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو (المائدہ:٦) کی تفسیر

﴿تَيَمَّمُوْا﴾ تَعَمَّدُوْا ﴿آمِّيْنَ﴾ (المائدہ:٢) عَامِدِيْنَ أَمَّمْتُ وَتَيَمَّمْتُ وَاحِدٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَمَسْتُمْ﴾ (المائدہ:٦) وَ﴿تَمَسُّوْهُنَّ﴾ (البقرہ:٢٣٦) وَ﴿اللَّاتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ (النساء:٢٣) وَالْإِفْضَاءُ النِّكَاحُ.

''تَيَمَّمُوْا'' (المائدہ:٦) اس کا معنی ہے: ''تَعَمَّدُوْا''۔ ''آمِّيْنَ'' (المائدہ:٢) اس کا معنی ہے: قصد کرنے والے۔ ''اممت'' اور ''تَيَمَّمْتُ'' کا ایک معنی ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: تم نے ان کو لمس کیا اور مس کیا جن عورتوں کے ساتھ تم دخول کرچکے ہو۔ (النساء:٢٣) اور ''الْإِفْضَاءُ'' کا معنی ہے: ''النِّكَاحُ''۔

جماع کے لفظ کو صراحۃً ذکر کرنے کے بجائے اس کو کنایہ سے تعبیر کیا جائے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن المنذر نے اپنی سند کے ساتھ سفیان سے روایت کی ہے کہ ''تیمموا'' کا معنی ہے: ''تعمدوا'' اور وہ قصد ہے۔ (الدر المنثور ج٢ ص ٢٩٨)

حضرت ابن عباس نے کہا: تم جن عورتوں سے دخول کرچکے ہو ان کو تم نے لمس کیا اور مس کیا۔ (النساء:٢٣)

اس روایت کو بھی امام ابن المنذر نے عکرمہ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور انہوں نے کہا: ''الملامسہ' المباشرہ' الافضاء'' اور ''الرفث'' ان تمام الفاظ کا معنی جماع اور نکاح ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جماع کے لفظ کو چھونے اور مس کرنے سے تعبیر فرمایا ہے۔ (الدر المنثور ج٢ ص ٢٩٧)

اور امام ابن ابی حاتم نے بھی اپنی تفسیر میں حضرت علی اور حضرت اُبی رضی اللہ عنہما اور مجاہد اور متعدد تابعین سے اس کی اسی طرح روایت

Marfat.com

کی ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ٥٣٦٧)

٤٦٠٧- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ اَسْفَارِهِ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِي فَاَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالُوا اَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ اَبُو بَكْرٍ وَّرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَّاْسَهُ عَلٰى فَخِذِي قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِي اَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي وَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِي فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ مَاهِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَاِذَا الْعِقْدُ تَحْتَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب ہم مقام بیداء یا مقام ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تلاش کرانے کے لیے ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے اور اس جگہ پانی نہیں تھا اور نہ لوگوں کے پاس پانی تھا' پس لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' سو اُن سے کہا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ عائشہ نے کیا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو ٹھہرا لیا ہے' اور لوگ پانی (کی جگہ) پر نہیں ہیں اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے' پس حضرت ابوبکر آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھ کر سو چکے تھے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو ٹھہرا لیا ہے اور اس جگہ پانی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے' حضرت عائشہ نے بتایا: پس حضرت ابوبکر نے مجھے ڈانٹا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ کہتے رہے' اور میری کوکھ میں چٹکیاں لیتے رہے اور مجھے ہلنے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرِ اقدس میرے زانو پر تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے حتیٰ کہ آپ نے بغیر پانی کے صبح کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرما دی' پس حضرت اُسید بن حضیر نے کہا: اے آلِ ابوبکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت تو نہیں ہے' حضرت عائشہ نے بتایا: پس ہم نے اس اونٹ کو اُٹھایا جس پر میں سوار تھی تو وہ ہار اس اونٹ کے نیچے تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤ میں گزر چکی ہے۔

٤٦٠٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَقَطَتْ قِلَادَةٌ لِي بِالْبَيْدَاءِ وَنَحْنُ دَاخِلُونَ الْمَدِينَةَ فَاَنَاخَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ عبدالرحمان بن القاسم نے ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَزَلَ فَثَنَى رَأْسَهُ فِي حِجْرِي رَاقِدًا أَقْبَلَ أَبُوبَكْرٍ فَلَكَزَنِي لَكْزَةً شَدِيدَةً وَّقَالَ حَبَسْتِ النَّاسَ فِي قِلَادَةٍ فَبِي الْمَوْتُ لِمَكَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَوْجَعَنِي ثُمَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ وَحَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَاءُ فَلَمْ يُوجَدْ فَنَزَلَتْ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ﴾ (المائدہ:٦) الْآيَةَ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ لَقَدْ بَارَكَ اللهُ لِلنَّاسِ فِيكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَرَكَةٌ لَّهُمْ.

ہیں کہ مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا اور اس وقت ہم مدینہ میں داخل ہو رہے تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ بٹھایا اور (اس سے) اترے پھر میری گود میں اپنا سر موڑ کر سونے کے لیے رکھ دیا' حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے میرے سینہ پر زور سے تھپڑا مارا اور کہا: تم نے ایک ہار کی وجہ سے لوگوں کو ٹھہرا لیا ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل پڑنے سے مجھے موت کی طرح لگ رہا تھا' حالانکہ اُن کی ضرب نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اس وقت صبح ہو چکی تھی' پس پانی کو تلاش کیا گیا تو وہ نہیں ملا' اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو۔ پوری آیت تک' تب حضرت اسید بن حضیر نے کہا: اے آل ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے تم میں برکت رکھی ہے' تمہارا وجود ان کے لیے محض برکت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤ میں گزر چکی ہے۔

البیداء کا معنیٰ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں البیداء کا ذکر ہے' اس سے مراد جنگل ہے' حضرت عائشہ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس رات نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے' پس ہو سکتا ہے کہ مسلمان اس جگہ رات کو پہنچے ہوں اور آپ نماز پڑھ کر سو گئے ہوں اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ البیداء سے مراد ذوالحلیفہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آئے تو آپ رات کے آخری حصہ میں وہاں پہنچے تو آپ نے صبح تک وہاں رات گزاری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

حدیث: ٤٦٠٧ سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت تیمم مسلمانوں کے نماز پڑھنے سے پہلے نازل ہوئی اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے لوگوں کو ہار ڈھونڈنے کے لیے بھیجا' پس نماز کا وقت آ گیا اور مسلمانوں کا وضو نہیں تھا اور ان کو پانی نہیں ملا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی' پھر آیت وضو نازل ہوئی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٨٥' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٣- بَابٌ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُونَ ٥﴾ (المائدہ:٢٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے موسیٰ!) سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) لڑیں' بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے ٥ (المائدہ:٢٤) کی تفسیر

جس قوم سے بنی اسرائیل نے لڑنے سے انکار کر دیا تھا' اس کا بیان

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

مقاتل نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اریحاء میں ایک ہزار بستیاں تھیں اور ہر بستی میں ایک ہزار باغ تھے جب بنی اسرائیل

Marfat.com

کے نُقباء (سردار) اس بستی میں داخل ہوئے تو ان کی طرف عوج بن عناق آیا' اس نے ان کو اور ان کے سامان کو اپنے ہاتھ میں اُٹھا لیا حتیٰ کہ اپنے بادشاہ کے سامنے لے جا کر ان کو رکھ دیا' اس بادشاہ کا نام مانوس بن سسورک تھا' بادشاہ نے ان کو آنکھ اُٹھا کر دیکھا' پھر کہا: ان کو قتل کر دو' اس کی بیوی نے کہا: اس مسکینوں پر رحم کریں اور ان کو چھوڑ دیں' سو یہ کسی اور راستہ سے چلے جائیں' پس بادشاہ نے ان کو چھوڑ دیا' واپسی میں انہوں نے انگور کی بیلوں سے چند انگور توڑے لیکن وہ اتنے وزنی تھے کہ وہ ان کو اُٹھا نہ سکے' پھر انہوں نے دو انار توڑے مگر ان کی سواریاں ان اناروں کا بوجھ نہ اُٹھا سکیں' پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کا حال سنایا' ان لوگوں میں سے ہر شخص کا طول ساڑھے سات ہاتھ تھا اور وہ قوم عاد کے باقی لوگوں میں سے تھے اور ان کو العمالیق کہا جاتا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٨٨' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤٦٠٩- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ مُخَارِقٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ (ح) وَحَدَّثَنِيْ حَمْدَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْاَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُخَارِقٍ عَنْ طَارِقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ الْمِقْدَادُ يَوْمَ بَدْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَا نَقُوْلُ لَكَ كَمَا قَالَتْ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۝﴾ (المائدہ:٢٤) وَلٰكِنِ امْضِ وَنَحْنُ مَعَكَ فَكَاَنَّهٗ سُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُخَارِقٍ عَنْ طَارِقٍ اَنَّ الْمِقْدَادَ قَالَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از مخارق از طارق بن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بتایا کہ میں حضرت مقداد کے پاس حاضر تھا (ح) اور مجھے حمدان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاشجعی نے حدیث بیان کی از سفیان از مخارق از طارق از عبداللہ' انہوں نے بتایا کہ حضرت مقداد نے بدر کے دن کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا: سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) لڑیں' بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے ۝ (المائدہ:٢٤) لیکن آپ جائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں' پس گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے پریشانی دور ہو گئی۔ اس حدیث کی وکیع نے از سفیان از مخارق از طارق روایت کی ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٥٢ میں گزر چکی ہے۔

٤- بَابٌ ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اِلٰى قَوْلِهٖ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ﴾ (المائدہ:٣٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں' ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے' یہاں تک پڑھیں: یا ان کو شہر بدر کر دیا جائے (المائدہ:٣٣) کی تفسیر

اَلْمُحَارَبَةُ لِلّٰهِ اَلْكُفْرُبِهٖ ۔

٤٦١٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَلْمَانُ اَبُوْ رَجَاءٍ مَوْلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَذَكَرُوْا وَذَكَرُوْا فَقَالُوْا وَقَالُوْا قَدْ اَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ فَالْتَفَتَ اِلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ وَهُوَ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَقَالَ مَا تَقُوْلُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ اَوْقَالَ مَا تَقُوْلُ يَا اَبَا قِلَابَةَ قُلْتُ مَا عَلِمْتُ نَفْسًا حَلَّ قَتْلُهَا فِي الْاِسْلَامِ اِلَّا رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْحَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ بِكَذَا وَكَذَا قُلْتُ اِيَّايَ حَدَّثَ اَنَسٌ قَالَ قَدِمَ قَوْمٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمُوْهُ فَقَالُوْا قَدِ اسْتَوْخَمْنَا هٰذِهِ الْاَرْضَ فَقَالَ هٰذِهٖ نَعَمٌ لَّنَا تَخْرُجُ فَاخْرُجُوْا فِيْهَا فَاشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَخَرَجُوْا فِيْهَا فَشَرِبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا وَاسْتَصَحُّوْا وَمَالُوْا عَلَى الرَّاعِيْ فَقَتَلُوْهُ وَاطَّرَدُوا النَّعَمَ فَمَا يُسْتَبْطَاُ مِنْ هٰؤُلَاءِ قَتَلُوا النَّفْسَ وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَخَوَّفُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقُلْتُ تَتَّهِمُنِيْ قَالَ حَدَّثَنَا بِهٰذَا اَنَسٌ قَالَ وَقَالَ يَا اَهْلَ كَذَا اِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ مَّا اَبْقَى اللّٰهُ هٰذَا فِيْكُمْ وَمِثْلُ هٰذَا ۔

''المحاربة للّٰه'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلمان ابورجاء مولیٰ ابوقلابہ نے حدیث بیان کی از ابوقلابہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' پس لوگوں نے ذکر کیا اور ذکر کیا' پس انہوں نے کہا اور کہا (اس مجلس میں قسامت کا ذکر آ گیا اور لوگوں کا اس میں اختلاف ہوا کہ اس میں قصاص ہے یا نہیں) لوگوں نے کہا: قسامت میں قصاص لازم ہوگا' آپ سے پہلے خلفاء راشدین نے بھی اس میں قصاص لیا ہے' پھر عمر بن عبدالعزیز' ابوقلابہ کی طرف متوجہ ہوئے جو ان کی پیٹھ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' پس انہوں نے کہا: اے عبداللہ بن زید! اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ یا کہا: اے ابوقلابہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے بیان کیا: میں نے کہا کہ میرے علم میں اسلام میں ان تین شخصوں کے علاوہ اور کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے: (۱) شادی شدہ شخص زنا کرے (۲) کسی شخص کو ناحق قتل کرے (۳) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرے' تب عنبسہ نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح اور اسی طرح حدیث بیان کی ہے' انہوں نے کہا کہ مجھے بھی حضرت انس نے حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ آئے (انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی) پھر کہا: ہمیں اس شہر کی آب و ہوا موافق نہیں آئی' تب آپ نے فرمایا: ہمارے یہ اونٹ چرنے جا رہے ہیں تم بھی ان کے ساتھ جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیؤ وہ لوگ ان اونٹوں کے ساتھ چلے گئے اور ان کا پیشاب اور (اونٹنیوں کا) دودھ پیا اور وہ تندرست ہو گئے' پھر انہوں نے آپ کے چرواہے کو پکڑ کر قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ گئے' پس ان لوگوں سے قصاص لینے میں کیا تردد ہوسکتا تھا' انہوں نے ناحق قتل کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرانا چاہا' یہ سن کر عنبسہ نے کہا: سبحان اللہ! میں نے کہا: کیا تم مجھے

جھٹلانا چاہتے ہو؟ عنبسہ نے کہا: (نہیں!) حضرت انس نے مجھے بھی یہی حدیث بیان کی تھی' انہوں نے بیان کیا کہ عنبسہ نے کہا: اے اہل شام! تم اس وقت تک خیریت سے رہو گے جب تک اللہ تم میں ابوقلابہ اور ان جیسوں کو باقی رکھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت درج ذیل ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (المائدہ: ۳۴-۳۳)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو شہر بدر کر دیا جائے' یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۝ ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی' سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ۝

محارب کی تعریف' المائدہ: ۳۳ کا شانِ نزول اور حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی محلہ میں مقتول پایا جائے اور اس کے قاتل کا پتا نہ چلے تو اس محلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اس کا قاتل کون ہے' تو پھر سب محلہ والے مل کر اس مقتول کی دیت اس کے وارثوں کو ادا کریں گے۔

محاربہ کی تعریف میں امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے یہ روایت کی ہے کہ اس کا معنی ہے: اسلام کے بعد کفر کرنا اور دوسروں نے اس کی تفسیر کی ہے کہ اس کا معنی ہے: راستہ میں ڈاکا ڈالنا اور مکابرہ وہ ہے جو شہر میں مسلمانوں کے اوپر ہتھیار اُٹھائے' یہ امام مالک' امام شافعی' امام اوزاعی اور لیث کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو شہر کے راستوں میں ڈاکے ڈالتا ہے اور جو شہر میں مسلمانوں پر ہتھیار اُٹھائے وہ محارب نہیں ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے؟ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے بعض لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا' پھر انہوں نے عہد کو توڑ دیا اور زمین میں دہشت گردی کی۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۵۴۷)

امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی' سو جنہوں نے پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لی' ان کو ان کے جرم کی سزا نہیں ملے گی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۷۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت عرینین کے متعلق نازل ہوئی ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

(تفسیر طبری ج ۴ ص ۵۴۷)

Marfat.com

ابن سیرین نے کہا ہے کہ یہ آیت عرینیین کے قصہ کی ناسخ ہے اور احسن یہ ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے اور آپ نے ان کو جو سزا دی وہ ان کے جرم کی مثل قصاص تھا۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا محارب صرف مشرک ہے یا اس میں فاسق اور مرتد بھی شامل ہے امام شافعی کا قول اوّل الذکر ہے اور امام مالک کا قول ثانی الذکر ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۴ ص ۱۷۵۸)

بعض احادیث میں ان مجرموں کے علاوہ ساحر کو بھی حداً قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۶۰)

اور بعض احادیث میں مذکور ہے کہ جب ایک خلیفہ کی بیعت پر اتفاق ہو تو جو دوسرا خلافت کا مدعی ہو اس کو قتل کر دیا جائے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۵۳)

اور بعض احادیث میں مذکور ہے کہ لواطت کرنے والے کو بھی قتل کر دیا جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۶۲، سنن ترمذی: ۱۴۵۶، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۱، مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۹۴-۲۹۲، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

٥- بَابٌ قَوْلُهُ ﴿وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾ (المائدة: ٤٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور زخموں میں بدلہ ہے (المائدہ: ۴۵) کی تفسیر

٤٦١١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَطَلَبَ الْقَوْمُ الْقِصَاصَ فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ سِنُّهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْأَرْشَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی از حمید از حضرت انس رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ربیع نے جو حضرت انس بن مالک کی پھوپھی تھیں انہوں نے انصار کی ایک لڑکی کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تو لڑکی والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص لینے کا حکم دیا تو حضرت انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن نضر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یارسول اللہ! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم ہے پھر لڑکی والے راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت لینے کو منظور کر لیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی کام کرنے پر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ ان پر قسم سچی کر دیتا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٦- بَابٌ ﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدة: ٦٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے رسول! آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے (المائدہ: ٦٧) کی تفسیر

Marfat.com

٤٦١٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيلَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقَدْ كَذَبَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ ﴿يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدہ:٦٧) اَلْاٰيَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از شعبی از مسروق' از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جس نے تم سے یہ کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی چیز چھپائی جو آپ پر نازل کی گئی تھی تو اس نے جھوٹ بولا' اور اللہ فرماتا ہے: اے رسول! آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے۔ (المائدہ:٦٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٣٤ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

المائدہ: ٦٧ کے متعدد شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

الواحدی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت غدیر خم کے دن نازل ہوئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: میں جس کا مولیٰ (محبوب) ہوں علی اس کے مولیٰ (محبوب) ہیں۔ (اسباب النزول ص ٢٠٤)

دوسرا قول یہ ہے کہ آیت عیینہ بن حصن اور فقراءِ اہل الصفۃ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت آپ کی زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ حدیث' صحیح البخاری: ٧٤٢٠ میں مذکور ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ جب بعض لوگوں نے جہاد کو ناپسند کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

پانچواں قول یہ ہے کہ یہ آیت رجم اور قصاص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

چھٹا قول یہ ہے کہ یہ آیت حقوق مسلمین کے متعلق نازل ہوئی ہے' جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے حجۃ الوداع کا خطبہ دیا اور کہا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٩٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٧- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾ (المائدہ:٨٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا (المائدہ:٨٩) کی تفسیر

٤٦١٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ .

[طرف الحدیث: ٦٦٦٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن سلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن سعیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا۔ (المائدہ:٨٩) کسی مرد کی ایسی قسم کے متعلق نازل ہوئی ہے: نہیں اللہ کی قسم! ہاں' اللہ کی قسم!

Marfat.com

٤٦١٤- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَبَاهَا كَانَ لَا یَحْنَثُ فِیْ یَمِیْنٍ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰهُ كَفَّارَةَ الْیَمِیْنِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ لَّا اَرٰی یَمِیْنًا اُرٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا اِلَّا قَبِلْتُ رُخْصَةَ اللّٰهِ وَفَعَلْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ .

[طرف الحدیث:٦٦٢١] (سنن ابوداؤد:٣٢٥٤، صحیح ابن حبان:٤٣٣٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد (حضرت ابوبکر) کبھی قسم کھا کر اس کے خلاف نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارہ کا حکم نازل فرما دیا' تب حضرت ابوبکر نے کہا: جب بھی میں قسم کے خلاف کرنے کو بہتر جانتا ہوں تو قسم کے خلاف کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرتا ہوں اور وہی کام کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔

باب کی حدیث کی مؤید دیگر روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

ابن الجریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس یتیم لڑکے تھے اور مہمان بھی آ گئے تھے' وہ رات کا کچھ حصہ گزارنے کے بعد گھر آئے' انہوں نے پوچھا: کیا تم نے میرے مہمانوں کو کھانا کھلا دیا ہے؟ گھر والوں نے کہا: ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے تو حضرت عبداللہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں آج رات کھانا نہیں کھاؤں گا' ان کے مہمانوں نے کہا: ہم بھی آج رات کھانا نہیں کھائیں گے' اور یتیم لڑکوں نے کہا: ہم بھی آج کی رات کھانا نہیں کھائیں گے' جب حضرت عبداللہ نے یہ ماجرا دیکھا تو انہوں نے کھانا کھالیا اور مہمانوں اور یتیم لڑکوں نے بھی کھانا کھالیا' صبح کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: تم نے رحمان کی اطاعت کی اور شیطان کی نافرمانی کی۔ (مصنف عبدالرزاق:١٦٠٤٥' مصنف ابن ابی شیبہ:١٢٦٢٤)

مقاتل نے کہا کہ دس صحابہ نے یہ قسم کھائی کہ وہ دن کو روزہ رکھیں گے اور رات کو قیام کریں گے' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت مقداد' حضرت عثمان بن مظعون' حضرت ابوذر' حضرت سلمان' حضرت ابن مسعود' حضرت عمار' حضرت حذیفہ' حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ اور حضرت قدامہ رضی اللہ عنہم تب یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ .(المائدہ:٨٧) تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔

لغو کام کا معنی اور قسم کا کفارہ

لغو کا معنی ہے: جو کام قابل شمار نہ ہو اور اس کا کوئی فائدہ نہ ہو اور ایک قول ہے: اس کا معنی ہے: گناہ یعنی جن قسموں کا تم نے کفارہ دے دیا ہے ان پر تم سے مواخذہ نہیں ہوگا' ابن جبیر نے کہا: کوئی شخص گناہ کرنے کی قسم کھالے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ دے۔

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ وہ دس مسکینوں کو صبح اور شام درمیانی کھانا کھلائے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک گندم سے نصف صاع یعنی دو کلوگرام اور جو اور کھجور وغیرہ سے ایک صاع یعنی چار کلوگرام یا ان کو کپڑے دے یا ایک غلام آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے۔ (بدائع الصنائع ج ٥ ص ١٠٢۔١٠١) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٩٩۔٢٩٨' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

Marfat.com

٨- بَابُ قَوْلُهُ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ﴾ (المائدہ:٨٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے (المائدہ:٨٧) کی تفسیر

٤٦١٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا أَلَا نَخْتَصِي فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ فَرَخَّصَ لَنَا بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ نَتَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَأَ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ﴾ . [طرف الحدیث:٥٠٧١-٥٠٧٥] (صحیح مسلم:١٤٠٤، الرقم المسلسل:٣٣٠٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ بیویاں نہیں ہوتی تھیں تو ہم نے پوچھا: کیا ہم خصی نہ ہو جائیں' پس آپ نے ہم کو اس سے منع کر دیا' پھر اس کے بعد آپ نے ہم کو اس کی اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے ایک کپڑے کے عوض متعہ کر لیا کریں' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ (المائدہ:٨٧)

متعہ کی تحریم پر اجماع ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی طرح متعہ کو جائز قرار دیتے تھے اور متعہ کے منسوخ ہونے کا حکم ان تک نہیں پہنچا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابتداءِ اسلام میں یہ رخصت تھی کہ اگر کوئی مرد متعہ کرنے پر اس طرح مجبور ہو جائے جس طرح کوئی شخص مردار اور خنزیر کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے تو وہ متعہ کر سکتا ہے۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ متعہ منسوخ ہو چکا اور اس کی تحریم پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور صرف چند گمراہ لوگوں کے سوا کوئی اس کے جواز کا معتقد نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٨٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ہم نے متعہ کی تحریم کی تحقیق تفسیر تبیان القرآن میں آیت کریمہ "فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ" النساء:٢٤ کی تفسیر میں بیان کی ہے اور شاید اتنی تحقیق کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

٩- بَابُ قَوْلُهُ ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ (المائدہ:٩٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمایا: شراب اور جوا' اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں' شیطانی کاموں میں سے ہیں (المائدہ:٩٠) کی تفسیر

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿الْأَزْلَامُ﴾ الْقِدَاحُ يَقْتَسِمُونَ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "والازلام" (المائدہ:٩٠)

بِهَا فِي الْأُمُوْرِ وَالنُّصُبُ أَنْصَابٌ يَذْبَحُوْنَ عَلَيْهَا وَقَالَ غَيْرُهُ الزَّلَمُ الْقِدْحُ لَا رِيْشَ لَهُ وَهُوَ وَاحِدُ الْأَزْلَامِ وَالْاِسْتِقْسَامُ أَنْ يُجِيْلَ الْقِدَاحَ فَإِنْ نَهَتْهُ انْتَهٰى وَإِنْ أَمَرَتْهُ فَعَلَ مَا تَأْمُرُهُ يُجِيْلُ يُدِيْرُ قَدْ أَعْلَمُوا الْقِدَاحَ أَعْلَامًا بِضُرُوْبٍ يَسْتَقْسِمُوْنَ بِهَا وَفَعَلْتُ مِنْهُ قَسَمْتُ وَالْقُسُوْمُ الْمَصْدَرُ.

اس سے مراد وہ تیر ہیں جن سے وہ اپنے کاموں میں قسمت کا حال معلوم کرتے تھے" والنصب "اس سے مراد وہ نصب شدہ پتھر ہیں جن پر وہ (بتوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے) اپنے جانوروں کو ذبح کرتے تھے دوسروں نے کہا: "الزلم" کا معنی ایسا تیر ہے جس کا پر نہیں ہوتا تھا' یہ "ازلام" کا واحد ہے اور "الاستقسام" کا معنی ہے: تیر کو گھمایا جائے اگر وہ تیر اس کو کسی کام سے منع کرے تو رک جائے اور اگر وہ اس کو کسی کام کا حکم دے تو اس کو کرے اور انہوں نے تیروں پر مختلف قسم کی نشانیاں بنا رکھی تھیں اور وہ ان نشانیوں سے قسمت کا حال معلوم کرتے تھے اور اس سے 'فَعَلْتُ' کے معنی میں "قَسَمْتُ" ہے اور "القسوم" مصدر ہے۔

تعلیقاتِ مذکورہ کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے کہا: "الازلام" اس سے مراد ہے: وہ تیر جن سے معاملات میں قسمت کا حال معلوم کیا جاتا ہے' اسی طرح امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۴ ص ۱۱۹۸)

"النصب والانصاب" ان بتوں کو کہتے ہیں جن کا قرب حاصل کرنے کے لیے جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم ج ۴ ص ۱۱۹۸' تفسیر طبری ج ۴ ص ۴۱۵-۴۱۴)

دوسروں نے کہا: "الزلم" ایسے تیر ہیں جن کے پر نہ ہوں اور یہ "ازلام" کا واحد ہے اور "الاستقسام" کا معنی یہ ہے کہ تیروں کو گھمایا جائے' پس اگر تیر پر یہ لکھا ہو کہ یہ کام نہ کریں تو نہ کریں اور اگر اس پر لکھا ہو کہ یہ کام کریں تو کریں۔ (یہ زمانہ جاہلیت کا طریقہ تھا جس سے اللہ عزوجل نے ممانعت فرمادی۔)

"الزلم" میں زاء اور لام دونوں پر زبر ہے' اس کا ایک معنی ہے: جس کا پر نہ ہو اور دوسرا معنی ہے کہ جس کی نوک نہ ہو اور یہ جوئے کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

اور "نصب" صاد پر زبر' قعنبی نے کہا: یہ وہ پتھر ہے جس کو زمانہ جاہلیت میں نصب کر دیا جاتا اور اس کے پاس جانوروں کو ذبح کیا جاتا۔ (التوضیح ج ۲۲ ص ۳۰۲)

٤٦١٦- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَإِنَّ فِي الْمَدِيْنَةِ يَوْمَئِذٍ لَخَمْسَةَ أَشْرِبَةٍ مَا فِيْهَا شَرَابُ الْعِنَبِ.

[طرف الحدیث: ۵۵۷۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ خمر کی حرمت نازل ہوئی اور اس وقت مدینہ میں پانچ قسم کی شرابیں تھیں اور ان میں کوئی بھی انگور کی شراب نہیں

Marfat.com

منفرد ہیں) تھی۔

مدینہ میں پانچ قسم کی شرابیں اور ان میں تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں پانچ قسم کی شرابیں تھیں اور وہ کھجور کی اور شہد کی اور گندم کی اور جَو کی اور جوار کی شرابیں ہیں۔ مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ الخمر انگور سے بنتی ہے اور کھجور سے اور گندم سے اور جَو سے اور جوار سے اور یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ الخمر حرام کی گئی اور یہ انگور سے اور کھجور سے اور شہد سے اور جَو سے اور جوار سے بنتی ہے اور حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ الخمر ان دو درختوں سے بنتی ہے کھجور سے اور انگور سے اور اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان احادیث میں تعارض ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ہر راوی نے شرابوں کی ان ہی اقسام کی روایت کی ہے جو ان کو محفوظ تھیں نیز جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عدد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۸۳۔۲۸۴)

٤٦١٧- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا كَانَ لَنَا خَمْرٌ غَيْرُ فَضِيْخِكُمْ هٰذَا الَّذِيْ تُسَمُّوْنَهُ الْفَضِيْخَ فَاِنِّيْ لَقَائِمٌ اَسْقِيْ اَبَا طَلْحَةَ وَفُلَانًا وَّفُلَانًا اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ وَهَلْ بَلَغَكُمُ الْخَبَرُ فَقَالُوْا وَمَا ذَاكَ قَالَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ قَالُوْا اَهْرِقْ هٰذِهِ الْقِلَالَ يَا اَنَسُ قَالَ فَمَا سَاَلُوْا عَنْهَا وَلَا رَاجَعُوْهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: اب لوگ تمہاری فضیخ (کھجور سے بنائی ہوئی شراب) کے سوا اور کوئی شراب نہیں پیتے وہ یہی ہے جس کا نام تم نے الفضیخ رکھا ہے میں کھڑا ہوا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو شراب پلا رہا تھا اور فلاں فلاں شخص کو اس وقت ایک مرد آیا اور اس نے کہا: تمہیں یہ خبر پہنچی ہے لوگوں نے کہا: کون سی خبر؟ اس نے کہا: شراب حرام کر دی گئی ہے لوگوں نے کہا: اے انس! شراب کے ان مٹکوں کو بہا دو حضرت انس نے کہا: پھر کسی نے شراب کا سوال نہیں کیا اور نہ اس مرد کی خبر کے بعد پھر شراب کی طرف رجوع کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

"قلال" کا معنیٰ خبر واحد پر عمل کرنے کا جواز علامہ ابن ملقن کا امام ابوحنیفہ پر رد اور مصنف کا جواب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "قلال" کا لفظ ہے یہ "القلۃ" کی جمع ہے اور یہ اس بڑے مٹکے کو کہتے ہیں جس کو مضبوط آدمی بھی نہ اٹھا سکے۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۸۳۸۔۱۸۳۷)

اہل لغت نے کہا ہے کہ قلّہ اس گھڑے کو کہتے ہیں جس کو انسان اوپر اٹھالے اور اس کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ (الفائق ج ۳ ص ۱۸۴)

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبر واحد پر عمل کرنا جائز ہے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شراب کو سرکہ بنانا جائز نہیں ہے' امام ابوحنیفہ کا قول اس کے خلاف ہے' اگر شراب کو سرکہ بنالیا جائے تو امام مالک کے نزدیک اس کا استعمال جائز ہے اور ہمارے (شافعیہ کے) کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۰۴)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں شراب کو سرکہ بنانے کی ممانعت نہیں ہے' اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ جیسے ہی صحابہ کو معلوم ہوا کہ شراب کو حرام کر دیا گیا ہے' انہوں نے اسی وقت شراب کے مٹکوں کو بہا دیا اور اس سے صحابہ کی اسلام کے اوپر استقامت اور اللہ کے احکام کو اپنی خواہشوں پر مقدم رکھنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے' نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شراب کی تحریم سے پہلے شراب کو پینا مباح تھا۔

٤٦١٨- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَبَّحَ اُنَاسٌ غَدَاةَ اُحُدٍ الْخَمْرَ فَقُتِلُوْا مِنْ يَّوْمِهِمْ جَمِيْعًا شُهَدَاءَ وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از عمرو از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں بعض صحابہ نے صبح کے وقت شراب پی تھی اور اسی دن وہ سب شہید کر دیے گئے اور یہ شراب کی تحریم سے پہلے کا واقعہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۱۵ میں گزر چکی ہے۔

٤٦١٩- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى وَابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى مِنْبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ اَنَّهُ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةٍ مِّنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ . [اطراف الحدیث: ۵۵۸۱-۵۵۸۸-۵۵۸۹-۷۳۳۷] (صحیح مسلم: ۳۰۳۲' الرقم المسلسل: ۷۴۵۳' سنن ابوداؤد: ۳۶۶۹' سنن ترمذی: ۱۸۸۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عیسٰی اور ابن ادریس نے خبر دی از ابوحیان از الشعبی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر یہ کہہ رہے تھے: حمد و صلوٰۃ کے بعد اے لوگو! خمر کی تحریم نازل ہوگئی اور یہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے: انگور سے اور کھجور سے اور شہد سے اور گندم سے اور جو سے' اور الخمر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانپ لے۔

میں کہتا ہوں کہ فقہاء شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس مشروب کے پینے سے عقل ماؤف ہو جائے وہ خمر ہے اور حرام ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جب اس چیز کے پینے سے نشہ آ جائے' اور جس چیز کے پینے سے نشہ نہ آئے وہ خمر نہیں ہے اور خمر حرام قطعی ہے' اس کا ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے' خواہ نشہ ہو یا نہ ہو اور اس کا ایک قطرہ پینے سے بھی حد واجب ہو جاتی ہے۔

١٠- بَابٌ ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں' اس سے ان پر

Marfat.com

طَعِمُوْٓا ـ اِلٰى قَوْلِهٖ ـ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ٥﴾ (المائدہ:٩٣)

کوئی باز پرس نہیں' (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ٥ (المائدہ:٩٣) کی تفسیر

٤٦٢٠- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ الْخَمْرَ الَّتِي اُهْرِيْقَتِ الْفَضِيْخُ وَزَادَنِيْ مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِي النُّعْمَانِ قَالَ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِيْ مَنْزِلِ اَبِيْ طَلْحَةَ فَنَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ فَاَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اُخْرُجْ فَانْظُرْ مَا هٰذَا الصَّوْتُ قَالَ فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ هٰذَا مُنَادٍ يُّنَادِيْ اَلَا اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ لِيْ اِذْهَبْ فَاَهْرِقْهَا قَالَ فَجَرَتْ فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ وَكَانَتْ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيْخَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قُتِلَ قَوْمٌ وَّهِيَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا﴾ ـ (المائدہ:٩٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جو خمر انڈیل کر بہادی گئی تھی وہ الفضیخ تھی (کھجور سے بنائی ہوئی شراب)۔ اور محمد نے مجھے یہ اضافہ بیان کیا از ابی النعمان' انہوں نے کہا: میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ کے گھر میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا' پس شراب کی تحریم نازل ہوگئی تو آپ نے ایک منادی کو حکم دیا تو اس نے نداء کی' پس حضرت ابوطلحہ نے کہا: جاؤ! دیکھو یہ کیسی آواز ہے؟ حضرت انس نے کہا: میں باہر نکلا' پس میں نے کہا: یہ ایک منادی ہے' جو نداء کر رہا ہے کہ سنو! خمر کو حرام کر دیا گیا ہے' پس مجھ سے حضرت ابوطلحہ نے کہا: جاؤ! شراب کو بہادو۔ حضرت انس نے بتایا: پس مدینہ کی گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی اور ان دنوں ان کی خمر الفضیخ تھی' پس بعض لوگوں نے کہا کہ کئی لوگ شہید ہو گئے اور ان کے پیٹوں میں شراب تھی' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں' اس سے ان کی کوئی باز پرس نہیں۔ (المائدہ:٩٣)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٦٤ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں الفضیخ پر خمر کا اطلاق کیا گیا ہے' یہ اطلاق مجازی ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر کی تعریف یہ ہے کہ انگور کا وہ کچا شیرہ جو کئی دن پڑے رہنے سے جھاگ چھوڑ دے اور وہ سڑ جائے سو وہ نشہ آور ہو جاتا ہے' اس کا ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے اور حد لگنے کا موجب ہے' خواہ اس سے نشہ ہو یا نہ ہو۔

١١- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (المائدہ:١٠١)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں (المائدہ:١٠١) کی تفسیر

٤٦٢١- حَدَّثَنَا مُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں منذر بن الولید بن

الْجَارُوْدِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوْسَى بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ قَالَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا قَالَ فَغَطّٰى أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ لَهُمْ خَنِيْنٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَّنْ أَبِي قَالَ فُلَانٌ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَآءَ إِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ رَوَاهُ النَّضْرُ وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ شُعْبَةَ .

عبدالرحمٰن الجارودی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا' وہ ایسا خطبہ تھا کہ میں نے اس جیسا خطبہ کبھی نہیں سنا' آپ نے فرمایا: اگر تم ان چیزوں کو جان لو جنہیں میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ' حضرت انس نے بتایا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا اور ان کی ناک سے رونے کی آواز نکل رہی تھی' ایک مرد نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: فلاں ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی: ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں (المائدہ:۱۰۱)' اس حدیث کی النضر اور روح بن عبادہ نے از شعبہ روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۹۳ میں گزر چکی ہے۔

''الخنین'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اکثر نسخوں میں ''الخنین'' کا لفظ ہے۔(شرح صحیح مسلم ج۱۴ص۱۱۲)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ ''الخنین'' کا معنی ہے: ناک سے غنّہ کے ساتھ آواز نکلنا اور العذری نے کہا ہے: یہ لفظ ''الحنین'' ہے۔(المفہم ج۱ص۱۶۵)

علامہ الخطابی نے کہا ہے کہ ''الحنین'' کا معنی ہے: آواز سے رونا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کھجور کا ستون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق سے رویا تو اس کے لیے حدیث میں ''حنین الجذع'' کا لفظ ہے۔(التوضیح ج۲۲ص۳۰۸)

٤٦٢٢- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُوْ خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْجُوَيْرِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ قَوْمٌ يَّسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتِهْزَاءً فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مَنْ أَبِي وَيَقُوْلُ الرَّجُلُ تَضِلُّ نَاقَتُهُ أَيْنَ نَاقَتِي؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمْ هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَآءَ إِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الْآيَةِ كُلِّهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن سہل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوخیثمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالجویریہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استہزاء سوال کرتے تھے پس کوئی مرد کہتا: میرا باپ کون ہے؟ پس جس مرد کی اونٹنی گم ہوگئی تھی' وہ کہتا: میری اونٹنی کہاں ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں (المائدہ:۱۰۱) حتیٰ کہ آپ پوری

Marfat.com

آیت پڑھ کر فارغ ہوئے۔

اس آیت کے دیگر شانِ نزول اور اس کا نام جس نے اپنے باپ کے متعلق سوال کیا تھا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ .(آل عمران:۹۷) اور لوگوں کے لیے فرض ہے کہ وہ اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج کریں۔

تب ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا حج ہر سال ہوگا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح مسلم:۱۳۳۷)

مقاتل نے کہا: یہ آیت حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! بے شک اللہ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے تو حضرت عبداللہ نے پوچھا: کیا ہر سال؟ (الحدیث)

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: دنیا کو میرے لیے اُٹھا لیا گیا ہے اور میرے لیے عرب کے انساب بھی اُٹھا لیے گئے ہیں' سو میں ہر ہر مرد کا نسب جانتا ہوں' تو حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی نے کھڑے ہو کر پوچھا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے' اور ایک مرد نے پوچھا: یارسول اللہ! میں کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: جنت میں' ایک اور مرد نے کھڑے ہو کر پوچھا: میں کہاں ہوں گا؟ تو آپ نے فرمایا: جنت میں' پھر ایک اور مرد نے کھڑے ہو کر پوچھا: میں کہاں ہوں گا؟ تو آپ نے فرمایا: دوزخ میں' پھر بنو عبدالدار کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ اس کو اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا جاتا تھا' تو آپ نے فرمایا: تمہارا باپ سعد ہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمارا پردہ رکھیں' اللہ آپ کا پردہ رکھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۱۱۔۳۰۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

۱۲- بَابٌ ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ﴾ (المائدہ:۱۰۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ نے (جانوروں میں) کوئی بحیرہ نہیں بنایا اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی (المائدہ:۱۰۳) کی تفسیر

﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ﴾ (المائدہ:۱۱۶) يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ وَإِذْ هٰهُنَا صِلَةٌ اَلْمَائِدَةُ اَصْلُهَا مَفْعُوْلَةٌ كَعِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَّتَطْلِيْقَةٍ بَائِنَةٍ وَالْمَعْنٰى مِيْدَ بِهَا صَاحِبُهَا مِنْ خَيْرٍ يُقَالُ مَادَنِىْ يَمِيْدُنِىْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ (آل عمران:۵۵) مُمِيْتُكَ .

''واذ قال اللہ'' میں ''قال'' ''یقول'' کے معنی میں ہے' یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اور ''اذ'' یہاں پر زائد ہے' المائدہ اصل میں اسم مفعول کا صیغہ ہے جیسے ''عیشۃ راضیہ'' یعنی وہ زندگی جو پسندیدہ ہے اور ''تطلیقۃ بائنۃ'' اس کا معنی ہے: جو بائنہ طلاق دی گئی اور المائدہ کا معنی ہے: اس کے صاحب کو خیر اور بھلائی دی گئی' کہا جاتا ہے: ''مادنی یمیدنی'' یعنی اس نے میرے ساتھ بھلائی کی یا بھلائی کرے گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''متوفیك'' کا معنی ہے: میں تم پر موت لانے والا ہوں۔

Marfat.com

تعلیق مذکور کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ المائدہ کا معنی العطاء سے ماخوذ ہے۔ (مجاز القرآن ج ۱ص ۱۸۲)

الزجاج نے کہا: المائدہ ''ماد یمید'' سے ماخوذ ہے' جب کوئی چیز حرکت کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ''ماد یمید'' سے ماخوذ ہے' جب کوئی شخص کھلائے اور یہ سرخ دستر خوان ہے جس پر بھنی ہوئی مچھلی ہو' جس میں کانٹے نہ ہوں اور اس کے سرہانے نمک ہو اور اس کی دُم کے پاس سرکہ ہو اور اس کے گرد گندنا کے سوا سبزیاں ہوں اور پانچ روٹیاں ہوں' ایک روٹی پر زیتون ہو اور دوسری روٹی پر گھی ہو اور تیسری روٹی پر شہد ہو اور چوتھی روٹی پر گوشت ہو اور پانچویں روٹی پر پنیر ہو۔

اور کعب نے کہا کہ یہ المائدہ اتوار کے دن نازل ہوا' اسی لیے نصاریٰ نے اس دن کو عید کا دن بنالیا۔ (تفسیر بغوی ج ۲ص ۴۵۸)

٤٦٢٣- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اَلْبَحِيْرَةُ الَّتِيْ يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيْتِ فَلَا يَحْلُبُهَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِاٰلِهَتِهِمْ لَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ قَالَ وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِي النَّارِ كَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ وَالْوَصِيْلَةُ النَّاقَةُ الْبِكْرُ تُبَكِّرُ فِيْ اَوَّلِ نِتَاجِ الْاِبِلِ ثُمَّ تُثَنِّيْ بَعْدُ بِاُنْثٰى وَكَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهُمْ لِطَوَاغِيْتِهِمْ اِنْ وَّصَلَتْ اِحْدَاهُمَا بِالْاُخْرٰى لَيْسَ بَيْنَهُمَا ذَكَرٌ وَّالْحَامُ فَحْلُ الْاِبِلِ يَضْرِبُ الضِّرَابَ الْمَعْدُوْدَ فَاِذَا قَضٰى ضِرَابَهٗ وَدَعُوْهُ لِلطَّوَاغِيْتِ وَاَعْفَوْهُ مِنَ الْحَمْلِ فَلَمْ يُحْمَلْ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَّسَمَّوْهُ الْحَامِيَ وَقَالَ اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعْتُ سَعِيْدًا قَالَ يُخْبِرُهٗ بِهٰذَا قَالَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَرَوَاهُ ابْنُ الْهَادِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب از سعید بن المسیب' وہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین البحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کا دودھ بتوں کا (تقرب حاصل کرنے کے لیے) روک دیا جاتا تھا' پس لوگوں میں سے کوئی شخص بھی اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا اور سائبہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کو وہ اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے ہیں' اس کے اوپر کوئی بوجھ نہیں لادا جاتا تھا۔ ابن المسیب نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر الخزاعی کو (خواب میں) دیکھا' وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ رہا تھا اور وہ پہلا شخص تھا جس نے بتوں کے نام پر اونٹنیاں چھوڑنے کی رسم نکالی تھی اور الوصیلہ اس جوان اونٹنی کو کہتے تھے جو پہلی مرتبہ نر بچہ دیتی پھر یکے بعد دیگرے دو مادہ بچے دیتی اور وہ اس کو بھی اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اور اگر وہ یکے بعد دیگرے دو مادہ بچے دیتی تو پھر وہ اس کو بھی الوصیلہ کہتے تھے اور الحام اس نر اونٹ کو کہتے ہیں جو معین بار جفتی کرتا پس جب وہ معین مرتبہ جفتی کر لیتا تو وہ اس اونٹ کو بھی بتوں کے لیے چھوڑ دیتے اور اس کو بوجھ لادنے سے معاف کر دیتے اور اس پر کوئی بوجھ نہیں لادا جاتا تھا اور وہ اس اونٹ کو الحامی کہتے تھے۔ ابوالیمان نے کہا: ہم کو شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: میں نے سعید سے سنا' وہ مجھے اس کی خبر دیتے تھے اور انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل سنا ہے۔اس حدیث کی ابن الھاد نے از ابن شہاب از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۲۱ میں گزر چکی ہے۔

بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حامی کی تعریفات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بحیرہ کی جو تعریف ذکر کی گئی ہے یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے اور ابن فارس نے کہا: جب وہ سات بچے جن دے اور اس کا آخر نر ہو تو وہ اس کا کان چیر دیتے اور اس کو چھوڑ دیتے اور اس کو پانی پینے سے اور گھاس چرنے سے کوئی نہیں منع کرتا تھا اور جب اس کے پانچ بچے ہو جاتے تو اس کو نحر کر دیتے تھے اور اس کو صرف مرد کھاتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو عورتیں بھی کھاتی تھیں اور اگر پانچواں بچہ مؤنث ہوتا تو وہ اس کو زندہ رکھتے اور اس کا کان چیرنے کے بعد اس کو اس کے بچے کے ساتھ چھوڑ دیتے اور صرف عورتوں کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا جائز قرار دیتے اور اگر بچہ مردہ پیدا ہوتا تو اس اونٹنی میں مرد اور عورتیں دونوں شریک ہوتے۔

اور سائبہ کی تعریف وہی ہے جو حدیث میں مذکور ہے اور کوئی مرد جب سفر سے واپس آ جاتا یا بیماری سے تندرست ہو جاتا تو وہ کہتا: میری اونٹنی سائبہ ہے اور وہ بحیرہ کی مثل ہوتی۔

اور الوصیلہ وہ بکری ہے جو تین یا پانچ یا سات بچے دیتی اور آخری مذکر ہوتا تو وہ اس کو اپنے بتوں کے لیے ذبح کر دیتے اور اس کو مرد اور عورتیں سب کھاتے اور اگر وہ آخری بچہ مؤنث ہوتا تو وہ اس کو زندہ رکھتے اور اگر وہ نر اور مادہ ہوتا تو دونوں کو زندہ رکھتے اور کہتے: یہ بکری اپنے بھائی کے ساتھ مل گئی ہے اور اس کا دودھ صرف مرد پیتے تھے۔

اور الحامی وہ اونٹ ہے کہ جب اس کے بیٹے کے بیٹے سے بچہ ہوتا تو وہ کہتے: اس نے اپنا حق ادا کر دیا اور اس کو بتوں کے لیے چھوڑ دیتے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب اس کی جفتی سے دس نر بچے ہو جاتے تو اس کو بتوں کے لیے چھوڑ دیا جاتا۔

(التوضیح ج ۲۲ ص ۳۱۵-۳۱۳)

٤٦٢٤- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ ابْنُ أَبِي يَعْقُوبَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْكِرْمَانِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَرَأَيْتُ عَمْرًا يَجُرُّ قُصْبَهُ وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی یعقوب ابو عبداللہ الکرمانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسان بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ جہنم کا بعض حصہ بعض کو توڑ رہا تھا اور میں نے عمرو کو دیکھا وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ رہا تھا اور وہ پہلا شخص ہے جس نے اونٹنیوں کو بتوں کے نام پر چھوڑا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۱۳-بَابٌ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○﴾ (المائدہ:۱۱۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور میں ان پر اسی وقت نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے○ (المائدہ:۱۱۷) کی تفسیر

٤٦٢٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللّٰهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَالَ ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ○﴾ (الانبیاء:۱۰۴) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ ثُمَّ قَالَ أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ أَلَا وَإِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ (المائدہ:۱۱۷) فَيُقَالُ إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن النعمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا' پس فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی طرف ننگے پیر ننگے بدن غیر مختون حالت میں جمع کیے جاؤ گے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جس طرح ہم نے پہلے لوگوں کو پیدا کرنے کی ابتداء کی تھی' ہم اسی طرح ان کو دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہم پر وعدہ ہے ہم اسے ضرور پورا کرنے والے ہیں○ (الانبیاء:۱۰۴) پھر آپ نے فرمایا: سنو! قیامت کے دن مخلوقات میں سے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا' سنو! قیامت کے دن میری اُمت کے کچھ مردوں کو لایا جائے گا' پس ان کو بائیں جانب سے پکڑا جائے گا' میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے صحابی ہیں' تو کہا جائے گا: آپ از خود نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے تو میں اسی طرح کہوں گا جس طرح نیک بندے نے کہا تھا: اور میں ان پر اسی وقت نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ (المائدہ:۱۱۷) پس کہا جائے گا: بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تو یہ ہمیشہ اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ شاید یہ منافقین تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ مسلمان تھے جنہوں نے بعض حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۱۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

١٤- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ (المائدہ:١١٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں' (یہ آیت یہاں تک ہے:) تو تُو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ۝ (المائدہ:١١٨) کی تفسیر

٤٦٢٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ وَاِنَّ نَاسًا يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ اِلٰى قَوْلِهٖ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ (المائدہ:١١٧-١١٨) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ بن نعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' بے شک تم (قیامت کے دن) جمع کیے جاؤ گے' بے شک کچھ لوگوں کو بائیں جانب سے پکڑا جائے گا تو میں اس طرح کہوں گا جس طرح نیک بندے نے کہا تھا: اور میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا (المائدہ:١١٧) یہ آیت ''العزیز الحکیم'' (المائدہ:١١٨) تک پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٣٤٩ میں گزر چکی ہے۔

المائدہ:١١٨ کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

الزجاج نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے: اگر تو ان کے کفر اور ان کی تکذیب پر ان کو سزا دے تو یہ اس کے مستحق ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے جنہوں نے کفر اور تکذیب کے بعد توبہ کر لی تو تو بہت غالب اور حکمت والا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٣١٩' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری کی ساتویں جلد یہاں ختم ہوگئی۔ فالحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی نبینا سید المرسلین ۔

نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری جلد ہفتم کی تکمیل

اللہ تعالیٰ کے بے حد و حساب فضل اور احسان اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے پایاں لطف و کرم سے آج منگل ٤ شوال ١٤٣١ھ/ ١٤ ستمبر ٢٠١٠ء بعد از نماز ظہر نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل ہوگئی' یہ جلد ٢٦' اکتوبر ٢٠٠٩ء/ ٦ ذوالقعدہ ١٤٣٠ھ کو شروع ہوئی تھی اور ١٤ ستمبر ٢٠١٠ء کو تمام و کمال تک پہنچ گئی' اس شرح کی تصنیف کے دوران مجھے جن احباب اور کرم فرماؤں کا تعاون حاصل رہا' ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

مفتی اعظم پاکستان علامہ منیب الرحمان' مہتمم دار العلوم نعیمیہ' کراچی' صاحب زادہ علامہ حبیب الرحمان بریڈ فورڈ' برطانیہ' مولانا

Marfat.com

حافظ عبدالمجید صاحب برسٹل برطانیہ' مولانا نصیر اللہ نقشبندی برمنگھم برطانیہ' ڈاکٹر خالد اعوان ورجینیا امریکا' ڈاکٹر شاہرام' ڈاکٹر ارشد بھٹی امریکا' مولانا حامد قیوم ناروے۔ میں ان تمام احباب کے لیے خلوص اور محبت سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور ان کو دنیا اور آخرت میں اپنی رحمتوں' برکتوں اور سعادتوں سے نوازے اور ہم کو تادم اخیر اپنے سوا کسی کا محتاج نہ رکھے اور آخرت کی مشکلات آسان فرمائے اور جنت الفردوس ہمارا مقام بنادے اور آخرت میں محترمہ ثمینہ بہن' برسٹل برطانیہ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں شاد اور آباد رکھے۔ آمین یارب العالمین! الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل کرادی ہے نعمۃ الباری کی بقیہ جلدیں بھی مکمل کرادیں اور میری' میرے والدین کی' میری ہمشیر کی' سید محسن اعجاز کی اور تمام پروف ریڈرز کی اور مولانا وقار الحسن کی' سید عمیر الحسن برنی کی اور نعمۃ الباری کے تمام قارئین کی مغفرت فرما اور میری تمام تصانیف کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرما! آمین یارب العٰلمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم الدین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد سابع (۷) کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۲۶ اکتوبر ۲۰۰۹ء	۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ				
یکم نومبر ۲۰۰۹ء	۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ	اتوار	۸	۸	۳۸۵۱
یکم دسمبر ۲۰۰۹ء	۱۴ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ	منگل	۵۷	۶۵	۳۸۸۸
یکم جنوری ۲۰۱۰ء	۱۴ محرم ۱۴۳۱ھ	جمعہ	۴۲	۱۰۷	۳۹۰۵
یکم فروری ۲۰۱۰ء	۱۵ صفر ۱۴۳۱ھ	پیر	۵۲	۱۵۹	۳۹۶۴
یکم مارچ ۲۰۱۰ء	۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ	پیر	۸۳	۲۴۲	۴۰۲۸
یکم اپریل ۲۰۱۰ء	۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ	جمعرات	۶۸	۳۱۰	۴۰۸۵
یکم مئی ۲۰۱۰ء	۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ	ہفتہ	۶۷	۳۷	۴۱۳۱
یکم جون ۲۰۱۰ء	۱۶ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ	منگل	۸۳	۴۶۰	۴۲۳۱
یکم جولائی ۲۰۱۰ء	۱۸ رجب ۱۴۳۱ھ	جمعرات	۴۸	۵۰۸	۴۲۸۵
یکم اگست ۲۰۱۰ء	۱۸ شعبان ۱۴۳۱ھ	اتوار	۵۱	۵۵۹	۴۳۴۹
یکم ستمبر ۲۰۱۰ء	۲۱ رمضان ۱۴۳۱ھ	بدھ	۱۱۱	۶۷۰	۴۵۸۱
اختتام ۱۴ ستمبر ۲۰۱۰ء	۴ شوال ۱۴۳۱ھ	منگل	۷۷	۸۴۴	۴۶۲۶

Marfat.com

ماخذ ومراجع

کتب الہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۷- امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۲ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ

۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۳- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبد الرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۴- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت

۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۶- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ

۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۲۰- امام ابوعبداللہ بن عبد الرحمان داری متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ' بیروت'

۱۴۲۰ھ
۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ دارارقم' بیروت
۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ کرمہ' ۱۴۱۷ھ
۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء
۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ
۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی' متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی' مطبوعہ نشرالسنہ' ملتان' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۰- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دارالرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ
۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحرالزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت
۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلہ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ
۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳' سنن کبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۶- امام احمد بن علی المثنی التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابویعلیٰ موصلی' مطبوعہ دارالمامون التراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ' المنتقی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ
۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ
۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ داربلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ھ
۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ
۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' مسند الطحاوی' مطبوعہ مکتبۃ الحرمین' الدبی' ۱۴۲۶ھ
۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی'

بیروت ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم اوسط مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۰۵ھ دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم کبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ الکامل فی ضعفاء الرجال مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ
۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ الناسخ والمنسوخ من الحدیث مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ متوفی ۳۹۶ھ کتاب العظمۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ المستدرک مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ حلیۃ الاولیاء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ دلائل النبوۃ مطبوعہ دار النفائس بیروت
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ مطبوعہ نشر السنہ ملتان
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب الاسماء والصفات مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ معرفۃ السنن والآثار مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب الآداب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب فضائل الاوقات مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ شعب الایمان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ الجامع لشعب الایمان مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ البعث والنشور مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی متوفی ۴۶۳ھ جامع بیان العلم وفضلہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی المتوفی ۵۰۹ھ الفردوس بماثور الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ تاریخ دمشق الکبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ تہذیب تاریخ دمشق مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ جامع المسانید مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ

Marfat.com

۶۹- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۷۰- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ

۷۲- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت

۷۳- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۷۶- امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ

۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ ۱۴۲۰ھ

۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ

۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۶- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر' بیروت

۸۷- امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ' تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ

۸۸- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۸۹- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

Marfat.com

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی' متوفی ۶۰۶ھ' تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۹۱- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۹۲- قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی' متوفی ۶۸۵ھ' انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر
۹۳- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی' متوفی ۷۱۰ھ' مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور
۹۴- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی' لاہور
۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی' متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ' شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبہ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ
۹۸- حافظ ابوعمرو ابن عبد البر مالکی' متوفی ۴۶۳ھ' الاستذکار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۹۹- حافظ ابوعمرو ابن عبد البر مالکی' متوفی ۴۶۳ھ' تمہید' مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور' ۱۴۰۴ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ' اکمال المعلم بفوائد مسلم' مطبوعہ دار الوفا' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ' کشف المشکل علی صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ
۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری' متوفی ۶۵۶ھ' مختصر سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت
۱۰۳- علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی' متوفی ۶۶۱ھ' کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۲۲ھ
۱۰۴- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی' المتوفی ۶۵۶ھ' المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ
۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی' متوفی ۷۴۳ھ' شرح الطیبی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' ۱۴۱۳ھ
۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی' متوفی ۷۹۵ھ' فتح الباری' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ
۱۰۸- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی' متوفی ۸۲۸ھ' اکمال اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر' بیروت
۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی' متوفی ۸۵۵ھ' عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ' دار الکتب

العلمیہ ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ مکتبہ الرشید، ریاض، ۱۴۲۰ھ

۱۱۳- علامہ احمد بن اسماعیل کورانی، متوفی ۸۹۳ھ، الکوثر الجاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ

۱۱۴- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۱۵- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ مطبعہ میمنہ، مصر، ۱۳۰۶ھ

۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۱۲ھ

۱۱۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تنویر الحوالک، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۱۹- علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ، تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ

۱۲۰- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی ۱۰۰۳ھ، فیض القدیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۱ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ

۱۲۱- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی ۱۰۰۳ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی

۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی

۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ

۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ، مکتبہ حقانیہ پشاور

۱۲۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، الاسرار المرفوعۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ

۱۲۶- شیخ رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

۱۲۷- شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو

۱۲۸- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، ۱۳۵۰ھ

۱۲۹- علامہ الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی، متوفی ۱۳۱۸ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ

۱۳۰- شیخ عبد الرحمٰن مبارک پوری، متوفی ۱۳۲۵ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۱۳۱- شیخ انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی، مصر، ۱۳۵۷ھ

۱۳۲- شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز، کراچی

۱۳۳- شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی، متوفی ۱۴۲۱ھ، شرح صحیح البخاری، مکتبۃ الطبری، مصر، ۱۴۲۹ھ

۱۳۴- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی، اوجز المسالک الی موطا مالک، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ

۱۳۵- شیخ محمد تقی عثمانی، انعام الباری، مطبوعہ مکتبہ الحراء

۱۳۶- شیخ سلیم اللہ خان، کشف الباری، مکتبہ فاروقیہ، کراچی

۱۳۷- موسیٰ شاہین لاشین، فتح المنعم شرح صحیح مسلم، دار الشروق، قاہرہ، مصر، ۱۴۲۹ھ

Marfat.com

کتب اسماء الرجال

۱۳۸- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' التاریخ الکبیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ

۱۳۹- امام احمد بن شعیب نسائی' متوفی ۳۰۳ھ' منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل' دار الاحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۴ھ

۱۴۰- امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۱۴۱- حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۱۴۲- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۴۳- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۴۴- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۴۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۴۶- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۱۴۷- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۱۴۸- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ

۱۴۹- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۵۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی

۱۵۱- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۴ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۵۲- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ

۱۵۳- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۵۴- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ

۱۵۵- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۱۵۶- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۵۷- علامہ محمد بن ابو بکر بن عبد القادر رازی' متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۵۸- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۵۹- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران

۱۶۰- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

۱۶۱- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ

۱۶۲- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر

Marfat.com

۱۶۳- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعہ الغاثولیکہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۴- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور
۱۶۵- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت و فضائل

۱۶۶- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۷- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ
۱۶۸- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم' بیروت
۱۶۹- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۷۱- علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد
۱۷۲- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۳- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۴- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران
۱۷۵- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۷۶- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۷۷- علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۷۸- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۸۰- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۱۸۱- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۸۲- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۸۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۴- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۵- علامہ محمد عبدالباقی زرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

Marfat.com

کتب فقہ حنفی

۱۸۶- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۷- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ

۱۸۸- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۸۹- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ

۱۹۰- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، شرح الزیارات، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ

۱۹۱- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین وآخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ، ملتان

۱۹۲- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ

۱۹۳- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۱ھ

۱۹۴- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۹۵- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ

۱۹۶- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۹۷- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۱۲ھ

۱۹۸- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ

۱۹۹- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴، فتح باب العنایہ، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ

۲۰۰- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدرالمختار، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت

۲۰۱- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ

۲۰۲- علامہ احمد بن محمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۰۳- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ

۲۰۴- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی، کوئٹہ

۲۰۵- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ

۲۰۶- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۷- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ

۲۰۸- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

Marfat.com

۲۰۹- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۳۹۳ھ

۲۱۰- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۱۱- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت

۲۱۲- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دارالفکر' بیروت

۲۱۳- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت

۲۱۴- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۵- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' المغنی' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ

۲۱۶- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' الکافی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۱۷- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دارالجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۱۸- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت

۲۱۹- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

Marfat.com

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

شرح صحیح البخاری کے نام ''**نِعم الباری**'' کی توجیہ

میں نے 18 رجنوری 2006ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ کی مشہور زمانہ کتاب ''المسند الصحیح الجامع المعروف بہ صحیح البخاری'' کی شرح لکھنے کا آغاز کیا، میں نے ابتداءً اس کا نام انعام الباری رکھا تھا، بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ شیخ محمد تقی عثمانی بھی اس نام سے صحیح البخاری کی شرح لکھ رہے ہیں اور اس وقت تک انعام الباری کی چار جلدیں ہو چکی تھیں، اس لیے میں نے اس کا نام بدل کر نعمۃ الباری رکھ دیا اور فرید بک اسٹال لاہور سے اس کی سات جلدیں لکھنے کا معاہدہ کیا اور 14 ستمبر 2010 کو میں نے نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل کر کے سید محسن اعجاز شاہ صاحب کے حوالہ کر دی اور یوں میری حد تک اس معاہدہ کی تکمیل ہوگئی۔

بعد ازاں میرا رابطہ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز سے ہوا اور میں نے محترم محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب سے شرح صحیح البخاری لکھنے کا معاہدہ طے کیا اور اب آٹھویں جلد سے میں نے اس کا نام نعمۃ الباری کے بجائے ''**نِعم الباری**'' رکھ دیا ہے تاکہ معاندین اور مفسدین کے لیے کسی شر کی گنجائش نہ رہے اور وہ یہ نہ کہیں کہ نعمۃ الباری کا معاہدہ تو ہم سے تھا اب یہ ضیاء القرآن اس کو کیوں شائع کر رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کا نام ہی بدل دیا ہے اور بجائے نعمۃ الباری کے اس کا نام ''**نِعم الباری**'' رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میرا اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کا حافظ اور ناصر ہو اور ہمیں معاندین اور مفسدین کے شر اور فساد سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی الہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریتہٖ الف الف صلوات وتسلیمات دائما ابدا۔

غلام رسول سعیدی

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی 38

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

(اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴))

نِعَمُ الْبَارِی

فِی

شَرحِ صَحِیحِ الْبُخَارِی

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء الثامن

Marfat.com

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعَمُ البَارِی

فِی

شرح صحیح البُخاری

جلد ثامن (۸)

الاحادیث: ۴۹۷۷ ــــ ۴۶۲۷

کتابُ التفسیر

تفسیر سورۃ الانعام تا سورۃ الناس

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
(یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے)

نام کتاب	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد ثامن (۸)
تصنیف	علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی
سال اشاعت	باراول جون 2012ء باردوم ستمبر 2012ء بارسوم مئی 2013ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS21

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:۔ 021-32212011-32630411 فیکس:۔ 021-32210212
e-mail:- Info@zia-ul-quran.com
ziaulquranpublications@gmail.com
Website:- www.ziaulquran.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد ہشتم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	نعمۃ الباری کا افتتاحیہ	47
☆	گذارش احوال واقعی	49
	۶۔ سورۃ الانعام کی تفسیر	57
1	سورۃ الانعام کا تعارف	57
2	تعلیقات مذکورہ کی شرح	59
	۱۔ باب	
3	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، اس کے سوا (ازخود) ان کو کوئی نہیں جانتا (الانعام:۵۹) کی تفسیر	66
4	غیب کی تعریف	66
5	الانعام:۵۹ میں مذکور مَفَاتِحُ الْغَیْبِ کی لفظی اور معنوی تحقیق	66
6	مفاتح الغیب کی تفسیر میں علامہ ابن الملقن، علامہ ابن حجر اور علامہ عینی پر مصنف کا تعاقب	67
7	مقبول بندوں کو علم غیب عطا کرنے میں محققین علماء کی تصریحات	67
	۲۔ باب	
8	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے۔ (الانعام:۶۵) کی تفسیر	69
9	اس امت کا آپس کی لڑائیوں میں مبتلا ہونا ان کے گناہوں کا کفارہ ہے	69
10	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	70
	۳۔ باب	
11	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا (الانعام:۸۲) کی تفسیر	71
	۴۔ باب	
12	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور یونس اور لوط، اور ہم نے سب کو (ان کے زمانہ کے) تمام جہان والوں پر فضلیت دی O (الانعام:۸۶) کی تفسیر	71
	۵۔ باب	
13	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے، سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔ (الانعام:۹۰) کی تفسیر	72
14	اس اشکال کا جواب کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ انبیاء سابقین کے مقتدی ہیں حالانکہ آپ کا مقام مقتدیٰ ہونا ہے نہ کہ مقتدی ہونا	73
	۶۔ باب	
15	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور یہودیوں پر ہم نے ہر	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی تھی (الانعام: ۱۴۶) کی تفسیر	75
16	تعلیقات مذکورہ کی شرح	75
17	جائز حیلہ اور ناجائز حیلہ کی تحقیق	76
	۷۔ باب	
18	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ۔ (الانعام: ۱۵۱) کی تفسیر	76
19	ظاہری بے حیائی اور باطنی بے حیائی کی تفصیل	77
	اللہ تعالیٰ کی غیرت اور بندوں کی غیرت کا معنی	77
20	اپنی تعریف کو پسند کرنا	78
	۸۔ باب	
21	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے O (الانعام: ۱۰۲) کی تفسیر	78
	۹۔ باب	
22	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ تم اپنے ان گواہوں کو پیش کرو۔ (الانعام: ۱۵۰) کی تفسیر	79
	۱۰۔ باب	
23	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا۔ (الانعام: ۱۵۸) کی تفسیر	80
24	باب مذکور کے موافق دیگر احادیث	81
25	سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے وقت ایمان لانے کے غیر مفید ہونے کا سبب	82
	۷۔ سورۃ الاعراف کی تفسیر	84
26	سورۃ الاعراف کا تعارف	84
27	تعلیقات مذکورہ کی شرح	86
	۱۔ باب	
28	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ میرے رب نے تو صرف بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے خواہ وہ ظاہر ہوں، خواہ پوشیدہ (الاعراف: ۳۳) کی تفسیر	97
	۲۔ باب	
29	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا، تو عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا کہ میں تجھے دیکھوں، فرمایا: تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے، البتہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو، اگر (میری تجلی کے باوجود) یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تم بھی مجھے دیکھ سکو گے، پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ (علیہ السلام) بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب ان کو ہوش آیا تو کہا: تو پاک ہے، میں نے تیرے حضور توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں O (الاعراف: ۱۴۳) کی تفسیر	98
30	میقات، رب کی تجلی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بے ہوشی، ان کی توبہ اور ان کے اول المومنین ہونے کا محمل	98
	۳۔ باب	
31	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے ان پر من اور سلویٰ نازل کیا۔ (الاعراف: ۱۶۰) کی تفسیر	100
	۴۔ باب	
32	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسول مکرم!) آپ کہیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، جس کی ملک میں تمام آسمان اور زمینیں ہیں، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے،	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی لقب ہیں، جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں، اور تم سب ان کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پاؤO (الاعراف: ۱۵۸) کی تفسیر	101
	۵۔ باب	
33	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور حِطَّةٌ (معاف کرنا) کہتے جاؤ۔ (الاعراف: ۱۶۱) کی تفسیر	102
	۶۔ باب	
34	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ عفو و درگزر کا طریقہ اختیار کیجئے، اور نیکی کا حکم دیجئے، اور جاہلوں سے اعراض کیجئےO (الاعراف: ۱۹۹) کی تفسیر	103
35	اَلْعَفْو: معروف کا حکم دینے اور جاہلوں سے درگزر کی تفصیل	103
36	مشکل الفاظ کے معنی	104
37	خلق کی تعریف	105
	۸۔ سورۃ الانفال کی تفسیر	106
38	سورۃ الانفال کا تعارف	106
	۱۔ باب	
39	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسول مکرم!) یہ آپ سے انفال (اموال غنیمت) کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ انفال (کے حکم) کا اللہ اور اس کا رسول مالک ہیں، سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔ (الانفال: ۱) کی تفسیر	106
40	غنیمتوں کی تقسیم میں متعدد اقوال	106
41	تعلیق مذکور کی شرح	107
42	سورۃ الانفال کے شان نزول میں متعدد اقوال	107
	تعلیقات مذکور کی شرح	108
	۲۔ باب	
43	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اللہ کے نزدیک بدترین جاندار وہ لوگ ہیں جو بہرے، گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتےO (الانفال: ۲۲) کی تفسیر	111
44	سب سے بدترین جاندار کے مصداق میں متعدد اقوال	111
	۳۔ باب	
45	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لئے حیات آفریں ہو، اور یقین رکھو کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ حائل ہے اور بے شک تم اسی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گےO (الانفال: ۲۴) کی تفسیر	112
46	سورۂ فاتحہ کے سب سے عظیم ہونے کی توجیہ اور اس کے السبع المثانی ہونے کا معنی	113
	۴۔ باب	
47	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (یاد کیجئے) جب انہوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر (کوئی دوسرا) دردناک عذاب لے آO (الانفال: ۳۲) کی تفسیر	113
48	کفار کے طلب عذاب کی دعا کے باوجود ان پر عذاب نازل نہ فرمانے کی توجیہ	113
49	احمد بن النضر کا تعارف	115
50	ابوجہل کا تذکرہ اور علامہ عینی کا علامہ عسقلانی پر تعاقب کرنا	115
51	کفار قریش پر عذاب نازل نہ کرنے کی وجوہ	115
52	مسجد حرام کے متولی صرف مسلمان ہیں	116

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۵۔ باب	
53	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہوں اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں O (الانفال: ۳۳) کی تفسیر	116
54	اس باب کے تکرار پر علامہ عینی کا اعتراض	116
55	الانفال: ۳۴-۳۳ کی متعدد تفسیریں	117
	۶۔ باب	
56	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم ان کے خلاف جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ کفر (کا غلبہ) نہ رہے اور پورا دین (صرف) اللہ کے لئے ہو جائے۔ (الانفال: ۳۹) کی تفسیر	118
57	فتنہ کا مصداق شرک ہے	118
58	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مسلمانوں کی آپس کی لڑائیوں سے الگ رہنا	120
	۷۔ باب	
59	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے نبی (مکرم!) مومنین کو قتال پر برانگیختہ کیجئے، اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے، اور اگر تم میں ایک سو (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آ جائیں گے، کیوں کہ وہ لوگ سمجھ نہیں سکتے O (الانفال: ۶۵) کی تفسیر	121
60	مشکل الفاظ کے معانی	121
61	نسخ اور تخفیف کا فرق اور ابن شبرمہ کا تعارف اور کفار اور فساق دونوں سے مقابلے کا حکم واحد ہے	122
	۸۔ باب	
62	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے اور اسے معلوم ہے کہ تم میں کمزوری ہے۔ (الانفال: ۶۶) اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، تک کی تفسیر	122
63	لشکر کے بغیر تنہا مسلمان کا دو کافروں کے مقابلہ سے بھاگنا، آیا جائز ہے یا نہیں؟	123
64	تنہا مسلمان کے دو یا زیادہ کافروں سے لڑنے کے وجوب پر حافظ ابن حجر کے دلائل پر مصنف کی گرفت	124
65	**۹۔ سورۃ التوبہ کی تفسیر**	125
66	سورۃ براءۃ (توبہ) کا تعارف	125
67	سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھنے کی توجیہات	125
68	تعلیقات مذکورہ کی شرح	126
	۱۔ باب	
69	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے اعلان براءت (بیزاری) ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا O (التوبہ: ۱) کی تفسیر	132
70	مشرکین سے کیے ہوئے معاہدہ کو ان کی خلاف ورزی کی وجہ سے توڑنا	132
71	آخری آیت اور آخری سورت کے متعلق متعدد اقوال	134
	۲۔ باب	
72	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو (اے مشرکو! اب تم (صرف) چار ماہ زمین میں (آزادی سے) چل پھر لو اور یقین رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے O (التوبہ: ۲) کی تفسیر	135
73	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو براءت کا اعلان کرنے کے لئے بھیجنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کی توجیہ	135

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۳۔ باب	
74	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور سب لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے کہ حج اکبر کے دن اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول (بھی)، پس اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم اعراض کرتے ہو تو تم یقین رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور آپ کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دیجئے O (التوبہ: ۳) کی تفسیر	136
75	حج اکبر کے متعلق مختلف اقوال اور مصنف کا مختار	136
76	اس اشکال کا جواب کہ حضرت ابوبکر نے حضرت ابوہریرہ کو اعلان کے لئے کیسے بھیجا؟ جب کہ نبی ﷺ نے تو اعلان کرنے کے لئے حضرت علی کو بھیجا تھا، اور حضرت علی کے اعلان کے متعلق حدیث اور سورۂ توبہ سے ان کے اعلان کی وضاحت	138
	۴۔ باب	
77	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ماسوا ان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔ (التوبہ: ۴) کی تفسیر	139
78	حج اکبر اور حضرت علی کے اعلان کے متعلق مختلف روایات	139
	۵۔ باب	
79	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کفر کے علم برداروں سے جنگ کرو، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (التوبہ: ۱۲) کی تفسیر	140
80	ائمہ کفر کے متعلق مختلف اقوال اور حضرت حذیفہ کو ان منافقین کا علم تھا یا نہیں؟	140
	۶۔ باب	
81	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے O (التوبہ: ۳۴) کی تفسیر	141
	آیت مذکورہ کی تفسیر	141
82	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ربذہ میں جانے کا صحیح سبب	142
	۷۔ باب	
83	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جس دن وہ (سونا اور چاندی) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا، یہ ہے وہ (سونا اور چاندی) جس کو تم نے اپنے لئے جمع کر کے رکھا تھا، سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو O (التوبہ: ۳۵) کی تفسیر	142
	۸۔ باب	
84	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ (التوبہ: ۳۶) کی تفسیر	143
85	زمانے کے گھومنے کا معنی	143
	۹۔ باب	
86	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: درآں حالیکہ وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے صاحب سے فرما رہے تھے: غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، یعنی ہمارا مددگار ہے۔ (التوبہ: ۴۰) کی تفسیر	144
87	حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کے درمیان بیعت کے مناقشہ کی تفصیل	145
88	حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ کے درمیان جنگ کی تفصیل	148

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
89	بعض مشکل جملوں اور بعض ناموں کی وضاحت	149
	۱۰۔ بَابٌ	
90	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو۔ (التوبہ:۶۰) کی تفسیر	149
91	مؤلفۃ القلوب کی تعریف اور ان کا حکم	149
92	چند مبہم اسماء کی تعیین	150
	۱۱۔ بَابٌ	
93	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک جو (منافق) خوشی سے صدقہ دینے والے مومنوں کو طعنہ دیتے ہیں۔ (التوبہ:۷۹) کی تفسیر	150
94	آیت مذکورہ میں طعن کی تفسیر	150
95	جن صحابہ پر منافقین نے طعن کیا تھا، ان کے اسماء	151
	۱۲۔ بَابٌ	
96	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ (التوبہ:۸۰) کی تفسیر	152
97	نکتہ چینی کرنے والے منافقین کا استغفار سے محروم ہونا	152
	عبد اللہ بن ابی کو قمیص عطا فرمانے اور اس کی نماز جنازہ پڑھانے کی توجیہات	153
98	حدیث مذکور میں اضافہ شدہ روایات اور عبد اللہ بن ابی ابن سلول کے نام کی وضاحت	155
	۱۳۔ بَابٌ	
99	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو ان میں سے مرجائے تو آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ (التوبہ:۸۴) کی تفسیر	156
	التوبہ: ۸۴ کا مصداق	156
100	حدیث مذکور میں یہ تصریح ہے کہ عبد اللہ بن ابی کفر پر مرا، پھر اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے اس کے لئے استغفار کیوں کیا؟ اور اس کا جواب	157
	۱۴۔ بَابٌ	
101	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان (کے جھوٹے بہانوں) سے صرف نظر کرو، پس تم ان کی طرف توجہ نہ کرو، بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، (یہ) ان کے ان کاموں کی سزا ہے، جو وہ کرتے تھےO (التوبہ:۹۵) کی تفسیر	158
	۱۵۔ بَابٌ	
102	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہ تم کو راضی کرنے کے لئے تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے، پس اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) گئے تو اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتاO (التوبہ:۹۶) کی تفسیر	159
	۱۶۔ بَابٌ	
103	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بعض دوسرے وہ (مسلمان) ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا، انہوں نے نیک کاموں کو دوسرے برے کاموں سے ملا دیا۔ عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہےO (التوبہ:۱۰۲) کی تفسیر	159
104	بعض صالح مومنین کے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا ذکر	160
	۱۷۔ بَابٌ	
105	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: نبی اور ایمان والوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔ (التوبہ:۱۱۳) کی تفسیر	161
106	رسول اللہ ﷺ کے تمام آباء اور امہات مومن تھے	161

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۸۔ بَابٌ	
107	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اللہ نے نبی کی توبہ قبول فرمائی، اور مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی جب کہ اس کے بعد یہ قریب تھا کہ ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں، پھر اس کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول کی، بے شک وہ ان پر نہایت مہربان	
108	بہت رحم والا ہےO (التوبہ:۱۱۷) کی تفسیر	162
109	نبی ﷺ کی توبہ قبول کرنے کے محامل	163
	۱۹۔ بَابٌ	
110	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس نے ان تین شخصوں کی توبہ (بھی) قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا، حتیٰ کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور خود ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئیں اور انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر ان کی توبہ قبول فرمائی تا کہ وہ توبہ پر قائم رہیں، بے شک اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہےO (التوبہ:۱۱۸) کی تفسیر	164
111	ان تین کا بیان، جو پیچھے رہ گئے تھے	164
	۲۰۔ بَابٌ	
112	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور (ہمیشہ) سچوں کے ساتھ رہوO (التوبہ:۱۱۹) کی تفسیر	166
	۲۱۔ بَابٌ	
113	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے، تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں، مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیںO (التوبہ:۱۲۸) کی تفسیر	167
114	التوبہ:۱۲۸ میں نبی ﷺ کے فضائل	167
115	حضرت ابوبکر کے قرآن جمع کرنے اور حضرت عثمان کے قرآن مجید جمع کرنے کا فرق اور بعض دیگر مسائل	170
116	حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دینے کے متعلق حدیث میں صراحت	171
	۱۰۔ سورۂ یونس کی تفسیر	173
117	سورۂ یونس کا تعارف	173
	۱۔ بَابٌ	173
118	تعلیقات مذکورہ کی شرح	174
	۲۔ بَابٌ	
119	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے دشمنی اور سرکشی سے ان کا پیچھا کیا، حتیٰ کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو اس نے کہا: میں ایمان لایا کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوںO (یونس:۹۰) کی تفسیر	177
120	فرعون کا نام اور جس سمندر میں فرعون غرق ہوا تھا اس کا بیان اور فرعون کا ایمان قبول نہ ہونے کی وجہ	177
	۱۱۔ سورۂ ہود کی تفسیر	179
121	سورۂ ہود کا تعارف	179
122	تعلیقات مذکورہ کی شرح	180
	۱۔ بَابٌ	
123	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: سنو! وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تا کہ وہ اس سے چھپائیں، سنو! جس وقت وہ اپنے کپڑے اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں (اس وقت بھی) وہ اس کو جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ہیں، اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے O (ھود: ۵) کی تفسیر	183
124	حدیث مذکور کی صرفی اور نحوی ترکیب	184
	۲۔ باب	
125	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ (ھود: ۷) کی تفسیر	186
126	اللہ تعالیٰ کے بھرے ہوئے ہاتھ کا معنی	187
	۳۔ باب	
127	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (ہم نے) مدین والوں کی طرف ان کے ہم قبیلہ شعیب کو بھیجا۔ (ھود: ۸۴) کی تفسیر	189
128	شعیب کی لفظی تحقیق اور ان کا نسب	189
	۴۔ باب	
129	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تمام گواہ یہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا، سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے O (ھود: ۱۸) کی تفسیر	191
130	النجویٰ اور کَنَفُہ کا معنی	192
	۵۔ باب	
131	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ کے رب کی گرفت اسی طرح ہوتی ہے جب وہ بستیوں پر اس حال میں گرفت کرتا ہے کہ وہ ظلم کر رہی ہوتی ہیں، بے شک اس کی گرفت دردناک شدید ہے O (ھود: ۱۰۲) کی تفسیر	192
	۶۔ باب	
132	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور دن کی دونوں طرفوں میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھئے، بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں O (ھود: ۱۱۴) کی تفسیر	193
133	دن کی دو طرفوں کا بیان اور زلفا من الیل کا معنی	194
134	بوسہ لینے والے مرد کا نام اور ان کا مختصر تذکرہ	195
	۱۲۔ سورۂ یوسف کی تفسیر	197
135	سورۂ یوسف کا تعارف	197
	۱۔ باب	
136	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کو مکمل فرمائے گا جس طرح اس سے پہلے اس نے اس نعمت کو تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر مکمل فرمایا تھا (یوسف: ۶) کی تفسیر	205
137	حضرت یوسف علیہ السلام پر اور ان کے باپ دادا پر نعمت پوری کرنے کا معنی	205
	۲۔ باب	
138	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لئے بہت نشانیاں ہیں O (یوسف: ۷) کی تفسیر	205
	۳۔ باب	
139	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (یعقوب نے) کہا: (بھیڑیئے نے تو خیر نہیں کھایا) بلکہ تمہارے دل نے ایک بات گھڑ لی ہے، پس اب صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے (یوسف: ۱۸) کی تفسیر	206
	۴۔ باب	
140	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے ان کو اپنی طرف راغب کیا اور اس نے دروازے بند کر کے کہا: جلدی آؤ۔ (یوسف: ۲۳) کی تفسیر	208
	۵۔ باب	
141	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب ان کے پاس قاصد آیا	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تو انہوں نے کہا: اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو: ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے، بے شک میرا رب ان کی سازش کو خوب جاننے والا ہےO بادشاہ نے (ان عورتوں کو بلا کر) پوچھا: اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی تھی، انہوں نے کہا: حاش للہ (یوسف: ۵۱-۵۰) کی تفسیر	210
	۲- باب	
142	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: حتیٰ کہ جب رسول ناامید ہونے لگے (یوسف: ۱۱۰) کی تفسیر	211
143	کُذِبُوْا اور کُذِّبُوْا کی قراءت کا فرق	211
	۱۳- سورۃ الرعد کی تفسیر	213
144	سورۃ الرعد کا تعارف	213
	۱- باب	
145	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ہر مادہ کے حمل کو اللہ ہی جانتا ہے، اور ہر رحم میں جو کمی اور زیادتی ہوتی ہے اس کو بھی وہی جانتا ہے (الرعد: ۸) کی تفسیر	219
146	ناتمام بچے کی مختلف تعریفات	219
	۱۴- سورۃ ابراہیم کی تفسیر	221
147	سورۃ ابراہیم کا تعارف	221
	۱- باب	
148	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیںO وہ درخت اپنے رب کے اذن سے ہر وقت پھل دیتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۵-۲۴) کی تفسیر	224
149	کلمہ طیبہ اور شجرۂ طیبہ میں مختلف وجوہ سے مشابہت	224
	۲- باب	
150	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ ایمان والوں کو مضبوط کلمہ کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے (ابراہیم: ۲۷) کی تفسیر	226
151	عذاب قبر کا ثبوت	226
	۳- باب	
152	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا (ابراہیم: ۲۸) کی تفسیر	226
	۱۵- سورۃ الحجر کی تفسیر	228
153	سورۃ الحجر کا تعارف	228
	۱- باب	
154	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سوا اس کے جو چوری سے (فرشتوں کی باتیں) سنے تو اس کے پیچھے ایک چمکتا ہوا انگارہ آتا ہےO (الحجر: ۱۸) کی تفسیر	232
	حدیث مذکور کی شرح اور مشکل الفاظ کے معانی	233
	۲- باب	
155	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک وادی حجر کے رہنے والوں نے رسولوں کی تکذیب کیO (الحجر: ۸۰) کی تفسیر	235
156	الحجر کا محل وقوع اور مرسلین کی تکذیب کی توجیہ	235
	۳- باب	
157	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو دو بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیاO (الحجر: ۸۷) کی تفسیر	236
158	سبعا من المثانی کی متعدد تفاسیر	236
159	سورۂ فاتحہ کو ام القرآن کہنے کی توجیہ	237
	۴- باب	
160	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جنہوں نے قرآن کو (کچھ مان کر اور کچھ نہ مان کر) ٹکڑے ٹکڑے کر دیاO	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
·	(الحجر:۹۱) کی تفسیر	238
	۵۔ باب	
161	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے حتیٰ کہ آپ کے پاس پیغام اجل آ جائے O (الحجر:۹۹) کی تفسیر	240
	۱۶۔ سورۃ النحل کی تفسیر	242
162	سورۃ النحل کا تعارف	242
	۱۔ باب	
163	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم میں سے بعض کو ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ (النحل:۷۰) کی تفسیر	247
164	ارذل عمر کا معنی	247
	۱۷۔ سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر	249
165	سورۂ بنی اسرائیل کا تعارف	249
	۱۔ باب	
166	مشکل الفاظ کے معانی	249
	۲۔ باب	
167	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے بنی اسرائیل کو بتا دیا تھا۔ (بنی اسرائیل:۴) کی تفسیر	250
	۳۔ باب	
168	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ہر عیب سے پاک ہے وہ جو اپنے (مکرم) بندہ کو رات کے ایک قلیل وقفہ میں مسجد حرام سے لے گیا۔ (بنی اسرائیل:۱) کی تفسیر	254
169	نبی ﷺ کے سامنے بیت المقدس اٹھا کر رکھنے میں آپ کی فضیلت اور خصوصیت	255
	۴۔ باب	
170	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو فضیلت دی (بنی اسرائیل:۷۰) کی تفسیر	256
	۵۔ باب	
171	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب ہم کسی بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتے ہیں۔ (بنی اسرائیل:۱۶) کی تفسیر	260
	۶۔ باب	
172	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے) ان لوگوں کی اولاد! جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا، بے شک وہ بہت شکر گزار بندے تھے O (بنی اسرائیل:۳) کی تفسیر	260
	۷۔ باب	
173	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی O (بنی اسرائیل:۵۵) کی تفسیر	264
	۸۔ باب	
174	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ تم ان کو پکارو جو تمہارے زعم میں اللہ کے سوا (عبادت کے مستحق) ہیں، سو وہ تم سے نہ کسی ضرر کو دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ اس کو بدلنے کے (مالک ہیں) O (بنی اسرائیل:۵۶) کی تفسیر	264
	۹۔ باب	
175	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جن لوگوں کی یہ (مشرکین) عبادت کرتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف قریب ترین وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل:۵۷) کی تفسیر	265
	۱۰۔ باب	
176	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے آپ کو (شب معراج) جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا۔ (بنی اسرائیل:۶۰) کی تفسیر	266
·	شب معراج میں عجائبات دیکھنے کی خبر کا لوگوں کے لیے آزمائش ہونا	267

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۱۔ بَابٌ	
177	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک فجر کی نماز میں قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیںO (بنی اسرائیل: ۷۸) کی تفسیر	267
	۱۲۔ بَابٌ	
178	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گاO (بنی اسرائیل: ۷۹) کی تفسیر	268
	۱۳۔ بَابٌ	
179	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ کہیے: حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا اور بے شک باطل تھا بھی نابود ہونے والاO (بنی اسرائیل: ۸۱) کی تفسیر	269
	۱۴۔ بَابٌ	
180	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۸۵) کی تفسیر	269
181	روح کی تحقیق	269
	۱۵۔ بَابٌ	
182	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۰) کی تفسیر	271
183	نماز میں قرآن کو متوسط آواز کے ساتھ پڑھنے کا حکم	271
	۱۸۔ سورۃ الکہف کی تفسیر	273
184	سورۃ الکہف کا تعارف	273
	۱۔ بَابٌ	
185	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ (الکہف: ۵۴) کی تفسیر	277
	۲۔ بَابٌ	
186	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: میں مسلسل چلتا رہوں گا حتیٰ کہ میں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا سالہا سال تک چلتا رہوں گا۔ (الکہف: ۶۰) کی تفسیر	280
187	بعض مشکل عبارات کی شرح	284
	۳۔ بَابٌ	
188	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس جب وہ دونوں سمندر کے سنگم پر پہنچ گئے تو وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، سو مچھلی نے سمندر میں سرنگ بناتے ہوئے اپنا راستہ بنا لیا۔ (الکہف: ۶۱) کی تفسیر	285
189	اللہ نے اس مقتول لڑکے کے بدلے میں جو لڑکی دی تھی اس کا تذکرہ	289
	۴۔ بَابٌ	
190	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ، ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ پہنچی ہےO اس نے کہا: بھلا دیکھیے جب ہم اس چٹان کے پاس آ کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا۔ یہ آیت یہاں تک ہے: اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقہ سے راستہ بنا لیا تھا۔ (الکہف: ۶۳۔ ۶۲) کی تفسیر	289
	۵۔ بَابٌ	
191	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے: کیا ہم تم کو یہ خبر دیں کہ سب سے زیادہ نقصان دہ کام کن لوگوں کے ہیں۔ (الکہف: ۱۰۳) کی تفسیر	294
192	مصعب کے والد کا نام اور حروریہ کا معنی	295
	۶۔ بَابٌ	
193	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کے ساتھ کفر کیا، سو ان کے اعمال ضائع ہو گئے۔	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	(الکہف:۱۰۵) کی تفسیر	295
	۱۹۔سورۂ کہٰیٰعص (مریم) کی تفسیر	297
194	سورۂ کہٰیٰعص (مریم) کا تعارف	297
	۱۔باب	
195	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ انہیں حسرت والے دن سے ڈرایئے۔(مریم:۳۹) کی تفسیر	300
196	یوم الحسرۃ کا مصداق	301
197	موت کو مینڈھے کی شکل میں ذبح کرنے کے متعلق احادیث	301
198	مینڈھے میں سفید اور سیاہ رنگ ہونے کی حکمت اور موت کا مخلوق ہونا اور جنت اور دوزخ کا دائمی ہونا	302
199	مینڈھے کی سفید دھاریوں سے اہل جنت کی طرف اور سیاہ دھاریوں سے اہل دوزخ کی طرف اشارہ کی توجیہ	303
	۲۔باب	
200	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں اور ہمارے آگے اور پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے وہ سب اس کی ملکیت ہے۔(مریم:۶۴) کی تفسیر	303
	حضرت جبرئیل کے آپ کے پاس نازل نہ ہونے کی مدت میں متعدد اقوال	304
	۳۔باب	
201	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا؟ جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی۔ (مریم:۷۷) کی تفسیر	304
202	اس اعتراض کا جواب کہ کیا حضرت خباب قیامت کے بعد رسول اللہ ﷺ کا کفر کریں گے	305
	۴۔باب	
203	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لیا ہوا ہے (یعنی پکا عہد لیا ہے)۔(مریم:۷۸) کی تفسیر	306
	۵۔باب	
204	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ہرگز نہیں! ہم عنقریب اس کی باتوں کو لکھ لیں گے اور اس کے عذاب کو بڑھاتے رہیں گے O (مریم:۷۹) کی تفسیر	307
	۶۔باب	
205	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم ہی اس کی باتوں کے وارث ہیں، اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا O (مریم:۸۰) کی تفسیر	307
	۲۰۔سورۂ طٰہٰ کی تفسیر	309
206	سورۂ طٰہٰ کا تعارف	309
207	لفظ طٰہٰ کے متعدد محامل	309
	۱۔باب	
208	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور میں نے آپ کو خاص اپنے لیے چن لیا O (طٰہٰ:۴۱) کی تفسیر	317
209	حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے مذاکرہ کی تفصیل اور یہ مذاکرہ کس جگہ ہوا تھا	318
210	دنیا میں کیے ہوئے گناہوں پر تقدیر کا عذر پیش کرنا جائز نہیں ہے	318
	۲۔باب	
211	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ راتوں رات میرے بندوں کو لے جائیں، پھر ان کے لیے سمندر میں سے خشک راستہ نکالیں آپ کو کسی کے پکڑنے کا خوف ہوگا نہ ڈر ہوگا O پس فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا، پھر سمندر نے ان کو	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ڈھانپ لیا جو ڈھانپ لیاO اور فرعون نے اپنی قوم کو گم راہ کر دیا اور سیدھا راستہ نہ دکھایاO (طٰہٰ:۷۷ تا ۷۹) کی تفسیر	319
	۳۔ باب	
212	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ایسا نہ ہو کہ یہ (ابلیس) آپ دونوں کو جنت سے نکلوا دے تو آپ مشقت میں پڑ جائیں گےO (طٰہٰ:۱۱۷) کی تفسیر	319
	۲۱۔ سورۃ الانبیاء کی تفسیر	322
213	سورۃ الانبیاء کا تعارف	322
	۱۔ باب	
214	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: جس طرح ہم نے ابتداءً پیدا کیا تھا، ہم اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے، جس کو ہم ضرور پورا کرنے والے ہیںO (الانبیاء:۱۰۴) کی تفسیر	327
215	النخع کا معنی اور اس کی وجہ تسمیہ، غرلاً کا معنی اور مرتدین کا مصداق	328
	۲۲۔ سورۃ الحج کی تفسیر	330
216	سورۃ الحج کا تعارف	330
	۱۔ باب	
217	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے۔ (الحج:۲) کی تفسیر	333
218	جریر اور عیسیٰ کے اختلاف کی وضاحت	334
	۲۔ باب	
219	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور کوئی شخص ایک کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے، پس اگر اس کو کوئی بھلائی مل جائے تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اس پر کوئی آزمائش کی جائے تو وہ منہ کے بل پلٹ جاتا ہے، اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان سمیٹا (یہ یہاں تک ہے) یہی دور کی گمراہی ہےO (الحج:۱۲۔۱۱) کی تفسیر	335
	۳۔ باب	
220	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق جھگڑا کیا۔ (الحج:۱۹) کی تفسیر	336
	۲۳۔ سورۃ المومنون کی تفسیر	338
221	سورۃ المومنون کا تعارف	338
	۲۴۔ سورۃ النور کی تفسیر	342
222	سورۃ النور کا تعارف	342
	۱۔ باب	
223	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو تو ان میں کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہےO (النور:۶) کی تفسیر	345
224	حضرت عاصم بن عدی کے سوال کو ناپسند کرنے کی وجوہ	346
	ملاعنہ کا بیان	346
225	حدیث مذکورہ سے مستنبط مسائل، لعان کے مختلف شرعی احکام اور ائمہ مجتہدین کے اقوال	347
226	لعان کے بعد وقوع طلاق کا جواز اور شرح صحیح مسلم میں اس کی تحقیق	349
227	لعان کرنے والے مرد و عورت کے درمیان آئندہ کبھی نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء	
228	احناف کا اختلاف اور مفتیٰ بہ قول پر دلائل	349
	۲۔ باب	
229	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہوO (النور:۷) کی تفسیر	351
230	علامہ نووی کا یہ استدلال کہ محض لعان سے جدائی واقع ہو جاتی ہے اور دلائل سے اس نظریہ کا رد	352

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
231	محض حمل کا انکار کرنے پر لعان کرنا واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں ائمہ کے اقوال اور احناف کے موقف پر دلائل	353
232	لعان والی عورت اور اس کی اولاد کا آپس میں ایک دوسرے کا وارث ہونا	354
	۳۔ باب	
233	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہوسکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہےO (النور:۸) کی تفسیر	355
234	لعان کی آیتیں حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں نازل ہوئیں یا حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں؟ اس پر حافظ ابن حجر عسقلانی کی مفصل تحقیق	356
235	حدیث کے کچھ مشکل کلمات کی تشریح	358
	۴۔ باب	
236	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور پانچویں بار (عورت یہ کہے) کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر (اس کا خاوند) سچوں میں سے ہوO (النور:۹) کی تفسیر	358
	۵۔ باب	
237	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: بے شک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ پر) تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک گروہ ہے، تم اس (تہمت) کو اپنے لیے شر نہ سمجھو بلکہ وہ (نتائج کے اعتبار سے) تمہارے لیے بہتر ہے، اس گروہ میں سے ہر فرد کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور جس شخص نے ان میں سے اس (تہمت) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہےO (النور:۱۱) کی تفسیر	359
238	سورۃ النور کی آیت:۱۱ کی مختصر تفسیر، لفظ افک کا اصل معنی اور عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ پر اشکال کا جواب	359

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
239	"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت میں جس نے بڑا حصہ لیا" اس سے عبداللہ بن ابی کے مراد ہونے پر دلائل	360
240	آیت میں عبداللہ بن ابی کے مراد ہونے پر صحیح بخاری ہی کی ایک حدیث کے ذریعہ معترضین کا اعتراض اور اس کا جواب	361
241	اس جواب کی تائید میں مختلف شارحین حدیث کی آراء	362
242	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی فرمانا اور ان کے خلاف بولنے سے منع فرمانا	363
	۶۔ باب	
243	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: جب تم نے اس (تہمت) کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہیں کیا اور یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ تو کھلا بہتان ہےO تہمت لگانے والے اس تہمت پر چار گواہ کیوں نہ لائے! پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیںO (النور:۱۳۔۱۲) کی تفسیر	364
244	بے قصور یا نامعلوم شخص پر تہمت لگے تو اہل ایمان کو کیا گمان رکھنا چاہیے؟ اور واقعہ افک کے	
245	بارے میں رسول اللہ ﷺ کے علم پر ایک دلیل	364
246	حدیث افک	365
247	حدیث افک کے مباحث پر سب سے زیادہ محدث اعظم علامہ غلام رسول سعیدی کا بحث اور تحقیق فرمانا	374
248	نعمۃ الباری، کتاب الشہادات میں حدیث افک: ۲۶۶۱ کی شرح کے عنوانات	374
249	نعمۃ الباری، کتاب المغازی میں حدیث افک: ۴۱۴۱ کی شرح کے عنوانات	374
250	شرح صحیح مسلم میں حدیث افک کی شرح کے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	عنوانات	374
251	تفسیر تبیان القرآن میں سورۃ النور کی آیات افک کے تحت حدیث افک کا تذکرہ اور اس کی شرح میں بعض معاصرین کے اعتراضات کے جوابات	375
252	حدیث افک پر شارح بخاری علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح اور اس سے کچھ علمی نکات	375
253	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج میں سوار ہونا اور اس کے ضمن میں مختلف شرعی مسائل	376
254	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قضائے حاجت فرمانے کے بعد اپنے گلے کے ہار کی طرف متوجہ ہونا اور کچھ شرعی مسائل	376
255	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کی بیماری کے دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اور کچھ شرعی مسائل	376
256	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں حضرت علی اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمانا اور اس سے علامہ ابن ابی جمرہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم علم پر استدلال	377
257	مصنف کی طرف سے علامہ ابن ابی جمرہ کے اس استدلال کا جواب	377
258	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنی والدہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو مقدم کرنا اور یہ فرمانا کہ میں صرف اللہ عزوجل کی حمد کروں گی	378
259	حدیث افک پر علامہ ابن ابی جمرہ کے وارد کردہ کچھ سوالات اور ان ہی کے دیئے ہوئے جوابات	379
	۷۔ بَابٌ	
260	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم نے جس (تہمت) کا چرچا کیا تھا اس کی وجہ سے تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتاO (النور: ۱۴) کی تفسیر	380
261	فضل و رحمت اور عذاب عظیم کا معنی و مفہوم اور اس آیت کے مخاطبین کا تعین	381
262	مسروق کا حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف اور راجح قول کا بیان	382
	۸۔ بَابٌ	
263	اللہ عزوجل کے ارشاد: جب تم یہ (تہمت) اپنی زبانوں سے نقل کرتے رہے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے رہے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے رہے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت سنگین بات تھیO (النور: ۱۵) کی تفسیر	383
264	إِذْ تَلَقَّوْنَهُ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قراءت اور اس پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب	383
	۹۔ بَابٌ	
265	اللہ عزوجل کے ارشاد: اور تم نے اس (تہمت) کو سنتے ہی یہ کیوں نہ کہا: ایسی بات کرنا ہمارے لیے جائز نہیں ہے، اے اللہ! تو پاک ہے، یہ تو بہت سنگین بہتان ہےO (النور: ۱۶) کی تفسیر	384
266	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ان کے پاس آنا اور ان کی تعریف و توصیف کرنا	385
267	صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث کی سند میں ذکوان کا نام مذکور نہ ہونا اور اس سے علامہ ابن الملقن کا اس حدیث کے مرسل ہونے پر استدلال	386
268	حافظ ابن الملقن کے اس استدلال پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا کلام اور علامہ ابن الملقن کی تردید	386
269	علامہ بدر الدین عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد اور علامہ ابن الملقن کی تائید	386
270	مصنف کا نقطہ نظر اور اس پر زیر بحث حدیث کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سند سے استدلال	386
271	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کمال تواضع اور انکسار اور خوف الٰہی	387
272	صحابہ کرام کا خوف وخشیت اوران کے مختلف جملے	387
	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کے لیے آنا اور اس بارے میں امام احمد کی مفصل روایت کا بیان	388
273	صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث سے حافظ ابن حجر عسقلانی کا استنباط مسائل	389
	١٠۔ باب	
274	اللہ عزوجل کا ارشاد: اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات کبھی بھی نہ کرنا اگر تم مومن ہو○ (النور:١٧) کی تفسیر	389
	١١۔ باب	
275	اللہ عزوجل کے ارشاد: اور اللہ تمہارے لیے آیتیں بیان فرماتا ہے، اور اللہ بہت علم والا بہت حکمت والا ہے○ (النور:١٨) کی تفسیر	390
	١٢۔ باب	
276	اللہ عزوجل کے ارشاد: بے شک جولوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے○ اور اگر تم ان پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ بہت شفیق اور بے حد مہربان ہے (تو تم پر عذاب آجاتا)○ (النور:٢٠۔١٩) کی تفسیر	390
277	ارشاد باری تعالیٰ: اور تم میں سے اصحاب فضل اور ارباب وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کردے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (النور:٢٢) کی تفسیر	391
278	حدیث افک کو امام بخاری کا سند معلق کے ساتھ روایت کرنا اور افک کے واقعہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غضب فرمانے کی توجیہ	397
	١٣۔ باب	
279	اللہ عزوجل کے ارشاد: اور عورتیں اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔ (النور:٣١) کی تفسیر	397
280	النور:٣١ کی تفسیر میں امام بخاری کا سند معلق کے ساتھ حدیث روایت کرنا اور اس حدیث کی مختصر شرح	398
281	چادروں کے دوپٹے بنانے کے متعلق دو مختلف روایتوں میں تطبیق	398
282	سورۃ النور کا اختتام	399
	٢٥۔ سورۃ الفرقان کی تفسیر	400
283	سورۃ الفرقان کا مختصر تعارف	400
	١۔ باب	
284	اللہ عزوجل کے ارشاد: جو لوگ اپنے چہروں کے بل گھسیٹ کر جہنم کی طرف لائے جائیں گے ان کا بہت برا ٹھکانا ہوگا اور وہ راستے سے سب سے زیادہ بھٹکنے والے ہوں گے○ (الفرقان:٣٤) کی تفسیر	405
285	کفار کا قیامت کے دن منہ کے بل گھسیٹا جانا اور عامۃ المسلمین کا اپنے قدموں سے چل کر آنا اور صالحین کا اپنی سواریوں پر بیٹھ کر آنا	405
	٢۔ باب	
286	اللہ عزوجل کے ارشاد: اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کردیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گاO (الفرقان:۶۸) کی تفسیر	406
287	الفرقان: ۶۸ اور النساء: ۹۳ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف اور جمہور امت کا ان سے اختلاف	407
	۳۔ باب	
288	اللہ عزوجل کے ارشاد: اس کے لیے قیامت کے دن عذاب کو دوگنا کر دیا جائے گا اور اس میں وہ ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہے گاO (الفرقان:۶۹) کی تفسیر	408
	۴۔ باب	
289	اللہ عزوجل کے ارشاد: سوا اس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور اس نے نیک عمل کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO (الفرقان:۷۰) کی تفسیر	409
290	گناہوں کا نیکیوں سے بدلنا کس طرح ہوگا؟ اس بارے میں مفسرین کے اقوال	409
	۵۔ باب	
291	اللہ عزوجل کے ارشاد: پس (اس کا عذاب تم پر) ہمیشہ لازم رہے گاO (الفرقان:۷۷) کی تفسیر	410
292	لزام کا معنی و مفہوم اور اس کی تفسیر میں مختلف اقوال	411
	قیامت کی پانچ نشانیوں میں دھواں نکلنے سے متعلق علامہ عینی کی تحقیق	411
293	بقیہ چار نشانیوں کی تائید میں قرآن مجید کی آیات	412
294	سورۃ الفرقان کا اختتام	412
295	نعمۃ الباری کی تحریر کی تشکیل جدید	413
	۲۶۔ سورۃ الشعراء کی تفسیر	414
296	سورۃ الشعراء کا مختصر تعارف	414
297	اونچی جگہ پر یادگار بنانے کے متعلق اقوال	415
298	جائز اور ناجائز کھیلوں کا بیان	415
299	قوم عاد کی مذمت کی وجوہ	415
300	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کی تحقیق	418
301	شیخ سلیم اللہ خان کا الفطرۃ لکھنا اور یہ لفظ غلط اور خلاف قرآن ہے	420
302	اس اعتراض کا جواب کہ لعل کا معنی ہے امید اور شاید اور اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے وہ کسی چیز کی امید کرنے سے پاک ہے	420
303	الریع اور العبث کے معنی کی تحقیق	421
	۱۔ باب	
304	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جس دن لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے مجھے شرمندہ نہ کرناO (الشعراء:۸۷) کی تفسیر	423
305	حدیث مذکور کے رجال	423
306	قترہ اور غبرہ کا معنوی فرق	424
307	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے (عرفی) باپ آزر کو دوزخ میں ڈالنے پر اعتراض کے متعدد جوابات	424
308	آزر کو بجو کی شکل میں مسخ کرنے کی حکمتیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آزر کے لیے استغفار کو ترک کرنے اور آخرت میں اس کے لیے استغفار کرنے کی دو روایتوں میں تطبیق	425
	۲۔ باب	
309	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرائیےO اور جن مسلمانوں نے آپ کی پیروی کی ہے ان کے لیے اپنی رحمت سے بازو کو جھکا کر رکھیےO (الشعراء: ۲۱۴-۲۱۵) کی تفسیر	426
310	اس کی تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صفا پہاڑ پر کھڑے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ہو کر کفار قریش کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا قصہ ایک بار کا ہے یا دو مرتبہ ایسا ہوا اور اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ کا حضرت سیدہ فاطمہ سے فرمانا: تم اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب سے بچاؤ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا اور دیگر مباحث	428
	۲۷۔سورۃ النمل کی تفسیر	431
311	سورۃ النمل کا تعارف	431
	۲۸۔سورۃ القصص کی تفسیر	437
312	سورۃ القصص کا تعارف	437
	۱۔بَابٌ	
313	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے، لیکن اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے، اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہےO (القصص:۵۶) کی تفسیر	438
314	علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا مناقشہ	439
315	نبی ﷺ کی خصوصیت کی وجہ سے ابو طالب کے عذاب میں تخفیف	440
316	ابو طالب کا کلمہ توحید سے انکار کرنا اور حافظ ابن حجر کا ابن المنیر پر رد کرنا	440
317	امام بخاری نے کہا ہے کہ التوبہ:۱۱۳ ابو طالب کی وفات کے وقت نازل ہوئی اور حافظ ابن حجر کی تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت حضرت آمنہ اور مشرکین کی وفات کے وقت نازل ہوئی	441
318	اَلْعُصْبَة کی تفسیر میں متعدد اقوال	443
319	ویکأن کی لفظی تحقیق	449
	۲۔بَابٌ	
320	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک جس نے آپ پر	
321	قرآن فرض کیا ہے۔(القصص:۸۵) کی تفسیر	450
	۲۹۔سورۃ العنکبوت کی تفسیر	451
322	سورۃ العنکبوت کا تعارف	451
323	اللہ تعالیٰ کے علم پر حادث ہونے کے اشکال کا جواب	452
	۳۰۔سورۃ الروم کی تفسیر	455
324	سورۃ الروم کا تعارف	455
	۱۔بَابٌ	
325	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔(الروم:۳۹) کی تفسیر	456
326	مصنف کی جوانی کے بعد بڑھاپا اور اس سے نعمۃ الباری کا کام متاثر ہونا اور پھر اللہ کے فضل سے دوبارہ شروع ہونا	460
327	حدیث مذکور کی مزید شرح	462
328	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	462
	۲۔بَابٌ	
329	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ تعالیٰ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے، (روم:۳۰) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین میں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یہ صرف پہلے لوگوں کا طریقہ ہےO (الشعراء:۱۳۷) یعنی اولین کا دین، فطرت سے مراد اسلام ہے۔	463
330	باب مذکور کے عنوان کی شرح	463
	۳۱۔سورۃ لقمان کی تفسیر	465
331	سورۃ لقمان کا تعارف	465
332	لقمان کا تعارف	465
	۱۔بَابٌ	
333	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہےO (لقمان:۱۳) کی تفسیر	466

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۔ باب	
334	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ (لقمان: ۳۴) کی تفسیر	467
335	علوم خمسہ کے متعلق متعدد احادیث اور قرآن مجید	
336	میں علم غیب کی نفی اور اس بات کا محمل	468
337	لقمان: ۳۴ کی تفسیر میں مصنف کی تحقیق	769
	۳۲۔ سورۃ السجدۃ کی تفسیر	472
338	سورۃ السجدۃ کا تعارف	472
	۱۔ باب	
339	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کن نعمتوں کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔ (السجدۃ: ۱۷) کی تفسیر	473
340	بَلْهَ کے معنی کی تحقیق	475
	۳۳۔ سورۃ الاحزاب کی تفسیر	476
341	سورۃ الاحزاب کا تعارف	476
	۱۔ باب	
342	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: نبی ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے مالک ہیں (الاحزاب: ۶) کی تفسیر	477
	۲۔ باب	
343	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے (الاحزاب: ۵) کی تفسیر	478
	۳۔ باب	
344	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو ان میں سے بعض نے (شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض منتظر ہیں اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں) کوئی تبدیلی نہیں کی O (الاحزاب: ۲۳) کی تفسیر	478
345	حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دینے کی توجیہ	480
346	اس اعتراض کا جواب کہ جس آیت کو حضرت خزیمہ نے گم پایا تھا اس کی تعیین میں تعارض ہے	481
347	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور وسعت علم کی دلیل	481
	۴۔ باب	
348	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں O (الاحزاب: ۲۸) کی تفسیر	482
349	ازواج مطہرات کو اختیار دینے کا معنی اور ان کو اختیار دینے کا سبب	482
	۵۔ باب	
350	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے O (الاحزاب: ۲۹) کی تفسیر	484
351	ازواج مطہرات کو اختیار دینے کے متعدد اسباب اور ان کے درمیان تطبیق	485
352	آپ نے جو ازواج کو اختیار دیا تھا آیا یہ اختیار دنیا اور آخرت کے درمیان تھا یا ان کو طلاق دینے اور نکاح کو برقرار رکھنے کے درمیان تھا؟	486
353	حضرت ام رومان کے نو (۹) ہجری تک زندہ رہنے پر دلیل	486
354	اختیار دینے کے واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت	486
355	آیا اپنی ازواج کو اختیار دینا طلاق ہے یا نہیں	486

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	٦۔بَابٌ	
356	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپا رہے تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ تھا اور اللہ آپ کے خوف کا زیادہ مستحق ہے۔ (الاحزاب: ٣٧) کی تفسیر	486
357	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نبی ﷺ کے ساتھ نکاح کے قصہ کے متعلق علامہ عینی کی عبارت	487
358	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نبی ﷺ کے ساتھ نکاح کے قصہ کے متعلق حافظ ابن حجر کی عبارت	488
	٧۔بَابٌ	
359	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ان ازواج میں سے جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جس بیوی سے آپ الگ ہو چکے ہیں اگر آپ اس کو (پھر) طلب کر لیں تو آپ پر کوئی تنگی نہیں ہے (الاحزاب: ٥١) کی تفسیر	490
360	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور اپنا نفس ہبہ کرنے والی عورتوں کا بیان	491
361	جن عورتوں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا ان کے متعلق احادیث	491
362	الاحزاب: ٥١ کی تفسیر میں تین اقوال	492
	٨۔بَابٌ	
363	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو، سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو، بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ، بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، سو وہ تم سے حیاء کرتے ہیں، اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو، بے شک اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے O (الاحزاب: ٥٣) کی تفسیر	493
364	حجاب کے احکام کی تفصیل	498
	٩۔بَابٌ	
365	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر تم کسی بات کو چھپاؤ یا اس کو ظاہر کرو تو بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O ان خواتین پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ دادا اور اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور اپنی ہم دین خواتین اور اپنی باندیوں سے پردہ نہ کریں اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے O (الاحزاب: ٥٥۔٥٤) کی تفسیر	499
366	نبی ﷺ کی ازواج سے نکاح کے حرام ہونے کی سخت حرمت اور جن رشتہ داروں سے پردہ لازم ہے ان کی تفصیل	499
367	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور ابوالقعیس کے نام اور کنیت کی تحقیق	500
	١٠۔بَابٌ	
368	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو اور بہ کثرت سلام پڑھو O (الاحزاب: ٥٦) کی تفسیر	500

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
369	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ	501
370	درود ابراہیمی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہمارے نبی ﷺ پر افضلیت کے اعتراض کا جواب	502
371	ابراہیم بن حمزہ اور ابن ابی حازم کا تعارف	503
372	غیر نبی پر استقلالاً صلاۃ پڑھنے کی تحقیق	503
	۱۱- باب	
373	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو اذیت	
374	پہنچائی تھی۔ (الاحزاب:۶۹) کی تفسیر	504
375	حییا اور وجیہا کے معنی	504
376	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچانے کا ایک اور محمل	505
	۳۴- سورۂ سبا کی تفسیر	506
377	سورۂ سبا کا تعارف	506
378	سبا کے متعلق علامہ عینی کی تحقیق	506
379	سبا کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق	506
	۱- باب	
380	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: حتیٰ کہ جب ان شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی، تو (طالبین شفاعت ان سے) پوچھیں گے کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا تھا؟ وہ کہیں گے: حق فرمایا تھا اور وہ نہایت بلند اور بہت بڑا ہے O (سبا:۲۳) کی تفسیر	511
381	حدیث مذکور کے بعض مشکل جملوں کی شرح علامہ عینی سے	513
382	حدیث مذکور کے بعض مشکل جملوں کی شرح حافظ ابن حجر سے	513
	۲- باب	
383	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہ تو صرف تم کو سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں O (سبا: ۴۶) کی تفسیر	514
	۳۵- سورۃ الملائکہ (فاطر) کی تفسیر	515
384	سورۃ الملائکہ (فاطر) کا تعارف	515
	۳۶- سورۂ یٰس کی تفسیر	517
385	سورۂ یٰس کا تعارف	517
386	سورۂ یٰس کے بعض فضائل	
	۱- باب	
387	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور سورج اپنی مقررہ منزل تک چلتا رہتا ہے، یہ بہت غالب علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے O (یٰس:۳۸) کی تفسیر	521
388	عرش کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق علامہ عینی کی تقریر	522
389	عرش کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق حافظ ابن حجر کی تقریر	522
390	سورج کے مستقر کے متعلق مصنف کی تقریر	523
	۳۷- سورۃ الصافات کی تفسیر	524
391	سورۃ الصافات کا تعارف	524
	۱- باب	
392	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں O (الصافات:۱۳۹) کی تفسیر	528
	۳۸- سورۂ ص کی تفسیر	530
393	سورۂ ص کا تعارف	530
394	لفظ ص کے متعلق متعدد اقوال	530
	۱- باب	
395	الانعام:۹۰ میں ہمارے نبی ﷺ کی عظیم منقبت	531
	اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں ہیں، ایک مشہور تفسیر اور دوسری محقق تفسیر	535
	۲- باب	
396	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو بے شک تو ہی بہت دینے والا ہے○(ص:۳۵) کی تفسیر	536
397	ص:۳۵ کی علامہ عینی سے تفسیر	536
	۳۔ باب	
398	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں○(ص:۸۶) کی تفسیر	537
399	ص:۸۶ کی تفسیر علامہ عینی سے	537
	۳۹۔ سورۃ الزمر کی تفسیر	540
400	سورۃ الزمر کا تعارف	540
	۱۔ باب	
401	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے میرے وہ بندو! جو (گناہ کرکے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا، بے شک وہی بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○(الزمر:۵۳) کی تفسیر	544
402	آیت مذکورہ کا شان نزول	544
403	آیا اس آیت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سب حقوق کی مغفرت کی نوید ہے یا صرف حقوق اللہ کی مغفرت کی نوید ہے؟	545
	۲۔ باب	
404	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔ (الزمر:۶۷) کی تفسیر	546
405	حدیث مذکورہ میں انگلی کی شرح میں علماء کے اقوال اور ہنسی کے وقت نبی ﷺ کی ڈاڑھوں کے ظہور کی تحقیق	546
	۳۔ باب	
406	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور قیامت کے دن سب زمینیں اس کی مٹھی میں ہوں گی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، وہ ان چیزوں سے پاک اور برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں○(الزمر:۶۷) کی تفسیر	547
407	تمام زمینوں کو اپنی مٹھی میں پکڑنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت ہے اور آسمانوں کو دائیں ہاتھ میں لپیٹنے سے مراد اللہ کی قدرت اور قوت ہے	548
	۴۔ باب	
408	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور صور میں پھونکا جائے گا تو آسمان والے اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے، ماسوا ان کے جس کو اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو یکایک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے○(الزمر:۶۸) کی تفسیر	548
409	آیت مذکورہ کے مشکل الفاظ کی شرح	548
410	حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کی شرح	549
411	حدیث مذکورہ کے مشکل الفاظ کی شرح	550
412	عجب الذنب کے متعلق علماء اور شارحین کی عبارات	551
413	عجب الذنب کے متعلق علامہ ابن الملقن کی عبارت	552
	۴۰۔ سورۃ المومن یعنی سورۂ غافر کی تفسیر	553
414	سورۃ المومن یعنی سورۂ غافر کا تعارف	553
415	حٰم کے معنی میں بعض اقوال	553
	۴۱۔ سورۂ حٰم السجدۃ کی تفسیر	557
416	سورۂ حٰم السجدۃ کا تعارف	557
417	ائتیا کا معنی اعطیا کرنے کی توجیہ	557
418	قرآن مجید کی چار آیتوں میں تعارض کا جواب	558
419	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ	563
	۱۔ باب	
420	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی لیکن تمہارا یہ گمان تھا کہ تم جو کچھ کام کر رہے ہو ان کو اللہ نہیں جانتا O (حم السجدۃ: ۲۲) کی تفسیر	565
421	آیت مذکورہ کی تفسیر	565
422	حدیث مذکور کے الفاظ کی شرح	566
	۲- باب	
423	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تمہارا اپنے رب کے ساتھ یہی گمان ہے جس نے تمہیں ہلاک کر دیا، پس تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے O (حم السجدۃ: ۲۳) کی تفسیر	566
424	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کی شرح حافظ ابن حجر سے	567
425	شیخ ابن تیمیہ وغیرہ کا اللہ کے نیک بندوں کے وسیلہ سے دعا کرنے والوں کو مشرکین کے برابر قرار دینا باطل ہے	568
	۳- باب	
426	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اب اگر یہ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے۔ (حم السجدۃ: ۲۴) کی تفسیر	568
427	صحیح البخاری: ۴۸۱۷ کی سند کی تحقیق	568
	۴۲- سورۂ حم عسق (یعنی سورۃ الشوریٰ) کی تفسیر	570
428	سورۂ حم عسق (یعنی سورۃ الشوریٰ) کا تعارف	570
	۱- باب	
429	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سوا قرابت کی محبت کے۔ (الشوریٰ: ۲۳) کی تفسیر	572
430	قرابت اور قرابت داروں کی تفسیر	572
431	اس بات کی تحقیق کہ الشوریٰ: ۲۳ کی تفسیر میں صحیح بخاری کی روایت ہی معتمد ہے اور اس کے علاوہ جو دیگر روایات ہیں وہ موضوع ہیں یا ضعیف ہیں	573
	۴۳- سورۂ حم (الزخرف) کی تفسیر	576
432	سورۂ حم (الزخرف) کا تعارف	576
	۱- باب	
433	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ (دوزخ کے نگران فرشتے سے) پکار کر کہیں گے: اے مالک! چاہیے کہ تمہارا رب ہمیں ختم کر دے، وہ کہے گا: تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو O (الزخرف: ۷۷) کی تفسیر	582
	۲- باب	
434	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو کیا ہم اس وجہ سے تم کو نصیحت کرنے سے اعراض کریں کہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو O (الزخرف: ۵) کی تفسیر	584
	۴۴- سورۃ (حم) الدخان کی تفسیر	586
435	سورۃ (حم) الدخان کا تعارف	586
	۱- باب	
436	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا O (الدخان: ۱۰) کی تفسیر	588
437	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کا بیان	589
	۲- باب	
438	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ ہے دردناک عذاب O (الدخان: ۱۱) کی تفسیر	589
439	حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ میں بعض مشکل جملوں کا بیان	590
	۳- باب	
440	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اس دن وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں O (الدخان: ۱۲) کی تفسیر	590

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۴۔ باب	
441	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اب ان کے نصیحت قبول کرنے کا وقت کہاں ہے حالانکہ ان کے پاس واضح ہدایت دینے والے رسول آ چکے تھےO (الدخان: ۱۳) کی تفسیر	592
	۵۔ باب	
442	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پھر انہوں نے اس رسول سے اعراض کیا اور کہا: یہ سکھائے ہوئے دیوانے ہیںO (الدخان: ۱۴) کی تفسیر	592
	۶۔ باب	
443	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے والے ہیںO (الدخان: ۱۶) کی تفسیر	593
	۴۵۔ سورۃ حم الجاثیہ کی تفسیر	595
444	سورۃ حم الجاثیہ کا تعارف	595
	۱۔ باب	
445	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ہم (اس دنیا میں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف دہر (زمانہ) ہلاک کرتا ہے۔ (الجاثیہ: ۲۴) کی تفسیر	596
446	انا الدھر کی توجیہ اور ابوبکر بن داود کے قول کا بطلان	596
447	علامہ قرطبی، علامہ نووی اور علامہ راغب کی اس مسئلہ میں عبارات	597
448	انا الدہر کہنے کی ممانعت کی وضاحت کے بیان میں علامہ عینی کا تفرد	598
	۴۶۔ سورۃ (حم) الاحقاف کی تفسیر	600
449	سورۃ (حم) الاحقاف کا تعارف	600
	۱۔ باب	
450	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: تم پر اف ہے، تم مجھے اس سے ڈراتے رہے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت صدیاں گزر چکی ہیں، اور وہ دونوں (ماں باپ) اللہ سے فریاد کرتے ہیں تیرے لیے ہلاکت ہو ایمان لے آ، بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے تو وہ کہتا ہے: یہ تو صرف پہلے لوگوں کے بنائے ہوئے افسانے ہیںO (الاحقاف: ۱۷) کی تفسیر	602
451	آیت مذکورہ کا شان نزول اور اف اور اساطیر کی تحقیق	602
452	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور مجمل الفاظ کا بیان	603
	۲۔ باب	
453	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے، (نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلد طلب کیا تھا یہ زبردست آندھی ہے جس میں درد ناک عذاب ہےO (الاحقاف: ۲۴) کی تفسیر	604
454	لہوات کا معنی اور یہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ہنستے تو آپ کی ڈاڑھیں دکھائی دیتیں	606
455	آندھی کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا بیان	606
456	اس اشکال کا جواب کہ سورۃ احقاف کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم کو آندھی کے ساتھ عذاب دیا گیا تھا وہ اس کی غیر ہے جس نے کہا تھا کہ یہ بارش لانے والا بادل ہے	606
	۴۷۔ سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تفسیر	608
457	سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تعارف	608

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ا۔ باب	
458	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور رشتہ توڑ ڈالو گے۔ (محمد: ۲۲) کی تفسیر	610
459	رحم کا معنی، اور اس کے کھڑے ہونے اور بات کرنے کی توجیہ	611
460	الحقو کا معنی اور اس میں استعارہ تخیلیہ اور ترشیحیہ	611
461	کن رشتوں کو جوڑنا واجب ہے اور کن رشتوں کو جوڑنا مستحب ہے	611
462	آیت مذکورہ سے یزید پر لعنت کے جواز پر استدلال اور اس پر جمہور کا موقف	612
463	لعن یزید کے سلسلہ میں علامہ آلوسی کی مفصل تحقیق	612
	۴۸۔ سورۃ الفتح کی تفسیر	615
464	سورۃ الفتح کا تعارف	515
	ا۔ باب	
465	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطا فرمائیO(الفتح: ۱) کی تفسیر	617
466	ثکلتک امک (تجھ پر تیری ماں روئے) کی تحقیق	619
467	حضرت عمر کے بار بار سوال کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے فوراً جواب نہ دینے کی توجیہ	619
468	إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا اس آیت کے زیادہ محبوب ہونے کی توجیہ	619
469	نبی ﷺ کی ترجیع کا معنی	620
	۲۔ باب	
470	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام، اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر برقرار رکھےO(الفتح: ۲) کی تفسیر	620

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
471	الفتح: ۲ کی تفسیر میں مختلف اقوال	620
472	نبی ﷺ کے پیر سوجنے کی توجیہ اور الفتح: ۲ کی تفسیر میں مزید اقوال	621
473	آپ کے بدن پر گوشت زیادہ ہونے کی تحقیق	622
474	الفتح: ۲ میں ذنب کا حقیقی معنی مراد ہونے اور اس کے مجاز پر محمول ہونے پر عبارات علماء سے استدلال	622
475	ذنب کا معنی خلاف اولیٰ کرنے پر دلائل	623
476	اعلیٰ حضرت کی عبارت سے نبی ﷺ کے لیے خلاف اولیٰ کا ثبوت	624
	۳۔ باب	
477	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہےO(الفتح: ۸) کی تفسیر	624
	شاہد، مبشر اور نذیر کے معانی	624
	۴۔ باب	
478	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا۔ (الفتح: ۴) کی تفسیر	625
479	حضرت اسید بن حضیر کی قراءت اور اس پر سکینہ نازل ہونے سے متعلق دو روایتیں	626
	۵۔ باب	
480	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ (الفتح: ۱۸) کی تفسیر	626
481	کنکر اور پتھر مارنے کی ممانعت کی حکمت اور اگر اس سے کسی کو ضرر نہ ہو تو پھر اس کی اجازت	627
482	غسل خانہ میں پیشاب کرنے کی ممانعت کی توجیہ اور اگر غسل خانہ میں پانی گزرنے کے لیے نالی بنی ہوئی ہو تو پھر اس میں پیشاب کرنے کی رخصت	627
483	حدیث مذکور کی شرح علامہ عینی سے	629
484	مصنف کے نزدیک حدیث مذکور کا خلاصہ	630

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
485	حدیث مذکور کی شرح حافظ ابن حجر عسقلانی سے	630
	۴۹۔سورۃ الحجرات کی تفسیر	632
486	سورۃ الحجرات کا تعارف	632
	۱۔باب	
487	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔(الحجرات:۲) کی تفسیر	634
488	بنو تمیم کے سواروں کے آنے کی تاریخ اور آپ کے سامنے بعض خواتین کے بلند آواز سے باتیں کرنے کی توجیہ	635
489	حضرت ثابت بن قیس کو جنت کی بشارت دی گئی تو یہ عشرہ مبشرہ پر زائد ہو گئے؟ اس اعتراض کا جواب	636
	۲۔باب	
490	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسول مکرم!) بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں	
491	سے اکثر بے عقل ہیں O (الحجرات:۴) کی تفسیر	636
492	الحجرات:۴، کا شان نزول	636
	۳۔باب	
493	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر یہ لوگ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود باہر آجاتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا۔(الحجرات:۵) کی تفسیر	637
	۵۰۔سورۂ ق کی تفسیر	638
494	سورۂ ق کا تعارف	638
	۱۔باب	
495	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اور دوزخ کہے گی:) کیا کچھ اور زیادہ (لوگ) ہیں O (ق:۳۰) کی تفسیر	643
496	جنت اور دوزخ کے مباحثہ کی کیفیت، جنت میں زیادہ تر پسماندہ لوگ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر دلیل	644
497	دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے اور پیر رکھنے کے متعلق دو مذہب اور قدم رکھنے اور پیر رکھنے کی مختلف تاویلات	645
	۲۔باب	
498	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے O (ق:۳۹) کی تفسیر	646
499	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	646
	۵۱۔سورۂ والذاریات کی تفسیر	648
500	سورۂ والذاریات کا تعارف	648
501	شیخ سلیم اللہ خان کا امام بخاری پر یہ اعتراض کہ ان کا اہل بیت کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھنا درست نہیں	649
502	الذاریٰت:۵۶ پر اشکال کے امام بخاری کی طرف سے دو جوابوں کی وضاحت	652
503	امام بخاری کے جوابوں کا خلاصہ اور معتزلہ کے رد کی وضاحت	653
	۵۲۔سورۂ والطور کی تفسیر	657
504	سورۂ والطور کا تعارف	657
	۱۔باب	660
505	الطور:۳۵، ۳۷ کی تفسیر	661
	۵۳۔سورۂ والنجم کی تفسیر	663
506	سورۂ والنجم کا تعارف	663
507	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ	667
508	مصنف کی طرف سے ان دونوں میں محاکمہ	667
	۱۔باب	668
509	یا امتاہ کی لفظی تحقیق اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	669
510	لا تدرکہ الابصار سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نفی رویت باری پر استدلال اور علامہ عینی کے جوابات	669
511	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس سے استدلال فرمانا کہ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اللہ تعالیٰ سے کلام کی حالت میں کوئی اس کو دیکھ نہیں سکتا اور علامہ عینی کا جواب	670
512	یہ جائز نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کی کسی آیت یا اس کے کسی حکم کو چھپا لیں	670
513	علامہ ثعلبی اور اکثر علماء کے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دوبار دیکھا	671
514	حضرت ابن عباس کے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے دل سے دیکھا ہے آنکھ سے نہیں دیکھا	671
515	اپنے رب کو دوبارہ دیکھنے کے متعلق مصنف کی تحقیق	672
516	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ نبی ﷺ نے اپنے رب کو دل کی آنکھ سے دیکھا ہے، النجم:۱۱ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر استدلال اور امام اشعری کا یہ قول کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، اور لاتدرکہ الابصار کے متعدد جوابات اور دیگر مباحث میں علامہ ابن الملقن کی تحقیق	672
517	رویت باری کے مسئلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کا خلاصہ	675
	۲۔ باب	
518	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو وہ (نبی، اللہ سے) دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ ○(النجم:۹) کی تفسیر	676
	۳۔ باب	
519	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پھر اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی ○(النجم:۱۰) کی تفسیر	676
520	حضرت عبداللہ بن مسعود کے مذہب کے مطابق سورۂ النجم: ۱۰-۸ کے معنی	677
	۴۔ باب	
521	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک (اس نبی نے) اپنے رب کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانی کو ضرور دیکھا ○(النجم:۱۸) کی تفسیر	677
522	اپنے رب کی سب سے بڑی نشانی کا مصداق	678
523	رفرف کی تعریف میں متعدد اقوال	678
	۵۔ باب	
524	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا تم نے لات اور عزیٰ کو (بہ غور) دیکھا ○(النجم:۱۹) کی تفسیر	679
525	اللات کے ماخذ اشتقاق میں متعدد اقوال	679
526	اللات کی قسم کھانے سے تکفیر کی توجیہ، بت کی قسم کھانے سے قسم کے منعقد ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب فقہاء	680
	۶۔ باب	
527	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس تیسری ایک اور دیوی منات کو ○(النجم:۲۰) کی تفسیر	681
528	عروہ کے اشکال کا حضرت عائشہ کی طرف سے جواب اور منات کی وجہ تسمیہ اور محل وقوع میں متعدد اقوال	682
529	حدیث مذکور اور علامہ عینی کی شرح کی وضاحت از مصنف	683
	۷۔ باب	
530	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو ○(النجم:۶۲) کی تفسیر	683
531	مسلمانوں کے ساتھ مشرکین کے سجدہ کرنے کی توجیہ	684
532	حافظ ابن حجر کا علامہ کرمانی سے مناقشہ اور اس پر علامہ عینی کے اعتراضات	684
	۵۴۔ سورۃ اقتربت الساعۃ (سورۃ القمر) کی تفسیر	685

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
533	سورۃ اقتربت الساعۃ (سورۃ القمر) کا تعارف	685
	ا۔ باب	
534	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور چاند دو ٹکڑے ہو گیاO (اور کافر) اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو وہ جادو ہے جو پیچھے سے چلا آ رہا ہےO (القمر: ۲۔۱) کی تفسیر	689
535	چاند کے شق ہونے کی جگہ میں متعدد روایات اور اقوال	689
536	سورۃ القمر میں شق القمر سے مراد قرب قیامت میں اس کا شق ہونا ہے نہ کہ وہ شق القمر جو رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے	690
	۲۔ باب	
537	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو (کشتی) ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی ان کے صلہ میں جن کے ساتھ کفر کیا گیا تھاO اور بے شک ہم نے اس کو نشانی بنا کر چھوڑا، تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والاO (القمر: ۱۵۔۱۴) کی تفسیر	691
538	حضرت نوح علیہ السلام کا کشتی کو بنانا اور اس کو سیلاب میں چلانا کفار کو سزا دینے کے لیے تھا	691
	۳۔ باب	
539	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والاO (القمر: ۱۷) کی تفسیر	692
	۴۔ باب	
540	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جیسے وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیںO پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈراناO (القمر: ۲۱۔۲۰) کی تفسیر	692
	۵۔ باب	
541	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو وہ باڑھ بنانے والے کی رونڈی ہوئی گھاس کی طرح چورا چورا ہو گیاO اور بے شک ہم نے حصول نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والاO (القمر: ۳۲۔۳۱) کی تفسیر	693
	۶۔ باب	
542	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک ان کو طے شدہ عذاب نے علی الصبح تباہ کر دیاO پس تم میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزا چکھوO (القمر: ۳۹۔۳۸) کی تفسیر	694
	۷۔ باب	
543	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک ہم تم جیسی بہت سی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں، پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والاO (القمر: ۵۱) کی تفسیر	694
	۸۔ باب	
544	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: عنقریب ان کی جماعت شکست کھائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گےO (القمر: ۴۵) کی تفسیر	695
545	حدیث مذکور کی دو سندوں کی وضاحت اور اللہ تعالیٰ کے عہد اور وعدہ کا بیان	696
	۹۔ باب	
546	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بلکہ ان کی وعید قیامت ہے اور قیامت بڑی مصیبت اور بہت تلخ ہےO (القمر: ۴۶) کی تفسیر	696
	۵۵۔ سورۃ الرحمٰن کی تفسیر	698
547	سورۃ الرحمٰن کا تعارف	698
548	امام بخاری اور امام ابوحنیفہ کا اس بات میں مناقشہ کہ آیا کھجور اور انار پھلوں میں داخل ہیں یا نہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک کھجور اور انار پھلوں میں داخل نہیں بلکہ وہ غذا اور دوا ہیں اور امام بخاری	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے نزدیک وہ پھلوں میں داخل ہیں	703
549	مناقشہ مذکورہ میں مصنف کی رائے	705
	۱۔ باب	
550	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ان دو جنتوں کے علاوہ اور دو جنتیں ہیں○ (الرحمٰن:۶۲) کی تفسیر	708
551	اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر اور اس کے چہرے کی تحقیق	708
552	الرحمٰن:۶۲، میں مذکور دو جنتوں کی تفصیل	709
	۲۔ باب	
553	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آنکھوں والی حوریں ہیں جو خیموں میں باپردہ ہیں○ (الرحمٰن:۷۲) کی تفسیر	709
	کھوکھلے موتی کے خیمہ کی شرح	710
	۵۶۔ سورۃ الواقعہ کی تفسیر	711
554	سورۃ الواقعہ کا تعارف	711
555	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ	716
	۱۔ باب	
556	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میں○ (الواقعہ:۳۰) کی تفسیر	718
	۵۷۔ سورۃ الحدید کی تفسیر	719
557	سورۃ الحدید کا تعارف	719
	۵۸۔ سورۃ المجادلہ کی تفسیر	722
558	سورۃ المجادلہ کا تعارف	722
	۵۹۔ سورۃ الحشر کی تفسیر	724
559	سورۃ الحشر کا تعارف	724
	۱۔ باب	
560	جن آیات میں منہم اور منہم کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ پانچ آیات ہیں	725
561	سورۃ الحشر کو سورت بنو النضیر کہنے کی وجہ	726

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۔ باب	
562	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیئے۔ (الحشر:۵) کی تفسیر	726
563	لینہ کی تفسیر میں متعدد اقوال	726
	۳۔ باب	
564	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ نے جو اموال اپنے رسول پر لوٹا دیئے۔ (الحشر:۶) کی تفسیر	726
565	السلاح اور الکراع کے معانی اور الفئی کی تقسیم میں مذاہب اور خوراک کے ذخیرہ کرنے کی تفصیل	727
	۴۔ باب	
566	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو۔ (الحشر:۷) کی تفسیر	727
567	واشمہ اور موتشمہ کا معنی اور ان کا شرعی حکم	728
568	واشمہ اور موتشمہ کے حکم میں امام شافعی کا مذہب	729
569	عورت کی بھوؤں اور اس کے رخسار پر اگے ہوئے بالوں اور اس کی ڈاڑھی مونچھوں کے کاٹنے کے متعلق شرعی حکم	729
570	دانتوں میں کشادگی کرنے اور کروانے کا شرعی حکم	729
571	رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں کسی مسلمان پر لعنت کرنے کا جواز اور اس پر بحث	730
572	سوئی سے گودنے اور بال نوچنے وغیرہ پر قرآن مجید میں بالواسطہ لعنت ہے	730
573	دو لوحوں کا معنی اور اس حدیث کی دیگر مبہم یا مجمل عبارتوں کی وضاحت اور بیان	730
574	عورت کے رخساروں اور بھوؤں سے بال نوچنے کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی حنفی کی تحقیق	730
575	بالوں کے دوسرے بالوں کے ساتھ وصل کرنے میں علامہ قرطبی مالکی اور علامہ نووی شافعی کا مفصل قول اور پراندوں کے ساتھ وصل کرنے کا جواز	731

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
576	بالوں کے دوسرے بالوں کے ساتھ وصل کرنے میں علامہ شامی حنفی اور دیگر فقہاء احناف کا مفصل قول	732
	۵۔ باب	
577	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (یہ اموال) ان لوگوں کے لیے ہیں جو دار ہجرت میں اور ایمان میں ان	
578	سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں۔ (الحشر:۹) کی تفسیر	733
579	مہاجرین کے آنے سے پہلے انصار کے مدینہ میں دار ہجرت اور دار ایمان بنانے کی فضیلت	733
580	مہاجرین اولین کے مصداق میں متعدد اقوال	733
	۶۔ باب	
581	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ (الحشر:۹) کی تفسیر	734
582	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ	734
583	جو مرد بھوکا تھا اور اس نے کھانا طلب کیا تھا اس کا مصداق	736
584	جس انصاری نے اس بھوکے کی مہمانی کی تھی اس کا مصداق	736
585	بچی کو رات میں بھوکا سلانے کی توجیہ	736
586	اللہ تعالیٰ کے تعجب اور ہنسنے کا معنی	736
	۶۰۔ سورۃ الممتحنہ کی تفسیر	737
587	سورۃ الممتحنہ کا تعارف	737
588	مکہ میں جن کافرہ عورتوں کے ساتھ نکاح کو فسخ کر دیا گیا ان کی تفصیل	738
	۱۔ باب	
589	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ (الممتحنہ:۱) کی تفسیر	738
590	رسول اللہ ﷺ نے عورت سے خط لینے کے لیے جن کو بھیجا ان کے ناموں کی تفصیل اور اس	
	عورت کا نام و دیگر امور	740
591	جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب کی تصدیق کر دی تھی تو پھر حضرت عمر نے ان کو قتل کرنے کی اجازت کیوں طلب کی	740
592	جس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت حاطب کے قصہ میں الممتحنہ:۱ نازل ہوئی وہ روایت مدرج ہے	740
	۲۔ باب	
593	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں۔ (الممتحنہ:۱۰) کی تفسیر	741
594	عورتوں کا امتحان لینے کی کیفیت، نبی ﷺ نے عورتوں کو بیعت کرتے وقت کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا، اس پر ایک اشکال کا جواب	742
	۳۔ باب	
595	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں بیعت کے لیے حاضر ہوں۔ (الممتحنہ:۱۲) کی تفسیر	743
596	نوحہ کرنے کا معنی اور جس عورت نے اپنا ہاتھ کھینچا تھا اس سے مراد خود حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ہیں، اور نبی ﷺ کا اختیار	743
597	جن احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے دوسری عورتوں کو بھی نوحہ کرنے کی اجازت دی ان احادیث کا محمل	744
598	معروف کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال، اور شرط مذکورہ کا مردوں کے لیے بھی معتبر ہونا	745
	۶۱۔ سورۃ الصف کی تفسیر	748
539	سورۃ الصف کا تعارف	748
	۱۔ باب	
540	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو میرے بعد آئے گا اس کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	نام احمد ہے۔(الصف:٦) کی تفسیر	749
541	آپ کے نام احمد کا معنی اور اہل انجیل کے نزدیک آپ کا نام	749
542	الحاشر اور العاقب کی وضاحت اور اس سوال کا جواب کہ اس حدیث میں جتنے اسماء ذکر کیے گئے آپ کے اسماء تو اس سے بہت زیادہ ہیں	749
543	محمد، احمد اور الماحی کے معنی	750
	٦٢۔سورۃ الجمعہ کی تفسیر	751
544	سورۃ الجمعہ کا تعارف	751
	١۔بَابٌ	
545	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ان میں سے دوسروں کو بھی (تعلیم دیتے ہیں) جو ان پہلوں سے (ابھی) نہیں ملے۔(الجمعہ:٣) کی تفسیر	751
546	دوسرے لوگوں کا مصداق اور فارس کی تاریخ	752
	٢۔بَابٌ	
547	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب انہوں نے کوئی تجارتی قافلہ دیکھا۔(الجمعہ:١١) کی تفسیر	753
548	تجارت کے بعد لہو کے ذکر کا سبب	753
549	تجارت کے بعد اَوْ لَهْوًا فرمانے کی توجیہات اور لہو کا ترجمہ تماشا کرنا، نامناسب ہے اور جو صحابہ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے تھے ان کی توجیہ	754
	٦٣۔سورۃ المنافقون کی تفسیر	755
550	سورۃ المنافقون کا تعارف	755
	١۔بَابٌ	
551	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں یہ آیت یہاں تک ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں O (المنافقون:١) کی تفسیر	755
552	حدیث میں مذکور غزوہ کی تعیین، عبد اللہ بن ابی کا پورا نام، حضرت زید نے صرف اپنے چچا سے اس واقعہ کا ذکر کیا تھا نہ کہ حضرت عمر سے	756
553	حضرت زید بن ارقم کو جھوٹا قرار دینے سے ان کو جو غم ہوا اس کی کیفیت اور رسول اللہ ﷺ کا انہیں راضی کرنا	756
554	حدیث مذکور پر ایک اشکال کا مصنف کی طرف سے جواب اور حضرت زید بن ارقم کی فضیلت	757
	٢۔بَابٌ	
555	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا۔(المنافقون:٢) کی تفسیر	758
556	حضرت زید بن ارقم کی تصدیق کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جو آٹھ (٨) آیات تلاوت فرمائیں ان کا ترجمہ	758
	٣۔بَابٌ	
557	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے، پھر انہوں نے (دل کا) کفر ظاہر کر دیا، سو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے، سو وہ سمجھتے نہیں ہیں O (المنافقون:٣) کی تفسیر	759
558	حدیث مذکور کے تعارض کو دور کرنے میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	760
	٤۔بَابٌ	
559	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے مخاطب!) جب تم انہیں دیکھو گے تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات سنو گے، گویا وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے شہتیر ہیں، وہ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، یہی (حقیقی) دشمن ہیں، سو تم ان سے خبردار رہو، اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں اوندھے جا رہے ہیں O	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	(المنافقون:۴) کی تفسیر	760
560	عبداللہ بن ابی اور اس کے حامیوں کی جسمانی خوبصورتی اور ان کا ایمان سے خالی ہونا اور شہتیروں سے ان کی مشابہت کی توجیہ	761
561	اللہ انہیں ہلاک کرے، اس کی شرح میں علامہ عینی کا تسامح اور مصنف کا اس پر تبصرہ	761
562	علامہ عینی کا علامہ کرمانی سے مناقشہ	762
	۵۔ باب	
563	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب ان سے کہا جاتا ہے: آؤ رسول تمہارے لیے مغفرت طلب کریں تو یہ اپنے سر مٹکاتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ تکبر سے اپنے آپ کو روکتے ہیں O (المنافقون: ۵) کی تفسیر	763
564	لَوَّوْا اور یَصُدُّوْنَ کا معنی	763
	۶۔ باب	
565	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ان کے حق میں برابر ہے خواہ آپ کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا، بے شک اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O (المنافقون:۶) کی تفسیر	764
566	منافقین کی مغفرت نہ کرنے کی وجہ	764
567	حدیث میں مذکور غزوہ کی تعیین، جس مہاجر نے انصاری کو لات ماری تھی اس مہاجر اور انصاری کا نام	765
	۷۔ باب	
568	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں (یعنی متفرق ہو جائیں) اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام خزانے اللہ کی ملکیت میں ہیں، لیکن منافقین نہیں سمجھتے O (المنافقون:۷) کی تفسیر	765
569	واقعہ حرہ کا بیان اور حضرت زید بن ارقم کی حضرت انس سے شہداء انصار پر تعزیت	766
	۸۔ باب	
570	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہ کہتے ہیں کہ اگر (اب) ہم مدینہ واپس گئے تو ضرور عزت والا ذلت والے کو وہاں سے نکال دے گا حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایمان والوں کے لیے لیکن منافقین نہیں جانتے O (المنافقون:۸) کی تفسیر	766
	۶۴۔ سورۃ التغابن کی تفسیر	768
571	سورۃ التغابن کا تعارف	768
	۶۵۔ سورۃ الطلاق کی تفسیر	770
572	سورۃ الطلاق کا تعارف	770
	۱۔ باب	
573	عورت کو حالت حیض میں طلاق دینا نبی ﷺ کے غضب کا سبب ہے	771
574	طلاق حسن، طلاق احسن اور طلاق بدعت کے متعلق امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کا مذہب	771
575	حالت حیض میں طلاق سے ممانعت کے متعلق دیگر مسائل	772
576	حالت حیض میں طلاق سے ممانعت کی مصنف کے نزدیک حکمت	773
	۲۔ باب	
577	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے کام میں آسانی کر دے گا O (الطلاق:۴) کی تفسیر	773
578	حضرت سبیعہ اسلمیہ کا تعارف	774
579	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی توجیہ	774

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
580	قفشن لی غلط ہے اور صحیح ضسنی ہے اور اس کا معنی ہے: چپ کرو، اور دیگر بعض الفاظ کے معانی	776
	٦٦- سورۃ التحریم کی تفسیر	777
581	سورۃ التحریم کا تعارف	777
	١- باب	
582	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرمادیا ہے، آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO (التحریم:۱) کی تفسیر	777
583	جس شخص نے اپنے اوپر اپنی بیوی کو حرام قرار دیا اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعدد اقوال	778
584	صورت مذکورہ میں چودہ (۱۴) مذاہب	778
585	اس سوال کا جواب کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کے لیے کیوں جھوٹ پر اتفاق کیا؟	779
586	آپ نے کس کے گھر شہد پیا تھا، اس کے متعلق متعدد مختلف روایات	780
587	مغافیر کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آئندہ شہد نہ کھانے کی قسم کھانا اور حضرت حفصہ کو اس کی خبر دینے سے منع فرمانا	780
588	بعض روایات میں مذکور ہے کہ آپ نے شہد کی بجائے حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کیا تھا	780
589	ان روایات کی تعیین جن میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنے اوپر حضرت ماریہ قبطیہ کو حرام قرار دیا تھا	781
	٢- باب	
590	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO (اے مسلمانو!) بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرمادیا ہےO (التحریم:۲-۱) کی تفسیر	781
591	عورتوں کے حقوق کے متعلق آیات	784
	٣- باب	
592	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کی بات کہی، پس اس نے اس راز کی خبر دے دی اور اللہ نے نبی پر اس کا اظہار فرمادیا تو نبی نے اس کو کچھ بتا دیا اور کچھ بتانے سے اعراض، کیا پھر جب نبی نے اس کو اس (افشاء راز) کی خبر دی تو اس نے کہا: آپ کو کس نے اس کی خبر دی تو نبی کہا: مجھے علیم وخبیر نے خبر دی ہےO (التحریم:۳) کی تفسیر	784
593	آیت مذکورہ کی تفسیر	785
	٤- باب	
594	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔ (التحریم:۴) کی تفسیر	786
	٥- باب	
595	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر نبی نے تم کو طلاق دے دی تو عنقریب ان کا رب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا جو فرماں بردار، ایمان دار، عبادت گزار، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں گیO (التحریم:۵) کی تفسیر	787
596	ازواج مطہرات کے بدلہ میں آنے والی بہ فرض وقوع دیگر ازواج امہات المومنین سے کیسے بہتر ہو سکتی ہیں، اس سوال کا جواب اور مسلمۃ، مومنۃ وغیرہا صفات کے معانی	787
	٦٧- سورۃ تبارک الذی کی تفسیر	789

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
597	سورۃ تبٰرک الذی بیدہ الملک کا تعارف	789
	٦٨۔ سورۃ ن کی تفسیر	792
598	سورۃ ن والقلم کا تعارف	792
599	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ	793
	١۔ باب	
600	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بہت بدخو، ان سب کے بعد نطفہ حرام ہے O (القلم: ١٣) کی تفسیر	794
601	عتل اور زنیم کے معانی	794
602	زنیم کے مصداق کا بیان	795
603	ضعیف سے مراد متواضع اور متذلل ہے اور عتل سے مراد بدخصلت اور متکبر ہے	795
	٢۔ باب	
604	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی۔ (القلم: ٤٢) کی تفسیر	796
605	کشف ساق یعنی پنڈلی کھولنے کا معنی	796
606	کشف ساق کے متعلق علماء کے دو مذہب اور متکلمین کی تاویلات، اور تکلیف مالایطاق کا ناجائز ہونا	796
	٦٩۔ سورۃ الحاقہ کی تفسیر	798
607	سورۃ الحاقہ کا تعارف	788
	٧٠۔ سورۃ المعارج کی تفسیر	801
608	سورۃ المعارج کا تعارف	801
	٧١۔ سورۃ نوح کی تفسیر	803
609	سورۃ نوح (انا ارسلنا) کا تعارف	803
	١۔ باب	
610	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق (نوح: ٢٣) کی تفسیر	805
611	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم جن بتوں کی عبادت کرتی تھی ان بتوں کے اسماء اور ان کی عبادت کی ابتداء کا سبب	805
612	اس حدیث کی سند میں امام بخاری پر اعتراض کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ عطاء خراسانی کا حضرت ابن عباس سے سماع نہیں ہے	806
613	اوثان کا معنی	807
614	حدیث مذکور کا خلاصہ	807
615	حافظ عبدالمجید مقیم برسٹل کے مبسوط مقالہ کی تلخیص	807
616	عطاء خراسانی کے ضعف کے متعلق محدثین کی تصریحات	810
617	حدیث مذکور کے متن پر اعتراض	810
618	امام بخاری کی سند مذکور پر شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کا اعتراض	811
619	صحیح بخاری کی مذکورہ روایت کی بناء پر غیر مقلدین کا اہل سنت پر بے بنیاد الزام	812
	٧٢۔ سورۃ الجن کی تفسیر	813
620	سورۃ الجن (قل اوحی الیّ) کا تعارف	813
621	جنات کے قرآن مجید سننے کا واقعہ کب ہوا اور عکاظ اور تہامہ کا معنی	815
622	جنات کے سامنے قرآن پڑھنے اور نہ پڑھنے کے متعلق دو حدیثوں کا تعارض اور اس کا جواب	815
623	بعثت نبوی سے پہلے اور بعثت نبوی کے بعد شیاطین پر آگ کے گولے پھینکنے کی کیفیت اور مختلف احادیث میں تطبیق	815
	٧٣۔ سورۃ المزمل کی تفسیر	817
624	سورۃ المزمل کا تعارف	817
	٧٤۔ سورۃ المدثر کی تفسیر	819
625	سورۃ المدثر کا تعارف	819
	١۔ باب	820
626	سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت میں تعارض	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اوراس کاجواب اور جاورت اور جواری کا معنی	820
	۲۔ باب	
627	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اٹھیے پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیےO (المدثر:۲) کی تفسیر	821
	۳۔ باب	
628	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اپنے رب کی بڑائی کیجئےO (المدثر:۳) کی تفسیر	821
629	نبی ﷺ کی تکبیر پڑھنے کا معنی	821
630	سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق، اور سورۃ المدثر کا سورۃ المزمل سے پہلے نازل ہونا	822
	۴۔ باب	
631	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اپنا لباس پاک رکھیےO (المدثر:۳) کی تفسیر	823
632	لباس پاک رکھنے کے متعلق متعدد تفاسیر اور مصنف کا مختار	823
633	وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کی مزید تفاسیر اور حافظ ابن حجر کا تسامح	824
	۵۔ باب	
634	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بتوں کو چھوڑے رہیےO (المدثر:۵) کی تفسیر	825
	۷۵۔ سورۃ القیامہ کی تفسیر	826
635	سورۃ القیامہ کا تعارف	826
	۱۔ باب	
636	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیںO (القیامہ:۱۶) کی تفسیر	826
637	القیامہ:۱۶ میں نبی ﷺ سے خطاب ہے یا مطلق انسان سے؟	826
638	القیامہ:۱۶ میں نبی ﷺ سے خطاب کی توجیہ	827
	۲۔ باب	
639	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہےO (القیامہ:۱۷) کی تفسیر	829
	۳۔ باب	
640	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریںO (القیامہ:۱۸) کی تفسیر	829
641	نزول وحی کے وقت نبی ﷺ پر شدت اور سختی کی کیفیت	830
642	آپ وحی کو یاد کرتے وقت زبان اور ہونٹ دونوں کو ہلاتے تھے، پھر قرآن مجید میں صرف زبان کا ذکر کیوں کیا گیا ہے	831
643	نبی ﷺ کے جلدی جلدی ہونٹ ہلانے کے دو سبب اور حضرت ابن عباس نے تو آپ کو ہونٹ ہلاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، پھر انہوں نے کیسے اس کا ذکر کیا	831
644	نبی ﷺ کے اجتہاد کی دلیل اور اس پر امام رازی کا اعتراض	831
645	القیامہ:۱۸ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دو تاویلیں	832
646	خطاب کے وقت سے خطاب کے بعض الفاظ کے بیان کی تاخیر کا جائز ہونا اور اس پر بحث و تمحیص	832
	۷۶۔ سورۃ الانسان (دہر) کی تفسیر	834
647	سورۃ الانسان (الدہر) کا تعارف	834
	۷۷۔ سورۃ المرسلات کی تفسیر	839
648	سورۃ المرسلات کا تعارف	839
	۱۔ باب	841

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
649	موذی جانوروں اور حشرت الارض کو قتل کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	842
650	سانپ اور دیگر موذی جانوروں کو مارنے کے متعلق احادیث اور آثار کی روشنی میں مذاہب فقہاء	842
	۲۔ بَابٌ	
651	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک دوزخ محل کے برابر انگارے پھینکتی ہے ○ (المرسلات: ۳۲) کی تفسیر	845
	۳۔ بَابٌ	
652	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: گویا وہ زرد اونٹ ہیں ○ (المرسلات: ۳۳) کی تفسیر	845
	۴۔ بَابٌ	
653	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یہ وہ دن ہے جس میں وہ (نفع آور) بات نہ کرسکیں گے ○ (المرسلات: ۳۵) کی تفسیر	846
	۷۸۔ سورۂ نبا کی تفسیر	847
654	سورۃ النبا کا تعارف	847
	۱۔ بَابٌ	
655	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم فوج در فوج آؤ گے ○ (النبا: ۱۸) کی تفسیر	849
	۷۹۔ سورۃ والنازعات کی تفسیر	851
656	سورۂ والنازعات کا تعارف	851
	۱۔ بَابٌ	854
	۸۰۔ سورۂ عبس کی تفسیر	855
657	سورۃ عبس کا تعارف	855
	۱۔ بَابٌ	859
658	قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے حافظ کی مثال اور معزز فرشتوں کے ساتھ ہونے کا معنی	860
	۸۱۔ سورۂ اذا الشمس کورت (سورۃ التکویر) کی تفسیر	861
659	سُورَۃُ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (سورۃ التکویر) کا تعارف	861
	۸۲۔ سُورَۃُ إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ کی تفسیر	864
660	سُورَۃُ إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ (الانفطار) کا تعارف	864
	۸۳۔ سُورَۃُ وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ کی تفسیر	866
661	سُورَۃُ وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ (المطففین) کا تعارف	866
	۸۴۔ سُورَۃُ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ کی تفسیر	869
662	سُورَۃُ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ (الانشقاق) کا تعارف	869
	۱۔ بَابٌ	
663	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا ○ (الانشقاق: ۸) کی تفسیر	870
664	باب مذکور کی آسان حساب سے متعلق ایک حدیث کا دوسری صحیح حدیث سے تعارض اور اس کے دو جواب	871
665	بیماریوں اور مصیبتوں کا گناہوں کے لیے کفارہ ہونا اور مناقشہ کے عذاب ہونے اور آسان حساب کی دو تاویلیں	872
	۲۔ بَابٌ	
666	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم ضرور درجہ بہ درجہ چڑھو گے ○ (الانشقاق: ۱۹) کی تفسیر	873
667	ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ کی طرف منتقل ہونے کی متعدد تفاسیر	873
668	طبق کا معنی اور طبقات کی مختلف تعبیریں	874
669	نطفہ سے لے کر موت تک انسان کے اڑتیس (۳۸) احوال	874
	۸۵۔ سورۃ البروج کی تفسیر	876
670	سورۃ البروج کا تعارف	876

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
671	بروج کے لغوی اور عرفی معنی	876
	۸۶۔سورۃ الطارق کی تفسیر	878
672	سورۃ الطارق کا تعارف	878
	۸۷۔سُوْرَةُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى کی تفسیر	880
673	سُوْرَةُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (الاعلیٰ) کا تعارف	880
	حافظ ابن حجر کی اس پر تصریح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا مستحب ہے خواہ روایت میں مذکور نہ ہو	881
674	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ	882
675	حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کے درمیان مصنف کا محاکمہ	882
	۸۸۔سورۃ الغاشیہ کی تفسیر	883
676	سُوْرَةُ هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ (الغاشیہ) کا تعارف	883
	۸۹۔سورۃ والفجر کی تفسیر	886
677	سورۃ والفجر کا تعارف	886
678	قوم عاد کا تعارف	887
679	حلال اور حرام کی تمیز کے بغیر مال کھانے کی مذمت	888
680	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ	888
	۹۰۔سورۃ لا اقسم کی تفسیر	891
681	سورۃ لا اقسم (البلد) کا تعارف	891
682	بھوکے کو کھانا کھلانے کی فضیلت	892
683	دشوار گھاٹی اور پل صراط کا بیان	893
	۹۱۔سورۃ والشمس کی تفسیر	894
684	سُوْرَةُ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (الشمس) کا تعارف	894
685	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	895
	۱۔باب	896
686	حدیث مذکور کی سند کی تفصیل	896
687	حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی اور اس کی کونچیں کاٹنے والے کا تذکرہ	897
688	عزیز، عارم اور منیع کے معانی اور زمعہ کے باپ کی مثل کے مصداق کا بیان	897
689	عورتوں کے ساتھ نرمی کرنے کی نصیحت اور گوز کی آواز سن کر ہنسنے کی مذمت	897
690	زمعہ کے باپ کو زبیر بن عوام کا چچا کہنے کی توجیہ	897
691	حافظ ابن حجر عسقلانی سے اس توجیہ کی تائید	898
	۹۲۔سورۃ اللیل کی تفسیر	899
692	سُوْرَةُ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى (اللیل) کا تعارف	899
	۱۔باب	
693	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہوا! (اللیل:۲) کی تفسیر	900
694	حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور اہل شام کا سورۃ اللیل کی قراءت میں اختلاف	901
	۲۔باب	
695	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس ذات کی (قسم) جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیاO (اللیل:۳) کی تفسیر	901
696	حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابن مسعود کی قراءت متواترہ کی مخالفت کرنے کی توجیہ اور تحقیق	901
697	حضرت ابوالدرداء کی قراءت کے منسوخ ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع	902
698	حضرت ابو الدرداء اور حضرت ابن مسعود کی قراءت متواترہ کی مخالفت کرنے کی مزید توجیہ	902
	۳۔باب	
699	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچا رہاO (اللیل:۵) کی تفسیر	903

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
700	بقیع الغرقد کا معنی	903
701	جب سب کچھ تقدیر میں لکھا ہوا ہے تو پھر عمل کی کیا ضرورت ہے	903
	۴۔ باب	
702	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا۝ (اللیل:۶) کی تفسیر	904
	۵۔ باب	
703	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے۝ (اللیل:۷) کی تفسیر	904
	۶۔ باب	
704	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا۝ (اللیل:۸) کی تفسیر	905
	۷۔ باب	
705	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور نیک باتوں کی تکذیب کی۝ (اللیل:۹) کی تفسیر	906
	۸۔ باب	
706	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے۝ (اللیل:۱۰) کی تفسیر	907
707	حدیث مذکور کا چھ سندوں کے ساتھ مروی ہونا	907
708	اہل بیت کرام کے اسماء کے ساتھ علیہ السلام لکھنے کا جواز اور رضی اللہ عنہ لکھنے کا افضل ہونا، اس کے متعلق مصنف کی تحقیق	907
	۹۳۔ سورۂ والضحیٰ کی تفسیر	910
709	سورۃ والضحیٰ کا تعارف	910
	۱۔ باب	
710	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ بیزار ہوا۝ (والضحیٰ:۳) کی تفسیر	911
711	نبی ﷺ پر اعتراض کرنے والی عورت کا نام	911
712	صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں سورۂ والضحیٰ کے سبب نزول کے متعلق دیگر روایات اور ان کا غیر معتبر ہونا	912
	۲۔ باب	
713	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ آپ سے بیزار ہوا۝ (الضحیٰ:۳) کی تفسیر	913
714	دوسری حدیث میں آپ سے کہنے والی عورت کا مصداق	913
715	اس پر دلیل کہ دوسری روایت میں جو عورت مذکور ہے وہ پہلی روایت میں مذکور عورت کی غیر ہے	914
716	علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے ساتھ مناقشہ	914
717	حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نبی ﷺ کے پاس آنے میں تاخیر کی مدت	914
	۹۴۔ سورۃ الم نشرح لک کی تفسیر	915
718	سورۃ الم نشرح لک کا تعارف	915
719	نبی ﷺ کے ترک افضل کام اور خطاء اور سہو کی تحقیق	915
720	نحویوں کے اس قاعدہ کی وضاحت کہ جب معرفہ مکرر ہو تو ثانی اول کا عین ہوتا ہے اور جب نکرہ مکرر ہو تو ثانی اول کا غیر ہوتا ہے، لہٰذا الم نشرح:۳، میں ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیوں کا ذکر ہے اور اس کی احادیث اور آثار سے تائید	917
	۹۵۔ سورۂ والتین کی تفسیر	919
721	سورۂ والتین کا تعارف	919
722	انجیر اور زیتون کے طبی فوائد	919
	۱۔ باب	920
723	اس سوال کا جواب کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی کون سی رکعت میں سورۃ والتین پڑھی تھی؟	920
	۹۶۔ سورۂ اقرأ کی تفسیر	922

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
724	سُورَةُ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي (العلق) کا تعارف	922
725	سورۃ فاتحہ اور ہر سورت کے اول میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے یا نہ لکھنے کے متعلق حسن بصری کا مذہب	922
726	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو سورۃ فاتحہ کے اول میں اور ہر سورت کی ابتداء میں لکھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن الملقن کا اختلاف	923
727	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو سورۃ فاتحہ کی ابتداء اور ہر سورت کی ابتداء میں لکھنے پر علامہ ابن الملقن کی عبارت کا رد	923
728	امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ ہر سورت کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا پڑھنا واجب نہیں ہے	923
	۱۔ بَابٌ	924
729	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا مرسل ہونا	927
730	اس حدیث کے مرسل ہونے پر بعض لوگوں کا اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب	927
731	اس حدیث میں آپ پر نزول وحی کی دلیل ہے اور آپ کی نبوت کی دلیل دوسری کتب حدیث میں ہے اور اس پر دلیل کہ آپ کے پاس جو فرشتہ آیا تھا وہ حضرت جبرئیل تھے	927
732	رویاء صالحہ کا معنی، اور حراء میں آپ کب گئے تھے اور تحنث کا معنی حضرت عائشہ نے نہیں راوی نے بیان کیا ہے	928
733	غار حراء میں عبادت کی کیفیت اور اس کے متعلق شارحین کے اقوال	928
734	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی اور نبوت کی ابتداء کس وقت ہوئی	929
735	اقرء اور ما انا بقاری کی وضاحت اور تین دفعہ اقرء کہنے کی حکمت اور سورۃ العلق کی پانچ آیتوں کی مناسبت اور حضرت جبرئیل کے آپ کو تین بار دبانے اور تین بار چھوڑنے کی حکمت	929
736	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تسلی دی تھی اس کی توجیہ	930
737	ورقہ بن نوفل کا تذکرہ	931
738	حدیث مذکور کا مرسل ہونا	932
739	سورۃ المدثر کی ابتدائی پانچ آیتوں کی تفسیر	932
	۲۔ بَابٌ	
740	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے ○ (العلق: ۲) کی تفسیر	932
741	اس آیت میں انسان سے مراد کیا ہے اس کا بیان	933
	۳۔ بَابٌ	
742	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے ○ (العلق: ۳) کی تفسیر	933
743	اللہ تعالیٰ کے کرم اور حلم کا بیان	934
744	اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت قلم کا بیان	934
	۴۔ بَابٌ	
745	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا ○ (القلم: ۴) کی تفسیر	934
	۵۔ بَابٌ	
746	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے ○ وہ پیشانی جو جھوٹی گناہ گار ہے ○ (القلم: ۱۶-۱۵) کی تفسیر	934
747	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ابوجہل کے قول کے متعلق مرسل روایت	935
748	ابوجہل کو اس کی دھمکی کی وجہ سے آگ کی خندق دکھائی گئی اور عقبہ بن ابی معیط کی ایذاء رسانی پر فوراً کوئی عذاب نہیں آیا، اس کی توجیہ	935

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۹۷۔سورۃ القدر کی تفسیر	937
749	سورۃ القدر کا تعارف	937
	۹۸۔سورۃ البینۃ کی تفسیر	939
750	سورۃ البینۃ کا تعارف	939
	۱۔باب	940
751	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اپنے نام کے متعلق سوال کرنے اور پھر رونے کی توجیہ	940
	۲۔باب	
752	مطلق حدیث کو مقید پر محمول کرنا اور سورۃ البینۃ کی آیت پڑھنے کی تخصیص اور حضرت ابی بن کعب کا نام لینے کی توجیہ	941
753	حضرت ابی بن کعب کو قرآن مجید پڑھانے اور ان کے سامنے قرآن پڑھنے کی حکمت اور سورۃ البینۃ کی جامعیت	941
757	امام بخاری کی سند پر خطیب بغدادی کے اعتراض کا جواب اور اسماء رجال کے فن میں امام بخاری کی عظمت	942
	۹۹۔سورۃ اِذَا زُلزِلَتِ الاَرضُ کی تفسیر	944
755	سورۃ اِذَا زُلزِلَتِ الاَرضُ (الزلزال) کا تعارف	944
	۱۔باب	
756	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا O (الزلزال:۷) کی تفسیر	944
757	گھوڑوں پر زکوٰۃ فرض ہونے میں امام ابوحنیفہ کی دلیل اور الزلزال:۸۔۷ کا جامع ہونا	946
758	دریاؤں کے پانی کو بلا اجازت پینے کا جواز اور اس پانی کو فروخت کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	946
759	بعض مشکل الفاظ کے معانی	946
760	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کرنے پر دلیل اور اس پر ایک سوال کا جواب	947

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۔باب	
761	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو ذرہ برابر کوئی برائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا O (الزلزال: ۸) کی تفسیر	947
762	الزلزال:۸۔۷ کی تفسیر علامہ قرطبی سے	948
763	الزلزال:۸ کی تفسیر مصنف کی طرف سے	948
764	مصنف کی تفسیر پر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے تائید اور توثیق	948
	۱۰۰۔سورۃ والعادیات کی تفسیر	951
765	سورۃ والعادیات کا تعارف	951
766	سورۃ العادیات کا شان نزول اور العادیات کے مختلف معانی	952
	۱۰۱۔سورۃ القارعۃ کی تفسیر	953
767	سورۃ القارعۃ کا تعارف	953
	۱۰۲۔سورۃ التکاثر کی تفسیر	954
768	سورۃ التکاثر کا تعارف	954
	۱۰۳۔سورۃ العصر کی تفسیر	956
769	سورۃ العصر کا تعارف	956
770	قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی ہے یا آپ کی طرف نسبتوں کی	956
	۱۰۴۔سورۃ الھمزۃ کی تفسیر	958
771	سورۃ الھمزۃ کا تعارف	958
772	سورۃ الھمزۃ کے شان نزول کے متعلق روایات	658
	۱۰۵۔سورۃ الفیل کی تفسیر	960
773	سورۃ اَلَم تَرَ (الفیل) کا تعارف	960
774	سورۃ الفیل کا خلاصہ	960
	۱۰۶۔سورۃ لایلاف (قریش) کی تفسیر	962
775	سورۃ لایلاف (قریش) کا تعارف	962
776	بیت اللہ کے رب کی عبادت کی وجہ سے اس کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	خصوصی نعمت سفر میں آسانی مہیا کرنا ہے	963
	۱۰۷۔سورۃ الماعون کی تفسیر	964
777	سورۃ الماعون کا تعارف	964
	۱۰۸۔سورۃ الکوثر کی تفسیر	966
778	سورۃ الکوثر کا تعارف	966
	۱۔بَابٌ	966
779	الکوثر کا معنی اور اس کے مصداق میں اقوال	967
780	الکوثر کی تفسیر میں مزید اقوال	968
	۱۰۹۔سورۃ الکافرون کی تفسیر	969
781	سورۃ الکافرون کا تعارف	969
782	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور تعلیق مذکور کا خلاصہ	970
	۱۱۰۔سورۃ الفتح کی تفسیر	971
783	سورۃ الفتح کا تعارف	971
	۱۔بَابٌ	971
	۲۔بَابٌ	972
	۳۔بَابٌ	
784	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں O (النصر:۲) کی تفسیر	972
	۴۔بَابٌ	
785	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے O (النصر:۳) کی تفسیر	973
786	آخری سورت کی تعیین اور نبی ﷺ کی وفات کے متعلق متعدد اقوال	974
	۱۱۱۔سورۃ المسد کی تفسیر	975
787	سورۃ المسد (اللہب) کا تعارف	975
788	علامہ عینی کا تسامح	975
	۱۔بَابٌ	976
789	وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ کا منسوخ التلاوت ہونا	976
790	یاصباحاہ کا معنی	977
	۲۔بَابٌ	
791	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ ہلاک ہو جائے O اس کے مال نے اور اس کی کمائی نے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا O (اللہب:۲۔۱) کی تفسیر	977
	۳۔بَابٌ	
792	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں جائے گا O (اللہب:۳) کی تفسیر	977
	۴۔باب	
793	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس کی بیوی بھی لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے O (اللہب:۴) کی تفسیر	978
794	ابولہب کی بیوی کا تذکرہ	978
	۱۱۲۔سورۃ الاخلاص کی تفسیر	979
795	سورۃ الاخلاص کا تعارف	979
796	واحد اور احد کا فرق	979
	۱۔بَابٌ	979
797	اللہ تعالیٰ کے احد ہونے کے متعلق ایک حدیث	980
	۲۔بَابٌ	
798	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ بے نیاز ہے O (الاخلاص:۲) کی تفسیر	980
	۱۱۳۔سورۃ الفلق کی تفسیر	982
799	سورۃ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (الفلق) کا تعارف	982
800	اَلْمُعَوِّذَتَيْن کا قرآن ہونا	983
	۱۱۴۔سورۃ الناس کی تفسیر	984
801	سورۃ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (الناس) کا تعارف	984

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
802	المعوذتین کے قرآن ہونے پر احادیث سے دلائل	985			
803	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے المعوذتین کے انکارِ قرآن کی توجیہ	985			
804	بعض علماء کا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف انکار معوذتین کی نسبت کو باطل قرار دینا	985			
805	حافظ ابن حجر عسقلانی کا ان بعض علماء سے اختلاف	986			
806	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے المعوذتین کے انکار قرآن کی دوسری توجیہ	986			
807	زر نے صراحتاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف انکار معوذتین کی نسبت نہیں کی اس کی توجیہ	987			
808	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو المعوذتین پڑھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا یا حضرت جبریل نے یہ حکم پہنچایا تھا	987			
809	المعوذتین کے قرآن ہونے پر خصوصی احادیث کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے قرآن ہونے پر اجماع کافی ہے	988			
810	المعوذتین کے قرآن ہونے پر خصوصی احادیث	988			
811	المعوذتین کو پڑھ کر دم کرنے کے متعلق احادیث	989			
812	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نظریہ پر قوی اشکال اور جمہور صحابہ کی ایک حدیث سے دلیل	990			
813	ختم قرآن کے وقت دعا کرنے کا استحباب	990			
814	کتاب التفسیر میں مذکور احادیث کی تعداد	991			
815	نعمۃ الباری جلد ثامن کی تکمیل	991			
816	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد ثامن (۸) کی ڈائری	992			
817	مصادر التحقیق فی نعمۃ الباری	993			

Marfat.com

نعمۃ الباری کا افتتاحیہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله رب العالمين، الذى جعلنا من المسلمين، ووصفنا بخير امة من الأمم الماضين، وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم، والصلوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين، الذى شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم، وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين، وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين، وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم، وعلى ازواجه الطاهرات امهات المؤمنين، وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين۔

و بعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعمة البارى) توكلا على رحمة الله و فضله العميم۔ ولا يكون تحريره و تقريره و تكميله الا نعمته العظمى۔ فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح الصحيح للبخارى۔ (تقبله الله بلطفه و تغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله۔ اعوذ بالله من شرور نفسى و من سيئات اعمالى۔ من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له۔ اللهم ارنى الحق حقاً وارزقنى اتباعه۔ اللهم ارنى الباطل باطلاً وارزقنى اجتنابه۔ اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقاً باسمه واحفظه من شرور الاشرار و الحاسدين۔ اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم و مقبولاً عندك و عند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعاً و مستفيضاً و مفيضاً و مرغوباً فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا و شفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة و امتنى على الايمان بالكرامة۔ اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت۔ اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت۔ رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على و على والدى وان اعمل صالحاً ترضه۔ آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ۔

Marfat.com

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن کریم نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں تفسیر تبیان القرآن سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے صحیح بخاری کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے، پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

گذارش احوال واقعی

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق ☆ میں زہر ھلاھل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

فروری 2005ء کو میں نے تبیان القرآن کی تکمیل کے بعد شرح صحیح البخاری کی تصنیف کا عزم کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مجھے اس سعادت کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ چنانچہ 22، جنوری 2006ء کو میں نے "انعام الباری شرح بخاری" کے نام سے فرید بک اسٹال کے ساتھ سات مجلدات کی تصنیف کا معاہدہ کیا۔ بعد ازاں میں نے "نعمۃ الباری" کے نام سے بتوفیق باری تعالیٰ اس معاہدے کو مکمل کیا اور سات مجلدات فرید بک اسٹال کے سپرد کر دیں، جن میں سے پانچ مجلدات طبع ہو چکی ہیں اور دو مجلدات زیر طبع ہیں۔

میں اپنے مزاج کے اعتبار سے خلوت نشین آدمی ہوں اور بہت سے معاملات سے مجھے کماحقہٗ آگہی نہیں ہوتی۔ فرید بک اسٹال کے مالک سید محسن اعجاز شاہ صاحب کا رویہ میرے ساتھ ہمیشہ روکھے پن اور سرد مہری کا رہا، لیکن میں اُن کے اس رویے کو اس لئے برداشت کرتا رہا کہ میری زندگی کی جتنی سانسیں باقی ہیں، اُن میں دین کا زیادہ سے زیادہ کام کر سکوں، جو میرے لئے صدقہ جاریہ بنے اور "باقیاتِ صالحات" کی صورت میں طالبانِ علم کے لئے فیض رساں ثابت ہو۔

اب میری عمر تقریباً 76 سال ہو چکی ہے، میں کئی عشروں سے متعدد عوارض اور امراض میں مبتلا ہوں، درمیان میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مجھے تحریری وتدریسی کام معطل کرنا پڑا، یہ ایام میرے لئے انتہائی اذیت ناک تھے، کیونکہ مارچ 1986ء سے لے کر جنوری 2011ء تک مسلسل مطالعہ اور تصنیف کی وجہ سے میں شدید بیمار ہو گیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور 18، مئی 2011ء کو میری صحت بحال ہو گئی اور میرے تصنیفی کام کی نشاۃِ ثانیہ ہو گئی۔ اب میری قوتِ برداشت اتنی مضمحل ہو چکی ہے کہ میں سید محسن اعجاز شاہ صاحب کی بے مہری اور بے اعتنائی کے رویے کا مزید متحمل نہیں ہو سکتا۔ میری دل شکنی کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ شرح صحیح مسلم شریف کے معاہدہ کے مطابق سید محسن اعجاز شاہ صاحب کے والد مرحوم سید اعجاز شاہ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ خدانخواستہ میری علالت کی صورت میں میری اعانت کریں گے، لیکن از حد افسوس کے ساتھ یہ حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ جب میں انتہائی علالت کے سبب کچھ عرصہ کام کے قابل نہ رہا تو میرے ساتھ تعاون تو درکنار انہوں نے ہمدردی کے کلمات بھی ادا نہیں کئے بلکہ یہ کہا کہ متبادل انتظام کر دیجئے، اس سے میرا دل ٹوٹ گیا، آخر ع

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

چنانچہ میں نے اب اُن سے قطع تعلق کا ارادہ کیا اور مزید کام جاری نہ رکھنے کا قطعی فیصلہ کر لیا ہے۔

اسی دوران "ضیاء القرآن پبلی کیشنز" کے مالک محترم جناب محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب دامت الطافہم العالیہ سے رابطہ ہوا، اُن کی ایک عرصے سے خواہش تھی کہ میں اُن کے اشاعتی وطباعتی ادارے کے لئے کوئی کام کروں۔ شاہ صاحب اہلسنت وجماعت کی ایک عظیم روحانی اور علمی شخصیت کے فرزندِ ارجمند ہیں، اُن کے والدِ ماجد حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ متوفّی

Marfat.com

۱۹۹۸ء اپنی تمام تر علمی عظمت و وجاہت کے باوجود انتہائی ملنسار، خلیق اور محبت کرنے والے انسان تھے اور اپنے اسی رویے سے وہ اپنے معاصرین اور اصاغر کو اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے۔ مجھ پر ان کی خصوصی شفقتیں تھیں، ضیائے حرم کے لئے مضامین لکھوانے کے لئے وہ کئی بار میرے پاس تشریف لائے۔ اُن کے صاحبزادگان بھی اُن کے اسی حسنِ اخلاق کا مظہر ہیں، مجھے امید ہے کہ شاہ صاحب زید حبہ سے مجھے محبت واحترام اور گرمجوشی ملے گی، جس سے میرے علمی اور فکری قُویٰ کو تقویت ملے گی اور میں معیار اور مقدار کے اعتبار سے زیادہ سرعتِ رفتار سے کام کر سکوں گا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں میرے لئے میرے حسنِ ظن سے بھی بہتر ثابت کرے، اُن کے دل میں میرے لئے ہمیشہ وسعت پیدا ہو، تاکہ میں اپنے وجود کے لاحق امراض وعوارض کا مقابلہ کرتے ہوئے زندگی کی آخری سانس تک کام جاری رکھ سکوں اور ''نعمۃ الباری'' کی بقیہ مجلدات پہلے سے بھی زیادہ وقیع انداز میں علمی وجاہت کے ساتھ مکمل کر سکوں۔ قارئینِ کرام اور دین کا درد رکھنے والے سب اہلِ عقیدت ومحبت سے التجا ہے کہ اپنی خلوتوں میں میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائیدِ غیبی ہمیشہ میرے شاملِ حال رہے اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم دنیا وآخرت میں میرے لئے وسیلۂ نجات بنے۔ میری علمی زندگی کا سارا سرمایہ میرا یہی قلمی ورثہ ہے، یہ رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں ماجور ومشکور ہو اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مقبول ہو۔

میں ''نعمۃ الباری'' کی آٹھویں جلد سے اس کی طباعت واشاعت کا کام محترم صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب ''ضیاء القرآن پبلی کیشنز'' 14 انفال سنٹر اردو بازار، کراچی کے سپرد کر رہا ہوں، اسی طرح میں اپنی مندرجہ ذیل کتب کے دائمی حقوق بھی ''ضیاء القرآن پبلی کیشنز'' کو تفویض کر رہا ہوں:

(۱) تذکرۃ المحدثین (۲) مقالاتِ سعیدی (۳) مقامِ ولایت ونبوت (۴) توضیح البیان (۵) ذکر بالجہر

مندرجہ بالا کتب کو اگرچہ ماضی میں فرید بک اسٹال والے شائع کرتے رہے، لیکن میرا ان سے کوئی باقاعدہ معاہدہ نہیں تھا اور نہ ہی میں نے ان سے کوئی اس کا معاوضہ لیا، لہٰذا آج کے بعد میں انہیں باقاعدہ طور پر متنبہ کرتا ہوں کہ وہ میری ان کتب کی اشاعت فوراً روک دیں، ورنہ میں ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔ اور اگر میں نے ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی نہیں کی اور وہ میری اجازت کے بغیر ان کتابوں کو چھاپ کر رقم بٹورتے رہے تو آخرت میں عذابِ الٰہی کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہیں۔ اگر ان میں ایمان کی ذرہ برابر بھی رمق ہے تو جس معاہدہ پر انہوں نے میری بیماری کی حالت میں مجھ سے جبراً انگوٹھا لگوایا اور میرے دستخط کرائے تھے اس کا مسودہ مجھے واپس کر دیں اسی طرح نعمۃ الباری اور تبیان القرآن کے انہوں نے جو دوبارہ معاہدات تیار کرائے اور اصطلاحی الفاظ کے معنی بتائے بغیر مجھ سے دستخط کرائے ان کے مسودات بھی مجھے واپس کر دیں کیونکہ یہ تمام معاہدات شرعاً غیر مؤثر ہیں۔

شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کے حقوق میں نے فرید بک اسٹال کو دیئے تھے اور انہوں نے ماشاء اللہ عرصۂ دراز تک ان کتب کو طبع کیا، فروخت کیا اور معتد بہ نفع حاصل کیا، یہ منافع ان کو مبارک ہوں۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ ملکی قانون کے تحت مصنف کے ناشر کو تفویض کردہ حقوق دائمی نہیں ہوتے اور دس سال کے بعد مصنف دوبارہ انہیں واپس لے سکتا ہے اور کسی بھی ملک کا پبلک لاء ملک کے تمام شہریوں پر نافذ ہوتا ہے اور حکومت نے یہ قانون اس لئے بنایا کہ پبلشرز تو لامحدود مدت تک منافع سمیٹتے رہتے تھے، لیکن جو مصنفین ومؤلفین اپنا خونِ جگر کشید کر کے اور پوری علمی، عقلی اور فکری قوت صرف کر کے یہ شاہکار تخلیق کرتے تھے، وہ اور ان کے متعلقین آخری عمر میں اپنے علاج معالجے اور بنیادی انسانی ضرورتوں کے لئے پریشان رہتے تھے، غالباً حکومت نے یہ

Marfat.com

قانون ایسے ہی پریشان حال مصنفین کی اشک شوئی کے لئے وضع کیا، کیونکہ جنہوں نے ساری زندگی ذہن اور قلم کے ساتھ اپنے دل ودماغ کی زمین کی اپنی فکری کاوشوں سے آبیاری کی ہو اور قلم کے ذریعے وہ تیار فصل کاٹ کر پبلشرز کے حوالے کردی ہو، جب وہ قابلِ کار نہ رہیں تو اب آخری عمر میں وہ کیا کریں!۔ لہٰذا میں نے بھی اس ملکی قانون کی رعایت کو استعمال کرتے ہوئے فیصلہ کیا ہے کہ اپنا حق لوں اور آئندہ ان کتب کی اشاعت کا متبادل انتظام کروں اور اب قانوناً فرید بک اسٹال کو ان کتب کی مزید اشاعت کا حق باقی نہیں رہے گا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی 38
19-03-2012

Marfat.com

فرید بک اسٹال سے واپسی کے سفر کی دل دوز حکایت

محترم قارئین! اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ''نعمۃ الباری'' کی جلد ثامن (۸) ہے جو ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور کی طبع شدہ ہے، یقیناً آپ کو تعجب ہوگا کہ اس سے پہلے تو ''نعمۃ الباری'' کی مجلدات فرید بک اسٹال لاہور سے طبع ہو کر آ رہی تھیں اب یکا یک یہ آٹھویں جلد ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی طرف سے طبع ہو کر کیسے آ گئی! اس کا پسِ منظر بتانے کے لئے میں آپ کو شروع سے کہانی سناتا ہوں ؂

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح وشام تو دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

مارچ 1986ء کی کسی تاریخ کو سید محمد اعجاز شاہ صاحب رحمہ اللہ، مالک فرید بک اسٹال اپنی علالت اور ضعفِ بصارت کے باوجود مجھ سے ملاقات کے لئے کراچی تشریف لائے اور انہوں نے ''شرح صحیح مسلم'' کی سات جلدوں کی اشاعت کا مجھ سے معاہدہ کیا اور فی جلد دس ہزار روپے (10,000) کی معمولی سی رقم مقرر کی اور دو جلدوں کی ایڈوانس رقم مجھے پیش کر دی، سید محمد اعجاز شاہ مرحوم بہت متحمل مزاج اور فراخ دل شخص تھے۔ ان کے ساتھ جو بھی وقت گزرا وہ میری زندگی کے بہترین ایام میں سے ہے۔ جب ''شرح صحیح مسلم'' کی سات جلدوں کی تکمیل ہوگئی تو اس کی خوشی میں انہوں نے مجھے انیس سو ترانوے (1993ء) میں پینتیس (۳۵) ہزار روپے عمرہ کرنے کے لئے پیش کئے پھر ''شرح صحیح مسلم'' کی تکمیل کے بعد میرا عزم تھا کہ میں قرآن مجید کی تفسیر ''تبیان القرآن'' کے نام سے لکھوں، سو مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ منیب الرحمن زید حبہ نے سید محمد اعجاز شاہ صاحب مرحوم کے ساتھ میری طرف سے اس کا معاہدہ کیا جس کے مطابق ''تبیان القرآن'' کی ہر جلد کا معاوضہ پچاس (۵۰) ہزار روپے مقرر کیا گیا اور پہلے ایڈیشن کی پچاس (۵۰) جلدوں کا فراہم کرنا طے کیا گیا اور ہر نئے ایڈیشن کی دس (۱۰) جلدوں کی فراہمی مقرر کی گئی۔ سید صاحب موصوف نے اسی وقت مجھے پہلی جلد کے پچاس ہزار روپے (۵۰،۰۰۰) پیشگی ادا کر دیئے، سید محمد اعجاز شاہ صاحب مرحوم نے اس معاہدہ میں یہ بھی لکھوایا کہ اگر کسی جلد کی تکمیل سے پہلے میں قضائے الٰہی سے وفات پا گیا تو اس کی پیشگی لی ہوئی رقم مجھ پر معاف ہوگی، اور اگر اس دوران میں سخت بیمار ہو گیا تو وہ میرے علاج کے اخراجات برداشت کریں گے اور اگر میں تنگ دست ہو گیا تو وہ میری کفالت کریں گے۔ قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک وقیع علمی و تحقیقی کام کا یہ معاوضہ اس قابل بھی نہیں کہ اس کا ذکر کیا جائے، مگر اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ میرے پیش نظر میری کم از کم ضروریات کی تکمیل تھی اور یہ حسن نیت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو علمی صلاحیت اور تحریر کا ملکہ عطا کیا ہے، اس کا تشکرِ نعمت ایک علمی کام کی صورت میں کرتا جاؤں جو میرے، میرے والدین اور میرے اساتذۂ کرام علیہم الرحمۃ کے لئے صدقۂ جاریہ بنے اور دین کا قرض جو کہ ایک خادم دین پر ہوتا ہے، اپنی حقیر بشری استطاعت کے مطابق اس سے عہدہ برآ ہو سکوں اور یہ میرے لئے آخرت میں سرمایۂ نجات بن جائے۔

تبیان القرآن کی دوسری جلد کی طباعت کے دوران سید محمد اعجاز شاہ صاحب وفات پا گئے۔ ان کی وفات سے مجھے بہت رنج ہوا اور میں نے ایک سو (۱۰۰) قرآن مجید کے ختم ہائے مبارکہ کروا کے ان کو ایصالِ ثواب کیا۔

انیس سو چورانوے (1994ء) میں اللہ تعالیٰ نے مجھے حج اور عمرہ کی سعادت عطا کی اور جنوری 2006ء میں تبیان القرآن

Marfat.com

کی بارہ (۱۲) جلدیں مکمل ہوگئیں۔اس وقت مجھے سید محمد اعجاز شاہ مرحوم کی یاد آئی جنہوں نے شرح صحیح مسلم کی سات جلدوں کی تکمیل پر مجھے عمرہ کرنے کے لئے پینتیس (۳۵) ہزارروپے ارسال کئے تھے لیکن اس کے برعکس سید محسن اعجاز شاہ نے تبیان القرآن کی بارہ جلدوں کی تکمیل پر ایسی کسی فیاضی تو درکنار، کسی علامتی خوشی کا بھی مظاہرہ نہیں کیا، سید محمد اعجاز شاہ مرحوم کے ساتھ گزارا ہوا دور ختم ہوا۔اوراب میں ''نعمۃ الباری'' کی تصنیف کے دوران سید محسن اعجاز شاہ کے ساتھ گزارے ہوئے دور کی چند جھلکیاں پیش کرتا ہوں۔

نعمۃ الباری کی تصنیف کے دوران سید محسن اعجاز شاہ کے حُسنِ اخلاق کی چند جھلکیاں:

ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم — قصۂ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم
سازِ خاموش ہیں، فریاد سے معمور ہیں ہم — نالہ آتا ہے اگر لب پہ، تو معذور ہیں ہم
میں بندۂ ناداں ہوں، مگر شکر ہے تیرا — رکھتا ہوں نہاں خانۂ لاہوت سے پیوند
اک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو — لاہور سے تا خاکِ بخارا وسمر قند

18، جنوری 2006ء کو سید محسن اعجاز شاہ نے کراچی آکر مجھ سے نعمۃ الباری کی سات جلدیں لکھنے کا معاہدہ کیا اور ہر جلد کے عوض پچھتر (75) ہزار روپے کی معمولی رقم طے کی اور پہلے ایڈیشن پر پچاس (50) جلدیں اور نئے ایڈیشن پر دس جلدیں مہیا کرنے کا وعدہ کیا، الحمدللہ میں نے 14، ستمبر 2010ء کو نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل کر کے سید محسن اعجاز شاہ کے حوالہ کردی اور یوں میری حد تک اس معاہدہ کی تکمیل ہوگئی۔15، ستمبر 2010ء کو میں نے آٹھویں جلد کی ابتداء کردی تھی، میں مارچ 1986ء سے لے کر جنوری 2011ء تک مسلسل فرید بک اسٹال کے لئے لکھتا رہا اور اس اثناء میں، میں نے شرح صحیح مسلم کی سات جلدیں، تبیان القرآن کی بارہ جلدیں اور نعمۃ الباری کی سات جلدیں لکھیں جو تقریباً چھبیس (26) ہزار صفحات سے زیادہ پر مشتمل ہیں۔ مسلسل دماغی کام اور ذہنی دباؤ کی وجہ سے میری صحت نہایت متاثر ہوئی، یکم جنوری 2011ء سے لے کر 18، مئی 2011ء تک میں سخت بیمار رہا اور تصنیف وتالیف اور درس وتدریس کا کام معطل ہوگیا، یہ ایام میرے لئے سخت اذیت ناک تھے، تبیان القرآن کے معاہدہ میں یہ بات تحریر تھی کہ اگر میں سخت بیمار ہوگیا تو فرید بک اسٹال کی طرف سے میرا علاج کیا جائے گا اور اگر میں تنگ دست ہوگیا تو میری کفالت کی جائے گی، لیکن سید محسن اعجاز شاہ نے معاہدہ کی اس شق کی کوئی پرواہ نہیں کی، ان کو تو یہ فکر تھی کہ اگر میں اسی طرح بیمار رہا تو نعمۃ الباری کی بقیہ مجلدات کیسے پوری ہوں گی، انہوں نے مجھ سے سیل فون پر کہا کہ اب آپ یہ کام نہیں کر سکتے تو یہ کام اپنے لائق شاگرد مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہ کے سپرد کردیں۔ پھر انہوں نے کراچی آکر مفتی محمد اسماعیل نورانی سے نعمۃ الباری لکھنے کا معاہدہ کیا، پہلے انہوں نے اس کا معاوضہ پینتیس (35) ہزار روپے فی جلد مقرر کیا پھر میرے کہنے سے بڑھا کر اس کا معاوضہ پچاس (50) ہزار روپے فی جلد کردیا اور وہ پچاس (50) ہزار روپے مفتی محمد اسماعیل نورانی کو پیشگی ادا کردیئے، مفتی محمد اسماعیل نورانی زید حبہ نے وہ پچاس ہزار روپے اسی وقت میرے قدموں میں ڈال دیئے اور مجھ سے کہا: یہ میری طرف سے حقیر نذرانہ ہے، مجھے چونکہ بیماری کے ان ایام میں پیسوں کی سخت ضرورت تھی اس لئے میں نے اس نذرانہ کو مجبوراً قبول کرلیا، اسی مجلس میں سید محسن اعجاز شاہ بونڈ پیپر پر ایک معاہدہ لکھوا کر لائے جس کے مطابق میں نے توضیح البیان، ذکر بالجہر، تذکرۃ المحدثین

Marfat.com

، مقالاتِ سعیدی اور مقامِ ولایت ونبوت کی اشاعت کے دائمی حقوق فرید بک اسٹال کے نام کر دیئے، میں نے پوچھا: اس کی کوئی رائلٹی اور معاوضہ؟ انہوں نے کہا: آپ کو اس کی کوئی رائلٹی اور معاوضہ نہیں ملے گا، پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر بونڈ پیپر پر میرا انگوٹھا لگوا لیا اور میں نے شدید بیماری کی حالت میں بہ امر مجبوری اس پر دستخط کر دیئے۔ سید محسن اعجاز شاہ کاروباری ذہنیت کے مالک ہیں اور پروفیشنل آدمی ہیں۔ ان کے دل میں انسانی ہمدردی کا کوئی شمہ نہیں ہے، بہر حال وہ لاہور واپس چلے گئے۔

مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہ وحبہ بہت ذہین، طباع اور محنتی عالم دین ہیں، انہوں نے درسِ نظامی کی اکثر کتب اپنے محترم استاذ مفتی محمد حسن حقانی رحمہ اللہ سے پڑھی ہیں اور 2001ء میں صحیح البخاری مجھ سے اور مفتی منیب الرحمن مدظلہ العالی سے صحیح مسلم پڑھی ہے۔ وہ دار العلوم نعیمیہ کے فارغ التحصیل ہیں اور انہوں تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان سے نمایاں حیثیت (ممتاز مع الشرف) کے ساتھ شہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ کی سند حاصل کی ہے۔ انہوں نے میری تمام تصانیف کو بہ غور پڑھا ہے، وہ جامعہ انوار القرآن کراچی میں درسِ نظامی کی منتہی کتب پڑھاتے ہیں اور افتاء کا کام بھی کرتے ہیں اور ''انوار الفتاویٰ'' کے نام سے ان کے فتاویٰ کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے، انہوں نے تفسیر خازن کا ترجمہ کیا اور اس میں درج احادیث کی تخریج وتحقیق کی اور علامہ خازن شافعی نے فقہاءِ احناف کے خلاف جو دلائل دیئے ان کے مثبت اور مدلل جوابات لکھے، اس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے اور شائقین سے داد وتحسین حاصل کر چکی ہے، انہوں نے تفسیرِ خازن کی دوسری جلد بھی تیار کر کے فرید بک اسٹال کو دے دی جو فرید بک اسٹال نے ہنوز شائع نہیں کی، انہوں نے شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کے تعارف پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ''حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن'' ہے، یہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے۔ سو مفتی محمد اسماعیل نورانی کی بہت علمی اور دینی مصروفیات ہیں، وہ اعلیٰ پایہ کے مقرر ہیں، شہر میں ان کے خطابات ہوتے رہتے ہیں اور Q.tv پر ان کے دینی معلوماتی پروگرام مسلسل ٹیلی کاسٹ ہوتے رہتے ہیں، ان کی شادی بھی ہو چکی ہے، ان کی گھریلو اور خانگی ذمہ داریاں ہیں اور والدین کی خدمت کا فریضہ بھی ان کے ذمہ ہے، لہٰذا ان کے لئے نعمۃ الباری کی آٹھویں جلد کی تصنیف کے لئے وقت نکالنا بہت مشکل تھا، وہ ایک گھنٹے کے لئے میرے پاس آتے اور میری ذاتی لائبریری میں بیٹھ کر نعمۃ الباری کی آٹھویں جلد کی تصنیف پر کام کرتے اور مجھ سے مشاورت کرتے، اسی اثناء میں وہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے اور ایک ماہ کا عرصہ گزار کر آئے اور جنوری 2011ء سے مئی 2011 کے طویل عرصہ میں وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے صرف پچاس صفحات لکھ سکے اور انہوں نے سورۃ النور اور سورۃ الفرقان کی تفسیر مکمل کی، جس کو میں نے من وعن نعمۃ الباری کی آٹھویں جلد میں شامل کر دیا۔

میری اس طویل بیماری کے دوران مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن مہتمم دار العلوم نعیمیہ کراچی (بسط علمہ وزید حبہ) نے میری بہت دل جوئی اور دستگیری کی۔ ہر چند کہ میں اب صحیح البخاری کی تدریس پر پہلے کی طرح قادر نہیں تھا، لیکن انہوں نے میرا مشاہرہ اور دیگر تمام سہولیات برقرار رکھیں اور وقتاً فوقتاً مجھے دیگر عطیات سے بھی نوازتے رہے اور مسلسل میرے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا اظہار فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے اور آخرت کے مراحل ان پر آسان کر دے اور ہمیں جنت میں بھی اسی طرح یک جا کر دے جس طرح 1964ء سے لے کر تادم تحریر ہم باہم شیر وشکر ہیں۔

چونکہ میری کتابیں، بھارت میں بھی پڑھی جاتی ہیں بلکہ بھارت میں توضیح البیان، تذکرۃ المحدثین، شرح صحیح مسلم، تفسیر تبیان القرآن اور تاریخ نجد وحجاز شائع بھی ہو چکی ہیں۔ اسی طرح یورپ اور امریکہ میں بھی میری کتابیں پڑھی جاتی ہیں، جب امریکہ کے قارئین کو یہ معلوم ہوا کہ میں اب ذہنی دباؤ کی وجہ سے بیمار ہو گیا ہوں اور لکھنے کے قابل نہیں رہا تو ڈاکٹر خالد اعوان، ڈاکٹر

Marfat.com

ارشد بھٹی اور ڈاکٹر شہرام شکر اللہ عطایا ھم نے امریکہ سے میری دماغی تقویت کے لئے دوائیں بھجوائیں اور ان کو مسلسل استعمال کرنے سے الحمدللہ میں دوبارہ اپنا تصنیفی کام شروع کرنے کے قابل ہوا۔ پھر مفتی محمد اسماعیل نورانی زید حبہ نے نعمۃ الباری کی آٹھویں جلد کا کام میرے سپرد کر دیا اور میں نے 18، مئی 2011ء سے نعمۃ الباری کی آٹھویں جلد کو لکھنا شروع کر دیا اور میں نے سورۃ الشعراء سے لے کر سورۃ الناس تک کی تفسیر لکھ کر آٹھویں جلد کو مکمل کیا اور 8، ستمبر 2011ء کو میں نے آٹھویں جلد مکمل کر دی۔ 18 مارچ 2012ء کو میں نے نعمۃ الباری کی جلد تاسع (۹) بھی مکمل کر دی ہے اور 19 مارچ 2012ء کو میں نعمۃ الباری جلد عاشر (10) کا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور رسول اللہ ﷺ کی نظر عنایت سے افتتاح کر چکا ہوں۔ تقبلہ اللہ منی وادام اشاعتہ الی یوم القیامۃ (آمین)۔

میری عمر اب انگریزی حساب سے 76 سال اور چاند کے حساب سے 78 سال ہو چکی ہے اور کمر کے درد، شوگر، کولیسٹرول اور ہائی بلڈ پریشر کے امراض اور عوارض کی وجہ سے اب میرے لئے اپنے قلم سے خود لکھنا بے حد مشکل اور دشوار ہے، میرے ایک مخلص محب اور ہونہار شاگرد جنہوں نے مجھ سے دورۂ حدیث پڑھا ہے مولانا وقار الحسن زید علمہ وحبہ ہیں، وہ لکھتے ہیں اور میں ان کو املاء کراتا ہوں۔ وہ صبح پونے چار بجے میرے پاس آجاتے ہیں اور ہم صبح ساڑھے چھ بجے تک کام کرتے ہیں، وہ چونکہ تخصص سال دوم میں پڑھ رہے ہیں، اس کے بعد ان کی تعلیمی مصروفیات ہوتی ہیں اور میری تدریسی مصروفیات ہوتی ہیں، پھر نماز ظہر کے بعد وہ میرے پاس آجاتے ہیں اور ظہر کے بعد سے لے کر عصر تک میرے ساتھ کام کرتے ہیں، وہ ماشاء اللہ بہت ذہین اور طباع ہیں اور میری ضرورت کے مطابق کتابوں سے حوالہ جات بھی تلاش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علم وفضل میں ترقی عطا فرمائے اور حدیث کی اس خدمت کی وجہ سے ان کو دنیا اور آخرت میں اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔

سید محسن اعجاز شاہ کے میرے ساتھ ظالمانہ رویہ اور استحصال کی بدترین مثال یہ ہے کہ انہوں نے نعمۃ الباری کا دوبارہ معاہدہ بونڈ پیپر پر لکھوایا اور اس میں Contract of Service (کنٹریکٹ آف سروس) کے ٹیکنکل الفاظ لکھے اور مجھے اس کا معنی اور مفہوم بالکل نہیں بتلایا اور یہ تو مجھے اب معلوم ہوا کہ اس اصطلاح کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے تحت مستقبل میں مصنف کے حقوق ساقط ہو جاتے ہیں۔ یہ میرے ساتھ انتہائی فراڈ اور فریب کاری ہے۔ انہوں نے اس کا معنی بتائے بغیر مجھ سے اس پر دستخط کرائے، سید محسن اعجاز شاہ نے تبیان القرآن کا بھی دوبارہ اسی طرح معاہدہ لکھوایا اور فریب دہی سے اس کا معنی اور مفہوم مجھے بتائے بغیر اس پر مجھ سے دستخط کرا لیے، اس لیے شرعاً یہ معاہدہ غیر مؤثر ہے، وہ دنیا میں تو ان کتابوں کی غیر شرعی اشاعت سے اپنا خزانہ بھر لیں گے لیکن ان شاء اللہ العزیز آخرت میں اس کے متعلق جواب دہ ہوں گے۔

سید محسن اعجاز شاہ کے اس بے رحمانہ رویہ اور شدید استحصال کے باوجود میں فرید بک اسٹال کے لئے کام کرتا رہا لیکن چھٹی جلد کی اشاعت میں انہوں نے جو غیر معمولی تاخیر کی تو اس سے میرا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور میں نے عزم مصمم کر لیا کہ اب میں آئندہ فرید بک اسٹال کے لئے کام نہیں کروں گا اور آٹھویں جلد اشاعت کے لئے ان کے حوالہ نہیں کروں گا۔

09، فروری، بہ روز جمعرات 2012ء علی الصبح سید محسن اعجاز شاہ میرے پاس تشریف لائے، انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے دروازہ کھولا اور انہیں عزت واحترام سے بٹھایا اور ان کی تواضع کی۔ اس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ میں آٹھویں جلد آپ کو نہیں دوں گا اور آپ نے اس سلسلہ میں پچاس ہزار روپے مفتی اسماعیل نورانی کو دیئے اور بعد ازاں پچیس ہزار روپے مجھے بھجوائے، وہ میرے ذمہ واجب الاداء ہیں اور اسی طرح میرے بھی آپ کے ذمے واجبات ہیں۔ یہ رقم ان کے عوض منہا ہو جائے گی، پھر بھی

میرے ذمے ان کی کوئی رقم باقی رہی تو میں فی الفور ادا کر دوں گا۔

پھر میں نے واشگاف الفاظ میں بتا دیا کہ آپ نے توضیح البیان، ذکر بالجہر، تذکرۃ المحدثین، مقالات سعیدی اور مقامِ ولایت ونبوت کی اشاعت پر بلا معاوضہ جو مجھ سے دائمی حقوق کا جبری معاہدہ لکھوایا تھا اور میری بیماری کے ایام میں میرا ہاتھ پکڑ کر بونڈ پیپر پر اپنے ہاتھ سے انگوٹھا لگوایا تھا، وہ اب غیر مؤثر ہے اور اگر اب آپ نے ان کتابوں کی اشاعت کی تو میں آپ کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔ پھر میں نے کہا کہ مارچ 1986ء سے لے کر 9 فروری 2012ء تک ہمارے درمیان جو اشاعتی تعلقات تھے وہ اب ختم ہو گئے ہیں، لیکن اسلام کی محبت اور دعا سلام کا تعلق باقی رہے گا اور جب بھی آپ مجھ سے سلام دعا کریں گے اور محبت آمیز بات کریں گے تو میں خوش دلی سے اس کا خیر مقدم کروں گا، اس پر سید محسن اعجاز شاہ نے کہا: جب کاروباری تعلق ختم ہو گیا تو پھر اب اسلامی سلام دعا کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ رخصت کے وقت جب میں نے ان سے معانقہ کرنا چاہا تو انہوں نے انکار کر دیا اور صرف بے دلی سے مصافحہ کر کے وہ میرے کمرے سے چلے گئے اور یوں ان کے بے رحمانہ اور سنگدلانہ طویل دور کا ڈراپ سین ہو گیا۔

اس دوران ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور کے مینجنگ ڈائریکٹر محترم جناب محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب زید حبہ ولطفہ سے میرا رابطہ ہوا۔ انہوں نے بہت پہلے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میں ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے لئے کوئی علمی کام کروں۔ چنانچہ میں نے ان کے ساتھ نعمۃ الباری کی بقیہ جلدوں کا معاہدہ کر لیا ہے۔ محترم محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب بہت خوش اخلاق، فیاض اور دل آویز شخص ہیں اور اپنے والد محترم پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ العزیز متوفی ۱۹۹۸ء کے حسن اخلاق کا مظہر ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی رفاقت اور محبت کو قائم و دائم رکھے، میں اب عمر کے آخری حصہ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ "نعمۃ الباری" کی بقیہ جلدوں کی میرے ہاتھوں تکمیل کرا دے اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے زیرِ انتظام اس کی شایانِ شان طریقہ سے اشاعت کرا دے، وما ذلک علی اللہ بعزیز، وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ اللّٰھم تقبل منی ھذہ الدعوات بجاہ النبی الکریم علیہ الف الف صلوات و تسلیم، آمین یا رب العالمین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

دار العلوم نعیمیہ، بلاک 15 فیڈرل بی ایریا، عقب ایوب منزل، کراچی

19-03-2012

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٦۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ

سورۃ الانعام کی تفسیر

سورۃ الانعام کا تعارف

امام ابن المنذر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سورۃ الانعام مکمل مکہ مکرمہ میں رات کو نازل ہوئی اور اس کے گرد ستر ہزار فرشتے تھے جو بلند آواز سے تسبیح پڑھ رہے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عطاء اور الکلبی سے روایت ہے کہ سورۃ الانعام مکہ میں نازل ہوئی ہے، سوا تین آیتوں کے، وہ مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) قُلْ تَعَالَوْا - تَتَّقُوْنَ تک (الانعام: ۱۵۳۔۱۵۱)۔ (۲) مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ (الانعام: ۹۱)۔ (۳) هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ (الانعام: ۱۴۱)۔

الکتاب الفائق میں عبدالحسن القیسی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پوری سورۃ الانعام پڑھی اور درمیان میں کوئی بات نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے کیونکہ یہ پوری سورت ایک ساتھ نازل ہوئی ہے اور اس کے ساتھ فرشتوں کی جماعت تھی جنہوں نے زمین اور آسمان کو بھر لیا تھا اور ان کی تسبیح سے زمین لرز رہی تھی۔

اس سورت میں ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) آیتیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ﴾ (الانعام: ۲۳) مَعْذِرَتُهُمْ ﴿مَعْرُوْشٰتٍ﴾ (الانعام: ۱۴۱) مَا يُعْرَشُ مِنَ الْكَرْمِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ ﴿حَمُوْلَةً﴾ (الانعام: ۱۴۲) مَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا ﴿وَّلَلَبَسْنَا﴾ (الانعام: ۹) لَشَبَّهْنَا ﴿وَيَنْئَوْنَ﴾ (الانعام: ۲۶) يَتَبَاعَدُوْنَ ﴿تُبْسَلَ﴾ (الانعام: ۷۰) تُفْضَحُ ﴿اُبْسِلُوْا﴾ (الانعام: ۷۰) أُفْضِحُوا ﴿بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ﴾ (الانعام: ۹۳) اَلْبَسْطُ الضَّرْبُ وَقَوْلُهُ ﴿اسْتَكْثَرْتُمْ﴾ (الانعام: ۱۲۸) ﴿مِّنَ الْاِنْسِ﴾ اَضْلَلْتُمْ كَثِيْرًا ﴿مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ﴾ (الانعام: ۱۳۶) جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِنْ ثَمَرَاتِهِمْ وَمَالِهِمْ نَصِيْبًا وَلِلشَّيْطَانِ وَالْاَوْثَانِ نَصِيْبًا ﴿اَكِنَّةً﴾ (الانعام: ۲۵) وَاحِدُهَا كِنَانٌ ﴿اَمَّا اشْتَمَلَتْ﴾ (الانعام: ۱۴۴، ۱۴۳) يَعْنِي هَلْ تَشْتَمِلُ إِلَّا عَلٰى ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى فَلِمَ تُحَرِّمُوْنَ بَعْضًا وَتُحِلُّوْنَ بَعْضًا ﴿مَّسْفُوْحًا﴾ (الانعام: ۱۴۵) مُهْرَاقًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ (الانعام: ۲۳) اس کا معنی ہے: پھر ان کا اور کوئی عذر نہ ہوگا۔ مَعْرُوْشٰتٍ (الانعام: ۱۴۱) اس کا معنی ہے: چھپر پر چڑھائی ہوئی انگور وغیرہ کی بیلیں۔ حَمُوْلَةً (الانعام: ۱۴۲) اس کا معنی ہے: جن جانوروں پر بوجھ لادا جائے۔ وَّلَلَبَسْنَا (الانعام: ۹) اس کا معنی ہے: ہم نے ان پر شبہ ڈال دیا۔ وَيَنْئَوْنَ (الانعام: ۲۶) اس کا معنی ہے: وہ دور ہو جاتے ہیں۔ تُبْسَلَ (الانعام: ۷۰) اس کا معنی ہے: وہ رسوا کیے جائیں گے۔ اُبْسِلُوْا (الانعام: ۷۰) اس کا معنی ہے: وہ رسوا کیے گئے۔ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ (الانعام: ۹۳) اس کا معنی ہے: مارنا۔ اسْتَكْثَرْتُمْ (الانعام: ۱۲۸) اس کا معنی ہے: یعنی تم نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا۔ ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ (الانعام: ۱۳۶) یعنی انہوں نے اپنے پھلوں اور مالوں میں سے اللہ کا ایک حصہ اور شیطان اور بتوں کا ایک حصہ قرار دیا۔ اَكِنَّةً (الانعام: ۲۵) اس کا واحد کنان

وَصَدَفَ (الانعام:۱۵۷) أَعْرَضَ أُبْلِسُوْا (الانعام:۴۴) أُوْيِسُوا وَ أُبْسِلُوْا (الانعام:۷۰) أُسْلِمُوا سَرْمَدًا (القصص:۷۱) دَائِمًا اسْتَهْوَتْهُ (الانعام:۷۱) أَضَلَّتْهُ تَمْتَرُونَ تَشُكُّونَ وَقْرٌ صَمَمٌ وَأَمَّا وِقْرًا (الانعام:۲۵) فَإِنَّهُ الْحِمْلُ أَسَاطِيْرُ (الانعام:۲۵) وَاحِدُهَا أُسْطُورَةٌ وَإِسْطَارَةٌ وَهِيَ التُّرَّهَاتُ بِالْبَأْسَاءِ (الانعام:۴۲) مِنَ الْبَأْسِ وَيَكُونُ مِنَ الْبُؤْسِ (الانعام:۴۷) جَهْرَةً (الانعام:۴۷) مُعَايَنَةً الصُّوَرِ (الانعام:۷۳) جَمَاعَةُ صُورَةٍ كَقَوْلِهِ سُورَةٌ وَسُوَرٌ مَلَكُوتَ (الانعام:۷۵) مُلْكٌ مِثْلُ رَهَبُوتٍ خَيْرٌ مِنْ رَحَمُوتٍ وَتَقُولُ تُرْهَبُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تُرْحَمَ جَنَّ (الانعام:۷۶) أَظْلَمَ تَعَلَّى (الانعام:۱۰۰) عَلَا إِنْ تَعْدِلْ (الانعام:۷۰) تُقْسِطْ لَا يُقْبَلْ مِنْهَا فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ يُقَالُ عَلَى اللهِ حُسْبَانُهُ أَيْ حِسَابُهُ وَيُقَالُ حُسْبَانًا (الانعام:۹۶) مَرَامِيَ وَ رُجُومًا لِلشَّيَاطِيْنِ (الملک:۵) مُسْتَقَرٌّ (الانعام:۹۸) فِي الصُّلْبِ وَمُسْتَوْدَعٌ (الانعام:۹۸) فِي الرَّحِمِ الْقِنْوُ (الانعام:۹۹) الْعِذْقُ وَالِاثْنَانِ قِنْوَانِ وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا قِنْوَانٌ مِثْلُ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ۔

ہے اور اس کا معنی ہے: پردہ۔ أَمَّا اشْتَمَلَتْ (الانعام:۱۴۳، ۱۴۴) یعنی کیا مادہ جانوروں کے پیٹ میں نر اور مادہ نہیں ہوتے تو پھر تم کیوں ایک کو حرام اور دوسرے کو حلال قرار دیتے ہو؟ مَسْفُوحًا (الانعام:۱۴۵) یعنی بہایا ہوا خون۔ وَصَدَفَ (الانعام:۱۵۷) اس کا معنی ہے: اعراض کیا۔ أُبْلِسُوْا (الانعام:۴۴) اس کا معنی ہے: وہ نا امید کیے گئے۔ أُبْسِلُوْا (الانعام:۷۰) اس کا معنی ہے: وہ غمگین اور نادم ہوئے۔ سَرْمَدًا (القصص:۷۱) اس کا معنی ہے: ہمیشہ۔ اسْتَهْوَتْهُ (الانعام:۷۱) یعنی گمراہ کیا۔ تَمْتَرُوْنَ (الانعام:۲) یعنی تم شک کرتے ہو۔ وَقْرًا (الانعام:۲۵) اس کا معنی ہے: ڈاٹ۔ (وِقْر) اس کا معنی ہے: بوجھ۔ أَسَاطِيْرُ (الانعام:۲۵) اس کا واحد أُسطورۃ اور إسطارۃ ہے اور یہ تُرَّهات ہیں۔ اس کا معنی ہے: کہانیاں اور لغو باتیں۔ بِالْبَأْسَاءِ (الانعام:۴۲) یہ بأس سے ماخوذ ہے اور بؤس سے بھی ہے، اس کا معنی خوف اور مایوسی ہے۔ جَهْرَةً (الانعام:۴۷) اس کا معنی ہے: کھلم کھلا۔ الصُّوَرِ (الانعام:۷۳) یہ صورۃ کی جمع ہے جیسے سُوْرَةٌ کی جمع سُوَرٌ ہے۔ مَلَكُوْتَ (الانعام:۷۵) اس کا معنی ہے: ملک یعنی سلطنت جیسے کہا جاتا ہے: رهبوت رحموت سے بہتر ہے اور تم یوں کہتے ہو کہ تمہیں ڈرایا جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم پر رحم کیا جائے۔ جَنَّ (الانعام:۷۶) یعنی رات کا اندھیرا اس پر چھا گیا۔ تَعَلَّى (الانعام:۱۰۰) اس کا معنی ہے: وہ بلند ہے۔ إِنْ تَعْدِلْ (الانعام:۷۰) اس کا معنی ہے کہ اگر وہ (نفس کافر) انصاف (یعنی توبہ) کرے گا تو قیامت کے دن اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ کہا جاتا ہے: علی الله حسبانه یعنی اس کا حساب الله پر ہے، اور کہا جاتا ہے: حُسْبَانًا (الانعام:۹۶) مَرَامِيَ (شیطان کو آگ کے گولے مارنے کی جگہیں) اور رُجُوْمًا لِلشَّيٰطِيْنِ (الملک:۵) (یعنی شیاطین کو آگ کے گولے مارنا) مُسْتَقَرٌّ (الانعام:۹۸) سے مراد ہے: وہ پشت میں ٹھہرا ہوا ہے اور مُسْتَوْدَعٌ (الانعام:۹۸) کا معنی ہے: وہ رحم میں رکھا ہوا ہے۔ الْقِنْوُ (الانعام:۹۹) اس کا معنی ہے: خوشہ۔ اس کا تثنیہ بھی قنوان ہے اور جمع بھی قنوان ہے جیسے صِنْوٌ اور صنوانٌ۔

Marfat.com

تعلیقات مذکورہ کی شرح

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ مَعْذِرَتُهُمْ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر ان کا اور کوئی عذر نہ ہوگا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ (الانعام: ۲۳۔۲۲)

اور جس دن ہم سب کو جمع کریں گے، پھر مشرکین سے کہیں گے: تمہارے (وہ) شرکاء کہاں ہیں جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے؟O پھر وہ صرف یہی عذر کرسکیں گے کہ کہیں: اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے! ہم شرک کرنے والے نہ تھے O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

مَعْرُوْشَاتٍ مَايُعْرَشُ مِنَ الْكَرْمِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ۔ مَعْرُوْشٰتٍ اس کا معنی ہے: چھپر پر جو انگور وغیرہ کی بیل چڑھائی جاتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ۔ (الانعام: ۱۴۱) اور وہی ہے جس نے بیلوں والے باغ پیدا کیے اور جس نے درختوں والے باغ پیدا کیے۔

علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ معروشات سے مراد ہے: جن کو لوگ چھپروں پر بیلیں چڑھالیتے ہیں اور غیر معروشات سے مراد وہ ہے جو میدانوں میں اور پہاڑوں میں پھلوں کے درخت ہوتے ہیں۔

حَمُوْلَةً مَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا۔ حَمُوْلَةً کا معنی ہے: جن جانوروں پر بوجھ لادا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا۔ (الانعام: ۱۴۲) اور اس نے بعض (قد آور) مویشی پیدا کیے جو بوجھ اٹھانے والے ہیں اور بعض زمین سے لگے ہوئے (کوتاہ قد) مویشی پیدا کیے۔

علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ الحمولة سے مراد ہیں: اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے اور ہر وہ جانور جس پر سامان لادا جائے اور فرش سے مراد ہیں: بکریاں۔

وَلَلَبَسْنَا لَشَبَّهْنَا۔ اور لَلَبَسْنَا کا معنی ہے: ہم نے ان پر مشتبہ کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾ (الانعام: ۹) اور ان پر وہی اشتباہ ڈال دیتے جو اشتباہ وہ اب کر رہے ہیں O

اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

يَنْاَوْنَ يَتَبَاعَدُوْنَ۔ وَيَنْـَٔوْنَ کا معنی ہے: وہ دور ہوتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ۔ (الانعام: ۲۶) اور وہ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس کا معنی ہے: کفار مکہ لوگوں کو حق کی پیروی سے منع کرتے ہیں اور (خود بھی) اس

Marfat.com

سے دور ہوتے ہیں۔

تُبْسَلُ تُفْضَحُ أُبْسِلُوْا أُفْضِحُوا۔ تُبْسَلَ (الانعام: ۷۰) کا معنی ہے: وہ رسوا کیے جائیں گے اور أُبْسِلُوْا (الانعام: ۷۰) کا معنی ہے: وہ رسوا کیے گئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے دو آیتوں کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ۔ اور اس (قرآن) کے ساتھ ان کو نصیحت کرتے رہو کہیں یہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے رسوائی میں بتلانہ ہو جائیں۔ (الانعام: ۷۰)

یعنی لوگوں کو قرآن مجید سے نصیحت کرتے رہیے اور ان کو قیامت کے دن کے دردناک عذاب سے ڈرائیے کہ کہیں وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے رسوانہ ہو جائیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا۔ (الانعام: ۷۰) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے رسوائی میں بتلا کیے گئے۔

بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ الْبَسْطُ الضَّرْبُ۔ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ (الانعام: ۹۳) اس کا معنی ہے: مارنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ اور (اے مخاطب!) کاش! تو وہ منظر دیکھے جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں بتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے): نکالو اپنی جانوں کو۔ (الانعام: ۹۳)

بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ کی ایک تفسیر ہے: مارنا اور دوسری تفسیر ہے: ان کو عذاب دینا اور تیسری تفسیر ہے: موت کے وقت ان کے جسموں سے ان کی روحوں کو کھینچ کر نکالنا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عذاب قیامت کے دن ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عذاب دوزخ میں ہوگا۔

وَقَوْلُهٗ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ أَضْلَلْتُمْ كَثِيْرًا۔ اسْتَكْثَرْتُمْ (الانعام: ۱۲۸) یعنی تم نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ۔ (اور فرمائے گا): اے جنات کی جماعت! تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا۔ (الانعام: ۱۲۸)

علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا۔

مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِنْ ثَمَرَاتِهِمْ وَمَالِهِمْ نَصِيْبًا وَلِلشَّيْطَانِ وَالْاَوْثَانِ نَصِيْبًا۔ ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ (الانعام: ۱۳۶) یعنی انہوں نے اپنے پھلوں اور مالوں میں سے اللہ کا ایک حصہ اور شیطان اور بتوں کا ایک حصہ قرار دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا۔ (الانعام: ۱۳۶) اور انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ کے لئے مقرر کر لیا اور بزعم خویش یہ کہا کہ یہ اللہ کے لئے اور یہ ہمارے شرکاء کے لئے ہے۔

Marfat.com

امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

أَكِنَّةً وَاحِدُهَا كِنَانٌ۔ أَكِنَّةً (الانعام:۲۵) اس کا واحد ہے: کنان اور اس کا معنی ہے: پردہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا۔ (الانعام:۲۵) اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تا کہ وہ آپ کی باتیں سمجھ نہ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی ہے۔

یعنی ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تا کہ وہ قرآن کو سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں ڈاٹ لگا دی ہے تا کہ وہ قرآن کو سن نہ سکیں۔

أَمَّا اشْتَمَلَتْ يَعْنِي هَلْ تَشْتَمِلُ إِلَّا عَلٰى ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى فَلِمَ تُحَرِّمُوْنَ بَعْضًا وَتُحِلُّوْنَ بَعْضًا۔ اَمَّا اشْتَمَلَتْ (الانعام: ۱۴۴۔ ۱۴۳) یعنی کیا مادہ جانوروں کے پیٹ میں نر اور مادہ نہیں ہوتے تو پھر تم کیوں ایک کو حرام اور دوسرے کو حلال قرار دیتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ آپ کہیے: کیا اس نے دو نر حرام کئے یا دو مادہ حرام کیں یا وہ جسے دونوں مادہ اپنے پیٹوں میں لئے ہوئے ہیں، مجھے علمی دلیل سے خبر دو اگر تم سچے ہو O (الانعام:۱۴۳)

مشرکین اونٹوں کی بعض اجناس کو مردوں اور عورتوں دونوں پر حرام قرار دیتے تھے اور اونٹوں کی بعض اجناس کو صرف عورتوں پر حرام قرار دیتے تھے نہ کہ مردوں پر، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا رد فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح حرام قرار دیا ہے یا تم اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو۔

مَسْفُوْحًا مُهْرَاقًا۔ مَّسْفُوْحًا (الانعام:۱۴۵) یعنی بہایا ہوا خون۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا۔ آپ کہیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے، میں اس میں کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو یا بہا ہوا خون ہو۔ (انعام:۱۴۵)

امام بخاری نے مَسْفُوْحًا کی تفسیر مُهْرَاقًا کے ساتھ کی ہے یعنی بہایا ہوا۔ العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی تفسیر کی روایت کی ہے۔

صَدَفَ أَعْرَضَ۔ وَصَدَفَ (الانعام:۱۵۷) اس کا معنی ہے: اعراض کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا۔ تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے، اور ان سے اعراض کرے۔ (الانعام:۱۵۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض کیا ہے اور السدی نے کہا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل کرنے سے اعراض کیا اور لوگوں کو ان آیات پر ایمان لانے سے روکا۔

Marfat.com

أُبۡلِسُوا أُويِسُوا۔ أُبۡلِسُوۡا (الانعام:۴۴) اس کا معنی ہے: وہ ناامید کیے گئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَىۡءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوۡا بِمَاۤ اُوۡتُوۡۤا اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ ۝ (الانعام:۴۴)

پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جوان کو کی گئی تھی، تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے، حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر اترانے لگے جوان کو دی گئی تھیں تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ ناامید ہو کر رہ گئے O

امام ابوعبیدہ نے بھی اَلۡمُبۡلِسِيۡنَ کی تفسیر میں کہا ہے: جو غمزدہ اور نادم ہوں اور اَلفَرَّاء نے کہا ہے: اَلۡمُبۡلِس وہ شخص ہوتا ہے جس کی امید منقطع ہو چکی ہو۔

وَ أُبۡسِلُوا أُسۡلِمُوا۔ أُبۡسِلُوۡا (الانعام:۷۰) وہ غمگین اور نادم ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اُبۡسِلُوۡا بِمَا كَسَبُوۡا (الانعام:۷۰) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے رسوائی میں مبتلا کیے گئے۔

اس آیت کی تفسیر بھی حسب سابق ہے۔

سَرۡمَدًا دَائِمًا۔ سَرۡمَدًا (القصص:۷۱) اس کا معنی ہے: ہمیشہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمُ الَّيۡلَ سَرۡمَدًا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ يَاۡتِيۡكُمۡ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسۡمَعُوۡنَ ۝ (القصص:۷۱)

فرمایئے: بتاؤ اگر اللہ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک رات کر دے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمہارے پاس (دن کی) روشنی لے آئے۔ تو کیا تم نہیں سنتے O

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ سورۃ الانعام کی تفسیر میں اس آیت کو لکھنے کی کوئی مناسبت نہیں۔

اسۡتَهۡوَتۡهُ أَضَلَّتۡهُ۔ اسۡتَهۡوَتۡهُ (الانعام:۷۱) یعنی گمراہ کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلۡ اَنَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعۡقَابِنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدٰٮنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسۡتَهۡوَتۡهُ الشَّيٰطِيۡنُ فِى الۡاَرۡضِ حَيۡرَانَ۔ (الانعام:۷۱)

آپ کہیے: کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کریں جو ہم کو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اور ہم اللہ کے ہدایت دینے کے بعد الٹے پاؤں لوٹا دیئے جائیں! اس شخص کی طرح جس کو جنات نے جنگل میں بھٹکا دیا ہو اور وہ اس حال میں حیران اور پریشان پھر رہا ہو۔

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جس کو جنات نے گمراہ کر دیا ہو۔

تَمۡتَرُوۡنَ تَشُكُّوۡنَ۔ تَمۡتَرُوۡنَ (الانعام:۲) یعنی تم شک کرتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ طِيۡنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا، پھر مدت (حیات) مقرر

Marfat.com

مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ (الانعام:۲) فرمادی، اور قیامت کا معین وقت اللہ ہی کے پاس ہے، پھر تم لوگ شک کرتے ہو O

السدی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ تَمْتَرُوْنَ کا معنی ہے: تم اس آیت میں شک کرتے ہو۔

وَقْرٌ صَمَمٌ وَأَمَّا الْوِقْرُ فَإِنَّهُ الْحِمْلُ۔ وَقْرًا (الانعام:۲۵) اس کا معنی ہے: ڈاٹ یا گرانی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا۔ (الانعام:۲۵) اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے۔

اس آیت کی تفسیر حسب سابق ہے۔

وِقْرٌ اس کا معنی ہے: بوجھ۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ اَلْوَقْر اور اَلْوِقْر کا فرق ظاہر ہو جائے۔ وَقْر کا معنی ڈاٹ ہے اور وِقْر کا معنی بوجھ ہے۔

أَسَاطِيرُ وَاحِدُهَا أُسْطُورَةٌ وَإِسْطَارَةٌ وَهِيَ التُّرَّهَاتُ۔ اَسَاطِیْرُ (الانعام:۲۵) اس کا واحد اُسْطُوْرَةٌ اور اِسْطَارَةٌ ہے، اس کا معنی ہے: کہانیاں اور لغو باتیں اور یہ تُرہات ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ (الانعام:۲۵) حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس بحث کرتے ہوئے آئیں گے تو کہیں گے: یہ قرآن تو محض پہلے لوگوں کا قصہ کہانی ہے O

اَسَاطِیْرُ کا معنی ہے: باطل باتیں۔ ابوزید نے کہا: تُرَّهَاتٌ، تُرَّهَةٌ کی جمع ہے۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ تُرَّهَات کا معنی ہے: وہ چھوٹے راستے جو کسی بڑی شارع کی طرف نکلتے ہوں اور یہ باطل باتوں سے کنایہ ہے۔ الاصمعی نے کہا ہے کہ تُرَّهَات اصل میں فارسی لفظ ہے جس کو عربی بنالیا گیا ہے۔

الْبَأْسَاءُ مِنَ الْبَأْسِ وَيَكُونُ مِنَ الْبُؤْسِ۔ بِالْبَاْسَآءِ (الانعام:۴۲) یہ بَأس سے ماخوذ ہے اور بُؤس سے بھی ہے، اس کا معنی خوف اور مایوسی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ ۝ (الانعام:۴۲) اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر ہم نے ان کو خوف اور مایوسی میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ گڑگڑا کر دعا کریں O

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جائز ہے کہ اَلْبَأْسَاءُ، اَلْبَأْس سے ماخوذ ہو، جس کا معنی شدت ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ اَلْبُؤْس سے ماخوذ ہو جس کا معنی ضرر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی فقر اور بدحالی ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اَلْبَأْس کا معنی قتال ہے۔

جَهْرَةً مُعَايَنَةً۔ جَهْرَةً (الانعام:۴۷) اس کا معنی ہے: کھلم کھلا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (الانعام:۴۷) آپ کہیے! یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اچانک یا کھلم کھلا اللہ کا عذاب آ جائے تو ظالم لوگوں کے سوا اور کون ہلاک کئے جائیں گے O

بَغْتَةً کا معنی ہے: اچانک اور جَهْرَةً کا معنی ہے: مشاہدہ، امام ابوعبیدہ نے اسی طرح تفسیر کی ہے۔

اَلصُّوْرُ جَمَاعَةُ صُوْرَةٍ كَقَوْلِهٖ سُوْرَةٌ وَّسُوَرٌ۔ اَلصُّوْرِ (الانعام:۷۳) یہ صُوْرَةٌ کی جمع ہے جیسے سُوْرَةٌ کی جمع سُوَرٌ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ لَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ (الانعام:۷۳) اور اس کی حکومت ہوگی جس دن صور پھونکا جائے گا، وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہی نہایت حکمت والا، بہت خبر رکھنے والا ہے O

امام بخاری نے کہا ہے کہ صور، صورۃ کی جمع ہے۔ امام ابن جریر نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے لیکن یہ تفسیر صحیح نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ صُور سے مراد وہ سینگ ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے۔ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے پوچھا: یارسول اللہ! صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی اور یہ واحد لفظ ہے، اسم جمع نہیں۔

مَلَكُوْتٌ مُلْكٌ مِثْلُ رَهَبُوْتٍ خَيْرٌ مِنْ رَحَمُوْتٍ وَتَقُوْلُ تُرْهَبُ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تُرْحَمَ۔ مَلَكُوْتَ (الانعام:۷۵) اس کا معنی ہے: ملک یعنی سلطنت، جیسے کہا جاتا ہے: رَهَبُوْت، رَحَمُوْت سے بہتر ہے اور تم کہتے ہو کہ تمہیں ڈرایا جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم پر رحم کیا جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ○ (الانعام:۷۵) اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت دکھائی اور اس لئے کہ وہ (کامل) یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں O

الجوہری نے کہا ہے کہ الملکوت، ملک سے ماخوذ ہے جیسے رَھبوت، اَلرُّھبۃ سے ماخوذ ہے اور ان دونوں لفظوں میں واؤ اور تاء دونوں زائد ہیں۔ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ کا معنی ہے کہ ہر چیز اس کی ملک میں ہے اور وہ ہر چیز کا مالک ہے اور وہ ہر چیز میں جس طرح چاہے تصرف کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ملکوت کا معنی ہے: عالم الغیب، جس طرح ملک کا معنی ہے: عالم الشہادۃ۔ امام بخاری نے جو کہا کہ رَھبوت، رَحموت سے بہتر ہے اور تم کو ڈرایا جائے، وہ تم پر رحم کئے جانے سے بہتر ہے، یہ بہت کمزور تاویل ہے۔

جَنَّ اَظْلَمَ۔ جَنَّ (الانعام:۷۶) یعنی رات کا اندھیرا اس پر چھا گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا۔ (الانعام:۷۶) پھر جب ان پر رات کا اندھیرا چھا گیا تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔

یہ ابوعبیدہ کی تفسیر کے مطابق ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ جَنَّ کا معنی ہے: ڈھانپ لیا اور اندھیرا کر دیا۔

تَعَالٰى عَلَا۔ تَعٰلٰى (الانعام:۱۰۰) اس کا معنی ہے: وہ بلند ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۝ (الانعام:۱۰۰) اور وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ بیان کرتے ہیں O

نسفی نے اس کی تفسیر کی ہے: ظالم اور جاہل لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لئے شرکاء قرار دیتے ہیں اور اس کے لئے اولاد بناتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام اوصاف سے بہت بلند اور برتر ہے۔

وَإِنْ تَعْدِلْ تُقْسِطْ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ۔ اِنْ تَعْدِلْ (الانعام:۷۰) اس کا معنی ہے کہ اگر وہ (نفس کافر) انصاف کرے (یعنی توبہ کرے) تو قیامت کے دن اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا۔ (الانعام:۷۰) اور اگر وہ ہر قسم کا فدیہ دے تو اس سے نہیں لیا جائے گا۔

امام بخاری نے تَعْدِلْ کا معنی انصاف کیا ہے اور اس کی ضمیر نفس کافر کی طرف لوٹائی ہے یعنی اگر قیامت کے دن کافر انصاف کرے (اور انصاف سے مراد توبہ ہے) تو اس کا یہ عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔ امام ابو عبیدہ نے عدل کی تفسیر توبہ سے کی ہے، یعنی قیامت کے دن توبہ قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ توبہ تو زندگی میں نفع دیتی ہے موت کے بعد نہیں۔

يُقَالُ عَلَى اللّٰهِ حُسْبَانُهٗ أَيْ حِسَابُهٗ وَيُقَالُ حُسْبَانًا۔ علی اللہ حسبانہ یعنی اس کا حساب اللہ پر ہے اور کہا جاتا ہے: حُسْبَانًا (الانعام:۹۶)

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا۔ (انعام:۹۶) وہ رات کو چاک کر کے صبح نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام کے لئے بنایا اور سورج اور چاند کو ایک حساب سے چلایا۔

حُسْبان حساب کی جمع ہے اور تفسیر میں ہے کہ سورج اور چاند حساب سے چلتے ہیں اور ان میں کوئی تغیر اور اضطراب نہیں ہے۔

مَرَامٍ وَ رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ۔ مَرَامٍ: شیطان کو آگ کے گولے مارنے کی جگہ۔ رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ (الملک:۵) یعنی شیطان کو آگ کے گولے مارنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے سورۃ الملک:۵ کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس کی تفسیر کتاب بدء الخلق میں گزر چکی ہے۔

مُسْتَقِرٌّ فِي الصُّلْبِ وَمُسْتَوْدَعٌ فِي الرَّحِمِ۔ (مُسْتَقَرٌّ) فی الصلب (الانعام:۹۸) یعنی وہ پشت میں ٹھہرا ہوا ہے، (مُسْتَوْدَعٌ) فی الرحم یعنی وہ رحم میں رکھا ہوا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ۔ (الانعام:۹۸) وہی ہے جس نے تم (سب) کو ایک نفس سے پیدا کیا، پھر ہر ایک کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور اس کی سپردگی کی جگہ ہے۔

امام بخاری نے مستقر کی تفسیر کی ہے: فی الصلب یعنی وہ نطفہ پشت میں رکھا ہوا ہے اور مُسْتَوْدَعٌ کی تفسیر کی ہے: فی الرحم یعنی وہ نطفہ رحم میں ہے۔ یہ تفسیر حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور مجاہد، عطاء، نخعی، ضحاک اور قتادہ کے قول کے

Marfat.com

مطابق ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ مستقر کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے اور مُسْتَوْدَعٌ کا تعلق اس کی موت کے وقت کے ساتھ ہے۔ اور امام طبرانی کی حدیث میں ہے کہ مستقر کا تعلق رحم کے ساتھ ہے اور مستودع کا تعلق زمین کے ساتھ ہے۔

اَلْقِنْوُ الْعِذْقُ وَالِاثْنَانِ قِنْوَانِ وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا قِنْوَانٌ مِثْلُ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ۔

اَلْقِنْوُ (الانعام:۹۹) اس کا معنی ہے: خوشہ، اس کا تثنیہ بھی قنوان ہے اور جمع بھی قنوان ہے، جیسے صِنْوٌ اور صِنْوَانٌ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ۔ (الانعام:۹۹) اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کیے۔

اَلْقِنْوُ واحد ہے اور اس کا تثنیہ اور جمع قنوان ہے اور ان دونوں میں فرق اس طرح ہے کہ تثنیہ میں ہر حال میں نون پر زیر ہوگی اور جو قنوان جمع ہے اس میں نون پر اعراب بہ اعتبار عوامل ہوگا مثلاً جاءَنی قِنْوَانٌ میرے پاس ایک خوشہ آیا اور رَأَیْتُ قِنْوَانًا، میں نے ایک خوشہ دیکھا اور مَرَرْتُ بِقِنْوَانٍ، میں ایک خوشہ کے پاس سے گزرا۔

نوٹ: ان تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۰۲-۲۹۵ سے لی گئی ہے۔

۱۔ بَابٌ: وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ (الانعام:۵۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، اس کے سوا (از خود) ان کو کوئی نہیں جانتا (الانعام:۵۹) کی تفسیر

غیب کی تعریف

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: جس چیز کا حواس (خمسہ) سے ادراک نہ کیا جا سکے اور نہ اس کو ابتداءً عقل سے معلوم کیا جا سکے، وہ غیب ہے۔ اس کا علم صرف انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے سے ہوتا ہے۔ (المفردات ص ۳۶۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ، ایران، ۱۳۴۲ھ)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں: جو چیز تم سے غائب ہو، وہ غیب ہے۔ ابو اسحاق زجاج نے ''يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ'' کی تفسیر میں کہا ہے: جو چیز متقین سے غائب تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کی خبر دی، وہ غیب ہے، جیسے مرنے کے بعد اٹھنا، جنت، دوزخ اور ہر وہ چیز جو ان سے غائب تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کی خبر دی، وہ غیب ہے۔ (تاج العروس ج ۱ ص ۴۱۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ)

الانعام:۵۹ میں مذکور مَفَاتِحُ الْغَيْبِ کی لفظی اور معنوی تحقیق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اَلْمَفَاتِحُ، اَلْمَفْتَحُ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: المفتاح یعنی چابی یا کنجی اور اس کا معنی یہ ہے کہ علم غیب تک پہنچنے کا ذریعہ اسی کے پاس ہے۔ السدی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے، خزائن الغیب (تفسیر طبری ج ۵ ص ۲۱۰) اور مقاتل نے کہا ہے کہ عذاب کے غیب کا علم کہ وہ عذاب تم پر کب نازل ہوگا (تفسیر بغوی ج ۳ ص ۱۵۰) اور دوسروں نے کہا ہے: اس سے مراد ہے جو چیزیں ابن آدم سے غائب ہیں مثلاً زمین کے خزانے اور رزق اور بارش اور ثواب اور بعض علماء نے کہا: اس سے مراد شقاوت اور سعادت ہے یعنی بدبختی اور نیک بختی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ ہی کو علم ہے کہ بارش کب اور کیسے نازل ہوگی۔ ایک اور قول یہ ہے کہ اس سے مراد اعمال کا خاتمہ ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا از خود کوئی نہیں جانتا کہ بندے کا کس عمل پر خاتمہ ہوگا۔

اور جب کہ چابیوں سے مُقفّل خزانے کو کھولا جاتا ہے تو جس کو چابیوں کا علم ہوگا وہ غیب کے ان خزانوں کو کھول سکے گا اور ان چابیوں کا اللہ عزوجل ہی کو علم ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۲۸۔۳۲۷، وزارۃ الاوقاف ،قطر ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا ہے کہ مَفَاتِحُ مِفتَحٌ کی جمع ہے جس سے کسی چیز کو کھولا جاتا ہے۔ اسم آلہ میں یہ لغت بہت کم مستعمل ہے اور مشہور یہ ہے کہ مفتاح کی جمع مفاتیح ہے۔ اور امام طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے سوا مفاتح الغیب کے۔(فتح الباری ج ۵ ص ۵۸۲، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ غیب کے لئے چابیاں بطور استعارہ ہیں کیونکہ چابیوں سے ان بند خزانوں کو کھولا جاتا ہے جن میں قفل لگا ہوا ہو اور جس کو ان چابیوں کا علم ہوگا اور یہ پتا ہوگا کہ ان چابیوں سے قفل کو کیسے کھولا جاتا ہے تو وہ غیب کے خزانوں سے علم حاصل کرلے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ مُغیبات کا علم صرف اسی کو ہے اور کوئی ان مُغیبات کا علم حاصل نہیں کر سکتا جیسے جس شخص کے پاس خزانوں کی چابیاں ہوں اور اس کو قفل کھولنے کا طریقہ معلوم ہو تو وہی ان بند خزانوں کو کھول سکتا ہے اور کوئی نہیں کھول سکتا۔(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

مفاتح الغیب کی تفسیر میں علامہ ابن الملقن، علامہ ابن حجر اور علامہ عینی پر مصنف کا تعاقب

ان شارحین نے مطلق علم غیب کا حصر اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ میں کیا ہے، حالانکہ غیب کے علم کی دو قسمیں ہیں: ذاتی اور عطائی۔ اگر مطلق علم غیب کا اللہ کی ذات میں حصر کیا جائے تو اس کا معنی ہوگا: علم غیب خواہ ذاتی ہو یا عطائی وہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے مقبول بندوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو تو کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے، سو ان علماء اور مفسرین کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ ذاتی علم غیب صرف اللہ عزوجل ہی کے پاس ہے اور وہی از خود ہر غیب کو جاننے والا ہے، وہ غیب کو جاننے میں کسی سبب، کسی ذریعہ اور کسی کی تعلیم کا محتاج نہیں ہے، ہاں! تمام مخلوق غیب کو جاننے میں اس کی طرف محتاج ہے۔

مقبول بندوں کو علم غیب عطا کرنے میں محققین علماء کی تصریحات

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

ان مغیبات کے علم کو جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کو علم عطا فرمائے یا جس کو چاہے ان مغیبات میں سے کسی ایک چیز کا علم عطا فرمائے، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔(الجن: ۲۷۔۲۶)	وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے، سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مکمل مطلع نہیں فرماتا ماسوا انکے جن کو اس نے پسند فرمالیا ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اس کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں: سو جس شخص نے ان پانچ مغیبات میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کے بغیر کسی چیز کے علم کا دعویٰ کیا تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔(المفہم ج ۱ ص ۱۵۶، دار ابن کثیر، بیروت ۱۴۲۰ھ)

Marfat.com

علامہ قرطبی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مغیبات خمسہ میں سے جتنا اس نے چاہا، آپ کو علم عطا فرمایا ہے اور آپ کے واسطے سے دوسرے مقبول بندوں کو ان پانچ مغیبات میں سے جتنا اس نے چاہا ان کو اتنا علم عطا فرمایا ہے۔ علامہ قرطبی کی اس عبارت کو علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدر الدین عینی، ملا علی قاری اور دیوبندیوں کے عالم شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی اپنی اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔ ان کے حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ مصر ۱۳۴۸ھ، مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان ۱۳۹۰ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۲، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز، کراچی)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا علم بھی دیا گیا ہے اور وقت وقوع قیامت اور روح کا علم بھی دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ (شرح الصدور ص ۳۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ سورۂ لقمان کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجن: ۲۶ میں فرمایا ہے: وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے، سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مکمل مطلع نہیں فرماتا O ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرما لیا ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لوگوں کو خبر دیتے ہیں کہ وہ کیا کھاتے ہیں اور کیا گھر میں رکھتے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام لوگوں کو خواب کی تعبیر بیان کرتے تھے۔ ان کے علاوہ جو معجزات اور کرامات ظاہر ہیں، اس کا ثبوت سورۃ الجن کی اس آیت سے ہے کیونکہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو بعض غیب پر مطلع فرماتا ہے اور ولی اس کے رسول کے تابع ہیں اور ولی رسول علیہ السلام سے اکتساب فیض کرتا ہے اور رسول اور ولی کے علم میں فرق یہ ہے کہ رسول ان غیوب کے علم پر وحی کی اقسام سے مطلع ہوتا ہے اور ولی ان غیوب پر خواب کے ذریعے یا الہام سے مطلع ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۰۷، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۴۶۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ ﴿إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (لقمان: ۳۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیب کی پانچ چابیاں ہیں، بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہی بارش نازل فرماتا ہے اور وہی جانتا ہے ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے اور کوئی شخص از خود نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص از خود جانتا ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ بے حد جاننے والا، بہت زیادہ خبر رکھنے والا ہے O (لقمان: ۳۴)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۳۹ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۲۔ بَابٌ: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ (الانعام:۶۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے۔ (الانعام:۶۵) کی تفسیر

يَلْبِسَكُمْ (الانعام:۶۵) یہ التباس سے ماخوذ ہے، يَلْبِسُوٓا (الانعام:۸۲) اس کا معنی ہے: وہ خلط ملط ہو گئے اور شِيَعًا (الانعام:۶۵) مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

۴۶۲۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ (الانعام:۶۵) قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَعُوذُ بِوَجْهِكَ قَالَ ﴿أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ﴾ (الانعام:۶۵) قَالَ أَعُوذُ بِوَجْهِكَ ﴿أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ﴾ (الانعام:۶۵) قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم هٰذَا أَهْوَنُ أَوْ هٰذَا أَيْسَرُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: آپ کہیے کہ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے (الانعام:۶۵) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: میں تیری ذات کی پناہ میں آتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے (الانعام:۶۵) تو آپ نے دعا کی: میں تیری ذات کی پناہ میں آتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کردے اور تمہارے بعضوں کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھادے۔ (الانعام:۶۵) تو آپ نے فرمایا یہ بہت ہلکا ہے یا آپ نے فرمایا: یہ بہت آسان ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۲۵۱۶ میں گزر چکی ہے۔

اس امت کا آپس کی لڑائیوں میں مبتلا ہونا ان کے گناہوں کا کفارہ ہے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

تمہارے اوپر سے: جیسے آسمان سے پتھر برسائے مثلاً قوم لوط پر یا جیسے ابرہہ کے لشکر پر ابابیلوں نے کنکریاں برسائیں۔ تمہارے پاؤں کے نیچے سے: اس کا معنی ہے: زمین میں دھنسا دینا جیسے قارون کو زمین میں دھنسا دیا یا آل فرعون کو سمندر میں غرق کر دیا یا قوم نوح کو غرق کرنے کے لئے موسلا دھار بارش نازل کی، دوسری تفسیر یہ ہے کہ ''تمہارے اوپر سے'' کا معنی یہ ہے کہ تمہارے اکابر اور تمہارے سلاطین سے اور ''تمہارے پاؤں کے نیچے سے'' کا معنی ہے: جو لوگ تمہارے نیچے اور تمہارے غلام ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمہارے اوپر سے، کا معنی ہے: بارش کو روک لینا اور تمہارے پیروں کے نیچے سے، کا معنی ہے: زمین کی پیداوار کو روک لینا۔ اس تفسیر کو امام طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (تفسیر طبری ج ۵ ص ۲۳۹)

اور تمہارے بعضوں کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھادے: اس کا معنی ہے: فتنے اور اختلاف، یہ مجاہد کی تفسیر ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۹۰)

یہ بہت ہلکا ہے یا بہت آسان ہے: یعنی جو فتنے مخلوق کے درمیان واقع ہوں گے، ان کا عذاب اللہ کے عذاب سے بہت ہلکا ہے اور یہ امت فتنوں میں مبتلا ہوئی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ آپ کی امت کے اوپر کوئی ایسا دشمن

Marfat.com

غالب نہ ہو جو آپ کی امت کا غیر ہو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کو عطا کر دیا، اور دوسری دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ بھی آپ کو عطا کر دیا، اور جب یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے روک دیا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ جب آپ کی امت آپس کی لڑائیوں میں مبتلا ہو گی تو اس سے ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۳۱۔۳۳۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۰ھ)

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس باب کی حدیث کے موافق متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(۱) امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری امت سے چار چیزیں اٹھا لے تو اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں اٹھا لیں اور دو چیزوں کے اٹھانے سے انکار کر دیا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان سے پتھروں کے برسنے کو اٹھا لے اور ان سے زمین میں دھنسائے جانے کے عذاب کو اٹھا لے اور یہ دعا کی کہ وہ مختلف فرقوں میں مبتلا نہ ہوں اور امت کے بعض افراد کو دوسرے بعض افراد کی لڑائی سے مزہ نہ چکھائے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے زمین میں دھنسنے کو اور پتھر برسنے کو اٹھا لیا اور دوسرے دو عذابوں کو اٹھانے سے انکار فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تمہارے اوپر سے یا تمہارے نیچے سے، اس کی نظیر درج ذیل آیت میں ہے:

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا۔ (الاسراء: ۶۸) کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ وہ تمہیں خشکی کے کسی کنارے میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسا دے۔

(۲) امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ العبدی نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ چند قبائل کو زمین میں دھنسا نہ دیا جائے۔

(۳) امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے آخر میں زمین میں دھنسنا ہو گا اور مسخ ہو گا اور آسمان سے پتھروں کا برسنا ہو گا۔

(۴) امام احمد نے، امام ابن ماجہ نے، امام بزار نے اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کی ہے لیکن ان کی اسانید پر جرح ہے، البتہ ان اسانید کا تعدد اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے۔

(۵) امام مسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے میرے لیے زمین کے مشارق اور مغارب کو لپیٹ دیا اور جہاں تک ان کو لپیٹا ہے میری امت وہاں تک پہنچے گی اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میری امت کو عام قحط سے ہلاک نہ کرنا اور یہ کہ میری امت پر ان کے غیر کو مسلط نہ کرنا اور یہ کہ میری امت کو مختلف فرقوں میں تقسیم نہ کرنا اور میری امت کو ایک دوسرے کی لڑائی کا مزہ نہ چکھانا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! جب میں کوئی فیصلہ کر لوں تو وہ مسترد نہیں کیا جاتا اور میں نے آپ کی امت کو یہ عطا کر دیا ہے کہ ان کو عام قحط سے ہلاک نہیں کروں گا اور ان کے اوپر ان کے غیر کو مسلط نہیں کروں گا حتیٰ کہ وہ خود ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور امام طبری نے سند صحیح کے ساتھ حضرت شداد سے یہ روایت کی ہے کہ بعض مومنوں کے اوپر ان کے دشمن کافر کو مسلط کیا گیا ہے لیکن یہ بطریق عموم نہیں تھا، اسی طرح بعض مسلمانوں کو زمین میں دھنسایا گیا اور بعض پر پتھر برسائے گئے لیکن یہ بھی بطریق عموم نہیں تھا اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان پر بطریق عموم پتھر نہیں برسائے جائیں گے یا پوری امت کو زمین میں دھنسایا نہیں جائے گا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۸۴۔۵۸۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

٣۔ بَابٌ: وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ۔ (الانعام:٨٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا (الانعام:٨٢) کی تفسیر

٤٦٢٩۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا ﴿وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام: ٨٢) قَالَ أَصْحَابُهُ وَأَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ فَنَزَلَتْ ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمان:١٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا (الانعام:٨٢) تو آپ کے اصحاب نے کہا: ہم میں سے کون شخص ظلم نہیں کرتا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے O (لقمان:١٣)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٢ میں گزر چکی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ظلم کا ایک معنی ہے: غیر کی ملک میں تصرف کرنا یا کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا، جیسے کوئی شخص کسی کی چیز دوسرے کو دے دے یا مسجد میں دخول کے وقت پہلے بایاں پیر رکھ دے، لیکن یہ معنی الانعام: ٨٢ کے منافی نہیں ہے۔ یہ پوری آیت اس طرح ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام:٨٢)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا، ان ہی کے لئے بے خوفی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں O

پس صحابہ کرام کو یہ اشکال ہوا کہ ظلم تو کبھی خلاف اولیٰ کا ارتکاب بھی ہوتا ہے، سو اگر دوزخ سے نجات ظلم نہ کرنے پر موقوف ہے تو پھر ہم میں سے کسی کی بھی نجات نہیں ہوگی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ ظلم کا ایک معنی شرک بھی ہے کیونکہ شرک میں بھی عبادت کو غیر محل میں رکھا جاتا ہے، جیسا کہ لقمان: ١٣ میں ہے اور الانعام: ٨٢ میں جو فرمایا کہ "جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا" اس سے مراد بھی شرک ہے یعنی جنہوں نے ایمان لانے کے بعد شرک نہیں کیا، ان ہی کو دوزخ سے نجات ملے گی۔

٤۔ بَابٌ: وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (الانعام:٨٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور یونس اور لوط، اور ہم نے سب کو (ان کے زمانہ کے) تمام جہان والوں پر فضیلت دی O (الانعام:٨٦) کی تفسیر

٤٦٣٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُوْلَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی العالیہ، انہوں نے کہا: مجھے تمہارے نبی کے عم زاد نے حدیث بیان کی یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ کسی بندے

Marfat.com

کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں حضرت یونس بن مّتی (علیہ السلام) سے بہتر ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۴۶۳۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف سے سنا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: کسی بندے کو یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں حضرت یونس بن متی (علیہ السلام) سے بہتر ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس کے خلاف دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور اس پر فخر نہیں ہے اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور اس پر فخر نہیں ہے اور اس دن ہر نبی خواہ حضرت آدم ہوں یا ان کے ماسوا سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور سب سے پہلے زمین مجھ سے شق ہوگی اور اس پر فخر نہیں ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
(سنن ترمذی: ۳۶۱۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے، اس میں مذکور ہے کہ: سنو! میں اللہ کا محبوب ہوں اور فخر نہیں ہے اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور اس پر فخر نہیں ہے اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور فخر نہیں ہے اور میں وہ ہوں جو سب سے پہلے جنت کے دروازے کو کھٹکھٹائے گا، پس وہ دروازہ میرے لئے کھول دیا جائے گا، پس اللہ تعالیٰ مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور فخر نہیں ہے اور میں تمام اولین اور آخرین سے زیادہ مکرم ہوں اور فخر نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۱۶)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ میں تمام نبیوں سے افضل ہوں اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ کوئی بندہ یہ نہ کہے کہ میں حضرت یونس علیہ السلام سے بہتر ہوں، سو اس باب کی حدیث کا ان احادیث سے تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا جب آپ کو یہ علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ تمام نبیوں سے افضل ہیں یا یہ آپ کا ارشاد بطور تواضع اور انکسار ہے۔

۵۔ بَابٌ: أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔ (الانعام: ۹۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے، سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔ (الانعام: ۹۰) کی تفسیر

۴۶۳۲۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث

Marfat.com

أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ أَفِي ص سَجْدَةٌ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ تَلَا ﴿وَ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَ يَعْقُوبَ إِلَى قَوْلِهِ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام: ۸۴۔۹۰) ثُمَّ قَالَ هُوَ مِنْهُمْ زَادَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ وَسَهْلُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ الْعَوَّامِ عَنْ مُجَاهِدٍ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَبِيُّكُمْ ﷺ مِمَّنْ أُمِرَ أَنْ يَقْتَدِيَ بِهِمْ۔

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان الاحول نے خبر دی کہ ان کو مجاہد نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا سورۂ ص میں سجدہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! پھر یہ آیت تلاوت کی: اور ہم نے ''انہیں اسحاق اور یعقوب'' عطا کیا (الانعام: ۸۴) یہ آیت یہاں تک پڑھی تو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں (الانعام: ۹۰) پھر کہا: اور آپ بھی ان میں سے ہیں اور یزید بن ہارون اور محمد بن عبید اور سہل بن یوسف نے از عوام از مجاہد یہ اضافہ کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا: کیا آپ کے نبی ﷺ بھی ان میں سے ہیں جن کو ان نبیوں کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۴۲۱ میں گزر چکی ہے۔

اس اشکال کا جواب کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ انبیاء سابقین کے مقتدی ہیں حالانکہ آپ کا مقام مقتدیٰ ہونا ہے نہ کہ مقتدی ہونا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کو انبیاء سابقین کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ کا مقام یہ ہے کہ آپ کی پیروی کی جائے نہ یہ کہ آپ کسی کی پیروی کریں، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو انبیاء سابقین علیہم السلام کے عقائد کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے اور عقائد تمام نبیوں کے ایک ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۳۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ ناسخ کے نازل ہونے تک نبی ﷺ سابقہ شریعتوں پر عمل کرتے تھے یا نہیں؟ بعض علماء نے اثبات کا قول کیا ہے اور ان کی دلیل یہی آیت (الانعام: ۹۰) ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نہیں! اور انہوں نے اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ انبیاء سابقین کی ان اعمال میں پیروی کریں جو آپ کی شریعت میں بھی مذکور ہیں۔ اکثر شافعی علماء نے اور امام الحرمین نے اور ابن حاجب نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۸۵، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس آیت کا معنی ہے: اے رسول مکرم! ان نبیوں اور رسولوں نے جو عمل کیا ہے آپ اس کے مطابق عمل کریں اور جس منہاج پر یہ چلتے رہے ہیں اسی منہاج پر چلیں اور ہماری دی ہوئی ہدایت اور توفیق کے مطابق جس طرح انہوں نے زندگی گزاری ہے، آپ اسی طرح زندگی گزاریں اور ان تمام نبیوں اور رسولوں کے جس قدر محاسن اور خوبیاں ہیں آپ وہ سب اپنے اندر جمع کر لیں۔ اس آیت میں نبی ﷺ کی عظیم منقبت ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں میں جو خوبیاں اور کمالات الگ الگ اور متفرق طور پر پائے جاتے تھے، وہ سب کمالات آپ کی ذات میں جمع ہو گئے، جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

Marfat.com

امام مالک بن بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں تا کہ حسن اخلاق کو مکمل کردوں۔

(الموطا: ۱۶۷۷، مشکوٰۃ: ۵۰۶۷_۵۰۶۶)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں صالح اخلاق کو مکمل کردوں۔ (المستدرک: ج ۲ ص ۶۱۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۹۲، الاستذکار: ۳۸۹۴۲، مسند احمد: ۲ ۸۹۳، شیخ احمد شاکر نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، مسند احمد: ۲ ۳۸۱ طبع قدیم، کنز العمال: ۳۱۹۶۹)

امام احمد بن عمرو عتکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے صرف مکارم اخلاق کو پورا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

(مسند البزار: ۲۴۷۰، المعجم الاوسط: ۶۸۹۱، علامہ الہیثمی نے کہا: امام بزار کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۵، طبرانی کی روایت میں ایک راوی ضعیف ہے، الدر المنثور ۸:۱۶۸)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور اس کی تقریر یہ ہے کہ صفات کمال اور خصال شرف ان میں متفرق ہیں۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نعمت پر بے حد شکر کرنے والے تھے، اور حضرت ایوب علیہ السلام آزمائشوں پر بہت صبر کرنے والے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام صبر اور شکر کے جامع تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قوی شریعت کے بانی اور غالب معجزات کے حامل تھے اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام زہد میں راسخ قدم رکھتے تھے، حضرت اسماعیل پر صدق غالب تھا اور حضرت یونس علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں بہت گڑگڑا کر دعا کرنے والے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء علیہم السلام کا یہاں ذکر فرمایا ہے، ان میں سے ہر ایک پر شرف اور فضیلت کی کوئی نہ کوئی صفت غالب تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ وہ ان تمام انبیاء کی اتباع کریں، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ عبودیت اور اطاعت کی کل صفات جو ان تمام انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر پائی جاتی ہیں، آپ تنہا ان صفات سے متصف ہو جائیں اور خصائل رفیعہ اور شمائل جمیلہ کو اپنی ذات میں جمع کرلیں، اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا تو یہ محال ہے کہ آپ ان صفات کمال کے حصول میں کوئی کوتاہی کریں، پس ثابت ہوا کہ شرف اور فضیلت کی یہ تمام صفات آپ کی ذات میں جمع ہوگئیں اور جو کمال تمام انبیاء علیہم السلام میں متفرق تھے، وہ سب آپ کی ذات مبارکہ میں جمع ہو گئے، لہٰذا یہ کہنا واجب ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

(تفسیر کبیر: ج ۵ ص ۵۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۵ھ، ج ۱۳ ص ۷۱، مطبوعہ مصر)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیے: میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء سابقین علیہم السلام کی سیرت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سیرت یہ تھی کہ وہ دین کو پہنچانے اور شریعت کی تبلیغ کرنے پر اجر اور معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرتے تھے تو آپ نے بھی ان کے طریقہ کی پیروی کی اور

Marfat.com

فرمایا: میں دین کے پہنچانے کے عوض تم سے کسی معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرتا اور یہ قرآن تو تمام جہان والوں کے لئے نصیحت ہے۔ یعنی تمام انسانوں کو اپنی دنیا اور آخرت کی صلاح اور فلاح کے لئے جن امور کی ضرورت ہوتی ہے، وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے انسانوں کی طرف مبعوث ہیں نہ کہ کسی ایک قوم کی طرف۔

علامہ شہاب الدین القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ان کی ہدایت کی اقتداء کریں اور اس حکم پر آپ کا عمل کرنا واجب ہے، پس ضروری ہوا کہ آپ کی ذات مقدسہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کے فضائل اور اخلاق متفرقہ مجتمع ہو جائیں، سو اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور جن امور میں آپ کو اقتداء کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ اصول دین ہیں جو کہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کا نام ہدایت مطلقہ رکھا جائے کیونکہ وہ نسخ کو قبول نہیں کرتے، اسی طرح ان انبیاء علیہم السلام کے مکارم اخلاق اور صفات محمودہ و مشہودہ بھی نسخ کو قبول نہیں کرتے۔ سو انبیاء علیہم السلام میں جو الگ الگ مکارم اخلاق تھے وہ سب آپ میں جمع ہو گئے۔ (ارشاد الساری ج ۱۰ ص ۲۳۹، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے یہ پوری عبارت نقل کی ہے۔

(عون الباری ج ۵ ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۶۔ بَابٌ: وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ۔ (الانعام: ۱۴۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی تھی (الانعام: ۱۴۶) کی تفسیر

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُلَّ ذِي ظُفُرٍ الْبَعِيْرُ وَالنَّعَامَةُ اَلْحَوَايَآ الْمَبْعَرُ وَقَالَ غَيْرُهُ هَادُوْا صَارُوْا يَهُوْدًا وَأَمَّا قَوْلُهُ هُدْنَآ تُبْنَا هَائِدٌ تَائِبٌ۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: كُلَّ ذِي ظُفُرٍ (الانعام: ۱۴۶) یعنی ہر ناخن والے جانور، اس سے مراد اونٹ اور شتر مرغ ہے۔ اَلْحَوَايَآ (الانعام: ۱۴۶) یعنی انتڑیاں یعنی مینگنیوں کی جگہ اور دوسروں نے کہا: هَادُوْا (الانعام: ۱۴۶) اس کا معنی ہے: وہ یہودی ہو گئے اور هُدْنَآ (الاعراف: ۱۵۶) اس کا معنی ہے: ہم نے توبہ کی اور هائد کا معنی ہے: تائب۔

تعلیقات مذکورہ کی شرح

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جو قول ذکر کیا ہے اس کو امام ابن المنذر نے علی بن ابی طلحہ سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہر ناخن والے جانور، قتادہ نے کہا: یہ وہ پرندے ہیں جن کے ناخن ملے ہوئے ہوں، الگ الگ نہ ہوں، جیسے بطخ۔ (تفسیر طبری: ج ۵ ص ۳۸۲)

اور اہل لغت کے نزدیک یہ وہ پرندے ہیں جو اپنے پنجوں سے شکار کرتے ہیں اور ان میں تمام وہ پرندے داخل ہو گئے جو ناخنوں سے شکار کرتے ہیں اور کتوں اور بلیوں اور درندوں کی تمام اقسام، یہی الزجاج کا مختار ہے۔ (معانی القرآن، ج ۲ ص ۳۰۱)

اور یہ کھر والے جانور ہیں جیسے اونٹ اور وہ جانور ہیں جن کی انگلیاں کھلی ہوئی نہیں ہوتیں، جیسے بطخ۔

اور ابن زید نے کہا کہ ناخن والے جانور صرف اونٹ ہیں۔ (تفسیر طبری: ج ۵ ص ۳۸۲)

اور القتبی نے کہا: یہ ہر وہ پرندہ ہے جس کے پنجے ہوں اور ہر وہ چوپایہ ہے جس کے کھر ہوں اور انہوں نے اس قول کی بعض مفسرین سے حکایت کی ہے اور انہوں نے کہا: کھر کو بہ طور استعارہ ناخن کہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اَلْحَوَایَا کی تفسیر اَلْمَبَاعِرْ یعنی مینگنیوں کی جگہ سے کی ہے۔ اس کو ابن منذر نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور الضحاک سے روایت ہے کہ الحوایا کا معنی ہے: اَلْمَرَابِض یعنی پیٹ میں آنتوں کے جمع ہونے کی جگہ اور ایک قول ہے کہ جو چیز پیٹ میں ہو اور جمع ہو اور ٹھہری رہے اور ایک قول ہے: اس کا معنی ہے: وہ انتڑیاں جن پر چربی ہو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح: ج ۲۲ ص ۳۳۶-۳۳۵، وزارت الاوقاف، قطر ۱۴۲۹ھ)

۴۶۳۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ قَالَ عَطَاءٌ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ لَمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوهَا وَقَالَ أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ سَمِعْتُ جَابِرًا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِثْلَهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب، عطاء نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا: انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کر دے، جب اللہ تعالیٰ نے ان پر (جانوروں کی) چربی حرام کر دی تو انہوں نے چربی کو پگھلایا، پھر اس کو بیچا، پھر اس کو کھایا، اور ابو عاصم نے کہا: ہمیں عبدالحمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میری طرف عطاء نے لکھا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ''اسی کے مثل''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۳۶ میں گزر چکی ہے۔

جائز حیلہ اور ناجائز حیلہ کی تحقیق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسا حیلہ جائز نہیں ہے جس میں اصل کے اندر کوئی تغیر نہ ہو کیونکہ چربی تو بہر حال چربی ہے خواہ جمی ہوئی ہو یا پگھلی ہوئی ہو لیکن اگر اصل میں تغیر ہو جائے تو پھر وہ حیلہ جائز ہے، جیسے گدھے کا گوشت کھانا حرام ہے لیکن اگر وہ نمک کی کان میں جا کر نمک بن جائے تو پھر اس کی ذات میں تغیر ہو گیا تو اب اس کا کھانا جائز ہے، اسی طرح شراب حرام ہے لیکن جب اس میں اتنا نمک ڈال دیا کہ وہ سرکہ بن گئی اور نشہ آور نہیں رہی اور یہ اس کی ذات میں تغیر ہے تو اب اس سے بنا ہوا کھانا کھانا جائز ہے۔

۷۔ بَابٌ: وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ (الانعام: ۱۵۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ۔ (الانعام: ۱۵۱) کی تفسیر

۴۶۳۴۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث

Marfat.com

عَمْرٍو عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ لَا أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا شَيْءَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللهِ وَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ قُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَرَفَعَهُ قَالَ نَعَمْ۔

[اطراف الحدیث: ۴۶۳۷، ۵۲۲۰، ۷۴۰۳]
[صحیح مسلم: ۲۷۶۰، الرقم المسلسل: ۶۸۸۵]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں ہے اس لئے اس نے تمام بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا ہے خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ باطن اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ اپنی تعریف کرنا پسند ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کی ہے۔ راوی نے کہا: میں نے ابو وائل سے پوچھا: کیا آپ نے اس حدیث کو خود حضرت عبداللہ سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: کیا انہوں نے یہ بتایا تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

ظاہری بے حیائی اور باطنی بے حیائی کی تفصیل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا کہ بے حیائی کے ظاہر کام وہ ہیں جن کو انسان کھلم کھلا کرے۔ (تفسیر طبری: ج ۵ ص ۳۹۲)

لوگ آزاد عورت کے ساتھ چھپ کر زنا کرتے تھے اور باندی کے ساتھ کھلم کھلا زنا کرتے تھے۔ ایک قول ہے کہ بے حیائی کے ظاہر کاموں سے مراد ہے: شراب پینا اور بے حیائی کے پوشیدہ کاموں سے مراد ہے: زنا۔ (تفسیر طبری: ج ۵ ص ۳۹۲)

اور الماوردی نے کہا ہے کہ بے حیائی کے ظاہر کاموں سے مراد ہے: ظاہری اعضاء سے کئے ہوئے کام اور پوشیدہ سے مراد ہے: دل کا اعتقاد، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ تمام بے حیائی کے کاموں کو شامل ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ظاہر سے مراد وہ ہے جو بندے اور لوگوں کے درمیان ہوں اور باطن سے مراد ہے: جو بندے اور اللہ کے درمیان ہوں، اور ایک قول یہ ہے کہ ظاہر بے حیائی سے مراد ہے: اجنبی عورت کو گلے لگانا اور اس کا بوسہ لینا اور باطن سے مراد ہے: برے کاموں کی نیت کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی غیرت اور بندوں کی غیرت کا معنی

غیرت کا معنی ہے: حمیت اور کسی چیز کو باعث عار سمجھنا۔ النحاس نے کہا ہے: اس کا معنی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی اور اس کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کی حفاظت کرے اور غیر محرم کو ان کے پاس آنے اور ان کو دیکھنے سے منع کرے اور یہ دیوث اور بے غیرت کی ضد ہے۔ صاحب المطالع نے کہا ہے کہ ایک شخص کی بیوی کی شرمگاہ میں اگر کوئی دوسرا شخص دخل اندازی کرے تو اس سے اس کا خون جوش میں آئے اور قلب میں ہیجان پیدا ہو تو یہ آدمیوں کے معاملہ میں غیرت کا معنی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کا معنی یہ ہے: جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے کاموں کو کرے تو اس سے اللہ تعالیٰ غیرت میں آتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی غیرت کا معنی ہے: کسی کام سے منع کرنا اور اس کو حرام قرار دینا اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے اور ان کے ارتکاب پر وعید فرمائی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو غیرت سے تعبیر فرمایا ہے اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی غیرت سے یہ ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۵۲۲۳)

اپنی تعریف کو پسند کرنا

اللہ تعالیٰ جو اپنی تعریف کو پسند فرماتا ہے، یہ اس طرح نہیں ہے جس طرح ہم اپنی تعریف کو پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کو پسند فرماتا ہے اور اس کی تعریف فرماتا ہے تاکہ اس پر ثواب عطا فرمائے اور بندہ اس ثواب سے فائدہ اٹھائے، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ بندے کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ ہو یا اللہ تعالیٰ جو اپنی تعریف فرماتا ہے اس سے اس کو کوئی فائدہ ہو، جب کہ ہم اپنی تعریف کو اس لئے پسند کرتے ہیں کہ اس سے ہم کو فائدہ ہو اور لوگوں کے سامنے ہماری قدر و منزلت میں اضافہ ہو، پس ظاہر ہو گیا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کو پسند فرماتا ہے تو ہم کیوں نہ اپنی تعریف کو پسند کریں کیونکہ دونوں میں فرق ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح: ج ۲۲ ص ۳۳۹-۳۳۸، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

۸۔ بَابٌ: وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ (الانعام: ۱۰۲)

۸۔ باب: اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے O (الانعام: ۱۰۲) کی تفسیر

وَكِيلٌ حَفِيظٌ وَ مُحِيطٌ بِهٖ۔ — وکیل: حفیظ اس کا معنی ہے: وہ اس کو محیط ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ (الانعام: ۱۰۲) — اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے O

امام ابوعبیدہ نے بھی وکیل کی تفسیر حفیظ اور محیط کے ساتھ کی ہے۔ ایک اور آیت میں ہے:

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِىْ وَكِيْلًا (بنی اسرائیل: ۲) — اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہراؤ O

اس آیت میں وکیل کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی شریک ہے یعنی تم اللہ کے سوا کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ جس کی طرف تمہارے امور مفوض ہوں، اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس کا معنی کفیل ہے یعنی لوگوں کو رزق دینے کا اللہ کے سوا کوئی کفیل نہیں ہے۔

قُبُلًا جَمْعُ قَبِيْلٍ وَالْمَعْنٰى اَنَّهٗ ضُرُوْبٌ لِلْعَذَابِ، كُلُّ ضَرْبٍ مِنْهَا قَبِيْلٌ۔ — قُبُلًا قبیل کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: عذاب کی قسمیں اور اس کی ہر قسم ایک قبیل ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَىْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ (الانعام: ۱۱۱) — اور اگر ہم ان کی طرف فرشتوں کو بھی نازل کرتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز کو ان کے سامنے جمع کر دیتے، جب بھی وہ ایمان نہ لاتے، سوائے اس کے کہ اللہ کی مشیت ہوتی لیکن ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں O

تفسیر میں مذکور ہے کہ قُبُلًا قبیلہ کی جمع ہے یعنی فوجا فوجا اور صنفا صنفا اور اخفش نے کہا: قبیلًا، قبیلًا اور اس آیت کے علاوہ قبیلًا کفیل کے معنی میں ہوتا ہے اور عریف (کارمختار) کے معنی میں ہوتا ہے۔ اور اس سے امام بخاری نے عذاب کی انواع اور اقسام کی طرف اشارہ کیا ہے اور بعض لوگوں نے اس لفظ کو قاف کے کسرہ اور باء کے فتح کے ساتھ قِبَلًا پڑھا ہے اور اس کا معنی ہے: مقابلہ اور معاینہ (یعنی بالمقابل اور سامنے ہونا)۔

Marfat.com

زُخْرُفَ الْقَوْلِ كُلُّ شَيْءٍ حَسَّنْتَهُ وَوَشَّيْتَهُ، وَهُوَ بَاطِلٌ فَهُوَ زُخْرُفٌ۔

زُخْرُفَ الْقَوْلِ ہر اس بات کو کہتے ہیں جس کو تم خوش نما اور آراستہ بناؤ اور وہ واقع میں باطل ہو تو وہ زُخْرُف ہے یعنی وہ ملمع کاری اور مصنوعی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔ (الانعام:۱۱۲)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا جو (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالنے کے لئے ایک دوسرے کو خوش نما باتیں القا کرتے رہتے ہیں۔

زُخْرُف کا معنی ہے: کسی باطل چیز کو خوبصورت بنانا اور مزین کرنا جیسے پیتل کے اوپر سونے کا پانی چڑھانا تاکہ دیکھنے والے اسے سونا سمجھیں، مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ کفار جن اور شیاطین، شیاطین انس کی طرف وحی کرتے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اس حدیث کی امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

وَحَرْثٌ حِجْرٌ حَرَامٌ وَكُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ مَحْجُوْرٌ وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهُ وَيُقَالُ لِلْأُنْثٰى مِنَ الْخَيْلِ حِجْرٌ وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًى وَأَمَّا الْحِجْرُ فَمَوْضِعُ ثَمُوْدَ وَمَا حَجَّرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْأَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا كَأَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنْ مَحْطُوْمٍ مِثْلُ قَتِيْلٍ مِنْ مَقْتُوْلٍ وَأَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ مَنْزِلٌ۔

وَحَرْثٌ حِجْرٌ کا معنی ہے: جو کھیت حرام ہو اور ہر ممنوع چیز کو حِجر مَحْجُور کہتے ہیں اور حجر اس عمارت کو بھی کہتے ہیں جس کو تم نے بنایا ہو اور مادہ گھوڑیوں کو بھی کہتے ہیں اور عقل کو بھی حجر اور حِجٰی کہتے ہیں اور اَصْحَابُ الْحِجْر سے مراد اہل ثمود کی بستی والے ہیں اور جس زمین کو تم لوگوں کے آنے سے اور جانوروں کے چرانے سے روک دو، اس کو بھی حجر کہتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے حطیم کو حجر کہنا بھی اسی سے ماخوذ ہے اور وہاں حطیم محطوم کے معنی میں ہے، جیسے قتیل مقتول کے معنی میں ہے، رہا یمامہ کا حجر تو وہ ایک مقام کا نام ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تکرار بلا فائدہ ہے، کیونکہ اس کا ذکر درج ذیل آیت کے تحت آچکا ہے:

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا۔ (الاعراف:۷۳)

اور (قوم) ثمود کی طرف ان کے مشفق ہم قبیلہ صالح کو (بھیجا)۔

اور یہ آیت:

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۞ (الحجر:۸۰)

اور بے شک (وادی) حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا O

اس آیت میں اَلْحِجْر سے مراد قوم ثمود کی جگہ ہے اور وہ جو امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حَرْثٌ حِجْرٌ کا معنی ہے: حرام (آخر عبارت تک) اس کو صحیح بخاری کے دوسرے ناقلین نے ذکر نہیں کیا اور یہ اولیٰ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۱۰-۳۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابٌ: قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمْ۔ (الانعام:۱۵۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ تم اپنے ان گواہوں کو پیش کرو۔ (الانعام:۱۵۰) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پوری آیت ذکر نہیں کی، پوری آیت اس طرح ہے:

Marfat.com

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ۔ (الانعام:۱۵۰)

آپ کہئے کہ تم اپنے ان گواہوں کو پیش کرو جو یہ گواہی دیں کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے، پس اگر وہ یہ (جھوٹی) گواہی دیں تو (اے مخاطب!) تم ان کے ساتھ گواہی نہ دینا۔

لُغَةُ أَهْلِ الْحِجَازِ هَلُمَّ لِلْوَاحِدِ وَالاثْنَيْنِ وَالْجَمْعِ

یہ اہل حجاز کی لغت ہے، هَلُمَّ واحد، تثنیہ اور جمع کے لئے آتا ہے۔

یعنی اہل حجاز کے نزدیک هَلُمَّ واحد، تثنیہ اور جمع تینوں کی صلاحیت رکھتا ہے اور اہل نجد کے نزدیک واحد مذکر کے لئے هَلُمَّ ہے اور واحد مونث کے لئے هَلُمِّي ہے اور دونوں کے لئے تثنیہ هَلُمَّا ہے اور جمع مذکر کے لئے هَلُمُّوا ہے اور جمع مونث کے لئے هَلْمُمْنَ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۶۳۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا رَآهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا فَذَاكَ حِيْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوزرعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا، پس اس وقت جب لوگ اس کو دیکھیں گے تو جو زمین پر ہوں گے ایمان لے آئیں گے اور یہی وہ وقت ہوگا جب کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو پہلے سے ایمان نہیں لایا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۔ بَابٌ: يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا۔ (الانعام:۱۵۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا۔ (الانعام:۱۵۸) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پوری آیت ذکر نہیں کی، پوری آیت اس طرح ہے:

يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝ (الانعام:۱۵۸)

جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو، آپ کہئے کہ تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں ۝

۴۶۳۶۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے

Marfat.com

الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوا أَجْمَعُونَ وَذٰلِكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا ثُمَّ قَرَأَ الْآيَةَ۔

بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا، جب سورج (مغرب سے) طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھ لیں گے تو سب لوگ ایمان لے آئیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا (الانعام: ۱۵۸) پھر آپ نے یہ پوری آیت پڑھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے، تاہم ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

باب مذکور کے موافق دیگر احادیث

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: جب تین چیزوں کا خروج ہو جائے گا تو کسی ایسے شخص کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس شخص نے اپنے ایمان لانے کے بعد کوئی نیک کام نہ کیا ہو: (۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ (۲) دجال کا نکلنا۔ (۳) دابۃ الارض کا نکلنا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: سورج کے ساتھ چاند بھی اسی وقت میں طلوع ہوگا گویا کہ وہ دونوں ایک ساتھ چلنے والے اونٹ ہیں، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿۹﴾ (القیامہ: ۹) اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیئے جائیں گے O

اس حدیث کی امام طبری نے روایت کی ہے۔ (تفسیر طبری ج ۵ ص ۴۰۹)

قیامت کی پہلی نشانیوں میں اختلاف ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ پہلی نشانیاں یہ ہیں: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دابۃ الارض کا نکلنا، ان میں سے جس کا بھی پہلے ظہور ہو، دوسرے کا اس کے بعد خروج ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۲۹۴۱)

نعیم بن حماد سے روایت ہے کہ صفوان بن عسال نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغرب میں توبہ کا ایک دروازہ ہے، اس کا عرض ستر یا چالیس سال کی مسافت ہے۔ وہ اس وقت تک بند نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو، پھر آپ نے درج ذیل آیت کی تلاوت کی:

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا۔

جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو۔ (الانعام: ۱۵۸)

اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۳۶)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو ابلیس سجدے میں گر پڑے گا اور بلند آواز سے کہے گا کہ اے معبود! مجھے حکم دے کہ تو جس کے لئے چاہے میں اس کو سجدہ کروں، پھر (دوزخ کے) فرشتے اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے: یہ کیسا گڑگڑانا ہے؟ ابلیس کہے گا: میں نے اپنے

Marfat.com

رب سے سوال کیا تھا کہ مجھے اس وقت معلوم تک مہلت دے اور یہ وقت معلوم ہے، پھر دابۃ الارض صفا پہاڑ کے شگاف سے نکلے گا، پس وہ اپنا پہلا قدم انطاکیہ میں رکھے گا، پھر وہ ابلیس کے پاس آ کر اس کو ایک تھپڑ مارے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کی روایت میں عثمان بن سعید متفرد ہے۔ (المعجم الاوسط: ۹۴)

امام ابن المنذر نے الشعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب پہلی نشانیاں نکلیں گی تو قلم پھینک دیئے جائیں گے اور کراما کاتبین کو روک دیا جائے گا اور اجسام اپنے اعمال پر گواہی دیں گے۔

سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے وقت ایمان لانے کے غیر مفید ہونے کا سبب

علماء نے ذکر کیا ہے کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو اس وقت کسی نفس کو اس کا ایمان لانا مفید نہیں ہوگا، کیونکہ اس وقت لوگوں کے دلوں سے تمام باطل خواہشات ختم کر دی جائیں گی اور بدن کی قوتوں میں سے ہر قوت کمزور ہو جائے گی اور تمام لوگ اس پر یقین کریں گے کہ قیامت قریب آ گئی ہے، جیسے جس شخص پر اس کی موت کا وقت قریب آ جائے تو ہر قسم کی معصیت کے محرکات ختم ہو جاتے ہیں اور اس کے بدن سے وہ محرکات ماؤف ہو جاتے ہیں، پس جو شخص اس وقت توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی جیسے جو شخص موت کے حاضر ہونے کے وقت توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی، کیونکہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک کہ روح اس کے بدن سے نکل کر حلقوم تک نہیں پہنچ جاتی۔
(سنن ترمذی: ۳۵۳۷، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۲)

یعنی جس وقت اس کی روح حلق سے نکل جاتی ہے اور یہ معاینہ کا وقت ہوتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہے یا جنت میں، پس سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے دیکھ لینے کو بھی اس کی مثل قرار دینا چاہیے، اس بناء پر جو بھی اس وقت توبہ کرے تو اس کی توبہ مردود ہوگی۔

ثعلبی نے بیان کیا ہے کہ سورج کو مغرب سے طلوع کرانے کی حکمت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے فرمایا تھا:

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ۔ (البقرہ: ۲۵۸)

ابراہیم نے فرمایا: بے شک اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تو اس کو مغرب سے لے آ تو بدحواس (ہو کر عاجز) ہو گیا کافر۔

اس سے معلوم ہوا کہ سورج کا مغرب سے نکلنا صرف اس وقت ہوگا جب کسی کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ مغرب سے طلوع شمس کے وقت توبہ اس لئے قبول نہیں ہوگی کہ اس وقت ایک زبردست چنگھاڑ کی آواز آئے گی جسے سن کر کئی لوگ ہلاک ہو جائیں گے، پس جو شخص اس وقت اسلام لایا یا اس نے توبہ کی اور وہ اس چنگھاڑ کو سن کر ہلاک ہو گیا تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور جس نے اس کے بعد توبہ کی تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔ (تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۱۴۸-۱۴۶)

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے کہا ہے کہ مغرب سے طلوع کا وقت حدیث میں ذکر کے مطابق اس وقت کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ یہ وہ وقت ہے کہ جس میں سب سے پہلے عالم علوی میں تغیر ہوگا اور جب سے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے اس وقت سے لے کر قیامت تک اس عالم میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا اور اس کے علاوہ جو دوسری قیامت کی پہلی نشانیاں ہیں، (مثلاً دابۃ الارض اور دجال وغیرہ کا خروج) اس نوع کی متقارب چیزوں کا اس سے پہلے ظہور ہوگا، پس جب ایسا ہو جائے گا اور ہر قلب میں کفر یا ایمان جو کچھ بھی ہے، اس کے موافق اس کے قلب کے اوپر مہر لگا دی جائے گی تو اللہ تعالیٰ دابۃ الارض کو نکالے گا تاکہ ان کے دلوں میں کفر یا ایمان جو بھی ہے، وہ معلوم ہو جائے، پس دابۃ الارض ان کے اوپر ایسی نشانی لگا دے گا جس سے وہ پہچان لئے جائیں گے

Marfat.com

اور لکھ دے گا کہ یہ مومن ہیں اور یہ کافر ہیں۔ (المفہم ج ۷ ص ۲۴۲)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ نے جو تفسیر القرطبی کا حوالہ دیا ہے وہ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ کی تصنیف ہے اور وہ صاحب المفہم کے شاگرد ہیں، جن کا نام ہے: علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی متوفی ۶۵۶ھ، انہوں نے صحیح مسلم کی شرح المفہم کے نام سے لکھی ہے۔ گویا استاد نے حدیث کی کتاب صحیح مسلم کی شرح لکھی ہے اور شاگرد نے قرآن مجید کی تفسیر الجامع لاحکام القرآن کے نام سے لکھی ہے اور اس ناکارہ پر اللہ کا احسان اور انعام و اکرام ہے کہ اس نے مجھے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی بھی توفیق دی اور صحیح مسلم کی شرح لکھنے کی بھی ہمت عطا کی۔ تفسیر تبیان القرآن کی بارہ ضخیم جلدیں ہیں اور شرح صحیح مسلم کی سات ضخیم جلدیں ہیں۔ اور اب صحیح البخاری کی شرح لکھنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد ایمان اس لئے نفع نہیں دے گا کیونکہ اس کے بعد قیامت قائم ہوگی، پس جب اس کا مشاہدہ کر لیا جائے گا تو اس پر بداہۃً ایمان حاصل ہو جائے گا اور یہ ایمان بالمشاہدہ ہوگا اور یہ ایمان بالغیب نہیں ہوگا جس کے ہم مکلف ہیں۔

مقاتل نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ اس وقت کسی نفس کو اس کا ایمان لانا مفید نہیں ہوگا (الانعام: ۱۵۸) اس سے مراد ہے: نفس کافر کو اس وقت ایمان لانا مفید نہیں ہوگا، پس جس کو اس سے پہلے عمل نے نفع نہیں دیا تھا تو اس کے بعد بھی ایمان نفع نہیں دے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع صحیح ج ۲۲ ص ۳۵۰-۳۴۳، ملخصاً، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

سورۃ الانعام کی تفسیر یہاں پر ختم ہو گئی ہے اور اب ان شاء اللہ سورۃ الاعراف کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۷۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ الۡاَعۡرَافِ

سورۃ الاعراف کی تفسیر

سورۃ الاعراف کا تعارف

ابو العباس نے اپنی کتاب ''مقامات التنزیل'' میں لکھا ہے کہ سورۃ الاعراف مکی ہے اور اس میں اختلاف ہے۔ الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ اس کی پندرہ (۱۵) آیات مدنی ہیں جو اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ (الاعراف: ۱۵۲) سے لے کر وَاتَّبَعُوا التَّوۡرٰىۃَ الَّذِیۡ (الاعراف: ۱۵۷) تک ہیں، اور وَسۡـَٔلۡهُمۡ عَنِ الۡقَرۡیَۃِ الَّتِیۡ کَانَتۡ حَاضِرَۃَ الۡبَحۡرِ (الاعراف: ۱۶۳) سے لے کر وَدَرَسُوۡا مَا فِیۡهِ (الانعام: ۱۶۹) تک ہیں، اور اس میں ایک اور آیت ہے: وَاِذَا قُرِئَ الۡقُرۡاٰنُ (الاعراف: ۲۰۴) ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت جمعہ کے دن خطبہ میں نازل ہوئی اور جمعہ صرف مدینہ میں ہوتا تھا۔

سورۃ الاعراف میں دو سو چھ (۲۰۶) آیات ہیں جو کوفی اور مکی ہیں اور دو سو پانچ (۲۰۵) آیات بصری اور شامی ہیں۔

قَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ وَرِیۡشًا (الاعراف: ۲۶) اَلۡمَالُ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ (الاعراف: ۵۵) فِی الدُّعَاءِ وَفِیۡ غَیۡرِہٖ عَفَوۡا (الاعراف: ۹۵) کَثُرُوۡا وَکَثُرَتۡ اَمۡوَالُهُمۡ اَلۡفَتَّاحُ (سبا: ۲۶) اَلۡقَاضِیۡ اِفۡتَحۡ بَیۡنَنَا (الاعراف: ۸۹) اِقۡضِ بَیۡنَنَا نَتَقۡنَا الۡجَبَلَ (الاعراف: ۱۷۱) رَفَعۡنَا فَانۡۢبَجَسَتۡ (الاعراف: ۱۶۰) اِنۡفَجَرَتۡ مُتَبَّرٌ (الاعراف: ۱۳۹) خُسۡرَانٌ اٰسٰی (الاعراف: ۹۳) اَحۡزَنُ تَاۡسَ (المائدہ: ۲۶، ۶۸) تَحۡزَنۡ وَقَالَ غَیۡرُہٗ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسۡجُدَ (الاعراف: ۱۲) یَقُوۡلُ مَا مَنَعَکَ اَنۡ تَسۡجُدَ یَخۡصِفٰنِ (الاعراف: ۲۲) اَخَذَا الۡخِصَافَ مِنۡ وَّرَقِ الۡجَنَّۃِ یُؤَلِّفَانِ الۡوَرَقَ یَخۡصِفَانِ الۡوَرَقَ بَعۡضَهٗ اِلٰی بَعۡضٍ سَوۡاٰتُهُمَا (الاعراف: ۲۰) کِنَایَۃٌ عَنۡ فَرۡجَیۡهِمَا وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ (الاعراف: ۲۴) هُوَ هٰهُنَا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ وَالۡحِیۡنُ عِنۡدَ الۡعَرَبِ مِنۡ سَاعَۃٍ اِلٰی مَا لَا یُحۡصٰی عَدَدُہٗ الرِّیَاشُ وَالرِّیۡشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ وَقَبِیۡلُهٗ (الاعراف: ۲۷) جِیۡلُهُ الَّذِیۡ هُوَ مِنۡهُمۡ اِدَّارَکُوۡا (الاعراف: ۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وَرِیۡشًا (الاعراف: ۲۶) کا معنی ہے: مال۔ اَلۡمُعۡتَدِیۡنَ (الاعراف: ۵۵) اس کا معنی ہے: دعاء اور اس کے غیر میں تجاوز کرنے والے۔ عَفَوۡا (الاعراف: ۹۵) اس کا معنی ہے: وہ کثیر ہو گئے اور ان کے مال بہت زیادہ ہو گئے۔ اَلۡفَتَّاحُ (سبا: ۲۶) اس کا معنی ہے: فیصلہ کرنے والا۔ اِفۡتَحۡ بَیۡنَنَا (الاعراف: ۸۹) اس کا معنی ہے: ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ وَاِذۡ نَتَقۡنَا الۡجَبَلَ (الاعراف: ۱۷۱) اس کا معنی ہے: جب ہم نے پہاڑ کو اٹھایا۔ فَانۡۢبَجَسَتۡ (الاعراف: ۱۶۰) اس کا معنی ہے: چشمے پھوٹ پڑے۔ مُتَبَّرٌ (الاعراف: ۱۳۹) اس کا معنی ہے: خسارہ اور نقصان۔ اٰسٰی (الاعراف: ۹۳) اس کا معنی ہے: میں غمگین ہوتا ہوں۔ تَاۡسَ (المائدہ: ۲۶، ۶۸) اس کا معنی ہے: تم غم کرو اور دوسروں نے کہا: مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسۡجُدَ (الاعراف: ۱۲) اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تجھ کو سجدہ کرنے سے کس نے روکا۔ یَخۡصِفٰنِ (الاعراف: ۲۲) اس کا معنی ہے: ان دونوں نے جنت کے پتے پکڑ لیے، وہ ان پتوں کو ایک دوسرے سے ملا کر لپیٹتے تھے۔ سَوۡاٰتُهُمَا (الاعراف: ۲۰) یہ ان کی شرمگاہوں سے کنایہ

Marfat.com

اجْتَمَعُوا وَمَشَاقُّ الْإِنْسَانِ وَالدَّابَّةِ كُلُّهَا يُسَمَّى سُمُومًا وَاحِدُهَا سَمٌّ وَهِيَ عَيْنَاهُ وَمَنْخِرَاهُ وَفَمُهُ وَأُذُنَاهُ وَدُبُرُهُ وَإِحْلِيلُهُ غَوَاشٍ (الاعراف:۴۱) مَا غُشُّوا بِهِ نُشُرًا (الاعراف: ۵۷) مُتَفَرِّقَةً نَكِدًا (الاعراف: ۵۸) قَلِيلًا يَغْنَوْا (الاعراف: ۹۲) يَعِيشُوا حَقِيقٌ (الاعراف:۱۰۵) حَقٌّ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ (الاعراف: ۱۱۶) مِنْ رَهْبَتْ تَلْقَفُ (الاعراف:۱۱۷) تَلْقَمُ طَائِرُهُمْ (الاعراف:۱۳۱) حَظُّهُمْ طُوفَانٌ مِنَ السَّيْلِ وَيُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيرِ الطُّوفَانُ وَالْقُمَّلَ (الاعراف: ۱۳۳) الْحُمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ عُرُوشٌ وَعَرِيشٌ بِنَاءٌ سُقِطَ (الاعراف:۱۴۹) كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِي يَدِهِ أَسْبَاطًا (الاعراف:۱۶۰) قَبَائِلُ بَنِي إِسْرَائِيلَ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ (الاعراف:۱۶۳) يَتَعَدَّوْنَ لَهُ يُجَاوِزُونَ تَجَاوُزٌ بَعْدَ تَجَاوُزٍ تَعْدُ تُجَاوِزْ شُرَّعًا (الاعراف: ۱۶۳) شَوَارِعَ بَئِيسٍ (الاعراف:۱۶۵) بَئِيسٍ (الاعراف:۱۶۵) شَدِيدٍ أَخْلَدَ (الاعراف: ۱۷۶) إِلَى الْأَرْضِ قَعَدَ وَتَقَاعَسَ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ (الاعراف:۱۸۲) أَيْ نَأْتِيهِمْ مِنْ مَأْمَنِهِمْ كَقَوْلِهِ تَعَالَى فَأَتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا مِنْ جِنَّةٍ (الاعراف:۱۸۴) مِنْ جُنُونٍ أَيَّانَ مُرْسَاهَا (النزعت: ۴۲) مَتَى خُرُوجُهَا فَمَرَّتْ بِهِ (الاعراف: ۱۸۹) بِهِ اسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَأَتَمَّتْهُ يَنْزَغَنَّكَ (الاعراف:۲۰۰) يَسْتَخِفَّنَّكَ طَيْفٌ مُلِمٌّ بِهِ لَمَمٌ وَيُقَالُ طَائِفٌ (الاعراف:۲۰۱) وَهُوَ وَاحِدٌ يَمُدُّونَهُمْ (الاعراف:۲۰۲) يُزَيِّنُونَ وَخِيفَةً (الاعراف: ۲۰۵) خَوْفًا خُفْيَةً (الاعراف: ۵۵) مِنَ الْإِخْفَاءِ وَالْآصَالِ (الاعراف:۲۰۵) وَاحِدُهَا أَصِيلٌ وَهُوَ مَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى الْمَغْرِبِ كَقَوْلِهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۔ (الفرقان:۵)

ہے۔ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ (الاعراف:۲۴) یعنی اس وقت سے لے کر قیامت تک اور حِينٍ کا عربوں کے نزدیک معنی ہے: ایک ساعت سے لے کر غیر متناہی ساعات تک اور رِیَاش اور رِیش دونوں کا ایک معنی ہے یعنی ظاہری لباس۔ وَقَبِيلُهُ (الاعراف: ۲۷) اس کا معنی ہے: شیطان کا وہ گروہ جس میں سے وہ خود بھی ہے۔ ادَّارَكُوا (الاعراف:۳۸) اس کا معنی ہے: وہ جمع ہو جائیں گے، آدمی اور جانور سب کے سوراخ، اس کو سموم کہتے ہیں اور اس کا واحد سَمٌّ ہے اور وہ سوراخ کہ اس کی دو آنکھیں ہیں اور دو نتھنے ہیں اور منہ ہے اور اس کے دو کان ہیں اور اس کی مقعد کا سوراخ ہے اور اس کے آلہ تناسل کا سوراخ ہے۔ غَوَاشٍ (الاعراف: ۴۱) اس کا معنی ہے: جس سے ڈھانپے گئے یعنی غلاف۔ نُشُرًا (الاعراف: ۵۷) اس کا معنی ہے: متفرق۔ نَكِدًا (الاعراف:۵۸) اس کا معنی ہے: تھوڑا۔ يَغْنَوْا (الاعراف: ۹۲) اس کا معنی ہے: وہ زندہ رہے یا آباد ہوئے۔ حَقِيقٌ (الاعراف:۱۰۵) اس کا معنی برحق ہے یا واجب۔ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ (الاعراف:۱۱۶) یہ رَهْبَتُ سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: میں نے اس کو ڈرایا۔ تَلْقَفُ (الاعراف:۱۱۷) اس کا معنی ہے: وہ نگلنے لگا۔ طَائِرُهُمْ (الاعراف: ۱۳۱) اس کا معنی ہے: سیلاب کے طوفان سے ان کا حصہ، اور جب اس سے بہت زیادہ اموات ہوں تو اس کو طوفان کہتے ہیں۔ وَالْقُمَّلَ (الاعراف: ۱۳۳) اس کا معنی ہے: چھوٹی جوؤں کی طرح چیچڑیاں اور عُرُوش اور عَرِيش کا معنی ہے: عمارت۔ سُقِطَ (الاعراف: ۱۴۹) اس کا معنی ہے: ہر شخص جب نادم ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں پر گر گیا۔ أَسْبَاطًا (الاعراف:۱۶۰) اس کا معنی ہے: بنی اسرائیل کے قبائل۔ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ (الاعراف:۱۶۳) اس کا معنی ہے: وہ ہفتہ کے دن حد سے تجاوز کرتے تھے۔ تَعَدّی اس کا معنی ہے: حد سے تجاوز کرنا۔ شُرَّعًا (الاعراف: ۱۶۳) اس کا معنی ہے: پانی کے اوپر تیرتے ہوئے۔ بَئِيسٍ (الاعراف:۱۶۵) اس کا معنی ہے: سخت۔ أَخْلَدَ (الاعراف: ۱۷۶) اس کا معنی ہے: بیٹھا اور پیچھے ہٹ گیا۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ

Marfat.com

(الاعراف:١٨٢) اس کا معنی ہے: جہاں سے ان کو خطرہ نہیں ہوگا ہم وہاں سے آئیں گے جیسا کہ اس آیت میں ہے، یعنی اللہ کا عذاب ان پر وہاں سے آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔ (الحشر:٢) مِّنۡ جِنَّةٍ (الاعراف:١٨٤) اس کا معنی ہے: جنون اور دیوانگی۔ اَيَّانَ مُرۡسٰهَا (النزعت:٤٢) اس کا معنی ہے: اس کے نکلنے کا وقت کب ہوگا۔ فَمَرَّتۡ بِهٖ (الاعراف:١٨٩) اس کا معنی ہے: اس کا حمل برقرار رہا، پس اس کی مدت پوری ہوگئی۔ يَنۡزَغَنَّكَ (الاعراف:٢٠٠) اس کا معنی ہے: شیطان تم کو ڈگمگائے یا پھسلائے۔ طٰٓئِفٌ (الاعراف:٢٠١) اس کا معنی ہے: شیطان کی طرف سے جو تمہیں وسوسہ آئے۔ طائِفٌ اور طَيۡفٌ کا ایک ہی معنی ہے۔ يَمُدُّوۡنَهُمۡ (الاعراف:٢٠٢) اس کا معنی ہے: وہ اس کو خوش نما بناتے ہیں۔ وَّخِيۡفَةً (الاعراف:٢٠٥) اس کا معنی ہے: ڈر اور خوف۔ خُفۡيَةً (الاعراف:٥٥) اس کا معنی ہے: چپکے چپکے۔ وَالۡاٰصَالِ (الاعراف:٢٠٥) اس کا واحد اَصِيۡلٌ ہے اور اس کا معنی ہے: عصر سے لے کر مغرب تک کا وقت جیسا کہ اس آیت میں ہے: بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا (الفرقان:٥) یعنی صبح اور شام کے وقت۔

تعلیقات مذکورہ کی شرح

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

قَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ وَرِيَاشًا الۡمَالُ۔ حضرت ابن عباس نے کہا: وَرِيۡشًا کا معنی ہے: مال۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسًا يُّوَارِىۡ سَوۡاٰتِكُمۡ وَرِيۡشًا۔ (الاعراف:٢٦) بے شک ہم نے تم پر ایسا لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور تمہاری زینت (بھی) ہے۔

اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ علی بن ابی طلحہ سے روایت کی ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ٥ ص ١٤٥٧)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رِيۡشًا اور رِيَاشًا دونوں قراءتیں ہیں۔

اور رِيَاشًا یہ عاصم کی قراءت ہے۔ (المحتسب ج ١ ص ٢٤٦)

امام ابو حاتم نے کہا: یہ قراءت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کا معنی ہے: رزق میں فراخی اور پر تعیش زندگی اور لباس کی کثرت۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ اَلرِّيۡش کا معنی ہے: کھانا اور پینا اور اَلرِّيَاش کا معنی ہے: حاصل شدہ مال۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اَلرِّيۡش کا معنی مال ہے جیسا کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ ان سے ایک روایت ہے: لباس اور پر تعیش زندگی۔ (تفسیر طبری ج ٥ ص ٤٥٧)

Marfat.com

جب کوئی شخص مال دار ہو جائے تو کہا جاتا ہے: تَرَيَّشَ الرَّجُلُ (تفسیر طبری ج ۵ ص ۴۵۸ تفسیر ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۴۵۷)

اور قطرب نے کہا: اَلرِّيش اور الرِّيَاش کا ایک معنی ہے، جیسے حِلٌّ اور حَلَالٌ کا ایک معنی ہے اور اخفش نے کہا: اس کا معنی ہے: کھیتوں کی اور فصلوں کی زرخیزی، اور القتبی نے کہا: اَلرِّيش اور الرياش کا معنی ہے: ظاہری لباس۔ (القرطبین ج ۱ ص ۱۷۶)

مقاتل نے کہا: یہ آیت ثقیف، بنو عامر بن صعصعہ، خزاعہ، بنو مدلج، عامر اور الحارث بن عبد کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا تھا: ہم ان کپڑوں میں بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گے جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے تھے اور ہم ریشم کا اور اون کا، اور بالوں سے بنا ہوا اور چمڑے سے بنا ہوا لباس نہیں پہنیں گے اور وہ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے اور ان کی عورتیں رات کو طواف کرتی تھیں۔

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ فِي الدُّعَاءِ وَفِي غَيْرِهِ۔ — اَلْمُعْتَدِیْنَ (الاعراف: ۵۵) اس کا معنی ہے: دعاء اور اس کے غیر میں تجاوز کرنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (الاعراف: ۵۵) — تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا O

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا میں حد سے تجاوز کرنے کو پسند نہیں فرماتا اور نہ ہی کسی اور کام میں۔ (تفسیر طبری ج ۵ ص ۵۱۵) دعا میں حد سے بڑھنے کا معنی یہ ہے کہ اپنی ضرورت سے زیادہ سوال کرے، یا گا گا کر سوال کرے یا زیادہ بلند آواز کے ساتھ سوال کرے، حالانکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ گڑگڑا کر اور چپکے چپکے سوال کرو۔

عَفَوْا كَثُرُوْا وَكَثُرَتْ أَمْوَالُهُمْ۔ — عَفَوْا (الاعراف: ۹۵) اس کا معنی ہے: وہ کثیر ہو گئے اور ان کے مال بہت زیادہ ہو گئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا۔ (الاعراف: ۹۵) — پھر ہم نے ان کی بدحالی کو خوش حالی سے بدل دیا حتیٰ کہ وہ خوب پھلے پھولے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ کثیر ہو گئے اور ان کے مال بھی بہت زیادہ ہو گئے۔ (تفسیر طبری ج ۶ ص ۹)

اور مقاتل نے کہا کہ انہوں نے تکبر کیا اور وہ اترائے اور انہوں نے شکر ہی نہیں کیا، اور عَفَوْا کی اصل عَفْوٌ سے ہے جس کا معنی کثرت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَعْفُوا اللُّحٰی یعنی داڑھیاں بڑھاؤ۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۳) اور قتادہ نے کہا ہے کہ وہ مال کی فراوانی سے خوش ہوئے۔ (تفسیر طبری ج ۶ ص ۱۰)

اَلْفَتَّاحُ الْقَاضِي۔ — اَلْفَتَّاحُ (سباء: ۲۶) اس کا معنی ہے: فیصلہ کرنے والا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ۝ (سباء: ۲۶) — فرما دیجئے: ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے گا اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے O

Marfat.com

اَلْفَتَّاحُ کا معنی ہے: فیصلہ کرنے والا، قرآن مجید میں ہے: ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے، اور قتادہ کہتے ہیں: میں اس کا معنی نہیں جانتا تھا حتیٰ کہ میں نے ذی یزن کی بیٹی سے سنا، وہ اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی: اُفَاتِحُكَ یعنی میں تجھ سے فیصلہ کراتی ہوں۔

(تفسیر طبری ج ۶ ص ۴)

المؤرج نے کہا ہے کہ اُفْتَحْ کا معنی ہے: میں فیصلہ کرتا ہوں اور الفراء نے کہا کہ اہل عمان قاضی کو فاتح اور فَتَّاحُ کہتے ہیں۔

(معانی القرآن ج ۱ ص ۳۸۵)

افْتَحْ بَيْنَنَا اقْضِ بَيْنَنَا۔ اِفْتَحْ بَيْنَنَا (الاعراف: ۸۹) اس کا معنی ہے: ہمارے درمیان فیصلہ کردے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ (الاعراف: ۸۹) اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرمادے اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے ○

اس کی شرح اوپر گزر چکی ہے۔

نَتَقْنَا الْجَبَلَ رَفَعْنَا۔ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ (الاعراف: ۱۷۱) اس کا معنی ہے: جب ہم نے پہاڑ کو اٹھایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ۔ (الاعراف: ۱۷۱) اور جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ (اس طرح) اٹھالیا تھا گویا کہ وہ ان کے اوپر سائبان ہے۔

نَتَقْنَا کا معنی ہے: ہم نے اوپر اٹھادیا۔

انْبَجَسَتْ انْفَجَرَتْ فَانْبَجَسَتْ (الاعراف: ۱۶۰) اس کا معنی ہے: چشمے پھوٹ پڑے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ (الاعراف: ۱۶۰) تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے انبجست کی تفسیر انفجرت کے ساتھ کی ہے، جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ہے:

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ (البقرہ: ۶۰) تو اس سے بارہ چشمے جاری ہوگئے۔

جس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ماری تھی وہ پتھر پہاڑ طور کا تھا، جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ اٹھا کر لائے تھے، پس جب بنی اسرائیل اس جگہ پہنچے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی سے ضرب لگائی تھی تو اس سے پانی کے بارہ چشمے نکل آئے تھے اور ہر قبیلہ نے اپنے اپنے چشمے سے پانی پیا۔

مُتَبَّرٌ خُسْرَانٌ۔ مُتَبَّرٌ (الاعراف: ۱۳۹) اس کا معنی ہے: خسارہ اور نقصان۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ (الاعراف: ۱۳۹) بے شک جس کام میں یہ لوگ مصروف ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں، وہ سراسر غلط ہے ○

Marfat.com

امام بخاری نے مُتَبَّرٌ کی تفسیر خسارے کے ساتھ کی ہے اور مُتَبَّرٌ کا لفظ تَبَار سے ماخوذ ہے، اور اس کا معنی ہلاک ہے اور یہی تَتْبِیْر ہے، اور جب کوئی شخص کسی کو توڑ پھوڑ دے اور ہلاک کر دے تو کہا جاتا ہے: تَبَّرَهٗ تَتْبِیْرًا۔

آسٰی أَحْزَنُ۔ اٰسٰی (الاعراف: ۹۳) اس کا معنی ہے: میں غمگین ہوتا ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَكَيْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ (الاعراف: ۹۳) تو اب میں کافروں (کے عذاب) پر کیوں افسوس کروں O

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہاں پر دو لفظ ہیں: پہلا لفظ ہے: اٰسٰی اور یہ الاعراف: ۹۳ میں ہے جس کا معنی ہے: میں غم اور افسوس کروں، اور یہ حضرت شعیب علیہ السلام کے قول کی حکایت ہے جب انہوں نے اپنی قوم کے ہلاک ہونے کے بعد فرمایا: میں کیسے اس قوم کی ہلاکت پر افسوس کروں جو اپنے کفر کی وجہ سے ہلاک ہوئی، اور دوسرا لفظ ہے: تَأْسَ جس کی شرح آ رہی ہے۔

تَأْسَ تَحْزَنْ۔ تَأْسَ (المائدہ: ۲۶، ۶۸) اس کا معنی ہے: تم غم کرو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ (المائدہ: ۲۶) تو (اے موسیٰ!) غمگین نہ ہونا فرمان قوم (کے انجام) پر O

اس تعلیق کی شرح سورۃ المائدہ: ۲۶، ۶۸ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ غَیْرُهٗ مَا مَنَعَكَ أَنْ لَا تَسْجُدَ یَقُوْلُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ۔ اور دوسروں نے کہا: مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ (الاعراف: ۱۲) اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تجھ کو سجدہ کرنے سے کس نے روکا؟

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ۔ فرمایا: تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ (الاعراف: ۱۲)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے الاعراف: ۱۲ کو لکھنے کے بعد یہ کہا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ تجھ کو سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا؟ اور اس قول سے یہ تنبیہ کی ہے کہ اس آیت میں لَا کا لفظ زائد ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ۔ (ص: ۷۵) (اللہ نے) فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ کرے اس کے لئے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اگر الاعراف: ۱۲ میں لَا کو زائد نہ مانا جائے تو پھر تقدیر عبارت اس طرح ہوگی: تجھے سجدہ نہ کرنے پر کس نے برانگیختہ کیا۔

یَخْصِفَانِ أَخَذَا الْخِصَافَ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ یُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ یَخْصِفَانِ الْوَرَقَ بَعْضَهٗ إِلٰی بَعْضٍ سَوْاٰتِهِمَا كِنَایَةٌ عَنْ فَرْجَیْهِمَا۔ یَخْصِفٰنِ (الاعراف: ۲۲) اس کا معنی ہے: ان دونوں نے جنت کے درخت کے پتے پکڑ لئے۔ وہ ان پتوں کو ایک دوسرے سے ملا کر لپیٹتے تھے۔ سَوْاٰتِهِمَا یہ ان دونوں کی شرمگاہوں سے کنایہ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ۔ (الاعراف: ۲۲) پس جب انہوں نے اس درخت سے چکھا تو ان کی شرمگاہیں ان کے لئے ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑنے لگے۔

خِصَاف، خَصْفَة کی جمع ہے اور یہ اس ٹوکری کو کہتے ہیں جس میں کھجوریں رکھی جاتی ہیں، اور طَفِقَا افعال مقاربہ میں سے ہے، یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام اپنے اوپر جنت کے درخت کے پتے لپیٹنے لگے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ انجیر کا درخت تھا، تو جب حضرت آدم اور حواء علیہما السلام نے اس ممنوع درخت سے کھایا تو ان کی شرمگاہیں کھل گئیں۔ تفسیر میں ہے کہ ان دونوں کا لباس گر گیا اور ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ دونوں اپنی طرف نہیں دیکھتے تھے اور نہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے۔ امام بخاری نے جو کہا ہے کہ یہ شرم گاہ سے کنایہ ہے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ کنایہ نہیں ہے۔ الجوہری نے کہا کہ اَلسَّوْاَۃُ کا معنی شرمگاہ ہے۔

وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ هُوَ هَا هُنَا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالْحِينُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ إِلَىٰ مَالَا يُحْصَىٰ عَدَدُهُ۔

وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ (الاعراف: ۲۴) یعنی اس وقت سے لے کر قیامت تک اور حِیْنٌ کا عربوں کے نزدیک معنی ہے: ایک ساعت سے لے کر غیر متناہی ساعات تک۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝

اور تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانا ہے O (الاعراف: ۲۴)

امام بخاری نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ حِیْنٍ سے مراد یہاں پر قیامت تک کا وقت ہے، پھر امام بخاری نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ عرب کے نزدیک حِیْن کا لفظ اعداد کثیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور اس کی کم سے کم مقدار ایک ساعت یا ایک گھنٹہ ہے، علامہ ابن الاثیر نے کہا کہ حِیْنٍ کا معنی وقت ہے اور لغت کی کتاب ''مغرب'' میں مذکور ہے کہ حِیْنٍ کا لفظ مبہم ہے، قلیل اور کثیر پر واقع ہوتا ہے۔

الرِّيَاشُ وَالرِّيشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ۔

اور رِیَاش اور رِیْش دونوں کا ایک معنی ہے: یعنی ظاہری لباس۔

اس تعلیق کی شرح اوپر گزر چکی ہے۔

قَبِيلُهُ جِيلُهُ الَّذِي هُوَ مِنْهُمْ۔

وَ قَبِیْلُهٗ (الاعراف: ۲۷) اس کا معنی ہے: شیطان کا وہ گروہ جس میں سے وہ خود بھی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔

بے شک وہ (شیطان) اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ (الاعراف: ۲۷)

امام بخاری نے قَبِیْل کی تفسیر جِیْل کے ساتھ کی ہے۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: لوگوں کی ایک قسم، ترک بھی ایک جیل ہے اور چین بھی ایک جیل ہے، اور یہاں جِیْل سے مراد شیطان اور اس کا قبیلہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد گھوڑ سوار اور پیادہ ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس کی ذُرِّیَّت ہے اور تیسرا قول ہے کہ اس سے مراد اس کے اصحاب ہیں۔

ادَّارَكُوا اجْتَمَعُوا۔

إِدَّارَكُوا (الاعراف: ۳۸) اس کا معنی ہے: وہ جمع ہو جائیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا۔ (الاعراف: ۳۸)

جب بھی کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہوگی تو وہ اپنی جیسی جماعت پر لعنت کرے گی حتیٰ کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اِدَّارَکُوْا کی تفسیر اِجْتَمَعُوْا کے ساتھ کی ہے، یعنی وہ جمع ہو گئے۔ مقاتل نے کہا کہ جب بھی ایک ملت والے دوزخ میں داخل ہوں گے تو وہ اپنی ملت والوں پر لعنت کریں گے، پس یہود، یہود کو لعنت کریں گے اور نصاریٰ، نصاریٰ کو لعنت کریں گے اور مجوس، مجوس کو لعنت کریں گے، اور اس آیت میں اُخت سے مراد ہے: دین اور ملت کی اخوت نہ کہ نسب کی اخوت اور حتیٰ اِذَا ادَّارَکُوْا کا معنی ہے: جب وہ دوزخ میں جمع ہو جائیں گے۔ اصل میں یہ لفظ تَدَارَکُوْا تھا، پھر تاء کو دال سے بدل کر دال کا دال میں ادغام کر دیا۔

وَمَشَاقُّ الْإِنْسَانِ وَالدَّابَّةِ كُلُّهَا يُسَمَّى سُمُوْمًا وَاحِدُهَا سَمٌّ وَهِيَ عَيْنَاهُ وَمَنْخِرَاهُ وَفَمُهُ وَأُذُنَاهُ وَدُبُرُهُ وَإِحْلِيلُهُ۔

آدمی اور جانور سب کے سوراخ کو سُمُوْم کہتے ہیں اور اس کا واحد سَمٌّ ہے اور وہ سوراخ اس کی دو آنکھیں ہیں اور دو نتھنے ہیں اور منہ ہے اور اس کے دو کان ہیں اور اس کی مقعد کا سوراخ ہے اور اس کے آلہ تناسل کا سوراخ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے لفظ سَمٌّ کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے، جو درج ذیل آیت میں ہے:

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ۔ (الاعراف: ۴۰)

اور وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے (سوراخ) میں داخل ہو جائے۔

اس تعلیق میں مشاق الانسان کا ذکر ہے۔ اور صحیح بخاری کے دوسرے نسخوں میں مسام الانسان کا ذکر ہے۔ اور دونوں کا معنی ایک ہے، اور وہ ہے: انسان کے سوراخ۔

غَوَاشٍ مَا غُشُّوْا بِهٖ۔

غَوَاشٍ (الاعراف: ۴۱) اس کا معنی ہے: جس میں ڈھانپے گئے یعنی غلاف۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ۔ (الاعراف: ۴۱)

ان کے لئے دوزخ (کی آگ) کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا۔

امام بخاری نے غَوَاشٍ کے لفظ کی اس کے ساتھ تفسیر کی ہے جس کو ڈھانپ لیا گیا ہو، جیسے لحاف یا لباس بدن کو ڈھانپ لیتا ہے، اس طرح دوزخ کے اوپر تلے طبقات ہیں اور ہر اوپر والا طبقہ نیچے والے طبقہ کو ڈھانپ لیتا ہے۔

نُشُرًا مُتَفَرِّقَةً۔

نُشُرًا (الاعراف: ۵۷) اس کا معنی ہے: متفرق۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ نُشُرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ۔ (الاعراف: ۵۷)

وہی ہے جو متفرق ہواؤں کو بھیجتا ہے اپنی رحمت کے سامنے۔

امام بخاری نے نشرا کی تفسیر متفرق کے ساتھ کی ہے اور فن تفسیر میں مذکور ہے کہ نُشُرٌ نَشُوْرٌ کی جمع ہے اور یہ اس لطیف ہوا کو کہتے ہیں جو ہر جانب سے چلتی ہے۔ (ہماری قراءت میں یہ لفظ بُشْرًا ہے، اور اس کا معنی ہے: بارش کی خوش خبری دینے والی ہوائیں)۔

نَكِدًا قَلِيْلًا۔

نَكِدًا (الاعراف: ۵۸) اس کا معنی ہے: تھوڑا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا۔ (الاعراف:۵۸) اور جو خراب زمین ہوتی ہے، اس کی پیداوار صرف تھوڑی سی نکلتی ہے۔

امام بخاری نے نَکِدًا کی تفسیر قلیلًا کے ساتھ کی ہے اور امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر عُسْرًا یعنی شدت کے ساتھ کی ہے۔

یَغْنَوْا یَعِیْشُوا۔ یَغْنَوْا (الاعراف:۹۲) اس کا معنی ہے، وہ زندہ رہے یا آباد ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا شُعَیْبًا کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا۔ (الاعراف:۹۲) جن لوگوں نے شعیب (علیہ السلام) کی تکذیب کی تھی، (وہ صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹ گئے) گویا کہ کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔

امام بخاری نے یَغْنَوْا کی تفسیر یَعِیْشُوا کے ساتھ کی ہے۔ اس کا معنی ہے: انہوں نے خوش گوار زندگی نہیں گزاری۔

حَقِیْقٌ حَقٌّ۔ حَقِیْقٌ (الاعراف:۱۰۵) اس کا معنی ہے برحق یا واجب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَقِیْقٌ عَلٰٓی اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ۔ (الاعراف:۱۰۵) میرا یہ منصب ہے کہ میں اللہ کے متعلق حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں۔

امام بخاری نے حَقِیْقٌ کی تفسیر حَقٌّ کے ساتھ کی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس لائق ہے کہ اس کے متعلق حق کے سوا اور کوئی بات نہ کہی جائے۔

اسْتَرْهَبُوْهُمْ مِنَ الرَّهْبَةِ۔ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ (الاعراف:۱۱۶) یہ رَهْبَتٌ سے ماخوذ ہے: اس کا معنی ہے: میں نے اس کو ڈرایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ ۝ (الاعراف:۱۱۶) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: تم ڈالو! جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان کو خوف زدہ کر دیا اور انہوں نے بہت بڑا جادو پیش کیا○

امام بخاری نے کہا کہ استرھبوھم، رُهْبَةٌ سے ماخوذ ہے، یعنی خوف اور اس کا معنی یہ ہے کہ فرعون کے جادوگر لوگوں کی آنکھوں پر جادو کرتے تھے یعنی جو چیز ان کی آنکھوں میں ڈالتے، لوگ سمجھتے کہ خارج میں اس کی کوئی حقیقت ہے اور وہ لوگوں کو اس سے ڈراتے اور لوگ اس سے خوف زدہ ہو جاتے۔

تَلْقَفُ تَلْقَمُ۔ تَلْقَفُ (الاعراف:۱۱۷) اس کا معنی ہے: نگلنے لگا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاکَ ۚ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِکُوْنَ ۝ (الاعراف:۱۱۷) اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو وہ فوراً ان کے جھوٹے طلسم کو نگلنے لگا○

امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ فرعون کے جادوگروں نے لاٹھیوں کو اور رسیوں کو سانپ بنا کر دکھایا تھا، ان سب کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اژدھے نے نگل لیا اور ظاہر ہو گیا کہ انہوں نے جو کچھ دکھایا تھا، وہ باطل ہے۔

طَآئِرُهُمْ حَظُّهُمْ طُوْفَانٌ مِنَ السَّیْلِ وَیُقَالُ لِلْمَوْتِ طٰٓئِرُهُمْ (الاعراف:۱۳۱) اس کا معنی ہے: سیلاب کے طوفان سے

Marfat.com

اَلْکَثِیْرِ الطُّوْفَانُ۔ ان کا حصہ اور جب اس سے بہت زیادہ اموات ہوں تو اس کو طوفان کہتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ (الاعراف:۱۳۱) سنو! ان کافروں کی نحوست اللہ کے نزدیک (ثابت) ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے O

امام بخاری نے طٰٓئِرُ کی تفسیر حصہ کے ساتھ کی ہے اور امام ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح اس کی تفسیر کی ہے۔

طوفان سیلاب سے ماخوذ ہے، اور موت کثیر کے لئے طوفان کہا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ۔ (الاعراف:۱۳۳) پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور چچڑیاں اور جوئیں۔

امام بخاری نے طوفان کی تفسیر سیلاب سے کی ہے اور سیلاب کے معنی میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب بہت زیادہ بارشیں ہوں جن سے فصلیں، کھیتیاں اور باغات تباہ ہو جائیں تو اس کو سیلاب کہتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت ہے کہ سیلاب کا معنی ہے: کثرۃ الموت جیسا کہ یہاں بیان کیا ہے اور عطاء کا بھی یہی قول ہے۔

اَلْقُمَّلُ الْحُمْنَانُ یُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ۔ وَالْقُمَّلَ (الاعراف: ۱۳۳) اس کا معنی ہے: چچڑیاں جو چھوٹی جوؤں کے مشابہ ہوتی ہیں۔

امام بخاری نے قُمَّلْ کی تفسیر وہ کی ہے جو اس آیت میں ہے۔ امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ عرب کے نزدیک قُمَّلْ چچڑی کی ایک قسم ہے اور اس کا واحد حمنانۃ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قُمَّلْ اس سُرسُری کو کہتے ہیں جو گندم وغیرہ سے نکلتی ہے اور ان سے ایک اور روایت ہے کہ قُمَّلْ اس چھوٹی ٹڈی کو کہتے ہیں، جس کے پر نہیں ہوتے اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ قمل کا معنی ہے: پسو۔

عُرُوْشٌ وَعَرِيْشٌ بِنَاءٌ۔ عُرُوش اور عریش کا معنی ہے: عمارت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ۝ (الاعراف:۱۳۷) اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی بنائی ہوئی عمارتوں اور جو کچھ وہ بناتے ہیں، ان کو تباہ و برباد کر دیا O

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ کا معنی ہے: جو کچھ وہ بناتے تھے۔ اور امام بخاری نے جو عروش اور عریش کا معنی بیان کیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ عُرُوْش عرش کی جمع ہے اور عرش کا معنی ہے: بادشاہ کا تخت اور مکان کی چھت، لہٰذا امام بخاری نے جو اس کا معنی بیان کیا ہے: وہ درست نہیں ہے۔

سُقِطَ كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِيْ يَدِهٖ۔ سُقِطَ (الاعراف:۱۴۹) اس کا معنی ہے: ہر شخص جب نادم ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں پر گر گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

وَلَمَّا سُقِطَ فِیۡۤ اَیۡدِیۡهِمۡ۔ (الاعراف:۱۴۹) اور جب ان کی خود فریبی کا طلسم جاتا رہا (یعنی جب وہ اپنے کئے پر نادم اور شرمسار ہو گئے)۔

امام بخاری نے سُقِطَ کی تفسیر ندامت کے ساتھ کی ہے اور علامہ جوہری نے بھی کہا ہے کہ سقط فی یدیه کا معنی ہے: وہ نادم ہو گیا اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے قصہ میں ہے، جنہوں نے زیورات کا بچھڑا بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حال کی اس آیت میں خبر دی کہ جب وہ نادم ہو گئے اور انہوں نے جان لیا کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں، یعنی وہ اپنے کئے پر نادم ہو گئے ہیں۔

اَلۡاَسۡبَاطِ (الاعراف:۱۶۰) اس کا معنی ہے: بنی اسرائیل کے قبائل۔ اَلۡاَسۡبَاطُ قَبَائِلُ بَنِیۡ اِسۡرَائِیۡلَ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَطَّعۡنٰهُمُ اثۡنَتَیۡ عَشۡرَةَ اَسۡبَاطًا اُمَمًا۔ (الاعراف:۱۶۰) اور ہم نے ان (بنو اسرائیل) کو بارہ قبیلوں میں گروہ در گروہ تقسیم کر دیا۔

امام بخاری نے اسباط کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے قبائل ہیں۔ امام ابو عبیدہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے اور انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کا واحد سِبط ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تم کس سِبط سے ہو، یعنی کس قبیلے سے ہو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو اسباط کہا جاتا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو قبائل کہا جاتا ہے۔ اس کا اشتقاق سَبط سے ہے اور اس کا معنی ہے: پے در پے آنا اور سَبَط اس درخت کو کہتے ہیں، جو بہت گھنا ہو۔ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو سِبطِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی ذُرِّیَّت دنیا میں بہت پھیل گئی۔

یَعۡدُوۡنَ فِی السَّبۡتِ یَتَعَدَّوۡنَ لَهٗ یُجَاوِزُوۡنَ تَجَاوُزٌ یَعۡدُوۡنَ فِی السَّبۡتِ (الاعراف:۱۶۳) اس کا معنی ہے، وہ ہفتہ کے دن حد سے تجاوز کرتے تھے۔ بَعۡدَ تَجَاوُزٍ تَعۡدُ تُجَاوِزُ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَسۡئَلۡهُمۡ عَنِ الۡقَرۡيَةِ الَّتِیۡ كَانَتۡ حَاضِرَةَ الۡبَحۡرِ ۘ اِذۡ یَعۡدُوۡنَ فِی السَّبۡتِ۔ (الاعراف:۱۶۳) اور ان سے اس بستی کے متعلق سوال کیجئے جو سمندر کے کنارے واقع تھی، جب وہ سنیچر (ہفتہ) کے دن تجاوز کرتے تھے۔

امام بخاری نے یَعۡدُوۡنَ کی تفسیر یتجاوزون کے ساتھ کی ہے، یعنی وہ حد سے گزرتے تھے۔ علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ وہ ہفتہ کے دن شکار کرتے تھے، حالانکہ انہیں ہفتہ کے دن شکار کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ ہفتہ کے دن شکار کے آلات تیار کرتے تھے، حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ عبادت کے سوا اور کوئی کام نہیں کریں گے۔

شُرَّعًا (الاعراف:۱۶۳) اس کا معنی ہے: پانی کے اوپر تیرتے ہوئے۔ شُرَّعًا شَوَارِعَ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذۡ تَاۡتِیۡهِمۡ حِیۡتَانُهُمۡ یَوۡمَ سَبۡتِهِمۡ شُرَّعًا وَّیَوۡمَ لَا یَسۡبِتُوۡنَ ۙ لَا تَاۡتِیۡهِمۡ۔ (الاعراف:۱۶۳) جب سنیچر کے دن مچھلیاں تیرتی ہوئی ان کے پاس آتی تھیں، اور جب سنیچر کا دن نہ ہوتا تو وہ ان کے پاس (اتنی کثرت سے) اس طرح نہیں آتی تھیں۔

امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ شُرَّعًا، شوارع کی جمع ہے اور یہ پانی کی سطح کے اوپر راستہ ہے۔

Marfat.com

بَئِيسٍ شَدِيدٍ۔ بَئِيسٍ (الاعراف:۱۶۵) اس کا معنی ہے: سخت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ۔ اور ہم نے ظالموں کو سخت عذاب میں جکڑ لیا۔

(الاعراف:۱۶۵)

امام بخاری نے بَئِيسٍ کی تفسیر شدید سے کی ہے یعنی سخت اور مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: اَلِیْمٌ یعنی دردناک۔

أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ قَعَدَ وَتَقَاعَسَ۔ أَخْلَدَ (الاعراف:۱۷۶) اس کا معنی ہے: بیٹھا اور پیچھے ہٹ گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلٰكِنَّهٗ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ۔ (الاعراف:۱۷۶) مگر وہ پستی کی طرف جھکا اور اپنی خواہش نفس کی پیروی کی۔

امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ أَخْلَدَ کا معنی ہے: وہ زمین کی طرف لازم ہو گیا یعنی وہ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کی طرف لازم ہوا اور وہ دنیا کی لذتوں اور نعمتوں کی طرف بڑھا اور ان چیزوں نے اس کو دھوکے میں ڈال دیا اور وہ پستی میں گر گیا اور تَقَاعَسَ کا معنی ہے: اس نے تاخیر کی اور دیر کی اور وَلٰكِنَّهٗ کی ضمیر بلعم بن باعورا کی طرف راجع ہے۔ یہ بنی اسرائیل کے علماء میں سے تھا اور اس کی دعاء بہت قبول ہوتی تھی لیکن اس نے اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کی اور یہ ایمان سے نکل گیا اور اس کا قصہ مشہور ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد امیہ بن ابی الصلت ہے، جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کی پیروی نہیں کی، اور یہ مشرکین کے مددگاروں میں سے ہو گیا، اور بعض احادیث میں وارد ہے کہ یہ زبان سے ایمان لایا اور دل سے ایمان نہیں لایا اور اس کے کچھ ربانی اشعار بھی ہیں، جن میں حکمت اور فصاحت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے اس کا دل نہیں کھولا۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ أَيْ نَأْتِيهِمْ مِنْ مَأْمَنِهِمْ كَقَوْلِهِ تَعَالَى فَأَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا۔ (الحشر:۲) سَنَسْتَدْرِجُهُمْ (الاعراف:۱۸۲) اس کا معنی ہے: جہاں سے ان کو خطرہ نہیں ہوگا ہم وہاں سے آئیں گے، جیسا کہ اس آیت میں ہے: یعنی اللہ کا عذاب وہاں سے آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (الاعراف:۱۸۲) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا! ہم ان کو بتدریج تباہی کی طرف اس طرح لے جائیں گے کہ ان کو پتا بھی نہیں چلے گا O

اِسْتِدْرَاج کا معنی ہے: کسی چیز کی طرف درجہ بہ درجہ لے جانا یا پہنچنا اور الحشر:۲ کے ساتھ تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اچانک پکڑ لیا، جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے:

حَتّٰى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً۔ جب وہ اترانے لگے ان چیزوں کے ساتھ، جو انہیں دی گئیں تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔ (الانعام:۴۴)

مِنْ جِنَّةٍ مِنْ جُنُونٍ۔ مِنْ جِنَّةٍ (الاعراف:۱۸۴) اس کا معنی ہے: جنون اور دیوانگی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ۔ (الاعراف:۱۸۴) ان کے صاحب پر مطلقاً جنون نہیں ہے۔

اس آیت میں صاحب سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کفار آپ کے متعلق یہ کہتے تھے کہ آپ شاعر ہیں یا مجنون، تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے کفار کا رد فرمایا کہ مسلمانوں کے صاحب پر جنون نہیں ہے۔

أَيَّانَ مُرْسَاهَا مَتَى خُرُوجُهَا۔ أَيَّانَ مُرْسٰهَا (النزعت: ۴۲) اس کا معنی ہے: اس کے نکلنے کا وقت کب ہوگا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا۔ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں: اس کے نکلنے کا وقت کب ہوگا۔ (النازعات: ۴۲، الاعراف: ۱۸۷)

امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے اور امام طبری نے علی بن ابی طلحہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ تفسیر کی ہے کہ مُرْسٰهَا کا معنی ہے: اس کی انتہاء کب ہوگی اور قتادہ سے روایت ہے کہ اس کا معنی ہے: کب قائم ہوگی یعنی قیامت۔

فَمَرَّتْ بِهِ اسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَأَتَمَّتْهُ۔ فَمَرَّتْ بِهٖ (الاعراف: ۱۸۹) اس کا معنی ہے: اس کا حمل برقرار رہا، پس اس کی مدت پوری ہوگئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ۔ پھر مرد نے جب اسے ڈھانپ لیا تو اسے خفیف سا حمل ہوگیا، وہ اس کے ساتھ چل پھر رہی تھی۔ (الاعراف: ۱۸۹)

فَمَرَّتْ بِهٖ کی ضمیر حضرت حواء علیہا السلام کی طرف لوٹتی ہے، یعنی جب ان کو حضرت آدم علیہ السلام سے حمل ہوگیا تو انہوں نے حمل کی مدت کو پورا کیا۔

يَنْزَغَنَّكَ يَسْتَخِفَّنَّكَ۔ يَنْزَغَنَّكَ (الاعراف: ۲۰۰) اس کا معنی ہے: شیطان تم کو ڈگمگائے یا پھسلائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ۔ اور (اے مخاطب!) اگر شیطان تمہیں کوئی وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ طلب کرو۔ (الاعراف: ۲۰۰)

امام بخاری نے يَنْزَغَنَّكَ کی تفسیر کی ہے: شیطان تم کو ڈگمگائے یا پھسلائے، اسی طرح امام ابوعبیدہ نے بھی اس کی تفسیر کی ہے۔ اور امام ابن جریر نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: اگر شیطان آپ کو غضبناک کرے، اور آپ کو جاہل سے درگزر کرنے سے روکے، اور آپ کو جاہل سے بدلہ لینے پر برانگیختہ کرے تو آپ اللہ کی پناہ طلب کریں۔

طَيْفٌ مُلِمٌّ بِهِ لَمَمٌ وَيُقَالُ طَائِفٌ وَهُوَ وَاحِدٌ۔ طٰٓئِفٌ (الاعراف: ۲۰۱) اس کا معنی ہے: شیطان کی طرف سے جو تمہیں وسوسہ آئے۔ طَائِفٌ اور طَيْفٌ کا ایک ہی معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ۔ بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں، انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی برا خیال چھو بھی جاتا ہے۔ (الاعراف: ۲۰۱)

امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ طیف کا معنی ہے: لَمَمٌ اور لَمَمٌ کا اطلاق جنون کی ایک قسم پر، اور صغیرہ گناہوں پر کیا جاتا ہے۔ بعض

مفسرین نے اس کی تفسیر غضب کے ساتھ کی ہے اور بعض مفسرین نے اس کی تفسیر مَسّ شیطان کے ساتھ کی ہے اور بعض نے اس کی تفسیر ارتکاب گناہ کے ساتھ کی ہے۔

یَمُدُّوْنَهُمْ یُزَیِّنُوْنَ۔ یَمُدُّوْنَهُمْ (الاعراف: ۲۰۲) اس کا معنی ہے: وہ اس کو خوش نما بناتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ۝ (الاعراف: ۲۰۲) اور شیطانوں کے بھائی بند ان کو گمراہی میں کھینچتے ہیں، پھر وہ (ان کو گمراہ کرنے میں) کوئی کمی نہیں کرتے ○

امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: وہ ان کے لئے کفر اور گمراہی کو مزین کرتے ہیں۔

وَخِیْفَةً خَوْفًا وَخُفْیَةً مِنَ الْاِخْفَاءِ۔ وَخِیْفَةً اس کا معنی ہے: ڈر اور خوف۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیتوں کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً۔ (الاعراف: ۲۰۵) اور اپنے رب کو اپنے دل میں خوف اور عاجزی کے ساتھ یاد کرو۔

اور قرآن مجید میں خُفْیَه بھی ہے، جس کا معنی ہے: چپکے چپکے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً۔ (الاعراف: ۵۵) تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارو۔

وَالْاٰصَالُ وَاحِدُهَا أَصِیْلٌ وَهُوَ مَا بَیْنَ الْعَصْرِ إِلَی الْمَغْرِبِ كَقَوْلِهِ بُكْرَةً وَّأَصِیْلًا۔ وَالْاٰصَالِ (الاعراف: ۲۰۵) اس کا واحد اصیل ہے، اور اس کا معنی ہے: عصر سے لے کر مغرب تک کا وقت، جیسا کہ اس آیت میں ہے: بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا (الفرقان: ۵) یعنی صبح اور شام کے وقت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ (الاعراف: ۲۰۵) اور زبان سے آواز بلند کئے بغیر صبح اور شام (اپنے رب کو) یاد کرو۔

امام ابوعبیدہ نے بھی یہی کہا ہے کہ اٰصال، اَصِیل کی جمع ہے۔

نوٹ: ان تعلیقات کی شرح التوضیح ج ۲۲ ص ۵۶-۳۵۲ اور عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۳۲-۳۳۱ سے لی گئی ہیں۔

۱- بَابٌ: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ (الاعراف: ۳۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ میرے رب نے تو صرف بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے خواہ وہ ظاہر ہوں، خواہ پوشیدہ (الاعراف: ۳۳) کی تفسیر

فواحش سے کیا مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین نے اس کو عموم پر محمول کیا ہے۔ قتادہ سے روایت ہے کہ چھپ کر بے حیائی کے کام کئے جائیں خواہ کھلم کھلا بے حیائی کے کام کئے جائیں اور بعض مفسرین نے اس کو خصوص پر محمول کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ چھپ کر زنا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور کھلم کھلا زنا کرنے کو برا سمجھتے تھے، تب اللہ تعالیٰ نے مطلقاً زنا کو حرام قرار دیا خواہ چھپ کر کیا جائے، خواہ کھلم کھلا۔ (عمدۃ القاری: ج ۲۲ ص ۳۲۳-۳۲۲)

Marfat.com

۴۶۳۷- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ قُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَعَمْ وَرَفَعَهُ قَالَ لَا أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ فَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللهِ فَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، از عمرو بن مرۃ از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے ابووائل سے پوچھا: کیا آپ نے یہ حدیث حضرت عبداللہ سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا نہیں ہے۔ اسی لئے اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام فرما دیا خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ باطن اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف کرنا پسند نہیں ہے، اسی لئے اللہ نے اپنی تعریف کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۲- بَابٌ: وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا، تو عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا کہ میں تجھے دیکھوں، فرمایا: تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے، البتہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو، اگر (میری تجلی کے باوجود) یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تم بھی مجھے دیکھ سکو گے، پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ (علیہ السلام) بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب ان کو ہوش آیا تو کہا: تو پاک ہے، میں نے تیرے حضور توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں O (الاعراف: ۱۴۳) کی تفسیر

میقات، رب کی تجلی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بے ہوشی، ان کی توبہ اور ان کے اول المومنین ہونے کا محمل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لِمِیْقَاتِنَا: اَلْمِیْقَاتُ وقت کا مصدر ہے، اصل میں یہ مِوْقَاتٌ تھا، واو ماقبل مکسور تھا تو اس کو یاء سے بدل دیا تو یہ میقات ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے: یعنی کسی بشر میں یہ طاقت نہیں ہے کہ دنیا میں میری طرف دیکھے اور جس نے دنیا میں میری طرف دیکھا تو وہ مر جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے خدا! میں نے تیرا کلام سنا تو مجھے تیری طرف

Marfat.com

دیکھنے کا شوق ہوا، سوتو مجھے اپنی ذات دکھا تو میں تیری طرف دیکھوں، پھر اگر میں تیری طرف دیکھتے ہوئے مرجاؤں تو وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں تیری طرف دیکھے بغیر زندہ رہوں۔

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رب کی تجلی اس کے نور کا ظہور ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام اور کعب احبار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت سے صرف اتنی تجلی کی تھی جتنا سوئی کا ناکہ ہوتا ہے، اور السدی نے کہا: چھنگلی کے برابر۔ امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار حجابات میں سے ایک درہم کے برابر اپنے نور کو ظاہر کیا۔

جَعَلَهٗ دَكًّا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس پہاڑ کو مٹی کا ڈھیر بنا دیا۔ ابوبکر الہذلی نے کہا: وہ پہاڑ زمین کی تہہ میں چلا گیا۔

وَ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا: یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے۔ وہ جمعرات کا دن اور یوم عرفہ تھا اور انہیں جمعہ کے دن تورات دی گئی اور وہ یوم نحر تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے صَعِقًا کی تفسیر بے ہوشی کے ساتھ کی ہے، اور قتادہ نے اس کی تفسیر موت کے ساتھ کی ہے، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر راجح ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے تو کہا: سُبْحٰنَكَ: یعنی تیری ذات اس سے مبرہ ہے کہ کوئی تجھے دنیا میں دیکھے اور جو تجھے دنیا میں دیکھے گا، وہ مرجائے گا۔

تُبْتُ اِلَیْكَ: یعنی میں تجھے دنیا میں دیکھنے کے سوال سے توبہ کرتا ہوں، اور ایک قول یہ ہے کہ میں تیری اجازت سے پہلے تجھ سے سوال کرنے سے توبہ کرتا ہوں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ میں اس اعتقاد سے توبہ کرتا ہوں کہ تجھے دنیا میں دیکھنا ممکن ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ توبہ سے یہاں مراد ہے: بغیر کسی پیشگی گناہ کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور تسبیح سبحان اللہ کہا جیسا کہ مسلمانوں کی عادت ہے کہ وہ اللہ کی کسی نشانی کو دیکھ کر سبحان اللہ کہتے ہیں۔

اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ: یعنی میں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا ہوں کہ تجھے دنیا میں نہیں دیکھا جا سکتا، اور مجاہد نے کہا: میں بنی اسرائیل میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

اس آیت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مجھے نہیں دیکھ سکتے، اس سے معتزلہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا اور آخرت میں نہیں دیکھا جا سکتا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ یہ حدیث ثابت ہے کہ مومنین اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھیں گے، نیز اہلسنت نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دکھائی دینے کو پہاڑ کے اپنی جگہ برقرار رہنے پر موقوف کیا ہے اور پہاڑ کا اپنی جگہ برقرار رہنا ممکن ہے، سو جو اس پر معلق ہو وہ بھی ممکن ہی ہوگا نہ کہ محال۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۲۵-۳۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اَرِنِیْ یعنی مجھے دکھا، اس کا معنی ہے: مجھے (اپنا دیدار) عطا فرما۔

اس تعلیق کو امام طبری نے از علی بن ابی طلحہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما موصولاً روایت کیا ہے۔

۴۶۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ یَحْیَی الْمَازِنِیِّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ لُطِمَ وَجْهُهٗ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ: وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جس

رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِكَ مِنَ الْأَنْصَارِ لَطَمَ فِي وَجْهِي قَالَ ادْعُوهُ فَدَعَوْهُ قَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي مَرَرْتُ بِالْيَهُودِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ فَقُلْتُ وَعَلَى مُحَمَّدٍ وَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ فَلَطَمْتُهُ قَالَ لَا تُخَيِّرُونِي مِنْ بَيْنِ الْأَنْبِيَاءِ فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَفَاقَ قَبْلِي أَمْ جُزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّورِ۔

کے منہ پر تھپڑ مارا گیا تھا اور اس نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے اصحاب میں سے ایک انصاری شخص نے میرے منہ پر تھپڑ مارا۔ آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ، لوگوں نے اس کو بلایا، آپ نے اس سے پوچھا: تم نے اس کے منہ پر تھپڑ کیوں مارا ہے؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں ایک یہودی کے پاس سے گزرا۔ میں نے سناوہ کہہ رہا تھا کہ اس ذات کی قسم! جس نے موسیٰ کو تمام بشروں پر فضیلت دی، تو میں نے اس سے کہا: کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی؟ تو اس نے کہا: ہاں! محمد پر بھی، تو مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے اسے تھپڑ ماردیا۔ آپ نے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت مت دو۔ کیونکہ قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوں گے، پس میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کو پکڑ کر کھڑے ہوں گے، پس میں ازخود نہیں جانتا کہ آیا وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے تھے یا طور کی بے ہوشی کے بدلے میں ان کو یہ جزا دی گئی (پھر ان کو بے ہوش نہیں کیا گیا)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۱۲ میں گزر چکی ہے، تاہم چند ضروری امور کی وضاحت کی جارہی ہے:

مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت مت دو: یعنی مجھے انبیاء علیہم السلام پر اس طرح فضیلت مت دو جس سے ان کی کمی لازم آئے، یا مجھے ان پر اس طرح فضیلت مت دو جو کسی جھگڑے کا موجب ہو۔

امام ابن ابی الدنیا نے لکھا ہے کہ جس نے یہودی کو تھپڑ مارا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور صحیح بخاری میں ہے: ایک انصاری نے تھپڑ مارا تھا، اور یہ تعارض ہے، تاہم صحیح بخاری کی حدیث راجح ہے۔

کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے: ظاہر یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ بے ہوشی اس وقت ہوگی جب اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے کے لئے ان پر تجلی فرمائے گا اور سب لوگ اس تجلی سے بے ہوش ہو جائیں گے اور یہاں صَعقة سے مراد موت نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری: ج ۲۲ ص ۳۲۵)

۳۔ بَابٌ: اَلْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (الاعراف: ۱۶۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے ان پر من اور سلویٰ نازل کیا۔ (الاعراف: ۱۶۰) کی تفسیر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى (الاعراف: ۱۶۰)

اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کردیا اور ہم نے ان پر من وسلویٰ نازل کیا۔

۴۶۳۹۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءُ الْعَيْنِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک از عمرو بن حریث از سعید بن زید از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: کھمبی ''من'' میں سے ہے۔ اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۴۴۷۸ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں کھمبی کے پانی میں دو احتمال ہیں: یا تو محض اس کا پانی شفاء ہے، یا اس کے پانی کو دواء میں ملا کر ڈالا جائے تو وہ آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔

۴۔ بَابٌ: قُلْ يَآيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِ وَيُمِيتُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمٰتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ (الاعراف:۱۵۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسول مکرم!) آپ کہیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، جس کی مِلک میں تمام آسمان اور زمینیں ہیں، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی لقب ہیں، جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں، اور تم سب ان کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پاؤO (الاعراف:۱۵۸) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ مذکور الصدر آیت کے تحت لکھتے ہیں:

قُلْ يَآيُّهَا النَّاسُ: اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: اے محمد! آپ کہیے: اے لوگو! یہ خطاب ہر کالے اور گورے اور عربی اور عجمی کے لئے ہے کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

میں اللہ کا رسول ہوں: یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے جو ہر چیز کا خالق ہے، رب ہے اور مالک ہے اور اسی کے قبضے میں ملک ہے اور وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس اللہ پر ایمان لاؤ۔ جب اللہ نے لوگوں کو یہ بتا دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اللہ نے آپ پر ایمان لانے کا حکم دیا، اور اپنے رسول نبی امی کی اتباع کا حکم دیا، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور کتب قدیمہ میں تم کو بشارت دی گئی تھی کہ ان کی یہ یہ صفات ہیں۔

وَاتَّبِعُوهُ: یعنی ان کے طریقے پر چلو اور ان کے نقش قدم کی تلاش کرو تا کہ تم صراط مستقیم کی ہدایت پا جاؤ۔

(عمدۃ القاری: ج ۲۲ ص ۳۲۶)

۴۶۴۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُوسَى بْنُ هَارُونَ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن عبدالرحمٰن اور موسیٰ بن ہارون نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن العلاء بن زبر

Marfat.com

الْخَوْلَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ كَانَتْ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مُحَاوَرَةٌ فَأَغْضَبَ أَبُو بَكْرٍ عُمَرَ فَانْصَرَفَ عَنْهُ عُمَرُ مُغْضَبًا فَاتَّبَعَهُ أَبُو بَكْرٍ يَسْأَلُهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَهُ فَلَمْ يَفْعَلْ حَتَّى أَغْلَقَ بَابَهُ فِي وَجْهِهِ فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَمَّا صَاحِبُكُمْ هَذَا فَقَدْ غَامَرَ قَالَ وَنَدِمَ عُمَرُ عَلَى مَا كَانَ مِنْهُ فَأَقْبَلَ حَتَّى سَلَّمَ وَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَصَّ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الْخَبَرَ قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يَقُولُ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ لَأَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي صَاحِبِي هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي صَاحِبِي إِنِّي قُلْتُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقْتَ قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ غَامَرَ سَبَقَ بِالْخَيْرِ۔

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے بسر بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو ادریس الخولانی نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی تو حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو غضبناک کر دیا، پس حضرت عمر وہاں سے ناراض ہو کر چلے گئے، پھر حضرت ابوبکر ان کے پیچھے گئے اور ان سے یہ سوال کیا کہ ان کو معاف کر دیں۔ حضرت عمر نے ان کو معاف نہ کیا اور ان کے منہ کے سامنے اپنا دروازہ بند کر لیا، پھر حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، حضرت ابو الدرداء نے بتایا ہم اس وقت آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے یہ صاحب (یعنی حضرت ابوبکر) کسی سے لڑ کر آئے ہیں۔ حضرت ابو الدرداء نے بتایا کہ حضرت عمر اپنے فعل پر نادم ہوئے، پس وہ آئے حتیٰ کہ سلام کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا واقعہ بتایا۔ حضرت ابو الدرداء نے بتایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے اور حضرت ابوبکر کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم یا رسول اللہ! میں ہی ظلم کرنے والا تھا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میرے لئے میرے صاحب کو چھوڑتے ہو؟ (پھر مکرر فرمایا:) کیا تم میرے لئے میرے صاحب کو چھوڑتے ہو؟ میں نے کہا تھا: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، تو تم لوگوں نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو، اور ابوبکر نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ امام ابو عبد اللہ نے کہا: غَامَرَ کا معنی ہے: نیکی میں سبقت لے لینا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۶۱ میں گزر چکی ہے۔
اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

۵۔ بَابٌ: وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ (الاعراف: ۱۶۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور حِطَّةٌ (معاف کرنا) کہتے جاؤ۔ (الاعراف: ۱۶۱) کی تفسیر

۴۶۴۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان

Marfat.com

مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ فَبَدَّلُوا فَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلَى أَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوا حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ۔

کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور کہنا حِطَّةٌ (معاف کرنا) تو ہم تمہارے لئے تمہاری خطاؤں کو معاف کر دیں گے، انہوں نے اس کو بدل دیا، پس وہ اپنی سرین پر گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور کہا: دانہ جو میں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۶۔ بَابٌ: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ (الاعراف: ۱۹۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ عفو و درگزر کا طریقہ اختیار کیجئے، اور نیکی کا حکم دیجئے، اور جاہلوں سے اعراض کیجئے ○ (الاعراف: ۱۹۹) کی تفسیر

اَلْعَفْو: معروف کا حکم دینے اور جاہلوں سے درگزر کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تین چیزوں کا حکم دیا ہے: (۱) معاف کرنے کا۔ (۲) نیکی کا حکم دینے کا۔ (۳) جاہلوں سے درگزر کرنے کا۔

امام طبری نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ معاف کرنے کے حکم کا تعلق لوگوں کے اخلاق اور ان کے اعمال کے ساتھ ہے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت صرف لوگوں کے اخلاق کے متعلق نازل کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک اور سدی نے کہا کہ خُذِ الْعَفْوَ کا تعلق مسلمانوں کے اموال کے ساتھ ہے اور عفو کا معنی ہے: زائد چیز، یعنی لوگوں کے اموال میں سے جو چیز زائد ہے، وہ لے لیں۔ امام ابن جریر نے کہا: یہ حکم زکوٰۃ کے نازل ہونے سے پہلے تھا اور امام ابن جوزی نے کہا ہے: یہ وہ صدقہ ہے جو زکوٰۃ سے پہلے لیا جاتا تھا، پھر زکوٰۃ سے اس کا حکم منسوخ ہوگیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں نبی ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ مشرکین کو معاف کر دیں اور ان پر سختی نہ کریں، اور یہ حکم جہاد کی فرضیت سے پہلے تھا اور اَلْعُرْف کی تفسیر ابھی آرہی ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ جاہلوں سے اعراض کریں، تو ان جاہلوں سے ابوجہل اور اس کے اصحاب مراد ہیں۔ ابن زید نے کہا: یہ حکم بھی جہاد کی آیات سے منسوخ ہوگیا۔

اَلْعُرْف کا معنی ہے: اَلْمَعْرُوْف

امام طبری نے السدی اور قتادہ سے روایت کی ہے کہ معروف میں رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھنا، اور جو محروم ہوں، ان کو عطا کرنا اور جو ظالم ہوں، ان کو معاف کرنا یہ امور داخل ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے کہا ہے: معروف سے مراد وہ امور ہیں جو اللہ عزوجل کی اطاعت میں معروف ہیں۔ الثعلبی نے کہا ہے: ہر نیک خصلت معروف ہے۔ عطا نے کہا ہے: اس سے مراد ہے: لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لانے کا حکم دینا۔ (عمدۃ القاری: ج ۲۲ ص ۳۲۹-۳۲۸)

Marfat.com

۴۶۴۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ يَا ابْنَ أَخِي هَلْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هَذَا الْأَمِيرِ فَاسْتَأْذِنْ لِي عَلَيْهِ قَالَ سَأَسْتَأْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاسْتَأْذَنَ الْحُرُّ لِعُيَيْنَةَ فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ حَتَّى هَمَّ أَنْ يُوقِعَ بِهِ فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ (الاعراف:۱۹۹) وَإِنَّ هَذَا مِنَ الْجَاهِلِينَ وَاللهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللهِ۔

[طرف الحدیث:۷۲۸۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی، ازالزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ آئے تو وہ اپنے بھتیجے الحر بن قیس کے ہاں ٹھہرے اور یہ ان چند لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قریب رکھتے تھے، جو لوگ قرآن مجید کے زیادہ عالم اور قاری ہوتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ان کو زیادہ قرب حاصل ہوتا تھا اور ایسے لوگ آپ کے مشیر ہوتے تھے، خواہ وہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان ہوں۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے میرے بھتیجے! تمہیں اس امیر کی مجلس میں بہت قرب حاصل ہے، سو میرے لئے بھی اس مجلس میں حاضر ہونے کی اجازت لے دو، حر بن قیس نے کہا: میں آپ کے لئے عنقریب ان سے اجازت حاصل کروں گا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا: سو انہوں نے عیینہ کے لئے بھی حاضری کی اجازت طلب کی، پس حضرت عمر نے ان کو مجلس میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی۔ جب وہ مجلس میں پہنچے تو کہنے لگے: اے ابن خطاب! قصہ یہ ہے اللہ کی قسم! تم ہمیں نہ مال دیتے ہو اور نہ ہمارے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ کرتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات پر سخت غصہ آیا حتیٰ کہ انہوں نے عیینہ کو مارنے کا ارادہ کیا۔ تب حر نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا ہے: آپ عفو و درگزر کا طریقہ اختیار کیجئے، اور نیکی کا حکم دیجئے، اور جاہلوں سے اعراض کیجئے ○ (الاعراف:۱۹۹)۔ اور یہ شخص بھی جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! جب حر نے یہ کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بالکل تجاوز نہ کیا اور قرآن سن کر حضرت عمر کی یہی حالت ہوتی تھی۔

مشکل الفاظ کے معنی

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کُهُوْلًا: ابن فارس نے کہا: اس کا معنی ہے: جس شخص کے بال سفید ہو جائیں۔ المبرد نے کہا: جس شخص کی عمر تینتیس (۳۳) سال ہو۔

شیٔ: یہ ڈانٹ ڈپٹ کا کلمہ ہے، اور دھمکانے کا کلمہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے، یعنی قصہ یہ ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اسماء افعال میں سے ہے۔ یہ اس شخص سے کہا جاتا ہے جس نے اپنے قول یا کسی کام میں زیادتی کی ہو۔

الجزل: اس کا معنی یہ ہے کہ تم ہمیں عطاء کثیر نہیں دیتے۔

وَقَّافًا: یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کی کتاب سے بہت واقف تھے۔ جب وہ کوئی آیت سنتے تو ٹھہر جاتے اور اس کے حکم سے تجاوز نہ کرتے۔ (عمدۃ القاری: ج ۱۸ ص ۳۲۹)

۴۶۴۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ قَالَ مَا أَنْزَلَ اللهُ إِلَّا فِي أَخْلَاقِ النَّاسِ

[طرف الحدیث: ۴۶۴۴]، (سنن ابوداود: ۴۷۸۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی، از ہشام از والد خود از حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ خذ العفو وامر بالعرف کے متعلق انہوں نے بتایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے صرف لوگوں کے اخلاق کے متعلق نازل کیا ہے۔

خلق کی تعریف

اخلاق خُلُق کی جمع ہے، اور خُلق اس ملکہ یا مہارت کو کہتے ہیں جس سے افعال بغیر غور وفکر کے صادر ہوتے ہیں۔ امام جعفر الصادق نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں مکارم اخلاق کی اس سے زیادہ جامع آیت اور کوئی نہیں ہے اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ معاملہ اپنے نفس کے ساتھ ہوگا یا اپنے غیر کے ساتھ، اور ہر ایک کے متعلق اس آیت میں ہدایت ہے یا اس لئے کہ اخلاق کے اصول تین ہیں کیونکہ انسانی قویٰ بھی تین ہیں: عقلیہ، شہویہ اور غضبیہ اور ہر قوت کی ایک فضیلت ہے اور وہ کیفیت متوسطہ ہے اور عقلیہ کی کیفیت متوسط حکمت ہے، اور اسی کے ساتھ انسان نیکی کا حکم دیتا ہے اور قوت شہویہ کی کیفیت متوسط عفت ہے اور اسی سے انسان معاف کرتا ہے اور قوت غضبیہ کی کیفیت متوسط شجاعت ہے اور اسی سے انسان جاہلوں سے درگزر کرتا ہے۔

۴۶۴۴۔ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ بَرَّادٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ أَمَرَ اللهُ نَبِيَّهُ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَأْخُذَ الْعَفْوَ مِنْ أَخْلَاقِ النَّاسِ أَوْ كَمَا قَالَ۔

اور عبداللہ بن براد نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ لوگوں کے اخلاق میں سے معاف کرنے کو لے لیں یا جس طرح آپ نے فرمایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۴۳ میں گزر چکی ہے۔

سورۃ الاعراف کی تفسیر یہاں پر ختم ہوگئی۔ اب ان شاء اللہ سورۃ الانفال کی تفسیر شروع ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۸۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَۃِ الْاَنْفَالِ

سورۃ الانفال کی تفسیر

سورۃ الانفال کا تعارف

سورۃ الانفال چار آیات کے سوا مدنی ہے اور جو چار آیات مکی ہیں، وہ یہ ہیں:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ (الانفال:۲۲،۵۵) وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (الانفال:۳۰) اور ایک آیت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے اور وہ یہ ہے: وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَ اَنْتَ فِیْہِمْ (الانفال: ۳۳) الحصار نے اپنی کتاب ''الناسخ والمنسوخ'' میں لکھا ہے کہ یہ آیت بالاتفاق مدنی ہے۔

سورۃ الانفال کی پچھتر (۷۵) آیات ہیں۔

۱۔ بَابٌ: یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ۔ (الانفال:۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسول مکرم!) یہ آپ سے انفال (اموال غنیمت) کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ انفال (کے حکم) کا اللہ اور اس کا رسول مالک ہیں، سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔ (الانفال:۱) کی تفسیر

غنیمتوں کی تقسیم میں متعدد اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یَسْئَلُوْنَکَ: یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے اصحاب آپ سے ان غنیمتوں کے متعلق سوال کرتے ہیں جن غنیمتوں کو آپ نے اور آپ کے اصحاب نے غزوۂ بدر میں حاصل کیا تھا کہ یہ غنیمتیں کس کے لیے ہیں؟ پس ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ انفال السرایا ہیں، یعنی لشکر کے افراد کو جو مال غنیمت کے اس کے حصے سے زائد دیا جاتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ مشرکین مسلمانوں کی طرف جو غلام یا سواری چھوڑ گئے تھے، وہ مراد ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ غنیمتوں کی تقسیم کے بعد غنیمتوں کے سامان سے جو چیز گر جائے تو وہ نفل ہے، سو وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ نفل سے مراد وہ خمس ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اہل خمس کے لئے مقرر کیا ہے۔

النحاس نے کہا ہے: اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں اور اکثر اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ

اور (اے مسلمانو!) یاد رکھو تم جتنا بھی مال غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے

Marfat.com

السَّبِيْلِ۔(الانفال:۴۱) لئے ہے، اور (رسول کے) قرابت داروں کے لئے ہے، اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔

اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے اور ائمہ کے لئے جائز ہے کہ وہ اس آیت پر عمل کریں، پس جس کو چاہیں نفل دیں، یعنی اس کی کارکردگی کی بناء پر اس کو مال غنیمت سے زائد حصہ دیں، جب کہ اس میں مسلمانوں کی اجتماعی مصلحت ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ج ۳۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْأَنْفَالُ الْمَغَانِمُ قَالَ قَتَادَةُ رِيحُكُمُ الْحَرْبُ يُقَالُ نَافِلَةٌ عَطِيَّةٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: (الانفال:۱) اس کا معنی ہے: غنیمتیں۔ قتادہ نے کہا: رِيحُكُمْ (الانفال:۴۶) اس کا معنی ہے: جنگ۔ کہا جاتا ہے کہ نافلۃ کا معنی عطیہ ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کو امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم: ج ۵ ص ۱۶۴۹)

أنفال کا واحد نفل ہے، اور اس کا معنی ہے: زیادہ۔ اس لئے امام بخاری نے اس کے بعد کہا ہے کہ کہا جاتا ہے: نافلۃ کا معنی عطیہ ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے حلال میں زیادہ کیا، کیونکہ اس سے پہلی امتوں میں یہ حرام تھا، اسی وجہ سے فرض سے زائد رکعات کو نماز میں نفل کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ فرض سے زیادہ ہیں، اور ایک قول کے مطابق درج ذیل آیت میں نافلہ کا معنی ''زیادہ'' ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ إِسْحٰقَ ۖ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً۔(الانبیاء:۷۲) اور ہم نے انہیں اسحاق عطا فرمائے اور (اسحاق پر) زائد یعقوب۔

اور قتادہ نے کہا: (وتذهب رِيحُكُمْ)، اس کا معنی ہے: جنگ، اس اثر کی امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی ہے۔

(تفسیر عبدالرزاق: ج ۱ ص ۲۳۸)، (التوضیح: ج ۲۲ ص ۲۷۳-۲۷۴)

۴۶۴۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما سُورَةُ الْأَنْفَالِ قَالَ نَزَلَتْ فِي بَدْرٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے خبر دی از سعید بن جبیر، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۃ الانفال کے متعلق پوچھا: تو انہوں نے کہا: یہ غزوۂ بدر میں نازل ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۲۹ میں گزر چکی ہے، تاہم چند ضروری امور بیان کئے جا رہے ہیں:

سورۃ الانفال کے شان نزول میں متعدد اقوال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے متعلق چند اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ بدر میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسلمانوں کے تین گروہ کر دیئے گئے تھے۔ ایک گروہ وہ تھا، جو دشمن سے لڑ رہا تھا۔ دوسرا گروہ وہ تھا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہا تھا تاکہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور تیسرا گروہ وہ تھا، جو غنیمتوں کو جمع کر رہا تھا پس جب لڑائی ختم ہو گئی تو

مسلمانوں نے ان غنیمتوں کے متعلق اختلاف کیا، سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان میں اللہ اور رسول کا حکم ہوگا اور اس آیت سے ان کی آزمائش کی گئی، پس وہ راضی ہو گئے اور انہوں نے اس حکم کو تسلیم کر لیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان غنیمتوں کا حکم بیان فرمایا: اور (اے مسلمانو!) یاد رکھو! تم جتنا بھی مال غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے ہے، اور (رسول کے) قرابت داروں کے لئے ہے، اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ یہ تفسیر امام حاکم نے از عبادہ روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ (المستدرک: ج ۲ ص ۱۳۵-۱۳۴)

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت ابوالیسر کے متعلق نازل ہوئی اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ (الناسخ والمنسوخ ج ۲ ص ۳۶۵)

اور اکثر سے منقول ہے کہ یہ آیت محکمہ (غیر منسوخ) ہے۔ (التوضیح ج ۲۲ ص ۳۷۳-۳۷۲)

الشَّوْكَةِ (الانفال: ۷) الْحَدُّ مُرْدِفِيْنَ (الانفال: ۹) فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ رَدِفَنِي وَأَرْدَفَنِي جَاءَ بَعْدِي فَذُوْقُوا (الانفال: ۳۵) بَاشِرُوا وَجَرِّبُوا وَلَيْسَ هَذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ فَيَرْكُمَهُ (الانفال: ۳۷) يَجْمَعَهُ فَشَرِّدْ (الانفال: ۵۷) فَرِّقْ وَ إِنْ جَنَحُوا (الانفال: ۶۱) طَلَبُوا السِّلْمُ وَالسَّلْمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ يُثْخِنَ (الانفال: ۶۷) يَغْلِبَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مُكَاءً إِدْخَالُ أَصَابِعِهِمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ تَصْدِيَةً (الانفال: ۳۵) الصَّفِيرُ لِيُثْبِتُوكَ (الانفال: ۳۰) لِيَحْبِسُوكَ۔

الشَّوْكَةِ (الانفال: ۷) اس کا معنی ہے: تلوار کی دھار۔ مُرْدِفِيْنَ (الانفال: ۹) اس کا معنی ہے: فوج در فوج۔ رَدِفَنِي اور أَرْدَفَنِي کا معنی ہے: وہ میرے بعد آیا۔ فَذُوْقُوا (الانفال: ۳۵) اس کا معنی ہے: اس کو برداشت کرو اور تجربہ کرو اور اس سے منہ سے چکھنا مراد نہیں۔ فَيَرْكُمَهُ (الانفال: ۳۷) یعنی اس کو جمع کر دے۔ فَشَرِّدْ (الانفال: ۵۷) اس کا معنی ہے: متفرق کر دیں۔ وَ إِنْ جَنَحُوا (الانفال: ۶۱) انہوں نے طلب کیا۔ سِلْم، سَلْم اور سَلَام کا ایک ہی معنی ہے۔ يُثْخِنَ (الانفال: ۶۷) اس کا معنی ہے: غالب ہوئے اور مجاہد نے کہا کہ مُكَاءً کا معنی ہے: اپنی انگلیوں کو اپنے منہ میں داخل کرنا اور تَصْدِيَةً (الانفال: ۳۵) کا معنی ہے: سیٹی بجانا۔ لِيُثْبِتُوكَ (الانفال: ۳۰) اس کا معنی ہے: تاکہ وہ آپ کو قید کر لیں۔

تعلیقات مذکور کی شرح

علامہ ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ ان تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

الشَّوْكَةُ الْحَدُّ۔ الشَّوْكَةِ (الانفال: ۷) اس کا معنی ہے: تلوار کی دھار۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ إِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ۔ (الانفال: ۷)

اور (یاد کرو) جب اللہ نے دو گروہوں میں سے ایک (پر غلبہ) کا تم سے وعدہ فرمایا تھا کہ یہ تمہارے لئے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ (قافلہ) تمہارے ہاتھ لگے۔

علامہ ابن الملقن کہتے ہیں کہ امام بخاری نے جو شوکۃ کا معنی تلوار کی دھار کیا ہے، وہ صحیح ہے۔ (مجاز القرآن ج ۱ ص ۲۴۷)

مُرْدِفِيْنَ فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ رَدِفَنِي وَأَرْدَفَنِي جَاءَ بَعْدِي۔

مُرْدِفِيْنَ (الانفال: ۹) اس کا معنی ہے: فوج در فوج۔ ردفنی اور اردفنی کا معنی ہے: وہ میرے بعد آیا۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ (الانفال:۹) اور (یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمالی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمانے والا ہوں ۝

یعنی اللہ تعالیٰ ان کے پاس فرشتوں کو فوج در فوج لایا۔ ردفتُ وأردفته اس وقت کہتے ہیں جب تم اس کے بعد آؤ۔

(کتاب الحجۃ للفارسی ج ۴ ص ۱۲۵-۱۲۴)

امام طبری نے کہا ہے کہ اَرْدَفْتُہٗ اور رَدِفْتُہٗ کا ایک ہی معنی ہے۔ (تفسیر طبری ج ۶ ص ۱۹۰)

امام ابوعبید نے کہا ہے: مُردفین کا لفظ اصلاً مُرتدفین کے معنی میں ہے، جیسا کہ سیبویہ نے کہا ہے اور السدی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ تمہاری ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کرے گا۔ (تفسیر طبری: ج ۶ ص ۱۹۰) اور یہ آل عمران کے موافق ہے اور جس نے الف کے ساتھ پڑھا اور مُردفین کی تفسیر ''ملائکہ کو یکے بعد دیگرے بھیجے'' کے ساتھ نہیں کی، اس نے مُرادِفین ان فرشتوں کو کہا ہے جو لڑنے والے تھے، اور ان کے ماسوا فرشتے ان کے پیروکار تھے۔ (الکشاف ج ۲ ص ۲۴۱)

ذُوْقُوْا بَاشِرُوْا وَجَرِّبُوْا وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ۔ فَذُوْقُوْا (الانفال: ۳۵) اس کا معنی ہے: اس کو برداشت کرو اور تجربہ کرو، اور اس سے منہ سے چکھنا مراد نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ (الانفال:۳۵) سو اب عذاب کو برداشت کرو کیوں کہ تم کفر کرتے تھے ۝

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ۔ (الحشر:۱۵) جنہوں نے اپنی شامت اعمال کا عذاب چکھا۔

فَيَرْكُمَهٗ يَجْمَعَهٗ۔ فَيَرْكُمَهٗ (الانفال:۳۷) یعنی اس کو جمع کر دے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ۔ (الانفال:۳۷) تاکہ اللہ خبیث کو طیب سے الگ کر دے اور سب خبیثوں کو اوپر تلے رکھے، پھر ان سب کا ڈھیر بنا دے۔ پھر اس (ڈھیر) کو دوزخ میں ڈال دے۔

امام بخاری نے یَرْکُمہٗ کی تفسیر یَجْمَعُہٗ کے ساتھ کی ہے، یعنی وہ ان کو اوپر تلے جمع کرتا ہے۔ اور اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے اس کی تفسیر کی ہے، اور رَکم کا معنی ہے: چیزوں کو اوپر تلے جمع کرنا جیسے بادل، اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کے خبیث فریق کو مومنین کے طیب فریق سے ممتاز کر دے گا، پس خبیث لوگوں کو اوپر تلے جمع کرے گا اور ان سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔

شَرِّدْ فَرِّقْ۔ فَشَرِّدْ (الانفال:۵۷) اس کا معنی ہے: متفرق کر دیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ (الانفال:۵۷) پس اگر آپ ان کو میدان جنگ میں پائیں تو ان کو ان کے پیچھے سے بھگا دیں تاکہ وہ عبرت حاصل کریں ۝

Marfat.com

امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے، اور زجاج نے کہا ہے کہ آپ ان کے ساتھ ایسا فعل کریں جو قتل کرنے، اور بھگانے کے فعل کی طرح ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت حسن بصری اور ضحاک اور سدی نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: ان کو سخت سزا دیں اور ان کو قتل کریں اور ان کا خون بہائیں تا کہ ان کے علاوہ جو اور عرب میں دشمن ہیں، وہ ڈریں۔

وَإِنْ جَنَحُوا طَلَبُوا السِّلْمُ وَالسَّلْمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ۔ وَإِنْ جَنَحُوا (الانفال:۶۱) انہوں نے طلب کیا۔ سِلْم، سَلْم اور سلام کا ایک ہی معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ۔ (الانفال:۶۱) اور اگر (دشمن) صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی ان کی طرف مائل ہوں اور اللہ پر توکل کریں۔

امام بخاری نے جَنَحُوا کی تفسیر کی ہے: وہ طلب کریں اور امام ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے اور تفسیر میں مذکور ہے: اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہوں اور ان سے صلح کو قبول کرلیں۔

يُثْخِنَ يَغْلِبَ۔ يُثْخِنَ (الانفال:۶۷) اس کا معنی ہے: غالب ہو جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ۔ (الانفال:۶۷) کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لئے قیدی ہوں، حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہادے۔

امام بخاری نے خون بہانے کی تفسیر غلبہ کے ساتھ کی ہے، کیونکہ جب کفار کا زمین پر خون بہایا جائے گا تو نبی کو زمین پر غلبہ حاصل ہوگا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مُكَاءٌ إِدْخَالُ أَصَابِعِهِمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَتَصْدِيَةٌ الصَّفِيرُ۔ اور مجاہد نے کہا: مُكَاءٌ (الانفال:۳۵) اس کا معنی ہے: اپنی انگلیوں کو اپنے منہ میں داخل کرنا اور تَصْدِيَة کا معنی ہے: سیٹی بجانا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً۔ (الانفال:۳۵) اور بیت اللہ کے نزدیک ان کی نماز اس کے سوا کیا تھی کہ وہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔

امام بخاری نے یہ مجاہد کی تفسیر نقل کی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: اَلْمُكَاءُ کا معنی ہے: سیٹیاں بجانا اور تصدیة کا معنی ہے: تالی بجانا، اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی تفسیر نقل کی ہے کہ قریش بیت اللہ کے گرد برہنہ طواف کرتے تھے، سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔

لِيُثْبِتُوكَ لِيَحْبِسُوكَ۔ لِيُثْبِتُوكَ (الانفال:۳۰) اس کا معنی ہے: تا کہ وہ آپ کو قید کرلیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ۔ (الانفال:۳۰) اور یاد کیجئے جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تا کہ آپ کو قید کریں یا قتل کریں یا جلاوطن کردیں۔

امام بخاری نے لِيُثْبِتُوكَ کی تفسیر کی ہے: تا کہ وہ آپ کو قید کرلیں۔ عطاء نے کہا ہے کہ میں نے عبید بن عمیر سے سنا، وہ

Marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مشورہ کیا کہ وہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو وطن سے نکال دیں۔ آپ کے چچا ابو طالب نے آپ سے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے متعلق کیا مشورہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کا ارادہ ہے کہ وہ مجھے قید کر دیں یا مجھے قتل کر دیں یا مجھے وطن سے نکال دیں۔ ابو طالب نے پوچھا: آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ تو آپ نے کہا: میرے رب نے۔ ابو طالب نے کہا: کیا ہی اچھا رب ہے تمہارا رب، تم اس سے خیر خواہی طلب کرو۔ آپ نے فرمایا: میں اس سے خیر خواہی طلب کروں، بلکہ وہ میری خود خیر خواہی کرتا ہے۔ اس حدیث کی ابن جریج نے بھی عبید بن عمیر سے روایت کی ہے، اور حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ابو طالب کا ذکر بہت عجیب ہے، بلکہ منکر ہے، کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور قریش نے جو یہ مشورہ کیا تھا کہ آپ کو قید کیا جائے یا قتل کیا جائے یا بے وطن کیا جائے، یہ ہجرت کا واقعہ ہے اور یہ ابو طالب کی موت کے تین سال بعد کا واقعہ ہے جب کفار قریش اس پر قادر ہوئے کہ آپ کے خلاف یہ اقدام کریں، کیونکہ آپ کے چچا ابو طالب فوت ہو چکے تھے جو آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کی نصرت کرتے تھے اور آپ کی مدافعت کرتے تھے۔

نوٹ: ان تعلیقات کی شرح التوضیح: ج ۲۲ ص ۴۷-۳ ۷ ۲-۳ ۱ اور عمدۃ القاری: ج ۱۸ ص ۳۳۵-۳۳۲ سے لی گئی ہے۔

۲۔ بَابٌ: إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ (الانفال: ۲۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اللہ کے نزدیک بدترین جاندار وہ لوگ ہیں جو بہرے، گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ○ (الانفال: ۲۲) کی تفسیر

سب سے بدترین جاندار کے مصداق میں متعدد اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اپنے الفاظ کے عموم کے اعتبار سے تمام مشرکین کو شامل ہے اگرچہ اس کا شان نزول مجاہد کی تفسیر کے مطابق بنو عبد الدار کے قریش کے ساتھ خاص ہے، اور محمد بن اسحاق نے کہا: اس آیت کا مصداق منافقین ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ بنو آدم کی یہ قسم بدترین مخلوق ہے۔ پس فرمایا کہ سب سے بدترین جاندار وہ ہیں جو حق کو سننے سے بہرے ہیں، اور حق کو سمجھنے سے قاصر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بے عقل ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جانوروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ پس فرمایا:

أُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ (الاعراف: ۱۷۹)

وہ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے زیادہ گم راہ ہیں۔

۴۶۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ قَالَ هُمْ نَفَرٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی، از ابن نجیح از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے بدترین جاندار وہ ہیں جو بہرے ہیں اور گونگے ہیں اور عقل نہیں رکھتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ وہ بنو عبد الدار کی ایک جماعت ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

Marfat.com

۳۔ بَابٌ: يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ (الانفال: ۲۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لئے حیات آفریں ہو، اور یقین رکھو کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ حائل ہے اور بے شک تم اسی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے O (الانفال: ۲۴) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اِذَا دَعَاكُمْ: یعنی جب تم کو طلب کریں یا تم کو بلائیں۔

اللہ تعالیٰ مرد اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ مومن اور اس کے کفر کے درمیان اور کافر اور اس کے ایمان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کی حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔

مجاہد سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ مرد اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کو اس حال میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ غور و فکر نہیں کرتا اور السدی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، پس وہ اس کی اجازت کے بغیر ایمان لا سکتا ہے اور نہ کفر کر سکتا ہے۔

اِسْتَجِيْبُوْا کا معنی ہے: اَجِيْبُوْا یعنی اس چیز کو قبول کرو جو تمہیں دائمی زندگی دے گی اور تمہاری اصلاح کرے گی۔

امام ابوعبیدہ نے بھی یہی کہا ہے کہ یہاں اِسْتَجِيْبُوْا، اَجِيْبُوْا کے معنی میں ہے، یعنی یہاں پر باب استفعال طلب کے معنی میں نہیں ہے۔ قتادہ نے کہا: جو چیز تمہیں دائمی زندگی دے گی اور تمہاری اصلاح کرے گی، وہ قرآن ہے جس میں نجات ہے، بقاء ہے اور حیات ہے۔ عروہ بن زبیر نے کہا ہے: وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلاتا ہے جو تمہیں دائمی زندگی دے گی، اس سے مراد جہاد ہے جس نے تمہیں ذلت کے بعد عزت دی ہے اور ضعف کے بعد قوت دی ہے اور دشمن کو تم سے دور کر دیا ہے جب کہ وہ اپنے قہر سے تم پر حاوی ہو رہا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۳۶-۳۳۵)

۴۶۴۷۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى رضی الله عنه قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي فَمَرَّ بِي رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَدَعَانِي فَلَمْ آتِهِ حَتّٰى صَلَّيْتُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَ أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ﴾ (الانفال: ۲۴) ثُمَّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از خبیب بن عبدالرحمٰن، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حفص بن عاصم سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت ابی سعید بن المعلّٰی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، پس میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو آپ نے مجھے بلایا، پس میں آپ کے پاس نہ آیا حتیٰ کہ میں نے نماز پڑھ لی، پھر

لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ فَذَهَبَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِيَخْرُجَ فَذَكَرْتُ لَهُ۔

میں آپ کے پاس آیا، پس آپ نے فرمایا: تمہیں میرے پاس آنے سے کس چیز نے روکا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جب تمہیں رسول بلائیں۔ (الانفال: ۲۴) پھر آپ نے فرمایا: میں تمہیں جانے سے پہلے ضرور قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانے لگے، پھر میں نے آپ کو یاد دلایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۷۴ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعَ حَفْصًا سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِهٰذَا وَقَالَ هِيَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، السَّبْعُ الْمَثَانِي۔

اور معاذ نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، از خبیب بن عبد الرحمٰن انہوں نے حفص سے سنا، انہوں نے حضرت ابو سعید سے سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد تھے، یعنی اسی حدیث کو اور آپ نے فرمایا: وہ الحمد للہ رب العالمین ہے اور السبع المثانی ہے۔

سورۂ فاتحہ کے سب سے عظیم ہونے کی توجیہ اور اس کے السبع المثانی ہونے کا معنی

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں سورۃ الفاتحہ کو سب سے عظیم سورت فرمایا ہے، یعنی اس کی قراءت کا ثواب سب سے زیادہ ہے کیونکہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بھی ہے اور اس سے سوال اور دعاء بھی ہے۔

اس حدیث میں آپ نے سورۂ فاتحہ کو السبع المثانی فرمایا ہے۔ السبع اس لئے فرمایا ہے کہ اس میں سات آیات ہیں اور مثانی اس لئے فرمایا ہے کہ یہ تثنیہ سے ماخوذ ہے اور تثنیہ کے معنی میں تکرار ہے یا پھر ثناء سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ سورت اللہ تعالیٰ کی ثناء پر مشتمل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۲۷-۳۲۶)

۴۔ بَابٌ: وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۲﴾ (الانفال: ۳۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (یاد کیجئے) جب انہوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر (کوئی دوسرا) دردناک عذاب لے آO (الانفال: ۳۲) کی تفسیر

کفار کے طلبِ عذاب کی دعا کے باوجود ان پر عذاب نازل نہ فرمانے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ کہنے والے کفار قریش تھے جیسے النضر بن الحارث اور ابو جہل اور ان کے مشابہ دوسرے کافر اور جاہل جو اپنے کثرت جہل اور سرکشی اور اپنے عناد اور اپنی تکذیب کی شدت کی وجہ سے یہ کہتے تھے کہ اگر یہ قرآن برحق ہے یا آپ کی نبوت برحق ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسائیں اور یہ بات انہوں نے اس وجہ سے کہی تھی کہ ان کے دلوں میں آپ کی نبوت اور قرآن مجید

کے مُنَزَّل من اللہ ہونے کے متعلق شبہ جڑ پکڑ چکا تھا اور اگر انہیں اپنے شبہ کے باطل ہونے کا پتا ہوتا تو وہ یہ بات نہ کہتے کیونکہ انہیں علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے، پس انہوں نے پتھروں کے برسانے کو طلب کیا، کیونکہ ان کے خیال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے لئے یہ بہت بڑی دلیل تھی۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مطالبے کو پورا نہیں کیا۔ اولاً، اس وجہ سے کہ جب تک آپ کافروں کے درمیان موجود تھے تو اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بعید تھا کہ وہ رحمۃ للعالمین کے ہوتے ہوئے ان پر آسمانی عذاب نازل فرماتا۔ ثانیاً، اس لئے کہ اگر آسمان سے پتھر برس جاتے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن مجید کی حقانیت بالکل بدیہی ہو جاتی اور اس میں عقل انسانی کے امتحان کے لئے کوئی گنجائش نہ رہتی اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

ابن عیینہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مَطَرٌ صرف عذاب کو فرمایا ہے اور عرب مطر بارش کو کہتے ہیں، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا۔ (الشوریٰ: ۲۸) اور وہی ہے جو بندوں کے ناامید ہونے کے بعد ان پر بارش نازل فرماتا ہے۔

ابن عیینہ کے اس قول پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں مطر کا لفظ بارش کے معنی میں بھی آیا ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے:

إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ۔ (النساء: ۱۰۲) اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو۔

ان کو بارش کی وجہ سے یہ تکلیف تھی کہ ان کے بدن اور کپڑے بارش کی وجہ سے بھیگ گئے تھے۔

جوہری نے کہا ہے کہ لوگ کہتے ہیں: مطرت السماء امطرت یعنی آسمان سے بارش ہوئی۔

امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ جب عذاب کا معنی ہو تو اُمطِرَتْ ہوتا ہے اور جب رحمت کا معنی ہو تو مَطَرَتْ ہوتا ہے۔

۴۶۴۸ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ هُوَ ابْنُ كُرْدِيدٍ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ أَبُو جَهْلٍ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (الانفال: ۳۳-۳۴) الْآيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن معاذ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالحمید اور وہ ابن کردید ہیں جو زیادی کے صاحب ہیں، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا: اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر دردناک عذاب لے آ، تو یہ آیت نازل ہوئی: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہوں اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں۔ اور اللہ انہیں کیوں عذاب نہیں دے گا حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں۔ (الانفال: ۳۴-۳۳)

احمد بن النضر کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کی سند میں احمد کا ذکر ہے اور ان کی کسی کی طرف نسبت نہیں ہے۔ حاکم ابو عبداللہ نے کہا ہے کہ وہ احمد بن النضر بن عبدالوہاب نیشاپوری ہیں اور حافظ مزی نے بھی کہا ہے کہ وہ احمد بن نضر ہیں جو محمد کے بھائی ہیں۔
علامہ عینی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس حدیث کے بعد امام بخاری کی روایت میں از محمد بن نضر آ رہا ہے اور یہ دونوں امام بخاری کے تلامذہ میں سے ہیں، اگرچہ یہ امام بخاری کے بعض شیوخ میں شریک ہیں اور ان دونوں کی صحیح بخاری میں صرف اسی جگہ روایت ہے اور ان کے شیخ عبیداللہ بن معاذ اپنے والد معاذ بن معاذ بن حسان ابو عمر العنبری التمیمی البصری سے روایت کرتے ہیں اور عبدالحمید بن دینار البصری سے روایت کرتے ہیں اور عمرو بن علی نے کہا: وہ عبدالحمید بن واصل ہیں اور وہ کمسن تابعی ہیں۔ اور ہمارے بعض نسخوں میں عبدالحمید بن کردید مذکور ہے اور میں نے نہیں دیکھا کہ ان کا کسی نے ذکر کیا ہو اور میں اس کی صحت کا التزام نہیں کرتا اور ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ زیادی کے صاحب ہیں اور زیادی میں زیاد بن ابوسفیان کی طرف نسبت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۳۸)

ابوجہل کا تذکرہ اور علامہ عینی کا علامہ عسقلانی پر تعاقب کرنا

ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام المخزومی ہے اور ظاہر عبارت کا یہ تقاضا ہے کہ ابوجہل نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ یہ دعاء کرنے والا النضر بن الحارث تھا۔ اسی طرح مجاہد، عطاء اور السدی نے کہا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں نے یہ دعا کی ہو۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس دعا کی ابوجہل کی طرف نسبت کرنا زیادہ لائق ہے اور قتادہ سے روایت ہے کہ یہ دعاء اس نے کی ہے جو اس امت میں سب سے بڑا جاہل ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۹۷)
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس دعوے پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ زیادہ اولیٰ یہ ہے کہ یہ دعاء ابوجہل نے کی تھی بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ النضر بن الحارث کی طرف اس دعاء کی نسبت کرنا زیادہ لائق ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ النضر بن الحارث فارس کے شہروں میں جاتا تھا اور وہاں کے بادشاہوں کی خبریں معلوم کر کے آتا تھا اور رستم اور اسفند یار کی خبریں حاصل کر کے آتا تھا اور جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے اور آپ لوگوں کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی مجلس سے اٹھتے تو النضر بھی وہیں آپ کی جگہ جا کر بیٹھ جاتا اور پھر لوگوں کو فارس میں سنے ہوئے قصے سناتا، پھر لوگوں سے پوچھتا: بتاؤ کون عمدہ قصے سناتا ہے، میں یا محمد؟ یہی وجہ ہے کہ جب غزوۂ بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر قادر کیا اور وہ قیدیوں میں گرفتار ہو کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آپ کے سامنے اس کو باندھ کر اس کی گردن اڑا دی جائے، سو ایسا کیا گیا اور جس نے اس کو گرفتار کیا تھا، وہ حضرت المقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۳۸)

کفار قریش پر عذاب نازل نہ کرنے کی وجوہ

جب ان کافروں نے یہ دعاء کی تو پھر وہ اس پر نادم ہوئے اور کہا: اے اللہ تو ہمیں معاف کر دے، تو یہ آیت نازل ہوئی:
وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان

مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (الانفال: ۳۳) میں موجود ہوں اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں O

علی بن ابی طلحہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی قوم کو اس وقت عذاب دے جب اس قوم میں انبیاء بھی موجود ہوں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان نبیوں کو اس قوم کے درمیان سے نکال لیتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اہل مکہ کے لئے دو امانیں تھیں: ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں تشریف فرما ہونا اور دوسرا ان کا استغفار کرنا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے تو تشریف لے گئے اور ان کا استغفار کرنا باقی رہا۔

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ ابن ابزیٰ سے روایت کی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں (مشرکین کو) عذاب دے جبکہ آپ ان میں تشریف فرما ہوں۔ امام ابن جریر نے بیان کیا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جبکہ یہ استغفار کر رہے ہوں'' اور اس وقت باقی مسلمان اپنے ضعف کی وجہ سے مکہ میں ہی رہ رہے تھے اور جب وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اور اللہ انہیں کیوں عذاب نہیں دے گا حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں''۔

مسجد حرام کے متولی صرف مسلمان ہیں

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے: ''اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے عموم سے مشرکین کا استثناء کر لیا اور فرمایا: ''اور اللہ! انہیں کیوں عذاب نہیں دے گا حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں''۔ (الانفال: ۳۴) یعنی وہ مومنین کو مسجد حرام میں جانے سے روکتے ہیں حالانکہ وہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے اور اس میں طواف کرنے کے اہل ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ اور وہ (مشرکین) اس (مسجد حرام) کے متولی نہیں ہیں، اس کے متولی تو صرف متقی مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ (الانفال: ۳۴)

عروہ، السدی اور محمد بن اسحاق نے کہا: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔ مجاہد نے کہا: اس کے متولی متقی مسلمان ہیں، خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔

۵۔ بَابٌ: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (الانفال: ۳۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہوں اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں O (الانفال: ۳۳) کی تفسیر

اس باب کے تکرار پر علامہ عینی کا اعتراض

اس باب میں جو آیت ذکر کی ہے اور اس کی تفسیر میں جو حدیث ذکر کی ہے، وہ بعینہٖ باب سابق میں گزر چکی ہے، تاہم یہ فرق ہے کہ باب سابق میں یہ حدیث احمد بن النضر سے مروی تھی اور اس باب میں یہ حدیث ان کے بھائی محمد بن النضر سے مروی ہے

Marfat.com

ورنہ یہ تکرار بلا فائدہ ہے۔

۴۶۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ أَبُو جَهْلٍ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ فَنَزَلَتْ ﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (الانفال: ۳۳۔۳۴) اَلْاٰيَةَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن النضر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن معاذ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، از عبد الحمید جو صاحب الزیادی ہیں، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا: اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر دردناک عذاب لے آ۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہوں اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں O اور اللہ انہیں کیوں عذاب نہیں دے گا حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں۔ (الانفال: ۳۴۔۳۳)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۴۸ (حدیث سابق) میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

الانفال: ۳۴-۳۳ کی متعدد تفسیریں

علامہ محمد بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

مقاتل نے بیان کیا: جب النضر بن الحارث نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں سناتے ہیں تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ سے ڈر، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف حق بات کہتے ہیں اور میں بھی حق بات کہہ رہا ہوں، کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں: لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے مستحق نہیں ہے)، النضر بن الحارث نے کہا: میں بھی یہی کہتا ہوں، لیکن میں کہتا ہوں کہ فرشتے رحمان کی بیٹیاں ہیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝ (الزخرف: ۸۱)

آپ کہیے کہ اگر (بالفرض) رحمٰن کی اولاد ہو تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرنے والوں میں سے ہوں O

پس انہوں نے کہا کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ تب الولید بن المغیرہ نے کہا، اور وہ بہت فصیح تھا: نہیں اللہ کی قسم! انہوں نے تم سے سچ نہیں کہا، پھر النضر نے کہا: اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو تو ہم پر پتھر برسا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے، جب کہ آپ ان میں موجود ہوں اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں O (الانفال: ۳۳) یعنی جب وہ نماز پڑھ رہے ہوں، پھر بنو عبد الدار کی ایک جماعت نے کہا: ہم وہ لوگ ہیں جو بیت اللہ کے پاس نماز پڑھتے ہیں تو اللہ ہمیں عذاب دینے والا نہیں ہے، جب کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، پس یہ آیت نازل ہوئی: اور اللہ انہیں کیوں عذاب نہیں دے گا حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں۔ (الانفال: ۳۴) کیونکہ ان کے درمیان کوئی نبی تھا نہ مومن اور وہ مومنین کو مسجد حرام سے روکتے تھے۔

اور الواحدی نے نقل کیا ہے کہ (الانفال: ۳۳) کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ ان مشرکین کو عذاب نہیں دے گا جب کہ انبیاء علیہم السلام ان کے درمیان موجود ہیں۔ (تفسیر البسیط ،الانفال: ۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بستی پر بھی عذاب نازل کیا تو انبیاء علیہم السلام اور مومنین کو اس بستی سے نکال لیا اور اسی کے ساتھ یہ آیت ملی ہوئی ہے: اور نہ اللہ اس وقت انہیں عذاب دینے والا ہے جب یہ استغفار کر رہے ہوں، یعنی اللہ ان کفار کو اس وقت عذاب دینے والا نہیں ہے جب ان میں مومنین ہوں اور وہ استغفار کر رہے ہوں۔ (تفسیر طبری ج ۶ ص ۲۳۳)

ایک قول یہ ہے کہ جن کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم سابق یہ تھا کہ وہ ایمان لے آئیں گے جیسے ابوسفیان بن حرب اور ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور الحارث بن ہشام اور حکیم بن حزام اور ایک جماعت۔ یہ قول الزجاج کا مختار ہے۔
(معانی القرآن ج ۲ ص ۴۱۲)

اس آیت میں عذاب سے مراد ایسا عذاب ہے جو ان کافروں کو نیست و نابود کر دے، پھر اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے مشرکین کا ذکر کیا کہ وہ ان کو تلوار سے عذاب دینے والا ہے، اور اللہ انہیں کیوں عذاب نہیں دے گا یعنی تلوار سے، حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں، یعنی مومنین کو بیت اللہ میں طواف کرنے سے روکتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں ہیں۔ یہ اس لیے فرمایا کہ مشرکین نے کہا تھا کہ ہم اللہ کے اولیاء ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا اور فرمایا:

إِنْ أَوْلِيَآؤُهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُتَّقُونَ۔ (الانفال: ۳۴) اللہ کے اولیاء تو صرف متقین ہیں۔

(تفسیر الوسیط ج ۲ ص ۴۵۸-۴۵۷)

النحاس نے کہا: یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے: اور اللہ انہیں کیوں عذاب نہیں دے گا۔ (الانفال: ۳۴)
اور تمام علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے۔ (الناسخ والمنسوخ: ج ۲ ص ۳۸۱)
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۸۵-۳۸۳، وزارۃ الاوقاف، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۔ بَابٌ: وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ۔ (الانفال: ۳۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم ان کے خلاف جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ کفر (کا غلبہ) نہ رہے اور پورا دین (صرف) اللہ کے لئے ہو جائے۔ (الانفال: ۳۹) کی تفسیر

فتنہ کا مصداق شرک ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو کفار سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ فتنہ نہ رہے۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: حتیٰ کہ شرک نہ رہے، یعنی فتنہ سے مراد شرک ہے۔ ابو العالیہ، مجاہد، حسن بصری، قتادہ، ربیع بن انس، سدی، مقاتل بن حیان اور زید بن اسلم نے بھی اسی طرح اس آیت کی تفسیر کی ہے اور عروہ بن زبیر وغیرہ نے کہا: حتیٰ کہ کسی مسلمان کو اس کے دین کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ کیا جائے۔

اور پورا دین (صرف) اللہ کے لئے ہو جائے یعنی توحید خالص اللہ کے لئے ہو جائے۔ حضرت حسن بصری، قتادہ اور ابن جریج نے کہا کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے اور محمد بن اسحاق نے کہا: توحید خالص اللہ کے لئے ہو اور اس میں شرک نہ ہو اور اللہ کے سوا جو اس نے

Marfat.com

شرکاء بنا رکھے تھے، ان سب کو چھوڑ دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۴۰)

۴۶۵۰۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا حَيْوَةُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلًا جَاءَهُ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللهُ فِي كِتَابِهِ ﴿وَ إِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا﴾ (الحجرات: ۹) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ لَا تُقَاتِلَ كَمَا ذَكَرَ اللهُ فِي كِتَابِهِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي أَغْتَرُّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ وَلَا أُقَاتِلُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَغْتَرَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ الَّتِي يَقُولُ اللهُ تَعَالَى وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا (النساء: ۹۳) إِلَى آخِرِهَا قَالَ فَإِنَّ اللهَ يَقُولُ ﴿وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (الانفال: ۳۹) قَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ فَعَلْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ كَانَ الْإِسْلَامُ قَلِيلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِي دِينِهِ إِمَّا يَقْتُلُونَهُ وَإِمَّا يُوثِقُونَهُ حَتَّى كَثُرَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فَلَمَّا رَأَى أَنَّهُ لَا يُوَافِقُهُ فِيمَا يُرِيدُ قَالَ فَمَا قَوْلُكَ فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا قَوْلِي فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ أَمَّا عُثْمَانُ فَكَانَ اللهُ قَدْ عَفَا عَنْهُ فَكَرِهْتُمْ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُ وَأَمَّا عَلِيٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَخَتَنُهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ وَهٰذِهِ ابْنَتُهُ أَوْ بِنْتُهُ حَيْثُ تَرَوْنَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن عبدالعزیز نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حیوۃ نے حدیث بیان کی از بکر بن عمرو از بکیر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ ان کے پاس ایک (خارجی) مرد آیا، پس اس نے کہا اے عبدالرحمٰن! کیا آپ اللہ کی کتاب میں اس آیت کا ذکر نہیں سنتے: اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں (الحجرات: ۹) آخر آیت تک، پھر آپ کو اس طرح قتال کرنے سے کیا چیز مانع ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، تو حضرت ابن عمر نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں اس آیت میں تاویل کرتا ہوں اور قتال نہیں کرتا اور میرے نزدیک یہ تاویل اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اس آیت میں تاویل کروں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جو کوئی کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ دوزخ ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ آخر آیت تک۔ اس خارجی نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تم ان کے خلاف جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ کفر (کا غلبہ) نہ رہے۔ (الانفال: ۳۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس پر عمل کیا ہے جب مسلمانوں کی تعداد کم تھی، پس آدمی کی اس کے دین میں آزمائش کی جاتی تھی، پس مشرکین یا تو اس کو قتل کر دیتے یا اس کو قید کر دیتے حتیٰ کہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی، پس فتنہ نہ رہا، جب اس خارجی نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے ارادے کی موافقت نہیں کرتے تو اس نے کہا: اچھا تو آپ علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق میرا قول یہی ہے کہ رہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور تم ان کی معافی کو ناپسند کرتے ہو، اور رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور ان کے داماد ہیں، پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہا: یہ ان کی صاحبزادی ہیں

Marfat.com

اور یہ ان کا گھر ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۳۱۰ میں گزر چکی ہے، تاہم چند ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مسلمانوں کی آپس کی لڑائیوں سے الگ رہنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک مرد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا: اس مرد کا نام حبان تھا۔ یہ امام سعید بن منصور کا قول ہے اور ابوبکر نجار نے کہا: اس کا نام ہیثم بن حنش تھا اور احمد بن یونس سے روایت ہے: وہ ایک شخص تھا جس کو حکیم کہا جاتا تھا اور ایک قول ہے: اس کو نافع بن ازرق کہا جاتا تھا۔ اس مرد نے کہا: تم کو قتال کرنے سے کیا چیز مانع ہے: اس جملہ میں ''اَلَّا تقاتل'' مذکور ہے مگر اس میں لَا زائد ہے جیسے مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ (الاعراف: ۱۲) میں لَا زائد ہے۔ اور مسلمانوں میں جو آپس کی لڑائیاں ہوئی تھیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان میں سے کسی لڑائی میں شریک نہ ہوئے تھے نہ جنگ صفین میں، نہ جنگ جمل میں اور نہ اس جنگ میں جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تھا اور نہ کسی اور جنگ میں۔

اَغْتَرُّ یہ اِغْتِرَارٌ سے ماخوذ ہے، یعنی الحجرات: ۹ میں تاویل کرنا میرے نزدیک النساء: ۹۳ میں تاویل کرنے سے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ اس آیت میں سخت تغلیظ ہے اور بہت بڑی تہدید ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس سائل کا اعتقاد یہ تھا کہ جس امام کی اطاعت کا وہ معتقد ہے، جو شخص اس امام کی مخالفت کرے اس کے خلاف لڑنا ضروری ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ نظریہ تھا کہ جو لڑائیاں حکومت اور ملک کو حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہیں، ان لڑائیوں میں حصہ نہیں لینا چاہئے اور ان کو ترک کر دینا چاہئے، اور ظاہر یہ ہے کہ وہ سائل خوارج میں سے تھا، کیونکہ خوارج حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے تو محبت کرتے تھے اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطا پر قرار دیتے تھے، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں کے مناقب ذکر کئے اور یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان دونوں کا بہت بڑا مرتبہ تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو غزوۂ احد میں بھگدڑ کی وجہ سے بھاگے تھے اور غزوۂ بدر اور بیعت رضوان سے جو غائب رہے تھے، اس قصے میں ان کا عذر بیان کیا۔

یہ ان کی صاحبزادی ہیں اور یہ ان کا گھر ہے: راجح یہ ہے کہ روایت میں گھر کا ذکر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۴۱۔ ۱۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۶۵۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا بَيَانٌ أَنَّ وَبَرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا أَوْ إِلَيْنَا ابْنُ عُمَرَ فَقَالَ رَجُلٌ كَيْفَ تَرَى فِي قِتَالِ الْفِتْنَةِ فَقَالَ وَهَلْ تَدْرِي مَا الْفِتْنَةُ كَانَ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِينَ وَكَانَ الدُّخُولُ عَلَيْهِمْ فِتْنَةً وَلَيْسَ كَقِتَالِكُمْ عَلَى الْمُلْكِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بیان نے حدیث بیان کی کہ ان کو وبرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمارے پاس یا ہماری طرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آئے تو ایک (خارجی) مرد نے پوچھا کہ قتال فتنہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ قتال فتنہ کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے قتال کرتے تھے اور ان مشرکین پر داخل ہونا فتنہ تھا اور وہ قتال

Marfat.com

ایسا نہیں تھا جیسا تم ملک کے حصول کے لئے جنگ کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۳۱۰ میں گزر چکی ہے۔

۷۔ بَابٌ: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ (الانفال:۶۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے نبی (مکرم!) مومنین کو قتال پر برانگیختہ کیجئے، اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے، اور اگر تم میں ایک سو (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آ جائیں گے، کیوں کہ وہ لوگ سمجھ نہیں سکتے O (الانفال: ۶۵) کی تفسیر

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ: یہ تحریض سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: کسی چیز پر برانگیختہ کرنا۔

وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ: یعنی اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں اور دشمن کے لشکر سے مقابلے کے وقت صبر کرنے والے ہوں۔

قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ: یعنی مشرکین قتال کرتے ہیں بغیر ثواب کی نیت کے اور بغیر طلب ثواب کے۔

۴۶۵۲: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ﴾ (الانفال: ۶۵) فَكُتِبَ عَلَيْهِمْ اَنْ لَّا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ فَقَالَ سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ اَنْ لَّا يَفِرَّ عِشْرُوْنَ مِنْ مِائَتَيْنِ ثُمَّ نَزَلَتْ ﴿اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ﴾ (الانفال: ۶۶) الْآيَةَ فَكَتَبَ اَنْ لَّا يَفِرَّ مِائَةٌ مِنْ مِائَتَيْنِ وَزَادَ سُفْيَانُ مَرَّةً نَزَلَتْ ﴿حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ﴾ (الانفال: ۶۵) قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ وَاُرٰى الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ مِثْلَ هٰذَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، از عمرو از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ''اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آ جائیں گے'' (الانفال: ۶۵) تو ان پر یہ فرض کر دیا گیا کہ ایک (مؤمن) دس (کفار) سے مقابلہ میں نہ بھاگے، پس سفیان نے متعدد مرتبہ کہا کہ بیس دو سو کے مقابلہ میں نہ بھاگیں، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے''۔ (الانفال: ۶۶) پوری آیت پڑھیں، پس اللہ نے یہ فرض کر دیا کہ ایک سو (مومن) دو سو (کافروں) سے نہ بھاگیں اور کبھی سفیان نے یہ اضافہ کیا کہ یہ آیت نازل ہوئی: ''مومنین کو قتال پر برانگیختہ کیجئے اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں'' (الانفال: ۶۵) سفیان نے بیان کیا کہ ابن شبرمہ نے کہا: میری رائے

یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی اسی کی مثل ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی شرح ۴۶۵۳ میں کی ہے۔ تاہم بعض امور کی وضاحت کی جارہی ہے:

نسخ اور تخفیف کا فرق اور ابن شبرمہ کا تعارف اور کفار اور فساق دونوں سے مقابلے کا حکم واحد ہے

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فَكُتِبَ عَلَيْهِمْ: یعنی مسلمانوں پر یہ فرض کر دیا گیا کہ ایک مسلمان دس کافروں سے مقابلہ میں نہ بھاگے۔ یہ آیت اگر چہ صورۃً خبر ہے۔ مگر اس سے مراد امر ہے۔ اس لئے اس پر ناسخ داخل ہوا کیوں کہ جب مسلمانوں پر ایک کا دس سے مقابلہ دشوار ہوا تو اس فرض کو منسوخ کر کے ایک مسلمان کا دو کافروں سے مقابلہ فرض کر دیا۔ اس بناء پر یہ تخفیف ہے، نسخ نہیں ہے، اور قاضی ابوبکر بن الطیب نے کہا ہے کہ جب کسی حکم کا بعض حصہ منسوخ کر دیا جائے یا اس کے بعض اوصاف کو منسوخ کر دیا جائے یا اس کے عدد کو متغیر کر دیا جائے تو یہ کہنا جائز ہے کہ حکم منسوخ ہو گیا، کیونکہ اب وہ پہلے والا حکم نہیں ہے بلکہ اس کا غیر ہے۔ بعض علماء نے کہا: یہ واقعہ بدر کے دن کا ہے۔ علامہ ابن العربی نے کہا: یہ غلط ہے بلکہ یہ بدر کے بعد کا واقعہ ہے اور مقاتل نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ بدر کے بعد کا واقعہ ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو علم تھا کہ جو قتال وہ کر رہے ہیں، وہ ثواب ہے اور کفار کو کچھ نہیں تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لئے ایک کا دس سے مقابلہ فرض کیا گیا، پھر جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو اس حکم میں تخفیف کر دی گئی، پھر یہ ہمارے حق میں ہے اور رہے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کا مقابلہ کثیر تعداد کے دشمن سے بھی واجب ہے۔ کیونکہ آپ سے مدد کا وعدہ کیا گیا ہے اور آپ کامل القوۃ ہیں۔

اور ابن شبرمہ نے کہا: ان کا نام عبداللہ ہے، یہ تابعی ہیں اور کوفہ کے عالم ہیں۔ ایک سو چوالیس ہجری (۱۴۴ھ) میں ان کی وفات ہوئی۔ ابن شبرمہ نے کہا: جب ایک مسلمان کے سامنے دو فاسق کوئی برا کام کر رہے ہوں تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان دو سے گھبرا کر نہ بھاگے، ہاں! اگر ایک مسلمان کا دو سے زیادہ فاسقوں سے مقابلہ ہو تو پھر اس کا بھاگنا جائز ہے۔ کفار سے مقابلہ ہو یا فساق سے مقابلہ ہو ایک کا دو کے مقابلے سے بھاگنا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۴۳-۳۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸- بَابٌ: اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا (الانفال: ٦٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے اور اسے معلوم ہے کہ تم میں کمزوری ہے۔ (الانفال: ٦٦) اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، تک کی تفسیر

۴۶۵۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ السُّلَمِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الزُّبَيْرُ بْنُ خِرِّيتٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾ (الانفال: ٦٥) شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ حِينَ فُرِضَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَفِرَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن عبداللہ السلمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے الزبیر بن خریت نے خبر دی، از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو (کافروں

وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ فَجَاءَ التَّخْفِيفُ فَقَالَ ﴿ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۚ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ﴾ (الانفال:٦٦) اَلْآنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيكُمْ ضُعْفًا فَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ قَالَ فَلَمَّا خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ نَقَصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ مَا خُفِّفَ عَنْهُمْ۔

(سنن ابوداؤد:٢٦٤٦)

پر) غالب آ جائیں گے۔ (الانفال:٦٥) جب مسلمانوں پر یہ فرض کیا گیا تھا تو یہ حکم مسلمانوں پر دشوار ہوا تھا کہ ایک مسلمان (دس (کافروں) کے مقابلہ سے نہ بھاگے۔ تب تخفیف آ گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے اور اسے معلوم ہے کہ تم میں کمزوری ہے۔ پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو (کافروں) پر غالب آ جائیں گے (الانفال: ٦٦) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر تعداد کے بارے میں تخفیف کر دی تو تعداد کی اس کمی سے اس کے مطابق مسلمانوں کے صبر میں کمی ہو گئی۔

لشکر کے بغیر تنہا مسلمان کا دو کافروں کے مقابلہ سے بھاگنا، آیا جائز ہے یا نہیں؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تخفیف نازل ہونے کا ذکر ہے۔ اسماعیلی کی روایت ہے: پس ان پر یہ فرض کیا گیا کہ ایک مسلمان دو کافروں کے مقابلہ سے نہ بھاگے، اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان دو کافروں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے اور اس کا دو کافروں کے مقابلہ سے بھاگنا حرام ہے، خواہ وہ اس کو طلب کریں یا نہ کریں، خواہ وہ لشکر کی کسی صف میں کھڑا ہو یا وہاں کوئی لشکر نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کا یہی تقاضا ہے اور یہی امام شافعی کا جدید قول ہے، لیکن اگر مسلمان ایک ہو اور لشکر میں نہ ہو اور اس کے پاس لڑنے کے لئے اسلحہ ہو اور دو کافر اس کو مقابلہ کے لئے للکاریں تو اس کے لئے ان سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا جائز ہے۔ اگر اس کو کافر طلب کریں تو آیا اس کا بھاگنا حرام ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق متاخرین کے دو قول ہیں: زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کا بھاگنا حرام نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ظاہر قول یہ ہے کہ جب مسلمان لشکر میں ہو تو پھر اس کا دو کافروں کے مقابلہ سے بھاگنا جائز نہیں ہے، لیکن جب کوئی مسلمان لشکر کے بغیر اکیلا ہو تو پھر اس کا دو کے مقابلہ سے بھاگنا حرام نہیں ہے، کیونکہ معروف یہ ہے کہ جہاد جماعت کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو تنہا لڑنے کے لئے بھی بھیجا ہے، اور امام طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایسی روایات جمع کی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ ایک مسلمان کا بھی دو کافروں کے مقابلہ سے بھاگنا ممنوع ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے اس موقف پر ان آیات سے استدلال کیا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ (البقرہ:٢٠٧)

اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو اللہ کی رضا طلب کرنے کے لئے اپنی جان فروخت کر دیتا ہے۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ۔ (النساء:٨٤)

سو آپ اللہ کی راہ میں جہاد کیجئے، آپ کو صرف آپ کی ذات کا مکلف کیا جائے گا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ٦٠١، دار المعرفۃ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

Marfat.com

تنہا مسلمان کے دو یا زیادہ کافروں سے لڑنے کے وجوب پر حافظ ابن حجر کے دلائل پر مصنف کی گرفت

حافظ ابن حجر عسقلانی نے البقرہ: ۲۰۷ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ تنہا مسلمان کا دو یا زیادہ کافروں سے لڑنا واجب اور مقابلہ میں ان سے بھاگنا جائز نہیں ہے، تاہم یہ استدلال صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ یہ آیت صہیب رومی یا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جب وہ مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے تو کفار قریش نے ان کو پکڑ لیا تو وہ ان کو اپنا سارا مال دے کر مدینہ کی طرف چلے گئے اور حضرت صہیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صہیب! تمہاری تجارت نے نفع پایا۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۴۳۹، ایران، مختصر تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۱۱۷، دار الفکر، بیروت)

اس آیت میں حضرت صہیب اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا ذکر ہے اور اس میں یہ حکم نہیں ہے کہ تنہا مسلمان کا دو یا دو سے زائد کفار سے لڑنا واجب ہے، تاہم جو تنہا مسلمان زیادہ کافروں سے لڑے گا خواہ اپنی جان دے دے، وہ بھی اس فضیلت میں داخل ہوگا، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تنہا مسلمان کا دو یا زیادہ کافروں سے لڑنا واجب ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے النساء: ۸۴ سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: سو آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ کو صرف آپ کی ذات کا مکلف کیا جائے گا۔

اس آیت میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے عام مسلمانوں سے خطاب نہیں ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی طاقت اور قوت عطا کی تھی کہ آپ تنہا تمام کافروں سے لڑ سکتے تھے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عام مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ اگر وہ تنہا ہوں اور غیر مسلح ہوں پھر بھی ان کا زیادہ کافروں سے لڑنا واجب ہے اور مقابلہ میں ان سے بھاگنا حرام ہے۔

سو حافظ ابن حجر نے اپنے موقف پر قرآن مجید کی جن دو آیتوں سے استدلال کیا ہے، ان سے ان کا موقف ثابت نہیں ہوتا۔

سورۃ الانفال کی تفسیر یہاں پر ختم ہوگئی۔ اب ان شاء اللہ سورۃ التوبۃ کی تفسیر شروع ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۹۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ

سورۃ التوبہ کی تفسیر

سورۃ براءۃ (توبہ) کا تعارف

ابوالحسن بن الحصار نے کہا ہے کہ سورۃ براءۃ بالاتفاق مدنی ہے اور اس میں ایک سو انتیس آیات ہیں۔ مقاتل نے کہا: اس کی آخری دو آیات: ۱۲۹۔۱۲۸ مکہ میں نازل ہوئیں ہیں۔ اس سورت کے متعدد اسماء ہیں، ان میں سے دو اسم مشہور ہیں: براءۃ اور توبہ۔

سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے کی توجیہات

اس میں اختلاف ہے کہ سورۂ توبہ کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیوں نہیں لکھی گئی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں عہد کو توڑنے کا حکم ہے، اور زمانہ جاہلیت میں جب لوگوں کا کسی سے معاہدہ ہوتا اور پھر اس معاہدے کو توڑنے کی تحریر لکھتے تو اس کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھتے تھے، سو اس وجہ سے سورۂ براءۃ کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہیں لکھا اور جب سورۂ براءۃ میں عہد کے توڑنے کا اعلان کیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سورت کو کفار قریش کے سامنے پڑھا اور ان کے عرف و عادت کے مطابق بسم اللہ نہیں پڑھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورۂ انفال اوائل سورتوں میں سے ہے اور سورۂ براءۃ آخری سورتوں میں سے ہے اور سورۂ براءۃ کا قصہ سورۂ انفال کے قصے کے مشابہ تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ نے ہم سے یہ بیان نہیں کیا کہ سورۂ براءۃ سورۂ انفال کا حصہ ہے، پس میں نے یہ گمان کیا کہ یہ اسی کا حصہ ہے۔ اسی وجہ سے میں نے ان دونوں سورتوں کو ملا دیا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہیں لکھا۔ اس حدیث کی امام حاکم نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں مصحف کو لکھا گیا تو صحابہ کا اختلاف ہوا، پس بعض نے کہا: سورۂ براءۃ اور سورۂ انفال ایک سورت ہیں اور بعض نے کہا: یہ دو سورتیں ہیں، پس ان دو سورتوں کے درمیان خالی جگہ چھوڑ دی گئی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ امام حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم امان ہے اور سورۂ براءۃ تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے جس میں امان نہیں ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ امام قشیری نے کہا ہے کہ صحیح وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے سورۂ براءۃ سے پہلے بسم اللہ کو نازل نہیں کیا، اس لئے اس سے پہلے بسم اللہ کو نہیں لکھا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۴۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَلِيجَةً (براءة:١٦) كُلُّ شَيْءٍ أَدْخَلْتَهُ فِي شَيْءٍ مَرْصَدٍ (براءة:٥) طَرِيقٌ الشُّقَّةُ (براءة:٤٢) السَّفَرُ الْخَبَالُ

وَلِيجَةً (براءة:١٦) اس کا معنی ہے: ہر وہ چیز جس کو تم دوسری چیز میں داخل کرو۔ مَرْصَدٍ (براءة: ٥) اس کا معنی ہے: راستہ۔

Marfat.com

الْفَسَادُ وَالْخَبَالُ الْمَوْتُ وَلَا تَفْتِنِّي (۴۹) لَا تُوَبِّخْنِي كَرْهًا وَكُرْهًا (۵۳) وَاحِدٌ مُدَّخَلًا (۵۷) يُدْخَلُونَ فِيهِ يَجْمَحُونَ (۵۷) يُسْرِعُونَ وَالْمُؤْتَفِكَتِ (۷۰) ائْتَفَكَتْ انْقَلَبَتْ بِهَا الْأَرْضُ أَهْوٰى (النجم: ۵۳) أَلْقَاهُ فِي هُوَّةٍ عَدْنٍ (۷۲) خُلْدٍ عَدَنْتُ بِأَرْضٍ أَيْ أَقَمْتُ وَمِنْهُ مَعْدِنٌ وَيُقَالُ فِي مَعْدِنِ صِدْقٍ فِي مَنْبَتِ صِدْقٍ الْخَوَالِفِ (۹۳) الْخَالِفُ الَّذِي خَلَفَنِي فَقَعَدَ بَعْدِي وَمِنْهُ يَخْلُفُهُ فِي الْغَابِرِينَ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ النِّسَاءُ مِنَ الْخَالِفَةِ وَإِنْ كَانَ جَمْعَ الذُّكُورِ فَإِنَّهُ لَمْ يُوجَدْ عَلَى تَقْدِيرِ جَمْعِهِ إِلَّا حَرْفَانِ فَارِسٌ وَفَوَارِسُ وَهَالِكٌ وَهَوَالِكُ الْخَيْرٰتُ (۸۸) وَاحِدُهَا خَيْرَةٌ وَهِيَ الْفَوَاضِلُ مُرْجَوْنَ (۱۰۶) مُؤَخَّرُونَ شَفَا (۱۰۹) شَفِيرٌ وَهُوَ حَدُّهُ وَالْجُرُفُ (۱۰۹) مَا تَجَرَّفَ مِنَ السُّيُولِ وَالْأَوْدِيَةِ هَارٍ (۱۰۹) هَائِرٍ يُقَالُ تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ إِذَا انْهَدَمَتْ وَانْهَارَ مِثْلُهُ لَأَوَّاهٌ (۱۱۴) شَفَقًا وَفَرَقًا وَقَالَ الشَّاعِرُ إِذَا قُمْتُ أَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ تَأَوَّهُ آهَةَ الرَّجُلِ الْحَزِينِ۔

الشُّقَّةُ (براءۃ: ۴۲) اس کا معنی ہے: سفر۔ خَبَالًا (۴۷) اس کا معنی ہے: فساد اور موت۔ وَلَا تَفْتِنِّي (۴۹) اس کا معنی ہے: تم مجھ کو مت جھڑکو یا مجھ کو مت ڈانٹو۔ كَرْهًا اور كُرْهًا (۵۳) کا ایک معنی ہے: زبردستی اور ناخوشی۔ مُدَّخَلًا (۵۷) اس کا معنی ہے: کسی چیز کے داخل ہونے کی جگہ مثلاً سرنگ۔ يَجْمَحُونَ (۵۷) اس کا معنی ہے: دوڑتے جائیں۔ وَالْمُؤْتَفِكَتِ (۷۰) اس کا معنی ہے: جس زمین کو الٹ دیا گیا۔ أَهْوٰى (النجم: ۵۳) یعنی اس کو گڑھے میں دھکیل دیا۔ عَدْنٍ (۷۲) اس کا معنی ہے: ہمیشہ یعنی اس زمین میں ہمیشہ رہ گیا اور اسی سے مَعْدِن کا لفظ نکلا ہے۔ مَعْدِنِ صِدْقٍ اس جگہ کو کہتے ہیں جس جگہ سچائی ہوتی ہے۔ الْخَوَالِفِ (۹۳) خَالِف اس شخص کو کہتے ہیں جو مجھ سے پیچھے رہا اور میرے پیچھے بیٹھ گیا۔ اسی سے ماخوذ ہے یہ جملہ کہ: جو لوگ مرنے والوں کے بعد باقی رہ گئے، اللہ عزوجل ان کا ولی و وارث ہو جائے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ خوالف جمع مونث ہو اور خَالِفَة کی جمع ہے اور اگر یہ خَالِف مذکر کی جمع ہو تو یہ شاذ ہے۔ عربی زبان میں صرف ایسی دو جمع ہیں: فارس کی جمع فوارس اور هَالِك کی جمع هوالك۔ الْخَيْرٰتُ (۸۸) کا واحد خَيْرَةٌ ہے، اس کا معنی ہے: نیکیاں اور اچھائیاں اور یہ الْفَوَاضِل کی طرح ہے۔ مُرْجَوْنَ (۱۰۶) اس کا معنی ہے: جن لوگوں کو موخر کیا گیا یا ان کو ڈھیل دی گئی۔ شَفَا (۱۰۹) اس کا معنی ہے: کنارہ اور حد۔ الْجُرُفُ (۱۰۹) اس کا معنی ہے: ندی نالوں کے بہنے سے جو زمین کھد جاتی ہے۔ هَارٍ (۱۰۹) اس کا معنی ہے: گرنے والی۔ کہا جاتا ہے: تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ جب کنواں گر جائے اور انْهَارَ بھی اسی کی مثل ہے۔ لَأَوَّاهٌ (۱۱۴) اس کا معنی ہے: اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والا اور خوف زدہ۔ شاعر نے کہا ہے: جب میں رات میں اٹھوں تو اونٹنی کو کیونکر سفر کے لئے تیار کروں جب کہ وہ غم زدہ مرد کی طرح آہیں بھر رہی ہو۔

تعلیقات مذکور کی شرح

وَلِيجَةً كُلُّ شَيْءٍ أَدْخَلْتَهُ فِي شَيْءٍ۔

وَلِيجَةً (براءۃ: ۱۶) اس کا معنی ہے: ہر وہ چیز جس کو تم دوسری چیز

میں داخل کرو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۚ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (براءۃ:۱۶) اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنایا ہو، اور اللہ تمہارے سب کاموں کی خوب خبر رکھتا ہے O

امام بخاری نے وَلِيْجَةً کی تفسیر کی ہے: ہر وہ چیز جس کو تم دوسری چیز میں داخل کرو اور تفسیر میں مذکور ہے کہ وَلِيْجَة کا معنی ہے: محرم راز، یعنی جن لوگوں نے تمہارے ساتھ جہاد کیا ہے اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے سوا کسی کو محرم راز نہیں بنایا، بلکہ وہ ظاہر اور باطن میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیر خواہی کرنے والے ہیں۔

مَرْصَدٍ طَرِيْقٌ۔ مَرْصَدٍ (براءۃ:۵) اس کا معنی ہے: راستہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔ (براءۃ:۵) اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔

مَرْصَدٌ کا معنی ہے: راستہ یعنی ان کو گرفتار کرنے کے لئے ہر راستہ پر بیٹھو۔ مَرْصَدٌ کی جمع مَرَاصِدُ آتی ہے یعنی راستے۔

الشُّقَّةُ السَّفَرُ۔ الشُّقَّةُ (براءۃ:۴۲) اس کا معنی ہے: سفر

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ۔ (براءۃ:۴۲) (اے رسول مکرم! آپ نے جس طرف نکلنے کے لئے کہا تھا) اگر وہ سہل الحصول مال ہوتا اور متوسط سفر ہوتا تو (یہ منافقین) ضرور آپ کے پیچھے چل پڑتے، لیکن دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا۔

امام بخاری نے شُقَّة کی تفسیر سفر کے ساتھ کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے اور کتب تفسیر میں ہے: لو کان عرضا قریبا کا معنی ہے: اگر مال غنیمت قریب کی جگہ حاصل ہو تو یہ آپ کے ساتھ جائیں گے لیکن جب دور دراز کی مسافت ہو مثلاً شام کی طرف تو پھر یہ سفر منافقین پر دشوار ہوگا۔

اَلْخَبَالُ الْفَسَادُ وَالْخَبَالُ الْمَوْتُ۔ اَلْخَبَالُ (۴۷) اس کا معنی ہے: فساد اور موت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا۔ (التوبہ:۴۷) اور اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو وہ تم میں فساد زیادہ پھیلاتے۔

امام بخاری نے اَلْخَبَالُ کی تفسیر فساد کے ساتھ کی ہے۔ امام ابوعبیدہ نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ افعال، ابدان اور عقول میں فساد کو خَبَال کہتے ہیں اور امام بخاری نے کہا ہے: اَلْخَبَالُ کا معنی ہے: موت۔ یہ انہوں نے صحیح نہیں کہا، الخبال کا معنی موت نہیں ہے بلکہ اَلْمُوْتَة ہے اور اس کا معنی ہے: مرگی۔

وَلَا تَفْتِنِّيْ لَا تُوَبِّخْنِيْ۔ وَلَا تَفْتِنِّيْ (۴۹) اس کا معنی ہے: تم مجھ کو مت جھڑکو یا مجھ کو مت ڈانٹو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ۔ (التوبہ:۴۹) اور ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ مجھے (جہاد سے رخصت کی)

Marfat.com

اجازت دیجئے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالو۔

امام بخاری نے اس کا معنی کیا ہے: تم مجھے زجر و توبیخ نہ کرو۔ اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: تم مجھے گناہ میں نہ ڈالو اور یہی صحیح ہے۔ یہ آیت ابن قیس منافق کے دادا کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے تم رومیوں سے جہاد کرو اور ان کی باندیوں کو حاصل کرلو۔ اس نے کہا: آپ مجھے یہیں بیٹھے رہنے کی اجازت دیں اور عورتوں کا ذکر کر کے مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں، کیونکہ میری قوم کو معلوم ہے کہ میں عورتوں کو بہت پسند کرتا ہوں اور ان پر صبر نہیں کر سکتا۔

كَرْهًا وَ كُرْهًا وَاحِدٌ مُدَّخَلًا۔ كَرْهًا اور كُرْهًا (۵۳) کا ایک معنی ہے: یعنی زبردستی اور ناخوشی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ۔ (التوبہ: ۵۳) آپ کہیے کہ تم (اللہ کی راہ میں) خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس لفظ میں دو لغتیں ہیں: کوفیوں نے اس کو كُرْهًا پڑھا ہے اور باقیوں نے اس کو كَرْهًا پڑھا ہے۔

مُدَّخَلًا يُدْخَلُوْنَ فِيْهِ۔ مُدَّخَلًا (۵۷) اس کا معنی ہے: کسی چیز کے داخل ہونے کی جگہ مثلاً سرنگ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝ (التوبہ: ۵۷) اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا تہہ خانے یا دخول کی کوئی بھی جگہ، تو وہ اس میں تیزی سے رسیاں تڑاتے ہوئے گھس جائیں O

اس کا معنی یہ ہے کہ اگر منافقین کو کوئی قلعہ مل جائے، جس میں یہ محفوظ رہ سکیں یا پہاڑوں میں کوئی غار مل جائے اور مُدَّخَلًا کا معنی ہے: پانی کا چشمہ، تو یہ لوگ وہیں چلے جائیں

يَجْمَحُوْنَ يُسْرِعُوْنَ۔ يَجْمَحُوْنَ (۵۷) اس کا معنی ہے: دوڑتے جائیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝ (التوبہ: ۵۷) اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا تہہ خانے یا دخول کی کوئی بھی جگہ تو وہ اس میں تیزی سے رسیاں تڑاتے ہوئے گھس جائیں O

یعنی یہ منافق جو آپ کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں، یہ خوشی سے نہیں رہتے بلکہ جبراً رہتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی اور جگہ مل جائے تو وہ دوڑتے ہوئے وہاں چلے جائیں گے۔

وَالْمُؤْتَفِكَاتِ ائْتَفَكَتْ انْقَلَبَتْ بِهَا الْأَرْضُ۔ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ (۷۰) اس کا معنی ہے: جس زمین کو الٹ دیا گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ۔ (التوبہ: ۷۰) اور اصحاب مدین کی اور (ان کی) جن کی بستیوں کو الٹ دیا گیا تھا، ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر آئے تھے۔

امام بخاری نے الْمُؤْتَفِكٰتِ کی تفسیر اس سے کی ہے کہ جس جگہ کی زمین کو الٹ دیا گیا۔ اس سے مراد قوم لوط کے شہر ہیں اور

ان کے بڑے شہر کا نام سدوم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر دیا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت لوط علیہ السلام کی تکذیب کرتے تھے اور ایسی بے حیائی کا کام کرتے تھے جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔

أَهْوٰى أَلْقَاهُ فِي هُوَّةٍ۔ اَھْوٰی (النجم: ۵۳) یعنی اس کو گڑھے میں دھکیل دیا۔

یہ لفظ سورۃ توبہ میں نہیں ہے یہ لفظ سورۃ النجم میں ہے۔ امام بخاری نے یہاں اس لفظ کو وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَھْوٰی O (النجم: ۵۳) کی مناسبت سے ذکر کر دیا ہے اور ھُوَّۃٌ کا معنی گڑھا ہے۔

عَدْنٍ خُلْدٍ عَدَنْتُ بِأَرْضٍ أَيْ أَقَمْتُ وَمِنْهُ مَعْدِنٌ وَيُقَالُ فِي مَعْدِنِ صِدْقٍ فِي مَنْبَتِ صِدْقٍ۔ عَدْنٍ (۷۲) اس کا معنی ہے: ہمیشہ یعنی میں اس زمین میں ہمیشہ رہ گیا اور اسی سے مَعْدِنٌ کا لفظ نکلا ہے۔ مَعدِن صِدْق اس جگہ کو کہتے ہیں جس جگہ سچائی ہوتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ (التوبہ: ۷۲) اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور دائمی جنتوں میں پاکیزہ رہائش گاہوں کا (وعدہ فرمایا ہے)۔

امام بخاری نے عدن کی تفسیر دوام، بقا اور ہمیشگی سے کی ہے اور اس کا لغوی معنی ہے: ٹھہرنا۔

الْخَوَالِفُ الْخَالِفُ الَّذِي خَلَفَنِي فَقَعَدَ بَعْدِي وَمِنْهُ يَخْلُفُهُ فِي الْغَابِرِينَ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ النِّسَاءُ مِنَ الْخَالِفَةِ وَإِنْ كَانَ جَمْعَ الذُّكُورِ فَإِنَّهُ لَمْ يُوجَدْ عَلَى تَقْدِيرِ جَمْعِهِ إِلَّا حَرْفَانِ فَارِسٌ وَفَوَارِسُ وَهَالِكٌ وَهَوَالِكُ۔ اَلْخَوَالِفِ (۹۳) خَالِفٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو مجھ سے پیچھے رہا اور میرے پیچھے بیٹھ گیا۔ اسی سے ماخوذ ہے یہ جملہ کہ جو لوگ مرنے والے کے بعد باقی رہ گئے، اللہ عزوجل ان کا ولی و وارث ہو جائے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ خوالف جمع مونث ہو اور خَالِفَہ کی جمع ہو اور اگر یہ خَالِفٌ مذکر کی جمع ہو تو یہ شاذ ہے۔ عربی زبان میں ایسی صرف دو جمع ہیں: فارس کی جمع فوارس اور ھَالِك کی جمع ھَوَالِكُ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ (التوبہ: ۹۳) وہ اس کو پسند کرتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ (گھروں میں) رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو وہ کچھ نہیں جانتے O

یہ آیت اور اس سے پہلی آیتیں غزوۂ تبوک کے قصے میں ہیں اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غزوۂ تبوک میں جانے کا حکم دیا تو ایک جماعت پیچھے رہ گئی جس کا اللہ تعالیٰ نے عذر بیان فرمایا: کمزوروں اور بیماروں اور جو لوگ خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، ان پر (جہاد میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے) کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے اخلاص سے عمل کریں، نیکی کرنے والوں پر (طعنہ کرنے کی) کوئی راہ نہیں ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس آئے تاکہ آپ انہیں جہاد کے لئے سواری مہیا کریں تو آپ نے فرمایا: تمہارے لئے میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے، وہ اس حال میں واپس گئے کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے تھے کہ

ان کے پاس جہاد میں خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے O (التوبہ: ۹۲-۹۱)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے ملامت کی نفی کر دی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر رد فرمایا جو خوش حال تھے اور اس کے باوجود انہوں نے بیٹھے رہنے اور غزوۂ تبوک میں نہ جانے کی اجازت طلب کی۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اس کو پسند کرتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ (گھروں میں) رہیں، اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو وہ کچھ نہیں جانتے۔ (التوبہ: ۹۳) اور اَلْخَوَالِف سے مراد وہ عورتیں ہیں جو مردوں سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔

امام بخاری نے کہا ہے: خَالِفٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو مجھ سے پیچھے رہا اور میرے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس عبارت میں خالف کی تفسیر کی طرف اشارہ ہے اور یہ وہ شخص ہے جو کسی شخص کے بعد پالان میں بیٹھتا ہے۔ اس کی جمع خالفین آتی ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ (التوبہ: ۸۳) سو اب پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یعنی جو مرد غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور خَالِفٌ کی جمع خَالِفِيْنَ نہیں آتی، کیونکہ جمع مونث یاء اور نون کے ساتھ نہیں آتی، پس اگر تم یہ سوال کرو کہ قتادہ سے یہ روایت ہے کہ فاقعدوا مع الخالفین کا معنی ہے: عورتوں کے ساتھ بیٹھے رہو تو میں کہوں گا کہ امام ابن جریر نے اس کا رد کیا ہے اور اس کے اوپر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو ترجیح دی ہے۔ علامہ کرمانی نے قتادہ کے قول کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ الخوالف، خالف کی جمع ہے اور کہا ہے کہ یہ جمع مونث ہے کیونکہ فَوَاعِلُ فَاعِلَةٌ کی جمع ہے۔ اور کلام عرب میں ایسے صرف دو لفظ ہیں: فَوَارِس اور هَوَالِك۔ تو میں کہوں گا کہ سابق کی جمع سَوَابِق اور ناقص کی جمع نواقص اور داجن کی جمع دَوَاجِن آتی ہے: اور خلاصہ یہ ہے کہ خوالف سے مراد وہ عورتیں ہیں جو پیچھے رہ گئی تھیں۔

امام بخاری نے کہا ہے: اسی سے ماخوذ ہے جو لوگ مرنے والوں کے بعد باقی رہ گئے: یہ اس شخص کے لئے دعا ہے جس کا کوئی مرد فوت ہو گیا ہو، یعنی اے اللہ! اس کی نسل سے ان لوگوں کو کر دے جو باقی رہنے والے ہوں۔

امام بخاری نے کہا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ خوالف جمع مونث ہو اور یہ خَالِفَةٌ کی جمع ہو اور اگر یہ خَالِفٌ مذکر کی جمع ہو تو یہ شاذ ہے۔ عربی زبان میں ایسی صرف دو جمعیں ہیں: فارس کی جمع فوارس اور ھالک کی جمع ھوالک۔

امام بخاری کی اس عبارت پر دو اعتراض ہیں: اول یہ کہ امام بخاری نے اس عبارت کے شروع میں حتمی طور پر یہ کہا تھا کہ خوالف خالف کی جمع ہے اور یہاں پر اس کو شک کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ اگر خوالف جمع مذکر ہو تو ایسی جمع صرف دو آئی ہیں: فوارس اور ھوالک۔ ثانی یہ کہ امام بخاری نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ فاعل کی جمع فواعل صرف دو لفظوں میں آئی ہے: فوارس اور ھوالک، حالانکہ اس کے علاوہ اور بھی اس وزن پر جمع مذکر آئی ہیں جیسے سابق کی جمع سوابق اور ناقص کی جمع نواقص اور داجن کی جمع دواجن۔

الْخَيْرٰتُ وَاحِدُهَا خَيْرَةٌ وَهِيَ الْفَوَاضِلُ۔ الْخَيْرٰتُ (۸۸) کا واحد خَيْرَةٌ ہے، اس کا معنی ہے: نیکیاں اور اچھائیاں اور یہ الْفَوَاضِلُ کی طرح ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (التوبہ: ۸۸) اور ان ہی کے لئے سب اچھائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں O

امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ خَيْرٰت کا واحد خَيْرَةٌ ہے، پھر خَيْرٰت کی تفسیر فَوَاضِلُ کے ساتھ کی اور تفسیر میں مذکور ہے کہ اس سے مراد آخرت میں جنات الفردوس اور بلند درجات ہیں۔

مُرْجَوْنَ مُؤَخَّرُوْنَ۔
مُرْجَوْنَ (۱۰۶) اس کا معنی ہے: جن لوگوں کو مؤخر کیا گیا یا ان کو ڈھیل دی گئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ۔ (التوبہ:۱۰۶)
اور بعض دوسرے وہ ہیں جن کو اللہ کا حکم آنے تک موخر کیا گیا ہے، یا اللہ ان کو عذاب دے گا یا ان کی توبہ قبول فرمالے گا۔

امام بخاری نے مُرْجَوْنَ کی تفسیر کی ہے کہ ان کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک موخر کیا گیا ہے اور اسی لفظ سے مُرْجِئہ ماخوذ ہے اور یہ اسلام کے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جن کا یہ اعتقاد تھا کہ ایمان کے ساتھ گناہ کرنے سے کوئی ضرر نہیں ہوتا اور جن تین لوگوں کا معاملہ یہاں موخر کیا گیا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ یہ مرارہ بن الربیع، کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ تھے۔ یہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہے جو سستی، آرام طلبی اور درختوں پر کھجوروں کے پکنے کے انتظار میں بیٹھے رہے، اور غزوۂ تبوک میں نہیں گئے۔

اَلشَّفَا شَفِيْرٌ وَهُوَ حَدُّهُ۔
اَلشَّفَا (۱۰۹) اس کا معنی ہے: کنارہ اور حد۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ۔ (التوبہ:۱۰۹)
تو کیا جس نے اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا پر اپنی مسجد کی بنیاد رکھی وہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے گڑھے کے کنارے پر رکھی جو گرنے کے قریب ہے۔

امام بخاری نے الشفا کی تفسیر شفیر کے ساتھ کی ہے، جس کا معنی طرف اور کنارہ ہے۔

وَالْجُرُفُ مَا تَجَرَّفَ مِنَ السُّيُوْلِ وَالْاَوْدِيَةِ هَارٍ هَائِرٍ يُقَالُ تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ اِذَا انْهَدَمَتْ وَانْهَارَ مِثْلُهٗ۔
اَلْجُرُفُ (۱۰۹) اس کا معنی ہے: ندی نالوں کے بہنے سے جو زمین کھد جاتی ہے۔ ھَارٍ (۱۰۹) اس کا معنی ہے: گرنے والی۔ تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ جب کنواں گر جائے اور انھار بھی اسی کی مثل ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ۔ (التوبہ:۱۰۹)
تو کیا جس نے اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا پر اپنی مسجد کی بنیاد رکھی وہ بہتر ہے، یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے گڑھے کے کنارے پر رکھی جو گرنے کے قریب ہے۔

جُرُف نالے کے اس کنارے کو کہتے ہیں جو نہر اور وادیوں کے پانی سے کمزور ہو جاتا ہے، اور گرنے کے قریب ہو جاتا ہے، اور ذرا سی حرکت سے گر جاتا ہے۔

ھَارٍ اصل میں ھَائِرٌ تھا، پھر ھَائِرٌ میں صرفی قانون سے قلب ہو گیا یعنی وہ ھَارِءٌ ہو گیا، پھر ہمزہ کو ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے یاء بنادیا تو ھَارِیٌ بن گیا۔ پھر قاضی کے قاعدہ سے یاء کو حذف کر دیا تو ھَارٍ بن گیا جس کا معنی ہے: گرنے والا۔

لَاَوَّاهٌ شَفَقًا وَفَرَقًا وَقَالَ الشَّاعِرُ اِذَا قُمْتُ اَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ تَاَوَّهُ آهَةَ الرَّجُلِ الْحَزِيْنِ۔
لَاَوَّاهٌ (۱۱۴) اس کا معنی ہے: اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والا اور خوف زدہ۔ شاعر نے کہا ہے: جب میں رات میں اٹھوں تو اونٹنی کو

Marfat.com

کیونکر سفر کے لئے تیار کروں جب کہ وہ غمزدہ مرد کی طرح آہیں بھر رہی ہو۔ کہا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ (التوبہ: ۱۱۴) بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بہت بردبار تھے O

اَوَّاهٌ کا معنی ہے: گڑگڑا کر دعا کرنے والا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اَوَّاهٌ کا معنی ہے: بہت زیادہ توبہ کرنے والا۔ ابوایوب سے مروی ہے: اَوّاہ کا معنی ہے: جو شخص اپنے گناہ کو یاد کرے تو توبہ کرے اور شفق کا معنی ہے: خوف خدا۔ اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ اگر کوئی ان پر ظلم کرتا تو وہ بہت بردباری سے کام لیتے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سے خوف زدہ رہتے تھے۔

نوٹ: ان تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری: ج ۱۸ ص ۳۴۹-۳۴۴ سے لی گئی ہے۔

۱۔ بَابٌ: بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ (التوبہ: ۱) اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے اعلان براءت (بیزاری) ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا O (التوبہ: ۱) کی تفسیر

مشرکین سے کیے ہوئے معاہدہ کو ان کی خلاف ورزی کی وجہ سے توڑنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابواللیث سمرقندی نے کہا ہے کہ ''اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکین کے عہد سے براءت ہے''۔ یہ آیت براءت ہے اور یہ سورۃ براءت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: براءت کا معنی ہے: تم نے مشرکین سے جو عہد کیا تھا اللہ اور رسول نے اس عہد کو توڑ دیا، کیونکہ انہوں نے بھی مدت پوری ہونے سے پہلے اپنے معاہدے کو توڑ دیا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ ان کو چار مہینے کی مہلت دیں۔ اس کے بعد ان سے عہد یا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔

علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ اس مدت کی ابتداء حج اکبر کے دن سے تھی اور دس ربیع الثانی کو اس کی انتہاء ہوگئی، اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے معاہدہ نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۵۱)

اَذَانٌ اِعْلَامٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُذُنٌ یُصَدِّقُ۔ اذان اس کا معنی ہے: اعلان اور خبر دینا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اُذُنٌ کا معنی ہے: وہ تصدیق کر دیتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ۔ (التوبہ: ۶۱) اور بعض منافقین نبی کو ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کانوں کے کچے ہیں۔

یعنی منافقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باتوں سے تکلیف پہنچاتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ کان ہیں، یعنی وہ ہر ایک کی بات سن لیتے ہیں یا ہر ایک کی بات سن کر اس کی تصدیق کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَنَحْوُهَا كَثِيرٌ وَالزَّكَاةُ الطَّاعَةُ وَالْإِخْلَاصُ۔ آپ ان کو پاکیزہ کرتے ہیں، اوران کا باطن صاف کرتے ہیں، اور اس کی بہت مثالیں ہیں۔ اورزکوٰۃ کا معنی ہے: اطاعت اوراخلاص۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا۔ آپ ان کے مالوں میں زکوٰۃ لیجئے جس کے ذریعہ آپ ان کو پاک کریں اوران کے باطن کوصاف کریں۔ (التوبہ: ۱۰۳)

مفسرین نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ اوران کے اصحاب کی توبہ قبول فرمائی توانہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ ہمارے اموال ہیں، آپ ان کوصدقہ کردیں اورہم کو پاک کردیں اورہمارے لئے مغفرت طلب کریں، تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں تمہارے اموال میں سے کوئی چیز لوں، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں جوفرمایا ہے کہ'' آپ ان کے اموال سے صدقہ لیں''، اس کے متعلق دوقول ہیں: (۱) نفلی صدقہ (۲) زکوٰۃ، اوراس آیت میں جوتزکیہ کاذکر ہے، اس سے مراد پاکیزگی میں مبالغہ ہے اوریہ افزائش اوربرکت کے معنی میں ہے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کی بہت مثالیں ہیں: یعنی دولفظوں کامادہ مختلف ہواوران کامعنی ایک ہو جیسے تطہیر اورتزکیہ، دو مختلف لفظ ہیں اوران کا معنی ایک ہے: پاکیزہ کرنا، اوران کی بہت مثالیں ہیں: جیسے لیث اوراسد دومختلف لفظ ہیں اوران کا معنی ایک ہے، یعنی شیر۔

نیز امام بخاری نے کہا کہ زکوٰۃ کا معنی اطاعت اوراخلاص ہے۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ لَا يَشْهَدُونَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ۔ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اس کا معنی ہے: وہ یہ شہادت نہیں دیتے کہ اللہ کے سواکوئی عبادت کامستحق نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ۔ ان مشرکین کے لئے سخت عذاب ہے ۝ جوزکوٰۃ نہیں دیتے۔ (حم السجدۃ: ۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کفاراورمشرکین بھی احکام شرعیہ فرعیہ کے مکلف ہوتے ہیں اورمحققین احناف کا بھی یہی مختار ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں جس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ سورۂ توبہ میں نہیں ہے، بلکہ حم السجدۃ میں ہے اورانہوں نے اس آیت کی طرف اس مناسبت سے اشارہ کیا ہے کہ اس آیت میں بھی زکوٰۃ کا ذکر ہے۔

يُضَاهُونَ يُشَبِّهُونَ۔ یضاهئون کا معنی ہے: وہ پہلے لوگوں کے مشابہ ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ ۖ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ۔ (التوبہ: ۳۰) اوریہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اورعیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ محض ان کے منہ سے کہی ہوئی (بے سروپا) باتیں ہیں، یہ اپنے سے پہلے کافروں کی کہی ہوئی باتوں کی

مشابہت کرتے ہیں۔

امام بخاری نے جو یُضَاهِئُوْنَ کی تفسیر مشابہت کے ساتھ کی ہے، یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یہ صرف ان کے منہ سے کہی ہوئی باتیں ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے پاس ان کے اس قول کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ قول ان سے پہلے کفار کے قول کی مثل ہے اور جس طرح وہ گم راہ تھے اسی طرح یہ بھی گم راہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۵۲-۳۵۱ ملخصاً وموضحاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۶۵۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رضی الله عنه يَقُولُ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ (النساء: ۱۷۶) وَآخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ بَرَاءَةٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں جو آخری آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے: آپ سے حکم پوچھتے ہیں، فرما دیجئے! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کلالہ (کی میراث) میں۔ (النساء: ۱۷۶) اور سورت براءۃ آخر میں نازل ہوئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۳۶۴ میں گزر چکی ہے۔

آخری آیت اور آخری سورت کے متعلق متعدد اقوال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آخری آیت سود کی آیت ہے اور وہ یہ ہے:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ۔ (البقرہ: ۲۸۱) اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سورۂ توبہ کے نزول کی ابتداء نو ہجری میں ہوئی ہے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ (المائدہ: ۳) آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

یہ آیت حجۃ الوداع کے سال نازل ہوئی، پس سورۂ توبہ کیسے آخری نازل ہونے والی سورت ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے سورۂ توبہ کی بعض آیتوں کا ارادہ کیا ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۴۰۲-۴۰۱، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے حضرت البراء کی مراد یہ ہو کہ سورۂ توبہ کا اکثر حصہ آخر میں نازل ہوا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سورۂ توبہ کا اکثر حصہ غزوۂ تبوک کے بیان پر مشتمل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت ابن عباس اور حضرت البراء رضی اللہ عنہما کے اقوال میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ انہوں نے آخر میں نازل ہونے والی سورت کو کسی سے نقل نہیں کیا ہے، بلکہ اپنے اجتہاد سے کہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے اجتہاد سے کہا کہ آخری آیت البقرہ: ۲۸۱ ہے، اور حضرت البراء نے کہا کہ آخری سورت سورۂ توبہ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۰۴)

علامہ عینی علامہ ابن حجر پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ کا اجتہاد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر نے ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آخری سورت جو نازل ہوئی، وہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ ہے۔ اور میں وہاں پر ان اقوال میں تطبیق ذکر کروں گا۔ لیکن حافظ ابن حجر نے وہاں پر کوئی تطبیق ذکر نہیں کی اور وہ غالباً بھول گئے جیسا کہ وہ اکثر بھول جاتے ہیں۔

۲۔ بَابٌ: فَسِيحُوا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ (التوبہ:۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو (اے مشرکو! اب تم (صرف) چار ماہ زمین میں (آزادی سے) چل پھر لو اور یقین رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے ○ (التوبہ:۲) کی تفسیر

سِيحُوْا کا معنی ہے: زمین میں سیر کرو۔

۴۶۵۵ ۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَذِّنِينَ بَعَثَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ يُؤَذِّنُونَ بِمِنًى أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ يَوْمَ النَّحْرِ فِي أَهْلِ مِنًى بِبَرَاءَةَ وَأَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے اس حج میں اعلان کرنے والوں میں بھیجا، آپ نے ان کو قربانی کے دن بھیجا، وہ منیٰ میں اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی کعبہ میں برہنہ طواف کرے گا۔ حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ مشرکین سے برأت کا اعلان کریں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ قربانی کے دن اہل منیٰ میں برأت کا اعلان کیا اور یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، اور بیت اللہ میں برہنہ طواف نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۹ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو براءت کا اعلان کرنے کے لئے بھیجنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے براءت کا اعلان کرنے کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ جب وہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: یہ اعلان صرف میں کر سکتا ہوں یا میرے اہل بیت میں سے کوئی کر سکتا ہے، پھر آپ نے براءت کا اعلان کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اس

Marfat.com

حدیث کی امام ترمذی نے بھی کتاب التفسیر میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ جب سورۂ توبہ کی دس آیتیں نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں اہل مکہ پر یہ آیات پڑھنے کے لئے بھیجا، پھر آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: تم ابوبکر سے جا کر ملو وہ جہاں بھی ہوں اور ان سے وہ مکتوب لے لو اور تم اہل مکہ کے سامنے جاؤ اور یہ آیات پڑھو، پس میں مقام الجحفہ میں جا کر ان سے مل گیا اور ان سے وہ مکتوب لے لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گئے، پس کہا یا رسول اللہ! کیا میرے متعلق کوئی حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں لیکن ابھی حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور بتایا کہ آپ کی طرف سے یہ اعلان یا آپ کریں گے یا آپ کی طرف سے کوئی مرد کرے گا۔ حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت واپس آ کر پوچھا تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جو تمام مناسک حج ادا کرنے کا حکم دیا تھا، وہ مناسک ادا کرنے کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر پوچھا جیسا کہ درج ذیل روایت میں ہے:

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حنین کے زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الجعرانہ سے عمرہ کیا، پھر آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس حج کا امیر بنایا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ مکہ میں جا کر مشرکین سے براءت کا اعلان کریں۔ حضرت ابوہریرہ نے بتایا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ براءت کا اعلان کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بعد میں براءت کا اعلان کرنے کے لئے بھیجنے کی وجہ یہی تھی کہ معاہدہ توڑنے کا اعلان یا تو خود صاحب معاہدہ کرے گا یا اس کے اہل بیت میں سے کوئی مرد کرے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جو معاہدۂ حدیبیہ کیا تھا، ان کی عہد شکنی کی وجہ سے وہ معاہدہ توڑ دیا، سو اس کا اعلان آپ خود کرتے یا آپ کا کوئی قریبی عزیز کرتا۔

۳۔ بَابٌ: وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (التوبہ: ۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور سب لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے کہ حج اکبر کے دن اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول (بھی)، پس اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم اعراض کرتے ہو تو تم یقین رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور آپ کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دیجئے ۝ (التوبہ: ۳) کی تفسیر

حج اکبر کے متعلق مختلف اقوال اور مصنف کا مختار

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ: یعنی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمام لوگوں کو یہ خبر دینا ہے اور یہ اعلان کرنا ہے اور لوگوں

Marfat.com

کو ڈرانا ہے۔

یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ: یہ وہ دن ہے جو ایام مناسک میں سب سے افضل دن ہے اور سب سے زیادہ لوگوں کو جمع کرنے والا دن ہے۔

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ ابو اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جحیفہ سے حج اکبر کے دن کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ یوم عرفہ ہے۔ اسی طرح عطاء سے بھی روایت ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم، مجاہد اور طاؤس سے روایت ہے۔ ان سب نے کہا کہ عرفہ کا دن ہی حج اکبر کا دن ہے۔

محمد بن قیس بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن خطبہ دیا، پس فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حج اکبر کا دن یوم النحر ہے یعنی قربانی کا دن۔ اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ سے مروی ہے کہ حج اکبر کا دن یوم النحر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر کو جمرات کے پاس ٹھہرے اور فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔

ابن عوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین سے حج اکبر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: حج اکبر وہ دن ہے جو اس دن کے موافق ہو جس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا، اور تمام اہل خیمہ نے حج کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۵۶-۳۵۵)

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی بنیاد پر بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ حج، حج اکبر ہے۔ میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث (۳) ص ۶۹۲-۶۸۸ میں اس کی بہت زیادہ تحقیق کی ہے کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ حج، حج اکبر ہوتا ہے، اور میں نے ۱۹۹۴ء میں حج کیا تھا اور اللہ کا کرم ہے کہ وہ حج بھی حج اکبر تھا۔

اٰذَنَهُمْ کا معنی ہے: ان کو مطلع کیا یا خبر دی۔

۴۶۵۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ رضی الله عنه فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي الْمُؤَذِّنِينَ بَعَثَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ يُؤَذِّنُونَ بِمِنًى أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ حُمَيْدٌ ثُمَّ أَرْدَفَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ بِبَرَاءَةَ وَأَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی، ابن شہاب نے کہا: پس مجھے حمید بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حج میں اعلان کرنے والوں میں بھیجا جن کو انہوں نے قربانی کے دن بھیجا تھا۔ وہ منیٰ میں اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔ حمید نے بتایا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے حضرت علی بن ابی طالب کو بھیجا، پس ان کو یہ حکم دیا کہ وہ مشرکین سے براءت کا اعلان کریں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ منیٰ والوں میں قربانی کے دن مشرکین سے براءت کا اعلان کیا اور یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں

Marfat.com

کرے گا اور نہ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۹ میں گزر چکی ہے، تاہم چند ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

اس اشکال کا جواب کہ حضرت ابو بکر نے حضرت ابوہریرہ کو اعلان کے لئے کیسے بھیجا؟ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اعلان کرنے کے لئے حضرت علی کو بھیجا تھا، اور حضرت علی کے اعلان کے متعلق حدیث اور سورۂ توبہ سے ان کے اعلان کی وضاحت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابو بکر نے اعلان کرنے والوں میں بھیجا: امام طحاوی نے اس پر یہ اشکال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو بھیجا، پھر ان کے پیچھے حضرت علی کو بھیجا، پس ان کو اعلان کرنے کا حکم دیا تو یہ کیسے صحیح ہوگا کہ حضرت ابو بکر نے حضرت ابوہریرہ کو بھیجا؟ پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ حضرت ابوہریرہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مشرکین سے براءت کا اعلان کرنے کے لئے بھیجا تو میں بھی ان کے ساتھ تھا اور میں بھی بلند آواز سے اعلان کر رہا تھا اور وہ حضرت ابو بکر کے حکم سے اعلان کر رہے تھے جس طرح ان کو یہ پیغام پہنچانے کا حکم دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو نو ہجری میں حج کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اور حضرت علی کو سورۂ توبہ کی تیس یا چالیس آیتیں مشرکین پر پڑھنے کے لئے بھیجا تھا۔

علامہ کرمانی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت علی کو تو سورۃ التوبہ کی آیات پڑھ کر سنانے کے لئے بھیجا تھا، پھر انہوں نے یہ اعلان کیسے کیا کہ اس سال کے بعد کوئی حج نہیں کرے گا، پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ حضرت علی کا یہ اعلان سورۂ براءت کی ان آیات کے مطابق ہے:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔ (التوبہ: ۲۸)

تمام مشرک محض نجس ہیں، سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

اور ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو یہ حکم دیا ہو کہ تم وہی اعلان کرنا جس کا میں نے ابو بکر کو حکم دیا تھا، اور حضرت ابو بکر کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا تھا کہ بیت اللہ کا کوئی برہنہ طواف نہ کرے۔

شعبی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، جب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرنے کے لئے بھیجا، پس جب وہ تیز آواز سے اعلان کرتے تو میں اعلان کرتا۔ شعبی نے پوچھا: آپ کیا اعلان کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم چار باتوں کا اعلان کرتے تھے: (۱) کوئی بھی کعبہ کا برہنہ طواف نہ کرے (۲) جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی مدت کے لئے عہد کیا، وہ عہد اس مدت تک ہے (۳) مومن کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا (۴) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی امام ابن جریر نے متعدد سندوں کے ساتھ شعبی سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۵۷-۳۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابٌ: اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (التوبہ: ۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ماسوا ان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔ (التوبہ: ۴) کی تفسیر

۴۶۵۷۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رضی الله عنه بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُونَ فِي النَّاسِ أَنْ لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ فَكَانَ حُمَيْدٌ يَقُولُ يَوْمُ النَّحْرِ يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ مِنْ أَجْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب کہ حمید بن عبدالرحمن نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حج میں بھیجا جس حج کا ان کو رسول اللہ ﷺ نے امیر بنایا تھا حجۃ الوداع سے پہلے۔ وہ ایک جماعت کے ساتھ لوگوں میں یہ اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے، پس حمید یہ کہتے تھے کہ قربانی کا دن ہی حج اکبر کا دن ہے، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی وجہ سے ایسا کہتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۹ میں گزر چکی ہے۔

حج اکبر اور حضرت علی کے اعلان کے متعلق مختلف روایات

علامہ عمر بن ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حمید یہ کہتے تھے کہ قربانی کا دن ہی حج اکبر کا دن ہے: میں کہتا ہوں: یہی زیادہ صحیح قول ہے، اور کتاب الحج میں گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے یوم النحر کے متعلق فرمایا: یہ دن حج اکبر ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۴۲) اور یہ حج اکبر کے متعلق نص صریح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ایام، حج اکبر ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ یوم عرفہ حج اکبر ہے اور محمد بن سیرین نے کہا کہ جس سال رسول اللہ ﷺ نے حج کیا تھا، اس دن تمام اہل ملل نے حج کیا اور وہی دن حج اکبر ہے اور مجاہد سے روایت ہے کہ حج اکبر قران ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔ (تفسیر طبری ج ۶ ص ۳۱۸۔ ۳۰۹)

امام بیہقی نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نو ہجری میں حج کیا اور سورۂ توبہ ان کے جانے کے بعد نازل ہوئی، اور نبی ﷺ نے حضرت علی کو بھیجا تاکہ وہ سورۂ توبہ لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کو بھیجا کہ وہ ان کلمات کے ساتھ ندا کریں، پھر ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت علی ان کلمات کے ساتھ ندا کرتے تھے، پس جب وہ تھک جاتے تو حضرت ابوہریرہ کھڑے ہو کر ندا کرتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی کو سورۂ توبہ کی چند آیات پڑھنے کے لئے بھیجا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۰۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۵۔ بَابٌ: فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَا اَيْمَانَ لَهُمْ ۔(التوبہ:۱۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کفر کے علم برداروں سے جنگ کرو، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔(التوبہ:۱۲) کی تفسیر

۴۶۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ مَا بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ هٰذِهِ الْآيَةِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ وَلَا مِنَ الْمُنَافِقِينَ إِلَّا أَرْبَعَةٌ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ إِنَّكُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ تُخْبِرُونَا فَلَا نَدْرِي فَمَا بَالُ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَبْقُرُونَ بُيُوتَنَا وَيَسْرِقُونَ أَعْلَاقَنَا قَالَ أُولٰئِكَ الْفُسَّاقُ أَجَلْ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةٌ أَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيرٌ لَوْ شَرِبَ الْمَاءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهُ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زید بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: جن لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی ان میں سے صرف تین زندہ ہیں اور منافقین میں سے صرف چار زندہ ہیں۔ ایک اعرابی نے کہا: آپ لوگ! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، آپ ہمیں خبر دیں ہم خود نہیں جانتے، ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہماری چھتوں میں سوراخ کرتے ہیں اور اچھی چیزیں چرا کر لے جاتے ہیں۔ حضرت حذیفہ نے بتایا کہ یہ لوگ فاسق ہیں، ہاں! ان منافقین میں سے صرف چار باقی ہیں اور ان میں سے ایک تو اتنا بوڑھا ہو چکا ہے کہ اگر وہ ٹھنڈا پانی پیے تو اسے اس کی ٹھنڈک کا پتا نہیں چلتا۔

ائمہ کفر کے متعلق مختلف اقوال اور حضرت حذیفہ کو ان منافقین کا علم تھا یا نہیں؟

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ائمہ کفر سے مراد ہے: قریش کے بڑے بڑے سردار جو اس آیت کے نزول کے وقت تھے۔ ابوجہل، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب اور سہیل بن عمرو (موخر الذکر دونوں بعد میں اسلام لے آئے تھے)۔ اس آیت میں ہے: لا ایمان لھم: فراء نے کہا: ان کے کیے ہوئے عہدوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (معانی القرآن ج ۱ ص ۴۲۵)

مجاہد نے کہا: ائمہ کفر سے مراد اہل فارس اور اہل روم ہیں۔

حذیفہ نے کہا: اس آیت کے مصداق سے ابھی تک قتال نہیں کیا گیا اور ان کے مصداق ابھی تک نہیں آئے۔

(تفسیر طبری ج ۶ ص ۳۳۰ تفسیر ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۷۶۱)

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد منافقین کے نام بتائے تھے اور ان ائمہ کفر کے متعلق بھی بتایا تھا جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے، لیکن آپ نے ان کو تمام منافقین کے متعلق نہیں بتایا تھا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ حضرت حذیفہ کی اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ ان منافقین کو جانتے تھے، جب ہی تو انہوں نے کہا کہ اب منافقین میں سے صرف چار باقی رہ گئے۔

Marfat.com

اس حدیث میں اعلاق کا معنی ہے: نفیس مال اور ہر وہ چیز جس کی قدر و منزلت ہو۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: اعلاق کا معنی ہے: قیمتی چیز۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۸۴۴)، (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۴۱۰۔۴۰۸، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۶۔ بَابٌ: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (التوبہ: ۳۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے O (التوبہ: ۳۴) کی تفسیر

آیت مذکورہ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کے مصداق کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عام اہل کتاب اور مسلمانوں دونوں کے متعلق نازل ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صرف اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ اس امت کے ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ یہ حضرت ابن عباس، سدی اور عام مفسرین کا قول ہے۔

کنز: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس سے مراد وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو اور وہی مال وعید کا مستحق ہے۔

پس ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے: زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے عذاب کی وعید کو ثواب کی بشارت کے قائم مقام کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۵۹)

۴۶۵۹۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ يَكُوْنُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی کہ عبدالرحمن اعرج نے انہیں حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کسی ایک کا جمع کیا ہوا مال قیامت کے دن گنجا سانپ بن جائے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

گنجا سانپ عام سانپوں کی بہ نسبت زیادہ زہریلا ہوتا ہے۔

۴۶۶۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ عَلٰى أَبِيْ ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ فَقُلْتُ مَا أَنْزَلَكَ بِهٰذِهِ الْأَرْضِ قَالَ كُنَّا بِالشَّامِ فَقَرَأْتُ ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از حصین از زید بن وہب، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ربذہ میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو میں نے ان سے پوچھا: آپ کو اس زمین میں کس نے ٹھہرایا ہے؟ انہوں نے بتایا: میں شام میں تھا تو

Marfat.com

اَلِیْمٍ۝ (التوبہ: ۳۴) قَالَ مُعَاوِيَةُ مَا هٰذِهِ فِينَا مَا هٰذِهِ إِلَّا فِي أَهْلِ الْكِتَابِ قَالَ قُلْتُ إِنَّهَا لَفِينَا وَفِيهِمْ۔

میں نے یہ آیت پڑھی: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے O (التوبہ: ۳۴) تو حضرت معاویہ نے کہا: یہ آیت ہمارے متعلق نازل نہیں ہوئی، یہ آیت صرف اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے کہا: یہ آیت ہمارے متعلق اور ان کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۰۶ میں گزر چکی ہے۔

ربذہ: مدینہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے، اور حضرت ابوذر کے وہاں رہنے کی وجہ یہ تھی کہ شام میں ان کے اور حضرت معاویہ کے درمیان اس آیت کی تفسیر میں مناظرہ ہوا تو وہ دل برداشتہ ہو کر مدینہ میں آ گئے، پھر مدینہ میں بھی لوگوں نے ان سے اس سلسلے میں مناظرے کئے تو وہ دل برداشت ہو کر ربذہ میں آ گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۶۰-۳۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ربذہ میں جانے کا صحیح سبب

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ربذہ میں جانے کا صحیح سبب یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد سے یہ کہتے تھے کہ ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد مال کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دے اور اس کا استنباط انہوں نے درج ذیل آیت سے کیا تھا:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ۔

اور آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ آپ فرما دیں: جو ضرورت سے زائد ہو۔ (البقرہ: ۲۱۹)

میں کہتا ہوں: اس آیت میں حکم مستحب بیان کیا ہے، یہ حکم واجب نہیں ہے، کیونکہ اگر ہر شخص اپنی ضرورت سے زائد مال صدقہ کر دے تو نہ کسی پر زکوٰۃ واجب ہوگی نہ قربانی، نہ صدقہ فطر اور نہ حج واجب ہوگا۔ تب حضرت عثمان نے حضرت ابوذر سے کہا: یہ لوگ آپ سے بحث کرتے ہیں اور آپ کی بات سمجھتے نہیں ہیں، اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ ربذہ میں چلے جائیں، سو اس وجہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ربذہ میں چلے گئے۔

۷۔ بَابٌ: يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۝ (التوبہ: ۳۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جس دن وہ (سونا اور چاندی) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا، یہ ہے وہ (سونا اور چاندی) جس کو تم نے اپنے لئے جمع کر کے رکھا تھا، سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو O (التوبہ: ۳۵) کی تفسیر

۴۶۶۱۔ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبِي

اور احمد بن شبیب بن سعید نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث

Marfat.com

عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ

بیان کی، از یونس از ابن شہاب از خالد بن اسلم، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلے تو انہوں نے کہا: یہ حکم زکوٰۃ کے حکم نازل ہونے سے پہلے تھا، پس جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اموال کی پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۸۔ بَابٌ: إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (التوبہ:۳۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ (التوبہ:۳۶) کی تفسیر

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۚ اَلْقَيِّمُ هُوَ الْقَائِمُ

اور یہ دینِ قیم ہے۔ (التوبہ:۳۶) قَیِّم کا معنی ہے: قائم

یعنی یہی شرع مستقیم ہے کہ اللہ عزوجل کے حکم کی اطاعت کی جائے، کیونکہ چار مہینوں میں قتال کو حرام قرار دینا، یہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا دین ہے اور یہی دین مستقیم ہے۔

فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ

سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ (التوبہ:۳۶)

یعنی ان چار مہینوں میں تم ایک دوسرے سے قتال کر کے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

۴۶۶۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از ابن ابی بکرہ از حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصل حالت پر آ گیا ہے جیسے اس وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا۔ سال کے بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین مہینے پے در پے ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور مُضَر کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان میں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۱۹۷ میں گزر چکی ہے۔

زمانے کے گھومنے کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بے شک زمانہ: اس سے مراد ہے: سال۔

Marfat.com

بے شک گھوم کر آ گیا ہے: گھومنے سے مراد ہے: زمانہ اپنی اصل حالت کی طرف منتقل ہو گیا ہے، کیونکہ عرب محرم کو صفر کی طرف مؤخر کر دیتے تھے تاکہ اس مہینے میں قتال کر سکیں اور وہ یہ عمل ہر سال کرتے رہتے تھے، پس محرم ایک مہینے سے دوسرے مہینے کی طرف منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ وہ سال کے تمام مہینوں میں یہ عمل کرتے رہے۔

اور مُضَر کا رجب: مُضَر کی طرف رجب کی اضافت کی گئی ہے، کیونکہ یہ وہ قبیلہ تھا جو رجب کے مہینے کی تعظیم کرتا تھا اور اس مہینے کو اس کی جگہ سے منتقل نہیں کرتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۶۲-۳۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابٌ: ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا۔ (التوبہ: ۴۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: دراں حالیکہ وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے صاحب سے فرما رہے تھے: غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، یعنی ہمارا مددگار ہے۔ (التوبہ: ۴۰) کی تفسیر

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی، پوری آیت درج ذیل ہے:

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا۔

اگر تم نے رسول کی مدد نہیں کی تو بے شک اللہ ان کی مدد کر چکا ہے جب کافروں نے ان کو بے وطن کر دیا تھا دراں حالیکہ وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے صاحب سے فرما رہے تھے: غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، (یعنی اللہ ہمارا مددگار ہے)۔

إِلَّا تَنْصُرُوهُ: یعنی اگر تم اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ آپ کا مددگار ہے، اور آپ کا مؤید ہے، اور آپ کے لیے کافی ہے، اور آپ کا محافظ ہے، جیسے اللہ نے آپ کی اس وقت مدد کی جب مشرکین مکہ نے آپ کو شہر سے نکال دیا تھا اور یہ ہجرت کے سال کا واقعہ ہے جب انہوں نے آپ کو قتل کرنے کا یا آپ کو قید کرنے کا یا آپ کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

ثانِیَ اثنین: یعنی دو میں سے ایک، اور وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا: اور غار ثور، ثور کی بلندی کے اوپر ایک سوراخ ہے اور وہ مشہور پہاڑ ہے جو مکہ کے پیچھے دائیں جانب واقع ہے۔

لِصَاحِبِهِ: اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اَلسَّكِينَة: یہ سکون سے ماخوذ ہے، فَعِيلَة کے وزن پر اور اس کا معنی بھی سکون ہے۔

ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکون نازل ہوتا رہتا ہے لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ آپ کے اوپر دوبارہ سکون نازل ہو۔

۴۶۶۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ حَدَّثَنِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی، انہوں

أَبُوْ بَكْرٍ رضی الله عنه قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَارِ فَرَأَيْتُ آثَارَ الْمُشْرِكِينَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ رَفَعَ قَدَمَهُ رَآنَا قَالَ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا۔

نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا تو میں نے مشرکین کے آثار دیکھے تو میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر ان میں سے کسی ایک نے اپنا قدم اوپر اٹھایا تو وہ ہم کو دیکھ لے گا۔ تو آپ نے فرمایا: تمہارا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے؟ جن میں تیسرا اللہ ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۶۶۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما أَنَّهُ قَالَ حِينَ وَقَعَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قُلْتُ أَبُوهُ الزُّبَيْرُ وَأُمُّهُ أَسْمَاءُ وَخَالَتُهُ عَائِشَةُ وَجَدُّهُ أَبُو بَكْرٍ وَجَدَّتُهُ صَفِيَّةُ فَقُلْتُ لِسُفْيَانَ إِسْنَادُهُ فَقَالَ حَدَّثَنَا فَشَغَلَهُ إِنْسَانٌ وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ جُرَيْجٍ۔

[طرف الحدیث: ۴۶۶۵، ۴۶۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی، از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ان کے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان مناقشہ ہوا تو میں نے کہا کہ ان کے باپ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کی ماں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کے نانا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کی دادی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں)، پس میں نے سفیان سے پوچھا: اس کی سند کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی، پھر کسی انسان نے ان کو باتوں میں مشغول کر دیا اور انہوں نے ابن جریج نہیں کہا۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کے درمیان بیعت کے مناقشہ کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر میں بیعت کے سبب سے اختلاف ہوا تھا، کیونکہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو حضرت ابن زبیر نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کیا اور اس پر اصرار کیا حتیٰ کہ یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو بھیج کر مدینہ پر حملہ کرایا، پھر الحَرَّۃ کا واقعہ ہوا، پھر وہ لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا، پس ان کا امیر مسلم بن عقبہ مر گیا اور شامی لشکر کی قیادت حصین بن نمیر نے سنبھال لی اور مکہ میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا محاصرہ کیا اور منجنیق سے کعبہ کے اوپر پتھر برسائے حتیٰ کہ کعبہ جل گیا، پھر ان کے پاس اچانک یزید بن معاویہ کے مرنے کی خبر آئی، پھر وہ لشکر شام کی طرف واپس چلا گیا اور حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کی تعمیر شروع کی، پھر انہوں نے لوگوں کو اپنی بیعت کرنے کی دعوت دی تو ان کی بیعت خلافت کی گئی اور اہل حجاز، مصر، عراق، خراسان اور شام کے بھی بہت سے لوگوں نے ان کی بیعت کر لی، پھر مروان بن الحکم نے شام پر غلبہ پالیا اور اس نے ضحاک بن قیس کو

قتل کر دیا جو حضرت ابن زبیر کی طرف سے امیر تھا، پھر مروان مصر کی طرف روانہ ہوا اور اس نے مصر کے اوپر غلبہ پالیا اور یہ تمام واقعات چونسٹھ (۶۴) ہجری کے ہیں اور کعبہ کی تعمیر پینسٹھ (۶۵) ہجری میں مکمل ہوگئی، پھر مروان پینسٹھ (۶۵) ہجری میں مرگیا اور اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان، اس کا جانشین ہوا اور المختار بن ابی عبید نے کوفہ پر غلبہ پالیا تو وہاں حضرت ابن زبیر کے طرف دار جو لوگ تھے، وہ وہاں سے بھاگ گئے اور محمد بن علی بن ابی طالب جو ابن الحنفیہ کے نام سے معروف ہیں، وہ اور حضرت عبداللہ بن عباس مکہ میں ہی تھے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے، پس ان دونوں کو حضرت ابن الزبیر نے اپنی بیعت کے لئے بلایا تو ان دونوں نے انکار کیا اور کہا: ہم اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک کہ تمام لوگ اس خلیفہ کی بیعت پر متفق نہ ہو جائیں اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے ان کی موافقت کی تھی تو حضرت ابن زبیر نے ان کے اوپر سختی کی اور ان کو گھیر لیا، مختار کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے ان کی طرف ایک لشکر بھیجا اور ان دونوں کو وہاں سے نکال لیا اور ان دونوں سے حضرت ابن زبیر سے لڑنے کی اجازت طلب کی تو ان دونوں نے انکار کیا اور وہ دونوں طائف کی طرف چلے گئے، پھر وہ دونوں وہیں پر رہے، حتیٰ کہ حضرت ابن عباس اڑسٹھ (۶۸) ہجری میں وفات پاگئے اور ان کے بعد ابن الحنفیہ ینبع پہاڑ کی طرف چلے گئے اور وہاں ٹھہر گئے، پھر انہوں نے شام میں داخل ہونے کا ارادہ کیا، پس وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوئے اور سن تہتر (۷۳) یا چوہتر (۷۴) ہجری کے اول میں فوت ہوگئے اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ حضرت ابن الزبیر کی شہادت کے بعد کا واقعہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اسی (۸۰) ہجری یا اس کے بعد تک زندہ رہے اور امام واقدی نے یہ کہا ہے کہ وہ اکیاسی (۸۱) ہجری میں مدینہ میں فوت ہوئے تھے اور فرقۂ الکیسانیہ کا یہ زعم ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں اور فوت نہیں ہوئے اور وہی مہدی ہیں اور وہ اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ تمام روئے زمین کے مالک نہ ہو جائیں اور اس فرقہ کی اس سلسلہ میں بہت خرافات ہیں جن کو بیان کرنے کی یہ جگہ نہیں ہے اور میں نے جو ذکر کیا ہے، اس کو میں نے طبقات ابن سعد اور تاریخ الطبری سے اخذ کیا ہے تاکہ ابن ابی ملیکہ کے اس قول کی وضاحت ہو جائے کہ ''حضرت ابن عباس کے اور حضرت ابن الزبیر کے درمیان اختلاف ہوا''۔ اور دوسری سند سے ان کا یہ قول ہے کہ میں صبح کو حضرت ابن عباس کے پاس گیا، پس میں نے کہا: کیا آپ حضرت ابن الزبیر سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ تو حضرت ابن عباس نے کہا: ان سے لڑائی کیسے ہو سکتی ہے اور ان کے مناقب بیان کیے لیکن حضرت ابن عباس نے حضرت ابن الزبیر کی بیعت کرنے سے انکار کیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

اور فاکہی نے سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس اور ابن الحنفیہ دونوں مدینہ میں تھے، پھر انہوں نے مکہ میں رہائش اختیار کی اور حضرت ابن الزبیر نے ان دونوں سے بیعت طلب کی، پس ان دونوں نے انکار کیا حتیٰ کہ تمام لوگ اس مرد کی بیعت پر متفق ہو جائیں تو حضرت ابن الزبیر نے ان دونوں پر تنگی کی، پس ان دونوں نے ایک قاصد عراق کی طرف بھیجا، پس ان کی طرف چار ہزار کا ایک لشکر آیا، پس ان دونوں کو محصور پایا، پھر ان کو ڈرانے کے لئے دروازے پر لکڑیاں رکھی گئیں، پھر ان دونوں کو طائف کی طرف نکال دیا۔ امام ابن سعد نے حضرت ابن زبیر اور حضرت ابن عباس کے درمیان مناقشہ کا یہ قصہ چھیاسٹھ (۶۶) ہجری میں ذکر کیا ہے۔

اور ان کی ماں اسماء ہیں: یعنی بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما اور ان کی دادی صفیہ ہیں یعنی بنت عبدالمطلب اور دوسری روایت میں ہے کہ ان کی پھوپھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ ان کی مراد تھی: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، ان پر ان کی پھوپھی کا اطلاق مجازاً ہے، ورنہ وہ ان کے باپ کی پھوپھی ہیں کیونکہ حضرت خدیجہ خویلد بن اسد کی بیٹی ہیں اور حضرت زبیر، وہ ابن العوام بن خویلد بن اسد ہیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۶۱۳ - ۶۱۲، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

۴۶۶۵۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَكَانَ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ فَغَدَوْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ أَتُرِيدُ أَنْ تُقَاتِلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ فَتُحِلَّ حَرَمَ اللهِ فَقَالَ مَعَاذَ اللهِ إِنَّ اللهَ كَتَبَ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَبَنِي أُمَيَّةَ مُحِلِّينَ وَإِنِّي وَاللهِ لَا أُحِلُّهُ أَبَدًا قَالَ قَالَ النَّاسُ بَايِعْ لِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقُلْتُ وَأَيْنَ بِهَذَا الْأَمْرِ عَنْهُ أَمَّا أَبُوهُ فَحَوَارِيُّ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يُرِيدُ الزُّبَيْرَ وَأَمَّا جَدُّهُ فَصَاحِبُ الْغَارِ يُرِيدُ أَبَا بَكْرٍ وَأُمُّهُ فَذَاتُ النِّطَاقِ يُرِيدُ أَسْمَاءَ وَأَمَّا خَالَتُهُ فَأُمُّ الْمُؤْمِنِينَ يُرِيدُ عَائِشَةَ وَأَمَّا عَمَّتُهُ فَزَوْجُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يُرِيدُ خَدِيجَةَ وَأَمَّا عَمَّةُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَجَدَّتُهُ يُرِيدُ صَفِيَّةَ ثُمَّ عَفِيفٌ فِي الْإِسْلَامِ قَارِئٌ لِلْقُرْآنِ وَاللهِ إِنْ وَصَلُونِي وَصَلُونِي مِنْ قَرِيبٍ وَإِنْ رَبُّونِي رَبُّونِي أَكْفَاءٌ كِرَامٌ فَآثَرَ التُّوَيْتَاتِ وَالْأُسَامَاتِ وَالْحُمَيْدَاتِ يُرِيدُ أَبْطُنًا مِنْ بَنِي أَسَدٍ بَنِي تُوَيْتٍ وَبَنِي أُسَامَةَ وَبَنِي أَسَدٍ إِنَّ ابْنَ أَبِي الْعَاصِ بَرَزَ يَمْشِي الْقُدَمِيَّةَ يَعْنِي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ وَإِنَّهُ لَوَّى ذَنَبَهُ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن معین نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی، ابن جریج نے کہا کہ ابن ابی ملیکہ نے بتایا کہ ان دونوں کے درمیان اختلاف تھا، پس میں صبح کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا، پس میں نے کہا: کیا آپ حضرت ابن زبیر سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ پس آپ اللہ کے حرم کو حلال کریں گے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: معاذ اللہ! بے شک اللہ نے ابن الزبیر اور بنو امیہ کے متعلق لکھ دیا ہے کہ وہ حرم کو حلال کرنے والے ہیں اور بے شک میں اللہ کی قسم! حرم کو کبھی حلال نہیں کروں گا، ابن ابی ملیکہ نے بتایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابن الزبیر سے بیعت کر لیں تو حضرت ابن عباس نے کہا: مجھے ان سے بیعت کرنے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ رہے ان کے والد تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری تھے، ان کی مراد تھی حضرت زبیر۔ رہے ان کے نانا تو وہ غار کے ساتھی ہیں، ان کی مراد تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ رہی ان کی ماں تو وہ کمر بند والی ہیں، ان کی مراد تھی حضرت اسماء۔ رہی ان کی خالہ تو وہ ام المومنین ہیں، ان کی مراد تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور رہی ان کی پھوپھی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، ان کی مراد تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور رہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تو وہ ان کی دادی ہیں، ان کی مراد تھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، پھر وہ اسلام میں پاک باز ہیں، قرآن مجید کے قاری ہیں اور اللہ کی قسم اگر وہ مجھ سے حسن سلوک کریں تو ان کو حسن سلوک کرنا ہی چاہیے، وہ میرے بہت قریبی رشتہ دار ہیں اور اگر وہ مجھ پر حکومت کریں تو حکومت کریں وہ ہمارے برابر عزت دار ہیں لیکن انہوں نے تو تویتات، اسامات اور حمیدات کو ہم پر ترجیح دی ہے۔ ان کی مراد بنو اسد کے قبیلہ سے تھی بنو تویت، بنو اسامہ اور بنو اسد اور بے شک ابو العاص کا بیٹا اعلان جنگ کر رہا ہے، اور پیش قدمی کر رہا ہے، ان کی مراد تھی عبدالملک بن مروان اور بے شک ابن الزبیر نے اپنی دم دبالی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۶۴ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ کے درمیان جنگ کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس تم اللہ کے حرم کو حلال کرو گے: یعنی تم حرم میں قتال کرو گے، خون بہاؤ گے۔

اللہ نے لکھ دیا ہے: یعنی اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے۔

ابن الزبیر اور بنو امیہ حرم کو حلال کرنے والے ہیں: یعنی وہ حرم میں قتال کریں گے اور خون بہائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حرم کو حلال کرنے کی نسبت حضرت ابن الزبیر کی طرف کی ہے، حالانکہ بنو امیہ ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے قتال کی ابتداء کی تھی اور حضرت ابن الزبیر کا حرم میں محاصرہ کیا تھا اور حضرت ابن الزبیر نے تو اپنی مدافعت کی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ حرم میں اپنی مدافعت کے لئے بھی قتال کرنا جائز نہیں ہے، خواہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ التویتات، الاسامات، الحمیدات، ان کی مراد تھی: بنو اسد کے قبیلے۔ رہے تویتات تو ان کی نسبت بنو تویت بن اسد کی طرف ہے اور رہے اسامات تو ان کی نسبت بنو اسامہ بن اسد بن عبد العزیٰ کی طرف ہے اور رہے حمیدات تو ان کی نسبت بنو حمید بن زہیر بن الحارث بن اسد بن عبد العزیٰ کی طرف ہے۔

اور انہوں نے اپنی دم دبالی ہے: یعنی حضرت ابن الزبیر نے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کھڑے رہے، نہ آگے بڑھے نہ پیچھے ہٹے اور ابن التین نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ ان کا ارادہ پورا نہیں ہوا اور ابو مخلف نے کہا ہے کہ حضرت ابن الزبیر اپنے پچھلے پاؤں پر لوٹ رہے تھے اور یہ اس کے مناسب ہے کہ عبد الملک آگے بڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ اس نے عراق کو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے چھین لیا اور ان کے بھائی حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا پھر اس کے لشکر مکہ میں حضرت ابن الزبیر پر حملہ آور ہوئے اور حضرت ابن الزبیر مسلسل پیچھے ہٹتے رہے، یہاں تک کہ ان کو قتل کر دیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ تعالیٰ۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۶۱۵ - ۶۱۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۶۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ دَخَلْنَا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَلَا تَعْجَبُونَ لِابْنِ الزُّبَيْرِ قَامَ فِي أَمْرِهِ هَذَا فَقُلْتُ لَأُحَاسِبَنَّ نَفْسِي لَهُ مَا حَاسَبْتُهَا لِأَبِي بَكْرٍ وَلَا لِعُمَرَ وَلَهُمَا كَانَا أَوْلَى بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْهُ وَقُلْتُ ابْنُ عَمَّةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ أَبِي بَكْرٍ وَابْنُ أَخِي خَدِيجَةَ وَابْنُ أُخْتِ عَائِشَةَ فَإِذَا هُوَ يَتَعَلَّى عَنِّي وَلَا يُرِيدُ ذَلِكَ فَقُلْتُ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنِّي أَعْرِضُ هَذَا مِنْ نَفْسِي فَيَدَعُهُ وَمَا أُرَاهُ يُرِيدُ خَيْرًا وَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ لَأَنْ يَرُبَّنِي بَنُو عَمِّي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَرُبَّنِي غَيْرُهُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی، از عمر بن سعید، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: تمہیں ابن الزبیر پر تعجب نہیں ہوتا؟ وہ خلافت کے لئے کھڑے ہو گئے، تو میں نے کہا: میں ان کے لئے اپنے نفس کا ایسا محاسبہ کروں گا کہ ایسا محاسبہ میں نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لئے بھی نہیں کیا تھا اور وہ دونوں ان سے ہر اعتبار سے افضل تھے اور میں نے کہا: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے ہیں اور حضرت زبیر کے بیٹے ہیں اور حضرت ابوبکر کے بیٹے ہیں اور حضرت خدیجہ کے بھتیجے ہیں اور حضرت عائشہ کے بھانجے ہیں اور اب وہ مجھ پر بڑائی ظاہر کرنے لگے ہیں اور وہ مجھے اپنے برابر

Marfat.com

رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتے، پس میں نے (دل میں) کہا کہ مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ میں اپنے متعلق ان سے یہ عرض کروں گا کہ وہ اس کو چھوڑ دیں گے اور مجھے ان سے کسی خیر کی توقع نہیں ہے، اگرچہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے، اگر میرے چچا کے بیٹے مجھ پر حکومت کریں تو وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ ان کا غیر مجھ پر حکومت کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۶۴ میں گزر چکی ہے۔

بعض مشکل جملوں اور بعض ناموں کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وہ اس امر میں کھڑے ہو گئے، یعنی خلافت کے لیے کھڑے ہو گئے۔

میں ان کے لئے ضرور اپنے نفس سے محاسبہ کروں گا: یعنی میں حضرت ابن الزبیر کے لئے ضرور مناقشہ کروں گا اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: میں اپنے نفس سے ضرور مطالبہ کروں گا کہ وہ میری رعایت کرے اور میرے حق کی حفاظت کرے اور میں ان کی پوری پوری خیر خواہی کروں گا اور ان کا دفاع کروں گا۔

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے ہیں: اس میں مجاز ہے اور حقیقت میں ان کے والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے ہیں اور وہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں۔ اسی طرح انہوں نے کہا: وہ حضرت ابوبکر کے بیٹے ہیں، اس میں بھی مجاز ہے، کیونکہ وہ حضرت ابوبکر کی بیٹی حضرت اسماء کے بیٹے ہیں۔ (عمدۃ القاری، ج ۱۸ ص ۳۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۰- بَابٌ: وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ (التوبہ: ۶۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو۔ (التوبہ: ۶۰) کی تفسیر

امام بخاری نے پوری آیت نہیں لکھی، پوری آیت درج ذیل ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۝ (التوبہ: ۶۰)

زکوٰۃ کے مصارف صرف فقراء اور مساکین ہیں، اور زکوٰۃ کی وصول یابی پر مامور لوگ، اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو، اور جن غلاموں کو آزاد کرنا ہو، اور مقروض لوگ اور اللہ کی راہ میں مسافرین، یہ اللہ کی جانب سے ایک فریضہ ہے، اور اللہ بہت علم والا، بے حد حکمت والا ہے O

مؤلفۃ القلوب کی تعریف اور ان کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل نے اس آیت میں صدقات کی تقسیم اور ان کے آٹھ مصارف کا بیان فرمایا ہے اور ان میں سے مؤلفۃ القلوب اب ساقط ہو گئے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمادیا اور ان سے مستغنی فرمادیا۔ ابتداء میں مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ میں سے حصہ دیا جاتا تھا، تاکہ ان کے دل اسلام کی طرف مائل رہیں یا مسلمانوں سے ان کا ضرر دور رہے۔ آیا مؤلفۃ القلوب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے بعد بھی اسلام پر قائم رکھنے کے لئے زکوٰۃ میں سے حصہ دیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، پس حضرت عمر، شعبی اور ایک جماعت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کو زکوٰۃ سے حصہ نہیں دیا جائے گا اور دوسروں نے کہا ہے کہ دیا جائے گا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد اور ہوازن کا زور ٹوٹنے کے بعد ان کو زکوٰۃ میں سے حصہ دیا اور اس چیز کی کب ضرورت پیش آتی ہے؟ اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان کی تالیف قلب کے لئے کس وقت ان کو زکوٰۃ سے حصہ دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے اسلام لانے سے پہلے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے اسلام لانے کے بعد، اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ زکوٰۃ میں سے ان کا حصہ کب منقطع کیا گیا؟ ایک قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں اور دوسرا قول ہے کہ حضرت عمر فاروق کی خلافت میں، مؤلفۃ القلوب کی تعداد تقریباً پچاس (۵۰) تھی۔ ان میں سے حضرت ابوسفیان اور ان کے بیٹے حضرت معاویہ اور حضرت حکیم بن حزام اور حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۶۷)

مجاہد نے کہا: ان کو کچھ عطیہ دے کر ان کی تالیف قلب کی جاتی تھی۔

۴۶۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضي الله عنه قَالَ بُعِثَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِشَيْءٍ فَقَسَمَهُ بَيْنَ أَرْبَعَةٍ وَقَالَ أَتَأَلَّفُهُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَا عَدَلْتَ فَقَالَ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمٌ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از والد خود از ابن ابی نعیم از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز بھیجی گئی تو آپ نے اس کو چار مردوں میں تقسیم کر دیا اور فرمایا: میں ان کی تالیف کرتا ہوں، تو ایک مرد نے کہا: آپ نے عدل نہیں کیا، تو آپ نے فرمایا: اس آدمی کی نسل سے ایسی قوم نکلے گی جو دین سے نکل جائے گی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۱۵ میں گزر چکی ہے، تاہم چند ضروری امور بیان کئے جا رہے ہیں:

چند مبہم اسماء کی تعیین

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

چار مردوں میں تقسیم کر دیا: ان میں سے ایک اقرع بن حابس ہیں، دوسرے عیینہ بن بدر ہیں، اور تیسرے زید بن مہلہل ہیں، اور چوتھے علقمہ بن علاثہ ہیں۔

ایک مرد نے کہا: آپ نے عدل نہیں کیا، اس مرد کا نام ذوالخویصرہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۱ - بَابٌ: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ۔ (التوبہ: ۷۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک جو (منافق) خوشی سے صدقہ دینے والے مومنوں کو طعنہ دیتے ہیں۔ (التوبہ: ۷۹) کی تفسیر

آیت مذکورہ میں طعن کی تفسیر

اس آیت میں منافقین کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ کوئی شخص بھی ان کی عیب جوئی اور نکتہ چینی سے بچا ہوا نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص

Marfat.com

اللہ کی راہ میں بہت زیادہ مال لے کر آتا تو وہ کہتے: یہ دکھاوا کرنے والا ہے اور اگر کوئی شخص محنت مزدوری کر کے تھوڑا مال لے کر آتا تو وہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ کو اتنے مال کی کیا ضرورت ہے۔

یَلْمِزُوْنَ: کا معنی ہے: وہ عیب جوئی کرتے ہیں، اور نکتہ چینی کرتے ہیں۔

جُهْدَهُمْ اور جَهْدَهُمْ اس کا معنی ہے: ان کی طاقت کے مطابق۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ۔ اور ان کو جن کے پاس (صدقہ کے لئے) اپنی محنت کی مزدوری کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (التوبہ:۷۹)

اس لفظ میں دو لغتیں ہیں جُهد اور جَهد، جُهد کا معنی ہے: طاقت اور جَهد کا معنی ہے: مشقت۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۶۸)

۴۶۶۸۔ حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا أُمِرْنَا بِالصَّدَقَةِ كُنَّا نَتَحَامَلُ فَجَاءَ أَبُو عَقِيلٍ بِنِصْفِ صَاعٍ وَجَاءَ إِنْسَانٌ بِأَكْثَرَ مِنْهُ فَقَالَ الْمُنَافِقُونَ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَدَقَةِ هٰذَا وَمَا فَعَلَ هٰذَا الْآخَرُ إِلَّا رِئَاءً فَنَزَلَتْ ﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ (التوبہ:۷۹) الْآيَةَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بشر بن خالد ابو محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از سلیمان از ابی وائل از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: جب ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا گیا تو ہم بوجھ اٹھا کر لاتے، پس ابو عقیل نصف صاع (دو کلو گرام) لے کر آئے اور ایک انسان اس سے زیادہ لے کر آیا، تو منافقین نے کہا: اللہ عزوجل اس صدقہ سے مستغنی ہے اور دوسرا جو اکثر لے کر آیا ہے، وہ صرف دکھاوے کے لئے لے کر آیا ہے، تب یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو (منافق) خوشی سے صدقہ دینے والے مومنوں کو طعنہ دیتے ہیں اور ان کو جن کے پاس (صدقہ کے لئے) اپنی محنت کی مزدوری کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (التوبہ:۷۹)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۱۵ میں گزر چکی ہے تاہم بعض امور کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے:

جن صحابہ پر منافقین نے طعن کیا تھا، ان کے اسماء

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

ایک قول ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے نصف مال کا صدقہ کیا جو چار ہزار درہم یا چار سو دینار تھا، اور حضرت عاصم بن عدی ایک سو وسق (چھ سو من) کھجوریں لے کر آئے تو منافقین نے ان دونوں پر نکتہ چینی کی اور کہا: یہ دکھاوا ہے اور کسی منافق نے کہا یہ کتنا بڑا دکھاوا ہے اور ایک انصاری تھوڑی سی کھجوریں لے کر آیا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اس سے مستغنی ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ ایک صاع (چار کلو گرام) کھجوریں لے کر آئے اور کہا کہ میرے پاس صرف دو صاع کھجوریں تھیں۔ ایک صاع کھجوریں میں نے اپنے بال بچوں کے لئے رکھ لیں اور ایک صاع صدقہ کے لئے لے کر آ گیا۔ تو منافقین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس سے مستغنی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۴۲۳، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۴۶۶۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے

Marfat.com

أُسَامَةَ أَحَدَّثَكُمْ زَائِدَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُ بِالصَّدَقَةِ فَيَحْتَالُ أَحَدُنَا حَتَّى يَجِيءَ بِالْمُدِّ وَإِنَّ لِأَحَدِهِمْ الْيَوْمَ مِائَةَ أَلْفٍ كَأَنَّهُ يُعَرِّضُ بِنَفْسِهِ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابواسامہ سے پوچھا: کیا تم کو زائدہ نے (یہ) حدیث بیان کی ہے؟ از سلیمان از شقیق از حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی شخص حیلہ کرتا، حتیٰ کہ وہ ایک کلو لے کر آتا اور بے شک آج ان کے پاس ایک لاکھ ہے۔ حضرت ابومسعود اپنی ذات سے کنایہ کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ وہ حیلہ کرتا: اس کا معنی ہے: کوشش کرتا۔

۱۲۔ بَابٌ: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ (التوبہ: ۸۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ (التوبہ: ۸۰) کی تفسیر

نکتہ چینی کرنے والے منافقین کا استغفار سے محروم ہونا

علامہ عینی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہ خبر دی ہے کہ یہ نکتہ چینی کرنے والے منافقین ہیں، یہ استغفار کے اہل نہیں تھے اور اگر نبی ﷺ ان کے لئے ستر (۷۰) بار بھی استغفار کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں منع فرما دیتا۔ ستر (۷۰) سے مراد ستر کا عدد نہیں ہے بلکہ عرب ستر کا لفظ مبالغہ کے لئے بولتے تھے اور اس سے خاص عدد مراد نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۷۰)

۴۶۷۰۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ جَاءَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ قَمِيصَهُ يُكَفِّنُ فِيهِ أَبَاهُ فَأَعْطَاهُ ثُمَّ سَأَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُصَلِّي عَلَيْهِ وَقَدْ نَهَاكَ رَبُّكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا خَيَّرَنِي اللّٰهُ فَقَالَ ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً﴾ (التوبہ: ۸۰) وَسَأَزِيدُهُ عَلَى السَّبْعِينَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، از ابواسامہ از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں: جب عبد اللہ بن ابی فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کو اپنی قمیص عطا فرمائیں تاکہ اس قمیص میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں تو آپ نے ان کو قمیص عطا فرما دی، پھر انہوں نے سوال کیا کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو رسول اللہ ﷺ اس کی نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے، سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کا کپڑا کھینچا، پس کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ اس پر نماز پڑھیں گے؟ حالانکہ آپ کے رب نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تو

Marfat.com

قَالَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ قَالَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ﴾ (التوبہ: ۸۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، پس فرمایا ہے: آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ (التوبہ: ۸۰) اور میں عنقریب ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔ حضرت عمر نے کہا: وہ منافق ہے، حضرت ابن عمر نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور جو ان میں سے مر جائے تو آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ (التوبہ: ۸۴)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۶۹ میں گزر چکی ہے۔ تاہم چند ضروری امور بیان کئے جا رہے ہیں:

عبداللہ بن ابی کو قمیص عطا فرمانے اور اس کی نماز جنازہ پڑھانے کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ واقدی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی آپ کے تبوک سے واپس آنے کے بعد مر گیا تھا اور یہ ذوالقعدہ نو ہجری کا واقعہ ہے۔ یہ بیس (۲۰) دن بیمار رہا اور اس کی بیماری کی ابتداء شوال کی راتوں سے ہوئی تھی۔ اسی طرح امام حاکم نے ''اکلیل'' میں ذکر کیا ہے۔

علماء نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی اور اس کے اصحاب غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے، اور ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

لَوْ خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا۔ (التوبہ: ۴۷) اور اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو وہ تم میں فساد زیادہ پھیلاتے۔

نبی ﷺ نے اس کو اپنی قمیص عطا فرما دی: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی ﷺ نے اس منافق کو قمیص کیوں عطا فرمائی ہے؟ پھر انہوں نے کہا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس منافق کی وجہ سے قمیص نہیں عطا فرمائی تھی بلکہ اس کے بیٹے کی وجہ سے قمیص عطا فرمائی تھی، جو صحابی تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر کسی کی قمیص پوری نہیں آ رہی تھی، کیونکہ ان کا بہت لمبا قد تھا، تو عبداللہ بن ابی نے ان کو اپنی قمیص دی تھی جو ان کو پوری آ گئی، تو نبی ﷺ نے اس کا بدلہ اتارنے کے لئے عبداللہ بن ابی کو قمیص عطا فرما دی تاکہ آپ کے چچا پر اس کا احسان نہ رہے۔

میں کہتا ہوں کہ آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ کسی سائل کو رد نہیں فرماتے تھے، اس لئے آپ نے قمیص عطا فرما دی اور اس کی یہ وجہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا:

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (الضحیٰ: ۱۰) اور سائل کو نہ جھڑکیں ۝

پھر اس کے بیٹے نے آپ سے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا سوال کیا: انہوں نے یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ عبداللہ بن ابی ظاہر میں کلمہ بھی پڑھتا تھا اور نمازیں بھی پڑھتا تھا، تو انہوں نے اس کو اسلام پر محمول کیا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ لوگ ان کے باپ پر اور ان کے قبیلے پر طعنہ نہ دیں اور نبی ﷺ نے بھی ظاہر حال کے مطابق ان کے اس سوال کو قبول کر لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حقیقت

Marfat.com

واضح فرمادی۔

حضرت عمر نے نبی ﷺ سے کہا: کیا آپ منافق پر نماز پڑھتے ہیں؟ حضرت عمر نے منافق پر نماز پڑھنے کی ممانعت کو اس آیت سے نکالا تھا:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ۔(التوبہ:۱۱۳) نبی اور ایمان والوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔

حضرت عمر کی رائے دین پر تَصَلُّب اور منافقین پر شدت کا مظہر تھی اور نبی ﷺ کا ارادہ یہ تھا جس کی تھوڑی سی بھی دین کی طرف نسبت ہے، اس پر شفقت کی جائے اور ان کے بیٹے کی دل جوئی کی جائے، جو صحابی تھے، اس لئے نبی ﷺ نے افضل چیز پر عمل کیا اور قتادہ نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو نہیں دور کر سکتی، لیکن مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس حسن خلق کو دیکھ کر اس کی قوم کے ایک ہزار افراد ایمان لے آئیں گے۔ (سو ایسا ہی ہوا)

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔(التوبہ:۸۴) اور جو ان میں سے مر جائے تو آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اس کے بعد پھر نبی ﷺ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

میں کہتا ہوں: یہاں پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ قرآن مجید کی یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہے اور نبی ﷺ کے خلاف نازل ہوئی ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے سے پہلے ہی منع فرما دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نماز جنازہ پڑھانے کے بعد یہ آیت نازل فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا اس کی نماز جنازہ پڑھانا بالکل درست تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر عبد اللہ بن ابی کے ظاہر نفاق پر تھی اور نبی ﷺ کی نظر اس کی قوم کے ایک ہزار مردوں کے اسلام پر تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۰۷-۳۰۷، فتح الباری ج ۵ ص ۶۲۱-۶۱۹)

۴۶۷۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ وَ قَالَ غَيْرُهُ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَثَبْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا كَذَا وَكَذَا قَالَ أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَالَ أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ يُغْفَرْ لَهُ لَزِدْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی، از عقیل اور ان کے غیر نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول مر گیا تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا، پس جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تو میں تیزی سے آپ کی طرف بڑھا، پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ ابن ابی پر نماز پڑھیں گے؟ حالانکہ اس نے فلاں دن اس طرح اور اس طرح کہا تھا۔ حضرت عمر اس کے اقوال گنواتے

عَلَيْهَا قَالَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةَ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (التوبہ: ۸۴) إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ۔

رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا: اے عمر! مجھ سے پیچھے ہٹو، پس جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا ہے، پس میں نے (استغفار کو) اختیار کیا اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اگر میں نے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا۔ حضرت عمر نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی، پھر آپ لوٹ آئے، پھر سورۂ توبہ کی دو آیتیں نازل ہو گئیں: اور جو ان میں سے مر جائے تو آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ (التوبہ: ۸۴) یہ آیت وهم فٰسقون تک ہے۔ حضرت عمر نے کہا: پھر بعد میں مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی جرأت پر بہت تعجب ہوا، اور اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ علم والے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۶۶ میں گزر چکی ہے، تاہم چند ضروری امور بیان کئے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور میں اضافہ شدہ روایات اور عبد اللہ بن ابی ابن سلول کے نام کی وضاحت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: اور جو ان میں سے مر جائے تو آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ (التوبہ: ۸۴) مسدد نے اپنی حدیث میں از یحییٰ القطان از عبید اللہ بن عمر اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ پس آپ نے ان پر نماز پڑھنے کو ترک کر دیا ہے۔ امام بخاری نے کتاب الجنائز میں از مسدد اس حدیث کی بغیر اس اضافے کے روایت کی ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ نے اس پر نماز پڑھائی، پھر واپس چلے گئے، پھر تھوڑی دیر بعد یہ آیت نازل ہوگئی۔ اور زہری نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھا لیا، اور طبری نے اسی سند کے ساتھ ابن اسحاق سے یہ روایت کی ہے کہ نہ آپ کسی منافق کی قبر پر کھڑے ہوئے۔

امام عبد الرزاق نے از معمر از قتادہ روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۔ (التوبہ: ۸۰)

آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔

تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۔ (المنافقون: ۶)

ان پر یکساں ہے، آپ ان کے لئے معافی چاہیں یا ان کے لئے معافی نہ چاہیں، اللہ انہیں ہرگز معاف نہ فرمائے گا۔

جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول مر گیا: سلول عبد اللہ بن ابی کی ماں کا نام ہے اور وہ قبیلہ خزاعہ سے تھی اور عبد اللہ بن ابی قبیلہ

خزرج سے تھا اور یہ دونوں انصار کے قبیلے ہیں۔

پس رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: مجھ سے پیچھے ہٹو۔ علامہ داؤدی نے اس حالت میں نبی ﷺ کے مسکرانے پر اشکال کیا ہے کہ جنائز کے موقع پر نبی ﷺ کا مسکرانا اور ہنسنا ثابت نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کی دل جوئی کے لئے اور ان کو خوش کرنے کے لئے نبی ﷺ مسکرائے۔ آپ نے ان کے مشورے کو قبول نہیں کیا تھا اور ان کے کلام کو ترک کر دیا تھا تو گویا آپ کا مسکرانا اس کی معذرت کے لئے تھا۔

بعض شارحین نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت عمر نے یہ گمان کیا ہو کہ جب نبی ﷺ عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھے تو شاید آپ بھول گئے کہ اس نے آپ کے خلاف کیا کیا کہا تھا، تو پھر جب میں نے زیادہ مبالغہ کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا ہے، یعنی استغفار کا، پس میں نے استغفار کو اختیار کر لیا، تب حضرت عمر کو پتا چلا کہ آپ بھولے نہیں تھے۔

۱۳۔ بَابٌ: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ۔ (التوبہ: ۸۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو ان میں سے مر جائے تو آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ (التوبہ: ۸۴) کی تفسیر

التوبہ: ۸۴ کا مصداق

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت تمام منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے، لیکن حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت معین منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ایک راز بتا رہا ہوں تم اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ آپ نے فرمایا: مجھے فلاں فلاں کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع کیا گیا ہے اور منافقین کے معین عدد کا ذکر فرمایا۔ حضرت جبیر بن معطم سے روایت ہے کہ وہ بارہ (۱۲) مرد تھے۔

۴۶۷۲۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ جَاءَ ابْنُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَعْطَاهُ قَمِيصَهُ وَأَمَرَهُ أَنْ يُكَفِّنَهُ فِيهِ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي عَلَيْهِ فَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِثَوْبِهِ فَقَالَ تُصَلِّي عَلَيْهِ وَهُوَ مُنَافِقٌ وَقَدْ نَهَاكَ اللهُ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهُمْ قَالَ إِنَّمَا خَيَّرَنِي اللهُ أَوْ أَخْبَرَنِي اللهُ فَقَالَ ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ (التوبہ: ۸۰) فَقَالَ سَأَزِيدُهُ عَلٰى سَبْعِينَ قَالَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ عَلَيْهِ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی، از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: جب عبداللہ بن ابی فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے ان کو اپنی قمیص عطا فرمائی اور فرمایا: اس قمیص میں اس کو کفن دینا، پھر آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کہا کہ آپ اس پر نماز پڑھ رہے ہیں؟ یہ تو منافق ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کے لئے استغفار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے، یا فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے! کہ آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں،

Marfat.com

اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (التوبہ:۸۴)

[طرف الحدیث:۴۶۷۲]

اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہر گز نہیں بخشے گا۔ (التوبہ:۸۰) پس آپ نے فرمایا: میں عنقریب ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔ حضرت ابن عمر نے بتایا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل کی: اور جو ان میں سے مر جائے تو آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ نافرمانی کی حالت میں مرے O (التوبہ:۸۴)

حدیث مذکور میں یہ تصریح ہے کہ عبداللہ بن ابی کفر پر مرا، پھر اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے اس کے لئے استغفار کیوں کیا؟ اور اس کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ عبداللہ بن ابی کی موت کفر پر ہوئی، تو اس پر یہ اعتراض ہے کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیسے فرمایا کہ مجھے اس کے لئے استغفار کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی نماز جنازہ کیسے پڑھائی؟ جس کی موت کفر پر ہوئی، ہر چند کہ یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی روایت کی ہے لیکن اس حدیث میں یہ طعن ہے، اس وجہ سے حسب ذیل مشاہیر علماء اور محققین نے اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے۔

(۱) قاضی ابوبکر نے کہا کہ اس حدیث کو قبول کرنا جائز نہیں ہے اور نہ یہ صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے اور نہ یہ صحیح ہے کہ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۲) علامہ ابوبکر الباقلانی نے ''التقریب'' میں کہا کہ یہ حدیث احاد میں سے ہے، جس کے ثبوت کا یقین نہیں ہے۔

(۳) امام الحرمین نے اپنی مختصر میں کہا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور ''البرہان'' میں کہا: اس حدیث کو محدثین صحیح نہیں قرار دیتے۔

(۴) امام غزالی نے ''المستصفیٰ'' میں کہا: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

(۵) علامہ داؤدی نے کہا: یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان علماء نے یہ گمان کیا کہ قرآن مجید کی یہ آیت کہ: انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ لوگ فسق پر مر گئے، یہ آیت اس آیت کے ساتھ نازل ہوئی ہے کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا استغفار نہ کریں، لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے اور اب اعتراض اٹھ جاتا ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس استغفار سے ممانعت اس کے لئے ہے جو حالت شرک میں مرا اور یہ ممانعت اس کے لئے نہیں ہے جو اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور چونکہ عبداللہ بن ابی اسلام کو ظاہر کرتا تھا، اس لئے اس کے لئے استغفار کی ممانعت نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔ آپ کا یہ کلام عبداللہ بن ابی کے قبیلہ کی دلجوئی کے لئے تھا، ورنہ آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا، کیونکہ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے

Marfat.com

سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں اس کے لئے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۳۷۳،دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث کی شرح میں یہی تقریر کی ہے، لیکن ان کا کلام بہت طویل اور غیر مرتب ہے اور علامہ عینی کی عبارت مختصر اور مرتب ہے اور تقریباً ہر حدیث کی شرح میں ان دونوں شارحین کا یہی اسلوب ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج ۵ص ۶۲۳-۶۲۱،دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۴۔ بَابٌ: سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَّمَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ (التوبہ:۹۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان (کے جھوٹے بہانوں) سے صرف نظر کرو، پس تم ان کی طرف توجہ نہ کرو، بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، (یہ) ان کے ان کاموں کی سزا ہے، جو وہ کرتے تھے O (التوبہ:۹۵) کی تفسیر

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس الرازی، ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت علی کو اپنے بعد خلیفہ بنایا اور ان کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ منافقین نے کہا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی ناراضی کی بناء پر اپنے ساتھ نہیں لے گئے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ راستہ میں آپ سے جا ملے اور منافقین کی باتوں سے آپ کو مطلع کیا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے پاس گئے تو انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تھا اور میں نے اپنے پیچھے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو؟ کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے، ہاں! مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا استقبال کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سواری پر اپنے ساتھ بٹھایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ منافقین اور مخالفین پر لعنت فرمائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین سے فرمایا: ان کے ساتھ بات کرو، نہ ان کے ساتھ بیٹھو، اور ان سے اس طرح اعراض کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ص ۱۸۶۵، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک وہ ناپاک ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کا باطن خبیث اور نجس ہے، اور ان کی روح ناپاک ہے اور جس طرح جسمانی نجاستوں سے احتراز کرنا واجب ہے، اسی طرح روحانی نجاستوں سے بھی احتراز کرنا واجب ہے تاکہ ان کی نجاستیں انسان میں سرایت نہ کر جائیں اور تاکہ ان کے برے کاموں کی طرف انسان کی طبیعت راغب نہ ہو۔

۴۶۷۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، از عقیل از ابن

Marfat.com

اللّٰہِ بْنَ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ کَعْبَ بْنَ مَالِكٍ حِیْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكَ وَاللّٰہِ مَا أَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیَّ مِنْ نِعْمَۃٍ بَعْدَ إِذْ ھَدَانِیْ أَعْظَمَ مِنْ صِدْقِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ لَا أَکُوْنَ کَذَبْتُہٗ فَأَھْلِكَ کَمَا ھَلَكَ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا حِیْنَ أُنْزِلَ الْوَحْیُ ﴿سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَیْھِمْ﴾ (التوبہ:۹۵) إِلٰی قَوْلِہٖ الْفٰسِقِیْنَ ۝

شہاب از عبدالرحمٰن بن عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن کعب بن مالک نے کہا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا جب وہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دینے کے بعد اس سے بڑی اور کوئی نعمت عطا نہیں کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا اور اگر میں نے آپ سے جھوٹ بولا ہوتا تو میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا، جب وحی نازل ہوئی: جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے تا کہ تم (ان کے جھوٹے بہانوں سے) صرف نظر کرو (التوبہ: ۹۵) یہ فاسقین تک ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۔ بَابٌ: یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْھُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْھُمْ فَإِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۝ (التوبہ:۹۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہ تم کو راضی کرنے کے لئے تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے، پس اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) گئے تو اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتا ○ (التوبہ:۹۶) کی تفسیر

یہ آیت ان منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو قسمیں کھاتے تھے تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم بالفرض راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ تعالیٰ قوم فاسقین سے راضی نہیں ہوتا۔ فاسقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اطاعت سے اور اس کے رسول کی اطاعت سے خارج ہو گئے۔

امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں کوئی تعلیق ذکر کی ہے، نہ کوئی حدیث روایت کی ہے۔

۱۶۔ بَابٌ: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِھِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا ۭ عَسَی اللّٰہُ أَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْھِمْ ۭ إِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (التوبہ:۱۰۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بعض دوسرے وہ (مسلمان) ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا، انہوں نے نیک کاموں کو دوسرے برے کاموں سے ملا دیا۔ عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (التوبہ:۱۰۲) کی تفسیر

Marfat.com

بعض صالح مومنین کے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا ذکر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے حال کی خبر دی تھی، جنہوں نے غزوۂ تبوک سے تکذیب کی وجہ سے اعراض کیا تھا، تو اب ان لوگوں کے حال کا بیان شروع کیا جو سستی کی وجہ سے اور راحت اور آرام کے میلان کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے، حالانکہ وہ مومن تھے اور حق کی تصدیق کرنے والے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ۔ (التوبہ:۱۰۲)

اور بعض دوسرے وہ (مسلمان) ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا۔

یعنی انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور اپنے رب کے سامنے اعتراف کیا اور ان کے دیگر اعمال صالحہ بھی تھے جو ان کے گناہوں کے ساتھ مل گئے تھے، تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عفو اور مغفرت کے تحت ہیں۔ یہ آیت اگرچہ ان خاص لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے مگر اس کا حکم ان تمام گناہ گاروں اور تمام خطا کاروں کو شامل ہے جن کے برے عمل بھی ہیں اور نیک عمل بھی ہیں۔ مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ اور ان کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ بعض نے کہا: حضرت ابولبابہ کے ساتھ ان کے پانچ اصحاب تھے۔ بعض نے کہا: سات اصحاب تھے اور بعض نے کہا نو اصحاب تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۷۴)

۴۶۷۴۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ هُوَ ابْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَنَا أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ فَابْتَعَثَانِي فَانْتَهَيْنَا إِلَى مَدِينَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ وَشَطْرٌ كَأَقْبَحِ مَا أَنْتَ رَاءٍ قَالَا لَهُمُ اذْهَبُوا فَقَعُوا فِي ذٰلِكَ النَّهْرِ فَوَقَعُوا فِيهِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوءُ عَنْهُمْ فَصَارُوا فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَا لِي هٰذِهِ جَنَّةُ عَدْنٍ وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ قَالَا أَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَانُوا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ وَشَطْرٌ مِنْهُمْ قَبِيحٌ فَإِنَّهُمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللهُ عَنْهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل نے حدیث بیان کی، اور وہ ابن ہشام ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا: ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس رات کو دو آنے والے آئے۔ ان دونوں نے مجھے بیدار کیا اور ہم ایسے شہر کے پاس پہنچے جو سونے کی اینٹوں اور چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا، پھر ہم سے کچھ لوگ ملے جو بہت حسین تھے کہ تم نے اتنے حسین لوگ نہ دیکھے ہوں گے اور کچھ اور لوگ ملے جو انتہائی بدشکل تھے۔ تم نے اتنے بدشکل لوگ نہ دیکھے ہوں گے۔ ان دونوں آنے والوں نے ان سے کہا: جاؤ اس دریا میں کود جاؤ، سو وہ دریا میں کود گئے، پھر وہ ہماری طرف لوٹ کر آئے تو ان کی بدصورتی ان سے ختم ہو چکی تھی، پس وہ انتہائی حسین صورت میں ہو گئے۔ ان دونوں نے مجھے کہا: وہ لوگ جن میں سے آدھے حسین تھے اور آدھے بدشکل تھے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیک اعمال کے ساتھ

برے اعمال ملا لئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۸۴۵ میں گزر چکی ہے، تاہم کچھ وضاحت مزید کی جارہی ہے:

دو آنے والے آئے: وہ فرشتے تھے۔

پس انہوں نے مجھے بیدار کیا: یعنی نیند سے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۷۵)

۱۷۔ بَابٌ: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔ (التوبہ: ۱۱۳) اللہ تعالیٰ کے ارشاد: نبی اور ایمان والوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔ (التوبہ: ۱۱۳) کی تفسیر

قتادہ نے کہا: ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ مردوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے نبی! ہمارے آباء واجداد میں سے ایسے لوگ تھے جو پڑوسیوں سے حسن سلوک کرتے تھے، رشتہ داروں سے مل جل کر رہتے تھے، قیدیوں کو چھڑاتے تھے اور لوگوں کے حقوق ادا کرتے تھے۔ کیا آپ ان کے لئے استغفار نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، اللہ کی قسم! میں اپنے باپ کے لئے ضرور استغفار کروں گا، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار کیا تھا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: نبی اور ایمان والوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔ (التوبہ: ۱۱۳) یہ آیت أَصْحٰبُ الْجَحِيمِ تک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا۔ آپ نے کہا: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار کیا تھا، تو یہ آیت نازل ہوئی: اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لئے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو اس سے ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا اور جب ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔ (التوبہ: ۱۱۴) اور علی بن طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ لوگ اپنے فوت شدہ رشتہ داروں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تھے اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کرنے سے رک گئے، اور زندوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنے سے نہیں منع کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۷۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء اور امہات مومن تھے

میں کہتا ہوں کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب غیر نبی یا غیر معصوم کے لئے استغفار کیا جائے تو اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید انہوں نے گناہ کبیرہ کئے ہوں گے۔ اور صحیح مسلم: ۹۷۶ میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو اس کی آپ کو اجازت دی گئی، حالانکہ کفار کی قبروں پر آپ کو کھڑے ہونے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ وہ کافرہ نہیں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اور آپ کے تمام آباء اور امہات مومن تھے۔ علامہ عینی نے اس مسئلہ پر کچھ نہیں لکھا، اس لیے کہ یہ مسئلہ بعد کے متاخرین پر منکشف ہوا ہے جب کہ ان کی حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کے لئے نہیں بلکہ اپنے چچا ابو طالب کے لئے استغفار کرنے کا ارادہ کیا تھا اور یہی التوبہ: ۱۱۳ کا شان نزول ہے۔

Marfat.com

۴۶۷۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدَهُ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ أَيْ عَمِّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَنَزَلَتْ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝﴾ (التوبہ: ۱۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از سعید بن المسیب از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ جب ابو طالب پر وفات کا وقت آیا تو اس کے پاس نبی ﷺ آئے اور اس کے پاس اس وقت ابوجہل تھا اور عبداللہ بن ابوامیہ تھا، پس نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: آپ کہیے: لا الہ الا اللہ، میں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کے لئے اللہ کے پاس شفاعت کروں گا، تو ابوجہل اور عبداللہ بن ابوامیہ نے کہا: اے ابو طالب! کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: نبی اور ایمان والوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں جب کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ (مشرکین) دوزخی ہیں ۝ (التوبہ: ۱۱۳)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۱۳۶۰ میں گزر چکی ہے۔

ابو طالب کا نام عبد مناف ہے اور ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام المخزومی ہے اور عبداللہ بن ابی امیہ المخزومی فتح مکہ کے سال اسلام لے آئے تھے۔

میں اللہ کے پاس آپ کی شفاعت کروں گا: علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کو زندہ کیا، پس وہ آپ پر ایمان لائے اور علامہ سہیلی نے ''الروض الانف'' میں روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی والدہ کو اور آپ کے والد کو زندہ کیا، پس وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۷۶)

میں کہتا ہوں: ابو طالب کے ایمان کی پوری تحقیق ان شاء اللہ میں سورۃ القصص کی تفسیر میں بیان کروں گا۔

۱۸۔ بَابٌ: لَقَدْ تَّابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ: ۱۱۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اللہ نے نبی کی توبہ قبول فرمائی، اور مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی جب کہ اس کے بعد یہ قریب تھا کہ ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں، پھر اس کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول کی، بے شک وہ ان پر نہایت مہربان بہت رحم والا ہے ۝

(التوبہ: ۱۱۷) کی تفسیر

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توبہ قبول کرنے کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بے شک اللہ نے نبی کی توبہ قبول کی: یہ آیت اس طرح ہے جس طرح یہ آیت ہے: اور تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام بخش دے۔ (الفتح: ۲) اور جیسے یہ آیت ہے: اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کے لئے استغفار کیجئے۔ (المومن: ۲۵۵) اور اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے مومنین کو توبہ اور استغفار کرنے پر برانگیختہ کیا۔ اور بے شک ہر مومن توبہ اور استغفار کی طرف محتاج ہے، حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مہاجرین کو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے کی جو اجازت دی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توبہ کا ذکر بطور تمہید کیا گیا ہے۔ تنگی کے وقت میں: اس وقت بہت تنگی تھی اور سختی تھی۔ حضرت جابر نے بتایا کہ سواریوں کی تنگی تھی اور زادراہ کی تنگی تھی اور مال کی تنگی تھی، اور مجاہد وغیرہ نے کہا: یہ آیت غزوۂ تبوک کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ صحابہ اس غزوہ میں سخت گرمی کے موسم میں نکلے تھے اور زادراہ اور پانی کی بہت تنگی تھی۔ قتادہ نے کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ دو آدمی ایک کھجور کے دو ٹکڑے کرتے اور اس کو آپس میں تقسیم کر لیتے اور لوگ باری باری ایک کھجور کو چوستے، پھر اس کے اوپر پانی پی لیتے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، پھر ان کو اس غزوہ سے واپس لوٹا دیا۔

جب کہ اس کے بعد یہ قریب تھا کہ ایک گروہ کے دل بل جائیں: یعنی غزوۂ تبوک میں جو سختی اور مشقت انہیں برداشت کرنی پڑی تھی اس کی وجہ سے ہوسکتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں ان کو شک پڑ جاتا۔

پھر اس کے بعد اللہ نے ان کی توبہ قبول کی: یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف رجوع اور اپنے دین کے اوپر ثابت قدمی عطا فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۷۷-۳۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۶۷۶۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح قَالَ أَحْمَدُ وَحَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ فِي حَدِيثِهِ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا قَالَ فِي آخِرِ حَدِيثِهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی۔ (ح) احمد نے کہا: اور ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی، از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن کعب نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن کعب نے خبر دی اور وہ حضرت کعب کے بیٹوں میں سے ان کے قائد تھے، جب وہ نابینا ہو گئے تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت کعب بن مالک سے ان کی حدیث میں سنا: اور ان تین آدمیوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے۔ اور حضرت کعب نے اس حدیث کے آخر میں کہا کہ میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال خالی کر کے اللہ اور اس کے رسول کی طرف صدقہ کر دوں۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنا بعض مال اپنے پاس رکھو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۷۶ میں گزر چکی ہے۔

حضرت کعب بن مالک کے تین بیٹے تھے: عبداللہ، عبدالرحمٰن اور عبید اللہ، اور وہ تینوں اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

۱۹۔ بَابٌ: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ⑪ (التوبہ: ۱۱۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس نے ان تین شخصوں کی توبہ (بھی) قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا حتیٰ کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور خود ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئیں اور انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر ان کی توبہ قبول فرمائی تا کہ وہ توبہ پر قائم رہیں، بے شک اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O (التوبہ: ۱۱۸) کی تفسیر

ان تین کا بیان، جو پیچھے رہ گئے تھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اور اس نے ان تین شخصوں کی توبہ (بھی) قبول فرمائی، جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا: ان تینوں کے نام یہ ہیں: حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارہ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم، یہ تینوں دوسرے مجاہدین کے ساتھ تبوک کی طرف نہیں گئے اور مدینہ میں ان سے پیچھے رہ گئے تھے۔

زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی: یعنی اس زمین میں ان کو کوئی ایسی جگہ نہیں ملی، جس میں ان کے بے قرار دل کو قرار آتا اور سکون ملتا۔

اور خود ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئیں: یعنی ان کے دلوں میں نہ کوئی انس تھا اور نہ کوئی سرور۔

اور انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے: یعنی انہوں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے صرف اس کی طرف توبہ اور استغفار کرنے سے پناہ ملے گی، پھر ان کی توبہ قبول فرمائی: یعنی اللہ تعالیٰ نے دوسری بار ان کی طرف قبول اور رحمت کے ساتھ رجوع فرمایا۔

تا کہ وہ توبہ پر قائم رہیں: تا کہ وہ اپنی توبہ پر مستقیم اور ثابت قدم رہیں اور اگر ان سے مستقبل میں پھر کوئی خطا ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۷۷)

۴۶۷۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ أَنَّ الزُّهْرِيَّ حَدَّثَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن ابی شعیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن اعین نے حدیث بیان کی، انہوں

Marfat.com

بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ أَنَّهُ لَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللهِ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ غَيْرَ غَزْوَتَيْنِ غَزْوَةِ الْعُسْرَةِ وَغَزْوَةِ بَدْرٍ قَالَ فَأَجْمَعْتُ صِدْقِي رَسُولَ اللهِ ضُحًى وَكَانَ قَلَّمَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ سَافَرَهُ إِلَّا ضُحًى وَكَانَ يَبْدَأُ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ وَنَهَى النَّبِيُّ عَنْ كَلَامِي وَكَلَامِ صَاحِبَيَّ وَلَمْ يَنْهَ عَنْ كَلَامِ أَحَدٍ مِنَ الْمُتَخَلِّفِينَ غَيْرِنَا فَاجْتَنَبَ النَّاسُ كَلَامَنَا فَلَبِثْتُ كَذَلِكَ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ الْأَمْرُ وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَهَمُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمُوتَ فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ النَّبِيُّ أَوْ يَمُوتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَكُونَ مِنَ النَّاسِ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ فَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ مِنْهُمْ وَلَا يُصَلِّي وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيَّ فَأَنْزَلَ اللهُ تَوْبَتَنَا عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ حِينَ بَقِيَ الثُّلُثُ الْآخِرُ مِنَ اللَّيْلِ وَرَسُولُ اللهِ عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مُحْسِنَةً فِي شَأْنِي مَعْنِيَّةً فِي أَمْرِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَا أُمَّ سَلَمَةَ تِيبَ عَلَى كَعْبٍ قَالَتْ أَفَلَا أُرْسِلُ إِلَيْهِ فَأُبَشِّرَهُ قَالَ إِذًا يَحْطِمَكُمُ النَّاسُ فَيَمْنَعُونَكُمُ النَّوْمَ سَائِرَ اللَّيْلَةِ حَتَّى إِذَا صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ آذَنَ بِتَوْبَةِ اللهِ عَلَيْنَا وَكَانَ إِذَا اسْتَبْشَرَ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةٌ مِنَ الْقَمَرِ وَكُنَّا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ الَّذِينَ خُلِّفُوا عَنِ الْأَمْرِ الَّذِي قُبِلَ مِنْ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ اعْتَذَرُوا حِينَ أَنْزَلَ اللهُ لَنَا التَّوْبَةَ فَلَمَّا ذُكِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا رَسُولَ اللهِ مِنَ الْمُتَخَلِّفِينَ وَاعْتَذَرُوا بِالْبَاطِلِ ذُكِرُوا بِشَرِّ مَا ذُكِرَ بِهِ أَحَدٌ قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ ﴿يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ﴾ (التوبۃ: ۹۴) الآیۃ

نے کہا: ہمیں اسحاق بن راشد نے حدیث بیان کی کہ بے شک زہری نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی از والد خود، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا اور وہ ان تین میں سے ایک تھے جن کی توبہ قبول کی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس غزوہ میں بھی جہاد کے لیے گئے وہ ان میں سے کسی غزوہ میں آپ سے پیچھے نہیں رہے سوائے دو غزووں کے، ایک تنگی کا غزوہ تھا اور دوسرا غزوۂ بدر تھا۔ انہوں نے کہا: جب چاشت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس پہنچے تو میں نے آپ سے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کرلیا اور بہت کم آپ کسی سفر سے چاشت کے وقت واپس آتے تھے، آپ مسجد سے ابتداء کرتے تھے، پس وہاں دو رکعت نماز پڑھتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اور میرے دو صاحبوں سے لوگوں کو کلام کرنے سے منع فرما دیا تھا اور ہمارے علاوہ دوسرے پیچھے رہنے والوں میں سے کسی کے ساتھ کلام کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا، پس لوگوں نے ہمارے ساتھ کلام کرنے سے اجتناب کیا، پس میں اس حال پر ٹھہرا رہا حتیٰ کہ کافی طویل عرصہ گزر گیا۔ اور میرے نزدیک سب سے تکلیف دہ بات یہ تھی کہ میں مر جاؤں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری نماز جنازہ نہ پڑھیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کی وفات ہو جائے اور میں لوگوں سے اسی طرح الگ تھلگ رہوں، پس مجھ سے کوئی شخص بات نہیں کرے گا اور نہ میری نماز جنازہ پڑھے گا، اور نہ مجھے سلام کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری توبہ نازل کی جس وقت رات کا تہائی حصہ باقی رہ گیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ اور حضرت ام سلمہ میرے متعلق بہت نیکی کرنے والی تھیں اور میرے معاملہ میں بہت مدد کرنے والی تھیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! کعب کی توبہ قبول کر لی گئی ہے، تو انہوں نے کہا: کیا میں ان کی طرف کسی کو بھیج کر یہ پیغام نہ دوں اور ان کو یہ خوش خبری نہ سناؤں؟ آپ نے فرمایا: اس وقت تمہیں لوگ

Marfat.com

روند ڈالیں گے اور تمہیں ساری رات نیند نہیں آ سکے گی، حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی تو آپ نے یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول فرمالی ہے اور جب آپ خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ یوں چمکنے لگتا تھا جیسا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہو۔ جو لوگ ہم تین کے علاوہ پیچھے رہ گئے تھے ان کا عذر قبول کر لیا گیا تھا اور ہم تینوں کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ نازل کی، پس جب ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جو پیچھے رہ جانے والے تھے، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بولا تھا، اور جھوٹا عذر پیش کیا تھا تو ان کا ذکر اتنی برائی کے ساتھ کیا گیا تھا جتنی برائی کے ساتھ کسی کا ذکر نہیں کیا گیا ہوگا۔ اللہ سبحانہ نے ان کے متعلق فرمایا: (اے مسلمانو!) جب تم ان (منافقین) کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے بہانے بنائیں گے، (اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ تم بہانے نہ بناؤ، ہم ہرگز تمہاری بات کا یقین نہیں کریں گے، اللہ نے ہم کو تمہارے حالات سے مطلع کر دیا ہے اور اب اللہ اور اس کا رسول تمہارے (طرز) عمل کو دیکھے گا۔ (التوبہ: ۹۴)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض امور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ: یعنی منافقین جب مدینہ آئیں گے تو تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم غزوۂ تبوک سے واپس آؤ گے۔

قد نبّأنا الله: یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے راز کی خبر دی ہے اور جن باتوں کو تم اپنے سینوں میں چھپاتے تھے، ان کی خبر دے دی ہے، اور عنقریب اللہ اور اس کا رسول دیکھیں گے کہ تم آئندہ کیا کام کرتے ہو کہ آیا تم اپنے نفاق سے توبہ کرتے ہو، یا اس پر قائم رہتے ہو؟ اور تم موت کے بعد عالم الغیب والشہادہ کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے تو وہ تم کو خبر دے گا کہ تم ظاہر اور پوشیدہ اور جلوت اور خلوت میں کیا کام کرتے رہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۷۹)

۲۰۔ بَابٌ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (التوبہ: ۱۱۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور (ہمیشہ) سچوں کے ساتھ رہو ۝ (التوبہ: ۱۱۹) کی تفسیر

یہ آیت التوبہ: ۱۱۸ کے بعد ہے جس میں یہ بتایا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تین اصحاب پر جو تنگی اور تکلیف آئی اور مسلمانوں نے ان سے پچاس راتوں تک قطع تعلق رکھا۔ انہوں نے اس پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سچ بولنے کے سبب ان کو اس مصیبت سے

Marfat.com

نجات عطا فرمائی اور ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کے صدق اور ان کے تقویٰ کے سبب سے ان کو نجات عطا فرمائی تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہنے کو لازم کرلو تاکہ تم کو بھی مصائب سے نجات ملے اور اللہ تعالیٰ تمہاری تنگی کو کشادگی سے بدل دے۔

۴۶۷۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوكَ فَوَاللّٰهِ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَبْلَاهُ اللّٰهُ فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِي مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى يَوْمِي هٰذَا كَذِبًا وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رَسُولِهِ ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (التوبہ:۱۱۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، از عقیل از ابن شہاب از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک از عبداللہ بن کعب بن مالک جو حضرت کعب بن مالک کو راستہ دکھاتے تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ جب تبوک کے قصے میں وہ پیچھے رہ گئے تھے تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں کسی شخص کو نہیں جانتا جس کو اللہ تعالیٰ نے سچی بات بیان کرنے کی وجہ سے اس سے اچھی جزا دی ہو، جس میں میں مبتلا ہو گیا تھا۔ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سچی بات کا ذکر کیا اس وقت سے لے کر اب تک میں نے عمداً جھوٹ نہیں بولا اور اللہ عزوجل نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل کی: بے شک اللہ نے نبی کی اور مہاجرین کی توبہ قبول فرمائی اور یہ آیت یہاں تک ہے: اور سچوں کے ساتھ رہو O (التوبہ:۱۱۹)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۔ بَابٌ: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ:۱۲۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے، تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں، مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں O (التوبہ:۱۲۸) کی تفسیر

التوبہ: ۱۲۸ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مِنْ اَنْفُسِهِمْ: یعنی ہم نے مومنین کی جنس سے اور ان کی زبان سے ایک رسول بھیجا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔ (البقرہ:۱۲۹) اے ہمارے رب! ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیج دے۔

اور ایک قراءت میں ہے: مِنْ اَنْفَسِكُمْ اور یہ نفاست سے ماخوذ ہے، یعنی تم میں جو سب سے زیادہ نفاست والے اور سب سے زیادہ شرف والے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت ہے، اور حضرت سیدہ فاطمہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما

Marfat.com

کی قراءت ہے۔

عَزِیزٌ علیه ما عَنِتُّمْ: یعنی جو کام تم پر دشوار ہے، وہ ان پر شاق ہے۔ عَنِتُّمْ، عَنَتٌ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: مشقت۔ اس آیت کا حاصل یہ ہے: آپ پر یہ شاق گزرتا ہے کہ تم دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ اس آیت میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ صفات ہیں:

(۱) رسالت (۲) نفاست (۳) عزت (۴) اپنی امت کی طرف دنیا اور آخرت کی خیر پہنچانے کی حرص (۵) رأفت یعنی مہربانی (۶) رحمت۔ حسین بن الفضل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے لئے اپنے نام سے دو نام نہیں بنائے سوائے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کا نام رؤف اور رحیم رکھا ہے، کیونکہ فرمایا ہے:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ:۱۲۸)

اور اللہ تعالیٰ کا نام بھی رؤف و رحیم ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (البقرہ:۱۴۳، الحج:۱۶۵)، (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مِنَ الرَّأْفَةِ: یعنی رؤف، رَأْفَةٌ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: بہت زیادہ رحمت کرنے والا۔

۴۶۷۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ السَّبَّاقِ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ رضی الله عنه وَكَانَ مِمَّنْ يَكْتُبُ الْوَحْيَ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ وَعِنْدَهُ عُمَرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنْ تَجْمَعُوهُ وَإِنِّي لَأَرَى أَنْ تَجْمَعَ الْقُرْآنَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي فِيهِ حَتَّى شَرَحَ اللهُ لِذٰلِكَ صَدْرِي وَرَأَيْتُ الَّذِي رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعُمَرُ عِنْدَهُ جَالِسٌ لَا يَتَكَلَّمُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ وَلَا نَتَّهِمُكَ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ فَلَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابن السباق نے خبر دی کہ حضرت زید بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ اور یہ ان صحابہ میں سے تھے جو وحی لکھتے تھے، نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بتایا جن دنوں اہل یمامہ سے لڑائی ہوئی تھی اور ان کے پاس اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ یمامہ کی جنگ میں بہت زیادہ مسلمان شہید ہو گئے ہیں اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ مختلف علاقوں کی جنگوں میں قرآن مجید کے مزید قاری شہید ہوتے رہیں گے تو اکثر قرآن جاتا رہے گا سوا اس کے کہ آپ اس کو کسی مصحف میں جمع کر لیں اور میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو جمع کریں۔ حضرت ابو بکر نے بتایا کہ میں نے حضرت عمر سے کہا: میں وہ کام کیسے کروں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! اس کام میں خیر ہے، پھر حضرت عمر مجھ سے مسلسل اس کام کے لئے بات کرتے رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کھول دیا اور میری بھی وہی رائے ہو گئی جو حضرت عمر کی رائے تھی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

أَزَلْ أُرَاجِعُهُ حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ اللهُ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْأَكْتَافِ وَالْعُسُبِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ حَتَّى وَجَدْتُ مِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ آيَتَيْنِ مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهُمَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾ (التوبہ:۱۲۸) إِلَى آخِرِهِمَا وَكَانَتِ الصُّحُفُ الَّتِي جُمِعَ فِيهَا الْقُرْآنُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ تَابَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَاللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَقَالَ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَقَالَ مُوسَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ وَتَابَعَهُ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ وَقَالَ أَبُو ثَابِتٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ وَقَالَ مَعَ خُزَيْمَةَ أَوْ أَبِي خُزَيْمَةَ۔

کہا: حضرت عمر بھی اس وقت وہیں بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ پس حضرت ابوبکر نے کہا: تم جوان مرد ہو اور عقل مند ہو اور ہم تم پر کوئی تہمت نہیں لگاتے تم رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھتے تھے، پس تم قرآن مجید کو تلاش کرو اور اس کو جمع کرو۔ حضرت زید نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ مجھ پر اتنا بھاری نہ ہوتا جتنا مجھ پر یہ بھاری تھا کہ انہوں نے مجھے قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ میں نے کہا: آپ دونوں وہ کام کیسے کریں گے جس کو نبی ﷺ نے نہیں کیا، تو حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! اس کام میں خیر ہے، پھر میں ان سے مسلسل اس سلسلہ میں بات کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لئے کھول دیا جس کام کے لئے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا سینہ کھولا تھا، پھر میں کھڑا ہوا اور میں نے قرآن مجید کو تلاش کیا۔ میں قرآن مجید کو چمڑوں سے اور چوڑی ہڈیوں سے اور کھجور کی چوڑی شاخوں سے اور مردوں کے سینوں سے جمع کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے سورۂ توبہ کی دو آیتوں کو حضرت خزیمہ انصاری کے پاس پایا اور میں نے ان آیتوں کو ان کے سوا کسی اور کے پاس نہیں پایا۔ وہ آیتیں یہ ہیں: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ (التوبہ:۱۲۸) ان آیتوں کو آخر تک پڑھیں۔ اور وہ صحیفے جن کو قرآن مجید میں جمع کیا گیا حضرت ابوبکر کے پاس تھے حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دے دی تو پھر وہ صحیفے حضرت عمر کے پاس تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی وفات دے دی تو پھر وہ صحیفے حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس تھے۔ شعیب کی متابعت عثمان بن عمر اور لیث نے کی ہے از یونس از ابن شہاب اور لیث نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، اس میں خزیمہ کی جگہ ابوخزیمہ انصاری کا ذکر ہے اور موسیٰ نے کہا: از ابراہیم ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی، ابوخزیمہ کے ساتھ اس حدیث کی یعقوب بن ابراہیم نے متابعت کی ہے از والد خود اور ابو ثابت نے کہا: ہمیں ابراہیم نے

حدیث بیان کی اور کہا خزیمہ کے ساتھ یا ابوخزیمہ کے ساتھ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۸۰۷ میں گزر چکی ہے، تاہم کچھ ضروری امور بیان کئے جارہے ہیں:

حضرت ابوبکر کے قرآن جمع کرنے اور حضرت عثمان کے قرآن مجید جمع کرنے کا فرق اور بعض دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مقتل اهل یمامہ: جن ایام میں صحابہ نے مسیلمہ کذاب سے قتال کیا تھا، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ قتال گیارہ ہجری میں ہوا تھا اور یمامہ یمن کا ایک شہر ہے۔

استحر: جب بہت شدت سے اور بہت کثرت سے قتال ہوا۔ اس جنگ میں گیارہ سو مسلمان شہید کردیئے گئے تھے اور ایک قول ہے کہ چودہ سو مسلمان شہید کردیئے گئے تھے۔ ان میں ستر ایسے مسلمان تھے، جو قرآن مجید کے حافظ تھے۔

فی المواطن: یعنی ان جگہوں میں جہاں مسلمان جہاد کریں گے، اور قرآن مجید کے حفاظ وہاں شہید ہوجائیں گے۔

میں کیسے وہ کام کروں جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا: علامہ ابن جوزی نے کہا ہے: یہ ایسے شخص کا کلام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو اختیار کرتا ہے اور بدعت کے ارتکاب سے ڈرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں قرآن مجید کو اس لئے جمع نہیں کیا تھا کہ ان دنوں مسلسل وحی نازل ہوتی رہتی تھی اور بعض آیتیں منسوخ ہوجاتی تھیں، اور بعض آیات میں اضافہ ہوجاتا تھا، اس لئے آپ کی حیات میں قرآن مجید کو جمع کرنا ممکن نہ تھا، تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور اب یہ احتمال نہ تھا کہ کوئی آیت منسوخ ہوجائے گی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جمع کرنے کا اہتمام کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید میں کوئی کارروائی نہیں کی۔ انہوں نے وہ مصحف منگوایا جو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھا ہوا تھا اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت عبداللہ بن الحارث بن ہشام اور حضرت سعید بن العاص اور حضرت ابی بن کعب اور دیگر قریش اور انصار کے بارہ مردوں کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت حفصہ کے مصحف کے مطابق نقول تیار کریں اور ان نقول کو مختلف شہروں میں بھیج دیا، کیونکہ حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان کو یہ خبر دی تھی کہ لوگ قرآن مجید میں اختلاف کررہے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو سات قراءتوں میں پڑھنے کی اجازت دی تھی، پس جب کوئی شخص ایک قراءت کے مطابق قرآن پڑھتا تو دوسرا شخص اس کی تغلیط کرتا، کیونکہ وہ دوسری قراءت کے مطابق قرآن پڑھتا تھا، اس لئے حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ اس سے پہلے کہ یہ امت بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنی کتاب میں اختلاف کرنے لگے آپ اس کی کوئی تدبیر کرلیجئے۔ تب حضرت عثمان نے یہ کارروائی کی، پھر جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو مروان بن الحکم نے ان مصاحف کو دھوڈالا اور یہ کہا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ ان مصاحف میں کوئی ایسی چیز ہو جو حضرت عثمان کے لکھے ہوئے مصاحف کے خلاف ہو۔ یہ کام حضرت عثمان نے کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کام نہیں کیا، اس لئے کہ حضرت ابوبکر کی غرض یہ تھی کہ قرآن مجید کو ان جمیع حروف اور ان جمیع طرق سے جمع کیا جائے جن پر وہ نازل ہوا اور یہ لغت قریش پر بھی تھا اور دوسری لغت پر بھی تھا اور حضرت عثمان کی غرض یہ تھی کہ قرآن مجید کو لغت قریش کے علاوہ باقی قراءت سے خالی کرلیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر کا قرآن کو جمع کرنا اور ہے اور حضرت عثمان کا قرآن مجید کو جمع کرنا اور ہے۔

اور اللہ کی قسم! اس کام میں خیر ہے: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوبکر کا قرآن مجید کو جمع کرنا نیک کام تھا اور اس میں خیر تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیر کو کیسے ترک کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جمع قرآن کا خیر ہونا حضرت ابوبکر کے زمانے میں ہے۔

Marfat.com

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن مجید کو جمع کرنا خیر نہیں تھا، کیونکہ اس وقت تک تمام قرآن نازل نہیں ہوا تھا اور بعض آیات کے منسوخ ہونے کا احتمال قائم تھا۔

تم جوان مرد ہو: حضرت ابوبکر نے یہ کلام حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کیا تھا اور ان کو جوان اس لئے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو ان کی عمر گیارہ سال تھی اور جب حضرت ابوبکر نے ان سے اپنی خلافت میں کلام کیا تو ان کی عمر تقریباً بائیس (۲۲) سال تھی اور یہ ایام شباب ہیں۔

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی لکھتے تھے: حضرت زید بن ثابت کا وحی لکھنا، ان کی انتہائی امانت پر دلیل ہے اور کیوں نہ ہو کہ وہ افاضل صحابہ میں سے ہیں اور اصحاب الفتویٰ میں سے ہیں۔

پس میں نے قرآن مجید کو تلاش کیا: اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت زید بن ثابت قرآن مجید کے حافظ تھے تو پھر ان کی تلاش اور تتبع کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت ساتوں قراءتوں کو تلاش کرتے تھے اور اپنی قراءت کے علاوہ دوسری قراءتوں کا بھی تتبع کرتے تھے۔

الرقاع، الکتاف اور اَلْعَسَبُ: رِقَاع، رُقْعَةٌ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: چمڑے کا ٹکڑا اور الاکتاف، کتف کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: چوڑی ہڈی اور اَلْعَسَبُ اس کا معنی ہے: کھجور کی چوڑی شاخ۔

حضرت خزیمہ الانصاری کے ساتھ: یہ حضرت خزیمہ بن ثابت بن الفاکہہ الانصاری ہیں جو صاحب شہادتین تھے۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور سینتیس (۳۷) ہجری میں اس دن شہید کر دیئے گئے۔

میں نے ان دو آیتوں کو حضرت خزیمہ کے سوا کسی کے پاس نہیں پایا: اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ توبہ کی آخری دو آیتیں صرف حضرت خزیمہ کے قول سے ثابت ہوئیں، حالانکہ قرآن مجید کے ثبوت کے لئے تو نقل متواتر ضروری ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ توبہ کی یہ دو آیتیں ان سب کو نقل متواتر سے معلوم تھیں اور ان سب کو حفظ تھیں۔ انہیں اس کی تلاش تھی کہ انہیں اس پر دو گواہیاں مل جائیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیتوں کو لکھوایا تھا، کیونکہ وہ مصحف میں کسی آیت کو اس وقت لکھتے تھے جب اس پر کم از کم دو گواہیاں مل جاتیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو لکھوایا تھا اور سورۂ توبہ کی ان آخری دو آیتوں کے متعلق صرف حضرت خزیمہ کی شہادت ملی، پھر جب ان کو یہ بتایا گیا کہ حضرت خزیمہ کی شہادت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شہادتوں کے برابر قرار دیا ہے، تو وہ مطمئن ہو گئے اور انہوں نے ان دو آیتوں کو سورۂ توبہ کے آخر میں لکھ دیا۔

حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دینے کے متعلق حدیث میں صراحت

عمارہ بن خزیمہ کے چچا رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مہلت طلب کی تاکہ گھوڑے کی قیمت لے کر آئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی گھوڑے کی قیمت لینے گئے۔ اس اعرابی نے اس کو تاخیر سمجھا، پھر دوسرے لوگ اس اعرابی سے اس گھوڑے کی قیمت لگانے لگے اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں، پھر اس اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا: اگر آپ اس گھوڑے کو خرید رہے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس گھوڑے کو بیچ رہا ہوں۔ آپ نے اس اعرابی کی بات سن کر فرمایا: کیا میں تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں چکا؟ اس اعرابی نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں نے آپ کو یہ نہیں فروخت کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں، میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں۔ اس اعرابی نے کہا: اچھا پھر آپ گواہ لائیں۔ حضرت خزیمہ بن ثابت نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے یہ گھوڑا آپ کو فروخت کر دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

حضرت خزیمہ کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا: تم کس وجہ سے گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ نے کہا: یارسول اللہ! کیونکہ میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دیا۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۳۶۰۷، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۴۶۶۱، طبقات الکبری، رقم الحدیث: ۵۸۴، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۳۷۳۰، مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۳۲۰، المستدرک، ج ۲ ص ۱۸، سنن کبریٰ، ج ۱۰ ص ۱۴۶، تہذیب تاریخ دمشق، ج ۵ ص ۱۳۶، کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۷۰۳۸، الاصابہ، رقم الحدیث: ۲۲۵۶، اسد الغابہ، رقم الحدیث: ۱۴۳۶)

سورۂ توبہ کی تفسیر یہاں ختم ہوگئی، اب ان شاء اللہ سورۂ یونس کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

١٠۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ يُوْنُسَ

سورۂ یونس کی تفسیر

سورۂ یونس کا تعارف

ابو العباس نے ''مقامات التنزیل'' میں لکھا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور اس میں ایک آیت ہے جس کے متعلق کلبی نے ذکر کیا ہے کہ وہ آیت مدنی ہے اور وہ یہ ہے:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ (یونس: ٦٤) اور ہم تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ سورۂ یونس میں اس کے سوا کوئی اور مدنی آیت ہے اور تفسیر ابن النقیب میں الکلبی سے منقول ہے کہ سورۂ یونس مکی ہے سوا اس آیت کے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ (یونس: ٤٠) مقاتل نے کہا ہے: سورۂ یونس مکی ہے سوا ان دو آیتوں کے: فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۙ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۞ (یونس: ٩٥۔ ٩٤) یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں۔ اور تفسیر ابن مردویہ میں مذکور ہے کہ مشہور یہ ہے کہ پہلی آیت مکی ہے اور دوسری آیت مدنی ہے۔ سورۂ یونس میں ایک سو نو (١٠٩) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٣٨٥)

١۔ بَابٌ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاخْتَلَطَ (یونس: ٢٤) فَنَبَتَ بِالْمَاءِ مِنْ كُلِّ لَوْنٍ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۚ هُوَ الْغَنِيُّ (یونس: ٦٨) وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ (یونس: ٢) مُحَمَّدٌ ﷺ وَقَالَ مُجَاهِدٌ خَيْرٌ يُقَالُ تِلْكَ اٰيٰتُ (یونس: ١) يَعْنِي هٰذِهِ أَعْلَامُ الْقُرْآنِ وَمِثْلُهُ حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ (یونس: ٢٢) بِهِمُ الْمَعْنَى بِكُمْ يُقَالُ دَعْوٰهُمْ (یونس: ١٠) دُعَاؤُهُمْ أُحِيْطَ بِهِمْ (یونس: ٢٢) دَنَوْا مِنَ الْهَلَكَةِ وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ (البقرہ: ٨١) فَاَتْبَعَهُمْ (یونس: ٩٠) وَأَتْبَعَهُمْ وَاحِدٌ عَدْوًا (یونس: ٩٠) مِنَ الْعُدْوَانِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ (یونس: ١١) قَوْلُ الْإِنْسَانِ لِوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ إِذَا

باب

اور حضرت ابن عباس نے کہا: فَاخْتَلَطَ (یونس: ٢٤) اس کا معنی ہے: بارش نازل ہونے کی وجہ سے ہر قسم کا سبزہ اگا۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۚ هُوَ الْغَنِيُّ (یونس: ٦٨) یعنی عیسائیوں نے کہا: اللہ نے بیٹا بنالیا ہے۔ وہ اس سے پاک ہے اور بے پرواہ ہے۔ اور زید بن اسلم نے کہا: اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ (یونس: ٢) اس سے مراد (سیدنا) محمد ﷺ ہیں، اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد خیر ہے۔ کہا جاتا ہے: تِلْكَ اٰيٰتُ (یونس: ١) یعنی یہ قرآن کی نشانیاں ہیں، اور اسی کی مثل یہ آیت ہے: حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ (یونس: ٢٢) اس آیت میں بِهِمْ، بِكُمْ کے معنی میں ہے۔ دَعْوٰهُمْ (یونس: ١٠) کا معنی ہے: ان کی دعا۔ أُحِيْطَ بِهِمْ (یونس: ٢٢) یعنی وہ ہلاکت کے قریب آ پہنچے۔ وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ (البقرہ: ٨١) یعنی ان کو ان کے گناہوں

غَضِبَ اللّٰهُمَّ لَا تُبَارِكْ فِيهِ وَالْعَنْهُ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ (یونس:۱۱) لَأُهْلِكُ مَنْ دُعِيَ عَلَيْهِ وَلَأَمَاتَهُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى (یونس:۲۶) مِثْلُهَا حُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (یونس:۲۶) مَغْفِرَةٌ وَرِضْوَانٌ وَقَالَ غَيْرُهُ النَّظَرُ إِلَى وَجْهِهِ الْكِبْرِيَاءُ (یونس:۷۸) الْمُلْكُ۔

نے گھیر لیا۔ فَاَتْبَعَهُمْ (یونس:۹۰) اور اَتْبَعَهُمْ کا ایک معنی ہے، عَدْوًا (یونس:۹۰) یہ عدوان یعنی سرکشی سے ماخوذ ہے۔اور مجاہد نے کہا: يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ (یونس:۱۱) اگر اللہ لوگوں کے لئے شر کو جلدی نازل کر دیتا جس طرح وہ خیر کو جلدی طلب کرتے ہیں۔ یہ اس طرح ہے جب انسان اپنے بیٹے یا مال پر غضب ناک ہو کر کہتا ہے: اے اللہ! اس میں برکت نہ ڈال اور اس پر لعنت کر۔ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ (یونس:۱۱) یعنی جس کے خلاف دعا کی گئی، وہ ہلاک ہو گیا اور اس کو مار دیا۔ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى (یونس:۲۶) یعنی جن لوگوں نے نیک کام کئے ان کے لیے مغفرت ہے، اور اللہ کی خوشنودی ہے۔ زِيَادَةٌ (یونس:۲۶) یعنی اضافہ ہے۔اور دوسروں نے کہا: اس سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف دیکھنا۔ الْكِبْرِيَاءُ (یونس :۷۸) اس سے مراد ہے: اللہ کا ملک اور اس کی بادشاہی۔

تعلیقات مذکورہ کی شرح

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاخْتَلَطَ فَنَبَتَ بِالْمَاءِ مِنْ كُلِّ لَوْنٍ۔

حضرت ابن عباس نے کہا: فَاخْتَلَطَ (یونس:۲۴) اس کا معنی ہے: بارش نازل ہونے کی وجہ سے ہر قسم کا سبزہ اگا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ۔ (یونس:۲۴)

دنیا کی زندگی کی مثال محض اس پانی کی طرح ہے جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس کی وجہ سے زمین کی وہ پیداوار خوب گھنی ہو گئی۔

امام ابن جریر نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے ہر قسم کا غلہ پیدا کیا جس کو لوگ کھاتے ہیں جیسے گندم، جو، مکئی وغیرہ۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ (یونس:۶۸) یعنی عیسائیوں نے کہا: اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے وہ اس سے پاک ہے اور بے پرواہ ہے۔

یعنی اہل مکہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے۔انہوں نے کہا: فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور یہود نے کہا: عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں نے کہا: مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اولاد بنانے سے پاک ہے، وہ بیوی اور بچوں سے مستغنی ہے۔

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ مُحَمَّدٌ ﷺ

اور زید بن اسلم نے کہا: أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ (یونس:۲) اس سے مراد (سیدنا) محمد ﷺ ہیں۔اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد خیر ہے۔

Marfat.com

زید بن اسلم کی کنیت ابو اسامہ ہے، وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام ہیں۔ انہوں نے درج ذیل آیت میں قدم صدق کی تفسیر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ (یونس:۲) اور ایمان والوں کو یہ بشارت دیں کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس (ان کے نیک اعمال کا) بہترین اجر ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر کی ہے: مَنْزِلِ صدق۔ اور ایک قول یہ ہے کہ قدم سے مراد عمل صالح ہے۔ ربیع بن انس نے کہا: اس سے مراد ہے: صدق کا ثواب اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد ہے: خیر، پھر ان سے مروی ہے کہ اس سے مراد ہے: لوگوں کی نماز، ان کی تسبیح اور ان کے روزے۔ امام ابن جریر نے مجاہد کے قول کو ترجیح دی ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ خَيْرٌ يُقَالُ تِلْكَ آيَاتُ۔ کہا جاتا ہے: تِلْكَ اٰيٰتُ (یونس:۱) یعنی یہ قرآن کی نشانیاں ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ (یونس:۱) الف، لام، را، یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو حکمت سے معمور ہے ۝

امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس آیت میں تلک، ھذہ کے معنی میں ہے، اور بعید کا اشارہ قریب کے لئے ہے اور بُعد رتبتی کو بعد مکان کا قائم مقام کر کے اسم اشارہ بعید ذکر کیا گیا۔

يَعْنِي هٰذِهٖ أَعْلَامُ الْقُرْاٰنِ وَمِثْلُهُ حَتّٰى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ الْمَعْنٰى بِكُمْ۔ اور اس کی مثل یہ آیت ہے: حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ (یونس:۲۲) اس آیت میں بھم، بِکُم کے معنی میں ہے۔

یعنی جس طرح یونس:۱ میں تلک، ھذہ کے معنی میں ہے، اسی طرح یونس:۲۲ میں بھم۔ بکم کے معنی میں ہے اور غائب سے مراد حاضر ہے، اس صنعت کو علم بلاغت میں التفات کہتے ہیں۔

يُقَالُ دَعْوَاهُمْ دُعَاؤُهُمْ دَعْوٰىهُمْ (یونس:۱۰) اس کا معنی ہے: ان کی دعا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ۔ (یونس:۱۰) اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: ''پاک ہے تو اے اللہ!''۔

امام ابو عبیدہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

أُحِيطَ بِهِمْ دَنَوْا مِنَ الْهَلَكَةِ۔ اُحِيْطَ بِهِمْ (یونس:۲۲) یعنی وہ ہلاکت کے قریب آپہنچے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ۔ (یونس:۲۲) اور لوگ یہ یقین کر لیں کہ وہ (طوفان میں) پھنس چکے ہیں۔

امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی ہے کہ وہ ہلاکت کے قریب آپہنچے اور امام ابو عبیدہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ۔ وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ (البقرہ:۸۱) یعنی ان کو ان کے گناہوں نے گھیر لیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ۔ (البقرہ:۸۱) کیوں نہیں جس نے برائی کی اور اس کے گناہوں نے اسے گھیر لیا۔

Marfat.com

یعنی ان کو ان کے گناہوں نے گھیر لیا ہے، جس طرح دشمن کسی کا احاطہ کر لیتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے گناہوں نے ان کے لیے نجات کے راستے بند کر دیئے ہیں۔

فَاتَّبَعَهُمْ وَأَتْبَعَهُمْ وَاحِدٌ۔ فَأَتْبَعَهُمْ (یونس: ۹۰) اور اِتَّبَعَهُمْ کا ایک معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ (یونس: ۹۰) اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے ان کا پیچھا کیا۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اِتَّبَعَهُمْ، تاء کی تشدید کے ساتھ اور اَتْبَعَهُمْ، تاء کی تشدید کے بغیر دونوں کا معنی ایک ہے اور اصمعی نے یہ کہا ہے کہ اِتَّبَعَهُمْ کا معنی یہ ہے کہ ان کو پالیا اور ان کے ساتھ مل گیا اور اَتْبَعَهُمْ کا معنی ہے: ان کے نشانات کو پالیا۔

عَدْوًا مِنَ الْعُدْوَانِ۔ عَدْوًا (یونس: ۹۰) یہ عدوان یعنی سرکشی سے ماخوذ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا۔ (یونس: ۹۰) تو فرعون اور اس کے لشکر نے دشمنی اور سرکشی سے ان کا پیچھا کیا۔

امام بخاری نے عَدْوًا کی تفسیر دشمنی کے ساتھ کی ہے۔ امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ قَوْلُ الْاِنْسَانِ لِوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ اِذَا غَضِبَ اَللّٰهُمَّ لَا تُبَارِكْ فِيهِ وَالْعَنْهُ۔ اور مجاہد نے کہا: يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ (یونس: ۱۱) اگر اللہ لوگوں کے لیے شر کو جلدی نازل کر دیتا جس طرح وہ خیر کو جلدی طلب کرتے ہیں۔ یہ اس طرح ہے جب انسان اپنے بیٹے یا مال پر غضب ناک ہو کر کہتا ہے: اے اللہ! اس میں برکت نہ ڈال اور اس پر لعنت کر۔

یہ آیت نضر بن الحارث کے متعلق نازل ہوئی، جب اس نے یہ کہا تھا: اے اللہ! اگر یہ حق ہے تو تو ہم پر پتھر برسا۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب لوگ غضب ناک ہو کر اپنی جانوں کے اوپر اور اپنے گھر والوں کے اوپر اور اپنے اموال کے اوپر بد دعاء کرتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ ان کی بد دعاؤں کو بھی قبول کر لیتا جس طرح وہ ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے تو وہ ہلاک ہو جاتے۔

لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ لَاُهْلِكَ مَنْ دُعِيَ عَلَيْهِ وَلَاَمَاتَهٗ۔ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ (یونس: ۱۱) یعنی جس کے خلاف دعا کی گئی وہ ہلاک ہو گیا اور اس کو مار دیا۔

یہ لَوْ کا جواب ہے، اس کا معنی ہے: وہ مار دیئے جاتے اور ہلاک کر دیئے جاتے، یعنی جس کے خلاف دعا کی گئی ہے وہ مار دیا جاتا یا ہلاک کر دیا جاتا۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى مِثْلُهَا حُسْنٰى۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى (یونس: ۲۶) یعنی جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لیے مغفرت ہے، اور اللہ کی خوشنودی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ۔ (یونس: ۲۶) جن لوگوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے اچھی جزاء ہے اور اس کے علاوہ زائد اجر ہے اور ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی اور

نہ ہی ذلت۔

امام بخاری نے جو تفسیر ذکر کی ہے، یہ مجاہد کا قول ہے۔ زمخشری نے کہا: حسنٰی سے مراد نیک کام ہیں، اور دوسروں نے کہا: حسنٰی سے مراد لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے۔ امام بخاری نے جو کہا ہے: مِثْلُهٗ حُسْنٰی، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو اس حُسنٰی کی مثل اور حُسنٰی عطا فرمائے گا، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (النساء: ۱۷۳) یعنی ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ اجر عطا فرمائے گا۔

وَزِيَادَةٌ مَغْفِرَةٌ وَرِضْوَانٌ وَقَالَ غَيْرُهُ النَّظَرُ إِلَى وَجْهِهِ۔ زِيَادَةٌ (یونس: ۲۶) یعنی اضافہ ہے۔ اور دوسروں نے کہا: اس سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف دیکھنا۔

قتادہ سے روایت ہے: حُسنٰی سے مراد ہے: جنت اور زِیَادَۃٌ سے مراد ہے: رحمٰن عز وجل کے چہرے کا دیدار۔

الْكِبْرِيَاءُ الْمُلْكُ۔ الْكِبْرِيَاءُ (یونس: ۷۸) اس سے مراد ہے: اللہ کا ملک اور اس کی بادشاہی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ۔ (یونس: ۷۸) انہوں نے کہا: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ تم ہمیں اس (دین) سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور زمین میں تم ہی دونوں کے لیے بڑائی ہو جائے۔

یعنی فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اپنے آباء و اجداد کے طریقے یعنی بتوں کی عبادت سے پھیر دو اور تمہارے لئے اس سرزمین مصر میں بڑائی اور سلطنت حاصل ہو جائے۔

نوٹ: ان تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری جلد ۱۸ صفحہ ۳۸۸-۳۸۵ سے لی گئی ہے۔

۲- بَابٌ: وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (یونس: ۹۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے دشمنی اور سرکشی سے ان کا پیچھا کیا، حتیٰ کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو اس نے کہا: میں ایمان لایا کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں O (یونس: ۹۰) کی تفسیر

فرعون کا نام اور جس سمندر میں فرعون غرق ہوا تھا اس کا بیان اور فرعون کا ایمان قبول نہ ہونے کی وجہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَجٰوَزْنَا: یعنی ہم نے ان کے لئے سمندر کو قطع کیا اور اس سمندر کا نام بحر قلزم ہے اور یہ مصر اور یمن کے درمیان میں واقع ہے۔ اور بحر قلزم کے قرب میں فرعون کو غرق کیا گیا تھا۔ اس فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان ابو مرہ تھا۔ سدی نے بیان کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھ

Marfat.com

لاکھ بیس ہزار لڑنے والی فوج کے ساتھ نکلے، اس فوج میں کوئی مرد بیس سال سے کم کا نہیں تھا، اور نہ ساٹھ سال سے زیادہ عمر کا تھا۔

فَاَتْبَعَهُمْ: پھر فرعون ان کے لشکر سے جاملا، وہ دس لاکھ کا لشکر لے کر نکلا تھا، اس کے لشکر میں ایک لاکھ سیاہ گھوڑے تھے اور ان میں کوئی مادہ گھوڑی نہیں تھی۔

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ: حتیٰ کہ جب فرعون کو غرق کر دیا گیا، اور وہ عاشوراء کا دن تھا۔ اس نے تین بار کہا: میں ایمان لے آیا مگر اس کا ایمان قبول نہیں ہوا، کیونکہ وہ آخرت کا عذاب دیکھ کر ایمان لایا تھا۔ اگر وہ اس سے پہلے ایک بار بھی کہتا کہ میں ایمان لے آیا تو اس کا یہ قول قبول کر لیا جاتا۔

نُنَجِّيْكَ: یعنی ہم تجھے زمین کی بلند جگہ پر ڈال دیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً۔ سو آج ہم تیرے (بے جان) جسم کو بچا لیں گے تا کہ تو اپنے بعد (یونس: ۹۲) والوں کے لئے عبرت کا نشان بن جائے۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ نُنَجِّيْكَ کا معنی ہے: ہم تمہیں ڈال دیں گے۔ یہ النجوۃ سے مشتق ہے نہ کہ نجاۃ سے، النجوۃ کا معنی ہے: زمین کی بلند جگہ اور النجاۃ کا معنی ہے: سلامتی۔

اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب جب سمندر سے باہر نکل آئے تو جو فرعون کی قوم کے بقیہ لوگ تھے، انہوں نے کہا: فرعون غرق نہیں ہوا بلکہ فرعون اور اس کے اصحاب سمندر میں شکار کر رہے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف یہ وحی کی کہ وہ فرعون کو برہنہ ساحل کی کسی بلند جگہ پر پھینک دے تو سب نے دیکھ لیا کہ فرعون مردہ پڑا ہوا ہے۔

مقاتل نے بیان کیا کہ بنو اسرائیل نے کہا کہ قبطی غرق نہیں ہوئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف وحی کی کہ وہ قبطیوں کی لاشوں کو سمندر کی سطح پر لے آئے۔

ببدنك سے مراد ہے: تیرے جسم کے ساتھ، یہ مجاہد کا قول ہے، ایک قول یہ ہے کہ ببدنك سے مراد وہ زرہ ہے جو اس کے جسم پر تھی اور وہ زرہ سونے کی تھی جس سے وہ دور سے پہچان لیا جاتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۸۹-۳۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۶۸۰ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِيْنَةَ وَالْيَهُوْدُ تَصُوْمُ عَاشُوْرَاءَ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ ظَهَرَ فِيْهِ مُوْسٰى عَلٰى فِرْعَوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِاَصْحَابِهٖ اَنْتُمْ اَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْهُمْ فَصُوْمُوْا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور یہود عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا: یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم ان کی بہ نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حق دار ہو، پس تم (بھی) روزہ رکھو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۰۴ میں گزر چکی ہے۔

سورۂ یونس کی تفسیر ختم ہوئی، اب ان شاء اللہ سورۂ ھود کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۱۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ هُوْدٍ

سورۂ ہود کی تفسیر

سورۂ ہود کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابوالعباس نے ''المقامات'' میں لکھا ہے کہ سورۂ ھود میں ایک آیت مدنی ہے اور بعض نے کہا: دو آیتیں مدنی ہیں۔ السدی نے بتایا کہ حضرت ابن عباس نے کہا: سورۂ ھود مکی ہے سوا اس آیت کے: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ (ہود:۱۱۴)۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ سورت مطلقاً مکی ہے، حسن بصری، عکرمہ، مجاہد، جابر بن زید اور قتادہ نے بھی یہی کہا ہے اور قتادہ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے سوائے ایک آیت کے اور وہ یہ ہے: فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ (ھود:۱۲) اس کی ان سے علی بن ابی طلحہ نے روایت کی ہے اور مقاتل نے کہا ہے: دو آیتوں کے سوا یہ سورت مکی ہے: (۱) اَقِمِ الصَّلٰوةَ الاٰية (ھود:۱۱۴)، (۲) اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ (ھود:۱۷) یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

سورۂ ھود میں ایک سو تیئس (۱۲۳) آیتیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۹۱)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَصِيْبٌ (ھود:۷۷) شَدِيْدٌ لَا جَرَمَ (ھود:۲۲) بَلٰى وَقَالَ غَيْرُهُ وَحَاقَ (ھود:۸) نَزَلَ يَحِيْقُ يَنْزِلُ يَئُوْسٌ (ھود:۹) فَعُوْلٌ مِنْ يَئِسْتُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَبْتَئِسْ (ھود:۳۶) تَحْزَنْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ (ھود:۵) شَكٌّ وَامْتِرَاءٌ فِي الْحَقِّ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ مِنَ اللّٰهِ إِنِ اسْتَطَاعُوْا وَقَالَ أَبُوْ مَيْسَرَةَ الْأَوَّاهُ (ھود:۷۵) الرَّحِيْمُ بِالْحَبَشِيَّةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَادِيَ الرَّأْيِ (ھود:۲۷) مَا ظَهَرَ لَنَا وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْجُوْدِيُّ (ھود:۴۴) جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيْمُ (ھود:۸۷) يَسْتَهْزِئُوْنَ بِهِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَقْلِعِيْ (ھود:۴۴) أَمْسِكِيْ عَصِيْبٌ شَدِيْدٌ لَا جَرَمَ بَلٰى وَفَارَ التَّنُّوْرُ (ھود:۴۰) نَبَعَ الْمَاءُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَجْهُ الْأَرْضِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عَصِيْبٌ (ھود:۷۷) اس کا معنی ہے: شدید۔ لَا جَرَمَ (ھود:۲۲) اس کا معنی ہے: کیوں نہیں اور دوسروں نے کہا: حَاقَ (ھود:۸) اس کا معنی ہے: نازل ہوا اور یحیق کا معنی ہے: نازل ہوگا۔ يَئُوْسٌ (ھود:۹) یہ فعول کا وزن ہے اور یَئِسْتُ، یعنی یاس اور ناامیدی سے ماخوذ ہے اور مجاہد نے کہا: تَبْتَئِسْ (ھود:۳۶) اس کا معنی ہے: غمگین ہونا۔ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ (ھود:۵) اس کا معنی ہے: حق میں شک کرنا اور تردد کرنا تاکہ اگر ہو سکے تو وہ اللہ تعالیٰ سے چھپ سکیں۔ ابومیسرہ نے کہا: الْأَوَّاهُ (ھود:۷۵) اس کا معنی حبشی زبان میں رحیم ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: بَادِيَ الرَّأْيِ (ھود:۲۷) اس کا معنی ہے: سرسری نظر میں۔ اور مجاہد نے کہا: الْجُوْدِيُّ (ھود:۴۴) یہ جزیرے میں ایک پہاڑ ہے۔ اور حسن نے کہا: إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيْمُ (ھود:۸۷) یعنی آپ بردبار ہیں۔ وہ اس قول سے استہزاء

کرتے تھے اور حضرت ابن عباس نے کہا: اَقْلِعِیْ (ھود: ۴۴) اس کا معنی ہے: روک لے اور عصیب کا معنی ہے: شدید اور لاجرم کا معنی ہے: کیوں نہیں۔ وَفَارَ التَّنُّوْرُ (ھود: ۴۰) اس کا معنی ہے: پانی ابل گیا۔ اور عکرمہ نے کہا: اس کا معنی ہے: زمین کی سطح پر زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا۔

تعلیقات مذکورہ کی شرح

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَصِيْبٌ شَدِيْدٌ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عَصِيْبٌ (ھود: ۷۷) اس کا معنی ہے: شدید۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝ (ھود: ۷۷) اور جب ہمارے فرشتے (خوبصورت لڑکوں کی شکل میں) لوط کے پاس گئے تو وہ ان کی آمد سے غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا اور انہوں نے کہا: آج کا دن بڑا سخت ہے O

امام بخاری نے عَصِیْب کی تفسیر شدید سے کی ہے، یعنی یہ سخت دن ہے۔ یہ قول حضرت لوط علیہ السلام نے اس وقت کیا تھا جب ان کے پاس فرشتے بے ریش لڑکوں کی صورت میں آئے، پس انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ انسان ہیں، پھر اپنی قوم کے شر کی وجہ سے ان پر خوف زدہ ہوئے اور کسی کو ان کا پتا نہیں تھا۔ ان کی بیوی گھر سے باہر نکلی اور اس نے ان کی قوم کو خبر دے دی تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: یہ سخت دن ہے۔

لَاجَرَمَ بَلٰى۔ لَاجَرَمَ (ھود: ۲۲) اس کا معنی ہے: کیوں نہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝ (ھود: ۲۲) بلا شبہ یقیناً یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں O

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ امام ابن ابی حاتم نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ (النحل: ۲۳) اس کا معنی ہے: کیوں نہیں بے شک اللہ جانتا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۳۰)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری اس سورت، یعنی سورۂ ھود کی تفسیر لکھ رہے ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو آیت نقل کی ہے وہ سورۂ ھود میں نہیں ہے بلکہ سورۃ النحل میں ہے اور مناسب یہ تھا کہ وہ سورۂ ھود کی آیت لکھتے، کیونکہ امام بخاری سورۂ ھود کی تفسیر لکھ رہے ہیں، اگرچہ معنی دونوں جگہ پر ایک ہے۔ فراء نے کہا ہے کہ لَا جَرَمَ ایک کلمہ ہے اور یہ اصل میں لَابُدَّ اور لَامَحَالَۃَ کے معنی میں ہے، پس یہ اسی طرح جاری ہو گیا اور اس کا استعمال کثیر ہو گیا، حتیٰ کہ یہ قسم کے معنی میں منتقل ہو گیا اور حَقٌّ کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۹۱)

وَقَالَ غَيْرُهُ وَحَاقَ نَزَلَ يَحِيْقُ يَنْزِلُ۔ اور دوسروں نے کہا: حَاقَ (ھود: ۸) اس کا معنی ہے: نازل ہوا اور

یَحِیْقُ کا معنی ہے: نازل ہوگا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْهِمْ لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ۠ (ھود:۸) سنو! جس دن ان پر وہ عذاب واقع ہوگا تو پھر وہ ان سے دور نہیں کیا جائے گا اور جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑاتے تھے، وہ ان کا احاطہ کرے گا O

امام بخاری نے حَاقَ کی تفسیر کی ہے: ان پر نازل ہوا اور ان کو پہنچا۔ امام ابوعبیدہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے، پھر امام بخاری نے لکھا ہے: یَحِیْقُ کا معنی ہے: یَنْزِلُ، اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ فَعَلَ یَفْعِلُ کے باب سے ہے یعنی ماضی میں عین کلمہ پر زبر اور مضارع میں عین کلمہ کے نیچے زیر۔

یَئُوْسٌ فَعُوْلٌ مِنْ یَئِسْتُ۔ یَئُوْسٌ (ھود:۹) یہ فَعُوْلٌ کا وزن ہے اور یَئِسْتُ یعنی یاس اور ناامیدی سے ماخوذ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ لَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَیَئُوْسٌ كَفُوْرٌ۝ (ھود:۹) اور اگر ہم اپنے پاس سے انسان کو رحمت (کی لذت) چکھائیں، پھر اس سے اس رحمت کو واپس لے لیں (تو) یقیناً وہ ناامید اور ناشکرا ہوگا O

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ اشارہ کیا ہے کہ یَئُوْسٌ، فَعُوْلٌ کے وزن پر ہے اور یہ مبالغہ کے صیغوں میں سے ہے اور یہ یاس سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: امید کا منقطع ہونا۔ امام بخاری نے جو کہا ہے کہ یہ یَئِسْتُ سے ماخوذ ہے، یہ ان کا تسامح ہے، کیونکہ تمام صیغے مصدر سے مشتق ہوتے ہیں نہ کہ فعل سے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَبْتَئِسْ تَحْزَنْ۔ تَبْتَئِسْ (ھود:۳۶) اس کا معنی ہے: غمگین ہونا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۝ (ھود:۳۶) پس آپ ان کی کارروائی سے غمگین نہ ہوں O

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ مجاہد نے تَبْتَئِسْ کی تفسیر تَحْزَنْ کے ساتھ کی ہے اور اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام سے خطاب ہے اور اس تعلیق کی امام طبری نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ شَكٌّ وَامْتِرَاءٌ فِی الْحَقِّ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ مِنَ اللّٰهِ اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ (ھود:۵) اس کا معنی ہے: حق میں شک کرنا اور تردد کرنا تاکہ اگر ہو سکے تو وہ اللہ تعالیٰ سے چھپ سکیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَاۤ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ ۙ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۝ (ھود:۵) سنو! وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپائیں، سنو! جس وقت وہ اپنے کپڑے اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں (اس وقت بھی) وہ اس کو جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں، اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے O

Marfat.com

امام بخاری نے جو تفسیر کی ہے، یہی مجاہد کی تفسیر ہے، کیونکہ انہوں نے کہا: یثنون صدورھم کا معنی ہے: حق میں شک اور تردد کرنا۔ علامہ زمخشری نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ حق کی تکذیب کرتے ہیں اور حق سے انحراف کرتے ہیں، کیونکہ جو شخص کسی چیز کو قبول کرتا ہے تو وہ اس کی طرف اپنا منہ اور سینہ کرتا ہے، اور جو شخص کسی سے انحراف کرتا ہے تو وہ اسے دیکھ کر اپنا سینہ موڑ لیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ بہت شیریں کلام تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح ملتا جس طرح آپ پسند کرتے اور دل میں ناپسندیدہ باتوں کو چھپاتا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت بعض منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت بعض مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو وہ اپنا سینہ موڑ لیتے اور سر جھکا لیتے تاکہ آپ ان کو نہ دیکھیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دے دی کہ وہ اپنے دلوں میں کیا چھپاتے ہیں اور وہ آپ کے ساتھ عداوت رکھتے تھے۔

وَقَالَ أَبُو مَيْسَرَةَ الْأَوَّاهُ الرَّحِيمُ بِالْحَبَشِيَّةِ۔ ابو میسرہ نے کہا: اَلْأَوَّاهُ (ھود: ۷۵) اس کا معنی حبشی زبان میں رحیم ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ۝ (ھود: ۷۵) بے شک ابراہیم بردبار، اللہ سے آہ وزاری کرنے والے، اور اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے O

ابو میسرہ کا نام عمرو بن شرحبیل الہمدانی ہے، یہ تابعی کوفی ہیں، ان سے شعبی اور ابو اسحاق السبیعی ایسے لوگوں نے حدیث کی روایت کی ہے۔ امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اَلْأَوَّاهُ کا معنی بہت مہربانی کرنے والا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَادِيَ الرَّأْيِ مَا ظَهَرَ لَنَا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بَادِيَ الرَّأْيِ (ھود: ۲۷) اس کا معنی ہے: سرسری نظر میں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ۔ (ھود: ۲۷) اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے پس ماندہ اور کم عقل لوگ ہی کر رہے ہیں۔

امام بخاری نے بَادِيَ الرَّأْيِ کی تفسیر کی ہے: جو چیز ہمیں سرسری نظر میں معلوم ہوتی ہے۔ اس تعلیق کی ابو محمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْجُودِيُّ جَبَلٌ بِالْجَزِيرَةِ۔ اور مجاہد نے کہا: اَلْجُوْدِيِّ (ھود: ۴۴) یہ جزیرے میں ایک پہاڑ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ۔ (ھود: ۴۴) اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔

یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔ اس دن پہاڑوں نے بہت سر اٹھایا اور تکبر کیا اور جودی پہاڑ نے اللہ عزوجل کے سامنے تواضع کی تو وہ پہاڑ غرق نہیں کیا گیا اور کشتی وہاں لنگر انداز ہوگئی۔ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین نبیوں کی وجہ سے تین پہاڑوں کو عزت دی ہے: حراء پہاڑ کو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے عزت دی ہے، اور جودی پہاڑ کو حضرت نوح علیہ السلام کی وجہ سے عزت دی ہے اور پہاڑ طور کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے عزت دی ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ يَسْتَهْزِئُونَ بِهِ۔ اور حسن نے کہا: اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ (ھود: ۸۷) یعنی آپ بردبار

Marfat.com

ہیں، وہ اس قول سے استہزاء کرتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ۝ (ھود: ۸۷) بے شک آپ تو بہت بردبار اور راست باز ہیں O

حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ آیت حضرت شعیب علیہ السلام کے قصے میں نازل ہوئی ہے۔ ان کی قوم نے ان کا مذاق اڑانے کے لئے کہا تھا کہ آپ تو بہت بردبار ہیں۔ اس تعلیق کی ابو محمد نے اپنی سند کے ساتھ حسن بصری سے روایت کی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَقْلِعِي أَمْسِكِي۔ حضرت ابن عباس نے کہا: أَقْلِعِي (ھود: ۴۴) اس کا معنی ہے: روک لے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي۔ (ھود: ۴۴) اور حکم دیا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان: تھم جا۔

اس تعلیق کی ابو محمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔

عَصِيبٌ شَدِيدٌ لَا جَرَمَ بَلَى۔ عَصِيبٌ کا معنی ہے: شدید اور لَا جَرَمَ کا معنی ہے: کیوں نہیں۔

ان دونوں تعلیقوں کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔

وَفَارَ التَّنُّورُ نَبَعَ الْمَاءُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَجْهُ الْأَرْضِ۔ وَفَارَ التَّنُّورُ (ھود: ۴۰) اس کا معنی ہے: پانی ابل گیا اور عکرمہ نے کہا: اس کا معنی ہے: زمین کی سطح پر زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَتَّى إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ۔ (ھود: ۴۰) حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور ابلنے لگا۔

اس تعلیق کی علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے اور فَارَ، الْفَوْر سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: پانی کا جوش مارنا۔ ابن درید نے کہا ہے کہ التنور فارسی اسم ہے، جس کو عربی بنالیا گیا ہے۔ عربی زبان میں التنور کے علاوہ اس کے لئے اور کوئی اسم نہیں ہے، اس لئے قرآن میں جب یہ لفظ آیا تو لوگوں نے اس کو جان لیا۔ اس تنور کی جگہ میں اختلاف ہے۔ مجاہد نے کہا: یہ کوفہ کی ایک جانب میں ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت نوح علیہ السلام نے کوفہ کی مسجد کے وسط میں یہ کشتی بنائی تھی اور تنور اس میں داخل ہونے والے کی دائیں جانب میں تھا۔ مقاتل نے کہا: یہ حضرت آدم علیہ السلام کا تنور تھا اور یہ شام کی ایک جگہ میں تھا اور عکرمہ نے کہا: یہ تنور ہند میں تھا اور عکرمہ نے کہا کہ تنور کا معنی ہے: روئے زمین کا اسم، اور اس میں چھ اقوال ہیں: (۱) ایک یہی قول ہے۔ (۲) سطح زمین کی بلند جگہ کا نام ہے۔ (۳) صبح کے نور کا نام ہے۔ (۴) طلوع شمس کا نام ہے۔ (۵) یہ اس جگہ کا نام ہے جہاں کشتی کا پانی جمع ہوگیا تھا۔ جب وہاں پانی ابلا تو حضرت نوح علیہ السلام نے جان لیا کہ اب کشتی میں سوار ہونے کا وقت آگیا ہے۔ (۶) جو امام بخاری نے ذکر کیا ہے یعنی سطح زمین۔

نوٹ: ان تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۹۴ سے لی گئی ہے۔

۱۔ بَابٌ: أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: سنو! وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپائیں، سنو! جس وقت وہ اپنے

Marfat.com

ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ (ھود:۵)

کپڑے اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں (اس وقت بھی) وہ اس کو جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں، اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے O (ھود:۵) کی تفسیر

۴۶۸۱۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنَوْنِي صُدُورُهُمْ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ أُنَاسٌ كَانُوا يَسْتَحْيُونَ أَنْ يَتَخَلَّوْا فَيُفْضُوا إِلَى السَّمَاءِ وَأَنْ يُجَامِعُوا نِسَاءَهُمْ فَيُفْضُوا إِلَى السَّمَاءِ فَنَزَلَ ذَلِكَ فِيهِمْ۔

[اطراف الحدیث: ۴۶۸۲، ۴۶۸۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن محمد بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی، انہوں نے بتایا کہ ابن جریج نے کہا: مجھے محمد بن عباد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے حضرت ابن عباس کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: سنو! وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں (ھود:۵) انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کچھ لوگ کھلی جگہ میں قضائے حاجت کرتے وقت آسمان کی طرف ستر کھولنے سے حیاء کرتے تھے، اسی طرح اپنی عورتوں سے جماع کرتے وقت آسمان کی طرف ستر کھولنے سے حیاء کرتے تھے (تو وہ اپنے سینوں کو موڑ کر جھکا لیتے تھے)۔ یہ ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

حدیث مذکور کی صرفی اور نحوی ترکیب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یثنونی: یہ باب افعیعال سے ہے اِثْنَوْنَی یثنونی جیسے احلولی یحلولی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: ''مثل اعشَوْشب''۔ علامہ عینی رد فرماتے ہیں کہ ان کو چاہیے تھا کہ وہ کہتے: ''مثل العشوشب'' اس میں ایک شین اور واؤ زائد ہے اور اس کا مادہ عَشْبٌ ہے اور قرأت مشہورہ یثنون ہے، جمع مذکر مضارع اور اس کی ضمیر منافقین کی طرف راجع ہے، یعنی وہ اپنے سینوں کو موڑ لیتے ہیں۔

کانو یَسْتَحْیُوْنَ: حضرت ابن عباس نے کہا: وہ اس سے حیاء کرتے تھے کہ کھلے میدان میں قضاء حاجت کے وقت آسمان کی طرف منہ کریں یا اپنی عورتوں کے ساتھ جماع کریں یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے انہیں برہنہ ہونے سے حیاء آتی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ تو ہر کھلی اور ڈھکی چیز کو دیکھنے والا اور جاننے والا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۹۴)

۴۶۸۲۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَرَأَ أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنَوْنِي صُدُورُهُمْ قُلْتُ يَا أَبَا الْعَبَّاسِ مَا تَثْنَوْنِي صُدُورُهُمْ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج، انہوں نے کہا: اور مجھے محمد بن عباد بن جعفر نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی: سنو! وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں

یُجَامِعُ امْرَأَتَهُ فَيَسْتَحِي أَوْ يَتَخَلَّى فَيَسْتَحِي فَنَزَلَتْ ﴿أَلَآ إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ﴾۔ (ھود:۵)

(ھود:۵) میں نے کہا: اے ابوالعباس! ان کے سینہ موڑنے کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے بتایا: جب مرد اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے تو اسے حیاء آتی ہے یا جب وہ قضاء حاجت کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے (برہنہ ہونے سے) حیا آتی ہے، تب یہ آیت نازل ہوئی: سنو! وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں۔ (ھود:۵)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۸۱ میں بیان کی جاچکی ہے۔

۴۶۸۳۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿أَلَآ إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ﴾ (ھود:۵) وَقَالَ غَيْرُهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْتَغْشُونَ يُغَطُّونَ رُءُوسَهُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی: سنو! وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپائیں، سنو! جس وقت وہ اپنے کپڑے اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں (ھود:۵) اور دوسروں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یَسْتَغْشُونَ کا معنی ہے: وہ اپنے سروں کو ڈھانپ لیتے ہیں یا چھپا لیتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۸۱ میں گزر چکی ہے۔

سِيءَ بِهِمْ سَاءَ ظَنُّهُ بِقَوْمِهِ وَضَاقَ بِهِمْ بِأَضْيَافِهِ۔

سِيءَ بِهِمْ کا معنی ہے: حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے ساتھ برائی کا گمان کیا اور اپنے مہمانوں کی وجہ سے ان کا دل تنگ ہوگیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۝ (ھود:۷۷)

اور جب ہمارے فرشتے (خوبصورت لڑکوں کی شکل میں) لوط کے پاس گئے تو وہ ان کی آمد سے غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا اور انہوں نے کہا: آج کا دن بڑا سخت ہے O

امام بخاری نے جو تفسیر کی ہے، اس کی علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور امام طبری نے اس کی اپنی سند سے روایت کی ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے بے ریش لڑکوں کی صورت میں آئے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے جب ان کے حسین چہروں اور ان کے خوشبودار جسموں کو دیکھا تو وہ اپنی قوم کے کرتوتوں سے ڈرے کہ کہیں وہ ان کے ساتھ بدکاری کا ارادہ نہ کریں۔

بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ بِسَوَادٍ۔

اس کا معنی ہے: رات کے ایک حصہ میں جب سیاہی پھیل جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ۔ (ھود:۸۱)

آپ رات کے ایک حصہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو جائیں۔

Marfat.com

امام بخاری نے رات کے ایک حصہ کی سیاہی کے ساتھ تفسیر کی ہے۔ امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: رات کے بعض حصہ میں اور امام عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کی ہے: رات کے ایک طائفہ میں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِلَيْهِ اُنِيْبُ وَاَرْجِعُ۔ اور مجاہد نے کہا: اُنِیْبُ کا معنی ہے: میں رجوع کرتا ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ (ھود: ۸۸) اور میری توفیق صرف اللہ کی مدد سے ہے، میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں O

امام بخاری نے اُنِیْبُ کی تفسیر اَرْجِعُ کے ساتھ کی ہے۔ امام عبد بن حمید نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے۔

سِجِّيْلٌ کا معنی ہے: سخت اور بڑا۔ سِجِّیْل اور سِجِّیْن لام اور نون کے ساتھ ایک جیسے لفظ ہیں۔

اس سے امام بخاری نے ہود: ۸۲ کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ قوم ھود پر جو پتھر برسائے گئے وہ سخت اور بڑے پتھر تھے۔

اور تمیم بن مقبل نے کہا: بہت سے پیدل چلنے والے ایسے ہیں جو چاشت کے وقت ایسی سخت تلواریں مارتے ہیں جن کی بہادر مردوصیت کرتے ہیں۔ تمیم بن مقبل مخضرمی شاعر ہے، یعنی اس نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں کو پایا ہے۔ اس کے اس شعر کو یہاں ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ سجیل کا لفظ سخت کے معنی میں آتا ہے۔

اور اَشْھَاد کہیں گے، یعنی گواہ جنہوں نے اپنے رب کے اوپر جھوٹ بولا، سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ اَشْھَاد کا واحد شاہد ہے۔ جیسے اَصْحَاب کا واحد صاحب ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ۔ (ھود: ۱۸) اور تمام گواہ یہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔

امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اَشْھَاد شاہد کی جمع ہے جیسے اَصْحَابٌ صَاحِبٌ کی جمع ہے۔ زید بن اسلم نے کہا ہے کہ اشہاد یہ ہیں: انبیاء علیہم السلام، ملائکہ اور مومنین، اور ضحاک نے کہا: انبیاء اور رسل علیہم السلام اور مجاہد سے روایت ہے کہ ملائکہ اشہاد ہیں، اس کی روایت امام ابن ابی حاتم نے کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۹۹-۳۹۵)

۲۔ بَابٌ: وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ (ھود: ۷) اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ (ھود: ۷) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پوری آیت ذکر نہیں کی، پوری آیت درج ذیل ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ (ھود: ۷) اور وہی جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کس کا عمل نیک ہے۔

Marfat.com

علامہ عینی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ پانی کس چیز پر تھا؟ تو انہوں نے کہا: وہ ہوا کی پشت پر تھا؟ اور کعب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سرخ یاقوت پیدا کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر ہیبت سے دیکھا تو وہ کپکپاتا ہوا پانی ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو پیدا کیا اور پانی کو ہوا کی پشت پر رکھا، پھر عرش کو پانی پر رکھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۰۰-۳۹۹)

۴۶۸۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ وَقَالَ يَدُ اللهِ مَلْأَى لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَقَالَ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ۔

[اطراف الحدیث: ۵۳۵۲۔۷۴۱۱۔۷۴۱۹۔۷۴۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی، از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: تم خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا، اور آپ نے فرمایا: اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، اس میں خرچ سے کمی نہیں ہوتی۔ وہ مسلسل رات اور دن میں خرچ کرتا رہتا ہے، اور آپ نے فرمایا: مجھے بتاؤ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اس نے کتنا خرچ کیا ہے؟ اس سے اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان ہے وہ اس (کے پلڑے) کو جھکاتا ہے اور اس کو اٹھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بھرے ہوئے ہاتھ کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تم خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا: کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خرچ کرنے سے اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے: یہ اس سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے اس کے خزانوں میں کمی نہیں ہوتی۔

جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے، وہ خرچ کر رہا ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی: اس حدیث میں جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور اس کے بھرے ہوئے ہونے کا ذکر ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور اس کی کیفیت کی تاویل میں نہیں پڑنا چاہیے اور متاخرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے خزانوں کو خرچ کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۰۰)

اِعْتَرَاكَ یعنی افتعلت یہ عَرَوْتُهُ سے ماخوذ ہے، یعنی میں نے اسے مصیبت میں مبتلا کر دیا اور اسی سے ہے: یَعْرُوْهُ وَاعْتَرَانِی (یعنی یہ لفظ نَصَرَ اور افتعال دونوں سے ایک معنی میں استعمال ہوتا ہے)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ۔ (ھود: ۵۴) ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے بعض معبودوں نے تم کو مجنون بنا دیا ہے۔

امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اِعْتَرٰىكَ باب انتعال سے ہے، اور اس کے بعد کاف خطاب کا ذکر ہے، پھر امام بخاری نے کہا یہ عَرَوْتُهُ سے ماخوذ ہے۔ اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ نَصَرَ کے باب سے بھی آتا ہے اور علامہ جوہری نے صحاح میں کہا ہے

کہ عَرَوْتُ الرَّجُلَ اس وقت کہتے ہیں جب تم کسی کے پاس سائل بن کر جاؤ، پھر امام بخاری نے کہا: اسی سے ماخوذ ہے یَعْرُوْهُ وَاعْتَرَانِیْ علامہ جوہری نے کہا: اس کا معنی ہے: اس نے مجھ کو مصیبت میں مبتلا کر دیا۔

اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا (ھود:۵٦) یعنی وہ اس کے قبضہ اور اس کی سلطنت میں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَاؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵٦﴾ (ھود:۵٦) ہر جان دار کو اس نے اس کی پیشانی سے پکڑا ہوا ہے، بے شک میرا رب سیدھے راستے پر (ملتا) ہے O

امام بخاری نے ''وہ اس کو پیشانی سے پکڑے ہوئے ہے'' کی تفسیر اس سے کی ہے کہ وہ اس کے قبضہ اور اس کی سلطنت میں ہے۔ یہ تفسیر غایت کے اعتبار سے ہے، کیونکہ جس کو کوئی پیشانی سے پکڑے ہوئے ہو وہ اس کا مقہور اور ماتحت ہوتا ہے۔

عَنِیْد اور عَنُوْد اور عَانِد، ان سب کا ایک معنی ہے اور یہ تَجَبُّرْ (تکبر) کی تاکید ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۵۹﴾ (ھود:۵۹) اور انہوں نے ہر ظالم ہٹ دھرم کا حکم مانا O

عَنِیْد، عُنُود اور عَانِد ان سب کا معنی ہے: سرکش یعنی وہ ایسے لوگوں کی پیروی کرتے رہے جو ظالم اور سرکش تھے۔ ان الفاظ سے تَجَبُّرْ یعنی تکبر کی تاکید اور اس کا مبالغہ مراد ہے۔

ویقول الاشهاد اور اس کا واحد شاہد ہے جیسے اصحاب کا واحد صاحب ہے۔

اس تعلیق کی شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

اِسْتَعْمَرَكُمْ کا معنی ہے: تم کو آباد کیا اور بسایا۔ عرب کہتے ہیں: اعمرته الدار فهي عمرة میں نے وہ گھر اسے عمر بھر کے لئے دے دیا، پس وہ عمرہ ہے یعنی وہ گھر میں نے اس کے لئے کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ۔ (ھود:٦١) اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا، سو تم اس سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی طرف توبہ کرو۔

مجاہد سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔ امام بخاری نے کہا ہے: میں نے یہ گھر اس کے لئے کر دیا یعنی اس کے لئے ہبہ کر دیا۔

نَكِرَهُمْ وَاَنْكَرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ، یعنی وہ ان سے خوف زدہ ہوئے، ان تینوں لفظوں کا معنی واحد ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً۔ (ھود:۷۰) پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے تک نہیں بڑھ رہے تو ابراہیم نے ان کو اجنبی سمجھا اور اپنے دل میں ان سے ڈرنے لگے۔

یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ فرشتوں کے ہاتھ ان کے لائے ہوئے بچھڑے کے بھنے ہوئے گوشت کی طرف نہیں پہنچ رہے تو وہ خوف زدہ ہوئے، پس فرشتوں نے کہا:

لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ (ھود:۷۰) آپ مت ڈریں، بے شک ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے O

امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ نَكِرَهُمْ ثلاثی مجرد ہے، اور اَنْكَرَهُمْ ثلاثی مزید فیہ باب افعال سے ہے، اور اِسْتَنْكَرَهُمْ

Marfat.com

ثلاثی مزید فیہ باب استفعال سے ہے اور ان تینوں کا معنی ایک ہے یعنی وہ ان سے خوف زدہ ہوئے۔

حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ: گویا کہ یہ مَاجِدٌ سے فعیل کے وزن پر ہے، اور حمید محمود کے معنی میں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ (ھود: ۷۳) اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، بے شک اللہ حمد وثناء کا مستحق بہت بزرگ ہے ○

یعنی اللہ تعالیٰ ہی حمد کا اور مجد کا مستحق ہے، مجد کا معنی ہے: شرف اور بلندی، جب کوئی شخص سخی ہو اور اس کی عطا بہت وسیع ہو تو کہا جاتا ہے: وہ ماجد شخص ہے۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ مَجِیْد، مَاجِدٌ کا مبالغہ ہے، یعنی بہت زیادہ سخاوت کرتا ہے۔ ایک قول ہے: مجید کا معنی ہے: عظیم اور بلند قدر و منزلت والا۔

سِجِّیْل کا معنی ہے: سخت اور بڑا۔ سجیل اور سِجِّیْن لام اور نون کے ساتھ ایک جیسے لفظ ہیں اور تمیم بن مقبل نے کہا ہے:

بہت سے پیدل چلنے والے ایسے ہیں جو چاشت کے وقت ایسی سخت تلواریں مارتے ہیں جن کی بہادر مرد وصیت کرتے ہیں۔

اس تعلیق کی شرح گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابٌ: وَاِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا (ھود: ۸۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (ہم نے) مدین والوں کی طرف ان کے ہم قبیلہ شعیب کو بھیجا۔ (ھود: ۸۴) کی تفسیر

شعیب کی لفظی تحقیق اور ان کا نسب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ہم نے اہل مدین کی طرف ان ہی میں سے شعیب کو بھیجا اور لفظ شعیب منصرف ہے کیونکہ یہ علم اور عربی ہے اور اس میں دوسری علت نہیں ہے۔

صحیح ابن حبان میں یہ حدیث ہے کہ چار نبی عرب ہیں: (۱) ھود (۲) صالح (۳) شعیب (۴) اور اے ابوذر! تمہارے نبی، یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت شعیب کی زبان عربی تھی، ان کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بعد مدین کی طرف بھیجا۔ حضرت شعیب کے والد کے متعلق کئی قول ہیں، مشہور یہ ہے: شعیب بن بویب ابن مدینہ بن ابراہیم اور مدین علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے، پھر وہ قبیلہ کا نام پڑ گیا، پھر جب مدینہ نے سرزمین معان کے قریب ایک شہر بنایا جو شام کے اطراف میں تھا تو انہوں نے اس کا نام مدین رکھا۔

الٰی مدین: یعنی اہل مدین کی طرف کیونکہ مدین ایک شہر کا نام ہے اور شہر کی طرف رسول کو بھیجنا ممکن نہیں ہے، لہٰذا اس شہر والوں کی طرف رسول کو بھیجا گیا تھا، اس لئے وہاں پر مضاف مقدر ہے جیسے وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ، یعنی بستی والوں سے سوال کیجئے کیونکہ بستی سے سوال کرنا متصور نہیں ہے۔ اسی طرح وَسْئَلِ الْعِيْرَ یعنی قافلہ والوں سے سوال کیجئے۔

وَرَآئَكُمْ ظِهْرِيًّا: یعنی تم نے اس کی طرف توجہ نہیں کی اور جب کوئی شخص کسی کی حاجت پوری نہ کرے تو کہا جاتا ہے: تم نے میری حاجت کو پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا اور تم نے مجھے پیٹھ کے پیچھے کر دیا اور ظِهْرِی کا معنی یہاں پر یہ ہے کہ تم اپنے ساتھ کوئی چوپایہ یا برتن لوتا کہ اس سے مدد حاصل کرو۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا۔ (ہود: ۹۲) اور تم نے اللہ کو بالکل نظر انداز کیا ہوا ہے۔

امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ تم نے اس کی طرف توجہ نہیں کی اور یہ تفسیر نتیجہ اور غایت کے اعتبار سے ہے، کیونکہ کسی چیز کو پیٹھ کے پیچھے ڈال دینا اس کی طرف توجہ نہ کرنے سے کنایہ ہوتا ہے اور امام بخاری نے جو کہا ہے: ظِهْرِيٌّ کا معنی یہاں پر یہ ہے کہ تم اپنے ساتھ کوئی چوپایہ یا برتن لو تاکہ اس سے مدد حاصل کرو: یہ عرب کے محاورہ کے اعتبار سے ہے، قرآن مجید کی آیت کی تفسیر نہیں ہے۔

أَرَاذِلُنَا اس کا معنی ہے: جو ہمارے پس ماندہ طبقہ سے ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ۔ (ہود: ۲۷) اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے پس ماندہ اور کم عقل لوگ ہی کر رہے ہیں۔

أَرَاذِل أَرْذَل کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے: ردی، خسیس، گھٹیا اور نچلے طبقہ کے لوگ۔ یہ آیت حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں وارد ہوئی۔

إِجْرَامِي اور وہ أَجْرَمْتُ کا مصدر ہے اور بعض علماء نے کہا: وہ جَرَمْتُ کا مصدر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۞ (ہود: ۳۵) آپ کہیے کہ اگر (بالفرض) میں نے اس کو گھڑلیا ہے تو میرا گناہ میرے ذمہ ہے۔ اور میں تمہارے گناہوں سے بری ہوں O

إِجْرَام باب افعال کا مصدر ہے، اور یہ ثلاثی مزید فیہ ہے اور بعض نے کہا: یہ ثلاثی مجرد جَرَمْتُ کا مصدر ہے۔

اَلْفُلْكُ وَالْفَلَكُ دونوں کا معنی ایک ہے اور یہ کشتی اور جہاز کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا۔ (ہود: ۳۷) آپ ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے موافق کشتی بنائیے۔

یہ آیت بھی حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔

مَجْرٰهَا اس کا معنی ہے: کشتی کو چلانا اور یہ أَجْرَيْتُ کا مصدر ہے۔ أَجْرَيْتُ کا معنی ہے: میں نے اس کو چلایا اور أَرْسَيْتُ کا معنی ہے: میں نے اس کو روک لیا اور مَرْسٰهَا پڑھا جاتا ہے، یہ رَسَتْ سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے: کشتی کو روکنا یعنی کشتی کو چلانا اور روکنا اللہ ہی کا کام ہے۔ دوسری قراءت ہے: مَجْرَاهَا وَ مَرْسَاهَا یہ جَرَتْ سے ماخوذ ہے۔ تیسری قراءت ہے: مُجْرِيْهَا وَ مُرْسِيْهَا یعنی کشتی کو چلانے والا اور ٹھہرانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جس نے کشتیوں کو ٹھہرایا یعنی اس سے مراد ہے: ٹھہری ہوئی کشتیاں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا۔ (ہود: ۴۱) اور نوح نے کہا: اس کشتی میں سوار ہو جاؤ، اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے۔

پہلی قراءت میں مُجْرٰهَا وَمُرْسٰهَا ہے اور یہ دونوں باب افعال سے مصدر میمی ہیں، یعنی کشتی کو چلانا اور روکنا اللہ ہی کے نام

سے ہے۔ دوسری قراءت مَجْرٰهَا وَ مَرْسٰهَا ہے۔ اس میں میم پر زبر ہے یعنی کشتی کا چلنا اور رکنا اللہ ہی کے نام سے ہے۔ تیسری قراءت مُجْرِيْهَا وَ مُرْسِيْهَا ہے۔ اس قراءت میں دونوں باب افعال سے اسم فاعل کے صیغے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ کشتی کا چلانے والا اور ٹھہرانے والا اللہ ہی ہے۔ امام بخاری نے ہماری قراءت کی طرف اشارہ نہیں کیا، یعنی مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰهَا جیسا کہ ہود: ۴۱ میں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۳۴، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۔ بَابٌ: وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ (ہود: ۱۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تمام گواہ یہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا، سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے O (ھود: ۱۸) کی تفسیر

اشھاد کا واحد شاہد ہے جیسے اصحاب کا واحد صاحب ہے۔

۴۶۸۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ وَهِشَامٌ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ قَالَ بَيْنَا ابْنُ عُمَرَ يَطُوْفُ إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَوْ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ فِي النَّجْوَى فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ يُدْنَى الْمُؤْمِنُ مِنْ رَبِّهِ وَقَالَ هِشَامٌ يَدْنُو الْمُؤْمِنُ حَتّٰى يَضَعَ عَلَيْهِ كَنَفَهُ فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوْبِهِ تَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا يَقُوْلُ أَعْرِفُ يَقُوْلُ رَبِّ أَعْرِفُ مَرَّتَيْنِ فَيَقُوْلُ سَتَرْتُهَا فِي الدُّنْيَا وَأَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ ثُمَّ تُطْوٰى صَحِيْفَةُ حَسَنَاتِهِ وَأَمَّا الْاٰخَرُوْنَ أَوِ الْكُفَّارُ فَيُنَادٰى عَلٰى رُءُوْسِ الْأَشْهَادِ ﴿هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾﴾ (ہود: ۱۸) وَقَالَ شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید اور ہشام نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از صفوان بن محرز، وہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابن عمر طواف کر رہے تھے تو ان کے پاس ایک مرد آیا، سو اس نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! یا کہا: اے ابن عمر! کیا آپ نے النجوٰی (سرگوشی) کے متعلق نبی ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن کو اس کے رب کے قریب کیا جائے گا، اور ہشام نے کہا: مومن قریب ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اوپر اپنی رحمت کا پر رکھ دے گا، پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا: تم فلاں گناہ کو پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں پہچانتا ہوں اور وہ دو مرتبہ کہے گا: میں پہچانتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تمہارا پردہ رکھا تھا اور آج میں تم کو بخش دیتا ہوں، پھر اس کی نیکیوں کا صحیفہ لپیٹ دیا جائے گا۔ رہے دوسرے لوگ یا کفار تو ان کو گواہوں کے سروں پر پکارا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے اوپر جھوٹ باندھا تھا۔ سنو! لعنت ہے اللہ کی ظالموں پر O (ہود: ۱۸) اور شیبان نے کہا: از قتادہ: ہمیں صفوان نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۴۱ میں گزر چکی ہے۔

النجوٰی اور کَنَفُ کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اَلنَّجْوٰی: یہ اللہ تعالیٰ اور مومنین کے درمیان مناجات ہے۔ اس کو نجویٰ اس لیے فرمایا کہ یہ کفار کی ندا کے مقابلہ میں ہے، ان کو لوگوں کے سروں پر سے ندا کی جائے گی۔

کَنَفَہٗ: یعنی وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں ہوگا۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کا پر رکھے گا، یعنی اس کو چھپالے گا اور کَنَفُ کا معنی ہے: قرب یعنی اللہ تعالیٰ اس کو قریب کرلے گا اور حقیقت میں یہ دونوں معانی اللہ کے لیے محال ہیں اور یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۰۳)

۵۔ بَابٌ: وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ (ھود: ۱۰۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ کے رب کی گرفت اسی طرح ہوتی ہے جب وہ بستیوں پر اس حال میں گرفت کرتا ہے کہ وہ ظلم کررہی ہوتی ہیں، بے شک اس کی گرفت دردناک شدید ہے ○ (ھود: ۱۰۲) کی تفسیر

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کو ہلاک کیا، اور ان کو عذاب میں گرفتار کیا اسی طرح جن بستیوں کے رہنے والے اللہ کی نافرمانی کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، ان کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے عذاب میں گرفتار کرلے گا۔

اَلرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ الْعَوْنُ الْمُعِيْنُ رَفَدْتُهٗ أَعَنْتُهٗ۔ اَلرِّفْدُ الْمَرْفُوْد رَفَدْتُهٗ: کا معنی ہے: میں نے اس کی مدد کی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝ (ھود: ۹۹) اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگادی گئی، اور قیامت کے دن بھی ان کو کیسا برا انعام دیا گیا ○

امام بخاری نے اَلرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ کی تفسیر اَلْعَوْنُ الْمُعِيْن سے کی ہے، یعنی وہ بری مدد اور برا انعام ہے۔ علامہ زمخشری نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

تَرْكَنُوْا تَمِيْلُوْا۔ تَرْكَنُوْآ: یعنی تم دل سے میلان اور محبت کرو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ (ھود: ۱۱۳) اور تم ان لوگوں سے میل جول نہ رکھو جنہوں نے ظلم کیا ہے ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی۔

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم ان ظالموں کے ساتھ دل سے محبت نہ رکھو اور ان کے ساتھ نرمی سے کلام نہ کرو۔

فَلَوْلَا كَانَ فَهَلَّا كَانَ۔ فَلَوْلَا كَانَ: فَهَلَّا كَانَ یعنی ایسا کیوں نہ ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ (ھود: ۱۱۶) پس تم سے پہلی امتوں میں ایسے نیک لوگ کیوں نہ ہوئے۔

Marfat.com

اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ۔ اور اگر (بالفرض) ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف مائل ہو جاتے۔ (بنی اسرائیل: ۷۴)

أُتْرِفُوا أُهْلِكُوا۔ اُتْرِفُوا: اس کا معنی ہے: وہ ہلاک کر دیئے گئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۝ (ھود: ۱۱۶) اور ظالموں نے اس عیش ونشاط کی پیروی کی جس پر وہ جمے ہوئے تھے اور وہ لوگ مجرم تھے O

امام بخاری نے اُترفوا کی تفسیر کی ہے کہ وہ ہلاک کر دیئے گئے حالانکہ اِتْراف کا معنی ہے: ناز ونعمت اور عیش ونشاط، پس شاید امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اس عیش ونشاط نے ان کو سرکش بنا دیا اور وہ ہلاک کر دیئے گئے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ زَفِيْرٌ وَشَهِيْقٌ شَدِيْدٌ وَصَوْتٌ ضَعِيْفٌ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: زفیر اور شہیق کا معنی ہے: بلند آواز اور پست آواز۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ۝ رہے بدبخت لوگ تو وہ دوزخ میں ہوں گے، اور ان کے لئے اس میں چیخنا اور چلانا ہوگا O (ھود: ۱۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: زَفِيْر سخت آواز ہے اور شَهِيْق پست آواز ہے اور تفسیر میں مذکور ہے کہ یہ دونوں مکروہ آوازیں ہیں، یعنی مفسرین نے کہا کہ زفیر گدھے کی آواز ہے اور شہیق خچر کی آواز ہے۔ امام ابو العالیہ نے کہا: زفیر وہ آواز ہے جو حلق سے نکلتی ہو اور شہیق وہ آواز ہے جو سینے سے نکلتی ہو۔

۴۶۸۶۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ قَالَ ثُمَّ قَرَأَ وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔

(صحیح مسلم: ۲۵۸۳، ترمذی: ۳۱۱۰، ابن ماجہ: ۴۰۱۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں برید بن ابو بردہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اور آپ کے رب کی گرفت اسی طرح ہوتی ہے، جب وہ بستیوں پر اس حال میں گرفت کرتا ہے کہ وہ ظلم کر رہی ہوتی ہیں، بے شک اس کی گرفت دردناک شدید ہے O (ھود: ۱۰۲)

۶۔ بَابٌ: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور دن کی دونوں طرفوں میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھئے، بے

Marfat.com

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ھود: ۱۱۴)

بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں ○ (ھود: ۱۱۴) کی تفسیر

دن کی دو طرفوں کا بیان اور زلفا من الیل کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ آپ دن کی دو طرفوں میں نماز پڑھیں۔ دن کی دو طرفوں سے مراد فجر اور مغرب ہے۔ ایک قول ہے کہ ظہر اور عصر ہے اور دوسرا قول ہے کہ فجر اور ظہر ہے، یعنی ان میں پوری طرح رکوع اور سجود کریں۔ نماز کا خصوصیت سے اس لئے ذکر ہے کہ ایمان کے بعد نماز پڑھنے کا حکم ہے اور انسان مصائب سے گھبرا کر نماز کی پناہ میں آتا ہے۔

وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ: اور رات کے قریب نماز پڑھیے یعنی دن کی ان ساعات میں نماز پڑھیے جو رات کے قریب ہیں۔ صلوٰۃ الزلف مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں کیونکہ زُلَف کے معنی قریب ہیں۔

بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں: نیکیوں سے مراد ہے: پانچ نمازیں اور ایک قول ہے: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ عطاء نے کہا: یہ باقیات صالحات ہیں اور سیئات سے مراد ہے: گناہ صغیرہ۔

یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے: یعنی پانچ نمازیں اور ایک قول ہے: قرآن مجید کی تلاوت اور دوسرا قول ہے نیکی پر قائم رہنا، برائیوں سے بچنا اور الذکریٰ کے معنی ہیں: توبہ اور دوسرا قول ہے: نصیحت۔ اس کو نصیحت قبول کرنے والوں کے ساتھ خصوصیت سے ذکر کیا اس لئے کہ وہی اس نصیحت سے فائدہ اٹھانے والے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۰۵)

اور زُلَفًا کا معنی ہے: ساعات کے بعد ساعات اس سے ماخوذ کر کے اَلْمُزْدَلِفَه کا نام رکھا گیا ہے۔ اَلزُّلَفُ کا معنی ہے: ایک منزل کے بعد دوسری منزل اور رہا زُلْفٰی تو یہ قُرْبٰی کا مصدر ہے، اِزْدَلَفُوْا کا معنی ہے: وہ جمع ہو گئے۔ اَزْلَفْنَا کا معنی ہے: ہم جمع ہو گئے۔

زلفا مّن الّیل: یہ زُلْفَةٌ کی جمع ہے جیسے ظُلْمَةٌ کی جمع ظُلَمٌ۔

اسی سے ماخوذ کر کے اَلْمُزْدَلِفَة کا نام رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں لوگ رات کے اوقات میں آتے ہیں۔ ایک قول ہے: لوگ اس میں اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اور اللہ کے نزدیک مرتبہ پانے کے لئے آتے ہیں۔ دوسرا قول ہے: کیونکہ لوگ اس میں جمع ہوتے ہیں۔ تیسرا قول ہے: کیونکہ اس میں کئی منازل ہیں۔ الجوہری نے کہا ہے: اَلزُّلْفَةُ اور اَلزُّلْفٰی اس کا معنی ہے: قربت اور منزلت۔ اِزْدَلَفُوْا کا معنی ہے: اجتمعوا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ ازدلاف اجتماع کے معنی میں آتا ہے اور یہ آگے بڑھنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ کہا جاتا ہے: قومٌ ازدلفوا الی الحَرْبِ یعنی وہ لوگ جنگ کی طرف آگے بڑھے۔

اَزْلَفْنَا کا معنی ہے: ہم جمع ہو گئے، قرآن مجید میں ہے: وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ (شعراء: ۶۴) اور اس جگہ ہم فرعون کو قریب لائے پھر دوسروں کو ○

اور زُلْفٰی کا معنی قُرْبٰی ہے اور اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ۝ (ص: ۲۵) اور بے شک ان کے لئے ہمارے پاس ضرور قرب خاص اور

Marfat.com

بہترین ٹھکانا ہے O

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۶۸۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ هُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی الله عنه أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝﴾ (ھود: ۱۱۴) قَالَ الرَّجُلُ أَلِيَ هٰذِهِ قَالَ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی وہ ابن زریع ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی از ابی عثمان از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے ایک عورت کا بوسا لے لیا، پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: اور دن کی دونوں طرفوں میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھیے۔ بے شک نیکیاں، گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں O (ھود: ۱۱۴) اس مرد نے کہا کیا یہ صرف میرے لئے ہے۔ آپ نے فرمایا میری امت میں سے جو بھی اس پر عمل کرے اس کے لئے ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۲۶ میں گزر چکی ہے، تاہم چند ضروری امور بیان کئے جا رہے ہیں:

بوسا لینے والے مرد کا نام اور ان کا مختصر تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک مرد نے ایک عورت کا بوسا لے لیا: اس مرد کا نام کعب بن عمرو ہے اور اس کی کنیت ابو الیسر ہے۔ اس حدیث کی ابن ابی خیثمہ نے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا: انصار کا ایک مرد جسے معتب کہا جاتا تھا، ایک قول ہے: اس کا نام نبہان التمار (کھجور فروش) تھا۔ دوسرا قول ہے: اس کا نام عمرو بن غزیہ تھا، وہ بیعت عقبہ کے بعد غزوہ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور ان کی عمر بیس (۲۰) سال تھی، یہ وہی ہیں جنہوں نے غزوۂ بدر میں عباس بن عبد المطلب کو گرفتار کیا تھا، ان کا قد چھوٹا تھا اور یہ دبلے تھے اور عباس طویل قامت تھے اور فربہ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک معزز فرشتہ نے تمہاری مدد کی ہے۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے مشرکین سے ان کا جھنڈا چھین لیا تھا، یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ان کا شمار اہل مدینہ میں ہوتا تھا۔ نبہان التمار کی حدیث کی امام ثعلبی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ نبہان التمار کے پاس ایک خوبصورت عورت کھجور خریدنے کے لئے آئی تو انہوں نے اس کو کولہوں پر ضرب لگائی، پھر وہ نادم ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تم غازی فی سبیل اللہ کی بیوی کو چھیڑنے سے اجتناب کرو تو، پھر وہ بہت روئے اور روزے رکھے اور قیام کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ﴾ (آل عمران: ۱۳۵)

اور وہ لوگ کہ جب وہ بے حیائی کا کام کریں یا اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں۔

Marfat.com

نبی ﷺ نے اس مرد کو اس کی خبر دی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی، پھر اس نے کہا: یارسول اللہ! میری توبہ قبول ہوگئی ہے تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر کس طرح ادا کروں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: اور دن کی دونوں طرفوں میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھیے، بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں یہ ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیںO (ھود: ۱۱۴) اس مرد نے کہا: کیا یہ صرف میرے لئے ہے: یعنی کیا یہ آیت میرے ساتھ مختص ہے کہ میرا نماز پڑھنا میرے گناہ کو مٹانے والا ہے یا یہ حکم پوری امت کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں یہ حکم پوری امت کے لئے ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ سنن دارقطنی کے اندر ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے میں پوچھا کیا یہ صرف ان کے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لئے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد سوال کرنے والوں پر معمول ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

سورۂ ھود کی تفسیر ختم، ہوئی اب سورۂ یوسف کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۲۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ یُوۡسُفَ

سورۂ یوسف کی تفسیر

سورۂ یوسف کا تعارف

ابو العباس نے مقامات التنزیل میں کہا ہے کہ سورۂ یوسف پوری مکی ہے اور ہمیں اس میں کوئی اختلاف نہیں پہنچا اور حضرت ابن عباس اور قتادہ سے روایت ہے کہ چار آیتوں کے سوا سورۂ یوسف مکہ میں نازل ہوئی، ان میں سے تین آیتیں سورۂ یوسف کی پہلی آیات ہیں اور چوتھی آیت یہ ہے: لَقَدۡ كَانَ فِیۡ یُوۡسُفَ وَاِخۡوَتِهٖۤ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیۡنَ ۝ (یوسف: ۷)

اس سورت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ یہود نے حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کے متعلق سوال کیا تھا تو یہ سورت نازل ہوئی۔

وَقَالَ فُضَیۡلٌ عَنۡ حُصَیۡنٍ عَنۡ مُجَاهِدٍ مُتَّكَأً الۡاُتۡرُجُّ قَالَ فُضَیۡلٌ الۡاُتۡرُجُّ بِالۡحَبَشِیَّةِ مُتۡكًا وَقَالَ ابۡنُ عُیَیۡنَةَ عَنۡ رَجُلٍ عَنۡ مُجَاهِدٍ مُتۡكًا قَالَ كُلُّ شَیۡءٍ قُطِعَ بِالسِّكِّیۡنِ۔

اور فضیل نے از حصین از مجاہد کہا کہ مُتَّكَأً کا معنی ہے: اَلۡاُتۡرُجّ یعنی سنترہ یا نارنگی، فضیل نے کہا: اُتۡرُجّ حبشی زبان میں مُتۡكًا کو کہتے ہیں اور ابن عیینہ نے از ایک مرد از مجاہد کہا: مُتۡكًا ہر وہ چیز ہے جس کو چھری سے کاٹا جائے۔

علامہ بدر الدین عینی اس تعلیق کی شرح میں اور اس باب میں مذکور دیگر تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

فُضَیۡل: یہ فَضۡل کی تصغیر ہے، ان کا پورا نام ہے: فضل بن عیاش بن موسیٰ بن علی، یہ سمرقند میں پیدا ہوئے تھے اور ابی ورد میں ان کی نشو ونما ہوئی اور کوفہ میں انہوں نے حدیث لکھی، پھر مکہ مکرمہ میں منتقل ہو گئے اور وہیں پر قیام کیا حتی کہ انہوں نے ۱۸۷ھ میں وفات پائی، ان کی قبر مکہ میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور حصین کا پورا نام حصین بن عبد الرحمن السلمی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا سَمِعَتۡ بِمَكۡرِهِنَّ اَرۡسَلَتۡ اِلَیۡهِنَّ وَ اَعۡتَدَتۡ لَهُنَّ مُتَّكَـًٔا وَّاٰتَتۡ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُنَّ سِكِّیۡنًا وَّ قَالَتِ اخۡرُجۡ عَلَیۡهِنَّ۔ (یوسف: ۳۱)

جب اس عورت نے ان عورتوں کی نکتہ چینی سنی تو اس نے ان کو بلوایا اور اس نے ان کے لئے تکیے سجا کر ایک محفل منعقد کی اور ان میں سے ہر ایک کو ایک چھری دے دی اور (یوسف سے) کہا: ان کے سامنے باہر آؤ۔

مُتَّكَأً کی تفسیر مجاہد نے کی ہے کہ اس سے مراد اُتۡرُجّ ہے یعنی سنترہ یا نارنگی اور علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ مُتَّكَأً سے مراد وہ گدے ہیں جن پر ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مُتَّكَأً کا معنی ہے: طعام کی مجلس کیونکہ اس میں کھانے، پینے اور باتیں کرنے کے لئے تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے جس طرح امراء کی عادت ہوتی ہے۔ اسی لئے آپ نے لوگوں کو ٹیک لگا کر کھانے سے منع فرمایا ہے اور مجاہد سے دوسری تفسیر یہ مروی ہے کہ مُتَّكَأً اس طعام کو کہتے ہیں جسے کاٹ کاٹ کر کھایا جاتا ہے گویا کہ معنی یہ

ہے کہ وہ چھری پر اعتماد کرتے تھے کیونکہ کاٹنے والا کاٹنے والی چیز کے لیے چھری کا سہارا لیتا ہے۔

اور ابن عیینہ نے کہا: یہ سفیان بن عیینہ ہیں از ایک مرد اور وہ مجہول ہے از مجاہد مُتْكًا اور یہ ہر وہ چیز ہے جسے چھری سے کاٹا جائے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ لَذُوْ عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ عَامِلٌ بِمَا عَلِمَ۔ قتادہ نے کہا: لَذُوْ عِلْمٍ اس کا معنی ہے: جو اپنے علم کے تقاضے پر عمل کرے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ۔ (یوسف:۶۸) بے شک وہ صاحب علم تھے کیوں کہ ہم نے ان کو علم عطا کیا تھا۔

اِنَّهٗ کی ضمیر حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف راجع ہے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا: اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے مت داخل ہونا اور الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم کو اللہ کی تقدیر سے بالکل بچا نہیں سکتا۔ (یوسف:۶۷)

وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ صُوَاعَ الْمَلِكِ مَكُّوْكُ الْفَارِسِيِّ الَّذِيْ يَلْتَقِيْ طَرَفَاهُ كَانَتْ تَشْرَبُ بِهِ الْأَعَاجِمُ۔ اور سعید بن جبیر نے کہا: صُوَاعَ اس کا معنی ہے: اہل فارس کا ایک پیالہ جس کی دونوں جانبیں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی تھیں، عجمی لوگ اس میں پانی پیتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝ (یوسف:۷۲) کارندوں نے کہا: بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے اور جو اس کو لے کر آئے گا اس کو غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں O

سعید بن جبیر نے کہا: بادشاہ کا پیمانہ چاندی کا پیالہ تھا جس میں وہ پانی پیتے تھے، حضرت عباس کے پاس بھی زمانہ جاہلیت میں ایسا پیالہ تھا۔ زید بن زید نے کہا: یہ سونے کا پیالہ تھا۔ امام ابن اسحاق نے کہا: یہ چاندی کا پیالہ تھا اور اس میں جواہر جڑے ہوئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس پیالے سے ناپ ناپ کر غلہ دیتے تھے اور اسی سے پانی پیتے تھے۔ علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ المکوک پیمانے کا نام ہے اور مختلف شہروں میں لوگوں کی اصطلاح سے اس کی مقدار مختلف ہوتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکوک پانی سے وضوء کرتے تھے یعنی ایک لیٹر پانی سے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُفَنِّدُوْنِ تُجَهِّلُوْنِ۔ حضرت ابن عباس نے کہا: تُفَنِّدُوْن کا معنی ہے: تم مجھے جاہل قرار دیتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝ (یوسف:۹۴) اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا: اگر تم یہ نہ کہو کہ بوڑھا سٹھیا گیا ہے تو مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے O

امام ابوعبیدہ نے کہا: لولا ان تُفَنِّدُوْن کا معنی ہے: اگر تم مجھے بے وقوف نہ قرار دو اور مجاہد نے کہا: اگر تم یہ نہ کہو کہ آپ کی عقل ضائع ہو چکی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو تین دن کی مسافت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ گئی تھی۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ غَيَابَةٌ كُلُّ شَيْءٍ غَيَّبَ عَنْكَ شَيْئًا فَهُوَ غَيَابَةٌ۔ حضرت ابن عباس کے غیر نے کہا کہ غَيَابَةُ الْجُبِّ کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو تم سے تھوڑی سی بھی غائب ہو تو وہ غیابت ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ۔ (یوسف:۱۰) اور اس کو کسی اندھے کنوئیں کی گہرائی میں ڈال دو اس کو کوئی قافلہ والا اٹھا لے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: یہ حضرت ابن عباس کا کلام نہیں ہے بلکہ یہ امام ابوعبیدہ کا کلام ہے۔(فتح الباری ج ۸ ص ۶۴۰)
علامہ بدر الدین عینی اس عبارت پر مواخذہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام ابوعبیدہ کا کلام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حضرت ابن عباس کا کلام نہ ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس کا کلام ہو اور اس کو امام ابوعبیدہ نے بھی نقل کیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۱۰)

ثعلبی نے کہا ہے کہ غیابۃ الجب کا معنی ہے: کنویں کی گہرائی اور اس کا اندھیرا جہاں اس کی خبر غائب ہو جاتی ہے اور قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: کنویں کا نچلا حصہ اور اس کی اصل غیبوبت ہے۔

وَالْجُبُّ الرَّکِیَّةُ الَّتِیْ لَمْ تُطْوَ۔ اور جُبّ کا معنی ہے: وہ کنواں جس کی منڈیر نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ۔(یوسف:۱۰) اور اس کو کسی اندھے کنوئیں کی گہرائی میں ڈال دو۔

قَلِیْب کا معنی بھی وہ کنواں ہے جس کی منڈیر نہ ہو۔ الجوہری نے کہا ہے: قلیب وہ کنواں ہے جس کی منڈیر نہ ہو۔ اس کو جُبّ اس لئے کہتے ہیں گویا کہ اس کو کاٹا گیا ہے۔

بِمُؤْمِنٍ لَّنَا بِمُصَدِّقٍ۔ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا اس کا معنی ہے: آپ ہماری تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتَرَکْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَکَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ کُنَّا صٰدِقِیْنَ ۝ (یوسف:۱۷) اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا، پس اس کو بھیڑیئے نے کھا لیا اور آپ ہماری بات ماننے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں O

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ ہمارے کلام کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں اور تفسیر میں مذکور ہے: اور آپ ہماری تصدیق کرنے والے نہیں ہیں کیونکہ آپ ہمارے ساتھ برا گمان رکھتے ہیں اور ہم پر تہمت لگاتے ہیں حالانکہ یہ قمیص خون آلود ہے۔

أَشُدَّهُ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ فِي النُّقْصَانِ يُقَالُ بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغُوا أَشُدَّهُمْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ وَاحِدُهَا شَدٌّ۔ أَشُدَّهُ کا معنی ہے: قبل اس کے کہ اس میں کمی شروع ہو، کہا جاتا ہے: بَلَغَ أَشُدَّهُ یعنی وہ اپنی نشوونما کے کمال کو پہنچ گیا اس سے پہلے کہ اس میں کمی شروع ہوتی اور انہوں نے کہا: بَلَغَ أَشُدَّهُ اور بَلَغُوا أَشُدَّهُمْ اور بعض نے کہا: اس کا واحد شَدٌّ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ اٰتَیْنٰهُ حُکْمًا وَّعِلْمًا۔ (یوسف:۲۲) اور جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے ان کو فیصلہ کی قوت اور علم عطا کیا۔

Marfat.com

امام بخاری نے اَشُدَّہٗ کی تفسیر کی ہے کہ اس سے پہلے کہ اس میں کمی شروع ہو۔ اس سے امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ اپنے شباب کی انتہاء کو پہنچ گیا اور امام مالک سے منقول ہے کہ وہ بلوغت کی عمر کو پہنچ گیا اور سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ وہ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ گیا۔ یہاں پر کئی اقوال ہیں جو ساٹھ سال کی عمر تک کے ہیں۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ چالیس سال کی عمر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے ان کو فیصلہ کرنے کی قوت اور علم عطا کیا (یوسف: ۲۲) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر نبی کو چالیس سال کے بعد نبوت عطا کی گئی ہے۔ بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو چالیس سال سے کم عمر میں نبوت عطا کر دی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ (مریم: ۱۲) اور ہم نے ان کو بچپن میں نبوت عطا کی O

علامہ عینی نے کہا کہ یہ دونوں اس وصف کے ساتھ مخصوص ہیں یہ خلاف تمام انبیاء کے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بچپن میں نبوت عطا کی گئی تھی (یعنی روح مع الجسد والی نبوت) اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے: عتبہ بن عبد السلمی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! آپ کی نبوت کی پہلی نشانی کیا تھی؟ آپ نے فرمایا: میں بنو سعد بن بکر کے ہاں اپنی دایہ کے پاس تھا، میں اور ان کا بیٹا بکریاں چرانے لگے، ہم نے اپنے ساتھ ناشتہ نہیں لیا تھا، میں نے کہا: اے بھائی! جاؤ ہماری ماں کے پاس سے ناشتہ لے آؤ، میرا بھائی چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس رہا، پھر گدھ کی طرح دو سفید پرندے آئے، ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہ وہی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! پھر وہ دونوں میری طرف جھپٹے، ان دونوں نے مجھے پکڑ کر زمین پر پیٹھ کے بل گرا دیا، پھر انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور میرا دل نکالا اور اس سے دو سیاہ لوتھڑے نکالے، پھر ایک نے دوسرے سے کہا: برف کا پانی لاؤ، پھر انہوں نے اس پانی سے میرے پیٹ کو دھویا، پھر کہا: ٹھنڈا پانی لاؤ، پھر کہا: چھری لاؤ، پھر ٹھنڈا پانی میرے دل پر چھڑکا، پھر کہا، اس دل کو سیو اور اس پر نبوت کی مہر لگا دو، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کو ایک پلڑے میں رکھو اور ان کی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھو، پھر میں اپنے اوپر ہزاروں آدمیوں کو دیکھ رہا تھا اور مجھے ڈر تھا کہ ان میں سے بعض مجھ پر گر پڑیں گے، پھر ان میں سے کسی نے کہا: اگر ان کا امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھاری ہوگا، پھر میں اپنی رضاعی ماں کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی، ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر کوئی افتاد آ جائے گی، انہوں نے کہا: میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں، وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں اور مجھے اپنے پیچھے پالان پر بٹھایا حتیٰ کہ ہم میری والدہ (رضی اللہ عنہا) تک پہنچ گئے، میری رضاعی ماں نے کہا: کیا میں نے اپنی امانت ادا کر دی اور اپنے ذمہ کو پورا کر دیا؟ اور وہ واقعہ بیان کیا جو مجھے پیش آیا تھا۔ میری والدہ اس سے خوف زدہ نہیں ہوئیں اور فرمایا: میں نے دیکھا تھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۵-۱۸۴ طبع قدیم، مسند احمد ج ۲۹ ص ۱۹۶-۱۹۵۔ سنن دارمی: ۱۳، الآحاد والمثانی: ۱۳۶۹، مسند الشامیین: ۱۱۸۱، المستدرک ج ۲ ص ۶۱۷-۶۱۶، تاریخ دمشق ج ۱ ص ۴۶۷، الوفاء لابن الجوزی ص ۱۰۸، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۷، مجمع الزوائد: ۱۳۸۴۱، حافظ الہیثمی نے کہا: امام احمد کی سند حسن ہے، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۳۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن میں شق صدر کیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شق صدر کے اس واقعہ کو اپنی نبوت کی نشانی قرار دیا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ کو روح مع الجسد والی نبوت بچپن میں عطا کر دی گئی تھی اور اس میں نبوت کا ثبوت ہے اور نبوت کے احکام اس وقت جاری ہوئے جب آپ کی عمر کے چالیس سال پورے ہو گئے اور آپ کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔

اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق ہم نے سورۂ الم نشرح: ۱ کے تحت تفسیر تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۸۴۲ میں لکھی ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے کہا کہ کہا جاتا ہے: بَلَغَ اَشُدَّهٗ اور بَلَغُوْا اَشُدَّهُمْ، امام بخاری نے اس قول سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کی اضافت مفرد اور جمع دونوں کی طرف لفظ واحد سے کی جاتی ہے اور امام بخاری نے کہا: بعض نے کہا: اس کا واحد اَشُدّ ہے، اس بات سے مراد سیبویہ اور کسائی ہیں اور امام ابوعبیدہ نے کہا: اس کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا۔

وَالْمُتَّكَأُ مَا اتَّكَأْتَ عَلَيْهِ لِشَرَابٍ أَوْ لِحَدِيثٍ أَوْ لِطَعَامٍ وَأَبْطَلَ الَّذِي قَالَ الْأُتْرُجُّ وَلَيْسَ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ الْأُتْرُجُّ فَلَمَّا احْتُجَّ عَلَيْهِمْ بِأَنَّهُ الْمُتَّكَأُ مِنْ نَمَارِقَ فَرُّوا إِلَى شَرٍّ مِنْهُ فَقَالُوا إِنَّمَا هُوَ الْمُتْكُ سَاكِنَةَ التَّاءِ وَإِنَّمَا الْمُتْكُ طَرَفُ الْبَظْرِ وَمِنْ ذَلِكَ قِيلَ لَهَا مَتْكَاءُ وَابْنُ الْمَتْكَاءِ فَإِنْ كَانَ ثَمَّ أُتْرُجٌّ فَإِنَّهُ بَعْدَ الْمُتَّكَإِ۔

اور مُتَّكَأ کا معنی ہے: کسی چیز کو پینے کے لئے یا باتیں کرنے کے لئے جس پر ٹیک لگائی جائے اور جس نے کہا: اس کا معنی ہے: اُتْرُجّ یعنی سنترہ یا نارنگی۔ اس کا قول باطل ہے، کلام عرب میں اَلْاُتْرُجّ کا لفظ نہیں ہے، جب ان کے خلاف یہ دلیل دی گئی کہ اس کا معنی ٹیک لگانے والے گدے ہیں تو وہ اس سے بھی بدتر معنی کی طرف بھاگے تو انہوں نے کہا: یہ لفظ اَلْمُتْكُ ہے اور اس میں تاء ساکن ہے، یہ انہوں نے صحیح نہیں کہا کیونکہ اَلْمُتْكُ کا معنی ہے: عورت کی شرم گاہ کا کنارہ اور اسی وجہ سے غیر مختون عورت کے لئے کہا جاتا مَتْكَاءُ اور اس کے بیٹے کے لئے کہا جاتا ہے: ابن المَتْكَاء، پھر اگر وہاں پر سنترہ کا معنی ہو تو وہ ٹیک لگانے کے بعد کا استعمال ہے۔

اس سے پہلے ذکر کیا گیا تھا کہ اَلْمُتَّكَأ کا معنی اَلْاُتْرُجّ یعنی سنترہ ہے، سو امام بخاری نے اس کا انکار کیا اور انہوں نے کہا: اَلْمُتَّكَأ کا معنی ہے: جس پر کسی مشروب کو پینے کے لئے یا کسی طعام کو کھانے کے لئے یا کسی سے باتیں کرنے کے لئے ٹیک لگائی جائے۔
امام بخاری نے کہا: یہ کہنا باطل ہے کہ المتکأ کا معنی سنترہ ہے اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ کلام عرب میں اَلْاُتْرُجّ کا لفظ مستعمل نہیں ہے۔ اس قول پر اعتراض ہے کیونکہ علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ یہ دعویٰ تعجب خیز ہے کیونکہ لغت کی کتاب المحکم میں لکھا ہے کہ اَلْمُتَّكَأ کا معنی اَلْاُتْرُجّ ہے اور اخفش نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ابوحنیفہ دینوری نے کہا ہے: المتکأ کا معنی الاترج ہے۔ اسی طرح ابو العلی القالی اور ابن فارس نے مجمل وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ امام بخاری نے اَلْمُتْكُ کا معنی ذکر کیا ہے کہ یہ عورت کی شرم گاہ کا کنارہ ہے یعنی عورت کے ختنہ کے بعد جو کھال لٹکی ہوتی ہے اس کو اَلْمُتْكُ کہتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ امام بخاری نے جو کہا ہے وہ امام ابو عبیدہ کی اتباع میں کہا ہے، تاہم ان لوگوں نے اتنا تتبع نہیں کیا جتنا ہم نے تتبع کیا ہے، دراصل امام بخاری امام ابوعبیدہ کی تقلید کرتے ہیں اور یہ سب تقلید کی آفت ہے۔

شَغَفَهَا يُقَالُ بَلَغَ شِغَافَهَا وَهُوَ غِلَافُ قَلْبِهَا وَأَمَّا شَعَفَهَا فَمِنَ الْمَشْعُوفِ۔

شَغَفَهَا کہا جاتا ہے کہ وہ اس کے پردے تک پہنچ گیا اور یہ اس کے قلب کا غلاف ہے اور رہا شَعَفَهَا تو اس کا معنی ہے: دل کی گہرائی تک پہنچ گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (یوسف: ۳۰)

عزیز مصر کی بیوی اپنے نوجوان (غلام) کو اپنی طرف راغب کر رہی ہے اس کی محبت اس کے دل پر چھا چکی ہے، بے شک ہم اس کو صریح بے راہ روی میں دیکھ رہی ہیں O

Marfat.com

یعنی زلیخا کے دل کے پردے میں یوسف کی محبت پہنچ گئی تھی۔ ایک قول ہے: شِغَاف کا معنی ہے دل کی محبت اور رہا شِعَاف تو اس کا معنی ہے: کسی چیز کا دل کی گہرائی میں پہنچنا۔

أَصْبُ أَمِيلُ صَبَا مَالَ۔ أَصْبُ اس کا معنی ہے: أَمِيلُ یعنی میں مائل ہو جاؤں گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ (یوسف: ۳۳) اور اگر تو نے اس کی سازش مجھ سے دور نہ کی تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں سے ہو جاؤں گاO

امام بخاری نے اَصْبُ کی تفسیر اَمِیْلُ کے ساتھ کی ہے، جب کوئی شخص کسی چیز کی طرف مائل ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے: صَبَا اِلَیْهِ اور صَبِیّ یعنی بچہ بھی اسی سے ماخوذ ہے کیونکہ وہ ہر چیز کی طرف مائل ہوتا ہے۔

أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ مَا لَا تَأْوِيلَ لَهُ۔ اَضْغَاثُ اَحْلَام اس کا معنی ہے: جس کی کوئی تاویل نہ ہو سکے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَ مَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ (یوسف: ۴۴) انہوں نے کہا: یہ تو پریشان خواب ہیں اور ہم پریشان خوابوں کی تاویل نہیں جانتےO

اضغاث ضِغْث کی جمع ہے اور اس کا لغوی معنی ہے: مٹھی بھر تنکے۔ امام بخاری نے اضغاثُ احلام کی تفسیر کی ہے: جس کی تاویل نہ ہو سکے کیونکہ یہ جھوٹے خواب ہوتے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔

وَالضِّغْثُ مِلْءُ الْيَدِ مِنْ حَشِيشٍ وَمَا أَشْبَهَهُ وَمِنْهُ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا لَا مِنْ قَوْلِهِ أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَاحِدُهَا ضِغْثٌ۔ ضِغْث کا معنی ہے: مٹھی بھر تنکے اور جو اس کے مشابہ ہے اور اسی معنی میں یہ آیت ہے: وَ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا (ص: ۴۴) اور (اے ایوب! آپ) اپنے ہاتھ میں تنکوں کی ایک جھاڑو لے لیں، اور یہ آیت کریمہ اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (یوسف: ۴۴) سے ماخوذ نہیں ہے جس کا واحد ضغث ہے۔

امام بخاری نے ضغث کا لفظ لا کر دو چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے: ایک یہ کہ ضغث واحد ہے اور اضغاث جمع ہے اور دوسرا یہ کہ ص: ۴۴ میں ضِغْث کا معنی ہے: تنکوں کی جھاڑو۔

نَمِيرُ مِنَ الْمِيرَةِ۔ وَ نَمِیْرُ، اَلْمِیْرَة سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: طعام۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا ۚ وَ نَمِیْرُ اَهْلَنَا۔ (یوسف: ۶۵) یہ ہماری رقم کی تھیلی ہمیں لوٹا دی گئی ہے ہم اپنے گھر والوں کے لئے غلہ لائیں گے۔

اور اس کا معنی ہے: ہم اپنے گھر والوں کے لئے طعام یا غلہ لے کر آئیں گے۔

وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ مَا يَحْمِلُ بَعِيرٌ۔ وَ نَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍ کا معنی ہے: جتنا غلہ ایک اونٹ پر لادا جا سکے۔

یعنی ہم زیادہ غلہ لائیں گے جس کو اونٹ پر لادا جا سکے۔ ثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ یہاں اونٹ کا معنی گدھا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کنعان میں رہتے تھے اور وہاں اونٹ نہیں ہوتے۔

Marfat.com

أَوٰی إِلَیْهِ ضَمَّ إِلَیْهِ۔ اٰوٰی اِلَیْهِ کا معنی ہے: حضرت یوسف کی طرف ملا دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ۔ اور جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ (یوسف:۶۹)

یعنی جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس ٹھہرایا۔

اَلسِّقَایَةُ مِکْیَالٌ۔ اَلسِّقَایَة کا معنی ہے: ناپنے کا پیمانہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ۔ (یوسف:۷۰) پھر جب یوسف نے ان کا سامان تیار کیا تو اس میں (شاہی) پیالہ اپنے بھائی کی بوری میں رکھ دیا۔

امام بخاری نے سقایہ کی تفسیر مکیال سے کی ہے اور یہ وہ برتن ہے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام پانی پیتے تھے، پھر انہوں نے اس کو ناپنے کا پیمانہ بنا دیا تا کہ لوگ اس پیمانہ کے علاوہ اور کسی پیمانہ سے نہ دیں ورنہ وہ ظالم ہو جائیں گے۔

اسْتَیْاَسُوْا یَئِسُوْا وَ لَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ مَعْنَاهُ الرَّجَاءُ۔ اِسْتَیْاَسُوْا کا معنی ہے: وہ مایوس ہو گئے وَ لَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (یوسف:۸۷) اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور اس کا معنی ہے: امید۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا۔ (یوسف:۸۰) جب یوسف کے بھائی اس سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے تنہائی میں سرگوشی کی۔

یعنی جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے تنہائی میں یہ مشورہ کیا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کو ان سے ملا دیں۔

خَلَصُوْا نَجِیًّا اعْتَزَلُوْا نَجِیًّا وَالْجَمِیْعُ اَنْجِیَةٌ یَتَنَاجَوْنَ الْوَاحِدُ نَجِیٌّ وَالْاِثْنَانِ وَالْجَمِیْعُ نَجِیٌّ وَاَنْجِیَةٌ۔ خَلَصُوْا نَجِیًّا کا معنی ہے: انہوں نے الگ بیٹھ کر سرگوشی کی اور نَجِیًّا کی جمع اَنْجِیَةٌ ہے یعنی وہ سرگوشی کرتے ہیں، اس کا واحد نَجِیٌّ ہے اور تثنیہ اور جمع نَجِیٌّ اور اَنْجِیَةٌ ہے۔

اور نجی کے لفظ کا واحد اور جمع دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۴۱)

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا۔ (یوسف:۸۰) جب یوسف کے بھائی اس سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے تنہائی میں سرگوشی کی۔

یعنی انہوں نے دوسروں سے الگ بیٹھ کر تنہائی میں مشورہ کیا ہے۔

تَفْتَؤُا لَا تَزَالُ۔ تَفْتَؤُا کا معنی ہے: لَا تَزَالُ یعنی ہمیشہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ۔ (یوسف:۸۵) بیٹوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ یوسف کو (ہی) یاد کرتے رہیں گے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا: اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ حضرت یوسف کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور آپ کے دل سے ان کی محبت کم نہیں ہوتی۔

حَرَضًا مُحْرَضًا يُذِيْبُكَ الْهَمُّ۔ حَرَضًا کا معنی ہے: مُحْرَضًا یعنی تفکرات آپ کا جسم گھلا دیں گے، کمزور کر دیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ۝ (یوسف:۸۵) حتیٰ کہ آپ سخت بیمار پڑ جائیں گے یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے O

امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ حَرَضًا، مُحْرَضًا کے معنی میں ہے، یعنی جس کا جسم تفکرات سے گھل گیا ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ موت کے قریب آ پہنچا ہو۔ الفراء نے کہا ہے کہ اس کے جسم میں فساد ہو گیا ہو۔ قتادہ نے کہا: حَرَضًا کا معنی ہے: بڑھاپا۔ ربیع بن انس نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: ہڈیوں پر اس کی کھال خشک ہو گئی ہو۔

تَحَسَّسُوْا تَخَبَّرُوْا۔ تَحَسَّسُوْا: اس کا معنی ہے: تم خبر حاصل کرو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰبَنِىَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ۔ (یوسف:۸۷) اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔

امام بخاری نے تَحَسَّسُوْا کا معنی کیا ہے: خبر طلب کرو۔ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا: تَحَسُّس اور تَجَسُّس میں کیا فرق ہے؟ انہوں نے کہا: کوئی فرق نہیں ہے مگر تَحَسُّس کا استعمال خیر میں ہوتا ہے اور تَجَسُّس کا استعمال شر میں ہوتا ہے۔

مُزْجَاةٍ قَلِيْلَةٍ۔ مُزْجَاةٌ کا معنی ہے: تھوڑی سی یعنی پونجی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ۔ (یوسف:۸۸) اور ہم آپ کے پاس حقیر پونجی لے کر آئے ہیں۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نے حضرت یوسف سے کہا: ہم آپ سے غلہ خریدنے کے لیے تھوڑی سی پونجی لے کر آئے ہیں۔

غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَامَّةٌ مُجَلِّلَةٌ۔ غٰشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اس کا معنی ہے: عام عذاب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَاَمِنُوْا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۝ (یوسف:۱۰۷) کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے اوپر اللہ کا ایسا عذاب آ جائے جو ان کا مکمل احاطہ کر لے یا ان پر اچانک قیامت آ جائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو O

امام بخاری نے غاشیہ کا معنی کیا ہے: عام عذاب اور مجللہ کا بھی یہی معنی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۱۴-۴۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نوٹ: ہم نے سورۂ یوسف کی تفسیر میں تعلیقات کا اسلوب تبدیل کر دیا ہے۔ پہلے ہم نے التوضیح اور فتح الباری کی طرز پر تمام تعلیقات کو اکٹھا لکھا، پھر ان میں سے ہر تعلیق کی الگ الگ شرح کی اور سورۂ یوسف کی تفسیر میں ہم نے عمدۃ القاری کی طرز پر الگ الگ

تعلیقات کو لکھا اور تعلیق کے ساتھ اس کی شرح کی اور زیادہ غور وفکر سے ہمیں عمدۃ القاری کی طرز زیادہ مختصر اور آسان معلوم ہوئی۔

۱۔ بَابٌ: وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ۔ (یوسف:٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کو مکمل فرمائے گا جس طرح اس سے پہلے اس نے اس نعمت کو تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر مکمل فرمایا تھا (یوسف:٦) کی تفسیر

حضرت یوسف علیہ السلام پر اور ان کے باپ دادا پر نعمت پوری کرنے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ: یعنی اللہ آپ پر اپنی نعمت پوری کرے گا، اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام سے خطاب ہے، اور نبوت کے ذریعے آپ پر نعمت پوری کرے گا: ایک قول ہے کہ آپ کا نام بلند کرے گا۔ دوسرا قول ہے: آپ کے بھائیوں کو آپ کا محتاج کرے گا۔

اور آل یعقوب پر: وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد پر، ایک اور قول ہے: ان پر، ان کی بیوی پر اور ان کے گیارہ بیٹوں پر، اور نعمت پوری کرنے کا معنی یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کی نعمتیں ان میں جمع کردے گا۔

جیسا کہ نعمت کو پورا کیا تھا حضرت ابراہیم اور اسحاق کے اوپر: حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نعمت یہ تھی کہ ان کو آگ سے نجات دی اور حضرت اسحاق پر نعمت یہ تھی کہ ان کو ذبح سے نجات دی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۱۵)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح نہیں تھے بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح تھے جب کہ حضرت اسحاق پر نعمت کو پورا کرنا یہ ہے کہ ان کو نبوت عطا فرمائی، ان کے باپ بھی نبی ہیں ان کے بیٹے حضرت یعقوب اور پوتے حضرت یوسف علیہم السلام بھی نبی ہیں۔

۴۶۸۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْكَرِيمُ ابْنُ الْكَرِيمِ ابْنِ الْكَرِيمِ ابْنِ الْكَرِيمِ يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار از والد خود از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۔ بَابٌ: لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ۝ (یوسف:۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لئے بہت نشانیاں ہیں ۝ (یوسف:۷) کی تفسیر

۴۶۸۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی،

Marfat.com

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَيُّ النَّاسِ أَكْرَمُ قَالَ أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيلِ اللهِ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ۔

انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از عبید اللہ از سعید بن ابی سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ کریم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ کریم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ صحابہ نے کہا: ہم آپ سے اس کے متعلق سوال نہیں کر رہے۔ آپ نے فرمایا: پھر لوگوں میں سب سے زیادہ کریم یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں۔ صحابہ نے کہا: ہم آپ سے اس کے متعلق (بھی) سوال نہیں کر رہے، آپ نے فرمایا: پھر تم عرب کے معادن کے متعلق سوال کر رہے ہو۔ صحابہ نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر جو زمانہ جاہلیت میں تم میں سب سے بہتر تھا وہ زمانۂ اسلام میں بھی تم میں سب سے بہتر ہے بہ شرطیکہ اس کو دین میں فہم ہو۔ عبدہ کی متابعت ابو اسامہ نے کی از عبید اللہ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۵۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ از روئے نسب حضرت یوسف سب سے افضل ہیں کیونکہ ان کے باپ، ان کے دادا اور ان کے دادا کے باپ سب نبی ہیں اور یہ فضائل کسی اور شخص میں جمع نہیں ہوئے۔ اس حدیث میں معادن کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ جس طرح معادن میں مختلف دھاتیں ہوتی ہیں اسی طرح فضیلت میں بھی مختلف صفات ہوتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۱۶)

۳۔ بَابٌ: قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ۔ (یوسف:۱۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (یعقوب نے) کہا: (بھیڑیے نے تو خیر نہیں کھایا) بلکہ تمہارے دل نے ایک بات گھڑ لی ہے، پس اب صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے۔ (یوسف:۱۸) کی تفسیر

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بات اپنے بیٹوں سے اس وقت فرمائی تھی جب وہ حضرت یعقوب کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کی خون آلود قمیص لے کر آئے اور کہا: یوسف کو بھیڑیے نے کھا لیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: یہ بات تم نے بنالی ہے، پس میرا صبر، صبر جمیل ہے۔ صبر جمیل سے مراد وہ صبر ہے جس میں نہ بے قراری کا اظہار ہو اور نہ اللہ تعالیٰ سے کوئی شکایت ہو۔

سَوَّلَتْ زَيَّنَتْ۔ سَوَّلَتْ یعنی تمہارے دل نے یہ خوش نما بات بنائی ہے۔

۴۶۹۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ح و حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: (ح) اور ہمیں حجاج

Marfat.com

حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ الْأَيْلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا فَبَرَّأَهَا اللهُ كُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ قُلْتُ إِنِّي وَاللهِ لَا أَجِدُ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ (یوسف:۱۸) وَأَنْزَلَ اللهُ ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ ۚ﴾ (النور: ۱۱) إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ الْعَشْرَ الْآيَاتِ

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عمر النمیری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن یزید الایلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبداللہ سے سنا از حدیث عائشہ نبی ﷺ کی زوجہ جب تہمت لگانے والوں نے ان کے متعلق جو کہا سو کہا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا، ان میں سے ہر ایک نے مجھ سے حدیث کا ایک حصہ بیان کیا، نبی ﷺ نے فرمایا: اگر آپ بے قصور ہیں تو عنقریب اللہ آپ کی براءت کو ظاہر کر دے گا اور اگر آپ نے گناہ کا ارتکاب کر لیا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور اس کی طرف توبہ کریں، میں نے کہا: بے شک اللہ کی قسم! میں صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کی مثال پاتی ہوں، پس صبر کرنا چاہیے اور جو کچھ آپ بیان کر رہے ہیں اس پر اللہ ہی سے مدد طلب کی گئی ہے O (یوسف:۱۸) اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: بے شک جو لوگ (ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر) کھلا بہتان لائے (وہ) تم میں سے ایک گروہ ہے (النور:۱۱) یہ دس آیات ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۶۹۱ - حَدَّثَنَا مُوسَىٰ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ رُومَانَ وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَا أَنَا وَعَائِشَةُ أَخَذَتْهَا الْحُمَّىٰ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَعَلَّ فِي حَدِيثٍ تُحُدِّثَ قَالَتْ نَعَمْ وَقَعَدَتْ عَائِشَةُ قَالَتْ مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوبَ وَبَنِيهِ ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ (یوسف:۱۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از ابی وائل، انہوں نے کہا: مجھے مسروق بن الاجدع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ام رومان نے حدیث بیان کی اور یہ حضرت عائشہ کی والدہ ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت میں حضرت عائشہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی ان کو بخار چڑھ گیا تھا، نبی ﷺ نے فرمایا: شاید یہ اس بات کی وجہ سے ہے جو بیان کی جا رہی ہے۔ حضرت ام رومان نے کہا جی ہاں اور حضرت عائشہ اٹھ کر بیٹھ گئیں، حضرت عائشہ نے کہا: میری اور تمہاری مثال حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی مثل ہے: بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات گھڑ لی ہے، پس اب صبر جمیل ہی بہتر ہے۔ اور جو کچھ تم لوگ کہہ رہے ہو

Marfat.com

اس پر اللہ ہی سے مدد طلب کی گئی ہےO (یوسف:۱۸)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۸۸ میں گزر چکی ہے۔

۴۔ بَابٌ: وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ط (یوسف:۲۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے ان کو اپنی طرف راغب کیا اور اس نے دروازے بند کر کے کہا: جلدی آؤ۔ (یوسف:۲۳) کی تفسیر

یعنی عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے یوسف کا ارادہ کیا یعنی حضرت یوسف سے یہ طلب کیا کہ وہ اس کے ساتھ جماع کریں۔ اس آیت میں ابواب کا ذکر ہے، وہاں پر سات دروازے تھے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ هَيْتَ لَكَ بِالْحَوْرَانِيَّةِ هَلُمَّ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ تَعَالَهُ۔

اور عکرمہ نے کہا: هَيْتَ لَكَ اس کا معنی حورانی زبان میں ہے: آؤ اور ابن جبیر نے کہا: اس کا معنی ہے: آؤ۔

علامہ کرمانی نے کہا، اَلْحُوران شام کا شہر ہے اور رشاطی نے کہا کہ حوران شام کا پہاڑ ہے۔ ابو محمد نے کہا: حوران دمشق کے شہروں میں سے ہے اور هَلُمَّ کا معنی ہے: آگے بڑھو۔ الکسائی نے کہا: یہ اہل حوران کی زبان ہے جس کا حجاز کی زبان میں معنی ہے: آؤ۔ حسن بصری نے کہا: یہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور ھیت لک کا معنی ہے: کیا تمہیں میرے حسن و جمال میں کوئی رغبت نہیں؟ ابو عبیدہ نے کہا: ھیت کا نہ تثنیہ ہے نہ جمع نہ مونث ہے، یہ ہر حال میں اسی صورت میں ہوتا ہے۔ امام بخاری نے کہا: ابن جبیر نے کہا: یعنی سعید بن جبیر نے اور تعال کے آخر میں جو ہ (ھا) ہے وہ سکتہ کے لئے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۱۸-۲۱۷)

۴۶۹۲۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ هَيْتَ لَكَ قَالَ وَإِنَّمَا نَقْرَؤُهَا كَمَا عُلِّمْنَاهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از ابو وائل از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: هَيْتَ لَكَ اور کہا: ہم اس کو اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح ہمیں اس کی تعلیم دی گئی۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

مَثْوَاهُ مُقَامُهُ۔

مَثْوٰہ اس کا معنی ہے: ان کا مقام اور مرتبہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ۔ (یوسف:۲۱)

اور مصر کے جس شخص نے یوسف کو (قافلہ سے) خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا: اس کو تعظیم و تکریم سے ٹھہراؤ۔

اس آیت میں عزیز مصر کی بیوی کا ذکر ہے۔ اس کا نام زلیخا تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام راعیل تھا۔

وَأَلْفَيَا وَجَدَا أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ أَلْفَيْنَا۔

وَأَلْفَيَا کا معنی ہے: ان دونوں نے پایا۔ أَلْفَوْا أٰبَآءَهُمْ کا معنی ہے: انہوں نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ أَلْفَيْنَا کا معنی ہے: ہم نے پایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا

وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے، اس عورت نے ان کی قمیص

لَدَا الْبَابِ۔ (یوسف: ۲۵)

پیچھے سے پھاڑ ڈالی اور ان دونوں نے اس عورت کے خاوند کو دروازے کے قریب پایا۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا دونوں دروازے کی طرف بھاگے۔ رہے حضرت یوسف علیہ السلام وہ بے حیائی کے کام سے بچنے کے لئے بھاگے اور رہی زلیخا تو وہ حضرت یوسف کو پکڑنے کے لئے بھاگی تا کہ وہ اس کی خواہش پوری کریں۔ زلیخا نے حضرت یوسف کی قمیص کو پیچھے سے پکڑ کر کھینچا تو وہ پھٹ گئی اور ان دونوں نے زلیخا کے شوہر قطفیر کو دروازے پر دیکھا جو اپنے چچازاد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے بل عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ اس کا معنی ہے: بلکہ آپ نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔

یہ پوری آیت درج ذیل ہے:

إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۞ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۞ (الصافات: ۱۲-۱۱)

بیشک ہم نے انہیں لیس دار مٹی سے بنایا بلکہ آپ نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے۔

۴۶۹۳۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضى الله عنه أَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا أَبْطَئُوا عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِالْإِسْلَامِ قَالَ اللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْعِظَامَ حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا مِثْلَ الدُّخَانِ قَالَ اللهُ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۞﴾ (الدخان: ۱۰) قَالَ اللهُ ﴿إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا إِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ ۞﴾ (الدخان: ۱۵) أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَدْ مَضَى الدُّخَانُ وَمَضَتِ الْبَطْشَةُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں تاخیر کی تو آپ نے ان کے خلاف دعا کی: اے اللہ! ان سے میرا بدلہ لے اور ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کے قحط کے سات سالوں کی طرح قحط کے سات سال مسلط کر دے تو ان پر قحط آ گیا جس نے ہر چیز کو خالی کر کے رکھ دیا حتیٰ کہ انہوں نے ہڈیاں کھائیں حتیٰ کہ ان میں سے کوئی مرد آسمان کی طرف دیکھتا تو وہ اپنے اوپر آسمان کے درمیان دھوئیں کی مثل دیکھتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جس دن آسمان واضح دھواں لائے گا O (الدخان: ۱۰) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم تھوڑے وقت کے لئے عذاب دور کئے دیتے ہیں (مگر) بے شک تم پھر (کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو O (دخان: ۱۵) اور کیا قیامت کے دن ان سے عذاب دور کر دیا جائے گا اور دُخَان یعنی دھواں گزر چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کی گرفت جنگ بدر میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۵۔ بَابٌ: فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۞ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ (یوسف:۵۰-۵۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو: ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے، بے شک میرا رب ان کی سازش کو خوب جاننے والا ہے O بادشاہ نے (ان عورتوں کو بلا کر) پوچھا: اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی تھی، انہوں نے کہا: حَاشَ لِلّٰهِ (یوسف:۵۱-۵۰) کی تفسیر

علامہ عینی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ: یعنی جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بادشاہ کا قاصد آیا اور کہا: بادشاہ کے پاس چلیں حتیٰ کہ بادشاہ کے پاس ان کا عذر اور ان کا بے قصور ہونا واضح ہو جائے اور بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ عورتوں نے ان کو گناہ پر اکسایا تھا۔

اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ: یعنی اللہ تعالیٰ عورتوں کے مکر و فریب کو جاننے والا ہے، اور یہ کہ ان کا آقا قطفیر جاننے والا ہے کہ عورتوں نے ان کو فتنہ میں مبتلا کیا تھا۔

حَاشَ لِلّٰهِ: یعنی معاذ اللہ ہم نے حضرت یوسف میں کوئی بے حیائی کا کام نہیں پایا۔

وَحَاشَ وَحَاشٰى تَنْزِيْهٌ وَّاسْتِثْنَاءٌ۔ حاش و حاشی اس کا معنی تنزیہ اور استثناء ہے۔

حاش کی تین قسمیں ہیں: ایک یہ کہ وہ فعل متعدی ہو اور اس کی گردان ہو جیسے حَاشَيْتُهٗ کا معنی ہے: میں نے اس کا استثناء کیا اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ تنزیہ کے لئے ہو جیسے حاش للہ اور یہ مبرد اور کوفیوں کے نزدیک فعل ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ اسم ہے جو تنزیہ کے مترادف ہے کیونکہ بعض کی قراءت میں حَاشًا لِلّٰهِ ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ یہ استثناء کے لئے ہو، پس سیبویہ اور بصریوں کا مذہب یہ ہے کہ یہ ہمیشہ حرف ہوتا ہے اور الّا کے قائم مقام ہے لیکن یہ مستثنٰی کو جر دیتا ہے۔

حَصْحَصَ وَضَحَ۔ حَصْحَصَ اس کا معنی ہے: وَضَحَ یعنی واضح ہو گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ۔ (یوسف:۵۱) عزیز مصر کی بیوی نے کہا: اب تو حق بات ظاہر ہو گئی ہے۔

امام بخاری نے حصحص کی تفسیر کی ہے: وَضَحَ (بمعنی واضح اور ظاہر ہونا) اور بعض نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ قول باطل چلا گیا اور کذب منقطع ہو گیا اور حق ظاہر ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۲۱-۴۲۰)

۴۶۹۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ تَلِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن تلید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن القاسم نے حدیث بیان کی از بکر بن مضر از عمرو بن الحارث از یونس بن یزید از ابن شہاب

سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَرْحَمُ اللهُ لُوطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ وَنَحْنُ أَحَقُّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لَهُ ﴿أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾ (البقرہ:۲۶۰)۔

از سعید بن مسیب و ابی سلمہ بن عبد الرحمن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے انہوں نے کسی مضبوط قبیلہ کی طرف پناہ لی اور اگر میں قید میں اتنا عرصہ رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف رہے تھے تو میں بلانے والے کی بات مان لیتا اور ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں جب ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ ایمان نہیں لائے تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں لیکن تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ (البقرہ:۲۶۰)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۳۳۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۶۔ بَابٌ: حَتَّى إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ (یوسف:۱۱۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: حتیٰ کہ جب رسول ناامید ہونے لگے (یوسف:۱۱۰) کی تفسیر

كُذِبُوا اور كُذِّبُوا کی قراءت کا فرق

علامہ بدر الدین عینی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہونے لگے اور ان کی قوم نے یہ گمان کیا کہ رسولوں نے جو ان کو عذاب نازل ہونے کی وعید سنائی تھی وہ جھوٹی تھی اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب رسول اس بات سے مایوس ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی تصدیق کرے گی اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں نے ان سے جھوٹ بولا تھا اور عطاء اور حسن اور قتادہ نے یہ کہا کہ رسولوں کو یہ یقین تھا کہ ان کی قوم ان کی تکذیب کرے گی اور اگر یہ کذبوا نہ ہو بلکہ کُذِبُوا ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ امتوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں نے جو ان کو یہ خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ہلاک کر کے ان کی مدد کرے گا تو رسولوں نے ان سے جھوٹ بولا تھا۔ (یہ قوم کا گمان تھا)

۴۶۹۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ لَهُ وَهُوَ يَسْأَلُهَا عَنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى ﴿حَتَّى إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ﴾ حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ قَالَ قُلْتُ أَكُذِبُوا أَمْ كُذِّبُوا قَالَتْ عَائِشَةُ كُذِّبُوا قُلْتُ فَقَدِ اسْتَيْقَنُوا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوهُمْ فَمَا هُوَ بِالظَّنِّ قَالَتْ أَجَلْ لَعَمْرِي لَقَدِ اسْتَيْقَنُوا بِذَلِكَ فَقُلْتُ لَهَا فَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا قَالَتْ مَعَاذَ اللهِ لَمْ تَكُنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے عروہ کو بتایا: جب وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق سوال کر رہے تھے (حَتَّى إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ) عروہ نے بتایا کہ میں نے پوچھا کہ یہ لفظ كُذِبُوا ہے یا كُذِّبُوا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا: كُذِّبُوا ہے، میں نے کہا: رسولوں کو یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے تو یہ ظن تو نہیں ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: معاذ اللہ! رسول

Marfat.com

الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا قُلْتُ فَمَا هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَالَتْ هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوْهُمْ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنَّتِ الرُّسُلُ أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ قَدْ كَذَّبُوْهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُ اللّٰهِ عِنْدَ ذٰلِكَ۔

اپنے رب کے ساتھ یہ گمان کرنے والے نہیں تھے۔ میں نے کہا: پھر اس آیت کا کیا معنی ہے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: وہ رسولوں کے پیروکار تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی، پھر ان پر مصائب بہت طویل ہو گئے اور اللہ کی مدد موخر ہو گئی حتیٰ کہ جب رسول ان لوگوں سے مایوس ہو گئے جنہوں نے ان کی قوم میں سے ان کی تکذیب کی تھی اور رسولوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے پیروکار بھی ان کی تکذیب کریں گے تو اس وقت ان کے پاس اللہ کی مدد آ گئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۸۹ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اتباع الرُّسُل: اس سے مراد مومنین ہیں، پس جس چیز کا رسولوں نے گمان کیا وہ مومنین کی تکذیب ہے اور جس چیز کا انہیں یقین تھا وہ کفار کی تکذیب ہے۔

معاذ اللہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے اللہ کی پناہ طلب کی کہ رسولوں کو یہ گمان ہو کہ وہ اللہ کے نزدیک جھٹلائے گئے ہوں بلکہ رسولوں کو یہ گمان اپنے ان پیروکاروں پر تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۲۲)

۴۶۹۶ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ فَقُلْتُ لَعَلَّهَا كُذِبُوْا مُخَفَّفَةً قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ نَحْوَهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی، میں نے کہا: شاید یہ لفظ تخفیف کے ساتھ کُذِبُوا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا معاذ اللہ اسی کی طرح۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۸۹ میں گزر چکی ہے۔

سورۂ یوسف کی تفسیر ختم ہو گئی، اب ان شاء اللہ سورۃ الرعد کی تفسیر شروع ہو گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۳۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ الرَّعۡدِ

سورۃ الرعد کی تفسیر

سورۃ الرعد کا تعارف

ایک قول یہ ہے کہ سورۃ الرعد مکی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں مکی اور مدنی آیات ہیں اور اس سورت میں تینتالیس (۴۳) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رَعد کے متعلق سوال کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادل کے ساتھ موکل ہے۔ اس کے پاس آگ کے کوڑے ہیں، جہاں اللہ چاہتا ہے وہ فرشتہ بادل کو وہاں لے جاتا ہے۔ انہوں نے پوچھا: یہ آواز کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ بادل کو ڈانٹنے کی آواز ہے جب فرشتہ بادل کو ڈانٹتا ہے۔ یہود نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۳۱۱۷، سنن کبری للنسائی: ۹۰۷۲، المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۴۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں رات میں ان پر بارش نازل کروں گا اور دن میں ان پر سورج طلوع کروں گا اور ان کو رعد کی آواز نہیں سناؤں گا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۳۴۹)

وَقَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ كَبَاسِطِ كَفَّيۡهِ مَثَلُ الۡمُشۡرِكِ الَّذِي عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ إِلَهًا آخَرَ غَيۡرَهُ كَمَثَلِ الۡعَطۡشَانِ الَّذِي يَنۡظُرُ إِلَى ظِلِّ خَيَالِهِ فِي الۡمَاءِ مِنۡ بَعِيدٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنۡ يَتَنَاوَلَهُ وَلَا يَقۡدِرُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: كَبَاسِطِ كَفَّيۡهِ (الرعد: ۱۴) یعنی اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے۔ یہ اس مشرک کی مثال ہے جو اللہ کے ساتھ اس کے سوا کسی اور کی بھی عبادت کرے وہ اس پیاسے شخص کی طرح ہے جو دور سے پانی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے پانی کو لینے کا ارادہ کرے اور اس پر قادر نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَا يَسۡتَجِيۡبُوۡنَ لَهُمۡ بِشَيۡءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيۡهِ اِلَى الۡمَآءِ لِيَبۡلُغَ فَاهُ۔ (الرعد: ۱۴)

اور جو لوگ کسی اور کو (حقیقی حاجت روا سمجھ کر) پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کا کوئی جواب نہیں دے سکتے، ان کا پکارنا صرف اس شخص کی طرح ہے جو (دور سے) پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو بڑھائے تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے۔

یعنی جو مشرکین اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پکارتے ہیں اور اس سے کسی ضرر کو دور کرنے کا ارادہ کرتے ہیں یا کسی نفع کے حصول کا ارادہ رکھتے ہیں وہ بت ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

وَقَالَ غَيۡرُهُ سَخَّرَ ذَلَّلَ۔

اور دوسروں نے کہا: سَخَّرَ کا معنی ہے: تابع کر دیا اور کام میں لگا دیا۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ (الرعد:٢) اور اس نے سورج اور چاند کو اپنے نظام پر کاربند فرما دیا، ہر ایک اپنی مقرر مدت تک گردش کر رہا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو مخلوق کی منفعتوں اور مخلوق کی مصلحتوں کے کام میں لگا دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک وقت معلوم یعنی قیامت تک اپنے اپنے کام میں لگا رہے گا۔

مُتَجَاوِرَاتٌ مُتَدَانِيَاتٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مُتَجَاوِرَاتٌ طَيِّبُهَا وَخَبِيثُهَا السِّبَاخُ۔ مُتَجٰوِرٰتٌ کا معنی ہے: مُتَقَارِبَاتٌ اور مجاہد نے کہا کہ زمین کا اچھا حصہ وہ ہے جو میٹھا ہو اور زمین کا خبیث حصہ وہ ہے جو شور اور بنجر ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ ۔ (الرعد:٤) اور زمین میں ایک دوسرے کے قریب قطعات ہیں۔

امام بخاری نے مُتَجٰوِرٰتٌ کی تفسیر مُتَدَانِيَاتٌ سے کی ہے یعنی زمین کے حصے ایک دوسرے کے قریب ہیں اور صفات میں مختلف ہیں۔ بعض حصے زرخیز ہیں جو فصل اگاتے ہیں اور بعض حصے بنجر ہیں جو کچھ نہیں اگاتے۔

الْمَثُلَاتُ وَاحِدُهَا مَثُلَةٌ وَهِيَ الْاَشْبَاهُ وَالْاَمْثَالُ وَقَالَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا۔ اَلْمَثُلٰت اس کا واحد مَثُلَةٌ ہے یہ ایک دوسرے کے مشابہ اور ایک دوسرے کے مثل چیزیں ہیں اور فرمایا تو اب وہ انتظار نہیں کر رہے مگر ان ہی لوگوں سے دنوں کا جو ان سے پہلے گزر چکے۔ (یونس:١٠٢)

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۔ (الرعد:٦) اور بے شک ان سے پہلے عذاب یافتہ لوگ گزر چکے ہیں۔

یعنی ان سے پہلے وہ امتیں گزر چکی ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی۔ قتادہ نے بیان کیا ہے کہ المثلت کا معنی ہے: العقوبات یعنی سزائیں۔

بِمِقْدَارٍ بِقَدَرٍ۔ بِمِقْدَارٍ یعنی بِقَدَرٍ اس کا معنی ہے: اندازے سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ (الرعد:٨) اور ہر چیز کا اس کے نزدیک ایک اندازہ ہے ۝

مقدار سے مراد یہاں پر وہ حد ہے جس پر نہ اضافہ ہو سکے اور نہ کمی ہو سکے۔ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ مقدار کا معنی یہ ہے کہ قیامت تک ہر ہونے والی چیز کا صحیح اندازہ۔

مُعَقِّبَاتٌ مَلَائِكَةٌ حَفَظَةٌ تُعَقِّبُ الْاُولٰى مِنْهَا الْاُخْرٰى وَمِنْهُ قِيلَ الْعَقِيبُ أَيْ عَقَّبْتُ فِي إِثْرِهِ۔ مُعَقِّبٰتٌ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے بندوں کے اعمال کی حفاظت کرنے کے لئے آتے ہیں اور اسی سے اَلْعَقِيْب ماخوذ ہے جو کسی کے پیچھے آتا ہے۔ کہا جاتا ہے عَقَّبْتُ فِي إِثْرِهِ یعنی میں اس کے نشان کے پیچھے آیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اس کے لئے باری باری آنے والے محافظ فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم

Marfat.com

اَمْرِ اللّٰهِ۔ (الرعد:۱۱) — سے اس کے سامنے سے اور اس کے پیچھے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

امام بخاری نے مُعَقِّبٰتٌ کی تفسیر حفاظت کرنے والے فرشتوں سے کی ہے جو رات اور دن میں باری باری آتے ہیں، جب دن کے فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں تو رات کے فرشتے نیچے آجاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی اس طرح تفسیر کی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمن کی طرف سے جو آپ کے آگے اور پیچھے کی جانب سے آپ کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے حفاظت کرتے ہیں اور اسی سے عقیب ماخوذ ہے جو کسی کے بعد آتا ہے۔

اَلْمِحَالِ اَلْعُقُوْبَةُ۔ — اَلْمِحَال کا معنی ہے: اَلْعُقُوْبَة یعنی سزا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ (الرعد:۱۳) — اور وہ اللہ کے متعلق جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ سخت گرفت کرنے والا ہے O

امام بخاری نے المحال کی تفسیر گرفت کے ساتھ کی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: وہ شدید گرفت کرنے والا ہے۔ مجاہد سے مروی ہے: وہ شدید قوت والا ہے۔ حسن بصری سے مروی ہے: وہ شدید غلبہ والا ہے اور مجاہد سے دوسری روایت میں ہے: وہ سخت انتقام لینے والا ہے۔

كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَقْبِضَ عَلَى الْمَاۗءِ۔ — کباسط کفیہ الی الماء یعنی جیسے وہ شخص جو اپنے ہاتھوں کو بڑھائے تاکہ پانی پر قبضہ کر لے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ۔ (الرعد:۱۴) — اور جو لوگ کسی اور کو (حقیقی حاجت روا سمجھ کر) پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کا کوئی جواب نہیں دے سکتے، ان کا پکارنا صرف اس شخص کی طرح ہے جو (دور سے) پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ پانی اس کے منہ تک پہنچنے والا نہیں۔

یعنی جو مشرکین اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پکارتے ہیں وہ بت ان کی کسی پکار کا جواب نہیں دے سکتے مگر جس طرح کوئی شخص پانی کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف بڑھائے، سو جس طرح اس شخص کا مقصود پورا نہیں ہو سکتا اسی طرح بتوں کو پکارنے والے کا مقصود بھی پورا نہیں ہو سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جیسے کوئی پیاسا شخص کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھا ہو اور اپنے ہاتھ کنوئیں کے پانی کی طرف بڑھائے تو اس کے ہاتھ کنوئیں کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتے اور وہ کنوئیں کے پانی کو نہیں پا سکتا۔

رَّابِيًا مِنْ رَبَا يَرْبُوْ۔ — رابیا یہ رَبَا یَرْبُوْ سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ پھول کر بلند ہو جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ — اسی نے آسمان سے پانی نازل کیا جس سے اپنی وسعت کے

Marfat.com

السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا۔ (الرعد:۱۷) مطابق ندی نالے جاری ہو گئے، پھر پانی کے زور نے بلبلے والے جھاگ بنا دیئے۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ رَابِیًا، ربا یربو سے ماخوذ ہے۔ امام ابو عبیدہ نے کہا: اس کا معنی ہے: پھول گیا اور تفسیر میں مذکور ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ پانی کی سطح کے اوپر بلند ہو گیا۔

أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ الْمَتَاعُ مَا تَمَتَّعْتَ بِهِ۔ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ یا جھاگ کی متاع اور متاع کا معنی ہے: جس سے تم فائدہ اٹھاؤ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِمَّا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْهِ فِی النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْیَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ۔ (الرعد:۱۷) اور جس دھات کو زیور یا کسی اور چیز (کی شکل) میں ڈھالنے کے لئے آگ میں پگھلاتے ہیں اس میں بھی ایسے ہی جھاگ بنتے ہیں۔

امام بخاری نے مَتَاعٍ کی تفسیر کی ہے: جس سے تم فائدہ اٹھاؤ، یعنی جس طرح تم زیورات یا دیگر زینت کی چیزوں کو طلب کرنے کے لئے مختلف دھاتوں کو مثلاً سونے، چاندی، پیتل اور تانبے کو پگھلاتے ہو، پس ان سے وہ چیزیں بنتی ہیں جن سے تم فائدہ اٹھاتے ہو یعنی زیورات یا برتن وغیرہ اور ان کو بھی پگھلانے سے ایسے ہی جھاگ بنتے ہیں اور جھاگ باقی نہیں رہتا اور نہ اس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔

جُفَاءً یُقَالُ أَجْفَأَتِ الْقِدْرُ إِذَا غَلَتْ فَعَلَاهَا الزَّبَدُ ثُمَّ تَسْكُنُ فَیَذْهَبُ الزَّبَدُ بِلَا مَنْفَعَةٍ فَكَذٰلِكَ یُمَیِّزُ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ۔ جُفَاءً یہ اَجْفَأَتِ الْقِدْرُ سے ماخوذ ہے یعنی جب دیگچی کا پانی جوش میں آئے تو جھاگ اوپر آ جاتا ہے، پھر جب دیگچی میں پانی ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو پھر جھاگ بغیر کسی منفعت سے ختم ہو جاتا ہے اسی طرح حق کو باطل سے ممتاز کیا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً۔ (الرعد:۱۷) پس رہا جھاگ تو وہ بے فائدہ ہونے کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے۔

امام بخاری کے قول کا معنی یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جھاگ کو اس چیز سے ممتاز کیا ہے جو باقی رہتی ہے اور جھاگ باقی نہیں رہتا اور نہ نفع پہنچاتا ہے اسی طرح حق باقی رہتا ہے اور دائم رہتا ہے اور باطل باقی نہیں رہتا اور دوسری آیت میں زیادہ وضاحت سے فرمایا: رہا جھاگ تو وہ بغیر فائدے کے زائل ہو جاتا ہے اور رہی وہ چیز جو لوگوں کو نفع دیتی ہے، پس وہ زمین میں باقی رہتی ہے۔ (رعد:۱۷)

اَلْمِهَادُ الْفِرَاشُ۔ اَلْمِهَاد کا معنی ہے: بچھونا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ (الرعد:۱۸) اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ ٹھہرنے کی کیسی بری جگہ ہے ۝

یہ تفسیر ابوذر کی روایت کے علاوہ دوسروں کی روایت میں ہے۔

یَدْرَءُوْنَ یَدْفَعُوْنَ دَرَأْتُهُ عَنِّی دَفَعْتُهُ۔ وَیَدْرَءُوْنَ یعنی وہ دور کرتے ہیں۔ دَرَأْتُهُ عَنِّی یعنی میں نے اس کو اپنے پاس سے دور کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ اور وہ برائی کو اچھائی سے دور کرتے ہیں ان ہی کے لئے آخرت کا (اچھا) گھر ہے O (الرعد:۲۲)

امام بخاری نے يَدْرَءُوْنَ کی تفسیر يَدْفَعُوْنَ کی ہے، جب تم کسی شخص کو گھر سے دور کر دو تو کہا جاتا ہے: تم نے فلاں شخص کو دفع کر دیا۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ أَيْ يَقُوْلُوْنَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ یعنی وہ کہیں گے: سلامٌ علیکم۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کیسا اچھا گھر ہے O (الرعد:۲۴)

امام بخاری نے اس آیت سے پہلے يَقُوْلُوْنَ کو محذوف نکالا ہے۔ تفسیر میں مذکور ہے کہ فرشتے اہل جنت کے پاس آئیں گے، پس ان کو سلام کر کے کہیں گے کہ چونکہ تم نے دنیا میں فقر پر صبر کیا، ایک قول ہے جہاد پر صبر کیا، دوسرا قول ہے: دائمی عبادت پر صبر کیا۔ تیسرا قول ہے: گناہوں کے چھوڑنے پر صبر کیا، چوتھا قول ہے: شہوت کے تقاضوں کو ترک کرنے پر صبر کیا، اس لئے تم پر سلامتی ہو۔

وَإِلَيْهِ مَتَابِ تَوْبَتِيْ۔ وَإِلَيْهِ متاب کا معنی ہے: اور اس کی طرف میری توبہ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ۝ (الرعد:۳۰) آپ کہیے: وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے O

تفسیر میں مذکور ہے: اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے اور مَتَاب مصدر میمی ہے اور توبہ کا معنی ہے: گناہ سے رجوع کرنا۔

أَفَلَمْ يَيْأَسْ أَفَلَمْ يَتَبَيَّنْ۔ أَفَلَمْ يَايْئَسْ کا معنی ہے: کیا پس ان پر ظاہر نہیں ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا۔ (الرعد:۳۱) کیا پس ایمان والوں پر یہ منکشف نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا۔

امام بخاری نے أَفَلَمْ يَايْئَسْ کی تفسیر کی ہے: کیا پس ان پر ظاہر نہیں ہوا۔ مجاہد اور حسن بصری نے کہا ہے کہ یہ ہوازن کی لغت ہے تم کہو: يَئِسْتُ كَذَا یعنی میں نے اس کو اس طرح جان لیا۔

قَارِعَةٌ دَاهِيَةٌ۔ قَارِعَةٌ اس کا معنی ہے: دَاهِيَةٌ یعنی مصیبت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ۔ (الرعد:۳۱) اور کافروں کو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی۔

امام ابوعبیدہ نے کہا ہے دَاهِيَةٌ کا معنی ہے: ہلاکت اور مصیبت۔

فَأَمْلَيْتُ أَطَلْتُ مِنَ الْمَلِيِّ وَالْمِلَاوَةِ وَمِنْهُ مَلِيًّا وَيُقَالُ لِلْوَاسِعِ الطَّوِيْلِ مِنَ الْأَرْضِ مَلًى مِنْ فَأَمْلَيْتُ کا معنی ہے: میں نے اس کو طویل مہلت دی۔ یہ الْمَلِيِّ اور الْمِلَاوَةُ سے ماخوذ ہے اور اسی سے مَلِيًّا ماخوذ ہے۔ وسیع اور

الْاَرْضِ۔ طویل زمین کے لئے کہا جاتا ہے: مَلَاءٌ مِنَ الْاَرْضِ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ (الرعد:۳۲) اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا (بھی) مذاق اڑایا گیا، پس میں نے کافروں کو ڈھیل دی، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا، سو کیسا تھا میرا عذاب! O

امام بخاری نے اَمْلَيْتُ کی تفسیر کی ہے: میں نے طویل مہلت دی، اور قرآن مجید میں ہے:

وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝ (مریم:۴۶) اور مجھے طویل عرصے کے لئے چھوڑ دے O

الجوہری نے کہا ہے: اَلْمَلَاءُ کا معنی ہے: صحراء۔

أَشَقُّ أَشَدُّ مِنَ الْمَشَقَّةِ۔ أَشَقُّ یعنی بہت سخت اور یہ مشقت سے ماخوذ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ (الرعد:۳۴) ان کے لئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور البتہ آخرت کا عذاب زیادہ دشوار ہے اور ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہے O

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اَشَقُّ کا لفظ شَقَّ يَشُقُّ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔

مُعَقِّبٌ مُغَيِّرٌ۔ مُعَقِّبٌ اس کا معنی ہے: مُغَيِّرٌ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (الرعد:۴۱) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے کم کرتے جا رہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے اور کوئی اس کے حکم کو رد کرنے والا نہیں اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے O

امام ابوعبیدہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ کوئی اس کے حکم کو رد کرنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی اس کے حکم کو متغیر کرنے والا ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مُتَجَاوِرَاتٌ طَيِّبُهَا وَخَبِيثُهَا السِّبَاخُ۔ اور مجاہد نے کہا: مُتَجٰوِرٰتٌ یعنی زمین کے بعض حصے عمدہ اور قابل کاشت ہیں اور بعض حصے شور اور کھاری ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ۔ (الرعد:۴) اور زمین میں ایک دوسرے کے قریب قطعات ہیں۔

اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔

صِنْوَانٌ النَّخْلَتَانِ أَوْ أَكْثَرُ فِي أَصْلٍ وَاحِدٍ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ وَحْدَهَا بِمَاءٍ وَاحِدٍ كَصَالِحِ بَنِي آدَمَ وَخَبِيثِهِمْ أَبُوهُمْ وَاحِدٌ۔ صِنْوَانٌ اس کا معنی ہے: کھجور کے دو یا دو سے زائد درخت جن کی جڑ ایک ہو اور غَيْرُ صِنْوَانٍ اس کا معنی ہے: ایک درخت، ان کو ایک ہی زمین سے پانی دیا جاتا ہے جیسے بنو آدم نیک اور بدکار اور دونوں کے باپ ایک ہیں۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ۔ (الرعد:۴)

اور کھیت ہیں اور ایک ہی جڑ سے نکلے ہوئے کھجور کے درخت ہیں اور الگ الگ بھی ہیں (حالانکہ) سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔

صِنْوٌ کا اصل معنی ہے: مثل، حدیث میں ہے: مرد کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں کی اصل واحد ہے۔

السَّحَابُ الثِّقَالُ الَّذِی فِیهِ الْمَاءُ۔

اَلسَّحَابُ الثِّقَالُ یعنی جس بادل میں پانی ہو، اس شخص کی طرح جو دور سے بادل کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو بلائے اور پانی کو بلائے، پس وہ اس کے پاس نہیں آئے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ (الرعد:۱۲)

وہی ہے جو تم کو (کبھی) ڈرانے کے لئے اور (کبھی) امید دلانے کے لئے بجلی کی چمک دکھاتا ہے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے O

یعنی اللہ تعالیٰ پانی سے بوجھل اور بھاری بادلوں کو چلاتا ہے۔

فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌ بِقَدَرِهَا تَمْلَأُ بَطْنَ كُلِّ وَادٍ زَبَدًا رَابِیًا الزَّبَدُ زَبَدُ السَّیْلِ زَبَدٌ مِثْلُهُ خَبَثُ الْحَدِیدِ وَالْحِلْیَةِ۔

سَالَتْ اَوْدِیَةٌ بِقَدَرِهَا یعنی نالے انداز سے بہتے ہیں اور وہ ہر وادی کا پیٹ پھولنے والے جھاگ سے بھر دیتے ہیں۔ جھاگ سے مراد ہے: سیلاب یعنی بہتا ہوا پانی یا جھاگ سے مراد ہے: لوہے اور زیورات کا زنگ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا۔ (الرعد:۱۷)

وسعت کے مطابق ندی نالے جاری ہو گئے، پھر پانی کے زور نے بلبلے والے جھاگ بنا دیئے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل کی اور اس بارش سے ہر وادی اپنی گنجائش سے بھر گئی خواہ وہ وادی چھوٹی ہو یا بڑی۔

اَوْدِیَةٌ وَادِیْ کی جمع ہے، دو پہاڑوں کے درمیان جو کشادہ جگہ ہوتی ہے اس کو وادی کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۲۹-۴۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابٌ: اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ۔ (الرعد:۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ہر مادہ کے حمل کو اللہ ہی جانتا ہے، اور ہر رحم میں جو کمی اور زیادتی ہوتی ہے اس کو بھی وہی جانتا ہے (الرعد:۸) کی تفسیر

ناتمام بچے کی مختلف تعریفات

علامہ بدر الدین عینی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مَا تَغِیْضُ: وہ جو رحم میں بچے کا نقصان ہو جاتا ہے یعنی حمل ساقط ہو جاتا ہے اور کبھی بچہ پورا پیدا ہو جاتا ہے۔ ضحاک نے کہا

Marfat.com

ہے کہ غیضھا کا معنی یہ ہے کہ عورت کے ہاں بچہ نو مہینہ سے کم میں پیدا ہو جاتا ہے۔ حسن بصری نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: نا تمام بچہ پیدا ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ چھ مہینے سے تین دن کم میں بچہ پیدا ہوا۔ علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ حاملہ کو حیض آتا ہے اور امام شافعی کا بھی یہ ایک قول ہے اور عطاء، شعبی اور دوسروں نے کہا ہے کہ اس کو حیض نہیں آتا اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ۱۸ ص ۴۲۸)

۴۶۹۷۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللهُ لَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللهُ وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللهُ وَلَا يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللهُ وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ وَلَا يَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیب کی پانچ چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ رحم میں کیا کمی ہوتی ہے اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۳۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں صرف پانچ چیزوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا حالانکہ ایسی بہت چیزیں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کا جواب یہ ہے کہ کفار قریش کا یہ عقیدہ تھا کہ ان پانچ چیزوں کا علم ان کے کاہنوں کو ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کر کے فرمایا کہ ان پانچ چیزوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی توفیق سے سورۃ الرعد کی تفسیر ختم ہو گئی، اب ان شاء اللہ سورۂ ابراہیم کی تفسیر شروع ہو گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۴۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ اِبْرَاهِيْمَ

سورۂ ابراہیم کی تفسیر

سورۂ ابراہیم کا تعارف

ابوالعباس نے کہا ہے کہ اس سورت میں صرف ایک آیت مدنی ہے اور وہ یہ ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا۔ (ابراہیم:۲۸) اور کلبی سے روایت ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور ان کفار کے متعلق نازل ہوئی جو غزوہ بدر میں قتل کر دیئے گئے تھے۔

اس سورت میں باون (۵۲) آیات ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَادٍ دَاعٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: هَادٍ کا معنی ہے: دعوت دینے والا۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (الرعد:۷)

آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں ۝

امام بخاری پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے سورۂ ابراہیم کی تفسیر میں سورۂ رعد کی آیت کو ذکر کر دیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان بعض لکھنے والوں کی غلطی ہے جنہوں نے صحیح بخاری کے نسخہ کو نقل کیا ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَدِيْدٌ قَيْحٌ وَّدَمٌ۔

اور مجاہد نے کہا: صَدِيْد کا معنی ہے: پیپ اور خون۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ (ابراہیم:۱۶)

اس کے بعد دوزخ ہے اور اس کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا ۝

قتادہ سے روایت ہے کہ یہ وہ پیپ اور خون ہے جو کافر کی کھال سے نکلے گا اور ربیع بن انس سے روایت ہے کہ یہ دوزخیوں کا غسالہ ہے اور یہ وہ پیپ اور خون ہے جو زنا کرنے والوں کی شرم گاہوں سے نکلے گا اور وہ دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اَيَادِيَ اللّٰهِ عِنْدَكُمْ وَاَيَّامَهٗ۔

اور ابن عیینہ نے کہا: اذکروا نعمۃ اللہ علیکم کا معنی ہے، اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو جو تمہارے پاس ہیں اور ان واقعات کو یاد کرو جو اس کی قدرت سے ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ۔ (ابراہیم:۶)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو فرعون کے متبعین سے نجات دی۔

Marfat.com

امام بخاری نے نِعْمَةَ اللّٰهِ کی تفسیر ایادی اللہ کے ساتھ کی ہے۔ اور ایادی یَدٌ کی جمع ہے اور وہ نعمۃ کے معنی میں آتا ہے۔

امام طبری نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ رَغِبْتُمْ إِلَيْهِ فِيهِ۔ اور مجاہد نے کہا: من کل ما سألتموہ کا معنی ہے: ہر وہ چیز جس کی طرف تم نے رغبت کی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۞ وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ (ابراہیم: ۳۳-۳۴) اور تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر کیا○ اور تمہاری تمام مانگی ہوئی چیزوں میں سے تم کو (بہت کچھ) عنایت کیا۔

یعنی جن چیزوں کی طرف تم نے رغبت کی وہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا کر دیں اور بعض مفسرین نے کہا: اس کا معنی ہے: تم کو وہ نعمتیں عطا کیں جن کا تم نے سوال کیا اور وہ نعمتیں بھی عطا کیں جن کا تم نے سوال نہیں کیا۔

يَبْغُونَهَا عِوَجًا يَلْتَمِسُونَ لَهَا عِوَجًا۔ و یبغونہا عوجا اس کا معنی ہے: اور وہ اس میں کجی اور ٹیڑھ کو تلاش کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا۔ (ابراہیم: ۳) اور وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں۔

یہ تفسیر مجاہد کی تفسیر کے مطابق ہے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ أَعْلَمَكُمْ آذَنَكُمْ۔ واذ تاذن ربکم کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے تم کو خبر دی اور بتایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ (ابراہیم: ۷) اور یاد کرو جب تمہارے رب نے آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تم نے شکر کیا تو میں ضرور تم کو زیادہ (نعمت) دوں گا۔

امام ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں اِذْ کا لفظ زائد ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس طرح نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے: یاد کرو جب تمہارے رب نے یہ خبر دی۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ تَاَذَّنَ، ایذان سے ماخوذ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۵۴)

علامہ عینی اس کا رد فرماتے ہوئے کہتے ہیں: بلکہ یہ تاذین سے ماخوذ ہے۔

رَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ هَذَا مَثَلٌ كَفُّوا عَمَّا أُمِرُوا بِهِ۔ رَدُّوْا ایدیھم فی اَفْوَاهِهِمْ یہ ایک مثال ہے یعنی وہ اس کام سے باز رہے جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ۔ (ابراہیم: ۹) ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں پر رکھ دیئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے غصہ میں آ کر اپنے ہاتھوں کو کاٹ لیا۔ امام بخاری نے کہا: یہ ضرب المثل ہے یعنی

Marfat.com

جب کوئی شخص کسی حکم پر عمل نہ کرے تو اس کے لئے ضرب المثل ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لئے، یعنی جب انبیاء علیہم السلام نے ان کو وعظ اور نصیحت کی تو انہوں نے ان کا بہت زیادہ رد کرنے کے لئے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لئے یعنی تم جو پیغام لے کر آئے ہو ہم اس کا کفر کرتے ہیں اور ہماری طرف سے اس کا یہی جواب ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نصیحتوں کو ان کی طرف لوٹا دیا۔

مَقَامِیْ حَیْثُ یُقِیْمُہُ اللّٰہُ بَیْنَ یَدَیْہِ۔ مَقَامِیْ یعنی وہ جگہ جہاں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سامنے کھڑا کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ ﴿۱۴﴾ (ابراہیم: ۱۴) یہ (اعلان) اس کے لئے ہے جو میرے سامنے پیش ہونے اور میرے عذاب دینے کی خبر سے ڈرے O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت ہے اور تفسیر میں مذکور ہے کہ یہ موقف ہے یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے حساب لے گا۔

مِنْ وَّرَآئِہٖ قُدَّامَہٗ جَھَنَّمُ۔ مِنْ وَّرَآئِہٖ اس کا معنی ہے: ان کے سامنے جہنم ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنْ وَّرَآئِہٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ ﴿۱۷﴾ (ابراہیم: ۱۷) اور ان کے سامنے ایک اور سخت عذاب ہے O

امام بخاری نے وَّرَآئِہٖ کی تفسیر قُدَّامَ سے کی ہے یعنی سامنے اور زمخشری نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے۔ قطرب وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ لفظ اضداد سے ہے یعنی اس کا معنی پیچھے بھی ہے اور سامنے بھی اور ابراہیم بن عرفہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وراء کا لفظ آگے یا سامنے کے معنی میں اسی وقت آتا ہے جب وہ مکان یا زمان کے معنی میں ہو۔

لَکُمْ تَبَعًا وَاحِدُھَا تَابِعٌ مِثْلُ غَیَبٍ وَغَآئِبٍ۔ لَکُمْ تَبَعًا اس کا واحد تَابِعٌ ہے جیسے غَیَبٌ اور غَائِبٌ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا فَھَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ۔ (ابراہیم: ۲۱) اور آخرت میں سب اللہ کے سامنے پیش ہوئے تو کمزور لوگوں نے بڑوں سے کہا: ہم (دنیا میں) تمہاری پیروی کرتے تھے، پس کیا تم ہم سے اللہ کے عذاب کو کچھ کم کر سکتے ہو؟

اَلتَّبَعُ التابع کی جمع ہے جیسے خَدَمٌ خَادِمٌ کی جمع ہے۔ امام بخاری نے مثال دی ہے جیسے غَیَبٌ غائب کی جمع ہے، اس آیت کا معنی ہے: بے شک ہم تمہاری پیروی کرنے والے تھے۔

بِمُصْرِخِکُمْ اسْتَصْرَخَنِیْ اسْتَغَاثَنِیْ یَسْتَصْرِخُہٗ مِنَ الصُّرَاخِ۔ بِمُصْرِخِکُمْ یہ اِسْتَصْرَخَنِیْ سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے: استغاثنی یعنی اس نے مجھ سے مدد طلب کی۔ یَسْتَصْرِخُہٗ وہ مدد طلب کرتا ہے اور یہ صُراخ سے ماخوذ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِکُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ۔ (ابراہیم: ۲۲) تو تم مجھ کو ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کرنے والے ہو۔

Marfat.com

علامہ زمخشری نے اس کا معنی کیا ہے: ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے عذاب سے نجات دے سکتا ہے اور نہ کسی کی مدد کر سکتا ہے۔ یَسْتَصْرِخُهٗ کا معنی ہے: وہ زور سے چلاتا ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے کہا: یہ مُراخ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے آواز دینا۔

وَلَا خِلَالَ مَصْدَرُ خَالَلْتُهٗ خِلَالًا وَيَجُوزُ أَيْضًا جَمْعُ خُلَّةٍ وَخِلَالٍ۔ وَلَا خِلَال یہ خَالَلْتُهٗ خِلَالًا کا مصدر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خُلَّةٌ کی جمع خِلَال ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝ (ابراہیم: ۳۱) اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی O

امام بخاری نے لفظ خِلَالٌ میں دو صورتیں بیان کی ہیں: ایک یہ کہ یہ مصدر ہے اور اس کا معنی ہے: اس دن کسی دوست کی دوستی کام نہیں آئے گی اور دوسرا یہ کہ یہ خُلَّۃٌ کی جمع ہے جیسے ظُلَّۃٌ کی جمع ہے: ظلال ہے اور جمہور اہل لغت نے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے اور خُلَّۃٌ کا معنی صداقت اور محبت ہے جو دل میں بس جائے اور اسی سے خلیل اور صدیق بنا ہے۔

اجْتُثَّتْ اسْتُؤْصِلَتْ۔ اجتُثَّتْ اس کا معنی ہے: جڑ سے اکھاڑ لیا گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ (ابراہیم: ۲۶) اور ناپاک کلمہ (بات) کی مثال اس ناپاک درخت کی طرح ہے جس کو زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا اس کے لئے بالکل ثبات نہیں O

امام بخاری نے اُجْتُثَّتْ کی تفسیر اُسْتُؤْصِلَتْ کے ساتھ کی ہے، یہ لفظ اسْتِيْصَال سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۶-۳)

١- بَابٌ: كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ۔ (ابراہیم: ۲۴-۲۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں O وہ درخت اپنے رب کے اذن سے ہر وقت پھل دیتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۵-۲۴) کی تفسیر

کلمہ طیبہ اور شجرۂ طیبہ میں مختلف وجوہ سے مشابہت

علامہ بدرالدین محمود احمد بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ کلمہ طیبہ سے مراد ہے: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور شجرہ طیبہ میں کئی اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر پھل دار درخت ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد جنت ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد جنت کا درخت ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد مومن ہے۔

اگر اس سے مراد پھل دار درخت ہو تو کلمہ طیبہ میں اور شجرۂ طیبہ میں مشابہت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک سے منافع حاصل

ہوتے ہیں۔کلمہ طیبہ سے جنت میں دخول اور دوزخ کے دوام سے نجات حاصل ہوگی اور پھل دار درخت سے لذت اور قوت حاصل ہوتی ہے اور اگر شجرۂ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہو تو کھجور کا درخت دیکھنے میں بہت خوبصورت ہوتا ہے اور اس سے بہت خیر حاصل ہوتی ہے اور اس کے منافع بہت زیادہ ہیں، اس کے تنے سے ستون بنائے جاتے ہیں اور اس کی شاخیں اور پتوں سے بہت کارآمد اور مفید چیزیں بنتی ہیں مثلاً چٹائیاں، پنکھے، چنگیریاں اور ٹوپیاں وغیرہ اور اس کی شاخیں جو اوپر کو جاتی ہیں اور اس کی جڑیں جو زمین میں پیوست ہوتی ہیں تو یہ ایسے ہے جیسے مومن کا ایمان اس کے سینہ میں ہوتا ہے اور اس کے نیک اعمال قبولیت کے لئے اوپر پہنچائے جاتے ہیں اور اگر شجرہ طیبہ سے مراد جنت یا جنت کا درخت ہو تو یہ اس لئے واضح ہے کہ کلمہ طیبہ سے جنت ملتی ہے اور جنت میں دوام حاصل ہوتا ہے اور اگر شجرہ طیبہ سے مراد مومن ہو تب بھی واضح ہے کہ کلمہ طیبہ پڑھنے سے بندہ مومن ہوتا ہے۔

اور وہ ہر وقت پھل دیتا ہے: یعنی جس طرح کھجور کا درخت ہر وقت پھل دیتا ہے اور کبھی معطل نہیں ہوتا، اسی طرح مومن سے بھی اس کے اعمال صالحہ کبھی معطل نہیں ہوتے۔

اس کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں: یعنی کھجور کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں بلندی کی طرف اٹھی ہوئی ہوتی ہیں اور جب اس کی شاخیں اوپر اٹھی ہوئی ہوتی ہیں تو وہ زمین کی کثافتوں سے بہت بلند ہوتی ہیں۔

درخت اس وقت مکمل درخت بنتا ہے جب اس میں تین چیزیں ہوں، اس کی جڑ راسخ ہو اور اس کی اصل قائم ہو اور اس کی فرع بلند ہو، اسی طرح مومن اس وقت پھل دیتا ہے جب اس میں تین چیزیں ہوں: تصدیق بالقلب ہو، اقرار باللسان ہو اور عمل بالابدان ہو۔

سعید بن جبیر اور قتادہ نے کہا ہے کہ "حین" کا اطلاق ہر چھ ماہ بعد پر ہوتا ہے یعنی کھجور کا درخت ہر چھ ماہ بعد پھل دیتا ہے۔

الربیع بن انس نے کہا: کل حین کا معنی ہے: ہر صبح اور شام۔ اسی طرح مومن بھی ہر صبح اور شام نیک عمل کرتا ہے۔ ضحاک نے کہا ہے کہ حین کا معنی ہے: رات اور دن کی ساعت یعنی کھجور ہر موسم میں رات اور دن کے وقت کھائی جاتی ہے، اسی طرح مومن بھی رات اور دن کے ہر وقت میں نیک کام کرتا رہتا ہے، اس کا سونا بھی نیکی ہے کیونکہ وہ رات کی نیند سے دن میں نیک کام کرنے کی طاقت حاصل کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۷-۶)

۴۶۹۸۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ تُشْبِهُ أَوْ كَالرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لَا يَتَحَاتُّ وَرَقُهَا وَلَا وَلَا وَلَا تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَا يَتَكَلَّمَانِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ فَلَمَّا لَمْ يَقُولُوا شَيْئًا قَالَ رَسُولُ اللهِ هِيَ النَّخْلَةُ فَلَمَّا قُمْنَا قُلْتُ لِعُمَرَ يَا أَبَتَاهُ وَاللهِ لَقَدْ كَانَ وَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَكَلَّمَ قَالَ لَمْ أَرَكُمْ تَكَلَّمُونَ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ أَوْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ عُمَرُ لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، آپ نے فرمایا: مجھے ایک درخت کی خبر دو جو مشابہ ہے یا فرمایا وہ مسلمان مرد کے مشابہ ہے۔ اس کے پتے نہیں گرتے اور نہ اس طرح ہوتا اور نہ اس طرح ہوتا ہے اور نہ اس طرح ہوتا ہے وہ اپنا پھل ہر وقت دیتا ہے، حضرت ابن عمر نے بتایا پس میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے اور میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بات نہیں کر رہے تو میں نے بات کرنا پسند نہیں کیا، پس جب صحابہ نے کچھ بھی نہیں کہا تو رسول اللہ ﷺ نے بتایا: وہ کھجور کا درخت ہے، پس جب ہم اٹھے تو میں نے حضرت عمر سے کہا اے ابا جان! اللہ کی

Marfat.com

كَذَا وَكَذَا۔

قسم! میرے دل میں یہ آیا تھا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، پس انہوں نے کہا: تمہیں بتانے سے کیا چیز مانع ہوئی؟ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ لوگ نہیں بتا رہے تو میں نے بتانے کو ناپسند کیا یا کچھ کہنے کو ناپسند کیا۔ حضرت عمر نے کہا اگر تم بتا دیتے تو یہ مجھے فلاں اور فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۔ بَابٌ: يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ۔ (ابراہیم: ۲۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ ایمان والوں کو مضبوط کلمہ کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے (ابراہیم: ۲۷) کی تفسیر

عذاب قبر کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو اور ان کے اعمال کو قول ثابت کے ساتھ محقق کرتا ہے اور اس سے مراد ہے: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

دنیا کی زندگی میں: یعنی قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت۔

اور آخرت میں: یعنی جب ان کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

۴۶۹۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ ﴿يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (ابراہیم: ۲۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے علقمہ بن مرثد نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے سعد بن عبیدہ سے سنا از حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جائے گا تو وہ شہادت دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اللہ ایمان والوں کو دنیا میں (بھی) مضبوط کلمہ کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی)۔ (ابراہیم: ۲۷)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۔ بَابٌ: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللهِ كُفْرًا۔ (ابراہیم: ۲۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا (ابراہیم: ۲۸) کی تفسیر

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

بَدَّلُوْا: یعنی جنہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اللہ عزوجل کی نعمت کو تبدیل کر دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان ہی لوگوں میں سے مبعوث فرمایا اور ان ہی میں مبعوث فرمایا، پس انہوں نے آپ کا کفر کیا اور آپ کی تکذیب کی۔

وَاَحَلُّوْا: یعنی انہوں نے اپنی قوم کے ان لوگوں کو جہنم میں داخل کر دیا جنہوں نے کفر کرنے میں ان کی موافقت کی تھی۔

اَلَمْ تَعْلَمْ یہ آیت اَلَمْ تَرَ کَیْفَ کی مثل ہے یعنی کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں والوں کے ساتھ کیا کیا یا یہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا کی مثل ہے یعنی کیا آپ نے نہیں دیکھا جو لوگ اپنے گھروں سے نکلے تھے۔

امام بخاری نے جو تفسیر کی ہے وہی تفسیر امام ابوعبیدہ نے کی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اَلَمْ تَعْلَمْ، اَلَمْ تَرَ کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ ان کو دیکھنا عادتاً حاصل نہیں ہوا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ اظہار تعجب کے موقع پر کہا جاتا ہے۔

۴۷۰۰۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ (ابراہیم: ۲۸) قَالَ هُمْ كُفَّارُ اَهْلِ مَكَّةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا۔ (ابراہیم: ۲۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ اہل مکہ کے کفار تھے جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے تبدیل کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۹۷۷ میں گزر چکی ہے۔

سورۃ ابراہیم کی تفسیر ختم ہوئی اب ان شاء اللہ سورۃ الحجر کی تفسیر شروع ہوگی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۵۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ الۡحِجۡرِ

سورۃ الحجر کی تفسیر

سورۃ الحجر کا تعارف

امام طبری نے کہا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور اس پر مفسرین کا اجماع ہے۔ علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ یہ سورت سورۂ یوسف کے بعد اور سورۂ انعام سے پہلے نازل ہوئی اور اس میں ننانوے (۹۹) آیات ہیں۔ حجر کا معنی منع کرنا ہے۔ عقل کو بھی حجر کہتے ہیں کیونکہ وہ انسان کو غلط اور برے کاموں سے روکتی ہے، جو مکان پتھروں سے بنایا جائے اس کو بھی حجر کہتے ہیں۔ قوم ثمود کی آبادیاں چونکہ پتھروں کو تراش کر کے بنائی گئی تھیں اس لیے ان کو اَلْحِجر کہا گیا ہے جیسا کہ (الحجر: ۸۰) میں ہے۔ (تبیان القرآن ج ۶ ص ۲۳۱)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ الْحَقُّ يَرْجِعُ إِلَى اللهِ وَعَلَيْهِ طَرِيقُهُ۔

اور مجاہد نے کہا: صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ اس کا معنی ہے کہ حق اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور وہی اللہ کا راستہ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۝ (الحجر: ۴۱)

فرمایا: مجھ تک (پہنچنے کا) یہی سیدھا راستہ ہے ○

یہ امام ابن ابی حاتم کی تعلیق ہے اور اخفش نے اس کا معنی بیان کیا ہے کہ یہ صراط مستقیم پر دلالت ہے۔

وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ الْإِمَامُ كُلُّ مَا ائْتَمَمْتَ وَاهْتَدَيْتَ بِهِ إِلَى الطَّرِيقِ۔

وانهما لبإمام مبين: اس کا معنی ہے: یہ دونوں شہر کھلے ہوئے راستہ پر ہیں۔ امام ہر اس راستہ کو کہتے ہیں جس کا تم قصد کرو اور جس سے تم کسی منزل کا راستہ پاؤ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ ۝ (الحجر: ۷۹)

سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور یہ دونوں بستیاں عام گزرگاہ پر ہیں ○

یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا شہر اور اصحاب الایکہ کا شہر کھلی ہوئی شاہراہ پر ہیں یعنی وہ بالکل واضح راستہ ہے، اس راستے کو امام اس لیے کہا کہ اس راستے کی اتباع کی جاتی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَعَمْرُكَ لَعَيْشُكَ۔

حضرت ابن عباس نے کہا: لَعَمْرُكَ کا معنی ہے: آپ کی زندگی کی قسم۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ (الحجر: ۷۲)

(اے محمد!) آپ کی زندگی کی قسم! وہ لوگ اپنی مستی میں مدہوش ہو رہے ہیں ○

Marfat.com

تفسیر ثعلبی میں مذکور ہے: اے محمد! آپ کی زندگی کی قسم! حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اپنی گمراہی اور اپنی حیرت میں تردد کر رہے ہیں اور قتادہ سے روایت ہے کہ کھیل رہے ہیں۔

علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے: تفسیر ابن مردویہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے علاوہ اور کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی، پھر فرمایا: لَعَمْرُكَ یا محمد وَ حَیَاتُكَ یا محمدُ۔ (الدر المنثور ج ۴ ص ۱۹۲)، (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۵۰۸)

قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ أَنْكَرَهُمْ لُوطٌ۔ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْن یعنی یہ اجنبی لوگ ہیں، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو اجنبی قرار دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ (الحجر: ۶۲-۶۱) پھر جب فرشتے لوط کے گھر گئے ○ لوط نے کہا: بے شک تم اجنبی لوگ ہو ○

اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے اور ان کو یہ بشارت دی کہ ان کے بڑھاپے کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو بیٹا عطا فرمائے گا، (ابراہیم نے) پوچھا: اے فرشتو! تمہیں اور کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا: بے شک ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ (الحجر: ۵۷-۵۶)

فرشتوں نے مجرمین سے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو مراد لیا، پھر جب وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت لوط علیہ السلام نے فرشتوں کو نہیں پہچانا اور فرمایا کہ تم اجنبی لوگ ہو۔ (الحجر: ۶۲)

وَقَالَ غَيْرُهُ كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ أَجَلٌ۔ اور دوسروں نے کہا: کتاب معلوم کا معنی ہے: تقدیر میں لکھی ہوئی مدت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴﴾ (الحجر: ۴) ہم نے جس بستی کو تباہ کیا اس کا نوشتہ تقدیر میں وقت معین تھا ○

اس کا معنی ہے: مدت اور تفسیر میں مذکور ہے: مدت معینہ جو ہم نے ان کے لئے لکھ دی ہے، جب تک وہ اس مدت کو نہیں پہنچ جائیں گے ہم ان کو نہ عذاب دیں گے اور نہ ہلاک کریں گے۔

لَوْمَا تَأْتِينَا هَلَّا تَأْتِينَا۔ لَوْمَا تَأْتِينَا کا معنی ہے: هَلَّا تَأْتِينَا یعنی تم ہمارے پاس کیوں نہیں لائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَوْمَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷﴾ (الحجر: ۷) اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے ○

خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ آپ ہمارے پاس فرشتوں کو لے کر کیوں نہیں آئے جو آپ کے صدق پر گواہی دیتے اور ہمیں ڈرانے میں آپ کی مدد کرتے۔

شِيَعٌ أُمَمٌ وَلِلْأَوْلِيَاءِ أَيْضًا شِيَعٌ۔ شِيَعٌ اس کا معنی ہے: امتیں اور دوستوں کے لئے بھی شِيَعٌ کہا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اور بے شک ہم نے آپ سے پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے تھے O (الحجر:۱۰)

امام ابوعبیدہ نے بھی شیعٌ کی یہی تفسیر کی ہے اور شِیَعٌ کا واحد شِیْعَہ ہے اور شیعہ کا معنی ہے: فرقہ اور لوگوں کی جماعت۔ امام طبری نے کہا ہے کہ کسی شخص کے دوستوں کو بھی شیعہ کہا جاتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُهْرَعُوْنَ مُسْرِعِيْنَ۔ حضرت ابن عباس نے کہا: يُهْرَعُوْنَ کا معنی ہے: وہ دوڑتے ہوئے آئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ۔ (ھود:۷۸) اور ان کے (منکر) لوگ بھاگتے ہوئے ان کی طرف آئے اور وہ پہلے ہی سے برے کام کرتے تھے۔

یعنی حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ان کی قوم آئی۔ اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ۔ لِلْمُتَوَسِّمِیْن کا معنی ہے: ناظرین کے لئے یعنی غور کرنے والوں کے لئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝ (الحجر:۷۵) بے شک اس (قصہ) میں اہل فراست کے لئے نشانیاں ہیں O

علامہ زمخشری نے کہا ہے: متوسمین کا معنی ہے: کسی چیز میں فکر ونظر کر کے اس کی حقیقت کو پہچاننا۔

قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: معتبرین اور مقاتل نے کہا: اس کا معنی ہے: متفکرین۔

سُكِّرَتْ غُشِّيَتْ۔ سُکِّرَتْ اس کا معنی ہے: ڈھانپ لی گئیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝ (الحجر:۱۵) تب بھی وہ یہی کہیں گے کہ بات صرف یہی ہے کہ ہماری نظر بند کر دی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا گیا ہے O

امام بخاری نے سکرت کی تفسیر کی ہے: ان کی آنکھوں کو ڈھانپ لیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے: سُکِّرَتْ کا معنی ہے: پکڑ لی گئی یا لے لی گئی اور کہا گیا ہے: اس کا معنی ہے: نظر سے روک لیا گیا ہے۔

بُرُوْجًا مَنَازِلَ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ۔ بُرُوْجًا کا معنی ہے: سورج اور چاند کی منازل۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ (الحجر:۱۶) اور بے شک ہم نے آسمان میں برج بنائے اور ہم نے ان کو دیکھنے والوں کے لئے مزین کر دیا O

یہ کواکب سیارہ کی منازل ہیں۔

علماء ہیئت کہتے ہیں کہ آسمان نو (۹) ہیں۔ سات آسمانوں میں سے ہر آسمان میں ایک سیارہ ہے، سات سیارگان یہ ہیں: قمر،

Marfat.com

زحل، عطارد، شمس، مشتری، مریخ اور زہرہ اور آٹھویں آسمان میں دو ستارے ہیں جو ثابت ہیں (یعنی گردش نہیں کرتے) اور نویں آسمان کو وہ فلک اطلس کہتے ہیں، وہ سادہ ہے اور آٹھویں آسمان میں ستاروں کے اجتماع سے جو مختلف شکلیں بنتی ہیں وہ اس نویں آسمان میں نظر آتی ہیں جن کو رصد گاہوں میں دیکھا جاتا ہے۔ کہیں یہ شکل شیر کی سی بن جاتی ہے، اس کو برج اسد کہتے ہیں اور کہیں ترازو کی سی شکل بن جاتی ہے اس کو برج میزان کہتے ہیں اور کہیں یہ شکل بچھو کی سی بنتی ہے اس کو برج عقرب کہتے ہیں، یہ کل بارہ برج ہیں: حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت۔ سورج ہر ماہ میں ایک برج کی مسافت کو طے کرتا ہے اور ایک سال میں بارہ بروج کی مسافت قطع کرتا ہے۔ گرمی، سردی، بہار اور خزاں یہ چاروں موسم سورج کی اسی حرکت سے وجود میں آتے ہیں۔ (روح المعانی ج ۱۴ ص ۳۳-۳۲ ملخصاً وموضحاً)

میں کہتا ہوں کہ علماء ہیئت کا آسمانوں کی تعداد کو نو قرار دینا قرآن مجید کی صریح آیات اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ بعض مفسرین نے اس کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ اگر عرش اور کرسی کو بھی آسمانوں کے ساتھ ملا لیا جائے تو یہ تعداد نو ہو جاتی ہے مگر میرے نزدیک قرآن مجید کی نصوص کو علماء ہیئت کے مطابق کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اصل علماء ہیئت کے اقوال ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اصل قرآن مجید اور احادیث ہیں۔

لَوَاقِحَ مَلَاقِحَ مُلْقِحَةً۔ لَوَاقِحَ کا معنی ہے: مَلَاقِحَ اور یہ مُلْقِحَہ کی جمع ہے یعنی وہ ہوائیں جو پانی کو اٹھائے ہوئے ہوتی ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْهُ۔ (الحجر: ۲۲) اور ہم نے بادلوں کا بوجھ اٹھانے والی ہوائیں بھیجیں، پھر ہم نے آسمان سے بارش برسائی، سو ہم نے تم کو وہ پانی پلایا۔

امام بخاری نے لَوَاقِحَ کی تفسیر مَلَاقِحَ کی ہے اور یہ بتایا کہ یہ ملقحہ کی جمع ہے اور یہ تفسیر بہت نادر ہے کیونکہ رِیَاح کی تفسیر لَوَاقِحَ آتی ہے ملاقح نہیں آتی۔ الجوہری نے کہا ہے کہ یہ تفسیر نادر ہے۔

حَمَاٍ جَمَاعَةُ حَمْأَةٍ وَهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ وَالْمَسْنُوْنُ الْمَصْبُوْبُ۔ حَمَاءٍ حَمْأَةٌ کی جمع ہے اور یہ اس کیچڑ کو کہتے ہیں جو متغیر ہو کر بدبودار ہو گئی ہو اور مسنون کا معنی ہے: مَصْبُوْب یعنی گیلی مٹی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (الحجر: ۳۳) اس نے کہا: میں اس بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں جس کو تو نے بجتی ہوئی خشک مٹی سے، سیاہ سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا○

امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حَمَاءٍ حَمْئَةٌ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: بدبودار کیچڑ اور امام ابو عبیدہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ مسنون کا معنی ہے: گیلی مٹی اور صَلْصَال کا معنی ہے: خشک مٹی۔

تَوْجَلْ تَخَفْ۔ تَوْجَلْ کا معنی تَخَفْ یعنی ڈرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ (الحجر: ۵۳) انہوں نے کہا: آپ ڈریں نہیں! بے شک ہم آپ کو علم والے بیٹے کی بشارت دے رہے ہیں○

Marfat.com

لا توجل، وَجَلْ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: خوف، یہ فرشتوں کا قول ہے جو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کو دیکھ کر کہا تھا کہ ہم تم سے خوف زدہ ہیں، پھر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم والے لڑکے کی بشارت دی باوجود اس بات کے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بوڑھے تھے اور ان کی بیوی بھی بوڑھی تھیں اور اس آیت میں لڑکے سے حضرت اسحاق علیہ السلام مراد ہیں اور عَلِیْمٌ سے مراد ہے: جس کو دین کا علم ہو یا حکمت کا علم ہو۔

دَابِرَ آخِرَ۔ دَابِرَ کا معنی ہے: آخر اور اس سے مراد ہے: جڑ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝ (الحجر:۶۶) اور ہم نے لوط کو اس فیصلہ سے مطلع کیا کہ جس وقت یہ لوگ صبح کر رہے ہوں گے تو ان کی جڑ کاٹ دی جائے گی O

اس آیت میں فرمایا: ان لوگوں کی جڑ کاٹی ہوئی ہے یعنی اکھاڑی ہوئی ہے، اس سے مراد ہے: لوط علیہ السلام کی قوم کا انجام۔

اَلصَّيْحَةُ الْهَلَكَةُ۔ اَلصَّیْحَۃ اس کا معنی ہے: ہلاکت یعنی ایسی چنگھاڑ جس کو سن کر لوگ ہلاک ہو جائیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝ (الحجر:۷۳) سو جب ان پر سورج چمک رہا تھا تو ایک زبردست چیخ نے ان کو پکڑ لیا O

امام ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے یعنی جب قوم لوط کے اوپر سورج طلوع ہوا تو ایک چنگھاڑ نے ان کو ہلاک کر دیا۔
(عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۱۲-۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱- بَابٌ: اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ (الحجر:۱۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سوا اس کے جو چوری سے (فرشتوں کی باتیں) سنے تو اس کے پیچھے ایک چمکتا ہوا انگارہ آتا ہے O (الحجر:۱۸) کی تفسیر

اس آیت کی تفسیر کے لئے اس مکمل آیت کو اور اس سے پہلی آیت کو جاننا ضروری ہے:

وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ اور ہم نے ان کو ہر راندۂ درگاہ شیطان سے محفوظ کر دیا O سوا اس کے جو چوری سے (فرشتوں کی باتیں) سنے تو اس کے پیچھے ایک چمکتا ہوا انگارہ آتا ہے O (الحجر:۱۸-۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: پہلے شیطانوں کو آسمانوں سے حجاب میں نہیں رکھا جاتا تھا یعنی محفوظ نہیں رکھا جاتا تھا، پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کو تین آسمانوں میں جانے سے روک دیا گیا، پھر جب ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ان کو تمام آسمانوں میں جانے سے روک دیا گیا، پھر جب ان میں سے کوئی شیطان یہ ارادہ کرتا کہ وہ چوری چھپے آسمانوں میں جا کر فرشتوں کی باتیں سن لے تو اس کے پیچھے ایک آگ کا شعلہ مارا جاتا جس کو شہاب مبین فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۱۲)

۴۷۰۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث

Marfat.com

عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ قَالَ إِذَا قَضَى اللهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَالسِّلْسِلَةِ عَلَى صَفْوَانٍ قَالَ عَلِيٌّ وَقَالَ غَيْرُهُ صَفْوَانٍ يَنْفُذُهُمْ ذَلِكَ فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا لِلَّذِي قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُو السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُو السَّمْعِ هَكَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِيَدِهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدِهِ الْيُمْنَى نَصَبَهَا بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ الْمُسْتَمِعَ قَبْلَ أَنْ يَرْمِيَ بِهَا إِلَى صَاحِبِهِ فَيُحْرِقَهُ وَرُبَّمَا لَمْ يُدْرِكْهُ حَتَّى يَرْمِيَ بِهَا إِلَى الَّذِي يَلِيهِ إِلَى الَّذِي هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ حَتَّى يُلْقُوهَا إِلَى الْأَرْضِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى الْأَرْضِ فَتُلْقَى عَلَى فَمِ السَّاحِرِ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُصَدَّقُ فَيَقُولُونَ أَلَمْ يُخْبِرْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا يَكُونُ كَذَا وَكَذَا فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا لِلْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ۔

[اطراف الحدیث: ۴۸۰۰-۷۴۸۱]

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عکرمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں، آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی بات کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی اور اطاعت کے اظہار کے لئے اپنے پروں کو مارتے ہیں جیسے آپ کا ارشاد ہے جس طرح زنجیر کو کسی چکنے پتھر پر مارا جائے، یہ علی بن عبد اللہ کا قول ہے اور ان کے علاوہ سفیان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ فیصلہ ان میں نافذ فرماتا ہے، پھر جب فرشتوں کے دلوں سے خوف دور ہو جاتا ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو وہ اس سے کہتے ہیں جس نے پوچھا تھا کہ اس نے حق فرمایا اور وہ بلند اور بزرگ ہے، پس اس بات کو چوری چھپے سننے والے بھی سن لیتے ہیں اور اس طرح ایک کے بعد دوسرا سن لیتا ہے۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھی اور انگلیوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھا، پھر آگ کا ایک شعلہ سننے والے کو دوسرے تک بات پہنچانے سے پہلے پکڑ لیتا ہے، پس اس کو جلا دیتا ہے اور بعض مرتبہ وہ شعلہ اس کو نہیں پکڑ پاتا حتیٰ کہ وہ شعلہ اس کے قریب نیچے والے شیطان کو پکڑ لیتا ہے حتیٰ کہ اس کو زمین پر گرا دیتا ہے اور بعض اوقات سفیان نے کہا: حتیٰ کہ وہ بات زمین تک پہنچ جاتی ہے، پھر وہ بات جادوگر کے منہ میں ڈال دی جاتی ہے، پس وہ جھوٹ بول کر اس کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے پھر کبھی وہ بات سچی ہو جاتی ہے تو لوگ کہتے ہیں: کیا اس نے فلاں دن ہم کو اس اس طرح خبر نہیں دی تھی کہ اس اس طرح واقعہ ہوگا، پس ہم نے اس کو برحق پایا اس بات کی وجہ سے جس کو آسمان سے سنا گیا تھا۔

حدیث مذکور کی شرح اور مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے: انہوں نے صراحۃً یہ نہیں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ ہو۔

جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے: یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا حکم دیتا ہے اور یہ تقدیر کے معنی میں ہے اور

Marfat.com

یہ لفظ پیدا کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

فرشتے اطاعت سے اپنے پر آسمان پر مارتے ہیں: اس حدیث میں خضعان کا لفظ ہے، اس کا معنی انقیاد اور طاعت ہے۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ جب پرندہ خوف زدہ ہوتا ہے تو اپنے پروں کو مارتا ہے۔

جیسے زنجیر کو چکنے پتھر پر مارا جائے: جو قول اللہ تعالیٰ سے سنا ہو اس کو اس سے تشبیہ دی ہے جیسے زنجیر کو چکنے پتھر پر مارا جائے جیسے بدء الوحی کے باب میں وحی کو گھنٹی کی آواز کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔

جب ان کا خوف زائل ہو جاتا ہے تو وہ پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا تو جو فرشتے جواب دیتے ہیں: وہ ملائکہ مقربین ہیں جیسے جبرئیل اور میکائیل وغیرہ، چنانچہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب اللہ عزوجل وحی کے ساتھ کلام کرتا ہے تو فرشتے ایسی آواز سنتے ہیں جیسے زنجیر کو چکنے پتھر پر مارنے سے آتی ہے، پس وہ بے ہوش ہو جاتے ہیں، پس وہ اسی طرح بے ہوش رہتے ہیں حتیٰ کہ ان کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں، پس جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں تو ان کے دلوں سے خوف دور ہو جاتا ہے۔ پس وہ کہتے ہیں: اے جبرئیل! آپ کے رب نے کیا فرمایا: حضرت جبرئیل کہتے ہیں: حق فرمایا ہے تو فرشتے بھی کہتے ہیں: حق فرمایا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے قضا و قدر کے متعلق اللہ تعالیٰ کے قول کو حق سے تعبیر کیا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں حق سے مراد وہ ہو جو باطل کے مقابلے میں ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ قول ہو جو لوح محفوظ میں لکھا ہو تو یہاں حق کا معنی ہے: جو لوح محفوظ میں ثابت ہو۔

سفیان نے اشارہ سے بتایا: کہ جس طرح یہ ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے کے اوپر ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی وحی کو چوری چھپے سننے والے بھی ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہیں۔

بعض اوقات شعلہ سننے والے کو پکڑ لیتا ہے: اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ شہاب سے مراد آگ کا شعلہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ روشن ستارے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ (الصفت: ٦-٧)

بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین فرمایا ○ اور (اسے) ہر سرکش شیطان سے محفوظ رکھنے کے لئے (بھی مزین فرمایا) ○

اس کو اس کی روشنی اور آگ کی مشابہت کی وجہ سے شہاب کہا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شہاب آگ کا شعلہ ہے۔

بعض اوقات سفیان نے کہا: پس وہ بات جادوگر کے منہ تک پہنچ جاتی ہے: یہاں جادوگر سے مراد نجومی ہے اور سورۂ سبا میں ہے: جادوگر یا کاہن کی زبان۔ اور سنن سعید بن منصور میں سفیان سے روایت ہے کہ جادوگر یا کاہن کے منہ تک وہ بات پہنچ جاتی ہے، پس وہ ساحر اس بات کے ساتھ کئی جھوٹ ملا دیتا ہے اور اس وجہ سے ساحر کی جھوٹی باتوں کی تصدیق کی جاتی ہے اور سننے والے کہتے ہیں کہ جادوگر نے ہم کو فلاں فلاں دن یہ یہ بات بتائی تھی، یہ ان خرافات سے کنایہ ہے جن کا جادوگر ذکر کرتے ہیں، پس آسمان سے جو بات سنی گئی تھی اس کی وجہ سے وہ جادوگر کی تمام باتوں کو حق قرار دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵-۱۳)

۴۷۰۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ إِذَا قَضَى اللهُ الْأَمْرَ وَزَادَ وَالْكَاهِنِ و حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابوہریرہ

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ فَقَالَ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا قَضَى اللهُ الْأَمْرَ وَقَالَ عَلَى فَمِ السَّاحِرِ قُلْتُ لِسُفْيَانَ أَنْتَ سَمِعْتَ عَمْرًا قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ لِسُفْيَانَ إِنَّ إِنْسَانًا رَوَى عَنْكَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَيَرْفَعُهُ أَنَّهُ قَرَأَ فُرِّغَ قَالَ سُفْيَانُ هَكَذَا قَرَأَ عَمْرٌو فَلَا أَدْرِي سَمِعَهُ هَكَذَا أَمْ لَا قَالَ سُفْيَانُ وَهِيَ قِرَاءَتُنَا

رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے اور اس حدیث میں کاہن کا اضافہ ہے، اور ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ عمرو نے کہا: میں نے عکرمہ سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابوہریرہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے، اور انہوں نے بیان کیا کہ یہ بات جادوگر کے منہ میں ڈال دی جاتی ہے، علی بن عبداللہ نے کہا: میں نے سفیان سے پوچھا: کیا تم نے یہ خود عمرو سے سنا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے عکرمہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ سے سنا، انہوں نے کہا: ہاں! میں نے سفیان سے کہا کہ ایک انسان آپ سے روایت کرتے ہیں از عمرو از عکرمہ از حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوہریرہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں انہوں نے (فُزِّعَ کی بجائے) فُرِّغَ پڑھا ہے۔ سفیان نے کہا: اسی طرح عمرو نے پڑھا تھا، پس میں نہیں جانتا انہوں نے اسی طرح سنا تھا یا نہیں، سفیان نے کہا: یہی ہماری قراءت ہے۔

امام بخاری نے حدیث مذکور کی ایک اور سند بیان کی ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ عکرمہ نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے سنی تھی اور اس سند کے ساتھ حدیث میں کچھ لفظی اختلاف بھی ہے کیونکہ پہلی سند کے ساتھ حدیث میں فُزِّعَ تھا اور اس حدیث کی سند کے ساتھ فُرِّغَ ہے۔

۲۔ بَابٌ: وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (الحجر: ۸۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک وادیٔ حجر کے رہنے والوں نے رسولوں کی تکذیب کی O (الحجر: ۸۰) کی تفسیر

الحجر کا محل وقوع اور مرسلین کی تکذیب کی توجیہ

علامہ عینی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں حجر کا لفظ ہے یعنی وادی اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا شہر ہے اور یہ مدینہ اور شام کے درمیان ہے۔ علامہ ثعلبی نے کہا: مرسلین سے مراد فقط حضرت صالح علیہ السلام ہیں۔ علامہ زمخشری نے بتایا: اس کو جمع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس نے کسی ایک رسول کی تکذیب کی تو گویا اس نے تمام رسولوں کی تکذیب کی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی بھی تکذیب کی اور ان کے ساتھ جو دوسرے مومنین تھے ان کی بھی تکذیب کی، دوسرے جواب پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں مذکور

Marfat.com

ہے کہ انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ جو منین تھے وہ رسول نہیں تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵)

۴۷۰۲۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِأَصْحَابِ الْحِجْرِ لَا تَدْخُلُوا عَلَى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب حجر کے متعلق ارشاد فرمایا: ان لوگوں پر صرف روتے ہوئے گزرو اور اگر تم رو نہ سکو تو پھر ان پر نہ گزرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی ایسا عذاب آئے جیسا کہ ان پر عذاب آیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۴۳۳ میں گزر چکی ہے۔

اصحاب حجر سے فرمایا: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اصحاب سے فرمایا جو وادیٔ حجر میں گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶)

۳۔ بَابٌ: وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ (الحجر: ۸۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو دو بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا ۝ (الحجر: ۸۷) کی تفسیر

سبعا من المثانی کی متعدد تفاسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ: اس سے مراد سورۂ فاتحہ ہے، یہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور تابعین میں سے حسن بصری، مجاہد، قتادہ، ربیع اور کلبی کا بھی قول ہے اور یہ حدیث مرفوع سے بھی ثابت ہے جیسے ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔

سورۂ فاتحہ کو سبعا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں سات آیات ہیں اور مَثَانی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورت دو بار نازل ہوئی ہے، ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سات قافلے ایک دن میں بنو قریظہ اور بنو النضیر کے لئے انواع و اقسام کے ساز و سامان لے کر آئے جس میں نفیس جواہر تھے تو مسلمانوں نے انہیں دیکھ کر کہا: اگر یہ اموال ہمارے لئے ہوتے تو ہم ان اموال سے قوت حاصل کرتے اور ان اموال سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تو اللہ تعالیٰ نے الحجر: ۸۷ نازل فرمائی کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیات تمہارے لئے ان سات قافلوں سے بہتر ہیں کیونکہ اس کے بعد والی آیت میں فرمایا ہے:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ (الحجر: ۸۸)

اور آپ اس متاع (دنیاوی) کی طرف (رشک سے) نہ دیکھیں جو ہم نے کافروں کے کئی گروہوں کو دی ہے اور نہ ان کافروں پر افسوس کریں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سورۂ فاتحہ کو مثانی اس لئے کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب چھینک آئی تو انہوں نے کہا: الحمد للہ اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا جنت میں آخری کلام بھی یہی ہوگا:

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس: ۱۰)

اور الحمد للہ رب العالمین پر ان کی دعا ختم ہوگی ۝

Marfat.com

اور بعض مفسرین نے کہا: السبع المثانی سے مراد سات لمبی سورتیں ہیں: (۱) البقرۃ (۲) آل عمران (۳) النساء (۴) المائدہ (۵) الانعام (٦) الاعراف (۷) الانفال اور التوبہ۔ یہ دونوں ایک سورت ہیں اس لئے ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی گئی اور یہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور تابعین میں سے سعید بن جبیر اور ضحاک کا قول ہے، اس کے بعد والقرآن العظیم فرمایا ہے اور یہ عام کا خاص پر عطف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷-۱۶)

۴۷۰۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قَالَ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أُصَلِّي فَدَعَانِي فَلَمْ آتِهِ حَتّٰى صَلَّيْتُ ثُمَّ أَتَيْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي فَقُلْتُ كُنْتُ أُصَلِّي فَقَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾ (انفال:۲۴) ثُمَّ قَالَ أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ لِيَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَكَّرْتُهُ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از خبیب بن عبدالرحمن از حفص بن عاصم از حضرت ابوسعید بن المعلی انہوں نے کہا: نبی ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے مجھے بلایا تو میں آپ کے پاس نہیں آیا حتیٰ کہ میں نے نماز پوری کی، پھر میں آپ کے پاس آیا: آپ نے پوچھا: تمہیں (فوراً) میرے پاس آنے سے کیا چیز مانع تھی؟ میں نے عرض کیا، میں نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا، اے ایمان والو! جب اللہ اور اس کا رسول بلائیں (تو فوراً آجاؤ) (انفال:۲۴)، پھر فرمایا: کیا میں تم کو قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم نہ دوں اس سے پہلے کہ میں مسجد سے نکلوں، پھر نبی ﷺ کو مسجد سے نکلتے وقت خیال نہیں رہا تو میں نے آپ کو یاد دلایا تو آپ نے فرمایا: الحمد للہ رب العالمین، یہ السبع المثانی ہے اور وہ قرآن مجید ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

— اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۷۴ میں گزر چکی ہے۔

۴۷۰۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۵۷، سنن ترمذی: ۳۱۲۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ام القرآن ہی السبع المثانی ہے اور قرآن عظیم ہے۔

سورۂ فاتحہ کو ام القرآن کہنے کی توجیہ

السبع المثانی سے مراد سورۂ فاتحہ ہے اور اس کو ام القرآن اس لئے فرمایا ہے کہ یہ قرآن مجید کے ان معانی پر مشتمل ہے: اللہ عزوجل کی ثناء، اللہ عزوجل کے احکام پر عمل کرنے کا ذکر اور وعد اور وعید اور اس میں اصول ثلاثہ کا ذکر ہے اور وہ مبدأ، معاش اور معاد ہیں اور اس حدیث میں ابن سیرین کے اس قول کا رد ہے کہ سورۂ فاتحہ کو ام القرآن نہ کہو کیونکہ ام الکتاب تو صرف لوح محفوظ

Marfat.com

ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷)

۴۔ بَابٌ: الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ (الحجر: ۹۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جنہوں نے قرآن کو (کچھ مان کر اور کچھ نہ مان کر) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا○ (الحجر: ۹۱) کی تفسیر

اس سے پہلی آیت اور یہ آیت درج ذیل ہے:

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ﴿۹۱﴾ (الحجر: ۸۹۔۹۰۔۹۱)

اور آپ کہیں: میں ہی علی الاعلان ڈرانے والا ہوں○ جیسا کہ ہم نے ان پر (عذاب) نازل کیا جو (اپنی کتاب کو) تقسیم کرنے والے تھے○ جنہوں نے قرآن کو (کچھ مان کر اور کچھ نہ مان کر) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا○

یعنی اے محمد! آپ کہیے کہ میں اللہ کے کھلے ہوئے عذاب سے ڈرانے والا ہوں جیسا کہ ہم نے ان پر عذاب نازل کیا جو اپنی کتاب کو تقسیم کرنے والے تھے۔

عِضین کا معنی ہے: اعضاء متفرقہ، جب تم کسی چیز کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو تو کہتے ہو: عَضَيْتُ الشَّيْءَ یعنی میں نے اس چیز کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۸)

اَلْمُقْتَسِمِيْنَ الَّذِيْنَ حَلَفُوا۔ اَلْمُقْتَسِمِيْنَ کا معنی ہے: جن لوگوں نے قسم کھائی تھی۔

ان کو المقتسمین اس لئے فرمایا ہے کہ یہ لوگ قرآن مجید کے ساتھ استہزاء کرتے تھے، ان میں سے ایک شخص کہتا کہ فلاں سورت میرے لئے ہے اور دوسرا کہتا: فلاں سورت میری ہے۔ مجاہد نے کہا: انہوں نے اپنی کتاب کے حصے کر دیے تھے، پس ان میں سے بعض قرآن مجید کے کسی حصے پر ایمان لاتے اور دوسرے حصے کا کفر کرتے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی تقسیم کر دی تھی، پس ان میں سے بعض کہتے کہ قرآن مجید جادو ہے اور دوسرے کہتے کہ یہ قرآن شعر ہے، ان میں سے کوئی کہتا کہ قرآن میں پچھلوں کے قصے ہیں اور دوسرا کہتا کہ یہ جھوٹ ہے اور جادو ہے۔

مقاتل نے کہا: یہ سولہ (۱۶) مرد تھے جن کو ولید بن مغیرہ نے حج کے ایام میں بھیجا، انہوں نے مکہ کے راستوں اور گلیوں کو تقسیم کر لیا اور ان کے دروازوں پر بیٹھ گئے، پس جب کوئی حج کرنے والا آتا تو ایک فریق ان میں سے کہتا کہ جو شخص ہم میں سے خارج ہو چکا ہے اس سے دھوکہ میں نہ آنا وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور بے شک وہ مجنون ہے اور دوسری جماعت ایک اور راستے پر بیٹھ کر کہتی کہ وہ کاہن ہے اور ان میں سے کوئی کہتا کہ وہ شاعر ہے اور ولید مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاتا اور وہاں انہوں نے ایک کاہن کو رکھا تھا، پس جب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی سوال کرتا تو ولید بن مغیرہ کہتا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو غزوۂ بدر کے دن ہلاک کر دیا اور کچھ کو غزوۂ بدر سے پہلے مختلف آفات میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا۔

وَمِنْهُ لَا أُقْسِمُ أَيْ أُقْسِمُ وَتُقْرَأُ لَأُقْسِمُ۔ اور اسی سے ہے: لَا أُقْسِمُ یعنی میں قسم کھاتا ہوں لَأُقْسِمُ بھی پڑھا جاتا ہے۔

اور مقتسمین کے معنی سے لَا أُقْسِمُ ماخوذ ہے، اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ مقتسمین کے معنی میں قسم ہے، اسی وجہ سے

Marfat.com

بخاری نے اس سے پہلی تعلیق میں یہ کہا تھا کہ مقتسمین کا معنی ہے: وہ لوگ جنہوں نے قسم کھائی۔ امام بخاری نے یہ صحیح نہیں کہا کیونکہ مقتسمین، اقتسام سے بنا ہے نہ کہ قسم سے، لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ لَا أُقْسِمُ، مُقْتَسِمِیْن سے بنا ہے کیونکہ لَا أُقْسِمُ میں لَا کا لفظ زائد ہے۔

لَآ أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ (القیامہ:۱) کی تفسیر میں امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یہ مجاز ہے اور اس کا معنی ہے: میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ لا کا لفظ اپنے معنی پر ہے یعنی میں اس طرح قسم نہیں کھاتا اور اس طرح قسم نہیں کھاتا بلکہ اس طرح قسم کھاتا ہوں اور یہ لَأُقْسِمُ بھی پڑھا جاتا ہے لام تاکید کے ساتھ۔

وَقَاسَمَهُمَا حَلَفَ لَهُمَا وَلَمْ يَحْلِفَا لَهُ۔

قَاسَمَهُمَا یعنی ابلیس نے حضرت آدم اور حضرت حواء کے لئے قسم کھائی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَاسَمَهُمَآ إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ (الاعراف:۲۱)

اور ان سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں ۝

یعنی قاسَمَا باب مفاعلہ ہے جو مشارکت کے لئے ہوتا ہے لیکن یہاں وہ اپنی اصل پر نہیں ہے اور یہ معنی نہیں ہے کہ ابلیس نے ان کے سامنے قسم کھائی اور ان دونوں نے اس کے سامنے قسم کھائی بلکہ صرف یہ معنی ہے کہ ابلیس نے ان کے سامنے قسم کھا کر یہ کہا تھا: (اے آدم وحوا!) تمہارے رب نے اس درخت سے تمہیں نہیں روکا مگر صرف اس لئے کہ کہیں تم فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والے میں سے ہو جاؤ۔ (الاعراف:۲۰)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَقَاسَمُوْا تَحَالَفُوْا۔

اور مجاہد نے کہا: تَقَاسَمُوْا کا معنی ہے: تَحَالَفُوْا یعنی ان سب نے قسم کھائی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَأَهْلَهٗ۔ (النمل:۴۹)

انہوں نے کہا: سب آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر عہد کر لو کہ ہم ضرور رات کو صالح اور ان کے گھر والوں پر شب خون مار دیں گے۔

الفریابی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اس تعلیق سے اور تعلیق سابق سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ ان کے مذہب کو تقویت دی جائے کہ جنہوں نے کہا ہے کہ لفظ مقتسمین قسم سے ماخوذ ہے قِسْمَةٌ سے ماخوذ نہیں ہے اور یہ تفسیر جمہور مفسرین کی تصریحات کے خلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۹-۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۷۰۵۔ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ قَالَ هُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ جَزَّؤُوهُ أَجْزَاءً فَآمَنُوا بِبَعْضِهِ وَكَفَرُوا بِبَعْضِهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بشر نے خبر دی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ جن لوگوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، حضرت ابن عباس نے بتایا کہ وہ اہل کتاب ہیں، انہوں نے قرآن مجید کے کئی حصے کر دیئے، پس بعض پر وہ ایمان لائے اور بعض کا انہوں نے کفر کیا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۴۹۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۴۷۰۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما ﴿كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴾ (الحجر:۹۰) قَالَ آمَنُوا بِبَعْضٍ وَكَفَرُوا بِبَعْضٍ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی ظبیان از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ (الحجر:۹۰) کی تفسیر میں کہا کہ یہود ونصاریٰ قرآن مجید کی بعض آیات پر ایمان لائے اور بعض آیات کا کفر کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۵۔ بَابٌ: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر:۹۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے حتیٰ کہ آپ کے پاس پیغام اجل آجائے O (الحجر:۹۹) کی تفسیر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام نے بتایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو جاؤں لیکن مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر:۹۹-۹۸)

سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجئے اور سجدہ کرنے والوں میں سے رہیے O اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے حتیٰ کہ آپ کے پاس پیغام اجل آجائے O

سالم نے کہا: یقین سے مراد موت ہے۔

سالم سے مراد ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب کے بیٹے رضی اللہ عنہم، اس تعلیق کی اسحاق بن ابراہیم نے اپنی سند کے ساتھ سالم سے روایت کی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

موت پر یقین کے اطلاق کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ام العلاء کی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کے متعلق فرمایا: ان کے پاس یقین آ گیا ہے اور میں ان کے لئے خیر کی توقع کرتا ہوں۔ بخاری کے بعض شارحین نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ یقین موت کے اسماء میں سے نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: میں کہتا ہوں کہ امام بخاری پر یہ اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں بہترین زندگی گزارنے والا وہ شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے رہا حتیٰ کہ اس کے پاس یقین آ گیا اور وہ شخص لوگوں میں سے صرف خیر پر ہے اور یہ سالم کے قول پر عمدہ شاہد ہے، نیز قرآن مجید میں ہے:

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۙ حَتّٰى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ (المدثر:۴۷-۴۶)

اور ہم حساب کے دن کو جھٹلاتے تھے O یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی O

Marfat.com

اس آیت میں بھی موت کے اوپر یقین کا اطلاق کیا گیا ہے اور یقین پر موت کا اطلاق مجاز ہے کیونکہ موت کے متعلق کوئی شک نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۶۰، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نصرت سے سورۃ الحجر کی تفسیر ختم ہوئی، اب ان شاء اللہ سورۃ النحل کی تفسیر شروع ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

١٦۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ النَّحْلِ

سورۃ النحل کی تفسیر

سورۃ النحل کا تعارف

ہمام نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور سعید نے ان سے روایت کی ہے کہ اس سورت کا اول حصہ مکی ہے: الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا (النحل:۴۱) تک اور پھر اس آیت سے لے کر آخیر سورت تک مدنی ہے اور سدی نے کہا: یہ سورت مکی ہے سوا اس ایک آیت کے: وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (النحل:۱۲۶) اور سفیان نے کہا کہ یہ سورت مکی ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ سورت مکی ہے سوا تین آیتوں کے جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد نازل ہوئی تھیں: وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا (النحل:۹۵) الآیات۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تین آیتوں کے سوا یہ سورت مکی ہے، وہ آیتیں مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ سے واپس جا رہے تھے۔

اس سورت میں ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) آیتیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

رُوْحُ الْقُدُسِ جِبْرِيْلُ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ۔ رُوْحُ الْقُدُس سے مراد ہے: حضرت جبریل علیہ السلام، قرآن مجید میں ہے: اس قرآن کو الروح الامین نے نازل کیا O (الشعراء:۱۹۳)

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ۔ آپ کہیے: اس کو روح القدس نے آپ کے رب کی جانب سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔ (النحل:۱۰۲)

امام طبری نے محمد بن الکعب قرظی سے روایت کی ہے کہ روح القدس حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور روح کی اضافت قدس کی طرف کی ہے جس کا معنی طہر اور پاکیزگی ہے اور اس سے مراد ہے: الروح القدس یعنی ایسی روح جو پاکیزہ ہے۔ روح حقیقت میں اس کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے جسم قائم ہوتا ہے اور اس میں حیات ہوتی ہے اور روح کا اطلاق قرآن پر بھی کیا گیا ہے اور رحمت پر بھی اور وحی پر بھی اور حضرت جبریل پر بھی کیا گیا ہے اور یہ جو امام بخاری نے کہا ہے کہ قرآن کو روح الامین لے کر نازل ہوئے یہ اس لئے کہا کہ روح القدس سے مراد حضرت جبریل ہیں۔ یہ قرآن سے ثابت ہے اور ضحاک نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ روح القدس سے مراد وہ اسم ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ امام ابن ابی حاتم نے اس حدیث کی سند ضعیف سے روایت کی ہے۔ حضرت جبریل کی صفت امین ہے کیونکہ انہیں جو پیغام دے کر رسولوں کے پاس بھیجا جاتا تھا وہ اس پیغام کو پہنچانے میں امین تھے۔

فِيْ ضَيْقٍ يُقَالُ اَمْرٌ ضَيْقٌ وَضَيِّقٌ مِثْلُ هَيْنٍ وَهَيِّنٍ وَلَيْنٍ وَلَيِّنٍ وَمَيْتٍ وَمَيِّتٍ۔ فِيْ ضَيْقٍ (تنگی میں)، کہا جاتا ہے: اَمْرٌ ضَيْقٌ وَضَيِّقٌ جیسے هَيْنٌ اور هَيِّنٌ ہے اور لَيْنٌ اور لَيِّنٌ اور مَيْتٌ اور مَيِّتٌ ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۝ (النحل: ۱۲۷) اور آپ ان کی سازشوں سے دل تنگ نہ ہوں O

امام بخاری نے کہا ہے: کہا جاتا ہے: اَمْرٌ ضَيْقٌ و ضَيِّقٌ، اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ یہاں پر دو لغتیں ہیں: ایک تشدید کے ساتھ اور ایک تخفیف کے ساتھ، اسی طرح باقی مثالوں کا بھی یہی محمل ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي تَقَلُّبِهِمْ اخْتِلَافِهِمْ۔ حضرت ابن عباس نے کہا: تَقَلُّبِهِمْ کا معنی ہے: ان کا اختلاف۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیات کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ (النحل: ۴۵-۴۶) جو لوگ بری سازشیں کرتے ہیں کیا وہ اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر وہاں سے عذاب لے آئے جہاں سے عذاب آنے کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو O یا ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے، سو وہ خدا کو عاجز نہیں کر سکتے O

علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ ان آیات کا معنی یہ ہے جب وہ رات یا دن میں کہیں چل پھر رہیں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اچانک ان کو عذاب میں پکڑ لے گا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمِيْدُ تَكَفَّأُ۔ مجاہد نے کہا ہے: تَمِيْدُ کا معنی ہے: جھکنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ۔ (النحل: ۱۵) اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو نصب کر دیا تاکہ زمین تمہارے ساتھ (ایک طرف) جھک نہ جائے۔

اس تعلیق کو ابو محمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

مُفْرَطُوْنَ مَنْسِيُّوْنَ مُفْرَطُوْن کا معنی ہے: جو لوگ بھلا دیئے گئے ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ۝ (النحل: ۶۲) بے شک ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے اور وہ (اس میں) سب سے پہلے بھیجے جائیں گے O

امام بخاری نے کہا ہے کہ مُفْرَطُوْن کا معنی مَنْسِيُّوْنَ ہے اور امام طبری نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں سستی اور کمی کرتے تھے اور برے کاموں میں بہت زیادہ کوشش کرتے تھے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ هٰذَا مُقَدَّمٌ وَمُؤَخَّرٌ وَذٰلِكَ اَنَّ الِاسْتِعَاذَةَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَمَعْنَاهَا الِاعْتِصَامُ بِاللّٰهِ

وَقَالَ غَيْرُهُ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ هٰذَا مُقَدَّمٌ وَمُؤَخَّرٌ وَذٰلِكَ اَنَّ الِاسْتِعَاذَةَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَمَعْنَاهَا الِاعْتِصَامُ بِاللّٰهِ۔

اور مجاہد کے غیر نے کہا: فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (النحل: ۹۸) یعنی جب تم قرآن پڑھو تو اعوذ باللہ پڑھو، اس آیت میں تقدیم اور تاخیر ہے کیونکہ اعوذ باللہ قرآن مجید پڑھنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور اس کا معنی ہے: اللہ کی پناہ میں آنا۔

Marfat.com

یہ امام بخاری کی تقریر ہے اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ اس آیت کے شروع میں یہ لفظ محذوف ہے کہ جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو اللہ کی پناہ طلب کرو حتیٰ کہ علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے سوا اس کے جو حضرت ابوہریرہ، داؤد ظاہری اور امام مالک سے مروی ہے کہ قرآن مجید پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ پڑھی جائے تاکہ ظاہر قرآن پر عمل ہو۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ غیر سے مراد امام ابوعبیدہ ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری کی تعلیق میں غَیْرُہٗ سے پہلے مجاہد کا ذکر ہے، اس کا معنی ہوگا: مجاہد کے غیر نے کہا نہ کہ ابوعبیدہ نے کہا:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُسِیْمُوْنَ تَرْعَوْنَ۔ حضرت ابن عباس نے کہا: تسیمون کا معنی ہے: چراتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ (النحل:۱۰) جس پانی کو تم پیتے ہو اور اسی سے درخت بھی سیراب ہوتے ہیں جس میں تم مویشی چراتے ہو O

اور ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اسمت الابل کا معنی ہے میں نے اونٹوں کو چرایا۔

شَاكِلَتِهٖ نَاحِيَتِهٖ۔ شاکلتہ کا معنی ہے اپنے اپنے طریقہ پر۔

یہ تعلیق اس کے بعد والی سورت میں ہے اور امام بخاری نے وہاں اس تعلیق کو پھر دہرایا ہے۔ حموی سے روایت ہے کہ شاکلتہ کا معنی ہے: نیت۔

قَصْدُ السَّبِيْلِ الْبَيَانُ۔ قصد السبیل کا معنی ہے: سیدھے راستے کا بیان۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (النحل:۹) اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو (جبراً) ہدایت دے دیتا O

امام بخاری نے قصد السبیل کا معنی لکھا ہے: سیدھے راستے کا بیان۔ امام طبری نے لکھا ہے: اس کا معنی ہے: تمہارے لئے حکم کو بیان کرنا اور قصد کا معنی ہے: سیدھا راستہ۔ ایک قول ہے کہ شرائع اور فرائض کا بیان، ابن المبارک نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: سنت۔

اَلدِّفْءُ مَا اسْتَدْفَأْتَ بِهٖ۔ الدفء جس سے تم حرارت حاصل کرو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ (النحل:۵) اور اس نے چوپاؤں کو پیدا کیا ان میں تمہارے لئے گرم کپڑے اور دوسرے فوائد ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو O

امام بخاری نے الدفء کی تفسیر کی ہے: جن چیزوں سے تم حرارت حاصل کرو مثلاً چادریں اور مکان وغیرہ۔ الجوہری نے کہا ہے: الدفء کا معنی ہے: گرمی اور اس آیت میں الدفء سے مراد ہے: اونٹوں کے بچے اور ان کے دودھ اور ان کے اون سے جو نفع حاصل کیا جائے۔

تُرِيْحُوْنَ بِالْعَشِيِّ وَ تَسْرَحُوْنَ بِالْغَدَاةِ۔ تُرِيْحُوْنَ بِالْعَشِيِّ وَ تَسْرَحُوْنَ بِالْغَدَاةِ یعنی شام کو تم مویشی چرا کر لاتے ہو اور صبح کو مویشی چرانے لے جاتے ہو۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ (النحل:٦) اور ان میں تمہارے لئے حسن وزیبائش ہے جب تم شام کوانہیں چرا کر واپس لاتے ہو اور جب صبح کو انہیں چراگاہ میں چھوڑتے ہو O

یعنی شام کو تم انہیں چرا کر انہیں ان کے باڑہ کی طرف لاتے ہو اور صبح کو انہیں باڑہ سے نکال کر چراگاہ کی طرف لے جاتے ہو۔

بِشِقِّ يَعْنِي الْمَشَقَّةَ۔ بِشِقِّ یعنی مشقت سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ۔ (النحل:٧) اور وہ چوپائے تمہارا سامان لاد کر اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر مشقت کے خود نہیں پہنچ سکتے تھے۔

امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے اور کہا ہے کہ شق کا معنی مشقت ہے۔

عَلَى تَخَوُّفٍ تَنَقُّصٍ۔ عَلَى تَخَوُّفٍ کا معنی ہے: نقصان کرکے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ۔ (النحل:٤٧) یا وہ ان کو اس حال میں پکڑ لے جب وہ اپنے اعمال میں کمی کر رہے ہوں۔

حضرت ابن عباس نے اس کی یہی تفسیر کی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی خوف ہے اور اس صورت میں معنی ہوگا: یا وہ ان کو عین حالت خوف میں پکڑ لے۔

الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً وَهِيَ تُؤَنَّثُ وَتُذَكَّرُ وَكَذٰلِكَ النَّعَمُ الْأَنْعَامُ جَمَاعَةُ النَّعَمِ۔ اَلْانعام لَعِبْرَةً میں انعام نعم کی جمع ہے اور یہ مذکر اور مونث دونوں کے لئے ہے۔ اسی طرح نعم کی جمع انعام ہے اور یہ بھی مذکر اور مونث دونوں کے لئے ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ۔ (النحل:٦٦) اور بے شک مویشیوں میں بھی تمہارے لئے غور کا مقام ہے ہم تمہیں اس چیز سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے۔

لَعِبْرَةً کا معنی ہے: اس میں تمہارے لئے نصیحت ہے مِّمَّا فِي بُطُونِهِ فرمایا ہے بُطُونِهَا نہیں فرمایا کیونکہ انعام اور نعم واحد ہیں اور لفظ نعم مذکر ہے، اس وجہ سے مذکر کی ضمیر لائے نعم کی جمع انعام ہے اور یہ اونٹ، گائے اور بکریاں ہیں۔

أَكْنَانٌ وَاحِدُهَا كِنٌّ مِثْلُ حِمْلٍ وَأَحْمَالٍ۔ اکنانا اس کا واحد کِنٌّ ہے جیسے حِمل اور اَحمال۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا۔ (النحل:٨١) اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں محفوظ غار بنائے۔

أَكْنَانًا کا واحد کِنٌّ ہے اور اس کا معنی ہے: جو چیز تمہاری حفاظت اور ستر کا سبب ہو، اسی وجہ سے پہاڑوں میں جو غار رہائش کے لئے ہوتے ہیں انہیں اکنان کہتے ہیں۔

سَرَابِيلَ قُمُصٌ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَأَمَّا سَرَابِيلَ تَقِيكُم سَرَابِيلَ سے مراد قمیصیں ہیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور قمیصیں

Marfat.com

بَأْسَكُمْ فَإِنَّهَا الدُّرُوعُ۔ تمہیں ہتھیاروں سے محفوظ رکھتی ہیں، اس سے مراد زرہیں ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ۔ (النحل:۸۱) اور تمہارے لئے ایسے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے لباس (زرہیں) بنائے جو تم کو حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔

جو قمیصیں گرمی سے بچاتی ہیں وہ سوت اور اون سے بنی ہوئی ہوتی ہیں اور یہ قمیصیں سردی سے بھی بچاتی ہیں اور جو قمیصیں نیزوں اور تیروں کی ضرب سے بچاتی ہیں وہ لوہے سے بنی ہوئی ہوتی ہیں جن کو زرہ کہتے ہیں۔

دَخَلًا بَيْنَكُمْ كُلُّ شَيْءٍ لَمْ يَصِحَّ فَهُوَ دَخَلٌ۔ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اس کا معنی ہے: جو چیز صحیح نہ ہو اور جو چیز صحیح نہ ہو اس کو دَخَلٌ کہتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَتَّخِذُونَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ۔ (النحل:۹۲) تم اپنی قسموں کو آپس میں عہد شکنی کا ذریعہ بنانے لگو گے۔

امام ابوعبیدہ نے کہا کہ دَخَل کا معنی دھوکہ دینا اور خیانت کرنا بھی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَفَدَةٌ مَنْ وَلَدَ الرَّجُلُ۔ حضرت ابن عباس نے کہا: حَفَدَة کا معنی ہے: مرد کی اولاد۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً۔ (النحل:۷۲) اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے۔

مرد کی اولاد کا ذکر کیا ہے اور یہ بیٹوں، پوتوں اور ان کی اولاد کو شامل ہے۔

السَّكَرُ مَا حُرِّمَ مِنْ ثَمَرَتِهَا وَالرِّزْقُ الْحَسَنُ مَا أَحَلَّ اللهُ۔ اَلسَّكَرُ وہ ان پھلوں سے نکالا ہوا وہ مشروب ہے جس کو (نشہ آور ہونے کی وجہ سے) حرام کر دیا گیا ہے اور رزق حسن وہ پھل ہیں جن کو حلال کر دیا گیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا۔ (النحل:۶۷) اور ہم تمہیں کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے پلاتے ہیں تم ان سے میٹھے مشروبات تیار کرتے ہو اور عمدہ رزق۔

الثعلبی نے کہا ہے کہ سکر خمر ہے اور رزق حسن کھجور اور انگور ہیں، انہوں نے کہا: یہ خمر کی تحریم سے پہلے پر محمول ہے۔ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر اور ابراہیم اور حسن کا یہی مذہب ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ سکر وہ مشروب ہے جو ان پھلوں سے نکالا گیا ہو اور حرام ہو اور رزق حسن وہ مشروب ہے جو ان پھلوں سے نکالا گیا ہو اور حلال ہو، اور قتادہ نے کہا: سکر ان عجمیوں کی شرابیں ہیں اور رہا رزق حسن، پس وہ نبیذ ہے اور سرکہ ہے اور جن پھلوں کو تم کھاتے ہو، اور خمر کی تحریم سورۂ مائدہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ ثعلبی نے کہا کہ سکر وہ چیزیں ہیں جن کو پیا جاتا ہے اور رزق حسن وہ چیزیں ہیں جن کو کھایا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حبشی لوگ خمر کا نام سکر رکھتے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ صَدَقَةَ أَنْكَاثًا هِيَ خَرْقَاءُ كَانَتْ إِذَا أَبْرَمَتْ غَزْلَهَا نَقَضَتْهُ۔ ابن عیینہ نے صدقہ سے روایت کی ہے کہ انکاثا کا معنی ہے: ٹکڑے ٹکڑے، یہ مکہ میں ایک عورت تھی جو مضبوط سوت بناتی

Marfat.com

پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا۔ (النحل:۹۲) اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوطی سے کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

زمخشری نے کہا ہے کہ تم اپنی قسموں کو توڑنے میں اس عورت کی مثل نہ ہو جانا جو مضبوط سوت بناتی، پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ ھی خرقاء یعنی اس عورت کا نام خرقاء تھا۔ قتادہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کے لئے ضرب المثل بیان کی ہے جو پختہ اور مضبوط عہد کرنے کے بعد اس کو توڑ دیتے ہیں۔ مقاتل نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ عورت قرشیہ تھی اور اس کا نام ریطیہ بنت عمرو بن کعب تھا۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ الْأُمَّةُ مُعَلِّمُ الْخَيْرِ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اُمَّة کا معنی ہے: خیر کی یعنی نیکی کی تعلیم دینے والا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ۔ (النحل:۱۲۰) بے شک ابراہیم (اپنی ذات میں) ایک امت تھے، اللہ کے اطاعت گزار۔

حضرت ابن مسعود نے امت کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ نیکی کی تعلیم دینے والا ہے۔ حاکم نے کہا ہے: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ مجاہد سے روایت ہے کہ وہ تنہا مومن تھے اور باقی تمام لوگ کفار تھے اور شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ زمین میں ہمیشہ ایسے چودہ (۱۴) آدمی رہے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مصائب دور کرتا ہے اور روئے زمین میں ان کی برکتیں نازل ہوتی ہیں سوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کیونکہ وہ اپنے زمانے میں تنہا ایسے شخص تھے جو ان صفات کے حامل تھے۔

قرآن مجید میں اُمَّةٌ کے اور بھی معانی ہیں: لوگ، جماعت، دین، وقت اور ایسا ایک شخص جو جماعت کے قائم مقام ہو۔

وَالْقَانِتُ الْمُطِيعُ۔ والقانت اس کا معنی ہے: مطیع یعنی اطاعت کرنے والا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا۔ (النحل:۱۲۰) اللہ کے اطاعت گزار، باطل سے مجتنب۔

۱۔ بَابٌ: وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ۔ (النحل:۷۰) اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم میں سے بعض کو ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ (النحل:۷۰) کی تفسیر

ارذل عمر کا معنی

علامہ بدرالدین محمود احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

الجوہری نے کہا ہے: رذیل کا معنی ہے: گھٹیا، خسیس اور ہر چیز کا ردی جز۔ ارذل عمر کا معنی ہے: انسان کی عمر کا گھٹیا حصہ۔ سدی نے کہا ہے: سخت بوڑھا۔ قتادہ نے کہا ہے: نوے (۹۰) سال کی عمر۔ حضرت علی نے کہا: پچھتر (۷۵) سال کی عمر۔ مقاتل نے کہا ہے بہت بوڑھا۔ عکرمہ نے کہا: جو قرآن پڑھنے والا ہو وہ ارذل عمر کی طرف نہیں لوٹایا جاتا۔ امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ارذل عمر ایک سو (۱۰۰) سال ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۶-۲۵)

۴۷۰۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُوسَى أَبُو عَبْدِ اللهِ الْأَعْوَرُ عَنْ شُعَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَدْعُو أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہارون بن موسیٰ ابو عبداللہ الاعور نے حدیث بیان کی از شعیب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں بخل سے اور سستی سے اور ارذل عمر سے اور عذاب قبر سے اور دجال کے فتنہ سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۸۲۳ میں گزر چکی ہے، تاہم چند اہم باتیں بیان کی جا رہی ہیں:

بخل سے: یعنی مال کے حقوق سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بخل سے پناہ مانگنا اس طرح ہے جس طرح آپ نے دولت کے فتنہ سے پناہ مانگی اور دولت کا فتنہ یہ ہے کہ اس کو گناہوں میں یا اسراف میں یا کسی قسم کے باطل کاموں میں خرچ کیا جائے۔

اور کسل سے یعنی سستی سے: اور وہ یہ ہے کہ کسی نیک کام کرنے کے لئے نفس کا تیار نہ ہونا اور اس میں کم رغبت کرنا۔

اور ارذل عمر سے: یعنی سخت بڑھاپے سے اور اس سے پناہ اس لئے مانگی ہے کہ عمر میں مطلوب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی نعمتوں میں غور وفکر کرے اور دل اور اعضاء سے اس کا شکر ادا کرے اور بڑھاپے میں چونکہ انسان اپنی قوتوں سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا اس لئے اس سے پناہ مانگنی چاہئے۔

اور زندگی کے فتنہ سے: زندگی کا فتنہ یہ ہے کہ انسان میں صبر نہ رہے اور مشکل حالات میں اللہ کی رضا نہ رہے، وہ مصائب میں مبتلا ہو اور فساد پر اصرار کرے اور ہدایت کی پیروی نہ کرے۔

اور موت کے فتنہ سے: یعنی منکر نکیر کا سوال کرنا حیرت اور خوف کے ساتھ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۶)

اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے سورۃ النحل کی تفسیر ختم ہوئی اب ان شاء اللہ سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

١٧۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ

سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر

سورۂ بنی اسرائیل کا تعارف

قتادہ نے کہا ہے کہ یہ سورت آٹھ آیتوں کے سوا مکی ہے اور وہ آٹھ آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی تھیں اور وہ آٹھ آیتیں یہاں سے شروع ہوتی ہیں: وَإِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ (بنی اسرائیل: ٧٣) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ علامہ سخاوی نے کہا کہ یہ سورت سورۃ القصص کے بعد سورۂ یونس (علیہ السلام) سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں۔

١۔ بَابٌ

٤٧٠٨۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه قَالَ فِي بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ إِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ وَهُنَّ مِنْ تِلَادِي فَسَيُنْغِضُوْنَ إِلَيْكَ رُؤُسَهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَهُزُّوْنَ وَقَالَ غَيْرُهُ نَغَضَتْ سِنُّكَ أَيْ تَحَرَّكَتْ

(اطراف الحدیث: ٤٧٣٩۔ ٤٩٩٤)

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سنا، انہوں نے کہا میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا: بنی اسرائیل، الکہف اور مریم یہ سورتیں پہلی عمدہ سورتوں میں سے ہیں اور یہ مجھے اچھی طرح یاد تھیں۔ وہ عنقریب آپ کی طرف اپنے سروں کو ہلائیں گے (بنی اسرائیل: ٥١) حضرت ابن عباس نے کہا اس کا معنی ہے: وہ ہلائیں گے اور دوسروں نے کہا: نَغَضَتْ سِنُّكَ یعنی دانت ہل گیا۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَلْعِتَاقُ الْأُوَلُ: عتاق عتیق کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: قدیم یا ہر وہ چیز جو عمدگی میں انتہاء کو پہنچی ہوئی ہو، ایک جماعت نے کہا اس حدیث میں عتاق کا یہی معنی ہے۔

تلادی: یعنی حضرت ابن مسعود کو یہ سورتیں شروع سے ہی حفظ تھیں، حضرت ابن مسعود کی مراد یہ ہے کہ جب انہوں نے ابتداءً قرآن مجید پڑھا تھا تو ان سورتوں کو حفظ کر لیا تھا، ان سورتوں کی فضیلت یہ ہے کہ ان سورتوں میں انبیاء علیہم السلام کے قصے اور ان کی امتوں کی خبریں ہیں۔

وہ عنقریب آپ کی طرف اپنے سروں کو ہلائیں گے۔ (بنی اسرائیل: ٥١)

حضرت ابن عباس نے کہا کہ وہ استہزاءً اپنے سروں کو ہلائیں گے اور ابن قتیبہ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ وہ آپ کے ارشاد کو بعید

Marfat.com

سمجھتے ہوئے اپنے سروں کو ہلائیں گے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۶۴)

۲۔ باب: وَ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ (بنی اسرائیل: ۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے بنی اسرائیل کو بتادیا تھا۔ (بنی اسرائیل: ۴) کی تفسیر

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی، پوری آیت اس طرح ہے:

وَ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان کی کتاب میں بتادیا تھا کہ تم ضرور دو بار زمین میں فساد کرو گے اور تم ضرور بہت بڑی سرکشی کرو گے ○

حافظ ابن حجر عسقلانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی ہم نے ان کو خبر دی تھی کہ وہ عنقریب فساد کریں گے۔

لفظ قضٰی کے کئی معنی ہیں: وَ قَضٰى رَبُّكَ (بنی اسرائیل: ۲۳) یعنی آپ کے رب نے یہ حکم دیا اور اس کا معنی فیصلہ کرنا بھی ہے جیسے اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ (النمل: ۷۸) بے شک آپ کا رب ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اس کا معنی پیدا کرنا بھی ہے جیسے فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ (حم سجدہ: ۱۲) یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کیے اور اس کا معنی ہے: فراغت جیسے فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ (البقرہ: ۲۰۰) یعنی جب تم افعال حج سے فارغ ہو جاؤ اور اس کا معنی تقدیر میں لکھنا بھی ہے جیسے فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا (المؤمن: ۶۸) یعنی جب اللہ تعالیٰ تقدیر میں کسی کام کو لکھ دیتا ہے اور اس کا معنی فیصلہ بھی ہے جیسے لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ (الانعام: ۵۸) تو ضرور میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور اس کا معنی ہلاک کرنا ہے جیسے لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ (یونس: ۱۱) ان کی مدت حیات پوری کر دی جاتی یعنی ان کو ہلاک کر دیا جاتا اور اس کا معنی وصیت ہے جیسے وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (بنی اسرائیل: ۲۳) اور آپ کے رب نے یہ وصیت (تاکید) کی ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور اس کا معنی موت ہے جیسے فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ (القصص: ۱۵) یعنی پس حضرت موسیٰ نے اس کو گھونسا مارا تو اللہ نے اس پر موت طاری کر دی اور اس کا معنی فعل ہے جیسے كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝ (عبس: ۲۳) یعنی حق بات یہ ہے کہ اس نے وہ کام نہیں کیا جس کا اسے حکم دیا اور اس کا معنی عہد ہے جیسے اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ (القصص: ۴۴) یعنی جب ہم نے موسیٰ سے ایک کام کا عہد لیا۔

الازہری نے ذکر کیا کہ قضٰی کے لغت میں کئی معانی ہیں اور ان سب کا رجوع اس معنی کی طرف ہوتا ہے کہ کسی کام کو مکمل کر کے اسے منقطع کر دیا جائے۔

نَفِيْرًا مَنْ يَّنْفِرُ مَعَهٗ۔ نَفِيْرًا کا معنی ہے: جو شخص اس کے ساتھ روانہ ہو جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۶) اور ہم نے تم کو بڑا گروہ بنادیا ○

ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ جو لوگ اس کے ساتھ جائیں اور قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: اور تم کو بڑا عدد بنادیا۔ ثعلبی نے کہا ہے: اس کی اصل یہ ہے کہ کسی مرد کے ساتھ اس کے قبیلے والے اور گھر والے روانہ ہوں۔

مَيْسُوْرًا لَيِّنًا۔ مَيْسُوْرًا کا معنی ہے: نرم۔

فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۲۸) تو ان کو کوئی نرم بات کہہ کر ٹال دو ○

امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ عکرمہ نے کہا ہے: ان سے اچھا وعدہ کر لو اور سدی نے کہا ہے کہ سائل سے کہو: ہاں! اس وقت ہمارے پاس رقم نہیں ہے، پھر آئے گی تو دیں گے اور حسن بصری نے کہا: یوں کہو کہ ان شاء اللہ ہو جائے گا۔

Marfat.com

حَصِيْرًا مَحْبِسًا مَحْصَرًا۔ حصیرًا اس کا معنی ہے: قید کرنے کی جگہ یعنی قید خانہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۸) اور ہم نے کافروں کے لئے جہنم کو قید خانہ بنادیا ہے O

امام بخاری نے حصیر کی تفسیر قید خانہ کے ساتھ کی ہے۔ حضرت ابن عباس نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے۔

حَقَّ وَجَبَ حَقَّ کا معنی ہے: واجب ہوگیا۔

فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝ پھر وہ عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں، سو ہم ان کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں O (بنی اسرائیل:۱۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان پر عذاب واجب ہوگیا ہے۔

خِطْئًا إِثْمًا وَهُوَ اسْمٌ مِنْ خَطِئْتَ وَالْخَطَأُ مَفْتُوحٌ مَصْدَرُهُ مِنَ الْإِثْمِ خَطِئْتُ بِمَعْنَى أَخْطَأْتُ۔ خِطْاءً یعنی گناہ اور یہ خَطِئْتُ کا اسم مصدر ہے اور خَطَأً جس میں خاء پر زبر ہے یہ گناہ کا مصدر ہے اور خَطِئْتُ کا معنی ہے: اَخْطَئْتُ یعنی میں نے خطا کی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۳۱) بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے O

امام بخاری نے خطأ کی تفسیر گناہ کی ہے، اسی طرح امام ابوعبیدہ نے بھی تفسیر کی ہے اور امام بخاری نے کہا ہے کہ خِطْأ یہ خَطِئْتُ کا اسم مصدر ہے اور اہل لغت نے یہ کہا ہے کہ یہ خِطَاءً کا مصدر ہے، نیز امام بخاری نے کہا کہ خَطَأ جس میں خاء پر زبر ہے یہ مصدر ہے، یہ بھی اہل لغت کی تصریح کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا: یہ اسم مصدر ہے اور اس کا معنی ہے: جو کام صحیح اور صواب نہ ہو، نیز امام بخاری نے کہا کہ خَطِئْتُ کا معنی اَخْطَأْتُ ہے یعنی میں نے گناہ کیا، یہ بھی اہل لغت کی تصریح کے خلاف ہے کیونکہ خطاء کا لفظ جب ثلاثی مجرد سے ہو تو اس کا معنی ہے: عمداً کوئی غلط کام کرنا اور جب یہ ثلاثی مزید فیہ سے ہو تو اس کا معنی ہے: ایسا غلط کام کرنا جس میں عمد کا دخل نہ ہو۔

تَخْرِقَ تَقْطَعَ۔ تَخْرِقَ اس کا معنی ہے: تو زمین کو پھاڑ دے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۳۷) اور زمین میں اکڑ اکڑ کر نہ چلو کیونکہ نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی تم طول میں پہاڑوں تک پہنچ سکتے ہو O

یعنی تم تمام روئے زمین کو طے نہیں کر سکو گے اور مَرَحًا کا معنی ہے: اترانا، تکبر کرنا اور فخر کرنا اور انك لن تَخْرِقَ الارض کا معنی ہے کہ تو تمام زمین کو طے کر کے اس کے آخر تک نہیں پہنچ سکتا۔

وَإِذْ هُمْ نَجْوٰى مَصْدَرٌ مِنْ نَاجَيْتُ فَوَصَفَهُمْ بِهَا وَالْمَعْنَى يَتَنَاجَوْنَ۔ وَإِذْ هُمْ نَجْوٰى یہ نَاجَيْتُ کا مصدر ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت سرگوشی کی ہے اور اس کا معنی ہے: وہ سرگوشیاں کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِذْ يَسْتَمِعُوْنَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوٰى۔ جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں اور جب وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل:۴۷)

یعنی جب وہ آپ کا کلام سنتے ہیں تو اس وقت وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں، ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ یہ مجنون ہیں اور کوئی کہتا ہے: یہ کاہن ہیں، کوئی کہتا ہے: یہ جادوگر ہیں، کوئی کہتا ہے: یہ شاعر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مجسم سرگوشی فرمایا حالانکہ سرگوشی کرنا ان کا فعل تھا اور یہ مبالغۃً اطلاق کرنا ہے جیسے کہا جاتا ہے: زیدٌ عَدْلٌ (زید سراپا عدل ہے)۔

رُفَاتًا حُطَامًا۔ رُفَاتًا اس کا معنی ہے: چورا چورا ہونا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالُوٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (بنی اسرائیل: ۴۹) اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم ہڈیاں ہو جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو پھر ہم کو از سرِ نو بنا کر کھڑا کر دیا جائے گا O

یعنی کفارِ مکہ حیات بعد الموت پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ کیا جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو کیا ہم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ مجاہد نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

وَاسْتَفْزِزْ اسْتَخِفَّ بِخَيْلِكَ الْفُرْسَانِ وَالرَّجْلُ وَالرِّجَالُ الرَّجَّالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ وَتَاجِرٍ وَتَجْرٍ۔

وَاسْتَفْزِزْ اس کا معنی ہے: تو اپنی آواز سے جن کو گمراہ کر سکتا ہے اور اپنے گھوڑوں اور پیادوں سے بھی کام لے۔ الرجل، رجال کے معنی میں ہے اور اس کا واحد راجل ہے جیسے اَلصَّحْبُ کا واحد صاحب ہے اور التجر کا واحد تاجر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ۔ (بنی اسرائیل: ۶۴) تو ان میں سے جن کو اپنی آواز کے ساتھ پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ چڑھائی کر دے۔

امام بخاری کی تفسیر امام ابو عبیدہ کی تفسیر کے مطابق ہے۔ کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ اس آیت میں امر تہدید کے لئے ہے یعنی دھمکانے کے لئے ہے، مراد یہ ہے کہ تو آدم علیہ السلام کی اولاد کو اپنی ترغیب سے اور گناہوں کا وسوسہ ڈالنے کی وجہ سے گمراہ کر سکتا ہے تو کر لے۔ حضرت ابن عباس نے کہا ہے: جو شخص بھی اللہ کی نافرمانی کی دعوت دے وہ شیطان کے لشکر میں سے ہے اور مجاہد نے کہا ہے کہ شیطان کی آواز سے مراد ہے: غنا اور مزامیر یعنی وہ آلاتِ موسیقی جن کو منہ سے بجایا جائے۔

حَاصِبًا الرِّيْحُ الْعَاصِفُ وَالْحَاصِبُ أَيْضًا مَا تَرْمِي بِهِ الرِّيْحُ وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ يُرْمٰى بِهِ فِي جَهَنَّمَ وَهُوَ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبَ فِي الْأَرْضِ ذَهَبَ وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنَ الْحَصْبَاءِ وَالْحِجَارَةِ۔

حَاصِبًا اس کا معنی ہے: سخت آندھی۔ آندھی جن کنکریوں وغیرہ کو پھینک دے ان کو بھی حاصب کہا جاتا ہے حَصَبُ جَهَنَّمَ بھی اسی سے ماخوذ ہے یعنی جن کافروں کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا وہ اس کا ایندھن ہیں اور جب کوئی شخص چلا جائے تو کہا جاتا ہے حَصَبَ فِي الْأَرْضِ اور حَصَبَ کا لفظ اَلْحَصْبَاء سے مشتق ہے جس کا معنی پتھر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا (بنی اسرائیل: ۶۸) یا تمہارے اوپر پتھر برسائے، پھر تم اپنے لئے کوئی کارساز نہ پاؤ O

Marfat.com

امام بخاری نے حاصب کی تفسیر کی ہے: سخت آندھی اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ حاصب سے مراد وہ پتھر ہیں جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر برسائے گئے تھے۔ الجوہری نے کہا ہے کہ آندھی جن کنکریوں کو اڑا کر لاتی ہے ان کو حاصب کہتے ہیں۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ حَصَبٌ، حَصْبَاء سے مشتق ہے، اس سے مراد اشتقاق اصطلاحی نہیں ہے بلکہ صرف مناسبت مراد ہے۔

تَارَةً مَرَّةً وَجَمَاعَتُهُ تِيَرَةٌ وَتَارَاتٌ۔ تَارَةً کا معنی ہے مَرَّةً یعنی ایک مرتبہ اور اس کی جمع تِيَرَةٌ اور تَارَاتٌ آتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى۔ (بنی اسرائیل: ٦٩) یا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ (سمندری سفر پر) بھیج دے۔

علامہ ابن التین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ مناسب یہ تھا کہ امام بخاری لکھتے، تَارَةٌ کی جمع تِيَرَةٌ آتی ہے اور یاء پر جزم ہوتی جیسے قَاعَةٌ کی جمع قِيْعَةٌ آتی ہے۔

لَاَحْتَنِكَنَّ لَاَسْتَاْصِلَنَّهُمْ يُقَالُ احْتَنَكَ فُلَانٌ مَا عِنْدَ فُلَانٍ مِنْ عِلْمٍ اسْتَقْصَاهُ۔ لاحتنکن کا معنی ہے: تَاَسْتَاْصِلَنَّهُمْ یعنی میں ان کو ضرور جڑ سے اکھاڑ دوں گا جیسے جب کوئی شخص کسی کا سارا علم لے لے تو کہا جاتا ہے: اِحْتَنَكَ فلانٌ مَا عِنْدَ فُلَانٍ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ (بنی اسرائیل: ٦٢) اگر تو نے مجھے روز قیامت تک کی مہلت دی تو میں اس کی اولاد کو ضرور قابو میں کرلوں گا، سوا چند لوگوں کے O

امام بخاری نے اِحْتِنَاك کا معنی کیا ہے: جڑ سے اکھاڑنا، اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: شیطان نے کہا: میں اولاد آدم کو گمراہ کر کے ان پر غالب آجاؤں گا اور جب ٹڈیاں کسی کھیت کو چاٹ کر ختم کر دیں تو کہا جاتا ہے: اِحْتَنَكَ الجرادُ الزرعَ یعنی ٹڈیوں نے کھیت کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔

طَائِرَهٗ حَظُّهٗ۔ طَائِرَهٗ کا معنی ہے: اس کا حصہ یعنی اس کا نوشتہ تقدیر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ۔ (بنی اسرائیل: ١٣) اور ہم نے ہر انسان کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

امام ابوعبیدہ اور قتبی نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ انسان کی خیر اور شر کا اور اچھائی اور برائی کا تقدیر میں جو بھی حصہ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اس پر لازم کر دیا ہے اور گردن کا ذکر اس لئے کیا ہے جیسے گردن میں ہار ڈالا جاتا ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُلُّ سُلْطَانٍ فِي الْقُرْاٰنِ فَهُوَ حُجَّةٌ۔ حضرت ابن عباس نے کہا: قرآن مجید میں سلطان کا لفظ جہاں بھی آیا ہے وہ حجت کے معنی میں ہے یعنی غلبہ کے۔

اس سورت میں سلطان کا لفظ دو مقامات پر آیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا۔ (بنی اسرائیل: ٣٣) اور جو شخص مظلوماً قتل کیا گیا ہم نے اس کے وارث کو قوت دی ہے۔

Marfat.com

(۲) وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۝ (بنی اسرائیل:۸۰)
اور میرے لئے اپنے پاس سے وہ غلبہ عطا فرما جو میرا مددگار ہو O

وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ لَمْ يُحَالِفْ أَحَدًا۔
وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ یعنی اس نے اپنی کمزوری میں کسی کو اپنا حلیف نہیں بنایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۝ (بنی اسرائیل:۱۱۱)
اور نہ کسی کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور آپ اس کی کبریائی بیان کرتے رہے O

مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۳۲-۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابٌ: سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ (بنی اسرائیل:۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ہر عیب سے پاک ہے وہ جو اپنے (مکرم) بندہ کو رات کے ایک قلیل وقفہ میں مسجد حرام سے لے گیا۔ (بنی اسرائیل:۱) کی تفسیر

سُبْحَان: تسبیح کا نام ہے، اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے تسبیح کی، اس کے بعد اَسْرٰی کا ذکر ہے جس کا معنی ہے: رات کو لے گیا، اس کے بعد پھر لَیْلًا کا ذکر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ رات کے ایک قلیل وقت میں لے گیا۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۳۲)

۴۷۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ ح و حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِإِيْلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ قَالَ جِبْرِيْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی (ح) اور ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا کہ ابن المسیب نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ شب معراج جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایلیاء یعنی بیت المقدس لے جایا گیا تو آپ کے پاس دو پیالے لائے گئے، ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ تھا، آپ نے ان پیالوں کی طرف دیکھا، پھر دودھ کو لے لیا، حضرت جبرئیل نے کہا: اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے آپ کو فطرت کی ہدایت دی، اگر آپ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۹۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث المعراج میں ہے کہ تین پیالے تھے اور تیسرے پیالے میں شہد تھا، علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی منافات

Marfat.com

(تضاد) نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳)

۴۷۱۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَمَّا كَذَّبَتْنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ زَادَ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ لَمَّا كَذَّبَتْنِي قُرَيْشٌ حِينَ أُسْرِيَ بِي إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ نَحْوَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: ابو سلمہ نے بتایا کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں مقام حجر میں کھڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس منکشف کر دیا، پھر میں بیت المقدس کو دیکھ کر انہیں اس کی نشانیاں بتاتا رہا، یعقوب بن ابراہیم نے یہ اضافہ کیا کہ ہمیں ابن شہاب کے بھتیجے نے اپنے چچا سے حدیث بیان کی کہ جب مجھے بیت المقدس کی طرف رات کو لے جایا گیا تو قریش نے میری تکذیب کی، یہ حدیث بھی اسی کی مثل ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۸۶ میں گزر چکی ہے۔

نبی ﷺ کے سامنے بیت المقدس اٹھا کر رکھنے میں آپ کی فضیلت اور خصوصیت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں حجر میں کھڑا ہو گیا: کعبہ کے پرنالے کے نیچے جو جگہ ہے اس کو حجر کہتے ہیں۔ میں ان کو بیت المقدس کی نشانیاں بتا رہا تھا: آپ سے مطعم بن عدی نے کہا تھا: اگر آپ رات کو بیت المقدس جا کر ہو آئے ہیں تو آپ ہمیں اس کی نشانیاں بتائیں تو ان میں سے بعض تالیاں بجانے لگے اور بعض اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر تعجب سے دیکھنے لگے، ان میں سے بعض ایسے لوگ تھے جنہوں نے بیت المقدس تک کا سفر کیا تھا اور مسجد اقصیٰ کو دیکھا تھا تو ان میں سے کسی نے کہا: کیا آپ ہمیں بیت المقدس کی صفات بیان کر سکتے ہیں؟ تو نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس کی صفات بیان کرنے لگا حتیٰ کہ بعض صفات مجھ پر مشتبہ ہو گئیں تو میرے سامنے بیت المقدس لا کر رکھ دی گئی تو پھر میں بیت المقدس کو دیکھ کر اس کی صفات بیان کر رہا تھا تو لوگوں نے کہا: جو آپ نے صفات بیان کی ہیں وہ درست ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳)

میں کہتا ہوں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب بیت المقدس کو آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا تو کیا بیت المقدس کی مسجد اپنی جگہ پر باقی نہیں رہی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بیت المقدس اپنی جگہ قائم تھی اور نبی ﷺ کے سامنے اس کی مثال لا کر رکھ دی گئی تھی یا اصل بیت المقدس کی مسجد آپ کے سامنے لا کر رکھ دی گئی اور وہاں اس کی مثال رکھ دی گئی اور اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کا معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزہ سے زیادہ عظیم ہے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تخت بلقیس لایا گیا اور آپ کے لئے مسجد اٹھا کر لائی گئی اور تخت کا لایا جانا اتنی حیرت کا باعث نہیں ہے کیونکہ تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے لیکن کسی عمارت کو ایک جگہ سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا عادتاً محال ہے اور اس میں یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ ہم میں اور رسول اللہ ﷺ میں یہ فرق ہے کہ ہماری توجہ کسی چیز کی طرف سے ہٹ جائے تو کچھ نہیں ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی توجہ کسی چیز سے ہٹ

Marfat.com

جائے تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے آپ کی توجہ بیت المقدس سے کیا ہٹی تو بیت المقدس اپنی جگہ سے ہٹ گیا!

قَاصِفًا: وہ سخت آندھی جو ہر چیز کو اکھاڑ کر توڑ پھوڑ دیتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَکُمْ فِیْہِ تَارَۃً اُخْرٰی فَیُرْسِلَ عَلَیْکُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَکُمْ بِمَا کَفَرْتُمْ۔ (بنی اسرائیل:۶۹) یا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ (سمندری سفر پر) بھیج دے، پھر تم پر تیز و تند ہواؤں کے جھکڑ بھیج دے اور تمہارے کفر کے باعث تم کو غرق کر دے۔

امام بخاری نے قَاصِفٌ کی تفسیر کی ہے: ایسی سخت آندھی جو اپنی شدت سے ہر چیز کو توڑ پھوڑ ڈالے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

۴۔ بَابٌ: وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل:۷۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو فضیلت دی (بنی اسرائیل:۷۰) کی تفسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بنو آدم کو عقل کے ساتھ دوسری مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔ ضحاک نے کہا: نطق کے ساتھ فضیلت دی ہے۔ عطاء نے کہا: اس کی فضیلت یہ ہے کہ وہ سیدھا چلتا ہے۔ یمان نے کہا کہ اس کے لئے دوسری مخلوقات کو مسخر کیا گیا ہے اور اس کو کسی کے لئے مسخر نہیں کیا گیا ہے، نیز حضرت ابن عباس نے کہا: ہر مخلوق اپنا منہ کھانے تک لے جاتی ہے اور انسان کھانا اپنے ہاتھ میں لے کر منہ تک لے جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴)

کَرَّمْنَا وَاَکْرَمْنَا وَاحِدٌ۔ کَرَّمْنَا اور اَکْرَمْنَا دونوں کا معنی ایک ہے۔

کَرَّمْنَا باب تفعیل سے ہے اور اَکْرَمْنَا باب افعال سے ہے اور کَرَّمْنَا میں تشدید کی وجہ سے زیادہ مبالغہ ہے۔

ضِعْفَ الْحَیَاۃِ عَذَابَ الْحَیَاۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ عَذَابَ الْمَمَاتِ۔ ضِعْفَ الحیاۃ کا معنی ہے: دنیا کی زندگی میں دگنا عذاب اور ضعف الممات کا معنی ہے: موت کے بعد دگنا عذاب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذًا لَّاَذَقْنٰکَ ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۷۵) تو اس وقت ہم آپ کو دنیا کی زندگی میں دگنا مزہ چکھاتے ہیں اور دگنا مزہ موت کے وقت، پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار نہ پاتے O

امام ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ اس آیت سے مراد ہے: دنیا اور آخرت کا عذاب اور اس سے مراد آپ کی امت کو ڈرانا ہے نہ کہ آپ کو ڈرانا تا کہ کوئی مسلمان کسی چیز میں کسی مشرک کی طرف مائل نہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے اور امام ابن جوزی نے کہا: یہ آیت اور ایسی دوسری آیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں محال ہیں اور یہاں ذکر آپ کا ہے اور مراد آپ کی امت ہے یعنی بہ ظاہر اسناد آپ کی طرف ہے اور حقیقت میں اسناد آپ کی امت کی طرف ہے اور اس کو صنعت تعریض کہتے ہیں۔

خِلَافَکَ وَخَلْفَکَ سَوَاءٌ۔ خِلَافَکَ اور خَلْفَکَ برابر ہے کیونکہ دونوں کا معنی ہے: آپ کے بعد۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَکَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۷۶) پھر یہ بھی آپ کے بعد بہت کم عرصہ ٹھہر پاتے O

امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

وَنَأٰی تَبَاعَدَ۔ وَنَاٰی کا معنی ہے: دور ہو گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ۔ (بنی اسرائیل: ۸۳) اور جب ہم انسان کو کوئی انعام دیتے ہیں تو وہ (بجائے شکر کے) منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ نَاٰی کا معنی ہے: اس نے اپنے آپ کو ہم سے دور کر لیا۔ عطاء نے کہا: اس کا معنی ہے: اس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور تکبر کیا۔

شَاكِلَتِهٖ نَاحِيَتِهٖ وَهِيَ مِنْ شَكْلِهٖ۔ شَاكِلَتِهٖ کا معنی ہے: اس کے طریقہ پر اور یہ شَكْلَتُهٗ سے ماخوذ ہے یعنی یہ اس کے مشابہ ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ۔ (بنی اسرائیل: ۸۴) آپ کہیے کہ ہر شخص اپنے طریقہ اور مزاج کے مطابق عمل کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس سے بھی یہی تفسیر مروی ہے اور مجاہد نے کہا ہے کہ ہر شخص علیحدہ عمل کرتا ہے۔ قتادہ نے کہا ہے کہ ہر شخص اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ ابوزید نے کہا ہے کہ ہر شخص اپنے دین پر عمل کرتا ہے اور مقاتل نے کہا ہے کہ ہر شخص اپنی فطرت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ ابوعبیدہ اور قتبی نے کہا ہے کہ ہر شخص اپنی طبیعت کے مطابق عمل کرتا ہے۔

صَرَّفْنَا وَجَّهْنَا۔ صَرَّفْنَا کا معنی ہے: ہم نے اس کو کئی طرح بیان کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا۔ (بنی اسرائیل: ۴۱) اور بے شک ہم نے اس قرآن میں کئی طرح بیان فرمایا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

قَبِيْلًا مُعَايَنَةً وَمُقَابَلَةً وَقِيْلَ الْقَابِلَةُ لِاَنَّهَا مُقَابِلَتُهَا وَتَقْبَلُ وَلَدَهَا۔ قَبِيْلًا کا معنی ہے: جس چیز کا مشاہدہ اور معاینہ ہو، اور جو آنکھوں کے سامنے ہو اور دائی کو اس لئے قابلہ کہا جاتا ہے کہ بچہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۹۲) یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے (بے حجاب) لے آئیں ۝

قابلہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے سامنے بچہ کی ولادت ہوتی ہے، اردو میں اس کو دائی کہتے ہیں۔

خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ اَنْفَقَ الرَّجُلُ اَمْلَقَ وَنَفِقَ الشَّيْءُ ذَهَبَ۔ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ کا معنی ہے کہ مال ختم ہونے کے ڈر سے خرچ نہ کرنا اور املاق کا معنی ہے: فقر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۰) آپ کہیے: اگر تم (بالفرض) میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم خرچ کے ڈر سے ان کو روکے رکھتے۔

Marfat.com

امام بخاری نے انفاق کی تفسیر املاق کی ہے جس کا معنی ہے: فقر یعنی تم فقر کے ڈر سے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

قَتُوْرًا مُقَتِّرًا۔ قَتُوْرًا اس کا معنی ہے: بخیل۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۰۰) اور (دراصل) انسان ہے ہی بخیل O

قتور اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی انسان خرچ کرنے میں کمی کرے، اس کا معنی بخیل اور ممسک ہے۔

لِلْاَذْقَانِ مُجْتَمَعُ اللَّحْيَيْنِ وَالْوَاحِدُ ذَقَنٌ۔ لِلْاَذْقَانِ یہ دو جڑوں کے ملنے کی جگہ ہے، اس کا واحد ذقن ہے یعنی ٹھوڑی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۰۷) وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں O

جبڑا اس ہڈی کو کہتے ہیں جس میں دانت پیوست ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے چہروں اور پیشانیوں اور ٹھوڑیوں کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَوْفُوْرًا وَافِرًا۔ مجاہد نے کہا: موفورًا کا معنی ہے: وافر یعنی زیادہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۶۳) فرمایا: چلا جا! ان میں سے جنہوں نے تیری پیروی کی تو بے شک جہنم تمہاری سزا ہے پوری پوری سزا O

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں مفعول فاعل کے معنی میں ہے، اس کے برعکس عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ (الحاقہ: ۲۱) میں فاعل مفعول کے معنی میں ہے یعنی پسندیدہ زندگی۔

تَبِيْعًا ثَائِرًا۔ تَبِيْعًا اس کا معنی ہے: مطالبہ کرنے والا یا بدلہ لینے والا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ۝ (بنی اسرائیل: ۶۹) پھر تم ہمارے خلاف کوئی چارہ جوئی کرنے والا نہ پاسکو گے O

امام بخاری نے تَبِيْعًا کی تفسیر ثَائِرًا کی ہے یعنی انتقام لینے والا یہ تفسیر مجاہد نے بھی کی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَصِيْرًا۔ اور حضرت ابن عباس نے کہا: نَصِيْرًا کا معنی ہے: مدد کرنے والا۔

امام ابن ابی حاتم نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

خَبَتْ طَفِئَتْ۔ خَبَتْ کا معنی ہے: طَفِئَتْ یعنی بجھ گئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۹۷) جب بھی وہ بجھنے لگے گی تو ہم اس کو ان کے لیے اور بھڑکا دیں گے O

جب آگ کا شعلہ ٹھنڈا ہو جائے تو کہا جاتا ہے: خَبَتِ النَّارُ یعنی آگ بجھ گئی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا تُبَذِّرْ لَا تُنْفِقْ فِي الْبَاطِلِ۔ اور حضرت ابن عباس نے کہا: لَا تُبَذِّرْ کا معنی ہے: باطل میں خرچ نہ کرو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ (بنی اسرائیل:۲۶) اور رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ان کو دیتے رہو اور اسراف اور فضول خرچ کرنے سے بچو O

حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ تبذیر کا معنی ہے: جہاں مال خرچ نہیں کرنا چاہئے وہاں مال خرچ کرنا اور اسراف کا معنی ہے: جہاں مال خرچ کرنا چاہئے وہاں ضرورت سے زائد مال خرچ کرنا۔

ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ رِزْقٍ۔ اِبْتِغَاءَ رَحْمَةٍ میں رحمت کا معنی ہے: رزق۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ (بنی اسرائیل:۲۸) اور اگر تم کو اپنے رب کی رحمت (وسعت رزق) کی توقع اور جستجو میں ان سے اعراض کرنا پڑے تو ان کو کوئی نرم بات کہہ کر ٹال دو O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی رحمت کی تفسیر رزق کے ساتھ کی ہے۔

مَثْبُوْرًا مَلْعُوْنًا۔ مَثْبُوْرًا کا معنی ہے: ملعون۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ (بنی اسرائیل:۱۰۲) اور اے فرعون! میں تم کو ضرور ہلاک کیے جانے والا گمان کرتا ہوں O

حضرت ابن عباس نے بھی مثبور کا معنی ملعون بیان کیا ہے لیکن امام ابوعبیدہ نے کہا ہے: ثبور کا معنی ہے: ہلاکت اور ملعون کا معنی ہے: ہلاک ہونے والا۔ العوفی نے کہا: اس کا معنی ہے: مغلوب اور ابن زید بن اسلم نے کہا: اس کا معنی ہے: بے عقل۔

لَا تَقْفُ لَا تَقُلْ۔ وَلَا تَقْفُ اس کا معنی ہے: تم نہ کہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ (بنی اسرائیل:۳۶) اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے درپے نہ ہو۔

یعنی جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے متعلق کوئی بات نہ کہو۔ قتادہ نے کہا: جب تم نے کسی کو نہ دیکھا ہو تو یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا ہے اور جب تم نے کوئی بات نہ سنی ہو تو یہ نہ کہو کہ میں نے سنی ہے اور جب تمہیں کسی چیز کا علم نہ ہو تو یہ نہ کہو کہ مجھے اس چیز کا علم ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اسی آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص قیافہ سے کوئی بات کہے اس کی بات پر عمل نہ کرے اور اس سلسلے میں جو احادیث ہیں وہ سب اخبار احاد ہیں، وہ اس نص صریح کے مزاحم نہیں ہو سکتیں۔

فَجَاسُوْا تَيَمَّمُوْا۔ فَجَاسُوْا کا معنی ہے انہوں نے قصد کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿۵﴾ (بنی اسرائیل:۵) سو جب ان میں سے پہلے وعدہ کا وقت آیا تو ہم نے تم پر اپنے ایسے بندے مسلط کر دیئے جو سخت جنگجو تھے، پس وہ شہروں میں تمہیں ڈھونڈنے کے لئے پھیل گئے اور یہ وعدہ پورا ہونے والا تھا O

امام بخاری نے جاسوا کی تفسیر تیمموا کے ساتھ کی ہے یعنی انہوں نے گھر کے وسط کا قصد کیا۔ جاسوا کا لفظ جوس سے بنا ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز کو اچھی طرح طلب کرنا۔

Marfat.com

يُزْجِي الْفُلْكَ يُجْرِي الْفُلْكَ۔ يُزْجِي الْفُلْكَ اس کا معنی ہے: کشتی کو چلاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ۔ (بنی اسرائیل:۶۶) تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندروں میں کشتیاں چلاتا ہے۔

یُزْجِی، الازجاء سے بنا ہے جس کا معنی ہے: کسی چیز کو چلانا، جب تم اونٹوں کو ہانکتے ہو تو کہتے ہو: اَزْجَيْتُ الْإِبِلَ اور جب ہوا بادل کو چلائے تو کہا جاتا ہے: الریح تزجی السحاب۔

يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ لِلْوُجُوهِ۔ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ للوجوه اس کا معنی ہے: وہ ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں۔

اس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔

۵۔ بَابٌ: وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا۔ (بنی اسرائیل:۱۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب ہم کسی بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتے ہیں۔ (بنی اسرائیل:۱۶) کی تفسیر

امام بخاری نے پوری آیت نہیں لکھی، پوری آیت اس طرح ہے:

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيرًا۝ (بنی اسرائیل:۱۶)

اور جب ہم کسی بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتے ہیں، سو وہ ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں، پھر وہ عذاب کے حکم کے مستحق ہو جاتے ہیں، سو ہم ان کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں○

۴۷۱۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا نَقُولُ لِلْحَيِّ إِذَا كَثُرُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَمِرَ بَنُو فُلَانٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے خبر دی از ابی وائل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہ جب زمانہ جاہلیت میں کسی قبیلہ کی کثرت ہو جاتی تو ہم کہتے تھے امر بنو فلان یعنی بنو فلاں بہت کثیر ہو گئے ہیں۔

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَقَالَ أَمَرَ۔

ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی اور کہا: امر۔

اس حدیث کی شرح میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ یہاں امر کا معنی کثیر تعداد میں ہونا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۷۰)

۶۔ بَابٌ: ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا۝ (بنی اسرائیل:۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے) ان لوگوں کی اولاد! جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا، بے شک وہ بہت شکر گزار بندے تھے○ (بنی اسرائیل:۳) کی تفسیر

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کوئی کپڑا پہنتے یا کوئی کھانا کھاتے یا کوئی مشروب پیتے تو کہتے: الحمدللہ تو ان کا نام عبد شکور رکھ دیا گیا اور عمران بن سلیم نے بیان کیا کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عبد شکور اس لئے کہا گیا ہے کہ جب وہ کوئی طعام کھاتے تو کہتے: اللہ کی حمد ہے کہ اس نے مجھے طعام کھلایا اور اگر وہ چاہتا تو مجھے بھوکا رکھتا اور جب کوئی مشروب پیتے تو کہتے کہ اللہ کی حمد ہے کہ اس نے مجھے مشروب پلایا، اگر وہ چاہتا تو مجھے پیاسا رکھتا اور جب وہ کوئی کپڑا پہنتے تو کہتے: اللہ کی حمد ہے کہ جس نے مجھے کپڑا پہنایا اور اگر وہ چاہتا تو مجھے برہنہ رکھتا اور جب وہ جوتی پہنتے تو کہتے: اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے جوتی پہنائی اور اگر وہ چاہتا تو مجھے ننگے پیر رکھتا اور جب وہ قضائے حاجت کرتے تو اس کے بعد کہتے کہ اللہ کے لئے حمد ہے جس نے مجھ سے اس غلاظت اور نجاست کو نکال دیا اور اگر وہ چاہتا تو اس کو میرے اندر ہی رکھتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۷۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَشَ مِنْهَا نَهْشَةً ثُمَّ قَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهَلْ تَدْرُونَ مِمَّ ذٰلِكَ يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُ النَّاسُ أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ عَلَيْكُمْ بِآدَمَ فَيَأْتُونَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُونَ لَهُ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ آدَمُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ يَا نُوحُ إِنَّكَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَقَدْ سَمَّاكَ اللهُ عَبْدًا شَكُورًا اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ إِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوحیان التیمی نے خبر دی از ابی زرعہ بن عمرو بن جریر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا، آپ کی طرف اس کا اگلا پایا پیش کیا گیا گوشت دانتوں سے نوچا، پھر فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کیسا دن ہوگا؟ اس دن اللہ تعالیٰ تمام اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کرے گا اور ایک پکارنے والے کی آواز ان سب تک پہنچے گی اور ایک نظر ان سب کو دیکھ سکے گی، سورج قریب ہوگا اور لوگوں کو پریشانی بہت زیادہ ہوگی جس کی وہ طاقت نہیں رکھیں گے اور ان کی برداشت سے باہر ہوگی، لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کیا: تم نہیں دیکھ رہے ہماری کیا حالت ہوگئی، کیا تم اللہ کے ایسے مقبول بندے کو تلاش نہیں کرتے جو تمہارے رب کے پاس تمہاری شفاعت کر سکے، لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے: ہمیں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جانا چاہیے، پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے: آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ جو آپ کو پسند تھا، آپ نے اس میں سے نہیں دیکھ رہے کہ ہماری

Marfat.com

رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ لَهُمْ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ فَذَكَرَهُنَّ أَبُو حَيَّانَ فِي الْحَدِيثِ نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُونَ يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ فَضَّلَكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ يَا عِيسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ عِيسَى إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ قَطُّ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَخَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ

کیا حالت ہوگئی ہے، حضرت آدم کہیں گے: بے شک میرا رب آج اتنے زیادہ غضب میں ہے کہ پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں تھا اور نہ کبھی بعد میں اتنے غضب میں ہوگا، بے شک اس نے مجھے ایک درخت سے روکا تھا اور میں نے اس کی (صورتاً) نافرمانی کی، پس مجھے آج اپنے نفس کی فکر ہے، پس مجھے آج اپنے نفس کی فکر ہے، پس مجھے آج اپنے نفس کی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم حضرت نوح کے پاس جاؤ، پس لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ اے نوح! بے شک آپ زمین والوں کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ تو حضرت نوح کہیں گے: بے شک میرا رب عزوجل آج اتنے زیادہ غضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد اتنے غضب میں ہوگا اور میں نے اپنی قوم کے خلاف ایک دعا کی تھی، مجھے آج اپنی فکر ہے، مجھے آج اپنی فکر ہے، مجھے آج اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ، پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے ابراہیم! آپ زمین والوں کی طرف اللہ کے نبی اور خلیل ہیں، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ پس وہ ان سے کہیں گے کہ میرا رب آج اتنے زیادہ غضب میں ہے کہ پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں ہوا اور نہ کبھی آئندہ اتنے غضب میں ہوگا، پس میں نے (صورتاً) تین جھوٹے بولے تھے۔ راوی ابو حیان نے ان تین جھوٹوں کا اپنی روایت میں ذکر کیا ہے، مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، پس تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ، پس وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، پس لوگ کہیں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اوپر آپ کو اپنی رسالت اور اپنی ہم کلامی

Marfat.com

ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى۔

سے فضیلت دی ہے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں، وہ کہیں گے: بے شک میرا رب آج اتنے غضب میں ہے کہ پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد اتنے غضب میں ہوگا اور میں نے ایک ایسے شخص کو (تادیباً) قتل کر دیا تھا جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا، آج مجھے اپنی فکر ہے، آج مجھے اپنی فکر ہے، آج مجھے اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ، پس لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم کی طرف ڈالا تھا اور اس کی پسندیدہ روح ہیں اور آپ نے بچپن میں لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کیا تھا۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری سفارش کیجئے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حال میں ہیں، پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ آج میرا رب اتنے زیادہ غضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں ہوا اور نہ اس کے بعد اتنے غضب میں ہوگا اور وہ اپنا کوئی (صورتاً) گناہ یاد نہیں کریں گے، مجھے اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے اپنے نفس کی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ، پس لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے، پس کہیں گے: اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام معاف کر دیئے ہیں۔ آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں، پس میں جاؤں گا اور اپنے رب عزوجل کے لئے عرش کے نیچے سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ میرے لئے اپنی حمد و ثناء کے ایسے کلمات کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے نہیں کھولے ہوں گے، پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، آپ سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا، پھر کہوں گا اے میرے

Marfat.com

رب! میری امت! اے میرے رب! میری امت! اے میرے رب! میری امت! پھر کہا جائے گا: اے محمد! جنت کے دروازوں میں سے سیدھے دروازے سے آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو داخل کر دیجئے جن پر کوئی حساب نہیں ہے اور ان دروازوں کے علاوہ باقی دروازوں میں دوسرے لوگ بھی شریک ہوں گے، پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جنت کے دروازوں میں سے دو دروازوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ اور حمیر میں ہے یا جتنا فاصلہ مکہ اور بصریٰ میں ہے۔

اس حدیث کی مفصل اور مکمل شرح صحیح البخاری: ۳۳۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۷۔ بَابٌ: وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ (بنی اسرائیل: ۵۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی O (بنی اسرائیل: ۵۵) کی تفسیر

ربیع بن انس نے بیان کیا ہے کہ زبور میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے، دعا ہے اور تسبیح ہے، قتادہ نے کہا: ہم یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ زبور میں وہ دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو سکھائی تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور تمجید ہے، اس میں حلال اور حرام کے احکام نہیں ہیں اور نہ اس میں فرائض ہیں اور نہ حدود ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۰)

۴۷۱۳۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خُفِّفَ عَلَى دَاوُدَ الْقِرَاءَةُ فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَابَّتِهِ لِتُسْرَجَ فَكَانَ يَقْرَأُ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ يَعْنِي الْقُرْآنَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام بن منبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اوپر (زبور کا) پڑھنا آسان کر دیا گیا تھا، وہ سواری پر زین بچھانے کا حکم دیتے، پھر زبور کو پڑھنا شروع کرتے اور زین بچھنے سے پہلے وہ زبور کو پڑھ لیتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۷۳ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے زمانے کو لپیٹ دیتا ہے جس طرح ان کے لئے وہ مکان کو لپیٹ دیتا ہے یعنی جس طرح وہ کم وقت میں زیادہ سفر طے کر لیتے ہیں اسی طرح وہ کم وقت میں زیادہ کام کر لیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۰-۴۱)

۸۔ بَابٌ: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ (بنی اسرائیل: ۵۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہئے کہ تم ان کو پکارو جو تمہارے زعم میں اللہ کے سوا (عبادت کے مستحق) ہیں، سو وہ تم سے نہ کسی ضرر کو دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ اس کو بدلنے کے (مالک ہیں) O

Marfat.com

(بنی اسرائیل:۵٦) کی تفسیر

۴۷۱۴- حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ قَالَ كَانَ نَاسٌ مِنَ الْإِنْسِ يَعْبُدُونَ نَاسًا مِنَ الْجِنِّ فَأَسْلَمَ الْجِنُّ وَتَمَسَّكَ هَؤُلَاءِ بِدِينِهِمْ زَادَ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ﴾ (بنی اسرائیل:۵٦)

[طرف الحدیث:۴۷۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از ابراہیم از ابی معمر از عبداللہ، انہوں نے اپنے رب کی طرف وسیلہ (بنی اسرائیل:۵۷) کی تفسیر میں کہا: کچھ انسان کچھ جنات کی عبادت کرتے تھے، پس جنات تو اسلام لے آئے اور وہ انسان جنات کی پرستش کے دین پر جمے رہے۔ اشجعی نے از سفیان از اعمش یہ اضافہ کیا ہے: آپ کہیے کہ تم ان کو پکارو جو تمہارے زعم میں اللہ کے سوا (عبادت کے مستحق) ہیں۔ (بنی اسرائیل:۵٦)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اپنے رب کی طرف وسیلہ (بنی اسرائیل:۵۷): یہاں یہ عبارت محذوف ہے، حضرت عبداللہ نے یہ پوری آیت پڑھی: جن لوگوں کی یہ (مشرکین) عبادت کرتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف قریب ترین وسیلہ تلاش کرتے ہیں، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، بے شک آپ کے رب کے عذاب سے ڈرنا ہی چاہیے O (بنی اسرائیل:۵۷)۔ حضرت عبداللہ نے یہ آیت پڑھ کر کہا کہ انسانوں کی ایک جماعت جنات کی ایک جماعت کی عبادت کرتی تھی، پھر جنات کی جماعت اسلام لے آئی اور انسانوں کی جماعت جنات کی عبادت کے ساتھ چمٹی رہی، تب یہ آیت نازل ہوئی: وہ خود ہی اپنے رب کی طرف قریب ترین وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل:۵۷)

وسیلہ سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کا قرب، اور اس حدیث میں ہے کہ انسانوں میں سے کچھ ناس جنات میں سے کچھ ناس کی عبادت کرتے تھے، علامہ کرمانی نے یہ کہا ہے کہ ناس تو انسان ہیں جو جنات کی ضد ہیں، پس حضرت عبداللہ نے یہ کیسے کہا کہ انسانوں میں سے کچھ ناس اور جنات میں سے کچھ ناس؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ناس کے لفظ سے طائفہ اور جماعت مراد ہے یعنی انسانوں کی ایک جماعت جنات کی ایک جماعت کی عبادت کرتی تھی، پھر انسانوں کی جماعت جنات کی عبادت پر قائم رہی اور جنات ان کی عبادت کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ اسلام لا چکے تھے اور یہ وہی ہیں جن کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

حدیث میں مذکور ہے کہ جنات اسلام لے آئے اور ان کو یہ علم نہیں تھا کہ انسان ان کی عبادت کرتے ہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی: یہ مشرکین جن کی عبادت کرتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۴۲-۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹- بَابٌ: أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ (بنی اسرائیل:۵۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جن لوگوں کی یہ (مشرکین) عبادت کرتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف قریب ترین وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل:۵۷) کی تفسیر

یہاں بھی یہ عبارت محذوف ہے: یہ مشرکین جن کو معبود قرار دے کر ان کی عبادت کرتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں یعنی اپنے رب کا قرب تلاش کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس، مجاہد اور اکثر علماء سے روایت ہے کہ مشرکین جن کی عبادت کرتے تھے وہ حضرت عیسیٰ ہیں اور ان کی والدہ ہیں اور حضرت عزیر ہیں اور فرشتے ہیں اور سورج، چاند اور ستارے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۶)

۴۷۱۵ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه فِي هٰذِهِ الْآيَةِ ﴿الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ﴾ (بنی اسرائیل: ۵۷) قَالَ كَانَ نَاسٌ مِنَ الْجِنِّ يُعْبَدُوْنَ فَأَسْلَمُوْا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از سلیمان از ابراہیم از ابی معمر از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: جن لوگوں کی یہ (مشرکین) عبادت کرتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف قریب ترین وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۵۷) انہوں نے بیان کیا کہ جنات میں سے ایک جماعت کی عبادت کی جاتی تھی، پس وہ اسلام لے آئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح بخاری: ۴۷۱۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ـ بَابٌ: وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ (بنی اسرائیل: ۶۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے آپ کو (شب معراج) جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا۔ (بنی اسرائیل: ۶۰) کی تفسیر

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس رویاء سے مراد ہے: شب معراج جو عجائبات اور نشانیاں آپ کو دکھائی گئی تھیں، ابن الانباری نے کہا کہ رؤیت کا استعمال خواب میں کم ہوتا ہے اور اَلرُّؤْيَا کا استعمال خواب میں زیادہ ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کا استعمال دونوں معنی میں جائز ہے۔

اِلَّا فِتْنَةً: یعنی یہ رؤیا لوگوں کے لیے آزمائش تھا کیونکہ انہوں نے واقعہ معراج کی خبر کو مذاق بنالیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۶)

۴۷۱۶ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (بنی اسرائیل: ۶۰) قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيَهَا رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اور ہم نے آپ کو (شب معراج) میں جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا۔ (بنی اسرائیل: ۶۰) انہوں نے کہا: یہ وہ رؤیا ہے جو شب معراج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ سے دکھایا گیا تھا اور الشجرۃ الملعونہ سے مراد ہے: حنظل کا درخت۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۸۸ میں گزر چکی ہے۔

شب معراج میں عجائبات دیکھنے کی خبر کا لوگوں کے لیے آزمائش ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ: یعنی شب معراج آپ کو جو عجائبات دکھائے گئے اور الشجرة الملعونة کا جو قرآن میں ذکر ہے وہ صرف لوگوں کے لیے آزمائش ہے کیونکہ ایک جماعت شب معراج کو عجائبات دیکھنے کی خبر سن کر اسلام سے مرتد ہوگئی تھی۔ انہوں نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ایک رات میں بیت المقدس کی طرف چلے گئے ہوں اور شجرۃ ملعونہ میں یہ آزمائش تھی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابوجہل نے کہا کہ ابوکبشہ کے بیٹے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے بڑا اور کیا جھوٹ ہوگا کہ وہ تم کو دوزخ سے ڈراتے ہیں جو پتھروں کو جلا دیتی ہے، پھر یہ کہتے ہیں کہ اس میں ایک درخت اگتا ہے اور تم جانتے ہو کہ آگ درخت کو جلا دیتی ہے، اور شجرۃ الزقوم کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ (الصافات: ۶۴)

یقیناً وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی اصل (گہرائی) میں سے نکلتا ہے O

۱۱۔ بَابٌ: اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک فجر کی نماز میں قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں O (بنی اسرائیل: ۷۸) کی تفسیر

قُرْاٰنَ الْفَجْرِ سے مراد ہے: فجر کی نماز میں قرآن مجید پڑھنا اور **كَانَ مَشْهُوْدًا** سے مراد یہ ہے کہ اس نماز میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ: اللہ تعالیٰ اس میں رات کے فرشتوں کو اور دن کے فرشتوں کو حاضر فرماتا ہے، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب رات کی تین ساعات باقی رہ جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس ذکر کو کھول دیتا ہے جس کو کسی نے نہیں دیکھا، پھر جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے، پھر دوسری ساعت میں عدن کی طرف متوجہ ہوتا ہے، پس فرماتا ہے: اسے مبارک ہو جو تیرے اندر داخل ہوا، پھر تیسری ساعت میں آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے، پس فرماتا ہے: کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے تو میں اس کی مغفرت کر دوں اور کیا کوئی دعا کرنے والا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں حتیٰ کہ وہ فجر کی نماز پڑھ لے اور پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حاضر کرتا ہے، رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ صَلَاةَ الْفَجْرِ۔

مجاہد نے کہا: صلاۃ الفجر۔

یعنی فجر کی نماز میں قرآن پڑھنا مراد ہے۔

۴۷۱۷۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ وَابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فَضْلُ صَلَاةِ الْجَمِيْعِ عَلٰى صَلَاةِ الْوَاحِدِ خَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ دَرَجَةً وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ و ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جماعت سے نماز پڑھنے والے کی فضیلت تنہا نماز پڑھنے

وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ اقْرَؤُا إِنْ شِئْتُمْ ﴿إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۷۸)

والے پر پچیس (۲۵) درجہ ہے اور رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے صبح کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: اور فجر کی نماز میں قرآن پڑھیں، بے شک فجر کی نماز کے قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں O (بنی اسرائیل:۷۸)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۔ بَابٌ: عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل:۷۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا O (بنی اسرائیل:۷۹) کی تفسیر

مقام محمود سے مراد وہ مقام ہے جس میں آپ اپنی امت کی شفاعت کریں گے اور تمام اولین و آخرین آپ کی حمد کریں گے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔ (بنی اسرائیل:۷۹) اور فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے اپنے قریب کر کے اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔ یہ دونوں تفسیریں علامہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بیان کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴)

۴۷۱۸۔ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ آدَمَ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما يَقُولُ إِنَّ النَّاسَ يَصِيرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُثًا كُلُّ أُمَّةٍ تَتْبَعُ نَبِيَّهَا يَقُولُونَ يَا فُلَانُ اشْفَعْ يَا فُلَانُ اشْفَعْ حَتّٰى تَنْتَهِيَ الشَّفَاعَةُ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذٰلِكَ يَوْمَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل بن ابان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے حدیث بیان کی از آدم بن علی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن لوگ دو زانوں بیٹھے ہوئے ہوں گے، ہر امت اپنے نبی کے تابع ہو گی، وہ کہیں گے: اے فلاں! شفاعت کیجئے اے فلاں! شفاعت کیجئے حتیٰ کہ یہ شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو گی، یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۱۴۷۵ میں گزر چکی ہے۔

۴۷۱۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ رَوَاهُ حَمْزَةُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی: اے اللہ! اس دعوت تامہ کے رب اور اس کے نتیجے میں کھڑی ہونے والی نماز کے رب! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (جنت میں) بلند مقام عطا فرما اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے

Marfat.com

عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

ان سے وعدہ کیا ہے، تو قیامت کے دن اس کی شفاعت کرنا میرے لیے جائز ہو جائے گا۔ اس حدیث کی حمزہ بن عبداللہ نے از والد خود از نبی ﷺ روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۱۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۔ بَابٌ: وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل: ۸۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ کہیے: حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا اور بے شک باطل تھا بھی نابود ہونے والا O (بنی اسرائیل: ۸۱) کی تفسیر

حق سے مراد اسلام ہے اور باطل سے مراد شرک ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حق سے مراد اللہ کا دین اور باطل سے مراد بتوں کا دین ہے، ابن جریج سے روایت ہے کہ جہاد حق ہے اور قتال باطل ہے۔

يَزْهَقُ يَهْلِكُ۔ يَزْهَقُ کا معنی ہے: وہ ہلاک ہو گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم کیسے کہتے ہو کہ باطل ہلاک ہو گیا حالانکہ باطل موجود ہے اور اس کے ماننے والے اس پر عمل کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تدبر کرنے والوں کے نزدیک دلائل سے باطل کا ہلاک ہونا بالکل واضح ہے۔

۴۷۲۰۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی الله عنه قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّونَ وَثَلَاثُ مِائَةِ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ ﴿وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ (بنی اسرائیل: ۸۱) ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ﴾ (سبا: ۴۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کے گرد تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت تھے، آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، آپ وہ لکڑی ان بتوں کو چبھوتے اور فرماتے: حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا اور بے شک باطل تھا بھی نابود ہونے والا O (بنی اسرائیل: ۸۱) اور حق آ گیا اور باطل نہ (کچھ) پیدا کرے گا اور نہ (کسی کو) لوٹا کر لائے گا O (سبا: ۴۹)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۷۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۔ بَابٌ: وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ (بنی اسرائیل: ۸۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۸۵) کی تفسیر

روح کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

علامہ زمخشری نے کہا کہ اکثر مفسرین کا مختار یہ ہے کہ لوگوں نے آپ سے روح کی حقیقت کے متعلق سوال کیا تھا تو آپ نے یہ خبر دی کہ "روح" اللہ کے امر سے ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے علم کو اپنے ساتھ مخصوص رکھا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان

Marfat.com

کرتے ہیں کہ یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمیں روح کے متعلق خبر دیجئے اور اس کو کیسے عذاب ہوگا حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر روح کے متعلق کوئی چیز نازل نہیں ہوئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا، پھر حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے پاس یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

العشری نے کہا کہ روح اس سانس کو کہتے ہیں جو جسم میں داخل ہوتا ہے اور جسم سے خارج ہوتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جو اجسام ظاہرہ اور اعضائے ظاہرہ میں شریک ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو روح کا علم نہیں ہے، اور جمہور نے کہا کہ روح معلوم ہے یعنی مخلوق کو روح کا علم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ روح خون ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ روح اللہ کے نور سے ایک نور ہے اور اللہ کی حیات سے ایک حیات ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ روح اللہ کے امر میں سے ایک امر ہے جس کی حقیقت اور اس کے علم کو اللہ نے مخفی رکھا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ روح روحانی ہے جو ملکوت سے پیدا کی گئی ہے، پس جب روح صاف ہوتی ہے تو یہ ملکوت کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ عام معتزلہ نے کہا ہے کہ روح عرض ہے اور ابن الراوندی کا قول ہے کہ یہ جسم لطیف ہے جو بدن میں رہتی ہے، علامہ واقدی نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ روح جسم لطیف ہے جس میں حیات پائی جاتی ہے، اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تمام مخلوق کی روحیں مخلوق ہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ بدن کی صورت سے روح کی موت ہو جاتی ہے یا نہیں ہوتی۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ روح نہ مرتی ہے نہ بوسیدہ ہوتی ہے اور بعض علماء نے کہا کہ روح مرتی ہے اور بوسیدہ نہیں ہوتی اور ابدان بوسیدہ ہو جاتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ روح کو عذاب دیا جاتا ہے جس طرح بدن کو عذاب دیا جاتا ہے، اسی طرح روح کو ثواب ہوتا ہے جس طرح بدن کو ثواب ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن روح کو اٹھایا جائے گا کیونکہ وہ آسمان کے حکم میں ہے اور بدن کو نہیں اٹھایا جائے گا کیونکہ وہ زمین سے پیدا کیا گیا ہے اور یہ قول کتاب، سنت اور اقوال صحابہ اور تابعین کے خلاف ہے اور ایک بحث یہ ہے کہ نفس اور روح ایک چیز ہیں یا مغایر ہیں تو علماء اہل سنت نے کہا کہ روح نفس کے مغایر ہے اور نفس کا قوام روح کے ساتھ ہوتا ہے اور نفس دنیا کی طرف دعوت دیتا ہے اور روح آخرت کی دعوت دیتی ہے، خواہشات، نفس اور شیطان کے تابع ہیں اور فرشتہ عقل اور روح کے ساتھ ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۷۲۱ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه قَالَ بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي حَرْثٍ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى عَسِيبٍ إِذْ مَرَّ الْيَهُودُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ فَقَالَ مَا رَأْيُكُمْ إِلَيْهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ فَقَالُوا سَلُوهُ فَسَأَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ فَأَمْسَكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ شَيْئًا فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ فَقُمْتُ مَقَامِي فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ قَالَ ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۸۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کھیت میں تھا اور آپ ایک شاخ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے، اس وقت وہاں سے یہود گزرے، پس انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال کرو تو کسی نے کہا: کہیں وہ تمہیں اس کے متعلق شک میں نہ ڈال دیں، اور کسی نے کہا: کہیں وہ تم کو کوئی ایسی چیز نہ بیان کر دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو پس انہوں نے آپ سے روح کے متعلق سوال کیا،

Marfat.com

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور آپ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا، پس میں نے جان لیا کہ آپ کی طرف وحی نازل ہو رہی ہے، پس میں اپنی جگہ کھڑا رہا، پس جب وحی نازل ہو چکی تو آپ نے فرمایا: اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے، اور تم کو محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے O (بنی اسرائیل: ۸۵)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۵- بَابٌ: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا- (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۰) کی تفسیر

نماز میں قرآن کو متوسط آواز کے ساتھ پڑھنے کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کے نزول کے کئی اسباب ہیں: ایک وہ ہے جس کو امام بخاری نے بیان کیا ہے جو اس باب کی حدیث میں آ رہا ہے، دوسرا قول سعید بن جبیر کا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے تو قریش نے کہا کہ آپ بلند آواز سے قرآن پڑھ کر ہمارے معبودوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، پھر ہم بھی آپ کے رب کی ہجو کریں گے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی، تیسرا قول الواحدی کا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک اعرابی بلند آواز سے پڑھ رہا تھا: تمام قولی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور تمام بدنی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور وہ اپنی آواز بلند کر رہا تھا اور چوتھا قول عبداللہ بن شداد کا ہے کہ جب بنو تمیم کے اعراب نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تو کہتے: اے اللہ! ہم کو مال دے اور اولاد دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۷۲۲- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ (بنی اسرائیل: ۱۱۰) قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ كَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا سَمِعَهُ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ فَقَالَ اللهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ أَيْ بِقِرَاءَتِكَ فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُونَ فَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بشر نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں کہا: اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۰) انہوں نے بتایا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ایک خفیہ مقام میں تھے اور جب آپ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تو بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے تو جب مشرکین اس کو

Marfat.com

عَنْ أَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا۔

[اطراف الحدیث: ۷۴۹۰۔۷۵۲۵۔۷۵۴۷]

سنتے تو قرآن کو برا کہتے اور اس کے نازل کرنے والے کو برا کہتے اور جو اس کو لے کر آیا اس کو برا کہتے، تب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: آپ اپنی نماز میں بلند آواز سے قرآن نہ پڑھیں، پس مشرکین اس کو سنیں گے تو وہ قرآن کو برا کہیں گے اور نہ اس کو اپنے اصحاب کے سامنے اتنا آہستہ پڑھیں کہ ان کو سنا نہ سکیں اور آپ اس کی درمیانی صورت اختیار کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں ایک خفیہ مقام میں تھے، یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے۔

۴۷۲۳۔ حَدَّثَنِي طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ أُنْزِلَ ذٰلِكَ فِي الدُّعَاءِ۔

[اطراف الحدیث: ۶۳۲۷،۷۵۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے طلق بن غنام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دعا کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

نیز سند صحیح کے ساتھ ایک انصاری صحابی سے روایت ہے کہ یہ آیت دعا کے متعلق نازل ہوئی ہے اور حضرت ابن عباس نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے اور سوال کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۵۱)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر ختم ہوئی، اب ان شاء اللہ سورۃ الکہف کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۸۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْكَهْفِ

سورۃ الکہف کی تفسیر

سورۃ الکہف کا تعارف

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے کہا: یہ سورت مکی ہے۔ علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ سورت مکی ہے سوا اس آیت کے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ (الکہف: ۲۸) اور مقامات التنزیل میں مذکور ہے کہ یہ آیت بھی مدنی ہے اور وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ (الکہف: ۸۳) اور اس سورت میں ایک سو دس آیتیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۵۲)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سورۃ الکہف پڑھی، اس کے گھر میں ایک گھوڑا تھا، وہ بدکنے لگا، اس نے سلام پھیر دیا، اچانک اس نے دیکھا کہ ایک بادل کے ٹکڑے نے اس کو ڈھانپا ہوا تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: اے شخص پڑھو! کیونکہ وہ سکینہ ہے (یعنی ایسی طمانیت اور رحمت ہے جس کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں) یہ قرآن مجید (پڑھنے) کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۸۳۹۔ ۳۶۱۴۔ صحیح مسلم: ۷۹۵، سنن ترمذی: ۲۸۸۵، مسند ابو یعلیٰ: ۱۷۰۲۲، مسند احمد: ۱۸۶۶۶)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَقْرِضُهُمْ تَتْرُكُهُمْ۔ مجاہد نے کہا: تَقْرِضُهُمْ کا معنی ہے: وہ ان کو چھوڑ دیتی ہے یعنی دھوپ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ۔ (الکہف: ۱۷) اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو دھوپ ان سے بائیں جانب پھر جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ تَّقْرِضُهُمْ کا معنی ہے کہ دھوپ ان کو چھوڑ دیتی ہے اور مقاتل نے کہا ہے کہ دھوپ ان سے تجاوز کر جاتی ہے اور قرض کا لغوی معنی ہے: قطع کرنا۔

وَكَانَ لَهٗ ثُمُرٌ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ۔ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ، اس سے مراد ہے: سونا اور چاندی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ۔ (الکہف: ۳۴) اور جس شخص کے پاس پھل تھے۔

مجاہد نے کہا ہے کہ قرآن میں جو لفظ پیش کے ساتھ ثُمُرٌ ہے اس سے مراد مال ہے اور جو لفظ زبر کے ساتھ ثَمَرٌ ہے اس سے مراد ہے: درخت میں لگے ہوئے پھل۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ جَمَاعَةُ الثَّمَرِ۔ اور مجاہد کے غیر نے کہا: یہ ثمر کی جمع ہے۔

بعض مفسرین نے کہا کہ مجاہد کے غیر سے مراد ہے: قتادہ، اور کہا گیا ہے کہ ثمر کی جمع ثمار ہے اور ثمار کی جمع ثُمُر ہے تو گویا کہ

Marfat.com

یہ جمع الجمع ہے۔

بَاخِعٌ مُهْلِكٌ۔ بَاخِعٌ اس کا معنی ہے: ہلاک ہونے والا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ○ (الکہف:٦) اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو لگتا ہے کہ آپ فرطِ غم سے ان کے پیچھے جان دے دیں گے ○

امام ابوعبیدہ نے بھی بَاخِعٌ کی یہی تفسیر کی ہے۔

أَسَفًا نَدَمًا۔ اَسَفًا اس کا معنی ہے: ندامت

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ○ (الکہف:٦) اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو لگتا ہے کہ آپ فرطِ غم سے ان کے پیچھے جان دے دیں گے ○

امام ابوعبیدہ نے بھی اَسَفًا کا معنی ندامت بیان کیا ہے اور قتادہ نے کہا ہے: اس کا معنی افسوس ہے۔

اَلْكَهْفُ الْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ۔ اَلْكَهْف کا معنی ہے: پہاڑ میں کھلا ہوا راستہ یعنی غار۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ○ (الکہف:٩) (اے مخاطب!) کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے ○

امام بخاری نے الکہف کی تفسیر کی ہے: پہاڑ میں کھلا ہوا راستہ، کہا جاتا ہے کہ الکہف کا معنی ہے: پہاڑ میں غار۔

وَالرَّقِيْمُ الْكِتَابُ مَرْقُوْمٌ مَكْتُوْبٌ مِنَ الرَّقْمِ۔ وَالرَّقِيْم کا معنی ہے: کتاب اور مَرْقُوْم کا معنی ہے: لکھی ہوئی چیز، یہ لفظ رقم سے ماخوذ ہے۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ○ (الکہف:٩) (اے مخاطب!) کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے ○

مفسرین کا رقیم کا معنی میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ پہاڑ میں ایک طاق ہے، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ ایلہ اور اسفان کے درمیان ایک وادی ہے اور ایلہ فلسطین کے نزدیک ہے اور یہ وہ وادی ہے جس میں اصحاب کہف رہتے تھے۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ الرقیم پتھر کی ایک لوح ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ سیسہ کی ایک لوح ہے جس میں اصحاب کہف کے اسماء اور ان کا قصہ لکھا ہوا ہے، اور انہوں نے اس لوح کو غار کے دروازے پر رکھ دیا، اس وجہ سے الرقیم کا معنی مرقوم ہے یعنی مکتوب اور رقم کا معنی لکھنا ہے۔

رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا۔ رَبَطْنَا علی قُلُوْبِهِمْ یعنی ہم نے ان کے دلوں میں صبر ڈال دیا ہے۔

کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ ہم نے ان کے دلوں میں صبر کو باندھ دیا اور ان کے دلوں میں ان کا الہام کیا اور ان کو نور ایمان سے قوی کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے اپنی قوموں سے جدائی پر صبر کیا اور جو عیش و عشرت وہ چھوڑ آئے تھے اس پر صبر کیا۔

لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا۔ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا یعنی اگر ہم نے ان کے دل کو مضبوط نہ

کیا ہوتا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۖ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (القصص:۱۰)

اور موسیٰ کی ماں کا دل (صبر سے) خالی ہو گیا، بے شک وہ قریب ہو گئیں کہ موسیٰ کا حال ظاہر کر دیں اگر ہم ان کے دل کو (اس لیے) مضبوط نہ رکھتے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے رہیں O

یہ آیت سورۃ القصص میں ہے۔امام بخاری نے اس آیت کو یہاں پر اس مناسبت سے ذکر کیا ہے کہ اس میں بھی رَّبَطْنَا کا لفظ ہے۔

شَطَطًا اِفْرَاطًا

شَطَطًا اس کا معنی ہے: حد سے تجاوز کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝ (الکہف:۱۴)

تو انہوں نے کہا: ہمارا رب آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی اور معبود کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے (ورنہ) اس وقت ہماری بات حق سے بہت دور ہو گی O

امام بخاری نے شطط کی تفسیر افراط کی ہے، حضرت ابن عباس اور مقاتل نے اس کی تفسیر ظلم کی ہے اور قتادہ نے اس کی تفسیر جھوٹ کی ہے اور لغت میں شطط کا معنی ہے: حد سے تجاوز کرنا اور افراط۔

اَلْوَصِيْدُ الْفِنَاءُ جَمْعُهٗ وَصَائِدُ وَوُصُدٌ وَيُقَالُ الْوَصِيْدُ الْبَابُ مُؤْصَدَةٌ مُطْبَقَةٌ آصَدَ الْبَابَ وَاَوْصَدَ۔

اَلْوَصِيْدُ اس کا معنی ہے: صحن اور اس کی جمع وَصَائِد اور وُصُد ہے اور بعض نے کہا: وَصِيْد کا معنی ہے: دروازہ اور مُوصَدَةٌ کا معنی ہے: بند کیا ہوا۔عرب کہتے ہیں: اٰصَدَ الباب وَاَوْصَدَ یعنی اس نے دروازہ بند کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ۔ (الکہف:۱۴)

اور ان کا کتا بھی چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے۔

امام بخاری نے وصید کی تفسیر صحن کے ساتھ کی ہے اور اس کا معنی ہے: گھروں کے سامنے کشادہ جگہ، حضرت ابن عباس اور سدی نے کہا ہے کہ وصید کا معنی ہے: دروازہ۔عطاء نے کہا ہے کہ وَصِيْد کا معنی ہے: چوکھٹ، نیز امام بخاری نے کہا کہ موصدۃ کا معنی بند کیا ہوا ہے، اس قول سے انہوں نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ (الہمزہ:۸)

بے شک وہ (آگ) ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہو گی O

یعنی کافروں کے اوپر دوزخ کی آگ ہر طرف سے بند کی ہوئی ہو گی، امام بخاری نے کہا: یہ آصَدَ الباب سے ماخوذ ہے یعنی دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل کر مد کے ساتھ آصَدَ کر دیا یا واؤ سے بدل کر اَوْصَدَ کر دیا۔

بَعَثْنَاهُمْ اَحْيَيْنَاهُمْ۔

بَعَثْنٰهُمْ، اس کا معنی ہے: ہم نے ان کو زندہ کیا یعنی ان کو نیند سے بیدار کر کے کھڑا کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ۔ (الکہف:۱۹)

اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ایک دوسرے کا حال پوچھیں۔

Marfat.com

کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ ہم نے ان کو نیند سے بیدار کیا اور یہ اس وقت ہوا جب مسلمانوں نے اصحاب کہف کے متعلق بحث کی، اگلے مسلمانوں نے اور بعد کے مسلمانوں نے کہ وہ کتنی مدت غار میں رہے ہیں، اگلے مسلمانوں نے کہا کہ وہ تین سو نو سال (۳۰۹) غار میں رہے اور بعد کے مسلمانوں نے کوئی اور مدت بیان کی اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت تک غار میں رہے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے غار میں ان کو نیند سے بیدار کیا تا کہ یہ ظاہر فرمائے کہ ان کی نیند کی مدت کے متعلق کس کا قول صحیح ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا ۝ (الکہف:١٢)

پھر ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ہم یہ ظاہر کریں کہ ان کے غار میں ٹھہرنے کی مدت کو دو جماعتوں میں سے کس نے زیادہ یاد رکھا ہے O

مجاہد نے کہا ہے کہ جب ہم نے ان پر غار میں نیند طاری کی تو اتنے طویل زمانے تک ان کے جسموں کو بوسیدہ ہونے سے محفوظ رکھا اور ان کے کپڑوں کو بدبو سے محفوظ رکھا۔

أَزْکٰی أَکْثَرُ وَیُقَالُ أَحَلُّ وَیُقَالُ أَکْثَرُ رَیْعًا۔

اَزْکٰی کا معنی ہے: جو اس بستی کے لوگوں کی زیادہ خوراک ہے اور جو زیادہ حلال اور پاکیزہ خوراک ہے اور جو زیادہ اچھی خوراک ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیات کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْیَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ۔ (الکہف:١٩)

سو اب تم اپنے میں سے کسی کو چاندی کے یہ سکے دے کر شہر کی طرف بھیجو کہ وہ غور کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے اور اس میں سے تمہارے کھانے کے لیے لے کر آئے۔

امام بخاری نے اَزْکٰی کی تفسیر کی ہے: جو اس بستی والوں کی اکثر خوراک ہے، یہ لفظ زکوٰۃ سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: زیادتی اور بڑھنا، اور یہ جو معنی بیان کیا گیا کہ جو زیادہ حلال ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بستی میں زیادہ مجوسی تھے جو ذبح نہیں کرتے تھے اور کچھ مومن تھے جو ذبح کرتے تھے تو اصحاب کہف نے کہا: ہمارے لیے حلال خوراک لے کر آنا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس کا اصل کے مقابلہ میں بڑھنا زیادہ ہو۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ لَمْ تَنْقُصْ۔

حضرت ابن عباس نے کہا: اُکُلَھَا کا معنی ہے: خوب پھل لائے۔ وَلَمْ تَظْلِمْ کا معنی ہے: پھل لانے میں کوئی کمی نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَیْـًٔا۔ (الکہف:٣٣)

دونوں باغ خوب پھل لائے اور پیداوار میں کوئی کمی نہیں کی۔

حضرت ابن عباس کی اس تفسیر کی امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کی ہے۔

وَقَالَ سَعِیْدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الرَّقِیْمُ اللَّوْحُ مِنْ رَصَاصٍ كَتَبَ عَامِلُهُمْ أَسْمَاءَهُمْ ثُمَّ طَرَحَهُ فِيْ خِزَانَتِهٖ۔

اور سعید نے کہا: از حضرت ابن عباس: اَلرَّقِیْم کا معنی ہے: سیسہ کی لوح، ان کے عامل نے اس لوح کے اوپر اصحاب کہف کے نام لکھ دیئے، پھر اس لوح کو اپنے خزانے میں ڈال دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان نو جوانوں کو تلاش کیا گیا تو وہ نہیں ملے، تب بادشاہ سے یہ قصہ بیان کیا گیا تو

Marfat.com

بادشاہ نے کہا: ان نوجوانوں کا ضرور کوئی واقعہ ہے، پھر اس نے سیسہ کی لوح پر ان نوجوانوں کے اسماء لکھے اور اس لوح کو اپنے خزانے میں ڈال دیا، پس رقیم سے مراد وہ لوح ہے جس پر ان کے نام لکھے گئے تھے۔ اس تعلیق کی امام ابن منذر نے روایت کی ہے۔

فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلَىٰ آذَانِهِمْ فَنَامُوا۔ فضرب الله على اذانهم کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی تو وہ سو گئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ۝ پھر ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سالوں تک نیند مسلط کر دی O (الکہف: ۱۱)

یہ قرآن مجید کا بہت فصیح کلام ہے جس کی کوئی مثل نہیں لا سکتا۔ اس کا معنی ہے: ہم نے ان کو سلا دیا اور ہم نے ان پر نیند مسلط کر دی اور ان کے کانوں تک کسی آواز کو پہنچنے نہیں دیا۔

وَقَالَ غَيْرُهُ وَأَلَتْ تَئِلُ تَنْجُو وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَوْئِلًا مَحْرِزًا۔ حضرت ابن عباس کے غیر نے کہا: وَأَلَتْ تَئِلُ اور اس کا معنی ہے: نجات پانا اور مجاہد نے کہا: مَوْئِلًا کا معنی ہے: حفاظت کی جگہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا ۝ بلکہ ان کے لیے وعدہ کا ایک وقت مقرر ہے وہ اس سے سر مونڈنے کا وقت نہیں پائیں گے O (الکہف: ۵۸)

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ لفظ ''مَوْئِل'' وأل یئل سے ماخوذ ہے جو باب ضرب سے ہے اور مَوْئِل کا معنی ہے: لجا، قتادہ سے اسی طرح روایت ہے۔

لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا لَا يَعْقِلُونَ۔ لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا کا معنی ہے: وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتے یعنی وہ سمجھ نہیں سکتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے متعلق درج ذیل آیات کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ۝ (الکہف: ۱۰۱) جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں رہیں اور وہ (حق کو) سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے O

کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کا وصف بیان کیا ہے جن کی آنکھوں کے آگے میرے ذکر سے اور مجھ پر ایمان لانے سے اور قرآن پر ایمان لانے سے غفلت کے پردے ہیں، وہ اللہ عز و جل کی کتاب کو سننے کی طاقت نہیں رکھتے اور چونکہ ان پر شقاوت کا غلبہ ہے اس لیے وہ اس قرآن میں تدبر نہیں کرتے یعنی اس طرح نہیں سنتے کہ غور و فکر کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۵۵۔ ۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابٌ: وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔ (الکہف: ۵۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ (الکہف: ۵۴) کی تفسیر

یہ آیت النضر بن الحارث کے متعلق نازل ہوئی ہے جو قرآن میں بہت بحث کرتا تھا اور ایک قول ہے کہ یہ ابی بن خلف کے متعلق نازل ہوئی ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر بحث کرتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۵۵۔ ۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۴۷۲۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ قَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے خبر دی کہ حضرت حسین بن علی نے ان کو خبر دی از حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ان کے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، فرمایا: کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟

اس حدیث کی شرح صحیح بخاری: ۱۱۲۷ میں گزر چکی ہے۔

یہ پوری حدیث اس طرح ہے کہ حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے اختیار میں ہیں وہ جب ہم کو جگانا چاہے گا جگا دے گا، یہ سن کر آپ خاموشی سے لوٹ گئے اور اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے فرما رہے تھے: وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ (الکہف: ۵۴)۔

رَجْمًا بِالْغَيْبِ لَمْ يَسْتَبِنْ۔

رَجْمًا بِالْغَيْبِ کا معنی ہے: لم يستبن یعنی واضح نہیں ہوا اور انہوں نے صرف اندازے سے بات کی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ۔ (الکہف: ۲۲)

اور (بعض) کہیں گے: وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا، یہ تمام اقوال انکل پچو پر مبنی ہیں۔

امام بخاری نے رَجْمًا بِالْغَيْبِ کی تفسیر کی ہے: ''واضح نہیں ہوا''، ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے بغیر یقین کے ظن سے کہا ہے۔

فُرُطًا يُقَالُ نَدَمًا۔

کہا جاتا ہے: فُرُطًا کا معنی ندامت ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۝ (الکہف: ۲۸)

اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اس کا معاملہ حد سے بڑھ گیا ۝

امام بخاری نے فُرُطًا کی تفسیر ندامت کے ساتھ کی ہے اور ابو عبیدہ نے اس کی تفسیر اسراف اور ضائع کے ساتھ کی ہے۔ مجاہد نے اس کی تفسیر ضیاع کے ساتھ کی ہے اور سدی نے اس کی تفسیر ہلاک کرنے کے ساتھ کی ہے۔

سُرَادِقُهَا مِثْلُ السُّرَادِقِ وَالْحُجْرَةِ الَّتِي تُطِيفُ بِالْفَسَاطِيطِ۔

سُرَادِقُهَا یہ لفظ سرادق کی مثل ہے اور اس حجرہ کی مثل ہے جس کو سب طرف سے خیمے گھیر لیتے ہیں (اس کا معنی ہے: چار دیواری یا ہر وہ چیز جو کسی چیز کو محیط ہو جیسے خیمہ یا شامیانہ یا قنات)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا۔ (الکہف: ۲۹)

بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایسی دوزخ تیار کی ہے جس (کے شعلوں) کی چار دیواری ان کا احاطہ کرے گی۔

سُرَادِقُهَا کی ضمیر دوزخ کی آگ کی طرف لوٹ رہی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ دوزخ کی آگ کی چار دیواری اس حجرے کی طرح ہے جس کو خیموں نے گھیر لیا ہو اور سرادق وہ جگہ ہے جو گھر کے اوپر صحن میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور گھر گھر محیط ہوتی ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت ابو سعید خدری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ کے سُرادِق چار دیواریں ہیں، ان میں سے ہر ایک کی موٹائی چالیس سال کی مسافت ہے، حضرت ابن عباس نے کہا: السُرادق دوزخ کی دیوار ہے اور یہاں سرادق سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کے دن کفار کا احاطہ کیے ہوئے ہوگا۔

يُحَاوِرُهُ مِنَ الْمُحَاوَرَةِ۔

يُحَاوِرُهُ، المحاورہ سے ماخوذ ہے اور اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَ هُوَ يُحَاوِرُهُ (الکہف: ۳۴) یعنی اس نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے ہوئے کہا یعنی لفظ یحاورہٗ، المحاورہ سے مشتق ہے اور اس کا معنی ہے: جواب دینا اور تفسیر میں مذکور ہے کہ یُحاورہ کا معنی ہے: اس کو جواب دینا۔

اس تعلیق کی امام بخاری نے از خود شرح کر دی ہے۔

لَكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّي أَيْ لٰكِنْ أَنَا هُوَ اللّٰهُ رَبِّي ثُمَّ حَذَفَ الْأَلِفَ وَأَدْغَمَ إِحْدَى النُّونَيْنِ فِي الْأُخْرٰى۔

لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّي اس کا معنی ہے: لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ وہ اللہ میرا رب ہے۔ لٰكِنَّا اصل میں لٰكِنْ اَنَا تھا، الف کو حذف کر دیا اور ایک نون کا دوسرے نون میں ادغام کر دیا تو لٰكِنَّا ہو گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ (الکہف: ۳۸)

لیکن وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا O

امام بخاری نے یہاں نحویوں کا قاعدہ ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ لٰكِنَّا اصل میں لکن انا تھا پھر اَنَا کے الف کو حذف کر کے نون کا نون میں ادغام کر دیا تو لٰكِنَّا ہو گیا۔

وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا يَقُولُ بَيْنَهُمَا نَهَرًا۔

وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا یعنی ہم نے دو باغوں کے درمیان زمین کو شق کر کے ایک دریا بہا دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ (الکہف: ۳۳)

دونوں باغ خوب پھل لائے اور پیداوار میں کوئی کمی نہیں کی اور ہم نے ان کے درمیان دریا رواں کر دیئے تھے O

یعنی ہم نے ان دو باغوں کے درمیان زمین شق کر کے دریا بنا دیا۔

زَلَقًا لَا يَثْبُتُ فِيهِ قَدَمٌ۔

زَلَقًا اس کا معنی ہے: پھسلنے کی جگہ جس میں قدم ٹھہرتے نہیں ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ (الکہف: ۴۰)

اور تمہارے باغ پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے تو وہ چٹیل اور چکنا میدان بن جائے O

Marfat.com

تفسیر میں مذکور ہے کہ اس کا معنی ہے: چکنا میدان کہ جس میں کوئی پیداوار نہ ہو، اور مجاہد نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: ریتلی زمین۔

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ مَصْدَرُ الْوَلِيِّ۔ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ یہ الولی کا مصدر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۞ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ۔ اور وہ بدلہ لینے کے قابل نہ تھا O یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختیارات اللہ ہی کے پاس ہیں جو سچا ہے۔ (الکہف: ۴۳۔۴۴)

هُنَالِكَ سے مراد ہے: قیامت کا دن اور تفسیر میں مذکور ہے کہ اس دن وہ اللہ سے محبت کریں گے اور دنیا میں اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے تھے ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

عُقُبًا عَاقِبَةً وَعُقْبَى وَعُقْبَةً وَاحِدٌ وَهِيَ الْآخِرَةُ۔ عُقُبًا، عَاقِبَةً وَعُقْبَةٌ ان سب کا ایک معنی ہے اور وہ ہے: آخرت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ۞ (الکہف: ۴۴) وہی سب سے اچھا ثواب دینے والا ہے اور اس کے پاس بہترین انجام ہے O

الجوہری نے کہا ہے کہ ہر چیز کی عاقبت اس کا آخر ہے۔

قِبَلًا وَ قُبُلًا وَ قَبَلًا اسْتِئْنَافًا۔ قِبَلًا و قُبُلًا و قَبَلًا ان تینوں کا معنی ہے: سامنے آنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۞ (الکہف: ۵۵) یا ان کے سامنے سے عذاب آجائے O

حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: ان کی آنکھوں کے سامنے، ثعلبی نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہے: غزوۂ بدر میں ان کو تلواروں سے ہلاک کرنا اور مقاتل نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہے: مختلف قسم کے عذاب۔

لِيُدْحِضُوا لِيُزِيلُوا الدَّحْضُ الزَّلَقُ۔ لِيُدْحِضُوْا اس کا معنی ہے تاکہ وہ زائل کریں اور دَحْض کا معنی ہے: پھسلانا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ۔ (الکہف: ۵٦) تاکہ حق کو زائل کریں۔

جب کسی آدمی کا پیر پھسل جائے تو وہ کہتا ہے: دَحَضَتْ رِجْلِیْ اور سدی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: تاکہ وہ لوگ اس سے حق کو باطل کریں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۵۸۔۵٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ: وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا۔ (الکہف: ٦٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: میں مسلسل چلتا رہوں گا حتیٰ کہ میں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا سالہا سال تک چلتا رہوں گا۔ (الکہف: ٦٠) کی تفسیر

حُقُبًا زَمَانًا وَجَمْعُهُ اَحْقَابٌ۔ حُقُبًا کا معنی ہے: زمانہ اور اس کی جمع احقاب ہے۔

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی: یعنی یاد کیجیے جب حضرت موسیٰ نے کہا، اور وہ حضرت ابن عمران ہیں۔

لِفَتٰىهُ: یعنی اپنے شاگرد سے اور وہ یوشع بن نون ہیں، وہ ان کے ساتھ سفر میں تھے، ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے غلام اور مملوک تھے۔

مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ: وہ بحر فارس اور بحر روم ہے جو مشرق کے قریب ہے اور حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ وہ افریقہ میں ہے اور ایک قول ہے کہ وہ بحر اردن اور بحر قلزم ہے۔

اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا: یعنی میں طویل زمانے تک سفر کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میں مجمع البحرین تک پہنچ جاؤں گا۔ قتادہ نے کہا: حُقُبٌ کا معنی ہے: زمانہ، حضرت ابن عباس نے کہا: اس کا معنی ہے: دہر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا: اس کا معنی ہے: اسی (۸۰) سال اور اس کی جمع احقاب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۵۸)

۴۷۲۵۔ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِیَّ یَزْعُمُ أَنَّ مُوْسٰی صَاحِبَ الْخَضِرِ لَیْسَ هُوَ مُوْسٰی صَاحِبَ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ حَدَّثَنِیْ أُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ إِنَّ مُوْسٰی قَامَ خَطِیْبًا فِیْ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ فَسُئِلَ أَیُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ أَنَا فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ إِذْ لَمْ یَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَیْهِ فَأَوْحَی اللّٰهُ إِلَیْهِ إِنَّ لِیْ عَبْدًا بِمَجْمَعِ الْبَحْرَیْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ مُوْسٰی یَا رَبِّ فَكَیْفَ لِیْ بِهٖ قَالَ تَأْخُذُ مَعَكَ حُوْتًا فَتَجْعَلُهُ فِیْ مِكْتَلٍ فَحَیْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّ فَأَخَذَ حُوْتًا فَجَعَلَهُ فِیْ مِكْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ بِفَتَاهُ یُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ حَتّٰی إِذَا أَتَیَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُءُوْسَهُمَا فَنَامَا وَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فِی الْمِكْتَلِ فَخَرَجَ مِنْهُ فَسَقَطَ فِی الْبَحْرِ فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا وَأَمْسَكَ اللّٰهُ عَنِ الْحُوْتِ جِرْیَةَ الْمَاءِ فَصَارَ عَلَیْهِ مِثْلَ الطَّاقِ فَلَمَّا اسْتَیْقَظَ نَسِیَ صَاحِبُهٗ أَنْ یُخْبِرَهٗ بِالْحُوْتِ فَانْطَلَقَا بَقِیَّةَ یَوْمِهِمَا وَلَیْلَتَهُمَا حَتّٰی إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ قَالَ مُوْسٰی لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا قَالَ وَلَمْ یَجِدْ مُوْسٰی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف بکالی کا یہ زعم ہے کہ جو موسیٰ حضرت خضر کے صاحب تھے وہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: اس اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا، مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے تھے تو ان سے سوال کیا گیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے اللہ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ مجمع البحرین میں میرا ایک بندہ ہے جو تم سے بڑا عالم ہے تو حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے میرے رب! میری اس تک کیسے رسائی ہو گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنے ساتھ ایک مچھلی لو اور اس کو ٹوکری میں رکھو، پس جہاں تم اس مچھلی کو گم پاؤ گے وہ بندہ اسی جگہ ہو گا، حضرت موسیٰ نے ایک مچھلی لے کر اس کو ٹوکری میں رکھا، پھر وہ روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے شاگرد حضرت یوشع بن نون بھی تھے، حتیٰ کہ جب وہ دونوں ایک چٹان پر آئے اور اس پر سر رکھ کر وہ دونوں سو گئے تو وہ مچھلی

Marfat.com

النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَا الْمَكَانَ الَّذِي أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ فَقَالَ
لَهُ فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ
الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ
سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا قَالَ فَكَانَ لِلْحُوتِ سَرَبًا
وَلِمُوسَى وَلِفَتَاهُ عَجَبًا فَقَالَ مُوسَى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي
فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا قَالَ رَجَعَا يَقُصَّانِ
آثَارَهُمَا حَتّٰى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى
ثَوْبًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسَى فَقَالَ الْخَضِرُ وَأَنّٰى بِأَرْضِكَ
السَّلَامُ قَالَ أَنَا مُوسَى قَالَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ
نَعَمْ أَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا قَالَ إِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا يَا مُوسَى إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ
اللّٰهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ
اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا أَعْلَمُهُ فَقَالَ مُوسَى سَتَجِدُنِي إِنْ
شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ
فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى أُحْدِثَ لَكَ
مِنْهُ ذِكْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَمَرَّتْ
سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمْ فَعَرَفُوا الْخَضِرَ
فَحَمَلُوهُمْ بِغَيْرِ نَوْلٍ فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ لَمْ يَفْجَأْ إِلَّا
وَالْخَضِرُ قَدْ قَلَعَ لَوْحًا مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ بِالْقَدُومِ
فَقَالَ لَهُ مُوسَى قَوْمٌ قَدْ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلَى
سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا
إِمْرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ
لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا
قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَكَانَتِ الْأُولَى مِنْ
مُوسَى نِسْيَانًا قَالَ وَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ
السَّفِينَةِ فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ مَا
عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا مِثْلُ مَا نَقَصَ هٰذَا
الْعُصْفُورُ مِنْ هٰذَا الْبَحْرِ ثُمَّ خَرَجَا مِنَ السَّفِينَةِ
فَبَيْنَا هُمَا يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ إِذْ أَبْصَرَ الْخَضِرُ

ٹوکری میں تڑپی اور وہ مچھلی سمندر میں جا گری اور اس نے سمندر میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا اور اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے ساتھ پانی کے بہنے کو روک لیا اور وہ پانی اس پر طاق کی طرح ہو گیا، پھر جب حضرت موسیٰ بیدار ہوئے تو ان کا شاگرد ان کو مچھلی کی خبر دینا بھول گیا، پھر وہ دونوں بقیہ دن اور رات سفر کرتے رہے، پھر جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ ہم اس سفر سے تھک گئے ہیں، آپ نے بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھکاوٹ اس وقت ہوئی تھی جب وہ اس جگہ سے آگے چلے گئے تھے جہاں کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا تو ان کے شاگرد نے کہا: بھلا دیکھیے جب ہم اس چٹان پر ٹھہرے تھے تو میں آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور مجھے اس کا ذکر کرنا صرف شیطان نے بھلایا تھا، اس مچھلی نے سمندر میں بہت عجیب راستہ بنالیا تھا اور مچھلی کے لیے سرنگ بن گئی تھی اور یہ حضرت موسیٰ اور ان کے شاگرد کے لیے بہت حیرت انگیز بات تھی، پس حضرت موسیٰ نے کہا: اسی واقعہ کو تو ہم ڈھونڈ رہے تھے، پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشان پر واپس گئے اور اپنے قدموں کے نشان پر چلتے رہے حتیٰ کہ اس چٹان پر پہنچ گئے، پس انہوں نے دیکھا کہ وہاں ایک مرد چادر اوڑھے ہوئے بیٹھا ہے، حضرت موسیٰ نے انہیں سلام کیا، تو حضرت خضر نے کہا: اس جگہ سلام کہاں سے آیا؟ حضرت موسیٰ نے کہا: میں موسیٰ ہوں، حضرت خضر نے پوچھا: بنی اسرائیل کے موسیٰ ہو؟ حضرت موسیٰ نے کہا: جی ہاں! میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو ہدایت کا علم دیا ہے آپ اس میں سے کچھ علم مجھے بھی عطا فرما دیں۔ حضرت خضر نے کہا: آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اے موسیٰ! مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے وہ علم دیا ہے جسے آپ نہیں جانتے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے جو علم دیا ہے اس کو میں نہیں جانتا۔ حضرت موسیٰ نے کہا: ان شاء اللہ آپ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی بات میں آپ کی حکم عدولی نہیں کروں گا۔ حضرت خضر نے کہا: اگر آپ میری پیروی کرتے ہیں تو آپ کسی چیز کے متعلق مجھ

Marfat.com

غُلَامًا يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَاقْتَلَعَهُ بِيَدِهِ فَقَتَلَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسَى أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَاكِيَةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ وَهَذِهِ أَشَدُّ مِنَ الْأُولَى قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ قَالَ مَائِلٌ فَقَامَ الْخَضِرُ فَأَقَامَهُ بِيَدِهِ فَقَالَ مُوسَى قَوْمٌ أَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُونَا وَلَمْ يُضَيِّفُونَا لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ إِلَى قَوْلِهِ ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ﴿بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا﴾ (الکہف:۷۸) فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَدِدْنَا أَنَّ مُوسَى كَانَ صَبَرَ حَتَّى يَقُصَّ اللَّهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَكَانَ يَقْرَأُ وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ۔

سے اس وقت تک سوال نہ کریں جب تک کہ میں خود آپ سے اس کا ذکر نہ کروں، پس وہ دونوں روانہ ہوئے اور سمندر کے کنارے چلتے رہے، پھر ان کے پاس سے کشتی گزری، انہوں نے اس سے بات کی کہ وہ ان کو سوار کرلیں انہوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا اور بغیر معاوضہ کے ان کو سوار کرلیا، پس جب وہ کشتی میں سوار ہو گئے تو وہ صرف اس بات سے حیران ہوئے کہ حضرت خضر نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے کو کلہاڑے سے چیر ڈالا، تو حضرت موسیٰ نے کہا: ان لوگوں نے ہم کو بغیر اجرت کے سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی کا ایک تختہ چیر ڈالا تاکہ انجام کار اس میں بیٹھنے والے ڈوب جائیں، یہ تو آپ نے بہت برا کام کیا۔ حضرت خضر نے کہا کہ میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکیں گے؟ حضرت موسیٰ نے کہا: آپ میری بھول پر مواخذہ نہ کریں اور میرے کام کو دشوار نہ بنائیں، حضرت ابن عباس نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پہلی بار حضرت موسیٰ سے بھول ہوئی تھی اور آپ نے فرمایا: ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، پھر اس نے سمندر میں ایک چونچ ماری تو حضرت خضر نے کہا: میرا اور آپ کا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں بس اتنا ہے جتنا اس چڑیا نے سمندر سے پانی کم کیا ہے، پھر وہ دونوں کشتی سے اتر کر روانہ ہوئے، پس جس وقت وہ دونوں سمندر کے کنارے جا رہے تھے تو اچانک حضرت خضر نے ایک لڑکے کو دیکھا جو لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، حضرت خضر نے اس کا سر پکڑ کر اس پر اپنا ہاتھ مارا، سو اس کو مار ڈالا تو حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: آپ نے ایک بے قصور شخص کو بغیر کسی جان کے بدلے مار ڈالا، یہ تو آپ نے بہت برا کام کیا، حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (ملامت) پہلے سے زیادہ شدید تھی، حضرت موسیٰ نے کہا: اگر اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں بے شک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں، پھر وہ دونوں روانہ

ہوئے حتیٰ کہ وہ ایک بستی والوں کے پاس آئے اور ان بستی والوں سے طعام طلب کیا، انہوں نے ان کی ضیافت سے انکار کر دیا، پھر ان دونوں نے دیکھا اس بستی کی ایک دیوار ٹوٹنے والی ہے، آپ نے بتایا کہ وہ جھک رہی تھی، حضرت خضر نے کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے اس دیوار کو سیدھا کر دیا، پس حضرت موسیٰ نے کہا: ہم ان لوگوں کے پاس آئے تو انہوں نے ہمیں کھانا نہیں کھلایا، ہماری مہمانی نہیں کی تو اگر آپ چاہیں تو اپنے اس کام پر اجرت لے لیں، حضرت خضر نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی کی گھڑی ہے، یہ آیت یہاں تک ہے" یہ ان باتوں کی توجیہات ہیں جن پر آپ صبر نہیں کر سکے تھے" O (الکہف: ۷۸) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم چاہتے تھے کہ حضرت موسیٰ صبر کرتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے واقعات سے کچھ اور خبریں بیان فرماتا۔ سعید بن جبیر نے کہا: حضرت ابن عباس یوں پڑھتے تھے کہ ان کے سامنے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح سالم کشتی کو چھین لیتا تھا اور وہ یہ پڑھتے تھے کہ رہا وہ لڑکا تو وہ کافر تھا اور اس کے ماں باپ مومن تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۴ میں گزر چکی ہے، تاہم چند امور کی وضاحت کی جارہی ہے:

بعض مشکل عبارات کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام بخاری نے دس سے زیادہ ابواب میں بیان کیا ہے اور ہم نے اس کی شرح اس باب میں کی ہے جس کا عنوان ہے: عالم کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب اس سے سوال کیا جائے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے تو وہ کہے: اللہ۔

نوف البکالی: حضرت ابن عباس نے ان کے متعلق کہا: اس اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غضب سے کہا تھا ورنہ نوف البکالی نیک مومن تھے اور انہوں نے اسلام میں بہت اچھے عمل کیے تھے۔

حتیٰ کہ جب وہ دونوں چٹان پر پہنچے: یہ چٹان مجمع البحرین کے پاس تھی، وہ دونوں اس چٹان پر رات کے وقت پہنچے تھے اور سو گئے تھے۔

وہ مچھلی ٹوکری میں تڑپی اور ٹوکری سے نکل کر سمندر میں جا گری: کہا جاتا ہے کہ اس چٹان کی جڑ میں ایک چشمہ تھا جس کو آب حیات کہا جاتا تھا، جو بھی اس کا پانی پی لیتا تو وہ ہمیشہ زندہ رہتا۔ اس مچھلی نے بھی اس چشمہ کا پانی پالیا تھا اس لیے وہ ٹوکری میں تڑپی اور ٹوکری سے نکل کر سمندر میں داخل ہو گئی، یہ امام ابن مردویہ کی روایت ہے اور دوسری روایت ہے کہ اس چشمہ کے پانی کے چند قطرے اس مچھلی پر گرے تھے، پس وہ زندہ ہو گئی اور ٹوکری سے نکل کر سمندر میں گر گئی۔

سربا: یعنی چلنے کی جگہ، حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ وہ پانی مچھلی کے راستہ سے ایک

طرف ہو گیا اور وہ روشن دان کی طرح ہو گیا، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مچھلی کے پیچھے اس روشن دان میں داخل ہو گئے، پس وہاں ان کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، یہ ثعلبی کی روایت ہے۔ کلبی کی روایت ہے کہ حضرت یوشع نے آب حیات کے چشمہ سے وضو کیا اور اس مچھلی پر جو ٹوکری میں تھی اس پر پانی کے چھینٹے ڈالے تو وہ زندہ ہو گئی، پھر وہ پانی میں کود گئی، پھر حضرت یوشع مچھلی کی دم کو مارتے اور جہاں بھی اس کو ضرب لگتی اس جگہ سے پانی خشک ہو جاتا۔

نَصَبًا: اس کا معنی ہے: شدید تھکاوٹ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس چٹان سے تجاوز کرنے کے بعد بھوک لگ گئی تھی تا کہ وہ مچھلی کو یاد کریں اور اپنے مطلب کی جگہ پہنچ جائیں۔

خضر: ان کا نام بلیاء تھا، ان کو خضر کا لقب اس لیے دیا گیا کہ وہ جس زمین پر بیٹھتے تو وہ سرسبز ہو جاتی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۶۰-۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳- بَابٌ: فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا. (الکہف: ۶۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس جب وہ دونوں سمندر کے سنگم پر پہنچ گئے تو وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، سو مچھلی نے سمندر میں سرنگ بناتے ہوئے اپنا راستہ بنالیا۔ (الکہف: ۶۱) کی تفسیر

مَذْهَبًا يَسْرُبُ يَسْلُكُ وَمِنْهُ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ.

سَرَبٌ کا معنی ہے: جانے یا چلنے کی جگہ اور اسی سے ماخوذ ہے دن میں راستے پر جانے والا۔

وہ دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے: الثعلبی نے کہا ہے کہ مچھلی حضرت یوشع کے پاس تھی اور وہی اس کو بھول گئے تھے، پھر دونوں کی طرف نسیان کی نسبت کر دی اور مراد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک بھولا تھا۔

۴۷۲۶- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ إِنَّا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي بَيْتِهِ إِذْ قَالَ سَلُونِي قُلْتُ أَيْ أَبَا عَبَّاسٍ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ بِالْكُوفَةِ رَجُلٌ قَاصٌّ يُقَالُ لَهُ نَوْفٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ لَيْسَ بِمُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَمَّا عَمْرٌو فَقَالَ لِي قَالَ قَدْ كَذَبَ عَدُوُّ اللهِ وَأَمَّا يَعْلَى فَقَالَ لِي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مُوسَى رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ذَكَّرَ النَّاسَ يَوْمًا حَتَّى إِذَا فَاضَتِ الْعُيُونُ وَرَقَّتِ الْقُلُوبُ وَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی، انہوں نے بتایا کہ یعلیٰ بن مسلم اور عمرو بن دینار نے مجھے خبر دی از سعید بن جبیر ان میں سے ایک اپنے صاحب کی روایت پر اضافہ کرتا تھا اور ان دونوں کے غیر نے کہا: میں نے ان سے سنا وہ اس حدیث کو سعید بن جبیر سے روایت کرتے تھے، انہوں نے کہا: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کے گھر میں بیٹھا ہوا تھا جب انہوں نے کہا: مجھ سے سوال کرو تو میں نے کہا: اے ابو العباس! اللہ مجھے آپ پر فدا کر دے کوفہ میں ایک قصہ بیان کرنے والا ہے جس کا نام نوف ہے۔ جس کا یہ زعم ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے (جن کی حضرت خضر سے ملاقات ہوئی تھی) لیکن عمرو بن دینار نے مجھ

Marfat.com

فَأَدْرَكَهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَيْ رَسُولَ اللهِ هَلْ فِي الْأَرْضِ أَحَدٌ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ لَا فَعَتَبَ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَى اللهِ قِيلَ بَلَى قَالَ أَيْ رَبِّ فَأَيْنَ قَالَ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ قَالَ أَيْ رَبِّ اجْعَلْ لِي عَلَمًا أَعْلَمُ ذَلِكَ بِهِ فَقَالَ لِي عَمْرٌو قَالَ حَيْثُ يُفَارِقُكَ الْحُوتُ وَقَالَ لِي يَعْلَى قَالَ خُذْ نُونًا مَيِّتًا حَيْثُ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ فَأَخَذَ حُوتًا فَجَعَلَهُ فِي مِكْتَلٍ فَقَالَ لِفَتَاهُ لَا أُكَلِّفُكَ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنِي بِحَيْثُ يُفَارِقُكَ الْحُوتُ قَالَ مَا كَلَّفْتَ كَثِيرًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ يُوشَعَ بْنِ نُونٍ لَيْسَتْ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ فَبَيْنَمَا هُوَ فِي ظِلِّ صَخْرَةٍ فِي مَكَانٍ ثَرْيَانَ إِذْ تَضَرَّبَ الْحُوتُ وَمُوسَى نَائِمٌ فَقَالَ فَتَاهُ لَا أُوقِظُهُ حَتَّى إِذَا اسْتَيْقَظَ نَسِيَ أَنْ يُخْبِرَهُ وَتَضَرَّبَ الْحُوتُ حَتَّى دَخَلَ الْبَحْرَ فَأَمْسَكَ اللهُ عَنْهُ جِرْيَةَ الْبَحْرِ حَتَّى كَأَنَّ أَثَرَهُ فِي حَجَرٍ قَالَ لِي عَمْرٌو هَكَذَا كَأَنَّ أَثَرَهُ فِي حَجَرٍ وَحَلَّقَ بَيْنَ إِبْهَامَيْهِ وَاللَّتَيْنِ تَلِيَانِهِمَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا قَالَ قَدْ قَطَعَ اللهُ عَنْكَ النَّصَبَ لَيْسَتْ هَذِهِ عَنْ سَعِيدٍ أَخْبَرَهُ فَرَجَعَا فَوَجَدَا خَضِرًا قَالَ لِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَلَى طِنْفِسَةٍ خَضْرَاءَ عَلَى كَبِدِ الْبَحْرِ قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ مُسَجًّى بِثَوْبِهِ قَدْ جَعَلَ طَرَفَهُ تَحْتَ رِجْلَيْهِ وَطَرَفَهُ تَحْتَ رَأْسِهِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسَى فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ وَقَالَ هَلْ بِأَرْضِي مِنْ سَلَامٍ مَنْ أَنْتَ قَالَ أَنَا مُوسَى قَالَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا شَأْنُكَ قَالَ جِئْتُ لِتُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا قَالَ أَمَا يَكْفِيكَ أَنَّ التَّوْرَاةَ بِيَدَيْكَ وَأَنَّ الْوَحْيَ يَأْتِيكَ يَا مُوسَى إِنَّ لِي عِلْمًا لَا يَنْبَغِي لَكَ أَنْ تَعْلَمَهُ وَإِنَّ لَكَ عِلْمًا لَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَعْلَمَهُ فَأَخَذَ طَائِرٌ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ وَقَالَ وَاللهِ مَا عِلْمِي وَمَا عِلْمُكَ فِي جَنْبِ عِلْمِ اللهِ إِلَّا كَمَا أَخَذَ هَذَا الطَّائِرُ بِمِنْقَارِهِ مِنَ

سے کہا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے اور یعلیٰ نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے کہا کہ مجھے حضرت ابی بن کعب نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو وعظ کیا حتیٰ کہ جب وعظ کے اثر سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ان کے دل نرم ہونے لگے تو وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگے تو ایک شخص ان سے ملا اور کہا: اے رسول اللہ! کیا زمین میں آپ سے بڑا بھی کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا: نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے علم کو اللہ کی طرف نہیں لوٹایا تھا، سو ان سے کہا گیا: کیوں نہیں، حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے میرے رب! وہ کہاں ہیں؟ فرمایا کہ مجمع البحرین میں ہیں، حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دے جس کے ذریعہ میں ان کو پہچان لوں، پس مجھ سے عمرو بن دینار نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس جگہ مچھلی تم سے جدا ہو گی اور یعلیٰ نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایک مردہ مچھلی لو، جس جگہ اس مچھلی میں روح ڈالی جائے گی تو حضرت موسیٰ نے ایک مچھلی لی اور اس کو ٹوکری میں رکھ دیا اور اپنے شاگرد سے کہا: میں تمہیں صرف اس بات کا پابند کرتا ہوں کہ تم مجھے بتانا کہ وہ مچھلی تم سے کہاں جدا ہوتی ہے۔ ان کے شاگرد نے کہا: آپ نے مجھے کسی زیادہ کام کا مکلف نہیں کیا اور یہ اللہ عزوجل کا وہ قول ہے: جب موسیٰ نے اپنے شاگرد یوشع بن نون سے کہا، یہ سعید کی روایت میں نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ جس وقت حضرت موسیٰ چٹان کے سائے میں گئے جہاں نمی اور ٹھنڈک تھی اس وقت مچھلی تڑپی (اور سمندر میں کود گئی) اور حضرت موسیٰ سوئے ہوئے تھے تو ان کے شاگرد نے کہا: میں ان کو بیدار نہیں کروں گا حتیٰ کہ جب وہ بیدار ہوئے تو حضرت یوشع ان کو بتانا بھول گئے کہ مچھلی تڑپی اور سمندر میں داخل ہو گئی، پس اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے سمندر کی روانی کو روک لیا حتیٰ کہ جس پتھر سے مچھلی گزری تھی اس پر اس کا نشان بن گیا، مجھ سے عمرو بن دینار نے کہا: "اس طرح"!

Marfat.com

الْبَحْرِ حَتَّى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ وَجَدَا مَعَابِرَ صِغَارًا تَحْمِلُ أَهْلَ هَذَا السَّاحِلِ إِلَى أَهْلِ هَذَا السَّاحِلِ الْآخَرِ عَرَفُوهُ فَقَالُوا عَبْدُ اللَّهِ الصَّالِحُ قَالَ قُلْنَا لِسَعِيدٍ خَضِرٌ قَالَ نَعَمْ لَا نَحْمِلُهُ بِأَجْرٍ فَخَرَقَهَا وَوَتَدَ فِيهَا وَتِدًا قَالَ مُوسَى أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا قَالَ مُجَاهِدٌ مُنْكَرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا كَانَتِ الْأُولَى نِسْيَانًا وَالْوُسْطَى شَرْطًا وَالثَّالِثَةُ عَمْدًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ يَعْلَى قَالَ سَعِيدٌ وَجَدَ غِلْمَانًا يَلْعَبُونَ فَأَخَذَ غُلَامًا كَافِرًا ظَرِيفًا فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ بِالسِّكِّينِ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَمْ تَعْمَلْ بِالْحِنْثِ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَرَأَهَا زَكِيَّةً زَاكِيَةً مُسْلِمَةً كَقَوْلِكَ غُلَامًا زَكِيًّا فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ سَعِيدٌ بِيَدِهِ هَكَذَا وَرَفَعَ يَدَهُ فَاسْتَقَامَ قَالَ يَعْلَى حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدًا قَالَ فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ فَاسْتَقَامَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ سَعِيدٌ أَجْرًا نَأْكُلُهُ وَكَانَ وَرَاءَهُمْ وَكَانَ أَمَامَهُمْ قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَزْعُمُونَ عَنْ غَيْرِ سَعِيدٍ أَنَّهُ هُدَدُ بْنُ بُدَدَ وَالْغُلَامُ الْمَقْتُولُ اسْمُهُ يَزْعُمُونَ جَيْسُورٌ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا فَأَرَدْتُ إِذَا هِيَ مَرَّتْ بِهِ أَنْ يَدَعَهَا لِعَيْبِهَا فَإِذَا جَاوَزُوا أَصْلَحُوهَا فَانْتَفَعُوا بِهَا وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ سَدُّوهَا بِقَارُورَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ بِالْقَارِ كَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ وَكَانَ كَافِرًا فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا أَنْ يَحْمِلَهُمَا حُبُّهُ عَلَى أَنْ يُتَابِعَاهُ عَلَى دِينِهِ فَأَرَدْنَا أَنْ يُبَدِّلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً لِقَوْلِهِ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا هُمَا بِهِ أَرْحَمُ مِنْهُمَا بِالْأَوَّلِ الَّذِي قَتَلَ خَضِرٌ وَزَعَمَ غَيْرُ سَعِيدٍ

اور انہوں نے اپنے انگوٹھے اور اس کے ساتھ کی دو انگلیوں کے درمیان حلقہ بنایا گویا کہ پتھر پر اس طرح کا نشان تھا (حضرت موسیٰ نے کہا:) ہم کو اس سفر سے بہت تھکاوٹ ہو گئی ہے، (حضرت یوشع نے) کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے اس تھکاوٹ کو منقطع کر دیا ہے، یہ جملہ سعید کی روایت میں نہیں ہے جو انہوں نے بتائی، پس وہ دونوں واپس گئے اور انہوں نے حضرت خضر کو پا لیا۔ ابن جریج نے کہا: مجھ سے عثمان بن ابی سلیمان نے کہا کہ حضرت خضر سمندر کے وسط میں سبز چادر کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے، سعید بن جبیر نے کہا: وہ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے، اس کپڑے کی ایک طرف اپنے دونوں پیروں کے نیچے رکھی تھی اور دوسری طرف اپنے سر کے نیچے رکھی تھی، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا، انہوں نے اپنے چہرے سے کپڑا کھولا اور کہا: کیا میری زمین میں سلامتی ہے؟ تم کون ہو؟ حضرت موسیٰ نے کہا: میں موسیٰ ہوں، انہوں نے پوچھا: بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ انہوں نے کہا: ہاں! انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس لیے آیا ہوں کہ اللہ نے آپ کو جو کچھ ہدایت کا علم دیا ہے اس میں سے کچھ علم کی آپ مجھے بھی تعلیم دیں۔ حضرت خضر نے کہا کہ آپ کو یہ کافی نہیں ہے کہ تورات آپ کے دونوں ہاتھوں میں ہے اور وحی آپ کے پاس آتی ہے اے موسیٰ! بے شک ایک علم ایسا ہے کہ آپ کے لیے اس کا جاننا مناسب نہیں ہے اور بے شک آپ کے پاس ایسا علم ہے جس کو جاننا میرے لیے مناسب نہیں ہے، پس ایک پرندے نے اپنی چونچ میں سمندر کا پانی پی لیا اور کہا: اللہ کی قسم! میرا علم اور آپ کا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں اتنا ہے جتنا اس پرندے نے اپنی چونچ میں سمندر کا پانی لیا حتیٰ کہ وہ دونوں کشتی میں سوار ہو گئے، کشتی میں سوار ہوتے وقت انہوں نے چھوٹی چھوٹی کشتیاں دیکھیں جو ساحل سمندر کے ایک طرف رہنے والوں کو دوسرے ساحل پر رہنے والوں تک پہنچاتی تھی انہوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا۔ کہنے لگے اللہ کے نیک بندے ہیں ابن جریج نے کہا: ہم نے سعید سے پوچھا: کیا حضرت خضر کو؟

Marfat.com

أَنَّهُمَا أُبْدِلَا جَارِيَةً وَأَمَّا دَاوُدُ بْنُ أَبِي عَاصِمٍ فَقَالَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ إِنَّهَا جَارِيَةٌ۔

انہوں نے کہا: ہاں! کشتی والوں نے کہا: ہم انہیں اجرت لے کر سوار نہیں کریں گے، حضرت خضر نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا اور تختے کی جگہ اس میں کیلیں ٹھوک دیں، حضرت موسیٰ نے کہا: کیا آپ نے کشتی کا تختہ اس لیے اکھاڑا ہے کہ اس میں بیٹھنے والے غرق ہو جائیں؟ آپ نے ایک ناگوار کام کیا ہے۔ مجاہد نے اس کا ترجمہ مُنْكَرًا یعنی برا کیا ہے۔ حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ پہلی مرتبہ حضرت موسیٰ کا سوال بھول سے تھا، دوسری مرتبہ بہ طور شرط تھا اور تیسری مرتبہ عمداً تھا، حضرت موسیٰ نے کہا: آپ میری بھول پر میرا مواخذہ نہ کریں اور میرے کام کو مشکل میں نہ ڈالیں، وہ دونوں ایک لڑکے سے ملے تو حضرت خضر نے اس کو قتل کر دیا، یعلیٰ نے کہا: سعید نے بیان کیا: حضرت خضر نے دیکھا کہ لڑکے کھیل رہے ہیں، انہوں نے ایک کافر اور چالاک لڑکے کو پکڑا اور اس کو زمین پر پچھاڑا اور اس کو زمین پر چھری سے ذبح کر دیا، حضرت موسیٰ نے کہا: کیا آپ نے ایک بے قصور لڑکے کو بغیر کسی جان کے بدلے کے قتل کر دیا جس نے ابھی تک کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے اس کو پڑھا ہے: زَكِيَّةً، زَاكِيَةً مُسْلِمَةً جیسے تم کہو: بے قصور لڑکا، پس وہ دونوں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک دیوار گرنے والی ہے تو حضرت خضر نے اس کو درست کر دیا، سعید نے کہا: انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس طرح درست کیا، انہوں نے اپنا ہاتھ بلند کر کے سیدھا کیا۔ یعلیٰ نے کہا: میرا گمان ہے کہ سعید نے کہا کہ حضرت خضر نے اس دیوار پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ سیدھی ہو گئی، (حضرت موسیٰ نے کہا:) آپ چاہیں تو اس کی اجرت لے لیں، سعید نے کہا: ایسی اجرت لیں کہ جس کو ہم کھائیں وَكَانَ وَرَاءَهُمْ اس کا معنی ہے: اس کے آگے ایک امام تھا، حضرت ابن عباس نے اس کو اِمام پڑھا ہے یعنی بادشاہ تھا اور سعید کے علاوہ دوسروں نے یہ کہا ہے کہ اس کا نام ہدد بن بدد تھا اور جو لڑکا قتل کیا گیا تھا اس کے بارے میں وہ بتاتے ہیں کہ اس کا نام جیسور تھا وہ بادشاہ ہر کشتی کو چھین لیتا تھا تو میں نے ارادہ کیا کہ جب وہ کشتی

Marfat.com

بادشاہ کے پاس سے گزرے تو اس کے عیب کی وجہ سے اس کو چھوڑ دے، پس جب وہ کشتی والے وہاں سے گزر جائیں گے تو اس کشتی کو ٹھیک کر کے اس سے نفع اٹھائیں گے اور ان میں سے بعض یہ کہتے تھے کہ انہوں نے اس کشتی کے تختے کو سیسہ سے جوڑ دیا اور بعض نے کہا: تارکول سے جوڑ دیا اور اس لڑکے کے ماں باپ مومن تھے اور وہ لڑکا کافر تھا، پس ہم ڈرے کہ وہ لڑکا ان کو بھی کفر اور سرکشی میں مبتلاء کر دے گا اور اس کے ماں باپ اس لڑکے سے محبت کی وجہ سے اس کے دین میں اس کی موافقت کریں گے، پس ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا رب اس لڑکے سے بہتر اور پاکیزہ اور اللہ کی رحمت کے زیادہ قریب ان کو بیٹا دے دے، یہ اس قول کی تفسیر ہے: کیا آپ نے ایک بے قصور لڑکے کو قتل کر دیا اور اَقْرَبَ رحما سے مراد یہ ہے کہ وہ دونوں اس پہلے لڑکے سے زیادہ رحم کریں گے جس کو حضرت خضر نے قتل کر دیا تھا اور سعید کے علاوہ دوسروں نے یہ کہا کہ اس لڑکے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک لڑکی دے دی اور داؤد بن ابی عاصم نے کہا کہ متعدد لوگوں نے کہا ہے کہ اس لڑکے کے بدلے میں انہیں لڑکی دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷ میں گزر چکی ہے۔

اللہ نے اس مقتول لڑکے کے بدلے میں جو لڑکی دی تھی اس کا تذکرہ

اللہ نے انہیں اس لڑکے کے بدلے میں ایک لڑکی دی: ابن جریج نے بتایا کہ سعید بن جبیر نے کہا: اس مقتول لڑکے کے بدلے میں اللہ نے انہیں لڑکی دی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس لڑکی کے بطن سے ایک نبی پیدا ہوئے اور سدی نے کہا: یہ وہی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تھے۔ بنی اسرائیل نے کہا تھا: ہمارے لیے ایک بادشاہ بھیجیے ہم اس کے ساتھ مل کر اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، اس نبی کا نام شمعون علیہ السلام تھا اور اس لڑکی کا نام حنہ تھا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ ان کو اس مقتول لڑکے کے بدلے میں ایک لڑکا دیا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ابن الکلبی کی تفسیر میں ہے کہ ان کو ایسی لڑکی دی تھی جس سے متعدد انبیاء پیدا ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام سے متعدد امتوں کو ہدایت دی۔
(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۶۶)

۴۔ بَابٌ: فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ، ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ پہنچی ہے ○ اس

Marfat.com

نَسِيْتُ الْحُوْتَ۔ (الکہف: ۶۲۔ ۶۳)　نے کہا: بھلا دیکھیے جب ہم اس چٹان کے پاس آ کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا۔ یہ آیت یہاں تک ہے: اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقہ سے راستہ بنالیا تھا۔

(الکہف: ۶۳۔ ۶۲) کی تفسیر

یعنی جب حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع نے اس جگہ سے تجاوز کیا جہاں وہ مچھلی بھول گئے تھے تو حضرت موسیٰ نے اپنے شاگرد حضرت یوشع بن نون سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ ہم تھک گئے ہیں اور وہ اس لیے تھک گئے تھے کہ وہ اس چٹان سے گزرنے کے بعد ایک دن اور ایک رات تک چلتے رہے تھے۔

صُنْعًا عَمَلًا۔　صُنْعًا کا معنی ہے: عمل اور کام۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ (الکہف: ۱۰۴)　یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام مساعی دنیا کی زندگی میں اکارت گئیں اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ نیک کام کر رہے ہیں O

امام بخاری نے صُنْعًا کی تفسیر عَمَلًا سے کی ہے اور اس آیت میں جن کا ذکر ہے ان کا بیان اس دوسری آیت میں ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ (الکہف: ۱۰۳)　آپ کہیے: کیا ہم تم کو یہ خبر دیں کہ سب سے زیادہ نقصان دہ کام کن لوگوں کے ہیں O

ان کے مصداق میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ راہب اور قصہ گو ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا تھا، یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ یہود اور نصاریٰ ہیں اور عبد اللہ بن الکوا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا: یہ تم لوگ ہو، اے اہل حروراء!

حِوَلًا تَحَوُّلًا۔　حولا کا معنی ہے: پھر جانا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ (الکہف: ۱۰۸)　وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اس جگہ کو تبدیل کرنا نہیں چاہیں گے O

یعنی اہل جنت جنت کو چھوڑ کر کہیں اور جانا نہیں چاہیں گے۔

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ (الکہف: ۶۴)　موسیٰ نے کہا: یہی تو وہ چیز ہے جس کو ہم ڈھونڈ رہے تھے تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے O

امام بخاری نے اس تعلیق میں اس آیت کا ذکر کیا ہے، بہ ظاہر اس آیت کی اس تعلیق کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے، علامہ عینی نے اس آیت کا ذکر نہیں کیا، حافظ ابن حجر نے اس آیت کو لکھا ہے مگر اس آیت کی یہاں پر کسی مناسبت کا ذکر نہیں کیا ہے۔

إِمْرًا وَنُكْرًا دَاهِيَةً۔　إِمْرًا اس کا معنی ہے: بہت عجیب کام وَنُكْرًا اس کا بھی یہی معنی ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل دو آیتوں کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ۝ (الکہف: ۷۱) یہ تو آپ نے بہت خطرناک کام کیا ہے O

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ۝ (الکہف: ۷۴) آپ نے یہ بہت معیوب کام کیا ہے O

امام بخاری نے ان دونوں لفظوں کی تفسیر داھیہ کے ساتھ کی ہے یعنی عظیم (سنگین بات) اور اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں لفظوں میں سے کون سا زیادہ بلیغ ہے۔ ایک قول ہے کہ اِمْرًا، نُکْرًا سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ حضرت موسیٰ نے یہ اس وقت کہا تھا جب حضرت خضر نے کشتی کا تختہ اکھاڑ دیا تھا اور نُکْرًا اس وقت کہا تھا جب حضرت خضر نے اس لڑکے کو مار ڈالا تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ نُکْرًا زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس کا ضرر اسی وقت ہو گیا تھا جب کہ اِمْرًا اس وقت کہا تھا جب ضرر کا خطرہ تھا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نُکْرًا کے ساتھ فرمایا: اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ (الکہف: ۷۵) اور یہ اِمْرًا کے ساتھ نہیں کہا تھا۔

يَنْقَضَّ يَنْقَاضُ كَمَا تَنْقَاضُ السِّنُّ۔ يَنْقَضَّ اس کا معنی ہے: وہ دیوار ٹوٹ جائے گی جیسے دانت ٹوٹ جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ۔ (الکہف: ۷۷) پھر ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار کو دیکھا جو گرنے والی تھی تو اس نے اس کو سیدھا کر دیا۔

جب کوئی گھر منہدم ہو جائے تو عرب کہتے ہیں: اِنْقَضَّتِ الدَّارُ بعض نے اس کو يَنْقَاضُ پڑھا ہے، یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی چیز اپنی اصل سے نکل جائے جیسے دانت نکل جائے تو کہتے ہیں: اِنْقَاضَتِ السِّنُّ۔

لَتَخِذْتَ وَاتَّخَذْتَ وَاحِدٌ۔ لَتَخِذْتَ اور وَاتَّخَذْتَ یہ دونوں الفاظ ایک ہیں یعنی آپ اجرت لے لیتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝ (الکہف: ۷۷) موسیٰ نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اجرت لے لیتے O

مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لَتَخِذْتَ پڑھا ہے۔

رُحْمًا مِنَ الرُّحْمِ وَهِيَ اَشَدُّ مُبَالَغَةً مِنَ الرَّحْمَةِ وَنَظُنُّ اَنَّهٗ مِنَ الرَّحِيمِ وَتُدْعٰى مَكَّةُ اُمَّ رُحْمٍ اَيِ الرَّحْمَةُ تَنْزِلُ بِهَا۔ رُحْمًا، رُحم سے ماخوذ ہے اور یہ رحمت کا بہت زیادہ مبالغہ ہے اور ہم یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ رَحیم سے نکلا ہے اس لیے مکہ کو اُمِّ رُحم کہا جاتا ہے کیونکہ وہاں رحمت نازل ہوتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَرَدْنَا اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝ (الکہف: ۸۱) تو ہم نے یہ چاہا کہ ان کا رب ان دونوں کو اس کے بدلہ میں اس سے اچھا بچہ عطا فرمائے جو پاکیزہ اور زیادہ رحم دل ہو O

خلاصہ یہ ہے کہ رُحم اس رِحم سے ماخوذ ہے جو قرابت کے معنی میں ہے اور اس میں رحمت سے زیادہ مبالغہ ہے کیونکہ رحمت کا معنی ہے: رقت قلب اور وہ قرابت کو مستلزم نہیں ہے جب کہ قرابت رقت قلب کو مستلزم ہے اور یہی امام بخاری کا مختار ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۶۹۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

۴۷۲۷۔ حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ لَيْسَ بِمُوسَى الْخَضِرِ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللهِ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ قَامَ مُوسَى خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ فَقِيلَ لَهُ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ قَالَ أَنَا فَعَتَبَ اللهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ وَأَوْحَى إِلَيْهِ بَلَى عَبْدٌ مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ أَيْ رَبِّ كَيْفَ السَّبِيلُ إِلَيْهِ قَالَ تَأْخُذُ حُوتًا فِي مِكْتَلٍ فَحَيْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَاتَّبِعْهُ قَالَ فَخَرَجَ مُوسَى وَمَعَهُ فَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ وَمَعَهُمَا الْحُوتُ حَتَّى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَنَزَلَا عِنْدَهَا قَالَ فَوَضَعَ مُوسَى رَأْسَهُ فَنَامَ قَالَ سُفْيَانُ وَفِي حَدِيثِ غَيْرِ عَمْرٍو قَالَ وَفِي أَصْلِ الصَّخْرَةِ عَيْنٌ يُقَالُ لَهَا الْحَيَاةُ لَا يُصِيبُ مِنْ مَائِهَا شَيْءٌ إِلَّا حَيِيَ فَأَصَابَ الْحُوتَ مِنْ مَاءِ تِلْكَ الْعَيْنِ قَالَ فَتَحَرَّكَ وَانْسَلَّ مِنَ الْمِكْتَلِ فَدَخَلَ الْبَحْرَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ مُوسَى قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا الْآيَةَ قَالَ وَلَمْ يَجِدِ النَّصَبَ حَتَّى جَاوَزَ مَا أُمِرَ بِهِ قَالَ لَهُ فَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ الْآيَةَ قَالَ فَرَجَعَا يَقُصَّانِ فِي آثَارِهِمَا فَوَجَدَا فِي الْبَحْرِ كَالطَّاقِ مَمَرَّ الْحُوتِ فَكَانَ لِفَتَاهُ عَجَبًا وَلِلْحُوتِ سَرَبًا قَالَ فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذْ هُمَا بِرَجُلٍ مُسَجًّى بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسَى قَالَ وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ أَنَا مُوسَى قَالَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا قَالَ لَهُ الْخَضِرُ يَا مُوسَى إِنَّكَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللهِ عَلَّمَكَهُ اللهُ لَا أَعْلَمُهُ وَأَنَا عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللهِ عَلَّمَنِيهِ اللهُ لَا تَعْلَمُهُ قَالَ بَلْ أَتَّبِعُكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از سعید بن جبیر، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف البکالی کا یہ زعم ہے کہ بنی اسرائیل کے حضرت موسیٰ وہ موسیٰ نہیں تھے جو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ تھے، حضرت ابن عباس نے کہا: اس اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا، ہمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے تھے تو ان سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی: کیوں نہیں مجمع البحرین میں میرے بندوں میں سے ایک بندہ ہے جو آپ سے بڑا عالم ہے، حضرت موسیٰ نے عرض کیا: اے میرے رب! میں ان تک کیسے پہنچوں گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنی ٹوکری میں ایک مچھلی رکھ لو، جس جگہ تم اس مچھلی کو گم پاؤ وہیں تم ان کی پیروی کرنا، آپ نے بتایا کہ حضرت موسیٰ نکلے اور ان کے ساتھ ان کے شاگرد حضرت یوشع بن نون بھی تھے اور دونوں کے ساتھ مچھلی تھی حتیٰ کہ جب وہ دونوں ایک چٹان پر پہنچے تو اس چٹان کے پاس ٹھہرے، پس حضرت موسیٰ اس چٹان پر سر رکھ کر سو گئے، سفیان نے کہا: عمرو بن دینار کے علاوہ دوسروں نے بتایا: اس چٹان کی جڑ میں ایک چشمہ تھا جس کو حیات کہا جاتا تھا، جس کو بھی اس چشمہ کا کچھ پانی مل جاتا تو وہ زندہ ہو جاتا، پس اس مچھلی نے اس چشمہ کا پانی پی لیا، وہ ٹوکری میں متحرک ہوئی اور ٹوکری سے نکل گئی، پس سمندر میں داخل ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بیدار ہوئے تھے تو اپنے شاگرد سے کہتے تھے کہ ہمارا ناشتہ لاؤ (پوری آیت پڑھیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: انہیں اس وقت تھکاوٹ ہوئی تھی جب وہ اس جگہ سے آگے گئے تھے جہاں پہنچنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا، ان کے شاگرد حضرت یوشع بن نون نے کہا: یہ بتایئے کہ جب ہم نے

Marfat.com

قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ فَمَرَّتْ بِهِمْ سَفِينَةٌ فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوهُمْ فِي سَفِينَتِهِمْ بِغَيْرِ نَوْلٍ يَقُولُ بِغَيْرِ أَجْرٍ فَرَكِبَا السَّفِينَةَ قَالَ وَوَقَعَ عُصْفُورٌ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَغَمَسَ مِنْقَارَهُ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ لِمُوسَى مَا عِلْمُكَ وَعِلْمِي وَعِلْمُ الْخَلَائِقِ فِي عِلْمِ اللهِ إِلَّا مِقْدَارُ مَا غَمَسَ هَذَا الْعُصْفُورُ مِنْقَارَهُ قَالَ فَلَمْ يَفْجَأْ مُوسَى إِذْ عَمَدَ الْخَضِرُ إِلَى قَدُومٍ فَخَرَقَ السَّفِينَةَ فَقَالَ لَهُ مُوسَى قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ الْآيَةَ فَانْطَلَقَا إِذَا هُمَا بِغُلَامٍ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ فَقَطَعَهُ قَالَ لَهُ مُوسَى أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا إِلَى قَوْلِهِ فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَقَالَ بِيَدِهِ هَكَذَا فَأَقَامَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّا دَخَلْنَا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَلَمْ يُضَيِّفُونَا وَلَمْ يُطْعِمُونَا لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَدِدْنَا أَنَّ مُوسَى صَبَرَ حَتَّى يَقُصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا قَالَ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا۔

چٹان پر آرام کیا تھا تو میں آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا (پوری آیت پڑھیں) تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشان پر واپس لوٹے تو انہوں نے دیکھا کہ مچھلی کے گزرنے سے سمندر ایک طاق کی طرح بن گیا ہے، یہ ان کے شاگرد کے لیے بہت حیرت انگیز بات تھی اور مچھلی کے لیے ایک سرنگ بن گئی تھی، آپ نے بتایا: جب وہ دونوں اس چٹان کی طرف پہنچے تو وہاں ایک مرد کپڑے میں لپٹا ہوا بیٹھا تھا۔ حضرت موسیٰ نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے کہا: تمہاری سرزمین میں سلامتی کہاں ہے، حضرت موسیٰ نے کہا: میں موسیٰ ہوں، انہوں نے پوچھا: بنی اسرائیل کے موسیٰ ہو؟ حضرت موسیٰ نے کہا: جی ہاں! حضرت موسیٰ نے کہا: کیا میں آپ کی اس لیے پیروی کروں کہ آپ کو جو ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ اس میں سے کچھ مجھے بھی تعلیم دیں، حضرت خضر نے کہا: اے موسیٰ! آپ اللہ کے علم میں سے اس علم پر ہیں جس کی اللہ نے آپ کو تعلیم دی ہے میں اسے نہیں جانتا اور میں اللہ تعالیٰ کے اس علم پر ہوں جو اللہ نے مجھے تعلیم دی اور آپ اس علم کو نہیں جانتے۔ حضرت موسیٰ نے کہا: بلکہ میں آپ کی پیروی کروں گا، حضرت خضر نے کہا: اگر آپ میری پیروی کرتے ہیں تو آپ مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کریں جب تک کہ میں خود آپ سے اس کا ذکر نہ کروں، پھر وہ دونوں روانہ ہوئے اور ساحل سمندر پر چلنے لگے، پس ان دونوں کے پاس سے ایک کشتی گزری تو کشتی والوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا تو انہوں نے ان کو اپنی کشتی میں بغیر کسی معاوضہ کے سوار کر لیا یعنی بغیر کسی اجرت کے، پس وہ دونوں کشتی میں سوار ہو گئے، آپ نے بتایا کہ ایک چڑیا آ کر کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، پھر اس نے اپنی چونچ سمندر میں ڈالی تو حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا: آپ کا علم اور میرا علم اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں بس اتنا ہے جتنا اس چڑیا نے سمندر میں اپنی چونچ ڈبو کر اس سے پانی لیا ہے، آپ نے بتایا کہ پس حضرت موسیٰ نے اچانک دیکھا کہ حضرت خضر نے کلہاڑے سے کشتی کا ایک تختہ چیر کر الگ کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر

Marfat.com

سے کہا: ان لوگوں نے بغیر اجرت کے ہمیں کشتی میں سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ کر نکال دیا تا کہ کشتی میں بیٹھنے والے غرق ہو جائیں، آپ نے یہ (برا) کام کیا ہے (پوری آیت پڑھیں) پھر وہ دونوں روانہ ہوئے، پس وہ ایک لڑکے کے پاس سے گزرے جو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، حضرت خضر نے اس کا سر پکڑ کر کاٹ ڈالا تو حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: کیا آپ نے ایک بے قصور جان کو بغیر کسی جان کے بدلہ قتل کر دیا، یہ آپ نے بہت برا کام کیا۔ حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے، اس کے بعد یہ آیت یہاں تک ہے کہ بستی والوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا، پس وہاں ان دونوں نے دیکھا کہ ایک دیوار گرنے والی ہے، حضرت خضر نے اس دیوار کو اپنے ہاتھ سے درست کر کے اس طرح کھڑا کر دیا تو حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: جب ہم اس بستی میں داخل ہوئے تو ان لوگوں نے ہماری مہمانی نہیں کی اور ہم کو کھانا نہیں کھلایا تو اگر آپ چاہیں تو اس پر اجرت لے لیں، حضرت خضر نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی کی گھڑی ہے، میں عنقریب آپ کو ان کاموں کی توجیہات بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہیں کر سکے تھے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم یہ پسند کرتے تھے کہ حضرت موسیٰ صبر کرتے تا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے معاملہ سے ہمیں کچھ اور بتاتا اور حضرت ابن عباس یہ آیت اس طرح پڑھتے تھے کہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح سالم کشتی کو چھین لیتا تھا اور رہا وہ لڑکا تو وہ کافر تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس چشمہ کو حیات کہا جاتا تھا اور لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ اس چشمہ کو آب حیات کہا جاتا ہے۔

۵۔ بَابٌ: قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا۔ (الکہف: ۱۰۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے: کیا ہم تم کو یہ خبر دیں کہ سب سے زیادہ نقصان دہ کام کن لوگوں کے ہیں۔ (الکہف: ۱۰۳) کی تفسیر

اس آیت کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٤٧٢٨۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبِي ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا﴾ (الکہف: ١٠٣) هُمُ الْحَرُورِيَّةُ قَالَ لَا هُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى أَمَّا الْيَهُودُ فَكَذَّبُوا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم وَأَمَّا النَّصَارَى فَكَفَرُوا بِالْجَنَّةِ وَقَالُوا لَا طَعَامَ فِيهَا وَلَا شَرَابَ وَالْحَرُورِيَّةُ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَكَانَ سَعْدٌ يُسَمِّيهِمُ الْفَاسِقِينَ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ از مصعب بن سعد انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سوال کیا کہ آیہ کریمہ ''آپ کہیے: کیا ہم تم کو یہ خبر دیں کہ سب سے زیادہ نقصان دہ کام کن لوگوں کے ہیں''۔ (الکہف: ١٠٣) کا مصداق کون ہے، کیا وہ اَلْحَرُوْرِیَہ ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں وہ یہود اور نصاریٰ ہیں، رہے یہود تو انہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تھی، رہے نصاریٰ تو انہوں نے جنت کا کفر کیا تھا اور انہوں نے کہا کہ جنت میں نہ طعام ہوگا نہ مشروب ہوگا اور حروریہ وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے عہد کو پکا کرنے کے بعد توڑ دیا تھا اور حضرت سعد ان کو فاسق کہتے تھے۔

مصعب کے والد کا نام اور حروریہ کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مصعب بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سوال کیا: ان کے والد کا نام ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

وہ حروریہ ہیں: یہ خوارج کی ایک جماعت ہے جو حروراء کی طرف منسوب ہے اور وہ کوفہ کے قریب ایک بستی ہے اور خوارج کے خروج کی ابتداء حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوئی تھی، مصعب بن سعد بیان کرتے ہیں کہ جب حروریہ نے خروج کیا تو میں نے اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ہے: ان لوگوں کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی۔ (الکہف: ١٠٤) تو حضرت سعد نے کہا: اس آیت کا مصداق گرجے والے ہیں، یہ لوگ ٹیڑھے ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور یہود و نصاریٰ کو خسارہ ہوا کیونکہ ان لوگوں نے بغیر کسی صحیح دلیل کے غیر اللہ کی عبادت کی تو ان کے اعمال ضائع ہوگئے اور عمریں برباد ہوگئیں اور حروریہ وہ ہیں جنہوں نے قرآن مجید میں اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پکا کرنے کے بعد اس عہد کی مخالفت کی، انہوں نے قرآن میں یہ اقرار کیا تھا کہ وہ اولوالامر کی اطاعت کریں گے اور انہوں نے اولوالامر کی مخالفت کی اور حروریہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ نقصان اٹھانے والے ہیں کیونکہ وہ کافر نہیں ہیں بلکہ فاسق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے عہد شکنی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔ (البقرہ: ٢٧) اور کافر وہ ہیں جو زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں جن کا ذکر (الکہف: ١٠٥) میں ہے، اس کا بیان اگلے باب میں آرہا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٩ ص ٧٠۔ ٦٩، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٦۔ بَابٌ: أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ (الکہف: ١٠٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کے ساتھ کفر کیا، سو ان کے اعمال ضائع ہوگئے۔ (الکہف: ١٠٥) کی تفسیر

Marfat.com

یعنی جن لوگوں نے دلائل کا انکار کیا اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور ثواب اور عذاب کا کفر کیا ان کے اعمال برباد ہو گئے کیونکہ وہ ثواب سے خالی ہیں۔

۴۷۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيمُ السَّمِينُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَقَالَ اقْرَءُوا ﴿ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ﴾ (الکہف:۱۰۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابو الزناد نے حدیث بیان کی از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک بہت بڑا موٹا مرد آئے گا، اللہ کے نزدیک اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا اور آپ نے فرمایا تم یہ آیت پڑھو: اور ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے ○ (الکہف:۱۰۵)، (مسلم:۲۷۸۵)

وَعَنْ يَحْيَى بْنِ بُكَيْرٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ مِثْلَهُ۔

از یحییٰ بن بکیر از مغیرہ بن عبد الرحمٰن از ابی الزناد سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ کہف کی تفسیر مکمل ہوگئی، اب ان شاء اللہ سورۂ مریم کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۹۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ كٓهٰيٰعٓصٓ

سورۂ کٓهٰیٰعٓصٓ (مریم) کی تفسیر

سورۂ کٓهٰیٰعٓصٓ (مریم) کا تعارف

یہ سورۂ کٓهٰیٰعٓصٓ کی بعض آیات کی تفسیر ہے۔ الثعلبی نے کہا: یہ سورت مکی ہے، مقاتل نے کہا: یہ پوری سورت مکی ہے سوا آیت سجدہ کے، وہ مدنی ہے، علامہ قرطبی نے کہا: یہ سورت سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور اس میں اٹھانوے (۹۸) آیات ہیں۔

کٓهٰیٰعٓصٓ کے معنی میں بھی اختلاف ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے، قتادہ سے روایت ہے کہ یہ اسماء قرآن میں سے ایک اسم ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک سورت کا نام ہے، نیز حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ قسم ہے جس سے اللہ نے قسم کھائی ہے، کلبی سے روایت ہے کہ یہ ثناء ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی ثناء کی ہے، نیز حضرت ابن عباس نے کہا: الکاف کریم سے ہے اور الہاء ہادی سے ہے اور یاء رحیم سے ہے اور عین علیم اور عظیم سے ہے۔ اس حدیث کی امام مالک نے از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷)

امام ابن سعد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں مدینہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر میں تھے، میں نے بنو غفار کے ایک شخص کو دیکھا وہ لوگوں کو صبح کی نماز پڑھا رہا تھا، میں نے سنا اس نے صبح کی پہلی رکعت میں سورۂ مریم پڑھی اور دوسری رکعت میں وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ پڑھی۔ (الدر المنثور ج ۵ ص ۴۷۷)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ اللّٰهُ يَقُوْلُهُ وَهُمُ الْيَوْمَ لَا يَسْمَعُوْنَ وَلَا يُبْصِرُوْنَ فِي ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ يَعْنِي قَوْلَهُ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ الْكُفَّارُ يَوْمَئِذٍ أَسْمَعُ شَيْءٍ وَأَبْصَرُهُ۔

حضرت ابن عباس نے کہا: أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ کفار آج (دنیا میں) نہ (حقیقت میں) سنتے ہیں اور نہ (حقیقت میں) دیکھتے ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ کے ارشاد أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ کا تعلق قیامت کے دن سے ہے، اس دن وہ خوب سنتے ہوں گے اور خوب دیکھتے ہوں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (مریم: ۳۸)

جس دن وہ ہمارے سامنے پیش ہوں گے تو کیسے سنتے ہوں گے اور کیسے دیکھتے ہوں گے! لیکن ظالم آج کے دن کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں ۝

اس کا معنی یہ ہے کہ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ لفظاً امر ہیں اور اس کا معنی خبر ہے یعنی قیامت کے دن لوگوں میں کفار سے زیادہ سننے والا اور دیکھنے والا کوئی نہیں ہوگا لیکن اس دن ان کا سننا اور دیکھنا ان کو نفع نہیں دے گا اور دنیا میں وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں، نہ سنتے ہیں

Marfat.com

نہ دیکھتے ہیں۔

قولہ لَاَرْجُمَنَّكَ لَاَشْتِمَنَّكَ۔ لَاَرْجُمَنَّكَ اس کا معنی ہے: میں تم پر گالیوں سے پتھراؤ کروں گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ○ (مریم:۴۶) اس نے کہا: اے ابراہیم! کیا تو میرے خداؤں سے اعراض کرنے والا ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا اور تو ہمیشہ کے لیے مجھے چھوڑ دے ○

مقاتل، ضحاک اور کلبی نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے اور حضرت ابن عباس نے کہا: اس کا معنی ہے: میں تم کو ماروں گا۔

وَرِئْيًا مَنْظَرًا۔ وَّرِءْيًا کا معنی ہے: منظر یعنی دکھائی دینے والی چیز۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ○ (مریم:۷۴) اور ہم ان سے پہلے کتنی بستیوں کو تباہ کر چکے ہیں، جن کا سامان اور آرائش ان سے زیادہ شاندار تھی ○

امام بخاری نے رِئْيًا کی تفسیر منظر کے ساتھ کی ہے۔ حضرت ابن عباس نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

وَقَالَ أَبُو وَائِلٍ عَلِمَتْ مَرْيَمُ أَنَّ التَّقِيَّ ذُو نُهْيَةٍ حَتّٰى قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا تُزْعِجُهُمْ إِلَى الْمَعَاصِي إِزْعَاجًا۔ ابو وائل نے کہا کہ حضرت مریم نے جان لیا تھا کہ جو اللہ سے ڈرنے والا ہو وہ صاحب عقل ہوتا ہے، حتیٰ کہ انہوں نے کہا کہ میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ میں آتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ (مریم:۱۸) اور ابن عیینہ نے کہا: تَؤُزُّهُمْ اَزًّا کا معنی ہے: تو ان کو گناہوں کی طرف کھینچتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ○ (مریم:۸۳) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیاطین کو کافروں پر (مسلط کر کے) بھیجا جو انہیں (برائیوں پر) برانگیختہ کرتے رہتے ہیں ○

سفیان بن عیینہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ شیاطین کفار کو گناہوں کی طرف کھینچتے رہتے تھے۔ حضرت ابن عباس سے بھی یہی تفسیر مروی ہے اور ضحاک نے اس کی تفسیر میں کہا کہ شیاطین ان کو گناہوں کا حکم دیتے ہیں: اَلْاَزُّ کا لغت میں معنی ہے: پست آواز۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ إِدًّا عِوَجًا۔ مجاہد نے کہا: لُدًّا کا معنی ہے: کجی اور ٹیڑھ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ○ (مریم:۹۷) ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ آپ اس سے متقین کو بشارت دیں اور جھگڑالو قوم کو اس سے ڈرائیں ○

لُدًّا اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عادت لوگوں سے جھگڑا کرنا ہو اور مجاہد نے کہا: لُدًّا اس ظالم کو کہتے ہیں جو ہدایت پر نہ ہو اور ابو عبیدہ نے کہا: الالد اس شخص کو کہتے ہیں جو حق کو قبول نہ کرے اور باطل کی دعوت دے۔ مجاہد کی تعلیق کی امام ابن المنذر نے روایت کی ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وِرْدًا عِطَاشًا۔ حضرت ابن عباس نے کہا: وِرْدًا کا معنی ہے: پیاسے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا (مریم:۸۶) اور ہم مجرموں کو پیاسے جہنم کی طرف ہانکیں گے O

اَلْوِرْد اس جماعت کو کہتے ہیں جو پانی کے گھاٹ پر یا پانی کے تالاب پر پانی پینے کے لیے آئے اور ثعلبی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جو پیاسا ہو اور ننگے پیر گردن اٹھائے ہوئے پانی کی طرف آئے۔

اَثَاثًا مَالًا۔ اَثَاثًا اس کا معنی ہے: مال۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا (مریم:۷۴) اور ہم ان سے پہلے کتنی بستیوں کو تباہ کر چکے ہیں، جن کا سامان اور آرائش ان سے زیادہ شاندار تھی O

امام بخاری نے اَثَاثًا کی تفسیر مال کے ساتھ کی ہے، حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر ہیئت سے کی ہے، جب کہ مقاتل نے اس کی تفسیر کپڑے سے کی ہے۔

اِدًّا قَوْلًا عَظِيْمًا۔ اِدًّا کا معنی ہے: قول عظیم یعنی بہت سنگین بات۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۝ (مریم:۸۸-۸۹) اور کافروں نے کہا: رحمٰن نے (اپنی) اولاد بنالی ہے O بے شک تم نے بہت سخت بات کہی ہے O

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے کا قول کرنا بہت سنگین بات ہے۔

رِكْزًا صَوْتًا۔ رِكْزًا کا معنی ہے: آواز۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝ (مریم:۹۸) اور ہم اس سے پہلے کتنی صدیوں کے لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں، کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان میں سے کسی کی آہٹ سنتے ہیں O

امام بخاری نے رِكْزًا کی تفسیر آواز کے ساتھ کی ہے، حضرت ابن عباس سے بھی یہی تفسیر مروی ہے اور امام طبری نے کہا ہے کہ کلام عرب میں رِکز کا معنی ہے: پست آواز۔

وَقَالَ غَيْرُهُ غَيًّا خُسْرَانًا۔ حضرت ابن عباس کے غیر نے کہا: غَيًّا کا معنی ہے: خسران یعنی نقصان۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ (مریم:۵۹) پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات کی پیروی کی تو عنقریب وہ غی (ہلاکت) میں جا گریں گے O

امام بخاری نے غَيًّا کی تفسیر خسران کے ساتھ کی ہے، حضرت ابن عباس سے بھی اسی تفسیر کی مثل مروی ہے، حضرت ابن مسعود

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اَلْغَیّ جہنم کی ایک وادی ہے جس کی گہرائی بہت زیادہ ہے، اس حدیث کی حاکم نے روایت کی ہے، حضرت ابن مسعود سے یہ بھی روایت ہے کہ اَلْغَیّ جہنم میں ایک دریا ہے، عطا سے روایت ہے کہ اَلْغَیّ جہنم کی ایک وادی ہے جس میں خون اور پیپ بہتا رہتا ہے اور کعب سے روایت ہے کہ وہ جہنم میں ایک وادی ہے جو سب سے زیادہ گہری ہے اور اس میں سب سے زیادہ تپش ہے اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام اَلْہِیْم ہے۔ جب بھی جہنم کی آگ ٹھنڈی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے، پھر اس سے جہنم بھڑکنے لگتی ہے۔

بُکِیًّا جَمَاعَۃُ بَاکٍ۔ بُکِیًّا یہ بَاکٍ کی جمع ہے، یعنی رونے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا۝ جب ان پر رحمٰن کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیںO (مریم:۵۸)

امام بخاری نے کہا کہ بُکِیًّا بَاکٍ کی جمع ہے، امام ابوعبیدہ نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کی اصل بُکُوْیٌ ہے۔ فُعُوْلٌ کے وزن پر جو قَاعِدٌ کی جمع ہے۔ اس میں واؤ اور یاء جمع ہوئے اور اس میں سے پہلا ساکن ہے تو واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا اور چونکہ اس سے پہلے پیش تھا اس کو یاء کی مناسبت سے زیر سے بدل دیا۔ ثعلبی نے کہا کہ یہ آیت اہل کتاب کے مومنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب ہیں۔

صِلِیًّا صَلِیَ یَصْلیٰ۔ صِلِیًّا یہ صَلِیَ یَصْلیٰ کے باب کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے: جو دوزخ میں گرا اور جل گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا۝ پھر بے شک ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیںO (مریم:۷۰)

کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص آگ میں داخل ہوا اور جل گیا۔

نَدِیًّا وَالنَّادِیْ وَاحِدٌ مَجْلِسًا۔ نَدِیًّا اور نَادِیْ واحد ہیں اور ان کا معنی ہے: مجلس۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا۝ (مریم:۷۳) اور جب ان پر ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کفار مومنوں سے یہ کہتے ہیں کہ دو فریقوں میں سے کس کا مقام زیادہ اچھا ہے، اور کس کی مجلس زیادہ بہتر ہےO

امام ابوعبیدہ نے کہا ہے: اَلنَّدِیُّ اور اَلنَّادِیْ دونوں واحد ہیں اور اس کی جمع اَنْدِیَۃٌ ہے اور اس کا معنی ہے: وہ جگہ جہاں لوگ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۷۳۔ ۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابٌ: وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ۔ (مریم:۳۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ انہیں حسرت والے دن سے ڈرائیے۔ (مریم:۳۹) کی تفسیر

Marfat.com

یَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت نہیں لکھی، پوری آیت اس طرح ہے:

وَ اَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِیَ الۡاَمۡرُ ۘ وَهُمۡ فِیۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ (مریم:۳۹)

اور آپ انہیں حسرت والے دن سے ڈرایئے، جب فیصلہ ہو چکا ہو گا اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لا رہے O

یعنی آپ کفار مکہ کو قیامت کے دن سے ڈرایئے جو حسرت کا دن ہے، اس دن بدکار حسرت کرے گا کہ اس نے نیک عمل کیوں نہ کیے اور نیکوکار حسرت سے کہیں گے کہ کاش! اس نے زیادہ نیک کام کیے ہوتے۔

جب فیصلہ ہو چکا ہوگا: یعنی جب اللہ عزوجل بندوں کا حساب لے چکا ہوگا اور ایک قول ہے: جب موت کو ذبح کیا جا چکا ہوگا اور یہ کفار دنیا کی محبت اور مشغولیت میں غافل ہیں اور آخرت میں جو کچھ ہونا ہے۔اس سے غافل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ص ۴۷۔ ۷۳)

۴۷۳۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بۡنُ حَفۡصِ بۡنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الۡأَعۡمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنۡ أَبِي سَعِيدٍ الۡخُدۡرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُؤۡتٰى بِالۡمَوۡتِ كَهَيۡئَةِ كَبۡشٍ أَمۡلَحَ فَيُنَادِي مُنَادٍ يَا أَهۡلَ الۡجَنَّةِ فَيَشۡرَئِبُّونَ وَيَنۡظُرُونَ فَيَقُولُ هَلۡ تَعۡرِفُونَ هٰذَا فَيَقُولُونَ نَعَمۡ هٰذَا الۡمَوۡتُ وَكُلُّهُمۡ قَدۡ رَاٰهُ ثُمَّ يُنَادِي يَا أَهۡلَ النَّارِ فَيَشۡرَئِبُّونَ وَيَنۡظُرُونَ فَيَقُولُ هَلۡ تَعۡرِفُونَ هٰذَا فَيَقُولُونَ نَعَمۡ هٰذَا الۡمَوۡتُ وَكُلُّهُمۡ قَدۡ رَاٰهُ فَيُذۡبَحُ ثُمَّ يَقُولُ يَا أَهۡلَ الۡجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوۡتَ وَيَا أَهۡلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوۡتَ ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَ اَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِیَ الۡاَمۡرُ ۘ وَهُمۡ فِیۡ غَفۡلَةٍ﴾ (مریم:۳۹) وَهٰؤُلَاءِ فِي غَفۡلَةٍ أَهۡلُ الدُّنۡيَا وَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ۔

(صحیح مسلم:۲۸۴۹، سنن ترمذی:۳۱۵۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سرمئی مینڈھے کی شکل میں موت کو لایا جائے گا، پس ایک منادی ندا کرے گا: اے اہل جنت! تو وہ گردن اٹھائیں گے اور دیکھیں گے، وہ کہے گا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ تو وہ کہیں گے: ہاں یہ موت ہے اور وہ سب اس کو دیکھ چکے ہوں گے، پھر وہ پکارے گا: اے اہل دوزخ! پھر وہ گردن اٹھائیں گے اور دیکھیں گے وہ کہے گا کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں یہ موت ہے اور ان سب نے اس کو دیکھ لیا ہوگا، پھر اس مینڈھے کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر وہ منادی کہے گا: اے اہل جنت! اب خلود اور دوام ہے، پس موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب خلود اور دوام ہے، پس موت نہیں آئے گی، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اور آپ انہیں حسرت والے دن سے ڈرایئے، جب فیصلہ ہو چکا ہو گا اور وہ غفلت میں ہیں (مریم:۳۹) اور یہ لوگ اہل دنیا کی غفلت میں ہوں گے اور وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

موت کو مینڈھے کی شکل میں ذبح کرنے کے متعلق احادیث

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

سنن ترمذی میں ہے کہ حضرت ابو سعید نے بیان کیا کہ سرمئی مینڈھے کی شکل میں موت کو لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر کے ذبح کر دیا جائے گا، پس اگر کوئی خوشی سے مرجاتا تو اہل جنت مرجاتے اور اگر کوئی غم سے مرجاتا تو اہل دوزخ مرجاتے، پھر امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی:۲۵۵۸)

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری:۶۵۴۵)

نیز امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے کہ موت کو لایا جائے گا، پھر اس کو الصراط پر کھڑا کر دیا جائے گا، پس کہا جائے گا: اے اہل جنت! تو وہ خوف زدہ ہوں گے، کہیں ان کو ان کی جگہ سے نکال نہ دیا جائے، پھر کہا جائے گا: اے اہل دوزخ! تو وہ خوشی خوشی مطلع ہوں گے کہ ان کو اس جگہ سے نکال دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا، کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ تو وہ کہیں گے: ہاں یہ موت ہے تو اس کو ذبح کرنے کا حکم دیا جائے گا، پھر اس کو الصراط پر ذبح کر دیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ:۴۳۲۷)

امام ترمذی نے اس حدیث کی ایک اور عبارت سے روایت کی ہے، اس میں ہے کہ موت کو لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان سرحد پر کھڑا کر دیا جائے گا پھر اس کو لٹا کر اس سرحد پر ذبح کر دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی:۲۵۵۷)

امام ابن مردویہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ (الدر المنثور ج ۴ ص ۴۹۰)

مینڈھے میں سفید اور سیاہ رنگ ہونے کی حکمت اور موت کا مخلوق ہونا اور جنت اور دوزخ کا دائمی ہونا

اس مینڈھے میں سفید رنگ بھی ہوگا اور سیاہ دھاریاں بھی ہوں گی اور ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ وہ خالص سفید ہوگا۔ (تہذیب اللغت ج ۴ ص ۳۴۴)

اس کے سفید اور سیاہ رنگ کی حکمت یہ ہے کہ سفید رنگ جنت کی جہت سے ہے اور سیاہ رنگ دوزخ کی جہت سے ہے۔

علامہ مازری نے کہا ہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک موت اعراض میں سے ایک عرض ہے جو حیات کی ضد ہے۔ بعض معتزلہ کا زعم ہے کہ موت عرض نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے: حیات کا نہ ہونا، ان کا یہ قول غلط ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ ۔ (الملک:۲) اللہ نے موت اور حیات کو پیدا کیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ موت مخلوق ہے اور ان دونوں اقوال کی بناء پر موت جسم نہیں ہے اس لیے اس حدیث کی یہ تاویل کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے عالم مثال سے موت کا ایک جسم پیدا کر دیا تا کہ یہ معلوم ہو کہ اہل آخرت کو موت نہیں آئے گی۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۳۳۲۔۳۳۱)

حضرت ابن عباس، مقاتل اور کلبی نے کہا ہے کہ موت اور حیات دو جسم ہیں، پس موت مینڈھے کی شکل میں ہے اور جس شخص کو بھی اس کی خوشبو آنے گی، وہ مر جائے گا اور حیات چتکبری گھوڑی کی صورت میں ہے اور یہ وہی ہے جس پر حضرت جبریل علیہ السلام اور انبیاء علیہم السلام سواری کرتے تھے اور یہ وہی ہے جس کے پیروں کے نیچے آنے والی مٹی کو سامری نے لے کر گوسالے، یعنی بچھڑے میں ڈال دیا تھا۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ اہل جنت اور اہل دوزخ ملک الموت کا اس صورت میں مشاہدہ کریں گے۔

اس حدیث میں اور اس طرح کی دیگر احادیث میں یہ تصریح ہے کہ اہل جنت اور اہل دوزخ کے لیے خلود اور دوام ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں ہے، پس جس نے یہ کہا کہ اہل دوزخ کو دوزخ سے نکال دیا جائے گا اور دوزخ خالی ہو جائے گی اور فنا ہو جائے گی تو اس کا یہ قول عقل کے بھی خلاف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح احادیث کے بھی خلاف ہے اور علماء اہل سنت کے اجماع

Marfat.com

کے بھی خلاف ہے۔ ہاں دوزخ کا پہلا طبقہ جس میں گناہ گار مسلمان ہوں گے وہ خالی ہو جائے گا جب گناہ گار مسلمانوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اس کا بیان ایک حدیث موقوف میں ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ آندھیاں دوزخ کے دروازوں کو بلائیں گی اور ان میں موحدین میں سے کوئی نہیں ہوگا۔ (مسند البزار: ۸۷۴۴)

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن اس حدیث کی مثل رائے اور عقل سے نہیں کہی جاسکتی تو یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

موت کو مینڈھے کی صورت میں اس لیے لایا جائے گا کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ملک الموت سرمئی مینڈھے کی شکل میں آیا تھا اور اس نے اپنے چار ہزار (۴۰۰۰) پر کھول رکھے تھے اور جو اس کو ذبح کریں گے وہ یحییٰ بن زکریا ہیں، وہ اس مینڈھے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذبح کریں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو حضرت جبرئیل علیہ السلام ذبح کریں گے۔ یہ دونوں قول علامہ قرطبی نے ذکر کیے ہیں۔ (التذکرہ ص ۵۱۳۔ ۵۱۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۵۹۷۔ ۵۹۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہم اس حدیث کی شرح کتاب الرقاق میں کریں گے۔ دیکھیے صحیح البخاری: ۶۵۴۸۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۶۹۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس کی وہی شرح کی ہے جو ہم ابھی ''التوضیح'' سے لکھ چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۷۵۔ ۷۴)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی المالکی الزرهونی المتوفی ۱۳۱۸ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

مینڈھے کی سفید دھاریوں سے اہل جنت کی طرف اور سیاہ دھاریوں سے اہل دوزخ کی طرف اشارہ کی توجیہ

موت کو لایا جائے گا: جو اعراض میں سے ایک عرض ہے، اس کو جسم بنا کر لایا جائے گا، کیونکہ اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عرض کو جسم بنا دے اور اس عرض کو اس کے جسم کا مادہ بنا دے۔ سرمئی مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، اس میں سفید اور کالی دھاریاں ہوں گی، سفید زیادہ ہوں گی۔

قاضی عیاض نے کہا کہ سفیدی سے اہل جنت کی طرف اشارہ ہے، جن کے چہرے سفید ہوں گے اور سیاہی سے اہل دوزخ کی طرف اشارہ ہے، جن کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۳۸۳)

علامہ دمامینی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ سفیدی زیادہ ہونے میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب سے زیادہ ہے۔

(مصابیح الجامع الصحیح: ۴۷۳۰)

ان میں سے ہر ایک نے اس کو دیکھ لیا: یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسی بات ڈالی جس سے انہوں نے پہچان لیا کہ یہ مینڈھا در اصل موت ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

۲۔ باب: وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ (مریم: ۶۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں اور ہمارے آگے اور پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے وہ سب اس کی ملکیت ہے۔ (مریم: ۶۴) کی تفسیر

حضرت جبریل کے آپ کے پاس نازل نہ ہونے کی مدت میں متعدد اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عکرمہ، ضحاک، قتادہ، مقاتل اور کلبی نے بیان کیا ہے کہ جب آپ کی قوم کے لوگوں نے آپ سے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوال کیا اور حضرت جبریل آپ کے پاس نہیں آئے، آپ کو امید تھی کہ حضرت جبریل آپ کے پاس ان کے سوال کا جواب لے کر آئیں گے، پس انہوں نے تاخیر کر دی، عکرمہ نے کہا: چالیس دن تاخیر کر دی، مجاہد نے کہا: بارہ راتیں اور ایک قول ہے: پندرہ دن، یہ تاخیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت شاق گزری، پھر جب حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے تو آپ نے ان سے کہا کہ آپ نے بہت تاخیر کر دی، مجھے آپ سے ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ تب حضرت جبریل نے کہا: مجھے بھی آپ سے ملنے کا شوق تھا لیکن میں حکم کا پابند ہوں، جب مجھے بھیجا جاتا ہے تو میں نازل ہو جاتا ہوں اور جب مجھے روک لیا جاتا ہے تو میں رک جاتا ہوں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔ (مریم: ۶۴)

۴۷۳۱- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لِجِبْرِيلَ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا﴾ (مریم: ۶۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن ذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا: آپ کو کس چیز نے منع کیا کہ آپ اس سے زیادہ ہم سے ملاقات کیا کریں جتنی آپ ہم سے ملاقات کرتے ہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں اور ہمارے آگے اور پیچھے جو اس کے درمیان ہے، وہ بس اس کی ملکیت ہے۔ (مریم: ۶۴)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۳- بَابٌ: أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا۔ (مریم: ۷۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا؟ جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی۔ (مریم: ۷۷) کی تفسیر

عاص بن وائل نے قرآن مجید کی آیات کا کفر کیا اور وہ کہتا تھا کہ قیامت کے بعد اسے جنت میں مال اور اولاد ملے گی اور وہ قرآن مجید کی آیات کا مذاق اڑاتا تھا۔

۴۷۳۲- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ خَبَّابًا قَالَ جِئْتُ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ السَّهْمِيَّ أَتَقَاضَاهُ حَقًّا لِي عِنْدَهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں العاص بن وائل

بِمُحَمَّدٍ ﷺ فَقُلْتُ لَا حَتّٰی تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ وَإِنِّیْ لَمَیِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوْثٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّ لِیْ هُنَاكَ مَالًا وَّوَلَدًا فَأَقْضِیْكَهٗ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ ﴿أَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝﴾ (مریم:۷۷)

کے پاس اس سے اپنے حق کا تقاضا کرنے کے لیے گیا جو اس کے پاس تھا، اس نے کہا: میں تم کو تمہارا حق اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک کہ تم (سیدنا) محمد ﷺ کے ساتھ کفر نہیں کرو گے، میں نے کہا: میں اس وقت تک یہ کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ تم مر جاؤ، پھر تم کو زندہ کر کے اٹھایا جائے، اس نے کہا: میں مر جاؤں گا، پھر مجھ کو اٹھایا جائے گا؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: پھر میرے پاس وہاں پر مال بھی ہوگا اور اولاد بھی ہوگی تو پھر میں تم کو تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی ۝ (مریم:۷۷)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ کیا حضرت خباب قیامت کے بعد رسول اللہ ﷺ کا کفر کر دیں گے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

العاص بن وائل: یہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مشہور صحابی کے والد کا نام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس کی بہت قدر و منزلت تھی، لیکن اس کو اسلام لانے کی توفیق نہیں ہوئی، کلبی نے کہا ہے کہ یہ قریش کے حکام میں سے تھا۔

التوضیح میں مذکور ہے: العاص بغیر یاء کے ہے اور یہ لفظ عِصْیَان سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ یہ عَصٰی یَعْصُوْ سے ماخوذ ہے جب کوئی شخص تلوار سے وار کرے، علامہ عینی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر یہ عصیان سے ماخوذ ہو تب بھی کوئی مانع نہیں ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ عصیان سے ہی ماخوذ ہے اور تخفیف کی وجہ سے اس کی یاء حذف کر دی گئی، علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ لفظ اجوف بھی ہے اور ناقص بھی ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: جب یہ لفظ اجوف ہوگا تو العوص سے ماخوذ ہوگا اور جب ناقص ہوگا تو پھر یہ عصیان سے ماخوذ ہوگا۔

میں نے کہا: میں آپ کا کفر نہیں کروں گا: اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خباب کے اس جواب سے پتا چلتا ہے کہ وہ موت کے بعد نبی ﷺ کا کفر کریں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ موت کے بعد کفر کا کوئی تصور نہیں ہے اور ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ بالکل کفر نہیں کروں گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے یہ اس لیے کہا تھا کہ عاص بن وائل مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا قائل نہیں تھا اور اس کے نزدیک یہ محال تھا اور حضرت خباب کا موت کے بعد کفر کرنا بھی محال تھا، تو حضرت خباب نے محال کے اوپر محال کو معلق کیا اور اس کا خلاصہ یہی ہے کہ میں نبی ﷺ کا کفر کبھی نہیں کروں گا۔

رَوَاهُ الثَّوْرِیُّ وَشُعْبَةُ وَحَفْصٌ وَأَبُوْ مُعَاوِیَةَ وَوَكِیْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ۔

اس حدیث کی ثوری، شعبہ، حفص، ابو معاویہ اور وکیع نے الاعمش سے روایت کی ہے۔

۴۔ بَابٌ: أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ (مریم:۷۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لیا ہوا ہے (یعنی پکا عہد لیا ہے)۔ (مریم:۷۸) کی تفسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ کیا عاص بن وائل نے لوح محفوظ کو دیکھ لیا اور مجاہد نے کہا: کیا اس نے غیب کو جان لیا حتیٰ کہ اس کو پتا چل گیا کہ وہ جنت میں ہوگا یا نہیں ہوگا۔

أَطَّلَعَ: اس کا معنی ہے: جب کوئی شخص پہاڑ کی بلندی پر چڑھ جائے۔

عَهْدًا: اس کا معنی ہے: کیا اس نے کلمہ پڑھ کر جنتی ہونے کی سند حاصل کر لی ہے، قتادہ نے کہا: کیا اس نے اللہ کے پاس نیک عمل بھیج دیئے ہیں، کلبی نے کہا: کیا اس نے اللہ سے یہ عہد لے لیا ہے۔

مَوْثِقًا: اس کا معنی ہے: پکا عہد۔ یہ لفظ وِثاق سے ماخوذ ہے، وِثاق اس رسی کو کہتے ہیں جس سے قیدی کو یا سواری کو باندھا جاتا ہے۔ جوہری نے کہا: موثقا کا معنی ہے: میثاق۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۷۷)

۴۷۳۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا بِمَكَّةَ فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ السَّهْمِيِّ سَيْفًا فَجِئْتُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قُلْتُ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ ﷺ حَتَّى يُمِيتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ يُحْيِيَكَ قَالَ إِذَا أَمَاتَنِي اللّٰهُ ثُمَّ بَعَثَنِي وَلِي مَالٌ وَوَلَدٌ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿أَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝﴾ (مریم: ۷۷۔۷۸) قَالَ مَوْثِقًا لَمْ يَقُلِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ سَيْفًا وَلَا مَوْثِقًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت خباب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں لوہار تھا، پس میں نے العاص بن وائل السہمی کے لیے تلوار بنائی، پس میں اس کے پاس (اپنی اجرت کا) تقاضا کرنے کے لیے گیا، اس نے کہا: میں تم کو اجرت نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر کرو، میں نے کہا: میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم کو مارے، پھر زندہ کرے، اس نے کہا: جب اللہ مجھ کو مارے گا، پھر زندہ کرے گا تو میرے پاس مال اور اولاد ہوگی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی ۝ کیا وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لیا ہوا ہے ۝ (مریم: ۷۷۔۷۸) امام بخاری نے کہا: مَوْثِقًا سے پکا عہد مراد ہے، اشجعی نے سفیان سے روایت میں نہ تلوار کا ذکر کیا ہے اور نہ موثقا کا ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۵۔ بَابٌ: كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ○ (مریم:۷۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ہرگز نہیں! ہم عنقریب اس کی باتوں کو لکھ لیں گے اور اس کے عذاب کو بڑھاتے رہیں گے ○ (مریم:۷۹) کی تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عاص بن وائل کے قول کا رد کیا ہے کہ ہم نے اس کے قول کو لکھ لیا ہے اور اس کی سزا میں آخرت میں اس کو دگنا عذاب دیں گے۔

۴۷۳۴۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ أَبَا الضُّحَى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي دَيْنٌ عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ قَالَ فَأَتَاهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثَكَ قَالَ فَذَرْنِي حَتَّى أَمُوتَ ثُمَّ أُبْعَثَ فَسَوْفَ أُوتَى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ○﴾ (مریم:۷۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالضحیٰ سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از مسروق از حضرت خباب رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا اور میرا العاص بن وائل پر قرض تھا۔ میں اس کے پاس تقاضا کرنے کے لیے گیا۔ اس نے کہا: میں تمہارا قرض نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کفر کرو۔ پس حضرت خباب نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان کا اس وقت تک کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مارے، پھر تمہیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے، اس نے کہا: پس تم مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں مر جاؤں، پھر دوبارہ زندہ کیا جاؤں، پس مجھے عنقریب مال اور اولاد دی جائے گی، سو میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی ○ (مریم:۷۷)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۶۔ باب: وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ○ (مریم:۸۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم ہی اس کی باتوں کے وارث ہیں، اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا ○ (مریم:۸۰) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ علامہ نسفی نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم العاص بن وائل کے اس قول کو نہیں بھولیں گے اور نہ اس کو لغو قرار دیں گے بلکہ اس کے اس قول کو اس کے اعمال نامہ میں محفوظ رکھیں گے اور قیامت کے دن وہ صحیفہ اس کے منہ پر ماریں گے اور وہ ہمارے پاس حالت فقر میں مال اور اولاد کے بغیر تنہا آئے گا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْجِبَالُ هَدًّا هَدْمًا۔

حضرت ابن عباس نے کہا: اَلْجِبَالُ هَدًّا کا معنی ہے کہ پہاڑ منہدم

Marfat.com

ہو جائیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ (مریم:۹۰)

قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ جائیں، اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں O

یعنی مشرکین نے جو کہا ہے کہ رحمن کا بیٹا ہے۔ یہ قول اتنا سنگین ہے کہ اسے سن کر آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ امام بخاری نے هَدًّا کی تفسیر منہدم ہونے کے ساتھ کی ہے۔ مقاتل نے اس کی تفسیر ٹوٹنے کے ساتھ کی ہے۔ امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر گرنے کے ساتھ کی ہے۔

۴۷۳۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لِي لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لَنْ أَكْفُرَ بِهِ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ وَإِنِّي لَمَبْعُوثٌ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ فَسَوْفَ أَقْضِيكَ إِذَا رَجَعْتُ إِلَى مَالٍ وَوَلَدٍ قَالَ فَنَزَلَتْ ﴿أَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ۝﴾ (مریم:۷۷تا۸۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابوالضحیٰ از مسروق از حضرت خباب رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک لوہار شخص تھا اور میرا العاص بن وائل پر قرض تھا، میں اس کے پاس تقاضا کرنے کے لیے گیا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک (تمہارا قرض) ادا نہیں کروں گا حتیٰ کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر نہ کرو، حضرت خباب بیان کرتے ہیں میں نے کہا: میں ہرگز ان کا کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ تم مر جاؤ، پھر تمہیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے۔ اس نے کہا: بے شک میں جب موت کے بعد اٹھایا جاؤں گا تو میں عنقریب تمہارا قرض ادا کر دوں گا جب میں اپنے مال اور اولاد کے ساتھ لوٹوں گا، کہتے ہیں: تب یہ آیات نازل ہوئیں: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی O کیا وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے رحمن سے کوئی عہد لیا ہوا ہے O ہرگز نہیں! ہم عنقریب اس کی باتوں کو لکھ لیں گے اور اس کے عذاب کو بڑھاتے رہیں گے O اور ہم اس کی باتوں کے وارث ہیں اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا O (مریم:۷۷تا۸۰)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

الحمدللہ رب العالمین، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ مریم کی تفسیر مکمل ہو گئی، اب ان شاء اللہ سورۂ طٰہٰ کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۲۰۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ طٰهٰ

سورۂ طٰہٰ کی تفسیر

سورۂ طٰہٰ کا تعارف

مقاتل نے کہا: یہ پوری سورت مکی ہے، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم نے بھی اسی طرح کہا ہے، اور مقامات التنزیل میں مذکور ہے کہ یہ پوری سورت مکی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ اس کی یہ آیت مدنی ہے: وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ⊙ (طٰہٰ: ۱۳۰) اس آیت میں نماز کے اوقات بیان کیے گئے ہیں۔

اس سورت میں ایک سو پینتیس (۱۳۵) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۷۹)

مقاتل نے کہا: جب ابوجہل، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث اور مطعم بن عدی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لمبی لمبی نمازیں پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: جب سے آپ نے اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑا ہے، آپ بہت سختی اور مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی: اے طٰہٰ! ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ کو سختی اور مشقت میں مبتلا کریں۔

(طٰہٰ: ۱۔۲) (تبیان القرآن ج۷ ص۳۲۳)

لفظ طٰہٰ کے متعدد محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ طٰہٰ النبطیہ زبان کا لفظ ہے، مقاتل نے کہا: یہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے: اے مرد، الواسطی نے کہا ہے کہ یہ حروف مقطعہ ہیں اور طا سے مراد ہے: یا طاہر اور ہا سے مراد ہے: یا ہادی۔ امام ابوحاتم نے کہا کہ طٰہٰ اس سورت کا افتتاحی لفظ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس اسم کے ساتھ قسم کھائی ہے۔

لیث نے کہا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو ان پر خوف طاری ہوا تو وہ شدت خوف کی وجہ سے اپنے پنجوں کے اوپر کھڑے ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: طٰہٰ یعنی آپ مطمئن ہو جائیں، بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: زمین کو اپنے قدموں سے روندیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۹۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ وَالضَّحَّاكُ بِالنَّبَطِيَّةِ أَيْ طَهْ يَا رَجُلُ يُقَالُ كُلُّ مَا لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ أَوْ فِيهِ تَمْتَمَةٌ أَوْ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ۔

ابن جبیر اور ضحاک نے کہا: نَبَطِيَّه میں طه کا معنی ہے: اے مرد! سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ نبطی زبان میں طه کا معنی ہے: اے مرد! اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں جن کو ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی حرف کو نہ بول سکے یا اس کے بولنے میں تمتمہ ہو، یعنی بولنے میں اس کی زبان اٹکتی ہو یا فأفأة ہو یعنی بولتے وقت اس کی زبان سے فافا کے الفاظ نکلتے ہوں ان

Marfat.com

تمام صورتوں میں اس پر عقدہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿٢٧﴾ (طٰہٰ:۲۷) اور میری زبان کی گرہ کھول دے O

حضرت ابن عباس نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد یہ تھی کہ میری زبان میں جو گرہ ہے، اس کو کھول دیجئے تاکہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں، تمتمہ کا معنی ہے: کلام میں تاء کو بار بار لانا۔ فأفاۃ کا معنی ہے: کلام میں فاء کو بار بار لانا۔

أَزْرِيْ ظَهْرِيْ۔ آزری اس کا معنی ہے: میری پشت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هٰرُوْنَ اَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿٣١﴾ (طٰہٰ:۳۰-۳۱) میرے بھائی ہارون کو O اس سے میری کمر کو مضبوط کردے O

امام بخاری نے أزر کی تفسیر پشت کے ساتھ کی ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ أزر کا معنی قوت بھی ہے اور پشت بھی، کہا جاتا ہے: أَزَرْتُ فلانا علی الأمر یعنی میں نے اس کو اس کام پر قوت دی۔

فَيُسْحِتَكُمْ يُهْلِكَكُمْ۔ فیسحتکم اس کا معنی ہے: وہ تم کو ہلاک کردے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۔ (طٰہٰ:۶۱) موسیٰ نے ان سے کہا: تم پر افسوس ہے، تم جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان نہ باندھو، وہ تم کو عذاب سے ملیامیٹ کردے گا۔

امام بخاری نے یُسْحِتَکُمْ کی تفسیر کی ہے: وہ تم کو ہلاک کردے گا اور تفسیر میں ہے: وہ تم کو جڑ سے اکھاڑ دے گا۔

الْمُثْلٰى تَأْنِيْثُ الْأَمْثَلِ يَقُوْلُ بِدِيْنِكُمْ يُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰى خُذِ الْأَمْثَلَ۔ المثلی یہ امثل کی تانیث ہے۔ وہ کہتا ہے: یعنی وہ دونوں تمہارے بہترین دین کو لے جائیں، کہتے ہیں: خُذِ الْمُثْلٰى وَالْأَمْثَل یعنی آپ اعلیٰ اور افضل کو لے لیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ (طٰہٰ:۶۳) وہ کہنے لگے: بے شک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں جو اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں اور تمہارے بہترین مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں O

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے وطن سے نکالنا چاہتے ہیں اور تمہارے عمدہ طریقہ یعنی عمدہ دین کو مٹانا چاہتے ہیں۔

ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا يُقَالُ هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ يَعْنِي الْمُصَلَّى الَّذِيْ يُصَلّٰى فِيْهِ۔ پھر تم صف میں آؤ: عرب کہتے ہیں: کیا تم آج صف میں گئے تھے، یعنی اس عیدگاہ میں جہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۔ (طٰہٰ:۶۴) تم اپنے سارے داؤ پیچ جمع کرلو، پھر صف باندھ کر آؤ۔

امام بخاری نے کہا: یہاں صف کا معنی عیدگاہ ہے، یعنی لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ۔ امام ابو عبیدہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے

Marfat.com

مقاتل نے کلبی سے تفسیر کی ہے: اس کا معنی ہے: تم سب مل کر آنا، خلاصہ یہ ہے کہ فرعون نے اپنے لوگوں سے کہا: تم جادو کے اپنے طریقوں کو جمع کرلو، پھر تم لوگوں کے مصلی یعنی ان کے جمع ہونے کی جگہ میں آؤ۔ (امام بخاری کی یہ تفسیر کہ صف کا معنی عید گاہ ہے، صحیح نہیں ہے فرعون کے دور میں عید گاہ کہاں تھی، صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِيفَةً لِكَسْرَةِ الْخَاءِ۔ حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں خوف کو چھپایا۔ خیفۃ اصل میں خوف تھا۔ واؤ کو ماقبل کسرہ کی وجہ سے یاء سے بدل دیا تو یہ لفظ خیفۃ ہوگیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ۝ (طٰہٰ:۶۷) پس موسیٰ نے اپنے دل میں خوف پایا ۝

امام بخاری نے اوجس کی تفسیر کی ہے: انہوں نے چھپایا، یعنی خوف کو، مقاتل نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ کو یہ خوف ہوا کہ جب وہ معجزہ سے لاٹھی کو اژدہا بنائیں گے تو کہیں لوگ ان کے معجزہ کو بھی فرعونیوں کے جادو کی طرح نہ گمان کرلیں اور پھر وہ آپ کی نبوت میں شک کرنے لگیں۔

فِي جُذُوعِ أَيْ عَلَىٰ جُذُوعِ النَّخْلِ۔ فی جذوع یعنی کھجور کے تنوں کے اوپر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ۔ (طٰہٰ:۷۱) اور میں تم کو ضرور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا۔

یعنی اس آیت میں فی، علی کے معنی میں ہے۔

خَطْبُكَ بَالُكَ۔ خطبک اس کا معنی ہے: تمہارا معاملہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ ۝ (طٰہٰ:۹۵) موسیٰ نے کہا: اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے ۝

امام بخاری نے خطبک کی تفسیر کی ہے: تمہارا معاملہ، اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا: وہ کیا سبب ہے جس نے تمہیں اس کارروائی پر برانگیختہ کیا ہے۔

مِسَاسَ مَصْدَرُ مَاسَّهُ مِسَاسًا۔ مساس یہ ماسّہ کا مصدر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ۔ موسیٰ نے کہا: اب تو یہاں سے چلا جا، اب تو زندگی بھر یہی کہے گا کہ ''مجھے مت چھونا''۔ (طٰہٰ:۹۷)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا: تم ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ اب تم جب تک زندہ ہو، یہی کہتے رہو گے کہ مجھے مت چھونا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی سزا دی کہ اس سے زیادہ وحشت ناک اور کوئی سزا نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس کو لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے اور ان کے ساتھ باتیں کرنے سے بالکل روک دیا گیا تھا۔

لَنَنْسِفَنَّهُ لَنُذْرِيَنَّهُ۔ لننسفنّہ کا معنی ہے: ہم اس کو ضرور بکھیر دیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا۝ (طٰہٰ:۹۷) ہم اس کو ضرور جلا دیں گے، پھر اس کی راکھ کو اڑا کر سمندر میں پھینک دیں گے O

کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو پکڑ کر ذبح کر دیا تو اس سے خون بہا چونکہ وہ گوشت اور خون بن گیا تھا، پھر انہوں نے اس کو جلا کر اس کی راکھ کو سمندر میں بہا دیا۔

قَاعًا یَعْلُوْهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ۔ قاعًا اس کا معنی ہے: ہموار زمین، جس پر پانی چڑھ جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا۝ (طٰہٰ:۱۰۶) اور زمین کو کھلے ہوئے ہموار میدان کی حالت میں چھوڑ دے گاO

امام بخاری نے القاع کی تفسیر کی ہے: ایسی زمین، جس پر پانی چڑھ جائے، امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ روایت کی ہے کہ اَلْقَاعُ الصَّفْصَفُ کا معنی ہے: ہموار زمین، الفراء نے کہا ہے: القاع اس کشادہ زمین کو کہتے ہیں جس میں دوپہر کے وقت ریت پانی کی طرح دکھائی دے، یعنی سراب اور صفصف اس چکنی اور پتھریلی زمین کو کہتے ہیں جس میں پیداوار نہ ہو۔

وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِیْ مِنَ الْأَرْضِ۔ الصفصف المستوی من الأرض اس کا معنی ہے: ہموار زمین۔

اس کی تشریح اس سے اوپر والی تعلیق میں ذکر کر دی گئی ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ أَوْزَارًا أَثْقَالًا۔ مجاہد نے کہا: أوزارًا کا معنی ہے: ثقیل چیزیں، یعنی بوجھل چیزیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ۔ (طٰہٰ:۸۷) لیکن قوم (فرعون) کے زیورات کا بوجھ ہم پر لاد دیا گیا تھا۔

اَوْزَار، وِزْر کی جمع ہے اور وِزر کسی سزا کے بوجھ کو کہتے ہیں جیسے کسی بوجھل چیز کے اٹھانے سے آدمی تھک جائے اور اس کو وہ بوجھل چیز سزا معلوم ہو یا اس سے مراد ہے: گناہوں کی سزا۔

مِنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ وَهِیَ الْحُلِیُّ الَّتِی اسْتَعَارُوْا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ۔ مِنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ یہ وہ زیورات ہیں جو بنی اسرائیل نے قوم فرعون سے عاریۃً لیے تھے۔

جو زیورات بنی اسرائیل نے قوم فرعون سے عاریۃً لیے تھے، جب مصر سے جاتے وقت ان کو وہ اٹھانے پڑے تو ان کو وہ بوجھ معلوم ہوئے۔

فَقَذَفْتُهَا فَأَلْقَیْتُهَا۔ فقذفتها اس کا معنی ہے: پس ہم نے ان کو ڈال دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَی السَّامِرِیُّ۝ (طٰہٰ:۸۷) تو ہم نے ان کو (آگ میں) ڈال دیا، سو اسی طرح سامری نے (ان کو آگ میں) ڈالا تھاO

یعنی بنی اسرائیل کے پاس جو قوم فرعون کے زیور تھے سامری نے ان کو آگ میں پگھلا کر ایک مجسمہ بنا لیا جس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی۔

أَلْقَى صَنَعَ۔ القٰی اس کا معنی ہے: صنع یعنی بنایا۔

اس تعلیق میں بھی اسی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی سامری نے ان زیورات کو پگھلا کر ایک مجسمہ بنا لیا تھا۔

Marfat.com

فَنَسِیَ مُوسٰی هُمْ یَقُولُونَهُ أَخْطَأَ الرَّبَّ لَا یَرْجِعُ إِلَیْهِمْ قَوْلًا الْعِجْلُ۔

فَنَسِیَ (موسیٰ) اس سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل یہ کہتے تھے کہ موسیٰ نے اپنے رب کو پہچاننے میں خطا کی یعنی اصل رب تو یہ بچھڑا ہے، حالانکہ وہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِیَ ؁ (طٰہٰ:۸۸)

پس اس نے ان کے لیے بچھڑے کا مجسمہ بنایا جس کی بیل کی (طرح) آواز تھی تو لوگوں نے کہا: یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود، موسیٰ تو بھولا رہا تھا O

امام بخاری نے کہا ہے: سامری اور اس کے متبعین یہ کہتے تھے کہ حضرت موسیٰ تو بھول گئے کہ انہوں نے تم کو یہ نہیں بتایا کہ ان کا رب تو اصل میں یہ بچھڑا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا۔ (طٰہٰ:۸۹)

تو کیا یہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔

یعنی بنی اسرائیل نے اس پر غور نہیں کیا کہ وہ بچھڑا نہ تو ان سے بات کر سکتا تھا، اور نہ ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا تھا۔

هَمْسًا حِسُّ الْأَقْدَامِ۔

هَمْسًا اس کا معنی ہے: قدموں کی آہٹ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ؁ (طٰہٰ:۱۰۹)

اور رحمٰن کے خوف سے سب کی آوازیں پست ہوں گی سو (اے مخاطب!) تو معمولی سی آہٹ کے سوا کچھ نہ سن سکے گا O

علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ حشر کے دن لوگوں کو صرف آہٹ سنائی دے گی۔ قتادہ اور عکرمہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے اور همس کا لغوی معنی ہے: پست آواز۔

حَشَرْتَنِی أَعْمٰی عَنْ حُجَّتِی وَقَدْ كُنْتُ بَصِیرًا فِی الدُّنْیَا۔

حَشَرْتَنِیٓ اَعْمٰی اس کا معنی ہے: یعنی تو نے میرا حشر اس طرح کیا ہے کہ میں اپنی دلیل سے اندھا ہوں، حالانکہ میں دنیا میں بہت بصیر تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیٓ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ؁ (طٰہٰ:۱۲۵)

وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں (دنیا میں) دیکھنے والا تھا O

حضرت ابن عباس نے اَعْمٰی کی تفسیر میں کہا ہے: جو آنکھوں سے اندھا ہو۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِقَبَسٍ ضَلُّوا الطَّرِیقَ وَكَانُوا شَاتِینَ فَقَالَ إِنْ لَمْ أَجِدْ عَلَیْهَا مَنْ یَهْدِی الطَّرِیقَ آتِكُمْ بِنَارٍ تُوقِدُونَ۔

حضرت ابن عباس نے کہا: بِقَبَسٍ کا معنی ہے: انگارہ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ راستہ بھول گئے تھے اور وہ سردیوں کے دن تھے، تو حضرت موسیٰ نے کہا کہ اگر مجھے کوئی راستہ دکھانے والا نہیں

Marfat.com

ملاتو میں تمہارے پاس آگ لے کر آؤں گا، جس سے تم حرارت اور روشنی حاصل کرو گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝ (طٰہٰ:۱۰)

جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنی بیوی سے کہا: ٹھہرو! بے شک میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس سے تمہارے پاس کوئی انگارہ لاؤں یا میں آگ سے راستہ کی کوئی نشانی پاؤں O

امام طبری نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہل سے کہا: تم لوگ ٹھہرو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہل سے مراد ان کی زوجہ صفوراء، ان کا بچہ اور ان کا خادم ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہل سے مراد صرف ان کی زوجہ ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا میں نے آگ کو دیکھا ہے۔ ایناس کا معنی ہے: اس واضح چیز کو دیکھنا جس میں کوئی اشتباہ نہ ہو، حضرت موسیٰ نے اپنے اہل سے فرمایا: شاید کہ میں اس سے تمہارے پاس کوئی انگارہ لاؤں۔

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً أَعْدَلُهُمْ۔

اور ابن عیینہ نے کہا: اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً کا معنی ہے: سب سے افضل راستہ والا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۝ (طٰہٰ:۱۰)

جب کہ ان کے نزدیک سب سے اچھے طریقہ والا یہ کہے گا کہ تم تو صرف ایک دن ٹھہرے تھے O

امام طبری نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ جس کی عقل ان سب میں سب سے کامل تھی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَضْمًا لَا يُظْلَمُ فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهِ۔

حضرت ابن عباس نے کہا: هَضْمًا کا معنی ہے: ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا بایں طور کہ ان کی نیکیاں کم کردی جائیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۝ (طٰہٰ:۱۱۲)

اور جو شخص ایمان کی حالت میں نیک عمل کرے گا، اسے نہ کسی ظلم کا خوف ہو گا اور نہ کسی نقصان کا O

یہ تفسیر حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ هَضْم کا لغوی معنی ہے: کم کرنا اور توڑنا۔

عِوَجًا وَادِيًا۔

عِوَجًا کا معنی ہے: وادی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا۔ (طٰہٰ:۱۰۷)

آپ اس زمین میں نہ کوئی کجی دیکھیں گے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ عِوَجًا سے مراد وادیاں اور نالے ہیں اور لغت میں عِوَجًا کا معنی کجی اور ٹیڑھا پن ہے۔

وَلَا أَمْتًا رَابِيَةً۔

وَّلَآ اَمْتًا اس کا معنی ہے: بلندی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝ (طٰہٰ:۱۰۷)

آپ اس زمین میں نہ کوئی کجی دیکھیں گے نہ اونچ نیچ۔

حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے: ٹیلے اور مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: ارتفاع۔

سِيرَتَهَا حَالَتَهَا الْأُولَى۔ سِيرَتَهَا اس کا معنی ہے: اس کی پہلی حالت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَى ۝ (طٰہٰ:۲۱) فرمایا: اس کو پکڑ لو اور ڈرو مت، ہم ابھی اس کو پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے O

یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ لاٹھی ڈالیں، سوانہوں نے لاٹھی ڈال دی، پس وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گئی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: آپ اس کو پکڑ لیں اور مت ڈریں، ہم عنقریب اس کو اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔

النُّهَى التُّقَى۔ النُّهٰى سے مراد ہے: عقل والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝ (طٰہٰ:۵۴) بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O

حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: عقل والے، ضحاک، نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے کاموں سے اپنے آپ کو روکتے ہیں۔ قتادہ نے کہا: یہ متقی لوگ ہیں۔ ثعلبی نے کہا: النُّهٰى سے مراد ہے: عقل والے، متقین کو عقل والے اس لیے فرمایا ہے کیونکہ عقل برے کاموں سے اور محرمات اور ممنوعات سے روکتی ہے۔

ضَنْكًا الشَّقَاءُ۔ ضَنْكًا کا معنی ہے: شقاوت یعنی بدبختی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ (طٰہٰ:۱۲۴) اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو یقیناً اس کی زندگی بہت تنگی میں گزرے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے O

امام بخاری نے ضَنْكًا کی تفسیر شقاوت اور بدبختی کے ساتھ کی ہے اور علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ ضَنْكًا کا معنی ہے: تنگی۔ کہا جاتا ہے: مَنْزِلٌ ضَنْكٌ یعنی تنگ گھر اور عَيْشٌ ضنكٌ یعنی تنگ زندگی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ الضنک عذاب قبر ہے اور حسن بصری نے کہا: اس کا معنی ہے: زقوم یعنی تھوہر کا درخت، عکرمہ نے کہا: اس کا معنی ہے: حرام، ضحاک نے کہا: اس کا معنی ہے: ناجائز کمائی۔

هَوٰى۔ هَوٰى کا معنی ہے: بدبخت ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ۝ (طٰہٰ:۸۱) اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ یقیناً تباہ ہو گیا O

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ ہلاک ہو گیا یا دوزخ میں گر گیا۔

بِالْوَادِي الْمُقَدَّسِ الْمُبَارَكِ۔ بالوادی الْمُقَدَّس اس کا معنی ہے: مبارک وادی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ (طٰہٰ:۱۲) بے شک آپ مقدس میدان طوی میں ہیں O

امام بخاری نے اس کی تفسیر المبارک کی ہے۔

Marfat.com

طُوًی اسْمُ الْوَادِی۔ طُوًی ایک وادی کا نام ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ (طٰہٰ:۱۲) بے شک آپ مقدس میدان طویٰ میں ہیں O

امام بخاری نے اس کی تفسیر وادی کے ساتھ کی ہے اور ضحاک نے کہا: اس کا معنی ہے: گہری اور گول وادی جیسے کنوئیں کے گرد منڈیر ہوتی ہے۔

بِمَلِكِنَا بِأَمْرِنَا۔ بِمَلْكِنَا اس کا معنی ہے: ہم نے اپنے امر اور اختیار سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا۔ (طٰہٰ:۸۷) انہوں نے کہا: ہم نے دانستہ آپ سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔

امام بخاری نے اس کی تفسیر امر کے ساتھ کی ہے اور یہ اس تقدیر پر ہے کہ جب میم پر زیر ہو تو اکثر قراء کا یہی مختار ہے۔

مَكَانًا سِوًى مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ۔ مَكَانًا سُوًى کا معنی ہے: ایسی جگہ جو ہمارے اور ان کے درمیان نصف نصف ہو یعنی برابر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝ (طٰہٰ:۵۸) لہٰذا تم اپنے اور ہمارے درمیان ایک مدت مقرر کرلو نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ تم کرنا یہ مقابلہ کھلے میدان میں ہوگا O

یعنی ایسی جگہ مقرر کرلیں جو مسافت میں دونوں فریقوں کے مساوی ہو۔

يَبَسًا يَابِسًا۔ يَبَسًا اس کا معنی ہے: خشک۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا۔ (طٰہٰ:۷۷) اور بے شک ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ راتوں رات میرے بندوں کو لے جائیں، پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ نکالیں۔

امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے: يَابِسٌ یعنی خشک، اور تفسیر میں مذکور ہے: ایسی جگہ جہاں پانی ہو نہ کیچڑ ہو۔

عَلٰى قَدَرٍ مَوْعِدٍ۔ عَلٰى قَدَرٍ اس کا معنی ہے: مقرر وقت پر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِىْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝ (طٰہٰ:۴۰) سو آپ کئی سال اہل مدین میں رہے، پھر اے موسیٰ! آپ اللہ کے مقرر کردہ وقت پر آگئے O

امام بخاری نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ آپ اس وقت پر آگئے جو آپ کے آنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا اور عبدالرحمن بن کیسان نے کہا ہے کہ آپ چالیس (۴۰) سال کی ابتداء میں آگئے اور یہ وہ وقت ہے جو انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی نازل کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

لَا تَنِیَا تَضْعُفَا۔ لَا تَنِیَا اس کا معنی ہے: تم دونوں کمزور نہ ہونا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ ۝ آپ اور آپ کے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جائیں اور میری یاد میں سستی نہ کریں O (طٰہٰ:۴۲)

امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے کہ تم دونوں کمزور نہ ہونا۔ حضرت ابن عباس نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے اور سدی نے کہا ہے: تم دونوں تھکنا نہیں اور محمد بن کعب نے کہا ہے تم دونوں کوتاہی نہ کرنا، حضرت ابن مسعود کی قرأت میں ہے تم دونوں بزدلی نہ کرنا۔ الجوہری نے کہا ہے: وَنْیٌ کا معنی ہے: تھکاوٹ اور سستی۔

یَفْرُطُ عُقُوْبَةً۔ یَفْرُطَ کا معنی ہے: وہ ہم پر زیادتی کرے گا یعنی کوئی سزا دے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی ۝ ان دونوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمیں خطرہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی کرے گا O (طٰہٰ:۴۵)

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے یہ دعا کی تھی کہ اے میرے رب! میرا کام مجھ پر آسان کر دے، پھر ان کو یہ خوف کیوں ہوا کہ فرعون ان پر زیادتی یا سرکشی کرے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کام آسان ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ احکام شرعیہ کی اس طرح تبلیغ کریں کہ اس میں سہو اور نسیان نہ آسکے اور تبلیغ کرنے میں کوئی خوف اور خطرہ نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۸۵۔ ۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابٌ: وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ ۝ (طٰہٰ:۴۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور میں نے آپ کو خاص اپنے لیے چن لیا O (طٰہٰ:۴۱) کی تفسیر

اس کا معنی ہے: میں نے تم کو اپنے لیے پسند کر لیا اور میں نے تم کو نبوت اور رسالت کے ساتھ فضیلت دی۔

۴۷۳۶۔ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مَهْدِیُّ بْنُ مَیْمُوْنٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْتَقٰی اٰدَمُ وَمُوْسٰی فَقَالَ مُوْسٰی لِاٰدَمَ اَنْتَ الَّذِیْ اَشْقَیْتَ النَّاسَ وَاَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ اٰدَمُ اَنْتَ مُوْسَی الَّذِی اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَاصْطَفَاكَ لِنَفْسِهٖ وَاَنْزَلَ عَلَیْكَ التَّوْرَاةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَجَدْتَهَا كُتِبَ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَنِیْ قَالَ نَعَمْ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مہدی بن میمون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ ﷺ، آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ نے حضرت آدم سے کہا کہ آپ وہ ہیں جنہوں نے لوگوں کو بدبخت کیا اور ان کو جنت سے نکالا۔ حضرت آدم نے ان سے کہا: آپ وہ ہیں جن کو اللہ نے اپنا رسول بنانے کے لیے منتخب کر لیا اور آپ کو اپنے نفس کے لیے پسند کیا اور آپ پر تورات نازل کی، حضرت موسیٰ نے کہا: ہاں! حضرت آدم نے کہا کہ آپ نے تورات میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے متعلق یہ بات مجھے پیدا

کرنے سے پہلے لکھ دی تھی، حضرت موسیٰ نے کہا: ہاں! پس
حضرت آدم نے حضرت موسیٰ پر غلبہ پالیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۴۰۹ میں گزر چکی ہے، تاہم چند ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے مذاکرہ کی تفصیل اور یہ مذاکرہ کس جگہ ہوا تھا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات ہوئی: امام بخاری نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اللہ سے دعا کی: اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا باپ دکھا جس نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکالا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کی حضرت آدم سے ملاقات کرائی۔ حضرت موسیٰ نے کہا: آپ ہمارے باپ ہیں۔ انہوں نے کہا: ہاں! حضرت موسیٰ نے کہا: آپ وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی اور آپ کے لیے اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ حضرت آدم نے کہا: ہاں! حضرت موسیٰ نے کہا: پھر آپ کو ہمیں جنت سے نکالنے کے لیے کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ حضرت آدم نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں موسیٰ ہوں، حضرت آدم نے کہا: جو بنو اسرائیل کے نبی ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور ان کے علاوہ اپنی مخلوق میں سے کسی اور رسول سے کلام نہیں کیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا: جی ہاں! حضرت آدم نے کہا: کیا آپ نے اللہ کی کتاب میں میری پیدائش سے پہلے یہ لکھا ہوا نہیں پایا تھا؟ حضرت موسیٰ نے کہا: جی ہاں! حضرت آدم نے کہا: تو آپ مجھے اس کام پر کیوں ملامت کر رہے ہیں؟ جس کا اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فیصلہ فرما دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا: سو حضرت آدم نے حضرت موسیٰ پر غلبہ پالیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان دونوں کی ملاقات کس جگہ ہوئی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کی روحوں کی آسمان میں ملاقات ہوئی تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن ان کی ملاقات ہو، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس کو ظاہر پر محمول کرنا جائز ہے۔ معراج کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام آسمانوں پر اور بیت المقدس میں جمع ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی، سو یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا ہو جیسے شہداء کو زندہ فرمایا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ہوا ہو۔

دنیا میں کیے ہوئے گناہوں پر تقدیر کا عذر پیش کرنا جائز نہیں ہے

یہ واقعہ میری پیدائش سے پہلے لکھا ہوا تھا: اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ بتایا کہ شجر ممنوعہ سے کھانے میں ان کا کسب اور اختیار نہیں تھا، بلکہ ان کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ یہ واقعہ ہونا ہے اور انہوں نے بھولے سے شجر ممنوعہ کھانا ہے اور اس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمانا ہے، سو جس کام سے وہ توبہ کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما چکا ہے آپ اس کام پر مجھے کیوں ملامت کر رہے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا ہم بھی اپنی کسی تقصیر پر تقدیر کا عذر پیش کر سکتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں! حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا میں اس کام پر تقدیر کا عذر پیش نہیں کیا، بلکہ اس پر بڑے لمبے عرصہ تک استغفار کرتے رہے۔ انہوں نے آخرت میں یہ عذر پیش کیا تھا، سو جب تک ہم دنیا میں ہیں ہمیں اپنی تقصیرات پر استغفار کرنا ہوگا اور توبہ کرنی ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۸۷۔۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۲۔ بَابٌ: اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾ (طٰہٰ: ۷۷ تا ۷۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ راتوں رات میرے بندوں کو لے جائیں، پھر ان کے لیے سمندر میں سے خشک راستہ نکالیں آپ کو کسی کے پکڑنے کا خوف ہوگا نہ ڈر ہوگاO پس فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا، پھر سمندر نے ان کو ڈھانپ لیا جو ڈھانپ لیاO اور فرعون نے اپنی قوم کو گم راہ کر دیا اور سیدھا راستہ نہ دکھایاO (طٰہٰ: ۷۷ تا ۷۹) کی تفسیر

یعنی آپ میرے بندوں کو رات کے وقت مصر کی سرزمین سے نکال کر لے جائیں، سمندر میں آپ کے لیے خشک راستہ ہوگا، اس میں پانی ہوگا نہ مٹی، اور آپ اپنے پیچھے فرعون کے آنے سے نہ ڈریں، پس فرعون اور اس کے لشکر کو سمندر نے ڈھانپ لیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۸۸)

۴۷۳۷۔ حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَالْيَهُوْدُ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَسَاَلَهُمْ فَقَالُوْا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ ظَهَرَ فِيْهِ مُوْسٰى عَلٰى فِرْعَوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ نَحْنُ اَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْهُمْ فَصُوْمُوْهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بشر نے حدیث بیان کی، از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو یہود عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے۔ آپ نے ان سے (اس کے سبب کا) سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے (حضرت) موسیٰ کو فرعون پر غلبہ عطا کیا تھا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ہم ان کی بہ نسبت حضرت موسیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔ سو تم اس دن کا روزہ رکھا کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۔ بَابٌ: فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ (طٰہٰ: ۱۱۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ایسا نہ ہو کہ یہ (ابلیس) آپ دونوں کو جنت سے نکلوا دے تو آپ مشقت میں پڑ جائیں گےO (طٰہٰ: ۱۱۷) کی تفسیر

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام کو سرخ بیل کی طرف اتارا گیا۔ وہ اس کے ذریعہ کھیتی باڑی کرتے تھے اور

اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے تھے۔ یہ وہ مشقت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، بہ ظاہر یوں ہونا چاہیے تھا کہ تم دونوں مشقت میں پڑ جاؤ گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مذکر کو غلبہ دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر فرمایا کیونکہ ان کی مشقت زیادہ تھی یا آیات کے وزن کی موافقت کے لیے واحد کا صیغہ فتشقی فرمایا۔ (عمدۃ القاری:۸۸)

۴۷۳۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ النَّجَّارِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ حَاجَّ مُوسَى آدَمَ فَقَالَ لَهُ أَنْتَ الَّذِي أَخْرَجْتَ النَّاسَ مِنَ الْجَنَّةِ بِذَنْبِكَ وَأَشْقَيْتَهُمْ قَالَ قَالَ آدَمُ يَا مُوسَى أَنْتَ الَّذِي اصْطَفَاكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي أَوْ قَدَّرَهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب بن النجار نے حدیث بیان کی، از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ بن عبد الرحمن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے بیان فرمایا: حضرت موسیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے مباحثہ کرتے ہوئے کہا: آپ وہ ہیں جنہوں نے اپنی (ظاہر) خطاء کی وجہ سے لوگوں کو جنت سے نکلوایا اور آپ نے ان کو نامراد کیا، آپ نے بتایا کہ حضرت آدم نے کہا: اے موسیٰ! آپ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اور اپنی ہم کلامی سے فضیلت دی، کیا آپ مجھے اس کام پر ملامت کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا کرنے سے پہلے لکھ دیا تھا یا مجھے پیدا کرنے سے پہلے مقدر فرما دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آ گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۴۰۹ میں گزر چکی ہے تاہم بعض اہم امور بیان کیے جا رہے ہیں:

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اس حدیث کی روایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت آدم نے فرمایا: کیا آپ مجھے اس کام پر ملامت کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے تقدیر میں لکھ دیا تھا کہ میں یہ کام کروں گا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر حضرت آدم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ پالیا۔ (صحیح مسلم:۲۶۵۲)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ تقدیر سے مراد یہاں پر لوح محفوظ میں لکھنا ہے، یا تورات کے صحیفوں اور تختیوں میں لکھنا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے یہ لکھ دیا تھا اور اس کے بعد کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے کتنا عرصہ پہلے تورات کو لکھا تھا، تو حضرت موسیٰ نے کہا: چالیس سال پہلے تو حضرت آدم نے کہا: آپ مجھے اس کام کرنے پر ملامت کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔
(صحیح مسلم:۲۶۵۲، الرقم المسلسل:۶۶۳۷)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ تقدیر سے مراد تورات کے صحیفوں میں لکھنا ہے اور اس سے حقیقتاً تقدیر مراد نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم اور جو کام اس نے اپنے بندوں کے لیے مقدر کیے ہیں، وہ ازلی ہیں، ان کی کوئی ابتداء نہیں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت موسیٰ کی پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھنے سے کیا مراد ہے؟ حالانکہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تقدیر کو لکھا۔ (صحیح مسلم:۲۶۵۳، سنن ترمذی:۲۱۶۳)

Marfat.com

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر مخلوق کے وجود سے پہلے تمام معلومات کو اللہ تعالیٰ کا علم قدیم محیط ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو کسی نہ کسی زمانہ میں لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے، پس ہو سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا جو معاملہ ہو اس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھ لیا ہو اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ وہ مدت ہے جس میں ان کا پتلا مٹی اور گارے میں رہا تھا، کیونکہ وہ چالیس سال تک اسی حالت میں رہے تھے۔ گویا کہ حضرت آدم نے فرمایا: یہ مجھ پر اس وقت لکھ دیا گیا تھا جتنی مدت میں میرے پتلے میں روح نہیں پھونکی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۸۹۔۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الحمد للہ رب العالمین سورۂ طٰہٰ کی تفسیر ختم ہوگئی، اب ان شاء اللہ سورۃ الانبیاء کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۲۱۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَةِ الۡاَنۡبِیَاءِ

سورۃ الانبیاء کی تفسیر

سورۃ الانبیاء کا تعارف

امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔اسی طرح مقاتل نے کہا ہے اور مقامات التنزیل میں مذکور ہے کہ اس آیت میں اختلاف ہے: اَفَلَا یَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا۔ (الانبیاء: ۴۴) کہ یہ آیت مکی ہے یا مدنی؟ کیونکہ اس کا معنی ہے کہ ہم کفار کو قتل کردیں گے یا ان کو قید کریں گے اور یہ واقعہ مدینہ میں ہوا تھا، مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: ہم وہاں کے رہنے والوں کو مارتے رہیں گے اور زمین کی پیداوار میں کمی کرتے رہیں گے، سو یہ واقعہ مکہ کا ہی ہوسکتا ہے۔

علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ یہ سورت، سورۂ ابراہیم کے بعد اور سورۃ الفتح سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سورت میں ایک سو بارہ آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۷۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنۡدَرٌ حَدَّثَنَا شُعۡبَةُ عَنۡ أَبِي إِسۡحَاقَ قَالَ سَمِعۡتُ عَبۡدَ الرَّحۡمٰنِ بۡنَ يَزِيۡدَ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ قَالَ بَنِي إِسۡرَائِيۡلَ وَالۡكَهۡفُ وَمَرۡيَمُ وَطٰهٰ وَالۡأَنۡبِيَاءُ هُنَّ مِنَ الۡعِتَاقِ الۡأُوَلِ وَهُنَّ مِنۡ تِلَادِي۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سنا از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: (سورۃ) بنی اسرائیل، الکہف، مریم، طٰہٰ اور انبیاء ان پہلے کی بہت فصیح سورتوں میں سے ہیں (جو مکہ میں نازل ہوئی تھیں) اور یہ وہ سورتیں ہیں جن کو میں نے بہت پہلے یاد کیا ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۰۸ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ جُذَاذًا قَطَّعَهُنَّ۔

اور قتادہ نے کہا: جُذٰذًا کا معنی ہے: اس کو کاٹ ڈالا یعنی ان بتوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَجَعَلَهُمۡ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيۡرًا لَّهُمۡ لَعَلَّهُمۡ اِلَيۡهِ يَرۡجِعُوۡنَ ۝ (انبیاء: ۵۸)

سو ابراہیم نے ان کے بڑے بت کے سوا سب بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں O

امام ثعلبی نے کہا ہے کہ جُذٰذًا کا معنی ہے: حضرت ابراہیم نے ان بتوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ جُذَاذًا، جَذِیۡذ کی جمع ہے اور اس کا اطلاق واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث سب پر ہوتا ہے۔

Marfat.com

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي فَلَكٍ مِثْلِ فَلْكَةِ الْمِغْزَلِ يَسْبَحُونَ يَدُورُونَ۔
حسن بصری نے کہا: فِی فَلَکٍ کی مثال چرخہ کے تکلے کی طرح ہے۔ یَسْبَحُوْنَ اس کا معنی ہے: وہ گھومتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ (انبیاء: ۳۳)
اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو پیدا کیا، ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے O

مِغْزَل کا معنی سوت کاتنے کا چرخہ ہے اور فَلْكَةٌ کا معنی ہے: تکلہ یعنی وہ لوہے کی سلاخ جس پر چرخہ گھومتا ہے۔ مجاہد نے کہا: وہ چکی کی سلاخ کی طرح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ فلک سے مراد آسمان ہے جس میں یہ سیارے ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَفَشَتْ رَعَتْ لَيْلًا۔
حضرت ابن عباس نے فرمایا: رات کے وقت چریں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ إِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۔ (انبیاء: ۷۸)
اور داؤد اور سلیمان کو یاد کیجئے جب وہ ایک کھیت کا فیصلہ کر رہے تھے، جب کچھ لوگوں کی بکریوں نے رات میں اس کھیت کو چر لیا تھا۔

حضرت ابن عباس نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے، جس کی امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے اور اہل لغت نے کہا ہے کہ نَفَشَتْ کا معنی ہے: جو جانور کسی چرواہے کے بغیر از خود رات کو چر لیں۔

يُصْحَبُونَ يُمْنَعُونَ۔
يُصْحَبُوْنَ اس کا معنی ہے: اور نہ وہ ہم سے روکے جائیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُونَ ۝ (انبیاء: ۴۳)
وہ تو خود اپنی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، اور نہ ہماری طرف سے ان کی مدد کی جائے گی O

مجاہد نے کہا: یعنی ہماری طرف سے ان کی کوئی حفاظت نہیں کی جائے گی اور قتادہ نے کہا: وہ اللہ کی طرف سے کوئی خیر حاصل نہیں کر سکیں گے۔

أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً قَالَ دِينُكُمْ دِينٌ وَاحِدٌ۔
امتکم امۃ واحدۃ اس کا معنی ہے: تمہارا دین ایک دین ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّ هٰذِهٖ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ۝ (انبیاء: ۹۲)
بے شک یہ تمہاری ملت ہے جو درحقیقت ایک ہی ملت ہے اور میں (ہی) تمہارا رب ہوں۔ سو تم میری (ہی) عبادت کرو O

امام بخاری نے اُمَّۃ کی تفسیر دین کے ساتھ کی ہے، قتادہ نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے۔ میں کہتا ہوں: تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے اصول اور عقائد واحد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا، اس کے رسولوں کا برحق ہونا، اس کی نازل کی ہوئی کتابوں کا صادق ہونا، مرنے کے بعد سب کا دوبارہ زندہ ہونا اور ہر اچھی اور بری چیز کا اللہ کی تقدیر سے وابستہ ہونا، اعمال کے اعتبار سے جزا اور سزا کا ملنا اور اللہ تعالیٰ کا گناہوں کو معاف فرما دینا اور شریعت ہر نبی کی الگ الگ ہوتی ہے، جس میں وہ اپنے زمانے کی خصوصیات کے اعتبار سے احکام وضع فرماتے ہیں۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ حَصَبُ حَطَبُ بِالْحَبَشِيَّةِ۔
عکرمہ نے کہا: حَصَبُ کا معنی حبشیہ میں ایندھن ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۞ (انبیاء:۹۸)
بے شک تم خود اور جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو (وہ سب) دوزخ کا ایندھن ہیں، تم (سب) اس میں داخل ہونے والے ہو O

عکرمہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو، اس سے مراد بت ہیں۔ اہل یمن کی لغت میں بھی حَصَب کا معنی ایندھن ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ اَحَسُّوا تَوَقَّعُوا مِنْ اَحْسَسْتُ۔
عکرمہ کے علاوہ دوسروں نے کہا: اَحَسُّوا کا معنی ہے: جب ان کو اس کی توقع ہوئی۔ یہ اَحْسَسْتُ سے ماخوذ ہے یعنی میں نے محسوس کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۞ (انبیاء:۱۲)
سو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو فوراً اس سے بھاگنے لگے O

عکرمہ کے غیر سے مراد امام ابوعبیدہ ہیں، انہوں نے کہا: جب کفار کو عذاب کا خطرہ ہوا اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ جب انہوں نے ہمارے عذاب کی علامتیں دیکھیں تو انہوں نے بستی سے نکلنے کا قصد کیا۔ امام بخاری نے کہا: اَحَسُّوا، اَحْسَسْتُ سے ماخوذ ہے یعنی احساس سے اور احساس کا معنی ہے: حواس کے ذریعہ علم جیسے آنکھ سے دیکھنا اور کان سے سننا اور ناک سے سونگھنا اور زبان سے چکھنا اور ہاتھوں سے چھونا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جب انہوں نے اپنے حواس سے ہمارے عذاب کی شدت اور گرفت کو جان لیا تو پھر ان کو اس میں کوئی شک نہ رہا۔

خَامِدِيْنَ هَامِدِيْنَ۔
خٰمِدِيْنَ کا معنی ہے: بجھے ہوئے یعنی مرے ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۞ (انبیاء:۱۵)
ان کا مسلسل یہی کہنا رہا حتیٰ کہ ہم نے ان کو کاٹی ہوئی فصل کی طرح کر دیا زندگی کی حرارت سے بجھا ہوا O

امام ابوعبیدہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ جب آگ بجھ کر ختم ہو جائے تو کہا جاتا ہے: خَمِدَتِ النَّارُ اور جب کپڑا پرانا اور بوسیدہ ہو جائے تو کہا جاتا ہے: خَمِدَتِ الثَّوبُ، جس زمین میں کوئی پیداوار نہ ہو اسے کہا جاتا ہے: ارضٌ خَامِدَۃٌ۔ کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ خامدین کا معنی ہے: مرے ہوئے۔

وَالْحَصِيْدُ مُسْتَأْصَلٌ يَقَعُ عَلَى الْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ۔
حَصِيْدٌ اس کا معنی ہے: جڑ سے اکھاڑا ہوا۔ اس کا واحد، تثنیہ اور جمع سب پر اطلاق ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۞ (انبیاء:۱۵)
ان کا مسلسل یہی کہنا رہا حتیٰ کہ ہم نے ان کو کاٹی ہوئی فصل کی طرح کر دیا زندگی کی حرارت سے بجھا ہوا O

امام بخاری نے اس کی تفسیر مُسْتَاْصَلٌ کی ہے اور یہ اِسْتِئْصَال سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا۔

Marfat.com

لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ لَا يُعْيُوْنَ وَمِنْهُ حَسِيْرٌ وَحَسَرْتُ بَعِيْرِي۔

لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ اس کا معنی ہے: وہ تھکتے نہیں ہیں، حَسِيْرٌ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔اس کا معنی ہے: تھکا ہوا اور جب تم اپنے اونٹ کو تھکا دو تو کہتے ہو: حَسَرْتُ بَعِيْرِي یعنی میں نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۞ (انبیاء:١٩)

اور جو اس کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں O

امام بخاری نے اس کی تفسیر لَا يُعْيُوْنَ کی ہے۔اس کا معنی ہے: وہ عاجز نہیں ہوتے۔اسی سے الحسیر ماخوذ ہے۔جو شخص تھک کر کھڑا ہو جائے اس کو الحسیر کہتے ہیں۔

عَمِيْقٌ بَعِيْدٌ۔

عَمِيْقٌ کا معنی ہے: بعید۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۞ (انبیاء:٢٧)

اور (اے ابراہیم!) لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کر دیجئے کہ وہ آپ کے پاس پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر آئیں گے وہ اونٹنیاں جو ہر دور دراز راستے سے پہنچیں گی O

امام بخاری نے عمیق کی تفسیر بعید کے ساتھ کی ہے، لیکن امام بخاری سورۂ انبیاء کی تفسیر کر رہے ہیں اور یہ آیت سورۂ حج میں ہے۔ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کو اس لیے ذکر کر دیا ہے کہ سورۂ انبیاء کی ایک آیت میں فِجَاجًا کا لفظ ہے اور فِجَاجًا کا لفظ بھی فَجٌّ سے ماخوذ ہے۔اس مناسبت سے اس آیت کی تفسیر کو ذکر کر دیا۔سورۃ الانبیاء کی وہ آیت درج ذیل ہے:

وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۞ (انبیاء:٢٧)

اور ہم نے زمین میں اونچے اونچے پہاڑ بنا دیئے تاکہ لوگوں کے بوجھ سے زمین ایک طرف ڈھلک نہ جائے اور ہم نے اس زمین میں کشادہ راستے بنائے تاکہ لوگ ہدایت حاصل کریں O

نُكِسُوْا رُدُّوْا۔

نُكِسُوْا کا معنی ہے: لوٹائے گئے یا پلٹائے گئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۞ (انبیاء:٦٥)

پھر انہوں نے اپنے سر جھکا لیے (اور شرمندگی سے) کہا: تم کو معلوم ہے یہ بول نہیں سکتے O

امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے: وہ لوٹائے گئے اور امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے: وہ پلٹائے گئے اور امام ثعلبی نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: انہوں نے حیران ہو کر اپنے سروں کو جھکا لیا، اور انہوں نے جان لیا کہ یہ بت نہ بول سکتے ہیں اور نہ کسی چیز کو پکڑ سکتے ہیں۔نَكَسْتُهٗ اس وقت کہتے ہیں جب تم کسی چیز کو پلٹ کر اوندھا کر دو اور اس کے نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر کا حصہ نیچے کر دو۔

صَنْعَةَ لَبُوْسٍ اَلدُّرُوْعُ۔

صَنْعَةَ لَبُوْسٍ کا معنی ہے: زرہوں کو بنانے کی صنعت یا کاری گری۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ۔ اور ہم نے داؤد کو تمہارے لیے خاص لباس (زرہ) بنانا سکھایا (انبیاء:۸۰) تا کہ وہ تم کو جنگوں میں محفوظ رکھے۔

امام بخاری نے صَنْعَةَ لَبُوْسٍ کی تفسیر زرہوں کے ساتھ کی ہے اور امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ لَبُوْسٍ کا معنی ہر قسم کے ہتھیار ہیں خواہ زرہ ہو یا نیزہ۔ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جس نے سب سے پہلے زرہ بنی اور اس کے حلقہ بنائے، وہ حضرت داؤد علیہ السلام تھے۔ علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک لَبُوْسٍ کا معنی ہر قسم کے ہتھیار ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی مراد اس جگہ زرہ ہے۔

تَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ اخْتَلَفُوا۔ تَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ کا معنی ہے: انہوں نے اختلاف کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۚ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ۝ (انبیاء:۹۳) اور انہوں نے اپنے دین میں (مختلف) فرقے بنا لیے، وہ سب ہماری ہی طرف لوٹ کر آنے والے ہیں O

امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے۔ کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ انہوں نے دین میں اختلاف کیا اور ان کے کئی فرقے اور جماعتیں ہو گئیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ سب ہماری طرف لوٹ کر آنے والے ہیں، پس اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ یہود، نصاریٰ، مجوس اور مشرکین ہو گئے۔

الْحَسِيْسُ وَالْحِسُّ وَالْجَرْسُ وَالْهَمْسُ وَاحِدٌ وَهُوَ مِنَ الصَّوْتِ الْخَفِيِّ۔ اَلْحَسِيْسُ وَالْحِسُّ وَالْجَرْسُ وَالْهَمْسُ، ان سب کا ایک معنی ہے: اور وہ ہے پست آواز۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ (انبیاء:۱۰۲) وہ دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور انہوں نے جن لذتوں کو چاہا تھا ان میں ہمیشہ رہیں گے O

امام بخاری نے اَلْحَسِيْسُ کی تفسیر کی ہے: پست آواز، اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ جب اہل جنت، جنت میں داخل ہوں گے تو وہ اہل دوزخ کی آہٹ تک نہیں سنیں گے۔

آذَنَّاكَ أَعْلَمْنَاكَ آذَنْتُكُمْ إِذَا أَعْلَمْتَهُ فَأَنْتَ وَهُوَ عَلٰى سَوَاءٍ لَمْ تَغْدِرْ۔ آذَنَّاكَ کا معنی ہے: ہم نے تم کو خبر دے دی، جب تم کسی کو کوئی چیز بتاؤ تو تم کہتے ہو: آذَنْتُكُمْ پس وہ اور تم عہد شکنی نہ کرنے میں برابر ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۝ (حم السجدہ:۴۷) اور جس دن اللہ انہیں ندا فرمائے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں، وہ کہیں گے: (اے رب!) ہم تیری بارگاہ میں عرض کر چکے ہیں کہ ہم میں سے کوئی گواہی دینے والا نہیں (کہ وہ تیرے شریک ہیں) O

امام بخاری نے اٰذَنّٰكَ کی تفسیر کی ہے کہ ہم نے تم کو خبر دے دی تھی لیکن یہ آیت سورۃ الانبیاء میں نہیں ہے، بلکہ یہ سورۂ حم السجدہ کی آیت ہے۔ امام بخاری نے اس آیت کو اس مناسبت سے ذکر کیا ہے کہ سورۂ انبیاء میں اٰذَنْتُكُمْ کا لفظ ہے اور وہ اس آیت میں ہے

Marfat.com

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰی سَوَآءٍ۔ (انبیاء:۱۰۹) پھر اگر یہ پیٹھ پھیر لیں تو آپ کہیے: میں واضح طور پر تم کو خبردار کر چکا ہوں۔

عَلٰی سَوَآءٍ کا معنی ہے: جن کو خبر دی ہے، وہ سب اس خبر میں برابر ہیں، نہ کسی سے عہد شکنی کی ہے نہ کسی کو دھوکا دیا ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ تُفْهَمُونَ۔ مجاہد نے کہا: لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُوْنَ اس کا معنی ہے: شاید کہ تم سمجھو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰی مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْــَٔلُوْنَ ۝ (انبیاء:۱۳) (ان سے کہا گیا:) اب بھاگو مت، اور اسی جگہ لوٹو جہاں تمہیں آسودگی دی گئی تھی اور اپنی رہائش گاہوں میں تا کہ تم سے پوچھ گچھ کی جائے O

ابن ابی نجیح نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

ارْتَضٰی رَضِیَ۔ ارْتَضٰی کا معنی ہے: راضی ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝ (انبیاء:۲۸) وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت سے وہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے لرزہ براندام ہیں O

امام بخاری نے ارتضٰی کی تفسیر راضی ہونے کے ساتھ کی ہے اور حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے راضی ہوتا ہے۔

التَّمَاثِيْلُ الْأَصْنَامُ۔ التَّمَاثِيْلُ کا معنی ہے: اصنام یعنی بت اور مورتیاں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝ (انبیاء:۵۲) جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا: یہ کیسی مورتیاں (بت) ہیں جن (کی پرستش) پر تم جمے ہوئے ہو O

اَلتَّمَاثِیْل، تِمْثَال کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: مجسم صورت جیسے بت ہوتے ہیں۔

السِّجِلُّ الصَّحِيفَةُ۔ اَلسِّجِلُّ کا معنی ہے: صحیفہ یعنی وہ کاغذات جن پر کوئی چیز لکھی ہوئی ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ۔ (انبیاء:۱۰۴) جس دن ہم آسمانوں کو وثیقہ کے کاغذوں کی طرح لپیٹ لیں گے۔

امام بخاری نے اَلسِّجِل کی تفسیر صحیفہ کے ساتھ کی ہے، یعنی وہ کاغذات جن پر کچھ لکھا ہوا ہو، جیسے وثیقہ ہوتا ہے، یعنی ہم آسمانوں کو کاغذات کی طرح لپیٹ دیں گے۔

۱۔ بَابٌ: كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ (الانبیاء:۱۰۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: جس طرح ہم نے ابتداءً پیدا کیا تھا، ہم اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے،

Marfat.com

جس کو ہم ضرور پورا کرنے والے ہیں O

(الانبیاء: ۱۰۴) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی جس طرح ہم نے لوگوں کو ان کی ماؤں کے پیٹوں میں ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مختون پیدا کیا تھا، اسی طرح ہم ان کو قیامت کے دن دوبارہ پیدا کریں گے، دوسرا قول یہ ہے کہ جس طرح ہم نے ان کو پانی سے پیدا کیا تھا، اسی طرح ہم ان کو مٹی سے پیدا کریں گے۔ ان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا ہمارا وعدہ ہے، ہم اس وعدہ کو ضرور پورا کریں گے۔

۴۷۴۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ شَيْخٌ مِنَ النَّخَعِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ثُمَّ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ أَلَا إِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي فَيُقَالُ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ إِلَى قَوْلِهِ شَهِيدٌ ۝﴾ (المائدہ: ۱۱۷) فَيُقَالُ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از المغیرہ بن النعمان جو النخع کے شیخ ہیں، از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا: (تم قیامت کے دن) اللہ کی طرف جمع کیے جاؤ گے اس حال میں کہ تم ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مختون ہو گے، جس طرح ہم نے تم کو پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح تم کو دوبارہ پیدا کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے جس کو ہم ضرور پورا کرنے والے ہیں، پھر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے، مگر میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا ان کو بائیں جانب کھڑا کیا جائے گا، میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، پس کہا جائے گا: آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئے کام کیے ہیں، پس میں اسی طرح کہوں گا جس طرح اللہ کے نیک بندہ نے کہا تھا: میں ان پر اس وقت تک گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا۔ یہ آیت شہید تک ہے۔ (المائدہ: ۱۱۷) پس بتایا جائے گا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب سے آپ ان سے جدا ہوئے، یہ ہمیشہ مرتدین رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

النخع کا معنی اور اس کی وجہ تسمیہ، غرلاً کا معنی اور مرتدین کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

النخع: یہ مذحج کا بڑا قبیلہ ہے اور النخع کا نام جسر بن عمرو ہے۔ نخع کا معنی دور ہونا ہے، ان کو النخع اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی قوم سے دور ہو گئے تھے اور اسلام قبول کر کے کوفہ میں رہائش اختیار کی تھی۔

Marfat.com

غرلا: یہ اغرل کی جمع ہے۔ یہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کا ختنہ نہ کیا گیا ہو۔ ان کو بائیں جانب کھڑا کیا جائے گا: یعنی دوزخ کی جانب۔

مرتدین: اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے، بلکہ یہ لوگ بعض حقوق واجبہ ادا نہیں کرتے تھے اور الحمدللہ صحابہ میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا، البتہ بعض اعرابی جو قتل کے خوف سے یا مال کے لالچ میں اسلام میں داخل ہوئے تھے، وہ مرتد ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الحمدللہ یہاں پر سورۃ الانبیاء کی تفسیر مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ الحج کی تفسیر شروع ہو گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۲۲۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَةِ الْحَجِّ

سورۃ الحج کی تفسیر

سورۃ الحج کا تعارف

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ سورۃ الحج مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور مقاتل نے کہا: اس سورت کا بعض حصہ مکہ میں نازل ہوا ہے اور قتادہ نے کہا کہ یہ سورت مکی ہے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ چار آیات کے سوا یہ سورت مدنی ہے اور ہبۃ بن سلامہ نے کہا: یہ قرآن مجید کی سب سے عجیب سورتوں میں سے ہے، کیونکہ اس میں مکی آیات بھی ہیں اور مدنی آیات بھی، سفری آیات بھی ہیں اور حضری آیات بھی، زمانہ جنگ کی آیات بھی ہیں اور زمانہ صلح کی بھی، رات میں نازل ہونے والی آیات بھی ہیں اور دن میں نازل ہونے والی آیات بھی اور اس میں ناسخ آیات بھی ہیں اور منسوخ آیات بھی ہیں اور اس میں اَلْمُخْبِتِیْنَ (۷۸) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ الْمُخْبِتِيْنَ الْمُطْمَئِنِّيْنَ۔

اور ابن عیینہ نے کہا: اَلْمُخْبِتِیْنَ کا معنی ہے: اَلْمُطْمَئِنِّیْنَ یعنی اللہ کے احکام پر خوشی اور اطمینان سے عمل کرنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ۝ (الحج: ۳۴)

پس تمہاری عبادت کا مستحق واحد ہے اسی کی اطاعت کرو اور عاجزی کرنے والوں کو بشارت دیجئے ۝

یعنی سفیان بن عیینہ نے اس آیت کی تفسیر میں از ابن جریج از مجاہد یہ روایت کی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: جو اطمینان سے اللہ کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں۔ دوسرا قول ہے: جو عاجزی کرتے ہیں، تیسرا قول ہے: جو اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِىْ إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِىْ أُمْنِيَّتِهِ إِذَا حَدَّثَ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِىْ حَدِيْثِهِ فَيُبْطِلُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطَانُ وَيُحْكِمُ آيَاتِهِ۔

اور حضرت ابن عباس نے درج ذیل آیت: اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ (الحج: ۵۲) یعنی جب نبی کوئی بات کرتا ہے تو شیطان اس کی بات میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیتا ہے۔ کی تفسیر میں کہا: پس اللہ تعالیٰ شیطان کی ملائی ہوئی باتوں کو باطل کر دیتا ہے اور اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کہتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی

اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجا، تو جب بھی اس نے (اپنی امت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے

الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الحج:۵۲) (لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال کر) اس کی تمنا (پوری ہونے) میں رخنہ ڈال دیا، سو اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے (شبہات) کو زائل کر دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے ○

امام ابوالحسن بن علی الطبری نے اس آیت کی تفسیر میں یہ ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ترتیل سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو شیطان آپ کی گھات لگا کر بیٹھ جاتا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی آیت کے بعد سکوت کرتے تو وہ سکوت کے اس وقفہ میں آپ کی آواز بنا کر اپنی طرف سے کچھ ملا دیتا، جس سے سننے والا یہ سمجھتا کہ یہ آپ نے فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سورۂ والنجم پڑھی اور جب آپ اس آیت پر پہنچے:

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ (النجم:۲۰-۱۹) تو کیا تم نے لات اور عزیٰ (دیویوں) کو بہ غور دیکھا ○ اور اس تیسری ایک اور (دیوی) منات کو ○

تب شیطان نے آپ کے سکوت کے وقفہ میں آپ کی آواز کے مشابہ آواز میں اپنی طرف سے یہ کلمات ملا دیئے:

تلک الغرانیق العلی، وان شفاعتھن لترتجی۔ یہ اونچی اڑان والے پرندے، ان کی شفاعت کے مقبول ہونے کی امید کی جاتی ہے۔

تب مشرکین نے کہا: آج سے پہلے انہوں نے کبھی ہمارے معبودوں کا خیر کے ساتھ ذکر نہیں کیا، پس جب آپ نے سجدہ کیا تو مشرکین نے بھی سجدہ کر لیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی، یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا کہ طبری نے اس مسئلہ میں بہت زیادہ روایات ذکر کی ہیں، جو سب باطل ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث کی اصل صحت میں سے کسی نے روایت نہیں کی اور نہ کسی ثقہ راوی نے اس کی روایت کی ہے۔ اس کی کوئی سند متصل نہیں ہے اور اس کے ناقلین ضعیف ہیں اور یہ روایات مضطرب ہیں، ان کی اسانید منقطع ہیں، اسی طرح تابعین اور مفسرین میں سے جس نے اس قصہ کو بیان کیا ہے، ان میں سے کسی نے اس کی ثقہ راوی کی طرف نسبت نہیں کی اور اس حدیث کے اکثر طرق ضعیف ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۹۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی اور قاضی عیاض نے یہ جو کچھ کہا ہے، یہ قواعد کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی حدیث کے طرق متعدد اور مختلف ہوں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۰۷)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی اور قاضی عیاض نے جو کہا ہے وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اور مقام کے لائق ہے، کیونکہ دلائل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا ثابت ہے اور اس پر اجماع بھی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کی تعریف میں کچھ کہنے سے معصوم ہیں اور آپ اس سے بری ہیں کہ آپ کے دل یا آپ کی زبان پر ایسی کوئی بات جاری ہو، ایسی کوئی بات آپ کی زبان پر عمداً جاری ہو سکتی ہے نہ سہواً اور نہ شیطان کو یہ طاقت ہے کہ وہ آپ سے کوئی بات کہلوا سکے۔ عقل اور عرف کے نزدیک یہ محال ہے، اگر ایسا ہوتا تو کئی مسلمان مرتد ہو جاتے اور یہ منقول نہیں ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن العربی نے الحج:۵۲ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے رسولوں میں سنت جاریہ یہ ہے کہ جب رسول کوئی بات کہتے ہیں تو شیطان اس میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیتا ہے۔اس قول میں یہ تصریح ہے کہ شیطان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ کیا تھا، نہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات از خود فرمائے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ہم نے اس مسئلہ کی پوری تحقیق اپنی تفسیر میں سورۃ الحج:۵۲ کے تحت کی ہے۔دیکھیے: تبیان القرآن ج ۷ ص ۷۷۷-۷۸۵

وَيُقَالُ أُمْنِيَّتُهُ قِرَاءَتُهُ إِلَّا أَمَانِيَّ يَقْرَؤُنَ وَلَا يَكْتُبُونَ۔ اور کہا جاتا ہے: أُمْنِيَّتُهُ اس کا معنی ہے: اس کا پڑھنا إِلَّا أَمَانِيَّ یعنی وہ پڑھتے ہیں اور لکھتے نہیں ہیں۔

یہ فراء کا قول ہے، اس نے إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى کا معنی بیان کیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ إِلَّا أَمَانِيَّ۔ (البقرہ:۷۸) اور ان میں بعض ان پڑھ ہیں جو زبان سے لفظوں کو پڑھ لینے کے سوا (اللہ کی) کتاب (کے معانی) کا کچھ علم نہیں رکھتے O

امام بخاری نے اس آیت کو یہ ثابت کرنے کے لیے پیش کیا ہے کہ تَمَنّٰى کا معنی ہے: اس نے پڑھا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَشِيدٌ بِالْقَصَّةِ جِصٌّ۔ اور مجاہد نے کہا: مَشِيدٌ کا معنی ہے: اس کو چونے سے مضبوط کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيدٍ (الحج:۴۵) اور بہت سے غیر آباد کنویں اور بہت سے مضبوط محل O

ضحاک بیان کرتے ہیں یہ کنواں حضر موت کے شہر میں تھا جس کو حاضورا کہا جاتا تھا، کیونکہ چار ہزار مرد جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، جب وہ عذاب سے نجات پا گئے تو وہ حضر موت میں آئے اور ان کے ساتھ حضرت صالح علیہ السلام بھی تھے، پس جب وہ اس شہر میں حاضر ہوئے تو حضرت صالح علیہ السلام کو موت آ گئی، اس وجہ سے اس شہر کا نام حضر موت پڑ گیا۔کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام کو جب موت آئی تو ان لوگوں نے حاضورا کو بنایا اور اس کنویں پر بیٹھ گئے اور ایک مرد کو وہاں امیر بنا دیا جس کا نام جلبس تھا اور سخاریب بن سوادہ کو اس کا وزیر بنا دیا، پھر وہ وہاں پر بڑے عرصہ تک رہے اور ان کی نسل چلتی رہی حتیٰ کہ وہ بہت زیادہ ہو گئے، پھر انہوں نے جبوں کی عبادت کی اور اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک نبی کو بھیجا جن کا نام حنظلہ بن صفوان تھا، وہ اونٹ چراتے تھے۔ان لوگوں نے ان کو بازار میں قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور وہ کنواں ویران ہو گیا اور ان کے محل کھنڈر بن گئے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ يَسْطُونَ يَفْرُطُونَ مِنَ السَّطْوَةِ وَيُقَالُ يَسْطُونَ يَبْطِشُونَ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ أُلْهِمُوا وَهُدُوا إِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيدِ الْإِسْلَامِ۔ اور مجاہد کے غیر نے کہا: يَسْطُونَ کا معنی ہے: وہ زیادتی کرتے ہیں۔یہ لفظ سَطْوَت سے ماخوذ ہے، کہا جاتا ہے: يَسْطُونَ یعنی وہ پکڑتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَكَادُونَ يَسْطُونَ۔ (الحج:۷۲) لگتا ہے کہ وہ ہماری آیتیں تلاوت کرنے والوں پر حملہ کر بیٹھیں گے

امام بخاری نے کہا ہے کہ یَسْطُوْنَ کا معنی ہے: وہ زیادتی کرتے ہیں، امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یَسْطُوْنَ کا معنی ہے: جب وہ کسی کو پکڑتے ہیں یعنی کفار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرف غیض و غضب میں آکر ہاتھ بڑھاتے تھے تا کہ ان کو ایذاء پہنچائیں۔

اور ان کو نیک بات کی طرف ہدایت دی گئی، یعنی ان کو قرآن کی طرف الہام کیا گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ هُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَ هُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ۝ (الحج:۲۴)

اور ان کو پاکیزہ باتوں کی طرف ہدایت کی جائے گی اور حمد کیے گئے والوں کے راستہ کی طرف ان کو ہدایت کی جائے گی ۝

ان کو صراط حمید کی طرف ہدایت دی گئی: اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو اسلام کی طرف ہدایت دی گئی اور انہیں نیک بات کی طرف ہدایت دی گئی۔ حضرت ابن عباس نے کہا: اس سے مراد ہے: لا الٰہ الا اللہ والحمد للہ واللہ اکبر۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِسَبَبٍ بِحَبْلٍ اِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ ثَانِيَ عِطْفِهٖ مُسْتَكْبِرٌ۔

اور حضرت ابن عباس نے کہا: بِسَبَبٍ سے مراد ہے: وہ رسی جو چھت کی طرف لٹکی ہوئی ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ۝ (الحج:۱۵)

جو یہ گمان کرتا تھا کہ اللہ اپنے رسول کی دنیا اور آخرت میں ہرگز مدد نہیں کرے گا تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنی اونچی جگہ پر رسی باندھ کر (اپنے گلے میں ڈال لے)، پھر اس رسی کو کاٹ لے پھر یہ دیکھے کہ آیا اس کی یہ تدبیر اس کے غضب اور غصہ کو دور کر دیتی ہے (یا نہیں) ۝

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جس شخص کا یہ گمان ہو کہ اللہ تعالیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہیں کرے گا، وہ اپنے گھر کی چھت میں رسی لٹکا کر اپنا گلا گھونٹ لے۔

تَذْهَلُ تُشْغَلُ۔

تَذْهَلُ کا معنی ہے: وہ غافل ہو جائے گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝ (الحج:۲)

جس دن تم اس کو دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے (بچے) کو فراموش کر دے گی جس کو دودھ پلایا تھا اور ہر حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے ۝

۱۔ بَابٌ: وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى۔ (الحج:۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے۔ (الحج:۲) کی تفسیر

۴۷۴۱۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث

Marfat.com

الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا آدَمُ يَقُولُ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ فَيُنَادَى بِصَوْتٍ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ قَالَ يَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ أُرَاهُ قَالَ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا وَيَشِيبُ الْوَلِيدُ وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيدٌ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى تَغَيَّرَتْ وُجُوهُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ ثُمَّ أَنْتُمْ فِي النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا۔

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا، اے آدم! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! میں حاضر ہوں اور تیری اطاعت کے لیے کمربستہ ہوں، پھر اللہ عزوجل ایک آواز سے ندا فرمائے گا: بے شک اللہ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم اپنی اولاد میں سے نکالو ایک گروہ کو دوزخ کی طرف، حضرت آدم کہیں گے: اے میرے رب! دوزخ کا گروہ کتنا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہر ہزار میں سے (میرا گمان ہے) نو سو ننانوے، پس اس وقت حاملہ عورت اپنے حمل کو گرا دے گی اور بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے (الحج:۲) پس لوگوں پر یہ حدیث بہت سخت گزری حتیٰ کہ ان کے چہرے متغیر ہو گئے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نو سو ننانوے یاجوج ماجوج میں سے ہوں گے اور تم میں سے ایک ہوگا اور تم لوگوں میں ایسے ہو گے جیسے سفید بیل کے پہلو میں ایک کالا بال ہو یا کالے بیل کے پہلو میں ایک سفید بال ہو اور مجھے توقع ہے کہ تم اہل جنت میں سے چوتھائی ہو گے، پس ہم نے کہا: اللہ اکبر، پھر فرمایا: پھر اہل جنت میں سے ایک تہائی ہو گے، پس ہم نے کہا: اللہ اکبر، پھر فرمایا: تم اہل جنت کا نصف ہو گے، پس ہم نے کہا: اللہ اکبر۔

قَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ تَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَقَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَقَالَ جَرِيرٌ وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ سَكْرَى وَمَا هُمْ بِسَكْرَى۔

ابو اسامہ نے اعمش سے روایت کرتے ہوئے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اور تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے (الحج:۲) ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے اور جریر، عیسیٰ بن یونس اور ابو معاویہ نے اس آیت کو یوں پڑھا سَكْرَى وَمَا هُمْ بِسَكْرَى۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۳۳۴۸ میں گزر چکی ہے۔

جریر اور عیسیٰ کے اختلاف کی وضاحت

سُکَارٰی کا لفظ جمع ہے اور سَکْرٰی کا لفظ واحد ہے۔ ان حضرات تابعین نے اس آیت میں لفظ واحد کو ذکر کیا، لیکن صحیح لفظ وہ ہے جو ہماری متواتر قراءت میں ہے۔

Marfat.com

۲۔ بَابٌ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ (الحج:۱۱۔۱۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور کوئی شخص ایک کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے، پس اگر اس کو کوئی بھلائی مل جائے تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اس پر کوئی آزمائش کی جائے تو وہ منہ کے بل پلٹ جاتا ہے، اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان سمیٹا (یہ یہاں تک ہے) یہی دور کی گمراہی ہے ○ (الحج:۱۲۔۱۱) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

علامہ الواحدی نے کہا ہے کہ حضرت ابوسعید نے بیان کیا کہ یہود میں سے ایک شخص اسلام لایا، پھر اس کی بینائی چلی گئی، پھر اس کا مال ضائع ہو گیا تو اس نے اسلام کے ساتھ بدشگونی لی اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ مجھ سے میرا اسلام واپس لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا: اسلام واپس نہیں لیا جاتا اور اسلام لوگوں کو اس طرح پگھلاتا ہے جس طرح آگ لوہے کو پگھلا کر اس کا زنگ دور کر دیتی ہے۔

اس آیت میں عَلٰى حَرْفٍ کا لفظ ہے۔ حرف کا معنی ہے: طرف اور جانب اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد ہے: شک یعنی وہ اللہ کی عبادت شک سے کرتا تھا۔ حسن بصری نے کہا: وہ منافق تھا، وہ زبان سے اللہ کی عبادت کرتا تھا دل سے اللہ کی عبادت نہیں کرتا تھا۔ اس آیت میں خَيْرٌ کا لفظ ہے، یعنی اس کو بھلائی مل جائے۔ اس سے مراد ہے: اس کا جسم تندرست ہو اور اس کا کاروبار وسیع ہو۔

اس آیت میں مذکور ہے: اطْمَاَنَّ بِهٖ: اس سے مراد یہ ہے کہ پھر وہ اسلام پر راضی رہتا ہے اور اس پر قائم رہتا ہے۔

اور اس آیت میں مذکور ہے: وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ: اس سے مراد ہے کہ اس کے جسم میں کوئی بیماری ہو جائے اور اس کو کاروبار میں نقصان پہنچے۔

اس میں مذکور ہے: انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ: یعنی وہ مرتد ہو کر اپنے سابقہ کفر کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ: یعنی وہ ہم سے بہت دور ہو جاتا ہے۔

اَتْرَفْنَاهُمْ وَسَّعْنَاهُمْ۔ اَتْرَفْنٰهُمْ کا معنی ہے: ہم نے ان کی زندگی کشادہ کر دی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ (المومنون:۳۳)

اور رسول کی قوم کے وہ کافر سردار بولے جنہوں نے آخرت کی ملاقات کی تکذیب کی تھی اور جن کو ہم نے دنیا کی زندگی میں فراوانی عطا فرمائی تھی۔

یہ آیت سورۂ حج میں نہیں ہے، بلکہ سورۃ المومنون میں ہے۔ صحیح بخاری کو نقل کرنے والوں نے اس کو یہاں پر تسامح سے لکھ دیا ہے۔

۴۷۴۲۔ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی بکیر نے حدیث

Marfat.com

سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ عَلَى حَرْفٍ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْمَدِينَةَ فَإِنْ وَلَدَتْ امْرَأَتُهُ غُلَامًا وَنُتِجَتْ خَيْلُهُ قَالَ هٰذَا دِينٌ صَالِحٌ وَإِنْ لَمْ تَلِدْ امْرَأَتُهُ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهُ قَالَ هٰذَا دِينُ سُوْءٍ

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی حصین از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا: اور کوئی شخص ایک کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ (الحج:۱۱) انہوں نے بتایا: ایک شخص مدینہ آتا، پس اگر اس کی بیوی کے لڑکا پیدا ہوتا اور اس کی گھوڑیاں بچے دیتیں تو وہ کہتا: یہ اچھا دین ہے اور اگر اس کی بیوی کے بچہ نہ ہوتا اور اس کی گھوڑیاں بچے نہ دیتیں تو وہ کہتا کہ یہ خراب دین ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر ان لوگوں کے ہاں اچھی پیداوار نہ ہوتی اور بری اولاد پیدا ہوتی تو وہ کہتے کہ ہمارے لیے اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے اور العوفی کی روایت میں ہے: اگر کوئی شخص مدینہ میں بیمار ہو جاتا اور اس کی بیوی کے لڑکی پیدا ہوتی اور اس کو صدقہ دیر سے ملتا تو اس کے پاس شیطان آ کر کہتا کہ اللہ کی قسم! تم نے اس دین میں صرف مصیبت ہی پائی ہے اور حسن بصری کی روایت ہے کہ اگر اس کے جسم میں بیماری ہوتی اور اس کو صدقہ نہ ملتا اور اس کو مال کی ضرورت ہوتی تو وہ کہتا: اللہ کی قسم! یہ دین اچھا نہیں ہے میں ہمیشہ اپنے جسم میں اور اپنے مال میں نقصان پا رہا ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابٌ: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ۔ (الحج:۱۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق جھگڑا کیا۔ (الحج:۱۹) کی تفسیر

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اَلْخَصْمَان: خصم کا تثنیہ ہے، اور خصم کا معنی ہے: فریق اور مقابل۔

۴۷۴۳۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ يُقْسِمُ قَسَمًا إِنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ نَزَلَتْ فِي حَمْزَةَ وَصَاحِبَيْهِ وَعُتْبَةَ وَصَاحِبَيْهِ يَوْمَ بَرَزُوا فِي يَوْمِ بَدْرٍ رَوَاهُ سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ وَقَالَ عُثْمَانُ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ قَوْلَهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو ہاشم نے خبر دی، از ابی مجلز از قیس بن عباد از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ آیت: یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق جھگڑا کیا۔ (الحج:۱۹) حضرت حمزہ اور ان کے دو صاحبوں کے متعلق نازل ہوئی ہے اور عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جب انہوں نے غزوۂ بدر میں ایک دوسرے کو للکارا۔ اس حدیث کی سفیان نے از ابی ہاشم روایت کی ہے اور عثمان نے کہا: از جریر از منصور از ابی ہاشم از ابی مجلز: یہ ان کا قول ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر کا نام جندب بن جنادہ ہے اور حضرت حمزہ کے دو صاحبوں کا نام حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن الحارث ہے

Marfat.com

عبدالمطلب ہے اور عتبہ کے دو ساتھیوں کا نام شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ ہے اور عتبہ کا پورا نام عتبہ بن ربیعہ ہے۔

۴۷۴۴۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمَنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَيْسٌ وَفِيهِمْ نَزَلَتْ ﴿هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ﴾ (الحج:۱۹) قَالَ هُمُ الَّذِينَ بَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ عَلِيٌّ وَحَمْزَةُ وَعُبَيْدَةُ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں ابومجلز نے حدیث بیان کی از قیس بن عباد از حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں پہلا شخص ہوں جو قیامت کے دن جھگڑے (کے فیصلہ) کے لیے رحمٰن کے سامنے دوزانو بیٹھوں گا۔ قیس نے کہا: انہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق جھگڑا کیا۔ (الحج:۱۹) قیس نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے غزوۂ بدر کے دن کفار کو للکارا تھا: حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم (اور جن کفار کو للکارا تھا ان کے نام یہ ہیں:) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۹۶۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام طبری نے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ روایت کی ہے کہ یہ آیت اہل کتاب اور مسلمین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور حسن بصری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت کفار اور مومنین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور مجاہد سے روایت کی ہے کہ مومن اور کافر نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق جھگڑا کیا تھا، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی آیت متعدد اسباب میں سے کسی ایک سبب کے متعلق نازل ہو تو وہ اس کے خلاف نہیں کہ وہ آیت ان تمام اسباب کے لیے عام ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۰۱ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۃ الحج کی تفسیر یہاں پر ختم ہوگئی، اب ان شاء اللہ سورۃ المومنون کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۲۳۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَةِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ

سورۃ المومنون کی تفسیر

سورۃ المومنون کا تعارف

یہ سورۃ المومنون کی بعض آیات کی تفسیر ہے۔ ابوالعباس نے کہا ہے کہ پوری سورۃ المومنون مکی ہے اور اس میں ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

قَالَ ابۡنُ عُیَیۡنَةَ سَبۡعَ طَرَآئِقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ۔ ابن عیینہ نے کہا: سَبۡعَ طَرَآئِقَ سے مراد سات آسمان ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعَ طَرَآئِقَ۔ (المومنون: ۱۷) اور بے شک ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے۔

امام ثعلبی نے کہا: سات آسمانوں کو سبع طرائق یعنی "سات راستے" فرمایا، کیونکہ آسمان ایک دوسرے کے اوپر ہیں، پس ان میں سے ہر آسمان ایک راستہ ہے اور جو چیز ایک دوسرے کے اوپر ہو، اس کو عرب راستہ کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آسمان فرشتوں کے راستے ہیں۔

لَهَا سَابِقُوۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمُ السَّعَادَةُ۔ لَهَا سٰبِقُوۡنَ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے لیے ازل سے سعادت اور نیک بختی لکھ دی گئی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ وَهُمۡ لَهَا سٰبِقُوۡنَ ۝ (المومنون: ۶۱) وہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیکیوں میں سب سے بڑھنے والے ہیں ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: چونکہ ان کے لیے پہلے سے سعادت اور نیک بختی مقدر ہو چکی ہے، اس لیے وہ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں۔

قُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ خَائِفِیۡنَ۔ قُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ اس کا معنی ہے: ان کے دل خوف زدہ ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّ قُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ اَنَّهُمۡ اِلٰی رَبِّهِمۡ رٰجِعُوۡنَ ۝ (المومنون: ۶۱) اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں (اس یقین کے ساتھ) کہ وہ اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں ۝

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ لوگ اس خوف سے عمل کرتے ہیں کہ شاید ان کے عمل مقبول نہ ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! المومنون: ۶۰ میں جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کیا یہ اس شخص کے متعلق ہے جو زنا کرتا ہے اور چوری کرتا ہے اس کے باوجود اللہ سے ڈرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ اس شخص کے متعلق ہے جو روزہ رکھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے۔ اس حدیث کی امام ترمذی، امام احمد اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ بَعِيدٌ بَعِيدٌ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ کا معنی ہے: بعید ہے بعید ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ۝ (المومنون: ۳۶) جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، (اس کا پورا ہونا) بہت دور ہے بہت دور ہے ۝

امام طبری نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ۔ فاسأل العادین یہ فرشتوں کا قول ہے: یعنی آپ گننے والوں سے پوچھیے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّينَ ۝ (المومنون: ۱۱۳) وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تھے آپ گننے والوں سے پوچھ لیجئے ۝

امام ثعلبی نے کہا ہے کہ یہ عام فرشتوں کا قول ہے یا کراماً کاتبین کا قول ہے یا حساب رکھنے والے فرشتوں کا قول ہے۔ امام عبدالرزاق نے معمر اور قتادہ سے روایت کی ہے کہ یہ حساب رکھنے والے فرشتوں کا قول ہے۔

قَالَ الْمَلَائِكَةُ تَنْكِصُونَ تَسْتَأْخِرُونَ۔ فرشتوں نے کہا: تَنْكِصُونَ یعنی تم پیچھے ہٹ رہے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَدْ كَانَتْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُونَ ۝ (المومنون: ۶۶) بے شک اس سے پہلے میری آیتیں تم پر تلاوت کی جاتی تھیں تو تم ایڑیوں کے بل پلٹ کر بھاگ جاتے تھے ۝

امام طبری نے مجاہد سے اس آیت کی یہی تفسیر نقل کی ہے۔

لَنَاكِبُونَ لَعَادِلُونَ۔ لَنٰكِبُوْنَ کا معنی ہے: منحرف ہونے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُونَ ۝ (المومنون: ۷۴) اور بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ ضرور صراط مستقیم سے منحرف ہونے والے ہیں ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: جب کوئی شخص کسی کام سے اعراض کرے اور انحراف کرے، تو کہا جاتا ہے: نَكَبَ۔

كَالِحُونَ عَابِسُونَ۔ كٰلِحُوْنَ کا معنی ہے: بری حالت والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ (المومنون:۱۰۴) آگ ان کے چہروں کو جھلستی رہے گی اور وہ اس میں بری حالت میں ہوں گے O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ دونوں ہونٹ ایک دوسرے سے دور ہو جائیں حتیٰ کہ دانت ظاہر ہو جائیں اور حضرت ابو سعید خدری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس کو آگ جلائے گی تو اس کا اوپر والا ہونٹ اوپر چڑھ کر دماغ کے وسط میں پہنچ جائے گا اور نیچے والا ہونٹ لٹک کر ناف تک پہنچ جائے گا۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ مِنْ سُلَالَةٍ الْوَلَدُ وَالنُّطْفَةُ السُّلَالَةُ۔ مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا: مِنْ سُلَالَةٍ کا معنی ہے: ولد یعنی بچہ اور نطفہ ہے، ولد اور نطفہ کو سُلَالَة کہتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ (المومنون:۱۲) اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا O

علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ قتادہ اور مجاہد نے کہا ہے: جو چیز زمین سے کھینچ کر نکالی جائے اس کو سُلَالَة کہتے ہیں اور عرب مرد کے نطفہ کو اور بچے کو سلالہ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی اس کی پشت سے کھینچ کر آتے ہیں۔

وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُوْنُ وَاحِدٌ۔ اور جِنّہ اور جنون کا ایک معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ۔ (المومنون:۷۰) یا وہ کہتے ہیں کہ اس رسول کو جنون ہے۔

اس آیت میں جِنّہ کا معنی جنون ہے۔

وَالْغُثَاءُ الزَّبَدُ وَمَا ارْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهٖ۔ والغثاء کا معنی ہے: جھاگ اور جو چیز پانی سے بلند ہو اور اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً۔ (المومنون:۴۱) بالآخر تقاضۂ عدل کے مطابق ان کو ایک زبردست چنگھاڑ نے پکڑ لیا، پس ہم نے ان کو (ہلاک کر کے) خس و خاشاک بنا دیا۔

امام عبد الرزاق نے معمر اور قتادہ سے روایت کی ہے کہ الغثاء کا معنی ہے: پرانی اور بوسیدہ چیز۔

يَجْاَرُوْنَ يَرْفَعُوْنَ اَصْوَاتَهُمْ كَمَا تَجْاَرُ الْبَقَرَةُ۔ يَجْاَرُوْن کا معنی ہے: وہ اپنی آواز بلند کرتے ہیں جیسے گائے تکلیف کے وقت آواز نکالتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ۝ (المومنون:۶۴) حتیٰ کہ جب ہم ان کے آسودہ حال لوگوں کو گرفتار کریں گے تو وہ بلبلانے لگیں گے O

اس کی تفسیر کتاب الزکوۃ کے اواخر میں گزر چکی ہے۔

عَلٰى اَعْقَابِكُمْ رَجَعَ عَلٰى عَقِبَيْهِ۔ علی اعقابکم کا معنی ہے: تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾ (المومنون:٦٦)

بے شک اس سے پہلے میری آیتیں تم پر تلاوت کی جاتی تھیں، تو تم ایڑیوں کے بل پلٹ کر بھاگ جاتے تھے O

یہ امام ابوعبیدہ کی تفسیر کے مطابق ہے۔

سَامِرًا مِنَ السَّمَرِ وَالْجَمِيعُ السُّمَّارُ وَالسَّامِرُ هَاهُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمْعِ۔

سٰمِرًا، سَمَرٌ سے ماخوذ ہے اور اس کی جمع سُمَّار ہے اور سَامِرٌ یہاں پر جمع کی جگہ ہے۔ سَامِرٌ کا معنی ہے: رات کو فضول باتیں کرنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ (المومنون:٦٧)

اس پر تکبر کرتے ہوئے اس قرآن کو افسانہ کہہ کر بکواس کرتے ہوئے O

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اس کی تشریح کتاب المواقیت کے اواخر میں گزر چکی ہے۔

تُسْحَرُوْنَ تَعْمَوْنَ مِنَ السِّحْرِ۔

تُسْحَرُوْنَ کا معنی ہے: وہ جادو سے اندھے ہو رہے ہیں، یہ لفظ سحر سے ماخوذ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۗ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾ (المومنون:٦٦)

عنقریب وہ کہیں گے کہ سب کا اللہ ہی مالک ہے، آپ کہیے: پھر کہاں سے تم پر جادو کیا گیا ہے O

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس کی شرح میں کچھ نہیں لکھا، لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ اس آیت سے مشرکین کا رد کیا گیا ہے، تاہم اس کی تفسیر کے لیے کتب تفسیر کی طرف رجوع کیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۱۰۳۔۱۰۱، فتح الباری ج۵ ص ۱۳ ۷۔ ۱۲ ۷)

الحمد للہ سورۃ المومنون کی تفسیر جتنی امام بخاری نے کی ہے، مکمل ہوگئی ہے اور اب ان شاء اللہ سورۃ النور کی تفسیر شروع ہوگی۔

علامہ عینی نے اکثر تعلیقات کا ذکر نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر نے تمام تعلیقات ذکر کی ہیں، لیکن اکثر کی شرح نہیں کی تاہم ہم نے اپنے اسلوب کے مطابق ان کی شرح کی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جونہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۲۴۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ النُّوۡرِ

سورۃ النور کی تفسیر

سورۃ النور کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابوالعباس، مقاتل، حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ یہ پوری سورت مدنی ہے اور اس میں انہوں نے کسی اختلاف کا ذکر نہیں کیا ہے اور اس میں چونسٹھ آیات ہیں۔

مِنۡ خِلٰلِہٖ مِنۡ بَیۡنِ اَضۡعَافِ السَّحَابِ۔ مِنۡ خِلٰلِہٖ اس کا معنی ہے: بادلوں کی تہوں کے درمیان سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِہٖ۔ (النور: ۴۳) پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان سے بارش ہوتی ہے۔

امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے اور خِلَال، خَلَل کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے: درمیان اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلل بارش کی جگہ ہے اور الودق کا معنی ہے: بارش۔

سَنَا بَرۡقِہٖ وَھُوَ الضِّیَاءُ۔ سَنَا بَرۡقِہٖ اس کا معنی ہے: بجلی کی روشنی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

یَکَادُ سَنَا بَرۡقِہٖ یَذۡھَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ﴿۴۳﴾ (النور: ۴۳) قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی آنکھوں کی بینائی لے جائے O

یعنی بجلی کی روشنی کی شدت اور بجلی کی کڑک کی شدت سے قریب ہے ان کی آنکھیں اچک لی جائیں۔

مُذۡعِنِیۡنَ یُقَالُ لِلۡمُسۡتَخۡذِیۡ مُذۡعِنٌ۔ مُذۡعِنِیۡنَ اس کا معنی ہے: عاجزی کرنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اِنۡ یَّکُنۡ لَّھُمُ الۡحَقُّ یَاۡتُوۡۤا اِلَیۡہِ مُذۡعِنِیۡنَ ﴿۴۹﴾ اور اگر ان کے حق میں فیصلہ ہو تو وہ آپ کی طرف فرماں برداری کرتے ہوئے چلے آتے ہیں O (النور: ۴۹)

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مُذۡعِنِیۡنَ کا معنی ہے: عاجزی کرنے والے اور الجوہری نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جلدی کرنے والے۔

اَشۡتَاتًا وَشَتّٰی وَ شَتَاتٌ وَ شَتٌّ وَاحِدٌ۔ اشتاتا اور شَتّٰی و شَتَاتٌ و شَتٌّ ان سب کا ایک معنی ہے، یعنی متفرق اور الگ الگ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا جَمِیۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا۔ (النور: ۶۱) اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ O

اشتات، شَتٌّ کی جمع ہے اور شَتٌّ مفرد ہے اور اس کا معنی ہے: متفرق۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سُورَةٌ اَنْزَلْنٰهَا بَيَّنَّاهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا کا معنی ہے: ہم نے اس سورت کو وضاحت سے بیان کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا۔ (النور: ۱)

یہ ہے وہ سورت جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس (کے احکام) کو فرض کیا۔

فَرَضْنٰهَا کا معنی ہے: ہم نے اس کو بیان کیا اور بَيَّنْٰهَا اس کی تفسیر ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ سُمِّيَ الْقُرْاٰنُ لِجَمَاعَةِ السُّوَرِ وَسُمِّيَتِ السُّورَةُ لِاَنَّهَا مَقْطُوعَةٌ مِنَ الْاُخْرٰى فَلَمَّا قُرِنَ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ سُمِّيَ قُرْاٰنًا۔

حضرت ابن عباس کے علاوہ دوسروں نے کہا: قرآن کا نام قرآن اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ متعدد سورتوں کا جامع ہے اور سورت کا نام سورت اس لیے رکھا گیا ہے کہ ہر سورت دوسری سورت سے منقطع ہوتی ہے، پھر جب یہ سورتیں ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں، تو ان کو قرآن کہا جاتا ہے۔

یہ امام ابوعبیدہ کے قول کے مطابق ہے۔ سورت کا اصطلاحی معنی ہے: یہ قرآن مجید کی چند آیات کا مجموعہ ہے اور سورت کا لغوی معنی منزل اور مرتبہ ہے اور یہ سُؤر سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے: کسی چیز کا بقیہ۔ اس میں ہمزہ کو واؤ سے تبدیل کر دیا، یا اس لیے کہ جس طرح کسی چیز کا بقیہ اس کا حصہ ہوتا ہے، اسی طرح سورت بھی قرآن کا حصہ ہے۔

وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عِيَاضٍ الثُّمَالِيُّ الْمِشْكَاةُ الْكُوَّةُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ۔

اور سعد بن عیاض ثمالی نے کہا کہ مشکاۃ کے لفظ کا معنی طاق ہے، اور یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

اس تعلیق میں سعد بن عیاض ثمالی کا ذکر ہے۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں اور تابعین میں سے ہیں۔ مشکاۃ کا دوسرا معنی وہ چیز ہے جس میں قندیل کو لٹکایا جاتا ہے۔ مجاہد نے کہا: مشکاۃ کا معنی قندیل ہے اور ابن کعب نے کہا کہ مشکاۃ سے مراد سینہ ہے اور مِصْبَاح سے مراد ایمان اور قرآن ہے اور زُجَاجَة سے مراد اس کا دل ہے اور الشجرۃ الْمُبَارَكَة سے مراد اخلاص ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ تَاْلِيفَ بَعْضِهِ اِلٰى بَعْضٍ فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ فَاِذَا جَمَعْنَاهُ وَاَلَّفْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ اَيْ مَا جُمِعَ فِيهِ فَاعْمَلْ بِمَا اَمَرَكَ وَانْتَهِ عَمَّا نَهَاكَ اللّٰهُ وَيُقَالُ لَيْسَ لِشِعْرِهِ قُرْاٰنٌ اَيْ تَاْلِيفٌ وَسُمِّيَ الْفُرْقَانَ لِاَنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَيُقَالُ لِلْمَرْاَةِ مَا قَرَاَتْ بِسَلًا قَطُّ اَيْ لَمْ تَجْمَعْ فِي بَطْنِهَا وَلَدًا وَيُقَالُ فِي فَرَضْنَاهَا اَنْزَلْنَا فِيهَا فَرَائِضَ مُخْتَلِفَةً وَمَنْ قَرَاَ فَرَضْنَاهَا يَقُولُ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ۝ (القیامہ: ۱۷) اے نبی مکرم! بے شک ہمارے ذمہ ہے قرآن کو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ سے پڑھوانا۝ یعنی بعض آیت کو بعض آیت سے ملانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ۝ (القیامہ: ۱۸) پس جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی پیروی کیجئے۝ یعنی جب ہم قرآن کو جمع کر دیں اور اس کو مرتب کر دیں تو آپ اس مجموعہ کی پیروی کیجئے، پس جس کا آپ کو حکم دیا ہے اس پر عمل کیجئے اور جس کام سے اللہ نے آپ کو روکا

Marfat.com

فَرَضْنَا عَلَيْكُمْ وَعَلَى مَنْ بَعْدَكُمْ۔

ہے اس سے رک جایئے اور شعر کی تالیف کو قرآن نہیں کہا جاتا اور اس کو فرقان بھی فرمایا ہے، کیونکہ یہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرتا ہے اور عورت سے کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی بچہ دانی کو جمع نہیں کیا، یعنی اس کے پیٹ میں بچہ کبھی نہیں آیا۔

امام بخاری نے یہ جو کچھ ذکر کیا ہے، یہ بالکل ظاہر ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ قرآن قَرَءَ سے جَمَعَ کے معنی میں ماخوذ ہے اور قرآن قَرَءَ سے تلاوت کے معنی میں ماخوذ نہیں ہے اور اس تعلیق میں سلًا کا لفظ ہے۔ سلا کا معنی ہے: وہ باریک کھال، جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَرَضْنٰهَا یعنی ہم نے اس میں مختلف فرائض نازل کیے اور جس نے اس آیت کو بغیر تشدید کے پڑھا، فَرَضْنٰهَا تو اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے یہ احکام تم پر بھی فرض کیے ہیں اور تمہارے بعد والوں پر بھی۔

فَرَّضْنٰهَا میں راء پر تشدید ہے۔ اس کا معنی ہے: ہم نے تم پر مختلف فرائض نازل کیے ہیں اور ان کو تم پر اور تمہارے بعد قیامت تک آنے والوں پر واجب کیا ہے۔ یہ ابن کثیر اور ابی عمرو کی قراءت ہے اور دوسروں کی قراءت بغیر تشدید کے ہے، یعنی فَرَضْنٰهَا ہم نے ان احکام کو فرض کر دیا ہے۔ فرض کا معنی ہے: یعنی ان پر عمل کرنے کو قطعی طور پر لازم قرار دیا ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا لَمْ يَدْرُوا لِمَا بِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ۔

مجاہد نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا یعنی یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں (النور: ۳۱) یعنی وہ اپنی کم عمری کی وجہ سے نہیں جانتے۔

امام بخاری نے پوری آیت نہیں لکھی، پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے:

أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرٰتِ النِّسَاءِ۔ (النور: ۳۱) یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں۔

مجاہد نے کہا: اس سے مراد نابالغ بچے ہیں، جنہیں صرف اپنے کھانے پینے کی فکر ہوتی ہے اور عورتوں کو ان سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ أُولِي الْإِرْبَةِ مَنْ لَيْسَ لَهُ أَرَبٌ۔

اور شعبی نے کہا کہ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ کا معنی ہے: وہ لوگ جنہیں عورتوں کی شہوت نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَوِ التّٰبِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ۔ (النور: ۳۱) یا اپنے ان نوکروں پر جن کو عورتوں کی شہوت نہ ہو۔

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمہاری خدمت کرتے ہیں اور تمہارا بچا ہوا کھانا کھاتے ہیں اور نہ ان کو عورتوں کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ عورتوں کی شہوت ہوتی ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يُهِمُّهُ إِلَّا بَطْنُهُ وَلَا يَخَافُ عَلَى النِّسَاءِ وَقَالَ طَاوُسٌ هُوَ الْأَحْمَقُ الَّذِي لَا حَاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ۔

اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو صرف اپنے پیٹ کی فکر ہو یعنی صرف کھانے پینے کی اور ان سے عورتوں پر کوئی خطرہ نہ ہو اور طاؤس نے کہا: اس سے وہ احمق لوگ مراد ہیں، جن کو عورتوں کی احتیاج نہ ہو۔

امام بخاری کی اس تعلیق کی امام عبد الرزاق نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے اور علامہ نسفی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے

Marfat.com

اس سے وہ خدمت گار مراد ہے جو احمق ہو اور اس کو عورت کی شہوت نہ ہو اور مرد کو اس پر غیرت نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے وہ احمق مراد ہے جو کھانے پینے کی خواہش تو کرتا ہو لیکن عورتوں کی خواہش نہ کرتا ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نامرد ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد شیخ فانی ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کا آلہ کٹا ہوا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۰۵۔۱۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابٌ: وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ (النور: ۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو تو ان میں کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے O (النور: ۶) کی تفسیر

یعنی جو لوگ کسی پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنے قول کی یا تہمت کی صحت کے اوپر اور کوئی دلیل نہیں ہوتی سوا ان کے اپنے قول کے تو ان سے حد قذف کو صرف چار گواہیاں ساقط کر سکتی ہیں (یعنی چار مرتبہ اللہ کی قسم اٹھا کر شہادت دینا)۔

۴۷۴۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ عُوَيْمِرًا أَتَى عَاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ وَكَانَ سَيِّدَ بَنِي عَجْلَانَ فَقَالَ كَيْفَ تَقُولُونَ فِي رَجُلٍ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ سَلْ لِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَأَتَى عَاصِمٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَكَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَسَائِلَ فَسَأَلَهُ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَرِهَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا قَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللَّهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَجَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَجُلٌ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ الْقُرْآنَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ فَأَمَرَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْمُلَاعَنَةِ بِمَا سَمَّى اللَّهُ فِي كِتَابِهِ فَلَاعَنَهَا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ حَبَسْتُهَا فَقَدْ ظَلَمْتُهَا فَطَلَّقَهَا فَكَانَتْ سُنَّةً لِمَنْ كَانَ بَعْدَهُمَا فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد کہ حضرت عویمر حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور وہ بنو عجلان کے سردار تھے۔ انہوں نے کہا: تم اس مرد کے متعلق کیا کہتے ہو، جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے مرد کو پائے، آیا اس کو قتل کرے؟ پس تم اس کو قتل کر دو گے (یعنی قصاص میں) یا پھر وہ کیا کرے؟ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے لیے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کرو۔ پھر حضرت عاصم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، پس عرض کیا: یا رسول اللہ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوال کو ناپسند کیا، پھر حضرت عویمر نے حضرت عاصم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوال کو ناپسند کیا ہے اور ان سوالات کی مذمت کی ہے۔ حضرت عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں باز نہیں آؤں گا حتیٰ کہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کروں، پھر حضرت عویمر آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے مرد کو پاتا ہے کیا وہ اس کو قتل کر دے تو

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انظُرُوا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْحَمَ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أُحَيْمِرَ كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ تَصْدِيقِ عُوَيْمِرٍ فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ إِلَى أُمِّهِ۔

آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے (یعنی قصاص میں) یا پھر وہ کیا کرے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق اور تمہاری بیوی کے متعلق قرآن میں حکم نازل فرمایا ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو لعان کرنے کا حکم دیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے، پھر حضرت عویمر نے اپنی بیوی سے لعان کیا، پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! اب اگر میں نے اس کو اپنے نکاح میں رکھا تو میں اس پر ظلم کرنے والا ہوں گا، پھر انہوں نے اس کو طلاق دے دی، اس کے بعد جو لعان کرنے والے ہیں ان کے لیے یہ طریقہ مقرر ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو! اگر اس عورت کے کالا بہت کالی پتلیوں والا بھاری سرین اور بھری ہوئی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہو تو پھر میرا گمان ہے کہ عویمر نے اس کے اوپر صحیح الزام لگایا تھا اور اگر اس کا سرخ گرگٹ جیسا بچہ پیدا ہوا تو پھر گمان ہے کہ عویمر نے اپنی بیوی پر جھوٹا الزام لگایا تھا، پھر اس عورت کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی صفات بیان کی تھیں، جن سے حضرت عویمر کی تصدیق ہوتی تھی، پھر اس بچے کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جاتی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۳ میں گزر چکی ہے۔

ہر چند کہ اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری ۴۲۳ میں گزر چکی ہے، تاہم چند ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں۔

حضرت عاصم بن عدی کے سوال کو ناپسند کرنے کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم کے سوال کو اس لیے ناپسند فرمایا کہ انہوں نے ایسے معاملہ کے متعلق سوال کیا تھا، جس کا ابھی تک وقوع نہیں ہوا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عویمر نے اپنی بیوی کے پاس دوسرے مرد کو دیکھا، سو اس بات سے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی عزت پر حرف آیا اور یہودیوں اور منافقین کو مسلمانوں کی عزت کے خلاف حرف گیری کا موقع ملا۔

ملاعنہ کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر اور ان کی بیوی کو ایک دوسرے پر لعان کرنے کا حکم دیا۔

مرد اپنی بیوی سے اس طرح لعان کرے گا کہ مرد یوں کہے گا کہ اگر میں جھوٹوں میں سے ہوں تو اللہ کی مجھ پر لعنت ہو اور عورت چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ خاوند سچوں میں سے ہو۔

Marfat.com

ان قسموں کو لعان اس لیے فرمایا ہے کہ ان میں ہر ایک نے دوسرے پر لعنت کی ہے اور لعنت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کی بددعا دینا اور اس لیے کہ اس لعان کے بعد ہر ایک اپنے صاحب سے بعید اور دور ہو جائے گا اور ان کے درمیان نکاح دائماً حرام ہو جائے گا۔ لعان کا یہ واقعہ شعبان نو ہجری میں واقع ہوا، اس تاریخ کو قاضی عیاض نے طبری سے نقل کیا ہے۔ لعان کا واقعہ حضرت عویمر العجلانی اور حضرت ہلال بن امیہ دونوں کے درمیان ہوا ہے۔ جمہور علماء نے کہا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے لعان حضرت ہلال بن امیہ نے کیا تھا۔ حضرت ہلال بن امیہ کے لعان کا واقعہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور حضرت عویمر کے لعان کے واقعہ کی روایت حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود سے ہے۔

حدیث مذکورہ سے مستنبط مسائل، لعان کے مختلف شرعی احکام اور ائمہ مجتہدین کے اقوال

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے واقع ہونے سے پہلے بھی اس کے متعلق سوال کیا جا سکتا ہے تا کہ اس کا حکم معلوم ہو۔ (۲) جو صاحب اختیار اور حکم نافذ کرنے کا اختیار رکھتا ہو، اس سے یہ سوال کرنا چاہیے۔ (۳) احکام کو ظاہر پر محمول کرنا چاہیے اور دلوں کی بات کو جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ (۴) جن مسائل کے سوال کی حاجت نہ ہو، ان کے متعلق سوال نہیں کرنا چاہیے خاص طور پر جب اس سے کسی مسلمان مرد یا عورت کی عزت کی پردہ دری ہو یا کسی مسلمان مرد یا عورت کی طرف بدکاری کی نسبت ہو۔ (۵) اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص کسی مرد کو قتل کر دے اور اس کا یہ زعم ہو کہ اس نے اس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی ہے تو جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے قصاص لینا لازم ہے سوا اس صورت کے کہ چار نیک مرد یہ گواہی دیں کہ اس شخص نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے اور وہ شخص شادی شدہ ہو اور اگر وہ شخص صادق ہو تو اللہ کے نزدیک اس کا کوئی جرم نہیں ہے۔ (۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے عالم کے گھر کی طرف از خود جانا چاہیے، نہ یہ کہ عالم دین کا مسجد میں یا راستہ میں ملاقات کا انتظار کیا جائے۔ (۷) اس حدیث سے لعان کا جواز ثابت ہوتا ہے (یعنی زوجین کا باہم ایک دوسرے پر لعنت کرنا) اور یہ قرآن مجید کی اس آیت سے ماخوذ ہے:

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ (النور: ۷) اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو، اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو ○

(۸) لعان کا فعل حاکم یا قاضی اور لوگوں کے مجمع کے سامنے انجام پانا چاہیے اور یہ لعان میں شدت کے مختلف طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں: لعان میں وقت، جگہ اور لوگوں کے مجمع سے شدت پیدا کی جاتی ہے، چنانچہ وقت یہ ہے کہ یہ فعل عصر کی نماز کے بعد ہو اور اس کے لیے شہر کی کسی بلند جگہ کا انتخاب کیا جائے اور مجمع یہ ہے کہ لوگوں کا گروہ وہاں موجود ہو جس کی کم سے کم تعداد چار ہے۔ رہا یہ کہ لعان میں یہ شدتیں واجب ہیں یا مستحب؟ سو اس بارے میں اختلاف ہے، ہمارے نزدیک صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ شدتیں مستحب ہیں۔ (۹) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زوجین کے درمیان محض لعان سے جدائی واقع نہیں ہوتی، بلکہ حاکم کے فیصلہ سے واقع ہوتی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا موقف ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے لعان کرنے کے بعد طلاق بھی دی، (جیسا کہ صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث میں صراحۃً مذکور ہے) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے بھی تائید ہوتی ہے کہ: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق فرما دی۔ (صحیح مسلم: ۱۴۹۲)، اس سے معلوم ہوا کہ محض لعان سے جدائی واقع نہیں ہوتی۔ سفیان ثوری اور امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں۔ جب کہ امام مالک کی فقہ میں اس بارے میں چار اقوال منقول ہیں: (۱) جدائی اس وقت واقع ہو گی جب دونوں لعان کر لیں۔ (۲) دوسرا

Marfat.com

قول یہ ہے کہ شوہر کے لعان کر لینے سے جدائی واقع ہو جائے گی۔ مؤطا میں بھی امام مالک کا ظاہر قول ہے۔ (۳) تیسرا قول علامہ سحنون کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جدائی اس وقت واقع ہوگی جب شوہر کی طرف سے لعان پایا جائے اور عورت کی طرف سے نکول (قسم اٹھانے سے انکار)۔ (۴) اور چوتھا قول علامہ ابن القاسم کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ شوہر کے لعان سے جدائی واقع ہو جائے گی بہ شرط یہ کہ عورت بھی لعان کرے۔ خلاصہ یہ کہ فقہ مالکی میں لعان کے بعد جدائی کے لیے نہ حاکم کے فیصلہ کی ضرورت ہے، نہ شوہر کے طلاق دینے کی۔ امام زفر، اوزاعی، لیث اور ابوعبید بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ شوہر کے لعان کر لینے سے جدائی واقع ہو جائے گی، پھر ائمہ کے درمیان ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ لعان کرنے والوں کے درمیان جو جدائی ہے، وہ فسخ ہے یا طلاق؟ سو امام ابوحنیفہ، ابراہیم نخعی اور سعید بن المسیب کے نزدیک یہ ایک طلاق کے حکم میں ہے، جب کہ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ فسخ کے حکم میں ہے۔

(۱۰) حدیث میں چونکہ یہ فرمایا کہ ''لعان کرنے والوں کے درمیان یہ طریقہ مقرر ہو گیا'' تو اس سے معلوم ہوا کہ لعان کرنے والے زوجین کے درمیان آئندہ کبھی ملاپ نہیں ہو سکتا۔ (۱۱) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مشابہت کے ذریعہ قیاس کیا جا سکتا ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عویمر کی تصدیق کے معاملہ میں بچہ کی شباہت پر اپنے اندازہ کو موقوف فرمایا، البتہ حکم اس لیے جاری نہیں فرمایا کہ مشابہت سے زیادہ قوی چیز موجود تھی، یعنی قسمیں اٹھا کر لعان کرنا اور جب قوی چیز موجود ہو تو اندازے اور ظاہری مشابہت پر فیصلہ نہیں کیا جاتا جیسے زمعہ کی باندی کا بیٹا اگرچہ عتبہ بن ابی وقاص کے مشابہ تھا، مگر اس کے باوجود آپ نے ''الولد للفراش'' کے قوی اصول کی بنا پر یہی فیصلہ فرمایا کہ یہ زمعہ کا بیٹا ہے، نہ کہ عتبہ بن ابی وقاص کا، مگر چونکہ وہ لڑکا عتبہ بن ابی وقاص کے مشابہ تھا اس لیے احتیاطاً آپ نے ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ کو اس لڑکے سے پردہ کرنے کا حکم فرمایا۔ (صحیح بخاری: ۲۰۵۳، صحیح مسلم: ۱۴۵۷) اس سے بھی یہی واضح ہوا کہ مشابہت کے مقابلہ میں کوئی قوی چیز موجود ہو تو ظاہری مشابہت اور اندازے پر فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ (۱۲) حدیث لعان سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ لعان شدہ عورت اور اس کا بیٹا دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، کیونکہ اس حدیث کا آخری جملہ یہ ہے کہ: حضرت عویمر کی تصدیق ہو جانے کے بعد وہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ اور اگلی حدیث (صحیح البخاری: ۴۷۴۶) میں صراحتہً یہ بات آ رہی ہے کہ لعان کے بعد میراث کے معاملہ میں یہ طریقہ مقرر ہو گیا کہ وہ بچہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور وہ عورت اپنے بچے کی وارث ہوگی، اور اس کے لیے بچہ کے مال میں وہی حصہ ہوگا جو اس کے لیے اللہ عزوجل نے مقرر فرمایا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر اس بچہ کے مال میں صرف وہ عورت ہی وارث ہو تو عصبہ کے طور پر تمام مال اسی کو ملے گا اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ تنہا ہونے کی صورت میں تمام مال اسے ملے گا مگر عصبہ ہونے کی بناء پر نہیں، بلکہ ایک تہائی حصہ مقدار فرض کے طور پر اور بقیہ مال رد کے قاعدہ سے اسے دیا جائے گا۔ (۱۳) لعان کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ زوجین کے درمیان ہو (یعنی ایسے دو افراد کے درمیان جن میں نکاح صحیح کے ساتھ رشتہ زوجیت قائم ہوا ہو) کیونکہ اللہ عزوجل نے النور: ۶ میں وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ فرما کر لعان کو زوجین کے ساتھ خاص فرمایا ہے، لہٰذا اگر نکاح فاسد کے بعد مرد، عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو لعان نہیں کیا جائے گا، کیونکہ نکاح فاسد کی وجہ سے یہ دونوں آپس میں زوجین نہیں ہیں۔ اسی طرح طلاق بائن یا طلاق مغلظہ دینے کے بعد شوہر نے زنا کی تہمت لگائی، تب بھی لعان نہیں کیا جائے گا، البتہ اگر طلاق رجعی دی ہو اور پھر زنا کی تہمت لگائی تو لعان واجب ہوگا۔ اسی طرح شوہر نے عورت پر شادی سے پہلے زنا کی تہمت لگائی تب بھی لعان واجب ہوگا، کیونکہ آیت مبارکہ (النور: ۶) میں عموم ہے، البتہ امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں لعان نہیں ہے۔ اس کے برعکس

Marfat.com

اگر کوئی شخص اپنی عورت پر اس کے مرنے کے بعد زنا کی تہمت لگائے تو ہمارے نزدیک اس شخص پر لعان کا حکم نہیں ہے، جب کہ امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ وہ شخص عورت کی قبر پر لعان کرے گا۔ (۱۴) اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زنا کی تہمت لگانے کے باوجود آدمی پر تہمت کی حد جاری نہیں ہوگی، کیونکہ قسمیں کھانے کے سبب اس سے حد ساقط ہوگئی۔ (۱۵) ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ لعان کے واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ شوہر کے پاس اپنے دعویٰ کے ثبوت میں گواہ نہ ہوں، کیونکہ اسی آیت میں اللہ عزوجل نے فرمایا: وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَآءُ إِلَّآ أَنفُسُهُمْ (النور: ۶) ''اور ان کے پاس خود ان کے سوا کوئی گواہ نہ ہو''۔ لہٰذا اگر شوہر نے عورت کے زنا کرنے پر شرعی گواہ قائم کر دیئے تو اب لعان واجب نہیں ہوگا بلکہ عورت پر حد جاری کی جائے گی۔ (۱۶) اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ لعان کے واجب ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عورت اپنی ذات سے زنا کا انکار کرے، لہٰذا اگر وہ انکار کرنے کے بجائے زنا کا اقرار کرلے تو بھی لعان کا حکم نہیں ہوگا، بلکہ عورت پر زنا کی حد جاری ہوگی اور زنا کی حد شرعی یہ ہے کہ اگر عورت محصنہ ہو تو اسے رجم کیا جائے گا اور اگر غیر محصنہ ہو تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے (زنا کے باب میں محصنہ سے مراد ایسی عورت ہے جو آزاد ہو، باندی نہ ہو، عاقلہ اور بالغہ ہو، مسلمان ہو اور نکاح صحیح کے ساتھ اس سے دخول کیا گیا ہو۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی دونوں اس پر متفق ہیں)۔ (القاموس الفقہی ص ۹۲)

(عمدۃ القاری موضحاً و شرحاً ج ۱۰ ص ۱۱۰۔۱۰۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

لعان کے بعد وقوع طلاق کا جواز اور شرح صحیح مسلم میں اس کی تحقیق

لعان کے ان مسائل میں جو مسئلہ زیادہ اہم ہے، وہ یہ ہے کہ زوجین کے درمیان آیا محض لعان سے ہی جدائی واقع ہو جاتی ہے یا شوہر کے طلاق دینے یا حاکم کے فیصلہ سے جدائی واقع ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا یہ موقف بہت واضح ہے کہ لعان سے زوجین کے درمیان صرف مجامعت حرام ہو جاتی ہے، زوجیت کا رشتہ اس سے ختم نہیں ہوتا۔ اس کے لیے یا تو حاکم کے فیصلہ کی ضرورت ہوتی ہے، یا یہ کہ شوہر از خود طلاق دے کر عورت کو جدا کرے۔ علامہ عینی نے مذکورہ عبارت میں مسئلہ: ۹ کے تحت امام ابو حنیفہ کے اس موقف کو بہت جامع انداز میں بیان کیا ہے، تاہم اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کے لیے ہمارے قارئین کو اس مقام پر شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۱۵۰ تا ۱۱۵۲ کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے، کیونکہ اس میں استاذ مکرم محدث اعظم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ العالی نے امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے اس موقف پر بہت دلائل کے ساتھ بحث کی ہے اور غیر مقلدین کی طرف سے اس مسئلہ پر تین طلاقوں کے حوالہ سے جو خدشات اور اعتراضات وارد کیے جاتے ہیں، ان کا بھرپور ازالہ کیا ہے۔

لعان کرنے والے مرد و عورت کے درمیان آئندہ کبھی نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء احناف کا اختلاف اور مفتیٰ بہ قول پر دلائل

گزشتہ عبارت میں علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ نے مسئلہ: ۱۰ کے تحت یہ بیان کیا ہے کہ لعان کرنے والے زوجین کے درمیان کبھی ملاپ نہیں ہو سکتا اور اس کی تفصیل نہیں فرمائی کہ اس بارے میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے اور فقہ حنفی میں اس بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ سو ہم یہاں مسئلہ کی وضاحت کے لیے ملک العلماء علامہ علاء الدین کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ کی ایک عبارت پیش کر رہے ہیں:

علامہ کاسانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ایسی چیز جس سے لعان کا حکم باطل ہو جائے اس کے متعلق علماء کے درمیان اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد فرماتے ہیں کہ لعان سے جو جدائی واقع ہوتی ہے وہ ایک طلاق بائن کے ساتھ ہوتی ہے، اس لیے اس سے

Marfat.com

نکاح کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے اور وطی کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور جب تک وہ دونوں لعان کی حالت پر برقرار رہیں ان کا باہمی نکاح بھی جائز نہیں، البتہ اگر شوہر اپنے آپ کو جھٹلا دے (اور عورت کو تہمت سے بری کر دے) اور اپنے آپ کو جھٹلانے کے سبب اس پر حد قذف جاری ہو جائے یا عورت اپنی قسموں کو جھٹلا دے اور شوہر کے دعویٰ کی تصدیق کر دے تو اب دونوں کا باہمی نکاح جائز ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف، امام زفر اور حضرت حسن بن زیاد کا موقف یہ ہے کہ لعان ایک ایسی جدائی ہے جو طلاق کے بغیر ہے اور اس سے زوجین کے درمیان ابدی حرمت ثابت ہو جاتی ہے، جیسے رضاعت اور مصاہرت سے ابدی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ ان ائمہ کا استدلال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہے کہ: متلاعنان (لعان کرنے والے زوجین) آپس میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۷۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۰۹) صحابہ کرام کی ایک جماعت جیسے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور دیگر سے بھی یہی منقول ہے کہ لعان کرنے والے زوجین آئندہ کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عویمر رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کے درمیان لعان کروا دیا تو حضرت عویمر نے عرض کی: یا رسول اللہ! اب اگر اس عورت کو میں اپنے پاس رکھوں تو میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا، لہٰذا (میری طرف سے) اس کو تین طلاقیں ہیں۔ بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ: اگر میں اس سے جدائی اختیار نہ کروں تو میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا، لہٰذا اس پر تین طلاقیں ہیں۔ سو لعان کرنے کے بعد طلاق دینا لعان کرنے والوں کے لیے ایک طریقہ قرار پایا، کیونکہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کرنے کے بعد اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طلاقوں کو نافذ فرما دیا۔ (سنن ابو داؤد: ۲۲۵۰) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر لعان کرنے والا شخص اپنی عورت کو طلاق بھی دے (تاکہ دونوں میں تفریق ہو سکے)، اگر وہ طلاق نہ دے تو پھر تفریق کے لیے قاضی اس کا قائم مقام ہے، لہٰذا قاضی کا تفریق کرانا طلاق قرار پائے گا، جیسے عنین (نامرد) کے مسئلہ میں قاضی کی تفریق طلاق کے حکم میں ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ لعان میں جو جدائی ہے اس کا سبب قذف ہے، یعنی شوہر کا عورت پر زنا کا الزام لگانا، کیونکہ اس الزام لگانے سے ہی لعان واجب ہوتا ہے اور لعان تفریق کرنے کو واجب کرتا ہے (یعنی جدا کرنے کو) اور جدا کرنا فرقت کو واجب کرتا ہے (یعنی جدا ہونے کو) سو ان تمام واسطوں کے ذریعہ زوجین کے درمیان جو جدائی ہے وہ اصلاً شوہر کے قذف ہی کی طرف منسوب ہے اور ہر وہ جدائی جو شوہر کی طرف سے ہو یا شوہر کا کوئی فعل اس کا سبب بنے تو وہ جدائی طلاق کے حکم میں ہوتی ہے، جیسے عنین، خلع اور ایلاء وغیرہ میں جدائی طلاق کے حکم میں ہے، متقدمین ائمہ جیسے حضرت ابراہیم نخعی، حسن بصری، سعید بن جبیر اور قتادہ وغیرہم بھی یہی فرماتے ہیں کہ ہر وہ فرقت جو شوہر کی طرف سے ہو وہ طلاق ہے۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جس میں فرمایا کہ متلاعنان آپس میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے، تو اس کے حقیقی معنی پر عمل ممکن نہیں ہے، کیونکہ متلاعنان کا لفظ باب تفاعل سے ہے، جس کا حقیقی معنی ہے: عملاً کسی کام میں مشغول ہونا، (اس اعتبار سے حدیث کا معنی ہوگا کہ دونوں لعان کرنے والے جب لعان کرنے میں مشغول ہوں تو آپس میں جمع نہیں ہو سکتے، اور یہ ظاہری معنی ممکن نہیں کیونکہ جب دونوں لعان کرنے میں مشغول ہوتے ہیں تو اس وقت دونوں جمع بھی ہوتے ہیں اور نکاح بھی برقرار ہوتا ہے) اور جب دونوں لعان سے فارغ ہو جاتے ہیں تو وہ متلاعن رہتے ہی نہیں ہیں، لہٰذا حدیث میں متلاعنان سے مراد حکم لعان ہوگا اور مفہوم یہ ہوگا کہ دونوں اس وقت تک جمع نہیں ہو سکتے جب تک لعان کا حکم دونوں پر ثابت رہے، پس اگر شوہر اپنے آپ کو جھٹلا دے اور اس پر حد قذف جاری ہو جائے تو اب اس سے لعان کا حکم زائل ہو جائے گا اور یوں وہ حقیقۃً متلاعن رہے گا نہ حکماً، لہٰذا اب دونوں کا باہمی

Marfat.com

نکاح جائز ہو جائے گا، اس کی نظیر یہ ہے کہ اصحاب کہف کے واقعہ میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝ (الکہف: ۲۰)

بے شک اگر وہ لوگ تم پر آگاہ ہو گئے تو وہ تم پر پتھراؤ کریں گے یا تمہیں اپنی ملت میں لوٹا دیں گے اور اس صورت میں تمہیں ہرگز کبھی فلاح نہیں ملے گی ۝

یعنی اگر تم نے ان کی ملت اختیار کر لی تو جب تک ان کی ملت پر رہو گے تمہیں فلاح اور کامیابی نصیب نہیں ہوگی۔ اسی معنی و مفہوم میں یہ حدیث ہے کہ لعان کرنے والے جب تک لعان کے حکم میں رہیں، کبھی آپس میں نکاح نہیں کر سکتے اور جب دونوں سے یا کسی ایک سے بھی لعان کا حکم زائل ہو جائے تو متلاعن نہ رہنے کے سبب دونوں کا باہم نکاح جائز ہے۔

(بدائع الصنائع ،موضحاً ج ۵ ص ۵۴۔ ۵۳ ،دار الکتب العلمیہ ،بیروت ،۱۴۱۸ھ)

فقہ حنفی میں اسی پر فتویٰ ہے کہ لعان کا حکم زائل ہونے کی صورت میں دونوں کا آپس میں نکاح جائز ہے، کیونکہ لعان سے زوجین کے درمیان ابدی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۷۶ھ فتاویٰ عالم گیری اور در مختار کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

لعان وتفریق کے بعد پھر اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا جب تک دونوں اہلیت لعان رکھتے ہوں اور اگر لعان کی کوئی شرط دونوں یا ایک میں مفقود ہوگئی تو اب باہم نکاح کر سکتے ہیں، مثلاً شوہر نے اس تہمت میں اپنے کو جھوٹا بتایا اگرچہ صراحۃً یہ نہ کہا ہو کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی، مثلاً وہ بچہ جس کا انکار کر چکا تھا مر گیا اور اس نے مال چھوڑا، ترکہ لینے کے لیے یہ کہتا ہے کہ وہ میرا بچہ تھا تو حد قذف قائم ہوگی اور اس کا نکاح اس عورت سے اب ہو سکتا ہے اور اگر حد قذف نہ لگائی گئی جب بھی نکاح ہو سکتا ہے۔

(بہار شریعت ،حصہ ۸ ،ص ۶۱ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ،لاہور)

۲۔ بَابٌ: وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (النور: ۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو ۝ (النور: ۷) کی تفسیر

یعنی اگر ابتداءً چار مرتبہ شوہر اس بات پر قسم اٹھا کر شہادت دے کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر میں اس تہمت کے لگانے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد عورت سے قسمیں لی جائیں گی، جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۴۷۴۶۔ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا رَأَى مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَأَنْزَلَ اللهُ فِيْهِمَا مَا ذُكِرَ فِي الْقُرْآنِ مِنَ التَّلَاعُنِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ قُضِيَ فِيْكَ وَفِي امْرَأَتِكَ قَالَ فَتَلَاعَنَا وَأَنَا شَاهِدٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَفَارَقَهَا فَكَانَتْ سُنَّةً أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے از الزہری از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کی کہ: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ یہ بتائیں کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ مرد کو پائے تو کیا وہ اسے قتل کر دے اور پھر اس کے نتیجہ میں آپ (قصاص کے طور پر) اس شخص کو قتل کر دیں گے، یا پھر اس آدمی کو کیا کرنا چاہیے؟ تو ایسے مرد و عورت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وہ

Marfat.com

الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَكَانَتْ حَامِلًا فَأَنْكَرَ حَمْلَهَا وَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمِيرَاثِ أَنْ يَرِثَهَا وَتَرِثَ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللهُ لَهَا۔

آیات نازل فرمائیں جن میں لعان کا ذکر ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سوال کرنے والے) شخص سے فرمایا: تمہارے بارے میں اور تمہاری بیوی کے بارے میں فیصلہ کیا جاچکا ہے، راوی نے کہا: پس دونوں نے آپس میں لعان کیا اور میں (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، پھر آپ نے دونوں میں جدائی کروادی اور اس کے بعد یہی طریقہ مقرر ہو گیا کہ دونوں لعان کرنے والوں کے درمیان جدائی کرادی جائے (اس واقعہ میں) عورت حاملہ تھی، پس انہوں نے (اپنی زوجہ کے) حمل کا (بھی) انکار کردیا اور اس عورت کا (وہ) بیٹا اس عورت کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، پھر میراث کے معاملہ میں یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ (ایسا) لڑکا اپنی ماں کا وارث ہوگا اور ماں (بھی) اس کے مال میں اس حصہ کی وارث ہوگی جو اللہ عزوجل نے اس کے لیے مقرر فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۲۳ اور گزشتہ حدیث: ۴۷۴۵ کے تحت گزر چکی ہے، تاہم چند ضروری امور حسب ذیل ہیں:

علامہ نووی کا یہ استدلال کہ محض لعان سے جدائی واقع ہو جاتی ہے اور دلائل سے اس نظریہ کا رد

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے دو سندوں سے روایت کیا ہے، ایک از اسحاق از محمد بن یوسف، جو کہ رقم الحدیث: ۴۷۴۵ کے تحت گزر چکی اور دوسری از سلیمان بن داؤد از فلیح، جو کہ زیر بحث ہے، اور فلیح کا مکمل نام ابو یحییٰ عبدالملک بن سلیمان الخزاعی ہے اور ان کا لقب فلیح ہے۔

اس حدیث میں جو فرمایا کہ: ایک شخص حاضر ہوا، اس سے مراد حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہ جملہ کہ: اس کے بعد یہی طریقہ مقرر ہو گیا کہ دونوں لعان کرنے والوں کے درمیان جدائی کرادی جائے، اس کی تاویل میں علامہ ابن نافع المالکی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ لعان کے بعد طلاق دینا مستحب ہے، جب کہ علامہ نووی نے جمہور کے حوالہ سے کہا ہے کہ اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ محض لعان سے ہی زوجین کے درمیان جدائی حاصل ہو جاتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جدائی کے لیے حاکم کا فیصلہ ضروری ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کو لعان کے بعد فرمایا: تم اس (عورت) کو طلاق دے دو۔ (اس سے معلوم ہو کہ محض لعان سے جدائی واقع نہیں ہوتی)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۱۱۔ ۱۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ نووی نے جمہور کا جو استدلال پیش کیا ہے اس کے جواب میں علامہ عینی کا کلام اطمینان بخش نہیں ہے، کیونکہ جو جملہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے پیش کیا ہے کہ: ''آپ نے حضرت عویمر سے فرمایا: تم اس (عورت) کو طلاق دے دو''۔ اس پر علامہ عینی نے کوئی حوالہ نہیں دیا کہ یہ جملہ کس حدیث میں مذکور ہے، جب کہ اس کے برخلاف کئی احادیث میں صراحت موجود ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم فرمانے سے پہلے ہی عورت کو طلاق دے دی۔ (دیکھیے: صحیح بخاری: ۵۲۵۹۔ ۵۳۰۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵) اور خود علامہ عینی نے اس اعتراض و جواب سے چند سطر پہلے یہ بات لکھی ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم فرمانے سے پہلے ہی عورت کو تین طلاقیں دے دیں، اس لیے جمہور کے استدلال کا صحیح جواب یہ ہے کہ لعان کرنے والوں کے درمیان جدائی کروانے کا جو طریقہ مقرر ہوا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ محض لعان سے جدائی واقع ہو جاتی ہے، کیونکہ اگر نفس لعان سے جدائی واقع ہو جاتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں میں جدائی کروانے کی ضرورت پیش نہ آتی اور نہ ہی حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کو لعان کے بعد طلاق کی ضرورت پیش آتی، مگر لعان کرنے کے بعد حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف یہ کہ اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طلاقوں کو نافذ بھی فرما دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۵۰) اس سے بالکل واضح ہو گیا کہ محض لعان سے جدائی واقع نہیں ہوتی۔

محض حمل کا انکار کرنے پر لعان کرنا واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں ائمہ کے اقوال اور احناف کے موقف پر دلائل

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث میں راوی نے کہا: وہ عورت حمل سے تھی پس، انہوں نے (یعنی حضرت عویمر نے) اس کے حمل کا انکار کر دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حمل کے انکار پر لعان کروانا جائز ہے۔ ابن ابی لیلیٰ، امام مالک، ابوعبیدہ اور امام ابو یوسف اپنی ایک روایت کے مطابق اسی کے قائل ہیں۔ ان سب کا قول یہ ہے کہ جو شخص اپنی زوجہ کے حمل سے انکار کر دے، اس کے اور اس کی عورت کے درمیان قاضی لعان کروائے گا اور بچہ کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دے گا، جب کہ سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اپنے قول مشہور کے مطابق، امام محمد، امام احمد ایک قول کے مطابق، مالکیہ میں سے ابن الماجشون اور امام زفر کا موقف یہ ہے کہ حمل کے انکار پر لعان نہیں ہے۔ رہا یہ کہ حمل سے انکار کے بعد چھ مہینے مکمل ہونے پر ولادت ہوتی ہو یا چھ مہینے سے پہلے، سو امام ابوحنیفہ اور امام زفر کے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (یعنی ان دونوں صورتوں میں لعان نہیں ہوگا) جب کہ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام احمد کا موقف یہ ہے کہ حمل سے انکار کے بعد چھ ماہ سے کم میں ولادت ہو جائے تو لعان واجب ہوگا، کیونکہ اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ انکار کے وقت حمل موجود تھا اور اگر چھ ماہ سے زائد میں پیدا ہوا تو لعان نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ حمل بعد میں ٹھہرا ہو اور انکار پہلے ہی کر دیا گیا ہو۔

اس مسئلہ میں جو علماء لعان کے قائل نہیں ہیں انہوں نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے انکار حمل کا جواب یہ دیا ہے کہ ان کے اور ان کی زوجہ کے درمیان جو لعان ہوا ہے وہ حمل سے انکار کرنے کی وجہ سے نہیں ہوا، بلکہ انہوں نے اپنی عورت پر زنا کا جو دعویٰ کیا اس کی وجہ سے یہ لعان ہوا ہے اور دوسرا یہ کہ حمل کا ہونا ایک امکانی چیز تھی کیونکہ عورت سے کسی ایسے فعل کا صادر ہونا جس سے اسے حمل ٹھہرنا ممکن ہو یہ اس کے حمل کی یقینی دلیل نہیں ہے، اس لیے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کا حمل سے انکار ایک امکانی اور غیر یقینی چیز کا انکار کرنا تھا اور غیر یقینی چیز کے انکار سے لعان واجب نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا اختلاف اور دلائل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب شوہر یہ کہے کہ: تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے، تو اس صورت میں دونوں کے درمیان لعان نہیں ہوگا۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام زفر کا قول ہے، کیونکہ حمل کا قیام یقینی چیز نہیں ہے، اس لیے شوہر اپنے اس جملہ سے عورت پر زنا کی تہمت لگانے والا قرار نہیں پائے گا۔ جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا موقف یہ ہے کہ حمل کا انکار کرنے کے بعد اگر چھ ماہ سے کم میں ولادت ہو جائے تو لعان واجب ہوگا، کیونکہ اب یہ بات ثابت ہوگئی کہ انکار کے وقت حمل موجود تھا اور جب حمل موجود تھا تو شوہر کی طرف سے عورت پر قذف (زنا کا

الزام) متحقق ہو گیا۔ امام ابوحنیفہ اور امام زفر کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر نے جس وقت حمل سے انکار کیا اس وقت وہ قذف نہ بن سکا تو یہ معلق بالشرط کی طرح ہو گیا، یعنی شوہر نے گویا عورت سے یوں کہا کہ: اگر تجھے حمل ہو تو وہ مجھ سے نہیں ہے، اور جب شوہر کا جملہ شرط پر موقوف ہو گیا تو یہ قذف نہیں بن سکتا، کیونکہ قذف کو معلق بالشرط کرنا درست نہیں ہے۔

(الہدایہ مع فتح القدیر ج ۴ ص ۲۶۲ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

فقہ حنفی میں فتویٰ اسی قول پر ہے کہ محض حمل کا انکار کرنے پر لعان نہیں ہے، البتہ حمل کے انکار کے ساتھ ساتھ عورت پر زنا کا صراحۃً الزام لگایا تو اب لعان کیا جائے گا، اسی طرح بچہ پیدا ہونے پر کہا کہ یہ مجھ سے نہیں ہے تب بھی لعان ہو گا اور لعان کے بعد بچہ کو ماں کی طرف منسوب کر کے ماں کے ساتھ ہی لاحق کر دیا جائے گا، جیسا کہ صحیح بخاری کی زیر بحث احادیث میں صراحۃً مذکور ہے کہ اس عورت کا بیٹا اسی عورت کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث بھی بہت واضح ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد اور اس کی عورت کے درمیان لعان کروایا، کیونکہ مرد نے اس عورت کے بیٹے کا انکار کر دیا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (لعان کے بعد) ان دونوں میں تفریق فرما دی اور اس لڑکے کو عورت کے ساتھ لاحق فرما دیا۔

(صحیح بخاری: ۴۷۴۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۵۹، سنن ترمذی: ۱۲۰۳، سنن نسائی: ۳۴۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۹)

لعان والی عورت اور اس کی اولاد کا آپس میں ایک دوسرے کا وارث ہونا

صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث کے آخر میں فرمایا: پھر میراث کے معاملہ میں یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ (ایسا) لڑکا اپنی ماں کا وارث ہو گا اور ماں (بھی) اس کے مال میں اس حصہ کی وارث ہو گی جو اللہ عزوجل نے اس کے لیے مقرر فرمایا ہے۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس جملہ کا خلاصہ گزشتہ باب کی حدیث کے تحت گزر چکا ہے اور تمام علماء کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ اس بچہ کے اس کی ماں کی جانب سے جو اصحاب فروض رشتہ دار ہیں (یعنی ایسے لوگ جن کے حصے مقرر ہیں) وہ سب اس بچے کے وارث ہوں گے اور وہ بچہ ان کا وارث ہو گا۔ اور ایسے رشتہ دار اس بچے کے ماں شریک بھائی بہن اور اس کی نانیاں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

زیر بحث جملہ کے آخر میں جو فرمایا کہ: ماں اس بچہ کے مال میں اس حصہ کی وارث ہو گی جو اللہ عزوجل نے اس کے لیے مقرر فرمایا ہے، اس سے مراد میراث کے وہ حصے ہیں جو شریعت میں ماں کے لیے طے کر دیئے گئے ہیں، اور یہ کل تین حصے ہیں:

(۱) سدس (چھٹا حصہ): یہ حصہ اس صورت میں ہے جب مرنے والے کی اولاد یا پوتا پوتی یا دو یا دو سے زائد بھائی بہن (خواہ سگے ہوں یا سوتیلے) موجود ہوں۔

(۲) ثلث الکل (کل مال کا تہائی حصہ): یہ اس صورت میں ہے جب مذکورہ افراد میں سے کوئی بھی نہ ہو اور زوجین میں سے بھی کوئی نہ ہو، تو اس صورت میں کل مال کا تہائی ماں کو دیا جائے گا۔

(۳) ثلث ما بقی (بقیہ مال کا ایک تہائی): یہ اس صورت میں ہے جب زوجین میں سے کوئی موجود ہو تو اس کو اس کا فرض حصہ دینے کے بعد باقی بچے ہوئے مال میں سے ایک تہائی حصہ ماں کو دیا جائے گا۔

(السراجی مع الشریفیہ ص ۳۰-۲۹، مکتبہ حقانیہ پشاور، درمختار مع ردالمحتار ج ۱۰ ص ۴۴۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اور گزشتہ حدیث کی شرح میں علامہ عینی کے حوالہ سے ہم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا یہ قول لکھ چکے ہیں کہ اگر اس بچے کا سوائے اس کی ماں کے کوئی اور وارث نہ ہو تو سارا مال ماں کو ملے گا، مگر اس طرح کہ ایک تہائی حصہ مقدار فرض کے طور پر اور بقیہ مال رد کے قاعدہ

Marfat.com

سے دیا جائے گا۔

٣۔ بَابٌ: وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ إِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ (النور: ٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے O (النور: ٨) کی تفسیر

٤٧٤٧۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِشَرِيكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْبَيِّنَةَ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ الْبَيِّنَةَ وَإِلَّا حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنِّي لَصَادِقٌ فَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِي مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَجَاءَ هِلَالٌ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَّفُوهَا وَقَالُوا إِنَّهَا مُوجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَبْصِرُوهَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهِ كَذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے از ہشام بن حسان حدیث بیان کی، انہوں نے کہا، ہمیں عکرمہ نے از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کی کہ: حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ (زنا کرنے کی) تہمت لگائی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اپنے اس دعویٰ پر) گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پشت پر حد لگائی جائے گی، تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ ملوث پائے تو کیا (اس وقت) وہ گواہ تلاش کرنے جائے؟ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ گواہ لے کر آؤ ورنہ تمہاری پشت پر حد جاری کی جائے گی، پس حضرت ہلال نے کہا: جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کی قسم! بے شک میں (اپنے دعویٰ میں) ضرور سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور ایسی آیت نازل فرمائے گا جو میری پشت کو حد سے بری کر دے گی، سو (اس کے بعد) حضرت جبرئیل آپ کے پاس یہ آیت لے کر نازل ہوئے: اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود اپنے سوا اور گواہ نہ ہوں۔ (یہ آیات النور: ٦ سے النور: ٩ تک ہیں۔) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم (وحی الٰہی سے) فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت ہلال کو (ان آیات پر عمل کے لیے) بلوایا، سو انہوں نے حاضر ہو کر گواہیاں دیں (یعنی چار مرتبہ قسمیں اٹھائیں) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر فرما رہے تھے کہ اللہ عز وجل اس بات کو جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کے لیے تیار ہے؟ پھر (ان کی زوجہ

نے) کھڑے ہو کر قسمیں کھائیں (یعنی چار مرتبہ قسم اٹھا کر شہادت دی کہ میرا خاوند جھوٹوں میں سے ہے)، پس وہ پانچویں شہادت پر پہنچی تو لوگوں نے اسے روکا اور کہا کہ (اگر تم اپنی قسم میں جھوٹی ہو تو) تمہاری یہ قسمیں (دردناک عذاب کا) سبب بن جائیں گی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پس وہ عورت تردد کا شکار ہوئی اور ہچکچائی، حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ اب یہ رجوع کر لے گی، مگر اس نے کہا: میں کبھی اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی اور (پانچویں شہادت دے کر) اس نے لعان مکمل کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب دیکھنا اگر یہ عورت ایسا بچہ جنے جس کی آنکھیں بہت سیاہ پلکوں والی ہوں، اس کے سرین موٹے ہوں اور پنڈلیاں بھری ہوئی ہوں تو وہ شریک بن سحماء کا ہے، پس اس عورت نے اس طرح کا بچہ جنا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ کی کتاب کا حکم نہ آ چکا ہوتا تو میرا اس عورت کے لیے کچھ اور ہی سلوک ہوتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۷۱ اور گزشتہ احادیث: ۴۷۴۵ اور ۴۷۴۶ کے تحت گزر چکی ہے، تاہم چند امور مزید بیان کیے جا رہے ہیں۔

لعان کی آیتیں حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں نازل ہوئیں یا حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں؟ اس پر حافظ ابن حجر عسقلانی کی مفصل تحقیق

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے کہ لعان کی آیات حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں نازل ہوئیں، جب کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی جو روایت گزری اس میں ہے کہ یہ آیتیں حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں نازل ہوئیں، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ: حضرت عویمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے تو کیا وہ اسے قتل کر دے اور پھر اس کے نتیجہ میں آپ (قصاص کے طور پر) اس شخص کو قتل کر دیں، یا پھر اس آدمی کو کیا کرنا چاہیے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عز و جل نے تمہارے اور تمہاری بیوی کے متعلق حکم نازل فرمایا ہے، اور پھر آپ نے ان دونوں کو لعان کرنے کا حکم دیا۔ اب ائمہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ لعان کی آیتیں کس واقعہ پر نازل ہوئیں، بعض ائمہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ آیتیں حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں نازل ہوئیں اور بعض ائمہ نے اس بات کو ترجیح دی کہ یہ آیتیں حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں نازل ہوئیں، اور بعض ائمہ نے ان دونوں روایات میں تطبیق دی ہے (یعنی اختلاف کو دور کیا ہے) اور وہ اس طرح کہ لعان کا واقعہ سب سے پہلے جن صحابی کو پیش آیا وہ حضرت ہلال ہی ہیں، البتہ ان کے ساتھ ہی حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس طرح کا واقعہ پیش آ گیا اور لعان کی آیتیں ایک ہی وقت میں دونوں کے لیے نازل ہو گئیں۔ علامہ نووی کا رجحان بھی اسی قول کی طرف ہے اور خطیب نے ان پر سبقت کرتے ہوئے پہلے ہی فرما دیا کہ: ہو سکتا ہے دونوں صحابہ اتفاقاً ایک ہی وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے پاس پہنچے ہوں۔ یہ واقعہ ایک سے زائد افراد کے ساتھ پیش آیا، اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں جو تفصیل بیان کرنے والے ہیں وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں، جیسا کہ اس کو امام ابوداؤد اور امام طبری نے روایت کیا ہے۔ (جامع البیان للطبری: ۱۹۵۳۹، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ) جب کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں جو تفصیل بیان کرنے والے ہیں وہ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری کی گزشتہ حدیث: ۴۷۴۵ میں گزر چکا ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ واقعات میں تعدد ہو اور نزول ایک مرتبہ ہو۔ (لہٰذا حضرت ہلال اور حضرت عویمر دونوں کا واقعہ آیات لعان کا سبب ہوسکتا ہے)، اسی طرح امام بزار اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر تم ام رومان کے ساتھ کسی مرد کو پاؤ تو اس سے کیا سلوک کرو گے؟ تو انہوں نے عرض کی: میں اس کے ساتھ بہت ہی سخت سلوک کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمر! تم کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا: میں اسے خدا کی قسم! قتل کردوں گا، اور میں پہلے ہی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنی رحمت سے بہت دور کردے، راوی کہتے ہیں: پھر آیت لعان نازل ہوئی۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار: ۲۲۳۷، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۷۴)

اور یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ آیت لعان کا نزول اصلاً حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی وجہ سے ہوا ہو، پھر جب حضرت عویمر رضی اللہ عنہ آئے ہوں اور انہیں حضرت ہلال کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ معلوم نہ ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسی سابقہ حکم سے آگاہ فرمایا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ہلال کے واقعہ میں راوی نے کہا: "پس جبریل نازل ہوئے" اور حضرت عویمر کے واقعہ میں راوی نے کہا کہ: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق حکم نازل فرمادیا ہے"۔ اس کا معنی یہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق اور تمہاری طرح جس کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آئے اس کے متعلق حکم نازل فرمادیا ہے، لہٰذا دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ علامہ ابن الصباغ نے الشامل میں یہی جواب دیا ہے، وہ کہتے ہیں: آیت لعان حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، البتہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ سے جو فرمایا کہ: "تمہارے اور تمہاری زوجہ کے بارے میں حکم نازل ہوگیا ہے"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہی حکم جو حضرت ہلال کے واقعہ میں نازل ہوا۔ اس کی تائید امام ابویعلیٰ کی روایت کردہ اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام میں سب سے پہلا جو لعان ہوا وہ اس وجہ سے تھا کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کے ساتھ شریک بن سحماء کے ملوث ہونے کا دعویٰ کیا۔ الحدیث (مسند ابویعلیٰ: ۲۸۲۴ ج ۵ ص ۲۰۷)

علامہ ابوالعباس قرطبی متوفی ۶۵۶ھ کا رجحان اس بارے میں یہ ہے کہ ہوسکتا ہے آیت لعان دو مرتبہ نازل ہوئی ہو۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: یہ مختلف احتمالات اگرچہ بعید ہیں، مگر ان روایتوں کے راوی جو کہ حفاظ ہیں ان کو غلط قرار دینے سے یہ احتمالات ہی بہتر ہیں۔ ایک جماعت نے لعان کے واقعہ میں حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے ذکر سے انکار کیا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: ابوعبداللہ بن ابی صفرہ جو کہ المہلب کے بھائی ہیں انہوں نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ (راویوں سے) خطاء ہوئی ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کا ہے، اور امام طبری نے بھی اسی طرح کی بات کی ہے۔ (المفہم ج ۴ ص ۳۰۰، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی، ابوعبداللہ بن ابی صفرہ کے اس قول کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ابن ابی صفرہ کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور حضرت ہلال کا ذکر کرنے میں راویوں کی خطاء کا کیسے یقین کیا جاسکتا ہے جب کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور پھر ان میں تطبیق بھی ممکن ہے اور جہاں تک امام ابن جریر طبری کے حوالہ کا تعلق ہے تو ایسی کوئی بات میں نے ان کے کلام میں نہیں دیکھی۔

(فتح الباری، موضحاً ومخرجاً ج ۵ ص ۱۷-۱۶، ۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث کے کچھ مشکل کلمات کی تشریح

فتلکأت: اس کا معنی ہے: کسی کام سے پیچھے ہٹنا، اس میں توقف اور تردد کرنا۔ یہ باب تفعل سے ہے اور اس کے حروف اصلیہ لام، کاف اور ہمزہ ہیں۔ نکصت: یہ نکوص (مصدر) سے ہے اور اس کا باب نصر وضرب ہے، اس کا معنی ہے: باز رہنا، پیچھے ہٹنا۔ فمضت: اس سے مراد ہے: اس نے لعان مکمل کر دیا۔ اکحل العینین: آنکھوں کی پلکوں پر قدرتی طور پر ایسی سیاہی ہو جیسے ان پر سرمہ لگایا گیا ہو۔ سابغ: ایسی چیز جو مکمل ہو اور بھری ہوئی ہو۔ خدلج: ایسی چیز جو بھری ہوئی ہو اور موٹی ہو۔ حدیث کے بالکل آخر میں جو فرمایا: لکان لی ولھا شأن اس میں لفظ شأن سے مراد رجم کرنا ہے اور مفہوم یہ ہے کہ اگر لعان کے سبب شریعت نے اس عورت سے رجم کو ساقط نہ کیا ہوتا تو میں اس کے بیٹے کے شریک بن سحماء کے ساتھ مشابہ ہونے کی بناء پر رجم کرتا۔

(کشف المشکل لابن الجوزی ج ۲ ص ۱۶۷، عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۱۲، تحفۃ الباری لابی یحییٰ الانصاری الشافعی ج ۸ ص ۵۳)

۴۔ بَابٌ: وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ إِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (النور: ۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور پانچویں بار (عورت یہ کہے) کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر (اس کا خاوند) سچوں میں سے ہو O (النور: ۹) کی تفسیر

۴۷۴۸۔ حَدَّثَنَا مُقَدَّمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَمِّي الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَقَدْ سَمِعَ مِنْهُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلًا رَمَى امْرَأَتَهُ فَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَتَلَاعَنَا كَمَا قَالَ اللّٰهُ ثُمَّ قَضَى بِالْوَلَدِ لِلْمَرْأَةِ وَفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ۔

[اطراف الحدیث: ۵۳۰۶۔ ۵۳۱۳۔ ۵۳۱۴۔ ۵۳۱۵۔ ۶۷۴۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مقدم بن محمد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے چچا قاسم بن یحییٰ نے از عبید اللہ حدیث بیان کی اور قاسم نے عبید اللہ سے سماع کیا ہے، عبید اللہ از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائی اور اس سے پیدا ہونے والے بچہ کا انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے لعان کروایا، پھر آپ نے فیصلہ فرمایا کہ بچہ عورت کا ہے اور دونوں لعان کرنے والوں کے درمیان آپ نے جدائی کروا دی۔

(صحیح مسلم: ۱۴۹۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۵۹، سنن ترمذی: ۱۲۰۳، سنن نسائی: ۳۴۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۹، المنتقیٰ لابن الجارود: ۷۵۴، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۵۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۰۹، صحیح ابن حبان: ۴۲۸۸، مسند احمد ج ۲ ص ۷ طبع قدیم ج ۸ ص ۱۲۴، رقم الحدیث ۴۵۲۷، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفس لعان سے میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع نہیں ہوتی بلکہ لعان کے بعد حاکم کے فیصلہ کی ضرورت پڑتی ہے یا یہ کہ شوہر از خود طلاق دے کر جدائی کر دے۔ دوسرا یہ کہ بچہ پیدا ہونے پر اس کا انکار کر دینا لعان کو واجب کر دیتا ہے اور لعان کے بعد وہ بچہ صرف اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ ان تمام مسائل پر گزشتہ احادیث کی شرح میں تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

Marfat.com

۵۔ بَابٌ: اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾ (النور:۱۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: بے شک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ پر) تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک گروہ ہے، تم اس (تہمت) کو اپنے لیے شر نہ سمجھو بلکہ وہ (نتائج کے اعتبار سے) تمہارے لیے بہتر ہے، اس گروہ میں سے ہر فرد کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور جس شخص نے ان میں سے اس (تہمت) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے O (النور:۱۱) کی تفسیر

سورۃ النور کی آیت:۱۱ کی مختصر تفسیر، لفظ افک کا اصل معنی اور عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ پر اشکال کا جواب

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت اور اس کے بعد آنے والی آیات (النور: ۲۰ تک) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں، کیونکہ غزوہ بنوالمصطلق سے لوٹنے کے بعد آپ پر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدکاری کی تہمت لگائی گئی، تو اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کے تعلق سے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کو از خود بیان فرمایا اور آپ کی شان میں سورۃ النور کی دس آیتیں نازل فرمائیں۔

اس آیت میں ''الافك'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: جھوٹ اور ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہے: بدترین جھوٹ۔ اس کا اصل معنی ہے: کسی چیز کا پلٹ دینا، جیسے وہ بستیاں جن کو عذاب الٰہی نے پلٹ دیا ان کو قرآن مجید میں المؤتفکات کہا گیا ہے۔ اس اعتبار سے ''إفك'' کا معنی ہوا: ایسی بات جس کو اس کے اصل رخ سے پھیر دیا گیا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں یہ لفظ اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، کہ وہ اپنی پاک دامنی اور شرافت نسب کی بناء پر تعریف وتوصیف کی حق دار تھیں نہ کہ تہمت اور الزام تراشی کی، لیکن جنہوں نے ان پر تہمت لگائی انہوں نے ان کا اصل حق (تعریف وثناء) ان سے پھیر دیا، اس لیے اس کو آیت میں ''افک'' قرار دیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۱۳)

ایک لفظ ''عُصْبَةٌ'' آیا ہے، اس کا معنی جماعت اور گروہ ہے، البتہ کتنے افراد کے گروہ پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اس بارے میں اقوال مختلف ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ لفظ تین سے دس تک افراد پر بولا جاتا ہے جب کہ ابن عیینہ کے نزدیک ۴۰ افراد، فراء کے نزدیک ایک سے چالیس ۴۰ افراد تک اور مجاہد کے نزدیک دس سے پندرہ افراد پر بولا جاتا ہے۔

(تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۸۲، عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۱۳)

جن افراد نے تہمت لگائی ان میں اس کا بانی تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ہے، جب کہ اس کے ساتھ زید بن رفاعہ، حضرت حسان بن ثابت، حضرت مسطح بن اثاثہ، حضرت حمنہ بنت جحش اور دیگر منافقین بھی شامل ہو گئے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اس آیت میں ''مِّنْكُمْ'' کا لفظ فرمایا گیا ہے، جس کا معنی ہے: یہ گروہ تم ہی میں سے ہے، حالانکہ تہمت لگانے والے اس گروہ میں زیادہ تر منافقین نے حصہ لیا، اس کے باوجود ''مِّنْكُمْ'' کہہ کر ان کو مسلمانوں میں کیوں شامل کیا گیا؟ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ

Marfat.com

نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ "مِّنۡکُمۡ" سے مراد ہے: ایسا گروہ جو تمہاری ملت پر ہے اور اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتا ہے، خواہ فی الواقع مسلمان ہے یا نہیں، لہٰذا یہ لفظ عبداللہ بن ابی کو بھی شامل ہوگا، کیونکہ وہ بہ ظاہر اپنے آپ کو اسلام ہی کی طرف منسوب کرتا تھا، اگرچہ حقیقۃً وہ کافر تھا۔ (روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۰۷، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اس آیت میں فرمایا: تم اس تہمت کو اپنے لیے شر نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اس جملہ میں مسلمانوں سے خطاب ہے، کیونکہ تہمت لگانے سے انہیں بہت صدمہ اور رنج ہوا تھا، خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کو اس کا بہت غم اور ملال تھا، اس لیے یہاں اللہ عزوجل کی طرف سے تسلی اور تسکین فرمائی جا رہی ہے کہ اس تہمت کو اپنے لیے شر یعنی نقصان دہ نہ سمجھو، بلکہ اس میں تمہارے لیے خیر اور نفع ہے، کیونکہ اس تکلیف پر اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے گا اور اپنا کلام نازل فرما کر تمہاری پاکیزگی کا اعلان فرمائے گا اور اس کے لیے ایسی آیات نازل فرمائے گا کہ ان میں سے ہر آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور ان کی تسلی کا سامان ہوگا اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور اہل بیت کرام کی طہارت کا بیان ہوگا اور جو اس معاملہ میں کلام کرے اس کے لیے سزا کا بیان ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۱۳)

آیت کے آخر میں فرمایا: اور جس شخص نے ان میں سے اس تہمت میں بڑا حصہ لیا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ اس سے مراد رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں آنے والی حدیث: ۴۷۴۹ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صراحۃً فرمایا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی ابن سلول ہے۔ اس کی مزید تفصیل ہم وہیں ذکر کریں گے۔

افاک اس کا معنی ہے: بہت جھوٹ بولنے والا۔

امام ابوعبیدہ اور دیگر نے افاک کا یہی معنی بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۱۴، فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۷) اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصد لفظ "افک" کا معنی و مفہوم واضح کرنا ہے۔

۴۷۴۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا ﴿وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ﴾ (النور: ۱۱) قَالَتْ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از معمر از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ انہوں نے (النور: ۱۱) کی تفسیر میں وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ کے متعلق فرمایا: یہ عبداللہ بن ابی ابن سلول ہے۔

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت میں جس نے بڑا حصہ لیا" اس سے عبداللہ بن ابی کے مراد ہونے پر دلائل

وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اس تہمت میں بڑا حصہ لیا۔ بڑا حصہ لینے سے مراد یہ ہے کہ اس سنگین کام کا آغاز کیا اور اس کی بنیاد رکھی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۴۲۱۴، معالم التنزیل ج ۳ ص ۳۹۲) اور ظاہر ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی ناپاک تہمت کی بنیاد رکھنے والا اور اس ناپاک مہم کا آغاز کرنے والا رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تھا۔ اس لیے صحیح قول یہی ہے کہ النور: ۱۱ میں "وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ" سے مراد صرف عبداللہ بن ابی ہے اور اسی کے لیے عذاب عظیم ہے۔ امام زہری نے عروہ سے اور انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ: وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ سے مراد عبداللہ بن ابی ہے اور عذاب عظیم سے مراد جہنم کا عذاب ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۳۹۲)

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عذاب عظیم سے مراد دنیا اور آخرت دونوں کا عذاب ہے یا صرف آخرت کا عذاب ہے، اور وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ سے مراد

Marfat.com

عبداللہ بن ابی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری (۴۷۴۹) میں از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے اور اسی پر محدثین کی اکثریت ہے، اور عبداللہ بن ابی لعنۃ اللہ علیہ لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا کرتا تھا اور ان کے سامنے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا تھا، یہی وہ پہلا شخص تھا جس نے یہ تہمت گھڑی اور اس کی تشہیر و اشاعت کی اور اس نے یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں شدت کی وجہ سے کیا۔ آخرت میں اس کے لیے عذاب یہ ہے کہ اس کو جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈالا جائے گا اور اس میں کتنا عذاب دیا جائے گا اس کی مقدار اللہ عزوجل ہی کو معلوم ہے اور دنیا میں اس کو جو عذاب ملا وہ یہ کہ اللہ عزوجل نے اس کو ذلت و رسوائی کا نشان بنا دیا اور تمام لوگوں پر اس کی منافقت ظاہر فرما دی اور اس پر دو مرتبہ حد جاری ہوئی، جیسا کہ امام طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی میں) آیات نازل ہونے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بلایا اور لوگوں کو جمع فرمایا، پھر ان سب کے سامنے وہ آیات تلاوت فرمائیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کے بیان میں نازل ہوئی تھیں اور آپ نے عبداللہ بن ابی کو بھی بلوایا، اسے سامنے لایا گیا تو آپ نے اس پر دو مرتبہ حد جاری فرمائی اور حضرت حسان، حضرت مسطح اور حضرت حمنہ بنت جحش (رضی اللہ عنہم) کو بھی بلوایا اور انہیں سخت ضرب لگائی۔ (المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۱۲۸) ایک قول یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی پر آپ نے ایک ہی حد جاری فرمائی۔ چنانچہ امام طبرانی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○ (النور:۱۱) کی تفسیر یہ کی ہے کہ عبداللہ ابی کے لیے دنیا میں عذاب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ۸۰ کوڑے لگائے اور آخرت میں عذاب یہ ہے کہ اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

(المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۱۳۷۔۱۳۶) (روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

آیت میں عبداللہ بن ابی کے مراد ہونے پر صحیح بخاری ہی کی ایک حدیث کے ذریعہ معترضین کا اعتراض اور اس کا جواب

علامہ آلوسی کی اس عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں آغاز سے لے کر تشہیر و اشاعت تک سب سے بڑا حصہ جس نے لیا ہے وہ عبداللہ بن ابی ہے اور اس کے لیے عذاب عظیم یہ ہے کہ وہ دنیا میں بھی رسوا ہوا اور آخرت کی رسوائی کہیں زیادہ ہے، اور صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود بھی صراحت فرما چکی ہیں کہ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ سے مراد عبداللہ بن ابی ہے۔

اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ صحیح بخاری ہی کی ایک حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ (جس نے تہمت میں بڑا حصہ لیا) اس سے مراد حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں، چنانچہ مکمل حدیث اس طرح ہے:

مسروق روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرنے کی اجازت چاہی، میں نے عرض کی کہ آپ انہیں بھی (اپنے پاس آنے کی) اجازت دیتی ہیں؟ ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کی: آپ ایسے شخص کو اپنے پاس آنے دیتی ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل فرما چکا کہ: وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ (النور:۱۱) تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا انہیں عذاب عظیم نہیں پہنچ چکا؟ سفیان کہتے ہیں: آپ کا اشارہ حضرت حسان کے نابینا ہو جانے کی طرف تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (مسروق سے) فرمایا: نابینا ہو جانے سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہوگا؟ (اور ان کے بارے میں کچھ بولنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کو جواب دیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۴۷۵۵۔۴۱۴۶۔۴۷۵۶)

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا موقف تو یہی ہے کہ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ (جس نے تہمت میں بڑا حصہ لیا) اس سے مراد رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ہے (جیسا کہ صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث: ۴۷۴۹ میں مذکور ہے) البتہ مسروق کو یہ وہم ہوا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور جتنے افراد بھی تہمت لگانے والے ہیں وہ سب اس آیت میں شامل ہیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گویا برسبیل فرض یہ بات فرمائی کہ اگر وہ اس آیت میں شامل بھی ہیں تو ان کا معاملہ عبداللہ بن ابی کی طرح نہیں ہے، کیونکہ عبداللہ بن ابی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل اذیت اور تکلیف دیتا رہا اور آپ کی شان میں گستاخیاں کرتا رہا، جب کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور دفاع میں کفار کے خلاف اشعار کہتے ہیں اور ان کی طرف سے ہونے والے اعتراضات کے جواب دے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے ہیں، سو جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ عبداللہ بن ابی کی طرح نہیں ہیں تو اس آیت کے بہ موجب ''عذاب عظیم'' میں بھی وہ عبداللہ بن ابی کی طرح نہیں ہیں، کیونکہ عبداللہ بن ابی کے لیے عذاب عظیم یہ ہے کہ وہ دنیا میں بھی ذلیل ہوا اور آخرت میں بھی اس کے لیے بہت شدید اور کبھی نہ ختم ہونے والی رسوائی ہے، جب کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی جو بینائی چلی گئی، تو یہی ان کے لیے کفارہ بن گیا اور ان کے لیے آگے کوئی عذاب نہیں ہے۔

اس جواب کی تائید میں مختلف شارحین حدیث کی آراء

خلاصہ یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذاتی موقف یہی ہے کہ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ سے مراد صرف عبداللہ بن ابی ہے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اس میں شامل کرنا یہ مسروق کا اپنا خیال ہے۔ ذیل میں ہم اس سلسلہ میں مختلف شارحین کی آراء ذکر کر رہے ہیں۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شامل ہونا ایک پیچیدہ معاملہ ہے، کیونکہ یہ بات گزر چکی ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی ہے اور یہی قول معتمد ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۴۷، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

یہ مسروق کا وہم ہے (ذاتی خیال ہے) کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے تہمت میں سب سے بڑا حصہ لیا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۲۰۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

یہ ایک پیچیدہ روایت ہے، کیونکہ اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ سے مراد حضرت حسان رضی اللہ عنہ ہیں، حالانکہ معتمد قول یہ ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۰ ص ۵۲۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسروق سے یہ فرمانا کہ: ''نابینا ہونے سے زیادہ کیا عذاب ہوگا'' یہ برسبیل تنزل ہے۔ (یعنی اگر مان لیا جائے کہ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ شامل ہیں تو دنیا میں نابینا ہو جانا ہی ان کے لیے کافی ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا اس کے سوا کوئی معنی نہیں ہے۔ (علامہ زرہونی ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ) معتمد قول یہی ہے کہ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ سے مراد صرف عبداللہ بن ابی ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۳۵۶، ج ۱۱ ص ۴۵، مطبوعہ مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

Marfat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی فرمانا اور ان کے خلاف بولنے سے منع فرمانا

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذاتی موقف یہی تھا کہ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ سے مراد عبداللہ بن ابی ہے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس میں شامل نہیں ہیں''۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بہت عزت دیتی تھیں اور ان کے خلاف کسی قسم کی بات سننے کو گوارا نہیں کرتی تھیں اور اگر کوئی کہنا چاہتا تو اسے یہ کہہ کر خاموش فرما دیتی تھیں کہ حسان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں اشعار کہتے ہیں اور آپ کے دشمنوں کا بھرپور رد کرتے ہیں، اس لیے ان کے خلاف کچھ نہ کہو۔ چنانچہ واقعہ افک کی تفصیلی حدیث میں امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے معاملہ میں وہ لوگ ہلاک ہو گئے جو ہلاک ہو گئے اور جس نے اس تہمت میں سب سے زیادہ حصہ لیا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول ہے۔ عروہ کہتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی مذمت کیے جانے کو ناپسند کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ انہوں نے یہ شعر کہا ہے:

فان ابی ووالدهٗ و عرضی لعرض محمد منکم وقاء

میرے آباء واجداد اور میری عزت وآبرو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وآبرو کے لیے تمہارے حملوں سے بچاؤ کا ذریعہ اور ڈھال بنی رہے گی۔ (صحیح البخاری: ۴۱۴۱، صحیح مسلم: ۲۷۷۰)

علامہ ابو عمر ابن عبدالبر قرطبی مالکی متوفی ۴۶۳ھ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حالات بیان کرتے ہوئے یہ حدیث ذکر کرتے ہیں کہ: محمد بن سائب بن برکہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طواف کر رہی تھیں، ان کے ساتھ ام حکیم بنت خالد بن العاص اور ام حکیم بنت عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہما بھی موجود تھیں، یہ دونوں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متعلق گفتگو کرنے لگیں اور ان کی گفتگو میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی مذمت تھی، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم دونوں (حسان رضی اللہ عنہ کی مذمت کر رہی ہو؟) میں تو یہ امید کرتی ہوں کہ وہ اپنی زبان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا جو تحفظ کرتے تھے اس کے طفیل اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ا ص ۴۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

مفسر شہیر امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے محمد بن سیرین سے روایت کیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو (اپنے پاس آنے کی) اجازت دیا کرتی تھیں اور ان کے لیے تکیہ منگواتی تھیں اور (لوگوں سے) فرماتی تھیں کہ: حسان (رضی اللہ عنہ) کو اذیت مت دیا کرو' کیونکہ یہ اپنی زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت کرتے ہیں اور اللہ عزوجل اس بات پر قادر ہے کہ ان کے نابینا ہونے کو ہی ان کے لیے عذاب عظیم (کے قائم مقام) فرما دے (اور آخرت میں انہیں کچھ تکلیف نہ ہو)۔

ایک روایت میں ہے کہ: نابینا ہونا بڑا عذاب ہے اور اللہ عزوجل اس بات پر قادر ہے کہ وہ ان کے نابینا ہونے کو ہی عذاب عظیم (کے قائم مقام) فرما دے اور حسان (رضی اللہ عنہ) کی مغفرت فرما دے اور ان کو جنت میں داخل فرما دے۔

(الدر المنثور ج ۶ ص ۱۴۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس روایت میں نابینا ہونے کو جو عذاب عظیم قرار دیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں اس تکلیف کو ان کے لیے کفارہ کر دیا گیا ہے اور اب آخرت میں ان کے لیے کسی قسم کی سزا اور سرزنش نہیں ہوگی، البتہ جو ان ہستیوں پر لعن طعن کرے اس کے لیے ضرور ذلت ورسوائی کا عذاب ہے، کیونکہ جب ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' فرما کر اللہ عزوجل نے ان ہستیوں سے اپنی رضا اور

خوشنودی کا اعلان فرما دیا تو یہی ان کے لیے سب سے بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کے ہوتے ہوئے انہیں کسی کی ناراضی اور بغض و عداوت کی پرواہ نہیں ہے۔

۶۔ بَابٌ: لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ (النور: ۱۲۔ ۱۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: جب تم نے اس (تہمت) کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہیں کیا اور یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ تو کھلا بہتان ہے O تہمت لگانے والے اس تہمت پر چار گواہ کیوں نہ لائے! پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں O (النور: ۱۳۔ ۱۲) کی تفسیر

بے قصور یا نامعلوم شخص پر تہمت لگے تو اہل ایمان کو کیا گمان رکھنا چاہیے؟ اور واقعہ افک کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر ایک دلیل

''مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہیں کیا'' یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو غلط اور سنگین افواہ اڑائی گئی اس کو سنتے ہی اہل ایمان کو چاہیے تھا کہ وہ اپنوں کے متعلق نیک گمان کرتے اور اس معاملہ کو اپنی ذات پر قیاس کر کے غور کرتے، جیسے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا نے مثال قائم فرمائی کہ انہوں نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ نے سنا لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں؟ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں میں نے وہ باتیں سنی ہیں، مگر وہ سب جھوٹ ہے۔ اے ام ایوب! تم بتاؤ کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! میں ایسا نہیں کر سکتی، تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا، خدا کی قسم! عائشہ (رضی اللہ عنہا) تم سے بہتر عورت ہیں (وہ بدرجہ اولیٰ ایسا کام نہیں کر سکتیں)۔ (جامع البیان للطبری ج ۱۰ ص ۱۲۸ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۸۶)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: پس اللہ عزوجل نے مسلمانوں پر واجب فرما دیا کہ جب وہ نامعلوم شخص پر کسی کی زبان سے تہمت یا کسی بھی قسم کا برا تذکرہ سنیں تو اس کو تسلیم نہ کریں اور اسے جھٹلا دیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ: اس آیت سے یہ قانون ملتا ہے کہ کوئی فاسد، مجہول اور غیر یقینی خبر، خواہ کتنی ہی مشہور ہو جائے، اس کی بناء پر کسی کے مرتبہ ایمان، مقام تقویٰ اور پاک دامنی کی چادر کو زائل نہیں کیا جا سکتا۔ (تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۸۶، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

''اور یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے'' اس جملہ میں اللہ عزوجل نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے واقعہ کو ''افک مبین'' (کھلا بہتان) قرار دیا ہے اور اہل ایمان پر عتاب فرمایا ہے کہ ان کو یہ الزام سنتے ہی کہنا چاہیے تھا کہ یہ بالکل کھلا بہتان ہے، سو جب قرآن مجید نے اس تہمت کو کھلا بہتان قرار دے دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ کوئی پوشیدہ اور پیچیدہ معاملہ نہیں تھا، لہٰذا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی حقیقت کا علم نہیں تھا اور معاذ اللہ لاعلمی کی وجہ سے آپ افسردہ اور پریشان تھے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا بھی انکار ہے اور آیت مبارکہ کے الفاظ ''افک مبین'' کے معنی و مفہوم کا بھی انکار ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ اس آیت کے تحت کنزالایمان کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس (تہمت) کا جھوٹا بہتان ہونا غیب نہیں، بلکہ بالکل ظاہر تھا، جسے رب نے ''مبین'' فرمایا، لہٰذا حضور پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ (نور العرفان ص ۵۶۰، مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ، گجرات، پاکستان)

اگلی آیت (النور: ۱۳) میں فرمایا: ''پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں'' یعنی تہمت لگانے والے اگر اپنی خبر میں حق پر تھے تو قذف کی جو بنیادی شرط ہے (چار گواہ پیش کرنا) وہ انہوں نے پوری کیوں نہیں کی؟ اور جب یہ شرط پوری نہیں کی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی یہ خبر کذب پر مبنی ہے۔

حدیث افک

۴۷۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا فَبَرَّأَهَا اللهُ مِمَّا قَالُوا وَكُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ الَّذِي حَدَّثَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَعَهُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدَمَا نَزَلَ الْحِجَابُ فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأُنْزَلُ فِيهِ فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَافِلِينَ آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى رَحْلِي فَإِذَا عِقْدٌ لِي مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي وَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِينَ كَانُوا يَرْحَلُونَ لِي فَاحْتَمَلُوا هَوْدَجِي فَرَحَلُوهُ عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ رَكِبْتُ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر، سعید بن المسیب، علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا واقعہ بیان کیا جب تہمت لگانے والوں نے ان کے متعلق ناگفتہ بہ باتیں کیں اور پھر اللہ عزوجل نے اس تہمت سے ان کی پاکیزگی کو بیان فرمایا، (ابن شہاب الزہری کہتے ہیں:) ان راویوں میں سے ہر ایک نے مجھے اس حدیث کا ایک ایک ٹکڑا بیان کیا اور ان راویوں کی بیان کردہ حدیث کا ایک ٹکڑا دوسرے کی تصدیق کرتا ہے، اگرچہ ان راویوں میں بعض ایسے ہیں جو اس حدیث کو دوسرے بعض سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔ عروہ نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مجھے جس طرح بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (سفر کے لیے) تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے، پس ان میں سے جس کا نام نکل آتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: ایک غزوہ کے موقع پر آپ نے اسی طرح ہمارے درمیان قرعہ اندازی فرمائی تو میرا نام نکل آیا، پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئی، یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے، پس مجھے ہودج سمیت (اونٹ پر) سوار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ مجھے (اونٹ سے) اتارا جاتا تھا، سو (اس طرح) ہم چلتے رہے، حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غزوہ سے

Marfat.com

وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يُثْقِلْهُنَّ اللَّحْمُ إِنَّمَا
تَأْكُلُ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ
الْهَوْدَجِ حِينَ رَفَعُوهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ
فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوا فَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَمَا
اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا دَاعٍ وَلَا
مُجِيبٌ فَأَمَمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ
سَيَفْقِدُونِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي
غَلَبَتْنِي عَيْنِي فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ
السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ فَأَدْلَجَ
فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَأَتَانِي
فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي وَكَانَ رَآنِي قَبْلَ الْحِجَابِ
فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي فَخَمَّرْتُ
وَجْهِي بِجِلْبَابِي وَ وَاللّٰهِ مَا كَلَّمَنِي كَلِمَةً وَلَا سَمِعْتُ
مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ
عَلَى يَدَيْهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى
أَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَمَا نَزَلُوا مُوغِرِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ
فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى الْإِفْكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ
أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِينَ
قَدِمْتُ شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ
الْإِفْكِ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ وَهُوَ يَرِيبُنِي فِي وَجَعِي
أَنِّي لَا أَعْرِفُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ اللُّطْفَ الَّذِي
كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَشْتَكِي إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُولُ
اللّٰهِ ﷺ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُولُ كَيْفَ تِيكُمْ ثُمَّ يَنْصَرِفُ
فَذَاكَ الَّذِي يَرِيبُنِي وَلَا أَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتَّى خَرَجْتُ
بَعْدَمَا نَقَهْتُ فَخَرَجَتْ مَعِي أُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ
الْمَنَاصِعِ وَهُوَ مُتَبَرَّزُنَا وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ
وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيبًا مِنْ بُيُوتِنَا
وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي التَّبَرُّزِ قِبَلَ الْغَائِطِ فَكُنَّا
نَتَأَذَّى بِالْكُنُفِ أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوتِنَا فَانْطَلَقَتْ

فارغ ہو کر واپس لوٹے اور لوٹتے ہوئے ہم مدینہ کے قریب ہو گئے تو ایک رات جب قافلہ کے چلنے کا حکم ہوا تو میں چلنے کا حکم ہوتے ہی کھڑی ہوئی اور (قضائے حاجت کے لیے ایک طرف) چلی حتیٰ کہ لشکر سے دور نکل گئی، پھر جب اپنی حاجت پوری کر کے میں اپنی منزل کی طرف آنے لگی تو اچانک میری توجہ ہوئی کہ ظفار (یمن کی ایک بستی) کے نگینوں کا بنا ہوا میرا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا ہے، پس میں اپنا ہار تلاش کرنے لگی اور اس کی تلاش نے مجھے (وہاں) روک دیا، (دوسری طرف) وہ لوگ جو میرے لیے کجاوہ اونٹ پر باندھتے تھے وہ آئے اور میرا کجاوہ اٹھا کر اس اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی، وہ لوگ اس گمان میں تھے کہ میں کجاوے میں موجود ہوں۔ ان دنوں عورتوں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں اور گوشت سے ان کے بدن بھاری نہیں ہوتے تھے، کیونکہ وہ تھوڑا سا کھانا کھاتی تھیں، سو اس لیے کجاوے کو اٹھاتے وقت لوگوں کو اس کا ہلکا ہونا محسوس نہیں ہوا اور (مزید یہ کہ اس وقت) میں ایک کم عمر لڑکی تھی، پس ان لوگوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل دیے اور جب لشکر گزر گیا تو مجھے میرا ہار مل گیا، لہٰذا میں لوگوں کے پڑاؤ کی جگہوں پر پہنچی تو وہاں (یہ حال تھا کہ) نہ کوئی آواز دینے والا تھا نہ کوئی جواب دینے والا، پس میں اس جگہ پر چلی آئی جہاں میں تھی، اور میرا گمان یہ تھا کہ جب لوگ (کجاوے میں) مجھے نہیں پائیں گے تو میری طرف لوٹ آئیں گے، میں ابھی اپنے پڑاؤ کی جگہ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اس دوران مجھے اونگھ آنے لگی اور میں سو گئی، حضرت صفوان بن معطل السلمی ثم الذکوانی (رضی اللہ عنہ) لشکر کے پیچھے پیچھے تھے، وہ رات کے آخری حصہ سے چلتے ہوئے آ رہے تھے، پس میرے پڑاؤ کی جگہ پر وہ صبح کے وقت پہنچے، انہوں نے (دور سے) ایک سوئے انسان کا سراپا دیکھا تو وہ میرے پاس آئے اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے (کیونکہ) پردے کا حکم آنے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا، سو انہوں نے مجھے پہچانتے ہی إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا جس سے میں جاگ گئی اور میں نے فوراً اپنی چادر سے اپنا چہرہ چھپا لیا، اللہ کی قسم! انہوں نے

Marfat.com

أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ ابْنَةُ أَبِي رُهْمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَيْتِي وَقَدْ فَرَغْنَا مِنْ شَأْنِنَا فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ أَتَسُبِّينَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا قَالَتْ أَيْ هَنْتَاهْ أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ قَالَتْ قُلْتُ وَمَا قَالَ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي وَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ تَعْنِي سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تِيكُمْ فَقُلْتُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ آتِيَ أَبَوَيَّ قَالَتْ وَأَنَا حِينَئِذٍ أُرِيدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا قَالَتْ فَأَذِنَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فَجِئْتُ أَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِأُمِّي يَا أُمَّتَاهْ مَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ قَالَتْ يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَيْكِ فَوَاللهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا كَثَّرْنَ عَلَيْهَا قَالَتْ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللهِ أَوَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهَذَا قَالَتْ فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ حَتَّى أَصْبَحْتُ أَبْكِي فَدَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رضي الله عنه حِينَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَأْمِرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ قَالَتْ فَأَمَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَأَشَارَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالَّذِي يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ وَبِالَّذِي يَعْلَمُ لَهُمْ فِي نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَهْلَكَ وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ وَإِنْ تَسْأَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ قَالَتْ فَدَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بَرِيرَةَ فَقَالَ أَيْ بَرِيرَةُ هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يَرِيبُكِ قَالَتْ بَرِيرَةُ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْ

مجھ سے کسی قسم کی کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے ان سے کی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کے سوا ان سے کوئی بات نہیں سنی، حتیٰ کہ انہوں نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور اونٹ کے پاؤں اپنے ہاتھوں سے دبا کر رکھے، پس میں اس اونٹ پر سوار ہوگئی اور وہ اونٹ کو آگے سے کھینچتے ہوئے مجھے لے چلے، حتیٰ کہ ہم اس وقت لشکر کے پاس پہنچے جب وہ عین دوپہر کی شدید گرمی میں (دھوپ سے بچنے کے لیے) پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، سو (اس کے بعد تہمت کا ایک طوفان کھڑا ہوا اور اس میں) جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا اور اس تہمت میں جس نے قائدانہ کردار ادا کیا وہ (رئیس المنافقین) عبداللہ بن ابی ابن سلول ہے، پس ہم مدینہ پہنچے اور میں پہنچتے ہی ایک ماہ کے لیے بیمار ہوگئی، (اس دوران) لوگ تہمت لگانے والوں کی باتوں میں بہت مشغول رہے اور مجھے اس میں سے کسی بات کا علم نہیں تھا، البتہ اس بیماری کے دوران مجھے اس بات سے کچھ شبہ ہوتا تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے وہ لطف و کرم نہیں پاتی تھی جو اس سے پہلے بیماری کے دنوں میں آپ سے میں پاتی تھی، اب صرف اتنا ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لاتے اور سلام کر کے فرماتے کہ تم کیسی ہو؟ پھر واپس تشریف لے جاتے، پس یہ وہ بات تھی جس سے مجھے شبہ ہوتا تھا (کہ کوئی بات ضرور ہے) تاہم مجھے (باہر ہونے والی) شرارت کا کچھ علم نہیں تھا، حتیٰ کہ ایک دن جب کمزوری کے باوجود طبیعت میں کچھ افاقہ تھا تو میں باہر نکلی، حضرت ام مسطح (رضی اللہ عنہا) بھی میرے ساتھ نکلیں، ہم ''مناصع'' (مدینہ کے بیرونی جگہ ایک جگہ) کی طرف گئے، ہمارے قضائے حاجت کے لیے یہی جگہ تھی اور (قضائے حاجت کے لیے) ہم صرف رات میں نکلتے تھے اور پھر اس سے اگلی رات کو نکلتے تھے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اپنے گھروں کے قریب بیت الخلاء بنانے سے ہمیں تکلیف ہوتی تھی، پس میں اور حضرت ام مسطح (مناصع کی طرف) روانہ ہوئیں، ام مسطح ابورہم بن عبد مناف کی بیٹی ہیں اور ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی ہیں۔ یوں ام مسطح، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ

Marfat.com

أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاسْتَعْذَرَ يَوْمَئِذٍ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ ابْنِ سَلُولَ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا أَعْذِرُكَ مِنْهُ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ وَكَانَ قَبْلَ ذَلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلَكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللهِ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللهِ لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ فَتَثَاوَرَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا أَنْ يَقْتَتِلُوا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ قَالَتْ فَبَكَيْتُ يَوْمِي ذَلِكَ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ قَالَتْ فَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ وَلَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ يَظُنَّانِ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي قَالَتْ فَبَيْنَمَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي فَاسْتَأْذَنَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ قَالَتْ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مُنْذُ قِيلَ مَا قِيلَ قَبْلَهَا وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَا يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي قَالَتْ فَتَشَهَّدَ

ہیں اور ان کے بیٹے حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ ہیں، پس قضائے حاجت سے فارغ ہو کر جب میں اور ام مسطح گھر کی طرف آنے لگیں تو ام مسطح اپنی چادر میں الجھ کر پھسل گئیں، تو (بے اختیار) انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے! میں نے ان سے کہا: آپ نے بری بات کہی، آپ ایک ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں جس نے غزوۂ بدر میں شرکت کی ہے۔ انہوں نے کہا: ہائے سیدھی سادی لڑکی تم نے وہ بات نہیں سنی جو مسطح نے کہی ہے؟ میں نے کہا: (بتاؤ) مسطح نے کیا کہا ہے؟ پھر انہوں نے مجھے تہمت والوں کی خبر سنائی، یوں میری بیماری اور بڑھ گئی، پس میں اپنے گھر لوٹی اور رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور (حسب معمول) سلام فرما کر پوچھا کہ تم کیسی ہو؟ تو میں نے کہا: کیا آپ مجھے میرے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیتے ہیں؟ اور میں اس وقت یہ چاہتی تھی کہ ان دونوں سے اس خبر کی تحقیق کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی، پس میں اپنے ماں باپ کے پاس آئی اور میں نے اپنی والدہ سے کہا: امی جان! لوگ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: پیاری بیٹی! اپنے آپ پر اطمینان رکھو، کیونکہ اللہ کی قسم! بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خوب صورت عورت کسی ایسے شخص کے نکاح میں ہو جو اس سے محبت بھی رکھتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور پھر عورتیں اس کے بارے میں باتیں نہ بنائیں۔ (حضرت عائشہ فرماتی ہیں:) میں نے کہا: اللہ بہت پاک ہے اور لوگ (بھی) اس بات کا چرچا کرنے میں لگے ہوئے ہیں؟ فرماتی ہیں: پھر میں وہ پوری رات روتی رہی حتیٰ کہ صبح ہو گئی، (لیکن) میرے آنسو نہیں رک رہے تھے اور نہ ہی نیند کو میں نے اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا، حتیٰ کہ مجھے روتے روتے صبح ہو گئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو بلایا اس وقت کہ جب آپ پر وحی نازل ہونے میں دیر ہو گئی، آپ ان دونوں سے اپنی زوجہ کو چھوڑ دینے کے معاملہ میں مشورہ لینا چاہتے تھے فرماتی ہیں: جہاں تک حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا معاملہ ہے

Marfat.com

رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ جَلَسَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ إِلَى اللهِ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً فَقُلْتُ لِأَبِي أَجِبْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِيمَا قَالَ قَالَ وَاللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ لِأُمِّي أَجِيبِي رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَتْ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَتْ فَقُلْتُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ إِنِّي وَاللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ هَذَا الْحَدِيثَ حَتَّى اسْتَقَرَّ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ وَاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِي بِذَلِكَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي مِنْهُ بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي وَاللهِ مَا أَجِدُ لَكُمْ مَثَلًا إِلَّا قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ قَالَ ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ﴾ (یوسف:۱۸) قَالَتْ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ فَاضْطَجَعْتُ عَلَى فِرَاشِي قَالَتْ وَأَنَا حِينَئِذٍ أَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ وَأَنَّ اللهَ مُبَرِّئِي بِبَرَاءَتِي وَلَكِنْ وَاللهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللهَ مُنْزِلٌ فِي شَأْنِي وَحْيًا يُتْلَى وَلَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلَى وَلَكِنْ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللهُ بِهَا قَالَتْ فَوَاللهِ مَا رَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ سُرِّيَ عَنْهُ وَهُوَ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وہی مشورہ دیا جس کا ان کو علم تھا اور وہ یہ کہ آپ کی اہلیہ پاک ہیں اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے دل میں اپنے گھر والوں سے جس محبت کا علم تھا اس کے مطابق انہوں نے مشورہ دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! (یہ) آپ کی اہلیہ ہیں اور ہمیں (ان کے بارے میں) خیر کے سوا کسی بات کا علم نہیں ہے، اور جہاں تک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں رکھی، ان کے سوا عورتیں اور بھی بہت ہیں اور اگر آپ (ان کی) باندی سے پوچھ لیں تو وہ آپ کو سچ سچ بتائے گی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ کو بلایا اور فرمایا: بریرہ! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تمہیں شک ہوتا ہو؟ حضرت بریرہ نے کہا: نہیں! جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کی قسم! میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے میں ان کی ذات پر عیب لگا سکوں، البتہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ آپ ایک کم عمر لڑکی ہیں اور اپنے گھر میں آٹا گوندھتے ہوئے سو جاتی ہیں تو کوئی جانور آ کر اس آٹے کو کھا جاتا ہے، پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اس دن آپ نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کے معاملہ میں (اپنے لیے) حمایت طلب کی۔ فرماتی ہیں: پس رسول اللہ ﷺ نے منبر پر (کھڑے ہو کر) فرمایا: اے گروہ مسلمین! ایک ایسا شخص جس کی میرے گھر والوں کے متعلق شر انگیزی (کی خبر) مجھے پہنچی ہے اس کے مقابلہ پر کون میری حمایت کرے گا؟ پس اللہ کی قسم! مجھے اپنے گھر والی کے متعلق خیر کے سوا کسی چیز کا علم نہیں ہے اور لوگ جس مرد کا ذکر کر رہے ہیں ان کے بارے میں (بھی) مجھے خیر کے سوا کسی چیز کا علم نہیں ہے اور وہ (شخص) ہمیشہ میرے گھر میں میرے ساتھ آیا ہے، پس حضرت سعد بن معاذ الانصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اس (تہمت کا آغاز کرنے والے) کے مقابلہ میں آپ کی حمایت کرتا ہوں، اگر وہ شخص اوس سے ہوا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور

Marfat.com

يَضْحَكُ فَكَانَتْ أَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ بَرَّأَكِ فَقَالَتْ أُمِّي قُومِي إِلَيْهِ قَالَتْ فَقُلْتُ لَا وَاللهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ الْعَشْرَ الْآيَاتِ كُلَّهَا فَلَمَّا أَنْزَلَ اللهُ هَذَا فِي بَرَاءَتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رضی الله عنه وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ وَاللهِ لَا أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ ۗ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾ (النور:٢٢) قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَلَى وَاللهِ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لِي فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللهِ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْأَلُ زَيْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي فَقَالَ يَا زَيْنَبُ مَاذَا عَلِمْتِ أَوْ رَأَيْتِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا قَالَتْ وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَعَصَمَهَا اللهُ بِالْوَرَعِ وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْإِفْكِ۔

اگر وہ ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہوا تو آپ ہمیں جو حکم دیں گے ہم اس پر عمل کریں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو کہ خزرج کے سردار ہیں وہ کھڑے ہوئے، پہلے وہ اچھے آدمی تھے، مگر (آج اپنی قوم کی) غیرت ان پر غالب آگئی، انہوں نے کھڑے ہو کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ کی بقا کی قسم! تم نے غلط بیانی کی ہے، تم اس شخص کو قتل نہیں کرو گے اور نہ ہی اسے قتل کرنے کی تم میں طاقت ہے، پس حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے جو کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے، انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: تم نے غلط بیانی کی ہے، اللہ کی بقا کی قسم! ہم ضرور اس شخص کو قتل کریں گے، کیا تم (بھی) منافق ہو گئے ہو جو منافقوں کی حمایت میں جھگڑ رہے ہو؟ پس (اس طرح) اوس اور خزرج دونوں قبیلے (جوش میں) اٹھ کھڑے ہوئے، حتیٰ کہ انہوں نے باہم لڑائی کا ارادہ کر لیا اور (دوسری طرف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے تھے، آپ (اپنے منبر سے) مسلسل انہیں ٹھنڈا کرتے رہے، حتیٰ کہ لوگ خاموش ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس میرا یہ پورا دن اس طرح گزرا کہ میرے آنسو نہیں تھم رہے تھے اور نہ (اس دوران) میں نے نیند کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا۔ فرماتی ہیں: پس (اگلے روز) صبح کو بھی میرے والدین میرے پاس موجود تھے اور مجھے روتے روتے دو راتیں اور ایک دن گزر چکا تھا، جس میں میں نے نہ تو نیند کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا تھا اور نہ میرے آنسو رکے تھے، (اس حالت کو دیکھ کر میرے والدین) یہ گمان کر رہے تھے کہ اتنا رونے سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا، پس وہ دونوں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ اس اثناء میں انصار کی ایک عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی، میں نے اسے اجازت دی تو وہ بیٹھ گئی اور (خود بھی) میرے ساتھ رونے لگی۔ ابھی ہم اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، پس آپ نے سلام کیا اور پھر

Marfat.com

بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب سے تہمت کا سلسلہ شروع ہوا تھا اس وقت سے لے کر آج سے پہلے تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس نہیں بیٹھے، ایک مہینے تک آپ نے میرے معاملہ میں انتظار کیا (لیکن) آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھے بیٹھے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر فرمایا: حمد وثناء کے بعد اے عائشہ! بے شک مجھے تمہارے بارے میں اس اس طرح کی خبر پہنچی ہے، پس اگر تم پاک ہو تو عنقریب اللہ عزوجل تمہاری پاکیزگی بیان فرما دے گا اور اگر تم سے کسی لغزش کا ارتکاب ہو گیا ہے تو اللہ عزوجل سے تم بخشش طلب کرو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، کیونکہ بندہ جب اپنی لغزش کا اعتراف کر کے اللہ عزوجل کی طرف رجوع کر لیتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پس جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات مکمل فرمائی میرے آنسو ایک دم اس طرح خشک ہو گئے کہ میں اس کا ایک قطرہ بھی اب محسوس نہیں کر رہی تھی، پس میں نے اپنے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے آپ (میری طرف سے) اس کا جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے نہیں سمجھ آ رہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا عرض کروں؟ پس میں نے اپنی والدہ سے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیں۔ انہوں نے (بھی یہی) کہا کہ: مجھے نہیں سمجھ آ رہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا عرض کروں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس میں نے (خود ہی) عرض کیا اور اس وقت میں ایک کم سن لڑکی تھی اور میں نے قرآن مجید بہت زیادہ نہیں پڑھا تھا، (میں نے عرض کیا کہ:) اللہ کی قسم! بلاشبہ یہ بات مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں نے (میرے متعلق) یہ بات اس قدر سنی ہے کہ یہ آپ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی ہے اور آپ لوگوں نے اس کی تصدیق بھی کی ہے، پس اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں (اس تہمت سے) پاک ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں پاک ہوں، تو آپ لوگ ضرور میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں (اس)

Marfat.com

تہمت کا اعتراف کرلوں حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں پاک ہوں، تو آپ لوگ ضرور میری تصدیق کریں گے۔ اللہ کی قسم! آپ لوگوں کے لیے میں کوئی مثال نہیں پاتی سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے اس جملہ کے، انہوں نے فرمایا تھا: پس صبر کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم لوگ بیان کر رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد کی درخواست ہے O (یوسف ۱۸) فرماتی ہیں: پھر میں دوسری جانب منہ کر کے اپنے بستر پر لیٹ گئی اور اس وقت میں بہت مطمئن تھی کہ میں پاک ہوں اور مجھے یقین تھا کہ اللہ عزوجل میری براءت (پاکیزگی) ضرور بیان فرمائے گا، لیکن اللہ کی قسم! مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ عزوجل میرے معاملہ میں ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی (ہمیشہ) تلاوت کی جائے گی، اور میرے خیال میں میرا معاملہ اس سے کہیں کم تر تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسی بات فرمائے گا جو (ہمیشہ) تلاوت کی جائے گی، البتہ مجھے یہ امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں کوئی ایسا خواب (ضرور) دیکھیں گے کہ جس سے اللہ تعالیٰ میری پاکیزگی ظاہر فرمائے گا، فرماتی ہیں: پس اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کہیں جانے کے لیے ابھی یہاں سے) اٹھے بھی نہیں تھے اور گھر والوں میں سے بھی کوئی باہر نہیں گیا تھا اور آپ پر وحی کا نزول شروع ہوگیا، پس آپ پر وہی شدت طاری ہوگئی جو (نزول وحی کے وقت) آپ پر طاری ہوتی تھی، حتیٰ کہ جو کلام آپ پر نازل ہو رہا تھا اس کی ثقالت کی وجہ سے موتیوں کی طرح آپ سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے، حالانکہ یہ سردی کا دن تھا۔ فرماتی ہیں: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے، پس (نزول وحی کے بعد) سب سے پہلی جو بات آپ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ: اے عائشہ! اللہ عزوجل نے تمہاری پاکیزگی بیان فرمادی ہے، پس میری والدہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑی ہو جاؤ، پس میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں (ابھی) صرف اللہ عزوجل کی تعریف کروں گی۔ اللہ عزوجل نے اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ

Marfat.com

عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (سے وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝ تک) دس آیتیں مکمل نازل فرمائیں۔ جب یہ آیتیں میری پاکیزگی کے بیان میں اللہ عزوجل نے نازل فرمادیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ پر ان سے قرابت داری اور ان کی غربت کی وجہ سے (اپنا مال) خرچ کیا کرتے تھے ان کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم! میں آئندہ مسطح پر کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا بعد اس کے کہ انہوں نے (میری بیٹی) عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی ہے۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس کہنے پر) پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور تم میں سے اصحاب فضل اور ارباب وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہیں دیں گے، ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت فرمادے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۝ (النور: ۲۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (یہ آیت سن کر) کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! میں یہی پسند کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل میری مغفرت فرمادے، پس آپ نے مسطح رضی اللہ عنہ کو پھر سے خرچہ دینا شروع کر دیا جو پہلے آپ دیا کرتے تھے اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس خرچہ کو ان سے کبھی نہیں روکوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے (بھی) میرے معاملہ میں دریافت کیا تھا اور فرمایا تھا: اے زینب! تمہیں (اس بارے میں) کیا کچھ معلوم ہے اور تمہاری کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کی بہت حفاظت کرتی ہوں، (عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق) مجھے خیر کے سوا کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا وہ خاتون ہیں جو مجھ سے بلند رہنا چاہتی تھیں، پس اللہ عزوجل نے ان کی خدا خوفی کی وجہ سے ان کو (تہمت لگانے سے) محفوظ رکھا، (البتہ) ان کی بہن حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا ان (کی بلندی) کے لیے لڑیں، پس وہ تہمت

Marfat.com

لگانے والوں میں شامل ہو کر ہلاک ہو گئی۔

حدیث افک کے مباحث پر سب سے زیادہ محدث اعظم علامہ غلام رسول سعیدی کا بحث اور تحقیق فرمانا

یہ حدیث اسی تفصیل کے ساتھ اس سے قبل دو مرتبہ گزر چکی ہے، ایک مرتبہ کتاب الشہادات میں رقم الحدیث ۲۶۶۱ کے تحت اور دوسری مرتبہ کتاب المغازی میں ۴۱۴۱ کے تحت، اور استاذ مکرم محدث اعظم علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی دونوں مرتبہ اس کی بہت مفصل شرح کر چکے ہیں۔ البتہ پہلی حدیث (۲۶۶۱) کی شرح میں خود آپ کے بہ قول آپ نے علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کی عمدۃ القاری کو پیش نظر رکھا ہے، جب کہ دوسری حدیث (۴۱۴۱) کی شرح میں آپ نے علامہ ابوحفص عمر بن علی المعروف بابن الملقن الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ کی التوضیح سے استفادہ فرمایا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے یہاں علامہ کی دونوں ابحاث کے عنوان ذکر کیے جا رہے ہیں:

نعمۃ الباری، کتاب الشہادات میں حدیث افک: ۲۶۶۱ کی شرح کے عنوانات

(۱) حدیث مذکور کے رجال (۲) حدیث مذکور میں درج مشکل الفاظ کے معانی (۳) افک کا معنی، اہل افک کے اسماء اور حضرت صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ (۴) حضرت علی نے حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر عورتوں کا جو مشورہ دیا تھا، اس کی توجیہ علامہ عینی کی طرف سے اور دیگر توجیہات مصنف کی طرف سے (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عالی ظرفی اور اخلاق کی بلندی (۶) حدیث افک سے مستنبط بائیس فقہی مسائل (۷) حدیث افک سے مستنبط مزید تیئس فقہی مسائل (۸) حضرت عائشہ کی براءت میں ایک ماہ کی تاخیر میں مصنف کی بیان کردہ حکمتیں۔ (نعمۃ الباری ج ۵ ص ۴۸۶۔۴۷۸)

نعمۃ الباری، کتاب المغازی میں حدیث افک: ۴۱۴۱ کی شرح کے عنوانات

(۱) غزوۂ بنو المصطلق کے وقوع کی تاریخ میں اختلاف اور اس میں مصنف کی تحقیق (۲) قرعہ اندازی کی تحقیق، قرعہ اندازی کا ثبوت اور قرعہ اندازی کا طریقہ (۳) سفر میں کسی بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی میں مذاہب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیویوں میں عدل کرنے کا عدم وجوب (۴) حضرت صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ (۵) حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں کی تعداد اور بعض مشکل الفاظ کے معانی (۶) حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مباحثہ کی توجیہ (۷) اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر کو اکثر محدثین نے امام بخاری کا وہم کہا اور اس پر مصنف کی گرفت (۸) حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کے باہمی کلام کی وضاحت (۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو اعتراف گناہ کی جو تلقین کی اس کے متعلق علامہ داؤدی کی تقریر، پھر مصنف کی تقریر (۱۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عجز و انکسار (۱۱) حضرت عائشہ کے عتاب کی توجیہ علامہ ابن ملقن کی طرف سے، پھر مصنف کی طرف سے (۱۲) حدیث مذکور کے مختصر فوائد (۱۳) علامہ ابن الملقن کی نکتہ شناسی پر مصنف کا تعاقب اور تہمت لگانے والوں پر حد جاری کرنے کے ثبوت میں احادیث (۱۴) متولین کے درمیان حضرت عائشہ کی خصوصی فضیلت اور انفرادیت۔ (نعمۃ الباری ج ۷)

شرح صحیح مسلم میں حدیث افک کی شرح کے عنوانات

علاوہ ازیں یہ حدیث چونکہ صحیح مسلم، کتاب التوبہ (رقم: ۲۷۷۰) میں بھی موجود ہے اس لیے محدث اعظم علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے شرح صحیح مسلم میں بھی اس پر بہت سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور مختلف عنوانات قائم کر کے بہت دلائل کے ساتھ گفتگو

Marfat.com

کی ہے۔آپ کی اس شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) سفر میں بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی میں مذاہب (۲) نزول وحی سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا حضرت عائشہ کی براءت کے متعلق علم اور شبہات کے جوابات (۳) کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی (۴) حضرت عائشہ کی براءت پر علماء اہل سنت کے دلائل (۵) حضرت عائشہ کی براءت پر علماء شیعہ کے دلائل (۶) حضرت عائشہ کی براءت کے متعلق نازل ہونے والی قرآن مجید کی آیات (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل (۸) حدیث افک سے استنباط شدہ مسائل (۹) حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ ''میں حضور کے لیے قیام نہیں کروں گی، میں صرف اللہ کی حمد کروں گی''۔(شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۵۷۰۔۵۵۸)

تفسیر تبیان القرآن میں سورۃ النور کی آیات افک کے تحت حدیث افک کا تذکرہ اور اس کی شرح میں بعض معاصرین کے اعتراضات کے جوابات

بات یہیں پر مکمل نہیں ہوتی، بلکہ علامہ نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس کے تحت ایک نئے عنوان کے طور پر بعض معاصرین کے حدیث افک پر آٹھ اعتراضات ذکر کر کے ان کے مدلل جوابات دیئے ہیں، اور چونکہ حدیث افک کا دارومدار حضرت ابن شہاب زہری پر ہے اس لیے علامہ نے ان کی ثقاہت اور روایت حدیث میں ان کے مقام و مرتبہ پر بہت دلائل کے ساتھ گفتگو کی ہے اور منکرین حدیث کی طرف سے ابن شہاب زہری کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی جاتی ہے اس کا بھرپور جواب دیا ہے۔(تبیان القرآن ج ۸ ص ۱۰۲۔۹۷)

قارئین سے التماس ہے کہ وہ حدیث افک کا فقط ترجمہ پڑھنے پر اکتفاء نہ کریں، بلکہ اس کی شرح کے ان تمام عنوانات کا تفصیل سے مطالعہ کریں جو محدث اعظم علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کے حوالہ سے ہم نے اوپر ذکر کیے ہیں اور ان عنوانات کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد بھی یہی ہے، نیز ان عنوانات کے تحت جب اصل ابحاث کا مطالعہ کیا جائے گا تو قارئین پر یہ بھی منکشف ہو جائے گا کہ حدیث افک کے مختلف مباحث اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات پر سب سے زیادہ تحقیق محدث اعظم علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ اس پر انہیں بہترین اجر عطا فرمائے اور صحت کے حوالہ سے اس وقت جس تکلیف اور پریشانی سے وہ گزر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس دفاع کے صدقہ میں اس تکلیف اور بیماری سے نجات عطا فرمائے اور ان کا سایہ رحمت ہم پر دراز فرمائے۔

حدیث افک پر شارح بخاری علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح اور اس سے کچھ علمی نکات

علامہ عبداللہ بن ابی جمرہ اندلسی متوفی ۶۹۹ ھ بہت عظیم محدث اور صحیح بخاری کے بہت مایہ ناز مستند شارح ہیں۔نعمۃ الباری کی مختلف جلدوں میں استاذ مکرم نے آپ کی تحقیق کو اپنی شرح کی زینت بنایا ہے اور بعض مقامات پر دلائل کے ساتھ ان سے اختلاف بھی فرمایا ہے، تاہم مجموعی حیثیت سے ان کی شرح اور تحقیق بہت وقیع اور بہت مدلل ہوتی ہے۔حدیث افک کے مباحث پر بھی انہوں نے بہت مفصل اور جامع تحقیق فرمائی ہے اور ساتھ ہی اس حدیث پر وارد ہونے والے بعض دلچسپ سوالات بھی انہوں نے ذکر فرمائے ہیں اور پھر علمی اور تحقیقی انداز میں ان سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔ذیل میں ہم ان کی اس شرح سے کچھ علمی نکات اور کچھ سوالات کے جوابات ذکر کر رہے ہیں، تاکہ حدیث افک کے بعض مباحث مزید واضح ہو جائیں:

Marfat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج میں سوار ہونا اور اس کے ضمن میں مختلف شرعی مسائل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے ہودج سمیت سوار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ اتارا جاتا تھا۔ اس سے چند امور معلوم ہوئے:

(۱) ایک یہ کہ جو چیز دنیا سے اور دنیا کی زیب و زینت سے تعلق رکھتی ہو اس سے اگر دین پر معاونت حاصل ہو رہی ہو تو وہ چیز دنیا نہیں رہتی، بلکہ آخرت سے ہو جاتی ہے۔ ''ہودج'' اہل عرب کے ہاں باہمی فخر کی چیز تھی، مگر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں دینی مصلحت دیکھی تو پردے کی غرض سے اس کو استعمال کروایا۔

(۲) دوسرا یہ کہ جانور پر بھاری چیز لادنا جائز ہے، جب کہ جانور اس کی طاقت رکھتا ہو۔ ہودج بھی بھاری ہوتا ہے اور اس کو جانور پر لادا گیا، مگر چونکہ اس میں طاقت تھی اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

(۳) جو پردہ عورت کے بدن سے جدا ہو اس کو اجنبی آدمی چھو سکتا ہے، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود فرمایا کہ کچھ آدمی مقرر تھے جو ان کا ہودج اٹھاتے بھی تھے اور اتارتے بھی تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قضائے حاجت فرمانے کے بعد اپنے گلے کے ہار کی طرف متوجہ ہونا اور کچھ شرعی مسائل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر جب اپنی حاجت پوری کر کے میں اپنی منزل کی طرف آنے لگی تو اچانک میری توجہ ہوئی کہ ظفار (یمن کی بستی) کے نگینوں کا بنا ہوا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا ہے۔ اس جملہ سے چند امور معلوم ہوئے:

(۱) ایک یہ کہ خبیث چیزوں کا نام اپنی زبان پر لانے سے (حتی الامکان) بچنا چاہیے، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قضائے حاجت کے لیے ''قضیت شانی'' فرمایا، جس کا معنی ہے: جب میں اپنے کام سے فارغ ہوئی۔

(۲) اپنا مال ڈھونڈنا چاہیے، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ہار تلاش کیا۔

(۳) عورتوں کا اپنا زیور پہن کر سفر کرنا جائز ہے، لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ اس زیور سے آواز پیدا نہ ہو، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گلے میں ہار پہنا تھا اور ہار سے آواز پیدا نہیں ہوتی، اور اگر ایسا زیور جس سے آواز پیدا ہوتی ہو تو اس کو (اجنبی مردوں کے لیے) پہننا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کی آواز فتنہ کا سبب بنے گی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کی بیماری کے دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز عمل اور کچھ شرعی مسائل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے اس (تہمت) کا کچھ بھی علم نہیں تھا، البتہ اس بیماری کے دوران مجھے اس بات سے کچھ شبہ ہوتا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ لطف و کرم نہیں پاتی تھی جو اس سے پہلے بیماری کے دنوں میں پاتی تھی۔ اب صرف اتنا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے اور سلام کر کے فرماتے کہ تم کیسی ہو؟ پھر واپس تشریف لے جاتے۔ اس سے چند امور معلوم ہوئے:

(۱) مریض کے ساتھ لطف اور محبت سے پیش آنا سنت ہے، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں آپ کا وہ لطف و کرم نہیں پاتی تھی جو اس سے پہلے بیماری کے دنوں میں پاتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ (اصلاً) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماروں پر بہت لطف فرمایا کرتے تھے۔

(۲) جس شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات مشہور کر دی جائے جو اس کے حق میں قذف (یعنی بدکاری کی تہمت) قرار پائے تو اس سے کنارہ کشی کرنی چاہیے، البتہ اس سے بالکل قطع تعلق کر لینا جائز نہیں ہے، جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنی عادت اور معمول کو (کچھ دنوں کے لیے) تبدیل فرما دیا، لیکن اس کے باوجود آپ ان کے پاس تشریف لاتے، سلام کرتے اور

Marfat.com

مزاج پرسی فرماتے۔

(۳) گھر والوں میں جب کوئی بیمار ہو تو اس کا حال پوچھتے رہنا چاہیے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حال دریافت فرماتے تھے، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ بعض اوقات مریض کی تکلیف بڑھ جاتی ہے، تو گھر کے سرپرست کو جب مریض کے حال کا صحیح علم ہوگا تو وہ اس کے علاج کی ذمہ داری پوری کر سکے گا۔

(۴) گھر والوں کو سلام کرنا چاہیے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے گھر والوں کو سلام کرتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے گھر میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۶۹۸)

(۵) اس حدیث سے ''سد ذریعہ'' کا اصول بھی مستفاد ہوتا ہے۔ (یعنی لوگوں کی زبان بند کرنا، انہیں بات بنانے کا موقع نہ دینا) کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر والوں کی ہر بھلائی اور خوبی سے واقف تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ ایسے نہیں ہیں جیسی باتیں کی جارہی ہیں۔ اس کے باوجود آپ نے لطف وکرم میں کمی فرمادی اور کچھ لاتعلقی کا اظہار فرمایا، محض اس لیے تاکہ سد ذریعہ ہو سکے، کیونکہ ''غیرت'' (اپنے محبوب کے متعلق کسی بھی قسم کی غلط بات یا اس کے ساتھ کسی غیر کی شرکت کو برداشت نہ کرنا) دین کا حصہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا اظہار نہ فرماتے تو اس سے ترکِ غیرت لازم آتا۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ طرزِ عمل اختیار فرمایا جس کا بیان ابھی گزرا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں حضرت علی اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمانا اور اس سے علامہ ابن ابی جمرہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدمِ علم پر استدلال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب آپ پر وحی نازل ہونے میں دیر ہوگئی تو آپ نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو بلایا، آپ ان دونوں سے اپنی زوجہ کو چھوڑ دینے کے معاملہ میں مشورہ لینا چاہتے تھے۔

علامہ ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہمت کے اس واقعہ میں حقیقت سے واقف نہ ہونا آپ کے معجزہ کی دلیل ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ جو کچھ لاتے ہیں وہ رب عزوجل کی طرف سے لاتے ہیں، کیونکہ آپ نے قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبریں دی ہیں، جب کہ تہمت کے بارے میں آپ کو (حقیقت کا) علم نہیں تھا، اسی لیے آپ نے مشاورت فرمائی اور آپ پر بشریت کے اوصاف ظاہر ہوئے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ہر غیب کی خبر اللہ عزوجل کی طرف سے دیتے ہیں۔ اگر آپ کا خبر دینا کسی اور ذریعہ سے ہوتا جیسا کہ کفار سمجھتے ہیں تو آپ اس تہمت کے بارے میں بھی اسی ذریعہ سے جان لیتے۔

مصنف کی طرف سے علامہ ابن ابی جمرہ کے اس استدلال کا جواب

علامہ ابن ابی جمرہ کے اس استدلال پر حیرت ہے کہ جس چیز کا پہلے وہ اقرار اور اثبات کر چکے ہیں، اسی کا یہاں وہ رد کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف وکرم میں کمی محسوس کرنے کی بات فرمائی تو علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ توجیہ کی کہ یہ محض ''سد ذریعہ'' کے لیے تھا، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر والوں کی ہر بھلائی اور ہر خوبی کا علم تھا اور آپ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ ایسے نہیں ہیں جیسی باتیں کی جارہی ہیں۔ یعنی علامہ ابن ابی جمرہ واضح طور پر تسلیم کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت حال سے باخبر تھے۔ اس کے بعد پھر اپنی ہی بات کے خلاف فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مشاورت فرمائی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو حقیقت کا علم نہیں تھا، اور پھر اس نفی کے ساتھ ساتھ یہاں یہ اعتراف بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر دی، بلکہ صحیح احادیث کے مطابق صحابہ نے تو یہاں تک بیان کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں وہ

Marfat.com

واقعات بھی بتائے جو ہو چکے اور وہ واقعات بھی بتائے جو آئندہ ہوں گے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۹۲) اور ظاہر ہے کہ اس کے عموم میں واقعہ افک بھی داخل ہے۔

علاوہ ازیں خود واقعہ افک کی حدیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ (قرآنی آیات نازل ہونے سے پہلے ہی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ سے فرمایا:

فو اللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا و قد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا۔

اللہ کی قسم! مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق پاکیزگی کے سوا کسی چیز کا علم نہیں ہے اور لوگوں نے جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی ہے مجھے اس کے متعلق بھی صرف پاکیزگی کا علم ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۷۵۰، صحیح مسلم: ۲۷۷۰)

لہٰذا علامہ ابن ابی جمرہ کا یہ کہنا قطعاً صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تہمت کے اس واقعہ میں (حقیقت کا) کوئی علم نہیں تھا۔

البتہ علامہ ابن ابی جمرہ اس کی بنیاد پر جو بات ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دین اور جو بھی خبر لے کر آئے وہ اللہ عزوجل ہی کی جانب سے لائے ہیں۔ اللہ عزوجل کے علاوہ آپ کی خبر کا کوئی اور ذریعہ ہوتا تو آپ واقعہ افک کی خبر بھی لے آتے اور لوگوں کے سامنے پیش کر دیتے، اور کسی سے آپ کو مشاورت کی ضرورت بھی پیش نہ آتی۔

مگر علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ نکتہ آفرینی اس طرح بھی فرما سکتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ اس واقعہ کی حقیقت سے من جانب اللہ پوری طرح باخبر تھے (جیسا کہ صحیح احادیث سے اوپر ثابت کیا گیا) مگر اس کے باوجود آپ نے مشاورت فرمائی اور از خود کوئی فیصلہ نہیں فرمایا، بلکہ وحی جلی (قرآنی آیات) کے نزول کا انتظار فرمایا، تاکہ کفار پر یہ حقیقت آشکار ہو جائے کہ یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، اور یہ جو کچھ فرماتے اور حکم دیتے ہیں وہ اللہ عزوجل کی جانب سے ہوتا ہے، اور دوسری جانب ناپختہ ایمان والوں کے دلوں میں شیطان یہ وسوسہ بھی نہ ڈال سکے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلدی کا مظاہرہ فرمایا اور اپنے گھر کا معاملہ تھا اس لیے آپ نے زیادہ تحقیق نہیں فرمائی۔ اس طرح کے تمام شکوک وشبہات اور وسوسوں کا ازالہ فرمانے کے لیے اتمام حجت کے طور پر آپ نے اپنے اصحاب سے مشاورت فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنی والدہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو مقدم کرنا اور یہ فرمانا کہ میں صرف اللہ عزوجل کی حمد کروں گی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ عزوجل نے تمہاری پاکیزگی بیان فرما دی ہے، پس میری والدہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑی ہو جاؤ، پس میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اللہ عزوجل کی حمد کروں گی۔

صحیح بخاری: ۲۶۶۱ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ! تم اللہ عزوجل کی حمد کرو، کیونکہ اس نے تمہاری پاکیزگی بیان فرما دی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ایک حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا کہ اللہ عزوجل کی حمد کرو اور ایک حکم والدہ کا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قیام کرو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے والدہ کے حکم پر عمل نہیں کیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کی اور یہ ظاہر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت والدین کی اطاعت پر مقدم ہے، لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قیام نہیں کروں گی" یہ اس بناء پر ہے کہ میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کروں گی اور وہ حکم یہ تھا کہ تم اللہ عزوجل کی

حمد کرو، نہ یہ بات کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدانخواستہ ناراض تھیں۔ اگر ایسی کوئی وجہ ہوتی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس موقع پر خاموش نہ رہتے، بلکہ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر سختی فرماتے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیام کرنے پر مجبور کرتے، لیکن انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا، حالانکہ آپ ہی نے اس سے بہت چھوٹی بات پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر سختی اور ناراضگی فرمائی جب ایک سفر میں ان کا ہار گم ہو جانے سے پورا قافلہ رک گیا اور آیت تیمم نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۳۳۴، صحیح مسلم: ۳۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۲۰) اس سے معلوم ہوا کہ یہاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنی والدہ کے کہنے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیام نہ فرمانا خالصۃً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے حکم کو مقدم کرنے کی وجہ سے تھا۔

حدیث افک پر علامہ ابن ابی جمرہ کے وارد کردہ کچھ سوالات اور ان ہی کے دیے ہوئے جوابات

(۱) ایک سوال یہ ہے کہ جب قرآن مجید نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کو بیان فرما دیا تو پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوری حدیث افک بیان کر کے اپنی پاکیزگی کیوں بیان فرمائی اور انہیں اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پورا واقعہ اس لیے بیان فرمایا تا کہ کسی قسم کی بدگمانی باقی نہ رہے، کیونکہ قرآن مجید کی آیات سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے کسی قسم کی بدکاری نہیں کی، تاہم کسی بد باطن کے ذہن میں یہ گمان آ سکتا ہے کہ بدکاری کے علاوہ کچھ نہ کچھ ایسی بات ضرور ہوئی ہے جس کی وجہ سے لوگوں نے تہمت لگانے کا ارتکاب کیا۔ اگر سرے سے کچھ بھی نہ ہوا ہوتا تو اتنی بڑی بات نہ بنائی جاتی، سو اس بدگمانی سے لوگوں کو بچانے کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تہمت کا پورا واقعہ بیان فرمایا اور ایک ایک بات تفصیل سے ذکر فرمائی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جانور ذبح کرنے اور حلق کروا کر احرام کھول دینے کا حکم فرمایا اور صحابہ نے (شدت غم) سے اس حکم پر عمل نہیں کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا، تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کیا آپ چاہتے ہیں کہ لوگ قربانی وغیرہ کر لیں، تو آپ باہر تشریف لائیں اور کسی سے کچھ کہے بغیر اپنا اونٹ نحر فرما دیں اور سر مونڈنے والے کو بلا کر سر منڈا دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس طرح کیا تو سب نے آپ کی پیروی کی۔ (صحیح بخاری: ۲۷۳۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مشورہ دیا، اس میں مسلمانوں کے ساتھ رحمت اور لطف کا اظہار تھا، کیونکہ انہوں نے یہ مشورہ دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب سے اس رنج کو دور کیا جو بعد میں لوگوں کے لیے ہلاکت کا باعث ہو سکتا تھا، سو جس طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا کلام اور مشورہ لوگوں کے لیے باعث رحمت ثابت ہوا، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنی زبان سے واقعہ افک کو تفصیلاً بیان فرمانا بھی لوگوں پر شفقت اور رحمت کی بناء پر ہے، تا کہ لوگ بدکاری کے علاوہ اور کسی قسم کی بدگمانی بھی نہ کریں اور اللہ عزوجل کی ناراضگی سے محفوظ رہیں۔

(۲) ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی کے خلاف حمایت طلب کی تو قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے یہ کیوں کہا کہ: اگر وہ شخص اوس سے ہوا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر وہ ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہوا تو آپ ہمیں جو حکم دیں گے ہم اس پر عمل کریں گے؟ انہوں نے دونوں صورتوں میں قتل کی بات کیوں نہیں کی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ اہل عرب کے عرف و عادت کے مطابق تھا، کیونکہ ان میں یہ طریقہ تھا کہ قبیلہ کا سردار اپنی قوم پر از خود فیصلہ کر دیا کرتا تھا اور اس کی ہر بات میں پیروی کی جاتی تھی۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی قبیلہ اوس کے سردار تھے اور ان کا حکم اپنی قوم پر مکمل نافذ تھا، اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ابھی تہمت لگانے والے میں کوئی

Marfat.com

نص یعنی واضح حکم وارد نہیں ہوا تھا اس لیے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے یہ کہا کہ ''میں اس کی گردن اڑادوں گا''۔ اور قبیلہ خزرج والوں کے لیے انہوں نے قتل کی بات نہیں کی، بلکہ صرف یہ کہا کہ ہم آپ کے حکم کی فرمانبرداری کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ''خزرج'' ان کا قبیلہ نہیں تھا اور خزرج والے ان کے حکم کے ماتحت نہیں تھے، اس لیے انہوں نے خزرج والوں کا معاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر موقوف رکھا، تاکہ کسی ذاتی اقدام کے کرنے سے باہم جھگڑا لازم نہ آئے۔

(۳) ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث میں فرمایا: ''پس وہ دونوں (میرے والدین) میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ اس اثناء میں انصار کی ایک عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اس کو اجازت دی تو وہ آکر بیٹھ گئی اور (وہ بھی) میرے ساتھ رونے لگی''۔ اس جملہ کے مطابق انصار کی یہ عورت آپ کے ساتھ رونے میں شامل ہوگئی، جب کہ آپ کے والدین نہیں رو رہے تھے، اس کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ والدین کو اپنی بیٹی کا غم زیادہ ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان کے سات درجات ہیں، ان میں سے سب سے اونچا درجہ تسلیم ورضا ہے، جس کو طمانیت یا اطمینان بھی کہا جاتا ہے اور تمام اہل ایمان باعتبار درجات برابر نہیں ہیں، بلکہ بعض لوگ مقام خوف میں ہوتے ہیں، بعض تسلیم ورضا میں ہوتے ہیں اور بعض کسی اور درجہ میں، اور جو تسلیم ورضا کے درجہ میں ہوتے ہیں وہ تقدیر کے فیصلہ پر نہ تو اعتراض کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے معاملات میں کسی تاویل اور حیلہ کا سہارا لیتے ہیں، کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے ہر فیصلہ کو دلی طور پر قبول کر چکے ہوتے ہیں، اس لیے کوئی فائدہ ہو یا نقصان، وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کو تسلیم ورضا میں (انبیاء کرام کے بعد) سب سے اونچا مقام حاصل ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں اور غار میں آپ کے ساتھ رہنے والے ہیں اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا بھی اس مقام ومرتبہ میں آپ سے قریب ہیں، سو اس لیے یہ دونوں اس واقعہ پر نہیں روئے اور تسلیم ورضا کا پیکر بنے رہے۔ جہاں تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ تھا تو (اگرچہ وہ بھی تسلیم ورضا کی پیکر تھیں، مگر) وہ حیاء کے غلبہ کی وجہ سے زیادہ رو رہی تھیں، کیونکہ انہیں والدین سے بھی حیا آرہی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حیا آرہی تھی اور اس پر مستزاد یہ کہ ابھی ان کی عمر مبارک بھی کم تھی، سو اس لیے ان کا غم بہت بڑھ گیا اور نیند بالکل غائب ہوگئی اور آنسو مسلسل جاری ہوگئے۔

(۴) ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خرچ کے معاملہ میں اللہ عزوجل نے (النور: ۲۲ میں) مغفرت کا وعدہ کیوں فرمایا؟ جب کہ قرآن وسنت میں علی العموم خرچ کرنے کے جو فضائل آئے ہیں ان میں فقط اجر وثواب کو بڑھانے کا ذکر کیا گیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خرچ کرنے پر مغفرت کا وعدہ اس لیے فرمایا گیا کہ اس میں خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی اور ان کے بدری ہونے کا لحاظ کرنا بھی شامل ہے، اور اس کے علاوہ یہ وجہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دلی صدمہ پہنچنے کے باوجود تواضع اور انکساری فرمائی، پس پاک ہے وہ لطیف وحکیم پروردگار جس نے ہر شخص کو اس کے حال کے موافق بلندی عطا فرمائی اور اپنے حسن تدبیر سے ہر شخص کو اس کے درجہ اور مرتبہ میں رکھا۔ (بہجۃ النفوس للمحدث ابن ابی جمرہ ج ۳ ص ۴۷۔ ۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۸ھ)

۷۔ بَابٌ: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (النور: ۱۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم نے جس (تہمت) کا چرچا کیا تھا اس کی وجہ سے تمہیں بہت

بڑا عذاب پہنچتا○ (النور: ۱۴) کی تفسیر

فضل ورحمت اور عذاب عظیم کا معنی ومفہوم اور اس آیت کے مخاطبین کا تعین

امام ابومنصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فضل اور رحمت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہما کے سلسلہ میں قرآنی آیات نازل فرمائیں اور ان دونوں کی براءت اور پاکیزگی کو بیان فرمایا، جس کا فائدہ یہ ہوا کہ تم لوگوں نے تہمت سے توبہ کر لی اور عذاب سے بچ گئے۔

عذاب کے بارے میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ ہوسکتا ہے اس سے آخرت کا عذاب مراد ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے دنیا کا عذاب مراد ہو۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۷ ص ۵۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ اس آیت میں صرف ان لوگوں سے خطاب ہے جو مسلمان تھے اور تہمت لگانے میں مشغول ہوئے، کیونکہ وہی اللہ عزوجل کے فضل اور رحمت سے مستفید ہوئے اور انہوں نے ہی اپنی تہمت سے توبہ کی جب کہ منافقین، جنہوں نے اس تہمت کی نشر واشاعت میں خوب کردار ادا کیا انہوں نے کسی قسم کی توبہ نہیں کی، اس لیے براءت کی آیات نازل ہونے سے وہ لوگ دنیا میں رسوا ہو گئے اور آخرت میں ذلیل ہونا اور جہنم کا عذاب پانا ابھی باقی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ براءت کی آیات نازل فرما کر اللہ عزوجل نے مسلمانوں پر بہت فضل وکرم اور رحمت فرمائی، کہ اس سے انہیں توبہ کی توفیق ملی اور وہ صدق دل سے توبہ کر کے اور حد شرعی کو پا کر حسب سابق طیب اور طاہر ہو گئے اور اخروی عذاب سے بچ گئے، جب کہ دوسری طرف منافقین بے نقاب ہو گئے اور ان کا اصلی چہرہ سامنے آ گیا اور یوں آیات براءت کے نزول سے دونوں گروہوں میں فرق بالکل واضح ہو گیا اور اب بھی یہ فرق واضح ہوتا رہتا ہے (جیسا کہ مشاہدہ سے ثابت ہے) اور قیامت تک یہ فرق اسی طرح واضح ہوتا رہے گا۔ اسی لیے قرآن مجید کا ایک نام ''الفرقان'' ہے، یعنی حق اور باطل میں فرق واضح کرنے والی کتاب۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَلَقَّوْنَهُ يَرْوِيهِ بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْضٍ تُفِيضُونَ تَقُولُونَ۔

اور مجاہد نے کہا، تلقونہ کا معنی ہے: تم اس آیت کو ایک دوسرے سے نقل کرنے لگے۔ اور تُفِيضُونَ کا معنی ہے: تم کہتے ہو۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے دو الفاظ کی تفسیر ذکر کی ہے۔ پہلے لفظ سے سورۃ النور کی آیت: ۱۵ کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جس کی تفصیل اگلے باب میں مستقل آ رہی ہے اور امام بخاری تعلیق کے اس حصہ کو وہیں ذکر کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا جب کہ دوسرے لفظ سے سورۂ یونس کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ:

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ۔ (یونس: ۶۱)

اور تم جو کام بھی کرتے ہو تو ہم (اس وقت) تم سب پر گواہ ہوتے ہیں جس وقت تم ان کاموں میں مشغول ہوتے ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام بخاری نے یہاں سورۂ یونس کے لفظ (تُفِيْضُوْنَ) کی تفسیر اس لیے ذکر کی تا کہ اس سے سورۃ النور کی زیر بحث آیت میں لفظ ''افضتم'' کا معنی واضح ہو جائے، کیونکہ یہ دونوں الفاظ ''الافاضہ'' سے ہیں، جس کا معنی ہے: الاکثار فی القول (بہت زیادہ باتیں کرنا)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۲۲)

۴۷۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان

Marfat.com

حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ أُمِّ رُومَانَ أُمِّ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا رُمِيَتْ عَائِشَةُ خَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا۔

کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے خبر دی از حصین از ابو وائل از مسروق از حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا، جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں، انہوں نے فرمایا: جب عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر تہمت لگائی گئی تو وہ بے ہوش ہو کر گر گئیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۳۸۸ میں گزر چکی ہے، تاہم یہاں ایک اعتراض اور اس کے جواب کی تفصیل ضروری ہے:

مسروق کا حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف اور راجح قول کا بیان

اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث کو مسروق نے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، حالانکہ مسروق کا حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں ہے، بلکہ ممکن ہی نہیں ہے، کیونکہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں چار یا پانچ یا چھ ہجری میں انتقال کر گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے تھے، جب کہ مسروق تابعین میں سے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں یمن سے مدینہ منورہ آئے تھے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

غور و فکر کے بعد جو بات مجھ پر واضح ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاری کا یہ روایت کرنا درست ہے، کیونکہ جنہوں نے اس سند پر اعتراض کیا ہے ان کا دارو مدار اس بات پر ہے کہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں چار یا پانچ یا چھ ہجری میں انتقال کر گئیں تھیں اور یہ وہ بات ہے جس کو واقدی نے اور سند منقطع کے ساتھ زبیر بن بکار نے ذکر کیا ہے اور صرف واقدی کی کسی بات کو بنیاد بنا کر اسانید صحیحہ کا رد نہیں کیا جا سکتا۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ اوسط اور تاریخ صغیر میں حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کا ذکر ان لوگوں میں سے کیا ہے جن کا انتقال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا اور پھر لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے وفات پانے کی روایت محل نظر ہے اور مسروق کی حدیث سنداً بہت قوی ہے اور اس کا متصل ہونا بالکل واضح ہے۔ امام بخاری کا کلام مکمل ہوا۔ ابراہیم الحربی نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ مسروق نے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے حدیث کا سماع کیا ہے اور اس وقت ان کی عمر ۱۵ سال تھی۔ اس اعتبار سے ان کا حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے سماع حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا، کیونکہ ان کی ولادت ہجرت کے سال ہوئی ہے۔ اسی لیے امام ابونعیم الاصبہانی نے کہا کہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد بھی حیات تھیں۔

الخطیب نے صرف واقدی اور زبیر بن بکار کے سہارے ان تمام حقائق کا رد کیا ہے، حالانکہ واقدی اور زبیر بن بکار نے جو بات ذکر کی ہے کہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے چار یا پانچ یا چھ ہجری میں وفات پائی، یہ درست نہیں ہے، کیونکہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا، جب تخییر (الاحزاب: ۲۹-۲۸) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اختیار دینے کا) آغاز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا اور فرمایا: اے عائشہ! بے شک میں تمہارے سامنے ایک معاملہ پیش کر رہا ہوں پس تم اس میں از خود کوئی فیصلہ نہ کرنا جب تک تم اسے اپنے والدین حضرت ابوبکر اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش نہ کرو۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۲) اور اس بات پر سب متفق ہیں کہ آیت تخییر ۹ ہجری میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ واقدی اور زبیر بن بکار نے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے انتقال کا جو سن ذکر کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔

(فتح الباری، ملخصاً ج ۵ ص ۴۷۴-۴۷۳، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب الاصابہ میں بھی یہی بحث فرمائی ہے۔

(الاصابہ ج ۸ ص ۳۹۴۔۳۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد بھی زندہ تھیں اور مسروق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد یمن سے مدینہ منورہ آئے تھے اس لیے ان کا براہ راست حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے روایت کرنا بالکل ممکن ہے، بلکہ صحیح بخاری کی حدیث: ۴۱۴۳ میں انہوں نے صراحۃً کہا ہے کہ: حدثتنی ام رومان (مجھے ام رومان نے حدیث بیان کی)، لہٰذا حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے ان کا سماع ثابت ہے اور امام بخاری کی اس سند کے بارے میں منقطع ہونے کا قول کرنا درست نہیں ہے۔

نعمۃ الباری کی ساتویں جلد میں حدیث: ۴۱۴۳ کے تحت محدث اعظم علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے اور وہاں حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکورہ عبارت کے ساتھ ساتھ اس موضوع پر حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ ابن الملقن (صاحب توضیح) کا نظریہ بھی پیش کیا ہے۔ قارئین مزید تحقیق کے لیے اس کا بھی مطالعہ فرمائیں۔

۸۔ بَابٌ: إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ (النور: ۱۵)

اللہ عزوجل کے ارشاد: جب تم یہ (تہمت) اپنی زبانوں سے نقل کرتے رہے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے رہے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے رہے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت سنگین بات تھی O (النور: ۱۵) کی تفسیر

اس آیت میں فرمایا: ”تم اپنے منہ سے وہ بات کہتے رہے“۔ حالانکہ بات منہ سے ہی کی جاتی ہے، اس کے باوجود منہ کا ذکر اس لیے فرمایا تا کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ تہمت بغیر علم اور تحقیق کے تم لوگوں میں گردش کرنے لگی، کیونکہ جس چیز کا علم ہو وہ پہلے دل و دماغ میں ہوتی ہے اور پھر زبان پر آتی ہے اور جس چیز کا کوئی علم ہی نہ ہو وہ صرف زبانوں پر جاری ہوتی ہے، علم اور تحقیق سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۲۳۔۱۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

جیسے قرآن مجید میں ایک مقام پر فرمایا: يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ (آل عمران: ۱۶۷)۔ یہ لوگ اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔

۴۷۵۲۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقْرَأُ إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو (اس طرح) پڑھتے ہوئے سنا: إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ

إِذْ تَلَقَّوْنَهُ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قراءت اور اس پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۱۴۴ کے تحت گزر چکی ہے، البتہ یہاں مختصراً یہ وضاحت ضروری ہے کہ قراءت مشہورہ کے

Marfat.com

مطابق یہ اِذْ تَلِقُوْنَہٗ ہے، جس کا معنی ہے: زبان در زبان کوئی بات منتقل کرنا، جب کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس طرح اس کو پڑھا ہے اس کے مطابق اس کا معنی ''جھوٹ بولنا'' ہے۔ صحیح البخاری: ۴۱۴۴ میں یہ صراحت ہے کہ آپ اِذْ تَلِقُوْنَہٗ پڑھتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اَلْوَلْقُ کا معنی الکذب ہے۔ (یعنی جھوٹ بولنا اور جھوٹی خبر دینا)، اس اعتبار سے سورۃ النور کی آیت: ۱۵ کا معنی یہ ہوگا کہ: جب تم اس جھوٹی تہمت کی خبر دیتے رہے یا غلط بیانی کرتے رہے۔ اور قراءت مشہورہ کے مطابق ترجمہ ہوگا کہ: جب تم یہ تہمت ایک دوسرے کی طرف منتقل کرتے رہے۔ رہا یہ کہ قراءت مشہورہ میں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پڑھنے میں فرق کیوں ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قرآن مجید کے مختلف قراءتوں پر نازل ہونے کی وجہ سے ہے، کیونکہ قرآن مجید اس طرح نازل ہوا ہے کہ اس کو سات طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے، جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ قرآن سات طریقوں پر نازل ہوا ہے، پس اس قرآن سے جو آسان لگے اس کی تلاوت کرو۔ (صحیح بخاری: ۲۴۱۹، صحیح مسلم: ۸۱۸) ان شاء اللہ فضائل القرآن میں حدیث: ۴۹۹۲ کے تحت ہم اس حدیث کی مفصل شرح کریں گے۔

۹۔ بَابٌ: وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ (النور:۱۶)

اللہ عزوجل کے ارشاد: اور تم نے اس (تہمت) کو سنتے ہی یہ کیوں نہ کہا: ایسی بات کرنا ہمارے لیے جائز نہیں ہے، اے اللہ! تو پاک ہے، یہ تو بہت سنگین بہتان ہے O (النور:۱۶) کی تفسیر

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق تہمت کی بات سنی تو انہوں نے فورا کہا: سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (اے اللہ تو پاک ہے، یہ بہت سنگین بہتان ہے)۔

اسی طرح سعید بن المسیب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما نے جب اس تہمت سے متعلق کوئی بات سنی تو فورا کہا: اے اللہ تو پاک ہے، یہ بہت سنگین بہتان ہے۔

(الدر المنثور ج ۶ ص ۱۴۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

یعنی آیت کے نازل ہونے سے پہلے ہی ان حضرات نے سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ کہہ دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے جب آیت نازل فرمائی تو اس میں تہمت لگانے والوں کو مخاطب کر کے اس طرف متوجہ کیا کہ تم لوگوں نے یہ جملہ کیوں نہیں کہا!

تہمت کے اس افسوس ناک موقع پر سبحانک یا سبحان اللہ کہنا عربی محاورہ کے مطابق ہے، کیونکہ عربی میں یہ الفاظ تعجب کے موقع پر بولے جاتے ہیں، اور یہاں اس لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ وہ اپنے نبی کو عیب دار کرے اور فجور والی عورت ان کے نکاح میں دے اور جب اللہ عزوجل اس بات سے ہی پاک ہے تو پھر نبی کی زوجہ پر بدکاری کا الزام لگانا سوائے سنگین بہتان کے اور کیا ہو سکتا ہے!

۴۷۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا يَحْيٰی عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ اسْتَأْذَنَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَبْلَ مَوْتِهَا عَلٰی عَائِشَةَ وَهِيَ مَغْلُوْبَةٌ قَالَتْ أَخْشٰی أَنْ يُّثْنِيَ عَلَيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید بن ابی حسین، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی موت سے قبل جب

Marfat.com

فَقِيلَ ابْنُ عَمِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَمِنْ وُجُوهِ الْمُسْلِمِينَ قَالَتْ ائْذَنُوا لَهُ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدِينَكِ قَالَتْ بِخَيْرٍ إِنِ اتَّقَيْتُ قَالَ فَأَنْتِ بِخَيْرٍ إِنْ شَاءَ اللهُ زَوْجَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَمْ يَنْكِحْ بِكْرًا غَيْرَكِ وَنَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَاءِ وَدَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ خِلَافَهُ فَقَالَتْ دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَثْنَى عَلَيَّ وَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا۔

(صحیح ابن حبان:۷۱۰۸، المستدرک ج ۴ ص ۸، الطبقات لابن سعد ج ۸ ص ۷۴، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۵، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۰، طبع قدیم، مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۹، رقم: ۱۹۰۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، المعجم الکبیر: ۱۰۷۸۳، مسند ابو یعلیٰ: ۲۶۴۸)

نزع کے عالم میں تھیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (ان کے پاس آنے کی) اجازت چاہی، آپ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ یہ میری تعریف کریں گے، تو کہا گیا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں اور مسلمانوں کے اکابرین میں سے ہیں، آپ نے فرمایا: (چلو پھر) انہیں اجازت دے دو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (آپ کے پاس آکر) پوچھا: آپ اپنے آپ کو کیسا پاتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر میں اللہ عزوجل سے ڈروں تو بہت بہتر ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان شاء اللہ آپ بہتر ہی ہیں (کیونکہ) آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سوا کسی کنواری سے نکاح نہیں فرمایا اور آسمان سے آپ کی پاکیزگی کا بیان نازل ہوا، (حضرت ابن عباس کے جانے کے بعد) ان کے پیچھے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: (ابھی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے تھے اور انہوں نے میری تعریف کی، پس میں تو چاہتی ہوں کہ میں بھولی بسری اور گمنام ہو جاؤں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ان کے پاس آنا اور ان کی تعریف وتوصیف کرنا

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ترجمۃ الباب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: و نزل عذرك من السماء (آسمان سے آپ کی پاکیزگی کا بیان نازل ہوا) یعنی اس جملہ کی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں روایت کیا، اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ سے مراد سعید القطان کے بیٹے ہیں اور ابن ابی ملیکہ سے مراد عبداللہ ہیں۔

اس حدیث میں فرمایا: وھی مغلوبۃ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا موت کی تکلیف سے مغلوب تھیں۔ اس حالت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے پاس آنا چاہا، تو آپ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ یہ میری تعریف کریں گے، تو آپ سے کہا گیا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں۔ یہ جملہ کہنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما تھے۔ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جملہ سے یہ سمجھا کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو منع فرمانا چاہ رہی ہیں تو انہوں نے فوراً آپ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مقام ومرتبہ کی طرف توجہ دلائی، اور جنہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے اجازت طلب کی وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ذکوان تھے۔ یہ تمام تفصیل امام احمد نے اپنی مسند میں امام عبدالرزاق سے روایت کی ہے، چنانچہ امام احمد کہتے ہیں: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم از ابن ابی ملیکہ از ذکوان جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں، کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے اجازت طلب کی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت نزع کے عالم میں تھیں اور آپ کے پاس آپ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے

بیٹے عبداللہ موجود تھے۔ (الی آخر الحدیث) (مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۹)

صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث کی سند میں ذکوان کا نام مذکور نہ ہونا اور اس سے علامہ ابن الملقن کا اس حدیث کے مرسل ہونے پر استدلال

امام بخاری کی زیر بحث روایت میں ابن ابی ملیکہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کسی واسطہ کا ذکر نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس ملاقات کے موقع پر ابن ابی ملیکہ موجود تھے، جب کہ امام احمد کی مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی ملیکہ خود وہاں موجود نہیں تھے، البتہ انہوں نے یہ ساری تفصیل ذکوان سے سنی ہے اور پھر اس کو ذکوان ہی سے روایت کیا ہے۔ اس اعتبار سے امام بخاری کی سند پر یہ اعتراض ہوگا کہ اس میں ابن ابی ملیکہ نے ذکوان کا نام چھوڑ دیا ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے براہ راست اس حدیث کو روایت کیا ہے، اس لیے یہ سنداً متصل نہیں ہے۔

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد انصاری شافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام احمد کی روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ (اس مقام پر) امام بخاری کی سند میں ارسال ہے اور یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ابن ابی ملیکہ اس موقع پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود نہیں تھے (بلکہ انہوں نے اس حدیث کو ذکوان سے ہی سن کر روایت کیا ہے)۔ (التوضیح ج ۲۳ ص ۴۸ مطبوعہ وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن الملقن کے اس استدلال پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا کلام اور علامہ ابن الملقن کی تردید

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اپنی شرح میں علامہ ابن الملقن کی اس عبارت کا رد کیا ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ انہیں (علامہ ابن الملقن کو) یہ یقین کیسے حاصل ہوا کہ ابن ملیکہ نہ تو وہاں موجود تھے اور نہ انہوں نے براہ راست اس حدیث کو سماعت کیا ہے اور آخر اس میں رکاوٹ کیا ہے؟ ہوسکتا ہے یہ تمام افراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود ہوں اور کافی دیر تک بیٹھے ہوں اور اس دوران جو کچھ ہوا ہو اس کو ان لوگوں میں سے ذکوان نے آگے روایت کیا ہو۔ (لہٰذا اس سے ابن ابی ملیکہ کا غیر حاضر ہونا لازم نہیں آتا)۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد اور علامہ ابن الملقن کی تائید

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اپنی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت کا رد کیا ہے اور علامہ ابن الملقن کی تائید میں کلام کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الملقن نے اپنی عبارت میں یقین کا دعویٰ کیا ہی نہیں ہے، بلکہ ایک امکان قریب کا اظہار کیا ہے (پھر بھی حافظ ابن حجر نے لکھ دیا کہ مجھے نہیں معلوم کہ انہیں یہ یقین کیسے حاصل ہوا؟) اور حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ ابن الملقن کا کیسے رد کر سکتے ہیں حالانکہ انہوں نے اپنی عبارت میں "لعلہ" (جس کا معنی ہے: ہوسکتا ہے) کا لفظ کہہ کر خود اپنا رد کیا ہے!!

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مصنف کا نقطہ نظر اور اس پر زیر بحث حدیث کی سند سے استدلال

ہمارے نزدیک بھی علامہ ابن الملقن کا موقف قوی ہے کہ اس مقام پر امام بخاری کی سند میں ارسال ہے، کیونکہ ابن ابی ملیکہ اس موقع پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود نہیں تھے اور انہوں نے یہ حدیث ذکوان ہی سے سن کر روایت کی ہے۔ علامہ ابن

Marfat.com

الملقن نے یہ دعویٰ اگرچہ یقین کے ساتھ نہیں کیا (جیسا کہ علامہ عینی نے فرمایا) تاہم ہمیں اس دعویٰ پر یقین حاصل ہے اور یہ یقین اس لیے حاصل ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے خود ہی کہا ہے کہ مجھے یہ حدیث ذکوان نے بیان کی ہے، جیسا کہ مسند احمد (ج ۱ ص ۲۷۷) اور طبقات ابن سعد (ج ۸ ص ۷۵) میں اس کی صراحت موجود ہے اور ابن ابی ملیکہ کی اپنی صراحت کے ہوتے ہوئے احتمال، امکان اور لعل وغیرہ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر ابن ابی ملیکہ کی یہ صراحت نہ ہوتی تو پھر مختلف احتمالات اور مفروضات قائم کرنا مناسب ہوتا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کمال تواضع اور انکسار اور خوف الٰہی

زیر بحث حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا واضح ثبوت موجود ہے، کہ انہوں نے بے پناہ تواضع اور انکساری کا اظہار فرمایا اور بالکل گوارا نہیں فرمایا کہ ان کی تعریف کی جائے، حتیٰ کہ فرمایا: میں تو چاہتی ہوں کہ میں ''نسیا منسیا'' ہو جاؤں۔ یعنی بھولی بسری اور گمنام اور کوئی بھی مجھے پہچانے نہ میرا تذکرہ کرے۔ اور آپ کا یہ جملہ خالصۃً خوف الٰہی کے غلبہ اور شدت کی وجہ سے تھا۔ طبقات ابن سعد میں آپ کے یہ جملے بھی مذکور ہیں کہ:

آپ نے اپنے وصال کے قریب فرمایا: کاش میں پیدا نہ کی جاتی! کاش میں ایک درخت ہوتی اور میں تسبیح کرتی رہتی اور میرے پتے اور شاخیں وغیرہ کاٹ دی جاتیں!

کاش میں ایک پتھر ہوتی! کاش میں مٹی کا ایک ڈھیلا ہوتی! کاش میں درخت کا ایک پتا ہوتی!

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۷۵۔ ۷۴، دار صادر، بیروت)

صحابہ کرام کا خوف وخشیت اور ان کے مختلف جملے

سورۂ مریم کی آیت: ۲۳ میں اللہ عزوجل نے حضرت مریم علیہا السلام کا یہ جملہ ذکر فرمایا ہے کہ: (دردزہ کے وقت) انہوں نے کہا: کاش! میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور بھولی بسری اور گمنام ہو جاتی۔ مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے اس آیت کی تفسیر میں مختلف صحابہ اور تابعین کے وہ اقوال ذکر کیے ہیں جو انہوں نے خوف خدا کے غلبہ سے کہے، مثلاً حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا: کاش! میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔ کاش! مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا۔ (کتاب الزہد للوکیع، رقم الحدیث: ۱۵۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۳) اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک پرندے کو درخت پر بیٹھا ہوا دیکھا تو فرمایا: کاش میں اس پرندے کی جگہ ہوتا۔ (کتاب الزہد للوکیع، رقم الحدیث ۱۶۵، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۷) اور ایک موقع پر فرمایا: اے پرندہ! تیرے لیے خوشی ہے، تجھ سے حساب لیا جائے گا نہ تجھے عذاب ہوگا۔ (کتاب الزہد للہناد، رقم الحدیث ۴۳۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا: کاش! میں اس طرح تنکا ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن کہا: کاش! میں اس دن کے آنے سے ۲۰ سال پہلے فوت ہو چکا ہوتا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر کہا: کاش! بلال کو اس کی ماں نے نہ جنا ہوتا۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۲۶) (تبیان القرآن ملخصاً ج ۷ ص ۲۶۷)

امام عبدالرزاق نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ایک موقع پر فرمایا: کاش! میں ایک مینڈھا ہوتا اور مجھے میرے گھر والے ذبح کر کے کھا لیتے، اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش! میں کسی ٹیلے کی ریت ہوتا، جسے تیز ہوائیں ادھر ادھر اڑا دیتیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یہ جملے یہاں اس لیے ذکر کیے گئے ہیں تاکہ خوف وخشیت اور تقویٰ و پرہیزگاری میں ان کا

Marfat.com

مقام و مرتبہ واضح ہو جائے اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ اس طرح کے تمنائی جملے بہت سنجیدگی کے ساتھ بولنے چاہئیں اور اس وقت بولنے چاہئیں جب اللہ عزوجل کا خوف بہت شدت اختیار کر جائے، نہ یہ کہ ان جملوں کو وقت بے وقت بول کر یا ان کو اپنا تنظیمی مونوگرام بنا کر ان جملوں کی اہمیت ختم کی جائے، یا موقع، بے موقع بول کر لوگوں کو ہنسنے کی دعوت دی جائے!! ہر کام میں حسن تدبیر اور حکمت ضروری ہے۔

۴۷۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما اسْتَأْذَنَ عَلٰى عَائِشَةَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ نِسْيًا مَنْسِيًّا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب بن عبدالمجید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از القاسم، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس (آنے کی) اجازت طلب کی۔ بقیہ حدیث سابق ہے، البتہ انہوں نے (یعنی القاسم نے) نسیا منسیا کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کے لیے آنا اور اس بارے میں امام احمد کی مفصل روایت کا بیان

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں دیگر اصحاب کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس تشریف لائے اور اس موقع پر ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کی کچھ تفصیل گزشتہ حدیث (۴۷۵۳) میں بیان ہو چکی ہے، البتہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس گفتگو کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے اور ایک سے زائد اسناد کے ساتھ متعدد مقامات پر روایت کیا ہے۔ ذیل میں ہم ان کی مکمل روایت پیش کر رہے ہیں:

امام احمد روایت کرتے ہیں کہ ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن خثیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی، یہ کہ ان کو ذکوان نے حدیث بیان کی، جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دربان تھے، کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے، وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اجازت چاہتے تھے، پس میں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس) حاضر ہوا، اس وقت ان کے سرہانے ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ موجود تھے، میں نے عرض کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اجازت طلب کر رہے ہیں، تو ان کے بھائی کے بیٹے عبداللہ ان پر جھک آئے اور وہ بھی یہ کہنے لگے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (آپ سے ملنے کے لیے) اجازت طلب کر رہے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت موت کے عالم میں تھیں، سو آپ نے فرمایا: مجھے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے نہ ملاؤ، تو عبداللہ نے عرض کیا: امی جان! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے نیک بیٹوں میں سے ہیں، وہ آپ کو سلام اور الوداع کہنا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو ان کو (آنے کی) اجازت دے دو۔

ذکوان کہتے ہیں: پس میں ان کو اندر لے آیا، پھر انہوں نے بیٹھتے ہی (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے) کہا: آپ کو بشارت ہو۔ آپ نے فرمایا: اور کچھ؟ تو انہوں نے کہا: آپ کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر محبوبین سے آپ کے ملنے کے درمیان صرف بدن سے روح نکلنے کا فاصلہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ازواج مطہرات میں آپ سب سے زیادہ محبوب تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف طیب اور پاکیزہ چیز سے محبت فرماتے تھے، نیز غزوۂ ابواء کی رات آپ کا ہار کہیں گر گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپ

Marfat.com

کی خاطر) ٹھہر گئے حتیٰ کہ اس جگہ صبح ہوگئی اور لوگ بھی وہیں ٹھہرے ہوئے تھے، حالانکہ ان کے پاس پانی بھی نہیں تھا، پس اللہ عزوجل نے تیمم کا حکم نازل فرمایا، سو یہ حکم اور اس میں امت کے لیے جو رخصت اور سہولت ہے وہ آپ ہی کے سبب سے ہے، اور سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ عزوجل نے آپ کی پاکیزگی کا بیان نازل فرمایا، جسے روح امین (حضرت جبریل) لے کر نازل ہوئے، پس اب کوئی مسجد ایسی نہیں ہے جس میں شب و روز ان آیات کی تلاوت نہ ہوتی ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابن عباس! مجھے (میرے حال پر) چھوڑ دو اور مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں یہ تمنا کرتی ہوں کہ میں بھولی بسری اور گمنام ہو جاؤں۔ (مسند احمد ج۱ ص ۲۷۷ طبع قدیم، مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۸۔۲۹۷، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث سے حافظ ابن حجر عسقلانی کا استنباط مسائل

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا علم بہت وسیع تھا اور صحابہ و تابعین کے درمیان ان کا مرتبہ بہت عظیم تھا، نیز اس واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع و انکسار، بلندی مرتبہ اور دینی معاملات میں ان کے تختی فرمانے کا ثبوت بھی موجود ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بغیر اجازت کے امہات المومنین کے پاس نہیں آتے تھے۔ علاوہ ازیں اس واقعہ میں چھوٹے کا بڑے کو مشورہ دینے کا ثبوت بھی ہے اور اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ علم اور دین میں جو اکابر ہوں ان کے مقام و مرتبہ کا لحاظ کرنا چاہیے اور جس تعظیم کے وہ حق دار ہوں اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۴۵ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو آنے کی اجازت اس وجہ سے دی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں۔

۱۰۔ بَابٌ: يَعِظُكُمُ اللهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ (النور: ۱۷)

اللہ عزوجل کا ارشاد: اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات کبھی بھی نہ کرنا اگر تم مومن ہو O (النور: ۱۷) کی تفسیر

۴۷۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ جَاءَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا قُلْتُ أَتَأْذَنِينَ لِهَذَا قَالَتْ أَوَلَيْسَ قَدْ أَصَابَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ قَالَ سُفْيَانُ تَعْنِي ذَهَابَ بَصَرِهِ فَقَالَ

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

قَالَتْ لَكِنْ أَنْتَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از ابو الضحیٰ از مسروق از سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے فرمایا کہ: حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) نے ان سے (ملاقات کی) اجازت طلب کی، میں نے عرض کی: کیا آپ انہیں (بھی اپنے پاس آنے کی) اجازت دیتی ہیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا انہیں بڑا عذاب نہیں پہنچ چکا؟ سفیان کہتے ہیں: اس سے ان کی مراد تھی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا نابینا ہو جانا، پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے (یہ شعر) عرض کیا: (آپ) بہت پاک دامن اور باوقار خاتون ہیں اور کسی تہمت والی بات سے آلودہ نہیں ہیں۔ آپ اس حالت میں صبح کرتی ہیں کہ پاک دامن عورتوں کے گوشت سے

Marfat.com

آپ کا پیٹ خالی ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (یہ سن کر ان سے) فرمایا: لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۱۴۶ اور ۴۷۴۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۱۔ بَابٌ ﴿يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (النور:۱۸)

اللہ عزوجل کے ارشاد: اور اللہ تمہارے لیے آیتیں بیان فرماتا ہے، اور اللہ بہت علم والا بہت حکمت والا ہے O (النور:۱۸) کی تفسیر

۴۷۵۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ عَلَى عَائِشَةَ فَشَبَّبَ وَقَالَ

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

قَالَتْ لَسْتَ كَذَاكَ قُلْتُ تَدَعِينَ مِثْلَ هَذَا يَدْخُلُ عَلَيْكِ وَقَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ﴾ (النور:۱۱) فَقَالَتْ وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمَى وَقَالَتْ وَقَدْ كَانَ يَرُدُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از اعمش از ابوالضحیٰ از مسروق، انہوں نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہوں نے تشبیب کے ساتھ یہ شعر کہا: (آپ) باوقار خاتون ہیں اور کسی تہمت والی بات سے آلودہ نہیں ہیں۔ آپ اس حالت میں صبح کرتی ہیں کہ پاک دامن عورتوں کے گوشت سے آپ کا پیٹ خالی ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (ان سے) فرمایا: (لیکن) آپ ایسے نہیں ہیں۔ (مسروق کہتے ہیں:) میں نے عرض کی: آپ ان جیسے شخص کو اپنے پاس آنے دیتی ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ: ان میں سے جس نے اس تہمت میں بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے O (النور:۱۱) تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نابینا ہو جانے سے زیادہ شدید عذاب کیا ہوگا! اور انہوں نے (حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بھی) فرمایا کہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۱۴۶ اور ۴۷۴۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۲۔ بَابٌ: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اللہ عزوجل کے ارشاد: بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے O اور اگر تم ان پر اللہ کا فضل

Marfat.com

وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾
(النور:۱۹۔۲۰)

اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ بہت شفیق اور بے حد مہربان ہے (تو تم پر عذاب آ جاتا) O

تَشِيْعَ تَظْهَرَ۔ (النور:۲۰۔۱۹) کی تفسیر

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس میں ایمان والوں سے پاک دامن مرد اور پاک دامن عورتیں مراد ہیں اور یہ لفظ اگرچہ تمام اہل ایمان کے لیے ہے، مگر یہاں (خصوصیت کے ساتھ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو مراد لیا گیا ہے اور ''فاحشہ'' کا معنی ہے: انتہائی بدترین فعل، اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں اس کا معنی ہے: بری بات، اور دنیا میں دردناک عذاب سے مراد ہے: حد کا جاری ہونا اور آخرت کے اعتبار سے اس کا معنی ہے: جہنم کا عذاب، جو کہ (تہمت لگانے والوں میں) منافقین کے ساتھ خاص ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن جز ۱۸ ج ۶ ص ۱۹۰، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ ھ)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ ام المومنین سیدہ عائشہ اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہما کے لیے یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کے متعلق کوئی بری بات عام ہو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

آگے جو فرمایا: ''اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' اس سے مراد یہ ہے کہ جنہوں نے تہمت لگائی ان کا جھوٹا ہونا اور جن پر تہمت لگائی گئی ان کا سچا ہونا اللہ کے علم میں ہے، اور اے لوگو! تمہیں اس کا علم نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک غیب ہے اور غیوب کا علم اللہ عز وجل کو ہے، لہٰذا جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کو ایمان والوں کی طرف منسوب نہ کرو، خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی طرف، ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ (جامع البیان ج ۱۰ ص ۱۳۴۔۱۳۳، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ ھ)

امام بخاری نے کہا: تشیع کا معنی ہے: ظاہر ہو جائے۔

اس سے امام بخاری کا مقصود سورۃ النور کی زیر بحث آیت: ۱۹ میں مذکور لفظ ''تشیع'' کا معنی بیان کرنا ہے، اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ مجاہد نے بھی اس لفظ کی یہی تفسیر کی ہے، لیکن اس اضافہ کے ساتھ کہ اس لفظ کا معنی ہے: لوگوں میں اس بات کا چرچا ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۲۶)

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾
(النور:۲۲)

ارشاد باری تعالیٰ: اور تم میں سے اصحاب فضل اور ارباب وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کر دے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے O

(النور:۲۲) کی تفسیر

یہ آیت حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ آپ حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ پر اپنا مال خرچ کیا کرتے

Marfat.com

تھے، لیکن حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں حصہ لیا، جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ آئندہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر اپنا مال خرچ نہیں کریں گے۔ اس پر اللہ عزوجل نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو درگزر کرنے کا حکم فرمایا۔

۴۷۵۷۔ وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ذُكِرَ مِنْ شَأْنِي الَّذِي ذُكِرَ وَمَا عَلِمْتُ بِهِ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي خَطِيبًا فَتَشَهَّدَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ أَشِيرُوا عَلَيَّ فِي أُنَاسٍ أَبَنُوا أَهْلِي وَايْمُ اللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي مِنْ سُوءٍ وَأَبَنُوهُمْ بِمَنْ وَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ قَطُّ وَلَا يَدْخُلُ بَيْتِي قَطُّ إِلَّا وَأَنَا حَاضِرٌ وَلَا غِبْتُ فِي سَفَرٍ إِلَّا غَابَ مَعِي فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ ائْذَنْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ نَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ وَقَامَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْ رَهْطِ ذَلِكَ الرَّجُلِ فَقَالَ كَذَبْتَ أَمَا وَاللهِ أَنْ لَوْ كَانُوا مِنَ الْأَوْسِ مَا أَحْبَبْتَ أَنْ تُضْرَبَ أَعْنَاقُهُمْ حَتَّى كَادَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ شَرٌّ فِي الْمَسْجِدِ وَمَا عَلِمْتُ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ ذَلِكَ الْيَوْمِ خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي وَمَعِي أُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ وَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ أَيْ أُمِّ تَسُبِّينَ ابْنَكِ وَسَكَتَتْ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّانِيَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا أَيْ أُمِّ أَتَسُبِّينَ ابْنَكِ فَسَكَتَتْ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَانْتَهَرْتُهَا فَقَالَتْ وَاللهِ مَا أَسُبُّهُ إِلَّا فِيكِ فَقُلْتُ فِي أَيِّ شَأْنِي قَالَتْ فَبَقَرَتْ لِي الْحَدِيثَ فَقُلْتُ وَقَدْ كَانَ هَذَا قَالَتْ نَعَمْ وَاللهِ فَرَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي كَأَنَّ الَّذِي خَرَجْتُ لَهُ لَا أَجِدُ مِنْهُ قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا وَوُعِكْتُ فَقُلْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ أَرْسِلْنِي إِلَى بَيْتِ أَبِي فَأَرْسَلَ مَعِي الْغُلَامَ فَدَخَلْتُ الدَّارَ فَوَجَدْتُ أُمَّ رُومَانَ فِي السُّفْلِ وَأَبَا بَكْرٍ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ فَقَالَتْ أُمِّي مَا جَاءَ بِكِ يَا بُنَيَّةُ

اور ابو اسامہ نے کہا از ہشام بن عروہ، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ آپ نے فرمایا: جب میرے متعلق لوگوں میں تہمت کا چرچا ہوا، حالانکہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ میرے معاملہ میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے تشہد پڑھا، یعنی اللہ عزوجل کی حمد و ثناء بیان کی، ایسے الفاظ کے ساتھ جو اللہ عزوجل کے شایان شان تھے، پھر فرمایا: حمد و ثناء کے بعد! مجھے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ دو جنہوں نے میری زوجہ پر تہمت لگائی ہے، حالانکہ اللہ کی قسم! مجھے اپنی زوجہ کے متعلق کسی برائی (میں مبتلا ہونے) کا علم نہیں ہے اور ان لوگوں نے ایسے شخص کے ساتھ تہمت لگائی ہے کہ اللہ کی قسم! اس کے متعلق بھی کبھی کوئی برائی میرے علم میں نہیں آئی اور وہ میرے گھر میں کبھی داخل نہیں ہوتے مگر یہ کہ میں (خود) موجود ہوں اور میں کسی بھی سفر میں (گھر سے) غائب ہوتا ہوں تو وہ بھی میرے ساتھ غائب ہوتے ہیں، پس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ ہم تہمت لگانے والوں کی گردنیں اڑا دیں، (اتنے میں) بنو الخزرج کا ایک شخص کھڑا ہو گیا، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی والدہ اسی شخص کے قبیلہ سے تھیں، اس شخص نے (حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے) کہا: آپ نے کذب سے کام لیا ہے، اللہ کی قسم! اگر تہمت لگانے والے افراد قبیلہ اوس سے ہوتے تو آپ (قطعاً) پسند نہ کرتے کہ ان کی گردنیں اڑائی جائیں۔ (بات اتنی بڑھی) کہ مسجد ہی میں اوس اور خزرج کے درمیان جھگڑا برپا ہو گیا اور مجھے (کسی بات کا کوئی) علم نہیں تھا۔ جب اس دن شام ہوئی تو میں کسی ضرورت کی غرض سے باہر نکلی اور میرے ساتھ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی والدہ (بھی) تھیں، وہ (چلتے ہوئے) ٹھوکر کھا کر گر گئیں تو ان کے منہ سے نکلا:

Marfat.com

فَأَخْبَرَتْهَا وَذَكَرَتْ لَهَا الْحَدِيثَ وَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مِثْلَ مَا بَلَغَ مِنِّي فَقَالَتْ يَا بُنَيَّةُ خَفِّفِي عَلَيْكِ الشَّأْنَ فَإِنَّهُ وَاللهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ حَسْنَاءُ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا لَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا حَسَدْنَهَا وَقِيلَ فِيهَا وَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مَا بَلَغَ مِنِّي قُلْتُ وَقَدْ عَلِمَ بِهِ أَبِي قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَتْ نَعَمْ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ وَاسْتَعْبَرْتُ وَبَكَيْتُ فَسَمِعَ أَبُو بَكْرٍ صَوْتِي وَهُوَ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ فَنَزَلَ فَقَالَ لِأُمِّي مَا شَأْنُهَا قَالَتْ بَلَغَهَا الَّذِي ذُكِرَ مِنْ شَأْنِهَا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ قَالَ أَقْسَمْتُ عَلَيْكِ أَيْ بُنَيَّةُ إِلَّا رَجَعْتِ إِلَى بَيْتِكِ فَرَجَعْتُ وَلَقَدْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْتِي فَسَأَلَ عَنِّي خَادِمَتِي فَقَالَتْ لَا وَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا إِلَّا أَنَّهَا كَانَتْ تَرْقُدُ حَتَّى تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَأْكُلَ خَمِيرَهَا أَوْ عَجِينَهَا وَانْتَهَرَهَا بَعْضُ أَصْحَابِهِ فَقَالَ اصْدُقِي رَسُولَ اللهِ ﷺ حَتَّى أَسْقَطُوا لَهَا بِهِ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللهِ وَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلَى تِبْرِ الذَّهَبِ الْأَحْمَرِ وَبَلَغَ الْأَمْرُ إِلَى ذَلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي قِيلَ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ وَاللهِ مَا كَشَفْتُ كَنَفَ أُنْثَى قَطُّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُتِلَ شَهِيدًا فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَتْ وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي فَلَمْ يَزَالَا حَتَّى دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَدْ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ وَقَدِ اكْتَنَفَنِي أَبَوَايَ عَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ إِنْ كُنْتِ قَارَفْتِ سُوءًا أَوْ ظَلَمْتِ فَتُوبِي إِلَى اللهِ فَإِنَّ اللهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ مِنْ عِبَادِهِ قَالَتْ وَقَدْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَهِيَ جَالِسَةٌ بِالْبَابِ فَقُلْتُ أَلَا تَسْتَحْيِي مِنْ هَذِهِ الْمَرْأَةِ أَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا فَوَعَظَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَالْتَفَتُّ إِلَى أَبِي فَقُلْتُ لَهُ أَجِبْهُ قَالَ فَمَاذَا أَقُولُ فَالْتَفَتُّ إِلَى أُمِّي فَقُلْتُ أَجِيبِيهِ

مسطح ہلاک ہوجائے۔ میں نے کہا: اماں جی! آپ اپنے بیٹے کو برا کہہ رہی ہیں؟ (لیکن) وہ چپ رہیں، پھر دوسری مرتبہ گر پڑیں، تو (دوبارہ) انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہوجائے۔ میں نے ان سے کہا: آپ اپنے بیٹے کو برا کہہ رہی ہیں؟ پھر وہ تیسری مرتبہ گر پڑیں، انہوں نے (پھر) کہا: مسطح ہلاک ہوجائے، تو میں نے ان کو سخت لہجہ میں اس سے روکا، تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں صرف آپ کے معاملہ کی وجہ سے مسطح کو برا کہہ رہی ہوں۔ میں نے کہا: میرا کون سا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا۔ میں نے (انتہائی حیرت سے) کہا: کیا واقعی ایسا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم! پس میں اپنے گھر لوٹ آئی اور میری حالت یہ تھی کہ جس کام کے لیے میں باہر نکلی تھی اس کا مجھے قطعاً احساس نہیں ہو رہا تھا، نہ کم نہ زیادہ اور مجھے بخار ہو گیا، پس میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: آپ مجھے میرے والد کے گھر بھجوا دیں، تو آپ نے ایک بچے کے ساتھ مجھے بھیج دیا، میں گھر میں داخل ہوئی تو میں نے (اپنی والدہ) حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کو گھر کے نچلے حصہ میں پایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گھر کے بالاخانے میں تلاوت کرتے ہوئے پایا۔ میری والدہ نے کہا: پیاری بیٹی! کیسے آنا ہوا؟ تو میں نے انہیں پورا واقعہ سنایا اور اس وقت میں نے محسوس کیا کہ ان کو اس واقعہ سے اتنا رنج وغم نہیں تھا جتنا مجھے تھا۔ پھر انہوں نے کہا: اے بیٹی! اس معاملہ میں پرسکون رہو (پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے) کیونکہ اللہ کی قسم! بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت بہت حسین ہو اور کسی ایسے شخص کے نکاح میں ہو جو اس سے محبت رکھتا ہو اور پھر اس کی سوکنیں بھی ہوں اور وہ سوکنیں اس (حسین عورت) سے حسد نہ کریں اور ایسی عورت میں عیب نہ نکالا جائے۔ مجھے (بہرحال) یہی معلوم ہو رہا تھا کہ ان کو اس معاملہ میں اتنی پریشانی لاحق نہیں تھی جتنی مجھے تھی۔ میں نے کہا: کیا میرے والد کو (بھی) یہ سب کچھ معلوم ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ کو؟ انہوں نے کہا: ہاں! رسول اللہ ﷺ کو بھی یہ سب کچھ معلوم ہے، پھر

Marfat.com

فَقَالَتْ أَقُولُ مَاذَا فَلَمَّا لَمْ يُجِيبَاهُ تَشَهَّدْتُ فَحَمِدْتُ اللهَ وَأَثْنَيْتُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قُلْتُ أَمَّا بَعْدُ فَوَاللهِ لَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي لَمْ أَفْعَلْ وَاللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَشْهَدُ إِنِّي لَصَادِقَةٌ مَا ذَاكَ بِنَافِعِي عِنْدَكُمْ لَقَدْ تَكَلَّمْتُمْ بِهِ وَأُشْرِبَتْهُ قُلُوبُكُمْ وَإِنْ قُلْتُ إِنِّي قَدْ فَعَلْتُ وَاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَفْعَلْ لَتَقُولُنَّ قَدْ بَاءَتْ بِهِ عَلَى نَفْسِهَا وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا وَالْتَمَسْتُ اسْمَ يَعْقُوبَ فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهِ إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قَالَ ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝﴾ (یوسف:۱۸) وَأُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ سَاعَتِهِ فَسَكَتْنَا فَرُفِعَ عَنْهُ وَإِنِّي لَأَتَبَيَّنُ السُّرُورَ فِي وَجْهِهِ وَهُوَ يَمْسَحُ جَبِينَهُ وَيَقُولُ أَبْشِرِي يَا عَائِشَةُ فَقَدْ أَنْزَلَ اللهُ بَرَاءَتَكِ قَالَتْ وَكُنْتُ أَشَدَّ مَا كُنْتُ غَضَبًا فَقَالَ لِي أَبَوَايَ قُومِي إِلَيْهِ فَقُلْتُ لَا وَاللهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُهُ وَلَا أَحْمَدُكُمَا وَلَكِنْ أَحْمَدُ اللهَ الَّذِي أَنْزَلَ بَرَاءَتِي لَقَدْ سَمِعْتُمُوهُ فَمَا أَنْكَرْتُمُوهُ وَلَا غَيَّرْتُمُوهُ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ أَمَّا زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ فَعَصَمَهَا اللهُ بِدِينِهَا فَلَمْ تَقُلْ إِلَّا خَيْرًا وَأَمَّا أُخْتُهَا حَمْنَةُ فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي يَتَكَلَّمُ فِيهِ مِسْطَحٌ وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَالْمُنَافِقُ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ وَهُوَ الَّذِي كَانَ يَسْتَوْشِيهِ وَيَجْمَعُهُ وَهُوَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ هُوَ وَحَمْنَةُ قَالَتْ فَحَلَفَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ لَا يَنْفَعَ مِسْطَحًا بِنَافِعَةٍ أَبَدًا فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ يَعْنِي مِسْطَحًا إِلَى قَوْلِهِ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ حَتَّى قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَلَى وَاللهِ يَا رَبَّنَا إِنَّا لَنُحِبُّ أَنْ تَغْفِرَ لَنَا وَعَادَ لَهُ بِمَا كَانَ يَصْنَعُ۔

(صحیح مسلم:۲۷۷۰، سنن ترمذی:۳۱۸۰، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۳

میری آنکھیں بھر آئیں اور میں آواز سے رونے لگیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری آواز سن لی، وہ گھر کے بالاخانے میں تلاوت کر رہے تھے، پس وہ نیچے اترے اور انہوں نے میری والدہ سے کہا: یہ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: اس کو وہ خبر پہنچ گئی ہے جو اس کے معاملہ میں گردش کر رہی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور انہوں نے (مجھ سے) فرمایا: اے میری بیٹی! میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم اپنے گھر لوٹ جاؤ، پس میں لوٹ آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے گھر میں تشریف لائے اور آپ نے میری خادمہ (حضرت بریرہ) سے میرے متعلق پوچھا تو خادمہ نے کہا: اللہ کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں ہے (اور) ان کے متعلق کسی قسم کا کوئی عیب میرے علم میں نہیں ہے، سوائے اس کے کہ (آٹا گوندھتے ہوئے) انہیں اونگھ آ جاتی ہے حتیٰ کہ بکری آ کر ان کا آٹا کھا جاتی ہے۔ صحابہ میں سے کسی نے خادمہ کو ٹوکا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ سچ بیان کرو اور لوگوں نے خادمہ کو مختلف باتیں کہہ کر وضاحت چاہی، تو خادمہ نے کہا: اللہ عزوجل پاک ہے، اللہ کی قسم! میں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق وہی بات جانتی ہوں جو سونے کے خالص ٹکڑے کے متعلق ایک سنار جانتا ہے (یعنی عیب سے پاک اور صاف ہونا) اور واقعہ کی یہ خبر اس شخص تک (بھی) پہنچی جس کے ساتھ تہمت لگائی تھی (یعنی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ)، انہوں نے یہ خبر سن کر کہا: اللہ عزوجل پاک ہے! اللہ کی قسم میں نے کبھی کسی عورت کا کپڑا نہیں کھولا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: انہوں نے اللہ عزوجل کی راہ میں شہادت کی موت پائی۔ فرماتی ہیں: (اگلے دن) صبح کو میرے والدین میرے پاس میری دائیں اور بائیں جانب سے میرا احاطہ کیے ہوئے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا: حمد و ثناء کے بعد اے عائشہ! اگر تم نے کسی برائی کا ارتکاب کیا ہے یا ظلم کیا ہے تو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کر لو، کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس دوران انصار کی ایک عورت آ کر

Marfat.com

ص ۱۵۰، مسند احمد ج ۶ ص ۵۹، ج ۴۰، ص ۳۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی (اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سن رہی تھی)، میں نے عرض کی: آپ اس عورت کی وجہ سے توقف نہیں فرمائیں گے کہ کہیں یہ (باہر جا کر) کچھ کا کچھ بیان کر دے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت جاری رکھی، پھر میں اپنے والد کی طرف متوجہ ہوئی اور میں نے ان سے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں۔ انہوں نے کہا: میں کیا کہوں؟ پھر میں اپنی والدہ کی طرف متوجہ ہوئی اور میں نے ان سے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں، تو انہوں نے (بھی) یہی کہا کہ میں کیا کہوں؟ پس جب ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب نہیں دیا تو پھر میں نے تشہد پڑھا، یعنی اللہ عزوجل کی حمد وثناء بیان کی ایسے الفاظ کے ساتھ جن کا اللہ عزوجل ہی اہل ہے، پھر میں نے کہا: حمد وثناء کے بعد اللہ کی قسم! اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں نے کوئی (غلط کام) نہیں کیا اور اللہ عزوجل گواہ ہے کہ میں ضرور سچی ہوں تو میرا یہ دعویٰ آپ لوگوں کے نزدیک میرے حق میں (بالکل) مفید نہیں ہوگا، (کیونکہ) آپ لوگوں نے اس واقعہ پر آپس میں (بہت) کلام کیا ہے اور یہ واقعہ آپ لوگوں کے دلوں میں رچ بس گیا ہے اور اگر میں یہ کہوں کہ میں نے ایسا کیا ہے، حالانکہ اللہ عزوجل جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا تو ضرور آپ لوگ کہیں گے کہ اس نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے اور بلاشبہ اللہ کی قسم! میں اپنے لیے اور آپ لوگوں کے لیے صرف حضرت یوسف کے والد (علیہما السلام) کی مثال پاتی ہوں جب انہوں نے فرمایا تھا کہ: ''صبر کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم لوگ بیان کر رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے'' O (یوسف: ۱۸) میں (یہ مثال بیان کرنے کے لیے) حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام سوچتی رہی مگر (شدت غم کی وجہ سے) میں اس نام کو ذہن میں لانے پر قادر نہ ہو سکی اور اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہو گیا، پس ہم خاموش ہو گئے، پھر جب آپ سے وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو میں نمایاں طور پر آپ کے چہرۂ انور میں خوشی دیکھ رہی تھی اور آپ اپنی پیشانی سے (پسینہ) پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے

Marfat.com

عائشہ! تمہیں خوش خبری ہو، اللہ عزوجل نے تمہاری پاکیزگی (کا بیان) نازل فرما دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس وقت میں بہت زیادہ غصہ میں تھی، پس مجھ سے میرے والدین نے کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (تعظیماً) کھڑی ہو جاؤ، تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان کی طرف قیام نہیں کروں گی اور نہ میں ان کی حمد کروں گی اور نہ آپ دونوں کی حمد کروں گی، بلکہ میں اللہ عزوجل کی کروں گی جس نے میری پاکیزگی (کا بیان) نازل فرمایا، آپ لوگوں نے (جب) یہ تہمت کی بات سنی تو نہ تو اس کا انکار کیا اور نہ اس کو ختم کیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو تو اللہ عزوجل نے ان کے دین کے سبب (غلط بات کرنے سے) محفوظ رکھا اور انہوں نے صرف خیر کی بات کی، جب کہ ان کی بہن (حضرت) حمنہ (رضی اللہ عنہا) ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو کر ہلاک ہو گئیں، اور وہ لوگ جو اس تہمت کی بات میں شریک ہوئے وہ حضرت مسطح، حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہما) اور (سب سے بڑھ کر) منافق شخص عبداللہ بن ابی تھا، یہی وہ شخص تھا جو کرید کرید کر باتیں جمع کر رہا تھا (تا کہ کہانی بن سکے) اور تہمت لگانے والوں میں یہ اور حمنہ (رضی اللہ عنہا) دو افراد ہیں جنہوں نے اس میں بڑا حصہ لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھالی کہ وہ آئندہ کبھی بھی مسطح رضی اللہ عنہ کو کوئی نفع نہیں پہنچائیں گے، پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور قسم نہ کھائیں تم میں سے اصحاب فضل اور ارباب وسعت۔ اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ قسم کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں کو کچھ نہیں دیں گے، اس سے مراد حضرت مسطح رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ آیت یہاں تک ہے کہ: کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کر دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے (النور: ۲۲) حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، اللہ کی قسم! اے ہمارے پروردگار! بے شک ہم ضرور چاہتے ہیں کہ تو ہماری مغفرت فرما دے۔ اور (یہ کہہ کر) انہوں نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کا وہ خرچہ بحال فرما دیا جو

Marfat.com

(پہلے) انہیں آپ دیا کرتے تھے۔

• اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۵۰ کے تحت بہت تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے، تاہم یہاں دو اہم امور ذکر کیے جارہے ہیں:

حدیث افک کو امام بخاری کا سند معلق کے ساتھ روایت کرنا اور افک کے واقعہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غضب فرمانے کی توجیہ

(۱) ایک یہ کہ اس حدیث کو یہاں امام بخاری نے سند معلق کے ساتھ روایت کیا ہے، کیونکہ انہوں نے سند کے آغاز میں فرمایا: ابو اسامہ نے کہا: جب کہ امام مسلم نے اس حدیث کو سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے، اور ان کی سند کے الفاظ یہ ہیں کہ: ہمیں ابو بکر بن ابی شیبہ اور محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا، ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود (حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ) از سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۷۰، کتاب التوبہ، رقم: ۵۸)

(۲) دوسرا یہ کہ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں بہت زیادہ غصہ میں تھی (الی قولہا): اللہ کی قسم! میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قیام نہیں کروں گی اور نہ میں ان کی حمد کروں گی اور نہ آپ دونوں کی حمد کروں گی۔ اس جملہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے والدین سمیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غصہ تھا، تو آیا ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غصہ ہونا ان کے ایمان کے منافی تھا یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی شخص کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی رسالت اور نبوت کی حیثیت سے غصہ ہونا، یہ تو ایمان کے منافی ہے، لیکن تمام حیثیات کا حکم یکساں نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، اگر بالفرض انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غصہ فرمایا ہے تو آپ کے رسول اور نبی ہونے کی حیثیت سے نہیں، بلکہ آپ کے ساتھ ازدواجی رشتہ کے لحاظ سے، اور اس پر شرعاً کوئی حکم لاگو نہیں ہوتا۔ اگر ان کا یہ جملہ ان کے ایمان کے منافی ہوتا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر یہ بات ظاہر فرمادیتے اور ان کا ایمان ضائع ہونے سے بچاتے، مگر یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی، اور ازدواجی رشتہ کے لحاظ سے غصہ ہونا ایسی چیز ہے جس کی نسبت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف فرمائی ہے، جیسا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں خوب جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔ (الی آخر الحدیث) (صحیح بخاری: ۵۲۲۸، صحیح مسلم: ۲۴۳۹)

یہ تمام گفتگو اس صورت میں ہے جب یہ تسلیم کرلیا جائے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر اپنے والدین سمیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غصہ میں تھیں، ورنہ اس سے قبل (صحیح البخاری: ۴۷۵۰ کے تحت) علامہ ابن ابی جمرہ متوفی ۶۹۹ ھ کے حوالہ سے ہم لکھ چکے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب ان کے والدین نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑی ہوجاؤ، تو آپ نے قیام کرنے سے اس لیے منع کردیا تھا کہ آپ کو آپ کے والدین سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماچکے تھے کہ اللہ عزوجل کی حمد کرو۔ (جیسا کہ صحیح البخاری: ۲۶۶۱ میں اس کی تصریح ہے) سو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مناسب نہ سمجھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر والدین کے حکم کو ترجیح دی جائے، اس لیے آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیام نہیں کیا۔

۱۳۔ بَابٌ: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ۔ (النور: ۳۱)

اللہ عزوجل کے ارشاد: اور عورتیں اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔ (النور: ۳۱) کی تفسیر

اس آیت مبارکہ کا آغاز اس طرح ہے:

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ (النور:۳۱)

اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں مگر جواز خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔

۴۷۵۸۔ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ (النور:۳۱) شَقَّقْنَ مُرُوطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۱۰۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۴، المستدرک ج ۴ ص ۳۹۷، شرح السنۃ: ۳۰۸۲)

اور احمد بن شبیب نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس، کہ ابن شہاب نے کہا از عروہ از سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ عزوجل رحمت نازل فرمائے ان عورتوں پر جنہوں نے پہلے ہجرت کی، کہ جب اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا: ''اور عورتیں اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں'' (النور:۳۱)۔ تو ان عورتوں نے اپنی چادریں پھاڑ کر ان کے دوپٹے بنا لیے۔

النور:۳۱ کی تفسیر میں امام بخاری کا سند معلق کے ساتھ حدیث روایت کرنا اور اس حدیث کی مختصر شرح

یہ حدیث بھی امام بخاری نے سند معلق کے ساتھ ذکر کی ہے حالانکہ احمد بن شبیب آپ کے مشائخ میں سے ہیں۔ اس اعتبار سے اگر آپ یوں فرماتے کہ ''ہمیں حدیث بیان کی احمد بن شبیب نے'' تو زیادہ بہتر ہوتا، لیکن ہو سکتا ہے آپ نے ان سے یہ حدیث نہ سنی ہو اس لیے آپ نے حدثنا کا لفظ ترک فرما دیا۔

پہلے ہجرت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جن عورتوں نے ہجرت کرنے میں سبقت کی، اور دوپٹے بنانے سے مراد یہ ہے کہ ان عورتوں نے اپنی چادریں پھاڑ کر اپنا سر، سینہ اور چہرہ سب کچھ چھپا دیا۔ زمانہ جاہلیت میں عورتیں اپنا دوپٹہ پیچھے کی طرف لٹکا دیتی تھیں اور اگلا حصہ کھلا چھوڑ دیتی تھیں، اس لیے النور:۳۱ نازل فرما کر اللہ عزوجل نے عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ اپنے گریبان ڈھانپے رکھنے کا حکم فرمایا۔ ہمارے دور میں خواتین کی ایک بڑی تعداد نے دوپٹہ استعمال کرنا ہی ترک کر دیا ہے، وہ اپنے سر کے بال اور سینے کو نمایاں کر کے جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں اور ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو دوپٹے کو برائے نام اپنے گلے میں لٹکائے رکھتی ہے اور یہ دونوں ہی طرز عمل قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہیں۔

۴۷۵۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها كَانَتْ تَقُولُ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ (النور:۳۱) أَخَذْنَ أُزُرَهُنَّ فَشَقَّقْنَهَا مِنْ قِبَلِ الْحَوَاشِي فَاخْتَمَرْنَ بِهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن نافع نے حدیث بیان کی از حسن بن مسلم از صفیہ بنت شیبہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں جب یہ آیت نازل ہوئی: ''اور عورتیں اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں'' (النور:۳۱)۔ تو عورتوں نے اپنے تہبند کناروں سے پھاڑ کر ان کے دوپٹے بنا لیے۔

چادروں کے دوپٹے بنانے کے متعلق دو مختلف روایتوں میں تطبیق

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جن عورتوں نے اپنی چادروں کے دوپٹے بنائے وہ مہاجرات (ہجرت کرنے والی) خواتین ہیں، جب کہ آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ انصار کی عورتوں نے اپنی چادروں کے دوپٹے بنائے۔ اس کو امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ انصار کی عورتوں نے اس حکم پر عمل کرنے میں سبقت کر لی اور پھر مہاجرات نے بھی اس پر عمل کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۳۰)

سورۃ النور کا اختتام

الحمدللہ آج بروز جمعرات ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۹ مئی ۲۰۱۱ء کو سورۃ النور کی احادیث کی شرح مکمل ہوگئی، اب ان شاء اللہ سورۃ الفرقان کی احادیث کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۲۵۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ

سورۃ الفرقان کی تفسیر

سورۃ الفرقان کا مختصر تعارف

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الفرقان کا لفظ فرق سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے: دو چیزوں کے درمیان فاصلہ اور امتیاز کرنا۔ قرآن مجید کا ایک نام الفرقان ہے، کیونکہ قرآن مجید حق اور باطل کے درمیان فرق کرتا ہے اور بعض نے یہ وجہ بیان کی کہ قرآن مجید ایک مرتبہ میں نازل نہیں ہوا، بلکہ جدا جدا طور پر نازل ہوا ہے، اس لیے اس کو الفرقان کہا جاتا ہے اور اس بات کی تائید سورۂ بنی اسرائیل کی آیت: ۱۰۶ میں موجود ہے۔

سورۃ الفرقان مکی ہے، البتہ اس کی آیت: ۷۰ کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سورت کی آیت: ۶۸ اور آیت: ۷۰ دونوں کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ دونوں آیات مدنی ہیں اور بعض کے نزدیک مکی ہیں، جب کہ سعید بن جبیر کے نزدیک ان میں سے پہلی آیت مکی ہے اور دوسری آیت مدنی ہے۔ اس سورت میں ۷۷ آیتیں ہیں، ۸۹۲ کلمات ہیں اور ۳۷۸۰ حروف ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۳۱)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا مَا تَسْفِي بِهِ الرِّيْحُ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: هَبَآءً مَّنْثُوْرًا کا معنی ہے: ایسی چیز جو ہوا اڑا کر لائے۔

اس تعلیق سے امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

وَ قَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۝ (الفرقان: ۲۳)

اور انہوں نے (اپنے زعم میں) جس قدر (نیک) کام کیے تھے ہم ان کی طرف قصد کریں گے اور ان کو فضا میں بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرے بنا دیں گے O

مفسرین کے ایک قول کے مطابق یہ آیت کفار سے متعلق ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ کفار نے اپنے گمان میں جو نیک اعمال کیے تھے وہ آخرت میں ریزہ ریزہ کر کے ضائع کر دیے جائیں گے اور وہ فضا میں بکھرے ہوئے سورج کی شعاعوں کے باریک ذرات کی طرح ہو جائیں گے، کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی صالح عمل مقبول نہیں ہوتا۔ (انوار تبیان القرآن ص ۵۷۷)

اس آیت میں هَبَآءً کا جو لفظ ہے اس کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: مجاہد، عکرمہ اور حسن بصری کے نزدیک اس سے مراد غبار کی مانند وہ ذرات ہیں جو سورج کی روشنی میں روشن دان سے نظر آتے ہیں اور سائے میں نظر نہیں آتے اور ہاتھوں سے ان کو چھوا بھی نہیں جاتا۔ ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد غبار ہے اور مقاتل کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ ذرات ہیں جو جانوروں کے کھروں سے اڑتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۳۱) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی جو تفسیر فرمائی وہ امام بخاری نے ذکر کر دی کہ اس سے مراد وہ چیز یعنی وہ ذرات ہیں جو ہوا اپنے ساتھ اڑا کر لائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے اعمال انہی ذرات

Marfat.com

اور گرد و غبار کی طرح بے کار ہو جائیں گے اور انہیں کوئی نفع نہیں ہوگا۔

مَدَّ الظِّلَّ مَا بَيْنَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ سَاكِنًا دَائِمًا۔

مَدَّ الظِّلَّ سے مراد وہ وقت ہے جو طلوع فجر سے طلوع آفتاب کے درمیان ہوتا ہے، اور سَاكِنًا سے مراد ہے: ہمیشہ رہنے والا۔

اس سے امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا۔ (الفرقان: ۴۵)

کیا آپ نے اپنے رب کی (قدرت کی) طرف نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سائے کو پھیلا دیا اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ٹھہرا ہوا کر دیتا۔

اس تعلیق کے ذریعہ امام بخاری نے یہ واضح فرمایا ہے کہ سایا پھیلانے کا جو وقت ہے وہ طلوع فجر سے طلوع آفتاب کے درمیان ہے۔ اس وقت میں ہر طرف چھاؤں پھیلی ہوئی ہوتی ہے، کیونکہ اس وقت تک سورج نمودار نہیں ہوا ہوتا، اور سَاكِنًا کی جو تفسیر فرمائی اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سائے کو ہمیشہ سایا رکھنے پر قادر ہے، اس طور پر کہ کبھی سورج طلوع ہی نہ ہو، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر مہربانی فرمائی اور ہر چیز کے لیے ایک مخصوص مقدار مقرر فرمائی تا کہ لوگوں کے لیے زندگی گزارنا ممکن ہو۔

عَلَيْهِ دَلِيلًا طُلُوعُ الشَّمْسِ۔

عَلَيْهِ دَلِيلًا سے مراد سورج کا طلوع ہونا ہے۔

اس سے امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝ (الفرقان: ۴۵)

پھر ہم نے سورج کو اس کے اوپر دلیل (علامت) بنا دیا O

یعنی سورج کا طلوع ہونا سائے کے وجود کی دلیل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سورج سائے پر دلالت کرتا ہے، یعنی اگر سورج نہ ہوتا تو سائے کی پہچان نہ ہوتی اور نور نہ ہوتا تو اندھیرے کی پہچان نہ ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۳۲)

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ نے بھی آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۳۰)

خِلْفَةً مَنْ فَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ عَمَلٌ أَدْرَكَهُ بِالنَّهَارِ أَوْ فَاتَهُ بِالنَّهَارِ أَدْرَكَهُ بِاللَّيْلِ۔

خِلْفَةً سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کا رات میں کوئی عمل رہ جاتا ہے وہ اسے دن میں پالیتا ہے یا دن میں کوئی عمل رہ جاتا ہے تو وہ رات میں اسے پالیتا ہے۔

اس سے امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ۝ (الفرقان: ۶۲)

اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا یہ اس کے لیے ہے جو نصیحت حاصل کرنے کا ارادہ کرے یا شکر ادا کرنے کا ارادہ کرے O

اس تعلیق کے ذریعہ امام بخاری نے یہ واضح فرمایا کہ اس آیت میں خِلْفَةً کا لفظ خلیفہ اور نائب کے معنی میں ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا نائب بنایا ہے، لہٰذا دن کا کوئی عمل رہ جائے اور دن گزر جائے تو اگلے دن کا انتظار کرنے کے بجائے رات میں ہی اس عمل کو انجام دیا جائے، اسی طرح رات کا عمل رہ جائے اور رات گزر جائے تو دن میں اس عمل کو ادا کر لیا جائے۔

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں: دن اور رات میں ہر ایک کو اللہ عزوجل نے دوسرے کے پیچھے آنے والا بنا دیا ہے، تا کہ دونوں میں سے کسی ایک میں ذکر و اذکار اور شکر کی ادائیگی رہ جائے تو دوسرے میں اسے ادا کر لیا جائے۔ حسن بصری نے

Marfat.com

اس کے قریب قریب قول فرمایا ہے اور اسی کی مثل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا: اے امیر المؤمنین! میں رات کو نماز نہیں پا سکا۔ آپ نے فرمایا: رات کا جو عمل رہ جائے اسے دن میں ادا کر لو اور دن کا جو عمل رہ جائے اسے رات میں ادا کر لو، پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی کہ: (اللہ) وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا۔

(تاویلات اہل السنہ ج ۸ ص ۲۸)

خِلْفَةً کی تفسیر میں علماء مفسرین کے اور بھی اقوال ہیں، جن کی تفصیل کتب تفسیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ فِي طَاعَةِ اللهِ وَمَا شَيْءٌ أَقَرَّ لِعَيْنِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَرَى حَبِيبَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ۔

اور حسن (بصری) نے کہا: هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا سے مراد ہے: اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں، اور مومن کی آنکھ کے لیے سب سے زیادہ جو چیز ٹھنڈک کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ مومن شخص اپنے پیارے کو اللہ کی اطاعت میں دیکھے۔

اس تعلیق سے امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ۔ (الفرقان: ۷۴)

اور وہ لوگ (رحمٰن کے بندے) یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے حسن بصری کا جو قول پیش کیا ہے وہ درحقیقت ''قُرَّةَ أَعْيُنٍ'' کی تفسیر ہے، جس کا لفظی معنی ہے: آنکھوں کی ٹھنڈک، اور حسن بصری کی مراد یہ ہے کہ ازواج کی طرف سے ان کے شوہروں کے لیے اور اولاد کی طرف سے ان کے والدین کے لیے جو چیز آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہو سکتی ہے وہ ازواج اور اولاد کا نیک، فرمانبردار مومن ہونا ہے، اور جس شخص نے ایمان کی حلاوت پالی ہو اس کی آنکھوں کے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے گھر والوں کو اللہ عزوجل کا اطاعت گزار اور متبع شریعت دیکھے۔ ہمارے زمانے میں چونکہ لوگوں کی اکثریت ایمان کی حلاوت سے محروم ہے اس لیے بدقسمتی سے آنکھوں کی ٹھنڈک کا معیار بھی بدل چکا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُبُوْرًا وَيْلًا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ثُبُوْرًا کا معنی وَيْل ہے (یعنی بربادی)۔

اس سے امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

وَإِذَآ أُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ (الفرقان: ۱۳)

اور جب ان کو زنجیروں سے جکڑ کر (دوزخ کی) تنگ جگہ میں جھونکا جائے گا تو وہاں وہ موت کو پکاریں گے ۝

موت کو پکارنے سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ موت کو طلب کریں گے، تاکہ عذاب سے چھٹکارا ملے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لفظ ثبور کی جو تفسیر فرمائی کہ اس کا معنی وَیل ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ دوزخی لوگ عذاب کی شدت سے تنگ آ کر ثبور کا لفظ پکاریں گے اور مراد یہ ہوگی کہ ہم برباد ہو گئے ہم تباہ ہو گئے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ السَّعِيْرُ مُذَكَّرٌ وَالتَّسَعُّرُ وَالْاِضْطِرَامُ التَّوَقُّدُ الشَّدِيْدُ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر نے کہا ہے: السعیر مذکر ہے اور تسعر اور اضطرام کا معنی ہے: آگ کا بہت شدت

کے ساتھ روشن ہونا۔

اس تعلیق سے امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۚ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝ (الفرقان:۱۱) بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا اور جس نے قیامت کو جھٹلایا ہم نے اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر نے کہا: اس سے مراد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے لفظ سعیر کو مذکر کہا ہے، کیونکہ لفظی طور پر اس میں کوئی تانیث نہیں ہے، البتہ جب اس کے لیے فعل کا صیغہ مونث لایا جائے تو وہ اس بناء پر ہے کہ اس لفظ کا استعمال آگ کے لیے ہوتا ہے یا اس بناء پر ہے کہ یہ لفظ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور یہ دونوں وجہیں ایسی ہیں کہ ان سے بہر حال خود لفظ سعیر کا مونث ہونا لازم نہیں آتا۔

اس تعلیق کے آخر میں امام بخاری نے جو فرمایا کہ: تسعر اور اضطرام کا معنی ہے: آگ کا بہت شدت سے روشن ہونا، اس سے مقصود سعیر کا معنی واضح کرنا ہے۔

تُمْلٰى عَلَيْهِ تُقْرَأُ عَلَيْهِ مِنْ أَمْلَيْتُ وَأَمْلَلْتُ۔ تُمْلٰى عَلَيْهِ کا معنی ہے: وہ (کہانیاں) اس رسول پر پڑھی جاتی ہیں۔ یہ اَمْلَيْتُ اور اَمْلَلْتُ سے مشتق ہے۔

اس سے امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (الفرقان:۱۱) اور انہوں نے کہا: یہ گزشتہ لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس (رسول) نے لکھوالیا جو اس پر صبح وشام پڑھی جاتی ہیں O

یعنی کفار کا مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید گزشتہ زمانے کی کہانیوں کی طرح کہانی کی ایک کتاب ہے اور وہ کہانیاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے اپنے لیے لکھوالی ہیں اور پھر وہ کہانیاں صبح وشام آپ کے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔ (نعوذ باللہ من ھفوات الکافرین)

تعلیق کے آخر میں امام بخاری نے املیت اور امللت سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آیت میں تُمْلٰی کا لفظ املاء سے مشتق ہے اور املاء میں ایک لغت املال بھی ہے جو کہ البقرہ: ۲۸۲ میں مذکور ہے اور چونکہ یہ دونوں لغتیں قرآن مجید میں مذکور ہیں اس لیے یہ دونوں جید ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۱۳۳)

الرَّسُّ الْمَعْدِنُ جَمْعُهُ رِسَاسٌ مَا يَغْبَأُ۔ الرَّس کا معنی ہے: المعدن (کان)، اس کی جمع رساس آتی ہے۔

اس سے امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ (الفرقان:۱۱) اور عاد اور ثمود اور کنویں والوں اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کے لیے (ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے) O

ابوعبیدہ نے کہا: اصحاب الرس سے مراد اصحاب المعدن ہیں۔ خلیل نے کہا: الرس ہر اس کنویں کو کہتے ہیں جو پتھروں سے نہ بنایا گیا ہو۔ مجاہد نے کہا: الرس سے مراد کنواں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۷) قتادہ نے کہا: اصحاب الایکہ اور اصحاب الرس دو امتیں ہیں جن کی طرف اللہ عزوجل نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا اور دونوں امتیں عذاب کا شکار ہوئیں۔ سدی نے کہا: رس ایک کنواں ہے جو انطاکیہ میں ہے۔ اس میں لوگوں نے حبیب نجار کو شہید کیا، اس لیے لوگوں کو اس کنوئیں کی طرف منسوب کیا گیا، اور اصحاب الرس فرمایا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۳)

Marfat.com

مَا يَعْبَأُ يُقَالُ مَا عَبَأْتُ بِهِ شَيْئًا لَا يُعْتَدُّ بِهِ۔

مایعبأ: کہا جاتا ہے: ماعبات به شیئا۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ یہ ایسی چیز کے بارے میں بولا جاتا ہے جو کسی گنتی میں نہ ہو۔

اس سے امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ۔ (الفرقان: ۷۷)

آپ کہیے: میرے رب کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں اگر تم (اس کی) عبادت نہ کرو۔

غَرَامًا هَلَاكًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَعَتَوْا طَغَوْا۔

غَرَامًا کا معنی ہے: ہلاکت، اور مجاہد نے کہا: عَتَوْا کا معنی ہے: انہوں نے سرکشی کی۔

غَرَامًا کی تفسیر سے امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ (الفرقان: ۶۵)

اور (رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے دوزخ کے عذاب کو پھیر دے، بے شک دوزخ کا عذاب چمٹنے والا ہے O

امام ابومنصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا: غراما ایسی چیز کو کہتے ہیں جو کسی سے چمٹ جائے اور اس سے جدا نہ ہو، اور بعض نے کہا: اس کا معنی ہلاکت ہے۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۸ ص ۴۱)

امام بخاری نے اس کے بعد مجاہد کے حوالہ سے عَتَوْا کی جو تفسیر ذکر کی اس سے آپ کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيرًا ۝ (الفرقان: ۲۱)

ان (کفار) نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور بہت بڑی سرکشی کی O

کیونکہ انہوں نے بعث بعد الموت کو جھٹلایا اور اپنے آپ کو اس پر ایمان لانے سے بالاتر سمجھا اور سرکشی کا مظاہرہ کیا۔ سرکشی سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے یہ انکار کر کے خوب دیدہ دلیری اور جسارت کا مظاہرہ کیا اور حد سے آگے بڑھ گئے اور یہ سب کچھ اس بنا پر ہوا کہ ان کے دلوں میں تکبر تھا۔

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَاتِيَةٍ عَتَتْ عَنِ الْخُزَّانِ۔

اور سفیان بن عیینہ نے کہا: عاتیۃ سے مراد ایسی ہوا ہے جو خازن فرشتوں پر تجاوز کر گئی۔

امام بخاری نے یہ تعلیق صرف لفظ عَتَوْا کا معنی واضح کرنے کے لیے ذکر کی ہے، ورنہ ''عَاتِيَةٍ'' کا لفظ سورۃ الفرقان میں نہیں ہے، بلکہ سورۃ الحاقہ میں ہے۔ پوری آیت اس طرح ہے:

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ (الحاقہ: ۶)

اور رہے عاد تو ان کو گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا O

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی اس میں خازن فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ہواؤں پر مقرر ہیں اور اللہ عزوجل کے حکم سے وہ ایک معین مقدار میں ہوا چلاتے ہیں، مگر جس دن قوم عاد پر عذاب کی ہوا چلائی گئی تو اس دن وہ ہوا ان فرشتوں پر تجاوز کر گئی اور کسی قسم کی مقدار، پیمانے اور وزن کے بغیر چلتی رہی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۳۳) اور ظاہر ہے کہ اس دن یہی حکم ربی تھا، ورنہ کوئی بھی چیز اذن الٰہی کے بغیر کیسے تصرف کر سکتی ہے!

۱۔ بَابٌ: اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا (الفرقان: ۳۴)

اللہ عزوجل کے ارشاد: جولوگ اپنے چہروں کے بل گھسیٹ کر جہنم کی طرف لائے جائیں گے ان کا بہت برا ٹھکانا ہوگا اور وہ راستے سے سب سے زیادہ بھٹکنے والے ہوں گے O (الفرقان: ۳۴) کی تفسیر

علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: کفار مکہ نے کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب اللہ کی مخلوق میں (معاذ اللہ) سب سے برے لوگ ہیں۔ ان کے جواب میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(زاد المسیر ص ۱۰۱۶، مطبوعہ دار ابن حزم، ۱۴۲۳ھ)

۴۷۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَلَيْسَ الَّذِيْ اَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَتَادَةُ بَلٰى وَعِزَّةِ رَبِّنَا۔

[طرف الحدیث: ۶۵۲۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن محمد البغدادی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! کیا کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل چلایا جائے گا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ذات جس نے اس دنیا میں اسے دو ٹانگوں کے ذریعہ چلایا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ قیامت کے دن اسے اس کے چہرے کے بل چلائے۔ قتادہ نے کہا: کیوں نہیں، ہمارے پروردگار کی عزت کی قسم!

کفار کا قیامت کے دن منہ کے بل گھسیٹا جانا اور عامۃ المسلمین کا اپنے قدموں سے چل کر آنا اور صالحین کا اپنی سواریوں پر بیٹھ کر آنا

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لوگوں کا حشر تین اقسام میں ہوگا: ایک قسم ان لوگوں کی ہوگی جو جانوروں پر سوار ہوں گے، ایک قسم ان لوگوں کی ہوگی جو اپنے پیروں پر کھڑے ہوں گے اور ایک قسم ان لوگوں کی ہوگی جو اپنے چہروں کے بل چل رہے ہوں گے، پس سوال کیا گیا: لوگ اپنے چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ (آگے وہی جواب مذکور ہے جو صحیح بخاری کی حدیث میں اوپر مذکور ہوا۔) اور احادیث کے مجموعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ عزوجل کے نیک اور مقرب بندے اپنی سواریوں پر حشر میں وارد ہوں گے، عام مسلمان اپنے قدموں سے چل کر آئیں گے اور کفار اپنے چہروں کے بل جمع کیے جائیں گے۔

کتاب الرقاق میں حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے جواب میں جو جملہ ارشاد فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ کفار کا چہرے کے بل چلنا حقیقتاً ہوگا (لہٰذا اس میں بلاضرورت تاویل کرنے کی ضرورت

Marfat.com

نہیں ہے) اسی لیے صحابہ نے اس پر حیرت کا اظہار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی کیفیت کے متعلق سوال کیا۔ بعض مفسرین نے یہ گمان کیا ہے کہ کافروں کا منہ کے بل چلنا ایک مثال ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ عزوجل نے فرمایا: اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۝ (الملک: ۲۲) ''بھلا جو شخص منہ کے بل اوندھا چلے کیا وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو صراط مستقیم پر سیدھا چلے'' O مجاہد نے کہا کہ اس آیت میں مومن اور کافر کی مثال بیان کی گئی ہے۔ (حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: مجاہد نے اس آیت کی جو تفسیر فرمائی اس کو بنیاد بنا کر کسی دوسری آیات کی تفسیر نہیں کی جا سکتی، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو جو جواب ارشاد فرمایا اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ قیامت کے دن کفار کا منہ کے بل چلنا (کوئی مجاز نہیں ہے) بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۷، ج ۷ ص ۵۹۳، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

زیر بحث حدیث میں قتادہ نے جو جملہ کہا کہ: کیوں نہیں! ہمارے پروردگار کی عزت کی قسم! یہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جملے کی تصدیق میں کہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث سن کر کہا۔

۲۔ بَابٌ: وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا۝ (الفرقان: ۶۸)

اللہ عزوجل کے ارشاد: اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا O (الفرقان: ۶۸) کی تفسیر

اس آیت کا تعلق الفرقان: ۶۳ سے ہے، کیونکہ اس میں ''عِبَادُ الرَّحْمٰنِ'' (رحمن عزوجل کے بندوں) کی صفات کا بیان فرمایا گیا ہے اور زیر بحث آیت (الفرقان: ۶۸) میں ان ہی صفات کا تسلسل جاری ہے۔

۴۷۶۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ سُفْیَانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَنْصُوْرٌ وَسُلَیْمَانُ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْ مَیْسَرَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ وَاصِلٌ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَاَلْتُ اَوْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَیُّ الذَّنْبِ عِنْدَ اللّٰهِ اَکْبَرُ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْیَةَ اَنْ یَّطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِیَ بِحَلِیْلَةِ جَارِكَ قَالَ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ تَصْدِیْقًا لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ﴾ (الفرقان: ۶۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے منصور اور سلیمان نے حدیث بیان کی از ابووائل از ابو میسرہ از عبداللہ، (ح) انہوں نے کہا: اور مجھے واصل نے حدیث بیان کی از ابووائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: میں نے پوچھا، یا پوچھا گیا: (یا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا گناہ اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: (سب سے بڑا گناہ) یہ کہ تم اللہ کے لیے شریک ٹھہرالو حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا گناہ؟ فرمایا: یہ کہ تو اپنی اولاد کو قتل کرے اس خوف سے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا گناہ؟ فرمایا: (پھر یہ گناہ) کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی

Marfat.com

سے بدکاری کرو۔ راوی نے کہا: اور یہ آیت (الفرقان: ۶۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق کے لیے نازل ہوئی (جس میں رحمٰن عزوجل کے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:) اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جن کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔ (الفرقان: ۶۸)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۷۷ کے تحت گزر چکی ہے۔

۴۷۶۲ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ أَبِي بَزَّةَ أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ هَلْ لِمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا مِنْ تَوْبَةٍ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ ﴿وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الفرقان: ۶۸) فَقَالَ سَعِيدٌ قَرَأْتُهَا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ كَمَا قَرَأْتَهَا عَلَيَّ فَقَالَ هَذِهِ مَكِّيَّةٌ نَسَخَتْهَا آيَةٌ مَدَنِيَّةٌ الَّتِي فِي سُورَةِ النِّسَاءِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے القاسم بن ابی بزہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: جس شخص نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو، کیا اس کے لیے توبہ (کی گنجائش) ہے؟ (انہوں نے کہا: نہیں) پس میں نے اس شخص کے سامنے یہ آیت پڑھی: اور وہ لوگ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے۔ (الفرقان: ۶۸) تو سعید بن جبیر نے (مجھ سے) کہا: یہ آیت میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پڑھی تھی جس طرح تم نے میرے سامنے پڑھی ہے، تو انہوں نے فرمایا تھا: یہ مکی آیت ہے، اس کو ایک مدنی آیت نے منسوخ کر دیا ہے جو کہ سورۃ النساء میں ہے۔

الفرقان: ۶۸ اور النساء: ۹۳ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف اور جمہور امت کا ان سے اختلاف

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۵۵ کے تحت گزر چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ القرآن: ۶۸ تا ۷۰ میں ان لوگوں کے لیے مغفرت کا اعلان فرمایا گیا ہے جنہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا ہو اور اگر ارتکاب کر لیا ہو تو اس کے بعد توبہ کر لی ہو۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ توبہ کر لینے کے بعد بڑے سے بڑے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں، جب کہ سورۃ النساء کی آیت: ۹۳ میں مطلقاً فرمایا گیا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس میں توبہ کرنے والے اور نہ کرنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کے لیے قطعاً معافی نہیں ہے، اگرچہ وہ توبہ کر لے۔

دونوں آیتوں کے اس مفہوم میں ظاہراً جو اختلاف نظر آ رہا ہے اس کو دور کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ موقف اختیار فرمایا کہ الفرقان کی مذکورہ آیات کفار و مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہیں اور انہیں یہ ترغیب دی گئی ہے کہ اگر وہ اپنے کفر و شرک سے توبہ کر لیں تو زمانہ کفر میں کیے ہوئے ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، جب کہ النساء کی آیت: ۹۳ اہل

Marfat.com

ایمان کے متعلق نازل ہوئی ہے، کہ اگر ان میں سے کسی نے قتل عمد کا ارتکاب کیا تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور اس کے لیے کسی قسم کی توبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کے برخلاف جمہور امت کا نظریہ یہ ہے کہ گناہ خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، توبہ کر لینے سے وہ معاف ہو جاتا ہے۔ النساء: ۹۳ میں توبہ کرنے والوں کا استثناء نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قاتل کے لیے توبہ کی گنجائش ہی نہ ہو، کیونکہ جب شرک جیسا گناہ توبہ کر لینے سے معاف ہو جاتا ہے تو قتل کا گناہ معاف کیوں نہیں ہو سکتا! النساء: ۹۳ کی ایک تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ اس میں قتل عمد پر ابدی عذاب کی جو وعید بیان کی گئی ہے وہ اس صورت میں ہے جب کوئی شخص قتل مومن کو حلال جان کر قتل کا ارتکاب کرے اور پھر اسی نظریہ پر قائم رہے، حتیٰ کہ اسے موت آجائے، تو ایسا شخص چونکہ قتل مومن کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر ہو کر مرا، اس لیے اس کی سزا دائمی عذاب ہے۔

۴۷۶۳۔ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْكُوفَةِ فِي قَتْلِ الْمُؤْمِنِ فَرَحَلْتُ فِيهِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَزَلَتْ فِي آخِرِ مَا نَزَلَ وَلَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از المغیرہ بن النعمان از سعید بن جبیر، انہوں نے کہا: قتل مومن کے معاملہ میں کوفہ والوں کے درمیان اختلاف ہوا، پس میں اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا، تو آپ نے فرمایا: یہ آیت (النساء: ۹۳) ان آیتوں میں سے ہے جو آخر میں نازل ہوئی ہیں اور اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا۔

۴۷۶۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ﴾ (النساء: ۹۳) قَالَ لَا تَوْبَةَ لَهُ وَعَنْ قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ (الفرقان: ۶۸) قَالَ كَانَتْ هٰذِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ عزوجل کے ارشاد: فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ (النساء: ۹۳) کے متعلق سوال کیا (کہ قاتل کے لیے توبہ کی گنجائش ہے یا نہیں؟) انہوں نے فرمایا: اس کے لیے کوئی توبہ نہیں ہے، اور میں نے اللہ عزوجل کے ارشاد: لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (الفرقان: ۶۸) کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: اس کا حکم زمانہ جاہلیت والوں کے لیے ہے۔

ان دونوں احادیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۸۵۵ کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ بَابٌ: يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ (الفرقان: ۶۹)

اللہ عزوجل کے ارشاد: اس کے لیے قیامت کے دن عذاب کو دوگنا کر دیا جائے گا اور اس میں وہ ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہے گا○ (الفرقان: ۶۹) کی تفسیر

Marfat.com

یعنی وہ شخص جو اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک کرے یا قتل ناحق کا ارتکاب کرے یا بدکاری کرے اس کے لیے دوگنا عذاب ہے اور ذلت و رسوائی کے ساتھ اس کے لیے عذاب میں ہمیشگی بھی ہے۔

۴۷۶۵۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبْزَى سَلْ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَ مَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيهَا﴾ (النساء: ۹۳) وَقَوْلِهِ ﴿وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الفرقان: ۶۸) حَتّٰى بَلَغَ ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ﴾ (الفرقان: ۷۰) فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ أَهْلُ مَكَّةَ فَقَدْ عَدَلْنَا بِاللّٰهِ وَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (الفرقان: ۷۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از منصور از سعید بن جبیر، انہوں نے کہا کہ ابن ابزیٰ نے (مجھ سے) کہا: آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول (کے متعلق) پوچھیں: (ایک یہ) کہ: ''جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کی سزا جہنم ہے''۔ (النساء: ۹۳) اور (دوسرے یہ: ''اور وہ لوگ ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جس کو ناحق قتل کرنا اللہ نے حرام کردیا ہے''۔ اس آیت تک کہ: ''سوائے اس کے جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے''۔ (الفرقان: ۷۰-۶۸) پس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جب (الفرقان کی آیت) نازل ہوئی تو اہل مکہ نے کہا: ہم نے اللہ کے ساتھ شرک بھی کیا ہے اور ایسے شخص کو قتل بھی کیا ہے جس کا ناحق قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اور ہم نے بے حیائی کے کاموں کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: سوا اس کے جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور اس نے نیک عمل کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الفرقان: ۷۰)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۸۵۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ بَابٌ: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفرقان: ۷۰)

اللہ عزوجل کے ارشاد: سوا اس کے جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور اس نے نیک عمل کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الفرقان: ۷۰) کی تفسیر

گناہوں کا نیکیوں سے بدلنا کس طرح ہوگا؟ اس بارے میں مفسرین کے اقوال

امام ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

گناہوں کو نیکیوں سے بدلنے کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ گناہ کرنے والے لوگ جب اپنے گناہوں سے توبہ کرلیتے ہیں اور ان

گناہوں پر نادم ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو آئندہ کی زندگی میں یہ توفیق عطا فرماتا ہے کہ وہ ہر گزشتہ گناہ کی جگہ ایک نیکی کر لیتے ہیں اور یوں (اس توفیق کے سبب) ان کا ہر گناہ نیکی میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور دوسرا معنی یہ ہے کہ: دنیا میں لوگوں کو اگر اپنے گناہوں پر ندامت اور حسرت پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں ان گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دے گا۔

(تاویلات اہل السنۃ، ج ۸ ص ۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

یہ دوسرا معنی اللہ عزوجل کی رحمت پر زیادہ دلالت کرتا ہے اور اس کی تائید حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک ضرور اہل جنت میں، میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا اور اہل جہنم کے اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا۔ آپ نے فرمایا: ایک ایسا شخص ہوگا جس کو قیامت کے دن اللہ عزوجل کے حضور میں پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: اس شخص کے صغیرہ گناہ اس کے سامنے پیش کرو اور کبیرہ گناہ اس سے (ابھی) دور رکھو، چنانچہ اس کے صغیرہ گناہ اس کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: تو نے فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا اور فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا، تو وہ ''ہاں'' میں جواب دے گا اور اس میں انکار کرنے کی سکت نہیں ہوگی اور (اندر ہی اندر) اسے اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر لگ رہا ہوگا کہ کہیں وہ (گناہ) سامنے نہ لائے جائیں۔ (اسی اثناء میں) اس سے کہا جائے گا: تمہارے لیے ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی ہے، پس وہ بندہ (خوشی کے مارے) کہے گا: اے میرے رب! میں نے تو اور بھی گناہ کیے تھے جو مجھے یہاں نظر نہیں آ رہے۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ (صحیح مسلم: ۱۹۰، سنن ترمذی: ۲۵۹۶)

۴۷۶۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ أَمَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبْزَى أَنْ أَسْأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا﴾ (النساء: ۹۳) فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ وَعَنْ ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ﴾ (الفرقان: ۶۸) قَالَ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی میرے والد نے از شعبہ از منصور از سعید بن جبیر، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمن بن ابزیٰ نے حکم دیا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان دو آیتوں کے متعلق سوال کروں: ایک یہ آیت کہ جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے۔ (النساء: ۹۳) پس میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا۔ اور دوسری یہ آیت کہ: وہ لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور خدا کی پوجا نہیں کرتے۔ (الفرقان: ۶۸) تو انہوں نے فرمایا: یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح بخاری: ۳۸۵۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۵۔ بَابٌ: فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا (الفرقان: ۷۷) هَلَكَةً

اللہ عزوجل کے ارشاد: پس (اس کا عذاب تم پر) ہمیشہ لازم رہے گا ○ (الفرقان: ۷۷) کی تفسیر

امام بخاری نے کہا:

(اس آیت میں) لِزَامًا کا معنی ہلاکت ہے۔

Marfat.com

لِزَامًا کا معنی ومفہوم اور اس کی تفسیر میں مختلف اقوال

مکمل آیت اس طرح ہے:

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۝ (الفرقان:۷۷)

آپ کہیے کہ اگر تم میرے رب کی عبادت نہ کرو تو اس کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے، پھر بے شک تم نے اس کو جھٹلایا تو اس کا عذاب تم پر ہمیشہ لازم رہے گا O

علامہ ابن جریر طبری کہتے ہیں: لِزَامًا سے مراد یہ ہے کہ ایسا عذاب ہوگا جو ہمیشہ رہے گا اور ایسی ہلاکت ہوگی جو تمہیں فنا کر دے گی۔ علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: لِزَامًا کا معنی ہے: عذابا لازما لکم۔ یعنی ایسا عذاب ہوگا جو تم پر لازم رہے گا۔ اور اس کی تفسیر میں تین اقوال ہیں: (۱) ایک یہ کہ اس سے کفار کا غزوۂ بدر میں قتل ہونا مراد ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما اور مجاہد کا قول ہے۔ (۲) دوسرا یہ کہ اس سے مراد موت ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف ہے۔ (۳) تیسرا یہ کہ اس سے قتال مراد ہے۔ (یعنی کفار کے خلاف جہاد کا ہونا) یہ ابن زید کا قول ہے۔ (زاد المسیر ص ۱۰۲۵ مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

۴۷۶۷۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ الدُّخَانُ وَالْقَمَرُ وَالرُّومُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ ﴿فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۝﴾ (الفرقان:۷۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق، انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (قیامت کی) پانچ علامتیں ایسی ہیں جو پوری ہو چکی ہیں: دھواں (نکلنا)، چاند (کا شق ہونا)، روم (کا مغلوب ہونا)، گرفت اور لزام (یعنی ہلاکت اور بربادی)، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:) تو اس کا عذاب تم پر ہمیشہ لازم رہے گا O (الفرقان:۷۷)

قیامت کی پانچ نشانیوں میں دھواں نکلنے سے متعلق علامہ عینی کی تحقیق

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۷ کے تحت گزر چکی ہے، تاہم چند امور مزید ذکر کیے جا رہے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دھویں کا جو ذکر فرمایا ہے اس سے مراد حقیقی دھواں نہیں ہے، بلکہ دھوئیں کی کیفیت کا محسوس ہونا مراد ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق یہ کیفیت کفار قریش پر گزر چکی ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: جب قریش (کی مخالفت) سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دشواری ہونے لگی تو آپ نے ان کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی مانند سات سال قحط میں مبتلا ہونے کی دعا فرمائی، سو قحط اور تنگی نے ان کو گھیر لیا، حتیٰ کہ ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے اپنی بے حالی کی وجہ سے اس پوری فضا میں دھوئیں کی مانند کوئی چیز نظر آتی اور لوگ اتنے بدحال ہو گئے کہ ہڈیاں کھانے لگے، پھر ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! قبیلہ مضر کے لیے اللہ عزوجل سے دعاء مغفرت فرما دیں، کیونکہ وہ لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ مضر کے لیے (دعاء کروں)؟ بے شک تم بہت جرأت مند آدمی ہو، پھر آپ نے ان کے لیے اللہ عزوجل سے دعاء فرمائی، تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

Marfat.com

اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۞ اگر ہم کچھ وقت کے لیے عذاب دور کر دیں تو بے شک تم پھر (کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو O (الدخان: ۱۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر لوگوں پر بارش ہوئی اور جب خشک سالی دور ہو گئی، تو وہ لوگ دوبارہ کفر کی طرف لوٹ آئے۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۙ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ (الدخان: ۱۰-۱۱) سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا O جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ ہے دردناک عذاب O

خلاصہ یہ کہ دخان (دھواں) دو طرح کا ہے: ایک حقیقی جو کہ قرب قیامت میں ایک علامت کے طور پر ظاہر ہوگا اور دوسرا غیر حقیقی، جو کہ کفار کے لیے ظاہر ہو چکا اور زیر بحث حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی مراد ہے۔ (عمدۃ القاری ملخصاً ج۷ ص ۴۱)

بقیہ چار نشانیوں کی تائید میں قرآن مجید کی آیات

اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مزید جن چار چیزوں کا ذکر فرمایا ہے وہ بھی قرآن مجید کی مختلف آیات میں مذکور ہیں، چنانچہ چاند کے شق ہونے سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۞ (القمر: ۱) قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا O

یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اقدس میں ہجرت سے پانچ سال پہلے پیش آیا اور یہ اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں، تو اس کے جواب میں آپ نے انہیں چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا۔ (انوار تبیان القرآن ص ۸۴۳)

روم کے مغلوب ہو جانے سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ (الروم: ۱ تا ۳) الف لام میم O رومی (ایرانیوں سے) سے مغلوب ہو گئے O قریب کی سرزمین میں۔

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ جب مسلمان حدیبیہ سے لوٹے (۶ ہجری میں) تو رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۹۴۵)

گرفت سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اشارہ درج ذیل آیت کی طرف ہے۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى۔ (الدخان: ۱۶) جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے۔

اس سے غزوۂ بدر میں کفار کا قتل ہونا مراد ہے اور پانچویں چیز (لِزام) سے الفرقان: ۷۷ کی طرف اشارہ ہے، جس کو خود حضرت ابن مسعود نے زیر بحث حدیث میں ذکر فرمادیا ہے اور اس کی تفسیر میں ہم مختلف اقوال ذکر کر چکے ہیں۔ مزید اقوال یہ ہیں کہ لزام سے قحط سالی مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مشرکین کو اکٹھا کر کے بدر کے کنویں میں ڈالنا مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے کفار کا قید ہونا مراد ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۱۳۸)

سورۃ الفرقان کا اختتام

الحمدللہ آج بروز جمعۃ المبارک ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۷ مئی ۲۰۱۱ء کو سورۃ الفرقان کی احادیث کی شرح مکمل ہو گئی۔ اب ان شاء اللہ سورۃ الشعراء کا آغاز کیا جائے گا۔

Marfat.com

نعمۃ الباری کی تحریر کی تشکیل جدید

علامہ مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہ وحبہ نے سورۃ النور سے سورۃ الفرقان تک کی تفسیر مکمل کی ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق اوراس کی تائید اوراعانت سے سورۃ الشعراء سے ان شاء اللہ میں شروع کروں گا۔ایک طویل بیماری کے بعد میں نے سید محسن اعجاز صاحب زید حبہ کے مشورہ سے یہ کام موقوف کر کے علامہ اسماعیل نورانی کے سپرد کر دیا تھا انہوں نے بہت محنت اور کاوش سے سورۃ النوراور سورۃ الفرقان خصوصاً سورۃ النور کی تفسیر بہت طویل اور بہت تفصیل اور تحقیق سے لکھی۔اللہ تعالیٰ ان کے علم وفضل میں مزید نکھار پیدا فرمائے، پھر اٹھارہ مئی ۲۰۱۱ءکو مفتی پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمن زید حبہم ولطفہم کی اور دیگر احباب کی پر خلوص دعاؤں اور حضرت حافظ عبدالمجید برٹش کے تعاون سے میں نے امریکا سے دماغ کی دوائیں منگائیں اور الحمد للہ ان دواؤں کے استعمال سے میرے حافظہ اور دماغ کی کارکردگی بحال ہوگئی اور میں نے پھر نعمۃ الباری کا کام شروع کر دیا۔

وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾ (الشوریٰ:۲۸) اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہونے کے بعد بارش نازل فرماتا ہے، اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہ مددگار ہے بہت حمد کیا ہواO

والحمد للہ رب العلمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۲۶۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَةِ الشُّعَرَاءِ

سورۃ الشعراء کی تفسیر

سورۃ الشعراء کا مختصر تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ تفسیر سورۃ الشعراء کی بعض آیات کی ہے، اور ایک آیت کے سوا یہ پوری سورت مکی ہے اور وہ آیت یہ ہے:

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا۔ (الشعراء: ۲۲۷)

سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور انہوں نے اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا اور انہوں نے اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا۔

یہ آیت حضرت کعب بن مالک، حضرت عبداللہ بن رواحۃ، اور حضرت حسان رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی، جو شعراء انصار تھے۔

مقاتل نے کہا: اس سورت میں دو مدنی آیات ہیں، وہ یہ ہیں:

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۞ (الشعراء: ۲۲۴) اور شاعروں کی پیروی گم راہ لوگ کرتے ہیں O

اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۞ (الشعراء: ۱۹۷) کیا ان کفار مکہ کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ اس قرآن کو علماء بنی اسرائیل بھی جانتے ہیں O

علامہ سخاوی کے نزدیک یہ سورت، سورۃ الواقعہ کے بعد اور سورۃ النمل سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ اس میں دو سو ستائیس (۲۲۷) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۸۳ ،دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَعْبَثُوْنَ تَبْنُوْنَ۔ اور مجاہد نے کہا: تَعْبَثُوْنَ کا معنی ہے: تم تعمیر کرتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ۞ (الشعراء: ۱۲۸) کیا تم ہر اونچی جگہ پر لہو ولعب کی ایک یادگار تعمیر کرتے رہے ہو O

اور اس آیت میں رِیْعٍ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: ٹیلا، یعنی ہر وہ اونچی جگہ جو دور سے نظر آئے۔
(المفردات ج ۲ ص ۲۷۴، دارالفکر، بیروت)

اور اس آیت میں تَعْبَثُوْنَ کا لفظ ہے، یہ عبث سے بنا ہے، اس کا معنی ہے: کھیل کود اور بے کار کام میں مشغول ہونا، جس کام کی کوئی غرض صحیح نہ ہو اس کو عبث کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۱۶، دارالفکر، بیروت)

اور اس میں اٰیَةً کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: علامت، نشانی اور یادگار، قوم عاد ہر اونچی جگہ پر جو یادگار تعمیر کرتی تھی اس کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

Marfat.com

اونچی جگہ پر یادگار بنانے کے متعلق اقوال

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ ہر اونچی جگہ پر مکان بناتے تھے جس میں وہ رہائش کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعمیر کو عبث فرمایا۔

(۲) سعید بن جبیر اور مجاہد نے کہا: وہ عمارت بنا کر اس کے اوپر برج بناتے تھے اور اس برج میں کبوتر رکھتے تھے۔

(۳) ضحاک نے کہا: وہ بلند جگہ پر ایک عمارت بناتے اور اس پر کھڑے ہو کر آنے جانے والوں کو دیکھتے اور ان کا مذاق اڑاتے۔

(زاد المسیر ج ۶ ص ۱۳۵-۱۳۶، مکتب اسلامی، بیروت)

جائز اور ناجائز کھیلوں کا بیان

کبوتر کے ساتھ کھیلنے کی ممانعت ہے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتر کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا جس سے وہ کھیل رہا تھا تو آپ نے فرمایا: شیطان، شیطان کا پیچھا کر رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۴۰، دار الفکر، بیروت)

تاہم جسمانی ورزش اور باہمی دل چسپی کے لیے جو کھیل کھیلے جاتے ہیں ان کے کھیلنے سے اگر کسی غیر شرعی امر کا ارتکاب نہ ہوتا ہو اور کوئی عبادت ضائع نہ ہوتی ہو تو ان کا کھیلنا جائز ہے۔

قوم عاد کی مذمت کی وجوہ

قوم عاد کے ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان مکانوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کی مذمت اس لیے فرمائی کہ ان کا یہ فعل اسراف تھا یا اس میں اظہار تکبر تھا، ان کی مذمت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی دلچسپیوں میں منہمک ہو کر اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور اس کی عبادت سے غافل ہو گئے تھے، وہ یہ بھول گئے تھے کہ یہ دنیا سرائے فانی ہے، یہاں سے آگے گزر جانا ہے، یہ دائمی قیام گاہ نہیں ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد نے تَعْبَثُوْنَ کا معنی کیا ہے: تَبْنُوْنَ یعنی وہ تعمیر کرتے تھے، اور ابن ابی نجیح نے اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ کی تفسیر میں کہا ہے: بِكُلِّ فَجٍّ یعنی وہ ہر کھلے راستے میں تعمیر کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: بِكُلِّ رِيْعٍ کا معنی ہے: بِكُلِّ شَرَفٍ یعنی وہ ہر بلندی پر تعمیر کرتے تھے، اور عکرمہ سے روایت ہے کہ رِيْعٍ کا معنی وادی ہے یعنی وہ ہر وادی میں تعمیر کرتے تھے اور مقاتل نے بیان کیا ہے کہ وہ سفر کرتے تھے اور ستاروں سے ہدایت حاصل کرتے تھے تو انہوں نے راستوں پر بلند یادگاریں بنا دیں تاکہ ان یادگاروں کو دیکھ کر ہدایت حاصل کریں، اور علامہ کرمانی نے کہا کہ وہ کبوتروں کے لیے مکانوں کے اوپر بروج بناتے تھے اور ان سے کھیلتے تھے اور اَلرِّيْعُ کا معنی ہے: بلند زمین میں اور اس کی جمع ہے: رِيَعَةٌ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

هَضِيْمٌ يَتَفَتَّتُ إِذَا مُسَّ۔ هَضِيْمٌ اس کا معنی ہے: ایسا خوشہ جو چھونے سے ریزہ ریزہ ہو جائے یعنی اس کے سوکھنے کے بعد۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ۙ وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا باغوں اور چشموں میں ○ کھیتوں میں اور کھجور کے درختوں میں

Marfat.com

هَضِيمٌ (الشعراء: ۱۴۸۔۱۴۷) جن کے خوشے نرم ہیں O

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے هَضِيمٌ کی تفسیر اپنے اس قول سے کی ہے کہ وہ کھجور کا ایسا خوشہ ہے جو چھونے سے جھڑ جاتا ہے اور یہ حضرت مجاہد کی تفسیر ہے۔

مُسَحَّرِينَ الْمَسْحُورِينَ۔ مُسَحَّرِینَ اس کا معنی ہے: مَسْحُورِین یعنی جن پر جادو کیا گیا ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ (الشعراء: ۱۸۵) انہوں نے کہا تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا گیا ہے O

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے مُسَحَّرِین کی تفسیر مَسْحُورِین کے ساتھ کی ہے یعنی جن پر بار بار جادو کیا گیا ہو، چونکہ تم کھاتے پیتے ہو اس لیے تم پر جادو کیا گیا ہے۔ الفراء نے کہا: بے شک تم طعام کھاتے ہو اور پانی پیتے ہو اور اس کے ساتھ تم پر جادو کیا گیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ تم فرشتے نہیں ہو تم تو صرف ہماری مثل بشر ہو، تم کو ہم پر کسی چیز میں فضیلت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۳۹، فتح الباری ج ۵ ص ۷۵۶)

لَيْكَةُ وَالْأَيْكَةُ جَمْعُ أَيْكَةٍ وَهِيَ جَمْعُ شَجَرٍ۔ لَیْکَۃُ اور الْاَیْکَۃُ، اَیْکَۃ کی جمع ہے اور یہ شجر یعنی درخت کی جمع ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ (الشعراء: ۱۷۶) اصحاب الایکہ (سرسبز جنگل والوں) نے رسولوں کی تکذیب کی O

عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دو مرتبہ نہیں بھیجا گیا۔ ان کو ایک مرتبہ مدین کی طرف بھیجا گیا، پھر اس قوم کی نافرمانی کی بنا پر اس قوم کو ایک زبردست گرج دار آواز سے ہلاک کر دیا گیا اور دوسری دفعہ ان کو اصحاب الایکہ (سرسبز جھاڑیوں والے علاقے کے رہنے والوں) کی طرف بھیجا جن کو سائبان والے عذاب نے پکڑ لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدین اور اصحاب الایکہ دو امتیں ہیں جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۱۰ ص ۳۰۸۔۳۰۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں: الجوہری نے کہا: الایکہ کا معنی ہے: سرسبز جنگل اور الیکہ ایک بستی کا نام ہے اور انہوں نے کہا الایکہ سرسبز اور گھنے درختوں کو کہتے ہیں اور اس کا واحد اَیْکَۃ ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ یہ اَیْکَۃ کی جمع ہے، تمام نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے اور یہ صحیح نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ کہا جائے کہ اَلْیکہ اور اَلْاَیکہ دونوں اَیْکَ کا مفرد ہیں اور ان کی جمع بھی اَیْک ہے۔

بعض شارحین پر تعجب ہے کہ انہوں نے یہاں پر کچھ ذکر نہیں کیا بلکہ کہا: پہلا کلام مجاہد کا قول ہے، الایکہ اَیْکَہ کی جمع ہے، یہ ابو عبیدہ کا کلام ہے اور مجاہد اور ابو عبیدہ اس بات سے بری ہیں کہ وہ کہیں کہ الایکہ، اَیْکَۃ کی جمع ہے۔

امام بخاری نے کہا: یہ شجر کی جمع ہے، اکثر نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے اور بعض نسخوں میں ہے کہ یہ درختوں کی جمع ہے اور ہر تقدیر پر نفس الامر میں اس طرح نہیں ہے۔ غیضہ جس کی تفسیر الایکہ سے کی جاتی ہے کیونکہ غیضہ درختوں کی جماعت ہے اور جب ایکہ کی تفسیر غیضہ سے نہیں کی جائے گی تو یہ کلام درست نہیں ہوگا، غور کریں، یہ غور کرنے کی جگہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

يَوْمِ الظُّلَّةِ إِظْلَالُ الْعَذَابِ إِيَّاهُمْ۔ یَوْمُ الظُّلَّۃ کا معنی ہے: عذاب کا ان پر سایہ کرنا۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑱⑨ (الشعراء:۱۸۹) انہوں نے شعیب کی تکذیب کر دی تو ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔ بے شک وہ بہت بھاری دن کا عذاب تھاO

علماء نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بیس (۲۰) سال کی عمر میں مدین کی طرف مبعوث فرمایا، یہ قوم ناپ تول میں کمی کرتی تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو توحید کی دعوت دی اور ان کو ناپ تول میں کمی کرنے سے منع کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو بہترین جواب دیتے تھے، اس لیے ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا، جب اہل مدین کی سرکشی بہت بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی کا عذاب بھیجا، وہ گرمی سے گھبرا کر اپنے گھروں کو چھوڑ کر جنگل کی طرف چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک بادل بھیجا جس نے سورج سے ان کے اوپر سایہ کر لیا، اس سے ان کو ٹھنڈک اور لذت حاصل ہوئی، پھر انہوں نے دوسرے لوگوں کو بھی بلا لیا حتیٰ کہ سب اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کے اوپر ایک آگ بھیجی جس نے ان سب کو جلا ڈالا اور یہ بھی یوم الظلہ ہے یعنی سائبان کے دن کا عذاب ہے۔ (المنتظم ج ۱ ص ۲۱۰، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ عینی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان پر عذاب کا سایہ کرنا یہ یوم الظلہ کی تفسیر ہے اور الظلہ سے مراد وہ بادل ہے جس نے ان پر سایہ کر لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مَوْزُوْنٍ مَعْلُوْمٍ۔ مَوْزُوْنٍ کا معنی ہے: معلوم۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تعلیق اس جگہ سے متعلق نہیں ہے اور گویا کہ یہ لکھنے والے کی جہالت ہے کیونکہ موزون کا لفظ اس آیت میں ہے۔

وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ⑲ (الحجر:۱۹) اور ہم نے اس زمین میں ہر مناسب چیز اگائیO

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

كَالطَّوْدِ كَالْجَبَلِ۔ کالطود اس کا معنی ہے: پہاڑ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ⑥③ (الشعراء:۶۳) تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ اپنا عصا سمندر پر ماریں تو یکایک سمندر پھٹ گیا، پس (اس کا) ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیاO

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام بخاری نے الطود کی تفسیر پہاڑ کے ساتھ کی ہے۔ ابوذر نے کہا ہے کہ یہ تفسیر حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ تفسیر مجاہد کی طرف منسوب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۰، فتح الباری ج ۵ ص ۷۵۶)

وَقَالَ غَيْرُهُ لَشِرْذِمَةٌ الشِّرْذِمَةُ طَائِفَةٌ قَلِيْلَةٌ۔ الشرذمۃ اس کا معنی ہے: قلیل جماعت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ⑤④ (الشعراء:۵۴) کہ بے شک یہ جماعت (بنی اسرائیل) بہت کم تعداد میں ہےO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الشرذمۃ کی تفسیر قلیل جماعت کے ساتھ کی ہے۔ امام ثعلبی نے کہا ہے: فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے اپنے لشکر کو بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک کروڑ پانچ لاکھ بنی اسرائیل کے ساتھ نکلے اور فرعون بہت

Marfat.com

بڑے تخت پر بیٹھ کر نکلا گویا کہ اس میں دس کروڑ گھوڑ سوار تھے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ فرعون نے دو ہزار گھوڑوں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چھ لاکھ بنی اسرائیل تھے تو فرعون نے کہا: یہ قلیل جماعت ہے، پس ان دونوں عبارتوں میں کس طرح تطبیق ہوگی؟ تو میں کہوں گا کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس کی مراد یہ ہو کہ فرعون کے ساتھ اس کے خواص ہوں جو دن رات فرعون کے ساتھ رہتے تھے اور انہوں نے دوسروں کا ذکر نہیں کیا۔ علاوہ ازیں امام ثعلبی کی تفسیر پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ فرعونیوں کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل اس دن چھ لاکھ تھے اور فرعون کے لشکر کی تعداد کا شمار نہیں تھا اور امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ یہ روایت کی ہے کہ وہ بنی اسرائیل جن کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن سمندر کو پار کیا تھا وہ چھ لاکھ تھے اور امام ابن ابی حاتم نے از ابن اسحاق از ابوعبیدہ از حضرت ابن مسعود یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ چھ لاکھ ستر ہزار تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۵۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

فِی السّٰجِدِیْنَ الْمُصَلِّیْنَ۔ فی السّجدین اس کا معنی ہے: نماز پڑھنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۙ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝ جو آپ کو آپ کے قیام کے وقت دیکھتا ہے ○ اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پلٹنے کو ○ (الشعراء: ۲۱۸۔۲۱۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کی تحقیق

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کی روح ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہو رہی تھی، یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد مسلمان تھے اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہ تھے۔

(اسرار التنزیل وانوار التاویل ص ۲۶۷ للبیضاوی متوفی ۶۸۵ھ، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع، مصر)

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کہاں ہے؟ جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا باپ اور تمہارا باپ دوزخ میں ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۰۳، سنن ابوداؤد: ۴۷۱۸)

بہ ظاہر یہ حدیث والدین کے ایمان کے معارض ہے لیکن اس حدیث میں میرے باپ سے مراد چچا ہے یعنی ابوطالب، پھر کوئی اعتراض نہیں ہے اور ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق ایسی کوئی بات کہیں اور آپ کو ایذاء پہنچائیں کیونکہ آپ نے فرمایا کہ مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔ وہ حدیث یہ ہے: عمرو بیان کرتے ہیں کہ جب عکرمہ بن ابی جہل مدینہ میں آئے تو لوگ جمع ہو کر یہ کہنے لگے کہ یہ ابوجہل کا بیٹا ہے، یہ ابوجہل کا بیٹا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ (تاریخ دمشق الکبیر جز ۴۳ ص ۱۹۴ لابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

جب حضرت عکرمہ کے والد کو کافر کہنا حضرت عکرمہ کے لیے باعث اذیت ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر کہنا آپ کے لیے کس قدر باعث ایذاء ہوگا قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ بے شک جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ

Marfat.com

الْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور اس نے ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے O (الاحزاب: ۵۷)

حافظ ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان المعروف بابن شاہین متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام ہجون پر بہت غمزدگی اور افسردگی کی حالت میں اترے اور جب تک آپ کے رب عزوجل نے چاہا آپ وہیں ٹھہرے رہے، پھر آپ وہاں سے بہت خوش خوش واپس ہوئے، میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ مقام ہجون پر بہت افسردگی کے عالم میں اترے تھے، پھر آپ بہت خوش خوش واپس ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو زندہ کر دیا، وہ مجھ پر ایمان لائیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کو لوٹا دیا۔ (یہ حدیث مسلم کی حدیث کے لیے ناسخ ہے)۔ (الناسخ والمنسوخ رقم الحدیث: ۶۳۰، مکتبہ دار الباز، مکۃ المکرمہ، ۱۴۱۲ھ)

اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قدرت اس سے عاجز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو جس چیز کے ساتھ چاہے خاص کر لے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اَلسّٰجِدِيْنَ کی تفسیر نمازیوں کے ساتھ کی ہے۔ الکلبی نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جماعت کے ارکان الصلوٰۃ میں کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور رکوع وسجود میں تصرف کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ الثعلبی نے کہا: یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ سلیم اللہ خان اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابوجعفر نحاس نے معانی القرآن میں اس کا ایک اور مطلب نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ۝ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اصلاب طاہرہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل کیا۔ علامہ ماوردی نے بھی حضرت ابن عباس سے یہ ہی تفسیر نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: اس آیت میں چھ تاویلات ہیں۔ ایک یہ کہ آپ ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنا کر نکالا اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ (النکت والعیون ج ۳ ص ۱۸۵)

- اور حافظ جلال الدین سیوطی نے اسی پر اعتماد کرتے ہوئے مسالک الحنفاء میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مومن تھے بلکہ ان کا تو خیال ہے کہ آپ سے عمود نسب میں جناب عبداللہ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی بھی کافر نہیں گزرا۔

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۱۶-۲۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں راجح قول یہ ہی ہے کہ وہ مومن ہوئے ہیں۔ علامہ آلوسی نے اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے جیسا کہ اکثر اجلہ اہلسنت کا مذہب ہے اور جو شخص ان کو کافر کہتا ہے مجھے اس کے کفر کا خدشہ ہے۔ (روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۳۸)

امام مسلم رحمہ اللہ نے کتاب الایمان میں ایک روایت نقل کی ہے، اس سے آپ کے والد کا غیر ناجی ہونا معلوم ہوتا ہے اور امام مسلم ہی نے جنائز میں ایک اور روایت نقل کی ہے، اس سے آپ کی والدہ کا غیر ناجی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، پس آپ خود بھی روئے اور اپنے اردگرد والوں کو بھی رلایا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ میں اپنی والدہ کے لیے مغفرت کی دعا

کروں تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی اور میں نے اس سے اجازت طلب کی کہ میں ان کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اس کی اجازت دی گئی، سو تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تم کو موت کی یاد دلائے گی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۴، مطبوعہ کراچی)

لیکن ابن شاہین نے کتاب ''الناسخ والمنسوخ'' میں اور خطیب بغدادی نے ''کتاب السابق واللاحق'' میں ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو زندہ کیا اور وہ ایمان لے آئیں، اس کے بعد ان کی وفات ہوگئی۔

شیخ سلیم اللہ خان کا الفطرۃ لکھنا اور یہ لفظ غلط اور خلاف قرآن ہے [1]

علامہ سیوطی کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے والدین اصحاب الفطرۃ (میں کہتا ہوں کہ صحیح لفظ فَتْرَةٍ ہے، دیکھیے: المائدہ:۱۹) اور اصحاب الفطرۃ (اصحاب الفترۃ) اگر مشکوک نہ ہوں تو ان کے حق میں نجات کا فیصلہ ہے۔ امام مسلم کی روایت پر علامہ سیوطی نے کلام کیا ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۶)

لیکن یہ مسئلہ بہرحال پیچیدہ ہے اور عقیدے سے اس کا اس طرح تعلق بھی نہیں ہے کہ انسان کی نجات کا دارومدار اس پر ہے اس لیے اس مسئلہ پر سکوت اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

اور بعض سلف نے کہا ہے کہ ساجدین سے آپ کے آباء مراد ہیں یعنی آپ کے نور کا ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب تک منتقل ہونا اور آخر میں نبی ہو کر تشریف لانا بلکہ بعض مفسرین نے اسی لفظ سے آپ کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے۔

(تفسیر عثمانی ص ۵۰۱، سورۃ الشعراء: ۲۱۹-۲۱۸) (کشف الباری کتاب التفسیر ص ۴۹۰-۴۸۸، مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی، کراچی)

ہم نے والدین کریمین کے ایمان پر اس سے کہیں زیادہ مفصل اور محقق بحث کی ہے۔ اسی آیت کی تفسیر میں دیکھیے۔
(تبیان القرآن ج ۸ ص ۵۱۱-۴۷۷)

اس اعتراض کا جواب کہ لَعَلَّ کا معنی ہے امید اور شاید اور اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے وہ کسی چیز کی امید کرنے سے پاک ہے

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ كَأَنَّكُمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، لعلکم تخلدون میں لعلکم کانکم کے معنی میں ہے یعنی گویا کہ تم ان مکانوں میں ہمیشہ رہو گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ۝ (الشعراء:۱۲۹)

تم مضبوط مکان بنا رہے ہو (گویا کہ) تم ان میں ہمیشہ رہو گے ۝

یعنی ان کے ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان مکانوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اس کی مذمت اس لیے فرمائی ہے کہ

---

[1] میں کہتا ہوں کہ فطرت کا معنی ہے: وہ صفت کہ ہر موجود اپنی ابتداء پیدائش میں اس کے ساتھ متصف ہو، طبعی حالت۔ (المنجد اردو ص ۷۵۴) اور فترت کا معنی ہے: دو نبیوں کے درمیان کا زمانہ۔ (المنجد ص ۷۲۸)

قرآن مجید میں ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ۔ (المائدہ:۱۹)

اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا جو انقطاع رسل کی مدت کے بعد تمہارے لیے (احکام شریعہ) بیان کرتا ہے۔

شیخ سلیم اللہ خان اپنے حلقہ میں بہت بڑے عالم ہیں، مفتی تقی عثمانی اور مفتی رفیع عثمانی کے استاذ ہیں، پھر حیرت ہے کہ ان پر فطرت اور فترت کا فرق مخفی رہا۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

ان کا یہ فعل اسراف تھا یا اس میں اظہار تکبر تھا۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ واحدی نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی لَعَلَّ کا لفظ ہے وہ علت اور سبب بیان کرنے کے لیے ہے سوا اس مقام کے، یہاں پر یہ لفظ تشبیہ کے لیے ہے، مگر اس حصر پر یہ اعتراض ہے کہ ایک اور جگہ بھی قرآن مجید میں لعل تشبیہ کے لیے ہے اور وہ یہ آیت ہے:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (الشعراء: ۳) (اے رسول مکرم!) گویا کہ آپ اس غم میں جان دے دیں گے کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں O

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول اس اعتراض کا جواب ہو کہ لَعَلَّ کا معنی ہے: توجی یعنی امید ہے کہ ایسا ہو یا شاید اور یہ بات وہ کہے گا جس کو مستقبل کی خبر نہ ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ تو مستقبل کے تمام امور کا جاننے والا ہے، سو الشعراء: ۱۲۹، کا معنی ہوگا: تم یہ مضبوط مکان بنا رہے ہو کہ شاید تم ان مکانوں میں ہمیشہ رہو گے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہاں لَعَلَّ تشبیہ کے لیے ہے یعنی گویا کہ تم ان مکانوں میں ہمیشہ رہو گے۔

الرِّيعُ اور اَلْعَبَثُ کے معنی کی تحقیق

اَلرِّيعُ اَلْاَيْفَاعُ مِنَ الْاَرْضِ وَجَمْعُهُ رِيَعَةٌ وَّاَرْيَاعٌ وَاحِدُهُ رِيَعَةٌ۔ اَلرِّيْعُ اس کا معنی ہے: بلند زمین اور اس کی جمع رِيَعَةٌ اور اَرْيَاعٌ آتی ہے اور اس کا واحد اَلرِّيْعَةُ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ (الشعراء: ۱۲۸) کیا تم ہر اونچی جگہ پر لہو و لعب کی ایک یادگار تعمیر کر رہے ہو O

اس آیت میں رِيْعٌ کا لفظ ہے اور رِيْعٌ کا معنی ہے: ٹیلا اور ہر وہ اونچی جگہ جو دور سے نظر آئے۔

(المفردات ج ۲ ص ۲۷۴ مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ)

اور اس میں تعبثون کا لفظ ہے اور یہ عبث سے بنا ہے، اس کا معنی ہے: کھیل کود اور بے کار کام میں مشغول ہونا۔ جس کام کی کوئی غرض صحیح نہ ہو اسے عبث کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۱۶)

اور اس میں اٰيَةً کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے علامت، نشانی اور یادگار۔ قوم عاد ہر اونچی جگہ پر ایک یادگار تعمیر کرتے تھے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے فرمایا: الریع کا معنی ہے: الایفاع من الارض۔ ایفاع کا لفظ یافع کی جمع ہے اور یہ زمین کی بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ اسی سے ماخوذ ہے: ایفع الغلام یعنی لڑکے کا قد بلند ہو گیا اور صحیح لفظ اَلْيَفَعُ من الارض ہے اور اس کا معنی زمین کی بلند جگہ ہے۔ عمارہ نے کہا ہے: اس کا معنی پہاڑ ہے اور رَيْعٌ کا معنی راستہ بھی ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: دو پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۱۔ ۱۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مَصَانِعَ كُلُّ بِنَاءٍ فَهُوَ مَصْنَعَةٌ۔ مَصَانِعَ اس کا معنی ہے: ہر عمارت یہ مصنعۃ کی جمع ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿﴾ (الشعراء:۱۲۹) تم مضبوط مکان بنا رہے ہو گویا کہ تم ان مکانوں میں ہمیشہ رہو گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے فرمایا: ہر عمارت کو مصنعہ کہتے ہیں: اسی طرح امام ابوعبیدہ نے کہا ہے اور مصنعہ مفرد ہے اور اس کی جمع مَصَانِعَ ہے۔ امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ روایت کی ہے کہ المصانع محلات اور قلعوں کو کہتے ہیں۔ امام عبدالرزاق نے کہا: ہمارے نزدیک المصانع یمن کی لغت میں محلات کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مصانع کا معنی ہے: کبوتروں کے گنبد۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی مصانع کی شرح میں یہی لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۶۷ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

فَرِهِيْنَ مَرِحِيْنَ فَارِهِيْنَ بِمَعْنَاهُ وَيُقَالُ فَارِهِيْنَ حَاذِقِيْنَ۔ فرھین کا معنی ہے: اترانے والے اور فخر کرنے والے، ان دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فارھین کا معنی ہے: تجربہ کار اور ماہر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿﴾ (الشعراء:۱۴۹) اور تم خوشی سے اتراتے ہوئے پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے فَرِهِيْنَ کا معنی مَرِحِيْنَ یعنی اترانے والے کیا ہے، اسی طرح امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے اور مرحین مَرِحٌ کی جمع ہے اور یہ صفت مشبہ ہے اور اَلْمَرَاحُ کا معنی ہے: بہت زیادہ خوش ہونا۔ عکرمہ نے کہا: اس کا معنی ہے: نعمت سے حصہ لینے والے اور سدی نے کہا: اس کا معنی ہے متجبر، اور ابن زید نے کہا: اس کا معنی ہے: قوی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تَعْثَوْا هُوَ اَشَدُّ الْفَسَادِ۔ تَعْثَوْا کا معنی ہے: جنہوں نے بہت زیادہ فساد کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿﴾ (الشعراء:۱۸۳) اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے حد سے تجاوز نہ کرو O

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں: امام بخاری نے تَعْثَوْا کی تفسیر بہت شدید فساد کے ساتھ کی ہے کیونکہ عثا فِي الارض کا معنی ہے: زمین میں بہت فساد کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابن ابی حاتم نے از قتادہ روایت کی ہے کہ وَلَا تَعْثَوْا کا معنی ہے: زمین میں فساد کرتے ہوئے سفر نہ کرو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۶۷)

عاث يَعِيْثُ عَيْثًا۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ عاث کا معنی عثی کی مثل ہے یعنی اس نے فاسد کر دیا اور ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ تعثوا، عاث سے مشتق ہے کیونکہ تعثوا ناقص واوی ہے اور عاث اجوف واوی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۲۔ ۱۴۱)

الْجِبِلَّةَ الْخَلْقَ جُبِلَ خُلِقَ وَمِنْهُ جُبُلًا وَجِبِلًا وَجُبْلًا يَعْنِي الْخَلْقَ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ الجبلۃ کا معنی ہے: پیدا کرنا۔ جبل کا معنی ہے: پیدا کیا گیا اور اسی سے جُبُل، جبل اور یہ جُبْل سے ماخوذ ہے یعنی مخلوق۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِيْنَ ۝ (الشعراء: ۱۸۴)
اور بے شک اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے کی جبلت (سرشت) کو پیدا کیا ہے ۝

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی فرماتے ہیں:

امام بخاری نے کہا: اور اسی باب سے ہے جبلّ اور وہ اس آیت میں ہے:

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا۔ (یٰس: ۶۲)
اور بے شک اسی نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو گم راہ کر دیا۔

اس آیت میں کئی قراءتیں ہیں: جُبُلًا، جُبْلًا وغیرہ۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، بعض شارحین نے کہا ہے کہ یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ تمام کلام امام ابوعبیدہ کا ہے، میں کہتا ہوں کہ امام ابوعبیدہ کا کلام ہونا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابٌ: وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (الشعراء: ۸۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جس دن لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے مجھے شرمندہ نہ کرنا ۝ (الشعراء: ۸۷) کی تفسیر

۴۷۶۸۔ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَرَى أَبَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ الْغَبَرَةُ وَالْقَتَرَةُ الْغَبَرَةُ هِيَ الْقَتَرَةُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ابراہیم بن طہمان نے کہا از ابن ابی ذئب از سعید بن ابی سعید المقبری از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے (عرفی) باپ کو دیکھیں گے ان پر گرد و غبار اور سیاہی ہوگی، اور الغبرۃ کا معنی بھی سیاہی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری ۳۳۵۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی الشعراء: ۸۷ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا تھا:

وَاغْفِرْ لِأَبِيْ إِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ (الشعراء: ۸۶)
اور میرے (عرفی) باپ کو بخش دے بے شک وہ گم راہوں میں سے تھا ۝

اور جب انہوں نے اس کو گرد و غبار اور سیاہی میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

حدیث مذکور کے رجال

ابراہیم بن طہمان: الہروی ہیں، ابوسعید مقبری نیشاپور میں رہے پھر مکہ میں رہے اور ایک سو ساٹھ ہجری میں فوت ہوگئے، یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے رجال میں سے ہیں، ابن ابی ذئب: محمد بن عبدالرحمن بن ابی ذئب اور ان کا نام ہشام ہے اور سعید اپنے والد ابی سعید سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام کیسان المدنی ہے، وہ ایک قبرستان کے پاس رہتے تھے تو ان کو قبرستان کی طرف منسوب کر کے مقبری کہتے ہیں۔ یہ حدیث معلق ہے، اس کو امام نسائی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عرفی باپ کو قیامت کے دن اس طرح دکھایا جائے گا کہ ان کے چہرہ پر

الغبرہ اور القترہ ہوگا، ان لفظوں کا معنی ہے: گرد و غبار اور سیاہی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ (عبس: ۴۰۔۴۱) اور اس دن کئی چہرے غبار آلود ہوں گے O ان پر سیاہی چھائی ہو گی O

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۳۔ ۱۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

قترہ اور غبرہ کا معنوی فرق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے (عرفی) باپ کو دیکھ کر کہا: میں نے تم کو شرک سے منع کیا تھا لیکن تم نے میری نافرمانی کی، ان کے (عرفی) باپ نے کہا: لیکن میں آج تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ الغبرہ ھی القترۃ یہ امام بخاری کا کلام ہے جس کو انہوں نے امام ابوعبیدہ کے کلام سے اخذ کیا ہے اور ان کا یہ کلام سورۂ یونس کی تفسیر میں ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ قترہ اس سیاہی کو کہتے ہیں جو غم اور افسوس کی وجہ سے چہرے کو ڈھانپ لیتی ہے اور غبرہ اس گرد و غبار کو کہتے ہیں جو چہرے پر پڑ جاتا ہے۔ غَبَرَۃ حسی امر ہے اور قترہ معنوی امر ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ قترہ اس گرد و غبار کو کہتے ہیں جو چہرے کو سیاہ کر دے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قترہ دھوئیں کی سیاہی کو کہتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۸ ۷۷۔ ۵۷ ۷۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۷۶۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا أَخِي عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَا تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ فَيَقُولُ اللهُ إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھائی نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذئب از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے (عرفی) باپ سے ملاقات کریں گے، پس عرض کریں گے: اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے اس دن شرمندہ نہیں کرے گا جس دن سب لوگوں کو اٹھایا جائے گا، تب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: بے شک میں نے جنت کو کافروں کے اوپر حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۵۰ میں گزر چکی ہے۔

یہ اس حدیث کی دوسری سند ہے جس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سعید مقبری سے ان کے باپ کے واسطے کے بغیر سنا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے (عرفی) باپ آزر کو دوزخ میں ڈالنے پر اعتراض کے متعدد جوابات

علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں عرض کیا:

وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٨٧﴾ (الشعراء: ۸۷) اور جس دن سب لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا O

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسوائی کا ذکر اس لیے کیا کہ قرآن مجید میں ہے:

رَبَّنَآ إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهٗ (آل عمران: ۱۹۲) اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں داخل کر دیا، سو تو نے

اس کو ضرور رسوا کر دیا ہے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے (عرفی) باپ کو دوزخ میں ڈال دیا تو یہ امران کے لیے باعث شرمندگی تھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کو اس دن شرمندہ نہیں کرے گا جس دن لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور جب ان کے (عرفی) باپ کو دوزخ میں ڈال دیا تو یہ ان کے لیے باعث شرمندگی ہوا کیونکہ باپ کی رسوائی بیٹے کی رسوائی ہے اور اس سے الخلف فی الوعد لازم آیا اور یہ محال ہے، تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگر ان کے عرفی باپ آزر کو دوزخ میں نہ ڈالا جاتا تو الخلف فی الوعید لازم آتا اور یہ بھی محال ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے اس سے یہی مراد ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آزر کو قبر کے بجو کی صورت میں مسخ کر کے دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شرمندگی کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ شرمندگی کی وجہ تب ہوتی کہ جب آزر کو اس کی معروف صورت میں دوزخ میں ڈالا جاتا تو لوگ کہتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے (عرفی) باپ کو دوزخ میں ڈال دیا گیا، پس اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی پورا ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شرمندگی سے بچ گئے اور اللہ تعالیٰ کی وعید بھی پوری ہو گئی کیونکہ کافر کو دوزخ میں نہیں ڈالا گیا، اور اس اعتراض کا ایک اور جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ وہ آزر کو بخش دے گا اس کے ایمان لانے کے ساتھ مشروط تھا اور جب وہ ایمان نہیں لایا تو اس کی مغفرت کی کوئی وجہ نہیں رہی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝ (التوبہ: ۱۱۴)

اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کیا تھا، اور جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے، بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بہت بردبار تھے O

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

آزر کو بجو کی شکل میں مسخ کرنے کی حکمتیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آزر کے لیے استغفار کو ترک کرنے اور آخرت میں اس کے لیے استغفار کرنے کی دو روایتوں میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایوب کی روایت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمائے گا: اے میرے بندے! آپ جنت کے جس دروازے سے داخل ہونا چاہیں جنت میں داخل ہو جائیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے: اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تو مجھے رسوا نہیں کرے گا اور اس سے بڑھ کر کیا رسوائی ہو گی کہ میرا (عرفی) باپ دوزخ میں داخل ہو۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری کی حدیث میں ہے: پس ندا کی جائے گی کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو گا۔

ابراہیم بن طہمان کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے ابراہیم! تمہارے باپ کہاں ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے: تو نے اس کو مجھ سے لے لیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نیچے دیکھو، پس وہ دیکھیں گے کہ ایک قبر کا بجو اپنی بدبو میں لوٹ پوٹ ہو رہا ہے، اور ایوب کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مسخ کر کے قبر کا بجو بنا دیں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے

میرے بندے! تمہارا باپ یہ ہے، سو حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے: نہیں! تیری عزت کی قسم! اور حضرت ابوسعید کی حدیث میں ہے: اس کو قبیح صورت اور بدبودار شکل میں قبر کے بجو کی صورت میں بنا دیا جائے گا، ابوالمنذر نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے: جب حضرت ابراہیم اس کو اس صورت میں دیکھیں گے تو فرمائیں گے: تو میرا (عرفی) باپ نہیں ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس کو بجو کی شکل میں مسخ کرنے کی حکمت یہ ہے تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نفس اس سے متنفر ہو اور تاکہ ان کا (عرفی) باپ اپنی اس صورت میں دوزخ میں نہ ڈالا جائے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے باعث رنج و ملال ہو۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آزر کو قبر کے بجو کی شکل میں مسخ کرنے کی حکمت یہ تھی کہ قبر کا بجو تمام جانوروں میں سب سے زیادہ احمق ہے اور کیونکہ یہ کتے اور خنزیر اور شیر کے درمیان متوسط ہے، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت زیادہ تواضع کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ کی لیکن اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور تکبر کیا اور اپنے کفر پر اصرار کیا، سو اس کے ساتھ قیامت کے دن ذلت آمیز سلوک کیا جائے گا اور اس لیے کہ قبر کا بجو ٹیڑھا ہے اور اس میں استقامت نہیں ہے اور آزر بھی سیدھا نہیں ہوا اور اپنی کجروی اور ٹیڑھ پر ڈٹا رہا۔

اسماعیلی نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، پھر کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور معلل ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی وعید کے خلاف نہیں کرتا، پھر انہوں نے کیوں کر آزر کے لیے دعا کی!

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث بہ ظاہر اس آیت کے خلاف ہے:

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ

اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو ابراہیم نے اس سے کیا تھا، اور جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔ (التوبہ: ۱۱۴)

اس کا جواب یہ ہے کہ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کس وقت آزر سے بیزار ہوئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آزر حالت شرک میں مر گیا تو وہ دنیا میں ہی اس سے بیزار ہو گئے تھے۔ اس روایت کو امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ جب آزر مر گیا تو حضرت ابراہیم نے اس کے لیے استغفار نہیں کیا، ایک اور سند سے مروی ہے کہ جب تک وہ زندہ رہا حضرت ابراہیم اس کے لیے استغفار کرتے رہے اور جب وہ مر گیا تو آپ اس کے لیے استغفار کرنے سے رک گئے۔

امام ابن المنذر کی روایت ہے کہ قیامت کے دن جب آزر کو بجو کی شکل میں مسخ کیا جائے گا تو حضرت ابراہیم اس سے بیزار ہو جائیں گے جیسا کہ میں نے اس طرف پہلے بھی اشارہ کیا ہے۔

ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ جب آزر شرک پر مر گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لیے استغفار کو ترک کر دیا لیکن جب انہوں نے اس کو قیامت کے دن دیکھا تو ان پر پھر نرمی اور شفقت غالب آ گئی، سو انہوں نے اس کے حق میں دعا کی، پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ آزر کو مسخ کر دیا گیا تو وہ اس کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور وہ اس سے ہمیشہ کے لیے بیزار ہو گئے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۵۹۔۷۵۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۔ بَابٌ: وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۙ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرائیے ○ اور جن مسلمانوں نے آپ

Marfat.com

الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (الشعراء ۲۱۴-۲۱۵)

کی پیروی کی ہے ان کے لیے اپنی رحمت کے بازو کو جھکا کر رکھیے ۝ (الشعراء: ۲۱۵-۲۱۴) کی تفسیر

امام بخاری نے کہا: اس کا معنی ہے آپ اپنی جانب کو نرم رکھیں۔

۴۷۷۰- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنه قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝﴾ (الشعراء: ۲۱۴) صَعِدَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِي يَا بَنِي فِهْرٍ يَا بَنِي عَدِيٍّ لِبُطُونِ قُرَيْشٍ حَتَّى اجْتَمَعُوا فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُولًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ أَبُو لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝﴾ (المسد: ۱-۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝ (الشعراء: ۲۱۴) (اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب سے ڈرایئے ۝) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ پر چڑھے، پھر آپ بلند آواز سے نداء فرما رہے تھے: اے بنی فہر! اے بنی عدی! قریش کے قبیلوں کو حتیٰ کہ وہ سب جمع ہو گئے، پھر جو مرد خود نکلنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا تو وہ کسی قاصد کو بھیجتا تا کہ دیکھے کیا معاملہ ہے، پھر ابولہب اور قریش آئے، تب آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ گھوڑ سواروں کا ایک لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرنے والے ہو؟ تو سب نے کہا: ہاں! ہم نے آپ کے متعلق صدق کے سوا کسی چیز کا تجربہ نہیں کیا، آپ نے فرمایا: پس میں تمہیں سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں جو تمہارے سامنے ہے۔ تو ابولہب نے کہا: تمہارے لیے سارے دن ہلاکت ہو، کیا تو نے اس لیے ہمیں جمع کیا تھا، تب یہ آیت نازل ہوئی: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ (المسد: ۱-۲) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے ۝ اس کے مال اور اس کی کمائی نے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا ۝

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۹۴ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اس کی تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صفا پہاڑ پر کھڑے ہو کر کفار قریش کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا قصہ ایک بار کا ہے یا دو مرتبہ ایسا ہوا اور اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سیدہ فاطمہ سے فرمانا: تم اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب سے بچاؤ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا اور دیگر مباحث

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحابہ کی مرسل روایات میں سے ہے، اسماعیلی نے اس کو وثوق سے کہا ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ تو مدینہ میں اسلام لائے تھے اور اس قصہ میں مکہ کا واقعہ ہے اور حضرت ابن عباس اس وقت یا تو پیدا نہیں ہوئے تھے اور یا اس وقت بہت بچے تھے (حدیث: ۴۷۷۰، حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور حدیث: ۴۷۷۱، حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے) اور دوسرے احتمال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت فاطمہ کو یہ نداء کرنا: تم میرے مال سے جو چاہو سوال کرو لیکن میں تم سے اللہ تعالیٰ کے کسی امر کو دور نہیں کر سکتا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ اس وقت احکام کی مخاطب تھیں اور ہم اس سے پہلے اوائل سیرۃ النبویہ میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ قصہ دو مرتبہ واقع ہوا ہو، لیکن اصل یہ ہے کہ نزول کا تکرار نہ ہوا ہو کیونکہ اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے یہ اس وقت فرمایا جب وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء: ۲۱۴) نازل ہوئی تھی۔

ہاں امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بیان کیا ہے کہ جب وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء: ۲۱۴) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم کو اور اپنی ازواج کو اور اپنے گھر والوں کو جمع کیا، پس فرمایا: اے بنو ہاشم! اپنے نفسوں کو دوزخ کے عذاب سے خرید لو اور اپنے غلاموں کو آزاد کرنے کی کوشش کرو اور اے عائشہ بنت ابی بکر! اور اے حفصہ بنت عمر! اور اے ام سلمہ! پھر انہوں نے ایک طویل حدیث روایت کی، پس اگر یہ روایت ثابت ہو تو یہ اس قصہ کے تعدد پر دلالت کرتی ہے۔ چونکہ پہلی حدیث (بخاری: ۴۷۷۰) کا واقعہ مکہ سے متعلق ہے اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ صفا پہاڑ پر چڑھے اور اس وقت حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن آپ کے پاس نہیں تھیں، یہ ازواج مطہرات آپ کے پاس صرف مدینہ میں تھیں، پس ہو سکتا ہے کہ یہ قصہ پہلے قصہ سے متاخر ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی اس وقت آپ کے پاس حاضر ہوئے ہوں اور شاید پہلے یہ آیت نازل ہوئی ہو: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ تو آپ نے بالعموم قریش کے عام لوگوں کو اور خاص لوگوں کو جمع کیا اور دوسری مرتبہ یہ ارشاد نازل ہوا: وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ تو اس وقت آپ نے خصوصاً بنو ہاشم کو اور اپنی ازواج مطہرات کو جمع کیا اور اس سے علامہ نووی کی اس بات کا رد ہو جاتا ہے کہ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ صحیح بخاری میں نہیں ہے اور وہ اس سے غافل ہو گئے کہ یہ جملہ صحیح بخاری میں سورۃ تبت کی تفسیر میں موجود ہے۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء: ۲۱۴) تو امام بخاری نے سورۃ تبت کی تفسیر میں یہ اضافہ کیا ہے: اس سند کے ساتھ ابو اسامہ نے از اعمش یہ روایت کی ہے، اور اس کے ساتھ یہ آیت نازل ہوئی: ورهطك منهم المخلصين (اور اپنے قبیلہ میں سے مخلص لوگوں کو ڈرائیے) اور اس اضافہ کی امام طبری نے ایک اور سند سے بھی روایت کی ہے: عمرو بن مرۃ نے کہا: آپ اسی طرح تلاوت فرماتے تھے، علامہ قرطبی نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اضافہ قرآن ہو، پھر اس کی تلاوت منسوخ کر دی گئی ہو، پھر اس پر یہ اشکال قائم کیا ہے کہ عذاب سے ڈرانا تو کافروں کے لیے تھا اور مخلصین تو مومنین کی صفت ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ خاص کا عطف عام پر ہو، وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ ان سب کے لیے عام ہے خواہ وہ ایمان لائے ہوں یا نہ

لائے ہوں، پھراس کی تائید کے لیے اس پر قبیلہ کے مخلصین کا عطف فرمایا۔ اس حدیث میں فرمایا ہے: ''اے فاطمہ بنت محمد! تم میرے مال سے جو چاہو سوال کرو میں تمہیں اللہ کی کسی چیز سے بے پرواہ نہیں کر سکتا''۔ بعض مالکیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نیک اعمال میں کسی کی نیابت نہیں ہوسکتی، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نیک اعمال سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر مطلع نہیں فرمایا تھا کہ آپ جس کی شفاعت فرمائیں گے اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت قبول فرمالے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ایک جماعت کو بغیر حساب کے جنت میں داخل فرما دے گا (اللہ تعالیٰ مصنف کو بھی اس جماعت میں شامل فرما دے۔ آمین) اور اللہ تعالیٰ ایک اور جماعت کے درجات بلند فرما دے گا اور ایک جماعت کو دوزخ سے نکال لے گا جو اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں داخل کیے گئے تھے یا آپ نے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ اس لیے فرمایا تھا کہ یہ عذاب سے ڈرانے کا مقام تھا، یا آپ نے نیک اعمال پر برانگیختہ کرنے کے لیے اس طرح فرمایا تھا یا آپ نے جو فرمایا تھا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا، یہاں پر یہ جملہ مقدر ہے: سوا اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے قریش کی جماعت! یا اس طرح کا کوئی کلمہ کہا، البلاذری نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: اے بنو فہر! پس وہ جمع ہو گئے، پھر آپ نے فرمایا: اے بنو غالب! تو فہر کے دو بیٹے محارب اور الحارث آ گئے، پس آپ نے فرمایا: اے بنی لوی! پھر آپ نے فرمایا: اے آل کعب! تو بنو عدی اور ایک جماعت آ گئی، پھر آپ نے فرمایا: اے آل کلاب! تو بنو مخزوم اور بنو تیم آ گئے، پھر فرمایا: اے آل قصی! تو بنو زہرہ آ گئے تو پھر فرمایا: اے آل عبد مناف! تو عبد الدار کے بیٹے اور عبد العزی آ گئے، تب ابولہب نے آپ سے کہا: یہ بنو عبد مناف آپ کے پاس ہیں اور علامہ واقدی نے صرف بنو ہاشم اور بنو مطلب کے بلانے پر اقتصار کیا ہے اور وہ اس وقت پینتالیس (۴۵) مرد تھے، اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ وہ چالیس (۴۰) سے زیادہ تھے اور اس میں آپ کے چچاؤں کا ذکر ہے۔ ابو طالب، ابولہب اور حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما۔

حضرت علی کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: میں عرب کے کسی جوان کو نہیں جانتا کہ جس نے اپنی قوم کو اس سے افضل چیز کی دعوت دی ہو جس کی دعوت میں نے تمہیں دی ہے، میں نے تم کو دنیا اور آخرت کی خیر کی دعوت دی ہے۔

امام مسلم اور امام احمد کی حدیث میں ہے کہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں اور میری مثال اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جو دشمن کو دیکھ کر بلند آواز سے اپنی قوم کو ڈرائے۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے: تم اپنے نفسوں کو اللہ سے خرید لو یعنی اپنے نفسوں کو دوزخ کے عذاب سے چھڑا لو گویا کہ آپ نے فرمایا: تم اسلام قبول کر لو تو تم اللہ کے عذاب سے سلامت رہو گے اور یہ اللہ سے اپنے نفسوں کو خریدنے کی مثل ہے گویا کہ عبادت نجات کی قیمت ہے اور رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ (التوبہ:۱۱۱)

بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن کو بیچنے والا قرار دیا ہے اور جنت کو قیمت قرار دیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ تمام نفوس اللہ تعالیٰ کے ملک ہیں اور بے شک جس نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ اطاعت کی اور اس کے تمام احکام پر عمل کیا اور اس کے تمام منع کردہ

Marfat.com

کاموں سے رکا رہا تو اس نے جنت کی پوری قیمت ادا کر دی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۱ ۷۔ ۵۹ ۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۷۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ أَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَ أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۝﴾ (الشعراء: ۲۱۴) قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: وَ أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۝ (الشعراء: ۲۱۴) (اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں O) تو رسول اللہ ﷺ نے (صفا پہاڑ پر) کھڑے ہو کر فرمایا: اے قریش کی جماعت! یا اس کی مثل کوئی کلمہ فرمایا، تم اپنے نفسوں کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچا سکتا، اے بنی عبد مناف! میں تمہیں اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچا سکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں تمہیں اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچا سکتا اور اے صفیہ! رسول اللہ (ﷺ) کی پھوپھی، میں آپ کو اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچا سکتا اور اے فاطمہ بنت محمد ﷺ! تم میرے مال سے جو چاہو سوال کرو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچا سکتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۵۳ میں گزر چکی ہے۔

تَابَعَهُ أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ۔

امام بخاری نے کہا: اصبغ نے ابوالیمان کی متابعت کی ہے از ابن وہب از یونس از ابن شہاب۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اصبغ بن الفرج المصری امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں۔

اور نبی ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جو سب سے پہلے اللہ کے عذاب سے ڈرایا اس میں حکمت یہ تھی کہ جب آپ کے قریبی رشتہ داروں کے اوپر حجت قائم ہوگی تو دوسروں پر بھی یہ حجت قائم ہوگی اور دوسروں کے لیے آپ کی دعوت کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی مفصل شرح حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی عبارت میں گزر چکی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین، سورۃ الشعراء کی تفسیر مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ النمل کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جونہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۲۷۔ تَفۡسِيۡرُ سُوۡرَةِ النَّمۡلِ

سورۃ النمل کی تفسیر

سورۃ النمل کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس سورۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

علامہ القرطبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ سورت بالاتفاق مکی ہے، اور علامہ سخاوی نے لکھا ہے کہ یہ سورت سورۃ القصص سے پہلے نازل ہوئی ہے اور سورۃ القصص کے بعد سورۂ بنی اسرائیل نازل ہوئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۵)

میں کہتا ہوں کہ اس سورت کو قرآن بھی فرمایا اور کتاب بھی، قرآن کا لفظ قراءت سے بنا ہے جس کا معنی ہے: پڑھنا اور کتاب کا لفظ کَتَبَ سے بنا ہے جس کا معنی ہے: لکھنا۔ اس کو قرآن اس لیے فرمایا کہ اس کو سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے اور کتاب اس لیے فرمایا کہ اس کو سب سے زیادہ لکھا جاتا ہے اور قرآن کے لفظ کو کتاب کے لفظ پر اس لیے مقدم فرمادیا کہ پہلے اس کو پڑھا جاتا تھا، پھر اس کو لکھا جاتا تھا۔

وَالۡخَبۡءُ مَا خَبَأۡتَ۔ الخب کا معنی ہے: جس چیز کو تم چھپاؤ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَّا يَسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ الَّذِيۡ يُخۡرِجُ الۡخَبۡءَ۔ (النمل: ۲۵) یہ لوگ اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو (آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو) باہر لاتا ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اَلۡخَبۡءَ کا معنی بیان کیا ہے: جس چیز کو تم پوشیدہ رکھو، الفراء نے کہا: اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو نکالتا ہے اور سبزہ کو زمین سے نکالتا ہے۔ ابوذر کی روایت میں والخبء ہے اور دوسروں کی روایت میں الخبء ہے اور اس واؤ کو واوِ استفتاح کہا جاتا ہے، میں نے اپنے بڑے اساتذہ سے اسی طرح سنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۵)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو اور سبزہ کو زمین سے نکالتا ہے۔ اس آیت میں فی کا معنی زمین ہے۔

(فتح الباری ج ۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

لَا قِبَلَ لَا طَاقَةَ۔ لَا قِبَلَ اس کا معنی ہے: اس کی طاقت نہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِرۡجِعۡ اِلَيۡهِمۡ فَلَنَاۡتِيَنَّهُمۡ بِجُنُوۡدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمۡ بِهَا وَلَنُخۡرِجَنَّهُمۡ مِّنۡهَاۤ اَذِلَّةً وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ۝ (النمل: ۳۷) ان کے پاس واپس جاؤ (اور انہیں بتادو) کہ ہم ضرور ایسے لشکروں کے ساتھ ان پر حملہ کریں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں اور ہم ضرور ان کو ذلیل و رسوا کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے O

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ ابوعبیدہ کا قول ہے اور امام طبری نے بھی اسماعیل بن ابی خالد سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

اَلصَّرْحُ كُلُّ مِلَاطٍ اتُّخِذَ مِنَ الْقَوَارِيْرِ وَالصَّرْحُ الْقَصْرُ وَجَمَاعَتُهُ صُرُوْحٌ۔

الصَّرْحُ: ہر وہ عمارت جو شیشے اور گارے کو ملا کر بنائی جائے اور الصرح کا معنی محل ہے اور اس کی جمع صُرُوْحٌ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۚ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ۔ (النمل: ۴۴)

اس سے کہا گیا: اس محل میں داخل ہو جا، سو جب اس نے اس (شیشہ کے فرش) کو دیکھا تو اس نے اس کو گہرا پانی گمان کیا اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا۔ سلیمان نے کہا: بے شک یہ شیشہ سے بنا ہوا چکنا محل ہے۔

بلقیس جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل کے قریب پہنچی اس سے کہا گیا: اس محل میں داخل ہو جاؤ (الصرح کا معنی ہے: بلند عمارت اور خالص چیز)، بلقیس نے دیکھا کہ اس محل میں سورج چمک رہا ہے اور اس میں مچھلیاں تیر رہی ہیں تو اس نے سمجھا کہ محل کے صحن میں پانی بھرا ہوا ہے تو اس نے اپنے پائنچے اپنی پنڈلیوں سے اوپر اٹھا لیے تا کہ اس کا لباس بھیگ نہ جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: بے شک یہ شیشے سے بنا ہوا چکنا محل ہے یعنی وہ جس کو پانی گمان کر رہی ہے وہ شیشے کا فرش ہے، اس کے نیچے پانی بھرا ہوا ہے جو شیشے میں سے پانی نظر آ رہا ہے، اس لیے تم کو اس سے بچنے کے لیے پائنچے اوپر اٹھانے کی ضرورت نہیں۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: امام بخاری نے کہا ہے: ہر بلند عمارت جو شیشہ سے بنائی گئی ہو اور اسی طرح امام ابوعبیدہ نے کہا ہے اور امام بخاری نے کہا: اس کی جمع صروح ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کی جمع صرح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۶۔ ۱۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: الملاط کا معنی ہے: وہ گارا جو تعمیر کے وقت اینٹوں کے درمیان رکھا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی بڑا پتھر ہے۔

امام طبری نے کہا ہے: حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا تھا تو انہوں نے شیشے کا یہ محل بنایا، پھر اس کے نیچے پانی چھوڑ دیا اور اپنا تخت اس کے اوپر رکھا، پس وہ اس پر بیٹھ گئے اور پرندے، جنات اور انسان وہاں پر بیٹھ گئے تا کہ وہ بلقیس کو دکھائیں کہ ان کا ملک اس کے ملک سے زیادہ غالب ہے اور محمد بن کعب کی روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمندری جانور، مچھلیاں اور مینڈک قید کر رکھے تھے تو جب بلقیس نے انہیں دیکھا تو یہ گمان کیا کہ یہ گہرا پانی ہے اور اس کی پنڈلیاں بہت حسین تھیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو پنڈلیاں چھپانے کا حکم دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۲۷۔ ۶۱۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَهَا عَرْشٌ سَرِيْرٌ كَرِيْمٌ حُسْنُ الصَّنْعَةِ وَغَلَاءُ الثَّمَنِ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بلقیس کا ایک عرش عظیم ہے اس کا معنی ہے: معزز تخت جس کی بہت حسین کاری گری ہو اور اس کی قیمت بہت مہنگی ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ۝ (النمل: ۲۳)

(ہدہد نے کہا:) میں نے دیکھا کہ ان پر ایک عورت حکومت کر رہی ہے اور اس کو ہر چیز سے دیا گیا ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے ۝

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے اس آیت کی تفسیر میں کہا: بلقیس کا ایک بہت عمدہ اور بیش قیمت تخت ہے، انہوں نے تخت کی صفت میں کہا: وہ کریم ہے، یہ مجازاً فرمایا جیسے حدیث میں ہے: کَرَائِمَ اموالِ الناس یعنی لوگوں کے نفیس مال۔ حسن الصنعہ کا معنی ہے: اس کی کاری گری بہت حسین ہے اور غالی الثمن کا معنی ہے: وہ بیش قیمت ہے۔ علامہ ثعلبی نے بیان کیا ہے: اس تخت کا اگلا حصہ سونے کا تھا اور اس میں سرخ یاقوت اور سبز زمرد جڑے ہوئے تھے اور اس کا پچھلا حصہ چاندی کا تھا اور وہ بھی جواہر سے آراستہ تھا۔ اور اس کے چار پائے تھے اور ایک پایہ زرد یاقوت کا تھا اور دوسرا پایہ سبز زمرد کا تھا اور تیسرا پایہ موتیوں کا تھا۔ علامہ ثعلبی نے چوتھے پایہ کا ذکر نہیں کیا، اس پایہ کے اوپر سات کمرے بنے ہوئے تھے اور ہر کمرے کا دروازہ بند تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: وہ تیس ہاتھ لمبا اور تیس ہاتھ چوڑا تھا اور مقاتل سے روایت ہے کہ وہ اسی ہاتھ لمبا اور اسی ہاتھ چھوڑا تھا۔
(عمدۃ القاری ج۱۹ص ۱۴۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج۵ ص ۶۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: بعض علماء نے بلقیس کی حکمرانی سے عورت کی حکمرانی کے جواز کا استدلال کیا ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ جس دور میں بلقیس حکمران تھی اس دور میں وہ کافرہ تھی اور کافروں پر اس کی حکومت تھی اور کافروں کا کوئی قول اور فعل حجت نہیں ہوتا۔ اسلام میں عورت کی حکمرانی جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے عورت کو اپنا امیر مقرر کرلیا۔ (صحیح البخاری: ۷۰۹۹) اس موضوع پر مفصل بحث کے لیے تبیان القرآن میں اسی آیت کا مطالعہ کریں۔
(تبیان القرآن ج۸ ص ۶۲۹۔ ۶۵۷)

يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ طَائِعِينَ۔ وہ میرے پاس اس حال میں آئیں کہ مسلمین ہوں: اس کا معنی ہے: وہ مطیع اور فرمانبردار ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ يَأَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ○ (النمل: ۳۸) سلیمان نے کہا: اے سردارو! تم میں سے کون ان کے اطاعت گزار ہوکر آنے سے پہلے اس کا تخت میرے پاس لاسکتا ہے ○

امام بخاری نے طائعین کی تفسیر کی ہے: مطیع اور اطاعت گزار، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ طائعین سے مراد ہے: حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کرنے والے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۱۴۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: امام طبری نے علی بن ابی طلحہ کی حضرت ابن عباس سے اسی طرح روایت کی ہے اور جریج کی روایت سے لکھا ہے کہ وہ دین اسلام کے اقرار کرنے والے ہو جائیں، اور امام طبری نے پہلی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔
(فتح الباری ج۵ ص ۶۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

رَدِفَ اقْتَرَبَ۔ رَدِفَ کا معنی ہے: قریب آپہنچا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ○ (النمل: ۷۲) آپ کہیے کہ جس چیز کو تم جلد طلب کر رہے ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ لگ چکی ہو ○

Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: امام بخاری نے رَدِفَ کی تفسیر کی ہے: وہ قریب آپہنچا۔ اسی طرح امام طبری نے از علی بن ابی طلحہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت ذکر کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: کفار یہ کہتے تھے کہ تم نے جس عذاب کی وعید سنائی ہے وہ کب آئے گا؟ آپ کہیے: وہ عذاب تمہارے قریب آ پہنچا ہے اور وہ عذاب تمہارے لیے بہ منزلہ ردیف ہے۔ ردیف اس شخص کو کہتے ہیں جو سواری پر سوار کے پیچھے بیٹھتا ہے یعنی جس طرح ردیف سوار کے قریب ہوتا ہے اسی طرح وہ عذاب تمہارے قریب آ پہنچا ہے۔

جَامِدَةً قَائِمَةً۔ جَامِدَةً اس کا معنی ہے قائم ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ (النمل: ۸۸) (اے مخاطب) تو اس دن پہاڑوں کو اپنی جگہ جما ہوا گمان کرے گا حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: امام بخاری نے جَامِدَةً کی تفسیر قَائِمَةً کی ہے۔ اسی طرح امام طبری نے از علی بن ابی طلحہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۲)

میں کہتا ہوں: اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے، اس دن پہاڑ اپنی جگہوں پر نہیں رہیں گے بلکہ اس دن پہاڑ بادلوں کی طرح چلیں گے اور اڑیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا لیکن وہ ان مضبوط چیزوں کو بھی روئی کے گالوں کی طرح بنا کر اڑا دے گا۔

أَوْزِعْنِي اجْعَلْنِي۔ أَوْزِعْنِي اس کا معنی ہے: اِجْعَلْنِيْ یعنی مجھے بنا دے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ۝ (النمل: ۱۹) اور سلیمان (علیہ السلام) نے دعا کی: اے میرے رب! تو نے مجھے اور میرے والدین کو جو نعمتیں عطاء کی ہیں مجھے ان کا شکر ادا کرتے رہنے پر قائم رکھ اور مجھے ان نیک اعمال پر قائم رکھ جن سے تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کرلے ۝

علامہ عینی نے لکھا ہے: امام بخاری نے أَوْزِعْنِي کی تفسیر اِجْعَلْنِيْ کے ساتھ کی ہے، اسی طرح امام طبری نے از علی بن ابی طلحہ از حضرت ابن عباس روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۷۔۱۴۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: امام ابو عبیدہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا: مجھے شکر گزاری پر برقرار رکھ اور دوسری جگہ لکھا: مجھ پر شکر گزاری کا الہام فرما۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۲)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ نَكِّرُوا غَيِّرُوا۔ اور مجاہد نے کہا: نَكِّرُوا یعنی اس کی صورت بدل دو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ۝ (النمل: ۴۱) سلیمان نے حکم دیا کہ اس تخت میں کچھ تغیر کر دو تا کہ ہم آزمائیں کہ آیا وہ اس کو پہچاننے کی راہ پاتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو

Marfat.com

نہیں پاتے O

مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان نے حکم دیا کہ عرش کی صورت بدل دو، پس تبدیل کر کے جو سرخ تھا اسے سبز کر دیا اور جو سبز تھا اس کو زرد کر دیا اور ہر چیز کی حالت بدل دی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: عکرمہ نے بیان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اس تخت میں کچھ اضافہ کر دو اور کچھ کمی کر دو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۲)

وَالْقَبَسُ اس کا معنی ہے: جس چیز کا آگ سے استفادہ کیا گیا ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ⊙ (النمل: ۷) یا کوئی سلگتا ہوا انگارہ لاتا ہوں تا کہ تم حرارت حاصل کرو O

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابو عبیدہ نے کہا ہے: اس سے مراد ہے: آگ کا شعلہ اور قبس کا معنی ہے: جو چیز آگ سے حاصل کی گئی ہو یعنی انگارہ۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ) علامہ عینی نے اپنی شرح میں اس تعلیق کا ذکر نہیں کیا۔

وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ يَقُوْلُهُ سُلَيْمٰنُ۔ و اوتینا العلم اور ہمیں علم عطا کیا ہے۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ⊙ (النمل: ۴۲) پس جب بلقیس آئی تو اس سے پوچھا گیا: کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا: گویا کہ یہ وہی ہے اور ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا تھا اور ہم اطاعت گزار ہو چکے ہیں O

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے ''اور ہمیں پہلے ہی علم دیا گیا تھا'' یہ بلقیس کا قول ہے اور امام الواحدی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے دوسرے قول کو معتمد لکھا ہے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۲)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت کا سیاق و سباق اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ بلقیس کا قول ہے، اس نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی تصدیق کرتے ہوئے یہ بات کہی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۷)

الصَّرْحُ بِرْكَةُ مَاءٍ ضَرَبَ عَلَيْهَا سُلَيْمٰنُ قَوَارِيْرَ اَلْبَسَهَا اِيَّاهُ۔ الصرح کا معنی ہے: پانی کا تالاب۔ حضرت سلیمان نے اس تالاب کے اوپر شیشے بچھا دیئے تھے تا کہ وہ مشتبہ ہو کر ان شیشوں کو پانی سمجھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ۔ (النمل: ۴۴) بلقیس سے کہا گیا: اس محل میں داخل ہو جا، سو جب اس نے اس (شیشے کے فرش) کو دیکھا تو اس نے اس کو گویا پانی گمان کیا اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا۔ سلیمان نے کہا: بے شک یہ شیشے سے بنا ہوا چکنا محل ہے۔

Marfat.com

علامہ عینی نے لکھا ہے: جب بلقیس نے اپنی پنڈلیوں کو کھولا تو ان پر بال تھے تو حضرت سلیمان نے اس کو حکم دیا کہ وہ ان بالوں کو صاف کرے، سو اس نے ایسا کیا۔ قواریر، قارُورَۃ کی جمع ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس محل کو بنانے کا حکم دیا اور اس کے نیچے پانی کو جاری کر دیا اور اس پانی میں مچھلیاں اور دوسرے سمندری جانور ڈال دیئے اور اس کے وسط میں اپنا تخت رکھوا دیا اور اس پر تشریف فرما ہو گئے، پس جب بلقیس آئی تو اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ، جب بلقیس نے اس شیشے کو دیکھا تو گمان کیا کہ یہ بہت گہرا پانی ہے اور ابن جریج کی روایت ہے کہ اس نے اس کو سمندر گمان کیا اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا اور اس کا باقی قصہ مشہور ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۱۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ بلقیس وہ پہلی خاتون تھی جس نے چونے کو بال صاف کرنے کے لیے استعمال کیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۲۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الحمد للہ رب العالمین سورۃ النمل کی تفسیر مکمل ہو گئی، اس کے بعد ان شاء اللہ سورۃ القصص کی تفسیر شروع ہو گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۲۸۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ الۡقَصَصِ

سورۃ القصص کی تفسیر

سورۃ القصص کا تعارف

سورۃ القصص میں احکام شرعیہ کو بیان کیا گیا ہے اور یہ سورت ان چیزوں کو بیان کرتی ہے جن میں بنی اسرائیل اختلاف کرتے تھے، اور اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کے وہ حقائق اور دقائق بیان کیے گئے ہیں جن کو ان کے ماہرین میں سے بھی بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ یہ سورت بیان کرتی ہے کہ فرعون اور اس کی قوم سے کس طرح انتقام لیا گیا اور قارون کو کس طرح سزا دی گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل پر کیا کیا انعام کیے گئے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابوالعباس نے کہا: یہ سورت مکی ہے سوا ایک آیت کے جو الجحفہ میں نازل ہوئی اور وہ یہ ہے: اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ (القصص: ۸۵) مَعَادٌ سے مراد مکہ مکرمہ ہے یعنی جس ذات نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے وہ آپ کو مکہ مکرمہ کی طرف لوٹانے والی ہے۔ حضرت ابن عباس سے ایک روایت یہ ہے کہ اس سے مراد موت ہے اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور ان سے تیسری روایت یہ ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس ہے، اور حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ اس سے مراد جنت ہے، اس سورت میں اٹھاسی (۸۸) آیات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۸۔ ۱۴۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ إِلَّا مُلْكَهُ وَيُقَالُ إِلَّا مَا أُرِيدَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ یعنی اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ وَجْهَهُ کی تفسیر میں کہا جاتا ہے: مُلْكَهُ یعنی اللہ کی حکومت کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے اور کہا جاتا ہے: سوا اس کام کے جس سے اللہ کی رضا کا ارادہ کیا گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۟ کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ ؕ لَہُ الۡحُکۡمُ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝ (القصص: ۸۸)

اور اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت نہ کریں۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، اسی کا حکم ہے اور تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الوجہ کی تفسیر ملک کے ساتھ کی ہے، اسی طرح امام طبری نے بعض اہل العربیہ سے نقل کیا ہے، اور اسی طرح الفراء نے ذکر کیا ہے، اور امام ابوعبیدہ سے منقول ہے: سوا اس کے جلال کے اور امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کے معنی میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سوا ان کاموں کے جن سے اللہ کی رضا کا ارادہ کیا جاتا ہے، سفیان نے کہا: اس کا معنی ہے: سوا ان کاموں

Marfat.com

کے جن سے اللہ کی رضا اور اس کے تقرب کا ارادہ کیا جاتا ہے نہ کہ ریاکاری کا اور لوگوں کی خوشنودی کا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۸)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام نے جو دو قول نقل کیے ہیں وہ اس اختلاف پر متفرع ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر شے کا اطلاق جائز ہے یا نہیں، جنہوں نے اس کو جائز کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ استثناء متصل ہے اور الوجہ سے مراد ذات ہے اور اہل عرب شرف والی چیز کو ذات سے تعبیر کرتے ہیں، اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر شے کے اطلاق کو نا جائز کہا ہے انہوں نے کہا: یہ استثناء منقطع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے یا یہ استثناء متصل ہے اور الوجہ سے مراد وہ اعمال ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے کیے گئے ہوں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۶۳ ۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ الْحُجَجُ۔ مجاہد نے کہا: اَلْاَنْبَاءُ کا معنی ہے: اَلْحُجَجُ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ (القصص: ٦٦) تو اس دن ان سے خبریں پوشیدہ ہو جائیں گی، پس وہ ایک دوسرے سے سوال تک نہ کر سکیں گے O

میں کہتا ہوں: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا: جب تمہارے پاس انبیاء بھیجے گئے تھے اور انہوں نے اللہ کے پیغام پہنچائے تھے تو تم نے ان کو کیا جواب دیا تھا؟ اس وقت ان سے خبریں پوشیدہ ہو جائیں گی، مجاہد نے کہا کہ وہ اس وقت کوئی عذر پیش نہیں کر سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے پاس رسول بھیج کر ان پر اپنی حجت تمام کر دی اور وہ ایک دوسرے سے عذر کو پوچھ بھی نہیں سکیں گے، اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے دن ان پر ایسی دہشت طاری ہو گی کہ نہ خود ان کے دماغوں میں کوئی عذر آئے گا نہ وہ کسی سے عذر پوچھ سکیں گے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: کہ انباء کا معنی ہے: دلائل، اسی طرح امام طبری نے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس بات پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۳ ۷)

۱۔ بَابٌ: إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾ (القصص: ٥٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے، لیکن اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے، اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے O (القصص: ٥٦) کی تفسیر

۴۷۷۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ فَقَالَ أَيْ عَمِّ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از والد خود، انہوں نے بیان کیا: جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، پس آپ نے اس کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ کو دیکھا، پس آپ نے فرمایا: اے

Marfat.com

أَبِي أُمَيَّةَ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيدَانِهِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاللهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوْا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾ (التوبہ: ١١٣) وَأَنْزَلَ اللهُ فِي أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ﴾ (القصص: ٥٦)

میرے چچا! آپ یہ کلمہ پڑھیے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے)، میں اس کلمہ کے سبب سے اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ کے حق میں جھگڑا کروں گا، پس ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا: کیا تم عبدالمطلب کے دین سے (جو ان کے نزدیک مشرک تھے) اعراض کر رہے ہو؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب پر کلمہ توحید پیش کرتے رہے، اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے، آخر کار ابو طالب نے ان سے کہا: وہ عبدالمطلب کے دین پر ہے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے سے انکار کر دیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہیں کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ (التوبہ: ١١٣) (یعنی نبی کے لیے اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں) اور اللہ تعالیٰ نے ابو طالب کے متعلق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (القصص: ٥٦) (بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے لیکن اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٣٦٠ میں گزر چکی ہے۔

ابو طالب کے ایمان کی تحقیق ہم نے اسی آیت کی تفسیر میں کی ہے (یعنی التوبہ: ١١٣ کی تفسیر میں)۔ دیکھیے تبیان القرآن ج ۵ ص ۲۷۲۔۲۷۱۔

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا مناقشہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صاحب التلویح (علامہ مغلطائی حنفی متوفی ۷۶۲ھ) نے کہا اور علامہ ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) نے اس کی اتباع کی ہے، انہوں نے کہا یہ حدیث صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مراسیل میں سے ہے کیونکہ حضرت مسیب مصعب کے قول کے مطابق فتح مکہ کے سال اسلام لائے اور العسکری کے قول کے مطابق وہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی پس صورت حال جو بھی ہو وہ ابو طالب کی وفات کے وقت حاضر نہیں تھے کیونکہ ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قریب قریب ایام میں ایک ہی سال میں فوت ہوئے تھے اور یہ تقریباً پچاس (۵۰) ہجری کی بات ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۹)

نوٹ: علامہ مغلطائی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ دونوں

Marfat.com

کے استاد ہیں اور علامہ مغلطائی حنفی نے جو صحیح البخاری کی شرح التلویح کے نام سے لکھی ہے وہ ہنوز طبع نہیں ہوئی۔ سعیدی غفرلہ

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت مسیب کے اسلام کے متاخر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ابو طالب کی وفات کے وقت حاضر نہ ہوں کیونکہ جس طرح عبداللہ بن ابی امیہ، ابو طالب کی وفات کے وقت حاضر تھے اور وہ اس وقت کافر تھے، پھر اس کے بعد اسلام لائے، پھر اس قائل پر تعجب ہے کہ اس نے کس طرح العسکری کی طرف یہ نسبت کی ہے کہ حضرت المسیب ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی اور وہ اس بات سے غافل ہو گئے، حالانکہ یہ بات تو صحیح حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ میں نے اس کی کتاب المغازی میں شرح کی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۴)

علامہ بدر الدین عینی حافظ ابن حجر پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: عبداللہ بن ابی امیہ کا ابو طالب کی وفات پر حاضر ہونا جس حال میں وہ کافر تھے حدیث صحیح سے ثابت ہے اور ابو طالب کی وفات کے دن مسیب کا حاضر ہونا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے خواہ وہ حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح اور محض احتمال کی وجہ سے علامہ ابن الملقن کے کلام کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی وجہ سے ابو طالب کے عذاب میں تخفیف

جب ابو طالب پر وفات حاضر ہوئی: حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے مراد وفات کی علامات کا حاضر ہونا ہے ورنہ اگر ابو طالب نے وفات کے وقت علامات عذاب کو دیکھ لیا ہوتا تو اس کے بعد اگر وہ ایمان بھی لے آتا تو اس سے اسے کوئی فائدہ نہ پہنچتا۔

حافظ ابن حجر علامہ کرمانی سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابو طالب نے موت کے وقت عذاب کی علامات دیکھ لی ہوں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ امید ہو کہ جب وہ توحید کا اقرار کرلے گا خواہ وہ اسی حال میں ہو تو اس کا ایمان لانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی وجہ سے فائدہ دے گا اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کو فائدہ ہوگا اور تب ہی آپ نے فرمایا: میں تمہارے حق میں اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کروں گا اور تمہارے حق میں شفاعت کروں گا اور عنقریب اس کا بیان آئے گا، اور خصوصیت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کے ایمان لانے سے انکار کرنے اور کفر پر مرنے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شفاعت کو ترک نہیں کیا بلکہ اس کے لیے آپ مسلسل شفاعت فرماتے رہے حتیٰ کہ دوسروں کی بہ نسبت اس کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی اور یہ اس کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے اور میں اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بیان میں روایت لکھ چکا ہوں۔

ابو طالب کا کلمہ توحید سے انکار کرنا اور حافظ ابن حجر کا ابن المنیر پر رد کرنا

ابو طالب کا آخری کلام یہ تھا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا کہ ابو طالب نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں اپنے اشیاخ کی ملت پر ہوں، اور امام مسلم، امام ترمذی اور امام طبری نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ابو طالب نے کہا کہ اگر مجھے قریش کے عار دلانے کا خطرہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ کلمہ توحید کے اقرار پر موت کی گھبراہٹ نے برانگیختہ کیا، سو اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا تو میں کلمہ توحید پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا اور ابو طالب نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

یہ راوی کی طرف سے اس بات کی تائید ہے کہ ابو طالب اسلام نہیں لائے۔

اور اللہ کی قسم! میں تمہارے لیے ضرور اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کیا جائے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: الزین بن المنیر نے کہا ہے: اس سے مراد مغفرت عامہ کی طلب نہیں ہے اور شرک کے گناہ سے معافی کو طلب کرنا مراد نہیں ہے بلکہ یہاں مغفرت سے مراد عذاب میں تخفیف ہے جیسا کہ اس کا دوسری حدیث میں بیان ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: یہ ابن المنیر کی شدید غفلت ہے کیونکہ ابو طالب کے حق میں تخفیف عذاب کی شفاعت مسترد نہیں کی گئی اور اس کو طلب کرنے سے آپ کو منع نہیں کیا گیا بلکہ آپ کو مغفرت عامہ کی طلب سے منع کیا گیا ہے کہ اس کو بالکل عذاب نہ دیا جائے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں جائز ہے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ التوبہ: ۱۱۳ ابو طالب کی وفات کے وقت نازل ہوئی اور حافظ ابن حجر کی تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت حضرت آمنہ اور مشرکین کی وفات کے وقت نازل ہوئی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ اس کے قرابت دار ہوں جب کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ یہ مشرکین دوزخی ہیں۔ (التوبہ: ۱۱۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یعنی نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے اور امام طبری کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے (عرفی) باپ آزر کے لیے استغفار کیا حالانکہ وہ مشرک تھا، سو میں بھی ابو طالب کے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میرا رب مجھے اس سے منع فرما دے، پھر آپ کے اصحاب نے کہا: ہم بھی اپنے آباء و اجداد کے لیے استغفار کریں گے جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے لیے استغفار کیا، تب یہ آیت نازل ہوئی یعنی التوبہ: ۱۱۳۔ اور اس پر یہ اشکال ہے کہ یہ بات بالاتفاق ثابت ہے کہ ابو طالب کی وفات ہجرت سے پہلے مکہ میں ہوئی تھی اور یہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرہ کیا تو آپ اپنی والدہ کی قبر پر گئے اور اپنے رب سے ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، اور یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ نزول کا تکرار نہیں ہوتا۔ اور امام حاکم نے اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر نکلے اور قبرستان کی طرف گئے، سو ہم نے بھی آپ کی پیروی کی، پس آپ آئے حتیٰ کہ ایک قبر کی طرف بیٹھ گئے اور بہت طویل دعا کی، پھر آپ روئے اور آپ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی روئے، تب آپ نے فرمایا: یہ قبر جس کے پاس میں بیٹھا تھا یہ میری والدہ کی قبر ہے اور میں نے اپنے رب سے ان کے حق میں دعا کی اجازت طلب کی تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ (التوبہ: ۱۱۳)　نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں۔

اور امام احمد نے از ابن بریدہ از والد خود یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ ٹھہرے اور ہم آپ کے ساتھ تقریباً ایک ہزار سوار اور امام طبری نے اسی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو ایک قبر کے پاس آئے اور فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کی ہے کہ جب آپ مکہ میں آئے تو اپنی والدہ کی قبر پر ٹھہرے حتیٰ کہ آپ کے اوپر تیز دھوپ آ گئی، آپ کو یہ توقع تھی کہ آپ کو ان کے لیے استغفار کی اجازت دی جائے گی، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور امام طبرانی نے بھی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی مثل روایت کی ہے، پس یہ متعدد اسانید ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتی

Marfat.com

ہیں اوران میں یہ دلیل ہے کہ یہ آیت ابوطالب کی وفات کے بعد نازل ہوئی ہے، اوراس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ غزوۂ احد میں جب آپ کا سر زخمی ہو گیا تو آپ نے دعا کی: اے میرے رب! میری قوم کو معاف فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ استغفار زندوں کے ساتھ خاص ہو اور اس میں بحث نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت کا نزول متاخر ہو ہر چند کہ اس کا سبب مقدم تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے دو سبب ہوں، ایک مقدم ہو اور وہ ابوطالب کا معاملہ تھا، اور ایک سبب مؤخر ہو اور وہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ تھا، اور تاخیر نزول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سورۂ توبہ کی تفسیر میں یہ گزر چکا ہے کہ آپ نے پہلے منافقین کے لیے استغفار کیا، پھر بعد میں اس کی ممانعت نازل ہوئی، اس سے یہ واضح ہو گیا کہ بعض اوقات نزول آیت کا سبب مقدم ہوتا ہے اور آیت بعد میں نازل ہوتی ہے، اور اس کی طرف اس میں اشارہ ہے کہ: اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ، بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے۔ (القصص:۵۶) حدیث میں ہے: یہ آیت اللہ تعالیٰ نے ابو طالب کے متعلق نازل فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ پہلی آیت ابوطالب اور دوسروں کے متعلق نازل ہوئی ہے (یعنی التوبہ:۱۱۳) اور دوسری آیت (یعنی القصص:۵۶) صرف ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور تعدد سبب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ایک مرد اپنے والدین کے لیے مغفرت کی دعا کر رہا تھا اور وہ دونوں مشرک تھے، سو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ، اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں (التوبہ:۱۱۳) اور امام طبری نے مجاہد سے روایت کی ہے: مومنوں نے پوچھا: کیا ہم اپنے باپ دادا کے لیے اس طرح استغفار نہ کریں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے (عرفی) باپ کے لیے استغفار کیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی، اور حدیث میں ہے کہ جس شخص نے کوئی بھی نیک عمل نہ کیا سو جب اس کا خاتمہ توحید کی شہادت پر ہو تو اس کے اسلام کا حکم کیا جائے گا اور اس پر مسلمانوں کے احکام جاری کیے جائیں گے، پس اگر اس نے اس کے ساتھ زبان سے بھی اقرار کیا ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو اس سے نفع ہوگا، بہ شرطیکہ اس نے عذاب کے معائنہ تک اللہ تعالیٰ سے اپنی امید منقطع نہ کی ہو اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ۔

اور ان لوگوں کی توبہ مقبول نہیں ہے جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی شخص کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے: میں نے اب توبہ کی۔ (النساء:۱۸)

واللہ اعلم۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۵۔ ۷۶۳ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُولِى الْقُوَّةِ لَا يَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ لَتَنُوْءُ لَتُثْقِلُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اُولِى الْقُوَّة کا معنی ہے: طاقت والے یعنی طاقت والے مردوں کی جماعت بھی ان (چابیوں) کو اٹھا نہیں سکتی تھی اور لتنوء کا معنی ہے تاکہ وہ بوجھل ہو جائیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۗ

بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا، پھر اس نے ان کے خلاف سر اٹھایا اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی چابیاں ایک طاقت ور جانور کو تھکا دیتی تھیں۔ (القصص:۷۶)

اَلْعُصْبَۃُ کی تفسیر میں متعدد اقوال

علامہ بدرالدین عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا ہے کہ اَلْعُصْبَۃُ دس سے پندرہ لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں اور قتادہ نے کہا کہ دس سے لے کر چالیس لوگوں کی جماعت کو اَلْعُصْبَہ کہتے ہیں اور ابوطالح نے کہا: چالیس مردوں کو اَلْعُصْبَہ کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تین سے لے کر دس تک کی جماعت کو العصبہ کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ساٹھ مردوں کی جماعت کو العصبہ کہتے ہیں اور لَتَنُوْءُ کا معنی ہے کہ وہ اس کے بوجھ سے جھک جاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۹)

حافظ ابن حجر نے العصبہ کی تفسیر میں کوئی کلام نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۵)

فَارِغًا اِلَّا مِنْ ذِکْرِ مُوْسٰی۔ فَارِغًا اِلَّا مِنْ ذِکْرِ مُوْسٰی۔ یعنی موسیٰ کی یاد کے سوا ان کا دل ہر چیز سے خالی ہو چکا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا ؕ (القصص:۷۶) اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا تھا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے سوا ان کا دل ہر چیز سے غافل ہو چکا تھا، اور امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ ان کا دل غم سے فارغ ہو چکا تھا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غرق نہیں کیے گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۹)

حافظ ابن حجر نے اس تعلیق کی بھی کوئی قابل ذکر شرح نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۵)

اَلْفَرِحِیْنَ اَلْمَرِحِیْنَ۔ اَلْفَرِحِیْنَ اس کا معنی ہے: اترانے والے اور تکبر کرنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ (القصص:۷۶) جب قارون سے اس کی قوم نے کہا: تم اتراؤ مت بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَلْفَرِحِیْنَ کی تفسیر اَلْمَرِحِیْنَ کی ہے یعنی اترانے والے، اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۹)

قُصِّیْهِ اتَّبِعِیْ اَثَرَهٗ وَقَدْ یَکُوْنُ اَنْ یَّقُصَّ الْکَلَامَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ۔ قُصِّیْهِ اس کا معنی ہے اس کے پیچھے پیچھے اس کے نقش قدم پر چلی جا اور کبھی اس کا معنی ہوتا ہے: کلام اور قصے کو بیان کرنا، جیسے قرآن مجید میں ہے: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ (یوسف:۳) ہم آپ کے سامنے حضرت یوسف کا قصہ بیان کریں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (القصص:۱۱) اور موسیٰ کی ماں نے ان کی بہن سے کہا: تم اس کے پیچھے پیچھے جاؤ تو وہ اس کو دور دور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا شعور نہیں ہوا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے جو قُصِّیْهِ کا معنی بیان کیا ہے یہ اہل عرب کے اس قول سے ماخوذ ہے: قَصَصْتُ اثار القوم یعنی میں نے قوم کے نقوش کی پیروی کی، پھر لکھا ہے: اور کبھی یہ قصہ بیان کرنے کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید

Marfat.com

میں ہے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ (یوسف: ۳) ہم آپ کے سامنے حضرت یوسف کا قصہ بیان کریں گے۔ قَصَّ الرُّؤْیَا کا معنی ہے: خواب کی خبر دینا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۴۹)

عَنْ جُنُبٍ عَنْ بُعْدٍ عَنْ جَنَابَةٍ وَاحِدٌ وَعَنِ اجْتِنَابٍ أَيْضًا۔ عَنْ جُنُبٍ کا معنی ہے دور سے، جنابت اور اجتناب کا بھی یہی معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○ (القصص: ۱۱) اور موسیٰ کی ماں نے ان کی بہن سے کہا: تم اس کے پیچھے پیچھے جاؤ تو وہ اس کو دور دور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا شعور نہیں ہوا○

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن ان کو دور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو یہ پتا نہیں چلا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن ہے یعنی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دور سے دیکھتی رہیں حالانکہ فرعونیوں کہ یہ پتا نہیں چلا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: اَلْجُنُبُ کا معنی یہ ہے کہ انسان کسی دور کی چیز کو دیکھے حالانکہ وہ چیز اس کے پہلو میں ہو اور اسے اس کا پتا نہ ہو۔ قتادہ نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن ان کی طرف اس طرح دیکھتی تھی گویا کہ وہ ان کا ارادہ کر رہی تھی، امام بخاری نے کہا: جَنَابَت اور اجتناب کا بھی یہی معنی ہے یعنی بُعد، اور جُنبی کو جنبی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ تلاوت قرآن سے بعید ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۰۔ ۱۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر نے اس تعلیق کی کوئی قابل ذکر شرح نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۵)

يَبْطِشُ وَيَبْطُشُ۔ يَبْطِشُ کا معنی ہے يَبْطُشُ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا۔ (القصص: ۱۹) پھر جب موسیٰ نے اس شخص کو پکڑنا چاہا جو ان دونوں کا دشمن تھا۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ يَبْطِشُ اور يَبْطُشُ دو لغات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۰)

میں کہتا ہوں: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے مشترکہ دشمن کو پکڑنا چاہا تو اسرائیلی نے غلط فہمی سے یہ سمجھا کہ حضرت موسیٰ اس کو پکڑ رہے ہیں اس لیے اس نے کہا: آپ تو شہر میں جبّار بننا چاہتے ہیں، جبار کا معنی ہے: زور اور زبردستی کرنے والا، جس کو ہمارے عرف میں دادا گیر کہتے ہیں اور وہ اسرائیلی دراصل کافر تھا۔

يَأْتَمِرُونَ يَتَشَاوَرُونَ۔ يَأْتَمِرُونَ اس کا معنی ہے: يَتَشَاوَرُونَ یعنی وہ مشورہ کر رہے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يٰمُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النّٰصِحِينَ ○ (القصص: ۲۰) اور ایک مرد شہر کے آخری کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے موسیٰ! بے شک فرعون کے سردار آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں، سو آپ یہاں سے نکل جائیں بے شک میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں○

علامہ عینی نے لکھا ہے: امام بخاری نے يأتمرون کی تفسیر يَتَشَاوَرُونَ کی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ ایک

دوسرے کو حکم دے رہے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مشورہ دینے والے شخص کا نام حز قیل تھا اور وہ آل فرعون میں سے مومن تھا اور فرعون کے چچا کا بیٹا تھا اور اَلْمَلَا کا معنی ہے: جماعت۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ص ۱۵۰)

اَلْعُدْوَانُ وَالْعَدَاءُ وَالتَّعَدِّیْ وَاحِدٌ۔

اَلْعَدْوَان اور اَلْعَدَاء اور اَلتَّعَدِّیْ ان تینوں لفظوں کا معنی واحد ہے یعنی کسی پر زیادتی کرنا اور حد سے تجاوز کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ (القصص:۲۸)

موسیٰ نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے، میں نے ان دونوں میں سے جس مدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔

امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ان تینوں لفظوں کا معنی ایک ہے اور اَلتَّعَدِّیْ کا معنی ہے: حد سے تجاوز کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ص ۱۵۰)

آنَسَ أَبْصَرَ۔

آنَسَ: اس کا معنی ہے: اس نے دیکھ لیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ (القصص:۲۹)

پھر جب موسیٰ نے (اجارہ کی مدت) پوری کر دی اور اپنی اہلیہ کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے (پہاڑ) طور کی جانب ایک آگ دیکھی۔

امام بخاری نے آنَسَ کی تفسیر اَبْصَرَ کے ساتھ کی ہے یعنی انہوں نے دیکھ لیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ص ۱۵۰)

اَلْجِذْوَةُ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيْهَا لَهَبٌ وَالشِّهَابُ فِيْهِ لَهَبٌ۔

الجذوۃ اس کا معنی ہے: جلی ہوئی لکڑی کا موٹا ٹکڑا جس میں شعلہ نہ ہو یعنی انگارہ اور شہاب وہ ہوتا ہے جس میں شعلہ ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ (القصص:۲۹)

موسیٰ نے اپنی اہلیہ سے کہا: تم لوگ یہاں ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس کی کوئی خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارہ لاؤں جس سے تم ہاتھ تاپو○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس آیت میں الجذوۃ کا معنی آگ کا انگارہ ہے، اور مقاتل اور قتادہ نے کہا ہے کہ الجذوۃ اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کا ایک سرا جل گیا ہو اور تصطلون کا معنی ہے: تم اس سے حرارت حاصل کرو اور لکھا ہے کہ شہاب وہ لکڑی ہے جس کا ایک سرا جل گیا ہو۔ اس سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ (النمل:۷)

جب موسیٰ نے اپنی اہلیہ سے کہا: بے شک میں نے آگ دیکھی ہے، میں تمہارے پاس کوئی خبر لاتا ہوں یا کوئی سلگتا ہوا انگارہ تا کہ تم حرارت حاصل کرو○

امام بخاری نے شہاب کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس میں شعلہ ہوتا ہے، الجوہری نے کہا: شہاب بھڑکتی ہوئی آگ کا ایک شعلہ ہے اور

Marfat.com

انہوں نے کہا کہ ابولہب کی کنیت اس کے جمال کی وجہ سے تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۱-۱۵۰)

كَأَنَّهَا جَانٌّ وَفِي فِي آيَةٍ أُخْرَى كَأَنَّهَا حَيَّةٌ تَسْعَى وَالْحَيَّاتُ أَجْنَاسُ الْجَانُّ وَالْأَفَاعِي وَالْأَسَاوِدُ۔

کانہا جان اور دوسری آیت میں اس کے متعلق فرمایا: کانہا حَیَّۃٌ تَسْعٰی گویا کہ وہ دوڑتا ہوا سانپ ہے اور الحیات کی متعدد اقسام ہیں، الجان اور الافاعی اور الاساود۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۔ (القصص:۳۱)

اور یہ (بھی آواز آئی) کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں، پھر جب موسیٰ نے اس کو سانپ کی طرح لہراتے ہوئے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور واپس مڑ کر نہ دیکھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا: اور دوسری آیت میں مذکور ہے، وہ آیت یہ ہے:

فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝ (طٰہٰ:۲۰)

موسیٰ نے اس عصا کو ڈال دیا، اچانک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ تھا O

اور سورۃ الشعراء میں مذکور ہے:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ (الشعراء:۳۲)

پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ یکایک کھلم کھلا اژدہا بن گیا O

اور امام بخاری نے اس آیت کا ذکر نہیں کیا حالانکہ یہ بھی اس سے متعلق ہے اور حیات یعنی سانپوں کی مختلف قسمیں ہیں، قرآن مجید میں الحیہ، الجان اور الثعبان کا ذکر ہے اور الحیہ اسم جنس ہے، اس کا مذکر و مونث اور صغیر اور کبیر سب پر اطلاق ہوتا ہے اور الحیہ کا لفظ الجان اور الثعبان کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ کے خطاب کی رات میں وہ عصا سانپ بن گیا اور جب حضرت موسیٰ نے اس لاٹھی کو فرعون کے سامنے ڈالا تو وہ لہراتا ہوا سانپ بن گیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: وہ زرد رنگ کا سانپ تھا، پھر وہ پھول کر ثعبان یعنی اژدہا بن گیا اور یہ تمام سانپوں میں سب سے بڑے سائز کا ہے۔ اسی لیے دوسری آیت میں فرمایا: كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ اور یہ سب سے چھوٹا سانپ ہے اور دوسری آیت میں ثعبان فرمایا اور یہ سب سے بڑا سانپ ہے تو اس لاٹھی کی ابتدائی حالت الجان تھی یعنی چھوٹا سانپ اور اس کی انتہائی حالت ثعبان تھی یعنی سب سے بڑا سانپ اور الجان بہت تیزی سے دوڑتا ہے اس لیے فرمایا:

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ ۔ (القصص:۳۱)

پھر جب موسیٰ نے اس کو سانپ کی طرح لہراتے ہوئے دیکھا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الحیات یعنی سانپوں کی چالیس (۴۰) قسمیں ہیں اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اَلْحَيَّةُ ثعبان کی صورت میں تبدیل ہو گیا یعنی چھوٹا سانپ بہت بڑا سانپ بن گیا اور یہ سانپ مذکر تھا اور بڑے بڑے پتھروں کو نگل جاتا تھا، امام بخاری نے لکھا ہے: اَلْاَفَاعِي یہ اَفْعٰی کی جمع ہے اور الافعی مذکر سانپ ہے اور امام بخاری نے لکھا ہے الاساود یہ اسود کی جمع ہے اور یہ سیاہ رنگ کا سانپ ہوتا ہے۔ الجوہری نے کہا ہے کہ یہ اسم جنس ہے اور یہ ہر سال اپنی کینچلی بدل لیتا ہے یعنی اپنی کھال تبدیل کر لیتا ہے اور اس کی مونث اَسْوِدَۃٌ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر نے اس تعلیق کی کوئی شرح نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۵)

رِدْءًا مُعِينًا۔

رِدْءًا اس کا معنی ہے مُعِیْن یعنی مددگار۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ٘ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ (القصص: ۳۴)

(موسیٰ نے عرض کیا:) اور میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ روانی سے بولنے والے ہیں تو ان کو میری مدد کے لیے رسول بنادے، وہ میری تصدیق کریں گے، کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے رِدْاً کی تفسیر مُعِین کے ساتھ کی ہے کیونکہ جب کوئی شخص کسی کی مدد کرے اور اس کی پشت مضبوط کرے تو کہا جاتا ہے: فلانٌ رِدْءٌ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۱)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِكَیْ یُصَدِّقُنِیْ وَقَالَ غَیْرُهُ سَنَشُدُّ سَنُعِیْنُكَ كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَیْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: لِكَیْ یُصَدِّقُنِیْ یعنی تاکہ وہ میری تصدیق کرے اور دوسروں نے کہا سَنَشُدُّ کا معنی ہے: سَنُعِیْنُكَ یعنی ہم عنقریب تمہاری مدد کریں گے۔ جب بھی تم کسی چیز کو غلبہ دو تو تم اس کے لیے بازو بن گئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ (القصص: ۳۵)

فرمایا: ہم عنقریب آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کریں گے اور ہم آپ دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے، سو وہ آپ دونوں تک نہیں پہنچ سکیں گے، ہماری نشانیوں کے سبب سے آپ دونوں اور آپ کے متبعین غالب رہیں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا ہے: ان کو میرا مددگار بنادے تاکہ وہ میری تصدیق کریں، کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ تصدیق سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ حضرت موسیٰ سے کہیں کہ آپ نے سچ کہا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کی تشریح کریں، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت میں کفار سے بحث کریں اور حضرت ابن عباس کے علاوہ دوسروں نے کہا: سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ کا معنی ہے: ہم عنقریب آپ کی مدد کریں گے اور آپ کو حضرت ہارون کی وجہ سے قوت دیں گے، اور بازو کو مضبوط کرنا تقویت دینے سے کنایہ ہوتا ہے اور كُلَّمَا عززت کا معنی بھی قوت دینا ہے، کہا جاتا ہے: عَزَّ فلانٌ اَخَاهُ فلاں نے اپنے بھائی کو قوت دی اور اسی سے ماخوذ ہے: فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ (یٰس: ۱۴) یعنی ہم نے تیسرے رسول سے ان کو قوی کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۲۔۱۵۱)

مَقْبُوْحِیْنَ مُهْلَكِیْنَ۔

مَقْبُوْحِیْنَ کا معنی ہے: مُهْلَكِیْنَ یعنی ہلاک ہونے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ (القصص: ۴۲)

اور ہم نے اس دنیا میں (بھی) ان کے پیچھے (اپنی) لعنت لگادی ہے، اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے المقبوحین کی تفسیر المهلکین کے ساتھ کی ہے، اسی طرح امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے اور دوسروں نے اس کی تفسیر کی ہے: اَلْمَلْعُوْنِیْنَ یعنی وہ اللہ کی رحمت سے دور کیے جائیں گے، اور ابن زید نے کہا: قَبَّحَ اللّٰهُ فُلَانًا تقبیحًا اس کا معنی ہے: اللہ نے اس کو ہر خیر سے دور کر دیا اور الکلبی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: ان کا منہ کالا کر دیا اور اس طرح

یہ اَلْمُقَبَّحِیْنَ کا معنی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۲)

وَصَّلْنَا بَیَّنَّاہُ وَاَتْمَمْنَاہُ۔ وَصَّلْنَا: اس کا معنی ہے بَیَّنَّاہُ وَاَتْمَمْنَاہُ یعنی ہم نے اس کے کلام کو بیان کیا اور اس کو مکمل کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (القصص:۵۱) اور ہم لگاتار اپنا کلام لوگوں کے لیے بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے وَصَّلْنَا کی تفسیر بَیَّنَّاہُ کے ساتھ کی ہے اور سدی سے بھی اسی طرح منقول ہے اور الفراء سے منقول ہے کہ ہم نے بعض کلام کو بعض دوسرے کلام کے ساتھ متصل بھیجا، اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے کفار مکہ کے لیے قرآن مجید میں گزشتہ امتوں کی خبریں بیان کیں کہ جب انہوں نے ہم کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو کیسا عذاب دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۲)

یُجْبٰی یُجْلَبُ۔ یُجْبٰی اس کا معنی ہے: یُجْلَبُ یعنی کھینچ کر لائے جاتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (القصص:۵۷) کیا ہم نے ان کو حرم میں آباد نہیں کیا جو امن والا ہے، اس کی طرف ہمارے دیئے ہوئے ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں لیکن ان کے اکثر (لوگ) نہیں جانتے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یُجْبٰی کی تفسیر یُجْلَبُ کے ساتھ کی ہے اور اِلَیْهِ کی ضمیر حرم کی طرف لوٹتی ہے، اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام ممالک سے ہر قسم کے پھل بہ طور رزق کے حرم کی طرف کھینچ کر لائے جاتے ہیں اور وہ ہماری طرف سے لائے جاتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۲)

بَطِرَتْ اَشِرَتْ۔ بَطِرَتْ کا معنی ہے: اَشِرَتْ یعنی اترانا، نازاں ہونا اور تکبر ہونا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ (القصص:۵۸) اور ہم نے بہت سی ان بستیوں کو ہلاک کر دیا جن کے رہنے والے اپنی خوش حالی پر اتراتے تھے، سو یہ ان کے مکان ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم سکونت کی گئی، اور (انجام کار) ہم ہی وارث ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے بطرت کی تفسیر اشرت کے ساتھ کی ہے یعنی انہوں نے سرکشی اور بغاوت کی، ابن فارس نے کہا: اَلْبَطَر کا معنی ہے: حد سے تجاوز کرنا، اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: نعمت کی ناشکری کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۲)

ہم نے لکھا ہے: اس آیت میں کفار کے اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں یہ خوف تھا کہ ہم ایمان لائیں تو ہم سے یہ نعمتیں زائل ہو جائیں گی، اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ ایمان لانے سے یہ نعمتیں زائل نہیں ہوتیں بلکہ ایمان نہ لانے سے نعمتیں زائل ہوتی ہیں۔ پچھلی امتوں کے جو لوگ ہماری دی ہوئی خوشحالی پر اتراتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے ان بستیوں میں سکونت نہ ہونے کی درج ذیل وجوہات ہیں:

Marfat.com

(۱) خالی مکانوں میں صرف مسافر یا راستے سے گزرنے والے ایک یا دو دن رہتے تھے۔
(۲) ان مکانوں میں رہنے والوں کے گناہوں کی نحوست ان مکانوں میں سرایت کر گئی تھی اس لیے ان مکانوں میں کوئی نہیں رہتا تھا۔
(۳) ہر چند کہ قریش مکہ بھی کفر اور شرک کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ یہ عنقریب ایمان لے آئیں گے اور اگر یہ خود ایمان نہ لائے تو ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایمان لے آئیں گے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۶۲۶)

فِیْ أُمِّهَا رَسُوْلًا أُمُّ الْقُرٰى مَكَّةُ وَمَا حَوْلَهَا

فِیْ أُمِّهَا رَسُوْلًا: امها سے مراد اُمُّ القُریٰ یعنی مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد کی بستیاں ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ أُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (القصص:۵۹)

اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ ان کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتوں کو تلاوت کرتا ہو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ ذکر کیا ہے کہ ام القریٰ سے مراد مکہ اور اس کے ارد گرد کی بستیاں ہیں، اس کو ام القری اس لیے فرمایا ہے کہ زمین مکہ کے نیچے سے پھیلادی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۲)

تُكِنُّ تُخْفِیْ أَكْنَنْتُ الشَّيْءَ أَخْفَيْتُهٗ وَكَنَنْتُهٗ أَخْفَيْتُهٗ وَأَظْهَرْتُهٗ۔

تُكِنُّ اس کا معنی ہے: تُخْفِیْ یعنی وہ چھپاتے ہیں: أَكْنَنْتُ الشَّيْءَ کا معنی ہے: میں نے اس چیز کو چھپایا اور كَنَنْتُهٗ کا معنی ہے: میں نے اس کو چھپایا اور اس کو ظاہر کیا، یہ لغت اضداد میں سے ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ (القصص:۶۹)

اور آپ کا رب ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو وہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں اور جن چیزوں کو وہ ظاہر کرتے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تُكِنُّ کی تفسیر تُخْفِیْ کے ساتھ کی ہے، جب کوئی شخص کسی چیز کو چھپالے تو وہ کہتا ہے: أَكْنَنْتُ الشَّيْءَ اور كَنَنْتُهٗ جو ثلاثی مجرد سے ہے، یہ لغت اضداد سے ہے، اس کا معنی ہے: میں نے چھپایا اور میں نے ظاہر کر دیا، سو یہ لغت اضداد سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۳۔۱۵۲)

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ مِثْلُ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ۔ (الروم:۳۷) يُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ۔

ویکان اللہ یہ اس آیت کی مثل ہے: کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے (رزق) تنگ کر دیتا ہے۔

یعنی جس کے لیے اللہ چاہتا ہے رزق میں وسعت کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں کمی کر دیتا ہے۔

ویکان کی لفظی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَأَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْأَمْسِ يَقُوْلُوْنَ

اور کل تک جو لوگ اس کے مقام تک پہنچنے کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے

Marfat.com

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ ۚ (القصص:۸۲)

لگے: افسوس ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے (رزق) تنگ کر دیتا ہے۔

امام بخاری نے وی کان اللہ کی تفسیر الم تر الایہ کی مثل کی ہے، اسی طرح امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے۔ الزمخشری نے کہا ہے کہ لفظ وی، کان سے منفصل ہے اور یہ خطاء پر تنبیہ کرنے کا کلمہ ہے اور یہی خلیل اور سیبویہ کا مذہب ہے اور کوفیوں کے نزدیک ویک، ویلک کے معنی میں ہے اور اس کا معنی یہ ہے: کیا آپ نہیں جانتے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کاف خطاب کا ہو اور وی کے ساتھ ملا ہوا ہو اور یہ لانہ (اس لیے کہ) کے معنی میں ہو یعنی اس وجہ سے یہ بات کہی گئی ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس تعلیق کی کوئی خاص شرح نہیں کی۔ (فتح الباری، ج ۵، ص ۷۶۶)

۲۔ بَابٌ: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ۔ (القصص:۸۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے۔ (القصص:۸۵) کی تفسیر

علامہ عینی نے لکھا ہے، پوری آیت اس طرح سے ہے:

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ۔ (القصص:۸۵)

بے شک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ (مکہ مکرمہ) ضرور واپس لائے گا۔

علامہ ثعلبی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: جس ذات نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے اور عطا بن ابی رباح نے اس کی تفسیر میں کہا ہے جس نے آپ پر قرآن کے عمل کو فرض کیا ہے۔

۴۷۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا یَعْلٰی حَدَّثَنَا سُفْیَانُ الْعُصْفُرِیُّ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَرَادُّكَ اِلٰی مَعَادٍ قَالَ اِلٰی مَکَّةَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان العصفری نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے لرادك الی معاد (آپ کو لوٹنے کی جگہ ضرور واپس لائے گا) کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

مجاہد سے بھی حضرت ابن عباس سے روایت ہے اور القعنبی نے کہا ہے کہ کسی مرد کا معاد اس کا شہر ہے کیونکہ وہ وہاں جا کر دوبارہ لوٹ کر آتا ہے اور حضرت ابوسعید خدری نے کہا کہ اس سے مراد موت ہے اور الزہری نے کہا: اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور ابو صالح نے کہا: اس سے مراد جنت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۳)

الحمد للہ علی احسانہ، سورۃ القصص کی جو تفسیر امام بخاری نے کی ہے وہ مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ العنکبوت کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۲۹۔ تَفۡسِيۡرُ سُوۡرَةِ الۡعَنۡكَبُوۡتِ

سورۃ العنکبوت کی تفسیر

سورۃ العنکبوت کا تعارف

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: یہ سورۃ العنکبوت کی بعض آیات کی تفسیر ہے۔ یہ سورت مکی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس میں سترہ (۱۷) آیات میں اختلاف ہے، پھر انہوں نے ان آیات کا ذکر کیا، اور مقاتل نے کہا: الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ (العنکبوت: ۲۔۱) یہ آیت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت مِھجع بن عبداللہ کے متعلق نازل ہوئی جو مسلمانوں کی جانب سے غزوۂ بدر میں سب سے پہلے قتل کیے گئے تھے۔ ابن الحضرمی نے ان پر ایک تیر مار کر ان کو قتل کر دیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے شہداء میں سے ان کو سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائے گا، اور علامہ سخاوی نے کہا کہ یہ سورت الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۙ (الروم: ۲۔۱) کے بعد نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت المطففین سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس میں انہتر (۶۹) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۴۔ ۱۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

قَالَ مُجَاهِدٌ وَكَانُوۡا مُسۡتَبۡصِرِيۡنَ ضَلَلَةً۔

مجاہد نے کہا: وَ كَانُوۡا مُسۡتَبۡصِرِيۡنَ: اس سے مراد ہے: وہ گمراہ لوگ تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَعَادًا وَّثَمُوۡدَا۟ وَقَدۡ تَّبَيَّنَ لَكُمۡ مِّنۡ مَّسٰكِنِهِمۡ ۟ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ فَصَدَّهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ وَ كَانُوۡا مُسۡتَبۡصِرِيۡنَ ۙ (العنکبوت: ۳۸)

اور قوم عاد اور قوم ثمود کو ہلاک کیا اور (اے مکہ والو!) تم پر (سفر میں) ان کی بستیاں ظاہر ہو چکی ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوبصورت بنا دیا تھا، سو اس نے ان کو صراط مستقیم پر چلنے سے روک دیا حالانکہ وہ سمجھدار لوگ تھے O

علامہ عینی نے لکھا ہے: حضرت مجاہد نے کہا: ضَلَلَةٌ یہ ضَال کی جمع ہے یعنی گمراہ لوگ اور اس پر اعتراض ہے اور صحیح لفظ ضَلَالَةٌ ہے، کتب تفسیر میں اس کا معنی یہ کیا گیا ہے: وہ لوگ گمراہی کو سمجھنے والے تھے اور قتادہ سے منقول ہے کہ وہ اپنی گمراہی پر بصیرت رکھتے تھے اور اس سے خوش ہوتے تھے، اور الفراء سے منقول ہے کہ وہ عقلاء اور اصحاب بصیرت تھے اور ضحاک، کلبی اور مقاتل سے منقول ہے کہ انہوں نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ حق اور ہدایت پر ہیں اور مسلمان باطل پر ہیں اور گمراہی میں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۴)

اور ہم نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے: عاد قوم کی بستی حضر موت (یمن) کے قریب ہے اور ثمود کی بستی حجر ہے اور اس کو آج کل مدائن صالح کہتے ہیں، یہ علاقہ حجاز کے شمال میں ہے، عربوں کے لیے ان کی بستیاں انجان نہیں تھیں اور اے اہل مکہ! تم نے اپنے سفر کے دوران قوم عاد کے گھروں کے کھنڈرات اور قوم ثمود کے ویران مکانوں کے آثار دیکھے ہوں گے، شیطان نے ان کے کفر اور دیگر ناجائز کاموں کو ان کی آنکھوں میں خوبصورت اور خوش نما بنا دیا تھا اور ان کو سیدھے راستے سے ہٹا دیا تھا جس پر چلنا ان پر واجب تھا اور یہ وہ

Marfat.com

صراط مستقیم ہے جس کی انبیاء علیہم السلام دعوت دیتے ہیں کہ وہ اللہ کو ایک مانیں اور صرف اس کی اطاعت اور عبادت کریں حالانکہ وہ لوگ سمجھ دار تھے، ان میں عقل تھی، غور و فکر کرنے اور نظر اور استدلال کرنے کی صلاحیت تھی، لیکن شیطان کی پیروی کرنے کی وجہ سے انہوں نے اپنی بصیرت اور دیگر صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ (انوار تبیان القرآن ص ۶۳۹ ،فرید بک اسٹال لاہور، ۱۴۳۱ھ)

وَقَالَ غَيْرُهُ الْحَيَوَانُ وَالْحَيُّ وَاحِدٌ

اور مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا: اَلْحَيَوَانُ اور اَلْحَيّ دونوں کا معنی ایک ہے یعنی زندگی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (العنکبوت: ۶۴)

اور دنیا کی یہ زندگی صرف کھیل اور تماشا ہے اور بے شک آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے اگر وہ جانتے ہوتے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ الحیوان اور اَلْحَيّ دونوں ایک ہیں یعنی دار آخرت ہی حیات ہے اور وہی زندہ لوگوں کی جگہ ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ لَهِيَ الْحَيَوَان کا معنی ہے: جو گھر باقی ہے اور جس کو زوال نہیں ہے اور جس میں موت نہیں ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس گھر میں صرف ایک زندگی ہے جو ہمیشہ رہے گی اور اس میں موت نہیں آئے گی گویا وہ اپنی ذات میں نفس زندگی ہے اور الحیوان کا لفظ حَیّ کا مصدر ہے اور لفظ الحیوان کو حیات پر اس لیے اختیار کیا ہے کہ اس میں حروف زیادہ ہیں اور حروف کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے اور الحیات کا معنی حرکت ہے جیسا کہ موت کا معنی سکون ہے، اسی لیے لفظ حیوان کو اختیار کیا ہے جو مبالغہ کا مقتضی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۴)

ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: دنیا کی زندگی کو کھیل اور تماشا کے ساتھ دو وجہ سے تشبیہ دی گئی ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ کھیل اور تماشا جلد ختم ہو جاتا ہے اور دائمی نہیں ہوتا، اسی طرح دنیا کی زیب و زینت اور اس کی باطل خواہشیں بھی جلد ختم ہو جاتی ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ کھیل اور تماشا میں مشغول ہونا بچوں اور کم عقلوں کا کام ہے نہ کہ عقل والوں کا، اسی وجہ سے عقل والے دنیا کی رنگینیوں اور دلچسپیوں سے دور رہتے ہیں۔ (انوار تبیان القرآن ص ۶۴۴ فرید بک اسٹال لاہور ۱۴۳۱ھ)

اللہ تعالیٰ کے علم پر حادث ہونے کے اشکال کا جواب

فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ عَلِمَ اللهُ ذٰلِكَ إِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ فَلِيَمِيزَ اللهُ كَقَوْلِهِ لِيَمِيزَ اللهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ (سو اللہ ان لوگوں کو ضرور ظاہر کر دے گا) اللہ کو اس کا علم ہے اور یہ اس مرتبہ میں ہے جیسے اللہ ان کو ضرور ممتاز کر دے گا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد لِيَمِيزَ اللهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (الانفال: ۳۷) یعنی تاکہ اللہ خبیث کو طیب سے الگ کر دے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝ (العنکبوت: ۱۱)

اور اللہ ایمان والوں کو ضرور ظاہر فرما دے گا اور منافقوں کو بھی ضرور ظاہر فرما دے گا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: فریقین کا حال اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظاہر ہے جو جزا اور سزا کا مالک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (العنکبوت: ۳)

سو اللہ ان لوگوں کو ضرور ظاہر کر دے گا جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو بھی ضرور ظاہر کر دے گا جو جھوٹے ہیں ۝

Marfat.com

فلیمیز اللہ کا معنی ہے: اللہ کو پہلے سے اس کا علم ہے کیونکہ اس نے دونوں جماعتوں کے درمیان تفریق کر دی جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔ (الانفال: ۳۷) تا کہ اللہ خبیث کو طیب سے الگ کر دے۔

یعنی کافر کو مومن سے الگ کر دے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۱۵۵۔۱۴۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اور ابوعبیدہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ضرور ممتاز کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس کا پہلے سے علم ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۷۶۷)

اور ہم نے لکھا ہے: اس آیت کا لفظی ترجمہ ہے: سو اللہ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو (بھی) ضرور جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔ (العنکبوت: ۳) اس آیت سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مستقبل میں ہونے والے کسی کام کا پہلے علم نہیں ہوتا بلکہ اس کام کے واقع ہو جانے کے بعد اس کا علم ہوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کا امتحان لینے سے پہلے ان کا علم ہوتا ہے، اس کا علم قدیم اور مکمل ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کر دے گا حتیٰ کہ اس کا معلوم ہونا موجود اور محقق ہو جائے، الاخفش نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ممتاز اور ممیز کر دے گا۔ (الکشف والبیان ج ۷ ص ۲۷۰)

(انوار تبیان القرآن ص ۶۳۳ فرید بک اسٹال لاہور ۱۴۳۳ھ)

نیز اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ (الطلاق: ۱۲) بے شک اللہ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے O

تمام چیزیں اول سے آخر تک خواہ وہ حقیر ہوں یا عظیم ہوں، قلیل ہوں یا کثیر ہوں سب اللہ کے سامنے حاضر ہیں، اس کو ان سب کا علم ایک ساتھ ہے اور اس کے علم میں تقدم اور تاخر ہرگز نہیں ہے مگر وہ معلومات ایک دوسرے کی بہ نسبت مقدم و مؤخر اعتبار کی جاتی ہیں، سو اللہ تعالیٰ کے علم کے لحاظ سے تو تمام چیزیں شے واحد کے مرتبہ میں موجود ہیں، اس لیے وہاں ماضی، حال اور مستقبل کو نکالنا بالکل غلط ہوگا بلکہ باہمی تقدم و تاخر کی وجہ سے یہ تینوں زمانے یقیناً الگ الگ نکلیں گے، سو اللہ تعالیٰ حسب موقع و حسب حکمت اپنے معلوم ہونے کے لحاظ سے کلام فرماتا ہے اور کبھی ان چیزوں کے تقدم و تاخر کا لحاظ ہوتا ہے، اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا۔ (الاعراف: ۴۴) اور اہل جنت نے دوزخیوں سے پکار کر کہا کہ بے شک ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اس کو ہم نے سچا پایا۔

حالانکہ یہ واقعہ ابھی نہیں ہوا بلکہ قیامت کے بعد واقع ہوگا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ۔ (البقرہ: ۵۰) اور ہم نے آل فرعون (فرعون اور اس کے متبعین) کو غرق کر دیا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو ازلی اور قدیم ہے اور ازل میں نہ تو فرعون تھا اور نہ ہی اس کے غرق کرنے کا واقعہ ہوا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تمام چیزیں حاضر اور پیش نظر ہیں اور وہاں ماضی اور مستقبل کا کوئی لحاظ نہیں ہے، البتہ ان کی تعبیرات اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے کی جائیں گی۔

اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ اَوْزَارًا مَّعَ اَوْزَارِهِمْ۔ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ اس کا معنی ہے: اَوْزَارًا مَّعَ اَوْزَارِهِمْ یعنی ان کے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ دوسرے کفار کے گناہوں کا بوجھ ہوگا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۲ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ اٹھائیں گے O (العنکبوت: ۱۳)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اثقال کی تفسیر ''اوزار'' کی ہے، اسی طرح امام ابوعبیدہ نے تفسیر کی ہے: یعنی اس سبب سے کہ انہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا، پس ان کے اوپر قیامت کے دن ان کے مکمل گناہ لاد دیئے جائیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: جس نے کسی قوم کو گمراہی کی دعوت دی تو اس کے اوپر اس کے گناہوں کے بوجھ کے مثل ڈالی جائے گی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۷۷)

یعنی اس کے اوپر اس کے گناہوں کا بوجھ بھی ڈالا جائے گا اور جن کو اس نے گمراہ کیا ان کے گناہوں کا بوجھ بھی اس پر ڈالا جائے گا کیونکہ وہ ان کی گمراہی کا سبب بنا، اور اس کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

حدیث میں ہے: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا تو آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کے اوپر اس کے گناہ کا ایک حصہ ڈالا جائے گا (کیونکہ قابیل نے بعد کے لوگوں کو گناہ کا طریقہ بتایا)

(صحیح البخاری: ۶۸۶۷، ۳۳۳۵، صحیح مسلم: ۱۶۷۷، سنن ترمذی: ۲۶۷۳، سنن نسائی: ۳۹۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۶)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سورۃ العنکبوت کی تفسیر مکمل ہوگئی، اب اس کے بعد ان شاء اللہ سورۃ الروم کی تفسیر شروع کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۳۰۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الرُّوْمِ

سورۃ الروم کی تفسیر

سورۃ الروم کا تعارف

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ سورۃ الروم کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور اس کی دو آیتوں میں اختلاف ہے: ایک یہ ہے: وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ۔ (لقمان: ۲۷) السدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی اور دوسری آیت یہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (لقمان: ۳۴) اور علامہ سخاوی نے کہا: یہ سورت اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○ (الانشقاق: ۱) کے بعد اور العنکبوت سے پہلے نازل ہوئی۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ بدر کا دن تھا تو رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے، سو اس سے مومنین بہت خوش ہوئے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی: الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ (الروم: ۲۔۱) پس مومنین ایرانیوں پر روم کے غلبہ سے خوش ہوئے کیونکہ رومی عیسائی اور اہل کتاب تھے جو اللہ کو اور نبی کو اور کتاب کو مانتے تھے اور ایرانی ان میں سے کسی چیز کو نہیں مانتے تھے، اس سورت میں ساٹھ (۶۰) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۵)

میں کہتا ہوں: یہ پوری آیت اس طرح ہے:

الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ○ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۗ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○ (الروم: ۱۔۵)

الف، لام، میم ○ رومی (ایرانیوں سے) مغلوب ہو گئے ○ قریب کی سرزمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب دوبارہ غالب ہوں گے ○ چند سالوں میں، پہلے (بھی) اور بعد (بھی) حکم اللہ ہی کو زیبا ہے اور اس دن مومنین خوش ہوں گے ○ اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے، اور وہ بہت غالب ہے بے حد رحم فرمانے والا ○

ہم نے لکھا ہے: حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ (الروم: ۱۔۲) الف، لام، میم ○ روم (ایرانیوں سے) مغلوب ہو گئے ○

تو مشرکین نے حضرت ابوبکر سے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے نبی نے کیا کہا ہے، وہ کہتے ہیں کہ رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: میرے نبی نے سچ فرمایا ہے، مشرکین نے کہا: کیا تم اس پر شرط لگاؤ گے، پھر حضرت ابوبکر نے ایک شرط مقرر کی اور رومیوں کے غلبہ سے وہ مدت پوری ہو گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ رنجیدہ ہوئے اور حضرت ابوبکر سے پوچھا: تمہیں اس شرط پر کس نے برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق نے، آپ نے فرمایا: ان سے پھر بات کرو اور شرط اور مدت دونوں میں اضافہ کر دو، حضرت ابوبکر نے مشرکین سے بات کی اور دوبارہ شرط لگائی، ابھی وہ مدت

پوری نہیں ہوئی تھی کہ رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے اور انہوں نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے، حضرت ابوبکر اپنی جیت کی اونٹنیاں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے فرمایا: ان اونٹنیوں کو صدقہ کر دو یہ حرام ہیں، تو حضرت ابوبکر نے ان کو صدقہ کر دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۷۴۵۸)

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ جب مسلمان حدیبیہ سے چھ (۶) ہجری میں لوٹے تو رومی ایرانیوں پر غالب آ چکے تھے۔
(انوار تبیان القرآن ص ۶۴۵ فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

۱۔ بَابٌ: فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ اللّٰهِ۔ (الروم: ۳۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔ (الروم: ۳۹) کی تفسیر

مَنْ أَعْطَى عَطِيَّةً يَبْتَغِي أَفْضَلَ مِنْهُ فَلَا أَجْرَ لَهُ فِيهَا قَالَ مُجَاهِدٌ يُحْبَرُونَ يُنَعَّمُونَ۔

جس نے کسی کو کچھ عطا کیا تا کہ وہ اس کے بدلے میں اس سے زیادہ طلب کرے تو اس کو اس عطا میں کوئی اجر نہیں ملے گا۔ مجاہد نے کہا: یُحْبَرُوْنَ کا معنی ہے: یُنَعَّمُوْنَ یعنی وہ نعمتوں میں ہوں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ ۞ (الروم: ۱۵)

اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری ملاقات اور ہماری آیات کی تکذیب کی، تو ان سب کو عذاب میں پیش کیا جائے گا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یُحْبَرُوْنَ کی تفسیر ینعمون کی ہے یعنی وہ نعمتوں میں ہوں گے اور اس تعلیق کی حنظلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے یعنی ان کی تکریم کی جائے گی، اور ایک قول ہے کہ وہ جنت میں سماع کریں گے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۵)

ہم نے لکھا ہے: الروضہ کا معنی جنت ہے یعنی باغ اور اس کی جمع ریاض ہے یعنی جنان، بعض علماء نے کہا: جو باغ اونچی جگہ میں ہو اس کو الروضہ کہتے ہیں اور بعض علماء نے کہا: جو باغ پست زمین پر بنا ہو اس کو الروضہ کہتے ہیں۔ ضحاک نے کہا: یُحْبَرُوْنَ کا معنی ہے: ان کی تعظیم اور تکریم کی جائے گی۔ (انوار تبیان القرآن ص ۷۶۴، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ أَعْطَى عَطِيَّةً يَبْتَغِي أَفْضَلَ مِنْهُ فَلَا أَجْرَ لَهُ فِيهَا۔

فلا یربوا عند اللہ: اس کا معنی ہے: جس نے کسی شخص کو کوئی عطیہ دیا تا کہ اس دیئے ہوئے سے کچھ زیادہ طلب کرے تو اس کو اس دیئے ہوئے عطیہ سے کوئی اجر نہیں ملے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا۠ فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ (الروم: ۳۹)

اور تم جو مال سود لینے کے لیے دیتے ہو تا کہ وہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھتا رہے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے، پس سعید بن جبیر اور مجاہد اور طاؤس اور قتادہ اور ضحاک نے کہا: اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی شخص کو عطیہ اور ہدیہ دے تا کہ وہ اس دیئے ہوئے سے زیادہ لے تو یہ ربا (سود) ہے جو حرام ہے اور عام لوگوں کا حکم ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ حرام ہے کہ آپ کسی کو کوئی ہدیہ زیادہ لینے کے لیے دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۞ (المدثر: ۶)

اور زیادہ لینے کے لیے کسی پر احسان نہ کیجئے O

Marfat.com

الشعبی نے کہا ہے: اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی کے ساتھ دوستی گانٹھتا ہے اور اس کا سامان اٹھاتا ہے اور اس کے ساتھ سفر کرتا ہے، پس اس کو اس کے مال کا نفع دیا جاتا ہے تا کہ وہ اس کا بدلہ دے اور وہ اس کو صرف اس سے مدد طلب کرنے کے لیے لیتا ہے اور اس سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کرتا، اور ابراہیم نخعی نے کہا: یہ زمانہ جاہلیت میں تھا، ایک مرد اپنے قرابت دار کو مال دیتا تا کہ اس سے زیادہ مال لے۔ امام بخاری نے کہا: اس عطیہ سے اس کو نہ کوئی اجر ملے گا اور نہ کوئی گناہ ہوگا یعنی یہ مباح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۶۔۱۵۵)

اور ہم نے لکھا ہے: اس آیت میں سود سے مراد وہ ہدیہ ہے جس میں ہدیہ دینے والا اس سے افضل چیز کا طالب ہو، یہ حقیقتاً سود نہیں ہے لیکن صورتاً سود کے مشابہ ہے، اس لیے اس کو سود فرمایا ہے اور یہ جائز ہے، اس میں ثواب ہے نہ گناہ اور اس کو ہمارے عرف میں نیوتا کہتے ہیں۔ (انوار تبیان القرآن ص ۶۵۲۔۶۵۱، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

يَمْهَدُونَ يُسَوُّونَ الْمَضَاجِعَ۔ يَمْهَدُونَ: اس کا معنی ہے: يُسَوُّونَ الْمَضَاجِعَ یعنی وہ اپنا بستر ہموار اور برابر کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ (الروم: ۴۴)

اور جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا اور جن لوگوں نے نیک کام کیے تو وہ اپنے ہی لیے (جنت کو) تیار کر رہے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے يَمْهَدُونَ کی تفسیر کی ہے: وہ اپنے بستروں کو برابر کرتے ہیں، مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: وہ اپنی قبروں میں ٹھہرنے کی جگہوں کو یا جنت میں اپنے ٹھہرنے کی جگہوں کو تیار کر رہے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ہم نے لکھا ہے: مَهد کا معنی ہے بستر، مسکن اور قرار کی جگہ، مَهْدُ الصَّبِيِّ بچے کے پالنے کو کہتے ہیں، تمہید الامور کا معنی ہے: چیزوں کو ہموار کرنا اور ان کی اصلاح کرنا اور تَمَهَّدَ کا معنی ہے: جگہ حاصل کرنا۔ (انوار تبیان القرآن ص ۶۵۲، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

الْوَدْقُ الْمَطَرُ۔ الْوَدْق: کا معنی ہے: المطر یعنی بارش۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۚ ۔ (الروم: ۴۸)

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادل کو اٹھاتی ہیں تو وہ اس بادل کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے، اور وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان سے پانی نکلتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الْوَدْق کی تفسیر المطر کے ساتھ کی ہے، اسی طرح مجاہد نے اس کی تفسیر کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: الفریابی نے اس تعلیق کی از ابی نجیح روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۶۸)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَلْ لَكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فِي الْآلِهَةِ وَفِيهِ تَخَافُونَهُمْ أَنْ يَرِثُوكُمْ كَمَا يَرِثُ بَعْضُكُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت کریمہ هَلْ لَكُمْ مِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (الروم: ۲۸) یہ کفار کے باطل معبودوں کے

بَعْضًا۔ لیے مثال بیان فرمائی، اور اس آیت میں ہے کہ تمہیں ان سے یہ خوف ہوتا ہے کہ وہ تمہارے وارث ہوں گے جیسے تم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (الروم: ۲۸)

اللہ نے تمہارے لیے تم میں سے ہی ایک مثال بیان فرمائی، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی تمہارا اس رزق میں شریک ہے جو ہم نے تم کو دیا ہے، کہ تم اور وہ (غلام) اس (رزق) میں برابر ہوں، تم کو ان سے اس طرح خوف ہو جس طرح تم کو اپنے ہم مثلوں سے خوف ہے، ہم عقل والوں کے لیے اسی طرح تفصیل سے آیات بیان فرماتے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس نے فرمایا: فِي الْاٰلِهَةِ یہ آیت (باطل) معبودوں کے متعلق ہوئی ہے اور فرمایا: وفیہ یعنی اللہ کے حق میں اور یہ بہ طور مثال ہے یعنی کیا تم اپنے لیے اس پر راضی ہو کہ تمہارے بعض غلام تمہارے اس رزق میں شریک ہو جائیں جو ہم نے تم کو دیا ہے اور تم اور وہ اس رزق میں برابر ہوں اور تمہارے درمیان اور تمہارے غلاموں کے درمیان کوئی فرق نہ ہو اور تمہیں یہ خوف ہو کہ ان میں سے بعض تمہارے بعضوں کے وارث ہو جائیں یا وہ تمہارے بغیر خود مستقل تصرف کریں جیسا کہ بعض آزاد دوسروں سے خوف کرتے ہیں، پس جب تم اس بات کو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو تو تم اللہ کے لیے اس بات پر کیسے راضی ہو کہ تم اللہ کے بعض بندوں کو اس کا شریک قرار دو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: یہ مثال اللہ عزوجل اور بتوں کے لیے بیان کی گئی ہے، پس اللہ مالک ہے اور بت مملوک ہیں اور مملوک مالک کے برابر نہیں ہوتا، اور ابو مجلز نے بیان کیا ہے کہ تمہارا مملوک تمہارے مال کو تقسیم نہیں کر سکتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ اللہ نے اس مثال کو اس شخص کے لیے بیان کیا ہے جو اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو اس کے برابر قرار دے، فرماتا ہے: کیا تم میں سے کسی شخص کا مملوک اس کے بستر یا اس کی بیوی میں شریک ہوتا ہے اور اسی طرح سے اللہ اس سے راضی نہیں ہوتا کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کے برابر ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۸۷)

ہم نے لکھا ہے: اس مثال کا معنی یہ ہے: کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ جو شخص اس کا نوکر اور غلام ہو وہ اس کے مال اور کاروبار میں اس کا شریک بن جائے تو تم اس کو ناپسند کرتے ہو کہ تمہارے نوکروں اور غلاموں کو تمہارے اموال میں شریک کیا جائے، تو تم اللہ کے مملوک اور اس کی مخلوق کو اللہ کا شریک کیوں کہتے ہو اور جو چیز تمہیں اپنے لیے ناپسند ہے اس کو اللہ کے لیے کیوں پسند کرتے ہو، پھر فرمایا: تم کو ان سے اس طرح خوف ہو جس طرح تم کو اپنے ہم مثلوں سے خوف ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ کیا تم اپنے غلاموں اور نوکروں سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح تم آزاد لوگ ایک دوسرے سے ڈرتے ہو یعنی جس طرح تم مشترکہ کاروبار یا مشترکہ املاک میں تصرف کرتے ہوئے ڈرتے ہوئے ہو کہ دوسرے شرکاء تم سے باز پرس کریں گے کہ تم نے ان کو بتائے بغیر کیوں تصرف کیا، کیا تم اپنے نوکروں اور غلاموں سے بھی اسی طرح ڈرتے ہو یعنی نہیں ڈرتے کیونکہ جب تم نے اپنے نوکروں اور غلاموں کو اپنے کاروبار میں اور املاک میں شریک بنایا ہی نہیں تو پھر ان سے ڈرنے کا کیا سبب ہے؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ

Marfat.com

ظالموں نے بغیر علم کے اپنی خواہشات کی پیروی کی یعنی کفار جو بت پرستی کرتے ہیں اور بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں یہ کسی دلیل کی بنا پر نہیں ہے بلکہ کفار اپنی خواہش سے ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اور اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید میں ان کی پرستش کرتے ہیں۔ (انوار تبیان القرآن ص ۶۵۰، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

یَصَّدَّعُونَ یَتَفَرَّقُونَ فَاصْدَعْ۔ یَصَّدَّعُونَ: اس کا معنی ہے: وہ متفرق ہو جائیں گے اور فَاصْدَعْ کا معنی ہے: پس ان سے الگ ہو جائیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ۞ (الروم: ۴۳) سو آپ اپنا رخ دین مستقیم ہی کی طرف رکھیں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جو اللہ کی طرف سے ٹالا نہیں جائے گا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یَصَّدَّعُونَ کی تفسیر یتفرقون کے ساتھ کی ہے یعنی سب لوگ متفرق ہو جائیں گے، اسی طرح امام ابوعبیدہ نے تفسیر کی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت درج ذیل آیت کے معنی میں ہے:

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۞ (الزلزال: ۶) اس دن لوگ مختلف احوال میں لوٹیں گے تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھائیں جائیں O

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ ان کے درجات کا فرق ہے، کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ وہ مختلف فرقوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک فریق جنت میں چلا جائے گا اور ایک فریق دوزخ میں چلا جائے گا اور یصّدعون کا لفظ یَتَصَدَّعُوْنَ تھا، تا کو صاد سے بدل کر صاد کا صاد میں ادغام کر دیا گیا تو یَصَّدَّعُوْنَ ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۶)

نیز امام بخاری نے کہا: فَاصْدَعْ، اس میں اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۞ (الحجر: ۹۴) آپ اس کا برملا اعلان کر دیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور مشرکین سے اعراض کیجئے O

یعنی آپ مشرکین سے الگ ہو جائیں اور اپنے طریقہ پر چلتے رہیں، یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے اور اَلصَّدْعُ کا اصل معنی ہے: کسی چیز کو شق کرنا اور پھاڑنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اَلصَّدْعُ کا لفظ کسی سخت چیز کے توڑنے کے معنی میں ہے مثلاً لوہا یعنی تم کہو کہ میں نے کسی چیز کو توڑا تو وہ ٹوٹ گئی اور صداع الراس بھی اسی سے ماخوذ ہے یعنی جب سر میں شدید درد ہو تو آدمی کو یہ وہم ہوتا ہے کہ اس کا سر پھٹ جائے گا اور فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کا معنی یہ ہے کہ آپ اللہ عزوجل کی توحید کی طرف دعوت دے کر لوگوں سے متفرق ہو جائیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۷۸)

وَقَالَ غَيْرُهُ ضُعْفٌ وَضَعْفٌ لُغَتَانِ۔ اور دوسروں نے کہا: ضُعْفٌ اور ضَعْفٌ دو لغتیں ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۞ (الروم: ۵۴) اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد قوت پیدا کی، پھر اس قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا طاری کیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور وہ بہت علم والا

ہے اور بے حد قدرت والا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دوسروں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ پہلا لفظ ضَعف ہے اور دوسرا لفظ ضُعف ہے اور جمہور نے دونوں لفظوں کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور عاصم اور حمزہ نے دونوں لفظوں کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور الخلیل نے کہا ضُعف کا معنی ہے: جسمانی کمزوری اور ضَعف کا معنی ہے عقل کی کمزوری۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس شرح پر کچھ اضافہ نہیں کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۸)

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کمزوری کی حالت میں پیدا کیا، اس سے انسان کی پیدائش کی حالت اور اس کے بچپن کی حالت مراد ہے کیونکہ اس وقت اس کا جسم اور بدن کمزور ہوتا ہے اور کمزوری کے بعد قوت دی، اس سے اس کی جوانی کی حالت مراد ہے، پھر بہ تدریج اس میں ضعف پیدا کیا، پھر وہ بڑھاپے میں داخل ہوجاتا ہے اور یہ قوت کے بعد کمزوری کی حالت ہے۔

(انوار تبیان القرآن ص ۶۵۴، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

مصنف کی جوانی کے بعد بڑھاپا اور اس سے نعمۃ الباری کا کام متاثر ہونا اور پھر اللہ کے فضل سے دوبارہ شروع ہونا

اب میری عمر چاند کے حساب سے چھہتر (۷۶) سال ہوچکی ہے اور انگریزی حساب سے دو ہزار گیارہ (۲۰۱۱ء) میں چوہتر (۷۴) سال ہوچکی ہے اور میرے بالوں میں کافی سفیدی آچکی ہے اور جسم نحیف اور لاغر ہوچکا ہے، گزشتہ دنوں میں میرے دماغ پر اثر ہوگیا تھا اور حافظہ کمزور ہوگیا تھا حتیٰ کہ چھبیس (۲۶) فروری دو ہزار گیارہ (۲۰۱۱ء) کو میں نے اپنے آپ کو نعمۃ الباری کے کام سے عاجز پایا، سو میں نے نعمۃ الباری کا کام اپنے عزیز فاضل علامہ مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہ وحبہ کے سپرد کردیا اور انہوں نے نہایت عمدگی اور بہت تفصیل اور تحقیق کے ساتھ سورۃ النور اور سورۃ الفرقان کی تفسیر لکھی، پھر میں نے امریکا سے دماغ کی تقویت کی دوائیں منگوائیں جن کے استعمال سے میں نے اپنے دماغ میں اتنی قوت محسوس کی کہ اب میں دوبارہ یہ کام کرسکتا ہوں، سو اٹھارہ مئی (۱۸) دو ہزار گیارہ کو میں نے یہ کام دوبارہ شروع کردیا اور یوں نعمۃ الباری کی دوبارہ نشاۃ ثانیہ ہوگئی اور اب تک یعنی چھ جون (۶) تک الحمد للہ رب العالمین میں سورۃ الشعراء، سورۃ النمل، سورۃ القصص اور سورۃ العنکبوت کی امام بخاری کی کی ہوئی تفسیر کی شرح لکھ چکا ہوں اور اب سورۃ الروم قریب الاختتام ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے دماغ کو طاقت دی ہے اسی طرح میرے جسم کو بھی طاقت اور توانائی عطا فرمائے اور مجھے شوگر کے موذی مرض سے نجات عطا فرمائے اور میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے نعمۃ الباری کی تکمیل کرلوں۔ آمین یارب العالمین۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ السُّوأَى الْإِسَاءَةُ جَزَاءُ الْمُسِيئِينَ۔ اور مجاہد نے کہا: اَلسُّوٓاٰی: اس کا معنی ہے: برائی، جو برے کام کرنے والوں کی سزا ہوگی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (الروم: ۱۰) پھر برے کام کرنے والوں کا برا انجام ہوا کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَلسُّوْٓاٰی کی تفسیر اِساءۃ کی ہے اور علامہ نسفی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ السوأی اَلْاَسْوَاء کی تانیث ہے اور اس کا معنی ہے: زیادہ برا کام جیسا کہ اَلْحُسْنٰی، اَلْاَحْسَن کی تانیث ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۷)

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یعنی کافروں کی سزا عذاب ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۸۷)

اور ہم نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے مراد قرآن مجید ہے یا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل اور آپ کے معجزات ہیں یا خود آپ کی ذات مقدسہ مراد ہے، کفار مکہ آپ کا مذاق اڑاتے تھے، آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور شرک کرتے تھے اور یہ سب سے برے کام ہیں، اسی وجہ سے وہ سب سے برے عذاب کے مستحق ہو گئے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۷۶۴، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

۴۷۷۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُحَدِّثُ فِي كِنْدَةَ فَقَالَ يَجِيءُ دُخَانٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ بِأَسْمَاعِ الْمُنَافِقِينَ وَأَبْصَارِهِمْ يَأْخُذُ الْمُؤْمِنَ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ فَفَزِعْنَا فَأَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَغَضِبَ فَجَلَسَ فَقَالَ مَنْ عَلِمَ فَلْيَقُلْ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ لَا أَعْلَمُ فَإِنَّ اللَّهَ قَالَ لِنَبِيِّهِ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ (ص:۸۶) وَإِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَئُوا عَنِ الْإِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ وَيَرَى الرَّجُلُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُنَا بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللَّهَ فَقَرَأَ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الدخان:۱۰) إِلَى قَوْلِهِ عَائِدُونَ أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمْ عَذَابُ الْآخِرَةِ إِذَا جَاءَ ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى يَوْمَ بَدْرٍ وَلِزَامًا يَوْمَ بَدْرٍ الم غُلِبَتِ الرُّومُ إِلَى سَيَغْلِبُونَ وَالرُّومُ قَدْ مَضَى۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی: وہ کہتے ہیں: ہمیں منصور اور الاعمش نے حدیث بیان کی از ابی الضحیٰ از مسروق، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ایک مرد کندہ میں حدیث بیان کر رہا تھا تو اس نے کہا: قیامت کے دن دھواں آئے گا تو وہ منافقین کی سماعت اور بصارت کو سلب کر لے گا اور مومنوں کی کیفیت زکام کی طرح ہو گی، پس ہم ڈر گئے، پس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، پس وہ غضب ناک ہو گئے تو انہوں نے کہا: جس کو علم ہو وہ کوئی بات کرے اور جس کو علم نہ ہو وہ کہے: اللہ ہی زیادہ جانتا ہے کیونکہ یہ بھی علم میں سے ہے کہ جس بات کا تمہیں علم نہ ہو تم کہو: میں نہیں جانتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ (ص:۸۶) آپ کہیے کہ میں تم سے اس پیغام کو پہنچانے پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں ○ بے شک قریش نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی، پس کہا: اے اللہ! میری مدد فرما اور ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کے قحط کی طرح قحط مسلط کر دے، پس ان کو ایک سال تک قحط نے پکڑ لیا حتیٰ کہ وہ اس میں ہلاک ہو گئے اور انہوں نے مردار اور ہڈیاں کھائیں، اور ایک مرد آسمان اور زمین کے درمیان دھوئیں کی طرح ایک چیز دیکھتا تھا، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابو سفیان آیا، پس کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ ہمیں لوگوں کو رشتہ داروں سے ملانے کا حکم دینے کے لیے آئے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے، سو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے تو آپ نے یہ آیت پڑھی: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي

Marfat.com

السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الدخان: ١٠) سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا ○ یہ آیت: عَآئِدُوْنَ تک پڑھیے، کیا پس ان سے آخرت کا عذاب کھول دیا جائے گا جب آ جائے، پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ جائیں گے، پس یہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا مصداق ہے: يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝ (الدخان: ١٦) جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں ○ (بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑنے سے مراد) بدر کا دن ہے اور لِزَامًا کی قید سے بھی مراد بدر کا ہی دن ہے۔ الف، لام، میم ○ رومی (ایرانیوں سے) مغلوب ہو گئے (یہ آیت یہاں تک ہے) وہ عنقریب دوبارہ غالب ہوں گے ○ اور سورۃ الروم کی پیش گوئی گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٠٠٧ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی مزید شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث بعینہٖ اسی سند کے ساتھ کتاب الاستسقاء میں اس باب کے تحت گزر چکی ہے: "جب مشرکین قحط کے وقت مسلمانوں سے شفاعت طلب کریں" لیکن اس کے الفاظ میں کچھ زیادتی اور کمی ہے اور اس حدیث کی سند میں جو سفیان کا ذکر ہے اس سے مراد سفیان ثوری ہے اور منصور سے مراد منصور بن المعتمر ہے اور الاعمش سے مراد سلیمان ہے، ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح الکوفی العطار ہے اور مسروق ابن الاجدع ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

کِندہ: علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ کوفہ کی ایک جگہ ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں جس مرد کا ذکر ہے اس کا تعلق کندہ قبیلہ سے ہو۔

پس میں حضرت ابن مسعود کے پاس آیا: یہاں کچھ عبارت محذوف ہے یعنی حضرت ابن مسعود کے پاس گیا اور ان کو اس مرد کی خبر دی وہ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، یہ سن کر غصہ میں آ گئے اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، کیونکہ یہ بھی علم میں سے ہے کہ انسان جس چیز کو نہ جانتا ہو اس کے متعلق کہے کہ میں نہیں جانتا: علامہ کرمانی نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ "میں نہیں جانتا" کہنا علم ہو۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: معلوم کو مجہول سے ممتاز کرنا بھی علم کی قسم ہے اور یہ اس قول کے مناسب ہے کہ میں نہیں جانتا کہنا بھی نصف علم ہے اور آیت کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ آدمی کو جس چیز کا علم نہ ہو اس کے متعلق بات کرنا بھی ایک قسم کا تکلف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٩ ص ١٥٨۔١٥٧، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ ھ)

Marfat.com

۲۔ بَابٌ: لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ۔ (روم: ۳۰) لِدِينِ اللهِ۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ تعالیٰ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے، (روم: ۳۰) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین میں۔

خُلُقُ الْأَوَّلِينَ (الشعراء: ۱۳۷) دِينُ الْأَوَّلِينَ وَالْفِطْرَةُ الْإِسْلَامُ

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یہ صرف پہلے لوگوں کا طریقہ ہے O (الشعراء: ۱۳۷) یعنی اولین کا دین، فطرت سے مراد اسلام ہے۔

باب مذکور کے عنوان کی شرح

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے، امام بخاری نے کہا: اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے دین میں، کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ اس عبارت کا ظاہر نفی ہے اور اس سے مراد ممانعت ہے یعنی اللہ کے دین میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے اور یہی اکثر علماء کا قول ہے، اور عکرمہ اور مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تغیر نہ کیا جائے، یعنی جانوروں کو خصی نہ کیا جائے۔ امام بخاری نے کہا: یہ صرف پہلے لوگوں کا طریقہ ہے یعنی یہ صرف پہلے لوگوں کا دین ہے، امام بخاری نے کہا: فطرت سے مراد اسلام ہے، امام بخاری نے اس عبارت سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِطْرَتَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۙ۔ (الروم: ۳۰)

(اے لوگو!) اپنے آپ کو اللہ کی بنائی ہوئی اس خلقت پر قائم رکھو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے وہی صحیح دین ہے۔

امام بخاری نے فطرت کی تفسیر اسلام کے ساتھ کی ہے اور یہ عکرمہ کا قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں فطرت سے مراد فقر اور فاقہ ہے اور فِطْرَتَ اللهِ پر جو نصب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مفعول مطلق ہے، اصل عبارت ہے: فَطَرَ فِطْرَةً اور الدین القیم کا معنی ہے: دین مستقیم۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۸)

۴۷۷۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ ﴿فِطْرَتَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۙ﴾ (الروم: ۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ الفطرۃ پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے بکری کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تم اس کی ناک یا کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: فِطْرَتَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۙ (الروم: ۳۰) (اے لوگو!) اپنے آپ کو اللہ کی بنائی ہوئی اس خلقت پر قائم رکھو جس پر

Marfat.com

اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے: اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے وہی صحیح دین ہے)۔

یہ حدیث صحیح بخاری ۱۳۵۸ میں اسی سند اور اسی متن کے ساتھ گزر چکی ہے۔

عبدان: سے مراد ہے: عبداللہ بن عثمان المروزی، یہ ان کا نام ہے اور عبدان ان کا لقب ہے اور عبداللہ سے مراد ہے: عبداللہ بن المبارک المروزی اور یونس سے مراد ہے: یونس بن یزید اور الزہری سے مراد ہے: محمد بن مسلم بن شہاب اور ابوسلمہ وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الحمدللہ رب العالمین سورۃ الروم کی جو تفسیر امام بخاری نے کی تھی وہ مکمل ہوگئی، اب اس کے بعد ان شاءاللہ سورۃ لقمان کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۳۱۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ لُقْمَانَ

سورۃ لقمان کی تفسیر

سورۃ لقمان کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ لقمان کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت مکی ہے اور اس کی دو آیتوں کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے، ایک یہ ہے: وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ۔ (لقمان: ۲۷) السدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی اور دوسری آیت یہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ (لقمان: ۳۴) یہ آیت محارب کے ایک مرد کے متعلق مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور الحسن البصری سے منقول ہے کہ صرف ایک آیت میں اختلاف ہے اور وہ یہ آیت ہے: الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (لقمان: ۴) کیونکہ زکوٰۃ کے احکام مدینہ میں نازل ہوئے، اس سورت میں چونتیس (۳۴) آیات ہیں۔

لقمان کا تعارف

ان کا پورا نام ہے: لقمان بن باعور بن ناخر اور وہ آزر ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (عرفی) باپ تھے، یا السہیلی نے کہا ہے: لقمان بن عنقا بن سرون، یہ ایک ہزار سال زندہ رہے تھے اور انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور ان سے علم حاصل کیا اور یہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے فتویٰ دیتے تھے، پھر جب حضرت داؤد علیہ السلام مبعوث ہو گئے تو ان کے فتاویٰ رک گئے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک ہزار نبیوں کے شاگرد تھے، اور امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی ہے: یہ سیاہ فام غلام تھے اور ان کے ہونٹ بڑے بڑے تھے اور ان کے دونوں پیر کٹے ہوئے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ حبشی غلام تھے اور بڑھئی تھے اور سعید بن المسیب نے کہا کہ یہ مصر کے سیاہ فام لوگوں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت عطا کی اور ان سے نبوت کو روک لیا اور حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کوتاہ قد تھے اور امام ابن قتیبہ نے کہا: اکثر اقوال کے مطابق یہ نبی نہیں تھے اور نیک مرد تھے اور ابن المسیب سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ درزی تھے اور زجاج سے روایت ہے کہ یہ نجار تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ چرواہے تھے۔ الواقدی نے کہا ہے: یہ بنی اسرائیل میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے اور احکام نافذ کرتے تھے، اور ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا، اور عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ نبی تھے اور وہ اس قول میں منفرد ہیں، وہب بن منبہ نے کہا کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے اور مقاتل نے کہا کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کی خالہ کے بیٹے تھے، ان کے بیٹے کا نام انعم تھا، وہ پہلے کافر تھا، پھر مسلمان ہو گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام مشکم تھا اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام ثاران تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

۱۔ بَابٌ: لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝ (لقمان: ۱۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے O (لقمان: ۱۳) کی تفسیر

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کے شروع کا حصہ نہیں لکھا اور وہ یہ ہے:

وَ إِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝ (لقمان: ۱۳) اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا گناہ ہے O

ظلم کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کی جگہ کے غیر میں رکھنا اور شرک کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اس کے غیر کی طرف منسوب کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی رزاق ہے اور زندہ کرنے والا ہے اور مارنے والا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵۹)

میں کہتا ہوں: اصطلاحی مشرک کی یہ تعریف نہیں ہے، بلکہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عبادت کا مستحق قرار دیا جائے یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو واجب الوجوب اور قدیم مانا جائے۔ ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

حکیم لقمان کا بیٹا اور اس کی بیوی دونوں کافر تھے، حکیم لقمان ان دونوں کو مسلسل نصیحت کرتے رہے حتیٰ کہ وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ (روح البیان ج ۷ ص ۹۴)

اس میں اختلاف ہے کہ یہ قول اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یا حکیم لقمان کا قول ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے، شرک کو سب سے بڑا ظلم اس وجہ سے فرمایا ہے کہ ظلم کا معنی ہے، کسی کا حق دوسرے کو دے دینا جو اس حق کا مستحق نہ ہو اور مستحق عبادت ہونا اللہ کا حق ہے، اسی طرح اللہ ہی کا یہ حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، پس اگر مخلوق میں سے کسی کا حق دوسرے غیر مستحق کو دے دیا جائے تو یہ بھی ظلم ہے لیکن سب سے بڑا ظلم تو یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہ کسی غیر مستحق کو دے دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو عبادت کا مستحق مانا جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۷۶۵، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

۴۷۷۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿الَّذِينَ اٰمَنُوا وَ لَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام: ۸۲) شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ قَالُوا أَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ إِيمَانَهٗ بِظُلْمٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّهٗ لَيْسَ بِذَاكَ أَلَا تَسْمَعُ إِلٰى قَوْلِ لُقْمَانَ ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝﴾ (لقمان: ۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: اَلَّذِينَ اٰمَنُوا وَ لَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَ هُمْ مُهْتَدُونَ ۝ (الانعام: ۸۲) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا ان ہی کے لیے بے خوفی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں O تو یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر بہت دشوار گزری اور انہوں نے کہا: ہم میں سے کون ہے جو اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں ظلم سے یہ

Marfat.com

مراد نہیں ہے، کیا تم نے نہیں سنا کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ (لقمان: ۱۳) (بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے)O

یہ حدیث صحیح البخاری: ۳۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: جریر کا پورا نام جریر بن عبداللہ ہے اور یہ سلیمان الاعمش سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابراہیم النخعی از علقمہ بن قیس النخعی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور یہ حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۰۔۱۵۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۹)

۲۔ بَابٌ: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ (لقمان: ۳۴)
اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ (لقمان: ۳۴) کی تفسیر

علامہ بدرالدین عینی اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ آیت الوارث بن عمر کے متعلق نازل ہوئی ہے جو جنگلوں میں اور دیہاتوں میں رہنے والے تھے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا کہ قیامت کس وقت قائم ہوگی؟ اور کہا: ہماری زمین قحط زدہ ہے، پس بارش کب نازل ہوگی؟ اور میں نے اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑا ہے تو اس کے یہاں ولادت کب ہوگی؟ اور میں زمین میں کس جگہ مروں گا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۰)

۴۷۷۷۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ يَمْشِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْإِيمَانُ قَالَ الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّتَهَا فَذَاكَ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی از جریر از ابی حیان از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک مرد آپ کے پاس چلتا ہوا آیا، پس کہنے لگا: یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے تمام فرشتوں پر، اس کی تمام کتابوں پر اور اس کے تمام رسولوں پر اور اس سے ملاقات پر ایمان لاؤ اور تم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاؤ، اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور تم نماز کو قائم کرو اور فرض زکوٰۃ کو ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو، اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، پس

Marfat.com

أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُؤُسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾ (لقمان: ٣٤) ثُمَّ انْصَرَفَ الرَّجُلُ فَقَالَ رُدُّوا عَلَيَّ فَأَخَذُوا لِيَرُدُّوا فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ هٰذَا جِبْرِيلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ۔

اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے تو بے شک وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے لیکن میں عنقریب تم کو قیامت کی علامات بتاؤں گا (اور وہ یہ ہیں:) آپ نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے آقا کو پیدا کرے تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے اور جب ننگے پیر اور ننگے بدن آدمی لوگوں کے سردار بن جائیں تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، (یہ) ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا: بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش نازل فرماتا ہے اور وہی (از خود) جانتا ہے کہ (ماؤں) کے رحموں میں کیا ہے اور کوئی (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا (لقمان: ۳۴) پھر وہ مرد واپس چلا گیا، آپ نے فرمایا: اس کو میرے پاس واپس لاؤ، پس صحابہ اس کو واپس لانے کے لیے گئے تو انہوں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا: یہ جبریل تھے جو لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دینے کے لیے آئے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۰ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

اسحاق کا نام اسحاق بن ابراہیم ہے اور یہ ابن راہویہ کے نام سے معروف ہیں اور جریر کا نام ہے: جریر بن عبد الحمید اور ابو حیان کا نام ہے: یحییٰ ابن سعید الکوفی اور ابو زرعہ کا نام ہے: حرم بن عمرو بن جریر البجلی۔ یہ حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے اور ہم نے وہاں اس کی مفصل شرح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۰)

علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں صرف اتنا ہی لکھا ہے۔

علوم خمسہ کے متعلق متعدد احادیث اور قرآن مجید میں علم غیب کی نفی اور اس بات کا محمل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مفاتیح الغیب پانچ ہیں، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ (لقمان: ۳۴) اور ابو عاصم کی روایت میں ہے کہ مفاتیح الغیب پانچ ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہی بارش نازل فرماتا ہے یعنی پوری آیت۔ اور اس سے پہلے سورۃ الرعد کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ اور کتاب الاستسقاء میں حضرت عبد اللہ بن دینار کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مفاتیح الغیب پانچ ہیں، ان کو اللہ کے سوا (از خود) کوئی نہیں جانتا، اللہ کے سوا کوئی (از خود) نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا (الحدیث)، یہ سیاق ان پانچ چیزوں کے بیان میں ہے اور تفسیر الانعام میں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے کہ مفاتیح الغیب پانچ ہیں: بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، آخر سورت تک، اور امام ابوداؤد الطیالسی نے اپنی مسند میں زہری سے یہ روایت کی ہے کہ تمہارے نبی کو ان پانچ چیزوں کے سوا غیب کی مفاتیح دی گئی ہیں، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی، اور میرا گمان یہ ہے کہ ایک متن دوسرے متن میں داخل ہو گیا ہے کیونکہ ان الفاظ کے ساتھ امام ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے۔ امام احمد اور امام البزار نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت بریدہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا: بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے الآیہ، اور کتاب الایمان میں ہم پہلے ان پانچ چیزوں کی وجہ حصر بیان کر چکے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ اس کا اس آیت سے استفادہ کیا جائے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (النمل:٦٥) آپ کہیے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی (از خود) غیب نہیں جانتا۔

پس اس آیت میں جس غیب کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد وہ غیب ہے جس کا سورۂ لقمان میں ذکر ہے اور رہی یہ آیت:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (الجن:٢٦۔٢٧) وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مکمل مطلع نہیں فرماتا ۝ ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرما لیا ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

پس ممکن ہے اس آیت کی تفسیر امام الطیالسی کی روایت کردہ حدیث کے مطابق کی جائے اور وہ جو صریح قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لوگوں کو خبر دیتے ہیں کہ وہ کیا کھا کر آئے ہیں اور کیا گھر میں ذخیرہ کیا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کے خواب کی تعبیر بیان کی اور اس قسم کے دوسرے واقعات، یہ معجزات اور کرامات کی قبیل سے ہیں، پس ان میں سے ہر چیز کا سورۃ الجن ٢٧۔٢٦ سے استفادہ کرنا ممکن ہے کیونکہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ رسولوں کو بعض غیوب پر اطلاع دی جاتی ہے اور ولی رسول کے تابع ہے، وہ رسول سے غیب کا علم حاصل کرتا ہے اور اس کی تکریم کی جاتی ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ رسول کو وحی کی تمام اقسام سے اطلاع دی جاتی ہے اور ولی صرف خواب یا الہام کے ذریعے غیب پر مطلع ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٧٧٠، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

لقمان: ٣٤ کی تفسیر میں مصنف کی تحقیق

ہم نے سورۂ لقمان: ٣٤ کی تفسیر میں لکھا ہے: یعنی قیامت کا علم کلی، ذاتی اور محیط اللہ ہی کے پاس ہے، علم کلی اور محیط کی قید اس لیے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامات بتائیں کہ قرب قیامت میں مہدی کا ظہور ہو گا (سنن ابوداؤد: ٤٢٩٠) اور فرمایا: قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ کا نزول ہو گا، یاجوج وماجوج کا ظہور ہو گا (صحیح مسلم: ٢٩٠١) اور آپ نے فرمایا: محرم کی دس (١٠) تاریخ کو قیامت واقع ہو گی (فضائل الاوقات للبیہقی ص ٤٤١) اور یہ بھی فرمایا کہ جمعہ کے دن قیامت آئے گی (صحیح مسلم: ٨٥٤) اور یہ بھی بتا دیا کہ جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے دن قیامت آئے گی (الاسماء والصفات للبیہقی ص ٣٨٣) آپ نے وقوع قیامت کے بارے میں سب کچھ بتا دیا صرف سن نہیں بتایا کیونکہ اگر آپ سن بھی بتا دیتے تو ہمیں آج معلوم ہوتا کہ قیامت آنے میں اتنے سال رہ گئے ہیں اور قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْتَةً۔ (الاعراف:١٨٧) قیامت تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی۔

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کا سن بھی بتادیتے تو قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے مصدق بن کر آئے تھے اس کے مکذب بن کر نہیں آئے تھے، سو آپ نے قرآن کی تصدیق کے لیے قیامت کا سن نہیں بتایا اور اپنے علم کے اظہار کے لیے وقوع قیامت کی تمام نشانیاں مہینہ، تاریخ، دن اور ان کا مخصوص وقت سب کچھ بتادیا۔

اور اس آیت میں بارش نازل ہونے کے علم کی بھی نفی ہے، اس کا بھی یہی معنی ہے کہ بارش کا کل علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی بارش نازل ہونے کی خبر دی ہے، فرمایا:

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ۔ (یوسف:۴۹)

اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش نازل کی جائے گی۔

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بارش کے نزول کی خبر دی ہے:

امام شافعی نے کتاب الام میں المطلب بن حطب سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات اور دن کی ہر ساعت میں بارش نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے اس بارش کو لے جاتا ہے۔ (مسند شافعی ص ۸۲، الدر المنثور ص ۷۹)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کوئی سال دوسرے سال سے زیادہ بارش والا نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ اس بارش کو جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے اور بارش کے ساتھ فلاں فلاں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور وہ لکھتے ہیں کہ کہاں بارش ہو رہی ہے اور کس کو رزق مل رہا ہے اور اس کے قطروں سے کیا پیدا ہو رہا ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۰۳)

اور اس آیت میں ماؤں کے رحم میں کیا ہے، اس کے علم کی بھی نفی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا علم بھی مخلوق کو عطا فرمایا ہے، قرآن مجید میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی، فرمایا:

قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝ (الذاریات:۲۸)

فرشتوں نے کہا: آپ مت ڈریں اور ان کو علم والے لڑکے کی بشارت دی O

اور فرشتوں کو بتادیا جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور فرشتے ماں کے پیٹ میں لکھ دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری:۳۱۸)

اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حسن پیدا ہوں گے۔ (سنن ابن ماجہ:۳۹۲۳)

اس آیت میں آئندہ کل کے علم کی بھی نفی کی گئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے کل اور آئندہ ہونے والے واقعات سے بھی انبیاء اور بالخصوص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے آئندہ پیش آنے والے واقعات کے سلسلے میں بتایا:

قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ ۝ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ ۝ (یوسف:۴۷۔۴۸)

(حضرت) یوسف نے کہا: تم لگاتار سات سال تک معمول کے مطابق کاشتکاری کرنا اور فصل کاٹ کر اس کو خوشوں میں رہنے دینا سوا اپنے کھانے کی تھوڑی چیزوں کے O اس کے بعد سات سخت قحط کے سال آئیں گے وہ تمہارے ذخیرہ کیے ہوئے غلے کو کھا جائیں گے سوا اس تھوڑے سے غلے کے جس کی تم حفاظت کرو گے O

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ کے دیئے ہوئے علم سے صرف کل کی نہیں چودہ سال پہلے کی خبر دی تھی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کل کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ (صحیح البخاری:۳۰۰۱) کل میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا جس

کے ہاتھ پر اللہ خیبر کو فتح کرے گا۔

اس آیت میں مرنے کی جگہ کے علم کی بھی نفی کی گئی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قید کے ایک ساتھی سے یہ فرمایا تھا: تمہیں سولی دی جائے گی (یوسف:۴۱) اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت یوسف نے اس کو بتادیا کہ تمہیں پھانسی کے تختے پر موت آئے گی اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کے مرنے کی جگہ کا علم تھا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتولین بدر کے متعلق فرمایا: هذا مصرع فلان ان شاء الله غدًا (صحیح مسلم: ۲۸۷۳) ان شاء اللہ کل فلاں کافر اس جگہ قتل ہو گا، خلاصہ یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا بالذات، بلا واسطہ اور از خود علم تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور ان پانچ چیزوں کا کلی علم بھی اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور اس کے بتانے سے ان کی جزئیات کا علم فرشتوں کو بھی ہے اور نبیوں اور رسولوں کو بھی ہے اور جس کا مرتبہ جتنا زیادہ ہے اس کو اتنا زیادہ علم ہے اور ان جزئیات کا سب سے زیادہ علم ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔

(انوار تبیان القرآن ص ۶۶۲-۶۶۱، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

۴۷۷۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ ثُمَّ ﴿إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (لقمان: ۳۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں، ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے بتایا کہ ان کے والد نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مفاتیح الغیب پانچ ہیں، پھر یہ آیت پڑھی: إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ (لقمان: ۳۴) بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۱۰۳۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو اس سے پہلے فتح الباری اور انوار تبیان القرآن کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ لقمان کی امام بخاری کی کی ہوئی تفسیر مکمل ہو گئی اور اس کے بعد ان شاء اللہ سورۃ السجدۃ کی تفسیر شروع ہو گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۳۲۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَةِ السَّجْدَةِ

سورۃ السجدۃ کی تفسیر

سورۃ السجدۃ کا تعارف

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: یہ سورۃ السجدۃ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، مقاتل نے کہا سورۃ السجدۃ مکی ہے اور اس میں ایک مدنی آیت ہے اور وہ یہ ہے: تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدۃ:۱۶) کیونکہ یہ انصار کے متعلق نازل ہوئی اور علامہ سخاوی نے کہا اس کے بعد سورۃ المومنون نازل ہوئی ہے اور اس سورت میں تیس (۳۰) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۶۱)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَهِينٍ ضَعِيفٍ نُطْفَةُ الرَّجُلِ۔ اور مجاہد نے کہا: مَهِينٍ کا معنی ہے: ضعیف اور اس سے مراد ہے: مرد کا نطفہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ (السجدۃ:۸) پھر ایک حقیر پانی کے نچوڑ سے اس کی نسل بڑھائی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا ہے کہ مجاہد نے مہین کا معنی ضعیف کیا ہے، پھر کہا: حقیر پانی سے مراد مرد کا نطفہ ہے، اس حدیث کی امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۶۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس تعلیق کی شرح میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ (فتح الباری ج۵ ص۱۷۷)

ضَلَلْنَا هَلَكْنَا۔ ضَلَلْنَا کا معنی ہے: هَلَكْنَا یعنی جب ہم ہلاک ہو جائیں گے اور مر جائیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (السجدۃ:۱۰) اور (کافروں نے) کہا: جب ہم مٹی میں مل جائیں گے تو کیا پھر ہماری از سرِ نو پیدائش ہوگی؟ بلکہ وہ اپنے رب سے ملاقات کے منکر ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مجاہد کے حوالے سے ضَلَلْنَا کی تفسیر کی ہے: جب ہم ہلاک ہو جائیں گے اور دوسروں نے کہا کہ جب ہم مٹی میں مل جائیں گے کیونکہ جب میت کو دفن کر دیا جائے تو کہا جاتا ہے: اَضَلَّ الْمَیِّتُ، اور جب تم اس کو دفن کر دو تو کہتے ہو: اَضْلَلْتُهٗ۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۶۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس شرح پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔ (فتح الباری ج۵ ص۱۷۷)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْجُرُزُ الَّتِیْ لَا تُمْطَرُ اِلَّا مَطَرًا لَا يُغْنِیْ عَنْهَا شَيْئًا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اَلْجُرُزُ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں بہت کم بارش ہوتی ہے جس سے زمین کو بہت کم فائدہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا۔ (السجدۃ:۲۷) کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم پانی کو بنجر زمین کی طرف بہا کر لے جاتے ہیں، پھر ہم اس سے فصل اگاتے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس نے اَلْجُرُزْ کی تفسیر اس زمین کے ساتھ کی ہے جہاں بارش نہیں ہوتی، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ زمین ہے جو بہت سخت ہو، خشک ہو، جہاں کوئی پیداوار نہ ہوتی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا: یہ اَبْیَنْ کی زمین ہے، الحربی نے کہا: ابین یمن کا ایک مشہور شہر ہے اور غالباً مجاہد نے یہ اس وقت کہا تھا جب اَبْیَنْ کی زمین کوئی چیز پیدا نہیں کرتی تھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ یہ یمن کی زمین ہے، اور امام ابوعبیدہ نے کہا: یہ وہ سخت زمین ہے جو خشک ہو اور اس پر بارش نہ ہوتی ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۷)

یَهْدِ یُبَیِّنْ۔ یَهْدِ: اس کا معنی ہے: بیان کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ۔ (السجدۃ:۲۶) کیا انہوں نے اس سے ہدایت حاصل نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے جو اپنے گھروں میں چلتے پھرتے تھے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یَهْدِ کی تفسیر یُبَیِّنْ کے ساتھ کی ہے، اور امام طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ کیا ہم نے ان کے لیے بیان نہیں کر دیا؟ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۲۔۱۶۱)

۱۔ بَابٌ: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔ (السجدۃ:۱۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کن نعمتوں کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔ (السجدۃ:۱۷) کی تفسیر

۴۷۷۹۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ اقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ﴾ (السجدۃ:۱۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے بیان کیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بیان فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (السجدۃ:۱۷) سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کن نعمتوں کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

یہ حدیث صحیح البخاری: ۳۲۴۴ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے: اور نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ نبی مرسل۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۲)

وَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اللهُ مِثْلَهُ قِيلَ لِسُفْيَانَ رِوَايَةً قَالَ فَأَيُّ شَيْءٍ؟ وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ قَرَأَ أَبُو هُرَيْرَةَ قُرَّاتِ۔

اور ہم کو علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم کو سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم کو ابوالزناد نے حدیث بیان کی از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ حدیث بھی سفیان کی روایت کے مثل ہے اور سفیان سے پوچھا گیا: کیا یہ روایت ہے؟ انہوں نے کہا: پھر اور کیا چیز ہے؟ اور ابو معاویہ نے کہا الاعمش از ابو صالح کہ حضرت ابو ہریرہ نے پڑھا: قُرَّاتِ۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

سفیان سے پوچھا: گیا کیا یہ روایت ہے؟ یعنی کیا یہ الفاظ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہو یا تم اپنے اجتہاد سے کہہ رہے ہو تو انہوں نے کہا: اگر یہ روایت نہیں ہے تو پھر اور کیا چیز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے:

اس حدیث کا سبب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا کہ اہل جنت میں سے سب سے بڑا مرتبہ کس کا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے ان کی تکریم کا پودا اپنے ہاتھ سے اگایا ہے اور میں نے اس پر مہر لگا دی ہے اور جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا خیال آیا ہے۔ اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کی بہت طویل روایت کی ہے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۶۷۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۷۸۰۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ اللهُ تَعَالَى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا بَلْهَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (السجدۃ: ۱۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از الاعمش، انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ان نعمتوں کو تیار کر رکھا ہے جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے، میں نے ان کا ذخیرہ تیار کر رکھا ہے اس کو چھوڑو جس کی تم کو اطلاع دی گئی ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (السجدۃ: ۱۷)

Marfat.com

سو کوئی نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے اس کے
اعمال کی جزاء میں کس نعمت کو چھپا کر رکھا گیا ہے O

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۷۹ میں گزر چکی ہے۔

بَلْهَ کے معنی کی تحقیق

علامہ بدرالدین عینی نے اس حدیث کی شرح میں بَلْهَ کے متعلق لکھا ہے:

اس کا معنی ہے: اس کو چھوڑ و جس پر تم مطلع ہو چکے ہو، ایک قول ہے: ان کے سوا جن کا ذکر قرآن میں آ چکا ہے جن پر تم مطلع ہو چکے ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: گویا کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ اس کو چھوڑ و جس پر تم مطلع ہو چکے ہو، اور میں نے ان کے لیے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں وہ اس کے متعلق بہت تھوڑی ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: اَجَلْ یعنی ہاں یا کیوں نہیں۔

اور لیث نے حکایت کی ہے کہ یہ فضل یعنی زائد کے معنی میں ہے گویا کہ یوں فرمایا: یہ وہ نعمتیں ہیں جن کو میں نے تم سے غائب رکھا تھا، اور یہ ان سے زائد ہیں جن پر تم مطلع ہو چکے ہو۔

ابن مالک نے کہا کہ معروف یہ ہے کہ بَلْهَ اسم فعل ہے اور اس کا معنی ہے: چھوڑ و اور یہ اپنے بعد والے لفظ کو بہ طور مفعول نصب دیتا ہے۔

اور الاخفش نے کہا: کہ بَلْهَ یہاں پر مصدر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہی لکھا ہے اور کچھ عبارت اس پر زائد ہے اور وہ یہ ہے:

علامہ ابن ہشام نے المغنی میں لکھا ہے: بَلْهَ کو تم معرب استعمال کرو اور یہ لفظ مِنْ سے مجرور ہے اور اس کا معنی ہے: غیر اور انہوں نے اس کے سوا ذکر نہیں کیا اور اس پر اعتراض ہے کیونکہ علامہ ابن التین نے حکایت کی ہے کہ بَلْهَ میں ہاء پر زبر ہے حالانکہ اس سے پہلے مِنْ موجود ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ مبنی ہے معرب نہیں ہے اور ما مصدریہ ہے اور یہ اور اس کا صلہ بہ طور مبتداء کے مرفوع ہے اور اس کی خبر جار اور مجرور ہے جو مقدم ہے اور بَلْهَ سے مراد یہ ہے کہ کیسے اس کے مستبعد ہونے کا قصد کیا جائے گا اور اس کا معنی یہ ہے کہ تمہیں اس مقدار پر کیسے اطلاع ہو گی جس کا احاطہ کرنے سے بشر کی عقلیں عاجز ہیں اور اس طور پر بَلْهَ کے اوپر مِنْ کو داخل کرنا صحیح ہے جیسا کہ سید میر شریف نے کافیہ ابن حاجب کی شرح میں تحریر کیا ہے، میں کہتا ہوں: ان تمام توجیہات میں سب سے بہتر یہ ہے کہ یہ غَیْرُ کے معنی میں ہے یعنی ان نعمتوں کا خیال کسی بشر کے دل میں نہیں آیا ماسوا ان نعمتوں کے جن پر تم مطلع ہو چکے ہو۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۷۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ السجدۃ کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث درج کی تھیں ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ الاحزاب کی تفسیر شروع کی جائے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٣٣۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْأَحْزَابِ

سورۃ الاحزاب کی تفسیر

سورۃ الاحزاب کا تعارف

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الاحزاب کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور یہ پوری سورت مدنی ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، علامہ سخاوی نے کہا: یہ سورت آل عمران کے بعد اور سورۃ الممتحنہ سے پہلے نازل ہوئی ہے، اس سورت میں تہتر (٧٣) آیات ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَيَاصِيهِمْ قُصُوْرِهِمْ۔ مجاہد نے کہا: صَيَاصِيهِمْ: اس کا معنی ہے: ان کے محل یا ان کے قلعے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا (الاحزاب:٢٦)

اور جن اہل کتاب نے ان حملہ آور مشرکوں کی مدد کی تھی اللہ نے ان کو ان قلعوں سے اتار لیا اور ان کے دلوں میں رعب طاری کر دیا کہ تم ان کے ایک گروہ کو قتل کر رہے ہو اور ایک گروہ کو قید کر رہے ہو O

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ صیاصیھم، صَیصَۃ کی جمع ہے اور یہ وہ عمارت ہے جسے لوگوں کو محفوظ کرنے کے لیے بنایا جائے، اس آیت میں فرمایا: جن اہل کتاب نے ان حملہ آوروں کی مدد کی تھی یعنی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے خلاف قریش اور غطفان کی مدد کی تھی اور وہ بنو قریظہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٩ ص ١٦٤۔ ١٦٣)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس تعلیق کی شرح میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٧٧٣)

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اس سے مراد بنو قریظہ کو قلعوں سے اتارنا ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس (٢٥) روز تک ان کا محاصرہ کیا تو انہوں نے کہا: ہم اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر قلعہ سے نکل آئیں گے کیونکہ جاہلیت میں قبیلہ اوس یہودیوں کا حلیف تھا اور ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت سعد ان کے ساتھ اسی طرح مصلحت اندیشی سے پیش آئیں گے جس طرح عبداللہ بن ابی سلول بنو قینقاع کے ساتھ پیش آیا تھا، اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں ان کی طرف سے ایک تیر پیوست ہو چکا تھا (اس وجہ سے وہ اس موقع پر مدینہ منورہ میں نہیں تھے)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ سے بلایا تاکہ وہ بنو قریظہ کے متعلق فیصلہ کریں، جب حضرت سعد دراز گوش پر سوار ہو کر آئے تو قبیلہ اوس نے ان سے بنو قریظہ کے متعلق سفارش کی کہ ان سے نرم فیصلہ کریں، جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب اس بات کا وقت آ گیا ہے کہ سعد اس بات کا ثبوت دے کہ اسے اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی فکر نہیں ہے، حضرت سعد نے بنو قریظہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ بنو قریظہ میں جس قدر جنگ جو ہیں ان کو قتل کر دیا جائے، ان

Marfat.com

کی اولاد کو قید کرلیا جائے اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیا جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! تم نے ان کے متعلق وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتویں آسمان کے اوپر حکم تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو باندھا گیا اور ان کی گردنیں اڑا دی گئیں، یہ سات سو (۷۰۰) یا آٹھ سو (۸۰۰) افراد تھے، ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا اور ان کے اموال کو ضبط کر لیا گیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۲۴) (انوار تبیان القرآن ص ۶۷۲، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

معروفا فی الکتاب: معروف کے معنی ہیں نیکی اور فی الکتاب سے مراد ہے کہ یہ حکم اللہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ○ (الاحزاب: ۶)

اللہ کی کتاب میں رشتہ دار دوسرے مومنوں اور مہاجروں کی بہ نسبت ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں، مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی نیکی کرو، یہ اللہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق میں الکتاب کا ذکر ہے اور اس سے مراد قرآن ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تورات ہے۔ (عمدۃ القاری ۱۹ ص ۱۶۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ ابن جریج نے بیان کیا کہ میں نے عطاء سے اس آیت کے متعلق پوچھا کہ پہلے مسلمان اس کافر کو عطا کرتا تھا جس کے ساتھ اس کی رشتہ داری ہوتی تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۷۳)

ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی وجہ سے بعض مہاجرین کو بعض انصار کا بھائی بنا دیا تھا، وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، اسی طرح بعض مسلمان دین میں ایک دوسرے کی حمایت کرنے کی وجہ سے دوستی کی بنا پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وارث ہونے کی یہ تمام صورتیں منسوخ ہو گئیں اور صرف رشتہ دار ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہونے کی صورت باقی رہ گئی۔ (انوار تبیان القرآن ص ۶۶۸، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

۱۔ بَابٌ: اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ (الاحزاب: ۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: نبی ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے مالک ہیں (الاحزاب: ۶) کی تفسیر

علامہ عینی نے اس آیت کا یہ معنی لکھا ہے کہ نبی مومنوں سے ہر چیز میں خواہ اس کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے ہو زیادہ حق دار ہے، کیونکہ یہ آیت مطلق ہے اور اس میں کوئی قید نہیں ہے۔

۴۷۸۱۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ ﴿اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب: ۶) فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا فَإِنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي فَأَنَا مَوْلَاهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عبد الرحمن بن ابی عمرۃ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جو بھی مومن ہے میں دنیا اور آخرت میں اس کا لوگوں سے زیادہ حق دار ہوں اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الاحزاب: ۶) نبی ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے مالک ہیں، پس جس

Marfat.com

مومن نے ترکہ میں مال چھوڑا تو اس کے وارث اس کے قریبی رشتہ دار ہوں گے اور اگر اس نے قرض چھوڑا یا اولاد چھوڑی تو وہ میرے پاس آئے میں اس کا کفیل ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۹۸ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: ضیاع کا معنی ہے: مرنے والے کی اولاد کیونکہ جب ان کے پاس کوئی مال نہیں ہوگا اور نہ کوئی ان کا کفیل ہو گا تو وہ ضائع ہو جائیں گے، اور مولیٰ کے معنی ہیں: مددگار۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث کی شرح ان شاء اللہ کتاب الفرائض میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۷۳)

۲۔ بَابٌ: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ (الاحزاب: ۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے (الاحزاب: ۵) کی تفسیر

علامہ عینی نے لکھا ہے: کہ اَقْسَط کا معنی ہے: یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عدل کی بات ہے۔

۴۷۸۲۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مَا كُنَّا نَدْعُوهُ إِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْآنُ ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ۔

(صحیح مسلم: ۲۴۲۵، سنن ترمذی: ۳۸۴۰۔ ۳۲۲۰، مسند احمد: ۵۴۸۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن المختار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت زید بن حارثہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، ہم ان کو صرف زید بن محمد کہہ کر بلاتے تھے حتیٰ کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوگئی: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (الاحزاب: ۵) منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ: عنقریب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث آئے گی، اس میں ہے کہ جو شخص زمانہ جاہلیت میں کسی کو اپنا بیٹا بنا لیتا تو لوگ اس کو اسی کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے اور وہ اس کی میراث کا وارث ہوتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی۔
(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس شرح پر کوئی خاص اضافہ نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۷۳)

۳۔ بَابٌ: فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ (الاحزاب: ۲۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو ان میں سے بعض نے (شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض منتظر ہیں اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں) کوئی تبدیلی نہیں کی ○ (الاحزاب: ۲۳) کی تفسیر

نَحْبَهٗ عَهْدَهٗ۔ نَحْبَهٗ کا معنی ہے: اس کا عہد۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ (الاحزاب: ۲۳) سو ان میں سے بعض نے (شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض منتظر ہیں، اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں) کوئی تبدیلی نہیں کی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اَلنَّحْب کا معنی ہے: نذر اور اَلنَّحْب کا معنی ہے: الموت، مقاتل سے روایت ہے کہ اس کا معنی ہے: اس کی مدت حیات پوری ہوگئی، پس وہ نذر پوری ہونے کے بعد شہید ہوگیا یعنی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور ایک قول یہ ہے کہ اس نے اپنا عہد پورا کرنے کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس نے اپنی نذر پوری کی اور النحب کا معنی النفس بھی ہے اور النحب کا معنی بہت بڑا کام بھی ہے اور دوسروں نے کہا: نَحْب کا معنی نذر ہے، پھر اس کو ہر چیز کے آخر میں استعمال کیا گیا، اور امام عبدالرزاق نے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ اس نے عہد پورا کرنے میں اپنی مدت حیات پوری کر دی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: اے طلحہ! تم ان لوگوں میں سے ہو جنہوں نے اپنے عہد کو پورا کر لیا۔ اس حدیث کی امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے بھی روایت کی ہے اور ان میں اس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو مجاز پر محمول کیا جائے اور قضٰی بہ معنی یقضی ہے یعنی اے طلحہ! تم ان لوگوں میں سے ہو جو اپنی نذر کو پورا کریں گے، اور امام ابن ابی حاتم کی تفسیر میں مذکور ہے کہ ان میں سے حضرت عمار بن یاسر بھی ہیں اور حضرت حمزہ اور ان کے اصحاب بھی ہیں رضی اللہ عنہم اور حضرت انس بن مالک نے کہا: ان میں سے حضرت انس بن النضر بھی ہیں اور امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر بھی ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۷۷)

أَقْطَارِهَا جَوَانِبُهَا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا لَأَعْطَوْهَا۔ اَقْطَارُهَا: اس کا معنی ہے: اس کی جوانب اور اطراف۔ اَلْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا یعنی وہ فتنے میں ضرور داخل ہو جاتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ (الاحزاب: ۱۴) اور اگر مدینہ کے چاروں اطراف سے ان پر لشکر حملہ آور ہوتے، پھر ان سے شرک کو طلب کیا جاتا تو وہ ضرور شرک کر لیتے اور وہ اس میں ذرا دیر نہ کرتے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی ہے: اگر کفار کی جماعتیں مدینہ میں داخل ہوتیں اور وہ ان منافقین کو شرک کرنے کا حکم دیتیں تو وہ ان کی بات ماننے میں بالکل دیر نہ کرتے اور اسلام سے (ظاہراً بھی) مرتد ہو جاتے اور کفر کرتے اور اس آیت میں فتنہ سے مراد شرک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۵)

۴۷۸۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ نُرٰى هٰذِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از

الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي أَنَسِ بْنِ النَّضْرِ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب: ۲۳)

ثمامہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا، ہم یہ گمان کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت انس بن النضر کے متعلق نازل ہوئی ہے: مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ (الاحزاب: ۲۳) مومنوں میں کچھ ایسے (ہمت والے) مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۸۰۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں، حضرت انس بن النضر الانصاری رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک انصاری کے چچا ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۲۶)

ہم نے لکھا ہے کہ ان مومنوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ دین اسلام کی سربلندی کے لیے آئندہ کفار کے خلاف جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہیں گے اور وہ مسلسل قتال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ شہید ہو جائیں گے، یہ مومنین حضرت عثمان بن عفان، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت سعید بن زید، حضرت حمزہ، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت انس بن نضر وغیرہم رضی اللہ عنہم تھے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۶۷۱، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

۴۷۸۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ لَمَّا نَسَخْنَا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ فَقَدْتُ آيَةً مِنْ سُورَةِ الْأَحْزَابِ كُنْتُ كَثِيرًا أَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقْرَؤُهَا لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ الَّذِي جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم شَهَادَتَهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب: ۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جب ہم قرآن مجید کو مصاحف میں لکھ رہے تھے تو میں نے سورۃ الاحزاب کی ایک آیت کو گم پایا جس کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار پڑھتے ہوئے سنتا تھا، وہ آیت مجھے حضرت خزیمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کے پاس نہیں ملی جن کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شہادتوں کے برابر قرار دیا تھا، وہ آیت یہ تھی: مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ (الاحزاب: ۲۳) مومنوں میں سے کچھ ایسے (ہمت والے) مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۸۰۷ میں گزر چکی ہے۔

حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دینے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت زید بن ثابت قرآن کو جمع کرنے میں اپنے علم پر اعتماد نہیں کرتے تھے اور نہ اپنے حفظ کے اوپر انحصار کرتے تھے لیکن اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ انہوں نے صرف حضرت خزیمہ سے اس آیت کو سننے پر اکتفاء

Marfat.com

کرلیا حالانکہ قرآن مجید تو تواتر سے ثابت ہے اور مجھ پر جو اس کا جواب منکشف ہوا وہ یہ ہے کہ: حضرت زید نے جو کہا کہ میں نے اس آیت کو گم پایا اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انہوں نے اس کا جود بالکل نہیں پایا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس آیت کو لکھا ہوا نہیں پایا کیونکہ یہ آیت ان کو بھی حفظ تھی اور دوسروں کو بھی حفظ تھی، اور یہ اس کی دلیل ہے کہ جمع القرآن کی حدیث میں ہے کہ میں قرآن مجید کو کاغذ کے ٹکڑوں اور ہڈیوں پر لکھا ہوا تلاش کرتا تھا جیسا کہ عنقریب فضائل قرآن میں تفصیل سے آئے گا۔

حضرت زید نے کہا کہ حضرت خزیمہ انصاری کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا، اس میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے جس کو امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت خزیمہ کے چچا سے روایت کیا ہے اور وہ بھی صحابی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا، خریدا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے کی قیمت لینے گھر گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی جا رہے تھے اور اعرابی آہستہ آہستہ چل رہا تھا، پھر دوسرے لوگوں نے اس اعرابی سے گھوڑے کی قیمت پوچھی حتیٰ کہ اس کی قیمت میں اضافہ کیا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قیمت لے کر آئے تو اس اعرابی نے کہا: آپ اس پر گواہ لائیں کہ میں نے اس گھوڑے کی آپ کے ساتھ بیع کی ہے، پھر مسلمانوں میں سے کسی شخص نے کہا: تجھ پر افسوس ہے، کیا تجھے نہیں معلوم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتے حتیٰ کہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ اس موقع پر آئے اور انہوں نے یہ بحث سنی تو انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے اس گھوڑے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیع کر دی تھی، ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کس بناء پر گواہی دے رہے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ کی نبوت کی تصدیق کی بنا پر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دے دیا، اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ اس اعرابی کا نام سواد بن الحارث تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۷۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ جس آیت کو حضرت خزیمہ نے گم پایا تھا اس کی تعیین میں تعارض ہے

علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جس آیت کو حضرت زید بن ثابت نے گم پایا تھا وہ یہ تھی: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الاحزاب: ۲۳) اور یہ بھی کہا گیا ہے: جو آیت حضرت خزیمہ نے گم پائی تھی وہ سورۂ توبہ کی آخری آیت تھی جو صرف خزیمہ کے پاس سے ملی تھی۔ اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہاں حصر کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ صرف ایک آیت حضرت زید کو نہیں ملی تھی جو صرف حضرت خزیمہ کے پاس تھی اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ یہ دونوں آیتیں صرف حضرت خزیمہ کے پاس لکھی ہوئی ہوں اور دوسروں کے پاس لکھی ہوئی نہ ہوں، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ پہلا واقعہ اس وقت کا ہے جب صحابہ اس آیت کو ہڈیوں وغیرہ سے تلاش کر کے مصحف میں نقل کر رہے تھے اور دوسرا واقعہ اس وقت کا ہے جب صحابہ آیتوں کو ایک مصحف سے دوسرے مصحف میں نقل کر رہے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور وسعت علم کی دلیل

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں ایک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور آپ کے شارع ہونے پر دلیل ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ ۔ (البقرہ: ۲۸۲)

اور تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ بناؤ، تو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ ظاہر اس آیت کے خلاف صرف حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دے دیا۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا کہ اس آیت میں جو دو مردوں کی شہادت کا قاعدہ بیان فرمایا ہے اس سے حضرت

Marfat.com

خزیمہ مستثنیٰ ہیں، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ علم نبوت میں یہ بات تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ سورۂ احزاب کی اور سورۂ توبہ کی ایک آیت حضرت خزیمہ کے سوا اور کسی کے پاس سے نہیں ملے گی تو اگر آپ حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار نہ دیتے تو یہ آیتیں قرآن مجید میں درج ہونے سے رہ جاتیں، سو جس طرح یہ حدیث آپ کے اختیار کی دلیل ہے اسی طرح آپ کے علم کی وسعت کی بھی دلیل ہے۔ اس نکتہ کو بیان کرنے میں اللہ کے فضل وکرم سے یہ ناکارہ متفرد ہے۔

۴۔ بَابٌ: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ (الاحزاب: ۲۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں O (الاحزاب: ۲۸) کی تفسیر

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: مفسرین نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ سے دنیا کا ساز وسامان اور خرچ میں اضافہ کو طلب کرتی تھیں اور آپ کو اس سے تکلیف پہنچتی تھی اور آپ نے ایک مہینے تک ان کے قریب نہ آنے کی قسم کھالی اور آپ اپنے اصحاب کی طرف بھی نہیں گئے، تب یہ آیت نازل ہوئی، جس میں مذکور ہے کہ اگر دنیا کی زندگی اور زینت یعنی دنیا میں کشادگی اور مال کی کثرت چاہتی ہو تو آؤ یعنی تم اپنے اختیار اور ارادے سے آؤ میں تم کو طلاق دے کر رخصت کر دوں۔

ازواج مطہرات کو اختیار دینے کا معنی اور ان کو اختیار دینے کا سبب

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آپ نے جو ازواج مطہرات کو اختیار دیا تھا اس کا کیا معنی ہے؟ حسن بصری اور قتادہ نے کہا: آپ نے ان کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تھا، پس اگر وہ دنیا کو اختیار کرتیں تو آپ ان سے الگ ہو جاتے اور اگر وہ آخرت کو اختیار کرتیں تو آپ ان کو اپنے پاس رکھتے اور آپ نے ان کو طلاق میں اختیار نہیں دیا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مجاہد، شعبی اور مقاتل نے کہا ہے: بلکہ آپ نے ان کو طلاق کے درمیان اور آپ کے ساتھ رہنے کے درمیان اختیار دیا تھا اور اس وقت آپ کے نکاح میں نو (۹) ازواج مطہرات تھیں، پانچ (۵) قریش میں سے تھیں: (۱) حضرت عائشہ بنت ابی بکر (۲) حضرت حفصہ بنت عمر (۳) حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان (۴) حضرت سودہ بنت زمعہ (۵) حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ، اور باقی چاریہ ہیں: (۶) حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب الخیبریہ (۷) حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ (۸) حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ (۹) حضرت جویریہ بنت الحارث المصطلقیہ۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ ازواج مطہرات کو اختیار دینے کا کیا سبب تھا؟ پس ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اختیار دیا تھا کہ آپ دنیا کا ملک رکھیں یا آخرت کی نعمتیں رکھیں تو آپ نے بھی اپنی ازواج مطہرات کو یہ اختیار دیا تھا تا کہ ان کا حال بھی آپ کے حال کی طرح ہو جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ آپ کے اوپر غیرت کرتی تھیں تو آپ ایک مہینے کے لیے ان سے الگ ہو گئے، تیسرا قول یہ ہے کہ ایک دن ازواج مطہرات جمع ہوئیں، پس انہوں نے کہا: ہم بھی دوسری عورتوں کی طرح زیورات چاہتی ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے کہا: اگر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے پاس ہوتیں تو ہمارے پاس بہت عمدہ کپڑے ہوتے، بہت نفیس زیورات ہوتے۔ (مصنف اس قول سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہے)، چوتھا قول یہ ہے کہ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک نے کچھ نہ کچھ طلب کیا جس کی بہ ظاہر آپ کے پاس استطاعت نہ تھی، پس حضرت ام سلمہ نے ایک منقش لباس کو طلب کیا اور

Marfat.com

حضرت میمونہ نے حلہ یمانیہ کو طلب کیا اور حضرت زینب نے دھاری دار کپڑوں کو طلب کیا جو کہ یمنی چادریں ہیں اور حضرت ام حبیبہ نے سوتی کپڑے کو طلب کیا اور حضرت حفصہ نے مصری کپڑوں کو طلب کیا اور حضرت جویریہ نے سر پر باندھنے کے کپڑوں کو طلب کیا اور حضرت سودہ نے خیبر کی چادر طلب کی سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے، انہوں نے کوئی چیز طلب نہیں کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۷۔۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مَعْمَرٌ اَلتَّبَرُّجُ اَنْ تُخْرِجَ مَحَاسِنَهَا۔

معمر نے کہا: اَلتَّبَرُّج کا معنی یہ ہے کہ عورت اپنے حسن اور اپنی زیبائش کو ظاہر کرے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى۔ (الاحزاب: ۳۳)

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد اور قتادہ نے کہا کہ تبرّج کا معنی ہے: تبختر یعنی ناز سے چلنا اور نخرے دکھانا۔

سُنَّةَ اللّٰهِ اسْتَنَّهَا جَعَلَهَا۔

سُنَّةَ الله: اس سے مراد وہ معمول اور وہ طریقہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ۔ (الاحزاب: ۳۳)

جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور تھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: کتب تفسیر میں مذکور ہے: مثل "اللہ کی سنت کے" یعنی اس کے دستور کی مثل، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ کے دستور کی پیروی کرو، نیز فرمایا: جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں، اس سے مراد ہے: گزشتہ انبیاء علیہم السلام کا جو طریقہ اور دستور رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں نکاح کی سنت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۷)

۴۷۸۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رضي الله عنها زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَاءَهَا حِيْنَ أَمَرَهُ اللّٰهُ أَنْ يُخَيِّرَ أَزْوَاجَهُ فَبَدَأَ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ إِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَسْتَعْجِلِيْ حَتّٰى تَسْتَأْمِرِيْ أَبَوَيْكِ وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِيْ بِفِرَاقِهِ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِلٰى تَمَامِ الْآيَتَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فَفِيْ أَيِّ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّيْ أُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ اپنی ازواج کو یہ اختیار دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ابتداء کی، آپ نے فرمایا: بے شک میں تمہارے سامنے ایک بات کا ذکر کرتا ہوں، پس تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم عجلت (نہ) کرو حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لو حالانکہ آپ کو خوب علم تھا کہ میرے والدین مجھے آپ سے الگ ہونے کا مشورہ نہیں دیں گے، حضرت عائشہ نے بیان کیا: پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

Marfat.com

ہے: اے نبی! آپ اپنی ازواج سے کہیے: (پوری دو آیتیں)
میں نے عرض کیا: پس میں کس چیز کا اپنے والدین سے مشورہ
کروں، پس بے شک میں اللہ کا اور اس کے رسول کا اور دار
آخرت کا ارادہ کرتی ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۸۶ میں آ رہی ہے۔

۵۔ بَابٌ: وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (الاحزاب: ۲۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ○ (الاحزاب: ۲۹) کی تفسیر

وَقَالَ قَتَادَةُ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللهِ وَالْحِكْمَةِ الْقُرْآنِ وَالْحِكْمَةُ السُّنَّةُ۔

قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے ان کو یاد کرتی رہو۔ (الاحزاب: ۳۴) یعنی قرآن اور سنت کو یاد کرتی رہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ: امام ابی حاتم نے اس تعلیق کو از معمر از قتادہ سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام عبد الرزاق کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۷۷)

۴۷۸۶۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ لَمَّا أُمِرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِتَخْيِيرِ أَزْوَاجِهِ بَدَأَ بِي فَقَالَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللهَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ قَالَ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا إِلَى أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾ (الاحزاب: ۲۸۔۲۹) قَالَتْ فَقُلْتُ فَفِي أَيِّ هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيدُ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ قَالَتْ ثُمَّ فَعَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِثْلَ مَا فَعَلْتُ تَابَعَهُ مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو سُفْيَانَ الْمَعْمَرِيُّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنی ازواج کو اختیار دیں تو آپ نے مجھ سے ابتداء کی، پس آپ نے فرمایا: میں تم سے ایک بات کا ذکر کرتا ہوں، سو اگر تم جلدی نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لو، حضرت عائشہ نے کہا: حالانکہ آپ کو خوب علم تھا کہ میرے والدین مجھے آپ سے الگ ہونے کا مشورہ نہیں دیں گے، پھر آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ جل ثناؤہٗ نے فرمایا: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے: کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ (یہ آیت اجرا عظیما تک پڑھیں)، حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں نے کہا: پس میں کس چیز میں اپنے والدین سے مشورہ کروں، پس بے شک میں اللہ کا ارادہ کرتی ہوں اور رسول کا ارادہ کرتی ہوں اور آخرت کے گھر کا ارادہ کرتی ہوں،

Marfat.com

عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا۔

حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج نے بھی اسی کی مثل کیا۔ موسیٰ بن اعین نے لیث کی متابعت کی ہے از معمر از زہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی اور عبدالرزاق، ابوسفیان المعمر ی نے ازمعمر روایت کی ہے از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

ازواج مطہرات کو اختیار دینے کے متعدد اسباب اوران کے درمیان تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ازواج کو اختیار دینے کا سبب یہ تھا جیسا کہ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اجازت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دیکھ رہے ہو میرے گرد یہ ازواج بیٹھی ہوئی ہیں اور مجھ سے خرچ کا سوال کر رہی ہیں اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ اپنی ازواج سے ایک مہینہ الگ رہے، پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: اے نبی! آپ اپنی ازواج سے کہیے اور یہ آیت اجرعظیم تک ہے (الاحزاب: ۲۹۔۲۸) پھر آپ نے عائشہ سے ابتداء کی جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے، اور کتاب النکاح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ایک طویل حدیث آئے گی جس میں ان دو ازواج کا قصہ ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت نہیں کی تھی، جب حضرت حفصہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راز حضرت عائشہ کو بتادیا تھا اور آپ نے ان پر شدید غم وغصہ کی وجہ سے فرمایا تھا کہ میں ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا، پھر جب انتیس (۲۹) دن گزر گئے تو آپ حضرت عائشہ کے پاس گئے اور ان سے ابتداء کی، انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے تو فرمایا تھا کہ آپ ایک ماہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ انتیس (۲۹) دن کا بھی ہوتا ہے اور وہ مہینہ انتیس دن کا تھا، حضرت عائشہ نے بیان کیا: پھر آپ پر اختیار دینے کی آیت نازل ہوگئی تو پھر آپ نے اپنی ازواج میں سے سب سے پہلے مجھ سے ابتداء کی، آپ نے فرمایا: میں تم سے ایک بات کا ذکر کرتا ہوں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم کوئی جلدی نہ کرو، اس سیاق سے یہ ظاہر ہے کہ یہ پوری روایت حضرت ابن عباس از حضرت عمر مروی ہے، اور جو روایت حضرت عائشہ سے مروی ہے وہ بھی حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور اس کی تصریح تفسیر ابن ابی حاتم میں مذکور ہے لیکن امام مسلم کی روایت میں زیادہ بہتر تفصیل ہے، اس طویل حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر نے ان دو ازواج کا قصہ بیان کیا جنہوں نے آپ سے موافقت نہیں کی تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا، عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ جب انتیس (۲۹) دن گزر گئے، پھر اس میں ذکر ہے کہ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں تم سے ایک بات کا ذکر کرتا ہوں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم کوئی جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کرلو، الحدیث۔ پس یہ دونوں حدیثیں اس پر متفق ہیں کہ اختیار دینے کی آیت اس وقت نازل ہوئی جب ان سے الگ ہونے کے بعد ایک مہینہ گزر گیا اور یہ دونوں حدیثیں ازواج سے الگ ہونے کے سبب میں مختلف ہیں۔ ایک حدیث میں یہ بیان ہے کہ اس کا سبب یہ تھا کہ ازواج نے خرچ میں اضافہ کا سوال کیا تھا اور دوسری حدیث میں یہ ہے کہ ازواج سے الگ ہونے کا سبب یہ ہے کہ دو ازواج نے آپ کے ساتھ موافقت نہیں کی تھی، جب حضرت حفصہ نے آپ کا راز حضرت عائشہ کو بتادیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت کتاب النکاح اور کتاب المظالم میں ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں باتیں ازواج سے الگ ہونے کا سبب ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۷۷، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

آپ نے جو ازواج کو اختیار دیا تھا آیا یہ اختیار دنیا اور آخرت کے درمیان تھا یا ان کو طلاق دینے اور نکاح کو برقرار رکھنے کے درمیان تھا؟

اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے جو ازواج کو اختیار دیا تھا یہ دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار تھا یا طلاق دینے اور آپ کے پاس رہنے کے درمیان اختیار تھا، علامہ الماوردی نے کہا ہے: اس میں علماء کے دو قول ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ طلاق دینے اور آپ کے پاس رہنے کے درمیان اختیار تھا، اسی طرح امام شافعی اور علامہ قرطبی نے کہا ہے۔ اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ ایک امر دوسرے امر کو لازم ہے گویا کہ آپ نے ان کو یہ اختیار دیا کہ آپ ان کو طلاق دے دیں اور یہ گویا ان کو دنیا کا اختیار دیا، اور آپ نے ان کو آخرت کا اختیار دیا کہ آپ ان کو اپنے نکاح میں رکھیں، پھر مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ ان دونوں قولوں کا محمل یہ ہے کہ آیا آپ نے ان کو طلاق تفویض کر دی تھی یا نہیں؟ اسی وجہ سے امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو صرف دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تھا۔

حضرت ام رومان کے نو (۹) ہجری تک زندہ رہنے پر دلیل

امام احمد اور طبری کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لو یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت ام رومان سے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وقت حضرت ام رومان حیات تھیں، اور یہ اختیار دینے کا واقعہ نو (۹) ہجری کا ہے، اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت ام رومان چھ (۶) ہجری میں فوت ہو گئی تھیں۔

اختیار دینے کے واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو اختیار دینے کی ابتداء کی تھی اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی دلیل ہے اور حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ کو معلوم تھا کہ میرے ماں باپ مجھے آپ سے الگ ہونے کا مشورہ نہیں دیں گے، اس میں ان کی ذہانت کی دلیل ہے اور ان کی عقل کے کمال اور ان کی رائے کی صحت کی دلیل ہے اس کے باوجود کہ وہ بہت کم عمر تھیں اور غیرت کامل عقل والی کو بھی نامناسب بات کہہ دینے پر برانگیختہ کرتی ہے، اس لیے حضرت عائشہ نے کہا: آپ دوسری ازواج کو یہ نہ بتائیں کہ میں نے کیا جواب دیا، لیکن چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ عورتوں میں جو طبعاً غیرت ہوتی ہے اور وہ سوکنوں کا بھلا نہیں چاہتیں، اس وجہ سے حضرت عائشہ نے یہ کہا ہے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کہنے پر عمل نہیں کیا۔

آیا اپنی ازواج کو اختیار دینا طلاق ہے یا نہیں

بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ اپنی ازواج کو طلاق یا اپنے نکاح میں رکھنے کا اختیار دینا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے لیکن اس حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو اس اختیار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختصاص پر دلالت کرے، ہاں! بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ اختیار طلاق اور نکاح میں برقرار رکھنے کے درمیان نہیں تھا اور امت کے حق میں اختیار دینا طلاق اور نکاح میں برقرار رکھنے کے درمیان ہے۔

۶۔ بَابٌ: وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپا رہے تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو

Marfat.com

اَنْ تَخْشٰهُ۔ (الاحزاب: ۳۷)

لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ تھا اور اللہ آپ کے خوف کا زیادہ مستحق ہے۔ (الاحزاب: ۳۷) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کے شروع کا حصہ یہ ہے:

وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ۔ (الاحزاب: ۳۷)

اور اے رسول مکرم! یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا ہے کہ تم اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپا رہے تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ تھا اور اللہ آپ کے خوف کا زیادہ مستحق ہے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کے قصہ کے متعلق علامہ عینی کی عبارت

یہ آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اور اس کا قصہ کتب تفسیر میں مذکور ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کے گھر کسی کام سے گئے تو آپ نے ان کی بیوی حضرت زینب بنت جحش کو دیکھا جو اپنی قمیص پہنے اور اپنا دوپٹا اوڑھے کھڑی تھیں تو وہ آپ کو اچھی لگیں تو گویا کہ وہ آپ کے دل میں اتر گئیں تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ دلوں کو پلٹنے والے، اور آپ واپس چلے گئے تو حضرت زینب نے حضرت زید سے یہ واقعہ ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت زید کے دل میں ان کی کراہت ڈال دی تو انہوں نے حضرت زینب کو طلاق دینے کا ارادہ کیا، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، سو کہا: میں اپنی بیوی سے الگ ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا: اور یاد کرو جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی اس کو اسلام کی توفیق دی ہے اور وہ شخص حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے اور آپ نے بھی اس پر انعام فرمایا یعنی آپ نے ان کو آزاد کر دیا اور فرمایا: آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپاتے تھے یعنی اگر حضرت زید بن حارثہ نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور آپ نے ان سے نکاح کر لیا، اور حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ آپ اپنے دل میں حضرت زینب کی محبت کو چھپاتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانے والا ہے اور آپ کو لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ تھا یعنی آپ لوگوں سے حیاء فرماتے تھے، حضرت ابن عباس اور حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ آپ نے اس مرد کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے، پھر جب اس نے طلاق دے دی تو آپ نے ان سے نکاح کر لیا، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ کے اوپر اس سے زیادہ سخت آیت نازل نہیں ہوئی کہ اللہ آپ کے خوف کا زیادہ مستحق ہے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے ڈرتے تھے اور اللہ سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ بے شک اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ صرف اس سے ڈریں اور اللہ کے سوا اور کسی سے نہ ڈریں، اور آپ اللہ ہی سے ڈرتے تھے لیکن آپ کو لوگوں کے طعنوں کا بھی اندیشہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اپنا خوف صرف اللہ کے لیے رکھیں، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر کوئی طعن نہیں ہے کیونکہ بندے کے دل میں جو خیالات آئیں اس پر اسے کوئی ملامت نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ اس میں کسی گناہ کا ارادہ نہ

Marfat.com

کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۷۸۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ ﴿وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ﴾ (الاحزاب:۳۷) نَزَلَتْ فِي شَأْنِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ۔

(صحیح البخاری: ۷۴۲۰، سنن ترمذی: ۳۲۱۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معلّٰی بن منصور نے حدیث بیان کی از حماد بن زید، انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ بے شک یہ آیت: وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ (الاحزاب:۳۷) اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپاتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانے والا تھا۔ حضرت زینب بنت جحش اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کے قصہ کے متعلق حافظ ابن حجر کی عبارت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب التوحید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت زینب کی شکایت کرتے ہوئے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرما رہے تھے: تم اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو، حضرت انس نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپا لیتے۔ حضرت انس نے بیان کیا کہ حضرت زینب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات کے اوپر فخر کیا کرتی تھیں (الحدیث) اور امام ابن ابی حاتم نے اس قصہ کو سدی کی سند سے زیادہ عمدہ اور وضاحت سے بیان کیا ہے اور اس کی عبارت یہ ہے: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان کی والدہ اُمیمہ بنت عبد المطلب تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ کیا کہ وہ حضرت زینب کا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے کر دیں جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے، پہلے انہوں نے اس رشتہ کو ناپسند کیا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز پر راضی ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا نکاح حضرت زید سے کر دیا، پھر اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ زید بن حارثہ سے حضرت زینب کے نکاح کے بعد حضرت زینب آپ کے نکاح میں داخل ہو جائیں گی تو آپ اس سے حیاء فرماتے تھے کہ آپ حضرت زید بن حارثہ کو یہ حکم دیں کہ وہ حضرت زینب کو طلاق دیں اور حضرت زید بن حارثہ اور حضرت زینب کے درمیان مسلسل لڑائی جھگڑتے رہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں، اور آپ کو یہ خدشہ تھا کہ لوگ آپ کو یہ طعنہ دیں گے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی بیوی سے خود نکاح کر لیا کیونکہ آپ حضرت زید کو اپنا بیٹا بنا چکے تھے اور امام ابن ابی حاتم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ بے شک حضرت زینب آپ کی ازواج میں داخل ہو جائیں گی، پس جب آپ کے پاس حضرت زید حضرت زینب کی شکایت کرنے کے لیے آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمہیں خبر دے چکا ہوں کہ بے شک میں تمہارا نکاح ان سے کر دوں گا اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپاتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور حکیم ترمذی نے اس روایت کو ثابت کرنے کے لیے بہت طویل بحث کی ہے اور کہا ہے کہ یہ پوشیدہ علم کے جواہر میں سے ہے

Marfat.com

اور گویا کہ وہ سدی کی تفسیر سے واقف نہیں ہوئے جس کو میں بیان کر چکا ہوں اور وہ زیادہ واضح ہے اور اس کی سند زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں علی بن زید بن جدعان ہے، وہ ضعیف راوی ہے اور امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ آئے، پس عرض کیا: یا رسول اللہ! زینب کی زبان بہت لمبی اور سخت ہے اور میں اس کو طلاق دینا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ وہ زینب کو طلاق نہ دیں اور لوگوں کی نکتہ چینی سے ڈرتے تھے، اس سلسلے میں اور بھی آثار مروی ہیں جن کی امام ابن ابی حاتم نے اور طبری نے روایت کی ہے اور ان کو اکثر مفسرین نے نقل کیا ہے اور ان میں مشغول ہونا مناسب نہیں ہے اور جس روایت کو میں نے نقل کیا ہے وہی معتمد ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو مخفی رکھتے تھے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی کہ وہ عنقریب آپ کی زوجہ ہو جائیں گی اور جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خبر کو چھپانے پر برانگیختہ کرتی تھی وہ یہ تھی کہ (لوگ کہیں گے کہ) انہوں نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ زمانہ جاہلیت کے اس رواج کو باطل کر دیا جائے کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹے کے حکم میں نہیں ہوتا، اور اس کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کی قوی دلیل یہی ہو سکتی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح فرمالیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل لوگوں کے لیے نمونہ بن جائے اور یہ لوگوں کے عمل کے لیے زیادہ قوی سبب ہو، مفسرین کو خبط میں خشیت کی تاویل نے مبتلاء کیا، امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی وحی کو چھپا سکتے تو اس آیت کو چھپا لیتے یعنی وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ (الاحزاب: ۳۷) (اور اے رسول مکرم! یاد کیجئے: جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا ہے کہ تم اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپاتے تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ تھا۔) پھر آپ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ (الاحزاب: ۴۰)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زید کو بیٹا بنایا تھا تو وہ چھوٹے اور کم سن تھے حتیٰ کہ وہ بڑے ہو کر مرد بن گئے تو انہیں زید بن محمد کہا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَ مَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ۔ (الاحزاب: ۴-۵)

اور (اللہ نے) نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (حقیقی) بیٹا بنایا ہے، یہ تمہارا صرف زبانی کہنا ہے اور اللہ حق بات کہتا ہے اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے ۝ اور منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف پسند بات ہے۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے صرف اتنا کہا تھا کہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو، پھر حضرت زید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب سے ان کی زبان درازی کی وجہ سے اپنی نفرت پر مطلع کیا اور ان کو طلاق دینے کی اجازت طلب کی اور ان کو طلاق دے دی۔

امام مسلم، امام احمد اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ جب حضرت زینب کی عدت پوری ہوگئی تو

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے فرمایا: تم حضرت زینب کے پاس جا کر میرا ذکر کرو، انہوں نے کہا: پس میں گیا اور میں نے کہا: اے زینب! تمہیں مبارک اور خوش خبری ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا ہے اور وہ تمہارا ذکر فرما رہے تھے، انہوں نے کہا: میں اس وقت تک کچھ نہیں کروں گی حتیٰ کہ اپنے رب سے مشورہ کرلوں، پس حضرت زینب کھڑی ہو کر اپنے نماز پڑھنے کی جگہ گئیں اور قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوگئی:

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا ۔ (الاحزاب: ۳۷) پھر جب زید نے اس کو طلاق دے کر اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا اس سے نکاح کر دیا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بغیر اجازت کے داخل ہو گئے اور یہ اس واقعہ کا سب سے بلیغ قصہ ہے، اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ عورت کے لیے استخارہ کرنا مستحب ہے، اور وہ منگنی کو قبول کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور یہ کہ جو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس چیز کو آسان کر دیتا ہے جس کا اس کے لیے اس کی دنیا اور آخرت کے لیے زیادہ نفع ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۷۹۔ ۷۷۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۔ بَابٌ: تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ۔ (الاحزاب: ۳۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ان ازواج میں سے جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جس بیوی سے آپ الگ ہو چکے ہیں اگر آپ اس کو (پھر) طلب کرلیں تو آپ پر کوئی تنگی نہیں ہے (الاحزاب: ۵۱) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں، مفسرین میں سے الواحدی نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ازواج کو اختیار دینے کی آیت کے بعد نازل ہوئی ہے کیونکہ بعض ازواج مطہرات اس سے ڈریں کہ آپ ان کو طلاق دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ازواج کی باریوں کی تقسیم کو آپ کے سپرد کر دیا اور فرمایا: تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ یعنی آپ جس کو چاہیں موخر کر دیں وَتُـْٔوِیْۤ یعنی آپ جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں، ازواج کے معاملہ کو آپ کے سپرد کر دیا یعنی آپ جس کو چاہیں اس کی باری موخر کر دیں اور جس کو چاہیں اس کی باری سے پہلے اپنے پاس بلالیں آپ پر اس میں کوئی تنگی نہیں ہے، اس آیت میں آپ کو تمام مردوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷۰)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُرْجِیْ تُؤَخِّرُ أَرْجِئْهُ أَخِّرْهُ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تُرْجِیْ کا معنی ہے: آپ موخر کر دیں، أَرْجِئْهُ کا معنی ہے: تم اس کو موخر کر دو۔

حضرت ابن عباس نے جو تُرْجِیْ کا معنی بیان کیا ہے اس کو امام ابن حاتم نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس حکم کے ساتھ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کر دیا گیا ہے اور امام بخاری نے جو یہ کہا ہے کہ أَرْجِئْهُ کا معنی ہے کہ تم اس کو موخر کر دو تو أَرْجِئْهُ کا لفظ سورۃ الاعراف اور سورۃ الشعراء میں ہے اور امام بخاری نے اس کو یہاں تجاذ کر دیا ہے۔

۴۷۸۸۔ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كُنْتُ أَغَارُ عَلَى اللَّاتِيْ وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زکریا بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی: ہشام نے کہا: انہوں نے ہمیں اپنے والد سے حدیث بیان کی از حضرت

Marfat.com

لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأَقُولُ أَتَهَبُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ (الاحزاب: ۵۱) قُلْتُ مَا أَرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۱۳، صحیح مسلم: ۱۴۶۴، سنن نسائی: ۳۱۹۰)

عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے کہا: مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی تھی جو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لیے ہبہ کرتی تھیں اور میں کہتی تھی: کیا کوئی عورت اپنا نفس ہبہ کر سکتی ہے، پس جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (الاحزاب: ۵۱) ان ازواج میں سے آپ جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جس بیوی سے آپ الگ ہو چکے ہیں اگر آپ اس کو (پھر) طلب فرمالیں تو آپ پر کوئی تنگی نہیں ہے۔ تو میں نے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور اپنا نفس ہبہ کرنے والی عورتوں کا بیان

میں ان پر غیرت کرتی تھی: اس کا معنی ہے: میں ان پر عیب لگاتی تھی۔

اور جو اس حدیث میں ہے کہ جو عورتیں اپنا نفس ہبہ کرتی تھیں: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہبہ کرنے والی عورتیں ایک سے زیادہ تھیں۔ امام ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ ان عورتوں میں سے خولہ بنت حکیم تھیں اور الشعبی کی روایت ہے کہ ان عورتوں میں سے ام شریک تھیں اور ابو عبیدہ کی روایت ہے کہ ان عورتوں میں سے فاطمہ بنت شریح تھیں اور بعض کی روایت ہے کہ ان عورتوں میں سے لیلیٰ بنت الحطیم تھیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ان عورتوں میں سے میمونہ بنت الحارث تھیں۔

حضرت عائشہ نے کہا: میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے: یعنی اللہ تعالیٰ بغیر کسی تاخیر کے وہ کام کر دیتا ہے جس کو آپ پسند کرتے ہیں اور جس سے آپ راضی ہوتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

جن عورتوں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا ان کے متعلق احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عنقریب کتاب النکاح میں یہ حدیث آئے گی کہ ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا (الحدیث) اور اس حدیث میں اس مرد کا قصہ ہے جس نے ان کو طلب کیا تھا تو آپ نے فرمایا: جا کر اس کا مہر تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو اور حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور آپ سے عرض کیا: میری ایک بیٹی ہے، پھر اس نے اس کا حسن و جمال ذکر کیا اور کہا: میں نے اس کو آپ کے لیے پسند کر لیا تو آپ نے فرمایا: میں اس کو قبول نہیں کرتا، پھر وہ اس کا ذکر کرتی رہی حتیٰ کہ کہا: اس کے سر میں کبھی درد نہیں ہوا، آپ نے فرمایا: مجھے تمہاری بیٹی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس حدیث کی امام احمد نے بھی روایت کی ہے اور یقیناً یہ کوئی اور عورت ہے، اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت عائشہ کی اس روایت میں کہا ہے: جس عورت نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا وہ خولہ بنت حکیم تھی اور عنقریب کتاب النکاح میں اس پر بحث آئے گی، کیونکہ امام بخاری نے اس کی طرف اپنی تعلیق میں اشارہ کیا ہے، اور امام نسائی نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ اپنا نفس ہبہ کرنے والیوں میں ام

Marfat.com

شریک تھیں اور امام ابوعبیدہ سے معمر نے روایت کی ہے کہ اپنا نفس ہبہ کرنے والوں میں فاطمہ بنت شریح تھیں اور ایک قول ہے کہ لیلیٰ بنت الحطیم بھی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے اپنا نفس ہبہ کیا تھا اور شعبی سے روایت ہے کہ ان عورتوں میں سے زینب بنت خزیمہ بھی تھیں اور یہ ثابت نہیں ہے، اور قتادہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ان عورتوں میں سے میمونہ بنت الحارث تھیں مگر اس حدیث کی سند منقطع ہے، مگر یہ ایک اور ضعیف سند سے مروی ہے اور اس کے معارض یہ ہے کہ عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ایسی کوئی عورت نہیں تھی جس نے آپ کو اپنا نفس ہبہ کیا ہو، اس حدیث کی امام طبری نے روایت کی ہے اور اس کی سند حسن ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے کسی ایسی عورت کے ساتھ دخول نہیں کیا جس نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا ہو ہر چند کہ یہ آپ کے لیے مباح تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (الاحزاب:٥٠)

اور وہ مومنہ عورت بھی آپ کے لیے حلال ہے جس نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں، یہ حکم صرف آپ کے لیے مخصوص ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٧٨٠، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

٤٧٨٩۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَسْتَأْذِنُ فِي يَوْمِ الْمَرْأَةِ مِنَّا بَعْدَ أَنْ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ (الاحزاب:٥١) فَقُلْتُ لَهَا مَا كُنْتِ تَقُولِينَ قَالَتْ كُنْتُ أَقُولُ لَهُ إِنْ كَانَ ذَاكَ إِلَيَّ فَإِنِّي لَا أُرِيدُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ أُوثِرَ عَلَيْكَ أَحَدًا تَابَعَهُ عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ سَمِعَ عَاصِمًا۔

(صحیح مسلم: ١٤٧٦، سنن ابوداؤد: ٢١٣٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم الاحول نے خبر دی از معاذۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ہم میں سے کسی زوجہ کی باری کے متعلق اجازت طلب کرتے تھے، وہ آیت یہ ہے: تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (الاحزاب:٥١) ان ازواج میں آپ جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جس بیوی سے آپ الگ ہو چکے ہیں اگر آپ اس کو (پھر) طلب کر لیں تو آپ پر کوئی تنگی نہیں ہے۔ معاذہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا آپ کیا فرماتی ہیں؟ انہوں نے کہا: میں آپ سے یہ کہتی تھی کہ اگر یہ معاملہ میرے سپرد ہو یا رسول اللہ! تو میں آپ کے اوپر کسی کو ترجیح دینے کا ارادہ نہیں کروں گی۔ عبد اللہ بن عباد نے عباد بن عباد کی متابعت کی ہے جنہوں نے عاصم سے سنا ہے۔

الاحزاب:٥١ کی تفسیر میں تین اقوال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَ تُـْٔوِیۡۤ اِلَیۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ ان ازواج میں آپ جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں۔ (الاحزاب:۵۱)

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا: آپ ہمیں طلاق نہ دیں اور ہمارے لیے جس طرح چاہیں باری مقرر فرما دیں تو آپ ان میں سے بعض کے لیے برابر برابر باری مقرر فرماتے اور یہ وہ ازواج تھیں جن کو آپ نے اپنے پاس رکھا تھا اور باقی ازواج کے لیے آپ جس طرح چاہتے باری مقرر فرماتے اور یہ وہ ازواج تھیں جن کو آپ نے خود سے دور رکھا تھا، خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(۱) آپ جس کو چاہیں طلاق دے دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں۔

(۲) آپ جس زوجہ کو چاہیں بغیر طلاق کے اپنے پاس سے الگ کر دیں اور دوسری ازواج کے لیے باریاں مقرر کر دیں۔

(۳) جو عورتیں اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہیں آپ ان میں سے جس کو چاہیں قبول فرما لیں اور جس کو چاہیں مسترد کر دیں۔

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ ان ازواج میں سے کسی سے الگ نہیں ہوئے، زہری نے کہا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ آپ اپنی ازواج سے کسی سے الگ ہوئے ہوں، قتادہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے کہ آپ جس طرح چاہیں ازواج کی باریاں مقرر فرمائیں مگر آپ نے صرف برابر برابر باریاں مقرر کیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۸۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۸۔ بَابُ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡذَنَ لَكُمۡ اِلٰی طَعَامٍ غَیۡرَ نٰظِرِیۡنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنۡ اِذَا دُعِیۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا وَ لَا مُسۡتَاۡنِسِیۡنَ لِحَدِیۡثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ یُؤۡذِی النَّبِیَّ فَیَسۡتَحۡیٖ مِنۡكُمۡ ۫ وَ اللّٰهُ لَا یَسۡتَحۡیٖ مِنَ الۡحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـَٔلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَ قُلُوۡبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمۡ اَنۡ تُؤۡذُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنۡ تَنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِیۡمًا ﴿۵۳﴾ (الاحزاب:۵۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو، سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو، بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ، بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، سو وہ تم سے حیاء کرتے ہیں، اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو، بے شک اللہ کے نزدیک یہ

Marfat.com

بہت سنگین بات ہےO(الاحزاب: ۵۳) کی تفسیر

يُقَالُ إِنَاهُ إِدْرَاكُهُ أَنَى يَأْنِي أَنَاةً۔

کہا جاتا ہے: إناہُ اس کا معنی ہے: ادراکہ یعنی اس کا پکنا اور تیار ہونا انی یانی اناءۃ اس کا معنی ہے: وقت کا آنا اور پکنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ۔ (الاحزاب: ۵۳)

کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو۔

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا إِذَا وَصَفْتَ صِفَةَ الْمُؤَنَّثِ قُلْتَ قَرِيبَةً وَإِذَا جَعَلْتَهُ ظَرْفًا وَبَدَلًا وَلَمْ تُرِدِ الصِّفَةَ نَزَعْتَ الْهَاءَ مِنَ الْمُؤَنَّثِ وَكَذٰلِكَ لَفْظُهَا فِي الْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ وَالْجَمِيعِ لِلذَّكَرِ وَالْأُنْثَى۔

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴿۶۳﴾ اس کا معنی ہے: اور اے مخاطب تجھے کیا پتا کہ شاید قیامت عنقریب واقع ہو (الاحزاب: ۶۳) یہاں بہ ظاہر یہ اشکال ہے کہ الساعۃ مونث ہے تو قریبۃ کا لفظ ہونا چاہیے تھا کیونکہ جب تم مونث کی صفت لاؤ تو قریبۃ لاتے ہو اور جب تم اس کو ظرف اور بدل لاؤ تو تم مونث کی تاء کو حذف کر دیتے ہو اور اس میں واحد، تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مونث سب برابر ہوتے ہیں۔

۴۷۹۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رضی الله عنه قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْحِجَابِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، پس آپ امہات المومنین کو حجاب میں رہنے کا حکم دیں تو اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیت نازل فرمادی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۴۷۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوا ثُمَّ جَلَسُوا يَتَحَدَّثُونَ وَإِذَا هُوَ كَأَنَّهُ يَتَهَيَّأُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُومُوا فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ وَقَعَدَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ جُلُوسٌ ثُمَّ إِنَّهُمْ قَامُوا فَانْطَلَقْتُ فَجِئْتُ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوا فَجَاءَ حَتَّى دَخَلَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ فَأَلْقَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ الرقاشی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے، وہ کہتے تھے: ہمیں ابومجلز نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ نے لوگوں کو بلایا، پس انہوں نے کھانا کھایا، پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور اس وقت آپ گویا اٹھنے کے لیے تیار ہوئے، پس لوگ نہیں اٹھے، جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے، پھر جب آپ کھڑے ہو گئے تو جنہوں نے کھڑے ہونا تھا وہ

Marfat.com

الْحِجَابَ بَیْنِی وَبَیْنَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ﴾ الْاٰيَةَ (الاحزاب: ۵۳)
(صحیح مسلم: ۱۴۲۸، سنن نسائی: ۳۲۴۸)

کھڑے ہو گئے اور تین شخص بیٹھے رہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہونے کے لیے آئے تو اس وقت (بھی) وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، پھر وہ لوگ کھڑے ہو گئے، پھر میں بھی چلا گیا، پس میں آیا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی وہ لوگ چلے گئے ہیں، پس آپ آئے حتیٰ کہ اندر داخل ہو گئے تو میں داخل ہونے لگا تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان حجاب ڈال دیا، پھر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَآأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ (الاحزاب: ۵۳) اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو۔

۴۷۹۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ اٰيَةِ الْحِجَابِ لَمَّا أُهْدِيَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ رضی اللّٰه عنها إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم كَانَتْ مَعَهُ فِي الْبَيْتِ صَنَعَ طَعَامًا وَدَعَا الْقَوْمَ فَقَعَدُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صلی اللّٰه علیه وسلم يَخْرُجُ ثُمَّ يَرْجِعُ وَهُمْ قُعُوْدٌ يَتَحَدَّثُوْنَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ إِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ إِلٰى قَوْلِهٖ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ الْاٰيَةَ (الاحزاب: ۵۳) فَضُرِبَ الْحِجَابُ وَقَامَ الْقَوْمُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمام لوگوں سے زیادہ اس آیت کو جانتا ہوں جو آیت حجاب ہے، جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیش کیا گیا وہ آپ کے ساتھ گھر میں تھیں، آپ نے کھانا تیار کیا اور لوگوں کو بلایا، پس وہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلتے، پھر لوٹ آتے اور وہ اسی طرح بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو (الاحزاب: ۵۳) یہ آیت یہاں تک ہے مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ یعنی پردے کے پیچھے سے۔ پس پردہ گرا دیا گیا اور لوگ اٹھ گئے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: ابو عبیدہ نے کہا: حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ نکاح تین (۳) ہجری میں ہوا، اور قتادہ نے کہا: پانچ (۵) ہجری میں ہوا تھا، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

وہ لوگ کھانا کھانے کے بعد گھر سے نہیں نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار گھر سے نکل کر باہر جاتے اور لوٹ آتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے حیاء فرماتے تھے کہ آپ ان سے فرمائیں کہ تم اٹھ کر چلے جاؤ۔

حضرت زینب بن جحش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیش کیا گیا: یعنی کسی عورت نے ان کا بناؤ سنگھار کر کے دلہن بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیش کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷۴)

۴۷۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رضی اللّٰه

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا، ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے

Marfat.com

عنه قَالَ بُنِیَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ بِزَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ فَأُرْسِلْتُ عَلَی الطَّعَامِ دَاعِیًا فَیَجِیءُ قَوْمٌ فَیَأْكُلُونَ وَیَخْرُجُونَ ثُمَّ یَجِیءُ قَوْمٌ فَیَأْكُلُونَ وَیَخْرُجُونَ فَدَعَوْتُ حَتّٰی مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُو فَقُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوهُ قَالَ ارْفَعُوا طَعَامَكُمْ وَبَقِیَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ یَتَحَدَّثُونَ فِی الْبَیْتِ فَخَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ فَانْطَلَقَ إِلٰی حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْكُمْ أَهْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَتْ وَعَلَیْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ كَیْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فَتَقَرَّی حُجَرَ نِسَائِهِ كُلِّهِنَّ یَقُولُ لَهُنَّ كَمَا یَقُولُ لِعَائِشَةَ وَیَقُلْنَ لَهُ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ رَجَعَ النَّبِیُّ ﷺ فَإِذَا ثَلَاثَةٌ مِنْ رَهْطٍ فِی الْبَیْتِ یَتَحَدَّثُونَ وَكَانَ النَّبِیُّ ﷺ شَدِیدَ الْحَیَاءِ فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَمَا أَدْرِی آخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ أَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوا فَرَجَعَ حَتّٰی إِذَا وَضَعَ رِجْلَهُ فِی أُسْكُفَّةِ الْبَابِ دَاخِلَةً وَأُخْرٰی خَارِجَةً أَرْخَی السِّتْرَ بَیْنِی وَبَیْنَهُ وَأُنْزِلَتْ آیَةُ الْحِجَابِ۔

کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا گیا تو آپ نے روٹیاں اور گوشت تیار کرایا، پھر میں نے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی، پس لوگ آتے کھانا کھاتے اور چلے جاتے، پھر دوسرے لوگ آتے وہ کھانا کھاتے اور چلے جاتے، پس میں لوگوں کو دعوت دیتا رہا حتیٰ کہ کوئی ایک شخص باقی نہیں رہا کہ جس کو میں دعوت دوں تو میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں کسی ایک شخص کو بھی نہیں پاتا کہ جس کو میں دعوت دوں، آپ نے فرمایا: تم اپنا کھانا اٹھالو اور تین آدمی باقی رہ گئے جو گھر میں باتیں کر رہے تھے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف باہر نکلے تو آپ نے فرمایا: اے اہل بیت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ، حضرت عائشہ نے جواب دیا: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ، آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا، اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں گئے اور ان سے اسی طرح بات کی جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بات کی تھی اور انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا جس طرح حضرت عائشہ نے جواب دیا تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس آئے تو وہ تین شخص اسی طرح باتیں کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ حیاء فرماتے تھے، آپ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف چل پڑے، مجھے پتا نہیں کہ میں نے آپ کو خبر دی یا کسی اور نے خبر دی کہ لوگ گھر سے نکل گئے ہیں، پس آپ واپس آئے حتیٰ کہ آپ نے اپنا ایک پیر دروازے کی چوکھٹ پر داخل ہونے کے لیے رکھا اور دوسرا پیر باہر تھا، پھر آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور حجاب کی آیت نازل ہوگئی۔

اس حدیث کی وہی شرح ہے جو صحیح البخاری: ۴۷۹۱ میں ہے۔

علامہ عینی نے بعض مشکل الفاظ کے معانی لکھے ہیں:

بُنِیَ: اس کا معنی ہے: بیوی کے پاس داخل ہونا اور اس کی اصل یہ ہے کہ مرد جب کسی عورت سے نکاح کرے تو ان کے لیے خیمہ یا کمرہ بنادیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ دخول کرے۔

فَتَقَرّٰی: یعنی آپ ایک ایک کر کے ہر حجرے میں گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۷۹۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ أَوْلَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ بَنَى بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى حُجَرِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ صَبِيحَةَ بِنَائِهِ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ وَيُسَلِّمْنَ عَلَيْهِ وَيَدْعُو لَهُنَّ وَيَدْعُونَ لَهُ فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ رَأَى رَجُلَيْنِ جَرَى بِهِمَا الْحَدِيثُ فَلَمَّا رَآهُمَا رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ فَلَمَّا رَأَى الرَّجُلَانِ نَبِيَّ اللهِ ﷺ رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ وَثَبَا مُسْرِعَيْنِ فَمَا أَدْرِي أَنَا أَخْبَرْتُهُ بِخُرُوجِهِمَا أَمْ أُخْبِرَ فَرَجَعَ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ وَأَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَأُنْزِلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن بکر السہمی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت زینب بنت جحش کو پیش کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ولیمہ کیا، پس تمام لوگ روٹیوں اور گوشت سے سیر ہو گئے، پھر آپ امہات المؤمنین کے حجروں کی طرف نکلے جیسا کہ آپ شب باشی کی صبح کو کرتے تھے، پس آپ نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے آپ کے سلام کا جواب دیا اور آپ نے ان کو دعا دی اور انہوں نے آپ کو دعا دی، پھر جب آپ اپنے گھر کی طرف واپس گئے تو آپ نے دیکھا کہ دو مردوں کے درمیان باتیں جاری ہیں، پس جب آپ نے ان دونوں کو دیکھا تو اپنے گھر واپس گئے، پس جب ان دو مردوں نے نبی اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ بہت تیزی سے آپ کے گھر سے لوٹ گئے، پس مجھے معلوم نہیں کہ میں نے ان کے نکلنے کی خبر دی تھی یا آپ کو وحی کے ذریعے خبر دی گئی تھی، پس آپ واپس آئے حتیٰ کہ گھر میں داخل ہو گئے اور آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا اور آیت حجاب نازل ہوئی، ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی حمید نے، انہوں نے حضرت انس سے سنا، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو صحیح البخاری: ۴۷۹۱ کی شرح ہے۔

علامہ عینی نے بعض مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

صَبِيحَةَ بِنَائِهِ: یعنی شب زفاف کے بعد کی صبح۔

آپ نے دو مردوں کو دیکھا: اس سے پہلی حدیث میں تین مردوں کا ذکر تھا اور مفہوم عدد کا اعتبار نہیں ہوتا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ باتیں دو آدمی کر رہے تھے اور تیسرا خاموش تھا اور تیسرا جواب یہ ہے کہ پہلے تین آدمی تھے، پھر ان میں سے ایک اٹھ کر چلا گیا تو باقی دو رہ گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ صفحہ ۱۷۶)

۴۷۹۵۔ حَدَّثَنِي زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَمَا ضُرِبَ الْحِجَابُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زکریا بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں:

Marfat.com

لِحَاجَتِهَا وَكَانَتْ امْرَأَةً جَسِيمَةً لَا تَخْفَى عَلَى مَنْ يَعْرِفُهَا فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَا سَوْدَةُ أَمَا وَاللَّهِ مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا فَانْظُرِي كَيْفَ تَخْرُجِينَ قَالَتْ فَانْكَفَأَتْ رَاجِعَةً وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِي وَإِنَّهُ لَيَتَعَشَّى وَفِي يَدِهِ عَرْقٌ فَدَخَلَتْ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي فَقَالَ لِي عُمَرُ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ وَإِنَّ الْعَرْقَ فِي يَدِهِ مَا وَضَعَهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ۔

پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنے کسی کام کے سبب گھر سے باہر نکلیں اور یہ بھاری جسم والی عورت تھی، جو شخص ان کو پہچانتا ہو وہ اس پر مخفی نہیں رہتی تھیں، پس ان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو انہوں نے کہا: اے سودہ! سنیے! اللہ کی قسم! آپ ہم پر مخفی نہیں ہیں آپ غور کیجئے آپ کیسے نکل رہی ہیں، حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سودہ مڑ کر واپس گئیں اور رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں کھانا تناول فرما رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں گوشت والی ہڈی تھی، وہ اندر آئیں اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنے کسی کام سے نکلی تھی، پس مجھ سے حضرت عمر نے اس طرح اور اس طرح کہا۔ حضرت عائشہ نے بتایا: پس اللہ نے آپ کی طرف وحی کی، پھر آپ سے وحی منقطع ہوئی اور گوشت والی ہڈی آپ کے ہاتھ میں تھی جس کو آپ نے ابھی رکھا نہیں تھا، پس آپ نے فرمایا: تم ازواج کے لیے اجازت دی گئی ہے کہ تم اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر نکلا کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی نے اس حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی لکھے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

حضرت سودہ نکلیں: یہ حضرت سودہ بنت زمعہ ام المومنین ہیں۔

پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد: کتاب الطہارت میں یہ گزر چکا ہے کہ یہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، علامہ کرمانی نے لکھا ہے: شاید یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ تھا کہ نبی ﷺ کی ازواج پر اجنبی مردوں کی نظریں نہ پڑیں حتیٰ کہ انہوں نے اس کی تصریح کی اور کہا: آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں حتیٰ کہ پردہ کے احکام نازل ہو گئے، پھر ان کا ارادہ یہ تھا کہ ازواج مطہرات کا بدن بالکل ظاہر نہ ہو خواہ وہ مستور ہوں تو انہوں نے اس میں مبالغہ کیا اور حضرت عمر کو اس سے منع کیا گیا اور ازواج مطہرات کو اپنی ضرورت کے کاموں میں نکلنے کی اجازت دی گئی تا کہ ان کو مشقت اور حرج نہ ہو۔

اس باب میں جو احادیث ذکر کی گئی ہیں وہ سب حجاب سے متعلق ہیں۔

حجاب کے احکام کی تفصیل

قاضی عیاض نے کہا ہے: نبی ﷺ کی ازواج کے اوپر حجاب فرض کیا گیا ہے اور یہ ان پر بالاتفاق فرض ہے اور ان کے لیے چہرے اور ہتھیلیوں کو بھی کھولنا جائز نہیں ہے نہ شہادت کے موقع پر اور نہ کسی اور موقع پر اور ان کے لیے اپنے جسم کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ قضائے حاجت کے لیے گھر سے باہر جائیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ازواج مطہرات کے سوا دوسری عورتوں کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے کاموں میں گھر سے باہر جا سکتی ہیں لیکن ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے تمام اعضاء کو مستور رکھیں اور اپنی کسی زینت کو ظاہر نہ کریں اور نہ اپنی آواز بلند کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷۷۔۱۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابٌ: اِنۡ تُبۡدُوۡا شَيۡـئًا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ۞ لَا جُنَاحَ عَلَيۡهِنَّ فِىۡۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُنَّ‌ ۚ وَاتَّقِيۡنَ اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدًا ۞ (الاحزاب:۵۴۔۵۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر تم کسی بات کو چھپاؤ یا اس کو ظاہر کرو تو بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O ان خواتین پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ دادا اور اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور اپنی ہم دین خواتین اور اپنی باندیوں سے پردہ نہ کریں اور تم اللہ سے ڈرتی رہو، بے شک اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے O (الاحزاب:۵۵۔۵۴) کی تفسیر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے نکاح کے حرام ہونے کی سخت حرمت اور جن رشتہ داروں سے پردہ لازم ہے ان کی تفصیل

علامہ عینی ان آیتوں کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اگر تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے نکاح کے متعلق کوئی بات اپنی زبانوں پر لاؤ یا تم اس قسم کی بات کو اپنے سینوں میں چھپاؤ تو بے شک اللہ اس کو جانتا ہے، وہ تم کو سخت عذاب دے گا اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کا کسی سے نکاح کرنا حرام ہو چکا ہے اس لیے بیت المال سے ان کا خرچ ادا کرنا لازم ہے اور اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان پر عدت واجب ہے یا نہیں؟ پس ایک قول یہ ہے کہ ان پر عدت واجب نہیں ہے کیونکہ عدت میں دوسرے نکاح کا انتظار ہوتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان پر عدت واجب ہے کیونکہ عدت گزارنا عبادت ہے خواہ اس کے بعد کسی دوسرے نکاح کا انتظار ہو یا نہ ہو۔

مفسرین نے کہا کہ جب آیت حجاب نازل ہوئی تو عورتوں کے باپوں اور بیٹوں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! کیا ہم بھی ان سے پردہ کے پیچھے سے بات کیا کریں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کہ ان رشتہ داروں کے حق میں پردہ کرنا لازم نہیں ہے، اس آیت میں چچا کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ باپ کی مثل ہے اور نہ ماموں کا ذکر کیا کیونکہ وہ بھائی کی مثل ہے اور فرمایا: اور تم اللہ سے ڈرتی رہو یعنی ان رشتہ داروں کے علاوہ کوئی اور تم کو دیکھے تو تم اللہ سے ڈرتی رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ صفحہ ۱۷۸۔۱۷۷)

۴۷۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ أَخُو أَبِي الْقُعَيْسِ بَعْدَمَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَقُلْتُ لَا آذَنُ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ فِيهِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَإِنَّ أَخَاهُ أَبَا الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد ابوالقعیس کے بھائی افلح نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے کہا: میں اس کو اجازت نہیں دوں گی حتیٰ کہ میں اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلوں کیونکہ ابوالقعیس کے

Marfat.com

إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ اسْتَأْذَنَ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَمَا مَنَعَكِ أَنْ تَأْذَنِي عَمُّكِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ فَقَالَ ائْذَنِي لَهُ فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ قَالَ عُرْوَةُ فَلِذَلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا تُحَرِّمُونَ مِنَ النَّسَبِ۔

بھائی نے مجھے دودھ نہیں پلایا لیکن ابوالقعیس کی بیوی نے مجھ کو دودھ پلایا ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ سے پوچھا: یارسول اللہ! بے شک افلح جو ابوالقعیس کا بھائی ہے اس نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی تھی تو میں نے اس کو اجازت دینے سے انکار کردیا حتیٰ کہ میں آپ سے اجازت طلب کرلوں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور تمہیں اپنے چچا کو اجازت دینے سے کس چیز نے روکا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس مرد نے مجھے دودھ نہیں پلایا لیکن ابوالقعیس کی بیوی نے مجھ کو دودھ پلایا تھا، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو اجازت دو تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں وہ تمہارا رضاعی چچا ہے، عروہ نے کہا: اسی وجہ سے حضرت عائشہ یہ فرماتی تھیں: جن رشتہ داروں کو تم نسب سے حرام قرار دیتے ہو ان کو رضاعت سے بھی حرام قرار دو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۴۴ میں گزر چکی ہے

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور ابوالقعیس کے نام اور کنیت کی تحقیق

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں کوئی تفسیر نہیں ہے تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے ساتھ اس حیثیت سے مطابق ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ رضاعی باپوں اور رضاعی چچاؤں کا امہات المومنین کے گھر داخل ہونا جائز ہے کیونکہ آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا: ان کو اجازت دو وہ تمہارے چچا ہیں۔

اس حدیث میں افلح ابوالقعیس کا ذکر ہے اور ابوعمر نے کہا ہے یہ افلح بن ابی القعیس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے نام میں دو قول ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کا نام ابوالقعیس ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے فرمایا: ابوالقعیس کے بھائی افلح آئے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ ابوالقعیس کا نام الجعد ہے اور کہا جاتا ہے کہ افلح کی کنیت ابوالجعد ہے اور ایک قول ہے: ان کا نام وائل بن افلح ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے: تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں: یہ وہ بات ہے جس کو عرب کہتے ہیں اور وہ ان الفاظ کی حقیقت اور ان کے وقوع کا ارادہ نہیں کرتے تھے اور ان الفاظ کا معنی یہ ہے کہ تم فقیر اور محتاج ہو جاؤ کیونکہ جو شخص فقیر اور محتاج ہو وہ خاک سے مل جاتا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ مرد سے بھی دودھ کا رشتہ ثابت ہوتا ہے اور دودھ پلانے والی کا شوہر والد کے حکم میں ہے اور اس کا بھائی چچا کے حکم میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷۸)

۱۰۔ باب: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب:۵۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی ان پر درود پڑھو اور بہ کثرت سلام پڑھو (الاحزاب:۵۶) کی تفسیر

Marfat.com

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ صَلَاةُ اللهِ ثَنَاؤُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ وَصَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ الدُّعَاءُ۔

ابو العالیہ نے کہا: اللہ کی صلوٰۃ کا معنی ہے: اللہ عزوجل کا فرشتوں کے سامنے اپنی حمد وثنا کرنا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: ابو العالیہ کا نام رفیع بن مہران الریاحی البصری ہے، انہوں نے زمانہ جاہلیت کو پایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے احادیث روایت کیں اور نوے (۹۰) ہجری میں وفات پائی۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلُّونَ يُبَرِّكُونَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: يُصَلُّونَ کا معنی ہے: وہ برکت کی دعا کرتے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

لَنُغْرِيَنَّكَ لَنُسَلِّطَنَّكَ۔

لَنُغْرِيَنَّكَ اس کا معنی ہے: لَنُسَلِّطَنَّكَ یعنی ہم آپ کو ان پر ضرور غالب کردیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ (الاحزاب: ۶۰)

اگر منافق باز نہ آئے اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (فسق کی) بیماری ہے اور مدینہ میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے تو ہم آپ کو ضرور ان پر مسلط فرمادیں گے تو پھر وہ آپ کے پاس مدینہ میں زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکیں گے O

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی اگر منافقین مسلمانوں کو ایذاء پہنچانے سے باز نہیں آئے اور مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلانے سے نہیں رکے تو ہم آپ کو ان کے اوپر جنگ کرنے کے لیے مسلط کردیں گے اور مدینہ سے ان کو نکالنے کے لیے آپ کو غالب کردیں گے، پھر وہ آپ کے ساتھ بہت کم تعداد میں رہ جائیں گے یا بہت تھوڑے زمانہ تک رہیں گے حتیٰ کہ ہلاک ہوجائیں گے یا وہاں سے کوچ کرجائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ص ۱۷۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: یہاں پر اسی طرح ہے اور اس تعلیق کا آیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے ہرچند کہ یہ بھی اسی سورت سے ہے، پس شاید کہ یہ بخاری کے نسخہ کو نقل کرنے والے کی غلطی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ صفحہ ۷۸۶)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس تعلیق کو لکھا ہے تاکہ اس کے معنی کی تفسیر کی جائے، اگر یہ آیت کسی اور سورت کی ہوتی تو حافظ ابن حجر کے اعتراض کی کوئی وجہ ہوتی اور بخاری کے نسخہ کو نقل کرنے والوں کی طرف اس غلطی کی نسبت کرنا بہت بعید ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ص ۱۷۹)

۴۷۹۷۔ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضي الله عنه قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے سعید بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از الحکم از ابن ابی لیلیٰ از حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ عرض کیا گیا: یا رسول

Marfat.com

قَالَ قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

اللہ! آپ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو ہم نے جان لیا ہے تو ہم آپ پر صلاۃ کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا: تم کہو: اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم انك حمید مجید اللھم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انك حمیدٌ مجیدٌ۔

اس حدیث کی شرح صحیح بخاری: ۳۳۷۰ میں گزر چکی ہے۔

درود ابراہیمی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افضلیت کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رہا آپ پر سلام پڑھنا تو اس کا طریقہ ہمیں معلوم ہے: صحابہ کی مراد یہ تھی کہ آپ نے ان کو سلام پڑھنے کا جو طریقہ نماز کے تشہد میں سکھایا ہے یعنی السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آپ نے فرمایا: جس طرح آپ نے حضرت ابراہیم پر صلاۃ پڑھی ہے: یعنی جس طرح آپ پہلے حضرت ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر صلاۃ نازل فرما چکے ہیں، پس ہم آپ سے سیدنا محمد پر صلاۃ نازل کرنے کا سوال کرتے ہیں، پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تشبیہ کا قاعدہ یہ ہے کہ مشبہ بہ، مشبہ سے اقوی ہوتا ہے اور یہاں اس کے برعکس ہے کیونکہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم سے افضل ہیں، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمایا تھا جب آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں تشبیہ اس لیے نہیں ہے کہ ناقص کو کامل کے ساتھ ملایا جائے بلکہ اس لیے ہے کہ غیر معروف کو معروف کے ساتھ ملایا جائے یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ معروف ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں پر مجموع کو مجموع کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آل ابراہیم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل سے افضل ہیں کیونکہ آل ابراہیم میں انبیاء علیہم السلام داخل ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل میں کوئی نبی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۷۹۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا التَّسْلِيمُ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ وَقَالَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ سلام پڑھنا ہے تو ہم آپ پر صلاۃ کیسے پڑھیں، آپ نے فرمایا: تم کہو: اللھم صل علی محمد عبدك و رسولك کما صلیت علی آل ابراھیم و بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم۔ ابوصالح نے لیث سے روایت کرتے ہوئے کہا: علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم۔ ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان

إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ

کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم اور الدراوردی نے حدیث بیان کی از یزید اور کہا: کما صلیت علی ابراهیم و بارك علی محمد و آل محمد کما بارکت علی ابراهیم و آل ابراهیم۔

ابراہیم بن حمزہ اور ابن ابی حازم کا تعارف

علامہ عینی لکھتے ہیں: ابراہیم بن حمزہ کا نام ابواسحاق الزبیری المدینی ہے اور ابن ابی حازم وہ عبدالعزیز بن ابی حازم ہیں اور ان کا نام سلمہ ہے اور الدراوردی وہ عبدالعزیز بن محمد ہیں جو منسوب ہیں دراوردی کی طرف اور یزید سے مراد ابن الہاد ہیں اور امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ ابن ابی حازم اور الدراوردی دونوں نے اس حدیث کی لیث کی سند سے روایت کی ہے، پس آل ابراہیم کا ذکر کیا جیسا کہ اس کا ذکر ابوصالح نے لیث کی روایت سے کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

غیر نبی پر استقلالاً صلاۃ پڑھنے کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ارشاد ہے: اللهم صل علی محمد و علی آل محمد اور آل محمد میں تو نبی نہیں ہیں، سو اس سے معلوم ہوا کہ غیر نبی پر بھی صلاۃ پڑھنا جائز ہے حالانکہ جمہور علماء کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ جواز اس صورت میں ہے جب نبی پر صلاۃ کی دعا کرنے کے بعد تبعاً غیر نبی پر صلاۃ کی دعا کی جائے اور ممانعت اس صورت میں ہے جب غیر نبی پر استقلالاً صلاۃ کی دعا کی جائے اور ممانعت کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ پڑھنا شعار ہو گیا ہے، اسی لیے اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوگا، اس لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ ''ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم'' ہر چند کہ اس کا معنی صحیح ہے اور یوں کہنا جائز ہے کہ صلی الله علی النبی و علی صدیقه یا و علی خلیفته اور اسی کے قریب یہ ہے کہ ''محمد عزوجل'' کہنا جائز نہیں ہے اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے کیونکہ یہ ''ثناء'' اللہ سبحانہ کا شعار ہے، اس لیے کسی دوسرے کو اس میں شریک کرنا جائز نہیں ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (توبہ: ۱۰۳)

آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجئے جس کے ذریعے آپ انہیں پاک کریں گے اور ان کے باطن کو صاف کریں گے اور آپ ان پر صلاۃ بھیجئے، بے شک آپ کی صلاۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے اور اللہ بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے O

اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی: اللهم صل علی آل ابی اوفی (اے اللہ! ابواوفی کی آل پر صلاۃ نازل فرما) اور حضرت جابر کی بیوی نے کہا: صل علی و علی زوجی (مجھ پر صلاۃ نازل فرما اور میرے خاوند پر) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اللهم صل علیهما (اے اللہ! ان دونوں پر صلاۃ نازل فرما)، یہ تمام دعائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہیں اور صاحب حق کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے حق میں سے جس کو چاہے عطا فرما دے اور دوسروں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے حق میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسروں کے لیے یہ اجازت ثابت نہیں ہے اور ممانعت کی قوی دلیل یہ ہے کہ غیر نبی پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنا روافض اور اہل بدعت کا شعار ہے کیونکہ یہ لوگ اہل بیت میں سے جس کی تعظیم کرتے ہیں اس پر استقلالاً صلاۃ پڑھتے ہیں اور یہ ممانعت آیا حرام ہے یا مکروہ ہے یا خلاف اولیٰ ہے؟

علامہ نووی نے کتاب الاذکار میں یہ تینوں قول نقل کیے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور اسماعیل بن اسحاق نے کتاب احکام

Marfat.com

القرآن میں سند حسن کے ساتھ حضرت عمر بن عبد العزیز سے یہ روایت نقل کی ہے، انہوں نے لکھا کہ کچھ لوگ آخرت کے عمل کے بدلہ میں دنیا کا عمل تلاش کرتے ہیں اور کچھ قصہ گو واعظین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ کے ساتھ اپنے خلفاء اور امراء پر صلاۃ پڑھنے کی بدعت ایجاد کرلی ہے، پس تمہارے پاس جب میرا یہ مکتوب آئے تو تم ان کو یہ حکم دو کہ نبیوں پر صلاۃ پڑھیں اور مسلمانوں کے لیے دعا کریں اور اس کے سوا جو چیز ہے اس کو ترک کر دیں، پھر انہوں نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی پر صلاۃ پڑھنا جائز نہیں ہے، لیکن مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے استغفار ہے اور ابوذر نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ پڑھنے کا معمول دوسری صدی ہجری میں رائج ہوا ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۸۷۔۷۸۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۱۔ بَابٌ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى۔ (الاحزاب: ۶۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی تھی۔ (الاحزاب: ۶۹) کی تفسیر

علامہ عینی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی تم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ایذا نہ دو جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذاء دی تھی اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ ایذاء پہنچائی تھی کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا کہ ان کے خصیتین بہت بڑے بڑے ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو قتل کیا ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جادوگر اور مجنون ہونے کی تہمت لگائی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۸۱)

۴۷۹۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ وَخِلَاسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ مُوسَى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا وَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ عِنْدَ اللهِ وَجِيهًا ﴿٦٩﴾﴾ (الاحزاب: ۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق ابن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از الحسن اور محمد اور خلاس از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت حیاء والے مرد تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ عِنْدَ اللهِ وَجِيهًا ﴿٦٩﴾ (الاحزاب: ۶۹) اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی تھی، تو اللہ نے موسیٰ کو ان کی تہمت سے بری کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک معزز تھے O

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۸ میں گزر چکی ہے۔

حییا اور وجیہا کے معنی

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت حیاء دار تھے کیونکہ وہ صرف خلوت میں غسل کرتے تھے تو بنی اسرائیل نے ان پر تہمت لگائی کہ وہ صرف اس لیے چھپ کر غسل کرتے ہیں کہ ان کے خصیتین بہت بڑے بڑے ہیں تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی اس تہمت سے بری کردیا کہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پتھر کے پیچھے بھاگتے ہوئے بنی اسرائیل کی جماعت کے پاس سے گزرے اور اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام برہنہ جارہے تھے تو بنی اسرائیل نے ان کو دیکھ لیا کہ ان میں تو کوئی عیب نہیں ہے۔ صلوٰت اللہ وسلامہ۔

اور اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وجیہہ فرمایا ہے، وجیہہ کا معنی ہے: کریم، مقبول اور عزت والا۔

(عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچانے کا ایک اور محمل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح تفصیل کے ساتھ کتاب الانبیاء میں گزر چکی ہے۔ احمد بن منیع نے اپنی مسند میں اور امام طبری اور امام ابن ابی حاتم نے سند قوی کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام دونوں پہاڑ پر چڑھے، پس حضرت ہارون علیہ السلام فوت ہو گئے تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ نے ان کو قتل کردیا ہے اور وہ آپ سے زیادہ نرم مزاج اور آپ سے زیادہ حیاء دار تھے، سوانہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے اس قول سے اذیت پہنچائی، تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام کا جسد لے کر بنی اسرائیل کی مجالس کے پاس سے گزریں تو ان کو حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کا علم ہوا، امام طبری نے کہا ہے کہ اس آیت میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچانے کا حکم ہے ہوسکتا ہے اس سے یہی اذیت مراد ہو۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: وہ جو صحیح حدیث میں ہے وہ اس سے زیادہ صحیح ہے (یعنی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خصیتین کے متعلق جو بری بات کہی تھی) لیکن ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کے دو سبب ہوں جیسا کہ اس سے پہلے کئی بار گزر چکا ہے۔ (فتح الباری ج۵ ص۷۸۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الاحزاب کی جو تفسیر ذکر کی تھی اس کی شرح مکمل ہوگئی، اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۂ سبا کی امام بخاری کی بیان کردہ تفسیر کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۳۴۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَةِ سَبَإٍ

سورۂ سبا کی تفسیر

سورۂ سبا کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ سبا کی بعض آیات کی تفسیر ہے، مقاتل نے کہا: ایک آیت کے سوا یہ پوری سورت مکی ہے اور وہ آیت یہ ہے: وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ۔ (سبا:۶) اس سورت میں چون (۵۴) آیات ہیں۔

سبا کے متعلق علامہ عینی کی تحقیق

امام ترمذی نے فروہ بن مسیک المرادی سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پھر پوری حدیث ذکر کی تو ایک مرد نے پوچھا سباء کیا ہے زمین ہے یا کوئی عورت ہے تو آپ نے فرمایا: نہ وہ زمین ہے اور نہ وہ عورت ہے لیکن وہ ایک مرد ہے، اس کے عربوں سے دس بیٹے پیدا ہوئے، ان میں سے چھ (۵) تو یمن میں چلے گئے اور چار (۴) شام میں چلے گئے۔ رہے وہ جو ملک شام میں گئے تھے وہ لخم، جذام، غسان اور عاملہ ہیں اور رہے وہ جو یمن میں گئے تھے پس وہ ازد ہیں، اشعریین ہیں اور حمیر ہیں اور کندہ ہیں اور مذحج ہیں اور انمار ہیں۔ اس مرد نے پوچھا: انمار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن سے خثعم اور بجیلہ ہیں۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اور امام ابن اسحاق نے کہا: سبا ایک شخص کا نام ہے جو عبد شمس بن یشجب بن یعرب بن قحطان بن یقطان بن عامر ہے اور وہ ہود بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ہے اور وہ پہلا شخص ہے جن کو عربوں میں سے قید کیا گیا، یعنی السبی پس اس کو یہ لقب دیا گیا۔

ادب الخواص میں مذکور ہے کہ یہ اشتقاق صحیح نہیں ہے اس لیے کہ سبا مہموز ہے اور السبی غیر مہموز ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ اسم سبا النار الجلد سے ماخوذ ہے یعنی اس نے کھال کو جلا دیا۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۱۸۲۔۱۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

سبا کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق

امام ترمذی اور امام ابن اسحاق کی عبارات نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے فروہ کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! سبا ایسی قوم ہے جس کی زمانہ جاہلیت میں عزت تھی اور مجھے یہ خوف ہے کہ وہ مرتد ہو گئے تھے، کیا پس میں ان سے قتال کروں تو آپ نے فرمایا: مجھے ان کے متعلق کوئی حکم نہیں دیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ۔ (سبا:۱۵) بے شک اہل سبا کے لیے ان کی بستیوں میں ہی نشانی تھی، دو باغ دائیں اور بائیں جانب تھے۔

پس ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! سبا کیا ہے تو پھر آپ نے اس کا ذکر کیا اور امام ابن عبد البر نے کتاب الانساب میں اس کا

Marfat.com

تمیم داری سے ایک شاہد ذکر کیا ہے جس کا امام ابن اسحاق نے سیرت النبی کی ابتداء میں بہت طویل قصہ ذکر کیا ہے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۷۸۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

يُقَالُ مُعَاجِزِينَ مُسَابِقِينَ۔ مُعَاجِزِينَ کا معنی ہے: مُسَابِقِينَ یعنی آگے بڑھنے والے اور مقابل کو عاجز کرنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالَّذِينَ سَعَوْ فِيٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝ (سبا:۵) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں پر غالب آنے کی کوشش کی ان کے لیے دردناک عذاب کی سزا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے معاجزین کی تفسیر مسابقین کی ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ اس کا معنی ہے: جو لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ وہ لوگ ہم پر غالب آجائیں گے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مُعَاجِزِيْن کا معنی ہے: مُعَانِدِيْنَ اور مُغَالِبِيْنَ۔

بِمُعْجِزِيْنَ بِفَائِتِيْنَ۔ بِمُعْجِزِيْنَ کا معنی ہے: عاجز کرنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۡ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ (العنکبوت:۲۲) اور تم (اللہ کو) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو اور نہ آسمان میں اور نہ اللہ کو چھوڑ کر تمہارے لیے کوئی دوست ہے اور نہ مددگار O

یہ آیت سورۂ عنکبوت کی ہے اور امام بخاری نے اس کو لفظ عجز کی مناسبت سے یہاں ذکر کر دیا ہے۔

مُعَاجِزِيْنَ مُغَالِبِيْنَ۔ مُعَاجِزِين: اس کا معنی ہے: مُغَالبِين یعنی ان میں سے ہر ایک یہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ اپنے مقابل کے اوپر غالب آجائے گا۔

یہ لفظ صرف ابوذر کی روایت میں مکرر واقع ہوا ہے اور دوسرے ناسخین کی روایت میں نہیں ہے۔

سَبَقُوا فَاتُوا۔ سبقوا اس کا معنی ہے: فَاتُوا یعنی نکل گئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾ (الانفال:۵۹) اور کافر اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ وہ نکل گئے بے شک وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے O

لَا يُعْجِزُوْنَ لَا يَفُوْتُوْنَ۔ لَا يُعْجِزُوْنَ اس کا معنی ہے: لَا يَفُوْتُوْنَ یعنی وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

اس میں بھی سورۂ انفال کی اسی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

يَسْبِقُوْنَا يُعْجِزُوْنَا۔ يَّسْبِقُوْنَا اس کا معنی ہے: يُعْجِزُوْنَا یعنی وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (العنکبوت:۴) جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا انہوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے، کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں O

وَقَوْلُهُ بِمُعْجِزِينَ بِفَائِتِينَ۔ اور بِمُعْجِزِيْنَ کا معنی ہے: بِفَائِتِيْن یعنی عاجز کرنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو مکرر ذکر کیا ہے۔

وَمَعْنَى مُعَاجِزِينَ مُغَالِبِينَ يُرِيدُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يُظْهِرَ عَجْزَ صَاحِبِهِ۔ اور مُعَاجِزِین کا معنی ہے: مُغَالِبِيْنَ یعنی ان میں سے ہر ایک یہ ارادہ کرتا ہو کہ وہ اپنے صاحب کو عاجز کر دے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ معاجزین باب مفاعلہ سے ہے جو فاعل میں مشارکت کا تقاضا کرتا ہے۔

مِعْشَارٌ عُشْرٌ۔ مِعْشَارَ اس کا معنی ہے عُشر یعنی دسواں حصہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَا اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ (سبا: ۴۵) اور ان سے پہلے لوگوں نے (بھی رسولوں کو) جھٹلایا تھا اور جو (نعمتیں) ہم نے ان کو دی تھیں یہ (کفار مکہ) اس کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے تو ان پر میرا کیسا عذاب آیا تھا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی ہے: ہم جن لوگوں کو اس سے پہلے ہلاک کر چکے ہیں یہ کفار مکہ جسمانی قوت میں اور اولاد کی کثرت میں ان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے۔

يُقَالُ الْأُكُلُ الثَّمَرُ۔ اُكُلٍ اس کا معنی ہے: الثمر یعنی پھل۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝ (سبا: ۱۶) پھر انہوں نے اعراض کیا تو ہم نے ان پر تند و تیز سیلاب بھیج دیا، پھر ہم نے ان کے دو باغوں کو ایسے دو باغوں سے تبدیل کر دیا جن میں بدذائقہ پھل اور جھاؤ کے درخت اور بیری کے بہت کم درخت تھے O

کتب تفسیر میں مذکور ہے: اَلْاُكُل کا معنی ہے: پھل اور اَلْخَمْط کا معنی ہے: جھاؤ کے درخت یعنی پیلو کے درخت اور اکثر مفسرین نے کہا ہے اس سے مراد کانٹے دار درخت ہیں۔

بَاعِدْ وَبَعِّدْ وَاحِدٌ۔ باعِدْ اور بَعِّدْ دونوں کا معنی ایک ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا۔ (سبا: ۱۹) پھر انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہماری منازل کو دور دور کر دے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: بَاعِدْ اور بَعِّدْ دونوں کا معنی ایک ہے اور بَاعِدْ اکثرین کی قراءت ہے اور بَعِّدْ ابو عمرو اور ابن کثیر کی قراءت ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَعْزُبُ لَا يَغِيبُ۔ مجاہد نے کہا: لَا يَعْزُبُ یعنی غائب نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ اور کافروں نے کہا: ہم پر قیامت نہیں آئے گی، آپ کہیے: کیوں

Marfat.com

لَتَاْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

نہیں! مجھے اپنے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے وہ تم پر ضرور آئے گی، اس سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں اور ہر چیز روشن کتاب میں ہے خواہ وہ ایک ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی O (سبا: ۳)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی ابو محمد الحنظلی نے ابو سعید سے روایت کی ہے، حضرت ابن عباس سے مروی ہے: لَا يَعْزُبُ کا معنی ہے: آپ کے رب سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

سَيْلَ الْعَرِمِ السُّدُّ مَآءٌ اَحْمَرُ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ فِي السُّدِّ فَشَقَّهُ وَهَدَمَهُ وَحَفَرَ الْوَادِيَ فَارْتَفَعَتَا عَنِ الْجَنْبَيْنِ وَغَابَ عَنْهُمَا الْمَآءُ فَيَبِسَتَا وَلَمْ يَكُنِ الْمَآءُ الْاَحْمَرُ مِنَ السُّدِّ وَلٰكِنْ كَانَ عَذَابًا اَرْسَلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَيْثُ شَآءَ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيلَ الْعَرِمُ الْمُسَنَّاةُ بِلَحْنِ اَهْلِ الْيَمَنِ وَقَالَ غَيْرُهُ الْعَرِمُ الْوَادِي۔

اَلْعَرِم اس کا معنی ہے: اَلسُّدّ یعنی بند، یہ سرخ پانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بند میں بھیجا، پس اس نے اسے پھاڑ دیا اور منہدم کر دیا اور اس نے ایک وادی کو کھود ڈالا پس دو باغ پانی سے بلند ہو گئے اور پانی ان سے غائب ہو گیا تو وہ دو باغ خشک ہو گئے اور یہ سرخ پانی اس بند سے نہ تھا لیکن یہ عذاب تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر بھیجا جہاں سے چاہا اور عمر بن شرحبیل نے کہا: اَلْعَرِم کا اہل یمن کی لغت میں معنی ہے: بند، جو سیلاب کو روکنے کے لیے بنایا جاتا ہے اور دوسروں نے کہا: العرم ایک وادی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: ابن شربہ نے کہا کہ ایاس بن رحیعم بن سلیمان بن داؤد علیہا السلام کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو قبیلہ ازد سے بھیجا جس کا نام عمرو بن الحجر تھا اور ایک دوسرے شخص کو بھیجا جس کو حنظلہ بن صفوان کہا جاتا تھا اور ان کے زمانے میں یہ بند ویران ہو چکا تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسولوں نے وہاں کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو انہوں نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر کسی نعمت کو نہیں پہچانتے، اگر تم سچے ہو تو ہمارے خلاف اور ہمارے بند کے خلاف دعا کرو، سو انہوں نے ان کے خلاف دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سرخ رنگ کی موسلا دھار بارش نازل فرمائی گویا کہ اس میں آگ تھی اور ان کے آگے گھوڑا تھا، پس جب وہ گھوڑا اس بند سے ٹکرایا تو بند ٹوٹ گیا اور ان کے گھر ریت میں دفن ہو گئے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ عرب کے نزدیک ان کی مثال بن گئی، پس انہوں نے کہا: سبا کے ہاتھوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

اَلسّٰبِغٰتُ الدُّرُوْعُ۔ اَلسّٰبِغٰتُ اس کا معنی ہے: اَلدُّرُوْع یعنی زرہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ۔

اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا O کہ آپ مکمل زرہیں بنائیں اور مناسب انداز سے ان کی کڑیاں جوڑیں۔ (سبا: ۱۰۔۱۱)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے دُرُوْع یعنی زرہوں کے ساتھ تفسیر کی ہے، اسی طرح امام ابو عبیدہ نے بھی تفسیر کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ بہت وسیع اور طویل زرہیں تھیں اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ وہ کامل اور وسیع زرہیں تھیں اور بے شک حضرت داؤد علیہ السلام وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے زرہیں بنائیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُجَازِي يُعَاقِبُ۔ اور مجاہد نے کہا یُجَازِی کا معنی ہے: وہ سزا دیتا ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ (سبا:۱۷) یہ ہم نے ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم صرف ناشکروں کو (ایسی) سزا دیتے ہیںO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یُجَازِیْ کی تفسیر یُعَاقِبُ کے ساتھ کی ہے یعنی وہ سزا دیتا ہے اور اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ بِطَاعَةِ اللهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى وَاحِدٌ وَاثْنَيْنِ۔ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ یعنی میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی، مَثْنٰى وَفُرَادٰى یعنی دونوں مل کر یا ایک ایک۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا۔ (سبا:۴۶) آپ کہیے کہ میں تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے تم دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر غور کرو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں اور ایک بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے دو دو مل کر یا تنہا تنہا قیام کرو در آں حالیکہ تم تفکر کر رہے ہو اور تفکر کا معنی ہے: دل سے کسی چیز کو طلب کرنا، دوسرا قول ہے کہ تم دوسروں کے ساتھ مل کر تفکر کرو یا اپنے دل میں تفکر کرو۔

التَّنَاوُشُ الرَّدُّ مِنَ الْاٰخِرَةِ إِلَى الدُّنْيَا۔ التَّنَاوُشُ اس کا معنی ہے: آخرت سے لوٹ کر دنیا کی طرف آنا اور اس کا اصل معنی ہے: ہاتھ بڑھا کر کسی چیز کو اٹھانا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ (سبا:۵۲) اور وہ (اس وقت) کہیں گے: ہم اس (قرآن) پر ایمان لے آئے، اور اتنی دور کی جگہ سے ان کے لیے کیسے (اس کا) حصول ہو سکتا ہےO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے التَّنَاوُشُ کی تفسیر کی ہے: دنیا سے آخرت کی طرف لوٹنا، حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ وہ لوٹنے کی تمنا کریں گے اور وہ لوٹنے کا وقت نہیں ہے۔

وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ مِنْ مَالٍ أَوْ وَلَدٍ أَوْ زَهْرَةٍ بِاَشْيَاعِهِمْ بِأَمْثَالِهِمْ۔ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ یعنی ان کے مال یا اولاد یا دنیا کی تروتازگی جو ان کے سامان کی مثل ہو، کی خواہش کے درمیان۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ (سبا:۵۴) اور ان کے اور ان کی خواہشوں کے درمیان ایک حجاب ڈال دیا گیا جیسے پہلے بھی ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا، بے شک وہ بھی بہت بڑے شک میں مبتلا تھےO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے بِاَشْيَاعِهِمْ کی تفسیر بامثالهم کے ساتھ کی ہے یعنی جو لوگ ان کے دین پر تھے اور گزشتہ امتوں میں سے ان کے موافق تھے جس وقت ان سے توبہ کو اور ایمان کو قبول نہیں کیا گیا۔

Marfat.com

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْجَوَابِ كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْأَرْضِ۔ حضرت ابن عباس نے کہا: كَالْجَوَابِ اس کا معنی ہے: كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْأَرْضِ یعنی زمین میں حوض کی مثل۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ۔ (سبا:۱۳) سلیمان جو کچھ چاہتے تھے وہ (جنات) ان کے لیے بنا دیتے تھے قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر ٹب اور چولہوں پر جمی ہوئی دیگیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابن ابی حاتم نے اس تعلیق کی حضرت ابن عباس کی طرف نسبت کی ہے اور مجاہد نے کہا: الجواب کا معنی ہے: اونٹوں کے حوض اور لغت میں اس کی اصل اَلْجَابِيَةُ ہے اور یہ وہ حوض ہے جس میں کوئی چیز جمع کی جاتی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک ٹب کو ایک ہزار آدمی مل کر اٹھاتے تھے اور الجفان جَفْنه کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: ٹب اور الجواب جابیہ کی جمع ہے۔

اَلْخَمْطُ الْأَرَاكُ وَالْأَثْلُ الطَّرْفَاءُ۔ الخمط کا معنی ہے: اَلْأَرَاك یعنی پیلو کے درخت اور اَلْأَثْل کا معنی ہے: الطرفاء یعنی جھاؤ کے درخت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ۔ (سبا:۱۶) پھر ہم نے ان کے دو باغوں کو ایسے دو باغوں سے تبدیل کر دیا جن میں بدذائقہ پھل اور جھاؤ کے درخت تھے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَلْخَمْط کی تفسیر پیلو کے درخت کے ساتھ کی ہے۔ یہ وہ درخت ہے جس کی جڑ سے مسواک بنائی جاتی ہے، یہ مجاہد اور ضحاک کا قول ہے اور امام ابو عبیدہ نے کہا کہ الخمط ہر کانٹے دار درخت ہے جس کا پھل بدذائقہ ہو اور ابن فارس نے کہا: جس درخت میں کانٹے نہ ہوں۔

اَلْعَرِمُ الشَّدِيدُ۔ اَلْعَرِم اس کا معنی ہے: اَلشَّدِيد۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ۔ (سبا:۱۶) پھر انہوں نے اعراض کیا تو ہم نے ان پر تند و تیز سیلاب بھیج دیا۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۸۶۔۱۸۲ سے لی گئی ہیں]

۱۔ بَابُ: حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝ (سبا:۲۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: حتیٰ کہ جب ان شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی، تو (طالبین شفاعت ان سے) پوچھیں گے کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا تھا؟ وہ کہیں گے: حق فرمایا تھا اور وہ نہایت بلند اور بہت بڑا ہے ۝ (سبا:۲۳) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے شروع کا حصہ یہ ہے:

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ۔ (سبا:۲۳) اور اس کے پاس صرف اسی کی شفاعت نفع آور ہوگی جس کو وہ

Marfat.com

شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔

یعنی اس دن کسی فرشتے اور نہ کسی نبی کی شفاعت نفع دے گی حتیٰ کہ اس کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور اس آیت میں کفار کے اس عقیدہ کا رد ہے کہ ان کے معبودان کی شفاعت کریں گے: نیز فرمایا: حتیٰ کہ ان شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان کے دلوں سے کون گھبراہٹ کو نکالے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سننے سے ان کے دلوں میں جو خوف اور گھبراہٹ پیدا ہوگی تو فرشتے ان کے دلوں سے اس گھبراہٹ کو نکال دیں گے، پھر وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے: تمہارے رب نے کیا فرمایا تھا؟ تو وہ کہیں گے: حق فرمایا تھا اور وہ بلند اور نہایت بڑا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ مشرکین کی موت کے وقت ان کے دلوں میں گھبراہٹ ہوگی تو جب وہ گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو ان سے فرشتے پوچھیں گے: تمہارے رب نے کیا فرمایا تھا؟ پس وہ کہیں گے: حق فرمایا تھا، پس وہ موت کے وقت اقرار کرلیں گے، لیکن اب ان کا یہ اقرار ان کو نفع نہیں دے گا۔ یہ حسن بصری کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۸۶)

۴۸۰۰۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ إِنَّ نَبِيَّ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا قَضَى اللهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا لِلَّذِي قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُ السَّمْعِ هَكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ فَحَرَفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلَى مَنْ تَحْتَهُ ثُمَّ يُلْقِيهَا الْآخَرُ إِلَى مَنْ تَحْتَهُ حَتَّى يُلْقِيَهَا عَلَى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُقَالُ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سَمِعَ مِنَ السَّمَاءِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عکرمہ سے سنا، وہ کہتے تھے: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے عجز کے ساتھ اپنے پروں کو مارتے ہیں اس کے ارشاد کی ہیبت کی وجہ سے گویا کہ وہ ایک زنجیر ہے جو پتھر پر ماری گئی، ہو پس جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا تھا؟ (سبا ۲۳) تو وہ اس سے کہتے ہیں جس سے فرمایا تھا اس نے حق فرمایا اور وہ بہت بلند اور نہایت بڑا ہے، پس اس بات کو چوری چھپے سننے والے شیطان سن کر بھاگتے ہیں، شیطان آسمان کے نیچے یوں اوپر نیچے ہوتے ہیں، سفیان نے اس موقع پر ہتھیلی کو موڑ کر انگلیاں الگ الگ کر کے شیاطین کے جمع ہونے کی کیفیت بتائی کہ اس طرح شیاطین ایک کے اوپر ایک ہوتے ہیں، پھر وہ شیاطین کوئی ایک بات سن لیتے ہیں اور اپنے نیچے والے کو بتاتے ہیں، پھر وہ اپنے سے نیچے والے کو بتاتے ہیں، اس طرح وہ بات ساحر یا کاہن تک پہنچتی ہے، کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ یہ بات اپنے سے نیچے والے کو بتائیں آگ کا اک شعلہ انہیں دبوچ لیتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ بتاتے ہیں

Marfat.com

تو آگ کا انگارہ ان پر پڑتا ہے، اس کے بعد کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے، (جب اس کاہن کی ایک بات صحیح ہو جاتی ہے تو ان کے ماننے والوں کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ کیا اس، اس طرح ہم سے فلاں دن کاہن نے نہیں کہا تھا، اسی ایک بات کی وجہ سے جو آسمان پر شیاطین نے سنی تھی کاہنوں اور ساحروں کی بات کو لوگ سچا جاننے لگتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۰۱ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے بعض مشکل جملوں کی شرح علامہ عینی سے

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کے بعض مشکل جملوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب اللہ کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے: امام طبرانی نے النواس بن سمعان سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ وحی سے کلام فرماتا ہے تو آسمان اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت زیادہ لرزنے لگتا ہے، پھر جب اس کلام کو فرشتے سنتے ہیں تو بے ہوش ہو جاتے ہیں اور سجدہ میں گر جاتے ہیں، پھر ان میں سے سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنا سر اٹھاتے ہیں، پھر اللہ جو چاہتا ہے اپنی وحی سے ان سے کلام فرماتا ہے، پھر حضرت جبرئیل فرشتوں کے پاس پہنچتے ہیں، پھر جب بھی وہ کسی آسمان سے گزرتے ہیں وہ آسمان والے ان سے سوال کرتے ہیں: ہمارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ کہتے ہیں: ہمارے رب نے حق فرمایا۔

خُضْعَانًا: اس کا معنی ہے: عاجزی سے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۸۶ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے بعض مشکل جملوں کی شرح حافظ ابن حجر سے

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کے بعض مشکل جملوں کی شرح میں لکھتے ہیں: گویا کہ وہ قول ایک زنجیر ہے جو پتھر پر ماری گئی ہو: اس کی مثل بدء الوحی میں ہے: اس کی آواز گھنٹی کی آواز کی طرح ہے، یہ دراصل فرشتے کی وحی کی آواز ہے، اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی سے کلام کرتا ہے تو اس کو تمام آسمانوں والے اس طرح سنتے ہیں جیسے کسی زنجیر کو پتھر پر مارا جائے تو آواز آتی ہے، پس وہ سب خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قیامت آ گئی اور اس حدیث کی اصل سنن ابوداؤد میں موقوفاً روایت ہے جس کا ذکر ان شاء اللہ کتاب التوحید میں آئے گا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: الصلصلہ لوہے کے ہلانے کی آواز ہے، یہ بدء الوحی کے اعتبار سے ہے اور جو یہاں ذکر ہے وہ یہ ہے کہ لوہے کی زنجیر کو کسی چکنے پتھر پر مارا جائے تو اس سے جو آواز آتی ہے۔

چکنے پتھر پر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ جب بھی اللہ کا کلام آسمان والوں پر نازل ہوتا ہے تو وہ خوف سے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ اور امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ چند انصاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک ستارہ مارا گیا، پھر وہ چھپ گیا، آپ نے پوچھا: جب زمانہ جاہلیت میں یہ ستارا مارا جاتا تھا تو تم اس کے متعلق کیا کہتے تھے؟ انہوں نے کہا: تو ہم کہتے تھے کہ بہت بڑا آدمی فوت ہو گیا ہے یا کسی بڑے آدمی کا بیٹا فوت ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا: یہ ستارہ نہ کسی کی موت کی وجہ سے مارا جاتا ہے اور نہ کسی کی حیات کی وجہ سے، لیکن جب ہمارا رب کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش اس کی تسبیح کرتے ہیں، پھر حاملین عرش کے نزدیک جو آسمان کے فرشتے ہیں وہ اس کی تسبیح کرتے ہیں حتیٰ کہ یہ تسبیح

آسمان دنیا تک پہنچتی ہے، پھر وہ حاملین عرش یہ کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ الحدیث، اور کتاب التوحید میں اس حدیث کی مزید شرح آئے گی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۹۱۔ ۶۹۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۔ بَابٌ: اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ﴿۴۶﴾ (سبا: ۴۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہ تو صرف تم کو سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں ○ (سبا: ۴۶) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف تم کو قیامت کے دن کے سخت عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۸۷)

۴۸۰۱۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِیدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ صَعِدَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّفَا ذَاتَ یَوْمٍ فَقَالَ یَا صَبَاحَاهْ فَاجْتَمَعَتْ إِلَیْهِ قُرَیْشٌ قَالُوا مَا لَكَ قَالَ أَرَأَیْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ یُصَبِّحُكُمْ أَوْ یُمَسِّیكُمْ أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُونِی قَالُوا بَلَى قَالَ فَإِنِّی نَذِیرٌ لَكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیدٍ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿تَبَّتْ یَدَا أَبِی لَهَبٍ﴾ (اللہب: ۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ پر چڑھے اور آپ نے بلند آواز سے فرمایا: یا صباحاہ (لوگو دوڑو)، پس تمام قریش آپ کی طرف جمع ہو گئے، انہوں نے کہا: کیا ہوا، کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: تم مجھے یہ بتاؤ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ دشمن صبح کو یا شام کو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: تو پھر میں تم کو سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں جو تم پر آنے والا ہے تو ابولہب نے کہا: تمہارے لیے ہلاکت ہو کیا تم نے ہم کو صرف اس لیے جمع کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: تَبَّتْ یَدَا أَبِی لَهَبٍ (اللہب: ۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

یَا صَبَاحَاهْ: یہ وہ کلمہ ہے جس کو عرب لوٹ مار کے خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے بولتے ہیں اور زیادہ تر یہ خطرہ صبح کے وقت پیش آتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۸۷)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ امام بخاری نے سورۂ سبا کی جو تفسیر کی تھی اس کی شرح مکمل ہو گئی، اب ان شاء اللہ سورۂ فاطر کی تفسیر کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جونہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۳۵۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَۃِ الْمَلَائِکَۃِ

سورۃ الملائکہ (فاطر) کی تفسیر

سورۃ الملائکہ (فاطر) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ فاطر کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور یہ سورت مکی ہے، یہ سورۂ مریم سے پہلے اور سورۃ الفرقان کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس میں پینتالیس (۴۵) آیات ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ الْقِطْمِيْرُ لِفَافَةُ النَّوَاةِ۔ اَلْقِطْمِیْر: اس کا معنی ہے: کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک سا چھلکا یا جھلی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ (فاطر:۱۳) اور جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے (بھی) مالک نہیں ہیں ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے القطمیر کا یہ معنی کیا ہے: کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک سا چھلکا، مجاہد نے بھی اسی طرح کہا ہے، اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ القطمیر کھجور کی گٹھلی کے اوپر والے چھلکے کو کہتے ہیں۔

مُثْقَلَةٌ مُثْقَلَةٌ۔ مُثْقَلَةٌ اس کا معنی ہے: بوجھ اٹھانے والا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ۔ (فاطر:۱۶) اور اگر کوئی بوجھ والا اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے کسی دوسرے کو بلائے گا تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: کوئی گناہوں کا بوجھ اٹھانے والا۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۸۸)

وَقَالَ غَيْرُهُ اَلْحَرُوْرُ بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ۔ اور دوسروں نے کہا ہے: اَلْحَرُوْرُ: دن کے وقت کی دھوپ کو کہا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ (فاطر:۱۹۔۲۰۔۲۱) اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہے ○ اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہے ○ اور نہ سایا اور دھوپ برابر ہے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ الحرور سے مراد دھوپ ہے اور کتب تفسیر میں ہے کہ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ (فاطر:۱۹) کا معنی ہے کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہیں اور نہ کفر اور ایمان برابر ہے اور وَلَا الظِّلُّ وَلَا

Marfat.com

الْحَرُوْرُ۝ کا معنی ہے: جنت اور دوزخ برابر نہیں ہے اور الحرور کا معنی ہے: دھوپ، اور ایک قول ہے: حرور کا معنی ہے: رات کو چلنے والی گرم ہوا اور سَمُوْم کا معنی ہے: دن کو چلنے والی گرم ہوا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اَلْحَرُوْرُ کا معنی ہے: رات کو چلنے والی گرم ہوا اور اَلسَّمُوْمُ کا معنی ہے: دن کو چلنے والی گرم ہوا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حَرُوْر کی تفسیر کی ہے اور جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ ابوذر کے نسخہ میں نہیں ہے۔

وَغَرَابِيبُ أَشَدُّ سَوَادٍ الْغِرْبِيبُ الشَّدِيدُ السَّوَادِ وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ اس کا معنی ہے: بہت زیادہ سیاہ، اَلْغِرْبِيْب کا معنی ہے بہت شدید سیاہی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ۝ (فاطر:۲۷) کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس سے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کیے اور پہاڑوں کے حصے ہیں سفید اور سرخ ان کے رنگ مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ غَرَابِيْبُ غربیب کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: بہت سخت سیاہ اور وہ کوے کے رنگ کے مشابہ ہے۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۸۸۔۱۸۷ سے لی گئی ہے]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ امام بخاری نے سورۂ فاطر کی شرح میں جو تعلیقات درج کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ سورۂ یاسین کی امام بخاری کی کی ہوئی تفسیر کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۳۶۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ یٰسٓ

سورۂ یٰسٓ کی تفسیر

سورۂ یٰسین کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ یٰسین کی بعض آیات کی تفسیر ہے، ابوالعباس نے لکھا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مکی ہے، یہ سورۂ فرقان سے پہلے اور سورۂ جن کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس میں تراسی (۸۳) آیات ہیں۔

سورۂ یٰس کے بعض فضائل

ہم نے لکھا ہے: بعض ظنی روایات کے مطابق یٰس اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ (جامع البیان: ۲۲۲۲)

اور بعض روایات کے مطابق یٰس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۶)

سورۂ یٰس کو پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کا قلب ہوتا ہے اور قرآن کا قلب یٰس ہے اور جس نے سورۂ یٰس کو پڑھا اللہ تعالیٰ اس کو سورۂ یٰس پڑھنے کی وجہ سے دس بار قرآن پڑھنے کا اجر عطا فرمائے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۸۸۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس شخص نے کسی رات میں سورۂ یٰس کو پڑھا اس رات میں اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ (سنن دارمی: ۳۴۱۸) (انوار تبیان القرآن ص ۷۰۲، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَعَزَّزْنَا شَدَّدْنَا۔

اور مجاہد نے کہا: فَعَزَّزْنَا اس کے معنی ہے: ہم نے قوت دی یا تائید کی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ۝

جب ہم نے ان کے پاس دو رسولوں کو بھیجا تو انہوں نے ان کو جھٹلایا، پھر ہم نے تیسرے رسول سے ان کی تائید کی، سو ان تینوں نے کہا: ہم تمہاری طرف پیغام دے کر بھیجے گئے ہیںO (یٰس: ۱۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی ہم نے ان کی تائید کی، امام عبد بن حمید نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: ہم نے تیسرے رسول سے ان دو رسولوں کی تائید کی اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول تھے جن کو انہوں نے انطاکیہ کی طرف بھیجا تھا، ان کے نام صادق، صدوق اور شلوم ہیں اور کہا گیا ہے کہ تیسرے کا نام شمعون تھا۔

یَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمُ اسْتِهْزَاؤُهُمْ بِالرُّسُلِ۔

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ اس کا معنی ہے: یہ حسرت کافروں کو ہوگی کیونکہ انہوں نے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (یٰس: ۳۰)

(کہا گیا:) ہائے افسوس! ان بندوں پر جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے حسرۃ کی تفسیر کی ہے: ان کا رسولوں کا مذاق اڑانا یعنی دنیا میں، ابوالعالیہ نے کہا: جب ان کو عذاب دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: ہائے بندوں پر افسوس ہے! یعنی وہ ان تین رسولوں پر ایمان نہیں لائے اور قیامت کے دن ان پر ایمان لائے جب ان کا ایمان انہیں نفع نہیں دے گا۔

اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ أَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْآخَرِ وَلَا يَنْبَغِي لَهُمَا ذٰلِكَ سَابِقُ النَّهَارِ يَتَطَالَبَانِ حَثِيْثَيْنِ۔

اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ اس کا معنی ہے کہ سورج اور چاند میں سے کوئی دوسرے کی روشنی کو نہیں چھپاتا اور نہ یہ ان کے لیے مناسب ہے اور نہ رات دن پر سبقت کر سکتی ہے اور سورج اور چاند میں سے ہر ایک اپنے صاحب کو طلب کرتا ہے اس حال میں کہ وہ دونوں طلب میں کوشاں ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۗ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (یٰس: ۴۰)

نہ سورج چاند کو پکڑ سکتا ہے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور ہر ایک (سیارہ) اپنے مدار میں تیر رہا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ کی یہ تفسیر کی ہے کہ چاند اور سورج میں سے کوئی دوسرے کی روشنی نہیں چھپا سکتا اور نہ یہ ان کے لیے چھپانا مناسب ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی ایک حد ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا اور نہ اس حد سے کم کر سکتا ہے، پس جب وہ جمع ہو جائیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کو پکڑ لے تو قیامت آ جائے گی اور فرمایا: اور نہ رات دن پر سبقت کر سکتی ہے یعنی سورج اور چاند ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کو طلب کرتا ہے اور اس میں کوشاں ہے، پس یہ صرف اس وقت میں جمع ہوں گے جس وقت کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے معین کر دیا ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔

نَسْلَخُ نُخْرِجُ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ وَيَجْرِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا۔

نَسْلَخُ اس کا معنی ہے: ہم رات اور دن میں ایک کو دوسرے سے کھینچ لیتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک دوسرے پر وارد ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝ (یٰس: ۳۷)

اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں تو یکایک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے نَسْلَخُ کی تفسیر کی ہے کہ ہم رات اور دن میں سے ایک کو دوسرے سے نکال لیتے ہیں، اور کتب تفسیر میں مذکور ہے: ہم رات کو کھینچ لیتے ہیں اور اس سے دن کو نکالتے ہیں۔

اصل میں نَسْلَخُ کا معنی ہے: بکری کی کھال کو کھینچ لینا، اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ ہم دن کی روشنی کو کھینچ لیتے ہیں اور اس کے اوپر رات کے اندھیرے کو طاری کر دیتے ہیں۔

مِنْ مِّثْلِهٖ مِنَ الْأَنْعَامِ۔

من مثلہ اس سے مراد ہے: ہم نے کشتی کی مثل مویشی پیدا کیے ہیں جیسے اونٹ، گھوڑے، گدھے اور خچر وغیرہ جن پر لوگ سوار

Marfat.com

ہوتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ۝ اور ہم نے ان کے لیے اس کشتی کی مثل اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیںO (یٰس:۴۲)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا: کشتی کی مثل وہ مویشی ہیں جن پر لوگ سوار ہوتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اونٹ خشکی کی کشتی ہے، اور ابو مالک سے مروی ہے یہ مویشی چھوٹی چھوٹی کشتیاں ہیں۔

فَكِهُوْنَ مُعْجَبُوْنَ۔ فَكِهُوْنَ کا معنی ہے: مُعْجَبُوْنَ یعنی خوش ہوں گے یا خوش ہونے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ۝ بے شک اہل جنت آج دل چسپ مشغلوں میں خوش وخرم ہوں گےO (یٰس:۵۵)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام کسائی نے کہا: الفاکہ کا معنی ہے: ذوالفاکِہَ یعنی پھلوں والا جیسے تامر اور لابن یعنی کھجور والا اور دودھ والا اور السدی سے روایت ہے: وہ نعمتوں میں ہوں گے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ خوش ہوں گے۔

جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ عِنْدَ الْحِسَابِ۔ جند محضرون: اس سے مراد ہے: یہ بت حساب کے وقت حاضر کیے جائیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ۝ حالانکہ وہ (بت) کسی کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (بلکہ) وہ (مشرکین) خود (ان کی مدافعت کے لیے) کمر بستہ ہیںO (یٰس:۷۵)

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی کفار، اور لشکر مراد ہے: ان کا گروہ اور ان کے مددگار سب حساب کے وقت حاضر کیے جائیں گے اور وہ ایک دوسرے کی مدافعت نہیں کر سکیں گے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عِكْرِمَةَ الْمَشْحُوْنِ الْمُوْقَرُ۔ اور عکرمہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ الْمَشْحُوْنِ کا معنی ہے: بوجھل، بھری ہوئی، لدی ہوئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ۝ اور ان کے لیے اس بھری ہوئی کشتی میں نشانی ہے جس میں ہم نے ان کی اولاد کو سوار کر دیاO (یٰس:۴۱)

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام عکرمہ سے منقول ہے کہ المشحون کا معنی ہے: بھری ہوئی کشتی اور یہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تھی، انہوں نے لوگوں کے آباء واجداد کو اور ان کو جو ان کی پشتوں میں تھے ان کو سوار کیا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَائِرُكُمْ مَصَائِبُكُمْ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طَآئِرُكُمْ کا معنی ہے: تمہاری مصیبتیں یا تمہاری نحوستیں۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ (یس:١٩)

رسولوں نے کہا: تمہاری بد فالی تمہارے ساتھ ہے، کیا تم نصیحت کرنے کو برا سمجھتے ہو! بلکہ تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے طَآىِٕرُكُمْ کی تفسیر تمہارے مصائب کی ہے اور قتادہ سے منقول ہے: تمہارے اعمال۔

يَنْسِلُوْنَ يَخْرُجُوْنَ۔ ینسلون اس کا معنی ہے: يَخْرُجُوْنَ یعنی وہ نکلیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ (یس:٥١)

اور صور پھونک دیا جائے گا، پس اچانک وہ سب قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے چلنے لگیں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے يَنْسِلُوْنَ کی تفسیر کی ہے: وہ تیزی سے نکلیں گے اور اسی سے نَسِيْل کا لفظ ماخوذ ہے جو اس بچے کے لیے کہا جاتا ہے جو اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔

مَرْقَدِنَا مَخْرَجِنَا۔ مَّرْقَدِنَا اس کا معنی ہے: مخرجنا یعنی ہمارے نکلنے کی جگہ اور اس سے مراد قبر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ؗ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ (یس:٥٢)

وہ کہیں گے: ہائے ہماری مصیبت! ہم کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا، یہ وہ واقعہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مرقد کی تفسیر نکلنے کی جگہ کے ساتھ کی ہے، اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کس نے ہم کو ہماری نیندوں سے اٹھا دیا، حضرت ابن عباس اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما اور قتادہ سے منقول ہے: یہ وہ صرف اس وقت کہیں گے، کیونکہ دو صور پھونکنے کے وقتوں میں اللہ ان سے عذاب کو اٹھا لے گا تو وہ سو جائیں گے اور دوسرا قول یہ ہے کہ کفار جب جہنم اور اس کے عذاب کی انواع واقسام کا مشاہدہ کریں گے تو ان کو قبروں میں جو عذاب دیا گیا تھا وہ ان کے پہلو میں خواب کی طرح ہوگا تو وہ کہیں گے: ہائے ہماری مصیبت! کس نے ہم کو خواب سے اٹھا دیا۔

اَحْصَيْنَاهُ حَفِظْنَاهُ۔ احصیناہ اس کا معنی ہے: حفظناہ یعنی ہم نے اس کو محفوظ کر لیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ؕ وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ (یس:١٢)

بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم ان کے وہ عمل لکھ رہے ہیں جو انہوں نے پہلے بھیج دیے اور وہ عمل (بھی) جو انہوں نے پیچھے چھوڑ دیے اور ہم نے ہر چیز کا احاطہ کر کے لوح محفوظ میں منضبط کر دیا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ تم کو معلوم ہے اور ہم نے اس کا شمار کر لیا ہے اور ہم نے اس کو امام مبین یعنی لوح محفوظ میں محفوظ کر لیا ہے۔

Marfat.com

مَكَانَتُهُمْ وَمَكَانُهُمْ وَاحِدٌ۔ مكانتهم اور مَكَانُهُمْ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾ (یٰس:٦٧) اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ پر ان کی صورتوں کو مسخ کر دیتے تو پھر وہ نہ جا سکتے تھے اور نہ لوٹ سکتے تھے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا ہے: المکانۃ اور المکان دونوں کا ایک معنی ہے اور امام طبری نے العوفی سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ہم ان کو ان کے گھروں میں ہلاک کر دیتے۔

[تمام تعلیقات کی یہ شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ١٩ ص ١٩٠۔ ١٨٨ میں ذکر کی ہے]

١۔ بَابٌ: وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ (یٰس:٣٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے، یہ بہت غالب علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے O (یٰس:٣٨) کی تفسیر

علامہ عینی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورج اپنے مستقر میں اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک اپنی منزلوں کو طے نہیں کر لیتا، دوسرا قول یہ ہے: اس سلسلے کی انتہاء اس وقت ہوگی جب دنیا ختم ہو جائے گی اور یہ دن اور رات اور سورج کا جو معاملہ ذکر کیا گیا ہے یہ اللہ عزوجل جو بہت غالب ہے اور بہت علم والا ہے اس کا اپنے ملک میں بنایا ہوا نظام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٩ ص ١٩١۔ ١٩٠)

٤٨٠٢۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رضی الله عنه قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَتَدْرِيْ أَيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾﴾ (یٰس:٣٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم تیمی از والد خود از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ سورج کے غروب ہونے کے وقت مسجد میں تھا، آپ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: پس بے شک سورج چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہے: وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ (یٰس:٣٨) اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے۔ یہ بہت غالب بے حد علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے O

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣١٩٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٨٠٣۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے

سَأَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ عَنْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی ﴿وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾ (یٰس:۳۸) قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ

کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم التیمی از والد خود از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا: وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (یٰس:۳۸) اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کی منزل عرش کے نیچے ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۱۹۹ میں گزر چکی ہے۔

عرش کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق علامہ عینی کی تقریر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ اور دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوذر نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے اور پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ سورج عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور اس کا انکار اس لیے نہیں کیا جائے گا کہ سورج اپنے چلنے اور اپنی رفتار میں عرش کے بالمقابل ہوتا ہے اور قرآن مجید میں مذکور ہے کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں، اگر تم یہ اعتراض کرو کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ۔ (الکہف:۸۶)

حتیٰ کہ جب وہ (ذوالقرنین) غروب آفتاب کی جگہ پہنچے تو انہوں نے اسے سیاہ دلدل کے چشمے میں غروب ہوتے ہوئے پایا۔

ان حدیثوں میں مذکور ہے کہ سورج غروب کے وقت عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور اس آیت میں مذکور ہے کہ سورج سیاہ دلدل کے چشمے میں غروب ہوا تھا اور ان میں تعارض ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تعارض نہیں ہے اس لیے کہ اس آیت میں سورج کے غروب کے وقت بصر کے ادراک کی انتہاء کا بیان ہے اور حدیث میں جو ذکر ہے کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے، وہ غروب کے بعد کا واقعہ ہے اور سیاہ دلدل کے چشمے میں غروب کا یہ معنی نہیں ہے کہ سورج اس چشمے میں گر جاتا ہے بلکہ اس آیت میں ذوالقرنین کے سفر کی انتہاء کو بیان کیا گیا ہے حتیٰ کہ انہیں اس کے بعد کوئی بڑا راستہ نہیں ملا جیسے کوئی شخص ساحل سمندر پر کھڑا ہو تو وہ غروب آفتاب کے وقت یہ دیکھے کہ سورج سمندر میں غروب ہو رہا ہے اور درحقیقت وہ اس سمندر کے پیچھے غروب ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کو حقیقت حال کا علم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

عرش کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق حافظ ابن حجر کی تقریر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام نسائی نے اس حدیث کو از اسحاق بن ابراہیم از ابونعیم شیخ بخاری روایت کیا ہے اور اس کی یہ عبارت ہے کہ سورج عرش کے نیچے اپنے رب کے پاس چلتا رہتا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو طلوع کی اجازت دی جاتی ہے اور قریب ہے سورج اجازت طلب کرے گا تو اسے اجازت نہیں دی جائے گی، اس وقت اس سے کہا جائے گا: تم اس جگہ سے طلوع ہو جاؤ۔ (یہ اس وقت ہوگا جب قیامت آئے گی)

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سورج چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور عنقریب کتاب التوحید میں آئے گا کہ سورج چلتا رہے گا، پھر وہ سجدہ کی اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت دی جاتی ہے گویا کہ اس سے کہا جائے گا، تو جہاں سے آیا ہے وہیں طلوع ہو، اور امام عبدالرزاق کی روایت ہے کہ جب سورج غروب ہوگا تو وہ سلام کرے گا، سجدہ کرے گا اور اجازت طلب کرے گا تو اس کو اجازت نہیں دی جائے گی، پس جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا سورج ٹھہرا رہے گا، پھر اس سے کہا جائے گا: جہاں سے تو غروب ہوا ہے وہیں سے طلوع ہو جا، پس اس وقت سے لے کر قیامت تک جو شخص اس وقت ایمان نہیں لایا ہے اسے ایمان لانے کا فائدہ نہیں ہوگا، اور جو حدیث میں ہے کہ سورج عرش کے نیچے سجدہ کرے گا تو کہا گیا ہے کہ سورج عرش کی محاذات میں سجدہ کرے گا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۹۴۔۷۹۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

سورج کے مستقر کے متعلق مصنف کی تقریر

ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں مستقر کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) اس مستقر سے مراد ظرف زمان ہے اور وہ قیامت تک کا وقت ہے یعنی قیامت آنے تک سورج مسلسل چلتا رہے گا اور قیامت آنے کے بعد سورج کی حرکت منقطع ہو جائے گی۔

(۲) کسی ایک خطۂ زمین میں رات آنے تک سورج چلتا رہتا ہے اور جب رات آجاتی ہے تو وہ اس خطہ زمین میں غروب ہو چکا ہوتا ہے اور کسی دوسرے خطۂ زمین میں اس کی حرکت شروع ہو جاتی ہے اور یہ صرف ظاہری اعتبار سے ہے ورنہ حقیقت میں سورج کی حرکت قیامت تک منقطع نہیں ہوگی۔

(۳) سورج ایک سال تک اپنے مستقر تک سفر کرتا رہتا ہے اور دوسرے سال اس کا پھر نیا سفر شروع ہو جاتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۲۷۶ ملخصا) (انوار تبیان القرآن ص ۷۰۶، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ امام بخاری نے سورۂ یٰس کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں وہ مکمل ہو گئیں اور اب ان شاء اللہ سورۃ الصافات کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۳۷۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الصَّافَّاتِ

سورۃ الصافات کی تفسیر

سورۃ الصافات کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الصافات کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اور یہ سورت بالاتفاق مکی ہے، ہاں ایک آیت کے متعلق عبدالرحمٰن بن زید کی روایت ہے کہ وہ مدنی ہے اور وہ آیت یہ ہے: قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ اِنِّیۡ كَانَ لِیۡ قَرِيۡنٌ ۙ (الصافات:۵۱)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ يُرْمَوْنَ۔

وَيُقۡذَفُوۡنَ مِنۡ كُلِّ جَانِبٍ، مجاہد نے کہا، اس کا معنی ہے: ان پر غیب سے ہر طرف سے ٹوٹے ہوئے ستارے مارے جاتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا يَسَّمَّعُوۡنَ اِلَى الۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰى وَيُقۡذَفُوۡنَ مِنۡ كُلِّ جَانِبٍ ۖ دُحُوۡرًا وَّلَهُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ (الصافات:۸۔۹)

وہ عالم بالا کے فرشتوں (کی باتوں) کو سننے کے لیے کان نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر جانب سے ضرب لگائی جاتی ہے O ان (کو بھگانے) کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یقذفون کی تفسیر یُرْمَوْنَ کی ہے یعنی ان پر مارے جاتے ہیں اور کتب تفسیر میں مذکور ہے: ان پر ستارے مارے جاتے ہیں اور ان کو ہر جانب سے بھگایا جاتا ہے یعنی وہ جس جانب سے بھی آسمان پر چڑھنا چاہیں ان کو اس جانب سے بھگایا جاتا ہے۔ دُحُوۡرًا کا معنی ہے: ان کو دھتکارنے کے لیے۔

وَاصِبٌ دَائِمٌ۔ واصب کا معنی ہے: دائمی یعنی ہمیشہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّلَهُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ (الصافات:۹) اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے وَّاصِبٌ کی تفسیر دَائِمٌ کے ساتھ کی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر منقول ہے: شدید یعنی ان کے لیے عذاب شدید ہے۔

لَازِبٌ لَازِمٌ۔ لازب کا معنی ہے: لَازِمٌ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّنۡ طِيۡنٍ لَّازِبٍ ۙ (الصافات:۱۱) ہم نے ان کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے لازب کی تفسیر لَازِمٌ کے ساتھ کی ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ ایسی مٹی جو چکنی ہو اور بہت عمدہ ہو، اور السدی سے منقول ہے کہ لَازِبٌ کا معنی ہے: خالص۔

Marfat.com

تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ يَعْنِي الْحَقَّ الْكُفَّارُ تَقُولُهُ لِلشَّيْطَانِ۔ تاتوننا عن الیمین اس کا معنی ہے: تم ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے یعنی جو جن کفار ہیں وہ یہ بات شیطان سے کہیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ (شیطان کے پیروکار شیطان سے) کہیں گے: بے شک تم ہمارے پاس دائیں جانب سے آتے تھے O (الصافات:۲۸)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جو کفار جن ہیں وہ شیطان سے کہیں گے کہ تم ہمارے پاس دائیں جانب سے آتے تھے، اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ لفظ جِن نہیں ہے بلکہ حَقّ ہے یعنی تم ہمارے پاس حق کی جہت سے آتے تھے اور تم ہم پر حق کو مشتبہ کرتے تھے۔

غَوْلٌ وَجَعُ بَطْنٍ۔ غَوْلٌ اس کا معنی ہے: پیٹ میں درد۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (الصافات:۴۷) نہ اس سے دردسر ہوگا اور نہ وہ اس سے بہکیں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے غَوْلٌ کی تفسیر پیٹ کے درد کے ساتھ کی ہے اور یہ قتادہ کا قول ہے اور الکلبی سے منقول ہے: نہ اس میں کوئی گناہ ہوگا، اس کی نظیر یہ آیت ہے:

لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ (الطور:۲۳) جس میں نہ کوئی بے ہودگی ہوگی اور نہ کوئی گناہ O

اور حسن بصری سے منقول ہے کہ غَوْلٌ کا معنی سر کا درد ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی عقول زائل نہیں ہوں گی اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں کوئی ناپسندیدہ چیز نہیں ہوگی۔

يُنْزَفُوْنَ لَا تَذْهَبُ عُقُولُهُمْ۔ يُنْزَفُوْنَ اس کا معنی ہے: ان کی عقلیں نہیں جائیں گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (الصافات:۴۷) نہ اس سے دردسر ہوگا اور نہ وہ اس سے بہکیں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے ینزفون کی تفسیر کی ہے کہ ان کی عقلیں نہیں جائیں گی اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ ان کی عقلوں پر شراب کا غلبہ نہیں ہوگا اور نہ اس سے نشہ آئے گا، جب کسی کو نشہ ہوا اور اس کی عقل چلی جائے تو عرب کہتے ہیں: نَزَفَ الرجلُ۔

قَرِيْنٌ شَيْطَانٌ۔ قَرِيْنٌ اس سے شیطان مراد ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بے شک دنیا میں میرا ایک ساتھی ہے O (الصافات:۵۱)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے قرین کی تفسیر شیطان کی ہے یعنی دنیا میں ایک شیطان اس کا ساتھی تھا۔

يُهْرَعُوْنَ كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ۔ يُهْرَعُوْنَ اس کا معنی ہے: وہ دوڑنے کی طرح تیز چلتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ۝ (الصافات:٧٠) سو وہ ان ہی کے نقش قدم پر بھگائے جاتے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اَلْهَرْوَلَه کا معنی ہے: تیز تیز چلنا۔ امام بخاری نے کہا ہے: وہ دوڑنے کی طرح تیز تیز چلتے ہیں۔

يَزِفُّوْنَ النَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ۔ یزفون اس کا معنی ہے: وہ تیز تیز چلتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝ (الصافات:٩٤) پھر وہ لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے يَزِفُّوْنَ کی تفسیر تیز تیز چلنے کے ساتھ کی ہے، اَلنَّسَلَان کا معنی ہے: قریب قریب قدم رکھنا اور دوڑے بغیر تیز تیز چلنا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ زفیف النعام سے ماخوذ ہے یعنی شتر مرغ کی اڑنے اور چلنے کے درمیان رفتار۔

وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ الْمَلَآئِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَأُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝﴾ (الصافات: ١٥٨) سَتُحْضَرُ لِلْحِسَابِ۔

وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا اس سے مراد یہ ہے کہ کفار قریش کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جنات کی سرداروں کی مائیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ (الصافات:١٥٨) جنات کو خوب معلوم ہے کہ وہ حساب کے لیے پیش کیے جائیں گے O

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ (الصافات:١٥٨) اور ان لوگوں نے اللہ اور جنات کے درمیان نسبی قرابت داری بنا دی، حالانکہ جنات کو علم ہے کہ وہ ضرور (عذاب پر) پیش کیے جائیں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: مشرکین مکہ نے اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان قرابت داری بنائی، جنات سے مراد فرشتے ہیں اور انہوں نے فرشتوں کو جنات اس لیے کہا کہ فرشتے ان کی آنکھوں سے چھپے ہوئے ہیں، انہوں نے کہا: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، اور فرشتوں کی مائیں جنات کے سردار یعنی ان کے خواص کی بیٹیاں ہیں۔ السروات کا لفظ سراۃ کی جمع ہے اور وہ عزیز کے معنی میں ہے اور اس بات کے کہنے والے خوب جانتے ہیں کہ جنات دوزخ پر پیش کیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے گا اور اگر جنات اللہ تعالیٰ کے رشتہ دار یا شریک ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیتا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ الْمَلَآئِكَةُ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ اس کا معنی ہے: بے شک ہم صف باندھے ہوئے ہیں اور اس سے مراد فرشتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝ (الصافات:١٦٥) اور بے شک ہم ضرور صف بستہ ہیں O

علامہ عینی نے لکھا ہے: صف باندھنے والے فرشتے ہیں، اسی طرح ابن جریر کی حضرت ابن عباس سے روایت ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ہم اللہ کی تسبیح کرنے والے ہیں، اور علامہ ثعلبی نے کہا: ہم نماز میں صف باندھنے والے ہیں۔

صِرَاطِ الْجَحِيْمِ سَوَاءِ الْجَحِيْمِ وَوَسَطِ الْجَحِيْمِ۔ صراط الجحیم، سواء الجحیم، وسط الجحیم تینوں کا ایک معنی

ہے یعنی دوزخ کا راستہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (الصافات:۲۳) پھر ان سب کو دوزخ کے راستے پر لے جاؤO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ان تینوں لفظوں کا ایک معنی ہے، اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ صراط الجحیم: دوزخ کا راستہ ہے اور صراط کا معنی ہے: راستہ۔

لَشَوْبًا يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيْمِ۔ لَشَوْبًا اس کا معنی ہے: ملانا یعنی ان کے کھانے کو گرم کھولتے ہوئے پانی کے ساتھ ملایا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ (الصافات:۲۳) پھر بے شک ان کے لیے (پیپ) ملا ہوا گرم پانی ہوگاO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے شوبًا کی تفسیر کی ہے: یُخْلَطُ یعنی اس کو ملایا جائے گا گرم کھولتے ہوئے پانی کے ساتھ اور ان کا کھانا حنظل کے درخت سے بنا ہوگا جو بہت کڑوا ہوتا ہے۔

مَدْحُوْرًا مَطْرُوْدًا۔ مَدْحُوْرًا اس کا معنی ہے: دھتکارا ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ (الاعراف:۱۸) فرمایا: یہاں سے ذلیل اور دھتکارا ہوا ہو کر نکل جا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: لیکن یہ سورۂ اعراف کی آیت ہے اور یہاں اس کا محل نہیں ہے، سورۃ الصافات میں یہ آیت ہے:

وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا۔ (الصافات:۲۳) اور ان پر ہر جانب سے ضرب لگائی جاتی ہےO ان کو بھگانے کے لیے۔

امام بخاری نے مدحورًا کی تفسیر مطرودًا کی ہے یعنی دھتکارا ہوا کیونکہ اَلدَّحْرُ کا معنی ہے: بھگانا اور دور کرنا۔

بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ۔ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ اس کا معنی ہے: پوشیدہ موتی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ (الاعراف:۴۹) گویا کہ وہ پوشیدہ انڈے ہیںO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ کی تفسیر کی ہے: پوشیدہ موتی یعنی صفائی میں اور ''بیض'' بیضہ کی جمع ہے یعنی انڈے، اور کتب تفسیر میں مذکور ہے: مَّكْنُوْنٌ کا معنی ہے: مستور اور ایک قول ہے: محفوظ، قرآن مجید میں مَّكْنُوْنٌ مذکر کا صیغہ ہے حالانکہ یہ بَيْضٌ کی صفت ہے اور وہ مونث ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لفظ کے اعتبار سے ہے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ يُذْكَرُ بِخَيْرٍ۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ یعنی ہم نے ان کے بعد آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ ان پر سلام ہو، اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ (الصافات:۷۸) اور ہم نے ان کا ذکر بعد والوں میں باقی رکھاO

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: ذکر خیر سے مراد یہ ہے کہ ہر امت میں قیامت تک حضرت نوح علیہ السلام کی حمد و ثناء ہوتی رہے گی۔

وَيُقَالُ يَسْتَسْخِرُونَ يَسْخَرُونَ۔ یستسخرون اس کا معنی ہے: یَسْخَرُوْنَ یعنی وہ مذاق اڑاتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ۝ (الصافات:۱۴) اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یستسخرون کی تفسیر یسخرون کی ہے یعنی وہ مذاق اڑاتے ہیں۔

بَعْلًا رَبًّا۔ بعلًا اس کا معنی ہے: ان کا خود ساختہ رب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۝ (الصافات:۱۲۵) کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے بَعل کی تفسیر رَبّ کی ہے اور بَعل ایک بت کا نام ہے جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور اسی سے بعلبک ماخوذ ہے، یہ ان کے بت کا نام ہے۔ [یہ تمام تعلیقات اور ان کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۹۵۔ ۱۹۲ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ: وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ (الصافات:۱۳۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں O (الصافات:۱۳۹) کی تفسیر

۴۸۰۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَكُونَ خَيْرًا مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابووائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ وہ متی کے بیٹے حضرت یونس سے افضل ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۴۱۲ میں گزر چکی ہے۔

۴۸۰۵۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی جو عامر بن لوی کے بیٹوں میں سے ہیں از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے کہا: میں یونس بن متی سے افضل ہوں اس نے جھوٹ بولا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ حضرت یونس علیہ السلام سے افضل ہیں؟ اس کا

Marfat.com

ایک جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا جب آپ کو اپنے افضل الانبیاء ہونے کا علم نہیں تھا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ کلام تواضعاً فرمایا ہے۔

الحمدللہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الصافات کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ سورۂ ص کی تفسیر شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۳۸۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ صٓ

سورۂ ص کی تفسیر

سورۂ ص کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ ص کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس پر اتفاق ہے کہ سورۂ ص مکی ہے، یہ سورۂ انشقاق کے بعد اور سورۂ اعراف سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس میں اٹھاسی (۸۸) آیات ہیں۔

لفظ ص کے متعلق متعدد اقوال

ص کے معنی میں اختلاف ہے، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: یہ ایک سمندر ہے جس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے، وہاں نہ کوئی رات ہے اور نہ دن ہے اور حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے: یہ ایک سمندر ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ دو صوروں کے درمیان مردوں کو زندہ کرے گا، اور ضحاک سے روایت ہے کہ ص سے مراد ہے: صدق اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا) اور مجاہد سے مروی ہے: ص کا معنی ہے: سورت کی ابتداء، اور قتادہ سے مروی ہے کہ ص قرآن کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور السدی سے مروی ہے کہ ص اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور محمد القرظی سے مروی ہے: یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کی چابی ہے، وہ صمد ہے اور تمام مصنوعات کو بنانے والا ہے اور صادق الوعد ہے اور ابن سلیمان دمشقی سے مروی ہے کہ ص ایک سانپ کا نام ہے جس کا سر عرش کے نیچے ہے اور اس کی دم سب سے آخری زمین کے نیچے ہے، انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ عکرمہ سے مروی ہے اور ایک قول ہے: اس کا معنی ہے: ص تمہارے عمل کے ساتھ قرآن ہے یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا عمل کہاں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۹۶۔۱۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابٌ

۴۸۰۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنۡدَرٌ حَدَّثَنَا شُعۡبَةُ عَنِ الۡعَوَّامِ قَالَ سَأَلۡتُ مُجَاهِدًا عَنِ السَّجۡدَةِ فِي ص قَالَ سُئِلَ ابۡنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ ﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقۡتَدِهۡ﴾ (الانعام: ۹۰) وَكَانَ ابۡنُ عَبَّاسٍ يَسۡجُدُ فِيهَا۔

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از العوام انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سورۂ ص کے سجدہ کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقۡتَدِهۡ (الانعام: ۹۰) یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے، سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔ اور حضرت ابن عباس اس آیت پر سجدہ کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۴۲۱ میں گزر چکی ہے۔

۴۸۰۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ عَنِ الْعَوَّامِ قَالَ سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنْ سَجْدَةٍ فِي ص فَقَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ مِنْ أَيْنَ سَجَدْتَ فَقَالَ أَوَ مَا تَقْرَأُ ﴿وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَ سُلَيْمٰنَ﴾ (الانعام: ۸۴)۔ ﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام: ۹۰) فَكَانَ دَاوُدُ مِمَّنْ أُمِرَ نَبِيُّكُمْ ﷺ أَنْ يَقْتَدِيَ بِهِ فَسَجَدَهَا دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَجَدَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبید الطنافسی نے حدیث بیان کی از العوام، انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سورۂ ص کے سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس سے سوال کیا تھا: آپ نے کہاں سے سجدہ کیا؟ تو انہوں نے کہا: کیا تم یہ آیت نہیں پڑھتے: وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَ سُلَيْمٰنَ (الانعام: ۸۴) اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان ہیں۔ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام: ۹۰) یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے، سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔ پس حضرت داؤد علیہ السلام وہ ہیں کہ جن کی اقتداء کا تمہارے نبی ﷺ کو حکم دیا گیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا، اس پر تو رسول اللہ ﷺ نے بھی سجدہ کیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۴۲۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی اس حدیث کے بعض مشکل جملوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ نے کہاں سے سجدہ کیا؟ یعنی آپ نے کس دلیل سے اس سورت میں سجدہ کیا ہے؟

پس حضرت داؤد علیہ السلام نے اس پر سجدہ کیا: یعنی حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سورت میں سجدہ کیا ہے اور ہمارے رسول ﷺ کو ان کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے اور ہمیں نبی ﷺ کی اقتداء اور آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ حدیث امام شافعی پر حجت ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں سورۂ ص میں سجدہ کرنا عزیمت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۹۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان دونوں حدیثوں کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۹۶۔ ۱۹۵)

الانعام: ۹۰ میں ہمارے نبی ﷺ کی عظیم منقبت

میں کہتا ہوں: ہم نے (الانعام: ۹۰) کی تفسیر میں لکھا ہے: اس آیت کا معنی ہے: اے رسول مکرم! ان نبیوں اور رسولوں نے جو عمل کیا ہے آپ اس کے مطابق عمل کریں اور جس منہاج پر یہ چلتے رہے ہیں اس منہاج پر آپ بھی چلیں اور ہماری دی ہوئی ہدایت اور توفیق کے مطابق جس طرح انہوں نے زندگی گزاری ہے آپ اس طرح زندگی گزاریں اور ان تمام نبیوں اور رسولوں کے جس قدر محاسن اور خوبیاں ہیں آپ وہ سب اپنے اندر جمع کر لیں۔ اس آیت میں نبی ﷺ کی عظیم منقبت ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں میں جو خوبیاں اور کمالات الگ الگ اور متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ سب کمالات آپ کی ذات میں جمع ہو گئے یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کی گزاری ہوئی زندگیاں متن متین ہیں اور آپ کی زندگی ان کی شرح جمیل ہے:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(تبیان القرآن ج ۳ ص ۶۱۹ فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

Marfat.com

عُجَابٌ عَجِیبٌ۔ عُجاب: اس کا معنی ہے: عجیب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۞ (ص:۵) بے شک یہ بہت عجیب بات ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ ذکر کیا ہے کہ عجاب کا معنی عجیب ہے اور اس لفظ کو جیم کی تشدید کے ساتھ عُجّاب بھی پڑھا گیا ہے، مقاتل نے کہا: یہ ازدشنوءہ کی لغت ہے جیسے کریم اور کُرّام اور کبیر اور کبار اور طویل اور طُوّال اور عریض اور عُراض۔

اَلْقِطُّ الصَّحِیفَةُ هُوَ هَا هُنَا صَحِیفَةُ الْحِسَابِ۔ اَلْقِط کا معنی ہے: صحیفہ اور یہاں اس سے مراد نیکیوں کا صحیفہ ہے یا اعمال نامہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ ۞ (ص:۱۶) اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمارا حصہ تو ہمیں روز حساب سے پہلے ہی جلد دے دے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے بتایا کہ القط کا معنی ہے: الصحیفہ مطلقاً لیکن یہاں اس سے مراد نیکیوں کا صحیفہ ہے اور کشمیہنی کی روایت میں ہے: حساب کا صحیفہ اور اسی طرح النسفی کی روایت ہے، اور الکلبی نے کہا کہ جب سورۃ الحاقہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۞ (الحاقہ:۱۹) سو جس کو اس کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: آؤ میرا نامہ اعمال پڑھو O

تو کفار نے بہ طور استہزاء کہا: ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے، ان کی مراد یہ تھی کہ ہمارا اعمال نامہ ہمیں دنیا میں ہی جلد دے دے، اور قتادہ، مجاہد اور سدی سے روایت ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ ہمارا عذاب جو ہمارے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ ہمیں دنیا میں ہی جلد دے دے۔ یہ النضر بن الحارث نے کہا تھا اور امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ القِط کا معنی ہے: کتاب اور اس کی اصل قط الشئ ہے جب کسی چیز کو کاٹ کر ٹکڑے کر دو اور اس کا صحیفہ پر اس لیے اطلاق ہوتا ہے کہ وہ بھی کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے اور اسی طرح اس کا صک پر بھی اطلاق ہوتا ہے یعنی چیک پر۔

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اس آیت میں قِطَّنَا کا لفظ ہے اور القط کا معنی ہے: کسی چیز کو کاٹنے کے بعد اس کا حاصل شدہ ٹکڑا اور اس سے مراد ان کا حصہ اور مقسوم ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ہم کو جس عذاب سے ڈرا رہے ہیں اس عذاب میں سے جو حصہ ہمارے لیے مقرر ہے وہ حصہ ہمیں دنیا میں دلوا دیں اور اس کو روز حساب تک مؤخر نہ کریں۔ (انوار تبیان القرآن ص ۷۴۴، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فِی عِزَّةٍ مُعَازِّینَ۔ اور مجاہد نے کہا: فِی عِزَّةٍ کا معنی ہے: غلبہ چاہنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۞ (ص:۲) بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے ارادہ کیا کہ فِی عِزَّةٍ کا لفظ خبر کے محل میں ہے اور معزین کا معنی ہے: معالبین یعنی غلبہ چاہنے والے، دوسرا قول ہے: اس کا معنی ہے: تکبر اور جاہلیت اور شقاق کا معنی ہے: مخالفت اور تفرقہ۔

Marfat.com

الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ مِلَّةُ قُرَيْشٍ الْاخْتِلَاقُ الْكَذِبُ۔ الملة الاخرة اس کا معنی ہے: قریش کا دین اور الاختلاق کا معنی ہے: جھوٹ اور من گھڑت بات۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ ۚ إِنْ هٰذَآ إِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ (ص:۷) ہم نے یہ بات اس سے پہلے دین میں نہیں سنی، یہ صرف ان کی بنائی ہوئی (جھوٹی) بات ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الملة الاخرة کی تفسیر قریش کے دین کے ساتھ کی ہے اور اختلاق کی تفسیر جھوٹ کے ساتھ کی ہے، مجاہد اور قتادہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے، اور حضرت ابن عباس اور قرطبی اور الکلبی اور مقاتل نے کہا ہے: ان کی مراد نصرانیت تھی کیونکہ نصاریٰ بھی اللہ کے ساتھ اور خدا کو شریک کرتے تھے۔

الْأَسْبَابُ طُرُقُ السَّمَاءِ فِي أَبْوَابِهَا۔ الاسباب اس سے مراد ہے، آسمان کے دروازوں میں آسمانوں کے راستے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ۝ (ص:۱۰) یا آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز ان کی ملکیت میں ہے تو ان کو چاہیے کہ رسیاں باندھ کر آسمان پر چڑھ جائیں ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اسباب کی تفسیر آسمان کے دروازوں میں آسمان کے راستوں کے ساتھ کی ہے، اسی طرح اس کی تفسیر مجاہد اور قتادہ سے منقول ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ فَلْيَرْتَقُوا کا معنی ہے کہ انہیں چاہیے کہ پہاڑوں پر چڑھ کر آسمان تک پہنچیں، پھر وہاں سے ان کے پاس وحی لے کر آئیں یہ ان کو ڈانٹنے، جھڑکنے اور عاجز کرنے کا حکم ہے۔

قَوْلُهُ جُنْدٌ مَا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ يَعْنِي قُرَيْشًا۔ جُنْدٌ مَا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ اس سے مراد ہے: یہ اس جگہ کفار قریش کا شکست خوردہ لشکر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جُنْدٌ مَا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِنَ الْأَحْزَابِ ۝ (ص:۱۱) یہ اس جگہ کفار کا شکست خوردہ حقیر لشکر ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی جو تفسیر کی ہے اسی طرح مجاہد نے تفسیر کی ہے یعنی اس جگہ لشکر کفار کو شکست دی جائے گی اور یہ غیب کی خبر دینا ہے کیونکہ اس کے بعد یعنی مکہ میں کفار کو شکست دی گئی اور قتادہ نے اس کی تفسیر کی ہے کہ اللہ عزوجل نے مکہ میں یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کو شکست دی جائے گی اور اس کی تعبیر غزوہ بدر میں پوری ہوئی۔

أُولٰئِكَ الْأَحْزَابُ الْقُرُونُ الْمَاضِيَةُ۔ أُولٰئِكَ الْأَحْزَابُ اس کا معنی ہے: گزشتہ گروہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّأَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ۚ أُولٰئِكَ الْأَحْزَابُ ۝ (ص:۱۳) اور ثمود اور لوط کی قوم اور اصحاب ایکہ (جنگل والے)، یہ کفار کے گروہ ہیں ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے أُولٰئِكَ الْأَحْزَابُ کی تفسیر گزری ہوئی جماعتوں کے ساتھ کی ہے اور دوسرے مفسرین نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ان لوگوں پر قہر کیا گیا اور ان کو عذاب دیا گیا۔

Marfat.com

فَوَاقٍ رُجُوعٍ۔ فَوَاقٍ کا معنی ہے: رجوع یعنی واپسی کی مہلت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝ (ص:١٥) اور یہ (کفار) صرف ایک سخت چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جس کے درمیان کوئی مہلت نہیں ہوگی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ ان کے لیے دنیا کی طرف لوٹنے اور واپسی کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ امام ابو عبیدہ نے کہا ہے: یہ لفظ فَوَاق ہے اور اس کا معنی ہے: ان کے لیے کوئی راحت نہیں ہوگی اور جنہوں نے کہا کہ یہ لفظ فُوَاق ہے (فاء پر پیش) انہوں نے کہا: اس کا معنی ہے: مہلت یعنی اونٹنی کا دودھ دوہنے کے درمیان وقفہ۔

قِطَّنَا عَذَابَنَا۔ قِطَّنَا اس کا معنی ہے: ہمارے حصہ کا عذاب۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تعلیق مکرر ہے مگر پہلے امام بخاری نے قِطَّنَا کی تفسیر کی تھی: صحیفہ اور یہاں اس کی تفسیر عذاب کی ہے اور صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں یہ تعلیق نہیں ہے۔

اَتَّخَذْنَاهُمْ سُخْرِيًّا أَحَطْنَا بِهِمْ۔ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اس سے مراد ہے: جن لوگوں کا ہم مذاق اڑاتے ہوئے ان کو گھیر لیا کرتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ۝ (ص:٦٢-٦٣) دوزخی کہیں گے کیا: سبب ہے کہ ہمیں وہ لوگ نظر نہیں آرہے جنہیں ہم لوگ (دنیا میں) برے لوگ شمار کرتے تھے O کیا ہم نے ان کا ناحق مذاق اڑایا تھا یا ہماری نگاہیں ان سے ہٹ گئی ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی کفار قریش نے کہا اور وہ اس وقت دوزخ میں ہوں گے کہ کیا وجہ ہے کہ ہم ان مردوں کو نہیں دیکھ رہے جن کو ہم بہت برا اور رذیل قرار دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان میں کوئی خیر نہیں ہے یعنی ہم ان کو دوزخ میں نہیں دیکھ رہے گویا کہ وہ دوزخ میں نہیں ہیں بلکہ ہماری نظریں ان سے پھیر دی گئی ہیں اور وہ دوزخ ہی میں ہیں۔

ہم نے لکھا ہے: یعنی کفار جب جہنم کی تمام اطراف اور جوانب میں نظر ڈالیں گے تو ان کو وہ فقراء مسلمین نظر نہیں آئیں گے جن کا دنیا میں مذاق اڑاتے تھے، وہ ان کو اشرار اور بروں میں شمار اس لیے کرتے تھے کہ وہ ان کے دین کے خلاف تھے اور ایسے دین کی پیروی کر رہے تھے جس سے ان کو کوئی دنیاوی منفعت حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ (انوار تبیان القرآن ص ٢٩٧، فرید بک سٹال، لاہور، ١٤٣١ھ)

أَتْرَابٌ أَمْثَالٌ۔ أَتْرَابٌ اس کا معنی ہے: ان کی ہم مثل۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝ (ص:٥٢) اور ان کے پاس نیچی نظر والی حوریں ہوں گی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے أَتْرَابٌ کی تفسیر امثال کی ہے اور اتراب، ترب کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: لدت اس سے مراد یہ ہے کہ ان حوروں کی عمر ایک ہوگی اور وہ سب تینتیس (٣٣) سال کی ہوں گی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْأَيْدُ الْقُوَّةُ فِي الْعِبَادَةِ الْأَبْصَارُ الْبَصَرُ فِي أَمْرِ اللهِ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الاید کا معنی ہے: عبادت میں قوت اور الابصار کا معنی ہے: اللہ کے احکام میں بصیرت۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۝ (ص:۴۵) اور ہمارے (دیگر خاص) بندوں کو یاد کیجئے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو جو قوت والے اور بصیرت والے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الاید کی تفسیر عبادت میں قوت کے ساتھ کی ہے اور الابصار کی تفسیر اللہ کے احکام میں بصیرت کے ساتھ کی ہے۔ امام طبری نے اس کو اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں ہیں، ایک مشہور تفسیر اور دوسری محقق تفسیر

حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ مِنْ ذِكْرِ۔ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ، مِنْ ذکر ربی اس میں یہ بتایا ہے کہ عن ذکر ربی میں عَنْ، مِنْ کے معنی میں ہے یعنی خیر کی محبت نے مجھے میرے رب کی عبادت سے غافل کر دیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ (ص:۳۲) انہوں نے کہا: بے شک میں نے نیک مال کی محبت اپنے رب کے ذکر کرنے کی وجہ سے اختیار کی ہے حتیٰ کہ جب وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہو گئے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میں نے خیر کی محبت میں، اس سے ان کی مراد گھوڑے تھے اور چودہ گھوڑے تھے جو ان کے سامنے پیش کیے گئے تھے، عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ یعنی نماز سے غافل کر دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ امام بخاری نے من ذکر ربی لکھ کر یہ اشارہ کیا ہے: اس آیت میں عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ میں عن من کے معنی میں ہے۔ میں کہتا ہوں: ان آیات کی تفصیل میں نحاس نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے تو ان کے پاس غنیمت سے حاصل شدہ گھوڑے لائے گئے تھے تا کہ وہ ان کا معائنہ کریں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے اشارہ کیا کہ ان گھوڑوں کو ان کے اصطبل میں پہنچا دیا جائے حتیٰ کہ وہ گھوڑے ان کی نظر سے اوجھل ہو گئے اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے پاس لاؤ، پھر آپ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور آپ کا ان کی گردنوں پر ہاتھ پھیرنا ان گھوڑوں کی تکریم کے لیے تھا تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر کوئی بڑا اور باوقار آدمی گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرے تو یہ کام اس کے مقام اور وقار کے خلاف نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۷۵، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۹۰) (انوار تبیان القرآن ص ۲۶۷، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

اس آیت کی مشہور تفسیر یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے معائنوں میں ایسے مشغول ہوئے کہ اس وقت کی نماز یا وظیفہ رہ گیا، جب بعد میں آپ اس پر متنبہ ہوئے تو آپ نے ان گھوڑوں کو واپس لانے کا حکم دیا اور تلوار سے ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنی شروع کیں جن کی وجہ سے اللہ کی عبادت میں خلل ہوا تھا۔

ہم نے جو لکھا ہے وہ اس آیت کی دوسری تفسیر ہے کہ یہ گھوڑے جہاد کے لیے تھے اور ان کا معائنہ کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ جہاد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ علامہ عینی نے جو تفسیر کی ہے وہ مشہور تفسیر کے مطابق ہے۔

مَسْحًا يَمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيْبَهَا۔ طَفِقَ مَسْحًا اس کا معنی ہے: وہ گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر

Marfat.com

ہاتھ پھیرنے لگے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

رُدُّوْهَا عَلَیَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝ (ص:۳۳)

تو انہوں نے حکم دیا کہ ان (گھوڑوں) کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ، پھر وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے O

الْاَصْفَادِ الْوَثَاقِ۔ الاصفاد اس کا معنی ہے: زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ۝ (ص:۳۸)

اور دوسرے جنات کو بھی (ان کے تابع کر دیا) جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الاصفاد کی تفسیر الوثاق کی ہے یعنی زنجیریں اور بیڑیاں اور مقرنین کا معنی ہے: وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۹۹۔۱۹۶ میں کی ہے]

۲۔ بَابٌ: وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (ص:۳۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو بے شک تو ہی بہت دینے والا ہے O (ص:۳۵) کی تفسیر

ص:۳۵ کی علامہ عینی سے تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی، پھر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ ان کو ایسی سلطنت عطا فرمائے جو ان کے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو اور مقاتل بن حیان نے روایت کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت حاصل تھی لیکن انہوں نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ہواؤں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کر دے اور اَلْوَهَّابُ کا معنی ہے: جو بہت زیادہ دینے والا ہو۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۹۹)

۴۸۰۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ فَأَمْكَنَنِي اللهُ مِنْهُ وَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ﴾ (ص:۳۵) رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح اور محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از شعبہ از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ایک خبیث جن گزشتہ رات مجھ پر حملہ آور ہوا یا کوئی اور اس کی مثل کلمہ فرمایا تاکہ وہ مجھ پر میری نماز منقطع کر دے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کر دیا اور میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ جب تم صبح اٹھو تو تم سب اس کی طرف دیکھو، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آئی: رَبِّ اغْفِرْ لِیْ

Marfat.com

رَوْحٌ فَرَدَّهُ خَاسِئًا۔ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ (ص:۳۵) (اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو)، روح نے کہا: پھر آپ نے اس کو نامراد کرتے ہوئے دھتکار دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۔ بَابٌ: وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (ص:۸۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں O (ص:۸۶) کی تفسیر

ص:۸۶ کی تفسیر علامہ عینی سے

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ پوری آیت اس طرح ہے:

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (ص:۸۶) آپ کہیے کہ میں تم سے اس پیغام کو پہنچانے پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں O

یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کہیے: میں تم لوگوں سے اس وحی کے پہنچانے پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔

الحسن بن فضل نے کہا: یہ آیت درج ذیل آیت کے لیے ناسخ ہے:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ (الشوریٰ:۲۳) آپ کہیے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا سوا قرابت داروں کی محبت کے۔

اور وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ کا معنی ہے کہ میں ازخود اپنی طرف سے قرآن کو نہیں بناتا، اور علامہ نسفی نے کہا ہے کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو کسی کام کو خود نہ کرتے ہوں اور یہ چاہتے ہوں کہ ان کی ان کاموں پر تعریف کی جائے اور میں اس چیز کا دعویٰ کرنے والا نہیں ہوں جو میرے پاس نہ ہو حتیٰ کہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کروں اور قرآن کو اپنے پاس سے بنا کر لاؤں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (یوسف:۱۰۴) یہ قرآن تو صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے O

اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ میں اس کی تبلیغ کروں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۰۰)

۴۸۰۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُوْلَ لِمَا لَا يَعْلَمُ اللهُ أَعْلَمُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ ﷺ ﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ (ص:۸۶) وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنِ الدُّخَانِ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ دَعَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق انہوں نے بیان کیا: ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، انہوں نے فرمایا: اے لوگو! جس کو کسی بات کا علم ہو وہ اس کو کہے اور جس کو علم نہیں ہو تو اس کو چاہیے وہ کہے: اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کیونکہ یہ بھی علم میں سے ہے کہ انسان کو جس چیز کا علم نہ ہو وہ کہے: اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ

Marfat.com

قُرَيْشًا إِلَى الْإِسْلَامِ فَأَبْطَئُوا عَلَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ فَحَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْجُلُودَ حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ يَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ دُخَانًا مِنَ الْجُوعِ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۙ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ (الدخان: ١٠-١١) قَالَ فَدَعَوْا ﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ أَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۙ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ۘ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝﴾ (الدخان: ١٠-١٥) أَفَيُكْشَفُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ فَكُشِفَ ثُمَّ عَادُوا فِي كُفْرِهِمْ فَأَخَذَهُمُ اللهُ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ اللهُ تَعَالَى ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ إِنَّا مُنْتَقِمُونَ ۝﴾ (الدخان: ١٦)

عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ۝ (ص: ٨٦) آپ کہیے: میں تم سے اس پیغام کو پہنچانے پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں O اور میں تمہیں عنقریب دخان (دھواں) کے متعلق حدیث بیان کروں گا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے قریش کو دعوت اسلام دی، انہوں نے اس کو قبول کرنے میں تاخیر کر دی تو نبی ﷺ نے ان کے خلاف دعا کی: اے اللہ! ان کے خلاف میری مدد فرما اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کے قحط کے سات (۷) سالوں کی طرح ان پر قحط کے سات سال مسلط فرما دے، پس ان کو قحط نے پکڑ لیا اور ہر چیز ختم ہو گئی حتیٰ کہ انہوں نے مردار کھائے اور کھالیں کھائیں حتیٰ کہ ایک مرد اپنے اور آسمان کے درمیان بھوک کی وجہ سے دھوئیں کو دیکھتا تھا، اللہ عزوجل نے فرمایا: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۙ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (الدخان: ١٠-١١) سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا O جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ ہے دردناک عذاب O حضرت عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا پس انہوں نے دعا کی: رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ أَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۙ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ۝ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝ (الدخان: ١٠-١٥) (اس دن وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے، بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں O اب ان کے نصیحت قبول کرنے کا وقت کہاں ہے، حالانکہ ان کے پاس واضح ہدایت دینے والے رسول آ چکے تھے O پھر انہوں نے اس رسول سے اعراض کیا اور کہا: یہ سکھائے ہوئے دیوانے ہیں O (اگر) ہم کچھ وقت کے لیے عذاب دور کر دیں تو بے شک تم پھر (کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو O کیا پس قیامت کے دن عذاب دور کیا جائے گا، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: پس عذاب دور کیا گیا۔ پھر وہ اپنے کفر میں لوٹ گئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن ان کو پکڑ لیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ

Marfat.com

الْکُبْرٰی ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝ (الدخان: ۱۶) جس دن ہم بہت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں ۝

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین سورۂ ص کی امام بخاری نے جو تفسیر تعلیقات اور احادیث کے ساتھ کی تھی اس کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ امام بخاری نے سورۃ الزمر کی جو تفسیر کی ہے اس کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٣٩۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ الزُّمَرِ

سورۃ الزمر کی تفسیر

سورۃ الزمر کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الزمر کی بعض آیات کی تفسیر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ پوری سورت مکی ہے۔ صرف دو آیتیں مدنی ہیں، ان میں سے ایک یہ آیت ہے: قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا۔ (الزمر: ۵۳) یہ آیت حضرت وحشی کے متعلق نازل ہوئی تھی اور دوسری آیت یہ ہے: وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖ۔ (الزمر: ۶۷)

علامہ سخاوی نے کہا ہے: سورۃ الزمر، سورۂ سبا کے بعد نازل ہوئی ہے اور سورۃ المومن سے پہلے یعنی سورۂ غافر سے پہلے سورۃ الزمر میں کل پچہتر (۷۵) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۰۱)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ يُجَرُّ عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (حم السجدہ: ۴۰)

اور مجاہد نے کہا ہے: اَفَمَنۡ یَّتَّقِیۡ بِوَجۡهِهٖ یعنی کیا جو شخص اپنے چہرے کو (عذاب سے) بچاتا ہے جو منہ کے بل دوزخ میں گھسیٹا جائے گا یہ اس آیت کا مصداق ہے:
آیا جو شخص دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو اطمینان سے قیامت کے دن آئے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اَفَمَنۡ یَّتَّقِیۡ بِوَجۡهِهٖ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ۔ (الزمر: ۲۴)

کیا جو شخص قیامت کے دن بدترین عذاب کو اپنے چہرے سے دور کرتا ہے (اس شخص کی طرح ہو سکتا جو خوشی سے جنت میں داخل ہو؟)

علامہ عینی لکھتے ہیں: کہا جاتا ہے: کسی شخص نے سامنے سے آنے والے عذاب کو اپنی ڈھال سے دور کیا اور اپنے ہاتھوں سے دور کیا لیکن دوزخی شخص جس کو اوندھے منہ گھسیٹا جائے گا وہ اس عذاب کو اپنے چہرے سے دور کرے گا کیونکہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص بدترین عذاب کو اپنے چہرے سے دور کرے گا کیا وہ اس کی مثل ہو سکتا ہے جو عذاب سے بے خوف ہو؟

غَیۡرَ ذِیۡ عِوَجٍ لَبۡسٌ۔

غَیۡرَ ذِیۡ عِوَجٍ لبس یعنی جس میں کجی اور اشتباہ نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا غَیۡرَ ذِیۡ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمۡ یَتَّقُوۡنَ۝ (الزمر: ۲۸)

ہم نے انہیں عربی زبان میں قرآن عطا فرمایا جس میں کوئی کجی نہیں ہے تاکہ وہ اللہ سے ڈریں ۝

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَلْعِوَجُ کی تفسیر لَبْس کے ساتھ کی ہے جس کا معنی ہے: اشتباہ یعنی قرآن میں کوئی اشتباہ نہیں ہے اور نہ کوئی کجی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یعنی قرآن مجید مخلوق نہیں ہے۔

وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ مَثَلٌ لِآلِهَتِهِمُ الْبَاطِلِ وَالْإِلَهِ الْحَقِّ۔ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ اور ایک مرد صرف ایک مرد کا غلام ہو۔ یہ کفار کے معبودانِ باطلہ اور معبود برحق کی مثال ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا۔ (الزمر:۲۹) اللہ ایک مثال بیان فرما رہا ہے کہ ایک غلام ہے جس میں کئی متضاد خیالات کے لوگ شریک ہیں اور ایک دوسرا غلام ہے جس کا صرف ایک شخص ہی مالک ہے، کیا ان دونوں غلاموں کی مثال برابر ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ پہلا غلام اپنے مختلف آقاؤں کی وجہ سے ہمیشہ تذبذب اور مشکل میں رہے گا کہ کس کا حکم مانے اور کس کو راضی رکھے اور جب کہ دوسرا شخص صرف ایک آقا کا غلام ہے اور اس کا معاملہ صرف ایک شخص سے متعلق ہے، وہ تذبذب اور مشکل میں مبتلا نہیں رہے گا کیونکہ اس کا معاملہ صرف ایک ہی شخص کے ساتھ متعلق ہے، بالکل یہی مثال اس شخص کی ہے جو متعدد معبودوں کی عبادت کرتا ہے، وہ بھی اسی طرح تذبذب اور مشکل میں مبتلا ہوگا اور جو شخص صرف ایک آقا کا غلام ہوگا اس کو یہ تذبذب اور پریشانی نہیں ہوگی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا ہے: یہ ان کے باطل معبودوں اور برحق معبود کی مثال ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ کیا ان دونوں غلاموں کی صفات برابر ہیں؟ علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اس کافر کی مثال بیان فرمائی ہے جو متعدد معبودوں کی عبادت کرتا ہے اور مومن کی مثال بیان فرمائی ہے جو صرف ایک اللہ عزوجل کی عبادت کرتا ہے، اس آیت میں متشاکسون کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: جو مختلف ہوں اور متنازع ہوں اور جھگڑالو اور بداخلاق ہوں۔

وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِ بِالْأَوْثَانِ۔ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ یعنی یہ لوگ آپ کو اللہ کے سوا دوسرے (معبودوں) سے ڈراتے ہیں (الزمر:۳۶) اس سے مراد ان کے بت ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ۔ (الزمر:۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ یہ لوگ آپ کو اللہ کے سوا دوسرے (معبودوں) سے ڈرا رہے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی مشرکین آپ کو بتوں کے ضرر پہنچانے سے ڈراتے ہیں۔ کفار نے کہا: آپ ہمارے معبودوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان کا برائی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، آپ ان کے ذکر سے باز آجائیں ورنہ ہم آپ کے ساتھ برا سلوک کریں گے۔ اس میں الاوثان کا ذکر ہے اور بالاوثان کی بھی روایت ہے اور یہ روایت زیادہ بہتر ہے۔

خَوَّلْنَا أَعْطَيْنَا۔ خَوَّلْنَا اس کا معنی ہے: أَعْطَيْنَا یعنی ہم نے عطا کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ؗ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا پس جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو پکارتا ہے، پھر

Marfat.com

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ۔ (الزمر:۴۹) جب ہم اس کو اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے صرف ایک علم کی بنا پر دی گئی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے خَوَّلْنَا کی تفسیر اعطینا کے ساتھ کی ہے اور امام ابوعبیدہ نے کہا: جب تم کسی کو کوئی مال عطا کرو تو کہتے ہو: خَوَّلْتُهٗ۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ الْقُرْاٰنُ وَصَدَّقَ بِهِ الْمُؤْمِنُ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ هٰذَا الَّذِیْ اَعْطَيْتَنِیْ عَمِلْتُ بِمَا فِيْهِ۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ (الزمر:۳۳) (اور جو سچے دین کو لے کر آئے) یعنی القرآن وَصَدَّقَ بِهٖ (اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی) یعنی مومن قیامت کے دن آ کر کہے گا: یہ وہ ہے جو تو نے مجھے عطا کیا تھا، میں نے جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (الزمر:۳۳) اور جو سچے دین کو لے کر آئے اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ کی تفسیر "القرآن" کے ساتھ کی ہے اور السدی نے کہا: وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ کا مصداق حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جو قرآن لے کر آئے اور و صدق به کا مصداق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے حامل ہیں اور و صدق به کا بھی مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے اس پیغام کو مخلوق تک پہنچایا، اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ابوالعالیہ اور الکلبی سے روایت ہے کہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور و صدق به کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اور قتادہ اور مقاتل سے روایت ہے کہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور و صدق به کا مصداق المومنون ہیں اور عطاء سے روایت ہے: وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ کا مصداق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور و صدق به کا مصداق ان کے پیروکار ہیں، اور اس صورت میں وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ میں الذی بہ معنی الذین ہے جیسے خُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا (التوبہ: ۶۹) میں الذی بہ معنی الذین ہے اور یہ پوری تفسیر صرف علامہ نسفی نے ذکر کی ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ مُتَشَاكِسُوْنَ الرَّجُلُ الشَّكِسُ الْعَسِرُ لَا يَرْضٰى بِالْاِنْصَافِ۔ مُتَشٰكِسُوْنَ اس کا معنی ہے: الرجل الشكس یعنی وہ مرد جو تنگ دل اور جھگڑالو ہو اور انصاف کی بات پر راضی نہ ہوتا ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ۔ اللہ ایک مثال بیان فرما رہا ہے ایک ایسے غلام کی جس میں کئی متضاد خیالات کے (جھگڑالو) لوگ شریک ہیں۔ (الزمر:۲۹)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الشکس لکھ کر یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ مُتَشٰكِسُوْنَ کا مادہ ہے، البتہ قرآن مجید میں اس کا ذکر باب تفاعل سے ہے جو فاعل میں مشارکت کے لیے آتا ہے اور الشکس کا لفظ مفرد ہے اور صفت مشبہ ہے، رجل شکس اس شخص کو کہتے ہیں جس کے اخلاق ٹیڑھے ہوں اور قوم شُکُس اس کا معنی ہے: سچا مرد اور کچی قوم اور اَلشِّكَس کا معنی ہے: بہت برا۔ امام بخاری نے اَلشِّكَس کی تفسیر اس شخص کے ساتھ کی ہے جو جھگڑالو ہو اور انصاف کی بات پر راضی نہ ہوتا ہو۔

Marfat.com

وَرَجُلًا سِلْمًا وَيُقَالُ سَالِمًا صَالِحًا۔ رَجُلًا سَلَمًا اور اس کے معنی میں کہا جاتا ہے جو سالم اور صالح ہو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تعلیق صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں نہیں ہے کیونکہ یہ مکرر ہے، چار تعلیقات پہلے اس کا ذکر آ چکا ہے، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلی تعلیق میں امام بخاری نے وَرَجُلًا سِلْمًا کہا تھا اور اس تعلیق میں رَجُلًا سَلَمًا کہا ہے، اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ سَلَمًا کے سین پر زیر بھی ہے اور زبر بھی اور الزجاج نے کہا سِلْمًا اور سَلَمًا دونوں مصدر ہیں اور اس سے مراد وہ مرد ہے جو نیک سیرت اور صالح ہو۔

اشْمَأَزَّتْ نَفَرَتْ۔ اِشْمَأَزَّتْ کا معنی ہے: متنفر ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ۔ (الزمر: ۴۵) اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان لوگوں کے دل متنفر ہوتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اشْمَأَزَّتْ کی تفسیر تنفر کے ساتھ کی ہے، اسی طرح اس کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ منقبض ہوتے ہیں اور قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: ان کے دل کفر کرتے ہیں۔

بِمَفَازَتِهِمْ مِنَ الْفَوْزِ۔ بِمَفَازَتِهِمْ یہ الفوز سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: کامیابی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ۔ (الزمر: ۶۱) اور اللہ متقین کو ان کی کامیابی کے سبب سے عذاب سے نجات دے گا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ مَفَازَةٌ، فَوْزٌ سے ماخوذ ہے یعنی مصدر میمی ہے۔

حَافِّيْنَ أَطَافُوا بِهِ مُطِيفِيْنَ بِحِفَافَيْهِ بِجَوَانِبِهِ۔ حافین اس کا معنی ہے: وہ حاطہ کرنے والے ہیں بِحِفَافَيْهِ یعنی عرش کی تمام جانبوں سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔ (الزمر: ۸۵) اے رسول مکرم! آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے حَافِّيْنَ کی تفسیر مطیفین کے ساتھ کی ہے جو اَلْاِطَافَةُ سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز کے گرد طواف کرنا بِحِفَافَيْهِ یہ حفاف کا تثنیہ ہے اور اس کا معنی جانب ہے اور حفافیہ کا معنی ہے: اس کی دونوں جانبوں سے۔ اور دوسری روایت میں ہے: بجوانبہ یعنی اس کی تمام جانبوں سے۔

مُتَشَابِهًا لَيْسَ مِنَ الْاِشْتِبَاهِ وَلٰكِنْ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي التَّصْدِيْقِ۔ مُتَشَابِهًا یہ اشتباہ سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے کہ بعض آیات دوسری بعض آیات کے تصدیق میں مشابہ ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا۔ (الزمر: ۲۳) اللہ نے بہترین کلام کو نازل کیا جس کے مضامین ایک جیسے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ متشابها، اشتباہ سے ماخوذ نہیں ہے جس کا معنی اختلاط اور التباس

Marfat.com

ہے لیکن اس کا معنی ہے: قرآن مجید کی بعض آیات تصدیق میں دوسری بعض آیات کے مشابہ ہیں کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات دوسری بعض آیات کی تصدیق کرتی ہیں، اور دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی تصدیق میں دوسری بعض آیات کے مشابہ ہیں اور یہ آپ کے معجزہ کے سبب سے ہیں۔

۱۔ بَابٌ: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (الزمر: ۵۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے میرے وہ بندو! جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا بے شک وہی بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الزمر: ۵۳) کی تفسیر

آیت مذکورہ کا شان نزول

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں الزمر: ۵۳ کی تفسیر ہے: اس آیت کے سبب نزول میں اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت اہل مکہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (ﷺ) کا یہ زعم ہے کہ جس شخص نے اس کو قتل کیا جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور اس نے بتوں کی عبادت کی تو اس کی بخشش نہیں ہوگی، پس انہوں نے کہا: ہم کیسے ہجرت کریں اور اسلام قبول کریں حالانکہ ہم نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی عبادت کی ہے اور ہم اس شخص کو قتل کر چکے ہیں جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ آیت وحشی کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا اور قتادہ سے روایت ہے کہ بعض لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں بہت بڑے بڑے گناہ کیے تھے، پس جب اسلام کا ظہور ہوا تو انہیں اس بات کا خوف ہوا کہ ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی، تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ سے ان کو اسلام کی دعوت دی، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت عیاش بن ابی ربیعہ اور ولید بن الولید اور مسلمانوں کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اسلام لا چکے تھے، پھر ان کو فتنہ میں ڈالا گیا اور عذاب دیا گیا، پس وہ فتنہ میں مبتلا ہوئے تو ہم یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے کبھی بھی نہ فرض قبول کرے گا اور نہ نفل یہ لوگ اسلام لائے، پھر انہوں نے اپنے دین کو اس عذاب کی وجہ سے ترک کر دیا جو عذاب انہیں دیا گیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۱۰۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ يَعْلَى إِنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ كَانُوا قَدْ قَتَلُوا وَأَكْثَرُوا وَزَنَوْا وَأَكْثَرُوا فَأَتَوْا مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم فَقَالُوا إِنَّ الَّذِي تَقُولُ وَتَدْعُو إِلَيْهِ لَحَسَنٌ لَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی، یعلی نے کہا کہ بے شک سعید بن جبیر نے ان کو خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، کہ مشرکین میں سے بعض لوگوں نے بہت زیادہ قتل کیا اور بہت زیادہ زنا کیا، پھر وہ سیدنا محمد ﷺ کے پاس آئے کہ آپ جو بیان کرتے ہیں اور جس دین کی

Marfat.com

كَفَّارَةٌ فَنَزَلَ ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ﴾ (الفرقان: ٦٨) وَنَزَلَتْ ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ (الزمر: ۵۳)

(صحیح بخاری: ۴۸۱۰، صحیح مسلم: ۱۲۲، سنن ابی داؤد: ۴۲۷۴، سنن نسائی: ۴۰۰۵)

طرف دعوت دیتے ہیں وہ بہت اچھا ہے اگر آپ ہم کو یہ خبر دیں کہ بے شک ہم نے جو گناہ کیے تھے ان کا کوئی کفارہ ہے تو یہ آیت نازل ہوئی: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ (الفرقان: ۶۸) اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔ اور یہ آیت نازل ہوئی: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا (الزمر: ۵۳) آپ کہیے: اے میرے وہ بندوں جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبرانی کی روایت میں ہے: لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم سے بھی وہ گناہ ہو چکے ہیں جو وحشی نے کیے ہیں، تب آپ نے فرمایا: یہ آیت تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

امام احمد نے اور امام طبرانی نے اوسط میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے اس آیت کے بدلہ میں دنیا اور مافیہا مل جائے یعنی يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ (الزمر: ۵۳) کے بدلہ میں، ایک شخص نے پوچھا: اور جس نے شرک کیا ہو تو؟ آپ پہلے کچھ دیر خاموش رہے، پھر تین بار فرمایا: اور جس نے شرک کیا ہو۔

آیا اس آیت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سب حقوق کی مغفرت کی نوید ہے یا صرف حقوق اللہ کی مغفرت کی نوید ہے؟

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس آیت کے عموم سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اس شخص کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے خواہ کبائر ہوں یا صغائر اور ان کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہو یا نہ ہو اور اہل سنت کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ تمام گناہ توبہ سے معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس کے لیے اللہ چاہے گا اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے خواہ وہ بغیر توبہ کے مر گیا ہو، اور رہے حقوق العباد تو جب اس نے یہ توبہ کی ہو کہ وہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کرے گا تو اس کو اس توبہ سے نفع ہو گا اور اگر اس نے کسی بندہ کا حق ضائع کیا ہے تو ضروری ہے کہ وہ اس بندہ سے اس حق کو معاف کرائے ورنہ پھر اس کو اس کے حق کے بدلہ میں اپنی نیکیاں دینی ہوں گی ہاں! اللہ تعالیٰ کے فضل میں یہ وسعت ہے کہ وہ حق دار کو اس کے حق کے بدلہ میں اپنی طرف سے اس کا معاوضہ عطا فرمائے اور گناہ گار کو عذاب نہ دے اور اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ (النساء:۱۱٦)

بے شک اللہ اس کو نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو گناہ اس سے کم ہوگا اس کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۰۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲٦ھ)

۲۔ بَابٌ: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ (الزمر:٦٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔ (الزمر:٦٧) کی تفسیر

۴۸۱۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ مِنَ الْأَحْبَارِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّا نَجِدُ أَنَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ السَّمٰوَاتِ عَلٰى إِصْبَعٍ وَالْأَرَضِيْنَ عَلٰى إِصْبَعٍ وَالشَّجَرَ عَلٰى إِصْبَعٍ وَالْمَاءَ وَالثَّرٰى عَلٰى إِصْبَعٍ وَسَائِرَ الْخَلَائِقِ عَلٰى إِصْبَعٍ فَيَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ تَصْدِيْقًا لِقَوْلِ الْحَبْرِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ (الزمر:٦٧)

(صحیح البخاری: ۷۴۱۴، صحیح مسلم: ۲۷۸۶، سنن ترمذی: ۳۲۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ علماء یہود میں سے ایک عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) ہم یہ لکھا ہوا پاتے ہیں: بے شک اللہ تمام آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھے گا اور تمام زمینوں کو ایک انگلی پر اور تمام درختوں کو ایک انگلی پر اور تمام پانی اور کیچڑ کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر، پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، اس یہودی عالم کی تصدیق کی وجہ سے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (الزمر:٦٧) اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔

حدیث مذکورہ میں انگلی کی شرح میں علماء کے اقوال اور ہنسی کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھوں کے ظہور کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کے بعض مشکل جملوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک انگلی پر: اس سے مراد قدرت ہے، ابن فورک نے کہا: اس سے مراد کسی مخلوق کی انگلی ہے اور یہ بھی ممنوع نہیں ہے، اور محمد بن شجاع الثلجی نے کہا: ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد کوئی مخلوق ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہو اور اس کا نام انگلی کے موافق ہو اور وہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ "رحمٰن کی انگلیوں میں سے ایک انگلی" اس کی تاویل قدرت یا سلطنت کے ساتھ ہے اور الخطابی نے کہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ انگلی یا اس کی مثل جو چیز ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں کیا جائے گا سوا اس کے کہ اس کا ذکر کتاب میں ہو یا کسی ایسی حدیث میں ہو جس کی صحت قطعی ہو اور اگر اس طرح نہ ہو تو پھر اس کا اللہ پر اطلاق کرنے سے توقف کرنا لازم ہے اور انگلیوں کا ذکر نہ کتاب میں ہے اور نہ سنت قطعیہ میں ہے اور انگلی ہاتھ کے معنی میں نہیں ہے حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ ہاتھ کے ثبوت سے انگلی کا ثبوت ہو جائے گا اور اس حدیث کی روایت حضرت عبداللہ کے بہ کثرت اصحاب نے کی ہے اور عبیدۃ کے سوا اور کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی عالم کی تصدیق کی اور یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل کتاب تمہارے

Marfat.com

سامنے جو حدیث بیان کریں تو نہ تم ان کی تصدیق کرو اور نہ ان کی تکذیب کرو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے کوئی ایسا لفظ نہیں فرمایا جس سے اس یہودی عالم کی تصدیق یا تکذیب ہوتی ہو اور آپ سے صرف ہنسی کا ظہور ہوا جس سے یہ خیال کیا گیا کہ آپ اس کی بات پر راضی ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی ہنسی اس کی بات پر تعجب کے لیے ہو اور انکار کے لیے ہو اور جس نے یہ کہا کہ آپ سے ہنسی کا ظہور اس یہودی عالم کی تصدیق کے لیے ہوا یہ محض اس کا گمان ہے اور اس سے ایسے عظیم امر کی مثل پر استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس میں کوئی تاویل کرنا ضروری ہے کہ یہ کسی قسم کا مجاز ہے اور کبھی کوئی قوی انسان کسی دشوار کام کے لیے کہتا ہے کہ وہ اس کام کو تو ایک انگلی سے کرسکتا ہے اور وہ اس سے اس کام پر اپنی قدرت کو ظاہر کرتا ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ اس یہودی عالم کی تحریف تھی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی بات پر ہنسنا تعجب کے طور پر تھا۔

اور علامہ تیمی نے کہا ہے کہ علامہ خطابی نے اس شرح میں تکلف کیا ہے اور ایسی بات کہی ہے جو قدیم علماء نے نہیں کہی، اور صحابہ کرام جنہوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ ان سے زیادہ عالم ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ آپ کا ہنسنا اس یہودی عالم کی تصدیق کے لیے تھا اور سنت صحیحہ میں یہ وارد ہے کہ ہر دل رحمٰن کی انگلیوں میں دو انگلیوں کے درمیان ہے اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ایسی حدیث کی مثل میں امت کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ اس قسم کی حدیث کی تاویل کرتا ہے اور ایک گروہ اس پر توقف کرتا ہے جیسا کہ آیات متشابہات کے بارے میں بعض علماء ان کی تاویل کرتے ہیں اور بعض علماء ان پر توقف کرتے ہیں اور ان کا علم اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتے ہیں۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کا سیاق و سباق اس پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس یہودی عالم کی بات پر ہنسنا اس کی تصدیق کے لیے تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (الزمر: ۶۷) (اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا)۔

النواجذ: الاصمعی نے کہا: یہ تمام ڈاڑھیں ہیں نہ کہ آخری دانت، اور علامہ ابن کثیر نے بہترین بات کہی ہے کہ انسان کے نواجذ اس کے ضواحک ہیں اور یہ وہ دانت ہیں جو ہنسی کے وقت ظاہر ہوتے ہیں اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ یہ آخری دانت ہیں اور یہاں مراد پہلا معنی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر نہیں ہنستے تھے کہ آپ کی آخری ڈاڑھیں ظاہر ہوں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ آپ کے ہنسنے کی یہ تفصیل کی گئی ہے کہ آپ کا ہنسنا تبسم فرمانا تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس سے مراد دانتوں کا آخری حصہ ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اس سے ہنسنے میں مبالغہ مراد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۰۶۔۲۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے کہ انگلی کی شرح میں توقف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۰۲)

۳۔ بَابٌ: وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الزمر: ۶۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور قیامت کے دن سب زمینیں اس کی مٹھی میں ہوں گی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، وہ ان چیزوں سے پاک اور برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں O (الزمر: ۶۷) کی تفسیر

۴۸۱۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ مُسَافِرٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ يَقْبِضُ اللهُ الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمٰوَاتِ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ

(صحیح البخاری:۶۵۱۹، صحیح مسلم:۲۷۸۷)

بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمن بن خالد بن مسافر نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام زمینوں کو ایک مٹھی میں پکڑ لے گا اور تمام آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں زمینوں کے بادشاہ کہاں ہیں؟

تمام زمینوں کو اپنی مٹھی میں پکڑنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت ہے اور آسمانوں کو دائیں ہاتھ میں لپیٹنے سے مراد اللہ کی قدرت اور قوت ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کے بعض مشکل الفاظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور تمام زمینوں کو ایک مٹھی میں پکڑ لے گا: اس سے یہ مراد نہیں کہ تمام زمینیں اس کی ہتھیلی میں ہوں گی بلکہ یہ مراد ہے کہ تمام زمینیں اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں ہیں کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

اور تمام آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا: یہاں طیّ کا لفظ ہے اور طیّ کے کئی معانی ہیں اور اس کا ایک معنی لپیٹنا ہے جیسے کاغذ کو لپیٹا جاتا ہے اور اس کا دوسرا معنی ہے کہ میں نے فلاں چیز کو لوگوں کی نظروں سے لپیٹ دیا یعنی اس کو چھپالیا اور اس کا ایک معنی اعراض کرنا ہے۔ طویتُ عَنْ فُلانٍ اس کا معنی ہے: میں نے اس سے اعراض کیا۔

دائیں ہاتھ: دائیں ہاتھ کا ذکر قدرت میں مبالغہ کے لیے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے قوت کا بیان کرنا مقصود ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۹ص ۲۰۷۔۲۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح تفصیل سے کتاب التوحید میں آئے گی۔ ان شاء اللہ

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۰۲)

۴۔ بَابٌ: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ (الزمر:۶۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور صور میں پھونکا جائے گا تو آسمان والے اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے، ماسوا ان کے جس کو اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو یکایک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے ۝ (الزمر: ۶۸) کی تفسیر

آیت مذکور کے مشکل الفاظ کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کے مشکل الفاظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

الصور: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے: صور سینگ کی شکل کی ایک چیز ہے جس میں پھونک

Marfat.com

ماری جائے گی۔

فَصَعِقَ: آسمانوں اور زمینوں والے سب مرجائیں گے۔

الا من شاء اللہ: اس میں اختلاف ہے کہ کن لوگوں کو موت سے مستثنیٰ فرمایا ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ شہداء ہیں جو عرش کے گرد اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل ہیں، اس کی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور کعب الاحبار سے منقول ہے کہ وہ بارہ (۱۲) ہیں، آٹھ (۸) تو حاملین عرش ہیں اور چار (۴) یہ ہیں: حضرت جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت، اور ضحاک سے منقول ہے کہ وہ جنت کے محافظ رضوان ہیں اور بڑی آنکھوں والی حوریں ہیں اور دوزخ کے محافظ مالک ہیں اور وہ انیس (۱۹) فرشتے ہیں، اور حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ صرف اللہ عزوجل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ دوزخ کے بچھو اور سانپ ہیں۔

پس یکا یک وہ کھڑے ہوں گے: وہ اپنی قبروں سے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے۔

وہ دیکھ رہے ہوں گے: کہ وہ کب دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، دوسرا قول ہے: وہ اپنے متعلق اللہ کے حکم کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ص۲۰۷)

۴۸۱۳۔ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ بَعْدَ النَّفْخَةِ الْآخِرَةِ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى مُتَعَلِّقٌ بِالْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَذٰلِكَ كَانَ أَمْ بَعْدَ النَّفْخَةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحیم نے خبر دی از زکریا بن ابی زائدۃ از عامر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: دوسری بار صور پھونکنے کے بعد سب سے پہلے میں سر بلند کر کے دیکھوں گا، اس وقت حضرت موسیٰ عرش کے ساتھ معلق ہوں گے، پس میں از خود نہیں جانتا کہ وہ شروع سے اسی طرح ہیں یا صور میں پھونکنے کے بعد اس طرح ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۱۱ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کی شرح

دوسری بار صور میں پھونکنے کے بعد: اس صور میں پھونکنے کے بعد لوگوں کو زندہ کیا جائے گا اور پہلی بار صور میں پھونکنے کے بعد لوگوں کو مار دیا جائے گا۔

پس میں از خود نہیں جانتا آیا وہ شروع سے اسی طرح ہیں: یعنی وہ پہلی بار صور میں پھونکنے سے فوت نہیں ہوئے اور پہاڑ طور پر جو بے ہوش ہوئے تھے اسی پر اکتفاء کر لی گئی یا دوسری بار صور میں پھونکنے کے بعد ان کو زندہ کیا گیا، پس وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے اور عرش سے معلق ہو گئے۔ اس طرح اس کی علامہ کرمانی نے تفسیر کی ہے۔

اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو جائیں گے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے ہوش میں آئیں گے، جب آپ ہوش میں آ کر دیکھیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام عرش سے متعلق ہیں اور آپ کو از خود یہ پتا نہیں تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی لوگوں کے ساتھ بے ہوش ہو گئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوش میں آ گئے یا

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے والوں سے مستثنیٰ فرمالیا اور جس کا میں نے ذکر کیا ہے
یہ اس حدیث کا مضمون ہے جس کو امام بخاری نے اشخاص میں اور احادیث الانبیاء علیہم السلام میں ذکر کیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۱۴۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ قَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ شَهْرًا قَالَ أَبَيْتُ وَيَبْلَى كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهِ فِيهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ۔
(صحیح البخاری: ۴۹۳۵، صحیح مسلم: ۲۹۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابو صالح سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: دومرتبہ صور میں پھونکنے کے درمیان چالیس (۴۰) کا عرصہ ہے، لوگوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! چالیس دن کا عرصہ ہے؟ انہوں نے کہا میں انکار کرتا ہوں، انہوں نے کہا: چالیس (۴۰) سال کا؟ انہوں نے کہا: میں انکار کرتا ہوں انہوں نے کہا: چالیس (۴۰) مہینوں کا؟ انہوں نے کہا: میں انکار کرتا ہوں اور کہا: انسان کی ریڑھ کی ہڈی کے سوا اس کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی اور اسی سے اس کی دوبارہ پیدائش کی جائے گی۔

حدیث مذکورہ کے مشکل الفاظ کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
دومرتبہ صور پھونکنے کے درمیان: اس سے مراد پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ صور میں پھونکنا ہے۔
لوگوں نے کہا: اس سے مراد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہیں۔
میں انکار کرتا ہوں: یعنی میں دنوں، سالوں اور مہینوں کی تعیین سے انکار کرتا ہوں کیونکہ حضرت ابو ہریرہ کو اس کی تعیین کا علم نہیں تھا۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: بعض شارحین نے کہا ہے کہ صحیح مسلم میں چالیس (۴۰) سال کی تصریح ہے اور اس کا وجود نہیں ہے۔
میں کہتا ہوں کہ: اگر بعض شارحین سے ان کی مراد صاحب التوضیح ہیں (علامہ ابن الملقن جو حافظ ابن حجر کے استاذ ہیں) تو انہوں نے اس طرح نہیں کہا، انہوں نے یہ کہا ہے کہ صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب میں چالیس (۴۰) سال کی تصریح کی ہے، اس سے انہوں نے اسی سند کے ساتھ امام ابن مردویہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں چالیس سال کا ذکر کیا ہے اور یہ شاذ ہے اور ایک سند ضعیف سے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ دو صوروں کے پھونکنے کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہے۔
میں کہتا ہوں: علامہ ابن الملقن کی عبارت اس طرح ہے: اس حدیث کی امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کی ہے اور "میں انکار کرتا ہوں" کا معنی یہ ہے: مجھے کسی مدت پر وثوق نہیں ہے، مجھے صرف چالیس کے عدد پر وثوق ہے اور امام مسلم کے علاوہ دوسری

Marfat.com

کتب حدیث میں چالیس سال کی تصریح ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: یا تو حضرت ابو ہریرہ کو اس روایت کا علم نہیں تھا یا وہ اس لیے خاموش رہے کہ ان کو کسی اور وقت میں بتا دیں گے، پھر وہ بھول گئے یا پھر کسی اور کام میں مشغول ہو گئے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۱۸۳)

عجب الذنب کے متعلق علماء اور شارحین کی عبارات

انسان کی ریڑھ کی ہڈی کے سوا اس کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی: حدیث میں عجب ذنبہ کے الفاظ ہیں اور یہ ریڑھ کی ہڈی کی جز ہے جو اس کی پشت کی جز میں ایک نرم ہڈی ہے۔ امام ابن ابی الدنیا نے کتاب البعث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! العجب کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ رائی کے دانہ کی مثل ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: اس کو عجم بھی کہا جاتا ہے اور اس کی آدمی میں سب سے پہلے تخلیق کی جاتی ہے اور یہ وہی ہے جس کو باقی رکھا جاتا ہے تاکہ اس سے اس کی تخلیق کی جائے، اس مخصوص ہڈی کو باقی رکھنے کا فائدہ یہ ہے جیسا کہ علامہ ابن عقیل نے کہا ہے: اس کی حقیقت کا تو اللہ ہی کو علم ہے کیونکہ جو عدم سے وجود کو ظاہر فرماتا ہے وہ اس کا محتاج نہیں ہے کہ اس کے فعل کے لیے کوئی چیز ہو جس پر بناء کی جائے۔ اگر اللہ عزوجل کے اس فعل کی اور تخصیص کی کوئی حکمت بیان کی جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نرم ہڈی کو اس لیے باقی رکھا گیا کہ یہ فرشتوں کے لیے اس بات کی علامت ہو کہ ہر انسان کو بعینہ اس کے جوہر سے زندہ کیا جائے گا اور فرشتوں کو اس کا علم صرف اس صورت میں ہو گا جب ہر شخص کی نرم ہڈی کو باقی رکھا جائے تاکہ فرشتوں کو معلوم ہو کہ انسان کے بعینہ اسی جز میں روح ڈالی جائے گی۔ (اسی کو متکلمین انسان کا جزء اصلی کہتے ہیں)، جب حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے اور ان کا گدھا بھی فوت ہو گیا اور گدھے کی ہڈیوں کو باقی رکھا گیا، پھر ان پر گوشت پہنایا گیا تاکہ معلوم ہو جائے یہ اسی گدھے کا جسم ہے کسی اور کا نہیں اور اگر انسان کے کسی جزء کو باقی نہ رکھا جاتا تو ہو سکتا تھا فرشتوں کے نزدیک یہ جائز ہوتا کہ ارواح کا اعادہ ان جسموں کی امثال میں ہے نہ کہ بعینہ ان ہی اجسام میں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ صحیح حدیث میں ہے کہ انسان کی ہر چیز بوسیدہ ہو جاتی ہے اور اس حدیث میں ہے کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی کا عجب (جو رائی کے دانہ کے برابر ہے) وہ بوسیدہ نہیں ہوتا تو میں کہتا ہوں کہ یہ عام مخصوص عنہ البعض نہیں ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں سے انبیاء علیہم السلام مخصوص ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ان کے اجسام کے کھانے کو حرام کر دیا ہے۔ اور علامہ ابن عبدالبر نے شہداء کو بھی ان کے ساتھ لاحق کیا ہے اور علامہ قرطبی نے بلا معاوضہ اذان دینے والے کو بھی ان کے ساتھ لاحق کیا ہے۔

اگر تم یہ پوچھو کہ ریڑھ کی ہڈی کے اس رائی کے دانہ کے برابر حصہ کو بوسیدہ ہونے سے مستثنیٰ رکھنے کی کیا حکمت ہے تو میں کہوں گا کہ انسان کی اصل خلقت اسی جز سے ہوتی ہے اور اسی سے اس کو بنایا جاتا ہے اور یہی وہ بنیاد ہے جس کے اوپر انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا، سو وہ انسان کے تمام اجزاء کے مقابلہ میں اصل بنیاد ہے جیسے دیوار کی بنیاد کسی خاص چیز پر ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمام کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ انسان کی ایک ہڈی ہے جس کو زمین کبھی بھی نہیں کھا سکتی اور اس ہڈی سے انسان قیامت کے دن دوبارہ بنایا جائے گا۔ لوگوں نے پوچھا: وہ کون سی ہڈی ہے تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا: وہ ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سلیمان کی حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سر کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں ہے اور ریڑھ کی ہڈی کی حدیث ان کی اولاد کے متعلق ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ سلیمان کے قول سے مراد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سر میں سب سے پہلے روح پھونکی جائے گی۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان

Marfat.com

کے جسم کو جب بنایا جائے گا تو سب سے پہلے سر کو بنایا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۲۰۹۔۲۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

عجب الذنب کے متعلق علامہ ابن الملقن کی عبارت

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المعروف بابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

عجب الذنب: ایک لطیف ہڈی ہے جو پشت کی جڑ میں ہوتی ہے اور جانوروں میں یہ دم کی ہڈی ہوتی ہے اور یہ پہلا جز ہے جس سے آدمی کی تخلیق کی جاتی ہے اور یہی وہ جز ہے جس کو باقی رکھا جاتا ہے تا کہ اس کے اوپر انسان کی دوبارہ تخلیق کی جائے اور حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ عجب الذنب سے مخلوق کو (دوبارہ) بنایا جائے گا، اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! العجب کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ رائی کے دانہ کی مثل ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس مخصوص ہڈی کو باقی رکھنے کا کیا فائدہ ہے تو میں کہوں گا: اس میں ایک راز ہے جس کو ہم نہیں جانتے کیونکہ جو ذات وجود کو عدم سے ظاہر کرتی ہے وہ اس کی محتاج نہیں ہے کہ اس کے فعل کے لیے کوئی ایسی چیز ہو جس پر بنیاد رکھی جائے، پس اگر اس کی حکمت بیان کی جائے تو کہا جائے گا کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فرشتوں کے لیے اس بات کی علامت بنادیا ہو کہ ہر انسان کو اس کے بعینہٖ جوہر سے زندہ کیا جائے گا اور فرشتوں کو اس کا علم صرف جانداروں کی اس ہڈی کے باقی رکھنے سے حاصل ہوگا تا کہ فرشتے یہ جان لیں کہ ارواح کو ان ہی اجسام میں لوٹایا گیا ہے جن کا جز یہ ان کی ہڈی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جب حضرت عزیر پر اور ان کے گدھے پر موت طاری کی تو گدھے کی ہڈیوں کو باقی رکھا اور ان پر گوشت پہنا دیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ اسی گدھے کو زندہ کیا گیا ہے نہ کہ کسی اور کو اور اگر انسان کے کسی جز کو باقی نہ رکھا جاتا تو ہوسکتا تھا فرشتے یہ سمجھتے کہ ان اجسام کی امثال میں ارواح کو لوٹایا گیا ہے نہ کہ بعینہٖ ان ہی اجسام میں۔ اس پر علامہ ابن عقیل حنبلی نے تنبیہ کی ہے۔

اور وہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ انسان کے جسم کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی، اس سے مراد ریڑھ کی ہڈی کے اس جز کے ماسوا ہے اور اس سے انبیاء علیہم السلام مستثنیٰ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کے اجسام کو فنا کر دے اور اسی طرح جو شہداء ہیں اور یا جو ان کے حکم میں ہے جیسے وہ مؤذن جو بلا معاوضہ اذان دیتا ہو اور ان کے مشابہ دوسرے لوگ۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۳ ص۱۸۴۔۱۸۳، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی علامہ ابن الملقن کی عبارت کو ان کا نام لیے بغیر نقل کر دیا ہے جس طرح علامہ عینی نے بھی علامہ ابن الملقن کی عبارت کو ان کا نام لیے بغیر نقل کیا ہے۔ (فتح الباری ج۵ ص۸۰۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

عجب ذنبہ: یہ رائی کے دانہ کی مثل نرم ہڈی ہے جو پشت کی جڑ میں ہوتی ہے دم کی ہڈی کے سر کے پاس، یہ ہڈی بوسیدہ نہیں ہوتی جیسے انبیاء علیہم السلام اور جو مقدس لوگ ان کے حکم میں ہیں وہ بوسیدہ نہیں ہوتے۔ (الفجر الساطع ج۱۱ ص۱۱۱، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الزمر کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ المؤمن کی تفسیر شروع کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۴۰۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْمُؤْمِنِ

سورۃ المؤمن کی تفسیر

سورۃ المؤمن یعنی سورۂ غافر کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ المومن کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت بالاتفاق مکی ہے، یہ سورت سورۃ الزمر کے بعد اور سورۂ حٰم السجدہ سے پہلے نازل ہوئی ہے، اور سورۂ حٰم السجدہ کے بعد سورۃ الشوریٰ ہے، پھر سورۃ الزخرف ہے، پھر سورۃ الدخان ہے، پھر سورۃ الجاثیہ ہے، پھر سورۃ الاحقاف ہے اور اس سورت میں پچاسی (۸۵) آیات ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ حم مَجَازُهَا مَجَازُ أَوَائِلِ السُّوَرِ

مجاہد نے کہا: حم اس کا مجاز وہ ہے جو سورتوں کی ابتداء کا مجاز ہے یعنی حم کا وہی حکم ہے جو سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات کا حکم ہے یعنی حم بھی حروف مقطعہ ہے۔

حٰم کے معنی میں بعض اقوال

علامہ عینی لکھتے ہیں: عکرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور یہ تمہارے رب جل جلالہ کے خزانوں کی چابی ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ اور ان سے دوسری روایت ہے کہ یہ قسم ہے جس کے ساتھ اللہ نے قسم کھائی ہے اور قتادہ سے روایت ہے کہ یہ قرآن کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور الشعبی سے روایت ہے: یہ اس سورت کا شعار ہے اور عطاء الخراسانی سے روایت ہے کہ حم کی حاء جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء کا شروع ہے: حلیم، حمید، حی، حنان، حکیم، حفیظ اور حبیب، اور میم اللہ تعالیٰ کے ان اسماء کا شروع ہے: ملک، مجید اور منان۔ اور ضحاک اور کسائی سے منقول ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جو کام ہونے والے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا فیصلہ کر دیا ہے۔

وَيُقَالُ بَلْ هُوَ اسْمٌ لِقَوْلِ شُرَيْحِ بْنِ أَبِي أَوْفَى الْعَبْسِيِّ

اور کہا جاتا ہے: بلکہ یہ اسم ہے یعنی حرف نہیں ہے اور اس پر شریح بن ابی اوفی العبسی کے شعر سے استدلال ہے:

يُذَكِّرُنِي حَامِيمَ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ
فَهَلَّا تَلَا حَامِيمَ قَبْلَ التَّقَدُّمِ

وہ مجھے حامیم کی یاد دلاتا ہے حالانکہ نیزہ چلنے والا ہے، پس اس نے حملہ سے پہلے حامیم کی تلاوت کیوں نہ کی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: جو لوگ کہتے ہیں کہ حم اسم ہے انہوں نے شاعر مذکور کے اس شعر سے استدلال کیا ہے جس کے دونوں مصرعوں میں لفظ حامیم منصوب بہ طور مفعول ہے اور منصوب بہ طور اسم ہوتا ہے نہ کہ حرف۔

شریح ابن ابی اوفی: جنگ جمل میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب کا شعار حم تھا، پس جب شریح نے محمد بن طلحہ بن عبید اللہ پر نیزہ سے حملہ کیا اور ان پر نیزہ مارا تو محمد بن طلحہ نے کہا: حم یعنی وہ حضرت علی

Marfat.com

کے اصحاب میں سے ہے تو شریح نے کہا: یہ اب مجھے حم یاد دلا رہا ہے، اسے چاہیے تھا کہ یہ نیزہ مارنے سے پہلے مجھے حم یاد دلاتا۔

اَلطَّوْلِ التَّفَضُّلُ۔ اَلطَّوْل اس کا معنی ہے فضل اور احسان کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوْلِ۔ (المومن: ۳) گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ قبول فرمانے والا بہت سخت عذاب دینے والا صاحب فضل ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے طَوْل کی تفسیر فضل اور احسان کرنے کے ساتھ کی ہے، اسی طرح اس کی امام ابوعبیدہ نے تفسیر کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ عرب اس شخص کو ذوطول کہتے ہیں جو اپنی قوم پر فضل اور احسان کرتا ہے اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ ذی الطوال کا معنی ہے: وسعت والا اور غنی اور عکرمہ سے یہ روایت کی ہے کہ ذی الطوال وہ شخص ہے جو احسانات کرتا ہو اور قتادہ سے روایت کی ہے کہ ذی الطوال کا معنی ہے: نعمتیں دینے والا۔

دَاخِرِیْنَ خَاضِعِیْنَ۔ دَاخِرِیْنَ اس کا معنی ہے: ذلیل اور رسوا ہوتے ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ۝ (المومن: ۶۰) بے شک جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے دَاخِرِیْنَ کی تفسیر خاضعین کے ساتھ کی ہے، اسی طرح امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے اور السدی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: صاغرین یعنی ذلیل ہوتے ہوئے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِلَى النَّجَاةِ الْاِیْمَانُ۔ مجاہد نے کہا: اِلَى النَّجَاةِ اس کا معنی ہے: ایمان کی طرف۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَیٰقَوْمِ مَا لِیْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَى النَّارِ ۝ (المومن: ۴۱) اے میری قوم! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الی النجاۃ کی تفسیر الی الایمان کے ساتھ کی ہے۔

لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ یَعْنِی الْوَثَنَ۔ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ یعنی بت کسی کی دعا قبول نہیں کر سکتا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ۔ (المومن: ۴۳) اس میں کوئی شک نہیں کہ تم مجھے اس کی طرف دعوت دے رہے ہو جو نہ دنیا میں عبادت کا مستحق ہے اور نہ آخرت میں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا کہ بت کسی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ اس مرد کے کلام کا تتمہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا اور یہ وہی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے:

وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ۝ (المومن: ۳۸) اور اس مرد مومن نے کہا: اے میری قوم! میری پیروی کرو میں نیکی کے راستہ پر تمہاری رہنمائی کروں گا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ شخص آل فرعون میں سے تھا اور اپنا ایمان فرعون سے اور اس کی قوم سے چھپاتا تھا اور سدی اور مقاتل

Marfat.com

سے منقول ہے کہ یہ فرعون کے چچا کا بیٹا تھا، اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اس کا نام حزقیل تھا اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ اس کا نام خزیبال تھا اور اسحاق سے روایت ہے کہ اس کا نام خزبیل تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام حبیب تھا۔

يُسْجَرُونَ تُوقَدُ بِهِمُ النَّارُ۔ يُسْجَرُونَ اس کا معنی ہے: ان کو آگ میں ڈالا جائے گا یا ان پر آگ جلائی جائے گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۝ فِی الْحَمِیْمِ ۙ۬ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۝ (المومن: ۷۱-۷۲) جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور ان کو زنجیروں کے ساتھ گھسیٹا جائے گا ○ سخت گرم پانی میں، پھر ان کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے يُسْجَرُونَ کی تفسیر کی ہے کہ انہیں آگ میں جلایا جائے گا۔ اور مجاہد سے منقول ہے کہ وہ آگ کا ایندھن بنائے جائیں گے۔

تَمْرَحُونَ تَبْطَرُونَ۔ تَمْرَحُوْنَ اس کا معنی ہے: تم اتراتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝ (المومن: ۷۵) (اے کافرو!) تمہارا یہ عذاب اس وجہ سے ہے کہ تم زمین میں اپنی عارضی کامیابی پر ناحق اتراتے تھے اور بے جا اکڑتے پھرتے تھے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تَمْرَحُوْنَ کی تفسیر اترانے کے ساتھ کی ہے۔

امام بخاری لوگوں کو عذاب سے ڈرانے کے فوائد کے متعلق لکھتے ہیں:

وَكَانَ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ يُذَكِّرُ النَّارَ فَقَالَ رَجُلٌ لِمَ تُقَنِّطُ النَّاسَ قَالَ وَأَنَا أَقْدِرُ أَنْ أُقَنِّطَ النَّاسَ وَاللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ﴾ (الزمر: ۵۳) وَيَقُولُ ﴿وَ اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝﴾ (المومن: ۴۳) وَلٰكِنَّكُمْ تُحِبُّونَ أَنْ تُبَشَّرُوا بِالْجَنَّةِ عَلٰى مَسَاوِئِ أَعْمَالِكُمْ وَإِنَّمَا بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ لِمَنْ أَطَاعَهُ وَمُنْذِرًا بِالنَّارِ لِمَنْ عَصَاهُ۔

اور علاء بن زیاد (مشہور عبادت گزار تابعی) لوگوں کو دوزخ کی یاد دلاتے تھے تو ایک شخص نے ان سے کہا: آپ لوگوں کو اس قدر مایوس کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: کیا میں لوگوں کو مایوس کرنے پر قادر ہوں؟ حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے میرے وہ بندو جو گناہ کر کے اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو (الزمر: ۵۳) اور فرماتا ہے: اور بے شک حد سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہیں ○ (المومن: ۴۳) لیکن تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ تم کو تمہارے برے کاموں کے باوجود جنت کی بشارت دی جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے لیے جنت کی بشارت دینے کے لیے بھیجا ہے جو اللہ کی اطاعت کرتا ہو، اور اس شخص کو دوزخ سے ڈرانے کے لیے بھیجا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: العلاء بن زیاد العدوی البصری التابعی زاہد ہیں، ان کو احادیث کا علم کم تھا، ان کا صحیح بخاری میں اس جگہ ذکر ہے اور یہ چورانوے (۹۴) ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔ (ان تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۲۱۲۔۲۱۰ سے اخذ کی گئی ہے)

۴۸۱۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَخْبِرْنِي بِأَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ بَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ إِذْ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ فَأَخَذَ بِمَنْكِبِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَلَوَى ثَوْبَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ بِهِ خَنْقًا شَدِيدًا فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ بِمَنْكِبِهِ وَدَفَعَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَقَالَ ﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ (المؤمن: ۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابوکثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابراہیم تیمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے کہا: مجھے بتایئے کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ برا سلوک کب کیا تھا؟ انہوں نے کہا: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے تو اچانک عقبہ بن ابی معیط آیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کندھا پکڑا اور اپنا کپڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں لپیٹا اور پھر بڑی سختی سے آپ کا گلا گھونٹنے لگا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے، پس انہوں نے عقبہ بن ابی معیط کو کندھے سے پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور دھکا دیا اور کہا: اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ (المؤمن: ۲۸) کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ اس نے کہا: میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لا چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۷۸ میں گزر چکی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ المؤمن کی تفسیر میں جو تعلیقات لکھی تھیں اور جو حدیث روایت کی تھی ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ سورۂ حم السجدہ کی تفسیر شروع کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جونہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۴۱۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَةِ حٰمٓ السَّجْدَةِ

سورۂ حٰم السجدۃ کی تفسیر

سورۂ حٰم السجدۃ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ حٰم السجدہ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت بالاتفاق مکی ہے، یہ سورۃ المومن کے بعد اور سورۂ الشوریٰ سے پہلے نازل ہوئی ہے، اس سورت میں چون (۵۴) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۲۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ) اس کو سورۃ فصلت بھی کہتے ہیں۔

وَقَالَ طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا أَعْطِيَا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ أَعْطَيْنَا۔

طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: ائْتِيَا طَوْعًا او كَرْهًا اس کا معنی ہے: تم خوشی یا ناخوشی سے حاضر ہو، ان دونوں (آسمان اور زمین) نے کہا: ہم خوشی سے حاضر ہوتے ہیں۔

ائْتِيَا کا معنی اعطیا کرنے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام طبری اور امام ابن ابی حاتم نے امام بخاری کی شرط کے مطابق سند موصول کے ساتھ اس تعلیق کی روایت کی ہے اور امام طبری نے کہا ہے: اعطیا یعنی لاؤ تو زمین اور آسمان نے کہا: أَعْطَيْنَا یعنی ہم لاتے ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا: یہاں پر اتی، اعطی کے معنی میں نہیں ہے، وہ صرف اتیان سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی حاضر ہونا ہے، جیسا کہ خود اس آیت میں دلیل ہے اور اسی کے ساتھ مفسرین نے اس کی تفسیر کی ہے، کہ اس کا معنی ہے: تم ان چیزوں کے ساتھ حاضر ہو جو میں نے تم دونوں میں پیدا کی ہیں اور ان کو ظاہر کرو، زمین اور آسمان نے کہا: ہم ایسا کرتے ہیں اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور سعید بن جبیر سے بھی اسی طرح روایت ہے جس طرح اس کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے لیکن معنی کو قریب کرنے کے لیے اس کی اس طرح روایت کی گئی ہے کہ جب ان دونوں کو یہ حکم دیا گیا کہ ان میں جو سورج، چاند، دریا اور سبزہ وغیرہ ہیں وہ ان کو ظاہر کریں اور انہوں نے اس کا مثبت جواب دیا تو یہ اعطاء یعنی لانے کی مثل ہے، پس آنے کو لانے کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: جب یہ توجیہ موجود ہے اور اس کے ساتھ روایت بھی ثابت ہے تو حضرت ابن عباس کی اس تفسیر کا انکار کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اور امام طبری نے مجاہد کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ اللہ عزوجل نے آسمانوں سے فرمایا کہ سورج، چاند اور ستاروں کو طلوع کرو اور زمین سے فرمایا: اپنے دریاؤں کو پھاڑ کر نکالو اور اپنے پھلوں کو نکالو تو ان دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔

اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ اتینا کا معنی موافقت ہو اور اسی کو زمخشری نے وثوق کے ساتھ کہا ہے، اس بناء پر

Marfat.com

ایک مفعول محذوف ہوگا اور اصل عبارت یوں ہوگی: تا کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کے موافق ہو تو ان دونوں نے کہا: ہم نے موافقت کر لی اور پہلی صورت میں دو مفعول محذوف ہوں گے اور اصل عبارت یوں ہوگی: تم دونوں کو جو حکم دیا گیا ہے تم اس کی طرف سے اپنی اطاعت لاؤ تو ان دونوں نے کہا: ہم اس اطاعت کو لاتے ہیں اور یہ زیادہ راجح ہے کیونکہ اس کا ترجمان القرآن یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صراحتاً ثبوت ہے، زمین و آسمان نے کہا: اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ یعنی ہم خوشی سے لاتے ہیں یا آتے ہیں۔ اس جگہ زمین و آسمان کے لیے جمع کا صیغہ لائے ہیں نہ کہ تثنیہ کا کیونکہ آسمان اور زمینیں متعدد ہیں اور اسی کو ذوی العقول کی جمع مذکر سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ان کے ساتھ ذوی العقول کا معاملہ کیا گیا تھا اور اس کی نظیر یہ ہے کہ قرآن مجید میں سورج، چاند اور ستاروں کے لیے فرمایا: رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝ (یوسف: ۴) (میں نے دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں ۝) اور سٰجِدِيْن بھی ذوی العقول کی جمع ہے۔

قرآن مجید کی چار آیتوں میں تعارض کا جواب

اور منہال نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میں قرآن مجید کی چند آیتوں میں تعارض اور اضطراب پاتا ہوں، حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ آیتیں بیان کرو، اس نے کہا: ایک آیت میں اس طرح ہے:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ (المومنون: ۱۰۱) پھر جب صور پھونک دیا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان رشتے قائم نہیں رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کر سکیں گے ۝

اور دوسری آیت میں اس طرح ہے:

وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ (الصافات: ۲۷۔ ۵۰، الطور: ۲۵) وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے ۝

(اس طرح ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے) اور تعارض کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک آیت میں اس طرح ہے:

وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝ (النساء: ۴۲) اور (کفار) اللہ سے کسی بات کو چھپا نہ سکیں گے ۝

اور دوسری آیت میں اس طرح ہے: کہ قیامت کے دن کفار کہیں گے:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ (الانعام: ۲۳) اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے! ہم شرک کرنے والے نہ تھے ۝

سو اس آیت میں بتایا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے شرک کو چھپایا اور یہ ان دو آیتوں میں واضح تعارض ہے، اور تعارض کی تیسری صورت یہ ہے: کہ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ۝ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰهَا ۝ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۝ (النازعات: ۲۷۔ ۳۰) کیا تم کو پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا آسمان کو؟ جس کو اللہ نے بنا دیا ہے ۝ اللہ نے اس کی چھت بلند کی، پھر اس کو ہموار بنایا ۝ اس کی رات تاریک کر دی اور اس کا دن روشن کر دیا ۝ اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا ۝

ان آیتوں میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کرنے سے پہلے آسمان کو بنایا، پھر دوسری آیت میں فرمایا:

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ (الی قولہ تعالٰی) ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ آپ کہیے: کیا تم واقعی اس ذات کا کفر کر رہے ہو جس نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا (یہ آیت یہاں تک ہے) پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ اس وقت دھواں تھا، پھر اس نے آسمان

Marfat.com

اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی یا ناخوشی سے حاضر ہو، ان دونوں نے کہا: ہم دونوں بہ خوشی حاضر ہیں O

اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝

(حم السجدۃ: ۹ تا ۱۱)

اس آیت میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ زمین کو آسمان سے پہلے پیدا فرمایا ہے اور سورۃ النازعات میں فرمایا تھا کہ زمین کو آسمان کے بعد پیدا فرمایا ہے اور یہ سورۃ النازعات اور سورۂ حم السجدۃ میں واضح تعارض ہے۔

اور تعارض کی چوتھی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء: ۹٦) اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا تھا O

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (النساء: ۵٦) بے شک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا تھا O

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ (النساء: ۵۸) بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا تھا O

گویا کہ اللہ تعالیٰ زمانہ ماضی میں ان صفات کے ساتھ متصف تھا اب نہیں ہے حالانکہ اب بھی اللہ تعالیٰ ان صفات کے ساتھ متصف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے جواب میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: ان کے درمیان رشتے باقی نہیں رہیں گے (المومنون: ۱۰۱) یہ اس وقت کی بات ہے جب پہلے صور میں پھونکا جائے گا اور پہلی بار صور میں پھونکنے کے بعد فرمایا: پھر دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں میں اور زمینوں میں جتنے بھی ہیں سب ہلاک ہو جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا، پس اس وقت ان کے درمیان کوئی رشتے نہیں ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے، پھر دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا، تب وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے۔

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: کہ کفار کہیں گے: ہم شرک کرنے والے نہ تھے اور دوسری آیت میں فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کو چھپا نہ سکیں گے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبان اخلاص کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور مشرکین یہ کہیں گے: آؤ ہم کہتے ہیں کہ ہم شرک کرنے والے نہ تھے، پس اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا، پس اس وقت ان کے ہاتھ بولیں گے، پھر اس وقت یہ معلوم ہو جائے گا کہ بے شک اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝ (النساء: ۴۲) جن لوگوں نے کفر کیا ہے اور رسول کی نافرمانی کی ہے وہ اس دن یہ تمنا کریں گے: (اس آیت تک) اور وہ اللہ سے کسی بات کو چھپا نہ سکیں گے O

اور تیسرے تعارض کے جواب میں فرمایا: اور یہ جو فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا ہے، پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا، پھر ان کو دوسرے دو دنوں میں برابر کر دیا، پھر زمین کو پھیلا دیا اور زمین کو پھیلانے کا معنی یہ ہے کہ زمین سے پانی اور چراگاہوں کو نکالا اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور اونٹوں کو اور ٹیلوں کو اور زمین اور آسمان کے درمیان جو کچھ ہے اس کو دوسرے دو دنوں میں پیدا کیا، یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا معنی ہے کہ زمین کو پھیلایا (النازعات: ۳۰) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا (حم السجدہ: ۹) پس زمین کو اور جو کچھ زمین میں ہے اس کو چار دنوں میں پیدا کیا اور آسمانوں کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ زمین کو دو دن میں پیدا کرنے کا معنی یہ ہے کہ زمین کا مادہ دو دنوں میں پیدا کیا، اس کو ابھی پھیلایا نہیں، پھر آسمان کو پیدا کیا اور دو دنوں میں اس کو برابر کیا یعنی اس کے طبقات مرتب کیے، اس کے بعد زمین کو پھیلایا اور زمین کو پھیلانا یہ ہے کہ اس میں سے پانی

نکالا اور گھاس وغیرہ کو پیدا کیا یعنی زمین دو دنوں میں پیدا ہوئی جیسے فرمایا: خلق الارض فی یومین اور زمین اپنی تمام چیزوں سمیت چار دنوں میں بنی اور آسمان دو دنوں میں بنے، اس طرح یہ تعارض دور ہوا۔

چوتھے تعارض کے جواب میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا تھا۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ماضی میں ایسا تھا اور اب نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس طرح تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کو اپنے ارادہ کے موافق حاصل کر لیتا ہے، پس تم پر قرآن مجید کی آیات متعارض نہ ہوں کیونکہ تمام آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں (خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت قدیم ہے اور اس کے متعلقات یعنی مسموعات حادث ہیں)۔

امام بخاری فرماتے ہیں: مجھے یہ حدیث یوسف بن عدی نے بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از زید بن انیسہ از المنہال، اسی طرح۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ مَحْسُوبٍ۔ اور مجاہد نے کہا: أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ⊙ (حم السجدہ: ۸) اس کا معنی ہے: اس اجر کا کبھی شمار نہیں ہوگا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ⊙ (حم السجدہ: ۸) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو ختم نہیں ہوگا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: ایک روایت میں ہے: غیر مَحْسُوب یعنی اس کا شمار نہیں کیا جائے گا اور امام طبری نے اس کی تفسیر کی ہے: غیر منقوص یعنی وہ اجر کبھی کم نہیں ہوگا۔

أَقْوَاتَهَا أَرْزَاقَهَا۔ أَقْوَاتَهَا اس کا معنی ہے: ان کے رزق۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَبٰرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا۔ (حم السجدہ: ۸) اور اس میں برکت رکھی اور زمین میں رہنے والوں کی غذا بھی مقدر کی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اقواتھا کی تفسیر ان کے رزق کے ساتھ کی ہے، یہ بھی مجاہد کی تفسیر ہے اور امام ابو عبیدہ نے کہا اقوات کا واحد قوت ہے اور وہی رزق ہے۔

فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا مِمَّا أَمَرَ بِهِ۔ فِي كُلِّ سَمَآءٍ أَمْرَهَا اس کا معنی ہے جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَأَوْحٰى فِي كُلِّ سَمَآءٍ أَمْرَهَا۔ (حم السجدہ: ۱۲) اور ہر آسمان میں اس کے متعلق احکام بھیجے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کی تفسیر اس سے کی ہے کہ ہر آسمان میں اسی کے متعلق وحی فرمائی۔ یہ تفسیر بھی مجاہد سے منقول ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ آسمانوں میں جو ستارے پیدا کیے اور شہاب ثاقب پیدا کیے۔ اور قتادہ اور سدی سے منقول ہے کہ آسمانوں میں سورج، چاند اور ستارے پیدا کیے اور ہر آسمان میں فرشتے پیدا کیے اور اس میں سمندر اور برف کے پہاڑ پیدا کیے جن کو کوئی نہیں جانتا۔

نَحِسَاتٍ مَشَائِیمَ۔ نَحِسَاتٍ اس کا معنی ہے: منحوس اور نا مبارک، مَشَائِیم، مَشْؤُمَۃٌ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: منحوس۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ۔ (حم السجدہ:۱۶) سو ہم نے (ان کے) منحوس دنوں میں ان پر خوف ناک آواز والی آندھی بھیجی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے نحسات کی تفسیر مَشَائِیم کی ہے جو مَشْؤُمَۃٌ کی جمع ہے اور مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے اور امام ابوعبیدہ نے کہا ہے: خوف ناک آواز والی آندھی کو الصر الصر کہتے ہیں اور نحسات کا معنی ہے نحوست والی۔

وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ قَرَنَّاهُمْ بِهِمْ تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلَائِکَۃُ عِنْدَ الْمَوْتِ۔ وَ قَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ۔ (فصلت:۲۵) اس کا معنی ہے: قَرَنَّا بِهِمْ یعنی ہم نے ان کے ساتھ (ان کے شیطانوں کو) ملا دیا، موت کے وقت ان کے اوپر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ (فصلت:۳۰)

علامہ عینی لکھتے ہیں: تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ (فصلت:۳۰) وَ قَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ (فصلت:۲۵) کی تفسیر نہیں ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے: قَیَّضْنَا کا معنی ہے: ہم نے ان پر مسلط کر دیا یعنی ان جیسے شیاطین کو ان پر مسلط کر دیا۔ اور مجاہد سے مروی ہے کہ قُرَنَآءَ کا معنی شیاطین ہے اور (فصلت:۳۰) کی پوری آیت اس طرح ہے:

تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔ (فصلت:۳۰) ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) نازل ہوتے ہیں کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غم کرو۔

موت کے وقت فرشتے مومنوں پر یہ کہتے ہوئے نازل ہوتے ہیں۔ اور فصلت:۲۵، اور فصلت:۳۰، الگ الگ آیتیں ہیں۔

اهْتَزَّتْ بِالنَّبَاتِ وَرَبَتْ ارْتَفَعَتْ مِنْ اَکْمَامِهَا حِیْنَ تَطْلُعُ۔ اهْتَزَّتْ یعنی وہ زمین سبزہ کے ساتھ لہلہاتی ہے، وَرَبَتْ یعنی وہ زمین بلند ہوتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنَّکَ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَۃً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ۔ (فصلت:۳۹) اور (اے مخاطب!) اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو خشک اور غیر آباد دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہو کر لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اهْتَزَّتْ کی تفسیر کی ہے: یعنی جب وہ سبزہ سے لہلہاتی ہے اور ربت کی تفسیر کی ہے: جب وہ نشو نما پا کر بلند ہوتی ہے۔

اور مجاہد کے سوا دوسروں نے کہا: مِنْ اَکْمَامِهَا یعنی اپنے شگوفوں سے جب پھل نکلتے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد کے علاوہ دوسروں نے بیان کیا کہ ربت اور ارْتَفَعَتْ کا معنی یہ ہے کہ جب پھول اپنے شگوفوں سے نکلتے ہیں۔

لَیَقُوْلَنَّ هٰذَا لِیْ اَیْ بِعَمَلِیْ اَنَا مَحْقُوْقٌ بِهٰذَا۔ لَیَقُوْلَنَّ هٰذَا لِیْ یعنی یہ میرے عمل کے سبب سے ہے اور میں اس کا مستحق ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۔ (حم السجدہ: ۵۰)

اور اگر ہم اس کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا ذائقہ چکھائیں تو وہ یہ ضرور کہے گا کہ میں بہر صورت اس کا حق دار تھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے لِی کی تفسیر کی ہے: بِعَمَلِیْ اور اَنَا مَحْقُوْقٌ کا معنی ہے: یعنی میں اس کا مستحق ہوں، اور علامہ نسفی نے کہا ہے کہ وہ ضرور یہ کہے گا کہ یہ میرا حق ہے جو مجھ تک پہنچا ہے کیونکہ میں اس کا مستحق ہوں ان کاموں کی وجہ سے جو میرے نزدیک عمدہ اور افضل ہیں اور نیکی کے کام ہیں۔

وَقَالَ غَيْرُهُ سَوَاءً لِلسَّائِلِيْنَ قَدَّرَهَا سَوَاءً۔

اور دوسروں نے کہا: سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ یعنی تمام مانگنے والوں کے لیے برابر ہے اور انہوں نے سَوَآءً کو مقدر کیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اور مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝ (حم السجدہ: ۵۰)

اور اس نے زمین کے اوپر بھاری پہاڑ نصب کر دیئے اور اس میں برکت رکھی اور زمین میں رہنے والوں کی غذا بھی چار دنوں میں مقدر کی جو طلب کرنے والوں کے لیے برابر ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی زمین میں رہنے والوں کے لیے ان کی خوراک اور ان کے معاش اور ان کی اصلاح کی چیزیں مقدر کیں یعنی اس نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اتوار اور پیر کے دن اور چار دنوں میں ان کی خوراک اور رزق کو پیدا کیا، دوسرا قول یہ ہے کہ لِلسَّآئِلِيْنَ کا معنی ہے: یعنی جو اللہ سے اپنی ضروریات کا سوال کرتے ہیں، اور ابن زید سے مروی ہے: اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کے اعتبار سے یہ رزق مقرر کیا، اور تیسرا قول یہ ہے کہ سائلین اور غیر سائلین کے لیے یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو رزق رکھا ہے وہ سوال کرنے والوں کو بھی عطا فرماتا ہے اور جو سوال نہ کریں ان کو بھی عطا فرماتا ہے۔

فَهَدَيْنَاهُمْ دَلَلْنَاهُمْ عَلَى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَقَوْلِهِ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ وَكَقَوْلِهِ هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ وَالْهُدَى الَّذِي هُوَ الْإِرْشَادُ بِمَنْزِلَةِ أَصْعَدْنَاهُ وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهُ ﴿أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام: ۹۰)

فَهَدَيْنَاهُمْ اس کا معنی ہے: ہم نے انہیں خیر اور شر کی رہنمائی کر دی، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ (البلد: ۱۰) (یعنی ہم نے ان کو گمراہی اور ہدایت کے دونوں راستے دکھا دیئے) اسی طرح اس آیت میں ہے: هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ (الدہر: ۳) (ہم نے اس کو سیدھا راستہ دکھا دیا) اور ہدایت کا دوسرا معنی ہے: اِرْشَادٌ اور اِسْعَادٌ یعنی کسی کو مومن اور نیک بخت بنا دینا جیسا کہ اس آیت میں ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام: ۹۰) (یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے نیک بخت بنا دیا سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى۔ (حم السجدہ: ۱۷)

اور رہے ثمود تو ہم نے ان کو ہدایت دی تھی لیکن انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی تھی۔

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: ہدایت کے دو معنی ہیں: ایک راستہ دکھانا اور دوسرا مومن بنانا اور نیک بخت بنا دینا۔ (حم السجدۃ:١٧) (البلد:١٠) اور (الدہر:٣) ان تینوں آیتوں میں ہدایت کا معنی ہے: ارائۃ الطریق یعنی راستہ دکھانا اور دوسرا معنی یعنی مومن بنانا اور نیک بخت بنا دینا ہدایت کا یہ معنی اس آیت میں ہے: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام:٩٠) (یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے نیک بخت بنا دیا، سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں)، امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ بعض آیات میں ہدایت کا معنی ارائۃ الطریق ہے یعنی راستہ دکھانا اور بعض آیات میں ہدایت کا معنی ایصال الی المقصود ہے یعنی مومن بنا دینا اور نیک بخت بنا دینا، رہا یہ کہ یہ ہدایت ان دونوں معنوں میں مشترک ہے یا ایک میں حقیقت ہے اور دوسرے میں مجاز، سو اس میں علماء اور مفسرین کا اختلاف ہے۔

يُوزَعُونَ يُكَفُّونَ۔ يُوزَعُونَ اس کا معنی ہے: ان کو اکٹھا کیا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ اور جس دن اللہ کے دشمنوں کو آگ کی طرف لایا جائے گا، پھر ان کو جمع کیا جائے گا O (حم السجدہ:١٩)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ يُوزَعُونَ کا معنی ہے: جمع کیا جائے گا، اور امام ابو عبیدہ سے منقول ہے کہ اس کا معنی ہے: ان کو دھکیلا جائے گا، جب تم کسی کو روکو تو کہا جاتا ہے: وَزَعْتُ اور دوسروں نے کہا، اس کا معنی ہے: ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

مِنْ أَكْمَامِهَا قِشْرُ الْكُفُرَّى هِيَ الْكُمُّ۔ من اکمامھا اس کا معنی ہے: خوشہ کا چھلکا اور اس کو کُم کہتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَا تَخْرُجُ مِن ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا۔ (حم السجدہ:١٧) اور جو پھل اپنے شگوفوں سے نکلتے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَکمام کی تفسیر خوشہ کے چھلکے کے ساتھ کی ہے۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: جب یہ لفظ کُم ہو (کُ پر پیش ہو) تو اس کا معنی ہے: قمیص کی آستین۔ اور امام ابو عبیدہ کی عبارت بھی اس پر دلالت کرتی ہے اور اسی پر امام راغب اصفہانی نے اعتماد کیا ہے اور تفسیر کشاف میں لکھا ہے: کاف کی زیر کے ساتھ یعنی کِم۔ اگر یہ ثابت ہو تو یہ بھی اس میں ایک لغت ہے نہ کہ قمیص کی آستین (فتح الباری ج ۵ ص ۸۱۰) علامہ عینی لکھتے ہیں: اس باب میں زمخشری کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ کُم (کاف پر پیش) کا معنی ہے: قمیص کی آستین اور کِم (کاف پر زیر) کا معنی ہے: شگوفہ یا پھل کا چھلکا، اسی طرح ان دونوں کے درمیان الجوہری وغیرہ نے فرق کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۱۹)

وَقَالَ غَيْرُهُ وَيُقَالُ لِلْعِنَبِ إِذَا خَرَجَ أَيْضًا كَافُورٌ وَكُفُرَّى۔ اور دوسروں نے کہا: انگور جب نکلتا ہے تو اس کو بھی کافور اور کفری کہا جاتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تعلیق صرف صحیح بخاری کے المستملی کے نسخہ میں ہے اور اس کے علاوہ کسی اور نسخہ میں نہیں ہے۔ اور الاصمعی وغیرہ نے کہا ہے کہ ہر چیز کے غلاف کو کافور کہتے ہیں۔

وَلِيٌّ حَمِيمٌ الْقَرِيبُ۔ وَلِيٌّ حَمِيمٌ اس کا معنی ہے: قریبی دوست۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ۝ (حم السجدہ: ۳۴)
پس اس وقت جس کے اور آپ کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ آپ کا خیر خواہ دوست ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے حمیم کی تفسیر قریبی دوست کے ساتھ کی ہے، اسی طرح اکثرین نے کہا ہے۔

مِنْ مَحِيصٍ حَاصَ عَنْهُ أَيْ حَادَ۔
محیص یہ حاص بہ معنی حاد سے ماخوذ ہے، حاد کا معنی ہے: ہٹ جانا، الگ ہونا، اعراض کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ ضَلَّ عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَ ظَنُّوۡا مَا لَہُمۡ مِّنۡ مَّحِیۡصٍ ۝ (حم السجدہ: ۴۸)
اور ان سے وہ سب گم ہو جائیں گے جن کی اس سے پہلے وہ دنیا میں پرستش کرتے تھے اور وہ یہ سمجھ لیں گے کہ اب ان کے لیے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ محیص کا لفظ حاص یحیص سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: حاد یعنی اعراض کنا، حاصل معنی یہ ہے کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

مِرْيَةٌ وَمُرْيَةٌ وَاحِدٌ أَيِ امْتِرَاءٌ
مِریۃٌ اور مُریۃٌ دونوں ایک ہیں اور ان کا معنی ہے: شک کرنا اور جھگڑنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَاۤ اِنَّہُمۡ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّہِمۡ ؕ اَلَاۤ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطٌ ۝ (حم السجدہ: ۵۴)
سنو! بے شک ان کو اپنے رب سے ملاقات کے متعلق شک ہے، سنو! وہ وہ ہر چیز پر محیط ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: کہ مِریۃٌ اور مُریۃٌ دونوں کا معنی واحد ہے اور جمہور کی قراءت مِریۃ ہے یعنی زیر کے ساتھ اور حسن بصری نے کہا: یہ مُریۃٌ ہے یعنی پیش کے ساتھ۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ هِيَ وَعِيدٌ۔
اور مجاہد نے کہا: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ یعنی تمہارا جو دل چاہے وہ کرو، اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ یہ وعید ہے اور جھڑکنے اور دھمکانے کے طور پر فرمایا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ ۙ اِنَّہٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ۝ (حم السجدہ: ۴۰)
تم جو چاہو کرو بے شک وہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اس آیت میں امر کا صیغہ اپنی حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ یہ دھمکانے اور جھڑکنے کا امر ہے اور وعید ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْإِسَاءَةِ فَإِذَا فَعَلُوهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (حم السجدہ: ۳۴) (آپ برائی کو اچھے طریقہ سے دور کریں) یعنی غصہ اور غضب کے وقت صبر کریں اور برے سلوک کو معاف کر

Marfat.com

دیں، پس جب لوگ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو (ضرر سے) بچائے گا اور ان کا دشمن ان کے لیے متواضع ہو جائے گا گویا کہ وہ ان کا قریبی دوست ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ (حم السجدہ: ۳۴)

سو آپ برائی کو اچھے طریقہ سے دور کریں، پس اس وقت جس کے اور آپ کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ آپ کا خیر خواہ دوست ہے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اچھے طریقہ کی یہ تفسیر کی ہے کہ غضب کے وقت صبر کیا جائے اور برے سلوک کو معاف کر دیا جائے۔ امام بخاری نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور مجاہد سے اچھے طریقہ کے متعلق منقول ہے کہ اس سے مراد اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ (ان تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۲۰۔ ۲۱۰ سے اخذ کی گئی ہے)

۱۔ بَابٌ: وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَعْلَمُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ (حم السجدہ: ۲۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی، لیکن تمہارا یہ گمان تھا کہ تم جو کچھ کام کر رہے ہو ان کو اللہ نہیں جانتا ○ (حم السجدہ: ۲۲) کی تفسیر

آیت مذکورہ کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ نسفی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ تم بے حیائی کے کام کرتے وقت اپنے آپ کو دیواروں اور پردوں کے پیچھے چھپاتے ہو اور تمہارا اپنے آپ کو چھپانا اس وجہ سے نہیں ہے کہ تمہیں یہ خوف ہے کہ تمہارے خلاف تمہارے اعضاء گواہی دیں گے کیونکہ تم کو یہ علم نہیں ہے کہ تمہارے اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں گے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا اور بداعمالیوں پر سزا کا بالکل انکار کرتے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۲۰)

۴۸۱۶۔ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ الْاٰیَةَ قَالَ كَانَ رَجُلَانِ مِنْ قُرَیْشٍ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ ثَقِیْفٍ اَوْ رَجُلَانِ مِنْ ثَقِیْفٍ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ قُرَیْشٍ فِیْ بَیْتٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَتُرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْمَعُ حَدِیْثَنَا قَالَ بَعْضُهُمْ یَسْمَعُ بَعْضَهٗ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَئِنْ كَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از روح بن القاسم از منصور از مجاہد از ابو معمر از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ (پوری آیت تک) (اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں گواہی دیں گے)، اس حدیث کا شان نزول یہ ہے کہ قریش کے دو مرد اور ان دونوں کا بیوی کی طرف سے کوئی رشتہ دار

Marfat.com

يَسْمَعُ بَعْضَهُ لَقَدْ يَسْمَعُ كُلَّهُ فَأُنْزِلَتْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ الْآيَةَ۔

(صحیح البخاری: ۴۸۱۷، ۷۵۲۱، سنن ترمذی: ۳۲۴۸)

قبیلہ ثقیف سے تھا یا دو مرد قبیلہ ثقیف سے تھے اور بیوی کی طرف سے ان کا کوئی رشتہ دار (برادر نسبتی) قریش سے تھا، وہ دونوں کسی ایک گھر میں تھے، پس انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: تمہارا کیا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری باتیں سن رہا ہے؟ ان میں سے کسی نے کہا: بعض باتیں سن رہا ہے تو دوسرے نے کہا: اگر وہ بعض باتیں سن رہا ہے تو وہ سب باتیں سن رہا ہے، تب یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ (حم السجدۃ: ۲۲) اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں گواہی دیں گی۔

حدیث مذکور کے الفاظ کی شرح

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی کے بیان میں لکھتے ہیں:

قریش کے دو مرد تھے اور ایک ان کا ختن تھا: بیوی کی طرف سے ہر رشتہ دار کو ختن کہتے ہیں مثلاً برادر نسبتی یا سسر۔

یا قبیلہ ثقیف کے دو مرد: یہ شک حدیث کے راوی ابو معمر کو ہے، اور امام عبد الرزاق نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ایک مرد ثقفی تھا اور بیوی کی طرف سے دو رشتہ دار قریشی تھے اور اس میں کوئی شک نہیں تھا۔

ابن بشکوال نے کتاب المبہمات میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قرشی کا نام الاسود بن عبد یغوث تھا اور جو دو ثقفی تھے ان میں سے ایک کا نام اخنس بن شریق تھا اور انہوں نے دوسرے کا نام نہیں بتایا، علامہ ثعلبی نے ذکر کیا ہے اور علامہ بغوی نے اس کی پیروی کی ہے کہ ثقفی کا نام عبد یا لیل بن عمرو بن عمیر تھا اور دو قرشی، صفوان اور ربیعہ تھے جو امیہ بن خلف کے بیٹے تھے اور اسماعیل بن محمد تیمی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ قرشی کا نام صفوان بن امیہ تھا اور جو دو ثقفی تھے وہ ربیعہ اور حبیب تھے جو عمرو کے بیٹے تھے۔

اگر وہ بعض باتیں سنتا ہے تو پھر ضرور وہ کل باتیں سنتا ہے: اس تلازم کی دلیل یہ ہے کہ تمام مسموعات کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت واحد ہے اور تخصیص کرنا کہ وہ بعض باتیں سنتا ہے محض اپنی رائے سے حکم لگانا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ: وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدٰكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ (حم السجدہ: ۲۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تمہارا اپنے رب کے ساتھ یہی گمان ہے جس نے تمہیں ہلاک کر دیا، پس تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے ○ (حم السجدہ: ۲۳) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: ذلکم کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف ہے:

وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (حم السجدہ:۲۲)

لیکن تمہارا یہ گمان تھا کہ تم جو کچھ کام کر رہے ہو ان کو اللہ نہیں جانتا O

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۱۷۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ اجْتَمَعَ عِنْدَ الْبَيْتِ قُرَشِيَّانِ وَثَقَفِيٌّ أَوْ ثَقَفِيَّانِ وَقُرَشِيٌّ كَثِيْرَةٌ شَحْمُ بُطُوْنِهِمْ قَلِيْلَةٌ فِقْهُ قُلُوْبِهِمْ فَقَالَ أَحَدُهُمْ أَتُرَوْنَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ مَا نَقُوْلُ قَالَ الْآخَرُ يَسْمَعُ إِنْ جَهَرْنَا وَلَا يَسْمَعُ إِنْ أَخْفَيْنَا وَقَالَ الْآخَرُ إِنْ كَانَ يَسْمَعُ إِذَا جَهَرْنَا فَإِنَّهُ يَسْمَعُ إِذَا أَخْفَيْنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ﴾ (حم السجدہ: ۲۲) الْآيَةَ وَكَانَ سُفْيَانُ يُحَدِّثُنَا بِهٰذَا فَيَقُوْلُ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ أَوِ ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ أَوْ حُمَيْدٌ أَحَدُهُمْ أَوِ اثْنَانِ مِنْهُمْ ثُمَّ ثَبَتَ عَلٰى مَنْصُوْرٍ وَتَرَكَ ذٰلِكَ مِرَارًا غَيْرَ مَرَّةٍ وَاحِدَةٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِنَحْوِهٖ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ بیت اللہ کے پاس دو قریشی اور ایک ثقفی جمع ہوئے یا دو ثقفی یا اور ایک قریشی جمع ہوئے، ان کے پیٹوں کی چربی تو بہت زیادہ تھی اور ان کے دلوں کی سمجھ بہت کم تھی، پس ان میں سے کسی ایک نے کہا: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جو کچھ ہم باتیں کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سن رہا ہے، دوسرے نے کہا: اگر ہم زور سے بولیں تو وہ سنتا ہے اور اگر ہم آہستہ بولیں تو وہ نہیں سنتا اور اس دوسرے نے کہا: اگر وہ ہمارے زور سے بولنے کو سنتا ہے تو وہ ہمارے آہستہ سے بولنے کو بھی سنتا ہے۔ تب اللہ عز وجل نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ (حم السجدہ: ۲۲) اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی۔ اور سفیان ہمیں یہ حدیث بیان کرتے تھے، پس وہ کہتے تھے: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی یا ابن ابی نجیح نے حدیث بیان کی یا حمید نے حدیث بیان کی، ان میں سے ایک نے یا ان میں سے دو نے، پھر وہ منصور ہی کا ذکر کرتے تھے اور دوسروں کا ذکر ایک بار سے زیادہ نہیں کیا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی عمرو بن علی نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی سفیان ثوری نے، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی منصور نے از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبد اللہ اسی کی مثل۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۱۶ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کی شرح حافظ ابن حجر سے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کے بعض مشکل جملوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

ان کے پیٹوں کی چربی بہت زیادہ تھی اور ان کے دلوں کی سمجھ بہت کم تھی: اس میں یہ اشارہ ہے کہ موٹے آدمی میں ذہانت بہت کم ہوتی ہے، امام شافعی نے کہا: میں نے امام محمد بن الحسن کے علاوہ کسی موٹے آدمی کو عقل مند نہیں دیکھا۔

اگر وہ بعض باتیں سنتا ہے تو پھر ضرور کل باتیں سنتا ہے: کیونکہ تمام مسموعات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف واحد ہے اور بعض کی تخصیص کرنا محض اپنی رائے سے حکم لگانا ہے۔ اس میں یہ خبر ہے کہ اس قول کا قائل اپنے اصحاب میں زیادہ ذہین تھا اور یقیناً وہ الاخنس بن شریق تھا کیونکہ وہ اس کے بعد مسلمان ہوگیا تھا، اسی طرح صفوان بن امیہ تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۱۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

شیخ ابن تیمیہ وغیرہ کا اللہ کے نیک بندوں کے وسیلہ سے دعا کرنے والوں کو مشرکین کے برابر قرار دینا باطل ہے

حم السجدۃ: ۲۳، اور صحیح بخاری: ۴۸۱۷۔ ۴۸۱۶ سے یہ معلوم ہوا کہ بعض مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو بعض باتوں کا علم نہیں ہوتا تھا اور اس سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ مشرکین بھی اللہ تعالیٰ کو واحد، عالم اور قادر مانتے تھے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو عبادت کا مستحق نہیں قرار دیتے تھے بلکہ وہ کہتے تھے: ہم بتوں کی اس لیے عبادت کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، سو جو لوگ اللہ کے نیک بندوں کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں وہ بھی ان مشرکین کی طرح ہیں۔ ہم کہتے ہیں: یہ بات محض غلط اور باطل ہے، مشرکین اللہ تعالیٰ کو اس طرح نہیں مانتے تھے جس طرح اسے ماننے کا حق ہے بلکہ حم السجدۃ: ۲۳، سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عالم بھی نہیں مانتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس عقیدہ اور قول کو باطل قرار دیا ہے لہٰذا شیخ ابن تیمیہ وغیرہ کا اللہ کے نیک بندوں کے وسیلہ سے دعا کرنے والوں کو مشرکین کے برابر قرار دینا قطعاً باطل اور مردود ہے۔

۳۔ بَابٌ: فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ۔ (حم السجدہ: ۲۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اب اگر یہ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے۔ (حم السجدہ: ۲۴) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ ۝ (حم السجدہ: ۲۴)

اب اگر یہ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور اگر وہ اللہ کی ناراضگی دور کرنے کو طلب کریں تب بھی وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہوں گے جن سے ناراضگی دور کی جائے گی ○

یعنی اگر وہ کفار اہل دوزخ کے اعمال کے اوپر صبر کریں تب بھی ان کی اقامت کی جگہ دوزخ ہی ہے اور اگر وہ اللہ کی رضا کو طلب کریں اور اس کی ناراضگی کے دور کرنے کو طلب کریں تب بھی وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہوں گے جو اللہ کو راضی کرنے والے ہیں۔

صحیح البخاری: ۴۸۱۷ کی سند کی تحقیق

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہم کو عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم کو یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم کو سفیان ثوری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از مجاہد از معمر، از عبداللہ، اسی حدیث کی مثل۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: عمرو بن علی بن بحر ابوحفص البصری الصیرفی ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں اور یحییٰ ابن سعید القطان ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۲۲)

Marfat.com

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس حدیث کی ایک اور سند ہے جس کی امام مسلم نے روایت کی ہے از ابوبکر بن خلاد از یحییٰ القطان از سفیان ثوری از سلیمان اور وہ الاعمش ہیں از عمارہ بن عمیر از وہب بن ربیعہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور گویا کہ امام بخاری نے الاعمش کی سند کو ترک کر دیا کیونکہ ان میں اختلاف تھا، ایک قول تو اس طرح ہے اور دوسرا قول اس طرح ہے: از عمارہ بن عمیر از عبدالرحمن بن یزید از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، امام ترمذی نے اس حدیث کی دونوں سندوں سے روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۱۲)

میں کہتا ہوں: یہ اسی سند کی تحقیق ہے جو صحیح البخاری: ۴۸۱۷ اور صحیح البخاری: ۴۸۱۶ میں مذکور ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

الحمدللہ رب العالمین امام بخاری نے سورۂ حم السجدۃ کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان سب کی شرح مکمل ہوگئی، اب اس کے بعد ان شاء اللہ سورۂ حم عسق کی تفسیر شروع کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۴۲۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ حٰمٓ عٓسٓقٓ

سورۂ حٰم عسق (یعنی سورۃ الشوریٰ) کی تفسیر

سورۂ حٰم عسق (یعنی سورۃ الشوریٰ) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الشوریٰ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، مفسرین نے حٰم عسق کے بھی بہت معانی ذکر کیے ہیں جن کے ذکر کرنے کا یہ مقام نہیں ہے اور یہ سورت مکی ہے اور مقاتل نے کہا: اس میں مدنی آیات بھی ہیں اور وہ یہ ہیں: ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهٗ (الشوریٰ: ۲۳) اور یہ آیت بھی: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ یہ آیت یہاں تک ہے: فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ (الشوریٰ: ۳۹۔۴۱) اور سورۃ الشوریٰ میں ترپن (۵۳) آیات ہیں۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَقِيْمًا الَّتِيْ لَا تَلِدُ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ عَقِيْمًا کا معنی وہ عورت ہے جس کی اولاد نہ ہوتی ہو، یعنی وہ عورت بانجھ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ (الشوریٰ: ۵۰) یا جس کو چاہے بیٹے اور بیٹیاں عطا کر دے اور جس کو چاہے بے اولاد کر دے، وہ بے حد علم والا بہت قدرت والا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا ہے کہ عقیم وہ عورت ہے جس کی اولاد نہ ہو، اسی طرح ضحاک نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے مگر یہ سند ضعیف اور منقطع ہے، اس وجہ سے امام بخاری نے اس کو وثوق سے نہیں کہا اور کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے۔

رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا الْقُرْاٰنُ۔ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا اس سے مراد قرآن ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ (الشوریٰ: ۵۲) اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی کی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے روح کی تفسیر قرآن کے ساتھ کی ہے، اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور السدی سے منقول ہے کہ روح کا معنی ہے: وحی اور حسن بصری سے منقول ہے: اس کا معنی ہے: رحمت۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ نَسْلٌ بَعْدَ نَسْلٍ۔ اور مجاہد نے کہا: يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ کا معنی ہے: وہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل پیدا کرتا ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (الشوریٰ:۱۱)

وہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے، اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں سے جوڑے بنائے، وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، وہ ہر بات کو سننے والا ہر چیز کو دیکھنے والا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: يَذْرَؤُكُمْ کا معنی ہے: وہ انسانوں اور مویشیوں میں سے ایک نسل کے بعد دوسری نسل پیدا کرتا ہے، اس طرح السدی نے اس کی تفسیر کی ہے گویا کہ یہ لفظ ذُرِّيَّتْ کو پیدا کرنے کے ساتھ خاص ہے، اس کے برخلاف بَرَأَ ہے کیونکہ وہ عام ہے۔ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ کا معنی القتبی نے بیان کیا ہے کہ وہ تمہیں روح میں پیدا کرتا ہے اور جس نے کہا: رحم میں پیدا کرتا ہے اس نے خطاء کی کیونکہ رحم مونث ہے مذکر نہیں ہے۔

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ لَا خُصُومَةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ۔

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے حُجَّتْ کا معنی ہے: خصومت یعنی جھگڑا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ (الشوریٰ:۱۵)

اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ذاتی جھگڑا نہیں، اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے حُجَّتْ کی تفسیر خُصُومَتْ یعنی جھگڑے کے ساتھ کی ہے اور بعض نسخوں میں مذکور ہے: ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی خصومت نہیں۔

مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ذَلِيلٍ۔

مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ: اس کا معنی ہے ذلیل اور کمزور نظر سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۔ (الشوریٰ:۴۵)

اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ ان کو دوزخ پر اس حال میں پیش کیا جائے گا کہ وہ ذلت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے خَفِيٍّ کی تفسیر ذلیل اور کمزور کے ساتھ کی ہے، اسی طرح اس کی مجاہد نے تفسیر کی ہے، اور السدی سے منقول ہے کہ وہ چور نظروں سے دیکھ رہے ہوں گے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ يَتَحَرَّكْنَ وَلَا يَجْرِيْنَ فِي الْبَحْرِ۔

اور مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا: فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ کا معنی ہے: وہ جہاز سمندر میں حرکت کرتے رہے یعنی ہلتے جلتے رہے اور سمندر میں چل نہ سکے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ مِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ۔ (الشوریٰ: ۳۲۔۳۳) اور اس کی نشانیوں میں سے سمندر میں رواں دواں پہاڑوں کی مانند جہاز ہیں O اور اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک لے اور یہ جہاز سطح سمندر پر ٹھہرے کے ٹھہرے رہ جائیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا ہے اور مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے کہ الشوریٰ ۳۳۔۳۲ میں فرمایا ہے: اگر اللہ چاہے تو ہوا کو روک لے اور وہ جہاز سمندر میں موجوں کے تھپیڑے کھاتے رہیں اور ہوا کے رک جانے کی وجہ سے چل نہ سکیں، اور اس آیت میں فرمایا: وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یعنی اللہ کی وہ بعض علامتیں جو اس کی عظمت اور توحید پر دلالت کرتی ہیں وہ پہاڑوں کی طرح جہاز ہیں جو سمندر میں چلتے ہیں، نیز ارشاد ہے: كَالْاَعْلَامِ یہ علم کی جمع ہے اور خلیل سے منقول ہے: ہر بلند چیز عرب کے نزدیک عَلَم ہے اور ارشاد ہے: رَوَاكِدَ یعنی وہ جہاز ٹھہرے کے ٹھہرے رہ جائیں، نیز ارشاد ہے: عَلٰى ظَهْرِهٖ یعنی سمندر کی پشت پر ہوں اور چل نہ سکیں۔ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ جہاز ٹھہرے رہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ حرکت کریں اور سکون اور حرکت کرنے میں منافات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حرکت کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ پر ہلتے جلتے رہیں اور سمندر میں چل نہ سکیں اور ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔ ہاں! اگر اس آیت کا تعلق زمین سے ہوتا تو حرکت کرنے اور ٹھہرنے میں منافات ہوتی۔

شَرَعُوْا ابْتَدَعُوْا۔ شَرَعُوْا کا معنی ہے: انہوں نے دین میں نیا معنی نکالا ہے اور بدعت کی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ۔ (الشوریٰ: ۲۱) کیا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا ایسا راستہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے شَرَعُوْا کی تفسیر ابْتَدَعُوْا کے ساتھ کی ہے یعنی انہوں نے دین میں ایک نیا طریقہ نکالا ہے اور یہ مقام بدعت کی تفصیل ذکر کرنے کا نہیں ہے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی کی عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۲۴۔۲۲۲ سے اخذ کی گئی ہے]

۱۔ بَابٌ: اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى۔ (الشوریٰ: ۲۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سوا قرابت کی محبت کے۔ (الشوریٰ: ۲۳) کی تفسیر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی، پوری آیت اس طرح ہے:

قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى۔ (الشوریٰ: ۲۳) آپ کہیے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا سوا قرابت کی محبت کے۔

قرابت اور قرابت داروں کی تفسیر

کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ کو بعض حوادث اور حقوق پیش آئے اور آپ کے ہاتھ میں گنجائش نہیں تھی تو انصار نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ ہدایت دی ہے اور آپ کو ضروریات

Marfat.com

اور حقوق درپیش ہیں اور آپ کے ہاتھ میں گنجائش نہیں ہے تو ہم آپ کے لیے اپنے اموال کو جمع کرتے ہیں تو آپ ان سے اپنی مہمات میں مدد طلب کریں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا معنی یہ ہے: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم!) آپ کہیے کہ میں نے جو تمہیں دلائل اور ہدایات پیش کی ہیں میں تم سے ان پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا ماسوا قرابت کی محبت کے یعنی تم اللہ عزوجل سے محبت کرو اور عبادت کر کے اس کا قرب حاصل کرو، یہ حسن بصری رحمہ اللہ کی تفسیر ہے، انہوں نے کہا: قرابت سے مراد اللہ کا قرب ہے اور عکرمہ، مجاہد، السدی، ضحاک اور قتادہ سے منقول ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم میرے قرابت داروں اور میری عترت اور آل سے محبت رکھو اور تم میری ان میں حفاظت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے مصداق میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور ان کے صاحبزادے ہیں رضی اللہ عنہم جو عبدالمطلب کی اولاد ہیں، دوسرا قول یہ ہے جن پر صدقہ حرام کر دیا گیا ہے اور جن پر خمس کو تقسیم کیا جاتا ہے اور وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ طَاوُسًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قُرْبَى آلِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَجِلْتَ إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَةٌ فَقَالَ إِلَّا أَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن میسرۃ، انہوں نے کہا: میں نے طاؤس سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ان سے سوال کیا گیا: إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى یعنی قرابت داروں کی کیا تفسیر ہے؟ تو سعید بن جبیر نے کہا کہ قرابت داروں سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے عجلت کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قریش کے ہر قبیلہ میں قرابت ہے، پس فرمایا: اس آیت کا معنی ہے: مگر یہ کہ تم میرے درمیان اور اپنے درمیان قرابت کو ملاؤ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۴۹۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی امام ترمذی نے کتاب التفسیر میں روایت کی ہے اور امام نسائی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام قریش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں اور اس آیت سے بنو ہاشم وغیرہ مراد نہیں ہیں جس طرح سعید بن جبیر کے قول کی طرف ذہن متبادر ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ صفحہ ۲۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس بات کی تحقیق کہ الشوریٰ: ۲۳ کی تفسیر میں صحیح بخاری کی روایت ہی معتمد ہے اور اس کے علاوہ جو دیگر روایات ہیں وہ موضوع ہیں یا ضعیف ہیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں طاؤس کی حدیث روایت کی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو سعید بن جبیر نے کہا: قربیٰ سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے اس کی

تفسیر کرنے میں عجلت کی ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: سعید بن جبیر نے جو تفسیر کی ہے اس کی امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! وہ آپ کے کون سے قرابت دار ہیں جن سے محبت کرنا ہم پر واجب ہے۔ الحدیث، اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور یہ ساقط ہے کیونکہ یہ صحیح بخاری کی اس صحیح روایت کے خلاف ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ تم میری قرابت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور میری حفاظت کرو اور اس میں خصوصاً قریش سے خطاب ہے اور قربیٰ سے مراد آپ کے عصبات اور رحم کی قرابت ہے گویا کہ آپ نے فرمایا: قرابت کی وجہ سے میری حفاظت کرو اگر تم نبوت کی وجہ سے میری پیروی نہیں کرتے۔ اور علامہ زمخشری نے اس آیت کی تفسیر میں کئی احادیث ذکر کی ہیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ وہ احادیث موضوع ہیں اور الزجاج نے اس کو رد کر دیا ہے کیونکہ طاؤس کی جو روایت اس باب کی حدیث میں حضرت ابن عباس سے ہے وہ صحیح ہے اور وہی معتمد ہے اور انہوں نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔

اس آیت کے سبب نزول میں ایک اور قول ہے جس کی واحدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور آپ کو کئی ضروریات پیش آئیں اور آپ کے ہاتھ میں کوئی مال نہیں تھا تو انصار نے مال جمع کیے، پس کہا: یا رسول اللہ! آپ ہمارے بھانجے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے ہمیں ہدایت دی ہے اور آپ کی ضروریات اور حقوق ہیں اور آپ کے پاس وسعت اور گنجائش نہیں ہے تو ہم نے آپ کے لیے یہ اموال جمع کیے ہیں تاکہ ان سے آپ کام چلائیں، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہ کلبی اور اس کے مماثل کی روایت ہے جو ضعفاء میں سے ہیں اور واحدی نے مقسم کی سند سے حضرت ابن عباس سے بھی یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب انصار کی یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم گمراہ نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے سبب سے ہدایت دی۔ الحدیث، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصار گھٹنوں کے بل گر گئے اور کہنے لگے: ہماری جانیں اور ہمارے اموال آپ کے لیے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی اور یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور یہ اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور انصار مدینہ میں تھے اور اس آیت کے نزول کے سبب میں قوی روایت یہ ہے جو قتادہ سے مروی ہے کہ مشرکین نے کہا کہ شاید محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی تبلیغ پر اجر کو طلب کریں گے اور بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور ثعلبی نے اس کو رد کر دیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کر کے اور اس کے نبی کی پیروی کر کے یا صلہ رحم کر کے اللہ کا قرب حاصل کرو اور ان تمام امور کا حکم دائمی ہے منسوخ نہیں ہے۔

اور خلاصہ یہ ہے کہ سعید بن جبیر اور جو ان کے موافقین ہیں مثلاً علی بن حسین اور سدی اور عمرو بن شعیب وغیرہ انہوں نے اس آیت کو اس پر محمول کیا ہے کہ مخاطبین کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے محبت رکھیں اور حضرت ابن عباس نے اس آیت کو اس پر محمول کیا ہے کہ مخاطبین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سبب سے محبت رکھیں کہ ان کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان قرابت ہے۔ پہلی صورت میں یہ خطاب تمام مکلفین کے لیے عام ہے اور دوسری صورت میں یہ خطاب قریش کے ساتھ خاص ہے، اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ سورت مکی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ۔ (ص:۸۶) آپ کہیے کہ میں تم سے اس پیغام کو پہنچانے پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔

اور ہو سکتا ہے کہ یہ حکم عام ہو اور اس باب کی آیت کے مدلول سے اس میں تخصیص کی گئی ہو اور اس کا معنی یہ ہے کہ قریش اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے تھے اور جب آپ مبعوث کیے گئے تو انہوں نے آپ سے رشتہ منقطع کر لیا تو آپ نے فرمایا: تم

میرے ساتھ بھی اسی طرح رشتہ کو ملاؤ جس طرح تم میرے علاوہ اپنے دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ رشتہ کو ملاتے ہو۔ اور امام سعید بن منصور نے شعبی کی سند سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں لوگوں نے بہت بحث کی تو میں نے حضرت ابن عباس کی طرف مکتوب لکھ کر ان سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش میں نسب کا واسطہ تھے۔ اور قریش کے ہر قبیلہ میں آپ کا نسب تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: آپ کہیے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا سوا قربت کی محبت کے۔ (الشوریٰ: ۲۳) یعنی میری جو تمہارے ساتھ قرابت ہے تم اس قرابت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو اور میری حفاظت کرو۔

یہاں پر ایک تیسرا قول بھی ہے، اس کی امام احمد نے از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے پاس جو دلائل اور ہدایت لایا ہوں میں تم سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا مگر یہ کہ تم اللہ کی عبادت کر کے اس کا قرب حاصل کرو۔ اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس پر اجرت کا اطلاق مجاز ہے اور قربیٰ زلفی اور بشریٰ کی طرح مصدر ہے اور اس کا معنی قرابت ہے اور اس سے مراد اہل قرابت ہیں، یہ اس بناء پر ہے کہ یہ استثناء متصل ہو اور اگر یہ استثناء منقطع ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ میں تم سے بالکل اجرت طلب نہیں کرتا لیکن میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم مجھ سے اس وجہ سے محبت رکھو کہ میری تمہارے ساتھ رشتہ داری ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۱۴۔ ۸۱۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الشوریٰ کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور ایک حدیث روایت کی تھی ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ الزخرف کی تفسیر شروع کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۴۳- تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ حٰمٓ الزُّخۡرُفِ

سورۂ حٰم (الزخرف) کی تفسیر

سورۂ حٰم (الزخرف) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ حٰم الزخرف کی بعض آیات کی تفسیر ہے، صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں سورۃ الزخرف مذکور ہے اور بعض نسخوں میں سورۂ حٰم الزخرف مذکور ہے، مقاتل نے کہا: ایک آیت کے سوا یہ سورت مکی ہے اور وہ آیت یہ ہے: وَسۡئَلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا (الزخرف:۴۵) اور ابو العباس نے کہا: یہ سورت مکی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، علامہ ابن سیدہ نے کہا: الزخرف کا معنی ہے: سونا، یہ اس کا اصل معنی ہے، پھر ہر مزین چیز کو زخرف کہا گیا اور ہر وہ چیز جس کو مزین کہا گیا وہ زخرف ہے۔ اس سورت میں نواسی (۸۹) آیات ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَلٰٓى اُمَّةٍ عَلٰى إِمَامٍ اور مجاہد نے کہا: عَلٰٓى اُمَّةٍ کا معنی ہے: عَلٰى اِمَامٍ یعنی ایک امام پر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلۡ قَالُوۡۤا اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ۝ (الزخرف:۲۲) نہیں بلکہ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان ہی کے قدموں کے نشانات پر چل کر ہدایت پانے والے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اُمَّةٍ کی تفسیر امام کے ساتھ کی ہے، اسی طرح امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے۔ مجاہد نے اس کی تفسیر ملت کی ہے اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے اس کی تفسیر دین کے ساتھ کی ہے۔

وَقِيلَهُ يَا رَبِّ تَفۡسِيرُهُ أَيَحۡسِبُونَ أَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوَاهُمۡ وَلَا نَسۡمَعُ قِيلَهُمۡ ﴿اَمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰىهُمۡ﴾ (الزخرف:۸۰) وَقِيلِهٖ يَا رَبِّ اس کا معنی ہے: اور ان کے اس قول کی قسم! اے میرے رب! اس آیت کا ربط درج ذیل آیت کے ساتھ ہے: ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے۔ (الزخرف:۸۰)

وَلَا نَسۡمَعُ قِيلَهُمۡ۔ اور ہم ان کی گفتگو کو نہیں سنتے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: بعض مفسرین نے اس تفسیر کا انکار کیا ہے، انہوں نے کہا: یہ تفسیر اس وقت صحیح ہوتی اگر الزخرف:۸۸ میں وقیلھم ہوتا اور جمع کی ضمیر ہوتی جو مشرکین کی طرف راجع ہوتی جب کہ یہ واحد کی ضمیر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے، علامہ ثعلبی نے کہا: وقیلہ یا رب یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے شکایت کرتے ہوئے یہ کہا۔۔۔۔ اور قسم ہے رسول مکرم کے اس قول کی: اے میرے رب! یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے (الزخرف:۸۸) سو آپ ان سے درگزر کیجیے اور کہیے: پس ہمارا سلام، پس یہ عنقریب جان لیں گے (الزخرف:۸۹) اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے کہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم

ہے اور آپ کے قول کا علم ہے، اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا: آپ کے قول کی قسم! یہ آپ کے مرتبہ کو بلند کرنے کے لیے فرمایا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَوْلَا أَنْ جَعَلَ النَّاسَ كُلَّهُمْ كُفَّارًا لَجَعَلْتُ لِبُيُوتِ الْكُفَّارِ سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ مِنْ فِضَّةٍ وَهِيَ دَرَجٌ وَسُرُرَ فِضَّةٍ۔

وَ لَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (الزخرف: ۳۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا معنی ہے: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگوں کو میں ہی کافر بناؤں گا تو میں ضرور کفار کے گھروں کی چھت چاندی کی بنا دیتا اور ان کی سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتا اور ان کے تخت چاندی کے بنا دیتا (مَعَارِجُ کے معانی سیڑھیاں اور زینہ ہیں۔)

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ لَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ (الزخرف: ۳۳)

اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ تمام لوگ کافروں کا گروہ بن جاتے تو ہم رحمٰن کا کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھت چاندی کی بنا دیتے اور ان کی وہ سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی وہ تفسیر کی ہے جو حضرت ابن عباس نے بیان کی اور اس کی امام ابن جریر نے مجاہد سے روایت کی ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ کفر پر جمع ہو جاتے، پس تمام لوگ کافر ہو جاتے، یہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور ابن زید کی روایت ہے: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ دنیا کی طلب میں اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے میں امت واحدہ ہو جاتے تو ہم رحمٰن کا کفر کرنے والوں کے گھروں کو چاندی کا بنا دیتے اور ان کی ان سیڑھیوں کو چاندی کا بنا دیتے جن پر وہ چڑھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: ان آیات کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات ناپسندیدہ نہ ہوتی کہ جب لوگ کافروں کے گھروں میں انواع واقسام کی نعمتیں اور عیش وعشرت کا سامان دیکھ کر کفر کی رغبت کریں گے اور یہ وہم کریں گے کہ فضیلت کفر میں ہے اور پھر سب لوگ کفر کو اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور کافروں کے گھر اور ان کا ساز وسامان چاندی اور سونے کا بنا دیتا، اس جگہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: اگر اللہ تعالیٰ کافروں پر تمام نعمتوں کے دروازے کھول دیتا تو یہ تمام لوگوں کے کفر پر مجتمع ہونے کا سبب بن جاتا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں کے دروازے مسلمانوں پر کیوں نہیں کھولے تاکہ یہ تمام لوگوں کے اسلام پر مجتمع ہونے کا سبب بن جاتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں لوگ دنیا کو طلب کرنے کے لیے اسلام کو قبول کرتے اور یہ منافقین کا ایمان ہے، اس لیے حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمانوں کے اوپر دنیا تنگ کر دی جائے حتیٰ کہ جو شخص بھی اسلام کو قبول کرے وہ اسلام کی حقانیت کی وجہ سے اسلام کو قبول کرے اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، اور اب اس کو عظیم ثواب ملے گا کیونکہ اب اس کا اسلام اخلاص پر مبنی ہوگا۔ (انوار تبیان القرآن ص ۷۸۵، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

مُقْرِنِيْنَ مُطِيقِيْنَ۔

مُقْرِنِيْنَ اس کا معنی ہے: طاقت رکھنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ (الزخرف: ۱۳)

وہ ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے جس نے سواری کو ہماری قدرت میں کر دیا اور ہم از خود اس پر قادر ہونے والے نہیں تھے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مُقْرِنِيْنَ کی تفسیر کی ہے: مُطِيْقِيْنَ یعنی ہم اس پر طاقت رکھنے والے اور اس سواری پر قہر کرنے والے نہیں تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مقرنین قرن سے ماخوذ ہے یعنی ہم قوت میں اس کا ہم پلہ نہیں تھے۔

آسَفُوْنَا أَسْخَطُوْنَا۔ آسَفُوْنَا کا معنی ہے: أَسْخَطُوْنَا انہوں نے ہم کو غضب ناک کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (الزخرف: ۵۵) پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پھر ہم نے ان سب کو غرق کر دیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے آسَفُوْنَا کی تفسیر کی ہے: أَسْخَطُوْنَا یعنی انہوں نے ہم کو ناراض کر دیا، اسی طرح حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر کی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے: انہوں نے ہم کو غضب ناک کر دیا، تیسرا قول یہ ہے: انہوں نے ہماری مخالفت کی، اور یہ تمام معانی متقارب ہیں۔

يَعْشُ يَعْمَى۔ يَعْشُ اس کا معنی ہے: يَعْمَى یعنی اندھا بن جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ (الزخرف: ۳۶) اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے (غافل ہو کر) اندھا ہو جاتا ہے ہم اس کے لیے ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں سو، وہی اس کا ساتھی ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے يَعْشُ کی تفسیر يَعْمَى کے ساتھ کی ہے، اس کا معنی ہے: جس کی نظر کمزور ہو، حضرت ابن عباس نے اس کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی يَعْشَ اس کا معنی ہے: جو ظلم کرتا ہے اور اس کی بینائی کمزور ہو جاتی ہے، القرظی سے منقول ہے: جو اپنی پیٹھ پھیرتا ہے اور ذکر رحمٰن سے مراد قرآن ہے اور نقیض لہ کا معنی ہے: ہم اس کے ساتھ ملا دیتے ہیں اور اس پر مسلط کر دیتے ہیں۔ فھولہ قرین کا معنی ہے: وہ اس کا ایسا ساتھی ہے جو اس سے جدا نہیں ہوتا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ أَيْ تُكَذِّبُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ ثُمَّ لَا تُعَاقَبُوْنَ عَلَيْهِ۔ اور مجاہد نے کہا: أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ (الزخرف: ۵) یعنی تم قرآن کی تکذیب کرتے ہو، پھر تم کو اس پر سزا نہیں دی جاتی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝ (الزخرف: ۵) تو کیا ہم اس وجہ سے تم کو نصیحت کرنے سے اعراض کریں گے کہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ تم قرآن کی تکذیب کرتے ہو، پھر تم کو سزا نہیں دی جاتی؟ یعنی کیا ہم قرآن کی تکذیب کرنے والوں سے اعراض کریں اور ان کو سزا نہ دیں؟ دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے: کیا ہم تم سے عذاب کو دور کر دیں اور تم سے اعراض کر لیں اور تم کو چھوڑ دیں اور تم کو تمہارے کفر پر سزا نہ دیں، یہ تفسیر بھی حضرت ابن عباس اور سدی سے منقول ہے اور الکسائی سے منقول ہے: کیا ہم تم سے نصیحت کو لپیٹ لیں، پس نہ تم کو دعوت دی جائے اور نہ نصیحت کی جائے۔

وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ۔ وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ اس کا معنی ہے: اور پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ (الزخرف:۸) سو ہم نے ان میں سے ان کو ہلاک کر دیا جن کی گرفت بہت سخت تھی اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مثل الاولین کی تفسیر کی ہے: سنة الاولین اور دوسرا قول ہے: ان کا طریقہ اوران کی سزا۔

وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ يَعْنِى الْاِبِلَ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ۔ وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ یعنی اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ (الزخرف:۱۳) تا کہ تم ان (مویشیوں) کی پیٹھوں پر جم کر سوار ہو سکو، پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب تم ان پر سیدھے بیٹھ جاؤ اور تم یہ کہو: وہ ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہماری قدرت میں کر دیا اور ہم از خود اس پر قادر ہونے والے نہیں تھے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت میں لَهٗ کی ضمیر اَنْعَام یعنی مویشیوں کی طرف لوٹتی ہے اور مذکر کی ضمیر اس لیے لائے ہیں کہ اَنْعَام معنیٰ جمع ہے جیسے الجن، الجیش اور الرھط وغیرہ جو اسماء جنس ہیں۔

يَنْشَاُ فِى الْحِلْيَةِ الْجَوَارِىْ جَعَلْتُمُوْهُنَّ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا فَكَيْفَ تَحْكُمُوْنَ۔ يَنْشَاُ فِى الْحِلْيَةِ اس کا معنیٰ ہے: جو زیورات میں پلتی ہو۔ اس سے مراد وہ لڑکیاں ہیں جن کو تم نے رحمٰن کی اولاد قرار دیا ہے، پس تم یہ کیسا حکم لگاتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِى الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِى الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ۝ (الزخرف:۱۸) کیا وہ جو زیورات میں پلتی ہو اور دوران بحث اپنا موقف واضح نہ کر سکے O (وہ لڑکی اللہ کی اولاد ہو سکتی ہے؟)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا: جو لڑکی زیورات میں پل کر بڑی ہوئی ہو، اور اس کی تفسیر لڑکیوں کے ساتھ کی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ تم نے عورتوں کو اللہ کی اولاد قرار دیا کیونکہ مشرکین نے کہا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، پس تم اللہ کے لیے یہ حکم کیسے لگاتے ہو جب کہ تم اپنے لیے بیٹیوں کو پسند نہیں کرتے۔

لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ يَعْنُوْنَ الْاَوْثَانَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اَىِ الْاَوْثَانُ اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ یعنی اگر رحمٰن چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان کو اس بات کا علم نہیں ہے (الزخرف:۲۰) یعنی بت اس بات کو نہیں جانتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ (الزخرف:۲۰) اور انہوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے، انہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ محض انکل پچو سے باتیں کرتے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا ہے کہ وہ بتوں کا ارادہ کرتے ہیں اور قتادہ نے کہا: وہ فرشتوں کا ارادہ کرتے ہیں اور عام

Marfat.com

مفسرین کے نزدیک مَا عَبَدْنٰهُمْ کی ھم ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے اور بتوں کو ذوی العقول کے منزلہ میں نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے مذکر کی ضمیر ذکر کی ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہیں اس کا کچھ علم نہیں۔ وہ محض اٹکل پچو سے باتیں کرتے ہیں یعنی جھوٹ بولتے ہیں۔

فِي عَقِبِهٖ وَلَدِهٖ۔ فِيْ عَقِبِهٖ اس کا معنی ہے: وَلَدِهٖ یعنی اپنی اولاد میں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (الزخرف: ۲۸) اور (ابراہیم) نے اس (عقیدۂ توحید) کو اپنی نسل میں باقی رکھا تاکہ ان کی اولاد اس عقیدہ کی طرف رجوع کرےO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَلْعَقَب کی تفسیر وَلَدٌ کے ساتھ کی ہے اور اس سے مراد جنس وَلَدٌ ہے حتیٰ کہ وَلَدُ الْوَلَدِ (پوتا) بھی اس میں داخل ہو جائے، اور ابن فارس نے کہا: بلکہ تمام وَرَثَةٌ عَقَبْ ہیں اور کلمہ بَاقِيَة سے مراد ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

مُقْتَرِنِيْنَ يَمْشُوْنَ مَعًا۔ مُقْتَرِنِيْنَ کا معنی ہے: ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ (الزخرف: ۵۳) (اگر یہ واقعی رسول ہے تو) اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے چلتےO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مُقْتَرِنِيْنَ کی تفسیر کی ہے: ساتھ ساتھ چلتے یعنی ان کی پیروی میں ساتھ ساتھ چلتے۔

سَلَفًا قَوْمُ فِرْعَوْنَ سَلَفًا لِكُفَّارِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَمَثَلًا عِبْرَةً۔ سَلَفًا یعنی فرعون کی قوم سیدنا محمد ﷺ کی امت کے کفار کے لیے سلف ہے، اور ان کے لیے مثل ہے یعنی عبرت ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ (الزخرف: ۵۶) پھر ہم نے ان کو قصہ پارینہ بنا دیا اور بعد کے لوگوں کے لیے ضرب المثل بنا دیاO

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی ہم نے قوم فرعون کو اس امت کے کفار کے لیے سلف بنا دیا اور کتب تفسیر میں مذکور ہے: سلف کا معنی ہے: گزری ہوئی پہلی امتیں اور مثلًا کا معنی ہے: بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔

يَصِدُّوْنَ يَضِجُّوْنَ۔ يَصِدُّوْنَ اس کا معنی ہے يَضِجُّوْنَ یعنی چلانے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ (الزخرف: ۵۷) اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم (خوشی سے) چلانے لگیO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے يَصِدُّوْنَ کی تفسیر يَضِجُّوْنَ کی ہے، اس کا معنی ہے: وہ چلاتے ہیں اور بعض نے اس کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے یعنی يَصُدُّوْنَ، اس کا معنی ہے: وہ درپے ہوتے ہیں۔ اور الکسائی نے کہا ہے: یہ ایک معنی کی دو لغتیں ہیں۔

مُبْرِمُوْنَ مُجْمِعُوْنَ۔ مُبْرِمُوْنَ اس کا معنی ہے: مُجْمِعُوْنَ یعنی اجماعی فیصلہ کرنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

اَمۡ اَبۡرَمُوۡۤا اَمۡرًا فَاِنَّا مُبۡرِمُوۡنَ ﴿۷۹﴾ کیا انہوں نے کسی کام کو پکا کر لیا ہے بے شک ہم بھی پکا کام کرنے والے ہیں O (الزخرف:۷۹)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مبرمون کی تفسیر مُجۡمِعُوۡنَ کی ہے، دوسرا قول ہے کہ اس کی تفسیر مُحۡکِمُوۡنَ ہے، یعنی کیا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی سازش کو پکا کر لیا ہے تو ہم بھی ان کے خلاف پکا کام کرنے والے ہیں۔

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: مقاتل نے کہا: یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب کفار مکہ نے دار الندوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خفیہ سازش کی تھی کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد مل کر اچانک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر کے آپ کو قتل کر دے تا کہ تمام قبائل آپ کو قتل کرنے میں مشترک ہوں اور کسی ایک قبیلہ پر الزام نہ آئے اور آپ کی دیت اور خون بہا کا مطالبہ کمزور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم بھی پکا کام کرنے والے ہیں یعنی ان کی سازش کا توڑ کرنے والے ہیں۔

(انوار تبیان القرآن ص ۷۹۰، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

أَوَّلُ الْعَابِدِينَ أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ۔ اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ اس کا معنی ہے: أَوَّلُ المؤمنين۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلۡ اِنۡ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ ﴿۸۱﴾ آپ کہیے: اگر رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا O (الزخرف:۸۱)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے العابدین کی تفسیر المؤمنین کے ساتھ کی ہے اور مجاہد نے اس کی تفسیر کی ہے: میں سب سے پہلے اللہ پر ایمان لانے والا ہوں، تم جو چاہو کہو، اور کتب تفسیر میں مذکور ہے: اگر تمہارے زعم اور تمہارے قول کے مطابق اللہ کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اللہ کو واحد ماننے والا ہوں اور اللہ پر ایمان لانے والا ہوں اور تمہاری تکذیب کرنے والا ہوں اور تم جو کہتے ہو کہ اللہ کا بیٹا ہے تو میں سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والا ہوں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رحمٰن کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور میں سب سے پہلے اس کی شہادت دینے والا ہوں۔

وَقَالَ غَيْرُهُ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ الْعَرَبُ تَقُولُ نَحْنُ مِنْكَ الْبَرَاءُ وَالْخَلَاءُ وَالْوَاحِدُ وَالِاثْنَانِ وَالْجَمِيعُ مِنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ يُقَالُ فِيهِ بَرَاءٌ لِأَنَّهُ مَصْدَرٌ وَلَوْ قَالَ بَرِيءٌ لَقِيلَ فِي الِاثْنَيْنِ بَرِيئَانِ وَفِي الْجَمِيعِ بَرِيئُونَ وَقَرَأَ عَبْدُ اللهِ إِنَّنِي بَرِيءٌ بِالْيَاءِ

اور مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا: اِنَّنِیۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ (الزخرف:۲۶) (ابراہیم نے اپنی قوم سے کہا: بے شک میں ان سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو O) اور عرب کہتے ہیں: نحن منك اَلۡبَرَاءُ وَ الۡخَلَاءُ ہم تم سے بیزار ہیں اور الگ ہیں اور اس میں واحد، تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مونث سب برابر ہیں۔ اس میں کہا جاتا ہے: بَرَآءٌ کیونکہ یہ مصدر ہے اور اگر اس نے کہا: بَرِیٌٔ تو پھر تثنیہ میں بَرِیٓئَانِ کہا جائے گا اور جمع میں بَرِیٓئُوۡن کہا جائے گا اور حضرت عبداللہ کی قراءت ہے: اِنَّنِیۡ بَرِیٌٔ یاء کے ساتھ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہِیۡمُ لِاَبِیۡہِ وَ قَوۡمِہٖۤ اِنَّنِیۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ (الزخرف:۲۶) اور یاد کیجیے جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا: بے شک میں ان سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا اس میں بَرَآءٌ کہا جائے گا کیونکہ یہ مصدر ہے یعنی اس کو صفت کا قائم مقام کیا گیا ہے، کہا جاتا ہے: میں نے تم کو دُیُوْن یعنی قرضوں سے اور عیوب سے بری کر دیا۔ امام بخاری نے کہا: اور جمع میں برِیئُون کہا جائے گا اور اس میں براء بھی کہا جاتا ہے جیسے فقیہ اور فقہاء اور اس میں بِرَآءٌ یعنی باء کی زیر کے ساتھ بھی کہا جاتا ہے جیسے کریم اور کرام اور اَبْرَآءٌ بھی کہا جاتا ہے جیسے شَرِیْفٌ اور اَشْرَافٌ اور اَبْرِیَآءُ بھی کہا جاتا ہے جیسے نَصِیْبٌ اور اَنْصِبَآءُ اور مونث میں کہا جاتا ہے: اِمْرَءَۃٌ بَرِیْئَۃٌ وَ ھُمَا بَرِیْئَتَانِ وَ ھُنَّ بَرِیْئَاتٌ وَ بَرَایَا اور یہ اہل نجد کی لغت ہے اور پہلی لغت اہل حجاز کی ہے۔ امام بخاری نے کہا: اور حضرت عبد اللہ کی قرأت ہے: اس سے مراد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

وَالزُّخْرُفُ الذَّهَبُ مَلَائِكَةٌ يَخْلُفُونَ يَخْلُفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔

والزخرف اس کا معنی ہے: اَلذَّھَبُ یعنی سونا۔ مَلَائِکَۃٌ یَخْلُفُوْنَ: اس کا معنی ہے: فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۝ (الزخرف: ٦٠)

اور اگر ہم چاہتے تو تمہاری جگہ فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہارے بعد زمین میں رہتے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یَخْلُفُوْن کی تفسیر کی ہے: وہ ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں۔ امام عبد الرزاق نے از معمر از قتادہ اسی طرح روایت کی ہے اور اس کے آخر میں ہے: ابن آدم کی جگہ یعنی تمہارے ہاں ابن آدم کی جگہ فرشتے پیدا ہوتے اور وہ زمین پر رہتے اور ایک دوسرے کے بعد آتے۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ١٩ ص ٢٢٩۔ ٢٢٥ میں کی ہے]

١۔ بَابٌ۔ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ (الزخرف: ٧٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ (دوزخ کے نگران فرشتے سے) پکار کر کہیں گے: اے مالک! چاہیے کہ تمہارا رب ہمیں ختم کر دے، وہ کہے گا: تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو ۝ (الزخرف: ٧٧) کی تفسیر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی کفار دوزخ میں دوزخ کے محافظ مالک سے پکار کر کہیں گے: چاہیے کہ تمہارا رب ہمارا خاتمہ کر دے یعنی ہم کو مار ڈالے تاکہ ہم اس عذاب سے نجات پالیں تو ایک ہزار سال بعد مالک ان کو جواب دے گا: تم اس عذاب میں ہمیشہ رہو گے اور امام ابن جوزی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ چالیس (٤٠) سال تک مالک سے پکار کر کہتے رہیں گے، پھر اس کے بعد وہ ان کو جواب دے گا کہ تم اس دوزخ میں ہمیشہ رہو گے، پھر وہ پکاریں گے: اے رب العزت! ہم کو اس دوزخ سے نکال دے، اللہ تعالیٰ ان کو کوئی جواب نہیں دے گا حتیٰ کہ اتنا عرصہ گزر جائے گا جتنی دنیا کی عمر ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم دوزخ میں دفع ہو جاؤ اور مجھ سے بات نہ کرو۔

٤٨١٩۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء از صفوان بن یعلیٰ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر پڑھ رہے تھے: وَ نَادَوْا یٰمٰلِکُ

لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ (الزخرف: ۷۷) (اور وہ دوزخ کے نگران فرشتے سے) پکار کر کہیں گے: اے مالک! چاہیے کہ تمہارا رب ہمیں ختم کر دے)۔

وَقَالَ قَتَادَةُ مَثَلًا لِلْآخِرِينَ عِظَةً لِمَنْ بَعْدَهُمْ۔ اور قتادہ نے کہا: مَثَلًا لِلْآخِرِينَ اس کا معنی ہے: بعد والوں کے لیے نصیحت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ (الزخرف: ۵۶) پھر ہم نے ان کو قصہ پارینہ بنا دیا اور بعد کے لوگوں کے لیے ضرب المثل بنا دیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی ان کو بعد والوں کے لیے نصیحت بنا دیا۔ امام بخاری نے عِظَةٌ کا لفظ لکھا ہے، یہ اصل میں مَوْعِظَةٌ ہے، واؤ کو اس سے حذف کر دیا گیا چونکہ اس کے فعل میں بھی واؤ کو حذف کیا گیا ہے اور اس کی گردان اس طرح ہے: وَعَظَ يَعِظُ، يَعِظُ اصل میں يَوْعِظُ تھا، اس سے واؤ کو حذف کر دیا گیا۔

وَقَالَ غَيْرُهُ مُقْرِنِينَ ضَابِطِينَ يُقَالُ فُلَانٌ مُقْرِنٌ لِفُلَانٍ ضَابِطٌ لَهُ۔ اور قتادہ کے علاوہ دوسروں نے کہا: مُقْرِنِين کا معنی ہے: ضَابِطِين یعنی قابو میں لانے والے، کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کا مُقْرِن ہے یعنی وہ اس کو قابو میں لانے والے ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ (الزخرف: ۱۳) وہ ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے جس نے سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا اور ہم از خود اس کو قابو میں لانے والے نہیں تھے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی تفصیل اور تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔

وَالْأَكْوَابُ الْأَبَارِيقُ الَّتِي لَا خَرَاطِيمَ لَهَا۔ اَلْاَكْوَاب اس سے مراد وہ لوٹے ہیں جن کی ٹوٹی نہ ہو، خَرَاطِيم خُرْطُوم کی جمع ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ۔ (الزخرف: ۷۱) ان کے گرد سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کو گردش میں لایا جائے گا۔

علامہ عینی کہتے ہیں: الاکواب اَلْكُوبَة کی جمع ہے اور علامہ زمخشری نے کہا ہے: اَلْكُوب اور اَلْكُوز اس لوٹے کو کہتے ہیں جس کا دستہ اور ٹونٹی نہ ہو۔

وَقَالَ قَتَادَةُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ جُمْلَةِ الْكِتَابِ أَصْلِ الْكِتَابِ۔ اور قتادہ نے کہا: فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ (الزخرف: ۴) اس کا معنی ہے: جملة الکتاب، اصل الکتاب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۴﴾ (الزخرف: ۴) بے شک یہ لوح محفوظ میں ہمارے نزدیک بہت بلند مرتبہ، بہت

حکمت والی ہے○

علامہ عینی لکھتے ہیں: قتادہ نے ام الکتاب کی تفسیر جملۃ الکتاب اور اصل الکتاب کی ہے اور مفسرین نے کہا ہے کہ ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

أَوَّلُ الْعَابِدِينَ أَيْ مَا كَانَ فَأَنَا أَوَّلُ الْآنِفِينَ وَهُمَا لُغَتَانِ رَجُلٌ عَابِدٌ وَعَبِدٌ وَقَرَأَ عَبْدُ اللهِ وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ وَيُقَالُ أَوَّلُ الْعَابِدِينَ الْجَاحِدِينَ مِنْ عَبِدَ يَعْبَدُ

أَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (الزخرف:۸۱) اس کا معنی ہے: میں سب سے پہلے انکار کرنے والا ہوں اور یہ دونوں لغتیں ہیں رَجُلٌ عَابِدٌ یعنی عبادت کرنے والا مرد وَعَبِدٌ یعنی انکار کرنے والا۔ اور حضرت عبداللہ (بن مسعود) نے قرأت کی: وقال الرسول یا رب: یعنی رسول نے کہا: اے میرے رب! اور کہا جاتا ہے کہ اول العابدین کا معنی ہے میں سب سے پہلے انکار کرنے والا ہوں، یہ دوسری لغت ہے جس کی گردان عَبِدَ يَعْبَدُ سے ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: عنقریب اول العابدین کی یہ تفسیر گزر چکی ہے کہ اگر بافرض رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔ امام بخاری نے عابدین کا دوسرا معنی بنانے کے لیے یہاں اس کو دوبارہ ذکر کیا ہے اور دوسرا معنی ہے: فَأَنَا أَوَّلُ الْآنِفِينَ یعنی میں سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والا ہوں کیونکہ عابدین یہاں پر عَبِدَ يَعْبَدُ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: انکار کرنے والا، اور الجوہری نے کہا ہے: عَبِدَ کا معنی ہے: غضب اور عبد کا معنی ہے: انکار۔ امام بخاری نے کہا: عَبِدَ يَعْبَدُ سے عَبِدَ کا معنی ہے انکار کیا اور علامہ ابن التین نے کہا کہ اہل لغت نے اس کا ذکر نہیں کیا کہ عَبِدَ کا معنی ہے: انکار کیا اور اس کا محمد بن عزیز السجستانی نے رد کیا ہے اور کہا ہے کہ عابدین کا معنی ہے: انکار کرنے والے اور اس بناء پر تفسیر کی ہے کہ اگر رحمٰن کا ولد ہو تو میں سب سے پہلے انکار کرنے والا ہوں اور سدی نے کہا ہے: اس کا معنی اس طرح ہے کہ اگر رحمٰن کا ولد ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا تھا لیکن رحمٰن کا کوئی ولد نہیں ہے اور ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنی اس طرح ہے کہ رحمٰن کا ولد نہیں ہے اور میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوں۔ امام بخاری نے کہا: اور عبداللہ نے پڑھا یعنی حضرت ابن مسعود نے وَقِيلِهٖ يٰرَبِّ (الزخرف:۸۸) میں یارب کی جگہ قال الرسول یا رب پڑھا۔ علامہ عینی اعتراض کرتے ہیں: امام بخاری کو چاہیے تھا کہ اس بات کو (الزخرف:۸۸) کی تفسیر میں ذکر کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۳۱۔۲۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲- بَابٌ: أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ (الزخرف:۵) مُشْرِكِيْنَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو کیا ہم اس وجہ سے تم کو نصیحت کرنے سے اعراض کریں کہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو○ (الزخرف:۵) کی تفسیر

وَاللهِ لَوْ أَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ رُفِعَ حَيْثُ رَدَّهُ أَوَائِلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ لَهَلَكُوا فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَمَضٰى مَثَلُ الْأَوَّلِينَ عُقُوبَةُ الْأَوَّلِينَ۔

مسرفین کا معنی ہے: مشرکین اور اللہ کی قسم! اگر اس قرآن کو اس وقت اٹھا لیا جاتا جب اس امت کے پہلے لوگوں نے اس کو مسترد کر دیا تھا تو سب ہلاک ہو جاتے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: مسرفین کا معنی ہے: مشرکین یعنی جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور اللہ کے حکم سے تجاوز کرنے والے

ہیں، لیکن اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر رحمت کے ساتھ رجوع کیا اور بیس (۲۰) سال تک یا جب تک اللہ نے چاہا ان کو اس قرآن کی طرف دعوت دیتا رہا۔

فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ (الزخرف:۸) (سو ہم نے ان میں سے ان کو ہلاک کر دیا جن کی گرفت بہت سخت تھی اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے) یعنی پہلے لوگوں کی سزا گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اسی طرح قتادہ سے روایت ہے اور امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی ہے اور مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ کی تفسیر کی ہے: عقُوْبَةُ الْاَوَّلِيْنَ یعنی پہلے لوگوں کی سزا۔

جُزْءًا عِدْلًا۔ جُزْءًا اس کا معنی ہے: عِدْلًا یعنی حصہ اور بعض۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (الزخرف:۱۵) اور انہوں نے بعض اللہ کے بندوں کو اس کا جز قرار دے دیا، بے شک انسان ضرور کھلا ہوا ناشکرا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے جزءً کی تفسیر عِدْلًا کی ہے یعنی بعض اور کتب تفسیر میں مذکور ہے یعنی حصہ اور بعض۔ کیونکہ مشرکین کہتے تھے: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے اس قول سے بہت بلند ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الزخرف کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ سورۂ حم الدخان کی تفسیر شروع ہوگئی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۴۴۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَةِ حٰمٓ الدُّخَانِ

سورۃ (حٰمٓ) الدخان کی تفسیر

سورۃ (حٰمٓ) الدخان کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الدخان کی بعض آیات کی تفسیر ہے۔ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں حٰم الدخان لکھا ہے اور بعض نسخوں میں صرف الدخان لکھا ہے۔ مقاتل نے کہا: یہ پوری سورت مکی ہے، اور ابو العباس نے کہا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس سورت میں انسٹھ (۵۹) آیات ہیں۔

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے: جس شخص نے رات کو سورۂ حٰم الدخان کی تلاوت کی تو اس کے لیے صبح کو ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں، اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے جمعہ کی رات میں سورۂ حٰم الدخان پڑھی اس کی مغفرت کردی جائے گی:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ رَهْوًا طَرِيقًا يَابِسًا وَيُقَالُ رَهْوًا سَاكِنًا۔

اور مجاہد نے کہا: رَهْوًا کا معنی ہے: خشک راستہ اور کہا جاتا ہے کہ رَهْوًا کا معنی ہے: ساکن۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۝

آپ سمندر کو یوں ہی ساکن چھوڑ کر چلے جائیں، بے شک ان کا لشکر غرق کردیا جائے گا ○ (الدخان: ۲۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے رَهْوًا کی تفسیر خشک راستہ سے کی ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سمندر جس طرح ہے اس کو اسی طرح چھوڑ کر چلے جائیں، اور ابو عبیدہ نے تفسیر کی ہے: خشک راستہ۔

عَلَى عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ عَلَى مَنْ بَيْنَ ظَهْرَيْهِ۔

عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اس کا معنی ہے: علی من بین ظهریه یعنی ان لوگوں پر جو ان کے درمیان ہیں ان پر ان کو برتری دی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دانستہ اس وقت تمام جہانوں پر فضیلت عطا کی تھی ○ (الدخان: ۳۲)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے علی من بین ظهریه کی تفسیر بنی اسرائیل کے معاصرین کے ساتھ کی ہے اور یہ مجاہد کا بھی قول ہے اور اس آیت کا معنی ہے: ہم نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو ان کے زمانہ کے تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔

فَاعْتُلُوهُ ادْفَعُوهُ۔

فاعتلوه اس کا معنی ہے: ادفعوه، یعنی اس کو دھکیل دو۔

Marfat.com

امام بخاری اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ (اللہ فرمائے گا:) اس کو پکڑو، پس اس کو گھسیٹتے ہوئے جہنم کے وسط کی طرف لے جاؤO (الدخان: ۴۷)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے فاعتلوہ کی تفسیر دھکیل دو اور جھونک دو کے ساتھ کی ہے، کتب تفسیر میں مذکور ہے: اس کا معنی ہے: اس کو گھسیٹتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جاؤ۔

وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ أَنْكَحْنَاهُمْ حُوْرًا عِيْنًا يَحَارُ فِيْهَا الطَّرْفُ۔ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ یعنی ہم نے ان کا نکاح بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیا جن کو دیکھ کر آنکھیں حیرت میں رہ جاتی ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَذٰلِكَ ۗ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ ایسا ہی ہوگا اور ہم بڑی آنکھوں والی حوروں کو ان کی بیویاں بنائیں گےO (الدخان: ۵۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: کپڑوں کے پار سے ان کی پنڈلیوں کا گودا دکھائی دے گا اور دیکھنے والا ان کے چہرے کی طرف دیکھے گا، ان کی کھال باریک ہوگی جیسے آئینہ ہو اور موتی کی طرح صاف ہوگی اور حور حوراء کی جمع ہے اور عین عیناء کی جمع ہے اور یہ وہ عورت ہے جس کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں۔

میں (سعیدی غفرلہ) کہتا ہوں: عبداللہ بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ جس شخص نے ایمان اور تصدیق کے ساتھ جمعہ کی شب حم الدخان پڑھی وہ صبح کو بخشا ہوا اٹھے گا، ابورافع کی روایت میں ہے: ان کی بڑی آنکھوں والی حور سے شادی کر دی جائے گی۔ (سنن دارمی: ۳۴۲۲۔۳۴۲۱، دارالمعرفہ، بیروت)

تَرْجُمُوْنِ الْقَتْلُ۔ تَرْجُمُوْنِ یعنی تمہارے قتل کرنے سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ اور بے شک میں تمہارے سنگ سار کرنے سے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں آ چکا ہوںO (الدخان: ۲۰)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس طرح قتادہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، تَرْجُمُوْنِ کا معنی ہے: تم مجھے برا کہتے ہو اور جادوگر کہتے ہو، اور یہ بھی کہا جاتا ہے: اس کا معنی ہے: تمہارے قتل کرنے سے۔

وَرَهْوًا سَاكِنًا۔ رھوا یعنی ساکن۔

یہ تعلیق مکرر ہے، عنقریب اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْمُهْلِ أَسْوَدُ كَمُهْلِ الزَّيْتِ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: كَالْمُهْلِ یعنی زیتون کے تیل کے تل چھٹ کی طرح سیاہ ہوگا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ بے شک تھوہر کا درخت گنہ گاروں کا کھانا ہےO جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے گاO (الدخان: ۴۵۔۴۳)

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: اَلْمُھْل کا معنی ہے: پگھلا ہوا سیسہ یا پیتل یا چاندی، ان دھاتوں میں سے جس کو بھی پگھلا لیا جائے تو وہ مُھل ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ دوزخیوں کی کھالوں سے جو پیپ بہتی ہے اس کو اَلْمُھل کہتے ہیں۔ اللیث نے کہا: اَلْمُھْل ایک قسم کا تیل ہے جس کے ساتھ سردیوں میں اونٹوں کی مالش کی جاتی ہے اور الاصمعی سے منقول ہے کہ اگر یہ لفظ اَلْمَھْل ہو یعنی میم پر زبر ہو تو اس کا معنی پیپ ہے اور جو چیز میت سے بہتی ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ زیتون کے تیل کا تل چھٹ ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ انگاروں کے نکلنے کے بعد جو راکھ باقی رہ جاتی ہے اس کو اَلْمَھْل کہتے ہیں، اَلْمُحْکَم میں مذکور ہے کہ اَلْمُھْل جواہر کا زنگ ہے یعنی سونا، چاندی، سیسہ اور لوہے کا زنگ۔

وَقَالَ غَيْرُهُ تُبَّعٌ مُلُوكُ الْيَمَنِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يُسَمَّى تُبَّعًا لِأَنَّهُ يَتْبَعُ صَاحِبَهُ وَالظِّلُّ يُسَمَّى تُبَّعًا لِأَنَّهُ يَتْبَعُ الشَّمْسَ۔

اور حضرت ابن عباس کے علاوہ دوسروں نے کہا: اَلتُّبَّعُ یمن کے بادشاہ کو کہتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کا نام تُبَّعٌ ہے کیونکہ وہ اپنے صاحب کی اتباع کرتا ہے اور سایا کو بھی تُبَّعٌ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ سورج کی اتباع کرتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ۔ (الدخان: ۳۷) کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا قوم تبع کے لوگ۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے التبع کی تفسیر کی ہے: یمن کے بادشاہ اور جو بھی یمن کا بادشاہ تھا اس کو تبع کہا جاتا تھا جیسے جو بھی فارس کا بادشاہ تھا اس کو کسریٰ کہا جاتا تھا اور اسی طرح جو بھی روم کا بادشاہ تھا اس کو قیصر کہا جاتا تھا اور جو بھی حبشہ کا بادشاہ تھا اس کو نجاشی کہا جاتا تھا اور جو بھی ترک کا بادشاہ تھا اس کو خاقان کہا جاتا تھا۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ صفحہ ۲۳۳۔ ۲۳۲ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ⑩ (الدخان: ۱۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا ○ (الدخان: ۱۰) کی تفسیر

قتادہ نے کہا: فارتقب کا معنی ہے: پس آپ انتظار کیجئے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: قتادہ نے اللہ عزوجل کے ارشاد: فارتقب کی تفسیر میں کہا ہے: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ انتظار کیجئے اور یہ کسی ناپسندیدہ بات کے متعلق کہا جاتا ہے، اور اس کا معنی ہے: اس کے عذاب کا انتظار کیجئے، یہاں پر مفعول عذاب کو حذف کر دیا کیونکہ بعد کا مضمون اس کے حذف پر دلالت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑪ (الدخان: ۱۱) دوسرا قول ہے: وہ مفعول ہے يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ کا۔

۴۸۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَضَى خَمْسٌ الدُّخَانُ وَالرُّومُ وَالْقَمَرُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: انہوں نے کہا: پانچ چیزیں چلی گئیں: دخان، روم، قمر، البطشہ اور لزام۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی کے بیان میں لکھتے ہیں:

الدخان: قیامت کے وقوع سے پہلے کفار اور منافقین کے کانوں میں دھواں داخل ہو جائے گا حتیٰ کہ ان کا سر بھنی ہوئی سری کی طرح ہو جائے گا اور تمام روئے زمین اس گھر کی طرح ہو جائے گی جس میں آگ جلائی گئی ہو اور ابھی تک جلی نہ ہو، اور مومن صرف زکام کی سی کیفیت میں مبتلا ہوگا۔

الروم: قرآن مجید میں ہے: الٓمّٓ ۞ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۞ (الروم:۱-۲) الف، لام، میم O رومی پسپا ہو گئے O

القمر: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۞ (القمر:۱) اور چاند شق ہو گیا O

البطشه: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى (الدخان:۱۶) جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے۔ یعنی بدر کے دن جو کفار کو قتل کیا گیا تھا۔

اللزام: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَسَوْفَ یَكُوْنُ لِزَامًا ۞ (الفرقان:۷۷) تو اس کا عذاب تم پر ہمیشہ لازم رہے گا O اس سے مراد ہے: غزوۂ بدر میں کفار کو جو گرفتار کیا گیا تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بھی ان کو قتل کرنا ہے۔

۲۔ بَابٌ: یَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۞ (الدخان:۱۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ ہے دردناک عذاب O (الدخان:۱۱) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یَغْشَى النَّاسَ یعنی وہ دھواں مشرق اور مغرب کے تمام لوگوں کا احاطہ کر کے ان کو بھرے گا اور چالیس دن اور رات تک رہے گا، رہا مومن تو وہ اس سے صرف زکام میں مبتلا ہوگا اور رہا کافر تو وہ اس طرح ہوگا جیسے نشہ میں ہو اور اس کے نتھنوں اور اس کے کانوں اور اس کے مقعد سے دھواں نکلے گا، نیز اس آیت میں مذکور ہے: یہ دردناک عذاب ہے یعنی اللہ تعالیٰ یہ فرمائے گا، دوسرا قول یہ ہے کہ لوگ کہیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۳۴)

۴۸۲۱۔ حَدَّثَنَا یَحْیٰی حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّمَا کَانَ هٰذَا لِاَنَّ قُرَیْشًا لَمَّا اسْتَعْصَوْا عَلَى النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم دَعَا عَلَیْهِمْ بِسِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ فَاَصَابَهُمْ قَحْطٌ وَجَهْدٌ حَتّٰی اَکَلُوا الْعِظَامَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَنْظُرُ اِلَى السَّمَاءِ فَیَرٰی مَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَهَا کَهَیْئَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۞﴾ (الدخان:۱۰) یَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ فَاُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقِیْلَ لَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَسْقِ اللّٰهَ لِمُضَرَ فَاِنَّهَا قَدْ هَلَکَتْ قَالَ لِمُضَرَ اِنَّكَ لَجَرِیْءٌ فَاسْتَسْقٰی لَهُمْ فَسُقُوْا فَنَزَلَتْ اِنَّکُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم از مسروق، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ نے ان کے خلاف کئی سالوں کے قحط کی دعا کی جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال آئے تھے، سو ان پر قحط آ گیا اور وہ شدید مصیبت میں مبتلا ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے ہڈیاں کھائیں، پس کوئی مرد آسمان کی طرف دیکھتا تو اس کو شدید مشقت کی وجہ سے دھوئیں کی طرح کوئی چیز دکھائی دیتی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۞ (الدخان:۱۰) (سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب

Marfat.com

عَائِدُونَ فَلَمَّا أَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ عَادُوا إِلَى حَالِهِمْ حِينَ أَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنْتَقِمُونَ﴾ (الدخان: ١٦) قَالَ يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ۔

آسمان واضح دھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ دردناک عذاب ہے○) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! مضر کے لیے اللہ تعالیٰ سے پانی طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، آپ نے فرمایا: مضر کے لیے وہ تو بڑے سرکش ہیں، پھر آپ نے ان کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) بارش کو طلب کیا، پس بارش ہوئی۔ پس یہ آیت یہاں تک نازل ہوئی: بے شک تم پلٹنے والے ہو۔ پھر جب ان کے اوپر خوش حالی آگئی تو پھر اپنے اس حال کی طرف لوٹ گئے جب ان پر خوش حالی آئی تھی تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنْتَقِمُونَ○ (الدخان: ١٦) (جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں○) حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا: یعنی بدر کے دن۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ میں بعض مشکل جملوں کا بیان

علامہ عینی حدیث مذکور کے بعض مشکل جملوں کے بیان میں لکھتے ہیں:

اس کی وجہ یہ ہے: یعنی قریش پر جو شدید قحط آیا اور شدید مصیبت آئی حتیٰ کہ انہوں نے اپنے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی مثل کوئی چیز دیکھی۔

جب قریش نے نافرمانی کی: یعنی انہوں نے شرک کو ترک نہیں کیا۔

الرفاهيه: اس کا معنی ہے: وسعت اور راحت۔

٣۔ بَابٌ: رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ○ (الدخان: ١٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اس دن وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں○ (الدخان: ١٢) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: جب مشرکین پر قحط آیا اور وہ شدید مشقت اور مصیبت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے یہ دعا کی: اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے اور عذاب سے مراد وہ قحط ہے جس میں انہوں نے مردار اور کھالوں کو کھالیا، انہوں نے کہا: بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ○ (الدخان: ١٥) اگر ہم کچھ وقت کے لیے عذاب دور کر دیں تو بے شک تم پھر (کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو○

پھر وہ کفر کی طرف لوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن ان سے انتقام لیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٩ ص ٢٣٥)

Marfat.com

۴۸۲۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَقَالَ إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ تَقُولَ لِمَا لَا تَعْلَمُ اللهُ أَعْلَمُ إِنَّ اللهَ قَالَ لِنَبِيِّهِ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ (ص:۸۶) إِنَّ قُرَيْشًا لَمَّا غَلَبُوا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَاسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ قَالَ اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ أَكَلُوا فِيهَا الْعِظَامَ وَالْمَيْتَةَ مِنَ الْجَهْدِ حَتّٰى جَعَلَ أَحَدُهُمْ يَرٰى مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجُوعِ قَالُوا ﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ﴾ (الدخان:۱۲) فَقِيلَ لَهُ إِنْ كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَادُوا فَدَعَا رَبَّهُ فَكَشَفَ عَنْهُمْ فَعَادُوا فَانْتَقَمَ اللهُ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ (الدخان:۱۰۔۱۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوا، انہوں نے کہا کہ بے شک یہ بھی علم میں سے ہے کہ تمہیں جس چیز کا علم نہ ہو تو تم کہو: اس کو اللہ ہی جانتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (ص:۸۶) (آپ کہیے کہ میں تم سے اس پیغام کو پہنچانے پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں O) بے شک قریش نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ مصیبت میں مبتلا کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی: اے اللہ! ان کے خلاف میری ایسے سات سالوں کے ساتھ مدد فرما جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں سات سال تھے، پس ان کو قحط نے پکڑ لیا، اور انہوں نے اس مصیبت کی وجہ سے ہڈیاں کھائیں اور مردار کو کھایا حتیٰ کہ ان میں سے کوئی شخص اپنے اوپر آسمان کے درمیان بھوک کی وجہ سے دھوئیں کی مثل کوئی چیز دیکھتا تھا تو انہوں نے یہ دعا کی: رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ (الدخان:۱۲) (اس دن وہ کہیں گے! اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں O) پس آپ سے فرمایا گیا: بے شک اگر ہم ان سے عذاب کو دور کر دیں تو پھر یہ کفر کی طرف لوٹنے والے ہوں گے، آپ نے اپنے رب سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور کر دیا، پس وہ پھر کفر کی طرف لوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن ان سے انتقام لیا، اس کے موافق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (الدخان:۱۰) یہ آیت یہاں تک ہے: اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ (الدخان:۱۶) (اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے۔ بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں)۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۴۔ بَابٌ: اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾ (الدخان: ۱۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اب ان کے نصیحت قبول کرنے کا وقت کہاں ہے حالانکہ ان کے پاس واضح ہدایت دینے والے رسول آ چکے تھے O (الدخان: ۱۳) کی تفسیر

۴۸۲۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا دَعَا قُرَيْشًا كَذَّبُوْهُ وَاسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَأَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ يَعْنِي كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى كَانُوْا يَأْكُلُوْنَ الْمَيْتَةَ فَكَانَ يَقُوْمُ أَحَدُهُمْ فَكَانَ يَرٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ مِثْلَ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ وَالْجُوْعِ ثُمَّ قَرَأَ ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ۖ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾ حَتّٰى بَلَغَ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا إِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿١٥﴾ ﴾ (الدخان: ۱۰، ۱۵) قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ وَالْبَطْشَةُ الْكُبْرٰى يَوْمَ بَدْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق، وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوا، پھر انہوں نے بیان کیا: پھر بے شک جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کی نافرمانی کی تو آپ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! حضرت یوسف کے زمانہ کے سات سالوں کی طرح ان پر سات سال مسلط کر کے ان کے خلاف میری مدد فرما تو ان پر قحط آ گیا جس نے ہر چیز کو تباہ کر دیا حتیٰ کہ یہ مردار کو کھاتے تھے، پھر ان میں سے کوئی شخص کھڑا ہوتا تو اپنے اور آسمان کے درمیان مصیبت اور بھوک کی وجہ سے دھوئیں کی مثل کوئی چیز دیکھتا، پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾ یہ آیت یہاں تک تلاوت کی اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿١٥﴾ (الدخان: ۱۰۔۱۵) (سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جس میں آسمان واضح دھواں لائے گا وہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ دردناک عذاب ہے تم پھر کفر کی طرف لوٹنے والے ہو O) حضرت عبداللہ نے کہا: کیا ان سے قیامت کے دن عذاب دور کیا جائے گا اور البطشۃ الکبریٰ یعنی زبردست گرفت بدر کے دن تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۔ باب: ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿١٤﴾ (الدخان: ۱۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پھر انہوں نے اس رسول سے اعراض کیا اور کہا: یہ سکھائے ہوئے دیوانے ہیں O (الدخان: ۱۴) کی تفسیر

۴۸۲۴۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي الضُّحٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں

Marfat.com

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ وَقَالَ ﴿قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ (ص: ٨٦) فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا رَأَى قُرَيْشًا اسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَخَذَتْهُمُ السَّنَةُ حَتّٰى حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى أَكَلُوا الْعِظَامَ وَالْجُلُودَ فَقَالَ أَحَدُهُمْ حَتّٰى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ وَجَعَلَ يَخْرُجُ مِنَ الْأَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ أَيْ مُحَمَّدُ إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَكْشِفَ عَنْهُمْ فَدَعَا ثُمَّ قَالَ تَعُودُونَ بَعْدَ هٰذَا فِي حَدِيثِ مَنْصُورٍ ثُمَّ قَرَأَ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ إِلٰى عَآئِدُوْنَ﴾ (الدخان: ١٠-١٥) أَنُكْشِفُ عَنْهُمْ عَذَابَ الْآخِرَةِ فَقَدْ مَضَى الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَقَالَ أَحَدُهُمُ الْقَمَرُ وَقَالَ الْآخَرُ وَالرُّومُ۔

حدیث بیان کی از سلیمان اور منصور از ابی الضحیٰ از مسروق، وہ بیان شعبہ کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ارشاد فرمایا: قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (ص:٨٦) (آپ کہیے کہ میں تم سے اس پیغام کو پہنچانے پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں ○) پس بے شک رسول اللہ ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ قریش نے آپ کی بہت نافرمانی کی ہے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ان کے خلاف حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے سات سالوں کی مثل سات سالوں سے میری مدد فرما تو ان کو قحط نے پکڑ لیا حتیٰ کہ اس نے ہر چیز کو تباہ کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے ہڈیوں کو کھایا اور کھالوں کو کھایا۔ پس ان میں سے کسی نے کہا حتیٰ کہ انہوں نے کھالوں کو اور مردار کو کھایا اور زمین سے دھوئیں کی مثل کوئی چیز نکلنے لگی تو ابوسفیان آپ کے پاس آیا، پس کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) بے شک آپ کی قوم ہلاک ہو گئی آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ان سے یہ مصیبت دور کر دے، پس آپ نے دعا کی، پھر فرمایا تم اس کے بعد (کفر کی طرف) پھر لوٹ جاؤ گے اور منصور کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ---عَآئِدُوْنَ تک (سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان دھواں لائے گا--- بے شک تم کفر کی طرف لوٹنے والے ہو۔ تک، کیا ہم ان سے آخرت کا عذاب دور کر دیں گے، پس بے شک الدخان، البطشہ اور اللزام (یہ نشانیاں گزر چکی ہیں) اور ان میں سے کسی ایک نے کہا: القمر اور دوسرے نے کہا: الروم۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

٦- بَابٌ: يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ (الدخان: ١٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں ○ (الدخان: ١٦) کی تفسیر

۴۸۲۵- حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی،

Marfat.com

عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ اللِّزَامُ وَالرُّوْمُ وَالْبَطْشَةُ وَالْقَمَرُ وَالدُّخَانُ

انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا: یہ پانچ نشانیاں گزر چکی ہیں: اللزام، الروم، البطشہ، القمر اور الدخان۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری، ۱۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

اللزام: سے مراد ہے: جنگ بدر کے دن جو کفار کو گرفتار کیا گیا تھا۔

الروم: سے مراد ہے کہ سورۂ روم میں یہ فرمایا تھا کہ رومی مغلوب ہو گئے۔

البطشہ: سے مراد ہے: جب غزوۂ بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے کفار پر سخت گرفت کی اور ان کو قتل کیا گیا۔

القمر: سے مراد ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ چاند شق ہو گیا۔ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (القمر:۱)

الدخان: سے مراد ہے کہ قیامت کے وقوع سے پہلے کفار اور منافقین کے کانوں میں دھواں داخل ہو گا جس سے ان کے سر بھنی ہوئی سری کی طرح ہو جائیں گے اور مومنین پر زکام کی سی کیفیت ہو گی۔

الحمد للہ رب العالمین، امام بخاری نے سورۃ الدخان کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ الجاثیہ کی تفسیر شروع ہو گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۴۵۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ حٰمٓ الۡجَاثِیَۃِ

سورۃ حم الجاثیہ کی تفسیر

سورۃ حم الجاثیہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ جاثیہ کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور یہ سورت مکی ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اس میں سینتیس (۳۷) آیات ہیں۔

مُسۡتَوۡفِزِیۡنَ عَلَی الرُّکَبِ۔ جاثیہ یعنی وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے ہوں اور لگتا ہو کہ انہیں اٹھنے کی بہت بے تابی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَتَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً۔ (الجاثیہ:۲۸) اور آپ دیکھیں گے کہ ہر جماعت (اس دن) گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے جاثیہ کی تفسیر کی ہے: مستوفزین علی الرکب، اِسۡتَوۡفَزَ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص غیر مطمئن حالت میں بیٹھا ہو۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ نَسۡتَنۡسِخُ نَکۡتُبُ۔ اور مجاہد نے کہا: نَسۡتَنۡسِخُ کا معنی ہے: ہم لکھتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

هٰذَا کِتٰبُنَا یَنۡطِقُ عَلَیۡکُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّا کُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۹﴾ (الجاثیہ:۲۹) یہ ہمارا لکھا ہوا ہے جو تمہارے متعلق حق بیان کر رہا ہے، تم جو کچھ بھی کرتے تھے ہم (اس کو) لکھتے رہتے تھے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: کتب تفسیر میں مذکور ہے: اس آیت کا معنی ہے: ہم لکھنے کا حکم دیتے تھے، حسن بصری سے منقول ہے: ہم تمہارے اعمال کی حفاظت کرتے تھے اور ضحاک سے منقول ہے کہ ہم تمہارے اعمال کو ثابت رکھتے تھے۔

نَنۡسَاکُمۡ نَتۡرُکُکُمۡ۔ نَنۡسٰکُمۡ یعنی ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَقِیۡلَ الۡیَوۡمَ نَنۡسٰکُمۡ کَمَا نَسِیۡتُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ هٰذَا۔ (الجاثیہ:۳۴) اور (ان سے) کہا جائے گا: آج ہم تمہیں اس طرح فراموش کر دیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی ہے: ہم تمہیں اس طرح چھوڑ دیں گے جس طرح تم نے چھوڑ دیا تھا اور ان کو چھوڑنا صرف دوزخ میں ہوگا، یہاں ملزوم کا ذکر کر کے لازم کا ارادہ کیا ہے کیونکہ بھولنے کو چھوڑ دینا لازم ہے اور اس کے برعکس نہیں ہے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۴۷ میں بیان کی ہے]

Marfat.com

۱۔ بَابٌ: وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ۔ (الجاثیہ: ۲۴)

۱۔ باب: اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ہم (اس دنیا میں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف دہر (زمانہ) ہلاک کرتا ہے۔ (الجاثیہ: ۲۴) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی ہے: ہمیں صرف زمانہ کا گزرنا اور دہر کا طول فنا کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۳۸)

۴۸۲۶۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِيَ الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔

(صحیح البخاری: ۷۴۹۱، ۶۱۸۱، صحیح مسلم: ۲۲۴۶، سنن ابوداؤد: ۵۲۷۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: مجھے ابن آدم اذیت پہنچاتا ہے، وہ دہر کو برا کہتا ہے اور میں ہی دہر ہوں اور میرے ہی ہاتھ میں معاملات ہیں، میں رات اور دن کو اولتا بدلتا رہتا ہوں۔

انا الدھر کی توجیہ اور ابو بکر بن داؤد کے قول کا بطلان

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری المعروف بابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں ہی دہر ہوں: ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: میں صاحب دہر ہوں اور ان معاملات کی تدبیر کرتا ہوں جو دہر کی طرف منسوب ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ تم دہر کو برا کہتے ہو کیونکہ تم پر زمانہ میں مصائب نازل ہوتے ہیں اور فعل تو صرف اللہ کے لیے ہے اور جس نے دہر کو برا کہا تو وہ بھی اس حدیث کے مصداق میں داخل ہوگا اور عرب کی عادت یہ تھی کہ ان پر جب کوئی مصیبت آتی تو وہ دہر کو برا کہتے تھے اور جب وہ اپنے مردوں کو یاد کرتے تو کہتے تھے: ان کو دہر نے فنا کر دیا، وہ ان کی فنا کو دہر کی طرف منسوب کرتے تھے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کاموں کا فاعل دہر ہے اور ان کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے ہے، اور اللہ تعالیٰ ازلی ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بتایا کہ دہر حادث ہے، اللہ رات اور دن کو گردش میں لاتا ہے۔ ابو بکر بن داؤد الاصبہانی نے کہا: یہ لفظ أَنَا الدَّهْرُ نہیں ہے بلکہ أَنَا الدَّهْرَ ہے اور یہ بر بنائے ظرفیت منصوب ہے یعنی اس پر زبر ہے اور اس کا معنی ہے: میں دہر میں موجود ہوں، انہوں نے کہا: اگر راء پر پیش ہوتی تو یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہوتا۔ قاضی عیاض نے کہا: اس پر زبر بہ طور تخصیص ہے اور بہ طور ظرفیت زیادہ صحیح ہے اور ابو جعفر النحاس نے کہا: اس پر زبر پڑھنا جائز ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہمیشہ باقی ہے اور اس کو زوال نہیں ہے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: ان کا یہ قول کئی وجوہ سے باطل ہے:

(۱) أَنَا الدَّهْرَ (راء پر زبر) پڑھنا اہل نقل کے خلاف ہے اور محدثین اور محققین نے اس کی صرف پیش (أَنَا الدَّهْرُ) کے ساتھ روایت کی ہے اور ابو بکر بن داؤد الاصبہانی حفاظ اور علماء نقل میں سے نہیں ہیں۔

(۲) یہ لفظ احادیث صحیحہ میں اسی طرح وارد ہے اور زبر کے ساتھ اس کی تاویل باطل ہے۔ حدیث میں ہے کہ یہ نہ کہو: ہائے! دہر کی ناکامی کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۱۸۲، صحیح مسلم: ۲۲۴۶)

Marfat.com

(۳) اَنَا الدَّهْرُ کی تاویل کا یہ تقاضا ہے کہ ممانعت کی علت کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ جب یہ فرمایا کہ دہر کو برا نہ کہو کیونکہ میں دہر ہوں، رات اور دن کو گردش میں لاتا ہوں تو گویا کہ فرمایا: دہر کو برا نہ کہو کیوں کہ میں دہر کو گردش میں لاتا ہوں اور یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر خیر اور شر کو گردش میں لاتا ہے اور اس کا چیزوں کو گردش میں لانا اس کی مذمت سے مانع نہیں ہے (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابن آدم مجھے اذیت پہنچاتا ہے۔)

علامہ القرطبی نے کہا: ابن آدم مجھے ایسی بات کہتا ہے جس سے اس کو اذیت ہوتی ہے یا جس کو اذیت ہو سکتی ہو۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اذیت ہوتی ہے کیونکہ اذیت کا معنی ہے: نقصان اور درد کی تکلیف اور اللہ تبارک وتعالیٰ نقصان اور درد کی تکلیف سے منزہ ہے اور یہ مجازات ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ سے یہ معاملہ کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی سزا اور اس کی گرفت کے درپے ہوگا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف اذیت پہنچنے کی نسبت کی وہ کافر ہو جائے گا اور جس نے حقیقتاً دہر کی مدح یا مذمت کی وہ بھی کافر ہو جائے گا اور جس کی زبان پر یہ الفاظ اتفاقیہ جاری ہو گئے اور اس نے ان الفاظ کی صحت کا عقیدہ نہیں رکھا تو وہ کافر نہیں ہوگا لیکن وہ اہل کفر کے مشابہ ہوگا اور اس کام کا ارتکاب کرے گا جس سے شارح علیہ السلام نے منع فرمایا ہے، سو اس کو توبہ اور استغفار کرنا چاہیے۔ (المفہم ج ۵ ص ۵۴۸۔۵۴۷)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۲۳۰۔۲۲۸، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ قرطبی، علامہ نووی اور علامہ راغب کی اس مسئلہ میں عبارات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ابن آدم مجھے اذیت پہنچاتا ہے: امام بخاری نے اس حدیث کی اختصار کے ساتھ روایت کی ہے اور امام طبری نے اسی سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح روایت کی ہے کہ اہل جاہلیت اس طرح کہتے تھے: ہمیں رات اور دن فنا کرتے ہیں اور وہی ہم کو مارتے ہیں اور زندہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا۔ (الجاثیہ: ۲۴) اور انہوں نے کہا: ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے ہم (اسی دنیا میں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف دہر (زمانہ) ہلاک کرتا ہے۔

پس وہ دہر کو برا کہتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ابن آدم مجھے اذیت پہنچاتا ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے: وہ ایسی بات کہتا ہے کہ اس سے اس کو اذیت ہوگی جس کو اذیت ہو سکتی ہے یا جس کے لیے اذیت ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ اس کی طرف اذیت پہنچے اور یہ کلام صرف مجاز پر محمول ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جس سے یہ کلام صادر ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے درپے ہوگا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: حدیث میں مذکور ہے کہ میں دہر ہوں، اس کا معنی یہ ہے کہ میں دہر کا مالک ہوں اور ان امور کی تدبیر کرتا ہوں جن کو لوگ دہر کی طرف منسوب کرتے ہیں، پس جس نے دہر کو اس وجہ سے برا کہا کہ دہر ان کاموں کا فاعل ہے تو اس کا یہ سب وشتم درحقیقت دہر کے رب کی طرف راجع ہوگا جو ان کاموں کا فاعل ہے، دہر تو صرف زمانہ ہے جس کو ان کاموں کے وقوع کا ظرف قرار دیا ہے، اور عرب کی یہ عادت تھی کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی تو وہ اس کی اضافت دہر کی طرف کرتے اور کہتے کہ دہر کے لیے تباہی اور ہلاکت ہے۔ علامہ نووی نے کہا: یہ لفظ انا الدہرُ ہے (پیش کے ساتھ)۔ اسی طرح اکثرین اور محققین نے اس کو

Marfat.com

منضبط کیا ہے اور اس کو زبر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی انا الدہر اور یہ زبر بربنائے ظرفیت ہے یعنی میں دہر میں ہمیشہ باقی رہنے والا ہوں۔ اور یہ اس حدیث کے موافق ہے کہ بے شک اللہ ہی دہر ہے اور یہ مجاز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب مصائب کے نزول کے وقت دہر کو برا کہتے تھے تو آپ نے فرمایا: دہر کو برا نہ کہو کیونکہ مصائب کے نزول کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے گویا کہ آپ نے فرمایا کہ دہر کو برا نہ کہو کیونکہ جب تم اس کو برا کہو گے تو تم اللہ عزوجل کو برا کہو گے یا دہر یہاں پروا ہر کے معنی میں ہے، اور امام راغب نے یہ نقل کیا ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے: بے شک اللہ ہی دہر ہے یہ یَسُبُّ الدَّهْرَ کے علاوہ ہے کیونکہ پہلی عبارت میں دہر کا معنی زمانہ ہے اور دوسری عبارت میں دہر کا معنی ہے: تدبیر کرنے والا اور حوادث میں تصرف کرنے والا، پھر انہوں نے اس قول کو اس لیے ضعیف قرار دیا کہ اس کے اوپر کوئی دلیل نہیں ہے پھر کہا: اگر اس طرح ہوتا تو دہر کو اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے شمار کیا جاتا، علامہ راغب کی عبارت ختم ہوئی۔ اور اسی طرح محمد بن داؤد نے کہا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ راء کی زبر کے ساتھ انا الدھر بھی پڑھا گیا ہے، وہ یہ کہتے تھے: اگر انا الدھر ہوتا تو دہر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہوتا اور اس کا رد کیا گیا ہے کیونکہ یہ لازم نہیں ہے خصوصاً اس لیے کہ اس کی روایت دہر کے پیش کے ساتھ ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے کہا: ان اللہ ھو الدھر (راء کے پیش کے ساتھ) کئی وجوہ سے درست ہے۔ اولاً اس لیے کہ محدثین کے نزدیک راء کی پیش ہی منضبط ہے، ثانیاً اس لیے کہ اگر یہ لفظ انا الدھر ہوتا تو اصل عبارت یوں ہوتی کہ میں دہر ہوں کیونکہ میں دہر کو ادلتا بدلتا ہوں، پھر دہر کو برا کہنے کی علت مذکور نہ ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ خیر اور شر کو لوٹا تا رہتا ہے، پس یہ مذمت کی ممانعت کو مستلزم نہیں ہے، ثالثاً جس روایت میں ہے کہ پس بے شک اللہ ہی دہر ہے اور یہ روایت پیش کو معین نہیں کرتی کیونکہ مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ اصل عبارت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے جو خیر اور شر کو لوٹا تا رہتا ہے، اسی طرح ممانعت کی علت کے ذکر کو ترک کرنا بھی پیش کو متعین نہیں کرتا کیونکہ سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دہر کا کوئی گناہ نہیں ہے، سو تم اس کو برا نہ کہو۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۶-۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: محمد بن داؤد کی عبارت کو رد کرنے میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاذ علامہ ابن الملقن کی عبارت بہت زیادہ واضح ہے۔

انا الدہر کہنے کی ممانعت کی علت کے بیان میں علامہ عینی کا تفرد

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس بحث میں حصہ لیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ محمد بن داؤد کا یہ قول کئی وجوہ سے باطل ہے:

(۱) یہ قول نقل کے خلاف ہے کیونکہ محققین محدثین نے اس لفظ کو پیش کے ساتھ ہی منضبط کیا ہے اور محمد بن داؤد حفاظ میں سے ہیں اور نہ ہی علماء نقل میں سے ہیں۔

(۲) یہ لفظ احادیث صحیحہ میں متعدد الفاظ کے ساتھ وارد ہے جس سے محمد بن داؤد کی تاویل باطل ہو جاتی ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں: یہ نہ کہو: ہائے! دہر کی ناکامی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، اور صحیح مسلم میں ہے کہ دہر کو برا نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے۔

(۳) محمد بن داؤد کی تاویل کا یہ تقاضا ہے کہ ممانعت کی علت مذکور نہ ہو کیونکہ جب فرمایا: دہر کو برا نہ کہو کیونکہ میں دہر ہوں، رات اور دن کو لوٹا تا رہتا ہوں تو گویا کہ فرمایا: دہر کو برا نہ کہو کیونکہ میں دہر کو لوٹا تا ہوں کیونکہ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر خیر اور شر کو لوٹا تا رہتا ہے اور اس کا اشیاء کو لوٹانا ان کی مذمت سے مانع نہیں ہے۔

حدیث میں ہے: مجھے ابن آدم ایذاء پہنچاتا ہے، یہ قول عرب کے قول کے موافق ہے کیونکہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ دہر کو برا کہتے ہیں، وہ اپنے مردوں کو یاد کرتے وقت کہتے ہیں: ان کو دہر نے ہلاک کر دیا، وہ یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ ان اشیاء کا فاعل دہر ہے اور وہ یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ یہ کام اللہ کی قضاء اور قدر سے ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: حدیث میں مذکور ہے: میں رات اور دن کو لوٹا تا رہتا ہوں اور یہ اس پر قوی قرینہ ہے کہ انا الدہر میں مضاف محذوف ہے اور اصل عبارت یہ ہے کہ میں دہر کا خالق ہوں اور جب معنی اس طرح ہوگا تو اللہ تعالیٰ پر یہ اطلاق کیا جائے گا کہ وہ رات اور دن کو لوٹانے والا ہے اور دہر لوٹایا ہوا ہے، پس یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ ہی مطلقاً دہر ہے کیونکہ لوٹانے والا اس کا غیر ہے جو لوٹایا گیا ہو، اس کو بہ غور سمجھ لو کیونکہ الفتوحات الربانیہ کی وجہ سے میں اس توجیہ میں منفرد ہوں، اس وجہ سے جن افعال میں دہر کی مدح کی گئی ہے یا مذمت کی گئی ہے ان کی حقیقتاً دہر کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ہے اور جس نے یہ عقیدہ رکھا اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور جس شخص کی زبان پر یہ الفاظ اتفاقاً جاری ہوتے ہیں اور وہ ان کی صحت کا عقیدہ نہیں رکھتا، سو وہ کافر نہیں لیکن وہ کفار کے مشابہ ہے اور جس کام سے منع کیا گیا ہے اس کا ارتکاب کر رہا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے علامہ ابن الملقن کی عبارت پر صرف یہ اضافہ کیا ہے کہ جب دہر سے مراد مطلقاً زمانہ ہو تو اس وقت اللہ تعالیٰ پر دہر کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ رات اور دن کو لوٹانے والا ہے اور دہر لوٹایا ہوا ہے، کیونکہ جو لوٹایا ہوا ہو وہ لوٹانے والے کا غیر ہے۔ دہر لوٹایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ لوٹانے والا ہے اور اس نکتہ کو علامہ عینی نے بہت طمطراق کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یاد رہے کہ ابوبکر بن داؤد اصفہانی نے یہ کہا تھا کہ انا الدہر میں راء پر زبر ہے کیونکہ اگر راء پر پیش ہوتا اور یہ لفظ اس طرح ہوتا انا الدھر تو پھر دہر اللہ تعالیٰ کی صفت ہوتی اور دہر اللہ تعالیٰ کا اسم ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ علامہ عینی نے یہ بتایا ہے کہ دہر لوٹایا ہوا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کو مطلقاً دہر کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ جو لوٹایا ہوا ہو وہ لوٹانے والے کا غیر ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الجاثیہ کی تفسیر میں جو تعلیقات اور جو حدیث ذکر کی تھی ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ امام بخاری نے سورۃ الاحقاف کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں، ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۴۶۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ حٰمٓ الۡاَحۡقَافِ

سورۃ (حٰمٓ) الاحقاف کی تفسیر

سورۃ (حٰمٓ) الاحقاف کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الاحقاف کی بعض آیات کی تفسیر ہے۔ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں سورۃ حٰمٓ الاحقاف مذکور ہے اور بعض نسخوں میں سورۃ الاحقاف مذکور ہے۔ ابوالعباس نے کہا: یہ سورت مکی ہے اور اس میں دو آیتیں مدنی ہیں، ایک یہ ہے: قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ وَ کَفَرۡتُمۡ بِہٖ (الاحقاف:۱۰) اور دوسری آیت یہ ہے: وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡ کَانَ خَیۡرًا مَّا سَبَقُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ (الاحقاف:۱۱) سورۃ الاحقاف میں پینتیس (۳۵) آیات ہیں۔

الکسائی نے کہا ہے کہ احقاف کا معنی ہے: ریت کے بلند ٹیلے، اس کا واحد حقف اور حقاف ہے، جیسے لبس اور لباس۔ دوسرا قول یہ ہے کہ الحقاف، الحقف کی جمع ہے اور الاحقاف جمع الجمع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، الاحقاف عمان اور مہرہ کے درمیان ایک وادی ہے اور مقاتل سے منقول ہے کہ عاد کے چند گھر یمن میں تھے حضر موت کی کسی جگہ میں جس کو مہرہ کہا جاتا تھا، اس کی طرف مہری اونٹ منسوب تھے۔ یہ لوگ قبیلہ ارم سے تھے اور ضحاک سے منقول ہے کہ الاحقاف شام کا پہاڑ ہے اور الخلیل سے منقول ہے کہ یہ بڑے بڑے ٹیلے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تُفِيضُونَ تَقُولُونَ۔ اور مجاہد نے کہا: تُفِيۡضُوۡنَ کا معنی ہے: تم کہتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هُوَ اَعۡلَمُ بِمَا تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ۔ (الاحقاف:۸) تم اس (قرآن) کے متعلق جو کچھ کہہ رہے ہو اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تُفِيۡضُوۡنَ کی یہ تفسیر کی ہے: تم جو کچھ کہہ رہے ہو۔ امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ بھی مجاہد سے یہی تفسیر نقل کی ہے۔

وَقَالَ بَعۡضُهُمۡ اَثَرَةٍ وَاُثۡرَةٍ وَاَثَارَةٍ بَقِيَّةٌ مِنۡ عِلۡمٍ۔ اور بعض نے کہا: اَثَرَةٍ وَاُثۡرَةٍ وَاَثَارَةٍ کا معنی ہے: کسی چیز کا باقی علم۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِيۡتُوۡنِيۡ بِكِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ هٰذَاۤ اَوۡ اَثٰرَةٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ (الاحقاف:۴) میرے پاس اس سے پہلی کوئی کتاب لاؤ یا (پہلے) علم کا کچھ بقیہ حصہ اگر تم سچے ہو ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: بعض علماء نے ان تین لفظوں کی تفسیر بقیہ کے ساتھ کی ہے، پس پہلا لفظ دو زبروں کے ساتھ ہے یعنی اَثَرَةٍ اور دوسرا لفظ پیش اور جزم کے ساتھ ہے یعنی اُثۡرَةٍ اور تیسرا لفظ اَثَارَةٍ ہے زبر کے ساتھ، اور امام ابوعبیدہ نے اَوۡ اَثَارَةٍ مِّنۡ عِلۡمٍ کی

تفسیر بقیہ علم کے ساتھ کی ہے۔ امام طبری نے کہا ہے: جمہور کی قراءت اَثَارَۃٌ ہے (الف کے ساتھ) اور کلبی سے منقول ہے: اس کا معنی ہے: علم کا بقیہ جو تم پر اولین کے علوم سے واقف ہو، عرب کہتے ہیں: اس اونٹنی کے لیے اَثَارَۃٌ مِنْ سِنٍ ہے یعنی عمر کا بقیہ حصہ ہے اور عکرمہ اور مقاتل نے کہا: اس کا معنی ہے: انبیاء علیہم السلام سے روایت اور اس کا مادہ اَثَرٌ ہے جس کا معنی روایت ہے اور اس وجہ سے خبر کو اثر کہا جاتا ہے اور مجاہد سے منقول ہے: اس کا معنی ہے: وہ روایت جس کو وہ اپنے پہلوں سے نقل کرتے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ لَسْتُ بِأَوَّلِ الرُّسُلِ۔

حضرت ابن عباس نے کہا کہ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ کا معنی ہے: میں پہلا رسول تو نہیں ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ۔ (الاحقاف:۹)

آپ کہیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور نہ میں ازخود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور (نہ میں ازخود یہ جانتا ہوں کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس نے بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ کی تفسیر کی ہے کہ میں پہلا رسول نہیں ہوں، امام ابن المنذر نے بھی اس کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ أَرَأَيْتُمْ هٰذِهِ الْأَلِفُ إِنَّمَا هِيَ تَوَعُّدٌ إِنْ صَحَّ مَا تَدَّعُونَ لَا يَسْتَحِقُّ أَنْ يُعْبَدَ وَلَيْسَ قَوْلُهُ أَرَأَيْتُمْ بِرُؤْيَةِ الْعَيْنِ إِنَّمَا هُوَ أَتَعْلَمُونَ أَبَلَغَكُمْ أَنَّ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ خَلَقُوا شَيْئًا۔

اور حضرت ابن عباس کے علاوہ دوسروں نے کہا: اَرَءَیْتُمْ میں جو الف ہے یہ صرف وعید کے لیے ہے یعنی اگر بالفرض تمہارے شرک کا دعویٰ صحیح بھی ہو تب بھی وہ اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ ان بتوں کی عبادت کی جائے اور اَرَءَیْتُمْ کا معنی آنکھ سے دیکھنا نہیں ہے، اس کا صرف یہ معنی ہے: کیا تم جانتے ہو، تمہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو انہوں نے کسی چیز کو پیدا کیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (الاحقاف:۱۰-۹)

آپ کہیے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا کفر کر چکے ہو (تو پھر تمہارا کیا انجام ہوگا) اور بنی اسرائیل کا ایک شخص اس جیسی کتاب کی گواہی دے چکا ہو اور اس پر ایمان بھی لا چکا ہو اور تم نے تکبر کیا ہو (تو تمہاری عاقبت کیسی ہوگی)، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: مفسرین نے کہا کہ اَرَاَیْتُمْ کا معنی ہے: مجھے خبر دو، اور تفسیر نسفی میں مذکور ہے: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ ان کفار سے کہیے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی طرف سے مبعوث ہوں اور تم نے ان کا کفر کیا ہو اور بنی اسرائیل کا ایک شخص بھی ان کے برحق ہونے کی گواہی دے چکا ہو اور اس شرط کا جواب محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا تم ظالم نہیں ہو گے اور اس جواب کے محذوف ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اس کے بعد مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کے ایک شخص کی تفسیر میں قتادہ اور ضحاک نے کہا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شہادت دی اور آپ پر ایمان لائے۔ مسروق نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ آیت عبداللہ بن سلام کے متعلق نازل نہیں ہوئی اس لیے کہ سورۂ احقاف مکہ میں نازل ہوئی ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام مدینہ میں اسلام لائے تھے اور کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے اس شاہد سے مراد حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

امام بخاری نے کہا کہ آرَاَیْتُمْ کا الف وعید کے لیے ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ آرَاَیْتُمْ کے شروع میں جو الف ہے وہ کفار مکہ کی وعید کے لیے ہے کیونکہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت کرنا صحیح ہے تو اگر بالفرض ان کا یہ دعویٰ صحیح بھی ہو تو یہ بت اس کے مستحق نہیں کہ ان کی عبادت کی جائے کیونکہ وہ بت مخلوق ہیں، سو اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور امام بخاری نے فرمایا آرَاَیْتُمْ میں آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ کیا تم جانتے ہو یا تم کو یہ خبر پہنچی ہے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۴۱۔۲۴۰ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ: وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ (الاحقاف: ۱۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: تم پر اف ہے، تم مجھے اسی سے ڈراتے رہے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت صدیاں گزر چکی ہیں، اور وہ دونوں (ماں باپ) اللہ سے فریاد کرتے ہیں تیرے لیے ہلاکت ہو ایمان لے آ، بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے تو وہ کہتا ہے: یہ تو صرف پہلے لوگوں کے بنائے ہوئے افسانے ہیں O (الاحقاف: ۱۷) کی تفسیر

آیت مذکورہ کا شان نزول اور اف اور اساطیر کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما کے متعلق ان کے اسلام لانے سے پہلے نازل ہوئی ہے، ان کے ماں باپ ان کو موت سے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے سے ڈراتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اس کا انکار کرتی ہیں کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور زجاج نے کہا: جس نے یہ کہا: یہ آیت حضرت عبدالرحمن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس کا قول باطل ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت اس کافر کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اپنے ماں باپ کا نافرمان تھا، اس کا الواحدی اور ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے۔

اف: یہ وہ کلمہ ہے جس کو ناراضگی کے اظہار کے قصد سے بولا جاتا ہے، جمہور نے اف کی فاء پر کسرہ اور تنوین پڑھی ہے اور

Marfat.com

عاصم کی قراءت میں فاء پر بغیر تنوین کے زبر ہے۔

اس نے کہا: تم مجھے اس سے ڈراتے ہو کہ میں اپنے بوسیدہ ہونے اور فنا ہونے کے بعد قبر سے دوبارہ نکالا جاؤں گا اور مجھ سے پہلے اتنی صدیاں گزر چکی ہیں اور اس دوران مرنے والوں میں سے کسی ایک کو بھی دوبارہ زندہ نہیں کیا گیا اور اس کے ماں باپ اللہ سے فریاد کرتے تھے اور اس کے خلاف مدد طلب کرتے تھے اور وہ کہتے تھے: ہم تیرے خلاف اللہ سے مدد چاہتے ہیں اور تیری بات سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اس کے ماں باپ نے کہا: تیرے لیے ہلاکت ہو تو ایمان لے آ اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کی تصدیق کر اور وہ جواب میں کہتا تھا: یہ تو صرف پہلے لوگوں کے افسانے ہیں، اس آیت میں اساطیر کا لفظ ہے، یہ اَسْطَارْ کی جمع ہے اور اَسْطَار، سَطَرْ کی جمع ہے اور سطر کا معنی خط اور کتابت ہے۔ الجواہری نے کہا ہے: اساطیر کا معنی ہے: اَبَاطِیل اور یہ اُسْطُوْرَہ اور اِسْطَارَہ کی جمع ہے۔

۴۸۲۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ قَالَ كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ اسْتَعْمَلَهُ مُعَاوِيَةُ فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ لِكَيْ يُبَايَعَ لَهُ بَعْدَ أَبِيهِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ شَيْئًا فَقَالَ خُذُوهُ فَدَخَلَ بَيْتَ عَائِشَةَ فَلَمْ يَقْدِرُوا فَقَالَ مَرْوَانُ إِنَّ هٰذَا الَّذِي أَنْزَلَ اللهُ فِيهِ وَالَّذِي ﴿وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَآ اَتَعِدٰنِنِیْٓ﴾ (الاحقاف: ۱۷) فَقَالَتْ عَائِشَةُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ مَا أَنْزَلَ اللهُ فِينَا شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنَّ اللهَ أَنْزَلَ عُذْرِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از یوسف بن ماہک وہ بیان کرتے ہیں کہ مروان حجاز کا گورنر تھا، اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے گورنر بنایا تھا، اس نے خطبہ دیا، پس وہ یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا تا کہ اس کے والد کے بعد اس کی بیعت کی جائے، پس حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے اس کے متعلق کوئی سخت بات کی تو مروان نے کہا: اس کو پکڑ لو، پھر حضرت عبدالرحمن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہو گئے، پس مروان کے کارندے ان پر قادر نہ ہو سکے تو مروان نے کہا: یہ ہی وہ شخص ہے جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَآ اَتَعِدٰنِنِیْٓ (الاحقاف: ۱۷) (اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: تم پر اف ہے تم مجھے اسی سے ڈراتے رہے ہو) تو حضرت عائشہ نے پردہ کے پیچھے سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق قرآن میں کوئی چیز نازل نہیں کی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں میری براءت نازل فرمائی۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور مجمل الفاظ کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس مروان یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا: اسماعیلی نے درج ذیل عبارت کے ساتھ اس کی وضاحت کی ہے، وہ لکھتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ تھا کہ یزید کو خلیفہ بنائیں تو انہوں نے مروان کی طرف خط لکھا اور وہ اس وقت مدینہ کا گورنر تھا، پس اس نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور کہا: بے شک امیر المومنین کی یزید کے متعلق بہت عمدہ رائے ہے اور انہوں نے یزید کی بیعت کرنے کے لیے لوگوں کو دعوت دی تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو صرف عیسائی بادشاہ ہرقل کا طریقہ ہے، اللہ کی قسم!

حضرت ابوبکر نے اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور نہ اپنے شہر کے لوگوں میں سے کسی کو اپنا خلیفہ بنایا اور نہ اپنے گھر والوں میں سے کسی کو خلیفہ بنایا تو مروان نے کہا: کیا تم وہی نہیں ہو جس کے متعلق اللہ نے قرآن میں فرمایا: اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا ہے: ''اُفٍّ لَّکُمَآ''۔ اسماعیلی نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کو سن لیا تو انہوں نے فرمایا: اے مروان! تم عبدالرحمٰن کے متعلق اس طرح اور اس طرح کہہ رہے ہو اللہ کی قسم! یہ آیت تو صرف فلاں بن فلاں کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اگر میں اس کا نام لینا چاہوں تو لے سکتی ہوں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر اس وقت لعنت کی تھی جب مروان اپنے باپ کی پشت میں تھا، پس مروان اللہ عزوجل کی لعنت کا ایک ٹکڑا ہے تو مروان جلدی سے منبر سے اترا حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر آیا، پھر وہ حضرت عائشہ سے بات کرنے لگا اور حضرت عائشہ جواب دیتی رہیں، اور اسماعیلی کی دوسری عبارت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس نے جھوٹ بولا، اللہ کی قسم! یہ آیت عبدالرحمٰن کے متعلق نازل نہیں ہوئی۔

پس عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے کوئی سخت بات کی: امام بخاری نے یہ نہیں بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن نے مروان سے کیا کہا تھا اور اسماعیلی نے اس کی اپنی روایت میں وضاحت کی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: یہ تو صرف عیسائی بادشاہوں کا طریقہ ہے اور محمد بن زیاد کی روایت ہے کہ مروان نے کہا کہ یہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا طریقہ ہے، پس حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: نہیں یہ ہرقل اور قیصر کا طریقہ ہے۔

مروان نے کہا: اس کو پکڑ لو: یعنی مروان نے اپنے سپاہیوں سے کہا: اس کو پکڑ لو۔

پس حضرت عبدالرحمٰن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہو گئے: یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پناہ میں چلے گئے، پس وہ حضرت عبدالرحمٰن پر قادر نہ ہوئے: وہ حضرت عبدالرحمٰن کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکالنے پر قادر نہ ہوئے، اس کی وجہ حضرت عائشہ کی تعظیم تھی، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہونے سے باز رہے۔

مروان نے کہا: یہ وہی ہے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: تم پر اف ہے تم مجھے اسی سے ڈراتے رہے ہو'' الایۃ (الاحقاف: ۱۷) پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق کوئی چیز نازل نہیں فرمائی، ہاں! میری براءت میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی دس آیتیں نازل فرمائیں اور حضرت ابوبکر کے متعلق ثَانِیَ اثْنَیْنِ الایۃ (التوبہ: ۴۰) نازل فرمائیں اور متعدد آیات نازل فرمائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۴۳۔ ۲۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ: فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ (الاحقاف: ۲۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے، (نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلد طلب کیا تھا یہ زبردست آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے ○ (الاحقاف: ۲۴) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا: کفار حضرت ہود علیہ السلام سے کہتے تھے: آپ

ہمیں جس عذاب سے ڈراتے ہیں تو ہمارے پاس وہ عذاب لے آئیں اگر آپ سچے ہیں اور یہ کہنے والے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے لوگ تھے، پھر جب کفار نے دیکھا کہ بادل ان کی بستیوں کی طرف بڑھ رہا ہے تو وہ خوش ہو کر کہنے لگا: یہ ہم پر بارش برسانے والا بادل ہے تو اللہ عزوجل نے فرمایا: ''(نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلد طلب کیا تھا یہ زبردست آندھی ہے''۔ یہ وہی آندھی ہے جس کو دبور بھی فرمایا ہے، اس آندھی نے خیموں کو اکھاڑ کر پھینک دیا اور راستہ میں چلنے والی عورت کو ٹڈی کی طرح اڑا کر بلندی پر لے گئی اور جوان کے مویشی اور ان کے گھر تھے ان کو زمین اور آسمان کے درمیان پردوں کی طرح اڑایا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ لوگ اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور انہوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیے پھر آندھی نے ان کے گھروں کے دروازوں کو اکھاڑ کر پھینک دیا اور ان لوگوں کو اوندھے منہ گرا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آندھی کو حکم دیا تو اس نے ان کے اوپر ریت کو الٹ دیا، پھر وہ سات راتیں اور آٹھ دن تک ریت میں دفن رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے آندھی کو حکم دیا تو اس نے ان کے اوپر سے ریت کو ہٹا دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ریت کو حکم دیا تو اس نے ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور یہی اس آیت کا معنی ہے:

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰٓ إِلَّا مَسَٰكِنُهُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْقَوْمَ ٱلْمُجْرِمِينَ ۝ (الاحقاف:۲۵)

یہ آندھی اپنے رب کے حکم سے ہر چیز برباد کر دے گی، پھر وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں O

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَارِضٌ السَّحَابُ۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: عَارِضٌ سے مراد ہے: بادل۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے اس عذاب کو بادل کیوں کہا تھا۔

(عمدۃ القاری: ج ۱۹ ص ۲۴۴۔ ۲۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۲۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ۔

(صحیح البخاری: ۶۰۹۲، صحیح مسلم: ۸۹۹، سنن ابوداؤد: ۵۰۹۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی کہ ابو النضر نے ان کو حدیث بیان کی از سلیمان بن یسار از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ میں آپ کے حلق کے اوپر کا گوشت دیکھوں آپ صرف مسکراتے تھے۔

۴۸۲۹۔ قَالَتْ وَكَانَ إِذَا رَأَى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ فِي وَجْهِهِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْغَيْمَ فَرِحُوا رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ الْمَطَرُ وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عُرِفَ فِي وَجْهِكَ الْكَرَاهِيَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا يُؤْمِنِّي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَقَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب آپ بادل یا آندھی کو دیکھتے تو آپ کے چہرے پر خوف کے آثار دکھائی دیتے، حضرت عائشہ کہتی ہیں: یا رسول اللہ! بے شک جب لوگ بادل کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ اس میں بارش ہو گی اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ جب آپ بادل کو دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ: مجھے کون اس چیز سے بے خوف کرے گا کہ اس بادل میں عذاب (نہیں)

Marfat.com

ہوگا، قوم عاد کو آندھی کا عذاب دیا گیا تھا اور ایک قوم نے عذاب کو دیکھ کر کہا تھا: یہ ہم پر بارش لانے والا بادل ہے۔

اس حدیث کا شرح صحیح البخاری: ۳۲۰۶ میں گزر چکی ہے۔

لہوات کا معنی اور یہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ہنستے تو آپ کی ڈاڑھیں دکھائی دیتیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

حتیٰ کہ میں آپ کے لَهَوَات کو دیکھوں: یہ لفظ لہاۃ کی جمع ہے، یہ وہ گوشت ہے جو حلق کے اوپر کے حصہ میں ہوتا ہے۔

آپ صرف مسکراتے تھے: یہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں مذکور ہے کہ ''آپ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں''۔ ڈاڑھیں ان دانتوں کو کہتے ہیں جو منہ کے شروع میں ہوتے ہیں یا کچلیوں کو کہتے ہیں اور یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس سے حلق کے اوپر کا گوشت دکھائی دے۔

آندھی کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا بیان

آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دکھائی دیتے ہیں: عطاء نے حضرت عائشہ سے اس حدیث کے شروع کے حصہ کی روایت کی ہے، جب آندھی آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جو چیز اس کے ساتھ بھیجی گئی ہے میں اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جو اس میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جس چیز کے ساتھ اس کو بھیجا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور جب آسمان پر بادل چھا جاتے تو آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا، آپ گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے اور آگے بڑھتے اور پیچھے آتے، پھر جب بارش ہو جاتی تو آپ کے چہرے سے خوف اور گھبراہٹ کے آثار دور ہو جاتے۔ اس حدیث کی امام مسلم نے کافی طویل عبارت کے ساتھ روایت کی ہے، یہ حدیث بدء الخلق میں گزر چکی ہے اور کتاب الاستسقاء کے اواخر میں حضرت انس کی روایت سے گزر چکی ہے۔

اس اشکال کا جواب کہ سورۂ احقاف کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم کو آندھی کے ساتھ عذاب دیا گیا تھا وہ اس کی غیر ہے جس نے کہا تھا کہ یہ بارش لانے والا بادل ہے

ایک قوم کو آندھی کے ساتھ عذاب دیا گیا اور ایک قوم نے عذاب کو دیکھا تو کہا: یہ بارش لانے والا بادل ہے: اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو آندھی سے عذاب دیا گیا تھا وہ ان کے غیر ہیں جنہوں نے کہا تھا: یہ بارش لانے والا بادل ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب نکرہ مکرر ہو تو ثانی اول کا غیر ہوتا ہے، لیکن اس باب کی آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو آندھی سے عذاب دیا گیا تھا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آندھی کو دیکھ کر یہ کہا تھا کہ یہ بارش لانے والا بادل ہے۔ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں:

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ ۖ إِذْ أَنذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ۔ (الاحقاف: ۲۱)

اور (اے رسول مکرم!) عاد کے ہم قبیلہ (ہود) کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنی قوم کو احقاف (ریگستانی بستی) میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔

Marfat.com

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ (الاحقاف: ۲۴)

پھر جب انہوں نے اس عذاب کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے (نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلد طلب کیا تھا، یہ زبردست آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے O

علامہ کرمانی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے: یہ قاعدہ مذکورہ (نکرہ جب مکرر ہوتو ثانی غیر اولیٰ ہوتا ہے) اس وقت جاری ہوتا ہے جب عبارت میں ایسا قرینہ نہ ہو جو اس پر دلالت کرے کہ ثانی اول کا عین ہے، اگر وہاں پر قرینہ ہوتو پھر ثانی سے مراد اول کا عین ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۔ (الاحقاف: ۸۴)

اور وہی آسمان میں عبادت کا مستحق ہے اور وہی زمین میں عبادت کا مستحق ہے۔

اور یہ معلوم ہے کہ جو زمین اور آسمان میں عبادت کا مستحق ہے وہ ایک ہے۔ اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ پھر علامہ کرمانی نے لکھا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عاد کی دو قومیں ہوں، ایک وہ قوم جو احقاف (ریگستانی) بستی میں تھی اور یہ وہی ہیں جنہوں نے آندھی کو دیکھ کر کہا: یہ بارش لانے والا بادل ہے۔

یہ جواب ہر چند کہ بعید ہے لیکن اس کا احتمال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم میں فرمایا:

وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى ۙ (النجم: ۵۰)

اور یہ کہ اس نے پہلی (قوم) عاد کو ہلاک کر دیا O

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی قوم عاد کے علاوہ کوئی دوسری قوم عاد بھی ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الاحقاف کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ سورۂ محمد کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں، ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٤٧۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ مُحَمَّدٍ

سورۂ محمد کی تفسیر

سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعض آیات کی تفسیر ہے، ابوالعباس نے سدی کی روایت سے کہا ہے کہ یہ سورت مکی ہے، پھر کہا: ہم کو جو عام خبریں پہنچی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور اس سورت میں اڑتیس (۳۸) آیات ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی بعض آیات سے پتا چلتا ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے جیسا کہ (محمد: ۴۔۲۱۔۲۹۔۳۰)۔ (سعیدی غفرلہ)

أَوْزَارَهَا آثَامَهَا حَتّٰى لَا يَبْقٰى إِلَّا مُسْلِمٌ۔ أَوْزَارَهَا اس کا معنی ہے: اس قوم کے گناہ حتیٰ کہ مسلمان کے سوا کوئی باقی نہ رہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَإِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰى إِذَآ أَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا۔ (محمد: ۴)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے گرفتار کر لو (پھر تم کو اختیار ہے) خواہ تم ان پر احسان کر کے ان کو (بلا معاوضہ) چھوڑ دو، یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو حتیٰ کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے أَوْزَارَهَا کی تفسیر آثَامَهَا یعنی اس کے گناہوں کے ساتھ کی ہے، پس امام بخاری کی تفسیر کے طور پر اوزار، وِزر کی جمع ہے اور آثام، اِثم کی جمع ہے، علامہ ابن التین نے کہا ہے: یہ تفسیر امام بخاری کے سوا اور کسی نے نہیں کی اور معروف تفسیر یہ ہے کہ أَوْزَارَهَا سے مراد اسلحہ اور ہتھیار ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں: پس اس صورت میں اَوزار، وِزر کی جمع ہے جس کا معنی ہتھیار ہیں، اور لغت کی کتاب مغرب میں مذکور ہے کہ وِزر کا معنی وزنی بوجھ ہے اور اس کے موافق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى۔ (الانعام: ۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

یعنی کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، عرب کہتے ہیں: وَضَعَتِ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا یعنی جنگ ختم ہو گئی اور فریقین نے اپنے اپنے ہتھیار رکھ دیئے، اس وجہ سے ہتھیاروں کو وِزر یعنی بوجھ کہتے ہیں۔

اس تفصیل سے علامہ ابن التین کا کلام قوی ہوتا ہے اور امام بخاری کا کلام علامہ ثعلبی کی تفسیر سے قوی ہوتا ہے، انہوں نے کہا ہے: اثامها سے مراد ہے: فریقین کے جرائم کیونکہ جنگ میں کسی ایک فریق کا جرم اور گناہ ہوتا ہے، پھر جب جنگ ختم ہو جاتی ہے تو ان کے جرائم بھی ختم ہو جاتے ہیں، پھر علامہ ثعلبی نے کہا: حتیٰ کہ جنگ اپنے ہتھیاروں کو رکھ دے اور جنگ کو چھوڑ دے اور حرب سے

مراد لڑنے والی قوم ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: حتیٰ کہ لڑنے والی قوم اپنے ہتھیاروں اور اپنے گناہوں کو چھوڑ دے، بایں طور کہ وہ کفر سے توبہ کر لیں اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تفصیل سے تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ امام بخاری کے کلام اور علامہ ابن التین کے کلام دونوں کی توجیہ ہو سکتی ہے۔

عَرَّفَهَا بَيَّنَهَا۔ عَرَّفَهَا اس کا معنی ہے: بَيَّنَهَا یعنی ان کو اس کی پہچان کرا دے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ (محمد:٦) اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا جس کی ان کو پہچان کرا دی ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے عَرَّفَهَا کی تفسیر کی ہے کہ وہ اس کا بیان کر دے گا۔ علامہ ثعلبی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اہل جنت کے لیے ان کے گھروں کا بیان کر دے گا حتیٰ کہ ان کو اپنے گھر اور اپنے درجات کی پہچان ہو جائے گی اور انہیں کوئی اور ان کے گھروں کی رہنمائی نہیں کرے گا حتیٰ کہ یوں معلوم ہوگا کہ وہ جب سے پیدا ہوئے ہیں ان گھروں میں رہنے والے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَلِيُّهُمْ۔ اور مجاہد نے کہا: مومنین کے مولیٰ کا معنی ہے: ان کا ولی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝ (محمد:١١) اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مولیٰ کی تفسیر ولی کے ساتھ کی ہے اور امام طبری نے بھی اپنی سند سے اس کی روایت کی ہے۔

فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ أَيْ جَدَّ الْأَمْرُ۔ عَزَمَ الْأَمْرُ کا معنی ہے معاملہ پختہ ہو گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۗ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۗ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝ (محمد:٢١) اللہ کی اطاعت کرنا اور نیک بات کہنا (زیادہ بہتر ہے)، پس جب جہاد کا قطعی حکم آ گیا تو اگر وہ اللہ کے ساتھ سچے رہتے تو ان کے حق میں زیادہ بہتر تھا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے عَزَمَ الْأَمْرُ کی تفسیر کی ہے: جَدَّ الْأَمْرُ یعنی جب جہاد کا قطعی حکم آ جائے۔ ابو نجیح نے بھی اس کی مثل مجاہد سے روایت کی ہے۔

فَلَا تَهِنُوا لَا تَضْعُفُوا۔ فَلَا تَهِنُوا اس کا معنی ہے: تم کمزور نہ پڑنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ۔ (محمد:٣٥) سو (اے مسلمانو!) تم ہمت نہ ہارو اور ان کو صلح کی دعوت نہ دو اور تم ہی غالب رہو گے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے فَلَا تَهِنُوا کی تفسیر کی ہے: لَا تَضْعُفُوا یعنی تم کمزور نہ پڑھنا، مجاہد نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَضْغَانَهُمْ حَسَدَهُمْ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: أَضْغَانَهُمْ کا معنی ہے: ان کا حسد۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۝ (محمد:۲۹)

کیا جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے انہوں نے یہ گمان کررکھا ہے کہ اللہ ان کے دلوں کے کینہ کو ظاہر نہیں فرمائے گا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَضْغَانْ کی تفسیر حسد کے ساتھ کی ہے اور اَضْغَانْ، ضِغْن کی جمع ہے جس کا معنی کینہ اور حسد ہے اور فِیْ قُلُوْبِهِمْ کی ضمیر منافقین کی طرف راجع ہے۔

آسِنٍ مُتَغَیِّرٍ۔ آسِنْ کا معنی ہے: متغیر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۔ (محمد:۱۵)

جس جنت کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں ایسے دریا ہیں جن کا پانی متغیر نہیں ہوتا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی جنت کے دریاؤں کا پانی متغیر نہیں ہوتا۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۲۴۶۔۲۴۵ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ: وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (محمد:۲۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور رشتہ توڑ ڈالو گے۔ (محمد:۲۲) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی پوری آیت اس طرح ہے:

فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ (محمد:۲۲)

تم سے یہ بعید نہیں ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتے توڑ ڈالو گے ۝

۴۸۳۰۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُعَاوِیَةُ بْنُ اَبِیْ مُزَرِّدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ لَهٗ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِیْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَیْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰی یَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ۔

[صحیح البخاری: ۴۸۳۱۔۴۸۳۲۔۵۹۸۷۔۷۵۰۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے معاویہ بن ابی مزرد نے حدیث بیان کی از سعید بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، جب وہ اس سے فارغ ہو گیا تو رحم کھڑا ہو گیا اور اس نے رحمٰن کے ازار باندھنے کی جگہ کو پکڑ لیا، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ٹھہرو تو رحم نے کہا: یہ رشتہ توڑنے سے تیری پناہ میں آنے والے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تو اس سے راضی نہیں ہے کہ جو تجھ کو جوڑے میں اس کو جوڑوں اور جو تجھ کو توڑے میں اس کو توڑ دوں۔ رحم نے عرض کی: ہاں! اے میرے رب! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر ایسا ہی ہوگا۔

قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ اقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: فَهَلْ

Marfat.com

تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ ۝ (محمد:۲۲) عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ ۝ (محمد:۲۲) (تم سے یہ بعید نہیں ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتہ توڑ ڈالو گے O)

رحم کا معنی، اور اس کے کھڑے ہونے اور بات کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رحم کھڑا ہو گیا: رحم کا معنی ہے: قربت اور یہ لفظ رحمت سے ماخوذ ہے، وہ ایک عرض ہے جس کو جسم میں رکھ دیا گیا ہے، اس وجہ سے اس نے کھڑے ہو کر کلام کیا۔

قاضی عیاض نے کہا: ہو سکتا ہے رحم کے کھڑے ہونے سے کسی فرشتہ کا کھڑا ہونا مراد ہو، رحم عرش کے ساتھ معلق ہو گیا اور اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ سے کلام کرے اور علامہ قرطبی نے کہا: رحم کو جوڑا جاتا ہے اور توڑا جاتا ہے۔ یہ معانی میں سے ایک معنی ہے، اس کا نہ قیام ہو سکتا ہے اور نہ اس کا کلام ہو سکتا ہے، پس اس حدیث سے مراد اس کی تعظیم اور فضیلت ہے اور یہ بیان کرنا ہے کہ رحم کو توڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔

پس رحم رحمٰن کے ازار باندھنے کی جگہ کو پکڑ لے گا: اور طبری کی روایت میں ہے: رحمٰن کے ازار باندھنے کی دو جگہوں کو پکڑ لے گا یعنی یہ روایت تثنیہ کے ساتھ ہے۔ علامہ طیبی نے کہا: اس میں تثنیہ تاکید کے لیے ہے کیونکہ پناہ لینے کے لیے دو ہاتھوں کو پکڑنا ایک ہاتھ کے پکڑنے سے زیادہ مؤکد ہے۔

الحقو کا معنی اور اس میں استعارہ تخیلیہ اور ترشیحیہ

الحقو: کا معنی ہے: ازار باندھنے کی جگہ، قاضی عیاض نے کہا ہے: الحقو ازار باندھنے کی جگہ ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں سے پناہ طلب کی جاتی ہے اور علامہ طیبی نے کہا ہے: یہ قول استعارۂ تمثیلیہ پر مبنی ہے، رحم کے لیے مجاز بالاستعارہ کیا گیا جب وہ اللہ سے رشتہ توڑنے کے سبب پناہ طلب کرتا ہے، پس گویا کہ رحم جو جوڑنے کا محتاج ہوتا ہے اس کی اس حالت کو اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو ازار باندھنے کی جگہ کو پکڑ کر پناہ طلب کرتا ہے اور اس میں استعارہ تخیلیہ ہے یعنی مشبہ بہ کے لوازم کو مشبہ کے لیے ثابت کرنا اور یہ اس پر قرینہ ہے کہ یہاں پر حقیقی معنی مراد نہیں ہے اور اس میں ازار باندھنے کی جگہ کا ذکر ہے اور رحم کے پکڑنے کا اور اس کے بات کرنے کا اور یہ استعارہ ترشیحیہ ہے۔

مہ: یعنی رحمٰن رحم سے کہے گا: مہ یعنی رک جاؤ، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم کو حکم دے گا: تم اپنی حاجت کا اظہار کرو اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو طلب کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر راز کی اور چھپی ہوئی بات کو جاننے والا ہے۔

کن رشتوں کو جوڑنا واجب ہے اور کن رشتوں کو جوڑنا مستحب ہے

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں اس سے تعلق جوڑوں جو تم کو جوڑتا ہو اور اس سے تعلق توڑ دوں جو تم کو توڑتا ہو: جوڑنے کا معنی ہے: شفقت اور مہربانی اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل ہے اور ان پر رحمت اور مہربانی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رشتوں کو جوڑنا واجب ہے اور رشتوں کو توڑنا گناہ کبیرہ ہے اور اس باب میں احادیث ہیں جو اس پر شاہد ہیں لیکن رشتوں کے جوڑنے کے درجات ہیں اور ان میں سے بعض بعض پر بلند ہیں اور رشتہ جوڑنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ قطع تعلق

Marfat.com

کو ترک کرے اور بات چیت جاری رکھے خواہ سلام ہی کرے اور اس کا حکم قدرت اور ضرورت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ان میں سے بعض واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں، اگر اس نے اس پر اقتصار کیا جس پر وہ قادر ہے تو اس کو جوڑنے والا کہنا چاہیے۔اس میں اختلاف ہے کہ وہ کون سے رشتے ہیں جن کو جوڑنا واجب ہے؟ پس ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ رشتہ جو محرم ہو یعنی ان میں سے ایک مذکر ہو اور دوسرا مونث ہو اور ان کے درمیان نکاح حرام ہو جیسے سگے بھائی بہن اس بناء پر چچا کی اولاد میں اور ماموں کی اولاد میں رشتوں کو جوڑنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں عورت اور اس کی بہن کو اور پھوپھی اور اس کی بہن کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ تمام رشتوں کو جوڑنا واجب ہے خواہ وہ عصبات ہوں یا ذوی الارحام ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: تم سے یہ بعید نہیں ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتے توڑ ڈالو گے۔اس کے بعد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو ان کو بہرہ بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ (محمد: ۲۳۔۲۲)

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور لوگوں پر ظلم کرو گے، یہ آیت بنو امیہ اور بنو ہاشم کے متعلق نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ص ۲۴۸)

آیت مذکورہ سے یزید پر لعنت کے جواز پر استدلال اور اس پر جمہور کا موقف

میں کہتا ہوں کہ علامہ آلوسی نے اس آیت سے یزید کے کفر پر استدلال کیا ہے کہ جب اس کو حکومت مل گئی تو اس نے رشتوں کو توڑ ڈالا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر ظلم کیا اور اس کے کارندوں نے امام حسین اور ان کے رفقاء کو شہید کیا اور اس آیت میں ایسا کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے، سو اس آیت سے یزید کے اوپر لعنت کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے، ہر چند کہ جمہور مسلمین نے کسی پر شخصی لعنت کرنے سے منع کیا ہے اور یزید کے مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

لعن یزید کے سلسلہ میں علامہ آلوسی کی مفصل تحقیق

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے کہا ہے: کسی معین عاصی پر لعنت کرنا جائز ہے اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے، پس جمہور کا موقف یہ ہے کہ کسی معین شخص کے اوپر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ فاسق ہو یا ذمی ہو، زندہ ہو یا مردہ ہو اور اس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو، اس کے برخلاف وہ شخص ہے جس کی کفر پر موت کا یقین ہو جیسے ابوجہل۔

شیخ الاسلام السراج البلقینی کا مذہب یہ ہے کہ عاصی معین پر لعنت کرنا جائز ہے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے، پھر وہ آنے سے انکار کر دے اور وہ مرد غصہ میں رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں، مگر اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ فرشتے اس پر خصوصیت سے لعنت نہ کرتے ہوں بلکہ بالعموم لعنت کرتے ہوں کہ اس عورت پر اللہ لعنت فرمائے جو رات کو اپنے شوہر کو بستر پر چھوڑے رکھے۔

اور الزواجر میں مذکور ہے کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے گدھے کے پاس سے گزرے جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے ایسا کیا تھا تو اس حدیث سے شخص معین پر لعنت کرنے کا جواز زیادہ ظاہر ہے۔

اس بناء پر یزید پر لعنت کرنے میں کوئی توقف نہیں ہے کیونکہ اس کے اوصاف خبیثہ بہت زیادہ ہیں اور اس کے ایام حکومت

Marfat.com

میں کبائر کا ارتکاب بھی بہت زیادہ ہے اور اس پر لعنت کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ اس نے اپنے غلبہ کے ایام میں اہل مدینہ اور اہل مکہ کے ساتھ ظلم کیا۔ امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی: اے اللہ! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو دھمکائے تو تو اس کو دھمکا اور اس پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی، اس کا نہ فرض قبول کیا جائے اور نہ نفل، اور یزید نے اہل بیت پر جو ظلم کیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہوا اور اس پر خوش ہوا اور اس نے اہل بیت کی اہانت کی جو معناً متواتر ہے ہر چند ان کی تفاصیل اخبار احاد سے ہیں اور حدیث میں ہے: چھ مردوں پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے:

(۱) اللہ کی کتاب میں تحریف کرنے والا (۲) اللہ کی تقدیر کی تکذیب کرنے والا (۳) اور طاقت سے حکومت کرنے والا تا کہ اس کو عزت دے جس کو اللہ نے ذلیل کیا اور اس کو ذلیل کرے جس کو اللہ نے عزت دی (۴) اللہ کی حرمات کو حلال کرنے والا (۵) اور میری آل پر ظلم کو حلال کرنے والا (۶) اور میری سنت کو ترک کرنے والا۔

علماء کی ایک جماعت نے وثوق کے ساتھ یزید کی تکفیر کی ہے اور اس پر لعنت کی تصریح کی ہے، ان میں سے ناصر السنہ ابن الجوزی ہیں اور قاضی ابو یعلیٰ ہیں اور علامہ تفتازانی نے کہا کہ ہم یزید کے معاملہ میں کوئی توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں بھی کوئی توقف نہیں کرتے، اس پر اور اس کے اعوان و انصار پر اللہ کی لعنت ہو اور جنہوں نے اس پر لعنت کی تصریح کی ہے ان میں سے علامہ جلال الدین سیوطی ہیں اور وہ تاریخی روایات میں ہے کہ جب عراق سے قیدیوں کو یزید کے پاس لایا گیا تو وہ باہر نکلا اور حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد سے اس حال میں ملا کہ ان کے سرہائے مبارک نیزوں کے اطراف پر تھے، جب اس نے ان کو دیکھا تو کوا کائیں کائیں کرنے لگا تو اس نے ایک شعر پڑھا:

جب یہ لوگ ظاہر ہوئے اور ان کے سروں کو نیزوں پر بلند کیا گیا تو کوا کائیں کائیں کرنے لگا۔
میں نے کہا: کوا کچھ بولے یا نہ بولے میں نے تو رسول سے اپنے پرانے قرضوں کو وصول کر لیا۔

یعنی یزید نے آپ کی آل کو قتل کر کے ان کا بدلہ لے لیا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں قتل کیا تھا جیسے اس کا نانا عتبہ اور اس کا ماموں عتبہ کا بیٹا وغیرہ، پس جب اس شعر کی نقل صحیح ہو تو یہ اس کا صریح کفر ہے۔

اور امام غزالی عفا اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ یزید پر لعنت کرنا حرام ہے اور سفارینی حنبلی نے ان پر تعاقب کیا اور امام احمد اور ان کے اصحاب نے کہا: اس پر خصوصیت سے لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور اس میں ابوالحسین اور ابن الجوزی وغیرہ کا اختلاف ہے۔

جو شخص قیل اور قال سے ڈرتا ہو اور اس پر صریح لعنت کرنے سے احتیاط کرتا ہو اس کو یوں کہنا چاہیے کہ اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو حضرت حسین کے قتل پر راضی ہوا اور جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت کو ناحق اذیت پہنچائی اور جس نے ان کا حق غصب کیا اور ان الفاظ کے ساتھ یزید پر لعنت کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے سوا ابن عربی اور ان کے موافقین کے کیونکہ ان سے یہ منقول ہے کہ وہ اس پر اس طرح بھی لعنت کرنے کو جائز نہیں کہتے اور مجھے میری عمر کی قسم! یہ صریح گمراہی ہے اور یزید کی گمراہی سے زیادہ ہے۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۱۱۔۱۰۸، ملخصاً دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

۴۸۳۱۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي أَبُو الْحُبَابِ سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهَذَا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از معاویہ، انہوں نے کہا: مجھے میرے چچا ابوالحباب سعید بن یسار نے حدیث

Marfat.com

اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ فَهَلْ عَسَيْتُمْ۔

بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان الفاظ کے ساتھ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: فَهَلْ عَسَيْتُمْ۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی دوسری سند ہے اور ان الفاظ کے ساتھ کا مطلب ہے: اس حدیث کے ساتھ جس کا اس سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

۴۸۳۲۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي الْمُزَرِّدِ بِهَذَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ فَهَلْ عَسَيْتُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن ابی المزرد نے خبر دی اس حدیث کے ساتھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو پڑھو: فَهَلْ عَسَيْتُمْ۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے۔

الحمد للہ رب العالمین سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ امام بخاری نے سورۃ الفتح کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۴۸۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَۃِ الْفَتْحِ

سورۃ الفتح کی تفسیر

سورۃ الفتح کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الفتح کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت مدنی ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت الحدیبیہ اور المدینہ کے درمیان نازل ہوئی ہے جب آپ الحدیبیہ سے واپس جارہے تھے یا کراع الغمیم میں نازل ہوئی ہے اور فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ فتح سے مراد فتح مکہ ہے، سورۃ الفتح میں انتیس (۲۹) آیات ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ بورًا هَالِكِيْنَ — اور مجاہد نے کہا: بُوْرًا کا معنی ہے: ہلاک ہونے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ۝ (الفتح:۱۲) — اور تم نے بہت برا گمان کیا تھا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے بُوْرًا کی تفسیر هالكين کے ساتھ کی ہے یعنی فساد کرنے والے جو کسی چیز کی اصلاح نہ کریں یہ بار سے ماخوذ ہے اور یہ لفظاً اور معناً هَالِكٌ کی مثل ہے، یہ واحد، جمع اور مذکر اور مونث کی صفت آتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بائر کی جمع ہو، علامہ نسفی نے کہا ہے کہ تم ایسی قوم تھے جو اپنی جانوں میں اور اپنے دلوں میں اور اپنی نیتوں میں فساد کرنے والے تھے تم میں کوئی خیر نہیں تھی اور تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہلاک ہونے والے تھے، اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب کے مستحق تھے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمُ السِّحْنَةُ وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاهِدٍ التَّوَاضُعُ۔ — اور مجاہد نے کہا: سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ میں سیما کا معنی السحنہ ہے یعنی کھال کی نرمی اور تازگی۔ اور منصور نے کہا از مجاہد: اس کا معنی ہے: التواضع یعنی انکسار اور عجز۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ (الفتح:۲۹) — سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے سیماھم کی تفسیر اَلسَّحْنَةُ کے ساتھ کی ہے، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ السحنہ چہرے کی کھال اور اس کی کیفیت اور حال کو کہتے ہیں، السحنہ میں س پر زبر بھی پڑھا گیا ہے اور زیر بھی اور مد کے ساتھ السحناء بھی پڑھا گیا ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے: اہل لغت کے نزدیک یہی صحیح ہے، اس تعلیق کی اسماعیلی نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے۔

اور منصور نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ سِيْمَا کا معنی تواضع ہے۔

یعنی منصور بن المعتمر نے مجاہد سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ ان کی علامت تواضع ہے، یہ تفسیر امام ابن ابی حاتم نے نقل کی ہے کہ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں میں خشوع اور تواضع ہے۔

شَطْأَهُ فِرَاخَهُ۔ شطأه کا معنی ہے: پودے کی ابتدائی کونپل۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ۔ (الفتح:۲۹) جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک کونپل نکالی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: الاخفش نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے جب کھیتی اپنی کونپل نکالے تو کہا جاتا ہے: أشطأ الزرع اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شطأه کا معنی ہے: اس کی نبات، اور سدی سے منقول ہے کہ اس کے ساتھ ایک اور باریک پودا نکل آئے۔

فَاسْتَغْلَظَ غَلُظَ۔ فاستغلظ کا معنی ہے: قوی ہو گیا اور طاقت ور ہو گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ۔ (الفتح:۲۹) پھر اس کونپل نے طاقت پکڑی، پھر وہ موٹی ہو گئی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس کا معنی ہے: غَلُظَ یعنی وہ پودا موٹا ہو گیا اور قوی ہو گیا۔

سُوقِهِ السَّاقُ حَامِلَةُ الشَّجَرَةِ۔ سُوقِه الساق کا معنی ہے درخت کو اٹھانے والا یعنی تنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ۔ (الفتح:۲۹) پھر وہ اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: سوق ساق کی جمع ہے، امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے: درخت کو اٹھانے والا تنا۔

وَيُقَالُ دَائِرَةُ السَّوْءِ كَقَوْلِكَ رَجُلُ السَّوْءِ وَدَائِرَةُ السُّوْءِ الْعَذَابُ۔ اور کہا جاتا ہے دَائِرَةُ السَّوْءِ جیسے تمہارا قول ہے: رَجُلُ السَّوْءِ یعنی برا آدمی اور دائرۃ السوء کا معنی ہے: بری گردش یعنی عذاب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ۔ (الفتح:٦) اور تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو عذاب دے اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے متعلق برا گمان رکھتے ہیں، ان ہی پر بری گردش ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے دَائِرَةُ السَّوْءِ کی تفسیر عذاب کے ساتھ کی ہے، اسی طرح امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے، دوسرا قول ہے کہ دائرہ کا معنی ہے: ہلاکت، جمہور نے السوء کی قرأت س کے زبر کے ساتھ کی ہے اور ابوعمرو اور ابن کثیر نے اس کی قرأت پیش کے ساتھ کی ہے یعنی السُّوْء۔

تُعَزِّرُوْهُ تَنْصُرُوْهُ۔ تُعَزِّرُوْهُ کا معنی ہے: تَنْصُرُوْهُ یعنی تم ان کی مدد کرو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔ (الفتح:۹) تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اس کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تُعَزِّرُوْهُ کی تفسیر تنصروہ کے ساتھ کی ہے یعنی تم ان کی مدد کرو، اسی طرح امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ روایت کی ہے اور عکرمہ سے روایت ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلوار سے قتال کرو اور الثعلبی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ان کی مدد کرو اور ان کی تعظیم اور توقیر کرو اور اس پر

وقف تام ہے۔

شَطْأَهُ شَطْءُ السُّنْبُلِ تُنْبِتُ الْحَبَّةُ عَشْرًا وَ ثَمَانِيًا وَ سَبْعًا فَيَقْوٰى بَعْضُهُ بِبَعْضٍ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى فَآزَرَهُ قَوَّاهُ وَلَوْ كَانَتْ وَاحِدَةً لَمْ تَقُمْ عَلٰى سَاقٍ وَهُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِذْ خَرَجَ وَحْدَهُ ثُمَّ قَوَّاهُ بِأَصْحَابِهِ كَمَا قَوَّى الْحَبَّةَ بِمَا يَنْبُتُ مِنْهَا۔

شَطْئَهٗ خوشہ کی کونپل جو دس یا آٹھ یا سات خوشے اگاتی ہے، پس بعض خوشے دوسرے بعض خوشوں سے قوی ہو جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہے: فَاٰزَرَهٗ (الفتح: ۲۹) پس اس کو قوت دی اور اگر وہ ایک خوشہ ہوتا تو وہ اپنی شاخ پر کھڑا نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ نے یہ مثال نبی ﷺ کے لیے بیان کی ہے کہ آپ (دین کی تبلیغ کے لیے) تنہا نکلے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے اصحاب کے ساتھ قوت دی جس طرح ایک دانہ کو دوسرے دانوں کے ساتھ قوت دیتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہ تعلیق مذکور نہیں ہے اور نہ شارحین اس تعلیق کی شرح کے درپے ہوئے ہیں۔

امام بخاری نے کہا: وہ دس یا آٹھ یا سات دانے اگاتا ہے یعنی ایک دانہ دس خوشے اگاتا ہے اور کبھی آٹھ خوشے اگاتا ہے اور کبھی سات خوشے اگاتا ہے، جیسے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:

كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ۔ (البقرہ: ۲۶۱) اس کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے۔

امام بخاری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ مثال نبی ﷺ کے لیے بیان کی ہے۔

اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب کے لیے یہ مثال بیان کی ہے کہ وہ ابتداء میں تھوڑے تھے، پھر وہ زیادہ اور کثیر ہو گئے اور قوی ہو گئے اور قتادہ سے منقول ہے کہ یہ سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب کی مثال ہے جو انجیل میں لکھی ہوئی ہے کہ عنقریب ایک قوم نکلے گی، وہ ایک کھیت کو اگائیں گے، وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں گے اور برے کاموں سے منع کریں گے۔

امام بخاری نے کہا: آپ (دین کی تبلیغ کے لیے) تنہا نکلے۔ جب آپ تنہا کفار مکہ کو اللہ کی توحید کی دعوت دے رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت دی اور مکہ میں چند لوگ اسلام لے آئے اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب کفار قریش نے آپ کو اذیت پہنچانے کے لیے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو آپ تنہا نکلے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے رفیق ہو گئے، پھر جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انصار کے ساتھ آپ کو قوت دی۔

وَيُقَالُ دَائِرَةُ السَّوْءِ كَقَوْلِكَ رَجُلُ السَّوْءِ وَ دَائِرَةُ السَّوْءِ الْعَذَابُ۔

کہا جاتا ہے: دائرۃ السوء جیسے تمہارا قول ہے: رجل السوء یعنی برا آدمی اور دائرۃ السوء کا معنی ہے: بری گردش یعنی عذاب۔

تُعَزِّرُوْهُ يَنْصُرُوْهُ۔

تعزرو کا معنی ہے تم ان کی مدد کرو۔

یہ دونوں تعلیقیں مکرر ہیں ایک تعلیق پہلے یہ گزر چکی ہیں۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۵۱۔ ۲۴۹ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ (الفتح: ۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطا فرمائی O (الفتح: ۱) کی تفسیر

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں فتح سے مراد فتح مکہ ہے اور مجاہد اور العوفی سے روایت ہے کہ اس سے مراد فتح خیبر ہے اور بعض سے منقول ہے کہ اس سے مراد روم کی فتح ہے اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد اسلام کی فتح ہے اور حضرت جابر سے روایت ہے کہ ہم صرف حدیبیہ کے دن فتح مکہ کا شمار کرتے تھے اور بشر بن البراء سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: جب ہم غزوۂ حدیبیہ سے لوٹے اور ہمارے اور ہماری قربانیوں کے درمیان غم اور افسوس حائل ہو چکا تھا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ (الایۃ) (الفتح:۱) (اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی فتح عطا فرمائی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۳۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَهُ لَيْلًا فَسَأَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَكِلَتْ أُمُّ عُمَرَ نَزَرْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذَلِكَ لَا يُجِيبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ النَّاسِ وَخَشِيتُ أَنْ يُنْزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ (الفتح:۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از زید بن اسلم از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کسی سفر میں رات کو جا رہے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ رات میں سفر کر رہے تھے، پس آپ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا انہوں نے آپ سے پھر سوال کیا تو پھر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، انہوں نے آپ سے پھر سوال کیا آپ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا، تو حضرت عمر بن خطاب نے (اپنے دل میں) کہا: عمر کی ماں اس پر روئے! تم نے رسول اللہ ﷺ سے تین مرتبہ سوال میں اصرار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ہر بار تم کو جواب نہیں دیا، حضرت عمر نے کہا: پھر میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی، پھر میں لوگوں سے آگے بڑھ گیا اور مجھے یہ خوف ہوا کہ میرے متعلق قرآن میں کوئی آیت نازل ہوگی، پھر تھوڑی دیر میں میں نے سنا کہ کوئی چلانے والا میرا نام لے کر چلا رہا تھا، پس میں نے کہا، مجھے تو (پہلے ہی) یہ خوف تھا کہ میرے متعلق قرآن کی کوئی آیت نازل ہوگی، پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، سو میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے فرمایا: آج رات مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے، پھر آپ نے پڑھا: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ○ (الفتح:۱) (ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطا فرمائی ○

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۱۷۷ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ سفررات میں اس وقت تھا جب آپ حدیبیہ سے واپس جا رہے تھے اور میرے علم میں اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ثکلتك امك (تجھ پر تیری ماں روئے) کی تحقیق

تجھ پر عمر کی ماں روئے: حدیث میں ہے: ثَكِلَتْكَ اور یہ ثَكَل سے ماخوذ ہے اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب عورت کا بچہ گم ہو جاتا ہے گویا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود اپنے خلاف دعا کی کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار سوال کیا تھا، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: گویا کہ حضرت عمر نے اپنے لیے موت کی دعا کی اور موت ہر شخص کو آنی ہے، پس گویا کہ یہ دعا نہ تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ثَكِلَتْكَ ان الفاظ میں سے ہو جو عربوں کی زبان پر بے ساختہ جاری ہوتے ہیں اور وہ اس کے معنی کا قصد نہیں کرتے جیسے وہ کہتے ہیں تَرِبَتْ يَدَاكَ (تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں) اور کہتے ہیں: قَاتَلَكَ الله (اللہ تمہیں مار ڈالے)۔

حضرت عمر کے بار بار سوال کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً جواب نہ دینے کی توجیہ

فنزرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یعنی تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار سوال کیا اور سوال میں مبالغہ کیا۔ الداؤدی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ تم نے آپ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جس کا آپ کو جواب دینا پسند نہیں تھا۔ ہر بات کا جواب لازم نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات سکوت کرنا بھی کسی بات کا جواب ہوتا ہے، حضرت عمر نے بار بار سوال اس لیے کیا تھا کہ ان کا گمان یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سوال نہیں سنا یا جس چیز کے متعلق حضرت عمر کا سوال کر رہے تھے، وہ ان کے نزدیک بہت اہم تھی اور ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ان کو جواب دیا ہو اور فوراً اس کا جواب اس لیے نہیں دیا تھا کہ اس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا اس آیت کے زیادہ محبوب ہونے کی توجیہ

یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب تھی کیونکہ اس آیت میں یہ بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ان تمام کاموں کی مغفرت فرما دی جو بہ ظاہر خلاف اولیٰ تھے اور اس آیت میں آپ کے لیے فتح اور آپ کے لیے نصرت کا ذکر ہے اور آپ پر پوری نعمت نازل کرنے کا ذکر ہے اور اس صورت میں اصحاب الشجرہ سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا ذکر ہے، اس حدیث میں ذکر ہے کہ یہ سورت آپ کو ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا کہ آپ کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ یہ سورت آپ کو ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ دنیا اور آخرت کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے، یا یہ عام لوگوں کے اعتبار سے ارشاد ہے کیونکہ عام لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ دنیا کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور یہی مقصود ہے تو آپ نے یہ بتایا کہ آپ کے نزدیک یہ سورت ان تمام چیزوں سے افضل ہے جن کے متعلق تمہارا یہ گمان ہے کہ ان سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا قَالَ الْحُدَيْبِيَةُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝

(الفتح:۱) (ہم نے آپ کے لیے کھلی فتح عطا فرمائی) انہوں نے کہا: اس سے مراد حدیبیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۱۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۴۸۳۵۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ سُورَةَ الْفَتْحِ فَرَجَّعَ فِيهَا قَالَ مُعَاوِيَةُ لَوْ شِئْتُ أَنْ أَحْكِيَ لَكُمْ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ ﷺ لَفَعَلْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن قرۃ نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن سورۂ فتح پڑھی اور اس کو خوش الحانی کے ساتھ دہرایا، معاویہ نے کہا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے نبی ﷺ کی قراءت نقل کروں تو میں ایسا کروں گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۸۱ میں گزر چکی ہے۔

نبی ﷺ کی ترجیع کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے نبی ﷺ نے سورۃ الفتح کی قراءت کی فَرَجَّعَ فِيهَا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: ترجیع کا معنی ہے: حلق میں آواز کو دہرانا جیسے خوش الحان قراء کرتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے: اس کا معنی ہے: آواز میں حرکات کو ایک دوسرے کے قریب کرنا، اور بعض شارحین نے کہا ہے کہ یہ آپ سے اس لیے صادر ہوا کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے، پس اونٹنی آپ کو ہلاتی تھی جس سے ترجیع حاصل ہوئی اور یہ اس پر محمول ہے کہ آپ مدات کو کھینچ کر پڑھتے تھے اور نبی ﷺ کی آواز بہت حسین تھی، جب آپ قراءت کرتے تو مدات کو کھینچتے، اور قاضی عیاض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسین آواز کے ساتھ بھیجا اور اس پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کی قراءت بہت حسین تھی اور آپ ترتیل کے ساتھ قراءت کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ: لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ (الفتح:۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تا کہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام، اور آپ پر اپنی نعمت پوری کردے اور آپ کو صراط مستقیم پر برقرار رکھے ۝ (الفتح:۲) کی تفسیر

الفتح:۲ کی تفسیر میں مختلف اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے کہا ہے کہ یہ آیت اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ ۝ (النصر:۱) (جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے) کی طرف راجع ہے۔ تا کہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام (الفتح:۲) اور یہ محمول ہے رسالت سے پہلے سے لے کر اس سورت کے نزول تک، اور عطاء الخراسانی سے منقول ہے کہ مَا تَقَدَّمَ سے مراد ہے: آپ سے

Marfat.com

پہلے آپ کے باپ اور ماں حضرت آدم اور حضرت حوا کے گناہ اور مَا تَاَخَّرَ سے مراد ہے کہ آپ کی امت کے گناہ، اور ایک قول یہ ہے کہ جو ہو چکے اور جو ہوں گے ان سب کی مغفرت کر دی گئی، دوسرا قول یہ ہے کہ مغفرت فتح کا سبب ہے یعنی کیونکہ ہم نے آپ کی مغفرت کر دی ہے اس لیے ہم نے آپ کو فتح عطا فرمائی، نیز فرمایا: اور تاکہ آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے یعنی آپ کو نبوت اور حکمت عطا فرمائے اور فرمایا اور تاکہ آپ کو ہدایت دے یعنی آپ کو ہدایت پر ثابت اور برقرار رکھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۳۶۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا زِيَادٌ هُوَ ابْنُ عِلَاقَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الْمُغِيرَةَ يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن علاقہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا (زیادہ) قیام کیا حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر سوج گئے، پس آپ سے کہا گیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما دیئے ہیں (پھر آپ اتنا قیام کیوں کرتے ہیں؟) آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر سوجنے کی توجیہ اور الفتح: ۲ کی تفسیر میں مزید اقوال

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں شدت کو اختیار کرنا جائز ہے خواہ اس سے بدن کو نقصان پہنچے اور یہ آپ کے لیے حلال ہے اگرچہ آپ کے لیے رخصت پر عمل کرنا بھی جائز تھا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہ بنوں، اس نکتہ پر علامہ المہلب مالکی نے متنبہ کیا ہے اور اس آیت میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں یا مراد یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی۔

(۲) مجاہد کا قول ہے کہ رسالت سے پہلے اور رسالت کے بعد جو امور واقع ہوئے ان کی مغفرت کر دی گئی۔

(۳) امام طبری نے کہا ہے کہ آپ نے جنگ بدر کے دن کہا تھا: اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین پر کبھی بھی تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ (صحیح مسلم: ۱۷۶۳) تو آپ کی طرف یہ وحی کی گئی کہ آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا یہ آپ کا وہ پہلا کام ہے جس کی مغفرت کر دی گئی اور پچھلا کام یہ ہے کہ غزوۂ حنین میں آپ نے کنکریاں ماریں اور آپ نے کہا: اگر میں ان کافروں کو کنکریاں نہ مارتا تو ان کو شکست نہ ہوتی، پس یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ (الانفال: ۱۷)

اور (اے رسول معظم!) آپ نے وہ خاک نہیں پھینکی جس وقت آپ نے وہ خاک پھینکی تھی لیکن وہ خاک اللہ نے پھینکی تھی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۲۵۵-۲۵۳، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۴۸۳۷۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن عبد العزیز نے

Marfat.com

اللهِ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ سَمِعَ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُولَ اللهِ وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا فَلَمَّا كَثُرَ لَحْمُهُ صَلَّى جَالِسًا فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حیوۃ نے خبر دی از ابوالاسود، انہوں نے عروہ سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ رات کو قیام کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر پھٹ گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ یارسول اللہ! اس طرح کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کر دی ہے، آپ نے فرمایا: کیا میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر کرنے والا بندہ بنوں، پھر جب رسول اللہ ﷺ کے جسم پر گوشت زیادہ ہو گیا تو پھر آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے، پس جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو کر قراءت کرتے، پھر رکوع کرتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۱۸ میں گزر چکی ہے۔

آپ کے بدن پر گوشت زیادہ ہونے کی تحقیق

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ کے بدن پر گوشت زیادہ ہو گیا، علامہ داؤدی نے اس لفظ کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث میں ہے: فَلَمَّا بَدَنَ یعنی جب آپ بوڑھے ہو گئے، پس گویا کہ راوی نے اس کی تاویل گوشت کے زیادہ ہونے سے کی اور علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے: کسی نے بھی نبی ﷺ کی یہ صفت نہیں بیان کی کہ آپ موٹے ہو گئے تھے حالانکہ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ ایک دن میں دو مرتبہ بھی خمیری روٹیاں سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے اور امام ابو عبیدہ نے کہا، حدیث میں جو بدن کا لفظ ہے اس سے راوی نے یہ گمان کیا کہ آپ کا گوشت زیادہ ہو گیا حالانکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ کی عمر زیادہ ہو گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الفتح: ۲، میں ذنب کا حقیقی معنی مراد ہونے اور اس کے مجاز پر محمول ہونے پر عبارات علماء سے استدلال

الفتح: ۲، کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دے، لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ نبی ﷺ معصوم ہیں اور معصوم سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا اس لیے ہم نے یہ کہا کہ ہر آیت مجاز پر محمول ہے اور گناہ سے مراد بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام ہیں اور معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ کے درجات کو بلند کیا جائے۔ متقدمین میں سے معتمد علماء نے اس آیت میں ذنب کے لفظ سے گناہ کا معنی مراد نہیں لیا۔

حافظ اسماعیل بن کثیر شافعی دمشقی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت نبی ﷺ کے ان خصائص میں سے ہے جن میں کوئی اور آپ کا شریک نہیں ہے، آپ کے علاوہ اور کسی شخص کے لیے کسی حدیث صحیح میں یہ نہیں ہے کہ اس کی اگلی اور پچھلی (ظاہری) خطاؤں کی مغفرت کر دی گئی ہو اور اس میں ہمارے نبی ﷺ کی نہایت تعظیم اور تکریم ہے اور اطاعت، نیکی اور پارسائی میں اولین اور آخرین میں سے کسی نے آپ کو مقام کو نہیں پایا اور آپ ﷺ دنیا اور آخرت میں علی الاطلاق اکمل البشر اور سید البشر ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۰۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

Marfat.com

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کا جو بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو آپ کا مرتبہ اور مقام ہے اس کا جو ذکر فرمایا ہے اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر آپ کے غلبہ اور آپ کی شریعت کی سربلندی کی خبر دینے سے کی ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ کی مغفرت کر دی گئی ہے اور ماضی اور مستقبل کے کسی کام پر آپ سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ سے کوئی کام ہوا ہے یا نہیں، بہرحال آپ کا جو بھی کام ہو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ (الشفاء ج ۱ ص ۴۱، عبد التواب اکیڈمی، ملتان)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ تجانی نے کہا کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے، جیسے کوئی شخص کسی سے اظہار محبت کے لیے کہے: اگر تمہارا کوئی پہلا یا پچھلا گناہ ہو بھی تو ہم نے اس کو معاف کر دیا۔ اس کلام سے اس شخص کا یہ ارادہ نہیں ہوتا کہ اس نے فی الواقع کوئی گناہ کیا ہے اور وہ اس کو معاف کر رہا ہے، اور میں کہتا ہوں: کہ ذنب کا معنی ستر ہے جو نہ دکھائی دینے کا تقاضا کرتا ہے اور اس کو لازم ہے عدم ذنب، یعنی جب گناہ ہے ہی نہیں تو کیسے دکھائی دے گا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگلے اور پچھلے دونوں کا ذکر کیا ہے حالانکہ پچھلے کا وجود ہی نہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کا کوئی گناہ پہلے ہے اور نہ بعد میں، لہٰذا آپ سے مطلقاً گناہ سرزد نہیں ہوا۔ (نسیم الریاض ج ۱ ص ۲۷۳، دار الفکر، بیروت)

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ ہر چند کہ بندہ اپنے مقسوم کے مطابق اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جائے، پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے مستغنی نہیں ہوتا کیونکہ بندہ اپنے بشری عوارض کی بنا پر تقاضائے ربوبیت کے مطابق عبادت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے یا امت کے اہم کاموں میں منہمک اور مستغرق ہونے کی وجہ سے جو حضرت الوہیت میں غفلت واقع ہوتی ہے حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے بلند مقام کے اعتبار سے اس کو بھی سیئہ اور گناہ خیال کرتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ ہوتی ہیں۔

(شرح الشفا علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۲۷۳، دار الفکر، بیروت)

ذنب کا معنی خلاف اولیٰ کرنے پر دلائل

ہم نے ذنب کا معنی خلاف اولیٰ کیا ہے اور بہ ظاہر کی قید اس لیے لگائی ہے کہ حقیقت میں آپ کا کوئی بھی کام خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی نہیں ہے، بعض اوقات آپ نے کسی کام سے منع فرمایا، پھر خود اس کام کو کیا تا کہ امت کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کا اس کام سے منع کرنا تحریم کے لیے نہیں تھا بلکہ تنزیہہ کے لیے تھا۔

مثلاً آپ نے فصد لگانے (رگ کاٹنے کے لیے خون چوس کر نکالنا) کی اجرت دینے سے منع فرمایا اور حضرت ابوطیبہ نے آپ کو فصد لگائی تو آپ نے ان کو دو صاع (آٹھ کلو گرام) طعام دینے کا حکم فرمایا۔ (جامع ترمذی ص ۲۰۴، مطبوعہ کراچی) اگر آپ ابوطیبہ کو فصد لگانے کی اجرت نہ دیتے تو ہم کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ فصد کی اجرت دینا جائز ہے اور آپ کا منع فرمانا تنزیہہ کے لیے ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ فصد کی اجرت دینا ہمارے لیے مکروہ تنزیہی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فصد کی اجرت دینا مکروہ تنزیہی نہیں ہے اور اس سے وہ آپ کو اجر و ثواب ملے گا جو فرض کی ادائیگی پر ملتا ہے، اسی طرح بعض اوقات آپ نے کسی کام کا افضل اور اولیٰ طریقہ

Marfat.com

بتایا، پھر اس کے خلاف کیا، یہ بھی اس طرح بہ ظاہر خلاف اولیٰ ہے حقیقت میں خلاف اولیٰ نہیں ہے مثلاً آپ نے فرمایا سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھنے میں زیادہ اجر ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۹، مطبوعہ کراچی)

اور آپ نے خود منہ اندھیرے بھی فجر کی نماز پڑھی ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۷۸)

اگر آپ کسی کام سے منع فرما کر یہ بتادیتے کہ اس کے خلاف کرنا بھی جائز ہے اور خود اس کام کو نہ کرتے تب بھی مسئلہ تو معلوم ہو جاتا لیکن اس کام میں آپ کی اقتداء کا شرف حاصل نہ ہوتا، بہر حال قرآن مجید اور احادیث میں جہاں آپ کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی گئی ہے وہاں ذنب سے مراد بہ ظاہر خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی کام مراد ہیں اور مغفرت سے مراد آپ کے درجات کی بلندی اور قرب خاص سے نوازنا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی عبارت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خلاف اولیٰ کا ثبوت

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا وہ صرف خلاف اولیٰ ہے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے اور گناہ میں مبتلاء کرنے والی چیز کا ارتکاب جائز نہیں ہوتا تو بیان جواز کے کیا معنی؟

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۵۰-۴۴۹، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۴ء)

۳۔ بَابٌ: إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (الفتح: ۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ۝ (الفتح: ۸) کی تفسیر

شاہد، مبشر اور نذیر کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

شَاهِدًا کا معنی ہے، مُبَيِّنًا کیونکہ آپ حکم کو بیان کرتے ہیں تو آپ کا نام شاہد رکھا گیا کیونکہ آپ حال کا اور حقیقت کا مشاہدہ فرماتے ہیں، پس گویا کہ آپ جس کی شہادت دیتے ہیں اس کو دیکھنے والے ہیں اور ان کے اعمال میں جو اطاعت اور معصیت ہے آپ اس کی بھی شہادت دیتے ہیں اور جس چیز کے ساتھ آپ کو ان کی طرف بھیجا گیا ہے اس کی بھی شہادت دیتے ہیں، شاہد کا اصل معنی ہے: جس چیز کا مشاہدہ کیا ہے اس کی خبر دینے والا، اور قتادہ سے منقول ہے کہ آپ اپنی امت کی گواہی دینے والے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی گواہی دینے والے ہیں۔

اور مُبَشِّرًا کا معنی ہے: آپ اطاعت کرنے والوں کو جنت کی بشارت دینے والے ہیں اور نَذِيْرًا کا معنی ہے: آپ نافرمانوں اور بے عملوں اور بدعملوں کو دوزخ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی الله عنه أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ الَّتِي فِي الْقُرْآنِ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، کہتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از ہلال بن ابی ہلال از عطاء بن یسار از عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک یہ آیت جو قرآن میں

Marfat.com

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿ (الاحزاب: ۴۵) قَالَ فِي التَّوْرَاةِ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَيَفْتَحَ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا

ہے: يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿ (الاحزاب: ۴۵) (اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے O) انہوں نے کہا کہ تورات میں مذکور ہے: اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا اور ان پڑھ لوگوں کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام المتوکل رکھا ہے، آپ نہ بدخصلت ہیں اور نہ سخت دل ہیں آپ بازاروں میں شور کرنے والے نہیں ہیں، آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے لیکن معاف کرتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو اس وقت تک ہرگز قبض نہیں فرمائے گا حتیٰ کہ آپ کے سبب سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا کر دے بایں طور پر کہ وہ کہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، پس اس کلمہ توحید کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۱۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۴۔ بَابٌ: هُوَ الَّذِيْٓ أَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (الفتح: ۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا۔ (الفتح: ۴) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: السکینہ کا معنی ہے: رحمت اور طمانیت۔

۴۸۳۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَقْرَأُ وَفَرَسٌ لَهُ مَرْبُوطٌ فِي الدَّارِ فَجَعَلَ يَنْفِرُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ فَنَظَرَ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا وَجَعَلَ يَنْفِرُ فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْآنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں جس وقت نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ایک مرد قرآن پڑھ رہا تھا اور اس کا گھوڑا گھر میں بندھا ہوا تھا، پس وہ گھوڑا بدکنے لگا، پھر وہ مرد باہر نکلا، پس اس نے (ادھر ادھر) دیکھا تو اسے کوئی چیز دکھائی نہیں دی، پھر جب صبح ہوئی تو اس نے نبی ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ چیز (جس سے گھوڑا بدکا تھا) سکینہ ہے جو قرآن کے سبب سے نازل ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۱۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت اسید بن حضیر کی قراءت اور اس پر سکینہ نازل ہونے کے متعلق دو روایتیں

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دوسری حدیث میں بیان ہے: وہ مرد جو قرآن پڑھ رہے تھے ان کا نام اسید بن حضیر تھا اور وہ اس رات سورۂ کہف پڑھ رہے تھے، پس چراغوں کی مثل فرشتے ان پر نازل ہوئے، اور امام نسائی نے روایت کی ہے کہ حضرت اسید جس وقت رات کو سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے تو ان کا گھوڑا بدکنے لگا، پھر وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی پرسکون ہو گیا اس طرح تین مرتبہ ہوا، پھر انہوں نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو اس میں چراغوں کی مثل کوئی چیز تھی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم نہیں جانتے وہ کیا چیزیں تھیں؟ وہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز سن کر قریب آ گئے تھے، اگر تم اسی طرح صبح تک قرآن پڑھتے رہتے تو سب لوگ ان کی طرف دیکھتے۔

بعض علماء نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ دو واقعے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت اسید بن حضیر نے ان دونوں راتوں میں قرآن پڑھا ہو، علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تطبیق کی اس وقت ضرورت ہوگی کہ جب دونوں روایتیں مساوی ہوں حالانکہ پہلی روایت صحیح بخاری کی ہے اور دوسری روایت سنن نسائی کی ہے اور یہ دونوں روایتیں مساوی نہیں ہیں، پس ان میں تطبیق کی ضرورت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۵۶۔ ۲۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۔ بَابٌ: اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ (الفتح: ۱۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ (الفتح: ۱۸) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ پوری آیت اس طرح ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ (الفتح: ۱۸) بے شک اللہ ایمان والوں سے اس وقت راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

وہ درخت ببول کا تھا، دوسرا قول ہے کہ وہ درخت بیری کا تھا اور روایت ہے کہ اگلے سال وہ درخت ان سے گم ہو گیا، پس وہ نہیں جان سکے کہ وہ درخت کہاں گیا ہے؟ اور کہا گیا ہے کہ وہ درخت مکہ کے راستے میں تھا اور نافع نے کہا: پھر بعد میں لوگ اس درخت کے نیچے آتے تھے اور اس درخت کے نیچے نمازیں پڑھتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا (حضرت عمر کو یہ خوف تھا کہ کہیں لوگ اس درخت کی پرستش نہ کرنے لگیں)، آپ سے بیعت کرنے والے صحابہ کی تعداد ایک ہزار پانچ سو پچیس (۱۵۲۵) تھی اور دوسرا قول ہے کہ ان کی تعداد ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) تھی اور تیسرا قول ہے کہ ان کی تعداد ایک ہزار تین سو (۱۳۰۰) تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوانے کا حکم دیا تھا لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر کا یہ مزاج نہیں تھا، انہوں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ نہ بنالیں، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر انبیاء اور صلحاء کی یادگاروں کو قائم رکھنا چاہتے تھے حالانکہ اس جگہ بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ بعد کے لوگ مقام ابراہیم کی پرستش نہ کرنا نہ شروع کر دیں۔ (سعیدی غفرلہ)

۴۸۴۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث

Marfat.com

عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ۔

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از جابر، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حدیبیہ کے دن ایک ہزار اور چار سو (۱۴۰۰) تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۱۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۸۴۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ صُهْبَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ إِنِّي مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْخَذْفِ

(صحیح البخاری: ۵۴۷۹، صحیح مسلم: ۱۹۵۴، سنن ابو داؤد: ۵۲۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: میں نے عقبہ بن صہبان سے سنا از حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ کہ بے شک میں ان صحابہ سے تھا جو درخت پر حاضر ہوئے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو کنکری مارنے سے منع فرمایا تھا۔

۴۸۴۲۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيَّ فِي الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور عقبہ بن صہبان سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ غسل خانہ میں پیشاب کرنے کے متعلق حدیث بیان کرتے تھے۔

کنکر اور پتھر مارنے کی ممانعت کی حکمت اور اگر اس سے کسی کو ضرر نہ ہو تو پھر اس کی اجازت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دو حدیثوں میں دو مسئلوں کا بیان ہے، پہلی حدیث میں کسی کو کنکر یا پتھر مارنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ کنکر یا پتھر مارنے سے نہ دشمن ہلاک ہوتا ہے اور نہ شکار مارا جاتا ہے لیکن اس سے آنکھ پھوٹ جاتی ہے اور دانت ٹوٹ جاتا ہے، اور اس لیے کہ اس میں کوئی مصلحت نہیں ہے اور اس میں فساد کا خطرہ ہے اور ہر وہ کام جو اس کے مشابہ ہو اس کا بھی یہی حکم ہے، اور اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کنکر یا پتھر مارنے میں کوئی مصلحت ہو یا دشمن سے قتال میں اس کی ضرورت ہو یا شکار حاصل کرنے میں اس کی ضرورت ہو تو یہ جائز ہے اور پرندوں کو غلیل سے مارنا بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ غلیل سے اگر کسی بڑے پرندے کو مارا جائے تو وہ غالباً اس کو ہلاک نہیں کرتا اور اس پرندے کو زندہ پکڑ لیا جاتا ہے تو یہ عمل جائز ہے، علامہ نووی نے شرح صحیح مسلم میں اسی طرح لکھا ہے۔

غسل خانہ میں پیشاب کرنے کی ممانعت کی توجیہ اور اگر غسل خانہ میں پانی گزرنے کے لیے نالی بنی ہوئی ہو تو پھر اس میں پیشاب کرنے کی رخصت

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے آپ نے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس سے وسوسہ پیدا ہوتا ہے، علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ یہ ممانعت اس وقت ہے کہ جب غسل خانہ میں پانی گزرنے کی کوئی نالی نہ ہو لیکن جب غسل خانہ میں پانی گزرنے کے لیے کوئی نالی ہو تو پھر غسل خانہ میں نالی کے پاس بیٹھ کر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب پیشاب کرنے کے بعد اس پر پانی بہا دیا جائے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

Marfat.com

غسل خانہ میں پیشاب کرنے کی ممانعت کے متعلق متعدد احادیث ہیں:

(۱) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تم میں سے کوئی شخص اپنے غسل خانہ میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن یزید الانصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اپنے غسل خانہ میں پیشاب نہ کرو۔

(۳) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے اپنے غسل خانہ میں پیشاب کیا وہ پاک نہیں ہوا۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ اس شخص کو پاک نہیں کرتا جو اپنے غسل خانہ میں پیشاب کرتا ہے۔

اور ابن سیرین اور دوسروں نے غسل خانہ میں پیشاب کرنے کی اجازت دی ہے اور یہ اجازت اسی پر محمول ہے جب غسل خانہ میں پانی کے گزرنے کے لیے نالی بنی ہوئی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۴۳ ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رضی اللہ عنہ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از خالد از ابی قلابہ از حضرت ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ اور وہ اصحاب الشجرہ میں سے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۶۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۸۴۴ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ سِيَاهٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا وَائِلٍ أَسْأَلُهُ فَقَالَ كُنَّا بِصِفِّينَ فَقَالَ رَجُلٌ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ اللهِ فَقَالَ عَلِيٌّ نَعَمْ فَقَالَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ اتَّهِمُوا أَنْفُسَكُمْ فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ يَعْنِي الصُّلْحَ الَّذِي كَانَ بَيْنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالْمُشْرِكِينَ وَلَوْ نَرَى قِتَالًا لَقَاتَلْنَا فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ قَالَ بَلَى قَالَ فَفِيمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا وَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللهُ بَيْنَنَا فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنِّي رَسُولُ اللهِ وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللهُ أَبَدًا فَرَجَعَ مُتَغَيِّظًا فَلَمْ يَصْبِرْ حَتَّى جَاءَ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنَّهُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللهُ أَبَدًا فَنَزَلَتْ سُورَةُ الْفَتْحِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن اسحاق السلمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن سیاہ نے حدیث بیان کی از حبیب بن ابی ثابت، انہوں نے کہا: میں حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ کے پاس (خوارج کے متعلق) ایک مسئلہ معلوم کرنے کے لیے گیا تو انہوں نے بتایا کہ ہم مقام صفین میں تھے تو ایک مرد نے کہا: کیا آپ ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جن کو اللہ کی کتاب کی طرف دعوت دی جاتی ہے؟ تو حضرت علی نے فرمایا: ہاں! تو حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے (خوارج سے) فرمایا: تم لوگ اپنی رائے کے اوپر غلطی کی تہمت لگاؤ، پس ہم نے اپنے آپ کو حدیبیہ کے دن دیکھا یعنی اس صلح کے دوران جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان ہوئی تھی اور اگر ہم جنگ کو درست سمجھتے تو ضرور جنگ کرتے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ ہم حق پر ہیں اور مشرکین باطل پر ہیں؟ کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور مشرکین کے مقتولین دوزخ میں نہیں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! حضرت عمر نے کہا: پھر ہم کس وجہ سے اپنے دین میں پستی کو اختیار کریں اور لوٹ جائیں

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان کوئی فیصلہ نہیں فرمایا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن الخطاب! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت عمر غصہ میں واپس چلے گئے اور ان کو صبر نہیں آیا تھا حتیٰ کہ وہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا: اے ابوبکر! کیا یہ بات نہیں ہے کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن الخطاب! بے شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ ان کو کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا، پھر سورۃ الفتح نازل ہوئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۱۸۱ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی شرح علامہ عینی سے

علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کے بعض مشکل الفاظ اور بعض مشکل جملوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

صفین: یہ دریائے فرات کے قریب ایک جگہ ہے جہاں حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی اور یہ لفظ غیر منصرف ہے۔

ایک مرد نے کہا: یہ مرد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھا، اس نے الحجرات: ۹ کے ایک حصہ کی تلاوت کی اور اس کا قصد اس آیت کی تلاوت نہیں تھا، اس کا قصد یہ تھا کہ جو لوگ جنگ نہیں کر رہے ان کے خلاف جنگ کے لیے کیوں بلایا جا رہا ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: اور اگر مومنوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے گروہ سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کرے، پس اگر وہ رجوع کرے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو۔ (الحجرات: ۹) حضرت علی نے فرمایا: ہاں، مسند احمد اور سنن نسائی میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ میں اس کے زیادہ لائق ہوں یعنی میں کتاب اللہ پر عمل کرنے کے زیادہ لائق ہوں اور مجھے یہ اعتماد ہے کہ میں حق پر ہوں۔

حضرت سہل بن حنیف نے کہا: تم لوگ اپنی رائے کے اوپر غلطی کی تہمت لگاؤ: کیونکہ کبھی انسان اپنی رائے سے ایک بات کہتا ہے اور صحیح اور درست بات اس کے خلاف ہوتی ہے یعنی تم لوگ اپنی آراء پر عمل نہ کرو، ان کی مراد یہ تھی کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کا وقت گزر چکا ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے ان کے نزدیک حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو حکم بنانا ناپسندیدہ تھا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت سہل قتال میں کوتاہی کو غلط سمجھتے تھے تو انہوں نے کہا: تم اپنی رائے پر غلطی کی تہمت لگاؤ کیونکہ میں جنگ میں کوتاہی نہیں کرتا اور میں ضرورت کے وقت جنگ میں کوتاہی کرنے والا نہیں ہوں جیسا کہ حدیبیہ کے دن میں تھا کیونکہ اس دن میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں اس طرح تھا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت پر قادر نہ ہوتا تو میں مشرکین کے خلاف زبردست قتال کرتا لیکن آج ہم جنگ میں مصلحت کو نہیں دیکھتے بلکہ مسلمانوں کی مصلحت کے لیے اس جنگ میں توقف کرنا زیادہ بہتر ہے اور رہا حکم بنانے پر انکار تو حکم بنانے کا حکم کتاب اللہ میں نہیں ہے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! یہ بات

Marfat.com

درست ہے لیکن انکار کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی کتاب سے انحراف کیا کیونکہ مجتہد کی جب یہ رائے ہو اور جب یہ ظن ہو کہ فریقین کے درمیان حکم بنانا جائز ہے تو وہ اللہ کا حکم ہے، حضرت سہل نے کہا: تم اپنی رائے پر غلطی کی تہمت لگاؤ کیونکہ ہم بھی حدیبیہ کے دن قتال ترک کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح پر مجبور کیا۔

تو ہم دین میں پستی کو کیوں اختیار کریں: یعنی ہم ایسی شرائط پر کیوں صلح کریں جو ہمارے عجز اور ضعف پر دلالت کرتی ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۵۹۔ ۲۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک حدیث مذکور کا خلاصہ

میں کہتا ہوں کہ حضرت سہل بن حنیف نے جو کہا کہ تم اپنی رائے پر غلطی کی تہمت لگاؤ تو ان کی اس سے مراد خوارج تھے جو فریقین کے درمیان حکم بنانے کو غلط کہتے تھے، حضرت سہل بن حنیف نے کہا: تمہاری رائے غلط ہے۔ مصلحت کی وجہ سے فریقین کے درمیان حکم بنانا جائز ہے، جیسا کہ حدیبیہ کے دن مشرکین کے خلاف جنگ موقوف کرنا درست تھا اگرچہ ہم لوگ مشرکین سے جنگ نہ کرنے کے خلاف تھے لیکن بعد میں یہ ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کی خیر اور مصلحت اسی میں تھی۔

حدیث مذکور کی شرح حافظ ابن حجر عسقلانی سے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا علم دیا گیا، انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ (کتاب) ان کے باہمی اختلاف میں فیصلہ کرے۔ (آل عمران: ۲۳)

امام احمد نے یہ پوری آیت ذکر کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ مرد عبد اللہ بن الکواء تھا، امام طبری نے ذکر کیا ہے کہ اس کا سبب یہ تھا کہ اہل شام (حضرت معاویہ کا گروہ) نے جب یہ دیکھا کہ اہل عراق (حضرت علی کا گروہ) ان پر غالب آ رہا ہے تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص کو اشارہ کیا کہ وہ قرآن مجید اٹھالیں اور قرآن مجید میں جو حکم مذکور ہے اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں اور ان کی مراد یہ تھی کہ معاملہ طول پکڑ جائے اور ان کو اس مصیبت سے نجات مل جائے جس میں وہ واقع ہو چکے تھے، پس ایسا ہی ہوا جیسے ان کا گمان تھا، پھر جب انہوں نے قرآن مجید کو اٹھالیا اور کہا: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب فیصلہ کرنے والی ہے اور اس بات کو حضرت علی کے لشکر نے سن لیا اور ان میں اکثریت دین دار تھی، پس حضرت علی نے فریقین کے درمیان حکم بنانے کو قبول کر لیا اور ان کی موافقت کی کیونکہ ان کو اعتماد تھا کہ حق ان کے ساتھ ہے اور امام نسائی نے بھی اس حدیث کو احمد بن سلیمان سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری کی روایت پر مسند احمد میں یہ اضافہ ہے کہ جب ہم صفین میں تھے اور اہل شام کے ساتھ جنگ گرم ہو گئی تھی تو حضرت عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ سے کہا: آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف مصحف (قرآن مجید) کو بھیجیں اور انہیں کتاب اللہ پر عمل کی دعوت دیں تو وہ اس پر انکار نہیں کریں گے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد آیا اور کہا: ہمارے اور آپ کے درمیان اللہ کی یہ کتاب حکم ہے یعنی منصف ہے تو حضرت علی نے فرمایا: میں اس کے زیادہ لائق ہوں کہ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب حکم ہو۔ پھر حضرت علی کے پاس خوارج آئے اور ہم اس زمانہ میں ان کو القراء کہتے تھے اور ان کی تلواریں ان کے کندھوں پر تھیں، انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! ہم اس قوم کا انتظار نہیں کرتے، ہم اپنی تلواروں سے ان کے اوپر حملہ کیوں نہیں کرتے، تب حضرت سہل بن حنیف کھڑے ہوئے۔

حضرت علی نے فرمایا: ہاں: امام احمد اور امام نسائی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہاں! میں اس کے زیادہ لائق ہوں یعنی جب کتاب اللہ پر

عمل کرنے کی دعوت دی جائے تو میں اس دعوت کو قبول کرنے کے زیادہ لائق ہوں کیونکہ مجھے اس پر اعتماد ہے کہ حق میرے ساتھ ہے۔

حضرت سہل بن حنیف نے کہا: تم اپنی رائے پر غلطی کی تہمت لگاؤ: یعنی اس رائے میں (کہ فریقین کے درمیان حکم نہیں بنانا چاہیے) کیونکہ اکثر خوارج نے فریقین کے حکم بنانے کا انکار کیا تھا اور کہا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں ہے۔

حضرت علی نے فرمایا: یہ کلمہ حق ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے اور اکابر صحابہ نے حضرت علی کی اطاعت کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ کہ ان کی مخالفت نہ کی جائے کیونکہ وہ مصلحت کو زیادہ جاننے والے ہیں اور حضرت سہل بن حنیف نے خوارج سے ذکر کیا کہ ان کے ساتھ حدیبیہ میں جو معاملہ پیش تھا اس وقت مسلمانوں کی رائے یہ تھی کہ مشرکین کے خلاف جنگ جاری رکھی جائے اور انہوں نے حدیبیہ میں صلح کی مخالفت کی، پھر بعد میں یہ ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کی زیادہ مصلحت صلح میں ہی تھی جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور اس کی پوری تفصیل ان شاء اللہ کتاب استتابۃ المرتدین میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ٦ ص ١٧، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الفتح کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ امام بخاری نے سورۃ الحجرات میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۴۹۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْحُجُرَاتِ

سورۃ الحجرات کی تفسیر

سورۃ الحجرات کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الحجرات کی بعض آیات کی تفسیر ہے، علامہ ابوالعباس نے کہا ہے: یہ پوری سورت مدنی ہے، ہمیں اس میں کوئی اختلاف نہیں پہنچا۔ علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ یہ سورت سورۃ المجادلہ کے بعد نازل ہوئی اور سورۂ تحریم سے پہلے، اور اس سورت میں اٹھارہ (۱۸) آیات ہیں، حجرات حجرہ کی جمع ہے اور اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھر ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا تُقَدِّمُوا لَا تَفْتَاتُوا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِهٖ۔ اور مجاہد نے کہا: لا تقدموا کا معنی ہے: لا تفتاتوا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سبقت نہ کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کوئی فیصلہ فرمائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (الحجرات:۱) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر سبقت نہ کرو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے لا تقدموا کی تفسیر لا تفتاتوا کی ہے، یہ لفظ افتیات سے بنا ہے اور اس کا مادہ فوت ہے اور اس کا معنی ہے: کسی چیز کی طرف سبقت کرنا، مفسرین کا اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تم کتاب اور سنت کے خلاف کوئی بات نہ کہو اور ان سے دوسری روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے دوران کلام نہ کرو اور حضرت جابر اور حسن بصری سے روایت ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذبح کرنے سے پہلے ذبح نہ کرو اور جن لوگوں نے آپ سے پہلے قربانی کر لی تھی ان کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: تم اپنے نبی کے روزہ رکھنے سے پہلے روزہ نہ رکھو اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بنو تمیم کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ القعقاع بن محمد بن زرارہ کو امیر بنائیں اور حضرت عمر نے کہا: الاقرع بن حابس کو امیر بنائیں، حضرت ابوبکر نے کہا: تم صرف میری مخالفت کا ارادہ رکھتے ہو، حضرت عمر نے کہا: میں نے آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا، پھر ان دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (الحجرات:۱) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر سبقت نہ کرو۔

اور ضحاک سے منقول ہے: قتال میں اور دین کے احکام میں یعنی اللہ اور اس کے رسول کے بغیر کسی کام کا فیصلہ نہ کرو، اور الکلبی

سے منقول ہے: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قول اور فعل سے پہلے سبقت نہ کرو حتیٰ کہ وہ خود تمہیں کسی کام کا حکم دیں، اور ابن زید سے منقول ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے بغیر کسی کام کا فیصلہ نہ کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ چلو۔

امْتَحَنَ أَخْلَصَ۔ امتحن کا معنی ہے: خاص کرلیا اور چن لیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (الحجرات: ۳)

بے شک جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے، ان ہی کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے امتحن کی تفسیر اخلص کے ساتھ کی ہے اور امام عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اپنے پسندیدہ کاموں کے لیے چن لیا ہے۔

وَلَا تَنَابَزُوا يُدْعَى بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ۔ تَنَابَزُوا کا معنی ہے: اسلام کے بعد کسی کو کفر کے ساتھ پکارا جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ۔ (الحجرات: ۱۱)

اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے بلاؤ، ایمان کے بعد فاسق کہلانا کتنا برا کام ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: تنابز کا معنی ہے: کسی مرد کو اسلام کے بعد کفر کے نام سے پکارا جائے۔ اس کا حاصل وہ ہے جو مجاہد نے کہا کہ کسی مسلمان مرد کو کافر کہہ کر نہ پکارو اور عکرمہ سے منقول ہے کہ تنابز کا معنی ہے: ایک مرد دوسرے مرد کو کافر، منافق یا فاسق کہے اور اس کے نزول کا سبب یہ ہے جو ضحاک نے روایت کی ہے: یہ آیت ہم میں یعنی بنوسلمہ میں نازل ہوئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو ہم میں سے ہر شخص کے دو دو یا تین تین نام تھے، پس جب ایک دوسرے مرد کو بلاتا تو ہم کہتے: یارسول اللہ! یہ شخص اس نام سے غضب ناک ہوتا ہے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ۔ (الحجرات: ۱۴) اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ بلاؤ۔

يَلِتْكُمْ يَنْقُصْكُمْ أَلَتْنَا نَقَصْنَا۔ يَلِتْكُمْ کا معنی ہے: ینقصکم یعنی تم میں کمی کرے گا، التنا کا معنی ہے: نقصنا یعنی ہم نے کمی کی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (الحجرات: ۱۴)

اور اگر تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی تو اللہ تمہارے نیک اعمال سے کوئی کمی نہیں کرے گا، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یلتکم کی تفسیر ینقصکم کی ہے اور یہ لفظ لاتی یلیت لیتا سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: وہ اس سے کوئی کمی نہیں کرے گا اور التنا کا معنی ہے: نقصنا اور یہ لفظ سورۃ الطور میں ہے، امام بخاری نے اس لفظ کو یہاں پر بالتبع ذکر کردیا ہے۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۲۶۰۔۲۵۹ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ: لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ (الحجرات:۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔ (الحجرات:۲) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ پوری آیت اس طرح ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (الحجرات:۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولو جیسے ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات کرتے ہو، ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا O

تشعرون کا معنی ہے: تعلمون یعنی تم جانتے ہو اور اسی سے الشاعر ماخوذ ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تشعرون کی تفسیر تعلمون کی ہے اور اسی طرح دوسرے مفسرین نے اس کی تفسیر کی ہے، امام بخاری نے کہا: اسی سے الشاعر ماخوذ ہے، کہا جاتا ہے: شعرت بالشیء میں نے اس چیز کو ذہانت سے جان لیا اور اسی سے شاعر ماخوذ ہے کیونکہ وہ بھی ذہین ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۴۵۔ حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيلٍ اللَّخْمِيُّ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَادَ الْخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رضی اللہ عنهما رَفَعَا أَصْوَاتَهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم حِينَ قَدِمَ عَلَيْهِ رَكْبُ بَنِي تَمِيمٍ فَأَشَارَ أَحَدُهُمَا بِالْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ وَأَشَارَ الْآخَرُ بِرَجُلٍ آخَرَ قَالَ نَافِعٌ لَا أَحْفَظُ اسْمَهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ مَا أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِي قَالَ مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فِي ذَلِكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ﴾ الْآيَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَمَا كَانَ عُمَرُ يُسْمِعُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ حَتَّى يَسْتَفْهِمَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَلِكَ عَنْ أَبِيهِ يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یسرہ بن صفوان بن جمیل اللخمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ، انہوں نے بیان کیا: قریب تھا کہ سب سے بہتر دو مرد ہلاک ہو جاتے یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما، ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آوازیں بلند کیں جب آپ کے پاس بنو تمیم کے سوار آئے تھے تو ان میں سے ایک نے اقرع بن حابس کو امیر بنانے کا اشارہ کیا جو بنی مجاشع کا بھائی تھا اور دوسرے نے دوسرے مرد کو امیر بنانے کا اشارہ کیا، نافع نے کہا: مجھے اس کا نام یاد نہیں، پس حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا: تم نے صرف میری مخالفت کا ارادہ کیا ہے، حضرت عمر نے کہا: میں نے آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا: پس اس معاملہ میں دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ الآیہ (اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو) حضرت ابن الزبیر نے کہا: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر بہت پست آواز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات سناتے تھے حتیٰ کہ آپ ان سے اس بات کو پوچھتے تھے اور حضرت

Marfat.com

ابن الزبیر نے اس کے متعلق اپنے باپ (اپنے نانا) یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۳۶۷ میں گزر چکی ہے تاہم بعض مشکل اور مجمل الفاظ کی شرح کی جارہی ہے:

بنوتمیم کے سواروں کے آنے کی تاریخ اور آپ کے سامنے بعض خواتین کے بلند آواز سے باتیں کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب آپ کے پاس بنوتمیم کے سوار آئے: یہ سوار آپ کے پاس نو (۹) ہجری میں اونٹوں پر سفر کر کے آئے تھے۔ان میں سے ایک نے اقرع بن حابس کو امیر بنانے کو کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت اقرع کی وفات ہوگئی تھی۔

اور دوسرے نے دوسرے آدمی لیے کہا: وہ دوسرا امرؤ القعقاع بن معبد بن زرارہ تھا۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر بہت پست آواز سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات سناتے تھے: کیونکہ اس آیت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے بات کرنا حرام ہو گیا تھا، اس پر یہ اشکال ہے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عمر اجازت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت آپ کے پاس قریش کی خواتین تھیں جو آپ سے بلند آواز میں باتیں کررہی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ان کا بلند آواز سے باتیں کرنا ممانعت سے پہلے ہو یا سب عورتوں کی آواز مل کر بلند ہوگئی ہو اور ہر ایک کی آواز بلند نہ ہو۔

اور اس کے متعلق حضرت ابن الزبیر نے اپنے باپ سے یعنی اپنے نانا سے کوئی بات نہیں سنی: علامہ کرمانی نے کہا کہ نانا کے اوپر باپ کا اطلاق مجاز ہے کیونکہ حضرت ابوبکر حضرت عبداللہ بن زبیر کی ماں کے باپ تھے اور ان کی ماں حضرت اسماء بنت ابی بکر تھیں۔(عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۲۶۲۔۲۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۴۶۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ أَنْبَأَنِي مُوسَى بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِي بَيْتِهِ مُنَكِّسًا رَأْسَهُ فَقَالَ لَهُ مَا شَأْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ مُوسَى فَرَجَعَ إِلَيْهِ الْمَرَّةَ الْآخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيمَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَلَكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ازہر بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن انس نے خبر دی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو گم پایا تو ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو ان کا پتا بتاتا ہوں، پس وہ حضرت ثابت بن قیس کے پاس گئے تو دیکھا وہ اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے تو انہوں نے ان سے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا، بہت برا حال ہے، (انہوں نے بتایا:) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرتے تھے تو (انہوں نے گمان کیا ہے) ان کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ اہل دوزخ سے ہو گئے ہیں، پس وہ مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ کو اس بات کی خبر دی اور بتایا کہ اس نے اس طرح اور اس طرح کہا ہے،

Marfat.com

موسیٰ (بن انس) نے کہا: پھر وہ مرد دوسری بار حضرت ثابت بن قیس کے پاس عظیم بشارت لے کر گیا، آپ نے فرمایا: تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم اہل دوزخ سے نہیں ہو لیکن تم اہل جنت سے ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۱۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ثابت بن قیس کو جنت کی بشارت دی گئی تو یہ عشرہ مبشرہ پر زائد ہو گئے؟ اس اعتراض کا جواب

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس کے جنتی ہونے کی اس حدیث میں تصریح ہے اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ جنتی صحابہ دس (۱۰) ہیں تو اس کا ل جواب یہ ہے کہ عشرہ مبشرہ کو ایک مجلس میں جنت کی بشارت دی گئی تھی، ان کے علاوہ جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ الگ الگ مواقع پر دی گئی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ عدد کے مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا اس لیے دس (۱۰) سے زیادہ کی بشارت کی نفی نہیں ہوگی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ عشرہ مبشرہ وہ ہیں جن کو لفظ بشارت کے ساتھ جنت کی بشارت دی گئی اور یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین بھی اہل جنت سے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ: اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۝ (الحجرات: ۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسول مکرم!) بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں O (الحجرات: ۴) کی تفسیر

الحجرات: ۴، کا شان نزول

علامہ عینی لکھتے ہیں: مفسرین نے کہا ہے کہ قبیلہ تمیم کے اعراب نے یعنی دیہاتیوں نے ندا کی: اے محمد! ہماری طرف باہر آئیں اور قتادہ نے کہا کہ زید بن ارقم سے روایت ہے کہ چند دیہاتی لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور انہوں نے ایک دوسرے سے کہا ہم اس مرد کی طرف جاتے ہیں، اگر یہ واقعی نبی ہیں تو ہم لوگوں میں سے سب سے زیادہ کامیاب ہوں گے اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو ہم ان کے سائے میں زندگی گزاریں گے، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کی طرف آئے اور آپ کو ندا کرنے لگے: یا محمد! یا محمد! تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ الآیۃ (بے شک جو لوگ آپ کو ندا کرتے ہیں)۔ (عمدۃ القاری ۱۹ ص ۲۶۳)

۴۸۴۷۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِی ابْنُ أَبِی مُلَیْكَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِی تَمِیمٍ عَلَى النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدٍ وَقَالَ عُمَرُ بَلْ أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا أَرَدْتَ إِلَى أَوْ إِلَّا خِلَافِی فَقَالَ عُمَرُ مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ فَتَمَارَیَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ فِی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنو تمیم کے سوار آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کے اوپر القعقاع بن معبد کو امیر بنائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بلکہ ان کے اوپر الاقرع بن حابس کو امیر بنائیں، پس حضرت ابوبکر نے

ذٰلِكَ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ حَتّٰى انْقَضَتِ الْآيَةُ۔

کہا: تم نے میری طرف کیا ارادہ کیا ہے یا کہا: تم نے صرف میری مخالفت کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: میں نے آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا، پھر وہ دونوں بحث کرنے لگے حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہونے لگیں، تو اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (الحجرات:۱) (اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر سبقت نہ کرو) حتیٰ کہ یہ آیت پوری ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۳۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۔ بَابٌ: وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ (الحجرات:۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر یہ لوگ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود باہر آجاتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا۔ (الحجرات:۵) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے، باب کا عنوان تو قائم کیا ہے لیکن اس کے بعد اس کے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں کی، پس یا تو امام بخاری کو اس باب کے مناسب اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث ملی نہیں یا ان پر اس سے پہلے موت آگئی، کہ وہ اس باب کے مناسب کوئی حدیث درج کر دیتے۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الحجرات کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اب ان شاء اللہ سورۃ ق کی تفسیر میں انہوں نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۵۰۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ قٓ

سورۂ قٓ کی تفسیر

سورۂ قٓ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ قٓ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس سورت میں پینتالیس (۴۵) آیات ہیں، یہ سورۃ مکی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قٓ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اور قتادہ سے روایت ہے کہ یہ قرآن مجید کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، علامہ قرطبی سے منقول ہے کہ قٓ سے مراد اللہ تعالیٰ کے یہ اسماء ہیں: قدیر، قادر، قاہر، قریب، قاضی اور قابض، اور الشعبی سے منقول ہے کہ قٓ سے سورت کا افتتاح کیا ہے۔

رَجۡعٌ بَعِیۡدٌ رَدٌّ۔ رَجۡعٌ بَعِیۡدٌ اس کا معنی ہے: دنیا کی طرف دوبارہ لوٹنا یا جانا بہت بعید ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ءَاِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ ۝ (ق:۳) کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو پھر زندہ ہوں گے)، بے شک یہ لوٹنا (عقل سے) بعید ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے رجعٌ بعید کی یہ تفسیر کی ہے کہ دوبارہ زندگی کی طرف لوٹنا یا جانا بعید ہے کیونکہ مشرکین مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا اعتراف نہیں کرتے تھے۔

فُرُوۡجٍ فُتُوۡقٍ وَاحِدُھَا فَرۡجٌ۔ فُرُوۡجٍ کا معنی فتوق ہے یعنی شگاف، فروج جمع ہے اور اس کا واحد فرج ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَہُمۡ کَیۡفَ بَنَیۡنٰہَا وَ زَیَّنّٰہَا وَ مَا لَہَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ۝ (ق:۶) کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا ہم نے اس کو کیسے بنایا اور کس طرح اس کو (ستاروں سے) مزین کیا اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: الفروج، فرج کی جمع ہے اور ابن زید سے منقول ہے: الفروج اس چیز کو کہتے ہیں جس کے اجزاء ایک دوسرے سے متفرق ہوں اور الکسائی سے منقول ہے کہ آسمانوں میں کوئی تفاوت اور اختلاف نہیں ہے۔

مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ وَرِیۡدَاہُ فِیۡ حَلۡقِہٖ وَالۡحَبۡلُ حَبۡلُ الۡعَاتِقِ۔ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ یعنی حلق میں دو رگیں ہیں، الحبل گردن کی رگ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۝ (ق:١٦) اور ہم (انسان کی) شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی ہم اس پر اس کی شہ رگ سے زیادہ قادر ہیں چونکہ یہ شہ رگ رسی کے مشابہ ہوتی ہے اس لیے اس کو الحبل فرمایا، اس رگ کے کٹنے سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ امام طبری نے اس تفسیر کو اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْ عِظَامِهِمْ۔ اور مجاہد نے کہا: ماتنقص الارض منهم زمین ان کی ہڈیوں سے جو کم کرتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۔ (ق:٤) بے شک ہم جانتے ہیں کہ زمین ان سے کتنا کم کرتی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے اجسام میں سے جو کم کرتی ہے۔

تَبْصِرَةً بَصِیْرَةً۔ تَبْصِرَةً اس کا معنی ہے: بَصِیْرَةً۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰی لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۝ (ق:٨) جو بصیرت اور نصیحت ہیں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تَبْصِرَةً کی تفسیر بصیرت کے ساتھ کی ہے یعنی ہم نے اس کو بصیرت بنا دیا اور منیب کا معنی ہے: مخلص۔

حَبَّ الْحَصِیْدِ الْحِنْطَةُ۔ حَبُّ الحصید یعنی کاٹی ہوئی فصل کے دانے، اس سے مراد گندم ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ ۝ (ق:٩) اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس سے باغات اور کھیتوں میں کاٹی جانے والی فصل کے دانے اگائے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے ان دانوں کی تفسیر گندم کے ساتھ کی ہے اسی طرح جو اور باقی دانے بھی ہیں۔

بَاسِقَاتٍ الطِّوَالُ۔ بٰسِقٰتٍ اس کا معنی ہے: اونچے اونچے لمبے لمبے درخت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ۝ (ق:١٠) اور کھجور کے لیے درخت اگائے جن پر تہ بہ تہ پھل لدے ہوئے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے بٰسِقٰتٍ کی تفسیر لمبے درختوں کے ساتھ کی ہے، جب کوئی چیز لمبی اور طویل ہو تو اس کو کہا جاتا ہے: بسق الشیئ اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بٰسِقٰتٍ کو ص کے ساتھ پڑھتے تھے۔

اَفَعَیِیْنَا اَفَاَعْیَا عَلَیْنَا حِیْنَ اَنْشَاَكُمْ وَاَنْشَاَ خَلْقَكُمْ۔ اَفَعَیِیْنَا اس کا معنی ہے: کیا ہم پر بوجھ بن گیا ہے یا ہم کو تھکا دیا ہے جب ہم نے تم کو پیدا کیا اور ہم نے تمہاری صورتیں بنائیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ اپنے

Marfat.com

جَدِیۡدٍ ۝ (ق:۱۵) ازسرنو پیدا ہونے کے متعلق شک میں مبتلا ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَفَعَیِیۡنَا کی تفسیر کی ہے اَفَاعیا علینا یعنی کیا ہم دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو گئے ہیں یا ہم پر یہ مشکل ہو گیا ہے۔ عیبی عن کذا کا معنی ہے: اس سے عاجز ہو گئے، بَلۡ هُمۡ فِیۡ لَبۡسٍ اس کا معنی ہے: شیطان نے ان کو شک میں ڈال دیا مِّنۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ یعنی دوبارہ پیدا کرنے سے۔

وَقَالَ قَرِیۡنُهٗ الشَّیۡطٰنُ الَّذِیۡ قُیِّضَ لَهٗ۔ وَقَالَ قَرِیۡنُهٗ اس سے مراد وہ شیطان ہے جو اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالَ قَرِیۡنُهٗ هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیۡدٌ ۝ (ق:۲۳) اور اس (کی زندگی) کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا: یہ اس کا اعمال نامہ ہے جو میرے پاس تیار ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے قرین کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی ہے جو اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے اور قتادہ سے منقول ہے: اس سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اس کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے، اسی طرح تفسیر ثعلبی میں ہے۔

فَنَقَّبُوۡا ضَرَبُوۡا۔ فَنَقَّبُوۡا کا معنی ہے: زمین میں سفر کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَنَقَّبُوۡا فِی الۡبِلَادِ ؕ هَلۡ مِنۡ مَّحِیۡصٍ ۝ (ق:۳۶) انہوں نے بہت سے شہروں کو کھنگال ڈالا کہ کہیں چھٹکارے کی جگہ ہو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے نَقَّبُوۡا کی تفسیر کی ہے: زمین میں سفر کرنے کے ساتھ، اسی طرح مجاہد سے منقول ہے اور ضحاک سے منقول ہے کہ وہ زمین میں گھومے پھرے اور الفراء سے منقول ہے: انہوں نے زمین کو کھنگال ڈالا، فَنَقِّبُوۡا میں قاف پر زیر بھی پڑھا گیا ہے اور یہ امر کا صیغہ ہے جو تہدید اور وعید کے لیے ہے یعنی تم تمام شہروں میں اور تمام روئے زمین میں گھوم پھر کر دیکھو کہیں موت سے نجات ہے، تہدید اور وعید کا معنی ہے: ڈانٹ ڈپٹ۔

اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ لَا یُحَدِّثُ نَفۡسَهٗ بِغَیۡرِهٖ۔ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ اس کا معنی ہے: وہ اپنے دل میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہ سوچیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَهُوَ شَهِیۡدٌ ۝ (ق:۳۷) یا جو کان لگا کر سنے اور اس کا ذہن حاضر ہو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَهُوَ شَهِیۡدٌ کی تفسیر کی ہے کہ وہ اپنے دل میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہ سوچیں یعنی وہ قرآن کو سنیں اور اس کی طرف کان لگائیں اور ان کا ذہن حاضر ہو۔

حِیۡنَ اَنۡشَاَکُمۡ وَاَنۡشَاَ خَلۡقَکُمۡ۔ وحین انشاکم اور اس نے تمہاری خلقت بنائی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کا تعلق اَفَعَیِیۡنَا (ق:۱۵) سے ہے یعنی تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ بہ ظاہر اس تعلیق کو اس تعلیق کے ساتھ ہونا چاہیے تھا لیکن یہ سہو کاتب کی وجہ سے یہاں لکھی گئی۔

رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ رَصَدٌ۔ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ اس کا معنی ہے: رَصَدٌ یعنی جو کسی کی گھات میں ہو۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾ وہ جو بات بھی کہتا ہے (اس کو لکھنے کے لیے) اس کا کوئی محافظ (فرشتہ) منتظر ہوتا ہےO (ق:۱۸)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ کی تفسیر رصد کے ساتھ کی ہے یعنی جو انتظار کرتا ہے اور گھات میں ہوتا ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ رقیب کا معنی حافظ ہے اور عتید کا معنی حاضر ہے۔

سَائِقٌ وَّشَهِيْدٌ اَلْمَلَكَانِ كَاتِبٌ وَّشَهِيْدٌ۔ سَائِقٌ وَّ شَهِيْدٌ یہ دو فرشتے ہیں ایک لکھنے والا ہے اور دوسرا گواہ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿٢١﴾ اور ہر شخص اس طرح حاضر ہوگا کہ اس کو چلانے والا ایک فرشتہ ہوگا اور ایک گواہ ہوگاO (ق:۲۱)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ ایک لکھنے والا ہے اور دوسرا گواہ ہے اور حسن بصری سے منقول ہے کہ ایک اس کو چلانے والا ہوگا اور دوسرا گواہ ہوگا۔

شَهِيْدٌ شَاهِدٌ بِالْغَيْبِ۔ شَهِيْدٌ اس کا معنی ہے: جو دل کے ساتھ حاضر ہونے والا ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿٣٧﴾ (ق:۳۷) بے شک اس (قرآن) میں اس کے لیے ضرور نصیحت ہے جو صاحب دل ہو یا جو ذہن حاضر کر کے کان لگائےO

علامہ عینی لکھتے ہیں: الکشمیہنی کی روایت بالقلب ہے اور دوسروں کی روایت بالغیب ہے اور اسی طرح مجاہد سے روایت ہے۔

مِنْ لُغُوْبٍ النَّصَبُ۔ لُغُوْبٍ اس کا معنی ہے: النصب یعنی تھکاوٹ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿٣٨﴾ (ق:۳۸) اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئیO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے لغوب کی تفسیر نصب کے ساتھ کی ہے جس کا معنی ہے: مشقت اور تھکاوٹ، امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ یہ روایت کی ہے کہ یہود نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور تخلیق سے جمعہ کے دن فارغ ہو گیا اور ہفتہ کے دن اس نے آرام کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی اور فرمایا: وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿٣٨﴾ اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئیO

وَقَالَ غَيْرُهٗ نَضِيْدٌ الْكُفُرّٰى مَا دَامَ فِيْ اَكْمَامِهٖ وَمَعْنَاهُ مَنْضُوْدٌ بَعْضُهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ اَكْمَامِهٖ فَلَيْسَ بِنَضِيْدٍ۔ مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا: نضید یعنی خوشہ اس وقت تک ہوتا ہے جب تک وہ اپنے غلاف میں ہو اور اس کا معنی ہے: بعض بعض کے اوپر تہ بہ تہ ہیں: پس جب وہ اپنے غلاف سے نکل جائے تو وہ نضید نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ (ق:١٠)

اور کھجور کے لیے لمبے اور اونچے درخت اگائے جن پر تہ بہ تہ شگوفے لدے ہوئے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے نضید کی تفسیر کُفَرِیٰ کے ساتھ کی ہے (کاف پر پیش اور فاء پر زبر اور راء پر تشدید) یہ اس شگوفے کو کہتے ہیں جب تک وہ اپنے غلاف میں ہو، اس کی تفسیر عنقریب گزر چکی ہے۔ مسروق نے کہا کہ جنت کے کھجور کے درخت اپنی جڑ سے لے کر پتوں تک نضید ہیں اور ان کے پھل مٹکوں اور ڈولوں کے برابر تہ بہ تہ ہیں، جب ان میں ایک پھل توڑا جاتا ہے تو اس کی جگہ فوراً دوسرا لگ جاتا ہے۔

وَإِدْبَارِ النُّجُومِ وَأَدْبَارِ السُّجُودِ كَانَ عَاصِمٌ يَفْتَحُ الَّتِي فِي ق وَيَكْسِرُ الَّتِي فِي الطُّورِ وَيُكْسَرَانِ جَمِيعًا وَيُنْصَبَانِ۔

اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝ (الطور:٤٩) اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ (ق:٤٠) میں عاصم ق کی آیت میں ادبار کے ہمزہ پر زبر پڑھتے ہیں اور طور کی آیت میں ہمزہ پر زیر پڑھتے ہیں اور بعض دونوں لفظوں پر زیر پڑھتے ہیں اور بعض دونوں لفظوں پر زبر پڑھتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ (ق:٤٠)

اور رات کے کچھ حصہ میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور نمازوں کے بعد (بھی) O

علامہ عینی لکھتے ہیں: ابوعمرو اور الکسائی نے ہمزہ پر زبر پڑھنے میں عاصم کی موافقت کی ہے اور نافع، ابن کثیر اور حمزہ نے عاصم کی مخالفت کی ہے اور ہمزہ پر زیر پڑھی ہے، علامہ داؤدی نے کہا ہے: جس نے زیر کے ساتھ أدبار النجوم پڑھا وہ ستاروں کے مائل اور جھکنے کا ارادہ کرتا ہے اور جس نے ہمزہ پر زبر پڑھی ہے وہ اس آیت کی موافقت کرتا ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ (ق:٣٩-٤٠)

اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے O اور رات کے کچھ حصہ میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور نمازوں کے بعد (بھی) O

اس کا معنی ہے: حقیقتاً تسبیح کیجئے اور ایک قول ہے: فرض نمازوں کے بعد اس کی تسبیح کیجئے، دوسرا قول ہے: فرض نمازوں کے بعد نوافل پڑھیے۔ طلوع الشمس سے پہلے کا معنی ہے: صبح کے وقت اور غروب سے پہلے کا معنی ہے: عصر کے وقت اور رات کے کچھ حصہ میں اس کی تسبیح کیجئے، اس سے مراد ہے: عشاء کی نماز میں اور ایک قول ہے: تہجد کی نماز میں، اور أدبار السجود کا معنی ہے: مغرب کے بعد دو رکعت اور ادبار النجوم کا معنی ہے: فجر سے پہلے دو رکعت اور ادبار کا لفظ دُبُرٌ کی جمع ہے۔ امام بخاری نے کہا: اور بعض دونوں میں زیر پڑھتے تھے یعنی سورۂ طور اور سورۂ ق میں دونوں میں ادبار کے ہمزہ پر زیر پڑھتے ہیں اور بعض دونوں میں ادبار کے ہمزہ پر زبر پڑھتے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْخُرُوْجِ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ إِلَى الْبَعْثِ مِنَ الْقُبُوْرِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یوم الخروج کا معنی ہے: جس دن وہ قبروں سے نکالے جائیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ

جس دن لوگ چیخ کی آواز برحق سنیں گے، یہ قبروں سے نکلنے کا دن

الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾ (ق:۴۲) ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابن ابی حاتم نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۶۷۔۲۶۴ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ: وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿٣٠﴾ (ق:۳۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اور دوزخ کہے گی:) کیا کچھ اور زیادہ (لوگ) ہیں O (ق:۳۰) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿٣٠﴾ (ق:۳۰)

(آپ یاد کیجئے!) جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو پر ہو گئی؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ (لوگ) ہیں O

علامہ ثعلبی لکھتے ہیں: اس آیت میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ھَلْ نفی کے معنیٰ میں ہو یعنی اب اضافہ کی گنجائش نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ھَلْ استفہام کے معنیٰ میں ہو یعنی کیا اور بھی کچھ لوگ ہیں؟ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۶۷)

۴۸۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يُلْقَى فِي النَّارِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتَّى يَضَعَ قَدَمَهُ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ۔

(صحیح البخاری: ۶۶۶۱۔۷۳۸۴)، (ترمذی: ۳۲۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حرمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: دوزخ میں اہل دوزخ کو ڈالا جائے گا اور دوزخ کہے گی: کیا کچھ اور بھی زیادہ لوگ ہیں حتیٰ کہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھ دے گا تو دوزخ کہے گی: مجھے یہ لوگ کافی ہیں۔

۴۸۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا أَبُو سُفْيَانَ الْحِمْيَرِيُّ سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ وَأَكْثَرُ مَا كَانَ يُوقِفُهُ أَبُو سُفْيَانَ يُقَالُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدَمَهُ عَلَيْهَا فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد موسیٰ القطان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو سفیان الحمیری سعید بن یحییٰ بن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ اس حدیث کو مرفوع بیان کرتے ہیں اور ابو سفیان اس کو اکثر موقوف بیان کرتے ہیں، جہنم سے کہا جائے گا: کیا تو پر ہو گئی، وہ کہے گی: کیا کچھ اور لوگ بھی ہیں؟ پس رب تبارک وتعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دے گا تو جہنم کہے گی: مجھے یہ لوگ کافی ہیں، مجھے یہ لوگ کافی ہیں۔

۴۸۵۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی،

Marfat.com

عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ مَا لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِلْجَنَّةِ أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَقَالَ لِلنَّارِ إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مِلْؤُهَا فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتَّى يَضَعَ رِجْلَهُ فَتَقُولُ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ وَلَا يَظْلِمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا وَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا.

انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور دوزخ نے مباحثہ کیا، پس دوزخ نے کہا: مجھے متکبرین اور جابر لوگوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور جنت نے کہا: مجھے کیا ہوا کہ میرے اندر صرف کمزور اور کم حیثیت لوگ داخل ہوں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت ہے میں تیرے سبب سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا رحم فرماؤں گا اور دوزخ سے فرمائے گا: تو صرف میرا عذاب ہے تیرے سبب سے میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا، جنت اور دوزخ میں سے ہر ایک کے لیے بھرنا ہوگا، رہی دوزخ تو وہ اس وقت تک نہیں بھرے گی حتیٰ کہ رب العزت (اپنی شان کے مطابق) اس میں اپنا پیر رکھ دے گا تو وہ کہے گی: مجھے یہ لوگ کافی ہیں، مجھے یہ لوگ کافی ہیں، پس اس وقت دوزخ بھر جائے گی اور دوزخ کے حصے ایک دوسرے پر چڑھ جائیں گے اور اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور رہی جنت تو اللہ عزوجل اس کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کرے گا۔

جنت اور دوزخ کے مباحثہ کی کیفیت، جنت میں زیادہ تر پسماندہ لوگ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر دلیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنت اور دوزخ نے مباحثہ کیا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے زبان حال سے مباحثہ کیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے زبان قال سے مباحثہ کیا ہو۔

دوزخ نے کہا: مجھے متکبرین اور جابر لوگوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے: لغوی طور پر ان دونوں لفظوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور دوسرا لفظ پہلے کی تاکید ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ متکبر وہ ہوتا ہے جو ان اوصاف کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہو جو اس میں نہ ہوں اور جابر وہ ہے جو اس کے برخلاف ہو (یعنی وہ ان اوصاف کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھے جو اس میں ہوں)۔

اور جنت کہے گی: میرے اندر صرف کمزور اور کم حیثیت لوگ ہیں: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے ضعف کی وجہ سے اکثر لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان کو اپنے دروازوں سے دھتکار دیتے ہیں، لوگوں کے نزدیک وہ حقیر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ عظیم ہوتے ہیں کیونکہ یہ لوگ بہت زیادہ تواضع کرنے والے ہوتے ہیں اور یہ حصر المطلب اور اکثر کے اعتبار سے ہے کیونکہ اکثر جنتی لوگ فقراء اور مساکین ہوں گے اور جنت میں مال دار لوگ بہت کم ہوں گے۔

اور اللہ جنت کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کرے گا: امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

جنت میں اتنی جگہ باقی ہوگی جتنی اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر اس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا فرمائے گا جس کو وہ چاہے گا اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے فضل سے ایک مخلوق کو پیدا کرے گا، علامہ نووی نے لکھا ہے: اس حدیث میں اہل سنت کی یہ دلیل ہے کہ ثواب عطا فرمانا اعمال پر موقوف نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کو اس وقت پیدا کیا جائے گا، ان کو جنت عطا کی جائے گی اور ان کو جنت اور اس کا ثواب بغیر عمل کے عطا کیا جائے گا اور اسی کی مثل وہ نابالغ بچے اور دیوانے ہیں جنہوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے جنت میں ہوں گے اور اس حدیث میں جنت کی وسعت پر بھی دلیل ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک جنتی شخص کو دنیا کی دس گنا نعمتیں دی جائیں گی، اور علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت سے فرمائے گا: تم وسیع ہو جاؤ تو وہ اتنی تیزی سے وسیع ہوگی جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے۔

دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے اور پیر رکھنے کے متعلق دو مذہب اور قدم رکھنے اور پیر رکھنے کی مختلف تاویلات

جن احادیث میں دوزخ میں اللہ عزوجل کے قدم رکھنے کا ذکر ہے، یہ مشہور احادیث الصفات ہیں اور ان میں علماء کے دو مذہب ہیں:

(۱) مذہب المفوضہ: اللہ تعالیٰ نے قدم رکھنے سے جس معنی کا ارادہ کیا ہے وہ برحق ہے اور اس کا ایسا معنی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور اس کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے، جمہور سلف اور متکلمین کی جماعت کا یہی مذہب ہے۔

(۲) مذہب المؤولہ: اور یہ جمہور متکلمین کا مذہب ہے اور ان میں قدم اور پیر رکھنے کی تاویل میں اختلاف ہے۔

قدم کی حسب ذیل تاویلات ہیں:

(الف) قدم سے مراد مُتَقَدِّمہ ہے اور اس کا معنی یہ ہے: جن لوگوں کو پہلے عذاب دیا جائے گا ان کو دوزخ میں رکھ دے گا۔

(ب) اس سے مراد بعض مخلوق کا قدم ہے اور قدمہ کی ضمیر اس مخلوق کی طرف راجع ہے جو اللہ کو معلوم ہے۔

(ج) یا کوئی مخلوق ہے جس کا نام قدم ہے، اللہ اس مخلوق کو دوزخ میں رکھ دے گا۔

(د) قدم سے مراد جگہ ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان لوگوں کو اور ان جگہوں کو دوزخ میں ڈال دے گا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی یا جن جگہوں پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی اور دوزخ یہ کہتی رہے گی کہ مجھ میں اور لوگ اور جگہیں ڈال حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس میں اتنی جگہیں ڈال دے گا اور اتنے کافر لوگ ڈال دے گا جن سے دوزخ بھر جائے گی۔

(ہ) قدم رکھنے سے مراد زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ ہے جیسے کوئی شخص کہے: یہ تمام چیزیں تو میرے قدم کے نیچے ہیں، پس اللہ تعالیٰ دوزخ کو زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کرے گا جس کے بعد وہ مزید لوگوں کے ڈالنے کا مطالبہ نہیں کرے گی۔

(و) علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ قدم سے مراد آخر ہے کیونکہ قدم آخر اعضاء ہے اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں اہل دوزخ کے آخر کو رکھ دے گا۔

بعض روایات میں قدم رکھنے کی بجائے پیر رکھنے کا ذکر ہے، امام ابوبکر بن فورک نے کہا ہے کہ پیر کا لفظ اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں ہے، لیکن ان کے اس قول کو رد کیا گیا ہے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں پیر کا لفظ ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ جن روایات میں پیر کا لفظ ہے وہ بعض راویوں کی تحریف ہے کیونکہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ قدم سے مراد عضو ہے اور اس کو انہوں نے پیر سے تعبیر کیا۔

اور مؤولین نے پیر کی تعریف میں بھی اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ لفظ زجر و توبیخ کے لیے ہے جیسے تم کہو کہ میں نے فلاں

چیز کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھ دیا، اور اس کا بیان ہم قدم کی تاویل میں کر چکے ہیں۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ اس سے مراد بعض مخلوق کا پیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس مخلوق کے پیر کو دوزخ میں رکھ دے گا، تیسری تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی مخلوق کا نام پیر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مخلوق کو دوزخ میں رکھ دے گا۔

اور بعض علماء نے ان تمام احادیث کا انکار کیا اور ان کی تکذیب کی ہے اور یہ ثقہ راویوں پر طعن ہے اور احادیث صحیحہ کے رد کرنے میں افراط ہے اور بعض علماء نے ان احادیث کی ایسی تاویل کی ہے جو مشبہہ کے قول کے قریب ہے۔

(عمدۃ القاری ۱۹ ص ۲۶۸-۲۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲- بَابٌ: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ (ق: ۳۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے ○ (ق: ۳۹) کی تفسیر

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: باب فسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس و قبل غروبها اسی طرح ابوذر نے اس کے عنوان میں لکھا ہے اور حدیث کے سیاق میں دونوں جگہوں پر دسبح واؤ کے ساتھ ہے اور یہی تلاوت کے موافق ہے اور یہی صحیح ہے اور ان کے نزدیک قبل الغروب کا لفظ ہے اور اس سورت کی آیت کے موافق ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایسی مبہم اور بے جا بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہمارے نسخہ میں جو عنوان ہے وہ اس سورت کی آیت کے موافق ہے (یعنی فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ ق: ۳۹) پھر قرآن مجید میں تحریف کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اس کو ابوذر یا کسی اور کی طرف منسوب کرنے کی کیا حاجت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۵۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾﴾ (ق: ۳۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از جریر از اسماعیل از قیس بن ابی حازم از جریر بن عبد اللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے چودھویں رات کو چاند کی طرف دیکھا، پس فرمایا: تم عنقریب اپنے رب کو دیکھو گے جیسا کہ اس (چاند) کو دیکھ رہے ہو، تم اس کو دیکھنے میں تنگ نہیں ہو گے، پس اگر تم یہ کر سکتے ہو تو تم طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے نماز پڑھنے پر مغلوب نہ ہو، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ (ق: ۳۹) (اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے)○

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۵۴ میں گزر چکی ہے، تاہم علامہ عینی نے بعض مشکل الفاظ کے معانی لکھے ہیں:

لا تضامون: یعنی تم اس کو دیکھنے میں ایک دوسرے کے مزاحم نہ ہو۔

اس حدیث میں فجر اور عصر کی نماز پڑھنے پر برانگیختہ فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۷۲)

۴۸۵۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَرَهُ أَنْ يُسَبِّحَ فِي أَدْبَارِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا يَعْنِي قَوْلَهُ وَإِدْبَارَ السُّجُودِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان از ابن ابی نجیح از مجاہد کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ تمام نمازوں کے بعد اللہ کی تسبیح کریں یعنی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ۝ (نمازوں کے بعد)۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: اس حدیث میں سجدہ کا اطلاق نماز پر کیا گیا ہے جیسے جز کا اطلاق کل پر ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الحمدللہ رب العالمین امام بخاری نے سورۂ ق کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ الذاریٰت کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی تفسیر کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۵۱۔ تَفْسِيرُ سُوْرَةِ وَالذَّارِيَاتِ

سورۃ والذاریات کی تفسیر

سورۃ والذاریات کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الذاریات کی بعض آیات کی تفسیر ہے، مقاتل وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ پوری سورت مکی ہے اور علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ یہ سورت سورۃ احقاف کے بعد اور سورۃ الغاشیہ سے پہلے نازل ہوئی ہے، اس سورت میں ساٹھ (۶۰) آیات ہیں اور الذاریات قسم ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب ذکر کریں گے۔

قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الذَّارِيَاتُ الرِّيَاحُ۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: الذاریت کا معنی ہے: ہوائیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ الذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ (الذاریات:۱۔۵)

گرد و غبار اڑانے والی ہواؤں کی قسم ○ پھر بادلوں کی صورت میں پانی کا بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کی قسم ○ پھر آسانی سے چلنے والی کشتیوں کی قسم ○ پھر رزق کو تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم ○ بے شک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور سچا ہے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابن عیینہ نے اپنی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ ابن الکواء نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ الذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ○ (الذاریات:۱) کا کیا معنی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہوائیں، پھر انہوں نے سوال کیا: فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ○ (الذاریات:۲) کا کیا معنی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بادل، پھر انہوں نے پوچھا: فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ○ (الذاریات:۳) کا کیا معنی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کشتیاں، پھر انہوں نے پوچھا: فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ○ (النازعات:۵) کا کیا معنی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ فرشتے ہیں۔ اس حدیث کو حاکم نے ایک اور سند کے ساتھ ابوالطفیل سے روایت کیا ہے اور امام عبدالرزاق نے ایک اور سند کے ساتھ ابوالطفیل سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا اور آپ خطبہ دے رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے، مجھ سے سوال کرو، پس اللہ کی قسم! تم قیامت تک کی کسی چیز کا مجھ سے سوال نہیں کرو گے مگر میں تم سے اس کا بیان کروں گا اور آپ نے فرمایا: مجھ سے اللہ کی کتاب کے متعلق سوال کرو، پس اللہ کی قسم! مجھے ہر آیت کے متعلق علم ہے کہ وہ رات میں نازل ہوئی ہے یا دن میں نازل ہوئی ہے، وہ کسی میدان میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ میں نازل ہوئی ہے اور حضرت علی نے فرمایا: تم پر افسوس ہے تم دین سمجھنے کے لیے سوال کرو اور تکبر کی وجہ سے سوال نہ کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۷۳)

تنبیہ: امام بخاری نے حضرت علی کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہے، اسی طرح وہ حضرت فاطمہ کے نام کے ساتھ علیہا السلام لکھتے

Marfat.com

ہیں اور حضرت حسن اور حسین کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھتے ہیں اور یہ ان کی اہل بیت کے ساتھ محبت کی وجہ سے ہے اور باقی صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

شیخ سلیم اللہ خان کا امام بخاری پر یہ اعتراض کہ ان کا اہل بیت کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھنا درست نہیں

شیخ سلیم اللہ خان لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا یہی مسلک ہے کہ غیر نبی کے لیے علیہ السلام کہنا درست نہیں ہے، اس کے بعد حافظ ابن کثیر کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی کے علاوہ اور کسی کے لیے سلام کہنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔

(کشف الباری، کتاب التفسیر ۴۲۴۔ ۴۲۳، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن کثیر نے علیہ السلام کو انبیاء کے خصائص میں سے نہیں لکھا بلکہ انہوں نے علیہ الصلاۃ کو انبیاء کے خصائص سے لکھا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۶۹ دار الفکر، بیروت، اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ کی تفسیر میں) جب کہ علیہ السلام کا لفظ عرف اور شرح میں زندہ لوگوں اور وفات یافتہ لوگوں دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، زندہ لوگوں کے لے کہا جاتا ہے: السلام علیکم اور وفات یافتہ لوگوں کے لیے کہا جاتا ہے: السلام علیکم یا اہل القبور! پس حضرات اہل بیت کے لیے علیہ السلام کا لفظ استعمال کرنا ہرگز ممنوع نہیں ہے اور یہ امام بخاری کی اہل بیت کے ساتھ محبت ہے کہ وہ ان کے اسماء کے ساتھ علیہ السلام لکھتے ہیں، تاہم ہمارے نزدیک ان کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہم لکھنے میں ان کی زیادہ تکریم ہے کیونکہ رضی اللہ عنہ کا لفظ عرف اور شرع میں صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہے اور علیہ السلام کا لفظ تو عام مومنین کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، لہٰذا شیخ سلیم اللہ خان کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے:

بیروت اور مصر وغیرہ میں جو کتابیں چھپتی ہیں ان میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے ناموں کے ساتھ ترضی کی بہ جائے علیہ السلام ہوتا ہے، معلوم یہ ہوتا ہے کہ طباعت کے اداروں پر شیعوں کا تسلط ہے اور وہ منصوبہ بندی کے تحت یہ کام کرتے ہیں۔

(کشف الباری۔ کتاب التفسیر ص ۶۲۳ مکتبہ فاروقیہ کراچی)

وَقَالَ غَیْرُہٗ تَذْرُوْہُ تُفَرِّقُہٗ۔ اور حضرت علی کے علاوہ دوسروں نے کہا: ہوائیں اس کو بکھیرتی ہیں اور اس کو منتشر کرتی ہیں

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ ھَشِیْمًا تَذْرُوْہُ الرِّیٰحُ (الکہف: ۴۵) تو اس پانی سے زمین کا ملا جلا سبز نکلا پھر وہ سوکھ کر چورا چورا ہو گیا جس کو ہوائیں اڑا دیتی ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس لفظ کو ذاریٰت کی مناسبت کے ساتھ ذکر کیا ہے، الجوہری نے ذکر کیا ہے کہ ہوا مٹی کو اڑا دیتی ہے۔

وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ تَاْکُلُ وَتَشْرَبُ فِیْ مَدْخَلٍ وَّاحِدٍ وَّیَخْرُجُ مِنْ مَّوْضِعَیْنِ۔ وفی انفسکم افلا تبصرون: یعنی قیامت کے وقوع پر تمہارے نفسوں پر بھی نشانیاں ہیں کہ تم ایک جگہ میں کھاتے اور پیتے ہو اور وہ کھانا اور پینا تمہارے جسم کی دو جگہوں سے نکلتا ہے یعنی آگے اور پیچھے سے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: یہ بہت بڑی نشانی ہے کہ انسان ایک جگہ سے کھاتا پیتا ہے اور وہ دو جگہوں سے نکلتا ہے یعنی پیشاب

Marfat.com

کے راستے سے اور پاخانہ کے راستہ سے۔

فَرَاغَ فَرَجَعَ۔ فَرَاغَ: کا معنی ہے: پس وہ لوٹا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۝ (الذاریت:۲۶) پھر وہ چپکے سے اپنے گھر گئے، پس بھنا ہوا فربہ بچھڑا لے آئے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے فراغ کی تفسیر کی ہے: پس وہ لوٹ آئے اور اسی طرح الفراء نے کہا ہے اور تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دوسری طرف سے مڑ کر گئے اور الفراء نے کہا ہے کہ فراغ کا لفظ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص چپکے سے آئے اور جائے۔

فَصَكَّتْ فَجَمَعَتْ أَصَابِعَهَا فَضَرَبَتْ بِهِ جَبْهَتَهَا۔ فَصَكَّتْ: یعنی حضرت سارہ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کر کے اپنی پیشانی پر مارا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۝ (الذاریت:۲۹) پھر ان کی بیوی چیختی ہوئی آگے بڑھی اور اپنے چہرے پر ہاتھ مار کر کہا: میں تو بڑھیا اور بانجھ ہوں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے فَصَكَّتْ کی تفسیر کی ہے: انہوں نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کیا اور مجاہد نے کہا کہ انہوں نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور کہا: ہائے ہائے فِي صَرَّةٍ کا معنی ہے: اپنی چیخ میں۔

وَالرَّمِيمُ نَبَاتُ الْأَرْضِ إِذَا يَبِسَ وَدِيسَ۔ والرمیم: اس کا معنی ہے: زمین کا سبزہ جب وہ سوکھ جائے اور اس کو روندا جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ۝ (الذاریات:۴۲) وہ آندھی کسی چیز کو نہیں چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی تھی اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی تھی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے رمیم کی تفسیر اس سبزہ اور گھاس کے ساتھ کی ہے جب وہ سوکھ جائے اور دِيسَ کا معنی ہے جس چیز کو پیروں سے روندا جائے حتیٰ کہ وہ چیز ٹوٹ پھوٹ جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رمیم کی تفسیر منقول ہے: جو چیز ہلاک ہوگئی ہو اور ابو العالیہ سے منقول ہے: وہ مٹی جو ریزہ ریزہ ہوگئی ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: بوسیدہ ہڈی۔

لَمُوسِعُونَ أَيْ لَذُو سَعَةٍ وَكَذَٰلِكَ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ يَعْنِي الْقَوِيَّ۔ لَمُوسِعُونَ اسی طرح علی الموسع قدرہ کا معنی ہے: یعنی جو قوت والا ہے وہ اپنی طاقت کے مطابق چیزیں دے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝ (الذاریت:۴۷) اور ہم نے آسمان کو (اپنی) قوت سے بنایا اور بے شک ہم ضرور وسیع بنانے پر قدرت رکھتے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے لَمُوسِعُونَ کی تفسیر کی ہے: ہم ضرور اپنی تخلیق کے لیے وسعت والے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر منقول ہے: ہم ضرور قدرت والے ہیں اور ان سے اس کی تفسیر یہ بھی منقول ہے کہ وہ ضرور رزق

Marfat.com

مخلوق کو وسعت سے رزق دینے والے ہیں اور حسن بصری سے منقول ہے کہ ہم طاقت رکھنے والے ہیں۔

اسی طرح اس آیت کا معنی ہے:

وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ۔ (البقرہ:۲۳۶) اور تم (مطلقہ عورتوں کو) استعمال کی کوئی چیز دو، خوشحال پر اس کی طاقت کے مطابق دینا ہے۔

- خلاصہ یہ ہے کہ لموسعون کا معنی ہے: وسعت والے اور قدرت والے۔

زَوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى۔ الزوجین: یعنی مذکر اور مونث۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الذاریٰت:۴۹) اور ہم نے ہر چیز سے جوڑے جوڑے بنائے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: الزوجین سے مراد ہے: تمام حیوانات سے مذکر اور مونث جوڑے بنائے، اور کتب تفسیر میں مذکور ہے زوجین سے مراد ہے: دو مختلف قسمیں، جیسے آسمان اور زمین، سورج اور چاند، رات اور دن، صحراء اور سمندر، سردی اور گرمی، انسان اور جن، کفر اور ایمان، بدبختی اور نیک بختی، حق اور باطل، مذکر اور مونث اور دنیا اور آخرت۔

وَاخْتِلَافُ الْأَلْوَانِ حُلْوٌ وَحَامِضٌ فَهُمَا زَوْجَانِ اور رنگوں کا اختلاف میٹھا اور کھٹا، سو یہ بھی زوجین ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الروم:۲۱) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم کو ان سے سکون حاصل ہو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی۔ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اور اس کی من جملہ نشانیوں میں سے بنو آدم کے رنگوں کا اختلاف ہے اس لیے کہ اگر وہ سب ایک نوع اور ایک شکل کے ہوتے تو ان میں تجاہل اور التباس ہوتا اور ان کی الگ الگ شناخت نہ ہوتی اور بہت سی مصلحتیں معطل ہو جاتیں، اور اسی طرح ہر چیز میں رنگوں کا اختلاف ہے اور اسی طرح کھانے کی چیزوں کے ذائقوں اور پھلوں کے رنگوں کا اختلاف ہے یعنی بعض میٹھے ہیں اور بعض کھٹے ہیں اور ان پر زوجین کا اطلاق کیا کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنی ضد کے اعتبار سے دوسرے کا مقابل ہے جیسے مذکر اور مونث ہیں کیونکہ مذکر ذکورت میں مونث کے مقابل ہے اور وہ تانیث کی ضد ہے اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شارح نے اس مقام کو اتنی وضاحت سے لکھا ہو، ہر چند کہ یہ آیت سورۂ روم کی ہے لیکن امام بخاری نے زوجین کی مناسبت سے اس کو یہاں پر ذکر کر دیا ہے۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَعْنَاهُ مِنَ اللّٰهِ اِلَيْهِ۔ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ: اس کا معنی ہے: اللہ کے غضب اور عذاب سے بچنے کے لیے اللہ ہی کی طرف بھاگو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (الذاریٰت:۵۰) پس تم اللہ کی طرف بھاگو، میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلا

Marfat.com

کھلا (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے: اللہ سے اسی کی طرف یعنی معصیت سے اس کی اطاعت کی طرف اور اس کے عذاب سے اس کی رحمت کی طرف، اور کتب تفسیر میں مذکور ہے: اللہ کے عذاب سے ایمان کے ساتھ اس کے ثواب کی طرف بھاگو اور ابوبکر الوراق سے منقول ہے: شیطان کی اطاعت سے رحمٰن کی اطاعت کی طرف۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ مَا خَلَقْتُ أَهْلَ السَّعَادَةِ مِنْ أَهْلِ الْفَرِيقَيْنِ إِلَّا لِيُوَحِّدُونِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ خَلَقَهُمْ لِيَفْعَلُوا فَفَعَلَ بَعْضٌ وَتَرَكَ بَعْضٌ وَلَيْسَ فِيهِ حُجَّةٌ لِأَهْلِ الْقَدَرِ۔

الا لیعبدون: یعنی میں نے دو فریقوں میں سے اہل سعادت کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری واحدانیت کو مانیں اور بعض علماء نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سب کو توحید کے لیے پیدا کیا ہے۔ پس بعض نے اللہ کو واحد مانا اور بعض نے اس کو ترک کر دیا اور اس آیت میں قدریہ کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ (الذاریات: ۵۶)

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں O

الذاریات: ۵۶ پر اشکال کے امام بخاری کی طرف سے دو جوابوں کی وضاحت

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ میں نے ان دو فریقوں یعنی جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے واحد مانیں لیکن امام بخاری نے یہ تفسیر کی ہے کہ میں نے ان دو فریقوں میں سے اہل سعادت کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے واحد مانیں اور ان دو فریقوں میں سے اہل سعادت کو اس لیے مخصوص کیا ہے تا کہ علت اور معلول کے درمیان ملازمہ ظاہر ہو، پس اگر اس آیت کو ظاہر پر محمول کیا جاتا تو علت اور معلول کے درمیان منافات ہوتی اور اسی وجہ سے الضحاک اور سفیان نے کہا ہے کہ یہ آیت اہل عبادت اور اطاعت کے ساتھ خاص ہے اور اس کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ یعنی میں نے مومنین میں سے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے۔۔۔۔

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس کا معنی ہے کہ میں نے ان کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ میں ان کو اپنی عبادت کا حکم دوں اور ان کو اپنی عبادت کی طرف دعوت دوں اور الزجاج نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ۔ (البینۃ: ۵)

اور ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ پھر جن اور انس نے کفر کیسے کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ربوبیت کے اقرار اور اپنے حکم اور اپنی مشیت کے سامنے ذلت کے ساتھ جھکنے کے لیے پیدا کیا ہے تو میں کہوں گا: وہ اللہ کی اس قضا کے سامنے ذلت کے ساتھ جھک گئے جو اس نے ان کے خلاف قضا کی تھی کیونکہ اللہ کی قضا ان پر جاری ہے اور جب اس کی قضا ان پر نازل ہو تو وہ ان سے انحراف کی طاقت نہیں رکھتے اور جنہوں نے کفر کیا انہوں نے عمل میں اس کے حکم کی مخالفت کی اور اس کی قضا سے تذلل کرنا ممتنع نہیں ہے۔

امام بخاری نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے سب کو توحید کے اعتراف اور اقرار کے لیے پیدا کیا ہے، پس بعض نے توحید کا اقرار کیا

Marfat.com

اور بعض نے ترک کر دیا، یہ الفراء کا قول ہے، پس اگر تم سوال کرو، ان دو تاویلوں میں کیا فرق ہے تو میں کہوں گا: پہلی تاویل میں لفظ عام سے خصوص کا ارادہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جن اور انس میں سے اہل سعادت مراد ہیں اور دوسری تاویل میں یہ لفظ اپنے عموم پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جن اور انس کو پیدا کیا تا کہ وہ اس کو واحد مانیں لیکن ان میں سے بعض نے اس حکم کی اطاعت کی اور ان میں سے بعض نے نافرمانی کی اور خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی جبلت اور فطرت میں عبادت کی تخلیق نہیں کی بلکہ ان کو اختیار دے کر عبادت کا مکلف کیا ہے، پس جس کو اس نے توفیق دی اس نے عبادت کو قائم کیا جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا تھا اور جس کو اس نے ناکام اور نامراد کیا اور دھتکار دیا اس کو اس نے عبادت سے محروم کر دیا اور اس نے وہ عمل کیا جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے جیسے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: تم عمل کرو ہر ایک لیے وہی عمل آسان کیا گیا ہے جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے، اور نفس الامر میں یہ ایک راز ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝ اللہ سے ان کاموں کا سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ کرتا ہے اور ان سب سے باز پرس کی جائے گی O (الانبیاء: ۲۳)

امام بخاری نے کہا: اور اس آیت میں قدریہ کی کوئی دلیل نہیں ہے، قدریہ سے مراد المعتزلہ ہیں، انہوں نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ صرف خیر کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور رہا شر تو اس کی تخلیق کے ساتھ اللہ کا ارادہ نہیں ہوتا اور اہل سنت نے اس کا یہ جواب دیا ہے: کوئی چیز دوسری چیز کے لیے علت ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ علت مراد بھی ہو اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا غیر مراد ہو۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کے افعال کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی کوئی علت ہو، تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ کسی چیز کی علت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ علت کا ہونا واجب ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی کام کی علت کا ہونا جائز ہے، معتزلہ نے کہا: بندوں کے افعال ان کے پیدا کیے ہوئے ہیں کیونکہ بندوں کے افعال کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ معتزلہ کی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ بندوں کے افعال کی ان کی طرف نسبت بہ طور کسب ہے بہ طور تخلیق نہیں ہے اور اس وجہ سے کہ بندہ ان افعال کا محل ہے۔

امام بخاری کے جوابوں کا خلاصہ اور معتزلہ کے رد کی وضاحت

میں کہتا ہوں: کہ خلاصہ یہ ہے کہ الذٰریٰت: ۵۶ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب انسانوں اور جنات کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بہت سے جن اور انسان عبادت نہیں کرتے۔ امام بخاری نے الفراء سے اس کے دو جواب نقل کیے ہیں، پہلا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ہر چند کہ لفظ عام ہے لیکن اس سے مراد خاص اہل سعادت ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں اور دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو پیدا کیا تو ان میں عبادت کی استعداد اور صلاحیت رکھی لیکن کوئی اس صلاحیت کو استعمال کر کے اللہ کی عبادت کرتا ہے اور کوئی ایسی صلاحیت سے انکار اور انحراف کر کے عبادت کو ترک کر دیتا ہے۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ صرف خیر سے متعلق ہوتا ہے اور شر سے اس کا ارادہ متعلق نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں خیر کے ساتھ اللہ کے ارادہ کا تعلق ہے اور شر کے ساتھ اس کے ارادے کا ذکر نہیں ہے، نیز معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ انسانوں اور جنات کو پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، یہ اس کی غرض نہیں ہے، غرض وہ ہوتی ہے جس سے

Marfat.com

فاعل اپنے فعل کی تکمیل کا تقاضا کرتا ہے۔

اور معتزلہ یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے کیونکہ افعال کی نسبت انسان کی طرف کی جاتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے اور انسان کے افعال کی جو اس کی طرف نسبت ہے وہ بہ طور کسب ہے بہ طور خلق نہیں ہے، علامہ عینی نے ایک جامع جواب یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے اور انسان سے اس کے ہر فعل سے متعلق سوال کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق اور مالک ہے اور انسان مخلوق اور مملوک ہے۔

وَالذَّنُوبُ الدَّلْوُ الْعَظِيمُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ ذَنُوبًا سَبِيلًا۔ اور الذنوب کا معنی ہے: بہت بڑا ڈول، اور مجاہد نے کہا: ذنوب کا معنی ہے: سجل یعنی پانی سے بھرا ڈول۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ۝ (الذاریٰت: ۵۹) پس بے شک ظالموں کے لیے (عذاب کا ایسا) حصہ ہے جیسے (عذاب کا) حصہ ان کے اصحاب کا ہے، سو وہ (عذاب کی) جلدی نہ کریں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: ذنوب کی تفسیر بہت بڑا ڈول اور سجل کی تفسیر پانی سے بھرا ہوا ڈول، یہ تفسیر لغت کے اعتبار سے ہے، اور النخعی سے منقول ہے کہ اس کا معنی ہے: حصہ، اور قتادہ اور عطاء سے منقول ہے: اس کا معنی ہے: عذاب اور الکسائی سے منقول ہے: اس کا معنی ہے خطا، اور الاخفش سے منقول ہے کہ اس کا معنی ہے: نصیب یعنی حصہ۔

صَرَّةٍ صَيْحَةٍ۔ صَرَّةٍ: کا معنی ہے: چیخ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا۔ (الذاریٰت: ۵۹) پھر ان کی بیوی چیختی ہوئی آگے بڑھی اور اپنے چہرے پر ہاتھ مارا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے صَرَّةٍ کا معنی چیخ کیا ہے، مجاہد سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

الْعَقِيمُ الَّتِي لَا تَلِدُ وَلَا تُلْقِحُ شَيْئًا۔ العقیم: اس کا معنی ہے: عورت جس کی اولاد نہ ہو اور اس سے کچھ بھی پیدا نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ۝ (الذاریٰت: ۲۹) اس نے کہا: (میں تو) بڑھیا (اور) بانجھ ہوں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ عورت حضرت سارہ تھیں، ان کی اس سے پہلے اولاد نہیں ہوتی تھی اور ان کی اس وقت عمر ننانوے (۹۹) سال تھی اور حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت سو (۱۰۰) سال تھی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْحُبُكُ اسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا والحبک کا معنی ہے: آسمانوں کا برابر ہونا اور اس کا حسن۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ۝ (الذاریٰت: ۷) اور راستوں والے آسمان کی قسم O

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الحبك کی تفسیر آسمانوں کے برابر ہونے اور ان کے حسن کے ساتھ کی ہے، اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ اور ربیع سے روایت کی ہے، اس کا معنی ہے: جس کے اخلاق اچھے اور برابر ہوں اور عکرمہ نے کہا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کوئی کپڑا بننے والا عمدہ طریقہ سے کپڑا بنے تو کہا جاتا ہے: مَا اَحْسَنَ حُبُكَهٗ یعنی اس کی بنائی کتنی حسین ہے اور حسن بصری سے منقول ہے: حبکت بالنجوم یعنی آسمان ستاروں سے حسین ہے، اور سعید بن جبیر سے منقول ہے: آسمان زینت والے ہیں اور ضحاک سے منقول ہے: آسمانوں میں راستے ہیں لیکن وہ مخلوق کی رسائی سے دور ہیں، سو وہ ان کو نہیں دیکھتے۔

فِیْ غَمْرَةٍ فِیْ ضَلَالَتِهِمْ يَتَمَادَوْنَ۔ فِیْ غَمْرَةٍ: اس کا معنی ہے وہ اپنی گمراہی میں بڑھتے جارہے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝ (الذّٰریٰت: ۱۰،۱۱) اٹکل پچو سے باتیں کرنے والے ہلاک کردیئے جائیں O جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے غَمْرَةٍ کا معنی گمراہی کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ غمرۃ کا معنی شبہ اور غفلت ہے اور سَاهُوْنَ کا معنی ہے: بھولنے والے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ تَوَاصَوْا تَوَاطَئُوْا۔ اور دوسروں نے کہا: تواصوا کا معنی ہے: وہ ان کی موافقت کرنے لگے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ (الذّٰریٰت: ۵۳) کیا انہوں نے ایک دوسرے کو اس قول کی وصیت کی تھی؟ (نہیں) بلکہ وہ سرکش لوگ تھے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تواصوا کی تفسیر کی ہے: وہ ان کی موافقت کرنے لگے اور وہ ایک دوسرے کے موافق بات کہنے لگے، علامہ الثعلبی نے کہا ہے: انہوں نے ایک دوسرے کی تکذیب کی وصیت کی ہے یعنی اللہ اور رسول کو جھٹلانے کی اور اتواصوا میں استفہام زجر و توبیخ اور جھڑکنے کے لیے ہے۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دوسروں نے کی ہے۔

وَقَالَ مُسَوَّمَةً مُعَلَّمَةً مِنَ السِّیْمَا۔ مُسَوَّمَةً: کا معنی ہے: نشان زدہ، یہ لفظ اَلسِّیْمَا سے ماخوذ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝ (الذّٰریٰت: ۳۳،۳۴) تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں O جو آپ کے رب کے نزدیک حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان زدہ ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: مُسَوَّمَةً کا لفظ سِیْمَا سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی علامت ہے۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ لُعِنَ قُتِلَ الْاِنْسَانُ: اس کا معنی ہے: انسان پر لعنت کی گئی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ۝ (عبس: ۱۷) (کافر) انسان ہلاک ہوجائے وہ کیسا ناشکرا ہے O

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت سورۃ الذّٰریٰت میں نہیں ہے بلکہ سورۂ عبس میں ہے۔ امام بخاری نے اس آیت کو یہاں قتل

Marfat.com

الخراصون کی مناسبت سے ذکر کردیا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: الخراصون سے مراد ہے: شک کرنے والے اور مجاہد سے منقول ہے: یہ کاہن ہیں۔

امام بخاری نے اس سورت میں کوئی حدیث مرفوع ذکر نہیں کی اور ظاہر یہ ہے کہ ان کو اپنی شرط کے موافق کوئی حدیث نہیں ملی۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج۱۹ ص۲۷۶۔۲۷۲ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین سورۃ الذاریٰت کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ والطور میں امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیقات اور احادیث کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۵۲۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ وَالطُّوْرِ

سورۂ والطور کی تفسیر

سورۂ والطور کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الطور کی بعض آیات کی تفسیر ہے، صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں سورۂ والطور مذکور ہے اور ابو العباس نے کہا: یہ پوری سورت مکی ہے، اور الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ اس میں ایک آیت مدنی ہے اور وہ یہ ہے: وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الطور: ۴۷) ان کا زعم ہے کہ یہ آیت ان مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو بدر میں قتل کیے گئے تھے اس سورت میں انچاس (۴۹) آیات ہیں۔

علامہ الثعلبی نے کہا ہے: ہر پہاڑ طور ہے لیکن اللہ عزوجل نے یہاں پر طور سے اس پہاڑ کا ارادہ فرمایا ہے جس پہاڑ پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا، یہ پہاڑ ارض مقدسہ میں ہے اور وہ مدین میں ہے اور اس کا نام زبیر ہے۔ مقاتل بن حیان نے کہا ہے: یہ دو طور ہیں، ان میں سے ایک کو طور زیتا کہا جاتا ہے اور دوسرے کو طور تینا کہا جاتا ہے کیونکہ ان دونوں پہاڑوں پر زیتون اور تین یعنی انجیر کی پیدائش ہوتی ہے اور جب کفار مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے طور کی قسم کھائی، نبطیوں کی لغت میں طور کا معنی وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ارض مقدسہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ علامہ ابن الجوزی نے کہا: یہ طور سیناء ہے اور علامہ ابو عبداللہ الحموی نے اپنی کتاب المشترک میں لکھا ہے کہ طور زیتا اسم مقصور ہے اور یہ راُس عین میں ایک پہاڑ کا نام ہے اور طور زیتا بھی بیت المقدس میں ایک پہاڑ ہے اور آثار میں مذکور ہے کہ طور زیتا میں ستر (۷۰) ہزار نبی فوت ہوئے جن کی بھوک سے وفات ہوئی تھی اور یہ وادی سلوان کی مشرقی جانب میں ہے اور طور بھی ایک معین پہاڑ کا نام ہے جو اردن کے شہر طبریہ میں ہے، اور طور بھی ایک پہاڑ ہے جو سرزمین مصر کی چند بستیوں میں ہے، جو کہ مصر اور فاران کے پہاڑ کے درمیان میں ہے اور طور سیناء کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ایلہ کے قریب ایک پہاڑ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ شام میں ہے اور طور ہارون علیہ السلام ایک پہاڑ کا نام ہے جو بیت المقدس سے پہلے ہے اور اس میں حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۷۷-۲۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ قَتَادَةُ مَسْطُوْرٍ مَكْتُوْبٍ۔ اور قتادہ نے کہا: مَّسْطُوْرٍ کا معنی ہے: مکتوب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ (الطور: ۲) اور اس کتاب کی قسم جو لکھی ہوئی ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کو کتاب خلق الافعال میں از قتادہ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الطُّوْرُ الْجَبَلُ بِالسُّرْيَانِيَّةِ۔ اور مجاہد نے کہا: الطور سریانی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کو ابن ابی نجیح نے مجاہد سے کتاب الحکم میں روایت کیا ہے کہ طور پہاڑ ہے اور اس کا غالب اطلاق طور سیناء پر ہے جو شام میں نہیں ہے اور یہ سریانی زبان میں طور ہے اور اس کی طرف نسبت طوری اور طورانی ہے۔

رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ صَحِیْفَۃٍ۔ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ: اس کا معنی ہے: صحیفہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ (الطور: ۳) جو باریک کھال کے کھلے ہوئے ورق میں ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا ہے: الرق کا معنی ہے: جلد، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے لوح محفوظ مراد ہے اور کلبی سے منقول ہے کہ یہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے لکھا تھا، اس میں تورات ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قلم کی آواز سنتے تھے اور جب بھی قلم ایک جانب سے گزرتا تو وہ اس کو دوسری جانب موڑ دیتے، ان کے پاس ایک کتاب تھی جس کے دو رخ تھے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں کراما کاتبین کے وہ صحیفے تھے جن میں بنو آدم کے اعمال لکھے ہوئے ہیں، ایک اور قول یہ ہے کہ یہ وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے قلوب میں ایمان کو لکھ دیا ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ (المجادلہ: ۲۲) یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ سَمَآءٌ۔ والسقف المرفوع: اور بلند کی ہوئی چھت یعنی آسمان۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کتاب بدء الخلق میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو چھت فرمایا کیونکہ آسمان زمین کے لیے اس طرح ہے جس طرح گھر کے لیے چھت ہوتی ہے، اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا۔ (الانبیاء: ۳۲) اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝ (الطور: ۵) اور بلند چھت کی قسم ۝

الْمَسْجُوْرِ الْمُوْقَدِ۔ المسجور کا معنی ہے: بھڑکایا ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ (الطور: ۶) اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی قسم ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام طبری نے ابن ابی نجیح کی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے کہ مسجور کا معنی ہے: الموقد یعنی بھڑکایا ہوا، اور امام طبری نے قتادہ کی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ مسجور کا معنی ہے: بھرا ہوا، اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے والبحر المسجور کی تفسیر کی ہے کہ وہ عرش کے نیچے ایک کھارے پانی کا سمندر ہے جو سات آسمانوں سے لے کر سات زمینوں تک بڑا ہے، اس کو بحر الحیوان کہا جاتا ہے، پہلی بار صور میں پھونکنے کے بعد اس سے چالیس (۴۰) روز تک بندوں پر بارش ہوگی تو وہ اپنی قبروں میں اگنے لگیں گے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ تُسْجَرُ حَتّٰى یَذْهَبَ مَآؤُهَا فَلَا یَبْقٰى فِیْهَا قَطْرَةٌ۔ اور حسن بصری نے کہا کہ سمندر کو اتنا بھڑکایا جائے گا حتیٰ کہ اس کا تمام پانی ختم ہو جائے گا، پس اس میں قطرہ بھی باقی نہیں بچے گا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی امام طبری نے قتادہ سے روایت کی ہے، درج ذیل آیت کی تفسیر میں:

Marfat.com

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ (التکویر:٦) اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے O

وَقَالَ مُجَاهِدٌ أَلَتْنَاهُمْ نَقَصْنَا۔ اور مجاہد نے کہا: اَلَتْنٰهُمْ کا معنی ہے: ہم نے ان میں کوئی کمی نہیں کی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ۔ (الطور:٢١) اور ہم ایمان والوں کے عمل سے کوئی کمی نہیں کریں گے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ کا معنی ہے: ہم نے ان میں کوئی کمی نہیں کی ہے، یہ لفظ اَلْتٌ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی نقصان اور کمی ہے، علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ مومن کے بچوں کو اس کے درجوں میں بلند فرمائے گا اگر چہ وہ بچے عمل میں اس مومن سے کم ہوں گے تا کہ ان بچوں کی وجہ سے اس مومن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ۔ (الطور:٢١) اور ایمان والوں کو اور ان کی اس اولاد کو جس نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اس اولاد کو بھی اس کے ساتھ ملا دیں گے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ تَمُوْرُ تَدُوْرُ۔ اور مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا: تَمُوْرُ کا معنی ہے: گھومے گا، گردش کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝ (الطور:٩) جس دن آسمان بہت کانپ رہا ہوگا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی ہے کہ آسمان اس طرح گھومے گا جس طرح چکی گھومتی ہے اور مور کا لغوی معنی ہے مضطرب ہونا۔

أَحْلَامُهُمُ الْعُقُوْلُ۔ اَحْلَامُهُمْ: کا معنی ہے: عقول۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ (الطور:٣٢) آیا ان کی عقلیں یہ حکم دے رہی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اسی طرح امام طبری نے اس آیت کی تفسیر کی ہے احلامھم، حلم کی جمع ہے اور اس کا معنی عقل ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْبَرُّ اللَّطِيْفُ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَلْبَرُّ کا معنی ہے: لطیف اور مہربان۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝ (الطور:٢٨) بے شک وہ بہت احسان فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اَلْبَرُّ کی تفسیر لطیف اور مہربان کی ہے، ابوذر کی روایت میں یہ تعلیق نہیں ہے۔

كِسْفًا قِطَعًا۔ کِسْفًا: کا معنی ہے: ٹکڑا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

وَ اِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ ○ (الطور: ۴۴)

اور اگر وہ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھ لیں تو وہ کہیں گے: یہ تو اوپر تلے بادل ہیں ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کسفا کی تفسیر قطعًا کے ساتھ کی ہے، یہ قطعۃ کی جمع ہے جس کا معنی ٹکڑا ہے، امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ کِسَفٌ، کِسْفَۃٌ کی جمع ہے جیسے سدر، سِدْرَۃٌ کی جمع ہے، رہا یہ سوال کہ جمع مکسر کی صفت تو مونث لائی جاتی ہے اور اس آیت میں اس کی صفت ساقط ہے جو مذکر کا صیغہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مذکر کا صیغہ لفظی اعتبار سے لایا گیا ہے کیونکہ لفظی اعتبار سے کِسْفًا واحد مذکر ہے۔

اَلْمَنُوْنُ الْمَوْتُ۔

المنون: کا معنی ہے: الموت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ ○ (الطور: ۳۰)

یا وہ (کفار) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں ہم ان پر مصائب زمانہ (یعنی موت) کا انتظار کر رہے ہیں ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے المنون کی تفسیر موت کی ہے، اسی طرح امام طبری نے اس کی تفسیر کی ہے۔

وَقَالَ غَیْرُهٗ یَتَنَازَعُوْنَ یَتَعَاطَوْنَ۔

اور حضرت ابن عباس کے علاوہ دوسروں نے کہا: یَتَنَازَعُوْنَ: کا معنی ہے: وہ ایک دوسرے سے (مذاق میں) چھینیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا کَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْهَا وَلَا تَاْثِیْمٌ ○ (الطور: ۲۳)

وہ جنت میں شراب کے جام کے لیے ایک دوسرے پر جھپٹ رہے ہوں گے، جس میں نہ کوئی بے ہودگی ہوگی اور نہ گناہ ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یَتَنَازَعُوْنَ کی تفسیر ایک دوسرے پر جھپٹ کر لینے کے ساتھ کی ہے، اسی طرح امام ابو عبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے، کَاْسًا کا معنی ہے: وہ برتن جس میں شراب ہو، لَا لَغْوٌ فِیْهَا کا معنی ہے: اس میں کوئی باطل اور فضول بات نہیں ہوگی اور ابن زید سے منقول ہے کہ اس میں کوئی گالی گلوچ اور جھگڑا نہیں ہوگا اور عطاء سے منقول ہے کہ اس میں کوئی لغو بات نہیں ہوگی، وہ جنت عدن کی مجلس میں ہوں گے اور فرشتے ان کو شراب طہور پلا رہے ہوں گے اور وہ اللہ کا ذکر کر کے پئیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۷۹۔ ۲۷۷ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ

باب

۴۸۵۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ أَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنِّیْ أَشْتَكِیْ فَقَالَ طُوْفِیْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یُصَلِّیْ إِلٰی جَنْبِ الْبَیْتِ یَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمن بن نوفل از عروہ از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں، آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کے پیچھے سے طواف کرو اس حال میں کہ تم سوار ہو، پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ قرأت کر رہے

Marfat.com

تھے: وَالطُّوْرِ ۙ وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

۴۸۵۴۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثُونِي عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ فَلَمَّا بَلَغَ هَذِهِ الْآيَةَ ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝﴾ (الطور: ۳۵۔۳۷) قَالَ كَادَ قَلْبِي أَنْ يَطِيرَ قَالَ سُفْيَانُ فَأَمَّا أَنَا فَإِنَّمَا سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ وَلَمْ أَسْمَعْهُ زَادَ الَّذِي قَالُوا لِي۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا مجھے انہوں نے حدیث بیان کی از الزہری از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا نبی ﷺ مغرب کی نماز میں سورہ الطور کی قراءت کر رہے تھے، جب آپ اس آیت پر پہنچے: اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝ (الطور: ۳۵۔۳۷) (کیا وہ بغیر کسی سبب کے پیدا ہو گئے یا وہ خود خالق ہیں O کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے، بلکہ وہ یقین نہیں کرتے O کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا وہی (ان پر) حاکم ہیں O) تو میرا دل اڑنے لگا۔ سفیان نے کہا: لیکن میں نے زہری سے سنا ہے، وہ محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں از والد خود، انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ مغرب میں سورۂ طور کی قراءت کر رہے تھے، (سفیان نے کہا:) میرے اصحاب نے اس کے بعد جو اضافہ کیا ہے وہ میں نے زہری سے نہیں سنا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۶۵ میں گزر چکی ہے۔

الطور: ۳۵۔۳۷ کی تفسیر

علامہ عینی نے الطور ۳۷۔۳۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس سورت میں اَمْ کا لفظ پندرہ (۱۵) جگہ مسلسل اور ایک دوسرے کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ (الطور: ۳۵) اس کا معنی ہے: یا ان کو بغیر مٹی کے پیدا کیا گیا ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے، دوسرا قول ہے: یا ان کو بغیر باپ اور ماں کے پیدا کیا گیا ہے اور وہ جمادات کی مثل ہیں، انہیں کوئی عقل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے خلاف کوئی حجت قائم نہیں کرے گا، کیا وہ نطفہ سے پیدا نہیں کیے گئے ہیں، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کی بوٹی سے؟ یہ عطاء کا قول ہے اور ابن کیسان نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: کیا ان کو عبث اور بے مقصد پیدا کیا گیا ہے اور ان کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا ہے، انہیں کسی کام کا حکم دیا جائے گا اور نہ کسی کام سے منع کیا جائے گا یا وہ خود اپنے خالق ہیں؟ پس جب یہ دونوں صورتیں باطل ہو گئیں تو ان کے خلاف حجت قائم ہو گی کہ ان کا خالق ہے۔

Marfat.com

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (الطور: ۳۶) اس کی تفسیر یہ ہے کہ اگر بالفرض ان کا یہ دعویٰ درست ہو کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے تو پھر ان کو یہ دعویٰ بھی کرنا چاہیے کہ انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور ان کا یہ دعویٰ تو ممکن نہیں ہے تو ان کے خلاف حجت قائم ہوگئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے اعراض کر کے فرمایا: بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ۝ (بلکہ وہ یقین نہیں کرتے) اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کے ایمان نہ لانے کا سبب یہ ہے کہ ان کو یقین نہیں ہے اور یقین محض اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کے فضل سے حاصل ہوتا ہے اور اس کی توفیق کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ (الطور: ۳۷) (یا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں؟) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خزانوں سے مراد بارش اور رزق ہے اور عکرمہ سے منقول ہے کہ اس سے مراد نبوت ہے اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد مستقبل کا علم ہے۔

اَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ ۝ یعنی کیا وہ جبر کرنے والے ہیں اور مسلط ہونے والے ہیں، یہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور عطاء سے منقول ہے: کیا وہ قہر کرنے والے رب ہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم نے کہا: قریب تھا کہ میرا دل اڑنے لگے، علامہ خطابی نے کہا: اس آیت کے سننے اور اس کے معنی کی معرفت کے حسن سے جس میں بہت بلیغ حجت ہے۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۂ والطور کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ سورۂ والنجم کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۵۳۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ وَالنَّجۡمِ

سورۂ والنجم کی تفسیر

سورۂ والنجم کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ النجم کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت مکی ہے، مقاتل نے کہا: سوا اس آیت کے جو نبہان نامی کھجور فروش کے متعلق نازل ہوئی اور وہ یہ آیت ہے: اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ (النجم: ۳۲)، مقاتل نے اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کا رد کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور علامہ سخاوی نے کہا: یہ سورت سورۂ اخلاص کے بعد اور سورۂ عبس سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سورت میں باسٹھ (۶۲) آیات ہیں۔

والنجم میں واؤ قسم کے لیے ہے، اور النجم سے مراد ہے: ثریا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اور عرب ثریا کو النجم کہتے ہیں، اور ستارے کو بھی النجم کہتے ہیں کیونکہ وہ طلوع ہوتا ہے اور ہر طلوع ہونے والا نجم ہے، فرمایا: اِذَا هَوٰی: یعنی جب وہ غائب ہو جائے اور ساقط ہو جائے: مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ: یہ قسم کا جواب ہے اور صاحب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۸۱۔ ۲۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: ہم نے اس سورت کی تفسیر میں لکھا ہے: اصل میں طلوع ہونے والے ستارے کو نجم کہتے ہیں، اس کی جمع نجوم ہے اور عرب ثریا کو بھی نجم کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۲۵) النجم سے ثریا کو مراد لینا اس لیے مناسب ہے کہ یہ آسمان کے ستاروں میں سب سے زیادہ روشن اور سب سے زیادہ واضح ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی کثرت معجزات اور دلائل کے اعتبار سے نبیوں میں سب سے زیادہ روشن اور واضح ہیں، نیز خریف کے اواخر میں جب عشاء کے وقت ثریا کا ظہور ہوتا ہے تو زمین سے پھلوں کی آفت دور ہو جاتی ہے اور پھل پک جاتے ہیں، اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو دلوں کی بیماریاں دور ہو گئیں اور ایمان اور عرفان کے پھل پک کر تیار ہو گئے، اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے النجم کی قسم کھائی جس کا معنی ثریا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا: مَا ضَلَّ یعنی آپ نے کبھی راہ راست کو ترک نہیں کیا پھر فرمایا ''وَ مَا غَوٰی'' یعنی آپ کبھی راہ راست کے خلاف نہیں چلے، خلوت میں نہ ہی جلوت میں، ایام طفولیت میں اور نہ ہی ایام شباب میں۔

(انوار تبیان القرآن ص ۸۳۹، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ذُو مِرَّةٍ ذُو قُوَّةٍ۔ اور مجاہد نے کہا: ذو مرۃ، کا معنی ہے: ذو قوۃ یعنی طاقت والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ذُوۡ مِرَّۃٍ ؕ فَاسۡتَوٰی ۙ (النجم: ۶) بہت زبردست نے، پھر اللہ نے استواء فرمایا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے اس کی تفسیر کی ہے: زبردست قوت والے نے اور وہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، حضرت ابن

Marfat.com

عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا: عمدہ اخلاق والے نے، امام ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر میں کہا: بہت طاقت والے نے، اور کلبی سے منقول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طاقت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو سیاہ پانی سے اکھاڑا اور ان بستیوں کو اپنے ایک پر کے اوپر رکھ لیا، پھر وہ ان بستیوں کو بلند کر کے آسمان کی طرف لے گئے، پھر وہاں سے ان کو اٹھا کر زمین پر پلٹ دیا، مِرَّۃ کا لفظ اَمْرَرْتُ الحبلَ سے ماخوذ ہے، یہ اس وقت کہتے ہیں جب اس کی بنائی مضبوط ہو جائے۔ فاستوی کا معنی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معراج کی شب میں افق اعلیٰ پر پہنچے اور یہ دنیا کا آخری حصہ ہے جب سورج آسمان پر طلوع ہوتا ہے۔

قَابَ قَوْسَيْنِ حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ۔ قَابَ قَوْسَيْنِ: یعنی جس طرح قوس کا وتر ہوتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابوعبیدہ سے منقول ہے: جتنی دو کمانوں کی مقدار ہوتی ہے یا اس سے بھی کم یعنی آپ اللہ کے اتنے قریب ہوئے جتنی دو کمانوں کی مقدار ہوتی ہے یا اس سے بھی کم، اور ضحاک سے منقول ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے قریب ہوئے، پھر سجدے میں گر گئے تو آپ کا اس سے اتنا فاصلہ تھا ''جتنا دو کمانوں میں ہوتا ہے یا اس سے بھی کم''، دوسرا قول یہ ہے کہ ''اَوْ اَدْنٰی'' کا معنی ہے: آپ اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرش کی ساق سے قریب ہوئے ''فَتَدَلّٰی'' حتیٰ کہ پردوں کے پار چلے گئے، وہاں کوئی مکان نہیں تھا لیکن آپ اللہ عزوجل کے اذن سے قائم تھے اور یہ اس طرح ہے، جیسے کوئی شخص کسی چیز کے ساتھ لٹکا ہوا ہو اور اس کے قدم مکان پر نہ ہوں اور قاب، قاد اور قید کا معنی ہے: کسی چیز کی مقدار اور کمان کے پکڑنے کی جگہ کو قاب کہتے ہیں، الواحدی نے کہا: یہ جمہور مفسرین کا قول ہے کہ قوس سے مراد کمان ہے جس سے تیر پھینکے جاتے ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ذراع (ایک ہاتھ کی مقدار) ہے کیونکہ اس سے کسی چیز کو قیاس کیا جاتا ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کی امام ابن مردویہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: آپ نے فرمایا کہ القاب مقدار ہے اور قوسین دو ذراع ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قَابَ قَوْسَيْنِ میں قلب ہے یعنی الٹی اضافت ہے: یہ اصل میں قَابَیْ قَوْسٍ ہے یعنی ایک کمان کی دو قابیں، کمان کے نصف دائرہ کے دوسرے یعنی جس طرح کمان کی دو قابیں ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں اس طرح اللہ اور رسول ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔

ضِيزٰى عَوْجَاءُ۔ ضِيْزٰى: اس کا معنی ہے: ٹیڑھی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ (النجم: ۲۲) پھر تو یہ بڑی ظالمانہ تقسیم ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے ضِيْزٰى کی تفسیر عوجاء کی ہے یعنی ٹیڑھی، یہ تفسیر مقاتل سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا کہ تم نے اپنے رب کے لیے مونث کو ثابت کیا ہے جس کو تم اپنے لیے ناپسند کرتے ہو، سو یہ بہت ظالمانہ تقسیم ہے اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ یہ ناہموار تقسیم ہے کہ تمہارے لیے تو بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں ہوں، اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ بلند ہے۔

وَاَكْدٰى قَطَعَ عَطَاءَهُ۔ واکدی: کا معنی ہے: اس نے اپنی عطا کو منقطع کر دیا یعنی دینا بند کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

اَفَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی ۙ﴿۳۳﴾ وَ اَعۡطٰی قَلِیۡلًا وَّ اَکۡدٰی ﴿۳۴﴾ کیا پھر آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے پیٹھ پھیری O اور تھوڑا سا مال دیا اور روک دیا O (النجم:۳۴-۳۳)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اکدی کی تفسیر کی ہے: اس نے اپنی عطاء کو منقطع کر دیا، یہ آیت الولید بن المغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، مقاتل نے کہا: یعنی ولید نے تھوڑا سا کلمہ خیر کہا، پھر اس کو منقطع کر دیا اور پورا نہیں کیا، اکدی الکدیہ سے ماخوذ ہے جب کوئی شخص بخل کرے تو کہا جاتا ہے: کدیت اصابعہ۔

رَبُّ الشِّعۡرٰی هُوَ مِرۡزَمُ الۡجَوۡزَاءِ۔ رَبُّ الشِّعۡرٰی: اور وہ مرزم الجوزاء ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعۡرٰی ﴿۴۹﴾ (النجم:۴۹) اور یہ کہ شعریٰ (ستارے) کا وہی رب ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا کہ شعریٰ کا معنی مرزم الجوزاء ہے اور یہ وہ ستارہ ہے جو الجوزاء ستارے کے بعد طلوع ہوتا ہے اور یہ دونوں ستارے شعریٰ ہیں، پہلا ستارہ برج اسد میں ہے اور دوسرا ستارہ برج جوزاء میں ہے، ان دو ستاروں کو الغمیصاء اور العبور بھی کہا جاتا ہے اور قبیلہ خزاعہ الشعریٰ اور العبور کی پرستش کرتے تھے۔

الَّذِیۡ وَفّٰی وَفّٰی مَا فُرِضَ عَلَیۡهِ۔ الَّذِیۡ وَفّٰی: اس کا معنی ہے: جو ان پر فرض تھا اس کو پورا کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اِبۡرٰهِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی ﴿ۙ۳۷﴾ (النجم:۳۷) اور جو ابراہیم کے صحائف میں ہے اس کو انہوں نے پورا کر دیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الَّذِیۡ وَفّٰی کی تفسیر کی ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو حکم فرض کیا گیا تھا اس کو انہوں نے پورا کر دیا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو العالیہ سے منقول ہے کہ ادی کا معنی ہے: ادا کر دیا، زجاج سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو امتحان لیا گیا تھا اور ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں اس امتحان میں وہ کامیاب ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا۔

اَزِفَتِ الۡاٰزِفَةُ اقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ۔ ازفت الازفۃ: اس کا معنی ہے: قیامت قریب آ گئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَزِفَتِ الۡاٰزِفَةُ ﴿ۚ۵۷﴾ لَیۡسَ لَهَا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ کَاشِفَةٌ ﴿ؕ۵۸﴾ قریب آنے والی ساعت قریب آ چکی ہے O اللہ کے سوا (وقت معین پر) اسے کوئی دکھانے والا نہیں O (النجم:۵۸-۵۷)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے ازفت الازفۃ کی تفسیر کی ہے: قیامت قریب آ چکی ہے، مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے، کاشفۃ کا معنی ہے مظہرۃ، مقیمۃ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قیامت کو ظاہر کرنے والا یا قائم کرنے والا نہیں ہے۔

سَامِدُوۡنَ الۡبَرۡطَمَةُ وَقَالَ عِکۡرِمَةُ یَتَغَنَّوۡنَ بِالۡحِمۡیَرِیَّةِ۔ سٰمِدُوۡنَ: اس کا معنی ہے: البرطمہ یعنی اعراض کرنے والے اور عکرمہ نے کہا: حمیری زبان میں اس کا معنی ہے: وہ گانا گاتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ تَضۡحَکُوۡنَ وَ لَا تَبۡکُوۡنَ ﴿ۙ۶۰﴾ وَ اَنۡتُمۡ سٰمِدُوۡنَ ﴿۶۱﴾ اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو O اور تم کھیل کود میں پڑے ہو O (النجم:۶۱-۶۰)

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے سٰمِدُوْنَ کا معنی البرطمہ بیان کیا ہے اور اس کا معنی اعراض ہے، ابن عیینہ نے کہا: جب کوئی شخص اپنی ٹھوڑی اپنے سینہ پر رکھ لے تو البرطمہ کہتے ہیں، مجاہد سے منقول ہے: سمدون کا معنی ہے: متبرطمون، ان سے پوچھا گیا: البرطمہ کیا ہے تو انہوں نے کہا: اعراض کرنا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مبرطم کا معنی ہے: متکبر اور کتب تفسیر میں مذکور ہے: سمدون کا معنی ہے: لہو ولعب میں مشغول اور غافل اور یہ لغو میں مشغول ہونے والوں کے لیے اہل یمن کی لغت ہے، اور عکرمہ نے کہا جو حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں: الحمیر کی لغت میں سامدون کا معنی ہے: جو گانا گاتے ہیں۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ أَفَتُمَارُوْنَهُ أَفَتُجَادِلُوْنَهُ وَمَنْ قَرَأَ أَفَتَمْرُوْنَهُ يَعْنِي أَفَتَجْحَدُوْنَهُ۔

اور ابراہیم نے کہا: أَفَتُمَارُوْنَهُ: کا معنی ہے: کیا تم ان سے جھگڑا کرتے ہو اور جس نے أَفَتَمْرُوْنَهُ پڑھا اس کا معنی ہے: کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَفَتُمَارُوْنَهُ عَلٰى مَا يَرٰى ○ (النجم: ۱۲) کیا تم ان سے اس پر جھگڑ رہے ہو جو انہوں نے دیکھا○

علامہ عینی لکھتے ہیں: ابراہیم نخعی نے أَفَتُمَارُوْنَهُ کی تفسیر أَفَتُجَادِلُوْنَهُ کی ہے یعنی کیا تم ان سے جھگڑا کرتے ہو، یہ لفظ المراء سے ماخوذ ہے جس کا معنی مجادلہ اور جھگڑا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ مريت الناقة سے ماخوذ ہے، جب اونٹنی کے تھنوں پر دودھ نکالنے کے لیے ہاتھ پھیرا جائے۔ حمزہ اور الکسائی نے اس لفظ کو أَفَتَمْرُوْنَهُ پڑھا ہے، اس کا معنی ہے: کیا تم ان کا انکار کرتے ہو، اور امام ابو عبیدہ کا یہی مختار ہے، انہوں نے کہا: مشرکین قریش نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑ نہیں رہے تھے بلکہ آپ کا انکار کر رہے تھے اور جب کوئی شخص کسی کے حق کا انکار کرے تو عرب کہتے ہیں: مَرَيْتُ الرَّجُلَ حَقَّهُ میں نے مرد کے حق کا انکار کیا۔

وَقَالَ مَا زَاغَ الْبَصَرُ بَصَرُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا طَغٰى وَمَا جَاوَزَ مَا رَأٰى

مَا زَاغَ الْبَصَرُ: کا معنی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ ٹیڑھی نہیں ہوئی اور وَمَا طَغٰى کا معنی ہے: آپ نے جو کچھ دیکھا اس سے متجاوز نہیں ہوئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ (النجم: ۱۷) آپ کی نظر نہ ٹیڑھی ہوئی اور نہ حد سے بڑھی○

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تعلیق بالکل ظاہر ہے، اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ آپ کو جتنا دیکھنے کا حکم دیا گیا تھا آپ کی نظر نے اس سے تجاوز نہیں کیا اور نہ آپ کی نظر اس سے کسی دوسری طرف ہوئی، کہا جاتا ہے کہ آپ کی نظر نہ دائیں طرف منحرف ہوئی اور نہ بائیں طرف منحرف ہوئی اور نہ اس نے حد سے تجاوز کیا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی صفت ہے۔

فَتَمَارَوْا كَذَّبُوْا۔

فَتَمَارَوْا کا معنی ہے: انہوں نے جھٹلایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ○ (القمر: ۳۶) اور بے شک لوط نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تھا تو انہوں نے ان کے ڈرانے کو جھٹلایا○

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ آیت سورۃ النجم میں نہیں ہے بلکہ اس کے بعد کی سورت القمر میں ہے اور شاید کہ یہ لکھنے والے کا سہو ہے۔

Marfat.com

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: علامہ کرمانی نے بعض نسخوں سے یہاں نقل کیا ہے کہ تتماری کا معنی ہے: وہ جھٹلاتے ہیں اور میں اس نسخہ پر واقف نہیں ہو سکا، پھر اس کے بعد مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ علامہ کرمانی نے الفراء کے کلام کا اختصار کیا ہے کیونکہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا:

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾ (النجم:۵۵) پس (اے مخاطب!) تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاتا رہے گا○

یعنی یہ کہتا رہے گا کہ یہ نعمتیں اس کے رب کی طرف سے نہیں ہیں، اسی طرح یہ آیت ہے: فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ (القمر:۳۶) (پس انہوں نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا○) (فتح الباری ج ۶ ص ۳۲)

علامہ عینی، حافظ ابن حجر پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انہیں علامہ کرمانی کے کلام پر واقف ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ آیت اسی سورت میں ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾ (النجم:۵۵) پس (اے مخاطب!) تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاتا رہے گا○

اس آیت میں مطلقاً انسان سے خطاب ہے اور تفسیر نسفی میں مذکور ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے لیکن مجھے یہ تفسیر پسند نہیں ہے۔ واللہ اعلم (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

مصنف کی طرف سے ان دونوں میں محاکمہ

میں کہتا ہوں: کہ حافظ ابن حجر نے کوئی غلط بات نہیں کہی جس کے رد کی ضرورت ہو، امام بخاری نے یہاں پر تعلیق میں سورۃ القمر:۳۶ کی آیت لکھی جس کے متعلق علامہ عینی نے کہا کہ یہ لکھنے والے کا سہو ہے اور حافظ ابن حجر نے اس کی توجیہ کی کہ چونکہ اس سورت میں مذکور ہے: فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾ (النجم:۵۵) (پس (اے مخاطب!) تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاتا رہے گا) تو امام بخاری نے اس آیت کی مناسبت سے یہاں پر سورۃ القمر:۳۶ کو بھی لکھ دیا اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ امام بخاری ایک سورت کی آیت کی مناسبت سے وہاں کسی اور سورت کی آیت کو ذکر کر دیتے ہیں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ اِذَا هَوٰی: غَابَ۔ اور حسن نے اِذَا هَوٰی: کی تفسیر میں کہا: جب وہ ستارہ غائب ہو گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ○ (النجم:۱) روشن ستارے کی قسم! جب وہ غروب ہو گیا○

علامہ عینی لکھتے ہیں: حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: جب وہ ستارہ غائب ہو گیا، اسی طرح امام عبد الرزاق نے از حسن بصری روایت کی ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اِذَا هَوٰی کا معنی ہے: جب وہ ستارہ اترا اور گر گیا، اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر میں منقول ہے: یعنی جب سیدنا محمد ﷺ شب معراج آسمان سے اترے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَغْنٰی وَاَقْنٰی اَعْطٰی فَاَرْضٰی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اَغْنٰی وَ اَقْنٰی کی تفسیر میں کہا کہ انہوں نے اتنا دیا کہ لینے والے کو راضی کر دیا۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝ (النجم:۴۸) اور یہ کہ اس نے غنی کیا اور خوش کر دیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی اس طرح تفسیر کی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہے اور ابو صالح سے منقول ہے کہ اللہ نے لوگوں کو مال دیا اور لوگوں کو اموال کے اصول عطا کیے، اور ضحاک سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سونا، چاندی اور اموال کی مختلف قسمیں عطا کیں اور اقنی کا معنی ہے: اس نے لوگوں کو اونٹ، گائے اور بکریاں عطا کیں اور ابن زید سے منقول ہے کہ اغنی کا معنی ہے: اس نے بہت مال دیا اور اقنی کا معنی ہے: اس نے بہت کم مال دیا اور اخفش سے منقول ہے کہ اقنی کا معنی ہے: اس نے لوگوں کو فقیر بنا دیا۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۸۴۔۲۸۰ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ

۴۸۵۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رضی اللہ عنہا يَا أُمَّتَاهْ هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ ﷺ رَبَّهُ فَقَالَتْ لَقَدْ قَفَّ شَعَرِي مِمَّا قُلْتَ أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝﴾ (الانعام:۱۰۳) ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾ (الشوریٰ:۵۱) وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ (لقمان:۳۴) وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ الآیۃ (المائدہ:۶۷) وَلٰكِنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صُورَتِهِ مَرَّتَيْنِ

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از عامر از مسروق، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: اے امی جان! کیا سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو حضرت عائشہ نے فرمایا: تم نے جو بات کہی ہے اس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تم ان تین آیات میں سے کہاں ہو، جس نے تم کو بتایا اس نے جھوٹ بولا، جس نے تم کو یہ بتایا کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے جھوٹ بولا ہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت پڑھی: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ (الانعام:۱۰۳) (آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ نہایت باریک بین بہت باخبر ہے O وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ (الشوریٰ:۵۱) (اور کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے ماسوا وحی کے یا پردے کے اوٹ سے۔ اور جس نے تم کو بتایا کہ آپ آئندہ کل کی بات جانتے ہیں تو اس نے جھوٹ بولا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت پڑھی: وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا (لقمان:۳۴) (اور کوئی (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا) اور جس نے تم کو یہ بتایا کہ آپ نے (کوئی آیت) چھپا لی تو بے شک اس نے جھوٹ بولا ہے، پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الآیۃ

Marfat.com

(المائدہ:۶۷) (اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے) لیکن آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۳۴ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

یا امتاہ کی لفظی تحقیق اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

یا امتاہ: حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس کی اصل یا ام ہے اور باء اس میں وقف کے لیے ہے، پھر اس کی طرف استغاثہ کے الف کی طرف اضافت کی گئی اور اس کو تاء سے بدل دیا گیا اور اس پر ہاء کا الف کے سکتہ کے بعد اضافہ کیا گیا ہے۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۳۳)

علامہ عینی، حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جن سے شرح نقل کی جاتی ہے ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس میں الف استغاثہ کے لیے ہے اور یہاں استغاثہ کہاں ہے؟ علامہ خطابی نے کہا ہے: جب عرب باپ یا ماں کو ندا کرتے ہیں تو وقف کی صورت میں یا ابہ یا امہ کہتے ہیں، پس جب وصل کرتے تو یا ابت اور یا امت کہتے ہیں اور جب اس پر زبر پڑھتے ہیں متعدی کرنے کے لیے تو کہتے ہیں: یا ابتاہ اور یا امتاہ اور ہاء اس میں وقف کے لیے ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس میں الف ندبہ کے لیے نہیں ہے کیونکہ یہاں کسی پر رویا نہیں گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۸۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے علامہ بدر الدین عینی حنفی کے اس اعتراض کا "انتقاض الاعتراض" میں ذکر تک نہیں کیا۔ سعیدی غفرلہ

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نفی رویت باری پر استدلال اور علامہ عینی کے جوابات

میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے: یعنی اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے جلال سے میرے دل میں خوف پیدا ہوا اور خوف اور گھبراہٹ کے وقت کھال سکڑ جاتی ہے اور اس پر جو بال ہیں وہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

تم ان تین آیات میں سے کہاں ہو: یعنی کیا ان تین آیتوں کو ذہن میں حاضر کرنے سے تمہاری فہم غائب ہو گئی؟ پس تمہیں چاہیے کہ ان تین آیتوں کو اپنے ذہن میں حاضر کرو تا کہ تمہارا علم ان کو محیط ہو اور جو شخص ان کے خلاف بات کہتا ہے اس کی تم تکذیب کرو۔

جس نے تم کو بتایا اس نے جھوٹ بولا: یعنی جس نے تم کو ان تین چیزوں کے متعلق بتایا اس نے جھوٹ بولا یعنی جس نے یہ خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے اپنی خبر میں جھوٹ بولا ہے، پھر حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ دیکھنے پر دو آیتوں سے استدلال کیا ہے، پہلی آیت یہ ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ۖ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ۔ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (الانعام: ۱۰۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کے ادراک کرنے کی نفی کی ہے اور آنکھوں کے ادراک کی نفی دیکھنے کی نفی ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ارشاد سے دیکھنے کی نفی نہیں کی اور ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر کرتیں لیکن انہوں نے اس آیت کے ظاہر سے استنباط کیا ہے اور دوسرے صحابہ نے حضرت عائشہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا کے اس قول کی مخالفت کی ہے اور جب ایک صحابی کوئی بات کہے اور دوسرا صحابی اس کے خلاف بات کہے تو اس پر اتفاق ہے کہ اس صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا، اور حضرت عائشہ کے اس قول کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مخالفت کی ہے، کیونکہ امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، عکرمہ نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے اور بے شک آپ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے، اور امام ابن خزیمہ نے سند قوی کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور حضرت ابن عباس کے تمام اصحاب کا اور کعب احبار کا اور زہری کا اور صاحب معمر کا اور دوسروں کا یہی قول ہے اور امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی ہے کہ حسن بصری نے حلف اٹھا کر کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اور امام ابن خزیمہ نے عروہ بن زبیر سے دیکھنے کی روایت کی ہے اور جب کوئی ان کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کا ذکر کرتا تو وہ اس کا بہت سختی سے رد کرتے، اور امام اشعری اور ان کے اکثر متبعین کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس سے استدلال فرمانا کہ اللہ تعالیٰ سے کلام کی حالت میں کوئی اس کو دیکھ نہیں سکتا اور علامہ عینی کا جواب

وما کان لبشر الایہ: یہ دوسری آیت ہے جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نفی رؤیت باری پر استدلال کیا ہے اور ان کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی سے کلام کرنے کا حصر تین صورتوں میں کیا ہے: (۱) وحی، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نبی کے دل میں جو چاہے القاء فرمادے (۲) اللہ تعالیٰ پردے کی اوٹ سے بغیر واسطہ کے نبی سے کلام فرمائے (۳) نبی کی طرف اپنا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اللہ کا کلام نبی علیہ السلام کو پہنچائے، ان تین صورتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس حالت میں اللہ کلام فرماتا ہے، اس حالت میں اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا، علماء کرام نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس سے مطلقاً رؤیت باری کی نفی نہیں ہوتی، اس کا زیادہ سے زیادہ تقاضا یہ ہے کہ ان تین صورتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرماتا، پس ہو سکتا ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام نہ فرمایا ہو۔

یہ جائز نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی کسی آیت یا اس کے کسی حکم کو چھپالیں

جس نے تم کو یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آیت کو چھپایا تو اس نے جھوٹ بولا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن تین باتوں کا انکار فرمایا تھا یہ ان میں سے تیسری بات ہے، یعنی جس نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی وحی میں سے کوئی بات چھپائی تو اس نے جھوٹ بولا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے، پس آپ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ آپ اس میں سے کسی چیز کو چھپالیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر اس سے استدلال فرمایا کہ المائدہ: ۶۷ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے۔ مصنف کہتا ہے: اس سے یہ معلوم ہوا کہ شیعہ اور روافض کا یہ کہنا باطل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت علی کے خلیفہ بلافصل ہونے کے متعلق آیت نازل کی گئی تھی لیکن آپ نے اس کو چھپا لیا، اسی طرح حضرت علی کے فضائل میں کئی آیات نازل کی گئی تھیں لیکن آپ نے ان آیات کو چھپالیا۔

Marfat.com

علامہ ثعلبی اور اکثر علماء کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دوبار دیکھا

لیکن آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تھا: جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی نفی کردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا تو پھر حضرت مسروق کے سوال کے جواب میں بتایا: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دومرتبہ دیکھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ کیا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ (النجم:۱۳) اور بے شک انہوں نے اسے ضرور دوسری بار دیکھا O

علامہ ثعلبی نے کہا ہے: یعنی دوسری بار دیکھا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی اس صورت میں جس پر وہ پیدا کیے گئے ہیں دومرتبہ دیکھا، ایک مرتبہ زمین پر الافق الاعلیٰ میں اور دوسری مرتبہ آسمان میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اکثر علماء کا قول ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رویت کو مکان کے ساتھ ملایا ہے، پس فرمایا: سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور کیونکہ فرمایا: نَزْلَةً اُخْرٰى یعنی اترتے وقت اور اللہ تعالیٰ کا مکان میں ہونا اور اترنا جو کہ انتقال کو مستلزم ہے محال ہے۔

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رؤیت باری کا انکار کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رؤیت باری کو ثابت کرتے ہیں تو ان دونوں کے اقوال میں کس طرح موافقت ہوگی؟

میں کہتا ہوں: حضرت عائشہ نے جو رؤیت باری کی نفی کی ہے وہ آنکھ سے دیکھنے پر محمول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو رؤیت باری کو ثابت کیا ہے وہ دل سے دیکھنے پر محمول ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ (النجم:۱۱) (آپ کے) قلب نے اس کی تکذیب نہ کی جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا O

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ (النجم:۱۳) اور بے شک انہوں نے ضرور اسے دوسری بار دیکھا O

حضرت ابن عباس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل سے دیکھا ہے آنکھ سے نہیں دیکھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دومرتبہ دیکھا، اور عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا اور اس سے بھی زیادہ صریح روایت وہ ہے جس کی امام ابن مردویہ نے از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا، آپ نے اس کو اپنے دل سے دیکھا ہے۔

علامہ قرطبی نے اس مسئلہ میں توقف کرنے کے قول کو راجح قرار دیا ہے اور اس قول کو محققین کی ایک جماعت کی طرف منسوب کیا ہے، کیونکہ اس باب میں کوئی دلیل قطعی نہیں ہے اور دونوں فریقوں نے جو زیادہ سے زیادہ استدلال کیا ہے وہ ظاہر آیات ہیں جو متعارض ہیں اور تاویل کی گنجائش رکھتی ہیں، انہوں نے کہا: یہ مسئلہ عملیات سے متعلق نہیں ہے کہ اس میں دلائل ظنیہ پر اکتفاء کرلیا جائے، اس مسئلہ کا تعلق صرف عقائد سے ہے اور اس میں صرف دلیل قطعی سے استدلال ہوسکتا ہے، اور امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں کافی طویل دلائل کے ساتھ رؤیت باری کو ثابت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ حضرت ابن عباس سے جو منقول ہے کہ رؤیت دو

مرتبہ ہوئی وہ اس پر محمول ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے آنکھ سے دیکھا اور دوسری مرتبہ دل سے دیکھا۔

اپنے رب کو دو بار دیکھنے کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں: ہم نے لکھا ہے کہ البقلی رحمہ اللہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا اور یہ دوسری بار دیکھنے کا ماجرا ہے کیونکہ جب آپ نے پہلی بار اپنے رب کو دیکھا تو وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کچھ نہ تھا اس لیے وہاں یہ نہیں فرمایا:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ (النجم: ۱۷) آپ کی بصر ادھر ادھر متوجہ ہوئی اور نہ اللہ کی ذات کو دیکھنے سے متجاوز ہوئی ۝

بلکہ اس کی ذات کو دیکھنے میں محو اور مستغرق رہی، اور جب آپ نے دوسری بار واپسی کے بعد اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو آپ کے سامنے جنت، دوزخ اور دیگر عجیب و غریب نشانیاں بھی تھیں لیکن آپ کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ صرف اس کی ذات کو ٹکٹکی باندھ کر لگاتار دیکھتے رہے۔ (روح البیان ج ۳ ص ۲۶۹) (انوار تبیان القرآن ص ۸۴۰، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دل کی آنکھ سے دیکھا ہے، النجم: ۱۱ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر استدلال اور امام اشعری کا یہ قول کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، اور لاتدرکہ الابصار کے متعدد جوابات اور دیگر مباحث میں علامہ ابن الملقن کی تحقیق

حافظ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ نے شب معراج رؤیت باری کے مسئلہ پر طویل بحث کی ہے وہ اس میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شب معراج رؤیت باری کا انکار کیا ہے، لیکن انہوں نے اپنے موقف کے ثبوت میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی، اگر ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر کرتیں، انہوں نے صرف چند آیات سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی مشہور قول یہی ہے اور محدثین، فقہاء اور متکلمین کی ایک جماعت کا بھی یہی موقف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔

امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں ضحاک اور عکرمہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے: پس جب میرے رب نے اپنی رؤیت (دیدار) کے ساتھ میری تکریم کی بایں طور کہ میرے قلب میں میری آنکھ کو ثابت کر دیا تو میری آنکھ میں نور عرش کو دیکھنے کی صلاحیت آ گئی، الحدیث۔ اور اللالکائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ (شرح اصول الاعتقاد ج ۳ ص ۵۶۷) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ (شرح اصول الاعتقاد ج ۳ ص ۵۷۵)

اور عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا (صحیح مسلم: ۱۷۶) اور اسی طرح امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ عکرمہ سے روایت کی ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۲۸۱)

اور امام ترمذی نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، الحدیث۔ (سنن ترمذی: ۳۲۷۹) اور امام مسلم نے ابو العالیہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا (صحیح مسلم: ۱۷۶)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس کی طرف کسی کو بھیج کر یہ سوال کیا کہ کیا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔

اس حدیث کی عبداللہ بن احمد نے کتاب السنہ ج ۱ ص ۱۷۵ میں روایت کی ہے۔

اور مشہور یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے، اور متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے ساتھ خاص کر لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کے ساتھ خاص کیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت (دیدار) کے ساتھ خاص کیا۔ اس حدیث کی امام ابن ابی عاصم نے کتاب السنہ: ۴۵۱، امام نسائی نے السنن الکبریٰ: ۲۷۴ میں، اور امام ابن خزیمہ نے التوحید: ۲۷۲ اور امام حاکم نے المستدرک ج ۱ ص ۶۵ میں روایت کی ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ (النجم:۱۱) (آپ کے) قلب نے اس کی تکذیب نہ کی جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا ۝

الماوردی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنی رؤیت کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، پس سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام فرمایا۔

ابوالفتح الرازی اور ابواللیث السمر قندی نے اس حکایت کو کعب احبار سے نقل کیا۔ (تفسیر السمر قندی ج ۳ ص ۲۸۹)

عبداللہ بن الحارث نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کعب احبار اکٹھے ہوئے تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے تو کعب نے بہت بلند آواز سے کہا: اللہ اکبر حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: بے شک اللہ نے اپنی رؤیت اور اپنے کلام کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، پس حضرت موسیٰ نے اللہ سے کلام فرمایا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دل سے اپنے رب کو دیکھا (سنن ترمذی: ۳۲۷۸) اور شریک نے حضرت ابوذر سے النجم: ۱۱ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

اور علامہ السمر قندی نے محمد بن کعب القرظی سے اور الربیع بن انس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا: میں نے اپنے دل سے دیکھا ہے اور میں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔

(تفسیر السمر قندی ج ۳ ص ۲۸۹)

اور مالک بن یخامر نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ (سنن ترمذی: ۳۲۳۵)۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

امام عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حسن بصری اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے (تفسیر عبدالرزاق، ۳۰۳۳) اسی طرح مقاتل نے ذکر کیا ہے، اور امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں النجم: ۱۱ کی تفسیر میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا اور محمد بن کعب سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دل سے دو مرتبہ دیکھا، اور ابراہیم تیمی سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا، پھر انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔

اور تفسیر ابن عباس میں حضرت انس سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب میں حجاب تک پہنچا تو میری دونوں آنکھیں سو گئیں اور میں نے اپنے دل سے دیکھا اور میرا دل بیدار تھا اور اس وقت سے اب تک

Marfat.com

نہیں سویا اور زجاج نے امام احمد سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا، اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کے ساتھ آپ کو خاص کیا گیا ہے، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اس قول کی امام ابوعمر ابن عبدالبر نے روایت کی ہے، لیکن نقاش نے یہ روایت کی ہے کہ امام احمد نے کہا: میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد بار بار یہ کہتے رہے حتیٰ کہ ان کا سانس ٹوٹ گیا۔

اور اللالکائی نے ام الطفیل زوجہ ابی بن کعب سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے یعنی دل کے ساتھ اور بعض متکلمین نے اس موقف کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، اور امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ نہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ نے دیکھا ہے اور نہ یہ کہتا ہوں کہ آپ نے نہیں دیکھا اور النجم: ۱۱ کی تاویل میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس اور عکرمہ اور حسن بصری اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور حسن بصری اور ابن مسعود سے دوسری روایت ہے کہ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ (تفسیر طبری، جز ۱۱ ص ۵۱۱-۵۱۰)

امام اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی بصر سے اور اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہر وہ معجزہ جو انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کو دیا گیا تھا تو اس کی مثل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دی گئی ہے اور ان میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت کی فضیلت کے ساتھ خاص کر لیا گیا ہے۔

اور بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ اس موقف پر کوئی واضح دلیل نہیں ہے لیکن جیسا کہ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں دیکھنا عقلاً جائز ہے اور عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کی رؤیت کا سوال کیا ہے اور یہ محال ہے کہ اللہ کے نبی کو یہ معلوم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز نہیں ہے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اسی چیز کا سوال کیا جو جائز تھی اور محال نہیں تھی، لیکن اس کا وقوع اور غیب سے اس کا مشاہدہ کرنا اس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے اور شریعت میں اس کے وقوع کے محال ہونے پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے، پس اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز ہے محال نہیں ہے۔ (اکمال المعلم ج ۱ ص ۵۲۷)

قرآن مجید میں ہے: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (الانعام: ۱۰۳) یعنی آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اس آیت کی متعدد تاویلات ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں، دوسرا قول یہ ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے اور یہ تاویلات اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے ممنوع اور محال ہونے کا تقاضا نہیں کرتیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: لَنْ تَرٰىنِیْ (الاعراف: ۱۴۳) یعنی آپ مجھ کو نہیں دیکھ سکتے، اس آیت کا عموم نہیں ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ مجھے دنیا میں نہیں دیکھ سکتے، سو اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

Marfat.com

اور قاضی ابوبکر الباقلانی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے، اسی لیے وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔
اور پہاڑ نے بھی اپنے رب عزوجل کو دیکھا، اسی لیے وہ ریزہ ریزہ ہو گیا، انہوں نے اس کا استنباط اس آیت سے کیا ہے:

وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا۔ (الاعراف: ۱۴۳)

فرمایا: تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر (میری تجلی کے باوجود) یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو عنقریب تم بھی مجھے دیکھ سکو گے، پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

اس قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی حتیٰ کہ پہاڑ نے اپنے رب کو دیکھ لیا۔
اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ چونکہ پہاڑ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اسی سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے رب کو دیکھا ہے کیونکہ یہ رب کو دیکھنے کے جواز اور امکان پر دلیل ہے اور جواز اور امکان میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ آیات میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا محال ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۹ ص ۱۱۰۔ ۱۰۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

رویت باری کے مسئلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کا خلاصہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو دیکھا ہے یا نہیں، حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود کا موقف یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا اور حضرت ابوذر سے روایات مختلف ہیں اور ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور امام ابن خزیمہ نے عروہ بن الزبیر سے دیکھنے کی روایت کی ہے اور جب کوئی ان سے یہ کہتا کہ حضرت عائشہ نے دیکھنے کا انکار کیا ہے تو وہ اس پر بہت سختی کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس کے تمام اصحاب اسی کے قائل تھے، کعب احبار، زہری، معمر اور دوسروں نے اسی پر وثوق کیا ہے اور یہی امام اشعری اور ان کے اکثر متبعین کا قول ہے، پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا یا دل سے دیکھا، اور امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس کے اس مسئلہ میں مطلق اقوال بھی ہیں اور مقید بھی یعنی یہ قول بھی ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور یہ قول بھی ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا ہے، اس لیے مطلق اقوال کو مقید پر محمول کرنا ضروری ہے بلکہ ان سے زیادہ صراحت کے ساتھ امام ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا بلکہ اپنے دل سے دیکھا ہے اور اس طریقہ پر حضرت ابن عباس کی جو اثبات رؤیت کی روایت ہے اور حضرت عائشہ کی نفی رویت کی جو روایت ہے ان میں تطبیق دینا ممکن ہے بایں طور کہ حضرت عائشہ کی نفی رویت کی روایت کو رویت بصر پر محمول کیا جائے اور حضرت ابن عباس کی اثبات رویت کی روایت کو رویت قلب پر محمول کیا جائے اور رویت قلب کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز پیدا کر دی تھی جس سے آپ اپنے قلب سے اس طرح دیکھتے تھے جس طرح دوسرے لوگ آنکھوں سے دیکھتے تھے اور ہر چند کہ عادتاً انسان اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے لیکن عقل کے نزدیک رویت آنکھوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، امام ابن خزیمہ نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو قلب سے دیکھا اور آنکھ سے نہیں دیکھا۔
علامہ قرطبی نے المفہم میں توقف کے قول کو راجح قرار دیا ہے اور اس کو محققین کی ایک جماعت کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ کہا ہے

Marfat.com

کہ اس مسئلہ میں کوئی دلیل قطعی نہیں ہے اور دونوں فریق ظواہر نصوص سے استدلال کرتے ہیں جو باہم متعارض ہیں اور تاویل کی گنجائش رکھتی ہیں اور یہ مسئلہ عملیات سے نہیں ہے اس لیے اس میں دلائل ظنیہ کافی ہیں، دلائل قطعیہ کی ضرورت صرف معتقدات میں ہوتی ہے اور امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں اثبات رویت کو ترجیح دی ہے اور جن علماء نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رویت کو ثابت کیا ہے ان میں امام احمد ہیں، المروزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رویت کی نفی کرتی تھیں، آپ ان کے قول کو کس دلیل سے رد کریں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر راجح اور فائق ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٣٤، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس سلسلے میں واضح حدیث امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ (خالق) نور ہے اور میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔ (صحیح مسلم: ٣٣٢، سنن الترمذی: ٣٢٩٣)

٢۔ بَابٌ: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۝ (النجم: ٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو وہ (نبی، اللہ سے) دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ ۝ (النجم: ٩) کی تفسیر

یعنی (اللہ اور رسول میں) اتنا فاصلہ رہ گیا تھا جتنا کمان اور اس کے وتر (اس کی تانت) میں ہوتا ہے۔

٤٨٥٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ زِرًّا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۝ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى ۝﴾ (النجم: ٩-١٠) قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ رَأٰى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے زر سے سنا از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے اس آیت کے متعلق کہا: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۝ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى ۝ (النجم: ١٠-٩) (تو وہ (نبی، اللہ سے) دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ ۝ پھر اللہ نے اپنے مقدس بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی ۝ زر نے کہا: ہمیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا، ان کے چھ سو (٦٠٠) پر تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٢٣٢ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام نسائی کی روایت میں ہے، ان کے پروں سے مختلف رنگوں کے موتی اور یاقوت جھڑ رہے تھے۔

٣۔ بَابٌ: فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى ۝ (النجم: ١٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پھر اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی ۝ (النجم: ١٠) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی اور حسن بصری، ربیع اور ابن زید نے کہا: اس کا معنی ہے: پس حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ وحی فرمائی جو ان کی طرف ان کے رب نے وحی فرمائی تھی، اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی فرمائی:

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ○ (الضحیٰ: ٦) کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا، پھر آپ کو ٹھکانا دیا○

اور یہ آیت:

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ (الم نشرح: ٤) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا○

دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جنت میں دخول کو حرام فرما دیا ہے حتیٰ کہ آپ جنت میں داخل ہو جائیں اور امتوں پر جنت میں دخول کو حرام کر دیا ہے حتیٰ کہ آپ کی امت جنت میں داخل ہو جائے۔

۴۸۵۷۔ حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ زِرًّا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ۞ فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى ۞﴾ (النجم: ٩-١٠) قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں طلق بن غنام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از الشیبانی، انہوں نے کہا: میں نے زر سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق سوال کیا: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ۞ فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى ۞ (النجم: ١٠-٩) پھر وہ (اللہ، نبی سے) دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ○ پھر اللہ نے اپنے مقدس بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی○ انہوں نے کہا کہ ہمیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا جن کے چھ سو (٦٠٠) پر تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۳۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے مذہب کے مطابق سورۂ النجم: ۱۰-۸ کے معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ معراج کی شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو دیکھا تھا وہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب ہے اور حضرت ابن مسعود کی رائے کے موافق اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے مقدس بندہ کی طرف وحی کی یعنی اللہ کی وحی پہنچائی کیونکہ وہی آپ کے زیادہ قریب ہوئے، پھر اور زیادہ قریب ہوئے حتیٰ کہ دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے، پھر انہوں نے اللہ کے مقدس بندہ کی طرف وحی پہنچائی جو پہنچائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابٌ: لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ○ (النجم: ۱۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک (اس نبی نے) اپنے رب کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانی کو ضرور

Marfat.com

دیکھاO (النجم:۱۸) کی تفسیر

اپنے رب کی سب سے بڑی نشانی کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے سبز قالین کو دیکھا جس نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا، ضحاک نے کہا: اس سے مراد سدرۃ المنتہیٰ ہے اور مقاتل سے منقول ہے کہ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس صورت میں دیکھا جس صورت میں وہ آسمانوں میں ہیں، ایک قول ہے کہ اس سے مراد معراج ہے اور آپ نے اس رات کے سفر کی ابتداء اور انتہاء اور واپس آنے کے درمیان جو کچھ دیکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۲۸۷)

۴۸۵۸۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه ﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى O﴾ (النجم:۱۸) قَالَ رَأَى رَفْرَفًا أَخْضَرَ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى O (النجم:۱۸) بے شک (اس نبی نے) اپنے رب کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشان کو ضرور دیکھاO حضرت ابن مسعود نے کہا: اس سے مراد جنت کا سبز قالین ہے جس نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

رفرف کی تعریف میں متعدد اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ رفرف کے متعلق لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رفرف کو دیکھا اور اس سے پہلی حدیث میں یہ مذکور تھا کہ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا جن کے چھ سو پر تھے۔ بہ ظاہر یہ دونوں حدیثیں متعارض ہیں لیکن امام نسائی کی روایت سے مراد واضح ہو جاتی ہے، انہوں نے از عبدالرحمٰن بن عبداللہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو رفرف پر دکھایا جس نے آسمان اور زمین سب چیزوں کو بھر لیا تھا ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام موصوف ہیں اور ان کی صفت یہ ہے کہ وہ رفرف پر تھے اور رفرف سے مراد حلہ ہے یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام حلہ پہنے ہوئے تھے اور امام ترمذی نے از عبدالرحمٰن بن یزید از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو رفرف کا حلہ پہنے ہوئے دیکھا، انہوں نے آسمان اور زمین کے درمیان سب چیزوں کو بھر لیا تھا اور انہوں نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ (الرحمٰن:۷۶) متقین سبز قالینوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔
رفرف اصل میں باریک ریشم ہے جس کی خوبصورت بناوٹ ہو، پھر پردہ پر اس کا استعمال مشہور ہو گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رفرف وہ پرندہ ہے جو اپنے پروں کو پھیلا لے، علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ رفرف چادر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ فرش ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا لباس تھا، میں کہتا ہوں: دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ الصلاۃ

Marfat.com

والسلام کو رفرف کے دو حلوں میں دیکھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے متکئین علی رفرف کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ جنت کے باغات ہیں اور یہ لفظ رفرفہ کی جمع ہے اور الرفارف جمع الجمع ہے اور ان سے دوسری تفسیر یہ ہے کہ رفرف سے مراد بیٹھنے کی جگہیں اور بستر ہیں اور قتادہ اور ضحاک سے منقول ہے کہ رفرف عرش کے اوپر سبز بیٹھنے کی خوب صورت جگہیں (یعنی سبز قالین) ہیں، اور علامہ قرطبی نے کہا کہ رفرف سے مراد بستر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عرب ہر لمبے، چوڑے کپڑے کو رفرف کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۸۸۔۲۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۔ بَابٌ: اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ (النجم:۱۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا تم نے لات اور عزیٰ کو (بہ غور) دیکھا ○ (النجم:۱۹) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ اللات کا لفظ لفظ اللہ سے ماخوذ ہے، پھر اس کے ساتھ تانیث کی تا ملا دی گئی ہے تو یہ مونث کا صیغہ ہو گیا جیسے کسی مرد کو عَمْرو کہا جائے، پھر مونث کے لیے عمرۃ کہا جائے، دوسرا قول یہ ہے کہ کفار نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے باطل الٰہ کا نام اللہ کے نام کے ساتھ رکھیں تو اللہ تعالیٰ نے لفظ اللہ کو محفوظ رکھنے اور اس کی حرمت کی حفاظت کرنے کے لیے اس لفظ کو اللات کی طرف منصرف کر دیا اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ اللات طائف میں پتھر کی ایک چٹان کا نام ہے اور ابن زید سے منقول ہے اللات ایک گھر میں کھجور کا ایک درخت تھا جس کی قریش عبادت کرتے تھے اور العزیٰ ایک دوسرا درخت تھا جس کی قبیلہ غطفان عبادت کرتا تھا یہ مجاہد کا قول ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ ہی وہ درخت ہے جس کو کاٹنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا تھا اور انہوں نے اس درخت کو کاٹ دیا تھا، الضحاک سے منقول ہے کہ اللات غطفان کا بت تھا جس کو ان کے لیے سعد بن ظالم الغطفانی نے رکھا تھا اور ابن زید سے منقول ہے کہ یہ طائف میں ایک گھر تھا جس کی ثقیف عبادت کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۵۹۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما فِي قَوْلِهِ اللَّاتَ وَالْعُزَّى كَانَ اللَّاتُ رَجُلًا يَلُتُّ سَوِيقَ الْحَاجِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاشہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالجوزاء نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے اللات اور العزیٰ کی تفسیر میں کہا: اللات ایک مرد تھا جو حجاج کے لیے ستو گھولتا تھا۔

اللات کے ماخذ اشتقاق میں متعدد اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ (النجم:۱۹) کیا تم نے لات اور عزیٰ کو (بہ غور) دیکھا ○ اس کی تفسیر میں فرمایا کہ لات ایک مرد تھا جو حجاج کے لیے ستو گھولتا تھا۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس پر موقوف ہے۔ الزجاج نے کہا ہے: ان کا زعم یہ ہے کہ ایک مرد ستو گھولتا تھا اور اس کو ایک بت کے پاس بیچتا تھا تو اس بت کا نام اللات رکھ دیا گیا۔

غرر البیان میں مذکور ہے کہ اللات لوی کا فعل ہے لانھم کانوا یلودون علیھا یعنی وہ اس بت کے گرد طواف کرتے تھے۔ علامہ

Marfat.com

سہیلی نے حضرت ابن عباس کے قول کی تفسیر میں کہا ہے کہ ایک مرد حجاج کے آنے پر ستو گھولتا تھا اور عرب اس مرد کی تعظیم کرتے تھے کیونکہ وہ ہر حج کے موقع پر لوگوں کو ستو کھلاتا تھا، کہا جاتا ہے کہ اس کا نام عمرو بن لحی تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام ربیعہ بن حارثہ تھا۔ اور وہ خزاعہ کا والد تھا اور اس نے بہت طویل عمر پائی، جب وہ مر گیا تو جس جگہ وہ ستو گھولتا تھا وہاں ایک عبادت گاہ بنالی، پھر ان پر یہ منکشف ہوا کہ جس چٹان پر وہ بیٹھتا تھا وہاں ایک بت بنا کر رکھ دیا جائے اور اس کا نام اللات رکھ دیا جائے اور یہ لفظ اللاتی سے ماخوذ ہے یعنی لت السویق سے جس کا معنی ستو گھولنا ہے اور وہ بت طائف میں تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ طائف کے راستہ میں تھا ایک اور قول یہ ہے کہ وہ مکہ میں تھا، قتادہ نے کہا کہ وہ ایک کھجور کے درخت کے پاس تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۸۹۔۲۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ

(صحیح البخاری: ۶۱۰۷، ۶۳۰۱، ۶۶۵۰، صحیح مسلم: ۱۶۴۷، سنن ابو داؤد: ۳۲۴۷، سنن ترمذی: ۱۵۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از حمید بن عبدالرحمن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے حلف اٹھایا اور اپنے حلف میں کہا: اللات اور العزیٰ کی قسم! اسے چاہیے کہ وہ کہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور جس شخص نے اپنے ساتھی سے کہا: آؤ میں تمہارے ساتھ جوا کھیلتا ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ صدقہ کرے۔

اللات کی قسم کھانے سے تکفیر کی توجیہ، بت کی قسم کھانے سے قسم کے منعقد ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے: قسم اس معبود کی کھائی جاتی ہے جس کی تعظیم کی جاتی ہو، پس جب کسی شخص نے اللات اور العزیٰ کی قسم کھائی تو گویا اس نے ان بتوں کو ایسا معبود قرار دیا جن کی تعظیم کی جاتی ہو، سو وہ اللات اور العزیٰ کی قسم کھانے سے اس عمل میں کفار کے مشابہ ہو گیا تو آپ نے اس کے تدارک اور تلافی کے لیے فرمایا کہ کلمہ توحید پڑھے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے۔

جس شخص نے اپنے ساتھی سے کہا: آؤ میں تمہارے ساتھ جوا کھیلتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے متعلق فرمایا: اس کو صدقہ کرنا چاہیے، یعنی جس مال سے وہ جوا کھیلنا چاہتا تھا اس مال کو وہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو چاہیے کہ وہ اپنے مال سے صدقہ کرے تا کہ وہ صدقہ جوئے کی دعوت دینے والے قول کا کفارہ ہو جائے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے: جب کوئی شخص اللات یا کسی اور بت کی قسم کھائے یا اس نے کہا: اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں اس کے بعد یہودی ہوں گا یا نصرانی ہوں گا یا اسلام سے بری ہوں گا یا سیدنا رسول اللہ ﷺ سے بری ہوں گا یا اس طرح کی کوئی اور بات کہے تو اس کی قسم منعقد نہیں ہوگی اور اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور کہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اس کے سوا اس کے پاس اور کوئی کفارہ نہیں ہے، یہ امام شافعی، امام مالک اور جمہور علماء کا مذہب ہے، اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے: ان میں سے ہر صورت میں اس پر کفارہ لازم ہے سوا اس کے کہ اس نے یوں کہا ہو کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں بدعتی ہوں یا رسول اللہ ﷺ سے بری ہوں یا یہودی ہوں، علامہ نووی کی عبارت ختم ہوئی۔

Marfat.com

اور فتاویٰ الظہیر یہ میں مذکور ہے: اگر اس نے کہا کہ اگر اس نے فلاں کام کیا تو وہ یہودی ہوگا یا اسلام سے بری ہوگا تو ہمارے نزدیک اس کا یہ قول قسم ہے، پھر جب اس نے وہ کام کرلیا تو آیا وہ کافر ہو جائے گا؟ تو اس کی دو صورتیں ہیں: اگر اس نے ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائی اور اس قسم کو فعل ماضی کے ساتھ معلق کیا اور قسم کھاتے وقت اس کو معلوم تھا کہ وہ جھوٹا ہے تو اس میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا: وہ کافر نہیں ہوگا اور نہ اس پر کفارہ لازم ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ کا اسی طرف میلان ہے اور اگر اس نے ان الفاظ کے ساتھ مستقبل کے کسی کام پر قسم کھائی تو بعض علماء نے کہا: وہ کافر نہیں ہوگا لیکن اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے اور صحیح وہ ہے جس کو علامہ السرخسی نے کہا ہے، انہوں نے کہا کہ اگر قسم کھانے والے کا اعتقاد یہ ہو کہ اگر اس نے ماضی کے کسی کام پر قسم کھائی تو وہ کافر ہوگا، پس وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا اور اگر اس کے اعتقاد میں یہ نہ ہو تو وہ کافر نہیں ہوگا خواہ اس کی قسم مستقبل کے کسی کام پر ہو یا ماضی کے کسی کام پر۔

اقامرك یہ لفظ باب مفاعلہ سے ہے یعنی قامرہ یقامرہ قمارًا جب ان میں سے ہر ایک کی طلب یہ ہو کہ وہ اپنے صاحب پر قول یا عمل میں غالب آ کر اس کا تمام مال لے لے گا اور یہ بالاجماع حرام ہے۔

فلیتصدق: یعنی اس کو صدقہ کرنا چاہیے، اور امام مسلم کی روایت میں ہے: اسے کوئی چیز صدقہ کرنی چاہیے، علماء نے کہا ہے: ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس کے کلام میں جو معصیت تھی وہ صدقہ اس کی خطا کا کفارہ ہو جائے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اگر وہ ایک دینار کے ساتھ جوا کھیلنے کا ارادہ رکھتا تھا تو اس دینار کو صدقہ کر دے اور یہی امام اوزاعی کا قول ہے اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس کو جتنی رقم آسانی سے میسر ہو اس کو صدقہ کر دے اور ''التلویح'' میں بعض احناف سے منقول ہے کہ فلیتصدق سے مراد ہے: وہ قسم کا کفارہ ادا کرے، بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کلام سے اس کی قسم منعقد ہو جائے گی اور جب قسم منعقد ہوئی تو اس پر اس کا کفارہ واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۹۰۔۲۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ: وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ۝ (النجم: ۲۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس تیسری ایک اور دیوی منات کو ۝ (النجم: ۲۰) کی تفسیر

۴۸۶۱۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ سَمِعْتُ عُرْوَةَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَقَالَتْ إِنَّمَا كَانَ مَنْ أَهَلَّ بِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي بِالْمُشَلَّلِ لَا يَطُوفُونَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرہ: ۱۵۸) فَطَافَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ قَالَ سُفْيَانُ مَنَاةُ بِالْمُشَلَّلِ مِنْ قُدَيْدٍ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ نَزَلَتْ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا هُمْ وَغَسَّانُ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ مِثْلَهُ وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عروہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا--- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ جو شخص لوگ مشلل میں گمراہ منات (بت) کا احرام باندھتے تھے (یعنی زمانہ جاہلیت میں تو وہ اسلام لانے کے بعد) صفا اور مروہ میں طواف یعنی سعی نہیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (البقرہ: ۱۵۸) (بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں)، پس بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے صفا اور مروہ میں طواف کیا یعنی سعی کی، سفیان نے

Marfat.com

كَانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ وَمَنَاةُ صَنَمٌ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ قَالُوا يَا نَبِيَّ اللهِ كُنَّا لَا نَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ تَعْظِيمًا لِمَنَاةَ نَحْوَهُ۔

کہا: منات مشلل میں قدید کے مقام پر ہے اور عبدالرحمن بن خالد نے کہا از ابن شہاب، انہوں نے بیان کیا کہ عروہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ اور غسان اسلام لانے سے پہلے منات کے نام کا احرام باندھتے تھے اور معمر نے کہا از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ انصار کے بعض مرد منات کے لیے احرام باندھتے تھے اور منات مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بت تھا: انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیک وسلم!) ہم منات کی تعظیم کی وجہ سے صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہیں کرتے، یہ سفیان کی حدیث کی مثل ہے (کیونکہ وہ اسلام سے پہلے منات کی تعظیم کے لیے صفا اور مروہ میں سعی کرتے تھے۔)

عروہ کے اشکال کا حضرت عائشہ کی طرف سے جواب اور منات کی وجہ تسمیہ اور محل وقوع میں متعدد اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زہری نے کہا: میں نے عروہ سے سنا، انہوں نے بتایا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، اس جگہ کچھ عبارت محذوف ہے، اصل عبارت اس طرح ہے کہ عروہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور میں اس وقت کم عمر تھا: یہ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ (البقرہ: ۱۵۸)

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

پس میں نہیں سمجھتا کہ اس شخص پر کوئی گناہ ہوگا جو صفا اور مروہ کی سعی نہ کرے، پس حضرت عائشہ نے کہا: یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جس نے منات کی تعظیم کی وجہ سے احرام باندھا، حضرت عائشہ نے منات الطاغیہ فرمایا، یعنی جن سرکش لوگوں نے منات کی تعظیم کے لیے احرام باندھا، اس منات کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ مشلل میں ہے اور یہ قدید کی ایک جگہ ہے۔

یعنی جو لوگ پہلے اس بت کے لیے حج کرتے تھے وہ صفا اور مروہ کے درمیان حج اور عمرہ میں سعی نہیں کرتے تھے کیونکہ سعی کی جگہ میں اساف اور نائلہ کے دو بت تھے، تب اللہ تعالیٰ نے ان کے رد کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ (البقرہ: ۱۵۸)

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ میں سعی کی اور مسلمانوں نے آپ کے ساتھ ان کے درمیان سعی کی۔

سفیان نے کہا: اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہے جس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

اور عبدالرحمن بن خالد بن مسافر الفہمی نے کہا: یہ ہشام کی طرف سے ایک سو ستائیس ہجری (۱۲۷) میں مصر کے امیر تھے،

Marfat.com

انصار اور قبیلہ غسان کے لوگ اسلام لانے سے پہلے منات کی تعظیم کے لیے احرام باندھتے تھے، یہ سفیان بن عیینہ کی حدیث کی مثل ہے، منات مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بت تھا یعنی منات اس بت کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا، یہ بت خزاعہ اور ہزیل کا تھا، اس کا نام منات اس لیے رکھا گیا کہ جانوروں کا خون اس بت پر بہایا جاتا تھا اور عربی میں بہائے جانے کے لیے یمنی کا لفظ ہے اور اسی کی مناسبت سے منات کا نام ہے۔

اور تفسیر ابن عباس میں مذکور ہے کہ منات ساحل سمندر پر ایک بت تھا جس کی پرستش کی جاتی تھی اور تفسیر عبدالرزاق میں قتادہ سے روایت ہے کہ اہل طائف کے بت کا نام اللات تھا اور قریش کے بت کا نام عزیٰ تھا اور انصار کے بت کا نام منات تھا اور ابن زید سے منقول ہے کہ مشلل میں منات کا ایک گھر تھا جس کی بنوکعب عبادت کرتے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پتھر کے بتوں کا نام منات تھا جو کعبہ کے اندر رکھے ہوئے تھے اور قریش ان کی پرستش کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور اور علامہ عینی کی شرح کی وضاحت از مصنف

میں کہتا ہوں: اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ عروہ کو یہ شبہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرے اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا حالانکہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا حج میں واجب ہے، حضرت عائشہ نے ان کو سمجھایا اگر بات اس طرح ہوتی جس طرح تم کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: جو صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے: جو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انصار اور غسان کے قبیلے اسلام لانے سے پہلے منات کی تعظیم کے لیے احرام باندھتے تھے اور صفا اور مروہ میں ان کی تعظیم کے لیے سعی کرتے تھے، پھر اسلام لانے کے بعد انہوں نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو مکروہ سمجھا کیونکہ یہ سعی تو وہ قبل از اسلام منات کی تعظیم کے لیے کرتے تھے، حضرت عائشہ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، سو جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے اس کے لیے صفا اور مروہ کے درمیان طواف یا سعی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ہے اور مسلمانوں نے بھی ان کے درمیان سعی کی ہے۔

۷۔ بَابٌ: فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا ﴿۶۲﴾ (النجم: ۶۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو ○ (النجم: ۶۲) کی تفسیر

۴۸۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ سَجَدَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عُلَيَّةَ ابْنَ عَبَّاسٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم کا سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمین، مشرکین، جن اور انس نے سجدہ کیا، عبدالوارث کی ابراہیم بن طہمان نے متابعت کی ہے از ایوب اور ابن علیہ نے حضرت ابن عباس کا ذکر نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۷۱ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں کے ساتھ مشرکین کے سجدہ کرنے کی توجیہ

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مشرکین نے اس لیے سجدہ کیا کیونکہ یہ پہلی آیت سجدہ تھی جو نازل ہوئی تھی تو انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے معبود کے لیے سجدہ کر کے مسلمانوں سے معارضہ کریں یا انہوں نے بلاقصد یہ سجدہ کرلیا تھا یا وہ اس مجلس میں مسلمانوں کی مخالفت کرنے سے ڈرے، اس سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے دوران شیطان نے یہ دو جملے القاء کر دیئے تھے:

تلک الغرانیق العلی　　منها الشفاعة ترتجی

یہ اونچی اڑان والے پرندے　　ان کی شفاعت کی امید کی گئی ہے

سو یہ قول عقلاً صحیح ہے نہ نقلاً۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۹۲)

اس کی پوری تفصیل اور تحقیق سورۃ الحج کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

۴۸۶۳۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنِي أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ أَوَّلُ سُورَةٍ أُنْزِلَتْ فِيهَا سَجْدَةٌ وَالنَّجْمِ قَالَ فَسَجَدَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَسَجَدَ مَنْ خَلْفَهُ إِلَّا رَجُلًا رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَسَجَدَ عَلَيْهِ فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ قُتِلَ كَافِرًا وَهُوَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نصر بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو احمد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود بن یزید از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ جس پہلی سورت میں آیت سجدہ نازل ہوئی وہ النجم ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور آپ کے پیچھے ایک شخص کے سوا سب نے سجدہ کیا، میں نے اس شخص کو دیکھا اس نے اپنی ہتھیلی میں مٹی اٹھائی اور اس پر سجدہ کیا، پس میں نے بعد میں دیکھا وہ شخص حالت کفر میں قتل کیا گیا اور وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۶۷ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر کا علامہ کرمانی سے مناقشہ اور اس پر علامہ عینی کے اعتراضات

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں کے ساتھ اس لیے سجدہ کیا کہ یہ پہلی آیت سجدہ تھی تو انہوں نے اپنے معبود کے لیے سجدہ کر کے مسلمانوں سے معارضہ کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ علامہ کرمانی نے اس کو قاضی عیاض سے نقل کیا ہے، علامہ عینی نے لکھا: حافظ ابن حجر نے اس پر اعتراض کی وجہ بیان نہیں کی، علامہ کرمانی نے لکھا یا انہوں نے بلاقصد سجدہ کیا، حافظ ابن حجر نے کہا: یہ حضرت ابن مسعود کی اس روایت کے خلاف ہے کہ اس نے اپنی ہتھیلی میں مٹی اٹھا کر اس پر سجدہ کرلیا، علامہ عینی اس کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس اعتراض سے یہ احتمال دور نہیں ہوتا کہ انہوں نے بلاقصد سجدہ کیا تھا، علامہ کرمانی نے تیسری وجہ یہ بیان کی ہے: مشرکین نے اس لیے سجدہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی مخالفت سے ڈرتے تھے، حافظ ابن حجر نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ احتمال بہت بعید ہے اس لیے کہ اس وقت مسلمان مشرکین سے ڈرتے تھے نہ کہ مشرکین مسلمانوں سے ڈرتے تھے کیونکہ وہ دین کے دشمن تھے اور مسلمانوں کو ہلاک کرنے کا قصد کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۹۰۳، عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۹۲)

الحمدللہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ النجم کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کیں تھی ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاءاللہ سورۃ اقتربت الساعۃ یعنی سورۃ القمر کی تفسیر شروع کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۵۴۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ

سُوْرَةُ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (سورۃ القمر) کی تفسیر

سُوْرَةُ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (سورۃ القمر) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ سورت اقتربت الساعۃ کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور اس سورت کا نام سورۃ القمر بھی ہے، مقاتل نے کہا: یہ پوری سورت مکی ہے سوا تین آیتوں کے: (۱) اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ (القمر:۴۴) (۲) وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ (القمر:۴۶) (۳) سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ (القمر:۴۵)، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب بدر کے دن ابوجہل بن ہشام کو قتل کر دیا تھا، اس سورت میں پچپن (۵۵) آیات ہیں۔

اقتربت الساعۃ کا معنی ہے: قیامت قریب آ پہنچی ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ مُسْتَمِرٌّ ذَاهِبٌ۔ اور مجاہد نے کہا: مُسْتَمِر: کا معنی ہے: جانے والا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو وہ جادو ہے جو پیچھے سے چلا آ رہا ہے ۝ (القمر:۲)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مستمر کی تفسیر کی ہے: ذَاهِبٌ یعنی جانے والا، اسی طرح امام عبدالرزاق کی حضرت انس سے روایت ہے۔ کتب تفسیر میں مذکور ہے: جو عنقریب چلا جائے اور باطل ہو جائے، اور ضحاک سے مروی ہے: اس کا معنی ہے: محکم اور بہت قوی ہے، اور قتادہ سے منقول ہے: اس کا معنی ہے: غالب اور ربیع سے منقول ہے: اس کا معنی ہے، نافذ اور امام ابوعبیدہ سے منقول ہے: اس کا معنی ہے، باطل۔

مُزْدَجَرٌ مُتَنَاهٍ۔ مُزْدَجَر کا معنی ہے: متناہی یعنی انتہائی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ اور بے شک ان کے پاس ایسی خبریں آ چکی ہیں جن میں (شرک پر) سرزنش ہے ۝ (القمر:۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مزدجر کی تفسیر کی ہے: انتہائی یعنی ڈانٹ ڈپٹ جس پر اور اضافہ نہیں ہو سکتا، اسی طرح قتادہ نے اس کی تفسیر کی ہے یعنی تمہارے پاس گزشتہ امتوں کے عذاب کی انتہائی خبریں آ چکی ہیں اور مزدجر کا لفظ اصل میں مُزْتَجَرٌ تھا، تاء کو دال سے تبدیل کر دیا گیا۔

وَازْدُجِرَ فَاسْتُطِيْرَ جُنُوْنًا۔ وَازْدُجِرَ اس کا معنی ہے: وہ جنون کی وجہ سے ڈرایا گیا ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَ قَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ۝ (القمر: ۹) اس سے پہلے نوح کی قوم نے تکذیب کی، سو انہوں نے ہمارے بندے (نوح) کی تکذیب کی اور کہا: یہ دیوانہ ہے اور ان کو جھڑکا گیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے وَازْدُجِرَ کا معنی کیا ہے: ان کو جنون کی وجہ سے ڈرایا گیا ہے، اور ابن زید نے کہا ہے کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام پر تہمت لگائی اور ان کو جھڑکا اور ان کو ڈرایا کہ اگر تم باز نہ آئے تو تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جن کو سنگسار کیا گیا ہے اور الثعلبی نے کہا: اس کا معنی ہے کہ کافروں نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی دعوت اور تبلیغ پر جھڑکا۔

دُسُرٍ أَضْلَاعُ السَّفِينَةِ۔ دُسُرٍ اس کا معنی ہے: کشتی کی اطراف یعنی کشتی کے تختے اور کیلیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ حَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝ (القمر: ۱۳) اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کر دیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے دُسُر کی تفسیر کشتی کے اطراف کے ساتھ کی ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ دُسُر کا معنی ہے: کیلیں، دسرت السفینہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کشتی کو کیلیں ٹھونک کر مضبوط کر دیا جائے، یہ قتادہ اور ابن زید کا قول ہے، اور حسن بصری سے منقول ہے کہ اس سے مراد کشتی کا اگلا حصہ ہے کیونکہ وہ حصہ پانی کو دھکیلتا ہے اور دسر کا لغوی معنی پھینکنا اور دھکیلنا ہے، العنبر کے متعلق حدیث میں ہے: انما ھو شیئ دسرہ البحر یہ وہ چیز ہے جس کو سمندر نے پھینک دیا۔

لِمَنْ كَانَ كُفِرَ يَقُولُ كُفِرَ لَهُ جَزَاءً مِنَ اللهِ لِمَنْ كَانَ كُفِرَ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ اللہ کی طرف سے اس کی سزا ہے جو نوح کی ناشکری کی گئی تھی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝ (القمر: ۱۴) جو کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے: یہ اللہ کی طرف سے اس کی سزا ہے جو نوح علیہ السلام کی ناشکری کی گئی تھی اور لَہٗ کی ضمیر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی ہم نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کافروں کے ساتھ جو معاملہ کیا کہ آسمان نے بارش برسائی اور زمین نے چشموں سے پانی اگل دیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی سزا تھی جو کافروں نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے ساتھ سلوک کیا تھا، علامہ نسفی نے کہا ہے کہ یہ ان کے کفر کی سزا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو ان کے کفر کی سزا دی ہے یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا اور قتادہ نے کہا ہے: جنہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی ناشکری کی اس کی وجہ سے ان کافروں کو سزا دی۔

مُحْتَضَرٌ يَحْضُرُوْنَ الْمَاءَ۔ مُحْتَضَرٌ یعنی وہ پانی پر حاضر ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝ (القمر: ۲۸) اور آپ انہیں بتا دیجئے کہ ان کے اور اونٹنی کے درمیان پانی تقسیم کیا گیا ہے، ہر ایک اپنے پانی کی باری پر حاضر ہو گا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پانی پر اس وقت حاضر ہو گی جب اونٹنی غائب ہو گی، اسی طرح مجاہد سے

Marfat.com

روایت ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے: یعنی ہر ایک اپنی باری کے لیے حاضر ہوگا یعنی جب اونٹنی کی باری ہوگی تو وہ پانی پر حاضر ہوگی اور جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی باری ہوگی تو وہ پانی پر حاضر ہوں گے۔

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ مُهْطِعِينَ النَّسَلَانُ الْخَبَبُ السِّرَاعُ۔ اور ابن جبیر نے کہا: مُهْطِعِينَ کا معنی ہے: النسلان یعنی تیز تیز چلنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ○ (القمر:۸) وہ بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے، کافر کہیں گے: یہ بہت سخت دن ہے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: سعید بن جبیر نے کہا: مُهْطِعِينَ کا معنی ہے: دوڑنے والا، اس کا مصدر اھطاع ہے، امام بخاری نے کہا: یہ النسلان یہ مُهْطِعِينَ کی تفسیر ہے یعنی جو تیز تیز چلتے ہیں، پھر امام بخاری نے اس کی تفسیر الخبب کے ساتھ کی ہے، یہ بھی دوڑنے کی ایک قسم ہے: پھر امام بخاری نے اس کی تائید السراع کے ساتھ کی ہے جس کا مصدر المسارعۃ ہے، حضرت ابن عباس نے مُهْطِعِينَ کی تفسیر ناظرین کے ساتھ کی ہے، یعنی دیکھنے والے اور قتادہ سے منقول ہے: وہ دوڑ کر بلانے والے کی طرف جا رہے ہوں گے اور احمد بن یحییٰ نے کہا: مھطع کا معنی ہے: جو ذلت کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے دیکھتا ہے اور داعی یعنی بلانے والے حضرت اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

وَقَالَ غَيْرُهُ فَتَعَاطٰى فَعَاطَهَا بِيَدِهِ فَعَقَرَهَا۔ اور دوسروں نے کہا: فَتَعَاطٰى کا معنی ہے: فعاطھا بیدہ یعنی اس اونٹنی کو ہاتھ سے پکڑا اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ○ (القمر:۲۹) سو انہوں نے اپنے صاحب کو پکارا تو (اس نے اونٹنی کو پکڑ کر) اس کی کونچیں کاٹ دی ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: سعید بن جبیر کے علاوہ دوسروں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ فَتَعَاطٰى کا معنی ہے کہ اس نے اپنے ہاتھ سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو پکڑ کر اس کی کونچیں کاٹ دیں، علامہ ابن التین نے کہا ہے: امام بخاری نے جو لکھا ہے: فَعَاطَهَا اس کا کوئی معنی نہیں ہے، ہاں! یہ سکتا ہے کہ یہ مقلوب ہو اور اس کے عین کلمہ کو لام کلمہ سے بدل دیا گیا ہو اور اس کا مادہ عوط کے بجائے عطو ہو تو اس کا معنی ہاتھ سے پکڑنا ہے اور رہا عوط تو اس کا کلام عرب میں کوئی معنی نہیں ہے اور اگر یہ اجوف یائی ہو یعنی عیت سے بنا ہو تو اس کا معنی یہاں موافق نہیں ہے، ابن فارس نے کہا: تعاطی کا معنی ہے: جزا اور بدلہ۔

الْمُحْتَظِرِ كَحِظَارٍ مِنَ الشَّجَرِ مُحْتَرِقٍ۔ الْمُحْتَظِرِ: اس کا معنی ہے: وہ درخت کی جلی ہوئی لکڑیوں کی باڑھ کی طرح ہو گئے۔ باڑھ سے مراد ہے: جو چیز آگ کے اور دوسروں کے درمیان رکاوٹ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ○ (القمر:۳۱) بے شک ہم نے ان پر ایک ہولناک آواز بھیجی تو وہ باڑھ بنانے والے کی روندی ہوئی گھاس کی طرح چورا چورا ہو گئے ○

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے محتظر کی تفسیر حضار کے ساتھ کی ہے یعنی درخت کی ٹوٹی ہوئی اور جلی ہوئی لکڑی، حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر کی ہے: یعنی جو عذاب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کی وجہ سے بھیجا گیا تھا اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: محتظر کا معنی ہے کہ مرد جو اپنی بکریوں کے لیے درخت کی لکڑیوں سے اور کانٹوں سے باڑھ بناتا ہے، پس جو چیز اس باڑھ سے گر جائے یا جس کو بکریاں روند ڈالیں وہ الھشیم ہے، قتادہ نے کہا: یعنی گلی ہوئی اور جلی ہوئی ہڈیوں کی طرح اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی ایک روایت ہے اور ان سے دوسری روایت ہے کہ اس سوکھی ہوئی گھاس کی طرح جس کو بکری کھاتی ہے۔

اِزْدُجِرَ افْتُعِلَ مِنْ زَجَرْتُ۔　اِزْدُجِرَ: یہ زجرت سے اُفْتُعِلَ کے وزن پر ہے یعنی اِزْتُجِرَ تاء کو دال سے بدل دیا گیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝ (القمر: ۹)　سوانہوں نے ہمارے بندے (نوح) کی تکذیب کی اور کہا: یہ دیوانہ ہے اور ان کو جھڑکا گیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تعلیق ابھی ابھی گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس کا اعادہ یہ بتانے کے لیے کیا ہے کہ ازدجر باب افتعال سے ہے اور اس کی تاء دال سے بدلی ہوئی ہے، امام بخاری نے جو کہا ہے: یہ زجرت سے ماخوذ ہے یہ صحیح نہیں کہا کیونکہ فعل فعل سے مشتق نہیں ہوتا بلکہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے۔

كُفِرَ فَعَلْنَا بِهٖ وَبِهِمْ مَا فَعَلْنَا جَزَآءً لِّمَا صُنِعَ بِنُوْحٍ وَّاَصْحَابِهٖ۔　کفر: اس سے مراد ہے ہم نے نوح اور ان کی قوم کے ساتھ جو معاملہ کیا یہ اس کی سزا تھی جو کافروں نے نوح اور ان کے اصحاب کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تعلیق بھی القمر: ۱۴ کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور اگر امام بخاری اس تعلیق کو یہاں ذکر نہ کرتے تو زیادہ بہتر تھا اور کفر سے مراد کفران نعمت ہے یعنی ہم نے نوح کو بھیج کر ان کو جو ہدایت کی نعمت دی تھی ان کافروں نے اس کی ناشکری کی، اس وجہ سے ان کو پانی کے سیلاب کا عذاب دیا گیا۔

مُسْتَقِرٌّ عَذَابٌ حَقٌّ۔　مستقر: اس کا معنی ہے، برحق عذاب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝ (القمر: ۳۸)　اور بے شک ان کو طے شدہ عذاب نے علی الصبح تباہ کر دیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مستقر کی تفسیر عذاب حق کے ساتھ کی ہے اور اسی طرح الفراء نے کہا ہے، عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کی ہے: ان کافروں کا ٹھکانہ دوزخ کا عذاب ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے: عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ کا معنی ہے: دائمی اور ہمیشہ کا عذاب۔

يُقَالُ الْاَشِرُ الْمَرَحُ وَالتَّجَبُّرُ۔　الاشر: کا معنی ہے: اترانے والا اور تکبر کرنے والا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝ (القمر: ۲۶)　عنقریب کل انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا متکبر ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الاشر کی تفسیر اترانے والے اور جھوٹے کے ساتھ کی ہے، اسی طرح امام ابو عبیدہ نے اور

Marfat.com

دوسروں نے اس کی تفسیر کی ہے۔[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۹۷۔۲۹۴ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ: وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَإِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ (القمر:۱۔۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا ۝ (اور کافر) اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو وہ جادو ہے جو پیچھے سے چلا آرہا ہے ۝ (القمر:۲۔۱) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پوری آیت اس طرح ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (القمر:۱) قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا ۝

القمر:۲، میں آیت کا معنی معجزہ ہے یعنی کفار جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۶۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اشْهَدُوْا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ وسفیان از الاعمش از ابراہیم از ابی معمر از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے تھا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۳۶ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

چاند کے شق ہونے کی جگہ میں متعدد روایات اور اقوال

جس جگہ چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اس کی تعیین میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے، ایک ٹکڑا اسویداء پر تھا اور دوسرا ٹکڑا خندمہ پر تھا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں، پس آپ نے ان کو دکھایا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

تفسیر ابو عبد اللہ میں مذکور ہے کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اگر آپ سچے ہیں تو ہمیں چاند کو شق کر کے دکھائیں؟ آپ نے پوچھا: اگر میں نے ایسا کر دیا تو تم ایمان لے آؤ گے؟ اور وہ جمعہ کی رات تھی۔ پس آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، نصف ٹکڑا صفا پہاڑ پر تھا اور نصف ٹکڑا قعیقعان پر تھا۔ الحدیث

امام بخاری نے از ابو معمر از حضرت عبد اللہ روایت کی ہے: انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا مکہ میں ابو قبیس پہاڑ پر تھا اور دوسرا ٹکڑا السویداء پر تھا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے چاند کا نصف ٹکڑا قعیقعان پر دیکھا۔

Marfat.com

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا پہاڑ کے سامنے تھا اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۶۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ فَقَالَ لَنَا اشْهَدُوا اشْهَدُوا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے خبر دی از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ چاند شق ہو گیا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تو آپ نے ہم سے فرمایا: گواہ ہو جاؤ گواہ ہو جاؤ۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۶۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۴۸۶۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرٌ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے بکر نے حدیث بیان کی از جعفر از عراک بن مالک از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند شق ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۳۸ میں گزر چکی ہے۔

۴۸۶۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ سَأَلَ أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: اہل مکہ نے سوال کیا کہ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے ان کو چاند کا شق ہونا دکھایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۴۸۶۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ فِرْقَتَيْنِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۳۷ میں گزر چکی ہے۔

سورۃ القمر میں شق القمر سے مراد قرب قیامت میں اس کا شق ہونا ہے نہ کہ وہ شق القمر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے

علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ الحلیمی نے اپنی منہاج میں لکھا ہے کہ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ (القمر: ۱) کا معنی ہے کہ چاند شق ہوگا جیسے أَتَىٰ

اَمْرُ اللّٰہِ (النحل:۱) کا معنی ہے: اللہ کا حکم آ پہنچے گا، انہوں نے کہا: جب اس طرح ہے تو معلوم ہوا کہ سورۃ القمر میں جو چاند کے شق ہونے کا ذکر ہے اس سے مراد قیامت میں چاند کا شق ہونا ہے، اس سے چاند کا وہ شق ہونا مراد نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر حجت بنایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ: تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ کَانَ کُفِرَ ۝ وَلَقَدْ تَّرَکْنٰهَآ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ۝ (القمر: ۱۴۔ ۱۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو (کشتی) ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی ان کے صلہ میں جن کے ساتھ کفر کیا گیا تھا ○ اور بے شک ہم نے اس کو نشانی بنا کر چھوڑا، تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا ○ (القمر: ۱۵۔ ۱۴) کی تفسیر

حضرت نوح علیہ السلام کا کشتی کو بنانا اور اس کو سیلاب میں چلانا کفار کو سزا دینے کے لیے تھا

علامہ عینی ان آیتوں کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ہم نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی کشتی پر سوار کیا جس پر تختے جڑے ہوئے تھے اور کیلیں ٹھکی ہوئی تھیں اور وہ کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، مقاتل بن حیان نے کہا: وہ ہماری حفاظت میں چل رہی تھی اور مقاتل بن سلیمان نے کہا: وہ کشتی ہماری وحی کے موافق چل رہی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جَزَآءً لِّمَنْ کَانَ کُفِرَ ○ یعنی ہم نے آسمانوں کے دروازے کھول کر بارش برسائی اور زمین نے اپنا پانی اگلا، ہمارا یہ فعل ان لوگوں کی سزا کے لیے تھا جنہوں نے نوح علیہ السلام کی ناشکری کی کیونکہ اللہ کا نبی اس کی نعمت اور اس کی رحمت ہے، پس حضرت نوح علیہ السلام ایسی نعمت تھے جن کی ان کی قوم کے کافروں نے ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ناشکری کی ان کو یہ سزا دی کہ ان کو سیلاب میں غرق کر دیا۔

امام بخاری نے کہا: ہم نے اس (کشتی) کو نشانی بنا کر چھوڑا۔ (القمر: ۱۵) یعنی ہم نے اس کشتی کو عبرت اور نصیحت بنا کر چھوڑا حتیٰ کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے بعد کتنی ہی کشتیاں راکھ بن گئیں، اور قتادہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کشتی کو جزیرہ کی زمین پر ٹھہرا دیا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کشتی کو لمبے عرصہ تک الجودی پہاڑ پر ٹھہرا دیا، اس کے بعد ارشاد ہے: تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا (القمر: ۱۵)۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس کا معنی ہے: ہے کوئی اس سے عبرت پکڑنے والا اور نصیحت حاصل کرنے والا اور ڈرنے والا کہ ان پر ایسی مصیبت نہ آجائے یا ایسا عذاب نہ آجائے جیسے نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا تھا حتیٰ کہ جو لوگ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے وہ ڈر کر ایمان لے آئیں۔

قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو باقی رکھا حتیٰ کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے اس کشتی کو پا لیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: قتادہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کشتی کو ایک جزیرہ کی زمین پر باقی رکھا تاکہ بعد کے لوگ اس سے عبرت پکڑیں اور اس کو نشانی بنا دیا حتیٰ کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے اس کو دیکھا اور اس کے بعد کتنی ہی کشتیاں ہیں جو راکھ بن گئیں، اور امام عبد بن حمید کی روایت میں ہے: اس امت کے پہلے لوگوں نے اس کشتی کو جودی پہاڑ پر دیکھا۔

Marfat.com

۴۸۶۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قراءت کرتے تھے: فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: آپ اس لفظ کو ذال کے ساتھ پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۹۹)

۳۔ بَابٌ: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۞ (القمر: ۱۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا O (القمر: ۱۷) کی تفسیر

مجاہد نے کہا: يَسَّرْنَا کا معنی ہے: ہم نے اس کے پڑھنے کو آسان کر دیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام عبد بن حمید نے ابن ابی نجیح سے اسی طرح روایت کی ہے اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ہم نے اس کو حفظ کے لیے آسان کر دیا ہے اور قرآن مجید کے سوا اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس کو پورا زبانی پڑھا جاتا ہے اور لِلذِّكْرِ کا معنی ہے: تاکہ اس کو یاد کیا جائے اور اس سے عبرت حاصل کی جائے اور اس میں غور و فکر کیا جائے۔

۴۸۷۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از شعبہ از ابی اسحاق از الاسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ پڑھتے تھے: فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

یعنی آپ ذال کے ساتھ پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۰۰)

۴۔ بَابٌ: تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۞ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۞ (القمر: ۲۰-۲۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جیسے وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں O پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا O (القمر: ۲۱-۲۰) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۞

(وہ آندھی) جوان کو اٹھا کر زمین پر اس طرح مارتی تھی جیسے وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں O (القمر: ۲۰)

یہ آیت اور اس سے پہلی آیتیں قوم عاد کے متعلق ہیں یعنی وہ آندھی قوم عاد کے لوگوں کو زمین سے اٹھا کر اوپر سے ان کو سر کے بل اس طرح پھینکتی تھی کہ ان کی گردنیں ٹوٹ جاتی تھیں اور محمد بن قرظہ بن کعب نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا کہ وہ آندھی لوگوں کو قبروں سے نکال کر اس طرح پھینکے گی جیسے وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں۔ منقعر کا معنی ہے: اپنی جگہ سے منقطع ہو کر زمین پر گرا ہوا ہو، اور اعجاز عجز کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز کا پچھلا حصہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۰۰)

۴۸۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا سَأَلَ الْأَسْوَدَ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ أَوْ مُذَّكِرٍ فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقْرَؤُهَا فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ قَالَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَؤُهَا فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ دَالًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، انہوں نے ایک مرد سے سنا جو الاسود سے سوال کر رہا تھا کہ یہ لفظ فھل من مدکر ہے یا مذکر ہے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ اس لفظ کو دال کے ساتھ فھل من مدکر پڑھتے تھے، انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو اسے دال کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا ہے: فھل من مدکر۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی مدتکر میں تاء کو دال سے بدل کر دال میں ادغام کیا گیا ہے اور اس کو ذال سے بدل کر ذال میں ادغام نہیں کیا گیا ہے۔

۵۔ بَابٌ: فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝ (القمر: ۳۱-۳۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو وہ باڑھ بنانے والے کی روندی ہوئی گھاس کی طرح چورا چورا ہو گیا ○ اور بے شک ہم نے حصول نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ○ (القمر: ۳۲-۳۱) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ اور اس سے پہلی آیت حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے قصہ سے متعلق ہے، یعنی حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک چیخ ماری تھی جس کی وجہ سے وہ لوگ چورا چورا ہو گئے، قرآن مجید میں ہے:

إِنَّآ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝ (القمر: ۳۱)

بے شک ہم نے ان پر ایک ہولناک آواز بھیجی تو وہ باڑھ بنانے والے کی روندی ہوئی گھاس کی طرح چورا چورا ہو گئے ○

۴۸۷۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَرَأَ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ الْآيَةَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از الاسود از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فھل من مذکر پڑھا ہے (ذال کے ساتھ)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ حضرت ابن مسعود کی اس روایت کی ایک اور سند ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۰۱)

۶۔ باب: وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ (القمر: ۳۸۔۳۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک ان کو طے شدہ عذاب نے علی الصبح تباہ کر دیا ۝ پس تم میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزا چکھو ۝ (القمر: ۳۹۔۳۸) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان آیتوں کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ الایہ، یہ آیت حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے قصہ میں ہے، ان کے اوپر صبح کے ابتدائی وقت میں عذاب آیا جس نے ان کو تباہ کر دیا۔

عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ الایہ، یعنی دائمی عذاب جو ان پر جاری رہا حتیٰ کہ اس نے ان کو عذاب آخرت کی طرف پہنچا دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۱۰)

۴۸۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَرَأَ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے قراءت کی: فهل من مدكر (دال کے ساتھ)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۷۔ بَابٌ: وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ (القمر: ۵۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بے شک ہم تم جیسی بہت سی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں، پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا ۝ (القمر: ۵۱) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت مجرموں کے قصہ کے بیان میں ہے۔

أَشْيَاعَكُمْ: اس کا معنی ہے: گزشتہ امتوں کے جو لوگ کفر میں تمہارے مشابہ تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۰۱)

۴۸۷۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَهَلْ مِنْ مُّذَّكِرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از الاسود بن یزید از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قراءت کی: فهل من مذكر (ذال کے ساتھ) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فهل من مدكر (دال کے ساتھ)۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس حدیث کی چھ (۶) سندوں کے ساتھ روایت کی ہے اور ان کو چھ مختلف ابواب میں ذکر کیا ہے اور ہر باب کا الگ الگ عنوان قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۰۱)

۸۔ بَابٌ: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۞ (القمر: ۴۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: عنقریب ان کی جماعت شکست کھائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے ○ (القمر: ۴۵) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت اور اس سے پہلی آیات اہل مکہ کو ڈرانے کے لیے نازل ہوئی ہیں کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہماری جماعت غالب رہے گی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو سچا کیا اور ان کو بدر کے دن شکست دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۞ (القمر: ۴۵) عنقریب ان کی جماعت شکست کھائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے ○

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے پتا نہیں تھا کہ کون سی جماعت شکست کھائے گی، پس جب غزوۂ بدر کا دن آیا تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زرہ پہنے ہوئے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے، یعنی کفار مکہ کو شکست ہوگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، اس آیت میں دُبُر کا لفظ ہے جو واحد کا صیغہ ہے اور مراد کفار کی جماعت ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ القمر کی تمام آیتوں کے آخری الفاظ اسی وزن پر ہیں، اگر دُبُر کی جگہ ادبار کا لفظ لایا جاتا تو آخری الفاظ کی یکسانیت کی رعایت نہ رہتی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۰۲)

۴۸۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ح و حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ وُهَيْبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ اللَّهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللَّهُمَّ إِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ حَسْبُكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ وَهُوَ يَثِبُ فِي الدِّرْعِ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۞﴾ (القمر: ۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (ح) اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عفان بن مسلم نے خبر دی از وہیب، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس وقت آپ غزوۂ بدر کے دن خیمہ میں تھے اور آپ یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں، اے اللہ! اگر تو (مومنین کی ہلاکت) چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی، پس حضرت ابوبکر نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یا رسول اللہ! بس کریں آپ نے اپنے رب سے بہت اصرار کے ساتھ دعا کی ہے، اس وقت آپ زرہ پہنے ہوئے تیزی سے چل رہے تھے

Marfat.com

پھر آپ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے: عنقریب ان کی جماعت شکست کھائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے O (القمر:۴۵)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۹۱۵ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی دوسندوں کی وضاحت اور اللہ تعالیٰ کے عہد اور وعدہ کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث دوسندوں سے مروی ہے، پہلی سند محمد بن عبداللہ بن حوشب سے شروع ہوتی ہے اور دوسری سند محمد سے شروع ہوتی ہے، الغسانی نے کہا ہے کہ شاید یہ محمد بن یحییٰ الذہلی ہیں۔

میں کہتا ہوں: امام بخاری ان کا نام صرف محمد لکھتے ہیں اور پورا نام محمد بن یحییٰ الذہلی نہیں لکھتے کیونکہ وہ امام بخاری پر جرح اور تنقید کرتے تھے، وہ بھی امام بخاری کے استاذ ہیں لیکن اللہ کے کلام کے مخلوق ہونے یا نہ ہونے میں ان کا باہم اختلاف ہوا تھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور وہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے تو انہوں نے یہ حدیث اس صحابی سے سنی ہوگی جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے، اس لیے یہ حدیث مرسل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد یاد دلاتا ہوں، وہ عہد حسب ذیل آیت میں ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۷۲-۱۷۱)

اور بے شک ہم نے پہلے ہی اپنے بندوں سے بات کر چکے ہیں جو رسول ہیں O کہ بے شک ان ہی کی مدد کی جائے گی O

اور اللہ کے وعدہ کے متعلق یہ آیت ہے:

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ. (الانفال: ۷)

اور یاد کرو جب اللہ نے دو گروہوں میں سے ایک (پر غلبہ) کا تم سے وعدہ فرمایا تھا کہ یہ تمہارے لیے ہے۔

اس آیت میں ہے اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے۔۔۔ اس کے بعد مفعول محذوف ہے یعنی اگر تو مومنین کی ہلاکت چاہتا ہے تو پھر آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: الححت اس کا معنی ہے: آپ نے دعا میں بہت مبالغہ کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۰۲)

۹- باب: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ ۝ (القمر: ۴۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بلکہ ان کی وعید قیامت ہے اور قیامت بڑی مصیبت اور بہت تلخ ہے O (القمر: ۴۶) کی تفسیر

امر کا لفظ مرارۃ سے ماخوذ ہے جس کا معنی تلخی اور کڑواہٹ ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: غزوۂ بدر میں جو کفار کو قتل کیا گیا تھا اور گرفتار کیا گیا تھا اس سے بڑی مصیبت اور تلخ چیز قیامت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۰۳)

۴۸۷۶- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوسُفُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان

بن ماهك قال إني عند عائشة أم المؤمنين قالت لقد نزل على محمد ﷺ بمكة وإني لجارية ألعب ﴿بل الساعة موعدهم والساعة أدهى وأمر ○﴾ (القمر: ٤٦)، (صحیح البخاری: ٤٨٧٦)

کی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یوسف بن ماہک نے خبر دی، انہوں نے بتایا کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا تو انہوں نے بتایا کہ جس وقت یہ آیت (سیدنا) محمد ﷺ پر مکہ میں نازل ہوئی: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ○ (القمر: ٤٦) بلکہ ان کی وعید قیامت ہے اور قیامت بڑی مصیبت اور بہت تلخ ہے ○ اس وقت میں کم عمر لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں پر اختصار سے روایت کی ہے اور کتاب فضائل القرآن کے باب تالیف القرآن میں اس حدیث کی بہت طویل روایت کی ہے اور اس کی شرح ہم ان شاء اللہ وہیں پر کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۰۳)

٤٨٧٧- حدثني إسحاق حدثنا خالد عن خالد عن عكرمة عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال وهو في قبة له يوم بدر أنشدك عهدك ووعدك اللهم إن شئت لم تعبد بعد اليوم أبدا فأخذ أبو بكر بيده وقال حسبك يا رسول الله فقد ألححت على ربك وهو في الدرع فخرج وهو يقول ﴿سيهزم الجمع ويولون الدبر ○ بل الساعة موعدهم والساعة أدهى وأمر ○﴾ (القمر: ٤٥-٤٦)

(صحیح البخاری: ۲۹۱۵، ۳۹۵۳، ۴۸۷۵، ۲۹۱۵، ۳۹۱۲، ۲۹۱۲، ۵۱۱۹، ۵۲۱۸، ۵۸۴۳، ۷۲۵۶، ۷۲۶۳، صحیح مسلم: ۳۶۹۵، مسند احمد: ۲۲۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے خیمہ میں بدر کے دن یہ دعا کی: اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور وعدہ یاد دلاتا ہوں، اے اللہ! اگر تو (مومنین کی ہلاکت) چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی، پس حضرت ابوبکر نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: بس کریں یا رسول اللہ! آپ نے اپنے رب سے بہت مبالغہ سے دعا کی ہے، پھر آپ زرہ پہنے ہوئے باہر نکلے اور آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ○ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ○ (القمر: ٤٦-٤٥) عنقریب ان کی جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے ○ بلکہ ان کی وعید قیامت ہے اور قیامت بڑی مصیبت اور بہت تلخ ہے ○

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ القمر کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان تمام کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ امام بخاری نے سورہ رحمٰن کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۵۵۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَةِ الرَّحْمٰنِ

سورۃ الرحمٰن کی تفسیر

سورۃ الرحمٰن کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الرحمٰن کی بعض آیات کی تفسیر ہے، علامہ ابوالعباس نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ سورت مکی ہے مگر ہمام نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ یہ سورت مدنی ہے، ابوالعباس نے کہا: یہ سورت کیسے مدنی ہو سکتی ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو عکاظ کے بازار میں پڑھا تھا اور یہ بازار مکہ میں ہے اور قریش نے جس قرآن کو بلند آواز سے سنا وہ سورۂ رحمٰن ہے، حضرت ابن مسعود نے الحجر کے پاس سورۂ رحمٰن کو پڑھا تو کفار نے آپ کو زدوکوب کیا حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر نیل پڑ گیا اور سعید نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ یہ سورت مکی ہے، علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ سورۂ رحمٰن سورۂ الدہر سے پہلے نازل ہوئی ہے اور سورۃ الرعد کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس سورت میں اٹھہتر (۷۸) آیات ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ بِحُسْبَانٍ كَحُسْبَانِ الرَّحَى۔ اور مجاہد نے کہا: بحسبان: کا معنی ہے: وہ چکی کی مثل گھوم رہے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ (الرحمٰن:۵) سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا ہے کہ سورج اور چاند اس طرح گھوم رہے ہیں جس طرح چکی اپنے قطب (چکی کی لوہے کی کیل جس پر چکی گھومتی ہے) پر گھومتی ہے اور حسبان کا لفظ مصدر ہے جیسے غفران اور کفران مصدر ہیں اور کبھی یہ حساب کی جمع ہوتا ہے جیسے رکبان اور رہبان راکب اور راہب کی جمع ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ سورج اور چاند ایک حساب سے چلتے ہیں اور مجاہد کی تعلیق کی امام عبد بن حمید نے ابن ابی نجیح سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا ہے: یہ دونوں اس طرح گھومتے ہیں جس طرح چکی اپنے قطب پر گھومتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حساب اور منازل سے چلتے ہیں اس سے تجاوز نہیں کر سکتے اور ابن زید اور ابن کیسان سے روایت ہے کہ اوقات، عمروں اور مدتوں کا حساب سورج اور چاند کی گردش سے کیا جاتا ہے اور سدی سے منقول ہے: جس طرح لوگوں کی اجل یعنی مدت حیات ہے اسی طرح ان کی بھی اجل ہے، پس جب ان کی اجل آئے گی تو یہ دونوں فنا ہو جائیں گے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ يُرِيدُ لِسَانَ الْمِيزَانِ۔ اور دوسروں نے کہا: اقیموا الوزن: سے مراد ہے: ترازو کی لسان یعنی ترازو کے دونوں پلڑوں کے درمیان ایک لکڑی جس سے دونوں پلڑوں کو برابر کیا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ○ اور انصاف کے ساتھ صحیح وزن کرو اور تول میں کمی نہ کرو ○
(الرحمٰن:۹)

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی مجاہد کے علاوہ دوسروں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: ترازو کے دونوں پلڑوں کی ڈنڈی کو انصاف سے برابر رکھو، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے اور ابن عیینہ سے منقول ہے کہ ہاتھ سے اس ڈنڈی کو سیدھا رکھو اور دل سے انصاف کرو اور وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ کا معنی ہے: ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔

وَالْعَصْفُ بَقْلُ الزَّرْعِ إِذَا قُطِعَ مِنْهُ شَيْئٌ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ فَذَلِكَ الْعَصْفُ وَالرَّيْحَانُ رِزْقُهُ وَالْحَبُّ الَّذِي يُؤْكَلُ مِنْهُ وَالرَّيْحَانُ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ الرِّزْقُ وَالرَّيْحَانُ رِزْقُهُ وَالْحَبُّ الَّذِي يُؤْكَلُ مِنْهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ وَالْعَصْفُ يُرِيدُ الْمَأْكُولَ مِنَ الْحَبِّ وَالرَّيْحَانُ النَّضِيجُ الَّذِي لَمْ يُؤْكَلْ وَقَالَ غَيْرُهُ الْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ وَقَالَ الضَّحَّاكُ الْعَصْفُ التِّبْنُ وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ الْعَصْفُ أَوَّلُ مَا يَنْبُتُ تُسَمِّيهِ النَّبَطُ هَبُورًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ۔

کھیت کا وہ پودا جس کے پکنے سے پہلے اس کا کچھ حصہ کاٹ دیا جائے تو اس کو عصف کہتے ہیں اور ریحان اس کے پتے کو کہتے ہیں اور الحب سے مراد وہ دانے ہیں جن کو کھایا جاتا ہے اور ریحان کا معنی کلام عرب میں رزق اور روزی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے: جن دانوں کو کھایا جاتا ہے ان کو العصف کہتے ہیں اور ریحان ان کے پکے ہوئے دانوں کو کہتے ہیں جن کو (کچا) نہیں کھایا جاتا اور دوسروں نے کہا: گندم کے پتوں کو العصف کہتے ہیں اور ضحاک نے کہا: العصف کا معنی بھوسا ہے، ابو مالک نے کہا: کھیت کا جو پودا سب سے پہلے اگتا ہے اس کو العصف کہتے ہیں اور کسان اس کو ھَبُورا کہتے ہیں، اور مجاہد نے کہا: گندم کے پتوں کو العصف کہتے ہیں اور رزق اور روزی کو الریحان کہتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ○ (الرحمٰن:۱۲) اور بھوسے والا غلہ ہے اور خوشبودار پھول ہیں ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا ہے کہ کھیت کے پودے کے جس حصہ کو پکنے سے پہلے کاٹ لیا جائے اس پودے کو العصف کہتے ہیں، اسی طرح الفراء سے منقول ہے اور ابن کیسان نے کہا: ہر اس چیز کے پتے کو العصف کہتے ہیں جس سے ابتداء میں دانے نکلیں، پھر وہ شاخ بن جائیں، پھر اللہ تعالیٰ اس میں غلاف پیدا کر دے، پھر اس غلاف میں دانے پیدا کر دے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کھیت کے سبز پتوں کے سروں کو کاٹ لیا جائے اور وہ سوکھ جائیں تو وہ العصف ہیں یعنی بھوسا۔

امام بخاری نے کہا: اور ریحان اس کے پتے ہیں یعنی دانہ کے پتے ہیں اور بعض نسخوں میں لکھا ہے کہ وہ اس کا رزق ہیں اور علامہ ثعلبی نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ ریحان کا معنی رزق اور روزی ہے اور ضحاک سے منقول ہے کہ اس کا معنی طعام ہے یعنی گندم، پس الصعف کا معنی ہے: بھوسا اور ریحان کا معنی ہے: اس کا پھل اور حسن اور ابن زید سے مروی ہے کہ ریحان کا معنی وہ پھول ہے جس کو تم سونگھتے ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ کھیت کا سبز پودا ہے۔

امام بخاری نے کہا: الحب سے مراد وہ دانے ہیں جن کو کھایا جاتا ہے اور ریحان کا معنی کلام عرب میں رزق اور روزی ہے کیونکہ عرب کہتے ہیں: ہم اللہ کے ریحان کو طلب کرنے کے لیے نکلے یعنی اس کے رزق کو طلب کرنے کے لیے نکلے۔

امام بخاری نے کہا کہ بعض علماء نے کہا ہے: جن دانوں کو کھایا جاتا ہے اس کو العصف کہتے ہیں: بعض علماء سے امام بخاری کی مراد

Marfat.com

الفراء ہیں کیونکہ انہوں نے کہا کہ جن دانوں کو کھایا جاتا ہے وہ العصف ہیں اور جن پکے ہوئے دانوں کو کھایا نہیں جاتا وہ ریحان ہیں۔

امام بخاری نے لکھا ہے: ضحاک نے کہا: العصف کا معنی ہے: بھوسا: اس طرح ان کی تفسیر میں جویبر کی روایت سے منقول ہے۔

امام بخاری نے لکھا: اور ابو مالک نے کہا: ان کا نام معروف نہیں ہے، یہ ابوزرعہ کا قول ہے اور دوسروں نے کہا: ان کا نام غزوان ہے اور صحیح بخاری میں ان کے علاوہ اور کسی کا ذکر نہیں ہے اور یہ کوفی، تابعی اور ثقہ شخص ہیں۔

امام بخاری نے کہا: النبط: اس سے مراد عجمی کسان ہیں۔

امام بخاری نے کہا: ھبورا: اس سے مراد ہے: کھیت کے خشک پودوں کو کوٹنے کے بعد جو بھوسا نکلتا ہے۔

کعصف ماکول: اس کا معنی ہے: کھائے ہوئے بھوسے کی طرح۔

وَالْمَارِجُ اللَّهَبُ الْأَصْفَرُ وَالْأَخْضَرُ الَّذِي يَعْلُو النَّارَ إِذَا أُوقِدَتْ۔

المعارج: کا معنی ہے: زرد اور سبز رنگ کا شعلہ جو آگ کے بھڑکنے کے بعد اوپر کو اٹھتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ (الرحمن: ۱۵) اور جن کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مارج کی تفسیر زرد یا سرخ شعلہ کے ساتھ کی ہے، اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے، یہ آگ کی زبان ہے جس کی طرف میں بھڑکتا ہوا شعلہ ہوتا ہے، دوسرا قول ہے: مارج کا معنی ہے: صاف اور خالص شعلہ جس میں دھواں نہ ہو اور جان سے مراد جنات کا باپ ہے، اور ضحاک سے مروی ہے: وہ ابلیس ہے اور ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ الجان، الجن کا واحد ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ مُّجَاهِدٍ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ لِلشَّمْسِ فِي الشِّتَاءِ مَشْرِقٌ وَمَشْرِقٌ فِي الصَّيْفِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ مَغْرِبُهَا فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ۔

اور بعض علماء نے بیان کیا کہ مجاہد نے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ کی تفسیر میں کہا کہ سورج کا سردیوں میں ایک مشرق ہے (یعنی طلوع ہونے کی جگہ) اور گرمیوں میں دوسرا مشرق ہے اور رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ کی تفسیر میں کہا: سورج کا سردیوں میں ایک مغرب ہے اور گرمیوں میں دوسرا مغرب ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ (الرحمن: ۱۷) وہی مشرقین کا رب ہے اور وہی مغربین کا رب ہے۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

میں کہتا ہوں: ہم نے لکھا ہے: مشرق سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے اور مغرب سورج کے غروب ہونے کی جگہ ہے، ہر روز ایک نیا مشرق اور نیا مغرب ہوتا ہے، گرمیوں میں سورج ہر روز ایک درجہ پہلے طلوع ہوتا ہے اور سردیوں میں، سورج ہر روز ایک درجہ بعد میں طلوع ہوتا ہے، ویسے تو ہر روز الگ الگ مشرق اور مغرب ہیں لیکن گرمیوں اور سردیوں کے دو مشرقوں اور دو مغربوں میں نمایاں فرق ہوتا ہے اس لیے ان کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۸۴۸، فرید اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

لَا يَبْغِيَانِ لَا يَخْتَلِطَانِ۔

لا یبغیان: اس کا معنی ہے: وہ سمندر ایک دوسرے کے ساتھ نہیں ملتے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ۝ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ۝ (الرحمٰن: ۱۹-۲۰) اس نے (کھاری اور شیریں) دو سمندر جاری کیے جو (ایک دوسرے سے) مل جاتے ہیں ۝ ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی وہ دو سمندر نہ ایک دوسرے کے ساتھ ملتے ہیں اور نہ متغیر ہوتے ہیں اور نہ ان میں سے ایک دوسرے کی حد سے تجاوز کرتا ہے اور قتادہ سے منقول ہے: وہ لوگوں کو غرق کر کے سرکشی نہیں کرتے اور ان دو سمندروں سے مراد بحر روم اور بحر ہند ہے، اسی طرح حسن بصری سے مروی ہے اور قتادہ سے منقول ہے: وہ دو سمندر بحر فارس اور بحر روم ہیں اور ان کے درمیان جو آڑ ہیں وہ مختلف جزائر ہیں اور مجاہد اور ضحاک سے مروی ہے: یعنی آسمان کا سمندر اور زمین کا سمندر جو ہر سال ملتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان دو سمندروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ ایک سمندر دوسرے سمندر کی حد سے تجاوز نہیں کرتا اور اس کی تائید ان کے قول سے ہوتی ہے جنہوں نے کہا: بحرین سے مراد بحر فارس اور بحر روم ہے اور ان دونوں کے درمیان بہت طویل مسافت ہے۔

اَلْمُنْشَآتُ مَا رُفِعَ قِلْعُهُ مِنَ السُّفُنِ فَاَمَّا مَا لَمْ یُرْفَعْ قِلْعُهُ فَلَیْسَ بِمُنْشَاَةٍ۔ المنشآت: اس سے مراد وہ کشتیاں ہیں جن کا بادبان اوپر اٹھایا ہوا ہو اور جن کا بادبان اوپر نہ اٹھایا ہوا ہو وہ منشات نہیں ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ ۝ (الرحمٰن: ۲۴) اور سمندر میں پہاڑوں کی مانند اونچی چلنے والی کشتیاں اسی کی ملکیت ہیں ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَلْمُنْشَئٰتُ کی جو تفسیر کی ہے وہی مجاہد کا قول بھی ہے اور الجوار، اَلْجَارِیَۃُ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: بڑی بڑی کشتیاں اور اَلْمُنْشَئٰتُ کا معنی ہے: اونچے بادبانوں والی کشتیاں، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ مخلوقات ہیں جو بلند اور مسخر ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ کَالْفَخَّارِ کَمَا یُصْنَعُ الْفَخَّارُ۔ اور مجاہد نے کہا: کالفخار: جس طرح ٹھیکرے بنائے جاتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ ۝ (الرحمٰن: ۱۴) اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح بجتی ہوئی سوکھی مٹی سے بنایا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: فخار کا معنی ہے: جس سوکھی ہوئی مٹی کو آگ میں تپالیا جائے تو وہ بجتا ہوا ٹھیکرا بن جاتا ہے۔

اَلشُّوَاظُ لَهَبٌ مِّنْ نَّارٍ۔ الشواظ: اس کا معنی ہے: آگ کا شعلہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ (الرحمٰن: ۳۵) (اے مکذبو!) تم پر (روز قیامت) آگ کا خالص شعلہ چھوڑا جائے گا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ بھی مجاہد کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ شواظ اس آگ کو کہتے ہیں جس میں دھواں نہ ہو اور ضحاک سے منقول ہے کہ شواظ اس دھوئیں کو کہتے ہیں جو شعلہ سے نکلتا ہے اور یہ وہ دھواں نہیں ہے جو جلی ہوئی لکڑیوں سے نکلتا ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَنُحَاسٌ اَلنُّحَاسُ الصُّفْرُ یُصَبُّ عَلٰی اور مجاہد نے کہا: نحاس: کا معنی ہے: پیتل یا تانبا (جو پگھلا ہوا ہو) جس

رُؤُسِهِمْ فَيُعَذَّبُونَ بِهِ۔ کو ان کے سروں پر ڈال کر اس کے ساتھ ان کو عذاب دیا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّن نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرَانِ ﴿﴾ (الرحمٰن: ۳۵) (اے مکذبو!) تم پر (روز قیامت) آگ کا خالص شعلہ چھوڑا جائے گا، پھر تم اس کو دور نہ کر سکو گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے نحاس کی تفسیر پگھلا ہوا تانبا کی ہے، اور اسی طرح مجاہد نے اس کی تفسیر کی ہے۔

میں کہتا ہوں: نحاس کا دوسرا معنی دھواں ہے جس طرح ہم نے اس آیت کا ترجمہ ہے۔

خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ يَهُمُّ بِالْمَعْصِيَةِ فَيَذْكُرُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فَيَتْرُكُهَا۔ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ: اس کا معنی ہے: ایک شخص گناہ کا ارادہ کرتا ہے پھر وہ اللہ عزوجل کو یاد کرتا ہے، پھر اس گناہ کو ترک کر دیتا ہے۔

میں کہتا ہوں: صحیح بخاری کے دار الفکر کے مطبوعہ نسخہ میں اس تعلیق کے بعد لهب من نار چھپا ہوا ہے سو یہ غلط ہے یہ دراصل شواظ کا معنی ہے جو کمپوزنگ کی غلطی سے یہاں کمپوز ہو گیا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٰنِ ﴿﴾ (الرحمٰن: ۴۶) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرتا ہو اس کے لیے دو جنتیں ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ ایک مرد یہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ کوئی گناہ کرے گا، پھر وہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کی عظمت کو یاد کرتا ہے، پھر وہ یہ یاد کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کے ارتکاب پر سزا دیتا ہے اور گناہ کو ترک کرنے پر ثواب عطا فرماتا ہے تو وہ اس گناہ کو ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ان لوگوں میں داخل کر دیتا ہے جن کے لیے دو جنتیں ہیں۔

مُدْهَآمَّتٰنِ سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ۔ مُدْهَآمَّتٰنِ: اس کا معنی ہے: وہ دونوں باغ سیرابی کی وجہ سے سیاہ رنگ کے دکھائی دیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿﴾ (الرحمٰن: ۶۴) وہ دونوں جنتیں سیاہی مائل سبز رنگ کی ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی وہ شدید سبز رنگ کی وجہ سے سیاہ معلوم ہوں گی کیونکہ جب سبز رنگ گاڑھا ہو تو وہ سیاہ دکھائی دیتا ہے۔

صَلْصَالٍ طِينٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيدُونَ بِهِ صَلَّ يُقَالُ صَلْصَالٌ كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ وَصَرْصَرَ مِثْلُ كَبْكَبْتُهُ يَعْنِي كَبَبْتُهُ۔

صلصال: یعنی جس کیچڑ میں ریت ملا دی جائے تو وہ ٹھیکرے کی طرح کھنکھنانے اور بجنے لگتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صَلَّ بدبودار کیچڑ کو کہتے ہیں، اس کو صلصال بھی کہا جاتا ہے جس طرح دروازہ بند کرتے وقت جو آواز آئے اس کو صَرَّ الباب اور صَرْصَرَ کہا جاتا ہے جیسے كَبْكَبْتُهُ کا معنی ہے: كَبَبْتُهُ یعنی میں نے اس کو اوندھا کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿﴾ (الرحمٰن: ۱۴) اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح بجتی ہوئی سوکھی مٹی سے بنایا O

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: خَلَقَ الْإِنْسَانَ سے مراد ہے: حضرت آدم کو بنایا، مِنْ صَلْصَالٍ کا معنی ہے: اس سوکھی ہوئی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی اور بجتی تھی، امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے کہ جب کیچڑ میں ریت ملادی جائے اور کیچڑ سوکھ جائے تو وہ بہت مضبوط ہو جاتی ہے اور جب اسے کسی چیز پر مارا جائے تو اس سے کھنکھنانے اور بجنے کی آواز آتی ہے۔

امام بخاری نے کہا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صَلَّ بدبوار مٹی کو کہتے ہیں: جیسے لَحْمٌ مُنْتِنٌ کہتے ہیں یعنی بدبودار گوشت اس کو صَلَّ کہتے ہیں خواہ وہ پکا ہو یا کچا۔

امام بخاری نے لکھا، صلصال کہا جاتا ہے جیسے صر الباب کہا جاتا ہے: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ صلصل، صل کا مضاعف ہے جیسے دروازہ بند کرتے وقت جو آواز آتی ہے اس کو صر الباب کہا جاتا ہے اور اس کا مضاعف صرصر ہے جیسے کَبَّ کا مضاعف کَبْکَبَ ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

فَكُبْكِبُوا فِيهَا۔ (الشعراء: ۹۴) تمام گمراہ لوگ دوزخ میں اوندھے منہ گرا دیئے جائیں گے۔

امام بخاری اور امام ابوحنیفہ کا اس بات میں مناقشہ کہ آیا کھجور اور انار پھلوں میں داخل ہیں یا نہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک کھجور اور انار پھلوں میں داخل نہیں بلکہ وہ غذا اور دواء ہیں اور امام بخاری کے نزدیک وہ پھلوں میں داخل ہیں

فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ الرُّمَّانُ وَالنَّخْلُ بِالْفَاكِهَةِ وَأَمَّا الْعَرَبُ فَإِنَّهَا تَعُدُّهَا فَاكِهَةً۔

فاكهة و نخل و رمان: یعنی پھل، کھجور اور انار اور بعض ائمہ (امام ابوحنیفہ) نے کہا: انار اور کھجور پھل نہیں ہیں لیکن عرب ان کو پھلوں میں شمار کرتے ہیں۔

جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ (البقرہ: ۲۳۸) تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی۔

پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تمام نمازوں کا حکم دیا، پھر اس کی تاکید کے لیے عصر کی نماز کا بہ طور تاکید دوبارہ ذکر کیا، اسی طرح پہلے فاکھۃ میں تمام پھلوں کا ذکر کیا، پھر دوبارہ النخل و رمان یعنی کھجور اور انار کا بہ طور تاکید ان پر عطف کیا (تو یہ تخصیص بعد التعمیم ہے)، اسی طرح یہ آیت ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ۔ (الحج: ۱۸) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے لیے ہی سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ (الحج: ۱۸) اور بہت انسان، اور بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب مقدر ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے شروع میں جب فرمایا: اللہ کے لیے ہی سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں، تو اس میں بہت انسان اور بہت وہ جن پر عذاب مقدر ہو چکا ہے داخل تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا دوبارہ خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا (یہ تخصیص بعد التعمیم ہے)، اسی طرح کھجور اور انار بھی پھلوں میں داخل تھے، پھر ان کا خصوصیت سے الگ ذکر کرنا بھی

تخصیص بعد التعمیم ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۝ (الرحمٰن:٦٨) ان جنتوں میں پھل، کھجوریں اور انار ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: ان دو جنتوں میں جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ۝ (الرحمٰن:٦٢) اور ان دو جنتوں کے علاوہ اور دو جنتیں ہیں O

پس جنتیں چار ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں کیا ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ۝ (الرحمٰن:٤٦) اور جو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرتا ہو اس کے لیے دو جنتیں ہیں O

پھر فرمایا

وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ۝ (الرحمٰن:٦٢) اور ان دو جنتوں کے علاوہ اور دو جنتیں ہیں O

یعنی ان دو پہلی جنتوں کے علاوہ جن کا اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے وعدہ فرمایا تھا اور دو جنتیں ہیں۔

امام بخاری نے لکھا ہے اور بعض ائمہ نے کہا: علامہ ابن الملقن نے بتایا کہ بعض ائمہ سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس قول کی صرف امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت درست نہیں ہے کیونکہ مفسرین کی ایک جماعت کا بھی یہی مختار ہے، الفراء نے کہا: انار اور کھجور پھل نہیں ہیں، اسی وجہ سے فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ پھل نہیں کھائے گا، پھر اس نے انار یا تازہ کھجور کھالی تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اور اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔

امام بخاری نے لکھا ہے: اور عرب کھجور اور انار کو پھل شمار کرتے ہیں: علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس عبارت سے امام ابوحنیفہ کی دلیل کا جواب دیا ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم کھجور اور انار پر پھلوں کے اطلاق کا انکار نہیں کرتے لیکن وہ محض پھل نہیں ہیں۔

امام بخاری نے کہا: جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (البقرہ:٢٣٨) یعنی تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی حفاظت کرو حالانکہ درمیانی نماز بھی تمام نمازوں میں داخل ہے۔ اسی طرح کھجور اور انار بھی پھلوں میں داخل ہیں، پھر ان کا پھلوں پر عطف کیا گیا ہے تو یہ بھی اسی طرح تخصیص بعد التعمیم ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے کہ فَاكِهَةٌ عام ہے کیونکہ نکرہ جب اثبات میں ہو تو وہ مفید عموم نہیں ہوتا، ہاں نکرہ جب نفی کے بعد ہو تو وہ مفید عموم ہوتا ہے لہٰذا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ میں فَاكِهَةٌ کیونکہ اثبات میں ہے اس لیے وہ عام نہیں ہے۔

امام بخاری نے کہا: اسی طرح الحج:١٨ میں تمام آسمانوں اور زمینوں میں جنہوں نے سجدہ کیا ان میں بہت سے انسان اور بہت سے لوگ جن پر عذاب مقدر ہو چکا ہے داخل ہیں اور ان کا بعد میں عطف کرنا تخصیص بعد التعمیم ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ میں صلوٰت کا لفظ اتفاقاً عام ہے اور من فی السموٰت بھی اتفاقاً عام ہے لیکن اس پر فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ کو قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ اس آیت میں فَاكِهَةٌ نکرہ ہے اور کلام اثبات میں ہے یعنی نفی کے تحت نہیں ہے اس لیے وہ عام نہیں ہے، کیونکہ نکرہ جب نفی کے تحت ہو تو مفید عموم ہوتا ہے۔

Marfat.com

مناقشہ مذکورہ میں مصنف کی رائے

میری رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور میں تو کھجوریں بہ طور غذا کے ہی کھائی جاتیں تھی اور امام ابوحنیفہ کا قول اسی زمانے کے اعتبار سے ہے لیکن بعد میں جب گندم، چنے اور بیسن کی کثرت ہوگئی اور ان کی روٹیاں بہ طور غذا کھائی جانے لگیں تو کھجوروں کو صرف پھلوں کے طور پر کھایا جانے لگا، اسی طرح جب دیگر جڑی بوٹیوں سے علاج دریافت نہیں ہوا تھا تو انار کو بہ طور دواء ہی استعمال کیا جاتا تھا لیکن جب دیگر دوائیں دریافت ہوگئیں تو انار کو پھر صرف پھل کے طور پر استعمال کیا جانے لگا، سو امام ابوحنیفہ کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ کے اعتبار سے ہے اور امام بخاری کا قول بعد کے زمانے کے اعتبار سے ہے اور اب پوری دنیا میں کھجوروں اور اناروں کو بہ طور پھل ہی استعمال کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے ہوسکتا ہے میری رائے غلط ہو۔ ان بزرگ ائمہ کے سامنے اس ناکارہ اور کم علم کی حیثیت بھی کیا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

وَقَالَ غَيْرُهُ أَفْنَانٌ أَغْصَانٌ۔ اور دوسروں نے کہا: افنان کا معنی ہے: شاخیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ذَوَاتَآ أَفْنَانٍ ۝ (الرحمٰن: ۴۸) جو سرسبز شاخوں والی دو جنتیں ہیں ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس سے پہلے صراحۃً مجاہد کا ذکر نہیں کیا لیکن یہاں یہی مراد ہے کہ مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا، افنان، فنن کی جمع ہے اور اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ مختلف رنگوں کی جنتیں اور عکرمہ سے مروی ہے: اس کا معنی ہے دیواروں پر ٹہنیاں اور ضحاک سے منقول ہے: مختلف رنگوں کے پھل۔

وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ مَا يُجْتَنَى قَرِيبٌ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ: اس کا معنی ہے: ان دو باغوں کے پھل بہت قریب ہوں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ (الرحمٰن: ۵۴) اور دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے: ما یجتنی یعنی دونوں جنتوں کے درخت قریب ہوں گے اور کوئی شخص خواہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو یا لیٹا ہوا ہو وہ اس کے پھل توڑ سکے گا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ فَبِأَيِّ آلَاءِ نِعَمِهِ وَقَالَ قَتَادَةُ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ يَعْنِي الْجِنَّ وَالْإِنْسَ۔ اور حسن بصری نے کہا: فَبِأَيِّ آلَاءِ کا معنی ہے: اس کی کون کون سی نعمتیں اور قتادہ نے کہا: رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ: سے مراد ہے: جن اور انس۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○

(الرحمٰن: ۱۳، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۳۴، ۳۶، ۳۸، ۴۰، ۴۲، ۴۵، ۴۷، ۴۹، ۵۱، ۵۳، ۵۵، ۵۷، ۵۹، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۹، ۷۱، ۷۳، ۷۵، ۷۷)

علامہ عینی لکھتے ہیں: پس حسن بصری نے آلاء کی تفسیر نعمتوں کے ساتھ کی ہے اور قتادہ نے رَبِّكُمَا کی تفسیر جن اور انس کے ساتھ کی ہے اور آلاء، اَلی کی جمع ہے اور رَبِّكُمَا میں جن اور انس سے خطاب ہے اگرچہ ان کا پہلے ذکر نہیں ہے اور اس آیت کے

Marfat.com

تکرار کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا، پھر ہر دو نعمتوں کے درمیان اس آیت کو فاصلہ بنایا تا کہ لوگوں کو ان نعمتوں پر متنبہ فرمائے۔

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ يَغْفِرُ ذَنْبًا وَيَكْشِفُ كَرْبًا وَيَرْفَعُ قَوْمًا وَيَضَعُ آخَرِينَ۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ﴿ (الرحمٰن: ۲۹) کی تفسیر میں کہا: وہ گناہ معاف فرماتا ہے اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور کسی قوم کا درجہ بلند فرما دیتا ہے اور کسی کا پست کر دیتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ﴿ (الرحمٰن: ۲۹) وہ دن ہر آن نئی شان میں ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی حضرت ابوالدرداء عویمر بن مالک نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا جس کو امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ گناہ معاف فرماتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے اور ایک قوم کو بلند کرتا ہے اور دوسری قوم کو پست کر دیتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَرْزَخٌ حَاجِزٌ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بَرْزَخٌ کا معنی ہے: آڑ اور رکاوٹ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿ (الرحمٰن: ۲۰۔۱۹) اس نے (کھاری اور شیریں) دو سمندر جاری کیے جو (ایک دوسرے سے) مل جاتے ہیں O ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی ان کے درمیان ایک آڑ ہے، دوسرا قول ہے: ایک حائل ہے، ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے تجاوز نہیں کرتا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت بالغہ کی وجہ سے ہے۔

الْأَنَامُ الْخَلْقُ۔ الانام: اس کا معنی ہے خلق یعنی مخلوق۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ○ (الرحمٰن: ۱۰) اور اس نے لوگوں کے لیے زمین کو نیچے بنایا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس سے اور شعبی سے روایت ہے: انام کا معنی ہے: ہر ذی روح اور دوسرا قول ہے کہ اس کا معنی ہے: جن اور انس۔

نَضَّاخَتَانِ فَيَّاضَتَانِ۔ نَضَّاخَتٰنِ: اس کا معنی ہے: فیض پہنچانے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِيهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿ (الرحمٰن: ۶۶) ان جنتوں میں چھلکتے ہوئے دو چشمے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے نَضَّاخَتٰنِ کی تفسیر کی ہے: فیض دینے والے، دوسرا قول ہے، پانی سے بھرے ہوئے، تیسرا قول ہے: پانی سے جوش مارتے ہوئے، حسن بصری نے کہا: وہ چشمے پھوٹتے ہیں، پھر جاری ہوتے ہیں، سعید بن جبیر نے کہا: وہ پانی سے چھلکتے ہوئے ہیں اور رنگ برنگ پھلوں سے بھرے ہوئے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ اہل جنت پر خیر

اور برکت برسانے والے ہیں۔

ذُو الْجَلَالِ ذُو الْعَظَمَةِ۔ ذو الجلال: اس کا معنی ہے: عظمت والا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ۝ (الرحمٰن:۷۸) آپ کے رب کا نام بہت بابرکت ہے جو بہت بزرگی والا اور بہت عزت والا ہےO

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی وہ عظمت والا ہے اور کبریائی والا ہے، والاکرام اس کا معنی ہے: وہ کرم کرنے والا ہے یعنی جو بغیر سوال اور بغیر وسیلہ کے عطا فرمائے، دوسرا قول ہے: اس کا معنی ہے: جو عتاب نہیں کرتا اور درگزر کرتا ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ مَارِجٌ خَالِصٌ مِنَ النَّارِ يُقَالُ مَرَجَ الْأَمِيرُ رَعِيَّتَهُ إِذَا خَلَّاهُمْ يَعْدُو بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَيُقَالُ مَرَجَ أَمْرُ النَّاسِ مَرِيجٌ مُلْتَبِسٌ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ اخْتَلَطَ الْبَحْرَانِ مِنْ مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تَرَكْتَهَا۔

اور دوسروں نے کہا: مَّارِجٍ کا معنی ہے: خالص آگ، جب امیر اپنی رعایا کو آزاد چھوڑ دے کہ ان میں سے بعض بعض پر ظلم کریں تو کہا جاتا ہے: مَرَجَ الامیر رَعِیَّتَهٗ اور مَرَجَ امر الناس یعنی لوگوں کے معاملات فاسد ہو گئے اور مرج کا معنی ہے، دو سمندر مل گئے، یہ مرجت دابتک سے ماخوذ ہے یعنی جب تم اپنی سواری کو چرنے کے لیے چھوڑ دو (خلاصہ یہ ہے کہ مَّارِجٍ کے متعدد معانی ہیں)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۝ (الرحمٰن:۱۵) اور جن کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیاO

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تعلیق مکرر ہے کیونکہ اس کا عنقریب پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

یعنی حضرت ابن عباس کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ مَرَجَ کا لفظ کئی معانی میں مستعمل ہے، ایک معنی یہ ہے کہ جب امیر اپنی رعایا کو آزاد چھوڑ دے اور وہ ایک دوسرے پر ظلم کریں تو کہا جاتا ہے: مرج الامیر رعیتہ اور جب لوگ مختلط اور مضطرب ہوں تو کہا جاتا ہے مرج امر الناس اور اس معنی کے اعتبار سے ہے:

فِیْۤ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ۝ (ق:۵) سو وہ الجھن میں ہیںO

یعنی ان پر معاملہ ملتبس ہو گیا اور مشتبہ ہو گیا ہے، اور مرج البحرین کا معنی ہے: دو سمندروں کو ملا دیا۔

امام بخاری نے کہا: یہ مرجت دابتک سے ماخوذ ہے یعنی تو نے اپنی سواری کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا، علامہ عینی اعتراض کرتے ہیں کہ امام بخاری کو چاہیے تھا کہ وہ اس کو مرج الامیر کے بعد ذکر کرتے۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ سَنُحَاسِبُكُمْ لَا يَشْغَلُهُ شَيْءٌ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ مَعْرُوفٌ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ يُقَالُ لَأَتَفَرَّغَنَّ لَكَ وَمَا بِهِ شُغُلٌ يَقُولُ لَآخُذَنَّكَ عَلَى غِرَّتِكَ۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ: یعنی اب ہم تمہارے لیے فارغ ہوں گے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے کسی کام میں مشغول تھا اور اب جنات اور انسانوں کا حساب لینے کے لیے فارغ ہو گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی کام دوسرے کام سے مشغول نہیں کرتا اور یہ کلام عرب میں معروف اور محاورہ ہے، کہا جاتا ہے: میں ابھی تمہارے لیے فارغ ہوتا ہوں حالانکہ اسے کوئی مشغولیت نہیں ہوتی، اس کا معنی یہ ہے کہ

وہ فرماتا ہے کہ ابھی تمہیں پکڑ کر تمہاری غفلت پر سزا دوں گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝ (الرحمن:۳۱) اے جنات اور انسان کے گروہو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: فارغ ہونے سے مجازی معنی مراد ہے یعنی ہم عنقریب تمہارا حساب لیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی کام دوسرے کام سے مشغول نہیں کرتا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر وعید ہے اور اللہ تعالیٰ کو کوئی مشغولیت نہیں ہے، اس کا معنی ہے: ہم عنقریب تم سے مواخذہ کریں گے۔

امام بخاری نے کہا: یہ مجاز کلام عرب میں معروف ہے، انسان کو کوئی مشغولیت نہیں ہوتی، پھر بھی وہ کہتا ہے کہ میں عنقریب تمہارے لیے فارغ ہوں گا اور عنقریب تمہاری غفلت پر مواخذہ کروں گا، علامہ ثعلبی نے کہا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید اور تہدید ہے جیسے کوئی کہے: میں عنقریب تمہارے لیے فارغ ہوں گا حالانکہ اس کو کوئی مشغولیت نہیں ہوتی اور یہ ابن اسحاق اور ضحاک کا قول ہے۔ [علامہ عینی نے ان تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۱۰۔ ۳۰۴ میں بیان کی ہے]

۱۔ بَابٌ: وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ (الرحمن: ۶۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ان دو جنتوں کے علاوہ اور دو جنتیں ہیں O (الرحمن: ۶۲) کی تفسیر

۴۸۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ۔

(صحیح مسلم: ۱۸۰، سنن ترمذی: ۲۵۳۰، سنن ابن ماجہ: ۱۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابو الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عبدالصمد العمی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمران الجونی نے حدیث بیان کی از ابوبکر بن عبداللہ بن قیس از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو جنتیں چاندی کی ہیں، ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے (وہ چاندی کا ہے) اور دو جنتیں سونے کی ہیں، ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے (وہ سونے کا ہے) اور لوگوں کے درمیان اور اس کے درمیان کہ وہ اپنے رب کو دیکھیں صرف اللہ کی کبریائی کی چادر ہے جو اللہ کے چہرے پر ہے جنت عدن میں۔

اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر اور اس کے چہرے کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث متشابہات میں سے ہے کیونکہ چہرے کا اور چادر کا جو لغوی معنی ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے، اللہ تعالیٰ کا نہ ہماری طرح چہرہ ہے اور نہ اس کی ہماری طرح چادر ہے، المفوضۃ یہ کہتے ہیں کہ اس کی تاویل کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور المؤولہ یہ کہتے ہیں کہ چہرے سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور چادر اس کی عظمت سے کنایہ ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ عظمت اور کبریائی کی چادر محسوس کپڑوں کی جنس سے نہیں ہے، یہ صرف مجازات ہیں اور مناسبت یہ ہے کہ جس طرح چادر اور تہبند کسی انسان کو

Marfat.com

لازم ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور اس میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہوتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی کبریائی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ دوسری حدیث میں ہے: جس نے ان کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی میں اس سے جھگڑا کروں گا۔

جنت عدن کا معنی یہ ہے کہ اس وقت اہل جنت جنت عدن یعنی ہمیشگی کی جنت میں ہوں گے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت عدن میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا زمان اور مکان میں ہونا محال ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الرحمٰن: ۶۲، میں مذکور دو جنتوں کی تفصیل

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ الرحمٰن: ۶۲، میں جن دو جنتوں کا ذکر ہے یہ دو جنتیں چاندی اور سونے کی ہیں اور ان کے درجات میں اتنا فرق ہے جتنا چاندی اور سونے میں فرق ہوتا ہے۔ سونے کی جنت مقربین کے لیے ہوگی اور چاندی کی جنت اصحاب الیمین کے لیے ہوگی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۷۴۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۔ بَابٌ: حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ (الرحمٰن: ۷۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آنکھوں والی حوریں ہیں جو خیموں میں باپردہ ہیں ۝ (الرحمٰن: ۷۲) کی تفسیر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لفظ حور حوراء کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: وہ عورت جو بہت زیادہ سفید ہو اور اس کی آنکھیں بہت زیادہ سیاہ ہوں اور مقصورات کا معنی ہے: مستورات اور الخیام خیمہ کی جمع ہے، الثعلبی نے کہا ہے: ان کے خیموں میں ہونے کا معنی ہے: وہ باپردہ ہیں اور صحابہ سے منقول ہے کہ وہ صرف اپنے شوہروں پر مقصور ہیں یعنی ان ہی کے لیے منحصر ہیں، نہ وہ کسی دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھیں گی اور نہ وہ کسی کو اپنے اوپر تصرف کرنے دیں گی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْحُوْرُ السُّوْدُ الْحَدَقِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَقْصُوْرَاتٌ مَحْبُوْسَاتٌ قُصِرَ طَرْفُهُنَّ وَأَنْفُسُهُنَّ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ قَاصِرَاتٌ لَا يَبْغِيْنَ غَيْرَ أَزْوَاجِهِنَّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حور کا معنی ہے: جس عورت کی آنکھ کا ڈھیلا خوب سیاہ ہو اور مجاہد نے کہا کہ مقصورات کا معنی ہے: محبوسات یعنی ان عورتوں نے اپنی نگاہوں کو اور اپنے آپ کو اپنے شوہروں میں منحصر کر رکھا ہے، وہ اپنے شوہروں کے سوا کسی اور کی طرف نہ دیکھتی ہیں نہ کسی کو اپنے اوپر ہاتھ لگانے دیتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۱۲-۳۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا أَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ خَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا سِتُّوْنَ مِيْلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الْآخَرِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن عبد الصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمران الجونی نے حدیث بیان کی از ابو بکر بن عبد اللہ بن قیس از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں کھوکھلے موتی کا ایک خیمہ ہے جس کا عرض ساٹھ (۶۰) میل ہے اور اس کے ہر کونے پر (مسلمان کی) بیوی ہوگی، اس کو دوسرے

Marfat.com

نہیں دیکھ سکیں گے اور ان پر مومنین گھومتے رہیں گے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۴۳ میں گزر چکی ہے۔

کھو کھلے موتی کے خیمہ کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کھو کھلے موتی کا معنی یہ ہے کہ اس موتی کا پیٹ بہت وسیع اور کشادہ ہوگا اور فرمایا: اس کا عرض ساٹھ میل کا ہوگا، ایک میل تین فرسخ کا ہے اور ایک فرسخ چار ہزار (۴۰۰۰) قدم کا ہے اور فرمایا: اس کے ہر کونے میں ایک اہل ہے، صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ مسلمان کی بیوی ہے اور فرمایا: اس پر مومنین طواف کریں گے، علامہ الدمیاطی نے کہا ہے کہ صحیح واحد کا صیغہ ہے یعنی وہ مومن اس خیمہ میں گھومے گا جس کی وہ حور ہوگی اور جمع کے صیغہ کی توجیہ یہ ہے کہ یہ جمع جمع کے مقابلہ میں ہے یعنی ان خیموں میں مومنین گھومیں گے، اس کا معنی ہے: ہر مومن اپنے خیمہ میں گھومے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۱۲ فتح الباری ج ۶ ص ۴۸)

۴۸۸۰۔ وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ كَذَا آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ۔

اور دو جنتیں چاندی کی ہوں گی، اس کے برتن اور جو کچھ اس میں ہے وہ چاندی کا ہوگا، اسی طرح دو جنتیں فلاں چیز کی ہوں گی (یعنی سونے کی) ان کے برتن اور جو کچھ اس میں ہے (سونے کا ہو گا) اور لوگوں کے درمیان اور اس کے درمیان کہ وہ اپنے رب کی طرف دیکھیں صرف جنت عدن میں کبریائی کی چادر ہے جو اللہ تعالیٰ کے (اس کی شان کے موافق اس کے) چہرے پر ہوگی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۷۸ میں گزر چکی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الرحمٰن کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ امام بخاری نے سورۃ الواقعہ کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۵۶۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْوَاقِعَةِ

سورۃ الواقعہ کی تفسیر

سورۃ الواقعہ کا تعارف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الواقعہ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، علامہ ابو العباس نے کہا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور ان آیتوں میں اختلاف ہے: وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ (الواقعہ: ۲۷) اور اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ (الواقعہ: ۸۱) پہلی آیت اہل طائف کے متعلق نازل ہوئی ہے اور وہ فتح مکہ اور حنین کے بعد اسلام لائے تھے، اور دوسری آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ نے بارش کے لیے دعا کی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب مشرکین نے کہا تھا کہ ہم پر فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تب یہ آیت نازل ہوئی وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝ (الواقعہ: ۸۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی یوں قرأت کرتے تھے: وتجعلون شکرکم، سورۃ والواقعہ میں چھیانوے (۹۶) آیات ہیں اور الواقعہ سے مراد القیامت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ رُجَّتْ زُلْزِلَتْ۔　اور مجاہد نے کہا: رُجَّتْ کا معنی ہے: جب زمین کو متزلزل کیا جائے یعنی جب اس کو ہلایا جائے گا اور اس کو متحرک کیا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝ (الواقعہ: ۴)　جب زمین بڑے زور سے ہلا دی جائے گی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے رُجَّتِ کی تفسیر کی ہے: زلزلت یہ تفسیر مجاہد کی ہے اور علامہ ثعلبی نے کہا ہے: جب زمین متحرک اور مضطرب ہوگی اور لغت میں رَجٌّ کا معنی حرکت دینا ہے۔

بُسَّتْ فُتَّتْ لُتَّتْ كَمَا يُلَتُّ السَّوِيْقُ۔　بُسَّتِ: اس کا معنی ہے: اس کو چور چور کر دیا جائے گا اور لت پت کر دیا جائے گا، جس طرح ستو کو پانی میں گھول کر لت پت کر دیا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ (الواقعہ: ۵)　اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: پہاڑ چور چور کر دیئے جائیں گے اور لت پت کر دیئے جائیں گے اور یہ بھی مجاہد کی تفسیر ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بُسَّتْ اور لُتَّتْ کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ اس طرح ہو جائیں گے جس طرح پسا ہوا گیلا آٹا ہو، اور عرب آٹے اور ستو کو بَسِيْسَة کہتے ہیں اور ابن المسیب سے روایت ہے کہ پہاڑوں میں توڑ پھوڑ کر دی جائے گی اور عطیہ نے تفسیر کی ہے کہ وہ پہاڑ ریت اور مٹی کی طرح ہو جائیں گے۔

اَلْمَخْضُوْدُ الْمُوْقَرُ حَمْلًا وَيُقَالُ اَيْضًا لَا شَوْكَ لَهٗ۔　المخضود: اس کا معنی ہے: پھلوں کے بوجھ سے لدے ہوئے اور

Marfat.com

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس درخت میں کوئی کانٹا نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿ (الواقعہ:۲۸) وہ بغیر کانٹوں کے بیری کے درختوں میں ہوں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: الخضد کا لغوی معنی ہے: قطع یعنی کاٹنا، گویا کہ اس بیری کے درخت کے کانٹے کاٹے ہوئے ہیں، حسن بصری سے منقول ہے: اس سے ہاتھ زخمی نہیں ہوتے اور ضحاک سے منقول ہے کہ مسلمان طائف کی ایک سرسبز وادی میں گئے تو ان کو وہاں بیری کے درخت بہت اچھے لگے تو انہوں نے کہا: کاش! ہمارے لیے بھی بیری کے درخت ہوں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَنْضُوْدٍ اَلْمَوْزُ۔ مَّنْضُوْدٍ: اس کا معنی ہے: (تہ بہ تہ) کیلے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿ (الواقعہ:۲۹) اور تہ بہ تہ کیلوں میں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: طلح، طلحۃ کی جمع ہے یہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور حسن بصری نے کہا ہے: وہ کیلے کا درخت نہیں ہے لیکن وہ ایسا درخت ہے جس کا سایہ ٹھنڈا اور خوش گوار ہے اور الفراء اور امام ابوعبیدہ سے منقول ہے کہ عرب کے نزدیک طلح بہت بڑے درخت کو کہتے ہیں جس پر کانٹے ہوں اور المنضود کا معنی ہے کہ پھل ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے ہوں اور لغت کی کتاب المغرب میں مذکور ہے کہ النضد کا معنی ہے کہ بعض سامان کو بعض کے اوپر رکھ دینا۔

وَالْعُرُبُ الْمُحَبَّبَاتُ إِلٰی أَزْوَاجِهِنَّ۔ اَلْعُرُبُ: اس کا معنی ہے: وہ بیویاں جو اپنے شوہروں کے نزدیک محبوب ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿ (الواقعہ:۳۶۔۳۷) ہم نے ان کو دوشیزہ بنا دیا O محبت کرنے والیاں ہم عمر O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اَلْمُحَبَّبَاتُ اَلْمُحَبَّبَۃُ کی جمع ہے اور یہ اَلْحُبُّ کا اسم مفعول ہے، مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا: جو بیوی اپنے خاوند کے نزدیک محبوب ہو، اور علامہ الثعلبی نے کہا: عُرُبًا کا معنی ہے: جو بیویاں اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عُرُبٌ، عَرِبَۃٌ کی جمع ہے اور اہل مکہ اس کو عربہ کہتے ہیں (راء پر زیر) اور اہل مدینہ اس کو غَنِجَۃٌ اور اہل عراق اس کو شَكِلَۃٌ کہتے ہیں اور اَتْرَاب کے معنی ہیں جو عمر میں مساوی ہوں، یہ لفظ ترب کی جمع ہے۔

ثُلَّةٌ أُمَّةٌ۔ ثُلَّةٌ: کا معنی ہے: جماعت اور گروہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿ (الواقعہ:۳۹) (دائیں طرف والوں کا) بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: ثُلَّةٌ کا معنی ہے: امت یعنی گروہ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی فرقہ ہے۔

یَحْمُوْمٍ دُخَانٌ أَسْوَدُ۔ یَحْمُوْمٍ: اس کا معنی ہے: کالا دھواں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ﴿ (الواقعہ:۴۳) اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یَحْمُوْمٍ کی تفسیر کی ہے: کالا دھواں کیونکہ عرب کالی چیز کو یَحْمُوْم کہتے ہیں۔

Marfat.com

يُصِرُّونَ يُدِيمُونَ۔ يُصِرُّونَ: اس کا معنی ہے وہ اس پر اصرار کرتے تھے یعنی اس پر ہمیشہ ڈٹے رہتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ (الواقعہ:٤٦) اور وہ بہت بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: الحنث العظیم کا معنی ہے: بہت بڑا گناہ، ابوبکر الاصم سے منقول ہے: کفار قسم کھا کر کہتے تھے کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے اور یہ کہ بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں، اللہ تعالیٰ اس قول سے بہت بلند ہے اور يُصِرُّونَ کا معنی ہے: وہ اس پر ڈٹے رہتے تھے۔

الْهِيمُ الْإِبِلُ الظِّمَاءُ۔ الهیم: اس کا معنی ہے: پیاسے اونٹ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَشٰرِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ (الواقعہ:٥٥) پس تم سخت پیاسے اونٹ کی طرح پینے والے ہو گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: الهیم، الهیماء کی جمع ہے، پیاسے اونٹوں کو کہتے ہیں: جَمَلٌ اَهْيَم و ناقةٌ هيماء، قتادہ سے منقول ہے: یہ اونٹوں کی ایک بیماری ہے جس میں وہ ہمیشہ پانی پیتا رہتا ہے حتیٰ کہ ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کو پیاس کی بیماری کہا جاتا ہے اور الظماء، الظمان کی جمع ہے اور الظما کا معنی پیاس ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَاٌ۔ (التوبہ:١٢٠) ان کو کبھی بھی پیاس نہیں لگے گی۔

اور الظمان کا معنی ہے: پیاسا۔

لَمُغْرَمُونَ لَمَلُومُونَ۔ لمغرمون: کا معنی ہے: (ہم پر تاوان) لازم کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾ کہ ہم پر تو تاوان پڑ گیا O بلکہ ہم تو محروم ہوئے O

(الواقعہ:٦٧-٦٦)

علامہ عینی لکھتے ہیں: لملزمون، الزام سے بنا ہے اور لام تاکید کے لیے ہے یعنی ہم پر ضرور تاوان لازم کیا گیا ہے اور حضرت ابن عباس اور قتادہ سے منقول ہے کہ لمغرمون کا معنی ہے: لمعذبون یعنی ہم کو ضرور عذاب دیا گیا ہے اور یہ غَرَام سے ماخوذ ہے جس کا معنی عذاب ہے اور مجاہد سے منقول ہے: ہم کو شر سے ملایا گیا ہے اور مقاتل سے منقول ہے: ہم کو ہلاک کیا گیا اور مرہ الہمدانی سے منقول ہے: ہمارا محاسبہ کیا گیا ہے۔

مَدِينِينَ مُحَاسَبِينَ۔ مدینین: اس کا معنی ہے: جن کا حساب کیا جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿٨٦﴾ (الواقعہ:٨٦) پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ہو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کا معنی کیا ہے: اگر تم کسی کو حساب دینے والے نہیں ہو، الزمخشری نے کہا ہے: یعنی اگر تم کسی حاکم کے زیر سلطنت نہیں ہو اور اس کا جواب محذوف ہے یعنی جب کسی مرنے والے کی روح اس کی حلقوم تک پہنچ جاتی ہے تو تم اس کو واپس کیوں نہیں لاتے اگر تم سچے ہو۔

Marfat.com

رَوْحٌ جَنَّةٌ وَّرَخَاءٌ وَّرَيْحَانٌ الرِّزْقُ۔ رَوْحٌ: اس کا معنی جنت اور وسعت ہے اور ریحان اس کا معنی رزق ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ ۙ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ (الواقعہ: ۸۸۔۸۹) پس اگر وہ (مرنے والا) مقربین میں سے ہےO تو اس کے لیے راحت ہے اور رزق اور انعام والی جنت ہےO

علامہ عینی لکھتے ہیں: ابن زید سے منقول ہے کہ راحت موت کے وقت ہوگی اور ریحان یعنی رزق آخرت میں لے گا اور حسن بصری سے منقول ہے کہ اس کی روح راحت سے نکلے گی اور حضرت ابن عباس اور مجاہد سے منقول ہے کہ فَرَوْحٌ کا معنی ہے: راحت اور ریحان کا معنی ہے: راحت والا اور مجاہد اور سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ ریحان کا معنی ہے: رزق۔

وَنُنْشِئَكُمْ فِيْمَا لَا تَعْلَمُوْنَ فِيْ أَيِّ خَلْقٍ نَّشَاءُ۔ وننشاكم: یعنی ہم جس صورت میں چاہیں گے تم کو بنا دیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ نُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ (الواقعہ: ۶۱) اور ہم تمہیں از سرِ نو اس طرح پیدا کر دیں جس کو تم بالکل نہیں جانتےO

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی ہم تم کو جس صورت میں چاہیں پیدا کر دیں ان صورتوں میں سے جن کو تم بالکل نہیں جانتے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ تَفَكَّهُوْنَ تَعْجَبُوْنَ۔ اور دوسروں نے کہا: تَفَكَّهُوْنَ کا معنی ہے: تم تعجب کرتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ (الواقعہ: ۶۵) اگر ہم چاہیں تو اس کو بالکل چورا چورا کر دیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤO

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی مجاہد کے علاوہ دوسروں نے تَفَكَّهُوْنَ کی تفسیر کی ہے: تم تعجب کرتے رہ جاؤ، اسی طرح قتادہ نے اس کی تفسیر کی ہے اور عکرمہ سے منقول ہے: تم ملامت کرتے رہو، اور حسن بصری سے منقول ہے: تم نادم ہوتے رہو اور ابن کیسان سے منقول ہے: تم افسوس کرتے رہو اور انہوں نے کہا: یہ لغت اضداد سے ہے، عرب اس کا معنی کرتے ہیں: تم نعمت میں ہو اور یہ بھی کرتے ہیں کہ تم غم میں ہو، دوسرا قول ہے: تَفَكُّهٌ کا معنی ہے: فضول باتیں کرنا، اسی وجہ سے مزاح کرنے والے کو فَاكِهٌ کہتے ہیں۔

عُرُبًا مُثَقَّلَةً وَاحِدُهَا عَرُوْبٌ مِثْلُ صَبُوْرٍ وَصُبُرٍ يُسَمِّيْهَا أَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ وَأَهْلُ الْمَدِيْنَةِ الْغَنِجَةَ وَأَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ۔ عُرُبًا: یہ ثقیل ہے (یعنی اس پر پیش ہے) اور اس کا واحد عَرُوْب ہے جیسے صبور اور صبر، اہل مکہ ایسی عورت کو العربہ کہتے ہیں اور اہل مدینہ ایسی عورت کو الغنجہ کہتے ہیں اور اہل عراق ایسی عورت کو الشکلہ کہتے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تعلیق ابوذر کے نسخہ میں نہیں ہے اور یہ تعلیق مکرر ہے جس کا صفت جنت میں ذکر ہو چکا ہے۔

وَقَالَ فِيْ خَافِضَةٌ لِّقَوْمٍ إِلَى النَّارِ وَرَافِعَةٌ إِلَى الْجَنَّةِ۔ (اور مجاہد نے) خافضۃ کے متعلق کہا: قیامت بعض لوگوں کو دوزخ کی طرف پستی میں لے جانے والی ہے اور بعض لوگوں کو جنت کی طرف بلند کرنے والی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ (الواقعہ:۳) وہ (قیامت) پست کرنے والی، بلند کرنے والی ہوگی ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: قیامت کے دن قیامت بعض لوگوں کو دوزخ کی پستی میں ڈال دے گی اور بعض لوگوں کو جنت کی طرف بلند کر دے گی، عطاء نے کہا: عدل کے ساتھ پستی میں ڈالے گی اور فضل کے ساتھ بلند کرے گی۔

مَوْضُونَةٌ مَنْسُوجَةٌ وَمِنْهُ وَضِينُ النَّاقَةِ۔ مَوْضُونَةٌ: اس کا معنی ہے: بنی ہوئی اور اسی سے وضین الناقہ بنا ہے یعنی اونٹنی کی وہ رسی جس سے کجاوہ کو باندھتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ (الواقعہ:۱۵) وہ (زر و جواہر سے) مرصع تختوں پر ہوں گے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تعلیق صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے۔ یعنی وہ ایسے تختوں پر ہوں گے جو سونے اور جواہر سے بنے ہوئے ہوں گے جس طرح زرہ کے حلقہ بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ امام بخاری نے کہا: اور اسی باب سے وضین الناقہ ہے یعنی وہ بنی ہوئی رسی جس سے اونٹ کے اوپر پالان کو باندھا جاتا ہے۔

وَالْكُوبُ لَا آذَانَ لَهُ وَلَا عُرْوَةَ وَالْأَبَارِيقُ ذَوَاتُ الْآذَانِ وَالْعُرَى۔ الکوب: یہ وہ برتن ہے جس میں ٹونٹی ہو اور نہ پکڑنے کا دستہ ہو جیسے پیالہ اور گلاس وغیرہ اور الاباریق یہ وہ برتن ہے جن کی ٹونٹیاں بھی ہوں اور پکڑنے کے دستے بھی ہوں (جیسے لوٹے)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ۔ (الواقعہ:۱۸) جیسے پیالے اور لوٹے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر ظاہر ہے۔ الاکواب، کوب کی جمع ہے اور اباریق، ابریق کی جمع ہے، اس کے روشن رنگ کی وجہ سے اس کو ابریق کہا جاتا ہے۔

مَسْكُوبٍ جَارٍ۔ مسکوب: کا معنی ہے: جاری یعنی بہنے والا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝ (الواقعہ:۳۱) اور چھلکتے ہوئے پانی میں ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: کتب تفسیر میں مذکور ہے، اس سے مراد وہ پانی ہے جو ہمیشہ بہتا رہتا ہو۔

وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔ وفرش مرفوعہ: اس سے مراد ہے اوپر تلے بستر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝ (الواقعہ:۳۴) اور اونچے بستروں میں ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کے بستر تختوں پر بلند ہوں گے اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر اوپر سے بستر نیچے کی طرف پھینکا جائے گا تو وہ ستر (۷۰) سال کے بعد زمین پر پہنچے گا۔

مُتْرَفِينَ مُتَنَعِّمِينَ۔ مترفین: عیش و آرام سے زندگی گزارنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝ (الواقعہ:۴۵) بے شک وہ اس سے پہلے بہت نعمتوں میں تھے ۝

Marfat.com

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مترفین کی تفسیر متنعمین کی ہے یعنی اس سے پہلے وہ نعمتوں میں تھے، یہ تنعم سے ماخوذ ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: یہ تمتع سے ماخوذ ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۸۰) علامہ عینی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ غلط ہے، یہ تمتع سے اس وقت ماخوذ ہوتا جب امام بخاری اس کی تفسیر متمتعین کرتے جب کہ امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے متنعمین۔

مَا تُمْنُوْنَ مِنَ النُّطَفِ يَعْنِي هِيَ النُّطْفَةُ فِي أَرْحَامِ النِّسَاءِ۔ ماتمنون: یعنی وہ نطفہ جس کو عورتوں کے رحموں میں ڈالا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَرَءَيْتُمْ مَا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ (الواقعہ: ۵۹-۵۸) بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو منی (رحم میں) ٹپکاتے ہو O کیا اس سے تم (انسان کی) تخلیق کرتے ہو یا ہم تخلیق کرنے والے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے ماتمنون کی تفسیر اس نطفہ سے کی ہے جس کو رحم میں ٹپکایا جاتا ہے، الفراء نے کہا ہے: یعنی وہ نطفہ جس کو رحموں میں ڈالا جاتا ہے، کیا ان نطفوں کی تخلیق تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں۔

لِلْمُقْوِيْنَ لِلْمُسَافِرِيْنَ وَالْقِيُّ الْقَفْرُ۔ للمقوین: اس کا معنی ہے: مسافرین، یہ لفظ القی سے ماخوذ ہے جس کا معنی صحراء اور ویرانہ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ (الواقعہ: ۷۳) ہم نے اس کو نصیحت بنایا اور مسافروں کے لیے فائدے کی چیز O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے المقوین کی تفسیر مسافرین کے ساتھ کی ہے، یہ لفظ القواء سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: صحراء اور ویرانہ یعنی دور دراز کی وہ خالی جگہ جو آبادی سے دور ہو، جب کوئی جگہ رہنے والوں سے خالی رہ جائے تو عرب کہتے ہیں: اقوت الدار، مجاہد نے کہا ہے: مقوین کا معنی ہے: وہ تمام لوگ جو آگ سے فائدہ اٹھانے والے ہوں خواہ وہ مسافر ہوں یا شہری وہ اس آگ سے اندھیرے میں روشنی حاصل کرتے ہیں اور سردیوں میں اس سے ہاتھ تاپتے ہیں اور اس آگ سے روٹی اور سالن پکاتے ہیں اور اس آگ کو دیکھ کر دوزخ کی آگ کو یاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دوزخ کی آگ سے پناہ طلب کرتے ہیں، القطرب نے کہا کہ المقوی لغت اضداد سے ہے، یہ فقیر اور غنی دونوں کے لیے آتا ہے۔

بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ بِمُحْكَمِ الْقُرْاٰنِ وَيُقَالُ بِمَسْقِطِ النُّجُوْمِ إِذَا سَقَطْنَ وَمَوَاقِعُ وَمَوْقِعٌ وَاحِدٌ۔ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ: اس کا معنی ہے: قرآن مجید کی محکم آیات، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ستاروں کے گرنے کی جگہ اور مواقع اور موقع کی تفسیر واحد ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ (الواقعہ: ۷۵) پس مجھے ستاروں کے وقوع کی جگہوں کی قسم O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی دو تفسیریں کی ہیں، ایک تفسیر کی ہے: قرآن مجید کی محکم آیات، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نجماً نجماً نازل ہوا یعنی قسط وار نازل ہوا، حمزہ اور الکسائی

Marfat.com

نے اسی طرح قراءت کی ہے اور اس کی دوسری تفسیر ہے: ستاروں کے گرنے اور ان کے غروب ہونے کی جگہ، امام بخاری نے جو کہا: ہے مواقع اور موقع واحد ہیں، اس کا مطلب ہے: لفظی اعتبار سے واحد ہیں نہ کہ معنوی اعتبار سے کیونکہ صحیح مذہب یہ ہے: جمع مضاف اور مفرد مضاف دونوں عام ہوتے ہیں۔

مُدْهِنُوْنَ مُكَذِّبُوْنَ مِثْلُ ﴿لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ (القلم:۹)

مُدْهِنُوْنَ: اس کا معنی ہے: مکذبون جیسے یہ آیت: لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ (القلم:۹) یعنی اگر آپ دین میں نرمی کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں گے O

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ (الواقعہ:۸۱) کیا تم اس قرآن کو معمولی سمجھ رہے ہو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مُدْهِنُوْنَ کی تفسیر مکذبون کی ہے، اسی طرح الفراء نے اس کی تفسیر کی ہے اور کہا ہے کہ اگر آپ تبلیغ میں نرم پڑیں تو یہ بھی نرم پڑ جائیں، یہ سورۃ القلم کی تفسیر ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (الواقعہ:۸۱) کی تفسیر میں فرمایا: کیا یہ اس قرآن کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں اور ابن کیسان سے منقول ہے کہ مدھن وہ شخص ہے جو اس کام کو نہ کرے جو اس پر فرض اور واجب ہو اور مال لے کر اس کام کو چھوڑ دے، اور المؤرخ سے منقول ہے کہ المدھن وہ منافق ہے جو اپنے کفر کو چھپانے کے لیے اپنی جانب نرم رکھتا ہے۔

فَسَلَامٌ لَكَ أَيْ مُسَلَّمٌ لَكَ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِيْنِ وَأُلْغِيَتْ إِنَّ وَهُوَ مَعْنَاهَا كَمَا تَقُوْلُ أَنْتَ مُصَدَّقٌ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ إِذَا كَانَ قَدْ قَالَ إِنِّيْ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ وَقَدْ يَكُوْنُ كَالدُّعَاءِ لَهُ كَقَوْلِكَ فَسَقْيًا مِنَ الرِّجَالِ إِنْ رَفَعْتَ السَّلَامَ فَهُوَ مِنَ الدُّعَاءِ۔

فَسَلَامٌ لَّكَ: یعنی آپ کے لیے یہ تسلیم کر لیا گیا کہ آپ دائیں طرف والے اصحاب میں سے ہیں اور حرف إنّ کو حذف کر دیا گیا اور اس کا معنی مراد ہے جیسا کہ تم کہو کہ تمہاری تصدیق کی گئی ہے کہ تم تھوڑی دیر میں سفر کرنے والے ہو جب کہ اس شخص نے یہ کہا ہو کہ میں تھوڑی دیر میں یہ سفر کرنے والا ہوں اور کبھی سلام کا لفظ دعا کے معنی میں ہوتا ہے جب کہ وہ مرفوع ہو اور اس کا معنی ہے: اللہ تمہیں سلامت رکھے جیسے فسقیا جب منصوب ہو تو یہ دعا کے لیے ہوتا ہے یعنی اللہ تمہیں سیراب کرے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ أَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (الواقعہ:۹۱-۹۰)

اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں میں سے ہے O (اے دائیں طرف والے!) تجھ پر سلام ہو کیونکہ تو دائیں طرف والوں میں سے ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس تعلیق میں یہ اشارہ کیا ہے کہ أنّ کا حرف محذوف ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے: انک من اصحٰب الیمین، ہر چند کہ یہ لفظاً مذکور نہیں ہے لیکن اس کا معنی مراد ہے جیسا کہ تم یہ کہو: تمہاری یہ تصدیق کی گئی ہے کہ تم تھوڑی دیر میں سفر کرنے والے ہو جب کوئی شخص یہ کہے: میں تھوڑی دیر میں یہ سفر کرنے والا ہوں، یہاں بھی اصل عبارت یہ ہے: انت مصدق انک مسافر عن قلیل، اس عبارت میں بھی لفظاً حرف أنّ کو حذف کیا گیا ہے اور معناً مراد ہے، امام بخاری نے کہا:

Marfat.com

اور کبھی لفظ سلام دعا کے لیے ہوتا ہے جب اس کو مرفوع پڑھا جائے یعنی سَلٰمٌ جیسے تم کہو: فسقیا لک من اصحاب الیمین، تم دائیں طرف والوں میں سے ہو تو اللہ تمہیں سیراب کرے۔

تُوْرُوْنَ تَسْتَخْرِجُوْنَ أَوْرَیْتُ أَوْقَدْتُ۔ تُوْرُوْنَ: اس کا معنی ہے: جس آگ کو تم نکالتے ہو یعنی اس کو سلگاتے ہو۔ اور یت کا معنی ہے: میں نے آگ جلائی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ۝ (الواقعہ:۷۱) بھلا بتاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تُوْرُوْنَ کی تفسیر کی ہے: تم آگ نکالتے ہو اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ تم چقماق (آگ جلانے کا قدیم آلہ) سے آگ جلاتے ہو، اور درخت کی وہ لکڑیاں جن میں آگ سلگاتے ہو، تُوْرُوْنَ اصل میں تُوْرِیُوْنَ تھا، یاء پر ضمہ ثقیل تھا، اسے ماقبل کی طرف نقل کر دیا گیا، پھر یاء اور واؤ میں التقاء ساکنین ہوا تو یاء کو حذف کر دیا گیا۔

لَغْوًا بَاطِلًا تَاْثِیْمًا کَذِبًا۔ لَغْوًا: اس کا معنی ہے: باطل اور تَاْثِیْمًا: اس کا معنی ہے: جھوٹ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا ۝ (الواقعہ:۲۵) وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ گناہ کی بات O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی دائمی جنتوں میں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح منقول ہے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۱۸۔ ۳۱۳ میں بیان کی ہے]

۱۔ بَابٌ: وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ (الواقعہ:۳۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میں O (الواقعہ:۳۰) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ظل ممدود کا معنی ہے: دائمی سایہ جس کو سورج منسوخ نہ کرے اور الربیع سے منقول ہے: یعنی عرش کا سایہ اور عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ اس سائے کی مسافت ستر ہزار سال ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۱۸)

۴۸۸۱۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ أَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰه عنه یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صلی اللّٰه علیه وسلم قَالَ إِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا یَقْطَعُهَا وَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝﴾ (الواقعہ:۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں، آپ نے فرمایا: جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ کوئی سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے، پھر بھی وہ سایہ ختم نہیں ہوگا اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ (الواقعہ:۳۰) (اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میں O)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۵۲ میں گزر چکی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الواقعہ کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور جو حدیث روایت کی تھی ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ الحدید کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۵۷۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْحَدِيْدِ

سورۃ الحدید کی تفسیر

سورۃ الحدید کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الحدید کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور اس کے بعد سورۃ المجادلہ آئے گی اور سورۃ الحدید مکی ہے، اس میں السدی کا اختلاف ہے، اور الکلبی نے کہا ہے: اس میں مکی آیات بھی ہیں اور مدنی آیات بھی ہیں اور اس سورت میں منافقین کا ذکر ہے اور منافقین صرف مدینہ میں تھے اور اس سورت میں یہ آیت ہے: لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ (الحدید:۱۰) اور یہ آیت صرف فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلی آیت مکی ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو اپنے اسلام لانے سے پہلے اپنی بہن کے گھر پڑھا تھا، اس سورت میں انتیس (۲۹) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۳۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ مُعَمَّرِيْنَ فِيْهِ۔ اور مجاہد نے کہا: جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ: یعنی تم کو اس نے آباد کیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ (الحدید:۷) اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنا دیا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی تمہیں اس زمین میں آباد کر دیا ہے اور الفراء سے منقول ہے: تم کو ان کا جانشین بنا دیا ہے۔

مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ مِنَ الضَّلَالَةِ اِلَى الْهُدٰى۔ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ: یعنی گمراہی سے ہدایت کی طرف۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (الحدید:۹) وہی ہے جو اپنے (مکرم) بندے پر واضح آیات نازل فرماتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لائے۔

علامہ عینی نے اس تعلیق کی کوئی شرح نہیں کی۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے بھی اس تعلیق کی کوئی شرح نہیں کی گویا کہ دونوں شارحین کے نزدیک یہ تعلیق بالکل واضح ہے اور اس کی شرح کی حاجت نہیں۔

فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ جُنَّةٌ وَّسِلَاحٌ۔ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ: (الحدید:۲۵) اس سے مراد ہے: ڈھال اور ہتھیار۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت قوت ہے اور لوگوں کے لیے دیگر فوائد ہیں۔ (الحدید:۲۵)

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی لوگ لوہے سے بنی ہوئی چیزوں کو اپنی ضروریات اور مصلحتوں میں استعمال کرتے ہیں کیونکہ لوہا ہر صنعت کا آلہ ہے۔ امام بخاری نے بَاْسٌ شَدِیْدٌ اور مَنَافِعُ لِلنَّاسِ کی تفسیر ڈھال اور ہتھیاروں کے ساتھ کی ہے، اور یہ تمام جنگ کے آلات کو شامل ہے۔

مَوْلَاکُمْ اَوْلٰی بِکُمْ۔ مَوْلٰکُمْ: کا معنی ہے: وہ تمہارے زیادہ لائق ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَاْوٰکُمُ النَّارُ ؕ هِیَ مَوْلٰکُمْ ؕ (الحدید:۱۵) تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے، وہی تمہارا رفیق ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: الفراء اور امام ابوعبیدہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے، امام ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ اس میں مذکر کی ضمیر لائی ہے کیونکہ نار سے مراد مکان اور جگہ ہے۔

لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْکِتَابِ لِیَعْلَمَ اَهْلُ الْکِتَابِ۔ لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْکِتٰبِ: اس کا معنی ہے: تاکہ اہل کتاب جان لیں اور اس میں "لا" کا لفظ زائد ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْکِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ (الحدید:۲۹) تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل پر بالکل قدرت نہیں رکھتے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت میں "لا" اس طرح زائد ہے جس طرح درج ذیل آیت میں "لا" زائد ہے:

قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ ؕ (الاعراف:۱۲) فرمایا: تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔

یُقَالُ الظَّاهِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا وَالْبَاطِنُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ الظاہر: یعنی وہ اپنے علم کے اعتبار سے ہر چیز پر ظاہر ہے۔ والباطن: یعنی وہ اپنے علم کے اعتبار سے ہر چیز سے باطن ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ (الحدید:۳) وہی اول اور آخر ہے اور ظاہر اور باطن ہے۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے اس تعلیق کی کوئی شرح نہیں کی، تاہم اس آیت کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں اور تو ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو باطن ہے تیرے سوا کوئی چیز نہیں، پس تو ہمارا قرض ادا کردے اور ہم کو فقر سے بے پرواہ کر دے۔ (صحیح مسلم: ۲۷۱۳)

اُنْظُرُوْنَا اِنْتَظِرُوْنَا۔ انظرونا: اس کا معنی ہے: ہمارا انتظار کرو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے:

Marfat.com

انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ۔ (الحدید: ۱۳) تم ہمارا انتظار کرو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کا معنی کیا ہے: تم ہمارا انتظار کرو، اور الفراء، الاعمش اور حمزہ نے اس کا معنی کیا ہے: تم ہماری طرف دیکھو۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۱۔ ۳۲۰، میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الحدید کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ امام بخاری نے سورۃ المجادلہ کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۵۸۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْمُجَادَلَةِ

سورۃ المجادلہ کی تفسیر

سورۃ المجادلہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ المجادلہ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، علامہ ابوالعباس نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ یہ سورت الحجرات سے پہلے اور المنافقین کے بعد نازل ہوئی ہے، اور اس سورت میں بائیس (۲۲) آیات ہیں۔

مجادلہ کا معنی ہے: لڑنے اور جھگڑنے والی عورت، تفسیر عبد بن حمید میں مذکور ہے کہ محمد بن سیرین نے کہا ہے کہ اس لڑنے والی عورت کا نام خویلہ تھا، اس کے خاوند نے اس سے ظہار کر لیا تھا اور یہ اسلام میں پہلا ظہار تھا اور امام ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ اس کا نام خویلہ بنت الصامت تھا، اور ابوعمر نے کہا: اس کا نام خولہ بنت ثعلبہ تھا اور اس کے خاوند کا نام اوس بن الصامت تھا، مجاہد نے کہا: اس کا نام جمیلہ تھا، ابن مندہ نے کہا: اس کا نام خولہ بنت الصامت تھا، اور ابوعمر نے کہا: اس کا نام خولہ بنت ثعلبہ بن اصرم تھا اور عروہ، محمد بن کعب اور عکرمہ نے کہا: اس کا نام خولہ بنت ثعلبہ تھا، یہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے بھائی اوس بن الصامت کے نکاح میں تھیں، انہوں نے اس سے ظہار کیا تھا اور اسی عورت کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ (المجادلہ: ۱)

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق آپ سے بحث اور تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُحَادُّوْنَ يُشَاقُّوْنَ اللّٰهَ۔

يُحَادُّوْنَ: اس کا معنی ہے: جو لوگ اللہ سے جھگڑا کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (المجادلہ: ۵)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں وہ اسی طرح رسوا کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ رسوا کیے گئے تھے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام عبد بن حمید نے روایت کی ہے: جو لوگ اللہ سے جھگڑا کرتے ہیں اور اس سے عداوت رکھتے ہیں، مجاہد سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔

كُبِتُوْا أُخْزُوْا مِنَ الْخِزْيِ۔

كُبِتُوْا: اس کا معنی ہے: وہ رسوا کیے جائیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (المجادلہ: ۵)

وہ اسی طرح رسوا کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ رسوا

Marfat.com

کیے گئے تھے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کُبِتُوْا کی تفسیر کی ہے: اخزیوا یعنی وہ رسوا کیے گئے۔ تفسیر نسفی میں بھی اسی طرح ہے۔

اِسْتَحْوَذَ غَلَبَ۔ استحوذ: اس کا معنی ہے: غالب آ گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ۔ (المجادلہ: ۱۹) شیطان ان پر غالب آ گیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابو عبیدہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے، امام بخاری نے اس سورت میں کوئی حدیث مرفوع لکھی ہے نہ اس سے پہلی سورت میں۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۱ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ المجادلہ کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ اس کے بعد سورۃ الحشر کی تفسیر میں جو تعلیق ذکر کی ہے اور احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۵۹۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْحَشْرِ

سورۃ الحشر کی تفسیر

سورۃ الحشر کا تعارف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الحشر کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت مدنی ہے اور اس سورت میں چوبیس (۲۴) آیات ہیں۔

اس سورت کا نام حشر اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کی درج ذیل آیت میں الحشر کا ذکر ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (الحشر: ۲)

ان کفار اہل کتاب سے مراد بنو نضیر ہیں جو مدینہ میں رہتے تھے اور امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ بنو نضیر کو مدینہ سے اس وقت جلاوطن کیا گیا تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد سے واپس آئے تھے اور بنو قریظہ پر اس وقت فتح حاصل کی تھی جب آپ غزوۂ احزاب سے واپس آئے تھے۔

اس آیت میں اول الحشر اس لیے فرمایا ہے کہ بنو نضیر وہ پہلے اہل کتاب تھے جن کا حشر کیا گیا یعنی ان کو جمع کیا گیا اور ان کو حجاز سے نکالا گیا اور ان کو شام کی طرف جمع کیا گیا، مرۃ الہمدانی نے لکھا ہے: یہ ان کا اول حشر مدینہ سے تھا اور ان کا حشر ثانی خیبر اور تمام جزیرۂ عرب سے تھا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کو شام کے علاقہ اریحا میں دھکیل دیا گیا، قتادہ نے کہا: یہ اول حشر تھا اور حشر ثانی جب ہوگا جب ان کو ایک آگ مشرق سے دھکیل کر مغرب کی طرف لے جائے گی اور جہاں وہ رات کو رہیں گے وہیں وہ آگ رات کو رہے گی اور جہاں وہ دوپہر کو رہیں گے وہیں وہ آگ دوپہر کو رہے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الْجَلَاۗءَ: اس کا معنی ہے: ایک سرزمین سے دوسری سرزمین کی طرف نکالنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ لَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا (الحشر: ۳) اور اگر اللہ نے ان کے لیے جلاوطنی کو مقدر نہ کر دیا ہوتا تو وہ ان کو ضرور دنیا میں عذاب دیتا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: الْجَلَاۗءَ کا لفظ الاخراج سے خاص ہے کیونکہ جب کسی کو گھر والوں اور مال و متاع کے ساتھ نکال دیا جائے تو اس کو الجلاء کہتے ہیں، اور الاخراج اس سے عام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۲)

۱۔ بَابٌ

باب

۴۸۸۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان

Marfat.com

سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُورَةُ التَّوْبَةِ قَالَ التَّوْبَةُ هِيَ الْفَاضِحَةُ مَا زَالَتْ تَنْزِلُ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ حَتّٰى ظَنُّوا أَنَّهَا لَنْ تُبْقِيَ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا ذُكِرَ فِيهَا قَالَ قُلْتُ سُورَةُ الْأَنْفَالِ قَالَ نَزَلَتْ فِي بَدْرٍ قَالَ قُلْتُ سُورَةُ الْحَشْرِ قَالَ نَزَلَتْ فِي بَنِي النَّضِيرِ۔

کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بشر نے خبر دی از سعید بن جبیر، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ توبہ کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا: سورۂ توبہ ہی الفاضحہ ہے، وہ ہمیشہ نازل ہوتی رہی و منھم و منھم حتیٰ کہ لوگوں نے گمان کیا کہ کوئی شخص باقی نہیں بچا لیکن اس کا ذکر اس سورت میں آ گیا، سعید بن جبیر نے کہا: میں نے پوچھا: وہ سورۂ انفال ہے؟ انہوں نے کہا: وہ تو بدر میں نازل ہوئی تھی، میں نے کہا: وہ سورۃ الحشر ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ بنو النضیر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۲۹ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

جن آیات میں منھم اور منھم کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ پانچ آیات ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ھی الفاضحۃ: یعنی وہ رسوا کرنے والی ہے، وہ لوگوں کو رسوا کرتی ہے، کیونکہ ان کے عیوب بیان کرتی ہے۔

و منھم و منھم اس میں ان آیتوں کی طرف اشارہ ہے:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ۔ (التوبۃ:۶۱) اور بعض منافقین میں سے وہ ہیں جو نبی کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ (التوبۃ:۵۸) اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو صدقات کی تقسیم میں آپ پر اعتراض کرتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ (التوبۃ:۴۹) اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ مجھے جہاد سے رخصت کی اجازت دیجئے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ۔ (التوبۃ:۷۵) اور ان میں سے بعض وہ (منافقین) ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا۔

بنو النضیر: یہود کا ایک قبیلہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۸۳۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما سُورَةُ الْحَشْرِ قَالَ قُلْ سُورَةُ النَّضِيرِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن مدرک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۃ الحشر کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا: سورۃ النضیر کہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۲۹ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

سورۃ الحشر کو سورت بنوالنضیر کہنے کی وجہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سورۃ النضیر کہو: حضرت ابن عباس نے اس سورت کا نام سورۃ الحشر ناپسند کیا تا کہ یہ نہ گمان کیا جائے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے کیونکہ اس سورت سے مراد بنوالنضیر کو جلاوطن کرنا ہے۔

۲۔ بَابٌ: مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ۔ (الحشر: ۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیئے۔ (الحشر: ۵) کی تفسیر

لینہ: اس سے مراد وہ کھجوریں ہیں جو عجوہ یا برنی نہ ہوں۔

لینہ کی تفسیر میں متعدد اقوال

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا ہے کہ لینہ سے مراد ان کھجوروں کے درخت ہیں جو عجوہ یا برنی نہ ہوں۔ علامہ ثعلبی نے کہا ہے: لینہ کی تفسیر میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کھجوروں کے درخت ہیں جو العجوہ نہ ہوں اور العجوہ کے سوا تمام کھجوروں کے درخت لینہ ہیں اور یہی عکرمہ اور قتادہ کا قول ہے اور زہری سے منقول ہے کہ العجوہ یا البرنی کے سوا تمام قسم کی کھجوروں کے درخت لینہ ہیں اور عطیہ اور ابن زید سے منقول ہے کہ لینہ سے مراد تمام قسم کی کھجوروں کے درخت ہیں اور اس میں کوئی استثناء نہیں ہے اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ لینہ کھجوروں کی ایک قسم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۳)

۴۸۸۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (الحشر: ۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام البویرہ میں بنونضیر کے درخت جلا دیئے اور کاٹ ڈالے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ (الحشر: ۵) تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیئے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا، سو وہ اللہ کے اذن سے ہوا اور تا کہ وہ فاسقوں کو ذلیل کرے O

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۔ بَابٌ: وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ۔ (الحشر: ۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ نے جو اموال اپنے رسول پر لوٹا دیئے۔ (الحشر: ۶) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی بنونضیر کے جو اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دیئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۳)

۴۸۸۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے کئی مرتبہ از عمرو حدیث

Marfat.com

بْنِ الْحَدَثَانِ عَنْ عُمَرَ رضی الله عنه قَالَ كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ مِمَّا لَمْ يُوجِفُ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ خَاصَّةً يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَتِهِ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِي سَبِيلِ اللهِ۔

بیان کی از الزہری از مالک بن اوس بن الحدثان از حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: اموال بنونضیر اس قسم میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر لوٹا دیا جن کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ اور یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص تھے، رسول اللہ ﷺ ان اموال میں سے اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کا خرچ دیتے تھے، پھر جو ان اموال سے باقی بچتا اس کے ہتھیار اور گھوڑے خرید کر اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے تیار کر کے رکھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۹۰۴ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جارہے ہیں:

السلاح اور الکراع کے معانی اور الفیٔ کی تقسیم میں مذاہب اور خوراک کے ذخیرہ کرنے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

السلاح: اس سے مراد لوہے کے وہ تمام ہتھیار ہیں جن سے دشمن کے خلاف لڑا جاتا ہے اور صرف تلوار کو السلاح نہیں کہا جاتا۔

الکراع: علامہ ابن درید نے کہا ہے: اس سے مراد صرف کھر والے جانور ہیں، پھر اس کا زیادہ استعمال گھوڑوں میں ہونے لگا اور المجرد میں مذکور ہے کہ الکراع تمام قسم کے گھوڑوں کا نام ہے جب ہتھیاروں اور گھوڑوں میں کمی ہو۔ علامہ القرطبی نے کہا ہے: اس حدیث میں امام مالک کی یہ دلیل ہے کہ الفیٔ کو تقسیم نہیں کیا جاتا، وہ صرف سربراہ ملک کے اجتہاد پر موقوف ہے، ان کے نزدیک اسی طرح الخمس کا حکم ہے اور امام ابوحنیفہ الفیٔ کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور امام شافعی اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: ہمارے علم میں نہیں ہے کہ امام شافعی سے پہلے کسی نے الفیٔ کو پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کے لیے کہا ہو۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ایک سال کی خوراک کا ذخیرہ کرنا جائز ہے جب کہ وہ خوراک ان اموال میں موجود ہو، علامہ ابو العباس نے کہا ہے کہ اگر اس خوراک کو بازار سے خریدیں تو بعض ائمہ نے اس کو ذخیرہ کرنے کی اجازت دی ہے اور دوسروں نے کہا ہے جب اس سے لوگوں کو حرج ہو تو پھر یہ جائز نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ خوراک کا ذخیرہ کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۴۔ ۳۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابٌ: وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ۔ (الحشر: ۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو۔ (الحشر: ۷) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی رسول اللہ ﷺ تم کو جو حکم دیں اس پر عمل کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۴)

۴۸۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور

لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوتَشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَاَةً مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ يُقَالُ لَهَا اُمُّ يَعْقُوْبَ فَجَاءَتْ فَقَالَتْ اِنَّهُ بَلَغَنِيْ عَنْكَ اَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ فَقَالَ وَمَا لِيْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَنْ هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَاْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ قَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَاْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ اَمَا قَرَاْتِ ﴿وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ۷) قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَاِنَّهُ قَدْ نَهٰى عَنْهُ قَالَتْ فَاِنِّيْ اَرٰى اَهْلَكَ يَفْعَلُوْنَهُ قَالَ فَاذْهَبِيْ فَانْظُرِيْ فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا فَقَالَ لَوْ كَانَتْ كَذٰلِكَ مَا جَامَعْتُهَا۔

(صحیح البخاری: ۴۸۸۷، صحیح مسلم: ۲۱۲۵، سنن ترمذی: ۲۷۸۲، سنن نسائی: ۵۱۱۴، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۹)

از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر اور بال نوچنے والیوں پر اور حسن کے لیے دانتوں میں جھری (کشادگی) کرنے والیوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے جو عورتیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر کرنے والیاں ہیں، یہ قول بنو اسد کی ایک عورت تک پہنچا جس کو ام یعقوب کہا جاتا ہے، پس وہ (ان کے پاس) آئی اور اس نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے اس طرح کی عورتوں پر لعنت کی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ کی کتاب میں لعنت ہے اس عورت نے کہا: میں نے دو لوحوں (رحل) کے درمیان پورا قرآن پڑھا ہے مجھے تو اس میں وہ لعنت نہیں ملی جو آپ فرماتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اگر تم نے پورا قرآن پڑھا ہوتا تو تم اس لعنت کے ذکر کو پالیتیں، کیا تم نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی؟ ﴿وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ۷) اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔ اس عورت نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن مسعود نے فرمایا: پس بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس عورت نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی بیوی بھی اس طرح کرتی ہے، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: پس تم جاؤ اور دیکھو تو وہ عورت گئی اور اس نے دیکھا پس اس کو اپنی مطلوبہ کوئی چیز نہیں ملی حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اگر میری بیوی اس طرح کرتی تو وہ میرے ساتھ ہرگز نہیں رہ سکتی تھی۔

واشمہ اور موتشمہ کا معنی اور ان کا شرعی حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الواشمات: یہ الواشمہ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: جو عورت کسی دوسری عورت کی ہتھیلی پر یا پشت پر یا کلائی پر یا بدن کی کسی اور جگہ پر سوئی چبھو کر خون نکالے، پھر اس خون کو پونچھ دے اور سوئی سے کیے ہوئے ان باریک سوراخوں میں سرمہ یا چونا بھر دے اور اس سے کوئی عبارت لکھی جائے یا کوئی تصویر بنائی جائے تو ایسی عورت کو اردو میں گودنے والی اور عربی میں واشمہ کہتے ہیں اور

Marfat.com

جس عورت کے بدن کے کسی حصہ پر یہ عمل کیا جائے اس عورت کو عربی میں موشومہ کہتے ہیں، اگر کوئی عورت اس عمل کو طلب کرے تو اس کو مستوشمہ کہتے ہیں: یہ عمل کرنا حرام ہے اور یہ عمل کروانا بھی حرام ہے، اگر کسی کم سن بچی نے اس عمل کو طلب کیا تو اس کا گناہ گودنے والی پر ہوگا بچی پر نہیں ہوگا کیونکہ وہ کم سن اور نابالغہ ہونے کی وجہ سے مکلفہ نہیں ہے۔

واشمہ اور موتشمہ کے حکم میں امام شافعی کا مذہب

علامہ نووی لکھتے ہیں: بدن کے جس حصہ کو سوئی سے گودا جائے اور اس کے سوراخ میں چونا یا سرمہ بھر کر کچھ بنایا جائے تو جسم کا وہ حصہ نجس ہو جائے گا، اگر علاج کے ذریعہ اس بنائی ہوئی چیز کو زائل کرنا ممکن ہو تو اس کو زائل کرنا واجب ہے اور اگر زخم کیے بغیر اس کو زائل کرنا ممکن نہ ہو تو اگر بدن کے اس حصہ کے تلف ہونے یا عضو کے فوت ہونے یا عضو کی منفعت کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو یا عضو میں کسی اور بڑی خرابی کا خطرہ ہو تو پھر اس بنائی ہوئی چیز کو زائل کرنا واجب نہیں ہے اور جب گودوانے والی عورت یا گودوانے والا مرد اس فعل پر توبہ کرلے تو پھر اس کا گناہ باقی نہیں رہے گا اور اگر اس بنائی ہوئی چیز کے زائل کرنے سے کسی نقصان کا خطرہ نہ ہو تو پھر اس کا زائل کرنا واجب ہے اور اگر اس نے اس کے زائل کرنے میں تاخیر کی تو وہ گناہ گار ہوگا خواہ گودوانے والا مرد ہو یا عورت ہو۔

عورت کی بھوؤں اور اس کے رخسار پر اگے ہوئے بالوں اور اس کی ڈاڑھی مونچھوں کے کاٹنے کے متعلق شرعی حکم

المتنمصات: یہ المتنمصۃ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: چہرے کے بالوں کو نوچ کر اکھاڑنا، جو عورت اس عمل کی طالبہ ہو اس کو المتنمصہ کہا جاتا ہے اور جو عورت یہ عمل کرے اس کو النامصہ کہا جاتا ہے یعنی چہرے کے بالوں کو اکھاڑ کر زائل کرنے والی۔

علامہ النووی نے کہا ہے: یہ عمل حرام ہے سوا اس صورت کے جب عورت کے چہرے پر ڈاڑھی اگ جائے یا اس کے چہرے پر مونچھیں اگ جائیں تو اس صورت میں ڈاڑھی یا مونچھوں کو اکھاڑنا حرام نہیں ہے بلکہ ہمارے نزدیک مستحب ہے اور ممانعت صرف بھوؤں میں ہے یا چہرے کے اطراف یعنی گالوں اور رخساروں پر اگے ہوئے بالوں پر ہے۔ علامہ ابن حزم نے کہا ہے: عورت کی ڈاڑھی کو مونڈنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کی بچی ڈاڑھی کو مونڈنا جائز ہے اور نہ اس کی مونچھوں کو مونڈنا جائز ہے اور نہ اس کی تخلیق کی کسی چیز میں کمی یا زیادتی کے ساتھ تغیر کرنا جائز ہے۔

دانتوں میں کشادگی کرنے اور کروانے کا شرعی حکم

المتفلجات: یہ المتفلجہ کی جمع ہے اور اس کا مصدر التفلج ہے اور اس کا معنی ہے: سامنے کے چار دانتوں میں کشادگی کرنا۔

للحسن: یعنی حسن اور زیبائش کے لیے دانتوں میں کشادگی کرانا، یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ اس سے مراد حسن اور زیبائش کے لیے دانتوں میں کشادگی کرانا ہے لیکن اگر علاج کی غرض سے دانتوں میں کشادگی کرائی جائے یا دانتوں میں کوئی عیب ہو جس کی وجہ سے دانتوں میں کشادگی کرائی جائے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: یہ فعل بوڑھی اور ادھیڑ عمر کی عورتیں کرتی ہیں تاکہ ان کی عمر کم معلوم ہو اور دانت خوبصورت لگیں، یہ فعل دانتوں میں کشادگی کرانے والی اور کشادگی کرنے والی دونوں کے لیے حرام ہے۔

المغیرات لخلق اللہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور بناوٹ میں تغیر کرنے والیاں خواہ یہ تغیر کھال گودنے کی وجہ سے ہو یا چہرے کے بالوں کو نوچنے کی وجہ سے ہو یا دانتوں میں کشادگی اور جھری کرانے کی وجہ سے ہو، ان سب صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تغیر ہے اور لوگوں کو اشتباہ اور دھوکہ میں ڈالنا ہے اس لیے ان میں سے کوئی صورت بھی جائز نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں کسی مسلمان پر لعنت کرنے کا جواز اور اس پر بحث

مجھے کیا ہوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں لعنت کرنے کے جواز کی دلیل ہے خواہ کسی شخص معین پر لعنت کی جائے یا غیر معین پر لعنت کی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لعنت فرماتے تھے جو آپ کے نزدیک لعنت کا مستحق ہوتا تھا، اگر تم یہ سوال کرو کہ اس کے معارض یہ حدیث ہے: میں نے جس مسلمان کو برا کہا یا اس پر لعنت کی اور وہ اس کا اہل نہیں تھا تو اے اللہ! تو اس لعنت کو اس کے لیے کفارہ بنادے اور اس کے گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ بنادے، تو میں کہوں گا: یہ حدیث زیر بحث حدیث کے معارض نہیں ہے کیونکہ آپ کے نزدیک ایسی عورتیں لعنت کی مستحق تھیں، رہا یہ کہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی لعنت کی مستحق ہیں یا نہیں تو یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے، جو اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ لعنت کا مستحق نہ ہو یعنی اے اللہ! وہ تیرے علم میں لعنت کا مستحق نہ ہو نہ کہ میرے علم میں یا تو اس شخص نے اس برائی سے توبہ کر لی ہو یا اس برائی کو ترک کر دیا ہو جس کی وجہ سے آپ نے اس پر لعنت فرمائی۔

سوئی سے گودنے اور بال نوچنے وغیرہ پر قرآن مجید میں بالواسطہ لعنت ہے

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ایسی عورتوں پر قرآن مجید میں لعنت ہے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں ان پر لعنت کہاں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے: اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ جس کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو اس کام سے رکنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس کام سے تم کو رسول روکیں اس سے رک جاؤ (الحشر: ۷) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کاموں سے یعنی سوئی سے گودنے اور بال نوچنے وغیرہ سے منع فرمایا ہے تو ان کاموں کا کرنے والا ظالم ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ (ہود: ۱۸) سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو ۝

تو اس اعتبار سے ان ممنوعہ کاموں کے کرنے والیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس کا بالواسطہ قرآن مجید میں ذکر ہے۔

دولوحوں کا معنی اور اس حدیث کی دیگر مبہم یا مجمل عبارتوں کی وضاحت اور بیان

اس عورت نے کہا: میں نے دولوحوں کے درمیان پورا قرآن پڑھا ہے: اس حدیث میں دولوحوں سے مراد رحل کی دو طرفیں ہیں، رحل لکڑی سے بنے ہوئے اس اسٹینڈ کو کہتے ہیں جس پر قرآن مجید کو رکھ کر اس کی تلاوت کی جاتی ہے، سو یہ قرآن مجید سے کنایہ ہے اور اسماعیل قاضی نے کہا ہے کہ وہ عورت قرآن کی قاریہ تھی۔

اس عورت نے کہا: آپ کی بیوی ایسا کرتی ہے: بیوی سے اس عورت کی مراد زینب بنت عبداللہ الثقفیہ تھیں۔

پس اس کو اپنی مطلوبہ چیز نہیں ملی: یعنی ام یعقوب نے یہ نہیں دیکھا کہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ان ممنوعہ کاموں کو کرتی ہے۔

اگر میری بیوی ایسا کرتی تو میرے ساتھ ہرگز نہیں رہ سکتی تھی: یعنی اگر میری بیوی ان ممنوعہ کاموں کو کرتی تو میں اس کو طلاق دے کر اس سے علیحدہ ہو جاتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان کی بیوی کوئی خلاف شرع کام کرے اور منع کرنے سے باز نہ آئے تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس عورت کو طلاق دے کر اس سے الگ ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۶۔۳۲۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

عورت کے رخساروں اور بھوؤں سے بال نوچنے کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی حنفی کی تحقیق

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے لکھا ہے: عورت کا اپنے رخساروں سے بالوں کو نوچنا حرام ہے۔

(الدر المختار علی ہامش رد المختار ج ۹ ص ۵۵-۴ ۵۴ ۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

شاید یہ عبارت اس صورت پر محمول ہے جب عورت اپنی زینت اجنبی مردوں کو دکھانے کے لیے ایسا کرے ورنہ اگر عورت کے رخساروں پر بال ہوں اور اس کا شوہر اس وجہ سے اس سے نفرت کرتا ہو تو پھر ان بالوں کے ازالہ کو حرام قرار دینا بعید ہے کیونکہ عورتوں کے لیے اپنے حسن کی خاطر زینت کو اختیار کرنا مطلوب ہے، ہاں اس عبارت کا یہ محمل ہوسکتا ہے کہ بلاضرورت موچنے یا چمٹی سے بالوں کو نوچنا حرام ہے، کیونکہ اس سے ایذاء اور تکلیف ہوتی ہے (بلکہ بعض اوقات اس سے زخم ہو جاتا ہے) اور ''تبیین المحارم'' میں لکھا ہے کہ چہرے سے بالوں کو زائل کرنا حرام ہے سوا اس کے کہ عورت کے چہرے پر ڈاڑھی اور مونچھیں ہوں تو ان کو زائل کرنا حرام نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور تاتارخانیہ میں المضمرات سے منقول ہے کہ بھوؤں کو تراشنے اور رخسار کے بالوں کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ اس سے مخنث (ہیجڑے) کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۹ ص ۵۵ ۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

۴۸۸۷- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ ذَكَرْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ حَدِيثَ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ فَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنِ امْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ مِثْلَ حَدِيثِ مَنْصُورٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن عابس کے لیے منصور کی حدیث ذکر کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الواصلہ پر لعنت کی ہے، علقمہ نے کہا: میں نے اس بات کو ایک عورت سے سنا جس کو ام یعقوب کہا جاتا تھا از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث منصور کی حدیث کی مثل ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۸۶ میں گزر چکی ہے۔

بالوں کے دوسرے بالوں کے ساتھ وصل کرنے میں علامہ قرطبی مالکی اور علامہ نووی شافعی کا مفصل قول اور پراندوں کے ساتھ وصل کرنے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الواصلہ: یہ وہ عورت ہے جو اپنے بالوں کو زیادہ کرنے کے لیے اپنے بالوں کے ساتھ کسی اور عورت کے بال ملالے، اور المستوصلہ: وہ عورت ہے جو اس فعل کو طلب کرے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے: اس حدیث میں اس فعل کے حرام ہونے کی تصریح ہے اور یہی امام مالک اور علماء کی ایک جماعت کا قول ہے، انہوں نے کہا ہے کہ بالوں کو اون یا دھجیوں یا دھاگوں کے ساتھ ملایا جائے (جس کو چٹلا یا پراندہ کہتے ہیں) یا کسی اور چیز کے ساتھ ملایا جائے تو یہ سب صورتیں بالوں کے ساتھ وصل کے معنی میں ہیں اور اس ممانعت کے عموم کی وجہ سے اور سد الذریعہ کی وجہ سے یعنی دیگر ممنوع کاموں کو روکنے کی وجہ سے یہ تمام صورتیں حرام ہیں اور اللیث بن سعد کا یہ قول شاذ ہے کہ انہوں نے بالوں کے اون کے ساتھ وصل کو جائز کہا ہے اور ان چیزوں کے ساتھ وصل کو جائز کہا ہے جو بال نہ ہوں اور دوسرے علماء نے بالوں کے سر پر رکھنے کو مباح کہا ہے: انہوں نے کہا: ممانعت صرف وصل کے ساتھ ہے اور یہ قول صرف ظاہری ہے اور اس میں معنی سے اعراض

ہے اور دوسری قوم کا یہ قول بھی شاذ ہے کہ انہوں نے بالوں کے ساتھ وصل کو مطلقاً جائز کہا ہے اور حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ جب بالوں کے علاوہ کسی اور چیز کے ساتھ وصل کیا جائے اور یہ قول باطل ہے اور اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

اور اس ممانعت میں رنگین دھاگوں کے چٹلوں اور پراندوں کے ساتھ بالوں کو وصل کرنے کی ممانعت داخل نہیں ہے کیونکہ چٹلے اور پراندے بالوں کے مشابہ نہیں ہیں اس لیے وہ ممنوع نہیں ہیں اور وہ وصل نہیں ہے بلکہ خوبصورتی اور زینت کے لیے چٹلوں اور پراندوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب نے اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اگر عورت نے آدمی کے بالوں کے ساتھ بالوں کا وصل کیا تو یہ بالاتفاق حرام ہے خواہ مرد کے بالوں کے ساتھ وصل کیا ہو یا عورت کے بالوں کے ساتھ کیونکہ حدیث میں ممانعت عام ہے اور اس لیے بھی کہ آدمی کے بالوں کے ساتھ اور آدمی کے تمام اجزاء کے ساتھ نفع حاصل کرنا آدمی کی کرامت کی وجہ سے حرام ہے بلکہ اس کے بالوں اور اس کے ناخنوں کو اور اس کے تمام اجزاء کو دفن کر دیا جائے گا، اور اگر کسی عورت نے غیر آدمی کے بالوں کے ساتھ وصل کیا تو اگر وہ بال کسی مردے کے ہوں جو نجس ہوں یا اس جانور کے بال ہوں جس کا گوشت کھایا نہیں جاتا تو اگر اس کی زندگی میں وہ بال الگ کر لیے ہوں تب بھی وہ حرام ہیں اور اس لیے کہ وہ عورت اپنی نمازوں وغیرہ میں نجاست کو عمداً اٹھائے ہوئے ہوگی اور ان دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے خواہ وہ عورت شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اور اگر اس نے اپنے بالوں کا پاک بالوں کے ساتھ وصل کیا ہو تو اگر وہ غیر شادی شدہ ہے تب بھی یہ فعل حرام ہے اور اگر وہ عورت شادی شدہ ہے تو اس کی تین صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ ظاہر حدیث کی وجہ سے یہ وصل حرام ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ اگر اس عورت نے اپنے خاوند کی اجازت سے اپنے بالوں کا پاک بالوں کے ساتھ وصل کیا تو پھر یہ جائز ہے ورنہ یہ حرام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بالوں کے دوسرے بالوں کے ساتھ وصل کرنے میں علامہ شامی حنفی اور دیگر فقہاء احناف کا مفصل قول

علامہ علاء الدین الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے الواصلہ اور المستوصلہ پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۲۴، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۸، سنن ترمذی: ۲۷۸۴) (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۹ ص ۵۴۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی المتوفی ۱۲۵۲ھ، اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

الواصلہ: وہ عورت ہے جو اپنے بالوں کے ساتھ بالوں میں اضافہ کے لیے کسی دوسری عورت کے بال ملائے، اس پر لعنت اس لیے فرمائی ہے کہ اس میں لوگوں کو دھوکہ دینا ہے اور آدمی کے جز سے نفع حاصل کرنا۔ (تاتارخانیہ) اور جب کوئی عورت اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورت کے بالوں کو ملائے یعنی اس کے بالوں کو اپنے بالوں کے ساتھ جوڑے اور پیوند کرے تو یہ مکروہ ہے، اور بنو آدم کے بالوں کے سوا عورت کسی اور چیز کو اپنی مینڈھیوں میں ملائے جیسے (چٹلا یا پراندہ) تو اس کی رخصت ہے، یہ امام ابو یوسف سے مروی ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے: اگر کوئی عورت اپنی مینڈھیوں میں ریشم کی کوئی چیز ملائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ الحصکفی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الواصلہ پر لعنت کی ہے الواصلہ وہ عورت ہے جو اپنے بالوں کے ساتھ کسی دوسرے کے بالوں کو ملائے اور ان کے ساتھ جوڑے یا پیوند کرے اور المستوصلہ وہ عورت ہے جو اس کام کو طلب کرے۔

Marfat.com

اگر کوئی عورت اپنے بالوں کے ساتھ کالے اون کے چٹلے یا پراندے جوڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔
(رد المحتار علی الدر المختار ج ۹ ص ۵۴۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

۵۔ بَابٌ: وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (الحشر: ۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (یہ اموال) ان لوگوں کے لیے ہیں جو دار ہجرت میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں۔ (الحشر: ۹) کی تفسیر

مہاجرین کے آنے سے پہلے انصار کے مدینہ میں دار ہجرت اور دار ایمان بنانے کی فضیلت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی جن لوگوں نے مدینہ میں ایمان اور ہجرت کا گھر بنالیا اور یہ لوگ وہ انصار ہیں جو اپنے گھروں میں اسلام لاچکے تھے اور انہوں نے مسلمانوں کے وہاں آنے سے دو سال پہلے مسجدیں بنالی تھیں یعنی انہوں نے مہاجرین کے آنے سے پہلے وہاں مسجدیں بنالی تھیں اور وہ ایمان لاچکے تھے اور وہ مہاجرین سے محبت کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۷)

۴۸۸۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رضی الله عنه أُوصِي الْخَلِيفَةَ بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَأُوصِي الْخَلِيفَةَ بِالْأَنْصَارِ الَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُهَاجِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَعْفُوَ عَنْ مُسِيئِهِمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے یعنی ابن عیاش نے حدیث بیان کی از حصین از عمرو بن میمون، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں (بعد کے) خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ مہاجرین اولین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے حق کو پہچانے اور میں خلیفہ کو انصار کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے ایمان اور ہجرت کا گھر بنایا اور اس کو میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ انصار میں سے نیکوں کی نیکیوں کو قبول کرے اور ان میں سے برے لوگوں کی برائی کو معاف کردے۔

مہاجرین اولین کے مصداق میں متعدد اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مہاجرین اولین: یہ وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے کعبہ اور بیت المقدس دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی، یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ابن المسیب کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیعت الرضوان کو پالیا تھا، یہ شعبی اور ابن سیرین کا قول ہے، سو پہلے قول کی بنا پر مہاجرین اولین وہ ہیں جنہوں نے تحویل قبلہ سے دو سال پہلے ہجرت کی اور دوسرے قول کی بنا پر مہاجرین اولین وہ ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ سے پہلے ہجرت کی اور تیسرا قول یہ ہے کہ مہاجرین اولین وہ ہیں جو غزوہ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری، ج ۱۹ ص ۳۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦ ـ بَابٌ: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ ـ (الحشر:٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ (الحشر:٩) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ آیت انصار کی مدح میں ہے جنہوں نے اپنے گھروں اور اپنے مالوں کو مہاجرین کے لیے تقسیم کر دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج١٩ ص ٣٢٧)

اَلْخَصَاصَةُ الْفَاقَةُ۔

الخصاصہ: اس سے مراد فاقہ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ (الحشر:٩)

وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کی دی گئی ہے اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں خود شدید ضرورت ہو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے خصاصہ کی تفسیر فاقہ کے ساتھ کی ہے، اس کا معنی فقر اور احتیاج ہے اور یہ مقاتل بن حیان کا قول ہے۔

اَلْمُفْلِحُوْنَ الْفَائِزُوْنَ بِالْخُلُوْدِ وَالْفَلَاحُ الْبَقَاءُ۔

المفلحون: اس کا معنی ہے: جن کو دائمی کامیابی حاصل ہو اور فلاح کا معنی ہے: بقاء و دوام۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الحشر:٩)

اور جن کو ان کے نفسوں کے بخل سے بچایا گیا، سو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے المفلحون کی تفسیر کی ہے: جن لوگوں کو دائمی کامیابی حاصل ہو الفراء نے بھی اسی کے ساتھ تفسیر کی ہے اور امام بخاری نے فلاح کا معنی لکھا ہے: بقاء و دوام، اور لغت کی کتاب المغرب میں لکھا ہے کہ فلاح کا معنی ہے: مطلوب کے ساتھ کامیاب ہونا۔

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ عَجِّلْ۔

حیّ علی الفلاح: اس کا معنی ہے: جلدی کرو۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس کا معنی ہے: مطلوب کے ساتھ کامیابی کو جلدی حاصل کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس کا معنی ہے: فلاح کی طرف جلدی کرو، علامہ ابن التین نے لکھا ہے: اہل لغت میں سے کسی نے بھی حیّ کا یہ معنی نہیں لکھا، انہوں نے کہا کہ اس کا صرف یہ معنی ہے کہ آؤ اور آگے بڑھو۔ میں کہتا ہوں: یہ اس طرح ہے لیکن اس میں عجلت سے طلب کرنے کی خبر ہے اور اس کا معنی ہے: جلدی سے آؤ۔ (فتح الباری ج٦ ص ٥٥)

علامہ عینی لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے جیسے امام بخاری حیّ کا معنی بیان کرنے کے درپے ہوں حالانکہ امام بخاری فلاح کے معنی بیان کرنے کے درپے ہیں اور حیّ کا معنی بالتبع ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

وَقَالَ الْحَسَنُ حَاجَةً حَسَدًا۔
اور حسن بصری نے کہا ہے: حاجة: کا معنی ہے: حسدا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا۔ (الحشر:۹)
اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کو دی گئی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے حاجت کی تفسیر حسد کے ساتھ کی ہے، اسی طرح امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے یہ تفسیر نقل کی ہے۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۲۸۔۳۲۷ میں ذکر کی ہے]

۴۸۸۹۔ حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ حَدَّثَنَا أَبُوْ حَازِمٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ أَتَى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَصَابَنِيَ الْجَهْدُ فَأَرْسَلَ إِلَى نِسَائِهِ فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُنَّ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَلَا رَجُلٌ يُضَيِّفُهُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ يَرْحَمُهُ اللهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ فَذَهَبَ إِلَى أَهْلِهِ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ ضَيْفُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لَا تَدَّخِرِيْهِ شَيْئًا قَالَتْ وَاللهِ مَا عِنْدِيْ إِلَّا قُوْتُ الصِّبْيَةِ قَالَ فَإِذَا أَرَادَ الصِّبْيَةُ الْعَشَاءَ فَنَوِّمِيْهِمْ وَتَعَالَيْ فَأَطْفِئِي السِّرَاجَ وَنَطْوِيْ بُطُوْنَنَا اللَّيْلَةَ فَفَعَلَتْ ثُمَّ غَدَا الرَّجُلُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ لَقَدْ عَجِبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ ضَحِكَ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن غزوان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو حازم الاشجعی نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں فاقہ سے ہوں، آپ نے اپنی ازواج کی طرف کسی کو بھیجا کہ وہ کھانے کی کوئی چیز لائے، پس اس نے آپ کی ازواج کے پاس کوئی چیز نہیں پائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! کوئی مرد ہے جو اس رات اس کی مہمانی کرے تو اللہ اس پر رحم فرمائے گا، پس انصار میں سے ایک مرد اٹھا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس کی مہمانی کروں گا، پس اس انصاری نے اپنے گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا: رسول اللہ ﷺ کا ایک مہمان ہے، تم اس سے کسی چیز کو ذخیرہ نہ کرنا، اس کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! میرے پاس تو صرف اس بچی کی خوراک ہے، اس انصاری نے کہا: جب وہ بچی رات کو کھانے کا ارادہ کرے تو اس کو سلا دینا اور آؤ اس چراغ کو بجھا دو اور ہم یہ رات بھوکے گزاریں گے، اس کی بیوی نے ایسا کیا، پھر صبح کو وہ مرد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل خوش ہوا یا فرمایا: وہ فلاں مرد اور فلاں عورت کی کارگزاری سے ہنسا، پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۹) اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں شدید ضرورت ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۹۸ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری امور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

جو مرد بھوکا تھا اور اس نے کھانا طلب کیا تھا اس کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
ایک مرد آیا: الواحدی نے ذکر کیا ہے کہ وہ مرد اہل صفہ میں سے تھا اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں لکھا ہے کہ وہ مرد خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۳۲۹)

جس انصاری نے اس بھوکے کی مہمانی کی تھی اس کا مصداق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
مناقب انصار میں اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے کہ وہ انصاری حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے اور الخطیب کو اس میں تردد ہے کہ آیا وہ انصاری حضرت زید بن سہل تھے یا کوئی اور انصار تھے جن کی کنیت ابوطلحہ تھی اور یہ قول بھی گزر چکا ہے کہ وہ انصاری حضرت ثابت بن قیس تھے۔
اور امام ابن المنذر نے ابوالمتوکل سے روایت کی ہے کہ ایک مسلمان مرد کو تین دن تک کوئی چیز روزہ افطار کرنے کے لیے نہیں ملی حتیٰ کہ انصار کے ایک مرد کو اس کا پتا چل گیا اور ان کا نام ثابت بن قیس تھا اور ہمارے شیخ ابن الملقن نے کہا ہے کہ یہ وہم ہے اس لیے کہ ابوالمتوکل اجماعاً تابعی ہیں، پس گویا کہ ابن المنذر نے ان کو صحابی کہا جن کی کنیت ابوالمتوکل تھی اور اس طرح نہیں ہے۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۵۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)
علامہ عینی لکھتے ہیں: وہ انصاری مرد حضرت ابوطلحہ انصاری تھے اور ابن بشکوال نے کہا ہے کہ وہ حضرت زید بن سہل تھے اور النحاس نے کہا ہے کہ یہ آیت ابوالمتوکل کے متعلق نازل ہوئی ہے اور مہمان حضرت ثابت بن قیس تھے اور یہ کہنا کہ یہ آیت المتوکل کے متعلق نازل ہوئی ہے وہم فاحش ہے کیونکہ ابوالمتوکل تو اجماعاً تابعی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۳۲۹)

بچی کو رات میں بھوکا سلانے کی توجیہ

تم بچی کو سلا دینا: یہ اس پر محمول ہے کہ اس بچی کو کھانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اگر اس کو کھانے کی ضرورت ہوتی اور کھانا نہ کھانے سے اس کو نقصان ہوتا تو ان پر واجب تھا کہ وہ مہمان کی بجائے اس بچی کو کھانا کھلاتے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ شاید وہ کھانا ان کی ضرورت سے زائد تھا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس پر اعتراض ہے کہ اس انصاری کی بیوی نے صراحۃً کہا تھا کہ ہمارے پاس تو صرف بچی کی خوراک ہے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس انصاری کی بیوی کو یہ معلوم تھا کہ وہ بچی رات کو کھانا نہ کھانے پر صبر کر سکتی ہے کیونکہ انسان کچھ دیر کھانا نہ کھانے پر صبر کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے تعجب اور ہنسنے کا معنی

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ عزوجل نے تعجب کیا حالانکہ تعجب کا معنی ہے: کسی نامانوس اور خلاف عادت بات کا ادراک کرنا اور اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہنسا حالانکہ ہنسنے کا معنی ہے: دانتوں کا ظاہر ہونا اور یہ دونوں امور اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہیں۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر تعجب کا اطلاق جائز نہیں ہے، اس کا معنی صرف اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا ہے، یا اس کا ثواب عطا فرمانا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۳۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)
الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الحشر کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ الممتحنہ کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٦٠۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْمُمْتَحِنَةِ

سورۃ الممتحنہ کی تفسیر

سورۃ الممتحنہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الممتحنہ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، علامہ سہیلی نے کہا کہ الممتحنہ میں حاء کے نیچے زیر ہے یعنی یہ سورت عورتوں کا امتحان لینے والی ہے اور اس سورت کی طرف امتحان لینے کی نسبت مجاز ہے، جیسے سورۂ توبہ کا نام الفاضحہ مجاز ہے یعنی وہ سورت رسواء کرنے والی ہے اور یہ بھی مجاز ہے کیونکہ اس سورت میں منافقین کے عیوب بیان کیے گئے ہیں اور جنہوں نے کہا کہ یہ لفظ اَلْمُمْتَحَنَه ہے یعنی جن عورتوں کا امتحان لیا گیا ہے کیونکہ یہ سورت ایک عورت کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط تھیں اور یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور مقاتل نے کہا ہے کہ جس عورت کا امتحان لیا گیا تھا ان کا نام سبیعہ ہے اور کہا جاتا ہے: ان کا نام سعیدہ بنت الحارث اسلمیہ ہے اور وہ صیفی بن راہب کے نکاح میں تھی اور امام ابن عساکر نے کہا ہے کہ وہ عورت ام کلثوم تھیں جو حضرت عمرو بن العاص کے نکاح میں تھیں۔

علامہ ابوالعباس نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ یہ سورت سورۃ الاحزاب کے بعد نازل ہوئی ہے اور سورۃ النساء سے پہلے اور اس میں تیرہ (۱۳) آیات ہیں۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: سب کے نزدیک اس سورت میں بِسْمِ اللّٰهِ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳۰۔۳۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ عینی کا تسامح ہے کیونکہ سورۃ الممتحنہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی جاتی ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لَا تُعَذِّبْنَا بِأَيْدِيهِمْ فَيَقُولُونَ لَوْ كَانَ هٰؤُلَاءِ عَلَى الْحَقِّ مَا أَصَابَهُمْ هٰذَا۔

اور مجاہد نے کہا: لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً: اس کا معنی ہے: ان کے ہاتھوں سے ہمیں عذاب نہ دے تو وہ کہیں گے کہ اگر یہ مسلمان حق پر ہوتے تو آج ان کو یہ مصیبت نہ پہنچتی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (الممتحنۃ: ۵) اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لیے آزمائش نہ بنا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی ہے: ہمیں ان کے ہاتھوں سے عذاب نہ دے اور تفسیر نسفی میں مذکور ہے: ان کافروں کو ہم پر مسلط نہ فرما، پھر وہ ہم کو ایسا عذاب دیں گے جس کی ہم میں طاقت نہیں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو ہم پر غلبہ نہ عطا فرما، پس وہ یہ گمان کریں گے کہ وہ حق پر ہیں اور ہم باطل پر ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳۰)

Marfat.com

بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ أَمِرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بِفِرَاقِ نِسَائِهِمْ كُنَّ كَوَافِرَ بِمَكَّةَ۔

بعصم الکوافر: اس کا معنی ہے: نبی ﷺ کے اصحاب کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی ان بیویوں سے الگ ہو جائیں جو مکہ میں کفر پر قائم تھیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ۔ (الممتحنہ:۱۰)

(اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو۔

مکہ میں جن کافرہ عورتوں کے ساتھ نکاح کو فسخ کر دیا گیا ان کی تفصیل

علامہ عینی لکھتے ہیں: العصم، اَلْعِصْمَة کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: جو عقد نکاح یا نسب کے رشتہ کی وجہ سے محفوظ ہو اور الکوافر کافرہ کی جمع ہے اور اس آیت کا معنی ہے: اور تم نکاح شدہ کافر عورتوں کو مت روکے رکھو اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا کہ وہ کافرہ کے ساتھ نکاح پر قائم رہیں، اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان مشرکہ بیویوں سے الگ ہو جاؤ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس آیت کا معنی ہے کہ تم کافر عورتوں کے ساتھ عقد پر قائم نہ رہو، پس جس مرد کی بیوی مکہ میں کافرہ تھی وہ اس کے ساتھ نکاح پر قائم نہ رہے، اس کی عصمت ختم ہوگئی اور وہ اس اس کی بیوی نہیں ہے۔ اور اگر تمہارے پاس اہل مکہ میں سے کوئی مسلمان عورت آئے اور اس کا وہاں کافر خاوند ہو تو وہ اس کی عدت نہیں گزارے گی، پس بے شک اس کی عصمت منقطع ہو چکی ہے اور الزہری نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ان دو مشرکہ بیویوں کو طلاق دے دی جو مکہ میں تھیں، ان میں سے ایک کا نام قریبہ بنت امیہ تھا، ان کے بعد معاویہ نے ان سے نکاح کر لیا اور وہ دونوں اس وقت اپنے شرک پر تھے اور دوسری کا نام ام کلثوم الخزاعیہ تھا اور یہ حضرت عبداللہ کی ماں تھی، پھر ان سے ابوجہم نے نکاح کر لیا اور وہ دونوں اپنے شرک پر قائم تھے اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے نکاح میں اروی بنت ربیعہ تھیں، اسلام نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

١۔ بَابٌ: لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ (الممتحنہ:۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ (الممتحنہ:۱) کی تفسیر

۴۸۹۰۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ كَاتِبَ عَلِيٍّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا رضي الله عنه يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ فَقَالَ انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا فَذَهَبْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ فَقُلْنَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِي مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے الحسن بن محمد بن علی نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت عبیداللہ بن ابی رافع سے سنا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو بھیجا، پس فرمایا: تم لوگ جاؤ اور جب مقام خاخ کے باغ میں پہنچ جاؤ تو وہاں تمہیں ایک مسافرہ عورت ملے گی، اس کے پاس ایک خط ہوگا، تم اس سے وہ خط لے لینا، پس ہم لوگ

Marfat.com

النَّبِيَّ ﷺ فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِمَّنْ بِمَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَإِذَا فِيهِ مَا هٰذَا يَا حَاطِبُ قَالَ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مِنْ قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِمَكَّةَ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَصْطَنِعَ إِلَيْهِمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي وَمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِي يَا رَسُولَ اللهِ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ قَالَ عَمْرٌو وَنَزَلَتْ فِيهِ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ﴾ (الممتحنۃ:۱) قَالَ لَا أَدْرِي الْآيَةَ فِي الْحَدِيثِ أَوْ قَوْلُ عَمْرٍو۔

گئے، ہم اپنے گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے حتیٰ کہ ہم اس باغ میں پہنچے تو وہاں پر وہ مسافرہ عورت تھی، ہم نے اس سے کہا: تم خط نکالو، اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، ہم نے اس سے کہا: تم ضرور خط نکالو گی ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے تو اس نے اپنے سر کے بالوں کے گچھے کے نیچے سے خط نکالا، ہم نبی ﷺ کے پاس وہ خط لے کر آئے، پس وہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے مشرکین کے مردوں کے نام تھا، اس میں انہوں نے نبی ﷺ کے بعض معاملات کی خبر دی تھی، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ حضرت حاطب نے کہا: یا رسول اللہ! میرے متعلق عجلت میں فیصلہ نہ کریں بے شک میں قریش میں سے ایک مرد تھا اور میں ان میں سے نہیں تھا اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی قریش کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے گھر والوں اور اپنے مالوں کی مکہ میں حفاظت کریں گے، پس میں نے یہ پسند کیا کہ جب ان میں میرا نسب اور رشتہ داری نہیں ہے تو میں ان کی طرف کوئی احسان کر دوں جس کی وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں اور یہ میں نے کسی کفر کی وجہ سے نہیں کیا اور نہ اپنے دین سے ارتداد کی وجہ سے کیا ہے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے تم سے سچ بولا ہے، پس حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں، آپ نے فرمایا: یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہو چکا ہے اور تمہیں معلوم نہیں کہ بے شک اللہ عزوجل اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا، پس فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی، عمرو بن دینار نے کہا: اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ (الممتحنۃ:۱) اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو (دوست) نہ بناؤ۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ حدیث میں اس سے مراد یہ آیت ہے یا عمرو بن دینار کا قول ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۰۰۷ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور کی وضاحت کی جاتی ہے:

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے عورت سے خط لینے کے لیے جن کو بھیجا ان کے ناموں کی تفصیل اور اس عورت کا نام و دیگر امور

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ نے مجھے اور حضرت زبیر کو اور حضرت مقداد کو بھیجا: اور الثعلبی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو اور حضرت عمار کو اور حضرت عمر کو اور حضرت زبیر کو اور حضرت طلحہ کو اور حضرت المقداد بن اسود کو اور حضرت ابومرثد رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور یہ سب گھوڑوں پر سوار تھے۔

تو وہاں تمہیں ایک مسافرہ عورت ملے گی: یہ عورت حودج میں تھی اور اس کا نام سارہ تھا۔

میں قریش میں سے ایک مرد تھا: یعنی میں نے ان سے دوستی اور محبت کا حلف اٹھایا ہوا تھا، میرا ان سے کوئی نسبی رشتہ نہیں تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب کی تصدیق کر دی تھی تو پھر حضرت عمر نے ان کو قتل کرنے کی اجازت کیوں طلب کی

مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن ماردوں: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت عمر نے یہ کیسے کہا جب کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر چکے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا سبب ان کی دینی قوت اور حق میں صلابت تھی اور ان کو حضرت حاطب کے کفر پر وثوق نہیں تھا، اسی لیے انہوں نے کہا: مجھے اجازت دیں، بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے کہا: یہ منافق ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ منافق سے ان کی مراد نفاق اعتقادی نہیں تھا بلکہ نفاق عملی تھا کیونکہ انہوں نے ایسا اقدام کیا جو ان کے دعویٰ ایمان کے خلاف تھا۔

پس بے شک میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے: یعنی امور اخرویہ کی، اور اگر دنیا میں ان پر حد واجب ہو تو حد نافذ کی جائے گی یا کسی مرد کا ان پر کوئی حق ہو تو ان سے وہ حق لیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳۲۔۳۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ قِيلَ لِسُفْيَانَ فِي هٰذَا فَنَزَلَتْ ﴿لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَ عَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ الْآيَةَ﴾ (الممتحنہ:۱) قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا فِي حَدِيثِ النَّاسِ حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو مَا تَرَكْتُ مِنْهُ حَرْفًا وَمَا أُرٰى أَحَدًا حَفِظَهُ غَيْرِي۔

ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ سفیان سے پوچھا گیا کہ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي۔ الایۃ (الممتحنہ:۱) سفیان نے کہا: یہ بات لوگوں کی زبانوں پر ہے، میں نے اس حدیث کو عمرو بن دینار سے محفوظ رکھا ہے اور میں نے اس حدیث میں سے ایک حرف کو بھی نہیں چھوڑا اور میں نہیں سمجھتا کہ میرے علاوہ کسی اور کو یہ حدیث محفوظ ہے یعنی حفظ ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

جس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت حاطب کے قصہ میں الممتحنہ:۱، نازل ہوئی وہ روایت مدرج ہے

علامہ بدر محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں علی سے مراد علی بن المدینی ہیں، اور سفیان سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں۔

کہا اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: یعنی کہا حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے قصہ میں الممتحنہ:۱، نازل ہوئی ہے۔ سفیان بن

Marfat.com

عیینہ نے کہا: یہ بات لوگوں کی زبانوں اور ان کی روایات پر ہے: لیکن میں نے عمرو بن دینار سے جو حدیث حفظ کی ہے اور جس کو میں نے اس آیت کے نزول کے بغیر روایت کیا ہے اس میں اس آیت کے نزول کا ذکر نہیں ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور نے عمرو بن دینار کی اس حدیث کو میرے علاوہ یاد رکھا ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: جس حدیث میں حضرت حاطب کے قصہ کے بعد اس آیت کے نزول کا ذکر ہے وہ حدیث مدرج ہے یعنی اس حدیث میں راوی نے اپنی طرف سے یہ بات ملا دی ہے اور سفیان کو اس اضافہ پر یقین اور وثوق نہیں تھا، تاہم علامہ ثعلبی نے اس حدیث کی بہت طول کے ساتھ روایت کی ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت حاطب اور ان کے خط بھیجنے کے قصہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ۔ (الممتحنہ:۱)

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ: إِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ۔ (الممتحنہ:۱۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں۔ (الممتحنہ:۱۰) کی تفسیر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی جس حال میں ایمان والی عورتیں دار الکفر سے ہجرت کر کے دار السلام کی طرف آئیں تو ان کو آزما لیا کرو۔ اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس کا سبب صلح نامہ کی یہ شرط ہے کہ قریش سے جو شخص مسلمانوں کی طرف آئے اس کو قریش کی طرف واپس کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس شرط سے ان مسلمان عورتوں کو مستثنیٰ کر لیا جو ہجرت کر کے آئیں بہ شرطیکہ ان کو آزما لیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳۲)

۴۸۹۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رضي الله عنها زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الْآيَةِ بِقَوْلِ اللهِ ﴿يَآيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ إِلَى قَوْلِهِ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ أَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ قَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَدْ بَايَعْتُكِ كَلَامًا وَلَا وَاللهِ مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ مَا يُبَايِعُهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ قَدْ بَايَعْتُكِ عَلَى ذٰلِكَ تَابَعَهُ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب کے بھتیجے نے حدیث بیان کی از عم خود، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ اس آیت کی وجہ سے ان مسلمان عورتوں کا امتحان لیا کرتے تھے جو آپ کی طرف ہجرت کر کے آتی تھیں، وہ آیت یہ ہے: يَآيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ ..... غَفُورٌ رَّحِيمٌ تک۔ اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں وہ آپ سے اس پر بیعت کریں..... بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے رحم فرمانے والا ہے (تک)، عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پس ایمان والی عورتوں میں سے جس نے اس شرط کا اقرار کیا تو رسول اللہ ﷺ اس عورت

Marfat.com

سے فرماتے کہ میں نے تم کو بیعت کر لیا، آپ کلام کے ذریعہ بیعت کرتے اور اللہ کی قسم! عورتوں کو بیعت کرتے وقت آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا، آپ ان عورتوں کو یہ فرما کر صرف اپنے کلام سے بیعت کرتے کہ میں نے تم کو بیعت کر لیا ہے۔ ابن شہاب کے بھتیجے کی متابعت یونس اور معمر اور عبدالرحمن بن اسحاق نے کی ہے از زہری اور اسحاق بن راشد نے کہا از زہری از عروہ وعمرۃ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۱۳ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض امور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

عورتوں کا امتحان لینے کی کیفیت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بیعت کرتے وقت کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا، اس پر ایک اشکال کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں کا امتحان لیتے تھے: کہ وہ عورتیں حلف اٹھا کر یہ بیان کریں کہ وہ عورتیں اپنے شوہر سے بغض کی وجہ سے ہجرت نہیں کر رہیں اور نہ دنیا کو طلب کرنے کے لیے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف جا رہی ہیں بلکہ وہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی بناء پر دار کفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کر رہی ہیں۔

اس آیت کی وجہ سے: پوری آیت حسب ذیل ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۗ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الممتحنہ: ۱۲)

اے نبی! (مکرم) جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کریں، اور آپ ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

مفسرین نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے عورتوں کو بیعت کرنا شروع کیا، اس وقت آپ صفا پہاڑ پر تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پہاڑ کے نیچے تھے اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عورتوں کو بیعت کر رہے تھے اور ان عورتوں کو اس آیت کی تبلیغ کر رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم سے اس کلام کے ذریعہ بیعت کی ہے: یعنی آپ کلام سے بیعت کرتے تھے اور ہاتھ سے بیعت نہیں کرتے تھے جس طرح مردوں سے مصافحہ کر کے ان سے دونوں ہاتھوں سے بیعت کرتے تھے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! آپ نے کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں اس روایت کا رد ہے جس کی امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام البزار، امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے بیعت کرنے کے قصہ میں حدیث بیان کی ہے، وہ یہ ہے:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ نے گھر کے باہر سے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ہم نے گھر کے اندر سے اپنے ہاتھوں کو بڑھایا، پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا، اسی طرح اس حدیث میں ہے جو اس کے بعد آئے گی، اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پس ہم میں سے ایک عورت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اس حدیث میں یہ خبر ہے کہ ان عورتوں نے آپ سے اپنے ہاتھوں کے ساتھ بیعت کی تھی۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ ان حدیثوں کو مسترد کرنے کی کیا وجہ ہے جب کہ یہ تمام احادیث صحیح ہیں، اس کا جواب یہ ہے: جن حدیثوں میں ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ گھر کے باہر سے بڑھایا ان میں یہ اشارہ ہے کہ بیعت واقع ہو گئی اور صحیح بخاری کی دوسری حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کھینچ لیا اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے بیعت کو قبول کرنے میں تاخیر کی یا یہ بیعت پردے کی اوٹ سے تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابٌ: إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ۔ (الممتحنہ: ۱۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں بیعت کے لیے حاضر ہوں۔ (الممتحنہ: ۱۲) کی تفسیر

۴۸۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَرَأَ عَلَيْنَا أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا وَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ فَقَبَضَتِ امْرَأَةٌ يَدَهَا فَقَالَتْ أَسْعَدَتْنِي فُلَانَةُ أُرِيدُ أَنْ أَجْزِيَهَا فَمَا قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم شَيْئًا فَانْطَلَقَتْ وَرَجَعَتْ فَبَايَعَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپ نے ہم پر یہ آیت پڑھی کہ وہ عورتیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی اور ہم کو نوحہ کرنے سے منع فرمایا تو ایک عورت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، پس اس نے کہا کہ فلاں عورت نے نوحہ کرنے میں میری موافقت کی تھی اب میں اس کا بدلہ اتارنا چاہتی ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا، پس وہ عورت چلی گئی اور واپس آئی تو آپ نے اس کو بیعت کر لیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۰۶ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

نوحہ کرنے کا معنی اور جس عورت نے اپنا ہاتھ کھینچا تھا اس سے مراد خود حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ نے ہم کو نوحہ کرنے سے منع فرمایا: نوحہ کا معنی ہے کہ میت پر رویا جائے اور اس کے محاسن کو اور اچھے کاموں کو بیان کیا جائے، دوسری تعریف یہ ہے کہ آواز کے ساتھ رونے کو نوحہ کہتے ہیں۔

Marfat.com

پس ایک عورت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا: اس عورت سے مراد خود حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ہیں، اس پر دلیل یہ ہے کہ امام نسائی کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ام عطیہ نے کہا: یارسول اللہ! ایک عورت نے نوحہ کرنے میں میری موافقت کی تھی، سو میرے لیے ضروری ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ نوحہ کرنے میں اس کی موافقت کروں۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا: اور امام نسائی کی روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: جاؤ اس کے ساتھ نوحہ میں موافقت کرو، پس وہ گئیں اور اس عورت کے ساتھ موافقت کی، پھر آ کر آپ سے بیعت کی اور یہی حدیث کے ان الفاظ کا معنی ہے: پس وہ عورت چلی گئی اور واپس آئی تو آپ نے اس کو بیعت کر لیا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو اس عورت کے ساتھ نوحہ کرنے کی اجازت دی۔

علامہ نووی نے کہا ہے: یہ اجازت صرف حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے لیے مخصوص تھی اور شارع علیہ السلام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جس کو چاہیں عام حکم سے خاص اور مستثنیٰ کر لیں۔

جن احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے دوسری عورتوں کو بھی نوحہ کرنے کی اجازت دی ان احادیث کا محمل

اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں سے شرک نہ کرنے اور نوحہ نہ کرنے پر بیعت کی تو حضرت خولہ بنت حکیم نے کہا: یارسول اللہ! میرا باپ اور میرا بھائی زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے اور فلاں عورت نے ان پر نوحہ کرنے میں میری موافقت کی تھی اور اب اس عورت کا بھائی مر گیا ہے۔ اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ از حضرت ام سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا از اسماء بنت یزید یہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! بنو فلاں نے میرے چچا پر نوحہ کرنے میں میری موافقت کی تھی اور میرے لیے ان کا بدلہ اتارنا ضروری ہے تو آپ نے انکار فرمایا، انہوں نے کہا: پس میں نے آپ سے بار بار یہ بات کہی تو آپ نے مجھے اجازت دے دی، پھر اس کے بعد میں نے کسی پر نوحہ نہیں کیا۔

امام احمد اور امام طبرانی نے مصعب بن نوح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے ایک بوڑھی عورت ملی جو ان عورتوں میں سے تھی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، کہتی ہیں: آپ نے ہم سے اس پر بیعت کی کہ تم نوحہ نہیں کرو گی، اس بوڑھی عورت نے کہا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کچھ لوگوں نے ہم پر جو مصائب آئے ان پر نوحہ کرنے میں ہماری موافقت کی اب ان پر بھی مصائب آئے ہیں تو میں ان کی موافقت کرنا چاہتی ہوں تو آپ نے فرمایا: تم جاؤ، پس ان کی موافقت کرو، اس بوڑھی عورت نے کہا: پس میں گئی اور میں نے ان لوگوں کے مصائب میں نوحہ کر کے ان کا بدلہ اتارا، پھر میں آئی اور میں نے آپ سے بیعت کر لی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: پس ان احادیث سے بعض فقہاء مالکیہ نے نوحہ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے اور انہوں نے کہا: وہ نوحہ حرام ہے جس میں افعال جاہلیت میں سے کوئی کام ہو مثلاً گریبان پھاڑنا اور چہرے پر تھپڑ مارنا وغیرہ۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ نوحہ کرنا مطلقاً حرام ہے اور یہی تمام علماء کا مذہب ہے اور ان احادیث کا بہترین جواب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ پہلے ممانعت تنزیہ کے لیے تھی یعنی مکروہ تنزیہی تھی، پھر جب عورتوں کی بیعت مکمل ہو گئی تو پھر نوحہ کی تحریم آ گئی، سو جن احادیث میں آپ نے نوحہ کرنے کی اجازت دی ہے وہ اس پر محمول ہیں کہ تب نوحہ کرنا مکروہ تنزیہی تھا، پھر بعد میں نوحہ کی تحریم آ گئی اور نوحہ کی ممانعت پر بہ کثرت احادیث میں وعید شدید آ گئی۔

Marfat.com

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس باب کی حدیث میں ہے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے خلاف ہے کہ آپ نے عورتوں سے صرف کلام سے بیعت کی تھی اور آپ نے کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس سے پہلے حضرت عائشہ کی حدیث میں یہ بتا چکے ہیں کہ حضرت ام عطیہ کے ہاتھ کھینچنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس بیعت کو قبول کرنے میں تاخیر کی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۳۵۔ ۲۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ الزُّبَيْرَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ﴾ (الممتحنۃ: ۱۲) قَالَ إِنَّمَا هُوَ شَرْطٌ شَرَطَهُ اللهُ لِلنِّسَاءِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں الزبیر سے سنا از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہا: وَ لَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ (الممتحنۃ: ۱۲) اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ وہ شرط ہے جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے لگائی ہے۔

معروف کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال، اور شرط مذکورہ کا مردوں کے لیے بھی معتبر ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے: اس سے مراد نوحہ کرنا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ کوئی عورت اپنے محرم کے علاوہ کسی اجنبی مرد کے ساتھ خلوت میں نہیں رہے گی، تیسرا قول ہے کہ کوئی عورت اپنے چہرے پر تھپڑ نہیں مارے گی اور اپنا گریبان نہیں پھاڑے گی اور نہ ہائے ہائے اور واویلا کرے گی اور نہ کوئی غیر شرعی شعر پڑھے گی، چوتھا قول ہے کہ معروف سے مراد ہے: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور پانچواں قول ہے: اس سے مراد ہر وہ کام ہے جس میں عورتوں کے لیے ہدایت ہو، چھٹا قول یہ ہے کہ معروف سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ شرط عورتوں کے لیے لگائی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ شرط مردوں کے لیے بھی ہے کہ وہ بھی کسی معروف کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اور مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۹۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَاهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ سَمِعَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رضی الله عنه قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَتُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَسْرِقُوا وَقَرَأَ آيَةَ النِّسَاءِ وَأَكْثَرُ لَفْظِ سُفْيَانَ قَرَأَ الْآيَةَ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، الزہری نے کہا: انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو ادریس نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: کیا تم مجھ سے اس پر بیعت کرو گے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور نہ تم زنا کرو گے اور نہ تم

كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْهَا شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَسَتَرَهُ اللهُ فَهُوَ إِلَى اللهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ فِي الْآيَةِ

چوری کرو گے اور آپ نے عورتوں کے متعلق آیت مذکورہ پڑھی، اور سفیان کے اکثر الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے وہ آیت پڑھی پس تم میں سے جس نے اس بیعت کو پورا کرلیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے اور جس نے (ان ممنوعہ کاموں میں سے) کسی کام کو کرلیا، پس اسے سزا دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جس نے ان میں سے کسی کام کو کیا، پس اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ رکھا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اگر وہ چاہے گا تو اس کو عذاب دے گا اور اگر وہ چاہے گا تو اس کو معاف فرما دے گا۔ سفیان کی متابعت عبدالرزاق نے کی ہے از معمر اس آیت کی تلاوت میں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۴۸۹۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ مُسْلِمٍ أَخْبَرَهُ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ شَهِدْتُ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْفِطْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ يُصَلِّيهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ فَنَزَلَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجَلِّسُ الرِّجَالَ بِيَدِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتَّى أَتَى النِّسَاءَ مَعَ بِلَالٍ فَقَالَ ﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ ﴾ (الممتحنہ: ۱۲) حَتَّى فَرَغَ مِنَ الْآيَةِ كُلِّهَا ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَغَ أَنْتُنَّ عَلَى ذَلِكَ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ لَا يَدْرِي الْحَسَنُ مَنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ وَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہارون بن معروف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: اور مجھے ابن جریج نے خبر دی کہ ان کو الحسن بن مسلم نے خبر دی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ میں عید الفطر کے دن رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ حاضر تھا، پس یہ سب عید الفطر کی نماز خطبہ دینے سے پہلے پڑھتے تھے، پھر اس کے بعد خطبہ دیتے تھے، پس اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ منبر سے اترے، پس گویا کہ میں دیکھ رہا تھا جب آپ اپنے ہاتھ سے مردوں کو بٹھا رہے تھے، پھر آپ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے حتیٰ کہ آپ حضرت بلال کے ساتھ عورتوں کے پاس آئے، پس آپ نے یہ آیت پڑھی: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ (الممتحنہ: ۱۲) اے نبی! (مکرم) جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور

پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کریں، اور آپ ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO حتیٰ کہ آپ پوری آیت پڑھ کر فارغ ہو گئے، پھر جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: تم اس (بیعت) پر قائم رہو گی اور ایک عورت کے سوا کسی نے آپ کو جواب نہیں دیا، اس نے کہا: جی ہاں یارسول اللہ! الحسن نہیں جانتے تھے کہ وہ عورت کون ہے، آپ نے فرمایا: پس تم صدقہ کیا کرو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا لیا تو عورتیں اپنے چھلے اور انگوٹھیاں حضرت بلال کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں خصوصیت کے ساتھ عورتوں کو وعظ کرنے اور جھولی پھیلا کر چندہ کرنے کا ثبوت ہے۔

الحمدللہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الممتحنۃ کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور احادیث روایت کی تھیں ان سب کی تفسیر مکمل ہوگئی اور اب ان شاءاللہ العزیز سورۃ الصف کی تفسیر کی میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں ان کی تفسیر کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٦١ـ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الصَّفِّ

سورۃ الصّف کی تفسیر

سورۃ الصف کا تعارف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الصف کی بعض آیات کی تفسیر ہے۔ اس سورت کا نام الصف اس لیے ہے کہ اس کی ایک آیت میں صف کا ذکر ہے اور وہ آیت یہ ہے: يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا (الصف: ۴) اس سورت کا نام سورۃ الحواریین بھی ہے، علامہ ابو العباس نے کہا: یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے اور ابن النقیب نے ابن بشار سے نقل کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے، اور علامہ سخاوی نے کہا: یہ سورت تغابن کے بعد اور سورۃ الفتح سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سورت میں چودہ (۱۴) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَنْ أَنْصَارِيْ إِلَى اللّٰهِ مَنْ يَتَّبِعُنِيْ إِلَى اللّٰهِ۔

اور مجاہد نے کہا: مَنْ أَنْصَارِيْ إِلَى اللّٰهِ: اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف میری کون پیروی کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ أَنْصَارِيْ إِلَى اللّٰهِ ۭ (الصف: ۱۴)

جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا: اللہ کی طرف میرے مددگار کون ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف میری کون پیروی کرے گا، اس تعلیق کی الحنظلی نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے، ایک قول یہ ہے کہ لفظ الی، مع کے معنی میں ہے اور اس کا معنی ہے: کون اپنی نصرت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کرے گا، داؤدی نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کون اللہ کی رضا کے لیے یا اللہ کی محبت میں میری پیروی کرے گا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَرْصُوْصٌ مُلْصَقٌ بَعْضُهٗ بِبَعْضٍ وَقَالَ يَحْيَى بِالرَّصَاصِ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مرصوص کا معنی ہے: اس کا بعض بعض سے ملا ہوا ہے یا جڑا ہوا ہے اور دوسروں نے کہا کہ وہ سیسہ سے جڑا ہوا ہے یا سیسہ پلایا ہوا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (الصف: ۴)

جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں یا عمارت ہیں ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بعض بعض کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور ابو ذر کی روایت میں ہے کہ بعض بعض کی طرف ملے ہوئے ہیں اور دوسروں نے کہا کہ وہ سیسہ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، لفظ رصاص کے متعلق علامہ کرمانی نے کہا: اس پر زبر ہے اور عام لوگوں نے کہا: اس پر زیر ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں: دستور اللغت میں اس پر صرف زبر کو ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۳۷ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ: يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ (الصف:٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے۔ (الصف:٦) کی تفسیر

آپ کے نام احمد کا معنی اور اہل انجیل کے نزدیک آپ کا نام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَابَنِي إِسْرَآءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف:٦)

اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس (عظیم) رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے آئے گا اس کا نام احمد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام احمد رکھا جو اس کے نام سے مشتق ہے یا فاعل میں مبالغہ ہے اور اس کا معنی ہے: جس نے میری حمد کی تو آپ اس سے احمد ہیں یعنی زیادہ حمد کرنے والے اور اہل انجیل کے نزدیک آپ کا نام الفارقلیط ہے جو فاران کے پہاڑوں سے آئیں گے یعنی وہ حق کی پسندیدہ روح ہیں اور اپنی طرف سے کلام نہیں کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جبیر بن مطعم نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے لیے کئی اسماء ہیں: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں الماحی (مٹانے والا) ہوں، اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹا دے گا اور میں الحاشر (جمع کرنے والا) ہوں، میرے قدموں پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور میں العاقب ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۳۲ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

الحاشر اور العاقب کی وضاحت اور اس سوال کا جواب کہ اس حدیث میں جتنے اسماء ذکر کیے گئے آپ کے اسماء تو اس سے بہت زیادہ ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میرے قدموں پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا: یعنی میرے زمانہ میں، جب حشر کی علامات کے ظہور کے وقت میں اپنے قدم پر کھڑا ہوں گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ میرا سب سے پہلے حشر کیا جائے گا۔

اور العاقب وہ ہے جو اپنے سے پہلوں کے بعد آئے۔

Marfat.com

محمد، احمد اور الماحی کے معنی

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے لفظ محمد، احمد اور الماحی کے معانی نہیں لکھے، سو لفظ محمد کا معنی ہے: جس کی بہت زیادہ حمد کی گئی ہو اور جس کی بار بار حمد کی گئی ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو محمد فرمایا ہے اور قرآن مجید میں چار جگہ آپ کے نام محمد کا ذکر ہے اور محمد کا معنی ہے: جس کی بہت زیادہ حمد کی گئی ہو اور حمد صفت کمال پر ہوتی ہے اور آپ علی الاطلاق محمد ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ میں کمال علی الاطلاق ہے اور آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب ہوتا تو آپ علی الاطلاق محمد نہ ہوتے، یہی وجہ ہے کہ کفار جب آپ کی مذمت کرتے تھے تو آپ کو محمد کی بہ جائے مذمم کہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے سب وشتم کو مجھ سے کس طرح دور کر دیا، وہ مذمم کو سب وشتم کرتے ہیں اور لعنت کرتے ہیں اور میں تو محمد ہوں (صحیح البخاری: ۳۵۳۳) اور احمد کا معنی ہے: میں حامدوں سے زیادہ اللہ کی حمد کرنے والا ہوں اور آپ نے تمام مخلوق سے زیادہ اللہ کی حمد کی ہے اور الماحی کا معنی ہے: مٹانے والا اور جتنا آپ نے کفر کو مٹایا ہے کسی اور نبی اور رسول نے اتنا کفر کو نہیں مٹایا۔

لاکھ ستارے ہر طرف ظلمت شب جہاں جہاں ایک طلوع آفتاب دشت و جبل سحر سحر

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں جو اسماء ذکر کیے گئے ہیں آپ کے اسماء وصفات تو اس سے بہت زیادہ ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں آپ کے ان اسماء کا ذکر کیا گیا ہے جو کتب قدیمہ میں موجود تھے اور گزشتہ امتوں کو جن کا علم تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الصف کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور جو حدیث روایت کی تھی ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ الجمعہ کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح بیان کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۶۲_ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْجُمُعَةِ

سورۃ الجمعہ کی تفسیر

سورۃ الجمعہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الجمعہ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، امام عبدالرزاق نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے لوگ مدینہ میں جمع ہوئے اور ان ہی لوگوں نے اس دن کا نام جمعہ رکھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ انصار نے کہا: یہودی ہر ہفتہ کے دن جمع ہوتے ہیں اور نصاریٰ اتوار کے دن جمع ہوتے ہیں تو کیوں نہ ہم بھی ایک دن جمع ہوں اور اس دن اللہ کا ذکر کریں اور نماز پڑھیں اور اس کا شکر ادا کریں، پس انہوں نے یوم عروبہ کا نام جمعہ رکھ دیا، پھر وہ حضرت اسعد کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی اور نصیحت کی، پس انہوں نے اس دن کا نام جمعہ رکھا۔ (مصنف عبدالرزاق:۵۸۵۱)

اور علامہ ابوالعباس نے کہا کہ اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ سورۃ الجمعہ سورۃ التحریم کے بعد اور سورۃ التغابن سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سورت میں گیارہ (۱۱) آیات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱_ بَابٌ: وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ (الجمعہ:۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ان میں سے دوسروں کو بھی (تعلیم دیتے ہیں) جو ان پہلوں سے (ابھی) نہیں ملے۔ (الجمعہ:۳) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس سے پہلی آیت یہ ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (الجمعہ:۲)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے (عظیم) رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ○

وَقَرَأَ عُمَرُ فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے: فامضوا الی ذکر اللہ۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: سالم بن عبداللہ بن عمر نے کہا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب سے اس طرح سنا، اور مشہور اور متواتر قراءت فاسعوا الی ذکر اللہ ہے۔

۴۸۹۷_ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالعزیز بن عبداللہ نے

Marfat.com

حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ ﴿وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ (الجمعہ: ۳) قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ وَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلَاءِ۔

(صحیح مسلم: ۲۵۴۶، سنن ترمذی: ۳۳۱۰۔ ۳۹۳۳)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از ثور از ابو الغیث از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ پر سورۃ الجمعہ کی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ (الجمعہ: ۳) اور ان میں سے دوسروں کو بھی (تعلیم دیتے ہیں) جو ان پہلوں سے نہیں ملے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون ہے؟ آپ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ انہوں نے تین مرتبہ سوال کیا اور ہم میں اس وقت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی پر رکھ کر فرمایا: اگر ایمان ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہوتا تو ان کے مرد یا ان میں سے ایک مرد ایمان کے پاس پہنچ جاتا۔

دوسرے لوگوں کا مصداق اور فارس کی تاریخ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: گویا کہ حضرت ابو ہریرہ کی مراد یہ ہے کہ آپ پر سورۃ الجمعہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۶۳)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شک کے ساتھ تفسیر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور اس کا معنی صحیح مسلم کی روایت کے مطابق ہے کہ آپ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی۔

اور دوسروں کو بھی جو ابھی ان پہلوں سے نہیں ملے: حضرت ابو ہریرہ نے کہا: میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون ہیں؟ اور سنن ترمذی میں ہے: ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کون ہیں جو ابھی ہم سے نہیں ملے؟ تو نبی ﷺ نے سائل کو جواب دیا حتیٰ کہ انہوں نے تین مرتبہ سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہو تو ان لوگوں کے مرد اس کو حاصل کر لیں گے یعنی فارس کے لوگ اس قرینہ سے کہ حضرت سلمان فارس کے رہنے والے تھے۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ وہ دوسرے کون لوگ ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ تابعین ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ عجمی ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ وہ تابعین کے بیٹے ہیں، چوتھا قول یہ ہے کہ یہ ہر وہ لوگ ہیں جو صحابہ کے بعد ہیں اور ابو روق نے کہا ہے: اس سے مراد قیامت تک کے تمام مسلمان ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ دوسروں سے مراد فارس کے باشندے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے: اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوتا تو ان کے مرد اس کے پاس پہنچ جاتے، اور یہ مشاہدہ ہے کہ فارس کے لوگوں نے دین کو کامیابی سے حاصل کیا اور ان میں بہت زیادہ علماء ہیں اور ان کا وجود نبی ﷺ کے ارشاد کے صدق کی دلیل ہے۔

اور کتاب الطبقات میں مذکور ہے کہ فارس کے لوگ ابتداء میں توحید کو مانتے تھے اور حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین پر

Marfat.com

تھے یہاں تک کہ طہمورس کا زمانہ آیا جو فارس کے بادشاہوں میں سے تیسرا تھا اور یہ لوگ الصابئین تھے (یعنی ستارہ پرست) یہاں تک کہ یہ بارہ سو (۱۲۰۰) سال تک اسی دین پر رہے، پھر جب زرداشت کا ظہور ہوا تو یہ سب مجوسی ہو گئے، زرداشت نے ان کو دین مجوسیت کی دعوت دی، یہ آگ کی اور ستاروں کی پرستش کرتے تھے، فارس کے تمام لوگوں نے اس کی اطاعت کی اور صابئین کے دین کو ترک کر دیا اور ان کا اعتقاد تھا کہ زرداشت نبی ہے جو ان کی طرف بھیجا گیا ہے، وہ تقریباً تیرہ سو سال (۱۳۰۰) تک اس کے دین پر رہے حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فارس کو فتح کیا گیا اور وہاں پر اسلام پہنچ گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۱۔ ۳۴۰ ملخصا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۸۹۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ أَخْبَرَنِي ثَوْرٌ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ثور نے خبر دی از ابوالغیث از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ان لوگوں کے مرد ضرور دین کو حاصل کر لیتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۔ بَابٌ: وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً۔ (الجمعہ: ۱۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب انہوں نے کوئی تجارتی قافلہ دیکھا۔ (الجمعہ: ۱۱) کی تفسیر

تجارت کے بعد لہو کے ذکر کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَ إِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا (الجمعہ: ۱۱)

اور جب انہوں نے کوئی تجارتی قافلہ دیکھا یا طبل کی آواز سنی تو اس کی طرف بھاگ گئے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ دیا۔

تجارت کے بعد لہو کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ تجارت لہو کا سبب ہے کیونکہ لہو کا معنی ہے: کسی فضول کام میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو جانا اور جب انسان تجارت میں بہت زیادہ مشغول ہوتا ہے تو وہ دنیاداری میں منہمک ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۰)

۴۸۹۹۔ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ وَعَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ أَقْبَلَتْ عِيرٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَثَارَ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿وَ إِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا﴾ (الجمعہ: ۱۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از سالم ابن ابی الجعد از ابو سفیان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، خود بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک تجارتی قافلہ آیا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو بارہ (۱۲) مردوں کے سوا سب لوگ بھاگ گئے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ إِذَا رَاَوْا تِجَارَةً

أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا إِلَيْهَا (الجمعہ:۱۱) اور جب انہوں نے کوئی تجارتی قافلہ دیکھا یا طبل کی آواز سنی تو اس کی طرف بھاگ گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۳۶ میں گزر چکی ہے۔

تجارت کے بعد اَوْ لَهْوًا فرمانے کی توجیہات اور لہو کا ترجمہ تماشا کرنا، نامناسب ہے اور جو صحابہ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے تھے ان کی توجیہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر ہے، تجارت اور لہو تو بہ ظاہر ان کی طرف تثنیہ کی ضمیر لوٹانی چاہیے تھی یعنی انفضوا الیھما فرمایا جاتا لیکن آیت میں اِنْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا واحد کی ضمیر کا ذکر فرمایا ہے جو تجارت کی طرف لوٹ رہی ہے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ جب مکلف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی یاد سے غافل ہو تو اس کو لہو شمار کیا جاتا ہے اور اگر تجارت اس کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے تو یہ اس پر اللہ کا فضل ہے، یہاں پر چونکہ بارہ صحابہ کے سوا سب تجارتی قافلہ کی طرف بھاگ گئے تھے اور عبادت سے غافل ہو گئے تھے اس لیے تجارت کے بعد لہو کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں اَوْ کا لفظ واؤ کے معنی میں ہے اور یہ عطف تفسیری ہے یعنی تجارت کی تفسیر لہو سے فرمائی ہے۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۵، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

دوسری وجہ یہ ہے کہ تجارتی قافلہ کے آنے کے وقت طبل اور نقارہ بجایا جاتا تھا تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ تجارتی قافلہ آ گیا ہے اور وہ اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لیں، سو اس طبل اور نقارہ کی آواز کو لہو سے تعبیر فرمایا۔

رہا یہ سوال کہ صحابہ کرام سے یہ بعید ہے کہ وہ خطبہ سننے کو چھوڑ کر تجارتی قافلہ کی طرف چلے جائیں، اس کا جواب یہ ہے کہ بارہ صحابہ جن میں خلفاء راشدین بھی تھے وہ خطبہ چھوڑ کر نہیں گئے تھے اور ابتدا میں خطبہ جمعہ کی نماز کے بعد ہوتا تھا اور اس کا سننا واجب نہیں تھا۔ (مراسیل ابوداؤد: ص ۷) اور چونکہ اس زمانہ میں غلہ کی شدید قلت تھی اور اضطرار کی حالت تھی اس لیے ان کا یہ فعل قابل اعتراض نہیں ہے، تاہم اللہ تعالیٰ کو یہ فعل پسند نہیں آیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے چھوڑ کر تجارتی قافلہ کی طرف چلے جائیں۔

تقریباً تمام مترجمین نے اس آیت میں لفظ لہو کا ترجمہ تماشا کیا ہے لیکن ہم نے یہاں پر اس ترجمہ سے اعراض کیا ہے کیونکہ صحابہ کے حال سے یہ بعید ہے کہ وہ خطبہ کو چھوڑ کر تماشا دیکھنے چلے جائیں۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الجمعہ کی تفسیر میں جو تعلیق ذکر کی تھی اور جو احادیث روایت کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ المنافقین کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۶۳۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْمُنَافِقِيْنَ

سورۃ المنافقون کی تفسیر

سورۃ المنافقون کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ المنافقون کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور یہ سورت مدنی ہے اور اس میں گیارہ (۱۱) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۴۱)

۱۔ بَابٌ: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (المنافقون:۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں یہ آیت یہاں تک ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں O (المنافقون:۱) کی تفسیر

۴۹۰۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنْتُ فِي غَزَاةٍ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ يَقُولُ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ وَلَئِنْ رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِهِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَمِّي أَوْ لِعُمَرَ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَدَعَانِي فَحَدَّثْتُهُ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ فَحَلَفُوا مَا قَالُوا فَكَذَّبَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَصَدَّقَهُ فَأَصَابَنِي هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ لِي عَمِّي مَا أَرَدْتَ إِلَى أَنْ كَذَّبَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَمَقَتَكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ﴾ (المنافقون:۱) فَبَعَثَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَرَأَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ (صحیح مسلم:۹۳۱۰، سنن ترمذی:۳۳۱۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از زید بن ارقم، انہوں نے کہا کہ میں کسی غزوہ میں تھا، پس میں نے عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو حتیٰ کہ وہ لوگ ان کے پاس سے منتشر ہو جائیں اور اگر اب ہم ان کے پاس واپس گئے تو ضرور مدینہ سے عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے تو میں نے اس واقعہ کا ذکر اپنے چچا سے یا حضرت عمر سے کیا، پس انہوں نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، پس آپ نے مجھے بلایا تو میں نے آپ کو یہ واقعہ سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے اصحاب کو بلایا تو انہوں نے قسمیں کھالیں کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ظاہر کے اعتبار سے) مجھے جھوٹا قرار دیا اور اس کی تصدیق کر دی، پس مجھے اس سے بہت غم ہوا ایسا غم مجھے کبھی نہیں ہوا تھا، پس میں گھر جا کر بیٹھ گیا

Marfat.com

تو مجھ سے میرے چچا نے کہا: میرا یہ ارادہ نہیں تھا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹا قرار دیں اور تم پر ناراض ہوں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ (المنافقون:۱) (جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں)، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف کسی کو بھیجا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، پس فرمایا: اے زید! بے شک اللہ نے تمہیں سچا قرار دیا ہے۔

حدیث میں مذکور غزوہ کی تعیین، عبد اللہ بن ابی کا پورا نام، حضرت زید نے صرف اپنے چچا سے اس واقعہ کا ذکر کیا تھا نہ کہ حضرت عمر سے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں کسی غزوہ میں تھا: سنن نسائی کی روایت میں ہے کہ یہ غزوۂ تبوک تھا، اور اہل مغازی کی تصریح ہے کہ یہ غزوہ بنو المصطلق تھا اور علامہ ابو الفرج نے ذکر کیا ہے کہ یہ غزوہ المریسیع تھا جو پانچ ہجری میں ہوا تھا، دوسرا قول ہے کہ یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا تھا اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا تھا۔

عبد اللہ بن ابی: یعنی ابن سلول جو منافقین کا سردار تھا اس کے نام میں دوسرا ابن عبد اللہ کی صفت ہے اور سلول غیر منصرف ہے اور یہ عبد اللہ کی ماں کا نام تھا۔

عبد اللہ بن ابی نے کہا: لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ: یہ عبد اللہ بن ابی کا کلام تھا اور راوی نے اس سے آیت کی تلاوت کا قصد نہیں کیا۔

میں نے اس بات کا اپنے چچا سے یا حضرت عمر سے ذکر کیا: یہ راوی کو شک ہے لیکن باقی تمام روایات میں صرف چچا کا ذکر ہے حضرت عمر کا ذکر نہیں ہے اور امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے لکھا ہے کہ چچا سے ان کی مراد حضرت سعد بن عبادہ ہیں اور وہ ان کے حقیقی چچا نہیں ہیں، وہ ان کی قوم الخزرج کے سردار تھے اور حضرت زید بن ارقم کے حقیقی چچا حضرت ثابت بن قیس ہیں جو صحابی ہیں اور ان کے چچا ان کی ماں کے خاوند حضرت عبد اللہ بن رواحہ خزرجی بھی ہیں اور علامہ کرمانی کی عبارت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ ان کے مجازی چچا ہیں۔

حضرت زید بن ارقم کو جھوٹا قرار دینے سے ان کو جو غم ہوا اس کی کیفیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں راضی کرنا

پس مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹا قرار دیا اور عبد اللہ بن ابی کو سچا قرار دیا: پس مجھے اتنا غم ہوا کہ اس سے پہلے مجھے کسی بات کا اتنا غم نہیں ہوا تھا، سنن ترمذی میں یہ اضافہ ہے کہ پس میں غمزدہ ہو کر لیٹ گیا اور ابن ابی لیلیٰ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حتیٰ کہ میں گھر جا کر بیٹھ گیا اس خوف سے کہ مسلمان مجھے دیکھ کر کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو، اور نسائی میں یہ اضافہ ہے کہ میری قوم نے مجھے ملامت کی۔

پس اللہ نے یہ آیت نازل کی: محمد بن کعب کی روایت میں ہے: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی اور ابو الاسود نے عروہ سے روایت کی ہے کہ جس وقت وہ رات کو جا رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے تو یہ آیت نازل

Marfat.com

ہوئی، اور ابو سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت زید بن ارقم نے کہا کہ جس وقت میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور غم سے میرا سر جھکا ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے، آپ نے میرا کان کھینچا، پھر آپ میرے چہرے کے سامنے ہنسے، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھ سے آ کر ملے اور مجھ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا اور آدم بن ابی ایاس نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو۔ اس آیت تک کہ عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۲۔ ۳۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور پر ایک اشکال کا مصنف کی طرف سے جواب اور حضرت زید بن ارقم کی فضیلت

میں کہتا ہوں: اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی ہیں اور آپ پر امور غیبیہ منکشف ہوتے ہیں تو پھر آپ کو پہلے ہی معلوم ہونا چاہیے تھا کہ حضرت زید بن ارقم اپنی خبر میں سچے ہیں اور عبد اللہ بن ابی نے جھوٹی قسمیں کھائی ہیں، پھر آپ نے کیوں حضرت زید کو جھوٹا اور عبد اللہ بن ابی کو سچا قرار دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ظاہر فرمایا کہ شریعت کا مدار ظاہر پر ہے اور چونکہ عبد اللہ بن ابی نے قسمیں کھائی تھیں اس لیے آپ نے ظاہر شرع کے اعتبار سے حضرت زید کے ساتھ جھوٹوں کا معاملہ کیا اگرچہ آپ کے نزدیک وہ واقع میں جھوٹے نہیں تھے اور جب حضرت زید کی تائید میں سورۃ المنافقون کی آیات نازل ہو گئیں تو اس سے حضرت زید کے غم کی تلافی ہو گئی اور ان کا مرتبہ مسلمانوں کے نزدیک اور زیادہ ہو گیا۔ حضرت زید کی تائید اور تصدیق میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الجمعہ: ۸۔ ۷)

یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام خزانے اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں، لیکن منافقین نہیں سمجھتے O وہ کہتے ہیں کہ اگر (اب) ہم مدینہ واپس گئے تو ضرور عزت والا ذلت والے کو وہاں سے نکال دے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے O

اس حدیث سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ ان کی تصدیق کے لیے سورۃ المنافقون کی آٹھ آیتیں نازل ہوئیں اور ان کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ ان کو یقین تھا کہ وہ سچے ہیں اور ابی بن کعب اور اس کے حامیوں نے جو قسمیں کھائیں وہ جھوٹی ہیں، اس کے باوجود جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کی قسموں کی بنا پر ان کے ساتھ جھوٹوں کا معاملہ کیا یا ان کو جھوٹا قرار دیا تو ان کے دل و دماغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت کے خلاف کوئی شک اور کوئی خطرہ پیدا نہیں ہوا، وہ بے پناہ غم کے بوجھ تلے دبے رہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق پر قائم رہے اور ان کو ایک آن کے لیے بھی یہ خیال نہیں آیا کہ اگر یہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو ان پر حقیقت حال کیوں نہیں منکشف ہوئی اور تیسری فضیلت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا غم دور کرنے کے لیے اور ان کو راضی کرنے کی خاطر ان کا کان کھینچا اور ان کو دیکھ کر ہنسے اور ان پر سورۃ المنافقون کی آٹھ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

Marfat.com

۲۔ بَابٌ: اِتَّخَذُوٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً۔ (المنافقون: ۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا۔ (المنافقون: ۲) کی تفسیر

یَجْتَنُّونَ بِهَا: اس کا معنی ہے: وہ منافقین اپنی قسموں سے اپنا ستر کرتے تھے اور ان کو اپنے لیے ڈھال بناتے تھے۔

۴۹۰۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَمِّي فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ يَقُولُ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوا وَقَالَ أَيْضًا لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّي فَذَكَرَ عَمِّي لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ فَحَلَفُوا مَا قَالُوا فَصَدَّقَهُمْ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَكَذَّبَنِي فَأَصَابَنِي هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِي بَيْتِي فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُونَ﴾ (المنافقون: ۱) إِلَى قَوْلِهِ ﴿هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ﴾ (المنافقون: ۷) إِلَى قَوْلِهِ ﴿لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾ (المنافقون: ۸) فَأَرْسَلَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَرَأَهَا عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللهَ قَدْ صَدَّقَكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے چچا کے ساتھ تھا تو میں نے سنا عبداللہ بن ابی ابن سلول یہ کہہ رہا تھا: جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو حتیٰ کہ وہ لوگ منتشر ہو جائیں اور اس نے یہ بھی کہا کہ اگر ہم مدینہ کی طرف واپس گئے تو ضرور عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا، سو میں نے اس بات کا اپنے چچا سے ذکر کیا، میرے چچا نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے اصحاب کو بلایا تو انہوں نے قسمیں کھا لیں کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ظاہر شرع کے اعتبار سے) ان کی تصدیق کر دی اور مجھے جھوٹا قرار دیا، پس مجھے اتنا غم ہوا کہ ایسا غم مجھے کبھی نہیں ہوا تھا، پس میں اپنے گھر میں جا کر بیٹھ گیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ (المنافقون: ۱) یہ آیت یہاں تک نازل فرمائی: هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (المنافقون: ۷) یہ آیت یہاں تک ہے: لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (المنافقون: ۸) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور میرے سامنے یہ آیات پڑھیں، پھر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۰۰ میں گزر چکی ہے۔

حضرت زید بن ارقم کی تصدیق کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آٹھ (۸) آیات تلاوت فرمائیں ان کا ترجمہ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ

(اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول

Marfat.com

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الجمعہ: ۸۔۱)

ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں O انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا، پس اللہ کے راستہ سے (لوگوں کو) روکا، بے شک یہ بہت برا کام کر رہے ہیں O اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے، پھر انہوں نے (دل کا) کفر ظاہر کر دیا، سو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو وہ سمجھتے نہیں ہیں O اور (اے مخاطب!) جب تم انہیں دیکھو گے تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں گے تو تم ان کی بات سنو گے، گویا وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے شہتیر ہیں، وہ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، یہی (حقیقی) دشمن ہیں، سو تم ان سے خبردار رہو، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کہاں اوندھے جا رہے ہیں O اور جب ان سے کہا جاتا ہے: آؤ رسول اللہ تمہارے لیے مغفرت طلب کریں تو یہ اپنے سر مٹکاتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ تکبر سے اپنے آپ کو روکتے ہیں O ان کے حق میں برابر ہے خواہ آپ کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا، اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام خزانے اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں لیکن منافقین نہیں سمجھتے O وہ کہتے ہیں کہ اگر (اب) ہم مدینہ واپس گئے تو ضرور عزت والا ذلت والے کو وہاں سے نکال دے گا حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے O

۳۔ بَابٌ: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ (المنافقون: ۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے، پھر انہوں نے (دل کا) کفر ظاہر کر دیا، سو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے، سو وہ سمجھتے نہیں ہیں O (المنافقون: ۳) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت میں منافقین کے نفاق اور ان کے دعویٰ ایمان کے جھوٹ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ زبان سے کلمہ شہادت پڑھتے ہیں، پھر اپنے کفر کو ظاہر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، سو اب ان کے دلوں میں ایمان

داخل نہیں ہوگا اور یہ ان کے نفاق کی سزا ہے، سو وہ ایمان کی صحت اور قرآن مجید کے اعزاز کو اس طرح نہیں سمجھتے جس طرح اس کو مومنین سمجھتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۳)

۴۹۰۲ـ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رضی الله عنه قَالَ لَمَّا قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ وَقَالَ أَيْضًا لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ أَخْبَرْتُ بِهِ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم فَلَامَنِي الْأَنْصَارُ وَحَلَفَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ مَا قَالَ ذَلِكَ فَرَجَعْتُ إِلَى الْمَنْزِلِ فَنِمْتُ فَدَعَانِي رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ إِنَّ اللهَ قَدْ صَدَّقَكَ وَنَزَلَ ﴿هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا﴾ (المنافقون: ۷) الْآيَةَ وَقَالَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم، انہوں نے کہا: میں نے محمد بن کعب القرظی سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بتایا کہ جب عبد اللہ بن ابی نے یہ کہا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو اور یہ بھی کہا کہ اگر اب ہم مدینہ کی طرف واپس گئے الخ تو میں نے اس بات کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، سو انصار نے مجھے ملامت کی تو عبد اللہ بن ابی نے یہ قسم کھالی کہ میں نے یہ نہیں کہا ہے، سو میں گھر کی طرف گیا اور جا کر سو گیا، پس مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، پس میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی ہے اور یہ آیت نازل ہوئی: هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا (المنافقون: ۷) (یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو) اور ابن ابی زائدہ نے کہا از الاعمش از عمرو از ابن ابی لیلیٰ از حضرت زید از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حدیث مذکور کے تعارض کو دور کرنے میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے پہلی حدیثوں میں تھا کہ حضرت زید نے اس بات کی اپنے چچا کو خبر دی اور میں نے اس بات کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی: اس سے پہلی حدیثوں میں تھا کہ حضرت زید نے اس بات کی اپنے چچا کو خبر دی اور انہوں نے اس بات کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زید نے کہا: میں نے اس بات کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور یہ ان حدیثوں میں تعارض ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ میں نے اپنے چچا کی زبان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۶۷)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی نے قسم کھا کر اس بات کے کہنے کا انکار کیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴ـ بَابٌ: ﴿وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ﴾

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے مخاطب!) جب تم انہیں دیکھو گے تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات سنو گے، گویا وہ دیوار

هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ (المنافقون:۴) کے سہارے کھڑے ہوئے شہتیر ہیں، وہ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، یہی (حقیقی) دشمن ہیں، سوتم ان سے خبردار رہو، اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں اوندھے جارہے ہیں O (المنافقون:۴) کی تفسیر

عبداللہ بن ابی اور اس کے حامیوں کی جسمانی خوبصورتی اور ان کا ایمان سے خالی ہونا اور شہتیروں سے ان کی مشابہت کی توجیہہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی دیکھنے والوں کو ان منافقین کے جسم اچھے لگیں گے یعنی ان کی ہموار خلقت، حسین صورت اور طویل قامت کی وجہ سے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی گورے رنگ کا جسیم آدمی تھا اور چرب زبان تھا اور دیگر منافقین بھی اسی کی طرح تھے اور یہ لوگ مدینہ کے سردار تھے، یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور یہ دیکھنے میں بھلے لگتے تھے اور ان کی زبانیں فصیح تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حاضرین انہیں دیکھ کر خوش ہوتے تھے، جب یہ کوئی بات کرتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سنتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے شہتیر کی طرح ہیں یعنی جس طرح شہتیر ایمان اور خیر سے خالی ہوتا ہے اسی طرح یہ ایمان اور خیر سے خالی ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے شہتیروں سے ان کی مشابہت کی وجہ یہ ہو کہ ان کی صورتیں تو اچھی ہیں لیکن ان سے نفع کوئی نہیں ہوتا

وہ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں: اس کی وجہ ان کا خبث اور ان کی بدگمانی ہے اور ان کے یقین کی کمی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ ہر بلند آواز ان کو نقصان دینے والی ہے، مقاتل نے کہا ہے کہ اگر لشکر میں کوئی منادی ندا کرے یا کسی کی سواری لڑکھڑا کر گر جائے یا کسی گم شدہ چیز کا اعلان کیا جائے تو ان کے دلوں میں جو رعب ہے اس کی وجہ سے یہ گمان کرتے ہیں کہ شاید ان کے خلاف کوئی بات کہی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہی تمہارے (حقیقی) دشمن ہیں یعنی دشمنی میں کامل ہیں، سوتم ان پر اعتماد نہ کرو اور ان کے ظاہر سے دھوکہ نہ کھاؤ۔

اللہ انہیں ہلاک کرے، اس کی شرح میں علامہ عینی کا تسامح اور مصنف کا اس پر تبصرہ

اللہ انہیں ہلاک کرے: یہ ان پر لعنت ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: یہ اللہ نے ان کے خلاف لعنت اور رسوائی کی دعا کی ہے۔

مصنف کہتا ہے: اللہ تعالیٰ دعا کرنے سے بلند اور برتر ہے، اس نے ان کی ہلاکت کی دعا نہیں کی بلکہ ان کی ہلاکت اور رسوائی کا اعلان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ علامہ عینی کو معاف فرمائے، ان سے یہ سہو ہو گیا۔

یہ کہاں اوندھے جارہے ہیں: یعنی یہ کس طرح حق سے پلٹ رہے ہیں، اس میں ان کی جہالت اور گمراہی پر تعجب کا اظہار ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۰۳- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر بن معاویہ نے حدیث بیان

أَرْقَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي سَفَرٍ أَصَابَ النَّاسَ فِيهِ شِدَّةٌ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ لِأَصْحَابِهِ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ وَقَالَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْبَرْتُهُ فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ فَسَأَلَهُ فَاجْتَهَدَ يَمِينَهُ مَا فَعَلَ قَالُوا كَذَبَ زَيْدٌ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِمَّا قَالُوا شِدَّةٌ حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقِي فِي ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ﴾ (المنافقون:۱) فَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَقَوْلُهُ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ قَالَ كَانُوا رِجَالًا أَجْمَلَ شَيْءٍ۔

کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں گئے جس میں لوگوں پر بہت تنگ وقت آیا تھا تو عبداللہ بن ابی نے اپنے اصحاب سے کہا: جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں تم ان پر خرچ نہ کرو حتیٰ کہ وہ ان کے پاس سے منتشر ہو جائیں اور کہا کہ اب اگر ہم مدینہ واپس گئے تو اس میں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا، حضرت زید نے کہا: پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے آپ کو اس بات کی خبر دی، آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلوایا اور اس سے پوچھا تو اس نے بہت پکی قسم کھا کر کہا کہ اس نے ایسا نہیں کہا۔ لوگوں نے کہا حضرت زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بولا ہے تو ان کی اس بات سے میرے دل میں اس کا بہت زیادہ رنج ہوا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے میری تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ (المنافقون:۱) (جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں)، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا تا کہ ان کے لیے مغفرت طلب کریں تو انہوں نے اپنے سروں کو مٹکایا اور اللہ عزوجل کا ارشاد: خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ (المنافقون:۴) (وہ دیوار کے سہارے لگے ہوئے شہتیر ہیں)، حضرت زید نے کہا: وہ منافقین سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۰۰ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی کا علامہ کرمانی سے مناقشہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس سفر میں لوگوں پر بہت تنگ وقت آیا تھا: کیونکہ لوگوں کے پاس خوراک بہت کم تھی۔

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس کی خبر دی: اس پر یہ اشکال ہے کہ پہلی حدیثوں میں یہ گزرا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر حضرت زید بن ارقم کے چچا نے دی تھی۔ علامہ کرمانی نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زید نے جو کہا کہ میں نے خبر دی اس کا معنی ہے: میں نے اپنے چچا کے واسطہ سے آپ کو خبر دی۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ حضرت زید نے یہ خبر اس وقت دی تھی جب آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۵۔ بَابٌ: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ۝ (المنافقون:۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب ان سے کہا جاتا ہے: آؤ رسول تمہارے لیے مغفرت طلب کریں تو یہ اپنے سر مٹکاتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ تکبر سے اپنے آپ کو روکتے ہیں O (المنافقون:۵) کی تفسیر

لَوَّوْا اور يَصُدُّونَ کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ: یعنی اپنے سروں کو ہلاتے ہیں اور کراہیت ظاہر کرنے کے لیے اپنے چہروں سے اعراض کرتے ہیں۔

يَصُدُّونَ: یعنی ان کو اسلام کی جو دعوت دی جاتی ہے یہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔

وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ: یعنی وہ مغفرت طلب نہیں کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۵)

حَرَّكُوا: یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے کے لیے اپنے سروں کو مٹکاتے تھے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ کی تفسیر ہے یعنی وہ استہزاء کرتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں اور اسلام کو قبول کرنے سے اعراض کرتے ہیں۔

لووا کو بغیر تشدید کے بھی پڑھا گیا ہے اور یہ لویت سے ماخوذ ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ نافع کی قراءت ہے اور لَوَيْتُ رَأْسِي کا معنی ہے: میں نے اپنے سر کو ادھر ادھر ہلایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۰۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَمِّي فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ يَقُولُ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا وَلَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّي فَذَكَرَ عَمِّي لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَدَعَانِي فَحَدَّثْتُهُ فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ فَحَلَفُوا مَا قَالُوا وَكَذَّبَنِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَصَدَّقَهُمْ فَأَصَابَنِي غَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِي بَيْتِي وَقَالَ عَمِّي مَا أَرَدْتَ إِلَى أَنْ كَذَّبَكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَمَقَتَكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ﴾ (المنافقون:۱) وَأَرْسَلَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَرَأَهَا وَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے چچا کے ساتھ تھا تو میں نے سنا، عبداللہ بن ابی ابن سلول یہ کہہ رہا تھا: جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ان پر خرچ نہ کرو حتیٰ کہ وہ منتشر ہو جائیں اور اگر ہم مدینہ کی طرف واپس گئے تو عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا، میں نے اس بات کا اپنے چچا سے ذکر کیا، پھر میرے چچا نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا اور آپ نے ان کی تصدیق کی، سو آپ نے مجھے بلایا تو میں نے آپ کو اس بات کی خبر دی، پھر آپ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے اصحاب کو بلایا تو انہوں نے قسمیں کھالیں کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ظاہر شرع کے اعتبار سے) مجھے جھوٹا قرار دیا تو مجھے بہت غم ہوا اتنا غم مجھے کبھی نہیں ہوا تھا، پس میں اپنے گھر جا کر بیٹھ گیا، میرے چچا نے

Marfat.com

کہا: میں نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جھوٹا قرار دیں اور تم پر ناراض ہوں، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ (المنافقون:۱) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، پس یہ آیت پڑھی اور فرمایا: بے شک اللہ نے تمہاری تصدیق کر دی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۶۔ بَابٌ: سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ (المنافقون:۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ان کے حق میں برابر ہے خواہ آپ کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا، بے شک اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۝ (المنافقون:۶) کی تفسیر

منافقین کی مغفرت نہ کرنے کی وجہ

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی ان کے حق میں بخشش طلب کرنا اور بخشش طلب نہ کرنا دونوں برابر ہیں کیونکہ وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ اس کو قابل شمار سمجھتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۶)

۴۹۰۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رضي الله عنهما قَالَ كُنَّا فِي غَزَاةٍ قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فِي جَيْشٍ فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا لَلْأَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِينَ فَسَمِعَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ فَسَمِعَ بِذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ فَقَالَ فَعَلُوهَا أَمَا وَاللَّهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی کہ عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک غزوہ میں تھے، سفیان نے دوسری بار کہا: ہم ایک لشکر میں تھے، پس مہاجرین میں سے ایک مرد نے انصار میں سے ایک مرد کی مقعد پر لات ماری تو انصاری نے کہا: اے انصار! مدد کے لیے آؤ، اور مہاجر نے کہا: اے مہاجرین! مدد کے لیے آؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آوازیں سنیں تو آپ نے فرمایا: یہ کیسی زمانہ جاہلیت کی طرح (کی) چیخ و پکار ہے، لوگوں نے بتایا: یارسول اللہ! مہاجرین میں سے ایک مرد نے انصار کے ایک مرد کی مقعد پر لات ماری تھی تو آپ نے فرمایا: اس بات کو چھوڑ دو یہ بدبودار بات ہے، عبداللہ بن ابی نے یہ بات سن لی تو اس نے کہا: کیا انہوں نے ایسا کیا ہے، سنو اللہ کی قسم اگر اب ہم مدینہ واپس

Marfat.com

يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ أَكْثَرَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ ثُمَّ إِنَّ الْمُهَاجِرِينَ كَثُرُوا بَعْدُ قَالَ سُفْيَانُ فَحَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرًا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ۔

گئے تو اس میں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچ گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن ماردوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو رہنے دو، لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کررہے ہیں اور انصار مہاجرین سے زیادہ تعداد میں تھے جب مہاجرین مدینہ آئے تھے، پھر اس کے بعد مہاجرین زیادہ تعداد میں ہو گئے، سفیان نے کہا: میں نے اس حدیث کو عمرو سے یاد رکھا ہے اور عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر سے سنا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۱۸ میں گزر چکی ہے۔

حدیث میں مذکور غزوہ کی تعیین، جس مہاجر نے انصاری کو لات ماری تھی اس مہاجر اور انصاری کا نام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم ایک غزوہ میں تھے: امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ غزوہ بنو المصطلق تھا۔

فَكَسَعَ: الکسع کا معنی ہے: کسی انسان کی مقعد پر گھونسا یا لات مارنا۔

جس مہاجر نے لات ماری تھی اس کا نام جہجاء بن قیس تھا اور دوسرا قول ہے کہ اس کا نام ابن سعید الغفاری تھا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور ان کے گھوڑے کو چلا رہا تھا اور جس انصاری کی مقعد پر لات ماری ان کا نام سنان بن وبرہ الجہنی تھا اور وہ انصار کا حلیف تھا۔

۷۔ بَابٌ: هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوا ۗ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ (المنافقون: ۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں (یعنی متفرق ہو جائیں) اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام خزانے اللہ کی ملکیت میں ہیں، لیکن منافقین نہیں سمجھتے ۝ (المنافقون: ۷) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یتفرق کا لفظ قرآن مجید میں نہیں ہے بلکہ وہ ینفضوا کی تفسیر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۷)

۴۹۰۶۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ، وہ بیان کرتے ہیں: مجھے

Marfat.com

مَالِكٍ يَقُولُ حَزِنْتُ عَلَى مَنْ أُصِيبَ بِالْحَرَّةِ فَكَتَبَ إِلَيَّ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ وَبَلَغَهُ شِدَّةُ حُزْنِي يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَلِأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ وَشَكَّ ابْنُ الْفَضْلِ فِي أَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ فَسَأَلَ أَنَسًا بَعْضُ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَقَالَ هُوَ الَّذِي يَقُولُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم هَذَا الَّذِي أَوْفَى اللهُ لَهُ بِأُذُنِهِ۔ (صحیح مسلم:۲۵۰۶)

عبد اللہ بن الفضل نے حدیث بیان کی وہ بیان کرتے ہیں انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو صحابہ واقعہ الحرۃ میں شہید ہوئے تھے مجھے ان پر بہت رنج ہوا، پس حضرت زید بن ارقم نے میری طرف خط لکھا اور ان کو میرے شدید غم کی خبر پہنچی، اس میں انہوں نے ذکر کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ یہ دعا کر رہے تھے، اے اللہ! انصار کی مغفرت فرما اور انصار کے بیٹوں کی مغفرت فرما، ابن الفضل کو شک ہے کہ آپ نے انصار کے بیٹوں کے لیے بھی دعا کی تھی، پس جو لوگ حضرت انس کے پاس تھے ان میں سے کسی نے حضرت انس سے پوچھا تو انہوں نے کہا: حضرت زید بن ارقم ہی وہ صحابی ہیں جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: یہ وہی ہے جس کے کان کی (یعنی جس کے سننے کی) اللہ تعالیٰ نے تصدیق کی تھی۔ (اور اس کے کان کو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا)۔

واقعہ حرۃ کا بیان اور حضرت زید بن ارقم کی حضرت انس سے شہداء انصار پر تعزیت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اَلْحَرَّةُ: یہ مدینہ کے شروع میں کالے پتھروں والی زمین ہے، یہاں پر سن تریسٹھ (۶۳ھ) ہجری میں مشہور حادثہ ہوا تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب اہل مدینہ کو یزید بن معاویہ کے برے اور غلط کاموں کی خبر پہنچی تو انہوں نے اس کی بیعت کو توڑ دیا، پس انصار نے عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر کو اپنا امیر بنا دیا اور مہاجرین نے عبد اللہ بن مطیع العدوی کو اپنا امیر بنا دیا اور یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو بہت بڑے لشکر کے ساتھ اہل مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا، اس نے اہل مدینہ کو شکست دی اور مدینہ میں خونریزی کو مباح کر دیا اور انصار میں سے بہت بڑی تعداد کو شہید کر دیا گیا، اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ میں تھے، ان کو انصار کے شہید کیے جانے کی خبر پہنچی تو ان کو بہت غم ہوا، پس ان کی طرف حضرت زید بن ارقم نے خط لکھا اور ان سے انصار کی شہادت پر تعزیت کی اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا لکھ کر بھیجی: اے اللہ! انصار کی مغفرت فرما اور ان کی اولاد کی مغفرت فرما۔

ھذا الذی اوفی اللہ لہ باذنہ: اس جملہ میں اَوْفٰی کا معنی ہے: صَدَّقَ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے کان کی تصدیق کر دی یعنی انہوں نے جو عبد اللہ بن ابی سے سنا تھا وہ سچ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۹۔۳۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابٌ: يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (المنافقون:۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہ کہتے ہیں کہ اگر (اب) ہم مدینہ واپس گئے تو ضرور عزت والا ذلت والے کو وہاں سے نکال دے گا حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور

Marfat.com

ایمان والوں کے لیے لیکن منافقین نہیں جانتے O
(المنافقون:۸) کی تفسیر

۴۹۰۷۔ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِینَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما یَقُولُ كُنَّا فِی غَزَاةٍ فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِینَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْأَنْصَارِیُّ یَا لَلْأَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِیُّ یَا لَلْمُهَاجِرِینَ فَسَمِعَهَا اللهُ رَسُولَهُ ﷺ قَالَ مَا هَذَا فَقَالُوا كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِینَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْأَنْصَارِیُّ یَا لَلْأَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِیُّ یَا لَلْمُهَاجِرِینَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ قَالَ جَابِرٌ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ حِینَ قَدِمَ النَّبِیُّ ﷺ أَكْثَرَ ثُمَّ كَثُرَ الْمُهَاجِرُونَ بَعْدُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَیٍّ أَوَقَدْ فَعَلُوا وَاللهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِینَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی الله عنه دَعْنِی یَا رَسُولَ اللهِ أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ دَعْهُ لَا یَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا یَقْتُلُ أَصْحَابَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم نے اس حدیث کو عمرو بن دینار سے یاد رکھا ہے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ہم ایک غزوہ میں تھے، پس مہاجرین میں سے ایک مرد نے انصار کے ایک مرد کی مقعد پر لات ماری تو انصاری نے کہا: اے انصار! آؤ اور مہاجر نے کہا: اے مہاجرو آؤ! پس اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چیز سنا دی تو آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے، تو کہنے لگے: مہاجرین میں سے ایک مرد نے انصار کے ایک مرد کی مقعد پر لات ماری ہے تو انصاری نے کہا اے انصار مدد کے لیے آؤ اور مہاجر نے کہا: اے مہاجرین! مدد کے لیے آؤ، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا اس چیخ و پکار کو چھوڑ دو یہ بدبودار ہے، حضرت جابر نے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو انصار کی تعداد زیادہ تھی، پھر بعد میں مہاجروں کی تعداد زیادہ ہوگئی، پس عبداللہ بن ابی نے کہا: کیا واقعی انہوں نے ایسا کیا ہے اور اللہ کی قسم! اب اگر ہم مدینہ واپس گئے تو ان میں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا، پس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن مار دوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑو لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۱۸ میں گزر چکی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ المنافقون کی تفسیر میں جو آٹھ احادیث روایت کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ التغابن میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٦٤ ـ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ التَّغَابُنِ

سورۃ التغابن کی تفسیر

سورۃ التغابن کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ التغابن کی بعض آیات کی تفسیر ہے، علامہ ابوالعباس نے کہا کہ یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے، اور مقاتل نے کہا: یہ سورت مدنی ہے اور اس میں ایک آیت مکی ہے (علامہ عینی نے اس آیت کا ذکر نہیں کیا) اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ سورت مکی ہے اور اس کی آخر کی چند آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور الکلبی نے کہا: یہ سورت مکی اور مدنی ہے۔

التغابن قیامت کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، تغابن غبن سے ماخوذ ہے، قیامت کا نام تغابن اس لیے رکھا گیا کہ اس دن مظلوم ظالم سے غبن کرے گا یعنی اپنے اوپر زیادتی کا بدلہ لے گا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس دن کفار کو ان کی تجارتوں میں غبن ہوگا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو خرید لیا، اس سورت میں اٹھارہ (۱۸) آیات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۹)

وَقَالَ عَلْقَمَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ (التغابن: ۱۱) هُوَ الَّذِیْ إِذَا أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ رَضِيَ وَعَرَفَ أَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ۔

اور علقمہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے درج ذیل آیت کی تفسیر میں روایت کی: وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (التغابن: ۱۱) اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھے اللہ اس کے دل کو ہدایت دے گا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے کہ اس پر جب کوئی مصیبت آئے تو وہ اس پر راضی رہے اور یہ سمجھے کہ یہ مصیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں، علقمہ کا پورا نام علقمہ بن قیس ہے وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے ان سے التغابن: ۱۱ کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ کسی شخص پر جب کوئی مصیبت آئے تو وہ اس پر راضی رہے اور اس کو تسلیم کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ التَّغَابُنُ غَبْنُ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَهْلَ النَّارِ۔

اور مجاہد نے کہا: اہل جنت اہل نار کے ساتھ غبن کریں گے یعنی ان کو نقصان پہنچائیں گے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یوم التغابن وہ دن ہے جب اہل جنت اہل نار کے ساتھ غبن کریں گے کیونکہ اہل جنت نے اسلام پر بیعت کی اور نفع میں جنت کو حاصل کیا اور اہل نار نے اسلام لانے سے انکار کیا، پس انہوں نے نقصان اٹھایا تو ان دونوں کو اس سے تشبیہ دی گئی جس طرح دو خرید و فروخت کرنے والے ہوں اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے ساتھ غبن کرے، یعنی اس کو

نقصان پہنچائے۔[یہ دونوں تعلیقیں علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۳۵۰ میں ذکر کی ہیں]

اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے جنت میں گھر بنائے تھے، اگر کفار ایمان لے آتے تو ان کو وہ گھر مل جاتے لیکن جب وہ ایمان نہیں لائے تو ان کے لیے جو گھر بنائے گئے تھے وہ مومنوں کو یعنی اہل جنت کو مل جائیں گے تو اس طرح اہل جنت، اہل دوزخ کے ساتھ غبن کریں گے یعنی ان کو نقصان پہنچائیں گے۔(مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۲)

الحمدللہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ التغابن میں جو دو تعلیقیں ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ الطلاق کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٦٥ـ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الطَّلَاقِ

سورۃ الطلاق کی تفسیر

سورۃ الطلاق کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الطلاق کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے، اور مقاتل نے کہا ہے: یہ سورت النساء الصغریٰ ہے اور یہ سورۃ الدہر کے بعد نازل ہوئی ہے، اس سورت میں بارہ (۱۲) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۵۰)

١ـ بَابٌ

باب

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَبَالَ أَمْرِهَا جَزَاءَ أَمْرِهَا۔

اور مجاہد نے کہا: وَبَالَ اَمْرِهَا: اس کا معنی ہے: انہوں نے اپنی بد اعمالیوں کی سزا پائی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ (الطلاق:۹)

سوانہوں نے اپنے کرتوتوں کا خمیازہ چکھا اور انجام کار ان کو نقصان ہوا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے وَبَالَ کی تفسیر سزا کے ساتھ کی ہے، ابن ابی نجیح سے بھی اسی طرح مروی ہے اور فَذَاقَتْ کی ضمیر درج ذیل آیت میں مذکور بستیوں کی طرف لوٹ رہی ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ (الطلاق:۸)

اور بہت سی بستیوں والوں نے اپنے رب کے حکم سے اور رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا سخت محاسبہ کیا اور ان کو بہت برا عذاب دیا ۝

اِنِ ارْتَبْتُمْ اِنْ لَّمْ تَعْلَمُوا اَتَحِيضُ اَمْ لَا تَحِيضُ فَاللَّائِي قَعَدْنَ عَنِ الْمَحِيضِ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ بَعْدُ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ۔

اِنِ ارْتَبْتُمْ: (اگر تم کو شک ہو) یعنی اگر تم کو یہ معلوم نہ ہو کہ آیا اس عورت کو حیض آتا ہے یا نہیں، پس جو عورتیں حیض کے آنے سے بیٹھ گئیں اور جن عورتوں کو ابھی تک حیض نہیں آیا فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ: (تو ان کی عدت تین ماہ ہے)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالّٰٓئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ (الطلاق:۴)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدت ہے)۔

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اگر تم کو عورتوں کے حیض کا علم نہ ہو تو جو عورتیں بوڑھی ہونے کی وجہ سے حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اور جن کو کم سنی کی وجہ سے ابھی تک حیض نہیں آیا تو ان کی عدت تین ماہ ہے یعنی اگر تمہیں ان کے حکم میں شک ہو اور تم کو یہ معلوم نہ ہو کہ ان کی عدت کا کیا حکم ہے تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔

[یہ دونوں تعلیقیں علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۵۰ ۳ میں ذکر کی ہیں]

۴۹۰۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما أَخْبَرَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَتَغَيَّظَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا أَمَرَ اللهُ۔

(صحیح البخاری: ۵۲۵۱، ۵۲۵۲، ۵۲۵۳، ۵۲۶۴، ۵۳۳۲، ۵۳۳۳، ۷۱۶۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ ان کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور وہ اس وقت حائضہ تھیں، پس حضرت عمر نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ اس پر غضب ناک ہوئے، پھر فرمایا کہ اس کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے، پھر اس کو روک کر رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کو حیض آئے، پھر وہ اس حیض سے پاک ہو جائے، پس اگر اس کو یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے تو وہ اس کو طہر کی حالت میں طلاق دے دے اس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے، پس یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

عورت کو حالت حیض میں طلاق دینا نبی ﷺ کے غضب کا سبب ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہوئے: آپ اس لیے غضب ناک ہوئے کہ حیض میں طلاق دینا بدعت ہے۔

فلیطلقھا طاھراً: اس حدیث میں طاھراً مذکر کا صیغہ ہے حالانکہ یہ عورت کا حکم بیان کیا جا رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حیض سے پاک ہونا عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے، اس لیے طَاهِرَۃً کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔

طلاق حسن، طلاق احسن اور طلاق بدعت کے متعلق امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کا مذہب

اس حدیث سے درج ذیل احکام مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ طہر میں طلاق دی جائے اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اس طہر میں طلاق دے جس میں اس کے ساتھ جماع نہ کیا ہو تو یہ ایک طلاق ہے، پھر اس کو چھوڑ دے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے جب وہ تیسرے حیض کے خون کا پہلا قطرہ دیکھ لے اور یہی لیث اور اوزاعی کا قول ہے۔

Marfat.com

اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ طلاق احسن ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ جب وہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینا چاہے تو اس کو ہر ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس کے ساتھ جماع نہ کیا ہو اور یہی ثوری اور اشعب کا قول ہے۔

علامہ المرغینانی نے کہا ہے کہ اصحاب ابوحنیفہ کے نزدیک طلاق کی تین قسمیں ہیں: حسن، احسن اور بدعی، پس حسن وہ طلاق سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ جس عورت سے دخول کر چکا ہو اس کو تین طہروں میں تین طلاقیں دے اور احسن یہ ہے کہ اس کو اس طہر میں ایک طلاق دے جس میں اس کے ساتھ جماع نہ کیا ہو، پھر اس کو چھوڑ دے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے اور طلاق بدعی یہ ہے کہ اس کو ایک جملہ کے ساتھ تین طلاقیں دے دے یا اس کو ایک طہر میں تین طلاقیں دے دے، پس جب وہ ایسا کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ گناہ گار ہوگا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ طلاق سنت میں علماء کا اختلاف ہے: امام مالک اور ان کے تمام اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اس طہر میں طلاق دے جس میں اس کے ساتھ جماع نہ کیا ہو، پھر اس کو چھوڑے رکھے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے اور یہی لیث اور اوزاعی کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ طلاق احسن ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس کو تین طلاقیں دے اور ہر طہر میں ایک طلاق ہو اور یہ دونوں صورتیں فقہاء کوفہ کے نزدیک طلاق سنت ہیں اور یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اور امام شافعی، امام احمد اور ابوثور نے یہ کہا ہے: تین طلاقوں کے عدد کے اعتبار سے نہ کوئی طلاق سنت ہے اور نہ بدعت ہے، طلاق سنت اور بدعت ہونا وقت کے اعتبار سے ہے۔

حالت حیض میں طلاق سے ممانعت کے متعلق دیگر مسائل

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حیض میں دی گئی طلاق سے رجوع کرے، اس میں یہ دلیل ہے کہ جو طلاق غیر بائن ہو اس میں عورت کی رضا کی ضرورت نہیں ہے۔ (کسی طلاق میں بھی عورت کی رضا کی ضرورت نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قول کے ساتھ طلاق سے رجوع کرنا صحیح ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے: فعل کے ساتھ طلاق کے رجوع میں فقہاء کا اختلاف ہے، قاضی عیاض نے کہا: ہمارے نزدیک فعل کے ساتھ رجوع کرنا بھی صحیح ہے مثلاً وہ اس عورت سے مباشرت کرلے یا اس کو بوسا دے یا اس کو ہاتھ لگائے اور اس کا ارادہ طلاق سے رجوع کرنا ہو۔ امام شافعی نے فعل کے ساتھ طلاق کے رجوع کا مطلقاً انکار کیا ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس کو ثابت کیا ہے خواہ اس کا یہ فعل رجوع کے قصد سے بغیر ہو۔

(۴) امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو وہ گناہ گار ہوگا اور اس پر لازم ہے کہ اس طلاق سے رجوع کرے، اگر اس نے رجوع نہیں کیا اور عورت کی عدت گزر گئی تو عورت اس سے ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی۔

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی اس کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا، امام مالک کے نزدیک یہ واجب ہے اور جس مرد نے اپنی بیوی کو حالت حیض یا حالت نفاس میں طلاق دی اس کو اس طلاق سے رجوع کرنے پر مجبور کیا جائے گا، انہوں نے نفاس کے خون کو حیض کے خون کے مساوی قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور دیگر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس مرد کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اس پر اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا اور انہوں نے کہا ہے: اس حدیث میں جو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم ہے یہ حکم استحباب پر محمول ہے تاکہ اس کی طلاق سنت کے مطابق ہو جائے اور اس پر اجماع ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دی جس میں وہ اس سے جماع کر چکا تھا تو اس کو

Marfat.com

اس طلاق سے رجوع کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور نہ اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا اگرچہ اس نے یہ طلاق سنت کے مطابق نہیں دی۔

(۶) حیض میں طلاق دینا حرام ہے لیکن اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو وہ واقع ہو جائے گی، ایک شاذ قول یہ ہے کہ ایسی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ حالت حیض میں طلاق سے منع کرنے کی کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسی عبادت ہے جس کی کوئی عقلی توجیہ نہیں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ اس کی عدت طویل ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۵۲-۳۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حالت حیض میں طلاق سے ممانعت کی مصنف کے نزدیک حکمت

مصنف کہتا ہے: ہوسکتا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہو کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو کسی بات پر غصہ کی وجہ سے حالت حیض میں طلاق دینے کا ارادہ کرے گا، پھر وہ اس وجہ سے اپنے ارادے سے رک جائے گا کہ حالت حیض میں طلاق دینا منع ہے اور وہ حیض ختم ہونے کا انتظار کرے گا تو اس وقفہ میں ہوسکتا ہے کہ اس کا غصہ ختم ہو جائے اور پھر وہ اس کو طلاق دینے کا ارادہ نہ کرے اور یوں ان کے درمیان جدائی نہیں ہوگی۔

۲- بَابٌ: وَأُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ (الطلاق: ۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے کام میں آسانی کردے گا۝ (الطلاق: ۴) کی تفسیر

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ وَاحِدُهَا ذَاتُ حَمْلٍ۔

وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ: اس کا واحد ہے، ذات حمل یعنی حمل والی عورت۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اولات ذات کی جمع ہے اور احمال، حمل کی جمع ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ایسی عورت کی عدت کا وقت مقرر ہے اور وہ وقت ان کا وضع حمل ہے اور یہ حکم مطلقہ عورتوں اور ان عورتوں کے لیے عام ہے جن کے خاوند فوت ہو گئے ہوں اور یہ حضرت عمر، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو مسعود بدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور دیگر شہر کے فقہاء کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس عورت کی عدت وہ ہے جس کی مدت زیادہ ہو یعنی اگر اس کے خاوند کی وفات کے ایک دن یا دو دن بعد اس کا وضع حمل ہو گیا تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی کیونکہ یہ زیادہ مدت ہے اور اگر پانچ یا چھ ماہ یا اس سے زیادہ دنوں کے بعد اس کا وضع حمل ہوا تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی کیونکہ یہ مدت چار ماہ دس دن سے زیادہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو مدت زیادہ ہو وہی اس کی عدت ہوگی خواہ وہ مدت چار ماہ دس دن ہو یا وضع حمل ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۵۳-۳۵۲، مع وضاحۃ المصنف، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۰۹- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبُو هُرَيْرَةَ جَالِسٌ عِنْدَهُ فَقَالَ أَفْتِنِي فِي امْرَأَةٍ وَلَدَتْ بَعْدَ زَوْجِهَا بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ، انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس وقت حضرت

آخِرُ الْأَجَلَيْنِ قُلْتُ أَنَا ﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق: ۴) قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِي يَعْنِي أَبَا سَلَمَةَ فَأَرْسَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ غُلَامَهُ كُرَيْبًا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ يَسْأَلُهَا فَقَالَتْ قُتِلَ زَوْجُ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةِ وَهِيَ حُبْلَى فَوَضَعَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَخُطِبَتْ فَأَنْكَحَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَكَانَ أَبُو السَّنَابِلِ فِيمَنْ خَطَبَهَا

(صحیح البخاری: ۵۳۱۸، سنن ترمذی: ۱۱۹۴، مسند احمد، ج ۶ ص ۳۱۴)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اس مرد نے (حضرت ابن عباس سے) پوچھا: مجھے اس عورت کے متعلق فتویٰ دیں جس نے اپنے خاوند کی وفات کی چالیس (۴۰) راتوں کے بعد بچہ جن دیا (یعنی اس سے بچہ کی ولادت ہوگئی) تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کی عدت زیادہ مدت والی ہوگی (یعنی اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی)، ابوسلمہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا قرآن مجید میں تو اس طرح ہے: وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق: ۴) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا: میری رائے بھی میرے بھتیجے یعنی ابوسلمہ کے ساتھ ہے، تب حضرت ابن عباس نے اپنے غلام کریب کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور ان سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: حضرت سبیعہ اسلمیہ کے خاوند اس وقت شہید کر دیے گئے جب وہ حاملہ تھیں اور ان کی وفات کی چالیس راتوں کے بعد انہوں نے بچہ جن دیا یعنی ان کا وضع حمل ہو گیا، پھر ان کو نکاح کا پیغام دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح کر دیا اور حضرت ابوالسنابل بھی ان مردوں میں سے تھے جنہوں نے ان کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔

حضرت سبیعہ اسلمیہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کی عدت زیادہ مدت والی ہوگی: یعنی اس عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ چار مہینہ دس دن عدت پوری کرے اور اس کے لیے وضع حمل کی عدت گزارنا کافی نہیں ہے کیونکہ وہی زیادہ مدت ہے۔

سبیعہ الاسلمیہ: یہ الحارث اسلمی کی بیٹی ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ پہلی عورت ہیں جو صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائی تھیں اور ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ تھے، عروہ نے کہا کہ حضرت خولہ بنو عامر میں سے تھے اور انہوں نے حبشہ ہجرت کی تھی اور غزوہ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کتاب الجنائز میں یہ گزرا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ کی مکہ میں وفات ہوئی تھی اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کو شہید کیا گیا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ مشہور یہی ہے کہ ان کی وفات ہوئی تھی اور وہ شہید نہیں کیے گئے تھے، حضرت ام سلمہ نے جو فرمایا کہ وہ شہید کیے گئے تھے، ان کا یہ قول ان کے گمان کی بنا پر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی توجیہ

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اور اس نے خاوند کی وفات کے بعد بچہ جنا ہو تو حضرت ابن عباس کے نزدیک اس عورت کی عدت وہ ہے جس کی مدت زیادہ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن ابی لیلیٰ سے بھی یہی قول مروی ہے اور سحو

Marfat.com

مالکی کا بھی یہی مختار ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بھی ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا اور انہوں نے کہا کہ اس کی عدت وضع حمل ہے اور تمام شہروں کے فقہاء کا یہی مذہب ہے اور حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور ابو سلمہ کا بھی یہی قول ہے اور اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ دو آیتوں میں تعارض ہے اور ان میں سے ہر ایک آیت ایک اعتبار سے عام ہے اور دوسرے اعتبار سے خاص ہے۔ وہ دو آیتیں حسب ذیل ہیں:

وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (البقرہ: ۲۳۴)

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں۔

یہ آیت بیوہ عورت کے متعلق عام ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو، اور دوسری آیت یہ ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق: ۴)

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

اس آیت میں حاملہ عورتیں اس سے عام ہیں خواہ ان کا خاوند فوت ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، پس یہ سبب ہے جس کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حاملہ بیوہ کی عدت زیادہ مدت والی ہو کیونکہ ایک آیت دوسری آیت پر راجح نہیں ہے اس لیے واجب ہے کہ بغیر یقین کے عدت کو نہ ختم کیا جائے اور یہ یقین اس صورت میں حاصل ہوگا جب زیادہ مدت کو عدت قرار دیا جائے، تاہم شہروں کے فقہاء نے اس باب کی حدیث پر اعتماد کیا ہے کیونکہ یہ حدیث البقرہ: ۲۳۴ کے عموم کے لیے مخصص ہے اور حضرت سبیعہ کا قصہ بعد کا ہے کیونکہ یہ حجۃ الوداع کے بعد کا قصہ ہے۔ اور البقرہ: ۲۳۴ اس پر محمول ہے کہ اس میں اس بیوہ عورت کی عدت کا بیان ہے جو حاملہ نہ ہو اور حاملہ عورت کی عدت کا بیان الطلاق: ۴ میں ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے اور حضرت سبیعہ کی حدیث سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۵۴، مع وضاحۃ المصنف، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۱۰ - وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ كُنْتُ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى وَكَانَ أَصْحَابُهُ يُعَظِّمُونَهُ فَذَكَرُوا لَهُ فَذَكَرَ آخِرَ الْأَجَلَيْنِ فَحَدَّثْتُ بِحَدِيثِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ فَضَمَّزَ لِي بَعْضُ أَصْحَابِهِ قَالَ مُحَمَّدٌ فَفَطِنْتُ لَهُ فَقُلْتُ إِنِّي إِذًا لَجَرِيءٌ إِنْ كَذَبْتُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ فِي نَاحِيَةِ الْكُوفَةِ فَاسْتَحْيَا وَقَالَ لَكِنْ عَمُّهُ لَمْ يَقُلْ ذَاكَ فَلَقِيتُ أَبَا عَطِيَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ فَسَأَلْتُهُ فَذَهَبَ يُحَدِّثُنِي حَدِيثَ سُبَيْعَةَ فَقُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فِيهَا شَيْئًا فَقَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ أَتَجْعَلُونَ عَلَيْهَا التَّغْلِيظَ وَلَا

اور سلیمان بن حرب اور ابو النعمان نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اس میں عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ بھی تھے اور ان کے اصحاب ان کی بہت تعظیم کرتے تھے، پس انہوں نے دو مدتوں میں زیادہ مدت والی عدت کا ذکر کیا تو میں نے حضرت سبیعہ بنت الحارث کی حدیث از عبد اللہ بن عتبہ بیان کی تو عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے کسی صاحب نے مجھے خاموش کرایا، محمد (راوی) نے کہا: میں اس کا مقصد سمجھ گیا، پس میں نے کہا کہ اگر میں نے عبد اللہ بن عتبہ پر جھوٹ باندھا ہو جب کہ وہ کوفہ کی ایک جانب میں موجود ہیں پھر تو میں بہت جرأت والا ہوں گا تو ان صاحب کو حیا آئی اور انہوں نے کہا: لیکن ان کے چچا نے یہ بات نہیں کی، پس میری ابو عطیہ مالک بن عامر سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے اس مسئلہ کے متعلق

Marfat.com

تَجْعَلُونَ عَلَيْهَا الرُّخْصَةَ لَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ الطُّولَى وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔

(صحیح البخاری: ۴۵۳۲، صحیح مسلم: ۱۴۸۵)

دریافت کیا تو وہ مجھے حضرت سبیعہ کی حدیث بیان کرنے لگے، پس میں نے پوچھا گیا: آپ نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) سے اس کے متعلق کچھ سنا ہے تو انہوں نے کہا: ہم حضرت عبداللہ کے پاس تھے تو انہوں نے کہا: کیا تم اس عورت کے اوپر مغلظ عدت لازم کرتے ہو (یعنی زیادہ مدت والی) اور تم اس کے اوپر آسانی نہیں کرتے اور سورۃ النساء الصغریٰ (یعنی سورۃ الطلاق) سورہ نساء الطولیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے یعنی اس کی یہ آیت وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق: ۴) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

فضمن لی غلط ہے اور صحیح ضمزنی ہے اور اس کا معنی ہے: چپ کرو، اور دیگر بعض الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فَضَمِنَ لِیْ: صاحب التلویح نے کہا ہے: ہمارے صحیح بخاری کے نسخوں میں اسی طرح ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے: لیکن اس کا کوئی محصل معنی نہیں ہے، اور مشابہ بالحق یہ ہے کہ یہ لفظ ضمزنی ہے جس کا معنی ہے: اس نے مجھے خاموش کیا، علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: اس نے مجھے اشارے سے کہا ہے: چپ کرو، ضمز الرجل اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص دونوں ہونٹوں کو ملا کر چپ کرنے کا اشارہ کرے۔

پھر تو میں بہت جرأت والا ہوں گا: یعنی میں جھوٹ بولنے پر حریص ہوں گا۔

لیکن ان کے چچا نے یہ نہیں کہا: یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس طرح نہیں کہا، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے اسی طرح حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے لیکن حضرت ابن مسعود کی مشہور روایت اس کے خلاف ہے، ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے پہلے اسی طرح کہا ہو، پھر اس سے رجوع کر لیا ہو یا پھر عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کو اس نقل میں وہم ہوا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۵۵۔۳۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الطلاق کی تفسیر میں جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ التحریم کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۶۶۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ التَّحۡرِیۡمِ

سورۃ التحریم کی تفسیر

سورۃ التحریم کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ التحریم کی بعض آیات کی تفسیر ہے، صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس سورت کا نام سورۃ لِمَ تُحَرِّمُ ہے اور یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے، علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ یہ سورت سورۃ الحجرات کے بعد اور سورۃ الجمعہ سے پہلے نازل ہوئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ سورت حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی تحریم کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس کی امام نسائی نے روایت کی ہے اور حاکم نے اس کو امام مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے، اور علامہ خطابی نے اس کو اکثر مفسرین سے نقل کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ سورت شہد کی تحریم کے متعلق نازل ہوئی ہے، امام نسائی نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شہد کے سلسلہ میں حدیث بہت عمدہ ہے اور حضرت ماریہ اور ان کی تحریم کے متعلق جو حدیث ہے اس کی سند اتنی عمدہ نہیں ہے، اس سورت میں بارہ (۱۲) آیات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۵۶۔۳۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابٌ: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (التحریم:۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے، آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (التحریم:۱) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: ہم اس سورت کے سبب نزول میں اختلاف کو بیان کر چکے ہیں اور عنقریب اس پر مزید کلام آئے گا۔

۴۹۱۱۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنِ ابْنِ حَكِيمٍ هُوَ يَعْلَى بْنُ حَكِيمٍ الثَّقَفِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ فِي الْحَرَامِ يُكَفِّرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱)

(صحیح البخاری: ۵۲۶۶، صحیح مسلم: ۱۴۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابن حکیم جو یعلی بن حکیم ثقفی ہیں از سعید بن جبیر کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کسی حلال چیز کو حرام کرنے پر کفارہ دیا جائے گا۔ اور حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱) بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

Marfat.com

جس شخص نے اپنے اوپر اپنی بیوی کو حرام قرار دیا اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعدد اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے یا کہا: یہ چیز مجھ پر حرام ہے تو اس میں قسم کا کفارہ دیا جائے گا اور حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر دیا اور کہا: تو مجھ پر حرام ہے تو اس پر طلاق نہیں ہوگی اور اس پر قسم کا کفارہ ہے اور ان سے دوسری روایت ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کیا تو کچھ نہیں ہے، اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے، اس پر کفارہ ظہار لازم آئے گا اور کہا ہے: یہ ابو قلابہ اور ابن جبیر کا قول ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے اور امام شافعی سے منقول ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے تو اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو یہ طلاق ہے اور اگر ظہار کی نیت کی تو یہ ظہار ہے اور اگر اس نے بغیر طلاق اور بغیر ظہار کے اس مخصوص عورت کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تو اس لفظ سے اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا اور یہ قسم نہیں ہوگی اور اگر اس نے کچھ نیت نہیں کی تو اس کے متعلق دو قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا یہ کلام لغو ہے، اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا اور نہ اس پر کوئی حکم مرتب ہوگا۔

صورت مذکورہ میں چودہ (۱۴) مذاہب

قاضی عیاض نے اس مسئلہ میں حسب ذیل چودہ (۱۴) مذاہب ذکر کیے ہیں:

(۱) امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے اوپر اپنی بیوی کو حرام قرار دیا تو اس سے اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی خواہ اس کی بیوی مدخول بہا ہو یا نہ ہو، اگر اس کی بیوی غیر مدخول بہا ہو اور اس نے تین طلاقوں سے کم کی نیت کی ہو تو اس کا قول قبول کیا جائے گا، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، زید، حسن بصری اور حکم کا یہی مذہب ہے۔

(۲) اس قول سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اس کی نیت کو قبول نہیں کیا جائے گا نہ مدخول بہا میں اور نہ غیر مدخول بہا میں، یہ ابن ابی لیلیٰ اور عبدالملک بن الماجشون کا قول ہے۔

(۳) اس صورت میں مدخول بہا پر تین طلاقیں واقع ہوں گی اور غیر مدخول بہا پر ایک طلاق واقع ہوگی، یہ ابو مصعب اور محمد بن حکم کا قول ہے۔

(۴) اس صورت میں ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی خواہ اس کی بیوی مدخول بہا ہو یا نہ ہو، یہ امام مالک سے ایک روایت ہے۔

(۵) اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، یہ عبدالعزیز بن ابی سلمہ المالکی کا قول ہے۔

(۶) اس صورت میں جو اس نے نیت کی ہے وہ واقع ہوگی اور ایک طلاق سے کم نہیں ہوگی، یہ زہری کا قول ہے۔

(۷) اگر اس نے ایک طلاق کی نیت کی یا متعدد طلاقوں کی نیت کی یا قسم کی نیت کی تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اور اگر کوئی نیت نہیں کی تو اس کا کلام لغو ہے، یہ ثوری کا قول ہے۔

(۸) یہ بھی اسی کی مثل قول ہے مگر جب اس نے کوئی نیت نہیں کی تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا، یہ الاوزاعی اور ابو ثور کا قول ہے۔

(۹) اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو جتنے عدد کی نیت کی اس کا اعتبار ہوگا اور اگر اس نے ایک طلاق کی نیت کی تو یہ ایک طلاق رجعی ہوگی، یہ امام شافعی کا قول ہے اور اسی کی مثل حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ اور تابعین سے مروی ہے۔

(۱۰) اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر اس نے تین طلاقوں کی نیت کی تو تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر اس نے دو طلاقوں کی نیت کی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی تو یہ قسم ہے، یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب

کا قول ہے۔

(۱۱) یہ بھی دسویں قول کی مثل ہے مگر اس میں یہ فرق ہے کہ اگر اس نے دو طلاقوں کی نیت کی تو دو طلاقیں واقع ہوں گی، یہ امام زفر کا قول ہے۔

(۱۲) اس صورت میں کفارہ ظہار واجب ہوگا، یہ اسحاق بن راہو یہ کا قول ہے۔

(۱۳) یہ قسم ہے اور اس میں قسم کا کفارہ لازم آئے گا، یہ حضرت ابن عباس اور بعض تابعین کا قول ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔

(۱۴) یہ پانی اور طعام کو حرام کرنے کی مثل ہے، سو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی اور نہ اس سے کوئی چیز واقع ہوگی بلکہ یہ کلام لغو ہے یہ مسروق، ابوسلمہ اور شعبی اور اصبغ کا قول ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم للقاضی عیاض ج ۵ ص ۲۷۔۲۶، دار الوفاء) (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۱۲۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَيَمْكُثُ عِنْدَهَا فَوَاطَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ عَلَى أَيَّتُنَا دَخَلَ عَلَيْهَا فَلْتَقُلْ لَهُ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ قَالَ لَا وَلَكِنِّي كُنْتُ أَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَلَنْ أَعُودَ لَهُ وَقَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِي بِذَلِكَ أَحَدًا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۱۶۔ ۵۲۶۷۔ ۵۲۶۸۔ ۵۴۳۱، ۵۵۹۹۔ ۵۶۱۴۔ ۵۶۸۲۔ ۶۶۹۱۔ ۶۹۷۲، صحیح مسلم: ۱۴۷۴، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۴، سنن نسائی: ۳۴۲۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از ابن جریج از عطاء از عبید بن عمیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کے پاس شہد پیتے تھے اور ان کے پاس ٹھہرتے تھے، پس میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اتفاق سے یہ طے کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئیں تو وہ یہ کہے کہ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے، مجھے آپ سے مغافیر کی بو آتی ہے، آپ نے فرمایا: نہیں لیکن میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے، پس میں ہرگز اس کو دوبارہ نہیں پیوں گا اور میں نے اس کی قسم کھالی ہے، تم کسی کو اس کی خبر نہ دینا۔

اس سوال کا جواب کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کے لیے کیوں جھوٹ پر اتفاق کیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے لیے یہ کیوں کر جائز ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کے لیے باہم جھوٹ پر اتفاق کریں، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت کم سن تھیں تاہم ان کا قصد اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا نہیں تھا بلکہ اس کا سبب وہ غیرت تھی جو عورتوں کی جبلت میں سوکنوں کے خلاف رکھ دی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۵۸)

مصنف کہتا ہے: اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغافیر نہیں کھایا تھا، پھر ازواج مطہرات نے کیسے

Marfat.com

کہہ دیا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے: ازواج نے کہا: شاید اس شہد کی مکھیوں نے عرفط کے درخت کو چوسا ہوگا۔ (صحیح بخاری: ۶۹۷۲) ازواج کا مطلب یہ تھا: اس وجہ سے جو شہد آپ نے پیا اس سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔

آپ نے کس کے گھر شہد پیا تھا، اس کے متعلق متعدد مختلف روایات

اس میں بھی اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے گھر میں شہد پیا تھا، پس امام بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر شہد پیا تھا اور جنہوں نے یہ کہا کہ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں، اور دوسری روایت یہ ہے کہ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر شہد پیا تھا اور جنہوں نے یہ کہا تھا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے وہ حضرت عائشہ، حضرت سودہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں۔

اور تفسیر عبد بن حمید میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت سودہ کے گھر شہد پیا تھا اور ان کے رشتہ داروں نے یمن سے لا کر ان کو شہد ہدیہ میں دیا تھا اور جنہوں نے یہ کہا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں اور جو چیز زیادہ ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر شہد پیا تھا جیسا کہ امام بخاری کی روایت میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے دو گروہ تھے، ایک گروہ میں حضرت عائشہ، حضرت سودہ، حضرت حفصہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن تھیں اور حضرت زینب، حضرت ام سلمہ اور باقی ازواج دوسرے گروہ میں تھیں۔

مغافیر کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آئندہ شہد نہ کھانے کی قسم کھانا اور حضرت حفصہ کو اس کی خبر دینے سے منع فرمانا

کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟: مغافیر مغفور کی جمع ہے: یہ میٹھے ذائقہ کا گوند ہے جس کی ناگوار بو ہوتی ہے جو العرفط نامی درخت (یا بیل) پر لگتا ہے، اس کے چوڑے پتے ہوتے ہیں جو زمین پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور اس میں کانٹے ہوتے ہیں اور اس کا روئی کی طرح سفید رنگ کا پھل ہوتا ہے اور اس کی سخت بدبو ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں: یعنی میں نے مغافیر نہیں کھایا لیکن میں نے زینب کے پاس شہد پیا ہے اور میں نے قسم کھالی ہے کہ میں دوبارہ شہد نہیں پیوں گا: پھر آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے فرمایا: تم اس کی خبر کسی کو نہ دینا کیونکہ انہوں نے ہی کہا تھا کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ یعنی تم کسی کو بھی اس کی خبر نہ دینا خواہ وہ عائشہ ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کی رضا کو طلب کرتے تھے۔

بعض روایات میں مذکور ہے کہ آپ نے شہد کی بجائے حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کیا تھا

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اکثر روایات میں یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حرام قرار دینے کے متعلق نازل ہوئی ہے جب آپ نے ان کو اپنے نفس پر حرام کر لیا تھا اور آپ نے حضرت حفصہ سے فرمایا تھا: اس کی خبر عائشہ کو نہ دینا، پس حضرت حفصہ نے آپ کے راز کو نہیں چھپایا اور حضرت عائشہ کو اس بات کی خبر دے دی اور ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۚ (التحریم: ۳) اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کی بات کہی، پس اس نے اس راز کی خبر دے دی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

ان روایات کی تعیین جن میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنے اوپر حضرت ماریہ قبطیہ کو حرام قرار دیا تھا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے گھر میں حضرت ماریہ سے مقاربت کی، پس اچانک اس دوران حضرت حفصہ آگئیں، انہوں نے آپ کو حضرت ماریہ کے ساتھ مشغول پایا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ میرے گھر میں ایسا کر رہے ہیں، اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے دوسری روایت کی ہے کہ حضرت حفصہ اپنے گھر میں آئیں اور حضرت ماریہ کے ساتھ آپ کو مشغول پایا تو وہ آپ پر ناراض ہوئیں، یہ حدیث متعدد ایسی سندوں کے ساتھ مروی ہے جن سے اس حدیث کی تقویت ہوتی ہے اس لیے ہوسکتا ہے کہ سورۂ تحریم کی یہ آیت شہد حرام قرار دینے سے بھی متعلق ہو اور حضرت ماریہ کو حرام قرار دینے سے بھی متعلق ہو، اور امام نسائی نے اس قصہ کو اختصار سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک باندی سے مقاربت کر رہے تھے، سو حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ کو ناگوار ہوا تو آپ نے اس باندی کو اپنے اوپر حرام قرار دے دیا، پس سورۃ التحریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ (التحریم:۱)

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس چیز کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرمادیا ہے

(فتح الباری ج ۶ ص ۷۶۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۔ بَابٌ: تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ (التحریم:۱۔۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝ (اے مسلمانو!) بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرمادیا ہے ۝ (التحریم:۲۔۱) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قسموں کے کھولنے کا طریقہ بیان فرمادیا ہے، یہ بیان سورۃ المائدہ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۵۹)

۴۹۱۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما يُحَدِّثُ اَنَّهُ قَالَ مَكَثْتُ سَنَةً اُرِيْدُ اَنْ اَسْاَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ اٰيَةٍ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَسْاَلَهُ هَيْبَةً لَهُ حَتّٰى خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجْتُ مَعَهُ فَلَمَّا رَجَعْنَا وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ عَدَلَ اِلَى الْاَرَاكِ لِحَاجَةٍ لَهُ قَالَ فَوَقَفْتُ لَهُ حَتّٰى فَرَغَ ثُمَّ سِرْتُ مَعَهُ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنِ اللَّتَانِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید بن حنین وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ فرماتے تھے: میں ایک سال ٹھہرا رہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے متعلق سوال کروں، پس مجھے ان کی ہیبت کی وجہ سے اب تک ان سے سوال کرنے کی طاقت نہ تھی حتیٰ کہ وہ حج کرنے کے لیے روانہ ہوئے، پس میں بھی ان کے ساتھ نکلا، پس جب ہم حج سے واپس

Marfat.com

تظاهرتا على النبي ﷺ من أزواجه فقال تلك
حفصة وعائشة قال فقلت والله إن كنت لأريد أن
أسألك عن هذا منذ سنة فما أستطيع هيبة لك
قال فلا تفعل ما ظننت أن عندي من علم
فاسألني فإن كان لي علم خبرتك به قال ثم قال عمر
والله إن كنا في الجاهلية ما نعد للنساء أمرا حتى
أنزل الله فيهن ما أنزل وقسم لهن ما قسم قال
فبينا أنا في أمر أتأمره إذ قالت امرأتي لو صنعت كذا
وكذا قال فقلت لها ما لك ولما ها هنا وفيم
تكلفك في أمر أريده فقالت لي عجبا لك يا ابن
الخطاب ما تريد أن تراجع أنت وإن ابنتك لتراجع
رسول الله ﷺ حتى يظل يومه غضبان فقام
عمر فأخذ رداءه مكانه حتى دخل على حفصة فقال
لها يا بنية إنك لتراجعين رسول الله ﷺ حتى
يظل يومه غضبان فقالت حفصة والله إنا لنراجعه
فقلت تعلمين أني أحذرك عقوبة الله وغضب
رسوله ﷺ يا بنية لا يغرنك هذه التي أعجبها
حسنها حب رسول الله ﷺ إياها يريد عائشة
قال ثم خرجت حتى دخلت على أم سلمة لقرابتي
منها فكلمتها فقالت أم سلمة عجبا لك يا ابن
الخطاب دخلت في كل شيء حتى تبتغي أن تدخل
بين رسول الله ﷺ وأزواجه فأخذتني والله
أخذا كسرتني عن بعض ما كنت أجد فخرجت من
عندها وكان لي صاحب من الأنصار إذا غبت أتاني
بالخبر وإذا غاب كنت أنا آتيه بالخبر ونحن
نتخوف ملكا من ملوك غسان ذكر لنا أنه يريد
أن يسير إلينا فقد امتلأت صدورنا منه فإذا
صاحبي الأنصاري يدق الباب فقال افتح افتح
فقلت جاء الغساني فقال بل أشد من ذلك اعتزل

آئے اور ہم کسی راستہ میں تھے تو حضرت عمر قضاء حاجت کے لیے پیلو کے درخت کی طرف مڑ گئے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: پس میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ وہ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے، پھر میں ان کے ساتھ چلنے لگا، پس میں نے ان سے پوچھا: اے امیر المومنین! نبی ﷺ کی ازواج میں سے وہ کون سی دو عورتیں تھیں جنہوں نبی ﷺ کے حکم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی تھی، حضرت عمر نے فرمایا: وہ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما تھیں، حضرت ابن عباس نے کہا: اللہ کی قسم! میں ایک سال سے یہ انتظار کر رہا تھا کہ میں آپ سے اس کے متعلق استفسار کروں لیکن آپ کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے میں اس کی طاقت نہیں رکھتا تھا، حضرت عمر نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو جس چیز کے متعلق تمہیں یہ گمان ہو کہ مجھے اس کا علم ہے تم مجھ سے اس چیز کے متعلق سوال کرو، پس اگر مجھے اس کا علم ہوگا تو میں تمہیں اس کی خبر دوں گا، پھر حضرت عمر رضی اللہ نے بیان فرمایا: اللہ کی قسم! ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو بالکل شمار نہیں سمجھتے تھے حتیٰ کہ اللہ نے ان کے متعلق وہ احکام نازل فرمائے جو احکام نازل فرمائے اور ان کے لیے وہ تقسیم کی جو تقسیم کی، حضرت عمر نے فرمایا کہ جس وقت میں کسی معاملہ میں غور کر رہا تھا تو میری بیوی نے کہا: اگر آپ اس طرح اور اس طرح کر لیں، تو میں نے اس سے کہا: تمہیں کیا ہوا تم اس معاملہ میں کیوں دخل دے رہی ہو جس معاملہ میں میں غور کر رہا ہوں تم اس میں کیوں بولتی ہو تو اس نے مجھ سے کہا: اے ابن الخطاب! تم پر تعجب ہے تم نہیں چاہتے کہ میں تمہیں جواب دوں حالانکہ تمہاری بیٹی تو رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتی ہے حتیٰ کہ آپ پورا ایک دن ناراضگی میں گزارتے ہیں، پس حضرت عمر کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی جگہ سے چادر اٹھائی حتیٰ کہ وہ حضرت حفصہ کے پاس گئے اور کہا اے میری بیٹی! کیا تم رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتی ہو حتیٰ کہ آپ پورا ایک دن غصہ کی حالت میں گزارتے ہیں تو (حضرت) حفصہ نے کہا: اللہ کی قسم بے شک ہم ضرور رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتی ہیں، پس میں نے

Marfat.com

رَسُولُ اللهِ ﷺ أَزْوَاجَهُ فَقُلْتُ رَغَمَ أَنْفُ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ فَأَخَذْتُ ثَوْبِي فَأَخْرُجُ حَتَّى جِئْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ يَرْقَى عَلَيْهَا بِعَجَلَةٍ وَغُلَامٌ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ أَسْوَدُ عَلَى رَأْسِ الدَّرَجَةِ فَقُلْتُ لَهُ قُلْ هَذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَذِنَ لِي قَالَ عُمَرُ فَقَصَصْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ هَذَا الْحَدِيثَ فَلَمَّا بَلَغْتُ حَدِيثَ أُمِّ سَلَمَةَ تَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَإِنَّهُ لَعَلَى حَصِيرٍ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ شَيْءٌ وَتَحْتَ رَأْسِهِ وِسَادَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ وَإِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَصْبُوبًا وَعِنْدَ رَأْسِهِ أَهَبٌ مُعَلَّقَةٌ فَرَأَيْتُ أَثَرَ الْحَصِيرِ فِي جَنْبِهِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ كِسْرَى وَقَيْصَرَ فِيمَا هُمَا فِيهِ وَأَنْتَ رَسُولُ اللهِ فَقَالَ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ۔ (صحیح مسلم:۱۴۷۹)۔

نے کہا: تم اچھی طرح سمجھ لو بے شک میں تم کو اللہ کے عذاب سے اور رسول اللہ ﷺ کے غضب سے ڈرا رہا ہوں، اے میری بیٹی! تم اس عورت سے دھوکا نہ کھاؤ جس کا حسن آپ کو پسند ہے جو رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ ہیں، ان کی مراد حضرت عائشہ تھیں، پھر میں وہاں سے نکلا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا کیونکہ میری ان کے ساتھ رشتہ داری تھی، پس میں نے ان سے بھی یہی بات کہی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے ابن الخطاب! تم پر تعجب ہے تم ہر چیز میں دخل دیتے ہو حتیٰ کہ تم چاہتے ہو کہ تم رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج کے درمیان میں بھی مداخلت کرو، پس انہوں نے میری ایسی گرفت کی کہ اللہ کی قسم! اس گرفت نے میرے غم اور غصہ کو کم کر دیا، پس میں ان کے پاس سے نکل آیا اور انصار میں سے میرا ایک ساتھی تھا، پس جس دن میں غائب ہوتا تھا وہ اس دن کی میرے پاس خبر لاتا تھا اور جب وہ کسی دن غائب ہوتا تو میں اس کے پاس اس دن کی خبر لاتا تھا اور ہم لوگ غسان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ سے خوف زدہ رہتے تھے، ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ وہ ہم پر حملہ کرنا چاہتا ہے، پس ہمارے دل اس کے خوف سے سہمے رہتے تھے، پس اچانک ایک دن میرا انصاری ساتھی دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا، پس اس نے کہا: (دروازہ) کھولو کھولو، میں نے کہا: کیا غسانی آ گیا، اس نے کہا: بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت بات ہو گئی ہے، رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج سے الگ ہو گئے ہیں، میں نے دل میں کہا: (حضرت) حفصہ اور حضرت عائشہ کی ناک خاک آلود ہو، پس میں نے اپنے کپڑے لیے، پس میں نکلا حتیٰ کہ میں آیا تو رسول اللہ ﷺ اپنے بالا خانہ میں تھے جس پر سیڑھی سے چڑھا جاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کا ایک سیاہ فام غلام سیڑھی کے ڈنڈے پر بیٹھا ہوا تھا، میں نے اس سے کہا: جا کر کہو یہ عمر بن الخطاب ہیں تو آپ نے میرے لیے اجازت دے دی، حضرت عمر نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات سنائی، پس جب میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بات سنائی تو رسول اللہ ﷺ مسکرائے، آپ ایک چٹائی پر لیٹے

Marfat.com

ہوئے تھے اور آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی اور چیز نہیں تھی اور آپ کے سر کے نیچے ایک چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، آپ کے پیروں کی جانب کیکر کے پتوں کا ڈھیر تھا اور آپ کے سرہانے ایک کچی کھال لٹکی ہوئی تھی، پس میں نے دیکھا کہ چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں نقش ہو چکے تھے، پس میں رو پڑا، آپ نے فرمایا: تمہیں کیا چیز رلاتی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ تو اس عیش و آرام میں ہیں جس میں وہ ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں (اور آپ کا یہ حال ہے) آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۹ میں گزر چکی ہے۔

عورتوں کے حقوق کے متعلق آیات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حق میں وہ احکام نازل فرمائے جو احکام نازل فرمائے: اس سے مراد درج ذیل آیات ہیں:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ (النساء: ۱۹) اور تم عورتوں کے ساتھ دستور کے مطابق نیک سلوک کرو۔

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ (البقرہ: ۲۳۱) اور تم عورتوں کو ضرر پہنچانے کے لیے نہ روکے رکھو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو۔

اور عورتوں کے لیے تقسیم فرمایا جو تقسیم فرمایا: اس کی مثال درج ذیل آیت ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ (البقرہ: ۲۳۳) اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابٌ: وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۝ (التحریم: ۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کی بات کہی، پس اس نے اس راز کی خبر دے دی اور اللہ نے نبی پر اس کا اظہار فرما دیا تو نبی نے اس کو کچھ بتا دیا اور کچھ بتانے سے اعراض کیا پھر جب نبی نے اس کو اس (افشاء راز) کی خبر دی تو اس نے کہا: آپ کو کس نے اس کی خبر دی تو نبی کہا: مجھے علیم و

Marfat.com

خبیر نے خبر دی ہے O (التحریم: ۳) کی تفسیر

آیت مذکورہ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کو اپنا راز بتایا، وہ بیوی حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما تھیں اور راز یہ تھا کہ آپ نے اپنی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اور فرمایا تھا: کسی کو یہ نہ بتانا کہ میں نے اس باندی کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے، اور کلبی کی روایت میں ہے: آپ نے یہ راز بتایا تھا کہ تمہارے والد اور عائشہ کے والد دونوں میرے بعد میری امت پر خلیفہ ہوں گے۔

فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ: جب اس بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ راز اپنی سہیلی کو بتادیا یعنی حضرت حفصہ نے یہ راز حضرت عائشہ کو بتایا تھا۔

عَرَّفَ بَعْضَهُ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو بتادیا کہ انہوں نے حضرت عائشہ کو کیا بتایا ہے اور پوری بات نہیں بتائی۔

قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا: یعنی جب آپ نے حضرت حفصہ کو یہ بات بتائی تو انہوں نے پوچھا: آپ کو یہ بات کس نے بتائی تو آپ نے فرمایا: مجھے علیم وخبیر نے یہ بات بتائی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۳۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

فِيهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

اس باب میں حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

وہ حدیث درج ذیل ہے:

۴۹۱۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما يَقُولُ أَرَدْتُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَا أَتْمَمْتُ كَلَامِي حَتَّى قَالَ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عبید بن حنین سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! وہ دو عورتیں کون ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی تھی، ابھی میری بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ اس طویل حدیث کا ایک حصہ ہے جو ابھی ابھی گزری ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۳۶۲)

قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ أَوْصُوا۔

قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ: مجاہد نے کہا اس کا معنی ہے تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو وصیت کرو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے

Marfat.com

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم:٦) بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی ہے تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو وصیت کرو کہ وہ گناہوں کو ترک کریں اور عبادات کو انجام دیں یعنی ان کو نیک کاموں کا حکم دو اور برے کاموں سے روکو، اور ان کو تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ یہ معنی صحیح ہے جس کو مفسرین نے ذکر کیا ہے، علامہ زمخشری نے کہا ہے اپنے نفسوں کو دوزخ کے عذاب سے بچاؤ گناہوں کے ترک کرنے کے سبب سے اور نیکیاں کرنے کے سبب سے اور اپنے گھر والوں کو بھی بچاؤ بایں طور کہ جن کاموں پر تم اپنا مواخذہ کرتے ہو ان کاموں پر ان کا مواخذہ بھی کرو۔ (عمدۃ القاری ج ١٩ ص ٣٦٣، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٤۔ بَابٌ: اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا۔ (التحریم:٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔ (التحریم:٤) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو خطاب ہے کہ تم دونوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کر کے آپ کو ایذا پہنچا رہی ہو اس سے تم دونوں توبہ کر لو تو یہ تمہارے حق میں اچھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٩ ص ٣٦٣)

صَغَوْتُ وَأَصْغَيْتُ مِلْتُ لِتَصْغَى لِتَمِيلَ۔ صغوت اور اصغیت کا معنی ہے: میں مائل ہوا، اور لتصغی کا معنی ہے: تا کہ تم مائل ہو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ آیت کریمہ قد صغت کا معنی ہے تمہارے دل مائل ہو گئے ہیں اور منحرف ہو گئے ہیں اور تم پر توبہ لازم ہے، امام بخاری نے صغوت اور اصغیت دو مثالیں دی ہیں ایک ثلاثی مجرد سے ہے اور دوسری ثلاثی مزید فیہ سے ہے۔ امام بخاری نے دوسری تعلیق میں لکھا ہے لِتَصْغٰی اس سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے۔

وَلِتَصْغٰى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ۔ (الانعام:١١٣) اور تا کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل (خوش نما باتوں) کی طرف مائل ہوں۔

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ○ (التحریم:٤) اور اگر نبی کے خلاف تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہیں تو بے شک اللہ نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے بھی (ان کے) مددگار ہیں ○

ظَهِيْرٌ عَوْنٌ تَظَاهَرُوْنَ تَعَاوَنُوْنَ۔ ظہیر کا معنی ہے: عون یعنی مددگار اور تظاہرون کا معنی ہے: تم ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ (التحریم:٦) بِتَقْوَى اللّٰهِ وَأَدِّبُوْهُمْ۔ اپنے اور اپنے گھر والوں کو (اس آگ سے) بچاؤ۔ اس کا معنی ہے تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرو اور ان کو ادب سکھاؤ۔

اس تعلیق کی شرح علامہ عینی کی عبارت کے حوالہ سے اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

۴۹۱۵۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُنْتُ أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَكَثْتُ سَنَةً فَلَمْ أَجِدْ لَهُ مَوْضِعًا حَتَّى خَرَجْتُ مَعَهُ حَاجًّا فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرَانَ ذَهَبَ عُمَرُ لِحَاجَتِهِ فَقَالَ أَدْرِكْنِي بِالْوَضُوءِ فَأَدْرَكْتُهُ بِالْإِدَاوَةِ فَجَعَلْتُ أَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ وَرَأَيْتُ مَوْضِعًا فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَمَا أَتْمَمْتُ كَلَامِي حَتَّى قَالَ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عبید بن حنین سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان دو عورتوں کے متعلق سوال کروں، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی تھی، پس میں ایک سال ٹھہرا رہا، مجھ کو (سوال کرنے کا) موقع نہیں ملا حتیٰ کہ میں حضرت عمر کے ساتھ حج کرنے کے لیے نکلا، پس جب ہم مقام ظہران پر پہنچے تو حضرت عمر قضاء حاجت کے لیے گئے، پس کہا: میرے وضوء کرنے کے لیے پانی لاؤ، میں ایک مشکیزہ میں پانی لے کر گیا، میں ان کے اوپر پانی ڈال رہا تھا، اس وقت مجھے (سوال کرنے کا) موقع ملا تو میں نے پوچھا: اے امیر المومنین! وہ دو عورتیں کون سی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی تھی؟ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ ابھی میری بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ حضرت عمر نے کہا: وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۹ میں گزر چکی ہے۔

۵۔ بَابٌ: عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝ (التحریم: ۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر نبی نے تم کو طلاق دے دی تو عنقریب ان کا رب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا جو فرماں بردار، ایمان دار، عبادت گزار، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں گی ۝ (التحریم: ۵) کی تفسیر

ازواج مطہرات کے بدلہ میں آنے والی بہ فرض وقوع دیگر ازواج امہات المومنین سے کیسے بہتر ہو سکتی ہیں، اس سوال کا جواب اور مسلمٰتٍ، مومنٰتٍ وغیرہا صفات کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی خبر دی ہے اور ازواج مطہرات کو ڈرایا ہے، یہ معنی نہیں ہے کہ واقع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے بہتر آپ کی امت میں عورتیں موجود ہیں۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کی ازواج کے بدلہ میں جن دیگر عورتوں سے نکاح کیا جائے وہ آپ کی ازواج سے بہتر ہوں حالانکہ روئے زمین پر آپ کی ازواج مطہرات اور امہات المومنین سے کوئی عورت بہتر نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کی نافرمانی اور ان کی ایذا رسانی کی وجہ سے ان کو طلاق دے دیں گے تو وہ اپنی بہتری کی صفت پر قائم نہیں رہیں گی اور دیگر جن عورتوں سے بالفرض آپ کا عقد کیا جائے گا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی وجہ سے ان سے بہتر ہوں گی۔

مسلمٰتٍ مومنٰتٍ: اس کا معنی ہے: جو اسلام کا اقرار کریں گی اور اخلاص پر قائم رہیں گی۔

قٰنِتٰتٍ: دعا کرنے والیاں اور نماز پڑھنے والیاں۔

تٰٓئِبٰتٍ: گناہوں سے توبہ کرنے والیاں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنے والیاں اور اپنے نفس کی خواہشوں کو ترک کرنے والیاں۔

عٰبِدٰتٍ: اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرنے والیاں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر کے اپنے آپ کو جھکانے والیاں، اور عبد کا لفظ بھی عبادت سے ماخوذ ہے یعنی اللہ کے سامنے عاجزی کے ساتھ تذلل کرنے والا۔

سٰٓئِحٰتٍ: اس کا ایک معنی ہے روزہ رکھنے والیاں، اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: گناہوں سے ہجرت کرنے والیاں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۱۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ اجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آپ پر غیرت کرنے میں جمع ہوئیں تو میں نے ان سے کہا: عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ (التحریم: ۵) اگر نبی نے تم کو طلاق دے دی تو عنقریب ان کا رب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا۔ پس یہ آیت نازل ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۲ میں گزر چکی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ التحریم کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور احادیث روایت کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ الملک کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٦٧۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَۃِ تَبٰرَكَ الَّذِیْ

سورۃ تَبٰرَكَ الَّذِیْ کی تفسیر

سورۃ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْكُ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورت تَبٰرَكَ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں سورۃ الملک مذکور ہے، یہ پوری سورت کی ہے، یہ مقاتل کا قول ہے اور علامہ سخاوی نے کہا ہے: یہ سورۃ الحاقہ سے پہلے اور سورۃ الطور کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس میں تیس (۳۰) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری، ج۱۰ص۳۶۵)

اَلتَّفَاوُتُ اِلاخْتِلَافُ وَالتَّفَاوُتُ وَالتَّفَوُّتُ وَاحِدٌ۔ اَلتَّفَاوُت کا معنی ہے: الاختلاف، التفاوت اور التفوُّت دونوں کا معنی واحد ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (الملک:۳) (اے مخاطب!) تو رحمٰن کے نظم تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تفوُّت کی تفسیر اختلاف کی ہے اور یہ اشارہ کیا ہے کہ التفاوت اور التفوت دونوں کا معنی واحد ہے۔ جیسے التعهد اور التعاهد ہیں اور التطهر اور التطاهر ہیں، اور الکسائی اور حمزہ نے تفوُّت بغیر الف کے پڑھا ہے اور الفراء نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود کی قراءت ہے اور دوسروں نے الف کے ساتھ پڑھا ہے۔

تَمَیَّزُ تَقَطَّعُ۔ تَمَیَّزُ اس کا معنی ہے: وہ (غصہ کے سبب سے) پھٹ پڑے گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ (الملک:۸) گویا وہ ابھی شدت غضب سے پھٹ جائے گی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تَمَیَّزُ کی تفسیر کی ہے: وہ غصہ سے پھٹ جائے گی اور اس کی ضمیر دوزخ کی طرف راجع ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے:

اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ۝ جب ان کو دوزخ میں جھونکا جائے گا تو وہ دوزخ کی خوف ناک چنگھاڑ سنیں گے اور وہ جوش میں آ رہی ہوگی ۝ (الملک:۷)

اس کی یہ چنگھاڑ گدھے کی آواز کے مشابہ ہوگی اور وہ اس طرح جوش میں آ رہی ہوگی جس طرح پتیلی میں رکھا ہوا پانی جوش میں آتا ہے جب وہ پتیلی آگ پر رکھی ہو۔

مَنَاكِبِهَا جَوَانِبِهَا مَنَاكِبِهَا اس کا معنی ہے: زمین کی اطراف اور جوانب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ۝ (الملک:۱۵) سوتم اس زمین کے راستوں میں چلو اور اس کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ، اور اسی کی طرف سب نے اٹھ کر جانا ہے○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مَنَاکِبِهَا کی تفسیر زمین کی جانبوں کے ساتھ کی ہے، اسی طرح الفراء نے اس کی تفسیر کی ہے اور المنکب کا اصل میں معنی جانب ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے اس کی تفسیر زمین کے پہاڑوں کے ساتھ کی ہے، اور مجاہد نے اس کی تفسیر زمین کے راستوں کے ساتھ کی ہے۔

تَدَّعُوْنَ وَتَدْعُوْنَ وَاحِدٌ مِثْلُ تَذَّكَّرُوْنَ وَتَذْكُرُوْنَ۔ تَدَّعُوْنَ اور تَدْعُوْنَ، تذکرون اور تَذْكُرُوْنَ کی مثل ہیں یعنی ان دونوں کا معنی واحد ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ۝ (الملک:۲۷) اور کہا جائے گا: یہی ہے وہ جس کو تم بار بار طلب کرتے تھے○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ان دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے اور قرآن مجید میں تَدْعُوْنَ کی قراءت نہیں ہے۔

وَیَقْبِضْنَ یَضْرِبْنَ بِاَجْنِحَتِهِنَّ۔ وَیَقْبِضْنَ: اس کا معنی ہے: وہ اپنے پروں کو مار کر سمیٹ لیتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّ یَقْبِضْنَ ؔۘ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ۝ (الملک:۱۹) اور (کبھی) پر سمیٹے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا، ان کو (فضاء میں) رحمٰن کے سوا کوئی روک نہیں سکتا، بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یَقْبِضْنَ کی تفسیر کی ہے: وہ اپنے پروں کو مار کر سمیٹ لیتے ہیں، اس آیت کا معنی ہے کہ جس وقت پرندے فضاء میں پر پھیلاتے ہیں یا سمیٹتے ہیں ان کو اس حالت میں رحمٰن کے سوا کوئی گرنے سے روک نہیں سکتا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَافَّاتٍ بَسْطُ اَجْنِحَتِهِنَّ۔ اور مجاہد نے کہا صٰٓفّٰتٍ کا معنی ہے: پرندوں کا اپنے پروں کو پھیلانا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ۔ (الملک:۱۹) کیا انہوں نے اپنے اوپر (کبھی) پر پھیلائے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی جب پرندے پر پھیلائے ہوئے فضاء میں اڑتے ہیں اور کبھی اڑتے ہوئے پر سمیٹ لیتے ہیں۔

وَنُفُوْرٌ الْکُفُوْرُ۔ نُفُوْر اس کا معنی ہے: کفر اور سرکشی سے بھاگنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ۝ (الملک:۲۱) بلکہ کافر اپنی سرکشی میں اور نفرت میں راسخ ہو چکے ہیں○

علامہ عینی لکھتے ہیں: عُتُوّ کا معنی ہے: گمراہی میں بڑھتے جانا اور نفور کا معنی ہے: حق سے متنفر ہو کر بھاگنا۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۶۶۔۳۶۵ میں کی ہے]

Marfat.com

الحمدللہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الملک کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی، سورۃ الملک کی تفسیر میں امام بخاری نے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

اب ان شاء اللہ تعالیٰ سورۂ نون والقلم کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٦٨ ۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَةِ نٓ

سورۂ نٓ والقلم کی تفسیر

سورۂ ن والقلم کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ ن والقلم کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اور مقاتل نے کہا: یہ پوری سورت مکی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: اس سورت کا اول حصہ سَنَسِمُهٗ (القلم:١٦) تک مکی ہے اور اس کے بعد لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ (القلم:٣٣) تک مدنی ہے، علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ یہ سورۃ المزمل کے بعد اور سورۃ المدثر سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ مفسرین کا نون کے معنی میں اختلاف ہے، مجاہد، مقاتل اور سدی اور دوسروں سے منقول ہے کہ اس کا معنی مچھلی ہے اور حضرت ابن عباس سے بھی یہ ایک روایت ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ النون ایک دواء ہے اور یہ بھی حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے اور عطاء سے روایت ہے کہ نون اللہ تعالیٰ کے ان اسماء کا پہلا حرف ہے: نور، ناصر اور نصیر اور جعفر سے روایت ہے کہ نون جنت میں ایک نہر ہے۔

(عمدۃ القاری ج١٩ ص ٣٦٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

وَقَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ يَتَخَافَتُوۡنَ يَنۡتَجُوۡنَ السِّرَارَ وَالۡكَلَامَ الۡخَفِيَّ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یَتَخَافَتُوۡنَ کا معنی ہے: وہ چپکے چپکے سرگوشی کر رہے تھے اور خفیہ باتیں کر رہے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَانۡطَلَقُوۡا وَهُمۡ يَتَخَافَتُوۡنَ (القلم:٢٣) پھر وہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چل پڑے O

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: یہ تعلیق صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے اور دوسروں نے اس کو کتاب التوحید میں ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج٦ ص ٨٠)

وَقَالَ قَتَادَةُ حَرۡدٍ جِدٍّ فِيۡ اَنۡفُسِهِمۡ۔

اور قتادہ نے کہا: حَرۡدٍ کا معنی ہے: دل و جان سے کوشش کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّغَدَوۡا عَلٰى حَرۡدٍ قٰدِرِيۡنَ (القلم:٢٥) پھر وہ خود کو اپنے فیصلہ پر قادر سمجھتے ہوئے سویرے سویرے چل دیے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے حَرۡدٍ کی تفسیر کی ہے: کسی کام میں بہت زیادہ مبالغہ سے کوشش کرنا، علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ بعض اصول کے مطابق یہ لفظ جِدٌّ ہے جیسا کہ امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے، اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس باغ سے کسی سائل کو کچھ نہیں دیں گے اس لیے وہ صبح صبح اس ارادہ سے چلے جیسے وہ باغ کے سارے پھل توڑنے پر قادر ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَضَالُّونَ أَضْلَلْنَا مَكَانَ جَنَّتِنَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: لضالون کا معنی ہے: ہم نے اپنے باغ کی جگہ کو گم کر دیا یا ہم اس کو بھول گئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝ (القلم:۲۶)

پھر جب انہوں نے اس کٹے ہوئے باغ کو دیکھا تو کہا: ہم ضرور راستہ بھول گئے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہم اپنے باغ کی جگہ کو بھول گئے ہیں، امام ابن ابی حاتم نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْهَا: میں ہا ضمیر جنت یعنی باغ کی طرف لوٹ رہی ہے جو درج ذیل آیت میں مذکور ہے:

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝ (القلم:۱۷)

ہم نے ان کی اس طرح آزمائش کی جس طرح ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی جب انہوں نے قسم کھائی کہ وہ ضرور صبح کو اس کے پھل کاٹیں گے O

یعنی ہم نے اہل مکہ کا امتحان لیا ہے اور ان کو قحط اور بھوک میں مبتلا کر کے ان کی اس طرح آزمائش کی ہے جس طرح ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ باغ یمن میں تھا، اس کو الضروان کہا جاتا تھا، یہ صنعاء سے دو فرسخ کے فاصلہ پر تھا، انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس باغ کی کھجوروں کو صبح ہونے سے پہلے اندھیرے میں کاٹ لیں گے تاکہ مسکین مانگنے کے لیے اس باغ کی طرف نہ آجائیں تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آگ بھیجی جس نے اس باغ کو جلا دیا اور اس وقت وہ سوئے ہوئے تھے، پھر جب وہ صبح کو اٹھے اور اس باغ کی طرف دیکھا تو انہوں نے کہا: ہم ضرور راستہ بھول گئے ہیں، یہ ہمارا باغ نہیں ہے۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ بعض شارحین کا یہ گمان ہے کہ یہ لفظ اضللنا نہیں ہے بلکہ ضللنا ہے، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب تم کوئی چیز رکھ کر بھول جاؤ کہ تم نے کہاں رکھی ہے اور وہ تمہیں نہ ملے اور اضللت الشیئ اس وقت کہا جاتا ہے جب تم کسی چیز کو ضائع کر دو۔ حافظ ابن حجر ان بعض شارحین کا رد کرتے ہیں کہ اس تعلیق میں جو اضللنا کا لفظ ہے وہ بھی درست ہے اور اس کا معنی ہے: ہم نے اس شخص کی طرح کام کیا جو کسی کام کو ضائع کر دے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۸۰)

علامہ عینی لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر کی بعض شارحین سے مراد حافظ الدمیاطی ہیں، جنہوں نے کہا کہ یہاں اضللنا کی بجائے ضللنا ہونا چاہیے تھا، ان کا قول لغت کے موافق ہے اور حافظ ابن حجر نے جو حافظ دمیاطی کا رد کیا ہے وہ بہت بعید ہے کیونکہ یہاں پر باغ والوں کا صرف یہ عمل تھا کہ وہ صبح سویرے باغ کی طرف چلے گئے تھے اور ان کا اس میں کوئی ایسا عمل نہیں تھا جو اس شخص کے عمل کی طرح ہو جس نے اپنے عمل سے کسی چیز کو ضائع کر دیا ہو۔

وَقَالَ غَيْرُهُ كَالصَّرِيمِ كَالصُّبْحِ انْصَرَمَ مِنَ اللَّيْلِ وَاللَّيْلِ انْصَرَمَ مِنَ النَّهَارِ وَهُوَ أَيْضًا كُلُّ رَمْلَةٍ انْصَرَمَتْ مِنْ مُعْظَمِ الرَّمْلِ وَالصَّرِيمُ أَيْضًا الْمَصْرُومُ مِثْلُ قَتِيلٍ وَمَقْتُولٍ۔

اور حضرت ابن عباس کے علاوہ دوسروں نے کہا: کالصریم کا معنی ہے کالصبح یعنی وہ باغ کٹے ہوئے کھیت کی طرح ہو گیا جس طرح صبح رات سے منقطع ہوتی ہے اور رات دن سے منقطع ہوتی ہے، نیز ریت کا ہر وہ چھوٹا ٹیلا جو بڑے ٹیلہ سے منقطع ہو اس کو بھی صریم

Marfat.com

کہا جاتا ہے اور نیز صَریم، مصرد م کے معنی میں بھی ہے یعنی کٹا ہوا جیسے قتیل مقتول کے معنی میں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝ (القلم: ۲۰) پھر وہ پھل دار باغ کٹے ہوئے باغ کی طرح ہو گیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی وہ مذکورہ باغ کٹے ہوئے باغ یا کھیت کی طرح ہو گیا اور صَریم کے مادہ میں کٹنے کا معنی ملحوظ ہے، امام بخاری نے تین مثالیں دی ہیں جیسے صبح رات سے منقطع ہوتی ہے اور رات دن سے منقطع ہوتی ہے اور چھوٹا ٹیلا بڑے ٹیلے سے منقطع ہوتا ہے۔

مَكْظُوْمٌ وَ كَظِيْمٌ مَغْمُوْمٌ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ تَرَخَّصُ فَيَرْخَصُوْنَ۔

مکظوم اور کظیم اس کا معنی ہے: مغموم یعنی جس نے اپنے غم اور غصہ کو پی لیا ہو اور تدھن فیدھنون اس کا معنی ہے کہ آپ رخصت پر عمل کریں تو وہ بھی رخصت پر عمل کریں گے یعنی آپ مداہنت کریں تو وہ بھی مداہنت کریں گے۔

امام بخاری نے تعلیق کے دوسرے جز سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ (القلم: ۹) انہوں نے یہ چاہا کہ اگر آپ (دین میں) نرمی کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری کی تفسیر کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطیہ اور ضحاک سے بھی یہ تفسیر مروی ہے۔ اور کلبی سے یہ تفسیر منقول ہے کہ اگر آپ ان کے لیے نرم ہوں تو وہ بھی نرم ہو جائیں گے اور حسن بصری سے یہ منقول ہے کہ اگر آپ اپنے دین میں کوئی تحریف کریں تو وہ بھی اپنے دین میں تحریف کریں گے۔ تعلیق کے پہلے جز میں درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝ (القلم: ۴۸) اور آپ مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اپنے رب کو حالت غم میں پکارا تھا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مکظوم اور کظیم کی تفسیر کی ہے: مغموم اور اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ ان دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے۔ (ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۶۷-۳۶۶ میں کی ہے)

۱۔ بَابٌ: عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ (القلم: ۱۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بہت بد خو، ان سب کے بعد نطفہ حرام ہے O (القلم: ۱۳) کی تفسیر

عتل اور زنیم کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

العتل کا معنی ہے: سخت جھگڑالو اور منافق، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور عبید بن عمیر سے منقول ہے: العتل وہ شخص ہے جو بہت زیادہ کھاتا اور پیتا ہو: میزان میں اس کا وزن ایک جو کے برابر بھی نہیں ہوگا، فرشتہ اس کو جہنم میں دھکا دے گا تو وہ ستر ہزار (فرسخ یا ذراع، حدیث میں اس کا بیان نہیں ہے) کی گہرائی تک گر جائے گا اور زنیم وہ شخص ہے جس کی اصل نہ ہو، دوسرا

Marfat.com

قول ہے: اس کا معنی ہے: کینہ پرور یعنی بغض رکھنے والا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۶۸)

۴۹۱۷۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ قَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ لَهُ زَنَمَةٌ مِثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی حصین از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ کی تفسیر میں کہا: یہ قریش کا ایک مرد تھا جس کے کان پر گوشت کا ایک ٹکڑا لٹک رہا ہوتا تھا جیسے بکری کے کان پر گوشت کا ٹکڑا لٹکا ہوا ہوتا ہے۔

زنیم کے مصداق کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اس صفت قبیحہ سے موسوم کون شخص تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ شخص الولید بن مغیرہ المخزومی تھا اور عطاء اور السدی نے کہا: یہ شخص الاخنس بن شریق تھا اور مجاہد نے کہا: یہ الاسود بن عبد یغوث تھا اور مجاہد سے مروی ہے کہ الولید کے ہر ہاتھ میں چھ انگلیاں تھیں، ایک انگلی زائد تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

۴۹۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ۔

(صحیح مسلم: ۲۸۵۳، سنن ترمذی: ۲۶۵۰، سنن ابن ماجہ: ۴۱۱۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از معبد بن خالد، انہوں نے کہا: میں نے حارثہ بن وہب الخزاعی سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں، وہ بہت زیادہ کم زور شخص ہوتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ وہ کام کر کے اس کو ضرور اس کی قسم میں سچا کر دیتا ہے اور کیا میں تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں وہ ہر بدخصلت بھاری جسم والا اور متکبر ہوتا ہے۔

ضعیف سے مراد متواضع اور متذلل ہے اور عتل سے مراد بدخصلت اور متکبر ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بہت کم زور شخص ہوتا ہے: یعنی دنیا میں اس کے ظاہری ضعف کی وجہ سے لوگ اس کو بہت کم زور اور حقیر سمجھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اتنا عالی مرتبہ ہوتا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے کرم پر امید رکھتے ہوئے یہ قسم کھالے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ کام کر کے اس کو اس کی قسم میں سچا کر دیتا ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرماتا ہے، اور ضعیف سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص متواضع اور منکسر المزاج ہو۔

عُتُلٍّ: اس کا معنی ہے: جو سخت مزاج ہو اور دوسرا قول ہے: جو ہر چیز میں سختی کرتا ہو، اور تیسرا قول ہے: کافر۔ علامہ داؤدی نے کہا: یہ بہت موٹا شخص ہے جس کی گردن لمبی اور پیٹ بڑا ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بہت زیادہ کھانے پینے والا ہو۔

الجواظ: اس کا معنی ہے: جو برا کام کرنے کے لیے بہت زور کی آواز نکالے، اور کہا گیا ہے: اس کا معنی ہے: جو تکبر کرنے والا

Marfat.com

ہو اور ناز نخرے سے چلتا ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس پر گوشت بہت زیادہ ہو۔
یہ مراد نہیں ہے کہ ہر جنتی اور ہر دوزخی ایسا ہوگا بلکہ مراد یہ ہے کہ اکثر اہل جنت اور اکثر اہل دوزخ اس صفت پر ہوں گے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ: يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ۔ (القلم: ۴۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی۔ (القلم: ۴۲) کی تفسیر

کشف ساق یعنی پنڈلی کھولنے کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
یعنی قیامت کو اس کی پنڈلی سے کھول دیا جائے گا، دوسرا قول ہے: اس سے مراد بہت بھاری اور سخت امر ہے اور وہ دنیا سے جانا اور آخرت کی طرف متوجہ ہونا ہے، یہ عرب کے محاورہ کے مطابق ہے کہ جب کوئی بہت اہم اور سخت کام کرنا ہو تو عرب کہتے ہیں: اس نے اپنی پنڈلی سے پائنچے اوپر کر لیے یعنی پنڈلی کھول دی، پس پنڈلی کا کھولنا کسی سخت اور دشوار کام سے استعارہ ہے ورنہ حقیقت میں وہاں پنڈلی کا کھولنا نہیں ہوتا اور عرب اس سال کو کہتے ہیں جس میں زیادہ لڑائیاں ہوں، اس سال نے اپنی پنڈلی کھول دی یعنی اس سال میں بہت سخت اور دشوار کام ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۶۹)

۴۹۱۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضى الله عنه قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ فَيَبْقَى كُلُّ مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَاءً وَسُمْعَةً فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ فَيَعُودُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَاحِدًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از خالد بن یزید از سعید بن ابی ہلال از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: ہمارا رب اپنی پنڈلی سے (کپڑا) کھولے گا تو ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت سجدے میں گر جائیں گے اور وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں دکھانے اور سنانے یعنی ریاکاری کے لیے سجدہ کرتے تھے، وہ سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی پیٹھ اکڑ کر ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی (وہ جھک نہیں سکیں گے)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲ میں گزر چکی ہے۔

کشف ساق کے متعلق علماء کے دو مذہب اور متکلمین کی تاویلات، اور تکلیف مالا یطاق کا ناجائز ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
ہمارا رب اپنی پنڈلی سے (کپڑا) کھولے گا: یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔ اہل علم کے اس میں دو مذہب ہیں، اکثر سلف یا تمام سلف کا مذہب یہ ہے کہ وہ اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دیتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس معنی کا اعتقاد رکھتے ہیں جو اللہ عز و جل کی شان کے لائق ہے، دوسرا مذہب بعض متکلمین کا ہے، وہ اس کی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق تاویل کرتے ہیں اور یہ تاویل کرنا صرف اس کے لیے جائز ہے جو اس کا اہل ہو اور زبان عرب کا جاننے والا ہو اور اصول و فروع کے قواعد کی معرفت رکھتا ہو، پس انہوں نے

Marfat.com

کہا: ساق (پنڈلی) سے مراد یہاں پر شدت ہے یعنی اللہ تعالیٰ شدت کو کھول دے گا اور جو چیز خوف میں مبتلا کر رہی ہو اس کو زائل کر دے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی طرح تفسیر کی ہے اور قاضی عیاض نے کہا کہ ساق سے مراد عظیم نور ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: جس دن اللہ تعالیٰ پنڈلی کھولے گا، آپ نے فرمایا: یہ وہ عظیم نور ہے جس کے سامنے سب سجدہ کریں گے اور حضرت عبداللہ نے فرمایا: یہ رب العزت کے پردے ہیں جن کو وہ قیامت کے دن مومن کے لیے کھولے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے رب کو قیامت کے دن کس طرح پہچانو گے، مسلمانوں نے کہا: ہمارے اور ہمارے رب کے درمیان ایک علامت ہے، جب ہم اس علامت کو دیکھیں گے تو اس کو پہچان لیں گے، آپ نے پوچھا: کون سی علامت ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی سے (کپڑا) کھولے گا تو تمام مومنین سجدہ میں گر جائیں گے، قاضی عیاض نے کہا: ساق (پنڈلی) کا وہی انکار کرے گا جو الید (ہاتھ) اور القدم اور الوجہ (چہرہ) کا انکار کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو معطل قرار دیتا ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ کشف الساق کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے شدت اور سختیوں کو کھول دے گا، پس وہ سب شکر کا سجدہ کریں گے۔

اور حضرت ابوموسیٰ کی حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حجابات کو کھول دے گا، پس مومنین اللہ کو دیکھیں گے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ رب العالمین کے سامنے چالیس سال تک کھڑے رہیں گے، پس اس وقت اللہ تعالیٰ پنڈلی کھولے گا اور ان کے لیے تجلی فرمائے گا۔

اور بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض مخلوقین کی پنڈلی کو کھولے گا یعنی فرشتوں وغیرہم کی پنڈلیوں کو کھولے گا۔

ابوالعباس نحوی نے کہا ہے کہ ساق سے مراد نفس اور ذات ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: میں ضرور خوارج سے قتال کروں گا خواہ میری پنڈلی ضائع ہو جائے، سو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کشف ساق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کی مومنین کے لیے تجلی ہے اور پردوں کو کھولنا ہے حتیٰ کہ جب مومنین اس کو دیکھیں گے تو اس کو سجدہ کریں گے۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ قیامت تو دار الجزاء ہے دار العمل نہیں ہے، پھر وہاں سجدہ کس لیے ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سجدہ بہ طور تکلیف نہیں ہوگا بلکہ بہ طور تلذذ ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے تقرب کے لیے ہوگا۔

ان کی پیٹھ اکڑ کر ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی: یعنی وہ اپنی کمر کو جھکا نہیں سکیں گے اور موڑ نہیں سکیں گے، پس وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کر سکیں گے، اور ایک طویل حدیث میں مذکور ہے، پس مومنین اپنے چہروں کے بل پر سجدہ میں گر پڑیں گے اور ہر منافق اپنی پیٹھ کے بل پر گرے گا اور منافق سجدہ نہیں کر سکیں گے اور ان کی پیٹھ سلاخ کی طرح ہو جائے گی۔ علامہ نووی نے کہا ہے: قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ (القلم: ۴۲) جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور ان کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے O

علامہ نووی نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ بندہ جس کام کی طاقت نہ رکھتا ہو تو بندہ کو اس کام کا مکلف کرنا جائز ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ استدلال باطل ہے کیونکہ آخرت دار تکلیف نہیں ہے اور ان کو امتحان کے واسطے سجدہ کے لیے بلایا جائے گا اور ان کو اس کا مکلف نہیں کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۰۷-۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ القلم کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور احادیث روایت کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ الحاقہ کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۶۹۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْحَاقَّةِ

سورۃ الحاقہ کی تفسیر

سورۃ الحاقہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الحاقہ کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور تمام مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکی ہے، علامہ سخاوی نے کہا: یہ سورت سورۃ المعارج سے پہلے اور سورۃ الملک کے بعد نازل ہوئی ہے، اس سورت میں باون (۵۲) آیات ہیں۔

اس سورت کا نام الحاقہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت میں ثواب اور عقاب سے متعلق حقائق اعمال کو بیان کیا گیا ہے۔

حُسُومًا مُتَتَابِعَةً۔ حسوما کا معنی ہے: لگاتار اور پے در پے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا (الحاقہ: ۷) (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے حسوما کی تفسیر متتابعہ یعنی لگاتار کی ہے، اس کا معنی ہے: وہ کام جس کے درمیان انقطاع نہ ہو، یہ حسم الکی سے ماخوذ ہے یعنی کسی کو لگاتار داغ لگایا جائے، الکلبی نے کہا: اس کا معنی ہے: دائمہ اور الضحاک نے کہا: اس کا معنی ہے: کاملہ، وہ آندھی ان سے منقطع نہیں ہوئی حتیٰ کہ ان سب کو فنا کر دیا اور خلیل نے کہا: اس آندھی نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی اور آیت میں حسوما پر نصب بہ طور حال ہے۔

قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ يُرِيدُ فِيهَا الرِّضَا۔ اور ابن جبیر نے کہا: عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (الحاقہ: ۲۱) اس کا معنی ہے جو اس زندگی میں رضا کا ارادہ کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (الحاقہ: ۲۱) پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: سعید بن جبیر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ رضا سے مراد ہے: ذات رضا یعنی راضی ہونے والا جیسے تامر سے مراد ہے: کھجور والا اور لابن سے مراد ہے: دودھ والا، اس زندگی کو راضیہ اس لیے فرمایا کہ وہ رضا کی طرف منسوب ہوگی، اصل تو راضی وہ شخص ہوگا جو اس زندگی میں ہوگا، پس زندگی کی طرف رضا کی نسبت اسناد مجاز عقلی ہے۔

آخرت میں جو اجر و ثواب ہوگا وہ اس لیے پسندیدہ ہوگا کہ اس کے ساتھ رنج کی آزمائش نہیں ہوگی اور وہ ثواب دائمی ہوگا۔

الْقَاضِيَةَ الْمَوْتَةَ الْأُولَى الَّتِي مُتُّهَا لَمْ أُحْيَ بَعْدَهَا۔ القاضیہ: کا معنی ہے: وہ پہلی موت جس میں میں مرجاتا، پھر اس کے بعد مجھے زندہ نہ کیا جاتا۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ۝ (الحاقۃ: ۲۷۔۲۸) اے کاش وہی (موت) میرا کام پورا کر دیتی O میرا مال میرے کسی کام نہ آیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ کاش پہلی موت ہی میرے معاملہ کو منقطع کرنے والی ہوتی اور میں اس کے بعد کبھی زندہ نہ کیا جاتا نہ اس کے بعد مرنے کے دوبارہ اٹھنا ہوتا اور نہ اعمال کا بدلہ ہوتا، قتادہ نے کہا: وہ اس وقت موت کی تمنا کرے گا حالانکہ زندگی میں اس کے نزدیک موت سے بڑھ کر کوئی چیز ناپسندیدہ نہیں تھی۔

مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ اَحَدٌ يَكُوْنُ لِلْجَمْعِ وَلِلْوَاحِدِ۔ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ: یعنی احدٌ کا لفظ جمع اور واحد دونوں کے لیے ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ (الحاقۃ: ۴۷) پھر تم میں سے کوئی بھی ان کو بچانے والا نہ ہوتا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ لفظ اَحَد واحد اور جمع دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ اس آیت میں احد کا لفظ نفی کے بعد ہے، ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر محمد اللہ کے سچے رسول نہ ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے تو ان پر العیاذ باللہ، اللہ کا ایسا عذاب آتا کہ تم سب مل کر بھی ان کو اس عذاب سے بچا نہ سکتے اور جب ایسا عذاب نہیں آیا تو معلوم ہو گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور برحق نبی ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْوَتِيْنَ نِيَاطُ الْقَلْبِ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: الوتین: کا معنی ہے: دل کی رگ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ (الحاقۃ: ۴۶) پھر ہم ضرور ان کی شہ رگ کاٹ دیتے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: نیاط القلب کا معنی ہے: شہ رگ، جب وہ کٹ جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَغٰى كَثُرَ وَيُقَالُ بِالطَّاغِيَةِ بِطُغْيَانِهِمْ وَيُقَالُ طَغَتْ عَلَى الْخُزَّانِ كَمَا طَغَى الْمَاءُ عَلٰى قَوْمِ نُوْحٍ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طَغٰی کا معنی ہے: بہت زیادہ ہو گیا اور الطاغیہ کا معنی ہے: ان کے طغیان اور سرکشی کی وجہ سے، اور کہا جاتا ہے: وہ ہوا الخزان ہے یعنی ہوا کے فرشتوں پر بڑھ گئی جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر پانی بڑھ گیا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۝ (الحاقۃ: ۱۱) بے شک جب پانی میں طغیانی آ گئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے طغٰی کی تفسیر کی ہے: کَثُرَ یعنی جب پانی بہت زیادہ ہو گیا اور حد سے بڑھ گیا اور اس میں طغیانی آ گئی، امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ طغٰی کا لفظ تین معانی کے لیے آتا ہے، ایک معنی ہے: زیادہ ہونا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں بیان کیا کہ جب پانی بہت زیادہ ہو گیا، اور اس کا دوسرا معنی ہے حد سے بڑھ جانا جیسے قوم ثمود اپنی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئی تھی، اس کی طرف امام بخاری نے طغیان اور سرکشی سے اشارہ کیا ہے اور تیسرا معنی ہے: ہوا کا حد سے

Marfat.com

بڑھ جانا، اس کی طرف امام بخاری نے اس عبارت سے اشارہ کیا ہے کہ ہوا خزان یعنی ہوا کے فرشتوں پر بڑھ گئی اور قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ (الحاقہ:٦) اور رہے عاد تو ان کو گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیاO

علامہ عینی لکھتے ہیں: الخزان، الخازن کی جمع ہے اور آندھیوں کے لیے فرشتے محافظ ہیں جو اس کو ایک مقدار سے روانہ کرتے ہیں لیکن جب قوم عاد نے حد سے زیادہ سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی آندھی بھیجی جو آندھی کے فرشتوں کے لیے حد سے زیادہ تھی۔

وَغِسْلِيْنٍ مَا يَسِيْلُ مِنْ صَدِيْدِ اَهْلِ النَّارِ۔ غسلین کا معنی ہے: دوزخیوں کی جو پیپ بہتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ (الحاقہ:٣٦) اور نہ (دوزخیوں کی) پیپ کے سوا کوئی طعام ہےO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے غسلین کی جو تفسیر کی ہے وہ الفراء کا قول ہے اور الثعلبی نے کہا ہے: گویا کہ وہ ان کے چھالوں اور زخموں سے نکلنے والا پانی ہے اور ضحاک اور ربیع سے منقول ہے: غسلین ایک درخت ہے جس سے دوزخی کھائیں گے اور یہ صرف علامہ نسفی کی تفسیر میں ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ مِنْ غِسْلِيْنٍ كُلُّ شَيْءٍ غَسَلْتَهُ فَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ فَهُوَ غِسْلِيْنٌ فِعْلِيْنٌ مِنَ الْغَسْلِ مِنَ الْجُرْحِ وَالدُّبُرِ۔ اور دوسروں نے کہا: غسلین کا معنی ہے: ہر چیز جس کو تم دھوؤ، پھر اس میں سے کوئی چیز نکلے تو وہ غسلین ہے۔ یہ الغسل سے فعلین کا وزن ہے یعنی جو پانی زخم سے اور مقعد سے نکلتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی الفراء کے علاوہ دوسروں نے کہا، اور یہ صحیح بخاری کے نسخہ لکھنے والے سے رہ گیا اور اگر اس کو مقدر نہ مانا جائے تو کلام درست نہیں ہوگا۔

اَعْجَازُ نَخْلٍ اُصُوْلُهَا۔ اَعْجَازُ نَخْلٍ اس کا معنی ہے: کھجور کے تنے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (الحاقہ:٧) پس (اے مخاطب!) تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئےO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الاعجاز کی تفسیر کی ہے: کھجور کے درخت کے اصول یعنی اس کے تنے اور خاویہ کا معنی ہے ساقطۃ یعنی گرے ہوئے، یہ بھی صرف علامہ نسفی کی تفسیر میں ہے۔

بَاقِيَةٍ بَقِيَّةٍ۔ بَاقِيَةٍ اس کا معنی ہے: بقیہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ (الحاقہ:٨) کیا اب تمہیں ان میں سے کوئی باقی نظر آرہا ہے؟O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے باقیۃ کی تفسیر بقیہ کی ہے اور یہ بھی صرف علامہ نسفی کی تفسیر میں ہے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۷۳-۳۷۱ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الحاقہ کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی، امام بخاری نے اس سورت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ المعارج کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۷۰۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْمَعَارِجِ

سورۃ المعارج کی تفسیر

سورۃ المعارج کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ المعارج کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس سورت کا نام سورۃ سَاَلَ سَائِلٌ بھی ہے، اس سورت میں چوالیس (۴۴) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۷۳)

اَلْفَصِيلَةُ أَصْغَرُ آبَائِهِ الْقُرْبٰى إِلَيْهِ يَنْتَمِي مَنِ انْتَمٰى۔ الفصیلۃ اس کا معنی ہے: اس کے قریبی آباء کے سب سے چھوٹے لوگ، یَنْتَمِی کا مصدر انتمیٰ ہے یعنی جس کی طرف وہ منسوب ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝ (المعارج: ۱۳) اور اپنے اس رشتہ دار کا جو (دنیا میں) اس کو پناہ دیتا تھا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الفصیلہ کی تفسیر کی ہے: اس کا وہ قریبی قبیلہ یا رشتہ دار جن سے وہ منفصل ہوا ہے، اسی طرح اس کی تفسیر الفراء نے کی ہے اور دوسری تفسیر ہے: اس کے وہ رشتہ دار جو اس کے زیادہ قریب ہیں، اور مجاہد سے منقول ہے: اس کا قبیلہ اور ینتمی کا معنی ہے: جس کی طرف وہ منسوب ہو۔

لِلشَّوٰى اَلْيَدَانِ وَالرِّجْلَانِ وَالْأَطْرَافُ وَجِلْدَةُ الرَّأْسِ يُقَالُ لَهَا شَوَاةٌ وَمَا كَانَ غَيْرَ مَقْتَلٍ فَهُوَ شَوًى۔ لِلشوٰی اس کا معنی ہے: دونوں ہاتھ، دونوں پیر، دیگر اعضاء اور سر کی کھال، ان کو شواۃٌ کہا جاتا ہے اور جسم کا وہ حصہ جس کے کٹنے سے انسان مرتا نہیں ہے اس کو شویٰ کہتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ ہرگز نہیں! بے شک وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے ۝ وہ (سر سے پاؤں تک) کھال اتارنے والی ہے ۝ (المعارج: ۱۵۔۱۶)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کا معنی ظاہر ہے، اور کتب تفسیر میں مذکور ہے کہ نزاعۃ للشوی کا معنی ہے: وہ سر کی کھال اتارنے والی ہے، دوسرا قول ہے کہ وہ چہرے کے محاسن اتارنے والی ہے اور تیسرا قول ہے: اس سے مراد سر، دونوں ہاتھ اور دونوں پیر ہیں اور چوتھا قول ہے: اس سے مراد ہڈی کے بغیر گوشت ہے، اس کا معنی ہے کہ دوزخ کی آگ گوشت اور کھال میں سرایت کر کے اس کو جلا دے گی اور الکلبی سے منقول ہے کہ دوزخ کی آگ سر کے گوشت اور دماغ کو کھا لے گی، پھر دماغ اپنی اصل حالت پر آ جائے گا، پھر دوزخ اس کو کھا لے گی اور یوں ہی ہوتا رہے گا۔

عِزِيْنَ وَالْعِزُوْنَ الْحِلَقُ وَالْجَمَاعَاتُ وَوَاحِدُهَا عِزَةٌ۔ والعِزون اس کا معنی ہے: جماعتیں اور اس کا واحد عزۃٌ ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝ (المعارج: ۳۷-۳۶) پس ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ یہ آپ کی طرف بھاگے آ رہے ہیں O دائیں بائیں سے گروہ در گروہ O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے عزین کی تفسیر کی ہے: جماعتیں اور ابوذر کی روایت میں ہے، اس کا معنی ہے: حلقے، امام بخاری نے کہا ہے: اس کا واحد عِزۃٌ ہے، اس کی نظیر ہے جیسے ثبۃ اور ثبین اور مھطعین کا معنی ہے: وہ بھاگ رہے ہیں اور گردن اٹھا کر اپنی طرف نظر جمائے ہوئے دوڑے چلے آ رہے ہیں۔

يُوْفِضُوْنَ الْإِيْفَاضُ الْإِسْرَاعُ۔ یوفضون الایفاض کا معنی ہے دوڑنا اور بھاگنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝ (المعارج ۴۳) جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ بتوں کی طرف بھاگے جا رہے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے ایفاض کی تفسیر کی ہے: بھاگنا اور دوڑنا، یہ یوفضون کا مصدر ہے جس کا معنی ہے: وہ دوڑتے ہیں اور بھاگتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے اس کی تفسیر کی ہے: یسعون اس کا معنی بھی ہے: وہ دوڑتے اور بھاگتے ہیں۔ ابو العالیہ نے اس کی تفسیر کی ہے، وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہیں اور الضحاک نے اس کی تفسیر کی ہے: وہ چلتے ہیں، حسن بصری اور علامہ قرطبی نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے، حضرت ابن عباس نے نصب کی تفسیر کی ہے: غایت یعنی ان کے دوڑنے کی انتہاء، اور وہ اس وقت بھاگیں گے جب وہ آخری چیخ سنیں گے اور الکسائی سے منقول ہے: وہ اپنے ان بتوں کی طرف بھاگیں گے جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے تھے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۲-۴۳ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ المعارج کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہو گئی، اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ نوح کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور ایک حدیث روایت کی ہے ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جونہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۷۱۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ نُوۡحٍ

سورۂ نوح کی تفسیر

سورۃ نوح (اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ نوح کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے: سورۃ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا (نوح:۱) اور یہ سورت مکی ہے، یہ سورت سورۃ النحل کے بعد اور سورۂ ابراہیم سے پہلے نازل ہوئی ہے، اس سورت میں اٹھائیس (۲۸) آیات ہیں۔

أَطْوَارًا طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا يُقَالُ عَدَا طَوْرَهُ أَيْ قَدْرَهُ۔

اطوارًا اس کا معنی ہے: کبھی اس طرح اور کبھی اس طرح کہا جاتا ہے: عدا اطورہ وہ چیز اپنی مقدار سے تجاوز کر گئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَدۡ خَلَقَكُمۡ اَطۡوَارًا ۝ (نوح:۱۴) حالانکہ اس نے تم کو بہ تدریج پیدا کیا ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف اطوار میں پیدا کیا پہلے، وہ نطفہ تھا، پھر وہ جما ہوا خون بن گیا، پھر اس میں ہڈیاں بن گئیں، پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر اس کو اور خلقت میں بنایا اور مجاہد نے کہا ہے: پہلے وہ مٹی تھا، پھر وہ نطفہ ہوا، پھر وہ جما ہوا خون ہوا، اور طور ان تمام جگہوں میں کبھی کے معنی میں ہے اور کبھی یہ مقدار کے معنی میں بھی آتا ہے، کہا جاتا ہے: عدا طورہ یعنی فلاں چیز اپنی مقدار سے بڑھ گئی اور اس کی جمع اطوار آتی ہے۔

وَالْكُبَّارُ أَشَدُّ مِنَ الْكُبَارِ وَكَذٰلِكَ جُمَّالٌ وَجَمِيلٌ لِأَنَّهَا أَشَدُّ مُبَالَغَةً وَكُبَّارٌ الْكَبِيرُ وَكُبَارًا أَيْضًا بِالتَّخْفِيفِ وَالْعَرَبُ تَقُولُ رَجُلٌ حُسَّانٌ وَجُمَّالٌ وَحُسَانٌ مُخَفَّفٌ وَجُمَالٌ مُخَفَّفٌ

اور اَلۡکُبَّار، اَلۡکُبَار کا زیادہ مبالغہ ہے، اس طرح جُمّال اور جمیل ہے کیونکہ جُمّال میں زیادہ مبالغہ ہے اور کُبّار کا معنی ہے: الکبیر اور یہ لفظ تخفیف کے ساتھ کُبار بھی ہے اور عرب کہتے ہیں: رَجُلٌ حُسَّانٌ وَ جُمَّالٌ اور حُسَان اور جُمَالٌ تخفیف کے ساتھ بھی کہتے ہیں یعنی وہ مرد بہت حسین اور بہت جمیل ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَكَرُوۡا مَكۡرًا كُبَّارًا ۝ (نوح:۲۲) اور انہوں نے بہت بڑی سازش کی ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا ہے کہ کبّار (تشدید کے ساتھ) میں کُبار سے زیادہ مبالغہ ہے یعنی اس سے جس میں تشدید نہ ہو اور کُبّار میں کبیر سے زیادہ مبالغہ ہے۔ امام بخاری نے کہا: اسی طرح جُمّال اور جمیل ہیں یعنی جُمّال میں (یعنی تشدید کے ساتھ) جُمَال سے زیادہ مبالغہ ہے اور جُمّال میں جمیل سے زیادہ مبالغہ ہے، اسی طرح حُسّان (تشدید کے ساتھ) میں حُسَان سے زیادہ مبالغہ ہے۔

Marfat.com

دَیَّارًا مِنْ دَوْرٍ وَلٰكِنَّهٗ فَیْعَالٌ مِنَ الدَّوَرَانِ كَمَا قَرَأَ عُمَرُ الْحَيُّ الْقَيَّامُ وَهِيَ مِنْ قُمْتُ وَقَالَ غَيْرُهُ دَيَّارًا أَحَدًا

دَیَّارًا یہ دَور سے ماخوذ ہے لیکن یہ دوران سے فَیْعَال کا وزن ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھا اَلْحَیُّ الْقَیَّام اور یہ قُمْتُ سے ماخوذ ہے اور دوسروں نے کہا: یہ دَیَّارًا احداً ہے یعنی کسی کو بسنے والا نہ چھوڑ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ (نوح:۲۶)

اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا: دَیَّارًا کا لفظ دور سے ماخوذ ہے اور اس کا وزن فیعال ہے اور یہ لفظ اصل میں دَیْوَارٌ تھا، پس واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا اور یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو دَیَّار ہو گیا اور یہ نہ کہا جائے کہ اس کا وزن فَعَّال ہے کیونکہ اگر یہ کہا گیا تو اصل میں یہ دَوَّار ہوگا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اَلْحَیُّ الْقَیَّام فرمایا اور اس کی نظیر دَیَّار ہے کیونکہ قَیَّام کی اصل قَوَّام ہے، پس یہ نہ کہا جائے کہ اس کا وزن فَعَّال ہے بلکہ اس کا وزن فَیْعَال ہے، دوسروں نے کہا: اس کا تقاضا یہ ہے کہ اَحَدٌ کا لفظ مقدم ہو جو بعض ناقلین سے ساقط ہو گیا ہے اور ان دوسروں کی طرف منسوب ہے کہ دَیَّار اَحَد کے معنی میں ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ تو روئے زمین پر ایک کافر کو بھی نہ چھوڑ اور الثعلبی نے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا دَیَّارًا اَحَدًا یعنی وہ زمین میں چکر لگاتا ہو، جاتا ہو اور آتا ہو، اسی طرح علامہ نسفی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

تَبَارًا هَلَاكًا۔

تَبَارًا اس کا معنی ہے: ہلاکت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝ (نوح:۲۸)

اور ظالموں میں صرف ہلاکت کو زیادہ فرماO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تبارا کی تفسیر ہلاکت کی ہے اور علامہ ثعلبی نے اس کی تفسیر دَمَار کی ہے اور اس کا معنی بھی ہلاکت ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِدْرَارًا يَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مِدْرَارًا کا معنی ہے: جو چیزیں ایک دوسرے کے پیچھے آئیں یعنی لگاتار۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ (نوح:۱۱)

وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گاO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے جو مدرار کی تفسیر کی ہے اسی کی امام ابن ابی حاتم نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

وَقَارًا عَظَمَةً۔

وقارا کا معنی ہے: عظمت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ (نوح:۱۳)

تم اللہ کی عظمت اور جلالت کو کیوں تسلیم نہیں کرتےO

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الوقار کی تفسیر العظمۃ کی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے اس طرح نہیں ڈرتے تھے جس طرح اس کی عظمت سے ڈرنے کا حق ہے، مجاہد نے کہا: وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اعتقاد نہیں

کرتے تھے اور حسن بصری نے کہا: وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حق کا اعتراف نہیں کرتے تھے اور اس کی کسی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے تھے اور ابن جبیر سے منقول ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید نہیں رکھتے تھے اور نہ اس کے عذاب سے ڈرتے تھے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۷۶۔ ۳۷۵ میں بیان کی ہے]

۱۔ بَابٌ: وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ۔ (نوح: ۲۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ود اور سواع اور یغوث اور یعوق (نوح: ۲۳) کی تفسیر

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم جن بتوں کی عبادت کرتی تھی ان بتوں کے اسماء اور ان کی عبادت کی ابتداء کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی پوری آیت اس طرح ہے:

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ (نوح: ۲۳)

اور انہوں نے کہا: تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑنا ۝

اور محمد بن کعب سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پانچ بیٹے تھے، ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر، پس ان میں سے ایک مرد فوت ہو گیا تو وہ اس پر بہت غمگین ہوئے تو شیطان نے کہا: میں تمہارے لیے اس کی مثل تصویر بنا دیتا ہوں، جب تم اس کی طرف دیکھو گے تو اس کو یاد کرو گے، انہوں نے کہا: بنا دو تو اس نے مسجد میں پیتل اور سیسہ کی تصویر بنا دی، پھر دوسرا بیٹا فوت ہوا تو اس کی تصویر بنا دی حتیٰ کہ وہ سب فوت ہو گئے حتیٰ کہ کچھ عرصہ کے بعد لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چھوڑ دی تو شیطان نے لوگوں سے کہا: تمہیں کیا ہوا کہ تم اپنے معبودوں کی اور اپنے باپ دادا کے معبودوں کی عبادت نہیں کرتے، پس لوگوں نے ان تصویروں کی عبادت کرنا شروع کر دی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یغوث حضرت شیث علیہ السلام کا بیٹا ہے اور ان کی عبادت کی ابتداء مہلائیل بن قینان کے زمانہ سے ہے۔

کتاب العین میں مذکور ہے کہ وَدّ (واؤ پر زبر) حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کا بت تھا اور وُدّ (واؤ پر پیش) قریش کا بت تھا، اس پر عمرو بن عبدود کا نام رکھا گیا ہے، الماوردی نے کہا ہے: یہ پہلا بت تھا جس کا نام ان کی محبت کی وجہ سے ود رکھا گیا ہے اور یہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کے بعد تھا اور یہ دومۃ الجندل میں تھا اور سواع ایک عورت کی صورت پر تھا اور یہ ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کا بت تھا اور یہ مکہ شرفہا اللہ پر ساحل سمندر کے قریب ایک جگہ میں تھا اور یغوث مراد کا بت تھا، پھر بنو غطیف کا جوف میں بت تھا یمن کے علاقہ میں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۲۰۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما صَارَتِ الْأَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ أَمَّا وَدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الْجَنْدَلِ وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ وَأَمَّا يَغُوثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ عِنْدَ سَبَإٍ وَأَمَّا يَعُوقُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج اور عطاء نے کہا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے جو بت تھے وہ ایک عرصہ کے بعد عربوں کے بت ہو گئے، رہا ود تو وہ دومۃ الجندل میں کلب کا بت تھا اور رہا سواع تو وہ ہذیل کا بت تھا اور رہا یغوث تو وہ مراد کا بت تھا، پھر وہ بنو غطیف کا

فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِي الْكَلَاعِ أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ

الجوف میں ہوگیا سبا کے پاس اور رہا یعوق تو وہ ہمدان کا بت تھا اور رہا نسر تو وہ حمیر کا بت تھا جو آل ذی الکلاع کے لیے تھا، یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے صالح مردوں کے نام ہیں، پس جب وہ مرد فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کی طرف یہ وسوسہ ڈالا کہ وہ جن مجلسوں میں بیٹھتے ہیں وہاں پر ان کے بت رکھ دے اور ان مردوں کے نام پر ان بتوں کے نام رکھیں، سو انہوں نے ایسا کیا، اس وقت ان بتوں کی عبادت نہیں کی جاتی تھی حتیٰ کہ جب وہ مرد فوت ہو گئے اور لوگوں میں علم نہ رہا تو ان کی عبادت کی جانے لگی۔

اس حدیث کی سند میں امام بخاری پر اعتراض کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ عطاء خراسانی کا حضرت ابن عباس سے سماع نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ھشام کا ذکر ہے، یہ ہشام بن یوسف الصنعانی ہے اور ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج کا ذکر ہے اور عطاء کا ذکر ہے، یہ العطاء خراسانی ہے اور یہ عطاء بن ابی رباح نہیں ہے اور نہ عطاء بن یسار ہے اور ابن جریج نے کہا کہ اس نے اس حدیث کو عطاء خراسانی کی کتاب سے لیا تھا جو اس کے بیٹے کے پاس تھی جس نے اس سے سماع کیا تھا، اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس سے سماع نہیں کیا، اور ابو مسعود نے کہا ہے کہ امام بخاری نے یہ گمان کیا ہے کہ یہ عطاء، عطا بن ابی رباح ہے اور ابن جریج نے یہ تفسیر عطاء خراسانی سے نہیں سنی، انہوں نے کتاب اس کے بیٹے سے لی اور اس میں غور وفکر کیا، اور از صالح بن احمد از ابن المدینی روایت کی گئی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے ابن جریج کی احادیث از عطاء الخراسانی کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ سب ضعیف ہیں، پس میں نے یحییٰ بن سعید سے کہا: وہ کہتے ہیں: اخبرنا (ہمیں خبر دی)، انہوں نے کہا: یہ لاشئ ہے اور یہ پوری حدیث ضعیف ہے: یہ صرف وہ کتاب ہے جو ابن جریج کو عطاء خراسانی کے بیٹے نے دی تھی، اس اعتراض کے جواب میں امام بخاری کی تائید میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ خصوصیت کے ساتھ اس سند پر جو ابن جریج کی العطاء الخراسانی اور از عطاء بن ابی رباح دونوں کے متعلق ہے اور امام بخاری باوجود اس کے کہ وہ اتصال کی شرط میں بہت متشدد ہیں ان پر یہ مخفی رہا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری نے اس سند کے ساتھ بہ کثرت روایت نہیں کی، انہوں نے اس سند کے ساتھ دو جگہ حدیث روایت کی ہے۔ ایک یہاں پر اور دوسری کتاب النکاح میں اور اگر ان پر یہ بات مخفی ہوتی تو وہ اس سند کے ساتھ بہ کثرت روایت کرتے کیونکہ بہ ظاہر یہ سند ان کی شرط کے مطابق ہے (امام بخاری کی طرف سے جواب دینے والے کی عبارت ختم ہوئی)، علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری کا اتصال کی شرط میں تشدد اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ان پر اس سند کا انقطاع مخفی نہ رہے، پس سبحان ہے وہ ذات جس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور جواب دینے والے کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ بہ ظاہر یہ سند ان کی شرط کے مطابق ہے کیونکہ خراسانی سے روایت کرنے میں صرف امام مسلم منفرد ہیں۔ عطاء خرسانی امام بخاری کے رجال میں سے نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

اوثان کا معنی

علامہ عینی اس حدیث کی مشکل عبارات کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاوثان: یہ لفظ وثن کی جمع ہے، لغت کی کتاب المغرب میں لکھا ہے: الوثن اس کو کہتے ہیں کہ لکڑی یا پتھر یا چاندی یا کسی جوہر کو تراش کر اس کا ایک مجسمہ بنالیا جائے اور اس کی پرستش کی جائے۔

یہ اوثان عربوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد ہوئے: امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ یہ روایت کی ہے کہ ان بتوں کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عبادت کرتی تھی اور بعد میں عربوں نے ان کی عبادت کی، امام ابوعبیدہ سے روایت ہے: لوگوں کا یہ زعم ہے کہ یہ لوگ مجوسی تھے۔

حدیث مذکور کا خلاصہ

علامہ کرمانی نے لکھا ہے: یہ پانچ نام نیک مردوں کے تھے، جب یہ پانچ مرد فوت ہوگئے تو نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کے بتوں کی پرستش شروع کر دی اور ان بتوں کے نام ان صالح مردوں کے نام پر رکھ دیئے، خلاصہ یہ ہے کہ جب وہ پانچ نیک مرد فوت ہو گئے اور صورت حال بدل گئی اور لوگوں کے ذہنوں سے ان کی معرفت زائل ہوگئی تو ان بتوں کو مجالس میں رکھ کر ان کی پرستش کی جانے لگی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۷۸-۳۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی بناء پر غیر مقلدین نے اہل سنت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس طرح قوم نوح بزرگوں اور نیک لوگوں کے مجسمے بنا کر ان کی پرستش کرتی تھی اسی طرح یہ لوگ بھی بزرگوں کی یادگاریں بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں، مشہور محقق حافظ عبدالمجید مقیم برٹل نے اس کے جواب میں ایک مفصل اور مبسوط مقالہ لکھا ہے جس کی تلخیص کو ہم پیش کر رہے ہیں:

حافظ عبدالمجید مقیم برٹل کے مبسوط مقالہ کی تلخیص

اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۚ (نوح: ۲۳)

اور انہوں نے کہا: ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ود، سواع، یغوث اور یعوق ونسر کو O

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی اس بات کا ذکر کیا ہے جو ان کے سرداروں نے انہیں کہی تھی جب آپ علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

اس آیہ کریمہ میں ان بتوں کا ذکر ہے جن کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عبادت کرتی تھی اور ان کے بڑے قوم کو ان کی عبادت کرنے کی تلقین کرتے ہوئے بولے تھے کہ ہرگز اپنے خداؤں کی عبادت کو ترک نہ کرنا، خاص کر ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی عبادت ترک نہ کرنا۔

ان کی قوم کے سرداروں کی اس بات سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ان پانچوں کو کوئی خاص امتیاز حاصل تھا۔

ان پانچوں بتوں کے بارے میں کئی قسم کی باتیں کتب احادیث و تفاسیر وغیرہا میں موجود ہیں۔ یہ بت کیا تھے؟ کہاں سے آئے؟ ان کی حقیقت کیا تھی؟ عربوں میں یہی بت آئے یا صرف ان کے نام؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان کے بارے میں جو سب سے مشہور بات بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے:

Marfat.com

یہ پانچوں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی عرصہ کے نیک لوگوں کے مجسمے تھے، جب وہ دنیا سے چل بسے تو شیطان کی تحریک پر اس دور کے ان کے محبین نے ان کی یادگار کے طور پر یہ مجسمے بنائے تھے۔

وہ ان کے مجسموں کی تعظیم کرتے اور آہستہ آہستہ بعد میں آنے والوں نے ان کی عبادت کرنی شروع کر دی جس سے بت پرستی کی ابتداء ہوئی اور ان بتوں کو معبود بنا لیا گیا۔

سب سے پہلے ہم اس بات کو حقیقت کے آئینہ میں دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی یہ نیک لوگوں کے مجسمے تھے کہ جن کی بعد میں عبادت کی جانے لگی، اس بارے میں بیان کی جانے والی روایات میں سب سے زیادہ اعتماد اس روایت پر کیا جاتا ہے، جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔

آیئے! اس روایت اور اس کے بارے میں ائمہ محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

حدیث مذکور کی شرح میں علامہ ابن رجب لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے ذکر کیا ہے: یہ عطاء الخراسانی ہے اور عطاء الخراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو نہیں سنا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۹۷)

امام ابو علی غسانی لکھتے ہیں:

یعنی ابو مسعود دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ثابت ہے (انہوں نے ابن جریج عن عطاء کی سند سے مروی صحیح بخاری میں دونوں روایتوں کا یہاں ذکر کیا ہے کتاب الطلاق اور کتاب التفسیر والی، جب کہ کتاب التفسیر کی مذکورہ روایت کو پہلے ذکر فرمایا ہے اس لیے فرمایا کہ وہ جو اس سے پہلی ہے) ابن جریج عن عطاء خراسانی کی تفسیر سے، اور بے شک جو اس نے اس کے بیٹے سے کتاب لی تھی اس میں دیکھا ہے، یعنی ابن جریج نے ابن عطاء خراسانی سے وہ لی تھی۔ (التنبیہ علی الاوہام الواقعۃ فی الصحیح للبخاری ص ۱۸۹، مطبعۃ النجاح)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ''مقدمہ فتح الباری'' میں لکھتے ہیں:

اور یہ حدیث، ابو مسعود دمشقی نے کہا کہ: ''یہ حدیث ابن جریج کی تفسیر میں عطاء الخرسانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ثابت ہے اور عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا، اور ابن جریج نے عطاء سے نہیں سنا، اور جو اس نے اس کے بیٹے سے کتاب لی تھی اس میں دیکھا ہے۔ (ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۵۳۲)

امام عبدالرزاق بھی ابن جریج کے طریق سے اس روایت کو عطاء الخراسانی سے ہی بیان کر رہے ہیں:

نا عبد الرزاق عن ابن جریج، عن عطاء الخراسانی، عن ابن عباس مثلہ۔

(تفسیر عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۵۰ (۳۳۴۲) تفسیر سورۃ النوح)

پس جب ابن جریج کی اپنی کتاب میں بھی وضاحت ہے اور ان سے روایت کرنے والے امام عبدالرزاق بھی واضح بیان کر رہے ہیں کہ یہاں عطاء خراسانی ہے، تو زیادہ قرین قیاس یہی بات ہے کہ بعد میں روایت کرنے والا الثقہ راوی اگر بغیر نسبت کے اس روایت کو اسی سند سے ذکر کرتا ہے تو اس سے مراد عطاء خراسانی ہی ہوگا نہ کہ عطاء بن ابی رباح۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما'' اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ منقطع ہے کیونکہ عطاء مذکور خراسانی ہے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں ملا، پس اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں ابن جریج سے بیان

Marfat.com

کیا۔انہوں نے کہا: مجھے عطاء خراسانی نے خبر دی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، اور ابو مسعود نے کہا: یہ حدیث ابن جریج کی تفسیر میں عطاء خراسانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ثابت ہے اور ابن جریج نے عطاء خراسانی سے تفسیر نہیں سنی، اور جو اس نے اس کے بیٹے عثمان بن عطاء سے لیا تھا اس میں دیکھا ہوگا، اور امام صالح بن احمد بن حنبل نے ''العلل'' میں امام علی بن مدینی سے ذکر کیا، انہوں نے کہا: میں نے امام یحییٰ القطان سے سوال کیا، ابن جریج عن عطاء الخراسانی کی حدیث کے بارے میں، تو انہوں نے کہا: ضعیف ہے۔میں نے کہا: بے شک وہ کہے: ہمیں خبر دی (اخبرنا)۔فرمایا: کوئی چیز نہیں، کیونکہ وہ کتاب اسے دی گئی ہے انتہی۔اور ابن جریج ملنے اور لکھنے میں اخبرنا کے اطلاق کو جائز قرار دیتے تھے۔اور امام اسماعیلی نے کہا ہے کہ مجھے امام علی بن مدینی سے خبر دی گئی کیونکہ انہوں نے اس کو ابن جریج کی تفسیر سے کلاماً ذکر کیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ''عن عطاء الخراسانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما'' پس کاتب کے لیے یہ بات طول کا باعث تھی کہ ہر جگہ خراسانی ذکر کرتے اس لیے انہوں نے خراسانی کو چھوڑ دیا، پس اس کو جس نے بھی روایت کیا ہے اس نے اس سے مراد عطاء بن ابی رباح لیا انتہی۔اور اس میں اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جس کو صالح بن احمد نے علی بن مدینی سے ذکر کیا ہے اور اس پر ابو علی جیانی نے ''تقیید المھمل'' میں متنبہ کیا ہے۔ابن مدینی نے کہا: میں نے ہشام بن یوسف سے سنا، وہ یہ کہتے تھے کہ ابن جریج نے مجھ سے کہا: میں نے عطاء سے سورۂ بقرہ اور آل عمران کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا، پھر انہوں نے کہا: مجھے اس سے معاف رکھو، انہوں نے کہا کہ ہشام نے کہا: پس یہ اس کے بعد تھا جب انہوں نے کہا کہ عطاء نے کہا: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یعنی عطاء الخراسانی نے کہا۔ہشام نے کہا: پس ہم نے لکھا، پھر ہم اکتا گئے یعنی خراسانی لکھنے سے۔ابن مدینی نے کہا کہ میں نے یہ اس لیے بیان کیا کہ محمد بن ثور ایسے کیا کرتے تھے یعنی ابن جریج سے اپنی بیان کردہ روایت میں عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، پس وہ یہ گمان کرتے تھے کہ اس سے مراد عطاء بن ابی رباح ہے، اور تحقیق فاکہی نے بھی اس مذکورہ حدیث کو ''محمد بن ثور عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما'' کے طریق سے بیان کیا ہے اور خراسانی نہیں کہا۔
اور عبد الرزاق نے بھی اس کو بیان کیا، پس کہا الخراسانی ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہاں تک بیان کردہ عبارت میں یہ عیاں ہے کہ یہاں عطاء خراسانی ہی ہے اور ایسے ہی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تہذیب التہذیب'' میں عطاء خراسانی کے ترجمہ میں ہی اس روایت کو ذکر کیا ہے اور زیادہ شواہد اسی پر دلالت کرتے ہیں۔(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۹۰، فی ترجمۃ)

اولاً: ابن مدینی کا بیان کرنا کہ کاتب نے اکتاہٹ کے باعث عطاء کے ساتھ خراسانی لکھنا ترک کر دیا، طوالت کے خوف سے، تو بعد والوں نے غلط فہمی سے اس کو ابن ابی رباح سمجھ لیا۔

پس ان کا اس کو ابن ابی رباح سمجھنا وہم ہے، الہٰذا یہ بات بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ امام بخاری پر اس کا خراسانی ہونا مخفی رہا، انہوں نے اس کو ابن ابی رباح خیال کر کے اس کو اپنی صحیح میں داخل کر دیا، انسان سے خطاء ہونا کوئی عجیب بات نہیں۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی طرف سے ایک کمزور توجیہ لکھی ہے، وہ لکھتے ہیں:

امام بخاری پر یہ کیسے مخفی ہو سکتا ہے کہ وہ عطاء خراسانی کو عطاء بن ابی رباح سمجھ لیں، اگر ایسا ہوتا تو ان کی سند میں ایسی روایات بہ کثرت ہوتیں جب کہ اس سند کے ساتھ روایت صرف دو جگہ ہے، ایک اس باب میں اور دوسری کتاب النکاح میں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیث ان کی شرط کے مطابق ہے۔(فتح الباری ج ۶ ص ۸۶۔۸۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

Marfat.com

اور عطاء نے کہا: (عن ابن عباس رضی اللہ عنہما) لیکن عطا نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا اور ابن جریج نے عطاء خراسانی سے تفسیر کا سماع نہیں کیا کیونکہ وہ کتاب اس نے اس کے بیٹے عثمان سے لی تھی، اس میں دیکھا ہوگا، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بیان نہیں کیا کیونکہ یہ روایت عطاء بن ابی رباح سے ہے، کیونکہ خراسانی ان کی شرط کے مطابق نہیں اور اگر سوال کرنے والا یہ کہے کہ جو مذکور عطاء ہے وہ خراسانی نہیں، اس کا جواب یہ ہوگا کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ حدیث ابن جریج کے پاس خراسانی اور ابن ابی رباح سے اکٹھی ہے، مقدمہ میں کہا: اور یہ جواب تسلی بخش نہیں ہے اور میرے نزدیک (یعنی امام قسطلانی کے نزدیک) صحیح جواب کی بجائے مخفی مقامات میں سے ہے، لہٰذا کجی سے صواب کی طرف جانا ضروری ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۱۷۴)

اس سلسلہ میں ہم اس سے پہلے امام بخاری کی طرف سے حافظ ابن حجر کی ذکر کردہ توجیہ کا علامہ عینی کے حوالہ سے رد کر چکے ہیں۔

شیخ وحید الزمان جو غیر مقلدین کے مسلم اکابر سے ہیں وہ لکھتے ہیں:

عطاء خراسانی تو ضعیف ہے، دوسرے ابن جریج نے اس سے نہیں سنا بلکہ عطا کے فرزند عثمان سے اس نے عطاء کی کتاب لی تھی، اس میں دیکھا ہوگا، شاید امام بخاری نے اس کو عطاء بن ابی رباح سمجھا، یہ ان سے غلطی ہوئی اور کیسا ہی بڑا عالم ہو کبھی نہ کبھی اس سے غلطی ہو جاتی ہے، تیراک ہی پانی میں ڈوبتا ہے اور چابک سوار ہی گھوڑے سے گرتا ہے، بعضوں نے کہا: شاید ابن جریج نے یہ حدیث عطاء خراسانی اور عطاء ابن رباح (تیسیر میں یوں ہی ہے) دونوں سے روایت کی ہے۔ واللہ اعلم (تیسیر الباری ج ۴ ص ۲۵۷، حاشیہ نمبر ۴)

حافظ ابن حجر کے استاذ حافظ ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ اس حدیث کی سند میں عطاء کو عطاء بن ابی رباح گمان کرنا غلط ہے وہ دراصل عطاء خراسانی ہے اور ابن جریج کی اس سے تمام روایات ضعیف ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۴۵۸-۴۵۷)

عطاء خراسانی کے ضعف کے متعلق محدثین کی تصریحات

امام ابو داؤد فرماتے ہیں: عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس کو نہیں پایا اور نہ ان کو دیکھا۔

(المراسیل لابی داؤد ص ۴۰۸، کتاب الوصایا)

امام بیہقی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۷۰)

امام ابن حبان لکھتے ہیں: عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس سے کوئی چیز نہیں سنی۔ (کتاب المجروحین ج ۲ ص ۲۵۰)

شیخ ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں: عطاء خراسانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے کوئی چیز نہیں سنی اور نہ حضرت انس کے علاوہ کسی اور صحابی سے کوئی حدیث سنی۔ (المحلی بالآثار ج ۸ ص ۲۳۲)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہو گیا کہ عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کچھ نہیں سنا، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ روایت منقطع ہے، نیز امام ابو مسعود کے قول کے مطابق ابن جریج نے عطاء خراسانی سے اس روایت کو نہیں سنا بلکہ اس کے بیٹے عثمان سے اس روایت کو لیا اور اس کو دیکھا ہے، لہٰذا یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے اور امام بخاری پر یہ مخفی رہا اور انہوں نے اس روایت میں عطاء خراسانی کو عطاء بن ابی رباح سمجھتے ہوئے اپنی صحیح میں اس کی روایت کر دی۔

حدیث مذکور کے متن پر اعتراض

مذکورہ بالا بحث تو اس روایت کی سند کے حوالے سے تھی، اگر ہم اس روایت کو عقلی طور پر دیکھتے ہیں تو بھی یہ بات محال نظر آتی ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض محال ہم تسلیم کر لیں کہ یہ پانچوں بت حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے نیک لوگوں کے تھے جن کی ان کی قوم

Marfat.com

عبادت کرتی تھی تو عرض یہ ہے کہ قوم نوح علیہ السلام پر جو عذاب الٰہی نازل ہوا تھا یعنی طوفان نوح تو اس کے ساتھ سوائے ان لوگوں اور اشیاء وغیرہ کے جن کو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی میں بٹھایا یا رکھا تھا سب کچھ نیست و نابود ہو گیا تھا، پھر یہ پانچوں بت کیسے عربوں تک پہنچ گئے؟

امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''یہ پانچ بت سب سے بڑے بت تھے، پھر یہ بت حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے اہل عرب کی طرف منتقل ہوئے، پس ود بنو کلب کا ہو گیا اور سواع ہمدان کا ہو گیا، یغوث مذحج کا ہو گیا، یعوق مراد کا ہو گیا اور نسر حمیر کا ہو گیا، اسی وجہ سے اہل عرب کو عبدود اور عبدیغوث کہا جاتا تھا، تاریخی کتب میں اسی طرح مذکور ہے اور اس پر یہ اشکال ہے کہ طوفان کے زمانہ میں تمام دنیا ملیا میٹ ہو چکی تھی تو یہ بت کیسے باقی بچ گئے اور عرب کی طرف منتقل ہوئے اور یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ان بتوں کو اپنے ساتھ کشتی میں لے آئے تھے، پھر انہوں نے ان بتوں کو حفاظت کے ساتھ رکھا یہاں تک کہ یہ امانت عربوں کے پاس پہنچ گئی، کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام بتوں کے محافظ نہیں تھے بت شکن تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۵۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۵ھ)

پس یہ کہنا صحیح نہیں کہ عرب میں جن بتوں کی پرستش ہوتی تھی، یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے صالحین کی صورتوں کے مجسمے ہیں اور یہ وہی بت ہیں جن کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پرستش کرتی تھی۔

حضرت محقق مولانا عبد المجید (برٹل) کے تحقیقی مقالہ کی تلخیص ختم ہوئی، ان کا اصل مقالہ بہت فکر انگیز اور کافی ضخیم ہے جو قارئین ان کے اصل مقالہ سے استفادہ کرنا چاہیں تو وہ ''پانچ بت'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

امام بخاری کی سند مذکور پر شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کا اعتراض

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ:

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مغالطہ ہوا ہے اور انہوں نے سند میں مذکور عطاء کو عطاء بن ابی رباح سمجھ کر اس سے روایت لی جب کہ یہ عطاء خراسانی ہیں عطاء بن ابی رباح نہیں ہیں۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ ابن جریج نے یہ روایت عطاء خراسانی سے براہ راست روایت نہیں کی ہے بلکہ ابن جریج نے اس کتاب سے روایت لی ہے جو عطاء خراسانی کی تھی اور ان کے بیٹے عثمان کے پاس تھی۔

عطاء خراسانی کی روایت چونکہ بخاری کی شرط پر نہیں اترتی اس لیے امام بخاری کو اسے یہاں ذکر نہیں کرنا چاہیے لیکن امام کو اس کا احساس ہی نہیں ہو سکا۔

اس کے بعد اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

وراق ہر جگہ عطاء کے ساتھ خراسانی لکھنے سے اکتا گیا اور صرف عطاء لکھنے لگا جس کی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ عطاء سے عطاء بن ابی رباح مراد ہیں، چنانچہ محمد بن ثور کو بھی یہ مغالطہ لگا ہے اور انہوں نے عطاء بن ابی رباح ہی مراد لیا ہے جب کہ یہ عطاء خراسانی ہیں۔

بہر حال محدثین کے نزدیک اتنی بات متعین ہے کہ مذکورہ عبارت میں عطاء سے عطاء خراسانی مراد ہیں، ان کی روایت ذکر کر کے بظاہر امام بخاری کو بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔ (کشف الباری کتاب التفسیر ص ۷۰۰۔ ۶۹۹، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

Marfat.com

صحیح بخاری کی مذکورہ روایت کی بناء پر غیر مقلدین کا اہل سنت پر بے بنیاد الزام

مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

بت پرستی کی ابتداء جملہ بت پرستوں کی اقوام میں اس طرح شروع ہوئی کہ انہوں نے اپنے نیک لوگوں کے ناموں پر بت بنا لیے، پہلے عبادت میں ان کو سامنے رکھنے لگے، شیطان نے یہ فریب اس طرح چلایا کہ ان بتوں کے دیکھنے سے بزرگوں کی یاد تازہ رہے گی اور عبادت میں دل لگے گا، تمام بت پرستوں کا آج تک یہی حال ہے۔ (الی ان قال)

کتنے نام نہاد مسلمانوں نے مزار اولیاء کے فوٹو لے کر ان کو گھروں میں رکھا ہوا ہے اور صبح و شام ان کو معطر کر کے ان پر پھول چڑھاتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں یہ جملہ حرکات بت سازی اور بت پرستی ہی کی شکلیں ہیں اللہ پاک مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ ایسی حرکتوں سے باز رہیں ورنہ میدان محشر میں سخت ترین رسوائی کے لیے تیار رہیں۔

(صحیح بخاری مع ترجمہ وتشریح ج ۶ ص ۴۶۲، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور)

شیخ داؤد راز نے صحیح بخاری کی جس روایت کی بناء پر اہل سنت پر یہ طعن اور تشنیع کی ہے اس روای کی سند ضعیف ہے اور متن بھی درست نہیں، علاوہ ازیں اہل سنت مزارات اولیاء کی اس طرح تعظیم نہیں کرتے جس طرح شیخ داؤد راز نے لکھا ہے، وہ صرف مزارات پر جا کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے وسیلہ سے ہماری نیک حاجات کو پورا فرمائے اور ان بزرگوں کے درجات کو بلند فرمائے اور اس میں کوئی چیز خلاف شرع نہیں ہے بلکہ شریعت کے عین مطابق ہے اور شریعت کا مطلوب ہے اور بعض جہلاء، جو مزارت کو سجدہ کرتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی نذر مانتے ہیں علماء اہل سنت اس سے ہمیشہ منع کرتے ہیں۔

الحمدللہ رب العالمین امام بخاری نے سورۂ نوح کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور جو اس کی تفسیر میں حدیث روایت کی ہے اس پر بھی مفصل بحث آ گئی اور اب ان شاء اللہ سورۃ الجن کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے اور حدیث روایت کی ہے اس کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جونہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۷۲۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَۃِ الْجِنِّ

سورۃ الجن کی تفسیر

سورۃ الجن (قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الجن کی بعض آیات کی تفسیر ہے، صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس کا نام سورۃ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ ہے، یہ سورت مکی ہے اور اس سورت میں اٹھائیس (۲۸) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۳۷۸)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِبَدًا أَعْوَانًا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: لِبَدًا کا معنی ہے: مدد کرنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ﴿ (الجن:۱۹) اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جتھا بن کر اس پر پل پڑتے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے یعنی وہ سب اکٹھے ہو کر بھیڑ کی صورت میں آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور رش کی وجہ سے گرنے کے قریب ہوتے کیونکہ وہ قرآن مجید کو سننے پر حریص تھے اور حسن بصری اور قتادہ اور ابن زید سے مروی ہے کہ جب اللہ کا بندہ ان کو تبلیغ کرنے کے لیے کھڑا ہوتا تو انسان اور جن جمع ہو کر ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کے لیے کھڑے ہوتے تا کہ وہ اس حق کو باطل کریں جس کو وہ لے کر آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دیں، پس اللہ تعالیٰ نے اس نور کو پورا کرنے کے سوا ہر چیز کا انکار کیا اور اس بندہ کی مدد کی۔

علامہ نسفی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: لِبَدًا کا اصل معنی ہے: گروہ اور جماعتیں جو ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی ہوں۔ اس لفظ کو لُبَدًا بھی پڑھا گیا ہے اور یہ لُبُوْد کی جمع ہے اور لُبَّدًا بھی پڑھا گیا ہے جو لَابِد کی جمع ہے جیسے رَاكِعٌ کی جمع رُكَّعٌ ہے۔

امام بخاری نے لِبَدًا کی تفسیر اَعْوَان کی ہے اور یہ عَوْن کی جمع ہے جس کا معنی ہے: کسی کام پر مدد کرنے والے۔

بَخْسًا نَقْصًا۔ بخسًا اس کا معنی ہے: نقص۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿ (الجن:۱۳) اور بے شک ہم نے جیسے ہی ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے، سو جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا وہ نہ کسی خیر میں کمی پائے گا نہ کسی شر میں اضافہ O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے البخس کی تفسیر النقص کی ہے اور الرھق کا معنی کلام عرب میں گناہ ہے اور حرام کاموں کو

Marfat.com

ڈھانپ لینا اور یہ صرف علامہ نسفی کی تفسیر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۷۹-۷۸ ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۲۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيَاطِينِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ فَقَالُوا مَا لَكُمْ فَقَالُوا حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالَ مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا مَا حَدَثَ فَاضْرِبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوا مَا هَذَا الْأَمْرُ الَّذِي حَدَثَ فَانْطَلَقُوا فَضَرَبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا يَنْظُرُونَ مَا هَذَا الْأَمْرُ الَّذِي حَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ قَالَ فَانْطَلَقَ الَّذِينَ تَوَجَّهُوا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِنَخْلَةَ وَهُوَ عَامِدٌ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ تَسَمَّعُوا لَهُ فَقَالُوا هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَهُنَالِكَ رَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ ﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ﴾ (الجن: ۱) وَإِنَّمَا أُوحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف روانہ ہوئے، اس وقت شیاطین کے درمیان اور آسمان کی خبر (کی چوری) کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی اور ان پر آگ کے گولے بھیجے جاتے تھے، پس جب وہ جنات واپس آئے (تو ان کی قوم نے) ان سے پوچھا: کیا بات ہوئی؟ تو انہوں نے کہا کہ آسمان کی خبروں اور ہمارے درمیان کوئی رکاوٹ حائل ہوگئی ہے اور ہم پر آگ کے گولے بھیجے جاتے ہیں (تو ان کی قوم نے) کہا کہ تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی نئی چیز حائل ہوئی ہے تو تم زمین کے مشارق اور مغارب میں جاؤ اور تفتیش کرو کہ کون سی نئی چیز تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوئی ہے، پس وہ روانہ ہوئے اور انہوں نے زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کیا اور وہ یہ تفتیش کر رہے تھے کہ وہ کون سی چیز ہے جو ان کے اور آسمان کی خبروں (کی چوری) کے درمیان حائل ہوئی ہے، راوی نے بیان کیا کہ جو لوگ اس تفتیش کے لیے گئے تھے وہ وادی تہامہ کی طرف جا نکلے جہاں رسول اللہ ﷺ عکاظ کے بازار کی طرف جاتے ہوئے ایک کھجور کے درخت کے پاس اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، پس جب جنات نے قرآن مجید کو سنا تو انہوں نے کہا: یہی وہ چیز ہے جو تمہارے درمیان اور آسمان کی خبروں (کی چوری) کے درمیان حائل ہوئی ہے، پھر وہ اپنی قوم کی طرف واپس آئے، پس کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو نیکی کے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہیں کریں گے اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ (الجن: ۱) آپ

کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا۔ اور آپ کی طرف صرف جنات کے قول کی وحی کی گئی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۷۳ میں گزر چکی ہے۔

جنات کے قرآن مجید سننے کا واقعہ کب ہوا اور عکاظ اور تہامہ کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے: یہ واقعہ بعثت نبوی کے دس (۱۰) سال بعد ذوالقعدہ میں ہوا تھا۔

عکاظ: یہ مکہ کی ایک جانب عربوں کا بازار ہے، وہ زمانہ جاہلیت میں اس بازار میں کئی کئی دن قیام کرتے تھے۔

تہامہ: یہ حجاز کے شہروں سے نجد کی اترائی کی طرف ایک وادی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۷۹ ۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

جنات کے سامنے قرآن پڑھنے اور نہ پڑھنے کے متعلق دو حدیثوں کا تعارض اور اس کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے سامنے نہ قرآن مجید پڑھا اور نہ ان کو دیکھا، اور حضرت ابن مسعود کی روایت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جنات کی طرف سے ایک دعوت دینے والا آیا تو میں اس کے ساتھ گیا اور میں نے اس کے سامنے قرآن پڑھا، سو ان دو حدیثوں میں تعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں، پہلے آپ نے ان کے سامنے قرآن نہیں پڑھا تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس کی روایت ہے اور پھر بعد میں آپ نے ان کے سامنے قرآن پڑھا جیسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۸۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے اجتہاد سے جنات کے سماع کی نفی کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تو اس سماع کے شاہد ہیں۔

بعثت نبوی سے پہلے اور بعثت نبوی کے بعد شیاطین پر آگ کے گولے پھینکنے کی کیفیت اور مختلف احادیث میں تطبیق

اس وقت شیاطین کے درمیان اور آسمان کی خبر (کی چوری) کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی تھی:

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند انصار کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت ایک آگ کا گولہ پھینکا گیا تو آسمان روشن ہو گیا تو آپ نے انصار سے پوچھا جب زمانہ جاہلیت میں یہ آگ کا گولا پھینکا جاتا تھا تو تم اس کے متعلق کیا کہتے تھے؟ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعثت نبوی سے پہلے بھی آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے اور امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی ہے کہ زہری سے سوال کیا گیا کہ کیا زمانہ جاہلیت میں بھی آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے تو انہوں نے کہا: ہاں لیکن جب اسلام کا ظہور ہوا تو آگ کے گولے پھینکنے میں زیادہ شدت ہو گئی۔

اور اس باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ کے گولے پھینکنے کی ابتداء بعثت نبوی کے بعد ہوئی ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا:

Marfat.com

ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ بعثت نبوی سے پہلے بھی آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے تا کہ شیطان فرشتوں کی باتیں نہ سن سکے لیکن کبھی پھینکے جاتے تھے اور کبھی نہیں پھینکے جاتے تھے اور کسی ایک جانب سے پھینکے جاتے تھے اور ہر جانب سے نہیں پھینکے جاتے تھے اور بعد میں ان پر ہر جانب سے آگ کے گولے پھینکے جانے لگے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۙ وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ یُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ○ (الصافات: ۱۰۔۶)

ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین فرمادیا○ اور (اس کو) ہر سرکش شیطان سے محفوظ کر دیا○ وہ عالم بالا کے فرشتوں (کی باتوں) کو سننے کے لیے کان نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر جانب سے ضرب لگائی جاتی ہے○ ان (کو بھگانے) کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے○ مگر جو شیطان کوئی بات اچک لے تو فوراً چمکتا ہوا انگارہ اس کا پیچھا کرتا ہے○

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: پھر میں نے وہب بن منبہ کی عبارت دیکھی جس سے یہ اشکال دور ہو جاتا ہے اور مختلف احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ پہلے ابلیس تمام آسمانوں کی طرف چڑھ جاتا تھا اور ان میں جس طرح چاہتا تھا گھومتا رہتا تھا، اس کو منع نہیں کیا جاتا ہے حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا، پھر اس کو چار آسمانوں سے روک دیا گیا، پھر جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو ان کو باقی تین آسمانوں سے بھی روک دیا گیا، پھر ابلیس اور اس کا لشکر چوری سے آسمانوں کی خبروں کو سنتا تھا اور اس پر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طبری نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو زمانہ فترت تھا اس زمانہ میں آسمانوں کی حفاظت نہیں کی جاتی تھی، پھر جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آسمانوں کی بہت سخت حفاظت کی گئی اور شیاطین پر آگ کے گولے برسائے گئے اور سدی کی روایت ہے کہ پہلے آسمانوں کی حفاظت نہیں کی جاتی تھی اور شیاطین مختلف مورچوں میں گھات لگا کر بیٹھتے تھے تا کہ مستقبل کے متعلق فرشتوں کی باتیں سنیں، پھر جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو ان پر آگ کے گولے برسائے گئے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۸۹، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الجن کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور حدیث روایت کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ المزمل کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۷۳۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ الۡمُزَّمِّلِ

سورۃ المزمل کی تفسیر

سورۃ المزمل کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ المزمل کی بعض آیات کی تفسیر ہے، مقاتل نے کہا کہ یہ سورت مکی ہے سوا اس ایک آیت کے: وَاٰخَرُوۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۫ (المزمل:۲۰) اور اس سورت میں بیس (۲۰) آیات ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَتَبَتَّلْ أَخْلِصْ۔

اور مجاہد نے کہا: تَبَتَّلْ کا معنی ہے: أَخْلِصْ یعنی اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کے ہو جاؤ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا ؕ (المزمل:۸)

اور سب سے منقطع ہو کر اسی کے ہو رہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تَبَتَّلْ کی تفسیر أَخْلِصْ کی ہے اور ابن جریج سے روایت ہے کہ آپ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں اور دعا کریں اور قتادہ نے کہا: آپ اخلاص کے ساتھ تبلیغ کریں اور عبادت کریں اور امام ابن ابی حاتم نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کی روایت کی ہے اور عطاء سے منقول ہے کہ آپ سب سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائیں اور یہی معنی اصل کے مطابق ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ أَنْكَالًا قُيُودًا۔

اور حسن بصری نے کہا: انکالا کا معنی ہے: بیڑیاں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّ جَحِیۡمًا ﴿ۙ۱۲﴾ (المزمل:۱۲)

بے شک ہمارے پاس ان کے لیے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: انکالا کا لفظ نکل کی جمع ہے۔

مُنْفَطِرٌ بِهٖ مُثْقَلَةٌ بِهٖ۔

منفطر بہ اس کا معنی ہے: وہ اس کے خوف کے سبب سے بھاری ہو جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَکَیۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ کَفَرۡتُمۡ یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبَا ﴿٭ۖ۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِہٖ ؕ کَانَ وَعۡدُہٗ مَفۡعُوۡلًا ﴿۱۸﴾ (المزمل:۱۸۔۱۷)

اگر تم نے اس کا انکار کیا تو تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا O آسمان اس کی شدت سے پھٹ جائے گا اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا O

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے منفطر بہ کی تفسیر کی ہے: مُثْقَلَةٌ اور منفطر کا صیغہ واحد مذکر ہے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ مُثْقَلَةٌ تو واحد مونث ہے تو وہ منفطر کی کیسے تفسیر ہوگی جب کہ وہ مذکر کا صیغہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ السماء کا لفظ سقف یعنی چھت کی تاویل میں ہے اور وہ مذکر ہے، اس لیے یہ تفسیر صحیح ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَثِيبًا مَهِيلًا الرَّمْلُ السَّائِلُ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کثیبا مہیلا کا معنی ہے: بہنے والی ریت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَ كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝ (المزمل: ۱۴) جس دن زمین اور پہاڑ لرزنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا بکھرا ہوا ٹیلا بن جائیں گے O

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے، اور حاکم نے ایک اور سند کے ساتھ اس کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، اس کی عبارت اس طرح ہے: مہیل کا معنی یہ ہے کہ جب اس میں سے کوئی چیز نکالو تو اس کی باقی چیزیں بھی نکل آئیں اور کثیب کا معنی ہے: ریت۔ الفراء نے کہا ہے: کثیب کا معنی ریت ہے اور کثیب وہ چیز ہے کہ جب اس کا نچلا حصہ متحرک ہو تو تمہارے اوپر اس کا اوپر والا حصہ بھی گر جائے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۹۲)

وَبِيلًا شَدِيدًا۔ وَبِيلًا کا معنی ہے: شدید۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝ (المزمل: ۱۶) پس فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کو سخت گرفت سے پکڑ لیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے وبیلا کی تفسیر شدیدا کی ہے، اسی طرح امام طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، اور علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ وبیلا کا معنی ہے: شدید اور سخت دشوار اور اسی سے وبال کا لفظ بنا ہے۔

[ایک تعلیق کے سوا باقی تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۸۰ سے اخذ کی گئی ہے]

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

تنبیہ: امام بخاری نے سورۃ المزمل کی تفسیر میں کوئی حدیث مرفوع روایت نہیں کی اور امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قیام اللیل یعنی تہجد کے متعلق ایک روایت کی ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس تہجد کی نماز پہلے فرض تھی، پھر وہ نفل ہوگئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ درج ذیل آیت:

وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ (المزمل: ۲۰) اور تم اپنی بھلائی کے لیے جو آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس اس سے بہتر اور زیادہ ثواب میں پاؤ گے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول داخل کر دیا جائے: تم میں سے کوئی ایک اس کی طرف میلان کرتا ہے جو اس نے آگے بھیجا ہے اور اس کا وارث اس کی طرف میلان کرتا ہے جو اس نے پیچھے چھوڑا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۹۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ المزمل کی تفسیر میں جو احادیث ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ المدثر کی تفسیر میں انہوں نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۷۴۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ الۡمُدَّثِّرِ

سورۃ المدثر کی تفسیر

سورۃ المدثر کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ المدثر کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت مکی ہے اور اس میں چھپن (۵۶) آیات ہیں۔

علامہ ثعلبی نے کہا ہے: یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۝ (المدثر:۱) اے چادر لپیٹنے والے! اور جمہور نے کہا ہے: اے کپڑا لپیٹنے والے!۔

قَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ عَسِیۡرٌ شَدِیۡدٌ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عسیر کا معنی ہے: شدید یعنی سخت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَذٰلِكَ یَوۡمَئِذٍ یَّوۡمٌ عَسِیۡرٌ ۝ (المدثر:۹) تو وہ بہت مشکل والا دن ہوگا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے عسیر کی تفسیر شدید کی ہے، امام ابن ابی حاتم نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۸۱، فتح الباری ج ۶ ص ۹۲)

قَسۡوَرَۃٌ رِکۡزُ النَّاسِ وَأَصۡوَاتُهُمۡ وَکُلُّ شَدِیۡدٍ قَسۡوَرَۃٌ۔ قسورۃ اس کا معنی ہے: لوگوں کی آہٹیں اور آوازیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

کَاَنَّهُمۡ حُمُرٌ مُّسۡتَنۡفِرَۃٌ ۝ فَرَّتۡ مِنۡ قَسۡوَرَۃٍ ۝ (المدثر:۵۰۔۵۱) گویا وہ بدکے ہوئے وحشی گدھے ہیں O جو شیر سے بھاگ رہے ہیں O

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: قسورۃ کا معنی ہے: لوگوں کی آواز، اور ابوسفیان نے کہا: یعنی لوگوں کا احساس اور ان کی آوازیں۔

وَقَالَ أَبُوۡ هُرَیۡرَۃَ الۡقَسۡوَرَۃُ قَسۡوَرٌ الۡأَسَدُ الرِّکۡزُ الصَّوۡتُ۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کا معنی ہے: شیر اور ہر سخت چیز اور قسورٌ کا معنی ہے الرکزیعنی آواز۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ حبشی زبان کا لفظ ہے، اور امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ عربی میں القسورۃ کا معنی شیر ہے اور اس کو فارسی میں شیر اور عربی میں قسورۃ کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۹۳)

مُسۡتَنۡفِرَۃٌ نَافِرَۃٌ مَذۡعُوۡرَۃٌ۔ مستنفرۃ اس کا معنی ہے: وحشت زدہ اور ڈری ہوئی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ مستنفر کے دو معنی ہیں: وحشت زدہ اور ڈری ہوئی۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۹۳)

١- بَابٌ

۴۹۲۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُلْتُ يَقُولُونَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ فَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما عَنْ ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهُ مِثْلَ الَّذِي قُلْتَ فَقَالَ جَابِرٌ لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي هَبَطْتُ فَنُودِيتُ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ أَمَامِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ خَلْفِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ شَيْئًا فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُونِي وَصُبُّوا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا قَالَ فَدَثَّرُونِي وَصَبُّوا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا قَالَ فَنَزَلَتْ ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝﴾ (المدثر: ١-٣)

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از علی بن المبارک از یحییٰ بن ابی کثیر، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے پوچھا: سب سے پہلے قرآن مجید کی کون سی آیت نازل ہوئی تو انہوں نے کہا: یَاۤ اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ میں نے کہا: لوگ کہتے ہیں: (سب سے پہلے) اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ (نازل ہوئی ہے) تو ابو سلمہ نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا تھا اور ان سے اسی طرح کہا تھا جس طرح تم نے کہا ہے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم کو صرف وہی حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمائی ہے، آپ نے فرمایا: میں نے حراء پہاڑ میں اعتکاف کیا، جب میرا اعتکاف پورا ہو گیا تو میں پہاڑ سے نیچے اترا، پس مجھے آواز دی گئی تو میں نے اپنی دائیں طرف دیکھا تو میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی اور میں نے بائیں طرف دیکھا تو میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی اور میں نے اپنے آگے دیکھا تو میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی اور میں نے اپنے پیچھے دیکھا تو میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی، پس میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو میں نے کچھ دیکھا، پس میں خدیجہ کے پاس آیا، پھر میں نے کہا: مجھ پر کپڑا ڈالو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی انڈیلو تو انہوں نے مجھ پر کپڑا ڈالا اور مجھ پر ٹھنڈا پانی انڈیلا، پھر یہ آیات نازل ہوئیں: یَاۤ اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ (المدثر: ۳-۱) اے چادر لپیٹنے والے ۝ اٹھیے پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے ۝ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے ۝

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴ میں گزر چکی ہے۔

سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت میں تعارض اور اس کا جواب اور جاورت اور جواری کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جاورت بحراء: یعنی میں نے حراء پہاڑ پر اعتکاف کیا، حراء وہ پہاڑ ہے جو شخص مکہ سے منیٰ کی طرف جا رہا ہو تو یہ پہاڑ اس کی بائیں جانب ہوتا ہے۔

جواری: اس کا معنی ہے: میرا اعتکاف۔

تو میں نے کوئی چیز دیکھی: ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ میں نے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور اس وقت انہوں نے فرمایا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ (العلق: ۱) (اپنے رب کے نام سے پڑھیے) تو میں اس سے خوف زدہ ہو گیا، پھر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے

Marfat.com

پاس آیا، پس میں نے کہا: مجھے کپڑے سے ڈھانپ دو، تب یہ آیت نازل ہوئی: یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ (المدثر:۱) (اے چادر لپیٹنے والے!) اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی ہے وہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ہے، اور اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ سب سے پہلے یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ نازل ہوئی ہے، یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے اور یہ صحیح بخاری کی اس حدیث کے معارض نہیں ہے جس میں تصریح ہے کہ سب سے پہلے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ نازل ہوئی ہے۔ (صحیح البخاری:۳) دوسرا جواب یہ ہے کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت سے مراد اولیت حقیقی نہیں ہے بلکہ اولیت اضافی ہے یعنی دوسری آیات سے پہلے نازل ہوئی نہ کہ سب سے پہلے نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

۲۔ بَابٌ: قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ (المدثر:۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اٹھیے پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے ۝ (المدثر:۲) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی ہے: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم!) آپ اپنے بستر سے اٹھیے اور پورے عزم اور کوشش کے ساتھ اپنی قوم کو اور دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایئے کیونکہ اس آیت میں مطلقاً ڈرانے کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۸۲)

۴۹۲۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَغَيْرُهُ قَالَا حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ مِثْلَ حَدِيثِ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن مہدی وغیرہ نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہمیں حرب بن شداد نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حراء پہاڑ میں اعتکاف کیا، یہ حدیث اس حدیث کی مثل ہے جو عثمان بن عمر از علی بن المبارک سے مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے حضرت جابر کی حدیث سابق کی دوسری سند بیان کی ہے۔

۳۔ بَابٌ: وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ (المدثر:۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اپنے رب کی بڑائی کیجیے ۝ (المدثر:۳) کی تفسیر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر پڑھنے کا معنی

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی اپنے رب کی تعظیم کیجیے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے پر برقرار رہیے اور یہ تکبیر نماز میں بھی ہوتی ہے اور غیر نماز میں بھی اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ اکبر کہا، پس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اللہ اکبر کہا اور خوش ہوئیں اور انہوں نے جان لیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پر عمل کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۸۳۔ ۳۸۲)

۴۹۲۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا حَرْبٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ سَأَلْتُ أَبَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی،

Marfat.com

سَلَمَةَ أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ أَوَّلُ فَقَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ أُنْبِئْتُ أَنَّهُ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ فَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ أَوَّلُ فَقَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ أُنْبِئْتُ أَنَّهُ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ فَقَالَ لَا أُخْبِرُكَ إِلَّا بِمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم جَاوَرْتُ فِي حِرَاءٍ فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي هَبَطْتُ فَاسْتَبْطَنْتُ الْوَادِيَ فَنُودِيتُ فَنَظَرْتُ أَمَامِي وَخَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُونِي وَصُبُّوا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا وَأُنْزِلَ عَلَيَّ ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝﴾ (المدثر:۱۔۳)

انہوں نے کہا ہمیں حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سوال کیا کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی کون سی آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بتایا: یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ میں نے کہا مجھے خبر دی گئی ہے کہ سب سے پہلے یہ آیت نازل کی گئی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ (العلق:۱) (اے رسول مکرم! اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے ۝) تو ابوسلمہ نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تھا کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی کون سی آیت نازل ہوئی تو انہوں نے کہا: یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ میں نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی ہے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں صرف وہی خبر دیتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حراء پہاڑ میں اعتکاف کیا، پس جب میرا اعتکاف پورا ہو گیا تو میں پہاڑ سے نیچے اترا اور وادی کے نشیب میں گیا تو مجھے ندا کی گئی، پس میں نے اپنے آگے اور پیچھے اور دائیں طرف اور بائیں طرف دیکھا تو اس وقت وہ (فرشتہ) آسمان اور زمین کے درمیان ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا، پس میں خدیجہ کے پاس آیا، پس میں نے کہا: مجھے چادر اوڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو اور اس وقت مجھ پر یہ آیت نازل کی گئی: یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ (المدثر:۱۔۳) اے چادر لپیٹنے والے ۝ اٹھیے پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے ۝ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے ۝

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴ میں گزر چکی ہے۔

سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق، اور سورۃ المدثر کا سورۃ المزمل سے پہلے نازل ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت جابر کی حدیث میں سب سے پہلی آیت سے مراد اولیت مطلقہ نہیں ہے بلکہ اولیت مخصوصہ ہے یعنی نزول وحی کے موقوف ہونے کے بعد جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت جابر نے اپنے اجتہاد سے یہ استخراج کیا کہ یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ سب سے پہلے نازل ہوئی

ہے اور یہ ان کی روایت نہیں ہے اور صحیح وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ نازل ہوئی۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت جابر کی حدیث میں اولیت سے مراد ہے: جو کسی سبب سے اول نازل ہوئی اور وہ سبب ہے: آپ کا چادر لپیٹنا یا اوڑھنا اور جمہور نے جو کہا ہے کہ سب سے پہلے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ نازل ہوئی اس سے مراد ہے: جو آیت بغیر کسی سبب کے سب سے پہلے نازل ہوئی۔

سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت کے متعلق ایک اور قول ہے جو عطاء الخراسانی سے منقول ہے کہ سورۃ المزمل سورۃ المدثر سے پہلے نازل ہوئی اور عطاء ضعیف ہے اور اس کی روایت ضعیف ہے کیونکہ کسی معین صحابی سے عطاء کی ملاقات منقول نہیں ہے اور احادیث صحیحہ کا ظاہر یہ ہے کہ سورۃ المزمل بعد میں نازل ہوئی ہے کیونکہ سورۃ المزمل میں قیام لیل اور تہجد کی نماز کا ذکر ہے اور یہ ابتداء نزول وحی سے موخر ہے، اس کے برخلاف سورۃ المدثر میں اس طرح نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حراء پہاڑ میں اعتکاف کیا تھا اور اعتکاف پورا کرنے کے بعد آپ پہاڑ سے اترے جب کہ حضرت عائشہ سے جو ابتداء وحی کی حدیث مروی ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ آپ ہر سال رمضان کے مہینہ میں اعتکاف کرتے تھے اور آپ کا یہ اعتکاف اس مدت میں ہوا تھا جس مدت میں وحی کا آنا رک گیا تھا اور تب حضرت جبریل آپ کے پاس نزول وحی کے موقوف ہونے کے بعد آئے تھے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۹۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۔ بَابٌ: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ (المدثر: ۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اپنا لباس پاک رکھیے ۝ (المدثر: ۴) کی تفسیر

لباس پاک رکھنے کے متعلق متعدد تفاسیر اور مصنف کا مختار

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ثعلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اپنے لباس کو گناہ اور عہد شکنی کے ساتھ آلودہ نہ کریں اور جب کوئی شخص اپنا عہد پورا کرے اور سچ بولے تو عرب اس کے متعلق کہتے ہیں: اس کا لباس طاہر ہے، اور جب وہ گناہ کرے اور عہد شکنی کرے تو وہ کہتے ہیں کہ اس کا لباس گندہ ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنے لباس کو تکبر، ظلم اور گناہ سے آلودہ نہ کریں اور اس حال میں لباس پہنیں کہ آپ گناہوں سے پاک ہوں اور ابن سیرین اور ابن زید سے منقول ہے کہ اپنے کپڑوں کو صاف کریں اور ان کو پانی سے دھوئیں اور نجاست سے پاک کریں کیونکہ مشرکین اپنے کپڑوں کو پاک اور صاف نہیں کرتے تھے اور طاؤس سے منقول ہے: اپنے کپڑوں کو دھوئیں کیونکہ کپڑوں کو دھونا بھی پاکیزگی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان اکابر کا کلام اپنی جگہ ہے لیکن میرے نزدیک اس آیت کا معنی ہے: اپنا لباس پاک رکھیے یعنی جس طرح وہ لباس پہلے پاک تھا اس کو اسی حالت پر پاک رکھیے کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ اپنا لباس پاک کیجئے تو اس سے یہ وہم ہوگا کہ آپ کا لباس ناپاک ہے، سو اس کو پاک کریں۔

۴۹۲۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث

Marfat.com

عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح و حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَدَثَّرُونِي فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ إِلَى وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ قَبْلَ أَنْ تُفْرَضَ الصَّلَاةُ وَهِيَ الْأَوْثَانُ۔

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب (ح) اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، جب آپ وحی کے رک جانے کے متعلق بیان فرما رہے تھے تو آپ نے اپنی حدیث میں فرمایا: پس جس وقت میں چل رہا تھا تو میں نے آسمان سے آواز سنی، پس میں نے اپنا سر اٹھایا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، پس میں اس سے مرعوب ہو گیا اور میں گھر لوٹ آیا اور میں نے کہا: مجھ پر چادر ڈالو مجھ پر چادر ڈالو تو گھر والوں نے مجھ پر چادر ڈالی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝---- وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ (المدثر: ۱۔۵) اے چادر لپیٹنے والے!...... اور بتوں کو چھوڑے رہیے ۝ یہ نماز کے فرض ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اور رجز کا معنی ہے: الاوثان یعنی بت۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴ میں گزر چکی ہے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کی مزید تفاسیر اور حافظ ابن حجر کا تسامح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نماز فرض ہونے سے پہلے: اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو فرضیت نماز سے پہلے بھی لباس پاک رکھنے کا حکم تھا۔

امام ابن المنذر نے حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ اپنے اخلاق کو حسین بنائیں، امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آپ پاک کپڑوں میں نماز پڑھیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابن المنذر نے اس آیت کے سبب نزول میں اپنی سند سے یہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ پر اونٹنی کی اوجھڑی یا وہ جھلی ڈال دی جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۹۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: امام ابن المنذر کا یہ سبب نزول بیان کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ آیت سورۃ المدثر کی ہے جو کہ ابتداء میں اور فرضیت نماز سے پہلے کی آیت ہے اور کفار نے جو آپ کی پشت پر اوجھڑی یا اونٹنی کے بچے کی جھلی ڈال تھی یہ بہت بعد کا واقعہ ہے جب آپ صحن کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، سو حافظ ابن حجر کو اس سبب نزول کو نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے۔

Marfat.com

۵۔ بَابٌ: وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ (المدثر: ۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بتوں کو چھوڑے رہیے ۝ (المدثر: ۵) کی تفسیر

يُقَالُ الرِّجْزُ وَالرِّجْسُ الْعَذَابُ۔

رُجز کا معنی بیان کیا جاتا ہے: نجاست اور عذاب۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ امام ابو عبیدہ کا قول ہے اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ رُجز کا معنی بت ہے اور یہ تفسیر اس آیت کے معنی کی ہے یعنی عذاب کے اسباب کو چھوڑے رکھیے جو بت ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۹۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ آپ گناہوں کو چھوڑے رکھیے اور مجاہد، عکرمہ، قتادہ، زہری اور ابن زید سے منقول ہے کہ آپ بتوں کو چھوڑے رکھیے اور ان کے قریب نہ جائیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (الحج: ۳۰) سو تم بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بت نجس ہیں، نیز اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ ان کاموں کو چھوڑے رکھیں جو عذاب کا سبب ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اپنے دل سے دنیا کی محبت ساقط کر دیں کیونکہ وہ ہر گناہ کی اصل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۲۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجَئِثْتُ مِنْهُ حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُونِي فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ إِلَى قَوْلِهِ فَاهْجُرْ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَالرِّجْزَ الْأَوْثَانَ ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم کو لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل، ابن شہاب نے کہا: میں نے ابو سلمہ سے سنا، انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ وحی رک جانے کی حدیث بیان کر رہے تھے، (آپ نے فرمایا) کہ جس وقت میں جا رہا تھا تو اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، پس میں نے آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو اس پر وہی فرشتہ تھا جو میرے پاس حراء میں آیا تھا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا، میں اس سے مرعوب ہو گیا حتیٰ کہ میں نے زمین پر اترنے کا ارادہ کیا، پس میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا، پس میں نے کہا: مجھے چادر اوڑھاؤ مجھے چادر اوڑھاؤ تو انہوں نے مجھے چادر اوڑھائی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ ..... وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ (المدثر: ۱۔۵) اے چادر لپیٹنے والے..... بتوں کو چھوڑے رہیے۔ ابو سلمہ نے کہا: رجز کا معنی ہے: اوثان، پھر وحی گرم ہو گئی اور لگاتار آنے لگی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴ میں گزر چکی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ المدثر کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور جو احادیث روایت کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ القیامہ کی تفسیر شروع کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۷۵۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْقِيَامَةِ

سورۃ القیامہ کی تفسیر

سورۃ القیامہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ القیامہ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، سورۃ القیامہ مکی ہے اور اس میں چالیس (۴۰) آیات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ص ۳۸۵)

۱۔ بَابٌ: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (القیامہ:۱۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں O (القیامہ:۱۶) کی تفسیر

القیامہ:۱۶ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے یا مطلق انسان سے؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس آیت میں نزول وحی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے لیکن امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ قفال نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ یہ آیت انسان کے متعلق نازل ہوئی ہو جس کا اس سے پہلے درج ذیل آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے:

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ (القیامہ:۱۳) اس دن انسان کو اس کے اگلے اور پچھلے کاموں کی خبر دی جائے گی O

قفال نے کہا کہ انسان پر اس کا اعمال نامہ پیش کیا جائے گا، پس اس سے کہا جائے گا کہ اپنا اعمال نامہ پڑھو، پس جب وہ اس کو پڑھنا شروع کرے گا تو اس پر خوف طاری ہو جائے گا، سو وہ جلدی جلدی پڑھنا شروع کرے گا تو اس سے کہا جائے گا: تم اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دو، تمہارے اعمال کو جمع کرنا اور ان کو تم سے پڑھوانا ہمارا ذمہ ہے، پس جب ہم تم کو پڑھائیں تو پھر تم اقرار کر کے ہمارے پڑھانے کی اتباع کرو کہ تم نے یہ کام کیے ہیں، پھر یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم انسان کے معاملہ کو اور اس کی سزا سے متعلق امور کو بیان کریں، قفال نے کہا: یہ عمدہ توجیہ ہے اور عقل کے نزدیک کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو اس توجیہ کو رد کرے اگرچہ اس کی تائید میں احادیث اور آثار وارد نہیں ہیں، قفال کی اس تفسیر کا باعث یہ ہے کہ اس آیت اور اس سے پہلی آیات کے درمیان جو احوال قیامت بیان کیے گئے ہیں ان میں مناسبت کو بیان کرنا مشکل ہے حتیٰ کہ بعض رافضیوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اس سورت سے کچھ آیات ساقط ہو گئی ہیں اور یہ ان کے دوسرے باطل دعووں میں سے ایک ہے۔

ائمہ تفسیر نے اس آیت اور اس سے پہلی آیتوں کے درمیان یہ مناسبت بیان کی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب قیامت کا ذکر

Marfat.com

فرمایا کہ جو شخص نیک اعمال میں کمی کرتا ہے وہ دنیا سے محبت کرتا ہے اور دین کا تقاضا یہ ہے کہ نیک کام کرنے میں سبقت کی جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ کی کہ اس مطلوب سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ وحی الٰہی کو توجہ سے سنا جائے اور اللہ تعالیٰ اس وحی سے جو ارادہ کرتا ہے اس کو توجہ سے سمجھا جائے اور اللہ تعالیٰ کی وحی کو یاد کرنے کے درپے ہوا جائے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اس وحی کو یاد کرنے میں جلدی نہ کی جائے کیونکہ اس کو یاد کرانا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے اور انسان کو چاہیے کہ وہ اس پر غور کرے کہ اس کا رب اس سے کیا چاہتا ہے، پھر اس وحی کے حکم کی اتباع کرے، پھر جب یہ جملہ معترضہ ختم ہو گیا تو پھر کلام اس سابق کلام کے ساتھ مل گیا جس میں انسان کے ذکر سے ابتداء کی گئی ہے، پس فرمایا: کَلَّا (ہرگز نہیں) یہ ڈانٹنے اور جھڑکنے کا کلمہ ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ اے بنی آدم! چونکہ تم کو عجلت سے پیدا کیا گیا ہے تو تم ہر چیز میں عجلت کرتے ہو۔ اسی وجہ سے تم العاجلہ یعنی دنیا سے محبت کرتے ہو امام فخر الدین رازی نے یہاں اور بھی متعدد مناسبات ذکر کی ہیں اور آخری مناسبت یہ ذکر کی ہے کہ اس سورت کے شروع میں نفس کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ آیت درج ذیل ہے:

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ (القیامہ:۲) اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں ۝

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نفس مصطفیٰ کی طرف عدول فرمایا گویا کہ فرمایا یہ تمام نفوس کی شان ہے اور اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کا نفس تمام نفوس سے اشرف اور افضل ہے اس لیے آپ کا حال تمام احوال سے زیادہ کامل ہونا چاہیے، اس لیے فرمایا: آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔ (القیامہ:۱۷)۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

القیامہ:۱۶ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں فرمایا: آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں ۝ (القیامہ:۱۶) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کو بہت اہمیت کے ساتھ پڑھتے تھے کہ کہیں آپ اس کو بھول نہ جائیں اس لیے اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی قرآن مجید کو یاد کرانا ہمارے ذمہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

- وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سُدًى هَمَلًا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سُدًى کا معنی ہے: آزاد، بے قید اور مہمل۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ کیا انسان نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اس کو یونہی (آزاد) چھوڑ دیا جائے گا ۝ (القیامہ:۳۶)

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: سُدًى کا معنی ہے: مہمل یعنی کیا انسان نے یہ گمان کیا ہے کہ اس کو نہ کسی کام سے منع کیا جائے گا اور نہ کسی کام کا حکم دیا جائے گا اور اس کو یونہی آزاد اور مہمل چھوڑ دیا جائے گا، عرب کہتے ہیں: اسدیت حاجتی یعنی تم نے میری ضرورت کو مہمل چھوڑ دیا گویا اس کو پورا کیے بغیر چھوڑ دیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۹۷)

وَقَالَ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ سَوْفَ أَتُوبُ سَوْفَ أَعْمَلُ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ (یعنی وہ مسلسل گناہ کرتا ہے اور یہ کہتا ہے:) میں عنقریب توبہ کروں گا،

Marfat.com

عنقریب نیک کام کروں گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ (القیامہ:۶ ۳) بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے آگے بھی (یعنی آئندہ بھی) برے کام کرتا رہے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: حاصل معنی یہ ہے کہ انسان یہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ دائماً گناہ کرتا رہے گا اور مستقبل میں بھی گناہوں پر قائم رہے گا اور وہ یہ کہتا ہے کہ میں عنقریب توبہ کروں گا اور میں عنقریب نیک عمل کروں گا۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ص ۳۸۵)

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے یعنی انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ مستقبل میں بھی برے کام کرتا رہے اور برے کاموں کو بالکل ترک نہ کرے، سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ وہ شخص مسلسل گناہ کرتا ہے اور کہتا رہتا ہے کہ میں عنقریب توبہ کرلوں گا حتیٰ کہ وہ برے کاموں میں مشغول ہوتا ہے اور اسی حال میں اس پر موت آجاتی ہے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۹۲۷ فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

لَا وَزَرَ لَا حِصْنَ۔ لَا وَزَرَ کا معنی ہے: کوئی قلعہ یعنی محفوظ جگہ نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝ (القیامہ:۱۱-۱۲) ہرگز نہیں! اس دن کہیں پناہ نہ ہوگی ○ اس دن آپ کے رب کی طرف ہی ٹھہرنے کی جگہ ہوگی ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الوزر کی تفسیر الحصن یعنی قلعہ کے ساتھ کی ہے اور امام ابوعبیدہ نے کہا: اس کی تفسیر ہے: اَلْمَلْجَا یعنی پناہ کی جگہ۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ص ۳۸۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کے لیے نہ کوئی قلعہ ہوگا اور نہ کوئی پناہ کی جگہ ہوگی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں کہا: اس کے لیے قلعہ نہیں ہوگا، اور حسن بصری نے اس کی تفسیر میں کہا: گویا کہ کوئی مرد اپنے مویشیوں میں ہو اور اچانک گھوڑ سواروں کی جماعت اس پر حملہ کرنے کے لیے آجائے تو وہ کہتا ہے: اَلْوَزَرْ، اَلْوَزَرْ یعنی پہاڑ کی طرف جا کر پناہ حاصل کرو۔ (فتح الباری ج۶ ص ۹۷-۹۶)

۴۹۲۷۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ وَكَانَ ثِقَةً عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ حَرَّكَ بِهِ لِسَانَهُ وَوَصَفَ سُفْيَانُ يُرِيدُ أَنْ يَحْفَظَهُ فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝﴾ (القیامہ:۱۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن ابی عائشہ نے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ ہیں از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اپنی زبان کو حرکت دیتے۔ سفیان نے اس کی یہ صفت بیان کی کہ آپ اس آیت کو یاد کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ (القیامہ:۱۶) آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں ○

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۲۔ بَابٌ: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ (القیامہ:۱۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے ○ (القیامہ:۱۷) کی تفسیر

علامہ عینی نے لکھا ہے: القرآن مصدر ہے جیسے رجحان اور نقصان مصدر ہیں۔

۴۹۲۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقِيلَ لَهُ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ يَخْشَى أَنْ يَنْفَلِتَ مِنْهُ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ أَنْ نَجْمَعَهُ فِي صَدْرِكَ وَقُرْآنَهُ أَنْ تَقْرَأَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ يَقُولُ أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ أَنْ نُبَيِّنَهُ عَلٰى لِسَانِكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از موسیٰ بن ابی عائشہ، انہوں نے سعید بن جبیر سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ (القیامہ:۱۶) آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں ○ تو انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب آپ پر کوئی آیت نازل کی جاتی تو آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے تو آپ سے کہا گیا: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ آپ اس سے ڈرتے تھے کہ کہیں آپ بھول جائیں گے (اور یہ آیت نازل فرمائی:) اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ (القیامہ:۱۷) بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھنا ہمارا ذمہ ہے ○ یعنی اس کو آپ کے سینہ میں جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارا ذمہ ہے۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ (القیامہ:۱۸) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب آپ پر قرآن نازل کیا جائے فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ (القیامہ:۱۸) (سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ (القیامہ:۱۹) یعنی ہم اس کو آپ کی زبان پر بیان کریں گے (اس کا معنی بیان کریں گے)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۵ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے لکھا ہے: اس کے بعد والی حدیث اس سے زیادہ مکمل ہے، سو اس حدیث کی شرح وہیں کی جائے گی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۹۷، عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۸۶)

۳۔ بَابٌ: فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ (القیامہ:۱۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں ○ (القیامہ:۱۸) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی آپ قرآن مجید کے احکام پر عمل کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآنہ کا معنی ہے: جو ہم نے بیان کیا فاتبع کا معنی ہے: آپ اس پر عمل کریں۔
حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی نے لکھا ہے: اس تفسیر کی علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے جس کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٩٧، عمدۃ القاری ج ١٩ ص ٣٨٧)

٤٩٢٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا نَزَلَ جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَهُ وَشَفَتَيْهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ وَكَانَ يُعْرَفُ مِنْهُ فَأَنْزَلَ اللهُ الْآيَةَ الَّتِي فِي لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ قَالَ عَلَيْنَا أَنْ نَجْمَعَهُ فِي صَدْرِكَ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ فَإِذَا أَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ عَلَيْنَا أَنْ نُبَيِّنَهُ بِلِسَانِكَ قَالَ فَكَانَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ أَطْرَقَ فَإِذَا ذَهَبَ قَرَأَهُ كَمَا وَعَدَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن ابی عائشہ از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ (القیامہ:١٦) کی تفسیر میں فرمایا کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے کر آئے اور آپ (اسے یاد کرنے کے لیے) اپنی زبان اور اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تو یہ (عمل) آپ پر سخت گزرتا اور اس کی سختی آپ سے پہچانی جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل کی جو لَاۤ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ۝ (القیامہ:١) (میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں) میں ہے: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ۝ (القیامہ: ١٦۔١٧) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کریں اور آپ کو پڑھائیں۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ۝ یعنی جب ہم قرآن کو نازل کریں تو آپ اس کو غور سے سنیں ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۝ (القیامہ:١٩) یعنی آپ کی زبان سے اس کو بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: پھر جب حضرت جبریل آپ کے پاس آتے تو آپ اپنا سر جھکا لیتے، پھر جب حضرت جبریل چلے جاتے تو آپ قرآن مجید کی اس آیت کو اسی طرح پڑھتے جس طرح اللہ عزوجل نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٥ میں گزر چکی ہے۔
میں کہتا ہوں: اس حدیث میں سورۃ القیامۃ کی ١٦ تا ١٩ آیات ذکر کی گئی ہیں، ان کا مربوط ترجمہ حسب ذیل ہے:
آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں○ بے شک اس (قرآن کو آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے○ سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں○ پھر ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان○

نزول وحی کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شدت اور سختی کی کیفیت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے: جب حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وحی لے کر آئے اور آپ (اسے یاد کرنے کے لیے) اپنی زبان اور اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تو یہ (عمل) آپ پر سخت گزرتا اور اس کی سختی آپ سے پہچانی جاتی تھی، یہ جملے اس کو بیان کرنے کی تمہید ہیں کہ نزول وحی کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت شدت اور سختی ہوتی تھی حتیٰ کے سخت سردی کے موسم میں بھی آپ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے نمودار ہو جاتے تھے جیسا کہ ابتداء وحی کی حدیث میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کی حدیث میں اس کا بیان گزر چکا ہے اور یہ شدت اور سختی اللہ تعالیٰ کے کلام کے ثقل کی وجہ سے ہوتی تھی۔

آپ وحی کو یاد کرتے وقت زبان اور ہونٹ دونوں کو ہلاتے تھے، پھر قرآن مجید میں صرف زبان کا ذکر کیوں کیا گیا ہے

آپ اپنی زبان اور ہونٹوں کو ہلاتے تھے: ابوعوانہ اور اسرائیل نے صرف ہونٹوں کا ذکر کیا ہے اور سفیان نے صرف زبان کا ذکر کیا ہے اور دونوں کا ہلانا مراد ہے کیونکہ ان دونوں کا ہلانا ایک دوسرے کو لازم ہے یا اس سے مراد منہ کا ہلانا ہے جو زبان اور ہونٹوں پر مشتمل ہے لیکن چونکہ بات کرنے میں اصل زبان ہے اس لیے (القیامہ:١٦) میں صرف زبان کا ذکر کیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلدی جلدی ہونٹ ہلانے کے دو سبب اور حضرت ابن عباس نے تو آپ کو ہونٹ ہلاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، پھر انہوں نے کیسے اس کا ذکر کیا

اسرائیل کی روایت میں ہے: کیا آپ اس لیے جلدی جلدی زبان ہلاتے تھے تاکہ آپ آیت کو یاد کر لیں اور وہ آپ کو بھول نہ جائے، اور طبری نے شعبی سے روایت کی ہے کہ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ اس کو جلدی جلدی دہراتے کیونکہ آپ کو وحی سے محبت تھی، اس محبت کی وجہ سے آپ عجلت سے دہراتے تھے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ کے جلدی جلدی دہرانے کے دو سبب ہوں، ایک یہ سبب تھا کہ وہ آیت آپ کو بھول نہ جائے اور دوسرا سبب یہ تھا کہ آپ کو وحی سے محبت تھی۔

ابوعوانہ کی روایت میں مذکور ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اس طرح ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونٹوں کو ہلاتے تھے اور سعید بن جبیر نے کہا: میں اس طرح ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح میں نے حضرت ابن عباس کو ہونٹ ہلاتے ہوئے دیکھا ہے، سعید بن جبیر نے یہ قید لگائی ہے کہ جس طرح میں نے حضرت ابن عباس کو ہونٹ ہلاتے ہوئے دیکھا کیونکہ حضرت ابن عباس نے اس حال میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا کیونکہ یہ واقعہ بعثت نبوی کی ابتداء کا ہے اور حضرت ابن عباس اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد میں حضرت ابن عباس کو بتا دیا ہو کہ میں اس طرح جلدی جلدی ہونٹ ہلاتا تھا اور امام ابوداؤد الطیالسی نے ابوعوانہ کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سعید بن جبیر سے فرمایا: میں تمہیں اس طرح ہونٹ ہلا کر دکھاتا ہوں جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہونٹ ہلاتے ہوئے دیکھا۔ صحیح بخاری کی روایت میں مذکور ہے: میں ان دونوں کو اس طرح ہلاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کو ہلاتے تھے (صحیح البخاری:٥) اور صحیح بخاری میں اس سے پہلے ہونٹوں کا ذکر نہیں ہے، اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ یہ راویوں کے تصرف کی وجہ سے ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد کی دلیل اور اس پر امام رازی کا اعتراض

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ: یعنی آپ کے جلدی جلدی ہونٹ ہلانے کے سبب سے تاکہ آپ کو وہ آیت یاد ہو جائے۔

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے ایسا کرتے تھے اور اس حدیث میں ان کی دلیل ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے قائل ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے آپ کو جلدی جلدی ہونٹ ہلانے اور آیت دہرانے کی اجازت دی ہو اور بعد میں اس سے منع فرما دیا ہو تا کہ آپ کو مشقت نہ ہو، لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اپنے اجتہاد سے آیت کو دہراتے تھے۔

القیامہ: ۱۸ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دو تاویلیں

جب ہم قرآن نازل کریں تو آپ غور سے سنیں، اس کے بعد حدیث میں ہے: جب حضرت جبریل آپ کے پاس آتے تو آپ اپنا سر جھکا لیتے یعنی خاموش ہو جاتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی دو تاویلیں کی ہیں، ایک یہ ہے کہ جب آپ پر قرآن نازل کیا جائے تو آپ غور سے سنیں یعنی اس کے حلال پر عمل کریں اور اس کے حرام سے اجتناب کریں اور دوسری تاویل یہ کی ہے کہ جب آپ پر قرآن نازل کیا جائے تو آپ خاموش رہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ غور سے سننا خاموش رہنے کی بہ نسبت خاص ہے کیونکہ غور سے سننے کا مطلب ہے: کان لگانا اور خاموش رہنے کا مطلب ہے: بات نہ کرنا اور ان میں سے ایک دوسرے کو مستلزم نہیں ہے، اسی لیے قرآن مجید میں ہے:

فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔ (الاعراف: ۲۰۴) (اور جب قرآن پڑھا جائے) تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔

خطاب کے وقت سے خطاب کے بعض الفاظ کے بیان کی تاخیر کا جائز ہونا اور اس پر بحث و تمحیص

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ (القیامہ: ۱۹) یعنی پھر آپ کی زبان سے اس کو بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے O

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حدیث کے اس جملہ سے جمہور اہل سنت نے یہ استدلال کیا ہے کہ خطاب کے وقت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ اور ثُمَّ کا لفظ تاخیر کا تقاضا کرتا ہے، امام شافعی نے اس کی تصریح کی ہے، سب سے پہلے اس آیت سے قاضی ابوبکر بن الطیب اور ان کے متبعین نے استدلال کیا تھا اور یہ دلیل اسی وقت قائم ہوگی جب بیان سے مراد قرآن مجید کے الفاظ کے معانی کو بیان کرنا ہو ورنہ اگر اس سے یہ مراد ہو کہ آپ کو قرآن مجید یاد رہے گا اور آپ کی زبان سے اس کا اظہار ہوگا تو پھر یہ دلیل نہیں بن سکے گی کیونکہ بیان کا معنی اظہار بھی آتا ہے، ستارہ جب ظاہر ہو تو کہا جاتا ہے بان الکوکب اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس آیت سے مراد تمام قرآن ہے یعنی تمام قرآن کو بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے اور مجمل الفاظ تمام قرآن نہیں ہیں بلکہ قرآن مجید کے بعض الفاظ ہیں اور اس آیت میں ایسا کوئی قرینہ نہیں ہے کہ یہاں قرآن سے مراد صرف بعض مخصوص الفاظ ہیں جو مجمل ہیں۔

ابوالحسن البصری نے کہا ہے کہ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ سے مراد بیان تفصیلی ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بیان اجمالی کو مؤخر کرنا جائز ہے، لہٰذا اس مطلوب پر استدلال مکمل نہیں ہوگا اور اس پر یہ تعاقب کیا گیا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اظہار اور تفصیل دونوں معنوں کا ارادہ کیا جائے یعنی قرآن مجید کا آپ کی زبان سے اظہار کرنا ہمارے ذمہ ہے اور قرآن مجید کے مجمل الفاظ کی تفصیل کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے کیونکہ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ میں بیان کا لفظ مضاف ہے اور جنس ہے، پس یہ بیان کی تمام اصناف اور اقسام کو شامل ہے یعنی قرآن مجید کو آپ کی زبان سے ظاہر کرنا اور قرآن مجید کے احکام کو بیان کرنا اور جو امور اس کے متعلق ہیں مثلاً کسی لفظ عام کی تخصیص کرنا اور کسی لفظ مطلق کو مقید کرنا اور کسی آیت یا اس کے حکم کو منسوخ قرار دینا، یہ سب امور قرآن

Marfat.com

مجید کے بیان میں شامل ہیں، اس حدیث کے اکثر مباحث ہم اس سے پہلے بدء الوحی کی حدیث کی شرح میں بیان کر چکے ہیں اور بعض نکات نئے بیان کیے ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۹۹۔ ۹۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

أَوْلَى لَكَ فَأَوْلَى تَوَعُّدٌ اولی لک فاولی اس کا معنی ہے: عذاب کی وعید۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ۞ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ۞ (القیامہ: ۳۵۔ ۳۴) تیرے لیے (مرتے وقت) خرابی ہو پھر تیرے لیے (قبر میں) خرابی ہو O پھر تیرے لیے (حشر میں) خرابی ہو، پھر تیرے لیے (دوزخ میں) خرابی ہو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت میں ابوجہل کی دھمکی پر وعید فرمائی گئی ہے اور یہ لفظ تہدید اور وعید کے لیے وضع کیا گیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اَوْلٰی وَیْلٰی کا الٹ ہے جو کہ ویل سے ماخوذ ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابوجہل سے فرماتا ہے: جس دن سخت گرمی ہوگی اس دن تیرے لیے عذاب ہو اور جس دن تو مرے گا اس دن تیرے لیے عذاب ہو اور جس دن تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اس دن تیرے لیے عذاب ہو اور جس دن تو دوزخ میں داخل کیا جائے گا اس دن تیرے لیے عذاب ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۸۷)

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے پہلی آیات (۳۳۔ ۳۱) کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

نہ اس نے تصدیق کی اور نہ اس نے نماز پڑھی O لیکن اس نے تکذیب کی اور روگردانی کی O پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا گیا O (القیامہ: ۳۳۔ ۳۱) یہ آیات ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہیں، اس کے بعد ابوجہل کو وعید دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (ترجمہ)

تیرے لیے (مرتے وقت) خرابی ہو، پھر تیرے لیے (قبر میں) خرابی ہو O پھر تیرے لیے (حشر میں) خرابی ہو، پھر تیرے لیے (دوزخ میں) خرابی ہو O (انوار تبیان القرآن ص ۹۲۸، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ القیامۃ کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور جو احادیث روایت کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ الانسان (الدہر) کی تفسیر میں امام نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٧٦ـ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَةِ الۡاِنۡسَانِ (دَھۡر)

سورۃ الانسان (دہر) کی تفسیر

سورۃ الانسان (الدہر) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الانسان (الدہر) کی بعض آیات کی تفسیر ہے، قتادہ، سدی اور سفیان نے کہا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور الکلبی سے منقول ہے کہ اس کی چند آیات مدنی ہیں اور باقی مکی ہیں، وہ چند آیات یہ ہیں: وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ (الدہر:۹،۸) یہ آیت قَمۡطَرِیۡرًا۝ تک ہے اور حسن بصری سے منقول ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور اس میں ایک آیت مدنی ہے اور وہ یہ ہے وَلَا تُطِعۡ مِنۡہُمۡ اٰثِمًا اَوۡ کَفُوۡرًا۝ (الدہر:۲۴)

دوسرا قول یہ ہے: اس کے متعلق حسن بصری اور کلبی کا قول صحیح نہیں ہے اور احادیث میں وارد ہے کہ یہ سورت مدینہ میں حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے صاحبزادوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ رضی اللہ عنہم۔ ابن النقیب نے ذکر کیا ہے: یہ پوری سورت مدنی ہے یہ جمہور کا قول ہے، علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ یہ سورت سورۃ الرحمٰن کے بعد اور سورۃ الطلاق سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس میں اکتیس (۳۱) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۳۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

یُقَالُ مَعۡنَاہُ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ وَھَلۡ تَکُوۡنُ جَحۡدًا وَتَکُوۡنُ خَبَرًا وَھٰذَا مِنَ الۡخَبَرِ یَقُوۡلُ کَانَ شَیۡئًا فَلَمۡ یَکُنۡ مَذۡکُوۡرًا وَذٰلِکَ مِنۡ حِیۡنِ خَلَقَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ اِلٰۤی اَنۡ یُّنۡفَخَ فِیۡہِ الرُّوۡحُ۔

کہا جاتا ہے کہ انسان پر ایک دور آیا، اور ھل کا لفظ (کبھی) نفی کے معنی میں ہوتا ہے اور (کبھی) خبر ہوتا ہے (یعنی) قد کے معنی میں ہوتا ہے اور اس آیت میں ھل خبر کے معنی میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انسان پہلے کوئی چیز تھا لیکن قابل ذکر چیز نہ تھا اور یہ اس وقت تھا جب اس کو مٹی سے پیدا کیا یہاں تک کہ اس میں روح پھونک دی گئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ہَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّہۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡئًا مَّذۡکُوۡرًا۝ (الدہر:۱) یقیناً انسان پر زمانہ میں ایسا وقت آچکا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا: کہا جاتا ہے: اس قول کا قائل الفراء ہے، اس نے کہا کہ لفظ ھل کبھی استفہام کے لیے ہوتا ہے اور بعد کا جملہ اس کا صلہ ہوتا ہے اور لفظ ھل نفی کے لیے ہوتا ہے اور کبھی لفظ ھل تحقیق کے لیے ہوتا اور قد کے معنی میں ہوتا ہے، اور اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اس آیت میں فرمایا: یقیناً انسان پر زمانہ میں ایسا وقت آچکا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔

Marfat.com

یہ وقت چالیس (۴۰) سال کا عرصہ تھا جب اس کا پتلا اس میں روح پھونکے جانے سے پہلے مکہ اور طائف کے درمیان پڑا ہوا تھا، نیز فرمایا: اس وقت کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا، یعنی اس وقت اس کا کوئی ذکر کیا جاتا تھا اور نہ ہی اس کو پہچانا جاتا تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہ اس کا نام کیا ہے اور نہ یہ معلوم تھا کہ اس سے کس چیز کا ارادہ کیا گیا ہے۔

أَمْشَاجٍ الْأَخْلَاطُ مَاءُ الْمَرْأَةِ وَمَاءُ الرَّجُلِ الدَّمُ وَالْعَلَقَةُ وَيُقَالُ إِذَا خُلِطَ مَشِيجٌ كَقَوْلِكَ خَلِيطٌ وَمَمْشُوجٌ مِثْلُ مَخْلُوطٍ۔

امشاج اس کا معنی ہے: ملی ہوئی چیزیں یعنی عورت کی منی اور مرد کی منی جو ملی ہوئی تھی اور خون اور جما ہوا خون جب کوئی چیز دوسری چیز سے ملا دی جائے تو اس کو مشیج کہتے ہیں جیسے تم کہو خلیط اور اس کو مَمْشُوج بھی کہتے ہیں جیسے مخلوط ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ۔ (الدھر: ۲) بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے امشاج کی تفسیر کی ہے: مخلوط یعنی عورت کی منی اور مرد کی منی سے ملا جلا، امشاج کا لفظ مشج کی جمع ہے، علامہ ثعلبی نے کہا ہے: یہ لفظ جمع ہے اور معنی میں واحد ہے کیونکہ یہ لفظ نطفہ کی صفت ہے اور کبھی واحد کی صفت جمع کے صیغہ سے بھی لائی جاتی ہے جیسے کہا جاتا ہے: ثوب اخلاق یعنی پھٹے پرانے کپڑے۔ امام بخاری نے کہا: عورت کا پانی اور مرد کا پانی، یہ اخلاط کی تفسیر ہے یعنی یہ دونوں پانی رحم میں مخلوط ہو جاتے ہیں اور ان دونوں سے بچہ پیدا ہوتا ہے، مرد کا پانی سفید اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پانی زرد اور پتلا ہوتا ہے اور ان میں سے جو پانی بھی غالب ہو جائے بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے، اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری اور عکرمہ اور مجاہد اور ربیع سے مروی ہے، پھر امام بخاری نے کہا: اور خون اور جما ہوا خون، اصل عبارت اس طرح ہے کہ پھر وہ نطفہ خون بن جاتا ہے، پھر جما ہوا خون بن جاتا ہے، پھر گوشت بن جاتا ہے، پھر ہڈی بن جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس میں کئی اور تخلیق فرماتا ہے، اور امام بخاری نے کہا: جب کوئی چیز دوسری چیز سے مل جائے تو اس کو مشیج کہتے ہیں اور یہ فعیل کا وزن مفعول کے معنی میں ہے یعنی مشیج کا لفظ ممشوج کے معنی میں ہے اور خلیط کا لفظ مخلوط کے معنی میں ہے۔

سَلَاسِلًا وَأَغْلَالًا۔

سلاسلا و اغلالا اس کا معنی ہے: زنجیریں اور طوق۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلًا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا۝ (الدھر: ۴) بے شک ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: السلاسل، السلسلہ کی جمع ہے یعنی زنجیریں اور ہر زنجیر ستر (۷۰) ہاتھ کی ہوگی اور اغلال، غل کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: طوق پس زنجیریں کافروں کے گلوں میں ہوں گی اور طوق ان کے ہاتھوں میں ہوگا اور سعیر ایسی آگ ہے جو کبھی نہیں بجھے گی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ سلاسل سے مراد بیڑیاں ہیں۔

میں کہتا ہوں: لغت کی کتابوں میں اور عرف میں طوق کے متعلق مذکور ہے کہ وہ گلے میں ہوتا ہے۔

وَلَمْ يُجْرِ بَعْضُهُمْ

اور بعض نے اس کو مجری نہیں کیا یعنی سلاسل کو منصرف نہیں پڑھا اور اس پر تنوین داخل نہیں کی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: سَلَاسِلَ جمع منتہی الجموع ہے اور وہ غیر منصرف ہوتا ہے اور قاعدہ کے مطابق اس پر تنوین نہیں آتی، لہٰذا اس

Marfat.com

کو سَلَاسِلَ پڑھنا چاہیے لیکن اس کے بعد جو لفظ اغلالا ہے اس پر تنوین ہے تو اس کی مناسبت سے سلاسل پر بھی تنوین آ گئی اور اس کو سلاسلاً پڑھا گیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں: بعض نے اس کو غیر منصرف ہی رکھا ہے اور اس پر تنوین داخل نہیں کی، امام بخاری کی یہ عبارت قدیم اصطلاح پر مبنی ہے، قدیم اصطلاح میں منصرف کو مجری اور غیر منصرف کو غیر مجری کہا جاتا ہے، اس لیے امام بخاری نے کہا لَمْ یُجْزِ بَعْضُهُمْ یعنی بعض نے اس کو منصرف نہیں کیا غیر منصرف ہی رکھا ہے اور اس پر تنوین داخل نہیں کی۔

مُسْتَطِيرًا مُمْتَدًّا الْبَلَاءُ۔ مُسْتَطِیْرًا اس کا معنی ہے: جو مصیبت پھیلی ہوئی ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ (الدہر: ۷) اور نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلا ہوا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مُسْتَطِیْرًا کی تفسیر کی ہے: جو مصیبت پھیلی ہوئی ہو، اسی طرح اس کی الفراء نے تفسیر کی ہے، دوسرا قول ہے: جب کوئی چیز شدید ہو تو کہا جاتا ہے: اِسْتَطَارَ۔

وَالْقَمْطَرِيرُ الشَّدِيدُ يُقَالُ يَوْمٌ قَمْطَرِيرٌ وَيَوْمٌ قُمَاطِرٌ وَالْعَبُوسُ وَالْقَمْطَرِيرُ وَالْقُمَاطِرُ وَالْعَصِيبُ أَشَدُّ مَا يَكُونُ مِنَ الْأَيَّامِ فِي الْبَلَاءِ۔ القمطریر اس کا معنی ہے: شدید اور سخت: کہا جاتا ہے: یَوْمٌ قَمْطَرِیْرٌ وَیَوْمٌ قُمَاطِرٌ یعنی مصیبت کا دن اور العبوس اور القمطریر اور القماطر اور العصیب ان چاروں الفاظ کا معنی ہے: وہ ایام جن میں مصائب بہت شدید اور سخت ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝ (الدہر: ۱۰) بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو بے حد ترش اور بہت سخت ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: العبوس کا معنی ہے: تنگ یا تنگی اور القمطریر کا معنی ہے: طویل اور مجاہد سے منقول ہے کہ القمطریر کا معنی ہے: وہ دن جس میں چہروں کی کھال اکڑ جائے گی اور اس دن کی شدت سے آنکھیں پتھرا جائیں گی اور الکسائی سے منقول ہے: بہت سردی والا دن۔

وَقَالَ الْحَسَنُ النُّضْرَةُ فِي الْوَجْهِ وَالسُّرُورُ فِي الْقَلْبِ۔ اور حسن بصری نے کہا: النضرہ یعنی تروتازگی چہرے میں ہوتی ہے اور سرور یعنی خوشی دل میں ہوتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ۝ (الدہر: ۱۱) سو اللہ نے ان کو اس دن کے شر سے بچا لیا اور ان کو تروتازگی اور فرحت عطا فرمائی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری کی یہ تفسیر صرف علامہ نسفی اور علامہ جرجانی کی کتاب میں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْأَرَائِكِ السُّرُرُ وَقَالَ مقاتل السرر الجمال من الدر والياقوت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: الارائک کا معنی ہے: سُرُرٌ یعنی تخت اور مقاتل نے کہا سرر اس حسن کو کہتے ہیں جو موتیوں اور یاقوتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ (دار الفکر کے نسخہ میں جمال کا لفظ

ہے جس کا معنی حسن ہے اور صحیح لفظ حجال ہے جس کا معنی مسہری ہے یعنی موتیوں اور یاقوتوں کی مسہری۔ سعیدی غفرلہ)

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مُتَّكِـِٔيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ۔ (الدہر: ۱۳) وہ جنت میں مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الْاَرَآئِكِ کی تفسیر کی ہے: سرر، یہ سریر کی جمع ہے جس کا معنی ہے: تخت یا مسند، علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ الْاَرَآئِكِ وہ تخت ہیں جو مسہری میں ہوتے ہیں اور یہ اہل یمن کی لغت ہے اور مقاتل نے کہا: الْاَرَآئِكِ موتیوں اور یاقوتوں کی مسہری ہے جو سونے، چاندی اور مختلف جواہر سے بنی ہوگی، یہ تفسیر بھی صرف علامہ نسفی اور علامہ جرجانی کی کتاب میں ہے۔

وَقَالَ الْبَرَاءُ وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا يَقْطِفُوْنَ كَيْفَ شَآؤُا۔ وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا اس سے یہ مراد ہے کہ وہ جس طرح چاہیں پھلوں کو توڑلیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝ (الدہر: ۱۴) اور پھلوں کے خوشے ان کے قریب کر دیئے جائیں گے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت البراء نے کہا اور پھلوں کے خوشے ان کے قریب کر دیئے جائیں گے تا کہ وہ جس طرح چاہیں پھلوں کو توڑلیں یعنی خواہ وہ کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں یا لیٹے ہوں وہ جس حال میں بھی ہوں پھلوں کو توڑ سکیں۔ یہ تفسیر بھی صرف علامہ نسفی کی کتاب میں ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ سلسبيلا حديد الحجرية۔ اور مجاہد نے کہا: سلسبیلا کا معنی ہے: حَدِيْدُ الْجَرْيَةِ یعنی بہت تیزی سے بہنے والا چشمہ۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ تفسیر بھی صرف علامہ نسفی کی کتاب میں ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۰۰)

دار الفکر کے نسخہ میں حَدِيْدُ الْحَجْرِيَةِ چھپا ہوا ہے، صحیح لفظ وہ ہے جس کو ہم نے فتح الباری سے نقل کیا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

وَقَالَ مَعْمَرٌ أَسْرَهُمْ شِدَّةُ الْخَلْقِ وَكُلُّ شَيْءٍ شَدَدْتَهُ مِنْ قَتَبٍ وَغَبِيْطٍ فَهُوَ مَأْسُوْرٌ۔ اور معمر نے کہا: شَدَدْنَا أَسْرَهُمْ کا معنی ہے: ہم نے ان کی خلقت اور بناوٹ خوب مضبوط کی، اور جس چیز کو بھی تم مضبوطی سے باندھو جیسے پالان اور کاٹھی وغیرہ اس کو ماسور کہتے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی معمر بن المثنیٰ ابوعبیدہ نے کہا یا معمر بن راشد نے کہا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ (الدہر: ۲۸) ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اور ہم نے ان کے جوڑ مضبوط بنائے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الاسر کی تفسیر کی ہے: مضبوط خلقت، جو گھوڑا بہت مضبوط ہو اس کو کہا جاتا ہے: یہ شَدِيْدُ الْخَلْقِ ہے، امام بخاری نے کہا: قتب یا غبیط سے، قتب کا معنی ہے: پالان اور غبیط عورتوں کے اس پالان کو کہتے ہیں جس پر ہودج کو باندھا جاتا ہے اور غبیط کی جمع غُبُطٌ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا ہے: معمر، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد معمر بن راشد ہے کیونکہ امام عبدالرزاق از معمر از قتادہ روایت کرتے ہیں، پس حافظ ابن حجر نے زعم کیا کہ امام عبدالرزاق بھی اپنی تفسیر میں ان سے روایت

Marfat.com

کرتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۰۰)

علامہ عینی لکھتے ہیں: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ معمر بن راشد ہے اور معمر بن المثنیٰ ابو عبیدہ نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں امام ابو عبیدہ سے بہت روایات ذکر کی ہیں اور کہیں ان کے نام کا ذکر نہیں کیا تو یہاں ان کے نام کا ذکر کیسے کرتے، اس لیے صاف ظاہر ہے کہ یہ معمر بن راشد ہے۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۹۰۔۳۸۷ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الدہر کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ المرسلات کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۷۷۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ وَالۡمُرۡسَلَاتِ

سورۃ المرسلات کی تفسیر

سورۃ المرسلات کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ المرسلات کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مکی ہے، یہ ابوالعباس کا قول ہے اور اس میں ایک آیت مدنی ہے اور وہ یہ ہے: وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمُ ارۡکَعُوۡا لَا یَرۡکَعُوۡنَ ﴿۴۸﴾ (المرسلات:۴۸) علامہ سخاوی نے کہا: یہ آیت سورۃ الہمزہ کے بعد اور سورۃ ق سے پہلے نازل ہوئی ہے، اس سورت میں پچاس (۵۰) آیات ہیں۔

المرسلات کا معنی ہے: تیز ہوائیں اور عرفا کا معنی ہے: جو لگاتار ہوں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۳۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: ہم نے حسب ذیل آیات کی تفسیر میں لکھا ہے:

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا ۙ﴿۴﴾ فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۵﴾ (المرسلات:۵۔۱)

ان ہواؤں کی قسم جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں O پھر ان ہواؤں کی قسم جو بہت تیز چلتی ہیں O پھر ان ہواؤں کی قسم جو (بادلوں کو) پھیلاتی ہیں O پھر ان فرشتوں کی قسم جو حق اور باطل کو الگ الگ کرنے والے ہیں O پھر ان فرشتوں کی قسم جو (دلوں میں) ذکر ڈالنے والے ہیں O

ان آیات کی تفسیر ہم نے اس طرح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں پانچ چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ جس قیامت کے واقع ہونے کا اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور آنے والی ہے، ان پانچ چیزوں کے ناموں کا اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمایا لیکن ان کی صفات کا ذکر فرمایا ہے، اور ان کے موصوف کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے، بعض نے کہا: ان کا موصوف ہوائیں ہیں، بعض نے کہا: ان کا موصوف قرآن مجید ہے۔ بعض نے کہا: ان کا موصوف انبیاء علیہم السلام ہیں اور جمہور مفسرین نے یہ کہا کہ پہلی تین صفات کا موصوف ہوائیں ہیں اور بعد کی دو صفات کا موصوف فرشتے ہیں، امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر وغیرہم کا یہی مختار ہے اور ہم نے بھی اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے۔ (انوار تبیان القرآن ص۹۳۲ فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ جِمَالَاتٌ حِبَالٌ۔ اور مجاہد نے کہا جمالات کا معنی ہے: (جہاز کی) موٹی رسیاں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهَا تَرۡمِیۡ بِشَرَرٍ کَالۡقَصۡرِ ﴿ۚ۳۲﴾ کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ ﴿ؕ۳۳﴾ (المرسلت:۳۳۔۳۲)

بے شک دوزخ محل کے برابر انگارے پھینکتی ہے O گویا وہ زرد اونٹ ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے جِمٰلَتٌ کی تفسیر حِبَال یعنی رسیوں سے کی ہے، یہ وہ موٹی رسیاں ہیں جن کے ساتھ بڑی

Marfat.com

کشتیوں یا جہازوں کو باندھا جاتا ہے، یہ اس وقت ہے جب اس لفظ کو جیم کے پیش کے ساتھ جُملت پڑھا جائے اور جب اس کو زیر جِملت پڑھا جائے تو یہ جِمَالَۃٌ کی جمع ہے اور جِمَالَۃٌ کا معنی ہے: اونٹنی کا نر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر سے مروی ہے: جملتٌ صفرٌ کا معنی ہے: جہازوں کی رسیاں جو بٹی ہوئی ہوتی ہیں۔

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اس سے مقصود یہ ہے کہ جس آگ کے انگارے اتنے بڑے بڑے ہوں گے وہ آگ کتنی عظیم ہوگی اور اس آگ کے انگارے اڑ کر دوزخیوں پر گریں گے اور جس شخص کے اوپر بلندی سے محل کے برابر یا اونٹ کے برابر کوئی چیز آ کر گرے اس کا کیا حال ہوگا؟ سو جب دوزخیوں کے اوپر اتنے بڑے انگارے گریں گے تو ان کا کس طرح کچومر نکل جائے گا، پھر ان لوگوں کو بتایا جو ایمان نہیں لاتے اور کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں ان کو ایسے عذاب کا سامنا ہوگا، پس ان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کریں اور اس دن کی تکذیب کرنے والوں کے لیے سخت عذاب اور ہلاکت ہے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۹۳۳ فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

ارْكَعُوا صَلُّوا لَا يَرْكَعُونَ لَا يُصَلُّونَ۔

ارْكَعُوْا کا معنی ہے: نماز پڑھو اور لَا يَرْكَعُوْنَ کا معنی ہے: وہ نماز نہیں پڑھتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ۝ (المرسلت: ۴۸) اور جب ان سے کہا جاتا ہے: نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں پڑھتے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے ارْكَعُوْا کی تفسیر کی ہے: صلوا یعنی نماز پڑھو اور لَا يَرْكَعُوْنَ کی تفسیر ہے: لا یصلون یعنی وہ نماز نہیں پڑھتے، اس آیت میں رکوع کا اطلاق کیا گیا ہے اور اس سے مراد نماز ہے، رکوع نماز کا جز ہے اور نماز کل ہے، سو اس آیت میں جز کا اطلاق کل پر کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: مقاتل نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ثقیف کے متعلق نازل ہوئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اسلام لے آؤ اور نماز پڑھو، انہوں نے کہا: ہم جھکیں گے نہیں یعنی رکوع نہیں کریں گے، یہ ہمارے لیے عیب ہے، آپ نے فرمایا: اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں رکوع اور سجود نہ ہوں۔

(انوار تبیان القرآن ص ۹۳۴ فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَنْطِقُوْنَ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ فَقَالَ إِنَّهُ ذُو أَلْوَانٍ مَرَّةً يَنْطِقُوْنَ وَمَرَّةً يُخْتَمُ عَلَيْهِمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ قرآن مجید کی ایک آیت میں ہے: هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ۝ (المرسلت: ۳۵) یہ وہ دن ہے جس میں وہ (نفع آور) بات نہ کر سکیں گے ○ اور دوسری آیت میں فرمایا: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۝ (الانعام: ۲۳) اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے! ہم شرک کرنے والے نہ تھے ○ (اور یہ آیت پہلی آیت کے خلاف ہے کیونکہ اس میں انہوں نے کلام کیا ہے) اور تیسری آیت میں فرمایا: اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ۔ (یٰس: ۶۵) ہم آج ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے۔ (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سوال کے جواب میں)

فرمایا: قرآن مجید نے کفار کے مختلف احوال بیان فرمائے ہیں، کبھی وہ بات کریں گے اور کبھی ان کے مونہوں پر مہر لگادی جائے گی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ان تین آیتوں میں کس طرح تطبیق ہوگی؟ ایک آیت میں فرمایا: وہ بات نہیں کر سکیں گے اور دوسری آیت میں فرمایا: ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور تیسری آیت میں فرمایا: وہ کہیں گے: اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ بات کریں گے۔ اور جواب کا حاصل یہ ہے: کہ قیامت کے دن کے متعدد احوال ہوں گے یعنی وہ بہت طویل دن ہوگا اور اس میں مختلف مقامات ہوں گے سو وہ ایک وقت میں بات کریں گے اور دوسرے وقت میں بات نہیں کر سکیں گے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۹۱-۳۹۰ میں بیان کی ہے]

۱- بَابٌ

۴۹۳۰- حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضى الله عنه قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ فَخَرَجَتْ حَيَّةٌ فَابْتَدَرْنَاهَا فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا۔

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ پر سورۃ المرسلت نازل ہوئی اور ہم اس سورت کو آپ کے منہ سے حاصل کر رہے تھے، اس وقت ایک سانپ نکلا ہم اس پر جھپٹے، وہ ہم پر سبقت کر کے اپنے بل میں داخل ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہارے شر سے بچالیا گیا جس طرح تم اس کے شر سے محفوظ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۰۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۴۹۳۱- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا وَعَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ مِثْلَهُ وَتَابَعَهُ أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ وَقَالَ حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَسُلَيْمَانُ بْنُ قَرْمٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدۃ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے خبر دی از اسرائیل از منصور اس حدیث مذکور کی اور از اسرائیل از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ (بن مسعود) بھی اسی حدیث کی مثل مروی ہے، اسود بن عامر نے اس کی متابعت کی ہے از اسرائیل اور حفص اور ابو معاویہ اور سلیمان بن قرم نے کہا از الاعمش از ابراہیم از الاسود اور یحییٰ بن حماد نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے خبر دی از مغیرہ از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ابن اسحاق نے کہا: از عبد الرحمٰن بن الاسود از والد خود از حضرت عبد اللہ بن مسعود۔

امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں اور ایک متابعت بیان کی اور تین تعلیقات بیان کیں، پھر ان سندوں، متابعت اور تعلیقات کے بعد درج ذیل حدیث کا متن بیان کیا:

Marfat.com

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَارٍ إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ فَتَلَقَّيْنَاهَا مِنْ فِيهِ وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا إِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَيْكُمُ اقْتُلُوهَا قَالَ فَابْتَدَرْنَاهَا فَسَبَقَتْنَا قَالَ فَقَالَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا

ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از الاسود، انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غار میں تھے اس وقت آپ پر سورۃ المرسلات نازل ہوئی، ہم اس کو آپ کے منہ مبارک سے حاصل کر رہے تھے اور آپ کا منہ اس سورت کی تلاوت سے تر تھا، اس وقت ایک سانپ نکل آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو پکڑو اور اس کو قتل کر دو، ہم اس کی طرف جھپٹے، وہ ہم پر سبقت کر کے نکل گیا، آپ نے فرمایا: وہ تمہارے شر سے (یعنی تمہارے حملہ سے) محفوظ ہو گیا جس طرح تم اس کے شر (یعنی اس کے ڈسنے سے) محفوظ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۸۳۰ میں گزر چکی ہے۔

موذی جانوروں اور حشرت الارض کو قتل کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ محرم حالت احرام میں کن جانوروں کو قتل کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی نے یہ حدیث بیان کی کہ آپ یہ حکم دیتے تھے: کاٹنے والے کتے کو قتل کر دیا جائے اور چوہے کو اور بچھو کو اور چیل کو اور کوے کو اور سانپ کو اور فرمایا: نماز میں بھی قتل کر دیا جائے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۰۰ (۲۷۶۰) دار الفکر، بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: پانچ جانور سب کے سب فاسق ہیں، ان کو حرم میں قتل کر دیا جائے گا: کوا، چیل، کاٹنے والا کتا، بچھو اور چوہا۔ (صحیح البخاری: ۱۸۲۹، صحیح مسلم: ۱۱۹۸ (۲۷۵۶)، سنن نسائی: ۲۸۸۵)

نافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ بھیڑیے کو قتل کر دیا جائے اور چوہے کو اور چیل کو، پس پوچھا گیا: سانپ اور بچھو کو؟ تو انہوں نے کہا: ان کے متعلق بھی کہا جاتا ہے، یزید بن ہارون نے کہا: یعنی محرم قتل کر دے۔ (سنن الدار قطنی ج ۲ ص ۲۳۲، سنن البیہقی ج ۵ ص ۲۱۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محرم بھیڑیے اور سانپ کو قتل کر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۷۶)

عطاء نے کہا: بھیڑیے کو اور ہر حملہ کرنے والے جانور کو قتل کر دیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۷۷)

سانپ اور دیگر موذی جانوروں کو مارنے کے متعلق احادیث اور آثار کی روشنی میں مذاہب فقہاء

کاٹنے والے کتے کے متعلق ابو عمر نے کہا ہے: اس سے مراد ہر کاٹنے والا درندہ ہے اور خصوصیت سے کتا مراد نہیں ہے۔ (التمہید ج ۱۵ ص ۱۵۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کاٹنے والا کتا شیر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۸۳۷۹۔ ۸۳۷۸)

امام طبرانی نے حضرت ہبار بن الاسود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عتبہ بن ابی لہب کے خلاف یہ دعا کی: اے اللہ!

Marfat.com

اس کے اوپر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے تو اس کے اوپر شیر نے حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۶۰)

امام مالک سے منقول ہے: ہر وہ جانور جو لوگوں پر حملہ کرے اور ان کو کاٹے مثلاً شیر اور چیتا ان کو قتل کر دیا جائے گا اور جو جانور درندوں میں سے ہو اور حملہ نہ کرے جیسے بجو اور لومڑی تو ان کو محرم قتل نہ کرے، اگر اس نے قتل کر دیا تو اس کا فدیہ دے گا اور ابن القاسم مالکی نے کہا: وہ جانور جو ابتداءً لوگوں پر حملہ نہیں کرتے اور وہ چھوٹے جانور جو حملہ نہیں کرتے تو محرم کے لیے ان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ محرم کے لیے کاٹنے والے کتے کو حل میں اور حرم میں قتل کرنا جائز ہے، اور کاٹنے والے کتے سے مراد یہ ہے کہ جو کاٹنے میں مشہور ہو، قاضی عیاض نے اس قول کو امام ابوحنیفہ اور اوزاعی سے بھی نقل کیا ہے اور بھیڑیئے کو بھی اس کے ساتھ لاحق کیا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸ ص ۱۱۴، اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۰۴)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: امام مالک نے سانپ کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ کاٹنے والے کتے کے حکم میں ہے، اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کاٹنے والے کتے کو حل اور حرم میں قتل کر دیا جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۴۹)

بعض علماء نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے حالانکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سانپوں کو مار ڈالو اور جو ان کے حملہ سے ڈر وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ۸۳۸۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۹۰۰۔۱۹۸۹۶)

اور دوسرے علماء نے کہا ہے: گھروں میں رہنے والے سانپوں کو صرف ان کا عہد یاد دلانے کے بعد قتل کرنا جائز ہے، ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں ایسے جنات ہیں جو اسلام لا چکے ہیں، اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو ان کو تین دن تک کی مہلت دو، اگر اس کے بعد بھی وہ ظاہر ہوں تو ان کو مار ڈالو۔ (صحیح مسلم: ۲۲۳۶ (۵۷۳۳))

ابوالسائب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے گھر میں گئے، انہوں نے کہا: میں نے دیکھا وہ نماز پڑھ رہے تھے، میں بیٹھ کر ان کا انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ ان کی نماز ختم ہو جائے، پھر میں نے گھر کی ایک جانب میں کسی کو حرکت کرتے ہوئے دیکھا، پس میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ سانپ تھا، میں اس کو مارنے کے لیے دوڑا تو حضرت ابوسعید نے مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے گھر کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے کہا: کیا تم اس گھر کو دیکھ رہے ہو، میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے بتایا کہ اس گھر میں ہمارا ایک نوجوان رہتا تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خندق کی طرف گئے تو اس نوجوان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوپہر کے وقت جانے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دی اور فرمایا: تم اپنا ہتھیار لے جاؤ کیونکہ مجھے تم پر قریظہ کے حملہ کا خطرہ ہے، پھر وہ مرد اپنا ہتھیار لے کر گیا، پھر وہ لوٹا تو اس کی بیوی دو دروازوں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اس کو غیرت کی وجہ سے مارنے کا قصد کیا تو اس کی بیوی نے کہا: اپنے نیزے کو روکو اور گھر میں داخل ہو حتیٰ کہ تم دیکھ لو کہ میں کس وجہ سے باہر نکلی ہوں، وہ گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ بہت بڑا سانپ بستر کے اوپر ہے، اس نے اس پر نیزہ مارا، پھر نکلا اور اس نیزے کو گھر میں گاڑ دیا، پس وہ سانپ اس نوجوان پر لپٹ گیا، پھر پتا نہیں چلا کہ ان میں سے کون پہلے مرا وہ سانپ یا نوجوان، پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے اس واقعہ کا ذکر کیا اور ہم نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے زندہ کر دے، پھر آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی کے لیے استغفار کرو، پھر آپ نے فرمایا: مدینہ میں

Marfat.com

ایسے جنات ہیں جو اسلام لا چکے ہیں، پس جب تم ان میں سے کوئی چیز دیکھو تو اس کو تین دن تک نکل جانے کے لیے کہو، پھر اس کے بعد بھی اگر ظاہر ہو تو اس کو مار ڈالو کیونکہ وہ شیطان ہے۔(صحیح مسلم ۲۲۳۶(۵۷۳۲) سنن ابوداؤد: ۵۲۵۷، سنن ترمذی: ۱۴۸۹)

اسی طرح ابن ابی ملیکہ نے عائشہ بنت طلحہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غسل خانہ میں ایک سانپ کو دیکھا تو اس کو مار ڈالا، پھر آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ایک مسلمان کو مار ڈالا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر وہ مسلمان ہوتا تو امہات المومنین کے پاس نہ آتا تو آپ سے کہا گیا: وہ آپ کے پاس اس وقت آیا تھا جب آپ کپڑے پہنے ہوئی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صبح کو خوف زدہ ہو کر اٹھیں، پھر آپ نے مسکینوں پر بارہ ہزار (دینار یا درہم حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے) صدقہ کیے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵:۵۰۵، ۳، کتاب العظمت لابی الشیخ: ۱۱۱۴، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۹)

امام مالک نے کہا ہے کہ میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ سانپوں کو مدینہ میں بھی ڈرایا جائے اور غیر مدینہ میں بھی اور جنگوں میں نہ ڈرایا جائے اور مدینہ میں ڈرانا زیادہ واجب ہے اور دوسروں نے کہا کہ مدینہ اور غیر مدینہ دونوں میں ڈرانا واجب ہے کیونکہ سانپوں کو قتل نہ کرنے کی علت جنات کا مسلمان ہونا ہے اور کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ جن ہو یا انسان ہو، اور سانپ کو قتل کرنے کی تاکید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں محرم کو یہ حکم دیا کہ وہ سانپ کو قتل کر دے۔(صحیح مسلم: ۵:۲۲۳(۵۷۳۰))

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر محرم کاٹنے والے کتے کے سوا کسی کو قتل کر دے اور سانپ اور بچھو کو اور کوے کو اور چیل کو اور بھیڑیے کو تو اس میں فدیہ دینا ہوگا سوا اس صورت کے کہ ان موذی جانوروں نے اس پر حملہ کرنے کی ابتداء کی ہو تو اس پر فدیہ نہیں ہے اور اس کے اونٹ پر جو چچڑیاں ہوں ان کو مار ڈالا جائے گا اور اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے اور امام زفر نے کہا ہے کہ خواہ اس پر درندوں نے حملہ کیا ہو یا نہیں اس پر ہر صورت میں ان کو قتل کرنے کی وجہ سے فدیہ لازم ہوگا۔(المحلی لابن حزم ج ۷ ص ۲۳۹)

اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ محرم نہ سانپ کو قتل کرے اور نہ چھپکلی کو اور نہ کسی اور جانور کو سوائے چیل اور کوے اور بچھو اور کاٹنے والے کتے اور چوہے کے۔

اور امام مالک نے کہا ہے کہ تمام چار پاؤں والے درندوں کو قتل کر دیا جائے گا مگر کوے اور چیل کو قتل کرنا مکروہ ہے سوا اس کے کہ وہ ایذاء دیں اور لومڑی اور جنگلی بلی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور ان کو قتل کرنے سے فدیہ لازم ہے سوا اس صورت کے کہ وہ ابتداءً حملہ کریں، اور چھپکلی اور مچھر اور اس کے اونٹ کی چچڑی کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اگر اس نے ان کو قتل کر دیا تو وہ صدقہ میں کچھ طعام کھلائے اور اگر اس نے پھاڑنے والے پرندوں کو قتل کر دیا تو اس پر فدیہ ہے اور جوں کو بھی مارا نہیں جائے گا، اگر مارو دیا تو صدقہ میں کچھ طعام کھلائے اور امام شافعی کے نزدیک لومڑی کو مارنے میں فدیہ لازم ہے۔(المحلی لابن حزم ج ۷ ص ۲۴۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: چھپکلی کو مار دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔(مصنف عبد الرزاق: ۸۳۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۸۹۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا ہے اور اس کو فویسق فرمایا۔
(صحیح مسلم: ۸:۲۲۳(۵۷۳۷)، سنن ابوداؤد: ۵۲۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور لٹورا (ایک پرندہ جو چھوٹے پرندوں کو شکار کرتا ہے)۔
(سنن ابوداؤد: ۵۲۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۲، مصنف عبد الرزاق: ۸۴۱۵)

Marfat.com

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہر وہ جانور جس کی طبیعت اور سرشت میں ایذاء پہنچانا اور حملہ کرنا ہو خواہ اس سے فی الحال جان اور مال میں ایذاء نہ پائی جائے تو اس کو مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے پھاڑنے والے تمام درندے اور وہ چوپائے جن کا کھانا حرام ہے اور حملہ کرنے والے پرندے جیسے باز، عقاب اور شاہین وغیرہ اور وہ حشرات الارض جو ایذاء پہنچاتے ہوں جیسے بھڑ (تتیا) اور پسو اور مچھر اور مکھی وغیرہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۵ ص ۱۷۷۔۱۷۶) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۲ ص ۳۸۵۔۳۶۷ ملخصاً وملتقطاً، وزارت الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

مصنف کے نزدیک علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جو کچھ لکھا ہے وہ احادیث اور آثار کے زیادہ موافق اور زیادہ قرین قیاس ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۔ بَابٌ: إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ (المرسلات: ۳۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک دوزخ محل کے برابر انگارے پھینکتی ہے ○ (المرسلات: ۳۲) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

شَرَرٌ کا معنی ہے: آگ جب بھڑکتی ہے تو اس سے جو چنگاریاں نکلتی ہیں اور اس کا واحد شَرَرَةٌ ہے۔

محل کے برابر: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: وہ چنگاریاں قلعوں کے برابر ہیں اور قصر کی جمع قصور ہے، اور مجاہد سے منقول ہے کہ اس سے مراد درخت کی لکڑیوں کا گٹھا ہے اور سعید بن جبیر اور ضحاک سے منقول ہے کہ یہ کھجور کے درخت اور دوسرے بڑے بڑے درخت ہیں اور اس کا واحد قصرۃ ہے جیسے ثَمْرَةٌ اور ثَمْرٌ اور جَمْرَةٌ اور جَمْرٌ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۹۳)

۴۹۳۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ قَالَ كُنَّا نَرْفَعُ الْخَشَبَ بِقَصَرٍ ثَلَاثَةَ أَذْرُعٍ أَوْ أَقَلَّ فَنَرْفَعُهُ لِلشِّتَاءِ فَنُسَمِّيهِ الْقَصَرَ (صحیح البخاری: ۴۹۳۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن عابس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے اس آیت انها ترمی بشرر کالقصر کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم سردیوں کے موسم میں تین تین ہاتھ یا اس سے کم کی لکڑیوں کو اٹھا کر لاتے تھے اور ان کو ہم قصر کہتے تھے۔

۳۔ بَابٌ: كَأَنَّهُ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ (المرسلات: ۳۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: گویا وہ زرد اونٹ ہیں ○ (المرسلات: ۳۳) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: گویا وہ چنگاریاں زرد اونٹوں کے برابر ہیں۔

۴۹۳۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ قَالَ كُنَّا نَعْمِدُ إِلَى الْخَشَبَةِ ثَلَاثَةَ أَذْرُعٍ أَوْ فَوْقَ ذٰلِكَ فَنَرْفَعُهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن عابس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن

Marfat.com

لِلشِّتَاءِ فَنُسَمِّيهِ الْقَصَرَ كَأَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ حِبَالُ السُّفُنِ تُجْمَعُ حَتّٰى تَكُونَ كَأَوْسَاطِ الرِّجَالِ

(صحیح البخاری: ۴۹۳۲)

عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ انہا ترمی بشرر کالقصر کی تفسیر میں فرماتے تھے، ہم سردیوں کے موسم میں تین تین ہاتھ یا اس سے زیادہ کی لکڑیاں اٹھا کر لاتے تھے اور ان کو ہم قصر کہتے تھے۔ جملت صفر سے مراد جہاز یا کشتی کی رسیاں ہیں جو جمع کر کے رکھی جائیں حتیٰ کہ وہ مردوں کی کمر کے برابر موٹی ہو جائیں۔

۴۔ بَابٌ: هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ (المرسلات: ۳۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یہ وہ دن ہے جس میں وہ (نفع آور) بات نہ کر سکیں گے O (المرسلات: ۳۵) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی قیامت کے بعض احوال میں وہ بات نہیں کر سکیں گے اور بعض احوال میں وہ ایک دوسرے سے بحث کریں گے اور بعض احوال میں ان کے مونہوں پر مہر لگادی جائے گی تو وہ بات نہیں کر سکیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۹۴)

۴۹۳۴۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي غَارٍ إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ فَإِنَّهُ لَيَتْلُوهَا وَإِنِّي لَأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اقْتُلُوهَا فَابْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا قَالَ عُمَرُ حَفِظْتُهُ مِنْ أَبِي فِي غَارٍ بِمِنًى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غار میں تھے اس وقت آپ پر سورۃ المرسلات نازل ہوئی، آپ اس کو تلاوت فرما رہے تھے اور میں اس سورت کو آپ کے منہ سے حاصل کر رہا تھا اور آپ کا منہ مبارک اس سے تر تھا، اس وقت ہم پر ایک سانپ کودا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل کر دو تو ہم اس پر جھپٹے لیکن وہ سانپ نکل گیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارے شر سے بچا لیا گیا جس طرح تم اس کے شر سے بچا لیے گئے۔ عمر نے کہا: میں نے اس حدیث کو منیٰ کی غار میں اپنے والد سے یاد کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۳۰ میں بہت تفصیل سے گزر چکی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ المرسلات کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور جو احادیث روایت کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز اس کے بعد سورۃ النباء کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور حدیث روایت کی ہے ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۷۸۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ

سورۂ نبا کی تفسیر

سورۃ النبا کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ النباء کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس میں چالیس (۴۰) آیات ہیں۔

عَمَّ کی اصل عَمَّا ہے، الف کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا اور جمہور نے اسی طرح قراءت کی ہے، یتساءلون کا معنی ہے: یہ مشرکین کس چیز کے متعلق سوال کرتے ہیں؟ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۹۴)، یہ سورۃ مکی ہے۔

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) یہ سوال کرنے والے کفار تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دھمکانے کے لیے فرمایا: کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ۙ ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ۝ (النباء: ۵۔۴) (ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے ○ پھر ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے ○) اور دھمکانا صرف کفار کے لیے مناسب ہے۔ اس سے معلوم ہوا یہ کفار تھے جو ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے۔

(۲) کفار اور مومنین دونوں سوال کرتے تھے، رہے مومنین تو وہ اس لیے سوال کرتے تھے کہ دین میں ان کی بصیرت اور قیامت پر ان کا ایمان اور زیادہ قوی ہو جائے اور رہے کفار تو وہ اسلام کا مذاق اڑانے کے لیے اور اسلام کے خلاف لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالنے کے لیے سوال کرتے تھے۔

(۳) سوال کرنے والے کفار اور مشرکین تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ آپ جس قیامت کا ہم سے وعدہ کر رہے ہیں وہ کب آئے گی؟ (انوار بیان القرآن ص ۹۳۵، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

قَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا لَا يَخَافُوْنَهٗ۔ مجاہد نے کہا: لَا یَرۡجُوۡنَ حِسَابًا کا معنی ہے: وہ (اعمال کے) حساب سے نہیں ڈرتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهُمۡ كَانُوۡا لَا يَرۡجُوۡنَ حِسَابًا ۝ (النباء: ۲۷) بے شک وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی ہے: وہ حساب سے نہیں ڈرتے تھے اور امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ وہ حساب کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی تصدیق نہیں کرتے اور رجاء کا لفظ امید اور خوف دونوں کے لیے مستعمل ہے۔

صَوَابًا حَقًّا فِي الدُّنْيَا وَعَمِلَ بِهٖ۔ صَوَابًا کا معنی ہے: جس نے دنیا میں حق بات کہی تھی اور اس پر عمل کیا تھا۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِکَةُ صَفًّا لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ (النبا: ۳۸) جس دن جبرئیل اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے، اس سے کوئی بات نہیں کر سکے گا سوا اس کے جس کو رحمٰن نے اجازت دی اور اس نے صحیح بات کہی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی ہے: جس نے دنیا میں حق بات کہی اور اس پر عمل کیا اور ابو صالح نے کہا: جس نے درست بات کہی اور دنیا میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔

لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ (النبا: ۳۷) اس کا معنی ہے: اس سے لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا لَا یُکَلِّمُوْنَهُ اِلَّا اَنْ یَاْذَنَ لَهُمْ۔ وہی بات کر سکیں گے جس کو وہ اجازت دے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ (النبا: ۳۷) جو آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے، نہایت رحم فرمانے والا ہے اس سے (بغیر اجازت) بات کرنے کا کسی کو اختیار نہ ہوگا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: لَا یَمْلِکُوْنَ کی ضمیر آسمانوں اور زمینوں والوں کی طرف راجع ہے یعنی ان کے اختیار میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے بات کر سکیں، دوسرا قول یہ ہے: انہیں اس کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ کہیں کہ وہ عذاب کم کر دے یا ثواب زیادہ کر دے سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اجازت دے اور اللہ تعالیٰ ان کو اجازت دے دے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ثَجَّاجًا کا معنی ہے: پانی گرایا ہوا یا پانی بہایا ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝ (النبا: ۱۴) اور ہم نے برسنے والے بادلوں سے زوردار بارش نازل کی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے ثَجَّاجًا کی تفسیر کی ہے: مُنْصَبًّا یعنی پانی گرایا ہوا، اسی طرح امام ابو عبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے اور یہ صرف علامہ نسفی کی تفسیر ہے۔

اَلْفَافًا کا معنی ہے: ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝ (النبا: ۱۶) اور گھنے باغات O

علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ ثعلبی نے کہا ہے: اَلْفَافًا کا معنی ہے: ایک دوسرے سے ملے ہوئے یا جڑے ہوئے، اس کا واحد لِفٌّ ہے، اور دوسروں نے کہا: اس کا واحد لفیف ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جمع الجمع ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهَّاجًا مُضِيْئًا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَّهَّاجًا کا معنی ہے: روشن۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ (النبا: ۱۳) اور ہم نے سورج کو چمکتا ہوا چراغ بنایا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے وَّهَّاجًا کی تفسیر مُضِيْئًا کی ہے، امام ابن ابی حاتم نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر کی ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ غَسَّاقًا غَسَقَتْ عَيْنُهُ وَيَغْسِقُ الْجُرْحُ يَسِيلُ كَأَنَّ الْغَسَاقَ وَالْغَسِيقَ وَاحِدٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ غَسَّاقًا کا لفظ غسقت عينه سے ماخوذ ہے یعنی اس کی آنکھ بہہ رہی ہے، اسی سے ماخوذ ہے يغسق الجرح یعنی زخم بہہ رہا ہے، غساق اور غسيق دونوں کا ایک معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيمًا وَّ غَسَّاقًا ۝ (النباء: ۲۵-۲۴)

اس (دوزخ) میں وہ نہ ٹھنڈک پائیں گے نہ کوئی مشروب O سوا کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تفسیر صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے اور علامہ جرجانی اور علامہ نسفی کی تفسیروں میں ہے، امام بخاری نے لکھا: غسقت عينه و يغسق الجرح يسيل اس میں یہی اشارہ کیا ہے کہ غساق کا معنی ہے: مائع اور سیال چیز یعنی بہنے والی جیسے خون اور اس کی مثل کیونکہ یہ غسقت عينه سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: اس کی آنکھ بہہ رہی ہے اور يغسق الجرح کا معنی ہے: اس کا زخم بہہ رہا ہے۔ علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ الغساق کا معنی ہے: الزمهرير، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: دوزخیوں کی پیپ، تیسرا قول ہے: اس کا معنی ہے: دوزخیوں کے آنسو۔

عَطَاءً حِسَابًا جَزَاءً كَافِيًا أَعْطَانِي مَا أَحْسَبَنِي أَيْ كَفَانِي۔

عَطَآءً حِسَابًا کا معنی ہے: پورا پورا بدلہ، عرب لوگ کہتے ہیں: اس نے مجھے اتنا دیا جو مجھے کافی ہو گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۝ (النباء: ۳۶)

آپ کے رب کی طرف سے جزاء ہوگی نہایت کافی عطاء ہوگی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی ہے: جزآءً كَافِيًا، اور علامہ ثعلبی نے کہا ہے: ایسی عطاء جو کثیر اور وافی ہو، امام بخاری نے کہا: اعطانی ما احسبنی امام بخاری نے اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ حساب کا لفظ کفایت کے معنی میں بھی آتا ہے، کہا جاتا ہے: اعطانی فلان ما احسبنی یعنی فلاں شخص نے مجھے اتنا دیا کہ مجھے کافی ہو گیا اور کہا جاتا ہے: احسبت فلانا یعنی میں نے اس کو اتنا عطاء کیا جو اس کو کافی ہو گیا۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری، ج ۱۹ ص ۲۹۵-۲۹۴ میں کی ہے]

۱- بَابٌ: يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا ۝ (النبا: ۱۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم فوج در فوج آؤ گے O (النباء: ۱۸) کی تفسیر

افواجا کا معنی ہے گروہ در گروہ۔

۴۹۳۵- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُوْنَ قَالَ أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی از الاعمش از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو صور پھونکنے کے درمیان چالیس (۴۰) کا وقفہ ہوگا،

Marfat.com

شَهْرًا قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أَبَيْتُ قَالَ ثُمَّ يُنَزِّلُ اللهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ لَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

کسی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: چالیس دن کا وقفہ ہو گا؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا، (پھر) کسی نے پوچھا: چالیس مہینے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا، (پھر) کسی نے پوچھا: چالیس سال؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے (زندگی کی) بارش نازل فرمائے گا تو لوگ اس طرح اگنے لگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے، انسان کے بدن کی ہر چیز گل جاتی ہے سوائے ریڑھ کی ہڈی کے، وہ نہیں گلتی وہ اس مقام کی ہڈی ہے جہاں جانور کی دم ہوتی ہے، قیامت کے دن اس ہڈی سے مخلوق کو (دوبارہ) پیدا کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۱۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا یعنی میں نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا تو میں اپنی عقل سے از خود کچھ نہیں کہہ سکتا اور یہ معاملہ غیب سے متعلق ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۰۴)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ النباء کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور حدیث روایت کی تھی ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ والنازعات کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور حدیث روایت کی ہے ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۷۹۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ وَالنّٰزِعَاتِ

سورۃ والنازعات کی تفسیر

سورۃ والنازعات کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ النازعات کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس کا نام سورۃ الساہرۃ بھی ہے، یہ سورت مکی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، علامہ سخاوی نے کہا ہے: یہ سورت سورۃ النباء کے بعد اور سورۃ الانفطار سے پہلے نازل ہوئی ہے، اس سورت میں چھیالیس (۴۶) آیات ہیں۔

النازعات کے معنی میں کئی اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: فرشتے بنو آدم کی روحوں کو کھینچ کر نکالتے ہیں اور سعید بن جبیر نے کہا: موت روحوں کو نکالتی ہے، عطا اور عکرمہ نے کہا کہ ستارے ایک افق سے دوسرے افق کی طرف نکالے جاتے ہیں، وہ طلوع ہوتے ہیں، پھر غائب ہو جاتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۳۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

زَجۡرَۃٌ صَیۡحَۃٌ۔ زَجۡرَۃٌ اس کا معنی ہے: چیخ اور چنگھاڑ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاِنَّمَا ہِیَ زَجۡرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۝ (النازعات:۱۳) وہ ضرور صرف ایک جھڑکی ہوگی ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے زَجۡرَۃٌ کی تفسیر چیخ کی ہے اور یہ صرف علامہ نسفی کی تفسیر میں ہے۔

وَقَالَ مُجَاہِدٌ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَۃُ۔ اور مجاہد نے کہا ترجف الراجفۃ اس سے مراد ہے: زلزلہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَۃُ ۝ (النازعات:۶) (تم کو ضرور مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا) جس دن لرزائے گی لرزانے والی ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے راجفۃ کی تفسیر زلزلہ کے ساتھ کی ہے اور علامہ الثعلبی نے کہا: جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو زلزلہ آئے گا اور ہر چیز حرکت کرے گی، یہ بھی صرف علامہ نسفی کی تفسیر میں ہے۔

وَقَالَ مُجَاہِدٌ اَلۡاٰیَۃَ الۡکُبۡرٰی عَصَاہُ وَیَدُہٗ۔ اور مجاہد نے کہا اَلۡاٰیَۃَ الۡکُبۡرٰی سے مراد ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور ہاتھ (ید بیضاء)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَرٰىہُ الۡاٰیَۃَ الۡکُبۡرٰی ۝ (النازعات:۲۰) پھر انہوں نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بہت بڑی نشانی دکھائی، مجاہد نے اس کی تفسیر ان کی لاٹھی اور ان کے ہاتھ

Marfat.com

سے کی ہے، جب ان کا ہاتھ بغل سے باہر نکالا تو وہ چمکتا ہوا سفید تھا۔ امام عبد الرزاق نے بھی از معمر از قتادہ اسی کی مثل روایت کی ہے۔

سَمَکَهَا بَنَاهَا بِغَيْرِ عَمَدٍ۔ سمکھا اس کا معنی ہے: ان کو بغیر ستون کے بنایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ (النازعات:۲۸) اللہ نے اس کی چھت بلند کی پھر اس کو ہموار بنایا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے اس کو بغیر ستون کے بنایا اور علامہ ثعلبی نے کہا ہے اللہ نے اس کی چھت بلند کی اور الفراء نے کہا ہے ہر وہ چیز جو دوسری چیز کو اٹھائے اس کے لیے سمک کہا جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ہموار اور بغیر کسی شگاف کے بنایا، یہ بھی صرف علامہ نسفی کی تفسیر ہے۔

طَغٰى عَصٰى۔ طَغٰى کا معنی ہے: اس نے نافرمانی اور سرکشی کی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ (النازعات:۱۷) کہ آپ فرعون کے پاس جائیں بے شک اس نے سرکشی کی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: طغی کا لفظ طغیان سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: حد سے تجاوز کرنا۔

يُقَالُ النَّاخِرَةُ وَالنَّخِرَةُ سَوَاءٌ مِثْلُ الطَّامِعِ وَالطَّمِعِ وَالْبَاخِلِ وَالْبَخِلِ وَقَالَ بَعْضُهُمُ النَّخِرَةُ الْبَالِيَةُ وَالنَّاخِرَةُ الْعَظْمُ الْمُجَوَّفُ الَّذِي تَمُرُّ فِيهِ الرِّيحُ فَيَنْخَرُ۔

کہا جاتا ہے: الناخرۃ اور النخرۃ دونوں برابر ہیں جیسے الطامع اور الطمع اور الباخل اور البخل اور دوسروں نے کہا کہ نخرۃ کا معنی ہے، گلی ہوئی ہڈی اور ناخرۃ کا معنی ہے: کھوکھلی ہڈی کہ جس میں ہوا داخل ہو تو اس سے آواز پیدا ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ (النازعات:۱۱) کیا جب ہم گلی ہوئی ہڈیاں ہو جائیں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری کی تفسیر صحیح نہیں ہے، الناخرۃ اور النخرۃ دونوں برابر نہیں ہیں، الناخرۃ اسم فاعل ہے اور النخرۃ صفت مشبہ ہے اگرچہ دونوں کا معنی ایک ہے، دوسرا سقم یہ ہے کہ الناخرۃ اور النخرۃ مونث کے صیغے ہیں اور الطامع اور الطمع اور الباخل اور البخل مذکر کے صیغے ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ مثال دینا صحیح نہیں ہے، اگر امام بخاری صَانِعَةٌ اور صَنِعَةٌ کی مثال دیتے تو درست ہوتا۔

امام بخاری نے کہا، اور دوسروں نے لکھا، اس سے مراد ابن الکلبی ہے، اہل کوفہ نے اس لفظ کو نخرۃ پڑھا ہے اور حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے اس کو ناخِرَۃ پڑھا ہے۔

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے امام بخاری کی تفسیر پر لفظی گرفت کی ہے ورنہ معنوی اعتبار سے امام بخاری کی تفسیر پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْحَافِرَةِ الَّتِي أَمْرُنَا الْأَوَّلُ إِلَى الْحَيَاةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: الحافرۃ اس سے مراد ہماری وہ پہلی حالت ہے جو دنیا کی زندگی میں تھی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ (النازعات:۱۰) وہ کہتے ہیں: کیا ہم مرنے کے بعد ضرور زندگی کی طرف لوٹائے

Marfat.com

جائیں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الحافرۃ کی تفسیر کی ہے: الی امرنا الاول یعنی پہلی حالت، اس سے مراد ہے، پہلی زندگی، کہا جاتا ہے: رجع فلان فی حافرتہ یعنی فلاں شخص اپنے اسی راستہ کی طرف لوٹ آیا جس سے وہ آیا تھا، امام ابن ابی حاتم نے اس تعلیق کی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قرآن مجید نے ان مشرکین مکہ کی خبر دی ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے منکر تھے، وہ یہ کہتے تھے کہ کیا ہم ضرور پہلی زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے یعنی کیا ہمیں موت کے بعد اس طرح زندہ کیا جائے گا جس طرح ہم موت سے پہلے زندہ تھے، ان کی اس سے مراد پہلی حالت تھی، دوسرا قول یہ ہے کہ حافرۃ وہ زمین ہے جس میں ان کی قبریں کھودی گئی ہیں اور فاعل بہ معنی مفعول اور حافرۃ بہ معنی محفورۃ ہے اور زمین کو حافرۃ اس لیے فرمایا ہے کہ وہ کھودی ہوئی قبروں کا مستقر ہے۔

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اس آیت میں حافرۃ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: پہلی حالت پر لوٹنا اور الٹے پاؤں پلٹنا، گویا مشرکین یہ کہتے تھے کہ آیا ہم مرنے کے بعد پہلی زندگی کی طرف لوٹ جائیں گے۔ حسن بصری نے کہا ہے: اس قول سے مشرکین نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کیا ہے یعنی ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

وَقَالَ غَيْرُهُ أَيَّانَ مُرْسَاهَا مَتَى مُنْتَهَاهَا وَمُرْسَى السَّفِينَةِ حَيْثُ تَنْتَهِي۔ اور دوسروں نے کہا ہے: اَیَّانَ مُرْسٰهَا یعنی قیامت کی انتہاء کب ہوگی، مُرْسٰی کا لفظ مُرْسَى السَّفِينَة سے ماخوذ ہے جہاں کشتی اخیر میں جا کر ٹھہرتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝ (النازعات:۴۲) یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی ہے کہ اس کی انتہاء کب ہے اور ضمیر قیامت کی طرف راجع ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قیامت کا ذکر فرماتے تھے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جاتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی۔

الرَّاجِفَةُ النَّفْخَةُ الْأُوْلٰى۔ اَلرَّاجفة اس سے مراد ہے: پہلی بار صور میں پھونکنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ (النازعات:٦) جس دن لرزائے گی لرزانے والی O

یہ تعلیق اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے۔

الرَّادِفَةُ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ۔ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ اس سے مراد: دوسری بار صور میں پھونکنا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ (النازعات:٧) پھر اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی O

علامہ عینی نے مؤخر الذکر دونوں تعلیقوں کی شرح نہیں کی اور نہ حافظ ابن حجر نے ان کی شرح کی ہے، تاہم علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے ان تعلیقوں کے بعد اس حدیث کا ذکر کیا ہے جو باب :۱ میں آرہی ہے اور بقیہ تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ

Marfat.com

القاری ج ۱۹ ص ۳۹۸-۳۹۶ میں کی ہے۔

۱- بَابٌ

باب

۴۹۳۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رضی الله عنه قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ بِإِصْبَعَيْهِ هٰكَذَا بِالْوُسْطٰى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ بُعِثْتُ وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ۔

(صحیح البخاری: ۵۳۰۱، صحیح مسلم: ۲۹۵۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن المقدام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو حازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی درمیانی انگلی اور جو انگلی انگوٹھے کے قریب ہے اس سے اس طرح اشارہ کیا اور فرمایا: مجھے اور قیامت کو اس طرح (ملا ہوا) بھیجا گیا ہے جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: اس حدیث سے قیامت کے جلد آنے کی طرف اشارہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَغْطَشَ کا معنی ہے: تاریک کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ۞ (النازعات: ۲۹) اور اس کی رات تاریک کر دی اور اس کا دن روشن کر دیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے: تاریک کر دیا، یہ صرف علامہ نسفی کی تفسیر میں ہے۔

اَلطَّامَّةُ تَطِمُّ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ۔ اَلطَّامَّةُ اس کا معنی ہے: جو ہر چیز پر چھا جائے اور غالب آ جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۞ (النازعات: ۳۴) پس جب بڑی مصیبت آ جائے گی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَلطَّامَّة کی تفسیر کی ہے: جو ہر چیز پر غالب آ جائے، علامہ ثعلبی نے کہا: اَلطَّامَّة اس مصیبت کو کہتے ہیں جس کو برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۹۹)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ والنازعات کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور حدیث روایت کی تھی ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ العزیز اس کے بعد سورۃ عبس کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۸۰۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ عَبَسَ

سورۂ عبس کی تفسیر

سورۃ عبس کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
یہ سورۃ عبس کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور اس کا نام سورۃ السفرۃ بھی رکھا گیا ہے اور اس میں بیالیس (۴۲) آیات ہیں۔
علامہ سخاوی نے کہا ہے: یہ سورت سورۃ القدر سے پہلے اور سورۃ النجم کے بعد نازل ہوئی ہے۔
امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ یہ سورت حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جو نابینا تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ کہتے رہے کہ یا رسول اللہ! مجھے ہدایت دیجئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکین کے بڑے بڑے مرد بیٹھے ہوئے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن ام مکتوم سے اعراض کرتے رہے اور دوسروں کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ سورت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)
عَبَسَ وَتَوَلّٰی کَلَحَ وَاَعۡرَضَ۔ عَبَسَ کا معنی ہے: کَلَحَ وَاَعۡرَضَ یعنی منہ بنایا اور پیٹھ پھیر لی۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:
عَبَسَ وَتَوَلّٰیٓ ۝ (عبس: ۱) رسول چیں بہ جبیں ہوئے اور انہوں نے منہ پھر لیا ۝
علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے عبس کی تفسیر کی ہے: کَلَحَ یعنی منہ بنایا، یہ امام ابوعبیدہ کی تفسیر ہے اور جو انہوں نے اس کی تفسیر اَعۡرَضَ کی ہے یہ دوسروں کی تفسیر ہے اور متقدمین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عَبَسَ کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور علامہ داؤدی کا یہ نہایت ناماموس قول ہے کہ اس کا فاعل وہ کافر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ابی بن خلف تھا، اس قول کی امام عبدالرزاق نے از قتادہ روایت کی ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ وہ شخص امیہ بن خلف تھا، اس قول کی امام سعید بن منصور نے روایت کی ہے اور امام ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ربیعہ کے دو بیٹوں عتبہ اور شیبہ سے خطاب کر رہے تھے اور ایک اور سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ایسی مجلس میں تھے جس میں مشرکین میں سے ابوجہل اور عتبہ وغیرہ تھے اور یہ روایت دیگر اقوال کی جامع ہے۔
میں کہتا ہوں: ہم نے اس سورت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان آیات پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تادیب اور ملامت کے مستحق تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن ام مکتوم کو ملامت کرنے کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں عتاب فرمایا؟
رہا یہ کہ حضرت ابن ام مکتوم ملامت کے مستحق کیوں تھے، اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:
(۱) حضرت ابن ام مکتوم نابینا ہونے کی وجہ سے اگرچہ یہ نہیں دیکھ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرداران قریش سے گفتگو فرما رہے ہیں کیونکہ ان کی سماعت تو صحیح تھی، وہ کفار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کی آواز سن رہے تھے، پس ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

کلام کو منقطع کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض پوری ہونے سے پہلے اپنی غرض پوری ہونے کی کوشش کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا ہے اور یہ عظیم معصیت ہے۔

(۲) اہم کام کو مقدم کیا جاتا ہے، حضرت ابن ام مکتوم اسلام لا چکے تھے اور دین کی تعلیم حاصل کر چکے تھے اور سرداران قریش ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور ان کا اسلام لانا ایک عظیم جماعت کے اسلام لانے کا سبب تھا اور حضرت ابن ام مکتوم کا اس کام میں مداخلت کرنا ایک معمولی کام کی خاطر ایک عظیم خیر کو منقطع کرنے کا سبب تھا اس لیے ان کا یہ اقدام (بہ ظاہر) حرام تھا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ (الحجرات: ۴) بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں ○

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نداء کرنے سے منع فرمایا اور حضرت ابن ام مکتوم کی نداء کفار کے ایمان قبول کرنے کو قطع کرنے کے حکم میں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہم کے بہ ظاہر خلاف تھی، لہٰذا اس کا ذنب اور معصیت ہونا ظاہر ہے، سو حضرت ابن مکتوم کا فعل بہ ظاہر گناہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل واجب تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں عتاب فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بہ ظاہر ایسا ہی تھا لیکن اغنیاء کو فقراء پر اور سرداروں کو کمزوروں پر مقدم کرنے سے فقراء کے دل ٹوٹ جاتے، اس وجہ سے آپ پر عتاب کیا گیا جب کہ آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ فقراء کو نہ دھتکاریں، قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ۔ (الانعام: ۵۲) اور آپ ان لوگوں کو نہ دھتکاریں جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔

(انوار تبیان القرآن ص ۹۴۱ فرید بک اسٹال، لاہور، کراچی، ۱۴۳۱ھ)

وَقَالَ غَیْرُهُ مُطَهَّرَةٌ لَا یَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهٖ فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا جَعَلَ الْمَلَائِكَةَ وَالصُّحُفَ مُطَهَّرَةً لِاَنَّ الصُّحُفَ یَقَعُ عَلَیْهَا التَّطْهِیْرُ فَجُعِلَ التَّطْهِیْرُ لِمَنْ حَمَلَهَا اَیْضًا۔

اور ان کے غیر نے کہا: مُّطَهَّرَةٍ ○ (عبس: ۱۴) اس کی مثل ہے لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○ (الواقعہ: ۷۹) (اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں ○) اور وہ فرشتے ہیں اور اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ○ (النازعات: ۵) (پھر ان کی قسم جو (نظام کائنات کی) تدبیر کرنے والے ہیں ○) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اور صحیفوں کو پاکیزہ یا پاک کیا ہوا فرمایا کیونکہ صحیفوں پر تطہیر کا وقوع ہوتا ہے، پس تطہیر کو صحیفوں کے حاملین کی مثل قرار دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ○ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ○ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ○ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ○ (عبس: ۱۳-۱۶) یہ عزت والے صحیفوں میں ہے ○ جو بلندی والے پاکیزہ ہیں ○ ان کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے ○ جو عزت والے نیک ہیں ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے المطهرة کی تفسیر اس آیت سے کی ہے: اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں ○ (الواقعہ: ۷۹) یعنی جب کہ صحیفے تطہیر کے وصف کے ساتھ متصف ہوتے ہیں تو صحیفوں کے حاملین یعنی فرشتوں کو بھی تطہیر اور پاکیزگی

Marfat.com

کے وصف کے ساتھ متصف فرمایا اور یہ اس طرح ہے جس طرح یہ آیت ہے: پھر ان کی قسم جو (نظام کائنات کی) تدبیر کرنے والے ہیں O (النازعات:۵) کیونکہ تدبیر کرنا گھوڑوں کے سواروں کی صفت تھی تو یہ صفت گھوڑوں کے حاملین کو بھی دی گئی یعنی ان کے سواروں کو، پس فرمایا: فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا O۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس توجیہ میں تکلف ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کا بیان یہ ہے کہ صحیفوں پر اس تطہیر کا اطلاق نہیں کیا جاتا جو تنجیس یعنی نجاست کے خلاف حقیقتاً ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صحیفے اس سے پاک ہیں کہ وہ کفار کے ہاتھوں میں واقع ہوں، دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ صحیفے کلام اللہ کے غیر سے پاک ہیں، پس وہ خالص وحی اور محض حق ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْغُلْبُ الْمُلْتَفَّةُ وَالْاَبُّ مَا يَاْكُلُ الْاَنْعَامُ۔

اور مجاہد نے کہا: الغلب کا معنی ہے: اَلْمُلْتَفَّةُ یعنی ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور گھنے اور اَلْاَبُّ کا معنی ہے: جس کو مویشی کھاتے ہیں یعنی چارا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ (عبس: ۳۰۔۳۱)

اور گھنے باغات O اور میوے اور مویشیوں کا چارا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَلْغُلْب کی تفسیر کی ہے: الملتفة، یہ اِلْتِفَاف سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ چیزیں جو ایک دوسرے سے ملی ہوئی اور گھنی ہوں، اور اَلْاَبُّ کا معنی ہے: جس تر اور خشک گھاس کو مویشی کھاتے ہیں اور حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ گھاس پھوس ہے جس کو چوپائے کھاتے ہیں اور انسان نہیں کھاتے، اور علامہ الثعلبی نے کہا ہے: الغلب کا معنی ہے: گھنے درخت اور اس کا واحد اغلب ہے اور اس معنی میں موٹی گردن والے کو بھی اغلب کہا جاتا ہے اور قتادہ سے منقول ہے کہ النخل کا معنی ہے: کھجوروں کے درخت۔

سَفَرَةٌ اَلْمَلٰئِكَةُ وَاحِدُهُمْ سَافِرٌ سَفَرْتُ اَصْلَحْتُ بَيْنَهُمْ وَجُعِلَتِ الْمَلٰئِكَةُ اِذَا نَزَلَتْ بِوَحْيِ اللّٰهِ وَتَاْدِيَتِهٖ كَالسَّفِيرِ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ الْقَوْمِ۔

سَفَرَةٌ اس کا معنی ہے: ملائکہ یعنی فرشتے اور اس کا واحد سَافِرٌ ہے اور سَفَرْتُ کا معنی ہے: میں نے ان کے درمیان صلح کرائی اور فرشتے جب اللہ کی وحی لے کر نازل ہوتے ہیں اور اس کو پہنچاتے ہیں تو ان کو اس سفیر کی طرح قرار دیا جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ (عبس:۱۵)

ان کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اور سَفَرَةٌ کا واحد سافر ہے اور قتادہ نے کہا: اس کا واحد سفیر ہے، امام بخاری نے کہا ہے کہ سفرة کا معنی ہے: میں نے لوگوں کے درمیان صلح کرادی، اس میں یہ اشارہ ہے کہ اسی سے سفیر کا لفظ ماخوذ ہے جو اللہ کا رسول ہوتا ہے اور قوم کا سفیر بھی وہ ہوتا ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے، اور حضرت ابن عباس اور مقاتل سے منقول ہے کہ سَفَرَةٌ کا معنی ہے: لکھنے والے اور یہ وہ فرشتے ہیں جو کراماً کاتبین ہیں اور اسی وجہ سے کتاب کو سفر کہا جاتا ہے اور اس کی جمع اسفار ہے۔ تادیتہ کا لفظ اداء سے بنا ہے اور تادیب کا لفظ ادب سے بنا ہے نہ کہ اداء سے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ تَصَدّٰى تَغَافَلَ عَنْهُ۔

اور تَصَدّٰی اس کا معنی ہے: آپ اس سے غفلت کرتے ہیں۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ۝ (عبس:٦) تو آپ اس کے در پے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تصدی کی تفسیر کی ہے: تغافل، یہ اصل میں تتغافل تھا، اسی طرح تصدی اصل میں تتصدی تھا، پس دو تاؤں میں سے ایک تاء کو حذف کر دیا گیا، علامہ زمخشری نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے: جو آپ سے مستغنی ہوتا ہے (یعنی مشرکین) آپ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور یہی تفسیر مناسب اور مشہور ہے اور صاحب التلویح نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں تصدی کی تفسیر تغافل کے ساتھ ہے اور جو دوسری تفسیروں میں ہے: وہ یہ ہے کہ تصدی کا معنی ہے: آپ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور یہی درست ہے اور اسی پر اکثر مفسرین کا اتفاق ہے۔

حافظ ابن حجر نے بھی امام بخاری پر یہی اعتراض کیا ہے۔ (فتح الباری ج٦ ص ١٠٧)

میں کہتا ہوں: ہم نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے: استغنی کا معنی ہے: مال و دولت سے غنی ہونا کیونکہ آپ جن کو تبلیغ کر کے مسلمان کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ سب اصحاب ثروت اور مال دار لوگ تھے اور آپ کو توقع تھی کہ اگر یہ لوگ اسلام لے آئے تو ان کی اتباع میں بہت لوگ اسلام قبول کر لیں گے تو آپ ان کے در پے ہیں، اس کا معنی ہے: آپ ان کو مسلمان کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ (انوار تبیان القرآن ص ٩٤٠ فرید بک اسٹال، لاہور، ١٤٣١ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَمَّا يَقْضِ لَا يَقْضِي أَحَدٌ مَا أُمِرَ بِهِ۔ اور مجاہد نے کہا: لَمَّا يَقْضِ کا معنی ہے: ابھی تک کسی انسان نے اس عمل پر پورا حکم نہیں کیا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝ (عبس: ٢٣) بے شک اس نے اللہ کے حکم پر ابھی تک عمل نہیں کیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر ظاہر ہے اور مجاہد کی عبارت میں ہے: ابھی تک کسی انسان نے اس حکم پر عمل نہیں کیا جو اس پر فرض کیا گیا تھا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَرْهَقُهَا تَغْشَاهَا شِدَّةٌ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تَرْهَقُهَا اس کا معنی ہے: اس کو شدت ڈھانپ رہی ہوگی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ (عبس: ٤١) ان پر سیاہی چھائی ہوگی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تفسیر امام ابن ابی حاتم سے منقول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے چہرے پر اندھیرا، ذلت، معصیت اور سیاہی ہوگی اور ابن زید سے منقول ہے کہ غَبَرَة اور قَتَرَة یعنی گرد و غبار اور سیاہی میں یہ فرق ہے کہ گرد و غبار آسمان کی طرف سے یعنی اوپر کی طرف سے آتا ہے اور سیاہی زمین کے نچلے حصہ کی طرف سے آتی ہے۔

مُسْفِرَةٌ مُشْرِقَةٌ مُسْفِرَةٌ اس کا معنی ہے: روشن اور چمک دار۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ (عبس: ٣٨) اس دن کئی چہرے چمکتے ہوئے ہوں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تفسیر بھی امام ابن ابی حاتم سے منقول ہے۔

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَتَبَةٍ أَسْفَارًا كُتُبًا۔

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۝ (عبس:۱۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا معنی ہے کتابوں یعنی صحائف اعمال کو لکھنے والے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تفسیر مکرر ہے اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

سورۃ الجمعہ میں جو اَسْفَارًا کا لفظ ہے (الجمعۃ:۵) وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔

تَلَهَّى تَشَاغَلَ۔

تَلَهّٰى اس کا معنی ہے: (آپ دوسروں کی طرف) مشغول ہوتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ (عبس:۱۰) تو آپ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: تلهى اصل میں تتلهى تھا ایک تاء کو حذف کر دیا گیا، علامہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اس کا معنی ہے آپ اس سے اعراض کر کے دوسروں کی طرف مشغول ہوتے ہیں۔

يُقَالُ وَاحِدُ الْأَسْفَارِ سِفْرٌ۔

کہا جاتا ہے اسفار کا واحد سِفْرٌ ہے یعنی کتاب۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس کی نظیر درج ذیل آیت ہے:

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ؕ (الجمعہ:۵) ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو۔

اس تفسیر کو دوبارہ بالتبع ذکر کیا ہے، ابوذر کے نسخہ میں یہ تفسیر نہیں ہے۔

فَأَقْبَرَهُ يُقَالُ أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ جَعَلْتُ لَهُ قَبْرًا قَبَرْتُهُ دَفَنْتُهُ۔

فَأَقْبَرَهُ: کہا جاتا ہے اَقْبَرْتُ الرَّجُلَ یعنی میں نے اس مرد کی قبر بنا دی اور کہا جاتا ہے قَبَرْتُهُ یعنی میں نے اس کو دفن کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۝ (عبس:۲۱) پھر اس کو موت دی، پس اس کو قبر میں پہنچایا○

علامہ عینی لکھتے ہیں: الفراء نے کہا ہے: جعلته مقبورا کہا اور جعلت له قبرًا نہیں کہا کیونکہ قبر بنانے والا تو دفن کرنے والا ہے اور امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ فاقبرہ کا معنی ہے: میں نے اس کی قبر بنادی اور جو اس کو اپنے ہاتھ سے دفن کرتا ہے وہی اس کی قبر بنانے والا ہے۔ [علامہ عینی نے ان تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۰۱۔ ۳۹۹ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ

باب

۴۹۳۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ زُرَارَةَ بْنَ أَوْفَى يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيدٌ فَلَهُ أَجْرَانِ۔ (صحیح مسلم:۷۹۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے زرارہ بن اوفی سے سنا وہ از سعد بن ہشام حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثل ہے کہ وہ السفرۃ الکرام کے ساتھ ہوگا (یعنی معزز

Marfat.com

فرشتوں کے ساتھ ہوگا) جو اعمال لکھنے والے ہیں اور اس شخص کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے اور اس کو یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ اس پر دشوار ہو تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے حافظ کی مثال اور معزز فرشتوں کے ساتھ ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مثل الذی: اس کا معنی ہے: اس حافظ قرآن کی صفت، جس طرح قرآن مجید میں ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ (الرعد: ۳۵) اس جنت کی صفت جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے۔

مع السفرۃ: علامہ ابن التین نے کہا ہے: وہ لکھنے والے فرشتوں کے ساتھ ہوگا جس تلاوت کی وجہ سے وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: لفظ مثل زائد ہے ورنہ اس لفظ کے درمیان اور لکھنے والے فرشتوں کے درمیان کوئی رابطہ نہیں ہوگا کیونکہ الذی موصول اور صلہ مل کر مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے وہ لکھنے والے معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ مَثَلٌ مَثِيْلٌ اور شبیہ کے معنی میں ہو اور تقدیر عبارت اس طرح ہے، جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے وہ معزز فرشتوں کے مشابہ ہے۔ جو قرآن مجید کو یاد کرتا ہو اور وہ اس پر دشوار ہو تو اس کے لیے دو اجر ہیں: یعنی تلاوت کے اعتبار سے اور یاد کرنے کی مشقت کے اعتبار سے، یہ علامہ قرطبی کا قول ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ جو شخص حافظ ہو اور وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے تو وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا تو اس کا کیا معنی ہے؟ میں کہتا ہوں: اس کے دو معنی ہیں: ایک معنی یہ ہے کہ اس کے لیے ایسی منازل ہوں گی جن میں وہ معزز فرشتوں کا رفیق ہوگا کیونکہ وہ ان کی صفات کے ساتھ متصف ہے اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ معزز فرشتوں کا عمل کرے گا اور ان کے مسلک پر چلے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جو شخص قرآن مجید کو یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کو یاد کرنا اس پر دشوار ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں، اس میں اختلاف ہے کہ آیا حافظ کی بہ نسبت اس کے دو اجر ہیں یا مطلقاً اس کا اجر زیادہ ہوگا کیونکہ وہ قرآن مجید کو یاد کرنے میں مشقت اٹھاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۰۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورہ عبس کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور جو حدیث روایت کی تھی ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز اس کے بعد سورۃ التکویر کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۸۱۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

سورۂ اذا الشمس کورت (سورۃ التکویر) کی تفسیر

سُوْرَةُ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (سورۃ التکویر) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ التکویر کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور اس میں انتیس (۲۹) آیات ہیں:

میں کہتا ہوں: ہم نے لکھا ہے: تکویر کا معنی ہے: کسی چیز کے بعض اجزاء کو اس کے اوپر لپیٹنا جیسے عمامہ کو سر کے اوپر لپیٹا جاتا ہے۔ اس سورت میں فرمایا ہے:

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ (التکویر:۱) جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا ۝

سورج کو لپیٹنے کا معنی یہ ہے کہ سورج کے بعض اجزاء کو لپیٹ کر پھینک دیا جائے گا اور جب ایسا کیا جائے گا تو اس کی روشنی جاتی رہے گی۔ (جامع البیان جز ۳۰ ص ۸۶)

انْكَدَرَتْ انْتَثَرَتْ۔ انکدرت اس کا معنی ہے: جب وہ منتشر ہو جائیں یا بکھر جائیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ (التکویر:۲) اور جب ستارے جھڑ جائیں گے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے انکدرت کی تفسیر انتثرت کی ہے یعنی جب ستارے بکھر جائیں اور آسمان سے زمین پر گر جائیں، انکدر الطائر اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی پرندہ گر جائے، حضرت ابن عباس سے اس کی تفسیر منقول ہے: جب ستارے متغیر ہو جائیں گے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ سُجِّرَتْ ذَهَبَ مَاؤُهَا فَلَا يَبْقَى قَطْرَةٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْمَسْجُوْرُ الْمَمْلُوْءُ وَقَالَ غَيْرُهُ سُجِرَتْ أَفْضَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ فَصَارَتْ بَحْرًا وَاحِدًا۔

حسن بصری نے کہا ہے کہ سُجِّرَتْ کا معنی ہے کہ سمندر کا پانی سوکھ جائے اور اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے اور مجاہد نے کہا ہے المسجور کا معنی ہے: بھرا ہوا، اور دوسروں نے کہا ہے کہ سُجِرت کا معنی ہے کہ سمندر کے اجزاء ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور تمام سمندر مل کر ایک سمندر ہو جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ (التکویر:۶) اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: حسن بصری کی تفسیر ظاہر ہے اور اسی طرح السدی نے کہا ہے اور ابن زید اور ابن عطیہ اور سفیان اور وہب بن منبہ نے کہا ہے: جب سمندر بھڑکائے جائیں گے اور وہ آگ ہو جائیں گے اور مجاہد نے وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ (الطور:۶) کی تفسیر

Marfat.com

میں کہا ہے: اس سے مراد بھرا ہوا سمندر ہے، ہر چند کہ یہ لفظ اس سورت میں نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس کی تفسیر کو سجرت کی مناسبت سے ذکر کر دیا ہے، امام بخاری نے کہا: اور دوسروں نے بیان کیا یعنی مجاہد یا حسن بصری کے علاوہ دوسروں نے بیان کیا۔ اور یہ مقاتل اور ضحاک کا قول ہے۔

وَالْخُنَّسُ تَخْنِسُ فِي مُجْرَاهَا تَرْجِعُ وَتَكْنِسُ تَسْتَتِرُ كَمَا تَكْنِسُ الظِّبَاءُ۔

وَالْخُنَّس: اس کا معنی ہے: تخنس یعنی وہ اپنے چلنے کی جگہ میں پھر لوٹ آتے ہیں اور تکنس: کا معنی ہے: چھپ جاتے ہیں جس طرح ہرن چھپ جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ (التکویر: ۱۵،۱۶)

میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے ستاروں کی O چلنے پھرنے والے چھپنے والے ستاروں کی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: الفراء نے کہا ہے: اَلْخُنَّس پانچ ستارے (سیارے) ہیں جو چلتے چلتے آخر میں جا کر پلٹ آتے ہیں، پھر جاتے ہیں، ان پانچوں کے یہ نام ہیں: (۱) بہرام (۲) زحل (۳) عطارد (۴) زہرہ (۴) مشتری۔ روایت کیا گیا ہے کہ قبیلہ مراد کا ایک مرد تھا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کو بیان کیا۔

اَلْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ: الفراء نے کہا: یہ وہ ستارے ہیں جو دن میں چھپ جاتے ہیں، پس دکھائی نہیں دیتے اور رات میں اپنے چلنے کی جگہوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ خُنَّس کا اصل میں معنی ہے: اپنی پناہ گاہ کی طرف لوٹنا اور یہ وہ جگہیں ہیں جن کی طرف ہرن وغیرہ وحشی جانور پناہ لیتے ہیں اور کہا گیا ہے: خُنَّس کا معنی ہے: نیل گائے جب وہ انسان کو دیکھتی ہے تو اپنی پناہ گاہ میں چھپ جاتی ہے، امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ عمرو بن شرحبیل سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا: خُنَّس کیا ہیں؟ انہوں نے کہا: میرا گمان ہے وہ نیل گائے ہیں، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: میرا بھی یہی گمان ہے اور خُنَّس خانس کی جمع ہے کُنَّس کانس کی جمع ہے جیسے رُکَّعٌ راکِعٌ کی جمع ہے۔

میں کہتا ہوں: ہم نے لکھا ہے: اَلْخُنَّس کا لفظ خانس اسم فاعل کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: پیچھے ہٹ جانے والے، پھر جانے والے، رک جانے والے، چھپ جانے والے، مفسرین کے نزدیک اس سے مراد ستارے ہیں جو دن میں چھپ جاتے ہیں اور کُنَّس کا لفظ کانس اسم فاعل کی جمع ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الکنس سے مراد وہ ستارے ہیں جو رات میں نظر آتے ہیں اور دن میں چھپ جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۹۴۲، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

تَنَفَّسَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ۔

تنفس کا معنی ہے: دن چڑھ جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ (التکویر: ۱۸)

اور صبح کی جب چمکنے لگے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس کی تفسیر ظاہر ہے۔

وَالظَّنِيْنُ الْمُتَّهَمُ وَالضَّنِيْنُ يَضَنُّ بِهِ۔

وَالظَّنِين: اس کا معنی ہے: اَلْمُتَّهَم یعنی جس پر تہمت لگی ہو۔ وَالضَّنِين اس کا معنی ہے: جو بخل کرے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ (التکویر:۲۴) اور وہ (نبی) غیب کی خبر دینے پر بخیل نہیں ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اَلظَّنِيْن کی تفسیر کی ہے: مُتَّهَمْ اور الضنین کی تفسیر کی ہے: جو بخل کرے، علامہ ثعلبی نے کہا ہے: یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر یعنی وحی پر اور آسمان کی خبر پر اور ان کو جس علم غیب پر مطلع کیا جاتا ہے ضنین نہیں ہیں یعنی بخیل نہیں ہیں، سو وہ تم پر غیب کی خبر دینے میں بخل نہیں کریں گے بلکہ تم کو تعلیم دیں گے اور اس غیب کی خبر دیں گے، پھر علامہ ثعلبی نے کہا: یہ لفظ ظاء کے ساتھ ظنین بھی ہے یعنی وہ جس غیب کی خبر دیتے ہیں اس میں ان پر تہمت نہیں ہے، علامہ نسفی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے: ظاء اور ضاد میں فرق کرنا واجب ہے اور ان کے مخارج کی معرفت ضروری ہے کیونکہ اکثر عجمی لوگ ان دونوں حرفوں میں فرق نہیں کرتے اور علامہ جوہری نے فصل الضاد میں کہا ہے کہ جب تم کسی چیز کے ساتھ بخل کرو تو کہتے ہو: ضَنِنْتَ بِالشَّيْءِ اور فصل الظاء میں لکھا ہے: الظنین کا معنی ہے: اَلْمُتَّهَمْ اور اَلظِّنَّةُ کا معنی ہے: تہمت۔

وَقَالَ عُمَرُ النُّفُوسُ زُوِّجَتْ يُزَوَّجُ نَظِيْرَهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ قَرَأَ احْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَأَزْوَاجَهُمْ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝ (التکویر:۷) کی تفسیر میں کہا ہے کہ اہل جنت اور اہل نار میں سے ہر ایک کی اس کی نظیر کے ساتھ شادی کر دی جائے گی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کی: اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ۔ (الصافات:۲۲) ظالموں کو اور ان کی ازواج کو جمع کرو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اہل جنت میں سے کسی مرد کی اس کی نظیر کے ساتھ شادی کر دی جائے گی اور اہل دوزخ میں سے کسی مرد کی اس کی نظیر کے ساتھ شادی کر دی جائے گی، اس تعلیق کی امام عبد بن حمید نے از حضرت النعمان بن بشیر از حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم روایت کی ہے، اور الکلبی نے کہا: مومن کی زوجہ بڑی آنکھوں والی حور ہو گی اور کافر کی بیوی شیطان ہوگی (یعنی جنیہ) اور الربیع بن خثیم نے کہا ہے: ہر مرد اپنے صاحب عمل کے ساتھ آئے گا۔ اہل جنت میں سے اپنی نظیر کے ساتھ اور اہل دوزخ میں سے اپنی نظیر کے ساتھ اور حسن بصری نے کہا: ہر مرد کو اس کے گروہ کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور عکرمہ نے کہا: زانی مرد کا زانی عورت کے ساتھ حشر کیا جائے گا، بدکار مرد کا بدکار عورت کے ساتھ اور نیک مرد کا نیک عورت کے ساتھ حشر کیا جائے گا۔

عَسْعَسَ أَدْبَرَ۔ عَسْعَسَ اس کا معنی ہے: پیٹھ موڑنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝ (التکویر:۱۷) اور رات کی (قسم)! جب وہ جانے لگے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے أَدْبَرَ کی جو تفسیر کی ہے یہی تفسیر امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے کی ہے اور زجاج نے کہا ہے: جب رات آئے تو کہتے ہیں: عَسْعَسَ الَّيْلُ اور جب رات جائے تب بھی کہتے ہیں: عَسْعَسَ، لہٰذا یہ لفظ دو ضدوں کے درمیان مشترک ہے۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۰۴۔ ۴۰۲ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین سورۃ التکویر کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ الانفطار کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۸۲- تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ

سُوۡرَۃُ اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ کی تفسیر

سُوۡرَۃُ اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ (الانفطار) کا تعارف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الانفطار کی بعض آیات کی تفسیر ہے۔ یہ سورت مکی ہے اور اس میں انیس (۱۹) آیات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اِنۡفِطَارُهَا انۡشِقَاقُهَا۔ انفطارھا اس کا معنی ہے: آسمان کا پھٹنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۝ (الانفطار:۱) جب آسمان پھٹ جائے گا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: الانفطار فطر سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: پھٹنا۔ یہ تفسیر صرف علامہ نسفی کی کتاب میں ہے۔

وَيُذۡكَرُ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ بُعۡثِرَتۡ يَخۡرُجُ مَنۡ فِيۡهَا مِنَ الۡاَمۡوَاتِ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ بعثرت کا معنی ہے کہ زمین اپنے اندر (مدفون) مردوں کو نکال دیں گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۝ (الانفطار:۴) اور جب قبریں شق کر دی جائیں گی ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر ظاہر ہے، الفراء نے بھی یہی لکھا ہے اور یہ صرف علامہ نسفی کی کتاب میں ہے۔

وَقَالَ غَيۡرُهٗ بُعۡثِرَتۡ اُثِيۡرَتۡ بَعۡثَرۡتُ حَوۡضِيۡ اَيۡ جَعَلۡتُ اَسۡفَلَهٗ اَعۡلَاهُ۔ اور دوسروں نے کہا ہے کہ بُعۡثِرَتۡ کا معنی ہے: پلٹ دی جائیں گی، جب کوئی شخص اپنے حوض کو پلٹ دے اور اس کے نیچے والے حصے کو اوپر کر دے تو وہ کہتا ہے: بَعۡثَرۡتُ حَوۡضِيۡ۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غیر نے کہا ہے کہ بعثرت کا معنی یہ ہے کہ قبروں کو پلٹ دیا جائے گا اور زمین میں جو خزانے ہیں اور اس میں جو مردے مدفون ہیں اور سونا اور چاندی اور دیگر معدنیات ہیں ان سب کو پلٹ دیا جائے گا، امام بخاری نے کہا ہے: بعثرت حوضی اس میں اشارہ کیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے حوض کو کھود کر الٹا کر دے اور اس کا نیچے والا حصہ اوپر کر دے تو وہ کہتا ہے: میں نے اپنے حوض کو الٹ دیا یا پلٹ دیا یہ تفسیر بھی صرف علامہ نسفی کی کتاب میں ہے۔

وَقَالَ الرَّبِيۡعُ بۡنُ خُثَيۡمٍ فُجِّرَتۡ فَاضَتۡ۔ اور الربیع بن خثیم نے کہا ہے کہ فُجِّرَتۡ کا معنی ہے: بہیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ۝ (الانفطار:۳) اور جب سمندر (اپنی جگہ سے) بہا دیئے جائیں گے ۝

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے فُجِّرَتْ کی تفسیر کی ہے: فاضت، یہ لفظ فیض سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: بہنا یعنی جب سمندر کا میٹھا پانی کڑوے پانی سے مخلوط ہو جائے گا اور کڑوا پانی میٹھے پانی سے مخلوط ہو جائے گا تو تمام سمندر کا پانی ایک ہو جائے گا۔

اس تعلیق کی امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

وَقَرَأَ الْأَعْمَشُ وَعَاصِمٌ فَعَدَلَكَ بِالتَّخْفِيفِ وَقَرَأَهُ أَهْلُ الْحِجَازِ بِالتَّشْدِيدِ وَأَرَادَ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ وَمَنْ خَفَّفَ يَعْنِي فِي أَيِّ صُورَةٍ شَاءَ إِمَّا حَسَنٌ وَإِمَّا قَبِيحٌ أَوْ طَوِيلٌ أَوْ قَصِيرٌ۔

اور الاعمش اور عاصم نے (تخفیف کے ساتھ) پڑھا ہے فَعَدَلَکَ اور اہل حجاز نے (تشدید کے ساتھ) پڑھا ہے فَعَدَّلَکَ اور انہوں نے اس سے ارادہ کیا ہے کہ اس کی تخلیق معتدل ہے اور جنہوں نے اس لفظ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے ارادہ کیا ہے کہ جس صورت میں چاہا اس نے تخلیق کی خواہ حسین صورت میں خواہ قبیح صورت میں اور خواہ طویل قامت میں خواہ کوتاہ قامت میں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ (الانفطار: ۸۔۷)

جس نے تجھے پیدا کیا، پھر (تیرے اعضاء کو) متناسب بنایا ۝ پھر جس صورت میں چاہا تجھے بنادیا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی سلیمان الاعمش اور عاصم بن ابوالنجود الاسدی جو سات قراء میں سے ایک ہیں انہوں نے (الانفطار: ۸) کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح حسن بصری اور حمزہ اور کسائی اور امام ابوحنیفہ اور ابورجاء اور عیسیٰ بن عمر اور عمر بن عبید اور کوفیوں نے پڑھا ہے، اور اہل حجاز نے اس لفظ کو دال کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور جنہوں نے اس کو دال کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ انسان کو معتدل تخلیق کے ساتھ بنایا اور جنہوں نے اس لفظ کو دال کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے ان کی مراد ہے: انسان کو جس طرح چاہا اس طرح بنادیا اور باقی تفسیر ظاہر ہے۔

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: امام رازی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعضاء معتدل بنائے، ایسا نہیں کیا کہ ایک ہاتھ بڑا اور دوسرا ہاتھ چھوٹا ہوتا یا ایک ٹانگ بڑی اور دوسری ٹانگ چھوٹی ہوتی یا ایک آنکھ بڑی اور دوسری آنکھ چھوٹی ہوتی۔ اسی طرح اس کی ہڈیاں، اس کے اعصاب اور اس کی شریانیں سب بہترین حکمت پر بنائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور قوت کا ذکر فرمایا ہے تا کہ انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی کو ترک کرے اور اس کی اطاعت اور اس کی عبادت کی طرف سبقت کرے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۹۴۴ فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۰۵۔۴۰۴ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الانفطار کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ المطففین کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور ایک حدیث روایت کی ہے ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۸۳۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ

سُوْرَةُ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ کی تفسیر

سُوْرَةُ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ (المطففین) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سورت کا نام ویل للمطففین ہے اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس کا نام المطففین ہے۔ یہ اس سورت کی بعض آیات کی تفسیر ہے۔ ابوالعباس اور سعید اور محمد بن ثور نے از معمر روایت کی ہے کہ یہ سورت مکی ہے، اور اسی طرح سفیان نے کہا ہے اور السدی نے کہا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور الکلبی سے منقول ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب آپ مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے، اور مقاتل نے کہا: یہ سورت مدنی ہے سوا ایک آیت کے جو مکہ میں نازل ہوئی ہے اور وہ آیت یہ ہے: اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝ (المطففین: ۱۳) اور ابن النقیب کے نزدیک یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی اور علامہ سخاوی نے ذکر کیا ہے کہ یہ سورت سورۃ العنکبوت کے بعد نازل ہوئی ہے۔

امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو لوگ ناپ تول میں بہت زیادہ کمی کرتے تھے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ۝ (المطففین: ۱) (ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے سخت عذاب ہے۝) پھر لوگ عمدہ طریقہ سے ناپ تول کرنے لگے، اور علامہ ثعلبی نے لکھا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: ویل کے متعلق مقاتل نے کہا ہے کہ یہ جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گہرائی ستر (۷۰) سال کی مسافت ہے، اس میں ستر ہزار گھاٹیاں ہیں اور ہر گھاٹی میں ستر ہزار شگاف ہیں اور ہر شگاف میں ستر ہزار غار ہیں اور ہر غار میں ستر ہزار لوہے کے تابوت ہیں اور ہر تابوت میں ستر ہزار درخت ہیں اور ہر درخت میں ستر ہزار آگ کی شاخیں ہیں اور ہر شاخ میں ستر ہزار پھل ہیں جن کا طول ستر ہزار ہاتھ ہے، ہر درخت کے نیچے ستر ہزار اژدھے ہیں اور ستر ہزار بچھو ہیں، ہر اژدھے کا طول ایک ماہ کی مسافت ہے اور اس کی موٹائی پہاڑ کے برابر ہے، اس کی کھجور کے درخت کے برابر ڈاڑھیں ہیں اور اس کا زہر یلا ڈنک پہاڑ کی چوٹی کے برابر ہے اس کو القتبی نے اپنی کتاب "عیون الاخبار" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور ابن وہب نے اس کی مثل "کتاب الاہوال" میں روایت کی ہے اور "صاحب التلویح" نے ذکر کیا ہے کہ "صحیح ابن حبان" میں اس حدیث کی اصل ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کافر کے اوپر ننانوے تنین مسلط کیے جائیں گے، کیا تم جانتے ہو تنین کیا ہے؟ یہ ستر سانپ ہیں، ہر سانپ کے سات سر ہیں، وہ اس شخص کو قیامت تک ڈستے اور بھنبھوڑتے رہیں گے۔

المطففون وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے حقوق میں کمی کرتے ہیں اور پورا ناپ اور تول نہیں کرتے اور التطفیف کا معنی ہے: ناپ اور تول میں کمی کرنا۔ اس سورت میں چھتیس (۳۶) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۰۶۔ ۴۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

وَقَالَ مُجَاهِدٌ بَلْ رَانَ ثَبْتُ الْخَطَايَا۔ اور مجاہد نے کہا: بَلْ رَانَ اس کا معنی ہے: گناہ قائم اور ثابت رہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَلَّا بَلْ سكته رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ (المطففین:۱۴) ہرگز نہیں! بلکہ اس کے (برے) کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی ہے: گناہ قائم اور ثابت رہے یعنی گناہوں نے ان کے دلوں کو ڈھانپ لیا اور رَانَ کا لفظ رین سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: غلبہ، جب کوئی شخص شراب کے غلبہ سے مدہوش ہو جائے تو کہا جاتا ہے: رانت الخمر علی قلبہ اور اس آیت کا معنی ہے کہ گناہ ان کے دلوں پر غالب آ گئے اور گناہوں نے ان کے دلوں کا احاطہ کر لیا اور ان کو ڈھانپ لیا اور یہ ایسا ہے جیسے کسی صاف دھات کے اوپر زنگ چڑھ جائے۔

ثُوِّبَ جُوزِيَ۔ ثُوِّبَ کا معنی ہے: جزا دی گئی یا بدلہ دیا گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (المطففین:۳۶) کفار کو اپنے کاموں کا کیا بدلہ ملا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ امام ابو عبیدہ کا قول ہے اور مجاہد سے بھی مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: کفار دوزخ میں دیکھیں گے کہ دوزخ سے باہر نکلنے کا دروازہ کھل گیا ہے، جب وہ دوڑ کر اس دروازے تک پہنچیں گے تو وہ دروازہ بند ہو جائے گا اور مومنین جنت میں عزت والی مسندوں پر بیٹھے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے ہوں گے کہ کفار دنیا کی عزت اور تکبر کی وجہ سے آج کس قدر ذلت اور رسوائی میں ہیں، اس آیت میں ثُوِّبَ کا لفظ ہے یعنی کفار کو اپنے مذاق اڑانے کا کیسا ثواب ملا اور ان کے بدلہ کو استہزاءً ثواب فرمایا ہے۔

(انوار تبیان القرآن ص ۹۴۶، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

وَقَالَ غَيْرُهُ الْمُطَفِّفُ لَا يُوَفِّي غَيْرَهُ اور دوسروں نے کہا: مُطَفِّفُ وہ شخص ہے جو دوسرے کا حق پورا نہیں دیتا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ (المطففین:۱) ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے شدید عذاب ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی جو دوسروں کا حق پورا نہیں دیتے اور اس میں کمی کرتے ہیں۔

اَلرَّحِيقُ اس کا معنی ہے: خمر یعنی انگور کی شراب، خِتَامُهُ مِسْكٌ یعنی اس کی مہر مشک ہے یعنی اس کی مٹی التسنیم ہے، یہ اہل جنت کی شراب کا نام ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ خِتَامُهُ مِسْكٌ (المطففین:۲۵-۲۶) ان کو مہر لگی ہوئی شفاف شراب پلائی جائے گی O اس کی مہر مشک ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی ابرار اور نیک لوگوں سے پہلے اس مہر کی وجہ سے کسی کو وہ شراب نہیں پلائی جائے گی۔

وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ (المطففین:۲۷) اور اس میں (چشمہ) تسنیم کی آمیزش ہے O

Marfat.com

اور مقاتل نے کہا ہے: اس چشمہ کا نام تسنیم اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ اہل جنت کے بالا خانوں اور ان کے گھروں کے اوپر سے جنت عدن سے جنتیوں کی طرف بہہ رہا ہوگا اور یہ تفسیر صرف علامہ نسفی کی کتاب میں ہے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۴۰۷۔۴۰۵ میں کی ہے]

۴۹۳۸۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ حَتَّى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ۔ (صحیح مسلم: ۲۸۶۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ (المطففین:۶) جب سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے ۝ حتیٰ کہ لوگوں میں سے ایک شخص اپنے آدھے کانوں تک پسینہ میں غائب ہوگا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں سے ڈرتے ہوئے حاضر ہوں گے، وہ کم تولنے کے گناہ سے بہت ڈرتے ہوئے اور بہت خوف زدہ ہوں گے۔

یہ حدیث امام مالک کے غرائب میں سے ہے اور یہ الموطا میں نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۴۰۷)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ المطففین کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور حدیث روایت کی تھی ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ الانشقاق کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۸۴۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَۃِ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ

سُوْرَۃ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ کی تفسیر

سُوْرَۃ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ (الانشقاق) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سورت کا نام اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ بھی ہے اور الانشقاق بھی ہے، یہ اس سورت کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور اس میں پچیس (۲۵) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ص ۴۰۷) یہ سورت مکی ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ يَأْخُذُ كِتَابَهُ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ۔ مجاہد نے کہا: کتابہ بشمالہ یعنی جو شخص اپنے اعمال نامہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ (الانشقاق:۱۰) اور جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ گردن کی طرف منتقل کیا جائے گا اور اس کا بایاں ہاتھ اس کی پیٹھ کے پیچھے کر دیا جائے گا، پھر اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ اس تعلیق میں جو ذکر ہے وہ اس آیت میں ہے:

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ (الحاقہ:۲۵) رہا وہ جس کو اس کا صحیفہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ۝

اور مجاہد نے کہا: اَذِنَتْ کا معنی ہے: اس نے سنا اور اپنے رب کی اطاعت کی اور اس کے اندر جو مردے تھے ان کو نکال باہر کیا اور زمین ان سے خالی ہوگئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ اور اپنے رب کا حکم سن کر اس کی اطاعت کرے گا اور یہی اس پر حق ہے ۝ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی ۝ اور جو کچھ اس کے اندر ہے باہر ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی ۝ (الانشقاق:۲-۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا ہے کہ زمین اپنے مردوں کو باہر ڈال دے گی اور علامہ ثعلبی نے کہا ہے: وہ اپنے خزانوں کو اور مردوں کو باہر ڈال دے گی اور تَخَلَّتْ کا معنی ہے کہ زمین کے پیٹ میں کچھ نہیں رہے گا اور یہ پوری تفسیر علامہ نسفی کی کتاب میں ہے۔

وَسَقَ جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ۔ وَسَقَ: اس کا معنی ہے: وہ چوپایوں کو جمع کرلے گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ (الانشقاق:۱۷) اور رات کی (قسم کھاتا ہوں) اور جن چیزوں کو وہ سمیٹ لے ۝

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا ہے: اور رات ان چوپایوں کو جمع کرے گی جو اس میں پناہ لیتے ہیں اور عکرمہ سے منقول ہے کہ رات چوپایوں، بچھوؤں اور سانپوں کو جمع کرے گی اور مقاتل نے کہا ہے: اندھیروں کو جمع کرے گی، وسق کا معنی ہے: جمع کرنا، جب تم کسی چیز کو جمع کر لو تو کہتے ہیں: وَسَقْتُہٗ۔ اور جو طعام بہت زیادہ ہو اور جمع ہو اس کو بھی وسق کہا جاتا ہے اور وسق ساٹھ (۶۰) صاع یعنی دو سو چالیس (۲۴۰) کلوگرام غلہ کو کہتے ہیں اور طعام موسوق کا معنی ہے: وہ غلہ جو بوری میں بھرا ہوا ہو۔

ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ لَا يَرْجِعَ إِلَيْنَا۔ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ اس کا معنی ہے: اس نے یہ گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۝ (الانشقاق: ۱۴) اس کا یہ گمان تھا کہ وہ اللہ کی طرف نہیں لوٹے گا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یَحُوْرَ کا لفظ اَلْحَوْر سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: رجوع کرنا اور لوٹنا، جب تم کسی شخص کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہو: رَاجَعْتُهٗ اور اس کا اطلاق کسی امر کے متعلق تردد کرنے پر بھی کیا جاتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُوعُونَ يُسِرُّونَ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یُوْعُوْنَ کا معنی ہے: یَشْتَرُوْنَ یعنی وہ خریدتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝ (الانشقاق: ۲۳) اور اللہ خوب جاننے والا ہے جس کو یہ اپنے دلوں میں رکھے ہوئے ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: ای یشترون یعنی خریدتے ہیں، اس کی امام ابن ابی حاتم نے علی بن ابی طلحہ سے روایت کی ہے اور مجاہد سے منقول ہے: جس کو وہ چھپاتے ہیں اور قتادہ نے کہا جس کا وہ اپنے دلوں میں زعم کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: دار الفکر کے نسخہ میں اس تعلیق میں یشترون چھپا ہوا ہے، اسی طرح عمدۃ القاری میں بھی ہے، لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ یوعون کے معنی یشترون یعنی خریدتے ہیں نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے: محفوظ رکھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس تعلیق میں لکھا ہے: یوعون کا معنی ہے یسرون یعنی جس کو وہ چھپاتے ہیں اور یہی معنی مناسب ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۱۱) [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۰۸۔۴۰۷ میں ذکر کی ہے]

۱۔ بَابٌ: فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ (الانشقاق: ۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا O (الانشقاق: ۸) کی تفسیر

۴۹۳۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عثمان بن الاسود، انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، ح، اور ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث

Marfat.com

يُونُسَ حَاتِمِ بْنِ أَبِي صَغِيرَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْسَ أَحَدٌ يُحَاسَبُ إِلَّا هَلَكَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ أَلَيْسَ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا قَالَ ذَاكَ الْعَرْضُ يُعْرَضُونَ وَمَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ

(صحیح البخاری: ۶۵۳۶۔ ۶۵۳۷، صحیح مسلم: ۲۸۷۶، سنن ترمذی: ۳۳۳۷)

بیان کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ، ح، اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی یونس حاتم بن ابی صغیرۃ از ابن ابی ملیکہ از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص سے بھی حساب لیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ آپ پر قربان کر دے کیا اللہ عزوجل یہ نہیں فرماتا: فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝ (الانشقاق: ۸۔۷) سو جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ۝ تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا ۝ آپ نے فرمایا: یہ تو (حساب کو) پیش کرنا ہے جو ان پر پیش کیا جائے گا اور جس شخص سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

باب مذکور کی آسان حساب سے متعلق ایک حدیث کا دوسری صحیح حدیث سے تعارض اور اس کے دو جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم سوال کرو کہ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحسن المنصور الطبری نے سنن میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جس مرد سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رہا وہ شخص جس کو اس کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ۝ تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا ۝ (الانشقاق: ۸۔۷) اس کے اوپر اس کا عمل پڑھا جائے گا، پس جب وہ اپنے عمل کو پہچان لے گا تو اس کو بخش دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پس اس دن کسی گناہ گار کے گناہ کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا انسان سے نہ جن سے ۝ (الرحمٰن: ۳۹) رہا کافر تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اس دن) مجرمین اپنے حلیوں سے پہچان لیے جائیں گے اور ان کو ان کی پیشانیوں کے بالوں اور قدموں سے پکڑ لیا جائے گا ۝ (الرحمٰن: ۴۱) میں کہتا ہوں: اس سوال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہر چند کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن یہ صحت میں صحیح بخاری کی حدیث کی ٹکر کی نہیں ہے اور معارضہ کی شرط یہ ہے کہ دونوں حدیثیں صحت میں مساوی ہوں اور اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کے مقابلہ کی ہے تب بھی اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسروں نے دیگر آیات اور احادیث کی وجہ سے مخالفت کی ہے، اگر تم یہ سوال کرو کہ حساب سے ثواب اور جزاء کو مراد لیا جاتا ہے اور کافر کے لیے تو کچھ ثواب نہیں ہوتا کہ اس کو اس کے حساب سے جزاء دی جائے اور اس لیے کہ حساب لینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور ان کافروں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائے گا (البقرہ: ۱۷۴) میں کہتا ہوں: امام محمد بن جریر طبری نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ایسا کلام نہیں فرمائے گا جس سے وہ خوش ہوں ورنہ تو اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: تم اس دوزخ میں دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو ۝ (المومنون: ۱۰۸)

Marfat.com

اس حدیث میں فرمایا ہے: یہ تو حساب کو پیش کرنا ہے یعنی ان کے صحیفہ اعمال کو دکھاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے کہ بندہ یہ پہچان لے کہ اس کے گناہوں سے تجاوز نہیں کیا گیا اور عرض کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کا حواس سے ادراک کیا جائے اور مناقشہ کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اس کے گناہوں کے متعلق تفتیش کی جائے کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۰۹ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)
حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اسماعیل نے کہا ہے: امام بخاری نے اس حدیث کی تین سندوں کو جمع کر دیا ہے جن کے متون مختلف ہیں میں اس کی شرح کتاب الرقاق میں کروں گا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۱۲۔۱۱۱)
میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب الرقاق میں اس حدیث کی حسب ذیل شرح کی ہے۔

بیماریوں اور مصیبتوں کا گناہوں کے لیے کفارہ ہونا اور مناقشہ کے عذاب ہونے اور آسان حساب کی دو تاویلیں

امام اسحاق بن راہویہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: مجھے قرآن مجید میں اس سے زیادہ شدید اور کسی آیت کا علم نہیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ تو میں نے یہ آیت پڑھی:
مَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ (النساء: ۱۲۳) جو شخص کوئی برا کام کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ کے مقابلہ میں اپنے لیے کوئی حمایتی پائے گا نہ مددگار O
آپ نے فرمایا: مومن کو اس کے سب سے برے عمل کی سزا دنیا میں دے دی جائے گی، اس پر کوئی بیماری آتی ہے حتیٰ کہ اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے (تو وہ اس کی سزا ہے) لیکن جس سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا تو اس کو عذاب ہوگا، علامہ قرطبی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: یعنی اس کو اس کے ان گناہوں کی وجہ سے جو حساب سے ظاہر ہوئے دوزخ میں عذاب دیا جائے گا، علامہ قرطبی نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لفظ حساب سے استدلال کیا جو قلیل اور کثیر دونوں کو شامل ہے۔
اور علامہ قرطبی نے کہا کہ آسان حساب سے مراد صحیفہ اعمال کو پیش کرنا ہے کیونکہ مومن پر ان اعمال کو پیش کیا جائے گا جن پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پردہ رکھا تھا اور آخرت میں ان کو معاف فرما دے گا۔
قاضی عیاض نے کہا ہے: جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا اس کو عذاب دیا گیا، اس کے دو معنی ہیں:
(۱) حساب کا نفس مناقشہ ہونا اور اس کے برے کاموں کو ظاہر کرنا اور ان پر ڈانٹنا عذاب ہے۔
(۲) مناقشہ عذاب کو مستلزم ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ عذاب کا مستحق ہوگا کیونکہ بندہ جو بھی نیک کام کرتا ہے وہ اس نیکی پر اللہ تعالیٰ کے قدرت دینے کی وجہ سے کرتا ہے اور اس کے فضل اور اس کی ہدایت کی وجہ سے کرتا ہے کیونکہ محض اس کی رضا کی وجہ سے تو نیک کام کرنے والے بہت کم ہیں اور اس دوسری تاویل کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دوسری حدیث میں ہے کہ جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ ہلاک ہوگیا۔
علامہ نووی نے کہا ہے کہ دوسری تاویل ہی صحیح ہے کیونکہ لوگوں پر کوتاہیاں غالب ہیں، پس جس سے پوری پوری تفتیش کی گئی اور اس سے چشم پوشی نہیں کی گئی وہ ہلاک ہوگیا۔
دوسروں نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معارضہ کی وجہ یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ عام ہیں کہ جس سے بھی حساب لیا جائے گا اسے عذاب دیا جائے گا اور آیت کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ بعض لوگوں کو عذاب نہیں دیا جائے گا، ان میں تطبیق

اس طرح ہے کہ اس آیت میں حساب سے مراد یہ ہے کہ بندے پر اس کے اعمال پیش کیے جائیں گے اور اس کے اعمال کو ظاہر کیا جائے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرایا جائے گا، پھر اس سے درگزر کرلیا جائے گا، اس کی تائید مسند بزار اور امام طبری کی ان کی سندوں کے ساتھ اس روایت سے ہوتی ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آسان حساب کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: بندے پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کیے جائیں گے، پھر ان سے درگزر کرلیا جائے گا اور حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس کی نیکیاں اس کے گناہوں سے زیادہ ہوں گی اس کو جنت میں بغیر حساب کے داخل کردیا جائے گا اور جس کے گناہ اس کی نیکیوں سے زیادہ ہوں گے تو یہ وہ شخص ہے جو ہلاک ہوجائے گا اور شفاعت صرف اسی کی مثل میں ہے اور امام بخاری نے کتاب المظالم میں اور کتاب التوحید میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ تم میں سے کسی ایک کا رب اس کے قریب ہوگا حتیٰ کہ (اپنی رحمت کا) پر اس پر رکھ دے گا اور اس سے فرمائے گا: کیا تو نے یہ، یہ عمل کیا تھا؟ بندہ کہے گا: جی ہاں! پس وہ اس کا اقرار کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرا پردہ رکھا تھا اور آج کے دن میں تیری مغفرت کردیتا ہوں۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۷۱۰ - ۷۰۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲- بَابٌ: لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ (الانشقاق:۱۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم ضرور درجہ بہ درجہ چڑھو گے ۝ (الانشقاق:۱۹) کی تفسیر

۴۹۴۰- حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ النَّضْرِ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ حَالًا بَعْدَ حَالٍ قَالَ هَذَا نَبِيُّكُمْ صلى الله عليه وسلم۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے سعید بن نضر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابو بشر جعفر بن ایاس نے خبر دی از مجاہد، انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: (تم ضرور ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ کی طرف سوار ہوگے)، یہ ایک حال کے بعد دوسرا حال ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام حاکم نے اس حدیث کی شیخین کی شرط کے مطابق روایت کی ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۱۹)

ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ کی طرف منتقل ہونے کی متعدد تفاسیر

علامہ عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف با بن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں ہے کہ تم ایک منزل کے بعد دوسری منزل پر چڑھو گے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم آسمان پر ایک مرتبہ دہن کی طرح چڑھو گے (یعنی تیل کی طرح) اور دوسری مرتبہ دہان کی طرح (یعنی سرخ چمڑے کی طرح) چڑھو گے، پھر آسمان پھٹ جائے گا اور شعبی نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان کی طرف چڑھیں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں جنس انسان سے خطاب ہے یعنی وہ ایک حال کے بعد دوسرے حال کی طرف چڑھے گا، تیسرا قول یہ ہے: اس سے مراد مصائب اور احوال ہیں، پھر موت ہے، پھر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آسانی کے بعد مشکل ہے اور مشکل کے بعد آسانی ہے اور خوش حالی کے بعد تنگ دستی ہے اور تنگ

تنگی کے بعد خوش حالی ہے اور اس کے برعکس اور صحت کے بعد بیماری ہے اور اس کے برعکس، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان پہلے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے، پھر دودھ پینے لگتا ہے، پھر روٹی کھانے لگتا ہے، پھر نوخیز لڑکا ہوتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، پھر بوڑھا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم اپنے سے پہلی امتوں کے طریقوں کے موافق عمل کرو گے اور ان کے طبقہ پر سوار ہو گے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۵۱۷۔۵۱۶، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

طبق کا معنی اور طبقات کی مختلف تعبیریں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الطبق طبقۃ کی جمع ہے اور بعض طبقات بعض سے زیادہ شدید ہیں، علامہ ثعلبی نے کہا ہے: اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے، اکثر علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک حال کے بعد دوسرا حال ہے اور یہ احوال قیامت ہیں، الکلبی نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ انسان عالم ہوتا ہے اور دوسری مرتبہ جاہل ہوتا ہے اور مقاتل سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ انسان مردہ ہوتا ہے، پھر زندہ ہوتا ہے، پھر مردہ ہوتا ہے، پھر دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے اور عطاء سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ وہ تنگ دست ہوتا ہے اور دوسری مرتبہ وہ خوش حال ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے: اس سے مراد مصائب اور ہولناکیاں ہیں، پھر موت ہے، پھر موت کے بعد زندہ ہونا ہے، پھر حساب کا پیش کیا جانا ہے اور امام ابوعبیدہ سے منقول ہے: اس سے مراد تم سے پہلی امتوں کے طریقے اور ان کے احوال ہیں اور عکرمہ سے منقول ہے کہ ایک حال کے بعد دوسرا حال ہوگا یعنی وہ پہلے دودھ پیتا تھا، پھر روٹی کھاتا ہے، پھر نوخیز لڑکا ہوتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، پھر بوڑھا ہوتا ہے۔

نطفہ سے لے کر موت تک انسان کے اڑتیس (۳۸) احوال

اور حکماء نے کہا ہے: انسان کے نطفہ سے لے کر موت تک اڑتیس (۳۸) احوال ہیں اور ان کے تینتیس اسماء ہیں: (۱) نطفہ (۲) علقہ یعنی جما ہوا خون (۳) مضغہ یعنی گوشت کی بوٹی (۴) ہڈی (۵) پھر دوسری تخلیق (۶) جنین یعنی پیٹ میں بچہ (۷) ولید یعنی پیٹ سے پیدا ہوا (۸) رضیع یعنی دودھ پینے والا (۹) فطیم یعنی روٹی کھانے والا (۱۰) یافع یعنی چھوٹا بچہ (۱۱) ماشی یعنی چلنے پھرنے والا (۱۲) متدرع یعنی کھیلنے کودنے والا بچہ (۱۳) حزور یعنی طاقت ور بچہ (۱۴) مراہق یعنی بالغ ہونے کے قریب (۱۵) محتلم یعنی جس کو احتلام ہوا (۱۶) بالغ (۱۷) امرد یعنی بے ریش (۱۸) طار یعنی جس کی مسیں بھیگ جائیں (یعنی مونچھیں آنے کے قریب ہوں) یا اس کی مونچھیں نکلنے لگیں (۱۹) باقل یعنی جب اس کے چہرے پر سبزہ نکل آئے اور ڈاڑھی کے رویں نکل آئیں (۲۰) مستطر یعنی دوڑنے والا (۲۱) مطرخم یعنی مکمل حسین (۲۲) مخلط یعنی جو معاملات کو خلط ملط کر دے (۲۳) صمل یعنی مضبوط جسم والا (۲۴) ملتحی یعنی ڈاڑھی والا (۲۵) مستوی یعنی سیدھی قامت والا (۲۶) مصعد یعنی اوپر چڑھنے والا (۲۷) مجتمع یعنی صوری اور معنوی کمالات کا جامع (۲۸) شاب یعنی جوان (۲۹) ملہوز یعنی جب عمر بڑی ہو اور جماع کرنے سے کمزور ہو (۳۰) کہل یعنی ادھیڑ عمر کا (۳۱) اشمط یعنی بوڑھا ہونے کے بعد (۳۲) شیخ یعنی زیادہ بوڑھا (۳۳) اشیب یعنی جس کی اولاد جوان ہو (۳۴) حوقل یعنی ایسا بوڑھا جو جماع نہ کر سکے (۳۵) صفتات یعنی طاقت ور بوڑھا (۳۶) ہم یعنی جو زیادہ باتیں کرتا ہو اور اس کی باتیں بے ربط ہوں (۳۷) ہرم یعنی شیخ فانی (۳۸) میت۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہو تو وہ جنین ہے اور جب پیدا ہو جائے تو صبی ہے اور جب دودھ پیئے تو

رضیع ہے اور جب روٹی سالن کھائے تو غلام ہے یعنی لڑکا سات سال سے دس سال تک، پھر پندرہ سال کی عمر میں حزور ہے اور پھر پچیس سال کی عمر تک قمد ہے، پھر تیس سال کی عمر تک عنطنط ہے، پھر چالیس سال کی عمر تک صمل ہے، پھر پچاس سال کی عمر تک کہل ہے، پھر اسی (۸۰) سال کی عمر تک شیخ ہے، پھر اس کے بعد شیخ فانی ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۴۱۱۔ ۴۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الحمد للہ رب العالمین سورۃ الانشقاق کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور احادیث روایت کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ البروج کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور حدیث روایت کی ہے ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۸۵۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْبُرُوْجِ

سورۃ البروج کی تفسیر

سورۃ البروج کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ البروج کی بعض آیات کی تفسیر ہے۔ یہ سورت مکی ہے اور اس کی بائیس (۲۲) آیات ہیں۔

بروج بارہ ہیں اور یہ آسمان کے بہ طور تشبیہ محل ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ بروج وہ ستارے ہیں جو چاند کی منزل ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ یہ بڑے بڑے سیارے ہیں اور چوتھا قول یہ ہے کہ یہ آسمان کے دروازے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ص ۲۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بروج کے لغوی اور عرفی معنی

حسن، مجاہد اور قتادہ نے کہا: بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں، ان کو بروج اس لیے فرمایا کہ یہ بہت ظاہر ہیں اور برج کا معنی ظہور ہے۔

عطیہ العوفی نے کہا: برج کا معنی قلعہ اور محل ہے جس میں پہرے دار ہوں جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ۔ (النساء: ۷۸) اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔

عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد وہ بارہ برج ہیں جو سات کواکب سیارہ کی منازل ہیں، وہ بارہ برج یہ ہیں: (۱) الحمل (بھیڑ کا بچہ) (۲) الثور (بیل) (۳) الجوزا (وہ سیاہ بکری جس کے وسط میں سفیدی ہو) (۴) السرطان (کیکڑا) (۵) الاسد (شیر) (۶) السنبلہ (گندم کا خوشہ) (۷) المیزان (ترازو) (۸) العقرب (بچھو) (۹) القوس (کمان) (۱۰) الجدی (بکری کا بچہ) (۱۱) الدلو (ڈول) (۱۲) الحوت (مچھلی)۔

الحمل اور العقرب مریخ کی منزل ہیں، الثور اور المیزان زہرہ کی منزل ہیں، الجوزا اور سنبلہ عطارد کی منزل ہیں، السرطان قمر کی منزل ہے، الاسد شمس کی منزل ہے، القوس اور الحوت مشتری کی منزل ہے، الجدی اور الدلو زحل کی منزل ہے۔

(معالم التنزیل ج ۳ص ۴۵۴)

اگر ثوابت ستاروں کے اجتماع سے مینڈھے کی شکل بن جائے تو اس کو برج حمل کہتے ہیں، اور اگر ثوابت ستاروں کے اجتماع سے شیر کی شکل بن جائے تو اس کو برج اسد کہتے ہیں اور اگر ان ستاروں کے اجتماع سے ترازو کی شکل بن جائے تو اس کو برج المیزان کہتے ہیں۔ علی ہذا القیاس۔ (قائد اللغات ص ۱۷۹)

یہ تفصیل ہم نے الفرقان: ۶۱ کی تفسیر میں بیان کی ہے۔ (تبیان القرآن ج ۸ص ۲۶۴، فرید بک اسٹال، لاہور)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْأُخْدُوْدُ شَقٌّ فِي الْأَرْضِ۔ اور مجاہد نے کہا: الاخدود کا معنی ہے: زمین میں کھودا ہوا گڑھا۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۝ (البروج:۴) خندقوں والے ہلاک کیے جائیں ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تفسیر کو امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے۔

فَتَنُوا عَذَّبُوا۔ فَتَنُوا اس کا معنی ہے: جنہوں نے عذاب دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ الَّذِيۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِيۡقِ ۝ (البروج:۱۰) بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو (آگ کی) مصیبت میں ڈالا، پھر انہوں نے توبہ نہیں کی ان کے لیے دوزخ کا (عام) عذاب اور (خصوصاً) جلنے کا عذاب ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے فَتَنُوا کی تفسیر کی ہے: جنہوں نے عذاب دیا اور فتنے کے کئی معنی ہیں اور ان میں سے ایک معنی عذاب ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يَوۡمَ هُمۡ عَلَى النَّارِ يُفۡتَنُوۡنَ ۝ (الذاریات:۱۳) جس دن ان کو دوزخ کے عذاب میں ڈالا جائے گا ۝

وَقَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ فِيۡ قَوۡلِهٖ تَعَالَى الۡوَدُوۡدُ الۡحَبِيۡبُ الۡمَجِيۡدُ الۡكَرِيۡمُ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا الۡوَدُوۡدُ ۝ (البروج:۱۴) اس کا معنی ہے ایسا دوست جو بزرگ اور کریم ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الۡوَدُوۡدُ ۝ (البروج:۱۴) اور وہی بہت بخشنے والا اور بہت دوست رکھنے والا ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تفسیر صرف علامہ نسفی کی تفسیر میں ہے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۲ ۴۔ ۱۱ ۴ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ البروج کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ الطارق کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۸۶۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الطَّارِقِ

سورۃ الطارق کی تفسیر

سورۃ الطارق کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الطارق کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت مکی ہے، اس سورت میں سترہ (۱۷) آیات ہیں۔

یہ سورت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو دودھ اور روٹیاں تحفہ میں دیں، پس جس وقت وہ بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے تو اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا، پہلے وہ پانی سے بھر گیا، پھر وہ آگ بن گیا، ابوطالب اس سے ڈر گئے اور پوچھا: یہ کیا چیز ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک ستارہ ہے جس سے (شیطان کو) مارا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، پس ابوطالب کو اس پر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ○ (الطارق:۱) آسمان کی قسم اور رات کو طلوع ہونے والے (ستارے) کی ○

یعنی وہ ستارہ جو رات کو ظاہر ہوتا ہے اور دن میں چھپ جاتا ہے اور رات میں ہر آنے والے کو طارق کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۴۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

هُوَ النَّجْمُ وَمَا اَتَاكَ لَيْلًا فَهُوَ طَارِقٌ۔ هو النجم اس کا معنی وہ ستارہ ہے اور جو تمہارے پاس رات کو آئے، وہ طارق ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: طارق کا لفظ طرق سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے کھٹکھٹانا یعنی جو شخص اپنی کسی ضرورت سے دروازے کو کھٹکھٹائے اور اپنی ضرورت بتائے یہ تفسیر علامہ نسفی کی کتاب میں ہے۔

اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ الْمُضِيْءُ۔ اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ ○ (الطارق:۳) اس کا معنی ہے: روشن ستارہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ ○ (الطارق:۳) (وہ) نہایت روشن ستارہ (ہے) ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ بھی علامہ نسفی کی تفسیر میں ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلثَّاقِبُ الَّذِيْ يَتَوَهَّجُ۔ اور مجاہد نے کہا: الثاقب: کا معنی ہے: جو چمکے، بھڑکے اور روشن ہو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: جرجانی سے منقول ہے کہ یہ ابونعیم سے مروی ہے اور سدی سے منقول ہے کہ جس ستارے کو مارا جائے، دوسرا قول ہے کہ الثاقب سے مراد ہے: ثریا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ذَاتِ الرَّجْعِ سَحَابٌ يَرْجِعُ بِالْمَطَرِ ذَاتِ الصَّدْعِ تَتَصَدَّعُ بِالنَّبَاتِ۔ اور مجاہد نے کہا: ذات الرجع: اس کا معنی ہے: وہ بادل جو بارش لائے، ذات الصدع: اس کا معنی ہے، وہ زمین جو سبزہ سے پھٹ جائے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ بارش والے آسمان کی قسم O اور پھٹنے والی زمین کی قسم O

(الطارق: ۱۲۔۱۱)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر ظاہر ہے، اور کہا جاتا ہے کہ آسمان ہر سال بارش کو اور بندوں کے رزق کو لاتا ہے اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو بندے اور ان کے مویشی ہلاک ہو جاتے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ (الطارق: ۱۱) کی تفسیر میں کہا: بارش والے آسمان کی قسم اور وَ الْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ (الطارق: ۱۲) کی تفسیر میں کہا: سبزے، درختوں، پھلوں اور دریاؤں کی قسم۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَقَوْلٌ فَصْلٌ لَحَقٌّ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: لقولٌ فصلٌ: اس کا معنی ہے: لَحَقٌّ یعنی ضرور برحق ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ (الطارق: ۱۳) بے شک یہ (قرآن حق اور باطل میں) فیصلہ کرنے والا کلام ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ صرف علامہ نسفی کی تفسیر ہے اور علامہ الثعلبی نے کہا: یہ کلام برحق اور سنجیدہ ہے، یہ حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرتا ہے۔

لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ اِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ۔ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ (الطارق: ۴) اس کا معنی ہے: اِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ یعنی مگر اس پر ایک محافظ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ (الطارق: ۴) یعنی ہر نفس کے اوپر ایک محافظ ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور اس کی سند صحیح ہے لیکن امام ابوعبیدہ نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے: کلام عرب میں لَمَّا کو الا کے معنی میں نہیں سنا گیا اور علامہ نسفی نے اس کو اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں ان نفی کے لیے ہے اور لَمَّا اِلَّا کے معنی میں ہے اور یہ ہذیل کی لغت ہے اور اس آیت کا معنی ہے: ہر نفس کے اوپر اس کے رب کی طرف سے ایک محافظ ہے جو اس کے اعمال کی حفاظت کرتا ہے اور وہ جو بھی اچھا یا برا کام کرتا ہے اس کو لکھتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ نسفی کی اس عبارت میں امام ابوعبیدہ کے اس قول کا رد ہے کہ لَمَّا کو اِلَّا کے معنی میں نہیں سنا گیا۔

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے اور وہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے فرشتے بھیجتا ہے، قتادہ نے کہا: وہ فرشتے تمہارے عمل کی اور تمہارے رزق کی اور تمہاری موت اور حیات کی حفاظت کرتے ہیں اور جب تمہاری زندگی پوری ہو جائے اے ابن آدم! تو تمہاری روح قبض کر کے تمہارے رب کے پاس لے جاتے ہیں۔

(جامع البیان: ۲۸۵۸۵) (انوار تبیان القرآن ص ۹۵۰، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۱۳۔۴۱۲ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الطارق کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ الاعلیٰ کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور حدیث روایت کی ہے ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۸۷۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى

سُوْرَةُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى کی تفسیر

سُوْرَةُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (الاعلیٰ) کا تعارف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى کی بعض آیات کی تفسیر ہے۔ اس سورت کو سورۃ الاعلیٰ بھی کہا جاتا ہے اور اس سورت کی انیس (۱۹) آیات ہیں، یہ سورۃ مکی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ○ (الاعلیٰ:۱) پس آپ نے فرمایا: سُبحان ربی الاعلیٰ اور اسی طرح حضرت علی، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ وہ بھی اس طرح کرتے تھے۔

امام سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس طرح پڑھتے تھے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ○ الَّذِي خَلَقَ فَسَوّٰى ○ (الاعلیٰ:۲۔۱)

اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھیے جو سب سے بلند ہے ○ جس نے مخلوق کو پیدا کیا، پھر اس کو درست بنایا ○

یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ قَدَّرَ فَهَدٰى قَدَّرَ لِلْإِنْسَانِ الشَّقَاءَ وَالسَّعَادَةَ.

اور مجاہد نے کہا: قَدَّرَ فَهَدٰى ○ (الاعلیٰ:۳) اس کا معنی ہے: انسان کے لیے بدبختی اور نیک بختی کو مقدر کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدٰى ○ (الاعلیٰ:۳)

اور جس نے (صحیح) اندازہ کیا، پھر ہدایت دی ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر ظاہر ہے۔

وَهَدَى الْأَنْعَامَ لِمَرَاتِعِهَا.

وَهَدَى الْأَنْعَامَ لِمَرَاتِعِهَا: اس کا معنی ہے اور جس نے مویشیوں کو ان کی چراگاہوں کی راہ دکھائی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعٰى ○ (الاعلیٰ:۴)

اور جس نے چراگاہ بنائی ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس کی تفسیر بھی ظاہر ہے، علامہ نسفی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ غُثَاءً أَحْوٰى هَشِيْمًا مُتَغَيِّرًا.

غُثَاءً أَحْوٰى: (الاعلیٰ:۵) اس کا معنی ہے: هشیما متغیرا یعنی

سوکھی ہوئی اور ٹوٹی پھوٹی گھاس۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ﴿۵﴾ (الاعلیٰ:۵) پھر تازہ گھاس کو خشک مائل بہ سیاہ کر دیا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ بھی علامہ نسفی کی کتاب میں ہے، اَحْوٰى کا معنی ہے: وہ سیاہ ہوگئی۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۴۱۳ میں کی ہے]

۴۹۴۱- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رضی الله عنه قَالَ أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَجَعَلَا يُقْرِئَانِنَا الْقُرْآنَ ثُمَّ جَاءَ عَمَّارٌ وَبِلَالٌ وَسَعْدٌ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُولُونَ هَذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَدْ جَاءَ فَمَا جَاءَ حَتَّى قَرَأْتُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فِي سُوَرٍ مِثْلِهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہ مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: ہمارے پاس جو سب سے پہلے نبی ﷺ کے اصحاب آئے وہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما تھے، یہ دونوں ہمیں قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے، پھر حضرت عمار اور حضرت بلال اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم آئے، پھر حضرت عمر بن الخطاب بیس (صحابہ) کے ساتھ آئے رضی اللہ عنہم، پھر نبی ﷺ تشریف لائے، پس میں نے نہیں دیکھا کہ اہل مدینہ کسی چیز سے اتنے خوش ہوئے ہوں جتنا ان کے آنے سے خوش ہوئے حتیٰ کہ میں نے لڑکیوں اور بچوں کو دیکھا جو یہ کہہ رہے تھے، یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو ہمارے پاس آگئے ہیں پس آپ اس وقت تک نہیں آئے تھے حتیٰ کہ میں نے سورۃ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور اس کی مثل کئی سورتیں پڑھ چکا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۹۲۴ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر کی اس پر تصریح کہ نبی ﷺ کے ساتھ ﷺ لکھنا مستحب ہے خواہ روایت میں مذکور نہ ہو

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح اوائل الہجرۃ میں گزر چکی ہے، صحیح البخاری: ۳۹۲۵ میں مذکور ہے: لڑکیاں کہہ رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، اور یہاں ابوذر کی روایت میں ﷺ کے الفاظ مذکور نہیں ہیں جو ابوذر کی روایت میں محذوف ہیں کیونکہ نبی ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا پانچ ہجری میں مشروع ہوا ہے اور یہ ابتداء ہجرت کی حدیث ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اے ایمان والو! تم بھی نبی پر درود پڑھو اور بہ کثرت سلام پڑھو O

(الاحزاب: ۵۶)

اور صحیح قول کی بناء پر یہ سورت سن پانچ ہجری میں ہی نازل ہوئی ہے، لیکن اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ یہ آیت (درود) پوری سورت سے پہلے نازل ہوگئی ہو، پھر یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت البراء کی اس روایت میں ﷺ کا لفظ حضرت البراء کے الفاظ میں ہے۔ یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ اس روایت میں ﷺ کا لفظ بعد کے تابعین نے لکھ دیا ہو اور علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ نبی

Marfat.com

ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھنا مستحب ہے اور اسی طرح صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا مندوب اور مطلوب ہے خواہ متن حدیث میں یہ الفاظ مذکور نہ ہوں۔ (فتح الباری ج ٦ ص ١١٤، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ علامہ ابن حجر پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ آیت درود پوری سورۃ الاحزاب پر مقدم ہو، میں کہتا ہوں کہ یہاں مانع موجود ہے کیونکہ اس کا علم نہیں ہے کہ آیت درود پوری سورت الاحزاب پر مقدم ہو، نیز انہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ پر ہر صورت میں درود پڑھنا ضروری ہے، خواہ کسی طرح بھی ہو، نیز انہوں نے کہا: یہ ضروری نہیں ہے کہ متن حدیث میں ﷺ کا لفظ صحابی نے کہا ہو، یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ یہ لفظ بعد کے تابعین نے لکھا ہو اور انہوں نے کہا کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ نبی ﷺ پر درود پڑھنا مستحب ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام ابو جعفر طحاوی کا مذہب یہ ہے کہ جب بھی نبی ﷺ کا ذکر کیا جائے تو آپ پر درود پڑھا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ١٩ ص ٢١٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بہت عمدہ اور وجد آفرین شرح کی ہے، ان کا یہ لکھنا بالکل صحیح ہے کہ ہر چند کہ نبی ﷺ پر سلام اور درود پڑھنے کا حکم (الاحزاب: ۵۶) میں پانچ ہجری میں نازل ہوا ہے لیکن آپ کے نام پر سلام پڑھنا اور درود پڑھنا ابتداء سے مشروع اور معروف تھا کیونکہ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے شب معراج میں نماز فرض ہوئی اور اس میں نماز کے تشہد میں آپ پر سلام بھی ہے۔ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ اور اس کے بعد آپ پر درود بھی ہے اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید o اس کی نظیر یہ ہے کہ نماز سے پہلے وضو کرنے کا حکم تو اس آیت میں نازل ہوا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۙ (المائدہ: ٦)

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو (اور تم بے وضو ہو) تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔

سورۃ المائدہ احکام سے متعلق نازل ہونے والی آخری سورت ہے حالانکہ نماز سے پہلے وضو کرنا تو بعثت نبوی کی ابتداء سے مشروع اور معروف تھا، اسی طرح آپ کے نام پر سلام اور درود پڑھنے کا حکم تو پانچ ہجری میں نازل ہوا لیکن آپ کے نام پر سلام اور درود پڑھنا ابتداء سے معروف اور مشروع تھا جیسا کہ فرضیت نماز کی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں حافظ ابن حجر عسقلانی پر نازل ہوں جنہوں نے یہ لکھا کہ نبی ﷺ کے نام کے ساتھ ﷺ لکھنا مستحب ہے خواہ حدیث میں اس کا ذکر نہ ہو اور علامہ عینی پر بھی اللہ تعالیٰ کی بے حساب رحمتیں نازل ہوں کیونکہ انہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے موقف کی طرف رجوع کرتے ہوئے آخر میں یہ لکھ دیا کہ امام ابو جعفر طحاوی کا مذہب یہ ہے کہ جب بھی نبی ﷺ کا ذکر کیا جائے تو آپ پر درود پڑھا جائے۔

میری اس شرح کو بہ غور دل کی آنکھوں سے پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ نعمۃ الباری کے خصائص میں سے ہے۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الاعلیٰ کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کیں اور حدیث روایت کی ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ العزیز اس کے بعد سورۃ الغاشیہ کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۸۸۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ هَلۡ اَتٰىكَ حَدِیۡثُ الۡغَاشِیَۃِ

سورۃ الغاشیہ کی تفسیر

سُوۡرَۃُ هَلۡ اَتٰىكَ حَدِیۡثُ الۡغَاشِیَۃِ (الغاشیہ) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ هَلۡ اَتٰىكَ حَدِیۡثُ الۡغَاشِیَۃِ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس سورت کا نام الغاشیۃ ہے، یہ سورت مکی ہے، اس پر اجماع ہے اور اس میں چھبیس (۲۶) آیات ہیں۔ الغاشیہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور غشیان کا معنی ہے: ڈھانپنا، اور قیامت کی ہولناکیاں ہر چیز کو ڈھانپ لیں گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ النَّصَارٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ (الغاشیہ: ۳) اس کا معنی ہے: سخت کام کرنے والے اور اس سے مراد نصاریٰ ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ تَصۡلٰی نَارًا حَامِیَةً (الغاشیہ: ۴۔۲)

اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے ○ کام کرنے والے مشقت برداشت کرنے والے ○ وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ کی تفسیر نصاریٰ کے ساتھ کی ہے، صاحب التلویح نے کہا ہے: میں نے نہیں دیکھا کسی نے اس تعلیق کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہو، علامہ عینی فرماتے ہیں: ان کا نہ دیکھنا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت منقول نہ ہو اور بے شک امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے اور اس میں یہود کا بھی اضافہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے: یَوۡمَئِذٍ (اس دن) یعنی قیامت کے دن وہ ذلیل وخوار ہوں گے اور دوسرا قول ہے کہ وہ دوزخ میں ذلیل وخوار ہوں گے۔

سعید بن جبیر نے کہا: انہوں نے دنیا میں اللہ کے لیے اخلاص کے ساتھ کوئی عمل نہیں کیا، سو ان کو زنجیروں اور بیڑیوں کے ساتھ دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے گا، یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ اور قتادہ سے روایت ہے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے تکبر کیا تو ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور ان سے کام کرایا جائے گا، ضحاک سے منقول ہے کہ انہیں اس کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ لوہے کے پہاڑ کو دوزخ میں چڑھائیں اور نَصَبٌ کا معنی ہے: انہیں کام کا عادی بنایا جائے گا

اور عکرمہ سے منقول ہے کہ وہ دنیا میں گناہوں کے کام کرتے تھے تو انہیں قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں گاڑ دیا جائے گا اور سعید بن جبیر اور زید بن اسلم سے روایت ہے: یہ راہب ہیں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں والے ہیں اور یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَيْنٍ آنِيَةٍ بَلَغَ إِنَاهَا وَحَانَ شُرْبُهَا حَمِيمٍ آنٍ بَلَغَ إِنَاهُ۔

اور مجاہد نے کہا: عَيْنٍ آنِيَةٍ: کا معنی ہے: وہ چشمہ گرمی کی انتہاء کو پہنچ گیا اور اس کھولتے ہوئے پانی کو پینے کا وقت آ گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ○ (الغاشیہ: ۵) انہیں کھولتے ہوئے چشمہ (کے پانی) سے پلایا جائے گا ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے اٰنِيَةٍ کی تفسیر کی ہے: انتہائی گرم اور کھولتا ہوا، الجوہری نے کہا: انی الحمیم یعنی اس کی گرمی انتہاء کو پہنچ گئی۔ قرآن مجید میں ہے:

يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ○ (الرحمٰن: ۴۴) وہ اس دن اس (جہنم) میں اور سخت کھولتے ہوئے پانی میں گھوم رہے ہوں گے ○

اور حسن بصری نے کہا ہے: تمہارا ان لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے قدموں پر پچاس ہزار سال تک کھڑے رہے ہوں گے، اس دن نہ وہ کوئی چیز کھائیں گے اور نہ کچھ پی سکیں گے حتیٰ کہ ان کی گردنیں پیاس سے ٹوٹ جائیں گی اور ان کے پیٹ بھوک کے مارے جل جائیں گے، ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا اور ان کو کھولتے ہوئے چشمہ کے پانی سے پلایا جائے گا، اور مقاتل نے کہا: وہ کھولتا ہوا چشمہ ایک پہاڑ کی جڑ سے نکلے گا جس کا طول ستر سال کی مسافت ہے، اس پانی کو ایک فرشتہ لوہے کے گرم پیالہ میں ڈال کر پلائے گا جس سے اس کے جبڑے جل جائیں گے اور اس سے اس کی ڈاڑھیں اور دانت بکھر جائیں گے اور جب وہ کھولتا ہوا پانی اس کے سینہ میں پہنچے گا تو اس کا دل جل جائے گا اور جب اس کے پیٹ میں پہنچے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح سیسہ پگھل جاتا ہے۔

لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً شَتْمًا۔ لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ○ (الغاشیہ: ۱۱) لَاغِيَةً کا معنی ہے: گالی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ○ (الغاشیہ: ۱۱) جس میں کوئی شخص بے ہودہ بات نہیں سنے گا ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی جنت میں کوئی لغو بات نہیں سنے گا، امام بخاری نے اس کی تفسیر گالی کے ساتھ کی ہے، دوسرا قول ہے: کوئی لغو بات اور اللاغیہ العافیہ کی طرح مصدر ہے، اس کا معنی ہے: تم جنت میں جھوٹ، بہتان اور کفر نہیں سنو گے، دوسرا قول ہے: باطل کو نہیں سنو گے اور تیسرا قول ہے: معصیت کو نہیں سنو گے، چوتھا قول ہے: اور کسی قسم کو نہیں سنو گے خواہ سچی قسم ہو یا جھوٹی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم ان کے کلام میں کوئی فضول اور بے مقصد بات نہیں سنو گے کیونکہ اہل جنت وہی بات کرتے ہیں جس میں حلاوت ہوتی ہے۔

وَيُقَالُ الضَّرِيعُ نَبْتٌ يُقَالُ لَهُ الشِّبْرِقُ يُسَمِّيهِ أَهْلُ الْحِجَازِ الضَّرِيعَ إِذَا يَبِسَ وَهُوَ سُمٌّ۔

اور کہا جاتا ہے الضریع کا معنی ہے: ایک قسم کی سبزی اور ترکاری جس کو شبرق کہتے ہیں جب وہ سوکھ جاتی ہے تو زہریلی ہو جاتی ہے۔ اہل حجاز اسے ضریع کہتے ہیں۔

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس قول کا قائل الفراء ہے، اس نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں یہ بات کہی ہے:

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۙ لَّا يُسْمِنُ وَ لَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ؕ (الغاشیہ: ۷۔۶)
ان کا کھانا صرف خاردار خشک زہریلے درخت سے ہوگا O جو نہ فربہ کرے گا اور نہ بھوک دور کرے گا O

مفسرین نے کہا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین نے کہا: ہمارے اونٹ تو ضَرِيْع (زہریلی گھاس) کو کھاتے ہیں اور فربہ ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور مشرکین نے جھوٹ بولا تھا، ان کے اونٹ ضریع کو اس وقت کھاتے تھے جب وہ تر ہوتی تھی اور خشک ضریع کو نہیں کھاتے تھے۔

اگر تم سوال کرو کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ دوزخیوں کا کھانا صرف ضَرِيْع ہوگا (الغاشیہ:۶) اور دوسری آیت میں فرمایا ہے:

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ (الحاقہ: ۳۶)
اور نہ (دوزخیوں کی) پیپ کے سوا (ان کا) کوئی طعام ہے O

اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب کئی قسم کا ہوگا اور دوزخی بھی کئی قسم کے ہیں، بعض وہ ہیں جو زقوم (تھوہر کا درخت جس کو عربی میں حنظل اور اردو میں اندرائن کہتے ہیں) کھائیں گے اور بعض وہ ہیں جو ضریع کھائیں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ الضریع آگ کا درخت ہے، اور الخلیل نے کہا: وہ سبز رنگ کی بدبودار بوٹی ہے۔

بِمُسَيْطِرٍ بِمُسَلَّطٍ وَيُقْرَأُ بِالصَّادِ وَالسِّيْنِ۔
مسیطر: اس کا معنی ہے: مسلط کیا ہوا، یہ لفظ صاد سے بھی پڑھا گیا ہے اور سین سے بھی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ (الغاشیہ: ۲۲)
آپ ان (کافروں) کو جبراً مسلمان کرنے والے نہیں ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: عاصم نے اس لفظ کو سین کے ساتھ مسیطر پڑھا ہے، اسی طرح حمزۃ نے اور باقیوں نے صاد سے مُصَيْطِر پڑھا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِيَابَهُمْ مَرْجِعَهُمْ۔
اور حضرت ابن عباس نے کہا: اِيَابَهُمْ: اس کا معنی ہے ان کے لوٹنے کی جگہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۙ (الغاشیہ: ۲۵)
بے شک ہماری طرف ہی ان کا لوٹنا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۱۶۔۴۱۵ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الغاشیہ کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ الفجر کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٨٩ـ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ وَالْفَجْرِ

سورۃ والفجر کی تفسیر

سورۃ والفجر کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الفجر کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت مکی ہے، ابن النقیب نے ابن ابی طلحہ سے روایت کی ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اس سورت میں تیس (۳۰) آیات ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ الفجر سے مراد پورا دن ہے اور ان سے دوسری روایت ہے کہ اس سے مراد نماز فجر ہے اور ان سے تیسری روایت ہے کہ اس سے مراد محرم کی فجر ہے اور قتادہ سے روایت ہے: اس سے مراد محرم کا پہلا دن ہے اور اسی مہینہ سے سال کی ابتداء ہوتی ہے، اور ضحاک سے منقول ہے کہ اس سے مراد ذوالحجہ کی فجر ہے اور مقاتل سے منقول ہے کہ اس سے مراد پورے سال کی صبح ہے، اور علامہ قرطبی سے منقول ہے کہ اس سے مراد قیامت تک ہر دن کی صبح ہے، اور علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ الفجر سے مراد پانی کے وہ چشمے ہیں جو پہاڑوں سے پھوٹتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۴۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْوَتْرُ اللّٰهُ. اور مجاہد نے کہا: وَتْر کا معنی ہے: واحد یعنی اللہ تعالیٰ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ (الفجر:۳) اور جفت اور طاق راتوں کی قسم ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا کہ شفع کے معنی ہیں: جوڑا اور وتر کا معنی ہے: اللہ عزوجل کی ذات جو واحد ہے اور امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ الشفع سے مراد یوم نحر ہے یعنی قربانی کا دن اور وتر سے مراد یوم عرفہ ہے اور قتادہ سے منقول ہے: بعض نمازیں دوگانہ ہیں اور بعض نمازیں وتر ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ الشفع سے مراد حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام ہیں اور وتر سے مراد اللہ عزوجل کی ذات مقدس ہے اور مکہ اور مدینہ کے قراء نے اور بعض کوفیوں نے اس لفظ کو واؤ کی زبر کے ساتھ وَتر پڑھا ہے اور یہ اہل حجاز کی لغت ہے اور کوفہ کے تمام قراء نے اس کو واؤ کی زیر کے ساتھ وِتر پڑھا ہے۔

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ يَعْنِي الْقَدِيمَةَ وَالْعِمَادُ أَهْلُ عَمُودٍ لَا يُقِيمُونَ. اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ (الفجر:۷) یعنی قدیم قوم عاد کے لوگ اور العماد کا معنی ہے لمبے لمبے لوگ وہ خیموں میں رہتے تھے یعنی خانہ بدوش جو لوگ کسی ایک جگہ قیام نہیں کرتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ (الفجر:۷) وہ ارم کے لوگ تھے ستونوں جیسے لمبے قد والے ۝

Marfat.com

قوم عاد کا تعارف

علامہ عینی لکھتے ہیں: ارم کا لفظ قوم عاد کا عطف بیان ہے اور عاد کے دو قبیلے تھے: عاد الاولیٰ اور عاد الاخیرہ۔ عاد الاولیٰ کی طرف امام بخاری نے القدیمہ کے لفظ سے اشارہ کیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لوگ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے تھے جو عاد کہلائے، اوران کے دادا کے نام پر ان کا نام ارم رکھا گیا ہے اوران کے بعد کے لوگوں کو عاد اخیرۃ کہا گیا ہے اورارم کا لفظ غیر منصرف ہے، یہ قبیلہ ہے یا زمین ہے اور یہ علم اور معرفہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ کے مصداق میں اختلاف ہے۔ سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ یہ لوگ دمشق میں تھے اور علامہ القرطبی سے منقول ہے کہ یہ لوگ الاسکندریہ میں تھے اور مجاہد نے کہا: یہ ایک امت ہے جس کا معنی ہے: قدیمہ اور قتادہ سے منقول ہے کہ یہ عاد کا قبیلہ ہے، ابن اسحاق سے منقول ہے کہ یہ عاد کا دادا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ قبیلہ یا شہر کا نام ہے۔

امام بخاری نے کہا: ذات العماد: یعنی بہت لمبے اور بہت شدید قوت والے۔ اور حضرت المقدام رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ کا ذکر کیا تو فرمایا: ان میں سے ایک مرد کسی چٹان پر جاتا اور اس کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر کسی قبیلہ کے اوپر گرا کر اسے ہلاک کر دیتا، اور الکلبی سے منقول ہے کہ ان میں سے ایک مرد کے قد کی لمبائی چار سو (۴۰۰) ہاتھ تھی، اور مقاتل سے منقول ہے کہ ان کا قد ستون کی طرح بارہ ہاتھ لمبا تھا۔

امام بخاری نے کہا: العماد اهل عمود: العماد مبتداء ہے اور اہل عمود اس کی خبر ہے یعنی وہ خیموں میں رہتے تھے اور کسی ایک شہر میں قیام نہیں کرتے تھے، خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ خانہ بدوش تھے، کسی ایک جگہ قیام نہیں کرتے تھے، وہ لوگ سفر کرتے رہتے تھے اور بارش کی تلاش میں رہتے تھے، جہاں ان کو مویشیوں کے لیے چارا مل جاتا وہیں ٹھہر جاتے، پھر اپنے گھروں کی طرف لوٹ آتے تھے اور کسی ایک جگہ قیام نہیں کرتے تھے اور ان کے باغات اور کھیت تھے اور ان کے گھر وادی القریٰ میں تھے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کو ذات العماد اس لیے فرمایا ہے کہ ان کا گھر شداد بن عاد نے بنایا تھا اور اس کی حکایت تفاسیر میں مشہور ہے۔

سَوْطَ عَذَابٍ الَّذِیْ عُذِّبُوْا بِهٖ۔ سَوْطَ عَذَابٍ: اس کا معنی ہے: جس چیز سے ان کو عذاب دیا گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ (الفجر: ۱۳) پھر آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے سَوْطَ عَذَابٍ کی تفسیر کی ہے: جس چیز سے ان کو عذاب دیا گیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرب لوگ اس لفظ کو ہر قسم کے عذاب کے لیے بولتے ہیں اور اس میں کوڑا بھی داخل ہے اور قتادہ نے کہا: ہر وہ چیز جس سے عذاب دیا جائے وہ عذاب کا کوڑا ہے۔

اَكْلًا لَّمًّا اَلسَّفُّ وَ جَمًّا اَلْكَثِیْرُ۔ اَكْلًا لَّمًّا: اس کا معنی ہے: السف یعنی ہر چیز کو لپیٹنا یا سمیٹنا اور جَمًّا: کا معنی ہے: الکثیر یعنی بہت زیادہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝ وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ (الفجر: ۱۹۔ ۲۰) اور تم وراثت کا پورا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو O اور تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو O

Marfat.com

حلال اور حرام کی تمیز کے بغیر مال کھانے کی مذمت

علامہ عینی لکھتے ہیں: اَلتُّرَاث کا معنی ہے: یتیموں کا مال اور ان کی وراثت، اور لَمًّا کی تفسیر امام بخاری نے اَلسَّفّ کی ہے، اس کا معنی ہے: ساری چیزیں سمیت لینا، جب کوئی شخص سارا کھانا کھا جائے تو کہتے ہیں: سففت الاکل اور جب کوئی شخص ساری دوا ء پی جائے تو کہتے ہیں: سففت الدواء اور جب کوئی شخص پیہ ہوتے بغیر زیادہ پانی پی لے تو کہتے ہیں: سففت الماء، الحسن البصری نے کہا ہے: جو شخص اپنا حصہ اور دوسروں کا حصہ کھا جائے، اور علامہ نسفی نے لکھا ہے جو شخص حلال اور حرام کو جمع کر لے، اور بکر بن عبداللہ نے کہا ہے: لَمّ کا معنی ہے: وراثت میں حد سے تجاوز کرنا یعنی جس شخص کو وراثت میں جو چیز بھی ملے وہ اس کو کھا جائے اور یہ نہ پوچھے کہ آیا یہ حرام ہے یا حلال اور وہ اپنا اور دوسروں کا حصہ کھا جائے کیونکہ وہ لوگ عورتوں اور بچوں کو وراث نہیں بناتے تھے، دوسرا قول یہ ہے کہ مرنے والے نے ظلم سے جو مال جمع کیا ہو اور ان کو اس کا پتا بھی ہو پھر بھی وہ اس کو کھا جاتے تھے، اور امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ لَمَمْتُ کا معنی ہے، دستر خوان پر جتنا بھی کھانا ہو اس کو تم تحقیق اور تفتیش کے بغیر کھا لو۔

جَمًّا کا معنی ہے: الکثیر اور حُبًّا جَمًّا کا معنی ہے: حرص کے ساتھ بہت زیادہ کھانا اور دوسروں کے حقوق نہ دینا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهُ فَهُوَ شَفْعٌ السَّمَاءُ شَفْعٌ وَالْوَتْرُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى۔

اور مجاہد نے کہا: ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ شفع ہے یعنی جوڑا، آسمان جوڑا ہے اور وتر (یعنی واحد) اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے قرآن کی آیت وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ (الفجر: ۳) کی تفسیر میں یہ لکھا ہے: اگر تم یہ کہو کہ آسمان تو وتر ہے کیونکہ وہ سات ہیں تو میں کہوں گا کہ آسمان سے مراد آسمان اور زمین ملا کر ہیں جیسے گرم اور سرد اور مذکر اور مونث۔

وَقَالَ غَيْرُهُ سَوْطَ عَذَابٍ كَلِمَةٌ تَقُولُهَا الْعَرَبُ لِكُلِّ نَوْعٍ مِّنَ الْعَذَابِ يَدْخُلُ فِيهِ السَّوْطُ۔

اور مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ سَوْطَ عَذَابٍ وہ لفظ ہے جس کو عرب ہر قسم کے عذاب کے لیے بولتے ہیں، اس میں کوڑا بھی داخل ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اگر اس تعلیق کو امام بخاری اس سے پہلے سَوْطَ عَذَابٍ کی تفسیر میں لکھتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔

لَبِالْمِرْصَادِ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ۔

لَبِالْمِرْصَادِ: اس کا معنی ہے: اس کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝ (الفجر: ۱۴)

بے شک آپ کا رب (ان کی) گھات میں ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی ہے: اسی کی طرف لوٹنا ہے اور اسی طرح الفراء نے اس کی تفسیر کی ہے۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: المرصاد المرصد سے مفعال کا وزن ہے اور اس کا معنی ہے: گھات لگانے کی جگہ۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۱۹)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کو علم صرف کا بالکل علم نہ ہو (کیونکہ مفعال اسم آلہ کا وزن ہے نہ کہ اسم ظرف کا۔ سعیدی غفرلہ) بلکہ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ المرصاد اَلْمَرْصَد کا اسم مبالغہ ہے اور یہ رصد کا مبالغہ ہے جیسے میقات وقت کا مبالغہ ہے اور یہ اس کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو عذاب دینے کی تاک اور گھات

Marfat.com

میں ہے اور نافرمان اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دیکھتا ہے اور ان کو سنتا ہے، مقاتل سے منقول ہے: وہ پل صراط پر لوگوں کی گھات میں ہے۔ پس فرشتے آنکڑے اور دوسرے آلات عذاب کے ساتھ نافرمانوں کی گھات میں ہیں۔

تَحَاضُّونَ تُحَافِظُونَ وَتَحُضُّونَ تَأْمُرُونَ بِإِطْعَامِهِ۔ تحاضون: اس کا معنی ہے: تم اس کی حفاظت کرتے ہو اور تحضون: اس کا معنی ہے: تم اس کو کھلانے کا حکم دیتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَحٰٓضُّونَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ (الفجر:۱۸) اور تم ایک دوسرے کو یتیم کے کھلانے پر راغب نہیں کرتے ہو O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہاں پر دو قراءتیں ہیں، اہل کوفہ نے تحاضون کو الف کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسروں نے بغیر الف کے تحضون پڑھا ہے، امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے کہ تم طعام کھلانے کا حکم دیتے ہو۔

الْمُطْمَئِنَّةُ الْمُصَدِّقَةُ بِالثَّوَابِ وَقَالَ الْحَسَنُ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ إِذَا أَرَادَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَبْضَهَا اطْمَأَنَّتْ إِلَى اللَّهِ وَاطْمَأَنَّ اللَّهُ إِلَيْهَا وَرَضِيَتْ عَنِ اللَّهِ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَأَمَرَ بِقَبْضِ رُوحِهَا وَأَدْخَلَهَا اللَّهُ الْجَنَّةَ وَجَعَلَهُ مِنْ عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ۔

الْمُطْمَئِنَّةُ: کا معنی ہے: جو ثواب کی تصدیق کرنے والی ہو، حسن بصری نے يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ کی تفسیر میں کہا: جب اللہ تعالیٰ اس روح کو قبض کرنے کا ارادہ فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف مطمئن ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف مطمئن ہے اور وہ روح اللہ تعالیٰ سے راضی ہے اور اللہ تعالیٰ اس روح سے راضی ہے تو اس روح کو قبض کرنے کا حکم دے گا اور اللہ تعالیٰ اس روح کو جنت میں داخل کردے گا اور اسے اپنے نیک بندوں میں شامل کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ (الفجر:۲۷-۲۸) اے نفس مطمئنہ! O تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ جا کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی O

علامہ عینی لکھتے ہیں: وہ روح اللہ کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے مطمئن ہے، اور ابن کیسان نے کہا المطمئنہ کا معنی ہے: المخلصہ اور ابن عطاء نے کہا: جو روح اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتی ہو اور ایک آن کے لیے بھی اس پر صبر نہ کر سکے اور دوسرا قول ہے: جو اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ (الرعد:۲۸) یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہیں O

حسن بصری نے کہا ہے کہ اس آیت میں سات جگہوں پر مونث کی ضمیر لانا ظاہر ہے کیونکہ یہ ضمیر نفس کی طرف لوٹتی ہے، اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند سے روایت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اطمینان کی نسبت مجاز ہے اور اس سے مراد اس کا لازم ہے یعنی خیر کو پہنچانا، اور یہ بر بنائے مشاکلت ہے اور رضا کا معنی ہے: اعتراض نہ کرنا۔

وَقَالَ غَيْرُهُ جَابُوا نَقَبُوا مِنْ جِيبَ الْقَمِيصُ قُطِعَ لَهُ جَيْبٌ يَجُوبُ الْفَلَاةَ يَقْطَعُهَا۔ اور حسن بصری کے علاوہ دوسروں نے کہا: جابوا نقبوا کا معنی ہے: (پہاڑ کو) تراش کر سوراخ بنایا، یہ لفظ جیب القمیص سے ماخوذ

Marfat.com

ہے جس کا معنی ہے: قمیص کاٹ کر گریبان بنایا اور یجوب الفلاۃ کا معنی ہے: وہ شخص جنگل کو قطع کرتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ○ (الفجر: ۹) اور ثمود کے لوگ تھے جنہوں نے وادی میں پتھروں کی چٹانیں تراشیں ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ الجیب کا معنی ہے: کاٹنا اور تراشنا۔ جب قمیص کاٹ کر گریبان بنایا جائے تو کہا جاتا ہے: جبت القمیص، اسی طرح یَجُوْبُ الفلاۃ کا معنی ہے: وہ شخص جنگل کو قطع کرتا ہے۔ اور الفراء نے کہا: جابو الصَّخْرَ کا معنی ہے انہوں نے چٹانوں کو تراش کر گھر بنائے۔

لَمًّا لَمَمْتُهٗ اَجْمَعَ اَتَیْتُ عَلٰی آخِرِہٖ۔ لَمًّا: یہ لفظ لممتہ اجمع سے ماخوذ ہے: اس کا معنی ہے: میں اس کا سارا تر کہ کھا کر اخیر تک پہنچ گیا ہوں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: ابوذر کے نسخہ میں یہ تعلیق مذکور نہیں ہے اور اس کو ساقط کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ یہ مکرر ہے، عنقریب اس کا ذکر ہو چکا ہے اور اگر اس کو وہیں ذکر کر دیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۱۹۔۴۱۶ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الفجر کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ البلد کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۹۰۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ لَاۤ اُقۡسِمُ

سورۃ لا اقسم کی تفسیر

سورۃ لا اقسم (البلد) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ لَاۤ اُقۡسِمُ بِھٰذَا الۡبَلَدِ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس سورت کا نام سورۃ البلد بھی رکھا گیا ہے، یہ سورت مکی ہے اور اس میں بیس (۲۰) آیات ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَاَنۡتَ حِلٌّ بِهٰذَا الۡبَلَدِ بِمَكَّةَ لَيۡسَ عَلَيۡكَ مَا عَلَى النَّاسِ فِيهِ مِنَ الۡاِثۡمِ۔ اور مجاہد نے کہا: بِھٰذَا الۡبَلَدِ۝ (البلد:۲) اس سے مراد مکہ ہے، یعنی لوگوں پر (اس شہر میں) لڑنے کی وجہ سے جو گناہ ہوتا ہے وہ آپ پر نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الۡبَلَدِ۝ (البلد:۲) اس حال میں کہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس شہر سے مراد مکہ ہے، اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مستقبل میں اس شہر میں مشرکین کو جو آپ قتل کریں گے اور ان کو قید کریں گے وہ اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قتال کو حلال فرما دیا حتیٰ کہ آپ نے جن کو قتل کرنا تھا ان کو قتل کیا اور جن کو گرفتار کرنا تھا ان کو گرفتار کیا، سو آپ نے ابن خطل اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا، ابوسفیان کے گھر کو حرم بنا دیا الواسطی نے کہا ہے: اس شہر سے مراد مدینہ ہے، یہ قول الشفاء میں مذکور ہے، اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے۔

وَوَالِدٍ آدَمَ وَمَا وَلَدَ۔ وَوَالِدٍ: اور اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۝ (البلد:۳) اور (انسان کے) والد کی قسم! اور اس کی اولاد کی! O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے کی ہے، دوسرا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور عکرمہ اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ والد وہ شخص ہے کہ جس کی اولاد ہو اور مَا وَلَدَ میں مَا نفی کے لیے ہے یعنی جو بانجھ ہو اور اس کی اولاد نہ ہو، یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے۔ علامہ ثعلبی نے کہا ہے: یہ قول بہت بعید ہے۔

لُبَدًا كَثِيرًا۔ لُبَدًا کا معنی ہے: کثیر یعنی بہت زیادہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ○ (البلد:٦) وہ کہتا ہے: میں نے اپنا بہت مال خرچ کر دیا ہے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ کہنے والا الولید بن مغیرہ تھا، اس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں بہت مال خرچ کر دیا تھا، اور اللبد کا لفظ تلبید سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: چیزوں کا اوپر تلے ڈھیر ہو۔

وَالنَّجْدَيْنِ الْخَيْرُ وَالشَّرُّ۔ اَلنَّجْدَيْنِ: اس کا معنی ہے: خیر اور شر (کے دو راستے)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ○ (البلد:١٠) اور ہم نے اس کو (خیر اور شر کے) دونوں راستے دکھا دیئے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد اور اکثر مفسرین نے اس آیت کی اس طرح تفسیر کی ہے، اور نجد کا اصل میں معنی ہے: راستے میں بلند جگہ۔

مَسْغَبَةٍ مَجَاعَةٍ۔ مَسْغَبَةٌ: اس کا معنی ہے: مَجَاعَةٌ یعنی بھوک۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ○ (البلد:١٤) یا بھوک کے دن کھانا کھلانا ○

بھوکے کو کھانا کھلانے کی فضیلت

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: بھوکوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت میں یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اسلام کے کون سے حکم پر عمل کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: تم جس شخص کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو اس کو کھانا کھلاؤ اور سلام کرو۔ (صحیح البخاری:١٢)

مَتْرَبَةٍ السَّاقِطُ فِي التُّرَابِ مَتْرَبَةٌ: اس کا معنی ہے: جو شخص مٹی اور خاک پر پڑا ہوا ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ○ (البلد:١٦) یا خاک نشین مسکین کو ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی ہے: جو شخص مٹی پر پڑا ہوا ہو، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر منقول ہے: یعنی جس شخص کے اور زمین کے درمیان کوئی بستر وغیرہ نہ ہو، اور ابن مجاہد سے اس کی تفسیر منقول ہے کہ جو شخص راستے میں پڑا ہوا ہو اور اس کا کوئی گھر نہ ہو۔

يُقَالُ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ فَلَمْ يَقْتَحِمِ الْعَقَبَةَ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ فَسَّرَ الْعَقَبَةَ فَقَالَ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ۔ کہا جاتا ہے: فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ○ (البلد:١١) یعنی اس نے دنیا میں کوئی گھاٹی نہیں پھلانگی، پھر گھاٹی کی تفسیر کی: اور آپ کو کیا معلوم کہ گھاٹی کیا ہے، وہ غلام کو آزاد کرنا ہے اور بھوک کے دن کھانا کھلانا ہے۔ (البلد: ١٣-١٤)

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ○ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ○ فَكُّ رَقَبَةٍ ○ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ○ (البلد: ١١-١٤) پس وہ دشوار گھاٹی سے نہیں گزرا ○ اور آپ کیا سمجھے کہ وہ دشوار گھاٹی کیا ہے؟ ○ (قرض یا غلامی سے) گردن چھڑانا ○ یا بھوک کے دن کھانا کھلانا ○

Marfat.com

دشوار گھاٹی اور پل صراط کا بیان

علامہ عینی لکھتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے بھوک اور مٹی کا ذکر کیا تو یہ بیان شروع کیا کہ بھوک والے دن کیا کیا جائے اور جو خاک نشین ہو اس کے ساتھ کیا کیا جائے، پس فرمایا: دنیا میں انسان دشوار گھاٹی سے کیوں نہیں گزرتا کہ آخرت میں امن سے رہتا اور اَلْاِقْتِحَام کا معنی ہے: شدت اور مشقت کے ساتھ گزرنا اور داخل ہونا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس گھاٹی کی اہمیت بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا: آپ کیا سمجھے کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ پھر اس کی خبر نہیں دی اور اس کی تفسیر کی کہ وہ گردن چھڑانا ہے اور بھوک کے دن کھانا کھلانا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بڑے گناہوں اور ان کے بوجھ کو اور اس کے مرتکب کو گھاٹی کے ساتھ تشبیہ دی ہے، پس جب وہ غلام کو آزاد کر دے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس شخص کی مثل ہوگا جو کسی دوسری گھاٹی سے پار گزر جائے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: یہ گھاٹی جہنم میں پہاڑ ہے اور حسن بصری اور قتادہ سے منقول ہے کہ یہ دوزخ میں ایک گھاٹی ہے اور جہنم پر پل ہے، پس لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اس پل سے پار گزر جائیں گے اور مجاہد، ضحاک اور الکلبی سے منقول ہے: یہ پل دوزخ کی پشت پر رکھا جائے گا جو تلوار سے زیادہ تیز ہوگا، اس کا طول تین ہزار سال کی مسافت ہے، اس میں لوگ سہولت سے چڑھیں گے اور اتریں گے اور اس کے پہلوؤں میں سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکڑے ہوں گے۔

فِي كَبَدٍ شِدَّةٍ۔ فِي كَبَدٍ: اس کا معنی ہے: شدت اور سختی میں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝ (البلد: ۴) بے شک ہم نے انسان کو اس کی مشقت میں پیدا کیا ۝

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے اس تعلیق کی شرح نہیں کی۔

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: یعنی ہم نے انسان کو شدت اور مشقت کے کئی مراحل میں پیدا کیا ہے، ایک مرتبہ اس کی ماں کے پیٹ میں، پھر اس کی دودھ پینے کی مدت میں، پھر جب وہ بالغ ہو گیا تو اپنے معاش اور روزگار کے حصول کی مشقت میں مبتلا ہو گیا، پھر اس کے بعد مختلف بیماریوں اور مصائب کی شدت میں، پھر موت کی شدت میں۔

(انوار تبیان القرآن ص ۹۵۵ فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۲۱۔۴۱۹ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ البلد کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ الشمس کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور حدیث روایت کی ہے ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جونہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۹۱_ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا

سورۃ والشمس کی تفسیر

سُوْرَةِ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (الشمس) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الشمس کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس سورت میں پندرہ آیات ہیں اور یہ سورت مکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۴۲۱)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ضُحَاهَا ضَوْءُهَا إِذَا تَلَاهَا تَبِعَهَا وَطَحَاهَا دَحَاهَا دَسَّاهَا أَغْوَاهَا

اور مجاہد نے کہا: ضُحٰهَا کا معنی ہے: اس کی روشنی، اِذَا تَلٰهَا: کا معنی ہے: جب وہ اس کے پیچھے آئے اور طَحٰهَا: کا معنی ہے: اور اس کو پھیلا دیا، اور دَسّٰهَا: کا معنی ہے: اور اس کو گمراہ کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ (الشمس:۱۔۲)

سورج کی قسم! اور اس کی روشنی کی! ۝ اور چاند کی قسم! جب وہ اس کے پیچھے آئے ۝

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ (الشمس:۶)

اور زمین کی قسم! اور جس نے اس کو پھیلایا ۝

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (الشمس:۱۰)

اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے والشمس وضحٰها کی تفسیر میں کہا ہے: جب سورج چمک جائے اور اس کی روشنی غالب آ جائے اور ضحیٰ (چاشت) کا وقت اس کے بعد ہے اور قتادہ سے منقول ہے کہ وہ پورا دن ہے اور مقاتل سے منقول ہے: وہ اس کی حرارت ہے۔

اور مجاہد نے وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ (الشمس:۲) کی تفسیر میں کہا: یعنی جب چاند سورج کی روشنی سے روشنی حاصل کرے اور یہ مہینے کے ابتدائی نصف میں ہوتا ہے، جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اس کے بعد چاند طلوع ہو جاتا ہے۔

اور مجاہد نے وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ (الشمس:۶) کی تفسیر میں کہا ہے کہ طَحٰهَا کا معنی ہے: دَحٰهَا یعنی اس کو پھیلا دیا، اور الجوہری نے ذکر کیا ہے کہ دحوت الشیئ دحوا کا معنی ہے: میں نے اس چیز کو پھیلا دیا اور کہا ہے کہ طَحَوْتُهٗ بھی دَحَوْتُهٗ کی مثل ہے یعنی میں نے اس کو پھیلا دیا۔

اور مجاہد نے دَسّٰهَا ۝ (الشمس:۱۰) کی تفسیر میں کہا: وہ شخص ناکام ہو گیا جس نے گناہوں کا ارتکاب کیا، یعنی اس شخص سے اس کے نفس کا محل مخفی رہا اور وہ گناہوں پر سوار ہو گیا۔

فَأَلْهَمَهَا عَرَّفَهَا الشَّقَاءَ وَالسَّعَادَةَ.

فَاَلْهَمَهَا: اس کا معنی ہے: اس کے نفس کو اس کی بدبختی اور نیک بختی کی پہچان کرائی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ (الشمس:۸) پھر اس (نفس) کو اس کے برے کام اور ان سے بچنے کا طریقہ سمجھایا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی نفس کو اس کے فجور یعنی بدبختی اور اس کے تقویٰ یعنی اس کی سعادت کو سمجھا دیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اس کے لیے خیر اور شر کو بیان کر دیا اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ اس کو اطاعت اور معصیت کا معنی بتایا اور یہ تفسیر علامہ نسفی کی کتاب میں ہے۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا عُقْبَى أَحَدٍ۔ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اس کا معنی ہے: کسی کی عاقبت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝ (الشمس:۱۴۔۱۵) تو ان کے رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان کو ہلاک کر کے ان کی بستی کو ہموار کر دیا O اور ان سے انتقام لینے سے اسے کوئی خوف نہیں ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ کا معنی ہے: ان کے رب نے اس کے رسول کی تکذیب کرنے اور اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دیا، اور ان کی بستی کو ہموار کر دیا یعنی یہ عذاب ان کی پوری قوم پر آیا اور ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا اور ان کی جڑ کاٹ دی۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا، امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے: عقبى أحد جب کہ عقبہا کی ضمیر نفس کے اعتبار سے مونث ہے کیونکہ نفس مونث سماعی ہے اور نفس کو عہد کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہ لفظ ذال کے ساتھ اخذ ہے، اس کا معنی ہے: ان کو بالعموم ہلاک کر دیا۔ علامہ نسفی نے کہا ہے کہ اللہ کو ان کے انجام کا خوف نہیں تھا اور حسن بصری سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کا یہ خوف نہیں تھا کہ ان کی ہلاکت میں جو لوگ ان کے تابع ہو گئے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ضمیر ثمود کی طرف لوٹتی ہے یعنی قوم ثمود کو اپنے انجام کا خوف نہیں تھا اور ضحاک، سدی اور الکلبی نے کہا کہ لَا يَخَافُ کی ضمیر کونچیں کاٹنے والے کی طرف لوٹتی ہے یعنی جب قوم کا سب سے بدبخت شخص اٹھا اور اس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور وہ اپنے انجام سے نہیں ڈرتا تھا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ بِطَغْوٰىهَا بِمَعَاصِيهَا۔ اور مجاہد نے کہا: بِطَغْوٰىهَا کا معنی ہے: بِمَعَاصِيهَا یعنی اپنی نافرمانیوں کے سبب سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا ۝ (الشمس:۱۱) قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب سے (اپنے رسول کو) جھٹلایا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے: بِمَعَاصِيهَا یعنی اپنی نافرمانیوں کے سبب سے اور الفریابی نے مجاہد کی سند سے لکھا ہے: بِمَعْصِيَتِهَا۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: مَعْصِيَتِهَا وَهُوَ الْوَجْهُ اور یہی عمدہ ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۱۸)

علامہ عینی اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر نے اس کی عمدگی کی وجہ بیان نہیں کی بلکہ عمدہ تو لفظ جمع ہے جیسے امام بخاری کی تفسیر میں ہے بِمَعَاصِيهَا اور یہ مخفی نہیں ہے، اور طغوی اور طغیان دونوں واحد ہیں اور یہ طغی کا مصدر ہیں۔

میں کہتا ہوں: ممکن ہے حافظ ابن حجر عسقلانی کی مراد یہ ہو کہ طغویٰ مصدر ہے اور واحد ہے جمع نہیں ہے، اس لیے امام بخاری نے اس کی تفسیر جو بمعاصیھا کی ہے وہ مناسب نہیں ہے، اور جس طرح الفریابی نے اس کی تفسیر میں بمَعْصِيَتِهَا لکھا ہے وہی مناسب ہے اور عمدہ ہے۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۲۲۔۴۲۱ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ

۴۹۴۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَمْعَةَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَخْطُبُ وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِي عَقَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيزٌ عَارِمٌ مَنِيعٌ فِي رَهْطِهِ مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ وَذَكَرَ النِّسَاءَ فَقَالَ يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وَقَالَ لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ عَمِّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ

(صحیح مسلم: ۲۸۵۵)

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود کہ بے شک ان کو حضرت عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے خطبہ دیتے ہوئے اونٹنی کا ذکر فرمایا اور اس کا ذکر فرمایا جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا ۝ (الشمس: ۱۲) جب (اس قوم کا) سب سے بدبخت اٹھا ۝ یعنی ایک عزیز مرد اٹھا جو مفسد تھا اور اپنے قبیلہ میں بہت قوی تھا جیسے زمعہ کا باپ (یعنی دادا) تھا، اور آپ نے عورتوں کا ذکر فرمایا، پس آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے مارنے کا ارادہ کرتا ہے، پھر شاید وہ دن کے آخری حصے میں اس کے ساتھ مباشرت کرتا ہے، پھر آپ نے ان کو اس بات پر نصیحت کی کہ وہ کسی کے گوز لگانے پر ہنستے ہیں اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس کام پر کیوں ہنستا ہے جس کام کو وہ خود کرتا ہے؟ اور ابو معاویہ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبد اللہ بن زمعہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمعہ کے والد کی مثل جو الزبیر بن العوام کے چچا ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۷۷ میں گزر چکی ہے

حدیث مذکور کی سند کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں وہیب کا ذکر ہے، یہ وہیب بن خالد ہیں اور ہشام کا ذکر ہے، یہ عروہ بن الزبیر بن العوام کے بیٹے ہیں جو ان کے والد سے روایت کرتے ہیں از حضرت عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ، یہ صحابی ہیں اور الاسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی القرشی کے بیٹے ہیں۔

Marfat.com

حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی اور اس کی کونچیں کاٹنے والے کا تذکرہ

جس شخص نے حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اس کا نام قدار بن سالف تھا اور اس کی ماں کا نام قدیرۃ تھا اور یہ قوم ثمود کا وہ شخص تھا جس کی قوم ثمود میں بدبختی کی مثال بیان کی جاتی تھی، اس کا رنگ سرخ تھا، آنکھیں نیلی تھیں اور قد چھوٹا تھا اور ذکر کیا گیا کہ یہ ولد الزنا تھا اور ساف نام کے ایک بستر پر پیدا ہوا تھا۔

عزیز، عارم اور منیع کے معانی اور زمعہ کے باپ کی مثل کے مصداق کا بیان

ایک ایسا مرد اٹھا جو عزیز عارم اور اپنے قبیلہ میں منیع تھا، عزیز کا معنی ہے: اس جیسے لوگ بہت کم تھے اور عارم کا معنی ہے: وہ بہت شدید بدمزاج، مفسد اور خبیث تھا، ایک قول ہے کہ وہ جاہل تھا اور منیع کا معنی ہے: وہ اپنی قوم میں بہت قوی اور طاقت ور تھا۔

وہ زمعہ کے باپ کی مثل تھا: اس سے مراد اسود ہے جس کا سند میں ذکر کیا گیا ہے جو حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کا دادا تھا، یہ ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا کرتے تھے، یہ مکہ میں حالت کفر میں مر گیا تھا اور اس کا بیٹا زمعہ بھی غزوۂ بدر میں حالت کفر میں قتل کیا گیا تھا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ زمعہ کے اس باپ سے مراد وہ آزمائش ہو جس کی وجہ سے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی گئی تھی اور وہ افریقہ میں ابن خدیج کے غزوہ میں فوت ہو گیا تھا اور القیر وان میں اس کو دفن کیا گیا تھا، علامہ قرطبی نے کہا: اگر یہ وہی شخص ہے تو اس کو اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والے مرد کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی ہے کہ یہ بھی اپنی قوم میں عزیز تھا اور اپنے مخالفین کفار کے خلاف بہت قوی اور جری تھا۔ علامہ قرطبی نے کہا: اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زمعہ کے باپ کی مثل سے مراد کوئی اور شخص ہو جس کا نام ابوزمعہ ہو۔

عورتوں کے ساتھ نرمی کرنے کی نصیحت اور گوز کی آواز سن کر ہنسنے کی مذمت

اس کے بعد آپ نے خطبہ میں خواتین کے متعلق امور کا ذکر فرمایا اور ان کو یہ نصیحت کی کہ تم عورتوں کو نہ مارا کرو کیونکہ تم دن میں عورتوں کو کوڑے مارتے ہو، پھر اسی دن شام کو ان سے مباشرت کرتے ہو۔

پھر ان کو نصیحت کی کہ تم کسی شخص کے گوز مارنے پر ہنستے ہو حالانکہ تم خود بھی یہ کام کرتے ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی بیویوں کو مارنا نہیں چاہیے اور ان پر سختی نہیں کرنی چاہیے اور یہ نصیحت کی کہ تم گوز کی آواز سن کر چشم پوشی کیا کرو اور ایسا نہ کیا کرو جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں اگر کسی شخص کا مجلس میں گوز نکل جاتا تو لوگ اس پر ہنستے تھے۔ شارح علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا ہے اور یہ حکم دیا کہ اس سے اغماض اور چشم پوشی کرنی چاہیے اور اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے، یہ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کے برے کاموں میں سے ایک برا کام تھا کہ وہ مجلس میں گوز لگاتے تھے یعنی پاد مارتے تھے اور پھر اس پر ہنستے تھے۔

زمعہ کے باپ کو زبیر بن عوام کا چچا کہنے کی توجیہ

امام بخاری نے اس حدیث کی جو دوسری سند تعلیق میں بیان کی ہے اس تعلیق کو امام اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں سند موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کے آخر میں لکھا ہے: زمعہ کے باپ کی مثل جو الزبیر بن العوام کا چچا ہے، اس تعلیق کی امام احمد نے بھی اپنی سند کے ساتھ ابومعاویہ سے روایت کی ہے لیکن اس کے آخر میں یہ نہیں لکھا کہ وہ الزبیر کا چچا ہے، آپ کا یہ ارشاد اس

Marfat.com

طریقہ پر ہے کہ چچا کا بیٹا بھی چچا کے حکم میں ہوتا ہے کیونکہ زمعہ کا باپ الاسود بن المطلب بن اسد تھا اور زبیر بن العوام بن خویلد بھی ابن اسد تھے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس میں یہ غلطی نکالی ہے اور کہا ہے کہ زمعہ کا باپ زبیر کا چچا نہیں تھا، پھر انہوں نے اسی طرح اس اشکال کا جواب لکھا ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۲۴۔ ۴۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی سے اس توجیہ کی تائید

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں زمعہ کے باپ کو زبیر کا چچا مجازاً کہا ہے کیونکہ زمعہ کا باپ اسود بن المطلب ہے جو بنو اسد ہے اور الزبیر بن العوام بن خویلد بھی بنو اسد سے ہے، پس چچا کے بیٹے کو چچا کے قائم مقام کر کے اس پر اس اعتبار سے چچا کا اطلاق کیا گیا ہے، اسی طرح علامہ الدمیاطی نے زمعہ کے باپ کی یہاں پر توجیہ کی ہے اور یہی معتمد ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۱۹، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

الحمد للہ رب العلمین سورۃ الشمس کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور جو حدیث روایت کی تھی ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ اللیل کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۹۲۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ وَاللَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی

سورۃ اللیل کی تفسیر

سُوۡرَۃ وَاللَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی (اللیل) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ اللیل کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس سورت کا نام وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ہے اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس کا نام سورۃ اللیل ہے۔ قتادہ، الکلبی، الشعبی اور سفیان سے روایت ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھاری قیمت میں خرید کر آزاد کیا تھا۔ عکرمہ اور عبدالرحمان بن زید نے کہا: یہ سورت مدنی ہے، یہ انصار کے ایک مرد ابوالدحداح کے متعلق نازل ہوئی اور ام سمرہ کے متعلق نازل ہوئی جن کا طویل قصہ ہے۔ اس سورت میں اکیس (۲۱) آیات ہیں۔

وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ۝ (اللیل:۱) کا معنی ہے: اور رات کی قسم! جب وہ اپنی ظلمت سے دن کو چھپائے اور الزجاج نے کہا: رات افق کو اور آسمان اور زمین کے درمیان کی چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔

وَقَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ وَکَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی بِالۡخَلَفِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی کی تفسیر میں فرمایا: اس نے نیکی کی تکذیب کی یعنی صدقہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے اجر و ثواب کی تکذیب کی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَکَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ۝ (اللیل:۹)

اور نیک باتوں کی تکذیب کی ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے: اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر اجر و ثواب ملنے کی تکذیب کی اور مجاہد سے منقول ہے کہ اس نے جنت کی تکذیب کی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تکذیب کی اور پہلی تفسیر حق کے زیادہ مشابہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں خرچ کرنے والے سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس خرچ کا بدل اور اجر عطا فرمائے گا۔

وَقَالَ مُجَاہِدٌ تَرَدّٰی مَاتَ وَتَلَظّٰی تَوَہَّجُ۔

اور مجاہد نے کہا: تَرَدّٰی: اس کا معنی ہے: مر گیا اور تَلَظّٰی: اس کا معنی ہے وہ بھڑک اٹھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَمَا یُغۡنِیۡ عَنۡہُ مَالُہٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ۝ (اللیل:۱۱)

اور جب وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کسی کام نہ آئے گا ۝

فَاَنۡذَرۡتُكُمۡ نَارًا تَلَظّٰى ۝ (اللیل: ۱۴) پس میں تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے جب وہ مر جائے گا اور قتادہ اور ابو صالح سے اس کی تفسیر منقول ہے جب اس کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا، یہ آیت ابوسفیان بن حرب کے متعلق نازل ہوئی (علامہ عینی نے اسی طرح لکھا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لے آئے تھے۔ سعیدی غفرلہ) اور تلظی اصل میں تتلظی تھا دو تاؤں میں سے ایک تاء کو حذف کر دیا گیا اس کا معنی ہے بھڑک اٹھا۔

وَقَرَأَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ تَتَلَظّٰى۔ اور عبید بن عمیر نے اس آیت کو تتلظی پڑھا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی تاء کا تاء میں ادغام نہیں کیا۔

۱۔ باب: وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ (اللیل: ۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہوا! (اللیل: ۲) کی تفسیر

۴۹۴۳۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ دَخَلْتُ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ الشَّأْمَ فَسَمِعَ بِنَا أَبُو الدَّرْدَاءِ فَأَتَانَا فَقَالَ أَفِيكُمْ مَنْ يَقْرَأُ فَقُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَأَيُّكُمْ أَقْرَأُ فَأَشَارُوا إِلَيَّ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَرَأْتُ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى قَالَ أَنْتَ سَمِعْتَهَا مِنْ فِي صَاحِبِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَأَنَا سَمِعْتُهَا مِنْ فِي النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهٰؤُلَاءِ يَأْبَوْنَ عَلَيْنَا۔ (صحیح مسلم: ۸۲۴، سنن ترمذی: ۲۹۳۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب کی جماعت کے ساتھ شام میں داخل ہوا، پس ہمارے متعلق حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے سنا تو وہ ہمارے پاس آئے، انہوں نے پوچھا: کیا تم میں سے کوئی شخص قرآن پڑھنے والا ہے؟ تو ہم نے کہا: جی ہاں! پھر انہوں نے کہا: تم میں سے کون زیادہ اچھا قرآن پڑھتا ہے؟ تو میرے اصحاب نے میری طرف اشارہ کیا تو انہوں نے کہا: قرآن پڑھو تو میں نے پڑھا: وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى ۝ (اللیل ۳۔۱) اور رات کی قسم جب وہ (دن کو) چھپا لے ۝ اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہوا ۝ اور نر اور مادہ کی قسم ۝ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے خود اس آیت کو اپنے استاد یعنی حضرت ابن مسعود سے سنا ہے؟ میں نے کہا ہاں! انہوں نے کہا: میں نے بھی اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سنا ہے اور یہ لوگ ہم پر انکار کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں: دار الفکر کے مطبوعہ نسخہ میں یہ آیت اس طرح لکھی ہے: وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ (اللیل: ۳) صحیح البخاری: ۴۹۴۳ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے قراءت متواترہ تو اسی طرح ہے لیکن حضرت ابن مسعود اور ان کے شاگرد علقمہ وغیرہ اور حضرت ابو

Marfat.com

الدرداء اس آیت کو والذکر والانثی پڑھتے تھے اور وما خلق کو حذف کر دیتے تھے۔ (سعیدی غفرلہ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور اہل شام کا سورۃ اللیل کی قراءت میں اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اہل شام حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ پر انکار کرتے تھے کیونکہ حضرت ابوالدرداء وما خلق الذکر والانثی نہیں پڑھتے تھے اور والذکر والانثی پڑھتے تھے اور اہل شام کہتے تھے کہ یہ قراءت متواترہ ہے اور حضرت ابوالدرداء اس آیت میں حذف کر کے والذکر والانثی پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ: وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ۞ (الليل: ۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس ذات کی (قسم) جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۞ (اللیل: ۳) کی تفسیر

۴۹۴۴۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قَدِمَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ فَطَلَبَهُمْ فَوَجَدَهُمْ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَقْرَأُ عَلَى قِرَاءَةِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُلُّنَا قَالَ فَأَيُّكُمْ أَحْفَظُ فَأَشَارُوا إِلَى عَلْقَمَةَ قَالَ كَيْفَ سَمِعْتَهُ يَقْرَأُ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى قَالَ عَلْقَمَةُ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى قَالَ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْرَأُ هٰكَذَا وَهٰؤُلَاءِ يُرِيدُونِي عَلَى أَنْ أَقْرَأَ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى وَاللهِ لَا أُتَابِعُهُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب حضرت ابو الدرداء کے پاس آئے تو حضرت ابوالدرداء نے ان سے (کسی قاری کو) طلب کیا، پس انہوں نے اس کو پا لیا، پس حضرت ابو الدرداء نے پوچھا: تم میں سے کون حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت کے موافق پڑھتا ہے، ابراہیم نے کہا: ہم سب ان کے موافق پڑھتے ہیں، پھر انہوں نے پوچھا: تم میں سے کون زیادہ حافظ ہے؟ تو سب نے علقمہ کی طرف اشارہ کیا تو حضرت ابو الدرداء نے پوچھا: تم نے حضرت ابن مسعود سے وَ الَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ۞ (اللیل: ۱) کو کس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے؟ علقمہ نے کہا: والذکر والانثی حضرت ابوالدرداء نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے اور یہ لوگ (اہل شام) ارادہ کرتے ہیں کہ میں وَ مَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى پڑھوں اور اللہ کی قسم! میں ان کی موافقت نہیں کروں گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابن مسعود کی قراءت متواترہ کی مخالفت کرنے کی توجیہ اور تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے علقمہ وغیرہ سے پوچھا کہ تم میں سے کون حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے موافق پڑھتا ہے

Marfat.com

تو حضرت ابن مسعود کے تمام شاگردوں نے علقمہ کی طرف اشارہ کیا تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے علقمہ سے پوچھا کہ تم نے حضرت عبداللہ کو وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کی کس طرح قراءت کرتے ہوئے سنا ہے؟ تو علقمہ نے کہا: والذکر والانثی یعنی وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى نہیں پڑھا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح یعنی والذکر والانثی پڑھتے ہوئے سنا ہے اور یہ اہل شام چاہتے ہیں کہ میں وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى پڑھوں اور میں اس قراءت پر ان کی موافقت نہیں کروں گا یعنی وَمَا خَلَقَ کا اضافہ نہیں کروں گا۔

حضرت ابوالدرداء نے کہا کہ میں اہل شام کی موافقت نہیں کروں گا حالانکہ اہل شام کی قراءت متواترہ تھی اور حضرت ابو الدرداء کی قراءت یقینی تھی کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سنا تھا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ پھر اہل شام کو چاہیے تھا کہ وہ حضرت ابوالدرداء کی مخالفت نہ کرتے تو میں کہوں گا کہ ان کی قراءت بھی یقینی تھی اور ان کی قراءت کا ثبوت بھی تواتر سے تھا۔

علامہ المازری نے کہا ہے: اس پر اور جو اس کے حکم میں ہو اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ یہ پہلے تھا، پھر منسوخ ہو گیا اور جن کو ان کے منسوخ ہونے کا علم نہیں ہوا وہ اپنی قراءت پر قائم رہے یا یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے جب ان کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف نہیں پہنچا تھا اور اس پر اجماع ہے کہ ہر منسوخ آیت اس مصحف سے محذوف ہو چکی ہے اور جب حضرت عثمان کا مصحف ظاہر ہو گیا تو پھر ان میں سے کوئی شخص بھی اس کے خلاف گمان نہیں رکھتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوالدرداء کی قراءت کے منسوخ ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد انصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ المازری کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابن ابوداؤد نے المصاحف میں حضرت ابوالدرداء کی قراءت کو نہیں لکھا اور غالباً حضرت ابوالدرداء کو قراءت متواترہ نہیں پہنچی تھی اور تمام مسلمانوں نے اس قراءت میں ان کی مخالفت کی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۵۳۹، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابن مسعود کی قراءت متواترہ کی مخالفت کرنے کی مزید توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہر چند کہ اس روایت کی نسبت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی طرف بہت قوی ہے مگر اب قراءت متواترہ پر اجماع ہو چکا ہے اور غالباً حضرت ابوالدرداء کی قراءت والذکر والانثی کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود کے شاگردوں تک اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں پہنچا تھا اور تعجب ہے کہ کوفہ میں جو علقمہ اور حضرت ابن مسعود کے شاگرد تھے انہوں نے بھی ان کی قراءت کے موافق نہیں پڑھا اور اسی طرح اہل شام نے بھی حضرت ابو الدرداء کی قرآت کے موافق نہیں پڑھا، اس سے یہ بات قوی ہو جاتی ہے کہ ان کی قراءت کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

۳۔ بَابٌ: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝ (اللیل:۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا ۝ (اللیل:۵) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی جس نے اللہ کی راہ میں اپنے مال سے عطا کیا اور اپنے رب سے ڈرا اور حرام کاموں سے اجتناب کیا۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۴۲۶)

۴۹۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فِي جَنَازَةٍ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ فَقَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى إِلٰى قَوْلِهِ لِلْعُسْرٰى۔

(صحیح مسلم: ۲۶۴۷، سنن ترمذی: ۲۱۳۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۷۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از سعد بن عبیدہ از ابوعبدالرحمٰن السلمی از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ بقیع الغرقد میں ایک جنازے میں تھے، پس آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا جنت میں ٹھکانا اور دوزخ میں ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اسی پر اعتماد نہ کرلیں؟ تو آپ نے فرمایا: تم عمل کرو، پس ہر عمل آسان کر دیا گیا ہے، پھر آپ نے یہ آیات تلاوت کیں: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰی ۝ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ۝ (اللیل:۵۔۱۰) پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا ۝ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا ۝ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے ۝ اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا ۝ اور نیک باتوں کی تکذیب کی ۝ پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے ۝

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۱۳۶۲ میں کی جا چکی ہے، تاہم چند ضروری امور کا یہاں بیان کیا جا رہا ہے:

بقیع الغرقد کا معنی

اس حدیث میں بقیع الغرقد کا لفظ ہے "بقیع" اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں مختلف اقسام کے درخت ہوں۔ بقیع الغرقد اہل مدینہ کا قبرستان ہے۔

جب سب کچھ تقدیر میں لکھا ہوا ہے تو پھر عمل کی کیا ضرورت ہے

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سعادت اور شقاوت کو کتاب میں لکھ دیا ہے تو صحابہ نے قصد کیا کہ اس لکھے ہوئے کو حجت قرار دے کر عمل کرنے کو ترک کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ بتلایا کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں اور

Marfat.com

ایک چیز کی وجہ سے دوسری چیز باطل نہیں ہوتی، ایک ظاہر چیز ہے اور دوسری باطن چیز ہے اور وہی علت موجبہ ہے اور دوسری ظاہری چیز ہے اور وہ بندہ کے حق میں تمہ لازمہ ہے اور وہ خیالی علامت ہے اور آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو پیدا کیا ہے اور دنیا میں اس کا عمل آخرت کے انجام کی دلیل ہے، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰىۙ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰىۙ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰىؕ (اللیل: ۵۔۷) پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہاO اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہاO پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گےO

اس کی نظیر یہ ہے کہ انسان کی قسمت میں رزق لکھ دیا ہے لیکن اس کو کمانے کا حکم دیا ہے اور اس کی زندگی کی مدت تقدیر میں مقرر ہے لیکن اس کو بیماری کا علاج کرنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح نیک بختی بھی اور بد بختی بھی تقدیر میں مقرر ہے لیکن اس کو نیکی کرنے اور برائی کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے، پس جس طرح وہ تقدیر کے لکھے ہوئے رزق پر اعتماد کر کے حصول رزق کے لیے جدوجہد کو ترک نہیں کرتا اور تقدیر میں لکھی ہوئی مدت پر اعتماد کر کے بیماری میں علاج کو ترک نہیں کرتا، اسی طرح اس کو چاہیے کہ وہ تقدیر میں لکھی سعادت اور شقاوت پر اعتماد کر کے نیک اعمال کے کرنے اور برے اعمال کے نہ کرنے کو ترک نہ کرے، پس تقدیر میں لکھا ہوا امر باطنی علت موجبہ اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور انسان کے اعمال تمہ لازمہ ہیں اور خیالی علامت ہیں اور امر باطنی کی وجہ سے امر ظاہری کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۷۳ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابٌ: وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰىۙ (اللیل: ۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہاO (اللیل: ۶) کی تفسیر

۔۔۔۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه قَالَ كُنَّا قُعُودًا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرَ الْحَدِيثَ نَحْوَهُ

۔۔۔۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از سعد بن عبیدہ از ابو عبد الرحمٰن از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، پھر انہوں نے اسی حدیث کا ذکر کیا۔

۵۔ بَابٌ: فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰىؕ (اللیل: ۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گےO (اللیل: ۷) کی تفسیر

۴۹۴۶۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ كَانَ فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ عُودًا يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از سعد بن عبیدہ از ابو عبد الرحمٰن السلمی از حضرت علی رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ایک جنازے میں تھے، آپ ایک لکڑی پکڑ کر زمین کو کریدنے لگے، پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ٹھکانے کے متعلق لکھ دیا

Marfat.com

اللهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى الْآيَةَ قَالَ شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي بِهِ مَنْصُورٌ فَلَمْ أُنْكِرْهُ مِنْ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ۔

گیا ہے کہ اس کا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا یا جنت میں، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اسی پر اعتماد نہ کرلیں؟ آپ نے فرمایا: تم عمل کرو، پس ہر عمل آسان کر دیا گیا ہے (پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں:) فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ (اللیل:٦۔٥) پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہاO اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہاO شعبہ نے کہا: مجھے یہ حدیث منصور نے بیان کی اور انہوں نے سلیمان کی حدیث کا انکار نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٣٦٢ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ اسی حدیث کی ایک اور سند ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٩ ص ٤٢٨)

٦۔ بَابٌ: وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ (اللیل:٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہاO (اللیل:٨) کی تفسیر

٤٩٤٧۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ لَا اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى إِلَى قَوْلِهِ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از الاعمش از سعد بن عبیدہ از ابو عبد الرحمان از حضرت علی علیہ السلام، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے، اس کا ٹھکانا جنت سے ہوگا اور دوزخ سے ہوگا، پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اسی پر اعتماد نہ کرلیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں تم عمل کرو، پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۭ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى O (اللیل:١٠۔٥) پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہاO اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہاO پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گےO (اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہاO اور نیک باتوں کی تکذیب)O پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گےO

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٣٦٢ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جس کی امام بخاری نے یحییٰ سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۲۸)

۷۔ بَابٌ: وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ (اللیل: ۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور نیک باتوں کی تکذیب کی ○ (اللیل: ۹) کی تفسیر

۴۹۴۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ وَمَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَإِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ قَالَ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاءِ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى الْآيَةَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از سعد بن عبیدۃ از ابو عبدالرحمن السلمی از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازے میں تھے تو ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، پس آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے اور آپ کے پاس ایک لکڑی تھی، پس آپ نے سر مبارک جھکایا اور لکڑی سے زمین کو کریدنے لگے، پھر فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی ہے اور جو شخص بھی سانس لینے والا ہے اس کا جنت اور دوزخ سے ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے اور یہ لکھ دیا گیا ہے کہ وہ بدبخت ہے یا نیک بخت ہے، ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے اس لکھے ہوئے پر اعتماد نہ کرلیں اور عمل کو چھوڑ دیں، پس ہم میں سے جو شخص نیک بخت ہوگا وہ عنقریب نیک بختوں کے ساتھ مل جائے گا اور جو ہم میں سے بدبخت ہوگا عنقریب بدبختوں کے ساتھ مل جائے گا، آپ نے فرمایا: رہا وہ شخص جو نیک بخت ہے تو اس کے لیے نیک بختوں کے عمل آسان کردیے جائیں گے اور رہا وہ شخص جو بدبخت ہے تو اس کے لیے بدبختوں کے عمل آسان کردیے جائیں گے، پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں: فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ (اللیل: ۵۔۶) پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا ○ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کردیں گے ○

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۶۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جس کی امام بخاری نے عثمان بن ابی شیبہ سے روایت کی ہے، اس حدیث میں مخصرۃ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: انسان اپنے ہاتھ میں جو لاٹھی وغیرہ رکھتا ہے، علامہ الطیبی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے

Marfat.com

کہ بادشاہ اپنے ہاتھ میں لاٹھی وغیرہ رکھتے ہیں جس سے وہ اشارہ کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ میں عصا اور لاٹھی وغیرہ رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابٌ: فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ (الليل:١٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے ۝ (اللیل:۱۰) کی تفسیر

٤٩٤٩ـ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ شَيْئًا فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِهِ الْأَرْضَ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى الْآيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش، انہوں نے کہا: میں نے سعد بن عبیدہ سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از ابو عبد الرحمن السلمی از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے میں تھے، پس آپ نے کوئی چیز پکڑی اور اس کے ساتھ زمین کریدنے لگے، پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے متعلق اس کا دوزخ میں ٹھکانا اور جنت میں ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا پس ہم اس لکھے ہوئے پر اعتماد نہ کرلیں اور عمل کو چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا: تم عمل کرو، ہر شخص کے لیے وہ عمل آسان کردیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ رہا وہ شخص جو اہل سعادت میں سے ہے تو اس کے لیے اہل سعادت کے عمل آسان کردیئے جائیں گے اور رہا وہ شخص جو اہل شقاوت میں سے ہے تو اس کے لیے اہل شقاوت کے عمل آسان کردیئے جائیں گے، پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں: فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ (اللیل:۶۔۵) پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا ۝ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے ۝

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۶۲ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا چھ سندوں کے ساتھ مروی ہونا

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ اس حدیث مذکور کی چھٹی سند ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی چھ مختلف سندوں کے ساتھ روایت کی ہے اور ہر سند کے ساتھ اس حدیث کے باب کا ایک مستقل اور الگ عنوان قائم کیا ہے، اس حدیث کے متون میں کچھ کمی اور زیادتی ہے لیکن تمام متون کا مضمون واحد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۲۹)

اہل بیت کرام کے اسماء کے ساتھ علیہ السلام لکھنے کا جواز اور رضی اللہ عنہ لکھنے کا افضل ہونا، اس کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں: امام بخاری کی یہ چھ سندیں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتی ہیں، امام بخاری نے پانچ سندوں میں حضرت مولیٰ

Marfat.com

علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور ایک حدیث (صحیح بخاری: ۴۹۴۷) کی سند کے ساتھ حضرت مولیٰ علی کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک رضی اللہ عنہ کے کلمات میں علیہ السلام کے کلمات سے زیادہ فضیلت ہے اور انہوں نے ایک حدیث کی سند میں حضرت مولیٰ علی کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھ کر یہ مسئلہ واضح کیا ہے کہ حضرت مولیٰ علی اور دیگر اہل بیت کرام کے اسماء گرامی کے ساتھ علیہ السلام لکھنا بھی جائز ہے کیونکہ بعض ناصبی اور خارجی، حضرات اہل بیت کے ساتھ عداوت رکھنے کی وجہ سے ان کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھنے کو ناجائز کہتے تھے اور اس دور میں بھی بعض ایسے متشدد لوگ ہیں جو حضرت علی علیہ السلام یا حضرت فاطمہ علیہا السلام یا حضرت حسنین علیہما السلام لکھنے کو ناجائز کہتے ہیں، امام بخاری پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں انہوں نے ان اہل بیت کرام کے اسماء گرامی کے ساتھ اپنی صحیح بخاری کی متعدد احادیث میں علیہ السلام لکھ کر یہ واضح کیا کہ اہل محبت کے نزدیک ان حضرات کے اسماء کے ساتھ علیہ السلام لکھنا جائز ہے۔

تاہم جیسا کہ ہم نے تصریح کی ہے کہ اہل بیت کرام کے اسماء مبارک کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا علیہ السلام لکھنے کی بہ نسبت زیادہ افضل ہے کیونکہ سلام تو ہر مومن پر پڑھا جاسکتا ہے خواہ وہ زندہ ہو یا وفات پاچکا ہو کیونکہ زندہ کو کہا جاتا ہے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور وفات یافتہ لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السلام علیکم یا اھل القبور (سنن ترمذی: ۱۰۵۳) نیز حدیث میں ہے: السلام علیکم یا اھل المقابر۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۹، سنن دارمی مقدمہ: ۱۵)

اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فَسَلَّمَ علیہ رَدَّ علیہ السلام و عرفہ واذا مَرَّ بقبر لا یَعْرِفہ فسلم علیہ رَدَّ علیہ السلام۔

(شعب الایمان جزء ۷ ص ۱۷، رقم الحدیث: ۹۲۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب کوئی مرد ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ پہچانتا ہو اور اس پر سلام پڑھے تو قبر والا اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اس کو پہچانتا ہے اور اگر وہ ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہ پہچانتا ہو اور سلام کرے تب بھی وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

اور امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی المقبرۃ فقال السلام علیکم دَارَ قَوْمٍ مومنین وَاِنا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ الحدیث۔

(صحیح مسلم: ۲۴۷، سنن نسائی: ۱۵۰، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۶، مسند احمد: ۸۸۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں آئے اور فرمایا: اے مومنین کے گھر! تم پر سلام ہو اور بے شک ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔

اور رضی اللہ عنہ کے کلمات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے کہے جاتے ہیں یا پھر ان کاملین اور عارفین کے لیے جو اصحاب احسان ہوں یعنی محسنین ہوں یا متقین ہوں یعنی اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے ہوں، اور ہر قسم کے گناہوں سے اجتناب کرتے ہوں۔ صحابہ اور محسنین کے لیے رضی اللہ عنہم کہنے کے ثبوت میں یہ آیت کریمہ ہے:

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا

اور مہاجرین اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جن مسلمانوں نے نیکی

عَنْهُ (التوبہ:١٠٠) میں ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

اور متقین اور اللہ سے بہت ڈرنے والوں اور ہر قسم کے گناہوں سے اجتناب کرنے والوں کے متعلق یہ آیت مبارک ہے:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ۗ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝ (البینہ:٨) اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہ (جزاء) اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا رہا O

سو واضح ہو گیا کہ رضی اللہ عنہم کے دعائیہ کلمات کہنا صحابہ کرام اور محسنین اور متقین کاملین کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ علیہ السلام کے دعائیہ کلمات میں ایسی کوئی تخصیص نہیں ہے ان کو ہر مسلمان کے لیے کہنا جائز ہے۔

میرے دل میں بڑے عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام کے درمیان فرق کو واضح کروں اور یہ بتاؤں کہ اہل بیت کرام کے اسماء مبارکہ کے ساتھ علیہ السلام لکھنا جائز ہے لیکن افضل یہی ہے کہ ان کے اسماء مبارکہ کے ساتھ بھی رضی اللہ عنہ لکھا جائے۔ الحمد للہ رب العالمین صحیح بخاری کی اس حدیث کی شرح میں یہ خواہش پوری ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ اللیل کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور جو احادیث روایت کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۂ والضحیٰ کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۹۳۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ وَالضُّحٰى

سورۃ والضحیٰ کی تفسیر

سورۃ والضحیٰ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ والضحیٰ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت مکی ہے اور اس میں گیارہ آیات ہیں۔

علامہ الثعلبی نے کہا ہے کہ الضحیٰ کا معنی ہے: پورا دن اور قتادہ اور مقاتل نے کہا ہے: یعنی چاشت کا وقت، یہ وہ وقت ہے جس میں سورج پوری طرح بلند ہو جاتا ہے (طلوع آفتاب کے دو گھنٹے بعد) اور گرمی اور سردی میں دن معتدل ہوتا ہے اور واؤ قسم کے لیے ہے یعنی چاشت کے رب کی قسم۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۴۲۹)

میں کہتا ہوں کہ ہم نے سورۃ والضحیٰ کی تفسیر میں لکھا ہے: مشرکین کا یہ دعویٰ تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے رب نے چھوڑ دیا اور وہ آپ سے بیزار ہو گیا، وہ اپنے اس دعویٰ پر کوئی گواہ پیش نہیں کر سکے، پھر قاعدہ کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھا کہ آپ ان کے اس دعویٰ کے انکار پر قسم اٹھاتے، پس قسم آپ پر آتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی جگہ دن اور رات کی قسم کھا کر فرمایا: آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ آپ سے بیزار ہوا ہے اور یہ واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کا معاملہ واحد ہے آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے آپ کی رضا اللہ کی رضا ہے، آپ کی بیعت اللہ کی بیعت ہے، اسی طرح جو قسم آپ پر لازم آتی ہے وہ اللہ پر قسم ہے، اس لیے فرمایا: دن کی قسم! اور رات کی قسم! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا ہے اور نہ آپ سے بیزار ہوا ہے، بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ "والضحیٰ" سے مراد ہے: آپ کے روشن چہرے کی قسم! اور "واللیل" سے مراد ہے: آپ کی سیاہ زلفوں کی قسم!۔ (تفسیر تبیان ج۱۱ ص۱۹۲) (انوار تبیان القرآن ص۹۵۸، فرید بک اسٹال لاہور ۱۴۳۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ إِذَا سَجَى اسْتَوَى وَقَالَ غَيْرُهُ سَجَى أَظْلَمَ وَسَكَنَ۔

اور مجاہد نے کہا ہے: اِذَا سَجٰى کا معنی ہے: جب رات برابر ہو جائے اور دوسروں نے کہا: جب رات تاریک ہو جائے یا ساکن ہو جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ (الضحیٰ: ۲) اور رات کی قسم! جب وہ پھیل جائے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کو ابو محمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے کہا اور مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ سَجٰى کا معنی ہے: جب رات تاریک ہو جائے، یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، اور انہوں نے دوسری تفسیر کی ہے: جب رات ساکن ہو جائے، یہ تفسیر بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور حسن بصری سے منقول ہے: جب رات آ جائے اور ان سے یہ بھی منقول ہے: جب رات ٹھہر جائے اور ساکن ہو جائے۔ امام طبری نے کہا: ان اقوال میں اولیٰ یہ ہے کہ جب رات ساکن ہو جائے کیونکہ جب سمندر ساکن ہو تو کہا جاتا ہے: بَحْرٌ سَاجٍ یعنی ساکن۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس تعلیق کی یہی شرح کی ہے۔(فتح الباری ج ٦ ص ١٢٢)

عَائِلًا ذُوعِيَالٍ عَآئِلًا: اس کا معنی ہے: بال بچوں والا (یعنی ضرورت مند)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ○ (والضحیٰ:٢) آپ کو ضرورت مند پایا تو غنی کر دیا ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے العائل کی تفسیر کی ہے: بال بچوں والا، اور علامہ ثعلبی نے کہا ہے، فاغناک اس کا معنی ہے کہ آپ کو پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے غنی کر دیا، پھر غنیمتوں کے مال سے آپ کو غنی کر دیا، اور مقاتل نے کہا ہے: آپ کو رزق عطا کر کے آپ کو راضی کر دیا، اور ابن عطاء سے منقول ہے کہ آپ کے دل کو ضرورت مند پایا تو آپ کے دل کو غنی کر دیا۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ١٩ ص ٤٣٠۔ ٤٢٩ میں کی ہے]

١۔ بَابٌ: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ○ (والضحیٰ:٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ بیزار ہوا ○ (والضحیٰ:٣) کی تفسیر

٤٩٥٠۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبَ بْنَ سُفْيَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ اشْتَكَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَجَاءَتْ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ شَيْطَانُكَ قَدْ تَرَكَكَ لَمْ أَرَهُ قَرِبَكَ مُنْذُ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالضُّحَى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى قَوْلُهُ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى۔ (صحیح مسلم:١٧٩٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاسود بن قیس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو آپ دو راتیں یا تین راتیں نہیں اٹھے تو آپ کے پاس ایک عورت آئی، سو اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! بے شک مجھے امید ہے کہ آپ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا ہے اور میں نے نہیں دیکھا کہ وہ دو یا تین راتوں سے آپ کے قریب آیا ہو، تب اللہ عز وجل نے یہ آیات نازل فرمائیں: وَالضُّحٰی ۙ وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰی ○ (والضحیٰ:٣۔١) چاشت کے وقت کی قسم! ○ اور رات کی قسم جب وہ پھیل جائے ○ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ بیزار ہوا ○

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١١٢٤ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے والی عورت کا نام

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب آپ بیمار ہونے کی وجہ سے دو یا تین راتیں تہجد کے لیے نہیں اٹھ سکے تو آپ کے پاس ایک عورت آئی، اس کی کنیت ام جمیل تھی، یہ ابولہب کی بیوی اور حرب کی بیٹی تھی اور ابوسفیان کی بہن تھی اور اس کا نام العوراء تھا یعنی کانی۔

(عمدۃ القاری ج ١٩ ص ٤٣٠، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

Marfat.com

صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں سورۂ والضحیٰ کے سبب نزول کے متعلق دیگر روایات اور ان کا غیر معتبر ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے اس آیت کے سبب نزول میں مجہول راویوں سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت کے نیچے ایک کتے کا پلا تھا جس کا آپ کو پتا نہیں تھا، اس وجہ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس نہیں آئے اور آپ کے تخت کے نیچے کتے کا پلا ہونے کی وجہ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آپ کے پاس نہ آنے کا قصہ مشہور ہے، لیکن اس آیت کا یہ سبب نزول بیان کرنا غریب ہے بلکہ شاذ ہے اور حدیث صحیح کی بنا پر مردود ہے۔

اس آیت کے نزول کا صحیح حدیث میں یہ سبب ہے کہ آپ دو یا تین راتیں تہجد کے لیے نہیں اٹھے تھے جس کا سبب آپ کی بیماری تھا۔

اس آیت کے نزول کا تیسرا سبب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا تو کئی دن تک حضرت جبرئیل علیہ السلام نہیں آئے، اس سے آپ کو بہت رنج ہوا اور مشرکین نے کہا: آپ کو آپ کے رب نے چھوڑ دیا اور آپ سے بیزار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ○ (والضحیٰ: ۳) آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ بیزار ہوا ○

اور اسماعیل مولیٰ آل الزبیر کی سند سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آنا رک گیا، اس سے آپ غمگین ہوئے، پس آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ میرا صاحب مجھ سے ناراض ہو گیا ہے، تب حضرت جبرئیل سورۂ والضحیٰ لے کر نازل ہوئے اور محمد بن عبد الاعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ وحی کا آنا رک گیا تو مشرکین نے کہا: اگر یہ وحی اللہ کی طرف سے تھی تو مسلسل آتی رہتی لیکن اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو گیا، تب اللہ تعالیٰ نے مکمل سورۃ والضحیٰ اور مکمل سورہ الم نشرح نازل فرمائیں اور حق بات یہ ہے کہ سورۂ والضحیٰ کے سبب نزول میں جو وحی کا رکنا بیان کیا گیا ہے یہ اور قصہ ہے جو ابتداء وحی میں وحی کے منقطع ہونے کا قصہ ہے، یہ اس کے علاوہ ہے، نیز ابتداء وحی میں جو وحی کا انقطاع ہوا تھا وہ کئی دنوں پر محیط تھا اور وہ صرف دو یا تین راتوں تک وحی کے نہ آنے کا قصہ نہیں ہے، پس بعض راویوں پر یہ دونوں قصے خلط ملط ہو گئے اور صحیح سبب نزول وہی ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

پھر میں نے سیرت ابن اسحاق میں دیکھا اس میں سورۂ والضحیٰ کا ایک اور سبب نزول بیان کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ جب مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین اور روح وغیرہ کے متعلق سوال کیا اور آپ نے ان سے کل جواب دینے کا وعدہ فرمالیا اور آپ نے ان شاء اللہ نہیں کہا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس بارہ (۱۲) یا اس سے زیادہ راتوں تک نہیں آئے، اس سے آپ کو رنج ہوا اور مشرکین نے آپ کے خلاف باتیں کیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سورۂ والضحیٰ لے کر اور ان کے سوالوں کے جوابات لے کر نازل ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ○ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (الکہف: ۲۳-۲۴) اور آپ کسی کام کے متعلق یہ ہرگز نہ کہیں کہ میں یہ کام کل کرنے والا ہوں ○ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

اور سورۂ والضحیٰ کا یہاں پر ذکر کرنا بہت بعید ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ ان دونوں قصوں کا زمانہ قریب قریب ہو تو بعض راویوں نے ایک قصہ کو دوسرے قصہ کے ساتھ ملا دیا اور ان میں سے کوئی قصہ بھی بعثت کی ابتداء سے متعلق نہیں ہے اور یہ بعثت کے بہت بعد کا

Marfat.com

قصہ ہے۔(فتح الباری ج ٦ ص ۱۲۳۔ ۱۲۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۔ بَابٌ: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ (الضحیٰ: ۳)
اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ آپ سے بیزار ہوا ۝ (الضحیٰ: ۳) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: المستملی کی روایت میں یہ باب مکرر ہے اور دوسروں کی روایت میں یہ باب مکرر نہیں ہے کیونکہ انہوں نے پہلے باب کو ذکر نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۳۰)

مَا وَدَّعَكَ کو دال کی تشدید کے ساتھ اور تخفیف کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور دونوں کا معنی ایک ہے یعنی آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: تشدید کے ساتھ مَا وَدَّعَكَ پڑھنا جمہور کی قراءت ہے اور تخفیف کے ساتھ مَا وَدَعَكَ پڑھنا ابن ابی عبلہ کی قراءت ہے۔

امام بخاری نے کہا: ان دونوں قراءتوں کا معنی واحد ہے یعنی آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۳۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ مَا وَدَّعَكَ باب تفعیل سے ہے اور مَا وَدَعَكَ ثلاثی مجرد کے باب سے ہے اور ان میں فرق یہ ہے کہ باب تفعیل کے الفاظ زیادہ ہیں اور لفظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے، اس لیے مَا وَدَّعَكَ کے معنی میں ترک کرنے کا مبالغہ ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ۱۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: مَا قَلٰى اور فَهَدٰى اس سورت کے یہ کلمات ایک وزن پر ہیں ان کو رعایت فواصل کہا جاتا ہے اور قرآن مجید کے غیر میں ان کو رعایت سجع کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۳۱)

۴۹۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا الْبَجَلِيَّ قَالَتِ امْرَأَةٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أُرَى صَاحِبَكَ إِلَّا أَبْطَأَكَ فَنَزَلَتْ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جندب البجلی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! میری رائے یہ ہے کہ آپ کے صاحب (یعنی حضرت جبریل علیہ السلام) نے آپ کے پاس آنے میں دیر لگا دی، تب یہ آیت نازل ہوئی: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ (الضحیٰ: ۳) آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بیزار ہوا ۝

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۲۴ میں گزر چکی ہے۔

دوسری حدیث میں آپ سے کہنے والی عورت کا مصداق

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸٦ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ وہ عورت تو کافرہ تھی تو اس نے کیسے کہا: یا رسول اللہ! اس کا جواب یہ ہے یا تو اس عورت نے آپ کا مذاق اڑانے کے لیے یارسول اللہ کہا تھا اور یا پھر حدیث میں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کی روایت راوی کے تصرفات میں سے ہے۔ (تحقیق الکواکب الدراری جز ۱۷ ص ۱۹۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ)

اس پر دلیل کہ دوسری روایت میں جو عورت مذکور ہے وہ پہلی روایت میں مذکور عورت کی غیر ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سیاق و سباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں جس عورت کا یہ بیان ہے یارسول اللہ! میری رائے ہے کہ آپ کے صاحب نے یعنی حضرت جبرئیل نے آپ کے پاس آنے میں تاخیر کر دی اور اس سے پہلی حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے وہ لکڑیاں اٹھا کر لانے والی تھی کیونکہ اس نے آپ کے صاحب کو شیطان سے تعبیر کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا بہ خلاف اس روایت کے کیونکہ اس روایت میں اس عورت نے شیطان کے بجائے آپ کے صاحب کا اور چھوڑنے کے بجائے تاخیر کرنا کہا اور علامہ کرمانی نے یہ جائز قرار دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حدیث کی عبارت میں یہ تغیر راوی کے تصرف کی وجہ سے ہو کیونکہ دونوں حدیثوں کا مخرج واحد ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۴۔ ۱۲۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے ساتھ مناقشہ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے جو کہا ہے: وہ عورت کافرہ تھی، اس پر یہ اعتراض ہے کہ علامہ کرمانی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ امام بخاری کی اس سند کے ساتھ روایت میں جس عورت کا ذکر ہے وہ کافرہ تھی، ہاں! امام بخاری نے پہلی سند کے ساتھ جو روایت کی ہے اس میں ہو سکتا ہے کہ وہ عورت کافرہ ہو کیونکہ اس عورت نے یہ کہا تھا کہ مجھے امید ہے کہ آپ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا اور یہ بات نہ کوئی مسلمان مرد کہہ سکتا ہے اور نہ کوئی مسلمان عورت کہہ سکتی ہے، نیز اس دوسری روایت میں اس عورت نے کہا: آپ کا صاحب اور یارسول اللہ! کہا اور یہ بات کوئی کافر نہیں کہہ سکتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ کرمانی کی عبارت کے متعلق کہا کہ اس کی توجیہ کی گئی ہے کیونکہ دونوں روایتوں کا مخرج واحد ہے۔ حافظ ابن حجر کی اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ مخرج کا واحد ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ دونوں عورتیں ایک ہوں یعنی جس عورت کا پہلی روایت میں ذکر کیا گیا ہے یہ وہی عورت ہو جس کا دوسری روایت میں ذکر کیا گیا ہے، علاوہ ازیں علامہ واحدی نے عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں تاخیر کر دی تو آپ کو بہت رنج ہوا، پس حضرت خدیجہ نے کہا کہ آپ کا رب آپ سے ناراض ہو گیا تو یہ آیت نازل ہوئی، یعنی الضحیٰ: ۳۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں تاخیر کی مدت

ابن جریج سے روایت ہے کہ یہ مدت بارہ دن تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پندرہ دن تھی اور ان سے دوسری روایت ہے کہ پچیس (۲۵) دن تھی اور مقاتل سے روایت ہے کہ چالیس (۴۰) دن تھی اور دوسرا قول ہے تین دن تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۳۲۔ ۴۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ والضحیٰ کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور احادیث روایت کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ سورۃ الم نشرح کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۹۴ـ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ أَلَمْ نَشْرَحْ

سورۃ الم نشرح لک کی تفسیر

سورۃ الم نشرح لک کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورہ الم نشرح کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت مکی ہے اور اس میں آٹھ (۸) آیات ہیں۔

الم نشرح کا معنی ہے: کیا ہم نے آپ کا سینہ ایمان، نبوت، علم اور حکمت سے کھول نہیں دیا اور اس کو وسیع نہیں کر دیا اور اس میں ہمزہ استفہام حقیقی کے لیے نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۳۲)

میں کہتا ہوں: ہم نے اس سورت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کفار کے طعن و تشنیع اور ان کی دل آزار باتوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اور آپ کا سینہ تنگ ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا اور وسیع کر دیا اور یا اس سے مراد آپ کا شق صدر ہے جب بچپن میں اور نبوت کے قریب اور معراج کے موقع پر آپ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تھا اور اس کو علم و عرفان کے ساتھ بھر دیا گیا تھا۔ (انوار تبیان القرآن ص ۹۵۹، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وِزْرَكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔ اور مجاہد نے کہا: وِزْرَكَ کا معنی ہے: وہ امور جو زمانہ جاہلیت میں صادر ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ (الم نشرح: ۲) اور آپ سے (پر مشقت چیزوں کا) بوجھ اتار دیا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ فی الجاھلیۃ، وزر کی صفت ہے اور وَضَعْنَا کے متعلق نہیں ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں افضل کام کو ترک کرنے اور فاضل کو کرنے کی وجہ سے جو آپ کے اوپر بوجھ تھا ہم نے وہ بوجھ اتار دیا یعنی خطا اور سہو کے ارتکاب کی وجہ سے جو آپ پر بوجھ تھا وہ اتار دیا، دوسرا قول ہے: اس سے مراد ہے: آپ کی امت کے گناہ اور آپ کی طرف ان کی اضافت اس لیے کی ہے کہ آپ کا دل ان کی مغفرت کی فکر میں مشغول رہتا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک افضل کام اور خطاء اور سہو کی تحقیق

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی خطاء سرزد نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ علامہ عینی کو معاف فرمائے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیسے خطاء کی نسبت کر دی، رہا اجتہادی خطا کا معاملہ تو جمہور علماء آپ کی اجتہادی خطاء کے قائل ہیں اور محققین علماء کہتے ہیں کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام سے اجتہادی خطاء ہوتی تھی جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے شجر ممنوعہ سے کھانے کو تنزیہی ممانعت گمان کیا حالانکہ وہ تحریمی ممانعت تھی یا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے ایک قبطی کو اس خیال سے تادیبا گھونسا مارا کہ وہ مرے گا نہیں لیکن وہ قضاء الٰہی سے مر گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اجتہادی خطاء سے بھی محفوظ رکھا ہے اور جن امور کو جمہور علماء نے آپ

Marfat.com

کی اجتہادی خطاء کہاوہ حقیقت میں خطاء نہیں ہیں بلکہ وہ وحی خفی پر مبنی ہیں اوران میں بہت حکمتیں ہیں جن کو ہم اپنے مقام پر بیان کر چکے ہیں۔

رہا سہو کا معاملہ تو سہو کا معنی ہے: کسی چیز کی طرف سے توجہ ہٹ جانا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے مطالعہ میں مشغول ہوتے تو نماز کے کسی کام کی طرف سے آپ کی توجہ ہٹ جاتی اور آپ کو سہو ہو جاتا، ہم کو نماز میں اس لیے سہو ہوتا ہے کہ ہم دنیا کے کسی کام یا کسی بات میں مستغرق ہو کر نماز کے کسی کام کو بھول جاتے ہیں، ہم دنیا کی محبت میں اللہ کی یاد کو بھول جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی محبت میں دنیا کو بھول جاتے ہیں، سو ہمارا سہو اور نسیان نقص ہے اور آپ کا سہو اور نسیان کمال اور باعث فضیلت ہے۔

رہا آپ کا کسی افضل کام کو ترک کرنا تو یہ بھی امت کی تعلیم کے لیے ہوتا ہے مثلاً آپ نے بتایا کہ فجر کے وقت جب سفیدی پھیل جائے تو نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہوتا ہے اور یہ افضل ہے لیکن آپ نے فجر کی نماز اول وقت اندھیرے میں بھی پڑھی اور افضل کام کو ترک کر دیا تا کہ امت کو یہ معلوم ہو جائے کہ فجر کی نماز اندھیرے میں بھی پڑھنا جائز ہے اور مسائل شرعیہ کی تعلیم دینا آپ پر فرض ہے، لہٰذا آپ نے جو ترک افضل کیا اس میں بھی آپ کو فرض کی ادائیگی کا اجر و ثواب ہوگا، ہمارا ترک افضل کرنا نقص ہے اور آپ کا ترک افضل کرنا یا خلاف اولیٰ کام کرنا کمال اور باعث فضیلت ہے۔

اسی طرح آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا لیکن آپ نے بعض اوقات کھڑے ہو کر بھی پانی پیا ہے، زمزم کا پانی آپ نے کھڑے ہو کر پیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا بھی جائز ہے اگر چہ خلاف اولیٰ ہے لیکن یہ بھی ہم کریں تو خلاف اولیٰ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ کی تعلیم کے لیے کھڑے ہو کر پانی پیا تو آپ کا اس میں وہی ثواب ہے جو فرض کی ادائیگی کا اجر و ثواب ہوتا ہے۔

کیونکہ علامہ عینی نے اور علامہ کرمانی نے یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ترک افضل اور خطاء اور سہو کی نسبت کی تھی اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک افضل اور خطاء اور سہو کی حقیقت کو واضح کروں، اللہ تعالیٰ میری جسارت کو معاف فرمائے، میں علامہ عینی کے علم کے مقابلہ میں ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہوں اور ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام اور آپ کی عظمت و کمال کو بیان کرنے کے لیے لب کشائی کرنا ایک الگ بات ہے۔

أَنْقَضَ أَثْقَلَ۔ أَنْقَضَ: کا معنی ہے بھاری کر دیا یا بوجھل کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ (الم نشرح: ۳) جس نے آپ کی پشت کو گراں بار کر دیا تھا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری کی اس تفسیر کی امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے، عرب لوگ کہتے ہیں: انقض الجمل ظہر الناقۃ کہ اونٹ نے اونٹنی کی پشت کو بوجھل کر دیا، یہ اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنی کی پشت بھاری ہو جائے، اور الفراء نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: جس نے آپ کی پشت کو توڑ دیا تھا۔

مع العسر یسرا قال ابن عیینۃ أی مع ذلک العسر یسرا آخر کقولہ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَی الْحُسْنَیَیْنِ ولن یغلب عسر یسرین۔

مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ (الم نشرح: ۵) ابن عیینہ نے کہا: اس مشکل کے ساتھ دوسری آسانی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ (التوبہ: ۵۲) تم ہماری دو بھلائیوں (فتح یا شہادت) میں سے ایک کا انتظار کر رہے ہو۔

اور ایک مشکل دو آسانیوں پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ (الم نشرح: ۵۔۶) پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے ۝ بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے ۝

نحویوں کے اس قاعدہ کی وضاحت کہ جب معرفہ مکرر ہو تو ثانی اول کا عین ہوتا ہے اور جب نکرہ مکرر ہو تو ثانی اول کا غیر ہوتا ہے، لہٰذا الم نشرح: ۳، میں ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیوں کا ذکر ہے اور اس کی احادیث اور آثار سے تائید

علامہ عینی لکھتے ہیں: سفیان بن عیینہ کی تفسیر میں نحویوں کے اس قاعدہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب معرفہ مکرر ہو تو ثانی اول کا عین ہوتا ہے اور جب نکرہ مکرر ہو تو ثانی اول کا غیر ہوتا ہے اور اس آیت میں الْعُسْرِ (مشکل) مکرر ہے اور وہ معرفہ ہے جس کا مطلب ہے کہ مشکل وہی ایک ہے اور یسر بھی مکرر ہے اور وہ نکرہ ہے، اس کا مطلب ہے کہ پہلی آسانی دوسری آسانی کی غیر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مشکل تو ایک ہے اور اس کے ساتھ آسانیاں دو ہیں، اسی لیے ابن عیینہ نے کہا کہ ایک مشکل دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آسکتی۔ ابن عیینہ نے اس آیت کی التوبہ: ۵۲ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح مومنین کے لیے بھلائیوں کا تعدد ثابت ہے اسی طرح مومنین کے لیے آسانیوں کا تعدد ثابت ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند ضعیف کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ ایک مشکل دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آسکتی۔

اور امام سعید بن منصور اور امام عبد الرزاق نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مشکل ایک سوراخ میں داخل ہو تو اسی سوراخ میں آسانی داخل ہو کر اس مشکل کو نکال دیتی ہے اور ایک مشکل دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آسکتی۔ اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے۔

امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ قتادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس آیت کے ساتھ بشارت دی، اور فرمایا: ایک مشکل دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آسکتی۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا ہے جس میں فرمایا: میرے معاملہ میں کوئی تنگی پیش آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد کشادگی فرما دیتا ہے اور ایک مشکل دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آسکتی۔ (یہ حدیث الموطا میں نہیں ہے)

امام حاکم نے کہا ہے: اس حدیث کی حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایت صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَانْصَبْ فِي حَاجَتِكَ إِلَى رَبِّكَ۔ اور مجاہد نے کہا: فَانْصَبْ کا معنی ہے: اپنی ضرورت میں اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

Marfat.com

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ (الم نشرح:۷) پس جب آپ (تبلیغ سے) فارغ ہوں تو عبادت پر کمر بستہ ہوں ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی جب آپ عبادت سے فارغ ہوں تو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے خوب کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور امام ابوجعفر نے مجاہد سے اس طرح روایت کی ہے کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوں تو اپنی ضروریات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ فرض نماز سے فارغ ہوں تو اللہ تعالیٰ سے سوال کریں اور اس کی طرف رغبت کریں اور اس سے دعا کریں اور قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ جب آپ نماز سے فارغ ہوں تو بہت مبالغہ کے ساتھ دعا کریں اور فانصب کا معنی نصب سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: کسی کام میں اپنے آپ کو تھکا دینا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس کا معنی ہے: آپ اپنی نیت اور رغبت اللہ تعالیٰ کی طرف رکھیں، اور امام ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ جب آپ جہاد سے فارغ ہوں تو اللہ عزوجل کی عبادت کریں۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ (الم نشرح:۱) اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ (الم نشرح:۱) (اے رسول مکرم!) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا؟ ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تفسیر امام ابن مردویہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور اس روایت کی سند ضعیف ہے، اور حسن بصری سے منقول ہے کہ ہم نے آپ کے سینہ کو علم اور حلم سے بھر دیا، اور مقاتل سے منقول ہے: ہم نے آپ کے سینہ کو تنگ ہونے کے بعد وسیع کر دیا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تفسیر میں کوئی حدیث مرفوع ذکر نہیں کی اور اس تفسیر میں امام ابن حبان کی اس صحیح حدیث کو داخل کرنا چاہیے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہا: آپ کا رب ارشاد فرماتا ہے: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ آپ کا (بھی) ذکر کیا جاتا ہے، اس حدیث کی امام شافعی، امام سعید بن منصور اور امام عبد الرزاق نے مجاہد سے روایت کی ہے اور اس کا امام ترمذی اور امام حاکم نے اپنی تفسیروں میں شب معراج کو آپ کے شرح صدر کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی جن تعلیقات کو ہم نے علامہ عینی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے ان کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۳۲-۴۳۳ میں کی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الم نشرح کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ والتین کی تفسیر میں امام بخاری نے جو دو تعلیقیں اور ایک حدیث ذکر کی ہے ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۹۵۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ وَالتِّیۡنِ

سورۂ والتین کی تفسیر

سورۂ والتین کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۂ والتین کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت مکی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور اس سورت میں آٹھ آیات ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ هُوَ التِّيْنُ وَالزَّيْتُوْنُ الَّذِي يَأْكُلُ النَّاسُ۔ اور مجاہد نے کہا: یہ تین (انجیر) اور زیتون ہیں جن کو لوگ کھاتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ ۝ (والتین:۱) انجیر اور زیتون کی قسم! ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابن ابی نجیح سے روایت ہے کہ انجیر اور زیتون وہ پھل ہیں جن کو لوگ کھاتے ہیں اور قتادہ سے روایت ہے کہ التین دمشق کا ایک پہاڑ ہے اور الزیتون بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے۔

انجیر اور زیتون کے طبی فوائد

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: انجیر عمدہ اور لذیذ پھل ہے، یہ بلغم کو تحلیل کرتا ہے، گردوں کو صاف کرتا ہے، مثانہ کی پتھری کو توڑتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور حدیث میں ہے: یہ بواسیر کو قطع کرتا ہے اور گنٹھیا کے درد میں مفید ہے۔

(بیضاوی مع الخفاجی ج۹ ص۵۲۱)

زیتون مشہور پھل ہے، اس سے تیل نکالا جاتا ہے جس کو روغن زیتون کہتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زیتون کی مسواک کیا خوب ہے، وہ مبارک درخت کی ہے جو بدبو کو زائل کرتی ہے، یہ میری مسواک ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مسواک ہے۔ (المعجم الاوسط:۶۸۲) (انوار تبیان القرآن ص۹۶۰، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

يُقَالُ فَمَا يُكَذِّبُكَ فَمَا الَّذِي يُكَذِّبُكَ بِأَنَّ النَّاسَ يُدَانُوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ كَأَنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَقْدِرُ عَلَى تَكْذِيبِكَ بِالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ۔ فَمَا یُکَذِّبُکَ کی تفسیر میں کہا جاتا ہے: پس وہ کون ہے جو آپ کی اس بات کی تکذیب کرتا ہے کہ لوگوں کو ان کے اعمال کی جزاء دی جائے گی گویا کہ یوں فرمایا کہ ثواب اور عقاب کے متعلق آپ کی تکذیب پر کون قادر ہے؟

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعۡدُ بِالدِّیۡنِ ۝ (التین:۷) سو کون ہے جو اس کے بعد قیامت کے متعلق آپ کی تکذیب کرے ۝

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت میں مطلقاً انسان سے خطاب ہے جیسا کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ (التین: ۴) (بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا) میں انسان کا ذکر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔

[ان دونوں تعلیقوں کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۳۳ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ

۴۹۵۲۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ فِي سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ۔

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عدی نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو آپ نے عشاء کی کسی ایک رکعت میں التین والزیتون کی تلاوت کی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۷۶۷ میں گزر چکی ہے۔

تَقْوِيمِ الْخَلْقِ۔ تقویم کا معنی ہے: خلق اور بناوٹ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ (التین: ۴) بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ۝

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کو امام ابونعیم نے روایت کیا ہے اور الفریابی نے اس تعلیق کو مجاہد سے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ابن المنذر نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انسان کو معتدل بناوٹ کے ساتھ بنایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو مسلمان قرآن پڑھتا ہے وہ اسفل سافلین یعنی ارذل عمر کی طرف نہیں لوٹایا جاتا۔

اس سوال کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی کون سی رکعت میں سورۃ التین پڑھی تھی؟

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: بعض لوگوں نے بہ کثرت یہ سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے والتین والزیتون کو پہلی رکعت میں پڑھا تھا یا دوسری رکعت میں پڑھا تھا یا پہلی اور دوسری دونوں رکعتوں میں پڑھا تھا، یا آپ نے اس سورت کے علاوہ کسی اور سورت کی بھی عشاء کی نماز میں تلاوت کی تھی، اس وقت مجھے اس سوال کا جواب مستحضر نہیں تھا حتیٰ کہ میں نے ابوعلی بن السکن کی کتاب الصحابہ میں حضرت زرعہ بن خلیفہ کے تذکرہ میں پڑھا جو اہل یمامہ میں سے ایک مرد تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا تو ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ہمارے سامنے اسلام کو پیش کیا، پس ہم اسلام لے آئے اور آپ نے ہمیں (مال غنیمت میں سے) حصہ عطا فرمایا اور آپ نے نماز میں وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ اور إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ کو پڑھا، پس ہو سکتا ہے کہ یہ وہی نماز ہو جس کے متعلق حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ یہ عشاء کی نماز تھی اور یہ بھی ہو کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے اس نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ والتین پڑھی اور دوسری رکعت میں آپ نے سورۃ القدر پڑھی اور اس تقریر سے اس

سوال کا جواب مل جاتا ہے اور اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت البرآء کی حدیث کے علاوہ اور کسی حدیث میں مذکور نہیں ہے کہ آپ نے عشاء کی نماز میں سورۃ والتین پڑھی اور پھر حضرت زرعہ کی اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔

(فتح الباری ج ٦ ص ١٢٦ - ١٢٥، دارالمعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ والتین کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور حدیث روایت کی تھی ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ العلق کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۹۶۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ اقۡرَأۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ

سورۃ اقرأ کی تفسیر

سُوۡرَۃُ اقۡرَأۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ (العلق) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس سورت کا نام سورۃ اقراء ہے اور بعض نسخوں میں اس کا نام سورۃ العلق ہے، یہ سورت مکی ہے اور اس میں انیس (۱۹) آیات ہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَیۡبَۃُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنۡ یَحۡیَی بۡنِ عَتِیۡقٍ عَنۡ الۡحَسَنِ قَالَ اُکۡتُبۡ فِی الۡمُصۡحَفِ فِیۡ اَوَّلِ الۡاِمَامِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَاجۡعَلۡ بَیۡنَ السُّوۡرَتَیۡنِ خَطًّا

اور قتیبہ نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن عتیق از الحسن (البصری)، انہوں نے کہا: مصحف میں قرآن مجید کی ابتداء میں (یعنی سورۃ فاتحہ سے پہلے) بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھو اور دو سورتوں کے درمیان ایک خط کھینچ دو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی مطابقت قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

اِقۡرَأۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ○ (العلق:۱) (اے رسول مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے ○

سورۃ فاتحہ اور ہر سورت کے اول میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھنے یا نہ لکھنے کے متعلق حسن بصری کا مذہب

اس تعلیق کا معنی یہ ہے کہ قرآن کی ابتداء میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھو آیا صرف سورۃ فاتحہ کے اول میں لکھو یا قرآن مجید کی ہر سورت کے اول میں لکھو، اس میں علماء کے درمیان مشہور اختلاف ہے، پس حسن بصری کا مذہب وہ ہے جس کو امام بخاری نے قتیبہ بن سعید کے قول سے سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حسن بصری نے کہا: مصحف کے اول امام میں لکھو یعنی قرآن مجید کے اول میں لکھو اور قرآن مجید کا اول سورۃ الفاتحہ ہے تو تم فقط سورۃ فاتحہ کی ابتداء میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھو اور ان کے درمیان فاصلہ کی کوئی علامت لکھو، یہ سات قراء میں سے حمزہ کا مذہب ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اگر حسن بصری کی مراد یہ ہے کہ دو سورتوں کے درمیان فقط خط کھینچو اور بِسۡمِ اللّٰہِ نہ لکھو تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۃ التوبہ کے علاوہ ہر دو سورتوں کے درمیان بِسۡمِ اللّٰہِ لکھی جاتی ہے اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ ہر دو سورتوں کے درمیان خط کھینچو اور بِسۡمِ اللّٰہِ لکھو تو یہ مستحسن ہے۔ اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ بِسۡمِ اللّٰہِ صرف سورۃ فاتحہ کی ابتداء میں لکھی جائے گی اور باقی دو سورتوں کے درمیان فرق کے لیے خط کھینچ دیا جائے گا یا کوئی علامت ڈال دی جائے گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو سورۃ فاتحہ کے اول میں اور ہر سورت کی ابتداء میں لکھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن الملقن کا اختلاف

علامہ سہیلی نے کہا ہے: حسن بصری کے مصحف سے جو نقل کیا گیا ہے یہ شاذ ہے اور انہوں نے کہا: اس قول کی بناء پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ قرآن ہے اور مصحف میں اس کو نہیں لکھا جاتا جو قرآن نہ ہو اور امام شافعی کے قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ بِسۡمِ اللّٰہِ ہر سورت کی آیت ہے اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ یہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں: یہ کتاب اللہ کی ایک آیت ہے جو سورت کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور یہ امام ابوحنیفہ اور داؤد کا قول ہے۔ علامہ ابن الملقن نے کہا: ہم اس بات کو نہیں مانتے بلکہ جو شخص بھی دلائل میں غور کرے گا اس پر ظاہر ہو جائے گا کہ بِسۡمِ اللّٰہِ سورۃ فاتحہ کا جزء ہے اور ہر سورت کا جز ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۵۶۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو سورۃ فاتحہ کی ابتداء اور ہر سورت کی ابتداء میں لکھنے پر علامہ ابن الملقن کی عبارت کا رد

علامہ عینی علامہ ابن الملقن کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: بغیر دلیل کے صرف یہ کہہ دینا کہ ہم نہیں مانتے یہ درست نہیں ہے بلکہ علامہ ابن الملقن نے جو کہا ہے معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ جو آدمی دلائل میں ذرا بھی غور کرے گا اس پر یہ واضح ہو جائے گا کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہ سورۂ فاتحہ کا جزء ہے اور نہ ہر سورت کا جزء ہے بلکہ یہ آیت مستقلہ ہے جو دو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی ہے، اسی لیے ابن القصار مالکی نے اس پر اقتصار کیا ہے کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہر سورت کی ابتدا میں قرآن کا جز نہیں ہے کیونکہ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو نہیں لکھا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ ہر سورت کی ابتداء میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کا پڑھنا واجب نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے: گویا کہ امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ جب کہ اس سورت میں یعنی سورۃ العلق کی ابتداء اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ سے کی گئی ہے تو امام بخاری نے یہ ارادہ کیا کہ ہر سورت کی ابتداء میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ جس نے قرآن مجید کی ابتداء میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ لیا تو یہ اس کے لیے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے کافی ہے کہ ''اپنے رب کے حکم سے پڑھو'' ہاں علامہ سہیلی نے اس حکم سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے اول میں بِسۡمِ اللّٰہِ کا ثبوت ہے کیونکہ قرآن مجید میں جو سب سے پہلے حکم نازل ہوا وہ بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنے کا حکم ہے، پس قرآن مجید کے اول میں بسم اللہ کو پڑھنا اس حکم پر عمل کرنے کے زیادہ لائق ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ نَادِيَهُ عَشِيرَتَهُ. اور مجاہد نے کہا: نَادِیَہٗ کا معنی ہے: اس کے رشتہ دار اور اس کا قبیلہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلۡیَدۡعُ نَادِیَہٗ ۝ (العلق: ۱۷) اسے چاہیے کہ اپنے ہم مجلس مددگاروں کو بلائے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: النادی کا معنی ہے: جس مجلس کو باتیں کرنے کے لیے منعقد کیا گیا ہو، اس کی امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے۔

Marfat.com

اَلزَّبَانِيَةُ الْمَلَائِكَةُ۔ الزبانية: اس کا معنی ہے: فرشتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ (العلق:۱۸) ہم بھی عنقریب دوزخ کے مقرر کردہ فرشتوں کو بلائیں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ الزبانیۃ سے مراد فرشتے ہیں، اس کا واحد زَبْنِيَةٌ ہے اور اس کا معنی کسی کو دھکا دینا ہے اور دوسرا قول ہے: اس کا واحد زَابِنٌ ہے اور اس سے مراد عذاب کے فرشتے ہیں جو بہت سخت اور شدید ہیں۔

وَقَالَ مَعْمَرٌ الرُّجْعَى الْمَرْجِعُ۔ اور معمر نے کہا: الرُّجْعٰى کا معنی ہے: اَلْمَرْجِعُ یعنی لوٹنے کی جگہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝ (العلق:۸) بے شک آپ کے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے لکھا ہے کہ معمر نے کہا: اسی طرح ابوذر کی روایت میں ہے اور اس سے مراد امام ابوعبیدہ ہیں اور دوسروں کی روایت میں یہ عبارت نہیں ہے، پس گویا کہ یہ بھی مجاہد کا قول ہے اور امام ابوعبیدہ نے اپنی کتاب ''المجاز'' میں لکھا ہے کہ المرجع کا معنی ہے: رجوع یعنی لوٹنا۔

لَنَسْفَعَنْ قَالَ لَنَأْخُذَنْ وَلَنَسْفَعَنْ بِالنُّوْنِ وَهِيَ الْخَفِيْفَةُ سَفَعْتُ بِيَدِهٖ أَخَذْتُ لَنَسْفَعَنْ: اس کا معنی ہے: ہم ضرور پکڑیں گے اور دوسرے نسخہ میں ہے: وَلَنَسْفَعَنْ اور یہ نون خفیفہ ہے سَفَعْتُ بِيَدِهٖ کا معنی ہے: میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۬ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝ (العلق:۱۵) بے شک اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی معمر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہم اس کو ضرور سر کے اگلے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے۔ امام بخاری نے کہا: یہ نون خفیفہ ہے یعنی نون تاکید کا ثقیلہ بھی ہوتا ہے اور خفیفہ بھی ہوتا ہے اور ابوعمرو سے نون ثقیلہ کی روایت ہے

امام بخاری نے کہا: سفعت بیدہ کا معنی ہے: میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑا، اس عبارت سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ لغت میں السفع کا معنی پکڑنا ہے، دوسرا قول ہے کہ اس کا معنی ہے: شدت سے پکڑنا۔ اور مقاتل نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے، دیکھا کہ ابوجہل نے ہبل نامی بت کے گلے میں سونے کا طوق ڈال دیا اور اس پر خوشبو لگائی اور وہ کہہ رہا تھا: اے ہبل! ہر چیز کا شکر ہوتا ہے اور تیری عزت کی قسم! میں اگلے سال سے ضرور تیرا شکر ادا کروں گا اور اس سال ابوجہل کی ایک ہزار اونٹنیوں نے بچے دیئے تھے اور اس نے اپنی تجارت میں ایک ہزار مثقال کمایا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس سے منع فرمایا: پس ابوجہل نے آپ کو دھمکی دی اور کہا: اللہ کی قسم! اگر میں نے یہاں دیکھا کہ آپ ہمارے خداؤں کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں تو میں ضرور آپ کو سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹوں گا، تب یہ آیت نازل ہوئی: بے شک اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے۔ (العلق:۱۵) یعنی دوزخ میں۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۳۶۔۴۳۵ میں کی ہے]

۱۔ بَابٌ باب

۴۹۵۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث

Marfat.com

عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح وحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ سَلْمَوَيْهِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ أَوَّلَ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ فَكَانَ يَلْحَقُ بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ قَالَ وَالتَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ بِمِثْلِهَا حَتَّى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ الْآيَاتِ إِلَى قَوْلِهِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ قَالَ لِخَدِيجَةَ أَيْ خَدِيجَةُ مَا لِي لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي فَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ قَالَتْ خَدِيجَةُ كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللهِ لَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا فَوَاللهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخِي أَبِيهَا وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب (ح) اور مجھے سعید بن مروان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالعزیز بن ابی رزمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح سلمویہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ نے حدیث بیان کی از یونس بن یزید، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی کہ ان کو عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے جو وحی کی ابتداء کی گئی وہ نیند میں سچے خواب تھے، آپ جو بھی خواب دیکھتے تھے (اس کی تعبیر) روشن صبح کی مثل آ جاتی تھی، پھر آپ کے دل میں تنہائی کی محبت ڈالی گئی، پس آپ غار حرا میں چلے جاتے، سو وہاں تحنث کرتے، اس نے کہا: تحنث کا معنی ہے کئی کئی راتوں تک عبادت کرنا، اس سے پہلے کہ آپ اپنی بیوی کی طرف واپس جاتے اور وہ آپ کے لیے زادراہ تیار کرتیں، پھر آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹ آتے، پس وہ اسی کی مثل زادراہ (کھانے کی چیزیں) تیار کرتیں حتیٰ کہ آپ کے پاس اچانک وحی آ گئی اور اس وقت آپ غار حراء میں تھے، پس آپ کے پاس فرشتہ آیا، سو اس نے کہا، پڑھیے، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، آپ نے فرمایا: پس فرشتے نے مجھ کو پکڑ کر دبایا حتیٰ کہ وہ فرشتہ مجھے دباتے ہوئے انتہائی مشقت کو پہنچ گیا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، پس کہا: پڑھیے، میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر اس نے مجھ کو پکڑا پس اس نے مجھ کو دوبارہ دبایا حتیٰ کہ وہ مجھے دباتے ہوئے انتہائی مشقت کو پہنچ گیا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، پس کہا: پڑھیے، میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر اس نے مجھ کو پکڑا، پس مجھ کو تیسری بار دبایا حتیٰ کہ وہ مجھے دباتے ہوئے انتہائی مشقت کو پہنچ گیا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، پس کہا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ (العلق: ۴-۱) (اے رسول مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے○

Marfat.com

الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ وَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعَرَبِيَّةِ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ خَدِيجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ قَالَ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم خَبَرَ مَا رَأَى فَقَالَ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا ذَكَرَ حَرْفًا قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ وَرَقَةُ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ بِمَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا أُوذِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ حَيًّا أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ فَتْرَةً حَتَّى حَزِنَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہےO پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایاO یہ آیتیں آپ نے یہاں تک پڑھیں: عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۞ (العلق:۵) انسان کو وہ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھاO رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کو اس حال میں دہرایا کہ آپ کے کندھے کپکپا رہے تھے حتیٰ کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، پس آپ نے فرمایا: مجھے کپڑا اوڑھاؤ، مجھے کپڑا اوڑھاؤ، پھر گھر والوں نے آپ کو کپڑا اوڑھایا حتیٰ کہ آپ سے خوف دور ہو گیا، آپ نے حضرت خدیجہ سے فرمایا: اے خدیجہ! مجھے کیا ہو گیا ہے مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے، پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو اس واقعہ کی خبر دی، حضرت خدیجہ نے کہا: ہرگز نہیں، آپ خوش ہو جائیں، پس اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی شرمندہ نہیں کرے گا، پس اللہ کی قسم! آپ رشتہ داروں سے تعلق جوڑتے ہیں اور سچی بات کرتے ہیں اور لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور جن کے پاس مال نہ ہو ان کے لیے کماتے ہیں اور مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور راہ حق میں پیش آنے والی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ چل پڑیں حتیٰ کہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لائیں، وہ حضرت خدیجہ کے چچا زاد تھے یعنی ان کے باپ کے بھائی تھے اور وہ ایسے مرد تھے جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے اور وہ عربی کتاب لکھتے تھے اور انجیل کو عربی میں لکھتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ ان سے لکھوانا چاہتا اور وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور نابینا ہو چکے تھے، پس حضرت خدیجہ نے کہا: اے میرے چچا! آپ اپنے بھتیجے کی بات سنیں، ورقہ نے کہا: اے میرے بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا اس کی ان کو خبر دی تو ورقہ نے کہا: یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا، کاش! میں اس وقت طاقت ور جوان ہوتا اور کچھ الفاظ ذکر کیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: جی ہاں! جو شخص بھی آپ کے پیغام کی مثل لے کر آیا اس کو ایذاء

Marfat.com

پہنچائی گئی، پھر ورقاء زیادہ دن نہ ٹھہرے کہ ان کی وفات ہوگئی
اور وحی کا آنا منقطع ہو گیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا مرسل ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ہر چند کہ اس حدیث کی مکمل شرح پہلے گزر چکی ہے لیکن چونکہ فاصلہ بہت طویل ہو چکا ہے اس لیے ہم اس حدیث کی اہم اور مشکل باتوں کی شرح کریں گے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: علامہ نووی نے کہا کہ یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس قصہ کے وقت موجود نہیں تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۳۸)

اس حدیث کے مرسل ہونے پر بعض لوگوں کا اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:
بعض وہ لوگ جنہوں نے علامہ نووی کی مراد کو نہیں سمجھا انہوں نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ ہوسکتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو یا کسی اور صحابی سے سنا ہو اور جب یہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو تو علامہ نووی نے کیسے وثوق سے یہ کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ صحابی کی مرسل حدیث وہ ہوتی ہے جس کو وہ ان امور سے روایت کرے جس کا زمانہ انہوں نے نہ پایا ہو بہ خلاف ان امور کے جن کا زمانہ انہوں نے پایا ہو تو اس کی روایت کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ حدیث مرسل ہے بلکہ اس پر محمول کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اس کو خود سنا یا وہ اس وقت حاضر تھے، خواہ وہ اس کی تصریح نہ کریں اور یہ قید صحابی کی مرسل کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تابعی بھی جب کسی ایسے قصہ کی روایت کرے جس قصہ کے وقت وہ حاضر نہیں تھا تو اس کی روایت کا نام بھی حدیث مرسل رکھا جاتا ہے، ہر چند کہ یہ جائز ہے کہ اس نے اس قصہ کو اس صحابی سے سنا ہو جو اس قصہ کے وقت حاضر تھا اور رہے وہ امور جن کے زمانہ کو اس نے پایا ہو تو اس روایت کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس نے اس کو خود سنا یا وہ اس قصہ کے وقت حاضر تھا بہ شرطیکہ وہ راوی تدلیس سے محفوظ ہو۔ واللہ اعلم۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قصہ کو سنا ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کے اثناء میں یہ کہا کہ آپ کے پاس فرشتہ آیا تو اس نے کہا: پڑھیے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، پس اس نے مجھ کو پکڑا، پھر مجھے دبایا۔ حضرت عائشہ کے اس قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس قصہ کی خبر دی تھی، پس باقی حدیث کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا۔

اس حدیث میں آپ پر نزول وحی کی دلیل ہے اور آپ کی نبوت کی دلیل دوسری کتب حدیث میں ہے اور اس پر دلیل کہ آپ کے پاس جو فرشتہ آیا تھا وہ حضرت جبرئیل تھے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے جو وحی کی ابتداء کی گئی وہ نیند میں سچے خواب تھے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس حدیث میں آپ پر نزول وحی کی ابتداء کی دلیل ہے کہ آپ کو نیند میں سچے خواب دکھائے جاتے تھے جن کی تعبیر روشن صبح کی طرح آجاتی تھی، یہ آپ کی نبوت کی دلیل نہیں ہے، آپ کی نبوت کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم اور دوسری کتب

Marfat.com

حدیث میں مذکور ہے کہ آپ پر پتھر سلام پڑھتے تھے۔

اور عبد اللہ بن ابوبکر بن حزم کی مراسیل میں یہ دلیل ہے کہ جس فرشتے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے کیونکہ حضرت جبرئیل کے سورۃ العلق کی آیات پڑھوانے کے بعد آپ نے حضرت خدیجہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں بتاؤں کہ جس فرشتہ کے متعلق میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں نے اس فرشتہ کو خواب میں دیکھا ہے، پس وہ حضرت جبرئیل تھے جو غار حراء میں آئے تھے۔

رویاء صالحہ کا معنی، اور حراء میں آپ کب گئے تھے اور تحنث کا معنی حضرت عائشہ نے نہیں راوی نے بیان کیا ہے

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: وہ ایسے خواب تھے جو اضغاث احلام نہیں تھے (یعنی بے سروپا اور بے تکی باتیں) اور نہ ان خوابوں میں شیطان نے اپنی طرف سے کچھ دکھا کر فریب دیا ہو اور نہ ان خوابوں میں کسی مشکل مثال کا بیان ہو۔ یہ ابن المرابط کا قول ہے لیکن اگر ان کی مشکل سے مراد یہ ہے کہ اس خواب کی تاویل اور تعبیر کا علم نہ ہو پھر تو یہ تعریف درست ہے ورنہ نہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کئی کئی راتوں کے لیے غار حراء میں جاتے تھے، امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ رمضان کے مہینہ میں غار حراء میں جاتے تھے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: اس نے کہا کہ تحنث کا معنی ہے: عبادت کرنا۔ بہ ظاہر یہ ادراج ہے یعنی حدیث کا یہ جملہ حدیث مدرج ہے اور راوی کا کلام ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کلام نہیں ہے ورنہ حدیث میں قال کی بہ جائے قالت ہوتا، پس ہوسکتا ہے کہ تحنث کا معنی عروہ نے بیان کیا ہو یا ان کے بعد کے راوی نے بیان کیا ہو۔

غار حراء میں عبادت کی کیفیت اور اس کے متعلق شارحین کے اقوال

اس حدیث میں آپ کی عبادت کی صفت کی تصریح نہیں ہے لیکن امام ابن اسحاق نے عبید بن عمیر کی روایت سے بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس جو مساکین آتے تھے آپ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور بعض مشائخ سے منقول ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات میں تفکر کرتے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے صرف غار حراء کی تنہائی کو آپ کی عبادت کہا ہو کیونکہ لوگوں سے الگ اور علیحدہ ہونا خصوصاً جب لوگ باطل ہوں تو یہ بھی عبادات کی قبیل سے ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا تھا:

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ (الصافات: ۹۹) میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ عنقریب میری راہ نمائی کرے گاO

ارباب اصول نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی سے پہلے کسی نبی کی شریعت کے موافق عمل کرتے تھے یا نہیں کیونکہ اگر آپ کسی کی اتباع کرتے تھے تو پھر آپ کا متبوع ہونا مستبعد ہوگا اور اگر آپ کسی کی اتباع کرتے تھے تو وہ نبی ضرور اس کا بیان فرماتے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ہاں! آپ کسی نبی کی شریعت کے موافق عبادت کرتے تھے۔ اور یہ علامہ ابن الحاجب کا مختار ہے اور اس کی تعیین میں سات (۷) اقوال ہیں:

(۱) ابن برہان نے کہا: آپ حضرت آدم کی شریعت کے موافق عبادت کرتے تھے (۲) الآمدی نے کہا، آپ حضرت نوح کی شریعت کی موافقت کرتے تھے (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کی موافقت کرتے تھے اور یہ ایک جماعت کا مذہب ہے: ان کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ (النحل۔ ۱۲۳) کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں۔

Marfat.com

(۴) حضرت موسیٰ کی شریعت کی (۵) حضرت عیسیٰ کی شریعت کی (۶) ہر اس حکم کی جو آپ کے پاس کسی نبی کی شریعت سے پہنچا، اس کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام:۹۰) یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی، سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

(۷) اس میں توقف ہے، اور یہ آمدی کا مختار ہے۔

اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ تیسرا قول بہت قوی ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کیونکہ آپ حج اور طواف اور قربانی وغیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے موافق کرتے تھے۔

اور عبادت کے یہ طریقے آپ کے اعلان نبوت سے پہلے تھے اور اعلان نبوت کے بعد آپ وحی کے موافق عبادت کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی اور نبوت کی ابتداء کس وقت ہوئی

اس حدیث میں مذکور ہے: پس آپ کے پاس فرشتہ آیا اور وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جیسا کہ اس کو علامہ سہیلی نے وثوق کے ساتھ کہا ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ آپ غار حراء میں رمضان کے مہینہ میں معتکف تھے اور وحی کی ابتداء اسی غار میں ہوئی ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو رمضان کے مہینہ میں نبی بنایا گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل آپ کے پاس رمضان کے مہینہ کی ابتداء میں غار میں آئے ہوں اور اسی وقت آپ کو نبی بنایا گیا ہو اور آپ پر یہ آیت نازل کی گئی ہو: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ پھر دوبارہ وہ آپ کے پاس ربیع الاول کے مہینہ میں آئے ہوں اور آپ پر یہ نازل ہوئی ہو:

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ (المدثر:۱۔۲) اے چادر لپیٹنے والے ۝ اٹھیے! پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے ۝

اس طرح امام ابن اسحاق کا یہ قول درست ہو جاتا ہے کہ آپ کو نبی اس وقت بنایا گیا جب آپ کی پیدائش کے چالیس سال پورے ہو گئے تھے، اس وقت حضرت جبریل آپ کے پاس وحی لے کر آئے۔

اقراء اور ما انا بقاری کی وضاحت اور تین دفعہ اقراء کہنے کی حکمت اور سورۃ العلق کی پانچ آیتوں کی مناسبت اور حضرت جبریل کے آپ کو تین بار دبانے اور تین بار چھوڑنے کی حکمت

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ پڑھیے: ہو سکتا ہے حضرت جبریل نے یہ اس لیے کہا ہو کہ آپ اس کے بعد والی بات سننے کے لیے ہوشیار اور متنبہ ہو جائیں اور اس سے پہلے قل محذوف ہے یعنی آپ کہیے: اقراء اور ہو سکتا ہے اس کو اس لیے حذف کیا ہو کہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ لفظ قرآن ہے۔

امام ابن اسحاق نے عبید بن عمیر کی مرسل روایت سے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل ریشم کے ایک کپڑے میں ایک کتاب لکھی ہوئی لائے اور آپ سے کہا: پڑھیے تو آپ نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، علامہ سہیلی نے کہا کہ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے:

الٓمٓ ۝ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ (البقرہ:۱۔۲) الف لام میم ۝ (یہ) وہ عظیم الشان کتاب ہے جس (کے کلام اللہ

ہونے) میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کتاب سے اسی کتاب کی طرف اشارہ ہے جس کو حضرت جبرئیل علیہ السلام ریشم کے کپڑے پر لکھا ہوا لائے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو آپ سے تین مرتبہ کہا: اقرء (پڑھیے) اس تکرار میں یہ حکمت ہے کہ وحی ایمان کے سبب سے نازل ہوئی ہے اور ایمان کے تین اجزاء ہیں: قول، عمل اور نیت اور وحی کے بھی تین اہم مقاصد ہیں: توحید، احکام اور قصص۔

سورۃ العلق کی جو پانچ آیتیں نازل فرمائی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پانچ آیتیں مقاصد قرآن پر مشتمل ہیں کیونکہ ان آیات میں توحید، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اس کی صفات ذاتیہ اور صفات افعال اور اخبار کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر ہے، اس سورت سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا ذکر نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ التوبہ کے علاوہ ہر سورت کے اول میں جو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے وہ اس سورت کا جزء نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے مصحف کی ترتیب قرآن مجید کے نزول کی ترتیب کے مطابق نہیں ہے کیونکہ سب سے پہلی آیت اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ نازل ہوئی اور مصحف میں سب سے پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہے، جب کوئی سورت یا آیت نازل ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو یہ بتادیتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھنا اور آپ کی اسی ہدایت کے مطابق قرآن مجید کو مصحف میں ترتیب کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو آپ کو بہت زور سے دبایا تھا اس میں یہ حکمت ہے تا کہ آپ اس پر متنبہ ہوں کہ آپ پر جو کلام نازل ہونے والا ہے وہ بہت ثقیل اور بوجھل ہے اور جب آپ حضرت جبرئیل کے انتہائی زور سے دبانے کو برداشت کرلیں گے تو پھر قرآن مجید کے نزول کے ثقل کو بھی برداشت کرلیں گے۔ اور جب آپ نے حضرت جبرئیل کے انتہائی زور سے دبانے کو برداشت کرلیا تو انہوں نے جان لیا کہ آپ قرآن مجید کے نزول کے ثقل کو بھی برداشت کرلیں گے، پھر اس کے بعد انہوں نے آپ کے اوپر سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات نازل کیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو تین بار جو زور سے دبایا اس میں یہ حکمت ہے کہ تبلیغ دین کی راہ میں آپ کو تین سختیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، ایک سختی وہ تھی جب آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کیا گیا اور دوسری سختی وہ تھی جب آپ کو ہجرت کے لیے وطن سے نکلنا پڑا اور تیسری سختی وہ تھی جو غزوۂ احد میں آپ پر اور آپ کے اصحاب پر پیش آئی حتیٰ کہ ستر (۷۰) مسلمان شہید ہوگئے اور کافی تعداد میں مسلمان زخمی ہوئے حتیٰ کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں بھی چوٹ لگی اور آپ کے چہرے پر زخم آیا اور دندان مبارک شہید ہوا۔ یہ تین سختیاں آپ پر تبلیغ اسلام کی راہ میں پیش آئیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تین بار دبانے کے بعد آپ کو تین بار چھوڑا، اس میں یہ حکمت ہے کہ ان سختیوں کے بعد آپ کو تین آسانیاں حاصل ہوں گی: دنیا میں، برزخ میں اور آخرت میں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تسلی دی تھی اس کی توجیہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اللہ آپ کو شرمندہ نہیں کرے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق کی مرسل روایت میں ہے کہ اسماعیل بن ابی حکیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ نے آپ سے کہا: اے میرے عم زاد! جب آپ کے پاس آپ کا صاحب آئے تو آپ مجھے بتا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ نے فرمایا: اے خدیجہ! یہ جبرئیل ہیں تو حضرت خدیجہ نے کہا: آپ کھڑے ہو کر میرے بائیں زانو پر بیٹھ جائیں، پھر پوچھا: کیا آپ اب حضرت جبرئیل کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت خدیجہ نے کہا: اب

آپ میرے دائیں زانوں پر بیٹھ جائیں، پھر کہا: اب آپ میری گود میں بیٹھ جائیں، پھر انہوں نے اپنا دوپٹا آپ کے اوپر ڈال دیا، پھر کہا: اب آپ دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت خدیجہ نے کہا: تو آپ ثابت قدم رہیں اللہ کی قسم! یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں اور امام بیہقی نے دلائل النبوت میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت خدیجہ پہلے آپ کو عداس نصرانی کے پاس لے گئیں اور ان کو یہ بتایا کہ آپ کے پاس اس طرح حضرت جبریل آئے تھے تو انہوں نے کہا: حضرت جبریل اللہ تعالیٰ اور نبیوں کے درمیان امین ہیں، پھر حضرت خدیجہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔

ورقہ بن نوفل کا تذکرہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابومیسرۃ کی مرسل روایت میں ہے: ورقہ نے آپ سے کہا: آپ خوش ہو جائیں، میں گواہی دیتا ہوں یہ وہی فرشتہ ہے جس نے ابن مریم کی بشارت دی تھی اور بے شک آپ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ناموس کی مثل آیا ہے اور بے شک آپ نبی مرسل ہیں اور آپ کو عنقریب جہاد کا حکم دیا جائے گا اور اس حدیث میں ورقہ کے اسلام کی زیادہ تصریح ہے، اور امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت خدیجہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ورقہ نے آپ کی تصدیق کی تھی لیکن وہ آپ کی نبوت کے ظہور سے پہلے فوت ہو گئے اور میں نے ان کو خواب میں دیکھا ان پر سفید لباس تھا اور اگر وہ اہل دوزخ سے ہوتے تو ان پر کوئی اور لباس ہوتا اور امام بزار اور امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ورقہ کو برا نہ کہو کیونکہ میں نے دیکھا کہ اس کے لیے ایک جنت ہے یا دو جنتیں ہیں۔

(فتح الباری ج ٦ ص ١٣١۔ ١٢٦ ملخصاً، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

٤٩٥٤۔ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيَّ رضی اللّٰہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَفَرِقْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَدَثَّرُوهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝﴾ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَهِيَ الْأَوْثَانُ الَّتِي كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَعْبُدُونَ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ الْوَحْيُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: محمد بن شہاب نے کہا: پس مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انقطاع وحی کی حدیث کو بیان کرتے ہوئے اثنائے حدیث میں فرمایا: جس وقت میں جا رہا تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی تو میں نے اوپر سر اٹھا کر دیکھا تو وہاں پر وہی فرشتہ تھا جو میرے پاس حراء میں آیا تھا وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تو میں اس سے خوف زدہ ہوا، پس میں واپس آ گیا، پس میں نے کہا: مجھ پر چادر ڈالو مجھ پر چادر ڈالو، پس گھر والوں نے مجھ پر چادر ڈال دی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ (المدثر: ٥۔١) اے چادر لپیٹنے والے ۝ اٹھیے، پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے ۝ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے ۝ اور اپنا لباس پاک رکھیے ۝ اور بتوں کو چھوڑے رہیے ۝ ابو سلمہ نے کہا: یہ وہ بت ہیں جن کی زمانہ جاہلیت میں

Marfat.com

لوگ عبادت کرتے تھے، ابو سلمہ نے کہا: پھر وحی لگا تار آنے لگی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا مرسل ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ بھی صحابی کی مرسل روایت ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس قصے کے وقت کو نہیں پایا لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو یا کسی اور ایسے صحابی سے سنا ہو جو اس قصہ کے وقت حاضر تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

سورۃ المدثر کی ابتدائی پانچ آیتوں کی تفسیر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سورۃ المدثر کی ابتدائی پانچ آیتوں کا ذکر ہے اور ان پانچوں کا تعلق آپ کی رسالت کے ساتھ ہے۔ پہلی آیت میں آپ کی اس حالت کا ذکر ہے جب آپ چادر لپیٹے ہوئے تھے، اس میں آپ کے عظیم مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

اور دوسری آیت میں آپ کو کھڑے ہو کر عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا ہے، اس سے مراد یا تو حقیقتاً کھڑا ہونا ہے یعنی آپ بستر سے اٹھ کر کھڑے ہوں یا اس سے مراد مجاز ہے یعنی آپ اٹھیں، آپ کو صرف عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا ہے حالانکہ آپ ثواب کی بشارت دینے والے بھی ہیں کیونکہ یہ اول اسلام کا واقعہ ہے اور اس وقت عذاب سے ڈرانا متحقق تھا کیونکہ ابھی لوگوں کو ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کی ہدایت دینی تھی، پس جب مسلمانوں نے آپ کی اطاعت کی تو عذاب سے ڈرانے اور ثواب کی بشارت دینے والوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝	اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے O (الاحزاب: ۴۵)

اور تیسری آیت میں رب عزوجل کی تمجید اور تعظیم کا ذکر ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ نماز کو اللہ اکبر سے شروع کریں۔

اور چوتھی آیت میں آپ کو تطہیر کا حکم دیا ہے کہ آپ اپنے بدن کو بھی پاک رکھیں اور اپنے لباس کو بھی پاک رکھیں اور پانچویں آیت میں آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان چیزوں کو چھوڑے رکھیں جو توحید کے منافی ہیں۔

سورۃ العلق اور سورۃ المدثر جن سے نزول قرآن کی ابتداء کی گئی ہے، ان میں مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں الفاظ کم ہیں اور چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں اور ان کے معانی بہت زیادہ ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۔ بَابٌ: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ (العلق: ۲)	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے O (العلق: ۲) کی تفسیر
۴۹۵۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا	امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از

Marfat.com

قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ ﴾ (العلق: ۱۔۳)

ابن شہاب از عروہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (نبوت کی) سب سے پہلے سچے خوابوں سے ابتداء کی گئی، پھر آپ کے پاس فرشتہ آیا تو اس نے کہا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ (العلق: ۱۔۳) (اے رسول مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے○ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے○ پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے○

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳ میں گزر چکی ہے۔

اس آیت میں انسان سے مراد کیا ہے اس کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

انسان سے مراد بنو آدم ہیں کیونکہ بنو آدم کو اللہ تعالیٰ نے علق سے یعنی جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے اور علق وہ چیز ہے جس کی طرف سب سے پہلے رحم میں نطفہ متحول ہوتا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ انسان سے مراد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور علق سے مراد وہ مٹی ہے جو ہاتھ میں چمٹ گئی تھی یا چپک گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابٌ: اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ (العلق: ۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے○ (العلق: ۳) کی تفسیر

۴۹۵۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ قَالَ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ جَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ ﴾ (العلق: ۱۔۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری (ح) اور اللیث نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی، محمد نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (نبوت کی) جس کے ساتھ سب سے پہلے ابتداء کی گئی وہ سچے خواب تھے، آپ کے پاس فرشتہ آیا پس اس نے کہا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ (العلق: ۱۔۴) (اے رسول مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا○ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے○ پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے○ جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا○

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳ میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کرم اور حلم کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کریم سے بڑھ کر اپنے بندوں پر کرم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بے شار نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں سے درگزر فرماتا ہے اور اس کے باوجود کہ وہ کفر کرتے ہیں اور اس کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں اور جن کاموں سے ان کو منع فرمایا ہے ان کا ارتکاب کرتے ہیں اور جن کاموں کے کرنے کا ان کو حکم دیا ہے ان کاموں کو ترک کرتے ہیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو جلدی عذاب نہیں دیتا اور حلم سے کام لیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۴۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت قلم کا بیان

میں کہتا ہوں: ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قلم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، اگر قلم نہ ہوتا تو احکام شرعیہ کو لکھ کر محفوظ نہ کیا جاتا اور نہ معاش کے معاملات کو لکھ کر منضبط کیا جاتا، اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں پر کرم فرمایا کہ ان کو قلم سے لکھنا سکھایا اور ان کو جہالت کے اندھیروں سے علم کی روشنی کی طرف لایا۔ اگر قلم نہ ہوتا تو علوم کو مدون نہ کیا جاتا اور حکمتوں کو مقید نہ کیا جاتا اور نہ اولین و آخرین کی خبروں کو جمع کیا جاتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آسمانی کتابوں کو محفوظ کیا جاتا اور نہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آثار صحابہ اور اقوال مجتہدین کو مدون اور منضبط کیا جاتا، غرض یہ کہ اگر قلم نہ ہوتا تو دین اور دنیا کے حصول علم کا دروازہ بند ہو جاتا۔ (تبیان القرآن ص ۹۶۱، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

۴۔ بَابٌ: اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ (القلم: ۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا ۝ (القلم: ۴) کی تفسیر

۴۹۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا فَرَجَعَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلٰی خَدِیْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَذَكَرَ الْحَدِیْثَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: میں نے عروہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹے پس فرمایا: مجھے چادر اڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ پس پوری حدیث ذکر کی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳ میں گزر چکی ہے۔

۵۔ بَابٌ: كَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ۝ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ (القلم: ۱۵۔۱۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے ۝ وہ پیشانی جو جھوٹی گناہ گار ہے ۝ (القلم: ۱۶۔۱۵) کی تفسیر

Marfat.com

۴۹۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ أَبُو جَهْلٍ لَئِنْ رَأَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّي عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَأَطَأَنَّ عَلَى عُنُقِهِ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَوْ فَعَلَهُ لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ۔ (سنن ترمذی: ۳۳۴۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از عبدالکریم الجزری از عکرمہ، انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا: اگر میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو میں ان کی گردن کو اپنے پیروں سے روندوں گا، یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر اس نے ایسا کیا تو اس کو فرشتے پکڑ لیں گے۔ عبدالرزاق یا یحییٰ کی متابعت عمرو بن خالد نے کی ہے از عبیداللہ از عبدالکریم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ابوجہل کے قول کے متعلق مرسل روایت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابوجہل کا قول نقل کیا ہے اور یہ ان کی حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابوجہل کی اس بات کہنے کا زمانہ نہیں پایا کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے، امام ابن مردویہ نے بھی اپنی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ ابوجہل نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ نذر مانی ہے کہ اگر میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو ان کو اپنے پاؤں سے روندوں گا مگر اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

ابوجہل کو اس کی دھمکی کی وجہ سے آگ کی خندق دکھائی گئی اور عقبہ بن ابی معیط کی ایذاء رسانی پر فوراً کوئی عذاب نہیں آیا، اس کی توجیہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام البلاذری نے یہ روایت کی ہے کہ بارہ دوزخ کے فرشتے آسمان سے نازل ہوئے جن کے سر آسمانوں میں تھے اور پیر زمین پر تھے۔

اسماعیلی نے اپنی روایت کے آخر میں عبدالکریم الجزری سے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو اسی وقت مرجاتے (قرآن مجید میں ہے: آپ کہیے کہ اگر دار آخرت اللہ کے نزدیک دوسرے لوگوں کے بجائے خصوصیت سے تمہارے لیے ہے یعنی یہودیوں کے لیے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو ○ البقرہ: ۹۴) اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو اسی وقت مرجاتے، نیز فرمایا: اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کرنے آئے تھے جب وہ واپس جاتے تو اپنے اہل اور مال کو نہ پاتے۔

اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو صرف اس چیز نے خوف زدہ کیا کہ ابوجہل اپنی ایڑیوں پر پلٹ رہا تھا اور اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو بچا رہا تھا، اس سے پوچھا گیا کہ کیا ہوا تو اس نے کہا: میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور خطرات ہیں اور پر ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ قریب آتا تو فرشتے اس کو جھپٹ کر اس کے ایک ایک عضو کو پکڑ لیتے۔ ابوجہل کے اس قول کی وجہ سے اس پر اتنی سختی کی گئی اور جب عقبہ بن ابی معیط نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر اونٹنی کے بچہ کی جھلی ڈالی تھی تو اس پر اتنی سختی نہیں کی گئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت نماز میں

Marfat.com

ایذاء پہنچانے میں یہ دونوں شریک تھے لیکن ابوجہل کی یہ خباثت تھی کہ اس نے آپ کو دھمکایا تھا اور آپ کی گردن مبارک روندنے کا ناپاک ارادہ کیا تھا، اگر وہ ایسا کر لیتا تو اس پر دنیا میں ہی دوزخ کا سخت عذاب آجاتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اونٹنی کے بچہ کی جھلی میں نجاست نہیں تھی، پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف اور اس کے شرکاء کے خلاف دعائے ضرر کی تو وہ سب کے سب غزوۂ بدر میں قتل کر دیئے گئے۔

نیز عمرو بن خالد کی روایت میں ہے کہ اگر ابوجہل ایسا کرتا تو سب کے سامنے فرشتے اس کو پکڑ لیتے اور اسماعیلی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو اسی وقت مر جاتے اور دوزخ میں اپنے ٹھکانوں کو دیکھ لیتے۔

(فتح الباری ج ٦ ص ١٣٥۔ ١٣٦، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

الحمد للہ رب العالمین سورۃ العلق کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور احادیث روایت کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ القدر کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۹۷۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَةِ الْقَدْرِ

سورۃ القدر کی تفسیر

سورۃ القدر کا تعارف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ القدر کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اور اکثر مفسرین کے قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے، علامہ ماوردی نے اس کے برعکس لکھا ہے، علامہ الواحدی نے لکھا ہے کہ یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی، اور علامہ ابوالعباس نے کہا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اس سورت میں پانچ آیات ہیں۔

اس سورت کے شروع میں فرمایا: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ اس میں ''ہ'' کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے جس کا پہلے ذکر نہیں ہے، نیز فرمایا: ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے یعنی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اس قرآن کو اس رات میں نازل فرمایا ہے، پس اس قرآن کو بیت العزت میں رکھا، پھر حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو کتاب میں لکھوایا پھر حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قرآن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اول سے لے کر آخر تک تیئس (۲۳) سال کی مدت میں نازل کرتے رہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

يُقَالُ الْمَطْلَعُ هُوَ الطُّلُوعُ وَالْمَطْلِعُ الْمَوْضِعُ الَّذِي يُطْلَعُ مِنْهُ۔

کہا جاتا ہے اَلْمَطْلَعُ کا معنی ہے طلوع یعنی مصدر اور اَلْمَطْلِعُ کا معنی ہے: جس جگہ سے فجر طلوع ہوتی ہے یعنی یہ اسم ظرف ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (القدر: ۵) یہ رات طلوع فجر ہونے تک سلامتی ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس آیت میں دو قراءتیں ہیں، مَطْلَعْ (لام پر زبر) اور مَطْلِعْ (لام کے نیچے زیر) مَطْلَعْ مصدر میمی ہے اور یہ جمہور کی قرأت ہے اور اس کا معنی وہ جگہ ہے جہاں سے فجر طلوع ہوتی ہے اور یہ الکسائی اور خلف کی قراءت ہے۔

أَنْزَلْنَاهُ الْهَاءُ كِنَايَةٌ عَنِ الْقُرْآنِ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ خَرَجَ مَخْرَجَ الْجَمِيعِ وَالْمُنْزِلُ هُوَ اللّٰهُ وَالْعَرَبُ تُوَكِّدُ فِعْلَ الْوَاحِدِ فَتَجْعَلُهُ بِلَفْظِ الْجَمِيعِ لِيَكُونَ أَثْبَتَ وَأَوْكَدَ۔

اَنْزَلْنٰهُ میں ''ہا'' ضمیر قرآن مجید سے کنایہ ہے، یہ جمع کا صیغہ ہے حالانکہ نازل کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے (جو واحد ہے) اور عرب لوگ تاکید کے لیے واحد کے صیغہ کو جمع کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں تاکہ وہ زیادہ ثابت اور زیادہ مؤکد ہو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ میں ضمیر منصوب قرآن مجید کی طرف راجع ہے اگرچہ اس کا لفظاً پہلے ذکر نہیں ہے مگر وہ حکماً مذکور ہے اس اعتبار سے کہ قرآن مجید دائماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں مستحضر تھا اور یا اس وجہ سے کہ

آیت کا سیاق قرآن مجید پر دلالت کرتا ہے یا اس لیے کہ پورا قرآن سورت واحد کے حکم میں ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ جمع کا صیغہ ہے یعنی قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ یہ مفرد کا صیغہ ہوتا بایں طور کہ یوں فرماتا: اِنِّی اَنْزَلْتُهٗ یعنی میں نے اس کو نازل کیا ہے، لیکن عرب تاکید کے لیے واحد کو جمع سے تعبیر کر دیتے ہیں، علامہ عینی امام بخاری پر اعتراض کرتے ہیں کہ اصطلاح یہ ہے کہ واحد کو تعظیم کے لیے جمع سے تعبیر کیا جاتا ہے نہ کہ تاکید کے لیے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۴۔۴۴۳ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ القدر کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ البینۃ کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۹۸۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْبَيِّنَةِ

سورۃ البینۃ کی تفسیر

سورۃ البینۃ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سوۃ البینۃ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس سورت کا نام سورۃ القیامہ اور سورۃ المنفکین بھی ہے، اور جمہور کے قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے، اور ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور یحییٰ بن سلام کا یہی مختار ہے، اور سفیان سے منقول ہے کہ مجھے پتا نہیں چلا کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی، اس سورت میں آٹھ (۸) آیات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۴)

مُنْفَكِّيْنَ زَائِلِيْنَ۔ مُنْفَكِّيْنَ اس کا معنی ہے: زائلین یعنی وہ اپنے کفر کو زائل کرنے والے نہیں ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ (البینۃ: ۱) اہل کتاب میں سے بعض کفار اور مشرکین (اپنے دین کو) چھوڑنے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ ان کے پاس واضح دلیل آجائے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے مُنْفَكِّيْنَ کی تفسیر زائلین کی ہے یعنی بعض اہل کتاب اپنے کفر سے زائل ہونے والے نہیں ہیں اور فَكٌّ کا اصل معنی ہے فَتْحٌ یعنی کھولنا اور اسی سے فکُّ الکتاب ماخوذ ہے یعنی کتاب کو کھولنا۔

قَيِّمَةٌ اَلْقَائِمَةُ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ أَضَافَ الدِّيْنَ إِلَى الْمُؤَنَّثِ۔ اَلْقَيِّمَةُ اس کا معنی ہے: القائمہ یعنی قائم اور مضبوط، دِيْنُ الْقَيِّمَةِ: دین کی اضافت قَيِّمَة کی طرف کی ہے جو مونث لفظی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ (البینۃ: ۵) اور ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں ملت حنفیہ پر قائم رہتے ہوئے اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی دین مستقیم ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت میں دین کی صفت قَيِّمَة ہے اور وہ مونث لفظی ہے حالانکہ موصوف صفت میں مطابقت ہوتی ہے جو یہاں نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ قَيِّمَة کا موصوف محذوف ہے اور وہ ملت ہے یعنی دِيْنُ الْمِلَّةِ۔ اَلْقَيِّمَة موصوف کو حذف کر کے اس کی صفت کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۴ میں کی ہے]

Marfat.com

۱۔ بَابٌ

۴۹۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأُبَيٍّ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَالَ وَسَمَّانِي قَالَ نَعَمْ فَبَكَى۔

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک اللہ نے مجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تمہارے سامنے یہ آیت پڑھوں: لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا حضرت ابی بن کعب نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پس وہ رونے لگے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۰۹ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اپنے نام کے متعلق سوال کرنے اور پھر رونے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ اس سوال کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے یہ گمان کیا کہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہو کہ آپ اپنی امت کے کسی مرد کے سامنے پڑھیں۔اور حضرت ابی بن کعب کا نام نہ لیا ہو تو انہوں نے تحقیق کے لیے آپ سے دریافت کیا، اور جب نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! یعنی تمہارا نام لیا ہے تو وہ روئے اور رونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس سے کم تر خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کا نام لے اور جب انہیں پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لیا ہے تو ان کو اس پر تعجب ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور یہی صالحین کی شان ہے کہ جب وہ کسی بات پر خوش ہوتے ہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کا خوف طاری ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۵۔ ۴۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ

۴۹۶۰۔ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأُبَيٍّ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ قَالَ أُبَيٌّ آللّٰهُ سَمَّانِي لَكَ قَالَ اللهُ سَمَّاكَ لِي فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي قَالَ قَتَادَةُ فَأُنْبِئْتُ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ۔

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن حسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں، حضرت ابی بن کعب نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے تمہارا نام لیا ہے، پس حضرت ابی رونے لگے، قتادہ نے بتایا کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ آپ نے ان کے سامنے

یہ آیت پڑھی: لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ (البینۃ:۱) بے شک اہل کتاب میں سے جو کفار ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۰۹ میں گزر چکی ہے۔

مطلق حدیث کو مقید پر محمول کرنا اور سورۃ البینہ کی آیت پڑھنے کی تخصیص اور حضرت ابی بن کعب کا نام لینے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہارے سامنے لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا (البینۃ:۱) پڑھوں اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں، ان دونوں جملوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ اس حدیث میں مطلق قرآن پڑھنے کا حکم ہے اور وہ مقید پر محمول ہے یعنی لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ پر کیونکہ آپ نے حضرت ابی بن کعب کے سامنے اس کے سوا اور کوئی آیت نہیں پڑھی۔

اس سورت کے پڑھنے کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں یہ آیت ہے:

رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں جو پاک صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں ۝ (البینۃ:۲)

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے نام کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام میں سب سے عظیم قاری ہیں، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بلند مرتبہ کے باوجود ان کے سامنے قرآن پڑھا تو دوسروں کو ان کے سامنے بہ طریق اولیٰ قرآن پڑھنا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابی بن کعب کو قرآن مجید پڑھانے اور ان کے سامنے قرآن پڑھنے کی حکمت اور سورۃ البینۃ کی جامعیت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں، یہ مطلق ہے اور یہ آیت لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا کو بھی شامل ہے اور دوسری آیتوں کو بھی، قتادہ کی روایت میں ہے کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قتادہ کو یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور سے پہنچی تھی جس میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ حضرت ابی بن کعب کے سامنے آیت مبارک لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا (البینۃ:۱) پڑھیں، پھر انہوں نے حضرت انس بن مالک سے اس کے متعلق پوچھا تو پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے قتادہ کو وہی حدیث سنائی جو ان کو دوسروں سے پہنچی تھی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں آپ کو قرآن پڑھاؤں، اور اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو اس کے بعد آئے گی جو السعید بن ابی عروبہ از قتادہ مروی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۶۱)

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب کی قراءت میں کچھ کمی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان کو تجوید کے موافق پڑھائیں تاکہ وہ قراءت کو حسین بنا کر پڑھیں، اور اگر یہ قول صحیح ہو تو آپ کو دو حکم دیئے گئے، ایک میں فرمایا: آپ

Marfat.com

ابی بن کعب کے سامنے پڑھیں اور دوسرے میں فرمایا: ان کو قرآن پڑھائیں، ان کا معنی اور مناسبت ظاہر ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے ان کے سامنے قرآن کس حکمت سے پڑھا تھا اور مختار یہ ہے تا کہ یہ امر سنت ہو جائے کہ اہل فضل اور اہل کمال کے سامنے قرآن مجید پڑھنا چاہیے اور اس میں کسی شخص کو عار نہیں ہونا چاہیے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں یہ تنبیہ تھی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنے اور سیکھنے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ قراءت اور تجوید کے امام بن گئے تھے، اور کوئی اور شخص اس فضیلت میں ان کا شریک نہیں تھا اور ان کے اس بلند مرتبہ کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا کہ آپ ان کے سامنے قرآن مجید پڑھیں۔

اس سورت کو پڑھنے کا حکم دینے کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں توحید اور رسالت کا ذکر ہے اور جن امور سے رسالت ثابت ہوتی ہے ان کا بیان ہے اور وہ قرآن مجید ہے جو آپ کا عظیم معجزہ ہے اور اس میں ایمان کی فروع کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کی جائے اور یوم حساب اور مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کی جگہ کا بیان ہے اور جنت اور دوزخ کا ذکر ہے اور انسانوں کی نیک بختوں اور بدبختوں کی طرف تقسیم کا ذکر ہے اور ان کا ذکر ہے جو مخلوق میں سب سے بہتر ہیں اور جو مخلوق میں سب سے بدتر ہیں اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے احوال کا ذکر ہے اور انسان کے معاش اور روزگار کا بیان ہے؛ غرض یہ کہ اس سورت میں نہایت اختصار کے ساتھ مبداء اور معاد کے اہم امور کو بیان فرمایا گیا ہے اور یہ سورت قصار مفصل میں سے ہے اور انتہائی جامع ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۴۴۶۔۴۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۶۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الْمُنَادِي حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أُقْرِئَكَ الْقُرْآنَ قَالَ آللهُ سَمَّانِي لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں (احمد بن ابی داؤد) ابوجعفر المنادی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں قرآن پڑھاؤں، حضرت ابی بن کعب نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: میرا رب العالمین کے پاس ذکر کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پس ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۰۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی سند پر خطیب بغدادی کے اعتراض کا جواب اور اسماء رجال کے فن میں امام بخاری کی عظمت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن طاہر نے کہا ہے کہ امام بخاری نے احمد بن ابوداؤد سے صرف یہ ایک حدیث روایت کی ہے اور اہل بغداد اس حدیث کو محمد کے نام سے پہچانتے ہیں اور یہ حدیث محمد بن عبید اللہ بن ابوداؤد بن ابوجعفر المنادی کی روایت سے مشہور ہے کیونکہ الخطیب نے اس

حدیث کو تاریخ بغداد میں محمد بن عبید اللہ کی روایت سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو ابن المنادی سے روایت کیا ہے مگر انہوں نے اس کا نام احمد لکھا ہے اور میں نے ہبۃ اللہ الطبری سے سنا، وہ کہتے تھے کہ امام بخاری پر اشتباہ ہو گیا اور انہوں نے یہ روایت احمد بن ابوداؤد سے کی ہے حالانکہ یہ محمد بن ابوداؤد سے روایت ہے اور کہا گیا ہے کہ محمد کا ایک بھائی مصر میں تھا جس کا نام احمد تھا، ہمارے نزدیک یہ قول باطل ہے کیونکہ ہمارے علم کے مطابق ابوجعفر کا کوئی بھائی نہیں تھا یا شاید امام بخاری نے محمد اور احمد کو ایک ہی شخص گمان کر لیا۔ خطیب بغدادی کی عبارت ختم ہوئی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: خطیب کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے کہ وہ محمد اور احمد نام کے دو راویوں میں فرق نہ کر سکیں جب کہ امام بخاری اسماء رجال کے درمیان تمیز اور ان کے احوال سے واقفیت میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور اس فن میں سب سے بڑھ کر اور ان کے سردار ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ البینہ کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور احادیث روایت کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہو گئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز امام بخاری نے سورۃ الزلزال کی تفسیر میں جو تعلیق ذکر کی ہے اور احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۹۹۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ

سورۃ اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ کی تفسیر

سورۃ اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ (الزلزال) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الزلزال کی بعض آیات کی تفسیر ہے اس سورت کا نام اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ اور الزلزلہ بھی ہے، یہ سورت مکی ہے، اس سورت میں آٹھ (۸) آیات ہیں۔

اذا زلزلت کا معنی ہے: جب قیامت کی وجہ سے زمین میں شدید حرکت ہوگی، اس کو زلزلہ اور زلزال کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابٌ: فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ۝ (الزلزال: ۷) — اللہ تعالیٰ کا ارشاد: سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا۝ (الزلزال: ۷) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: صرف ابوذر کے نسخے میں باب کا لفظ ہے، صحیح بخاری کے دیگر نسخوں میں باب کا لفظ نہیں ہے اور مثقال کا لفظ مفعال کے وزن پر ہے جو ثقل سے ماخوذ ہے اور مثقال کا معنی ہے: وزن اور مقدار۔ ثعلب سے پوچھا گیا: ذرہ کا کیا معنی ہے تو انہوں نے کہا: ایک سو چیونٹیوں کا وزن ایک دانہ ہے اور ذرہ ان میں سے ایک چیونٹی کے برابر ہے اور یزید بن ہارون سے منقول ہے کہ لوگوں کا زعم ہے کہ ذرہ کا کوئی وزن نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۶)

یُقَالُ اَوۡحٰی لَهَا اَوۡحٰی اِلَیۡهَا وَوَحٰی لَهَا وَوَحٰی اِلَیۡهَا وَاحِدٌ۔ — کہا جاتا ہے: اوحی لھا کا معنی ہے: اَوۡحٰی الیھا یعنی اس کی طرف وحی کی اور وَحٰی لَهَا اور وَحٰی اِلَیۡهَا دونوں کا ایک معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیتوں کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰی لَهَا۝ (الزلزال: ۵۔ ۴) — اس دن زمین اپنی تمام خبریں بیان کر دے گی۝ کیونکہ آپ کے رب نے اسے حکم دیا ہے۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابوعبیدہ نے یہ کہا ہے کہ اَوۡحٰی لَهَا کا معنی ہے: اَوۡحٰی اِلَیۡهَا اور امام بخاری نے کہا: کہا جاتا ہے: اس میں یہ اشارہ ہے کہ اوحی لھا، اَوۡحٰی اِلَیۡهَا اور وحی لھا اور وَحٰی اِلَیۡهَا ان چاروں لفظوں کا معنی واحد ہے، اور ان کا استعمال لام اور الی دونوں کے ساتھ ہوتا ہے، اور اس آیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو کلام کرنے کا حکم دیا اور کلام کرنے کی اجازت دی، اور علامہ الثعلبی نے کہا ہے: یہ مجاز ہے اور اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۴۹۶۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ فِي الْمَرْجِ وَالرَّوْضَةِ كَانَ لَهُ حَسَنَاتٍ وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ بِهِ كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ فَهِيَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ أَجْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا وَلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِئَاءً وَنِوَاءً فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وِزْرٌ فَسُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ قَالَ مَا أَنْزَلَ اللهُ عَلَيَّ فِيهَا إِلَّا هَذِهِ الْآيَةَ الْفَاذَّةَ الْجَامِعَةَ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از ابو صالح السمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں: ایک گھوڑا مرد کے لیے باعث اجر ہے، اور ایک گھوڑا مرد کے لیے باعث پردہ پوشی ہے، اور ایک گھوڑا مرد کے لیے گناہ کا سبب ہے، پس رہا وہ گھوڑا جو اس کے لیے باعث اجر ہے یہ وہ ہے جس گھوڑے کو اس نے اللہ کی راہ میں باندھ کر رکھا، پھر اس کی رسی کو چراگاہ میں یا باغ میں لمبا کر دیا، پس اس رسی کے طول میں جو اس کی لید وغیرہ چراگاہ یا باغ میں نکلی وہ اس کے لیے نیکیاں بن جائیں گی اور اگر اس گھوڑے نے اپنی رسی کو لمبائی میں کاٹ دیا، پس وہ ایک بلندی یا دو بلندیوں پر چڑھا تو اس کے قدموں کے نشان اور اس کی لید اس کی نیکیاں ہوں گی، اور اگر وہ گھوڑا دریا کے پاس سے گزرا اور اس سے پانی پیا خواہ اس کے سوار نے اس کو پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو تو وہ بھی اس کے لیے نیکیاں ہوں گی، پس یہ وہ گھوڑا ہے جو اس کے لیے باعث اجر ہے، اور رہا وہ گھوڑا جو اس کے لیے پردہ پوشی کا سبب ہے تو یہ وہ گھوڑا ہے جس کو مرد نے خوش حالی اور سوال سے بچنے کے لیے باندھا اور اس کی گردن میں اللہ کے حق کو نہیں بھولا، اور اس کی پشت پر کسی کے سوار کرنے کو نہیں بھولا تو یہ گھوڑا اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کا سبب ہے، اور جس گھوڑے کو مرد نے فخر اور دکھاوے اور دشمن سے بدلہ لینے کے لیے باندھا تو یہ گھوڑا اس کے لیے باعث گناہ ہے، پھر رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر گدھوں کے متعلق خصوصیت کے ساتھ کوئی آیت نازل نہیں کی گئی سوا اس منفرد اور جامع آیت کے: فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ (الزلزال: ۷۔۸) سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا ۝ اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا ۝

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۲۳۷۱ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض اہم امور کی شرح کی جا رہی ہے:

گھوڑوں پر زکوۃ فرض ہونے میں امام ابوحنیفہ کی دلیل اور الزلزال: ۸۔۷ کا جامع ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ مرد اس گھوڑے میں اللہ کے حق کو نہیں بھولا یعنی اس گھوڑے کی زکوۃ ادا کرنے کو نہیں بھولا۔ اس حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ گھوڑوں پر بھی زکوۃ واجب ہوتی ہے، یعنی جب اس نے گھوڑوں کو تجارت کے لیے رکھا ہو، اور اگر اس نے اس گھوڑے پر سوار ہونے کے لیے اس کو رکھا ہو یا اپنی کسی اور ضرورت کے لیے رکھا ہو تو پھر اس پر زکوۃ نہیں ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الزلزال: ۸۔۷ کو آیت جامعہ فرمایا ہے کیونکہ اس آیت کی مثل اور کوئی آیت نہیں ہے جس کے الفاظ کم ہوں اور اس کے معانی بہت زیادہ ہوں کیونکہ یہ آیت خیر کی تمام اقسام اور شر کی تمام اقسام پر محیط ہے، اور جب کسی نے آپ سے گدھے کے حکم کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا حکم بھی اس آیت میں ہے یعنی جس طرح کسی نے گھوڑے کو اللہ کی راہ میں باندھا تو اس کے لیے اجر ہے اسی طرح کسی نے گدھے کو اللہ کی راہ میں باندھا تو وہ گدھا بھی اس کے لیے باعث اجر ہے اور اگر کسی نے گدھے کو دکھاوے کے لیے یا کسی سے بدلہ لینے کے لیے باندھا تو وہ گدھا اس کے لیے باعث گناہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۸۔۴۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

دریاؤں کے پانی کو بلا اجازت پینے کا جواز اور اس پانی کو فروخت کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں گھوڑے کے دریا سے پانی پینے کا ذکر ہے اور اس پر اجماع ہے کہ دریاؤں سے بغیر کسی کی اجازت کے پانی پینا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دریاؤں کو لوگوں کے اور جانوروں کے پینے کے لیے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دریاؤں کا کوئی مالک نہیں ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ دریا کے پانی کو بیچنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ دریا کے پانی میں کسی کا حق متعین نہیں ہے، پس جب کسی نے دریا کے پانی کو اپنے کسی برتن میں ڈال کر محفوظ کر لیا تو پھر اس کو فروخت کرنا جائز ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ دریا کے پانی کو زیادتی کے ساتھ اور ادھار فروخت کرنا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور امام محمد نے کہا کہ دریا کے پانی کی پیمائش کی جاتی ہے اور اس کا وزن کیا جاتا ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد (ایک لیٹر) پانی سے وضوء کرتے تھے اور ایک صاع (چار لیٹر) پانی سے غسل فرماتے تھے، اس وجہ سے امام محمد کے نزدیک اس کی بیع میں زیادتی اور ادھار جائز نہیں ہے کیونکہ سود کی حرمت کی علت کیل اور وزن ہے، امام شافعی کے نزدیک بھی اس کی زیادتی کے ساتھ اور ادھار بیع جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک سود کی حرمت کی علت یہ ہے کہ وہ کھانے پینے کی جنس سے ہو۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس نے گھوڑے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھا ہو، اس کا معنی یہ ہے کہ کسی مرد نے اسلام کی سرحد پر اپنے گھوڑے کو جہاد کے لیے تیار کر کے رکھا ہو، دوسرا قول یہ ہے کہ اس شخص نے اپنے آپ کو گناہوں کے ارتکاب سے روک کر اور باندھ کر رکھا ہو۔

اس حدیث میں مرج کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: وسیع زمین، ابوالمعالی نے کہا: جس زمین میں بہت زیادہ گھاس اور پانی ہو اور

Marfat.com

اس میں چرنے کے لیے بہ کثرت مویشی آئیں۔

اور اس حدیث میں الروضۃ کا لفظ ہے: یہ وہ جگہ ہے جس میں پانی جمع ہو اور اس میں سبزیاں اور ترکاریاں ہوں اور پھل وغیرہ ہوں اور یہ جگہ بلندی پر ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: گھوڑے نے دریا سے پانی پیا اور اس کے مالک کا ارادہ اسے پانی پلانے کا نہیں تھا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب اس کا ارادہ پانی پلانے کا نہ ہو پھر بھی اسے اجر ملتا ہے تو جب اس کا ارادہ پانی پلانے کا ہوگا تو پھر توقع ہے کہ اس کو بہت زیادہ اجر ملے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد کرنے پر دلیل اور اس پر ایک سوال کا جواب

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: سب سے زیادہ عدل والی آیت یہ ہے:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ (الزلزال: ۸-۷) سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا ۝ اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا ۝

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر انکار نہیں کیا، بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجتہاد نہیں کرتے تھے صرف وحی کے موافق حکم فرماتے تھے، ورنہ آپ اجتہاد کر کے گدھوں کا حکم بیان فرما دیتے، دوسرے علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف سے گدھے کا حکم نہیں بیان کیا بلکہ اس کے حکم کو اس آیت کے عموم کی طرف مفوض کر دیا، ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ صحابہ نے آپ سے خچر کے متعلق نہیں پوچھا، اس کا جواب یہ ہے کہ عرب میں خچر بہت کم ہیں یا اس لیے کہ خچر گدھوں کے حکم میں ہیں۔ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ قرآن مجید کے عموم سے استدلال کرنا چاہیے اور اس میں استنباط اور قیاس کی طرف متنبہ فرمایا ہے کیونکہ قرآن مجید میں گدھوں کا حکم نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حکم کو اس آیت سے مستنبط فرمایا اور یہی نفس قیاس اور اجتہاد ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۵ ص ۴۷۳-۴۶۸، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

۱- بَابٌ: وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ (الزلزال: ۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو ذرہ برابر کوئی برائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا ۝ (الزلزال: ۸) کی تفسیر

۴۹۶۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه سُئِلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝﴾ (الزلزال: ۸-۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از ابی صالح السمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: مجھ پر ان کے متعلق کوئی چیز نازل نہیں کی گئی مگر یہ آیت جو جامع اور منفرد ہے: فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ (الزلزال: ۸-۷) سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا ۝ اور جو ذرہ برابر برائی

Marfat.com

کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا O

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

الزلزال: ۸۔ ۷ کی تفسیر علامہ قرطبی سے

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہاں اس حدیث کی کوئی شرح نہیں کی، تاہم میں نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کفار میں سے جو شخص بھی ذرہ برابر کوئی نیک کام کرے گا اس کو اس کی نیکی کا اجر دے دیا جائے گا اور اس کو آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا اور اگر کوئی کافر کوئی برا کام کرے گا تو آخرت میں اس کو شرک کی سزا کے علاوہ اس برائی کی سزا بھی دی جائے گی اور مومنین میں سے جو شخص بھی ایک ذرہ کے برابر کوئی برائی کرے گا اس کو دنیا میں ہی اس کی برائی کی سزا دی جائے گی اور مرنے کے بعد اس کو آخرت میں اس برائی کی کوئی سزا نہیں دی جائے گی اور اس کی برائی سے درگزر کر لیا جائے گا اور اگر مومن نے ذرہ برابر کوئی نیکی کی تو اس کو قبول کر لیا جائے گا اور اس کا آخرت میں اجر زیادہ کر دیا جائے گا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۳۵)(انوار تبیان القرآن ص ۹۶۳ فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۲۱ھ)

الزلزال: ۸ کی تفسیر مصنف کی طرف سے

یہ تو علامہ قرطبی کی تفسیر ہے اور میں یہ کہتا ہوں: اگر مومن سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا اور اس نے اس پر توبہ کر لی تو اس کا گناہ معاف کر دیا جائے گا اور اگر اس نے توبہ نہیں کی اور اس پر کوئی بیماری آئی یا کوئی آفت اور مصیبت آئی تو اس سے اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا اور اگر پھر بھی اس کے گناہ بچ رہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے اس کی بخشش ہو جائے گی، اور بالفرض اگر اس کے باوجود اس کے گناہ باقی رہے تو قبر کے عذاب سے یا حشر کے دن کے طول سے یا دوزخ کے عذاب سے اس کی تطہیر کر دی جائے گی، اور مجھے امید ہے کہ اس کو قبر کا عذاب یا دوزخ کا عذاب محض صورتاً ہو گا حقیقتاً نہیں ہو گا۔

مصنف کی تفسیر پر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے تائید اور توثیق

میں نے لکھا ہے: اگر مومن سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا اور اس نے اس پر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا، اس کی دلیل درج ذیل آیات ہیں:

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ (المائدہ: ۳۹)
پھر جس نے اپنے ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ ۝ (القصص: ۶۷)
سو جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے، پس عنقریب وہ کامیابوں میں سے ہو جائے گا O

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کی طویل حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۴۱، صحیح مسلم: ۲۷۷۰، سنن ابوداؤد: ۴۷۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۰، مسند احمد ۶ ص ۲۵۴)

اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے

Marfat.com

جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۰۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

اور میں نے لکھا ہے: اگر اس پر کوئی بیماری آئی یا کوئی آفت اور مصیبت آئی تو اس سے اس کا گناہ دھل جائے گا، اس کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی بیماری میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کو بہت تیز بخار تھا، میں نے کہا: بے شک آپ کو بہت تیز بخار ہے، میں نے کہا: کیا یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کو دگنا اجر ہوتا ہے، آپ نے فرمایا ہاں! جس مسلمان کو بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ ساقط کر دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے گرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۶۴۷، صحیح مسلم: ۲۵۷۱، السنن الکبریٰ: ۷۴۸۳)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کو بھی کوئی تکلیف پہنچے خواہ کانٹا چبھے یا اس سے زیادہ تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہ ساقط کر دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے گرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۶۴۸، صحیح مسلم: ۲۵۷۱، السنن الکبریٰ: ۷۴۸۳)

اور میں نے لکھا ہے: کہ اگر پھر بھی اس کے گناہ بچ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔ (سنن ترمذی: ۲۴۳۶)

اور میں نے لکھا ہے: یا پھر اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اس کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ (الزمر: ۵۳)

آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا، بے شک وہی بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

اور میں نے لکھا ہے: اگر پھر بھی اس کے گناہ بچ گئے تو قبر کے عذاب سے اس کی تطہیر ہو جائے گی اور مجھے امید ہے کہ اس کو یہ عذاب محض صورتاً ہوگا حقیقتاً نہیں ہوگا اور اس امید کا منشاء حسب ذیل حدیث ہے:

باب فضل السجود کی ایک حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ اہل دوزخ میں سے جن پر رحم فرمانے کا ارادہ فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو یہ حکم دے گا: ان کو دوزخ میں سے نکال لو جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، پس فرشتے ان کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ان کو سجدوں کے نشانات سے پہچانیں گے اور اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر سجدوں کے نشانات کے کھانے کو حرام فرما دیا ہے، پس ان کو دوزخ سے نکالا جائے گا، پس سجدوں کے نشان کے سوا ہر ابن آدم کو دوزخ کی آگ کھا لے گی، سو ان کو دوزخ سے نکالا جائے گا اس حال میں کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر ان پر حیات کا پانی ڈالا جائے گا تو وہ اس سے اس طرح اگنے لگیں گے جس طرح کوئی دانہ سیلاب کی مٹی میں تیزی سے اگتا ہے۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۸۰۶، صحیح مسلم: ۱۸۲، سنن نسائی: ۱۱۴۰، سنن ابن ماجہ: ۴۳۲۶، مسند احمد، ج ۲، ص ۲۷۶، السنن الکبریٰ: ۷۷۰۳، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۵۶)

Marfat.com

ہوسکتا ہے کہ سجدے کے نشانات کے سوا دوزخ کی آگ جسم کے جس حصہ کو جلا کر کوئلہ کرے گی وہ صرف صورۃً عذاب ہو اور حقیقتاً عذاب نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت اس کے دماغ کو ماؤف کر دیا ہو جس سے اسے جلنے اور درد کا ادراک اور احساس نہ ہو جیسے کسی بڑے آپریشن اور سرجری کے وقت ڈاکٹر مریض کو بے ہوش کر دیتے ہیں، اس کے جسم کو چیرا پھاڑا جاتا ہے لیکن بے ہوش ہونے کی وجہ سے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ تو اپنے مومن بندوں پر بہت رحیم اور کریم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے یہ امید ہے کہ مومن کو دوزخ کے عذاب کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو بے ہوش کر دے گا اور اس کو صرف صورتاً عذاب ہوگا اور حقیقت میں عذاب نہیں ہوگا، یہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے، اس کے متعلق کوئی صریح حدیث نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میری سوچ غلط ہو۔ الزلزال: ۸ میں فرمایا ہے: اور جو ذرہ برابر کوئی برائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گاO

میں کافی عرصہ اس آیت پر غور کرتا رہا کہ اگر ہر برائی پر عذاب ہو تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی آیات کا کیا محمل ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور میں نے قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس آیت کی تفسیر کی، اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو اور میری تمام کاوشوں اور محنتوں کو قبول فرمائے۔ (آمین)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الزلزال کی تفسیر میں جو ایک تعلیق ذکر کی تھی اور احادیث روایت کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ العادیات کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۰۰۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ الۡعَادِیَاتِ

سورۃ والعادیات کی تفسیر

سورۃ والعادیات کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ العادیات کی بعض آیات کی تفسیر ہے، سورۃ العادیات مکی ہے اور اس میں گیارہ (۱۱) آیات ہیں۔

حضرت ابن عباس، عطاء، مجاہد، حسن بصری، عکرمہ، الکلبی اور ابوالعالیہ وغیرہ سے روایت ہے کہ العادیات سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو جہاد کے وقت اللہ کی راہ میں دوڑتے ہیں اور صبحا کا معنی ہے کہ دوڑتے وقت ان کے ہانپنے اور زور زور سے سانس لینے کی جو آواز نکلتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْكَنُودُ الْكَفُورُ۔ اور مجاہد نے کہا: الکنود کا معنی ہے: الکفور یعنی جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرتا ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوۡدٌ ۝ (العادیات: ۶) بے شک انسان اپنے رب کا ضرور ناشکرا ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے روایت ہے کہ انسان ضرور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا ہے، الکلبی نے کہا: یہ بلسان کندۃ اور حضر موت کی لغت ہے، انہوں نے کہا: اس کا معنی ہے: العاصی یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا، اور مضر اور ربیعہ کی لغت میں اس کا معنی ہے: ناشکرا اور بلسان کی لغت میں بھی اس کا معنی ہے: ناشکرا۔

يُقَالُ فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا رَفَعْنَ بِهِ غُبَارًا۔ کہا جاتا ہے: فَاَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا ۝ (العادیات: ۴) اس کا معنی ہے: جب گھوڑے گرد و غبار اڑاتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا ۝ (العادیات: ۴) پھر اس وقت وہ گرد و غبار اڑاتے ہیں ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس قول کے قائل امام ابو عبیدہ ہیں اور اس آیت کا معنی ہے کہ صبح کے وقت جب وہ گھوڑے حملہ کرتے وقت گرد و غبار اڑاتے ہیں یعنی دشمن پر حملہ کرنے کے وقت۔

لِحُبِّ الْخَيْرِ مِنْ أَجْلِ حُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ لَبَخِيلٌ وَيُقَالُ لِلْبَخِيلِ شَدِيدٌ۔ لحب الخیر اس کا معنی ہے: خیر کی محبت کی وجہ سے۔ لَشَدِيدٌ اس کا معنی ہے: وہ ضرور بخیل ہے اور بخیل کو شدید کہا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الۡخَيۡرِ لَشَدِيۡدٌ ۝ (العادیات: ۸) اور بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے ۝

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ بھی امام ابوعبیدۃ کا قول ہے، انہوں نے لام کو تعلیل کا قرار دیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ لام متعدی کرنے کے لیے ہے یعنی وہ خیر کی محبت میں بہت قوی اور طاقت ور ہے اور خیر سے مراد مال ہے، ابن زید سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو خیر فرمایا ہے اور بعض اوقات مال خبیث اور حرام ہوتا ہے لیکن لوگ مال کو خیر شمار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے عرف کے مطابق کلام فرمایا۔

حُصِّلَ مُیِّزَ۔ حُصِّلَ اس کا معنی ہے: مُیِّزَ یعنی الگ کر دیا جائے گا اور جدا کر دیا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۝ (العادیات:۱۰) اور سینوں کی باتوں کو ظاہر کر دیا جائے گا O

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ بھی امام ابوعبیدہ کی تفسیر ہے، دوسرا قول ہے: اس کا معنی ہے: نکال دیا جائے گا اور ظاہر کر دیا جائے گا۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۹۔۴۴۸ میں کی ہے]

سورۃ العادیات کا شان نزول اور العادیات کے مختلف معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بزار اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سواروں کی ایک جماعت کو بھیجا اور ایک ماہ تک ان کی کوئی خبر نہیں آئی، تب سورۃ العادیات نازل ہوئی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ ایک شخص نے مجھ سے العادیات کا معنی پوچھا تو میں نے کہا: اس کا معنی ہے: گھوڑے، پھر وہ شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کو بتایا کہ میں نے کیا جواب دیا تھا تو حضرت علی نے مجھے بلایا اور مجھ سے فرمایا: العادیات سے مراد وہ اونٹ ہیں جو میدان عرفات سے مزدلفہ کی گھاٹی کی طرف دوڑتے ہیں اور امام سعید بن منصور کی حارث بن مضرب سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ العادیات کا معنی ہے: دوڑنے والے اونٹ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ العادیات کا معنی ہے: دوڑنے والے گھوڑے، اور عکرمہ نے کہا کہ اونٹ حج کے موقع پر دوڑتے ہیں اور گھوڑے جہاد کے موقع پر دوڑتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ہے کہ العادیات سے مراد اونٹ ہیں۔ اس آیت میں العادیات کے بعد ضبحا ہے جس کا معنی ہے: ہانپنا اور سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ کتے اور گھوڑے کے سوا اور کوئی جانور نہیں ہانپتا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۸۔۷۳۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الحمدللہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ العادیات کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ القارعۃ کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۰۱۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَۃِ الْقَارِعَۃِ

سورۃ القارعۃ کی تفسیر

سورۃ القارعۃ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ القارعۃ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، یہ سورت مکی ہے اور اس سورت میں گیارہ (۱۱) آیات ہیں۔

القارعۃ کا معنی ہے: قیامت کے کھٹکھٹانے سے جو مہیب آواز پیدا ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۹)

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ كَغَوْغَاءِ الْجَرَادِ يَرْكَبُ بَعْضُهُ بَعْضًا كَذٰلِكَ النَّاسُ يَجُوْلُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ۔

كالفراش المبثوث: اس کا معنی ہے: جیسے ٹڈیاں جن کے پر نکل آئے ہوں اور وہ اڑنے کے لیے تیار ہوں اور ایک دوسرے پر چڑھ رہی ہوں، اسی طرح اس دن لوگ بھی ایک دوسرے پر سوار ہو رہے ہوں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیات کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۞ (القارعۃ: ۴۔۵)

(یہ وہ دن ہے) جس دن تمام لوگ منتشر پروانوں کی طرح ہو جائیں گے ○ اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگ برنگی اون کی طرح ہو جائیں گے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے كالفراش المبثوث کی تفسیر کی ہے: جیسے ٹڈیاں جن کے پر نکل آئے ہوں اور وہ اڑنے کے لیے تیار ہوں اور ایک دوسرے پر چڑھ رہی ہوں، اور المبثوث کا معنی ہے: المتفرق اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ الفراش کا معنی ہے: وہ پروانے جو آگ پر گرتے ہیں اور الغوغاء کا معنی ہے: آواز اور بھنبھناہٹ اور اصل میں غوغاء ان ٹڈیوں کو کہتے ہیں جو اڑنے کے لیے تیار ہوں۔

كَالْعِهْنِ كَأَلْوَانِ الْعِهْنِ وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ كَالصُّوْفِ۔

كالعهن کا معنی ہے: جیسے روئی کے رنگ اور حضرت عبد اللہ نے اس لفظ کو كالصوف پڑھا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: العهن کا معنی ہے: اون اور اسی طرح حضرت عبد اللہ نے كالعهن کی جگہ كالصوف پڑھا ہے۔

[ان دونوں تعلیقوں کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۹ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ القارعۃ کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ العزیز سورۃ التکاثر کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

١٠٢۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ التَّكَاثُرِ

سورۃ التکاثر کی تفسیر

سورۃ التکاثر کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ التکاثر کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس سورت کا نام سورۃ التکاثر ہے اور اس کو سورۃ اَلْهٰكُمْ بھی کہا جاتا ہے، یہ سورت مکی ہے اور اس میں آٹھ آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۴۹)

میں کہتا ہوں: ہم نے اس سورت کی تفسیر میں لکھا ہے: اَلْهٰى کا معنی ہے: زیادہ ضروری چیز سے غافل ہونا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم مال اور اولاد کی کثرت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو گئے، اس سورت میں علم الیقین کا ذکر ہے، کسی چیز کی خبر سن کر یا دلائل میں غور و فکر کرنے سے جو یقین حاصل ہو اس کو علم الیقین کہتے ہیں اور کسی چیز کو دیکھ کر جو یقین حاصل ہو اسے عین الیقین کہتے ہیں اور تجربہ سے جو یقین حاصل ہو اس کو حق الیقین کہتے ہیں، اس سورت میں فرمایا ہے: تم مال کی کثرت پر فخر نہ کرو کیونکہ تم کو اس فخر کرنے پر آخرت میں عذاب دیا جائے گا، کاش! تم علم الیقین کے ساتھ اپنا انجام جان لیتے یعنی اگر تم آج آخرت میں اپنا انجام جان لیتے تو مال و دولت پر فخر کرنا چھوڑ دیتے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۹۶۵ فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ التَّكَاثُرُ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے التکاثر کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد ہے: مال اور اولاد کی کثرت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ (التکاثر: ۱) تم کو زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے غافل کر دیا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی تم کو مال اور اولاد کی کثرت نے مشغول کر رکھا ہے، یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور قتادہ سے روایت ہے کہ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کہتے تھے کہ ہم بنو فلاں سے زیادہ ہیں، اور بنو فلاں بنو فلاں سے زیادہ ہیں، ان کو اولاد کی کثرت نے غافل کر دیا حتیٰ کہ وہ گمراہی میں مر گئے اور ابن بریدہ سے منقول ہے کہ یہ آیت انصار کے دو قبیلوں میں نازل ہوئی جو فخر کرتے تھے، اور مقاتل اور کلبی سے منقول ہے کہ یہ آیت بنو عبد مناف اور بنو سہم بن عمرو کے متعلق نازل ہوئی جو قریش کے دو قبیلے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن ابی ہلال کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس سورت کا نام سورۃ المقابر رکھتے تھے۔

امام بخاری نے اس سورت کی تفسیر میں کوئی حدیث روایت نہیں کی اور عنقریب کتاب الرقاق میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی

ایک روایت آئے گی جس کو اس سورت کی تفسیر میں داخل کیا جا سکتا ہے۔(فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ التکاثر کی تفسیر میں جو ایک تعلیق ذکر کی تھی اس کی شرح مکمل ہو گئی اور اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ العصر کی تفسیر میں امام بخاری نے جو دو تعلیقیں ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۰۳۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَۃِ الْعَصْرِ

سورۃ العصر کی تفسیر

سورۃ العصر کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ العصر کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور یہ سورت مکی ہے اور اس سورت میں تین آیات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۵۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی ہے یا آپ کی طرف نسبتوں کی

میں کہتا ہوں کہ ہم نے اس سورت کی تفسیر میں لکھا ہے: العصر سے مراد دہر اور زمانہ ہے، بعض مفسرین نے کہا: العصر سے مراد اس زمانہ کی قسم ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے شہر کی قسم بھی کھائی ہے، وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ (البلد: ۲) اس شہر کی قسم جس میں آپ مقیم ہیں O اور آپ کی زندگی کی قسم کھائی لَعَمْرُكَ (الحجر: ۷۲) پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کے زمانہ کی قسم! آپ کے شہر کی قسم! آپ کی زندگی کی قسم! سوچیے! اللہ تعالیٰ آپ کی نسبتوں کی قسم کھا رہا ہے اور آپ کی نسبتیں اللہ کے نزدیک اتنی مکرم ہیں تو خود آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر مکرم ہوگی۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۷۹)

نیز میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ (العادیات: ۱)	ان گھوڑوں کی قسم جو بہت تیز دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے O
فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ (العادیات: ۲)	پتھر پر سم مار کر چنگاریاں اڑاتے ہیں O
فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ (العادیات: ۳)	پھر صبح کے وقت دشمن پر حملہ کرتے ہیں O
فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ (العادیات: ۴)	پھر اس وقت وہ گرد و غبار اڑاتے ہیں O
فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ (العادیات: ۵)	پھر دشمن کی فوج میں گھس جاتے ہیں O

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم کھائی اور ان چنگاریوں کی قسم کھائی جو ان کے سم مارنے سے نکلتی ہیں اور ان کے گرد و غبار اڑانے کی قسم کھائی کیونکہ گرد و غبار کی نسبت ان گھوڑوں کی طرف ہے اور چنگاریوں کی نسبت سم کی طرف ہے اور سم کی نسبت گھوڑوں کی طرف ہے اور گھوڑوں کی نسبت مجاہدین کی طرف ہے اور مجاہدین کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے کیونکہ آپ نے ان کو دشمن پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ بھی آپ کی طرف نسبتوں کی قسم ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

وَقَالَ يَحْيَى الْعَصْرُ الدَّهْرُ أَقْسَمَ بِهِ۔ اور یحییٰ نے کہا: العصر کا معنی ہے: الدھر یعنی جس کی قسم کھائی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی العصر سے مراد زمانہ ہے جس کی اللہ نے قسم کھائی ہے، حسن بصری سے منقول ہے: اس سے مراد ہے:

Marfat.com

دو پہر سے عشاء کے وقت تک کا زمانہ، ابن کیسان سے منقول ہے: رات اور دن اور مقاتل سے منقول ہے: اس سے مراد ہے: صلاۃ العصر اور یہی صلاۃ الوسطیٰ ہے۔

اور مجاہد نے کہا: خسر کا معنی ہے: گمراہی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے مومنین کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ (العصر: ۲۔۳) بے شک ہر انسان ضرور نقصان میں ہے ○ سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے خسر کی تفسیر گمراہی سے کی ہے اور علامہ ثعلبی نے کہا: اس سے مراد نقصان ہے اور الاخفش نے کہا: اس سے مراد ہلاکت ہے اور الفراء سے منقول ہے: اس سے مراد عقوبت ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مستثنیٰ فرمایا کیونکہ وہ نقصان میں نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۵۰)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ العصر کی تفسیر میں جو دو تعلیقیں ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہو گئی اور اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ الھمزۃ کی تفسیر میں امام بخاری نے جو ایک تعلیق ذکر کی ہے اس کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۰۴۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْهُمَزَةِ

سورۃ الہمزۃ کی تفسیر

سورۃ الہمزۃ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الہمزۃ کی بعض آیات کی تفسیر ہے، صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس کا نام سورۃ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ ہے (الہمزۃ:۱)، یہ سورت مکی ہے اور اس میں نو (۹) آیات ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ الہمزۃ کا معنی ہے: جو لوگ چغل خوری کرتے ہیں اور دوستوں کے درمیان تفریق کرتے ہیں اور قتادہ سے منقول ہے کہ الہمزۃ وہ شخص ہے جو لوگوں کا گوشت کھاتا ہو اور ان کی غیبت کرتا ہو اور الہمزۃ کا معنی ہے: جو بہت طعنے دیتا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۵۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ان لوگوں کی خبر نہ دوں جو تم میں سے سب سے اچھے ہیں، صحابہ نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آجائے، پھر فرمایا: کیا میں تم کو ان لوگوں کی خبر نہ دوں جو تم میں سب سے برے لوگ ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو چغلی کھاتے ہیں اور دوستوں کے درمیان پھوٹ اور فساد ڈالتے ہیں اور جو لوگ عیب سے بری ہیں ان میں عیب نکالتے ہیں۔ (مسند احمد: ۲۷۵۹۸)

اَلْحُطَمَةُ اِسْمُ النَّارِ مِثْلُ سَقَرَ وَلَظٰى۔ اَلْحُطَمَةُ: یہ دوزخ کا نام ہے جیسے سَقَر اور لَظٰى۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ (الہمزۃ:۴) ہرگز نہیں! وہ چورا چورا کر دینے والی (آگ) میں جھونک دیا جائے گا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الحطمة کی تفسیر دوزخ کے ساتھ کی ہے جیسے سقر اور لظیٰ ہے، دوزخ کا نام حطمہ اس لیے رکھا ہے کیونکہ حطم کا معنی ہے: جسم کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، اور دوزخ بھی جسم کو توڑ کر چورا چورا کر دیتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۵۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بہت زیادہ کھانا کھاتا ہو اس کو بھی حطمہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی کھانے کو چورا چورا کر دیتا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

سورۃ الہمزۃ کے شان نزول کے متعلق روایات

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد انصاری الشافعی المعروف بابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہ سورت الولید بن مغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، دوسرا قول ہے کہ یہ امیہ بن خلف کے متعلق نازل ہوئی ہے اور تیسرا قول ہے کہ یہ الاخنس بن شریق کے متعلق نازل ہوئی ہے اور چوتھا قول ہے کہ یہ حمید بن عامر کے متعلق نازل ہوئی ہے، اگرچہ اس سورت کا سبب نزول خاص لوگوں کے متعلق ہے لیکن اس کا حکم عام ہے، اور ویل کا لفظ اس شخص کے متعلق کہا جاتا ہے جو کسی ہلاکت میں واقع ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۵۸۳، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الھمزۃ کی جو تعلیق ذکر کی تھی اس کی شرح مکمل ہوگئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز امام بخاری نے سورۃ الفیل کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۰۵- تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْفِيْلِ

سورۃ الفیل کی تفسیر

سورۃ اَلَمْ تَرَ (الفیل) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الفیل کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس سورت کا نام سورۃ اَلَمْ تَرَ بھی ہے، یہ سورت مکی ہے، اور اس میں پانچ (۵) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۴۵۱)

سورۃ الفیل کا خلاصہ

میں کہتا ہوں: ہم نے اس سورت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابرہہ کو حبشہ کے بادشاہ نے یمن کا گورنر بنا دیا، اس نے صنعاء نامی شہر میں کلیسا بنالیا، اس نے شاہ حبشہ کو خط لکھا کہ میں نے آپ کے لیے بہترین گرجا قائم کیا ہے، میری خواہش ہے کہ آئندہ عرب اس کعبہ کی بجائے اس معبد میں حج اور طواف کریں، جب یہ خبر مکہ میں پہنچی تو بنو کنانہ کے ایک شخص نے غضب میں آ کر اس میں بول و براز کر دیا، یہ دیکھ کر ابرہہ سخت آگ بگولہ ہوا اور ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبہ کو ڈھانے کے ناپاک ارادے سے نکلا۔ مکہ سے دو میل کے فاصلے پر پہنچ کر اس نے مکہ کے لوگوں کے مویشی چھین لیے جن میں دو سو (۲۰۰) اونٹ حضرت عبدالمطلب کے تھے، اس کے بعد ابرہہ نے کسی کو بھیج کر انہیں بلوایا اور ان کی بہت عزت کی اور ترجمان کے ذریعے ان سے بات چیت ہوئی۔ ابرہہ نے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ حضرت عبدالمطلب نے کہا: تم میرے اونٹ واپس کر دو، ابرہہ نے تعجب سے کہا: تمہیں اونٹوں کی فکر ہے اور خانہ کعبہ کی فکر نہیں ہے، حضرت عبدالمطلب نے کہا: میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لیے اونٹ مانگ رہا ہوں، کعبہ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ اپنا گھر خود بچائے گا، حضرت عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ پہنچ گئے، ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا، جب یہ لشکر وادی محسر کے پاس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے غول بھیجے جن کی چونچوں میں کنکر تھے، جس فوجی کے کسی جانب کنکر لگتا تو اس کے مقابل جانب سے نکل جاتا اور اس کے جسم کے آر پار ہو جاتا تھا۔ (جامع البیان: ۲۹۴۰۱) (انوار تبیان القرآن ص۹۶۷، فرید بک اسٹال، لاہور، ۱۴۳۱ھ)

اَلَمْ تَرَ اَلَمْ تَعْلَمْ۔ مجاہد نے کہا: اَلَمْ تَرَ کا معنی ہے: اَلَمْ تَعْلَمْ یعنی کیا آپ نے نہیں جانا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ○ (الفیل:۱) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا○

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا ہے: اَلَمْ تَرَ کا معنی ہے: کیا آپ نے نہیں جانا اور الفراء نے لکھا ہے: کیا آپ کو حبشہ اور ہاتھی والوں کی خبر نہیں دی گئی، اور یہ اس لیے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھی والوں کے قصے کے وقت موجود نہیں تھے کیونکہ آپ کی

Marfat.com

ولادت اسی سال ہوئی تھی۔

قَالَ مُجَاهِدٌ أَبَابِيلَ مُتَتَابِعَةً مُجْتَمِعَةً۔ مجاہد نے کہا: ابابیل کا معنی ہے: وہ پرندے جو لگا تار آئیں اور مجتمع ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ○ (الفیل: ۳) اوران پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے ابابیل کی تفسیر کی ہے، وہ پرندے جو لگا تار آئیں اور اکٹھے ہوں۔ یہ تفسیر مجاہد سے منقول ہے، الثعلبی نے کہا: ابابیل کا معنی ہے: جو کثیر ہوں اور متفرق ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: ان پرندوں کی سونڈ ہوتی ہے اور پنجے ہوتے ہیں جیسے کتوں کے پنجے ہوتے ہیں اور عکرمہ سے منقول ہے: ان کے ایسے سر تھے جیسے درندوں کے سر ہوتے ہیں، ان کو اس سے پہلے دیکھا گیا نہ اس کے بعد، اور ربیع سے منقول ہے کہ ان کی کچلیاں ہوتی ہیں، اور النسفی کی تفسیر میں مذکور ہے کہ ابابیل ابال کی جمع ہے اور دوسرا قول ہے کہ یہ عَبَادِیْل کی طرح ہے، اس کا کوئی واحد نہیں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْ سِجِّيلٍ هِيَ سَنْكِ وَكِلْ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے من سجیل کی تفسیر میں کہا: یہ سنگ اور گِل ہے یعنی پتھر اور مٹی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ○ (الفیل: ۴) جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے○

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سجیل کی تفسیر سنگ اور گل کے ساتھ کی ہے اور یہ فارسی زبان کے الفاظ ہیں جس کے معنی پتھر اور مٹی ہیں، امام طبری نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر نقل کی ہے۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۵۱ میں کی ہے]

علامہ ابوالحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

سجیل کے معنی میں اور بھی اقوال ہیں ان میں قریب ترین قول یہ ہے کہ یہ لفظ سجل سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے وہ کتاب جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ ان کو اس کے ساتھ عذاب دیا جائے گا یا سجیل آسمان دنیا کا نام ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۵۸۴، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۱ھ)

الحمدللہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الفیل کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان سب کی شرح مکمل ہوگئی اور اب ان کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ القریش کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۰۶۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَةِ لِاِیْلٰفِ

سورۃ لایلاف (قریش) کی تفسیر

سورۃ لایلاف (قریش) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ القریش کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور اس سورت کا نام سورۃ لایلاف بھی ہے، ابو العباس نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور ضحاک نے عطاء بن السائب سے یہ روایت کی ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور اس سورت میں چار آیات ہیں۔

لایلاف قریش کا معنی ہے: قریش کو رغبت دلانے کے لیے اور یہ لام پہلی سورت کے ساتھ متصل ہے، اور الکسائی اور الاخفش سے منقول ہے کہ یہ لام تعجب ہے یعنی قریش کے رغبت دلانے پر تعجب ہے، وہ سردی اور گرمی میں سفر کرتے ہیں اور اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کو ترک کر دیتے ہیں، اور الزجاج سے منقول ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کریں کیونکہ اس نے ان کو سردی اور گرمی کے موسم میں سفر کرنے کی سہولت مہیا کی اور قریش وہ ہیں جو النضر بن کنانہ کی اولاد ہیں اور جو اس کی اولاد نہیں ہیں وہ قریش نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لِإِيلَافِ أَلِفُوا ذَلِكَ فَلَا يَشُقُّ عَلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ وَآمَنَهُمْ مِنْ كُلِّ عَدُوِّهِمْ فِي حَرَمِهِمْ۔

اور مجاہد نے کہا: لایلاف کا معنی ہے کہ قریش کا سفر میں دل لگا دیا تھا، پس سردی اور گرمی میں سفر کرنا ان پر دشوار نہیں ہوتا تھا اور ان کو ان کے حرم میں ہر دشمن سے محفوظ اور مامون رکھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیتوں کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لِإِيلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝ (القریش:۱۔۲)

قریش کو رغبت دلانے کے لیے ۝ انہیں سردی اور گرمی کے (تجارتی) سفر سے مانوس کیا ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں سفر کی الفت ڈال دی اور ان کو ان کے حرم میں ہر دشمن سے محفوظ اور مامون رکھا، اور ضحاک، ربیع اور سفیان سے منقول ہے اور ان کو جذام کی بیماری سے محفوظ رکھا، پس ان کے شہر میں جذام یعنی کوڑھ کی بیماری نہیں ہوتی تھی۔

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ لِإِيلَافِ لِنِعْمَتِي عَلَى قُرَيْشٍ۔

اور ابن عیینہ نے کہا: لِاِیْلٰفِ کا معنی ہے: قریش پر میری نعمت کی محبت ڈالنے کے لیے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی سفیان بن عیینہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ قریش پر میری نعمت کی الفت اور محبت ڈالنے کے لیے اور ایلاف مصدر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۵۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

بیت اللہ کے رب کی عبادت کی وجہ سے اس کی خصوصی نعمت سفر میں آسانی مہیا کرنا ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

اس سورت میں فرمایا ہے:

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ (القریش: ۳) پس انہیں چاہیے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں O

یعنی اگر وہ دوسری نعمتوں کی وجہ سے گھر کے رب کی عبادت نہیں کرتے تو وہ اپنے رب کی اس نعمت کی وجہ سے اس کی عبادت کریں کہ اس نے سردی اور گرمی کے موسم میں ان کے تجارتی سفر کو آسان کر دیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۴۰)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ القریش کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ الماعون کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۰۷۔ تَفۡسِيۡرُ سُوۡرَةِ الۡمَاعُوۡنِ

سورۃ الماعون کی تفسیر

سورۃ الماعون کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الماعون کی بعض آیات کی تفسیر ہے، صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس سورت کا نام سورۃ ارأیت ہے اور یہ سورت مکی ہے اور اس میں سات آیات ہیں۔

علامہ ثعلبی نے لکھا ہے: مقاتل اور کلبی نے کہا ہے کہ یہ سورت العاص بن وائل السہمی کے متعلق نازل ہوئی ہے اور السدی اور ابن کیسان سے منقول ہے کہ یہ سورت الولید بن المغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور ضحاک سے مروی ہے کہ یہ سورت عمرو بن عائذ کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور دوسرا قول ہے کہ یہ سورت ہبیرہ بن وہب المخزومی کے متعلق نازل ہوئی ہے، علامہ النسفی نے کہا ہے: اَرَءَيۡتَ الَّذِيۡ يُكَذِّبُ بِالدِّيۡنِ ○ کا معنی ہے: کیا آپ اس شخص کو پہچانتے ہیں جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے کہ وہ کون ہے؟ اور اگر اس کو نہیں پہچانتے تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھتکارتا ہے اور اس کو جھڑکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَدُعُّ يَدْفَعُ عَنْ حَقِّهِ يُقَالُ هُوَ مِنْ دَعَعْتُ يُدَعُّونَ يُدْفَعُونَ۔ اور مجاہد نے کہا: یدع کا معنی ہے: اس کو اس کا حق لینے سے دھتکارتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ دععت سے ماخوذ ہے، یُدَعُّوْنَ کا معنی ہے ان کو دھکا دیا جائے گا اور دھکیلا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَذٰلِكَ الَّذِيۡ يَدُعُّ الۡيَتِيۡمَ ○ (الماعون: ۲) پس یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: مجاہد نے اس کی تفسیر کی ہے: وہ یتیم کو اس کا حق لینے سے دھتکارتا ہے، اور ابو رجاء سے اس کی تفسیر منقول ہے کہ وہ یتیم کا حق ادا کرنے میں کمی کرتا ہے، امام بخاری نے کہا: یہ دععت سے ماخوذ ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب ضمیر متصل تھی تو عین کا عین میں ادغام نہیں کیا گیا اور انہیں بتایا ہے کہ الطور: ۱۳ میں مذکور ہے۔

يَوۡمَ يُدَعُّوۡنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ○ جس دن ان کو دوزخ کی آگ کی طرف دھکیل کر لایا جائے گا ○

اگرچہ یہ آیت سورۃ الطور میں ہے لیکن امام بخاری نے اس کو یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ کی مناسبت سے یہاں ذکر کر دیا۔

سَاهُوۡنَ لَاهُوۡنَ۔ سَاهُوْنَ اس کا مطلب ہے: غفلت کرنے والے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ○ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ○ (الماعون: ۵۔۴) سو ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے ○ جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں ○

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام طبری نے بھی مجاہد سے اسی طرح روایت کی ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کا وقت نکلنے کے بعد پڑھتے ہیں اور متعدد علماء نے کہا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز کو ترک کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد منافقین ہیں جو اس وقت نماز نہیں پڑھتے جب وہ اکیلے ہوں اور لوگ موجود نہ ہوں، اور لوگوں کے سامنے نماز پڑھتے ہیں، اور قتادہ سے منقول ہے: جو اس کی پرواہ نہ کرتا ہو کہ اس نے نماز پڑھی ہے یا نہیں پڑھی ہے۔

وَ الْمَاعُوْنَ الْمَعْرُوْفَ كُلُّهُ وَقَالَ بَعْضُ الْعَرَبِ الْمَاعُوْنُ الْمَاءُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ أَعْلَاهَا الزَّكَاةُ الْمَفْرُوضَةُ وَأَدْنَاهَا عَارِيَةُ الْمَتَاعِ

والماعون اس کا معنی ہے: وہ تمام چیزیں جو عرف میں مروج ہیں اور بعض عربوں نے کہا: الماعون کا معنی ہے: پانی اور عکرمہ نے کہا: الماعون کا اعلیٰ مرتبہ فرض زکوۃ ہے اور اس کا ادنی مرتبہ وہ چیزیں ہیں جو عاریتاً دی جائیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۞ (الماعون:۷) اور وہ استعمال کی معمولی چیز دینے سے منع کرتے ہیں ۞

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے الماعون کی تفسیر میں تین قول ذکر کیے ہیں: پہلا قول ہے: وہ تمام چیزیں جن کا لوگ آپس میں لین دین کرتے ہیں جیسے پانی کا ڈول، کلہاڑی، دیگچی اور تیر وغیرہ، یہ کلبی اور محمد بن کعب کا قول ہے، دوسرا قول ہے: پانی اور یہ سعید بن المسیب، زہری اور مقاتل کا قول ہے۔ انہوں نے کہا: قریش کی لغت میں ماعون پانی کو کہتے ہیں، تیسرا قول عکرمہ کا ہے کہ ماعون کا اعلیٰ مرتبہ زکوۃ ہے اور یہی حضرت ابن عمر اور حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے، امام بخاری نے کہا: جو چیزیں عاریتاً دی جاتی ہیں اور یہ گھر کی چیزوں کو شامل ہے جیسے چھلنی اور ڈول وغیرہ جو گھر میں استعمال کی جاتی ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ الماعون وہ چیزیں ہیں جن سے منع کرنا جائز نہیں ہے جیسے پانی، نمک اور آگ۔ [ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے ج ۲۰ ص ۴۔ ۳ میں ذکر کی ہے]

الحمدللہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الماعون کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان تمام کی شرح مکمل ہو گئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ الکوثر کی تفسیر میں امام بخاری نے جو ایک تعلیق ذکر کی ہے اور تین احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۰۸۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْكَوْثَرِ

سورۃ الکوثر کی تفسیر

سورۃ الکوثر کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الکوثر کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اور جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے، اور قتادہ، حسن بصری اور عکرمہ نے کہا کہ یہ سورت مدنی ہے، اس اختلاف کا سبب اس کے سبب نزول کا اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ سورت العاص بن وائل کے متعلق نازل ہوئی ہے، جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر یعنی بے نسل کہا تھا، دوسرا قول ہے کہ یہ عقبہ بن ابی معیط کے متعلق نازل ہوئی ہے اور عکرمہ سے منقول ہے کہ یہ قریش کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ یہ ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہے اور علامہ سہیلی نے کہا کہ یہ کعب بن الاشرف کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور اس صورت میں یہ سورت مدنی ہوگی، اس سورت میں تین (۳) آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شَانِئَكَ عَدُوَّكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شَانِئَكَ اس کا معنی ہے: آپ کا دشمن۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (الکوثر: ۳) بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شَانِئَكَ کا معنی آپ کا دشمن کیا ہے، اسی طرح المستملی کی روایت میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴)

۱۔ بَابٌ

باب

۴۹۶۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى السَّمَاءِ قَالَ أَتَيْتُ عَلَى نَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفًا فَقُلْتُ مَا هَذَا يَا جِبْرِيلُ قَالَ هَذَا الْكَوْثَرُ۔

(ابوداؤد: ۴۷۴۸، ترمذی: ۳۳۵۹، مسلم: ۱۶۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کی طرف معراج کرائی گئی تو آپ نے فرمایا: میں ایک ایسے دریا پر آیا جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے خیمے تھے میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ کوثر ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۷۰ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

الکوثر کا معنی اور اس کے مصداق میں اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ چیز جس کا عدد کثیر ہو یا اس کی مقدار بہت زیادہ ہو تو عرب اس کو کوثر کہتے ہیں اور اس کے مصداق میں اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک وہ حوض ہے، علامہ ابن الجوزی نے کہا: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض ہے، قاضی عیاض نے کہا: حوض کی احادیث صحیح ہیں اور ان پر ایمان لانا فرض ہے اور اہل السنت والجماعت کے نزدیک وہ احادیث اپنے ظاہر پر محمول ہیں، ان میں نہ کوئی تاویل ہے اور نہ کوئی اختلاف ہے۔

عکرمہ سے منقول ہے کہ الکوثر سے مراد نبوت، قرآن اور اسلام ہے اور مجاہد سے منقول ہے: اس سے مراد ہر خیر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ الکوثر کا مصداق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں وہ نور ہے جس نے آپ کی حق کی طرف رہنمائی کی اور آپ کو حق کے ماسوا سے منقطع کیا ہے، تیسرا قول ہے کہ اس کا مصداق شفاعت ہے، چوتھا قول ہے: المعجزات، پانچواں قول ہے: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا، چھٹا قول ہے: دین کی سمجھ، ساتواں قول ہے: پانچ نمازیں، اس میں اور بھی اقوال ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۵۔ ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۶۵۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ الْكَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَ سَأَلْتُهَا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ قَالَتْ نَهَرٌ أُعْطِيَهُ نَبِيُّكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم شَاطِئَاهُ عَلَيْهِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ آنِيَتُهُ كَعَدَدِ النُّجُومِ رَوَاهُ زَكَرِيَّاءُ وَأَبُو الْأَحْوَصِ وَمُطَرِّفٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن یزید الکاہلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق از ابو عبیدہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ابو عبیدہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: انا اعطینٰک الکوثر (الکوثر: ۱) بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: الکوثر ایک دریا ہے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا ہے، اس کی دونوں جانبوں پر کھوکھلے موتی ہیں اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کے برابر ہے۔ اس حدیث کو زکریا اور ابو الاحوص اور مطرف نے از ابو اسحاق روایت کیا ہے۔

۴۹۶۶۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ قَالَ فِي الْكَوْثَرِ هُوَ الْخَيْرُ الَّذِي أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ قَالَ أَبُو بِشْرٍ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَإِنَّ النَّاسَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيدٌ النَّهَرُ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بشر نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: الکوثر وہ خیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے، ابو بشر نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ کوثر جنت میں ایک دریا ہے تو سعید نے کہا: جو دریا جنت میں ہے وہ بھی اس خیر میں

Marfat.com

سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔

(یہ حدیث صحیح البخاری: ۶۵۷۸ میں بھی مذکور ہے)

الکوثر کی تفسیر میں مزید اقوال

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عکرمہ نے کہا: الکوثر، النبوت، القرآن اور الاسلام ہے اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد ہر خیر ہے۔

اور اس میں اور اقوال بھی ہیں: قرآن مجید کو آسان کرنا، احکام شرعیہ میں تخفیف کرنا، آپ کے پیروکاروں اور مددگاروں کی کثرت، آپ کے ذکر کو بلند کرنا، دل میں نور، شفاعت، مقام محمود، معجزہ، فقہ، کثرت فقہاء، پانچ نمازیں، نمازیوں کی کثرت، ذکر اور ذاکرین کی کثرت، فضائل کثیرہ، عمدہ اخلاق، جنت کے دو باطنی دریا، وہ حوض جس پر آپ کی امت وارد ہوگی، مقاتل نے کہا کہ کوثر جنت کا سب سے بڑا دریا ہے جس سے اہل جنت کے لیے چار دریا نکلتے ہیں: خمر کا، پانی کا، دودھ کا اور شہد کا۔

زجاج نے کہا: اس سورت کی تفسیر میں جتنے امور بیان کیے گئے ہیں وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیے گئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا وہاں دو دریا ظاہر تھے، وہ نیل اور فرات ہیں اور دو دریا باطن تھے وہ الکوثر اور سلسبیل ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۵۹۱۔۵۹۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الکوثر کی تفسیر میں جو ایک تعلیق ذکر کی تھی اور احادیث روایت کی تھیں ان تمام کی شرح مکمل ہوگئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز امام بخاری نے سورۃ الکافرون کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۰۹۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ الۡکٰفِرُوۡنَ

سورۃ الکافرون کی تفسیر

سورۃ الکافرون کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الکافرون کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس سورت کا نام سورۃ قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ ○ بھی ہے، یہ سورت مکی ہے، اس سورت میں چھ آیات ہیں۔

اس سورت میں اہل مکہ سے خطاب ہے جن میں الولید بن المغیرہ اور العاص بن وائل اور الحارث بن قیس السہمی اور الاسود بن عبد یغوث اور الاسود بن عبد المطلب اور امیہ بن خلف ہیں، انہوں نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ ہمارے دین کی پیروی کریں اور ہم آپ کے دین کی پیروی کریں گے اور ہم آپ کو اپنے تمام معاملات میں شریک کریں گے، آپ ایک سال ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اور ہم ایک سال آپ کے معبود کی عبادت کریں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاذ اللہ میں اس سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں کسی کو اللہ کی عبادت میں شریک کروں، تب اللہ عزوجل نے سورۃ الکافرون کو نازل فرمایا۔

(عمدۃ القاری جلد ۲۰ ص ۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

يُقَالُ لَكُمْ دِينُكُمُ الْكُفْرُ وَلِيَ دِينِ الْإِسْلَامُ وَلَمْ يَقُلْ دِينِي لِأَنَّ الْآيَاتِ بِالنُّونِ فَحُذِفَتِ الْيَاءُ كَمَا قَالَ يَهْدِينِ وَيَشْفِينِ۔

کہا جاتا ہے: لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ یعنی تمہارے لیے تمہارا دین ہے جو کفر ہے وَلِیَ دِیۡنِ یعنی میرے لیے میرا دین ہے جو اسلام ہے اور یوں نہیں فرمایا: دینی کیونکہ ان تمام آیات کے آخر میں نون ہے، پس یا کو حذف کر دیا گیا جیسے فرمایا ہے: یَهۡدِیۡنِ وَیَشۡفِیۡنِ (اور یهدینی ویشفینی نہیں فرمایا کیونکہ ان آیات کے آخر میں نون ہے)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ۝ (الکافرون: ۶) تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے ○

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تمہارے لیے تمہارا دین ہے یعنی کفر ہے اور میرے لیے میرا دین یعنی اسلام ہے۔

امام بخاری نے کہا: دینی نہیں فرمایا، اس کا حاصل یہ ہے کہ اس سورت کی تمام آیات کے آخر میں نون ہے اس لیے دینی نہیں فرمایا جیسے سورۃ الشعراء کی ان آیات میں ہے۔

الَّذِیۡ خَلَقَنِیۡ فَهُوَ یَهۡدِیۡنِ ۝ وَالَّذِیۡ هُوَ یُطۡعِمُنِیۡ وَیَسۡقِیۡنِ ۝ وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ یَشۡفِیۡنِ ۝ وَالَّذِیۡ یُمِیۡتُنِیۡ

جس نے مجھے پیدا کیا، سو وہی مجھے ہدایت دیتا ہے ○ اور وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے ○ اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا

Marfat.com

ثُمَّ يُحْيِيْنِ ○ (الشعراء: ۸۱-۷۸) دیتا ہے ○ اور وہی میری روح قبض کرے گا، پھر مجھے زندہ فرمائے گا ○

ان آیات کے آخر میں بھی یائے متکلم کو فواصل کی رعایت کے لیے حذف کر دیا گیا تا کہ تمام آیات کا آخری لفظ ایک وزن پر ہو جائے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ الْآنَ وَلَا أُجِيْبُكُمْ فِيْمَا بَقِيَ مِنْ عُمْرِي وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ وَهُمُ الَّذِيْنَ قَالَ ﴿وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا﴾ (المائدہ: ۶۴)

اور دوسروں نے کہا کہ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ کا معنی ہے میں اب بھی ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ اپنی باقی زندگی میں ان کی عبادت کروں گا وَلَا أَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ ○ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور آپ پر جو کلام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کی سرکشی اور کفر کو زیادہ کرے گا۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور تعلیق مذکور کا خلاصہ

علامہ عینی لکھتے ہیں: ابوذر کے نسخہ میں وقال غیرہ (اور دوسروں نے کہا) کے الفاظ نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: درست یہ ہے کہ یہ الفاظ ہونے چاہئیں کیونکہ یہ الفراء کے کلام کا بقیہ نہیں ہے بلکہ یہ امام ابو عبیدہ کا کلام ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۴۳)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: درست یہ ہے کہ یہ الفاظ حذف ہونے چاہئیں کیونکہ اس سے پہلے یہ مذکور نہیں ہے کہ الفراء نے کہا حتیٰ کہ اس کے بعد یہ کہا جاتا: اور دوسروں نے کہا۔

امام بخاری کی اس تعلیق کا حاصل یہ ہے: نہ میں اب تمہارے خداؤں کی عبادت کرتا ہوں اور نہ مستقبل میں تمہارے خداؤں کی عبادت کروں گا گویا کہ آپ نے فرمایا: میں باطل کی عبادت نہیں کرتا اور تم حق کی عبادت نہیں کرتے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ما مصدر یہ ہے یعنی میں تمہاری عبادت نہیں کرتا اور تم میری عبادت نہیں کرتے۔ اس سورت میں اس کا تکرار ہے کیونکہ اس تکرار سے مراد تاکید ہے اور عرب لوگ تکرار سے تاکید کا اور الہام کا ارادہ کرتے ہیں۔

امام بخاری نے کہا: یہ مخاطبین وہی لوگ ہیں جن کے متعلق المائدہ: ۶۴ میں فرمایا ہے:

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا (المائدہ: ۶۴) اور آپ پر جو کلام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کی سرکشی اور کفر کو زیادہ کرے گا۔

[ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۷-۶ میں کی ہے]

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الکافرون کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں ان تمام کی شرح مکمل ہو گئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز امام بخاری نے سورۃ الفتح کی تفسیر میں جو ایک تعلیق ذکر کی ہے اور احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۱۰۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْفَتْحِ

سورۃ الفتح کی تفسیر

سورۃ الفتح کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ النصر کی بعض آیات کی تفسیر ہے اور اس کو سورۃ الفتح بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مدنی ہے، اور ابن النقیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے یہ وہ سورت ہے: جو سب سے آخر میں نازل ہوئی اور امام الواحدی نے کہا کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس آئے تھے اور اس کے نزول کے دو سال بعد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے اور مقاتل نے کہا: جب یہ سورت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے اس کو پڑھا، پس وہ دونوں خوش ہوئے، پس جب اس سورت کو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سنا تو وہ رونے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کیوں روتے ہو؟ انہوں نے کہا: اس سورت میں آپ کی وفات کی خبر دے دی گئی ہے، پس اس کے بعد آپ اسی (۸۰) دن زندہ رہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو دین کی فقہ عطا فرما اور تاویل کا علم عطا فرما، اس سورت میں تین آیات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابٌ

۴۹۶۷۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَا صَلَّى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَاةً بَعْدَ أَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۝﴾ (النصر: ۱) إِلَّا يَقُولُ فِيهَا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي۔

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابوالضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۝ (النصر: ۱) جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے۝ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں پڑھتے تھے: سُبْحٰنَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ (اے اللہ! ہمارے رب! تو سبحان ہے اور تیری حمد کے ساتھ میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! تو مجھے بخش دے)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۹۴ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۲۔ بَابٌ

۴۹۶۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُكْثِرُ أَنْ يَقُوْلَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُوْدِهِ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ۔

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ آپ اپنے رکوع اور سجود میں بہ کثرت پڑھتے تھے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي (اے اللہ! ہمارے رب تو پاک ہے اور تیری حمد کے ساتھ میں دعا کرتا ہوں: اے اللہ! تو مجھے بخش دے)، آپ قرآن مجید کے حکم پر عمل کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۹۴ میں گزر چکی ہے۔

یعنی سورۃ النصر میں آپ کو جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنے، اس کی حمد کرنے اور اس سے استغفار کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے آپ اخیر عمر میں رکوع اور سجود میں بہ کثرت حمد اور تسبیح کرتے تھے اور استغفار کرتے تھے تاکہ اس حکم پر عمل ہو۔

۳۔ بَابٌ۔ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا۝ (النصر: ۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں ۝ (النصر: ۲) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: لوگوں سے مراد اہل یمن ہیں اور افواجا سے مراد ہے: ایک فوج کے بعد دوسری فوج اور ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ اور پورا قبیلہ اور پوری قوم بغیر قتال کے دین اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۶۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنهما سَأَلَهُمْ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۝ (النصر: ۱) قَالُوْا فَتْحُ الْمَدَائِنِ وَالْقُصُوْرِ قَالَ مَا تَقُوْلُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَجَلٌ أَوْ مَثَلٌ ضُرِبَ لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نُعِيَتْ لَهُ نَفْسُهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حبیب بن ابی ثابت از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان متعلق سوال کیا: إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۝ (النصر: ۱) جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے ۝ تو لوگوں نے کہا: اس سے مراد شہروں اور محلات کا فتح ہونا ہے، حضرت عمر نے کہا: اے ابن عباس! تم کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: اس سے مراد زندگی کی مدت ہے یا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مثال بیان کی گئی ہے اور آپ کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۴۔ بَابٌ۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر:۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے ۝ (النصر:۲) کی تفسیر

تَوَّابٌ عَلَى الْعِبَادِ وَالتَّوَّابُ مِنَ النَّاسِ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ۔

تَوَّابٌ: اس کا معنی ہے: بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے اور مغفرت سے اس کی طرف رجوع کرنے والا ہے اور لوگوں میں سے تَوَّاب وہ ہے جو گناہوں سے اطاعت کی طرف رجوع کرے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ تَوَّاب کے دو معنی ہیں: ایک معنی ہے: وہ مغفرت کے ساتھ رجوع کرتا ہے اور توبہ قبول فرماتا ہے اور توبہ کا لغت میں معنی ہے: رجوع کرنا اور کہا گیا ہے کہ وہ گناہ گاروں کے لیے توبہ کے اسباب میسر کرتا ہے اور انہیں توبہ کی توفیق دیتا ہے اور ان کو غفلت کی نیند سے بیدار کرتا ہے اور تَوَّاب کا دوسرا معنی بندے کی صفت ہے یعنی وہ اس گناہ سے رجوع کرتا ہے جس کا اس نے ارتکاب کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۔۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۷۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ فَكَأَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ فَقَالَ لِمَ تُدْخِلُ هَذَا مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّهُ مَنْ قَدْ عَلِمْتُمْ فَدَعَاهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَدْخَلَهُ مَعَهُمْ فَمَا رُئِيتُ أَنَّهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ قَالَ مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ اللهِ تَعَالَى إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ ۝ (النصر:۱) فَقَالَ بَعْضُهُمْ أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَقَالَ لِي أَكَذَاكَ تَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُولُ قُلْتُ هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَعْلَمَهُ لَهُ قَالَ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ وَذَلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا فَقَالَ عُمَرُ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے غزوہ بدر کے بزرگوں کے ساتھ داخل کرتے تھے، پس ان بزرگوں میں سے بعض اس بات پر ناراض ہوتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ آپ اس کو ہمارے ساتھ کیوں داخل کرتے ہیں حالانکہ ہمارے بیٹے اس کی عمر کے ہیں، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہیں اس کی وجہ معلوم ہے، پھر ایک دن حضرت عمر نے حضرت ابن عباس کو بلایا، پس میں نے یہی گمان کیا کہ آپ نے مجھے اس دن اس لیے بلایا تھا کہ آپ مجھے ان کو دکھائیں، حضرت عمر نے فرمایا: آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ ۝ (النصر:۱) جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے ۝ تو ان میں سے بعض بزرگوں نے کہا: ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد کی جائے اور ہمیں فتح عطا کی جائے تو ہم اللہ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں اور دوسرے بزرگ خاموش رہے اور انہوں نے کچھ نہیں

کہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے ابن عباس! کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے پوچھا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت حیات ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی ہے، فرمایا: اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۝ (النصر: ۱) جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے ۝ اور یہ آپ کی وفات کی علامت ہے۔ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر: ۳) سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے ۝ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس آیت کے متعلق اتنا ہی علم ہے جتنا تم بیان کر رہے ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۲۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت عمر نے ان بزرگوں سے کہا: تمہیں اس کی وجہ معلوم ہے یعنی تمہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علم و فضل کا علم ہے، اور تمہیں اسلام میں ان کی سبقت اور خدمات کا بھی علم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

آخری سورت کی تعیین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق متعدد اقوال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سورۃ التوبہ کی تفسیر میں یہ گزر چکا ہے کہ وہ آخری سورت ہے اور یہاں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ سورۃ النصر قرآن مجید کی آخری سورت ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ سورۃ النصر مکمل آخری سورت ہے، اس کے برخلاف سورۃ التوبہ مکمل آخری سورت نہیں ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سورۃ النصر حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں دس ذی الحج کو نازل ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سورۃ النصر کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکیاسی (۸۱) دن زندہ رہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کے متعلق متعدد اقوال ہیں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ اس کے بعد نو (۹) راتیں زندہ رہے، مقاتل سے منقول ہے کہ آپ اس کے بعد سات راتیں زندہ رہے، ابن قیم نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام امور کے آخر میں استغفار کرتے تھے، جب آپ نماز کا سلام پھیرتے تو تین مرتبہ استغفر اللہ پڑھتے اور جب آپ بیت الخلاء سے نکلتے تو پڑھتے: غُفْرَانَكَ اور وضو کرنے کے بعد دعا کرتے: اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنا دے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ النصر کی تفسیر میں جو ایک تعلیق ذکر کی تھی اور احادیث روایت کی تھیں ان تمام کی شرح مکمل ہو گئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز امام بخاری نے سورۃ المسد کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۱۱۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَةِ الۡمَسَدِ

سورۃ المسد کی تفسیر

سورۃ المسد (اللہب) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ المسد کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس کا نام سورۃ لہب بھی ہے، یہ سورت مکی ہے اور اس سورت میں پانچ آیات ہیں۔

ابولہب سے مراد ہے: ابولہب بن عبدالمطلب اور اس کا نام عبدالعزیٰ ہے اور اس کی ماں خزاعیہ ہے، اس کی کنیت ابولہب ہے، اس کی وجہ میں کہا گیا ہے کہ اس کے بیٹے کا نام لہب تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے رخسار بہت سرخ تھے گویا کہ اس کے چہرے میں حسن کے شعلے لپکتے تھے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ دشمنی رکھتا تھا، یہ اپنی دشمنی پر برقرار رہا حتیٰ کہ غزوۂ بدر کے چند ایام کے بعد یہ مر گیا، یہ غزوۂ بدر میں نہیں گیا تھا، جب اس کو معلوم ہوا کہ غزوۂ بدر میں قریش کو شکست ہوگئی تو یہ غم سے مر گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَتَبَّ خَسِرَ تَبَابٌ خُسۡرَانٌ تَتۡبِيۡبٌ تَدۡمِيۡرٌ

وَتَبَّ: اس کا معنیٰ ہے: وہ نقصان میں پڑ گیا، تَبَاب کا معنیٰ ہے: نقصان، تتبیب کا معنیٰ ہے: تباہ کرنا اور ہلاک کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۞ (اللہب:۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے O

یہ الفاظ صورتاً دعا ہیں حقیقتاً دعا نہیں بلکہ خبر ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے تب کی تفسیر تباب اور خسران کے ساتھ کی ہے اور تباب کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

وَمَا كَيۡدُ فِرۡعَوۡنَ اِلَّا فِىۡ تَبَابٍ ۞ (المومن: ۳۷) اور فرعون کی ہر سازش صرف ناکام ہونے والی تھی O

اور تَتۡبِيۡبٌ کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے۔

وَمَا زَادُوۡهُمۡ غَيۡرَ تَتۡبِيۡبٍ ۞ (ہود: ۱۰۱) اور انہوں نے ان کی ہلاکت کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا O

امام بخاری نے تَبَّ کی مناسبت سے تباب اور تتبیب کے الفاظ پر مشتمل آیات کا ذکر کیا ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ (ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں) یہ دعا ہے اور بعد میں جو وَتَبَّ فرمایا ہے یہ خبر ہے یعنی وہ ہلاک ہو گیا۔

علامہ عینی کا تسامح

میں کہتا ہوں علامہ عینی کا تبت یدا ابی لہب کو دعا لکھنا درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دعا کرنے سے پاک اور بلند و برتر ہے، دراصل یہ بھی خبر ہے اور اس کے دونوں ہاتھوں سے مراد اس کا ملک اور مال ہے یعنی اس کا ملک اور مال تباہ ہو گیا اور وہ خود بھی ہلاک ہو گیا،

البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ صورتاً دعا ہے اور حقیقتاً خبر ہے۔ (سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابٌ

۴۹۷۱۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَ أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (الشعراء: ۲۱۴) وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى صَعِدَ الصَّفَا فَهَتَفَ يَا صَبَاحَاهُ فَقَالُوا مَنْ هَذَا فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ مِنْ سَفْحِ هَذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ قَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ مَا جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهَذَا ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَ تَبَّ (اللہب: ۱) وَقَدْ تَبَّ هَكَذَا قَرَأَهَا الْأَعْمَشُ يَوْمَئِذٍ

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرۃ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وَ أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (الشعراء: ۲۱۴) اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرایئے O اور اپنے قبیلہ میں سے ان لوگوں کو جو مخلص ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے حتیٰ کہ آپ صفاء پہاڑ پر چڑھے، پھر آپ نے بلند آواز سے فرمایا: یا صباحاہ (اے لوگو! ہوشیار ہو جاؤ)، پس لوگوں نے کہا: یہ کون ہے، پھر وہ آپ کی طرف جمع ہو گئے، پس آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ گھوڑے سواروں کی ایک جماعت اس پہاڑ کے پیچھے سے تم پر حملہ کرنے کے لیے نکلنے والی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ لوگوں نے کہا: ہم نے آپ پر کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا، تو آپ نے فرمایا: تو میں تم کو صرف سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہوں (سبا: ۴۶) ابولہب نے کہا: تمہارے لیے ہلاکت ہو کیا تم نے ہم کو صرف اس لیے جمع کیا تھا؟ پھر وہ کھڑا ہو گیا، تب یہ آیت نازل ہوئی: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّ تَبَّ (اللہب: ۱) ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے O وقد تب۔ اسی طرح اس آیت کو الاعمش نے اس دن پڑھا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۹۴ میں گزر چکی ہے۔

ورھطک منھم المخلصین کا منسوخ التلاوت ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے ورھطک منھم المخلصین: یہ یا تو عشیرتک کی تفسیر ہے اور یا یہ قراءت شاذہ ہے، اسماعیل نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو پڑھا ہے۔ علامہ نووی نے کہا: حضرت ابن عباس کے پڑھنے میں یہ خبر ہے کہ پہلے یہ قرآن مجید کی آیت تھی، پھر اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔

Marfat.com

یا صباحاہ کا معنی

جب کسی قوم پر کوئی حملہ کرنے کے لیے آتا ہے تو وہ مدد طلب کرنے کے لیے لوگوں کو پکارتے ہیں اور چونکہ یہ حملہ عموماً صبح کے وقت ہوتا ہے اس لیے مدد طلب کرنے والا کہتا ہے: یا صباحاہ یعنی دشمن نے صبح کے وقت ہم پر حملہ کر دیا ہے، سو ہماری مدد کے لیے آؤ اور ہوشیار ہو جاؤ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ: وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغۡنٰی عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ (اللہب: ۱۔۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ ہلاک ہو جائے ۝ اس کے مال نے اور اس کی کمائی نے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا ۝ (اللہب: ۲۔۱) کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی اس کا مال اس کو اللہ کے عذاب سے بچانے کے لیے کام نہ آیا، کہا گیا ہے کہ اس کا مال اس کی بکریاں تھیں اور اس کے پاس قدرتی گھاس چرنے والی بکریاں تھیں اور اس کی کمائی بھی اس کے کام نہ آئی، علامہ الثعلبی نے کہا ہے کہ اس کی کمائی سے مراد اس کی اولاد ہے کیونکہ اولاد بھی باپ کی کمائی ہوتی ہے اور علامہ نسفی نے کا ہے کہ یہ ما موصولہ ہے یعنی اس نے اپنے اموال سے جو نفع کمایا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ما مصدریہ ہو یعنی اس کی کمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْبَطْحَاءِ فَصَعِدَ إِلَى الْجَبَلِ فَنَادَى يَا صَبَاحَاهُ فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ حَدَّثْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ مُصَبِّحُكُمْ أَوْ مُمَسِّيكُمْ أَكُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا تَبًّا لَكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ (اللہب: ۱) إِلَى آخِرِهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ البطحاء (مکہ کی وادی) کی طرف نکلے، پس پہاڑ پر چڑھ گئے، پھر آپ نے زور سے پکارا: لوگو ہوشیار ہو جاؤ، سو آپ کی طرف قریش جمع ہو گئے، پس آپ نے فرمایا: اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ دشمن تم پر صبح کے وقت یا شام کے وقت حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: پس میں تم کو صرف سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہوں (سبا: ۴۶) پس ابولہب نے کہا: کیا تم نے ہم کو اس لیے جمع کیا تھا؟ تمہارے لیے ہلاکت ہو، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ (اللہب: ۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے ۝ آخر تک۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۔ بَابٌ: سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ (اللہب: ۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں جائے گا ۝ (اللہب: ۳) کی تفسیر

۴۹۷۳۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ إِلَى آخِرِهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابولہب نے کہا: تمہارے لیے ہلاکت ہو کیا تم نے ہم کو اس لیے جمع کیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ۝ (اللہب:۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۝ آخر سورت تک۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۴۔ بَابٌ: وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ۝ (اللہب: ۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس کی بیوی بھی لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے۝ (اللہب: ۴) کی تفسیر

ابولہب کی بیوی کا تذکرہ

علامہ عینی لکھتے ہیں: ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب تھی، یہ اس کی کنیت ہے اور اس کا نام العوراء تھا، ضحاک نے بیان کیا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں سعدان نام کے درخت کے کانٹے پھیلا دیا کرتی تھی اور آپ ان کانٹوں پر اس طرح چلتے تھے جس طرح تم میں سے کوئی شخص ریشم پر چلتا ہے اور مرہ الہمدانی سے روایت ہے کہ ام جمیل ہر روز مختلف اقسام کے کانٹے لے کر آتی تھی اور ان کو مسلمانوں کے راستہ میں پھیلا دیتی تھی، ایک دن وہ لکڑیوں کا گٹھا لے کر آ رہی تھی تو تھک کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی، سو ایک فرشتہ آیا، اس نے اس کو پیچھے سے پکڑ کر کھینچا اور ہلاک کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲۔۱۱)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ تَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ

اور مجاہد نے کہا: حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کا معنی ہے: وہ چغلیاں کھاتی تھی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: کہ مجاہد نے کہا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ کے اصحاب کی مشرکین کی طرف چغلیاں کرتی تھی اور الفراء نے کہا ہے کہ وہ چغلیاں کر کے دشمنی کی آگ بھڑکاتی تھی تو اس کو حَمَّالَةَ الْحَطَبِ سے کنایہ کیا ہے۔

فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ يُقَالُ مِنْ مَسَدٍ لِيفِ الْمُقْلِ، وَهِيَ السِّلْسِلَةُ الَّتِي فِي النَّارِ۔

فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۝: یعنی اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی گردن میں درخت مقل کے چھال کی رسی ہے اور یہ دوزخ میں زنجیر ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی دنیا میں اس کی گردن میں درخت مقل کی رسی تھی اور آخرت میں اس کی گردن میں آگ کی زنجیر ہوگی، عروہ نے کہا: یہ زنجیر ستر (۷۰) ہاتھ لمبی ہوگی، اس کے منہ میں داخل ہو کر اس کی دبر سے نکل جائے گی اور اس کے جسم سے لپٹ جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ اللہب کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور احادیث روایت کی تھیں ان تمام کی شرح مکمل ہو گئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ الاخلاص کی تفسیر میں امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں ان کی شرح کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۱۲۔ تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْاِخْلَاصِ

سورۃ الاخلاص کی تفسیر

سورۃ الاخلاص کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الاخلاص کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس سورت کا نام سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ بھی ہے، یہ سورت مکی اور مدنی ہے اور اس میں چار آیات ہیں۔

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب آپ سے قریش نے کہا یا کعب بن الاشراف نے کہا یا مالک بن الصعب نے کہا یا عامر بن الطفیل العامری نے کہا: ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کیجئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲)

يُقَالُ لَا يُنَوَّنُ اَحَدٌ اَيْ وَاحِدٌ۔ کہا جاتا ہے کہ اَحَدٌ پر تنوین نہیں پڑھی جاتی اور اَحَد کا معنی ہے: واحد۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی حالت وصل میں اَحَد پر تنوین نہیں پڑھی جاتی اور اس کو لفظ اللہ سے ملا کر پڑھا جاتا ہے یعنی اَحَدُنِ اللّٰهُ الصَّمَدُ۔

واحد اور احد کا فرق

امام بخاری نے کہا ہے: احد کا معنی ہے: واحد، امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ واحد اور احد میں کوئی فرق نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان میں فرق ہے، واحد کا معنی ہے: جو صفات کے لحاظ سے واحد ہو اور احد کا معنی ہے: جو ذات کے لحاظ سے واحد ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ واحد وہ ہے جو ازل میں ہو اور سب سے افضل ہو کیونکہ واحد اعداد کا مبداء ہے اور احد اس پر دلالت کرتا ہے جو اپنی تمام صفات میں مخلوق سے ممتاز ہو اور اس سے شرک کے ابواب کی نفی ہو، پس احد اس کی نفی کے لیے ہے جس کو عدد کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے اور واحد کہ لفظ سے عدد شروع ہوتا ہے، پس احد کے لفظ کو کلام میں انکار کی جگہ لایا جاتا ہے اور واحد کے لفظ کو کلام میں اثبات کے لیے لایا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۳۔۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابٌ

باب

۴۹۷۴۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِيْ ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِيْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ

Marfat.com

تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (البقرہ:۱۱۶) وَأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُوًا أَحَدٌ۔

تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کو یہ نہیں چاہیے تھا اور اس نے مجھے گالی دی اور اس کو یہ نہیں چاہیے تھا رہا اس کا میری تکذیب کرنا تو اس کا یہ کہنا ہے کہ وہ مجھے ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کرے گا جس طرح اس نے مجھے ابتداءً پیدا کیا تھا حالانکہ ابتداءً مخلوق کو پیدا کرنا مجھ پر اس مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے اور رہا اس کا مجھے گالی دینا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے: اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (البقرہ:۱۱۶) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے○ اور حالانکہ میں احد ہوں اور الصمد (بے نیاز) ہوں۔ میری کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۱۹۳ میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احد ہونے کے متعلق ایک حدیث

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی اور امام طبری نے اپنی سند سے ایک روایت کی ہے، اس کے آخر میں ہے: اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے کیونکہ جو بھی پیدا ہوتا ہے وہ عنقریب مرجاتا ہے اور جو بھی مرتا ہے اس کا کوئی وارث ہوتا ہے اور ہمارا رب نہ مرتا ہے اور نہ اس کا کوئی وارث ہے اور نہ اس کا کوئی ہم سر اور ہم پلہ ہے۔ اس حدیث کا شاہد مسند ابو یعلیٰ اور المعجم الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۴۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۔ باب: اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ (الاخلاص:۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ بے نیاز ہے○ (الاخلاص:۲) کی تفسیر

وَالْعَرَبُ تُسَمِّي أَشْرَافَهَا الصَّمَدَ قَالَ أَبُو وَائِلٍ هُوَ السَّيِّدُ الَّذِي انْتَهَى سُودَدُهُ

عرب معزز لوگوں کو الصمد کہتے ہیں، ابو وائل نے کہا: الصمد وہ سید ہے جس پر سیادت کی انتہاء ہو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ عرب لوگ معزز شخص کو صَمَد کہتے ہیں اور اسی لیے وہ سرداروں کو صمد کہتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جس میں شرف اور سیادت کی تمام اقسام مجتمع ہوں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صَمَد وہ شخص ہے جس کی طرف ضروریات میں رجوع کیا جاتا ہے، اور تفسیر نسفی میں صمد کے بہت معانی ذکر کیے گئے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۳)

۴۹۷۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ أَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: اور ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ

تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ أَنْ يَقُولَ إِنِّي لَنْ أُعِيدَهُ كَمَا بَدَأْتُهُ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ أَنْ يَقُولَ اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا (البقرہ:۱۱۶) وَأَنَا الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُؤًا أَحَدٌ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُؤًا أَحَدٌ۔

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کو یہ نہیں چاہیے تھا اور اس نے مجھے گالی دی اور اس کو یہ نہیں چاہیے تھا، رہا اس کا میری تکذیب کرنا تو اس کا یہ کہنا ہے کہ میں اس کو ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کروں گا جس طرح میں نے اس کو ابتداءً پیدا کیا تھا، رہا اس کا مجھے گالی دینا تو اس کا یہ کہنا ہے: اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا (البقرہ:۱۱۶) اللہ اولاد رکھتا ہے○ حالانکہ میں بے نیاز ہوں نہ میری کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی اولاد ہوں اور نہ میرا کوئی ہم سر اور ہم پلہ ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۷۳ میں گزر چکی ہے۔

كُفُؤًا وَكَفِيئًا وَكِفَاءً وَاحِدٌ۔ کُفُواً، کفیئاً اور کفاءًان تینوں کا معنی ایک ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: کُفُوًا میں دو پیش ہیں اور کَفِیئٌ فعیل کے وزن پر ہے اور کفاءٌ فِعَالٌ کے وزن پر ہے، ان تینوں الفاظ کا معنی واحد ہے یعنی مثال اور نظیر یعنی اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی مثال ہے اور نہ کوئی شبیہ ہے۔ الثعلبی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: اس کا کوئی ہم سر اور ہم پلہ نہیں ہے، اور حمزۃ اور یعقوب نے اس لفظ میں فاء پر جزم پڑھی ہے اور دیگر قراء نے فاء پر پیش اور واؤ پر زبر پڑھی ہے بغیر ہمزہ کے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الحمدللہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الاخلاص کی تفسیر میں جو تعلیقات ذکر کی تھیں اور احادیث روایت کی تھیں ان تمام کی شرح مکمل ہوگئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز سورۃ الفلق کی تفسیر میں امام بخاری نے جو ایک تعلیق اور ایک حدیث روایت کی ہے اس کی شرح کی جائے گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۱۳۔ تَفۡسِیۡرُ سُوۡرَۃِ الۡفَلَقِ

سورۃ الفلق کی تفسیر

سورۃ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ (الفلق) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الفلق کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس سورت کا نام قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ بھی ہے، سفیان نے کہا: یہ سورت مدنی ہے، قتادہ نے کہا: یہ سورت مکی ہے، اس سورت میں پانچ آیات ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: فلق کا معنی ہے: صبح اور ان سے دوسری روایت ہے کہ یہ جہنم میں ایک قید خانہ ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الفلق جہنم میں ایک کنواں ہے جو ڈھکا ہوا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْفَلَقُ الصُّبْحُ وَ غَاسِقِ اللَّيْلُ إِذَا وَقَبَ غُرُوبُ الشَّمْسِ يُقَالُ أَبْيَنُ مِنْ فَرَقِ وَفَلَقِ الصُّبْحِ وَقَبَ إِذَا دَخَلَ فِي كُلِّ شَيْءٍ وَأَظْلَمَ۔

اور مجاہد نے کہا: فلق کا معنی ہے: صبح اور غَاسِقِ الَّیۡل کا معنی ہے: جب سورج غروب ہو جائے۔ کہا جاتا ہے اَبۡیَنُ من فرق الصبح و فلق الصبح یعنی یہ بات پو پھٹنے اور روشنی کے ظہور سے زیادہ واضح ہے اور وقب اس وقت کو کہتے ہیں جب کوئی چیز کسی چیز میں داخل ہو جائے اور اندھیرا چھا جائے اس سے مراد یہاں غروب آفتاب ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ (الفلق: ۳) اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے ۝

علامہ عینی لکھتے ہیں: اسی طرح امام ابوعبیدہ نے تفسیر کی ہے اور وَقَبَ کا معنی ہے: سورج کا غروب ہونا، جب کوئی چیز دوسری چیز میں داخل ہو جائے اور اندھیرا چھا جائے تو وقب کہتے ہیں۔ الفراء نے یہ کہا ہے کہ یہ چیز صبح کے نمودار ہونے سے زیادہ واضح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۵۔ ۱۴)

۴۹۷۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ وَعَبْدَةَ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فَقَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ قِيلَ لِي فَقُلْتُ فَنَحْنُ نَقُولُ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عاصم اور عبدۃ از زر بن حبیش، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے المعوذتین (قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۝ اور قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝) کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا:

Marfat.com

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے کہا گیا تھا (کہ یہ سورتیں پڑھو) تو میں نے پڑھیں تو ہم اسی طرح کہتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۷۷ میں ہے۔

اَلْمُعَوَّذَتَیْن کا قرآن ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ المعوذتین قرآن مجید سے نہیں ہیں اس لیے زر بن حبیش نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ان کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ دو سورتیں پڑھائی ہیں یعنی یہ قرآن ہے، حضرت ابی بن کعب نے کہا: ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۵)

الحمد للہ رب العالمین امام بخاری نے سورۃ الفلق کی تفسیر میں جو ایک تعلیق ذکر کی تھی اور ایک حدیث روایت کی تھی ان کی شرح مکمل ہوگئی اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز امام بخاری نے سورۃ الناس کی تفسیر میں جو ایک تعلیق ذکر کی ہے اور ایک حدیث روایت کی ہے اس کی شرح کی جائے گی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۱۱۴۔ تَفۡسِيۡرُ سُوۡرَةِ النَّاسِ

سورۃ الناس کی تفسیر

سورۃ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ (الناس) کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ سورۃ الناس کی بعض آیات کی تفسیر ہے، اس سورت کا نام سورۃ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ بھی ہے، یہ سورت مدنی ہے اور اس سورت میں چھ آیات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۵)

وَيُذۡكَرُ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ الۡوَسۡوَاسِ إِذَا وُلِدَ خَنَسَهُ الشَّيۡطَانُ فَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ذَهَبَ وَإِذَا لَمۡ يُذۡكَرِ اللّٰهُ ثَبَتَ عَلٰى قَلۡبِهٖ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وسواس کی تفسیر میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو کوئی چیز چبھوتا ہے پھر جب اللہ عزوجل کا ذکر کیا جاتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جاتا تو شیطان اس کے دل پر جم جاتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سند ضعیف ہے، امام طبری اور امام حاکم نے اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور اس کی سند میں ایک راوی حکیم بن جبیر ہے اور یہ ضعیف راوی ہے، اس حدیث میں خنس کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز کو پیچھے کرنا اور اس کو اپنی جگہ سے زائل کرنا کیونکہ شیطان جب بچہ کی کوکھ میں کوئی چیز چبھوتا ہے تو اس کی شدت سے وہ اس کو اس کی جگہ سے پیچھے کر دیتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۷۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بۡنُ عَبۡدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفۡيَانُ حَدَّثَنَا عَبۡدَةُ بۡنُ أَبِي لُبَابَةَ عَنۡ زِرِّ بۡنِ حُبَيۡشٍ ح وَحَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنۡ زِرٍّ قَالَ سَأَلۡتُ أُبَيَّ بۡنَ كَعۡبٍ قُلۡتُ يَا أَبَا الۡمُنۡذِرِ إِنَّ أَخَاكَ ابۡنَ مَسۡعُوۡدٍ يَقُوۡلُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ أُبَيٌّ سَأَلۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لِي قِيۡلَ لِي فَقُلۡتُ قَالَ فَنَحۡنُ نَقُوۡلُ كَمَا قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ بن ابی لبابہ نے حدیث بیان کی از زر بن حبیش (ح) اور ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از زر، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، میں نے کہا: اے ابوالمنذر! بے شک آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح اور اس طرح کہتے ہیں تو حضرت ابی نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے کہا گیا تھا (کہ آپ یہ دو سورتیں پڑھیں) تو میں نے پڑھیں، حضرت ابی بن کعب نے کہا: ہم اسی طرح کہتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۷۶ میں گزر چکی ہے۔

المعوذتین کے قرآن ہونے پر احادیث سے دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود اس طرح اور اس طرح کہتے ہیں یعنی یہ دو سورتیں قرآن نہیں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا مجھ سے کہا گیا ہے کہ ان کو پڑھو، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن ہیں، اس میں صحابہ کا اختلاف رہا ہے، پھر بعد میں اختلاف اٹھ گیا اور اس پر اجماع ہو گیا کہ یہ دونوں سورتیں قرآن ہیں اور اب اگر کوئی ان کے قرآن ہونے کا انکار کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام احمد نے اور امام ابن حبان نے از عاصم یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصحف میں معوذتین کو نہیں لکھتے تھے اور امام طبرانی نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصحف سے المعوذتین کو مٹا دیتے تھے تو میں کہوں گا کہ امام بزار نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود کی اس مسئلہ میں کسی نے موافقت نہیں کی اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں ان کو پڑھا ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور امام ابن حبان نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ اگر تم ایسا کر سکو کہ نماز میں ان کی قراءت نہ چھوٹے تو ایسا کرو اور امام احمد نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کو معوذتین پڑھائیں اور آپ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھو تو ان سورتوں کو پڑھو اور اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور امام سعید بن منصور نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس کی دو رکعتوں میں المعوذتین کو پڑھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

حافظ ابن حجر نے بھی ان احادیث سے استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے المعوذتین کے انکار قرآن کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

قاضی ابوبکر الباقلانی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود ان دو سورتوں کے قرآن ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ان کو مصحف میں لکھنے سے انکار کرتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک مصحف میں ان ہی سورتوں کا لکھنا جائز ہے جن کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھنے کی اجازت دی ہو، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھنے کی اجازت نہیں پہنچی اور یہ حضرت ابن مسعود کی طرف سے عمدہ تاویل ہے کہ انہوں نے ان سورتوں کے قرآن ہونے کا انکار نہیں کیا۔

بعض علماء کا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف انکار معوذتین کی نسبت کو باطل قرار دینا

بعض علماء نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف المعوذتین کے انکار قرآن کی نسبت کو مستبعد قرار دیتے ہوئے اس بات کا انکار کیا کہ حضرت ابن مسعود نے یہ کہا ہو کہ المعوذتین قرآن نہیں ہیں، سو حافظ ابن حجر عسقلانی ان علماء کی عبارات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ المعوذتین اور الفاتحہ قرآن ہیں اور جس نے ان میں سے کسی کے قرآن ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہے اور جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کے قرآن ہونے کا انکار منقول ہے وہ باطل اور صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

اور اسی کی مثل ابو محمد حزم نے المحلی کے اوائل میں لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے المعوذتین کے قرآن ہونے کا جو انکار منقول ہے وہ جھوٹ اور باطل ہے۔

اور اسی طرح امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کے اوائل میں لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ نقل جھوٹ اور باطل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا ان بعض علماء سے اختلاف

حافظ ابن حجر عسقلانی ان مشاہیر علماء سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بغیر کسی دلیل کے روایات صحیحہ میں طعن کرنا غیر مقبول ہے بلکہ یہ روایات صحیح ہیں اور ان میں تاویل کی گنجائش ہے اور جس اجماع کا انہوں نے ذکر کیا ہے اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ ہر زمانے میں یہ اجماع رہا ہے تو یہ درست نہیں اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بعد میں المعوذتین کے قرآن ہونے پر اجماع ہو گیا تو پھر یہ درست ہے۔

اور علامہ ابن الصباغ نے مانعین زکوٰۃ پر بحث کرتے ہوئے یہ کہا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے صرف قتال کیا ہے اور ان کو کافر نہیں قرار دیا کیونکہ اس وقت تک اس پر اجماع نہیں ہوا تھا کہ انکار زکوٰۃ کفر ہے اور اب ہم اس کو کافر کہیں گے جو زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے گا، اور انہوں نے کہا: اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو المعوذتین کے قرآن ہونے کا انکار منقول ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک قطعیت کے ساتھ المعوذتین کا قرآن ہونا ثابت نہیں، پھر اس کے بعد امت کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ المعوذتین قرآن ہیں۔

امام فخر الدین رازی نے یہ اشکال کیا ہے کہ اگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں المعوذتین کا قرآن ہونا متواتر تھا تو پھر ان کے زمانے میں بھی ان کے قرآن ہونے کا انکار کفر ہو گا اور اگر ان کے زمانہ میں المعوذتین کا متواتر نہیں تھا تو لازم آئے گا کہ بعض قرآن متواتر نہ ہو اور یہ بہت دشوار گھاٹی ہے جس کو عبور کرنا مشکل ہے، اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی المعوذتین کا قرآن ہونا متواتر تھا لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ تواتر ثابت نہیں تھا، پس اللہ تعالیٰ کی مدد سے اشکال کی یہ دشوار گھاٹی عبور ہو گئی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے المعوذتین کے انکار قرآن کی دوسری توجیہ

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۹۷۷ کے آخر میں مذکور ہے کہ زر نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اے ابو المنذر! آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود اس طرح اور اس طرح کہتے ہیں تو حضرت ابی نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے (المعوذتین کو پڑھنے کے لیے) کہا گیا تھا تو میں نے ان کو پڑھا، حضرت ابی نے کہا: سو ہم بھی ان کو اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔

علامہ ابن الملقن کہتے ہیں: حضرت ابی کی مراد یہ تھی کہ حضرت ابن مسعود نے المعوذتین کو اپنے مصحف میں داخل نہیں کیا اور یہ ان کا تفرد اور ان کا اجتہاد ہے کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ شارع علیہ السلام بہ کثرت المعوذتین کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے تھے، پس انہوں نے یہ گمان کیا کہ المعوذتین وحی سے ہیں اور قرآن مجید نہیں ہیں، اور صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ المعوذتین قرآن ہیں اور انہوں نے ان دونوں سورتوں کو مصحف میں داخل کیا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۶۱۲، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

زر نے صراحتاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف انکار معوذتین کی نسبت نہیں کی اس کی توجیہ

علامہ قاضی بدر الدین الدمامینی محمد بن ابوبکر بن عمر القرشی المالکی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب نے زر سے کہا: آپ کے بھائی ابن مسعود اس طرح اور اس طرح کہتے ہیں: (صحیح بخاری: ۴۹۷۷) زر نے صراحتاً یہ نہیں کہا کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود المعوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرتے ہیں، کیونکہ وہ اس طرح کہنے کو بہت سنگین بات سمجھتے تھے جب کہ تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہے کہ المعوذتین قرآن ہیں اور وہ ان کو اپنے مصاحف میں لکھتے ہیں اور برقرار رکھتے ہیں۔

اور قاضی ابوبکر الباقلانی نے کہا ہے: حضرت ابن مسعود نے المعوذتین کے قرآن ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ ان کو مصحف میں لکھنے کا انکار کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ مقرر تھا کہ مصحف میں صرف اسی چیز کو لکھا جائے گا جس کو لکھنے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو اور ان تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المعوذتین کو مصحف میں لکھنے کا حکم دیا ہے ورنہ وہ اس کے قرآن ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے۔ (مصابیح الجامع ج ۸ ص ۵۰۸، دار النوادر، دمشق، ۱۴۳۱ھ)

(قاضی ابوبکر الباقلانی کی یہ تاویل شرح التنقیح میں بھی مذکور ہے۔ ج ۲ ص ۱۰۲۵۔۱۰۲۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو المعوذتین پڑھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا یا حضرت جبرئیل نے یہ حکم پہنچایا تھا

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۹۷۶ میں مذکور ہے: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (معوذتین پڑھنے کے متعلق) سوال کیا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے (المعوذتین پڑھنے کے لیے) کہا گیا تھا، سو میں نے ان کو پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو پڑھنے کے لیے کہنے والا کون تھا؟ یا تو خود اللہ عزوجل نے آپ سے فرمایا تھا یا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے، اور دوسرا احتمال زیادہ صحیح ہے کیونکہ صحیح ابن حبان: ۷۹۷ میں اس کا صراحتاً ذکر ہے، پس اس سے واضح ہو گیا کہ المعوذتین قرآن ہیں۔

مصنف کے نزدیک یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ کے تفردات میں سے ہے اور ان کی اجتہادی خطا ہے، ان کی رائے یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو المعوذتین پڑھ کر دم کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور یہ قرآن نہیں ہے، اس لیے وہ ان سورتوں کو اپنے مصحف سے کھرچ دیتے تھے، لیکن باقی تمام صحابہ، فقہاء تابعین اور جمہور مسلمین کا موقف ان کے خلاف ہے، اس طرح حضرت ابن مسعود کے اور بھی تفردات ہیں، وہ قرآن مجید کے ایک لفظ کو اس کے مترادف کے ساتھ بدلنے کو جائز قرار دیتے تھے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

نیز علامہ الکورانی لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو المعوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرے تو میں کہوں گا کہ وہ شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ مصحف کے دو گتوں کے درمیان جو بھی مذکور ہے وہ قرآن ہے لیکن حضرت ابن مسعود کے زمانے میں یہ اجماع نہیں ہوا تھا لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے قرآن ہونے کی مخالفت کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ہمیں برے انجام سے محفوظ رکھے اور حضرت ابن مسعود کی طرف سے وہی تاویل کی جائے گی جو علامہ الباقلانی نے کی ہے کہ حضرت ابن مسعود المعوذتین کے قرآن ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو مصحف میں لکھنے کا انکار کرتے تھے اور ان تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مصحف میں لکھنے کا حکم دیا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۳۷۵۔۳۷۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

المعوذتین کے قرآن ہونے پر خصوصی احادیث کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے قرآن ہونے پر اجماع کافی ہے

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

بعض اخبار احاد سے المعوذتین کا قرآن ہونا ثابت ہے لیکن اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ المعوذتین قرآن ہیں۔

علامہ القسطلانی نے لکھا ہے: اب اس میں اختلاف اٹھ چکا ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ المعوذتین قرآن ہیں اور اب جو کوئی شخص ان کے قرآن ہونے کا انکار کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

(ارشاد الساری ج ۷ ص ۴۴۲) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۲۹۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

ہر چند کہ المعوذتین کے قرآن ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ ان کے قرآن ہونے پر اجماع ہو چکا ہے، تاہم میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ المعوذتین کے قرآن ہونے کے متعلق چند احادیث صحیحہ کو بھی با حوالہ جات ذکر کر دیا جائے تا کہ قارئین کو المعوذتین کے قرآن ہونے پر پوری بصیرت حاصل ہو جائے۔

المعوذتین کے قرآن ہونے پر خصوصی احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی چلا رہا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے عقبہ! کیا میں تم کو ایسی دو سورتوں کی تعلیم نہ دوں جو باہم ملی ہوئی ہیں، پھر آپ نے مجھے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ کی تعلیم دی، پس آپ نے مجھے نہیں دیکھا کہ میں ان دو سورتوں کے ساتھ بہت زیادہ خوش ہوا، پھر جب آپ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے سواری سے اترے تو آپ نے یہ دونوں سورتیں صبح کی نماز میں لوگوں کو پڑھائیں، پھر آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے عقبہ! تم نے کیسے دیکھا؟ (سنن ابوداؤد: ۱۴۶۲، سنن نسائی: ۵۴۵۲-۵۴۵۱)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

(مسند احمد: ج ۴ ص ۱۵۰-۱۴۹، ص ۱۵۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۸۴۸، صحیح ابن خزیمہ: ۵۳۵، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۷ ص ۳۳۵-۳۳۴، مسند الشامیین: ۱۹۸۷، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۴۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۴) اس حدیث کی سند حسن ہے۔

عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر الحمصی اپنے والد سے از عقبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا معوذتین قرآن ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی اور اس نماز میں المعوذتین کو پڑھا۔

(مسند ابو یعلیٰ: ۱۷۳۴، سنن نسائی: ۹۴۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۲۴-۷۸۵۱، صحیح ابن خزیمہ: ۵۳۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۱۷ ص ۳۳۸-۳۳۷، المستدرک ج ۱ ص ۲۴۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۴)

یہ حدیث ابو اسامہ حماد بن اسامہ الکوفی سے بھی مروی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ج ۱ ص ۲۶۸، صحیح ابن حبان: ۱۸۱۸)

اس حدیث کی روایت میں عبدالرحمن بن جبیر منفرد نہیں ہیں بلکہ خالد بن معدان الحمصی نے بھی از عقبہ روایت کی ہے: حضرت عقبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سرخ رنگ کا خچر ہدیہ کیا گیا، آپ اس پر سوار ہوئے اور حضرت عقبہ اس کو چلا رہے تھے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ سے فرمایا: پڑھو انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں کیا پڑھوں؟ تو آپ نے فرمایا: قُلْ

Marfat.com

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ پھر آپ نے اس سورت کو دہرایا حتیٰ کہ حضرت عقبہ نے اس سورت کو پڑھا، پس آپ نے یہ دیکھا کہ میں اس سورت سے زیادہ خوش نہیں ہوا تو آپ نے فرمایا: شاید تم نے اس سورت کو کم درجہ کی سمجھا ہے، تم نماز میں اس مرتبہ کی سورت نہیں پڑھتے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۸۴۲، مشکل الآثار للطحاوی: ۱۲۶، المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۳۳۷)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اسلم ابی عمران نے کہا کہ انہوں نے حضرت عقبہ سے سناوہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے گیا اور آپ سواری پر سوار تھے، پس میں نے اپنا ہاتھ آپ کے قدم پر رکھا، پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے قرآن پڑھائیے خواہ سورۂ ہود سے یا سورۂ یوسف سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عقبہ بن عامر! تم ہرگز کسی ایسی سورت کو نہیں پڑھو گے جو اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ محبوب ہو اور نہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بلیغ ہو کہ تم پڑھو: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝، پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ یہ سورت تم سے کسی نماز میں فوت نہ ہو تو تم ایسا کرو۔ (مسند احمد: ج ۴ ص ۱۵۹۔۱۵۵، سنن دارمی: ۳۴۴۲، سنن نسائی: ۵۴۴۹۔۹۴۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۸۴۰۔۷۸۳۹۔۱۰۲۵، صحیح ابن حبان: ۱۸۴۲۔۷۹۵، المعجم الکبیر، ج ۱۷ ص ۳۱۲۔۳۱۱، المستدرک ج ۲ ص ۵۴۰، شعب الایمان: ۱۲۱۳)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج رات مجھ پر ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ ان کی مثل پہلے کبھی نہیں دیکھی گئیں۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ آخر سورت تک اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ آخر سورت تک۔

(صحیح مسلم، ۸۱۴، الرقم المسلسل: ۱۷۷۵، سنن ترمذی: ۳۳۶۷، سنن نسائی: ۹۵۰، مسند احمد: ج ۴ ص ۱۴۴)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اور المعوذتین پڑھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۲۴، سنن ترمذی: ۴۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۳)

المعوذتین کو پڑھ کر دم کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ابن عابس الجہنی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ابن عابس! کیا میں تمہاری رہنمائی نہ کروں یا فرمایا: کیا میں تمہیں اللہ کی پناہ طلب کرنے کے لیے ان سب سے افضل چیز کی خبر نہ دوں جس سے لوگ پناہ طلب کرتے ہیں، انہوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ یہ دو سورتیں ہیں۔ (سنن نسائی: ۵۴۴۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! پڑھو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرا باپ اور میری ماں قربان ہوں میں کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: تم پڑھو قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ میں نے ان کو پڑھا تو آپ نے فرمایا: تم ہرگز ان کی مثل نہیں پڑھو گے۔ (سنن نسائی: ۵۴۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوتے تو اپنے اوپر المعوذات کو پڑھ کر دم کرتے اور اپنے ہاتھ پر پھونک مار کر اپنے اوپر پھونکتے، پھر جس درد میں آپ کی وفات ہوئی تھی تو میں ان معوذات کو پڑھتی تھی جن کو آپ پڑھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر دم کر کے آپ پر پھیرتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۵۰۱۶۔۴۴۳۹، صحیح مسلم: ۲۱۹۲، سنن ابوداؤد: ۳۹۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۹، مسند احمد: ۲۶۲۴۹)

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ میں آپ کے ہاتھ کی برکت کی توقع پر آپ کے ہاتھ کو آپ کے اوپر پھیرتی تھی۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک بارش کی رات میں اور سخت اندھیرے میں باہر نکلے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر رہے تھے تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں، پھر ہم نے آپ کو پالیا، آپ نے پوچھا: کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے تو میں نے کچھ نہیں کہا: پھر آپ نے فرمایا: تم پڑھو تو میں نے کچھ نہیں پڑھا، پھر آپ نے فرمایا: تم پڑھو تو میں نے کچھ نہیں پڑھا (پھر تیسری بار) آپ نے فرمایا: پڑھو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اور المعوذتین جب تم شام کے وقت میں ہو اور جب تم صبح کے وقت میں ہو تین تین مرتبہ پڑھو، یہ (سورتیں) تمہیں ہر چیز سے کفایت کریں گی۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۸۲، سنن ترمذی: ۳۵۷۵، سنن نسائی: ۵۴۳۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نظریہ پر قوی اشکال اور جمہور صحابہ کی ایک حدیث سے دلیل

یہ معوذات کو پڑھ کر دم کرنے کی احادیث ہیں اور غالباً انہی احادیث کی وجہ سے حضرت ابن مسعود یہ سمجھتے تھے کہ المعوذتین صرف دم کرنے کے وظائف ہیں اور قرآن نہیں ہیں اور یہ ان کا تفرد اور اجتہاد ہے۔

تاہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نظریہ پر یہ اشکال ہے کہ ان احادیث میں جس طرح المعوذتین کو پڑھ کر دم کرنے کا ذکر ہے، اسی طرح ان احادیث میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ یعنی سورۃ اخلاص کو پڑھ کر دم کرنے کا بھی ذکر ہے، سو اگر المعوذتین کو پڑھ کر دم کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ قرآن نہ ہوں تو پھر سورۃ الاخلاص کو پڑھ کر بھی یہ لازم آئے گا کہ وہ قرآن نہ ہو حالانکہ اس کے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی قائل نہیں تھے۔

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے درج ذیل حدیث ذکر کی ہے جس سے صراحتاً واضح ہوتا ہے کہ المعوذتین قرآن ہیں۔

امام سعید بن منصور اپنی سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں المعوذتین پڑھیں۔ (فتح الباری ج ٦ ص ۱۵۱، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

ختم قرآن کے وقت دعا کرنے کا استحباب

الحمد رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ و ذریتہ و ازواجہ اجمعین

ہم نے اس جلد میں امام بخاری کی کتاب التفسیر سورۃ الانعام سے شروع کی تھی اور اب سورۃ الناس کی تفسیر بھی لکھی جا چکی ہے اور قرآن مجید کی تمام سورتوں کی تکمیل ہو گئی ہے اور ختم قرآن کے وقت دعا کرنا مستحب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

سند صحیح کے ساتھ مجاہد سے روایت ہے کہ مسلمان ختم قرآن کے وقت جمع ہوتے تھے کہ اب رحمت نازل ہو گی اور ختم قرآن کے وقت دعا کرنا بہت زیادہ مستحب ہے۔ (الاذکار ج ۱ ص ۱۲۱)

امام دارمی اپنی سند کے ساتھ حمید الاعرج سے روایت کرتے ہیں جس نے قرآن مجید کو پڑھا، پھر دعا کی تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۴۷۰)

اور چاہیے کہ گڑگڑا کر دعا کی جائے اور مشکل اور اہم امور کے لیے دعا کی جائے اور زیادہ تر یا پوری دعا آخرت اور امور مسلمین سے متعلق ہو اور یہ دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اطاعت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور میں خصوصاً اپنے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دنیا میں مصائب، بیماریوں اور بڑھاپے کے آزار سے محفوظ رکھے اور رحمت و

Marfat.com

سلامتی کے ساتھ نعمۃ الباری کو مکمل فرمائے اور میرا ایمان پر خاتمہ فرمائے اور آخرت میں قبر کے عذاب اور حشر کی ہولناکیوں سے اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ اور مامون رکھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے جنت الفردوس عطا فرمائے اور یہی دعا میں اپنے متعلقین کے لیے کرتا ہوں، سید عمیر الحسن البرنی کے لیے اور مفتی محمد اسماعیل نورانی اور محترم حفیظ البرکات شاہ زید لطفہم کے لیے اور مولانا وقار الحسن کے لیے اور صاحبزادہ حبیب الرحمٰن (بریڈ فورڈ) کے لیے اور مولانا عبد المجید (برسٹل) کے لیے اور ڈاکٹر خالد اعوان، ڈاکٹر شہرام اور ڈاکٹر ارشد بھٹی (ورجینا امریکہ) کے لیے اور مولانا حامد قیوم (ناروے) کے لیے اور ثمینہ بہن (برسٹل) اور بہن شمیم اختر (کراچی) کے لیے اور نعمۃ الباری کے قارئین کے لیے اور آخر میں خصوصاً مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن زید حبہم کے لیے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے اور ان کو صحت اور سلامتی اور ایمان اور اسلام کے ساتھ تا حیات قائم رکھے اور ہم سب کو دارین کی نعمتیں، سعادتیں اور کامرانیاں عطا فرمائے اور آخرت کی مشکلات سے محفوظ اور مامون رکھے۔ (آمین)

کتاب التفسیر میں مذکور احادیث کی تعداد

کتاب التفسیر میں پانچ سو اڑتالیس (۵۴۸) احادیث مرفوعہ ہیں عام ازیں کہ حقیقتاً ہوں یا حکماً، ان میں سے چار سو پینسٹھ (۴۶۵) احادیث موصولہ ہیں اور بقیہ معلقہ ہیں اور اس میں چار سو اڑتالیس (۴۴۸) احادیث مکررات ہیں اور خالص احادیث صرف ایک سو (۱۰۰) ہیں۔

نعمۃ الباری جلد ثامن کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلی الہ واصحابہ و ذریتہ و ازواجہ امہات المومنین و امتہ من الفقہاء والمفسرین والمحدثین والمسلمین اجمعین

میں نے 5 شوال 1431ھ/15 ستمبر 2010ء بروز بدھ کو نعمۃ الباری کی آٹھویں جلد کی ابتداء کی تھی جو آج 9 شوال 1432ھ/8 ستمبر 2011ء بروز جمعرات کو مکمل ہوگئی۔ اس آٹھویں جلد میں صحیح البخاری کی ۴۹۷۷ تک احادیث آگئی ہیں اس جلد میں 350 احادیث موصولہ ہیں اور بقیہ تعلیقات ہیں۔ یکم جنوری 2011ء سے لے کر 18 مئی 2011ء تک میں بیمار رہا اور زیادہ دماغی کام کی وجہ سے دماغ کام کرنے کے قابل نہ رہا، پھر امریکا کے بعض محبین ڈاکٹر خالد اعوان، ڈاکٹر شہرام اور ڈاکٹر ارشد بھٹی نے مجھے دماغ کی تقویت کی امریکا سے دوائیں بھجوائیں اور ان کے استعمال کے بعد میرے کام کرنے کی صلاحیت کی نشاۃ ثانیہ ہوگئی اور میں نے اٹھارہ مئی 2011ء سے پھر کام شروع کر دیا، اس دوران سورۃ النور اور سورۃ الفرقان کی شرح مولانا محمد اسماعیل نورانی زید حبہم نے تقریباً پچاس صفحات لکھی تھی، صحت بحال ہونے کے بعد انہوں نے یہ شرح میرے سپرد کردی، بڑھاپے، شوگر، بلڈ پریشر، کولیسٹرول اور کمر کے درد کے عوارض کی وجہ سے اب میرے لیے لکھنا مشکل ہوگیا ہے، سو اب میں بولتا ہوں اور میرے ایک مخلص اور عزیز شاگرد مولانا وقار الحسن لکھتے ہیں اور سید عمیر الحسن برنی مسودہ کو پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے کرم سے نعمۃ الباری کی بقیہ جلدوں کو مکمل فرما دے اور اس کو موافقین کے لیے مفید اور فیض آفرین بنائے اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے، امین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین۔

Marfat.com

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد ثامن (۸) کی ڈائری

افتتاح: ۵ شوال ۱۴۳۱ھ، ۱۵ ستمبر ۲۰۱۰ء، بروز بدھ

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعداد حدیث
۱۵ مارچ ۲۰۱۰ء	۱۵، شوال ۱۴۳۱ھ	بدھ			۴۲۶۷
یکم اکتوبر ۲۰۱۰ء	ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ	جمعہ	۷۶	۷۶	۴۶۵۳
یکم نومبر ۲۰۱۰ء	ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ	پیر	۱۰۱	۱۷۸	۴۷۰۶
یکم دسمبر ۲۰۱۰ء	محرم ۱۴۳۲ھ	بدھ	۹۴	۲۷۲	۴۷۴۵
یکم جنوری ۲۰۱۱ء	صفر ۱۴۳۲ھ	ہفتہ	بیماری کے ایام میں درج ذیل مہینوں میں کام معطل رہا		
یکم فروری ۲۰۱۱ء	ربیع الاول ۱۴۳۲ھ	منگل	=	=	=
یکم مارچ ۲۰۱۱ء	ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ	منگل	=	=	=
یکم اپریل ۲۰۱۱ء	جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ	جمعہ	=	=	=
۱۸، مئی ۲۰۱۱ء	جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ	اتوار		۳۲۴	۴۷۶۸
یکم جون ۲۰۱۱ء	رجب ۱۴۳۲ھ	بدھ		۳۳۸	۴۷۷۰
یکم جولائی ۲۰۱۱ء	شعبان ۱۴۳۲ھ	جمعرات	۱۴۴	۴۸۲	۴۸۱۹
یکم اگست ۲۰۱۱ء	رمضان ۱۴۳۲ھ	پیر	۱۶۶	۶۴۸	۴۹۰۹
یکم ستمبر ۲۰۱۱ء	شوال ۱۴۳۲ھ	جمعرات	۱۵۰	۷۹۸	۴۹۵۸
اختتام: ۸، ستمبر ۲۰۱۱ء	۹، شوال ۱۴۳۲ھ	جمعرات	۴۲	۸۴۰	۴۹۷۷

Marfat.com

مصادر التحقیق فی نعمۃ الباری

کتب سماویہ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ تورات

۳۔ زبور

۴۔ انجیل

کتب احادیث

۵۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، متوفی 150ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۶۔ امام مالک بن انس اصبحی، متوفی 179ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، 1409ھ، المکتبۃ التوفیقیہ، دار المعرفہ، بیروت، 1420ھ

۷۔ امام عبداللہ بن مبارک حنفی، متوفی 181ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۸۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی، متوفی 183ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۱۰۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1407ھ

۱۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، المسند، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1400ھ

۱۲۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود شافعی، متوفی 204ھ، مسند ابو داؤد الطیالسی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1425ھ

۱۳۔ امام محمد بن عمر بن واقد شافعی، متوفی 207ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت 1404ھ

۱۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی شیعی، متوفی 211ھ، مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1390، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۵۔ امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی شافعی، متوفی 219ھ، المسند، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۱۶۔ امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی، متوفی 227ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۷۔ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، المصنف، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1406ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۱۸۔ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

Marfat.com

۱۹۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: مجلس علمی، بیروت، 1427ھ

۲۰۔ امام احمد بن حنبل، متوفی 241ھ، المسند، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالفکر، بیروت 1415ھ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت 1420ھ، عالم الکتب، بیروت 1419ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۱۔ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمن دارمی شافعی، متوفی 255ھ، سنن دارمی، مطبوعہ: دارالکتاب العربی 1407ھ، دارالمعرفۃ، بیروت 1420ھ

۲۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1430ھ، دارارقم، بیروت، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1431ھ، دارالفکر، بیروت 1421ھ، مؤسسۃ الرسالۃ 1431ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1425ھ، دارالعلم الحدیث 1426ھ

۲۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، الادب المفرد، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412

۲۴۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی، متوفی 261ھ صحیح مسلم، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ، دارالفکر، بیروت 1424ھ

۲۵۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی، متوفی 263ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1415ھ، دارالجیل، بیروت، دارالفکر، بیروت 1421ھ

۲۶۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی شافعی، متوفی 275ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ، دارالفکر، بیروت 1421ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1422ھ

۲۷۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی شافعی، متوفی 275ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۸۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1422ھ، دارالجیل، بیروت 1998ء، دارالمعرفہ، بیروت 1423ھ

۲۹۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، 1415ھ

۳۰۔ امام علی بن عمر دارقطنی شافعی، متوفی 285ھ، سنن دارقطنی، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1422ھ

۳۱۔ امام ابن ابی عاصم شافعی، متوفی 287ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ: دارالرایہ، ریاض، 1411ھ

۳۲۔ امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار شافعی، متوفی 292ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۳۳۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن نسائی، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412ھ، دارالفکر، بیروت 1421ھ

۳۴۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ: مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت 1408ھ

Marfat.com

۳۵۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303، سنن کبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1411ھ، موسسۃ الرسالہ 1421ھ

۳۶۔ امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی شافعی، متوفی 307ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۷۔ امام احمد بن عالی المثنی التمیمی شافعی، متوفی 307ھ، مسند ابویعلی موصلی، مطبوعہ: دارالمامون التراث، بیروت 1404ھ

۳۸۔ امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری شافعی، متوفی 307، المنتقی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۹۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی، متوفی 311ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1395ھ

۴۰۔ امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق شافعی، متوفی 316ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ: دارالباز، مکہ مکرمہ

۴۱۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ: داربلنسیہ، ریاض، 1420ھ

۴۲۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، مشکل الآثار، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز 1415ھ

۴۳۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ: مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور 1404ھ، قدیمی کتب خانہ، کراچی،

۴۴۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالۃ، بیروت 1427ھ

۴۵۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ: مکتبۃ الحرمین، دبئی 1426ھ

۴۶۔ امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی شافعی، متوفی 322ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۴۷۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1407ھ

۴۸۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1425ھ

۴۹۔ امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری الشافعی، متوفی 360ھ، کتاب الشریعہ، مطبوعہ: موسسۃ الریان 1429ھ

۵۰۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم صغیر، مطبوعہ: مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ 1388ھ، مکتب اسلامی، بیروت 1405ھ

۵۱۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۵۲۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم اوسط، مطبوعہ: مکتبہ المعارف، ریاض 1405ھ، دارالفکر، بیروت 1420ھ

۵۳۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1409ھ

۵۴۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن محمد اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی شافعی، متوفی 364ھ، کتاب عمل الیوم واللیل، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ 1408ھ

۵۵۔ امام عبداللہ بن عدی الجرجانی شافعی، متوفی 365ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ،

Marfat.com

بیروت 1418ھ
۵۶۔ امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین شافعی، متوفی 385ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
۵۷۔ امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ شافعی، متوفی 396ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۵۸۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری شافعی، متوفی 405ھ، المستدرک، مطبوعہ: دار الباز، مکہ مکرمہ، دار المعرفہ، بیروت 1427ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1420ھ
۵۹۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی شافعی، متوفی 407ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۶۰۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دار الکتاب العربی 1407ھ
۶۱۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار النفائس، بیروت
۶۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: نشر السنۃ، ملتان
۶۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۶۴۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۶۵۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1423ھ
۶۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ
۶۷۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ: مکتبۃ المینارہ، مکہ مکرمہ 1410ھ
۶۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1401ھ
۶۹۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1423ھ
۷۰۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، البعث والنشور، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ
۷۱۔ امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی مالکی، متوفی 463ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۷۲۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی شافعی، متوفی 488ھ، الجمع بین الصحیحین، مطبوعہ: دار ابن حزم 1423ھ
۷۳۔ امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی شافعی، متوفی 509ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ
۷۴۔ امام حسین بن مسعود بغوی شافعی، متوفی 516ھ، شرح السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
۷۵۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۷۶۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1407ھ

۷۷۔ امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، جامع المسانید، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ
۷۸۔ امام مجدالدین بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری شافعی، متوفی 606ھ، جامع الاصول، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دار ابن کثیر، بیروت 1432ھ
۷۹۔ امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری شافعی، متوفی 656ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ: دارالحدیث، قاہرہ 1407ھ، دار ابن کثیر، بیروت 1414ھ
۸۰۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، التذکرہ فی امور الآخرہ، مطبوعہ: دارالبخاری، مدینہ منورہ
۸۱۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفی 676ھ، الاذکار من کلام سید الابرار، مطبوعہ: مکتبۂ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ
۸۲۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفی 676ھ ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ، کراچی
۸۳۔ امام ابومحمد علی بن زکریا المنبجی الحنفی، متوفی 686ھ، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، دار خضر، بیروت 1419ھ
۸۴۔ امام محی الدین تبریزی شافعی، متوفی 742ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ: اصح المطابع، دہلی، دار ارقم، بیروت، دار ابن حزم 1423ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۸۵۔ امام علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی الشافعی، متوفی 746ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ: الدائرۃ المعارف النظامیہ، بحیدرآباد، دکن
۸۶۔ امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر المعروف بابن قیم الجوزیہ حنبلی، متوفی 751ھ، جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علی محمد خیر الانام، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1417ھ، دار الطباعۃ المحمدیہ 1388ھ
۸۷۔ حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی، متوفی 762ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ: مجلسِ علمی سورۃ ہند، 1357ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۸۸۔ حافظ ابوالفرج زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی البغدادی الدمشقی، متوفی 795ھ، اہوال القبور واحوال اہلہا الی النشور، دار الکتاب العربی، بیروت 1418ھ
۸۹۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت 1402ھ، دار الفکر، بیروت 1414ھ
۹۰۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807، کشف الاستار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1404ھ
۹۱۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی، 807، تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۹۲۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ: مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت 1442ھ
۹۳۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسہ مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ

Marfat.com

۹۴۔ حافظ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی حنفی ،متوفی 845ھ ،الجوہر النقی ،مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان
۹۵۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی ،متوفی 848ھ ،تلخیص المستدرک ،مطبوعہ: مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ
۹۶۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی ،متوفی 852ھ ،المطالب العالیہ ،مطبوعہ: مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، دار الکتب العلمیہ ،بیروت 1424ھ
۹۷۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی ،متوفی 852ھ ،نتائج الافکار فی احادیث الاذکار ،مطبوعہ: دار ابن کثیر 1421ھ
۹۸۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی ،متوفی 852ھ ،تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث رافعی الکبیر ،مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ
۹۹۔ امام زین الدین ابو العباس احمد بن عبد اللطیف الزبیدی حنفی ،متوفی 893ھ ،التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح ،مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالہ، 1430ھ
۱۰۰۔ امام عبد الرحمن بن عبد السلام بن عبد الرحمن بن عثمان الصفوری الشافعی ،متوفی 894ھ ،نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، دار الکتب العلمیہ ،بیروت 1419ھ
۱۰۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی الشافعی ،متوفی 902ھ ،القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ،مطبوعہ: مکتبہ المؤید، دمشق 1408ھ
۱۰۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی ،متوفی 911ھ ،الجامع الصغیر ،مطبوعہ: دار المعرفہ ،بیروت 1391ھ ،مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ
۱۰۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی ،متوفی 911ھ ،جامع الاحادیث الکبیر ،مطبوعہ: دار الفکر ،بیروت 1414ھ
۱۰۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی ،متوفی 911ھ جمع الجوامع ،مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ ،بیروت 1421ھ
۱۰۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی ،متوفی 911ھ ،البدور السافرہ ،مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ ،بیروت 1416ھ ،دار ابن حزم ،بیروت 1414
۱۰۶۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی ،متوفی 911ھ ،شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور ،مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ ،بیروت 1414ھ
۱۰۷۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی ،متوفی 911ھ ،الخصائص الکبریٰ ،مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ ،بیروت 1405ھ
۱۰۸۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی ،متوفی 974 ،الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ، مطبوعہ: مکتبہ القاہرہ، مصر 1385ھ
۱۰۹۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی ،متوفی 975ھ ،کنز العمال ،مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت
۱۱۰۔ حافظ عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی الشافعی ،متوفی 1031ھ ،کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق ،مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ ،بیروت 1417ھ
۱۱۱۔ امام محمد بن سلیمان المغربی المالکی ،متوفی 1094ھ ،جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد ،مطبوعہ: مکتبہ ابن کثیر

Marfat.com

1418ھ
۱۱۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن درویش الحوت البیرونی الحنفی، متوفی 1276ھ، اسنی المطالب فی احادیث مختلف المراتب، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1412ھ
۱۱۳۔ الحافظ ابوالفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی الشافعی، متوفی 1380ھ، المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرح المناوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1996ء
۱۱۴۔ مولانا صالح بن عبداللہ بن حمید، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، دار الوسیلہ للنشر والتوزیع 1425ھ
۱۱۵۔ مولانا عبدالسلام بن محمد بن عمر علوش، کتاب الجامع فی الاحادیث القدسیہ، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامی 1426ھ

کتب تفاسیر

۱۱۶ امام ابوزکریا یحیٰی بن زیاد فراء حنفی، متوفی 207ھ، معانی القرآن، مطبوعہ: بیروت
۱۱۷۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، جامع البیان، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1409ھ، دار الفکر، بیروت
۱۱۸۔ امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی شافعی، متوفی 327ھ، تفسیر القرآن العظیم، مطبوعہ: نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ
۱۱۹۔ امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی 333ھ، تاویلات اہل السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۲۰۔ امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، المتوفی 427ھ، تفسیر الثعلبی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1422ھ
۱۲۱ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک القشیری الشافعی، متوفی 465ھ، تفسیر القشیری المسمّی لطائف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۱۲۲۔ علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی، متوفی 468ھ، الوسیط، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۱۲۳ امام شیخ الاسلام ابوالمظفر السمعانی الشافعی، متوفی 489ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ: دار الوطن، ریاض 1418ھ
۱۲۴ علامہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی، متوفی 538ھ، الکشاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ
۱۲۵۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ، تفسیر کبیر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ
۱۲۶ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ، اسرار التنزیل وانوار التاویل، مطبوعہ: دار الکتب والوثاق، بغداد عراق 1990ء
۱۲۷۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1415ھ
۱۲۸۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی 685ھ، انوار التنزیل واسرار التاویل، مطبوعہ: دار فراش للنشر والتوزیع مصر

۱۲۹۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ: دار الکتب العربیہ، پشاور
۱۳۰۔ علامہ عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی 857ھ، تفسیر الثعالبی، مطبوعہ: موسسۃ العالمی للمطبوعات، بیروت
۱۳۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جلالین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۳۲۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی 1137ھ، روح البیان، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۱۳۳۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی 1223ھ تفسیر صاوی، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1421ھ
۱۳۴۔ علامہ السید عبداللہ سبز، متوفی 1242ھ تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ: دار الاسوہ للطباعۃ والنشر 1421ھ
۱۳۵۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی 1270ھ، روح المعانی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر، بیروت 1417ھ
۱۳۶ نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، فتح البیان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۱۳۷۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
۱۳۸۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، بیان القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی، لاہور
۱۳۹۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی بریلوی، متوفی 1367ھ، خزائن العرفان
۱۴۰۔ مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1391ھ، نور العرفان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، گجرات
۱۴۱۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور
۱۴۲۔ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی بریلوی، متوفی 1406ھ، التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم، مطبوعہ: مکتبہ قانوس پبلی کیشنز، پاکستان 2003ء
۱۴۳۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری بریلوی، متوفی 1998ء، ضیاء القرآن، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
۱۴۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ
۱۴۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، انوار تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1431ھ
۱۴۶۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، ترجمہ و تحقیق و تخریج تفسیر خازن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ
۱۴۷۔ مولانا حافظ محمد واحد بخش غوثوی مہاروی حنفی بریلوی غفرلہ، برکات القرآن، ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل، فرید بک اسٹال لاہور 1430ھ

شروح احادیث

۱۴۸۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی 318ھ الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، مطبوعہ: دار الفلاح، 1430ھ
۱۴۹۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، معالم السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۵۰۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388، اعلام السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1428ھ
۱۵۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی، متوفی 449ھ، شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض

Marfat.com

1420ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۱۵۲۔ حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستذکار (شرح الموطا)، مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت 1413ھ

۱۵۳۔ حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، التمہید، مطبوعہ: مکتبہ القدوسیہ، لاہور 1404ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۵۴۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی، متوفی 543ھ، القبس فی شرح موطا ابن انس، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۵۵۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ: دار الوفاء، بیروت 1419ھ

۱۵۶۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1444ھ

۱۵۷۔ امام ابومحمد عبدالجلیل بن موسیٰ الاندلسی المالکی، متوفی 608ھ، شعب الایمان دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۱۵۸۔ امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری شافعی، متوفی 656ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت

۱۵۹۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، متوفی 656ھ، المفہم، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت 1417ھ

۱۶۰۔ علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی 661ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ 1422ھ

۱۶۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، شرح مسلم، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی 1375ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ

۱۶۲۔ امام ابومحمد عبداللہ بن ابی حمزہ الاندلسی المالکی، متوفی 699ھ، بہجۃ النفوس، دار الکتب العلمیہ بیروت 1428ھ

۱۶۳۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، فتح الباری دار ابن الجوزی، ریاض 1417ھ

۱۶۴۔ علامہ ابن رجب حنبلی متوفی 736ھ، الاحادیث والآثار، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1429ھ

۱۶۵۔ علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی 743ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن 1413ھ

۱۶۶۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی، متوفی 786ھ، تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ

۱۶۷۔ علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن ملقن، المتوفی ۸۰۴ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، مطبوعہ: وزارۃ الاوقاف، قطر 1429ھ

۱۶۸۔ امام قاضی بدرالدین الدمامینی المالکی، متوفی 827ھ، مصابیح الجامع، مطبوعہ: دار النور 1431ھ

۱۶۹۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی، متوفی 828ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۷۰۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، المکتب الاسلامی بیروت، 1420ھ

۱۷۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، فتح الباری، مطبوعہ: دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور

Marfat.com

1401ھ، دار الفکر، بیروت 1420ھ، دار المعرفہ، بیروت 1426ھ

۱۷۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی 852ھ انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری مکتبہ الرشد، ریاض، 1418ھ

۱۷۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت

۱۷۴۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر 1348ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۷۵۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ: مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع 1420ھ

۱۷۶۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی 895ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۷۷۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ: مطبع میمنہ مصر 1306ھ

۱۷۸۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۱۷۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1412ھ

۱۸۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، بیروت 1418ھ

۱۸۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الرسائل العشر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1409ھ

۱۸۲۔ علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، تحفۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1425ھ

۱۸۳۔ علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926 منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1426ھ

۱۸۴۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۸۵۔ علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، فیض القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ

۱۸۶۔ علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ: اصح المطابع، کراچی

۱۸۷۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۸۸۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۱۸۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، مرقات، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان 1390ھ

۱۹۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۱۹۱۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی غیر مقلد، متوفی 1025ھ تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی، مصر 1350ھ

۱۹۲۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ: مطبع تیج کمار لکھنو، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

Marfat.com

۱۹۳۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری الحنفی، متوفی 1069ھ، نسیم الریاض فی شرح الشفاء قاضی عیاض، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۹۴۔ شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1073ھ، تیسیر القاری شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

۱۹۵۔ امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری المالکی، متوفی 1122ھ، شرح الزرقانی (شرح موطا امام مالک)، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ

۱۹۶۔ شیخ ابوالطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، عون الباری لحل ادلۃ الصحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۱۹۷۔ امام محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی، متوفی 1318ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1430ھ

۱۹۸۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی

۱۹۹۔ شیخ عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد، متوفی 1325ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ: نشر السنۃ، ملتان، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۲۰۰۔ شیخ وحیدالزمان غیر مقلد، متوفی 1328ھ، تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری، مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور 1990ء

۲۰۱۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جامع الاحادیث، مطبوعہ: مکتبہ مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات 1422ھ

۲۰۲۔ شیخ انورشاہ کشمیری دیوبندی، متوفی 1352ھ، فیض الباری، مطبوعہ: مطبع حجازی، مصر 1375ھ

۲۰۳۔ شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی، متوفی 1369ھ، فتح الملہم، مطبوعہ: مکتبۃ الحجاز، کراچی

۲۰۴۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی الحنفی، متوفی 1414ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکلم الطیب، بیروت 1430ھ

۲۰۵۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی، متوفی 1421ھ، شرح صحیح بخاری، مکتبۃ الطبری 1429ھ

۲۰۶۔ شیخ محمد بن زکریا بن محمد کاندھلوی دیوبندی، اوجز المسالک الی موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۲۰۷۔ شیخ محمد تقی عثمانی دیوبندی، انعام الباری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء

۲۰۸۔ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی، کشف الباری، مطبوعہ: مکتبہ فاروقیہ، کراچی

۲۰۸۔ ابو محمد عبداللہ بن مانع الرُّوقی، الحلل الابریزیۃ من التعلیقات البازیۃ علی صحیح البخاری، دارالتدمریۃ، ریاض 1428ھ

کتب اصول حدیث

۲۱۰۔ علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم الحازمی الہمدانی المتوفی 584ھ کتاب الفیصل فی علم الحدیث، مکتبۃ الرشد، ریاض 1428ھ

۲۱۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ تقریب النواوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ

Marfat.com

۲۱۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تدریب الراوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۱۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

کتب اسماء الرجال

۲۱۴۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۱۵۔ امام احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1424ھ
۲۱۶۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی، متوفی 463ھ، تاریخ بغداد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۱۷۔ حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی شافعی، متوفی 742ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ
۲۱۸۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۱۹۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، الکاشف، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1418ھ
۲۲۰۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۲۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ تقریب التہذیب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۲۲۔ حافظ جلال الدین سیوطیشافعی، متوفی 911ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۲۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۲۴۔ حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی الشافعی، متوفی 923ھ، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1422
۲۲۵۔ علامہ محمد بن طولون شافعی، متوفی 953ھ، الشذرہ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ
۲۲۶۔ علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی الشافعی، متوفی 963، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشریعہ المطبوعہ
۲۲۷۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1401ھ
۲۲۸۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ: مکتبہ مجتبائی، دہلی
۲۲۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، مطبوعہ: دار الباز للنشر والتوزیع 1405
۲۳۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، مطبوعہ: مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب 1389ھ
۲۳۱۔ علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی 1164ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ: مکتبۃ الغزالی، دمشق
۲۳۲۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1415ھ

۲۳۳۔ یوسف عبدالرحمٰن المرعشلی معجم المعاجم والمشیخات، مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

کتب لغت

۲۳۴۔ امام اللغہ خلیل بن احمد فراہیدی، متوفی 175ھ، کتاب العین، مطبوعہ: انتشارات اسوہ، ایران 1414ھ
۲۳۵۔ امام ابوعبید القاسم بن سلام الہروی الشافعی، متوفی 224ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۲۳۶۔ امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، متوفی 276ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1408ھ
۲۳۷۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی، متوفی 398ھ، الصحاح، مطبوعہ: دارالعلم، بیروت 1404ھ
۲۳۸۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی، متوفی 502ھ، المفردات، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ
۲۳۹۔ علامہ نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد النسفی الحنفی، متوفی 537ھ، طلبۃ الطلبہ فی الاصلاحات الفقہیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۴۰۔ امام ابونصر احمد بن محمد سمرقندی حنفی، متوفی 550ھ، انیس الفقہاء، فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۲۴۱۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی، متوفی 606ھ، نہایہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۴۲۔ علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر رازی حنفی، متوفی 660ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۴۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۴۴۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی 711ھ، لسان العرب، مطبوعہ: نشر ادب الحوزہ، قم ایران، دارصادر، بیروت 2003ء
۲۴۵۔ علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی، متوفی 816ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت
۲۴۶۔ علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی 817ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت
۲۴۷۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ: مکتبہ دارالایمان، مدینہ منورہ 1415ھ
۲۴۸۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی 1205ھ، تاج العروس، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریہ، مصر
۲۴۹۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد، مطبوعہ: مطبوعۃ المطبع القاثولیکہ، بیروت 1927ء
۲۵۰۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد مترجم، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی
۲۵۱۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی الاعلام، مطبوعہ: دارالمشرق، بیروت 1976ء
۲۵۲۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی اللغت، مطبوعہ: انتشارات اسلام 1379ھ
۲۵۳۔ مولانا محمد غیاث الدین، غیاث اللغات (فارسی)، مطبوعہ: مطبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۲۵۴۔ الحاج مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو)، مطبوعہ: مطبع فیروز سنز لمیٹڈ

Marfat.com

۲۵۵۔ سعدی الوجیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، پاکستان
۲۵۶۔ غلام احمد پرویز، متوفی 1985ء، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام گلبرگ، لاہور 1984ء
۲۵۷۔ قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری حنفی، دستور العلماء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۲۵۸۔ ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۲۵۹۔ امام ابومحمد عبدالملک بن ہشام المعافری، متوفی 218ھ، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ
۲۶۰۔ امام محمد بن سعد، متوفی 230ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ: دار صادر، بیروت 1388ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۶۱۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ: دار القلم، بیروت
۲۶۲۔ امام ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل السامری الخرائطی، متوفی 327ھ، مکارم الاخلاق ومعالیہا ومحمود طرائقہا ومرضیہا، مطبوعہ: مطبع المدنی مؤسسۃ السعودیہ، 1411ھ
۲۶۳۔ امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفی 405ھ، اعلام النبوۃ، دار احیاء العلوم، بیروت 1408ھ
۲۶۴۔ امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری شافعی، متوفی 406ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ: دار البشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ 1424ھ
۲۶۵۔ حافظ ابوعمر و یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستیعاب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۶۶۔ امام محی السنۃ الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی الشافعی، متوفی 510ھ، الانوار فی شمائل النبی المختار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426
۲۶۷۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، الشفاء، مطبوعہ: عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، دار الفکر، بیروت 1415ھ
۲۶۸۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد الخثعمی السہیلی، متوفی 581ھ، الروض الانف فی تفسیر سیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۶۹۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، الوفاء، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۲۷۰۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، مولد العروس الشہیر بابن الجوزی، مطبوعہ: المکتبۃ الثقافیہ، بیروت
۲۷۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر شافعی، متوفی 630ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، دار الفکر بیروت
۲۷۲۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی 630ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۷۳۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان شافعی، متوفی 681ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ: منشورات الشریف الرضی،

Marfat.com

ایران
۲۷۴۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1417ھ
۲۷۵۔ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ الحنبلی، متوفی 751ھ، زاد المعاد، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1419ھ
۲۷۶۔ حافظ علاؤ الدین ابو عبد اللہ مغلطائی بن قلیج، متوفی 762ھ، الاشارہ الٰی سیرۃ المصطفیٰ وتاریخ من بعدہ من الخلفاء، مطبوعہ: دار القلم، دمشق 1416ھ
۲۷۷۔ علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی شافعی، متوفی 771ھ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۷۸۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی 774ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1418ء
۲۷۹۔ حافظ شہاب احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، الاصابہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۰۔ شیخ عبد الرحمٰن الثعلبی، متوفی 875ھ، الانوار فی آیات النبی المختار، مطبوعہ: دار ابن حزم 1426ھ
۲۸۱۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی شافعی، متوفی 911ھ، وفاء الوفا، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ
۲۸۱۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۸۳۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی 942ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۸۴۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، مدارج النبوت، مکتبہ نوریہ، سکھر پاکستان 1397ھ
۲۸۵۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی، متوفی 1124ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1393ھ
۲۸۶۔ شیخ عبد اللہ بن الشیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی، متوفی 1242ھ، مختصر سیرۃ الرسول، مطبوعہ: المکتبۃ السلفیہ 1399ھ

کتب فقہ حنفی

۲۸۷۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی
۲۸۸۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1398ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۲۸۹۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: مصطفائی، ہند 1291ھ
۲۹۰۔ امام محمد بن محمد الشہیر الحاکم الشہید البلخی الحنفی المتوفی 344ھ الکافی، دار الکتب العلمیہ بیروت 1421ھ
۲۹۱۔ امام ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، امجد اکیڈمی، لاہور 1397ھ
۲۹۲۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، المبسوط، مطبوعہ، دار المعرفہ، بیروت 1398ھ
۲۹۳۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامیہ، افغانستان 1405ھ
۲۹۴۔ علامہ علاؤ الدین محمد السمر قندی، متوفی 539ھ، تحفۃ الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۲۹۵۔ الامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن عبد الرشید البخاری، متوفی 542ھ، خلاصۃ الفتاوی، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

Marfat.com

۲۹۶۔ الوزیر عون الدین ابو المظفر یحیٰ بن محمد ہبیرہ، متوفی 560ھ، الافصاح عن معانی الصحاح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۹۷۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی 587ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ: ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۹۸۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی 592ھ، فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ: کبریٰ بولاق، مصر 1310ھ
۲۹۹۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی 592ھ، شرح الزیادات، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۰۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، ہدایہ اولین وآخرین، مطبوعہ: شرکت علمیہ، ملتان
۳۰۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، کتاب التجنیس و المزید، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1424ھ
۳۰۲۔ علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی 616ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1424ھ
۳۰۳۔ علامہ ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، کتاب الایضاح فی مناسک الحج والعمرہ، مطبوعہ: المکتبۃ الامدادیہ 1417ھ
۳۰۴۔ علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود حنفی، متوفی 683ھ الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ: دار فراش للنشر والتوزیع
۳۰۵۔ امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی 743، تبیین الحقائق، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی 1421
۳۰۶۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی 786ھ، عنایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۳۰۷۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی 786ھ، فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1411ھ
۳۰۸۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، بنایہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1411ھ
۳۰۹۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی 861ھ، فتح القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۳۱۰۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی 956ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور 1412ھ
۳۱۱۔ امام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی، متوفی 962ھ، جامع الرموز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، پاکستان
۳۱۲۔ علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی 970ھ، البحر الرائق، مطبوعہ: علمیہ، مصر 1311ھ
۳۱۳۔ امام شہاب الدین احمد محمد بن علی بن حجر الہیتمی، متوفی 974ھ، الفتاوی الکبری الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۱۴۔ امام سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی، متوفی 1005ھ النہر الفائق، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی
۳۱۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۱۶۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، مناسک ملا علی قاری، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1417ھ
۳۱۷۔ ملا نظام الدین، متوفی 1061ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ: مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر 1310ھ
۳۱۸۔ علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الفقیہ المصری الحنفی، متوفی 1069ھ، امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجاۃ

Marfat.com

الارواح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ ۳۱۹۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی 1078ھ، مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ: المکتبۃ الغفاریہ، کوئٹہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۳۲۰۔ علامہ خیر الدین رملی، متوفی 1081ھ، جامع الفصولین، مکتبۃ القدس، کوئٹہ 1300ھ

۳۲۱۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی 1088ھ، الدر المختار، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۲۲۔ علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، متوفی 1229ھ، فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1390

۳۲۳۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی 1231ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۲۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ: مطبع علامیہ، مصر 1311ھ

۳۲۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ: دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ

۳۲۶۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رسائل ابن عابدین شامی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور

۳۲۷۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رد المحتار، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۳۲۸۔ علامہ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی، متوفی 1309ھ، فتاویٰ مسعودی، سرہند پبلی کیشنز 1407ھ

۳۲۹۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۳۳۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، احسن الفتاویٰ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی 1425ھ

۳۳۱۔ امام احمد رضا خان بریلوی، متوفی 1340ھ، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور 1427ھ

۳۳۲۔ علامہ سید پیر مہر علی شاہ، متوفی 1356ھ، فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1418ھ

۳۳۳۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، بہار شریعت، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 1416

۳۳۴۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ 1419ھ

۳۳۵۔ شیخ محمد شفیع دیوبندی، متوفی 1396ھ، جواہر الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم، کراچی 1395ھ

۳۳۶۔ مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری حنفی بریلوی، متوفی 1403ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ: کمبائن پرنٹرز، لاہور 1983ء

۳۳۷۔ مولانا وقار الدین حنفی بریلوی، متوفی 1413ھ، وقار الفتاویٰ، مطبوعہ: بزم وقار الدین 1997ء

۳۳۸۔ مولانا محمد عبد اللہ نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1982ء، فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ، ناشر: مفتی اعظم سندھ اکیڈمی 1411ھ

۳۳۹۔ مفتی اہلسنت علامہ سید شجاعت علی قادری حنفی بریلوی، متوفی 1993ء، فقہ اہلسنت، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1978ء

۳۴۰۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمن حنفی بریلوی غفرلہٗ، تفہیم المسائل، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 1407ھ

۳۴۱۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی، انوار الفتاویٰ، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ

کتب فقہ شافعیہ

۳۴۲۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الام، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1403ھ

۳۴۳۔ علامہ ابو الحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی 450ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ

Marfat.com

۳۴۴۔ علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی 455ھ، المہذب، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1393ھ
۳۴۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، شرح المہذب، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1423ھ
۳۴۶۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
۳۴۷۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، الفتاویٰ الحدیثیہ 1419ھ

کتب فقہ مالکیہ

۳۴۸۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی 256ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۳۴۹۔ امام ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی، متوفی 494ھ، المنتقیٰ شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1331ھ
۳۵۰۔ قاضی عبدالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی 595ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۳۵۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن الخطاب المغربی، متوفی 954ھ، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، مطبوعہ: مکتبۃ النجاح، لیبیا
۳۵۲۔ علامہ علی بن عبداللہ بن الخرشی، متوفی 1101ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ: دار صادر، بیروت
۳۵۳۔ علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی، متوفی 1197ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۳۵۴۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی 1219ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۵۵۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، المغنی، مطبوعہ: دار الحدیث، قاہرہ 1425ھ
۳۵۶۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، الکافی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۳۵۷۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ: ریاض، دار الجیل، بیروت 1418ھ
۳۵۸۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1424ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۳۵۹۔ علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی، متوفی 763ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت
۳۶۰۔ علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی 885ھ، الانصاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1387ھ
۳۶۱۔ علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی 960ھ، الاقناع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۶۲۔ شیخ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی، متوفی 1015ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

کتب فقہ غیر مقلدین

۳۶۳۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی 456ھ، المحلیٰ بالآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۳۶۴۔ شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی 1250ھ، نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر 1398ھ، دار الوفاء 1421ھ
۳۶۵۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، متوفی 1367ھ، فتاویٰ ثنائیہ، مطبوعہ: النور اکیڈمی مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

Marfat.com

۳۶۶۔ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، متوفی 1805ء، فتاویٰ نذیریہ، مکتبۃ المعارف الاسلامیہ، پاکستان 1333ھ
۳۶۷۔ شیخ حافظ عبداللہ محدث روپڑی، متوفی 1920ء، فتاویٰ اہلحدیث، مطبوعہ: ادارہ احیاء السنۃ النبویہ، پاکستان 1404ھ

کتب اصول فقہ

۳۶۸۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الرسالہ، مطبوعہ: مطبع امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1312ھ
۳۶۹۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی، متوفی 482ھ، اصول بزدوی، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۳۷۰۔ علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی، متوفی 483ھ، اصول السرخسی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت
۳۷۱۔ امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ مستصفیٰ، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق، مصر 1294ھ
۳۷۲۔ علامہ علاؤ الدین عبد العزیز بن احمد البخاری الحنفی، متوفی 730ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1411ھ
۳۷۳۔ علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی 772ھ، شرح المنہاج، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۳۷۴۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی، متوفی 861ھ تحریر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1403ھ
۳۷۵۔ علامہ ابن امیر الحاج حنفی، متوفی 879ھ، التقریر والتحریر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1403ھ
۳۷۶۔ بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین حنفی، متوفی 1225ھ فواتح الرحموت، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۳۷۷۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۳۷۸۔ علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی حنفی، متوفی 1252ھ، شرح شرح المنار للعلامۃ الشامی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

مذاہب اربعہ

۳۷۹۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر 1359ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۸۰۔ علامہ عبد الرحمن الجزیری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۳۸۱۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ القاہرہ 1400ھ
۳۸۲۔ ڈاکٹر وھبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1405ھ
۳۸۳۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ: القاہرہ 1410ھ

کتب شیعہ

۳۸۴۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الاصول من الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۳۸۵۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۳۸۶۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ تہذیب الاحکام، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۳۸۷۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، الاستبصار، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران

۳۸۸۔ نہج البلاغہ (مع فارسی)، مطبوعہ: انتشارات زرین، ایران
۳۸۹۔ نہج البلاغہ (مع اردو)، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز
۳۹۰۔ شیخ عزالدین عبدالحمید بن ابی الحدید، متوفی 656ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ: موسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، ایران
۳۹۱۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، بحار الانوار، مطبوعہ المطبعہ الاسلامیہ، تہران 1392ھ
۳۹۲۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حق الیقین، مطبوعہ: خیابان ناصر خسرو، ایران 1347ھ
۳۹۳۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ: انصاف پریس، لاہور
۳۹۴۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حیات القلوب (مترجم)، مطبوعہ: حمایت اہل بیت وقف، لاہور
۳۹۵۔ شیخ محمد بن حسین طباطبائی، متوفی 1293ھ، المیزان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، ایران 1302ھ

کتب عقائد و کلام

۳۹۶۔ علامہ محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ، المنقذ من الضلال، مطبوعہ: ہیئۃ الاوقاف، لاہور 1405ھ
۳۹۷۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی حنفی، متوفی 791ھ، شرح عقائد نسفی، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی
۳۹۸۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی حنفی، متوفی 791، شرح المقاصد، مطبوعہ: دار المعارف النعمانیہ، لاہور 1401ھ
۳۹۹۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی، متوفی 816ھ، شرح مواقف، مطبوعہ: مطبع منشی نولکشور، لکھنو
۴۰۰۔ علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی حنفی، متوفی 870ھ، حاشیۃ الخیالی، مطبوعہ: عبدالحکیم اینڈ سنز، پشاور
۴۰۱۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، الیواقیت والجواہر، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی، مصر 1378ھ
۴۰۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح فقہ اکبر، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی، مصر 1375ھ
۴۰۳۔ مولانا عبدالعزیز پرہاروی حنفی، نبراس، مطبوعہ: مکتبہ قادریہ، لاہور 1397ھ

کتب متفرقات

۴۰۴۔ ابو المعالی عبدالملک الجوینی الشہید بامام الحرمین الشافعی، متوفی 478ھ، مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، مطبوعہ: مکتبہ قدوسیہ، لاہور 1400ھ
۴۰۵۔ امام ابو الفتح ظہیر الدین الولوالجیہ حنفی، متوفی 540ھ، الفتاویٰ الولوالجیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۴۰۶۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر الدمشقی المعروف بابن قیم حنبلی، متوفی 751ھ، الداء والدواء، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ 1410ھ
۴۰۷۔ علامہ علی بن سلطان القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، القائلین بوحدۃ الوجود، مطبوعہ: دار المامون للتراث 1415ھ
۴۰۸۔ میر عبدالواحد بلگرامی حنفی، متوفی 1016ھ، سبع سنابل، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1402ھ
۴۰۹۔ ملا باقر مجلسی شیعی، متوفی 1110، ضیاء العیون، مطبوعہ: ایرانی کتب خانہ
۴۱۰۔ شیخ محمد اسماعیل دہلوی دیوبندی، متوفی 1246ھ، تقویۃ الایمان، مطبوعہ: مطبع علیمی، اندرون، لاہور
۴۱۱۔ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حنفی، متوفی 1258ھ، شمائم امدادیہ، مطبوعہ: مدنی کتب خانہ، ملتان 1405ھ

Marfat.com

۴۱۲۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، آب حیات، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان 1413ھ
۴۱۳۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، تحذیر الناس، دارالاشاعت، کراچی
۴۱۴۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی حنفی، متوفی 1304ھ، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت 1408ھ
۴۱۵۔ شیخ محمود حسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، الجہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل، مکتبہ مدینہ، لاہور 1409ھ
۴۱۶۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۱۷۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1401ھ
۴۱۸۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، احکام شریعت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2002ء
۴۱۹۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الامن والعلی، شبیر برادرز، لاہور 1396ھ
۴۲۰۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ، صدیقی پبلیشرز 2009ء
۴۲۱۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ: موسسۃ رضا الجامعہ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ
۴۲۲۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، انباء الحی، موسسۃ رضا الجامعہ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ
۴۲۳۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، متوفی 1346ھ، البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ: مطبع بلالی، ڈھونڈ
۴۲۴۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، گولڑہ شریف، اسلام آباد 1421ھ
۴۲۵۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، ملفوظات مہریہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور 1406ھ
۴۲۶۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اہل بہ لغیر اللہ، گولڑہ شریف کتب خانہ درگاہ غوثیہ 1421ھ
۴۲۷۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1406ھ
۴۲۸۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز 1415ھ
۴۲۹۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تصفیہ مابین السنی والشیعہ، پاکستان انٹرنیشنل، لاہور 1399ھ
۴۳۰۔ مولانا فیض احمد فیض حنفی، مہر منیر، انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور
۴۳۱۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، حفظ الایمان مع بسط البنان وتغیر العنوان، مکتبہ تھانوی، کراچی
۴۳۲۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق
۴۳۳۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، جمال الاولیاء، مکتبہ اسلامیہ بلال گنج، لاہور
۴۳۴۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1975ھ
۴۳۵۔ مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری غیر مقلد محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، المکتبۃ السلفیہ، لاہور 1391ھ

Marfat.com

۴۳۶۔ ابوالحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی حنفی بریلوی، انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 1998ء
۴۳۷۔ شیخ عبدالحی الکتانی، نظام الحکومت النبویہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۴۳۸۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، متوفی 1985ء، دو اسلام، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی
۴۳۹۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ: اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1982ء
۴۴۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ: دانش گاہ پنجاب، لاہور
۴۴۱۔ میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۴۲۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز
۴۴۳۔ عقیدہ ختم نبوت، الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیہ، پاکستان
۴۴۴۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی، متوفی 1346ھ، المہند علی المفند، ادارہ اسلامیات 1404ھ،
۴۴۵۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، منظور نعمانی، عقائد علماء دیوبند اور حسام الحرمین، دار الاشاعت، کراچی
۴۴۶۔ شیخ حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، میر محمد کتب خانہ، کراچی
۴۴۷۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور، ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ 1407ھ
۴۴۸۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، عبارات اکابر، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ
۴۴۹۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، تحفہ قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان 2001ء
۴۵۰۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، اختلاف امت اور صراط مستقیم، مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن، کراچی 1399ھ
۴۵۱۔ مخدوم محمد ہاشم سندھی، متوفی 1174ھ، ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول، مکتبہ لدھیانوی، کراچی 1995ء
۴۵۲۔ محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 2001ء
۴۵۳۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری بریلوی، متوفی 1354ھ، فتاویٰ دیداریہ، مطبوعہ: مکتبۃ العصر، گجرات
۴۵۴۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی حنفی بریلوی، متوفی 2003ء، مقالات مفتی اعظم، مطبوعہ: بزم رضا، لاہور 1428ھ
۴۵۵۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری حنفی بریلوی غفرلہ، دعوت فکر، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، مریدکے شیخوپورہ 1403ھ
۴۵۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، حیات استاذ العلماء، مطبوعہ: دار الاسلام، لاہور 1433ھ
۴۵۷۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، توضیح البیان، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1422ھ
۴۵۸۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، ذکر بالجہر، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ
۴۵۹۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1426ھ
۴۶۰۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقالات سعیدی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ

Marfat.com

۴۶۱۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقام ولایت ونبوت، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1426ھ

۴۶۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تاریخ نجد وحجاز، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 2004ء

۴۶۳۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن، فرید بک اسٹال، لاہور 1425ھ

۴۶۴۔ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی حنفی بریلوی غفرلہ، سفر آخرت کی منازل، فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ

Marfat.com

Marfat.com

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

شرح صحیح البخاری کے نام "نِعم الباری" کی توجیہ

میں نے 18 / جنوری 2006ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ کی مشہور زمانہ کتاب "المسند الصحیح الجامع المعروف بہ صحیح البخاری" کی شرح لکھنے کا آغاز کیا، میں نے ابتداءً اس کا نام انعام الباری رکھا تھا، بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ شیخ محمد تقی عثمانی بھی اس نام سے صحیح البخاری کی شرح لکھ رہے ہیں اور اس وقت تک انعام الباری کی چار جلدیں ہو چکی تھیں، اس لیے میں نے اس کا نام بدل کر نعمۃ الباری رکھ دیا اور فرید بک اسٹال لاہور سے اس کی سات جلدیں لکھنے کا معاہدہ کیا اور 14 ستمبر 2010 کو میں نے نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل کر کے سید محسن اعجاز شاہ صاحب کے حوالہ کر دی اور یوں میری حد تک اس معاہدہ کی تکمیل ہوگئی۔

بعد ازاں میرا رابطہ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز سے ہوا اور میں نے محترم محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب سے شرح صحیح البخاری لکھنے کا معاہدہ طے کیا اور اب آٹھویں جلد سے میں نے اس کا نام نعمۃ الباری کے بجائے "**نِعم الباری**" رکھ دیا ہے تاکہ معاندین اور مفسدین کے لیے کسی شر کی گنجائش نہ رہے اور وہ یہ نہ کہیں کہ نعمۃ الباری کا معاہدہ تو ہم سے تھا اب یہ ضیاء القرآن اس کو کیوں شائع کر رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کا نام ہی بدل دیا ہے اور بجائے نعمۃ الباری کے اس کا نام "**نِعم الباری**" رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میرا اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کا حافظ اور ناصر ہو اور ہمیں معاندین اور مفسدین کے شر اور فساد سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی الہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریتہٖ الف الف صلوات وتسلیمات دائما ابدا۔

غلام رسول سعیدی

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی 38

Marfat.com

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا
اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

تصنیف
علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء التاسع

وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کرسکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جلد تاسع (۹)

کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح

کتاب الطلاق

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
(یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے)

نام کتاب	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد تاسع (۹)
تصنیف	علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ، کراچی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی
سال اشاعت	اگست 2012ء، باراول اکتوبر 2012ء باردوم بارسوم ستمبر 2013ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS22

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:۔021-32212011-32630411 فیکس:۔021-32210212
e-mail:- info@zia-ul-quran.com
Website:- www.ziaulquran.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد نہم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	افتتاحیہ	59
	٦٦۔ کِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ	61
1	قرآن مجید کے فضائل کا بیان	61
	ا۔ باب	
2	وحی کا نزول کس طرح ہوا اور سب سے پہلے کیا نازل ہوا	61
3	حافظ ابن حجر کے ساتھ علامہ عینی کا مناقشہ	61
4	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے مناقشہ کے درمیان مصنف کا محاکمہ	61
5	قرآن مجید سے پہلے نازل شدہ آسمانی کتابوں کا بیان	61
6	اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حافظ ابن حجر سے وضاحت	62
7	اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ آپ کی عمر ساٹھ (٦٠) سال تھی حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ آپ کی عمر تریسٹھ (٦٣) سال تھی، اس کی توجیہات	62
8	قرآن مجید کا تدریجاً نازل ہونا اور اس کی حکمتیں	63
9	قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں کے نزول کا بیان	63
10	مکی اور مدنی سورتوں کی اصطلاح کا بیان	64
11	مشکل اور مبہم عبارات کی توضیح	64
12	حافظ ابن حجر سے علامہ عینی کا مناقشہ کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا مگر یہ ایک قصہ نہیں ہے	65
13	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درمیان مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ	65
14	فرشتہ انسان کی شکل میں آ سکتا ہے	65
15	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے دوسرا مناقشہ کہ اکثر صحابہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو مرد کی صورت میں نہیں دیکھا	66
16	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے درمیان مصنف کا مناقشہ	66
17	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن کریم ہے جس کا عقل سے ادراک ہوتا ہے اور انبیاء سابقین کے معجزات کا ادراک حواس سے ہوتا تھا اور آپ کے معجزہ کی ان کی معجزات پر برتری	67
18	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء سابقین علیہم السلام کی جنس سے بڑا معجزہ عطا کیا گیا تھا	68
19	ہر نبی کو اس قسم کا معجزہ دیا گیا جس کا اس زمانہ میں چرچا تھا اور چونکہ آپ کے زمانہ میں فصاحت و	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	بلاغت کا چرچا تھا اس لیے آپ کو کلام بلیغ کا معجزہ دیا گیا	68
20	قرآن مجید کے وجوہ اعجاز کی تفصیل	69
21	نبی ﷺ کی وفات سے پہلے بہ کثرت وحی نازل ہونے کا سبب	70
22	حدیث مذکور کے دوبارہ روایت کرنے کی توجیہ	70
23	قرآن مجید کو بہ تدریج تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی وجوہ	70
	۲۔ بَابٌ	
24	قرآن مجید کا نزول قریش اور عرب کی زبان کے موافق ہوا	71
25	باب مذکور کی وضاحت کہ زیادہ تر قرآن مجید کا نزول لغت قریش پر ہوا اور بعض آیات دوسرے قبائل کی لغات پر نازل ہوئیں	71
26	عرب کی باقی لغات پر لغت قریش کی ترجیح کی وجوہ	72
27	لغت قریش کی ترجیح پر مزید دلائل	73
28	اس اعتراض کا جواب کہ حدیث مذکور بہ ظاہر اس باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے	75
	۳۔ بَابٌ	
29	قرآن مجید کو جمع کرنا	75
30	اہل یمامہ کے خلاف جہاد میں سات سو (۷۰۰) قراء صحابہ کا شہید ہونا اور مسیلمۃ الکذاب کا قتل ہونا	77
31	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب سے پہلے قرآن کو جمع کرنے پر چند اعتراضات اور ان کے جوابات	77
32	روافض کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوبکر کا قرآن مجید کو جمع کرنا بدعت ہے	78
33	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید جمع کرنے کا حکم دینے کی خصوصیت	79
34	حضرت ابوبکر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے ابتداءً قرآن مجید کو جمع کرنے سے گریز کی توجیہ	80
35	قرآن مجید کو جمع کرنے کے مزید دلائل اور جمع القرآن کا واجب علی الکفایہ ہونا	80
36	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ایک جملہ میں جمع اور واحد کے دو صیغے لانے کی توجیہ اور جمع قرآن کو	
37	پہاڑ کے منتقل کرنے سے زیادہ دشوار قرار دینے کا سبب	80
38	قرآن مجید کو جمع کرنے میں بہت احتیاط سے کام لینا اور دو گواہوں کی اس گواہی کو ضروری قرار دینا کہ یہ حصہ نبی ﷺ کے سامنے لکھا گیا تھا	81
39	اس کی تحقیق کہ سورۃ التوبہ کی آخری آیت حضرت ابوخزیمہ سے ملی تھی یا حضرت خزیمہ بن ثابت سے اور سورۃ الاحزاب کی آیت کس سے ملی تھی	81
40	صحابہ نے آیات کی ترتیب اپنے اجتہاد سے نہیں کی بلکہ اس میں حدیث کی اتباع کی ہے، ہاں سورتوں کی ترتیب ان کے اجتہاد سے ہے	82
41	حضرت زید بن ثابت نے جو یہ کہا: مجھے یہ آیت کسی اور کے پاس نہیں ملی، اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ کسی اور کے پاس یہ آیت لکھی ہوئی نہیں ملی	82
42	علامہ خطابی کا یہ گمان کہ حضرات صحابہ قرآن مجید کے اثبات کے لیے ایک شخص کی خبر کو کافی نہیں قرار دیتے تھے اور اس پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کہ صحابہ اثبات قرآن کے لیے خبر واحد کو کافی نہیں قرار دیتے تھے	83
43	اس کی تحقیق کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے عہد میں قرآن مجید کو کاغذوں اور صحائف میں لکھا گیا تھا نہ کہ چمڑے کے ٹکڑوں اور کھجور کی شاخوں پر	84

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
44	اس بات کی تحقیق کہ قرآن مجید کاغذوں اور صحیفوں پر لکھا گیا ہے نہ کہ کھجوروں کی چھلی ہوئی شاخوں پر اور کھالوں پر	84
45	عہد رسالت، دور صحابہ اور زمانہ تابعین میں کاغذوں اور صحیفوں پر لکھنے کا رواج	85
46	اہل عراق اور اہل شام کے لشکروں کے امیروں کے نام	88
47	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمانوں کے درمیان قرآن مجید کے پڑھنے میں اختلاف کی تفصیل	88
48	صحیفہ اور مصحف کا فرق اور حضرت عثمان کی رائے کے مطابق تمام صحیفوں کو ایک مصحف کے مطابق کرنا	89
49	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھنے والوں میں حضرت ابن مسعود کو شامل نہیں کیا، اس پر ان کا اعتراض اور حضرت عثمان کی طرف سے توجیہ	90
50	مروان نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ صحائف لے کر ان کو پھاڑا، پھر ان کو دھویا، پھر ان کو جلا دیا	90
51	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مختلف شہروں میں بھیجے ہوئے مصاحف کی تعداد	91
52	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صحائف کو جلانے سے ان کتابوں کے جلانے کے جواز پر استدلال جن میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہو اور اس مسئلہ میں فقہاء کی عبارات اور قرآن کے الفاظ ونقوش کے قدیم نہ ہونے پر دلیل	91
53	اس سلسلہ میں فقہاء کی مزید عبارات اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صحائف کو جلانے کی توجیہات	91
54	محدثین احناف کے نزدیک پرانے اور بوسیدہ قرآن کے اوراق کا شرعی حکم	92
55	فقہاء احناف کے نزدیک قرآن مجید کے پرانے اور بوسیدہ اوراق کا شرعی حکم	93
56	غیر مقلدین کے نزدیک جن کاغذوں میں خدا کا نام ہو ان کو جلانا جائز ہے	94
57	درج ذیل روایت میں ابن شہاب زہری کا وہم	95
58	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کے درمیان فرق	95
	۴۔ باب	
59	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب یعنی قرآن مجید لکھنے والا	95
60	قرآن مجید کو جمع کرنا اور اس کو لکھنا اور اس کی حفاظت کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے	96
61	سربراہ ملک کے لیے ضروری ہے کہ وہ عوام کے فلاحی امور اور احکام شرعیہ کی ترویج اور نفاذ کے لیے کوئی کاتب یا سیکریٹری رکھے	96
62	حافظ ابن کثیر کا امام بخاری پر اعتراض کہ اس باب کی حدیث باب کے عنوان کے مطابقت نہیں ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب	96
63	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر کاتبین وحی	97
64	غنیٰ کا فقر سے افضل ہونا، تکلیف مالا یطاق کے جواز پر علامہ ابن ملقن کی فقہاء احناف کے خلاف دلیل	98
65	علامہ ابن ملقن کی دلیل کا مصنف کی طرف سے جواب	98
66	صحیح البخاری: ۴۹۹۰ میں النساء: ۹۵ کا صحیح لکھا ہوا نہ ہونا	98
	۵۔ باب	
67	قرآن مجید کو سات حرفوں پر نازل کیا گیا (یعنی سات قبیلوں کی لغات پر)	99
68	سات حرفوں سے مراد سات لغات ہیں	99

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
69	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید کے بعض کلمات کو سات سے زیادہ طریقوں پر پڑھا گیا ہے	99
70	سات حروف سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک لفظ کی جگہ اس کے مترادف دوسرے لفظ کو پڑھنا جائز ہے	100
71	سات حروف سے مراد سات قبیلوں کی لغات ہیں	101
	سات حروف پر قرآن مجید نازل ہونے کے متعلق دیگر احادیث	102
72	سات حروف کے معانی اور مصادیق کے متعلق محدثین اور فقہاء کے اقوال	103
73	سات مشہور قراءات ان سات حروف یا سات لغات کے علاوہ ہیں اور یہ قراءات اس حرف پر ہیں جس میں حضرت عثمان نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا	104
74	بعض علماء نے ان سات حروف کی پانچ وجوہ سے تاویل کی	105
75	مذکور الصدر پانچ تاویلات پر علامہ ابن بطال کا تبصرہ	105
76	چوتھی تاویل یہ ہے کہ ان حروف کا اختلاف درج ذیل تین معانی پر مشتمل ہے	108
77	پانچویں تاویل یہ ہے کہ ان تمام مختلف حروف کو پڑھنا ممکن نہ ہو	108
78	حضرت عمر اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر صحابہ کا قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کے پڑھنے میں باہم نزاع	109
79	سات حروف سے مراد سات لغات ہیں اور قرآن پڑھنے والوں کی آسانی کے لیے ان کو سات لغات پر قرآن پڑھنے کی اجازت دی گئی	110
	٦۔ باب	
80	قرآن مجید کی تالیف	112
81	اس عراقی کے کفن کے متعلق سوال کرنے کی توجیہ	113
82	حافظ ابن کثیر کے اس قول کا رد کہ عراقی کا قصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہروں میں مصاحف بھیجنے سے پہلے کا ہے	114
83	سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں ہے نہ نماز کے اندر اور نہ نماز کے باہر اور سورتوں کی	
84	ترتیب توقیفی ہے صحابہ کے اجتہاد سے نہیں ہے	114
	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو سورت نازل ہوئی اس میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے حالانکہ سب سے پہلے سورۃ العلق نازل ہوئی ہے اور اس میں جنت اور دوزخ کا ذکر نہیں ہے	115
85	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	115
86	قرآن مجید کے نزول کی ترتیب میں اللہ تعالیٰ کی حکمت	115
87	سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء میں احکام کا نزول اور النحاس کے اس قول کا رد کہ سورۃ النساء مکی ہے	116
88	نزول کے اعتبار سے مدنی سورتوں کی ترتیب اور بعض مکی سورتوں میں مدنی آیتوں کا نازل ہونا	116
89	مذکور الصدر سورتوں کے خصوصی ذکر کی توجیہ، اور العتاق الاول اور تلادی کا معنی	117
90	ترتیب مصحف کا ترتیب نزول سے مختلف ہونا	118
91	المفصل کی تعریف اور اقسام	118
92	رسول اللہ ﷺ جن دو سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے ان سورتوں کی تفصیل	118
93	ایک رکعت میں دو یا دو سے زائد سورتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور ان کے ثبوت میں احادیث	119

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
94	حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے تیار کیے ہوئے مصاحف کا باہمی فرق	120
95	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے نزول سے ہر سورت کی ابتداء ہونا	121
96	قرآن مجید کی تلاوت کے لیے حزب کو مقرر کرنا	121
97	اس پر دلیل کہ مصحف عثمانی کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب کے مطابق ہے	121
	۷۔ باب	
98	حضرت جبریل علیہ السلام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرنا	122
99	قرآن مجید کے معارضہ اور دور کرنے کا معنی	122
100	حدیث مذکور کی تخریج	123
101	حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کے دور کی حکمت	123
102	قرآن مجید کے دور کے لیے رمضان کے مہینہ کی تخصیص کی وجوہ	123
103	حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ بار بار دور کی مجلس کے فوائد اور مسائل	125
104	ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آخری بار حضرت عثمان کی قراءت کے موافق قرآن مجید کو پیش کیا تھا اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا آخری دور حضرت ابن مسعود کی قراءت کے موافق تھا، ان حدیثوں میں حافظ ابن حجر کی تطبیق	126
105	مصنف کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی تطبیق سے شدید اختلاف	127
106	علامہ بدرالدین عینی حنفی اور شیخ سلیم اللہ دیو بندی کا حیرت انگیز سکوت	127
107	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کو جو بارش برسانے والی ہواؤں سے تشبیہ دی ہے اس میں آپ کی سخاوت کو بہت زیادہ بتانا مقصود ہے	128
108	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد اور خصوصاً رمضان کی راتوں میں قرآن مجید کے دور کی حکمتیں	129
109	وفات کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس (۲۰) دن اعتکاف کرنے کی توجیہ	130
110	اعتکاف کا سنت مؤکدہ ہونا، بعض صحابہ کے ترک اعتکاف کی توجیہ اور اعتکاف کی حکمت	131
111	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس (۲۰) دن اعتکاف کرنے میں دو احتمال ہیں یا تو آپ نے آخری سال بیس دن اعتکاف کیا یا جس سال آپ نے رمضان کے وسط میں دس دن اعتکاف کیا تھا تو آپ نے پھر دوبارہ آخری عشرہ میں دس دن اعتکاف کیا	131
	۸۔ باب	
112	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے قرآن مجید کے قاری	132
113	جن چار صحابہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا ان کا تذکرہ	132
114	ان چار صحابہ کے علاوہ عہد رسالت میں بے شمار صحابہ حفاظ قرآن تھے، اس پر علامہ ابن ملقن کے	
115	بہ کثرت دلائل اور نقول	133
116	حافظ قرآن سے محبت رکھنی چاہیے	136
117	صرف ان چار صحابہ سے حصول قرآن کے متعلق علامہ کرمانی کی توجیہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا اس پر رد اور صحیح توجیہ کا بیان	137
118	دیگر شراح صحیح بخاری کی بیان کردہ تخصیص کی توجیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ مصحف پر حضرت	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تبصرہ	138
119	کتاب اللہ کا زیادہ علم مطلقاً فضیلت کو مستلزم نہیں ہے	139
120	امام بخاری کی اس حدیث کا زہری کی روایت سے تعارض اور اس کا جواب	139
121	آخر کار حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قراءت کی طرف رجوع کر لینا	139
122	صحابہ کرام کی باہمی تلخیوں اور ناراضگیوں کے متعلق مصنف کا موقف	140
123	شراب کی بدبو پانے پر حد جاری کرنے میں مذاہب فقہاء	141
124	جس مرد نے قرآن مجید کی تکذیب کی تھی اس کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تکفیر نہیں کی، اس کی توجیہ	141
125	حضرت ابن مسعود نے اس شخص پر شراب نوشی کی وجہ سے جو حد لگائی اس کی علامہ نووی شافعی کی طرف سے تاویلات	141
126	حضرت ابن مسعود کے حد لگانے کی علامہ قرطبی مالکی کی طرف سے تاویلات اور ان پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ	142
127	محض شراب کی بدبو کی وجہ سے شراب کی حد لگانے کے متعلق فقہاء مالکیہ، حنفیہ، شافعیہ اور حنبلیہ کے مذاہب	142
128	اس شخص کی تکذیب قرآن کے باوجود اس کو کافر نہ قرار دینے کے متعلق علامہ نووی شافعی کے جواب پر حافظ ابن حجر کا تبصرہ	143
129	ضرورت کے وقت بغیر فخر کے خود اپنی فضیلت بیان کرنے کا جواز	144
130	حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	144
131	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	145
132	اس حدیث میں مذکور چاروں انصاری صحابہ کے اسماء اور حضرت ابوزید کے متعلق متعدد اقوال	145
133	قرآن مجید کو جمع کرنے والے صرف قبیلہ خزرج، کے چار انصار مرد تھے	146
134	اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ ان چار صحابہ کے علاوہ دیگر صحابہ نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا ہے اور اس اشکال کے نو جوابات	146
135	ان چار صحابہ کے علاوہ دیگر صحابہ کے قرآن مجید جمع کرنے کے ثبوت میں احادیث صحیحہ	147
136	اس سوال کا جواب کہ اگر قرآن کو جمع کرنے میں ان چار صحابہ کا حصر نہیں ہے تو پھر ان چار صحابہ کو خصوصیت سے کیوں ذکر کیا ہے	149
137	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صرف چار صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا، اس سے لازم آتا ہے کہ قرآن مجید متواتر نہ ہو	149
138	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صحیح البخاری: ۵۰۰۳ میں حضرت ابوالدرداء کی جگہ حضرت ابی بن کعب کا ذکر کیا ہے	150
139	علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ کے اعتراض کے جواب میں حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی وضاحت	151
140	علامہ بدرالدین عینی حنفی کے اعتراض کی تقریر	152
141	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا جواب	152
142	ان لوگوں کا رد جنہوں نے کہا: حضرت ابوزید کا نام حضرت سعد بن عبید ہے اور ان کا منشاء غلطی یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبید بھی قرآن مجید کو جمع کرنے والے تھے لیکن وہ اوسی ہیں اور حضرت انس خزرجی تھے	154

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
143	حضرت ابی بن کعب کے زیادہ قاری اور حضرت علی کے زیادہ عالم القضا ہونے کی حدیث بخاری کی مزید تخریج	154
144	جس حدیث میں یہ اضافہ ہے "سب سے زیادہ قضا کو جاننے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے" کی تحقیق	155
145	علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکور الصدر عبارت پر اعتراض	155
146	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا علامہ عینی حنفی کے اعتراض کا جواب	155
147	شیخ سلیم اللہ خان کا یہ بیان کرنا کہ لحن کا معنی قراءت ہے اور مصنف کا اس پر تعاقب	156
148	مستند کتب لغت میں لحن کا معنی	156
149	قراءت کی کتاب فوائد مکیہ میں لحن کا معنی	157
150	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کے کثیر الفاظ کو ان کے لحن یعنی ان کی لغت کی وجہ سے چھوڑ دیا اور حضرت ابی بن کعب کے الفاظ کو نہ چھوڑنے کی توجیہ	158
151	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بعض اوقات منسوخ التلاوت آیات بھی پڑھتے تھے، اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان آیات کو چھوڑ دیا کیونکہ حضرت عمر کے نزدیک بعض آیات کا منسوخ التلاوت ہونا ثابت اور واقع تھا	158
	۹۔ باب	
152	سورۂ فاتحہ کی فضیلت کا بیان	159
153	حدیث مذکور کی تخریج	159
154	سورۂ فاتحہ کا نام ام الکتاب بھی ہے، اس کی توجیہ	159
155	رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر حضرت ابو سعید کے فوراً نہ آنے کی توجیہ اور کسی کے بلانے پر نماز چھوڑ کر جانے کی تفصیل	160
156	سورۂ فاتحہ کی دوسری سورتوں پر فضیلت	160
157	بعض سورتوں کی بعض دوسری سورتوں پر فضیلت اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا سورۂ فاتحہ کا جز نہ ہونا	160
158	السبع المثانی والقرآن العظیم کا معنی	161
159	سورۂ فاتحہ کا نام مثانی رکھنے کی توجیہات	161
160	سورۂ فاتحہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی اس لیے اس کو مثانی فرمایا	161
161	سورۃ الفاتحہ کے متعدد اسماء اور دین کے متعدد معانی	162
162	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی اس حدیث کی شرح پر مصنف کا تعاقب	162
163	رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر نماز چھوڑ کر آنا فرض ہے	162
164	تشہد میں نبی ﷺ پر سلام پڑھنے کی حدیث کی شرح میں رسول اللہ ﷺ کے محبین علماء اہلسنت کی عبارات	164
165	حدیث مذکور کی تخریج	165
166	دم کرنے اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کے دلائل	165
167	دم کرنے اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے خلاف اور معارض احادیث اور ان کے جوابات	166
168	دم کرنے اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کے متعلق احادیث	167
169	تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز میں فقہاء کا اختلاف، فقہاء احناف کی ممانعت اور فقہاء ثلاثہ کا اس کو مباح قرار دینا	168

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
170	مانعین فقہاء کے دلائل کے جوابات	168
171	ایصال ثواب کے نذرانہ کے متعلق اعلیٰ حضرت	
172	عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کا موقف اور نذرانہ لینے کے جواز کے متعلق اعلیٰ حضرت کی توجیہ	169
173	ایصال ثواب پر اجرت لینے کے جواز کے متعلق مصنف کی توجیہات	169
174	سوئم، تیجہ اور چالیسویں وغیرہ کے کھانے کے متعلق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی تصریحات	170
175	اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا تراویح کے نذرانہ کے متعلق موقف اور نذرانہ لینے کو ناجائز قرار دینا الا یہ کہ حافظ نذرانہ لینے سے خود منع کردے	170
176	صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمہ اللہ کا تراویح کے نذرانہ کو ناجائز قرار دینا الا یہ کہ حافظ نذرانہ لینے سے خود منع کردے	171
177	مصنف کے نزدیک تراویح کا نذرانہ لینے کے جواز کی توجیہات	171
178	متقدمین فقہاء احناف کا عبادات پر اجرت لینے سے منع کرنا اور متاخرین فقہاء احناف کا ضرورت کی بنا پر عبادات کی اجرت لینے کی اجازت دینا	171
179	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور صدر الشریعہ سے مصنف کے اختلاف کا منشا اور محمل	172
180	تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے	
181	جواز کے متعلق دیگر فقہاء احناف کی تصریحات	172
182	تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار	174
	۱۰- بَابٌ	
183	سورۃ البقرۃ کی فضیلت	176
184	سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتوں کا مصداق	176
185	سورۃ البقرۃ کی ان دو آیتوں کے متعلق دیگر کتب حدیث میں روایات	176
186	سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتوں کے رات میں کافی ہونے کے متعدد محامل	177
187	سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتوں کی تخصیص کی توجیہات	177
188	حدیث مذکور کی تخریج	178
189	جس مال کی حفاظت کا کسی کو وکیل بنایا جائے تو وکیل کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ از خود کسی کو اس میں سے کچھ دے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے	
190	جو اس چور کو چھوڑ دیا تھا اس کی توجیہ	178
191	حدیث مذکور کے دیگر فوائد و مسائل	179
192	آیت الکرسی کے فضائل	180
193	سورۃ البقرۃ کے دیگر فضائل	181
194	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا: اس (چور) نے سچ کہا، پھر ازالہ وہم کے لیے فرمایا: لیکن وہ جھوٹا ہے	181
195	اس اشکال کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو شیطان کو باندھنے سے رک گئے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیطان کو کیسے باندھ دیا	181
	۱۱- بَابٌ	
196	سورۃ الکہف کی فضیلت	182
197	حدیث مذکور کی تخریج	182
198	بعض مشکل الفاظ کے معانی	182
199	سکینہ کی تاویل اور تفسیر میں متعدد اقوال	183
200	سورۃ الکہف کے فضائل	183
201	اَلسَّکِیْنَۃ کی تعریف میں مزید اقوال اور قرآن مجید میں مذکور سکینہ کی آیات میں ان اقوال کا اطلاق	183
	۱۲- بَابٌ	
202	سورۃ الفتح کی فضیلت	184
203	حدیث مذکور کی تخریج	185

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	نَذَرْتُ کا معنی اور الفتح: ا کا مقام نزول	185
204	نبی ﷺ نے الفتح: ا کو اشباع اور ترجیع کے ساتھ پڑھا، اس کی توجیہ	186
205	قرآن مجید کو خوش آوازی، سر اور ترنم کے ساتھ پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	186
206	اس اشکال کا جواب کہ سورۃ الفتح کا آپ کو تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہونا اس کو مستلزم ہے کہ آپ کو دنیا	
207	سے بھی محبت ہو حالانکہ دنیا محبت کے لائق نہیں	187
208	سورۃ الفتح کے زیادہ محبوب ہونے کی توجیہ	187
209	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کا جواب نہ دینے کی توجیہ	187
	اس اشکال کا جواب کہ یہ سورت حدیبیہ میں نازل ہوئی ہے اور اس وقت تو مکہ مکرمہ فتح نہیں ہوا تھا	188
	۱۳۔ باب	
210	قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ کی فضیلت	188
211	سورۂ اخلاص سے محبت کی وجہ سے جنت کی بشارت اور اس تعلیق کے مطابق دو حدیثیں اور علامہ کرمانی کا رد اور مصنف کی تقریر	188
212	حدیث مذکور کی تخریج	189
213	حدیث مذکور کے معنی میں متعدد روایات	190
214	قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ کے تہائی قرآن کے برابر ہونے کے متعلق فقہاء اسلام کی متعدد تاویلات	190
215	قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ کو پڑھنے والے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی حضرت قتادہ بن نعمان تھے اور سننے والے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ تھے	191
216	حدیث مذکور کی تخریج	193
217	حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور ان کی سوانح	193
218	قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ کے تہائی قرآن ہونے کے متعدد محامل	194
219	بعض دوسری سورتوں کے متعلق نصف قرآن یا ربع قرآن ہونے کی روایات	194
220	''قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ کا پڑھنا تہائی قرآن مجید پڑھنے کے برابر ہے'' اس حدیث کے متعلق دیگر شراح بخاری کی تقاریر	195
221	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کے اس حدیث کے ترجمہ پر مصنف کی گرفت	196
222	علماء غیر مقلدین کا غلط ترجمہ اور اس پر مصنف کی گرفت	196
	۱۴۔ باب	
223	المعوذات کی فضیلت کا بیان	196
224	حدیث مذکور کی تخریج	197
225	نَفَثَ کا معنی اور المعوذات کا مصداق	197
226	بیماری میں اور سونے سے پہلے اپنے اوپر المعوذات پڑھ کر دم کرنے کا سنت ہونا	197
227	اس اشکال کا جواب کہ اس حدیث میں پہلے ہتھیلیوں پر دم کرنے کا ذکر ہے اور پھر المعوذات کو پڑھنے کا ذکر ہے اور اس کا یہ جواب کہ اس حدیث میں راوی کو سہو ہوا ہے	198
228	اس اشکال کا جواب کہ اس حدیث میں پہلے ہتھیلیوں پر دم کرنے کا ذکر ہے اور پھر المعوذات کو پڑھنے کا ذکر ہے اور اس کا یہ جواب کہ یہ فاء تفسیریہ ہے	198
229	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کا قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ کو المعوذات میں تغلیبا شامل کرنا اور مصنف کا اس پر تعاقب	199
	۱۵۔ باب	
230	قرآن مجید کی قراءت کے وقت سکینہ اور ملائکہ کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
231	نازل ہونا	199
232	حدیث مذکور کی تخریج	200
233	قرآن مجید کی تلاوت کے وقت سکینہ اور ملائکہ کے نزول میں تلازم	200
234	حدیث مذکور کے فوائد	201
235	باب مذکور کے عنوان کی وضاحت	201
236	حضرت اسید بن حضیر کے قرآن مجید پڑھنے کے وقت نزول سکینہ کی مختلف روایات اور ان میں تطبیق	201
237	نبی ﷺ نے ان کے قرآن پڑھنے کے وقت یہ حکم دیا تھا کہ قرآن پڑھتے رہو نہ اس وقت جب وہ یہ قصہ سنا رہے تھے	202
238	حضرت اسید بن حضیر کی خوش آوازی	202
239	حدیث مذکور کے فوائد و مسائل	202
240	حدیث مذکور کی دیگر شراح سے کی ہوئی شرح	203
	١٦۔ بَابٌ	
241	جو قرآن اب دو گتوں کے درمیان میں ہے نبی ﷺ نے صرف اسی کو چھوڑا تھا	203
242	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تو ایک صحیفہ لکھا ہوا بھی تھا	205
243	قرآن مجید کی منسوخ التلاوت آیات	205
244	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے تو اس مصحف کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں چھوڑی تھیں	206
	١٧۔ بَابٌ	
245	قرآن مجید کی باقی تمام کلاموں پر فضیلت	206
246	قرآن مجید پڑھنے کے فضائل اور اس کی ترغیب کے متعلق مزید احادیث اور آثار	207
247	قرآن پڑھنے والے مومن کی سنگترہ کے ساتھ تشبیہ کی توجیہ اور سنگترہ کے فوائد	208
248	سنگترہ کا مزاج اس کے خواص اور اس کے وٹامن	209
249	قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں کی چار قسمیں	209
250	سنگترہ کے ساتھ مثال دینے کی وجوہ	209
	حدیث مذکور کی تخریج	210
251	اس امت کے تمام اعمال کا وقت دوسری امتوں کے اعمال کے وقت سے کم ہے	210
252	یہود اور نصاریٰ کے زمانہ کی مدت	211
253	بعض علماء نے کہا کہ دنیا کی بقا کی مدت سات ہزار سال ہے مگر یہ قول ضعیف ہے	211
254	محققین علماء اہل سنت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو وقت وقوع قیامت کا علم دیا گیا ہے	211
255	جھگڑا ختم کرنا چاہیے اور یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں تحریف کی طرف اشارہ	213
256	قیراط کا وزن	213
257	یہود و نصاریٰ کو کم اجرت دینے سے امت مسلمہ کو زیادہ اجرت دینے کی توجیہ	213
258	حدیث مذکور سے فقہاء احناف کا یہ استدلال کہ عصر کی نماز کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا زوال کا سایا نکالنے کے بعد دو مثل کے برابر ہو جائے	214
259	نبی ﷺ کا ہر قول برحق ہے خواہ آپ بہ طور مثال فرمائیں یا بہ طور احکام	214
260	یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں امت مسلمہ کو دگنا اجر ملنا	214
261	علامہ ابن ملقن کا احناف پر رد اور مصنف کی طرف سے جواب	215
262	اس اشکال کا جواب کہ یہود و نصاریٰ میں سے جو لوگ مر چکے تھے ان کے عاجز ہونے کا کیا معنی ہے اور جو دین میں تحریف کر چکے تھے ان کو ایک قیراط اجر دینے کا بھی کوئی معنی نہیں	215

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
263	عصر کے وقت کی ابتداء دو مثل سائے سے ہونے پر فقہاء احناف کی دلیل کے حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے چار جوابات	216
264	مصنف کی طرف سے حافظ ابن حجر عسقلانی کے جوابات پر تعاقب	216
265	علامہ عینی کا یہ لکھنا کہ عصر کے وقت کی ابتداء دو مثل سائے سے ہوتی ہے یہ صرف امام ابوحنیفہ کا قول ہے ان کے باقی اصحاب کا قول ان کے خلاف ہے	217
266	علامہ عینی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	218
267	عصر کے وقت کی دو مثل سائے سے ابتداء کے متعلق مزید احادیث	218
	۱۸۔ باب	
268	اللہ عزوجل کی کتاب کی وصیت	219
269	حدیث مذکور کی تخریج	219
270	وصیت اور کتب کا معنی	219
271	وصیت کرنے کا شرعی حکم	219
272	وصیت کے متعلق دیگر احادیث، آثار اور اقوال تابعین	220
273	نبی ﷺ کی وصیت کے متعلق احادیث اور آثار	221
274	حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہما کے اس قول کی توجیہ کہ رسول اللہ ﷺ نے وصیت نہیں کی	222
275	وصیت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	222
276	حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے جو رسول اللہ ﷺ کی وصیت کرنے کی نفی کی تھی اس کا محمل	223
	۱۹۔ باب	
277	جو قرآن کو خوش آوازی کے ساتھ نہ پڑھے	223
278	حدیث مذکور کی تخریج	224

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
279	تَغَنّی کے تین معانی	224
280	خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھنے کے متعلق احادیث	225
281	سفیان بن عیینہ نے تغنی کی جو تاویل کی ہے اس کا رد اور خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے متعلق مزید احادیث	226
282	خوش آوازی اور ترنم کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کے متعلق احادیث	228
283	تَغَنّی کے معنی کی تحقیق، اور سفیان بن عیینہ کی تفسیر کی تائید	231
284	تغنی بالقرآن کے متعدد معانی	231
285	''جو تغنی سے قرآن مجید نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے'' کے متعدد محامل	231
286	تغنی کے متعدد محامل میں تطبیق اور ان کی اجتماعی صورت	232
287	خوش الحانی اور خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنے میں اختلاف فقہاء	232
288	فقہاء کے مختلف اقوال میں تطبیق	233
289	خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنے کے متعلق حرف آخر	233
290	خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے متعلق دیگر شراح کی شروح	233
	۲۰۔ باب	
291	صاحب قرآن پر رشک کرنا	234
292	حدیث مذکور کی تخریج	234
293	حافظ ابن حجر کی مذکور الصدر شرح پر علامہ عینی کا اعتراض	235
294	حسد اور رشک کا معنی، اور حسد کی ایک قسم کا جواز،	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اور قرآن مجید اور حدیث صحیح سے رشک کا جواز	235
295	حسد کے احکام	236
296	راہ حق میں مال خرچ کرنے کی اقسام	236
297	حامل قرآن کے لیے نصائح	237
	۲۱۔ باب	
298	تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید کو سیکھے اور قرآن مجید کو سکھائے	238
299	حدیث مذکور کی تخریج	238
300	حدیث مذکور کی مزید تخریج	238
301	قرآن مجید کو سیکھنے سے فقہ کو سیکھنے کا افضل ہونا	239
302	قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے والے کے سب سے افضل اور سب سے بہتر ہونے پر دلائل	239
303	اس سوال کا جواب کہ کیا قرآن مجید کو پڑھنا اور پڑھانا فقہ کو پڑھنے اور پڑھانے سے افضل ہے	240
304	ابو عبدالرحمن کے قرآن پڑھانے کی مدت	240
305	حدیث مذکور کی تین مخفی علتیں اور ان کا جواب	240
306	حدیث مذکور کی تخریج	241
307	بغیر ولی کی اجازت کے جو نکاح کیا گیا ہو اس کے متعلق مذاہب فقہاء	242
308	حدیث مذکور کے فوائد	242
309	حدیث مذکور کے عنوان کی وجہ سے علامہ داؤدی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب	244
310	حدیث مذکور کی مفصل روایت	245
311	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد اور علامہ ابن ملقن شافعی کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات	245
312	فقہاء شافعیہ کی اس دلیل کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوہے کی انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم دیا اور تعلیم	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	قرآن کے عوض اس عورت کا اس مرد سے نکاح کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ مہر کی صحت کے لیے دس درہم کا ہونا ضروری نہیں ہے	248
	۲۲۔ باب	
313	قرآن مجید کو دیکھے بغیر حافظہ کی مدد سے پڑھنا	248
314	قرآن مجید کو آیا دیکھ کر پڑھنا افضل ہے یا زبانی اور اس مسئلہ میں روایت اور درایت کے اعتبار سے دلائل اور حافظ ابن حجر کا محاکمہ اور حافظ ابن کثیر کے امام بخاری پر اعتراض کا جواب	250
315	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے جواب پر علامہ عینی حنفی کا اعتراض اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا جواب	250
316	دیگر شراح کی شروح	250
	۲۳۔ باب	
317	قرآن مجید کو پڑھتے رہنا اور اس کی حفاظت کرنا	251
318	حدیث مذکور کی تخریج	251
319	قرآن مجید کی باندھے ہوئے اونٹوں کے ساتھ تشبیہ کی توجیہ	251
320	تفصّی کا معنی	252
321	صاحب القرآن کا معنی	252
322	باندھے ہوئے اونٹوں کے ساتھ قرآن مجید کی مثال کی وضاحت	252
323	حدیث مذکور کی تخریج	253
324	قرآن مجید کی آیتوں کے بھولنے کے دو محمل: ایک یہ کہ وہ آیت اسے یاد نہیں رہی، دوسرا یہ کہ وہ آیت اسے بھلا دی گئی یعنی اس کے سینہ سے نکال دی گئی	253
325	اس قول کا جواز کہ مجھے فلاں آیت بھول گئی	254
326	قرآن مجید کی آیات کے بھولنے کی نسبت اللہ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تعالیٰ کی طرف کی جائے کہ اس نے بھلا دیا یا بندہ کی طرف کی جائے یا شیطان کی طرف تینوں نسبتوں کا جواز	254
327	پورا قرآن مجید حفظ کرنا فرض عین نہیں ہے تو پھر اس میں غفلت کی وجہ سے اس کی مذمت کیوں ہے اور اس کو عذاب کیوں ہے؟	255
328	جس شخص نے کہا: میں فلاں آیت کو بھول گیا اس کی مذمت کی چھ توجیہات	255
329	علامہ ابن بطال کا ذہول اور تسامح	256
330	اپنی طرف بھولنے کی نسبت کے متعدد شواہد، اور اس بھول کا لائق مذمت نہ ہونا	256
331	دیگر شراح کی شروح	258
	٢٤۔ باب	
332	سواری پر (بیٹھے ہوئے) قرآن مجید کی تلاوت کرنا	259
333	حدیث مذکور کی تخریج	260
334	ترجیع کے معنی کی تحقیق	260
335	ترجیع میں مذاہب فقہاء	260
336	ترجیع کی کیفیت	261
337	ترجیع کی تعریف اور قرآن مجید میں ترجیع کا شرعی حکم	261
	٢٥۔ باب	
338	بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا	262
339	حدیث مذکور کی تخریج	263
340	مفصل اور محکم سورتوں کی تعریف	263
341	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر کی تحقیق	263
342	المفصل کے مصداق اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تحقیق	263
343	بچوں کو قرآن مجید کس عمر میں پڑھانا چاہیے	264
344	علامہ داؤدی متوفی ٤٠٢ھ کا اس حدیث کو امام بخاری کا وہم قرار دینا اور قاضی عیاض کا اس حدیث کی تاویل کرنا اور علامہ عینی کا اس پر رد کرنا	264
345	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کے ساتھ مناقشہ	264
346	علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب، اور مصنف کا محاکمہ	265
347	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر اور المحکم کی تعریف کے متعلق علامہ کورانی کی تحقیق	265
	٢٦۔ باب	
348	قرآن مجید کو بھولنا اور کیا کوئی یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا ہوں	266
349	حدیث مذکور کی تخریج	267
350	قرآن مجید اور احادیث صحیح میں نبی ﷺ کی طرف نسیان کی نسبت کا ثبوت	267
351	نبی ﷺ کے نسیان کی دو قسمیں	268
352	بعض صوفیاء کا یہ زعم ضعیف ہے کہ نبی ﷺ سے بالکل نسیان نہیں ہوا	269
353	قرآن مجید کو پڑھ کر بھولنا گناہ کبیرہ ہے، اس پر قرآن کریم اور احادیث اور آثار سے استدلال	269
354	قرآن مجید کو پڑھ کر بھولنے کے متعلق علماء مذاہب کے اقوال	269
355	دیگر شراح بخاری کی شروح	270
356	حدیث مذکور کے فوائد	271
	٢٧۔ باب	
357	جس کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ کہے کہ سورۃ البقرۃ یا فلاں فلاں سورت	271
358	سورۃ البقرۃ وغیرہ کہنے کے جواز اور اس کی ممانعت میں احادیث، آثار اور اقوال علماء اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا ان کے درمیان محاکمہ	272

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۸۔ باب	
359	قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنا	274
360	قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر اور جلدی جلدی پڑھنے میں سے ہر ایک کی فضیلت اور ان میں تطبیق اور ممانعت کا محل	275
361	حدیث مذکور کی تخریج	276
362	نماز اور غیر نماز میں سورتوں کو ترتیب سے پڑھنے میں اختلاف فقہاء اور مصاحف میں سورتوں کی موجودہ ترتیب کا توقیفی ہونا	276
363	قرآن مجید کو تیز تیز پڑھنا مستحب نہیں ہے بلکہ مباح ہے	277
364	ایک رات میں المفصل کی سورتوں کو ملا کر پڑھنے والے صحابی کا نام اور حدیث مذکور کے صحیح بخاری کی دوسری حدیث سے تعارض کا جواب	277
365	دیگر شراح کی شرح	278
366	حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا مغرب سے عشاء کے دوران پورے قرآن کریم کو ختم کر لینا	278
367	شیخ العثیمین کی شرح پر اور شیخ ابن تیمیہ کے جواب پر مصنف کا تبصرہ	278
368	المفوضہ کے اس نظریہ کا رد کہ قرآن مجید کے بعض الفاظ کا رسول اللہ ﷺ کو بھی علم نہیں تھا چہ جائیکہ دوسروں کو ان کا علم ہو	280
	۲۹۔ باب	
369	قرآن کریم میں جس حرف پر مد ہو اس حرف کو کھینچ کر پڑھنا	280
370	حروف اصلیہ اور حروف زائدہ میں مد کرنا	280
371	حدیث مذکور کی تخریج	281
372	نبی ﷺ کے قرآن مجید میں مد کرنے کا سبب اور مد کرنے اور ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی کیفیت	281
373	قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے اور تیزی کے ساتھ پڑھنے میں لوگوں کے مختلف طریقے	282
374	جو لوگ تیزی سے قرآن پڑھ کر ایک دن میں یا ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھتے تھے	282
375	حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو نبی ﷺ کے قرآن پڑھنے کی کیفیت میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے مد کرنے کو بیان کیا یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ آپ سورۃ الفاتحہ سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو مد کے ساتھ پڑھتے تھے	283
376	فقہاء احناف کے مذہب کی دلیل	283
	۳۰۔ باب	
377	الترجیع یعنی جملہ کو دہرانا یا حرف کو لمبا کر کے پڑھنا	283
378	حدیث مذکور کی تخریج	284
379	ترجیع کی کیفیت	284
380	ترجیع کے دو معنی اور راجح یہ ہے کہ اس سے مراد اشباع ہے یعنی حروف مد کو کھینچ کر پڑھنا اور گانے کی طرز سے قرآن پڑھنے کا ممنوع ہونا اور بعض اوقات عبادت کو ظاہر کرنا اس کو چھپانے سے افضل ہے	284
381	گانے کی طرز میں قرآن مجید کو پڑھنا حرام ہے	285
	۳۱۔ باب	
382	اچھی آواز سے قرآن پڑھنا	286
383	حدیث مذکور کی تخریج	286
384	آل کے معنی اور مصداق کی تحقیق	287
385	حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوش آوازی کے متعلق متعدد احادیث اور مزمار کا معنی	287
	۳۲۔ باب	
386	جو شخص دوسرے سے قرآن مجید سننے کو پسند کرے	288
387	حدیث مذکور کی تخریج	289

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
388	دوسرے شخص سے قرآن مجید سننے کے فوائد اور مسائل	289
	۳۳۔ باب	
389	قرآن پڑھوانے والے کا قرآن پڑھنے والے سے یہ کہنا: "تمہیں اتنا کافی ہے"	290
390	رسول اللہ ﷺ نے جن کے متعلق گواہی دی ان کا مصداق اور آپ کے رونے کی توجیہات	290
391	حافظ ابن حجر عسقلانی کا نسیان	291
392	سورۃ النساء کی آیت مذکور کو سننے سے آپ کے آنسو بہنے کی توجیہ	291
	۳۴۔ باب	
393	کتنی مدت میں قرآن مجید پڑھ کر ختم کیا جائے	291
394	امام بخاری کا اس حدیث کے عنوان سے امام اسحاق بن راہویہ اور حنابلہ کی تعیین قراءت کے رد کی طرف اشارہ کرنا	291
395	مصنف کے نزدیک حنابلہ کے استدلال میں منشاء غلطی	292
396	امام اسحٰق بن راہویہ اور حنابلہ کے قول کے رد کی مزید وضاحت	292
397	حدیث مذکور کی تخریج	293
398	تہجد کی نماز میں قراءت کے متعلق علماء کے اقوال اور تہجد کی نماز کی فرضیت کے متعلق حسن بصری کے قول کا رد	293
399	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	293
400	حدیث مذکور کے عنوان کے متعلق امام بخاری پر حافظ ابن کثیر کے اعتراض کا جواب	293
401	ابن شبرمہ کا تعارف	294
402	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ	294
403	مصنف کا حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درمیان محاکمہ	294
404	قاضی ابن شبرمہ پر علامہ زکریا انصاری شافعی کا اعتراض	294
405	دیگر شراح کی شرح	295
406	نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے پر فقہاء احناف کی طرف سے مصنف کی دلیل	295
407	حدیث مذکور کی تخریج	297
408	ختم قرآن کی مدت کے متعلق احادیث، آثار اور اقوال تابعین	297
409	ایک دن میں پورا قرآن ختم کرنے کی روایات اور اس کا مکروہ ہونا	298
410	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ اور مبہم جملوں کے معانی	298
411	قرآن مجید کو ختم کرنے کی مدت کے متعلق مختلف روایات اور ان میں مختار قول	298
412	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی پر علامہ بدرالدین عینی حنفی کا اعتراض اور علامہ ابن حجر کا جواب اور مصنف کا محاکمہ	299
413	ختم قرآن کی مدت کے متعلق بعض اصحاب ظواہر کے قول کا رد اور اس مسئلہ میں مختار قول	299
414	دیگر شراح کی شروح	300
415	بعض صالحین کا مغرب اور عشاء کے درمیان قرآن کریم ختم کر لینا ان کی کرامت ہے	301
	۳۵۔ باب	
416	قرآن مجید پڑھتے وقت رونا	301
417	قرآن مجید پڑھتے وقت رونے کے متعلق آیات اور رونا نہ آئے تو رونے کا طریقہ	301
418	حدیث مذکور کی تخریج	302
419	النساء: ۴۱، سن کر نبی ﷺ کی آنکھوں سے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	آنسو بہنے اور رونے کی توجیہ	302
420	سلف صالحین کا قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے رونا	303
421	قرآن مجید سن کر بے ہوش ہو جانے کے متعلق سلف صالحین کا تبصرہ	303
422	اس اشکال کا جواب کہ آپ نے اپنی امت کے جن لوگوں کو نہیں دیکھا آپ ان کے متعلق کیسے گواہی دیں گے؟	304
423	النساء: ۴۱، سن کر آپ کے رونے کی توجیہ علامہ ابن بطال سے اور پھر حافظ ابن حجر سے	304
424	امام ابن المبارک کی روایت سے علامہ عینی اور علامہ قسطلانی کا نبی ﷺ کے علم پر استدلال، اور شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کا اس روایت کو ذکر نہ کرنا	305
425	شیخ عثیمین کا قرآن مجید کی تلاوت کے بعد "صدق اللہ العظیم" کو بدعت قرار دینا	305
426	شیخ عثیمین کی شرح پر مصنف کا تعاقب اور یہ تحقیق کہ جس فرض کی تحدید اور تعیین ہو اس میں اضافہ جائز نہیں اور نوافل میں اضافہ جائز ہے	306
427	نوافل میں اضافہ کے جواز پر تراویح کی رکعات میں متعدد حوالوں سے مصنف کا استدلال	307
428	تراویح کی رکعات کے عدد کے متعین نہ ہونے کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کی تصریحات	307
429	صحیح اور صریح حدیث سے اس پر استدلال کہ نفلی عبادت کا اپنے اجتہاد سے وقت معین کرنا جائز اور مستحب ہے اور شرعاً مطلوب ہے	309
430	تلاوت قرآن کے بعد صدق اللہ العظیم پڑھنے اور دیگر معمولات اہل سنت کا جواز اور استحباب	309
	۳۶- باب	
431	(اس شخص کی مذمت) جس نے دکھاوے کے لیے یا شکم پروری کے لیے قرآن مجید پڑھا یا جس نے اظہار فخر کے لیے قرآن مجید پڑھا	310
432	حدیث مذکور کی تخریج	311
433	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور منافق کے قرآن پڑھنے کے متعلق متعدد روایات اور ان سے قتال کرنے کی تفصیل	311
434	حدثاء الاسنان اور سفہاء الاحلام کا معنی	312
435	اس زمانہ میں اس حدیث کا مصداق طالبان ہیں	312
436	سوید بن غفلۃ کا تذکرہ اور تعارف	313
437	خوارج کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد اور	
438	حدیث کے عنوان کی حدیث سے مطابقت	313
439	خوارج کے متعلق دیگر شراح کی شرح	313
440	شیخ عثیمین اور شیخ سلیم اللہ کی خیر البریہ کے قول کی شرح اور اس پر مصنف کا مواخذہ	314
441	شیخ عثیمین کی شرح کے مطابق حرمت لانے والے مہینوں میں قتال کا منسوخ ہونا اور اس پر مصنف کا مواخذہ	314
442	شیخ عبد اللہ بن باز اور شیخ عثیمین کی تصریح کہ جو لوگ اپنے عقائد کے مخالفین مسلمانوں کو جائز القتل قرار دیتے ہیں وہ خود واجب القتل ہیں	315
443	شیخ عثیمین کی مذکور الصدر شرح پر مصنف کا تبصرہ اور محمد بن عبد الوہاب نجدی کے کفر پر علماء عرب و عجم کا اتفاق	315
444	حدیث مذکور کی تخریج	318
445	مشکل الفاظ کے معانی اور خوارج کی تکفیر میں علماء کا اختلاف	318
446	قرآن مجید کو دکھاوے کے لیے پڑھنے اور اس کو	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کمائی کا ذریعہ بنانے کی ممانعت اور اس کے متعلق احادیث	318
447	دیگر شراح صحیح بخاری کی شروح	319
	۳۷۔ بَابٌ	
448	قرآن مجید کی اس وقت تک تلاوت کرو جب تک اس میں تمہارا دل لگا رہے	320
449	حدیث مذکور کی تخریج	320
450	قرآن کریم میں کس قسم کا اختلاف ممنوع ہے اور کس قسم کا اختلاف جائز ہے	320
451	آیات متشابہات کو ترک کرنا اور آیات محکمات کو لازم کرنا	321
452	حدیث مذکور کی شرح کے تین محمل	321
453	قرآن مجید کو تر و تازگی کے ساتھ پڑھنے کی نظیر	321
454	قرآن مجید کی تلاوت کے وقت پڑھنے والوں کا کس قسم کا اختلاف نا جائز ہے اور کس قسم کا اختلاف جائز اور مستحب ہے	321
455	ایصال ثواب کے لیے اجتماعی قرآن خوانی کے جواز اور استحباب کے متعلق مالکی اور شافعی علماء کی تصریحات	322
456	حدیث مذکور کی تخریج	323
457	کتاب اللہ میں جھگڑنے کی ممانعت کا محمل	323
458	کتاب فضائل القرآن کی تکمیل	323
	٦٧۔ كِتَابُ النِّكَاحِ	
1	**نکاح کے احکام کا بیان**	324
2	نکاح کا لغوی معنی	324
3	نکاح کے متعلق احادیث	324
4	نکاح کے متعلق فقہاء مذاہب کے اقوال	324
5	نکاح کے مباح ہونے پر امام شافعی کی دلیل	325
6	امام شافعی کی دلیل کے جوابات	325
7	نکاح کا لفظ عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز ہے یا اس کے برعکس ہے یا دونوں میں مشترک ہے اور دلائل اس پر ہیں کہ نکاح کا لفظ عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز ہے	326
8	راجح یہ ہے کہ نکاح کا لفظ عقد اور وطی دونوں میں مشترک ہے	327
9	امام ابو حنیفہ کے نزدیک نکاح کا لفظ وطی میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ہے	327
10	اس پر دلائل کے نکاح کا لفظ حقیقت میں وطی کے لیے ہے اور اس سے عقد نکاح کا ارادہ کرنا مجاز ہے	328
11	احادیث اور قرآن مجید سے اس پر دلائل کہ نکاح کا لفظ حقیقت میں وطی کے لیے وضع کیا گیا ہے	328
12	عقد نکاح کے مصالح اور فوائد	329
13	فقہاء مذاہب کے نزدیک نکاح کی شرعی تعریفات	329
	نکاح کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء مذاہب کی تصریحات، (نکاح کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب)	330
14	نکاح کے فرض ہونے پر اصحاب الظواہر کے دلائل	331
	نکاح کے مباح ہونے پر فقہاء شافعیہ کے دلائل اور اصحاب ظواہر کے اس قول کا رد کہ نکاح کرنا فرض یا واجب ہے	331
15	نکاح کے مطلوب اور مستحب ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل	332
16	نکاح کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب	333
17	نکاح کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب	333
18	نکاح شرعی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب	333
19	نکاح میں مشغول ہونا نفلی عبادت کے لیے فارغ ہونے سے افضل ہے، اس مسئلہ میں فقہاء احناف کے دلائل	333

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۔ باب	
20	نکاح کی طرف راغب کرنا کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔ (النساء: ۳)	334
21	حافظ ابن حجر کی شرح پر علامہ عینی کا اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب	334
22	حدیث مذکور کی تخریج	335
23	جس نے آپ کی سنت سے اعراض کرنے کی وجہ سے نکاح کو ترک کیا تو وہ مذموم ہے اور جس نے عبادت میں مدد کی وجہ سے نکاح کو ترک کیا تو اس پر ملامت نہیں ہے	335
24	بعض صورتوں میں فقہاء حنبلیہ اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک نکاح کرنا واجب ہے	336
25	رہط اور نفر کا فرق اور جن تین صحابہ نے ازواج مطہرات سے سوال کیا تھا ان کے اسماء اور اس سلسلہ میں دیگر روایات	336
26	صحابہ نے نبی ﷺ کی تنہائی میں عبادت کو کم کیوں سمجھا اور نبی ﷺ نے تنہائی میں زیادہ عبادت کرنے کی کیا وجہ بیان فرمائی	337
27	حدیث مذکور میں نبی ﷺ کی مغفرت کلی کی نوید اور اس وجہ سے آپ کی تمام انبیاء اور مرسلین پر فضیلت	337
28	صحیح البخاری: ۱۸۷۴ پر بعض لوگوں کا یہ اعتراض کہ یہ اسماعیل بن ابان کی روایت ہے اور وہ شیعہ ہے اس لیے یہ روایت مقبول نہیں	337
29	اس اعتراض کا جواب اور متشیع اور شیعہ کا فرق	338
30	اسماعیل بن ابان الوراق کی تعدیل، ثقاہت اور اس کی روایت کے مقبول ہونے کے متعلق ائمہ رجال کی تصریحات	338

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
31	صحیح البخاری: ۱۸۷۴ کی امام احمد رضا سے تائید اور توثیق	339
32	نبی ﷺ نے ان صحابہ کو یہ بتلایا کہ اعتدال سے عبادت کرنا عبادت میں شدت اور مبالغہ کرنے سے افضل ہے	339
33	''جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ مجھ سے نہیں ہے'' اس حدیث کے دو محمل، اور آپ کی میانہ روی کی فضیلت	340
34	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	340
35	دیگر شراح بخاری کی شرح	341
36	نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی عبادت بہ طور شکر کرتے ہیں اور اس کے جلال ذات کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں	342
37	داؤد ظاہری کا نکاح کی فرضیت پر استدلال اور مصنف کا اس پر مواخذہ	342
38	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کا اس حدیث کے ترجمہ میں نبی ﷺ کو گناہ گار لکھنا اور مصنف کا اس پر مواخذہ	343
39	خلاف اولیٰ گناہ نہیں ہوتا، اس پر اعلیٰ حضرت کی تصریح	343
40	حدیث مذکور کی تخریج	345
41	ضروری ہے کہ یتیم لڑکی کا مہر رواج کے مطابق مقرر کیا جائے اور امام مالک کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار	345
42	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	345
43	یتیم لڑکی کو ضرر پہنچانے کی ممانعت	345
44	امام بخاری کے شیخ علی کا پورا نام	346
45	النساء: ۳ کا شان نزول	346
46	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل	346

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
47	دیگر شراح بخاری کی شرح	346
	۲- باب	
48	نبی ﷺ کا ارشاد: تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر نیچی رکھتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت رکھتا ہے اور جس شخص کو نکاح کی حاجت نہ ہو آیا وہ نکاح کرے یا نہ کرے	347
49	جس شخص پر غلبہ شہوت نہ ہو اس کے نکاح کرنے متعلق علماء کا اختلاف	347
50	حدیث مذکور کی تخریج	348
51	جمہور فقہاء کے نزدیک نکاح کرنا مستحب ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک نکاح کرنا فرض ہے	348
52	نکاح کے استحباب اور عدم فرضیت پر جمہور فقہاء کے دلائل	348
53	نکاح کی فرضیت پر غیر مقلدین کے دلائل	348
54	غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات	349
55	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل	349
56	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جو کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا تھا اس کی توجیہ	349
57	نکاح کی فضیلت میں احادیث	350
58	نکاح کی فضیلت میں آثار	351
59	نکاح کے فوائد، محاسن اور ثمرات	351
60	نکاح کی آفات اور اس کے مضر اثرات	352
	۳- باب	
61	جو شخص گھر بسانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کو روزے رکھنے چاہئیں	354
	۴- باب	
62	بیویوں کی کثرت	355
63	حدیث مذکور کی تخریج	355
64	ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	355
65	حضرت ام المومنین سودۃ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	357
66	چار تک عورتوں سے نکاح کرنا مستحب اور مطلوب ہے	358
67	حدیث مذکور کے فقہی مسائل	358
68	نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد اور ان کے اسماء	358
69	عطاء کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی باری کو ساقط کیا تھا اور یہ اس کا وہم ہے، دراصل آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری کو ساقط کیا تھا	359
70	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے سال کے متعلق متعدد اقوال اور صحیح قول کی تعیین	360
71	حضرت میمونہ کی وفات مکہ میں ہوئی تھی اور جس روایت میں ہے کہ ان کی وفات مدینہ میں ہوئی تھی اس روایت میں مدینہ سے مراد شہر ہے خاص مدینہ نہیں	360
72	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کا نسیان یا مغالطہ	361
73	حدیث مذکور کی تخریج	361
74	امت کے لیے بہ یک وقت چار عورتوں سے زیادہ کی نکاح کی اجازت کا نہ ہونا	362
75	اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ نکاح کرنا خصی ہونے سے بہتر ہے، نیز نبی ﷺ کا زیادہ نکاح کرنا عورتوں میں مسائل شرعیہ کی تبلیغ کے لیے ہے	362
76	نبی ﷺ کا زیادہ نکاح کرنا آپ کا عظیم معجزہ ہے	362
77	زیادہ نکاح کرنے کی مدح کی توجیہ	362
78	نبی ﷺ کی تعدد ازواج کے فوائد، مصلحتیں اور حکمتیں	363

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
79	مصنف کے نزدیک نبی ﷺ کی کثرت نکاح کی مصلحتیں اور حکمتیں	363
80	دیگر شراح بخاری کی شرح	364
	۵۔ بَابٌ	
81	جس نے ہجرت کی یا کوئی نیک عمل کیا تا کہ کسی عورت سے نکاح کرے تو اسے اس کا اجر ملے گا	365
82	حدیث مذکور کی تخریج	365
83	مہاجر ام قیس کا تذکرہ	365
84	حضرت ابوطلحہ کے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کی تفصیل	366
85	حدیث مذکور پر ایک اشکال کا جواب	366
86	دیگر شراح بخاری کی شروح	366
87	حدیث میں مذکور کے پہلے دو جملوں کا باہمی فرق اور کن کاموں میں عبادت کی نیت ضروری ہے اور کن کاموں میں عبادت کی نیت ضروری نہیں ہے	367
88	اس اعتراض کا جواب کہ شرط اور جزا میں تغایر ہوتا ہے اور اس حدیث میں شرط اور جزا میں تغایر نہیں ہے	367
	۶۔ بَابٌ	
89	اس تنگ دست کا نکاح کرنا جس کے ساتھ قرآن اور اسلام ہو	367
90	حدیث مذکور کی تخریج	368
91	جس تنگ دست شخص کے پاس قرآن اور اسلام ہو اس کے نکاح کرنے کا جواز	368
92	قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے اس تنگ دست کے نکاح کرنے کے جواز پر دلائل جس کے پاس قرآن اور اسلام ہو	368
93	امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد کی حدیث کو ذکر نہیں کیا، اس کی علامہ کرمانی نے دو توجیہیں کیں جن میں سے دوسری توجیہ کو حافظ ابن حجر نے رد کر دیا	369

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
94	امام بخاری کا لطیف استنباط اور حدیث الباب کی ترجمۃ الباب سے مناسبت	369
95	کفوء میں صرف اسلام کا اعتبار ہے اور خصی کرنے کی ممانعت کی تفصیل	370
96	شدید ضرورت کے بغیر مرد یا عورت کو بانجھ کر دینا جائز نہیں اور اس میں مصنف کی تحقیق	370
97	خصی بکرے کی قربانی کا استحباب	371
	۷۔ بَابٌ	
98	کسی مرد کا اپنے بھائی سے یہ کہنا: دیکھو تم میری جس بیوی کو چاہو حتیٰ کہ میں تمہارے لیے اس سے الگ ہو جاؤں، اس کے متعلق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے	371
99	حدیث مذکور کی تخریج	372
100	صحابہ کرام کا ایثار، رزق حلال کی تلاش میں جدوجہد، ولیمہ کا استحباب اور دوسرے مسائل اور فوائد حدیث	372
101	نکاح کے بعد ولیمہ یعنی دعوت کرنا اور نکاح کے اعلان کے متعلق احادیث	373
102	بازاروں میں تجارت کے لیے جانے کی اباحت	373
103	بازاروں میں جانے کی ممانعت کی توجیہ	374
104	نبی ﷺ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تجارت کے لیے سفر کرنے پر مقرر کرنا	374
105	تجارت کے ذریعے روزی حاصل کرنا ہدیوں پر گزارا کرنے سے بہتر ہے	374
106	گٹھلی کے برابر سونے کا وزن	375
107	گٹھلی کے برابر سونے کی مالیت	375
108	ولیمہ کے شرعی حکم میں فقہاء کا اختلاف	375

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
109	مصنف کے نزدیک ولیمہ کا معیار	375
	۸- بَابٌ	
110	تجرد اور خود کو خصی کرنے کی کراہت	376
111	تَبَتُّل کے معنی کی تحقیق	376
112	حدیث مذکور کی تخریج	376
113	حدیث مذکور کی تخریج	377
114	حدیث مذکور کی تخریج	377
115	تبتل اور ترہب کا معنی اور پاک اور لذیذ چیزوں اور نکاح کو ترک کرنے کی ممانعت	378
116	موٹا اور سخت لباس پہننا اور سبزیاں اور دال کھانا اور گوشت کو ترک کرنا اور اپنے اوپر مشقت کو برداشت کرنا خلاف اولیٰ ہے	378
117	ہمیشہ گوشت اور مرغن اشیاء کھانا بھی انسان کے جسم کے لیے مضر ہے اس لیے سبزیاں اور دالیں بھی کھانی چاہئیں	379
118	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد (متعہ کا منسوخ ہونا اور تقدیر کا اثبات)	379
119	عورتوں کا نکاح کرنے کی فرضیت پر ابن حزم ظاہری کے قرآن اور احادیث سے دلائل	379
120	ابن حزم ظاہری کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ	380
121	بعض جاہل زاہدوں کا قطع شہوت کے لیے اپنے آلہ کو کاٹ لینا مذموم ہے	380
122	خصی ہونے کی ممانعت میں دیگر احادیث	380
123	خصی ہونے کی ممانعت کی حکمت	381
124	جانوروں کو خصی کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	381
125	خصی کرنے کی ممانعت دراصل تقدیر کا ثبوت ہے	381
	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد، نیز اس سوال کا جواب کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو روزہ رکھنے کا حکم کیوں نہیں دیا جس طرح دوسروں کو دیا تھا	382
126	دیگر شراح کی شروح	383
	۹- بَابٌ	
127	کنواری عورتوں سے نکاح کرنا۔	383
128	حدیث مذکور کی تخریج	383
129	کنواری عورت سے نکاح کرنے کی فضیلت	383
130	کنواری عورتوں سے نکاح کی فضیلت میں احادیث	384
131	لفظ بکر کے مزید معانی	384
132	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فصاحت اور بلاغت	284
133	حدیث مذکور کی تخریج	285
134	خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت دکھانے کے متعلق متعدد روایات	385
135	نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نافذ کر دے'' آیا آپ کا یہ ارشاد بہ طور شک تھا یا نہیں	385
136	باکرہ عورتوں سے نکاح کی ترغیب اور حضرت عائشہ اور حضرت زینب کے نکاحوں کے مرتبہ کا باہمی فرق	386
	۱۰- بَابٌ	
137	بیوہ عورتوں کے ساتھ نکاح کا بیان	387
138	حدیث مذکور کی تخریج	387
139	جوان مردوں کا کسی مصلحت کی وجہ سے بیوہ عورتوں سے نکاح کرنے کا جواز	388
140	حدیث مذکور کے مسائل شرعیہ اور اہم فوائد	388
141	متعدد روایات کی روشنی میں حضرت جابر اور نبی ﷺ کی گفتگو کا خلاصہ	388
142	حدیث مذکور کا کتاب الطلاق کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب	389
143	حدیث مذکور کے مسائل شرعیہ اور نکات شریفہ	389

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
144	دیگر شراح بخاری کی شروح	390
145	حدیث مذکور کی تخریج	391
146	مشہور شراح بخاری کا حدیث مذکور کی شرح نہ کرنا	391
147	بیوہ عورت کے مقابلہ میں کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کی فضیلت اور ترجیح	391
	۱۱- بَابٌ	
148	کم عمر لڑکی کا بڑی عمر کے مرد سے نکاح	391
	کم سن نابالغہ لڑکی کے نکاح کرنے کا باپ اور دادا کو اختیار اور نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر	392
149	جس حدیث میں کنواری لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کے نکاح کی ممانعت ہے وہ باپ اور دادا کے کیے ہوئے نکاح کے غیر پر محمول ہے	392
150	جب باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے یتیمہ نابالغہ کا نکاح کسی سے کر دیا تو اس کے جواز میں فقہاء کا اختلاف	392
151	جب باپ کے علاوہ کسی اور ولی نے نابالغہ کا نکاح کر دیا تو اس میں لڑکی کو خیار بلوغ ہوتا ہے، اس کے متعلق فقہاء کے اقوال	392
152	اس پر دلیل کے خیار بلوغ اس وقت ہوتا ہے جب لڑکی بالغ ہو چکی ہو	393
153	امام مالک کے نزدیک یتیم لڑکے اور یتیم لڑکی کے جبراً کیے ہوئے نکاح کے شرعی حکم میں فرق	393
154	حدیث مذکور کے فقہی مسائل	393
155	حدیث کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مطابقت نہ ہونے کے اعتراض کا جواب	394
156	حافظ ابن حجر کی شرح پر علامہ عینی کا اعتراض	394
157	امام بخاری پر اس اعتراض کا جواب کہ حدیث مذکور مرسل ہے متصل نہیں ہے اور ارسال صحت حدیث کے منافی ہے، پھر اس حدیث کا صحیح بخاری میں درج کرنا غلط ہے	394
158	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دینی بھائی ہونا تو مدینہ میں ظاہر ہوا تھا اور آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام مکہ میں دیا تھا	395
159	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے خود نکاح کا پیغام نہیں دیا تھا بلکہ اس پیغام کے لیے حضرت خولہ کو بھیجا تھا	395
160	دیگر اہم شراح بخاری کی شروح	396
161	شیخ العثیمین کی نکاح کے وقت رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمروں کو بیان کرنے میں غلطی	396
162	غیر مسلم مستشرقین کے اس زعم کا رد کہ کم عمر لڑکی کا بڑی عمر کے مرد کے ساتھ نکاح کرنا ظلم ہے	396
163	اس پر دلائل کہ باپ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کسی اور سے کر دے	396
164	باپ کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو غیر کفوء میں نکاح کرنے سے منع کرے	397
165	نکاح غیر کفوء میں مصنف کی تحقیق	397
	۱۲- بَابٌ	
166	کس قسم کی عورت سے نکاح کیا جائے اور کون سی عورت سے نکاح کرنا سب سے افضل ہے اور اپنی نسل چلانے کے لیے اچھی عورت کو منتخب کرنا مستحب ہے مگر یہ واجب نہیں ہے	397
167	مذکور الصدر تین عنوانوں کا ثبوت اور ان کی توجیہ	398
168	حدیث مذکور کی تخریج	398
169	دین دار اور معزز گھرانوں کی خواتین سے نکاح کی ترغیب	398

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
170	اونٹ پر سواری کرنے کی فضیلت	399
171	اپنے نطفوں کے لیے بہترین عورتوں کا انتخاب	399
172	احناہ کا معنی اور احناھن نہ کہنے کی توجیہ	399
173	حضرت مریم بنت عمران قریش کی عورتوں کی افضلیت میں داخل نہیں ہیں کیونکہ وہ کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں	400
174	بعض علماء کے نزدیک حضرت مریم نبیہ ہیں اور جمہور کا قول اس کے خلاف ہے	400
175	حضرت مریم بنت عمران خواہ نبیہ ہوں یا نہ ہوں وہ قریش کی تمام عورتوں سے افضل ہیں	400
176	اس سوال کا جواب کہ قریش کی عورتیں سب سے بہترین عورتیں کیسے ہوسکتی ہیں جب کہ وہ حضرت مریم سے افضل نہیں ہیں	401
177	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی طرف سے علامہ عینی حنفی کے اعتراض کا جواب	401
178	حدیث مذکور کے مسائل	401
179	اوصاف محمودہ کی ترغیب	401
180	تابعین تبع تابعین سے افضل ہوتے ہیں لیکن یہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ بعض تبع تابعین، تابعین سے افضل ہیں	402
	۱۳- باب	
181	باندیوں کو رکھنا اور جس شخص نے اپنی باندی کو آزاد کیا، پھر اس سے نکاح کر لیا	402
182	السّراری کا معنی اور باندیوں کو رکھنے کے متعلق احادیث	402
183	حدیث مذکور کی تخریج	403
184	باندیوں کو رکھنے کے متعلق قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے دلائل	403
185	کسی باندی کو آزاد کر کے اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دینا آیا یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی یا امت کے لیے بھی ایسا کرنا جائز ہے، اس مسئلہ کے متعلق فقہاء مذاہب کی آراء	404
186	آیا نکاح کے انعقاد کے لیے دو مسلمان گواہوں کا ہونا ضروری ہے یا صرف نکاح کا اعلان ہی انعقاد نکاح کے جواز کے لیے کافی ہے، اس مسئلہ میں فقہاء اسلام اور فقہاء مذاہب کی آراء	405
187	اس حدیث کے راوی ابو بردہ کا تذکرہ	406
188	جس نے اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا، اس کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	406
189	اہل کتاب میں سے جو اسلام لے آئے اس کو دو اجر ملنے کی تحقیق	406
190	جن لوگوں کو ان کے نیک عمل پر دو اجر دیئے جائیں گے ان کے متعلق دیگر روایات	407
191	اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے کے لیے مہر جدید ضروری ہے اور اس باندی کو آزاد کرنا اس کے مہر کے لیے کافی نہیں ہے، اور اس مسئلہ	
192	میں شیخ ابن حزم ظاہری کا رد	408
193	دیگر شراح بخاری کی شروح	409
194	حدیث مذکور کی تخریج	410
195	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	410
196	حدیث مذکورہ کے فقہی مسائل، بیوی کو ماں یا بہن کہنے سے نہ طلاق ہوتی ہے نہ ظہار	410
197	حدیث مذکور کے الفاظ کی تحقیق اور مشکل الفاظ کے معانی	410
198	حضرت ابراہیم علیہ السلام جس بستی میں گئے تھے اس بستی کا نام اور اس ظالم بادشاہ کا نام	410
199	حضرت سارہ علیہا السلام کا تذکرہ	411
200	ظالم بادشاہ کا حضرت سارہ کے ساتھ بے حرمتی کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ارادہ اور اس کا نام اور اس کا ذلیل ہونا اور حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کی تعظیم کرنا	411
201	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہ ظاہر تین جھوٹوں کے توریہ ہونے کی تفصیل	412
202	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توریہ پر علامہ ابن جوزی کا اشکال اور پھر ان کا جواب	413
203	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت	413
204	حافظ ابن حجر شافعی کی طرف سے علامہ عینی حنفی کے اعتراض کا جواب	414
205	دیگر شراح بخاری کی شروح	414
206	حدیث مذکور کی تخریج	415
207	حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اور نبی ﷺ سے ان کے نکاح کا مفصل واقعہ	415
208	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے فضائل، ان کی خصوصیات اور ان کی روایات	416
209	اس اعتراض کے جوابات کہ نبی ﷺ نے حضرت صفیہ کو حضرت دحیہ کو ہبہ کر کے ان سے واپس لے لیا تھا حالانکہ یہ مکروہ ہے	418
210	اس کی تحقیق کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا کوئی مہر مقرر کیا گیا تھا یا ان کے آزاد کرنے کو ہی رسول اللہ ﷺ نے ان کا مہر قرار دیا تھا اور اس کے ضمن میں فقہی مسائل	419
211	زیر بحث مسئلہ میں جمہور فقہاء کا مسلک	419
212	صحابہ کرام کا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح میں تردد کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپ نے بغیر مہر اور گواہوں کے ان سے نکاح کیا تھا اور اس مسئلہ میں علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل کے جوابات	419
213	نکاح میں گواہوں کی شرط کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	420
214	نکاح میں گواہوں کی شرط کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	421
215	دو عادل گواہوں کی شرط کی حدیث کی تخریج اور تحقیق	421
216	نکاح میں دو گواہوں کی شرط کے خلاف علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل اور مصنف کے جوابات	422
	۱۴۔ باب	
217	جس نے باندی کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دیا	423
218	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کو ان کا مہر قرار دینے کے متعلق فقہاء مذاہب کا اختلاف	423
219	ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینا بھی رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے	424
220	حضرت جویریہ کے خاندان کے آزاد کردہ قیدیوں کی تعداد	425
221	حضرت صفیہ کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینا نبی ﷺ کی خصوصیت ہے	425
222	اگر کسی نے باندی کو نکاح کی شرط پر آزاد کیا اور باندی نے اس کو قبول کر لیا تو باندی پر لازم ہے کہ وہ اپنی قیمت مالک کو ادا کرے	425
223	صورت مذکورہ میں فقہاء مذاہب کے اقوال	426
	۱۵۔ باب	
224	تنگ دست کا نکاح کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ (النور: ۳۲)	426
225	حدیث مذکور کی تخریج	427
226	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل	427
227	حدیث مذکور کے مسائل دقیقہ اور نکات لطیفہ اور	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	منگیتر کے چہرہ کو دیکھنے کے متعلق احادیث	428
228	تنگ دستی فی الحال نکاح سے مانع نہیں ہے	430
229	تین دفعہ نکاح میں ایجاب وقبول کرانے کی شرعی حیثیت	430
	١٦- بَابٌ	
230	دین میں کفوء کا اعتبار	430
231	کفوء کا معنی اور نسب اور صہر کی تعریف	430
232	کفوء میں صرف دین کا اعتبار ہے یا اس میں نسب بھی معتبر ہے، اس میں فقہاء اسلام کی آراء	430
233	کفوء میں نسب کا اعتبار کرنے پر بعض احادیث سے استدلال اور اس استدلال کا ضعف	431
234	الفرقان: ۵۴ کا شان نزول، نسب اور صہر کی مثالیں	431
235	حدیث مذکور کی تخریج	432
236	نکاح میں کفوء کا اعتبار کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب	733
237	کفوء میں نسب اور مال کے اعتبار کرنے پر دلائل	433
238	کفوء میں صرف دین کے معتبر ہونے پر دلائل	433
239	کفوء میں اعتبار نسب کے دلائل کے جوابات	434
240	حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی اس باب کے عنوان کے غیر متعلق کی ہوئی شرح	434
241	نکاح غیر نسب اور غیر کفوء میں فقہاء حنبلیہ کا موقف	435
	حدیث مذکور کی تخریج	436
242	عذر در پیش ہونے کی وجہ سے احرام کھولنے کی شرط میں فقہاء مذاہب کا اختلاف	436
243	علامہ ابن ملقن کا اس شرط کو احصار پر محمول کرنا	437
244	غیر کفوء اور غیر نسب میں نکاح کے جواز کی ایک اور دلیل	437
245	مسئلہ کفوء میں دیوبندی علماء کا مسلک	438
246	غیر مقلدین کا مسئلہ کفوء میں موقف	438
247	حدیث مذکور کی تخریج	438
248	مال دار بیوی کے مال سے شوہر کے فائدہ اٹھانے کا جواز	438
249	مہر پر عورت کی ملکیت اور اس پر تصرف کے متعلق فقہاء کا اختلاف	439
250	''تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں'' اس جملہ کا معنی	439
251	حسب کا لغوی اور عرفی معنی	439
252	کفوء میں مال کا اعتبار کرنے کی توجیہ	440
253	کفوء کے متعلق احادیث مرویہ پر علامہ عینی حنفی کا تبصرہ	440
254	عورت کے حسب، اس کے جمال اور اس کے دین کا معنی	440
255	حدیث مذکور کی تخریج	441
256	ہر فقیر کا ہر غنی سے افضل نہ ہونا	441
257	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	442
258	نبی ﷺ کے پاس سے گزرنے والے دو مردوں کا تعارف	442
259	علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور حافظ ابن حجر سے مناقشہ	442
260	حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح	442
261	اس نکاح کے متعلق شارحین بخاری اور مؤرخین اسلام کی تصریحات	443
262	اس نکاح کے متعلق دیگر اکابر اسلام کی تصریحات	443
263	حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین اور حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین کا غیر فاطمی جوانوں سے نکاح	444
264	حضرت حسن بن حسن کی صاحب زادیوں کا غیر	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	فاطمی جوانوں سے نکاح	445
265	فاطمی سیدات کے غیر فاطمی جوانوں کے ساتھ نکاح کو حرام کہنے والوں کے لیے لمحہ فکریہ	445
266	سیدہ کے غیر سید سے نکاح کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا موقف	445
267	مسئلہ کفو کی تحقیق میں حرف آخر	446
	۱۷۔ باب	
268	کفوء میں مال کا اعتبار کرنا اور تنگ دست کا مال دار عورت سے نکاح کرنا	446
269	حدیث مذکور کی تخریج	447
270	اَلْمَثْرِبَه کا معنی اور اس حدیث کی روایت سے امام بخاری کی غرض	447
271	سلطان کی اجازت کے بغیر یتیم لڑکی کا نکاح کرنے میں فقہاء مذاہب کی آراء	448
272	نابالغ لڑکی کا نکاح کرنے میں ولی کا حق	448
273	تنگ دست مرد کا مال دار عورت سے نکاح کرنے کا جواز	448
	۱۸۔ باب	
274	عورت کی نحوست سے بچنے کا حکم اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں۔ (التغابن: ۱۴)	449
275	حدیث مذکور کی تخریج	449
276	حدیث مذکور کی تخریج	450
277	حدیث مذکور کی تخریج	450
278	قرآن مجید اور احادیث سے عورت کے نقصان دہ فتنہ ہونے کا بیان	450
279	اس باب کی احادیث کی دوسری احادیث سے تعارض کا جواب	451
280	بہ کثرت احادیث سے عورت، گھر اور سواری کی نحوست کی تفصیل	451
281	عورتوں کے نقصان دہ فتنہ کا بیان	451
282	عورت، گھر اور گھوڑے کی نحوست	452
283	احادیث مذکورہ پر ایک اعتراض کا جواب	452
	۱۹۔ باب	
284	غلام کے نکاح میں آزاد عورت	452
285	حدیث مذکور کی تخریج	453
286	حدیث مذکور کی امام بخاری کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت	453
287	جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اس کو خیار عتق ہوتا ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام	453
288	حضرت بریرہ کے شوہر کے آزاد یا غلام ہونے کے متعلق مختلف متضاد روایات	453
289	حدیث مذکور کی متعدد توجیہات اور صحیح توجیہ یہ ہے کہ جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو خیار عتق ہوتا ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام	454
290	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور جب صدقہ ہدیہ ہو جائے تو وہ سید اور غنی کو کھلایا جا سکتا ہے	454
291	چونکہ تبدیل ملک سے تبدیل عین ہو جاتا ہے اس لیے حرام کاروبار کرنے والے سے کوئی چیز صحیح طریقہ سے خریدنا اور اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے	455
292	لذیذ چیزوں کو ترک کرنا تقویٰ نہیں ہے بلکہ مذموم ہے	445
	۲۰۔ باب	
293	چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح نہ کرے	465
294	بہ یک وقت چار سے زائد عورتوں سے نکاح کا عدم جواز اجماع سے، قرآن مجید سے اور امام زین العابدین کے قول سے	456

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
295	حدیث مذکور کی تخریج	457
296	روافض کا نبی ﷺ کی نو ازواج سے چار سے زیادہ نکاح کرنے پر استدلال اور اس کا جواب	457
297	روافض کے قول کے باطل ہونے پر مزید دلیل	457
298	کتاب النکاح کی تکمیل	457
	كِتَابُ الرَّضَاعِ	
299	**دودھ کے رشتوں کے احکام**	459
	۲۱۔ بَابٌ	
300	اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا (وہ بھی تم پر حرام ہیں)	459
301	حدیث مذکور کی تخریج	459
302	دودھ پینے کی وجہ سے حرمت کے رشتوں کی تفصیل	460
303	رضاعت کی وجہ سے رضاعی ماں کو دیکھنا، اس سے خلوت میں ملنا اور دیگر امور کا حلال ہونا	460
304	رضاعی چچا کی حرمت کا سبب	460
305	رضاعی چچا کی حرمت پر مزید دلائل	461
306	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	461
307	بعض حنبلی فقہاء کا رضاعی ماں اور رضاعی بہن کی حرمت کے لیے پانچ چسکیوں کی قید لگانا اور مصنف کا اس پر تعاقب	461
308	حدیث مذکور کی تخریج	462
309	علامہ بدر الدین عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	462
310	حضرت حمزہ کی بیٹی کے آپ کی رضاعی بھتیجی ہونے کی تحقیق	463
311	چار قسم کی عورتوں کا نسب سے حرام ہونا اور رضاعت سے حرام نہ ہونا اور اس میں حافظ ابن حجر کی تحقیق	463
312	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	464
313	فتح الباری کی مذکور الصدر عبارت پر علامہ عینی کا اعتراض	464
314	فتح الباری پر علامہ عینی کا دوسرا اعتراض اور مصنف کا محاکمہ	464
315	حضرت علی کی حضرت حمزہ کی بیٹی سے نکاح کی پیش کش کی توجیہات اور ان میں علامہ عینی کا محاکمہ	465
316	حدیث مذکور کی تخریج	466
317	دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی تحریم کے باوجود حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہ سوال کیوں کیا کہ آپ ان کی بہن سے نکاح کرلیں	466
318	بعض رضاعی رشتہ داروں سے نکاح کے جواز کے متعلق فقہاء مذاہب کی آراء	466
319	امام بخاری کا اس حدیث کی روایت میں بعض الفاظ کا ساقط کرنا	467
320	ابولہب کافر تھا، پھر ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف کیوں ہوئی؟	467
321	رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت کی وجہ سے ابو لہب کافر کے عذاب میں تخفیف	468
322	اللہ تعالیٰ کا محض اپنے فضل سے بعض کفار کو ان کے نیک کاموں پر اجر عطا فرمانا	468
323	نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا	468
324	ابولہب کو اس کے انگوٹھے کے سوراخ سے نبی ﷺ کی برکت کی وجہ سے دوزخ میں پانی پلانا	469
325	ابولہب کے عذاب میں تخفیف کا سبب نبی ﷺ کے ساتھ تعلق کا ہونا ہے	469
326	شیخ وحید الزماں غیر مقلد کا اس حدیث کی شرح میں مجلس میلاد کو بدعت قرار دینا	469

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
327	ایک اور غیر مقلد عالم نواب صدیق بن حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ کا مجلس میلاد کو بدعت قرار دینا	469
328	علماء دیوبند کا بھی مجلس میلاد کو ناجائز قرار دینا	469
329	علماء اہل سنت کا انعقاد محفل میلاد کے متعلق نظریہ	470
	شرح صحیح مسلم میں محفل میلاد کے انعقاد کے جواز کے دلائل کے عنوانات	470
330	تبیان القرآن میں محفل میلاد کے جواز کے دلائل کے عنوانات	471
331	عید میلاد النبی کے اجتماع کے جواز پر مزید دلائل اور اس سلسلہ میں علامہ ابن الجوزی کے رسالہ کی تلخیص	471
332	میلاد النبی کے جواز کے سلسلہ میں نواب صدیق حسن خان بھوپالی کے رسالہ ''الشمامة العنبریہ'' کی تلخیص	472
333	میلاد النبی کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نظریہ	474
334	مشہور اسکالر علامہ حافظ عبدالمجید نقشبندی شرق پوری مقیم برسٹل انگلینڈ کا مصنف کو مشورہ	474
335	شیخ ابن تیمیہ کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ	475
336	محافل میلاد النبی ﷺ میں رسول اللہ ﷺ کے فضائل پر مبنی خطابات اور نعت خوانی کا استحباب اور نعت خوانوں کو نذرانے دینے کا استحسان	475
337	رسول اللہ ﷺ کی نعتیں پڑھنا صحابہ کی سنت ہے اور نعتیں سننا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے	475
338	آج کل کے نعت خوانوں کا نعتوں میں شریعت سے انحراف کرنا	476
339	محافل نعت کا ایک المیہ	476
340	میلاد النبی کے جلوس میں اصلاح کی ضرورت	477
	۲۲-باب	
341	جس نے کہا: دو سال کے بعد دودھ نہیں پلایا جائے گا	478
342	دودھ پلانے کی مدت کے مکمل ہونے میں فقہاء مذاہب کا اختلاف	478
343	علامہ بدرالدین عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	478
344	تیس ماہ دودھ پلانے کی مدت کی وضاحت	479
345	فقہاء شافعیہ کی پیش کردہ حدیث مرفوع کا جواب	479
346	زیر بحث مسئلہ میں فقہاء احناف کی تحریر	480
347	حدیث مذکور کی تخریج	480
348	غیر مقلدین کے اس قول کا رد کہ ''بڑی عمر والے کے دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے''	481
349	حرمت کے ثبوت کے لیے دودھ پلانے کی مقدار میں اختلاف فقہاء	481
	۲۳-باب	
350	مرد (کے سبب سے جو) دودھ (حاصل ہو)	483
351	لبن الفحل کا معنی	483
352	لبن الفحل کی وجہ سے حرمت رضاعت میں صحابہ، تابعین، مجتہدین اور دوسرے فقہاء کا اختلاف	483
353	حدیث مذکور کی تخریج	484
354	رضاعی چچا کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اشکال کا سبب	484
355	مرد کے دودھ سے ثبوت حرمت پر عقلی دلیل	484
356	دودھ پلانے والی کے دعویٰ اور دودھ پینے والے کی تصدیق سے رضاعت کے ثبوت پر حدیث مذکور سے استدلال	485
357	کم مقدار میں (ایک چسکی) دودھ پینے سے بھی	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	رضاعت کے ثبوت پر حدیث مذکور سے استدلال	485
358	حدیث مذکور کے مسائل فقہیہ اور نکات لطیفہ (حضرت افلح کے رضائی چچا ہونے کی وضاحت)	485
359	افلح نام رکھنے کی تحقیق	486
360	فقہاء احناف کے قاعدہ کے خلاف قوی حجت	486
361	حافظ ابن حجر عسقلانی کی فقہاء احناف کے خلاف قوی حجت پر علامہ عینی حنفی کا تبصرہ	487
362	حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب اور اس پر مصنف کا تبصرہ	487
	۲۴۔ باب	
363	دودھ پلانے والی کی گواہی	488
364	حدیث مذکور کی تخریج	488
365	ایک عورت کی گواہی سے رضاعت کے ثبوت میں فقہاء کا اختلاف اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب پر دلیل	488
	۲۵۔ باب	
366	کون سی عورتوں سے نکاح حلال ہے اور کون سی عورتوں سے نکاح حرام ہے	489
367	ان چودہ عورتوں کا بیان جن سے کسی مرد کا نکاح کرنا جائز نہیں	491
368	قرآن مجید سے نسبی عورتوں کی تحریم کی تفصیل	492
369	قرآن مجید سے رشتہ رضاعت اور رشتہ صہر (سسرال) کی عورتوں کی تحریم کی تفصیل	492
370	عبداللہ بن جعفر کے نکاح میں حضرت علی کی بیٹی اور ان کی بیوہ کے جمع ہونے کی تحقیق اور اس میں مذاہب فقہاء	494
371	جن دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے، اس کی تحقیق اور مذاہب فقہاء	494
372	جس عورت سے زنا کیا ہو تو اس کی ماں یا بیٹی کے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حرام ہونے میں فقہاء کا اختلاف	495
373	اغلام بازی کی وجہ سے فاعل پر مفعول کی ماں کے ساتھ نکاح کے متعلق فقہاء کا اختلاف	495
374	عبداللہ بن جعفر نے جن دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کیا تھا ان کے اسماء	496
375	کسی عورت کے ساتھ زنا کرنے کے سبب سے زانی پر اس عورت کی بیٹی یا اس کی ماں کے حرام ہونے	
376	میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کے دلائل	496
377	جمہور کی دلیل کا مصنف کی طرف سے جواب	497
	۲۶۔ باب	
378	اور تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔ (النساء:۲۳)	497
379	حدیث مذکور کی تخریج	498
380	ماؤں کے ساتھ دخول کے معنی میں فقہاء کا اختلاف	498
	رَبِیبَہ کی تحریم میں غیر مقلدین کا مرد کے زیر پرورش ہونے کی قید کو قید احترازی قرار دینا اور اس کے مفہوم مخالف کا اعتبار کرنا اور ان کے اس قول کا رد	499
381	النسآء: ۲۳، میں زیر پرورش کی قید کا مفہوم مخالف معتبر نہ ہونا اور اس قید کا ذکر بہ طور عادت غالبہ ہونا	499
382	جماع کو دخول، مس اور لمس کے ساتھ تعبیر کرنے کی توجیہ	500
383	ربائب کے مطلقاً حرام ہونے کی دلیل	501
384	جو ربائب مرد کے زیر پرورش نہ ہوں ان کے مرد پر حرام ہونے میں فقہاء کا اختلاف	501
385	ربائب کے مرد پر حرام ہونے میں اس کے زیر پرورش ہونے کی شرط کی نفی پر امام بخاری کا	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	استدلال	501
386	حدیث میں نواسہ کو بیٹا فرمانے سے امام بخاری کا مقصد	502
	٢٧۔ باب	
387	(اور تم پر حرام کیا گیا ہے) یہ کہ تم دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع کرو۔ (النسآء: ٢٣)	502
388	حدیث مذکور کی تخریج	503
389	دو بہنوں کو جمع کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف اور غیر مقلدین کا شاذ قول	503
390	غیر مقلدین کی دلیل کا جواب	503
	٢٨۔ باب	
391	کسی عورت کا اس کی پھوپھی کے اوپر نکاح نہ کیا جائے	504
392	حدیث مذکور کی تخریج	504
393	حدیث مذکور کی تخریج	505
394	عورت، اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ کو ایک نکاح میں جمع کرنے کے متعلق فقہاء مذاہب کی تفصیل	505
395	پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث	505
396	احادیث مذکورہ سے کتاب اللہ پر اضافہ اور رضاعی پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو بھی نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت	506
	٢٩۔ باب	
397	شغار یعنی ادلہ بدلہ کے نکاح کا حکم	506
398	شغار کا معنی اور نکاح شغار کی وجہ تسمیہ	506
399	حدیث مذکور کی تخریج	507
400	نکاح شغار کے شرعی حکم کے متعلق مذاہب فقہاء	507
	نکاح شغار کے جواز پر امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی دلیل	507
401	نکاح شغار کے عدم جواز پر امام مالک اور امام شافعی کی دلیل	507
402	نکاح شغار میں مہر مقرر کرنے کی صورت میں مذاہب فقہاء	508
403	نکاح شغار کے عدم جواز کے متعلق احادیث	508
404	نکاح شغار کے متعلق غیر مقلدین کا موقف	508
405	نکاح شغار کے باطل ہونے پر غیر مقلدین کے دلائل	509
406	نکاح شغار کے جواز پر امام ابوحنیفہ کی طرف سے دلائل	509
407	نکاح شغار کے متعلق مصنف کے دلائل	510
	٣٠۔ باب	
408	آیا عورت کسی کو اپنا نفس ہبہ کر سکتی ہے؟	511
409	اگر کوئی عورت کسی مرد کو اپنا نفس ہبہ کر دے تو اس	
410	کے متعلق مذاہب فقہاء	511
411	حدیث مذکور کی تخریج	512
412	لفظ ہبہ سے انعقاد نکاح میں فقہاء کا اختلاف	512
413	لفظ ہبہ سے عدم انعقاد نکاح پر دلائل	513
414	لفظ ہبہ سے انعقاد نکاح پر دلائل	513
	٣١۔ باب	
415	محرم کا نکاح	514
416	حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک نکاح سے ممانعت کی حدیث کا صحیح نہ ہونا	514
417	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	514
418	حدیث مذکور کی تخریج	514
419	محرم کے نکاح کرنے کی حدیث پر فقہاء شافعیہ کے چار اعتراضات	514
420	فقہاء شافعیہ کے چار مذکورہ اعتراضات کے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	جوابات (حالت احرام میں نکاح کے جواز کے متعلق احادیث)	515
421	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے احرام کے بغیر نکاح کرنے کی حدیث کی سند پر جرح اور تنقید	516
422	حالت احرام میں نکاح سے ممانعت کی حدیث کی سند پر جرح اور تنقید اور بر تقدیر ثبوت اس کی تاویل	517
423	محرم کے نکاح میں امام احمد بن حنبل کا مسلک	517
	۳۲۔ باب	
424	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر میں نکاح المتعہ سے منع فرمانا	518
425	حدیث مذکور کی تخریج	518
426	شیعہ کے اس زعم کا رد کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مطلقاً جواز المتعہ کے قائل تھے	519
427	حدیث مذکور کی تخریج	520
428	تحریم متعہ کے متعلق احادیث صحیحہ	520
429	متعہ کی اباحت کا صرف حالت جنگ اور حالت اضطرار میں ہونا، بعد میں اس کو منسوخ کر دینا	520
430	حضرت ابن عباس کے جواز متعہ کے قول کی توجیہ اور حضرت عمر کی ممانعت متعہ کی تحقیق	521
431	تحریم متعہ پر تمام فقہاء اور محدثین کا اجماع	522
432	تحریم متعہ پر علامہ ابن بطال کے استدلال پر مصنف کا اشکال اور مصنف کی طرف سے تحریم متعہ کے متعلق قرآن مجید کی آیات	522
433	حجۃ الوداع میں تحریم متعہ کی توجیہ	523
434	متعہ کی تحریم کا تعدد اور اس کی توجیہ	524
435	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جواز متعہ کی روایت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ	524
436	بعض مسائل میں حضرات صحابہ کا آپس میں اختلاف کے باوجود باہمی احترام کو قائم رکھنا، اس مسئلہ میں مصنف کی تحقیق	525

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۳۳۔ باب	
437	کسی عورت کا اپنے آپ کو نیک مرد پر پیش کرنا	525
438	علامہ بدر الدین عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	526
	۳۴۔ باب	
439	انسان کا اپنی بیٹی یا اپنی بہن کو نیک مسلمانوں پر پیش کرنا	527
440	حدیث مذکور کے مسائل دقیقہ اور نکات لطیفہ	528
	۳۵۔ باب	
441	اللہ عزوجل کا ارشاد: اور تم پر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم عدت والی عورتوں کو اشارہ، کنایہ سے نکاح کا پیغام دو یا تم اپنے دلوں میں چھپاؤ، اللہ کو علم ہے کہ (الی ان قال) بے شک اللہ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے ○ (البقرۃ: ۲۳۵)	529
442	آیت مذکورہ کا چار احکام کو متضمن ہونا	529
443	آیت مذکورہ کی تفسیر، تعریض اور کنایہ کا فرق	530
444	جہالت کی وجہ سے عدت کے دوران نکاح کا پیغام دینے کے متعلق مذاہب فقہاء	531
445	عدت کے دوران نکاح کرنے اور دخول کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	531
446	عدت کے دوران تعریضاً نکاح کا پیغام دینے کی مثالیں	532
447	اگر عدت کے دوران عورت نکاح کا وعدہ کر لے یا مرد صراحتاً نکاح کا پیغام دے یا نکاح کر لے تو اس کے متعلق مذاہب فقہاء	532
448	خفیہ وعدے کی متعدد تفاسیر اور حسن بصری کی تفسیر پر اعتراض	533
449	جس عدت کے دوران تعریضاً نکاح کا پیغام دینا جائز ہے اس سے مراد آیا عدت وفات ہے یا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	عدت طلاق؟	533
	٣٦۔ باب	
450	نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنے کا حکم	533
451	جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو اس کی طرف دیکھنے کے بارے میں مذاہب فقہاء اور اس سے متعلق احادیث	533
	٣٧۔ باب	
452	جس شخص نے کہا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم انہیں ان کے (انہی پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔ (البقرۃ: ٢٣٢)	537
453	البقرۃ: ٢٣٢ سے اس عنوان پر امام بخاری کے استدلال کو علامہ عینی کا بہ کثرت دلائل سے رد کر دینا	537
454	النساء کے عموم میں بیوہ اور کنواری عورتوں کا داخل ہونا	538
455	علامہ عینی کا امام بخاری پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے جواب	538
456	امام بخاری کے استدلال پر علامہ عینی کا رد، علامہ کرمانی کی امام بخاری کی طرف سے توجیہ، اور	
457	اس پر پھر علامہ عینی کا رد	539
458	زمانہ جاہلیت کے دیگر نکاح	541
459	عورت کے از خود نکاح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	541
460	حدیث مذکور کا امام بخاری کے مطلوب پر دلالت نہ کرنا	542
461	حدیث مذکور کا امام بخاری کے موقف پر دلالت نہ کرنا	543
462	حدیث مذکور سے امام بخاری، ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین کے مذہب کا باطل ہونا اور امام اعظم کے مذہب کا ثابت ہونا	544
463	ائمہ ثلاثہ کا احادیث مذکورہ سے ولی کی شرط پر استدلال اور امام ابوحنیفہ پر تعاقب	545
464	مصنف کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کو رد کرنا اور امام اعظم رحمہ اللہ کی تائید کرنا	545
465	ائمہ ثلاثہ نے جس حدیث سے ولی کی شرط پر استدلال کیا ہے اس حدیث پر تبصرہ	545
466	ائمہ ثلاثہ نے جس حدیث سے ولی کی شرط پر استدلال کیا ہے اس کے خلاف ایک اور دلیل	546
467	ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے جن احادیث سے ولی کی شرط پر استدلال کیا ہے ان کی اسانید پر تبصرہ	547
468	امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کی طرف سے بالغہ عورتوں کے از خود نکاح کرنے کے جواز پر قرآن مجید سے دلائل	548
469	امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کی طرف سے بالغہ عورتوں کے از خود نکاح کرنے کے جواز پر احادیث صحیحہ اور فقہاء تابعین کے اقوال سے دلائل	549
470	بالغہ عورت کے نکاح میں ولی کی شرط کی بحث کا خلاصہ	551
	٣٨۔ باب	
471	جب عورت کا ولی خود اسے نکاح کا پیغام دینے والا ہو	551
472	امام بخاری کا اس عنوان کو مبہم رکھنا حالانکہ وہ اس حکم کے جواز کے قائل ہیں	552
473	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	553
474	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا جواب اور مصنف کا محاکمہ	553
475	امام بخاری کی مذکورہ چار تعلیقات کی شرح	553
476	علامہ عینی کا امام بخاری اور علامہ کرمانی کے ساتھ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مناقشہ	554
477	علامہ کرمانی کا امام بخاری پر اعتراض	554
478	جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کا ولی ہونا	554
	۳۹۔ باب	
479	مرد کا اپنی کم عمر اولاد کا نکاح کرنا	554
480	نابالغ اور کم عمر لڑکے اور لڑکی کے نکاح کا جواز اور جو کسی سبب سے جماع کرنے کے نا قابل ہوں ان کے نکاح کا جواز	554
481	کتنی عمر میں لڑکی کو خاوند کے پاس بھیجنا چاہیے، اس مسئلہ کے متعلق مذاہب فقہاء	556
482	نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق مختلف روایتوں میں تطبیق	556
	۴۰۔ باب	
483	باپ کا اپنی بیٹی کا نکاح مسلمانوں کے امیر سے کر دینا	556
484	مسلمانوں کے امیر کی ولایت کی بہ نسبت والد کی ولایت کا زیادہ قریب ہونا	557
485	حدیث مذکور سے علامہ ابن بطال کا ولی کی شرط پر استدلال اور مصنف کا اس پر تعاقب	557
	۴۱۔ باب	
486	مسلمانوں کا امیر ولی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ہم نے اس عورت کا تمہارے ساتھ نکاح کر دیا کیونکہ تمہیں قرآن مجید حفظ ہے"۔	557
487	اس پر اجماع کہ عورت کا ولی نہ ہو تو مسلمانوں کا امیر اس کا ولی ہے اور جب کنواری لڑکی یا بیوہ عورت کا ولی اقرب غائب ہو تو اس کی ولایت میں فقہاء کا اختلاف	558
488	کنواری لڑکی کے بھائی کا اپنی بہن کے نکاح کرنے کا جواز اور اس پر امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے دلائل	558
489	کنواری لڑکی کے ولی کے متعلق مذاہب فقہاء	559
490	کنواری لڑکی کے نکاح کرنے کا زیادہ مستحق ولی ہے یا وصی؟ اس میں مذاہب فقہاء	559
	۴۲۔ باب	
491	کنواری لڑکی یا بیوہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ لڑکی کا باپ کرے نہ کوئی اور کرے	559
492	کنواری لڑکی اور بیوہ عورت کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر کرنے کی ممانعت	560
493	کنواری لڑکی اور بیوہ عورت کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر کرنے کی ممانعت کے متعلق امام ابو حنیفہ کا موقف اور ان کی دلیل	560
494	کنواری لڑکی اور بیوہ عورت کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر کرنے کی ممانعت کے متعلق امام مالک اور امام شافعی کا موقف اور ان کی دلیل	560
495	امام مالک اور امام شافعی کی اپنے موقف کے خلاف حدیث مذکور کی تاویل اور فقہاء احناف کی دلیل کا جواب اور مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی تاویل کا جواب	561
496	نابالغہ بیوہ عورت کے نکاح کے متعلق فقہاء کا اختلاف	561
	۴۳۔ باب	
497	جب کوئی باپ اپنی بیٹی کا نکاح اس کی پسند کے خلاف کر دے تو اس کا نکاح مردود ہے	562
498	بیوہ بیٹی کا اس کی مرضی کے بغیر کیے ہوئے نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء	562
499	بیوہ بیٹی کی اجازت کے بغیر کیے ہوئے نکاح میں آیا خیار بلوغ ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مذاہب	

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	فقہاء	563
500	حضرت خنساء بنت خدام کے جبری نکاح کے متعلق	
501	کتب حدیث کی روایات	563
	۴۴۔ باب	
502	یتیم لڑکی کا نکاح کرنا	564
503	ایجاب اور قبول کے درمیان فصل اور وقفہ کے باوجود نکاح کا صحیح ہونا	564
504	یتیمہ نابالغہ سے اس کے ولی کے نکاح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر تعاقب	566
505	مصنف کی طرف سے امام ابوحنیفہ کے استدلال کی وضاحت اور علامہ ابن بطال مالکی پر مصنف کا تعاقب	566
	۴۵۔ باب	
506	جب کسی مرد نے لڑکی کے ولی سے کہا: فلانہ سے میرا نکاح کر دو تو ولی نے کہا میں نے تمہارے ساتھ اس کا نکاح اتنے اتنے مہر کے عوض کر دیا تو یہ نکاح جائز ہے اگرچہ اس نے خاوند سے رضامندی یا قبولیت نہ پوچھی ہو	567
507	امام بخاری کے قائم کردہ عنوان کا قاعدہ کلیہ نہ ہونا	567
	۴۶۔ باب	
508	اپنے بھائی کے پیغام نکاح کے اوپر پیغام نکاح نہ دے حتی کہ وہ خود نکاح کر لے یا اس رشتہ کو چھوڑ دے	568
509	منگنی پر منگنی کی ممانعت آیا تحریم کے لیے ہے یا	
510	تنزیہ کے لیے، اس میں مذاہب فقہاء	569
511	منگنی پر منگنی کرنے کی تحریم اور اباحت کا محمل	570
	۴۷۔ باب	
512	منگنی ترک کرنے کی تفسیر	570
513	اس سوال کا جواب کہ امام بخاری نے منگنی پر منگنی ترک کرنے کا عنوان قائم کیا ہے حالانکہ بعض فقہاء کے نزدیک منگنی پر منگنی کرنا جائز ہے	570
	۴۸۔ باب	
514	خطبہ کا بیان	571
515	خطبہ نکاح کے متعلق متن احادیث	571
516	نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا آیا واجب ہے یا مستحب؟	572
517	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت اور سحر کی دو قسمیں	572
	۴۹۔ باب	
518	نکاح اور ولیمہ کی تقریب میں دف بجانا	573
519	حدیث مذکور کے مسائل	573
520	دف بجانے کے متعلق احادیث اور ان کی فنی حیثیت	574
521	اس اشکال کا جواب کہ نبی ﷺ ایک اجنبی عورت کے قریب بیٹھ گئے	575
522	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	575
523	نوحہ کا معنی اور اس کا بیان کہ حضرت الربیع کے آباء بدر کی بجائے احد میں قتل کیے گئے تھے	575
524	مطلقاً غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور نبی ﷺ نے جو غیب کی خبریں دی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے دی ہیں	576
	۵۰۔ باب	
525	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔ (النساء: ۴)	576
526	مہر کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار کا معین نہ ہونا	577

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
527	قطرۃ کی مقدار کے متعلق متعدد اقوال	577
528	زیادہ سے زیادہ مہر کے متعلق متعدد روایات	577
529	کم سے کم مہر کے متعلق متعدد روایات اور فقہاء مذاہب کے اقوال	578
530	کم از کم مہر کی مقدار کے متعلق امام شافعی کے دلائل اور مصنف کی طرف سے ان کے جوابات	579
	۵۱۔ باب	
531	بغیر مہر کے تقرر کے قرآن پر نکاح کرنا	580
532	تعلیم قرآن کو مہر قرار دینے کے متعلق مذاہب فقہاء	581
533	امام شافعی کی دلیل کا امام ابوجعفر طحاوی حنفی کی طرف سے جواب	581
534	''فرفیہا رأیک'' کی تفصیلی تحقیق	582
	۵۲۔ باب	
535	سامان اور لوہے کی انگوٹھی کو مہر قرار دینا	583
536	عرض کا معنی	583
	۵۳۔ باب	
537	نکاح کی شروط	583
538	شرائط نکاح کی اقسام	583
539	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ عورت کی لگائی ہوئی شرط پوری کی جائے گی	584
540	عقد نکاح میں عورت کی لگائی ہوئی شروط کے متعلق مذاہب فقہاء	584
541	حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	585
542	داماد رسول حضرت ابوالعاص بن ربیع کا تذکرہ	585
	عقد نکاح میں عورت کی عائدہ کردہ شروط کو پورا کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کا محمل	586
543	عقد نکاح کی جو شرائط کتاب اللہ کے خلاف ہوں ان کا لازم نہ ہونا اور قرآن مجید کے موافق عمل کرنے کا استحباب	586
	۵۴۔ باب	
544	جو شرائط عقد نکاح میں جائز نہیں ہیں	586
545	حدیث مذکور میں اجنبی عورت کو طلاق کی شرط سے منع فرمایا ہے یا بیوی کو	586
546	الصحفہ کا معنی اور وجہ تشبیہ	587
547	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	587
548	اس شرط کے ساتھ نکاح کرنا کہ مرد اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دے گا، اس کے متعلق مذاہب فقہاء	588
	۵۵۔ باب	
549	نکاح کرنے والے کو ابٹن (یا زرد رنگ) لگانا	588
550	حضرت عبدالرحمن بن عوف کے زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے کی توجیہ، زرد رنگ کے لباس کی فضیلت اور اس سے ممانعت کا تنزیہ کے لیے ہونا	589
551	زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں کے پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء	590
552	ولیمہ کے شرعی حکم کے متعلق مذاہب فقہاء	590
553	ولیمہ کی مقدار میں متعدد اقوال	590
554	ولیمہ کرنے کے وقت میں متعدد اقوال	591
	۵۶۔ باب	
555	اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے	591
556	علامہ بدرالدین عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	592
557	حدیث مذکور کی شرح	592
	۵۷۔ باب	
558	نکاح کرنے والے کو کیسے دعا دی جائے	592

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	نکاح کرنے والے کے لیے دعائیہ کلمات کے متعلق احادیث	593
559	اس اعتراض کا جواب کہ اس باب کا عنوان ہے: دلہن کو تیار کرنے والی عورتوں کو دعائے خیر دینا حالانکہ اس باب کی حدیث میں ان عورتوں کے لیے دعا کا ذکر نہیں ہے	593
	۵۸۔ باب	
560	جو عورتیں دلہن کو دولہا کے گھر لے کر آئیں ان کو کس طرح دعا دی جائے اور دلہن کو کس طرح دعا دی جائے	593
561	دولہا کے لیے مبارک باد کے دعائیہ کلمات کے متعلق دیگر احادیث	594
	۵۹۔ باب	
562	جس نے کہا: جہاد میں روانہ ہونے سے پہلے بیوی سے مجامعت کرنا مستحب ہے	594
563	مجاہدین کے درمیان اتفاق اور اتحاد ہونا چاہیے	594
	۶۰۔ باب	
564	جس نے بیوی کے ساتھ مجامعت کی اور اس وقت اس کی (بیوی کی) عمر نو سال تھی۔	595
565	اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث کا اس باب میں ذکر کرنا بے فائدہ ہے	595
	۶۱۔ باب	
566	سفر میں (اپنی بیوی کے ساتھ) مجامعت کرنا	595
567	حدیث مذکور کے مسائل فقہیہ	596
	۶۲۔ باب	
568	دن میں بیوی کے ساتھ مجامعت کرنا بغیر سواری اور روشنی کے	596
569	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	596
	۶۳۔ باب	
570	دلہنوں کے لیے غالیچے وغیرہ بچھانا	597
571	انماط کا معنی	597
	۶۴۔ باب	
572	وہ عورتیں جو دلہن کو اس کے دولہا کے سامنے پیش کریں	597
573	شادی وغیرہ کی تقریب میں آلات موسیقی وغیرہ بجانے کی تحقیق	597
	۶۵۔ باب	
574	دولہا کے لیے ہدیہ بھیجنا	598
575	دولہا کے لیے ہدیہ بھیجنے کا وقت	598
576	ابراہیم بن طہمان کی تعلیق کی شرح	599
577	علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کا علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	599
578	حدیث مذکور کے مسائل دقیقہ اور نکات لطیفہ	600
	۶۶۔ باب	
579	دلہن کے لیے عاریۃً کپڑے وغیرہ لینا	601
580	اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے	601
581	علامہ عینی حنفی کا علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	601
	۶۷۔ باب	
582	جب مرد اپنی بیوی کے پاس جائے تو کیا کہے	602
583	مجامعت کے وقت کی دعا سے انسان کے شیطان کے ضرر سے محفوظ رہنے کی دو تفسیریں	602
584	علامہ المہلب مالکی کی باطل نکتہ آفرینی	602
585	علامہ المہلب مالکی کی باطل نکتہ آفرینیوں پر مصنف کا تعاقب	603

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	٦٨- باب	
586	ولیمہ برحق ہے	603
587	ولیمہ کی تقریب کے متعلق احادیث	603
588	ولیمہ کا استحباب	605
	٦٩- باب	
589	ولیمہ خواہ ایک بکری سے	605
590	مرد کی حیثیت کے مطابق ولیمہ کا مشروع ہونا	607
	٧٠- باب	
591	جس شخص نے اپنی بعض بیویوں کا دوسری بیویوں سے زیادہ ولیمہ کیا	607
592	ولیمہ میں زیادہ خرچ کا اسراف نہ ہونا	607
	٧١- باب	
593	جس نے ایک بکری سے کم کا ولیمہ کیا	608
594	ولیمہ کی کم از کم مقدار کا معین نہ ہونا	608
	٧٢- باب	
595	ولیمہ اور عام دعوت کو قبول کرنا واجب ہے اور جس نے سات دن یا اس کی مثل ولیمہ کیا اور نبی ﷺ نے ایک دن یا دو دن کا تعین نہیں کیا	608
596	ولیمہ کو قبول کرنے کے متعلق حدیث	608
597	سات دن تک ولیمہ کرنے کے متعلق احادیث	608
598	ولیمہ کا ایک دن معین نہ ہونے کی تحقیق	609
599	ولیمہ اور دوسری دعوتوں کو قبول کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	610
600	دعوت قبول کرنے کے بعد طعام کو کھانے کا ضروری نہ ہونا	611
	٧٣- باب	
601	جس نے دعوت کو ترک کیا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی	611
602	ولیمہ کی تقریب کا سنت ہونا	611
603	صحیح بخاری کی حدیث مذکور کا حکماً مرفوع ہونا	612
604	ولیمہ کو قبول کرنے کے وجوب کی دلیل	612
605	عذر شرعی کی وجہ سے ولیمہ کو مسترد کرنے کا جواز	612
	٧٤- باب	
606	جس نے کھر (پایہ) کی دعوت کو قبول کیا	612
607	الکراع کا معنی	612
608	کراع کا معنی	613
609	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	613
610	حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب	613
611	نبی ﷺ کی تواضع اور انکسار	613
	٧٥- باب	
612	نکاح وغیرہ کی دعوت کو قبول کرنا	614
613	نکاح کے علاوہ دوسری خوشی کی تقریبات میں شرکت کا حکم	614
614	غیر ولیمہ کی دعوت کے متعلق مذاہب فقہاء	614
615	روزہ دار کے لیے ولیمہ میں جانے کا فائدہ	614
616	ولیمہ کے انعقاد کا سنت ہونا اور اس میں شرکت کا واجب ہونا	615
	٧٦- باب	
617	عورتوں اور بچوں کا نکاح کی تقریب میں جانا	615
618	نکاح کی تقریب میں عورتوں اور بچوں کے جانے کا جواز اور لفظ ممتنا کی تحقیق	615
	٧٧- باب	
619	جب دعوت کی تقریب میں کسی ناجائز کام کو دیکھے تو آیا وہ واپس چلا جائے؟	616
620	اگر کوئی شخص دعوت کی تقریب میں کوئی خلاف شرع چیز دیکھے تو اس کا دعوت میں شریک نہ ہونے کا جواز	616

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
621	حافظ ابن حجر عسقلانی کا امام بخاری پر یہ اعتراض کہ اس تعلیق میں تصحیف ہے	616
622	علامہ عینی کا امام بخاری کی طرف سے جواب اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	617
623	دعوت کی تقریب میں خلاف شرع کام کو دیکھ کر شرکت نہ کرنا	617
624	حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا خلاف شرع کام دیکھ کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ملامت کرنا	617
625	دیواروں کو کپڑوں سے چھپانے اور ڈھانپنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف	618
626	جس تقریب میں غیر شرعی امور ہوں اس میں شرکت کے متعلق فقہاء شافعیہ اور فقہاء مالکیہ کا موقف	618
627	جس تقریب میں غیر شرعی امور ہوں اس میں شرکت کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	619
628	جو لہو مختلف فیہ ہو اور جس لہو کی حرمت منصوص ہو ان دونوں کی مجلس میں شرکت کے متعلق مذاہب فقہاء	620
629	غیر مقلدین کی معمولات اہل سنت کے خلاف ہرزہ سرائی اور افتراء پردازی	620
630	ہر مسلمان کے سوئم میں اس کی قبر پر چادر نہیں چڑھائی جاتی	621
631	بزرگوں کی قبروں پر صندل سے لپائی کا افتراء ہونا	621
632	نعت خوانی سے بیزاری. تبصرہ	621
633	قبر پر پھول ڈالنے اور چراغ جلانے پر تبصرہ	622
634	قبر میں عہد نامہ رکھنے کا ثبوت	622
635	ترجمۃ الباب سے عدم مطابقت کے اعتراض کا جواب	623
636	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	623
	۷۸۔ باب	
637	شادی میں عورتوں کا مردوں کی از خود خدمت کرنا	623
638	حدیث مذکور کے فقہی مسائل	624
	۷۹۔ باب	
639	کھجوروں کی نبیذ یا کسی اور غیر نشہ آور مشروب کو تقریب نکاح میں پلانا	624
	۸۰۔ باب	
640	عورتوں کے ساتھ خوش خلقی کے ساتھ پیش آنا	625
641	حضرت حواء کا حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہونا	625
642	عورتوں کی کج خلقی پر صبر کرنا	625
	۸۱۔ باب	
643	عورتوں کی خیر خواہی کرنا	626
644	پڑوسی سے بیوی کا مراد ہونا	626
645	بیوی کے ساتھ خوش طبعی اور بے تکلفی	627
	۸۲۔ باب	
646	اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ (التحریم:۶)	627
647	اپنے متعلقین اور ماتحتوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا	628
	۸۳۔ باب	
648	بیویوں کے ساتھ نیک سلوک	628
649	اس حدیث میں مذکور گیارہ عورتوں کا تذکرہ، وہ گیارہ عورتیں کس زمانہ اور کس قبیلہ کی تھیں	630
650	پہلی عورت نے جو اپنے خاوند کی صفت بیان کی، غث کا معنی اور خاوند کی مذمت	630
651	دوسری عورت نے جو اپنے خاوند کی صفت بیان کی	631
652	تیسری عورت نے اپنے خاوند کی صفت بیان کی، اَلْعَشَنَّق کا معنی اور خاوند کی مذمت	631

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	چوتھی عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، تہامہ کے ساتھ وجہ تشبیہ اور مشکل الفاظ کے معانی	631
653	پانچویں عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، چیتا اور شیر کے ساتھ وجہ تشبیہ	631
654	چھٹی عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، شروع میں اپنے خاوند کی مذمت کی اور آخر میں اس کی مدح کی	632
655	ساتویں عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، اس عورت نے اپنے خاوند کی مذمت میں کہا: اس میں تمام مصائب جمع ہیں	632
656	آٹھویں عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، اس عورت نے اپنے خاوند کی مدح کی اور بتایا کہ وہ بہت بلند اخلاق ہے	633
657	نویں عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، وہ عورت اپنے شوہر کی سخاوت بیان کرتی ہے	633
658	دسویں عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، اس عورت نے بھی اپنے خاوند کی سخاوت بیان کی	633
659	گیارہویں عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، ام زرع کا اپنے خاوند کی ماں، بیٹے، بیٹی اور خادم کا ذکر کرنا	633
660	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل جوئی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو ابوزرع کے مشابہ قرار دینا	635
661	مردوں کے سامنے اجنبی عورتوں کے محاسن بیان کرنا، مسجع، مقفٰی کلام کرنا، المہلب مالکی کی نکتہ آفرینی کا رد، اپنے خاوند کی نیکیوں کے شکر کا وجوب اور مرد کے منہ پر اس کی مدح کرنے کا جواز	635
662	مزاح کی تحقیق	636
663	طلاق بالکنایہ میں طلاق کی نیت کا ضروری ہونا	637
664	حدیث مذکور کے حکم کا منسوخ ہونا	637
665	مسجد میں حبشیوں کے کھیل کی توجیہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا کھیل دکھانے کی توجیہ	638
	۸۴۔ باب	
666	مرد کا اپنی بیٹی کو اس کے خاوند کے حال کے متعلق نصیحت کرنا	639
667	بیوی کو مارنے کی ممانعت اور اس کے متعلق احادیث	644
668	بیوی کو مارنے کے ثبوت کے متعلق بعض تابعین کے آثار	644
669	بیوی، نوکر اور کم عمر اولاد کو بغیر جرم کے مارنے کی ممانعت	645
670	حدیث مذکور سے مستنبط فقہی مسائل اور نکات لطیفہ	645
	۸۵۔ باب	
671	خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کا نفلی روزہ رکھنا	647
672	خاوند کی اجازت کے بغیر نفل روزہ کا مکروہ تنزیہی ہونا اور نفلی روزہ کو توڑنے سے قضاء کے وجوب میں اختلاف فقہاء	647
	۸۶۔ باب	
673	جب بیوی اپنے خاوند کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارے	648
674	اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اس کی ناراضگی کا سبب ہونا اور مصداق لعنت ہونا، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا فرشتوں کی دعا کا سبب ہونا	648
	۸۷۔ باب	
675	عورت اپنے خاوند کے گھر میں کسی کو خاوند کی اجازت کے بغیر آنے نہ دے	648
676	خاوند کی کمائی سے بیوی کے خرچ کرنے کے جواز کے متعلق دیگر احادیث	649

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۸۸۔ باب	
677	فقیر کی غنی پر فضیلت	650
678	فقیر صابر اور غنی شاکر کے درمیان مصنف کا محاکمہ	650
	۸۹۔ باب	
679	عشیر کی نافرمانی اور اس سے مراد خاوند ہے اور عشیر اس کو کہتے ہیں جو معاشرت میں شریک ہو	651
680	امام بخاری کی تعلیق مذکور کی حدیث میں مصنف کا تتبع	651
681	مردوں کی عورتوں پر فضیلت اور عورتوں پر مردوں کی اطاعت اور تعظیم کا واجب ہونا	653
682	منعم کے شکر کی ادائیگی کا فرض ہونا	653
	۹۰۔ باب	
683	تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے	654
684	بیوی کے حق جماع کے متعلق مذاہب فقہاء	654
	۹۱۔ باب	
685	بیوی اپنے خاوند کے گھر کی محافظہ ہے	655
686	ماتحت لوگوں کی خیر خواہی کا واجب ہونا	655
	۹۲۔ باب	
687	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: مرد عورتوں کے منتظم اور کفیل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے (یہ آیت یہاں تک ہے) بے شک اللہ نہایت بلند بہت بڑا ہے O (النسآء: ۳۴)	656
688	النسآء: ۳۴ کی تفسیر اور جن ازواج نے آپ کی نافرمانی کی تھی ان کا بیان اور نافرمانی کی تفسیر میں متعدد اقوال	656
	۹۳۔ باب	
689	نبی ﷺ کا اپنی ازواج مطہرات کو اس طرح چھوڑنا کہ ان کے گھروں میں نہیں گئے	657
690	حضرت معاویہ بن حیدۃ کا تذکرہ اور بیوی کو اکیلا گھر میں چھوڑنے کے متعلق حدیث	657
691	حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ کرمانی کے ساتھ مناقشہ	657
692	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ اور علامہ کرمانی کا دفاع	658
693	بیویوں کو گھروں میں چھوڑنے کی دو روایتوں کے متعلق علامہ ابن بطال مالکی کی تحقیق	659
694	بیویوں کو گھروں میں چھوڑنے کی دو روایتوں کے متعلق علامہ بدرالدین عینی حنفی کی تحقیق	659
695	حافظ ابن حجر عسقلانی پر علامہ عینی کے اعتراض کا خلاصہ اور حافظ ابن حجر کا لاجواب ہونا	660
696	بیوی کو اکیلا اس کے گھر میں چھوڑے اور خود دوسرے گھر میں رہے یا بیوی کو اپنے گھر میں رکھے	
697	اور اپنے بستر پر نہ رکھے، ان دونوں صورتوں کا فرق	661
698	بیوی کو اکیلا چھوڑنے کا ایک اور محمل	662
	۹۴۔ باب	
699	عورتوں کو مارنے کا مکروہ ہونا، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ان کو (تادیباً) مارو (النساء: ۳۴) یعنی ایسی مار جس کا نشان ظاہر نہ ہو	662
700	بیوی کو اعتدال کے ساتھ مارنے کا حکم	662
	۹۵۔ باب	
701	بیوی معصیت میں خاوند کی اطاعت نہ کرے	663
702	خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت کا جائز نہ ہونا	663
703	اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورتوں کے بالوں کو ملانے کا عدم جواز اور چہرے کی چھائیوں کو دوائی سے زائل کرنے کا جواز	664
704	اعضاء کی پیوند کاری کا عدم جواز	664

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۹۶۔باب	
705	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کرلیں۔(النساء:۱۲۸)	664
706	عورت کا اپنے خاوند کے نکاح میں برقرار رہنے کے لیے اپنے بعض حقوق کو ترک کردینے کا جواز	665
707	اگر عورت صلح کی کسی شرط کی خلاف ورزی کرے تو اس میں فقہاء کا اختلاف	665
	۹۷۔باب	
708	العزل	665
709	عزل کے متعلق صحابہ، فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا مذہب	666
710	عزل کی اباحت پر دلائل اور عزل کے وادخفی ہونے کے جوابات	667
711	عزل کی شرائط	669
712	خاندانی منصوبہ بندی کی تحقیق	669
713	ضبط تولید کے عدم جواز کی دو صورتیں	669
714	ضبط تولید کی جائز صورتیں	670
715	ضبط تولید کا وجوب	671
716	ضبط تولید کی ناجائز صورت	671
717	اس اشکال کا جواب کہ ضبط تولید کا عمل اللہ تعالیٰ کی رزاقی پر توکل کے خلاف ہے	671
718	اس اشکال کا جواب کہ ضبط تولید کا عمل تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے	671
719	اسقاط حمل کی تحقیق	671
720	اسقاط حمل کے متعلق مصری علماء کی تحقیق	672
721	اسقاط حمل کے جواز یا عدم جواز کے متعلق مذاہب ائمہ اربعہ	673
	۹۸۔باب	
722	جب خاوند سفر کا ارادہ کرے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرے	674
723	حدیث مذکور کے مشکل جملوں کی تسہیل	674
724	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنے نفس کے خلاف دعا کی توجیہ	675
725	سفر میں کسی ایک بیوی کو اپنے ساتھ لے جانے کے متعلق مذاہب فقہاء	675
726	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حیلہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض نہ ہونے کی توجیہ	676
	۹۹۔باب	
727	عورت اپنے خاوند سے اپنی باری اپنی سوکن کو ہبہ کردے اور خاوند اس کی تقسیم کس طرح کرے؟	676
728	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باریوں کی تقسیم کا واجب نہ ہونا	676
	۱۰۰۔باب	
729	عورتوں کے درمیان عدل کرنا	677
730	متعدد ازواج کے درمیان عدل کرنے کا طریقہ	677
731	متعدد ازواج کے درمیان دلی محبت میں مساوات کا واجب نہ ہونا	677
732	ہمارے زمانہ میں دو بیویوں کے درمیان عدل نہ کرنے کا افسوس ناک اور الم ناک طریقہ	678
	۱۰۱۔باب	
733	جب مرد بیوہ پر کنواری عورت کو نکاح کرکے لائے	678
	جس مرد کی پہلی بیوی ہو اس کے بعد وہ دوسری عورت سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن یا سات دن رہنا آیا واجب ہے یا مستحب ہے؟	678
734	جب مرد کے اوپر واجب ہے کہ وہ نئی بیوی کے پاس تین دن یا سات دن رہے تو اس دوران وہ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	نمازوں اور اپنی دیگر ضروریات کے لیے گھر سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں؟	679
	۱۰۲۔ باب	
735	جب مرد کنواری بیوی پر بیوہ عورت سے نکاح کرے	679
736	کنواری بیوی پر بیوہ عورت سے نکاح کرنے پر مدت قیام میں مذاہب فقہاء	680
	۱۰۳۔ باب	
737	جو مرد اپنی تمام بیویوں کے پاس ایک غسل میں گیا	681
738	اس اشکال کے متعدد جوابات کہ نبی ﷺ ایک رات میں تمام ازواج کے پاس کیسے گئے	681
739	ایک بیوی کے ساتھ جماع کرنے کے بعد دوسری بیوی کے ساتھ جماع کرنا اور جماع کے وقت دوسری بیوی یا کسی بچے یا کسی جانور کا موجود ہونا	681
	۱۰۴۔ باب	
740	مرد کا اپنی بیویوں کے پاس دن میں جانا	682
741	ازواج کی باریوں کی تقسیم کا آپ پر واجب ہونا	682
	۱۰۵۔ باب	
742	مرد کا اپنی بیویوں سے اس کی اجازت طلب کرنا کہ وہ اپنی بیماری کے ایام کسی ایک بیوی کے پاس گزارے اور اس کی بیویاں اس کو اس کی اجازت دیں	682
743	کسی ایک بیوی کے ساتھ زیادہ محبت کرنے کا جواز	683
744	جب بیوی شدید بیمار ہو تو اس کے ساتھ مدت قیام میں فقہاء کا اختلاف	683
	۱۰۶۔ باب	
745	مرد کا کسی ایک بیوی سے زیادہ محبت کرنا اور اس کو دوسری بیویوں پر فضیلت دینا	683

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
746	کسی ایک بیوی کو اس کے حسن و جمال کی وجہ سے دوسری بیوی پر ترجیح دینا	684
747	دلی محبت کے علاوہ باقی امور میں بیویوں کے ساتھ مساوات کرنا	684
748	باپ کو اپنی شادی شدہ بیٹی کو ڈانٹنے کا جواز	684
	۱۰۷۔ باب	
749	اس کی ممانعت کہ کوئی عورت اپنی سوکن کو جلانے اور اس پر فخر ظاہر کرنے کے لیے یہ کہے کہ مجھے فلاں چیز مل گئی حالانکہ وہ چیز اس کو نہ ملی ہو	685
750	اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ کے معنی کی تحقیق اور اس باب کی حدیث کی شرح	685
751	متشبعین کے متعلق وعید	686
752	مصنف کا متخلّین سے شکوہ	686
	۱۰۸۔ باب	
753	الغیرۃ (غیرت کا بیان)	687
754	غیرت کا معنی، اللہ تعالیٰ اور بندوں کی غیرت کا فرق اور غیرت کے متعلق مزید احادیث	687
755	حدیث مذکور میں مونث کا صیغہ تنفی بہ ظاہر درست نہیں ہے، اس کی توجیہ	689
756	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	689
757	اللہ تعالیٰ کی غیرت کا معنی اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کا مخلوق کی غیرت کے مشابہ نہ ہونا	692
758	بیوی پر مرد کے گھریلو پُر مشقت کاموں کا لازم نہ ہونا اور تبرعاً اور احساناً کرنے کا جواز	692
759	علامہ المہلب کا عورتوں کے پردے کے حکم کو صرف نبی ﷺ کی ازواج کے ساتھ مخصوص کرنا اور اس پر مصنف کا تعاقب	693
760	بیوی کا مرد کے گھریلو کام کرنے کا جواز	694

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
761	بیویوں کی کج روی پر صبر کرنے کی تلقین	694
	۱۰۹۔ بَابٌ	
762	عورتوں کا غم وغصہ اور ان کی ناراضگی	694
763	بیویوں کی جفا پر صبر کرنا	695
764	مخلوق کے اسم کا مسمّٰی کا غیر ہونا اور اللہ عزوجل کے اسم کا مسمّٰی کا عین ہونا	695
	۱۱۰۔ بَابٌ	
765	مرد کا اپنی بیٹی سے غیرت کو دور کرنا اور اس کے لیے انصاف مہیا کرنا	696
766	نبی ﷺ کو احکام نافذ کرنے کا اختیار	696
767	ابوجہل کی بیٹی کو رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح میں جمع نہ کرنے کی حکمت	696
768	جب دو عورتیں مساوی نہ ہوں تو اعلیٰ کی اجازت کے بغیر ادنیٰ کو اس کی سوکن بنانے کی ممانعت	696
	۱۱۱۔ بَابٌ	
769	مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت	697
770	عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت کا زمانہ	697
	۱۱۲۔ بَابٌ	
771	محرم کے سوا مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہے اور غائبہ عورت پر داخل ہونے کا حکم	697
772	اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ کا معنی	698
773	جہاد سے زیادہ بیوی کو حج کرانا اہم ہے	699
	۱۱۳۔ بَابٌ	
774	لوگوں کے سامنے عورت سے تنہائی میں ملنے کا جواز	699
775	عالم دین کا تنہائی میں اجنبی عورت سے بات کرنے کا جواز	699
	۱۱۴۔ بَابٌ	
776	جو ہیجڑے عورتوں کے مشابہ ہوں ان کے عورتوں کے پاس آنے کی ممانعت	699
777	ہیجڑہ کو عورتوں کے پاس آنے سے ممانعت کی توجیہ	700
	۱۱۵۔ بَابٌ	
778	جب فتنہ کا خطرہ نہ ہو تو عورتوں کا حبشیوں وغیرہ کی طرف دیکھنا	700
779	علامہ ابن بطال کی تحقیق کے مطابق عورتوں کا اجنبی مردوں کے لہو ولعب کی طرف دیکھنے کا جواز اور اس کے خلاف ابن شہاب کی روایت کا رد	700
780	علامہ ابن ملقن کی تحقیق کے مطابق عورتوں کا اجنبی مردوں کے لہو ولعب کی طرف دیکھنے کا عدم جواز اور علامہ ابن بطال کی تحقیق کا سنن کی روایت سے رد اور حضرت عائشہ کے مردوں کے لہو ولعب دیکھنے کی متعدد توجیہات	701
781	مصنف کی تحقیق کے مطابق عورتوں کا اجنبی مردوں کے لہو ولعب کے دیکھنے کا جواز اور علامہ ابن ملقن کی پیش کردہ سنن کی روایت کا صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح اور مسند احمد کی احادیث سے رد بلیغ اور صحیح بخاری کی روایت کی تائید	701
	۱۱۶۔ بَابٌ	
782	خواتین کا اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر نکلنا	702
783	عورت کے گھر سے باہر نکلنے کی جائز صورتیں	702
	۱۱۷۔ بَابٌ	
784	عورت کا اپنے خاوند سے مسجد وغیرہ جانے کی اجازت طلب کرنا	703
785	امام اعظم کا عورتوں کے مساجد میں جانے کے متعلق نظریہ اور مصنف کے اس پر دلائل	703
	۱۱۸۔ بَابٌ	
786	دودھ کے رشتوں سے جن لوگوں کا عورتوں کے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	پاس آنا اور ان کو دیکھنا جائز ہے	704
	۱۱۹۔ باب	
787	کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ برہنہ نہ چپکے یا چمٹے، پھر وہ اپنے خاوند سے اس کی صفت بیان کرے	705
788	خاوند کے سامنے دوسری عورت کی شکل وصورت بیان کرنے کی ممانعت اور حکمت	705
789	عورت کی عورت اور مرد کی مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں ایک دوسرے کے ساتھ برہنہ چمٹنے کی ممانعت اور مصافحہ کے جواز کے متعلق احادیث	705
	۱۲۰۔ باب	
790	مرد کا یہ کہنا کہ آج رات میں اپنی تمام ازواج کے پاس جاؤں گا	706
791	حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں ایک رات میں تمام بیویوں کے ساتھ جماع کرنے کا جواز	707
	۱۲۱۔ باب	
792	کوئی مرد سفر سے رات کے وقت اپنے گھر نہ آئے یعنی جب اس کی دوری گھر سے بہت لمبی ہو چکی ہو، مبادا اس سے اس کے گھر والوں پر تہمت کا موقع پیدا ہو یا وہ اپنے گھر والوں کی لغزشوں کو طلب کرے	707
793	سفر سے واپسی پر اچانک رات کو گھر آنے کی ممانعت	707
	۱۲۲۔ باب	
794	اولاد کو طلب کرنا	708
795	کثرت اولاد کے حصول کی ترغیب اور فضیلت میں احادیث	708
	۱۲۳۔ باب	
795	جس عورت کا خاوند غائب ہو وہ زیر ناف بال صاف کرلے اور بکھرے ہوئے بالوں میں کنگھی کرلے	709
797	حدیث مذکور کا حدیث سابق سے تعارض کا جواب	710
	۱۲۴۔ باب	
798	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور اپنی زیبائش کو صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں۔۔۔۔یا ان لوگوں پر جو عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں۔ (النور:۳۱)	710
799	حدیث مذکور کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت	711
800	باب میں مذکور آیت کی تفسیر	711
801	علاج کی مشروعیت اور نبی ﷺ کی بشریت اور نورانیت	712
	۱۲۵۔ باب	
802	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور نابالغ لڑکوں کو (گھروں میں داخل ہونے کے لیے) تین اوقات میں اجازت طلب کرنی چاہیے۔ (النور:۵۸)	712
803	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	713
804	ان تین اوقات میں نابالغ لڑکوں کو اجازت لے کر گھر میں داخل ہونے کی توجیہ	714
	۱۲۶۔ باب	
805	مرد کا اپنے صاحب سے یہ پوچھنا: کیا تم نے آج رات اپنی بیوی سے مباشرت کی؟ اور مرد کا غصہ سے اپنی بیٹی کی کوکھ میں چٹکی لینا	714
806	کسی مرد کا اپنے بے تکلف دوست سے یہ پوچھنے کا جواز کہ کیا تم نے گزشتہ رات اپنی بیوی سے جماع کیا ہے؟ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ ﷺ سے شدید محبت	714
807	کتاب النکاح کا اختتام	715

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	٦٨۔ كِتَابُ الطَّلَاقِ	716
1	طلاق کے احکام کا بیان	716
2	کتاب الطلاق اور کتاب النکاح میں مناسبت اور طلاق کا لغوی اور شرعی معنی	716
	۱۔ بَابٌ	
3	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔ (الطلاق:۱)	716
4	الطلاق:۱، کے شان نزول میں مفسرین کے متعدد اقوال	716
5	حالت حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے کا حکم	717
6	تین مجموعی طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے متعلق شیخ ابن حزم ظاہری کے دلائل	717
7	تین مجموعی طلاقوں کے تین طلاقیں ہونے پر جمہور فقہاء کے قرآن مجید سے دلائل	718
8	تین مجموعی طلاقوں کے تین طلاقیں ہونے پر جمہور فقہاء کے احادیث صحیحہ سے دلائل	718
9	اکٹھی تین طلاقوں کے متعلق آثار صحابہ اور اقوال تابعین	720
10	اکٹھی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے ثبوت میں شیخ ابن حزم کی پیش کردہ روایت کے مفصل اور متعدد جوابات	722
11	طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل	723
12	طاؤس کی روایت کا صحیح محمل	723
13	ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق دینے کے ثبوت میں سنن ابو داؤد کی روایت کا جواب	724
14	ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے ثبوت میں مسند احمد کی روایت کا مفصل اور محقق جواب	724
15	اکٹھی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کی مبحث کا خلاصہ	725
16	طلاق سنت کی تعریف میں امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا اختلاف اور فقہاء احناف کے نزدیک طلاق کی تین قسمیں	726
17	حدیث مذکور کی تخریج	727
18	قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے بیوی کو طلاق دینے کا جواز	727
19	حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے کے بعد ایک طہر گزارنا کافی ہے یا دو طہر گزارنا ضروری ہے، اس میں مذاہب فقہاء	727
20	حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے کا حکم آیا وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے ہے، اس میں مذاہب فقہاء	728
21	طلاق سنت اور طلاق بدعت کی تعریف میں مذاہب فقہاء اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے مذہب پر دلائل	728
	۲۔ بَابٌ	
22	جب حائض کو طلاق دی جائے تو اس کی اس طلاق کا شمار کیا جائے گا	729
23	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ''اگر وہ عاجز ہو یا حماقت کا ارتکاب کرے تو کیا ہوگا'' کے متعدد معانی	730
24	جب عہد رسالت میں کوئی صحابی یہ کہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا تو یہ حکماً حدیث مرفوع ہے	731

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	۳۔باب	
25	جس نے طلاق دی، کیا طلاق دیتے وقت بیوی کو بالمشافہ طلاق دے	731
26	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	732
27	بیوی کو طلاق دینے کے دو طریقے	732
28	حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا (الجون میں جیم پر زبر ہے) کا تذکرہ	733
29	حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کے سبب کے متعلق علماء کا اختلاف	733
30	اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا: ''تم اپنے گھر چلی جاؤ'' تو اس سے طلاق بائن کے وقوع میں فقہاء کا اختلاف	734
31	اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے	735
32	علامہ عینی کا علامہ کرمانی کے ساتھ مناقشہ	736
33	حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا کے کلام کی توجیہ اور اس کے ساتھ نکاح کا مختصر تذکرہ	736
34	حضرت ابنۃ الجون کے اس قول کی توجیہ کہ وہ شہزادی ہیں اور شہزادی بازاری سے نکاح نہیں کرتی	738
35	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیا حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا یا نہیں اور ان کو طلاق دینے کی توجیہ اور حضرت ابنۃ الجون کے دھوکا کھانے کا بیان۔	738
36	شیخ وحید الزمان کی بے ادبی کیونکہ انہوں نے صحابیہ رسول کو ازخود کمبخت اور بدنصیب لکھا	739
37	الحسین بن الولید النیشاپوری کے نام کی تحقیق	740
38	اس اعتراض کا جواب کہ حدیث مذکور ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے	741
39	حدیث مذکور کے رجال	741
	۴۔باب	
40	جس نے تین طلاق دینے کو جائز قرار دیا	741
41	لفظ واحد سے تین طلاقیں دینے کے متعلق مذاہب فقہاء	742
42	لفظ واحد سے تین طلاقیں دینے کے متعلق جمہور فقہاء کا مذہب	742
43	لفظ واحد سے دی ہوئی تین طلاقوں کے نفوذ کے متعلق جمہور فقہاء کے دلائل اور غیر مقلدین کے شبہات کا رد	742
44	زیر بحث مسئلہ پر امام ابوبکر جصاص کے دلائل	743
45	صحیح مسلم: ۱۴۷۲ کے شاذ اور غیر صحیح ہونے کے مزید دلائل	744
46	اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ طلاق البتہ سے مراد طلاق بائن ہے یا تین طلاقیں ہیں؟	744
47	شعبی کا اپنے قول پر آثار صحابہ سے استدلال	745
48	ابن شبرمہ کے اعتراض کے بعد شعبی کا رجوع کرنا	745
49	لعان کا سبب اور لعان کی کیفیت	747
50	تین طلاقوں کے ناپسندیدہ ہونے کی توجیہ	747
51	مصنف کی طرف سے امام بخاری پر اس اعتراض کا جواب کہ امام بخاری نے تین طلاقیں دینے کو جائز کہا ہے حالانکہ یہ گناہ ہے	747
52	لفظ واحد سے مجلس واحد میں تین طلاقوں کے وقوع کے متعلق مذاہب فقہاء	749
53	تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے پر غیر مقلدین کے دلائل	749
54	تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے پر غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات	750
55	حضرت رکانہ کی حدیث سے غیر مقلدین کے استدلال کا جواب	750

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
56	لفظ واحد سے مجلس واحد میں دی گئی تین طلاقوں کے وقوع اور نفوذ کے متعلق جمہور فقہاء کے دلائل	751
57	حضرت رفاعۃ کی حدیث مذکورہ کی باب مذکورہ کے ساتھ مناسبت	751
58	تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے مسئلہ میں غیر مقلدین کے موقف کو بار بار رد کرنے کی توجیہ	752
59	متفرق طور پر یا مجموعی طور پر تین طلاقیں دینے اور حلالہ کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے فتاویٰ جات	753
60	حلالہ شرعیہ کا مطلقہ عورت کے ساتھ دوسرے خاوند کی مجامعت پر توقف	756
61	حلالہ کے متعلق اختلاف فقہاء	757
62	حلالہ کی صحت کی بعض شرائط	758
63	حلالہ کرنے کی ممانعت اور مذمت کے متعلق احادیث اور آثار	758
64	حلالہ کی ممانعت اور مذمت کے متعلق احادیث کی تحقیق	759
65	حلالہ شرعیہ کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار	760
	۵۔ باب	
66	جس نے اپنی ازواج کو اختیار دیا	760
67	حدیث مذکور کے رجال	761
68	بیوی کو اختیار دینے سے طلاق کا واقع نہ ہونا	761
69	اگر بیوی اپنے نفس کو اختیار کرلے تو اس سے طلاق کے وقوع کے متعلق مذاہب فقہاء	762
	۶۔ باب	
70	جب مرد (اپنی بیوی سے) کہے: میں تم سے الگ ہو گیا یا کہے: میں نے تم کو رخصت کر دیا یا کہے: تم اب خالی ہو یا الگ ہو یا کوئی ایسا لفظ کہے جس سے طلاق کا ارادہ کیا جا سکے تو اس قول میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا	762
71	کنایات طلاق کی تفصیل اور تحقیق میں فقہاء کا اختلاف	762
	۷۔ باب	
72	جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے	
	جب مرد نے اپنی بیوی سے کہا: ''تم مجھ پر حرام ہو'' تو اس قول کے متعلق مذاہب فقہاء	764
73	ہمارے زمانہ میں مرد کے اس قول کے متعلق فتویٰ	766
74	امام بخاری کی تعلیق مذکور کا خلاصہ	767
75	اس پر دلیل کہ تین طلاقوں کے بعد بغیر شرعی حلالہ کے رجوع کرنا جائز نہیں	767
76	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	768
77	حدیث عسیلہ کے متعلق مشہور غیر مقلد شیخ صدیق حسن بھوپالی کا نظریہ	769
78	لفظ واحد سے دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق انیق	769
79	دیگر علماء کی طرف سے سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶، کے جوابات	771
80	حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶ کا جواب	772
81	حافظ ابن حجر کی تحقیق پر مصنف کا تبصرہ	773
	۸۔ باب	
82	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (اے نبی مکرم!) آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال قرار دیا ہے	773
83	حدیث مذکور کے رجال	774
84	حدیث مذکور کے معانی	774

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
85	حدیث مذکور کے رجال	775
86	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی، علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	775
87	التحریم:۱، کی متعدد تفاسیر	777
88	حدیث مذکور سے مستنبط متعدد فقہی مسائل	778
89	مصنف کے نزدیک التحریم:۱، کی تفسیر	778
90	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت	781
91	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ اور مشکل عبارات کے معانی	782
92	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا علامہ کرمانی شافعی سے مناقشہ اور الحلواء اور العسل کا معنی	782
93	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر شافعی سے مناقشہ اور علامہ کرمانی کا دفاع	783
94	اس فرق کی توجیہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے متعلق لفظ نحو کہا اور حضرت صفیہ نے اپنے متعلق لفظ مثل کہا	783
95	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	783
96	علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی طرف سے جواب	784
97	علامہ عینی حنفی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے درمیان مصنف کا محاکمہ	784
98	عصر کے بعد ازواج کے پاس جانے کے متعلق دو روایتوں کا تعارض اور ان کا جواب	785
99	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو حیلہ کیا تھا اس پر ایک اشکال کا جواب	785
100	عُرْفُط کا معنی	785
101	حدیث مذکور کے فوائد	786

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۹- بَابٌ	
102	نکاح سے پہلے طلاق کا اعتبار نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے ایمان والو جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو، سو تم ان کو کچھ ان کے فائدہ کی چیزیں دے کر حسن سلوک سے ان کو رخصت کر دو○ (الاحزاب:۴۹)	786
103	تعلیق مذکور کی تخریج	787
104	نکاح سے پہلے طلاق کے وقوع میں فقہاء کا اختلاف	788
	نکاح سے پہلے طلاق کے وقوع کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	789
105	جو مرد کسی عورت کا مالک نہ ہو اس پر طلاق کے وقوع کی حدیث کی تحقیق	789
106	جو مرد کسی عورت کا مالک نہ ہو اس پر طلاق کے وقوع کے متعلق مذاہب فقہاء	789
107	وقوع طلاق کا قاعدہ	790
108	قاعدہ مذکورہ پر فقہاء کے اقوال کی تفریع	791
109	امام بخاری کی اس تعلیق پر علامہ عینی اور دیگر شارحین کا اعتراض	791
110	اعتراض مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	791
111	تعلیق مذکور کی تخریج	793
112	نکاح سے پہلے وقوع طلاق کے متعلق مذاہب فقہاء	794
113	نکاح سے پہلے وقوع طلاق کے ثبوت میں دلائل	794
	مصنف کی طرف سے حافظ ابن حجر عسقلانی کی دلیل کا جواب	795
114	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	795

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حضرت ابن عباس کے اثر ''اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد مشروع کیا ہے'' اس اثر کی شرح میں علامہ عینی حنفی کا فقہاء احناف کے مذہب کو ثابت کرنا اور فقہاء شافعیہ کے مذہب کو رد کرنا	796
115	مذکورہ الصدر تعلیق کی سندوں کے متون اور ان کی تخریجات	798
116	امام شافعی، امام بخاری و دیگر محدثین نے نکاح سے پہلے طلاق کے عدم وقوع پر جن آثار سے استدلال کیا ہے ان آثار کی اسانید کی تحقیق	800
117	شافعی محدثین نے جن احادیث سے نکاح سے پہلے طلاق کے عدم وقوع پر استدلال کیا ہے ان احادیث کی تحقیق	802
118	نکاح سے پہلے طلاق کے وقوع پر علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل	803
119	نکاح سے پہلے طلاق کے عدم وقوع پر دیگر شراح کے دلائل اور اس پر مصنف کا تبصرہ	803
	۱۰- بَابٌ	
120	جب ایک مرد نے اپنی بیوی کے متعلق کہا اور وہ اس وقت مجبور تھا: ''یہ میری بہن ہے'' تو اس پر کوئی حکم نہیں ہے (یعنی اس سے طلاق نہیں ہوگی)	804
121	تعلیق مذکور کے ثبوت میں صحیح البخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد کی حدیث	804
122	حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سارہ کا تذکرہ اور ان کے قصۂ مذکورہ کی تفصیل	805
123	دینی بہن کی تاویل کے بغیر اپنی بیوی کو بہن کہنے کی ممانعت	805
124	اس کی توجیہ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سارۃ کو عالم مجبوری میں بہن کہا تھا	806
125	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ اور حافظ ابن حجر کی توجیہ کو رد کرنا اور اپنی توجیہ بیان کرنا	806
126	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنے سے طلاق واقع نہ ہونے کے دلائل	807
	۱۱- بَابٌ	
127	زبردستی اور جبراً طلاق دینے کا حکم اور جو نشہ میں طلاق دے اور جو دیوانہ طلاق دے ان کے احکام اور جو غلطی سے اور بھولے سے طلاق دے ان کا حکم اور جو غلطی سے شرکیہ لفظ بولے اس کا حکم	808
128	اغلاق اور اکراہ کے معانی کی تحقیق	808
129	نشہ میں مدہوش مرد اور مجنون کی طلاق کے حکم میں امام مالک اور دیگر فقہاء کا مذہب	809
130	طلاق مکرہ کے حکم میں مذاہب فقہاء	810
131	اس باب کے عنوان میں لفظ الاغلاق پر المکرہ اور السکران وغیرہ کے عطف کی توجیہ	811
132	حالت غضب میں دی ہوئی طلاق کے حکم میں مذاہب فقہاء	811
133	نشہ میں مدہوش مرد کی طلاق کے حکم میں مذاہب فقہاء	812
134	مجنون اور سرسام والے کی طلاق کے حکم میں مذاہب فقہاء	812
135	غلطی سے یا بھول کر طلاق دینے والے کے حکم میں مذاہب فقہاء	813
136	خطاءً طلاق دینے والے کے حکم میں مذاہب فقہاء	813
137	امام بخاری کے اس نسخہ میں آیا شرک کا لفظ ہے یا شک کا لفظ؟	813
138	اگر طلاق کے عدد میں شک ہو کہ آیا اس نے دو طلاقیں دی ہیں یا تین طلاقیں دی ہیں تو اس کے متعلق مذاہب فقہاء	813
139	مشرک کی دی ہوئی طلاق میں مذاہب فقہاء	813

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
140	شرک سے کم درجہ کے الفاظ کہنے کا شرعی حکم	814
141	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی شرح کو رد کرنا اور امام بخاری کی عبارت میں غیر الشرک کا صحیح محمل بیان کرنا	814
142	حافظ عینی کے اعتراض مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی طرف سے جواب اور مصنف کی طرف سے محاکمہ	814
143	طلاق مکرہ کے متعلق مذاہب اربعہ اور متاخرین فقہاء احناف کی عبارات	815
144	حالت غضب میں طلاق دینے کے متعلق فقہاء احناف کی تحقیق	816
145	حالت غضب میں دی ہوئی طلاق کے متعلق صدر الشریعہ کا فتویٰ	818
146	حالت غضب میں دی ہوئی طلاق کے متعلق اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ جات	818
147	حالت اکراہ اور حالت نشہ میں دی ہوئی طلاق کے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ	820
148	فقہاء احناف کے نزدیک خطا اور نسیان سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس کے خلاف امام بخاری کا اپنی تعلیقات میں احادیث صحیحہ کو وارد کرنا	820
149	علامہ عینی کی مذکور الصدر شرح پر مصنف کا تبصرہ اور فقہاء احناف کی طرف سے جوابات	821
150	حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح سے فقہاء احناف کے موقف کی تائید	821
151	خطا اور نسیان سے طلاق کے ذکر میں فقہاء کا اختلاف	822
152	صاحب وسوسہ کی دی ہوئی طلاق کا شرعی حکم	823
153	مجنون پر طلاق واقع نہ ہونے پر دلیل	824
154	نشہ میں طلاق کے وقوع کے متعلق امام بخاری کی تعلیقات	824
155	حالت نشہ میں جو کلمات صادر ہوں ان پر مواخذہ نہیں کیا جاتا	825
156	اس تعلیق سے حافظ ابن حجر کا یہ استدلال کہ حالت نشہ میں طلاق واقع نہیں ہوتی، اس پر علامہ المہلب مالکی کا اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب	826
157	مجنون میں بھی عقل ہوتی ہے الا یہ کہ یہ ثابت ہو کہ نشہ سے اس کی عقل زائل ہو چکی ہے	826
158	سکران کی طلاق واقع ہونے کے متعلق امام بخاری کی تعلیقات میں مذکور احادیث	827
159	سکران (جو نشہ میں مدہوش ہو) کی طلاق کا واقع نہ ہونا	827
160	سکران کی طلاق کے عدم وقوع کے متعلق فقہاء تابعین کے اقوال	827
161	سکران کی طلاق کے وقوع کے متعلق فقہاء تابعین کے اقوال	827
162	سکران کی حد نشہ	828
163	جن فقہاء کے نزدیک سکران کی طلاق واقع ہو جاتی ہے ان کی دلیل	828
164	دلیل مذکور کا امام طحاوی کی طرف سے جواب	828
165	علامہ عینی کی طرف سے ساتویں تعلیق کی شرح	828
166	سکران کی طلاق کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	828
167	سکران کی طلاق کے وقوع پر فقہاء احناف کا قرآن مجید سے استدلال	829
168	سکران کی طلاق کے وقوع پر فقہاء احناف کا احادیث سے استدلال	829
169	شرابی کی حالت نشہ میں دی ہوئی طلاق کے وقوع پر عقلی دلیل	830
170	کسی مباح چیز کے کھانے کی وجہ سے حالت نشہ کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حکم	830
171	شراب کے علاوہ دیگر چیزوں کے کھانے یا پینے سے نشہ میں دی ہوئی طلاق کا حکم	830
172	خمر (انگور کی شراب) کے نشہ سے وقوع طلاق کے متعلق فقہاء احناف کے مذہب کی تفصیل	831
173	مصنف کے نزدیک موجودہ دور کی شرابوں سے حالت نشہ میں بیوی کو طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی	831
174	حالت نشہ میں وقوع طلاق کے متعلق صدر الشریعہ کا فتویٰ	832
175	حالت نشہ میں دی ہوئی طلاق کے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ	832
176	موسوس کی طلاق کے متعلق امام بخاری کی تعلیق	832
177	حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا ترجمہ اور تذکرہ	832
178	طلاق میں شرط کے متعلق امام بخاری کی تعلیق میں حدیث	833
179	ان بعض فقہاء کے قول کا بیان جنہوں نے عطاء بن ابی رباح کی مخالفت کی	834
180	وضو، نماز اور طلاق میں وسوسہ کا حکم	834
181	تعلیق سابق کے موافق امام بخاری کی دوسری تعلیق	834
182	لفظ البتہ کی تحقیق اور حضرت ابن عمر کے اثر کی عطاء بن ابی رباح کے اثر کے ساتھ مناسبت	834
183	تعلیق مذکور کی تسہیل	835
184	جب کسی مرد نے کسی کام کے کرنے پر اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھائی اور اس کام کا بیان نہیں کیا تو اس کام میں اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا	835
185	جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا: مجھے تمہاری حاجت نہیں ہے	835
186	غیر عربی زبان میں طلاق کا حکم	836
187	فارسی اور ترکی زبان میں طلاق کے الفاظ کا حکم	836
188	اردو زبان میں طلاق کے الفاظ کے متعلق صدر الشریعہ کا فتویٰ	836
189	اردو زبان میں طلاق کے الفاظ کے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ	837
190	جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو حاملہ ہوئی تو تجھے طلاق ہے، اس مسئلہ میں اختلاف فقہاء	839
191	تعلیق مذکور کی تسہیل	839
192	کنایات طلاق	839
193	کنایات طلاق کے متعلق صدر الشریعہ کی تحقیق	840
194	کنایہ کے بعض الفاظ	840
195	کنایہ کے چند ایسے الفاظ جن سے نیت کے باوجود طلاق نہیں ہوتی	841
196	بلا وجہ طلاق کا ناپسندیدہ ہونا	841
197	مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تو میری بیوی نہیں ہے، اس قول کے متعلق مذاہب ائمہ	841
198	تعلیق مذکور کی تخریج اور لڑکے کے بالغ ہونے کے متعلق فقہاء کے اقوال	842
199	تعلیق مذکور کی مکمل تخریج اور لڑکے کی بلوغت کے متعلق اقوال فقہاء	842
200	لڑکے اور لڑکی دونوں کی بلوغت کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تفصیل	843
201	المعتوہ (کم عقل) کی طلاق کے وقوع میں فقہاء کا اختلاف	844
202	امام بخاری کی تعلیق مذکور عطاء بن عجلان سے مروی ہے اور اس کے ضعف کا بیان	845
203	امام بخاری کی انیسویں (۱۹) تعلیق میں مذکور حدیث کے متعلق مصنف کی تحقیق	845
204	المعتوہ (کم عقل) کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تحقیق	845

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
205	بچہ، المعتوہ اور سکران کے متعلق تحقیق و تفصیل	846
206	معتوہ (کم عقل) اور سکران (نشہ میں مدہوش) کے احکام	848
207	خطاءً غلام کو آزاد کرنے اور خطاءً بیوی کو طلاق دینے کے متعلق مذاہب فقہاء	848
208	ان فقہاء کے دلائل جن کے نزدیک خطاءً طلاق واقع نہیں ہوتی	849
209	ان فقہاء کے دلائل جن کے نزدیک خطاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے	849
210	اس باب کی حدیث سے امام بخاری کا مقصود ہے: خطاءً طلاق کے وقوع میں امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کرنا	850
211	امام ابوحنیفہ کے مذہب کے رد میں دیگر دلائل	850
212	خطاء اور نسیان کے متعلق حدیث کی تحقیق	851
213	حدیث نفس ''ھم'' اور عزم کے معانی اور ان کا شرعی حکم	854
214	امام بخاری کے نزدیک خطا اور نسیان سے طلاق کا واقع نہ ہونا	855
215	مصنف کی طرف سے امام بخاری کے دلائل کا جواب	856
216	وسوسہ، خطاء اور نسیان سے طلاق کے عدم وقوع پر دلائل اور فریقین کی بحث و نظر	856
217	حدیث نفس پر عدم مواخذہ کا اس امت کی خصوصیت ہونا	857
218	طلاق کے عزم سے طلاق کے عدم وقوع پر دلائل اور اس میں اختلاف فقہاء	857
219	حدیث نفس سے طلاق کے عدم وقوع کے قائلین	858
220	لکھنے سے طلاق کے وقوع کی تفصیل	858
221	اذلقته الحجارة کا معنی اور اس لفظ پر مشتمل دیگر احادیث	859
222	حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کے متعلق دیگر احادیث	860
223	شیخ امین احسن اصلاحی کی تقصیر واجب التعذیر	860
224	نابالغ بچہ کی دی ہوئی طلاق کے متعلق مذاہب فقہاء	861
225	زانی کو رجم کرنے کے لیے اس کے اقرار زنا کی تعداد کے متعلق مذاہب فقہاء	861
226	محصن اور محصنہ کا معنی	862
227	حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ نے پوچھا: کیا تم کو جنون ہے؟ اس کی توجیہ	862
228	حدیث مذکور کی ترجمۃ الباب سے مناسبت	863
229	حدیث مذکور کے رجال	863
230	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا تعارف	863
231	حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے چار مرتبہ اقرار زنا اور ان کی توبہ کے متعلق دیگر احادیث	863
232	حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی	865
233	حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور منقبت	865
234	زانی پر حد جاری کرنے کے لیے اس کا چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے یا اس کا ایک بار بھی اقرار کرنا کافی ہے، اس مسئلہ کے متعلق مذاہب فقہاء	866
235	ائمہ ثلاثہ کا ایک حدیث سے استدلال اور امام طحاوی اور علامہ عینی کے مفصل جوابات	866
236	احصان کی تعریف، اس کی اقسام اور اس کی تحقیق	868
237	زانی کو پہلے کوڑے مارنے اور پھر رجم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	868
238	کیفیت زنا سے متعلق سوال کرنا	870
239	زنا کے جرم کو افشاء کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اس پر	

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
			870	پردہ رکھا جائے	
			871	امام پر لازم ہے کہ وہ اجراء حد سے پہلے زانی سے چار مرتبہ اقرار زنا کرائے	240
			871	جس کو رجم کیا گیا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم	241
			871	ان بعض روایات کی توجیہ جن کے مطابق آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی	242
			872	حضرت ماعز کی نماز جنازہ پڑھنے کے ثبوت میں احادیث	243
			873	رجم کے وقت مرجوم کے لیے گڑھا کھودنے یا گڑھا نہ کھودنے کے متعلق احادیث	244
			874	رجم کے وقت مرجوم کے لیے گڑھا کھودنے یا گڑھا نہ کھودنے کے متعلق مذاہب فقہاء	245
			874	جب زنا کا معترف رجم کے وقت بھاگے تو اس سے حد کو ساقط کرنے کا استحباب	246
			875	دیگر مجرموں کی نماز جنازہ کے متعلق اختلاف فقہاء	247
			875	شبہات سے حدود ساقط کرنے کے متعلق احادیث	248
			876	شبہات سے حدود ساقط کرنے کے متعلق آثار	249
			877	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	250
			877	الزہری کے دوسرے شیخ کا بیان	251
			878	کتاب الطلاق: ۱۱ کے مضامین کا خلاصہ	252
			879	انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری	253
			880	نعمۃ الباری جلد تاسع (نو) کی تکمیل اور کلمات حمد و ثناء	254
			881	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد تاسع (۹) کی ڈائری	255
			882	مصادر التحقیق فی نعم الباری	256

Marfat.com

افتتاحیہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله رب العالمین، الذی جعلنا من المسلمین، ووصفنا بخیر امة من الأمم الماضین، و انعم علینا بتنزیل القرآن الکریم و ھدانا به الی الصراط المستقیم، و الصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین، الذی شرح الفرقان باحادیثه و بیانه القویم، و کشف عن اسرارہ و غوامضه لھدایة الناس اجمعین، و انقذنا بحسن سیرته من الظلمات والضلال المبین، و علی اله الطیبین واصحابه الطاھرین الذین قاموا باشاعة الدین المتین مع کمال الخلوص والجھد العظیم، وعلی ازواجه الطاھرات امھات المومنین، وعلی جمیع الائمة التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین۔

و بعد فیقول العبد الفقیر الی مولاہ القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربه السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیه نعمة الباری) توکلا علی رحمة الله و فضله العمیم۔ ولا یکون تحریرہ و تقریرہ و تکمیله الا نعمته العظمیٰ۔ فلذا سمیته بنعمة الباری فی شرح الصحیح للبخاری۔ (تقبله الله بلطفه و تغمدنی یغفرانه بمحض فضله)

اشھد ان لا اله الا الله وحدہ لا شریک له و اشھد ان سیدنا و مولانا محمد عبدہ و رسوله۔ اعوذ بالله من شرور نفسی و من سیئات اعمالی۔ من یھدہ الله فلا مضل له و من یضلله فلا ھادی له۔ اللھم ارنی الحق حقاً وارزقنی اتباعه۔ اللھم ارنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابه۔ اللھم اجعلنی فی تصنیف ھذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعله موافقاً باسمه واحفظه من شرور الاشرار و الحاسدین۔ اللھم اجعله خالصا لوجھک الکریم و مقبولاً عندک و عند رسولک الرؤف الرحیم واجعله شائعاً و مستفیضاً و مفیضاً و مرغوباً فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعله لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقة جاریة الی یوم القیامة وارزقنی زیارة النبی الکریم ﷺ فی الدنیا و شفاعته فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامة و امتنی علی الایمان بالکرامة۔ اللھم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت۔ اعوذ بک من شر ما صنعت ابؤ لک بنعمتک علیّ وابؤ لک بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ و علی والدیّ وان اعمل صالحاً ترضٰه۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

Marfat.com

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن کریم نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں تفسیر تبیان القرآن سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے صحیح بخاری کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمة الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔

اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے، پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

٦٦- كِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ

قرآن مجید کے فضائل کا بیان

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس کتاب میں فضائل قرآن کا بیان ہے، کتاب التفسیر اور کتاب فضائل القرآن کے درمیان مناسبت ظاہر ہے اور فضائل کا لفظ فضیلت کی جمع ہے، الجوہری نے کہا ہے کہ الفضل اور فضیلت کا لفظ نقص اور نقیصہ کی ضد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷)

۱- بَابٌ: كَيْفَ نَزَلَ الْوَحْيُ وَأَوَّلُ مَا نَزَلَ — وحی کا نزول کس طرح ہوا اور سب سے پہلے کیا نازل ہوا

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس باب میں نزول وحی کی کیفیت کا بیان ہے اور یہ بیان ہے کہ سب سے پہلے کون سی وحی نازل ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کے ساتھ علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ابوذر کے نسخہ کے علاوہ دوسرے نسخوں میں کیف نزول الوحی جمع کے صیغہ کے ساتھ مذکور ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۵۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: گویا کہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ لفظ نزول جمع ہے، کیونکہ یہ علوم عربیہ سے واقف نہیں ہیں اور یہ ان کی فاحش غلطی ہے۔ نزول کا لفظ مصدر ہے اور اس کا باب ہے: نَزَلَ يَنْزِلُ نُزُوْلًا اور صحیح البخاری کی ابتداء میں نزول وحی کی کیفیت کا بیان ہو چکا ہے اور یہ بیان بھی ہو چکا ہے کہ سب سے پہلے کیا چیز نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے مناقشہ کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی ایسے عظیم محدث اور محقق سے یہ مخفی نہیں ہو سکتا کہ لفظ نزول نزل ینزل کا مصدر ہے اور حیرت یہ ہے کہ علامہ عینی سے یہ مخفی رہا کہ فاعل کی جمع فعول کے وزن پر بھی آتی ہے جیسے ضارب کی جمع ضروب ہے اسی طرح نازل کی جمع نزول ہے، سو حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ لکھنا بالکل درست ہے کہ نزول جمع کا صیغہ ہے اور ان کی مراد یہ ہے کہ وحی کے متعدد نزول ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمُهَيْمِنُ الْأَمِيْنُ الْقُرْآنُ أَمِيْنٌ عَلَى كُلِّ كِتَابٍ قَبْلَهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَلْمُهَيْمِنُ کا معنی ہے: الامین یعنی قرآن مجید اپنے سے پہلی ہر کتاب پر امین ہے۔

قرآن مجید سے پہلے نازل شدہ آسمانی کتابوں کا بیان

علامہ عینی لکھتے ہیں: اَلْمُهَيْمِنُ کا لفظ درج ذیل آیت کریمہ میں ہے:

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۔ (المائدہ: ۴۸)

(اے رسول مکرم!) ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل کی (اور) اس کے سامنے جو (آسمانی) کتاب ہے یہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کی محافظ ہے۔

امام بخاری نے المهیمن کی تفسیر امین کے ساتھ کی ہے اور مُهَیْمِن اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے، المهیمن کی اصل مؤیمن ہے، پس ہمزہ کو ھا سے بدل دیا گیا جیسے اُرِقْتُ کو ھَرِقت کر دیا گیا اور اس کا معنی ہے: امین اور اپنے وعدہ کو سچا کرنے والا اور اس کے اور بھی معانی ہیں۔

امام بخاری نے کہا: قرآن مجید اپنے سے پہلی ہر کتاب پر امین ہے یعنی وہ آسمانی کتابیں اور صحیفے جو آپ سے پہلے انبیاء اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس اثر کو امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حافظ ابن حجر سے وضاحت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام کی توجیہ یہ ہے کہ قرآن مجید ان تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں کا مصدق ہے جو قرآن مجید سے پہلے نازل ہوئی ہیں کیونکہ قرآن مجید کے احکام یا تو پچھلی کتابوں کے احکام کو مقرر رکھنے والے ہیں یا ان کتابوں کے احکام کو منسوخ کرنے والے ہیں اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ منسوخ بھی ثابت ہو یا قرآن مجید میں نئے احکام نازل کیے گئے ہیں۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۹۷۸-۴۹۷۹ ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ وَابْنُ عَبَّاسٍ رضى الله عنهم قَالَا لَبِثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ وَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از شیبان از یحییٰ از ابی سلمہ، انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم دونوں نے خبر دی کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دس سال ٹھہرے آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا اور مدینہ میں دس سال“۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ آپ کی عمر ساٹھ (۶۰) سال تھی حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ آپ کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی، اس کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بھی دس سال رہے اور مدینہ میں بھی دس سال رہے اور مشہور یہ ہے کہ آپ پر وحی کی ابتداء چالیس سال کی عمر سے ہوئی۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ آپ کی عمر ساٹھ سال تھی اور معتمد یہ ہے کہ آپ کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی، اس کی ایک توجیہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ مکہ میں دس (۱۰) سال رہے تو اس سے کسر کے تین سال حذف کر دیئے ہیں کیونکہ آپ مکہ میں تیرہ (۱۳) سال رہے ہیں، دوسری توجیہ یہ ہے کہ چالیس (۴۰) سال مکمل ہونے کے بعد

Marfat.com

آپ پر وحی کی ابتداء ہوئی تو پہلے چھ مہینہ آپ پر خواب میں وحی نازل ہوتی رہی یہاں تک کہ رمضان کے مہینہ میں آپ پر فرشتہ نازل ہوا، پھر آپ پر وحی کا نزول رک گیا، پھر وحی تواتر اور تسلسل سے نازل ہونے لگی، پس وحی تواتر اور تسلسل کے ساتھ دس سال نازل ہوئی اور اس سے پہلے آپ پر یا خواب میں وحی نازل ہوئی تھی یا ایک بار فرشتہ کے نازل ہونے کے بعد وحی کا آنا رک گیا تھا اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ آپ پر چالیس (۴۰) سال کی عمر میں وحی کی ابتداء ہوئی اور تین سال تک آپ پر حضرت میکائیل علیہ السلام یا حضرت اسرافیل علیہ السلام وحی نازل کرتے رہے، اس کا ذکر ایک حدیث مرسل میں ہے، پھر اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے ملے اور وہ دس سال تک آپ پر وحی نازل کرتے رہے۔

قرآن مجید کا تدریجاً نازل ہونا اور اس کی حکمتیں

اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر قرآن تدریجاً نازل ہوتا رہا ہے، یک بارگی آپ پر پورا قرآن نازل نہیں ہوا ہے جیسا کہ امام نسائی، امام ابوعبیدہ اور امام حاکم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ مکمل قرآن ایک مرتبہ آسمان دنیا پر لیلۃ القدر میں نازل ہوا، پھر اس کے بعد قرآن مجید بیس (۲۰) سال میں نازل ہوا، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی:

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ○ (بنی اسرائیل:۱۰۶)

اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے (حسب موقع) نازل کیا تا کہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو بہ تدریج نازل کیا ہے ○

معتمد یہ ہے کہ پورا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف یک بارگی نازل ہوا، پھر اس کے بعد آپ پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن مجید نازل ہوتا رہا، نیز حضرت جبریل علیہ السلام رمضان کے مہینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پورے قرآن کا دور کرتے تھے جو اس سال میں آپ پر نازل ہوا تھا، اسی طرح امام ابوعبید اور امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ شعبی سے روایت کی ہے اور عنقریب صحیح بخاری میں یہ حدیث آئے گی کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کے مہینہ میں دور کرتے تھے اور اس میں دو حکمتیں ہیں: ایک حکمت تو قرآن مجید کو یاد کرنا ہے اور دوسری حکمت یہ ہے کہ جو احکام منسوخ نہیں ہوئے ان کو باقی رکھا جائے اور جو احکام منسوخ ہو چکے ہیں ان کو اٹھا لیا جائے، پس رمضان کا مہینہ قرآن مجید کے اجمالاً اور تفصیلاً دونوں طرح کے نزول کا محل اور ظرف ہے۔

قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں کے نزول کا بیان

امام احمد اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تورات چھ رمضان میں نازل ہوئی اور انجیل تیرہ (۱۳) رمضان میں نازل ہوئی اور زبور (۱۸) رمضان میں نازل ہوئی اور قرآن مجید چوبیس (۲۴) رمضان میں نازل ہوا، اور یہ روایت ان آیات کے موافق ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ (بقرہ:۱۸۵) رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ (القدر:۱) بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے ○

پس ہو سکتا ہے کہ اس سال لیلۃ القدر اس رات میں ہو جس رات پورا قرآن آسمان دنیا کی طرف نازل کیا گیا تھا، پھر چوبیس (۲۴) رمضان کو زمین پر قرآن نازل کیا گیا اور اس کی پہلی آیت تھی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ (العلق:۱) (اے رسول مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے○

مکی اور مدنی سورتوں کی اصطلاح کا بیان

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید خصوصیت کے ساتھ مکہ اور مدینہ میں نازل ہوا ہے اور یہ اسی طرح ہے لیکن حرمین کے علاوہ بھی قرآن مجید نازل ہوا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج یا عمرہ کے سفر میں تھے یا کسی غزوہ میں تھے لیکن اصطلاح یہ ہے کہ جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں وہ سورتیں مکی ہیں اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں خواہ وہ مکہ یا مدینہ کے شہر میں نازل ہوئی ہوں یا حالت سفر میں نازل ہوئی ہوں، اور اس کی مزید تفصیل باب تالیف القرآن میں ان شاء اللہ آئے گی۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۹۸۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ أُنْبِئْتُ أَنَّ جِبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَعِنْدَهُ أُمُّ سَلَمَةَ فَجَعَلَ يَتَحَدَّثُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِأُمِّ سَلَمَةَ مَنْ هَذَا أَوْ كَمَا قَالَ قَالَتْ هَذَا دِحْيَةُ فَلَمَّا قَامَ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا حَسِبْتُهُ إِلَّا إِيَّاهُ حَتَّى سَمِعْتُ خُطْبَةَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يُخْبِرُ خَبَرَ جِبْرِيلَ أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ أَبِي قُلْتُ لِأَبِي عُثْمَانَ مِمَّنْ سَمِعْتَ هَذَا قَالَ مِنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از ابی عثمان، انہوں نے کہا: مجھے خبر دی گئی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت آپ کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں، پس آپ (حضرت جبرئیل سے) باتیں کرنے لگے، پھر "نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ یا جو بھی آپ نے فرمایا، حضرت ام سلمہ نے کہا: یہ حضرت دحیہ ہیں، پس جب آپ کھڑے ہوئے تو حضرت ام سلمہ نے کہا: اللہ کی قسم میں نے یہی گمان کیا تھا کہ یہ حضرت دحیہ ہیں حتیٰ کہ حضرت ام سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ سنا جس میں آپ حضرت جبرئیل کے آنے کی خبر دے رہے تھے یا جس طرح آپ نے فرمایا" معتمر نے بیان کیا کہ میرے والد نے کہا کہ میں نے ابو عثمان سے پوچھا کہ آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۳۴ میں گزر چکی ہے، تاہم بغرض ضروری امور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

مشکل اور مبہم عبارات کی توضیح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ آپ نے یہ اس لیے پوچھا تھا کہ آیا حضرت ام سلمہ کو یہ پتا چلا یا نہیں کہ جس سے آپ باتیں کر رہے ہیں وہ فرشتہ ہے۔

حضرت ام سلمہ نے کہا: یہ حضرت دحیہ ہیں یعنی دحیہ بن خلیفہ الکلبی جو مشہور صحابی ہیں، یہ بہت حسین وجمیل تھے اور حضرت جبریل اکثر ان کی صورت میں آتے تھے۔

نیز اس میں مذکور ہے: جب آپ کھڑے ہوئے: یعنی جب آپ مسجد کی طرف جانے کے لیے کھڑے ہوئے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ نے حضرت ام سلمہ کے اس گمان پر انکار نہیں کیا کہ یہ حضرت دحیہ ہیں کیونکہ وہ عنقریب آپ کا خطبہ سن کر یہ جان لیتیں کہ آپ کے پاس آنے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے نہ کہ حضرت دحیہ۔

حافظ ابن حجر سے علامہ عینی کا مناقشہ کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما دونوں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا مگر یہ ایک قصہ نہیں ہے

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ بنو قریظہ کے قصہ کا ہو کیونکہ امام بیہقی کی دلائل النبوت میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد سے باتیں کر رہے ہیں اور اس وقت وہ مرد سوار تھے، پس جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو میں نے پوچھا: یہ کون شخص تھا جس سے آپ باتیں کر رہے تھے؟ آپ نے پوچھا: تم اس شخص کو کس کے مشابہ سمجھتی ہو تو میں نے کہا: دحیہ بن خلیفہ کے، آپ نے فرمایا: یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، انہوں نے مجھ سے یہ کہا کہ میں بنو قریظہ کی طرف جاؤں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ قول کئی وجوہ سے بعید ہے: (۱) اس باب کی حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنے والی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور امام بیہقی کی روایت میں حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنے والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں (۲) دونوں حدیثوں کی سند مختلف ہے، حضرت ام سلمہ کی حدیث ابی عثمان سے مروی ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث القاسم سے مروی ہے (۳) ظاہر یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنے گھر میں دیکھا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو گھر سے باہر دیکھا تھا اور اس وقت وہ سوار تھے۔ ان تمام وجوہ سے پتا چلتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ قصے ہیں، لہٰذا حافظ ابن حجر کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ بنو قریظہ کے قصہ کا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درمیان مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''انتقاض الاعتراض'' میں علامہ عینی کے اس اعتراض کا جواب لکھا ہے کہ علامہ عینی کی عبارت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جو ان دونوں قصوں کے اتحاد کے خلاف ہو، پس حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی شکل میں دیکھا۔ حافظ ابن حجر کا جواب ختم ہوا۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۴۷۲، مکتبہ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ) میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے ان دونوں قصوں کے تغایر پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت جبریل کو حضرت دحیہ کی شکل میں گھر میں دیکھا تھا اور حضرت عائشہ نے ان کو گھر سے باہر دیکھا تھا، پس انصاف کی بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی سے علامہ عینی کے اس اعتراض کا جواب نہیں بن سکا۔ (سعیدی غفرلہ)

فرشتہ انسان کی شکل میں آسکتا ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض وغیرہ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ فرشتہ آدمی کی صورت میں آسکتا ہے اور فرشتے کی اپنی ذاتی صورت ہے جس کو آدمی نہیں دیکھ سکتا کیونکہ بشری قویٰ ضعیف ہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ دیکھنے کی قوت عطا فرمادے تو وہ الگ بات ہے اس لیے حضرت جبریل علیہ السلام اکثر اوقات مرد کی صورت میں آتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری: ۲ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور کبھی فرشتہ میرے لیے مرد کی صورت میں آتا، سو وہ مجھ سے کلام کرتا تو میں یاد رکھتا کہ وہ مجھ سے کیا کہہ رہا ہے، اور آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں صرف دو بار دیکھا ہے جیسا کہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے دوسرا مناقشہ کہ اکثر صحابہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو مرد کی صورت میں نہیں دیکھا

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: شارحین نے کہا کہ اس حدیث میں حضرت ام سلمہ اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہما دونوں کی فضیلت ہے کہ انہوں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور اس پر اعتراض ہے کہ اکثر صحابہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو مرد کی صورت میں دیکھا جب حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ سے ایمان، اسلام اور احسان کے متعلق سوال کیا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حافظ ابن حجر سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ انہوں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ دوسری عورتوں کو یہ فضیلت حاصل نہ ہوئی ہو، اور حافظ ابن حجر نے جو لکھا ہے کہ اکثر صحابہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا اس کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بعض صحابہ کے لیے ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو مرد کی صورت میں دیکھا اور جس وقت آپ کے پاس حضرت جبریل ایک اعرابی کی صورت میں آئے تھے اس وقت آپ کے پاس اکثر صحابہ نہیں تھے۔

(عمدۃ القاری، ج ۲۰ ص ۱۸ محصلا دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے درمیان مصنف کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''انتقاض الاعتراض'' میں علامہ عینی کے اس اعتراض کا جواب نہیں لکھا، اس سے واضح ہوا کہ علامہ عینی کا یہ اعتراض بہت قوی ہے اور حافظ ابن حجر سے اس کا جواب نہیں بن سکا۔ (سعیدی غفرلہ)

۴۹۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللهُ إِلَيَّ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(صحیح البخاری: ۷۲۷۴، صحیح مسلم: ۱۵۲، مسند احمد: ۸۴۹۹، السنن الکبری للنسائی: ۱۱۱۲۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی کو اتنے معجزات دیے گئے کہ جن کی وجہ سے کوئی بشر ایمان لا سکتا ہے اور مجھے جو چیز عطا کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو اس نے میری طرف وحی فرمائی پس مجھے امید ہے کہ میرے متبعین قیامت کے دن سب سے زیادہ ہوں گے''۔

نبی ﷺ کا معجزہ قرآن کریم ہے جس کا عقل سے ادراک ہوتا ہے اور انبیاء سابقین کے معجزات کا ادراک حواس سے ہوتا تھا اور آپ کے معجزہ کی ان کی معجزات پر برتری

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کی مراد یہ ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معجزات دیئے گئے، حضرت صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ دیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاٹھی کا معجزہ عطا کیا گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردے زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا گیا اور نبی ﷺ کو کسی سوال کی وجہ سے معجزہ نہیں دیا گیا حتیٰ کہ آپ اس سے چیلنج کرتے، ہاں! آپ نے اپنی طرف سے بہ کثرت معجزات دکھائے اور آپ کو قرآن کریم عطا کیا گیا جو معجزہ ہے اور اس کے معجزہ ہونے کا بیان درج ذیل آیات میں ہے:

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ (العنکبوت:۵۱) کیا ان کے لیے یہ معجزہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر الکتاب نازل کی ہے جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔

وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ (بنی اسرائیل:۵۹) اور ہمیں (فرمائشی) معجزات بھیجنے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ پہلے لوگ ان کو جھٹلا چکے ہیں۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اتنے معجزات کے ساتھ تائید کی جس سے اس نبی کے دعویٰ نبوت کی تصدیق ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے: اس کا معنی ہے: ہر نبی کو ایسے معجزات دیئے گئے جیسے اس سے پہلے انبیا کو معجزات دیئے گئے تھے اور رہا میرا عظیم معجزہ تو وہ قرآن کریم ہے جس کی مثل کسی کو عطا نہیں کی گئی، پس اسی وجہ سے میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے، اور کہا گیا ہے کہ آپ کو ایسا معجزہ دیا گیا جس پر تخییل، جادو اور شعبدہ بازی کا شبہ نہیں ہوسکتا، اس کے برخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو معجزہ دیا گیا تو جادوگروں نے اس کے مشابہ صورت پیش کی کہ لاٹھیاں اور رسیاں سانپوں کی طرح رینگنے لگیں۔

اور اس حدیث کا چوتھا معنی یہ ہے کہ انبیاء سابقین کے معجزات ان کے زمانوں کے ساتھ ختم ہو گئے اور ان کا مشاہدہ صرف ان لوگوں نے کیا جو ان کے زمانہ میں حاضر تھے، اس کے برخلاف ہمارے نبی ﷺ کا معجزہ قرآن کریم ہے جو قیامت تک باقی رہے گا اور اس کا اسلوب بیان اور بلاغت لوگوں کی طاقت میں نہیں ہے اور اس میں غیب کی خبریں دی گئی ہیں اور تمام جنات اور انسان اس کی نظیر لانے سے عاجز رہے خواہ وہ اکٹھے ہو کر لاتے یا الگ الگ لاتے اور تمام زمانوں میں اس کی مثال نہیں لائی جاسکی حالانکہ اس کو چیلنج کیا گیا تھا۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے: انبیاء سابقین علیہم السلام کو حسی معجزات دیئے گئے تھے جن کا آنکھ سے مشاہدہ کیا جاسکتا تھا جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور ہمارے نبی ﷺ کا عظیم معجزہ قرآن ہے جس کا عقل کی آنکھ سے مشاہدہ کیا جاتا ہے اور پچھلی امتوں کے لوگ بے وقوف تھے، تب ہی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی ایسا خدا بنا دیں جیسے ان بت پرستوں کے خدا ہیں اور بے وقوف لوگوں کے لیے صرف حسی معجزات ہی صلاحیت رکھتے ہیں اور ہمارے نبی ﷺ جس قوم کی طرف مبعوث کیے گئے تھے وہ بہت ذہین اور عقل مند لوگ تھے اور ان کے لیے قرآن کا معجزہ کافی تھا، البتہ ان میں سے بعض لوگ باوجود فہم اور عقل کے بہت متکبر تھے اور وہ اپنے تکبر کی وجہ سے نبی ﷺ کی اتباع نہیں کرتے تھے اور وہ اپنے آباء واجداد کی بت پرستی کی طرف لوٹ گئے اور جب شارع علیہ السلام نے ان

Marfat.com

کو نصیحت کی تو انہوں نے آپ سے بغض رکھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ (المومن:٥٦)

بے شک جو لوگ بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کر رہے ہیں ان کے دلوں میں صرف بڑا بننے کی ہوس ہے، جس تک وہ پہنچنے والے نہیں ہیں، سو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجئے، بے شک وہ خوب سننے والا بہت دیکھنے والا ہے O

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء سابقین علیہم السلام کی جنس سے بڑا معجزہ عطا کیا گیا تھا

علاوہ ازیں انبیاء سابقین علیہم السلام کا جو بھی معجزہ تھا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی جنس سے افضل معجزہ عطا کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب دشمنوں کے دلوں میں واقع ہو گیا تھا اور ایسا رعب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سے طاری نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری رعب سے مدد کی گئی ہے جو ایک ماہ کے فاصلہ سے طاری ہو جاتا ہے"۔ (صحیح مسلم: ۵۲۲)

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا گیا ان کا دشمن ایک ماہ کی مسافت پر تھا اور ہوا ان کے تخت کو صبح کے وقت یا شام کے وقت وہاں پہنچا دیتی تھی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا دشمن ایک ماہ کی مسافت کے فاصلہ سے بھی آپ سے ڈرتا تھا حالانکہ آپ ہوا کے ذریعہ اس کے پاس صبح کو یا شام کو نہیں پہنچتے تھے۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزہ سے بڑا معجزہ ہے۔

اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ کر نکلتے تھے اور یہ پتھر سے پانی نکالنے کی بہ نسبت بڑا معجزہ ہے کیونکہ کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ گوشت اور ہڈیوں کے درمیان سے پانی نکل آتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں سے کلام کیا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کی دستی (اگلا پیر) سے کلام فرمایا ہے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے بڑا معجزہ ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۵۔ ۱۲، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

ہر نبی کو اس قسم کا معجزہ دیا گیا جس کا اس زمانہ میں چرچا تھا اور چونکہ آپ کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا چرچا تھا اس لیے آپ کو کلام بلیغ کا معجزہ دیا گیا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میں نے جس معجزہ کے ساتھ چیلنج کیا ہے کہ تم اس کی مثل نہیں لا سکتے وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو مجھ پر نازل کی گئی ہے اور وہ قرآن ہے جو واضح معجزہ پر مشتمل ہے اور اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ کے معجزات قرآن کریم میں منحصر ہیں اور نہ اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ آپ کو وہ معجزات نہیں عطا کیے گئے جو آپ سے پہلے انبیاء کو عطا کیے گئے تھے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ یہ وہ عظیم معجزہ ہے جو صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ ہر نبی کو ایسا معجزہ عطا کیا گیا جو اس کے ساتھ خاص تھا اور وہ معجزہ دوسرے کو عطا نہیں کیا گیا جس کے ساتھ اس نے اپنی قوم کو للکارا تھا، جیسے فرعون کے زمانہ میں جادو کا چرچا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام لاٹھی کا معجزہ لے کر آئے اور ان کی لاٹھی نے جادوگروں کے جادو سے بنائے ہوئے تمام سانپوں کو نگل لیا اور یہ معجزہ کسی اور نبی سے ظاہر نہیں ہوا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب اور حکمت کا بڑا چرچا تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا اور مادرزاد اندھوں کو بینا کیا اور ان کا یہ معجزہ ان کے زمانہ کے اطباء کے تمام طبی کمالات پر غالب آ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں مبعوث ہوئے اس زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا بہت ظہور تھا، پس آپ قرآن کریم کو لے کر آئے کہ تم سب مل کر اس کی

کسی ایک سورت کی مثل بنا کر لے آؤ تو اس پر کوئی قادر نہ ہوا۔

قرآن مجید کے وجوہ اعجاز کی تفصیل

قرآن کریم کے معجز ہونے کی حسب ذیل چار قسمیں ہیں: اور ان کے علاوہ دیگر اقسام:

(۱) قرآن مجید کے کلمات کی عمدہ ترتیب اور ترکیب، ان میں اختصار اور بلاغت کے ساتھ۔

(۲) قرآن مجید کا وہ اسلوب جو عربوں میں سے اہل بلاغت کے اسالیب سے مختلف ہے حتیٰ کہ عقلیں اس میں حیران ہیں اور ذرائع اور وسائل بہ کثرت حاصل ہونے کے باوجود وہ اس کی مثل لانے پر قادر نہ ہو سکے اور عجز کے اعتراف کے سوا ان کے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

(۳) قرآن مجید میں گزشتہ امتوں کی خبریں اور ان کے احوال کا بیان ہے اور ان کے احکام شرعیہ کا ذکر ہے جن میں سے بعض چیزوں کے سوا اہل کتاب میں سے بھی کسی کو علم نہیں تھا۔

(۴) قرآن مجید میں مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبریں دی گئی ہیں جن میں سے بعض کا ظہور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہوا اور بعض کا آپ کے زمانہ کے بعد ظہور ہوا۔

ان چار وجوہ کے علاوہ اور ایسی آیات ہیں جن میں کسی قوم کے متعلق یہ خبر دی گئی کہ وہ اس کام کو نہیں کریں گے، پس وہ اس کام سے عاجز ہو گئے حالانکہ اس کام کے کرنے کے بہ کثرت ذرائع اور وسائل تھے جس کام کو وہ کر کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کر سکتے تھے جیسے فرمایا: یہود موت کی تمنا نہیں کریں گے، سو انہوں نے موت کی تمنا نہیں کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی اور قرآن مجید کی آیت صادق ہو گئی۔

اس طرح قرآن مجید کو پڑھنے والا قرآن مجید کو بار بار پڑھنے سے اور سننے والا اس کو بار بار سننے سے نہیں تھکتا اور اس کو زیادہ پڑھنے سے اس کو طراوت اور لذت ہی حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کا معجزہ یہ ہے کہ تمام دنیا کے فنا ہونے کے بعد بھی قرآن مجید کی آیات باقی رہیں گی۔

اور قرآن مجید میں تمام علوم اور معارف مجتمع ہیں جن کے عجائب اور فوائد کبھی ختم نہیں ہوتے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۹۸۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّ اللهَ تَعَالَى تَابَعَ عَلَى رَسُولِهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْوَحْيَ قَبْلَ وَفَاتِهِ حَتَّى تَوَفَّاهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْيُ ثُمَّ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدُ۔

(صحیح مسلم: ۳۰۱۶، السنن الکبریٰ: ۷۹۸۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی وفات سے پہلے لگاتار وحی نازل فرماتا رہا حتیٰ کہ جب آپ کی وفات (قریب) ہوئی تو آپ پر بہت زیادہ وحی نازل ہوئی تھی، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی"۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے بہ کثرت وحی نازل ہونے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب آپ پر بہ کثرت وحی نازل ہوئی تھی اور اس کا سبب یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد بہت زیادہ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور وہ احکام شرعیہ کے متعلق بہ کثرت سوالات کرتے تھے، اس وجہ سے اخیر زمانہ میں آپ پر بہ کثرت وحی نازل ہوئی۔

یہ حدیث اس کے خلاف ہے جو امام بخاری نے اول بعثت میں روایت کی ہے کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ پہلے وحی نازل ہوئی، پھر وحی کا آنا رک گیا اور جس عرصہ میں آپ مکہ مکرمہ میں تھے اس عرصہ میں آپ پر بڑی بڑی سورتیں بہت کم نازل ہوئیں، پھر ہجرت کے بعد آپ پر بڑی بڑی سورتیں نازل ہوئیں جن میں سے اکثر سورتوں میں احکام شرعیہ نازل ہوئے تھے اور یہاں جو حدیث روایت کی ہے اس میں یہ بتایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری حصہ میں بہ کثرت وحی نازل ہوئی اور اس کا سبب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ۷ ۱۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۹۸۳- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُولُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا مُحَمَّدُ مَا أُرَى شَيْطَانَكَ إِلَّا قَدْ تَرَكَكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، پس آپ نے ایک رات یا دو راتیں قیام نہیں کیا تو آپ کے پاس ایک عورت آئی، اس نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) میں صرف یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا ہے (معاذ اللہ)، تب اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائیں: وَالضُّحٰى ۙ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۞ (الضحیٰ: ۱-۳) چاشت کے وقت کی قسم! ○ اور رات کی قسم جب وہ پھیل جائے ○ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ بیزار ہوا ○''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۲۴ میں گزر چکی ہے، تاہم ضروری باتیں بیان کی جا رہی ہیں:

حدیث مذکور کے دوبارہ روایت کرنے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح سورۃ والضحیٰ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو دوبارہ یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ کبھی وحی کا تاخیر سے نازل ہونا کسی حکمت کے تقاضے کی وجہ سے ہوتا تھا اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بالکل چھوڑ دیا تھا، لہٰذا قرآن مجید کا نزول کئی طرح سے ہوا، کبھی قرآن مجید مسلسل نازل ہوتا رہا اور کبھی کچھ عرصہ انقطاع کے بعد تاخیر سے نازل ہوا۔

قرآن مجید کو بہ تدریج تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی وجوہ

قرآن مجید کو جو بہ تدریج متفرق طور پر نازل کیا گیا، اس کی متعدد حکمتیں ہیں:

Marfat.com

(۱) تا کہ یاد کرنے والوں کے لیے قرآن مجید کو یاد کرنا آسان ہو کیونکہ اگر قرآن مجید یک بارگی مکمل نازل ہو جاتا تو لوگوں پر قرآن مجید حفظ کرنا دشوار ہوتا اس حکمت کی طرف درج ذیل آیتوں میں ارشاد ہے:

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚۛ كَذٰلِكَ ۚۛ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا ۝ (الفرقان:۳۲)

اور کافروں نے کہا: یہ پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ (ہم نے) اسی طرح (تدریجاً) نازل کیا ہے تا کہ اس سے آپ کے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اس کو وقفہ وقفہ سے تلاوت فرمایا ہے ۝

وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۱۰۶)

اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے (حسب موقع) نازل کیا تا کہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو بہ تدریج نازل کیا ہے ۝

(۲) قرآن کے بہ تدریج نازل ہونے کی وجہ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس بہ کثرت آتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکام آپ تک پہنچاتے تھے اور ان احکام کی وضاحت کے لیے آپ جو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کا جواب دیتا تھا اور جو نئے مسائل پیش آتے تھے ان کے متعلق آپ کو تعلیم دیتا تھا اور اس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا شرف ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام پر یک بارگی کتاب کا نزول ہوا تو حضرت جبریل علیہ السلام ان پر صرف ایک بار کتاب لے کر نازل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئس (۲۳) سال تک لگا تار حضرت جبریل علیہ السلام کتاب لے کر نازل ہوتے رہے۔ نیز دوسرے انبیاء علیہم السلام پر جہاں کتاب نازل ہوتی تھی وہاں ان انبیاء علیہم السلام کو جانا پڑتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں جانا نہیں پڑتا تھا۔ آپ جہاں ہوتے تھے کتاب وہیں نازل ہو جاتی تھی، کبھی مکہ میں کبھی مدینہ میں، کبھی طائف میں، کبھی حنین میں حتیٰ کہ بعض اوقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر بھی کتاب نازل ہوئی۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید سات (۷) لغات پر نازل ہوا ہے اس لیے مناسب یہ تھا کہ قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا جائے کیونکہ اگر یہ سات لغات یک بارگی نازل ہوتیں تو ان کو بیان کرنا عادتاً مشکل ہوتا۔

(۴) اللہ تعالیٰ اپنے احکام شرعیہ میں سے جن احکام کو منسوخ کرنا چاہتا ہے ان کو منسوخ فرما دیتا ہے اس لیے قرآن مجید کو بہ تدریج نازل فرمایا تا کہ ناسخ اور منسوخ منفصل ہو جائیں۔

(۵) ایک وقت میں متعدد سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں، امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک وقت میں متعدد آیات نازل ہوتی رہتی تھیں، پس آپ فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو اور اس آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۷، مفصلاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲- بَابٌ: نَزَلَ الْقُرْآنُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ وَالْعَرَبِ

قرآن مجید کا نزول قریش اور عرب کی زبان کے موافق ہوا

باب مذکور کی وضاحت کہ زیادہ تر قرآن مجید کا نزول لغت قریش پر ہوا اور بعض آیات دوسرے قبائل کی لغات پر نازل ہوئیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید قریش کی لغت کے موافق نازل کیا گیا ہے یعنی قرآن مجید کا اکثر اور معظم حصہ، کیونکہ قرآن مجید میں ہمزہ بہ کثرت ہے اور قریش ہمزہ نہیں پڑھتے اور قرآن مجید میں ایسے کلمات بھی ہیں جو لغت قریش کے خلاف ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا۔ (طٰہٰ: ۱۱۳) اور اسی طرح ہم نے اس کو عربی قرآن نازل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے قرشی قرآن نازل کیا ہے۔

امام بخاری نے لکھا ہے: قرآن مجید لغت قریش کے موافق نازل ہوا، اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے نزول کی ابتداء لغت قریش کے موافق ہوئی، پھر قرآن مجید کو دوسرے قبائل کی لغات کے موافق پڑھنے کی اجازت دی گئی، نیز امام بخاری نے کہا: اور عرب کی زبان کے موافق نازل ہوا، یہ عام کا عطف خاص پر ہے، ہر چند کہ لغت قریش لغت عرب میں داخل ہے لیکن قریش کا ذکر الگ کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ قریش کو باقی عربوں پر فضیلت ہے۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ۝ (الحجر: ۸۷) اور بے شک ہم نے آپ کو ایسی سات آیتیں دیں جو دو بار پڑھی جاتی ہیں (سورۂ فاتحہ) اور قرآن عظیم دیا O

اس آیت میں بھی عام کا عطف خاص پر ہے، ہر چند کہ سورۂ فاتحہ قرآن عظیم میں داخل ہے لیکن اس کے شرف کی وجہ سے اس کا الگ ذکر فرمایا۔

حکیم ترمذی نے اپنی کتاب علم الاولیاء میں لکھا ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر وحی عربی زبان میں نازل فرمائی اور حضرت جبریل علیہ السلام ہر رسول کے لیے ان کی قوم کی زبان میں اس وحی کو نازل فرماتے''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۱۔ ۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا۔ (طٰہٰ: ۱۱۳) یعنی عربی زبان میں، بلسان عربی مُّبین یعنی واضح عربی زبان میں۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ قرآن مجید عربی لغت کے موافق نازل ہوا ہے۔

عرب کی باقی لغات پر لغت قریش کی ترجیح کی وجوہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

سورۂ: طٰہٰ: ۱۱۳ میں فرمایا: قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا۔ (عربی زبان میں) اور سورۃ الشعراء: ۱۹۵ میں فرمایا: بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ۝ (صاف صاف عربی زبان میں)

قرآن مجید کا لغت قریش پر نازل ہونا اس باب کے عنوان میں مذکور ہے، امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ ''قرآن لغت قریش کے موافق نازل ہوا ہے آپ لوگوں کو لغت قریش کے موافق قرآن پڑھائیں'' اس کے بعد امام بخاری نے لغت عرب کا ذکر کیا ہے اور یہ عام کا عطف خاص پر ہے کیونکہ قریش بھی عرب ہیں اور امام بخاری نے تعلیق میں جو دو آیتیں ذکر کی ہیں وہ اس کی دلیل ہیں۔

Marfat.com

اور قاضی ابوبکر الباقلانی نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''قرآن لغت قریش کے موافق نازل ہوا ہے'' اس کا معنی یہ ہے کہ اکثر قرآن لغت قریش کے موافق نازل ہوا ہے اور اس پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں ہے کہ پورا قرآن لغت قریش پر نازل ہوا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا۔ (یوسف:۲) بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی (زبان) میں نازل کیا ہے۔

اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید عرب کی تمام زبانوں پر نازل ہوا ہے اور جس کا یہ زعم ہو کہ قرآن صرف لغت قریش پر نازل ہوا ہے اس کو اس پر دلیل لانی چاہیے، کیونکہ عرب کا اسم عرب کی تمام لغات کو شامل ہے ورنہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید بنو ہاشم کی لغت پر نازل ہوا ہے کیونکہ بنو ہاشم کا نسب باقی قریش کی بہ نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہے۔

ابوشامہ نے کہا: ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمان نے جو کہا: قرآن مجید لغت قریش پر نازل ہوا ہے اس کا یہ محمل ہو کہ قرآن مجید کے نزول کی ابتداء تو لغت قریش کے موافق ہوئی، پھر بعد میں مسلمانوں کو دوسری لغات کے موافق پڑھنے کی اجازت دے دی گئی جیسا کہ عنقریب اس باب کی شرح میں آئے گا کہ ''قرآن مجید سات لغات پر نازل کیا گیا ہے'' اور اس کا تکملہ یہ ہے کہ ابتداء سات لغات میں سے لغت قریش پر قرآن مجید نازل ہوا، پھر لوگوں کی آسانی کے لیے دوسری لغات پر بھی پڑھنے کی اجازت دی گئی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ جس لغت پر قرآن مجید ابتداءً نازل ہوا ہے وہی لغت سب سے اولیٰ ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے تو اس لیے انہوں نے لوگوں کو لغت قریش پر برانگیختہ کیا اور اس لیے بھی کہ ابتداءً قرآن مجید لغت قریش پر نازل ہوا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود کی طرف جو لکھا تھا کہ قرآن مجید کا نزول لغت قریش کے موافق ہوا ہے وہ بھی اسی پر محمول ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۹۸۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَأَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ فَأَمَرَ عُثْمَانُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَسَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنْ يَنْسَخُوهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ لَهُمْ إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي عَرَبِيَّةٍ مِنْ عَرَبِيَّةِ الْقُرْآنِ فَاكْتُبُوهَا بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت، حضرت سعید بن العاص، حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا کہ وہ قرآن مجید کو المصاحف میں لکھیں اور ان سے فرمایا: جب تمہارا اور حضرت زید بن ثابت کا قرآن کی عربیت میں اختلاف ہو تو اس کو تم قریش کی زبان کے موافق لکھنا کیونکہ قرآن ان کی لغت پر نازل ہوا ہے، سو انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۰۶ میں گزر چکی ہے۔

لغت قریش کی ترجیح پر مزید دلائل

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن شہاب سے منقول ہے کہ صحابہ کا اس دن التابوت کے لفظ میں اختلاف ہوا، پس کسی نے کہا: یہ لفظ التابوۃ ہے، اور حضرت

Marfat.com

ابن الزبیر اوران کے اصحاب نے کہا: یہ لفظ التابوت ہے، پھر وہ یہ معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے تو حضرت عثمان نے فرمایا کہ ''اس لفظ کو التابوت لکھو کیونکہ یہ لغت قریش کے موافق ہے''۔ (صحیح البخاری:۴۹۸۷)

اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۰۲۲۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب تمہارا قرآن کی عربیت میں اختلاف ہو تو اس کو لغت قریش پر لکھو''، اس قول میں یہ دلیل ہے کہ قبیلہ قریش کی تمام قبائل پر فضیلت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کو ان کی لغت پر نازل فرمایا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں تم سب سے زیادہ فصیح ہوں کیونکہ میں قریش سے ہوں''۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۴۳۷)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۴۹۸۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ وَقَالَ مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ لَيْتَنِي أَرَى رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَلَمَّا كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْجِعْرَانَةِ عَلَيْهِ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ عَلَيْهِ وَمَعَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِطِيبٍ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم سَاعَةً فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَأَشَارَ عُمَرُ إِلَى يَعْلَى أَنْ تَعَالَ فَجَاءَ يَعْلَى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا هُوَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ كَذَلِكَ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِي يَسْأَلُنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَجِيءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ۔

(صحیح البخاری: ۱۵۳۶، صحیح مسلم: ۱۱۸۰، سنن ابو داؤد: ۱۸۱۹، سنن ترمذی: ۸۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عطا نے حدیث بیان کی (ح) اور مسدد نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے خبر دی کہ حضرت یعلیٰ یہ کہتے تھے: کاش! میں دیکھتا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہوتی، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانہ میں تھے اور آپ پر ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا جس سے آپ کے اوپر سایہ کیا ہوا تھا اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ تھے، اس وقت آپ کے پاس ایک مرد آیا جس نے خوشبو کا لیپ کیا ہوا تھا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس مرد کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس نے خوشبو کا لیپ کرنے کے بعد پھر جبہ میں احرام باندھا؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساعت ان کی طرف دیکھا، پھر آپ کے پاس وحی آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ آ گے آئیں، پس حضرت یعلیٰ آئے اور انہوں نے اپنا سر اس کپڑے میں داخل کیا تو اس وقت آپ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آپ اس طرح تیزی سے سانس لے رہے تھے، پھر آپ سے یہ کیفیت دور ہو گئی، پھر آپ نے فرمایا: ''وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی مجھ سے عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا؟'' پس اس شخص کو تلاش کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، پھر آپ نے فرمایا: ''رہی وہ خوشبو جس کا تم نے اپنے بدن پر لیپ کیا تھا تو اس کو تم تین مرتبہ دھوڈالو اور رہا جبہ تو اس کو اتار دو،

پھر تم اپنے عمرہ میں وہی کام کرو جو کام تم اپنے حج میں کرتے ہو'۔

اس اعتراض کا جواب کہ حدیث مذکور بہ ظاہر اس باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کو اس باب میں داخل کرنے کی وجہ اکثر ائمہ کے اوپر مخفی رہی حتیٰ کہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس باب کی پہلی حدیث اس باب کے عنوان کے ساتھ زیادہ مطابق ہے اور یہ دوسری حدیث باب کے عنوان سے مطابق نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: قرآن مجید کا لغت قریش کے مطابق نازل ہونا جب کہ ایک اعرابی کے عمرہ کے متعلق سوال کا جواب نزول وحی کے بعد دیا ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ صحیح بخاری کے بعض نقل کرنے والوں کی غلطی ہو۔

اور کہا گیا ہے: بلکہ امام بخاری نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ (ابراہیم:۴) اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان ہی میں مبعوث کیا ہے تاکہ وہ ان کو بیان کر سکے۔

اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف قریش کی لغت کے ساتھ بھیجا گیا ہو کیونکہ آپ ان کی قوم سے ہیں بلکہ آپ کو تمام عرب کی زبان کے ساتھ بھیجا گیا ہے کیونکہ آپ تمام عرب کے لیے رسول بنائے گئے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اس اعرابی کے سوال کے جواب میں وحی نازل ہونے کے بعد اس کو اس طرح مسئلہ بتایا جس سے وہ اعرابی سمجھ سکتا۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ وحی نازل ہونے کے بعد عرب لوگوں کو اس طرح بتاتے تھے جس سے وہ مسئلہ سمجھ سکیں خواہ وہ قرشی ہوں یا غیر قرشی، اور وحی سے مراد بھی عام ہے خواہ وہ ایسی وحی ہو جس کی تلاوت کی جاتی ہو یعنی قرآن مجید یا ایسی وحی ہو جس کی تلاوت نہ کی جاتی ہو جیسے احکام شرعیہ کے متعلق احادیث۔

اس پر یہ سوال ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے خواہ وہ عرب ہوں یا عجم ہوں یا ان کے غیر ہوں، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جس زبان میں وحی نازل ہوئی وہ عربی ہے اور آپ اس وحی کی مختلف عرب کے قبیلوں میں تبلیغ فرماتے تھے اور وہ قبائل غیر عرب کے لیے ان کی زبانوں میں اس وحی کا ترجمہ کرتے تھے، اس لیے ابن المنیر نے کہا کہ اس باب کی پہلی حدیث کا اس باب میں داخل ہونا زیادہ لائق ہے کیونکہ اس حدیث میں وحی قرآن کا ذکر نہیں ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ممکن ہے امام بخاری کا مقصد اس پر تنبیہ کرنا ہو کہ وحی قرآن کی ہو یا سنت کی دونوں کی ایک صفت ہے اور دونوں کی ایک زبان ہے اور وہ عربی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۹۔۱۵۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۔ بَابُ: جَمْعِ الْقُرْاٰنِ قرآن مجید کو جمع کرنا

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ باب قرآن مجید کو جمع کرنے کی کیفیت کے بیان میں ہے اور اس سے مراد مخصوص جمع کرنا ہے یعنی قرآن مجید کی جو سورتیں اور آیات مختلف صحیفوں میں متفرق تھیں ان کو جمع کیا جائے، پھر ان صحیفوں کو ایک مصحف میں جمع کیا جائے جس میں سورتیں اور آیات ترتیب وار ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی کا اس عبارت میں یہ اضافہ ہے کہ عنقریب تین ابواب کے بعد تالیف قرآن کا باب آئے گا اور اس سے مراد آیات کو ایک سورت میں جمع کرنا ہے اور سورتوں کو ایک مصحف میں جمع کرنا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۶۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٤٩٨٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رضی الله عنه قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رضی الله عنه إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ عُمَرُ هَذَا وَاللهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِذَلِكَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللهِ لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ أَبُو بَكْرٍ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضی الله عنهما فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ حَتَّى وَجَدْتُ آخِرَ سُورَةِ التَّوْبَةِ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَتَّى خَاتِمَةِ بَرَاءَةَ فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رضی الله عنهما۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابراہیم بن سعد، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبید بن سباق کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب اہل یمامہ کے ساتھ شدید جنگ ہوئی (اور بہت مسلمان قراء شہید ہوگئے) تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا: اس وقت ان کے پاس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک حضرت عمر میرے پاس آئے، پس انہوں نے کہا کہ یمامہ کا دن قرآن کے قراء کی شہادت کے ساتھ گرم ہوگیا ہے اور بے شک مجھے یہ خطرہ ہے کہ مختلف شہروں کے قراء شہید ہوگئے ہیں تو قرآن مجید کا بہت سا حصہ جاتا رہے گا اور میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیں، میں نے حضرت عمر سے کہا: آپ کیسے وہ کام کریں گے جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ نیک کام ہے، پس حضرت عمر مجھ سے مسلسل اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا اور میری بھی اس مسئلہ میں وہی رائے ہو گئی جو حضرت عمر کی رائے ہے۔ حضرت زید نے بتایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نوجوان مرد ہو عقل مند ہو ہم تم پر کوئی تہمت نہیں لگاتے اور تم رسول اللہ ﷺ کی وحی کو لکھتے تھے، پس تم قرآن مجید کو تلاش کر کے اس کو جمع کرو، پس اللہ کی قسم! اگر وہ لوگ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کا مکلف کرتے تو وہ مجھ پر اتنا دشوار نہ ہوتا جتنی مجھے ان کے اس حکم کی تعمیل دشوار تھی کہ میں قرآن مجید کو جمع کروں۔ میں نے کہا: آپ کیسے وہ کام کر رہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا، حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! وہ نیک کام ہے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلسل مجھ سے اس پر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا جس کے لیے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھولا تھا، پس میں کھجور کی چھلی ہوئی شاخوں اور پتلے اور چوڑے سفید پتھروں سے (جن پر قرآن مجید لکھا ہوا تھا) اور

Marfat.com

مردوں کے سینوں سے قرآن مجید کو تلاش کر کے جمع کرنے لگا حتیٰ کہ میں نے سورۃ التوبۃ کی آخری آیت کو حضرت ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پایا اور میں نے اس آیت کو اور کسی کے پاس نہیں پایا، وہ آیت یہ ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آ گئے ہیں، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے۔ یہ آیت سورۃ التوبہ کے خاتمہ تک ہے، یہ مصحف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دے دی، پھر وہ مصحف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی پوری حیات تک رہا، پھر حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۷۹ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور کی شرح کی جا رہی ہے:

اہل یمامہ کے خلاف جہاد میں سات سو (۷۰۰) قراء صحابہ کا شہید ہونا اور مسیلمۃ الکذاب کا قتل ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زہری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی اور اس وقت تک قرآن کریم کو کسی چیز میں جمع نہیں کیا گیا تھا۔

اس حدیث میں اہل یمامہ کے شہداء کا ذکر ہے، اہل یمامہ سے یہاں پر مراد وہ صحابہ ہیں جن کو مسیلمۃ الکذاب کے خلاف جہاد کرتے وقت شہید کر دیا گیا تھا اور مسیلمۃ الکذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے عرب مرتد ہو گئے تھے جن کے بعد مسیلمہ کا معاملہ مستحکم ہو گیا، پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف جہاد کرنے کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بہ کثرت صحابہ کی جماعت کے ساتھ بھیجا، پھر بہت زبردست جنگ ہوئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسیلمہ کو ناکام کر دیا اور اس کو قتل کر دیا اور اس کے خلاف جہاد کرتے ہوئے بہ کثرت صحابہ شہید ہو گئے، ان کی تعداد سات سو (۷۰۰) تھی۔ دوسرا قول ہے کہ اس سے بھی زیادہ تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: بہت مسلمان قراء شہید ہو گئے: اور سفیان بن عیینہ کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ جو حضرت حذیفہ کے آزاد کردہ غلام تھے، جب وہ شہید ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ ہوا کہ اب قرآن ان کے پاس سے جاتا رہے گا تو پھر وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان سات سو صحابہ میں سے ہر ایک نے قرآن کو جمع کیا تھا بلکہ یہ تمام صحابہ مجموعی طور پر قرآن مجید کو جمع کرنے والے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب سے پہلے قرآن کو جمع کرنے پر چند اعتراضات اور ان کے جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کیسے وہ کام کروں جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟

علامہ الخطابی وغیرہ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو ایک مصحف میں اس لیے جمع نہ کیا ہو کیونکہ آپ یہ انتظار کر رہے تھے کہ کوئی ناسخ آیت نازل ہو جس سے بعض احکام شرعیہ یا بعض آیات کی تلاوت منسوخ ہو جائے،

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآن مجید کا نزول مکمل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کے دلوں میں قرآن مجید کو جمع کرنے کا الہام کیا تا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدیہ کے لیے قرآن مجید کی حفاظت کا جو ذمہ لیا تھا اور اس کی ضمانت دی تھی وہ وعدہ پورا ہو جائے اور اس کی ابتداء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے ہوئی اور اس کی تائید امام ابن ابوداؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے جو انہوں نے المصاحف میں عبد خیر کی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مصاحف کے مرتب کرنے میں سب سے زیادہ اجر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہوگا جنہوں نے سب سے پہلے کتاب اللہ کو جمع کیا۔

یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کے علاوہ مجھ سے کوئی چیز نہ لکھو'' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بحث صفت مخصوصہ کے ساتھ کتابت مخصوصہ میں ہے اور بے شک پورا قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لکھا جا چکا تھا لیکن وہ کسی ایک جگہ جمع نہیں کیا گیا تھا اور نہ اس میں سورتوں کی ترتیب تھی۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ امام ابن ابوداؤد نے المصاحف میں اپنی سند کے ساتھ ابن سیرین سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں نے قسم کھائی کہ میں صرف نماز جمعہ کے لیے اپنی چادر اوڑھوں گا حتیٰ کہ میں قرآن مجید کو جمع کرلوں، پس انہوں نے قرآن مجید کو جمع کر لیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند منقطع ہے اور اگر بالفرض یہ حدیث محفوظ ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرآن مجید کو جمع کرنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کو اپنے سینہ میں جمع کر لیا، اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی بعض سندوں سے یہ روایت ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حتیٰ کہ میں قرآن مجید کو دو گتوں کے درمیان جمع کر لوں، اس کا جواب یہ ہے ان الفاظ کی روایت میں راوی کو وہم ہوا ہے اور ہم اس سے پہلے عبد خیر کی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو قول لکھ چکے ہیں کہ مصاحف کے مرتب کرنے میں سب سے زیادہ اجر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہوگا جنہوں نے سب سے پہلے کتاب اللہ کو جمع کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی قول معتمد ہے۔

اس پر ایک اور اعتراض یہ ہوتا ہے کہ امام ابن ابوداؤد نے حسن بصری کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق سوال کیا تو انہیں بتایا گیا کہ یہ آیت فلاں صحابی کے پاس تھی اور وہ صحابی جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اور انہوں نے قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیا تو حضرت عمر نے سب سے پہلے قرآن مجید کو جمع کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند بھی منقطع ہے اور اگر بالفرض اس کی سند محفوظ ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید جمع کرنے کا مشورہ دیا، اس وجہ سے ان کی طرف قرآن جمع کرنے کی نسبت کر دی گئی۔

روافض کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوبکر کا قرآن مجید کو جمع کرنا بدعت ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: مجھ پر بعض روافض نے یہ اعتراض کیا کہ حضرت ابوبکر نے قرآن مجید کو مصحف میں جمع کیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام نہیں کیا تھا، سو ان کا یہ کام بدعت ہے اور ناجائز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کام اپنے اجتہاد سے کیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے کیا اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو لکھنے کی اجازت دی تھی اور اس سے منع فرمایا تھا کہ قرآن مجید کے ساتھ کوئی اور چیز لکھی جائے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس چیز کو لکھنے کا حکم دیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھا جا چکا تھا اور اسی وجہ سے سورۃ التوبہ کی

Marfat.com

آخری آیت کو لکھنے میں توقف کیا گیا حتیٰ کہ اس آیت کو لکھا ہوا پا لیا گیا حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کو یہ آیت مستحضر تھی اور جب کوئی منصف مزاج شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس کام میں غور کرے گا تو اس کو یقین ہوگا کہ یہ کام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عظیم فضائل اور مناقب میں سے ہے۔ علاوہ ازیں اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے: حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اسلام میں کسی سنت حسنہ کی ابتداء کی اسے اس سنت پر عمل کرنے کا اجر ملے گا اور جو اس کے بعد اس سنت پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی ان کو ملے گا اور اس کے اجروں میں کوئی کمی نہیں ہوگی''۔ (الحدیث)

(صحیح مسلم: ۱۰۱۷، الرقم المسلسل: ۲۲۴۰، سنن نسائی: ۲۵۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳، مسند احمد: ۱۹۱۷۷)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد کسی نے بھی قرآن مجید کو جمع نہیں کیا اور قیامت تک جو لوگ قرآن مجید پڑھتے رہیں گے اس کا اجر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملتا رہے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرآن مجید کی تلاوت کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے کہ جب نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے کی وجہ سے مکہ میں مشرکین نے ان کے خلاف ہنگامہ کیا اور وہ مکہ چھوڑ کر جانے لگے تو ابن الدغنہ نے ان کو پناہ دی، پھر جب دوبارہ انہوں نے بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تو ابن الدغنہ نے اپنی پناہ واپس لے لی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ابن الدغنہ کی پناہ کو رد کرتا ہوں اور اللہ اور اس کے رسول کی پناہ پر راضی ہوں۔ یہ قصہ تفصیل کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں مذکور ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۹۷)

نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ (البینۃ: ۲) وہ اللہ کی طرف سے رسول ہیں جو پاک صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں O

اس آیت میں پاک صحیفوں سے مراد قرآن مجید ہے، ہر چند کہ وہ ایک صحیفہ ہے لیکن اس کو تعظیماً جمع کے ساتھ تعبیر فرمایا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید صحیفوں میں لکھا ہوا تھا لیکن یہ صحیفے متفرق تھے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان تمام صحیفوں کو ایک جگہ جمع کر لیا اس کے بعد یہ مصحف محفوظ رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مصحف کے مطابق مصاحف لکھنے کا حکم دیا، پس چند مصاحف لکھے گئے اور ان کو مختلف شہروں میں بھیج دیا: اس سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید کو جمع کرنا کوئی نیا کام اور بدعت نہیں ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید جمع کرنے کا حکم دینے کی خصوصیت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ جوان مرد ہیں، عقل مند ہیں ہم آپ پر کوئی تہمت نہیں لگاتے اور آپ وحی کو لکھا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر نے حضرت زید بن ثابت کی چار ایسی صفات کو ذکر کیا ہے جو ان کی خصوصیت کا تقاضا کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا: آپ جوان مرد ہیں، اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ سے جس کام کے لیے کہا جائے گا آپ اسے خوشی سے کریں گے اور کہا کہ آپ عقل مند ہیں یعنی قرآن مجید کو زیادہ یاد رکھنے والے ہیں اور کہا کہ ہم آپ پر کوئی تہمت نہیں لگاتے تو نفوس آپ کی طرف مائل ہوں گے اور کہا کہ آپ وحی لکھا کرتے تھے یعنی آپ کو وحی کے لکھنے کی مہارت حاصل ہے اور یہ صفات حضرت زید بن ثابت میں مجتمع تھیں اور دوسرے صحابہ میں بھی یہ صفات تھیں لیکن متفرق تھیں۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے ابتداءً قرآن مجید کو جمع کرنے سے گریز کی توجیہ

علامہ ابن بطال نے کہا کہ ابتداء میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع کرنے سے گریز کیا، پھر دوبارہ حضرت زید بن ثابت نے اس سے گریز کیا کیونکہ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا تو انہوں نے دین میں احتیاط کی وجہ سے اس کام کے کرنے کو مکروہ جانا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کے فائدے پر متنبہ کیا اور یہ بتایا کہ اگر قرآن مجید کو جمع نہیں کیا گیا تو یہ خطرہ ہے کہ قرآن مجید اپنی شہرت کے بعد مخفی ہو جائے گا تو ان دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف رجوع کر لیا، نیز علامہ ابن بطال نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام کو کرنا یا کسی کام کو ترک کرنا جب قرائن سے خالی ہو تو آپ کا فعل اس کے وجوب پر دلالت نہیں کرتا اور آپ کا ترک کرنا اس کی تحریم پر دلالت نہیں کرتا۔ (علامہ ابن بطال کی عبارت ختم ہوئی)

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قرآن کو جمع کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاط سے زیادہ احتیاط نہیں تھی بلکہ ان کا یہ فعل ان قواعد کے مطابق ہے جن کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے۔

قرآن مجید کو جمع کرنے کے مزید دلائل اور جمع القرآن کا واجب علی الکفایہ ہونا

علامہ ابن الباقلانی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو قرآن مجید کو جمع کیا وہ فرض کفایہ ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے سن کر قرآن مجید کے سوا اور کوئی چیز نہ لکھو'' ۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں:

اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۞ (القیامہ: ۱۷) — بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے O

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۞ (الاعلیٰ: ۱۸) — بے شک یہ (نصیحت) پہلے صحائف میں بھی (مذکور) ہے O

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۞ (البینہ: ۲) — وہ اللہ کی طرف سے رسول ہیں جو پاک صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں O

ان آیات میں بھی قرآن مجید کو جمع کرنے اور اس کو لکھنے کا ثبوت ہے۔

پس ہر وہ کام جس کا رجوع قرآن مجید کی حفاظت اور اس کے حفظ کی طرف ہو وہ واجب علی الکفایہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ مسلمین اور عام مسلمین کی خیر خواہی ہے۔

نیز علامہ ابن الباقلانی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے جمع کرنے کو جو ترک فرمایا تھا اس میں جمع قرآن کی ممانعت پر دلیل نہیں ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے کی طرف رجوع کر لیا کیونکہ انہوں نے جان لیا تھا کہ ان کی رائے درست ہے اور عقل اور نقل میں ان کے منافی کوئی چیز نہیں ہے اور اس کو ترک کرنے سے بعض قرآن کے ضائع ہونے کا خطرہ تھا، پھر حضرت زید بن ثابت اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی رائے کی تصویب اور تائید کی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ایک جملہ میں جمع اور واحد کے دو صیغے لانے کی توجیہ اور جمع قرآن کو پہاڑ کے منتقل کرنے سے زیادہ دشوار قرار دینے کا سبب

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر وہ لوگ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کا مکلف کرتے تو وہ مجھ پر اتنا دشوار نہ ہوتا

Marfat.com

جتنی مجھے ان کے اس حکم کی تعمیل دشوار تھی کہ میں قرآن مجید کو جمع کروں۔

اس حدیث میں پہلے جمع کا صیغہ ہے (کَلَّفُوْنِی) اس کے بعد واحد کا صیغہ ہے (مَا اَمَرَنِیْ) اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابوبکر اور ان کے موافقین کے اعتبار سے جمع کا صیغہ کہا یعنی اگر وہ لوگ مجھے پہاڑ کو منتقل کرنے کا مکلف کرتے پھر اس کے بعد صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اعتبار سے واحد کا صیغہ کہا کہ انہوں نے جو مجھے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جمع کرنے کو پہاڑ منتقل کرنے سے زیادہ دشوار قرار دیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان سے قرآن مجید کو جمع کرنے میں کوئی تقصیر نہ ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ کام آسان کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ۔ (القمر: ۱۷) اور بے شک ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے۔

قرآن مجید کو جمع کرنے میں بہت احتیاط سے کام لینا اور دو گواہوں کی اس گواہی کو ضروری قرار دینا کہ یہ حصہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لکھا گیا تھا

امام ابن داؤد نے المصاحف میں یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، پس فرمایا: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن مجید کا کچھ حصہ محفوظ کیا ہو وہ اس کو لے کر آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن مجید کو صحیفوں میں اور تختیوں میں اور کھجور کی چھلی ہوئی شاخوں میں لکھتے تھے اور حضرت زید کسی شخص سے اس وقت تک کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے جب تک کہ دو گواہ اس پر گواہی نہ دے دیتے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت زید محض لکھے ہوئے قرآن مجید کے پانے کو کافی نہیں قرار دیتے تھے حتیٰ کہ اس پر گواہی پیش کر دی جاتی حالانکہ حضرت زید خود بھی قرآن مجید کے حافظ تھے اور وہ ایسا صرف احتیاط میں مبالغہ کے لیے کرتے تھے۔

نیز امام ابن ابوداؤد نے عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تم دونوں مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ، پس جب تمہارے پاس دو گواہ کتاب اللہ کے کسی حصہ کے لکھے ہوئے ہونے کی گواہی لے کر آئیں تو تم اس کو لکھ لینا، اس حدیث کی سند منقطع ہے مگر اس کے رجال ثقات ہیں، اور دو گواہوں سے مراد یہ ہے کہ وہ یہ گواہی دیں کہ یہ مکتوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لکھا گیا تھا یا اس سے یہ مراد ہے کہ وہ اس پر گواہی دیں کہ یہ مکتوب اس طرح ہے جس طرح قرآن نازل ہوا ہے اور ان کی غرض یہ تھی کہ صرف اسی چیز کو لکھا جائے جس کے متعلق یہ ثابت ہو کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لکھا گیا ہے اور انہوں نے فقط حفظ کا اعتبار نہیں کیا تھا۔

اس کی تحقیق کہ سورۃ التوبہ کی آخری آیت حضرت ابوخزیمہ سے ملی تھی یا حضرت خزیمہ بن ثابت سے اور سورۃ الاحزاب کی آیت کس سے ملی تھی

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ میں نے سورۃ التوبہ کی آخری آیت کو حضرت ابوخزیمہ انصاری کے پاس پایا۔

عبدالرحمن بن مہدی نے از ابراہیم بن سعد روایت کی ہے کہ اس آیت کو حضرت خزیمہ بن ثابت کے پاس پایا، اس حدیث کی امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے اور زہری کی روایت میں ہے کہ اس آیت کو حضرت خزیمہ انصاری کے پاس پایا اور امام

Marfat.com

طبرانی نے ''مسند الشامیین'' میں اپنی سند سے روایت کی ہے جس میں مذکور ہے: میں نے اس روایت کو حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس پایا، اسی طرح اس کی امام ابن داؤد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے اور جس نے یہ کہا کہ ابراہیم بن سعد کی روایت میں ابوخزیمہ ہے وہ زیادہ صحیح ہے۔

اور سورۃ التوبہ کی تفسیر میں یہ بحث گزر چکی ہے کہ جس صحابی کے پاس سے سورۃ التوبہ کی آخری آیت ملی وہ اور ہے اور جس صحابی کے پاس سورۃ الاحزاب کی آیت ملی وہ دوسرا صحابی ہے، پس پہلی روایت میں راویوں کا اختلاف ہے، پس کسی نے کہا: وہ آیت حضرت خزیمہ سے ملی اور کسی نے کہا: وہ آیت حضرت ابوخزیمہ سے ملی اور کسی نے اس میں شک کیا اور کہا: وہ آیت حضرت خزیمہ یا حضرت ابوخزیمہ سے ملی اور راجح یہ ہے کہ جس صحابی کے پاس سے سورۃ التوبہ کی آخری آیت ملی وہ حضرت ابوخزیمہ ہیں (کنیت کے ساتھ) اور جس صحابی کے پاس سے سورۃ الاحزاب کی آیت ملی وہ حضرت خزیمہ ہیں اور ابوخزیمہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ اوس بن یزید بن اصرم کے بیٹے ہیں، وہ کنیت کے ساتھ مشہور تھے نہ کہ نام کے ساتھ، اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ الحارث بن خزیمہ ہیں۔ رہے حضرت خزیمہ تو وہ ابن ثابت ہیں جن کی ایک گواہی دو گواہیوں کے برابر ہے جیسا کہ سورۃ الاحزاب کی تفسیر میں صراحتاً گزر چکا ہے۔

صحابہ نے آیات کی ترتیب اپنے اجتہاد سے نہیں کی بلکہ اس میں حدیث کی اتباع کی ہے، ہاں سورتوں کی ترتیب ان کے اجتہاد سے ہے

امام ابن ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ الحارث بن خزیمہ سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتوں کو لے کر آئے، پس کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ان آیتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور ان کو یاد رکھا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ان دو آیتوں کو سنا ہے، پھر کہا: اگر یہ تین آیتیں ہوتی تو میں ان کو الگ سورت میں رکھتا۔

رہا حضرت عمر کا یہ کہنا کہ اگر یہ تین آیتیں ہوتیں تو میں ان کو الگ سورت میں رکھتا تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سورتوں کی آیات کو اپنے اجتہاد سے جمع کرتے تھے اور باقی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ اپنی طرف سے آیات کو مرتب نہیں کرتے تھے بلکہ اس میں حدیث کی اتباع کرتے تھے، ہاں! بعض سورتوں کو بعض کے بعد رکھنا یہ ان کے اجتہاد سے ہوتا تھا جیسا کہ تالیف القرآن کے باب میں آئے گا۔

حضرت زید بن ثابت نے جو یہ کہا: مجھے یہ آیت کسی اور کے پاس نہیں ملی، اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ کسی اور کے پاس یہ آیت لکھی ہوئی نہیں ملی

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: اور میں نے اس آیت کو اور کسی کے پاس نہیں پایا، وہ آیت یہ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ (التوبہ:۱۲۸) بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آگئے ہیں تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: حضرت زید بن ثابت کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس آیت کو ان کے سوا کسی اور کے پاس لکھا ہوا نہیں پایا تھا کیونکہ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ فقط حفظ کو کافی نہیں قرار دیتے تھے بلکہ اس آیت کا لکھا ہوا ہونا بھی ضروری قرار دیتے تھے اور انہوں نے جو اس آیت کو کسی اور کے پاس لکھا ہوا نہیں پایا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ آیت ان کے

نزدیک ان سے متواتر نہ ہو جنہوں نے اس آیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور حضرت زید دوسروں کے پاس اس آیت کو اس لیے تلاش کرتے تھے تاکہ اس بات کے ثبوت میں اور احتیاط میں مبالغہ ہو کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھی۔

علامہ خطابی کا یہ گمان کہ حضرات صحابہ قرآن مجید کے اثبات کے لیے ایک شخص کی خبر کو کافی نہیں قرار دیتے تھے اور اس پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کہ صحابہ اثبات قرآن کے لیے خبر واحد کو کافی نہیں قرار دیتے تھے

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی مخفی ہے اور اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ حضرت زید کسی آیت کے اثبات کے لیے ایک شخص کی خبر کو کافی قرار نہیں دیتے تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اس آیت کے اثبات میں حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوخزیمہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم مجتمع ہو گئے تھے اور علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کے اثبات میں حضرت ابو خزیمہ منفرد نہیں تھے بلکہ ان کے ساتھ حضرت زید بن ثابت بھی شریک تھے، اس لحاظ سے یہ آیت دو مردوں سے ثابت ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: گویا کہ علامہ خطابی نے یہ گمان کیا ہے کہ متکلمین نے جو یہ کہا ہے کہ قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا، اس قول کا مطلب انہوں نے یہ سمجھا کہ قرآن محض واحد سے ثابت نہیں ہوتا اور ان کا یہ گمان درست نہیں ہے، بلکہ یہاں خبر واحد سے اس کا اصطلاحی معنی مراد ہے جو خبر متواتر کے خلاف ہو خواہ اس کے راویوں کا عدد کثیر ہو اور متواتر کی ایک شرط بھی نہ ہو تو وہ خبر، خبر واحد سے خارج نہیں ہوتی۔

اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت زید نے جو کہا تھا کہ انہیں یہ آیت کسی اور کے پاس سے نہیں ملی اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ آیت ان کو کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہیں ملی۔ یہ مراد نہیں ہے کہ یہ آیت کسی اور کو حفظ نہیں تھی، اور امام ابوداؤد نے یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب سے روایت کی ہے کہ پس حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے دو آیتوں کو ترک کر دیا ہے تم نے ان کو نہیں لکھا ہے، صحابہ نے پوچھا: وہ دو آیتیں کون سی ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت سنی ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۔ (التوبہ:۱۲۸) بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں۔

انہوں نے یہ آیت آخر سورت تک پڑھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں، پس تمہاری کیا رائے ہے ہم کس طرح ان آیتوں کو لکھیں؟ تو حضرت خزیمہ نے کہا: آپ لوگ اس سورت کو اس آیت پر ختم کر دیں۔

اور ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں صحابہ کرام نے قرآن مجید کو جمع کیا جو ان کو حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ لکھوا رہے تھے، جب وہ اس آیت پر پہنچے:

صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اللہ نے ان کے دلوں کو پلٹ دیا ہے کیونکہ یہ لوگ سمجھنے والے نہیں تھے O (التوبہ:۱۲۷)

تو صحابہ نے یہ گمان کیا تھا کہ یہی سورۃ التوبہ کی آخری آیت ہے، تب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو آیتیں پڑھائی ہیں:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۔ (التوبہ:۱۲۸) بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب نے یہ دو آیتیں سورۃ توبہ کے آخر تک پڑھیں۔

Marfat.com

اس کی تحقیق کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے عہد میں قرآن مجید کو کاغذوں اور صحائف میں لکھا گیا تھا نہ کہ چمڑے کے ٹکڑوں اور کھجور کی شاخوں پر

اس حدیث میں مذکور ہے: یہ مصحف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دے دی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی پوری حیات تک رہا، پھر حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے ان جملوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

موطا ابن وہب میں امام مالک کی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے متعدد کاغذوں میں قرآن مجید کو جمع کیا اور انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کو جمع کرنے کے لیے کہا تھا تو انہوں نے انکار کر دیا تھا حتیٰ کہ پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں مدد طلب کی تو پھر انہوں نے حامی بھر لی۔

اور امام موسیٰ بن عقبہ کی مغازی میں ابن شہاب سے روایت ہے کہ جب یمامہ میں مسلمان شہید ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور ان کو یہ خطرہ ہوا کہ قراء کی ایک جماعت ہاتھ سے نکل جائے گی، پھر انہوں نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن مجید کو کاغذوں میں جمع کیا گیا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے صحیفوں میں قرآن مجید کو جمع کرنے والے تھے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ تمام احادیث عمارہ بن غزیہ کی اس روایت سے زیادہ صحیح ہیں جس میں مذکور ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے کہا: پس حضرت ابوبکر نے مجھے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا، پس میں نے قرآن مجید کو کھالوں اور چمڑوں کے ٹکڑوں اور کھجور کی شاخوں میں لکھا، پس جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو میں نے قرآن مجید کو ایک صحیفہ میں لکھا اور وہ صحیفہ حضرت عمر کے پاس رہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمع کیے جانے سے پہلے قرآن مجید چمڑے کے ٹکڑوں اور کھجور کی شاخوں پر لکھا ہوا تھا اور (سب سے پہلی مرتبہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن مجید صحیفوں میں جمع کیا گیا، جیسا کہ صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے، پھر یہ جمع شدہ مصحف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، پھر ان کی وفات کے بعد حضرت عثمان کی خلافت میں حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مصحف کو نقل کر کے لکھوانا شروع کیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ مصحف اس لیے رہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی وصیت کی تھی۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۶۴۔۱۶۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اس بات کی تحقیق کہ قرآن مجید کاغذوں اور صحیفوں پر لکھا گیا ہے نہ کہ کھجوروں کی چھلی ہوئی شاخوں پر اور کھالوں پر

میں کہتا ہوں کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو کھجور کی شاخوں اور چمڑے کے ٹکڑوں اور پتھر کی سلوں سے لکھ کر جمع کیا تھا جیسا کہ مشہور ہے، اور یہ چیز عقلاً مستبعد ہے کہ اس زمانہ میں کاغذ ایجاد نہ ہوا ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تورات کتابی شکل میں لکھی ہوئی محفوظ تھی اور بعض صحابہ تورات کی تلاوت کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کی تلاوت کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا تھا اور آپ نے فرمایا: "یہ تو تورات ہے، اگر حضرت موسیٰ اس وقت زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا"۔ (مسند احمد: ج ۳ ص ۳۳۸، سنن دارمی: ۴۳۵، مشکوٰۃ: ۱۹۴)

نیز امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: ''جو شخص زنا کرے اس کے متعلق تمہارے نزدیک تورات میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: ہم ان کا منہ کالا کر کے ان کو سواری پر بٹھاتے ہیں اور دونوں کے چہرے مخالف جانب میں کرتے ہیں، پھر ان کو چکر لگوایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو تورات لاؤ، وہ تورات لے کر آئے اور اس کو پڑھا اور جب رجم کی آیت سے گزرے تو پڑھنے والے نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھا، حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: آپ اس سے فرمائیں کہ اپنا ہاتھ اٹھائے، جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو رجم کیا گیا''۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۹، الرقم المسلسل: ۴۳۵۷، صحیح البخاری: ۱۸۴۱، ۴۵۴۳، ۷۵۴۳، سنن ابوداؤد ۴۴۴۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۱، صحیح ابن حبان: ۴۴۳۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۳۳۲، شرح السنۃ: ۲۵۸۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۲۱۴)

ان احادیث صحیحہ میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تورات کتابی شکل میں موجود تھی اور یہ ظاہر ہے کہ وہ کتاب کاغذوں اور صحائف میں لکھی ہوئی تھی اور یہود اور نصاریٰ کو جو اہل کتاب کہا جاتا ہے اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ ان کے پاس تورات اور انجیل کتابی شکل میں موجود تھی اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عہد میں کاغذوں اور صحیفوں کی صورت میں کتاب لکھی جاتی تھی تو یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام قرآن مجید کی آیات کو کھجور کی چھلی ہوئی شاخوں، پتھر کی سلوں اور چمڑے کے ٹکڑوں پر لکھتے تھے۔

عہد رسالت، دور صحابہ اور زمانہ تابعین میں کاغذوں اور صحیفوں پر لکھنے کا رواج

قرآن مجید کی درج ذیل آیات میں بھی اس کا ثبوت ہے کہ قرآن مجید صحائف میں لکھا ہوا تھا:

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ (البینہ:۲) وہ اللہ کی طرف سے رسول ہیں جو پاک صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں O

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ (الاعلیٰ:۱۸) بے شک یہ (نصیحت) پہلے صحائف میں بھی (مذکور) ہے O

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ (الشعراء:۱۹۶) اور بے شک اس قرآن کا ذکر پہلی کتابوں میں (بھی) ہے O

نیز امام بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درد کا غلبہ ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے پاس کتاب لاؤ میں ایسی چیز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے''۔ (صحیح البخاری: ۱۱۴)

نیز امام بخاری مشرکین کے ساتھ صلح کے باب میں روایت کرتے ہیں:

حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں چھوڑنے سے انکار کیا حتیٰ کہ آپ نے ان سے اس پر صلح کر لی کہ آپ مکہ میں تین دن رہیں گے، پس جب صحابہ نے صلح نامہ لکھا تو اس میں لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی ہے، پس مشرکین نے کہا: ہم اس کا اقرار نہیں کریں گے، پس اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو (مکہ سے) نہ روکتے لیکن آپ محمد بن عبد اللہ ہیں: آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی ہوں، پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ (کے الفاظ) کو مٹا دو، حضرت علی نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! میں آپ (کے نام) کو نہیں مٹاؤں گا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب (مکتوب) کو پکڑ کر اس پر لکھ دیا۔ یہ وہ (شرط) ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے صلح کی ہے''۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۲۶۹۹، صحیح مسلم: ۱۷۸۳، سنن ابوداؤد: ۱۹۸۶، مسند احمد: ۵۰۶۹)

Marfat.com

نیز امام بخاری حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں صرف اللہ کی کتاب ہے یا وہ فہم ہے جو ہر مسلمان مرد کو عطا کی گئی ہے یا جو اس صحیفہ میں (لکھا ہوا) ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو حضرت علی نے فرمایا: اس میں دیت کے احکام ہیں اور قیدیوں کو رہا کرانے کے احکام ہیں اور یہ حکم ہے کہ مسلمان کو کسی کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۵۳۰، سنن ترمذی: ۱۴۱۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۲۷۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے اس صحیفہ کو اپنی تلوار کی میان سے نکالا، اسی طرح علامہ عینی نے بھی لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۵۵، دارالمعرفہ، بیروت، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ صحیفہ کاغذات پر مشتمل تھا جب ہی تو وہ تلوار کی میان میں آ گیا تھا ورنہ اگر کھجور کی چھلی ہوئی شاخوں یا پتھر کی سلوں یا کھالوں اور چمڑے پر وہ احکام لکھے ہوئے ہوتے تو وہ تلوار کی میان میں کیسے آ سکتے تھے!

ہم نے اس بحث میں سب سے پہلے قرآن مجید کی آیات پیش کی ہیں جن میں صُحُف اور زُبُر کے الفاظ ہیں اور صحف اور زبر کتابوں کو کہتے ہیں کھجور کی شاخوں اور پتھر کی سلوں کو نہیں کہتے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حدیبیہ میں صلح نامہ لکھوایا اور اس میں آپ نے محمد بن عبداللہ لکھا اس کے لیے بھی آپ نے کتاب کا لفظ فرمایا اور حدیث قرطاس میں بھی آپ نے فرمایا: مجھے کتاب لا کر دو لاکہ میں اس میں لکھ دوں۔

ان آیات، احادیث اور آثار سے واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین کے دور میں کاغذات اور صحائف میں لکھنے کا رواج تھا نہ کہ کھجور کی شاخوں، ہڈیوں، پتھر کی سلوں اور چمڑوں پر اور اس مبحث کی مزید وضاحت اس اثر سے ہوتی ہے: امام دارمی اپنی سند کے ساتھ ابوقلابہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس عمر بن عبدالعزیز ظہر کی نماز پڑھانے کے لیے آئے اور ان کے پاس ایک کاغذ تھا، پھر وہ ہمارے پاس عصر کی نماز پڑھانے کے لیے آئے اس وقت بھی اُن کے پاس وہی کاغذ تھا، میں نے پوچھا: اے امیر المومنین! یہ کیسی کتاب ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا کہ مجھے عون بن عبداللہ نے ایک حدیث بیان کی تھی جس کو میں نے ایک کاغذ پر لکھ لیا تھا۔ (سنن دارمی: ۵۱۴)

نیز امام دارمی کی درج ذیل روایات میں بھی کاغذات میں لکھنے کا ثبوت ہے:

ابن سیرین بیان کرتے ہیں: اگر میں کوئی کتاب بناتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسائل کو بناتا۔ (سنن دارمی: ۴۵۹)

ابراہیم نخعی کہتے تھے کہ حدیث کو کاغذوں اور کاپیوں پر لکھنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے حدیث مصحف کے مشابہ ہو جاتی ہے۔ (سنن دارمی: ۴۶۸)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بنی اسرائیل نے کتاب کو لکھا اور اس کی پیروی کی اور تورات کو چھوڑ دیا۔ (سنن دارمی: ۴۸۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ہر اس چیز کو لکھ لیتا تھا جس کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا، پس مجھ کو قریش نے منع کیا اور انہوں نے کہا: تم ہر اس چیز کو لکھ لیتے ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، آپ غضب میں بھی کلام کرتے ہیں اور رضا میں بھی تو میں لکھنے سے رک گیا، پھر میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے دہن مقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: "لکھو پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے: اس منہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی"۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۴۶، سنن دارمی: ۴۸۸)

Marfat.com

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں بیٹھتا تھا اور ایک صحیفہ میں لکھتا تھا۔ (سنن دارمی: ۵۰۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈر جاتا ہو تو وہ یہ کہے:

اعوذ بکلمات اللہ التامة من غضبة وسوء عقابه ومن شر الشیاطین وان یحضرون۔ میں اللہ کے غضب اور اس کی بری سزا سے اور شیاطین کے شر سے اور ان کے حاضر ہونے سے، اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے سمجھ دار بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور نا سمجھ بچوں کے گلے میں یہ کلمات لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔

(سنن ابوداود: ۳۸۹۳، سنن ترمذی: ۳۵۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱، کتاب الدعا للطبرانی: ۱۰۸۶، المستدرک ج ۱ ص ۵۴۸، کتاب الاسماء والصفات ج ۱ ص ۳۰۴)

اور ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اپنے بچوں کے گلوں میں کھجور کی چھلی ہوئی شاخ، پتھر کی سل اور کسی کھال کا تعویذ بنا کر تو نہیں لٹکاتے تھے بلکہ کاغذ کے اوپر ان کلمات کو لکھ کر ان کا تعویذ بنا کر بچوں کے گلے میں لٹکاتے تھے۔

کافی عرصہ سے میری یہ خواہش تھی کہ میں اس کی تحقیق کروں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کھجور کی چھلی ہوئی شاخوں اور پتھر کی سلوں پر اور کھالوں پر قرآن مجید کو نہیں لکھتے تھے بلکہ کاغذات اور صحائف پر لکھتے تھے، اور میرا اس سے مقصد صرف قرآن مجید کی عظمت کو اجاگر کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس درجہ قرآن مجید کا ادب اور احترام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور میرے گناہوں کو اپنے فضل سے بخش دے اور قیامت کے دن قرآن مجید کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کی شفاعت نصیب فرمائے، امین، یا رب العالمین بجاہ حبیبك سیدنا محمد سید المرسلین۔

۴۹۸۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ قَدِمَ عَلَى عُثْمَانَ وَكَانَ يُغَازِي أَهْلَ الشَّأْمِ فِي فَتْحِ إِرْمِينِيَةَ وَأَذْرَبِيجَانَ مَعَ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَفْزَعَ حُذَيْفَةَ اخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَدْرِكْ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوا فِي الْكِتَابِ اخْتِلَافَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى فَأَرْسَلَ عُثْمَانُ إِلَى حَفْصَةَ أَنْ أَرْسِلِي إِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا إِلَيْكِ فَأَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ إِلَى عُثْمَانَ فَأَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّينَ الثَّلَاثَةِ إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ فَاكْتُبُوهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اس وقت حضرت حذیفہ اہل شام کے ساتھ مل کر ارمینیہ اور آذربیجان کی فتح کے لیے اہل شام سے مل کر جہاد کر رہے تھے، تب حضرت حذیفہ مسلمانوں کے قرآن مجید پڑھنے میں اختلاف سے گھبرا گئے تھے۔ پس حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان سے کہا: اے امیر المومنین! اس سے پہلے کہ یہ امت کتاب میں یہود و نصاریٰ کے اختلاف کی طرح اختلاف کرنے لگے آپ اس کا تدارک کر لیجئے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس وہ مصحف بھیج دیں ہم ان کے موافق مصاحف لکھیں گے، پھر ہم اس کو آپ کی طرف واپس کر دیں گے،

بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا حَتَّى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلَى حَفْصَةَ وَأَرْسَلَ إِلَى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُحْرَقَ۔ (سنن ترمذی: ۳۱۰۴)

پس حضرت حفصہ نے وہ مصحف حضرت عثمان کی طرف بھیج دیا، پھر حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن الزبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام کو یہ حکم دیا کہ وہ اس نسخہ کے موافق مصاحف لکھیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین قرشی صحابہ سے یہ کہا کہ جب تمہارا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کسی لفظ میں اختلاف ہو تو تم اس لفظ کو قریش کی زبان کے موافق لکھنا کیونکہ قرآن مجید قریش کی زبان پر نازل ہوا ہے، سو انہوں نے اسی طرح کیا حتیٰ کہ جب انہوں نے مصاحف میں اس مصحف کے موافق لکھ لیا تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس کر دیا، پھر انہوں نے تمام شہروں میں اس مصحف کی نقل بھیج دی جس کو انہوں نے لکھا تھا اور یہ حکم دیا کہ اس کے سوا قرآن مجید کے ہر صحیفہ کو یا مصحف کو جلا دیا جائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۸۶ میں گزر چکی ہے، تاہم اس حدیث کے مزید کچھ مباحث ذکر کیے جا رہے ہیں:

اہل عراق اور اہل شام کے لشکروں کے امیروں کے نام

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ارمینیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح ہوا اور اس وقت اہل عراق کے لشکر کے امیر سلمان بن ربیعہ الباہلی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل شام اور اہل عراق کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اس لشکر میں جمع ہو جائیں اور اہل شام کے لشکر کے امیر حبیب بن مسلمہ الفہری تھے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ جہاد کرنے میں شریک تھے اور وہ اہل مدائن کے امیر تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمانوں کے درمیان قرآن مجید کے پڑھنے میں اختلاف کی تفصیل

عمارہ بن غزیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب جہاد کر کے آئے تو وہ اپنے گھر نہیں گئے حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے امیر المومنین! مسلمانوں کا تدارک کر لیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا: میں ارمینیہ کی فتح کے لیے جہاد کر رہا تھا، اس وقت اہل شام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت کے موافق قرآن پڑھ رہے تھے اور وہ اس طرح قرآن پڑھتے تھے جس طرح اہل عراق نے قرآن مجید نہیں سنا تھا اور اہل عراق اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے موافق قرآن پڑھتے تھے اور وہ اس طرح قرآن پڑھتے تھے جس طرح اہل شام نے نہیں سنا تھا، پس وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے۔

امام ابن ابوداؤد نے یزید بن معاویہ النخعی سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ میں الولید بن عقبہ کے زمانہ میں ایک مسجد کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا جس میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی تھے تو انہوں نے سنا: ایک مرد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے موافق پڑھ رہا تھا اور دوسرا مرد حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی قراءت کے موافق پڑھ رہا تھا، تب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ غصہ میں

Marfat.com

کھڑے ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر کہا: اسی طرح تم سے پہلے لوگ اپنی کتاب میں مختلف ہو گئے تھے، اللہ کی قسم! میں ضرور امیر المومنین کے پاس جاؤں گا، اور دوسری سند کے ساتھ روایت ہے کہ دو مردوں نے سورۃ البقرۃ کی ایک آیت میں اختلاف کیا، ایک نے پڑھا: وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (البقرہ ۱۹۶) اور دوسرے نے پڑھا: واتموا الحج والعمرة للبيت (البقرہ: ۱۹۶) تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے اور ان کی دونوں آنکھیں سرخ ہو گئیں اور ابو الشعثاء کی سند سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ حضرت ابن مسعود کی قراءت ہے اور اہل بصرہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت ابو موسیٰ کی قراءت ہے اور اللہ کی قسم! میں ضرور امیر المومنین کے پاس جا کر یہ کہوں گا کہ ان سب کو ایک قراءت پر متفق کر دیں۔

اور امام ابن ابو داؤد نے المصاحف میں ابو قلابہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایک معلم لڑکوں کو ایک صحابی کی قراءت کے موافق تعلیم دیتا اور دوسرا معلم کسی اور صحابی کی قراءت کے موافق تعلیم دیتا، پھر جب معلمین تک یہ اختلاف پہنچتا تو وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے، پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے خطبہ دیا اور کہا کہ تم میرے سامنے اختلاف کر رہے ہو اور مصعب بن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان نے فرمایا: تم قرآن مجید میں جھگڑ رہے ہو اور تم کہتے ہو کہ یہ حضرت ابی بن کعب کی قراءت ہے اور یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت ہے اور محمد بن سیرین کی سند سے روایت ہے کہ ایک مرد قرآن پڑھتا اور دوسرے مرد سے قرآن سن کر اس کو کافر کہتا۔ جب یہ خبریں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچیں تو انہوں نے بات کو بہت سنگین جانا اور معصب بن سعید بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دے کر فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو پندرہ (۱۵) سال ہوئے ہیں اور تم قرآن مجید پڑھنے میں اختلاف کرنے لگے اور حضرت عثمان کی خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ہوئی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیئیس (۲۳) ہجری کو ذی الحج کے اواخر میں شہید ہوئے تھے اور ارمینیہ کی فتح ان کی خلافت کے ایک سال بعد ہوئی تھی یعنی چوبیس (۲۴) ہجری میں اور پچیس (۲۵) ہجری کے اوائل میں اور اس کے بعد ہی مسلمانوں میں قرآن مجید کے پڑھنے میں اختلاف ہوا تھا۔

صحیفہ اور مصحف کا فرق اور حضرت عثمان کی رائے کے مطابق تمام صحیفوں کو ایک مصحف کے مطابق کرنا

یونس بن زید کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفہ منگوایا جس کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت زید نے جمع کیا تھا، پس اس کے موافق مصاحف لکھے اور ان کو مختلف شہروں میں بھیج دیا۔

اور صحف اور المصحف میں یہ فرق ہے کہ صحف ان اوراق مجردہ کو کہتے ہیں جن میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کیا گیا تھا اور ان میں سورتیں متفرق تھیں۔ ہر سورت میں اس کی آیات الگ الگ مرتب تھیں لیکن سورتوں کی ترتیب نہیں تھی، پھر جب اس صحیفہ کے موافق مصاحف لکھے گئے تو ان سورتوں کو ترتیب دی گئی اور پھر یہ مجموعہ مصحف ہو گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کام صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے کیا تھا۔

امام ابن ابو داؤد نے سند صحیح کے ساتھ سوید بن غفلہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہ کہو، پس اللہ کی قسم! انہوں نے جو مصاحف مرتب کیے ہیں وہ ہماری ایک جماعت کے مشورے سے کیے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے اور یہ بات کفر کے قریب ہے۔ ہم نے کہا کہ پھر آپ کی کیا رائے ہے؟ تو حضرت عثمان نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ میں تمام لوگوں کو ایک مصحف

Marfat.com

پر جمع کر دوں، پس نہ کوئی فرق رہے گا اور نہ کوئی اختلاف رہے گا تو ہم نے کہا: ٹھیک ہے آپ وہی کریں جو آپ کی رائے ہو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھنے والوں میں حضرت ابن مسعود کو شامل نہیں کیا، اس پر ان کا اعتراض اور حضرت عثمان کی طرف سے توجیہ

امام ابن ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن مغفل اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ہمارے مصاحف میں سوائے قریش اور ثقیف کے جوانوں کے اور کوئی نہ لکھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: صحیح بخاری کی اس حدیث میں ہے کہ حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم نے اس صحیفہ کے موافق مصاحف کو لکھا، اور جن کے ہم نے نام ذکر کیے ہیں ان میں سے کوئی صحابی بھی ثقیف سے نہیں تھا بلکہ وہ سب یا تو قرشی تھے یا انصاری تھے اور مصاحف میں لکھنے کی ابتداء حضرت زید بن ثابت اور حضرت سعید بن العاص سے ہوئی تھی اور بعد میں ان کی مدد کے لیے حضرت ابی بن کعب کو بھی ان کے ساتھ ملا لیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ ان کو مصاحف میں لکھنے والوں میں شامل نہیں کیا گیا اور انہوں نے حضرت زید بن ثابت کے مصاحف کے لکھنے پر اعتراض کیا اور امام ترمذی کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اے مسلمانو! مجھے مصاحف کے لکھنے سے معزول کر دیا گیا ہے اور اس شخص کو لکھنے پر مقرر کیا گیا ہے کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو وہ ایک کافر کی پشت میں تھا، اس سے ان کی مراد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔

اور امام ابن ابوداؤد نے خمیر بن مالک سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر (۷۰) سورتیں سنی ہیں اور اس وقت زید بن ثابت بچوں میں سے ایک بچہ تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو مصاحف لکھنے والوں میں شامل نہیں کیا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان نے یہ کام مدینہ منورہ میں کیا تھا اور اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں تھے اور انہوں نے اس میں تاخیر نہیں کی کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود کو بلائیں اور وہ آئیں کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد حضرت ابوبکر کے صحیفے کے موافق صحائف تیار کر لیے جائیں اور ان کو اسلامی شہروں میں بھیج دیا جائے، حضرت عثمان نے اس کام کا سربراہ حضرت زید بن ثابت کو بنایا کیونکہ حضرت ابوبکر نے ان ہی کو قرآن مجید جمع کرنے کا حکم دیا تھا اور حضرت ابوبکر نے ان کو اس لیے حکم دیا تھا کہ وہ کاتب وحی تھے اور ان کو اس میں سبقت حاصل تھی۔

مروان نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ صحائف لے کر ان کو پھاڑا، پھر ان کو دھویا، پھر ان کو جلا دیا

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ جب انہوں نے ان صحائف کے موافق مصاحف میں لکھ لیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحائف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابوعبید نے اور امام ابن ابوداؤد نے ابن شہاب کی سند سے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ جب مروان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا تو اس نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ آپ وہ صحائف دے دیں تو حضرت ام المومنین نے اس کو وہ صحائف دینے

Marfat.com

سے انکار کر دیا۔ حضرت سالم نے بتایا کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی اور ہم ان کی تدفین سے فارغ ہو کر آئے تو پھر مروان نے سخت تاکید کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ صحائف ان کو دے دیں، پس حضرت عبد اللہ بن عمر نے وہ صحائف ان کو دے دیئے، پھر مروان کے حکم سے ان صحائف کو پھاڑ دیا گیا اور مروان نے کہا کہ میں نے یہ اس لیے کیا ہے کہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد لوگ ان صحائف میں شک کریں گے اور امام ابن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اس نے صحائف کو پھاڑ کر جلا دیا اور عمارہ بن غزیہ کی روایت میں ہے کہ اس نے پہلے ان صحائف کو دھویا، پھر ان کو جلا دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مختلف شہروں میں بھیجے ہوئے مصاحف کی تعداد

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مصحف کی نقول تمام شہروں میں بھیج دیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ان مصاحف کی تعداد میں اختلاف ہے جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں میں بھیجا تھا، پس مشہور یہ ہے کہ ان کی تعداد پانچ تھی اور امام ابوداؤد نے حمزہ الزیات کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار مصاحف بھیجے تھے اور ابوحاتم السجستانی نے بتایا کہ میں نے سات مصاحف لکھے تھے: (۱) مکہ کی طرف (۲) الشام کی طرف (۳) الیمن کی طرف (۴) البحرین کی طرف (۵) البصرہ کی طرف (۶) الکوفہ کی طرف (۷) المدینہ کی طرف۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صحائف کو جلانے سے ان کتابوں کے جلانے کے جواز پر استدلال جن میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہو اور اس مسئلہ میں فقہاء کی عبارات اور قرآن کے الفاظ و نقوش کے قدیم نہ ہونے پر دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان مصاحف کے سوا ہر صحیفہ اور مصحف کو جلانے کا حکم دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: سوید بن غفلہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف کو جلوایا تھا ان کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہ کہو۔

قاضی عیاض نے وثوق سے کہا ہے کہ انہوں نے پہلے ان مصاحف کو پانی سے دھویا، پھر ان کو جلایا تا کہ ان مصاحف کو محو کرنے میں مبالغہ ہو جائے، علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان کتابوں کو جلانے کے جواز کی دلیل ہے جن میں اللہ کا نام لکھا ہوا ہو اور یہ ان کتابوں کی تکریم ہے تا کہ وہ قدموں تلے روندی نہ جائیں، اور امام عبد الرزاق نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ وہ ان رسائل کو جلا دیتے تھے جن میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہو، اور اسی طرح عروہ نے کہا ہے، اور ابراہیم نخعی نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ابن عطیہ نے کہا ہے کہ یہ اس وقت کا حکم ہے اور اب ایسے رسائل کو دھونا اولیٰ ہے جب ان کے ازالہ کی ضرورت ہو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو ان صحائف کو جلایا تھا ان سے ان علماء کے خلاف استدلال کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے حروف اور نقوش اور ان کی آواز بھی قدیم ہے کیونکہ کلام اللہ کے قدیم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جن اوراق میں وہ سطریں لکھی ہوئی ہوں وہ بھی قدیم ہوں اور اگر وہ اوراق قدیم ہوتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم ان اوراق کو جلانے کی جرأت نہ کرتے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۶۷۔ ۱۶۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اس سلسلہ میں فقہاء کی مزید عبارات اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صحائف کو جلانے کی توجیہات

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ ابوبکر بن الطیب نے کہا ہے کہ اگر امام کا اجتہاد یہ ہو کہ ان صحائف اور کاغذات کو جلا دیا جائے جن میں قرآن لکھا ہے تو یہ جائز ہے۔ علامہ ابن عطیہ نے کہا: جو شخص ان صحائف کو پھاڑے تو وہ بعد میں ان کو دفن کر دے اور اگر ان کو زائل کرنے کی ضرورت ہو تو ان کو دھونا اولیٰ ہے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان صحائف کو اس لیے جلایا تھا کہ ان میں شاذ اور متواتر قراء تیں مخلوط تھیں اور ان کو اس میں تحریف کا خدشہ تھا یا اس لیے کہ ان مصاحف کا مکمل خاتمہ ہو جائے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان کا ان صحائف کو جلانا حضرت عثمان کے مصحف کی حفاظت کی غرض سے تھا اور علامہ قرطبی نے حکیم ترمذی سے یہ نقل کیا ہے کہ جب قرآن مجید کا نسخہ پرانا ہو جائے تو اس کو پانی سے دھو دیا جائے، اور حسن بصری نے کہا ہے کہ پرانے مصحف کو جلایا نہ جائے بلکہ اس کو دھو کر اس کے غسالہ کو پی لیا جائے۔

میں کہتا ہوں: پرانے مصحف کو دھونا اس صورت پر محمول ہے جب ان کو کچی سیاہی سے لکھا گیا ہو جس کو دھو کر زائل کرنا ممکن ہے اور اگر وہ پکی سیاہی سے چھپا ہوا ہو جیسا کہ آج کل مطبوعہ کتابیں ہوتی ہیں تو پھر پرانے مصحف کو قبرستان کے کسی کونے میں دفن کر دینا چاہیے جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب باحوالہ آئے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۵۔ ۲۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

محدثین احناف کے نزدیک پرانے اور بوسیدہ قرآن کے اوراق کا شرعی حکم

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ جب مصحف پرانا ہو جائے اور اس سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکے تو اس کو کسی پاک جگہ پر دفن کر دینا چاہیے جو جگہ لوگوں کی آمد و رفت سے بہت دور ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۷۔ ۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ملا علی سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علماء کا مصحف کے بوسیدہ اوراق کے متعلق اختلاف ہے جب ان سے نفع نہ ہو سکے، اولیٰ یہ ہے کہ ان اوراق کو دھو دیا جائے یا جلا دیا جائے، پس کہا گیا ہے کہ جلانا مختار ہے کیونکہ اس سے قرآن مجید کی بے حرمتی نہیں ہو گی۔ اس کے برخلاف دھونے سے ہو سکتا ہے اس کا دھوون قدموں کے نیچے آئے، دوسرا قول یہ ہے کہ دھونا مختار ہے اور اس کا غسالہ (دھوون) کسی پاک جگہ میں ڈال دیا جائے کیونکہ قرآن مجید کے اوراق کو جلانے میں ان کی ایک قسم کی اہانت ہے۔ علامہ ابن حجر الہیتمی المکی الشافعی نے کہا ہے کہ جلانے کو ترجیح ہے کیونکہ حضرت عثمان نے بھی صحیفوں کو جلا دیا تھا اور حضرت عثمان کا جلانے سے مقصد یہ تھا کہ مصحف کو بالکلیہ محفوظ کر دیا جائے اور اس میں کسی قسم کی بے حرمتی نہیں تھی اور ہمارے ائمہ شافعیہ نے جو ان اوراق کے جلانے کو حرام کہا ہے یہ اس صورت میں ہے جب اس سے مال ضائع ہو بایں طور کہ جن اوراق میں قرآن لکھا ہوا ہے ان کی قیمت ہو اور جلانے سے وہ قیمت ضائع ہو جائے۔

ملا علی قاری الہروی فرماتے ہیں: یہ بہت عجیب و غریب تاویل ہے کیونکہ گفتگو اس صورت میں ہے جب ان اوراق کا کوئی نفع نہ ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جلانے پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عثمان نے ان اوراق کو جلایا تھا جن کے متعلق قطعیت سے یہ ثابت نہیں تھا کہ وہ قرآن ہیں یا ان اوراق کو جلایا تھا جن کا قرآن مجید ہونا مشکوک تھا اور انہوں نے جلانے کو اس لیے اختیار کیا کہ اس سے یہ شک زائل ہو جاتا ہے کہ انہوں نے بعض قرآن کو ترک کر دیا کیونکہ اگر وہ اوراق قطعیت کے ساتھ قرآن ہوتے تو کسی مسلمان کے لیے ان کو جلانا جائز نہ تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اس کی راکھ کو محفوظ رکھنے کا حکم نہیں دیا مبادا وہ نجاست میں گر جائے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو جلانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بہ ظاہر اہانت ہے، اس لیے ان

Marfat.com

اوراق کو دھونا متعین ہے بلکہ اس کے غسالہ کو پی لینا چاہیے کیونکہ اس کا غسالہ ہر بیماری کی دوا ہے اور دلوں کی شفا ہے۔
(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۳۳۷، المکتبۃ الحقانیہ، پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا کہ ہر صحیفہ کو جلا دیا جائے یا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، اس میں راوی کو شک ہے کہ یہ لفظ یُحْرَقَ ہے یا یُخْرَقَ ہے اور اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو مصحف تھا اس کو بھی وعدہ کے مطابق واپس کرنے کے بعد جلا دیا گیا تھا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۷۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید اگر پرانا ہو جائے یا بوسیدہ ہو جائے تو اس کو ایسی پاک زمین میں دفن کر دینا چاہیے جو لوگوں کی آمدورفت سے اور ان کے پاؤں کے روندنے سے محفوظ ہو۔ (تیسیر القاری ج ۴ ص ۶۷۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

فقہاء احناف کے نزدیک قرآن مجید کے پرانے اور بوسیدہ اوراق کا شرعی حکم

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

جب مصحف اتنا پرانا ہو جائے کہ اس سے پڑھا نہ جا سکے تو اس کو جلایا نہیں جائے گا، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب السیر میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور اس کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے اور جو اس کو دفن کرنے کا ارادہ کرے اس کو چاہیے کہ وہ اس کو کسی پاک کپڑے میں لپیٹے اور اس کے لیے گڑھا کھودے اور لحد بنائے اور شق نہ بنائے کیونکہ جب اس گڑھے کو شق بنایا جائے گا تو اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت ہوگی اور اس میں ایک قسم کی تحقیر ہے اور اللہ عزوجل کے کلام کا استخفاف ہے اور اگر وہ چاہے تو وہ ان اوراق کو پانی کے ساتھ دھولے اور اگر وہ چاہے تو ان اوراق کو کسی ایسی پاک جگہ پر رکھ دے جہاں بے وضو لوگوں کے ہاتھ نہ پہنچیں اور ان پر گردوغبار نہ پڑے تاکہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تعظیم باقی رہے۔ (المحیط البرہانی ج ۸ ص ۱۰، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الدمشقی الحنفی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے کہا ہے کہ:

جن کتابوں سے نفع حاصل نہ ہو سکتا ہو ان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کے اسماء کو مٹا دیا جائے۔ اور باقی کتابوں کو جلا دیا جائے اور اگر ان کو اس صورت میں جاری پانی میں ڈال دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے یا دفن کر دیا جائے تو وہ زیادہ بہتر ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی تدفین کی جاتی ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: ان بوسیدہ قرآن مجید کے اوراق کو دفن کر دینا زیادہ بہتر ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو ان کی وفات کے بعد دفن کر دیا جاتا ہے، اسی طرح تمام وہ کتابیں جو پرانی ہو جائیں اور ان سے نفع حاصل نہ ہو سکے تو ان کا یہی حکم ہے، یہ المجتبیٰ کی عبارت ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو دفن کرنا تعظیم کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جو تمام لوگوں سے افضل ہیں ان کو بھی دفن کر دیا جاتا ہے اور الذخیرۃ میں مذکور ہے کہ مصحف جب پرانا ہو جائے اور اس سے پڑھنا دشوار ہو جائے تو اس کو آگ میں جلایا نہیں جائے گا، امام محمد نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور ہم اس پر فتویٰ دیتے ہیں اور اس کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے اور اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر لحد بنا کر رکھنا چاہیے کیونکہ اگر اس کی قبر شق بنائی تو دفن کے وقت اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت ہوگی اور اس میں ایک قسم کی تحقیر ہے۔ ہاں! اگر قبر کو بہ طور شق بنایا جائے اور اس پر چھت ڈال دی جائے تو پھر درست ہے اور اگر چاہے تو

Marfat.com

ان بوسیدہ اوراق کو پانی کے ساتھ دھولے یا ان کو کسی ایسی پاک جگہ پر رکھ دے جہاں پر کسی بے وضو کا ہاتھ یا گرد وغبار یا نجاست نہ پہنچے تا کہ اللہ عزوجل کے کلام کی تعظیم باقی رہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار ج ۹ ص ۵۱۹۔ ۵۱۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

ملا نظام الدین حنفی مرتب فتاویٰ عالمگیری متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

مصحف جب پرانا ہو جائے اور اس سے پڑھا نہ جا سکے اور یہ خطرہ ہو کہ یہ ضائع ہو جائے گا تو اس کو ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور اس کو دفن کرنا اس سے بہتر ہے کہ اس کو کسی ایسی جگہ رکھ دیا جائے جہاں اس پر نجاست وغیرہ پڑنے کا خطرہ نہ ہو اور اس کی لحد بنائی جائے کیونکہ اگر اس کی قبر شق بنائی گئی تو اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت ہوگی اور اس میں ایک قسم کی تحقیر ہے، ہاں اگر اس پر چھت بنا دی جائے بایں طور کہ ان اوراق پر مٹی نہ پہنچے تو یہ بھی مستحسن ہے، اسی طرح الغرائب میں مذکور ہے۔ مصحف جب پرانا ہو جائے اور اس سے پڑھنا دشوار ہو تو اس کو آگ میں نہیں جلایا جائے گا۔ امام محمد شیبانی نے اسی بات کی طرف ''السیر الکبیر'' میں اشارہ کیا ہے اور ہم بھی اسی پر فتویٰ دیتے ہیں اور اسی طرح الذخیرہ میں ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۲۳، مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ)

غیر مقلدین کے نزدیک جن کاغذوں میں خدا کا نام ہو ان کو جلانا جائز ہے

مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ صحیح البخاری: ۴۹۸۷ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عثمان کا صحائف قرآن کو جلانا عین مناسب اور مقتضائے مصلحت تھا۔ یہ حکم حضرت عثمان نے سب صحابہ کے سامنے دیا انہوں نے اس پر انکار نہیں کیا، بعضوں نے کہا: حضرت عثمان نے ان کو دھلوا ڈالا، پھر ان کو جلوا دیا، اس حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جن کاغذوں میں خدا کے نام ہوں ان کو جلا ڈالنا درست ہے۔ (تیسیر القاری ج ۴ ص ۷۸۰، نعمانی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۹۰ء)

دوسرے غیر مقلد عالم شیخ داؤد راز میواتی نے بھی یہی عبارت نقل کی ہے۔ (ترجمہ و شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۵۲۱، مکتبہ قدوسیہ، لاہور)

۴۹۸۸۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ فَقَدْتُ آيَةً مِنَ الْأَحْزَابِ حِينَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ قَدْ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ فَأَلْحَقْنَاهَا فِي سُورَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ۔

ابن شہاب نے کہا اور مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بتایا: جب ہم المصحف کو لکھ رہے تھے تو میں نے سورۃ الاحزاب کی ایک ایسی آیت کو گم پایا جس کو میں سنتا تھا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پڑھتے تھے پس ہم نے اس آیت کو تلاش کیا تو ہم نے اس آیت کو حضرت خزیمہ بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پایا وہ آیت یہ ہے: مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ (الاحزاب: ۲۳) مومنوں میں کچھ ایسے (ہمت والے) مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا'' پس ہم نے اس آیت کو مصحف میں اس سورت کے ساتھ ملا دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۸۰۷ میں گزر چکی ہے، تاہم چند ضروری امور بیان کیے جارہے ہیں:

Marfat.com

درج ذیل روایت میں ابن شہاب زہری کا وہم

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن شہاب کی اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سورۃ الاحزاب کی اس آیت کو صحیفوں سے اس وقت گم پایا جب وہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں مصحف کو لکھ رہے تھے، اور یہ ابن شہاب کا وہم ہے اور صحیح بات وہ ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کی خلافت میں سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتوں کو گم پایا تھا اور سورۃ الاحزاب کی جس آیت کو انہوں نے گم پایا تھا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ کا واقعہ ہے جب انہوں نے مصحف کو لکھا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کے درمیان فرق

علامہ ابن التین وغیرہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن جمع کرنے میں فرق یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ تھا کہ قراء اور حفاظ کی زیادہ تعداد میں شہادت سے کہیں اصل قرآن ان کے ہاتھ سے نہ جاتا رہے اور یہ فرق بھی تھا کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں ایک جگہ قرآن مجید کو نہیں جمع کیا گیا، پس قرآن مجید کو متعدد صحائف میں جمع کیا گیا جن میں سورتوں کی آیات اس طرح مرتب تھیں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو بتایا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو اس وقت جمع کیا جب متعدد لغات کے موافق قرآن مجید پڑھنے کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف ہوا اور وہ ایک دوسرے کو خطا پر قرار دینے لگے، پس حضرت عثمان کو یہ خطرہ ہوا کہ اس سے مسلمانوں میں تفرقہ ہو جائے گا، پس انہوں نے ان متعدد صحائف کو ایک مصحف میں جمع کر لیا اور ان کی سورتوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب پر رکھا اور تمام لغات میں سے صرف لغت قریش پر قرآن مجید کو باقی رکھا کیونکہ قرآن مجید قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے اور ابتدائے اسلام میں دوسری لغات پر بھی قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی تاکہ مسلمانوں کو حرج اور مشقت نہ ہو، پس حضرت عثمان نے یہ دیکھا کہ اب ضرورت پوری ہو چکی ہے تو انہوں نے صرف ایک لغت پر اقتصار کیا اور چونکہ لغت قریش کو تمام لغات پر ترجیح تھی اس لیے انہوں نے قرآن مجید کو لغت قریش کے موافق جمع کیا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۶۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۔ بَابُ: كَاتِبِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کاتب یعنی قرآن مجید لکھنے والا

۴۹۸۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ ابْنَ السَّبَّاقِ قَالَ إِنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ رضی الله عنه قَالَ إِنَّكَ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاتَّبِعِ الْقُرْآنَ فَتَتَبَّعْتُ حَتَّى وَجَدْتُ آخِرَ سُورَةِ التَّوْبَةِ آيَتَيْنِ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهُمَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ إِلَى آخِرِهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب کہ ابن السباق نے کہا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا اور کہا: بے شک تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وحی کو لکھتے تھے، پس تم قرآن کو تلاش کرو، پس میں نے تلاش کیا حتیٰ کہ میں نے سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتوں کو حضرت ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پایا جن کو میں نے ان کے سوا کسی اور کے پاس نہیں پایا تھا، وہ آیتیں یہ ہیں: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

Marfat.com

(التوبہ:۱۲۸) بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آگئے ہیں تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے۔ یہ آیتیں آخر سورت تک ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۸۰۷ میں گزر چکی ہے۔

قرآن مجید کو جمع کرنا اور اس کو لکھنا اور اس کی حفاظت کرنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابوبکر بن الطیب نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کو جمع کرنے اور اس کو لکھنے کی سنت قائم کی اور اس کو لکھنے کا حکم دیا اور اپنے کاتبوں کو لکھنے کا حکم دیا اور بے شک حضرت صدیق اور حضرت فاروق اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور ائمہ کی جماعت نے قرآن مجید کو جمع کرنے اور اس کو لکھنے اور اس کی حفاظت کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کیا اور انہوں نے اپنی طرف سے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔

سربراہ ملک کے لیے ضروری ہے کہ وہ عوام کے فلاحی امور اور احکام شرعیہ کی ترویج اور نفاذ کے لیے کوئی کاتب یا سیکریٹری رکھے

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ خلیفہ اور امام کے لیے یہ سنت ہے کہ وہ کاتب کو رکھیں جو ان کے لیے ان ضروری امور کو لکھے جو عوام کے مفاد میں ہوں اور وہ کاتب سربراہ ملک کی احکام شرعیہ میں مدد کرے کیونکہ سربراہ ملک کے لیے یہ لازم ہے کہ عوام کی فلاح اور بہبود میں غور و فکر کرے اور لوگوں کو ان کاموں سے روکے جو ان کو کتاب اللہ سے غافل کریں، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھ پر خلافت کا بوجھ نہ ہوتا تو میں اذان دیتا، ان کی مراد یہ تھی کہ خلافت کے کاموں نے مجھے مسلمانوں کے دوسرے امور سے مشغول رکھا یعنی اذان وغیرہ سے کیونکہ اذان میں تو کوئی ان کا نائب ہو سکتا ہے اور امامت میں کوئی ان کا نائب نہیں تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۷۔۲۶، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن کثیر کا امام بخاری پر اعتراض کہ اس باب کی حدیث باب کے عنوان کے مطابقت نہیں ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے: امام بخاری نے اس باب کا عنوان ''کُتّابُ النَّبِیِّ'' بنایا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتبین، اور اس باب کی حدیث میں صرف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر کیا ہے اور یہ بہت عجیب بات ہے، پس گویا کہ امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق صرف حضرت زید بن ثابت کے کاتب ہونے کی حدیث ملی، پھر انہوں نے ''السیرۃ النبویہ'' میں دیگر کاتبین وحی کی طرف اشارہ کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی حافظ ابن کثیر کا رد کرتے ہوئے امام بخاری کی طرف سے جواب دیتے ہیں کہ صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں اس باب کا عنوان ''کاتب النبی'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے نہ کہ ''کُتّاب النبی'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لہٰذا اس باب کی حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر کاتبین وحی

بعض اوقات حضرت زید بن ثابت غائب ہوتے تھے تو دوسرے صحابہ وحی لکھتے تھے اور حضرت زید بن ثابت سے پہلے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وحی لکھتے تھے اور یہ مدینہ میں وحی لکھنے والے پہلے کاتب تھے اور مکہ مکرمہ میں جنہوں نے سب سے پہلے وحی کو لکھا وہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے، پھر وہ مرتد ہو گئے، پھر فتح مکہ والے دن انہوں نے اسلام کو قبول کر لیا اور آپ کے دیگر کاتبین وحی میں خلفاء اربعہ ہیں اور حضرت الزبیر بن العوام ہیں اور حضرت خالد اور حضرت ابان ہیں جو سعید بن العاص بن امیہ کے بیٹے ہیں اور حضرت حنظلہ بن الربیع الاسدی ہیں اور حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ ہیں اور حضرت عبداللہ بن الارقم الزہری ہیں اور حضرت شرحبیل ابن حسنہ ہیں اور حضرت عبداللہ بن رواحہ ہیں رضی اللہ عنہم، ان کے علاوہ اور بھی کئی کاتبین ہیں۔

امام احمد اور امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور اس کو امام ابن حبان اور امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا زمانہ آتا کہ آپ پر کئی کئی سورتیں نازل ہوتیں، پس جب آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ اس سے فرماتے جو آپ کے پاس لکھتا تھا کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھو جس میں یہ ذکر کیا گیا ہے''۔ (الحدیث) (فتح الباری ج ٦ ص ١٦٨، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

۴۹۹۰۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ادْعُ لِي زَيْدًا وَلْيَجِئْ بِاللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ وَالْكَتِفِ أَوِ الْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ ثُمَّ قَالَ اكْتُبْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ وَخَلْفَ ظَهْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَمْرُو بْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا تَأْمُرُنِي فَإِنِّي رَجُلٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابواسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ (النساء: ۹۵) بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرے لیے زید کو بلاؤ اور وہ تختی اور دوات اور کندھے کی ہڈی لے کر آئیں یا کندھے کی ہڈی اور دوات لے کر آئیں، پھر آپ نے فرمایا: لکھو: لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ (جہاد سے بیٹھنے والے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں ہیں) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ کے پیچھے حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے جو نابینا تھے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں میں تو نابینا مرد ہوں تو اس وقت اس کی جگہ یہ آیت نازل ہوئی: لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ (النساء: ۹۵) بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۹۴ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

Marfat.com

غنی کا فقر سے افضل ہونا، تکلیف مالا یطاق کے جواز پر علامہ ابن ملقن کی فقہاء احناف کے خلاف دلیل

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام مالک نے کہا ہے: حضرت جبریل علیہ السلام غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ والی آیت کو لے کر قلم خشک ہونے سے پہلے پہنچ گئے اور اس آیت کو پہلی آیتوں کے ساتھ ملا دیا گیا یعنی لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کے ساتھ اور حضرت جبریل علیہ السلام کے چڑھنے اور اترنے میں ایک ہزار سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔
اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ غنیٰ، فقر سے افضل ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو مجاہدین اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کو خرچ کرتے ہیں وہ ان مسلمانوں سے افضل ہیں جو کسی عذر کی وجہ سے اللہ کی راہ میں اور دین کی سربلندی کے لیے اپنی جان اور مال کو خرچ نہیں کر سکے، لہٰذا اصحابان عذر اور فقراء ان اغنیاء اور مجاہدین کے درجوں کو نہیں پہنچ سکتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحبان عذر اگر فرائض لازمہ کو ادا نہ کر سکیں جن کو تندرست اور قادرین ادا کرتے ہیں تو ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔
اس آیت میں جمہور فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ تکلیف مالا یطاق جائز ہے یعنی بندے کو ان کاموں کا مکلف کرنا جائز ہے جن کاموں کے کرنے کی اس میں طاقت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نابینا کو بھی جہاد کرنے کا مکلف کیا تھا حالانکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا، پھر بعد میں غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ فرما کر نابینا کو جہاد کرنے کے حکم سے مستثنیٰ فرما دیا۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۷، وزارة الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن کی دلیل کا مصنف کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں: فقہاء احناف کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا بندوں کو ایسے کاموں کا مکلف کرنا جائز نہیں ہے جن کو بندہ نہ کر سکتا ہو، دیکھیے! احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۳۳۷، المنثور فی القواعد ج ۱ ص ۲۰۳۔۲۰۲، المستصفیٰ ص ۷۰، البحر المحیط للزرکشی ج ۲ ص ۱۱۱۔۱۰۹۔
فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ (البقرہ: ۲۸۶) اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا۔
لہٰذا جو کام بندوں کے کرنے کی طاقت میں نہ ہوں اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کا مکلف نہیں فرماتا اور علامہ ابن ملقن کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً جہاد کا حکم دینے کے بعد قلم کی سیاہی خشک ہونے سے پہلے فوراً ہی غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ کو نازل فرما دیا، اگر غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ کو نازل نہ فرمایا ہوتا تو علامہ ابن ملقن کی دلیل مکمل ہوتی۔

صحیح البخاری: ۴۹۹۰ میں النساء: ۹۵ کا صحیح لکھا ہوا نہ ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
صحیح بخاری میں یہ آیت اس طرح مذکور ہے کہ اس میں غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ کے الفاظ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کے بعد ہیں اور تلاوت میں غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ کے الفاظ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کے بعد ہیں، اور اسرائیل کی روایت میں یہ آیت درست طریقے سے لکھی ہوئی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۶۸، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۸)
میں کہتا ہوں: ہم نے اس حدیث میں اس آیت کو اسی طرح لکھا ہے جس طرح یہ آیت قرآن مجید میں درج ہے۔ دار الفکر کے

Marfat.com

مطبوعہ صحیح بخاری کے نسخہ میں النساء: ۹۵ کو صحیح نہیں لکھا، ہم نے اس آیت کو صحیح طریقہ سے لکھا ہے۔

۵۔ بَابٌ: أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ — قرآن مجید کو سات حرفوں پر نازل کیا گیا (یعنی سات قبیلوں کی لغات پر)

۴۹۹۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلَى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ وَيَزِيدُنِي حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عُقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے قرآن مجید ایک قراءت (یا ایک قبیلہ کی لغت) پر پڑھایا، پس میں مسلسل ان سے اس قراءت میں (یا قبیلہ کی لغت میں) اضافہ کو طلب کرتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے سات قراءتوں (یا سات قبیلوں کی لغات) پر انتہاء کردی''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۱۹ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور کا بیان کیا جارہا ہے:

سات حرفوں سے مراد سات لغات ہیں

علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان سات حرفوں کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے اور اس میں ان کے پینتیس (۳۵) اقوال ہیں جن کو حافظ ابو حاتم بن حبان نے بیان کیا ہے لیکن جمہور نے ان کو اختیار نہیں کیا اور ہمارا مختار یہ ہے کہ اس حدیث میں حرف سے مراد لغت ہے، پس قرآن مجید لغات عرب میں سے سات فصیح لغات پر نازل ہوا ہے، پس بعض قرآن لغت قریش کے موافق نازل ہوا اور بعض لغت ہزیل کے موافق نازل ہوا اور بعض لغت ہوازن کے موافق نازل ہوا اور دیگر فصیح لغات کے موافق نازل ہوا۔

بعض لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ کیا حضرت جبریل علیہ السلام ہر لفظ کو سات لغات کے موافق پڑھتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت لازم آتا جب ہر لفظ میں سات لغات جمع ہوتیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ سات لغات قرآن مجید میں متفرق ہیں، پس بعض قرآن لغت قریش کے موافق نازل ہوا اور بعض قرآن دوسروں کی لغت پر نازل ہوا اور اگر کوئی یہ کہے کہ ہر لفظ میں سات لغات ہیں تو ہم کہیں گے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہر مرتبہ ایک لغت کے موافق قرآن مجید کو لے کر نازل ہوتے، پھر دوسری بار دوسری لغت میں لے کر قرآن مجید کو نازل کرتے یہاں تک کہ سات لغات مکمل ہوگئیں۔ (کشف المشکل ج ۶ ص ۳۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید کے بعض کلمات کو سات سے زیادہ طریقوں پر پڑھا گیا ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر کلمہ اور ہر جملہ سات حروف پر پڑھا گیا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ایک کلمہ کو مختلف طریقوں

Marfat.com

کے مطابق پڑھنے کی تعداد سات کے عدد تک پہنچتی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ بعض کلمات سات سے زیادہ طریقوں کے مطابق پڑھے گئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر اور غالب یہ ہے کہ ایک کلمہ زیادہ سے زیادہ سات طریقوں سے پڑھا گیا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ سات سے زیادہ پڑھنے کا طریقہ ثابت نہیں ہے بلکہ یہ کسی کلمہ کی ادائیگی میں اختلاف ہے جیسے کسی کلمہ کو مد کے ساتھ پڑھنا یا امالہ کے ساتھ پڑھنا، اور تیسرا جواب یہ ہے کہ سات کے لفظ سے عدد کی حقیقت مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد تسہیل، تیسیر اور آسانی ہے اور اکائی میں سات کا لفظ بول کر اس سے کثرت مراد لی جاتی ہے، اسی طرح دہائی میں ستر (۷۰) کے لفظ سے کثرت مراد لی جاتی ہے اور سینکڑہ میں سات سو کے عدد سے کثرت مراد لی جاتی ہے، پس چوتھے جواب کا حاصل یہ ہے کہ سات حروف سے مراد سات کا عدد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد کثیر حروف ہیں، قاضی عیاض اور ان کے متبعین کا اسی طرف میلان ہے۔

علامہ قرطبی نے امام ابن حبان سے روایت کی ہے کہ ان حروف میں اختلاف سات سے لے کر پینتیس (۳۵) اقوال تک ہے اور علامہ قرطبی نے ان میں سے صرف پانچ اقوال نقل کیے ہیں اور میں صحیح ابن حبان میں بسیار تلاش کے باوجود ان پینتیس (۳۵) اقوال پر مطلع نہیں ہو سکا اور عنقریب میں اس باب کے آخر میں ان میں سے مقبول اور مردود اقوال کا بیان کروں گا۔

(فتح الباری جلد ۶ ص ۱۶۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

سات حروف سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک لفظ کی جگہ اس کے مترادف دوسرے لفظ کو پڑھنا جائز ہے

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سات حروف سے کیا مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: سات مختلف معانی جیسے امثال، احکام اور قصص وغیرہ اور یہ قول غلط ہے کیونکہ حدیث میں یہ اشارہ کیا ہے کہ ان میں سے ہر حرف کے مطابق قرآن مجید کو پڑھنا جائز ہے اور اس پر اجماع ہے کہ امثال کی آیت کو احکام کی آیت کے ساتھ تبدیل کرنا جائز نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے:

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ ۔ آپ کہیے کہ اس قرآن کو تبدیل کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔

(یونس: ۱۵)

اور ابن شہاب نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ سات حروف ایک آیت میں ہیں، پس اس میں حلال اور حرام کا اختلاف نہیں ہے اور یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک کلمہ کی جگہ اس معنی کے دوسرے کلمہ کو پڑھنا جائز ہے اور اس کی مالک بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کو پڑھایا:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ بے شک تھوہر کا درخت O گنہ گاروں کا کھانا ہے O

(الدخان: ۴۴۔۴۳)

پس ایک مرد نے الاثیم کی جگہ اَلْيَتِيْم پڑھا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: طَعَامُ الفاجر پڑھو یعنی گنہ گار کا کھانا، پس میں نے امام مالک سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے کہ قرآن مجید میں اس طرح پڑھا جائے یعنی طعام الاثیم کی جگہ طعام الفاجر پڑھا جائے؟ تو امام مالک نے کہا: ہاں! اس کی گنجائش ہے اور ''المدونۃ'' میں مذکور ہے کہ امام مالک نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے موافق پڑھنے سے منع کیا ہے اور کہا اس قراءت سے نکل جاؤ اور اس کو چھوڑ دو۔ (المدونۃ ج ۱ ص ۸۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۹، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

سات حروف سے مراد سات قبیلوں کی لغات ہیں

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سات حروف سے مراد سات قبائل ہیں تا کہ مختلف قبائل پر قرآن مجید کا پڑھنا آسان ہو جائے کیونکہ کسی لغت میں کوئی لفظ امالہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور دوسری لغت میں کسی لفظ کو ادغام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور تیسری لغت میں اس طرح نہیں پڑھا جاتا۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۳۸۳، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۴۹۹۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدٍ الْقَارِيَّ حَدَّثَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ فَتَصَبَّرْتُ حَتَّى سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ قَالَ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ كَذَبْتَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ أَقْرَأَنِيهَا عَلَى غَيْرِ مَا قَرَأْتَ فَانْطَلَقْتُ بِهِ أَقُودُهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ بِسُورَةِ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَرْسِلْهُ اقْرَأْ يَا هِشَامُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ اقْرَأْ يَا عُمَرُ فَقَرَأْتُ الْقِرَاءَةَ الَّتِي أَقْرَأَنِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت المسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری (رضی اللہ عنہما) ان دونوں نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ ان دونوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں، میں نے سنا کہ ہشام بن حکیم سورۃ الفرقان کو پڑھ رہے تھے تو میں نے ان کی قراءت کو غور سے سنا، پس وہ اس میں اتنے زیادہ حروف پڑھ رہے تھے جو مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھائے تھے، پس پھر قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان پر جھپٹ پڑتا (یا انہیں بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتا)، پس میں نے ان کے سلام پھیرنے تک صبر کیا، پھر میں نے ان کو اپنی چادر میں پکڑ کر گھسیٹا، پھر میں نے کہا: میں نے ابھی تم کو جس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے۔ انہوں نے کہا: مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت پڑھائی ہے، میں نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ سورت اس طرح نہیں پڑھائی جس طرح تم پڑھ رہے ہو، پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، پھر میں نے کہا: میں نے ان کو اس طرح سورۃ الفرقان ان حروف کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا ہے جن حروف کے ساتھ آپ نے مجھے سورۃ الفرقان نہیں پڑھائی'' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دو (پھر فرمایا:) اے ہشام! پڑھو! پس ہشام نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے ان سے قراءت سنی تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے، پھر فرمایا: اے عمر! تم پڑھو، پس میں نے اس طرح پڑھا جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا تھا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اس طرح نازل ہوئی ہے، بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، پس تم کو جو حروف آسان لگیں تم ان پر پڑھو"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۱۹ میں گزر چکی ہے اور یہ حدیث صحیح مسلم: ۸۱۸ میں بھی مذکور ہے۔

سات حروف پر قرآن مجید نازل ہونے کے متعلق دیگر احادیث

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث متعدد سندوں اور متون سے مروی ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) امام مسلم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو غفار کے تالاب کے پاس تھے تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے، پس انہوں نے کہا کہ بے شک اللہ آپ کو یہ حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک حرف پر قرآن پڑھائیں، آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے اس کے عفو اور مغفرت کا سوال کرتا ہوں، بے شک میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی"، پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس دوسری بار آئے اور اسی طرح بات ہوئی حتیٰ کہ حضرت جبریل نے سات حروف تک قراءت پہنچادی، اور کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یہ حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو سات حروف پر پڑھائیں، پس وہ جس حرف پر بھی پڑھیں گے تو وہ صحیح پڑھیں گے۔ (صحیح مسلم: ۸۲۱، الرقم المسلسل: ۱۷۹۰)

(۲) امام حاکم اور امام ابن حبان نے از ابوسلمہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(پہلی) کتاب ایک باب سے ایک طریقہ پر نازل ہوئی اور قرآن مجید سات ابواب سے سات حروف پر نازل ہوا ہے، اس میں زجر (ڈانٹ ڈپٹ) ہے اور امر ہے اور حلال ہے اور حرام ہے اور محکم ہے اور متشابہ ہے اور امثال ہیں"، حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے اور امام نسائی نے اس کی اختصار سے موقوفاً روایت کی ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۵۵۳، صحیح ابن حبان: ۷۴۵، السنن الکبریٰ: ۷۹۸۴)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ حدیث اہل علم کے نزدیک ثابت نہیں ہے کیونکہ ابوسلمہ کی حضرت ابن مسعود سے ملاقات نہیں ہوئی۔ (التمہید ج ۸ ص ۲۷۵) حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۷۳) تاہم یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے اس لیے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے، البانی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ (الصحیحہ: ۵۸۷)

(۳) ابوالولید الطیالسی از حماد بن سلمہ از علی بن زید از عبدالرحمن بن ابی بکرۃ از والد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اے محمد! قرآن مجید کو ایک حرف پر پڑھیں تو حضرت میکائیل علیہ السلام نے کہا: آپ اس میں اضافہ طلب کریں، سو آپ نے اضافہ طلب کیا حتیٰ کہ سات حروف پر پہنچے اور ہر حرف شافی، کافی ہے، جب کوئی آیت رحمت پر ختم نہ ہو اور عذاب کی آیت کے ساتھ ہو اور عذاب آیت رحمت کی آیت کے ساتھ ہو تو آپ آگے بڑھیں اور جلدی جلدی پڑھیں"۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۵۱-۴۱)

(۴) حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نے حضرت جبریل علیہ السلام

Marfat.com

اضافہ طلب کیا تو وہ سات حروف تک پہنچے''۔(مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۴، صحیح ابن حبان: ۷۴۳)

(۵) عبید اللہ بن ابی یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: مجھے ایوب نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے''۔(مسند احمد ج ٦ ص ۴۳۳، مسند احمد ج ٦ ص ۴٦۳۔ ۴٦۲، یہ روایت ام ایوب انصاری سے ہے)۔

(٦) حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید تین حروف پر نازل کیا گیا ہے''(مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۔ ۱٦، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۱۱۵) حافظ ابن کثیر نے کہا ہے: اس کی سند صحیح ہے۔

(۷) امام بزار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا گیا ہے''۔(مسند البزار (البحر الذخار): ۳۰۰) امام بزار نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے اور یہ حدیث حضرت ابی بن کعب اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور ہم نے اس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ان کی جلالت شان کی وجہ سے کی ہے۔

سات حروف کے معانی اور مصادیق کے متعلق محدثین اور فقہاء کے اقوال

سات حروف کے معانی اور مصادیق میں علماء کا اختلاف ہے، علامہ منذری نے کہا ہے کہ اکثر کا قول یہ ہے کہ یہ حصر عدد کے لیے ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ سات حروف کو توسع اور تسہیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور اس سے حصر مقصود نہیں ہے، پھر انہوں نے اس کی تعیین میں اختلاف کیا ہے، بعض نے کہا: یہ سات حروف تلاوت کی صورت میں ہیں اور بعض نے یہ کہا کہ یہ سات حروف الفاظ اور حروف میں ہیں اور امام ابن حبان البستی نے کہا کہ ان کی تعیین میں پینتیس (۳۵) اقوال ہیں، تاہم ان میں سے اکثر ایک دوسرے میں داخل ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض حروف قریش کے موافق ہوں اور بعض کنانہ کے اور بعض اسد کے اور بعض ہزیل اور بعض تمیم کے اور الضبہ کے اور قیس کے، پس یہ مضر کے قبائل ہیں۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ سات لغات ان سات مراتب پر پوری ہو جاتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ''قرآن مجید الکعبین کی لغت پر نازل کیا گیا ہے''، کعب قریش اور کعب خزاعہ کی لغت پر، کیونکہ دونوں کا دار ایک ہے۔(اس حدیث کی امام ابو عبید نے فضائل القرآن ص ۳۴۰ میں از قتادہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے، اور امام طبری نے جامع البیان ج ۱ ص ۵۱ میں روایت کی ہے اور امام طبری نے اس پر متنبہ کیا ہے کہ قتادہ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی ہے اور نہ اس نے ان سے سماع کیا ہے)

اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سات حروف سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے معانی متفقہ اور متقارب ہوں، علامہ قرطبی نے اس قول کو بھی اکثرین سے نقل کیا ہے۔(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۷۔ ۳٦) اور امام طحاوی کا بھی یہی قول ہے۔

(شرح مشکل الآثار ج ۸ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴)

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے ان سات حروف کو ان کے ساتھ سات مرتبہ دور کرتے ہوئے سنا یا ایک دفعہ میں ہی سنا اور حضرت جبریل نے آپ کو ان کی سات مختلف جگہوں پر مطلع کیا۔

پھر یہ شرط نہیں ہے کہ ان سات لغات کا اختلاف کلمات کی کیفیت ادا میں ہو مثلاً اظہار، ادغام، مد، قصر، امالہ، حذف سے اور تخفیف اور وقف کے ساتھ آخری کلمہ پر جزم اور ہمزہ سے پہلے زبان کا سکوت، اور جو اس کے مشابہ اختلاف اعراب کی وجوہ ہیں بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ یہ سات لغات ایک معنی کے اعتبار سے الفاظ مترادفہ میں ہوں جیسا کہ پڑھا گیا ہے:

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ (الجمعہ ۹) پس تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

اور یہ بھی قراءت کی گئی ہے:

فَامْضُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ (الجمعہ ۹) پس تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جاؤ۔

علامہ قرطبی نے کہا: یہ سات حروف اب اس قرآن مجید میں نہیں ہیں جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

اور امام طحاوی نے کہا: یہ سات حروف یعنی سات لغات میں پڑھنے کی اجازت اس لیے تھی کہ صحابہ پر اپنی لغت کے علاوہ دوسری لغات سے قرآن مجید کو یاد کرنا مشکل اور دشوار تھا، اس وجہ سے نہیں کہ وہ لوگ ان پڑھ تھے اور بہت کم لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، پس ہر زبان بولنے والے پر یہ مشکل تھا کہ وہ دوسروں کی زبانوں اور لغات کی طرف منتقل ہوں اور اگر وہ اس کا قصد کرتے تو وہ ان کو سخت مشقت کے بغیر حاصل نہ ہوتا، پس ان کو دوسرے الفاظ کے ساتھ قرآن پڑھنے کی اجازت دی گئی جب کہ معنی متفق ہو اور صحابہ کا یہی حال تھا حتیٰ کہ ان میں سے اکثر لکھنے پڑھنے لگے اور اُن کی لغات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لغات کی طرف راجع ہوگئیں پھر وہ ان الفاظ کو یاد کرنے پر قادر ہو گئے اور اب ان کے لیے یہ جائز نہ رہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے خلاف اور آپ کی قراءت کے خلاف قرآن پڑھیں۔ (شرح مشکل الآثار ج ۸ ص ۱۲۵)

علامہ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا: جب یہ ضرورت پوری ہو گئی تو سات حروف پر قرآن مجید پڑھنے کا حکم ساقط ہو گیا اور قرآن مجید کو ایک حرف یعنی ایک لغت کے موافق پڑھنے کا حکم لوٹ آیا۔ (التمہید ج ۸ ص ۲۹۴، الاستذکار ج ۸ ص ۴۳)

سات مشہور قراءات ان سات حروف یا سات لغات کے علاوہ ہیں اور یہ قراءات اس حرف پر ہیں جس میں حضرت عثمان نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا

علامہ ابو العباس القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ نے کہا ہے: وہ سات قراءات جو سات قراء کی طرف منسوب ہیں ان کے متعلق ہمارے اکثر علماء مثلاً علامہ داؤدی اور علامہ المہلب وغیرہما نے کہا ہے کہ یہ سات قراءات ان سات حروف میں سے نہیں ہیں جن پر قراءت کو صحابہ کرام نے کافی قرار دیا تھا، یہ سات قراءات ان سات حروف میں سے صرف اس حرف کی طرف راجع ہیں جس حرف پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو جمع کیا تھا، اس کا امام نحاس وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے اور یہ قراءات ان سات قراء کی اختیار کردہ ہیں کیونکہ ان میں سے ہر قاری نے اس قراءت کو اختیار کیا جس کی اس نے روایت کی تھی اور جس کا اس کو علم تھا اور جو اس کے نزدیک سب سے احسن اور سب سے اولیٰ قراءت تھی اور اس نے اس قراءت کو لازم کر لیا اور وہ اس قراءت کے ساتھ مشہور ہو گیا اور اس قراءت کی اس کی طرف نسبت کی گئی اور یہ کہا گیا کہ یہ نافع کی قراءت ہے اور یہ ابن کثیر کی قراءت ہے اور ان میں سے کسی نے دوسرے قاری کی قراءت کو اختیار کرنے سے منع نہیں کیا اور تمام قراءت صحیح ہیں اور کسی نے دوسرے کی قراءت کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کو بھی جائز قرار دیا اور ان سات قراء میں سے ہر ایک نے ایک قراءت کو اختیار کیا اور تمام قراءات صحیح ہیں اور اس زمانے میں تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جو قراءات ان ائمہ سے منقول ہیں وہ سب صحیح ہیں اور اس کو انہوں نے اپنی تصنیفات میں ذکر کیا، پس صحیح چیز پر اجماع مشہور ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہو گیا۔

(المفہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۵۰، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ ھ)

Marfat.com

بعض علماء نے ان سات حروف کی پانچ وجوہ سے تاویل کی

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ علماء نے اس حدیث کی بہت تاویلات کی ہیں اور میں نے نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی کا قول معارضہ سے خالی ہو اور ان میں سب سے اچھا قول وہ ہے جس کو ابو عمرو الدانی نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے اور اس قول کے قائل کا نام نہیں لیا۔ اس قائل نے کہا: میں نے متقدمین اور متاخرین کے اقوال پر مطلع ہونے کے بعد اس حدیث کے معنی میں غور کیا تو میں نے اس کو پانچ وجوہ سے متعلق پایا اور یہ وجوہ اس حدیث کے تمام معانی کو محیط ہیں: (۱) حروف کا کیا معنی ہے اور ان کی کیسی تاویل ہے (۲) قرآن مجید کو ان سات حروف پر نازل کرنے کی کیا توجیہ ہے (۳) اور کس چیز میں ان کا اختلاف ہے (۴) یہ اختلاف کتنے معانی پر مشتمل ہے (۵) کیا یہ کل حروف قرآن مجید میں متفرق ہیں اور اس کو ایک بار ختم کرنے میں موجود ہیں حتیٰ کہ جب قاری جو ان ائمہ قراء میں سے ہو جن کی امامت پر تمام شہروں میں اجماع ہے وہ ان تمام حروف کو پڑھتا ہے یا تمام حروف کو نہیں پڑھتا اور وہ اس کے ایک بار ختم قرآن میں موجود ہیں۔

مذکور الصدر پانچ تاویلات پر علامہ ابن بطال کا تبصرہ

پہلی تاویل کی دو قسمیں ہیں: (۱) سات حروف سے مراد سات لغات ہیں اور اس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۔ (الحج:۱۱) اور کوئی شخص ایک کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔

اس آیت میں حرف کا معنی طرز اور طریقہ ہے یعنی سات حروف سے مراد سات لغات کے طریقے ہیں۔ (۲) شارع علیہ السلام نے قراءات سبعہ یعنی سات قراءات کو مجازاً حروف فرمایا جیسا کہ رسالہ اور خطبہ کو کلمہ کہا جاتا ہے حالانکہ کلمہ اس رسالہ اور خطبہ کا جزء ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۔ (الاعراف:۱۳۷) اور بنی اسرائیل پر آپ کے رب کا بھلائی پہنچانے کا وعدہ پورا ہو گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو کلمہ فرمایا ہے حالانکہ وہ ایک جملہ ہے۔

اور مجاہد نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہا:

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی ۔ (الفتح:۲۶) اور اللہ نے انہیں کلمہ تقویٰ پر مستحکم کر دیا۔

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اس میں کلمہ تقویٰ سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور یہ بھی ایک جملہ ہے۔

(تفسیر مجاہد ج ۲ ص ۶۰۳)

دوسری تاویل یہ ہے کہ ان سات حروف یا سات لغات کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر توسیع ہے کیونکہ امام ابو عبید نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری حضرت جبریل علیہ السلام سے احجار المراء پر ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے جبریل! میں ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہوں جن میں مرد، عورت، لڑکا اور لڑکی اور شیخ فانی ہیں جنہوں نے کسی کتاب کو بالکل نہیں پڑھا'' تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔

(فضائل القرآن ص ۳۳۸)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان سات حروف سے مراد سات لغات ہوں کیونکہ عرب کی سات لغات ہیں اور الکلبی نے کہا: پانچ لغات

Marfat.com

ہیں اوران میں سے ایک ہوازن کی لغت ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا اوران میں سے پانچ ہوازن کے قبیلے تھے۔اور ابو حاتم نے کہا: ہوازن کے قبائل میں ثقیف ہیں اور بنوسعد بن بکر ہیں اور بنوجشم ہیں اور بنونصر ہیں، ان کو مخصوص کیا گیا ہے نہ کہ ربیعہ کو اور عرب کے باقی قبائل کو کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار کے قریب تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوار منزل الوحی ہے اور مضر اور ربیعہ دونوں بھائی ہیں اور قتادہ نے سعید بن المسیب سے روایت کی ہے کہ قرآن مجید اس قبیلہ کی لغت پر نازل ہوا ہے، یعنی ہوازن اور ثقیف کی لغت پر۔ (فضائل القرآن لابی عبید ص ۳۴۴ تفسیر الطبری جلد ۱ ص ۳۵)

تیسری تاویل کی بہت اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں: (۱) فی نفسہ لفظ کو متغیر کرنا جیسے مَالِكِ یوم الدین اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ (الفاتحہ: ۴) اور الصِّرَاطَ (الفاتحہ: ۶) یہ لفظ سین، صاد اور زاء کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

(۲) اثبات اور حذف جیسے وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (البقرہ: ۱۱۶) اس میں ہمزہ وصلی کو حذف کر دیا گیا ہے یا جیسے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا (التوبہ: ۱۰۷) اس میں بھی ہمزہ وصلی حذف کر دیا اصل میں تھا اتَّخَذُوْا۔

(۳) ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنا جیسے وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ○ (الشعرآء: ۲۱۷) اس میں فاء کو واؤ سے بدل کر وَتَوَكَّلْ بھی پڑھا گیا ہے اور جیسے وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ○ (الشمس: ۱۵) اس میں فاء کو واؤ سے بدل کر وَلَا یخاف بھی پڑھا گیا ہے۔

(۴) واحد کی بہ جائے جمع کا صیغہ لانا جیسے فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (المائدہ: ۶۷) اس میں رِسَالَتَهٗ کی جمع رِسَالَاتِه کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور جیسے اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ (یوسف: ۷) اس میں اٰيَةٌ کی جمع اٰيٰتٌ بھی پڑھا گیا ہے۔

(۵) مذکر کے صیغہ کی جگہ مؤنث کا صیغہ لانا جیسے وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ (البقرہ: ۴۸) اس کو مؤنث کے صیغہ کے ساتھ وَلَا تُقْبَلُ بھی پڑھا گیا ہے اور جیسے فَنَادَاهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (آل عمران: ۳۹) اس کو مؤنث کے صیغہ کے ساتھ فَنَادَتْهُ الملائكة بھی پڑھا گیا ہے اور جیسے اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ (الانعام: ۷۱) اس کو مذکر کے صیغہ کے ساتھ واستهواه الشياطين بھی پڑھا گیا ہے۔

(۶) جیسے کسی لفظ پر تشدید پڑھنا اور تشدید نہ پڑھنا جیسے بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○ (البقرہ: ۱۰) یہ تخفیف کے ساتھ ہے اور اس کو تشدید کے ساتھ بما کانوا يُكَذِّبُوْنَ بھی پڑھا گیا ہے اور جیسے وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ (البقرہ ۱۰۲) لٰكِنَّ تشدید کے ساتھ ہے اور اس کو تخفیف کے ساتھ لٰكِنْ بھی پڑھا گیا ہے، اور اسی طرح وَلٰكِنَّ الْبِرَّ (البقرہ: ۱۷۷) اس کو بھی تشدید اور تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

(۷) مخاطب کے صیغہ کو غائب کے صیغہ کے ساتھ بدلنا جیسے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (البقرہ: ۷۴) یہ مخاطب کا صیغہ تَعْمَلُوْنَ ہے اور اس کو غائب کا صیغہ يَعْمَلُوْنَ بھی پڑھا ہے اور جیسے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (البقرہ: ۷۶) یہ مخاطب کا صیغہ ہے اور اس کو غائب کا صیغہ افلا یعقلون بھی پڑھا گیا ہے اور جیسے وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ: ۱۳) یہ غائب کا صیغہ ہے اور اس کو مخاطب کا صیغہ لا تعلمون بھی پڑھا گیا ہے۔

(۸) متکلم کے صیغہ کو غائب کے صیغہ کے ساتھ بدلنا جیسے نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ (الزمر: ۷۴) نتبوأ متکلم کا صیغہ ہے اور اس کو غائب کا يَتَبَوَّاُ بھی پڑھا گیا ہے اور نَشَآءُ متکلم کا صیغہ ہے اور اس کو یشآء بھی پڑھا گیا ہے اور جیسے يَجْعَلُ الرِّجْسَ (یونس: ۱۰۰) یہ غائب کا صیغہ ہے اور اس کو متکلم کا صیغہ نجعل بھی پڑھا گیا ہے۔

(۹) مقدم کو مؤخر کرنا جیسے قٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا (آل عمران: ۱۹۵) اس میں قٰتَلُوْا قُتِلُوْا پر مقدم ہے اور اس کو مؤخر کر کے بھی پڑھا گیا ہے جیسے قُتِلُوْا وَقٰتَلُوْا اور جیسے فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (التوبہ: ۱۱۱) اس میں فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ پر مقدم ہے اور اس کو مؤخر کر کے

يُقْتَلُوْنَ فَيَقْتُلُوْنَ بھی پڑھا گیا ہے۔

(۱۰) نفی کے صیغہ کو نہی کے صیغہ کے ساتھ تبدیل کرنا جیسے وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ (البقرہ:۱۱۹) یہ نفی کا صیغہ ہے اور اس کو نہی کے صیغہ کے ساتھ تبدیل کر کے بھی پڑھا گیا ہے یعنی وَلَا تَسْئَلْ عن اصحٰب الجحیم پہلے صیغہ میں لَا تُسْئَلُ پر لام کے اوپر پیش ہے اور دوسری صورت میں لا تسئَلْ کے لام پر جزم ہے اور جیسے وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (الکہف:۲۶) یہ نفی غائب کا صیغہ ہے اور وَلَا یشرِکُ میں کاف پر پیش ہے، اس کو تبدیل کر کے نہی حاضر کے صیغہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی وَلَا تُشْرِكْ اور اس میں کاف پر جزم ہے۔

(۱۱) امر کے صیغہ کو خبر کے صیغہ کے ساتھ تبدیل کرنا جیسے وَاتَّخِذُوْا (البقرہ:۱۲۵) یہ امر کا صیغہ ہے اور اس میں خاء کے نیچے زیر ہے، اس کو وَاتَّخَذُوْا بھی پڑھا گیا ہے، یہ خبر کا صیغہ ہے اور اس میں خا پر زبر ہے اور جیسے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ (بنی اسرائیل:۹۳) قُلْ امر کا صیغہ ہے، اس کو خبر کے ساتھ تبدیل کر کے قَالَ بھی پڑھا گیا ہے اور جیسے قُلْ رَبِّیْ يَعْلَمُ (الانبیاء:۴) یہ خبر کا صیغہ ہے اور اس کو تبدیل کر کے امر کے صیغہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی قُلْ رَبِّی یَعْلَمُ۔

(۱۲) صرف اعراب میں تغیر کرنا جیسے وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ (البقرہ:۲۴۰) یہ زبر کے ساتھ ہے اور اس کو پیش کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی وَصِيَّةٌ لِاَزْوَاجِهِمْ اسی طرح ہے تِجَارَةً حَاضِرَةً (البقرہ:۲۸۲) یہ زبر کے ساتھ ہے اور اس کو پیش کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی تِجَارَةٌ حَاضِرَةٌ اسی طرح ہے وَاَرْجُلَكُمْ (المائدہ:۶) یہ زبر کے ساتھ ہے اور اس کو زیر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی اَرْجُلِكُمْ۔

(۱۳) حرکات لازمہ میں تغیر کرنا جیسے وَلَا يَحْسَبَنَّ (آل عمران:۱۷۸) یہ لفظ سین پر زبر کے ساتھ ہے اور سین پر زیر بھی پڑھی گئی ہے یعنی وَلَا يَحْسِبَنَّ، اور جیسے وَمَنْ يَّقْنَطُ (الحجر:۵۶) اس میں نون پر زبر ہے اور اس کو نون کے نیچے زیر سے بھی پڑھا گیا ہے یعنی وَمَنْ يَّقْنِطُ، اسی طرح يَقْنَطُوْنَ ہے (الروم:۳۶) یہ بھی زبر کے ساتھ ہے اور اس کے نیچے زیر بھی پڑھی گی ہے یعنی يَقْنِطُوْنَ اسی طرح يَعْرِشُوْنَ ہے (الاعراف:۱۳۷) اس میں راء کے نیچے زیر ہے اور اس میں راء پر پیش بھی پڑھی گئی ہے یعنی يَعْرُشُوْنَ، اور اسی طرح يَّعْكُفُوْنَ ہے (الاعراف:۱۳۸) اس میں کاف پر پیش ہے اور اس میں کاف کے نیچے زیر بھی پڑھی گئی ہے یعنی يَعْكِفُوْن اور اسی طرح الْوَلَايَةُ ہے (الکہف:۴۴) اس میں واؤ پر زبر ہے اور اس میں واؤ کے نیچے زیر بھی پڑھی گئی ہے یعنی الْوِلَايَةُ۔

(۱۴) حرکت کو جزم کے ساتھ بدلنا جیسے خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ (البقرہ:۱۶۸) اس میں طاء پر پیش ہے، اس کو طاء کی جزم کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی خُطْوٰتِ الشیطٰن اسی طرح ہے عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (البقرہ:۲۳۶) اس میں قَدَرُهٗ کی دال پر زبر ہے اور اس میں دال پر جزم بھی پڑھا گیا ہے یعنی قَدْرُهٗ۔

(۱۵) غیر منصرف کو منصرف پڑھنا جیسے وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ (الفرقان:۳۸) اور اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ (ہود:۶۸) ان دونوں آیتوں میں ثمود کا لفظ غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں منع صرف کے دو سبب ہیں علم اور عجمہ اور ان دونوں آیتوں میں اس کو منصرف پڑھا گیا ہے اور اس پر تنوین نہیں ہے اور اس کو تنوین کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی ثَمُوْدًا۔

اور تحقیق یہ ہے کہ اس قسم کا اختلاف توقیفی ہے اور اس میں امت کو احادیث ثابتہ کے مطابق پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

امام ابو عبید نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کو عرب کے لہجوں اور ان کی آوازوں کے ساتھ پڑھو''۔ (فضائل القرآن لابی عبید ص ۱۶۵)

Marfat.com

اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال حضرت جبرئیل علیہ السلام سے (ماہ رمضان میں) قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا اور حضرت جبریل علیہ السلام ہر دور میں ان مختلف قراءات کو بیان کرتے تھے، اس لیے آپ نے فرمایا کہ آپ پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے اور وہ پورا قرآن کافی اور شافی ہے اور آپ نے اپنی امت کے لیے یہ جائز قرار دیا کہ وہ ان تمام قراءات میں سے جس قراءت کو چاہیں پڑھیں اور یہ تمام قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کی گئی ہیں اور آپ نے اپنی امت پر ان تمام قراءات کے حفظ کرنے کو لازم نہیں کیا اور نہ ان تمام قراءات کے پڑھنے کو لازم کیا ہے بلکہ امت کو اختیار دیا گیا ہے کہ ان تمام قراءات میں سے جس قراءت کے موافق چاہیں پڑھیں جس طرح ان کو قسم توڑنے کے کفارہ میں اور فدیہ میں اختیار دیا گیا ہے، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہشام اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی قراءات کو درست قرار دیا جب کہ ان دونوں کی قراءت ایک دوسرے کے مخالف تھی اور آپ نے ان دونوں کی قراءات کو برقرار رکھا اور فرمایا: یہ سورت مجھ پر اسی طرح نازل کی گئی ہے۔

چوتھی تاویل یہ ہے کہ ان حروف کا اختلاف درج ذیل تین معانی پر مشتمل ہے

(۱) فقط لفظ میں اختلاف ہو اور معنی ایک رہے جیسا کہ السراط، الصراط اور الزراط ان تینوں الفاظ کا معنی ایک ہے، اور جیسے عَلَيْهِمْ اس میں ہاء کے نیچے زیر ہو اور الَيْهُمْ اس میں ہاء پر پیش اور میم پر بھی پیش ہو یا میم پر جزم ہو۔

(۲) لفظ اور معنی دونوں میں اختلاف ہو اور ان کا ایک لفظ میں اجتماع جائز ہو جیسے مٰلِكِ اور مَلِكِ، مٰلِكِ کا معنی ہے: رب اور مَلِك کا معنی ہے: بادشاہ اور دونوں سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے، اسی طرح بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۰) ہے، اس کا معنی ہے: وہ جھوٹ بولتے تھے اور بِمَا كَانُوْا يُكَذِّبُوْنَ اس کا معنی ہے: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے تھے اور آپ کی دی ہوئی خبروں کو جھٹلاتے تھے اور دونوں سے مراد منافقین ہیں۔

(۳) لفظ اور معنی دونوں میں اختلاف ہو جیسے وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا (یوسف: ۱۱۰) اس آیت میں كُذِبُوْا بغیر تشدید کے ہے اور اس کا معنی ہے: اور لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا اور وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا، كُذِّبُوْا کی تشدید کے ساتھ یعنی رسولوں نے یہ گمان کیا کہ لوگوں نے ان کو جھٹلایا اور ان دونوں کا اجتماع جائز نہیں ہے کہ ظَنُّوْٓا کا فاعل لوگ بھی ہوں اور رسول بھی ہوں۔

پانچویں تاویل یہ ہے کہ ان تمام مختلف حروف کو پڑھنا ممکن نہ ہو

کیونکہ پڑھنے والا صرف کسی ایک قراءت کے ساتھ پڑھے گا نہ کہ کل قراءات کے ساتھ، کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ سات حروف سے مراد سات لغات ہیں یا جیسے ہم نے بیان کیا کہ کسی قراءت میں ایک لفظ پر حرکت ہو اور دوسری قراءت میں اس پر جزم ہو جیسے خُطُوٰتِ اور خُطْوٰتِ، پس بہ یک وقت طا پر پیش اور جزم پڑھنا ممکن نہیں یا کسی قراءت میں ایک لفظ مقدم ہو اور دوسری قراءت میں وہ لفظ مؤخر ہو اور ایک لفظ کو بہ یک وقت مقدم اور مؤخر پڑھنا ممکن نہیں ہے یا ایک قراءت میں کسی لفظ میں ادغام ہو اور دوسری قراءت میں ادغام نہ ہو تو بہ یک وقت اس لفظ میں ادغام کرنا اور ادغام نہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

ہاں!! ہم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آخری بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کون سی قراءت کو پیش کیا تھا، تاہم یہ تمام قراءات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اور مشہور ہیں اور ان میں سے ہر قراءت کے موافق قرآن مجید کو پڑھنا جائز ہے۔ یہاں تک علامہ ابن بطال کی عبارت ختم ہو گئی۔ (شرح ابن بطال ج ۱۰ ص ۲۲۳-۲۲۹ متصرفاً) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۹-۳۹ دار الفلاح)

Marfat.com

الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس حدیث کی نہایت محقق اور سہل شرح کی ہے، اس کے برخلاف علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ اور علامہ محمد فضیل زرہونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے اس اہم، مشکل اور غامض حدیث کی بہت زیادہ مختصر شرح کی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اپنے اسلوب کے مطابق اس حدیث کی نہایت تفصیل اور تحقیق کے ساتھ شرح کی ہے۔ ہم اس عظیم شرح کے بعض مباحث کو وضاحت کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

حضرت عمر اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر صحابہ کا قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کے پڑھنے میں باہم نزاع

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ ''ایک شخص نے قرآن پڑھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو مُغَیَّر کیا، پس ان دونوں کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جھگڑا ہوا، اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے مجھے اس طرح نہیں پڑھایا تھا؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں کچھ شک ہوا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرے سے پہچان لیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور تین دفعہ فرمایا: اے شیطان دور ہو جا! پھر فرمایا: اے عمر! قرآن مجید کو ہر طرح پڑھنا درست ہے جب تک کہ رحمت کی آیت کو عذاب سے نہ بدلا جائے یا عذاب کی آیت کو رحمت سے نہ بدلا جائے''۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا، پھر اسی طرح حدیث ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ قرآن مجید کو سات حروف پر نازل کیا گیا ہے اور ان میں سے ہر حرف کافی، شافی ہے۔

حضرت عمر اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہما کے درمیان سورۃ الفرقان کی قراءت میں جو نزاع ہوا تھا اس کی نظیر دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے۔ ان میں سے بعض ازاں یہ ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مرد نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی تو اس سے حضرت عمرو بن العاص نے کہا: یہ آیت تو اس طرح اور اس طرح ہے، پھر ان دونوں نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس تم ان میں سے جس قراءت کے موافق بھی پڑھو تو وہ درست ہے، پس تم اس میں جھگڑا نہ کرو''۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

امام احمد نے ابوجہم بن الصمۃ سے دوسری روایت کی ہے کہ دو مردوں کا قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنے میں اختلاف ہوا، ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم تھا کہ اس نے اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھا ہے، پھر یہ حدیث حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرح ہے۔

امام طبری اور امام طبرانی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا، پس اس نے کہا: مجھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک سورت پڑھائی، اس کو حضرت زید نے بھی مجھے پڑھایا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بھی مجھے پڑھایا، سو ان کی قراءت میں اختلاف ہو گیا، پس میں کس کی قراءت سے قرآن مجید یاد کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اور آپ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: تم میں سے ہر شخص اس طرح پڑھے جس طرح

Marfat.com

اس کو پڑھایا گیا ہے، پس یہ قرآن حسین اور جمیل ہے۔

امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حٰمٓ کی ایک سورت پڑھائی، پس میں مسجد کی طرف گیا، پس میں نے ایک مرد سے کہا: اس سورت کو پڑھو تو وہ اس سورت کو ان حروف کے ساتھ پڑھ رہا تھا جن حروف کے ساتھ میں اس سورت کو نہیں پڑھتا تھا تو اس مرد نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پڑھایا ہے، پس ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، پھر ہم نے آپ کو اس کی خبر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہو گئے کہ وہ کتاب میں اختلاف کرتے تھے، پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چپکے سے کوئی بات فرمائی تب حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم میں سے ہر مرد اس طرح قرآن پڑھے جس طرح اس کو قرآن سکھایا گیا ہے''۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ہم گئے اور ہم میں سے ہر مرد اس طرح قرآن پڑھتا تھا جس طرح اس کا صاحب، قرآن نہیں پڑھتا تھا۔

سات حروف سے مراد سات لغات ہیں اور قرآن پڑھنے والوں کی آسانی کے لیے ان کو سات لغات پر قرآن پڑھنے کی اجازت دی گئی

اس حدیث میں مذکور ہے: تم کو آسانی سے جو قرآن مجید میسر ہو اس کو پڑھو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں یہ اشارہ ہے کہ قرآن مجید کو ان سات حروف پر نازل کرنا قرآن پڑھنے والے کی آسانی اور سہولت کے لیے ہے اور اس سے ان علماء کا قول قوی ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ان حروف سے مراد یہ ہے کہ معنی کو لفظ مترادف کے ساتھ ادا کیا جائے خواہ وہ مترادف ایک لفظ سے ہو کیونکہ حضرت ہشام کی لغت قریش تھی، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی لغت بھی قریش تھی، اس کے باوجود ان دونوں کی قراءت میں اختلاف ہوا، اس پر حافظ ابن عبدالبر نے تنبیہ کی ہے اور اکثر اہل علم سے منقول ہے کہ سات حروف سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کو سات لغات کے موافق پڑھا جائے اور امام ابوعبید اور دوسروں نے یہ کہا کہ سات حروف سے مراد ان لغات کا اختلاف ہے اور یہی ابن عطیہ کا مختار ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ لغات عرب کی تعداد تو سات سے زیادہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد سب سے فصیح لغات ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قرآن مجید سات لغات پر نازل ہوا، ان میں سے پانچ لغات ہوازن کی عجز ہیں، انہوں نے کہا: اور عجز سعد بن بکر، جشیم بن بکر، نصر بن معاویہ اور ثقیف ہیں اور یہ کل ہوازن ہیں اور ان کو علیا ہوازن کہا جاتا ہے، اسی وجہ سے ابوعمرو بن العلاء نے کہا: سب سے فصیح عرب علیا ہوازن ہیں اور سفلی تمیم ہیں یعنی بنی دارم۔ امام ابوعبید نے دوسری سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن مجید دو کعب کی لغت پر نازل ہوا ہے، ایک کعب قریش ہے اور دوسرا کعب خزاعہ ہے۔ کہا گیا: یہ کیسے ہوا؟ انہوں نے کہا: اس لیے کہ دار ایک ہے یعنی خزاعہ قریش کے پڑوسی تھے، پس ان پر ان کی لغت آسان ہو گی اور ابوحاتم السجستانی نے کہا: قرآن مجید قریش، ہذیل، تمیم الرباب، ازد، ربیعہ، ہوازن اور سعد بن بکر کی لغت پر نازل ہوا ہے۔

ابن قتیبہ نے اس قول کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ (ابراہیم: ۴) اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان ہی میں مبعوث کیا ہے تاکہ وہ ان کو بیان کر سکے۔

Marfat.com

اس بنا پر یہ سات لغات قریش کے بطون میں ہیں۔
اور امام ابوعبید نے کہا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ ہر لفظ کو سات لغات پر پڑھا جائے بلکہ یہ سات لغات قرآن مجید میں متفرق ہیں پس بعض قرآن لغت قریش پر ہے اور بعض قرآن لغت ہزیل پر ہے اور بعض قرآن لغت ہوازن پر ہے اور بعض قرآن یمن وغیرہم کی لغت پر ہے، امام ابوعبید نے کہا: بعض لغات کا دوسری لغات سے زیادہ حصہ ہے اور کہا گیا ہے کہ خصوصاً مضر کی لغت کا زیادہ حصہ ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن مجید مضر کی لغت پر نازل ہوا ہے اور حافظ ابن البر نے کہا ہے کہ یہ سات لغات مضر کی ہیں اور مضر کے یہ قبائل ہیں: ہزیل، کنانہ، قیس، ضبہ، تیم الرباب، اسد بن خزیمہ اور قریش، پس یہ سب مضر کے قبائل ہیں جن میں یہ سات لغات ہیں۔
اور ابوشامہ نے بعض شیوخ سے نقل کیا ہے کہ اولاً قرآن مجید قریش پر نازل ہوا اور جو فصیح قبائل ان کے قریب تھے ان پر نازل ہوا، پھر عربوں کو اجازت دی گئی کہ وہ قرآن مجید کو اپنی اپنی ان لغات پر پڑھیں جن کے موافق پڑھنے کی ان کو عادت ہے خواہ ان کے الفاظ اور اعراب میں اختلاف ہو اور ان میں سے کسی کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ ایک لغت سے دوسری لغت کی طرف منتقل ہوں کیونکہ اس میں مشقت ہے اور دوسرے قبیلہ کی لغت پر پڑھنا ان کے لیے عار کا سبب ہے اور ان سے تسہیل اور آسانی کو طلب کیا گیا ہے اور یہ اس وقت ہے جب دوسری لغت پر پڑھنے سے قرآن مجید کا معنی برقرار رہے اور اسی وجہ سے صحابہ کے قرآن پڑھنے میں اختلاف ہوتا تھا اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کی قراءت کو درست قرار دیا تھا اور اس بحث کا تتمہ یہ ہے کہ یہ اجازت لوگوں کی خواہش پر موقوف نہیں ہے یعنی ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق قرآن مجید کے ایک لفظ کو اس کے مترادف دوسرے لفظ کے ساتھ پڑھے بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس نے یہ سنا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو اس کے مترادف لفظ کے ساتھ بھی پڑھا ہے اور اس کی طرف اس سے اشارہ ہوتا ہے کہ اس باب کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہما دونوں نے یہ کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پڑھایا ہے لیکن متعدد صحابہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ قرآن مجید کے کسی لفظ کی بہ جائے اس کے مترادف کو پڑھتے تھے خواہ انہوں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو، اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود کی اس قراءت پر انکار کیا ہے کہ وہ حتیٰ حین کی بہ جائے عتّیٰ حین پڑھتے تھے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود کی طرف لکھا کہ قرآن مجید ہزیل کی لغت پر نازل نہیں ہوا تم لوگوں کو قریش کی لغت پر پڑھاؤ اور ان کو ہزیل کی لغت پر نہ پڑھاؤ۔
یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک قراءت پر جمع کر دیا تھا، حافظ ابن عبدالبر نے اس حدیث کو امام ابوداؤد کی سند سے روایت کرنے کے بعد کہا: ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر نے یہ طریقہ اختیار فرمایا ہو یعنی ہزیل کی لغت پر قرآن پڑھنا مختار نہیں ہے، ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ حضرت ابن مسعود نے جو پڑھا یا وہ جائز نہیں ہے اور امام ابن عبدالبر نے کہا کہ جب قرآن مجید کو سات طریقوں کے موافق پڑھنا جائز ہے تو پھر پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ وہ کسی بھی نازل شدہ قراءت پر قرآن پڑھے۔
ابوشامہ نے کہا: حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے جو کہا کہ قرآن مجید قریش کی زبان پر نازل ہوا ہے ہوسکتا ہے اس سے ان دونوں کی مراد یہ ہو کہ پہلے قرآن مجید قریش کی لغت پر نازل ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے سہولت کر دی اور ان کے لیے یہ جائز قرار دیا کہ وہ قرآن مجید کو اپنی اپنی لغات پر پڑھیں بہ شرطیکہ وہ لغات عرب سے باہر نہ نکلیں کیونکہ قرآن مجید عربی مبین کی زبان میں نازل ہوا ہے نہ کہ قریش کی زبان میں اور جو لوگ غیر عرب ہیں ان کے لیے مختار یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو قریش کی زبان کے موافق پڑھیں کیونکہ وہ اولیٰ ہے۔ اس بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود کی طرف جو مکتوب لکھا تھا اس کا محمل یہ ہے

Marfat.com

کہ غیر عرب تمام لغات تعبیر کرنے میں برابر ہیں، پس اس صورت میں ایک لغت کا ہونا ضروری ہے اور یہ وہ لغت ہونی چاہیے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت ہو۔

رہا وہ شخص جو عربی ہے اور اس کی فطرت اپنی زبان کے موافق پڑھنا ہے تو اگر اس کو لغت قریش کے موافق پڑھنے کا مکلف کیا جائے تو یہ اس پر دشوار ہوگا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو لغت قریش کے علاوہ دوسری لغت پر قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی اور قرآن جو سات حروف یا سات لغات پر نازل ہوا ہے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ قرآن مجید کے ہر لفظ کو سات لغات پر پڑھا جائے گا، حافظ ابن عبدالبر نے کہا: اس پر اجماع ہے بلکہ ہر لفظ کو سات لغات کے موافق پڑھنا غیر ممکن ہے بلکہ قرآن مجید میں کوئی ایسا کلمہ نہیں پایا جاتا جس کو سات طریقوں سے پڑھا گیا ہو۔

اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ اولاً قرآن مجید لغت قریش کے موافق نازل ہوا، پھر امت پر آسانی کی گئی کہ وہ اس کو لغت قریش کے علاوہ بھی پڑھیں کیونکہ بعد میں عرب کے بہت سے قبائل اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور یہ بات ثابت ہے کہ تخفیف کا حکم ہجرت کے بعد نازل ہوا اور خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والے پر یہ توسیع کی گئی ہے کہ قرآن مجید کو سات طریقوں سے پڑھے کیونکہ اگر ایک طریقہ اور ایک لغت سے قرآن مجید پڑھنا لازم ہوتا تو لوگوں پر دشوار ہوتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ آسانی کی کہ ہر قوم اپنی لغت کے مطابق قرآن مجید کو پڑھ لے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۷۳۔۱۷۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی یہ شرح بہت طویل ہے لیکن اس میں سے اکثر کام کی باتیں ان کے استاذ علامہ ابن ملقن کی شرح میں آ چکی ہیں اس لیے ہم حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس حدیث کی باقی شرح کو ترک کر رہے ہیں اور اب صحیح بخاری کی دوسری حدیث کو شروع کر رہے ہیں۔

۶۔ بَابُ: تَأْلِيفِ الْقُرْآنِ — قرآن مجید کی تالیف

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: تالیف قرآن کا معنی ہے: ایک سورت کی آیات کو جمع کرنا یا تمام سورتوں کو ترتیب سے مصحف میں جمع کرنا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۹۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ وَأَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ مَاهَكَ قَالَ إِنِّي عِنْدَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رضی الله عنها إِذْ جَاءَهَا عِرَاقِيٌّ فَقَالَ أَيُّ الْكَفَنِ خَيْرٌ قَالَتْ وَيْحَكَ وَمَا يَضُرُّكَ قَالَ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرِينِي مُصْحَفَكِ قَالَتْ لِمَ قَالَ لَعَلِّي أُوَلِّفُ الْقُرْآنَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُقْرَأُ غَيْرَ مُؤَلَّفٍ قَالَتْ وَمَا يَضُرُّكَ أَيَّهُ قَرَأْتَ قَبْلُ إِنَّمَا نَزَلَ أَوَّلَ مَا نَزَلَ مِنْهُ سُورَةٌ مِنَ الْمُفَصَّلِ فِيهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ حَتَّى إِذَا ثَابَ النَّاسُ إِلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ان کو ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یوسف بن ماہک نے خبر دی، انہوں نے بتایا کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا جب ان کے پاس ایک عراقی آیا، پس اس نے پوچھا: کون سا کفن سب سے بہتر ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم پر افسوس ہے (کفن کسی قسم کا بھی ہو) اس سے تم کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا: اے ام المومنین! مجھے اپنا مصحف دکھائیں، عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: شاید میں اس کے مطابق

Marfat.com

الْإِسْلَامِ نَزَلَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَلَوْ نَزَلَ أَوَّلَ شَيْءٍ لَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ لَقَالُوا لَا نَدَعُ الْخَمْرَ أَبَدًا وَلَوْ نَزَلَ لَا تَزْنُوا لَقَالُوا لَا نَدَعُ الزِّنَا أَبَدًا لَقَدْ نَزَلَ بِمَكَّةَ عَلَى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَإِنِّي لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ﴾ (القمر:٤٦) وَمَا نَزَلَتْ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا وَأَنَا عِنْدَهُ قَالَ فَأَخْرَجَتْ لَهُ الْمُصْحَفَ فَأَمْلَتْ عَلَيْهِ آيَ السُّوَرِ۔

اپنے قرآن کو مرتب کروں گا کیونکہ قرآن مجید کو غیر مرتب پڑھا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس سے تم کو کیا تکلیف ہے تم جس آیت کو چاہو پہلے پڑھ لو، سب سے پہلے مفصل کی سورت نازل ہوئی جس میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے حتیٰ کہ جب لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تو پھر حلال اور حرام کے احکام نازل ہو گئے اور اگر ابتداء میں یہ حکم نازل ہو جاتا کہ تم شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم شراب پینا کبھی نہیں چھوڑیں گے اور اگر یہ حکم نازل ہو جاتا کہ تم زنا نہ کرو تو لوگ کہتے کہ ہم زنا کرنا کبھی نہیں چھوڑیں گے، اور تحقیق یہ ہے کہ مکہ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا اور اس وقت میں لڑکی تھی (لڑکیوں کے ساتھ) کھیلتی تھیں، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ (القمر:٤٦) بلکہ ان کی وعید قیامت ہے اور قیامت بڑی مصیبت اور بہت تلخ ہے ○ اور سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء اس وقت نازل ہوئیں جب میں آپ کے پاس آپ کے نکاح میں تھی۔ راوی نے کہا: پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے لیے مصحف نکالا اور اس کو سورت کی آیتیں لکھوائیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٤٨٧٦ میں گزر چکی ہے۔

اس عراقی کے کفن کے متعلق سوال کرنے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس عراقی نے پوچھا: کون سا کفن سب سے افضل ہے؟

شاید اس عراقی نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سفید کپڑے پہنو اور سفید کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو کیونکہ یہ کپڑے زیادہ پاکیزہ اور زیادہ پسندیدہ ہیں''۔ امام ترمذی نے اس حدیث کی روایت کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے، پس شاید کہ اس عراقی نے اس حدیث کو سنا اور اس حدیث کی تحقیق کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور اہل عراق سختی کے ساتھ سوالات کیا کرتے تھے اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے فرمایا: تمہیں اس سے کیا تکلیف ہے یعنی تم کو جو کفن بھی پہنا دیا جائے گا وہ تمہارے لیے کافی ہوگا، اور ایک عراقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تھا کہ اگر محرم کے احرام پر مچھر کا خون لگ جائے تو اس کا کیا شرعی حکم ہے تو حضرت ابن عمر نے فرمایا: اس عراقی کو دیکھو یہ مچھر کے خون کے متعلق سوال کر رہا ہے حالانکہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ کو شہید کر دیا ہے۔

Marfat.com

حافظ ابن کثیر کے اس قول کا رد کہ عراقی کا قصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہروں میں مصاحف بھیجنے سے پہلے کا ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس عراقی نے کہا کہ آپ مجھے اپنا مصحف دکھائیں شاید کہ میں قرآن مجید کو مرتب کر کے لکھوں گا کیونکہ قرآن مجید کو بغیر ترتیب کے پڑھا جاتا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے: اس عراقی کا یہ قصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مختلف شہروں میں مصحف کو بھیجنے سے پہلے کا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث یوسف بن ماہک سے مروی ہے اور انہوں نے وہ زمانہ نہیں پایا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو مختلف شہروں میں بھیجا تھا کیونکہ المزی نے ذکر کیا ہے کہ یوسف بن ماہک کی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب مصاحف بھیجنے کے بعد زندہ رہے اور یوسف نے اس حدیث میں یہ تصریح کی ہے کہ جب اس عراقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تو وہ ان کے پاس تھے۔

اور جو چیز مجھے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ عراقی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے موافق پڑھتا تھا اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مصحف کو پیش کیا گیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں تھے اور انہوں نے اپنی قراءت سے رجوع کیا تھا اور نہ اپنے مصحف کو تلف کیا تھا جیسا کہ عنقریب اس باب کے آخر میں اس کا ذکر آئے گا، پس اس عراقی کے مصحف کی تالیف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف کی تالیف کے مغائر تھی، اس وجہ سے اس عراقی نے یہ کہا کہ اس کا مصحف غیر مرتب ہے اور یہ تمام تقریر اس صورت میں ہے جب اس کا سوال سورتوں کی ترتیب کے متعلق ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے فرمایا کہ اگر تم کسی بھی سورت کو پہلے پڑھ لو تو اس سے تمہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کے آخر میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد ہے: ''پس میں نے اس عراقی کو سورتوں کی آیتیں لکھوائیں'' تو اس سے ان کی مراد یہ ہو کہ انہوں نے اس کو ہر سورت کی آیات کی تفصیل لکھوائی کہ مثلاً فلاں سورت میں اتنی اتنی آیات ہیں، پہلی آیت اس طرح ہے اور دوسری آیت اس طرح ہے اور اس کا رجوع آیات کے عدد کے اختلاف کی طرف ہے اور اس میں مدنی، بصری اور شامی آیات کا بھی اختلاف ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس عراقی کا سوال سورتوں کی ترتیب کے متعلق ہو اور آیات کی ترتیب کے بھی متعلق ہو۔ واللہ اعلم

سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں ہے نہ نماز کے اندر اور نہ نماز کے باہر اور سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے صحابہ کے اجتہاد سے نہیں ہے

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ہمارے علم میں یہ نہیں ہے کہ کسی نے قرآن پڑھنے میں سورتوں کی ترتیب کو واجب کیا ہو نہ نماز کے اندر اور نہ نماز کے باہر بلکہ یہ جائز ہے کہ سورۃ الکہف کو سورۃ البقرہ سے پہلے پڑھا جائے اور سورۃ الحج کو سورۃ الکہف سے پہلے پڑھا جائے۔ رہا یہ کہ سلف سے منقول ہے کہ قرآن مجید کو الٹا پڑھنا ممنوع ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ کسی سورت کو آخر سے شروع کرے اور اس سورت کے اول تک پڑھے، اور ایک جماعت قصائد کے اشعار کو الٹ کر پڑھتی تھی تاکہ ان اشعار کے حفظ میں مبالغہ ہو اور زبان پر اس کی روانی زیادہ ہو تو سلف نے قرآن مجید کو اس طرح پڑھنے سے منع کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حرام ہے، اور قاضی عیاض مالکی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں سورۂ آل عمران سے پہلے سورۃ النساء پڑھی اور حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں ان سورتوں کی یہی ترتیب ہے اور اس میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب صحابہ کے اجتہاد سے ہے اور یہ ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیف سے نہیں ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور یہی قاضی الباقلانی کا مختار

ہے۔ انہوں نے کہا: سورتوں کی ترتیب واجب نہیں ہے نہ تلاوت میں اور نہ نماز میں اور نہ درس میں اور نہ تعلیم میں، اسی وجہ سے مصاحف میں اختلاف تھا، پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف لکھ لیا گیا تو صحابہ نے اس مصحف کو اس ترتیب کے موافق لکھا جس ترتیب کے موافق وہ مصحف اب ہمارے پاس ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کی مصاحف کی ترتیب میں اختلاف تھا، پھر علامہ الباقلانی نے علامہ ابن بطال مالکی کے کلام کی مثل کو ذکر کیا، پھر کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر سورت کی آیات کی وہ ترتیب جواب ہمارے مصحف میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توقیف سے ہے اور اسی کے مطابق امت نے اس ترتیب کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر نقل کیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو سورت نازل ہوئی اس میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے حالانکہ سب سے پہلے سورۃ العلق نازل ہوئی ہے اور اس میں جنت اور دوزخ کا ذکر نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سب سے پہلے المفصل کی ایک سورت نازل ہوئی جس میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول اس تحقیق کے خلاف ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ سب سے پہلے درج ذیل آیت نازل ہوئی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ (العلق:۱) (اے رسول مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے ۝

اور سورۃ العلق میں جنت اور دوزخ کا ذکر نہیں ہے، پس ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے پہلے یہ عبارت مقدر ہو کہ یہ سورت اوائل سورتوں میں سے ہو یا سب سے پہلی سورت سے ان کی مراد سورۃ المدثر ہو کیونکہ انقطاع وحی کے بعد سب سے پہلے یہ سورت نازل ہوئی اور اس سورت کے آخر میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سورت کی آخری آیات سورۃ العلق کی باقی آیات سے پہلے نازل ہو گئی ہوں کیونکہ ابتداء میں سورۃ العلق کی صرف پانچ آیات نازل ہوئی تھیں۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا: اس حدیث کا ظاہر اس کے خلاف ہے جو گزر چکا ہے کہ سب سے پہلے سورۃ العلق:۱ نازل ہوئی اور اس میں جنت اور دوزخ کا ذکر نہیں ہے، پس شاید اس سے مراد ہے جو اس سورت کے آخر میں نازل ہوا کیونکہ سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات میں جنت اور دوزخ کا ذکر نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۰ طبع لاہور، ۱۴۰۱ھ)

اس پر علامہ عینی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سب سے پہلے یا تو سورۃ المدثر نازل ہوئی ہے یا سورۃ العلق نازل ہوئی ہے اور ان میں سے ہر ایک میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے۔ سورۃ المدثر میں تو صراحتاً ہے اور سورۃ العلق: ۱۳ اور العلق: ۱۸ میں التزاماً ذکر ہے، لہٰذا حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سورۃ العلق میں جنت اور دوزخ کا ذکر نہیں ہے۔

(انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۲۷۵ھ، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر کی اس تاویل سے علامہ عینی کا اعتراض نہیں اٹھتا۔

قرآن مجید کے نزول کی ترتیب میں اللہ تعالیٰ کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ جب لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تو حلال اور حرام کے احکام نازل ہوئے۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قول سے نزول قرآن میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں توحید کی دعوت دی اور مومن اور اطاعت گزار کو جنت کی بشارت دی اور کافر اور گنہ گار کو دوزخ کے عذاب سے ڈرایا، پھر جب لوگوں کے دل اس سے مطمئن ہو گئے تو پھر ان کے اوپر احکام نازل کیے گئے، اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر پہلے یہ حکم نازل ہوتا کہ شراب نہ پیو تو ضرور لوگ کہتے کہ ہم شراب کو نہیں چھوڑیں گے، پھر جب لوگوں کی طبیعتیں ان احکام پر عمل کرنے سے مانوس ہو گئیں اور وہ اپنی بری عادتوں کے ترک کرنے کے عادی ہو گئے، تو پھر قرآن مجید میں احکام شرعیہ تفصیل سے نازل کیے گئے۔

سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء میں احکام کا نزول اور النحاس کے اس قول کا رد کہ سورۃ النساء مکی ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس وقت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ بلکہ ان کی وعید قیامت ہے اور قیامت بڑی مصیبت اور بہت تلخ ہے ۝ (القمر: ۴۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قول سے اس حکمت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا انہوں نے پہلے ذکر کیا ہے کیونکہ سورۃ القمر ابتدائی سورت ہے اور اس میں کوئی حکم نازل نہیں کیا اور سورۃ القمر، سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء پر مقدم ہے اور ان میں بہ کثرت احکام نازل کیے گئے ہیں۔ اس کی طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے کہ جب یہ سورتیں نازل ہوئیں تو میں اس وقت آپ کے پاس مدینہ میں تھی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہجرت کے بعد گئی تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے نحاس کے اس قول کا رد ہو جاتا ہے کہ سورۃ النساء مدنی ہے اور نحاس کی اپنے زعم پر یہ دلیل ہے کہ سورۃ النساء میں یہ آیت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ۔ بے شک اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کردو۔ (النساء: ۵۸)

اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت مکہ میں اس وقت نازل ہوئی جب کعبہ کی چابیوں کو حوالہ کرنے کا قصہ تھا لیکن ان کی یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ جب کسی طویل مدنی سورت کی ایک آیت یا چند آیات مکہ میں نازل ہوئی ہوں تو یہ اس سورت کے مدنی ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

نزول کے اعتبار سے مدنی سورتوں کی ترتیب اور بعض مکی سورتوں میں مدنی آیتوں کا نازل ہونا

علامہ ابن الضریس نے فضائل قرآن میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جو سورتیں مدینہ میں نازل ہوئیں وہ یہ ہیں: البقرہ پھر الانفال پھر الاحزاب پھر المائدہ پھر الممتحنہ پھر النساء پھر اذا زلزلت پھر الحدید پھر القتال (سورۃ محمد) پھر الرعد پھر الدہر پھر الطلاق پھر سورۃ النصر پھر النور پھر المنافقون پھر المجادلہ پھر الحجرات پھر التحریم پھر الجاثیہ پھر التغابن پھر الصف پھر الفتح پھر سورۃ التوبہ اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ سورۃ الکوثر مدنی ہے اور یہی قول معتمد ہے اور سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الرحمٰن اور المطففین اور اذا زلزلت اور العدیٰت اور سورۃ القدر اور سورۃ الماعون اور سورۃ الاخلاص اور سورۃ المعوذتین کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے، اسی طرح سورۃ الصف، سورۃ الجمعہ اور سورۃ التغابن میں بھی اختلاف ہے۔ یہ ان سورتوں کا بیان ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں اور ان میں مکی آیات بھی ہیں اور ان میں سے سورۃ الاعراف بھی ہے۔ یہ بھی مکی

Marfat.com

سورت ہے اور اس میں ۱۷۲۔ ۱۷۳ مدنی آیات ہیں، اسی طرح سورۂ یونس بھی مکی ہے اور اس میں یونس: ۹۴ مدنی آیت ہے، اسی طرح سورۂ ہود مکی ہے اور اس میں تین آیتیں مدنی ہیں، اسی طرح سورۂ اسرائیل مکی ہے اور اس میں تین آیتیں مدنی ہیں۔ اسی طرح سورۃ الکہف مکی ہے مگر اس کے شروع کی چند آیتیں مدنی ہیں، اسی طرح سورۂ مریم مکی ہے اور اس میں آیت سجدہ مدنی ہے اور اسی طرح سورۃ العنکبوت اور سورۃ الفرقان اور سورۃ الشعراء اور سورۃ القصص اور سورۂ لقمان اور سورۃ الزمر اور سورۂ شوریٰ اور سورۃ الجاثیہ اور سورۃ الاحقاف اور سورۃ النجم اور سورۃ الواقعہ اور سورۃ المرسلات مکی سورتیں ہیں اور ان میں چند آیات مدینہ میں بھی نازل ہوئیں۔

(فتح الباری ج ٦ ص ۱۸۳۔۱۸۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲٦ھ)

۴۹۹۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ بْنِ قَيْسٍ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ وَطٰه وَالْأَنْبِيَاءِ إِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ وَهُنَّ مِنْ تِلَادِي۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن یزید بن قیس سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف اور سورۃ المریم اور سورۂ طٰہ اور سورۃ الانبیاء یہ سورتیں العتاق الاول سے ہیں اور یہ سورتیں تلادی ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۰۸ میں گزر چکی ہے۔

مذکور الصدر سورتوں کے خصوصی ذکر کی توجیہ، اور العتاق الاول اور تلادی کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ سورتیں مکہ میں نازل ہوئی تھیں اور یہ سورتیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں بھی اسی طرح مرتب ہیں جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف میں مرتب ہیں۔

اس حدیث میں العتاق الاُوَل کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: جو سورتیں ابتداء میں نازل ہوئیں اور نہایت عمدہ ہیں۔

اور اس حدیث میں تِلَادِی کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: جو سورتیں قدیم زمانہ میں نازل ہوئیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

عتاق عتیق کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: ہر عمدہ چیز اور تِلاد کا معنی ہے: قدیم موروثی مال۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان پانچ سورتوں کو اپنا بہترین سرمایہ قرار دیتے تھے۔

۴۹۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رضي الله عنه قَالَ تَعَلَّمْتُ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ﴾ (الاعلیٰ:۱) قَبْلَ أَنْ يَقْدَمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے خبر دی، انہوں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (مدینہ) آنے سے پہلے یہ آیت سیکھ لی تھی: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ (الاعلیٰ:۱) اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھیے"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۹۲۴ میں گزر چکی ہے۔

ترتیب مصحف کا ترتیب نزول سے مختلف ہونا

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ سورت نزول میں مقدم ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے مصحف کے اواخر میں ہے اور قرآن مجید کی تالیف تقدیم اور تاخیر کے ساتھ ہوئی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی ترتیب نزول ترتیب مصحف سے مختلف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۹۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ لَقَدْ تَعَلَّمْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْرَؤُهُنَّ اثْنَيْنِ اثْنَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَامَ عَبْدُ اللهِ وَدَخَلَ مَعَهُ عَلْقَمَةُ وَخَرَجَ عَلْقَمَةُ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ عِشْرُونَ سُورَةً مِنْ أَوَّلِ الْمُفَصَّلِ عَلَى تَأْلِيفِ ابْنِ مَسْعُودٍ آخِرُهُنَّ الْحَوَامِيمُ حم الدُّخَانِ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزۃ از الاعمش از شقیق، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (میں ان سورتوں کی) نظائر کو جانتا ہوں جن سورتوں کو "نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو دو کر کے ہر رکعت میں پڑھتے تھے" پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے (گھر میں داخل ہو گئے) اور ان کے ساتھ علقمہ بھی داخل ہوئے اور علقمہ باہر نکلے تو ہم نے ان سے ان نظائر کے متعلق سوال کیا، پس انہوں نے کہا: مفصل کی پہلی بیس (۲۰) سورتیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تالیف کے موافق ہیں اور ان کی آخری سورتیں الحوامیم ہیں (حم الدخان، عم یتساءلون)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۷۵ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

المفصل کی تعریف اور اقسام

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن ملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں المفصل کا ذکر ہے اور المفصل کے متعلق دس اقوال ہیں، زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ البروج تک جو سورتیں ہیں وہ طوال مفصل ہیں یعنی ان میں بہت طویل آیات ہیں اور سورۃ البروج سے لے کر سورۃ البینہ تک اوساط مفصل ہیں یعنی ان کی آیات متوسط ہیں اور سورۃ البینہ سے لے کر آخر قرآن تک جو آیات ہیں وہ قصار مفصل ہیں کیونکہ ان سورتوں میں بہت چھوٹی چھوٹی آیات ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس رکعات میں بیس (۲۰) سورتیں پڑھتے تھے اور ہر رکعت میں دو سورتیں پڑھتے تھے" اور وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کی ترتیب کے موافق سورتیں تھیں، دو سورتیں تو الدخان اور عم یتساءلون ہیں اور اٹھارہ سورتیں مفصل کی ہیں اور دو سورتیں آل (حم) کی ہیں۔

نظائر سے مراد یہ ہے کہ ایسی دو سورتیں جو مضمون اور طول اور اختصار کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مشابہ اور نظیر ہوں، ایسی سورتوں کی بیس (۲۰) نظائر یہ ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن دو سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے ان سورتوں کی تفصیل

(۱) آپ سورۃ النجم اور سورۃ الرحمٰن کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے (۲) اور سورۃ القمر اور سورۃ الحاقہ کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے (۳) سورۂ والطور اور سورۂ والذاریات کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے (۴) سورۃ الواقعہ اور سورۃ النون کو ایک رکعت میں

Marfat.com

پڑھتے تھے (۵) اور سورۃ المعارج اور سورۃ النازعات کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے (۶) سورۃ المطففین اور سورۂ عبس کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے (۷) آپ سورۃ المدثر اور سورۃ المزمل کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے (۸) آپ سورۃ الدہر اور سورۃ القیامۃ کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے (۹) آپ سورۃ النبا اور سورۃ المرسلات کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے (۱۰) اور آپ سورۃ الدخان اور سورۃ التکویر کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۹۶)

ایک رکعت میں دو یا دو سے زائد سورتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور ان کے ثبوت میں احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں دو سورتوں کے نظائر پڑھتے تھے۔

ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی اجازت دی ہے اور وہ ایک رکعت میں تین سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۸۹)

حضرت عثمان بن عفان اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہما ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۵۹۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۹۱-۳۶۹۰)

اسی طرح سعید بن جبیر اور امام ابوحنیفہ اور عطاء ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھتے تھے یا ایک سورت کو فرض کی دو رکعت میں پڑھتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۵۹۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۹۶)

ابوجعفر ایک رکعت میں دو سورتوں کے ملانے کو مکروہ کہتے تھے، اسی طرح زید بن خالد الجہنی اور ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام اور ابوعبد الرحمن السلمی اور ابوالعالیہ بھی اس کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۱۰-۳۷۰۸-۳۷۰۵)

امام مالک نے کہا کہ اگر ایک رکعت میں دو یا تین سورتیں پڑھیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہمارے نزدیک ایک سورت کو پڑھنا زیادہ مستحب ہے اور ایک سورت کو دو رکعتوں میں نہ پڑھے اور اگر اس نے ایسا کر لیا تو اس کے لیے کافی ہے اور دوسری بار یہ کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ عمدہ نہیں ہے۔ (النوادر والزیادات ج ۱ ص ۱۷۶)

الربیع بن خثیم، النخعی اور عطا نے کہا ہے کہ کوفہ کے فقہاء احناف نے ان تمام صورتوں کی اجازت دی ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۴۹-۳۴۷، البنایہ شرح الہدایہ للعینی ج ۲ ص ۳۶۵، منیۃ المصلی: ص ۳۰۶)

امام ابوداؤد نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''سب سے افضل نماز وہ ہے جس میں طویل قیام ہو''۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۲۵، سنن نسائی: ۲۵۲۵، مسند احمد: ۱۵۴۰۱)

اور یہ حدیث ایک رکعت میں دو یا دو سے زائد سورتوں کے جمع کرنے پر واضح دلیل ہے کیونکہ تمام نمازوں میں افضل نماز وہ ہے جس میں طویل قراءت ہو اور طویل قراءت اس صورت میں ہوگی جب ایک رکعت میں کثیر سورتوں کو جمع کیا جائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام نے ایسا کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ انہوں نے بھی ایسا کیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک رکعت میں دس سورتیں یا اس سے کم یا زیادہ پڑھا کرتے تھے اور قیاس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھی جاتی ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور سورت بھی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، پس قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام سورتوں کا یہی حکم ہو اور حضرت معبد بن خالد سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات لمبی سورتیں ایک رکعت میں پڑھیں''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۹۹)

اور عبد اللہ بن شقیق نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں کئی سورتوں کو جمع

کرتے تھے؟'' انہوں نے کہا: ہاں! المفصل کی سورتوں کو جمع کرتے تھے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۰۲)

نیز اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورتوں کو ملا کر پڑھتے تھے'' پس انہوں نے المفصل کی بیس (۲۰) سورتوں کا ذکر کیا کہ آپ ہر رکعت میں دو سورتیں پڑھتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۷۷۵، مسند البزار: ۱۷۱۵) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۷ ص ۱۱۱-۱۱۰-۱۰۸، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے تیار کیے ہوئے مصاحف کا باہمی فرق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (میں ان سورتوں کی) نظائر کو جانتا ہوں جن سورتوں کو ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو دو کر کے ہر رکعت میں پڑھتے تھے''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تیار کیا ہوا مصحف اس مصحف کے مغایر تھا جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیار کیا تھا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سب سے پہلے سورۃ الفاتحہ ہے، پھر سورۃ البقرہ ہے، پھر سورۃ النساء ہے، پھر سورۃ آل عمران ہے اور یہ مصحف ترتیب نزول کے مطابق نہیں ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا مصحف ترتیب نزول کے مطابق تھا۔ اس میں سب سے پہلے سورۃ العلق تھی، پھر سورۃ المدثر، پھر سورۃ القلم، پھر سورۃ المزمل، پھر سورۃ التکویر، پھر سورۃ الاعلیٰ اور اسی طرح آخری مکی سورتوں تک پھر مدنی سورتیں۔ واللہ اعلم۔

رہی اس مصحف کی ترتیب جو اس وقت ہمارے پاس ہے تو اس کے متعلق قاضی ابوبکر الباقلانی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ترتیب کا حکم دیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ترتیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد سے ہو اور پہلے قول کو ترجیح ہے کیونکہ اس کے بعد جو باب آئے گا اس میں یہ حدیث ہے کہ ''حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے اور وہ آپ کے ساتھ سورتوں کی اسی ترتیب کے ساتھ دور کرتے تھے''۔ ابن الانباری نے اس کو وثوق کے ساتھ کہا ہے اور اس پر اعتراض ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ ترتیب نزول کے مطابق سورتوں کا دور کرتے تھے، ہاں! یہ ممتنع نہیں ہے کہ بعض سورتوں یا اکثر سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اگرچہ بعض سورتوں کی ترتیب صحابہ کرام کے اجتہاد سے ہے، اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

امام احمد، اصحاب السنن، امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عثمان سے پوچھا کہ آپ نے جو سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ کو ملا کر لکھا ہے اس کا کیا سبب ہے؟ جب کہ سورۃ الانفال مثانی سے ہے (یعنی جن سورتوں میں سو (۱۰۰) سے کم آیات ہیں) اور سورۃ التوبہ المئین میں سے ہے (یعنی جن سورتوں میں سو سے زائد آیات ہیں)۔ آپ نے ان دونوں سورتوں کو ملا دیا ہے اور ان دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہیں لکھا اور آپ نے ان دونوں سورتوں کو سات (۷) لمبی سورتوں کے ساتھ ملا کر لکھا ہے اس کا کیا سبب ہے؟ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت متعدد آیات پر مشتمل سورتیں نازل ہوتیں، پس جب آپ پر ان میں سے کوئی سورت نازل ہوتی تو آپ کسی لکھنے والے کو بلاتے، پس فرماتے: ان آیات کو فلاں فلاں سورت میں لکھ دو اور سورۃ الانفال ان اوائل سورتوں میں سے تھی جو مدینہ میں نازل ہوئی تھیں اور سورۃ التوبہ آخر قرآن میں نازل ہوئی تھی اور اس کا قصہ سورۃ الانفال کے مشابہ تھا تو میں نے یہ گمان

Marfat.com

کیا کہ سورۃ التوبہ بھی سورۃ الانفال کا حصہ ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ نے ہم سے یہ بیان نہیں فرمایا کہ سورۃ التوبہ سورۃ الانفال کا حصہ ہے اھ۔

پس یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر سورت میں آیات کی ترتیب بھی توقیفی ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ التوبہ کو سورۃ الانفال کے ساتھ ملانے کا حکم نہیں دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے سورۃ التوبہ کو سورۃ الانفال کے ساتھ ملا دیا اور صاحب ''الاقناع'' نے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سورۃ التوبہ سے پہلے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کا لکھنا ثابت ہے لیکن اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کے نزول سے ہر سورت کی ابتداء ہونا

اور ہر سورت کی ابتداء کی علامت بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کا نزول ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

امام ابوداؤد، امام ابن حبان اور امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک کسی سورت کے ختم ہونے کا علم نہیں ہوتا تھا حتیٰ کہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نازل ہو جائے''۔ دوسری روایت میں ہے: پس جب بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نازل ہوتی تو صحابہ کو علم ہو جاتا کہ یہ سورت ختم ہوگئی۔

مصحف کی ترتیب کے توقیفی ہونے پر درج ذیل حدیث بھی ہے:

قرآن مجید کی تلاوت کے لیے حزب کو مقرر کرنا

امام احمد اور امام ابوداؤد وغیرہما نے اپنی سند کے ساتھ حضرت اوس بن ابی اوس حذیفہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ثقیف کے اسلام لانے والے وفد میں شامل تھا اور انہوں نے اس حدیث میں کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر قرآن مجید کی تلاوت کا میرا حزب (تلاوت قرآن کا مقررہ حصہ) ابھی باقی ہے، پس میرا ارادہ ہے کہ میں اس وقت تک باہر نہ نکلوں حتیٰ کہ میں اس حزب کو پورا کرلوں''، حضرت اوس نے کہا: پس ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے پوچھا کہ آپ لوگ قرآن مجید کی تلاوت کا حزب کس طرح مقرر کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تین سورتوں اور پانچ سورتوں اور سات سورتوں اور نو سورتوں اور گیارہ سورتوں اور تیرہ سورتوں کا حزب مقرر کرتے ہیں اور المفصل میں سے سورۃ ق کا حزب اس کے اختتام تک ہے۔

اس پر دلیل کہ مصحف عثمانی کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب کے مطابق ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اب جو ہمارے پاس مصحف ہے اس میں سورتوں کی وہی ترتیب ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف المفصل کی حزب مقرر ہو نہ کہ ان کے علاوہ قرآن مجید کی سورتیں مرتب ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس ترتیب میں تقدیم اور تاخیر ہو جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ البقرۃ کے بعد سورۂ آل عمران سے پہلے سورۃ النسآء کی تلاوت فرمائی۔

اور حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ راجح یہ ہے کہ المفصل کی سورتیں سورۃ ق سے لے کر آخر قرآن تک ہیں لیکن یہ اس پر مبنی ہے کہ سورۃ الفاتحہ کو قرآن مجید کے پہلے ثلث میں شمار نہیں کیا گیا، پس جس نے المفصل کو سورۃ الحجرات سے شمار کیا ہے اس پر بھی یہ لازم ہے کہ وہ المفصل کو سورۃ ق سے شمار کرے اور ائمہ کی ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۴۔ ۱۸۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

۷۔ بَابٌ: كَانَ جِبْرِيلُ يَعْرِضُ الْقُرْآنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

حضرت جبریل علیہ السلام کا نبی ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرنا

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کو ایک سال میں جتنا قرآن پہنچاتے تھے ہر سال اس کا دور کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳)

وَقَالَ مَسْرُوقٌ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَسَرَّ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُنِي بِالْقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ وَإِنَّهُ عَارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا أُرَاهُ إِلَّا حَضَرَ أَجَلِي۔

اور مسروق نے کہا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از حضرت فاطمہ علیہا السلام، وہ بیان فرماتی ہیں کہ "نبی ﷺ نے مجھ سے یہ سرگوشی کی کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے ہیں اور اس سال انہوں نے میرے ساتھ دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا ہے اور میں اس سے صرف یہی گمان کرا یا گیا ہوں کہ اب میری وفات کا وقت آ گیا ہے"۔

قرآن مجید کے معارضہ اور دور کرنے کا معنی

حافظ ابن حجر عسقلانی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق اس حدیث کا ایک حصہ ہے جس مکمل حدیث کو امام بخاری نے سند موصول کے ساتھ کتاب علامات النبوت میں روایت کیا ہے اور اس کی شرح کتاب المغازی کے آخر میں الوفاۃ النبویۃ کے باب میں صحیح البخاری: ۴۴۰۴، میں گزر چکی ہے اور معارضہ یا دور کرنے کا معنی یہ ہے کہ دونوں قرآن مجید کو پڑھیں ایک مرتبہ ایک پڑھے، دوسرا سنے اور دوسری بار دوسرا پڑھ اور پہلا سنے۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس باب کا عنوان ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے سامنے قرآن مجید کا معارضہ کرتے تھے، معارضہ باب مفاعلہ ہے، اس کا معنی ہے: ہر ایک کا دوسرے کے سامنے (قرآن کو) عرض کرنا اور پیش کرنا، حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال جتنا قرآن مجید نازل کرتے رمضان کے مہینہ میں اس کا آپ کے ساتھ دور کرتے تا کہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہر سورت میں کون کون سی آیات ہیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کتنی آیات منسوخ ہو چکی ہیں اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال دو مرتبہ تقریر اور تاکید کے لیے قرآن مجید کا دور کیا۔ (سعیدی غفرلہ)

۴۹۹۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَأَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ لِأَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ "نبی ﷺ سب سے زیادہ خیر کی سخاوت کرتے تھے اور سب سے زیادہ سخاوت آپ رمضان کے مہینہ میں کرتے تھے"، کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان کے مہینہ کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان کا مہینہ

Marfat.com

الرِّیحِ الْمُرْسَلَةِ۔ (صحیح مسلم: ۲۳۰۸)

ختم ہو جاتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کرتے، پس جب آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام ملاقات کرتے تو آپ بارش برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری نے اس حدیث کی پانچ جگہ روایت کی ہے: (صحیح البخاری: ۳۵۵۴، صحیح البخاری: ۱۹۰۲، صحیح البخاری: ۴۹۹۷، صحیح البخاری: ۳۲۲۰ نیز دیکھیں صحیح مسلم: ۲۳۰۸، سنن نسائی: ۲۰۹۱، مسند احمد: ۲۶۱۶)

حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کے دور کی حکمت

اس حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا بیان ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ فرشتہ سے ملاقات کے ساتھ ایمان اور یقین کی تجدید ہوتی ہے اور اس کے ساتھ قرآن کا دور کرنے سے مقامات میں ترقی ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اپنی امت کی تعلیم کے لیے تھا تاکہ وہ بھی صالحین کے ساتھ رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید کا دور کریں۔

قرآن مجید کے دور کے لیے رمضان کے مہینہ کی تخصیص کی وجوہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور قرآن مجید کے دور کے لیے رمضان کے مہینہ کی تخصیص کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اس مہینہ کی باقی مہینوں پر فضیلت ہے اور اس مہینہ میں صدقات کا ثواب دگنا چگنا کر دیا جاتا ہے، اسی طرح اس میں عبادت کا ثواب بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ''جس نے اس مہینہ میں کوئی (نفلی) نیک کام کیا وہ ایسا ہے جس طرح اس نے دوسرے مہینہ میں فرض ادا کیا ہو اور جس نے اس مہینہ میں فرض ادا کیا ہو وہ اس طرح ہے جس طرح اس نے دوسرے مہینہ میں ستر فرائض ادا کیے ہوں''۔ (شعب الایمان: ۳۶۰۸، مشکاۃ المصابیح ۱۹۶۵)

زہری نے کہا: رمضان کے مہینہ میں ایک بار تسبیح پڑھنا دوسرے مہینہ میں ستر بار تسبیح پڑھنے سے افضل ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۴۷۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۸۳۱، تہذیب الکمال ج ۳۳ ص ۷۹۔۷۸)

(۲) یہ روزوں کا مہینہ ہے تو آپ اس مہینہ میں لوگوں کو عطا فرماتے اور ان کے ساتھ احسان کرتے تاکہ ان کی سحری اور ان کی عید میں اعانت ہو۔

(۳) اس مہینہ میں انعام زیادہ کیا جاتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے: اس مہینہ میں مومن کا رزق زیادہ کر دیا جاتا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۸۷، شعب الایمان ۳۶۰۸)

Marfat.com

نیز حدیث میں ہے کہ اس مہینہ میں ہر روز دوزخ سے دس لاکھ لوگوں کو آزاد کر دیا جاتا ہے۔

(شعب الایمان: ۳۶۹۵، الفردوس لدیلمی: ۴۹۶۰)

تو اس وجہ سے شارع علیہ السلام نے اس مہینہ میں زیادہ سخاوت فرمائی تاکہ آپ کی سخاوت آپ کے رب کے کرم کے موافق ہو جائے۔

(۴) زیادہ سخاوت کرنا شکر ادا کرنے کی طرح ہے اور شکر ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ نعمت کو زیادہ عطا کرتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ۔ (ابراہیم: ۷) اگر تم نے شکر کیا تو میں ضرور تم کو زیادہ (نعمت) دوں گا۔

تو آپ اس لیے رمضان کے مہینہ میں زیادہ صدقہ کرتے تھے تاکہ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کریں اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس قرآن مجید کا دور کرنے کے لیے آتے تاکہ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو اور زیادہ کرے اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس ہر سال آتے رہیں۔

(۵) جب حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تو آپ آخرت کا زیادہ معاینہ اور مشاہدہ کرتے، اس لیے آپ کے پاس دنیا کا جو مال ہوتا اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیتے۔

(۶) اس حدیث میں قرآن مجید اور اسی طرح دیگر علوم شرعیہ کے تکرار کرنے کے استحباب کا ثبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس بات کا ضامن ہے کہ آپ قرآن مجید کو نہ بھولیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓى ۝ (الاعلیٰ: ۶) ہم عنقریب آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے ۝

اور اس کے لیے رمضان کے مہینہ کو اس لیے خاص کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف نازل کیا، اس کے بعد حسب ضرورت اور مصلحت کے مطابق قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرماتا رہا اور تیئس (۲۳) سال میں تدریجاً قرآن مجید کو نازل فرمایا اور کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں اٹھائیس (۲۸) سورتیں نازل ہوئیں اور بقیہ سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور چوبیس (۲۴) رمضان میں قرآن مجید کا نزول ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ۔ (البقرہ: ۱۸۵) رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝ (القدر: ۱) بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے ۝

اور حضرت ابراہیم کے صحیفے رمضان کی پہلی رات میں نازل کیے گئے ہیں اور تورات اور انجیل تیرہ رمضان میں نازل کی گئیں۔

(۷) حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرنے میں یہ دلیل ہے کہ صالحین کے ساتھ مجلس میں بیٹھنے سے نفع ہوتا ہے۔

(۸) اس میں یہ ثبوت ہے کہ رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید کی بہ کثرت تلاوت کرنا مستحب ہے تاکہ آپ کی امت اس پر عمل کرے۔

(۹) اس میں اس پر برانگیختہ کرنا ہے کہ ہر چند کے جود اور سخا ہر وقت میں مستحب ہے لیکن رمضان کے مہینہ میں اور خیر کے مواقع میں اور صالحین کے ساتھ مجلس کے وقت اور ان سے جدا ہونے کے وقت جود و سخا کرنا زیادہ مستحب ہے۔

(۱۰) اس حدیث میں صالحین اور اہل فضل کی زیارت اور ان کے ساتھ مجالست کا ثبوت ہے اور یہ ثبوت ہے کہ ان کی بار بار زیارت کرنی چاہیے جب کہ جس کی زیارت کی جائے وہ اس کو ناپسند نہ کرے اور زائر کی زیارت کی وجہ سے اس کا کوئی اہم اور افضل کام ترک نہ ہو ورنہ پھر مستحب یہ ہے کہ اس کی زیادہ زیارت نہ کی جائے۔

(۱۱) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ فقط رمضان کہنا بھی جائز اور درست ہے اور رمضان کا مہینہ کہنا ضروری نہیں ہے کیونکہ

Marfat.com

بہ کثرت احادیث میں صرف لفظ رمضان کا ذکر ہے، دیکھیے (صحیح البخاری: ۱۹۰۰-۱۸۹۸)

(۱۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا تسبیح اور دیگر وظائف پڑھنے سے زیادہ افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام کا بار بار قرآن مجید کے دور کرنے کا اجتماع ہوتا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲ ص ۳۶۲-۳۵۲، ملخصاً وملتقطا، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

نیز علامہ ابن ملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے مزید فوائد حسب ذیل ہیں:

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ بار بار دور کی مجلس کے فوائد اور مسائل

(۱) اس حدیث میں صالحین کے ساتھ مجلس کی برکت کا ثبوت ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ نیک عمل کو بار بار کرنا چاہیے اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علماء کی مجلس میں بیٹھنے کا حکم فرمایا ہے اور ذکر کے حلقوں کو لازم رکھنے کا حکم فرمایا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم جنت کی کیاریوں کے پاس سے گزرو تو چر لیا کرو، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! جنت کی کیاریوں سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ذکر کے حلقے''۔ (سنن ترمذی: ۳۵۱۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۰، مسند ابویعلیٰ: ۳۴۳۲، کتاب الدعا للطبرانی: ۱۸۹۰، الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۳۱۲-۳۱۱، شعب الایمان: ۵۲۹)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صالح مرد کی مجلس کو عطار کے ساتھ تشبیہ دی ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نیک ہم نشیں اور برے ہم نشیں اس طرح ہیں جیسے مشک اٹھانے والا ہو اور لوہار کی بھٹی پھونکنے (دھونکنے) والا ہو، پس مشک اٹھانے والا یا تو تم کو مشک عطا کرے گا یا تم اس سے مشک خرید لو گے یا تم اس سے عمدہ خوشبو حاصل کرو گے اور لوہار کی بھٹی پھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تم اس سے بدبو محسوس کرو گے''۔ (صحیح البخاری: ۲۱۰۱، صحیح مسلم: ۲۶۲۸)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے علماء کی مجلس میں بیٹھو اور ان کے سامنے اپنے زانو تہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے دلوں کو اس طرح زندہ کرتا ہے جس طرح مردہ زمین کو بارش سے زندہ کرتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۸۱۰، الفردوس للدیلمی: ۴۵۵۰، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۵، کتاب الزہد لابن المبارک: ۱۳۸۷)

اور دوسری بار حضرت لقمان نے کہا: شاید تمہیں بھی ان کی رحمت پہنچے، پس یہ اہل فضل کی مجلس اور ان کی ملاقات کا ثمرہ ہے۔

(۲) اس حدیث میں نیک اعمال کی برکت کا ثبوت ہے اور یہ کہ نیک اعمال ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں: کیا تم نہیں دیکھتے کہ روزے کی برکت اور حضرت جبریل علیہ السلام کی ملاقات اور ان کے ساتھ قرآن مجید کے دور کی برکت سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت اور آپ کا صدقہ زیادہ ہو گیا حتیٰ کہ آپ برسنے والی بارش سے زیادہ فیاض اور جواد ہو گئے۔

(۳) اور حضرت جبریل علیہ السلام کا رمضان میں نازل ہونا۔ رمضان میں قرآن کریم کی تلاوت عظیم دلیل ہے اور ہر رمضان میں لوگوں کے قرآن پڑھنے کی اصل ہے کیونکہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔

(۴) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مومن جب بھی نیک عمل زیادہ کرے گا تو اس کے لیے خیر کا دروازہ کھول دیا جائے گا، سو اس کو چاہیے کہ وہ نیکی کا دوسرا دروازہ طلب کرے اور خیر کی طلب میں اپنا ہاتھ بڑھائے رکھے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور خوف زدہ رہے اور اپنے نیک عمل پر فخر نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ درجات کی ترقی کو طلب کرتا رہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۳ ص ۶۷-۴۷، ملخصاً ومخرجاً وموضحاً، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آخری بار حضرت عثمان کی قراءت کے موافق قرآن مجید کو پیش کیا تھا اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا آخری دور حضرت ابن مسعود کی قراءت کے موافق تھا، ان حدیثوں میں حافظ ابن حجر کی تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رمضان کے مہینہ کی ہر رات میں اس ماہ کے ختم ہونے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو آخری بار قرآن مجید کا دور کیا آیا اس میں قرآن مجید کے نازل شدہ ان تمام حروف کا دور کیا تھا جن کے موافق آپ کو قرآن پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی یا کسی ایک حرف کے موافق انہوں نے آپ کے ساتھ قرآن کا دور کیا تھا اور اگر کسی ایک حروف کے ساتھ آپ سے دور کیا تھا تو آیا یہ وہ حرف تھا جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں پر جمع کیا تھا یا کوئی اور حرف تھا؟

امام احمد اور امام ابن ابوداؤد اور امام طبری نے عبیدہ بن عمرو السلمانی سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس حرف پر لوگوں کو جمع کیا تھا وہ حضرت جبریل علیہ السلام کے آخری دور کے موافق ہے۔

اور محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے اور لوگوں کا یہ گمان تھا کہ ہماری قراءت آخری دور کے موافق ہے۔

اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت سمرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا گیا اور لوگ کہتے تھے کہ ہماری قراءت وہ ہے جو آخری دور کی قراءت ہے۔

اور مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم کیا گمان کرتے ہو کہ کون سی قراءت آخری قراءت ہے، لوگوں نے کہا: حضرت زید بن ثابت کی قراءت، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر سال حضرت جبریل قرآن مجید کو پیش کرتے تھے، پس جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کے سامنے دو مرتبہ قرآن مجید کو پیش کیا'' اور حضرت ابن مسعود کی قراءت ان میں سے آخری قراءت تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت سمرہ اور ان کے موافقین کی حدیث کے خلاف ہے۔

اور امام مسدد نے اپنی مسند میں ابراہیم النخعی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مرد کو یہ کہتے ہوئے سنا: الحرف الاول یعنی پہلے حرف کے موافق قراءت، حضرت ابن عباس نے فرمایا: حرف اول کون سا ہے؟ تو اس نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں معلم بنا کر بھیجا تو لوگوں نے ان کی قراءت کو حاصل کیا، پس حضرت ابن مسعود نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قراءت کو بدل دیا، پس وہ لوگ کہتے تھے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ہی حرف اول ہے یعنی پہلی قراءت ہے، تب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہی وہ آخری حرف ہے جس کے موافق حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرآن مجید کو پیش کیا تھا۔

اور امام نسائی نے ابوظبیان سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا تم کون سی قراءت کے موافق

پڑھتے ہو؟ تو میں نے کہا: میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے موافق پڑھتا ہوں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بلکہ یہی آخری قراءت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت جبریل علیہ السلام قرآن پیش کرتے تھے، اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اس موقع پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حاضر تھے اور ان کو علم ہو گیا کہ قرآن مجید کی کون کون سی آیت کو منسوخ کیا گیا ہے اور کون کون سی آیت کو تبدیل کیا گیا ہے۔

اب یہ دو حدیثیں ہیں، حضرت سمرہ اور ان کے موافقین کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے جو آخری بار قرآن مجید کا دور کیا وہ اس حرف یا اس لغت کے موافق تھا جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس صحیح السند حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آخری بار جو قرآن مجید کا دور کیا تھا وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے موافق تھا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ان حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آخری بار دو مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرآن مجید کو پیش کیا، ایک مرتبہ وہ دور حضرت عثمان کی قراءت کے موافق تھا اور دوسری مرتبہ وہ دور حضرت ابن مسعود کی قراءت کے موافق تھا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مصنف کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی تطبیق سے شدید اختلاف

میں بڑے ادب اور احترام کے ساتھ حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس تطبیق سے اختلاف کرتا ہوں کیونکہ تمام امت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کیے ہوئے مصحف کو قبول کیا ہے اور تمام دنیا میں اسی مصحف کے مطابق قرآن مجید کے نسخے تیار کیے گئے ہیں اور اب دنیا میں کہیں بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کے مطابق کوئی قرآن مجید نہیں ہے اور امام مالک اور دوسرے ائمہ نے حضرت ابن مسعود کے مصحف کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے، نیز ان کے مصحف کے مطابق تو سورۃ الفلق اور سورۃ الناس قرآن مجید نہیں ہیں حالانکہ ان کے قرآن مجید ہونے پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے، نیز حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں تھے کہ قرآن مجید کے کسی لفظ کو اس کے مترادف لفظ کے ساتھ تبدیل کیا جا سکتا ہے مثلاً طَعَامُ الْاَثِیْمِ ؈ (الدخان: ۴۴) کی جگہ وہ طَعَامُ الْفَاجِرِ پڑھاتے تھے اور ان کی اس بات کو کسی نے قبول نہیں کیا اور اگر ان کی قراءت کو مان لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا نہیں ہوگا کیونکہ اس طرح لوگ قرآن مجید کی بہت ساری آیات کو اپنی رائے سے تبدیل کر لیں گے۔ العیاذ باللہ (سعیدی غفرلہ) ہر چند کہ یہ حدیث صحیح ہے کہ حضرت جبریل نے جو آخری دور کیا وہ حضرت ابن مسعود کی قراءت کے موافق تھا لیکن اس حدیث میں یہ علت قادحہ ہے کہ یہ حدیث امت مسلمہ کے اجماع کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور مجھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے سامنے شرمندہ نہ کرے اور ان کے مراتب کو اور ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو مقبول اور مشکور فرمائے۔ (امین)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اور شیخ سلیم اللہ دیوبندی کا حیرت انگیز سکوت

علامہ بدرالدین عینی عموماً حافظ ابن حجر عسقلانی پر اعتراض کرتے رہتے ہیں اور ان کی غلطیاں نکالتے رہتے ہیں اور ان پر طعن کرتے رہتے ہیں لیکن حیرت ہے کہ اس باب کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے دو حدیثوں میں جو تطبیق دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں کے تیار کیے ہوئے مصحفوں کو صحیح قرار دیا اس سے انہوں نے کوئی تعرض نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی اپنے حلقہ میں جامع المعقول والمنقول شمار کیے جاتے ہیں اوران کے حلقہ میں ان کو اس دور کا سب سے بڑا حنفی عالم کہا جاتا ہے۔انہوں نے فتح الباری کا مطالعہ کر کے اوراس سے استفادہ کر کے صحیح البخاری کی شرح کشف الباری لکھی ہے اوراپنی شرح کے ہر باب میں اوراس باب میں بھی فتح الباری کے حوالے دیئے ہیں لیکن انہوں نے اس سنگین مسئلہ پر قلم نہیں اٹھایا حالانکہ جب حضرت عثمان اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما دونوں کے تیار کیے ہوئے مصحفوں کو صحیح کہا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس دونوں قرآن مجید ہوں جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف کا تقاضا ہے اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس قرآن مجید نہ ہوں جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کا تقاضا ہے اور یہ اجتماع نقیضین ہے، پس حیرت ہے کہ شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی جن کو ان کے حلقہ میں معقولی عالم کہا جاتا ہے انہوں نے اس اجتماع نقیضین سے کیسے صرف نظر کر لیا۔

(دیکھیے: کشف الباری، کتاب فضائل القرآن ص ۶۷۔مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کو جو بارش برسانے والی ہواؤں سے تشبیہ دی ہے اس میں آپ کی سخاوت کو بہت زیادہ بتانا مقصود ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس جب آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام ملاقات کرتے تو آپ بارش برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کو بارش برسانے والی ہواؤں سے تشبیہ دی ہے اوراس تشبیہ میں مبالغہ ہے اور معنوی چیز کو محسوس چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے تا کہ سننے والے کی فہم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا زیادہ ہونا قریب ہو جائے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے کہا کہ آپ بہت زیادہ جواد تھے، پھر اس میں زیادہ مبالغہ کا ارادہ کیا تو آپ کی یہ صفت بیان کی کہ آپ بارش برسانے والی ہواؤں کی طرح جواد تھے، پھر اس میں اس سے بھی زیادہ مبالغہ کا ارادہ کیا تو کہا: آپ بارش برسانے والی ہواؤں سے بھی زیادہ جواد تھے کیونکہ ہوائیں تو کبھی نہیں بھی چلتیں اور بند ہو جاتی ہیں اور ہواؤں میں سے بعض بانجھ اور نقصان دہ ہوتی ہیں اور بعض خیر کی بشارت دینے والی ہوتی ہیں، پس حضرت ابن عباس نے آپ کی سخاوت کو مطلقاً ہواؤں کے ساتھ تشبیہ نہیں دی بلکہ بارش برسانے والی ہواؤں کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو خیر کی بشارت دیتی ہیں اوراس میں درج ذیل آیات مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً طَهُوْرًا ۝ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝

(الفرقان: ۴۹۔۴۸)

اور وہی ہے جو باران رحمت سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا O تا کہ ہم اس پانی سے مردہ شہر کو زندہ کریں اور وہ پانی اپنے پیدا کیے ہوئے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلائیں O

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَاۗءِ كَيْفَ يَشَاۗءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پھر وہ اس بادل کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان سے پانی نکلتا ہے، پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ان تک

Marfat.com

مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ۝ (الروم:۴۹۔۴۸) وہ پانی پہنچا دیتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں O اور بے شک وہ اس بارش کے نازل کیے جانے سے پہلے ضرور مایوس تھے O

پس پانی برسانے والی ہوائیں اپنی بھیجے جانے والی مدت میں مسلسل پانی برساتی رہتی ہیں اور منقطع نہیں ہوتیں، اسی طرح رمضان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا عمل بھی دائمی ہے منقطع نہیں ہوتا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسناد حقیقی اور مجازی دونوں میں اسم تفضیل کا استعمال فرمایا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور فیاضی حقیقی ہے اور بارش کی سخاوت مجازی ہے، پس انہوں نے بارش کو اس اعتبار سے جواد فرمایا کہ وہ خیر کو لاتی ہے، پس اس کو سخاوت کرنے والے کے قائم مقام کیا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: کان اجود بالخیر من الریح المرسلة، اس عبارت میں انہوں اجود کے معمول یعنی بالخیر کو مفضل علیہ یعنی بارش برسانے والی ہواؤں پر مقدم کیا ہے اور اس میں ایک لطیف نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر حضرت ابن عباس بالخیر کو الریح المرسلہ یعنی بارش برسانے والی ہواؤں کے بعد ذکر کرتے تو اس سے یہ وہم ہوتا کہ بارش برسانے والی ہوائیں خیر کو لانے والی ہیں اور انہوں نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے، یعنی آپ مطلقاً بارش برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد اور خصوصاً رمضان کی راتوں میں قرآن مجید کے دور کی حکمتیں

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کے درج ذیل فوائد اور مسائل لکھے ہیں:

(۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ اس لیے عظیم ہے کہ اس میں نزول قرآن کی ابتداء ہے اور اس مہینہ میں حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے اس وجہ سے حضرت جبریل علیہ السلام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت نزول ہوتا تھا۔

(۲) حضرت جبریل علیہ السلام کے بہ کثرت نازل ہونے سے وہ برکات حاصل ہوئیں جن کا شمار اور احاطہ نہیں ہو سکتا۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ کی فضیلت صرف اس زمانہ میں زیادہ عبادت کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

(۴) دائماً قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے زیادہ خیر حاصل ہوتی ہے۔

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمر کے آخری حصہ میں زیادہ عبادت کرنی چاہیے غالباً اس لیے ہمارے زمانہ میں لوگ بڑھاپے میں حج کرتے ہیں اور نماز کی جماعت سے پہلے مسجدوں میں آجاتے ہیں اور دیر تک مسجدوں میں بیٹھے رہتے ہیں اور قرآن مجید پڑھتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں۔

(۶) عالم اور فاضل کے ساتھ علم کا مذاکرہ اور تکرار کرنے سے زیادہ حفظ اور نصیحت کا حصول ہوتا ہے۔

(۷) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رمضان کی راتیں رمضان کے دنوں سے زیادہ افضل ہیں کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان کی راتوں میں قرآن کا دور کرتے تھے اور اس سے قرآن مجید کی آیات کو ذہن میں حاضر کرنا اور ان کو سمجھنا مطلوب ہے اور دن کی بہ نسبت رات کا وقت اس کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ دن کے وقت انسان دینی اور دنیاوی عوارض میں مشغول ہوتا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر سال قرآن مجید رمضان کی راتوں میں نازل ہوتا تھا تو آپ رات کے ہر جزء میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ آپ ہر رات میں قرآن مجید کی تلاوت کے علاوہ تہجد کی نماز پڑھتے تھے اور اپنے بدن کو آرام پہنچاتے تھے اور اپنی اہلیہ کے حقوق ادا کرتے تھے اور آپ رات کے اس جزء میں بار بار قرآن مجید کی تلاوت کرتے

Marfat.com

تھے تا کہ رمضان کے تمام مہینہ میں قرآن مجید کی برکات شامل رہیں اور اگر یہ تصریح نہ ہوتی کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال ایک بار آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے اور آخری بار انہوں نے دو بار آپ کے ساتھ قرآن کا دور کیا تو یہ ہو سکتا تھا کہ اس سال جتنا قرآن مجید نازل ہوتا آپ اس کو رمضان کی بقیہ راتوں میں دہراتے، اور امام ابوعبید نے داؤد بن ابی ہند سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے شعبی سے کہا کہ قرآن مجید میں ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ (البقرہ:۱۸۵) رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن مجید کو نازل کیا گیا۔

کیا قرآن مجید سارا سال آپ پر نازل نہیں ہوتا تھا؟ تو شعبی نے کہا: کیوں نہیں! لیکن حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی جن آیات کو چاہا محکم کر دیا اور جن کو چاہا ثابت رکھا، اور اس میں قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی حکمت کی طرف اشارہ ہے اور حضرت جبریل آپ کو محکم اور منسوخ آیات کی تفصیل بتاتے تھے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۶۔۱۸۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۹۹۸۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم الْقُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا فَاعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ فِي الْعَامِ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر سال ایک مرتبہ قرآن مجید پیش کیا جاتا تھا اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال میں آپ پر دو بار قرآن مجید پیش کیا گیا اور آپ ہر سال دس دن اعتکاف کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

وفات کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس (۲۰) دن اعتکاف کرنے کی توجیہ

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال دگنا اعتکاف اس لیے کیا تھا کہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب آپ کی مدت حیات پوری ہو گئی ہے تو آپ نے عبادت اور نیکی کے کام میں کثرت کا ارادہ کیا تا کہ آپ کی امت کے لیے یہ سنت ہو جائے کہ جب وہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں پہنچیں تو عبادت اور نیک کاموں میں زیادہ کوشش کریں تا کہ وہ اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کریں جو ان کی زندگی کے بہترین احوال ہیں اور عبادت کرتے ہوئے ان کو موت آئے اور اس کی دوسری وجہ حسب ذیل حدیث میں ہے: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشروں میں اعتکاف کرتے تھے، پس ایک سال آپ سفر پر گئے اور اعتکاف نہ کر سکے تو اس کے اگلے سال آپ نے بیس راتیں اعتکاف کیا یعنی اعتکاف کی قضا کر لی"۔

(سنن ابوداؤد، ۲۴۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۰، زوائد المستدرج ۵ ص ۱۴۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۳۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۲۵، صحیح ابن حبان: ۳۶۶۳، المستدرک ج ۱ ص ۴۳۹، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۴)

اعتکاف کا سنت مؤکدہ ہونا، بعض صحابہ کے ترک اعتکاف کی توجیہ اور اعتکاف کی حکمت

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے کیونکہ شارع علیہ السلام نے اعتکاف پر دوام کیا ہے، پس مومن کو بھی چاہیے کہ وہ اعتکاف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور اتباع کرے اور ابن شہاب سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مسلمانوں پر تعجب ہے کہ انہوں نے اعتکاف کو ترک کر دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے مدینہ میں داخل ہوئے آپ نے رمضان کے آخری عشروں میں اعتکاف کو ترک نہیں کیا حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو گئے۔

ابن نافع نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ امام مالک نے کہا کہ میں ہمیشہ اس پر سوچ و بچار کرتا رہا کہ صحابہ کرام نے اعتکاف کو ترک کر دیا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائماً اعتکاف کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی اور صحابہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کرنے والے ہیں حتیٰ کہ میرے دل میں اس کی یہ توجیہ آئی کہ صحابہ کے نزدیک اعتکاف وصال کے روزوں کی طرح ہے جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا اور میرا گمان ہے کہ صحابہ نے اعتکاف کو اس کی شدت اور سختی کی وجہ سے ترک کر دیا اور حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے سوا کسی نے اعتکاف نہیں کیا جن کا نام مغیرہ یا محمد ہے۔

امام ابن المنذر نے کہا ہے: ہم نے عطاء خراسانی سے روایت کی ہے کہ معتکف کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے آپ کو اپنے رب کے سامنے گرا دیا ہو، پھر اس نے کہا ہو: اے میرے رب! میں اس وقت تک یہاں سے نہیں اٹھوں گا حتیٰ کہ تو مجھ پر رحم فرمادے اور اے میرے رب مجھے بخش دے۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۶۹، شعب الایمان: ۳۹۷۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۳ ص ۶۶۸۔ ۶۶۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس (۲۰) دن اعتکاف کرنے میں دو احتمال ہیں یا تو آپ نے آخری سال بیس دن اعتکاف کیا یا جس سال آپ نے رمضان کے وسط میں دس دن اعتکاف کیا تھا تو آپ نے پھر دوبارہ آخری عشرہ میں دس دن اعتکاف کیا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ ہر سال دس دن اعتکاف کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے مہینہ میں بیس دن اعتکاف کیا اور یہ حضرت جبریل علیہ السلام کے فعل کے مناسب ہے کیونکہ انہوں نے اس سال دو مرتبہ آپ کے سامنے قرآن مجید کو پیش کیا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا سبب وہ ہو جو پہلے گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس دن اعتکاف کرتے تھے، پس ایک سال آپ سفر پر گئے، پس آپ اعتکاف نہ کر سکے تو آپ نے اگلے سال بیس دن اعتکاف کیا اور یہ اس وقت ہوا جب آپ نے رمضان کے مہینہ میں سفر کیا اور یہ تو (۹) ہجری کا واقعہ ہے جب آپ رمضان کے مہینہ میں غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے اور یہ قصہ اس قصہ کے خلاف ہے جو صحیح بخاری کتاب الصیام میں پہلے گزر چکا ہے (صحیح البخاری: ۲۰۴۵) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عشرہ کے اول میں اعتکاف کیا اور جب آپ نے دیکھا کہ آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کے لیے مسجد میں اپنے اپنے خیمے لگا دیئے تو آپ نے اس اعتکاف کو ترک کر دیا، پھر آپ نے شوال میں دس دن اعتکاف کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بھی قصہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ وہ قصہ ہو جس کو امام مسلم نے اس باب کی حدیث

Marfat.com

میں روایت کیا ہے اور اس کی اصل صحیح بخاری میں درج ذیل ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہینہ کے وسط میں اعتکاف کرتے تھے، پس جب اکیس (۲۱) تاریخ آئی تو آپ نے اس مہینہ میں دوبارہ اعتکاف کیا، پھر فرمایا کہ میں نے اس مہینہ کے وسط میں اعتکاف کیا تھا، پھر مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ میں مہینہ کے آخر میں اعتکاف کروں، پس آپ نے مہینہ کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا"۔ (صحیح البخاری: ۲۰۴۰۔۲۰۳۶)

پس ہوسکتا ہے ان بیس دنوں کے اعتکاف سے یہ مراد ہو کہ دس دن رمضان کے وسط میں اعتکاف کیا اور دس دن رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۷۔۱۸۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۸۔ بَابُ: الْقُرَّاءِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے قرآن مجید کے قاری

اس سے مراد وہ صحابہ ہیں جو قرآن مجید کو حفظ کرنے اور اس کی تعلیم کے درپے ہونے میں مشہور تھے، یہ متقدمین کی اصطلاح ہے اور یہ بھی اصطلاح ہے کہ جو قرآن مجید میں تفقہ حاصل کرے اس کو قاری کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۸)

علامہ عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴)

۴۹۹۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ ذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَسَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابراہیم از مسروق حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا، پس کہا کہ میں ہمیشہ ان سے محبت کرتا ہوں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "قرآن مجید کو چار مردوں سے حاصل کرو: عبداللہ بن مسعود سے اور سالم سے اور معاذ بن جبل سے اور ابی بن کعب سے رضی اللہ عنہم"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۵۸ میں گزر چکی ہے۔

جن چار صحابہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا ان کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ان چار صحابہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لیے فارغ تھے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہو کہ آپ کے بعد یہ چار باقی رہیں گے اور ان سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی جاسکے گی، لیکن علامہ کرمانی کی اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ عہد رسالت کے بعد صرف یہ چار صحابہ باقی نہیں تھے بلکہ قرآن مجید کے علم اور تجوید کے بہت زیادہ ماہرین موجود تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت سالم رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کے بعد عرصہ دراز تک زندہ رہے اور ان ہی پر قرآن مجید کی قراءت کی ریاست کی انتہاء ہوئی تھی اور حافظ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت میں اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق ان کی وفات پینتالیس (۴۵) ہجری میں ہوئی اور دوسرے قول کے مطابق ان کی وفات اکاون یا باون ہجری میں ہوئی، ان کی نماز جنازہ مروان نے پڑھائی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ان چار صحابہ کے علاوہ عہد رسالت میں بے شمار صحابہ حفاظ قرآن تھے، اس پر علامہ ابن ملقن کے بہ کثرت دلائل اور نقول

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار صحابہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کا حکم تاکید کے لیے دیا ہے، آپ کی یہ مراد نہیں تھی کہ ان چار کے سوا اور کسی سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل نہ کی جائے۔

بعض شارحین نے ان چار کے علاوہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا ہے، علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ اضافہ محفوظ نہیں ہے اور صحیح قول کے مطابق حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابوالدرداء میں سے کسی ایک کا شمار کیا گیا ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تمام قرآن کو محفوظ نہیں کیا تھا کیونکہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سے زیادہ سورتیں یاد کی تھیں اور بعض علماء نے یہ سمجھا ہے کہ یہ چار وہ صحابہ ہیں جنہوں نے پورے قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جمع کر لیا تھا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ چاروں خلفاء راشدین نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر اور ابوعمرو الدانی نے ذکر کیا ہے، ابوعمرو نے کہا کہ عہد رسالت میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا تھا، حدیث میں ہے:

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''تم کتنے دنوں میں قرآن مجید کو ختم کرتے ہو؟''۔ (صحیح البخاری: ۵۰۵۳)

دوسری روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک ماہ میں قرآن پڑھو، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ قوت پاتا ہوں حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: پس قرآن کو سات دنوں میں ختم کرو اور اس میں اضافہ نہ کرو (یعنی سات سے کم دنوں میں قرآن مجید کو ختم نہ کرو)''۔ (صحیح البخاری: ۵۰۵۴)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا جب ہی تو وہ تین دن میں قرآن مجید ختم کر لیتے تھے۔

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ دوسرے صحابہ کو بھی قرآن مجید حفظ تھا، ان میں سے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا ذکر حافظ ابن عبدالبر نے کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ذکر کیا گیا ہے، سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں قرآن مجید یاد کر چکا تھا اور اس وقت میری عمر دس سال کی تھی اور ابوعمرو الدانی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا ہے اور حضرت مجمع بن جاریہ کا بھی ذکر کیا ہے، ان کو امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۱۴۴)

امام شعبی نے بیان کیا ہے کہ امام ابن عساکر سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت حضرت مجمع کی ایک سورت یا دو سورتیں باقی رہتی تھیں۔ (تاریخ دمشق ج ۱۹ ص ۳۱۰-۳۰۹)

اور ان صحابہ کے علاوہ حضرت قیس بن ابی صعصعہ عمرو بن زید الانصاری البدری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا ذکر امام ابوعبید بن سلام نے ابن لہیعہ کی حدیث میں کیا ہے۔ حبان بن واسع از والد خود از حضرت قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: میں کتنے دنوں میں قرآن مجید کو ختم کروں تو آپ نے فرمایا: ''پندرہ (۱۵) دن میں، انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ قوت پاتا ہوں تو آپ نے فرمایا: ''ہر جمعہ میں''۔ (فضائل القرآن لابی عبید ص ۱۷۷)

اور ابن لہیعہ کی حدیث میں واسع از عم خود از حضرت سعد بن المنذر الانصاری البدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں تین دن میں قرآن مجید ختم کرلوں، آپ نے فرمایا: ''ہاں! اگر تم کو طاقت ہو''۔ (فضائل القرآن لابی عبید ص ۱۷۹)

اور حضرت عوف بن مالک بن الاوس الاوسی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا ذکر ابن حبیب نے المحبر میں کیا ہے۔ (المحبر ص ۲۸۶)

اور حضرت ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا ہیں، دوسرا قول ہے: وہ بنت عبد اللہ بن الحارث ہیں، ان کا ذکر امام محمد بن سعد نے کیا ہے۔
(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۵۷)

امام ابن الاثیر الجزری نے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ (اسد الغابہ: ۷۶۱۸)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن مجید میں پندرہ آیات سجدہ پڑھائیں جن میں سے تین آیات سجدہ المفصل میں ہیں اور دو آیات سجدہ سورۃ الحج میں ہیں''۔
(سنن ابوداؤد: ۱۴۰۱، سنن ابن ماجہ: ۱۰۵۷، المستدرک ج ۱ ص ۲۲۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱۴)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں قرآن مجید کو حفظ کرلیا تھا۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث مشہور ہے کہ میں کم سن لڑکی تھی اور بہت زیادہ قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرتی تھی۔
(صحیح البخاری: ۲۶۶۱، صحیح مسلم: ۲۷۷۰)

اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ کیسے گمان کیا جائے گا کہ انہوں نے قرآن مجید کو حفظ نہیں کیا تھا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں چار مردوں نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا، پس حضرت انس کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے علاوہ چار مردوں نے قرآن مجید جمع کیا تھا اور یہ لازم نہیں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو تمام حفاظ قرآن کا علم ہو۔ (المعلم بفوائد مسلم للمازری ج ۲ ص ۳۴۶۔۳۴۵)

نیز علامہ مازری نے کہا ہے: ہم نے پندرہ اصحاب کو نقل کیا ہے جن کو قرآن مجید حفظ تھا، پس بعض نے اس تعداد میں اضافہ کیا ہے اور بعض نے اس تعداد میں کمی کی ہے اور بعض نے کہا کہ کسی ایک نے بھی قرآن مجید جمع نہیں کیا ہے۔
(المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۴۵۔۳۴۴)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

جس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار مردوں سے قرآن کو حاصل کرو'' (صحیح مسلم: ۲۴۶۴، صحیح بخاری: ۴۹۹۹) اس سے یہ گمان کیا گیا کہ صرف چار صحابہ کو قرآن مجید حفظ تھا لیکن اس حدیث میں دلیل خطاب ہے اور ان چار صحابہ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر اس پر نہیں دلالت کرتا کہ ان چار کے علاوہ اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا اور اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ ائمہ اصول کا اس پر اتفاق ہے کہ دلیل خطاب کی وجہ سے دوسروں کی نفی نہیں ہوتی اور جب دوسروں کی تصریح موجود ہو تو خطاب کی خصوصیت کی وجہ سے ان کی نفی نہیں کی جائے گی۔ (المفہم شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۳۷۹، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں: تحقیق یہ ہے کہ قاضی ابوبکر وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے قرآن مجید کو حفظ کرلیا

Marfat.com

اوران میں سے خلفاء اربعہ ہیں اور خبر متواتر سے منقول ہے کہ جنگ یمامہ میں ستر حفاظ صحابہ شہید ہو گئے تھے جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا اور جنگ یمامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب ہوئی تھی، پس جو صحابہ اس لشکر میں باقی رہ گئے اور شہید نہیں کیے گئے تھے ان کی تعداد بہت زیادہ تھی جب کہ یہ ایک لشکر تھا تو غور کرو کہ اسلام کے دیگر شہروں میں جو صحابہ کرام مختلف لشکروں میں جہاد کر رہے تھے ان میں سے کتنے ایسے تھے جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جن صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کیا تھا وہ بے شمار تھے اور کوئی عدد ان کی گنجائش نہیں رکھتا، پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ دلیل خطاب سے خصوصیت ثابت نہیں ہوتی تو اس کی کیا وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان چار صحابہ سے قرآن مجید کو حاصل کرنے کا حکم دیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان چار کے ذکر کرنے کی کوئی غرض ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت آپ کے ذہن میں صرف یہ چار صحابہ مستحضر ہوں۔ (المفہم شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٣٨٠۔٣٧٩، دار ابن کثیر، دمشق، ١٤١٧ھ)

نیز قاضی ابوبکر نے ذکر کیا ہے کہ بہ کثرت روایات میں مذکور ہے کہ ائمہ اربعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کیا تھا کیونکہ وہ سابقین اسلام تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تکریم کرتے تھے اور یہ ثابت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محراب میں اتنی لمبی سورتیں پڑھتے تھے جن کو صرف وہی لوگ پڑھ سکتے ہیں جو قرآن مجید کے حافظ ہوں، ان میں سے ایک روایت حسب ذیل ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں سورۃ البقرہ پڑھی تو (نماز کے بعد) حضرت عمر نے کہا: سورج نکلنے والا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر سورج نکلتا تو تم ہم کو غافل نہ پاتے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٥٤٥، سنن بیہقی ج ٢ ص ٣٨٩)

اور یہ بات معلوم ہے کہ اکثر حفاظ اور قرآن پڑھنے کے مشاق صحابہ لوگوں کو نمازوں میں لمبی لمبی سورتیں پڑھاتے تھے اور اس کا یہ تقاضا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حافظ قرآن ہوں، اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا لی تھی یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے اور آپ اس مسجد میں کھڑے ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت آپ بہت زیادہ روتے تھے جس کو مشرکین کے بچے اور ان کی عورتیں سنتی تھیں۔ (صحیح البخاری: ٤٧٦)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے حافظ ہیں، اسی لیے آپ نے حضرت ابوبکر کو نماز میں مقدم کیا تھا چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: "امامت وہ لوگ کرائیں جو قرآن مجید کو سب لوگوں سے زیادہ پڑھنے والے ہوں"۔ (صحیح مسلم: ٦٧٣)

امام ابن ابی شیبہ نے بھی اس حدیث کی مثل حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٥٦٥)

نیز امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر کی شہادت کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی جس میں مذکور ہے کہ عمرو بن میمون نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت صبح کی نماز میں سورۂ یوسف یا سورۃ النحل کی تلاوت کر رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٠٠)

امام حاکم نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں سورۂ یوسف کی تلاوت کی اور جب انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝　اور غم سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ غم برداشت کرنے والے تھے O (یوسف: ٨٤)

تو صفوں کے پیچھے بھی ان کی آواز سنی گئی۔ (المستدرک ج ٢ ص ٣٩٠)

نیز امام حاکم نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز میں سورۃ الحج کی تلاوت کی اور اس میں دو سجدے کیے۔

(المستدرک ج ۳ ص ۸۶)

عبدالملک بن عمیر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا علم رکھتے تھے اور ہم سب سے زیادہ اللہ کی کتاب کو پڑھنے والے تھے اور ہم سب سے زیادہ اللہ کے دین کو سمجھنے والے تھے۔

(المستدرک ج ۳ ص ۸۶)

اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ صفت نہ ہوتی اور وہ سب سے زیادہ قرآن کے قاری نہ ہوتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو قرآن جمع کرنے کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ ملاتے اور حضرت زید بن ثابت کو ان کا تابع نہ کرتے کیونکہ قرآن مجید کو جمع کرنے کے لیے اس کو مقرر کرنا جائز نہیں ہے جو حافظ نہ ہو۔

رہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو ان کے متعلق یہ مشہور ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کر لیا تھا اور جب باغیوں نے ان کو قتل کرنے کے ارادے سے ان کے ہاتھ پر تلوار ماری تو حضرت عثمان نے کہا: اللہ کی قسم! یہ پہلا ہاتھ ہے جس نے المفصل کو لکھا ہے۔ (الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۱۳۲، المطبرانی: ۱۱۹، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے: مجمع الزوائد ج ۹ ص ۹۴)

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا: تم ان کو قتل کر رہے ہو یہ شب بیدار تھے اور ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھتے تھے۔

(المطبرانی: ۱۳۰، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے: مجمع الزوائد ج ۹ ص ۹۴)

اسی طرح حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی فضیلت اور ان کے مناقب معروف اور مشہور ہیں اور ان کے علم کی وسعت مسلم ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے مشورے کرتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت کی تھی اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم سب سے زیادہ قرآن کے قاری ابی بن کعب ہیں اور ہم سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۸۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۵۵۵)

ابوعبدالرحمٰن السلمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے زیادہ قرآن کا پڑھنے والا نہیں دیکھا، ایک دفعہ انہوں نے صبح کی نماز پڑھائی اور ان سے سورۃ الانبیاء کی ایک آیت رہ گئی تو انہوں نے دوبارہ رجوع کر کے اس آیت کو پڑھ لیا۔ (تقیید المہمل ج ۲ ص ۲۰۸)

پس جب ہمارا یہ قول ثابت ہے تو ثابت ہو گیا کہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم کیا تو واجب ہے کہ وہ قرآن مجید کے حفاظ ہوں اور یہ ان روایات سے اولیٰ ہے جن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف چار حفاظ قرآن تھے اور ان میں وہ صحابہ نہیں ہیں جو دین کے قائد ہیں اور مسلمانوں کے مقتداء ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۶۰۔۵۱، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ قرآن سے محبت رکھنی چاہیے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قرآن مجید کو چار مردوں سے حاصل کرو: عبداللہ بن مسعود سے اور سالم سے اور معاذ بن جبل سے اور ابی بن کعب سے رضی اللہ عنہم"۔

Marfat.com

ان چار میں سے دو مہاجر ہیں جن سے اس حدیث میں ابتداء کی گئی ہے اور دو انصار میں سے ہیں اور وہ حضرت سالم بن معقل مولیٰ ابو حذیفہ ہیں اور حضرت معاذ بن جبل ہیں رضی اللہ عنہم۔

اور اس سے پہلے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے مناقب گزر چکے ہیں اور سب سے پہلے اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے ان کے متعلق فرمایا کہ میں اس وقت سے ان سے محبت کرتا ہوں جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار مردوں سے قرآن حاصل کرو اور آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابتداء کی'' اور اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اس مرد سے محبت کرنی چاہیے جو قرآن مجید پڑھنے میں ماہر ہو، آپ نے ان چار کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا حالانکہ دوسرے صحابہ بھی حفظ قرآن میں ان کے شریک تھے۔

صرف ان چار صحابہ سے حصول قرآن کے متعلق علامہ کرمانی کی توجیہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا اس پر رد اور صحیح توجیہ کا بیان

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارادہ ہو کہ آپ یہ خبر دیں کہ آپ کے بعد کون حافظ قرآن ہوں گے یعنی یہ صحابہ حفظ قرآن کے ساتھ باقی رہیں گے اور اس میں منفرد ہوں گے اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ صرف یہ چار صحابہ آپ کے بعد حفظ قرآن میں منفرد نہیں تھے بلکہ بے شمار صحابہ عہد رسالت میں تجوید قرآن کے ماہر تھے اور حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جنگ یمامہ میں شہید کر دیا گیا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ہو گئی اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں فوت ہو گئے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ آخر زمانہ تک زندہ رہے اور ان پر قراءت کی ریاست ختم ہو گئی اور وہ ان کے بعد ایک طویل زمانہ تک زندہ رہے، پس ظاہر یہ ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار صحابہ سے قرآن مجید کو حاصل کرنے کا حکم دیا تھا اس وقت دیگر حفاظ صحابہ بھی موجود تھے اور آپ کے اس قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس وقت حفظ قرآن میں ان صحابہ کا کوئی اور شریک نہ ہو بلکہ اس وقت صحابہ میں حفاظ قرآن کی ایک جماعت موجود تھی جن کو ان چاروں کی طرح قرآن مجید حفظ تھا اور اس سے پہلے یہ گزر چکا ہے کہ غزوہ بئر معونہ میں جو صحابہ شہید کیے گئے ان کو القراء کہا جاتا تھا اور وہ ستر (۷۰) مرد تھے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

دیگر شراح صحیح بخاری کی بیان کردہ تخصیص کی توجیہ

امام ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

ان چار صحابہ کو اس لیے خاص فرمایا کہ ان کو قرآن مجید کے الفاظ زیادہ منضبط تھے اور دوسروں کی بہ نسبت ان کی ان الفاظ کی ادائیگی زیادہ مستحکم تھی اگرچہ دوسرے صحابہ کو قرآن مجید کے معانی کا زیادہ تفقہ حاصل تھا، یہ اس وجہ سے کہ یہ چار صحابہ دوسرے صحابہ کی بہ نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کو بالمشافہ حاصل کرنے کے لیے زیادہ فارغ تھے اور آپ کی یہ مراد نہیں تھی کہ ان چار صحابہ کے علاوہ اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا تھا۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۲۷۴۔ ۲۷۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حفظ قرآن کا ان چار صحابہ میں حصر نہیں ہے، ان چار کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ دوسروں کی بہ نسبت یہ چار صحابہ زیادہ جید قاری تھے۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۳۸۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

ان چار صحابہ کی اس لیے تخصیص فرمائی کہ یہ دوسرے صحابہ کی بہ نسبت قرآن مجید کے الفاظ کو زیادہ منضبط کرنے والے تھے اور ان الفاظ کو زیادہ مستحکم طریقہ سے ادا کرنے والے تھے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۹۰، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

۵۰۰۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ وَاللهِ لَقَدْ أَخَذْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِضْعًا وَسَبْعِينَ سُورَةً وَاللهِ لَقَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنِّي مِنْ أَعْلَمِهِمْ بِكِتَابِ اللهِ وَمَا أَنَا بِخَيْرِهِمْ قَالَ شَقِيقٌ فَجَلَسْتُ فِي الْحِلَقِ أَسْمَعُ مَا يَقُولُونَ فَمَا سَمِعْتُ رَادًّا يَقُولُ غَيْرَ ذٰلِكَ

(صحیح البخاری: ۶۲۸۲، صحیح مسلم: ۲۴۶۲، سنن نسائی: ۵۰۷۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شقیق بن سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، پس فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سے زائد سورتیں حاصل کی ہیں اور اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو علم ہے کہ مجھے ان سب سے زیادہ اللہ کی کتاب کا علم ہے حالانکہ میں ان سے افضل نہیں ہوں شقیق نے کہا: پس میں صحابہ کے حلقوں میں بیٹھ کر سنتا تھا کہ وہ لوگ کیا کہتے تھے؟ لیکن میں نے کسی سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات کا رد نہیں سنا جو اس کے سوا کوئی اور بات کہتا ہو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ مصحف پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تبصرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سے زائد سورتیں حاصل کی ہیں۔

امام اسحاق بن راہویہ نے اس حدیث کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس کے شروع میں ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ۔ (آل عمران: ۱۶۱) اور جو شخص خیانت کرے گا وہ خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا۔

پھر اس کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کس کی قراءت کے موافق مجھے قرآن پڑھنے کا حکم دیتے ہو؟ حالانکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرآن پڑھ چکا ہوں اور میں نے آپ کے دہن اقدس سے ستر (۷۰) سے زیادہ سورتیں سنی ہیں۔

اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیا اور آل عمران: ۱۶۱ کی تلاوت کی، پھر فرمایا: ان لوگوں نے تمہارے مصاحف میں خیانت کی ہے اور تم مجھے کس طرح حکم دیتے ہو کہ میں زید بن ثابت کی قراءت کے موافق پڑھوں حالانکہ میں نے اس کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک منہ سے سنی ہے۔

خمیر بن مالک نے بھی اس کی مثل روایت کی ہے اور اس کے آخر میں مذکور ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گزشتہ مصاحف کو مٹانے کا حکم دیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو برا لگا اور انہوں نے فرمایا: کیا میں ان آیات کو ترک کر دوں جن کو رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے، پھر فرمایا: "جو شخص اپنے مصحف میں خیانت کرنا چاہتا ہے وہ خیانت کرے"۔

کتاب اللہ کا زیادہ علم مطلقاً فضیلت کو مستلزم نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو علم ہے کہ مجھے ان سب سے زیادہ اللہ کی کتاب کا علم ہے حالانکہ میں ان سے افضل نہیں ہوں۔

اعمش کی دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ کسی صحابی کو مجھ سے زیادہ علم ہے تو میں سفر کر کے اس کے پاس جاتا، نیز انہوں نے کہا: حالانکہ میں ان سے افضل نہیں ہوں یعنی کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ مطلقاً سب سے افضل ہوں بلکہ یہ ہوسکتا ہے کہ دوسرے صحابہ دوسرے علوم میں ان سے زیادہ افضل ہوں۔

امام بخاری کی اس حدیث کا زہری کی روایت سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: شقیق بن سلمہ نے کہا کہ میں صحابہ کے حلقوں میں بیٹھ کر سنتا تھا کہ وہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ لیکن میں نے کسی سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس بات کا رد نہیں سنا جو اس کے سوا کوئی اور بات کہتا ہو۔

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ شقیق نے کہا کہ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے حلقوں میں بیٹھا، پس میں نے کسی سے نہیں سنا کہ وہ حضرت ابن مسعود کا رد کرتا ہو یا ان کی مذمت کرتا ہو، اور ابن شہاب کی دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت ابن مسعود منبر سے اترے تو میں حلقہ میں جا کر بیٹھ گیا، پس ان میں سے کوئی بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات کا رد نہیں کر رہا تھا، ان دونوں روایتوں میں یہ فرق ہے کہ اس روایت میں خصوصیت کے ساتھ اہل کوفہ کا ذکر ہے جہاں حضرت ابن مسعود نے خطبہ دیا تھا اور صحیح مسلم کی روایت میں مطلقاً صحابہ کا ذکر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حضرت ابن مسعود کا انکار نہیں کرتا تھا خواہ وہ کوفی ہوں یا غیر کوفی ہوں۔

زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کو ناپسند کیا اور یہ روایت صحیح بخاری کی روایت کے خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ ان کے قول کو کسی نے ناپسند نہیں کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کی روایت حضرت ابن مسعود کے ان اصحاب کے متعلق ہے جو کوفہ میں تھے اور زہری کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اصحاب کے متعلق ہے جو کوفہ میں نہیں تھے۔

آخرکار حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قراءت کی طرف رجوع کر لینا

زہری نے جو کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے حضرت ابن مسعود کے قول کو ناپسند کیا تو اس سے زہری کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے حضرت عثمان رضی رضی اللہ عنہ کے گزشتہ مصاحف کو مٹانے کے حکم کو جو خیانت سے تعبیر کیا تھا اس کو بعض صحابہ نے ناپسند کیا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مصاحف میں خیانت سے مراد یہ تھی کہ ان مصاحف کو چھپایا جائے تاکہ ان کا ظہور نہ ہو اور وہ معدوم ہو جائیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے کے خلاف تھی اور ان کے موافقین کی رائے کے خلاف تھی جو یہ کہتے تھے کہ صرف اس ایک قراءت پر اقتصار کیا جائے جس کو حضرت عثمان نے مرتب کیا تھا اور باقی قراءات کو تلف کر دیا جائے یا ان کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت زید بن ثابت کی قراءت کو بغیر کسی دلیل کے ترجیح دینا ان کے نزدیک ترجیح بلا مرجح ہے اس لیے وہ اپنی قراءت پر قائم رہے اور امام ابن ابوداؤد نے ایک باب میں یہ روایت کی ہے کہ بعد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کیے ہوئے مصحف سے راضی ہو گئے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

صحابہ کرام کی باہمی تلخیوں اور ناراضگیوں کے متعلق مصنف کا موقف

میں کہتا ہوں کہ اس باب کی شرح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت تلخ باتیں کی ہیں اور اس سے پہلے صحیح البخاری: ۴۹۸۷، کی شرح میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت تلخ باتیں کیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طنز کیا اور کہا: مجھے مصاحف کے لکھنے سے معزول کر دیا گیا اور اس مرد کو مصاحف کے لکھنے پر مامور کیا گیا ہے کہ اللہ کی قسم جب میں اسلام لایا تو وہ کافر مرد کی پشت میں تھا یعنی حضرت زید بن ثابت۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۶۶)

سو ہمیں ان باتوں میں نہیں پڑنا چاہیے، ہمارے نزدیک تمام صحابہ محترم ہیں، وہ سب دین کا ستون ہیں اور دین اسلام کے لیے ان کی عظیم الشان خدمات ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ ۔ (الحدید: ۱۰)

(اے مسلمانو!) تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتا جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا، ان کا (ان مسلمانوں سے) بہت بڑا درجہ ہے جنہوں نے بعد میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا، اللہ نے ان سب سے اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کی مساعی کو مشکور فرمایا ہے اور ان کو جنت کی اور فوز عظیم کی بشارت دی ہے، اگر دنیا میں بعض صحابہ کا بعض مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف رہا اور رنجشیں رہیں جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف تھا یا جیسے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف ہوا اور اس کے نتیجہ میں جنگ جمل اور جنگ صفین برپا ہوئیں اور دونوں طرف سے مسلمان شہید ہوئے تو ان کا یہ اختلاف صرف دنیا میں تھا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے کدورتوں اور باہمی رنجشوں کو مٹا دے گا اور وہ سب شیر و شکر ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ؕ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ (الحجر: ۴۵-۴۷)

بے شک اللہ سے ڈرنے والے جنتوں اور چشموں میں ہوں گے ○ (ان سے کہا جائے گا:) تم ان میں بے خوف ہو کر سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ ○ اور ان کے دلوں میں جو رنجشیں ہوں گی ہم ان سب کو نکال لیں گے (وہ) ایک دوسرے کے بھائی ہو کر مسند نشین ہوں گے ○

اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متقین ہیں اور آخرت میں وہ سب جنت اور چشموں میں ہوں گے اور دنیا میں ایک دوسرے کے خلاف ان کے دلوں میں جو رنجشیں تھیں اللہ تعالیٰ جنت میں ان کے دلوں سے وہ رنجشیں نکال لے گا اور وہ سب جنت میں ایک دوسرے کے سامنے مسندوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے، پس حضرت ابن مسعود اور حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سب جنتوں میں ایک دوسرے کے سامنے مسندوں پر خوشی خوشی بیٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے سے راضی ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا ہے اور اس نے ان کو راضی کر دیا ہے اور ان کو جنت الفردوس اور عظیم کامیابی عطا فرمائی ہے۔ اے اللہ! ہم بھی ان کے نام لیوا اور ان کے عقیدت مند ہیں، ان کے متبع ہیں تو ہم سے بھی راضی ہو جانا اور ہمیں بھی ان کے توسل اور صدقہ سے جنت الفردوس اور عظیم

کامیابی سے نوازنا۔ (امین یا رب العالمین بحرمة سید المرسلین محمد و علی آله و اصحابه اجمعین)

۵۰۰۱۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ سُورَةَ يُوسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مَا هَكَذَا أُنْزِلَتْ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ أَحْسَنْتَ وَوَجَدَ مِنْهُ رِيحَ الْخَمْرِ فَقَالَ أَتَجْمَعُ أَنْ تُكَذِّبَ بِكِتَابِ اللهِ وَتَشْرَبَ الْخَمْرَ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ

(صحیح مسلم: ۸۰۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۸۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حمص میں تھے، پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ یوسف کی تلاوت کی تو ایک مرد نے کہا: یہ سورت اس طرح نازل نہیں ہوئی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سورت پڑھی تو آپ نے فرمایا: "تم نے بہت عمدہ تلاوت کی ہے"، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے شراب کی بدبو محسوس کی تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تو اللہ کی کتاب کی تکذیب کو اور شراب پینے کو ایک ساتھ جمع کرتا ہے؟ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر شراب کی حد جاری فرمائی۔

شراب کی بدبو پانے پر حد جاری کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے شراب کی بدبو محسوس کی تو اس پر حد جاری کی۔

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: اس حدیث میں امام مالک اور ان کے اصحاب کی اور اہل حجاز کی ایک جماعت کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک شراب کی بو سے حد واجب ہو جاتی ہے جب حاکم کے سامنے دو متقی مرد اس کی گواہی دیں اور امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کا قول اس کے خلاف ہے، وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس مرد نے شراب پینے کا اعتراف کر لیا تھا اس لیے حضرت ابن مسعود نے اس پر حد جاری کی، دوسرا سوال یہ ہے کہ حد تو خلیفہ جاری کرتا ہے اور حضرت ابن مسعود تو خلیفہ نہیں تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود اس وقت خلیفہ کے نائب تھے۔

(بدائع الصنائع ج ۷ ص ۴۰، تبیین الحقائق ج ۳ ص ۱۹۷۔۱۹۶، المنتقی ج ۳ ص ۱۴۲، الفروع ج ۶ ص ۸۲)

جس مرد نے قرآن مجید کی تکذیب کی تھی اس کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تکفیر نہیں کی، اس کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تکذیب کرتا ہے یعنی اپنی جہالت سے بعض آیات کا انکار کرتا ہے، اس سے حضرت ابن مسعود کی یہ مراد نہیں تھی کہ وہ حقیقی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اگر وہ حقیقی تکذیب کرتا تو کافر ہو جاتا اور اس پر مرتدین کے احکام جاری ہو جاتے کیونکہ قرآن مجید کے ایک حرف کا انکار بھی کفر ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۶۱۔۶۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت ابن مسعود نے اس شخص پر شراب نوشی کی وجہ سے جو حد لگائی اس کی علامہ نووی شافعی کی طرف سے تاویلات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے شراب کی بدبو محسوس کی تو اس پر حد لگائی۔

امام مسلم کی روایت میں ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم یہاں سے مت جانا حتیٰ کہ میں تم پر حد لگا دوں، پس میں نے اس پر حد لگا دی۔

علامہ نووی شافعی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس کو حد لگانا اس پر محمول ہے کہ ان کو حد لگانے کی ولایت حاصل تھی، بالعموم یا بالخصوص وہ اس میں خلیفہ کے نائب تھے اور یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس مرد نے بلا عذر شراب پینے کا اعتراف کر لیا تھا ورنہ صرف شراب کی بدبو سے کسی شخص پر حد واجب نہیں ہوتی اور یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس نے جہالت کی وجہ سے قرآن مجید کی بعض آیات کا انکار کیا تھا کیونکہ اگر وہ حقیقتاً ان آیات کی تکذیب کرتا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کو کافر قرار دے دیتے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ جو شخص کسی ایک حرف کا بھی انکار کرے جس کے قرآن ہونے پر اجماع ہو تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔ الی آخرہ۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود نے اس پر حد لگائی، اس سے مراد یہ ہے کہ حد لگانے کا حضرت ابن مسعود کی طرف اسناد مجازاً ہے یعنی انہوں نے خلیفہ تک اس کا یہ جرم پہنچایا، پھر خلیفہ کے حکم سے اس پر حد لگائی، پس وہ حد لگانے کا سبب تھے تو اس حدیث میں سبب کی طرف اسناد ہے اور یہ اسناد مجازی ہے اور پہلا احتمال زیادہ واضح ہے۔

حضرت ابن مسعود کے حد لگانے کی علامہ قرطبی مالکی کی طرف سے تاویلات اور ان پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ ھ نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر اس لیے خود حد لگائی کیونکہ خلیفہ نے حد لگانے کا منصب ان کے سپرد کر دیا تھا اور ان کو اس پر ولایت حاصل تھی، دوسری تاویل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کی طرف سے اس واجب کام کو ادا کیا، تیسری تاویل یہ ہے کہ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے کہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء میں کوفہ کے گورنر تھے۔ علامہ قرطبی کی عبارت ختم ہوئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ قرطبی کی دوسری تاویل عمدہ ہے اور آخری تاویل میں علامہ قرطبی اس بات سے غافل رہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ واقعہ حمص کا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حمص کے گورنر تھے بلکہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حمص میں جہاد کرنے کے لیے گئے تھے۔

محض شراب کی بدبو کی وجہ سے شراب کی حد لگانے کے متعلق فقہاء مالکیہ، حنفیہ، شافعیہ اور حنبلیہ کے مذاہب

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان فقہاء کے خلاف حجت ہے جو صرف شراب کی بدبو کی وجہ سے حد لگانے کو منع کرتے ہیں جیسے فقہاء احناف ہیں اور امام مالک اور ان کے اصحاب اور اہل حجاز کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے کیونکہ فقہاء شافعیہ شراب کی بدبو کی وجہ سے حد لگانے کو واجب کہتے ہیں اور مانعین یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ احتمال ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص نے شراب نوشی کا اقرار کر لیا ہو اس وجہ سے شراب کی بدبو کی وجہ سے حد لگانے کی دلیل ساقط ہوگئی اور علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ نے ''المغنی'' میں یہ بیان کیا ہے کہ محض شراب کی بدبو کی وجہ سے شراب کی حد لگانے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ صرف شراب کی بدبو کی وجہ سے حد نہ لگائی جائے بلکہ اس کے ساتھ قرینہ بھی ضروری ہے مثلاً یہ کہ وہ نشہ کی حالت میں پایا گیا ہو یا یہ کہ وہ ایسی جماعت کے ساتھ

Marfat.com

پایا گیا ہو جو فسق میں مشہور ہوں اور ان سے شراب بھی ملی ہو اور ان میں سے کسی ایک سے شراب کی بدبو آ رہی ہو۔

علامہ ابن المنذر نے بعض متقدمین سے یہ نقل کیا ہے کہ محض شراب کی بدبو سے اس وقت حد واجب ہوتی ہے جب کسی شخص کے متعلق یہ مشہور ہو کہ وہ دائماً شراب پیتا ہے۔

اور اسی تفصیل کے مطابق کہا گیا ہے کہ جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کو یہ شک ہو کہ آیا اس سے ہوا خارج ہوئی یا نہیں، پس اگر اس کو بدبو بھی آئی ہو تو یہ اس کے وضو ٹوٹنے کی دلیل ہوگی، پس وہ نماز چھوڑ کر وضو کرے اور اسی پر محمول ہے کہ جب اس کو صرف ہوا خارج ہونے کا شک ہو اور بدبو آنے کا قرینہ نہ ہو تو پھر وہ وضو نہیں کرے گا اور ہم ان شاء اللہ کتاب الحدود میں اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کریں گے۔

اس شخص کی تکذیب قرآن کے باوجود اس کو کافر نہ قرار دینے کے متعلق علامہ نووی شافعی کے جواب پر حافظ ابن حجر کا تبصرہ

علامہ نووی نے تیسرے اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے اس شخص کے انکار قرآن کے باوجود اس کو اس لیے کافر نہیں قرار دیا کہ اس نے جہالت کی وجہ سے قرآن مجید کی بعض آیات کی تکذیب کی تھی ورنہ جو قرآن مجید کے ایک حرف کا بھی انکار کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ علامہ نووی کا یہ جواب بہت عمدہ ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ اس مرد نے حضرت ابن مسعود کو جھوٹا کہا ہو اور قرآن مجید کی تکذیب نہ کی ہو اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس نے کہا: یہ آیت اس طرح نازل نہیں ہوئی، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اس آیت کے نازل ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جس کیفیت اور قراءت کے ساتھ اس آیت کو پڑھ رہے تھے اس نے حضرت ابن مسعود کی اس قراءت کا انکار کیا تھا اور اس کی مزید بحث ان شاء اللہ کتاب الطلاق میں آئے گی۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۰۔۱۸۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کی اسی شرح کو اپنے طریقہ سے لکھ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۷۔۳۶)

۵۰۰۲۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ أَيْنَ أُنْزِلَتْ وَلَا أُنْزِلَتْ آيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ فِيمَ أُنْزِلَتْ وَلَوْ أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنِّي بِكِتَابِ اللّٰهِ تُبَلِّغُهُ الْإِبِلُ لَرَكِبْتُ إِلَيْهِ۔

(صحیح مسلم: ۲۴۶۳، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۰۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۷۱۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! کتاب اللہ کی جو سورت بھی نازل کی گئی مجھے اس کے متعلق یہ علم ہوتا ہے کہ یہ سورت کہاں نازل ہوئی اور کتاب اللہ کی جو آیت بھی نازل ہوئی مجھے اس کے متعلق یہ علم ہوتا ہے کہ یہ آیت کن لوگوں کے متعلق نازل کی گئی اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ کوئی ایک شخص بھی مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا ہے اور وہ اونٹوں کے سفر کی مسافت پر ہوتا تو میں ضرور

سفر کر کے اس کے پاس جاتا۔

ضرورت کے وقت بغیر فخر کے خود اپنی فضیلت بیان کرنے کا جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے علم ہوتا کہ کوئی ایک شخص بھی مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا ہے اور وہ اونٹوں کے سفر کی مسافت پر ہوتا تو میں ضرور سفر کر کے اس کے پاس جاتا۔

امام ابوعبیدۃ نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اونٹ مجھے اس شخص تک پہنچا دیں گے جس کو مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب یاد ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اونٹوں پر سفر کی قید اس لیے لگائی ہے کہ وہ سمندری سفر نہیں کرتے تھے اس لیے خشکی کے سفر کی قید لگائی یا اس وجہ سے کہ ان کو یہ یقین تھا کہ کوئی انسان ان سے زیادہ قرآن کا علم نہیں رکھتا، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان بہ قدر ضرورت اپنی فضیلت کو ظاہر کر سکتا ہے اور اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے اور جن احادیث میں اپنی فضیلت خود بیان کرنے کی مذمت ہے وہ اس پر محمول ہیں کہ جب انسان فخر اور کبر کی وجہ سے اپنی فضیلت کو بیان کرے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی بعینہ یہی شرح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۰۰۳۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو زَيْدٍ تَابَعَهُ الْفَضْلُ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کس نے قرآن مجید جمع کیا تھا؟ انہوں نے کہا: چار مردوں نے وہ سب انصار میں سے تھے: حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہم"۔

اس حدیث میں حفص بن عمر کی متابعت الفضل نے کی ہے از حسین بن واقد از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۱۰ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عہد رسالت میں قرآن مجید کو جمع کرنے والے جن چار صحابہ کا ذکر ہے ان میں سے چوتھے صحابی حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا نام قیس بن السکن بن قیس بن زعوراء بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار ہے۔

یہ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں حاضر تھے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں چودہ (۱۴) ہجری میں شہادت پائی، اور امام

Marfat.com

ذہبی نے الاسماء میں ان کا نام قیس بن سکن بن بنی عدی بن النجار لکھا ہے، اور ابوزید بدری صحابی ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا اور علامہ ذہبی نے ''الکنی'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابوزید اوسی ہیں اور دوسرا قول ہے کہ وہ معاذ انصاری ہیں جنہوں نے قرآن کو جمع کیا تھا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

ان چار انصاری صحابہ میں سے تیسرے صحابی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں جو کاتب وحی تھے۔ غزوۂ بدر کے وقت یہ کم سن تھے اور کہا گیا ہے کہ یہ غزوۂ احد میں حاضر تھے۔

روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں بنو مالک بن النجار کا جھنڈا حضرت عمارۃ بن حزم کے پاس تھا، پس وہ جھنڈا ان سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور فرمایا: ''ان کو تم سے بہت زیادہ قرآن یاد ہے''۔

(المستدرک ج ۳ ص ۴۲۱، الاستیعاب ج ۲ ص ۱۱) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۰ ص ۴۱۸۔۴۱۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

امام صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۳۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت بن الضحاک بن زید بن لوذان ابن عمرو البخاری رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور انصار کے سرداروں میں تھے، بیعت الرضوان میں حاضر تھے، اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں تلاوت کی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قرآن مجید جمع کیا اور یرموک کی غنیمتوں کی تقسیم پر مامور کیے گئے، ان سے بانوے (۹۲) احادیث مروی ہیں۔ پانچ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور چار (۴) احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں اور ایک (حدیث) میں امام مسلم منفرد ہیں۔

حضرت زید بن ثابت سے روایت کرنے والوں میں ابن عمر، انس، سلیمان یسار، خارجہ بن زید رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

یحییٰ بن سعید نے کہا: جب حضرت زید کا انتقال ہو گیا تو حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: اس امت کے سب سے بہتر شخص کا انتقال ہو گیا ہے۔ پینتالیس (۴۵) ہجری میں ان کا انتقال ہوا اور کہا گیا ہے کہ اس وقت ان کی عمر اسی (۸۰) سال تھی اور یہ بھی قول ہے کہ اس وقت ان کی عمر اکاون (۵۱) سال تھی۔ (خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۸۴۔۳۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث میں مذکور چاروں انصاری صحابہ کے اسماء اور حضرت ابوزید کے متعلق متعدد اقوال

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں:

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ کا نام قیس بن السکن ہے، یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور حضرت ابوعبید کے پل کے دن ان کو حضرت عمر کی خلافت میں شہید کیا گیا، ان کی اولاد نہیں تھی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور وہ ابن الضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک النجار ہیں۔

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، یہ ابن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ ہیں جو عدی بن عمرو بن مالک بن النجار کے بھائی ہیں، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ان کے مناقب میں گزر چکا ہے۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، ان کا نام عویمر بن زید بن قیس بن عبسہ بن امیہ بن مالک بن عامر ہے جو عدی کے بیٹوں کے بھائی ہیں جو ثعلبہ کے بھائی ہیں جو کعب بن الخزرج بن الحارث بن الخزرج کے بیٹے ہیں۔

بنو الحارث الخزرج میں الاوس ابن حارثہ کے بھائی ابوزید بھی ہیں اور ثابت بن زید غزوۂ احد میں اور اس کے بعد کے مشاہد میں حاضر تھے، دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کیا تھا، پھر وہ بصرہ میں چلے گئے، پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہو گئے۔

Marfat.com

اور حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ میرے دادا ہیں اور وہ ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کیا تھا اور وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ میں فوت ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: اس زمین میں علم کو دفن کر دیا گیا۔

اور تیسرے ابوزید سعد بن عبید بن النعمان اوسی ہیں یہ وہی ہیں، جن کو سعد القاری کہا جاتا ہے اور ان کے علاوہ صحابہ میں سے اور کسی کو قاری نہیں کہا گیا اور انصار میں یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کو جمع کیا اور قبیلۂ اوس میں ان کے علاوہ اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا تھا۔ یہ ان صحابہ میں سے ہیں جو بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر تھے، کہا گیا ہے کہ یہ جنگ قادسیہ میں سولہ ہجری میں شہید ہو گئے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۶۳۔ ۶۲، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

قرآن مجید کو جمع کرنے والے صرف قبیلہ خزرج، کے چار انصار مرد تھے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: قتادہ نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کس نے قرآن مجید جمع کیا تھا؟ انہوں نے کہا: چار مردوں نے وہ سب انصار میں سے تھے۔

امام طبری نے قتادہ کی سند سے اس حدیث کی ابتداء میں یہ ذکر کیا ہے کہ اوس اور خزرج کے دو قبیلوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا، پس اوس نے کہا: ہم میں سے چار مرد ہیں (جو بے نظیر ہیں): (۱) ان کے لیے عرش متحرک ہوا اور وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں (۲) ان کی گواہی دو مردوں کی گواہی کے برابر ہے اور وہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں (۳) ان کو وفات کے بعد فرشتوں نے غسل دیا اور وہ حضرت حنظلہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہیں (۴) ان کی لاش کی شہد کی مکھیوں نے حفاظت کی اور وہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں، پس خزرج نے کہا: ہم میں چار ایسے مرد ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا اور ان کے سوا کسی اور نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا یعنی حضرت ابوالدرداء، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ ان چار صحابہ کے علاوہ دیگر صحابہ نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا ہے اور اس اشکال کے نو جوابات

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ ان چار انصاری مردوں کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا ہے، پھر اس حدیث میں مذکور حصر کس طرح صحیح ہوگا، اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس حدیث میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے اس لیے ان چار صحابہ کے علاوہ دیگر صحابہ کا قرآن مجید جمع کرنا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ ان چار صحابہ کے علاوہ اور کسی نے قرآن مجید کو ان جمیع وجوہ اور جمع قراءات کے ساتھ جمع نہیں کیا جن وجوہ اور قراءات کے ساتھ قرآن مجید نازل ہوا تھا۔

(۳) قرآن مجید کی ناسخ اور منسوخ آیات کی تصریح کے ساتھ ان چار کے سوا اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا۔

(۴) اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ ان چار صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ اور آپ کے دہن اقدس سے سن کر قرآن مجید کو جمع کیا، اس کے برخلاف دوسرے صحابہ نے بالواسطہ سن کر قرآن مجید کو جمع کیا۔

Marfat.com

(۵) ان چار صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کر کے اس کی تعلیم دی اور وہ قرآن مجید کو جمع کرنے میں مشہور ہو گئے، اس کے برخلاف دوسرے صحابہ کا قرآن مجید کو جمع کرنا مخفی رہا، انہوں نے ریا کاری اور فخر کے خطرہ کی وجہ سے اپنے اس کام کو ظاہر نہیں کیا اور جن چار صحابہ نے اپنے اس کام کو ظاہر کیا تھا وہ ریا کاری اور فخر کے خطرہ سے مامون تھے۔

(۶) قرآن مجید کو جمع کرنے سے مراد ان کو لکھنا ہے اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ دوسرے صحابہ نے اپنے ذہن میں قرآن مجید کو حفظ کر لیا اور ان چار صحابہ نے قرآن مجید کو اپنے ذہن میں حفظ بھی کیا اور اس کو لکھ بھی لیا۔

(۷) اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ ان چار کے سوا کسی نے بھی یہ بیان نہیں کیا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو حفظ کر لیا، اس کے برخلاف دوسرے صحابہ نے آپ کی زندگی میں قرآن مجید کو حفظ نہیں کیا تھا بلکہ آپ کی وفات کے وقت قرآن مجید کو حفظ کیا تھا یہاں تک کہ قرآن مجید کی آخری آیت نازل ہو گئی، نیز جب قرآن مجید کی آخری آیت نازل ہوئی تو ان چار صحابہ کے علاوہ ان دوسرے صحابہ میں سے کوئی حاضر نہیں تھا جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا۔

(۸) اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جنہوں نے قرآن مجید کو سن کر اطاعت کی اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا کیونکہ امام احمد نے کتاب الزہد میں ابوالزاہریہ سے یہ روایت کی ہے کہ ایک مرد حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: میرے بیٹے نے قرآن مجید کو جمع کیا ہے تو انہوں نے کہا: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، قرآن کو جمع کرنے والا وہ ہے جو اس کو سن کر اس کی اطاعت کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ان اکثر جوابات میں تکلف ہے خصوصاً آخری جواب میں کیونکہ دوسرے قرآن کو جمع کرنے والے صحابہ بھی قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے والے تھے۔

(۹) یا اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ صرف خزرج نے قرآن مجید کو جمع کیا ہے نہ کہ اوس نے، پس یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ اوس اور خزرج کے علاوہ دیگر مہاجرین اور ان کے بعد تابعین نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا ہو اور اس جواب کا مستبعد ہونا مخفی نہیں ہے۔

ان چار صحابہ کے علاوہ دیگر صحابہ کے قرآن مجید جمع کرنے کے ثبوت میں احادیث صحیحہ

(۱) جو چیز بہ کثرت احادیث سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں قرآن مجید کو جمع کر لیا تھا اور یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے صحن میں قرآن مجید پڑھتے تھے (صحیح البخاری: ۲۲۹۷) اور یہ اس پر محمول ہے کہ جتنا قرآن مجید نازل ہوتا تھا اس کو حضرت ابوبکر پڑھتے تھے اور اس میں کسی کو شک نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن اقدس سے قرآن مجید حاصل کرنے کی شدید حرص تھی اور وہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لازم رہتے تھے جیسا کہ ہجرت کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر صبح اور شام آتے تھے (صحیح البخاری: ۳۹۰۵) اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قوم کی امامت وہ مرد کرے جو اللہ کی کتاب کو سب سے زیادہ پڑھنے والا ہو (صحیح مسلم: ۶۷۳) اور یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہو گئے تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری: ۶۸۲) پس اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ قرآن پڑھنے والے تھے۔

(۲) یہ روایت گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ترتیب نزولی کے مطابق قرآن مجید کو جمع کیا تھا۔

(۳) امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے قرآن مجید کو

Marfat.com

جمع کیا اور میں ہر رات میں پورا قرآن پڑھتا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: "تم ایک مہینہ میں (پورا) قرآن پڑھو"۔ (الحدیث) (مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۴۶، صحیح ابن حبان: ۷۵۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۶۴، سنن نسائی: ج ۳ ص ۱۴۹)

(۴) اور یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۹۹۹)

اور یہ تمام صحابہ مہاجرین میں سے تھے یعنی حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت سالم رضی اللہ عنہم۔

(۵) اور امام ابوعبید نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے قرآن مجید کے قاری تھے، پس انہوں نے مہاجرین میں سے خلفاء اربعہ کو شمار کیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو مردوں میں سے شمار کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو عورتوں میں سے شمار کیا، لیکن ان میں سے بعض حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآن مجید کو جمع کیا، سو یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور کے حصر کے خلاف نہیں ہے۔

(۶) اور امام ابن ابوداؤد نے "کتاب الشریعہ" میں مہاجرین میں سے حضرت تمیم بن اوس داری اور حضرت عقبہ بن عامر کو مہاجرین میں سے اور انصار میں سے حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت معاذ ابوحلیمہ اور حضرت مجمع بن حارثہ اور حضرت فضالہ بن عبید اور حضرت مسلمہ بن مخلد وغیرہم رضی اللہ عنہم کو شمار کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ ان میں سے بعض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآن مجید کو جمع کیا ہے۔

(۷) اور جن صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا ان میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابوعمرو والدانی رضی اللہ عنہما بھی ہیں اور بعض متاخرین نے کہا کہ قرآن مجید کے قراء میں حضرت عمرو بن العاص اور حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی تقریباً یہی تقریر لکھی ہے، اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں:

(۱) اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو جمع کیا، اس کا امام ابن عساکر نے ذکر کیا ہے۔

(۲) امام ابوعبید بن سلام نے ایک طویل حدیث میں ذکر کیا ہے کہ الدانی سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری اور حضرت مجمع بن جاریہ نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا ہے۔

(۳) علامہ ابن حبیب نے "المحبر" میں ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صحابہ کی ایک جماعت نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا۔

(۴) اور ابن الاثیر نے کہا کہ جن صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کیا وہ حضرت قیس بن السکن اور حضرت ام ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہما ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ بنت عبداللہ بن الحارث ہیں اور امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا۔

(۵) اور امام ابوعبیدہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے قرآن کے قاری تھے، انہوں نے چار خلفاء راشدین کا ذکر کیا اور حضرت طلحہ، حضرت سعد، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت سالم، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن السائب،

حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کا مردوں میں اور عورتوں میں سے حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن کا ذکر کیا۔

(۶) امام ابن ابوداؤد نے مہاجرین میں سے حضرت تمیم بن اوس الداری اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما کا بھی ذکر کیا ہے اور انصار میں سے حضرت معاذ ابوحلیمہ اور حضرت فضالہ بن عبید اور حضرت مسلمہ بن مخلد کا ذکر کیا ہے۔

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت میں قرآن مجید پڑھ چکا تھا اور اس وقت میری عمر دس سال تھی۔

اس سوال کا جواب کہ اگر قرآن کو جمع کرنے میں ان چار صحابہ کا حصر نہیں ہے تو پھر ان چار صحابہ کو خصوصیت سے کیوں ذکر کیا ہے

علامہ عینی لکھتے ہیں: قاضی ابوبکر نے کہا ہے کہ جب اس حدیث میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہے تو ان چار صحابہ کا خصوصیت سے ذکر کرنے کا کیا سبب ہے؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ متکلم کی اس میں کوئی غرض ہو یا یہ کہا جائے گا کہ یہ چار صحابہ بھی قرآن مجید کو جمع کرنے والوں میں سے ہیں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ بعض ملحدین نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید کے قرآن ہونے کی شرط تواتر ہے اور خبر متواتر وہ ہوتی ہے جس کے بیان کرنے والے اتنے کثیر تعداد میں ہوں کہ عقل کے نزدیک ان کا کذب پر اتفاق محال ہو تو میں کہوں گا: تواتر کا ضابطہ یہ ہے کہ اس کا یقینی علم ہو اور ان چار صحابہ کے قول سے یقین حاصل ہو جاتا ہے، نیز تواتر کی یہ شرط نہیں ہے کہ قرآن مجید کے ہر جز کو لوگ قبول کریں بلکہ اگر وہ اس کے مجموعہ کو بھی محفوظ کر لیں تو وہ تواتر ہو جائے گا اور قرآن مجید کے تمام اجزاء کو بے شمار لوگوں نے محفوظ کر لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۹۔ ۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صرف چار صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا، اس سے لازم آتا ہے کہ قرآن مجید متواتر نہ ہو

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور ان چار صحابہ کے سوا قرآن مجید کو اور کسی نے جمع نہیں کیا تھا یعنی حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہم کے سوا اور یہ حدیث قتادہ کی اس روایت کے دو وجہ سے خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چار صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا اور وہ سب انصار میں تھے، مخالفت کی یہ دو وجہیں حسب ذیل ہیں:

(۱) (صحیح البخاری: ۵۰۰۴) میں حصر کی تصریح ہے جب کہ قتادہ کی روایت میں حصر کی تصریح نہیں ہے۔

(۲) (صحیح البخاری: ۵۰۰۳) میں قتادہ کی روایت میں حضرت انس نے حضرت ابوالدرداء کی جگہ حضرت ابی بن کعب کا ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: پہلے اعتراض کا جواب کئی وجوہ سے دیا جا چکا ہے۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان چار کے سوا اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفس الامر میں بھی اسی طرح ہو، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ان چار کے سوا اور کسی کا علم نہیں تھا اور نہ وہ تمام صحابہ کے متعلق یہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ

Marfat.com

ان چار کے سوا اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا کیونکہ صحابہ کرام بہت کثیر تھے اور متعدد شہروں میں متفرق تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ خبر اسی وقت درست ہو سکتی ہے جب انہوں نے ہر صحابی سے الگ الگ ملاقات کی ہو اور ہر صحابی نے ان کو یہ خبر دی ہو کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع نہیں کیا اور یہ بات عادتاً بہت بعید ہے اس لیے اس کے بغیر چارہ نہیں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے علم کے اعتبار سے کہا کہ ان چار صحابہ کے سوا اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا اور یہ بات نہیں ہے کہ نفس الامر اور واقع میں ان چار کے سوا اور کسی نے قرآن مجید کو نہیں جمع کیا۔

اور علامہ مازری نے کہا: حضرت انس کے اس قول سے بعض ملحدین نے استدلال کیا کہ صرف چار صحابہ نے قرآن کو جمع کیا تھا اور صرف چار کے عدد سے تواتر لازم نہیں آتا، پس قرآن مجید کا متواتر ہونا ثابت نہیں ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول اپنے ظاہر پر محمول ہے، اور اگر ہم یہ مان لیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول اپنے ظاہر پر محمول ہے تو اس سے یہ کیسے لازم آئے گا کہ واقع اور نفس الامر میں بھی ان چار صحابہ کے علاوہ اور کسی صحابی نے قرآن مجید کو حفظ نہ کیا ہو کیونکہ ان چار صحابہ کے علاوہ صحابہ کرام کا ایک جم غفیر تھا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس جم غفیر میں سے کسی کو بھی قرآن مجید حفظ نہ ہو اور قرآن مجید کے متواتر ہونے کی یہ شرط نہیں ہے کہ ہر فرد کو قرآن مجید حفظ ہو بلکہ جب کل صحابہ نے کل قرآن مجید کو حفظ کر لیا یعنی ہر ایک نے اپنے اپنے حصے کا قرآن مجید حفظ کر لیا تو یہ قرآن مجید کے متواتر ہونے کے لیے کافی ہے۔

علامہ قرطبی نے اس پر یہ دلیل دی ہے کہ جنگ یمامہ میں ستر (۷۰) قاری شہید ہو گئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی بئر معونہ میں ستر قاری شہید ہو گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک سو چالیس (۱۴۰) سے زیادہ قرآن مجید کے حافظ اور قاری تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو کہا کہ صرف چار صحابہ قرآن کے حافظ تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا ان چار صحابہ کے ساتھ شدید تعلق تھا یا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت ان کے ذہن میں صرف یہی چار صحابہ مستحضر تھے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صحیح البخاری: ۵۰۰۳ میں حضرت ابو الدرداء کی جگہ حضرت ابی بن کعب کا ذکر کیا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (صحیح البخاری: ۵۰۰۳) پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے ان چار صحابہ میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ الاسماعیلی نے کہا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں (صحیح البخاری: ۵۰۰۳ اور ۵۰۰۴) مختلف ہیں اور جب دو حدیثیں متباین ہوں تو دونوں صحیح نہیں ہو سکتیں بلکہ دونوں میں سے کوئی ایک صحیح ہو گی اور امام بیہقی نے وثوق سے کہا ہے کہ اس حدیث (صحیح البخاری: ۵۰۰۴) میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا ذکر وہم ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا ذکر محفوظ نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحت میں برابر نہیں ہیں کیونکہ قتادہ کی سند امام بخاری کی شرط کے موافق ہے اور امام بخاری کی دو میں سے ایک روایت میں ثمامہ نے قتادہ کی موافقت کی ہے اور ثابت کی سند (صحیح البخاری: ۵۰۰۴) بھی امام بخاری کی شرط کے موافق ہے اور اس دوسری روایت میں ثمامہ نے قتادہ کی موافقت کی ہے اور حضرت عمر کی حدیث پر قتادہ کی حدیث کو ترجیح ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اور وہ حدیث اس باب کی احادیث کے آخر میں ہے۔

اور ہوسکتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو دو وقتوں میں بیان کیا ہو، ایک مرتبہ انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور دوسری مرتبہ حضرت ابی بن کعب کی جگہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا۔

اور امام ابن ابوداؤد نے محمد بن کعب القرظی کی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پانچ انصار نے قرآن مجید کو جمع کیا: (۱) حضرت معاذ بن جبل (۲) حضرت عبادہ بن الصامت (۳) حضرت ابی بن کعب (۴) حضرت ابو الدرداء (۵) حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہم۔ یہ حدیث مرسل ہے، اس کے باوجود اس کی سند حسن ہے اور یہ حدیث عبداللہ بن المثنیٰ کی حدیث (صحیح البخاری: ۵۰۰۴) کی جید شاہد ہے کیونکہ اس میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اگرچہ عدد اور معدود میں اس کا اختلاف ہے۔

اور شعبی کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چھ صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا، ان میں حضرت ابو الدرداء، حضرت معاذ اور حضرت ابو زید اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ چار وہ صحابہ ہیں جن کا عبداللہ بن مثنیٰ کی روایت (۵۰۰۴) میں ذکر کیا گیا ہے۔

پس اللہ ہی کے لیے امام بخاری کی خیر کثیر ہو جو حدیث کی اکثر اسانید پر مطلع ہیں اور اس روایت مرسلہ سے عبداللہ بن المثنیٰ کی روایت (صحیح البخاری: ۵۰۰۴) کی قوت ظاہر ہوگئی اور یہ معلوم ہوگیا کہ ان کی روایت اصل ہے۔ واللہ اعلم

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ شاید سننے والے کا یہ اعتقاد تھا کہ ان چاروں نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے قرآن کو جمع کیا تھا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس سننے والے کا رد کیا اور حصر کے صیغہ کے ساتھ کہا اور مبالغۃً یہ دعویٰ کیا کہ صرف ان چار صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا اور اس سے دوسرے صحابہ کے قرآن جمع کرنے کی نفی لازم نہیں آتی۔ واللہ اعلم۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ کے اعتراض کے جواب میں حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی وضاحت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے صحیح البخاری میں قتادہ کی یہ روایت ذکر کی ہے: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کس نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا: چار مردوں نے اور وہ سب انصار میں سے تھے: (۱) حضرت ابی بن کعب (۲) حضرت معاذ بن جبل (۳) حضرت زید بن ثابت (۴) حضرت ابو زید رضی اللہ عنہم۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۰۰۳، ص ۹۰۵، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۳۱ھ)

پھر امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ایک اور سند سے ذکر کی، وہ یہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور چار مردوں کے سوا اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا تھا:

(۱) حضرت ابو الدرداء (۲) حضرت معاذ بن جبل (۳) حضرت زید بن ثابت (۴) حضرت ابو زید رضی اللہ عنہم۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۰۰۴، ص ۹۰۵، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۳۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: ان دونوں حدیثوں میں تکلف ہے:

(۱) صحیح البخاری: ۵۰۰۴، میں حصر کے صیغہ کی تصریح ہے اور صحیح البخاری ۵۰۰۳، میں حصر کے صیغہ کا ذکر نہیں ہے۔

(۲) صحیح البخاری: ۵۰۰۴، میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی جگہ ذکر ہے۔

رہا صیغہ حصر کا اعتراض تو میں اس کے تقریباً دس جوابات لکھ چکا ہوں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

رہا دوسرا اعتراض کہ صحیح البخاری: ۵۰۰۴ میں حضرت ابی بن کعب کی جگہ حضرت ابوالدرداء کا ذکر ہے تو اس کے متعلق الاسماعیلی نے وثوق سے کہا ہے کہ ان دو حدیثوں میں سے لامحالہ کوئی ایک حدیث صحیح ہے اور امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے کہا ہے کہ پہلی حدیث صحیح ہے یعنی صحیح البخاری: ۵۰۰۳ جس میں حضرت ابی بن کعب کا ذکر ہے، اور علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے بھی اس طرح کہا ہے، اور امام بخاری کا ان دونوں حدیثوں کی روایت کرنا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں، لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کی ضرورت ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پانچ صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو حدیث بیان کی تو وہ حضرت ابی بن کعب کا ذکر کرنا بھول گئے یعنی صحیح البخاری: ۵۰۰۴، میں حضرت ابوالدرداء کا ذکر ہے اور حضرت ابی بن کعب کا ذکر نہیں ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کا ذکر کرنا بھول گئے۔

اور جن محدثین نے صحیح بخاری کی اس روایت کو ترجیح دی ہے جس میں حضرت ابی بن کعب کا ذکر ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب کی قرآن مجید کو جمع کرنے میں زیادہ شہرت تھی لیکن حضرت ابوالدرداء کا ذکر ایک روایت مرسلہ میں ہے جس کے تمام رجال ثقہ ہیں، پس ان دونوں حدیثوں میں سے ہر ایک کی وجہ ترجیح ہے، پس یہ دونوں حدیثیں برابر ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی کے اعتراض کی تقریر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے جو جواب لکھا ہے اس جواب کو ان سے پہلے علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھ چکے ہیں، اور گویا کہ حافظ ابن حجر نے ان کے جواب کو پسند کیا اور ان پر اعتراض نہیں کیا حالانکہ حافظ ابن حجر کی عادت یہ ہے کہ جب وہ علامہ کرمانی کی عبارت کا کچھ حصہ نقل کرتے ہیں تو اس پر رد کرتے ہیں اور یہاں انہوں نے اپنی اس عادت کی مخالفت کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ علامہ کرمانی کی اس شرح پر راضی تھے کہ یہ احتمال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو دو مرتبہ بیان کیا جب کہ اصل حدیث بھی واحد ہے اور راوی بھی واحد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۔ ۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: علامہ عینی کو ایک بات یاد رہی اور بہت سی باتیں ان کے ذہن سے غائب تھیں اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب دو حدیثوں کا مخرج واحد ہو اور وہ حدیثیں مختلف ہوں تو پھر ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دی جاتی ہے اور جب ان کا مخرج واحد نہ ہو تو ان حدیثوں کو تعدد پر محمول کیا جاتا ہے اور ترجیح کا تقاضا یہ ہے کہ اس حدیث کو ترجیح دی جائے جس میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، لیکن اس کا معارض یہ ہے کہ ایسی روایات موجود ہیں جن میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا ذکر موجود ہے اور وہ بھی ثقہ روایات ہیں، لہٰذا اب حضرت ابی بن کعب والی روایت کو ترجیح دینے کی بجائے یہ متعین ہو گیا کہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابوالدرداء والی دونوں حدیثوں میں تطبیق دی جائے اور یہ کہا جائے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث دو مرتبہ بیان کی اور ہر مرتبہ وہ ایک صحابی کا ذکر کرنا بھول گئے کیونکہ در اصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پانچ صحابہ قرآن مجید کو جمع کرنے والے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب کا ذکر کیا اور حضرت ابوالدرداء کا ذکر کرنا بھول گئے جیسا کہ صحیح بخاری: ۵۰۰۳ میں ہے اور دوسری مرتبہ انہوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا بھول گئے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۷۷۔ ۲۷۵، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

قتادہ کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوزید کی وفات ہوگئی اور وہ بدری صحابی تھے اور انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم ان کے وارث ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ وہ یعنی حضرت ابوزید میرے چچاؤں میں سے ایک ہیں، اس سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جنہوں نے کہا کہ اس ابوزید مذکور کا نام حضرت سعد بن عبید بن نعمان ہے جو عمرو بن عوف کے بیٹوں میں سے ایک ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خزرجی ہیں اور حضرت سعد بن عبید اوسی ہیں، اور جب یہ بات اس طرح ہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد بن عبید بھی ان صحابہ میں سے ہوں جنہوں نے قرآن کو جمع کیا تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس پر مطلع نہیں ہوئے۔

اور ابو احمد العسکری نے کہا کہ حضرت سعد بن عبید کے سوا اوس میں سے کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا اور محمد بن حبیب نے ''المحبر'' میں بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبید ان صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کیا تھا۔

اور امام ابن ابوداؤد نے ذکر کیا ہے کہ جن لوگوں نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا، ان میں سے حضرت قیس بن ابی صعصعہ ہیں اور وہ خزرجی ہیں اور پہلے گزر چکا ہے کہ ان کی کنیت ابوزید ہے، اور حضرت سعد بن المنذر بن اوس بن زہیر وہ بھی خزرجی ہیں لیکن میں نے یہ تصریح نہیں دیکھی کہ ان کی کنیت بھی ابوزید ہو، پھر میں نے امام ابن ابوداؤد کی وہ روایت دیکھی جس سے اس اشکال کی جڑ کٹ جاتی ہے کیونکہ انہوں نے امام بخاری کی شرط کے موافق از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا ان کا نام قیس بن السکن ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوزید ہم بنو عدی بن النجار میں سے ایک مرد تھے اور وہ میرے چچاؤں میں سے ایک تھے اور وہ فوت ہو گئے اور انہوں نے اولاد نہیں چھوڑی اور ہم ان کے وارث ہیں۔

امام ابن ابوداؤد نے کہا: ہمیں انس بن خالد انصاری نے حدیث بیان کی اور کہا: وہ قیس بن السکن ہیں جو بنو عدی بن النجار کی شاخ زعوراء میں سے تھے، امام ابن ابوداؤد نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب ان کی وفات ہوئی تھی، پس ان کا علم بھی رخصت ہو گیا اور اس کو ان سے حاصل نہیں کیا گیا اور حضرت ابوزید بیعت عقبہ کرنے والے تھے اور بدری صحابی تھے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں وہی سب لکھا ہے جو حافظ ابن حجر عسقلانی لکھ چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۰۰۴- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ وَثُمَامَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَمْ يَجْمَعِ الْقُرْآنَ غَيْرُ أَرْبَعَةٍ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو زَيْدٍ قَالَ وَنَحْنُ وَرِثْنَاهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ثابت البنانی نے اور ثمامہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور چار صحابہ کے سوا کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا تھا (وہ چار صحابہ یہ ہیں:) حضرت ابوالدرداء، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہم، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اور ہم ان کے وارث ہیں (یعنی حضرت ابوزید کے)۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۱۰ میں گزر چکی ہے۔

ان لوگوں کا رد جنہوں نے کہا: حضرت ابوزید کا نام حضرت سعد بن عبید ہے اور ان کا منشاء غلطی یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبید بھی قرآن مجید کو جمع کرنے والے تھے لیکن وہ اوسی ہیں اور حضرت انس خزرجی تھے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس نے کہا: ہم ابوزید کے وارث ہیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مناقب میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ میرے چچاؤں میں سے ایک ہیں اور غزوۂ بدر میں دوسری سند کے ساتھ۔

۵۰۰۵۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ أُبَيٌّ أَقْرَؤُنَا وَإِنَّا لَنَدَعُ مِنْ لَحَنِ أُبَيٍّ وَأُبَيٌّ يَقُولُ أَخَذْتُهُ مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَلَا أَتْرُكُهُ لِشَيْءٍ قَالَ اللهُ تَعَالَى ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا﴾ (البقرہ:۱۰۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از سفیان از حبیب بن ابی ثابت از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابی (بن کعب) رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ قاری ہیں لیکن حضرت ابی جہاں غلطی کرتے ہیں ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں، (حضرت ابی بعض منسوخ التلاوت آیات کو بھی پڑھتے تھے) اور حضرت ابی یہ کہتے تھے کہ میں نے تو اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن اقدس سے سنا ہے میں اس آیت کو کسی کے کہنے کی وجہ سے نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت عمر نے کہا: اللہ نے تو خود فرمایا ہے: مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا (البقرہ:۱۰۶) جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا جس آیت کو ہم ذہنوں سے محو کر دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس کی مثل آیت لے آتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابی بن کعب کے زیادہ قاری اور حضرت علی کے زیادہ عالم القضا ہونے کی حدیث بخاری کی مزید تخریج

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح البخاری: ۴۴۸۱، میں بھی مذکور ہے، اس میں یہ روایت اس طرح ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم میں سب سے عمدہ قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور ہم میں سب سے زیادہ قضا کو جاننے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام بخاری نے اسی طرح یہ حدیث موقوف روایت کی ہے اور امام ترمذی وغیرہ نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اس کا متن حسب ذیل ہے:

Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: "میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں اور اللہ کے دین میں سب سے زیادہ متشدد عمر ہیں اور سب سے زیادہ حیا کرنے والے عثمان ہیں اور سب سے زیادہ قضا کو جاننے والے علی بن ابی طالب ہیں اور سب سے زیادہ کتاب اللہ کے قاری ابی بن کعب ہیں اور سب سے زیادہ حلال اور حرام کو جاننے والے معاذ بن جبل ہیں اور سب سے زیادہ علم وراثت کو جاننے والے زید بن ثابت ہیں، سنو! ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۱۶، سنن ابن ماجہ: ۱۵۴، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۱۰، المستدرک ج ۳ ص ۴۲۲، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۳۸۷، المعجم الصغیر للطبرانی ج ۱ ص ۲۰۱، مشکوٰۃ: ۶۱۱۱، صحیح ابن حبان: ۲۲۱۸، کنز العمال: ۳۱۷۵۳، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۲۲، شرح السنۃ للبغوی ج ۶ ص ۲۱۶، کامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۰۹۷، مشکل الآثار ج ۱ ص ۳۵۰)

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ قضا کو جاننے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۸ ۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

جس حدیث میں یہ اضافہ ہے "سب سے زیادہ قضا کو جاننے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے" کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اکثر روایات میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب ہم میں سب سے زیادہ قاری ہیں۔ حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ ھ نے اپنی "کتاب الاطراف" میں لکھا ہے کہ صدقہ کی روایت میں حضرت علی کا ذکر نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ نسفی کی روایت میں امام بخاری کی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ثابت ہے۔ اس حدیث کے شروع میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ قضا کے عالم تھے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ قرآن کے قاری تھے، اور الدمیاطی نے اپنے نسخہ میں اس باب کی حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اور وہ درست نہیں ہے کیونکہ الفربری کی روایت میں حضرت علی کا ذکر نہیں ہے۔ انہی کے نسخہ پر الدمیاطی کے نسخہ کا مدار ہے اور سورۃ البقرہ کی تفسیر میں از عمرو بن علی از یحییٰ القطان کی سند سے یہ حدیث گزر چکی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر سب کے نزدیک ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکور الصدر عبارت پر اعتراض

علامہ عینی لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر کا یہ قول جید نہیں ہے کہ یہ عبارالفربری کے نسخہ سے ساقط ہے جس پر حافظ الدمیاطی کی روایت کا مدار ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ عبارت بہت عجیب ہے اور یہ حافظ الدمیاطی پر کیسے انکار کر رہے ہیں حالانکہ اس سے پہلے النسفی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور جو چیز حافظ الدمیاطی کے لیے ظاہر ہوئی ہے وہی چیز اس قائل کے لیے بھی ظاہر ہوئی ہے اسی لیے اس نے انکار کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا علامہ عینی حنفی کے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اگر علامہ عینی کے اعتراضات میں سے صرف یہی ایک اعتراض ہوتا تو وہ ان کی قوانین روایت سے جہالت کے

Marfat.com

اقرار کے لیے کافی تھا کیونکہ حافظ الدمیاطی نے صحیح البخاری کی شرح کا قصد نہیں کیا اور نہ اس حدیث کی تمام اسانید کو جمع کرنے کا قصد کیا ہے جیسا کہ شارحین کی عادت ہے۔ وہ کبھی اپنے حاشیہ میں ایک فائدہ لکھ دیتے ہیں، پھر جب کبھی اس سے کوئی چیز رہ جائے تو اس کو بعد میں لکھ کر اس کی تلافی کرتے ہیں اور یہاں پر انہوں نے اس حدیث کے ساتھ حدیث کا یہ ٹکڑا ملا دیا: "ہم میں سب سے زیادہ قضا کے عالم حضرت علی تھے" اس کو انہوں نے فربری کی سند سے ذکر کیا ہے ہر چند کہ یہ فربری کی روایت میں نہیں ہے اور اگر یہ معترض اس فن کے قوانین کی صرف اتنی ہی مقدار کو جانتا ہوتا تو وہ ہماری اس عبارت پر اعتراض نہ کرتا۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۷۸۔ ۲۷۷، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

شیخ سلیم اللہ خان کا یہ بیان کرنا کہ لحن کا معنی قراءت ہے اور مصنف کا اس پر تعاقب

صحیح البخاری: ۵۰۰۵ میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حضرت ابی بن کعب کے لحن کو چھوڑتے ہیں۔

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے اپنی شرح میں لکھا ہے: لحن سے قراءت مراد ہے۔

(کشف الباری، کتاب فضائل القرآن ص ۲۷، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

میں کہتا ہوں: لغت کی کسی مستند کتاب میں لحن کا معنی قراءت نہیں ہے۔

مستند کتب لغت میں لحن کا معنی

امام اللغت خلیل بن احمد الفراہیدی المتوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

لحن کا معنی ہے: قراءت میں درست اور صحیح لفظ کو ترک کرنا۔ (کتاب العین ج ۳ ص ۱۶۲۸، مطبعہ باقری، قم ایران، ۱۴۱۴ھ)

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری المتوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں:

لحن کا معنی ہے: اعراب میں خطا کرنا اور لَحَّانَۃٌ کا معنی ہے: جو بہت زیادہ خطا کرتا ہو، اَلتَّلحِین کا معنی ہے: کسی کی خطا نکالنا، جس شخص کی قراءت بہت اچھی ہو یا جو بہت اچھا گانا گاتا ہو اس کو اَلْحَنُ النَّاس کہتے ہیں، اور لَحَنَ فِی کَلَامِہٖ کا معنی ہے: اس نے اپنے کلام میں خطا کی اور لَاحَنْتُ النَّاس کا معنی ہے: میں نے لوگوں سے تعریض کی۔

(الصحاح ج ۶ ص ۲۱۹۳۔ ۲۱۹۴، دار العلم للملایین، ۱۴۰۶ھ)

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

لحن کا معنی ہے: جہت استقامت سے عدول کرنا، جب کوئی شخص اپنے کلام میں صحیح لفظ سے عدول کرے تو کہا جاتا ہے: لحن فلانٌ فی کلامہ، اور اس کا معنی ہے: تعریض اور توریہ کرنا اور اس کا معنی ہے: عربی الفاظ کو صحیح اعراب کے ساتھ پڑھنا۔

حضرت عمر نے فرمایا تَعَلَّمُوا اللحن فی القرآن یعنی تم قرآن مجید کو لغت عرب کے اعراب کے ساتھ پڑھو۔

(سنن دارمی ج ۱ ص ۴۷۳، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۰۸)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابی بن کعب ہم میں سب سے اچھے قاری ہیں، ہم ان کے اکثر لحن سے اعراض کرتے ہیں یعنی ان کی لغت سے۔ (صحیح البخاری: ۵۰۰۵)

ابو میسرہ نے سبا: ۱۶ کی تفسیر میں کہا: اَلْعَرِم کا معنی یمن کی لحن میں تند و تیز سیلاب ہے یعنی یمن کی لغت میں۔

اور لحن کا معنی لہجہ اور طرز ہے، حدیث میں ہے:

Marfat.com

اقرؤوا القرآن بلحون العرب واصواتها۔ قرآن مجید کو عرب کے لہجوں اور آوازوں میں پڑھو۔

(شعب الایمان للبیہقی: ۲۶۴۹، مشکوٰۃ المصابیح: ۲۲۰۷)

(النہایہ ج ۴ ص ۲۰۹-۲۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

لحن کا معنی ہے: بنائی ہوئی آوازیں اور جب کوئی شخص طرز سے قرآن پڑھے تو کہتے ہیں: لَحَنَ فی قراءتِہٖ اور لحن کا معنی ہے: درست قراءت کو ترک کرنا، رَجُلٌ لَاحِنٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو خطا کرے، اور لَحَنَ الرَّجُلُ کہتے ہیں جب کوئی شخص اپنی زبان میں بات کرے، اور لَحَنَ کا معنی ہے: تعریض اور توریہ اور اَلْحَنَ فی کلامہ کا معنی ہے: وہ اپنے کلام میں خطا کرتا ہے۔ اس کے بعد وہی تفصیل ہے جو علامہ ابن الاثیر الجزری نے بیان کی ہے۔ (لسان العرب ج ۱۳ ص ۱۸۳-۱۸۲، دار صادر، بیروت، ۲۰۰۳ء)

علامہ محمد طاہر صدیقی پٹنی گجراتی التوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

لحن کا معنی ہے: کلام میں غلطی کرنا اور اس کا معنی ہے: تعریض اور توریہ اور کلام سے صحیح اعراب کو زائل کر کے پڑھنا اور اس کا معنی ہے: لغت اور زبان۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت ابی ہم میں سب سے اچھے قاری ہیں لیکن ہم ان کی اکثر لحن سے اعراض کرتے ہیں یعنی ان کی لغت سے، اور لحن کا معنی ہے: غلطی کرنا اور لحن کا معنی ہے: آواز اور لہجہ۔

(مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۴۸۷-۴۸۶ ملخصاً مکتبہ دار الایمان، المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۵ھ)

الامام اللغوی السید محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی الحنفی المصری التوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ زبیدی نے لحن کے وہی معنی لکھے ہیں جو النہایہ اور لسان العرب میں مذکور ہیں۔

(تاج العروس شرح القاموس ج ۹ ص ۳۳۲-۳۳۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

لوئیس معلوف الیسوعی التوفی ۱۸۶۷ء لکھتے ہیں:

لحن کا معنی ہے: اعراب کو غلط پڑھنا اور تعریض اور توریہ اور لحن کا معنی ہے: قراءت میں خطا کرنا اور ترنم اور لحن کا معنی ہے: لغت اور زبان۔ (المنجد فی اللغت ص ۷۱۷، انتشارات اسلام تہران، ایران، ۱۳۷۹ھ)

دس علماء دیوبند نے المنجد عربی کا ترجمہ کیا، اس میں لحن کے یہ معانی لکھے ہیں:

اعراب میں خطا کرنا، کسی سے کنایہ میں بات کرنا کہ وہی سمجھ سکے نہ کہ دوسرا، قصد کرنا، مائل ہونا، سمجھنا، دلیل جان لینا، قراءت میں ترنم کرنا اور سُر سے پڑھنا، بولنے کی طرز، اعراب کی غلطی، گانے کا ہنر۔ (المنجد اردو ص ۹۱۷-۹۱۶، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۹۴ء)

الحاج مولوی فیروز الدین لکھتے ہیں:

لحن کا معنی ہے: آواز، سریلی آواز، خوش آوازی، خوش الحانی۔ (فیروز اللغات ص ۱۱۵۲، فیروز سنز، لاہور، کراچی)

ہم نے ان متعدد کتب لغت سے لحن کے معانی لکھے ہیں اور کسی لغت میں بھی لحن کا معنی قراءت نہیں ہے جیسا کہ شیخ سلیم اللہ خان نے لکھا ہے۔

قراءت کی کتاب فوائد مکیہ میں لحن کا معنی

قاری عبد الرحمٰن مکی لکھتے ہیں: اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے لفظ کا حرف مع حرکت اور سکون کے ثابت رہے صرف بعض صفات جو تحسین حرف سے تعلق رکھتے ہیں اور غیر ممیزہ ہیں تو خوف عقاب اور تہدید کا ہے، پہلی قسم کی غلطیوں کو لحن جلی کہتے ہیں (چونکہ یہ

Marfat.com

ظاہری غلطیاں ہیں) اور دوسری قسم کی غلطیوں کو لحن خفی کہتے ہیں (یعنی جب کہ صفات غیر ممیزہ یا صفات عارضہ ادا نہ ہوں)
(فوائد مکیہ ص ۳۔۲، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کے کثیر الفاظ کو ان کے لحن یعنی ان کی لغت کی وجہ سے چھوڑ دیا اور حضرت ابی بن کعب کے الفاظ کو نہ چھوڑنے کی توجیہ

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی صحیح البخاری: ۴۴۸۱ کی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
صدقہ کی روایت میں مذکور ہے (صحیح البخاری: ۵۰۰۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم حضرت ابی بن کعب کے قول کو ان کے لحن کی وجہ سے چھوڑتے ہیں" اور لحن کا معنی ہے: لغت اور ابن خلاد کی روایت میں ہے کہ ہم حضرت ابی بن کعب کی کثیر قراءات کو چھوڑتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابی یہ کہتے تھے کہ میں ان الفاظ کو نہیں چھوڑوں گا جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب کے ان الفاظ کو نہ چھوڑنے کا سبب یہ ہے کہ انہیں ان الفاظ کے قرآن ہونے کا علم قطعی تھا اور جب کسی صحابی نے ان کو اس کے خلاف دوسرے الفاظ کی خبر دی تو ان کے نزدیک یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے الفاظ کے معارض نہیں تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بعض اوقات منسوخ التلاوت آیات بھی پڑھتے تھے، اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان آیات کو چھوڑ دیا کیونکہ حضرت عمر کے نزدیک بعض آیات کا منسوخ التلاوت ہونا ثابت اور واقع تھا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا۔ (البقرہ:۱۰۶) جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا جس آیت کو ہم ذہنوں سے محو کر دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس کی مثل آیت لے آتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں حضرت ابی بن کعب کی قراءت کو چھوڑنے کا سبب بیان کیا ہے کیونکہ حضرت ابی بعض اوقات ان آیات کی بھی تلاوت کرتے تھے جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی کیونکہ ان تک ان آیات کے منسوخ ہونے کی خبر نہیں پہنچی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے البقرہ: ۱۰۶ پڑھ کر یہ دلیل پیش کی کہ بعض آیات کا منسوخ التلاوت ہونا واقع ہو چکا ہے اور امام ابن ابی حاتم نے یہ روایت کی ہے کہ بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رات میں وحی نازل ہوتی اور آپ دن میں اس کو بھول جاتے تو اللہ تعالیٰ نے البقرہ: ۱۰۶ نازل فرمائی، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا کہ بعض آیات کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝ (الاعلیٰ:۶) ہم عنقریب آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے ۝
اور البقرہ: ۱۰۶ میں مذکور ہے: یا جس آیت کو ہم ذہنوں سے بھلا دیتے ہیں، اور امام ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ رات کو کوئی آیت نازل ہوتی اور دن میں آپ اس کو بھول جاتے اور یہ البقرہ: ۱۰۶ کے معارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ البقرہ: ۱۰۶ میں سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝ کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنی مگر جو اللہ چاہے، بے شک وہ ہر ظاہر اور پوشیدہ چیز

Marfat.com

کو جانتا ہے○ (الاعلیٰ: ۷) (فتح الباری ج ۵ ص ۷۹ ۴ ۔ ۴۸۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۹۔ بَابٌ: فَضْلِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

سورۂ فاتحہ کی فضیلت کا بیان

۵۰۰۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي فَدَعَانِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ أُجِبْهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي قَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللهُ ﴿اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ﴾ (الانفال: ۲۴) ثُمَّ قَالَ أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ قُلْتَ لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○﴾ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حبیب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابوسعید بن المعلّٰی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، پس میں آپ کے پاس نہیں گیا، (بعد میں) میں نے بتایا: یا رسول اللہ! بے شک میں نماز پڑھ رہا تھا تو آپ نے کہا: ''کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا: اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (الانفال: ۲۴) اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے حیات آفرین ہو۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو تمہارے مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن مجید کی عظیم سورت کی تعلیم نہ دوں''، پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا، پھر جب ہم نے مسجد سے نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا: رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی عظیم سورت کی تعلیم دوں گا، آپ نے پڑھا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ یہ السبع المثانی ہے (یعنی ایسی سات آیات جو دوبارہ نازل ہوئیں) اور یہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۷۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوسعید کی حدیث مذکور کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں، تاہم یہ حدیث سنن میں بھی مذکور ہے: سنن ابوداؤد: ۱۴۵۸، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۳۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۸۵۔

سورۂ فاتحہ کا نام ام الکتاب بھی ہے، اس کی توجیہ

ام کا معنی ہے، ہر چیز کی اصل اور ابتداء، اسی وجہ سے مکہ مکرمہ کو ام القریٰ کہا جاتا ہے کیونکہ تمام زمینیں مکہ کی زمین کے نیچے سے نکال کر پھیلائی گئی ہیں۔ (معانی القرآن للنحاس ج ۱ ص ۴۹۔ ۴۸) اور اسی وجہ سے اس کو الفاتحہ بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

سورۂ فاتحہ کے اور بھی متعدد اسماء ہیں، حسن بصری اور ابن سیرین کے نزدیک یہ اسماء مکروہ ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۹۷)

سورۃ الفاتحہ کی ایک آیت ہے: مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اور دین کا معنی جزا اور حساب ہے اور اللہ تعالیٰ کو مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ فرمایا کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مالک اور بادشاہ نہیں ہوگا اور نہ اس کے سوا کوئی جائے پناہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر حضرت ابوسعید کے فوراً نہ آنے کی توجیہ اور کسی کے بلانے پر نماز چھوڑ کر جانے کی تفصیل

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسعید کو بلایا اور اس وقت وہ نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوسعید نے یہ سمجھا کہ آپ نے ان کو نماز پڑھنے کے بعد بلایا ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فوراً بلایا تھا اور نماز میں کسی کو بلانا اور اس پر فوراً آنے کا واجب ہونا یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، اور کسی کے بلانے پر فرض نماز چھوڑ کر فوراً جانا واجب نہیں ہے، ہاں! اگر ماں بلائے تو نفل نماز کو چھوڑ کر جانا واجب ہے اور اگر باپ بلائے تو پھر نماز کو چھوڑ کر جانا جائز نہیں ہے۔

سورۂ فاتحہ کی دوسری سورتوں پر فضیلت

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم کو قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا''۔ اس کا معنی ہے: جس سورت کے پڑھنے کا سب سے عظیم ثواب ہے، محمد بن علی بن الحسین نے کہا: اس سورت کے اول میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور اس کے درمیان میں عبادت کے اخلاص کا ذکر ہے اور اس کے آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے، امام مالک نے اپنی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے:

آپ نے فرمایا: ''یہ ایسی سورت ہے کہ اس کی مثل نہ تورات میں ہے نہ انجیل میں ہے اور نہ قرآن مجید میں اس کی مثل نازل کی گئی ہے''۔

بعض سورتوں کی بعض دوسری سورتوں پر فضیلت اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا سورۂ فاتحہ کا جز نہ ہونا

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بعض کلام بعض دوسرے کلام سے افضل ہوتا ہے اور یہی قول صحیح ہے اگرچہ اس حدیث کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کا سب سے عظیم ثواب عبادت کرنے والوں کو پہنچتا ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ کو پڑھے بغیر کوئی نماز مکمل نہیں ہوتی اور اس کی وضاحت اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا ۔ جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا جس آیت کو ہم ذہنوں سے محو کر دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس کی ہم مثل آیت لے آتے ہیں۔ (البقرہ: ۱۰۶)

اور اس آیت میں خیر سے مراد بہترین عبادت ہے اور علامہ ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں اعظم کا لفظ عظیم کے معنی میں ہے یعنی میں تم کو قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت نہ بتاؤں۔ (الموطا ص ۷۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم سورت کے متعلق فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' اس سے فقہاء احناف نے یہ استدلال کیا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۂ فاتحہ کا جز نہیں ہے اور الحمد کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی صفات جمیلہ اور رب کا معنی ہے: مدبر اور العالمین کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہو۔

Marfat.com

السبع المثانی والقرآن العظیم کا معنی

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر نے کہا کہ السبع المثانی یہ سات طویل سورتیں ہیں: (۱) البقرہ (۲) آل عمران (۳) النسآء (۴) المائدہ (۵) الانعام (۶) الاعراف (۷) یونس۔
(جامع البیان للطبری ج ۷ ص ۵۴۳)

امام حاکم نے امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے موافق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ السبع المثانی مذکورہ بالا سات سورتیں ہیں اور انہوں نے سورۂ یونس کی بہ جائے سورۃ الکہف کا ذکر کیا ہے۔

اور علامہ داؤدی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ سات سورتیں سورۃ البقرہ سے سورۃ التوبہ تک ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ السبع سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے کیونکہ اس میں سات آیات ہیں اور المثانی سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ۔ اللہ نے بہترین کلام کو نازل کیا جس کے مضامین ایک جیسے ہیں بار بار دہرائے ہوئے۔ (الزمر: ۲۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور قرآن عظیم''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ سورۂ فاتحہ قرآن عظیم ہے اور والقرآن العظیم میں واؤ عاطفہ نہیں ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل للبغوی ج ۴ ص ۳۹۰)

سورۂ فاتحہ کا نام مثانی رکھنے کی توجیہات

سورۂ فاتحہ کا نام المثانی رکھنے کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

(۱) مثانی کا معنی ہے، دو دو بار، چونکہ سورۂ فاتحہ کو فرض اور نفل کی ہر رکعت میں بار بار پڑھا جاتا ہے اس لیے اس کا نام مثانی ہے اور یہ قتادہ کا قول ہے۔ (معالم التنزیل للبغوی ج ۴ ص ۳۹۰)

(۲) زجاج نے کہا ہے کہ اس کو مثانی اس لیے فرمایا ہے کہ مثانی کا لفظ ثنا سے بنا ہے اور سورۂ فاتحہ میں حمد و ثنا ہے۔
(معانی القرآن للزجاج ج ۳ ص ۱۸۵)

(۳) حسن بن الفضل نے کہا ہے: یہ سورت صرف اس امت کے لیے مستثنیٰ ہے، اس سے پہلے کسی امت پر یہ سورت نازل نہیں کی گئی گویا مثانی کا لفظ استثناء سے ماخوذ ہے اس لیے اس کو مثانی فرمایا ہے۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۹۱، زاد المسیر ج ۴ ص ۴۱۴)

(۴) ابو عبید نے کہا ہے: سورۂ فاتحہ کو مثانی اس لیے فرمایا کیونکہ قصص اور خبریں اس میں دوبارہ ذکر ہیں۔
(غریب الحدیث لابی عبید ج ۱ ص ۴۴۳)

سورۂ فاتحہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی اس لیے اس کو مثانی فرمایا

علامہ واحدی نے لکھا ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ سورۂ فاتحہ مکی ہے۔
(اسباب النزول ص ۲۲، زاد المسیر ج ۱ ص ۱۰)

دوسرا قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ مدنی ہے اور اس کا دو مرتبہ مدینہ میں نزول ہوا۔ ابو اللیث سمرقندی نے اس کا اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور دیگر کتب حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۱۳۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۷۸۸، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۹۹)
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۵۔۱۲، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

سورۃ الفاتحہ کے متعدد اسماء اور دین کے متعدد معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: سورۃ الفاتحہ کے فضائل۔ اس سورت کے متعدد نام ہیں، ان میں سے ایک نام ہے: الحمدللہ اور اس سورت کا نام ام الکتاب ہے کیونکہ اس سورت سے قرآن مجید کی ابتداء کی گئی ہے اور ہر رکعت میں اس سورت کا اعادہ کیا جاتا ہے اور اس سورت کا نام فاتحۃ الکتاب ہے کیونکہ سورۃ الفاتحہ سے مصاحف کی ابتداء کی گئی ہے اور اس سورت کا نام ام الکتاب اور ام القرآن بھی ہے کیونکہ یہ سورت قرآن مجید کے معانی پر مشتمل ہے یعنی اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی ثنا ہے اور عبادت کرنے کا حکم ہے اور وعد اور وعید کا حکم ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال کا ذکر ہے اور یہ سورت مبدأ، معاد اور معاش کے ذکر پر مشتمل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ام القرآن یہی السبع المثانی ہے''۔ اور سورۃ الفاتحہ کا نام ام القرآن اور ام الکتاب ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور سورۃ الفاتحہ کے دیگر اسماء یہ ہیں:

الکنز، الوافیہ، الشافیہ، الکافیہ، سورۃ الحمد، سورۃ الحمدللہ، سورۃ الصلوٰۃ، سورۃ الشفاء، سورۃ الاساس، سورۃ الشکر اور سورۃ الدعا۔

اس سورت میں یہ آیت ہے: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (الفاتحہ: ۴) روز جزاء کا مالک ہے ۝

دین کا معنی ہے: الحساب اور الجزاء اور دین کے دیگر معانی بھی ہیں، وہ یہ ہیں: عادت، عمل، حکم، حال، خلق، طاعت، قہر، ملت، الشریعہ، الورع اور السیاسیہ وغیرہا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۹ ۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی اس حدیث کی شرح پر مصنف کا تعاقب

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کو پکاریں تو اسے آپ کی پکار میں لبیک کہنا چاہیے۔

(کشف الباری کتاب التفسیر ص ۸، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

شیخ سلیم اللہ خان کی یہ عبارت صحیح نہیں ہے بلکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کو بلائیں اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ نماز چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر چلا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ جب آپ کے بلانے پر نہیں آئے تو آپ نے عتاب فرمایا۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید بن المعلی بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے، پس مجھ کو بلایا، پس میں آپ کے پاس نہیں آیا حتیٰ کہ میں نے نماز پڑھ لی، پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: ''تمہیں آنے سے کس چیز نے روکا تھا''۔ پس میں نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے کہا کہ ''کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ۔ (الانفال: ۲۴) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے حیات آفریں ہو''۔ (صحیح البخاری: ۴۷۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر نماز چھوڑ کر آنا فرض ہے

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے لکھا ہے: اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کو پکاریں تو اسے آپ کی پکار میں لبیک کہنا چاہیے۔

(کشف الباری کتاب التفسیر ص ۸)

میں کہتا ہوں: شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی نمازی کو بلائیں تو اس کا نماز چھوڑ کر آنا مستحب ہے اور ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں تو نمازی کا نماز چھوڑ کر آنا فرض ہے کیونکہ مستحب کے ترک پر ٹوکنا اور ملامت کرنا جائز نہیں ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید بن المعلی کو بلایا اور وہ نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے فوراً نہیں آئے تو آپ نے ان کو ملامت کی اور فرمایا: ''جب میں نے تم کو بلایا تھا تم کیوں نہیں آئے''۔ اسی طرح دوسری حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعب کے پاس تشریف لے گئے اور وہ اس دن نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''یا ابی''۔ حضرت ابی نے مڑ کر دیکھا اور حاضر نہیں ہوئے اور حضرت ابی نے جلدی جلدی نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ''وعلیک السلام! اے ابی! جب میں نے تمہیں بلایا تو کس چیز نے تمہیں حاضر ہونے سے روکا تھا؟''۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو وحی نازل کی ہے کیا تم نے اس میں یہ آیت نہیں پڑھی؟ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو''۔ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں!! اور میں ان شاء اللہ دوبارہ اس طرح نہیں کروں گا۔ (سنن ترمذی: ۲۸۸۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۱۰)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام ترمذی، امام نسائی، امام حاکم، امام ابن خزیمہ اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور علامہ عبد الوہاب مالکی اور علامہ ابو الولید مالکی نے لکھا ہے: اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نماز میں بلائیں تو اس پر نماز چھوڑ کر آنا فرض ہے اور اگر اس نے اس کو ترک کیا تو وہ گنہ گار ہوگا اور ان دونوں مالکی علماء نے جو کہا ہے کہ آپ کے بلانے پر نمازی کا آنا فرض ہے فقہاء شافعیہ کا بھی یہ ایک قول ہے اور آنے کے وجوب کے بعد ان کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ سنن ترمذی کی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ حضرت ابی بن کعب نماز پڑھ رہے ہیں اور پھر آپ نے ان کو بلایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے بلانے پر آنا نماز پڑھنے سے زیادہ افضل اور زیادہ مؤکد ہے اور آپ کے بلانے پر آنے کا حکم قطعی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب وہ آپ کے بلانے پر آئیں تو ان کی نماز برقرار رہے اور باطل نہ ہو۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۶ ص ۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

اور علامہ السید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو نماز میں بھی بلائیں تو اس پر حاضر ہونا واجب ہے۔ امام شافعی نے کہا: اس سے نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ بھی اللہ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ (روح المعانی جز ۹ ص ۲۷۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اگر شیخ سلیم اللہ دیو بندی میں محبت رسول کی چاشنی ہوتی تو وہ صرف یہ نہ لکھتے: ''اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو پکاریں تو اسے آپ کی پکار میں لبیک کہنا چاہیے'' بلکہ یوں لکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر نماز چھوڑ کر آنا فرض ہے اور نہ آئے تو گنہ گار ہوگا جیسے قاضی عبد الوہاب مالکی، قاضی ابو الولید مالکی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی ایسے اہل محبت نے لکھا ہے اور حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ مالکی نے لکھا ہے کہ نماز پڑھنے کی بہ نسبت آپ کے بلانے پر آنا زیادہ افضل اور زیادہ مؤکد ہے اور علامہ آلوسی حنفی نے لکھا ہے کہ آپ کے بلانے پر آنا واجب ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر نمازی آپ کے بلانے پر آئے تو اس کی نماز برقرار رہے گی۔

Marfat.com

تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کی حدیث کی شرح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین علماء اہلسنت کی عبارات

صحیح البخاری: ۸۳۱ میں مذکور ہے کہ نمازی تشہد میں کہے: السلام علیك ایھا النبی و رحمة الله وبرکاته۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اہل عرفان کے طریقہ پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات پڑھ کر ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں اس ذات کے حریم میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی جو زندہ ہے اور جس کو کبھی موت نہیں آئے گی، پس ان کی آنکھیں اس سے مناجات کر کے ٹھنڈی ہوگئیں اور وہ اس پر متنبہ ہوئے کہ وہ نبی الرحمۃ کے واسطہ اور ان کی متابعت کی برکت سے اس بارگاہ میں پہنچے ہیں تو انہوں نے مڑ کر دیکھا تو اس وقت حبیب، حرم الحبیب میں حاضر تھے، پس وہ یہ کہتے ہوئے بڑھے: السلام علیك ایھا النبی و رحمة الله وبرکاته۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے بھی اپنی شرح میں اسی طرح لکھا ہے: (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۶۴۔ ۱۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض عرفاء نے کہا ہے کہ تشہد میں یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ تمام ذرائر موجودات اور افراد ممکنات میں جاری و ساری ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذوات میں بھی موجود اور حاضر ہیں، پس نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور غافل نہ ہو کہ وہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے منور ہو اور فائز ہو۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۳۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

امام محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

اور التحیات کا معنی یہ ہے کہ نماز میں ادب سے بیٹھو اور اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے شخص کریم کو حاضر کرو اور کہو: السلام علیك ایھا النبی و رحمة الله وبرکاته اور اس کی تصدیق کرو کہ یہ سلام آپ تک پہنچے گا اور آپ اس کا اس سے بہتر جواب دیں گے۔ (احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی امام غزالی کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۶۳۱، المکتبۃ الحقانیہ، پشاور)

علامہ عبد الوہاب بن احمد بن علی الشافعی الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شارع علیہ السلام نے نمازی کو تشہد میں اپنی ذات پر سلام پڑھنے کا اس لیے حکم دیا ہے تاکہ جب غافل لوگ اللہ عزوجل کے سامنے بیٹھے ہوں تو وہ اس پر متنبہ ہوں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بارگاہ میں حاضر ہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کبھی جدا نہیں ہوتے، پس وہ بالمشافہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کریں۔

(المیزان الکبریٰ الشعرانیہ ج ۱ ص ۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ اور ہمارے امام شیخ عبد الحق فرماتے ہیں کہ اس وقت یہ خطاب حقیقت شناس عارفین حقیقت محمدیہ کے نزدیک ہے جو کہ تمام حقائق موجود میں جاری و ساری ہے، خصوصاً اس دعا کرنے والے کے نزدیک اور وہ صحیح اور صواب کا الہام کیے ہوئے ہے۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۲۸۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

۵۰۰۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ مَعْبَدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے

Marfat.com

الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا فِي مَسِيرٍ لَنَا فَنَزَلْنَا فَجَائَتْ جَارِيَةٌ فَقَالَتْ إِنَّ سَيِّدَ الْحَيِّ سَلِيمٌ وَإِنَّ نَفَرَنَا غَيْبٌ فَهَلْ مِنْكُمْ رَاقٍ فَقَامَ مَعَهَا رَجُلٌ مَا كُنَّا نَأْبُنُهُ بِرُقْيَةٍ فَرَقَاهُ فَبَرَأَ فَأَمَرَ لَهُ بِثَلَاثِينَ شَاةً وَسَقَانَا لَبَنًا فَلَمَّا رَجَعَ قُلْنَا لَهُ أَكُنْتَ تُحْسِنُ رُقْيَةً أَوْ كُنْتَ تَرْقِي قَالَ لَا مَا رَقَيْتُ إِلَّا بِأُمِّ الْكِتَابِ قُلْنَا لَا تُحْدِثُوا شَيْئًا حَتَّى نَأْتِيَ أَوْ نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَكَرْنَاهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ وَمَا كَانَ يُدْرِيهِ أَنَّهَا رُقْيَةٌ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ حَدَّثَنِي مَعْبَدُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ بِهَذَا

کہا ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از محمد از معبد از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے، پس ہم ایک جگہ ٹھہرے، پھر وہاں ایک لڑکی نے آ کر کہا: ہمارے قبیلہ کے سردار کو ایک بچھو نے کاٹا ہوا ہے اور ہمارے مردوں کی جماعت حاضر نہیں ہے، پس کیا تم میں سے کوئی دم کرنے والا ہے؟ پس اس کے ساتھ ایک مرد کھڑا ہوا جس کے متعلق ہمیں معلوم تھا کہ وہ دم کرنے والا نہیں ہے، پھر اس نے دم کیا تو وہ سردار تندرست ہو گیا، سو سردار نے اس مرد کے لیے تیس (۳۰) بکریاں دینے کا حکم دیا اور ہم سب کو دودھ پلایا، پس جب وہ مرد واپس ہوا تو ہم نے اس سے کہا: کیا تم کو اچھی طرح دم کرنا آتا تھا یا کیا تم پہلے بھی دم کرتے تھے؟ اس نے کہا: نہیں! میں نے تو صرف سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کر دیا ہم نے کہا: تم کوئی نیا کام نہ کرو حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیں، پس جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: ''اس کو کس نے بتایا کہ سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا جاتا ہے؟ ان بکریوں کو تقسیم کرو اور اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو''۔ ابو معمر کہتے ہیں کہ ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے معبد بن سیرین نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اسی حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۷۶ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

صحیح البخاری: ۲۲۷۶، ۵۰۰۷، ۵۷۳۶، ۵۷۴۹، صحیح مسلم: ۲۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۴۱۹، مسند احمد: ۱۷۷۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۴۴، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۰۰، شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۲۷۔

دم کرنے اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کے دلائل

یہ حدیث فقہاء احناف، زہری، ابن اسحاق اور حسن بن حی کے خلاف حجت ہے جو کہتے ہیں کہ دم کرنے کی اجرت لینا جائز نہیں اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے جس میں آپ نے تعلیم قرآن پر کمان کو بہ طور اجرت لینے سے منع فرمایا، عنقریب ہم اس حدیث کا ذکر کریں گے اور یہ ان علماء کا عجیب و غریب استدلال ہے۔

Marfat.com

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہے:

اشعث نے کہا: کتاب اللہ پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے اجرت پر شرط لگانے کو مکروہ کہا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۸۳۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: ''جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے''، اور شعبی نے کہا: معلم اجرت لینے کی شرط نہ لگائے لیکن اگر اسے از خود اجرت دی جائے تو وہ اس کو قبول کرلے اور حکم نے کہا: میں نے نہیں سنا کہ کسی ایک نے بھی معلم کی اجرت کو مکروہ کہا ہو اور حسن بصری کو دس درہم دیئے گئے اور ابن سیرین قسام کی اجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور انہوں نے کہا: گویا کہ کہا جاتا ہے کہ قضا کی اجرت لینا رشوت ہے اور ان کو اندازے سے اجرت دی جاتی تھی۔

صحیح البخاری کتاب الاجارہ، باب:۱۶: عرب کے قبائل پر سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کرنے کے عوض اجرت لینا۔

(صحیح البخاری ص ۵۳۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا اور ان کو اس کی اجرت میں تیس (۳۰) بکریاں دی گئی تھیں۔ اس کی روایت حسب ذیل کتب حدیث میں ہے:

(صحیح مسلم:۲۲۰۱، سنن ابوداؤد:۳۹۰۰۔۳۴۱۸، سنن ترمذی:۲۰۶۳، السنن الکبریٰ للنسائی:۷۵۳۳۔۷۵۳۲، سنن ابن ماجہ:۲۱۵۶)

اور عنقریب صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت آئے گی کہ صحابہ میں سے ایک شخص گیا اور اس نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اس کے عوض میں چند بکریاں لیں تو ان کے اصحاب نے اس کو مکروہ جانا اور کہا کہ تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے، پھر انہوں نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''تمہیں کس نے بتایا کہ یہ دم ہے؟ تم نے درست کام کیا اور تم اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو''۔ (صحیح البخاری:۵۰۰۷۔۵۷۳۶۔۵۷۴۹۔۵۷۴۹)

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مضطرب ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورۃ الفاتحہ پڑھی اور دم کیا اور دوسری حدیث میں ہے کہ دم کرنے والا کوئی دوسرا تھا۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۸ ص ۳۱۹)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: جس روایت میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے دم کیا اس روایت میں حضرت ابوسعید خدری نے خود اپنے آپ کو ایک مرد سے تعبیر کیا، پس ان دونوں حدیثوں میں کوئی اضطراب نہیں ہے۔

دم کرنے اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے خلاف اور معارض احادیث اور ان کے جوابات

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہل صفہ کے چند اصحاب کو کتاب اللہ اور قرآن مجید کی تعلیم دی، پس ان میں سے ایک مرد نے مجھے کمان ہدیہ میں دی، میں نے دل میں کہا کہ یہ کمان مال نہیں ہے اور میں اس کمان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کروں گا اور میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اس کے متعلق سوال کروں گا کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو کتاب اللہ اور قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہیں اور یہ کمان مال نہیں ہے، میں اس کے ساتھ اللہ کی راہ میں تیر ماروں گا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہارے گلے میں دوزخ کی آگ کا طوق ڈالا جائے تو اس کمان کو قبول کرلو''۔ (سنن ابوداؤد:۳۴۱۶، سنن ابن ماجہ:۲۱۵۷)

اور اسی طرح آپ نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا: اگر کوئی چیز تمہیں قرآن کے عوض تحفہ میں دی جائے تو اس میں کوئی خیر

Marfat.com

نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۸)

علامہ جورقانی نے اپنی موضوعات میں لکھا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے کیونکہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی مسلم اور ابوعبیدہ بن فضیل بن عیاض ہیں اور یہ دونوں ضعیف راوی ہیں، انہوں نے کہا: اسی طرح حضرت عبادہ بن الصامت کی طرف منسوب حدیث بھی باطل ہے کیونکہ اس کی سند میں ابن المغیرہ ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔ (الاباطیل والمناکیر: ۵۲۳۔۵۲۲)

اسی طرح حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے تعلیم قرآن پر ایک کمان کو لی اللہ تعالیٰ اس کمان کے بدلہ میں اس کو دوزخ کی کمان دے گا''۔ (العلل المتناہیہ: ۹۲۔۹۱)

اور اسی طرح عبداللہ بن شقیق کا قول ہے کہ انہوں نے استاذ کے لگائے ہوئے جرمانہ کو مکروہ کہا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ اسی طرح ابراہیم النخعی نے کہا کہ صحابہ لڑکوں سے کتاب اللہ کی اجر لینے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ امام احمد اور امام طحاوی نے حضرت عبدالرحمٰن بن شبل الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کی تعلیم دو اور اس میں غلومت کرو اور اس کو کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ اور اس سے مال کی کثرت حاصل نہ کرو''۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۸، شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۸)

اور امام ترمذی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''قرآن مجید پڑھو اور اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرو کیونکہ تمہارے بعد ایک قوم قرآن مجید پڑھے گی اور اس کے وسیلہ سے لوگوں سے سوال کرے گی''۔ (سنن ترمذی: ۲۹۱۷، جامع البیان ج ۱۸ ص ۱۶۷)

اور امام احمد اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید پڑھو اور اس کو کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ''۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۴۲، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۰، الصحیحہ للالبانی: ۳۰۵۷)

(یہ حدیث ضعیف ہے۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ معلمین کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ان کی اجرت حرام ہے''۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مجہول ہے کیونکہ اس حدیث کی ابوجرہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور وہ مجہول بھی اور متروک بھی ہے۔ (التمہید ج ۲۱ ص ۱۱۴۔۱۱۳)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معلم، مؤذن اور امام کی اجرت حرام ہے۔

علامہ الجورقانی نے کہا یہ حدیث موضوع ہے۔ (الاباطیل والمناکیر: ۵۲۰)

دم کرنے اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کے متعلق احادیث

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: یہ تمام احادیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے کیسے معارض ہوسکتی ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ''جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے''۔

(صحیح البخاری کتاب الاجارۃ باب: ۱۶، صحیح البخاری ص ۵۳۸، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

خارجہ بن الصلت تیمی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے پس اسلام قبول کرلیا پھر آپ کے پاس سے واپس گئے، پس وہ اسی قوم کے پاس سے گزرے جہاں ایک دیوانہ مرد زنجیروں سے بندھا ہوا تھا تو اس کے گھر والوں نے کہا کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ تمہارے پیغمبر خیر لے کر آئے ہیں، کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے تم اس کا علاج کرسکو تو میں نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اس پر دم کر دیا، پس وہ تندرست ہو گیا، پس انہوں نے مجھے سو بکریاں دیں، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور میں نے اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے پوچھا: ''کیا تم نے اس کے علاوہ بھی کچھ پڑھا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا: ان بکریوں کو لے لو، پس میری زندگی کی قسم! جس نے کسی باطل چیز کو پڑھ کر دم کیا (تو اس کی اجرت حرام ہے) بے شک تم نے حق چیز کو پڑھ کر دم کیا ہے''۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۹۶، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۹۷، الاذکار: ۱۲۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فاتحۃ الکتاب ہر زہر سے شفاء ہے''۔
(سنن سعید بن منصور: ۱۷۸، شعب الایمان للبیہقی: ۲۳۶۸، الدر المنثور ج ۱ ص ۲۲)

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز میں فقہاء کا اختلاف، فقہاء احناف کی ممانعت اور فقہاء ثلاثہ کا اس کو مباح قرار دینا

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، عطاء اور ابوقلابہ نے اس کی اجازت دی ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور علامہ ابوالعباس قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ ھ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دم کرنے کی اجرت لینے کو جائز کہا ہے اور اسحاق نے اور متقدمین اور متاخرین کی ایک جماعت نے، اور ان کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جو صحیح بخاری کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔ (المفہم ج ۵ ص ۵۸۸، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ ھ)

زہری نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے کو ناجائز کہا ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے بھی کہا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ دم کرنے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے خواہ وہ قرآن مجید کی آیات کو پڑھ کر دم کرے کیونکہ لوگوں پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ لوگوں پر دم کریں اور لوگوں پر یہ واجب ہے کہ وہ قرآن کی ایک دوسرے کو تعلیم دیں جس طرح نماز کی تعلیم پر اجرت کو لینا جائز نہیں ہے اور اذان دینے کی اجرت کو دینا جائز نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۴۱۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

مانعین فقہاء کے دلائل کے جوابات

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: ان فقہاء نے احادیث ضعیفہ سے استدلال کیا ہے جو احادیث حضرت ابن مسعود، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، ہم ان احادیث کو اور ان کے ضعف کی وجہ کو بیان کر چکے ہیں۔

نیز یہ احادیث ضعیفہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم کی احادیث صحیحہ کے کیسے معارض ہو سکتی ہیں جب کہ تعارض میں یہ شرط ہے کہ دونوں حدیثیں صحت میں برابر ہوں۔ رہا امام طحاوی کا یہ کہنا کہ لوگوں کا ایک دوسرے کو قرآن مجید کی تعلیم دینا فرض ہے، اس میں ان کو مغالطہ ہوا ہے کیونکہ مطلقاً قرآن مجید کا سیکھنا فرض نہیں ہے تو اس کی تعلیم دینا کیسے فرض ہوگا، قرآن مجید کی صرف اتنی مقدار سیکھنا فرض ہے جس سے نماز ادا ہو سکے اور اس کے علاوہ پورے قرآن کو سیکھنا افضل، مستحب اور نفل ہے، اسی طرح لوگوں کو نماز کی تعلیم دینا فرض عین نہیں ہے بلکہ فرض کفایہ ہے اور دم کی اجرت لینے میں اور قرآن کی اجرت لینے میں فرق کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں منفعت ہے۔

Marfat.com

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سے سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے''۔
(صحیح البخاری ص ۵۳۸، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اور یہ حدیث عام ہے، اس میں تعلیم قرآن بھی داخل ہے، لہٰذا ان مانعین فقہاء کی دلیل ساقط ہوگئی۔

اور ہمارے اصحاب شافعیہ نے اذان پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے اور امام شافعی کی دلیل حضرت ابن عباس اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کی حدیث ہے اور نیز جواز کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے دم کرنے کی اجرت میں بکریاں لیں اور اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ بکریاں حلال ہیں اور دم کی اجرت لینا جائز ہے اور آپ نے فرمایا: ان بکریوں میں سے تم میرا حصہ بھی نکالو''۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۵ ص ۷۸۔ ۷۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

ایصال ثواب کے نذرانہ کے متعلق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کا موقف اور نذرانہ لینے کے جواز کے متعلق اعلیٰ حضرت کی توجیہ

اعلیٰ حضرت مجدد اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

جب کہ ان میں معہود و معروف یہی لینا دینا ہے تو یہ اجرت پر پڑھنا پڑھوانا ہوا فان المعروف عرفا کالمشروط لفظا، اور تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی پر اجرت لینا دینا دونوں حرام ہے، لینے والے دینے والے دونوں گنہ گار ہوتے ہیں جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کی تحقیق فرمائی ہے اور جب یہ فعل حرام کے مرتکب ہیں تو ثواب کس چیز کا اموات کو بھیجے گا، گناہ پر ثواب کی امید اور زیادہ سخت واشد ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری اور بزازیہ وغیرہ میں موجود ہے، علماء کرام نے اس مسئلہ میں بہت شدت برتی ہے، ہاں! اگر لوگ چاہیں کہ ایصال ثواب بھی ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو گھنٹہ دو گھنٹہ کے لیے نوکر رکھ لیں اور تنخواہ اتنی دیر کی ہر شخص کی معین کر دیں مثلاً پڑھوانے والا کہے: میں نے تجھے آج فلاں وقت سے فلاں وقت تک کے لیے اس قدر اجرت پر نوکر رکھا، جو کام چاہوں گا لوں گا، وہ کہے: میں نے قبول کیا، اب اتنی دیر کے واسطے وہ اس کا اجیر (نوکر یا مزدور) ہو گیا، جو کام چاہے لے سکتا ہے، اس کے بعد اس سے کہے: فلاں میت کے لیے اتنا قرآن عظیم یا اس قدر کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھ دو، یہ صورت جواز کی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ طبع جدید ج ۲۳ ص ۵۳۷، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۴۲۳ھ)

ایصال ثواب پر اجرت لینے کے جواز کے متعلق مصنف کی توجیہات

میں کہتا ہوں کہ اگر نفس قرآن مجید پڑھنے کا معاوضہ نہ طے کیا جائے بلکہ خاص قیود کے عوض معاوضہ طے کیا جائے مثلاً فلاں جگہ فلاں وقت فلاں شخص کے لیے ایصال ثواب کیا جائے، سو ان قیودات کے عوض معاوضہ لینا جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والا نفس قرآن کی اجرت نہ لے بلکہ قرآن پڑھنے سے اس کو جو تھکاوٹ ہوئی ہے اس کے ازالہ کے لیے معاوضہ لے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ قرآن کا معاوضہ تو نہیں لیتا لیکن اس وقت اگر وہ کوئی کار معاش کرتا تو اس کا جو معاوضہ ملتا وہ لیتا ہے، اسی تاویل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر اور دیگر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو کار خلافت اور امامت کی اجرت دی اور اسی تاویل سے نماز کی امامت کی اجرت دی جاتی ہے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قاری للہ فی اللہ قرآن مجید پڑھے اور پڑھوانے والا للہ فی اللہ بلا تعیین کچھ خدمت کر دے اور آج کل اسی کا رواج ہے۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ علامہ آلوسی اور دیگر علماء نے درج ذیل حدیث کے پیش نظر قرآن مجید کی اجرت لینے کو جائز کہا ہے، وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جن چیزوں پر اجرت لی جاتی ہے ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے''۔ (صحیح البخاری کتاب الاجارۃ باب:۱۶، صحیح البخاری ص ۵۳۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

سوئم، تیجہ اور چالیسویں وغیرہ کے کھانے کے متعلق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی تصریحات

اعلیٰ حضرت مجدد ملت تیجہ اور چالیسویں کے کھانے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

سوئم، دہم وچہلم کا کھانا مساکین کو دیا جائے، برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی بات ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۳، سنی دار الاشاعت، فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ)

نیز سوئم کے کھانے اور کلمہ پڑھے ہوئے چنوں کے متعلق اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

یہ چیزیں غنی نہ لے فقیر لے اور وہ جوان کا منتظر رہتا ہے ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اوس کا قلب سیاہ ہوتا ہے، مشرک یا چمار (مردار خور) کو اس کا دینا گناہ ہے، فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لیے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دے، یہ حکم عام فاتحہ کا ہے، نیاز اولیاء کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے، فقیر وغنی سب لیں جب کہ مانی ہوئی نذر بہ طور نذر شرعی نہ ہو، نذر شرعی ہو تو پھر غیر فقیر کو دینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۵، سنی دار الاشاعت، فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ)

حضرت سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز کے متعلق اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

اور حضرت خاتون جنت کی نیاز کا کھانا پردہ میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں، انہیں اس سے باز رکھا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۵، سنی دار الاشاعت، فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ)

کسی نے کہا: کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی (اسی طرح سوئم، چہلم اور عرس کے متعلق بھی سوال کیا جاتا ہے) اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت تحریر فرماتے ہیں:

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے اور جس طرح مدارس اور خانقاہیں اور مسافر خانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان ان کو فعل ثواب سمجھتے ہیں کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بنائے یا بنوائے تھے؟ یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا؟ اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بے شک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ اور رسول نے منع نہ فرمایا ہو دوسرا کیوں منع کرے گا۔ اپنے دل سے شریعت گھڑے گا:

قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ۞ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ۞ (یونس: ۷۰-۶۹)

آپ کہیے: جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ (کبھی) کامیاب نہیں ہوں گے O (یہ) دنیا کا عارضی فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف انہوں نے لوٹنا ہے، پھر ہم ان کو ان کے کفریہ کاموں کی وجہ سے ان کو سخت عذاب چکھائیں گے O

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۶، سنی دار الاشاعت، فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا تراویح کے نذرانہ کے متعلق موقف اور نذرانہ لینے کو ناجائز قرار دینا الا یہ کہ حافظ نذرانہ لینے سے خود منع کردے

اعلیٰ حضرت مجدد ملت رضی اللہ عنہ سے تراویح کا نذرانہ لینے اور شبینہ پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا، اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں

Marfat.com

تحریر فرماتے ہیں:

الجواب:

مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ ایسے بندوں کو برکت دے جو قرآن عظیم پر اجرت لینے سے بچیں، آپ صاف کہہ دیں کہ محض ادائے سنت اور حصول ثواب کے لیے پڑھتا ہوں کوئی معاوضہ نہ چاہتا ہوں، نہ ہوگا، اس کے بعد امام یا جو مسلمان کچھ خدمت کریں وہ اجرت نہیں ہو سکتی اس کا لینا حلال اور استاد کو دینا سعادت مندی، فتاویٰ امام قاضی خان میں مذکور ہے۔ الصریح یفوق الدلالۃ شبینہ کہ ایک یا چند حافظ مل کر کرتے ہیں مکروہ ہے اکابر نے ایک ایک رات میں برسوں ختم فرمایا ہے نہ کہ جماعت میں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں خصوصاً اکثر بلکہ شاید کل وہی ہوں جو اسے بار سمجھیں اور شرما شرمی شریک رہیں۔

(فتاویٰ رضویہ طبع جدید ج ۷ ص ۴۷۲، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۴۱۵ھ)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمہ اللہ کا تراویح کے نذرانہ کو ناجائز قرار دینا الا یہ کہ حافظ نذرانہ لینے سے خود منع کر دے

حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ: آج کل اکثر رواج ہو گیا کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے دینے والا اور لینے والا دونوں گنہ گار ہیں، اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ لیں گے یہ دیں گے بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ اس سے طے نہ ہوا یہ بھی ناجائز ہے کہ المعروف کالمشروط ہاں! اگر کہہ دے: کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لوں گا، پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں کہ الصریح یفوق الدلالۃ۔ (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۲۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۶ھ)

مصنف کے نزدیک تراویح کا نذرانہ لینے کے جواز کی توجیہات

• ہمارے نزدیک تراویح کے نذرانہ لینے کے جواز کی وہی پانچ توجیہات ہیں جو ہم نے اس سے پہلے ایصال ثواب کے نذرانہ کے متعلق بیان کی ہیں اور ان کی تائید حسب ذیل اثر سے ہوتی ہے:

حضرت سعید بن جبیر نے رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھائی، حجاج نے ان کی خدمت میں ایک ٹوپی بھیجی جس کو انہوں نے قبول کر لیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۰، ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

متقدمین فقہاء احناف کا عبادات پر اجرت لینے سے منع کرنا اور متاخرین فقہاء احناف کا ضرورت کی بنا پر عبادات کی اجرت لینے کی اجازت دینا

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اذان، حج اور اسی طرح امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جس کے ساتھ کوئی مسلمان خاص ہو ہمارے نزدیک اس پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک ہر وہ عبادت جو اجیر پر فرض عین نہ ہو اس پر اجرت کو طلب کرنا جائز ہے کیونکہ یہ ایک ایسے عمل پر اجرت کو طلب کرنا ہے جو اس پر فرض عین یا واجب عین نہیں ہے، سو اس پر اجرت کو طلب کرنا جائز ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کی تلاوت کرو اور اس کو کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ'' (شعب الایمان، یہ حدیث ضعیف ہے، الدرایہ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو یہ آخری وصیت کی کہ ''اگر تم کو مؤذن بنایا جائے تو تم اذان پر اجرت نہ لینا'' (سنن ابو داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ،

Marfat.com

مسند احمد، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بکار ضعیف راوی ہیں، الدرایہ علی ہامش الہدایہ ج ۳ ص ۳۰۵) نیز اس لیے کہ جب کوئی عبادت ادا کی جائے تو وہ عامل کی طرف سے ادا ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس عبادت میں عامل کی اہلیت کا اعتبار کیا جاتا ہے، پس اس عامل کے لیے اس عبادت کی اجرت لینا جائز نہیں ہے جس طرح روزہ اور نماز کی اجرت لینا جائز نہیں ہے اور تعلیم قرآن ان کاموں میں سے ہے جن پر معلم متعلم کی طرف سے قادر ہوتا ہے، پس وہ ایسی چیز کا التزام کرنے والا ہے جس کو وہ سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے، پس اس لیے اس پر اجرت کا لینا جائز نہیں ہے اور ہمارے بعض مشائخ (بلخ) نے تعلیم قرآن پر اس زمانہ میں اجرت طلب کرنے کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ اب دینی کاموں میں سستی ظاہر ہو چکی ہے، پس اس کو منع کرنے سے قرآن مجید کو حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا اور فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے۔ (الہدایہ ج ۳ ص ۳۰۶۔۳۰۵، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور صدر الشریعہ سے مصنف کے اختلاف کا منشا اور محمل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمہ اللہ نے جو قرآن خوانی کے نذرانہ اور تراویح کے نذرانہ کو ناجائز کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں نے متقدمین فقہاء احناف کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور مصنف (غفر اللہ لہ) نے جو ان کے نذرانے لینے کی توجیہات کی ہیں اور ان کے نذرانوں کو جائز قرار دیا ہے وہ متاخرین فقہاء احناف کے قول پر مبنی ہے۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے جواز کے متعلق دیگر فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں یہ فتویٰ دیا جاتا ہے کہ قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم اور امامت اور اذان پر اجرت لینا جائز ہے اور اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۹ ص ۶۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الشامی الحنفی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علماء اصول نے کہا ہے کہ اجتہاد (افتاء) کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مجتہد کو لوگوں کی عادت اور عرف کی معرفت ہو کیونکہ زمانہ کے بدلنے سے اکثر احکام بدل جاتے ہیں اور اس کی وجہ لوگوں کے عرف اور رواج کا بدلنا ہے یا کسی نئی ضرورت کا پیدا ہونا یا اہل زمانہ کا فساد ہے اور اگر عرف اور زمانہ کے بدلنے کے باوجود پہلا حکم باقی رکھا جائے تو لوگوں کو مشقت ہوگی اور ان کو ضرر پہنچے گا اور اس سے ان قواعد شرعیہ کی مخالفت ہوگی جو لوگوں کے لیے تخفیف اور آسانی اور ان سے ضرر اور فساد کو دور کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں تا کہ نظام عالم عمدہ احکام کے ساتھ برقرار رہے، اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ بہ کثرت مواقع پر مشائخ مذہب نے اپنے زمانہ کی ضروریات کی وجہ سے مجتہد کی تصریحات کے خلاف فتاویٰ جاری کیے کیونکہ ان کو یہ علم تھا کہ اگر وہ مجتہد بھی اس زمانہ میں ہوتا تو وہ بھی قواعد مذاہب کے مطابق وہی کہتا جو انہوں نے کہا ہے۔ اس کی مثالوں میں سے ایک مثال تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ لینا ہے کیونکہ اسلام کے ابتداء عہد میں معلمین کو جو عطیات اور وظائف ملتے تھے اب وہ بند ہو گئے ہیں اور اگر معلمین بغیر اجرت کے تعلیم دیتے رہے تو اس سے وہ اور ان کے اہل وعیال ضائع ہو جائیں گے اور اگر وہ کوئی اور پیشہ یا کاروبار شروع کر دیں تو قرآن مجید اور دین کا علم ضائع ہو جائے گا، اس لیے انہوں نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا، اسی طرح امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا حالانکہ یہ فتویٰ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی ان تصریحات کے خلاف ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا نماز، روزہ، حج اور تلاوت قرآن پر اجرت لینے کی طرح ناجائز ہے۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۱۲۶۔۱۲۵، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ)

Marfat.com

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

متقدمین فقہاء احناف نے تعلیم قرآن کی اجرت کو اس لیے مکروہ کہا تھا کہ معلمین کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے اور ان عطیات کی وجہ سے وہ اپنی معاشی ضروریات میں مستغنی تھے اور وہ لوگ محض ثواب کے لیے تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے اور اب یہ چیز باقی نہیں ہے، امام ابوعبداللہ الخیز اخزی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام، موذن اور معلم کے لیے اجرت کا لینا جائز ہے، اس کا الذخیرہ میں ذکر ہے۔ (العنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱-۴۰، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

اسی طرح علامہ خوارزمی حنفی نے لکھا ہے: (الکفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف نے صدر اول میں تعلیم قرآن کی اجرت کو اس لیے مکروہ قرار دیا تھا کہ اس وقت حاملین قرآن بہت کم تھے اور تعلیم کا دینا واجب تھا تا کہ قرآن جاتا نہ رہے لیکن ہمارے زمانہ میں حاملین قرآن بہت زیادہ ہیں اور اب قرآن مجید کی تعلیم دینا واجب نہیں رہا، پس اس لیے قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت طلب کرنا جائز ہے۔

اور شیخ الاسلام امام ابوبکر محمد بن الفضل البخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہمارے فقہاء متاخرین نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ متقدمین نے اس کو اس لیے مکروہ قرار دیا تھا کہ معلمین کو بیت المال سے عطیات دیئے جاتے تھے، پس وہ اپنی معاشی ضروریات سے مستغنی تھے اور لوگ ثواب کی نیت سے تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے اور متعلمین بغیر شرط کے احسانا ان کی خدمت کرتے تھے اور اس زمانہ میں معلمین کو بیت المال سے وظائف نہیں ملتے اور تعلیم دینے کی وجہ سے وہ اپنی معاشی ضروریات کو کما کر حاصل نہیں کر سکتے اور محض ثواب کی نیت سے معلمین بھی تعلیم دینے میں رغبت نہیں رکھتے اور نہ متعلمین بغیر شرط کے احسانا ان کی خدمت کرتے ہیں، اس لیے تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے اور تعلیم قرآن پر معلم کو رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر اجرت نہ دے تو اس کو قید کر لیا جائے گا۔ اسی قول پر فتویٰ ہے۔

اور اسی طرح ہمارے زمانہ میں فقہ کی تعلیم پر اجرت کو طلب کرنا جائز ہے اور امامت اور اذان پر اجرت طلب کرنا جائز ہے، ہاں! حج، جہاد اور باقی عبادات پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے اور کسی کو بھی ان عبادات کی اجرت دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

(المحیط البرہانی ج ۱۱ ص ۳۴۴-۳۴۳، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ)

فتاویٰ عالمگیری میں بھی المحیط کے حوالہ سے اسی طرح مذکور ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۴۹، مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ)

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی نے بھی اسی طرح المبسوط کے حوالہ سے لکھا ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۴، مکتبہ حبیبیہ، کوئٹہ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۱۱، مطبع تیج کمار، لکھنؤ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کو اور اس پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں مذکور ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۰۰۷) سنن ابوداود میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المعوذتین پڑھ کر دم کرنے کو مکروہ فرمایا''۔ مؤلف کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابن حرملہ ہے اور یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں معلوم نہیں ہے، نیز معوذتین سے دم کرنے کی ممانعت سورۃ الفاتحہ سے دم کرنے کی ممانعت کو مستلزم نہیں ہے۔ (تیسیر القاری ج ۵ ص ۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

Marfat.com

حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ: اطاعت وعبادت کے کاموں پر اجارہ کرنا جائز نہیں مثلاً اذان کہنے کے لیے، امامت کے لیے، قرآن وفقہ کی تعلیم کے لیے اور حج کے لیے یعنی اس لیے اجیر کیا کہ کسی کی طرف سے حج کرے متقدمین فقہاء کا یہی مسلک ہے مگر متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہوگئی ہے، اگر اس اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے کاموں میں خلل واقع ہو گا، پس انہوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثناء فرمادیا اور یہ فتوی دیا کہ تعلیم القرآن، فقہ، اذان اور امامت پر اجارہ جائز ہے کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو قرآن وفقہ پڑھانے والے طلب معیشت میں مشغول ہو کر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دین کی باتوں سے ناواقف ہوتے جائیں گے، اسی طرح اگر مؤذن وامام کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان و جماعت کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور اس سے شعار اسلامی میں زبردست کمی واقع ہو جائے گی، اسی طرح بعض علماء نے وعظ پر اجارہ کو بھی جائز کہا ہے، اس زمانہ میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہل علم نہیں ہیں، ادھر ادھر سے کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ تقریر کے ذریعہ انہیں دین کی تعلیم دے دیتا ہے، اگر اس اجارہ کو ناجائز کر دیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعہ سے کچھ علم کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اس کا انسداد ہو جائے گا، یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب اصل مذہب یہی ہے کہ اجارہ ناجائز ہے ایک دینی ضرورت کی بنا پر اس کے جواز کا فتوی دیا جاتا ہے تو جس بندہ خدا سے ہو سکے ان امور کو محض خالصاً لوجہ اللہ انجام دے اور اجر اخروی کا مستحق بنے تو اس سے بہتر کیا بات ہے، پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصور کرتے ہوئے کہ دین کی خدمت یہ کرتے ہیں ہم ان کی خدمت کر کے ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہو گا اور لینے والے کا لینا جائز ہو گا کہ یہ اجرت نہیں ہے بلکہ اعانت اور امداد ہے۔

(بہار شریعت ج ۱۴ ص ۱۱۴۔ ۱۱۳، مکتبہ اسلامیہ لاہور)

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار

اس سلسلہ میں ایک وہ حدیث ہے جس کو ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور قند مکرر کے طور پر دوبارہ ذہنوں میں تازہ کرنے کے لیے لکھ رہے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: ''جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے''۔ اور شعبی نے کہا: معلم اجرت لینے کی شرط نہ لگائے لیکن اگر اسے از خود اجرت دی جائے تو وہ اس کو قبول کر لے اور حکم نے کہا: میں نے نہیں سنا کہ کسی ایک نے بھی معلم کی اجرت کو مکروہ کہا ہو اور حسن بصری کو دس درہم دیئے گئے اور ابن سیرین قسام کی اجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور انہوں نے کہا: گویا کہ کہا جاتا ہے کہ قضا کی اجرت لینا رشوت ہے اور ان کو اندازے سے اجرت دی جاتی تھی۔ (صحیح البخاری کتاب الاجارہ باب: ۱۶، عرب کے قبائل پر سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کرنے کے عوض اجرت لینا، صحیح البخاری ص ۵۳۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اور اس سلسلہ میں اس باب کی حدیث صحیح البخاری: ۵۰۰۷ حجت ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک قبیلہ کے سردار کو بچھو کے کاٹے ہوئے پر دم کیا، اس نے ان کو تیس (۳۰) بکریاں اس کے معاوضہ میں دیں اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عمل کو جائز قرار دیا۔ صحیح بخاری کے علاوہ یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

(صحیح مسلم: ۲۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۴۱۹، مسند احمد: ۱۷۷۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۴۴، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۰۰، شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۲۷)

تیسری دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین پانچوں وقت کی نمازیں پڑھاتے تھے، نماز جنازہ اور جمعہ پڑھاتے تھے، فتاویٰ جاری

Marfat.com

کرتے تھے، قرآن مجید اور حدیث نبوی کی تفسیر و تشریح کرتے تھے، مسلمانوں کے دینی معاملات کا انتظام کرتے تھے، جہاد کے لیے لشکر روانہ کرتے تھے، اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے تھے، حدود اور تعزیرات کو جاری کرتے تھے، قاضیوں کو معزول اور مقرر کرتے تھے اور دیگر اسلامی شہروں میں امراء اور حکام کا تقرر کرتے تھے اور ان تمام عبادات اور دینی امور انجام دینے پر خود بھی بیت المال سے وظائف لیتے تھے۔ اس کے ثبوت میں درج ذیل احادیث اور آثار ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے فرمایا: میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کاروبار و میرے اہل و عیال کی کفالت سے عاجز نہیں ہے لیکن اب میں مسلمانوں کے ملکی انتظام سنبھالنے میں مشغول ہو گیا ہوں تو اب ابوبکر کی اولاد اس مال سے کھائے گی اور ابوبکر مسلمانوں کے دینی اور ملکی امور انجام دے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۷۰)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطاء بن السائب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ صبح کو کپڑوں کی ایک گٹھڑی لے کر بیچنے کے لیے گئے۔ ان کی حضرت عمر اور حضرت عبیدہ بن الجراح سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا: اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے بتایا: بازار، ان دونوں نے کہا: آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا: پھر میں اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ ان دونوں نے کہا: چلیے ہم آپ کے لیے وظیفہ مقرر کرتے ہیں، پھر انہوں نے آپ کے لیے آدھی بکری اور سر اور پیر ڈھانپنے کا لباس مقرر کیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۴، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ)

عمرو بن میمون اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو صحابہ نے ان کے لیے دو ہزار (درہم) مقرر کیے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: اس میں اضافہ کرو کیونکہ میرے عیال (بال بچے) ہیں اور تمہاری مصروفیات نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے، تب صحابہ نے پانچ سو (درہم) کا اضافہ کر دیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۵، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ)

حارثہ بن مضرب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے لیے بیت المال کو مال یتیم کے درجہ میں قرار دیا ہے، اگر میں مستغنی ہوں تو اس سے اجتناب کرتا ہوں اور اگر مجھے ضرورت ہو تو دستور کے مطابق بیت المال سے کھاتا ہوں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

الوضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو تعلیم دیتے تھے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو پندرہ (۱۵) درہم ماہانہ دیتے تھے۔ (المصنف ج ۶ ص ۲۲۰، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کی امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی روایت کی ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۲۴ نشر السنہ، ملتان)

ان تمام احادیث اور آثار اور فقہاء احناف متاخرین کی تصریحات سے یہ مسئلہ الم نشرح ہو گیا کہ قرآن مجید احادیث اور فقہ کی تعلیم اور امامت، خطابت، وعظ و تذکیر اور تراویح پڑھانے کی اجرت لینا اور دینا جائز ہے اور یہ صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے اسلاف میں مروج رہا ہے۔

ہم نے اس مسئلہ کو شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۵۷۵۔۵۶۸ میں بھی لکھا، پھر اس کے بعد شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۰۶۶۔۱۰۳۶ میں زیادہ تفصیل سے لکھا لیکن یہاں نعمۃ الباری ج ۹ میں اس مسئلہ کو بہت ضبط اور جامعیت کے ساتھ لکھا ہے اور تمام اکابر کے ادب

Marfat.com

واحترام کوملحوظ رکھا ہے اوران کے اقوال میں تطبیق دینے کی بھرپور سعی کی ہے۔اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور مجھے بخش دے اور مجھے اور میرے قارئین کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے اور جنت الفردوس عطا فرمائے (آمین) اس بحث کو مکمل کرنے کے بعد ہم صحیح البخاری: ۵۰۰۸ کی شرح کی طرف رجوع کررہے ہیں۔

١٠- بَابُ: فَضْلِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ سورۃ البقرۃ کی فضیلت

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس باب میں سورۃ البقرۃ کی فضیلت کا بیان ہے اور سورۃ البقرۃ کا معنی ہے وہ سورت جس میں گائے کا ذکر کیا گیا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲)

۵۰۰۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سلیمان از ابراہیم از عبدالرحمٰن از حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے دو آیتوں کو پڑھا۔

۵۰۰۹- (ح) وحَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رضی الله عنهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ۔

اور ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از عبدالرحمٰن بن یزید از حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس مرد نے رات میں سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتیں پڑھیں وہ اس کو کافی ہوں گی'' (تہجد کی نماز میں)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۰۸ میں گزر چکی ہے۔

سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتوں کا مصداق

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
سورۂ بقرہ کی یہ آخری دو آیتیں: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر اخیر سورت تک ہیں اور تہجد میں ان دو آیتوں کو پڑھنا کافی ہے جب کہ ان دو آیتوں کو سورۃ الفاتحہ کے ساتھ پڑھا جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تہجد کی ایک رکعت میں کم از کم تین آیات پڑھے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۲، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

سورۃ البقرۃ کی ان دو آیتوں کے متعلق دیگر کتب حدیث میں روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علی بن سعید عسکری نے اپنی سند کے ساتھ عقبہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ جس نے ان دو آیتوں کو عشاء کی نماز کے بعد پڑھا تو وہ اسے کافی ہوں گی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر سورت تک۔
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے کتاب فرض کی اور اس میں دو آیتیں نازل کیں اور ان پر سورۃ البقرۃ کو ختم کیا''۔اس حدیث کی اصل سنن ترمذی اور سنن نسائی میں ہے اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور امام ابوعبیدہ نے فضائل قرآن میں جبیر بن نفیر کی یہ مرسل روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ تم ان آیتوں کو پڑھو اور اپنے بیٹوں کو اور اپنی بیویوں کو اس کی تعلیم دو کیونکہ یہ دو آیتیں قرآن ہیں۔

سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتوں کے رات میں کافی ہونے کے متعدد محامل

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس مرد نے رات میں ان دو آیتوں کو پڑھا وہ اس کو کافی ہوں گی''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ان دو آیتوں کے رات میں کافی ہونے کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) یعنی تہجد کی نماز میں قرآن مجید پڑھنے سے یہ دو آیتیں کافی ہوں گی، ان دو آیتوں کا پڑھنا قیام اللیل کے لیے کافی ہے۔

(۲) ان دو آیتوں کا پڑھنا مطلقاً قرآن پڑھنے سے کفایت کرے گا خواہ ان دو آیتوں کو نماز کے اندر پڑھے یا نماز کے باہر پڑھے۔

(۳) یہ دو آیتیں ایمان اور اعمال سے متعلق اجمالی ایمان کے لیے کافی ہیں۔

(۴) ان دو آیتوں کا پڑھنا اس کو ہر برائی اور معصیت سے بچانے کے لیے کافی ہے۔

(۵) ان دو آیتوں کا پڑھنا شیطان رجیم کے شر سے بچانے کے لیے کافی ہے۔

(۶) یہ دو آیتیں شیاطین الانس اور شیاطین الجن کے شر کو دور کرتی ہیں اور ان سے بچاتی ہیں۔

(۷) یہ دو آیتیں حصول ثواب کے لیے کافی ہیں اور کسی دوسری چیز کو طلب کرنے سے کافی ہیں۔

سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتوں کی تخصیص کی توجیہات

ان دو آیتوں کی تخصیص کی توجیہ یہ ہے کہ ان آیتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحسین کی گئی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے تھے اور گریہ وزاری سے دعا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے اور اس میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا مطلوب انہیں عطاء فرمادیا۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتوں کو پڑھا وہ اس کے لیے رات کے قیام سے کافی ہوں گی''۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب لکھی اور اس میں دو آیتیں نازل کیں جن پر سورۃ البقرۃ کو ختم کیا، جس گھر میں یہ دو آیتیں پڑھی جائیں گی اس گھر میں تین راتوں تک شیطان داخل نہیں ہوگا، اس حدیث کی امام حاکم نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۵۔ ۱۹۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۰۱۰۔ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ وَكَّلَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَصَّ الْحَدِيثَ فَقَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ لَنْ

اور عثمان بن الہیثم نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ کی حفاظت کا وکیل مقرر کیا، پس میرے پاس ایک آنے والا آیا اور وہ مٹھی بھر کر طعام لے جانے لگا تو میں نے اس کو پکڑ لیا، پس میں نے کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا، پھر انہوں نے اس

Marfat.com

یَزَالَ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا یَقْرَبُكَ شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ ذَاكَ شَیْطَانٌ۔

حدیث کا قصہ بیان کیا، پس اس آنے والے نے کہا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تو ہمیشہ تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس نے تم سے سچ کہا ہے حالانکہ یہ جھوٹا ہے، یہی شیطان ہے''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۱۱ میں گزر چکی ہے۔امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اختصار سے روایت کی ہے اور صحیح البخاری: ۲۳۱۱ میں اس حدیث کی مفصل روایت کی ہے۔(سعیدی غفرلہ)

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۱۰، السنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۳۸، سنن ترمذی: ۲۸۸۰، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱۳۱۔۱۳۰، شرح السنۃ ج ۴ ص ۴۶۰۔۴۶۱، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۴۱۸، معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۶۹، الدر المنثور ج ۱ ص ۳۲۶، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۱۰۷)

مفصل حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ نے اس مٹھی بھر طعام چرانے والے کو پکڑ لیا تو کہا: میں تم کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے ضرور پیش کروں گا، پس اس نے کہا: میں محتاج ہوں اور میرے بال بچے ہیں اور مجھے شدید حاجت ہے، پھر میں نے اس کو چھوڑ دیا، پس جب صبح ہوئی تو نبی ﷺ نے پوچھا: ''اے ابو ہریرہ! تمہارے رات کے قیدی نے کیا کیا''، حضرت ابو ہریرہ نے جواب دیا: میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے شدید حاجت کی شکایت کی اور بال بچوں کی شکایت کی، پس میں نے اس پر رحم کیا اور اس کو چھوڑ دیا۔آپ نے فرمایا: ''لیکن اس نے تم سے جھوٹ بولا وہ عنقریب پھر آئے گا'' پس میں نے جان لیا کہ وہ عنقریب پھر آئے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''وہ عنقریب پھر آئے گا''۔

جس مال کی حفاظت کا کسی کو وکیل بنایا جائے تو وکیل کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ از خود کسی کو اس میں سے کچھ دے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو اس چور کو چھوڑ دیا تھا اس کی توجیہ

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس چور کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس فعل کو برقرار رکھا۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کو کسی چیز کی حفاظت کرنے کا وکیل بنایا جائے یا جس شخص کے پاس کوئی امانت رکھی جائے، پس وہ اس میں سے کوئی چیز دوسرے کو دے دے تو اس کا یہ دینا جائز نہیں ہے خواہ اس نے عرف اور دستور کے مطابق تھوڑی سی چیز دی ہو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل اس لیے جائز تھا کہ شارع علیہ السلام نے بعد میں ان کو اجازت دے دی کیونکہ حضرت ابو ہریرہ کو صرف اس مال کی حفاظت کا وکیل بنایا تھا اور کسی کو کچھ عطا کرنے کا وکیل نہیں بنایا تھا اور نہ ان کو یہ اجازت دی تھی کہ اگر کوئی اس مال میں سے کچھ لوٹ کر لے جائے تو اس کو جانے دو اور اس تاویل کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ جس شخص کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس میں سے کچھ تلف کر دے اور اگر وہ اس میں سے کچھ تلف کرے گا تو وہ اس کا ضامن ہو گا سوا اس صورت کے کہ اس مال کا مالک اس کو اجازت دے دے اور اگر وہ اجازت نہیں دیتا تو پھر اس تلف شدہ چیز کا ضامن ہو گا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر اس نے اس مال میں سے کسی کو کچھ قرض دیا جس کی حفاظت کا اسے وکیل بنایا گیا تھا یا اس مال میں سے کسی کو کچھ قرض دیا جو مال اس کے پاس امانت تھا تو یہ اس کے لیے جائز نہیں تھا

Marfat.com

لیکن اگر اس نے ایسا کر لیا تو پھر مال کے مالک کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو اس کے اس فعل کو برقرار رکھے یا چاہے تو اس کو اس کا ضامن بنائے۔(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۴۹۔۴۴۸)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد و مسائل

(۱) اگر کوئی شخص شدید بھوک کی وجہ سے کوئی چیز چرائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور امام کے پاس اس کا مقدمہ پیش کرنے سے پہلے اس کو معاف کرنا جائز ہے اور یہ کہ شیطان کو بھی بعض اوقات کسی نفع آور چیز کا علم ہوتا ہے کیونکہ شیطان نے کہا کہ تم اپنے بستر پر آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ایک محافظ مقرر فرمائے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس بات کی تصدیق کردی۔

(۲) کذاب بھی شاذ و نادر سچ بولتا ہے کیونکہ شیطان نے یہ بات سچی کہی تھی۔

(۳) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی اور حضرت ابو ہریرہ سے پوچھا: ''تمہارے رات کے قیدی کا کیا معاملہ ہوا''۔

(۴) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ط۔ (الاعراف: ۲۷) بے شک وہ (شیطان) اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔

اس حدیث پر یہ سوال ہے کہ جب کوئی شخص شیطان کو نہیں دیکھ سکتا جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے تو پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس شیطان کو کیسے دیکھ لیا، اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کو اس کی صورت میں جس صورت میں اس کو پیدا کیا گیا ہے کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن جب شیطان کسی جسمانی صورت میں متشکل ہو کر آئے جیسا کہ وہ شیطان چور کی صورت میں آیا تھا تو پھر اس کو دیکھنا ممکن ہے، اسی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ نے اس کو دیکھ لیا تھا۔

(۵) کبھی جنات انسانوں کے سامنے ظاہر ہو جاتے ہیں اور انسانوں کے ساتھ کلام کرتے ہیں اور یہ کہ جنات چوری بھی کرتے ہیں۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چور کا عذر قبول کر لینا چاہیے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا عذر قبول کر کے اس کو چھوڑ دیا تھا۔

(۷) علامہ داؤدی نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چور کو قیدی فرمایا کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس چور کو رسی سے باندھ دیا تھا۔

(۸) شیطان قرآن مجید کی آیت نہیں پڑھ سکتا کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ شیطان نے کہا: میں تمہیں ایک ایسی آیت سکھاؤں گا کہ اس کے پڑھنے سے شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ شیطان نے کہا: میں اس کو پڑھ نہیں سکتا، وہ آیۃ الکرسی ہے۔(مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۳)

(۹) اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیطان کو دھمکایا کہ میں تم کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا اور شیطان نے ان کو دھوکہ دیا، اس حدیث میں چور کو دھمکانے اور شیطان کے دھوکا دینے کا ثبوت ہے۔

(۱۰) وہ شیطان تین مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور چوتھی بار اس نے کہا: آپ مجھے چھوڑ دیں میں آپ کو ایک نفع آور چیز کی تعلیم دوں گا، اس سے معلوم ہوا کہ صرف تین بار کسی جرم کا عذر قبول ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

(۱۱) اس حدیث میں آیۃ الکرسی کی فضیلت کا ذکر ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ قرآن مجید کی سب سے عظیم آیت ہے، اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین میں آیۃ الکرسی سے عظیم اور کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ (سنن ترمذی: ۲۸۸۴) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آیۃ الکرسی کا ثواب سب سے زیادہ عظیم ہے۔

(۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر انسان سوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کا اس شخص میں حصہ ہوتا ہے اور اگر وہ قرآن کی کوئی آیت پڑھ لے تو پھر وہ شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۵ ص ۲۰۰۔۱۹۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

آیت الکرسی کے فضائل

نیز علامہ ابن ملقن شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کی آیتوں کی سردار آیۃ الکرسی ہے''۔ امام حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۲۵۹)

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر چیز کا ایک کوہان ہوتا ہے اور قرآن مجید کا کوہان سورۃ البقرۃ ہے اور اس سورت میں ایک آیت ہے جو تمام آیتوں کی سردار ہے اور وہ آیۃ الکرسی ہے''۔ (سنن ترمذی: ۲۸۷۸)

امام ابن حبان نے حضرت ابو صالح رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: اس سورت میں آیۃ الکرسی ہے اور وہ قرآن مجید کی آیات کی کوہان ہے اور جس گھر میں بھی آیۃ الکرسی پڑھی جائے گی شیطان اس گھر سے نکل جائے گا۔ (صحیح ابن حبان: ۷۸۰)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین میں آیۃ الکرسی سے زیادہ عظیم کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ (سنن ترمذی: ۲۸۸۴)

امام ابو عبید نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کی سب سے عظیم آیت یہ ہے: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (الآیہ) (فضائل القرآن لابی عبید ص ۲۳۰۔۲۲۹، صحیح مسلم: ۸۱۰)

اور امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہر چیز کا ایک کوہان ہوتا ہے اور قرآن مجید کا کوہان سورۃ البقرۃ ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۵۶۱، امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور یہ حدیث مرفوعاً بھی مروی ہے)۔

امام ابن الضریس نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر سب سے عظیم کون سی آیت نازل ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا: ''آیۃ الکرسی''۔ (فضائل القرآن لابن الضریس: ۸۶)

امام نسائی نے حضرت ابی ابن کعب سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔ (عمل الیوم واللیلہ: ۹۶۶)

امام بیہقی نے بھی بریدہ بن الحصیب سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۱۱۱)

اور امام عبد الرزاق نے حضرت بریدہ بن الحصیب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے: اس آیت یعنی آیۃ الکرسی کی ایک زبان ہے اور دو ہونٹ ہیں اور عرش کے پائے کے پاس ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کی تقدیس کرتا ہے''۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۷۸، شعب الایمان للبیہقی: ۲۳۸۷۔۲۳۸۶، صحیح مسلم: ۸۱۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آیۃ الکرسی قرآن عظیم کا چوتھا حصہ ہے''۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱)

Marfat.com

سورۃ البقرۃ کے دیگر فضائل

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرو کیونکہ قرآن مجید قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا، تم سورۃ البقرۃ کو اور سورۃ آل عمران کو سیکھو اور تم الزَّاهِرَاوَيْن کو سیکھو کیونکہ وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی گویا کہ وہ دو بادل ہیں یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو صفیں ہیں اور سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران کے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی اور سورۃ البقرۃ کو سیکھو کیونکہ اس کا سیکھنا برکت ہے اور اس کے ترک کرنے میں حسرت ہے اور باطل لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے''۔ (صحیح مسلم: ۸۰۴، سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۴۰، المستدرک ج ۱ ص ۵۶۱) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۳۔۱۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے فرمایا: اس (چور) نے سچ کہا، پھر ازالہ وہم کے لیے فرمایا: لیکن وہ جھوٹا ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس نے تم سے سچ کہا حالانکہ یہ جھوٹا ہے''۔ اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تتمیم بلیغ ہے کیونکہ جب آپ نے فرمایا کہ اس نے تم سے سچ کہا تو اس سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس کی مدح فرمائی ہو، پس آپ نے اس کو جھوٹا فرما کر اس کا تدارک فرمایا اور اس کا معنی یہ ہے کہ اگرچہ اس کی عادت ہمیشہ جھوٹ بولنا ہے لیکن اس دفعہ اس نے سچ بولا جیسے کہتے ہیں کہ کبھی جھوٹا آدمی بھی سچ بولتا ہے اور آپ نے فرمایا: یہ شیطان ہے، اس سے مراد وہ شیطان ہے جو معہود فی الذہن ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: ہر آدمی کے لیے شیطان ہوتا ہے جس کے وہ سپرد کیا جاتا ہے یا آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ تمہارا شیطان ہے۔

اس اشکال کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو شیطان کو باندھنے سے رک گئے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیطان کو کیسے باندھ دیا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس شیطان کو رسی سے باندھ دیا اور اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''بے شک ایک سرکش جن گزشتہ رات مجھ پر حملہ آور ہوا تا کہ میری نماز منقطع کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر مجھے قادر کر دیا، پس میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ جب تم صبح کو اٹھو تو تم سب اس کو دیکھو، پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ ۚ۔ (ص: ۳۵) اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ۴۶۱، صحیح مسلم: ۵۴۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۸، شرح السنہ ج ۳ ص ۲۶۹، مشکوٰۃ: ۹۸۷، کنز العمال: ۳۱۹۵۶، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱۳۰، البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۶۴، مسند ابو عوانہ: ج ۲ ص ۱۴۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۹۷)

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو شیطان کو رسی سے باندھنے سے رک گئے تھے اور صحیح البخاری: ۲۳۱۱ میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے اس شیطان کو رسی سے باندھ دیا تھا، اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شیطان کو باندھنے کا ارادہ کیا تھا وہ شیاطین کا سردار تھا اور اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدرت سے یہ لازم آتا کہ تمام شیاطین پر آپ کو قدرت ہے اور یہ بہ ظاہر حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کے خلاف تھا اس لیے آپ رک گئے تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول نہیں ہوئی، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جس شیطان کو باندھ دیا تھا وہ یہ شیطان نہیں تھا بلکہ اس کی ذریت میں کوئی اور شیطان تھا، دوسرا جواب یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شیطان کو باندھنے کا ارادہ فرمایا تھا یہ شیطان اپنی اصلی صفت میں تھا جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے اور اسی طرح جو شیاطین حضرت سلیمان حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے وہ بھی اپنی اصلی شکل میں ہوتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جو شیطان آیا تھا وہ انسان کی شکل میں آیا تھا، پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو اس کو باندھا اور اس پر قادر ہوئے اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کے خلاف نہیں ہوا کیونکہ ان کی دعا ان شیاطین پر منفرد سلطنت کے متعلق تھی جو اپنی اصلی شکل میں ہوتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جس شیطان کو باندھا وہ انسانی شکل میں تھا، پس اشکال دور ہو گیا۔ والعلم عند اللہ۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۱- بَابُ: فَضْلِ سُورَةِ الْكَهْفِ

سورۃ الکہف کی فضیلت

۵۰۱۱- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ وَإِلَى جَانِبِهِ حِصَانٌ مَرْبُوطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُو وَتَدْنُو وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْآنِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت البراء ابن عازب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد سورۃ الکہف کی تلاوت کر رہا تھا اور اس کے پہلو میں ایک گھوڑا دو رسیوں سے باندھا ہوا تھا، پس اس مرد کو بادل نے ڈھانپ لیا، پس بادل اس کے قریب ہوتا اور زیادہ قریب ہوتا اور اس کا گھوڑا بدک رہا تھا، پس جب صبح ہوئی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: "یہ سکینہ ہے جو قرآن مجید کی وجہ سے نازل ہوا"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۱۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۸۳۹، ۵۰۱۱، صحیح مسلم: ۷۹۵، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴، الدر المنثور ج ۴ ص ۲۰۹)

بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس مرد نے سورۃ الکہف پڑھی اور اس کے گھر میں گھوڑا بندھا ہوا بدک رہا تھا اس مرد کا نام حضرت اسید بن الحضیر رضی اللہ عنہ ہے۔

یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جو نقباء تھے اور انہوں نے مدینہ سے مکہ جا کر ایک گھاٹی میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

اس حدیث میں الضبابہ کا لفظ ہے، ابن فارس نے کہا: اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو غبار کی مثل ہو۔ (مجمل اللغۃ ج ۲ ص ۶۵۰)

علامہ الداؤدی نے کہا: الضبابہ بادل کے قریب ہے اور یہ بادل کو کہتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بنو آدم کے سوا حیوانات بھی قرآن مجید کو سنتے ہیں۔

Marfat.com

اس حدیث میں السکینہ کا لفظ ہے، اس سے مراد لپٹی ہوئی ہوا ہے اور اس سے نازل ہونے والے فرشتے بھی مراد ہوتے ہیں جن پر السکینہ نازل ہوتی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۰ ص ۱۹۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

سکینہ کی تاویل اور تفسیر میں متعدد اقوال

حافظ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سکینہ تیز چلنے والی ہوا ہے جس کا انسان کی طرح چہرہ ہے۔
(تفسیر امام عبد الرزاق: ۳۱۳، تفسیر ابن جریر: ۵۶۷۱۔ ۵۶۶۸، تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۲۴۷۴، المستدرک ج ۲ ص ۴۶۰)

مجاہد بیان کرتے ہیں: اس کا بلی کے سر کی طرح سر ہے اور اس کے دو پر ہیں اور بلی کی دم کی طرح اس کی دم ہے۔
(تفسیر عبد الرزاق: ۳۱۴، تفسیر طبری: ۵۶۷۸۔ ۵۶۷۵، تفسیر ابن ابی حاتم: ۲۴۷۶)

العباس اور الربیع بیان کرتے ہیں کہ یہ بلی کی طرح ایک جانور ہے، اس کی دونوں آنکھوں میں شعاعیں ہیں، پس جب دو جماعتیں لڑتی ہیں اور یہ ان کی طرف دیکھتی ہے تو لشکر مرعوب ہو جاتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: ۲۴۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور السدی نے بیان کیا ہے کہ یہ جنت میں سونے کا طشت ہے جس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو دھویا جاتا ہے۔ (تفسیر طبری: ۵۶۸۱۔ ۵۶۸۰، تفسیر ابن ابی حاتم: ۲۴۷۸)

ابو مالک بیان کرتے ہیں: یہ سونے کا طشت ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے الواح تورات اور عصا کو رکھا تھا۔
(تفسیر طبری: ۵۶۸۱)

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہے جو کلام کرتی ہے اور جب لوگوں کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو ان کو وہ مسئلہ بیان کرتی ہے۔ (تفسیر طبری: ۵۶۸۳۔ ۵۶۸۲)

ضحاک بیان کرتے ہیں: السکینہ رحمت ہے۔ (تفسیر طبری: ۵۶۸۵، تفسیر ابن ابی حاتم: ۲۴۸۱)

سورۃ الکہف کے فضائل

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ''جس نے جمعہ کے دن سورۃ الکہف کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ دو جمعوں کے درمیان اس کے لیے ایک نور روشن کر دیتا ہے''۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔
(المستدرک ج ۲ ص ۳۶۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۴۹)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی نعیم بن حماد ہے، امام بخاری اس سے روایت کرتے ہیں اور امام احمد اور ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے اور دوسرے محدثین نے اس میں کلام کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۳ ص ۲۴۹)

نیز حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے جمعہ کی رات میں سورۃ الکہف کو پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے اور کعبہ کے درمیان ایک نور کو روشن کر دیتا ہے۔ (سنن دارمی: ۳۴۵۰، شعب الایمان للبیہقی: ۲۴۴۴)

علامہ ابن التین نے کہا: جو شخص جمعہ کے دن بغیر فصل کے سورۃ الکہف کی تلاوت کرے یہ سورت اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک اس کی حفاظت کرتی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۷۷۔ ۷۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

السکینہ کی تعریف میں مزید اقوال اور قرآن مجید میں مذکور سکینہ کی آیات میں ان اقوال کا اطلاق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں مذکور الصدر السکینہ کے متعلق

Marfat.com

اقوال لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

ضحاک بن مزاحم کا قول ہے: السکینہ رحمت ہے اور اس سے مراد دل کا سکون ہے اور یہ امام طبری کا مختار ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ السکینہ سے مراد الطمانیت ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وقار ہے اور الصنعانی نے ذکر کیا ہے: اس سے مراد ملائکہ ہیں اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ السکینہ کا اطلاق ان تمام معانی پر مشترک ہوتا ہے اور ہر جگہ جو اس کے مناسب معنی ہو اس کا ارادہ کیا جائے گا اور اس باب کی حدیث کے مناسب پہلا قول ہے، اور وہب نے جو کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہے یہ قول بھی بعید نہیں ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ۔ (التوبہ: ۴۰) سو اللہ تعالیٰ نے ان پر (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر) طمانیت قلب نازل کی۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ حضرت ابوبکر سے فرما رہے تھے: غم نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ سو اللہ نے ان پر طمانیت قلب نازل کی۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (الفتح: ۴) وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا۔

ان دونوں آیتوں میں متبادر یہ ہے کہ سکینہ سے مراد سکون اور طمانیت قلب ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (البقرہ: ۲۴۸) اور ان کے نبی (حضرت شمویل علیہ السلام) نے ان سے کہا: بے شک اس بادشاہ (یعنی طالوت) کی سلطنت کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی باقی ماندہ کچھ چیزیں ہیں، اس تابوت کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

اس آیت میں ہوسکتا ہے کہ سکینہ سے مراد جنت میں سونے کا طشت ہو جس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب دھوئے جاتے ہوں جیسا کہ السدی نے ذکر کیا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سکینہ سے مراد وہ طشت ہو جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی الواح تورات اور اپنے عصا کو رکھا تھا جیسا کہ ابو مالک کا قول ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ مختار قول یہ ہے کہ السکینہ ایک ایسی مخلوق ہے جس میں طمانیت اور رحمت ہے اور اس کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۶۔ ۱۹۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس حدیث کی شرح میں فتح الباری کی اس شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(تیسیر القاری ج ۵ ص ۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

۱۲۔ بَابٌ: فَضْلِ سُوْرَةِ الْفَتْحِ — سورۃ الفتح کی فضیلت

۵۰۱۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی،

Marfat.com

زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَهُ لَيْلًا فَسَأَلَهُ عُمَرُ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ فَقَالَ عُمَرُ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ نَزَرْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذَلِكَ لَا يُجِيبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي حَتَّى كُنْتُ أَمَامَ النَّاسِ وَخَشِيتُ أَنْ يَنْزِلَ فِيَّ قُرْآنٌ فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ قَالَ فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۝﴾ (الفتح:۱)

انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از والد خود کہ رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں رات کو جارہے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ رات میں جارہے تھے، پس حضرت عمر نے آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو جواب نہیں دیا، حضرت عمر نے پھر آپ سے سوال کیا، پس آپ نے ان کو جواب نہیں دیا، حضرت عمر نے پھر آپ سے سوال کیا، آپ نے پھر جواب نہیں دیا، پس حضرت عمر نے اپنے دل میں کہا: تم پر تمہاری ماں روئے تم نے رسول اللہ ﷺ سے تین مرتبہ اصرار سے سوال کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ہر بار تم کو جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر نے بیان کیا: پس میں نے اپنے اونٹ کو دوڑایا حتیٰ کہ میں تمام لوگوں سے آگے نکل گیا اور مجھے یہ خوف ہوا کہ میرے متعلق قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوگی، پس میں تھوڑی دیر ٹھہرا تھا میں نے کسی چلانے والے کی آواز سنی، حضرت عمر نے بیان کیا: تو میں نے کہا کہ مجھے ڈر تھا کہ میرے متعلق قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوگی، انہوں نے بیان کیا: پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: ''بے شک آج رات مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۝ (الفتح:۱) (اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطا فرمائی۝''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۱۷۷ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۱۷۷۔ ۴۸۳۳۔ ۵۰۱۲، صحیح مسلم: ۱۷۸۶، سنن ترمذی: ۳۲۶۳، موطا امام مالک: ۲۰۴، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴ ص ۱۵۴، کنز العمال: ۲۶۳۶۔ ۲۶۳۵، معالم التنزیل ج ۶ ص ۱۸۷)

نَذَرْتَ کا معنی اور الفتح:۱ کا مقام نزول

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نذرت کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: تم نے بہت اصرار اور شدت سے سوال کیا۔ (تہذیب اللغت ج ۴ ص ۳۵۴۹)

اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت کس جگہ نازل ہوئی، الاکلیل میں مذکور ہے: یہ آیت کراع الغمیم میں نازل ہوئی اور امام محمد سعد

Marfat.com

متوفی ۲۳۰ھ نے لکھا ہے: یہ آیت ضجنان میں نازل ہوئی۔
(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۵) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۱۷، وزارۃ الاوقاف، قطرہ، ۱۴۲۹ھ)

نیز علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الفتح: ۱ کو اشباع اور ترجیع کے ساتھ پڑھا، اس کی توجیہ

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن سورۃ الفتح کو پڑھا اور اس میں ترجیع کی (یعنی مبینا کے الف کو بہت کھینچ کر پڑھا)۔ (صحیح البخاری: ۴۰ ۵۰)

امام ابوعبید کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ جمع ہو جائیں گے تو میں اس لہجہ میں اس طرز میں پڑھتا جس طرز اور لہجہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی قراءت کی تھی۔ (فضائل القرآن ص ۱۵۹)

بعض شارحین کا یہ زعم ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور اس وقت آپ اونٹنی پر سوار تھے اور اونٹنی کی حرکت کی وجہ سے آپ کی آواز میں اشباع ہوا یعنی آپ نے انا فتحنا اور مبینا میں الف کو بہت کھینچ کر اور لمبا کر کے پڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بہت حسین تھی اور جب آپ قراءت کرتے تو کھینچ کر پڑھتے اور حروف پر وقف کرتے، اور کہا گیا ہے کہ ہر نبی کو خوش آوازی کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ قراءت میں ترتیل اور خوش آوازی مستحب ہے جیسا کہ قاضی عیاض مالکی نے نقل کیا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۱۶۱، النہایہ ج ۲ ص ۲۰۲)

امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ ترجیع کے متعلق جو احادیث وارد ہیں وہ تحزین اور تشویق پر محمول ہیں۔ (فضائل القرآن ص ۱۶۴)

قرآن مجید کو خوش آوازی، سر اور ترنم کے ساتھ پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

خوش آوازی اور سریلے لہجے میں قرآن پڑھنے کے متعلق اختلاف ہے، امام مالک اور جمہور علما نے اس کو مکروہ کہا ہے۔
(المدونہ ج ۳ ص ۳۷۹)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے خوش آوازی اور سریلے لہجے میں قرآن مجید پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اور اسی طرح متقدمین نے، کیونکہ اس سلسلہ میں احادیث ہیں اور خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنا رقت اور خشیت الٰہی کا سبب ہے اور لوگ اس کو زیادہ غور سے سنتے ہیں۔ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۹۱)

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: میں خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور دوسرے مقام پر کہا: میں اس کو مکروہ نہیں قرار دیتا اور امام شافعی کے اصحاب نے ان مختلف اقوال میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ جب خوش آوازی اور سر کے ساتھ پڑھنے کے سبب سے کوئی لفظ نحو اور تجوید کے قواعد سے خارج ہو جائے مثلاً أبی واستکبر کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ وہ واحد کے بجائے تثنیہ کا صیغہ ہو جائے یا جہاں ادغام نہ ہو وہاں ادغام ہو جائے یا کوئی حرف زیادہ یا کم ہو جائے تو پھر خوش آوازی اور ترنم کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے اور جب خوش آوازی اور ترنم کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے کسی لفظ کی ادائیگی میں تغیر نہ ہو تو پھر خوش آوازی اور سر کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ (روضۃ الطالبین ج ۱۱ ص ۲۲۷)

امام مالک نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذکار اور قرآن مجید کی تلاوت کو گویوں یعنی گانے والوں کی طرزوں کی مشابہت سے منزہ رکھنا چاہیے کیونکہ قرآن مجید حق اور صدق ہے جب کہ غناء (یعنی گانا) لہو ولعب ہے۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم بن القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

خوش آوازی اور ترنم کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنا جائز نہیں ہے اور ہمیں تمام مشائخ سے تواتر کے ساتھ ایسی قراءت پہنچی ہے جس میں خوش آوازی اور سر نہیں ہوتا تھا اور یہ مشائخ مخارج حروف میں اور مد، ادغام اور اظہار میں بہت زیادہ غور وفکر کرنے والے تھے اور یہ قطعی حکم ہے اور اس لیے کہ خوش آوازی، ترنم اور ترجیع سے قرآن مجید کے کسی حرف میں زیادتی ہوگی یا کمی ہوگی اور یہ دونوں چیزیں ممنوع ہیں تو جو چیز اس ممنوع کا سبب ہو وہ بھی ممنوع ہوگی اور اس وجہ سے خوش آوازی اور ترنم سے پڑھنے سے قرآن مجید اشعار کے مشابہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اشعار سے منزہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ۔ (الحاقہ:۴۱) اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔

(المفہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۲۲۔۴۲۱، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۲۵۲۔۲۵۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

اس اشکال کا جواب کہ سورۃ الفتح کا آپ کو تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہونا اس کو مستلزم ہے کہ آپ کو دنیا سے بھی محبت ہو حالانکہ دنیا محبت کے لائق نہیں

نیز علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آج رات مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جن چیزوں پر سورج طلوع ہوتا ہے وہ دنیا کی چیزیں ہیں اور اور دنیا کی چیزیں خسیس، گھٹیا اور حقیر ہیں۔ اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ دنیا کی یہ حقیر چیزیں بھی آپ کو محبوب ہیں اور یہ سورت ان سے زیادہ محبوب ہے حالانکہ دنیا تو اس لائق نہیں کہ وہ آپ کو محبوب ہو۔ حدیث میں ہے:

دنیا مردار ہے اور لوگ اس کے کتے ہیں: (کشف الخفاء ج ۱: ۴۹۳، الدر المنتثرہ: ۸۵)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے زیادہ حقیر ہے: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۴۵، الدر المنثور ج ۳ ص ۲۳۷)

اس اشکال کے دو جواب ہیں:

(۱) آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ سورت آپ کو ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے۔

(۲) آپ کا یہ ارشاد لوگوں کے عرف کے مطابق ہے کیونکہ جب لوگ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کو فلاں چیز سے انتہائی محبت ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ چیز مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۹۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

سورۃ الفتح کے زیادہ محبوب ہونے کی توجیہ

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورت اس لیے زیادہ محبوب تھی کہ اس سورت میں آپ کی مغفرت کی نوید ہے اور فتح مکہ کی بشارت ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۹۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کا جواب نہ دینے کی توجیہ

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہ اصرار سوال کے باوجود اس لیے جواب نہیں دیا کہ اس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۳۱۹، مکتبۃ الرشد، ۱۴۳۰ھ)

اس اشکال کا جواب کہ یہ سورت حدیبیہ میں نازل ہوئی ہے اور اس وقت تو مکہ مکرمہ فتح نہیں ہوا تھا

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں اس آیت کے نازل ہونے کا ذکر ہے: (اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی فتح عطا فرمائی O (الفتح:۱)
اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ سورت حدیبیہ میں نازل ہوئی ہے اور اس وقت تو مکہ فتح نہیں ہوا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے کہ ہم نے آپ کے لیے فتح مکہ کا فیصلہ فرما دیا ہے یا آپ سے فتح مکہ کا وعدہ کر لیا ہے۔
(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۲۹، دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳- بَابُ: فَضْلِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ — قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی فضیلت

فِيهِ عَمْرَةُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔ — اس باب میں عمرۃ کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے۔

سورۂ اخلاص سے محبت کی وجہ سے جنت کی بشارت اور اس تعلیق کے مطابق دو حدیثیں اور علامہ کرمانی کا رد اور مصنف کی تقریر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری نے عمرۃ کی اس روایت کی کتاب التوحید میں سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے، اس روایت کا متن حسب ذیل ہے: عمرۃ بنت عبد الرحمٰن جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پلی تھیں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجا اور وہ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتا تھا اور نماز میں قراءت کو سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پر ختم کرتا تھا، جب وہ لشکر والے واپس آئے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: ''یہ کس وجہ سے ایسا کرتا تھا؟'' پس صحابہ نے اس سے سوال کیا تو اس نے کہا: یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے اور میں اس سورت کے پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو خبر دو کو بے شک اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے''۔ (صحیح البخاری: ۷۳۷۵، صحیح مسلم: ۸۱۳، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۸۱، مشکوٰۃ: ۲۱۳۱، الدر المنثور ج ۶ ص ۴۱۳، تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۵۳۹، تفسیر قرطبی ج ۲۰ ص ۲۴۸)
علامہ کرمانی نے کہا ہے: امام بخاری نے یہاں پر پوری حدیث کی روایت نہیں کی کیونکہ یہ حدیث ان کی شرط کے موافق نہیں تھی اس لیے انہوں نے صراحتاً اس حدیث کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس کی طرف اجمالی اشارہ کو کافی سمجھا۔
حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ کرمانی کا رد کرتے ہیں کہ علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ اس سے غافل تھے کہ عمرۃ کی یہ روایت صحیح البخاری کتاب التوحید میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، نیز یہ حدیث باب صفۃ الصلوٰۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک مرد (حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ) مسجد قباء میں امامت کرتے تھے اور جب بھی نماز میں کسی سورت کو شروع کرتے تو سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو شروع کرتے حتیٰ کہ اس سورت سے فارغ ہو کر پھر دوسری سورت پڑھتے اور وہ اس طرح ہر رکعت میں کرتے تھے، تو ان کے اصحاب (مسجد کی انتظامیہ) نے ان سے بات کی اور کہا: ''آپ

Marfat.com

اس سورت کے پڑھنے کو شروع کرتے ہیں، پھر اس سورت کو کافی نہیں سمجھتے حتیٰ کہ دوسری سورت پڑھتے ہیں، پس یا تو آپ صرف یہی سورت پڑھیں یا اس کو چھوڑ دیں اور دوسری سورت پڑھیں''۔ تو انہوں نے کہا: ''میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، اگر تم کو میری امامت پسند ہے تو میں تمہیں نماز پڑھاؤں گا اور اگر تم کو میری امامت پسند نہیں ہے تو میں تم کو چھوڑ دوں گا''۔ ان کے اصحاب (مسجد کی کمیٹی والے) یہ سمجھتے تھے کہ وہ ان سب سے افضل ہیں اور وہ ان کے علاوہ کسی اور کو امام بنانا ناپسند کرتے تھے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، تو انہوں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی، آپ نے پوچھا: ''اے فلاں! تمہیں اپنے اصحاب کی بات ماننے سے کیا چیز منع کرتی ہے اور تمہیں ہر رکعت میں اس سورت کے پڑھنے کے لزوم کو کیا چیز برانگیختہ کرتی ہے؟'' انہوں نے کہا: ''میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں''۔ آپ نے فرمایا: ''اس سورت سے تمہاری محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا''۔

(صحیح البخاری: ۷۷۴، سنن ترمذی: ۲۹۰۱، صحیح ابن خزیمہ: ۵۳۷، سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۱، المستدرک ج ۱ ص ۲۴۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ہم نے اس حدیث کے فوائد اس حدیث کی شرح میں لکھے ہیں۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا عظیم فائدہ یہ ہے کہ سورۂ اخلاص کی محبت سے مومن جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور اس میں یہ بشارت مضمر ہے کہ جب قرآن کی محبت سے انسان جنت میں داخل ہو جاتا ہے تو صاحب قرآن کی محبت سے جنت میں کیوں نہیں داخل ہوگا اور اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مومن اپنے اجتہاد سے نماز میں کسی عمل کو لازم کر سکتا ہے بہ شرط یہ کہ کسی حدیث کے خلاف نہ ہو کیونکہ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے نماز میں سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے پڑھنے کو لازم کر لیا تھا اور جب مسجد کی کمیٹی نے ان سے کہا کہ تم یہ سورت پڑھنا چھوڑ دو تو انہوں نے کہا: میں تمہیں چھوڑ سکتا ہوں اس سورت کو نہیں چھوڑ سکتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحسین کی اور ان کے اس عمل کو مقرر رکھا۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۰۱۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ (الاخلاص:۱) يُرَدِّدُهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ وَكَأَنَّ الرَّجُلَ يَتَقَالُّهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ۔ (صحیح البخاری: ۶۶۴۳۔ ۷۳۷۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ از والد خود از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سنا کہ ایک مرد بار بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھ رہا تھا، (الاخلاص:۱) پس جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس بات کا ذکر کیا اور گویا کہ وہ مرد اس آیت کو کم (مقدار کی) سمجھتا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! یہ آیت ضرور تہائی قرآن کے برابر ہے''۔

حدیث مذکور کی تخریج

(سنن ابوداؤد: ۱۴۶۱، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۷۱، مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۔ ۳۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۱، موطا امام مالک: ۲۰۸، کنز العمال: ۲۷۴۴، شرح السنہ ج ۴ ص ۴۷۴، الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۹)

Marfat.com

حدیث مذکور کے معنی میں متعدد روایات

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اسماعیلی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ایک رات حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ پڑھتے رہے حتیٰ کہ صبح ہوگئی، پھر انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! یہ آیت تہائی قرآن یا نصف قرآن کے برابر ہے''۔
ابوعمر حافظ ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ یہ راوی کو شک ہوا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شک نہیں تھا کیونکہ صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر شک کے فرمایا کہ ''یہ آیت تہائی قرآن کے برابر ہے''۔ (التمہید ج ۱۹ ص ۲۲۸)
اور امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز نہ سوئے حتیٰ کہ تہائی قرآن کو پڑھ لے''۔ صحابہ نے عرض کیا: ہم میں سے کوئی شخص تہائی قرآن پڑھنے کی کیسے طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا: ''کیا تم اس کی طاقت نہیں رکھتے کہ تم قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ اور اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ پڑھو''۔ امام حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۵۶۷)
اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے: سنو! یہ آیت تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۱۲)
یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری کے علاوہ صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے، ان میں سے حضرت ابی بن کعب ہیں اور حضرت عمر ہیں اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ہیں اور حضرت ابن مسعود ہیں اور حضرت ابوالدرداء ہیں اور حضرت ابن عمر ہیں اور حضرت ابوایوب انصاری ہیں اور حضرت ابومسعود انصاری ہیں اور حضرت النعمان بن بشیر ہیں اور حضرت انس ہیں رضی اللہ عنہم۔
(التمہید لابن عبدالبر ج ۷ ص ۲۵۸۔۲۵۲)

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے تہائی قرآن کے برابر ہونے کے متعلق فقہاء اسلام کی متعدد تاویلات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور تہائی قرآن کے برابر ہونے کے حسب ذیل معانی ہیں:
(۱) قرآن مجید کے مضامین کی تین قسمیں ہیں: قصص، احکام اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس آیت میں محض اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے، سو یہ آیت مضامین قرآن کی تین قسموں میں سے ایک قسم ہے، لہٰذا یہ آیت تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۲۲۶)
(۲) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھنے کا اجر وثواب تہائی قرآن پڑھنے کے ثواب کے برابر ہے۔
(۳) قرآن مجید کے مضامین تین قسموں سے متجاوز نہیں ہیں: (ا) معرفت رب تعالیٰ (ب) رب تعالیٰ کے اسماء اور (ج) اس کی صفات کی معرفت اور یہ آیت ان تین قسموں میں سے ایک قسم پر مشتمل ہے، لہٰذا یہ آیت تہائی قرآن کے برابر ہے، اور بعض علماء نے لکھا ہے: یہ تین اقسام اس طرح ہیں: (ا) قصص، عبرتیں اور مثالیں (ب) امر اور نہی اور ثواب اور عقاب (ج) توحید اور اخلاص۔
(۴) جس مسلمان نے توحید کا اقرار کیا اور خالق کی تصدیق کی۔
حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ایک شخص معین کا ارادہ کیا جو اس آیت کو بار بار پڑھ رہا تھا اور اس کی تکرار کر رہا تھا۔ اس شخص نے اس آیت کو اتنی بار پڑھا جو تہائی قرآن کے برابر تھا۔ نیز حافظ ابن عبدالبر نے کہا: ہم وہی بات کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اگرچہ ہم کو یہ معلوم نہیں کہ یہ آیت کس اعتبار سے تہائی قرآن کے برابر ہے اور علامہ القابسی

نے کہا ہے کہ شاید جو شخص رات بھر اس آیت کو بار بار دہرا تا رہا تھا اس کو صرف اتنا ہی قرآن یاد تھا اور اس نے اپنے اس پڑھنے کو بہت کم سمجھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس آیت کو پڑھنا تہائی قرآن کو پڑھنے کے برابر ہے'' تا کہ اس مرد کو نیکی کے کام کی ترغیب ہو خواہ وہ عمل مقدار میں کم ہو، اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بندہ کو تھوڑے عمل پر بھی کثیر عمل کا ثواب دیا جاتا ہے۔

(۶) ابن راہویہ نے کہا ہے: اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جس نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو تین مرتبہ پڑھ لیا اس کا یہ پڑھنا پورے قرآن کے پڑھنے کے برابر ہو گا خواہ وہ اس کو سو مرتبہ سے زیادہ پڑھے بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض کلام کا ثواب دوسرے بعض کلام کے ثواب سے بہت زیادہ رکھا ہے تا کہ مسلمان قرآن مجید کو یاد کرنے اور بار بار پڑھنے میں رغبت کریں۔

علامہ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا ہے: جس نے اس حدیث پر اشکال کا جواب نہیں دیا وہ اس کی بہ نسبت نجات پالے گا جس نے اس کا جواب دیا۔ (التمہید ج ۱۹ ص ۲۳۲)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ ھ نے لکھا ہے:

یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے دو ایسے اسموں پر مشتمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام اوصاف کمالیہ کو متضمن ہیں اور اس آیت کے علاوہ اور کسی آیت میں ایسے دو اسم نہیں ہیں، ان میں سے ایک اسم الاحد ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس وجود خاص کی خبر دیتا ہے جس میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہے، اور دوسرا اسم الصمد ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام اوصاف کو متضمن ہے اور اس کا اطلاق اس پر صحیح ہے جس نے حقیقتاً تمام صفات کمال کو جمع کر لیا ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں حقیقتاً تمام صفات کمال جمع نہیں ہیں، پس واضح ہو گیا کہ ان دو اسموں کی جو خصوصیت ہے وہ کسی اور اسم میں نہیں ہے اور چونکہ اس آیت میں یہ خصوصیت ظاہر ہوئی اس وجہ سے یہ آیت تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔ (المفہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۴۲۔۴۴۱، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

المہلب نے کہا ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنے والے کو تہائی قرآن مجید پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سورۂ اخلاص باقی دوسری سورتوں سے افضل ہے کیونکہ تمام سورتیں اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت ہیں اور اگر کسی سورت کو دوسرے سے افضل کہا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ وہ دوسری سورت کم درجہ کی ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے کسی کلام کا کم درجہ نہیں ہے۔

مسلم بن ابراہیم نے از حسن بن ابی جعفر از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: ''جس نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو دو سو مرتبہ پڑھا اس کے دو سو سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے''۔ اس حدیث کی روایت میں حسن بن جعفر متفرد ہے۔ (فضائل القرآن لابن الضریس: ۲۵۷، شعب الایمان للبیہقی: ۲۵۴۶، تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۸۷)

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور حسن بن ابی جعفر کوئی قابل ذکر شخص نہیں ہے اور الصفدی نے کہا ہے کہ وہ ضعیف راوی ہے اور امام نسائی نے کہا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ (العلل المتناہیہ: ۱۵۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۸۵۔۸۱، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھنے والے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی حضرت قتادہ بن نعمان تھے اور سننے والے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ تھے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے سنا کہ ایک مرد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۝ پڑھ رہا ہے (الاخلاص: ۱) اور اس کو بار بار دہرا

رہا ہے گویا کہ وہ مرد اس سورت کو کم (مقدار کی) سمجھ رہا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام احمد نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک رات پوری رات تک قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ (الاخلاص:۱) پڑھتے رہے اور اس آیت پر کوئی اضافہ نہیں کیا، الحدیث۔

اور جنہوں نے اس سے سنا تھا وہ شاید حضرت ابو سعید ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں کیونکہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ان کے ماں شریک بھائی ہیں، اور وہ دونوں ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ حافظ ابن عبد البر نے اس بات کو وثوق کے ساتھ کہا ہے۔

امام دار قطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو رات کو تہجد کی نماز پڑھتا ہے اور وہ صرف قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ پڑھتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس مرد نے اس آیت کو کم سمجھا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہوں نے اس کی تنقیص کی بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اس کو پڑھنے میں کم عمل ہوتا ہے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یہ آیت تہائی قرآن کے برابر ہے“۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۸۔۱۹۷، ملخصاً دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ نے بھی اس حدیث کی یہی شرح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، تیسیر القاری ج ۵ ص ۴ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

۵۰۱۴۔ وَزَادَ أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَخِي قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ أَنَّ رَجُلًا قَامَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَقْرَأُ مِنَ السَّحَرِ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝﴾ (الاخلاص:۱) لَا يَزِيدُ عَلَيْهَا فَلَمَّا أَصْبَحْنَا أَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ ﷺ نَحْوَهُ۔

اور ابو معمر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہمیں اسماعیل بن جعفر نے یہ حدیث بیان کی ہے از مالک بن انس از عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی صعصعہ از والد خود از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے بھائی قتادہ بن النعمان نے یہ خبر دی کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سحری کے وقت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ (الاخلاص:۱) پڑھ رہا تھا اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کر رہا تھا، پس جب ہم نے صبح کی تو وہ مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اس حدیث کی مثل۔

اس حدیث سے یہی مراد ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ (الاخلاص:۱) کو پڑھنے والے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے۔

۵۰۱۵۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ وَالضَّحَّاكُ الْمَشْرِقِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ فِي لَيْلَةٍ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوا أَيُّنَا يُطِيقُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ اللهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ ثُلُثُ الْقُرْآنِ قَالَ الْفِرَبْرِيُّ: سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے اور ضحاک المشرقی نے حدیث بیان کی از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ رات میں تہائی قرآن پڑھے؟“ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ شاق گزرا

Marfat.com

أَبِي حَاتِمٍ وَرَّاقِ أَبِي عَبْدِ اللهِ يَقُولُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: عَنْ إِبْرَاهِيمَ مُرْسَلٌ وَعَنِ الضَّحَّاكِ الْمَشْرِقِيِّ مُسْنَدٌ

اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ تب آپ نے فرمایا: ''اللہ الواحد الصمد تہائی قرآن ہے''۔ الفربری نے کہا: میں نے ابوجعفر محمد بن ابی حاتم وراق ابوعبداللہ سے یہ سنا ہے، وہ کہتے تھے: امام ابوعبداللہ نے کہا: از ابراہیم مرسل روایت ہے، اوراز الضحاک المشرقی مسند روایت ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(مسند احمد ج ۴ ص ۳، ج ۸ ص ۴۴۲، ۱۲۲، سنن دارمی ج ۲ ص ۴۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۷ ص ۲۵۵، صحیح بخاری: ۵۰۱۵، مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۷، مسند داری ج ۲ ص ۴۶۰، تاریخ اصفہان ج ۲ ص ۱۱-۲۸۶)

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور ان کی سوانح

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف با بن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ مکہ کی گھاٹی (العقبہ) میں پہنچ کر اسلام لائے تھے اور غزوۂ بدر، احد اور باقی تمام مشاہد میں حاضر تھے۔ یہ حضرت رافع بن مالک کے مدینہ آنے کے بعد مدینہ آئے تھے۔ اور یہ اکثر اپنے گھر میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔ غزوۂ احد میں ان کی آنکھ نکل گئی تھی، اور ان کی اس وقت نئی نئی شادی ہوئی تھی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ کے ڈھیلے کو اپنے دست مبارک سے پکڑا، پھر اس کو اس کی جگہ پر لوٹا دیا، پھر اس کو اپنی چادر مبارک سے دبایا، پھر دعا کی: ''اے اللہ اس کو حسن و جمال عطا فرما'' ان کی وہ آنکھ ان کے رخسار پر لٹک گئی تھی اور ان کے اصحاب اسے کاٹنا چاہ رہے تھے، پھر ان کی وہ آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ حسین تھی اور اس کی بینائی دونوں آنکھوں میں سے سب سے زیادہ تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۵۴، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۹ ص ۸، تاریخ دمشق ج ۴۹ ص ۲۷۹)

حضرت قتادہ بن نعمان کے چچا حضرت رفاعہ بن زید بن عامر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ وہی ہیں جن کی زرہ اور ان کے طعام کو بنو ابیرق نے چرایا تھا، جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ (النساء: ۱۰۷)

اور آپ ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ ایک اندھیری رات میں جب بجلی چمک رہی تھی اور بارش ہو رہی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''جب تم واپس جاؤ تو میرے پاس آنا''، پس جب حضرت قتادہ واپس گئے تو آپ نے ان کو ایک درخت کی شاخ عطا کی، پھر آپ نے فرمایا: ''اس کو پکڑلو، پس یہ عنقریب روشن ہوگی اور تمہارے آگے اور پیچھے دس دس فرشتے ہوں گے''۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۶۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۶۰)

فتح مکہ کے دن حضرت قتادہ کے پاس بنوظفر کا جھنڈا تھا اور یہی وہ صحابی ہیں جو رات کو تہجد میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ (الاخلاص: ۱) پڑھ رہے تھے اور اس کی مقدار کو کم سمجھ رہے تھے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے عاصم بن عمر بن قتادہ المحدث ہیں۔ (معرفۃ الصحابہ: ۲۴۶۳، الاستیعاب: ۲۱۳۱-۱۷۴۴، الاصابہ: ۷۰۷۶)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ تیئس (۲۳) ہجری میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اور ان کے

بھائی حضرت ابوسعید الخدری اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما اور حضرت الحارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ ان کی قبر میں اترے تھے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۸۷۔۸۵، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی یہی تاریخ وفات ذکر کی ہے۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ۵۴۳۷، تہذیب التہذیب: ۵۷۴۷، تقریب التہذیب: ۶۲۰۲)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھ احادیث روایت کی ہیں اور امام بخاری نے ان میں سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۵۹ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ کے تہائی قرآن ہونے کے متعدد محامل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی موفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس حدیث کو ظاہر پر محمول کیا ہے، پس انہوں نے کہا: قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ قرآن مجید کے معانی کے اعتبار سے قرآن مجید کا تیسرا حصہ ہے اور اس کی تائید امام ابوعبیدۃ کی اس روایت سے ہوتی ہے، انہوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: انہوں نے کہا: ''قرآن مجید کے تین اجزاء ہیں اور قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ قرآن مجید کے اجزاء میں سے ایک جز ہے''۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ قرطبی کی عبارت نقل کی ہے جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے''۔ اس سے مراد صرف حضرت قتادہ بن نعمان کی قراءت ہے کیونکہ وہ اس رات میں اس آیت کو بار بار دہرا رہے تھے، تو آپ نے اس پڑھنے کو تہائی قرآن کے برابر قرار دیا جب کہ اس کو دہرایا نہ گیا ہو۔

علامہ القابسی نے کہا ہے: ہوسکتا ہے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو اس آیت کے علاوہ اور کوئی آیت یاد نہ ہو۔ اسی لیے وہ اس آیت کو ساری رات بار بار پڑھتے رہے اور انہوں نے اس کی قراءت کی مقدار کو کم سمجھا۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ عالم اپنے اصحاب کو مسائل کی تعلیم دے اور کسی لفظ سے وہ معنی مراد لیا جائے جو متبادر نہ ہو کیونکہ تہائی قرآن سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ حجم میں تہائی قرآن کے برابر ہو حالانکہ یہ مراد نہیں ہے۔

بعض دوسری سورتوں کے متعلق نصف قرآن یا ربع قرآن ہونے کی روایات

امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اذا زلزلت نصف قرآن کے برابر ہے'' اور ''الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے''۔

اور امام ترمذی اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روات کی ہے کہ ''الکافرون اور النصران میں سے ہر ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور اذا زلزلت چوتھائی قرآن کے برابر ہے''۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آیت الکرسی چوتھائی قرآن کے برابر ہے، اور یہ حدیث ضعیف ہے اگرچہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور یہ امام ترمذی کا تساہل ہے، کیونکہ اس حدیث کا تعلق فضائل اعمال سے ہے اور اس حدیث کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک ضعیف راوی ہے اور وہ سلمہ ہے۔ اسی طرح امام حاکم نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

Marfat.com

حالانکہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی یمان بن المغیرۃ ہے اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔
(فتح الباری ج ٦ ص ١٩٩۔ ١٩٨، دارلمعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا پڑھنا تہائی قرآن مجید پڑھنے کے برابر ہے'' اس حدیث کے متعلق دیگر شراح بخاری کی تقاریر

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس حدیث کی شرح میں وہی لکھا ہے جس کو ہم پہلے علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر سے نقل کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ٤٧۔ ٤٦، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ١٠٧٣ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید کے مضامین کی تین قسمیں ہیں: قصص، احکام اور صفات باری، اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کی صفات پر مشتمل ہے اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ اس سورت کی آیات ان پر بھی مشتمل ہے اور اس سے زیادہ صفات پر بھی مشتمل ہے اور یہ سورۃ الحشر کی ان تین آیتوں کی مثل ہے: ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو (الی اخرہ)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت کے پڑھنے کا ثواب تمام قرآن پڑھنے کے تہائی ثواب کے برابر ہے، اور اللہ عزوجل کم مقدار کے عمل کے اوپر زیادہ عمل کا ثواب عطا فرماتا ہے اور اس آیت کے تہائی قرآن کے برابر ثواب کی تخصیص کی وجہ کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہم لوگ ناقص فہم ہیں اپنے قیاس سے اس کی توجیہ نہیں کر سکتے۔ (تیسیر القاری ج ٥ ص ٤، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ٥٩٧ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس مسلمان نے توحید کا اقرار کیا اور خالق کی تصدیق کی تو وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے تہائی قرآن کو پڑھ لیا اور اس کے تقاضوں پر عمل نہیں کیا۔ اس تاویل کو امام ابن عقیل نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے کہا: اس کی یہ تاویل جائز نہیں ہے کہ جس نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھ لیا اس کو تہائی قرآن کا ثواب مل جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس نے قرآن مجید کو پڑھا اس کو ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں ملیں گی''۔ (الدرالمنثور ج ١ ص ٢٢، کنز العمال: ٢٣٩٦)
(کشف المشکل علی صحیح البخاری ج ٦ ص ٣٢٨، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہم نے لکھا ہے: جس نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھا اس کو تہائی قرآن پڑھنے کا اجر ملے گا، لیکن امام ابن عقیل نے اس کو ضعیف قرار دیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے قرآن کو پڑھا اس کو قرآن کے ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملیں گی''۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ١١ ص ٣٢١، مکتبہ الرشد، ریاض، ١٤٣٠ھ)

شیخ ابوالعباس تقی الدین ابن تیمیہ حنبلی متوفی ٧٢٨ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ثواب کی دو قسمیں ہیں: ایک ثواب اصلی ہے اور دوسرا وہ ثواب ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے بڑھا چڑھا کر عطا فرماتا ہے، سو جو شخص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تلاوت کرتا ہے اس کو اس کا اصلی ثواب بھی ملے گا اور وہ ثواب بھی ملے گا جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو بڑھا چڑھا کر عطا فرماتا ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا اجر اصلی تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ١٧ ص ١٢٣، مطبوعہ ریاض)

Marfat.com

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جس نے قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو ایک مرتبہ پڑھا تو اس کو تہائی قرآن مجید پڑھنے کا اجر ملے گا، دوسری بار پڑھا تو پھر اس کو اسی طرح تہائی قرآن مجید کا اجر ملے گا اور تیسری بار پڑھا تو وہی اجر تیسری بار ملے گا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ تین مرتبہ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنے سے اس کو پورا قرآن مجید پڑھنے کا اجر و ثواب مل جائے گا۔

(مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ، ج ۱۷ ص ۱۳۸ مطبوعہ، ریاض)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کے اس حدیث کے ترجمہ پر مصنف کی گرفت

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

یعنی سننے والے آدمی نے اس سورت کو قلیل سمجھا کہ یہ تو چھوٹی سی سورت ہے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! یہ سورت تو ثلث قرآن کے برابر ہے"۔

(کشف الباری کتاب فضائل القرآن ص ۷۷، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے یہ غلط ترجمہ کیا ہے، کیونکہ حدیث میں مذکور ہے کہ پڑھنے والے صحابی یعنی حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بار بار صرف یہ آیت پڑھ رہے تھے: قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (الاخلاص: ۱) اس آیت میں ان کے سورت پڑھنے کا ذکر نہیں ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ "یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے بلکہ آپ نے قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے متعلق فرمایا کہ یہ تہائی قرآن کے برابر ہے"۔

دراصل عوام میں اس طرح مشہور ہے کہ سورۂ اخلاص کو پڑھنے کا اجر تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے اسی اعتبار سے اس حدیث کا ترجمہ کیا ہے، حالانکہ وہ اپنے حلقہ میں ماہر شیخ الحدیث بتائے جاتے ہیں تو ان کو چاہیے تھا کہ وہ تحقیق کر کے اور متعدد شروح کا مطالعہ کر کے اس حدیث کا ترجمہ کرتے نہ کہ عوامی زبان کے اعتبار سے اس کا ترجمہ کرتے۔

علماء غیر مقلدین کا غلط ترجمہ اور اس پر مصنف کی گرفت

شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم اس پروردگار کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے"۔

(تیسیر الباری ج ۵ ص ۳۲)

حالانکہ حدیث میں سورت کا لفظ نہیں ہے اِنَّهَا کا لفظ ہے اور ضمیر قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی طرف راجع ہے۔ اسی طرح انہوں نے اس کے بعد دوسری حدیث کے ترجمہ میں لکھا ہے: یعنی سورۃ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے جب کہ حدیث میں سورت کا لفظ نہیں ہے بلکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں اللہ الواحد الصمد تہائی قرآن ہے۔

اسی طرح دوسرے غیر مقلد عالم شیخ داؤد راز میواتی نے بھی شیخ وحید الزمان کی نقل میں غلط ترجمہ کیا ہے اور لکھا ہے:

وہ رات کو سورۂ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ بار بار پڑھ رہے ہیں۔ (ترجمہ و شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۵۴۱، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۴ء)

حالانکہ اس حدیث میں سورت کا لفظ مذکور نہیں ہے، صرف قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے الفاظ ہیں۔

۱۴۔ بَابُ: فَضۡلِ الۡمُعَوِّذَاتِ — المعوذات کی فضیلت کا بیان

۵۰۱۶۔ حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ يُوسُفَ أَخۡبَرَنَا مَالِكٌ — امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

Marfat.com

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُ بِيَدِهِ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوتے تو خود پر المعوذات پڑھ کر دم کرتے، پس جب آپ کا درد شدت اختیار کر گیا تو میں معوذات کو پڑھ کر آپ پر دم کرتی اور آپ کے اوپر آپ کا ہاتھ پھیرتی تا کہ آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۳۹ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۱۶، صحیح مسلم: ۲۱۹۲، سنن ابوداؤد: ۳۹۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۹، مسند احمد: ۲۶۲۴۹، شرح السنہ ج ۵ ص ۲۲۵، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴، کنز العمال: ۱۸۳۶۲، اتحاف السادۃ المتقین ج ۶ ص ۲۹۷، کتاب الاذکار للنووی: ۱۲۳، مشکوٰۃ: ۱۵۳۲، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۲۶، تاریخ کبیر ج ۴ ص ۱۱۳: ۳۵۴، معالم التنزیل ج ۷ ص ۳۲۶، الدر المنثور ج ۶ ص ۴۱۷-۴۱۴)

نَفَثَہٗ کا معنی اور المعوذات کا مصداق

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نَفَثَہٗ کا لفظ ہے اور نفث کا معنی ہے: لعاب دہن کی کم سے کم چھینٹیں یعنی اس طرح دم کرے کہ لعاب کی معمولی چھینٹیں بھی نہ نکلیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ: اس طرح دم کرے کہ اس سے لعاب دہن کی چھینٹیں نہ نکلیں، اور المعوذات سے مراد ہے: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس، اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ المعوذات سے مراد ہے: سورۃ الاخلاص اور سورۃ المعوذتین۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۶۲۷-۶۲۶، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

بیماری میں اور سونے سے پہلے اپنے اوپر المعوذات پڑھ کر دم کرنے کا سنت ہونا

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے جو معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا ہے آپ کے اس فعل میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان اپنی بیماری میں اور سوتے وقت معوذات کو پڑھ کر دم کرے اور جس چیز سے بھی وہ نیند میں ڈرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر چند ایسی آیات نازل کی گئی ہیں جن کی مثل نہیں سنی گئی''۔ (تفسیر عبدالرزاق: ۳۷۵۹، صحیح مسلم: ۸۱۴)

نیز حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ان کو پڑھ کر پناہ طلب کرو کیونکہ ان کی مثل سے پناہ نہیں طلب کی گئی''۔

(سنن نسائی ج ۸ ص ۲۵۴، صحیح مسلم: ۸۱۴) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۹۱، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۵۰۱۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں المفضل بن فضالہ نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان

Marfat.com

لَیْلَةٍ جَمَعَ كَفَّیْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِیهِمَا فَقَرَأَ فِیهِمَا ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ وَ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ وَ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ثُمَّ یَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ یَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ یَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(صحیح البخاری: ۵۰۱۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۵۶، سنن ترمذی: ۳۴۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۸۷۵)

کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات اپنے بستر پر جاتے تو اپنی دو ہتھیلیوں کو جمع کرتے، پھر ان میں دم فرماتے، پھر ان میں پڑھتے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک وہ جاسکتیں ان کو اپنے جسم پر پھیرتے، ان کو پھیرنے کی ابتداء اپنے سر اور اپنے چہرے سے کرتے اور جو آپ کے جسم کے سامنے کا حصہ ہوتا، اور آپ یہ فعل تین مرتبہ کرتے۔

اس اشکال کا جواب کہ اس حدیث میں پہلے ہتھیلیوں پر دم کرنے کا ذکر ہے اور پھر المعوذات کو پڑھنے کا ذکر ہے اور اس کا یہ جواب کہ اس حدیث میں راوی کو سہو ہوا ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اپنے دونوں ہاتھوں پر دم فرماتے اور پھر تین سورتوں کو پڑھتے، شاید کہ اس روایت میں راوی کو سہو ہوا ہے کیونکہ آپ پہلے ان تین سورتوں کو پڑھتے تھے تاکہ قرآن مجید کی برکت حاصل ہو، پھر اس کے بعد ہتھیلیوں پر دم فرماتے تھے، علامہ طیبی نے یہ کہا ہے کہ: صحیح روایت پر طعن اور اعتراض کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ دونوں ہتھیلیوں کو جمع کرتے اور ان پر دم کرنے کا عزم فرماتے، پھر ان سورتوں کو پڑھتے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (النحل: ۹۸)

پس (اے رسول مکرم!) جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں O

اس آیت سے بھی بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قرآن مجید کی تلاوت کریں، پھر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھیں حالانکہ قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب آپ قرآن مجید کی تلاوت کا ارادہ کریں تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھیں۔ اسی طرح اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب آپ اپنی ہتھیلیوں پر دم کرنے کا ارادہ فرماتے تو ان سورتوں کو پڑھتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۵۰۔۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس اشکال کا جواب کہ اس حدیث میں پہلے ہتھیلیوں پر دم کرنے کا ذکر ہے اور پھر المعوذات کو پڑھنے کا ذکر ہے اور اس کا یہ جواب کہ یہ فاء تفسیر یہ ہے

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس حدیث میں سورتوں کے پڑھنے سے پہلے دم کرنے کا ذکر ہے حالانکہ قراءت دم کرنے پر مقدم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں فاء تفسیر یہ ہے جیسے اس آیت میں ہے:

وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ۔ (ہود: ۴۵) اور نوح نے اپنے رب کو ندا کی تو کہا: اے میرے رب!

سو اسی طرح پہلے جو ہتھیلیوں پر دم کرنے کا ذکر ہے اس کی تفسیر بعد میں مذکور ہے کہ آپ یہ تین سورتیں پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں پر دم کرتے تھے۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۳۹۲، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

علامہ محمد الفضیل الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ نے بھی علامہ طیبی کا جواب ذکر کیا ہے۔
(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۳۲۴، مکتبۃ الرشد، ۱۴۳۰ھ)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو المعوذات میں تغلیباً شامل کرنا اور مصنف کا اس پر تعاقب

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
معوذات میں تغلیباً قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ (کشف الباری کتاب فضائل القرآن ص ۸۰، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)
میں کہتا ہوں: ہر چند کہ عقل اور درایت کا تقاضا یہ ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے پہلے چونکہ اعوذ کا کلمہ نہیں ہے اس لیے اس کا معوذات میں تغلیباً شمار ہو، لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو بھی معوذات میں شمار فرمایا ہے اس لیے روایت کا تقاضا یہ ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا المعوذات میں حقیقتاً شمار ہو۔

جس حدیث میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو بھی معوذات میں شمار فرمایا ہے وہ درج ذیل حدیث ہے:
حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کو چلا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اے عقبہ! کہو''، پس میں نے غور سے سنا، پھر آپ نے فرمایا: ''اے عقبہ! کہو''، پھر میں نے غور سے سنا، پھر آپ نے فرمایا: ''اے عقبہ! کہو''، تو میں نے غور سے سنا، پھر میں نے عرض کیا: میں کیا کہوں؟ تو آپ نے فرمایا: ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ حتیٰ کہ آپ نے یہ سورت پڑھ کر اس کو ختم کیا''، پھر آپ نے پڑھا: ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' اور میں نے بھی آپ کے ساتھ پڑھا حتیٰ کہ آپ نے اس سورت کو ختم کر دیا، پھر آپ نے پڑھا: ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' پس میں نے بھی یہ آپ کے ساتھ پڑھا حتیٰ کہ آپ نے اس سورت کو ختم کر لیا، پھر آپ نے فرمایا: ''ان سورتوں کی مثل کے ساتھ کسی نے پناہ طلب نہیں کی''۔
(سنن نسائی ج ۸ ص ۲۵۱، سنن نسائی: ۵۴۴۶۔۵۴۴۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
اصحاب السنن الثلاث، امام احمد، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ان سورتوں کے ساتھ تعوذ کرو'' (پناہ طلب کرو) کیونکہ اس کی مثل کے ساتھ تعوذ نہیں کیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے، آپ نے فرمایا: ''المعوذات کو ہر نماز کے ساتھ پڑھو'' پھر آپ نے ان سورتوں کا ذکر کیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۰۔۱۹۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ المعوذات میں تغلیباً شامل ہے (فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۹) تو میں کہوں گا کہ ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حجت ہے نہ کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول، اور ابن حجر عسقلانی کو بھی یہ نہیں لکھنا چاہیے تھا کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ المعوذات میں تغلیباً شامل ہے جب کہ صریح احادیث صحیحہ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے تعوذ کرنے کا حکم دیا اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان احادیث کی تصریح کی ہے۔

۱۵۔ بَابٌ: نُزُوْلِ السَّكِيْنَةِ وَالْمَلَائِكَةِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ — قرآن مجید کی قراءت کے وقت سکینہ اور ملائکہ کا نازل ہونا

۵۰۱۸۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ الْهَادِ عَنْ — اور لیث نے کہا: مجھے یزید بن الہاد نے حدیث بیان کی از محمد بن

Marfat.com

مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَفَرَسُهُ مَرْبُوطَةٌ عِنْدَهُ إِذْ جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَتَتْ فَقَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ وَسَكَتَتِ الْفَرَسُ ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَكَانَ ابْنُهُ يَحْيَى قَرِيبًا مِنْهَا فَأَشْفَقَ أَنْ تُصِيبَهُ فَلَمَّا اجْتَرَّهُ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى مَا يَرَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَأَشْفَقْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ تَطَأَ يَحْيَى وَكَانَ مِنْهَا قَرِيبًا فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَانْصَرَفْتُ إِلَيْهِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ فَخَرَجْتُ حَتَّى لَا أَرَاهَا قَالَ وَتَدْرِي مَا ذَاكَ قَالَ لَا قَالَ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ قَالَ ابْنُ الْهَادِ وَحَدَّثَنِي هَذَا الْحَدِيثَ عَبْدُ اللهِ بْنُ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ۔

ابراہیم از اسید بن حضیر، انہوں نے کہا: جس وقت وہ رات کو سورۃ البقرۃ پڑھ رہے تھے اور ان کے پاس ان کا گھوڑا بندھا ہوا تھا تو اچانک ان کا گھوڑا بدکنے لگا تو وہ خاموش ہو گئے، پس گھوڑا بھی پرسکون ہو گیا، وہ پھر پڑھنے لگے تو گھوڑا پھر بدکنے لگا، وہ پھر خاموش ہوئے تو گھوڑا بھی پرسکون ہو گیا، انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا پھر بدکا، پس وہ مڑ گئے اور ان کا بیٹا یحییٰ اس گھوڑے کے قریب تھا تو ان کو خطرہ ہوا کہ ان کے بیٹے کو گھوڑے سے کوئی ضرر نہ پہنچے، پھر انہوں نے بچہ کو وہاں سے کھینچ لیا اور اپنا سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا حتیٰ کہ انہیں کوئی چیز دکھائی نہیں دی، پھر جب صبح ہوئی تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے ان سے فرمایا: "اے ابن حضیر! پڑھو، اے ابن حضیر! پڑھو"، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس سے ڈرا تھا کہ وہ گھوڑا یحییٰ کو روند ڈالے گا اور یحییٰ اس کے قریب تھا، پس میں نے اپنا سر اٹھایا اور یحییٰ کی طرف مڑا، پھر میں نے اپنا سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو وہاں پر بہت سے چراغ سائبان کی مثل تھے، پس میں وہاں سے نکل آیا حتیٰ کہ میں نے ان کو نہیں دیکھا" آپ نے پوچھا: تم جانتے ہو وہ کیسے چراغ تھے" انہوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: "وہ ملائکہ تھے جو تمہاری آواز کی وجہ سے قریب آگئے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کو سب لوگ ان ملائکہ کی طرف دیکھتے اور وہ ان سے نہ چھپ سکتے"۔ ابن الہاد نے کہا: مجھے عبداللہ بن خباب نے یہ حدیث بیان کی از حضرت ابو سعید الخدری اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۱۸، صحیح مسلم: ۷۹۶، مسند احمد: ۱۱۷۶۶، المستدرک: ۵۵۳، مصنف عبدالرزاق: ۴۱۸۲-۴۱۸۳، المعجم الکبیر للطبرانی ج۱ ص ۱۷۷، تاریخ کبیر للبخاری ج ۵ ص ۵۱۳، کنز العمال: ۳۶۸۱۴-۲۴۳۴-۲۴۳۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۴۴-۸۰۷۴-۸۰۱۶)

قرآن مجید کی تلاوت کے وقت سکینہ اور ملائکہ کے نزول میں تلازم

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں سکینہ اور فرشتوں کے نزول دونوں کا ذکر کیا ہے، گویا کہ امام بخاری کے نزدیک قرآن مجید کے پڑھنے کے وقت ان دونوں کے لزوم میں تلازم ہے اور یہ کہ سائبان میں جو چراغ دکھائی دے رہے تھے وہی سکینہ تھے

Marfat.com

اور وہ چراغ ہمیشہ فرشتوں کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے بنو آدم سے قرآن کریم سننے کو پسند کرتے ہیں، خصوصاً ان مسلمانوں سے جو خوش آواز ہوں اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ خوش آواز تھے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کو قرآن مجید سننے کی حرص ہوتی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: ''اگر تم قرآن پڑھتے رہتے تو صبح کو تمام مسلمان فرشتوں کو دیکھتے''۔ نیز ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس گھر میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہو وہ گھر آسمان والوں کے لیے اس طرح روشن ہو جاتا ہے جس طرح ستارے زمین والوں کے لیے روشن ہوتے ہیں اور فرشتے اس گھر میں حاضر ہوتے ہیں''۔ (شعب الایمان: ۱۹۸۲، سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۲۹)

(۳) اس حدیث میں قرآن مجید کو حفظ کرنے اور تہجد میں قرآن مجید کو پڑھنے اور خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنے کی دلیل ہے۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بنو آدم کے لیے فرشتوں کو دیکھنا جائز ہے جب کہ فرشتے ایسی صورت میں ہوں جس صورت میں آدمیوں کے لیے ان کو دیکھنا ممکن ہو جیسا کہ غزوۂ بدر میں صحابہ نے فرشتوں کو دیکھا، اور حضرت جبریل علیہ السلام مرد کی صورت میں آ کر آپ سے کلام کرتے تھے اور بہت مرتبہ حضرت جبریل آپ کے پاس حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے تھے، جیسا کہ صحیح البخاری: ۳۶۳۴ اور صحیح مسلم: ۲۴۵۱ میں اس کی صراحت ہے۔

(۵) مومنین کے لیے فرشتوں کا دکھائی دینا رحمت ہے اور کفار کے لیے فرشتوں کا دکھائی دینا عذاب ہے۔

(۶) اس میں یہ دلیل ہے کہ سکینہ کوئی جاندار چیز ہے یا ایسی چیز ہے جس میں روح ہوتی ہے کیونکہ قرآن مجید کو سننا ان ہی سے متصور ہو سکتا ہے جو ذوی العقول ہوں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۹۵۔ ۹۳، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ ھ)

باب مذکور کے عنوان کی وضاحت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی المتوفی ۸۵۲ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں سکینہ اور فرشتوں کے نزول دونوں کو جمع کیا ہے اور اس باب کی حدیث میں سکینہ کا ذکر نہیں ہے اور اس سے پہلے سورۃ الکہف کی فضیلت میں جو حدیث گزری ہے اس میں ملائکہ کے نزول کا ذکر نہیں ہے، پس شاید کہ امام بخاری کی یہ رائے تھی کہ ان دونوں حدیثوں کا قصہ ایک ہو اور شاید کہ امام بخاری نے اس باب کی حدیث میں سکینہ کے ذکر سے سائبان کا ارادہ کیا ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس عنوان کا تقاضا یہ ہے کہ سکینہ ہمیشہ فرشتوں کے ساتھ نازل ہوتے ہیں، اور اس سے پہلے باب میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ سکینہ کی کیا تعریف ہے اور علامہ نووی نے سکینہ کے متعلق کیا کہا ہے۔

حضرت اسید بن حضیر کے قرآن مجید پڑھنے کے وقت نزول سکینہ کی مختلف روایات اور ان میں تطبیق

حضرت ابی بن کعب بن مالک نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: جس وقت حضرت اسید رات کو سورۃ البقرۃ پڑھ رہے تھے۔

Marfat.com

اور ابن ابی لیلیٰ کی روایت میں ہے کہ حضرت اسید بن حضیر نے کہا: جب میں سورت پڑھ رہا تھا اور اس کو ختم کر کے آخر میں پہنچا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسید نے جس سورت سے پڑھنا شروع کیا تھا اس کو ختم کر لیا تھا۔

اور ابراہیم بن سعد کی روایت میں ہے کہ جس وقت وہ اپنے کھلیان میں قرآن پڑھ رہے تھے جس میں کھجوریں رکھی ہوئی تھیں، اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ ان کے گھر کی ایک جانب میں گھوڑا بندھا ہوا تھا جس سے ان کو یہ خطرہ ہوا کہ وہ ان کے بچہ کو روند ڈالے گا۔

یہ حدیث اس روایت کے خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت اسید گھر کی چھت پر قرآن پڑھ رہے تھے، ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ گھر کی چھت سے مراد یہ ہو کہ وہ گھر کے باہر قرآن پڑھ رہے تھے جہاں قرآن تھا، پھر یہ روایات متحد ہو جائیں گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قرآن پڑھنے کے وقت یہ حکم دیا تھا کہ قرآن پڑھتے رہو نہ اس وقت جب وہ یہ قصہ سنا رہے تھے

اس حدیث میں مذکور ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے حضیر! پڑھو"۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جب حضرت اسید یہ قصہ آپ کو سنا رہے تھے اس وقت آپ نے ان کو قرآن پڑھنے کا حکم دیا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک میں اس وقت کی صورت حاضر تھی جب وہ قرآن پڑھ رہے تھے اور آپ نے اسی وقت کے متعلق فرمایا کہ قرآن پڑھتے رہو، گویا کہ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی قراءت جاری رکھو تا کہ فرشتوں کے نازل ہونے کی برکت دائماً تمہارے ساتھ جاری رہے اور حضرت اسید بن حضیر نے قراءت منقطع کرنے کے متعلق اپنا عذر بیان کیا کہ مجھے یہ خطرہ تھا کہ گھوڑا میرے بچہ کو روند ڈالے گا۔ حضرت اسید نے پہلی بار اپنے بچہ کو گھوڑے کے پاس سے نہیں کھینچا کیونکہ اس وقت وہ نماز پڑھ رہے تھے، پس انہوں نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے پر اکتفاء کیا اور تین بار سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور ان کو چراغوں کی شکل میں سکینہ نظر آئی، پھر جب سورۂ بقرۃ پوری پڑھنے کے بعد انہوں نے نماز ختم کر لی تو پھر اپنے بچہ کو گھوڑے کے پاس سے کھینچ لیا۔

حضرت اسید بن حضیر کی خوش آوازی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: تمہاری آواز سن کر فرشتے قریب آ گئے تا کہ تم سے قرآن کریم سنیں۔

اور ابن کعب کی روایت میں ہے کہ حضرت اسید خوش آواز تھے۔

اسماعیلی سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت اسید سے فرمایا: "اے اسید! تم پڑھتے رہو کیونکہ تمہیں آل داؤد کی مزامیر سے حصہ دیا گیا ہے"۔

حدیث مذکور کے فوائد و مسائل

(۱) علامہ نووی نے کہا ہے کہ: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اس امت کے افراد فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ علامہ نووی نے مطلقاً کہا ہے لیکن اس میں یہ قید لگانی ضروری ہے کہ اس امت کے نیک مرد فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں، اور وہ مرد فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں جو خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھتے ہوں۔

(۲) اس حدیث سے قرآن مجید پڑھنے کی فضیلت معلوم ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو پڑھنا نزول رحمت اور فرشتوں کے حاضر ہونے کا سبب ہے۔

Marfat.com

میں (سعیدی غفرلہ) کہتا ہوں: اس کی تائید درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل:۷۸) بے شک فجر کی نماز کے وقت قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں O

(۳) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: فرشتوں کا حاضر ہونا اور سکینہ کا نازل ہونا اس خاص سورت کو خاص طریقے سے پڑھنے کی وجہ سے تھا اور اگر یہ علی الاطلاق ہوتا تو ہر قرآن پڑھنے والے کے لیے یہ حاصل ہوتا۔

(۴) اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اگر تم پڑھتے رہتے تو سب فرشتے حاضر ہوتے اور کوئی فرشتہ چھپ نہ سکتا، یعنی فرشتوں کی عادت لوگوں سے چھپنا ہے لیکن وہ قرآن سننے کے لیے اپنی عادت کے خلاف ظاہر ہو گئے۔

(۵) اس حدیث میں حضرت اسید بن حضیر کی فضیلت ہے اور تہجد کی نماز میں سورۃ البقرۃ پڑھنے کی فضیلت ہے اور نماز کو خشوع کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت ہے، کیونکہ حضرت اسید نے اپنے بچہ کو گھوڑے کے پاس سے نہیں ہٹایا اگرچہ نماز کی حالت میں ایسا کرنا مباح تھا، لیکن اس سے خیر کثیر فوت ہو جاتی اس لیے انہوں نے اپنے خشوع کو برقرار رکھا اور نماز کی محبت بچہ کی محبت پر غالب رہی۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۱۔ ۲۰۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی اور شیخ نور الحق حنفی نے بھی اسی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۵۱، تیسیر القاری ۵ ص ۷۔ ۶)

حدیث مذکور کی دیگر شراح سے کی ہوئی شرح

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی بہ طور تعلیق ابن الہاد سے روایت کی ہے اور فضائل قرآن میں امام ابو عبید نے اس کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۳۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل حنفی متوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس باب کے عنوان میں سکینہ کے نزول اور فرشتوں کے نازل ہونے دونوں کا ذکر ہے اور حدیث میں صرف فرشتوں کا ذکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سکینہ سے مراد فرشتے ہیں۔

(الکوثر الجاری ج ۸ ص ۳۹۷، دار احیاء التراث، ۱۴۲۹ھ)

علامہ محمد الفضیل الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اَلظُّلَّه کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: سائبان اور اس سے مراد بادل ہے جس میں چراغوں کی مثلیں تھیں (یعنی فرشتوں کے چہرے) اور ان کے ساتھ فرشتے تھے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ۱۱ ص ۳۲۴، مکتبۃ الرشد، ۱۴۳۰ھ)

۱۶۔ بَابُ: مَنْ قَالَ لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ — جو قرآن اب دو گتوں کے درمیان میں ہے نبی ﷺ نے صرف اسی کو چھوڑا تھا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی نبی ﷺ نے صرف اسی قرآن کو چھوڑا ہے جو اب مصحف میں ہے۔ اس عنوان سے امام بخاری کی یہ مراد نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے جمع شدہ قرآن کو دو گتوں کے درمیان چھوڑا کیونکہ یہ ان احادیث کے خلاف ہے جن میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابو بکر

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے قرآن کو جمع کیا تھا اور یہ عنوان رافضیوں کے اس زعم کو رد کرنے کے لیے ہے کہ حاملین قرآن کے فوت ہو جانے سے اکثر قرآن جاتا رہا اور یہ وہ چیز ہے جس کو رافضیوں نے اس لیے گھڑ لیا ہے تاکہ ان کا یہ دعویٰ صحیح ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی خلافت کے مستحق تھے اور قرآن مجید میں ان کی امامت کی تصریح تھی جس کو صحابہ نے چھپا لیا تھا اور ان کا یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ صحابہ نے تو اس حدیث کو بھی نہیں چھپایا جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا"۔

(صحیح البخاری: ۳۷۰۶، صحیح مسلم: ۲۴۰۴)

تو جب صحابہ نے اس حدیث کو نہیں چھپایا جس میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی صریح فضیلت ہے تو ان کی امامت کے متعلق قرآن مجید کی آیت کو کیسے چھپا لیتے، اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے متعلق کوئی آیت ہوتی تو ان کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ اس کو ضرور ظاہر کرتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو ضرور ظاہر کر دیتے کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عم زاد تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ ان کی اطاعت کرتے تھے اور ان کے احوال پر مطلع تھے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

دَفَّتَيْنِ: کا لفظ دَفَّةٌ کا تثنیہ ہے۔ اس کا معنی ہے، پہلو، اور سواری کے اوپر جو زین ڈالی ہوئی ہوتی ہے اس زین کی جو دو طرفیں لٹکی ہوئی ہوتی ہیں ان کو بھی دف کہتے ہیں۔ (المغرب) دَفَّة الشی کا معنی ہے: ہر چیز کا پہلو اور دَفَّتَيْنِ کا معنی ہے: ہر چیز کے دو پہلو، ڈھول کے ہر دو رخ کے چمڑے جن پر بجانے کے لیے ضربیں لگائی جاتی ہیں۔ (المنجد ص ۳۲۷)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اور اس سے یہاں پر مراد مصحف کی دو جانبوں میں دو جلدیں یا دو گتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے علاوہ بہت زیادہ احادیث کو بھی چھوڑا ہے تو یہ کس طرح صحیح ہوگا کہ آپ نے صرف اسی چیز کو چھوڑا ہے جو مصحف کے دو گتوں کے درمیان ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو قرآن مجید کے سوا لکھا ہوا نہیں چھوڑا یا جس کو آپ کے حکم سے لکھا گیا ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ باب کتابۃ العلم میں یہ حدیث گزری ہے کہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی چیز لکھی ہوئی ہے تو انہوں نے کہا: نہیں صرف قرآن مجید لکھا ہوا ہے یا وہ جو ہر مسلمان مرد کو فہم عطا کی گئی ہے یا جو اس صحیفہ میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۱) اس کا یہ جواب دیا گیا ہے، شاید اس صحیفہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نہیں لکھا گیا تھا۔

علامہ کرمانی نے یہ کہا ہے: اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ بعض لوگ یہ زعم کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی وصیت کی تھی تو حضرت ابو جحیفہ نے یہ سوال کیا تھا کیا: آپ کے پاس خلافت کی وصیت سے متعلق کوئی چیز لکھی ہوئی ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں، میرے پاس تو صرف قرآن مجید لکھا ہوا ہے، اور اس میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کا تعلق امامت کی وصیت سے ہو۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ بہت عمدہ جواب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۰۱۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَشَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما فَقَالَ لَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن رفیع، انہوں نے کہا: میں اور شداد بن معقل حضرت

Marfat.com

شَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ أَتَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ شَيْءٍ قَالَ مَا تَرَكَ إِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ قَالَ وَدَخَلْنَا عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ مَا تَرَكَ إِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے، پس ان سے شداد بن معقل نے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟ تو انہوں نے کہا: آپ نے صرف اسی چیز کو چھوڑا ہے جو مصحف کے دوگتوں کے درمیان ہے۔ عبدالعزیز بن رفیع نے کہا، پھر ہم محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اور ہم نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ نے صرف اسی چیز کو چھوڑا ہے جو مصحف کے دوگتوں کے درمیان میں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تو ایک صحیفہ لکھا ہوا بھی تھا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کتاب العلم میں یہ حدیث گزری ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے پاس صرف اللہ کی کتاب ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں لکھا ہوا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس صحیفہ میں جو احکام لکھے ہوئے تھے ان کو بھی رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اس صحیفہ میں انہوں نے وہ احکام لکھے ہیں جن کو انہوں نے نبی ﷺ سے سنا تھا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن حنفیہ نے یہ کہا تھا کہ نبی ﷺ نے جس مصحف کو چھوڑا ہے اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا امامت کے احکام سے تعلق ہو۔ اس مصحف میں وہی لکھا ہوا ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔

قرآن مجید کی منسوخ التلاوت آیات

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت سے یہ ثابت ہے کہ قرآن مجید کی کچھ آیتیں نازل ہوئیں، پھر ان کی تلاوت منسوخ ہوگئی، بعض آیات کا حکم باقی رہا اور بعض آیات کا حکم باقی نہیں رہا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پہلے یہ آیت نازل ہوئی تھی:

الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ۔ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب زنا کریں تو ان دونوں کو یقینی طور پر سنگسار کرو۔

پھر بعد میں اس آیت کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور اس کا حکم باقی رہا۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جو ستر (۷۰) قاری بئر معونہ میں شہید کر دیئے گئے تھے ان کے متعلق یہ آیت قرآن مجید میں نازل ہوئی تھی:

بلغوا عنا قومنا انا لقد لقینا ربنا۔ ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ بے شک ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی۔

اسی طرح حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلے سورۃ الاحزاب سورۃ البقرۃ کے برابر تھی یعنی اس کی کچھ آیتوں کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور یہ تمام احادیث صحیح ہیں اور ان میں سے کوئی چیز اس باب کی حدیث کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ تمام وہ آیات ہیں جن کی تلاوت نبی ﷺ کی حیات میں منسوخ ہوگئی تھی اور نبی ﷺ نے جس مصحف کو چھوڑا وہ یہی ہے جواب

Marfat.com

ہمارے پاس ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس مصحف کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں چھوڑی تھیں

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس مصحف کو چھوڑا جو دو گتوں کے درمیان ہے۔ اس پر اعتراض ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار چھوڑے تھے اور خچر چھوڑا تھا اور فدک کی زمین کو چھوڑا تھا اور ان سب چیزوں کو آپ نے صدقہ بنایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سوال کرنے والے کی غرض یہ تھی کہ رافضی جو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چند علوم کے ساتھ خاص کر لیا تھا، آیا اس کی کوئی اصل ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سائل کی غرض کو جان کر اس کے سوال کے موافق جواب دیا۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جو انہوں نے اپنی تلوار کی میان میں رکھا ہوا تھا تو میں کہوں گا کہ روافض کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی امامت کے متعلق وصیت لکھی ہوئی تھی اور اس صحیفہ میں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا صرف دیت سے متعلق اور قیدیوں کو چھڑانے کے متعلق احکام تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت محمد بن حنفیہ کا یہ قول روافض کے خلاف بہت قوی حجت ہے، کیونکہ یہ دونوں حضرات حضرت علی کے بہت قریب تھے۔ اور یہ امام بخاری کی خوبی ہے کہ وہ روافض کے خلاف بہ طور حجت ان دونوں کا قول لائے۔

(الکوثر الجاری ج ۸ ص ۳۹۸۔۳۹۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۱۷۔ بَابٌ: فَضْلُ الْقُرْآنِ عَلٰی سَائِرِ الْكَلَامِ — قرآن مجید کی باقی تمام کلاموں پر فضیلت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان درج ذیل حدیث سے ثابت ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جس شخص کو قرآن مجید کی تلاوت نے میرے ذکر سے مشغول رکھا اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول رکھا اس کو میں سوال کرنے والوں سے زیادہ افضل عطا کرتا ہوں اور اللہ کے کلام کی فضیلت باقی کلاموں پر اس طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت باقی مخلوق پر ہے''۔

اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں سوائے عطیہ العوفی کے، اس میں ضعف ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۹۲۶، تاریخ کبیر ج ۴ ص ۱۵، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۰۶، سنن دارمی ج ۲ ص ۴۴۱، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۴۵، اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۴۷۵، ج ۵ ص ۷، الاسماء والصفات للبیہقی ص ۲۳۸)

نیز امام ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت تمام مخلوق پر ہے''۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی عمر بن سعید الاشج ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۹۸، مسند ابو یعلیٰ: ۲۹۴، سنن دارمی: ج ۲ ص ۴۴۱، کنز العمال: ۲۳۰۱)

اور امام ابن الضریس نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور قرآن کو سکھائے'' پھر آپ نے فرمایا: ''قرآن کی فضیلت تمام

Marfat.com

کلاموں پر اس طرح ہے جس طرح اللہ کی فضیلت اس کی خلق پر ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن اس کی صفت ہے''۔
(سنن ترمذی: ۲۹۰۹، سنن دارمی: ۳۳۴۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۰۳، مسند البزار: ۶۹۸، فضائل القرآن لابن الضریس: ۱۳۶، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۶۱۴، تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۴۵۹، زیادۃ المسند ج ا ص ۱۵۳) (فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)
علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس کا خلاصہ لکھا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۰۲۰۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالْأُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ وَالَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيحَ لَهَا وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَلَا رِيحَ لَهَا
(صحیح البخاری: ۵۰۲۰، ۵۰۵۹، ۵۴۲۷، ۵۷۶۰، صحیح مسلم: ۷۹۷، مسند احمد: ۱۹۶۸۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبۃ بن خالد ابو خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ''جو (مومن) قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کی مثال سنگترہ (نارنگی) کی طرح ہے، اس کا ذائقہ بھی لذیذ ہے اور اس کی خوشبو بھی پسندیدہ ہے اور جو (مومن) قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی طرح ہے اس کا ذائقہ تو لذیذ ہے اور اس میں خوشبو نہیں ہے اور جو فاسق قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ریحانہ (پھول) کی طرح ہے، اس کی خوشبو تو پسندیدہ ہے اور اس کا ذائقہ کڑوا ہے اور جو فاسق قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن کی طرح ہے اس کا ذائقہ بھی کڑوا ہے اور اس کی خوشبو بھی نہیں ہے''۔

قرآن مجید پڑھنے کے فضائل اور اس کی ترغیب کے متعلق مزید احادیث اور آثار

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال سنگترہ کے ساتھ دی ہے جس کا ذائقہ بھی لذیذ ہوتا ہے اور خوشبو بھی پسندیدہ ہوتی ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید تمام کلاموں سے افضل ہے، اور قرآن مجید کے فضائل میں اور اس کی تلاوت کی ترغیب میں متعدد احادیث وارد ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:
(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ''جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کو ایک نیکی ملے گی اور اس نیکی کا اجر دس گنا ہوگا اور میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے''۔ (سنن ترمذی: ۲۹۱۰، سنن دارمی: ۳۳۵۱، الصحیحۃ للالبانی: ۳۳۲۷)
(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صاحب قرآن سے کہا جائے گا: قرآن پڑھو اور درجات پر چڑھو اور اس طرح قرآن کی تلاوت کرو جس طرح دنیا میں قرآن کی تلاوت کرتا تھا کیونکہ تمہارا ٹھکانا وہاں ہے جہاں تم قرآن مجید کی آخری آیت پڑھو گے''۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۶۴، سنن ترمذی: ۲۹۱۴، الصحیحۃ للالبانی: ۲۲۴۰)

Marfat.com

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''جنت کے درجات قرآن مجید کی آیات کے برابر ہیں، جس نے تہائی قرآن پڑھا اس کو تین درجات ملیں گے اور جس نے نصف قرآن پڑھا اس کو نصف درجات ملیں گے اور جس نے پورا قرآن پڑھا وہ اعلیٰ علیین میں ہوگا یا صدیق کی منزل میں ہوگا یا شہید کی منزل میں ہوگا''۔

(تاریخ دمشق ج ۵۹ ص ۳۵۶۔ ۳۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۹۴۳، شعب الایمان: ۱۹۹۸)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن اور روزہ اپنے صاحب کی قیامت کے دن شفاعت کریں گے، پس روزہ کہے گا: اے میرے رب! بے شک میں نے دن میں اس کے کھانے اور پینے کو روک دیا، پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا: میں نے اس کی رات کی نیند کو روک دیا، پس اس کے حق میں میری شفاعت کو قبول فرما، پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی''۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۴، المستدرک ج ۱ ص ۵۵۴، امام حاکم نے اس حدیث کی مسلم کی شرط کے موافق روایت کی ہے)

(۵) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ''قیامت کے دن جب مسلمان کی قبر شق ہوگی تو قرآن اپنے پڑھنے والے سے اس طرح ملاقات کرے گا جس طرح جوان مرد ہو پس وہ کہے گا کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا میں تم کو نہیں پہچانتا۔ قرآن کہے گا: میں تیرا وہ صاحب ہوں جو قرآن ہے جس نے تمہیں گرمیوں میں پیاسا رکھا اور جس نے تمہیں رات میں بیدار رکھا اور بے شک ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا ہے اور بے شک تم ہر تجارت کے پیچھے ہو۔ پھر فرشتہ اس کو اپنا دایاں ہاتھ دے گا اور بائیں ہاتھ سے حلہ دے گا اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھے گا اور اس کے والدین کو دو حلے پہنائیں جائیں گے جوان کے پاس دنیا میں نہیں تھے وہ کہیں گے یہ حلے ہمیں کیوں پہنائے گئے ہیں تو ان سے کہا جائے گا کیونکہ تمہارے بیٹے نے قرآن حفظ کیا تھا۔ پھر اس قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا تم قرآن پڑھتے جاؤ اور جنت کے درجات اور بالا خانوں میں چڑھتے جاؤ۔ پھر وہ جب تک قرآن پڑھتا رہے گا جنت کے درجات میں چڑھتا رہے گا''۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۰۴۶، سنن دارمی: ۳۴۴۳، احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے)

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''جو شخص قرآن پڑھتا ہے اس کو ارذل عمر کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا''۔

(المستدرک ج ۲ ص ۵۲۹۔ ۵۲۸، شعب الایمان: ۲۷۰۶، صحیح الترغیب للالبانی: ۱۴۳۵، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۰۱۔ ۹۹، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

قرآن پڑھنے والے مومن کی سنگترہ کے ساتھ تشبیہ کی توجیہ اور سنگترہ کے فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مومن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال سنگترہ کی طرح ہے، اس کا ذائقہ لذیذ ہے اور اس کی خوشبو عمدہ ہے''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی صفت کو ذائقہ کے ساتھ مخصوص کیا ہے، اور تلاوت کی صفت کو خوشبو کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ ایمان مومن کو قرآن سے زیادہ لازم ہے کیونکہ قرآن کو پڑھنے کے بغیر ایمان کا حصول ممکن ہے۔ اسی طرح سے ذائقہ جوہر کے لیے خوشبو سے زیادہ لازم ہے۔ کئی مرتبہ جوہر کی خوشبو چلی جاتی ہے اور اس کا ذائقہ باقی رہتا ہے، پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ سنگترہ کے ساتھ مثال دینے کی حکمت یہ ہے کہ یہ وہ پھل ہے جس میں ذائقہ بھی ہے اور اس میں خوشبو بھی ہے جیسے سیب کے چھلکوں سے دواء بنائی

Marfat.com

جاتی ہے اور وہ فرحت پیدا کرتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس گھر میں سنگترے ہوں جنات اس گھر کے قریب نہیں جاتے، اس لیے سنگتروں کے ساتھ قرآن کو تشبیہ دینا زیادہ مناسب تھا، کیونکہ جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہو وہاں جنات نہیں جاتے، اور سنگتروں کے پھانکوں کا غلاف سفید ہے جو مومن کے دل کے مشابہ ہے اور سنگتروں کے بہت فوائد ہیں جو طب کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں کہ: سنگترہ زود ہضم ہوتا ہے اور اس کا رس دماغ کی کارکردگی میں اضافہ کرتا ہے، صالح خون پیدا کرتا ہے، اعصاب، مسوڑوں اور ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے وغیرہا۔

اس حدیث میں دو قسموں کا بیان ہے: وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا، اور وہ شخص جو نہ عمل کرتا ہے اور نہ قرآن پڑھتا ہے، اور یہ دونوں قسمیں منافق کے حال کے مشابہ ہیں، پس آپ نے اول کی تشبیہ ریحانہ کے ساتھ دی ہے اور ثانی کی تشبیہ اندرائن کے ساتھ دی ہے اور آپ نے منافق کے ذکر پر اکتفاء کر لیا اور آخری دو قسموں کو ذکر فرما دیا۔

(فتح الباری ج ٦ ص ٢٠٣، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

سنگترہ کا مزاج اس کے خواص اور اس کے وٹامن

سنگترہ کا مزاج سرد و تر بہ درجہ سوم ہے۔ یہ صفرا کو قطع کرتا ہے، مفرح اور مسکن ہے، حرارت جسمانی کو کم کرتا ہے، ہوا کی زہریلی تاثیر کو زائل کرتا ہے۔ اس سے چہرے میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ اس میں وٹامن سی زیادہ مقدار میں ہے۔

(المفردات ص ٢٩٥، شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی، ١٩٩١ء)

قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں کی چار قسمیں

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معقول چیز کو محسوس چیز کے ساتھ تشبیہ دی، پھر اللہ تعالیٰ کے کلام مجید کے ذریعے بندے کے باطن اور ظاہر میں تاثیر ہوتی ہے اور بندے اس تاثیر کے ظہور میں مختلف ہیں، پس بعض بندوں کو اس تاثیر میں سے زیادہ حصہ ملتا ہے اور وہ مومن قاری ہے اور بعض وہ ہیں جن کو اس سے بالکل حصہ نہیں ملتا اور وہ منافق حقیقی ہیں اور بعض وہ ہیں جن کے ظاہر میں اثر ہوتا ہے اور باطن میں اثر نہیں ہوتا اور یہ ریاکار ہیں اور بعض وہ ہیں جن کے باطن میں اثر ہوتا ہے اور ظاہر میں اثر نہیں ہوتا، یہ وہ ہیں جو قرآن مجید کی بالکل تلاوت نہیں کرتے۔

سنگترہ کے ساتھ مثال دینے کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھنے والے مومن کی سنگترہ کے ساتھ اس لیے مثال دی ہے کہ یہ تمام پھلوں میں سب سے افضل پھل ہے اور اس میں بہ کثرت صفات مطلوبہ ہیں اور خواص ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس کا سائز بڑا ہوتا ہے اور یہ خوبصورت ہے، اس کا ذائقہ لذیذ ہے اور چھونے میں نرم ہے۔ اس کا رنگ ایسا ہے جس کو دیکھ کر دیکھنے والے خوش ہوتے ہیں اور طبیعت اس کی طرف مائل ہوتی ہے اور اس سے دماغ اور معدے کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے قوت باصرہ، قوت ذائقہ، قوت شامہ اور قوت لامسہ کو تقویت حاصل ہوتی ہے، پھر اس کے اجزاء کی مختلف تاثیرات ہیں، اس کا چھلکا گرم خشک ہے اور اس کا گودا گرم تر ہے اور اس کی گٹھلی سرد خشک ہے اور اس میں اور بہت فوائد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ٥٤۔ ٥٣، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

دیگر شراح بخاری نے اس حدیث کی شرح میں کوئی نئی اور اضافی بات نہیں لکھی۔ (سعیدی غفرلہ)

٥٠٢١۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِي أَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَمَغْرِبِ الشَّمْسِ وَمَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى ثُمَّ أَنْتُمْ تَعْمَلُونَ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى الْمَغْرِبِ بِقِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ قَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ قَالُوا لَا قَالَ فَذَاكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ شِئْتُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہاری مدت گزشتہ امتوں کی بہ نسبت اتنی ہے جتنا عصر کی نماز اور غروب آفتاب کی نماز کے درمیان وقت ہوتا ہے اور تمہاری مثال اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس طرح ہے جس طرح کسی مرد نے چند کام کرنے والوں کو اجرت پر کام کرنے کے لیے بلایا ہو، سو اس نے کہا: جو میرے لیے نصف النہار (دوپہر) تک کام کرے گا اس کو ایک ایک قیراط اجرت ملے گی، پس یہود نے عمل کیا، پھر اس مرد نے کہا: میرے لیے نصف النہار سے لے کر عصر تک کون ایک قیراط اجر کے عوض کام کرے گا تو نصاریٰ نے عمل کیا، پھر تم ہو جنہوں نے عصر سے مغرب تک دو دو قیراط اجر کے عوض عمل کیا، تو یہود اور نصاریٰ نے کہا: ہم نے عمل زیادہ کیا ہے اور ہمیں اجرت کم دی ہے، تو اس شخص نے کہا: کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کم دیا ہے، انہوں نے کہا: نہیں! تو اس شخص نے کہا: پس یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں عطا کروں''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٥٥٧ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ٢٢٦٨۔٢٢٦٩۔٣٤٥٩، سنن ترمذی: ٢٨٧١، مصنف عبدالرزاق: ٢٠٥٦٥۔٢٠٩١١، سنن بیہقی ج ٦ ص ١١٨، مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٨٢٠، تفسیر طبری ج ٢٧ ص ٢٤٤، مسند ابویعلیٰ: ٥٨٣٨، المعجم الاوسط للطبرانی: ١٦٤٢، المعجم الکبیر للطبرانی: ١٣٢٨٥، المعجم الصغیر للطبرانی: ٥٣، صحیح ابن حبان: ٦٦٣٩، تاریخ طبری ج ١ ص ١١، مسند احمد ج ٦ ص ٢، رقم الحدیث: ٤٥٠٨، سنن سعید بن منصور ج ٢ ص ١٧٦)

اس امت کے تمام اعمال کا وقت دوسری امتوں کے اعمال کے وقت سے کم ہے

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ٨٠٤ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ: اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گزشتہ امتوں کا کیا مرتبہ تھا۔ اور یہ امت جس کی عمر سب سے کم ہے اور جس کے اعمال بھی سب سے کم ہیں اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ہے، اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا۔ امام بخاری نے تکلف کے ساتھ اس حدیث سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ عمل کا وقت غروب آفتاب تک ہے اور اس وقت میں جو سب سے قریب عمل ہے وہ نماز عصر ہے اور یہ بہ طریق اشارہ ہے نہ بہ طریق تصریح کیونکہ اس حدیث میں مثال بیان فرمائی ہے اور اس حدیث میں خصوصیت کے ساتھ نماز عصر کا وقت نہیں بیان فرمایا بلکہ اس حدیث سے مراد

Marfat.com

اس امت کے تمام اعمال ہیں خواہ وہ پانچ وقت کی نمازیں ہوں یا دوسری عبادات ہوں اور اس مدت کی بقاء قیامت تک رہے گی۔
اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عصر کی نماز پہلے وقت میں پڑھنا آخیر وقت میں پڑھنے سے افضل ہے۔ (المتواری ص ۹۴۔ ۹۲)

یہود اور نصاریٰ کے زمانہ کی مدت

حضرت ابو موسیٰ کی حدیث میں مذکور ہے کہ یہود کے عمل کا زمانہ طویل ہے اور نصاریٰ کی مدت پر زیادہ ہے، کیونکہ ایک روایت کے مطابق حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان ایک ہزار چھ سو بتیس سال کا عرصہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ (تاریخ طبری ج ۱ ص ۴۹۵)

اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے: ان کے درمیان ایک ہزار نو سو انیس سال کا عرصہ ہے، اور امام ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان چھ سو سال کا عرصہ ہے، پس اسی وجہ سے یہود نے اول نہار سے ظہر کے وقت تک عمل کیا اور نصاریٰ نے ظہر کے وقت سے لے کر عصر کے وقت تک عمل کیا اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہود کا زمانہ نصاریٰ کے زمانہ پر مقدم ہے جب کہ یہود کا عمل طویل تھا اور نصاریٰ کا عمل ان سے کم تھا، پس رہا مسلمانوں کا عمل تو آپ نے اس کو اس مثال میں عصر سے مغرب تک کو قرار دیا، اور اس کی مدت ان سب کی مدت سے کم ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ دنیا کی بقا کی مدت سات ہزار سال ہے مگر یہ قول ضعیف ہے

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: دنیا کی مدت سات دن ہے اور ہر دن ایک ہزار سال کا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری دن میں مبعوث ہوئے ہیں۔ (الروض الانف ج ۲ ص ۲۹۵)

امام طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ دنیا کی مدت سات ہزار سال ہے، اس میں سے چھ ہزار دو سو سال گزر چکے ہیں۔ (تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۵)

علامہ سخاوی نے لکھا ہے: ہر وہ حدیث جس میں قیام کے وقت کی مدت معین طور سے بیان کی گئی ہے اس کی سند ثابت نہیں ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ج ۱ ص ۱۹۳، الضعیفۃ للالبانی: ۳۶۱۱)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: قیامت کے وقوع کا وقت اس غیب کے ساتھ خاص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ مختص کر لیا کیونکہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا: جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اس بات کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ (صحیح البخاری: ۵۰)

محققین علماء اہل سنت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وقت وقوع قیامت کا علم دیا گیا ہے

میں کہتا ہوں کہ محققین نے یہ تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان پانچ چیزوں (بارش کب ہوگی، کل کیا ہوگا، کون کہاں مرے گا، ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور قیامت کب واقع ہوگی) کا علم عطا فرمایا (سعیدی غفرلہ) اور حسب ذیل علماء نے اس کی تصریح کی ہے:

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ کے بغیر ان پانچ چیزوں کے علم کا دعویٰ کرے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

(المفہم ج ۱ ص ۱۵۶، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ ھ)

علامہ بدر الدین عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ احمد قسطلانی، ملا علی قاری اور شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی علامہ قرطبی کی اس عبارت کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۰، فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴، ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۳۸، مرقاۃ ج ۱ ص ۶۵، فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۲)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ (سورۂ بنی اسرائیل کی) آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ فرمایا ہو، قیامت کے علم کے متعلق بھی علماء نے اسی طرح کہا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳)

علامہ احمد قسطلانی شافعی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔ (ارشاد الساری ج ۷ ص ۲۰۳)

علامہ زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا سورۂ لقمان کی آخری آیت میں ذکر ہے علماء نے یہی کہا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ (شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۶۵)

علامہ جلال الدین سیوطی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (شرح الصدور ص ۳۱۹، بیروت، الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۵، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

علامہ صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں:

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کے متعلق مطلع نہیں فرمایا لیکن آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ (تفسیر صاوی ج ۳ ص ۲۱۵، دار احیاء الکتب العربیہ، مصر)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقت وقوع قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو۔ (روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۱۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

اور یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔ (شرح المقاصد ج ۵ ص ۶، ایران)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا، ہاں! ان کو مطلع فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سب رسول ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۷۸)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ جائز ہے کہ مطلع فرمایا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو اور بعض علماء نے علم قیامت کے متعلق بھی یہی کہا ہے۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۰، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

Marfat.com

سیدی عبدالعزیز دباغ عارف کامل فرماتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان پانچ چیزوں کا علم کیسے مخفی ہوگا حالانکہ آپ کی امت شریفہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب تصرف نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت نہ ہو۔ (الابریز ص ۴۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔ (خالص الاعتقاد ص ۴۳، امام احمد رضا اکیڈمی، کراچی)

جھگڑا ختم کرنا چاہیے اور یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں تحریف کی طرف اشارہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جھگڑا منقطع کرنا چاہیے اور لوگوں سے تھکاوٹ کو زائل کرنا چاہیے۔
یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہمیں تمہاری اجرت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں تحریف کردی اور احکام شرعیہ کو تبدیل کردیا اور کام ختم ہونے سے پہلے کام کو منقطع کردیا تو وہ پوری اجرت سے محروم کردیے گئے کیونکہ جس کام پر ان کو اجرت ملتی تھی انہوں نے وہ کام پورا نہیں کیا۔ (اعلام الحدیث ج ۱ ص ۴۴۳)

قیراط کا وزن

قیراط کا وزن نصف دانق ہے یعنی درہم کا چھٹا حصہ، القزاز نے کہا: یہ ان کے اس قول سے ماخوذ ہے: قرط فلان علی العطاء۔ جب کوئی شخص کسی کو بہت کم چیز دے۔ (الصحاح ج ۳ ص ۱۱۵۱)
میں کہتا ہوں کہ: علامہ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ نے لکھا ہے: قیراط کی جمع قراریط ہے، اکثر شہروں میں قیراط دینار کا بیسواں حصہ ہے، اس سے مراد کسی چیز کا چھوٹا سا حصہ ہوتا ہے، قیراط کا وزن بارہ (۱۲) چاولوں کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔ فقہاء کے نزدیک قیراط دینار کے بیس اجزاء میں سے ایک جز ہے اور ہر قیراط تین دانوں کے برابر ہے اور ہر دانہ چار چاولوں کے برابر ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دانہ دو جو کے برابر ہے اور ایک جو دو جوار کے برابر ہے۔ (سعیدی غفرلہ)
(لسان العرب ج ۱۲ ص ۷۳، دار صادر، بیروت (مختار الصحاح ص ۳۱۱) عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

یہود و نصاریٰ کو کم اجرت دینے سے امت مسلمہ کو زیادہ اجرت دینے کی توجیہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت مسلمہ تمام امتوں سے افضل ہے کیونکہ امت مسلمہ کو کم عمل کے باوجود زیادہ اجر دیا گیا اور ان کو اس لیے فضیلت دی ہے کہ ان کی تصدیق قوی ہے اور انہوں نے اصل دین کو محفوظ رکھا ہے اگرچہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں ان کے نفسانی تقاضوں کی وجہ سے بہت کوتاہیاں اور لغزشیں بھی ہوئی ہیں، جس کی تلافی وہ اپنے گناہوں کے اعتراف اور ان پر توبہ کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف یہودی اللہ تعالیٰ سے معاندانہ روش رکھتے تھے جیسا کہ انہوں نے کہا:

يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۚ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ (الاعراف: ۱۳۸)

اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود بنا دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں، موسیٰ نے کہا: بے شک تم جہالت کی باتیں کرتے ہو ۝

اور جب ان کو قوم جبارین سے جہاد کا حکم دیا گیا تو انہوں نے کہا:

يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ (المائدہ: ۲۴)

اے موسیٰ! بے شک ہم ہرگز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ (جبارین) اس زمین میں ہیں، سو آپ اور آپ کا رب دونوں جائیں اور (ان سے) جنگ کریں بے

Marfat.com

شک ہم یہیں بیٹھیں رہیں گے O

میں کہتا ہوں: نصاریٰ کی گمراہی یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا معبود بنالیا تھا۔ (سعیدی غفرلہ) قرآن مجید میں ہے::

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۔ (المائدہ:۱۷) بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا: یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔

حدیث مذکور سے فقہاء احناف کا یہ استدلال کہ عصر کی نماز کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا زوال کا سایا نکالنے کے بعد دو مثل کے برابر ہو جائے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نصاریٰ نے یہ کہا کہ ہم نے ان سے زیادہ عمل کیا ہے اور یہ قول اس وقت صحیح ہوگا جب یہ فرض کیا جائے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے، پھر ظہر سے عصر تک کا وقت دگنا ہوگا اور عصر سے مغرب تک کا وقت اس کا آدھا ہوگا اور تب حدیث میں مذکور نصاریٰ کا یہ اعتراض درست ہوگا کہ ہم نے عمل ان سے زیادہ کیا ہے اور اجر ہم کو کم ملا ہے۔ (سعیدی غفرلہ) نیز اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''ٹھنڈے وقت میں، ٹھنڈے وقت میں، یا فرمایا: انتظار کرو، انتظار کرو'' اور فرمایا: ''گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے، پس جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا''۔

(صحیح البخاری: ۵۳۵، صحیح مسلم: ۶۱۶، سنن ابوداؤد: ۴۰۱، سنن ترمذی: ۱۵۸، موطا امام مالک: ۲۸، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۴۵، صحیح ابن خزیمہ: ۳۹۴، صحیح ابن حبان: ۱۵۰۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۸، شرح السنہ: ۳۶۳، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول برحق ہے خواہ آپ بہ طور مثال فرمائیں یا بہ طور احکام

علامہ جوینی نے کہا ہے کہ جن احادیث میں امثال بیان کی گئی ہیں ان سے احکام شرعیہ کو مستنبط کرنا صحیح نہیں ہے۔ علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ جوینی کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ شارع علیہ السلام حق بات کے سوا اور کچھ نہیں فرماتے۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۱۰ ص ۳۲۲، دار المعرفہ بیروت)

یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں امت مسلمہ کو دگنا اجر ملنا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں کے لیے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کو مشروع کیا تاکہ لوگ اس پر عمل کریں یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث کیے جائیں، سو انہوں نے اس پر عمل کیا حتیٰ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے گئے، پس آپ نے یہود و نصاریٰ کو بھی اسلام کے احکام پر عمل کی دعوت دی تو انہوں نے انکار کیا اور نافرمانی کی، پس اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو لے آیا، پس انہوں نے اسلام کے احکام پر عمل کیا، پس ان کو قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اجر ملتا رہے گا جیسا کہ اس حدیث میں ہے: مسلمانوں نے عصر سے لے کر غروب آفتاب تک پورا دن عمل کیا تو ان کو یہود اور نصاریٰ دونوں کا اجر مل گیا۔ یہود اور نصاریٰ کو ایک ایک قیراط اجر دیا گیا اور امت مسلمہ کو دو قیراط اجر دیا گیا، اور یہود میں سے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت

تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کیا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تو ان کو دو اجر ملیں گے اور اسی طرح سے جو نصاریٰ ہمارے نبی علیہ السلام پر بھی ایمان لائے ان کو بھی دو اجر ملیں گے جیسا کہ صحیح البخاری: ۹۷ میں اس کی تصریح ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۶ ص ۲۰۷۔۲۰۶ ملخصاً، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن کا احناف پر رد اور مصنف کی طرف سے جواب

علامہ ابن ملقن نے فقہاء احناف کی اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث سے عصر کی نماز کے وقت کی ابتداء دو مثل سائے سے شروع کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث سے مقصد یہ ہے کہ امت مسلمہ کے اعمال یہود و نصاریٰ کے اعمال سے زیادہ ہیں نہ کہ آپ کا مقصد نماز کے اوقات بیان کرنا ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۰۴، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: یہ علامہ ابن ملقن کا تحکم ہے یعنی ان کا اپنی طرف سے حکم لگانا ہے اور ان کی ذاتی رائے ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نصاریٰ نے کہا تھا کہ ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور ہم کو اجرت کم ملی ہے۔(صحیح البخاری: ۵۰۲۱) اور ان کا زیادہ کام کرنا اس کو مستلزم ہے کہ انہوں نے زیادہ وقت تک کام کیا ہو، اور اگر عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہو تو ظہر اور عصر کا وقت برابر ہوگا اور ان کا زیادہ کام اسی صورت میں ہوگا جب وہ زیادہ وقت میں کام کریں اور زیادہ وقت تب ہی ہوگا جب عصر کا وقت دو مثل سائے کے بعد شروع ہو اور ظہر کا وقت دو مثل سائے تک ہو تب یہ ہو سکے گا کہ یہود اور نصاریٰ نے زیادہ وقت میں زیادہ کام کیا ہو اور امت مسلمہ نے کم وقت میں کم کام کیا ہو، پس واضح ہو گیا کہ زیادہ کام کرنا زیادہ وقت کو مستلزم ہے اور یہ فقہاء احناف کی عصر کے وقت پر بہت قوی دلیل ہے کہ اس کی ابتداء دو مثل سائے کے بعد ہوتی ہے، اور علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ تو الگ رہے کسی شافعی فقیہ سے بھی اس دلیل کا جواب نہیں بن سکا، خصوصاً جب کہ ہم نے اس کی تائید میں صحیح البخاری: ۵۳۵، صحیح مسلم: ۶۱۶، وغیرہا کو بھی پیش کیا ہے۔

اس اشکال کا جواب کہ یہود و نصاریٰ میں سے جو لوگ مر چکے تھے ان کے عاجز ہونے کا کیا معنی ہے اور جو دین میں تحریف کر چکے تھے ان کو ایک قیراط اجر دینے کا بھی کوئی معنی نہیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: اہل تورات کو تورات دی گئی تو انہوں نے نصف النہار تک اس پر عمل کیا، پھر وہ عاجز ہو گئے تو ان کو ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی تو انہوں نے عصر تک کام کیا، پھر وہ عاجز ہو گئے اور انہیں بھی ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا اور ہمیں دو دو قیراط دیئے گئے تو دونوں کتابوں والوں نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے ان کو دو دو قیراط دیئے ہیں اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا ہے حالانکہ ہم نے زیادہ عمل کیا ہے تو اللہ عز وجل نے فرمایا: کیا میں نے تمہارے اجر میں کوئی کمی کی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! فرمایا: پھر یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں عطا کروں۔(صحیح البخاری: ۵۵۷)

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے یہ لکھا ہے کہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ ان میں سے جو اسلام پر مر چکے تھے ان کو تو عجز کے ساتھ موصوف نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کو جو احکام دیئے گئے تھے ان پر انہوں نے عمل کر لیا، اور اگر یہود و نصاریٰ سے وہ مراد ہیں جو اپنے دین میں تغیر اور تبدل کرنے کے بعد مرے تھے تو ان کو ایک قیراط بھی اجر دینا کیسے درست ہوگا؟

علامہ ابن التین نے اس اعتراض کے جواب میں کہا ہے: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے جو لوگ دین

Marfat.com

میں تغیر کرنے سے پہلے حالت اسلام میں فوت ہوئے اور یہ فرمایا کہ وہ عاجز ہو گئے کیونکہ وہ پورا دن کام نہیں کر سکے اگرچہ انہوں نے اتنا کام کیا جو ان کے لیے مقدر کیا گیا تھا لیکن ان میں سے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ پر ایمان لے آئے تو ان کو دو مرتبہ اجر دیا گیا جیسا کہ کتاب الایمان میں اس کی تصریح گزر چکی ہے۔

عصر کے وقت کی ابتداء دو مثل سائے سے ہونے پر فقہاء احناف کی دلیل کے حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے چار جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے کہا: ہم نے زیادہ عمل کیا تھا:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ: فقہاء احناف میں سے ابوزید نے کتاب الاسرار میں اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عصر کے وقت کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر عصر کے وقت کی ابتداء ایک مثل سائے سے ہو تو پھر عصر کا وقت ظہر کے وقت کے مساوی ہو جائے گا حالانکہ انہوں نے کہا تھا: ہم نے زیادہ عمل کیا ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ عصر کا وقت ظہر کے وقت سے کم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ: ہم نہیں مانتے کہ اس صورت میں عصر کا وقت ظہر کے وقت کے برابر ہو جائے گا کیونکہ ظہر اور عصر کے درمیان کی مدت عصر اور مغرب کے درمیان کی مدت سے زیادہ طویل ہے، اور اگر ہم یہ مان لیں کہ اس صورت میں ظہر سے عصر تک کا وقت اس مدت کے برابر ہو جائے گا جو عصر سے مغرب تک کی مدت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مثال دی ہے اور مثال اور تشبیہ کا ہر جہت سے برابر ہونا لازم نہیں آتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہود اور نصاریٰ دونوں فریقوں میں سے ہر فریق نے یہ کہا تھا کہ ہم نے مسلمانوں سے زیادہ عمل کیا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں فریقوں نے مجموعی طور پر مسلمانوں سے زیادہ عمل کیا ہو اور تیسرا جواب یہ ہے کہ فجر سے لے کر ظہر تک کا وقت تو بہر حال عصر کے وقت سے زیادہ طویل ہے جب کہ عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہو اور فجر سے ظہر تک یہود نے کام کیا تھا تو دراصل یہود نے یہ کہا تھا کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم نے زیادہ کام کیا ہے اور حدیث میں نصاریٰ کو بھی ان کے ساتھ تغلیباً ملا دیا اور اب یہ اعتراض جڑ سے اکھڑ جائے گا، اور چوتھا جواب یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم نے یہ عمل زیادہ کیا ہے، اس حدیث سے یہی مقصود ہے کہ یہود و نصاریٰ کا عمل زیادہ ہے اور مسلمانوں کا عمل کم ہے اور اجر زیادہ ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کم زمانہ میں زیادہ عمل کیا ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ (البقرہ: ۲۸۶)

اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۷۰۔۱۶۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مصنف کی طرف سے حافظ ابن حجر عسقلانی کے جوابات پر تعاقب

میں کہتا ہوں کہ: حافظ ابن حجر عسقلانی کے پہلے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دی ہے اور یہ لازم نہیں آتا کہ مثال اور تشبیہ ہر لحاظ سے مشبہ بہ کے مساوی ہو۔ یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس مثال میں یہی بتایا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے زیادہ عمل کیا تھا اور زیادہ عمل کرنا اس کو مستلزم ہے کہ ان کا وقت بھی زیادہ ہو اور اگر عصر کے وقت کی ابتداء ایک مثل سائے سے ہو تو پھر عصر اور ظہر کا وقت برابر ہو جائے گا حالانکہ حدیث میں یہ مقصود نہیں ہے۔

دوسرا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ میں سے ہر دو فریقین کا عمل زیادہ ہے اور ان کا اجر مسلمانوں سے کم ہے اور اگر حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول کے مطابق دونوں کا مجموعی عمل زیادہ ہو اور اجر کم ہو تو مسلمانوں کی ان دونوں میں سے ہر ایک پر برتری ثابت نہیں ہوگی بلکہ مجموعہ سے برتری ثابت ہوگی جب کہ حدیث کا مقصود یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک پر مسلمانوں کی برتری زیادہ ہے کیونکہ مسلمانوں کا عمل ان میں سے ہر ایک سے کم ہے اور اجر زیادہ ہے۔

تیسرے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ: حدیث میں یہود و نصاریٰ دونوں کا ذکر تغلیباً ہے۔ دراصل صرف یہود نے زیادہ عمل کیا تھا جنہوں نے فجر سے ظہر تک عمل کیا اور یہ وقت بہر حال زیادہ ہے اور حدیث میں نصاریٰ کو بھی ان کے ساتھ تغلیباً ملا دیا اور تغلیباً جو قول ہو وہ مجاز ہوتا ہے اور بلا ضرورت حدیث کے الفاظ کو مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے، اور جب کہ فقہاء احناف کے بیان کردہ محمل کے مطابق اس حدیث کو حقیقت پر محمول کیا جا سکتا ہے تو بلا وجہ حدیث کے الفاظ کو مجاز پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے، سو وہی بات صحیح ہے جو فقہاء احناف نے کہی ہے۔

حافظ ابن حجر کے چوتھے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ عمل کے لیے زیادہ وقت ہونا ضروری نہیں ہے کم وقت میں بھی زیادہ عمل ہو سکتا ہے جیسا کہ گزشتہ امتوں کا عمل زیادہ تھا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔ (البقرۃ:۲۸۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس جواب میں شدید مغالطہ کھایا ہے کیونکہ گزشتہ امتوں کا عمل مقدار میں زیادہ نہیں تھا جس کے لیے زیادہ وقت کی ضرورت ہو بلکہ ان کا عمل کیفیت میں زیادہ شدید اور بھاری تھا حتیٰ کہ ان کو تیمم کرنے کی اجازت نہیں تھی، مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی، ان کو قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت نہیں تھی، ان کے لیے مال غنیمت حلال نہیں تھا، ان کی توبہ جب قبول ہوتی تھی جب وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں، ان کا کپڑا اگر نجس ہو جائے تو اس کی طہارت کے لیے دھو لینا کافی نہیں تھا بلکہ نجس کپڑے کو کاٹنا ضروری تھا، سو ان کے یہ احکام بہت سخت اور دشوار تھے اور ان پر عمل کرنا بہت مشکل تھا۔ یہ بات نہیں ہے کہ ان کے عمل مقدار میں زیادہ تھے جس کے لیے کم وقت کافی نہ ہو اور زیادہ وقت کی ضرورت ہو۔

پس واضح ہو گیا کہ فقہاء احناف کی یہ دلیل کہ عصر کے وقت کی ابتداء دو مثل سائے کے بعد ہوتی ہے، اس کا توڑ نہ حافظ ابن حجر عسقلانی سے ہو سکا اور نہ ان کے استاذ علامہ ابن ملقن سے ہو سکا تھا اور نہ ان شاء اللہ کسی اور غیر حنفی فقیہ سے ہو سکے گا۔

علامہ عینی کا یہ لکھنا کہ عصر کے وقت کی ابتداء دو مثل سائے سے ہوتی ہے یہ صرف امام ابو حنیفہ کا قول ہے ان کے باقی اصحاب کا قول ان کے خلاف ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہود کا قول ظاہر ہے کیونکہ صبح سے لے کر ظہر تک کے وقت کی مدت اس سے زیادہ ہے جو عصر سے لے کر مغرب تک کے وقت کی مدت ہے، اور نصاریٰ کا قول صرف فقہاء احناف کے مذہب پر صحیح ہو سکتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عصر کے وقت کی ابتداد و مثل سائے سے ہوتی ہے اور یہ ان کی اپنے مذہب پر ایک دلیل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ: علامہ کرمانی نے جو ذکر کیا ہے وہ صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور ان کے دوسرے اصحاب (امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہا) یہ کہتے ہیں کہ عصر کے وقت کی ابتداء ایک مثل سائے سے ہوتی ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ دونوں نے کہا کہ ہم نے زیادہ عمل کیا ہے جب کہ واقع میں ایک نے زیادہ عمل کیا تھا تو یہ تغلیب پر محمول ہے، اور کہا

جاتا ہے کہ ان کا عمل زیادہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا زمانہ بھی زیادہ ہو کیونکہ کم زمانہ میں بھی زیادہ عمل ہو سکتا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ: علامہ عینی نے ہمیں بہت مایوس کیا، ایسا لگتا ہے کہ علامہ عینی علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تاویلات سے مرعوب ہو گئے: اور وہ ان کی تاویلات کا رد کرنے پر قادر نہ ہو سکے، کاش! وہ بھی ان کی تاویلات کا اس طرح رد کر دیتے جس طرح اللہ تعالیٰ نے نور الٰہی سے مصنف پر فیضان کیا اور اس نے ان دونوں عظیم شافعی فقیہوں کی تاویلات کا رد کیا اور ان کے تار عنکبوت کو توڑ دیا۔ وَ ذٰلِكَ فضل الله یوتیه مَن یَّشاءُ۔ میں اگرچہ علامہ عینی کے علم کے مقابلے میں ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ وسعت نظر دی کہ میں ان بزرگ شافعی فقیہوں کی تاویلات کا رد کروں اور فقہاء احناف کے مسلک کو اجاگر کروں۔ یہ میرا کمال نہیں دراصل میرے مولیٰ کا کمال ہے۔ اس تقریر کے بعد اب ہم عصر کے وقت کی ابتداء دو مثل سائے سے ہونے پر امام ابوحنیفہ کی طرف سے مزید دلائل پیش کرتے ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

عصر کے وقت کی دو مثل سائے سے ابتداء کے متعلق مزید احادیث

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤذن ظہر کی اذان دینے لگا تو آپ نے فرمایا: ''ٹھنڈا کرو، ٹھنڈا کرو'' یا فرمایا: ''انتظار کرو، انتظار کرو'' اور فرمایا: ''گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا''۔
(صحیح البخاری: ۵۳۹، صحیح مسلم: ۶۱۶، سنن ابوداؤد: ۴۰۱، سنن ترمذی: ۱۵۸، مسند احمد: ۲۱۴۳۴)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے''۔
(صحیح البخاری: ۵۳۴۔۵۳۳، مسلم: ۶۱۵، ابوداؤد: ۴۰۱، سنن ترمذی: ۱۵۷، سنن نسائی: ۴۹۶، سنن ابن ماجہ: ۶۷۸، مسند احمد: ۷۸۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے''۔ (سنن ترمذی: ۱۵۷، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۶)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث کے بعد مذاہب فقہاء بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابوعیسیٰ نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم میں سے ایک قوم نے گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز کی تاخیر کو مختار قرار دیا ہے اور یہ ابن المبارک، امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔ (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے لیکن امام ترمذی نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ سعیدی غفرلہ)

امام شافعی نے کہا: ظہر کی نماز کو اس وقت ٹھنڈا کیا جائے گا جب لوگ دور سے نماز پڑھنے کے لیے آئیں لیکن جب صرف ایک نمازی ہو یا قبیلہ کی مسجد میں نماز ہو تو مستحب یہ ہے کہ ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے نہ پڑھا جائے۔ (میں کہتا ہوں: حدیث میں عموم اور اطلاق ہے اور یہ تقیید حدیث کے عموم کے خلاف ہے۔ سعیدی غفرلہ)

امام ابوعیسیٰ نے کہا کہ گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا زیادہ اتباع کے لائق ہے، اور امام شافعی نے جو کہا ہے کہ ظہر کو ٹھنڈا کرنے کی رخصت دور سے آنے والوں کے لیے ہے اور لوگوں پر مشقت کی وجہ سے ہے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ ہے:

Marfat.com

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ ظہر کی اذان دینے لگے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے بلال! ٹھنڈا کرو ٹھنڈا کرو"۔

اگر بات اس طرح ہوتی جس طرح امام شافعی کا مذہب ہے تو اس وقت میں نماز کو ٹھنڈا کرنے کا کوئی معنی نہیں تھا کیونکہ وہ سب اس سفر میں جمع تھے اور کوئی دور سے آنے والا نہیں تھا۔ (سنن ترمذی ص ۸۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

ان احادیث میں ٹیلوں کے سائے کے بعد ظہر کی اذان دینے کا آپ نے حکم فرمایا۔ اس سے واضح ہوا کہ ایک مثل سائے کے بعد بھی ظہر کا وقت ہوتا ہے اور آپ نے ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ ظہر کا وقت دو مثل سائے تک ہے اور عصر کے وقت کی ابتداء دو مثل سائے کے بعد سے ہوتی ہے اور یہ احادیث امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر قوی دلائل ہیں۔

۱۸۔ بَابُ: الْوَصِيَّةِ بِكِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

اللہ عزوجل کی کتاب کی وصیت

۵۰۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى آوْصَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ أُمِرُوا بِهَا وَلَمْ يُوصِ قَالَ أَوْصَى بِكِتَابِ اللهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں طلحہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی تو انہوں نے کہا: نہیں! پس میں نے کہا: پھر کیسے لوگوں کے اوپر وصیت کو فرض کیا گیا ہے، لوگوں کو اس (وصیت) کا حکم دیا گیا اور آپ نے خود وصیت نہیں فرمائی؟ انہوں نے کہا: آپ نے اللہ کی کتاب کی وصیت کی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۴۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۷۴۰۔ ۴۴۶۰۔ ۵۰۲۲، صحیح مسلم: ۱۶۳۴، سنن ترمذی: ۲۱۱۹، سنن نسائی ج ۶ ص ۲۴۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۴۴۷، صحیح ابن حبان: ۶۰۲۳، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۶۶، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۶۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۲۰۶، سنن ابن ماجہ: ۲۶۹۶، سنن دارمی: ۳۱۲۱، مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۲)

وصیت اور کتب کا معنی

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: الوصایا وصیت کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: جب کوئی شخص اپنی موت کے بعد کسی حکم کو بیان کرے۔ (التوضیح ج ۶ ص ۲۶۔ ۲۵)

اس حدیث میں کُتِبَ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: فرض کیا گیا یا مستحب قرار دیا گیا اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم ایسے حال میں ہو کہ تم کو مرنے کا خوف ہو تو پھر تم وصیت کرو۔

وصیت کرنے کا شرعی حکم

پہلے اولاد اور والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا فرض تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور اولاد اور والدین

Marfat.com

اور عصبات کے حصے مقرر فرما دیئے اور ان کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے لیے تہائی مال سے وصیت کرنا مستحب ہے۔
(جامع البیان للطبری ج ۲ ص ۱۲۲)

دوسرا قول یہ ہے کہ جو وارث نہ ہوں ان کے لیے وصیت کی جائے مثلاً کافر ماں باپ اور غلام، اور الشعبی اور النخعی نے کہا کہ پہلے وصیت کرنا مستحب تھا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۳۳۲۔۱۶۳۲۹، جامع البیان للطبری ج ۲ ص ۱۲۵)

طاؤس نے کہا کہ اگر اس نے کسی اجنبی کے لیے وصیت کی اور ضرورت مند رشتہ دار کو چھوڑ دیا تو اس اجنبی سے مال چھین کر ضرورت مند رشتہ دار کو دیا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۳۲۷۔۱۶۴۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۷۷۴)

اور حسن بصری اور اسحاق نے کہا کہ جب اس نے غیر وارث کے لیے تہائی مال کی وصیت کی تو یہ جائز ہے اور باقی دو تہائی مال اس کے رشتہ داروں کو دیا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۴۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۷۷۳، جامع البیان للطبری ج ۲ ص ۱۲۲)

وصیت کے متعلق دیگر احادیث، آثار اور اقوال تابعین

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس مسلمان مرد کے پاس مال ہو اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو تو جب اس کی دو راتیں گزریں تو اس پر فرض ہے کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی موجود ہو''۔
(صحیح مسلم: ۱۶۲۷، الرقم المسلسل: ۴۰۹۵، سنن ابوداؤد: ۲۸۶۲، مسند احمد: ۵۹۳۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی تو میں نے پوچھا: کیا میں اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں''! میں نے پوچھا: کیا میں نصف مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں''! تو میں نے پوچھا: کیا میں تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! تہائی مال کثیر ہے''۔ (صحیح البخاری: ۴۴۰۹، صحیح مسلم: ۱۶۲۸، الرقم المسلسل: ۴۱۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۸۶۴، سنن ترمذی: ۲۱۱۶، سنن نسائی: ۳۶۲۶، سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۸، مسند احمد: ۱۵۴۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میرا باپ فوت ہو گیا ہے، اس نے مال چھوڑا ہے اور وصیت نہیں کی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا اس کی طرف سے کفارہ ہو جائے گا؟'' آپ نے فرمایا: ہاں''۔
(صحیح مسلم: ۱۶۳۰، الرقم المسلسل: ۴۱۱۰، سنن نسائی: ۳۶۵۲)

ابن طاؤس بیان کرتے ہیں کہ میراث کے احکام نازل ہونے سے پہلے وصیت فرض تھی، پس جب میراث کے احکام نازل ہو گئے تو ورثاء کے حق میں وصیت کرنا منسوخ ہو گیا اور ورثاء کے حق میں وصیت کرنا ثابت ہے، پس جس نے رشتہ داروں کے علاوہ کسی کے لیے وصیت کی تو اس کی وصیت جائز نہیں ہو گی۔ (سنن سعید بن منصور: ۲۵۳)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک مرد نے اپنی موت کے وقت چھ غلام آزاد کر دیئے اور ان غلاموں کے علاوہ اس کا کوئی اور مال نہیں تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں کے تین حصے کیے، پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی، پس ان میں سے دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام برقرار رکھا اور اس شخص کے متعلق آپ نے سخت قول فرمایا''۔
(صحیح مسلم: ۱۶۶۸، الرقم المسلسل: ۴۲۲۶، سنن ابوداؤد: ۳۹۵۸،۳۹۵۹، سنن ترمذی: ۱۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۵)

امام شافعی نے کہا: اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ ابن طاؤس کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں میں بھی تیسرے حصہ کی وصیت نافذ فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے غیر کے لیے بھی تہائی مال سے وصیت کرنا جائز ہے۔
(الرسالہ ص ۱۴۵۔۱۴۳)

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: آیت میراث سے وصیت منسوخ ہوگئی۔
(سنن ابوداؤد: ۲۸۶۹، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۶۵، جامع البیان للطبری: ۲۶۶۰، الدر المنثور ج ۱ ص ۳۲۰)

یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۳۹، جامع البیان للطبری: ۲۶۶۱، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۶۵)

ضحاک اور طاؤس نے کہا: والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا نص قرآن سے واجب ہے جب کہ وہ وارث نہ ہوں، طاؤس نے کہا: جس شخص کے رشتہ دار ہوں اور وہ اجنبی لوگوں کے لیے وصیت کرے تو اس کی وصیت رشتہ داروں کی طرف لوٹائی جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۴۲۷۔۱۶۴۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۷۷۴، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۶۵)

حسن بصری نے کہا: والدین کے لیے وصیت منسوخ ہوگئی اور جو رشتہ دار وارث نہ ہوں ان کے لیے وصیت باقی ہے، اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ (جامع البیان للطبری: ۲۶۵۱۔۲۶۵۲۔۲۶۵۴)

ابراہیم نخعی اور الشعبی نے کہا: والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا مستحب ہے۔
(مصنف عبدالرزاق: ۱۶۳۳۲، جامع البیان للطبری: ۲۶۷۱۔۲۶۷۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۳۲۹)

ضحاک نے کہا: جو شخص مر گیا اور اس کے پاس مال تھا اور اس نے اپنے رشتہ داروں کے لیے وصیت نہیں کی تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی معصیت میں مرا۔ (جامع البیان للطبری: ۲۶۴۴)

حسن بصری اور جابر بن زید اور عبدالملک بن یعلی نے کہا: جب کوئی شخص غریب لوگوں کے لیے تہائی مال کی وصیت کرے اور اس کے رشتہ دار بھی ہوں تو اس کا تہائی مال غرباء کو دیا جائے گا اور باقی مال اس کے ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ (جامع البیان: ۲۶۴۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا، ہم نے جو بھی ترک کیا وہ صدقہ ہے''۔ (صحیح البخاری: ۳۰۹۴۔۶۷۲۷، شمائل ترمذی: ۳۸۴، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۱۴، سنن ابوداؤد: ۲۹۷۷، سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۲، مسند ابوعوانہ ج ۴ ص ۱۴۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۸۰۴۔ ۳۲۹۷، مسند الشامیین للطبرانی: ۳۰۹۸، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۹۹، مصنف عبدالرزاق: ۹۷۷۳، مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۵، ۲۵۱۲۵)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے لیے وصیت فرمائی ہے کہ آپ نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ امت پر صدقہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو تین چیزوں کا حکم دیا: ''ایک یہ تھی کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو، دوسری چیز یہ تھی کہ وفد کو اسی طرح انعامات دیتے رہنا جس طرح میں دیتا ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تیسری وصیت کو میں بھول گیا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۶۸، موطا امام مالک ص ۵۵۶، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۳۵، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وفات کا وقت آیا اور آپ کا سانس اکھڑ رہا تھا تو آپ فرما رہے تھے: ''نماز کو لازم رکھنا اور زکوٰۃ کو لازم رکھنا (یا) اپنے غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا''۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۶۹۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۷، السنن الکبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۲۵۸، مسند ابویعلی ج ۵ ص ۳۰۹، المستدرک ج ۳ ص ۵۷، الارواء للالبانی: ۲۱۷۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما انصار کی مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ رو رہے تھے تو پوچھا: تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہمیں یاد آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہم ہوتے تھے، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے انہوں نے بیان کیا کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اس حال میں کہ آپ نے سر کے اوپر ایک چادر کا کنارہ

باندھا ہوا تھا۔انہوں نے بتایا: پھر آپ منبر پر چڑھے اور اس دن کے بعد آپ منبر پر نہیں چڑھے، پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کی ثناء کی پھر فرمایا: "میں تمہیں انصار کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ میرے غم خوار ہیں اور میرے راز دار ہیں اور انہوں نے اپنے فرائض ادا کر دیئے اور ان کے حقوق باقی رہے، تم ان کے نیک لوگوں کی نیکیوں کو قبول کرنا اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرنا"۔ (صحیح البخاری: ۳۸۰۱۔۳۷۹۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۷ ص ۱۷۸۔۱۷۱، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہما کے اس قول کی توجیہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت نہیں کی

نیز علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ طلحہ بن مصرف نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت کی تھی تو انہوں نے کہا: نہیں! پس میں نے کہا: پھر لوگوں پر وصیت کو کیسے فرض کیا گیا؟ یا انہیں کس طرح وصیت کرنے کا حکم دیا گیا۔ (صحیح البخاری: ۴۴۶۰۔۵۰۲۲، سنن ترمذی: ۲۱۱۹، سنن نسائی: ۳۶۲۲، سنن ابن ماجہ: ۲۶۹۶)

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ بنانے کی وصیت نہیں کی، بعض شیعہ نے یہ زعم کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے لیے خلافت کی وصیت کی تھی۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے اس سے براءت کا اظہار کیا ہے۔ جب آپ سے کسی نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کوئی ایسا عہد کیا تھا جس کا لوگوں سے عہد نہیں کیا تھا؟ تو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو چیرا اور روح کو پیدا کیا! ہمارے پاس صرف اللہ کی کتاب ہے اور جو اس صحیفہ میں لکھا ہوا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۹۰۳)

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ شیعہ کے اس جھوٹ کا اکثر رد فرماتے تھے کہ آپ کو خلافت کی وصیت کی گئی تھی۔

رہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین اور آپ کے ہتھیار اور آپ کے خچر تو آپ نے ان کے متعلق کوئی وصیت نہیں کی جس طرح لوگ اپنے اموال میں وصیت کرتے ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا: "ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا ہم نے جو کچھ بھی ترک کیا ہے وہ صدقہ ہے"۔

(صحیح البخاری: ۳۰۴۴، سنن ابوداؤد: ۲۹۷۷، سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۲، مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۵، ۲۵۱۲۵) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۷ ص ۱۸۵، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

وصیت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الوصایا وصیت کی جمع ہے جیسے ہدایا ہدیہ کی جمع ہے اور وصیت کا اطلاق وصیت کرنے والے کے فعل پر کیا جاتا ہے اور جس مال کی اس نے وصیت کی ہو اس پر بھی وصیت کا اطلاق کیا جاتا ہے، اور الایصاء کا لفظ الموصی کے معنی میں ہے، یہ وصیت کا لغوی معنی ہے اور اصطلاح شرع میں وصیت کا معنی ہے کہ مرنے سے پہلے کوئی شخص جو مخصوص عہد کرتا ہے اور اس کو وصیت اس لیے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں جن کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا اس کی موت کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا رہے۔ نیز اطلاقات شرع میں برے کاموں سے باز رہنے کی تاکید کو بھی وصیت کہتے ہیں اور نیک کاموں پر عمل کی ترغیب کو بھی وصیت کہتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۸۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کرنے کی نفی کی تھی اس کا محمل

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی مراد یہ تھی کہ آپ نے تہائی مال کی وصیت نہیں کی کیونکہ آپ نے اپنے بعد مال نہیں چھوڑا اور آپ نے فرمایا تھا کہ ''آپ نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے اس کا وارث نہیں بنایا جائے گا'' اور آپ نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، اور حضرت عبداللہ بن اوفیٰ نے جو کہا تھا کہ آپ نے وصیت نہیں کی تھی اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے کسی کو خلیفہ بنانے کی وصیت نہیں کی تھی اور حضرت عبداللہ بن اوفیٰ نے جو کہا تھا کہ آپ نے کتاب اللہ کی وصیت کی تھی اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ کتاب اللہ کو لازم رکھو اور اس کے تقاضوں پر عمل کرو جیسا کہ صحیح مسلم اور دوسری کتب حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے وفات کے وقت تین چیزوں کی وصیت کی کہ ''جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہیں رہیں گے'' یا فرمایا کہ ''یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دو'' نیز فرمایا: ''وفد کو اسی طرح انعام واکرام دیتے رہنا جس طرح میں دیا کرتا تھا''۔ اور تیسری وصیت راوی کو یاد نہیں رہی اور یا وہ جو سنن نسائی میں مذکور ہے: آپ نے آخری بات یہ فرمائی کہ ''نماز کی اور زکوٰۃ کی حفاظت کرنا'' یا فرمایا: ''غلاموں اور باندیوں کے حقوق کا خیال رکھنا'' تو حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما نے ایسی وصیتوں کی نفی نہیں کی۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۸۵ ملخصاً دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اور میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا جیسا کہ صحیح البخاری: ۳۷۹۹ اور ۳۸۰۱ میں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۹۔ بَابٌ: مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ — جو قرآن کو خوش آوازی کے ساتھ نہ پڑھے

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ پوری حدیث اس طرح ہے: جو خوش آوازی کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے یعنی ہمارے کامل طریقہ پر نہیں ہے۔ یہ حدیث سنن میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۴)

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۔ (العنکبوت: ۵۱) — کیا ان کے لیے یہ (معجزہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر الکتاب نازل کی جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبری وغیرہ نے یحییٰ بن جعدہ سے روایت کی ہے کہ کچھ مسلمان آئے جنہوں نے یہودیوں سے سنی ہوئی بعض باتیں لکھی ہوئی تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی قوم کے گمراہ ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ اس سے اعراض کرے جو ان کے پاس ان کا نبی لے کر آیا اور دوسری چیزوں کی طرف رغبت کرے''۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۔ (العنکبوت: ۵۱) — کیا ان کے لیے یہ (معجزہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر الکتاب نازل کی جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔

حافظ ابن کثیر وغیرہ پر اس آیت کو ترجمۃ الباب کے بعد لکھنے کی وجہ مخفی رہی اور انہوں نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید کی وجہ سے دوسری کتابوں سے مستغنی نہ ہو۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۰۲۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ — امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَمْ يَأْذَنِ اللهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ وَقَالَ صَاحِبٌ لَهُ يُرِيدُ يَجْهَرُ بِهِ

ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو اتنی توجہ سے نہیں سنا جتنی توجہ سے نبی ﷺ کو خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھتے ہوئے سنا ہے''۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کے ایک دوست نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کو بلند آواز سے پڑھا جائے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۲۴، ۷۴۸۲، ۷۵۴۴، صحیح مسلم: ۷۹۲، سنن دارمی ج ۲ ص ۴۷۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۵، مصنف عبدالرزاق: ۴۱۶۷)

۵۰۲۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا أَذِنَ اللهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ قَالَ سُفْيَانُ تَفْسِيرُهُ يَسْتَغْنِي بِهِ۔

(صحیح البخاری: ۵۰۲۳، صحیح مسلم: ۷۹۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو اتنی توجہ سے نہیں سنا جتنی توجہ سے نبی ﷺ کے خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کو سنا ہے''، سفیان نے کہا: اس کی تفسیر یہ ہے کہ قرآن کے سبب سے مستغنی ہو۔

تَغَنّی کے تین معانی

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: مَا أَذِنَ، اس کا معنی ہے: کسی چیز کو اتنی توجہ سے نہیں سنا، اور حدیث میں ہے:

''جو قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۷، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۱)

اور دوسروں نے یہ اضافہ کیا ہے: ''جو قرآن مجید کو بلند آواز سے نہ پڑھے''۔

علامہ قرطبی کو وہم ہوا اور انہوں نے اس حدیث کی صحیح مسلم کی طرف نسبت کی۔ (المفہم ج ۲ ص ۴۲۳-۴۲۲)

امام شافعی نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کو سریلی آواز کے ساتھ پڑھا جائے یا خوش آوازی کے ساتھ پڑھا جائے۔ حدیث میں ہے: عبیداللہ بن ابی یزید نے بیان کیا: ہمارے ساتھ حضرت ابولبابہ گزرے، ہم ان کے پیچھے گئے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے، پس ہم بھی ان کے گھر میں گئے اور وہاں پر ایک مرد تھا جس کی ہیئت پریشان تھی، وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جو شخص خوش آوازی کے ساتھ قرآن کو نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ میں نے ابن ابی ملیکہ سے کہا: اے ابومحمد! یہ بتائیں کہ جب وہ خوش آواز نہ ہو؟ تو انہوں نے کہا: وہ جتنا ہو سکے خوش آوازی کے ساتھ پڑھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۷۱)

اور دوسروں نے کہا: یتغنی بالقرآن کا معنی ہے کہ: وہ قرآن مجید کے سبب سے مستغنی رہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قرآن مجید کے سبب سے گزشتہ امتوں کی خبروں سے اور ان کی کتابوں کو پڑھنے کی مشغولیت سے

مستغنی رہے۔

ابن الاعرابی نے تغنی کے معنی میں لکھا ہے کہ: عرب جب اونٹنی پر سوار ہوتے اور جب اونٹ ان کے گھروں کے صحن میں بیٹھتے اور اکثر احوال میں وہ خوش آوازی سے گاتے تھے، پس جب قرآن مجید نازل ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند کیا کہ وہ خوش آوازی کے ساتھ گانے کے بجائے خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھیں۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۹۴۵)

دوسرا قول یہ ہے کہ تغنی سے مراد ہے: فقر کی ضد یعنی خوش حالی، امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ حدیث میں ہے: ''جو خوش آوازی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس فعل میں ہماری مثل نہیں ہے کیونکہ ہم اس طرح نہیں کرتے، پس جس نے ایسا کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۱۲۰)

اور امام نے کہا ہے: اس حدیث کی تاویل میں سب سے واضح وجہ یہ ہے کہ جس کو قرآن نے غنی نہیں کیا اور اس کے ایمان نے اس کو نفع نہیں پہنچایا اور اس نے قرآن مجید کے وعد اور وعید کی تصدیق نہیں کی تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور دوسروں نے کہا: جس کو قرآن پڑھنے سے اور قرآن سننے سے راحت نہیں ملی وہ ہم میں سے نہیں ہے اور یہ جو ہم نے لکھا ہے کہ سفیان بن عیینہ سے منقول ہے کہ انہوں نے تغنی کی تفسیر فقر کی ضد کے ساتھ کی ہے یعنی خوش حالی، اس کی تائید اسی حدیث سے ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۰۲۴۔ ۵۰۲۳)

مذکور الصدر سطور میں تغنی کے تین معانی بیان کیے گئے ہیں: قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا، قرآن مجید کے سبب سے گزشتہ امتوں کی خبروں اور ان کی کتابوں میں مشغول ہونے سے مستغنی ہونا اور قرآن مجید پڑھنے کے سبب سے خوش حال ہونا یعنی محتاج نہ ہونا۔

خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سعید بن المسیب، حسن بصری، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور عبدالرحمٰن بن القاسم اور عبدالرحمٰن بن الاسود نے کہا ہے کہ قرآن مجید کو الحان، ترجیع اور سریلی آواز اور طرز لگا کر پڑھنا مکروہ ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے کتاب الثواب میں لکھا ہے کہ فقہاء طرز لگا کر قرآن مجید پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور جب وہ قرآن مجید پڑھتے تو بغیر طرز کے حدر اور ترتیل سے پڑھتے، یہ امام مالک کا قول ہے، اور ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ امام مالک سے نماز میں الحان کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: یہ مجھے پسند نہیں ہے اور اس کے متعلق بہت سخت بات کہی اور کہا: یہ لوگ گاتے ہیں تاکہ دراہم حاصل کریں۔ (المدونہ ج ۱ ص ۱۹۴) اور ابن عیینہ یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بہت توجہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے سبب سے دیگر آسمانی کتابوں میں مشغول ہونے سے مستغنی رہتے ہیں۔ اور امام بخاری نے جو حدیث (۵۰۲۴) روایت کی ہے اس سے ان کی بھی یہی مراد ہے۔

اور امام شافعی اور دوسرے فقہاء متقدمین نے یہ کہا ہے کہ تغنی سے مراد ہے کہ: قراءت میں ترجیع کرنا (مد کو لمبا کرنا) اور خوش آوازی اور سریلی آواز اور لہجہ کے ساتھ پڑھنا۔ (کتاب الام ج ۶ ص ۲۱۵، شرح مشکل الآثار ج ۱ ص ۶۴۔ ۳، المغنی ج ۲ ص ۶۱۳)

عبدالجبار بن الورد کہتے ہیں: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ عبیداللہ بن ابی یزید نے کہا کہ: ہمارے ساتھ ابولبابہ کا گزر ہوا تو ہم بھی ان کے پیچھے گئے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے، پس ایک شخص کہ جس کے بال بکھرے ہوئے

Marfat.com

تھے اس نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جو شخص خوش آوازی کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ عبدالجبار کہتے ہیں: میں نے ابن ابی ملیکہ سے پوچھا: اے ابو محمد! یہ بتائیں کہ جب وہ خوش آواز نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے کہا: جتنا ہو سکے وہ اچھی آواز بنا کر پڑھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۷۱)

عبدالرحمٰن بن السائب بیان کرتے ہیں کہ: ہمارے پاس حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے۔ اس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے، میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ پس میں نے ان کو خبر دی تو انہوں نے کہا: مرحبا اے بھتیجے! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم خوش آوازی سے قرآن پڑھتے ہو اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''یہ قرآن تختی اور غم کے ساتھ نازل ہوا ہے (یعنی ایسے مضامین کے ساتھ نازل ہوا ہے)، پس جب تم قرآن پڑھو تو روؤ اگر رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ اور خوش آوازی سے قرآن پڑھو، پس جس نے خوش آوازی کے ساتھ قرآن نہیں پڑھا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۷، اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن رافع ہے اور یہ ضعیف اور متروک ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے سنا: ایک مرد قرآن مجید پڑھ رہا تھا، آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ آپ کو بتایا گیا: یہ حضرت عبداللہ بن قیس ہیں یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ تب آپ نے فرمایا: ''اس کو آل داؤد کے مزامیر میں سے مزمار دیا گیا ہے''۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۴۱، مسند احمد: ۹۸۱۳) مزمار کا معنی ہے: بانسری۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو''۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۶۸، سنن نسائی: ۱۰۱۴، سنن ابن ماجہ: ۱۳۴۲، مسند احمد: ۱۸۵۱۹)

سفیان بن عیینہ نے تغنی کی جو تاویل کی ہے اس کا رد اور خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے متعلق مزید احادیث

عمر بن شبہ نے ذکر کیا کہ میں نے ابو عاصم النبیل سے کہا کہ سفیان بن عیینہ کہتے تھے کہ تغنی کا معنی ہے: قرآن مجید کے سبب سے دوسری آسمانی کتابوں سے مستغنی ہونا اور خوش حال ہونا تو انہوں نے کہا: ابن عیینہ کی یہ تاویل کچھ نہیں ہے لاشئ ہے اور انہوں نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام خوش آوازی سے پڑھتے تھے اور روتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام ستر طرزوں کے ساتھ زبور کو پڑھتے تھے اور اس طرح پڑھتے تھے کہ غم زدہ خوش ہو جاتا اور جب وہ رونا چاہتے تو زمین پر چلنے والا اور سمندر میں تیرنے والا ہر جاندار سنتا اور روتا۔ (غریب الحدیث للخطابی ج ۱ ص ۶۵۶۔ ۶۵۵)

اس قول کی تائید میں درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور سورۃ الفتح پڑھ رہے تھے اور اس میں ترجیع کر رہے تھے (مد کو لمبا کر رہے تھے)۔ انہوں نے کہا: پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ کی طرز اتاری اور کہا: اگر مجھے لوگوں کے جمع ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس طرح ترجیع کرتا جس طرح حضرت ابن مغفل نے ترجیع کی تھی۔ تو میں نے حضرت معاویہ سے پوچھا کہ ان کی ترجیع کس طرح تھی تو انہوں نے بتایا: آ آ آ۔ یعنی مد کو تین مد کے برابر لمبا کر کے پڑھا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۸۱۔ ۷۵۴۰، صحیح مسلم: ۷۹۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۶۷)

امام شافعی سے سفیان بن عیینہ کی تاویل کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اس حدیث کا زیادہ علم ہے۔ اگر رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد استغناء ہوتی تو آپ یوں فرماتے:

من لم یستغن بالقرآن فلیس منا۔ جو قرآن مجید کے سبب سے مستغنی نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

لیکن آپ نے فرمایا:

من لم یتغنّ بالقرآنِ فلیس مِنّا۔ جو قرآن کو غنا یعنی خوش آوازی کے ساتھ نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد غنا اور خوش آوازی ہے۔ (سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۵۹) اسی طرح ابن ابی ملیکہ نے اس کی تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد آواز کو اچھا کرنا ہے۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۵۲۹) اور یہی امام ابن المبارک اور نضر بن شمیل کا قول ہے۔
(تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۹)

امام طبری نے ذکر کیا ہے کہ جنہوں نے قرآن مجید میں خوش الحانی کو اختیار کیا ہے ان میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہتے: ہمارے سامنے ہمارے رب کا ذکر کیجئے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۵۸) پس حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سریلے لہجہ میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص حضرت ابوموسیٰ کی طرح خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھنے کی طاقت رکھتا ہو وہ پڑھے، اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے، تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے سامنے فلاں سورت پڑھو تو انہوں نے وہ سورت پڑھی، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ روئے اور کہا: میں یہ گمان کر رہا تھا کہ یہ سورت ابھی نازل ہوئی ہے، اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مختار ہے اور عطا بن ابی رباح سے بھی یہی مروی ہے اور انہوں نے حضرت عبید بن عمیر کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور عبدالرحمٰن بن اسود بن یزید رمضان کے مہینہ میں مساجد میں حسین آواز کی پیروی کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اتنے غور سے نہیں سنتا جتنے غور سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن ترنم کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کو سنتا ہے''۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسن صوت کے ساتھ خوش آوازی سے بلند آواز سے قرآن مجید کو پڑھا جائے''۔ (صحیح البخاری: ۷۵۴۴، صحیح مسلم: ۲۳۳)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: یہ حدیث خوش آوازی سے قرآن کریم پڑھنے پر بہت واضح دلیل ہے۔
(شرح ابن بطال ج ۱۰ ص ۲۶۱-۲۶۰)

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بہت زیادہ غور سے اس مرد کو سنتا ہے جو حسین آواز کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے بہ نسبت اس شخص کے جو کسی گانے والی سے گانا سنتا ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۵۷۱-۵۷۰، اخلاق حملۃ القرآن ص ۲۰۹-۲۰۸، سنن ابن ماجہ: ۱۳۴۰، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۰)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں کہ: اسماعیل اور فضالہ کے درمیان میسرۃ ہے جو فضالہ کا مولیٰ ہے، مگر امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (کتاب الثقات لابن حبان ج ۵ ص ۴۲۵)، اور اس حدیث کی صحیح ابن حبان: ۷۵۴ میں روایت کی ہے، تاہم حافظ ذہبی نے اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۵۷۱، اور البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، الضعیفہ: ۲۹۵۱)

علامہ ابن بطال نے کہا: اگر اس حدیث میں تغنی کا معنی وہ ہوتا جو سفیان بن عیینہ نے کیا ہے تو پھر حسین آواز اور خوش آوازی کا

Marfat.com

کوئی معنی نہ ہوتا، اور کلام عرب میں معروف یہ ہے کہ تغنی خوش آوازی کو اور حسین آواز کے ساتھ ترجیع یعنی مد کے لمبا کرنے کو کہتے ہیں، اور جس کا یہ زعم ہے کہ تغنی کا معنی استغنا ہے اس نے کلام عرب میں فحش غلطی کی ہے۔ ہمیں کلام عرب میں کسی کا علم نہیں جس نے غنی کا معنی استغنا کیا ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۱۰ ص ۲۶۲)

اور امام طبری نے کہا کہ سفیان بن عیینہ نے جو یہ تاویل کی ہے کہ غنی سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کے سبب سے لوگوں سے مستغنی ہو، کیونکہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اتنا غور سے نہیں سنتا جتنا قرآن کو تغنی کے ساتھ سنتا ہے، اور سفیان بن عیینہ نے اس کی تفسیر کی ہے: جو قرآن کے سبب سے مستغنی ہوتا ہے اور یہ بداہۃً غلط ہے اور لغت کے خلاف ہے کیونکہ اذن کا معنی ہے جس نے کسی بات کو سنا اور چپ رہا، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ (الانشقاق: ۲) اور اپنے رب کا حکم سن کر (آسمان) اس کی اطاعت کرے گا اور یہی اس پر حق ہے O

اور اس لیے کہ قرآن مجید کے سبب سے لوگوں سے مستغنی ہونا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: درج ذیل حدیث سے اس مسئلہ میں بالکل اشکال نہیں رہتا:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کو سیکھو اور اس کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھو اور اس کو لکھو، پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! یہ قرآن رسی سے باندھے ہوئے اونٹ سے زیادہ بھاگنے والا ہے''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۹۸۲)

اور اہل تاویل نے ذکر کیا ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی کتاب لے کر آئے جس میں گزشتہ امتوں کی خبریں تھیں تو یہ آیت نازل ہوئی:

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ (العنکبوت: ۵۱) کیا ان کے لیے یہ (معجزہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر الکتاب نازل کی ہے جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔

پس قرآن مجید کے سبب سے مستغنی ہونے سے مراد پچھلی امتوں کی خبریں ہیں جیسا کہ اسحاق بن راہویہ نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی ہے اور اس استغنا سے وہ استغنا مراد نہیں ہے جو فقر کی ضد ہے اور امام بخاری کا عنوان میں اس آیت کا ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا بھی اس حدیث میں یہی مذہب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱۰ ص ۲۶۳۔۲۵۹)

خوش آوازی اور ترنم کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کے متعلق احادیث

عنقریب یہ حدیث آئے گی کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو آل داؤد کے مزامیر میں سے ایک مزمار دی گئی ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۰۴۸) اور ابوسلمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ کو دیکھ کر کہتے تھے کہ ہمارے سامنے اللہ کا ذکر کیجئے اور ابوعثمان النہدی کہتے تھے: میں نے کسی ساز کی آواز حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی آواز سے زیادہ حسین نہیں سنی۔ (شرح ابن بطال ج ۱۰ ص ۲۷۵)

ابوعبید بن القاسم بن سلام نے کہا ہے کہ جن احادیث میں قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے وہ اس پر محمول ہیں کہ لوگوں کو عذاب سے ڈرانے اور بداعمالیوں پر غمگین کرنے اور نیک اعمال کا شوق دلانے کے لیے خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھا جائے، اور بے شک حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز کو امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے بھی سنا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۲)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سے کون سب سے اچھی آواز کے ساتھ قرآن پڑھتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''جس سے تم قرآن سنو تو تم پر اللہ کا خوف اور خشیت طاری ہو''۔ (فضائل القرآن ص ۱۶۵۔ ۱۶۴)

سو خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کا یہ محمل ہے نہ کہ ایسی خوش آوازی جس کے ساتھ لہو ولعب کے گانے ہوتے ہیں۔

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں از عبدالرحمٰن بن السائب کہ ہمارے پاس حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے، جب ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ انہوں نے مجھ سے میرا نام ونسب پوچھا تو میں نے ان کو بتایا۔ انہوں نے کہا: میرے بھتیجے کو مرحبا ہو۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم خوش آوازی کے ساتھ سر میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہو، اور میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''یہ قرآن غم گین کرنے والی آیتوں کے ساتھ نازل ہوا ہے، پس تم اس قرآن کو پڑھو تو روؤ، پس اگر تم کو رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۷ ضعیف ابن ماجہ للالبانی: ۲۸۱)

میں کہتا ہوں کہ: ہر چند کہ البانی کے نزدیک اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں احادیث ضعیف السند کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

امام عبید نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ ہم چھت کے اوپر تھے اور ہمارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں ایک مرد تھا اور میرا گمان ہے کہ وہ حضرت عبس الغفاری تھے، پس انہوں نے دیکھا کہ لوگ طاعون کے ڈر سے گھروں سے بھاگ رہے ہیں تو انہوں نے کہا: اے طاعون! مجھے اپنی گرفت میں لے لے، ان سے کہا گیا کیا: آپ موت کی تمنا کر رہے ہیں؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے کہا: میں چند ایسی خصلتوں میں سبقت کر رہا ہوں جن خصلتوں کا نبی ﷺ کو اپنی امت پر خوف تھا: مقدمہ کے فیصلہ کو فروخت کرنا، قتل کو معمولی سمجھنا، رحم کو منقطع کرنا اور وہ قوم جو قرآن کو مزامیر بنائے گی (قرآن کو گا گا کر پڑھے گی)، ان میں سے کوئی ایک شخص مقدم کیا جائے گا جو ان سب سے افضل نہیں ہوگا اور نہ وہ سب سے زیادہ فقیہ ہوگا مگر اس وجہ سے کہ ان سب سے زیادہ خوش آوازی سے قرآن کریم پڑھتا ہوگا۔ (فضائل القرآن ص ۱۶۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن مجید کو سب سے اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے والا وہ شخص ہے جب تم اس کو قرآن پڑھتے ہوئے سنو تو تم یہ گمان کرو کہ یہ اللہ سے ڈرتا ہے''۔ (اخلاق حملۃ القرآن ص ۲۱۰)

اور عنقریب یہ حدیث آئے گی جس کو امام بخاری نے الماہر بالقرآن کے باب میں بغیر سند کے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ''قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو''۔ (صحیح البخاری: ۷۵۴۴)

ہر چند کہ امام بخاری نے اس حدیث کی بغیر سند کے روایت کی ہے مگر امام احمد، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس حدیث کی حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور پوری سند بیان کی ہے اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۵، ۲۹۶، ۳۰۴، ۳۰۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۶۸، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۷۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۸۸، ۸۰۵۰، سنن ابن ماجہ: ۱۳۴۲، صحیح ابن حبان: ۷۴۹) امام بخاری نے اپنی کتاب خلق افعال العباد میں اس حدیث کی روایت کی ہے: (۱۹۵، ۱۹۹، ۲۰۱) اور امام ابن خزیمہ نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے: (صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۵۱، ۱۵۵۶) اور حاکم نے بھی اس کی روایت کی ہے (المستدرک ج ۱ ص ۵۷۱) امام دارقطنی نے بھی اس کی روایت کی ہے (علل دارقطنی ج ۱۰ ص ۱۴۸) اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۸۸) اور البانی نے بھی اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے (صحیح سنن ابوداؤد ج ۱۰

ص ۱۴۸)اور امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اس حدیث کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے (صحیح ابن حبان: ۷۵۰)اور امام ابوعبید نے بھی اس کی روایت کی ہے (فضائل القرآن ص ۱۶۰) اور البانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے (صحیح ابوداؤد ج ۵ ص ۲۰۹) اور امام بزار نے بھی اس حدیث کی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ سے روایت کی ہے لیکن انہوں نے اسے معلل قرار دیا ہے (مسند البزار: ۱۰۳۵) اور علامہ الہیثمی التوفی ۸۰۷ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں صالح بن موسیٰ ہے اور وہ متروک راوی ہے (مجمع الزوائد ص ۷ ص ۱۷۱) اور امام حاکم نے حضرت البراء کی حدیث کی بیس سندوں کے ساتھ روایت کی ہے اور ان سندوں کی وضاحت کی ہے۔(المستدرک ج ۱ ص ۵۷۵۔۵۷۱)

امام ابن حبان نے کہا ہے: اس حدیث کے الفاظ مختلف ہیں بعض احادیث میں ہے کہ "قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے مزین کرو"۔اور بعض احادیث میں ہے کہ "اپنی آوازوں کو قرآن مجید سے مزین کرو"۔(صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۲۶)

علامہ حمد بن محمد الخطابی الشافعی التوفی ۳۸۸ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے: "اپنی آوازوں کو قرآن مجید سے مزین کرو"۔اسی طرح اس کی متعدد ائمہ حدیث نے تفسیر کی ہے اور ان کا زعم یہ ہے کہ یہ حدیث مقلوب ہے یعنی اصل حدیث اس طرح ہے:"قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے مزین کرو"۔جس طرح یہ قول مقلوب ہے کہ اونٹنی کو حوض پر پیش کیا گیا ورنہ اصل میں ہے کہ حوض کو اونٹنی پر پیش کیا گیا اور طلحہ کی روایت میں آوازوں کا لفظ قرآن مجید پر مقدم ہے یعنی اپنی آوازوں کو قرآن مجید سے مزین کرو اور یہی صحیح ہے۔(معالم السنن ج ۱ ص ۲۵۲)

امام حاکم نے اس حدیث کی چھ سندوں کے ساتھ روایت کی ہے اور ان میں اس طرح ہے کہ "قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے مزین کرو"۔(المستدرک ج ۱ ص ۵۷۲)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی التوفی ۳۶۰ھ نے اس حدیث کی دو مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک روایت میں ہے کہ "اپنی آوازوں کو قرآن سے مزین کرو"،(المعجم الکبیر: ۱۱۱۱۳) اور دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا:"اپنی آوازوں کو قرآن مجید سے حسین بناؤ"،(المعجم الکبیر: ۱۲۶۳۴) امام طبرانی نے پہلی حدیث کی عبداللہ بن خراش سے روایت کی ہے اور امام بخاری نے کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے۔(التاریخ الکبیر: ۲۱۹)

ان کثیر حوالہ جات سے یہ متعین ہو گیا کہ صحیح روایت یہ ہے کہ قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے مزین کرو اور جس روایت میں ہے کہ اپنی آوازوں کو قرآن مجید سے مزین کرو، تو اس کا محمل یہ ہے کہ جس حال میں تم قراءت کر رہے ہو اپنی آوازوں کو مزین کرو اور ترکیب کلام میں بالقرآن حال ہے اور امام دارمی اور امام حاکم کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو کیونکہ اچھی آواز سے قرآن مجید کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے"۔(سنن دارمی: ۳۵۴۴، المستدرک ج ۱ ص ۵۷۵)، اور البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(الصحیحہ: ۷۷۱)

اس حدیث میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ کسی قلب کی اور اس حدیث میں قرآن سے مراد کلام قدیم نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں قرآن سے مراد وہ کلام ہے جو حروف اور آوازوں پر مشتمل ہے۔

ان کثیر احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کو خوش آوازی اور طرز سے اور سریلے لہجہ میں پڑھنا مستحسن اور مستحب ہے۔ اور یہی امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا قول ہے، اور امام مالک کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ

Marfat.com

پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ قول بہ کثرت احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ (سعیدی غفرلہ)
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۱۸۔۱۰۵، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

تغنّی کے معنی کی تحقیق، اور سفیان بن عیینہ کی تفسیر کی تائید

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی بات کو اتنی توجہ سے نہیں سنتا جتنی توجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تغنّی کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنتا ہے''۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ تغنّی کی تفسیر ہے: قرآن مجید کے سبب سے مستغنی ہو۔
(صحیح البخاری: ۵۰۲۴، صحیح مسلم: ۷۹۲، سنن ترمذی: 1017)

امام ابن ابوداؤد نے علی بن مدینی سے نقل کیا ہے کہ سفیان بن عیینہ نے اس حدیث کی یہ تفسیر ہرگز نہیں کی (جس طرح صحیح بخاری میں مذکور ہے) میں کہا ہوں کہ: اس حدیث کی امام حمیدی نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی ہے اور حمیدی سفیان کی حدیث کو سب سے زیادہ پہچاننے والے ہیں، اور ابن ابی ملیکہ نے عبد اللہ بن نہیک سے روایت کی ہے کہ میری حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور میں اس وقت بازار میں تھا، انہوں نے کہا: تجار کسب کرتے ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرمارہے تھے: ''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن مجید کے سبب سے غنی نہ ہو''۔ اور امام ابوعبید اس سے راضی تھے کہ غنی کی تفسیر مستغنی کے ساتھ کی جائے۔ انہوں نے کہا: اس بنا پر اس حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ جو شخص قرآن مجید کے سبب سے دنیا کی کثرت سے مستغنی نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں ہے اور امام ابوعبید نے اس معنی پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے قرآن مجید کو پڑھا وہ غنی ہے۔

تغنّی بالقرآن کے متعدد معانی

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ تغنّی بالقرآن کے چار معانی ہیں: (۱) خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھنا (۲) قرآن مجید کے سبب سے لوگوں سے مستغنی ہونا (۳) غم گین آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا۔ یہ امام شافعی کا قول ہے (۴) قرآن مجید کے ساتھ مشغول ہونا۔ ان چار اقوال کے علاوہ ایک قول ابن الانباری نے ذکر کیا ہے، انہوں نے کہا: تغنّی بالقرآن سے مراد ہے: قرآن مجید پڑھنے سے لذت حاصل کرنا اور اس کی مٹھاس کو محسوس کرنا جیسا کہ موسیقی کے دل دادہ لوگ سازوں سے لذت حاصل کرتے ہیں۔

اور قرآن مجید کی آواز پر غنا کا اطلاق کیا کیونکہ اس کے پڑھنے سے اسی طرح خوشی حاصل ہوتی ہے جس طرح غنا سے خوشی حاصل ہوتی ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے عرب کہتے ہیں: عمائم عربوں کے تاج ہیں کیونکہ عمامہ تاج کے قائم مقام ہے، اور یہاں ایک اور قول بھی ہوسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تغنّی کا معنی ہو: ھجیراء جیسا کہ مسافر اور فارغ شخص تنہائی میں گانا گاتا ہے۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ عرب جب اونٹوں پر سوار ہوتے تو گانا گاتے تھے اور جب ان کے صحن میں اونٹنیاں بیٹھتیں تو وہ گاتے تھے، اور جب قرآن مجید نازل ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا کہ آپ گانے کی بجائے قرآن مجید پڑھیں، پس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کو لازم رکھنے پر برانگیختہ کیا جائے اور قرآن مجید کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف توجہ نہ کی جائے، اور اس کا رجوع اس طرف ہوتا ہے جو امام بخاری کا مختار ہے کہ قرآن مجید کے سبب سے دوسری آسمانی کتابوں سے مستغنی ہوا جائے۔

''جو تغنّی سے قرآن مجید نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے'' کے متعدد محامل

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس کو قرآن مستغنی نہ کرے اور اس کو اس کے ایمان میں نفع نہ دے اور وہ اس کی

Marfat.com

وعد اور وعید کی تصدیق نہ کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جس شخص کو قرآن مجید پڑھنے اور سننے سے راحت حاصل نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اور اس سے وہ مراد نہیں ہے جو امام ابوعبید کا مختار ہے کہ قرآن مجید سے غنا حاصل ہوتا ہے جو فقر کے خلاف ہے اور امام ابوعبید کی یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ محض قرآن مجید کو لازم رکھنے سے غنا حاصل نہیں ہوتا اور اس توجیہ میں تکلف ہے گویا کہ امام ابوعبید نے یوں کہا کہ جو قرآن مجید کی تلاوت کو لازم رکھنے سے غنا حاصل نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے، اور وہ معنی جو امام شافعی سے منقول ہے کہ ''تغنی کا معنی ہے: غم گین لہجے میں قرآن مجید کو پڑھنا'' میں نے امام شافعی کا ایسا صریح قول نہیں دیکھا، ہاں! ''مختصر المزنی'' میں یہ مذکور ہے کہ امام شافعی اس کو پسند کرتے تھے کہ قرآن مجید کو حدر اور تحزین کے ساتھ پڑھا جائے۔

اور امام طبری نے ذکر کیا ہے کہ: امام شافعی سے سوال کیا گیا کہ سفیان بن عیینہ نے تغنی کی تفسیر استغنا کے ساتھ کی ہے تو انہوں نے اس کو پسند نہیں کیا اور کہا: اگر آپ کا ارادہ استغنا ہوتا تو آپ من لم یتغن بالقرآن کی بجائے من لم یستغن بالقرآن فرماتے اور آپ کا تغنی بالقرآن سے ارادہ تحسین صوت تھا یعنی ''جس نے قرآن مجید کو خوش آوازی سے نہیں پڑھا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: کلام عرب میں غنی کا معنی استغنا نہیں ہے۔

اور عمر بن شبہ نے سفیان بن عیینہ کی تفسیر کا رد کیا اور کہا: یہ لاشی ہے اور کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی قراءت میں تغنی کرتے تھے اور خود روتے تھے اور لوگوں کو رلاتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام زبور کو ستر طرزوں میں پڑھتے تھے اور اسی طرح خوش آوازی سے پڑھتے تھے کہ غم زدہ خوش ہو جاتا تھا اور عنقریب صحیح بخاری میں یہ حدیث آئے گی کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مزامیر داؤد سے ایک مزمار دی گئی تھی۔

تغنی کے متعدد محامل میں تطبیق اور ان کی اجتماعی صورت

خلاصہ یہ ہے کہ ان تاویلات مذکورہ میں سے اکثر کو جمع کرنا اور ان میں تطبیق دینا ممکن ہے، وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو خوش آوازی سے بلند آواز کے ساتھ ترنم سے پڑھے اور غم گین لہجہ میں پڑھے اور قرآن مجید کے سبب سے دوسری آسمانی کتابوں سے مستغنی رہے اور اس سے اپنے نفس میں غنا کو طلب کرے اور اپنے ہاتھ کو لوگوں کے سامنے پھیلانے سے مستغنی رکھے۔

خوش الحانی اور خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنے میں اختلاف فقہاء

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نفوس ترنم کے ساتھ قرآن مجید کو سننے کی طرف ان کی بہ نسبت زیادہ مائل ہوتے ہیں جو ترنم کے ساتھ نہ پڑھیں کیونکہ ترنم کے ساتھ پڑھنے میں قلب کی رقت پر عمل ہوتا ہے اور اس سے آنسو بہتے ہیں، اور سلف میں یہ اختلاف رہا ہے کہ قرآن مجید کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں رہا کہ اچھی آواز سے قرآن پڑھنے والا اس پر مقدم ہے جو اچھی آواز سے قرآن نہ پڑھے۔

عبدالوہاب مالکی نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ جو خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھے وہ حرام ہے اور اس قول کی حکایت ابو الطیب الطبری اور الماوردی الشافعی اور ابن حمدان الحنبلی نے متعدد اہل علم سے کی ہے۔

اور علامہ ابن بطال مالکی اور قاضی عیاض مالکی اور علامہ قرطبی المالکی اور الماوردی الشافعی اور امام غزالی الشافعی اور فقہاء احناف میں سے صاحب الذخیرہ نے خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھنے کو مکروہ کہا ہے اور ابویعلی اور ابن عقیل حنبلی نے اس قول کو مختار قرار دیا ہے۔

Marfat.com

اور علامہ ابن بطال مالکی نے صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا جائز ہے اور امام شافعی نے اس کی تصریح کی ہے اور فقہاء احناف میں سے امام طحاوی نے اسی کو نقل کیا ہے اور علامہ الفورانی شافعی نے الابانہ میں لکھا ہے کہ خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

فقہاء کے مختلف اقوال میں تطبیق

اس اختلاف کا محل یہ ہے کہ جب خوش الحانی کی وجہ سے قرآن مجید پڑھنے سے کوئی لفظ اپنے مخرج سے متغیر نہ ہو تو پھر جائز ہے اور اگر کوئی لفظ اپنے مخرج سے متغیر ہو جائے تو علامہ نووی نے ''التبیان'' میں یہ لکھا ہے کہ یہ حرام ہے اور ان کی عبارت یہ ہے کہ:
علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کو خوش آوازی سے پڑھنا مستحب ہے، جب تک کہ کوئی لفظ زیادہ کھینچنے کی وجہ سے اپنی حد سے نہ نکلے حتیٰ کہ کوئی لفظ زیادہ کھینچنے کی وجہ سے اپنی حد سے زیادہ نکل گیا تو پھر یہ حرام ہے۔ اسی طرح الماوردی الشافعی نے لکھا ہے، اور اسی طرح امام غزالی شافعی نے لکھا ہے اور اسی طرح ابن حمدان الحنبلی نے ''الرعایہ'' میں لکھا ہے اور اسی طرح فقہاء احناف میں سے صاحب ذخیرہ نے لکھا ہے۔

خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنے کے متعلق حرف آخر

ان مختلف اقوال اور دلائل میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھنا مطلوب ہے، پس اگر کسی کی آواز اچھی نہیں ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ کوشش کر کے جہاں تک ہو سکے قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھے کیونکہ اچھی آواز کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنے سے قرآن مجید کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۷۔۲۰۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے متعلق دیگر شراح کی شروح

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنا اس وقت مستحب ہے جب خوش الحانی کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے لفظ اپنے مخرج سے نہ نکلے اور جب وہ خوش الحانی کی وجہ سے قراءت میں افراط یا تفریط کرے حتیٰ کہ کوئی حرف زیادہ ہو جائے یا کم ہو جائے تو پھر یہ حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص تغنی سے قرآن مجید نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص لذت کے ساتھ قرآن مجید کو نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور آپ کا یہ ارشاد بہ طور ترغیب ہے۔ (تیسیر القاری ج ۵ ص ۹، ملخصاً مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:
تغنی بالقرآن میں علماء کے چار قول ہیں: (۱) خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھنا (سنن ابوداؤد: ۱۴۷۱) (۲) قرآن مجید کے سبب سے لوگوں سے مستغنی رہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو قرآن مجید کے سبب سے مستغنی نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۲۹) (۳) قرآن مجید کو غم گین لہجہ میں ترنم سے پڑھے۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔ (۴) جو قرآن مجید پڑھنے میں مشغول رہے۔ (کشف المشکل ج ۲ ص ۳۳۲۔۳۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

جہاں تک ہو سکے قرآن پڑھنے والا خوش آوازی اور ترنم کے ساتھ غم گین لہجہ میں قرآن مجید پڑھے اور دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے مستغنی رہے اور صرف اللہ تعالیٰ سے اجر کا طالب رہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۴۵، ملخصا دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمہور کا موقف یہ ہے کہ اس حدیث میں غنا سے مراد خوش آوازی ہے کیونکہ امام احمد اور امام بیہقی نے اپنی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے: اللہ تعالیٰ اس مرد سے خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھنے کو اس سے زیادہ توجہ کے ساتھ سنتا ہے جتنا کوئی شخص کسی گانے والی سے گانے کو توجہ سے سنتا ہے۔ (مسند احمد: ۲۴۳۴۹، بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۰) (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۰۰، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ فقہاء شافعیہ اور اکثر فقہاء نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی ہے: قرآن مجید کو خوش الحانی اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھا جائے (اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۵۸) اور حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی نے لکھا ہے کہ حسین آواز سے بلند آواز کے ساتھ ترنم سے غم گین لہجہ میں قرآن مجید پڑھے اس حال میں کہ وہ دوسری آسمانی کتابوں سے مستغنی ہو اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے مستغنی ہو۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۷)

۲۰۔ بَابُ اِغْتِبَاطِ صَاحِبِ الْقُرْآنِ

صاحب قرآن پر رشک کرنا

۵۰۲۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْكِتَابَ وَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَرَجُلٌ أَعْطَاهُ اللهُ مَالًا فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”حسد صرف دو خصلتوں میں کیا جائے: ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب عطا کی ہو اور وہ اس کتاب کے ساتھ رات کے اوقات میں قیام کرے اور دوسرا وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو، سو وہ اس مال کو رات کے اوقات میں اور دن کے اوقات میں صدقہ کرے“۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح مسلم: ۸۱۶، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۸، مسند الحمیدی: ۹۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۴۰، مسند ابویعلیٰ: ۵۰۷۸، صحیح ابن حبان: ۱۹۰، المعجم الاوسط: ۳۳۷، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۶۳، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۸۸، شعب الایمان: ۵۲۸۷، شرح السنۃ: ۱۳۸، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۳۶۹، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵، کنز العمال: ۲۴۴۶، مشکل الآثار ج ۱ ص ۹۱، سنن دارمی: ۳۵۳، ۳۲۳، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵۶، ج ۳ ص ۱۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۵۷، مشکوٰۃ: ۲۰۲، المطالب العالیہ: ۳۵۰۴، مصنف عبدالرزاق: ۵۹۷۴، تاریخ بغداد ج ۷ ص ۸۵، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۲۹۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاسماعیلی نے اس باب کے عنوان پر یہ اعتراض کیا ہے کہ صاحب قرآن خود اپنے فعل پر رشک نہیں کرتا بلکہ اس کے اوپر دوسرے رشک کرتے ہیں۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ جب کہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ صاحب قرآن کا غیر صاحب قرآن پر رشک کرتا ہے کیونکہ صاحب قرآن خود عمل کرتا ہے تو صاحب قرآن کا خود اپنے عمل پر رشک کرنا زیادہ اولیٰ ہے جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے متعلق بشارتوں کو سنتا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کی مذکور الصدر شرح پر علامہ عینی کا اعتراض

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ توجیہ صحیح نہیں ہے اور اس کلام کی یہ توجیہ کس طرح کی جائے گی جب کہ غبطہ کا معنی یہ ہے کہ فلاں آدمی کو جو نعمت دی گئی ہے اس کو بھی وہ نعمت دی جائے اور یہ کیسے متصور ہوگا کہ کسی شخص کو جو نعمت دی گئی ہے وہ اس پر خود رشک کرے اور اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ باب کے عنوان میں عبارت محذوف مانی جائے یعنی کسی قرآن پڑھنے والے کا قرآن پر رشک کرنا اور پھر ان تاویلات کی حاجت نہیں ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۵۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: علامہ عینی کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ انہوں نے الغبط اور الاغتباط کا فرق نہیں کیا اور یہ عین الفساد ہے۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۸۰-۲۷۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر سے علامہ عینی کے اعتراض کا جواب نہیں بن سکے گا۔ (سعیدی غفرلہ)

حسد اور رشک کا معنی، اور حسد کی ایک قسم کا جواز، اور قرآن مجید اور حدیث صحیح سے رشک کا جواز

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حسد کا اصل معنی یہ ہے کہ کوئی مرد یہ تمنا کرے کہ کسی دوسرے شخص کے پاس سے نعمت چلی جائے اور اس کو مل جائے، اور اس حدیث میں حسد کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کی شدید حرص ہو اور اس کی طرف شدید رغبت ہو اور یہ تمنا نہ ہو کہ کسی شخص سے یہ نعمت جاتی رہے، اس کو المنافسۃ اور الغبطۃ کہتے ہیں اور اس حدیث میں اس پر حسد کا اطلاق مجازاً ہے۔

(تہذیب اللغت ج ا ص ۸۱۲، لسان العرب ج ۲ ص ۸۶۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ۔ (النساء: ۳۲)

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ۔ (النساء: ۳۲)

اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسد صرف دو خصلتوں میں کیا جائے: ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا ہو، پس وہ قرآن مجید کی رات اور دن میں تلاوت کرے''۔ اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پڑوسی نے سنا تو انہوں نے کہا: کاش! مجھے اس کی مثل دی جاتی جو فلاں شخص کو دی ہے۔ تو میں اس کی مثل عمل کرتا اور دوسرا وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا، سو وہ اس کو راہ حق میں خرچ کرتا ہے تو ایک مرد نے کہا: کاش! مجھے اس مال کی مثل دی جاتی جو فلاں شخص کو مال دیا گیا ہے تو میں اس شخص کی مثل عمل کرتا۔ (صحیح البخاری: ۵۰۳۶)

اس حدیث میں بھی حسد کا اطلاق رشک پر ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پڑوسی نے اس شخص سے نعمت کے زوال کی

تمنا نہیں کی، اس نے صرف یہ تمنا کی ہے کہ اس کو بھی صرف ایسی ہی نعمت مل جائے اور اسی طرح کی تمنا صالحین اور اخیار نے کی ہے۔

اس حدیث میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث میں حسد کی ایک قسم کو مباح قرار دیا جیسا کہ کذب کی ایک نوع میں رخصت دی گئی اگرچہ کذب کی باتیں تمام انواع ممنوع ہیں۔ اسی طرح حسد کی بھی تمام انواع ممنوع ہیں اور صرف اس نوع کا حسد کرنا جائز ہے۔

حسد کے احکام

(۱) حسد اجماعاً حرام ہے اور مذموم ہے اور جو حسد مباح ہے وہ دراصل غبطۃ اور رشک ہے، پس جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے بھائی کو کوئی نعمت دی ہو اور تم اس نعمت کو ناپسند کرو اور تم چاہو کہ اس کی وہ نعمت ختم ہو جائے تو یہ حرام ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی فاجر یا کافر کو کوئی نعمت دی گئی ہو اور وہ اس نعمت سے فتنہ اور فساد کرتا ہو تو پھر اس کافر یا فاجر سے اس نعمت کے زوال کی تمنا کرنا جائز ہے۔

(۲) جب غنی کے پاس مال ہو اور وہ اس مال کو اللہ کی رضا کے موافق خرچ کرے تو وہ غنی فقیر سے افضل ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳ ص ۳۶۳۔۳۶۱، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

راہ حق میں مال خرچ کرنے کی اقسام

نیز علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مال کو راہ حق میں خرچ کرنے کی تین قسمیں ہیں:

(۱) مال کو اپنے نفس پر خرچ کرنا اور جن کا نفقہ ان پر فرض ہے ان پر خرچ کرنا بغیر اسراف کے اور بغیر تقتیر (بخل) کے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۝ (الفرقان:۶۷)

اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ وہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا میانہ روی سے ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی مرد اپنی بیوی پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو یہ بھی صدقہ ہے''۔ (صحیح البخاری:۵۵)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے جو بھی خرچ کرو گے اس پر تم کو اجر دیا جائے گا حتیٰ کہ تم جو چیز اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے اس پر بھی تمہیں اجر دیا جائے گا''۔

(صحیح البخاری:۵۶، صحیح مسلم:۱۶۲۸، مسند احمد:۱۵۴۶)

(۲) زکوٰۃ کو ادا کرنا، اور حدیث میں ہے: جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی وہ بخیل نہیں ہے۔

(المستدرک ج ا ص ۴۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱۶)

(۳) دور کے رشتہ داروں پر خرچ کرنا اور نفلی صدقہ کرنا، دوست کی غم گساری کرنا اور بھوکے کو کھانا کھلانا۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص بیوہ عورت اور مسکین مرد پر خرچ کرتا ہو وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ہے یا رات میں قیام کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کی مثل ہے''۔

(صحیح البخاری:۵۳۵۳، صحیح مسلم:۲۹۸۲، مسند احمد:۸۷۴۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۰ ص ۲۶۲۔۲۶۱، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

حامل قرآن کے لیے نصائح

حافظ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابوعبید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس شخص نے قرآن مجید کو حفظ کیا اس نے بہت عظیم امر کا بار اٹھایا ہے اور اس کے دونوں پہلوؤں میں نبوت درج ہے مگر اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی، پس جو شخص حافظ قرآن ہو اور قرآن مجید کا عالم ہو وہ فحش باتیں اور بے حیائی کا کلام نہ کرے اور نہ کوئی جاہلانہ بات کرے کیونکہ اس کے سینہ میں اللہ کا کلام ہے۔

اور سفیان بن عیینہ نے کہا: جس شخص کو قرآن عطا کیا گیا اور اس نے کسی ایسی چیز کی طرف آنکھیں پھیلائیں یعنی دنیا کی زیب و زینت کی طرف جن کی قرآن مجید نے تحقیر کی ہے تو اس نے قرآن مجید کی مخالفت کی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا٘ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ (السجدۃ:۱۶)

ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں، وہ خوف اور امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور وہ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے بعض کو خرچ کرتے ہیں O

حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ حامل قرآن کو چاہیے کہ وہ رات اور دن کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیام کرے اور جس نے اس پر عمل کیا وہی اس کا مصداق ہے جس کے اس فعل پر حسد (رشک) کیا جائے، اسی طرح جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اس مال کو دن اور رات میں اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ بھی اس کا مستحق ہے کہ اس پر حسد (رشک) کیا جائے اور جس نے اللہ کی راہ میں مال کو صدقہ نہیں کیا اور بخل کیا وہ حسد کیے جانے کا مستحق نہیں ہے اور اس کی بری عاقبت کا خطرہ ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۲۱۔۱۲۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۵۰۲۶۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ فَسَمِعَهُ جَارٌ لَهُ فَقَالَ لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُهْلِكُهُ فِي الْحَقِّ فَقَالَ رَجُلٌ لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ بِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان، انہوں نے کہا: میں نے ذکوان سے سنا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسد صرف دو خصلتوں (کے حامل) میں ہے: ایک وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا کیا، پس وہ رات اور دن کے اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے'' پس حضرت ابو ہریرہ کے ایک پڑوسی نے اس حدیث کو سنا تو اس نے کہا: کاش! مجھے بھی اتنا علم دیا جاتا جتنا فلاں کو دیا گیا ہے تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا، اور دوسرا وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے، پس وہ اس مال کو راہ حق میں صدقہ کرتا ہے تو ایک مرد نے کہا: کاش! مجھے بھی اتنا مال دیا جاتا جتنا فلاں کو دیا گیا ہے تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۰۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۔ بَابٌ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید کو سیکھے اور قرآن مجید کو سکھائے

۵۰۲۷۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عُثْمَانَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ قَالَ وَأَقْرَأَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِي إِمْرَةِ عُثْمَانَ حَتّٰى كَانَ الْحَجَّاجُ قَالَ وَذَاكَ الَّذِي أَقْعَدَنِي مَقْعَدِي هٰذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے علقمہ بن مرثد نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے سعد بن عبیدہ سے سنا از ابوعبدالرحمٰن السلمی از حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن مجید کو سیکھے اور اس کو سکھائے''۔ اور انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ابوعبدالرحمٰن نے قرآن مجید پڑھایا حتیٰ کہ حجاج کا دورِ حکومت آیا، تب انہوں نے کہا: میں جو اس جگہ بیٹھا ہوا ہوں (یعنی اس جگہ بیٹھ کر قرآن مجید پڑھ رہا ہوں) تو اس کی وجہ صرف یہ حدیث ہے۔

۵۰۲۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ أَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از علقمہ بن مرثد از ابوعبدالرحمٰن السلمی از حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے سب سے افضل شخص وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور پڑھائے''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۰۲۷ کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(سنن ترمذی: ۲۹۰۹، سنن دارمی: ۳۳۴۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۰۳، مسند البزار: ۳۹۸، فضائل القرآن لابن الضریس: ۱۳۶، فضائل القرآن للفریابی: ۱۹، فضائل القرآن لابی الفضل الرازی: ۳۸۔۳۹، الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۶۱۴، تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۴۵۹)

حدیث مذکور کی مزید تخریج

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام نسائی نے فضائل قرآن میں اس حدیث کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تفصیل سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید کو پڑھے اور پڑھائے''۔ اور سفیان نے کہا: تم میں سب سے افضل وہ ہے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۳۷)

اور امام ابوداؤد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر

Marfat.com

وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور قرآن مجید پڑھائے''۔(سنن ابوداؤد:۱۴۵۲ سنن ترمذی:۲۹۰۹)

بعض راویوں نے اس کے بعد اس جملہ کو درج کر دیا ہے: قرآن مجید کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے خالق کی مخلوق پر فضیلت ہے۔(الاسماء والصفات للبیہقی:۵۰۶،فضائل القرآن لابن الضریس:۳۵)

یہ جملہ دراصل ابوعبدالرحمٰن کا قول ہے،(خلق افعال العباد للبخاری:۴۷) حافظ اسحاق بن راہویہ اور دوسروں نے بھی اس پر متنبہ کیا ہے کہ حدیث کے بعد یہ جملہ مدرج ہے۔(شعب الایمان للبیہقی:۲۲۰۹،علل دار قطنی ج ۳ ص ۵۷)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تم کسی ایسی چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے جو قرآن مجید سے افضل ہو''۔(المستدرک ج ۱ ص ۵۵۵)

قرآن مجید کو سیکھنے سے فقہ کو سیکھنے کا افضل ہونا

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ تمام نیک کاموں میں سب سے افضل قرآن مجید کو پڑھنا ہے کیونکہ جب قرآن مجید کو پڑھنے والا اور پڑھانے والا سب سے بہتر اور سب سے افضل ہے تو یہ اس کو مستلزم ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت سب سے افضل عمل ہے اور جب تک علوم باقی رہیں گے قرآن مجید کی تعلیم سب سے افضل رہے گی۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ قرآن مجید کو سیکھنا زیادہ افضل ہے یا فقہ کو سیکھنا زیادہ افضل ہے تو میں کہوں گا فقہ کو سیکھنا زیادہ افضل ہے۔

علامہ ابن الجوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے کہا ہے: بہ قدر ضرورت مسائل فقہیہ کو سیکھنا فرض عین ہے اور تمام مسائل فقہیہ کو سیکھنا فرض کفایہ ہے کیونکہ فقہ کو پڑھنا قرآن مجید کو پڑھنے سے افضل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سب سے بڑا قاری وہی ہوتا تھا جو سب سے بڑا فقیہ ہوتا تھا۔اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قاری کو مقدم کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید کو سیکھے اور سکھائے''۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۲۷۔۱۲۴،وزارۃ الاوقاف،قطر،۱۴۲۹ھ)

قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے والے کے سب سے افضل اور سب سے بہتر ہونے پر دلائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید اشرف العلوم ہے،پس جو شخص قرآن مجید سیکھے اور دوسروں کو سکھائے وہ اس سے زیادہ اشرف ہوگا جو غیر قرآن مجید کو سیکھے اور سکھائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو قرآن مجید کی تعلیم اور تعلم کو جمع کرنے والا ہو وہ اپنے نفس کی بھی تکمیل کرتا ہے اور دوسروں کی بھی تکمیل کرتا ہے اور وہ النفع القاصر اور النفع المتعدی کا جامع ہے،اس وجہ سے وہ سب سے افضل ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (حم السجدۃ:۳۳)

اور اس سے عمدہ کلام کس کا ہوسکتا ہے جو اللہ (کے دین) کی دعوت دے اور نیک کام کرے اور کہے کہ بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں O

اور ان امور کی دعوت دینے میں سے قرآن مجید کی تعلیم بھی ہے اور وہ سب سے افضل ہے اور اس کے برعکس وہ کافر ہے جو دوسروں کو اسلام لانے سے منع کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۔ (الانعام:۱۵۷) تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے اعراض کرے۔

اس سوال کا جواب کہ کیا قرآن مجید کو پڑھنا اور پڑھانا فقہ کو پڑھنے اور پڑھانے سے افضل ہے

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ قرآن مجید پڑھانے والا فقیہ سے افضل ہو، تو ہم کہیں گے: نہیں! کیونکہ ان آیات اور احادیث کے مخاطبین وہ حضرات تھے جو خود فقہاء تھے، وہ اہل زبان تھے، پس وہ قرآن مجید کے معانی کو اپنی زبان اور محاورہ سے ان کی بہ نسبت زیادہ جانتے تھے جو بعد میں لغت، صرف، نحو اور علم معانی کو پڑھ کر قرآن مجید کے معانی کو جانتے تھے کیونکہ علم فقہ کی ایک فضیلت ہے اور جو شخص محض قرآن مجید کے الفاظ پڑھنے والا ہو یا محض الفاظ پڑھانے والا ہو اور ان کے معانی کو نہ سمجھتا ہو تو وہ ان کے برابر کیسے ہوسکتا ہے۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ ان آیات اور احادیث سے یہ لازم آئے گا کہ قرآن کریم پڑھانے والا مجاہد فی الاسلام اور سرحدوں کے محافظ اور نیکی کا حکم دینے والوں اور برائی سے روکنے والوں سے بھی افضل ہو، تو ہم کہیں گے: یہ مسئلہ نفع متعدی پر موقوف ہے، پس جو زیادہ نفع پہنچائے گا وہ زیادہ افضل ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان احادیث میں اگرچہ قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے کو مطلقاً افضل فرمایا ہے لیکن اس سے مراد وہ مخصوص لوگ ہیں جو اس خطاب کے لائق ہیں یا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کے علاوہ کسی اور علم کو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ قدر ضروری مسائل کا علم حاصل کرنے کے بعد قرآن کریم کو پڑھتے اور پڑھاتے ہوں وہ دوسروں سے افضل ہیں کیونکہ قدر ضروری مسائل کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے اور اس سے زیادہ کا علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔

ابوعبدالرحمٰن کے قرآن پڑھانے کی مدت

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ابوعبدالرحمٰن نے قرآن مجید پڑھایا حتیٰ کہ حجاج کا دور حکومت آیا۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اول میں اور حجاج کی ولایت کے آخر میں بہتر (۷۲) سال ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں اور حجاج کی ولایت کے اول میں اڑتیس (۳۸) سال ہیں اور میں اس پر واقف نہیں ہوسکا کہ ابوعبدالرحمٰن کے قرآن پڑھانے کے اول اور آخر کی کتنی مدت ہے، اللہ تعالیٰ ہی اس مقدار کو جاننے والا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۱۔۲۱۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی تین مخفی علتیں اور ان کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ ابوالحسن القشیری نے کہا ہے: اس حدیث میں تین علت خفیہ ہیں جو حسب ذیل ہیں:
(۱) اس حدیث کے متن میں یہ اختلاف ہے کہ صحیح البخاری: ۵۰۲۷ میں شعبہ کی روایت میں مذکور ہے کہ ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید کو سیکھے اور سکھائے''، اور حدیث: ۵۰۲۸ میں سفیان کی روایت میں مذکور ہے کہ ''تم میں سب سے افضل وہ ہے جو قرآن مجید کو سیکھے اور سکھائے''
(۲) بعض راویوں نے اس حدیث کی موقوفاً روایت کی ہے اور بعض نے اس کی مرسلاً روایت کی ہے۔

(۳) شعبہ سے روایت ہے کہ ابوعبدالرحمٰن نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا اور ابوحاتم سے روایت ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ سماع کرنے والے ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس اختلاف سے حدیث میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ سفیان اور شعبہ کا حدیث میں اختلاف ہو تو سفیان کی حدیث راجح ہے، وکیع نے کہا: شعبہ نے ایک حدیث روایت کی تو ان سے کہا گیا کہ سفیان نے تمہاری مخالفت کی ہے تو انہوں نے کہا: میری حدیث کو چھوڑ دو، سفیان مجھ سے زیادہ حافظ ہیں۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حدیث مرسل اور حدیث موقوف میں جب اختلاف ہو تو وہ حدیث میں قباحت کو پیدا نہیں کرتا کیونکہ ثقہ راوی کا اضافہ اجماعاً مقبول ہوتا ہے۔

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صدر اول کے بعض اکابر نے کہا ہے کہ ابوعبدالرحمٰن نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں قرآن مجید کو پڑھا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۶۱۔۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی باقی شرح وہی ہے جو ہم اس سے پہلے علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کر چکے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ عبدالرحمٰن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے کہ بہ قدر ضرورت دین کے مسائل کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے اور اس سے زائد مسائل کا علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور محض قرآن مجید کے الفاظ کو پڑھنا اور پڑھانا مستحب ہے۔
(تیسیر القاری ج ۵ ص ۱۰۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

۵۰۲۹- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ ﷺ فَقَالَ مَا لِي فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيهَا قَالَ أَعْطِهَا ثَوْبًا قَالَ لَا أَجِدُ قَالَ أَعْطِهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَاعْتَلَّ لَهُ فَقَالَ مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے کہا کہ اس نے اپنا نفس اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے عورتوں کی کوئی ضرورت نہیں'' پس ایک مرد نے کہا: اس کا مجھ سے نکاح کر دیں، آپ نے فرمایا: ''اس کو کوئی کپڑا دو'' اس نے کہا: میں نہیں پاتا، آپ نے فرمایا: ''اس کو کچھ دو خواہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو''، اس نے پھر عذر پیش کیا، آپ نے فرمایا: ''تمہیں قرآن مجید سے کچھ یاد ہے؟'' اس نے کہا: مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے تو آپ نے فرمایا: ''تمہیں جو قرآن یاد ہے میں نے اس کے سبب سے تمہارا اس سے نکاح کر دیا''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۱۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۳۱۰، صحیح مسلم: ۱۴۲۵، الرقم المسلسل: ۳۴۷۶، سنن ترمذی: ۱۱۱۴، سنن نسائی: ۳۳۳۶، سنن ابوداؤد: ۲۱۱۱، شرح مشکل

Marfat.com

الآثار: ۲۲۴۷، صحیح ابن حبان: ۴۰۹۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۴۴، شرح السنۃ: ۲۳۰۲، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۰، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۴۲، المعجم الکبیر ج ۶ ص ۱۶۴، معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۰۹، الدر المنثور ج ۵ ص ۲۰۹، کنز العمال: ۴۴۷۳۷)

بغیر ولی کی اجازت کے جو نکاح کیا گیا ہو اس کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

اس حدیث سے استنباط کی توجیہ یہ ہے کہ جب اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا تو گویا اس عورت نے آپ کو اس کے ساتھ نکاح کرنے کا وکیل بنا دیا خواہ آپ خود اس سے نکاح فرمائیں یا کسی اور سے اس کا نکاح کر دیں اور عورت کے ہر ولی کا یہی شرعی حکم ہے کہ وہ اس عورت کا اس وقت تک کسی سے نکاح نہ کرے جب تک کہ وہ عورت اس کی اجازت نہ دے، سوائے باپ کے کہ وہ کنواری لڑکی کا بغیر اجازت کے نکاح کر سکتا ہے اور سوائے مالک کے کہ وہ اپنی باندی کا کسی سے نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے اور یہ وکالت باقی وکالات کی طرح نہیں ہے جن میں وکیل جو کام کرتا ہے تو موکل بھی اس کی مثل کام کر سکتا ہے۔ اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وکالت میں نکاح کو خاص فرما لیا۔ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے''۔ (سنن ابو داؤد: ۲۰۸۳، سنن ترمذی: ۱۱۰۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۹، مسند احمد ج ۶ ص ۶۶)

اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ عورت عقد نکاح کی کسی حال میں ولی نہیں ہوتی نہ اپنے نکاح کی اور نہ دوسرے کے نکاح کی۔ یہ امام مالک، ابن ابی لیلیٰ، ثوری اور اللیث اور امام شافعی کا قول ہے۔

اور امام اوزاعی نے کہا: جب کوئی عورت اپنا خود نکاح کر لے تو مستحسن یہ ہے کہ ولی اس پر اعتراض نہ کرے سوا اس صورت کے کہ وہ عورت عربیہ ہو اور وہ کسی غلام سے نکاح کر لے تو اس کا نکاح فسخ کر دیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ اور امام زفر نے کہا ہے کہ عورت اپنا عقد نکاح خود کر سکتی ہے بہ شرطیکہ وہ کفو میں نکاح کرے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۲۵۰، المبسوط ج ۵ ص ۱۱، المدونہ ج ۲ ص ۱۵۲، الذخیرۃ ج ۴ ص ۲۰۱-۲۰۳، مختصر مزنی ص ۲۳۲، الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۵۵-۱۵۷)

نیز علامہ ابن بطال نے کہا: جب کسی عورت کا ولی نہ ہو اور وہ اپنے نکاح کا وکیل اس مرد کو بنا دے جو اس کا ولی نہ ہو اور یہ معاملہ سربراہ ملک کے پاس پیش نہ کیا گیا ہو تو امام مالک سے اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ سربراہ ملک کے لیے جائز ہے کہ وہ اس مسئلہ میں غور کرے، پھر وہ چاہے تو اس نکاح کی اجازت دے دے اور چاہے تو اس نکاح کو مسترد کر دے جیسا کہ ولی کو اس کا اختیار ہوتا ہے، اور دوسری روایت یہ ہے کہ عورت جب کسی ایسے مرد کو وکیل بنا دے جس کی ولایت جائز نہ ہو اور وہ اس کا نکاح کر دے اور شوہر اس کے ساتھ دخول کر لے اور شوہر اس کا کفوء ہو تو پھر یہ نکاح فسخ نہیں کیا جائے گا، اور سحنون مالکی نے کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں ہے خواہ اس کو سربراہ ملک یا ولی نے جائز قرار دیا ہو کیونکہ یہ وہ نکاح ہے جو بغیر ولی کے منعقد کیا گیا، اور ان کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہی حدیث ہے جو ابھی گزری ہے۔ (اس کی مفصل بحث کتاب النکاح میں آئے گی۔ سعیدی غفرلہ)

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۴۵-۲۴۶، المدونہ ج ۲ ص ۱۵۲، المنتقیٰ ج ۳ ص ۲۷۰)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) علامہ ابن ملقن شافعی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک نکاح اسی وقت صحیح ہوگا جب لفظ نکاح یا لفظ تزویج کے ساتھ نکاح کیا

Marfat.com

جائے (البیان ج ۲ ص ۲۳۲) اور امام ابوحنیفہ نے اس کے برخلاف کہا ہے کہ لفظ ہبہ سے بھی نکاح صحیح ہے۔ (الہدایہ ج ا ص ۲۰۶) علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے: لفظ تملیک کے ساتھ نکاح صحیح ہے۔ (المفہم ج ۴ ص ۱۳۳) اور علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ اگر پہلے تزویج کا لفظ ہو اور پھر تملیک کا لفظ ہو تو پھر صحیح ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۹ ص ۲۱۴)

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ بغیر مہر کے اور بغیر عوض کے آپ کا نکاح کرنا صحیح ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ۔ (الاحزاب: ۵۰)

اور وہ مومنہ عورت بھی (آپ کے لیے حلال ہے) جس نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں یہ حکم صرف آپ کے لیے مخصوص ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

اور ہمارے نزدیک آپ کا نکاح بغیر گواہ کے اور بغیر ولی کے منعقد ہو جاتا ہے اور لفظ ہبہ سے بھی منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ اس پر انکار نہیں کیا گیا۔

(۳) ابن حبیب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشاد سے منسوخ ہو گئی ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بغیر ولی کے اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا''۔ (صحیح ابن حبان: ۴۰۷۵، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۲۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۰، مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۹۶، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۸ ص ۱۴۲)

امام ابن عدی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں مغیرہ بن موسیٰ بصری ہے، اس کے متعلق امام بخاری نے کہا: وہ منکر الحدیث ہے، اور علامہ الزیلعی حنفی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ثابت بن زہیر ہے، اس کے متعلق امام بخاری نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ (نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۸۹) اور مصنف عبدالرزاق اور امام طبرانی کے متعلق حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس میں ایک راوی عبداللہ بن محرر ہے اور وہ متروک ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۸۷)

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں کہ ابن حبیب کا یہ دعویٰ بہت عجیب ہے کہ حضرت سہل بن سعد کی یہ حدیث منسوخ ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس وقت دیگر صحابہ بھی حاضر ہوں کیونکہ اس وقت حضرت سہل رضی اللہ عنہ حاضر تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے ساتھ دیگر صحابہ ہوں، رہا یہ کہ اس عورت کا کوئی ولی نہیں تھا تو شارع علیہ السلام خود ولی ہیں اور آپ کے ہوتے ہوئے کسی مخصوص ولی کی ضرورت نہیں تھی۔

(۴) ابن ابی زید نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث اس مرد کے ساتھ خاص ہے اور انہوں نے کہا کہ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے اس عورت کا اس مرد سے نکاح کر دیا اور عورت سے مشورہ نہیں لیا اور اس حدیث سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ عورت اس مرد کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت رکھتی ہو۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نکاح لفظ اجارہ کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے (کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تعلیم قرآن کے عوض تمہارا نکاح اس سے کر دیا'') اور اس میں امام مالک کے اصحاب کے تین قول ہیں: الاباحت، الکراہت اور المنع۔ (النوادر والزیادات ج ۴ ص ۴۶۶۔۴۶۵)

اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ: غلام کے لیے جائز ہے کہ کسی عورت سے نکاح کرے اور وہ اس کے عوض اس کی خدمت کرے گا، اور تعلیم قرآن کے عوض نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک تعلیم قرآن کی اجرت جائز نہیں اور رہا آزاد تو اس کے لیے یہ

Marfat.com

جائز نہیں ہے کہ وہ خدمت کے عوض کسی عورت سے شادی کرے۔ (الہدایہ ج ۱ ص ۲۲۴)

(۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا اس عورت سے نکاح کردو اور اس کا ولی کہے کہ میں نے تمہارا نکاح کر دیا تو اس سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے خواہ شوہر دوسری بار یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کرلیا اور تمام شہروں کے فقہاء کا یہی قول ہے۔ (تقویم النظرج ۴ ص ۹۹۔۹۶) امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک بیع کا بھی یہی حکم ہے (مواہب الجلیل ج ۶ ص ۱۳، التہذیب ج ۵ ص ۱۴) اور امام ابوحنیفہ نے کہا: اس وقت تک بیع صحیح نہیں ہوگی جب تک کہ خریدار یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کرلیا۔ (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۳۳)

(۷) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر عقد نکاح سے پہلے خطبہ نکاح نہ پڑھا جائے تب بھی نکاح صحیح ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف داؤد ظاہری نے کہا کہ خطبہ نکاح واجب ہے۔

(۸) امام شافعی، ابوعبید، داؤد وغیرہم نے کہا کہ اگر تزویج یا انکاح کے لفظ پر انحصار کیا جائے تب بھی نکاح ہو جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور ثوری اور حسن بن صالح نے کہا ہے کہ لفظ ہبہ سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور اس کو مقرر شدہ مہر دیا جائے گا اور اگر اس کا مہر مقرر نہیں کیا گیا تو اس کو مہر مثل دیا جائے گا۔

(الہدایہ ج ۱ ص ۲۰۶، احکام القرآن لابن العربی ج ۳ ص ۱۴۶۸، بدایۃ المجتہد ج ۳ ص ۹۴۰، التہذیب ج ۵ ص ۳۱۱)

(۹) ہمارے نزدیک مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ ایسی چیز کا مہر مقرر کیا جائے جو مال نہیں ہے تو نکاح فاسد ہو جائے گا اور مہر مثل واجب ہوگا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح کہا ہے اور ربیعہ اور ابوالزناد اور ابن ابی ذئب اور یحییٰ بن سعید اور ابواللیث اور الثوری اور اوزاعی اور الزنجی اور ابن ابی لیلیٰ اور داؤد اور ابن وہب کا بھی یہی قول ہے۔

امام مالک نے کہا: اور مہر کی کم از کم مقدار چوتھائی دینار ہے اور یہ ان کا منفرد قول ہے جیسا کہ قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے۔ (اکمال المعلم ج ۴ ص ۵۷۹) اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے: کم از کم مہر کی مقدار دس درہم ہے اور ابن شبرمہ نے کہا ہے کہ کم از کم مہر کی مقدار پانچ درہم ہے۔ (اکمال المعلم ج ۴ ص ۵۸۰) اور النخعی نے کہا کہ کم از کم مہر کی مقدار چار درہم ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۴۸۳۔۴۸۲) اور اوزاعی اور ابن وہب سے منقول ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار ایک درہم ہے اور ربیعہ سے منقول ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار ایک قیراط ہے اور ابن حزم نے کہا: ہر چیز جس کا نصف اور ثمن ہو سکے خواہ وہ گندم کا ایک دانہ ہو یا جو کا ایک دانہ ہو وہ مہر ہو سکتا ہے۔ (المحلیٰ ج ۹ ص ۴۹۴) اور ابن جبیر سے مروی ہے کہ مہر کی کم سے کم مقدار پچاس (۵۰) درہم ہے۔ (تفسیر القرطبی ج ۵ ص ۱۲۹)

(۱۰) اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم اس کو کچھ دو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، اس مسئلہ میں ہمارے فقہاء کا اختلاف ہے، بعض اسے مکروہ کہتے ہیں اور اس کی ممانعت کی حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۵ ص ۱۹۴۔۱۹۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کے عنوان کی وجہ سے علامہ داؤدی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی مفصل شرح کتاب النکاح میں آئے گی۔ علامہ داؤدی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور مرد سے نکاح کرنے کی اجازت دی اور نہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ اس عورت نے آپ کو اس مرد سے نکاح کرنے کا وکیل بنایا تھا۔ آپ نے اس عورت کا نکاح اس مرد سے اسی لیے کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (الاحزاب:۶) نبی ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے مالک ہیں۔

اس لیے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کرنا درست نہیں ہے کہ عورت امام کو نکاح کا وکیل بنا سکتی ہے جیسا کہ امام بخاری نے (صحیح البخاری: ۲۳۱۰) کا یہ عنوان قائم کیا ہے۔ یہ علامہ داؤدی کا امام بخاری پر اعتراض ہے اور امام بخاری کی طرف سے اس کا یہ جواب ہے کہ چونکہ اس عورت نے یہ کہا تھا کہ میں نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا ہے تو اس سے امام بخاری نے یہ مسئلہ نکالا کہ اس عورت نے اپنا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۹۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی مفصل روایت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت آ کر عرض کرنے لگی: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس حاضر ہوئی ہوں اور میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر اٹھا کر اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر جھکا لیا: جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں سنایا تو وہ بیٹھ گئی، پھر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو آپ اس سے میرا نکاح کر دیں، آپ نے فرمایا: ''تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟'' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، آپ نے فرمایا: ''تم گھر جاؤ شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے''۔ اور وہ گھر گئے اور واپس آ گئے اور کہا: اللہ کی قسم! مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو اور وہ گئے'' اور پھر واپس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی لیکن میرے پاس صرف میرا یہ تہبند ہے، اس کا آدھا حصہ میں اس عورت کو دے دوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس مرد کے جسم کے اوپر کے حصہ پر کوئی چادر نہیں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تمہارے تہبند کا کیا کرے گی؟ اگر تم نے اس کو پہن لیا تو اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا اور اگر اس کو یہ پہن لے گی تو تمہارے پاس کچھ نہیں رہے گا''۔ تو وہ مرد مجبوراً بیٹھ گئے حتیٰ کہ جب ان کو بیٹھے بیٹھے بہت دیر ہو گئی تو پھر وہ کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا وہ پیٹھ موڑ کر جا رہے تھے، پھر آپ نے ان کو بلانے کا حکم دیا، جب وہ آئے تو آپ نے پوچھا: ''تمہیں قرآن مجید کتنا حفظ ہے؟'' انہوں نے بتایا کہ مجھے فلاں فلاں سورتیں حفظ ہیں اور انہوں نے وہ سورتیں گن کر بتائیں، آپ نے پوچھا: ''تم یہ سورتیں زبانی پڑھ سکتے ہو'' انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''جاؤ! تم کو جو قرآن مجید یاد ہے اس کے سبب سے میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا''۔
(صحیح مسلم: ۱۴۲۵، الرقم المسلسل: ۳۴۷۷)

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد اور علامہ ابن ملقن شافعی کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات

(۱) یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ کوئی عورت اپنا نفس آپ کو ہبہ کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ (الاحزاب: ۵۰)

اور وہ مومنہ عورت بھی آپ کے لیے حلال ہے جس نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا، اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں یہ حکم صرف آپ کے لیے مخصوص ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

(۲) جو عورت اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دے آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ بغیر مہر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیں اور یہ بھی آپ کے خصائص میں سے ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ لفظ ہبہ سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے، اگر اس نے مہر مقرر کیا تو وہ اس پر لازم ہوگا اور اگر مہر مقرر نہیں کیا تو مہر مثل لازم ہوگا۔

(۴) عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی نیک مسلمان کے ساتھ نکاح کے لیے خود کو پیش کرے۔

(۵) اگر کسی شخص کو اس پیش کش کی ضرورت نہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ وہ خاموش رہے اور فوراً منع کر کے اس کو شرمندہ نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے نکاح کی ضرورت نہیں تھی لیکن آپ نے اس کو فوراً منع نہیں کیا۔

(۶) جس عورت نے اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا، اس کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے، جیسے اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو آپ اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیں۔

(۷) امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ فقط ایجاب سے بھی نکاح ہو جاتا ہے خواہ دوسرا فریق قبول نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: ''ہم نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کر دیا''، اور اس عورت کے قبول کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

(۸) ولی اور حاکم کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی عورت کا تنگ دست شخص سے نکاح کر دے جب کہ وہ عورت راضی ہو۔

(۹) اگر تنگ دست کو نکاح کی حاجت ہو تو وہ نکاح کر سکتا ہے، کیونکہ اس مرد نے کہا تھا کہ میرے پاس صرف ایک تہبند ہے۔

(۱۰) نکاح میں مہر کا معین کرنا مستحب ہے کیونکہ اس سے جھگڑا منقطع ہوتا ہے اور اس میں عورت کا زیادہ نفع ہے اور اگر اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی تو اس کے لیے نصف مہر واجب ہوگا۔ اور اگر پہلے مہر معین نہیں کیا گیا تو اس کو صرف کپڑوں کا جوڑا ملے گا۔

(۱۱) جب اس شخص نے کہا کہ میرے پاس تو صرف ایک تہبند ہے تو آپ نے فرمایا: ''اگر تم نے اس کو تہبند دے دیا تو تم برہنہ رہو گے''۔ اس میں امام شافعی کے اس قول کی دلیل ہے کہ عورت دخول سے پہلے مکمل مہر کی مستحق ہوتی ہے اور ہمارا اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ عورت دخول سے پہلے نصف مہر کی مستحق ہوتی ہے۔ ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ۔ (البقرہ: ۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے (یعنی دخول سے پہلے) انہیں طلاق دے دی جب کہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے۔

(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''کچھ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو'' اس ارشاد میں امام شافعی کے اس قول کی دلیل ہے کہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اور جو چیز اجرت یا ثمن بن سکتی ہے وہ مہر بن سکتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مہر کی کم سے کم مقدار معین ہے اور وہ دس درہم ہے (اس سال یعنی دس اکتوبر ۲۰۱۰ء میں اس کی مقدار تین ہزار ایک سو (۳۱۰۰) پاکستانی روپے ہے) ہماری دلیل درج ذیل صحیح حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور دس درہم سے کم مہر مقرر نہ کیا جائے''۔

(سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۴۷-۲۴۶، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۴۱، ۲۴۰)

اور آپ نے اس شخص کو انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم اس کی تالیف قلب تلاش کرنے کے لیے دیا تھا۔

(۱۳) امام شافعی کہتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی ایک سورت کے عوض اس کا نکاح کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کو بھی مہر بنایا جا سکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ''باء'' عوض کی نہیں ہے بلکہ یہ ''باء'' سبب کے لیے ہے یعنی چونکہ تم کو قرآن مجید یاد ہے اور تم مسلمان ہو اس لیے ہم نے تمہارا اس عورت سے نکاح کر دیا، اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ نکاح

کے جواز کی شرط صرف اسلام ہے اور مال، نسب، حرفت اور کفو میں مساوات نکاح کے جواز کی شرط نہیں ہے۔

(۱۴) اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ نکاح کی ولایت حکمران اور سربراہ ملک کو حاصل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کو جو قرآن یاد ہے اس کے سبب سے ہم نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا''۔

(۱۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ تلاش کرو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو''۔ اس سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے اور ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور ہماری دلیل یہ صریح حدیث ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: ''کیا وجہ ہے کہ میں تم پر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں''، وہ دوبارہ آیا تو اس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا: ''کیا وجہ ہے کہ میں تم پر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں''، اس نے وہ انگوٹھی بھی پھینک دی، پھر پوچھا: یا رسول اللہ! میں کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ آپ نے فرمایا: ''چاندی کی اور وہ پورے ایک مثقال (ساڑھے چار ماشہ) کی نہ ہو''۔

(سنن ابوداؤد: ۴۲۲۳، سنن ترمذی: ۱۷۸۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۹، سنن نسائی: ۵۲۱۰)

میں کہتا ہوں کہ: علامہ ابن ملقن کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، (التوضیح ج ۱۵ ص ۱۹۰) کیونکہ امام ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے اور امام ابوداؤد جس حدیث پر سکوت کریں وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے، اور اس حدیث پر امام ابوداؤد نے سکوت کیا ہے، لہٰذا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔ نیز یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور علامہ شعیب الارنؤوط نے اس حدیث کی تحقیق میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی الادب المفرد: ۱۰۲۱ میں روایت کی ہے اور امام طحاوی نے اس حدیث کی شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۲۶۱ میں دو سندوں سے روایت کی ہے اور حافظ الہیثمی نے مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۵۱ میں اس کی روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کی امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کی ہے اور امام احمد کی ایک سند میں سب ثقہ راوی ہیں، (مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۳، رقم الحدیث: ۶۵۱۸) نیز جب مجتہد کسی حدیث سے استدلال کرے تو اہل علم کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہوتی ہے۔ (رد المحتار ج ۴ ص ۱۶۳، استنبول، ۱۳۲۷ھ) اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے لوہے کی انگوٹھی کی ممانعت پر استدلال کیا ہے، لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے، نیز امام عبدالوہاب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابوحنیفہ کے دلائل میں سے کوئی حدیث ضعیف ہے تو یہ ضعف امام اعظم کی سند میں ان نیچے کے راویوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے امام اعظم کی وفات کے بعد اس حدیث کی روایت کی ہے اور ہمیں اس حدیث کی صحت کے لیے یہ حدیث کافی ہے کہ ایک امام مجتہد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۵، مصر، ۱۳۵۱ھ) نیز ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کے عمل سے حدیث کی تقویت ہو جاتی ہے۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۹۸، ملتان، ۱۳۹۰ھ)

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ علامہ ابن ملقن شافعی کا یہ کہنا کہ فقہاء احناف نے لوہے کی انگوٹھی کی ممانعت پر جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ فقہی تعصب اور احناف کے خلاف بغض کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

(۱۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کا جس مرد سے نکاح کر دیں اس کو انکار کا حق نہیں ہے خواہ وہ مالدار ہو یا فقیر، معزز ہو یا گھٹیا، تندرست ہو یا بیمار، کفوء ہو یا غیر کفوء۔

(۱۷) نکاح سے پہلے مرد عورت کو دیکھ سکتا ہے اور اس کے محاسن میں تدبر کر سکتا ہے کیونکہ آپ نے اس عورت کی طرف دیکھا

Marfat.com

اور پھر نظر جھکالی۔

(۱۸) اس حدیث میں تعلیم قرآن کی اجرت کا جواز ہے کیونکہ امام شافعی کے قول کے مطابق تعلیم قرآن کو اس عورت کا مہر بنایا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

فقہاء شافعیہ کی اس دلیل کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے کی انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم دیا اور تعلیم قرآن کے عوض اس عورت کا اس مرد سے نکاح کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ مہر کی صحت کے لیے دس درہم کا ہونا ضروری نہیں ہے

علامہ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جتنی مقدار پر فریقین راضی ہو جائیں اس مقدار کا مہر مقرر کرنا صحیح ہے خواہ اس کی قیمت ایک درہم ہو اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ تلاش کرو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو'' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں: دس درہم سے کم مہر مقرر کرنا جائز نہیں ہے اور فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ دس درہم سے کم مہر رکھنا جائز نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے کیونکہ اس مسئلہ میں رائے اور قیاس کا دخل نہیں ہے اور امام شافعی نے جو کہا ہے کہ حدیث میں ہے: خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بہ طور مبالغہ ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا: ''صدقہ کرو خواہ بکری کا جلا ہوا پایا دے دو'' نیز اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پورا اور مکمل مہر ہے ہوسکتا ہے کہ وہ مہر معجل کا ایک حصہ ہو اور جب نکاح میں مہر کا ذکر نہ کیا جائے تب بھی نکاح صحیح ہوتا ہے اور مہر مثل لازم ہوتا ہے تو یہاں بھی اسی طرح ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس کو فی الوقت لوہے کی انگوٹھی لانے کے لیے فرمایا ہو اور بعد میں اس پر مہر مثل لازم ہو جائے، نیز آپ نے تعلیم قرآن کو جو اس کا مہر فرمایا اس کا بھی یہی محمل ہے کہ چونکہ تمہیں قرآن مجید کی چند سورتیں یاد ہیں اس لیے میں نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا لیکن بعد میں تمہیں مہر مثل دینا ہوگا جس طرح آپ نے اس مفلس شخص کو فرمایا جس نے رمضان کے روزہ میں جماع کر لیا تھا: تم یہ کھجوریں لے جاؤ اور کھالو اور یہ اس پر محمول ہے کہ جب تمہیں روزہ کا کفارہ دینے کی قدرت ہو تو پھر بعد میں تم روزہ کا کفارہ دے دینا۔ اسی طرح اس حدیث کا محمل ہے کہ اس وقت تو میں نے تمہارے حافظ قرآن ہونے کے سبب سے تمہارا اس سے نکاح کر دیا لیکن تم اس پر اس کا مہر مثل لازم ہے جو تم بعد میں ادا کر دینا۔ (تیسیر القاری ج ۵ ص ۱۲۔ ۱۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

۲۲۔ بَابٌ: اَلْقِرَائَةِ عَنْ ظَهْرِ الْقَلْبِ — قرآن مجید کو دیکھے بغیر حافظہ کی مدد سے پڑھنا

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ: امام بخاری نے اس عنوان سے یہ ارادہ کیا ہے کہ قرآن مجید کو حافظہ سے پڑھنا قرآن مجید کو دیکھ کر تلاوت کرنے سے افضل ہے۔ اس پر مفصل بحث عنقریب آرہی ہے۔

۵۰۳۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جِئْتُ لِأَهَبَ لَكَ نَفْسِي فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَصَعَّدَ النَّظَرَ إِلَيْهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَأْطَأَ رَأْسَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابو حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس لیے آئی ہوں تا کہ اپنا نفس آپ کو ہبہ کر

فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا قَالَ انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ وَلَكِنْ هَذَا إِزَارِي قَالَ سَهْلٌ مَالَهُ رِدَاءٌ فَلَهَا نِصْفُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى طَالَ مَجْلِسُهُ ثُمَّ قَامَ فَرَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا عَدَّهَا قَالَ أَتَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ۔ (صحیح مسلم:۱۴۲۵، مسند احمد:۲۳۱۹۳)

دوں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، پس اس کی طرف نظر اٹھائی اور نظر نیچے کی، پھر اپنا سر جھکایا، جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ آپ نے اس کے متعلق کچھ فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی، پس آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو میرا اس سے نکاح کر دیں، آپ نے اس سے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟'' تو اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ''جاؤ اپنے گھر کی طرف، پس دیکھو شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے''، پس وہ گیا، پھر لوٹ آیا، پس اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! یارسول اللہ! مجھے کوئی چیز نہیں ملی، آپ نے فرمایا: ''دیکھو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو''، پس وہ گیا، پھر لوٹ آیا، پھر اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! یارسول اللہ! لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے لیکن میرا یہ تہبند ہے، حضرت سہل نے کہا: اس کے جسم کے اوپر والے حصے پر چادر نہیں تھی، پس اس عورت کے لیے آدھا تہبند ہوگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ما تصنع بازارك یہ تمہارے تہبند کے ساتھ کیا کرے گی؟ اگر اس نے تہبند کو پہن لیا تو تمہارے لیے اس میں سے کچھ نہیں ہوگا اور اگر تم نے اس کو پہن لیا تو اس عورت کے لیے اس میں سے کچھ نہیں ہوگا''، پھر وہ مرد بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس کا بیٹھنا طویل ہو گیا، پھر وہ کھڑا ہو گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا ہے تو آپ نے اس کو بلانے کا حکم دیا، سو اس کو بلایا گیا، پس جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا: ''تم کو کتنا قرآن یاد ہے؟'' اس نے کہا: مجھے فلاں سورت اور فلاں سورت اور فلاں سورت یاد ہے اس نے وہ سورتیں گنوائیں۔ آپ نے پوچھا: ''کیا تم ان سورتوں کو اپنے حافظہ سے پڑھتے ہو؟'' اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''جاؤ، پس میں نے یہ عورت تمہاری ملک کر دی کیونکہ تم کو قرآن یاد ہے''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۳۲۱۰ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن ملقن، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی حنفی اور علامہ نور الحق محدث دہلوی حنفی کی شروح کے حوالہ سے ہم پہلے اس حدیث کی شرح لکھ چکے ہیں، اب حافظ ابن حجر کے حوالہ سے اس عنوان کی شرح کے متعلق لکھ رہے ہیں۔

قرآن مجید کو آیا دیکھ کر پڑھنا افضل ہے یا زبانی اور اس مسئلہ میں روایت اور درایت کے اعتبار سے دلائل اور حافظ ابن حجر کا محاکمہ اور حافظ ابن کثیر کے امام بخاری پر اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ: امام بخاری نے اس عنوان سے یہ ارادہ کیا ہے کہ قرآن مجید کو حافظہ سے پڑھنا قرآن مجید کو دیکھ کر تلاوت کرنے سے افضل ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ایک مخصوص مرد کا واقعہ ہے، پس ہو سکتا ہے کہ اس مرد کو لکھنا پڑھنا نہ آتا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہو، لہٰذا یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ حافظہ سے قرآن مجید پڑھنا دیکھ کر قرآن مجید پڑھنے سے زیادہ افضل ہے، نیز اس حدیث کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ چند سورتیں حفظ کرنی چاہئیں تا کہ مرد اپنی بیوی کو وہ سورتیں یاد کروا سکے، اور اس حدیث میں یہ دلالت نہیں ہے کہ دیکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرنا افضل ہے یا نہیں، اور حافظ ابن کثیر کا کوئی اعتراض امام بخاری پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ امام بخاری کے عنوان سے یہ مراد ہے کہ حافظہ سے قرآن مجید پڑھنا مشروع ہے یا مستحب ہے اور یہ حدیث اس عنوان کے مطابق ہے اور اس حدیث میں اس سے تعرض نہیں کیا گیا کہ حافظہ سے پڑھنا دیکھ کر پڑھنے سے افضل ہے اور بہ کثرت علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے۔

امام ابو عبید نے فضائل قرآن میں اپنی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ بعض صحابہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنے کی فضیلت زبانی پڑھنے پر ایسی ہے جیسے فرض کی فضیلت نفل پر''، اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مصحف پر دائمی نظر دیکھو، اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اور معنوی اعتبار سے یہ دلیل ہے کہ مصحف میں دیکھ کر پڑھنے سے انسان غلط پڑھنے سے محفوظ رہتا ہے لیکن زبانی پڑھنا ریا سے زیادہ دور ہے اور خشوع کے زیادہ قریب ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ فضیلت اشخاص اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ امام ابن ابوداؤد نے سند صحیح سے حضرت ابوامامہ سے یہ روایت کی ہے اور تم کو یہ لٹکے ہوئے مصاحف دھوکہ میں نہ ڈالیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دل کو عذاب نہیں دیتا جس نے قرآن مجید حفظ کیا ہو۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے جواب پر علامہ عینی حنفی کا اعتراض اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا جواب

علامہ عینی لکھتے ہیں: سبحان اللہ! یہ جواب صحت وثواب سے کس قدر بعید ہے کیونکہ یہ بات فضائل قرآن کے متعلق ہے، پس حافظ ابن حجر نے یہ کیسے کہہ دیا کہ امام بخاری دل سے قرآن مجید پڑھنے کی افضلیت کے درپے نہیں ہوئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والے کے احوال مختلف ہوتے ہیں، کبھی دیکھ کر قرآن مجید پڑھنا افضل ہوتا ہے اور کبھی اپنے حافظہ سے قرآن مجید پڑھنا افضل ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے اس بات کو ذکر نہیں کیا تا کہ وہ حافظ ابن حجر پر اعتراض کر سکیں اور اس کا باعث یہ ہے کہ وہ حدیث سے امام شافعی کے اس استدلال کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ تعلیم قرآن کو مہر بنانا صحیح ہے۔ واللہ المستعان

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۸۱۔ ۲۸۰، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

دیگر شراح کی شروح

علامہ عبد الرحمٰن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کا ارادہ کرے تو وہ اس کو دیکھ سکتا ہے۔ نیز امام ابو حنیفہ اور

Marfat.com

امام مالک نے کہا ہے کہ لفظ تملیک سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور تعلیم قرآن کے عوض انعقاد نکاح کے متعلق امام احمد بن حنبل کی دو روایتیں ہیں: ایک جواز کی اور ایک عدم جواز کی۔ (کشف المشکل ج ۶ ص ۳۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے اس حدیث کی شرح میں فتح الباری کی مذکور الصدر شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۵۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ تم کو یہ لٹکے ہوئے مصاحف دھوکہ میں نہ ڈالیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دل کو عذاب نہیں دیتا جس نے قرآن مجید کو یاد کیا ہو۔ (سنن دارمی: ۳۳۱۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۳)

(الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۰۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں اس کے ہاتھوں کا اور اس کی آنکھوں کا اور اس کے منہ کا اور اس کی گود کا استعمال ہوتا ہے کیونکہ دیکھ کر پڑھنے سے وہ اس میں زیادہ غور کر سکتا ہے اور اکثر سلف کا یہی مسلک ہے اور بعض نے اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حافظہ سے پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں دیکھ کر پڑھنے کی بہ نسبت زیادہ تدبر ہوتا ہے۔ یہ عضد الدین بن عبد السلام کا قول ہے۔ (الفجر الساع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۳۳۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

۲۳- بَابٌ: اسْتِذْكَارِ الْقُرْآنِ وَتَعَاهُدِهِ — قرآن مجید کو پڑھتے رہنا اور اس کی حفاظت کرنا

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ استذکار کا معنی ہے: قرآن مجید کے حفظ کو طلب کرنا اور تَعَاھُد کا معنی ہے: قرآن مجید کی دائماً تلاوت کر کے اس سے کیے ہوئے عہد کو تازہ کرتے رہنا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۳)

۵۰۳۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن پڑھنے والے کی مثال صرف اس شخص کی طرح ہے جس کے اونٹ باندھے ہوئے ہوں، اگر اس نے ان اونٹوں کی حفاظت کی تو ان کو روکے رکھے گا، اگر اس نے ان اونٹوں کو کھلا چھوڑ دیا تو وہ چلے جائیں گے''۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۳۱، صحیح مسلم: ۷۸۹، موطا امام مالک: ۲۰۲، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۵، الترغیب والترہیب: ج ۲ ص ۳۶۳، شرح السنۃ ج ۴ ص ۴۹۳، مشکوٰۃ: ۲۱۸۹)

قرآن مجید کی باندھے ہوئے اونٹوں کے ساتھ تشبیہ کی توجیہ

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کے اونٹ باندھے ہوئے ہوں،

Marfat.com

مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سینوں سے نکلنے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ۝ (المزمل:۵) بے شک ہم آپ پر بھاری کلام نازل فرمائیں گے O

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ثقیل اور بھاری کی صفت سے موصوف کیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد نہ فرماتا تو وہ اس کو حفظ نہ کر سکتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَ قُرۡاٰنَهٗ ۝ (القیامہ:۱۷) بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے O

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ (القمر:۱۷) اور بے شک ہم نے حفظ کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے۔

اور صحیح البخاری: ۵۰۳۲۔۵۰۳۱ ان آیات کی تفسیر کرتی ہے، یعنی جب قرآن مجید کو دائماً پڑھا جاتا رہے تو اس کا حفظ برقرار رہے گا۔

تَفَصّی کا معنی

اس حدیث میں فرمایا ہے: قرآن مجید اَشَدّ تفصیًا ہے یعنی قرآن مجید بہت زیادہ اپنے آپ کو چھڑانے والا ہے اور جانے والا ہے۔

امام اللغۃ خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ تَفَصّی کے معنی میں لکھتے ہیں:

جب ہڈی سے گوشت چھڑا لیا جائے تو کہتے ہیں: فصی اللحم من العظم اور انسان جب کسی چیز سے چھٹکارا پالے تو اس سے جلدی بھاگتا ہے۔ اس کا مصدر تفصی ہے اور ابل اور البقر اور الغنم کا ان کے لفظ سے واحد نہیں ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کے سینہ سے نکلنے کو اس اونٹنی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو رسی کھلنے کے بعد بھاگ جاتی ہے۔ (کتاب العین ج ۷ ص ۱۶۵، ایران)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۳۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صاحب القرآن کا معنی

علامہ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صاحب القرآن فرمایا: اور صاحب سے مراد ہے: جو قرآن مجید سے الفت رکھتا ہو، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ المصاحبۃ کا معنی ہے: المؤالفۃ جیسے قرآن مجید میں اصحاب الجنۃ فرمایا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو قرآن مجید کی تلاوت سے الفت رکھتا ہو عام ازیں کہ وہ قرآن مجید کو دیکھ کر تلاوت کرے یا زبانی تلاوت کرے۔ پس جو شخص دائماً قرآن مجید کی تلاوت کرے گا تو اس پر قرآن مجید کے الفاظ سہل اور آسان ہو جائیں گے، اور جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کو چھوڑ دے گا تو اس کے اوپر قرآن مجید کی تلاوت مشکل اور دشوار ہو جائے گی اور انما کا لفظ حصر کا تقاضا کرتا ہے اور یہ حصر مخصوص ہے یعنی قرآن مجید اسی کو حفظ رہے گا جو اس کی دائماً تلاوت کرے گا اور جو قرآن مجید کی تلاوت کو چھوڑ دے گا تو وہ قرآن مجید کو بھول جائے گا بلکہ قرآن مجید اس کو بھول جائے گا۔

باندھے ہوئے اونٹوں کے ساتھ قرآن مجید کی مثال کی وضاحت

قرآن مجید کے درس اور اس کی تلاوت کے دوام کو اس اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کے بھاگنے کے خطرہ کی وجہ سے اس

Marfat.com

رسی سے باندھا جاتا ہے، پس جب تک قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی رہے گی وہ محفوظ رہے گا اور جب اس کی تلاوت چھوڑ دی جائے گی وہ بھول جائے گا۔ اسی طرح اونٹ جب تک بندھا رہے گا تو وہ محفوظ رہے گا اور اونٹوں کا خصوصیت سے اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ یہ تمام جانوروں میں انسان سے سب سے زیادہ غیر مانوس ہوتا ہے اور اس پر قابو پانے کے بعد اس کو بھاگنے سے روکنے میں مشکل ہوتی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے نافع سے روایت کی ہے کہ جب صاحب قرآن رات اور دن قرآن مجید پڑھتا رہے تو وہ اس کو یاد رہتا ہے اور جب وہ قرآن مجید پڑھنا چھوڑ دے تو وہ اس کو بھول جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ نے بھی اس شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۶۷، تیسیر القاری ج ۵ ص ۱۳)

۵۰۳۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ وَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ مِثْلَهُ تَابَعَهُ بِشْرٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ شُعْبَةَ وَتَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدَةَ عَنْ شَقِيقٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کسی شخص کے لیے یہ کہنا بہت برا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت کو بھول گیا ہوں بلکہ وہ اس کو بھلا دی گئی ہے۔ قرآن مجید کو دہراتے رہو کیونکہ وہ مردوں کے سینوں سے اونٹوں کی بہ نسبت زیادہ تیزی سے بھاگنے والا ہے“۔ ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور اسی حدیث کی مثل اور بشر نے محمد بن عرعرہ کی متابعت کی ہے از ابن المبارک از شعبہ اور عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے محمد بن عرعرہ کی متابعت کی ہے از عبدہ از شقیق، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۳۲، صحیح مسلم: ۷۹۰، سنن نسائی: ۹۴۲، سنن ترمذی: ۲۹۴۲، مشکوٰۃ: ۲۱۸۸، تاریخ بغداد ج ۵ ص ۴۵۳)

قرآن مجید کی آیتوں کے بھولنے کے دو محمل: ایک یہ کہ وہ آیت اسے یاد نہیں رہی، دوسرا یہ کہ وہ آیت اسے بھلا دی گئی یعنی اس کے سینہ سے نکال دی گئی

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: کسی شخص کا یہ کہنا بہت برا ہے کہ وہ کہے کہ میں نے فلاں فلاں آیت بھلا دی بلکہ وہ شخص بھلا دیا گیا ہے، یعنی اس شخص کو قرآن مجید کو نہ دہرانے اور اس کو بھلانے کی یہ سزا دی گئی کہ قرآن نے اس کو بھلا دیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ عہد رسالت میں قرآن مجید کی آیات منسوخ ہوتی رہتی

Marfat.com

تھیں اور ان آیات کو سینوں سے محو کر دیا جاتا تھا، پس ان کی تلاوت اور کتابت باقی نہیں رہی تھی اور یہ چیز حاملین قرآن پر بہت سخت گزرتی تھی تو وہ کہتے تھے: میں فلاں فلاں آیت کو بھول گیا تو آپ نے ان کو یہ کہنے سے منع فرمایا تا کہ لوگ قرآن مجید کے متعلق ضائع ہونے کا وہم نہ کریں، پس آپ نے ان کو یہ بتایا کہ وہ جو ان آیات کو بھول گئے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی تقدیر سے ہے اور ان آیات کے منسوخ ہونے اور دلوں سے ان کے محو ہونے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے، اور رہا کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں فلاں آیت بھول گیا ہوں سو یہ جائز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شاگرد یوشع بن نون نے کہا:

فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ ۔ (الکہف: ۶۳)　پس میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا۔

اس قول کا جواز کہ مجھے فلاں آیت بھول گئی

علامہ ابو العباس احمد بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کو یاد نہ رکھنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا: انسان کا اپنی طرف بھولنے کی نسبت کرنا جائز ہے کیونکہ اس بھولنے میں اس کا دخل نہیں ہے، پس اس کو یہ کہنا چاہیے کہ میں بھلا دیا گیا ہوں لیکن یہ قول درست نہیں ہے۔ (المفہم ج ۲ ص ۴۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم فرمائے اس مرد نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جن کو میں فلاں سورت سے چھوڑ چکا تھا''۔ (صحیح البخاری: ۵۰۳۷)

دوسری روایت میں ہے: ''جو آیات مجھے بھلا دی گئی تھیں''۔ (صحیح البخاری: ۵۰۳۸)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک مرد کو قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم فرمائے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جن کو میں فلاں فلاں سورت سے ساقط کر چکا تھا''۔ اور عباد بن عبد اللہ نے یہ اضافہ کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے حضرت عباد رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے پوچھا: ''اے عائشہ! کیا یہ عباد کی آواز ہے؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! عباد پر رحم فرما''۔ (صحیح البخاری: ۲۶۵۵)

اور اللہ عزوجل نے بھی درج ذیل آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسیان کی طرف نسبت کی ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى ۝ إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ۔　ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے ۝ مگر جو اللہ چاہے۔ (الاعلیٰ: ۷-۶)

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۔　جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا جس آیت کو ہم ذہنوں سے محو کر دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس کی مثل آیت لے آتے ہیں۔ (البقرہ: ۱۰۶)

تو آپ نے یہ کہنے سے منع فرمایا کہ میں فلاں آیت کو بھول گیا تا کہ اس سے یہ وہم نہ ہو کہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے قرآن مجید کی بہ کثرت آیات ضائع ہو گئیں۔

قرآن مجید کی آیات کے بھولنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے کہ اس نے بھلا دیا یا بندہ کی طرف کی جائے یا شیطان کی طرف تینوں نسبتوں کا جواز

یہ توجیہ بعید ہے کیونکہ کبھی انسان بھلانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے اور اس کے تمام

افعال کا خالق ہے اور کبھی بھولنے کی نسبت اپنے نفس کی طرف کرتا ہے کیونکہ وہ افعال کا، کاسب ہے اور کبھی اس کی نسبت شیطان کی طرف کرتا ہے جیسا کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے کہا تھا:

وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۔ (الکہف: ۶۳) اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلا یا تھا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے شیطان کے وسوسوں کو مقدر فرما دیا ہے، پس ہر ایک نے ایک مخصوص وجہ سے نسیان کی اضافت کی ہے، کسی نے کہا: چونکہ اللہ تعالیٰ نسیان کو پیدا کرتا ہے: لہٰذا نسیان کی نسبت اس کی طرف ہے، کسی نے کہا: بندہ کسب کرتا ہے، لہٰذا نسیان کی نسبت بندے کی طرف ہے اور کسی نے کہا: شیطان بندوں کو وسوسے میں ڈالتا ہے اس لیے نسیان کی نسبت شیطان کی طرف ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن مجید کا بھولنا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ لوگ قرآن مجید کو یاد کرنے سے غفلت کرتے ہیں اور بار بار دہراتے نہیں ہیں جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر صاحب قرآن دن، رات قرآن پڑھتا رہتا ہے تو وہ اس کو یاد رکھتا ہے اور اگر وہ قرآن مجید کے ساتھ نمازوں میں قیام نہیں کرتا تو وہ اس کو بھول جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۸۹، الرقم المسلسل: ۱۷۸۹)

پس جب کسی انسان نے کہا کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا تو اس نے اپنے نفس کے خلاف تقصیر کی گواہی دی اور قرآن مجید کی حفاظت کو ترک کرنے کی گواہی دی اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کیے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی مرد کو قرآن مجید کی کوئی سورت دی گئی ہو یا کوئی آیت دی گئی ہو اور وہ اس کو بھول گیا ہو"۔ (سنن ترمذی: ۲۹۱۶، سنن ابوداؤد: ۴۶۱)

اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ قرآن مجید کے دہرانے کو ترک کرنا اور اس کی حفاظت کو ترک کرنا لائق مذمت ہے اور قرآن مجید کے دہرانے کو ترک کرنے کی وجہ سے انسان بھولتا ہے، اس لیے اس کی مذمت کی گئی ہے۔

پورا قرآن مجید حفظ کرنا فرض عین نہیں ہے تو پھر اس میں غفلت کی وجہ سے اس کی مذمت کیوں ہے اور اس کو عذاب کیوں ہے؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پورے قرآن کو حفظ کرنا واجب علی العین یا فرض عین نہیں ہے تو جس نے اس کو دہرانے میں تقصیر کی تو اس پر اس کو مذمت کیوں کی جائے گی، اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے قرآن مجید کو حفظ کیا اس کے دونوں پہلوؤں میں نبوت مندرج ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کے عباد خواص اور اہل اللہ میں سے ہو گیا، اس لیے مناسب یہ ہے کہ جو اس مرتبہ میں کمی کرے اس کا ایسا مواخذہ کیا جائے جیسا دوسروں کا مواخذہ نہیں ہوتا اور قرآن مجید کی حفاظت کو ترک کرنا قرآن مجید سے جہالت کی طرف پہنچاتا ہے اسی وجہ سے قرآن مجید کو یاد کرنے کی تقصیر کی وجہ سے اس کی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۔ (التوبہ: ۶۷) انہوں نے اللہ کو بھلا دیا، سو اللہ نے بھی ان کو نظر انداز کر دیا۔

علامہ قرطبی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے: یعنی ان کو عذاب میں چھوڑ دیا یا ان پر رحمت کو ترک کر دیا۔ (المفہم ج ۲ ص ۴۱۹۔۴۱۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۴۰۔ ۱۳۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

جس شخص نے کہا: میں فلاں آیت کو بھول گیا اس کی مذمت کی چھ توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ بہت بری بات ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ میں فلاں فلاں آیت کو بھول گیا بلکہ وہ شخص خود بھلا دیا گیا۔

ایسا کہنے والے کی مذمت کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

(۱) چونکہ انسان نے اس قول میں بھولنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے اس لیے اس کی مذمت کی گئی کیونکہ وہ اپنے افعال کا خالق نہیں ہے، پس اس کو چاہیے تھا کہ وہ کہتا کہ مجھے یہ آیت بھلا دی گئی ہے اور اس کے اس قول سے یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ اس بھولنے میں مستقل ہے یا متصرف ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ آیت بھلائی ہے جیسا کہ درج ذیل آیات میں بندہ کے فعل کی نفی کی گئی ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ (الانفال: ۱۷) اور (اے رسول معظم!) آپ نے وہ خاک نہیں پھینکی جس وقت وہ خاک پھینکی تھی لیکن وہ خاک اللہ نے پھینکی تھی۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ۔ (الانفال: ۱۷) سو (اے مسلمانو!) تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا ہے۔

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ (الواقعہ: ۶۴) کیا (اس زراعت کو) تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں ○

علامہ ابن بطال کا ذہول اور تسامح

اسی اعتبار سے علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ نے وثوق سے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ارشاد سے مراد یہ ہے کہ بندوں کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام افعال کی نسبت ان افعال کے خالق کی طرف کریں تاکہ اس سے ان کی عبودیت کا اقرار ہو اور اس کی قدرت کو ماننے کا اظہار ہو اور یہ اس لیے اولیٰ ہے کہ بندہ اپنے افعال کی نسبت اپنی ذات کی طرف کرے کیونکہ وہ ان افعال کا، کاسب ہے ہر چند کہ اس کا جواز بھی کتاب اور سنت سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ نسیان کی نسبت اپنی طرف کی اور دوسری مرتبہ شیطان کی طرف کی، پس فرمایا:

فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ۔ (الکہف: ۶۳) پس بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلایا تھا۔

ان میں سے ہر نسبت کا معنی صحیح ہے، پس اللہ تعالیٰ کی طرف اس اعتبار سے نسبت ہے کہ وہ تمام افعال کا خالق ہے اور نفس کی طرف اس اعتبار سے نسبت ہے کہ وہ افعال کا، کاسب ہے اور شیطان کی طرف اس اعتبار سے نسبت ہے کہ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔ (علامہ ابن بطال کا کلام ختم ہوا)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ ابن بطال کو اس عبارت میں ذہول ہوا ہے جو انہوں نے اس کلام کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کی ہے حالانکہ یہ کلام ان کے شاگرد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا ہے۔

اپنی طرف بھولنے کی نسبت کے متعدد شواہد، اور اس بھول کا لائق مذمت نہ ہونا

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس کی طرف نسیان کی نسبت کی ہے جیسا کہ عنقریب نسیان القرآن کے باب میں آئے گا، اس طرح حضرت یوشع علیہ السلام نے بھی اپنی طرف نسیان کی نسبت کی ہے جب انہوں نے کہا: فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ (الکہف: ۶۳) (بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا ہوں) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی طرف نسیان کی

نسبت کی ہے جب انہوں نے کہا:

لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ۔ (الکہف:۷۳) جو چیز میں بھول گیا ہوں اس پر میری گرفت نہ کیجئے۔

اور اس سے پہلے صحابہ کرام کی اس دعا کا ذکر گزر چکا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مدح فرمائی ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ۔ (البقرہ:۲۸۶) اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں تو ہماری گرفت نہ کرنا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ۔ (الاعلیٰ ۷۔۶) ہم عنقریب آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے ○ مگر جو اللہ چاہے۔

پس زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس قسم کی بھول لائق مذمت نہیں ہے۔

(۲) قرآن مجید کی آیات کو بھولنے پر مذمت کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس بھول پر اس لیے مذمت فرمائی گئی کہ قرآن پڑھنے والے نے غفلت کی اور اس کو یاد کرنے اور بار بار دہرانے میں مشغول نہیں رہا جس کے نتیجہ میں وہ قرآن مجید کی ان آیات کو بھول گیا، اگر وہ ان آیات کی حفاظت کرتا اور نمازوں میں ان کو پڑھتا رہتا تو وہ ان آیات کو نہ بھولتا، پس یہ مذمت اس کی حفاظت نہ کرنے اور غفلت کی وجہ سے ہے اور جب اس نے کہا: میں فلاں فلاں آیت کو بھول گیا تو اس نے اپنی تقصیر کا اعتراف کیا تو یہ مذمت اس کے قرآن کو یاد نہ کرنے اور نہ دہرانے کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے نسیان پیدا ہوا۔

(۳) الاسماعیلی نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ آپ نے قرآن پڑھنے والے کے اس قول کو اس لیے ناپسند کیا ہو کہ اس نے کہا کہ میں فلاں آیت کو بھول گیا یعنی میں نے اس کو ترک کر دیا اور یہ بھول سہو کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ۔ (التوبہ:۶۷) انہوں نے اللہ کو بھلا دیا، سو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا۔

یہ توجیہ امام ابوعبید اور ایک جماعت کی مختار ہے۔

(۴) نیز الاسماعیلی نے کہا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نسیت کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گویا کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں فلاں آیت کو بھول گیا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی نسخ کی حکمت کی وجہ سے مجھے وہ آیت بھلا دی ہے اور اس کی تلاوت میرے سینہ سے اٹھالی ہے اور اس میں میرا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو ان آیات کو بھلا دیتا ہے اور سینوں سے نکال دیتا ہے جن کو وہ منسوخ فرماتا ہے اور وہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ۔ (الاعلیٰ ۷۔۶) ہم عنقریب آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے ○ مگر جو اللہ چاہے۔

پس اس بھول سے مراد وہ ہے جس کی تلاوت منسوخ ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے اس آیت کو بھلا دیا جس کو اس نے منسوخ کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔

(۵) علامہ احمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ مخصوص ہو کیونکہ اس وقت نسخ کی ایک قسم یہ تھی کہ ایک آیت نازل ہوتی، پھر وہ منسوخ ہو جاتی اور اس کے نقوش مٹ جاتے اور اس کی تلاوت اٹھالی جاتی اور حاملین قرآن کے ذہنوں سے وہ آیت ساقط ہو جاتی، پس کہنے والا کہتا کہ میں فلاں آیت بھول گیا تو اس کو اس سے منع کر دیا گیا تاکہ اس سے یہ وہم نہ ہو کہ کچھ قرآن ضائع ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ اشارہ فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ

محض اللہ کے اذن سے تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت تھی۔
(٦) الاسماعیلی نے کہا: اس کی ایک اور توجیہ یہ ہے کہ جو نسیان حفظ کے خلاف ہے اس کی اضافت حامل قرآن کی طرف مجاز ہے کیونکہ یہ نسیان اس کو عارض ہوا ہے وہ قصداً نہیں بھولا کیونکہ اگر وہ قصداً بھولا ہوتا تو بھول کے وقت وہ اس کو یاد ہوتا اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص مرا نہیں اس کو مار دیا گیا ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ توجیہ پہلی توجیہ کے زیادہ قریب ہے اور ان تمام توجیہات میں دوسری توجیہ راجح ہے یعنی جس نے کہا: میں فلاں آیت کو بھول گیا اس کی مذمت اس لیے فرمائی کہ اس نے اس آیت کو یاد رکھنے میں غفلت اور کوتاہی کی۔
قاضی عیاض نے کہا ہے کہ دراصل یہ اس کے قول کی مذمت نہیں ہے اس کے حال کی مذمت ہے کہ وہ غافل تھا۔
علامہ نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ نے کہا ہے کہ کسی شخص کا یہ کہنا کہ مجھے فلاں آیت بھول گئی، یہ مکروہ تنزیہی ہے۔
(فتح الباری ج ٦ ص ٢١٥۔ ٢١٤، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)
علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اور شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ١٠٧٣ھ نے بھی اسی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ٦٨، بیروت، تیسیر القاری ج ٥ ص ١٣، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

دیگر شراح کی شروح

علامہ عبدالرحمن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ٥٩٧ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس قول کی مذمت کی دو وجہیں ہیں: ایک یہ کہ یہ ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے جب آیات کی تلاوت منسوخ ہوتی رہتی تھی تو ان کو اس قول سے منع فرمادیا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ قرآن مجید کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس قول کی مذمت اس وجہ سے کی کہ اس نے قرآن مجید کی آیات کو یاد رکھنے میں غفلت کی جس کی وجہ سے وہ بھول گیا۔
(کشف المشکل ج ٦ ص ٣٣٧۔ ٣٣٦، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)
علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: اس حدیث کے معنی میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حاملین قرآن کو وہ آیات بھلا دیں، دوسرا یہ کہ نسیان کے معنی ہیں: ترک کرنا، تو جب کسی نے کہا: میں فلاں آیت کو بھول گیا تو اس سے یہ وہم ہوگا کہ اس نے اس آیت کو ترک کر دیا، اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اس قول کی مذمت فرمائی۔
علامہ کورانی حنفی فرماتے ہیں: پہلے قول پر یہ اعتراض ہے کہ تمام افعال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں تو پھر اس قول کی کیا تخصیص ہے؟ اور تحقیق یہ ہے کہ نسیان کے دو معنی ہیں: ایک معنی ہے جو حفظ کے خلاف ہو، دوسرا معنی ہے: ترک جب کہ یہ لفظ قرآن کو ترک کرنے کا وہم پیدا کرتا تھا اس لیے آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور یہ نسیان قرآن کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے اس پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو''۔ (صحیح البخاری: ٤٠١، صحیح مسلم: ٥٧٣)
کیونکہ یہاں نسیان کا معنی ہے: ذہول یعنی عدم توجہ کیونکہ کبھی نسیان کسی فعل کو زیادہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے ترک کرنے کی وجہ سے نہیں ہوتا جیسے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز میں پانچ رکعات پڑھا دیں۔ (صحیح البخاری: ٤٠٤)
یہ وہ تحقیق ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور احسان سے مجھ پر الہام فرمایا۔
(الکوثر الجاری ج ٨ ص ٤٠٥، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ١٤٢٩ھ)

علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ اور علامہ محمد الفضیل الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ نے بھی اختصار سے فتح الباری کی تقریر لکھی ہے۔
(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۵۳۔۳۵۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۳۳۶۔۳۳۵، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۰ھ)

۵۰۳۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: ”قرآن مجید کی حفاظت کرو، پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! قرآن مجید رسی سے باندھے ہوئے اونٹ کی بہ نسبت زیادہ بھاگنے والا ہے“ (یعنی رسی تڑا کر)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۰۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۴۔ بَابُ: الْقِرَاءَةِ عَلَى الدَّابَّةِ سواری پر (بیٹھے ہوئے) قرآن مجید کی تلاوت کرنا

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جو شخص سواری پر سوار ہونے کی حالت میں قرآن مجید کی تلاوت کو مکروہ کہے اس کا یہ قول مکروہ ہے اور امام ابن ابوداؤد نے بعض سند سے اس کے جواز کو نقل کیا اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ سوار ہونے کی حالت میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی سنت موجود ہے اور اس سنت کی اصل درج ذیل آیت سے ثابت ہوتی ہے:

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ (الزخرف: ۱۴۔۱۳)

تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر سوار ہو سکو، پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس پر سیدھے بیٹھ جاؤ اور تم یہ کہو کہ وہ ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے جس نے سواری کو ہماری قدرت میں کر دیا اور ہم از خود اس پر قادر ہونے والے نہیں تھے O اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں O

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۰۳۴۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو إِيَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَهُوَ يَقْرَأُ عَلَى رَاحِلَتِهِ سُورَةَ الْفَتْحِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو ایاس نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن دیکھا رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار تھے اور آپ سورۃ الفتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۸۱ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں: امام بخاری نے یہاں پوری حدیث ذکر نہیں کی، پوری حدیث اس طرح ہے:

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہیں اور آپ سورۃ الفتح کی تلاوت فرما رہے ہیں اور اس میں آپ ترجیع کر رہے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مغفل نے کہا: اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے گرد جمع ہو جائیں گے تو میں ضرور اس طرح ترجیع کرتا جس طرح آپ نے ترجیع کی تھی۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۲۸۱، ۵۰۳۴، صحیح مسلم: ۷۹۴، الرقم المسلسل: ۱۷۴۳، سنن ابوداؤد: ۱۴۶۷، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۷۰)

ترجیع کے معنی کی تحقیق

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یُرَجِّعُ کا لفظ ہے، اس کا مصدر ترجیع ہے اور رَجَّعَ کا معنی ہے قراءت کو لوٹانا یا دہرانا اور دوسرا قول ہے۔ آواز میں حرکات کو بڑھانا، اور تیسرا قول ہے کہ آپ کی ترجیع اس طرح تھی کہ آپ پڑھتے: آآآآآ (صحیح البخاری: ۷۵۴۰)

(یعنی آپ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ (الفتح: ۱) میں مُّبِيْنًا کے الف کو چار مدات کے برابر کھینچ کر پڑھتے۔ سعیدی غفرلہ)

اور ''الاکلیل'' میں یہ اضافہ ہے کہ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ جمع ہو جائیں گے تو میں اس لہجہ میں یہ آیت پڑھتا جس لہجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی تھی۔ (فضائل القرآن لابی عبید ص ۱۵۹)

بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ یہ ترجیع آپ سے اس وجہ سے صادر ہوئی کہ اس وقت آپ اونٹنی پر سوار تھے تو اونٹنی کی حرکت کی وجہ سے آپ نے مبینا کے الف کو چار مدات کے برابر لمبا کر کے پڑھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بہت حسین تھی، جب آپ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو آیات کو کھینچ کر پڑھتے اور حروف پر وقف کرتے۔ قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ جو نبی بھی مبعوث کیا گیا اس کی آواز بہت حسین اور مترنم تھی، اور اس پر اجماع ہے کہ خوش آوازی اور ترتیل کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا مستحب ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۱۶۱، النہایہ فی غریب الحدیث ج ۲ ص ۲۰۲)

امام ابوعبید نے کہا ہے کہ اس قسم کی احادیث تحزین اور تشویق پر محمول ہیں (یعنی غم گین لہجہ میں پڑھنے اور مسرت کے لہجہ میں پڑھنے میں۔) (فضائل القرآن لابی عبید ص ۱۶۴)

ترجیع میں مذاہب فقہاء

امام مالک اور جمہور نے خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کو مکروہ کہا ہے، کیونکہ ترجیع کی وجہ سے قرآن مجید کی قراءت اپنے طریقہ سے خارج ہو جاتی ہے اور مخارج میں فرق ہو جاتا ہے۔ (المدونہ ج ۳ ص ۴۷۹)

اور امام ابوحنیفہ نے ترجیع کو یا خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کو مباح قرار دیا ہے اور سلف کی جماعت کا بھی یہی ایک قول ہے کیونکہ اس سے رقت اور خشیت پیدا ہوتی ہے اور نفوس اس کو غور سے سننے کی طرف متوجہ اور راغب ہوتے ہیں (جیسے ہمارے زمانے میں لوگ قاری عبدالباسط مصری اور دوسرے مصری قراء کی تلاوت کو ذوق وشوق سے سنتے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۹۱)

اور امام شافعی نے کہا: میں خوش آوازی کے ساتھ قراءت کو مکروہ کہتا ہوں اور دوسرے مقام پر کہا: میں اس کو مکروہ نہیں کہتا۔

(روضۃ الطالبین ج ۱۱ ص ۲۲۷)

اور امام شافعی کے اصحاب نے ان میں تطبیق دی ہے اور کہا ہے: پہلے قول کا محمل یہ ہے کہ جب ترجیع کی وجہ سے کسی لفظ میں

Marfat.com

زیادتی یا کمی ہوجائے یا جس لفظ میں مدنہ کرنی ہو اس میں مدکی جائے یعنی جس کو کھینچ کر نہ پڑھنا ہو اس کو کھینچ کر پڑھا جائے یا اس لفظ کا ادغام کیا جائے جس میں ادغام جائز نہیں ہے وغیرہ اور دوسرے قول کا محمل یہ ہے کہ جب لفظ کے مخرج میں تغیر نہ ہو تو پھر ترجیع کرنا جائز ہے، اور امام مالک نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کے اذکار کو اور قرآن عظیم کو گویوں کے احوال اور باطل چیزوں کی تشبیہ سے منزہ کرنا چاہیے کیونکہ قرآن کریم حق اور صدق ہے اور غنا اور گانا لہو ولعب ہے۔

علامہ ابو العباس احمد بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ نے امام مالک کے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے کیونکہ مشائخ کی جو قراءت شارع علیہ السلام تک پہنچی ہے اس میں تطریب اور تحسین (ترنم اور ترجیع) نہیں ہے حالانکہ یہ لوگ بہت زیادہ مخارج میں گہرائی کے ساتھ کوشش کرتے تھے اور مد، ادغام اور اظہار وغیرہ میں، اور اس لیے کہ تطریب اور ترجیع قرآن مجید کی ادائیگی میں زیادتی یا کمی کی طرف پہنچاتی ہیں اور یہ دونوں چیزیں ممنوع ہیں اور جو چیز کسی ممنوع کام کی طرف پہنچائے وہ بھی ممنوع ہے اور اس کی حفاظت یہ ہے کہ تطریب اور تحسین (خوش آوازی اور مد کو لمبا کرنا) مد کی ضروریات میں سے ہے اور نقص وزن کی رعایت کی وجہ سے جیسا کہ اس فن کو جاننے والے کو معلوم ہے، اور اس لیے کہ اس سے قرآن مجید کو پڑھنا شعر کے مشابہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو شعر سے منزہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۔ (الحاقہ: ۴۱) اور یہ قرآن کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔

علامہ قرطبی کی عبارت ختم ہوئی۔ (المفہم ج ۲ ص ۴۲۲۔۴۲۱، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۴۵۲۔۴۵۱، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

ترجیع کی کیفیت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ کی طرز میں (الفتح: ۱) کو پڑھا اور کہا: اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے گرد جمع ہو جائیں گے تو میں اس طرح ترجیع کرتا جس طرح حضرت ابن مغفل نے ترجیع کی تھی۔ راوی نے حضرت معاویہ سے پوچھا: ان کی ترجیع کس طرح تھی، انہوں نے کہا: وہ اس طرح پڑھتے تھے آ آ آ یعنی مبینا کے الف کو تین مدات کے برابر لمبا کرتے تھے۔ اس حدیث کی شرح ان شاء اللہ (صحیح البخاری: ۷۵۴۰) میں آئے گی۔ (سعیدی غفرلہ)

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۵۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

ترجیع کی تعریف اور قرآن مجید میں ترجیع کا شرعی حکم

علامہ احمد بن اسماعیل حنفی الکورانی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ترجیع کی تعریف ہے: قراءت میں آواز کو کھینچ کر پڑھنا۔

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ کی جو تلاوت کی تھی اس میں مُّبِيْنًا کے لفظ میں ترجیع کی تھی اور ترجیع کا معنی ہے: قراءت کو دہرانا اور اسی سے اذان میں ترجیع ہے یعنی شہادتین کو دوبار پڑھنا اور اس کی دوسری تعریف ہے کہ آواز کو کھینچ کر پڑھنا۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجیع کی کیفیت کو بیان کیا ہے کہ آپ آ آ آ، تین مرتبہ مد کے برابر کھینچ کر پڑھتے تھے اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ آپ فتح مکہ کے دن سواری پر سوار تھے اس وجہ سے ترجیع کی کیفیت پیدا ہوئی، اور

Marfat.com

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے ترجیع سے منع فرمایا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اس وقت سواری پر سوار نہیں تھے۔
(النہایہ ج ۲ ص ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ کورانی لکھتے ہیں: اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجیع حد سے متجاوز نہ ہوتی اور آپ مد کو بہت زیادہ لمبا کرتے تو آپ قراءت کو چھوڑ دیتے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ آپ نے ترجیع میں ممانعت سے جو منع فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ مد کو بہت زیادہ لمبا کیا جائے جیسا کہ قراء کرتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجیع اس طرح نہیں تھی، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قراءت میں کھینچ کر پڑھتے تھے یعنی مدات کو، حدیث میں ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کو عرب کے لحون میں پڑھو''۔ (المعجم الاوسط: ۷۲۲۳، شعب الایمان: ۲۶۴۹)

اس حدیث میں لحون کا لفظ ہے اور لُحُون لَحَن کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: آواز میں ترجیع کرنا یعنی مدات کو لمبا کر کے پڑھنا۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۹۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۲۵۔ بَابُ: تَعْلِيمِ الصِّبْيَانِ الْقُرْآنَ — بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا

حافظ ابن حجر عسقلانی اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: امام بخاری نے اس عنوان سے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ بچوں کو قرآن مجید پڑھانا مکروہ ہے۔ سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ بچوں کو قرآن پڑھانا مکروہ ہے، اس کی امام ابن ابوداؤد نے ان دونوں سے روایت کی ہے اور ابراہیم النخعی کی عبارت یہ ہے کہ جب تک لڑکے کو عقل نہ آ جائے اس وقت تک اس کو قرآن مجید پڑھانا مکروہ ہے، اور سعید بن جبیر کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بچوں کو قرآن پڑھانا اس لیے ناپسند کرتے تھے کہ بچے اکتا جاتے ہیں، اور امام ابن ابوداؤد کی عبارت بھی اسی طرح ہے کہ فقہاء اس کو پسند کرتے تھے کہ بچوں کو قرآن مجید کچھ عرصہ کے بعد پڑھایا جائے۔ امام ابن ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ الاشعث بن قیس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک چھوٹا لڑکا پیش کیا تو فقہاء نے ان کی مذمت کی، پس انہوں نے کہا: میں نے اس کو مقدم نہیں کیا اس کو تو قرآن نے مقدم کیا ہے۔

جو فقہاء کہتے ہیں کہ بچوں کو قرآن پڑھانا جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ بچپن میں جس چیز کو یاد کر لیا جائے وہ ذہن میں راسخ ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے: بچپن میں علم حاصل کرنا ایسا ہے جیسے پتھر پر نقش ہو، اور سعید بن جبیر کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے پہلے بچہ کو اس کی خوشی سے چھوڑ دیا جائے، پھر تدریجاً اس کو سنجیدگی کی طرف مائل کیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: تحقیق یہ ہے کہ یہ حکم اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوا ہے یعنی اگر بعض بچے شروع میں پڑھائی کی طرف مائل ہوں تو انہیں شروع میں قرآن مجید کی تعلیم دینی چاہیے اور اگر بعض بچے شروع میں قرآن مجید کی طرف مائل نہ ہوں تو پھر انہیں کچھ عرصہ کے بعد قرآن مجید پڑھانا چاہیے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۰۳۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ إِنَّ الَّذِي تَدْعُونَهُ الْمُفَصَّلَ هُوَ الْمُحْكَمُ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَأَنَا ابْنُ عَشْرِ سِنِينَ وَقَدْ قَرَأْتُ الْمُحْكَمَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر انہوں نے کہا: تم قرآن کے جس حصہ کو مفصل کہتے ہو (یعنی سورۃ الحجرات سے آخر قرآن تک) وہ محکم ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت میری عمر دس سال کی تھی اور میں

Marfat.com

المحکم کو پڑھ چکا تھا۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۳۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۵۷۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۳، مسند الطیالسی ۲۶۴۰، المستدرک ج ۳ ص ۵۳۳، الاحاد والمثانی: ۴۷۳-۴۷۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۵۷۸، المستدرک ج ۳ ص ۵۳۴، مسند احمد: ۳۵۴۳-۲۲۷۳-۲۳۷۹)

مفصل اور محکم سورتوں کی تعریف

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
روایت ہے کہ بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ اس کا ابن زید نے ذکر کیا ہے، اور المفصل سے مراد سورۃ الحجرات سے لے کر آخر قرآن مجید کی سورتیں ہیں کیونکہ ان سورتوں میں بہ کثرت فواصل ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان میں منسوخ آیات بہت کم ہیں۔ ان سورتوں کو محکم بھی کہا گیا ہے کیونکہ اس کی اکثر سورتوں میں منسوخ آیات نہیں ہیں۔ یہ علامہ ابن التین کی شرح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر کی تحقیق

صحیح البخاری: ۴۹۳، میں مذکور ہے کہ حجۃ الوداع کے سال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بلوغت کے قریب تھے اور امام ابن اسحاق نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی اور ان سے دوسری روایت یہ ہے جیسا کہ اس باب میں ہے، انہوں نے کہا: اس وقت میری عمر دس سال تھی، علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ وہم ہے حالانکہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت میری عمر چودہ (۱۴) سال تھی۔ اور الزبیر اور الواقدی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے تھے اور یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر (تیرہ) سال تھی، اور امام ابن حبان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر چودہ (۱۴) سال تھی۔

(ثقات ابن حبان ج ۳ ص ۲۰۷)

اور عمرو بن علی نے کہا کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تیرہ (۱۳) سال پورے کر چکے تھے اور چودھویں (۱۴) سال میں داخل ہوئے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۴۳-۱۴۲، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

المفصل کے مصداق اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
مفصل سے مراد وہ سورتیں ہیں جن میں بہ کثرت فواصل ہوں اور صحیح قول کی بناء پر ان کا مصداق سورۃ الحجرت سے لے کر آخر قرآن تک ہے، اور شاید کہ امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان سے حضرت ابن عباس کے اس قول کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مجھ سے تفسیر کے متعلق سوال کرو کیونکہ میں نے قرآن کریم کو اس وقت حفظ کر لیا تھا جب میں کم عمر تھا۔ اس حدیث کی امام ابن سعید نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

Marfat.com

کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ (۱۳) سال تھی اور اس سلسلہ میں انہوں نے مختلف روایات نقل کی ہیں۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۶۔ ۲۱۷، ملخصا، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بچوں کو قرآن مجید کس عمر میں پڑھانا چاہیے

شیخ محمد صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ بچوں کو کس عمر میں قرآن شریف پڑھانے کی ابتداء کی جائے، سو یہ حکم بچوں کے احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے اور بعض بچے ذہین ہوتے ہیں، ان کو پانچ یا چھ یا سات سال کی عمر میں قرآن مجید پڑھانے کی ابتداء کرنی چاہیے اور بعض کند ذہن ہوتے ہیں یا کھیل کود میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کو مار پیٹ کے بغیر پڑھانا ممکن نہیں ہوتا اور غالباً اس وجہ سے شریعت کی حکمت یہ ہے کہ جب انسان تھک جائے یا اکتا جائے تو اس عمل کو موقوف کر دینا چاہیے اور اپنے آپ کو مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیے حتیٰ کہ نمازوں میں اور عبادات میں بھی جب انسان اکتانے لگے تو ان کو چھوڑ دینا چاہیے اور اپنے آپ کو تھکانا نہیں چاہیے، یہ صرف نوافل اور مستحباب کا حکم ہے اور فرائض اور واجبات کو ہر صورت میں ادا کرنا چاہیے، اسی طرح قرآن مجید کی جتنی آیات کی مقدار صحت نماز کے لیے ضروری ہے وہ ہر صورت میں بچوں کو یاد کرانی چاہئیں خواہ ان کو مارنا پڑے۔
(شرح صحیح البخاری للعثیمین ج ۴ ص ۳۸۹، مکتبۃ الطبری، مصر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ کا اس حدیث کو امام بخاری کا وہم قرار دینا اور قاضی عیاض کا اس حدیث کی تاویل کرنا اور علامہ عینی کا اس پر رد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس حدیث میں ابوبشر کی یہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس وقت میری عمر دس سال تھی۔ علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ امام بخاری کو اس روایت میں وہم ہوا ہے، قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ نے صحیح بخاری کی اس روایت کی تاویل کی ہے اور کہا ہے: اس روایت میں تقدیم اور تاخیر ہے۔ علامہ عینی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں دو جملے ہیں کہ میری عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت دس سال تھی اور میں المحکم کو پڑھ چکا تھا اور یہ دونوں جملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سے حال ہیں، سو ان میں تقدیم اور تاخیر کیسے ہوسکتی ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کے ساتھ مناقشہ

نیز علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق ممکن ہے بایں طور کہ جب وہ بلوغت کے قریب تھے تو ان کی عمرہ تیرہ (۱۳) سال کے قریب تھی، جب وہ بالغ ہو گئے تو تیرہ سال مکمل ہو گئے، پھر عمر کے متعلق باقی روایات ہیں اور پندرہ سال کی عمر کی روایت میں دو کسروں کو پورا کر دیا ہے اور تیرہ سال کی روایت میں بعد کی کسر کو لغو قرار دیا ہے اور دس سال کی عمر کی روایت میں کسر کو اصلاً لغو قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۷)

علامہ عینی فرماتے ہیں: ان روایات میں تو کسر کا ذکر ہی نہیں ہے (جیسے ساڑھے دس سال یا ساڑھے بارہ سال وغیرہ) حتیٰ کہ کسر کو پورا کیا جائے یا کسر کو لغو قرار دیا جائے اور کسر کی دو قسمیں ہیں جذر اصم جو اپنا عدد نہ بتا سکے اور جذر منطق جو اپنا عدد بتا سکے اور

یہاں کسی قسم کی کسر نہیں ہے اور صحیح بات وہی ہے جو علامہ داؤدی نے کہی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۷۱۔ ۷۰ ملخصا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب، اور مصنف کا محاکمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''انتقاض الاعتراض'' میں علامہ عینی کے اعتراض کا یہ جواب لکھا ہے کہ محدثین کی اصطلاح میں کسر کو پورا کرنے اور کسر کو لغو کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو عدد مہینوں میں چھ سے زائد ہو وہ کسر ہے اور جو عدد سالوں میں دس سے زائد ہو وہ کسر ہے اور جب کہ علامہ عینی اس اصلاح پر مطلع نہیں تھے تو انہوں نے اعتراض کرنے کی محبت میں اہل حساب کی اصطلاح سے اس عبارت پر اعتراض کیا اور اگر علامہ داؤدی کے کلام کو درست مان لیا جائے کہ ''دس سال کی عمر کی روایت امام بخاری کا وہم ہے'' تو ان باقی روایات کے متعلق کیا کہا جائے گا جن میں تیرہ سال سے لے کر پندرہ سال کی عمر تک کا ذکر ہے، پس ان روایات کے متعلق اس تطبیق کے سوا اور کوئی مفر نہیں ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ پندرہ سال کی روایت میں دو کسروں کو پورا کر دیا ہے اور تیرہ سال کی عمر کی روایت میں بعد کی کسر کو لغو قرار دیا ہے اور دس سال کی عمر کی روایت میں کسر کو اصلاً لغو قرار دیا ہے۔
(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۸۲، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: جب کسی عدد کو اس کے نفس میں ضرب دی جائے تو اس کے حاصل کو مربع کہتے ہیں مثلاً چار کو چار سے ضرب دی جائے تو اس کا جواب سولہ ہے، پس سولہ اس کا مربع ہے اور چار اس کا جذر صحیح ہے اور اس کو جذر منطق کہتے ہیں کیونکہ سولہ کا عدد بتا دیتا ہے کہ اس کا جذر چار ہے اور جب کوئی مربع اپنا جذر صحیح نہ بتا سکے بلکہ کسر کے ساتھ جذر بتائے تو اس کو جذر اصم کہتے ہیں کیونکہ وہ یہ نہیں بتا سکا کہ کس عدد کو اس کے نفس میں ضرب دی گئی تو اس کا حاصل سات آیا، سو یہ ایسا مربع ہے جو اپنا بلا کسر صحیح جذر نہیں بتا سکا اس لیے اس کو جذر اصم کہتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر اور المحکم کی تعریف کے متعلق علامہ کورانی کی تحقیق

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ سال تھی اور اس حدیث میں المحکم سے مراد وہ ہے جو متشابہ کے خلاف ہو۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۰۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۵۰۳۶۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما جَمَعْتُ الْمُحْكَمَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ لَهُ وَمَا الْمُحْكَمُ قَالَ الْمُفَصَّلُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بشر نے خبر دی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں المحکم کو جمع کر لیا تھا۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: المحکم کی کیا تعریف ہے؟ تو انہوں نے کہا: المفصل۔

اس حدیث پر مفصل بحث صحیح البخاری: ۵۰۳۵ کی شرح میں ابھی گزری ہے۔

٢٦۔ بَابُ: نِسْيَانِ الْقُرْآنِ وَهَلْ يَقُولُ نَسِيتُ آيَةَ كَذَا وَكَذَا
قرآن مجید کو بھولنا اور کیا کوئی یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا ہوں

حافظ ابن حجر عسقلانی اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: امام بخاری نے اس پر متنبہ کیا ہے کہ حدیث میں جو اس کہنے کی ممانعت ہے کہ میں فلاں فلاں آیت کو بھول گیا ہوں وہ اس صورت پر محمول ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید کے بھولنے کے اسباب کو ترک کرے کیونکہ انسان قرآن مجید کی آیات کو اس وقت بھولتا ہے جب وہ ان آیات کو زیادہ یاد نہیں کرتا یا ان کا تکرار اور دور نہیں کرتا، پس حدیث میں قرآن مجید کی آیات کو بھولنے کی مذمت نہیں ہے کیونکہ بھولنا تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ حدیث میں بھولنے کے اسباب کی مذمت ہے کہ اس نے قرآن مجید کی آیات کو زیادہ یاد کیوں نہیں کیا، تکرار کیوں نہیں کیا۔ دوسری تنبیہ یہ ہے کہ بعض احادیث میں قرآن مجید کی آیات کو بھولنے کی ضرورت ہے اور بعض احادیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا کہ ''میں فلاں آیت کو بھول گیا تھا'' حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ان مختلف روایات کے محمل مختلف ہیں۔ قرآن مجید کی آیات کو بھولنے کی مذمت اس صورت میں ہے جب انسان دنیاوی امور میں زیادہ مشغول اور منہمک ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کی آیات کو بھول جائے مثلاً کاروبار یا بال بچوں کی مصروفیات میں اور رسول ﷺ جو بعض اوقات کسی آیت کو بھول گئے تھے تو وہ عبادات میں زیادہ اشتغال اور انہماک کی وجہ سے تھا یا تعلیم یا تبلیغ دین میں زیادہ مصروفیت کی وجہ سے تھا۔

(فتح الباری ج ٦ ص ٢١٨۔ ٢١٧۔ دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے مذکورہ دو وجہوں میں سے صرف پہلی وجہ کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ٧١)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ۔ (الاعلیٰ: ٧۔٦)
ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے ۝ مگر جو اللہ چاہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاعلیٰ: ٦ میں جو لفظ ''لا'' ہے اس کے متعلق دو قول ہیں، اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ لانافیہ ہے یعنی آپ اللہ کے پڑھائے ہوئے میں سے اس کو بھولیں گے جس کو اللہ تعالیٰ بھلانا چاہے گا اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ ''لا'' نہی کے لیے ہے اور اصل میں یہ لفظ لَا تَنْسَ ہے، اخیر میں الف کو اشباع کے لیے بڑھا دیا ہے تا کہ تمام آیات ایک وزن پر ہو جائیں اور استثناء میں بھی اختلاف ہے۔ الفراء نے کہا: یہ استثناء تبرک کے لیے ہے اور حقیقت میں کوئی استثناء نہیں ہے اور یہی حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ بھلانا چاہے آپ بھول جائیں گے تا کہ آپ کا بھولنا سنت ہو جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ طبائع بشریہ کے تقاضوں کے مطابق آپ بھول جاتے ہیں، لیکن ہم اس کی تفصیل بعد میں کریں گے۔ دوسرا قول یہ ہے: آپ اس کے ساتھ عمل کو ترک نہ کریں مگر اللہ تعالیٰ جن آیات کو منسوخ فرما دے گا تو آپ ان پر عمل کو ترک کر دیں۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٢١٨، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ نبی ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام سے ملاقات کے وقت جلدی جلدی قرآن پڑھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ جلدی جلدی نہ پڑھا کریں کیونکہ حضرت جبریل آپ کے سامنے آیات کو مکرر پڑھیں گے حتیٰ کہ آپ ان آیات کو نہیں بھولیں گے

اور "لا" کے لفظ میں دو احتمال ہیں: یا نفی کے لیے ہے یا نہی کے لیے ہے اور اگر نہی کے لیے ہو تو اخیر میں الف کو اشباع کے لیے بڑھایا ہے جیسے تم اَلسَّبِیلَ کی بجائے اَلسَّبِیلَا کہو تا کہ تمام آیاتِ ایک وزن پر ہوں اور استثناء کے متعلق الفراء نے کہا: یہ تبرک کے لیے ہے اور یہ حسن اور قتادہ کا قول ہے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے گا آپ بھول جائیں تا کہ سنت ہو جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ اس کے ساتھ عمل کو ترک نہ کریں مگر جن آیات کو اللہ تعالیٰ منسوخ فرما دے گا ان پر عمل کو آپ منسوخ کر دیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۷۲۔۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۰۳۷۔ حَدَّثَنَا رَبِيعُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا زَائِدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلًا يَقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً مِنْ سُورَةِ كَذَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ربیع بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو مسجد میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اس نے مجھے فلاں فلاں آیات یاد دلا دی جس کو میں فلاں سورت سے بھولا ہوا تھا"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۵۵ میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا عِيسَى عَنْ هِشَامٍ وَقَالَ أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُورَةِ كَذَا تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَعَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ۔

ہمیں محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے حدیث بیان کی از ہشام، وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "میں ان آیات کو فلاں سورت سے ساقط کر چکا تھا"۔
اس حدیث کی علی بن مسہر اور عبدۃ نے متابعت کی ہے از ہشام۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۶۵۵، صحیح مسلم: ۷۸۸، سنن ترمذی: ۲۹۴۲، سنن نسائی: ۹۴۳، سنن ابوداؤد: ۱۳۳۱، ۳۹۷۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۰۶، مسند ابویعلیٰ: ۴۴۹۲، صحیح ابن حبان: ۱۰۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲، شعب الایمان: ۲۶۰۵، مصنف عبدالرزاق: ۵۹۷۵، الادب المفرد: ۱۵۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۱۷۶، المستدرک ج ۴ ص ۱۵۹۔۱۵۸، الاسماء والصفات للبیہقی: ۷۸۷، مسند احمد ج ۶ ص ۶۲، مسند احمد: ۲۴۳۳۵)

قرآن مجید اور احادیث صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسیان کی نسبت کا ثبوت

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
قرآن مجید نے بندہ کی طرف نسیان کی اضافت کی ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰٓ ۝ (الاعلیٰ: ۶)
ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے ۝

اور اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف نسیان کی نسبت کی ہے، اور قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنی طرف نسیان کی نسبت کی اور دوسری مرتبہ شیطان کی طرف نسیان کی نسبت کی، اور حدیث میں ہے:
اور بے شک میں ضرور کوئی حکم بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ کوئی حکم سنت ہو جائے۔ (موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۰۰)
اور جس نے نسیان کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نسیان کا خالق ہے بلکہ تمام افعال کا خالق

ہے اور جس نے نسیان کی نسبت اپنے نفس کی طرف کی تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ وہ اس کا فعل اور اس کا کسب ہے، نیز حدیث میں ہے:
حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی اور ایک آیت چھوڑ دی، پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا: ''کیا لوگوں میں ابی بن کعب تھے؟'' انہوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! کیا فلاں فلاں آیت منسوخ ہو گئی ہے یا آپ اس کو بھول گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میں اس کو بھول گیا ہوں''۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۴۷، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۶۹)

حافظ الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کے تمام رجال صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۶۹)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی کوئی آیت بھول جاتے تھے، پھر آپ کو وہ یاد آ جاتی تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۴۷۔۱۴۵، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان کی دو قسمیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
الاسماعیلی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن کے بھولنے کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے کہ آپ کسی آیت کو بھول جائیں، پھر عنقریب آپ کو وہ آیت یاد آ جائے اور یہ بشری تقاضے سے ہے جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سجدہ سہو میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں، جس طرح تم بھولتے ہو اس طرح میں بھی بھولتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۴۰۱، صحیح مسلم: ۵۷۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۲۰، سنن نسائی: ۱۲۴۳، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱)

اور آپ کے قرآن مجید کی کسی آیت کو بھولنے کی دوسری قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ آپ کے دل سے محو کر دے اور اس آیت کی تلاوت کو منسوخ فرما دے جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔ (الاعلیٰ: ۷۔۶)
ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے O مگر جو اللہ چاہے۔

رہی قسم اول تو اس میں نسیان عارضی ہوتا ہے اور بہت جلد زائل ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر: ۹)
بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں O

اور رہی قسم ثانی تو وہ اس آیت کے مطابق ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا ۔ (البقرہ: ۱۰۶)
جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا جس آیت کو ہم ذہنوں سے محو کر دیتے ہیں۔

اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نسیان کو جائز قرار دیتے ہیں اور یہ نسیان امور تبلیغیہ کے ماسوا میں ہے اور امور تبلیغیہ میں نسیان کی دو شرطیں ہیں: ایک شرط یہ ہے کہ تبلیغ کے بعد نسیان ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ یہ نسیان دائمی نہ ہو اور آپ کو بعد میں یاد آ جائے از خود یا کسی کے یاد دلانے سے، اور تبلیغ سے پہلے آپ پر نسیان اصلاً جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

بعض صوفیاء کا یہ زعم ضعیف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بالکل نسیان نہیں ہوا

اور بعض اصولیین نے اور بعض صوفیاء نے یہ زعم کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بالکل نسیان نہیں ہوا اور آپ سے صورتاً نسیان ہوا ہے تا کہ کوئی حکم سنت ہو جائے۔ قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ اصولیین میں سے ابوالمظفر الاسفرائینی کے سوا اور کسی نے یہ نہیں کہا اور یہ ضعیف قول ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کو بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنا جائز ہے اور مسجد میں قرآن پڑھنا جائز ہے اور جس شخص سے کوئی خبر پہنچی ہو اس کے لیے دعا کرنی چاہیے۔

قرآن مجید کو پڑھ کر بھولنا گناہ کبیرہ ہے، اس پر قرآن کریم اور احادیث اور آثار سے استدلال

قرآن مجید کے بھولنے کے حکم میں متقدمین فقہاء کا اختلاف ہے، بعض فقہاء نے کہا کہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ امام ابوعبید نے الضحاک بن مزاحم سے موقوفاً روایت کی ہے کہ جس شخص نے بھی قرآن مجید سیکھا، پھر اس کو بھول گیا تو اس نے ایک گناہ کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ (الشوریٰ: ۳۰)

اور تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے اور بہت سی باتوں کو وہ معاف فرما دیتا ہے O

اور قرآن مجید کا بھولنا سب سے بڑی مصیبت ہے، حدیث میں ہے:

امام ابوداؤد اور امام ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے، پس میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی مرد کو قرآن مجید کی کسی سورت کا علم دیا گیا ہو، پھر وہ اس کو بھول گیا ہو''۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

ابوالعالیہ نے موقوفاً روایت کی ہے: ہم سب سے بڑا گناہ اس کو شمار کرتے تھے کہ کوئی مرد قرآن مجید سیکھے، پھر اس کو یاد کیے بغیر سو جائے حتیٰ کہ اس کو بھول جائے۔ اس حدیث کی سند جید ہے۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے قرآن مجید پڑھا، پھر اس کو بھول گیا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ کوڑھ میں مبتلا ہو گا''۔ اس حدیث کی سند میں بھی کلام ہے۔

قرآن مجید کو پڑھ کر بھولنے کے متعلق علماء مذاہب کے اقوال

علماء شافعیہ میں سے ابوالمکارم اور الرویانی نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت سے اعراض کرنا اس کے بھولنے کا سبب ہے اور قرآن مجید کو بھولنا اس کی دلیل ہے کہ وہ قرآن کریم کی طرف توجہ نہیں کرتا اور اس معاملہ میں سستی کرتا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے: جس نے پورا قرآن مجید حفظ کیا یا بعض قرآن کریم حفظ کیا اس کا مرتبہ اس سے بلند ہے جس نے قرآن مجید حفظ نہیں کیا اور جس نے اس بلند مرتبہ میں خلل ڈالا اور اس سے نیچے گر گیا تو وہ سزا کے لائق ہے، پس اگر اس نے قرآن مجید کے تکرار کو ترک کر دیا تو وہ جہل کی طرف لوٹے گا اور علم کے بعد جہل بہت بڑی مصیبت ہے۔

اور اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ کسی شخص کے لیے یہ مکروہ ہے کہ اس پر چالیس دن ایسے گزریں جن میں اس نے قرآن مجید نہ پڑھا ہو۔

Marfat.com

امام ابوداؤد کی حدیث میں یہ گزرا ہے کہ جو قرآن مجید پڑھ کر بھول گیا وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اَجْذَمْ ہوگا۔
اجذم کے حسب ذیل معانی ہیں:
(۱) جس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں (۲) جس کی حجت منقطع ہو (۳) جس کے لیے خیر کا کوئی سبب نہ ہو (۴) جس کے ہاتھ خیر سے خالی ہوں (۵) جو حقیقت میں کوڑھی ہو۔
امام ابوداؤد نے ابوعبدالرحمٰن سلمی سے روایت کی ہے کہ یہ نہ کہو کہ میں نے فلاں آیت کو ساقط کر دیا بلکہ یہ کہو: میں فلاں آیت سے غافل ہو گیا اور یہ کہنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٢١٩-٢١٨، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

٥٠٣٨۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي سُورَةٍ بِاللَّيْلِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً كُنْتُ أُنْسِيتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ ایک مرد رات کو قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے کہ تحقیق یہ ہے کہ اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جس کو میں فلاں فلاں سورت سے بھول چکا تھا"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٥٠٣٧ میں گزر چکی ہے۔

٥٠٣٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِئْسَ مَا لِأَحَدِهِمْ يَقُولُ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "کسی شخص کے لیے یہ کہنا بہت برا ہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا بلکہ وہ شخص خود بھلا دیا گیا"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٥٠٣٢ میں گزر چکی ہے۔

دیگر شراح بخاری کی شروح

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اور علامہ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ١٠٧٣ھ نے اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ٧٣-٧٢، بیروت، تیسیر القاری ج ٥ ص ١٥-١٤، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
بعض شارحین نے یہ کہا ہے کہ تبلیغ سے پہلے آپ کا نسیان جائز نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر تبلیغ سے پہلے ان پچاس نمازوں کو منسوخ کر دیا گیا کیونکہ نسخ اور بھلانے کا ایک معنی ہے۔
(میں کہتا ہوں کہ نسخ اور بھلانے کا معنی ایک نہیں ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر بیان کیا گیا ہے، نیز آپ نے تبلیغ تو کر دی تھی کہ مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں اور ان کو پانچ نمازیں کر دیا گیا ہے۔ سعیدی غفرلہ)
اگر تم یہ سوال کرو کہ آپ پر نسیان کیونکر جائز ہوگا حالانکہ نسیان نقص ہے تو میں کہوں گا کہ نسیان میں نقص نہیں ہے کیونکہ آپ

Marfat.com

کے نسیان سے مراد ذہول ہے یعنی حافظہ سے کوئی بات نکل جائے اور جب اس کی طرف توجہ کی جائے تو وہ یاد آ جائے۔
(الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۰۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ اور علامہ زرہونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے بھی فتح الباری کا خلاصہ لکھا ہے۔
(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۵۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ، الفجر الساطع ج ۱۱ ص ۳۳۸۔ ۳۳۷، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین التوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مرد کا رات کے وقت مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے اگر چہ افضل یہ ہے کہ نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ عہد رسالت میں بہ کثرت لوگوں کے گھر نہیں تھے اور وہ مسجد میں رات گزارتے تھے۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کبھی انسان کو اس کام پر بھی اجر دیا جاتا ہے جس کے کرنے کا اس نے قصد نہ کیا ہو کیونکہ اس مرد نے یہ قصد نہیں کیا تھا کہ اس کی تلاوت کے سبب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھولی ہوئی آیت یاد آ جائے لیکن چونکہ اس کی تلاوت کی وجہ سے آپ کو بھولی ہوئی آیت یاد آ گئی تو آپ نے اس کے حق میں رحمت کی دعا کی۔

(۳) جس انسان سے کوئی نیک فائدہ پہنچے اس کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ اس پر رحم فرمائے، کیونکہ آپ نے اس مرد کے لیے رحمت کی دعا کی تھی۔

(۴) کیا اس کے لیے یہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جزاء خیر دے یا یہ کہنا چاہیے: اللہ اس پر رحم فرمائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو افضل وہی کہنا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۵) جس آدمی نے آپ کو کوئی آیا دولائی تو اس نے آپ کے ساتھ احسان کیا اور نیکی کی تو اس کا صلہ اس صورت میں دیں کہ اس کے حق میں رحمت کی دعا کریں۔ بعض لوگ ایسا نہیں کرتے اور یہ تکبر ہے۔

(۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ مجھے فلاں آیت بھول گئی بلکہ یہ کہے کہ میں اس آیت سے بھلا دیا گیا۔

(۷) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے علم کے بعد اس کو محفوظ رکھتے تھے اور اس کی تبلیغ فرماتے تھے اور یہ ناممکن ہے کہ آپ تبلیغ سے پہلے قرآن کریم کو بھول جائیں ورنہ یہ ممکن ہے کہ کوئی مدعی یوں دعویٰ کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کئی آیات کی تبلیغ کو بھول گئے ہیں۔ (شرح صحیح بخاری ج ۴ ص ۳۹۱۔ ۳۹۰، مکتبۃ الطبری، ۱۴۲۹ھ)

۲۷۔ بَابُ: مَنْ لَمْ يَرَ بَأْسًا أَنْ يَقُولَ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَسُورَةُ كَذَا وَكَذَا

جس کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ کہے کہ سورۃ البقرۃ یا فلاں فلاں سورت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے ان علماء کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سورۃ البقرۃ یا سورۃ النساء وغیرہ نہ کہا جائے بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ وہ سورت ہے جس میں فلاں فلاں چیز کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سے پہلے کتاب الحج میں گزر چکا ہے کہ حجاج نے کہا کہ یہ وہ سورت ہے جس میں فلاں فلاں سورت کا ذکر کیا گیا ہے، تو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کا رد کیا، قاضی عیاض نے کہا: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سورۃ البقرۃ وغیرہا کہنے کے جواز کی دلیل ہے۔

Marfat.com

سورۃ البقرۃ وغیرہ کہنے کے جواز اور اس کی ممانعت میں احادیث، آثار اور اقوال علماء اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا ان کے درمیان محاکمہ

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے اور بعض نے اسے مکروہ کہا ہے اور کہا ہے کہ سورۃ البقرۃ نہ کہا جائے بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ وہ سورت ہے جس میں بقرۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ کتاب الحج کے ''ابواب الرمی'' میں یہ گزر چکا ہے کہ ابراہیم النخعی نے حجاج کے اس قول کا انکار کیا: ''سورۃ البقرۃ نہ کہو'' اور صحیح مسلم میں ہے کہ سورۃ البقرۃ کہنا سنت ہے اور انہوں نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ذکر کیا اور سب سے قوی دلیل وہ ہے جس کی امام بخاری نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ البقرۃ اور فلاں فلاں سورت فرمایا''۔

علامہ نووی نے کتاب الاذکار میں یہ لکھا ہے کہ سورۃ البقرۃ اور سورۃ العنکبوت وغیرہ کہنا جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ اور بعض سلف نے کہا ہے کہ یہ کہنا مکروہ ہے اور صحیح قول پہلا ہے اور وہی جمہور علماء کا قول ہے اور اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر احادیث مروی ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار بھی بے شمار ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ: جن علماء نے سورۃ البقرۃ وغیرہا کہنے سے منع کیا ہے ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سورۃ البقرۃ نہ کہو اور نہ سورۃ آل عمران اور نہ سورۃ النسآء اور اس طرح پورے قرآن کے متعلق نہ کہو''۔

اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کی ہے، اور اس کی سند میں ایک راوی ہے: عیسیٰ بن میمون اور وہ ضعیف راوی ہے۔ امام ابن الجوزی نے اس حدیث کو کتاب الموضوعات میں درج کیا ہے، اور امام احمد سے منقول ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ تالیف القرآن کے باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''اس آیت کو اس سورت میں لکھو جس میں فلاں فلاں چیز کا ذکر کیا گیا ہے''۔ اسی طرح حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں زیادہ احتیاط ہے، لیکن المصاحب اور التفاسیر میں سورۃ البقرۃ وغیرہا لکھنے کے جواز پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ: ابو محمد، محمد بن ابی حاتم، الکلبی اور امام عبدالرزاق وغیرہم نے بھی اس احتیاط کو ذکر کیا ہے اور علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں حکیم ترمذی سے یہ نقل کیا ہے کہ قرآن مجید کے احترام میں سے ہے کہ یہ نہ کہا جائے کہ یہ سورۃ البقرۃ ہے یا سورۃ النحل ہے یا سورۃ النسآء ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ وہ سورت ہے جس میں بقرۃ کا اور نحل کا اور نسآء کا ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ قرطبی نے اس قول پر رد کیا ہے کہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے معارض ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو حدیث منقول ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ البقرۃ وغیرہا کہنے سے منع فرمایا''۔ تو آپ کا یہ منع فرمانا خلاف اولیٰ پر محمول ہے۔ واللہ اعلم

امام بخاری نے اپنے عنوان کو ثابت کرنے کے لیے اپنی سند کے ساتھ تین حدیثیں روایت کی ہیں۔ ایک حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، دوسری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ ان دونوں حدیثوں کی شرح تفصیل سے گزر چکی ہے، اور تیسری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس پر اس سے پہلے باب میں تنبیہ گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۰۔۲۱۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سورۃ البقرۃ نہ کہا جائے بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ وہ سورت ہے جس میں بقرۃ کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۷۔ ۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۰۴۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَلْقَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَ بِهِمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از علقمہ وعبدالرحمٰن بن یزید از حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتیں ایسی ہیں کہ جس نے ان آیتوں کو ایک رات میں پڑھ لیا تو یہ اس کو کافی ہوں گی''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۴۰۰۸ میں گزر چکی ہے۔

اس سورت میں سورۃ البقرۃ فرمانے کی تصریح ہے اور اس کے سنت ہونے کی دلیل ہے۔

۵۰۴۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ حَدِيثِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا هُوَ يَقْرَؤُهَا عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ فَانْتَظَرْتُهُ حَتَّى سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهُ فَقُلْتُ مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ قَالَ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ كَذَبْتَ فَوَاللّٰهِ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَهُوَ أَقْرَأَنِي هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَقُودُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا وَإِنَّكَ أَقْرَأْتَنِي سُورَةَ الْفُرْقَانِ فَقَالَ يَا هِشَامُ اقْرَأْهَا فَقَرَأَهَا الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ اقْرَأْ يَا عُمَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی حضرت المسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رضی اللہ عنہما کی حدیث سے، ان دونوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی حیات میں سورۃ الفرقان پڑھتے ہوئے سنا، پس میں ان کی قراءت کو بہ غور سننے لگا تو وہ اس سورت میں بہ کثرت ایسے حروف پڑھ رہے تھے جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے نہیں پڑھائے تھے تو قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان پر جھپٹ پڑتا، پس میں نے ان کا انتظار کیا حتیٰ کہ انہوں نے سلام پھیر دیا، پھر میں نے ان کو چادر سے پکڑ کر گھسیٹا، پھر میں نے پوچھا: آپ کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے جس کو میں نے آپ سے ابھی پڑھتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے یہ سورت رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے تو میں نے ان سے کہا: آپ جھوٹ بولتے ہیں، پس اللہ کی قسم! بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ سورت پڑھائی ہے جس کو میں نے ابھی آپ سے سنا ہے۔ پس میں ان کو ہنکاتا ہوا رسول اللہ

Marfat.com

فَقَرَأْتُهَا الَّتِي أَقْرَأَنِيهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

ﷺ کے پاس لے گیا، پھر میں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے ان سے سورۃ الفرقان کو ان حروف کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا ہے جن حروف کے ساتھ آپ نے مجھے یہ سورت نہیں پڑھائی حالانکہ آپ نے مجھے سورۃ الفرقان پڑھائی ہے، آپ نے فرمایا: "اے ہشام! اس سورت کو پڑھو" تو انہوں نے وہ سورت اس طرح پڑھی جس طرح میں نے سنا تھا، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے"، پھر آپ نے فرمایا: "اے عمر! تم پڑھو"، تو میں نے اس سورت کو اسی طرح پڑھا جس طرح آپ نے مجھے پڑھائی ہے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ سورت اس طرح نازل ہوئی ہے" پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، پس تم کو جو حرف آسان لگے اس پر پڑھو"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۱۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں سورۃ الفرقان فرمانے کی تصریح ہے اور اس کے سنت ہونے کی دلیل ہے۔

۵۰۴۲ ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ قَارِئًا يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ کوئی قرآن پڑھنے والا رات کو مسجد میں قرآن پڑھ رہا تھا تو آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے! بے شک اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جس کو میں فلاں فلاں سورت سے ساقط کر چکا تھا"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۵۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں فلاں فلاں سورت کہنے کی تصریح ہے اور اس کے سنت ہونے کی دلیل ہے۔

۲۸ ـ بَابُ: التَّرْتِيلِ فِي الْقِرَاءَةِ — قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنا

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ (المزمل: ۴)

اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں ۝

وَقُرْآنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَأَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۰۶)

اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے حسب موقع نازل کیا تاکہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو بہ تدریج نازل کیا ہے ۝

Marfat.com

وَمَا یُکْرَہُ أَنْ یُّهَذَّ کَهَذِّ الشِّعْرِ فِیهَا یُفْرَقُ یُفَصَّلُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَرَقْنَاهُ فَصَّلْنَاهُ۔

اور وہ جو مکروہ ہے کہ قرآن کریم کو شعر (مجلس میں ترنم کے ساتھ اشعار پڑھے جاتے ہیں اور یاد کرنے کے لیے جلدی جلدی پڑھے جاتے ہیں) اسی طرح قرآن مجید کو طرح جلدی جلدی پڑھا جائے، اس سورت میں جو فَرَقْنٰهُ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے کہ ہم نے اس کو کئی حصوں میں تفصیل سے نازل کیا۔

قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر اور جلدی جلدی پڑھنے میں سے ہر ایک کی فضیلت اور ان میں تطبیق اور ممانعت کا محل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے: قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنا یعنی اس کے حروف کو بیان کرنا اور ان کی ادائیگی ٹھہر ٹھہر کر کرنا تا کہ اس کا معنی سمجھ میں آسکے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ قرآن مجید کو شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھنا مکروہ ہے۔ امام بخاری نے اس قول سے یہ اشارہ کیا ہے کہ قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا مستحب ہے اور یہ جلدی جلدی پڑھنے کی کراہت کو مستلزم نہیں ہے۔ مکروہ صرف یہ ہے کہ قرآن کو بہت تیزی اور جلدی کے ساتھ پڑھا جائے حتیٰ کہ بعض حروف مخفی رہیں یا اپنے مخارج سے نہ نکلیں اور اس باب میں امام بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ قرآن مجید کو شعر کی طرح جلدی جلدی نہ پڑھا جائے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن (زبور) کا پڑھنا آسان کر دیا گیا تھا، پس وہ اپنی سواری پر زین ڈالنے سے پہلے قرآن (زبور) پڑھ کر فارغ ہو جاتے تھے“۔ (صحیح البخاری: ۳۴۱۷)

امام بخاری نے عنوان میں بنی اسرائیل: ۱۰۶ کو ذکر کیا ہے۔

ابوحمزہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں بہت جلدی جلدی قرآن پڑھتا ہوں اور میں پورا قرآن تین دن میں پڑھ لیتا ہوں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں سورۃ البقرۃ کو ٹھہر ٹھہر کر تدبر کے ساتھ پڑھوں یہ اس سے بہتر ہے کہ میں اس طرح قرآن پڑھوں جس طرح تم کہتے ہو۔

اور امام ابن ابوداؤد نے دوسری سند کے ساتھ ابوحمزہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں تیزی سے قرآن پڑھنے والا مرد ہوں اور میں ایک رات میں پورا قرآن پڑھ لیتا ہوں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم نے ضرور تیزی سے پڑھنا ہو تو اس طرح پڑھو کہ تمہارے دونوں کان سنیں اور تمہارا دل اس کو یاد رکھے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ قرآن جلدی پڑھنے میں سے اور قرآن آہستہ پڑھنے میں سے ہر ایک کی فضیلت ہے بہ شرطیکہ جو کچھ سنا گیا ہو اس کے حروف اور حرکات وسکنات میں کوئی خلل نہ ہو، پس ان میں سے کسی ایک صورت کو دوسری پر ترجیح دی جائے تو یہ جائز ہے۔

اور جس نے ٹھہر ٹھہر کر اور تامل کر کے پڑھا یہ اس شخص کی مثل ہے جس نے ایک قیمتی جوہر کو پرکھا اور جس نے جلدی جلدی پڑھا یہ اس شخص کی مثل ہے جس نے ایسے متعدد جواہر کو پرکھا جن کی قیمت ایک جوہر کے برابر ہے، اور کبھی ایک جوہر کی قیمت متعدد جواہر کی قیمتوں سے زیادہ ہوتی ہے اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے، پھر امام بخاری نے اس باب میں دو حدیثوں کا ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۱۔ ۲۲۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

۵۰۴۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ غَدَوْنَا عَلَى عَبْدِ اللهِ فَقَالَ رَجُلٌ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ الْبَارِحَةَ فَقَالَ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ إِنَّا قَدْ سَمِعْنَا الْقِرَائَةَ وَإِنِّي لَأَحْفَظُ الْقُرَنَاءَ الَّتِي كَانَ يَقْرَأُ بِهِنَّ النَّبِيُّ ﷺ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ وَسُورَتَيْنِ مِنْ آلِ حم۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مہدی بن میمون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں واصل نے حدیث بیان کی از ابی وائل از حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ، ابو وائل نے کہا کہ ہم صبح کو حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو ایک مرد نے کہا: میں نے گزشتہ رات المفصل کو پڑھا تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا: تم نے شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا؟ بے شک ہم نے قراءت کو سنا ہے اور بے شک مجھے ان سورتوں کی نظیریں حفظ ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ ملا کر پڑھا کرتے تھے۔ اٹھارہ سورتیں المفصل میں سے اور دو سورتیں آل حم میں سے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۷۷۵، ۵۰۴۳، صحیح مسلم: ۸۲۲، سنن ترمذی: ۶۰۲، سنن نسائی: ۱۰۰۴، سنن ابوداؤد: ۱۳۹۶، مسند ابویعلیٰ: ۵۲۲۲، صحیح ابن خزیمہ: ۵۳۸، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۹، السنن الکبریٰ: ۱۰۷۶، المعجم الکبیر: ۹۸۶۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۷۵ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

نماز اور غیر نماز میں سورتوں کو ترتیب سے پڑھنے میں اختلاف فقہاء اور مصاحف میں سورتوں کی موجودہ ترتیب کا توقیفی ہونا

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے تہجد کی ایک رکعت سے پہلے سورۃ النساء پڑھی، پھر سورۂ آل عمران پڑھی۔ (صحیح مسلم: ۷۷۲)

امام مالک نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھی جائیں پہلے ایک سورت پڑھی جائے اور اس کے بعد اس سے پہلے والی سورت پڑھی جائے۔ مسلمانوں کا عمل اسی طریقہ سے جاری رہا ہے اور ہمارے نزدیک بعد والی سورت کو پڑھنا مستحب ہے۔ (مواہب الجلیل ج ۱ ص ۲۴۱)

اور علامہ بدر الدین عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے: ہمارے نزدیک اس طرح پڑھنا مکروہ ہے۔
(البنایہ شرح الہدایہ ج ۲ ص ۳۶۶)

نیز علامہ عینی نے کہا: جمہور فقہاء کا بھی یہی مختار ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۶۹)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق نبی ﷺ نے پہلے سورۃ البقرۃ پڑھی، پھر سورۃ النساء پڑھی، پھر سورۂ آل عمران پڑھی۔ اس میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب مسلمانوں کے اجتہاد سے ہے جب انہوں نے سورتوں کو مصحف میں درج کیا اور یہ نبی ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب اور تحدید نہیں ہے اور آپ نے اس ترتیب کو امت پر چھوڑ دیا تھا اور یہی جمہور علماء کا

Marfat.com

قول ہے اور امام مالک کا مختار یہ ہے، وہ کہتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب نہ لکھنے میں واجب ہے نہ نماز میں اور نہ درس اور تدریس میں اور نہ اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی تصریح ہے جس سے تجاوز کرنا جائز نہ ہو، اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کیے ہوئے مصحف سے پہلے مصاحف کی تالیف میں اختلاف تھا، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نمازی کے لیے دوسری رکعت میں اس سورت کو پڑھنا جائز ہے جو پہلی رکعت میں پڑھی ہوئی سورت پر مقدم ہو اور ایک رکعت میں ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے یا جو شخص قرآن مجید کی تلاوت میں ایسا کرے تو یہ مکروہ ہے، یعنی پہلے ایک سورت کی تلاوت کرے اور اس کے بعد اس سے پہلی والی سورت کی تلاوت کرے اور سلف صالحین نے جو کہا ہے کہ قرآن مجید کو الٹا پڑھنا مکروہ ہے اس کا محمل یہ ہے جو قرآن مجید کی کسی سورت کی آخری آیت پڑھے اور اس کے بعد اس سے پہلی آیت پڑھے اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر سورت کی ترتیب اور ہر سورت کی آیات کی ترتیب جیسا کہ اب ہمارے مصاحف میں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی توقیف سے ہے جس سے اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو واقف کیا اور آپ نے اپنی امت کو واقف کیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۷ ص ۱۰۵۔۱۰۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

قرآن مجید کو تیز تیز پڑھنا مستحب نہیں ہے بلکہ مباح ہے

نیز علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے المفصل کو پڑھا ہے تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا: تم نے اس طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا جس طرح شعر پڑھتے ہیں اور مجھے قرآن مجید کی ایسی سورتیں یاد ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھتے تھے، ان میں سے اٹھارہ سورتیں المفصل کی ہیں اور دو سورتیں آل حم کی ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۰۴۳)

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا ہے حالانکہ سلف صالحین کی ایک جماعت ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتی تھی اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب قرآن مجید کو جلدی جلدی پڑھا جائے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کے قرآن پڑھنے میں تخفیف کی گئی تھی، وہ اپنی سواری پر زین ڈالنے کا حکم دیتے اور زین ڈالی جانے سے پہلے قرآن مجید مکمل پڑھ لیتے تھے۔
(صحیح البخاری: ۳۴۱۷)

اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب سرعت کے ساتھ قراءت کی جائے اور اس حدیث میں قرآن سے مراد زبور ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام ان انبیاء علیہم السلام میں سے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ (الانعام: ۹۰) سو آپ بھی ان نبیوں کے طریقہ کے موافق عمل کریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فعل بہ طور فضیلت کے بیان فرمایا اور اگر آپ نے اس کو بہ طور فضیلت نہ بیان فرمایا ہوتا تو ان کا یہ فعل آپ کے ارشاد کی مخالف کی وجہ سے منسوخ ہو جاتا، سو اب قرآن مجید کا تیز تیز پڑھنا مستحب نہیں ہے بلکہ مباح ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۵۲، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

ایک رات میں المفصل کی سورتوں کو ملا کر پڑھنے والے صحابی کا نام اور حدیث مذکور کے صحیح بخاری کی دوسری حدیث سے تعارض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

جس مرد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تھا کہ میں نے گزشتہ رات المفصل کو ایک رکعت میں پڑھا ہے اس مرد کا نام نہیک بن سنان ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کی تصریح کی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: هذا ان کهذ الشعر۔ یعنی تم نے بغیر غور وفکر کے تیزی سے قرآن مجید کو پڑھا ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم المفصل کی اٹھارہ سورتوں کو اور آل حم کی دو سورتوں کو ملا کر پڑھتے تھے، اس سے پہلے حدیث میں گزرا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیس سورتیں ملا کر پڑھتے تھے، پہلی مفصل کی سورت تھی اور آخری الحوامیم میں سے تھیں، حم الدخان اور عم یتساءلون۔ (صحیح البخاری: ۴۹۹۶) اور اس حدیث میں اٹھارہ سورتوں کا ذکر ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اٹھارہ سورتیں المفصل کی ہیں، سورۃ الدخان اور عم یتساءلون کے بغیر اور ان سب پر المفصل کا اطلاق تغلیبا ہے، ورنہ راجح قول یہ ہے کہ سورۃ الدخان المفصل میں سے نہیں ہے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول اپنے مصحف کی ترتیب کے اعتبار سے ہو جس میں حم الدخان اور عم یتساءلون بھی المفصل میں شامل ہیں اور اس صورت میں یہ قول تغلیب پر محمول نہیں ہوگا اور آل حم سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کے شروع میں حم کا لفظ ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

دیگر شراح کی شرح

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اور علامہ عبد الرحمن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ اور علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ اور شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ سب نے اسی طرح اختصار اور تفصیل سے لکھا ہے جس طرح حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۶۷، الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۱۰، کشف المشکل ج ۱ ص ۴۱۲، الفجر الساطع ج ۱۱ ص ۳۴، تیسیر القاری ج ۵ ص ۱۷-۱۶)

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا مغرب سے عشاء کے دوران پورے قرآن کریم کو ختم کر لینا

شیخ محمد صالح العثیمین (النجدی) المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رافضیہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مغرب اور عشاء کے دوران قرآن مجید کو ختم کر لیتے تھے اور اس چیز کو انہوں نے مولیٰ علی کے مناقب میں شمار کیا ہے۔ شیخ ابن تیمیہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: یہ لوگ کس قدر جاہل اور احمق ہیں، کیا یہ قرآن مجید کے ساتھ کھیلنے کو حضرت علی بن ابی طالب کے مناقب میں شمار کرتے ہیں!!! یعنی حضرت علی مغرب کے فرض پڑھتے، پھر اس کے بعد سنت مؤکدہ پڑھتے اور اس کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ کے وقت میں پورا قرآن ختم کر لیتے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے یا آپ کی مذمت ہے؟ (شرح صحیح بخاری ج ۴ ص ۳۹۴، مکتبۃ الطبری، مصر، ۱۴۲۹ھ)

شیخ العثیمین کی شرح پر اور شیخ ابن تیمیہ کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ ایک گھنٹہ میں پورے قرآن کریم کو ختم کر لینا عادۃً تو ممکن نہیں ہے لیکن بہ طور کرامت ممکن ہے۔ کیا یہ حدیث صحیح میں نہیں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام سواری پر زین ڈالنے کا حکم دیتے اور زین ڈالے جانے سے پہلے زبور کو ختم کر دیتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۱۷) اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا اور جو کام نبی علیہ السلام کا معجزہ ہو وہ ولی سے بہ طور کرامت ہو سکتا ہے، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ حضرت آصف بن برخیا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت میں ولی تھے وہ پلک جھپکنے سے پہلے تین ماہ کی مسافت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے تخت بلقیس کو لے آئے جب کہ عفریت من الجن نے بھی یہ کہا تھا کہ میں آپ کے اس مجلس سے اٹھنے

Marfat.com

سے پہلے اس تخت کو لاسکتا ہوں اور حضرت آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے تخت بلقیس لا کر حاضر کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۔ (النمل: ۴۰)

اور جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا: میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اس تخت کو آپ کے پاس حاضر کر دوں گا جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

سو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کا ولی تین ماہ میں کیے جانے والے کام کو پلک جھپکنے سے پہلے کر سکتا ہے تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ولی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ تین راتوں میں ترتیل سے پڑھے جانے والے قرآن کریم کو ایک گھنٹہ میں پڑھ لیں تو یہ کب مستبعد ہو سکتا ہے اور شیخ ابن تیمیہ کا اس کو قابل مذمت کہنا بجائے خود قابل مذمت ہے کیونکہ اس سے کرامات اولیاء کا انکار لازم آتا ہے جو کہ دراصل معتزلہ کا مذہب ہے، اہل سنت کا مذہب نہیں ہے، باقی روافض (شیعوں) کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو کرنا اور انہیں معاذ اللہ خدا بنا کر پیش کرنا اپنی جگہ قابل مذمت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۰۴۴۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیدٍ حَدَّثَنَا جَرِیرٌ عَنْ مُوسَی بْنِ أَبِی عَائِشَةَ عَنْ سَعِیدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما فِی قَوْلِهِ ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝﴾ (القیامہ: ۱۶) قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا نَزَلَ جِبْرِیلُ بِالْوَحْیِ وَكَانَ مِمَّا یُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَهُ وَشَفَتَیْهِ فَیَشْتَدُّ عَلَیْهِ وَكَانَ یُعْرَفُ مِنْهُ فَأَنْزَلَ اللهُ الْآیَةَ الَّتِی فِی لَا أُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَامَةِ ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝﴾ ﴿اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝﴾ (القیامہ: ۱۷) فَإِنَّ عَلَیْنَا أَنْ نَجْمَعَهُ فِی صَدْرِكَ وَقُرْآنَهُ ﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝﴾ (القیامہ: ۱۸) فَإِذَا أَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ۝﴾ (القیامہ: ۱۹) قَالَ إِنَّ عَلَیْنَا أَنْ نُبَیِّنَهُ بِلِسَانِكَ قَالَ وَكَانَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِیلُ أَطْرَقَ فَإِذَا ذَهَبَ قَرَأَهُ كَمَا وَعَدَهُ اللهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان از موسیٰ بن ابی عائشہ از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہا: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ (القیامہ: ۱۶) آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں ۝ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور آپ ان کے پاس اپنی زبان کو اور اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے تو یہ آپ پر سخت گزرتا تھا اور اس کی سختی آپ سے پہچانی جاتی تھی، تب اللہ تعالیٰ نے سورہ لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ میں یہ آیت نازل فرمائی: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ (القیامہ: ۱۶) اور فرمایا: اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ (القیامہ: ۱۷) بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے ۝ یعنی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کریں۔ اس کے بعد فرمایا: فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ (القیامہ: ۱۸) سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں ۝ یعنی جب ہم

Marfat.com

قرآن مجید کو نازل کریں تو آپ غور سے سنیں، پھر فرمایا: ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ (القیامہ:۱۹) پھر اس کا (معنی) بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے O یعنی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کی زبان سے بیان فرمائیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ جب آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آتے تو آپ سر جھکا کر بیٹھ جاتے، پھر جب وہ چلے جاتے تو آپ قرآن مجید پڑھتے جس طرح اس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض امور کی شرح کی جا رہی ہے:

شیخ محمد صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المفوضہ کے اس نظریہ کا رد کہ قرآن مجید کے بعض الفاظ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم نہیں تھا چہ جائیکہ دوسروں کو ان کا علم ہو

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن مجید کا معنی بیان نہ کیا گیا ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کا معنی بیان کیا گیا ہو لیکن یہ لازم نہیں ہے کہ اس کا معنی امت کے ہر فرد کو معلوم ہو بلکہ امت کو اجتماعی طور پر اس کا معنی معلوم ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن مجید کا کوئی معنی امت سے مخفی ہو، اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات کا قرآن کریم میں معنی معلوم نہیں ہے اور یہ ایسے الفاظ ہیں جیسے حروف ابجد ہیں، ان لوگوں کا یہ قول باطل ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید کے معانی کے بیان کرنے کا ذمہ لیا ہے (القیامہ:۱۸) لہٰذا قرآن کریم میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا معنی بھی نہ معلوم ہو اور یہ لوگ جن کو المفوضۃ کہا جاتا ہے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات کے معانی معلوم نہیں ہیں اور یہ امت میں کسی کو معلوم نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو بھی اس کا علم نہیں تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر کرتے تھے اور آپ کو ان کا معنی معلوم نہیں تھا۔ یہ المفوضۃ کا نظریہ تھا جس کو اکثر متاخرین یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سلف صالحین کا مذہب تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مذہب باطل ہے اور ہم کو یہ علم نہیں کہ کوئی شخص ایسے کلام سے بات کرے جس کا معنی اس کو معلوم نہ ہو سوا اس کے جو مجنون ہو اور جو صاحب عقل ہو وہ اسی کلام کے ساتھ بات کرے گا جس کا معنی اسے معلوم ہو گا۔

(شرح صحیح بخاری ج ۴ ص ۳۹۵۔۳۹۴، مکتبۃ الطبری، مصر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: کہ شیخ عثیمین کی تقریر سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید میں جو حروف مقطعات ہیں جیسے الٓمّٓ وغیرہ تو ضروری ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا معنی بھی معلوم ہو، اسی طرح جو آیات متشابہات ہیں ان کا معنی بھی آپ کو معلوم ہو اور یہ کہ قرآن مجید میں قیامت کے آنے کا ذکر ہے تو ضروری ہوا کہ آپ کو یہ بھی معلوم ہو کہ قیامت کب آئے گی۔ (سعیدی غفرلہ)۔

۲۹۔ بَابُ: مَدِّ الْقِرَائَةِ
قرآن کریم میں جس حرف پر مد ہو اس حرف کو کھینچ کر پڑھنا

حروف اصلیہ اور حروف زائدہ میں مد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

قراءت کو لمبا کر کے یا کھینچ کر پڑھنے کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم اشباع ہے یعنی جس حرف کے بعد الف ہو، واؤ ہو یا یاء ہو تو اس کو کھینچ کر پڑھا جائے، پھر اس کی دو قسمیں ہیں: اصلی اور غیر اصلی۔ اصلی کی مثال یہ ہے جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں لفظ اللہ کی مد کو کھینچ کر پڑھا جائے اور اس طرح رحمٰن میں الف کی مد کو کھینچ کر پڑھا جائے اور رحیم میں یاء کی مد کو کھینچ کر پڑھا جائے اور غیر اصلی وہ ہے کہ جس لفظ میں ان حروف کے بعد ہمزہ متصل اور ساکن لازم کی ملاقات ہو جیسے اُولٰٓئِكَ اور اَلْحَآقَّةُ اس میں مد کو زیادہ کر کے پڑھنا واجب ہے یا ہمزہ منفصل ہو یا سکون یعنی جزم عارضی ہو جیسے يٰٓاَيُّهَا یا اَلرَّحِيْمِ پر وقف کیا جائے تو یہ جائز ہے اور معتدل مذہب یہ ہے کہ ہر حرف کو دو ضعف (یعنی تین یا چار گنا) کے برابر کھینچ کر پڑھا جائے اور بہت کم اس پر اضافہ کیا جاتا ہے اور جو اس سے کم کھینچا جائے تو وہ مذموم ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۲، ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۶۵ ۳۔ ۶۴ ۳، الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۱۱)

۵۰۴۵۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كَانَ يَمُدُّ مَدًّا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم الازدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی قراءت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ جس لفظ پر مد ہو آپ اس کو کھینچ کر پڑھتے تھے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۴۶۔ ۵۰۴۵، صحیح مسلم: ۱۰۱۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۲، سنن نسائی: ۱۰۱۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱، ۱۹۲، ۲۸۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۲۰، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲، ص ۹۸، کنز العمال: ۱۸۶۸۴)

۵۰۴۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ۔

(صحیح البخاری: ۵۰۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی ﷺ کس طرح قرآن پڑھتے تھے تو انہوں نے بیان کیا کہ آپ کھینچ کر پڑھتے تھے، پس انہوں نے پڑھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بسم اللہ کو کھینچ کر پڑھتے (یعنی بسم اللہ میں لفظ اللہ کے الف کو کھینچ کر پڑھتے) اور الرحمٰن کو کھینچ کر پڑھتے (یعنی رحمٰن کے الف کو کھینچ کر پڑھتے) اور الرحیم کو کھینچ کر پڑھتے (یعنی الرحیم کی یاء کو کھینچ کر پڑھتے)۔

نبی ﷺ کے قرآن مجید میں مد کرنے کا سبب اور مد کرنے اور ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی کیفیت

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ ان حروف کو کیوں کھینچ کر پڑھتے تھے اس کے سبب کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور یہ کہ آپ جلدی پڑھنے کے لیے زبان کو حرکت نہ دیں، سو آپ نے اپنے رب

Marfat.com

کے حکم پر عمل کیا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھا تا کہ آپ کی امت کے لیے سنت ہو جائے کہ وہ کس طرح قرآن مجید کو پڑھیں اور وہ کس طرح قرآن مجید میں تدبر کریں اور سمجھ کر پڑھیں۔

امام ابوعبید نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پڑھنے کی کیفیت کو بیان کرتی تھیں کہ آپ ایک ایک حرف کو تفصیل کے ساتھ پڑھتے تھے۔

(فضائل القرآن ص ۱۵۶، سنن ابوداؤد: ۱۴۶۶، سنن ترمذی: ۲۹۲۳، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۱، ج ۳ ص ۲۱۴)

نیز حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹکڑے ٹکڑے کر کے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ (مثلاً ایک لفظ کو پڑھ کر وقف کرتے، پھر دوسرا لفظ پڑھتے)۔

اور ابراہیم نے بیان کیا کہ علقمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے قرآن مجید پڑھا، پس گویا کہ انہوں نے جلدی جلدی پڑھا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھو یعنی ٹھہر ٹھہر کر، اور علقمہ بہت خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے۔ (فضائل القرآن ص ۱۵۷۔۱۵۶)

قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے اور تیزی کے ساتھ پڑھنے میں لوگوں کے مختلف طریقے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم الرحمن الرحیم کو کھینچ کر پڑھتے تھے ان میں دوسرے حروف کی طرح مد نہیں کرتے تھے کیونکہ بسم اللہ میں ہمزہ نہیں ہے جو حروف مدہ اور حروف لین میں مد کو واجب کرتا ہے۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قرآن مجید کو پڑھنے کی کیفیت میں لوگوں کا اختلاف ہے، پس ماہر قرآن مجید کو جلدی جلدی بھی پڑھتا ہے اور ٹھہر ٹھہر کر بھی پڑھتا ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو ترتیل سے پڑھتے ہیں اور جب تیزی سے پڑھتے ہیں تو وقف کرتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو تیزی سے پڑھتے ہیں اور جب ترتیل سے پڑھتے ہیں تو وقف کرتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو دونوں طریقوں پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔

جو لوگ تیزی سے قرآن پڑھ کر ایک دن میں یا ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھتے تھے

اور جو لوگوں میں سے سب سے زیادہ تیزی سے قرآن پڑھتے تھے وہ محمد بن کعب اور ابوعثمان النہدی ہیں اور امام شافعی ہر دن میں ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے اور جب رمضان کا مہینہ آتا تو ہر روز دو قرآن کریم ختم کرتے تھے اور نمازوں میں ان کے علاوہ قرآن مجید پڑھتے تھے۔

اور ابن القاسم مالکی سے ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی عمر کے آخر میں رمضان کے مہینہ میں دو سو (۲۰۰) قرآن کریم ختم کرتے تھے، حتیٰ کہ جب وہ مغرب کی نماز پڑھتے تو وہ نماز پڑھتے رہتے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جاتی۔

میں کہتا ہوں: اس روایت میں یہ اشکال ہے کہ کیا ابن القاسم عشاء کی نماز نہیں پڑھتے تھے؟ (سعیدی غفرلہ)

پھر وہ سو جاتے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جاتا، پھر وہ عصر کی نماز پڑھتے، پھر سو جاتے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جاتا، وہ چار مہینہ تک اسکندریہ کی سرحد پر پہرہ دیتے رہتے اور حج کے تین مہینوں میں حج کرتے اور لوگوں کو مسائل بتانے کے لیے پانچ مہینہ بیٹھتے۔

اور ابن وہب مالکی دو مہینہ سرحد پر پہرہ دیتے اور حج کے تین مہینوں میں حج کرتے اور لوگوں کو مسائل بتانے کے لیے سات مہینے بیٹھتے۔

Marfat.com

اورحضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کرتے اور دوسری رکعت میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ① پڑھتے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں مقام (یعنی مقام ابراہیم) کے پاس یہ عمل کرتے اور وہ اس وقت بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۵۵۔ ۱۵۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پڑھنے کی کیفیت میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے مد کرنے کو بیان کیا یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ آپ سورۃ الفاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو مد کے ساتھ پڑھتے تھے

حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ بسم اللہ میں مد کرتے، الرحمٰن میں مد کرتے اور الرحیم میں مد کرتے۔ اس سے بعض علماء نے اس پر استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے تھے اور ان کی یہ حدیث صحیح مسلم کی اس حدیث کے خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے تھے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن مجید کو پڑھنے کی کیفیت کو ایک مثال سے بیان کیا ہے کہ آپ بسم اللہ کو کھینچ کر پڑھتے اور الرحمٰن کو کھینچ کر پڑھتے اور الرحیم کو کھینچ کر پڑھتے، اور اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ متعین نہیں کیا کہ آپ سورۃ الفاتحہ کے اول میں کس طرح بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے تھے اور نہ یہ متعین کیا ہے کہ آپ ہر رکعت کے شروع میں سورۃ الفاتحہ کو پڑھتے تھے۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

فقہاء احناف کے مذہب کی دلیل

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس شرح میں یہ تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھتے تھے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سورۃ الفاتحہ کا جز نہیں ہے اور یہ بات ایک عظیم شافعی کے قول سے ثابت ہوگئی۔ (سعیدی غفرلہ)

۳۰۔ بَابُ: التَّرْجِيْعِ — الترجیع یعنی جملہ کو دہرانا یا حرف کو لمبا کر کے پڑھنا

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ترجیع کا معنی ہے: قرآن پڑھتے وقت حرکت کو لمبا کرنا اور اس کا معنی ہے: آواز کو حلق میں لوٹانا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۳، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۷۷)

۵۰۴۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو إِيَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْرَأُ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ أَوْ جَمَلِهِ وَهِيَ تَسِيرُ بِهِ وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ أَوْ مِنْ سُورَةِ الْفَتْحِ قِرَاءَةً لَيِّنَةً يَقْرَأُ وَهُوَ يُرَجِّعُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں ہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر یا اپنے اونٹ پر سوار تھے اور وہ اس وقت آپ کو لے کر چل رہی تھی اور آپ اس وقت سورۃ الفتح پڑھ

رہے تھے یا سورۃ الفتح کی بعض آیتوں کو پڑھ رہے تھے آپ نرمی اور ملائمت سے پڑھ رہے تھے اور آواز کو حلق میں دہرا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۸۱ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۲۸۱، ۴۸۳۵، ۵۰۲۳، ۵۰۳۴، ۵۰۴۷، ۷۵۴۰، صحیح مسلم: ۷۹۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۶۷)

ترجیع کی کیفیت

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح البخاری: ۷۵۴۰، میں اس اضافہ کے ساتھ گزری ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے گرد جمع ہو جائیں گے تو میں اس طرح ترجیع کے ساتھ قراءت کرتا جس طرح حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ترجیع کے ساتھ قراءت کی تھی، راوی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن مغفل نے کس طرح ترجیع کی تھی، انہوں نے کہا: وہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ کے الف کو تین الف کے برابر کھینچ کر پڑھ رہے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۵۶، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

ترجیع کے دو معنی اور راجح یہ ہے کہ اس سے مراد اشباع ہے یعنی حروف مد کو کھینچ کر پڑھنا اور گانے کی طرز سے قرآن پڑھنے کا ممنوع ہونا اور بعض اوقات عبادت کو ظاہر کرنا اس کو چھپانے سے افضل ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عنقریب کتاب التوحید میں یہ حدیث آئے گی کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پڑھتے تھے ا ا ا یعنی مبینا کے الف کو تین الف کے برابر مد کر کے پڑھتے تھے۔

علماء نے کہا ہے کہ آپ کی اس ترجیع کی دو وجہیں ہیں: ایک وجہ یہ ہے کہ اونٹنی کے ہلنے کی وجہ سے آپ الف کو لمبا کر کے پڑھ رہے تھے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ الف میں اشباع کر رہے تھے یعنی اس کو کھینچ کر پڑھ رہے تھے اور یہ دوسری توجیہ حق کے زیادہ مشابہ ہے کیونکہ بعض سندوں کے ساتھ یہ روایت ہے کہ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ جمع ہو جائیں گے تو میں اسی طرح سریلی آواز میں پڑھتا، اور اس مقام کے علاوہ بھی ترجیع کا ثبوت ہے:

امام ترمذی نے شمائل میں اور امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام ابن داؤد نے اپنی سندوں کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن رہی تھی اور آپ اس وقت قرآن پڑھ رہے تھے اور میں اس وقت اپنے بستر پر سو رہی تھی اور آپ قرآن مجید میں ترجیع کر رہے تھے۔

اور جو چیز ظاہر ہوتی ہے کہ ترجیع میں ترتیل سے زیادہ اضافہ ہوتا ہے کیونکہ امام ابن ابوداؤد نے علقمہ سے روایت کی ہے کہ میں رات میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں تھا، پس وہ سو گئے، پھر وہ کھڑے ہوئے، پھر وہ اپنے محلہ کی مسجد میں قرآن پڑھ رہے تھے، اپنی آواز کو زیادہ بلند نہیں کر رہے تھے اور ارد گرد کے لوگوں کو سنا رہے تھے اور ترتیل سے پڑھ رہے تھے اور ترجیع نہیں کر رہے تھے۔

Marfat.com

اور الشیخ ابومحمد الجمرۃ نے کہا ہے کہ ترجیع کا معنی ہے: تحسین کے ساتھ تلاوت کرنا، اس سے مراد گانے کی طرز نہیں ہے کیونکہ گانے کی طرز میں قرآن پڑھنا خشوع کے منافی ہے جو کہ تلاوت کا مقصود ہے، انہوں نے کہا: اس حدیث میں عبادت کو ہر حال میں لازم رکھنے کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے اونٹنی پر سوار ہونے کی حالت میں بھی تلاوت کے ساتھ عبادت کرنے کو ترک نہیں کیا اور آپ نے جو بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کی اس میں یہ ثبوت ہے کہ بعض اوقات عبادت کو ظاہر کرنا عبادت کو چھپانے سے افضل ہوتا ہے اور یہ تعلیم کے وقت ہوتا ہے اور غافل کو بیدار کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

گانے کی طرز میں قرآن مجید کو پڑھنا حرام ہے

علامہ ابو یحییٰ زکریا انصاری مصری شافعی متوفی ۹۲۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجیع میں دو احتمال ہیں: ایک یہ ہے کہ اونٹنی کی حرکت اور اس کے ہلنے کی وجہ سے آپ کی آواز میں اشباع ہو گیا یعنی آپ نے مبینا کے الف کو تین مد کے برابر کھینچ کر پڑھا، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ نے مبینا کے مد میں اشباع کیا اور یہ دوسرا احتمال سیاق کے زیادہ مشابہ ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۳)

دوسرے احتمال کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے مزین کرو''۔

(خلق افعال العباد: ۱۹۵، سنن ابوداؤد: ۱۴۶۸، سنن النسائی ج ۲ ص ۱۷۹، سنن ابن ماجہ: ۱۳۴۲، المستدرک ج ۱ ص ۵۷۱، البانی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، صحیح ابوداؤد: ۱۳۲۰)

اور امام نسائی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن رہی تھی اور آپ قرآن مجید کو ترجیع کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۷۸)

علامہ زکریا انصاری کہتے ہیں کہ: یہ دونوں حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اختیار سے ترجیع کرتے تھے اضطراراً ترجیع نہیں کرتے تھے تاکہ لوگ آپ کی سنت پر عمل کریں اور اگر اونٹنی کی حرکت کی وجہ سے آپ کی آواز میں ترجیع ہوتی تو یہ ترجیع اضطراراً ہوتی نہ کہ اختیاراً اور ہر صورت میں ترجیع سے مراد ہے: مد کو اپنے محل میں لمبا کر کے پڑھنا۔ اس سے مراد گانے کی طرز نہیں ہے جس کو بعض قراء نے ایجاد کر لیا ہے کیونکہ گانے کی طرز حرام ہے اور خشیت الٰہی کے منافی ہے اور تلاوت سے مقصود خشیت الٰہی ہے۔ (منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۱۳-۳۱۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

علامہ قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۶۵-۳۶۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ترجیع سے مراد ہے: اپنی جگہ پر قرآن مجید کو خوش آوازی سے پڑھنا لیکن اس میں افراط کرنا ممنوع ہے جیسا کہ بعض قاری کرتے ہیں۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۱۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رہا سریلی آواز اور طرز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا تو یہ مکروہ ہے، شیخ خلیل نے کہا ہے: قرآن مجید کو لحن سے پڑھنا مکروہ ہے۔ (مختصر خلیل ص ۳۷)

اور اگر قرآن مجید کو گانے کی طرز پر پڑھا جائے اور طرز بنانے کے لیے بعض حرکات کا اضافہ کیا جائے یا بعض حرکات کو نکالا

Marfat.com

جائے یا ممدود کو قصر کیا جائے یا قصر کو ممدود کیا جائے تو یہ حرام ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔
(شرح النووی علی مسلم ج ۶ ص ۸۰)

اور علامہ زرقانی مالکی نے لکھا ہے کہ اس طرح قرآن مجید پڑھنے والا فاسق ہے اور اس کو سننے والا گناہ گار ہے۔
(شرح الزرقانی علی خلیل ج ۱ ص ۷۴)

علامہ زرقانی نے کہا: یہی امام مالک کا مذہب ہے اور جمہور کا بھی یہی مذہب ہے، علامہ قرطبی مالکی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔
(المفہم ج ۲ ص ۴۲۱)

اور علامہ السجستانی نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ اس طرح کی قراءت کو سننا حرام ہے اور قاری کو ڈانٹ ڈپٹ کی جائے گی اور اس کو مارا جائے گا، اور علامہ ابن الجزری نے کہا ہے: اس طرح قرآن پڑھنے والا ملعون ہے اور شیخ زکریا نے کہا ہے: اس پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور فرشتے بھی لعنت کرتے ہیں اور تمام لوگ بھی لعنت کرتے ہیں۔ (تحفۃ الباری ج ۹ ص ۳۸۴)
(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۳۴۳، مکتبۃ الرشد، ۱۴۳۰ھ)

علامہ عبدالرحمٰن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو اچھی آواز اور تجوید کے ساتھ تلاوت کرنا جائز ہے تاکہ سامعین کو فائدہ ہو اور یہ نہ کہا جائے کہ تجوید میں زیادتی ریاکاری ہے کیونکہ اس سے مقصود اس سے نفع حاصل کرنا ہے لیکن قرآن مجید کو گا گا کر پڑھنا جیسا کہ اس زمانہ میں قاری کرتے ہیں تو یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ گانے کا طریقہ ہے۔ (کشف المشکل ج ۶ ص ۳۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳۱۔ بَابُ: حُسْنِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ لِلْقُرْآنِ — اچھی آواز سے قرآن پڑھنا

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اچھی آواز والے سے قرآن مجید سننے کے استحباب پر اجماع ہے اور امام ابن ابی داؤد نے اپنی سند سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش آواز نوجوان کو اس کی خوش آوازی کی وجہ سے مقدم کرتے تھے۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۰۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَهُ يَا أَبَا مُوسَى لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن خلف ابوبکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابویحییٰ الحمانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ بن ابی بردہ نے حدیث بیان از جد خود ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''اے ابوموسیٰ! بے شک تمہیں مزامیر آل داؤد میں سے ایک مزمار دی گئی ہے''۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۴۸، صحیح مسلم: ۷۹۳، سنن ترمذی: ۳۸۵۵، سنن دارمی: ۳۴۹۸، مصنف عبدالرزاق: ۴۱۷۸، سنن ابوداؤد: ۱۴۹۴، سنن ترمذی: ۳۴۷۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۵۸، مسند ابوعوانہ: ۳۸۹۰، شرح مشکل الآثار: ۱۷۴۳، صحیح ابن حبان: ۸۹۲، کتاب الدعا للطبرانی: ۱۱۴، المستدرک ج ۱ ص ۵۰۴، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۵۸۔۲۵۷، شعب الایمان: ۲۶۰۴، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۴۳۔۴۴۲، شرح السنۃ: ۱۲۵۹۔

Marfat.com

۱۲۶۰، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۳۸۶، الادب المفرد: ۱۰۸۷۔ ۸۰۵، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴، مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۹، رقم الحدیث: ۲۲۹۵۲، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

آل کے معنی اور مصداق کی تحقیق

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
آل داؤد سے مراد خود حضرت داؤد علیہ السلام ہیں کیونکہ کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آل داؤد میں سے کسی شخص کو اچھی آواز دی گئی تھی اور عرب کے نزدیک آل کا معنی شخص ہے اور علامہ خطابی نے امام ابوعبیدہ سے نقل کیا ہے: جس شخص نے آل فلاں کے لیے وصیت کی وہ شخص خود بھی اس وصیت میں داخل ہوگا اور ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ (مومن: ۴۶) آل فرعون کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو○

اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ فرعون کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو۔
کسی مرد کی آل کا معنی ہے: اس کے اہل وعیال جب کہ وہ درمیانی طبقہ سے ہو اور جو شخص رئیس ہو اس کی آل اس کے متبعین ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے آل اس کے اہل بیت ہیں۔ اعمش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کون ہے تو انہوں نے کہا: وہ آل علی ہیں، آل جعفر ہیں اور آل عباس ہیں اور آل عقیل ہیں۔
(اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۹۵۳۔ ۱۹۵۱)

امام شافعی کے نزدیک آپ کی آل وہ ہے جن کو صدقہ دینا حرام ہے اور وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلاۃ پڑھتے تو یوں دعا کرتے:

اللّٰھم اجعل صَلٰوتك علی آلِ احمد کما جعلتھا علی آلِ ابراھیم انك حمید مجید○ اے اللہ! آل احمد پر اس طرح صلوات نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر صلوات نازل کی ہیں بے شک تو تعریف کیا گیا ہے اور بلند ہے○

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آل احمد سے اپنی ذات کا ارادہ کرتے تھے۔ (یہ حضرت حسن کی انفرادی رائے ہے۔ سعیدی غفرلہ)
اور امام ابوعبیدہ نے کہا ہے: آیت کریمہ میں ہے:

وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ۔ (البقرہ: ۴۹) اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی۔

انہوں نے کہا: اس سے مراد اس کے دین میں پیروکار ہیں اور یہ اس رئیس میں جائز نہیں ہے جس کے باقی لوگ اس کے پیروکار نہ ہوں اور اس کی طرح آل محمد سے مراد آپ کی امت ہے اور دین میں آپ کے پیروکار ہیں، اور جب تم اس سے تجاوز کرو تو مرد کی آل سے مراد خصوصاً اس کے اہل بیت ہیں اور ابوعبیدہ کا یہ قول فقہاء کے نزدیک خطا ہے اور فقہاء میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۵۸۔ ۱۵۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوش آوازی کے متعلق متعدد احادیث اور مزمار کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوموسیٰ! بے شک تمہیں آل داؤد کی مزامیر میں سے مزمار دی

Marfat.com

گئی ہے"۔

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم مجھے اس وقت دیکھتے جب میں گزشتہ رات تمہاری قراءت سن رہا تھا بے شک تمہیں آل داؤد کی مزامیر میں سے مزمار دی گئی ہے"۔ (صحیح مسلم: ۷۹۳)

اور امام ابو یعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ اس وقت اپنے گھر میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے، پس آپ دونوں ان کی قراءت کو سنتے رہے، پھر وہ دونوں چلے گئے، پھر جب صبح ہوئی تو حضرت ابو موسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، پس آپ نے فرمایا: "اے ابو موسیٰ! میں تمہارے پاس سے گزرا تھا" الحدیث۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ میری قراءت سن رہے ہیں تو میں اور زیادہ خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھتا۔

(میں کہتا ہوں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانے یا سنانے کے لیے کسی عبادت کو اچھی طرح ادا کرنا ریا کاری نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اور امام محمد بن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک رات کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے ان کی آواز سنی اور ان کی آواز بہت شیریں تھی تو وہ کھڑی ہو کر سننے لگیں، جب صبح ہوئی تو حضرت ابو موسیٰ کو یہ بات بتائی گئی تو انہوں نے کہا: اگر مجھے علم ہوتا کہ وہ میری قراءت سن رہی ہیں تو میں اور خوش آوازی سے قرآن پڑھتا۔

(ہوسکتا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ کی مراد یہ ہو کہ ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابو موسیٰ کی حسن قرأت کے بارے میں بتاتیں تو آپ خوش ہوتے اس لیے ازواج مطہرات کو سنانے کے لیے بھی اچھی آواز سے پڑھنا ریا کاری نہیں ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لیے اچھی طرح عبادت کرنا ریا کاری نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

نیز امام ابو یعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو فرمایا: "یہ آواز آل داؤد کی مزامیر سے ہے"۔

اور امام ابن ابو داؤد نے ابو عثمان نہدی سے روایت کی ہے کہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوا تو میں نے کسی بربط اور کسی صنج کی آواز ان کی آواز سے حسین نہیں سنی۔ (بربط اور صنج دونوں ایک قسم کے ساز ہیں اور بربط کو اردو میں سارنگی کہتے ہیں اور صنج کو اردو میں جانجھ کہتے ہیں۔ المنجد اردو: ۵۷۸-۶۸۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ مزمار سے مراد اچھی آواز ہے اور اس کی اصل موسیقی کا آلہ ہے (بانسری) اور اچھی آواز پر اس کا اطلاق خوش آوازی کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۴-۲۲۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۲۔ بَابُ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْمَعَ الْقُرْآنَ مِنْ غَيْرِهِ — جو شخص دوسرے سے قرآن مجید سننے کو پسند کرے

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس عنوان میں قراءت سے مراد قرآن مجید کا بعض حصہ ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۴)

۵۰۴۹۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از الاعمش، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی

اقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ قُلْتُ آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي۔

از عبیدة از حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے سامنے قرآن مجید پڑھو''، میں نے کہا: میں آپ کے سامنے قرآن مجید پڑھوں حالانکہ آپ پر تو خود قرآن مجید نازل ہوا ہے، آپ نے فرمایا: ''میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ میں کسی دوسرے سے قرآن مجید سنوں''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۵۸۲، ۵۰۵۰، ۵۰۵۵، ۵۰۵۶، صحیح مسلم: ۸۰۰، سنن ترمذی: ۳۰۲۴، سنن ابوداؤد: ۳۶۶۸، سنن ابن ماجہ: ۴۱۴۹، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰، ۴۳۳، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۱، مشکوٰۃ: ۲۱۹۵، حلیۃ الاولیاء: ج ۷ ص ۲۰۳، کنز العمال: ۲۸۲۶، طبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۴، ۲، شمائل ترمذی: ۱۵۹، ۱۶۵، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۷، ۲، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۹ ص ۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۶۳، ج ۱۳ ص ۲۵۴ ج ۱۴ ص ۱۱۔ ۱۰، اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۴۹۸، ۵۱۸، ۵۵۱، کتاب الزہد لابن المبارک: ۳۶)

دوسرے شخص سے قرآن مجید سننے کے فوائد اور مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے: ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس لیے دوسرے سے قرآن مجید سننے کو پسند فرمایا ہوتا کہ دوسرے سے قرآن مجید کو سننا سنت ہو جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے تاکہ آپ قرآن مجید کے معانی میں غور کریں اور تدبر کریں کیونکہ سننے والا تدبر کرنے کی زیادہ طاقت رکھتا ہے اور اس کو زیادہ شیرینی اور زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے کیونکہ پڑھنے والا تو قراءت میں مشغول ہوتا ہے۔ یہ اس حدیث کے خلاف ہے جس میں آپ نے خود حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے قرآن مجید کو پڑھا، جیسا کہ یہ حدیث کتاب المناقب میں گزری ہے کیونکہ اس وقت آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ حضرت ابی بن کعب کو قراءت کی ادائیگی اور مخارج حروف وغیرہ کی تعلیم دیں اور عنقریب اس حدیث کی شرح آئے گی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی یہی شرح لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۷۹)

شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ نے بھی یہی شرح لکھی ہے۔ (تیسیر القاری ج ۵ ص ۱۸)

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سننے والا قرآن مجید میں قرآن مجید کو پڑھنے والے کی بہ نسبت زیادہ تدبر کرسکتا ہے کیونکہ قرآن مجید کے پڑھنے والے کی زیادہ توجہ الفاظ کی طرف ہوتی ہے کہ کہیں اس سے لفظ میں غلطی نہ ہو جائے لیکن قرآن مجید کو سننے والا الفاظ کی طرف توجہ سے فارغ ہوتا ہے تو وہ قرآن مجید کے معانی میں تدبر اور تامل کرتا ہے اور بعض اوقات جب انسان دوسرے سے قرآن سنتا ہے تو اس کے اوپر زیادہ خشوع طاری ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کے سامنے قرآن پڑھوں حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس سوال کا یہ مقصد نہیں تھا کہ وہ آپ کو قرآن مجید سنانے سے انکار کر رہے ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ

تھا کہ وہ آپ سے اس کی حکمت دریافت کریں کہ آپ کیوں انہیں سنانے کا حکم دے رہے ہیں۔
(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۲۹۸، مکتبۃ الطبری، ۱۴۲۹ھ)

۳۳۔ بَابُ: قَوْلِ الْمُقْرِءِ لِلْقَارِءِ حَسْبُكَ

قرآن پڑھوانے والے کا قرآن پڑھنے والے سے یہ کہنا: "تمہیں اتنا کافی ہے"

۵۰۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ اقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ نَعَمْ فَقَرَأْتُ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتَّى أَتَيْتُ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝﴾ (النساء: ۴۱) قَالَ حَسْبُكَ الْآنَ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از عبیدۃ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: "میرے سامنے قرآن پڑھو" میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کے سامنے قرآن پڑھوں حالانکہ آپ پر تو خود قرآن نازل ہوا ہے، آپ نے فرمایا: "ہاں!" تو میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء پڑھی حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ (النساء: ۴۱) تو اس وقت کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسول مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ۝ تو آپ نے فرمایا: "اب تمہیں اتنا پڑھنا کافی ہے"۔ پس میں نے آپ کی طرف مڑ کر دیکھا تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔
اس حدیث کی وہی تخریج ہے جو صحیح البخاری: ۵۰۴۹ کی تخریج ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جن کے متعلق گواہی دی ان کا مصداق اور آپ کے رونے کی توجیہات

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔
اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ ان سب سے مراد آپ کی امت کے کفار ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود اور نصاری ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس امت سے مراد کفار قریش ہیں۔
آپ کا اس آیت کو سن کر رونا اس وجہ سے تھا کہ جس کے خلاف شہادت دی جاتی ہے اس کے خلاف جو فیصلہ کیا جاتا ہے وہ شاہد کے قول پر مبنی ہوتا ہے اور جب کہ نبی ﷺ شاہد بھی ہیں اور تقصیر کرنے والوں کے حق میں شافع بھی ہیں، اس لیے آپ رو رہے تھے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں سے اس لیے آنسو بہہ رہے تھے کہ قیامت کی ہولناکیوں پر آپ مطلع ہیں۔
تیسرا قول یہ ہے کہ یہ خوشی کے آنسو تھے کیونکہ آپ کو اس پر خوشی تھی کہ آپ کی امت کی شہادت قبول ہوگئی اور آپ نے اپنی

Marfat.com

امت کو جو شہادت کے قابل قرار دیا وہ مقبول ہو گیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۲۹۔۲۲۸، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا نسیان

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث از اعمش از عمرو بن مرۃ از ابراہیم مروی ہے جو فضائل قرآن میں وضاحت سے مذکور ہے، ہم اس کی وہاں شرح کریں گے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۴۸)

لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فضائل قرآن میں اس حدیث (صحیح البخاری: ۵۰۵۰) کی شرح کرنا بھول گئے اور وہاں اس حدیث کی بالکل شرح نہیں کی اور نہ (صحیح البخاری: ۴۵۸۲) میں اس کی شرح کی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۴)

سورۃ النسآء کی آیت مذکور کو سننے سے آپ کے آنسو بہنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس کی کیا توجیہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تمہارا اتنا پڑھنا کافی ہے'' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ اس لیے فرمایا تا کہ اس کی نصیحت کرنے پر اور اس آیت پر اعتبار کرنے پر تنبیہ ہو اور اسی وجہ سے آپ روئے اور آپ کے رونے میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کے سامنے قیامت کی ہولناکیاں متمثل ہو گئی تھیں اور اس وقت کے حال کی سختی اس کی داعی تھی کہ آپ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت فرمائیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو حشر کے دن کے طول اور اس کی سختیوں سے راحت میں رکھے اور اس وجہ سے آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اور آپ غمگین رہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ اور علامہ زرہونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے اس حدیث کی شرح میں کچھ خاص نہیں لکھا۔
(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۶۹، دار الفکر، بیروت، الفجر الساطع ج ۱۱ ص ۳۴۶، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ ابن جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔ (کشف المشکل ج ۶ ص ۳۴۱)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ آپ کا رونا اس غم کی وجہ سے تھا کہ اس دن آپ کی امت کے کبیرہ گناہ کرنے والے اپنے گناہوں کی وجہ سے مشکل میں گرفتار ہوں گے اور چونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اس لیے آپ اپنی امت کی اس مشکل کے غم میں رو رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۱۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: اس پر غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو قیامت کی ہولناکیوں کے خوف سے رو رہے تھے، اور ہمارے آج کل کے نعت خوان اپنی نعتوں سے لوگوں کو قبر کے عذاب اور قیامت کی ہولناکیوں سے بے خوف کر رہے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

۳۴۔ بَابٌ: فِي كَمْ يُقْرَأُ الْقُرْآنُ — کتنی مدت میں قرآن مجید پڑھ کر ختم کیا جائے

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۔ (المزمل: ۲۰) — پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔

امام بخاری کا اس حدیث کے عنوان سے امام اسحاق بن راہویہ اور حنابلہ کی تعیین قراءت کے رد کی طرف اشارہ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام بخاری نے اس عنوان سے ان علماء کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو یہ کہتے ہیں: ہر دن اور رات میں قرآن مجید کا کم سے کم چالیسواں حصہ پڑھنا چاہیے۔ یہ قول اسحاق بن راہویہ اور حنابلہ سے منقول ہے۔ امام بخاری نے اس تعلیق سے اس قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو (المزمل:۲۰) اور یہ آیت ہر روز قرآن مجید کے چالیسویں حصہ سے کم پر مشتمل ہے اور جو شخص قرآن مجید پڑھنے کی مدت میں تحدید کا مدعی ہو اس پر بیان لازم ہے، اور امام ابوداؤد نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میں کتنی مدت میں قرآن مجید کو ختم کروں؟ تو آپ نے فرمایا: ''چالیس دن میں''، پھر آپ نے فرمایا: ''ایک مہینہ میں''۔ اور اس حدیث میں ان علماء کے قول پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مصنف کے نزدیک حنابلہ کے استدلال میں منشاء غلطی

میں کہتا ہوں کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید ختم کرنے کی کم سے کم مدت چالیس دن فرمائی اس وجہ سے ان علماء نے یہ سمجھا کہ ایک دن میں کم از کم قرآن مجید کا چالیسواں حصہ پڑھنا چاہیے لیکن ان کا منشا غلطی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم سے کم قرآن پڑھنے کی مدت ایک ماہ بھی بیان فرمائی ہے، سو یہ حدیث ان پر مخفی رہی اور المزمل: ۲۰ بھی ان سے مخفی رہی جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔ (سعیدی غفرلہ)

امام اسحٰق بن راہویہ اور حنابلہ کے قول کے رد کی مزید وضاحت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان اور تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے ان علماء کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ہر روز کم از کم قرآن مجید کا چالیسواں حصہ تلاوت کرنا چاہیے کیونکہ قرآن مجید میں قرآن مجید پڑھنے کی کسی مدت کا تعین نہیں ہے نہ کم سے کم کا نہ زیادہ سے زیادہ کا، نہ تلاوت قرآن کے لیے کسی جزء معین کا ذکر ہے اور نہ محدود کا اور نہ وقت محدود کا ذکر ہے نہ معین کا، اور تلاوت قرآن کے متعلق جو احادیث اور آثار ہیں ان میں کسی مقدار اور وقت کا تعین نہیں ہے۔ فافھم (سو اس کو غور سے سمجھ لو)

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ نے اسی طرح اس عنوان اور تعلیق کی شرح کی ہے۔ (تیسیر القاری ج ۵ ص ۱۹)

۵۰۵۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ لِي ابْنُ شُبْرُمَةَ نَظَرْتُ كَمْ يَكْفِي الرَّجُلَ مِنَ الْقُرْآنِ فَلَمْ أَجِدْ سُورَةً أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثِ آيَاتٍ فَقُلْتُ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقْرَأَ أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثِ آيَاتٍ قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ عَلْقَمَةُ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ وَلَقِيتُهُ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی (بن مدینی) نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے ابن شبرمہ نے کہا کہ میں نے غور کیا کہ مرد کے لیے کتنا قرآن پڑھنا کافی ہے تو مجھے تین آیات سے کم کی کوئی سورت نہیں ملی تو میں نے کہا: کسی شخص کو بھی قرآن مجید کی تین آیات سے کم نہیں پڑھنی چاہیے۔ علی (بن مدینی) نے کہا: ہمیں سفیان (بن عیینہ) نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے خبر دی از ابراہیم از عبد الرحمٰن بن یزید، ان کو علقمہ نے خبر دی از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ، اور میری ان سے اس وقت ملاقات ہوئی جب وہ کعبہ

Marfat.com

کا طواف کر رہے تھے، پس انہوں نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ جس مرد نے ایک رات میں سورۃ البقرۃ کی دو آخری آیتیں پڑھیں تو وہ اس کے لیے کافی ہیں''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۰۸ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۰۰۸، ۵۰۰۸، ۵۰۰۹، ۵۰۴۰، ۵۰۵۱، صحیح مسلم: ۸۰۷، سنن ترمذی: ۲۸۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۳۹۷، سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۱۔۲۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۴۱، مسند حمیدی: ۴۵۲، مصنف عبدالرزاق: ۶۰۲۰، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۴۲، اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۱۳۳، تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۴۱)

تہجد کی نماز میں قراءت کے متعلق علماء کے اقوال اور تہجد کی نماز کی فرضیت کے متعلق حسن بصری کے قول کا رد

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
غالباً ابن شرمہ کی مراد یہ ہے: جو شخص تہجد کی نماز یا مطلقاً نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو وہ کم از کم قرآن مجید کی تین آیتیں پڑھنے کا ارادہ کرے اور علامہ ابن بطال نے (المزمل: ۲۰) کی تفسیر میں کہا ہے کہ کم از کم تین آیات یا اس سے زیادہ پڑھی جائیں اور کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت میں کم از کم تین آیات ہیں، اور علامہ ابن التین نے ایک جماعت کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تہجد کی نماز میں کم از کم تین آیات پڑھنا مستحب ہے، اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص تہجد کی نماز میں کم از کم دو آیتیں پڑھے وہ بھی (المزمل: ۲۰) کے عموم میں داخل ہے، اور حسن بصری اور محمد بن سیرین کا یہ عجیب قول ہے کہ تہجد کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ اتنے وقت میں تہجد پڑھی جائے جتنے وقت میں دودھ دوہا جاتا ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۶۵۔۱۶۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کی سند میں علی کا ذکر ہے، اس سے مراد علی بن المدینی ہیں اور سفیان کا ذکر ہے، اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں اور ابن شبرمہ کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ ہے اور یہ کوفہ کے قاضی ہیں۔ امام بخاری نے ان سے صرف کتاب الادب میں بہ طور شاہد روایت کی ہے اور اس سند میں جوان کا کلام ذکر ہے اس کے علاوہ ان کا اور بھی کلام ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کے عنوان کے متعلق امام بخاری پر حافظ ابن کثیر کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے: کتنی مدت میں قرآن مجید کو پڑھ کر ختم کیا جائے اور اس کے بعد جو تعلیق ذکر کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے کہ: ''جتنا تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لو'' (المزمل: ۲۰) حالانکہ اس آیت میں اور باب کی حدیث میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اور باب میں جو حدیث ذکر کی ہے دونوں میں یہ امر مشترک ہے: جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جائے وہ پڑھ لو۔ ہاں! ابن شبرمہ کا قول اس کے مناسب نہیں ہے جس کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۷۔۲۲۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

ابن شبرمہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن شبرمہ کا پورا نام ہے: عبداللہ بن شبرمہ بن الطفیل الضبی ابوشبرمہ الکوفی القاضی فقیہ اہل الکوفہ، ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، انہوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کی روایت کی ہے، یہ بہت پاک باز، عاقل، بہادر اور فقیہ تھے، روایت حدیث میں ثقہ تھے، شاعر تھے، بہت بلند اخلاق اور جواد تھے اور ابوجعفر علی کی طرف سے کوفہ کی مفتوحہ زمینوں پر قابض تھے، ایک سو چوالیس (۱۴۴ھ) میں ان کی وفات ہوئی۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے استشہاد کیا ہے اور کتاب الادب میں ان سے ایک حدیث کی روایت کی ہے اور امام ترمذی کے سوا باقی ائمہ ستہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۱۔۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ

اس حدیث کے عنوان میں مذکور ہے: قرآن مجید سے کتنا پڑھنا کافی ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ''یعنی نماز میں''۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۵)

علامہ عینی حافظ ابن حجر پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس طرح نہیں ہے بلکہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ دن اور رات میں کتنا قرآن پڑھنا کافی ہے یعنی مطلقاً قرآن میں نہ کہ نماز میں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۱)

مصنف کا حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درمیان محاکمہ

میں کہتا ہوں: بہ ظاہر علامہ عینی کا یہ اعتراض صحیح ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے ''انتقاض الاعتراض'' میں اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں لکھا اور نہ علامہ قسطلانی شافعی نے حافظ ابن حجر کی طرف سے ان کی توجیہ میں کچھ لکھا، اور امام بخاری نے اپنی تعلیق میں (المزمل: ۲۰) سے جو استدلال کیا ہے وہ بھی اس پر دلیل ہے کہ یہاں دن اور رات میں مطلقاً قرآن مجید پڑھنے پر یہ استدلال کیا ہے کہ دن اور رات میں قرآن پڑھنے کے متعلق حنابلہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ دن اور رات میں قرآن مجید کا چالیسواں حصہ پڑھنا چاہیے جب کہ (المزمل: ۲۰) سے دن اور رات میں قرآن مجید پڑھنے کا عموم اور اطلاق معلوم ہوتا ہے، لہٰذا علامہ عینی کا اعتراض صحیح ہے اور حافظ ابن حجر سے اس کا جواب نہیں بن سکا۔ (سعیدی غفرلہ)

قاضی ابن شبرمہ پر علامہ زکریا انصاری شافعی کا اعتراض

علامہ ابویحییٰ زکریا الانصاری المصری الشافعی الانصاری التوفی ۹۲۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن شبرمہ نے کہا ہے کہ تین آیات سے کم قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر ان کی مراد یہ ہے کہ دن اور رات میں تین آیات سے کم قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے تو ان کا یہ کلام امام بخاری کے کلام کے مطابق نہیں ہے اور نہ اس باب کی حدیث کے ساتھ مطابقت ہے کیونکہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ تہجد کی نماز میں سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتوں کو پڑھنا کافی ہے اس لیے ان کا یہ کلام حدیث کے مطابق نہیں ہے اور امام بخاری کے عنوان کے لیے اس لیے مطابق نہیں ہے کہ امام بخاری کی مراد عموم اور اطلاق ہے کیونکہ انہوں نے اپنی تعلیق میں (المزمل: ۲۰) سے استدلال کیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ جتنا قرآن پڑھنا آسان لگے پڑھ لو خواہ

Marfat.com

وہ ایک آیت ہو، دو آیات ہوں یا تین آیات ہوں۔ باقی انہوں نے جو قیاس کیا ہے کہ قرآن مجید کی چھوٹی سورت بھی تین آیات سے کم نہیں ہے تو اس پر یہ اعتراض ہے کہ نماز میں یا غیر نماز میں قرآن مجید کی کسی سورت کا پڑھنا ضروری نہیں ہے۔
(منحۃ الباری بشرح البخاری ج ۸ ص ۳۱۶، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

دیگر شراح کی شرح

علامہ قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے اس حدیث کی شرح میں فتح الباری کا خلاصہ لکھا ہے۔
(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۰۷، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔
(کشف المشکل ج ۶ ص ۳۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ زرہونی مالکی متوفی ۸۱۳ھ نے بھی اس کی شرح میں لکھا ہے کہ تہجد میں ایک آیت کا پڑھنا بھی کافی ہے۔
(الفجر الساطع ج ۱۱ ص ۳۴۶، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
سفیان بن عیینہ نے اس حدیث میں ابن شبرمہ کا قول ان کا رد کرنے کے لیے لکھا ہے۔
(الکوثر الجاری ج ۸ ص ۳۱۴، دار احیاء التراث العربی)

شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ نے بھی اس کی شرح میں تین آیات کی تعیین کا رد کیا ہے۔
(تیسیر القاری ج ۵ ص ۱۹، مکتبہ رشیدیہ)

شیخ محمد صالح العثیمین (النجدی) المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث سے امام بخاری کا استدلال واضح ہے کیونکہ انسان کے لیے دو یا تین آیتیں پڑھنا جائز ہے بلکہ ایک آیت طویلہ بھی پڑھنا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس نے رات میں آیۃ الکرسی پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہیں آئے گا''۔ اور امام بخاری نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی جو حدیث پیش کی ہے کہ جس نے رات میں سورۂ بقرہ کی دو آیتیں پڑھیں تو وہ اس کے لیے کافی ہیں، ہمارا یہ استدلال امام بخاری کے اس استدلال سے زیادہ واضح ہے کیونکہ ابن شبرمہ کی طرف سے یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ نماز میں تین آیتوں سے کم پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن یہ توجیہ ضعیف ہے، کیونکہ یہاں پر مطلقاً قرآن پڑھنے کے متعلق بحث ہے۔ (شرح صحیح بخاری ج ۴ ص ۳۹۹، مکتبۃ الطبری، قاہرہ، ۱۴۲۹ھ)
شیخ عبد اللہ بن باز نے لکھا ہے: اگر نماز میں ایک آیت بھی پڑھ لی تو وہ کافی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے عموم مراد ہے۔
(شرح صحیح بخاری ج ۴ ص ۳۹۹)

نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے پر فقہاء احناف کی طرف سے مصنف کی دلیل

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور دیگر شراح بخاری نے تاکید سے کہا ہے کہ (المزمل: ۲۰) کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی آیت کی تحدید مراد نہیں ہے بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ نماز میں قرآن مجید کو عموم اور اطلاق سے پڑھنا مراد ہے اور کوئی تحدید اور تقیید مراد نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۵)
پھر پتا نہیں کیوں یہ شافعی، مالکی اور حنبلی علماء بھول جاتے ہیں کہ نماز میں سورۃ الفاتحہ کی تعیین اور اس کا پڑھنا فرض نہیں ہے جب

Marfat.com

کہ قرآن مجید کی (المزمل: ٢٠) سے امام بخاری سمیت تمام شافعی علماء اور عثیمین اور عبداللہ بن باز حنبلی علماء بھی یہ تصریح کر رہے ہیں کہ (المزمل: ٢٠) سے عموم اور اطلاق مراد ہے تو پھر نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی تعیین اور اس کو فرض کہنا کس طرح درست ہوگا، فیاللعجب۔ (سعیدی غفرلہ)

٥٠٥٢۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أَنْكَحَنِي أَبِي امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ فَكَانَ يَتَعَاهَدُ كَنَّتَهُ فَيَسْأَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا فَتَقُولُ نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يَطَأْ لَنَا فِرَاشًا وَلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُنْذُ أَتَيْنَاهُ فَلَمَّا طَالَ ذَلِكَ عَلَيْهِ ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ الْقَنِي بِهِ فَلَقِيتُهُ بَعْدُ فَقَالَ كَيْفَ تَصُومُ قَالَ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ وَكَيْفَ تَخْتِمُ قَالَ كُلَّ لَيْلَةٍ قَالَ صُمْ فِي كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةً وَاقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قَالَ قُلْتُ أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْجُمُعَةِ قُلْتُ أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ أَفْطِرْ يَوْمَيْنِ وَصُمْ يَوْمًا قَالَ قُلْتُ أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ صُمْ أَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوُدَ صِيَامَ يَوْمٍ وَإِفْطَارَ يَوْمٍ وَاقْرَأْ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً فَلَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَذَاكَ أَنِّي كَبِرْتُ وَضَعُفْتُ فَكَانَ يَقْرَأُ عَلَى بَعْضِ أَهْلِهِ السُّبْعَ مِنَ الْقُرْآنِ بِالنَّهَارِ وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ يَعْرِضُهُ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُونَ أَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَقَوَّى أَفْطَرَ أَيَّامًا وَأَحْصَى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتْرُكَ شَيْئًا فَارَقَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَلَيْهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فِي ثَلَاثٍ وَفِي خَمْسٍ وَأَكْثَرُهُمْ عَلَى سَبْعٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ از مجاہد از حضرت عبداللہ بن عمرو، انہوں نے کہا: میرے والد نے میرا نکاح ایک معزز خاندان کی عورت سے کر دیا اور وہ اپنی بہو سے ہمیشہ اس کے حالات معلوم کرتے تھے اور بار بار اس کے شوہر (یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو) کے متعلق پوچھتے رہتے تھے، میری بیوی بتاتی کہ وہ بہت عمدہ مرد ہیں، البتہ جب سے میں ان کے نکاح میں آئی ہوں اس مدت میں انہوں نے اب تک ہمارے بستر پر قدم بھی نہیں رکھا اور نہ اس مدت میں کبھی میرے کپڑے کو کھولا، جب اس بات کو کافی عرصہ گزر گیا تو انہوں نے (یعنی حضرت عمرو بن العاص نے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''میری اس سے (یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو سے) ملاقات کراؤ''، لہٰذا میں اس کے بعد آپ سے ملا تو آپ نے پوچھا: ''تم کس طرح روزے رکھتے ہو؟'' تو انہوں نے بتایا: ہر روز روزہ رکھتا ہوں، آپ نے پوچھا: ''اور تم قرآن مجید کتنے دنوں میں ختم کرتے ہو؟'' تو انہوں نے بتایا: ہر رات میں (ایک قرآن ختم کرتا ہوں)، تب آپ نے فرمایا: ''ہر مہینہ میں تین روزے رکھو اور قرآن مجید کو پورے مہینے میں ختم کرو''۔ میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: ''تم ہر جمعہ (یعنی ہر ہفتہ میں) تین روزے رکھو''، میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: ''دو دن روزے نہ رکھو ایک دن روزہ رکھو''۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: ''پھر تم سب سے افضل روزہ رکھو اور وہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو یعنی روزہ نہ رکھو، اور ہر سات دنوں میں ایک مرتبہ قرآن مجید کو ختم کرو''۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص

رضی اللہ عنہما نے کہا: کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور کمزور ہو گیا ہوں۔ راوی نے بتایا: حضرت عبداللہ بن عمرو دن میں اپنے گھر کے کسی فرد کو قرآن مجید کا ساتواں حصہ سنا دیا کرتے تھے اور جتنا قرآن وہ دن میں سناتے رات کو وہ اتنا نماز میں پڑھ لیتے تھے تاکہ ان کو آسانی رہے اور جب وہ (کمزوری کی وجہ سے) قوت حاصل کرنا چاہتے تو کئی کئی دن روزہ نہ رکھتے، پھر ان دنوں کو شمار کرتے اور اتنے دن مسلسل روزے رکھتے، وہ اس کو ناپسند کرتے تھے کہ اس عمل کو ترک کریں جس عمل کے ساتھ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی تھی۔ امام ابوعبداللہ بخاری فرماتے ہیں کہ بعض راویوں نے تین دن میں ختم قرآن کا ذکر کیا ہے اور بعض نے پانچ دن میں ختم قرآن کا ذکر کیا ہے اور اکثر نے سات دن میں ختم قرآن کا ذکر کیا ہے۔ (جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۱۱۳۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۳۴۲۰، ۵۰۵۳، ۵۰۵۴، ۶۲۷۷، (یہ چند احادیث کا ذکر ہے ورنہ امام بخاری نے اس حدیث کی اٹھارہ جگہ روایت کی ہے) صحیح مسلم: ۱۱۵۹، سنن ترمذی: ۷۷۰، سنن نسائی: ۱۶۳۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۶۹۶، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۸۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۰۵، صحیح ابن حبان: ۳۶۴۰، مسند احمد: ۶۴۹۱، ۶۵۰۶، ۶۵۱۶ (مسند احمد میں اس کی چالیس (۴۰) جگہ روایت ہے) اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے: مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۸، رقم الحدیث: ۶۴۷۷)

ختم قرآن کی مدت کے متعلق احادیث، آثار اور اقوال تابعین

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت سے سات دن میں قرآن مجید ختم کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: یہ اچھا ہے اور اگر میں بیس دن میں قرآن مجید ختم کروں یا دس دن میں تو وہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں قرآن مجید کو سات دنوں میں ختم کروں۔ (فضائل قرآن: ۱۵۸)

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قرآن مجید کو آٹھ دن میں ختم کرتے تھے اور اسود چھ دنوں میں قرآن مجید کو ختم کرتے تھے اور علقمہ پانچ دنوں میں قرآن مجید کو ختم کرتے تھے۔ (فضائل القرآن لابی عبید ص ۱۷۸۔۱۷۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم نہیں کرتے تھے۔ (فضائل القرآن ص ۱۷۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن مجید کو ختم کیا اس نے قرآن مجید کو نہیں سمجھا''۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۹۰، ۱۳۹۴، سنن ترمذی: ۲۹۴۹، سنن ابن ماجہ: ۱۳۴۷، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۴، ۱۶۵،

Marfat.com

۱۸۹، ۱۹۵، صحیح ابن حبان: ۷۵۸۔ شیخ احمد شاکر نے اپنی تعلیق میں لکھا ہے کہ مسند احمد کی احادیث کی سندیں صحیح ہیں)

ایک دن میں پورا قرآن ختم کرنے کی روایات اور اس کا مکروہ ہونا

ایک جماعت پورا قرآن رات میں یا ایک رکعت میں پڑھ لیتی تھی، یہ حضرت عثمان بن عفان، حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہما اور تابعین میں علقمہ اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ وہ ایک رات میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے اور ثابت البنانی رمضان کے مہینہ میں ایک دن اور رات میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے اور سلیم ایک رات میں تین مرتبہ قرآن مجید کو ختم کر لیتے تھے۔ یہ روایات امام ابوعبید نے ذکر کیں اور انہوں نے کہا: میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ قرآن مجید کو تین دن سے کم میں ختم نہ کیا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے اس کا مکروہ ہونا منقول ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۶۷۔۱۶۶، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ اور مبہم جملوں کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: کَنَّتَهٗ اس کا معنی ہے: اس کی بہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: انہوں نے اب تک ہمارے بستر پر قدم نہیں رکھا اور نہ اس مدت میں کبھی میرے کپڑے کو کھولا: ان کی مراد یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے ابھی تک ان سے جماع نہیں کیا۔

جب اس بات کو کافی عرصہ گزر گیا تو حضرت عبداللہ کے والد حضرت عمرو بن العاص نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا:

یعنی پہلے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انتظار کرتے رہے کہ شاید ان کا بیٹا یعنی حضرت عبداللہ تلافی کر لے اور جب انہوں نے تدارک نہیں کیا تو حضرت عمرو بن العاص کو یہ خیال ہوا کہ کہیں ان کی بہو کے حقوق ضائع نہ ہو جائیں، تب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بیٹے کی شکایت کی۔

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کی مجھ سے ملاقات کراؤ''، ہشیم کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلانے کے لیے پیغام بھیجا، پھر بعد میں ان کی اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا: تم کس طرح روزے رکھتے ہو تو انہوں نے بتایا: میں ہر دن روزہ رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: ''تم ایک جمعہ (یعنی ہفتہ میں) تین دن روزے رکھو''، انہوں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: ''ایک دن روزہ رکھو اور دو دن روزہ نہ رکھو''۔

اس کی شرح کتاب الصوم میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

قرآن مجید کو ختم کرنے کی مدت کے متعلق مختلف روایات اور ان میں مختار قول

امام دارمی نے اپنی مسند میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں کتنے دنوں میں قرآن مجید کو ختم کروں تو آپ نے فرمایا: ''تم ایک مہینہ میں قرآن مجید کو ختم کرو''۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: ''تم پچیس (۲۵) دن میں قرآن مجید ختم کرو'' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: بیس (۲۰) دنوں میں قرآن مجید ختم کرو''۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: ''پھر پندرہ (۱۵) دنوں میں ختم کرو''۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: ''پانچ (۵) دن میں ختم کرو''

Marfat.com

میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: ''نہیں''۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''ایک مہینے میں قرآن ختم کرو''۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: ''تم دس (۱۰) دن میں قرآن مجید کو پڑھو''۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: ''تم ہر تین دن میں قرآن مجید کو ختم کرو''۔

اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے تین دن سے کم میں قرآن مجید کو پڑھا تو اس نے قرآن مجید کو نہیں سمجھا''۔

امام سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قرآن مجید کو سات دن میں پڑھو اور تین دن سے کم میں نہ پڑھو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کو تین دن سے کم میں ختم نہیں کرتے تھے۔

یہ امام احمد، امام ابوعبید اور اسحاق بن راہویہ اور دوسروں کا مختار ہے اور بہ کثرت سلف سے منقول ہے کہ وہ تین دن سے کم میں بھی قرآن مجید کو ختم کرتے تھے۔ علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ یہ مدت مختلف اشخاص کے ساتھ مختلف ہوتی ہے، پس جو اہل فہم سے ہوں اور ان کی فکر دقیق ہو، تو ان کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اتنی کم مدت میں قرآن کریم کو ختم کریں جس سے فکر، تدبر اور استخراج معانی میں نہ خلل ہو اور جو لوگ تعلیم اور تدریس اور دیگر دین کے اہم کاموں میں اور عام کاموں کی مصلحتوں میں مصروف رہتے ہیں ان کے لیے بھی کم مدت میں قرآن مجید کو ختم کرنا جائز ہے اور جو لوگ اس طرح نہ ہوں ان کے لیے زیادہ مدت میں قرآن مجید کو ختم کرنا اولیٰ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی پر علامہ بدرالدین عینی حنفی کا اعتراض اور علامہ ابن حجر کا جواب اور مصنف کا محاکمہ

ابن شبرمہ نے ابن عیینہ سے پوچھا مرد کے لیے کتنی قراءت کافی ہے؟ حافظ ابن حجر نے اس کی شرح میں لکھا: یعنی نماز میں۔

علامہ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے: بلکہ ابن شبرمہ کی مراد یہ ہے کہ مرد کے لیے دن اور رات میں کتنا قرآن پڑھنا کافی ہے، انہوں نے مطلقاً قراءت کے مطابق سوال کیا ہے نہ کہ نماز میں قراءت کے متعلق۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے اس کا جواب لکھا ہے کہ ابن شبرمہ نے نماز میں قرآن پڑھنے کی مقدار کے متعلق سوال کیا تھا کیونکہ اسی مقدار کی تحدید کی ضرورت تھی۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۸۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر کا جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ باب اس چیز کے بیان میں ہے کہ مرد کو دن اور رات میں کتنا قرآن مجید پڑھنا چاہیے نہ کہ نماز میں قراءت کی مقدار کے متعلق ان کا سوال ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر کی باقی شرح بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔

ختم قرآن کی مدت کے متعلق بعض اصحاب ظواہر کے قول کا رد اور اس مسئلہ میں مختار قول

بعض اصحاب الظواہر کا یہ غریب قول ہے کہ تین دن سے کم مدت میں قرآن مجید کو ختم کرنا حرام ہے اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ اکثر علماء کا مختار یہ ہے کہ قرآن مجید کو ختم کرنے کی کوئی مدت معین نہیں ہے۔ یہ انسان کی اپنی قوت اور اس کی تر و تازگی پر موقوف ہے، اس لیے یہ مدت اختلاف احوال اور اشخاص سے مختلف ہوتی ہے۔

تنبیہ: اس باب کی احادیث میں قرآن مجید کو پڑھنے اور اس کو ختم کرنے سے مراد ہے: پورا قرآن پڑھنا۔ اس پر یہ اعتراض نہیں ہو گا کہ یہ قصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کافی پہلے کا ہے اور اس کے بعد قرآن مجید کی بہت آیتیں نازل ہوئیں کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ہم

Marfat.com

اس کو مانتے ہیں لیکن اعتبار اس کا ہے کہ حدیث میں مطلقاً قرآن پڑھنے کا ذکر ہے، پس مراد یہ ہے کہ اس وقت جتنا قرآن نازل ہوا تھا حدیث میں اس کے پڑھنے کی مدت کا ذکر ہے اور اس وقت اکثر قرآن نازل ہو چکا تھا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۸-۲۲۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۰۵۳- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ فِي كَمْ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن عبدالرحمٰن از ابو سلمہ از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے پوچھا: ”تم کتنی مدت میں قرآن مجید پڑھتے ہو؟“۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۰۵۴- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلَى بَنِي زُهْرَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ وَأَحْسِبُنِي قَالَ سَمِعْتُ أَنَا مِنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ قُلْتُ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً حَتَّى قَالَ فَاقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے خبر دی از شیبان از یحییٰ از محمد بن عبدالرحمٰن جو زہرہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از ابی سلمہ، انہوں نے کہا: یحییٰ نے بتایا اور میرا یہ گمان ہے کہ میں نے یہ حدیث ابو سلمہ سے سنی ہے از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قرآن مجید کو ایک مہینہ میں ختم کرو“۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ قوت پاتا ہوں حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: ”سات دنوں میں قرآن مجید ختم کرو اور اس سے زیادہ میں ختم نہ کرو“۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

دیگر شراح کی شروح

علامہ احمد القسطلانی شافعی المتوفی ۹۱۱ھ اور علامہ زکریا الانصاری الشافعی المتوفی ۹۲۶ھ نے فتح الباری کا خلاصہ لکھا ہے۔

(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۷۳-۳۷۱، منحۃ الباری ج ۸ ص ۳۱۸-۳۱۷)

علامہ محمد الفضیل الفاطمی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کی ان تمام روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن میں کم از کم قرآن مجید کی دو آیتیں پڑھنی چاہئیں اور زیادہ سے زیادہ مدت یہ ہے کہ قرآن مجید کو پانچ دن میں یا سات دن میں یا تین دن میں ختم کیا جائے۔

اور علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ اکثر علماء کا مختار یہ ہے کہ قرآن مجید کو پڑھ کر ختم کرنے کی کوئی مدت معین نہیں ہے اور یہ مدت اختلاف اشخاص اور احوال سے مختلف ہوتی ہے۔ (کتاب الاذکار ص ۸۶)

Marfat.com

بعض صالحین کا مغرب اور عشاء کے درمیان قرآن کریم ختم کر لینا ان کی کرامت ہے

اور بعض عابدین دن اور رات میں ایک مرتبہ قرآن ختم کر لیتے تھے اور بعض تین مرتبہ ختم کر لیتے تھے اور بعض پندرہ مرتبہ ختم کر لیتے تھے اور سیدی عمرو سے مروی ہے (جو بہت بڑے ولی اللہ تھے اور فقیہ اور زاہد تھے اور نو سو پینتالیس (۹۴۵) ہجری میں فوت ہوئے تھے) وہ مغرب اور عشاء کے درمیان ایک قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے اور یہ اس پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان نفوس قدسیہ کے لیے زمانہ کو لپیٹ دیتا تھا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے یہ کرامت عطا فرماتا ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج۱۱ ص ۳۴۹۔۳۴۸، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ: حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا مغرب اور عشاء کے درمیان قرآن مجید کو پڑھ کر ختم کر لینا بھی اسی طرح کی کرامت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین التوفی ۱۴۲۱ھ نے اس حدیث کی شرح میں وہی لکھا ہے جو حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۰۲۔۴۰۰، مکتبۃ الطبری، قاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۵۔ بَابٌ: اَلْبُكَاءُ عِنْدَ قِرَائَةِ الْقُرْآنِ — قرآن مجید پڑھتے وقت رونا

قرآن مجید پڑھتے وقت رونے کے متعلق آیات اور رونا نہ آئے تو رونے کا طریقہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی شافعی نے کہا ہے: قرآن مجید پڑھتے وقت رونا عارفین کی صفت ہے اور صالحین کا شعار ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا (مریم:۵۸) — جب ان پر رحمٰن کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے روتے ہوئے گر پڑتے ہیں O

وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا (بنی اسرائیل:۱۰۹) — اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہوئے روتے ہیں اور قرآن ان کے خشوع اور خضوع کو اور بڑھا دیتا ہے O

اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں۔ امام غزالی نے کہا ہے: قرآن پڑھتے وقت رونا مستحب ہے اور رونے کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات میں جو تہدید ہے اور عذاب کی وعید شدید ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہود ہیں ان میں غور کرے، پھر اپنی تقصیرات کے متعلق سوچے تو اس کو رونا آئے گا اور اگر اس پر یہ کیفیت حاضر نہ ہو تو پھر وہ غم گین ہو کہ وہ کیسی مصیبت میں مبتلاء ہے اور یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت رونا عارفین کی صفت ہے اور صالحین کا شعار ہے، پھر یہی دو آیتیں لکھی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۰۵۵۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ يَحْيَى بَعْضُ الْحَدِيثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ (ح) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از سفیان از سلیمان از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، یحییٰ نے کہا: بعض حدیث عمرو بن مرہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ الْأَعْمَشُ وَبَعْضُ الْحَدِيثِ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَعَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اقْرَأْ عَلَيَّ قَالَ قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ إِنِّي أَشْتَهِي أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي قَالَ فَقَرَأْتُ النِّسَاءَ حَتَّى إِذَا بَلَغْتُ ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ (النساء:۴۱) قَالَ لِي كُفَّ أَوْ أَمْسِكْ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَذْرِفَانِ۔

مجھ سے فرمایا (ح) اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از سفیان از الاعمش از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، الاعمش نے کہا: بعض حدیث مجھے عمرو بن مرۃ نے بیان کی ہے از ابراہیم اور از والد خود از ابی الضحیٰ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے سامنے قرآن مجید پڑھو''، میں نے عرض کیا: میں آپ کے سامنے پڑھوں حالانکہ آپ پر خود قرآن مجید نازل کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میری خواہش ہے کہ میں اپنے غیر سے قرآن کریم سنوں''۔ حضرت ابن مسعود نے کہا: پھر میں نے آپ کے سامنے سورۃ النسآء پڑھی حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النسآء:۴۱) تو اس وقت کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسول مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے O آپ نے مجھ سے فرمایا: ''رک جایا ٹھہر جاؤ'' پس میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۵۸۲، ۵۰۴۹، ۵۰۵۰، ۵۰۵۶، صحیح مسلم: ۸۰۰، سنن ترمذی: ۳۰۲۴، سنن ابوداؤد: ۳۶۶۸، سنن ابن ماجہ: ۴۱۹۴، اس حدیث کی بقیہ تخریج صحیح البخاری: ۵۰۴۹ کی شرح میں کردی گئی ہے)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۸۲ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جارہے ہیں:

النسآء: ۴۱ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے اور رونے کی توجیہ

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن مجید پڑھتے وقت رونا مستحسن ہے، خود شارع علیہ السلام اور بڑے بڑے صحابہ قرآن پڑھتے وقت روئے اور شارع علیہ السلام خصوصاً اس آیت کو پڑھتے وقت اس لیے روئے کہ آپ کے ذہن مبارک میں قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور اس دن کی شدتیں مستحضر ہوگئیں جس کا تقاضا تھا کہ آپ اپنی امت کے ایمان اور ان کی شہادت کی تصدیق کریں اور اللہ تعالیٰ سے ان کی شفاعت کرنے کا سوال کریں تا کہ وہ حشر کے دن کے طول اور اس دن کی ہولناکیوں سے راحت پائیں اور یہ ایسی چیز ہے جس کے سبب بہت زیادہ گریہ اور غم ہوتا ہے۔

امام ابوعبید نے مطرف بن عبداللہ بن الشخیر سے از والد خود روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ کے رونے کی وجہ سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے ہانڈی ابل رہی ہو۔

سلف صالحین کا قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے رونا

اور اعمش سے از ابی صالح روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اہل یمن آئے اور انہوں نے قرآن سنا تو وہ رونے لگے، پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم بھی ایسے تھے، پھر ہمارے دل سخت ہو گئے۔

اور حسن بصری نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ (الطور: ۸۔۷) بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہوگا O اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے O

پھر اس کے خوف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیس دن بیمار رہے۔

اور عبید بن عمیر نے کہا کہ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز فجر پڑھائی، پس اس میں سورۂ یوسف کی تلاوت کی تو جب وہ اس آیت پر پہنچے:

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝ (یوسف: ۸۴) اور غم سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ غم برداشت کرنے والے تھے O

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر قراءت منقطع کر کے رکوع کر لیا اور دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ (یوسف: ۸۶) میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

تو حضرت عمر روئے حتیٰ کہ ان کے رونے کی آواز پچھلی صفوں سے بھی سنی گئی۔

اور عبداللہ بن مبارک نے عبدالاعلیٰ التیمی سے روایت کی ہے کہ جس شخص کو علم دیا گیا اور وہ قرآن پڑھ کر نہ روئے تو اس کا علم، علم نافع نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء کی یہ صفت بیان فرمائی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۰۷) بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ان پر جب اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں O

اور عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے سورۂ مریم پڑھی، جب وہ اس آیت پر پہنچے:

خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝ (مریم: ۵۸) جب وہ سجدہ کرتے ہوئے روتے ہوئے گر پڑتے ہیں O

پس انہوں نے اس آیت پر سجدہ کیا تو جب انہوں نے سر اٹھایا تو کہا: یہ سجدہ تو ہو گیا رونا کہاں ہے؟

(فضائل القرآن لابی عبید ص ۱۴۰۔۱۳۵)

قرآن مجید سن کر بے ہوش ہو جانے کے متعلق سلف صالحین کا تبصرہ

سلف صالحین قرآن پڑھتے وقت بے ہوش ہونے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور امام ابو عبید نے اپنی سند کے ساتھ ابو حازم سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما عراق کے ایک مرد کے پاس سے گزرے جو بے ہوش پڑا ہوا تھا اور لوگ اس کے گرد جمع تھے۔ انہوں نے پوچھا: اس کو کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ جب اس کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے یا یہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہم ضرور اللہ سے ڈرتے ہیں اور ہم نہیں گرتے، اور عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی سلف صالحین میں قرآن پڑھتے وقت بے ہوش ہو جاتا تھا؟ تو انہوں نے کہا: نہیں لیکن وہ روتے تھے۔

اور ہشام بن عصام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ ایک شخص قرآن پڑھتے وقت بے ہوش ہو جاتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قرآن مجید اس سے زیادہ مکرم ہے کہ وہ لوگوں کی عقلوں کو زائل کردے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۗ (الزمر: ۲۳)

اس (قرآن) سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے جسم اور ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔

(فضائل القرآن لابی عبید ص ۲۱۵۔ ۲۱۴) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ص ۱۷۱۔ ۱۶۹، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

اس اشکال کا جواب کہ آپ نے اپنی امت کے جن لوگوں کو نہیں دیکھا آپ ان کے متعلق کیسے گواہی دیں گے؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

محمد بن فضالہ الظفری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنوظفر کے کچھ لوگ آئے اور ان کے پاس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ان کے اصحاب تھے تو آپ نے کسی قاری کو قرآن پڑھنے کا حکم دیا اور جب وہ اس آیت پر پہنچا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ (النساء: ۴۱)

تو اس وقت کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور (اے رسول مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے 〇

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روئے حتیٰ کہ آپ کے دونوں رخساروں پر آنسو گر گئے اور آپ نے کہا: ''اے میرے رب! یہ تو اس وقت کی بات ہے جب میں ان کے درمیان ہوں تو اس وقت کیا حال ہوگا جب میں ان کو نہیں دیکھوں گا''۔

اور امام ابن المبارک نے کتاب الزہد میں سعید بن المسیب سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی امت پیش کی جاتی ہے اور آپ ان کو ان کی پیشانیوں اور ان کے اعمال سے پہچانتے ہیں، اسی لیے آپ ان کے متعلق گواہی دیں گے۔

محمد بن فضالہ کی روایت سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے میرے رب! یہ تو اس وقت کی بات ہے جب میں ان کے درمیان میں ہوں تو اس وقت کیا حال ہوگا جب میں ان کو نہیں دیکھوں گا''۔

اس پر یہ اشکال تھا کہ جب آپ نے بعد والوں کو نہیں دیکھا تو آپ ان کے متعلق کیسے گواہی دیں گے؟ اور ابن مسیب کی اس مرسل روایت سے یہ اشکال اٹھ جاتا ہے کہ ہر روز صبح اور شام آپ کے سامنے آپ کی امت کو پیش کیا جاتا ہے اور آپ ان کو ان کی پیشانیوں اور ان کے اعمال سے پہچانتے ہیں۔

النساء: ۴۱ سن کر آپ کے رونے کی توجیہ علامہ ابن بطال سے اور پھر حافظ ابن حجر سے

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تلاوت کے وقت اس لیے روئے کہ آپ کے لیے قیامت کی ہولناکیاں اور اس دن کی شدتیں متمثل کر دی گئیں جو اس بات کی محرک تھیں کہ آپ اپنی امت کی شہادت کی تصدیق کریں اور اہل محشر کی شفاعت کا سوال کریں اور اس وجہ سے آپ زیادہ دیر تک روئے۔ ابن بطال کا کلام ختم ہوا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: جو زیادہ ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے روئے کیونکہ آپ کو معلوم

تھا کہ آپ ضرور اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے اور آپ کو یہ معلوم تھا کہ آپ کی امت کے بعض لوگوں کے اعمال درست نہیں ہوں گے جن کی وجہ سے وہ عذاب کے مستحق ہوں گے، اس لیے آپ ان کے غم میں روئے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

امام ابن المبارک کی روایت سے علامہ عینی اور علامہ قسطلانی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر استدلال، اور شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کا اس روایت کو ذکر نہ کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

محمد بن فضالہ کی حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے: اے میرے رب! جو میرے سامنے موجود ہیں ان کی تو میں شہادت دوں گا اور جن کو میں نے نہیں دیکھا تو ان کی شہادت کیسے دوں گا؟ اور امام ابن المبارک نے کتاب الزہد میں جو روایت کی ہے اس سے یہ اشکال دور ہو جاتا ہے کیونکہ ابن المسیب نے بیان کیا: ہر روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی امت کو صبح و شام پیش کیا جاتا ہے اور آپ ان کی پیشانیوں کو اور ان کے اعمال کو پہچانتے ہیں، اسی وجہ سے آپ ان کے متعلق گواہی دیں گے۔

(عمدة القاری ج ۲۰ ص ۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن المبارک نے کتاب الزہد کے حوالہ سے سعید بن المسیب کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور بتایا ہے: چونکہ آپ پر آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اس لیے آپ ان کے متعلق گواہی دیں گے اور ''فتوح الغیب'' میں زمخشری سے منقول ہے کہ آپ کے یہ آنسو خوشی کے آنسو تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو تمام امتوں پر گواہ بنایا۔

(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۷۵، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نوٹ: دراصل اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے پیش کیا ہے اور باقی شراح نے ان کی پیروی کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ: شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی باقی شرح تو نقل کی ہے لیکن امام ابن المبارک کی جس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے اعمال کا علم تھا کیونکہ ہر روز صبح و شام ان کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں، اس وجہ سے آپ اپنی امت کی گواہی دیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فضیلت کو دیوبندی شیخ نے نہیں لکھا، دیکھیے:

(کشف الباری کتاب فضائل القرآن ص ۱۲۰-۱۱۹)

شیخ عثیمین کا قرآن مجید کی تلاوت کے بعد ''صدق اللہ العظیم'' کو بدعت قرار دینا

شیخ محمد بن صالح العثیمین التوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے النساء: ۴۱ پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ''رک جاؤ'' یا فرمایا: ''بس کرو''۔ (صحیح البخاری: ۵۰۵۵)

اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے قراءت ختم کر کے صدق اللہ مولانا العظیم پڑھا۔ اس کے برخلاف اس زمانہ میں یا اس سے کچھ عرصہ پہلے قراء نے یہ ایجاد کر لیا ہے کہ وہ قراءت کو ختم کر کے کہتے ہیں: ''صدق اللہ مولانا العظیم'' اس پڑھنے کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ کہنا بدعت ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ کیا تم العیاذ باللہ، اللہ کو صادق نہیں مانتے حالانکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ۔ (آل عمران: ۹۵) آپ کہیے کہ اللہ نے سچ فرمایا۔

اور تم صدق اللہ نہیں کہتے تو میں کہوں گا: اس آیت کا یہ منشا نہیں ہے کہ جب بھی تم قراءت ختم کرو تو صدق اللہ کہو کیونکہ یہ آیت اس طرح نہیں ہے جس طرح عام لوگ سمجھتے ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ہم اللہ کے کلام کو صدق اللہ پڑھ کر کیوں ختم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام صادق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قراءت ختم کرنے کے بعد صدق اللہ پڑھنا کسی حدیث یا اثر سے ثابت نہیں ہے اور کسی چیز کے عبادت نہ ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ تم کہو: اس کا حدیث اور اثر میں ثبوت نہیں ہے کیونکہ عبادت میں اصل ممانعت ہے اور صدق اللہ کہنا عبادات میں سے ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ثناء ہے اور بغیر کسی خصوصی ثبوت کے عبادت جائز نہیں ہے۔

پھر کسی آیت میں خبر کے بعد تو صدق اللہ کا ایک محمل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ خبر صادق ہے لیکن کبھی قراءت امر یا نہی پر بھی ختم ہوتی ہے اور وہاں خبر نہیں ہوتی تو وہاں صدق اللہ پڑھنے کا کیا موقع ہے۔ یہاں تو سَمْعًا اور طَاعَةً کہنا مناسب ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ قراءت کے بعد سمعًا وَ طَاعَةً کہنے کے متعلق کون سی حدیث یا اثر ہے۔ سعیدی غفرلہ)

شیخ عثیمین نے لکھا ہے کہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے سورۃ النجم پڑھی اور انہوں اس میں سجدہ نہیں کیا اور نہ اس کے آخر میں صدق اللہ العظیم پڑھا۔

ایک سوال یہ ہے کہ کیا قرآن مجید کی تلاوت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا واجب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی لیکن فقہاء نے کہا ہے کہ یہ مستحب ہے اور انہوں نے یہ قاعدہ ذکر کیا ہے کہ ہر عبادت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا مستحب ہے لیکن میرا دل اس سے مطمئن نہیں ہے۔ (شرح صحیح بخاری ج ۴ ص ۴۰۴۔ ۴۰۳، مکتبۃ الطبری، قاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

شیخ عثیمین کی شرح پر مصنف کا تعاقب اور یہ تحقیق کہ جس فرض کی تحدید اور تعیین ہو اس میں اضافہ جائز نہیں اور نوافل میں اضافہ جائز ہے

میں کہتا ہوں کہ: جس عبادت کی شارع علیہ السلام نے تعیین اور تحدید کر دی ہے اس میں کوئی اضافہ کرنا بدعت ہے اور مذموم ہے اور اس سے منع کیا جائے گا لیکن جس عبادت کی شارح علیہ السلام نے کوئی تحدید اور تعیین نہیں کی ہے اس میں اضافہ کرنا جائز ہے اور اطلاقات شرعیہ میں داخل ہے مثلاً صبح کی دو رکعت اور ظہر کی چار رکعات کی شارع علیہ السلام نے تعیین اور تحدید کی ہے۔ اب اگر کوئی صبح کی نماز میں تین رکعت پڑھے یا ظہر کے فرض میں پانچ رکعت پڑھے تو یہ بدعت سیئہ ہے اور اس سے منع کیا جائے گا لیکن نوافل کی رکعات میں شارع علیہ السلام کی کوئی تعیین اور تحدید نہیں ہے تو نوافل خواہ دو رکعت، چار رکعت یا چھ رکعت پڑھے جائیں، یہ ہر طرح جائز ہے اور بدعت نہیں ہیں۔ اسی طرح تراویح کی رکعات ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنف ابن ابی شیبہ کی ضعیف روایت کے مطابق بیس رکعت تراویح پڑھی ہیں اور تین وتر پڑھے، اور مکہ مکرمہ میں معمول ہے کہ ہر چار رکعت کے بعد نمازی طواف کرتے ہیں اور پھر دو رکعت نماز طواف کے بعد پڑھتے ہیں اور مدینہ منورہ میں چونکہ طواف نہیں ہوتا اس لیے وہاں طواف کے قائم مقام دو رکعت پڑھتے ہیں، پھر دو رکعت طواف کے بعد پڑھتے ہیں، اس طرح وہ ہر ترویحہ کے بعد چار رکعت پڑھتے ہیں، سو بیس (۲۰) رکعت تراویح اور سولہ رکعات اس پر زائد پڑھتے ہیں اور ان کی تراویح کی رکعات چھتیس رکعات ہیں، اور تین وتر ملا کر انتالیس رکعات ہیں، اور بعض ائمہ پانچ رکعت وتر پڑھتے ہیں اور کل اکتالیس رکعات پڑھتے ہیں۔

Marfat.com

نوافل میں اضافہ کے جواز پر تراویح کی رکعات میں متعدد حوالوں سے مصنف کا استدلال

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ۲۷۹ھ قیام رمضان کی حدیث:۸۰۶ کے تحت تراویح کی رکعات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

قیام رمضان (تراویح) کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض کا اجتہاد یہ ہے کہ بہ شمول وتر اکتالیس رکعات پڑھی جائیں اور یہ اہل مدینہ کا قول ہے اور ان کے نزدیک مدینہ میں اس پر عمل ہے۔

اکثر اہل علم کے نزدیک رکعات تراویح کی تعداد وہ ہے جو حضرت عمر اور حضرت علی اور دیگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے مروی ہے یعنی بیس (۲۰) رکعات، اور یہ ثوری، ابن المبارک اور شافعی کا قول ہے (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور امام شافعی نے کہا: ہم نے اپنے شہر مکہ میں اسی طرح لوگوں کو بیس رکعات پڑھتے ہوئے پایا، اور امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں اور انہوں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

اور امام اسحاق نے کہا: بلکہ ہم اکتالیس رکعات کو اختیار کرتے ہیں جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اور ابن المبارک اور امام احمد اور اسحاق کا مختار یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں امام کے ساتھ تراویح پڑھی جائے۔ (اور امام اعظم ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن امام ترمذی نے ان کا نام نہیں لیا۔ سعیدی غفرلہ)

اور امام شافعی کا مختار یہ ہے کہ جب کوئی مرد قاری ہو تو وہ تنہا نماز پڑھے۔ (سنن ترمذی ص ۵۳-۳۵۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

تراویح کی رکعات کے عدد کے متعین نہ ہونے کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کی تصریحات

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر المالکی الاندلسی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ تراویح کی انتالیس رکعات ہیں بہ شمول وتر۔

(الاستذکار ج ۵ ص ۱۵۷، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۳ھ)

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العون الاندلسی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

رمضان کی نماز یا دیگر نمازوں کے لیے کسی عدد کی تعیین نہیں ہے، عدد کی تعیین صرف فرائض کے لیے ہوتی ہے اور بعض مسلمان انتالیس رکعات بہ شمول وتر پڑھتے ہیں۔ (القبس فی شرح موطا ابن انس ج ۱ ص ۲۶۷، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی الحنبلی المتوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا کہ تراویح کی چھتیس رکعات ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ اہل مدینہ کا قدیم عمل ہے، (الی قولہ) اہل مدینہ نے چھتیس رکعات اس لیے پڑھیں کیونکہ وہ اہل مکہ کے ساتھ مساوات کا ارادہ رکھتے تھے اور اہل مکہ ہر دو ترویحوں کے درمیان طواف کے سات (۷) چکر لگاتے ہیں تو اہل مدینہ نے طواف کے سات چکروں کے قائم مقام چار رکعات پڑھیں، یوں تراویح کی چھتیس (۳۶) رکعات ہو گئیں۔ (المغنی ج ۲ ص ۳۶۷-۳۶۶ ملخصاً، دار الحدیث، القاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

نیز علامہ شمس الدین عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

تراویح کی تعداد رکعات بیس ہیں، ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے اور امام مالک نے کہا کہ چھتیس رکعات ہیں کیونکہ صالح نے کہا: میں نے دیکھا کہ لوگ مدینہ میں اکتالیس رکعات تراویح پڑھتے ہیں بہ شمول پانچ رکعات وتر۔

(المغنی ج ۲ ص ۴۰۳-۴۰۲، دار الحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

Marfat.com

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ ھ لکھتے ہیں:

السائب کی روایت ہے کہ لوگ رمضان میں تیئس (۲۳) رکعات تراویح پڑھتے تھے اور اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ (۱۱) رکعات تراویح پڑھوائیں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعات تراویح پڑھی تھیں، پھر بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان میں اضافہ کر کے تئیس (۲۳) رکعات بہ شمول وتر پڑھوائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر رکعت میں سو آیات پڑھواتے تھے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک یہی معمول رہا، پھر لوگوں پر قیام دشوار ہوا تو انہوں نے قراءت میں تخفیف کی اور رکعات کی تعداد میں اضافہ کر دیا تو وہ انتالیس رکعات تراویح پڑھتے تھے جن میں تین رکعات وتر کی تھیں، پھر یہی معمول برقرار رہا اور اسی پر لوگوں کا اتفاق ہو گیا اور یہی امام مالک کا قول ہے اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ تراویح کی احادیث میں تناقض اور اختلاف ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اختلاف زمانہ کے اختلاف سے ہوا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۳ ص ۵۵۹۔۵۵۸، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

محمد بن نصر نے داؤد بن قیس سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: میں نے ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں لوگوں کا یہ معمول پایا کہ وہ چھتیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ امام مالک نے کہا: ہمارے نزدیک یہی امر قدیم ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کا مشہور مذہب چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر ہے اور اس پر اہل مدینہ کا عمل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ اہل مدینہ کے نزدیک چھتیس رکعت تراویح مستحب ہے، وہ اہل مکہ کے ساتھ مشابہت کرتے ہیں جو ہر دو ترویحوں کے درمیان طواف کرتے ہیں اور دو رکعت طواف پڑھتے ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۳۸۱، المکتبۃ الحقانیہ، پشاور)

علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی المصری الازہری المالکی المتوفی ۱۱۲۲ ھ لکھتے ہیں:

محمد بن نصر نے محمد بن قیس سے روایت کی ہے کہ میں نے ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں لوگوں کا یہ معمول دیکھا کہ وہ چھتیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور امام مالک نے کہا: اور ہمارے نزدیک یہی امر قدیم ہے۔ (شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ج ۱ ص ۳۶۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۷ ھ)

میں کہتا ہوں کہ: ان کثیر مستند حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ فرائض میں تحدید اور تعیین ہوتی ہے اور ان میں کمی اور بیشی جائز نہیں ہے اور نوافل میں توسیع ہے، ان میں کمی اور بیشی جائز ہے اور قرآن مجید پڑھنے کے آخر میں صدق اللہ العظیم بہ طور نفل اور استحباب پڑھا جاتا ہے، لہٰذا اس کے ثبوت کے لیے کسی حدیث کا وارد ہونا ضروری نہیں ہے اور شیخ عثیمین کا اس کو بدعت قرار دینا قطعاً باطل ہے اور ان تمام تصریحات کے خلاف ہے۔

صحیح اور صریح حدیث سے اس پر استدلال کہ نفلی عبادت کا اپنے اجتہاد سے وقت معین کرنا جائز اور مستحب ہے اور شرعاً مطلوب ہے

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نماز فجر کے وقت فرمایا: اے بلال! مجھے یہ بتاؤ کہ اسلام میں تمہارا وہ کون سا عمل ہے جس کو تم نے کیا اور تمہیں اس کے اجر کی سب سے زیادہ توقع ہے کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہاری جوتیوں کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کے اجر کی مجھے بہت زیادہ توقع ہو سوا اس کے کہ میں جب بھی دن یا رات میں وضو کرتا ہوں تو میں اس وضو کے ساتھ اس نماز کو پڑھ لیتا ہوں جس کا پڑھنا میرے لیے مقدر کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۹، صحیح مسلم: ۲۴۵۸، مسند احمد: ۹۶۷۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۳۶، الجمع بین الصحیحین للحمیدی: ۲۴۸۷، المستدرک ج ۱ ص ۳۱۳)

تلاوت قرآن کے بعد صدق اللہ العظیم پڑھنے اور دیگر معمولات اہل سنت کا جواز اور استحباب

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت ہے تاکہ وضو اپنے مقصود سے خالی نہ رہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ عمل اس لیے کرتے تھے کہ ان کو معلوم تھا کہ ایمان لانے کے بعد سب سے افضل عمل نماز پڑھنا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۹ ص ۱۱۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو چیز زیادہ ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے جو ان کے اس عمل کے متعلق دریافت کیا تھا جس کے اجر کی ان کو سب سے زیادہ توقع ہے اس سے مراد نفلی اعمال ہیں ورنہ فرائض سب سے زیادہ افضل عمل ہیں اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا وقت اپنے اجتہاد سے معین کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے استنباط اور اجتہاد سے وضو کے بعد نماز پڑھنے کا وقت مقرر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب فرمائی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۳۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین (حنبلی نجدی) متوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دلیل ہے کہ وضو کے وقت نماز پڑھنا مستحب ہے خواہ کوئی وقت ہو دن ہو یا رات، صبح ہو یا عصر۔ شیخ ابن باز نے کہا ہے اس حدیث کی تائید اس سے ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ جو بندہ بھی اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے... سو یہ حدیث ممانعت کے وقت اور غیر ممانعت کے وقت دونوں کو شامل ہے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۹۵، مکتبۃ الطبری ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ نفلی عبادات میں اپنے اجتہاد سے اس عبادت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے اور اس کو تمام علماء نے مستحب لکھا ہے حتیٰ کہ نجدی علماء میں سے شیخ عثیمین اور ان کے استاذ عبداللہ بن باز نے بھی اس کو مستحب لکھا ہے، پس واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد صدق اللہ العظیم کہنا مستحب ہے کیونکہ یہ بھی نفلی عبادت ہے اور اسی طرح علماء اہل سنت کے دیگر معمولات بھی مستحب ہیں جیسے میلاد شریف کا انعقاد، جمعہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام عرض کرنا اور کھڑے ہو کر آپ پر صلاۃ وسلام عرض کرنا اور

Marfat.com

اذان سے پہلے یا بعد میں صلاۃ وسلام پڑھنا اور اموات کی فاتحہ، سوئم، چہلم اور عرس وغیرہ یہ سب نفلی عبادات ہیں اور مذکور الصدر دلائل کی روشنی میں مستحب ہیں اور ان کو دیوبندی اور نجدی علماء کا بدعت کہنا قطعاً باطل اور بے اصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت پر برقرار رکھے اور ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)

۵۰۵۶۔ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ اقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از عبیدہ السلمانی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے سامنے قرآن پڑھو''، میں نے عرض کیا: میں آپ کے سامنے قرآن پڑھوں حالانکہ آپ پر خود قرآن کریم نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن مجید سنوں''۔

اس حدیث کی مفصل شرح ابھی صحیح البخاری: ۴۸۵۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۶۔ بَابُ إِثْمِ مَنْ رَاءَى بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ تَأَكَّلَ بِهِ أَوْ فَخَرَ بِهِ

(اس شخص کی مذمت) جس نے دکھاوے کے لیے یا شکم پروری کے لیے قرآن مجید پڑھا یا جس نے اظہار فخر کے لیے قرآن مجید پڑھا

۵۰۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ عَلِيٌّ رضی الله عنه سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے خبر دی از خیثمہ از سوید بن غفلۃ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے جو کم عمر ہوں گے، کم عقل ہوں گے وہ خیر البریہ کی حدیث بیان کریں گے (یعنی نبی ﷺ کی حدیث بیان کریں گے)، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، ان کا ایمان ان کے حلقوموں سے تجاوز نہیں کرے گا، تم ان کو جہاں پاؤ ان کو قتل کر دو کیونکہ ان کا قتل کرنا قیامت کے دن اس کے لیے باعث اجر ہوگا جو ان کو قتل کر دے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۱۱ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری:۳۶۱۱، ۵۰۵۷، ۶۹۳۰، صحیح مسلم:۱۰۶۶، سنن نسائی:۴۱۰۲، سنن ابوداؤد:۴۷۶۷، مسند البزار:۵۶۸، مسند ابویعلیٰ:۲۶۱، سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۷۰، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۳۰، المعجم الصغیر للطبرانی:۱۰۴۹، شرح السنۃ:۲۵۵۴، مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۶۸، مسند احمد ج ۱ ص ۸۱، رقم الحدیث:۶۱۶، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور منافق کے قرآن پڑھنے کے متعلق متعدد روایات اور ان سے قتال کرنے کی تفصیل

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث (صحیح البخاری:۳۶۱۱) کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ لوگ خیر قول البریہ کو بیان کریں گے: یعنی ان کے اقوال بہت اچھے ہوں گے اور ان کے اعمال بہت خراب ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کو قتل کرنا اس شخص کے لیے باعث اجر ہوگا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ کفار کے خلاف جہاد سے اعراض کریں گے اور زمین میں فساد کریں گے اور مسلمانوں کی وحدت کو توڑنے کی کوشش کریں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ان کا ایمان ان کے حلقوموں سے تجاوز نہیں کرے گا: کیونکہ وہ مومن نہیں ہوں گے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۰ ص ۱۹۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

نیز علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ صحیح البخاری:۵۰۵۷، کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ان کا ایمان ان کے حلقوموں سے تجاوز نہیں کرے گا: یعنی ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کی طرف بلند نہیں ہوگا اور نہ ان کو اس پر اجر دیا جائے گا، کیونکہ ان کے قرآن پڑھنے میں اخلاص نہیں ہوگا اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کے قرآن پڑھنے کو ریحان (پھول) کے ذائقہ سے تشبیہ دی ہے جس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے، اس سے کھانے والے کو لذت حاصل نہیں ہوتی جس طرح منافق اور ریاکار کو اس کی قراءت سے اجر اور ثواب نہیں ملتا کیونکہ وہ دکھاوے اور سنانے کے لیے قرآن پڑھتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: منافق سب سے زیادہ قرآن مجید پڑھتا ہے، وہ محبت سے قرآن مجید نہیں پڑھتا اور اس کی قراءت اس کے حلقوم سے متجاوز نہیں ہوتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۰۸۷۶)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: قرآن مجید پر اعراب لگاؤ کیونکہ وہ عربی ہے، پس عنقریب کچھ لوگ آئیں گے جو مہارت سے قرآن مجید پڑھیں گے اور وہ تم سے بہتر نہیں ہوں گے۔ (المعجم الکبیر ج ۹ ص ۱۳۹)

اور امام ابوعبید نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید سیکھو اور اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اس سے پہلے کہ وہ لوگ قرآن مجید کو سیکھیں جو اس کے وسیلہ سے دنیا کا سوال کریں کیونکہ تین قسم کے لوگ قرآن مجید کو سیکھتے ہیں: (۱) وہ مرد جو قرآن مجید پر فخر کرتا ہے (۲) وہ مرد جو قرآن کے ذریعہ مال کھاتا ہے (۳) وہ مرد جو قرآن مجید کو خالص اللہ کے لیے پڑھتا ہے۔

Marfat.com

نیز امام ابوعبیدہ نے زاذان سے روایت کی ہے: جس نے قرآن مجید کو حصول مال کے لیے پڑھا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر ہڈیاں ہوں گی اور گوشت نہیں ہوگا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ قرآن کے ذریعہ سوال کریں گے، پس جب وہ تم سے سوال کریں تو تم ان کو مت دینا۔ (فضائل القرآن ص ۲۰۹۔۲۰۶)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کا ایمان ان کے حناجر سے تجاوز نہیں کرے گا: حناجر حنجرۃ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: حلقوم کا نچلا حصہ اور ان کا ایمان ان کے حلقوم سے اس لیے تجاوز نہیں کرے گا کیونکہ ایمان کا محل دل ہے اور دل تک ایمان نہیں پہنچے گا، اس کا مطلب ہے کہ وہ مومن نہیں ہوں گے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب تمہارا ان سے مقابلہ ہو تو ان کو قتل کردو کیونکہ ان کو قتل کرنے کا ایسا اجر ہے جیسے قیامت کے دن قتل کرنے کا اجر ہے: اس حدیث کی تاویل میں اختلاف ہے، امام مالک نے کہا: جو شخص ان کو گرفتار کرے وہ ان سے توبہ کو طلب کرے، اگر وہ توبہ کرلیں تو فبہا ورنہ ان کو قتل کردیا جائے گا۔

سحنون مالکی نے کہا: جو شخص ان میں سے قرآن مجید کو پڑھے اور اپنی بدعت کی طرف دعوت دے اس سے قتال کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ اپنی بدعت سے رجوع کرے ورنہ اس کو مار دیا جائے گا، اور جو شخص ان میں سے اپنی بدعت کی دعوت نہ دے اس کو قید کرلیا جائے گا اور قید خانہ میں اس کو مارا جائے گا حتیٰ کہ وہ مرجائے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۷۴۔۱۷۳، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حدثاء الاسنان اور سفہاء الاحلام کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۵ھ حدیث صحیح البخاری: ۳۶۱۱ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث خوارج کے متعلق ہے اور اس کی مفصل شرح باب: ''استتابۃ المرتدین'' میں آئے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ حُدَثاءُ الاسنان ہوں گے: یعنی کم عمر ہوں اور وہ سفہاء الاحلام ہوں گے: یعنی ان کی عقول ضعیف ہوں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ خیر البریہ کے قول کو بیان کریں گے: یعنی وہ قرآن مجید پڑھیں گے جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: وہ قرآن پڑھیں گے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اس زمانہ میں اس حدیث کا مصداق طالبان ہیں

میں کہتا ہوں کہ: اس حدیث میں کم عمر اور بے عقل لوگوں سے مراد طالبان ہیں جو اس زمانہ میں ظاہر ہوئے، یہ پاکستانی فوج اور پاکستان کی پولیس پر حملہ کرتے ہیں اور جس فوجی یا سپاہی کو گرفتار کرلیتے ہیں تو اس کا گلا دبا کر بے دردی سے کاٹتے ہیں اور گلا کاٹتے وقت اور اس کو ذبح کرتے وقت قرآن مجید کی درج ذیل آیات پڑھتے ہیں:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ۔ (محمد: ۴)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو تم ان کو مضبوطی سے گرفتار کرلو۔

یہ لوگ مسلمانوں پر کفار کی آیتوں کو چسپاں کرتے ہیں، سکولوں، تھانوں، اہلسنت کی مساجد، مدارس، اولیاء کرام کے مزارات اور قومی اداروں کو تباہ کرتے ہیں اور خود کش دھماکوں میں بے دریغ مسلمانوں (مفتی سرفراز نعیمی شہید اور ۱۱ راپریل ۲۰۰۶ء کو نشتر پارک میں ہونے والے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کراچی میں منعقد جلسے کے شرکاء) کو شہید کرتے ہیں، یہ لوگ

Marfat.com

بھارت کے ایجنٹ ہیں اور پاکستان کو اور مسلمانوں کو تباہ اور برباد کرنے کے درپے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو ان سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (آمین)

سوید بن غفلۃ کا تذکرہ اور تعارف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ (صحیح البخاری: ۵۰۵۷) کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر سوید بن غفلہ سے مروی ہے، سوید کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ سوید بن غفلۃ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ سوید بن غفلہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نہیں سنی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور یہ بھی صحیح نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ مدینہ میں اس وقت آئے تھے جب صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہو گئے تھے اور ان کا خلفاء راشدین سے اور کبار صحابہ سے سماع صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اپنے مال کا صدقہ دیا تھا۔ ابونعیم نے کہا ہے کہ یہ اسی (۸۰) ھ میں فوت ہوئے تھے، اور عمرو بن علی نے کہا ہے کہ یہ ایک سوتیس ہجری میں فوت ہوئے تھے ان کی کوفہ میں رہائش تھی اور یہ وہیں فوت ہو گئے تھے۔

(فتح الباری ج ۲۴ ص ۲۳۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن ملقن شافعی اور حافظ ابن حجر شافعی کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

خوارج کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد اور حدیث کے عنوان کی حدیث سے مطابقت

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شرح السنۃ میں روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خارجیوں کو اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق قرار دیتے تھے اور وہ فرماتے تھے کہ جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں یہ ان آیات کا مومنین پر اطلاق کرتے ہیں اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کا اللہ کی کتاب پر نہ ایمان ہے نہ عمل ہے۔

علامہ حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ خوارج اپنی گمراہی کے باوجود مسلمانوں کے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے، ان سے نکاح کرنا اور ان کے ذبیحوں کو کھانا اور ان کی شہادت کو قبول کرنا جائز ہے۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا خوارج کفار ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ کفر سے بھاگے تھے، پھر پوچھا گیا کیا: یہ منافق ہیں؟ تو مولیٰ علی نے فرمایا: منافق اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں اور یہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، پوچھا گیا: پھر یہ کون ہیں؟ حضرت علی نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو آزمائش میں مبتلا ہوئے، پھر یہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔

علامہ کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: اس حدیث کے عنوان کا دوسرا جزء ہے: جو قرآن کو دکھاوے کے لیے پڑھے یا اس کے ذریعہ سے کھائے تو اس حدیث میں اس جزء پر دلالت کہاں ہے؟ تو میں کہوں گا کہ جب قرآن کا پڑھنا اخلاص سے اللہ کے لیے نہ ہو تو پھر وہ دکھاوے کے لیے ہے اور حصول مال کے لیے ہے اور خوارج اخلاص سے قرآن نہیں پڑھتے تھے۔

(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۷۶-۳۷۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

خوارج کے متعلق دیگر شراح کی شرح

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قرآن مجید کے ذریعہ حصول رزق کی مذمت ہے اور صحیح بخاری میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے تیس (۳۰) بکریوں کے عوض ایک شخص پر سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا جس کو بچھو نے کاٹا ہوا تھا، کیا ان کا یہ فعل مذموم نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی اجرت لینے پر اس شخص کی مذمت ہے جو بلاضرورت قرآن مجید پڑھنے کی اجرت لے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو ضرورت تھی جیسا کہ اس زمانہ میں معلمین کو قرآن پڑھانے کی اجرت لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۱۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

امام الحرمین سے خوارج کی تکفیر کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

(کشف المشکل ج ۶ ص ۳۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ زرہونی مالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۳۵۲۔۳۵۱، مکتبۃ الرشد، ۱۴۳۰ھ)

شیخ عثیمین اور شیخ سلیم اللہ کی خیر البریہ کے قول کی شرح اور اس پر مصنف کا مواخذہ

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وہ لوگ خیر البریہ کا قول بیان کریں گے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کریں گے کیونکہ آپ خیر البریہ ہیں یعنی افضل الخلق ہیں اور آپ کے اقوال احادیث ہیں۔

اس حدیث کا دوسرا محمل یہ ہے کہ یہ لوگ انتہائی فصیح و بلیغ کلام کریں گے اور جب انسان ان کا کلام سنے گا تو کہے گا یہ لوگ مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔

میں کہتا ہوں: یہ دونوں معنی صحیح نہیں ہے، صحیح معنی وہ ہے جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وہ لوگ قرآن مجید کی بہت زیادہ تلاوت کریں گے اور خیر البریہ کے قول سے مراد آپ کی تلاوت کی ہوئی آیات ہیں۔

نیز شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ: وہ لوگ حدیث رسول بیان کریں گے اور یا اس سے اللہ تعالیٰ مراد ہیں۔ (کشف الباری کتاب فضائل القرآن ص ۱۲۱، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

میں کہتا ہوں کہ: یہ شرح بھی صحیح نہیں ہے، صحیح شرح وہی ہے جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے کہ وہ لوگ بہ کثرت قرآن مجید کی تلاوت کریں گے کیونکہ حدیث کی وہی تفسیر صحیح ہے جو صحابی نے کی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

شیخ عثیمین کی شرح کے مطابق حرمت لانے والے مہینوں میں قتال کا منسوخ ہونا اور اس پر مصنف کا مواخذہ

جب تمہارا ان سے مقابلہ ہو تو تم ان کو قتل کر دو: حتیٰ کہ اگر حرمت والے مہینوں (یعنی ذی قعد، ذی الحج، محرم، رجب) میں ان سے ملاقات ہو تب بھی ان کو قتل کر دو۔

میں کہتا ہوں کہ: شیخ عثیمین کی یہ شرح صحیح نہیں ہے کیونکہ حرمت والے مہینوں میں قتال کی ممانعت اب منسوخ ہو چکی ہے۔

حرمت والے مہینوں میں قتال کی ممانعت درج ذیل آیت سے منسوخ ہو گئی ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ۔ (التوبہ: ۵) سو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام مشرکین کو جہاں بھی پاؤ ان کو قتل کر دو خواہ ان کو حرم میں پاؤ یا غیر حرم میں، اور ان کو حرمت والے

Marfat.com

مکان میں قتل کرنے کا حکم اس کو مستلزم ہے کہ ان کو حرمت والے زمانہ میں بھی قتل کر دیا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ طائف میں حرمت والے مہینوں میں قتال جاری رکھا تھا۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۰۳ھ لکھتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال آٹھ ہجری میں طائف پر حملہ کیا اور اٹھارہ دن تک ان کا محاصرہ کیا اور چالیس دن تک ان پر منجنیق کو نصب کیے رکھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۱۔ ۱۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (المنتظم ج ۲ ص ۴۰۷، دار الفکر، بیروت)

اور حافظ ابن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ نے امام ابن اسحاق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ طائف کا محاصرہ ایک ماہ تک جاری رہا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۵۰، دار الفکر، بیروت)

اور علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں کہ: صحت سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس محرم تک طائف کا محاصرہ کیا۔ (عنایت القاضی ج ۴ ص ۳۰۱، دار صادر، بیروت)

ان حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت والے مہینوں میں طائف پر حملہ جاری رکھا اور یہ اس کی ظاہر دلیل ہے کہ حرمت والے مہینوں میں قتال کی حرمت منسوخ ہو چکی ہے، نیز اس کی ممانعت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

شیخ عثیمین نے جو لکھا ہے: ''حتیٰ کہ اگر حرمت والے مہینوں میں بھی ان سے ملاقات ہو تب بھی ان کو قتل کر دو''۔ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حرمت والے مہینوں میں بالعموم قتال کرنا جائز نہیں ہے اور یہ صحیح نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

شیخ عبداللہ بن باز اور شیخ عثیمین کی تصریح کہ جو لوگ اپنے عقائد کے مخالفین مسلمانوں کو جائز القتل قرار دیتے ہیں وہ خود واجب القتل ہیں

لیکن اس حدیث پر اشکال عظیم ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ظاہر پر عمل کریں اور ہم اس کے مکلف نہیں ہیں کہ ہم باطن کی کھوج کریں، پس جو لوگ خیر البریہ کے قول کو پڑھتے ہوں گے ہمیں ان کے حال پر کیسے واقفیت ہو گی کہ ہم ان کو واجب القتل قرار دیں۔

شیخ عثیمین اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ان لوگوں کی علامات ہیں اور سب سے اہم علامت یہ ہے کہ یہ مومنین کو کافر قرار دیں گے کیونکہ ان کا ایک مخصوص طریقہ ہے اور جو ان کے طریقہ کے مخالف ہو وہ اس کو کافر کہتے ہیں، سو ان لوگوں کو قتل کرنا واجب ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا عام لوگوں کے لیے ان کو قتل کرنا جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حدود کو قائم کرنا اور مرتدین کو قتل کرنا سربراہ ملک کی طرف مفوض ہے کیونکہ اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے تو ہر شخص مباح الدم کو قتل کر دے گا۔ اور اگر بالفرض سربراہ ملک اس حکم پر عمل نہ کرے تو عام مسلمان کے لیے بھی ان کو قتل کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ اس کو اس سے ضرر نہ ہو۔

شیخ عبداللہ بن باز حنبلی نے اس حدیث کی تعلیق میں لکھا ہے کہ یہ لوگ خوارج ہیں اور یہ مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں اور بت پرستوں کو چھوڑتے ہیں۔ (شرح صحیح بخاری ج ۴ ص ۴۰۶۔ ۴۰۵، مکتبۃ الطبری، ۱۴۲۹ھ)

شیخ عثیمین کی مذکور الصدر شرح پر مصنف کا تبصرہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے کفر پر علماء عرب و عجم کا اتفاق

میں کہتا ہوں کہ: جن لوگوں کو شیخ عثیمین نے واجب القتل قرار دیا ہے ان کے اولین مصداق شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہیں اور ان میں شیخ عبداللہ بن باز اور شیخ عثیمین بھی داخل ہیں، دیکھیے:

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ لکھتے ہیں:

و عرفت ان اقرارهم بتوحيد الربوبيّة لم يدخلهم فی الاسلام، وان قصدهم الملائكة والانبياءَ يُريدون شفاعتهم و تقرب الى الله بِذٰلِكَ، هو الذی احل دمائهم واموالهم۔

(کشف الشبہات ص ۹، مکتبۃ السلفیہ بالمدینۃ المنورۃ، ۱۳۸۹ھ)

تم جان چکے ہو کہ ان لوگوں کا توحید ربوبیت کا اقرار کرنا ان کو اسلام میں داخل نہیں کرتا، اور یہ جو ملائکہ اور انبیاء کا قصد کرتے ہیں اور ان کی شفاعت کا ارادہ کرتے ہیں اور اس سے اللہ کے تقرب کا ارادہ کرتے ہیں اس چیز نے ان کے قتل کرنے کو اور ان کے مال لوٹنے کو مباح کر دیا ہے۔

اس عبارت میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے تصریح کر دی ہے کہ جو ان کے عقیدہ کا مخالف ہے وہ جائز القتل ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بھائی صحیح العقیدہ مسلمان تھے، وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تکفیر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں تمہارا موقف اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا اور نذر و نیاز قطعاً کفر نہیں حتیٰ کہ اس کے مرتکب مسلمان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبہات کی بنا پر حدود ساقط کر دو۔ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۰۳)۔ اور حاکم نے اپنی صحیح میں اور ابو عوانہ نے البزار میں سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی شخص کی سواری کسی بے آب و گیاہ صحراء میں گم ہو جائے تو وہ تین بار کہے: اے عباد اللہ! مجھ کو اپنی حفاظت میں لے لو تو اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں''۔ (مسند البزار: ۳۱۲۸، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۵۵۸) اور طبرانی کی روایت ہے کہ ''اگر وہ شخص مدد چاہتا ہو تو یوں کہے کہ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو''۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۵۱۸) اس حدیث کو فقہاء اسلام نے کتب جلیلہ میں ذکر کیا ہے اور اس کی اشاعت کی ہے اور معتمد فقہاء میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا ہے۔ چنانچہ امام نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے ''کتاب الاذکار'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (کتاب الاذکار: ۸۰۷) اور ابن القیم نے اپنی کتاب الکلم الطیب میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن مفلح نے کتاب الآداب میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (یعنی امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ) سے سنا، وہ فرماتے تھے: ''میں نے پانچ بار حج کیے ہیں، ایک بار میں پیدل جا رہا تھا اور راستہ بھول گیا، میں نے کہا: اے عباد اللہ! مجھے راستہ دکھاؤ، میں یوں ہی کہتا رہا حتیٰ کہ میں صحیح راستہ پر آ گیا''۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص کسی غائب یا فوت شدہ بزرگ کو پکارتا ہے اور تم اسے کافر کہتے ہو بلکہ تم محض اپنے قیاس فاسد سے یہ کہتے ہو کہ اس شخص کا شرک ان مشرکین کے شرک سے بھی بڑھ کر ہے جو بحر و بر میں عبادت کی غرض سے غیر اللہ کو پکارتے تھے اور اس کے رسول کی برملا تکذیب کرتے تھے، کیا تم اس حدیث یا اس کے مقتضا پر علماء اور ائمہ کے عمل کو اس شخص کے لیے اصل نہیں قرار دیتے جو بزرگوں کو پکارتا ہے اور محض اپنے فاسد قیاس سے اس کو شرک قرار دیتے ہو۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ جب کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں تو اس مضبوط اصل کی بنا پر ایسے شخص سے تکفیر کیونکر نہ ساقط نہ ہوگی۔ نیز مختصر الروضہ میں کہا ہے: جو شخص توحید اور رسالت کی گواہی دیتا ہو اس کو کسی بدعت کی بنا پر کافر نہیں کہا جائے گا۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۳۵۔۳۴، مکتبہ ایشیق، استنبول)

شیخ حسین احمد مدنی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند متوفی ۱۳۷۷ھ، محمد بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۶ھ کے متعلق لکھتے ہیں:

صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکذیب دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال

اور حلال سمجھا گیا، ان کے قتل کو باعث ثواب اور رحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً تکلیف شاقہ پہنچائیں، سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کیے، بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کے فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم اور باغی، خونخوار، فاسق شخص تھا، اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے، اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے اور نہ ہنود سے۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۲، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز الدمشقی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس طرح ہمارے زمانے میں محمد بن عبد الوہاب کے متبعین ہیں، جو نجد سے نکلے اور حرمین پر غالب ہو گئے اور وہ خود کو مذہب حنابلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن ان کا اعتقاد ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد میں مخالف ہو وہ مشرک ہے اور اس وجہ سے انہوں نے اہل سنت کے قتل کو اور علماء کے قتل کو جائز قرار دیا۔ (رد المحتار للشامی ج ۶ ص ۳۱۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

سعودی حکومت نے اپنی مملکت میں علامہ شامی کی ''رد المحتار'' کا اس عبارت کی وجہ سے سعودی مملکت میں داخلہ ممنوع قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ: انہوں ''رد المحتار'' کا داخلہ تو اپنی حکومت میں بند کر دیا ہے لیکن وہ اس حدیث کا کیا کریں گے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت عطا فرما، صحابہ نے عرض کیا: اور ہمارے نجد میں؟ آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت عطا فرما، صحابہ نے عرض کیا: اور ہمارے نجد میں؟ آپ نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۷، ۷۰۹۴، صحیح ابن حبان: ۶۶۴۸، شرح السنہ: ۴۰۰۴، مسند احمد ج ۲ ص ۵، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۱۹)

نجد کی جنوبی وادی حنیفہ کے ایک مقام عیینہ میں مسیلمہ کذاب پیدا ہوا تھا، اور اسی جگہ محمد بن عبد الوہاب نجدی پیدا ہوا، اور اس کی پھیلائی ہوئی بدعقیدگیوں سے مسلمانوں کے عقائد میں زلزلہ اور زبردست فتنہ پیدا ہوا۔

میں کہتا ہوں کہ: شیخ عبد اللہ بن باز متوفی ۱۴۲۰ھ اور شیخ عثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ تو دنیا سے رخصت ہو گئے اور ان کا معاملہ اور حساب وکتاب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن ان کے متبعین اور ان کے حامیوں کو چاہیے کہ وہ اس بحث کو بہ غور پڑھیں ہو سکتا ہے کہ وہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کی پیروی کو چھوڑ دیں اور مسلک اہل سنت و جماعت کو اختیار کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت پر قائم رکھے اور ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔ (آمین)

۵۰۵۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ يَخْرُجُ فِيكُمْ قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ وَعَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ وَيَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی از ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں ایک ایسی قوم نکلے گی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے اور تم اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلہ میں اور تم اپنے عمل کو ان کے عمل کے مقابلہ میں حقیر جانو گے، وہ قرآن

Marfat.com

الرَّمِيَّةِ يَنْظُرُ فِي النَّصْلِ فَلَا يَرَى شَيْئًا وَيَنْظُرُ فِي الْقِدْحِ فَلَا يَرَى شَيْئًا وَيَنْظُرُ فِي الرِّيشِ فَلَا يَرَى شَيْئًا وَيَتَمَارَى فِي الْفُوقِ۔

مجید پڑھیں گے اور وہ ان کے حلقوموں سے تجاوز نہیں کرے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کو پار کرتے ہوئے نکل جاتا ہے، تیر کی نوک کو دیکھا جائے گا تو اس پر (خون کا اثر) نہیں ہوگا، تیر کی لکڑی کو دیکھے گا تو وہاں بھی کچھ نظر نہیں آئے گا اور تیر کے پر کو دیکھے گا تو وہاں بھی کچھ نظر نہیں آئے گا، ہاں! تیر کے منہ پر کچھ شک ہوگا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۳۳۴۴، ۳۶۱۰، ۴۳۵۱، ۴۶۶۷، ۵۰۵۸، ۶۱۶۳، ۶۹۳۱، ۶۹۳۳، ۷۴۳۲، ۷۵۶۲، صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن نسائی: ۲۵۷۸، سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴، موطا امام مالک: ۴۴۱، مسند احمد ج ۳ ص ۶۰، خلق افعال العباد للبخاری: ۲۲، سنن ابن ماجہ: ۱۶۹، جامع الاصول: ۷۵۵۳)

مشکل الفاظ کے معانی اور خوارج کی تکفیر میں علماء کا اختلاف

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: قرآن ان کے حلقوموں سے تجاوز نہیں کرے گا۔

یعنی ان کے اعمال صالحہ کو بلند نہیں کرے گا، علامہ ابن التین اور قاضی عیاض نے کہا ہے: یعنی ان کے دل قرآن مجید کو نہیں سمجھیں گے اور نہ اس کی تلاوت سے نفع حاصل کریں گے اور منہ سے پڑھنے کے سوا نہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا، اور یہ بھی کہا گیا ہے: ان کا کوئی عمل صالح اوپر نہیں جائے گا اور نہ عمل صالح مقبول ہوگا اور الحنجرۃ کے معنی ہیں: حلق سے باہر۔

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ دین سے نکل جائیں گے، دوسری روایت میں ہے: وہ اسلام سے نکل جائیں گے۔ (صحیح البخاری: ۷۴۳۲) یعنی جس طرح تیر شکار میں ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہے اور تیر پر خون کا کوئی اثر نہیں ہوتا اسی طرح وہ دین سے نکل جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے: وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

اور خوارج نے اسی طرح کیا تھا۔

علماء کا خوارج کو کافر قرار دینے میں اختلاف ہے، علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ہمارے ائمہ میں سے بعض نے ان کو کافر قرار دیا ہے اور اکثر نے توقف کیا ہے۔ (المفہم ج ۳ ص ۱۱۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۹ ص ۳۳۰۔۳۲۹، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

قرآن مجید کو دکھاوے کے لیے پڑھنے اور اس کو کمائی کا ذریعہ بنانے کی ممانعت اور اس کے متعلق احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی اور اس سے پہلے والی حدیث (۵۰۵۷۔۵۰۵۸) کی عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث کا عنوان ہے: ''اس شخص کا گناہ جو ریا کاری کے لیے قرآن پڑھے یا قرآن کو کھانے کمانے کا ذریعہ بنائے'' اور جو شخص قرآن مجید کو غیر اللہ کے لیے پڑھے گا تو وہ ریا کاری کے لیے ہے یا کھانے کا ذریعہ بنانے کے لیے لہٰذا اس کی تائید درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

Marfat.com

امام ابوعبید نے اور حاکم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید کو سیکھو اور اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اس سے پہلے کہ ایسے لوگ آئیں جو قرآن مجید کے وسیلہ سے دنیا کا سوال کریں گے کیونکہ تین قسم کے لوگ قرآن مجید کو سیکھتے ہیں: ایک وہ مرد جو قرآن مجید کے سبب سے لوگوں کے سامنے فخر کرتا ہے، دوسرا وہ مرد جو قرآن مجید کو کمائی کا ذریعہ بناتا ہے اور تیسرا وہ مرد جو قرآن کو اللہ کے لیے پڑھتا ہے۔

اور امام احمد اور امام ابویعلیٰ نے حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید پڑھو اور اس میں غلو نہ کرو اور نہ اس میں کمی کرو اور نہ اس کو کمائی کا ذریعہ بناؤ۔

اور امام ابوعبید نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ قرآن مجید کے سبب سے سوال کریں گے، اگر وہ تم سے سوال کریں تو تم ان کو مت دینا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۳۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

دیگر شراح صحیح بخاری کی شروح

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی نے اس حدیث کی شرح میں مشکل الفاظ کے معانی لکھے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۷، تیسیر القاری ج ۵ ص ۲۱)

اسی طرح علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اور علامہ القسطلانی شافعی المتوفی ۹۱۱ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں مشکل الفاظ کے معانی لکھے ہیں۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۱۸، ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۷۸)

علامہ زرہونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے اس حدیث کی شرح میں فتح الباری کا خلاصہ لکھا ہے۔ (الفجر الساطع ج ۱۱ ص ۳۵۲)

۵۰۵۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كَالْأُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيحَ لَهَا وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ أَوْ خَبِيثٌ وَرِيحُهَا مُرٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جو مومن قرآن مجید پڑھتا ہے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرتا ہے اس کی مثال سنگترہ کی ہے جس کا ذائقہ خوش گوار ہے اور خوشبو پسندیدہ ہے اور جو مومن قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرتا لیکن اس کے تقاضوں پر کرتا ہے اس کی مثال کھجور کی طرح ہے جس کا ذائقہ خوش گوار ہے اور اس کی خوشبو نہیں ہے اور جو منافق قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اس کی مثال ریحان پھول کی طرح ہے جس کی خوشبو خوش گوار ہے اور اس کا ذائقہ کڑوا ہے اور جو منافق قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال اندرائن کی طرح ہے، اس کا ذائقہ کڑوا ہے اور اس کی بدبو ناگوار ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٣٧۔ بَابُ: اقْرَؤُا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ

قرآن مجید کی اس وقت تک تلاوت کرو جب تک اس میں تمہارا دل لگا رہے

٥٠٦٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اقْرَؤُا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ابی عمران الجونی از حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب تک تم اتفاق سے قرآن پڑھتے رہو تو پڑھو اور جب تم اس میں اختلاف کرنے لگو تو اٹھ جاؤ۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ٥٠٦١، ٥٠٦٠، ٧٣٦٤، ٧٣٦٥، صحیح مسلم: ٢٦٦٧، مسند احمد ج ٤ ص ٣١٣، سنن دارمی ج ٢ ص ٤٤١، شرح السنۃ ج ٤ ص ٥٠٠، مشکوۃ: ٢١٩٠، تاریخ بغداد ج ٤ ص ٢٢٨، کنز العمال: ٢٧٧٨، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٠ ص ٥٢٨، اتحاف السادۃ المتقین ج ٤ ص ٥٢٠)

٥٠٦١۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ جُنْدَبٍ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اقْرَؤُا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلام بن ابو مطیع نے حدیث بیان کی از ابی عمران الجونی از حضرت جندب رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا کہ جب تک تم اتفاق سے قرآن پڑھتے رہو تو پڑھو، پس جب تم اس میں اختلاف کرنے لگو تو اٹھ جایا کرو۔

تَابَعَهُ الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَأَبَانُ وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا قَوْلَهُ وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ عُمَرَ قَوْلَهُ وَجُنْدَبٌ أَصَحُّ وَأَكْثَرُ۔

اس حدیث میں سلام بن ابی مطیع کی حارث بن عبید اور سعید بن زید نے متابعت کی ہے از ابی عمران اور اس حدیث کی حماد بن سلمہ اور ابان نے مرفوع روایت نہیں کی اور غندر نے کہا از ابی شعبہ از ابی عمران کہ میں نے حضرت جندب سے اس کی حدیث سنی اور ابن عون نے کہا از ابی عمران از حضرت عبداللہ بن الصامت از حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ان کی حدیث اور حضرت جندب کی حدیث زیادہ صحیح اور زیادہ اکثر ہے۔

قرآن کریم میں کس قسم کا اختلاف ممنوع ہے اور کس قسم کا اختلاف جائز ہے

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ٨٠٤ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اتفاق پر برانگیختہ کیا ہے اور دین میں تفرقہ کرنے سے منع فرمایا ہے گویا کہ آپ نے فرمایا: قرآن مجید کو پڑھو اور اس کے معانی کی دلالت پر متفق رہو اور جب تمہارا اس میں اختلاف ہو تو اٹھ جاؤ یعنی جب کوئی ایسا شبہ پیدا ہو جو تفرقہ کا داعی ہو تو اٹھ جاؤ اور کسی سے محاکمہ کراؤ تاکہ اتفاق رہے۔

Marfat.com

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن مجید میں اختلاف قراءت کو ترک کر دو کیونکہ اختلاف قراءت مباح ہے جیسا کہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابی کا قراءت میں اختلاف ہوا تو آپ نے فرمایا: تم دونوں درست پڑھ رہے ہو، آپ نے اس اختلاف سے منع فرمایا ہے جو دین میں تفرقہ اور ہلاکت کا موجب ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۷۶، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

آیات متشابہات کو ترک کرنا اور آیات محکمات کو لازم کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی جب تمہارا کسی لفظ کے معنی کی فہم میں اختلاف ہو تو اٹھ جاؤ تا کہ یہ اختلاف تمہیں کسی شر کی طرف نہ پہنچائے۔
قاضی عیاض نے کہا: ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہو تا کہ اس اختلاف کی وجہ سے کوئی ایسی آیت نازل نہ ہو جو ان کے لیے باعث رنج ہو، جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:
لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ۔ (المائدہ: ۱۰۱) ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔
اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا یہ معنی ہو کہ قرآن مجید پڑھو اور اتفاق کو لازم رکھو اور جب تم کو کسی آیت متشابہ میں شبہ ہو تو پھر قرآن مجید کی آیت محکمہ کو لازم رکھو اور آیت متشابہ سے اعراض کرو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو ان سے اجتناب کرو۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۳۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی شرح کے تین محمل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی جب تک تم خوش دلی سے قرآن پڑھ سکتے ہو تو پڑھو اور جب تم اکتا جاؤ تو چھوڑ دو کیونکہ قرآن کریم اس سے بہت بلند ہے کہ تم اس کو بغیر حضور قلب کے پڑھو۔ اس حدیث کی یہ تفسیر علامہ طیبی متوفی ۷۴۳ھ نے کی ہے۔
اور علامہ کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: اس وقت تک قرآن پڑھو جب تک کہ اصحاب قراءت میں اتفاق رہے اور جب ان میں اختلاف ہو تو اٹھ جاؤ۔
علامہ ابن الجوزی حنبلی المتوفی ۵۹۷ھ نے کہا ہے کہ صحابہ کرام کا قراءات اور لغات میں اختلاف ہوتا تھا، پس ان کو یہ حکم دیا گیا کہ جب تمہارا اختلاف ہو تو اٹھ جاؤ تا کہ اس اختلاف کی وجہ سے تم ایک دوسرے کی قراءت کا انکار نہ کرو جس سے قرآن مجید کا انکار لازم آئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید کو تر و تازگی کے ساتھ پڑھنے کی نظیر

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کی نظیر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جب تک تر و تازگی کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہو پڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دینے سے نہیں اکتاتا جب تک تم عبادت کرنے سے نہ اکتاؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۱۰۵) نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات متشابہات کے درپے ہونے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۶۷) (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۱۹، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۹ھ)

قرآن مجید کی تلاوت کے وقت پڑھنے والوں کا کس قسم کا اختلاف ناجائز ہے اور کس قسم کا اختلاف جائز اور مستحب ہے

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے قرآن مجید میں جو اختلاف اٹھ جانے کا حکم دیا ہے وہ ایسے اختلاف پر محمول ہے جو ناجائز ہے جیسے کوئی قرآن مجید کے ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف کرے یا ایسے معنی میں اجتہاد کرے جس میں اجتہاد جائز نہیں یا ایسا اختلاف جو شک، شبہ، فتنہ یا خصومت یا جھگڑے کو واقع کرے، سو ایسے اختلاف کے وقت اٹھنا ضروری ہے، اور وہ اختلاف جو مسائل شرعیہ فرعیہ میں ہو یا اہل علم کا اظہار حق کے لیے مناظرہ ہو تو وہ اختلاف ممنوع نہیں ہے بلکہ مامور ہے اور اس کی فضیلت ظاہر ہے اور مسلمانوں کا عہد صحابہ سے لے کر اب تک اس کی صحت پر اجماع ہے۔ (شرح النووی علی مسلم ج ۱۶ ص ۲۱۹۔۲۱۸)

اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو تلاوت میں اختلاف اجتہاد کے وقت اٹھنے کا حکم دیا ہے اور تلاوت کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیے خواہ پڑھنے والا اس کو سمجھ سکے یا نہ سمجھے۔

ایصال ثواب کے لیے اجتماعی قرآن خوانی کے جواز اور استحباب کے متعلق مالکی اور شافعی علماء کی تصریحات

(۱) جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ ایک جماعت کا مل کر قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے اور امام مالک نے ''المدونہ'' میں اس کو مکروہ کہا ہے لیکن امام مالک کے متبعین کا عمل اس کے جواز پر جاری ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جب لوگ جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں اس کا تکرار کرتے ہیں تو ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے اور جو اپنے عمل میں تاخیر کرے تو اس کا نسب اس پر سبقت نہیں کر سکتا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۵۵، سنن ابن ماجہ: ۲۲۵)

امام مازری مالکی نے لکھا ہے: اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مساجد میں قرآن خوانی کے لیے اجتماع جائز ہے اگرچہ امام مالک نے ''المدونہ'' میں اسے مکروہ کہا ہے اور شاید انہوں نے یہ اس لیے کہا کہ سلف صالحین ایسا نہیں کرتے تھے حالانکہ وہ کار خیر پر بہت حریص تھے۔ (اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۳۴)

بعض شیوخ نے کہا ہے کہ شاید یہ فعل بدعت حسنہ ہے جیسا کہ رمضان کی تراویح اور ہمارے شہروں میں اس پر عمل ہو رہا ہے۔

علامہ زرہونی لکھتے ہیں: تمام مغرب کے اسلامی ممالک میں اس پر عمل ہوتا ہے بلکہ مشرق میں بھی جس طرح ہمیں معلوم ہوا ہے اور اس کا کسی نے انکار نہیں کیا کیونکہ یہ نیکی کے کاموں میں تعاون ہے۔ (المعیار ج ۱ ص ۱۵۵)

علامہ ابوعبداللہ الابی نے کہا ہے کہ قرآن خوانی کے لیے جو اجتماع ہوتا ہے اور افریقی ممالک میں اس کا معمول ہے تو ابن عرفہ نے اپنے لیے قرآن خوانی کی اور اپنی بیوی کے لیے بھی قرآن خوانی کی اور اس سلسلہ میں ان کا جواب مختلف ہے، کبھی انہوں نے کہا کہ اس کا ثواب پڑھنے والوں کو ہوگا اور کبھی انہوں نے کہا کہ اس کا ثواب قرآن پڑھوانے والوں کو ہوگا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ نے کہا ہے کہ قرآن پڑھنے والے کے لیے قرآن مجید کے ادب کی رعایت کرنا واجب ہے۔ اول یہ کہ وہ اخلاص سے پڑھے۔ ثانی یہ کہ وہ ذہن کو حاضر کر کے پڑھے کیونکہ وہ اللہ سے مناجات کر رہا ہے اور اس طرح ادب سے پڑھے جیسے وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور یہ کہ وہ باوضو قرآن پڑھے اور اگر اس نے زبانی قرآن بے وضو پڑھا تو یہ بھی اجماع مسلمین سے جائز ہے۔ (الاذکار ص ۹۰) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۳۵۵۔۳۵۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

۵۰۶۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ آيَةً سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ خِلَافَهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ فَاقْرَأَا أَكْبَرُ عِلْمِي قَالَ فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَأُهْلِكُوا۔

عبدالملک بن میسرہ از نزال بن سبرۃ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، انہوں نے ایک مرد کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا جو اس قراءت کے خلاف تھا جو انہوں نے نبی ﷺ سے سنی تھی، انہوں نے کہا: میں اس کا ہاتھ پکڑ کر نبی ﷺ کے پاس لے گیا: آپ نے فرمایا: تم دونوں درست پڑھ رہے ہو، پس تم دونوں (اپنے اپنے طریقے کے مطابق) پڑھو، میرا گمانِ غالب یہ ہے کہ جو تم سے پہلے تھے انہوں نے اپنی کتابوں میں اختلاف کیا سو وہ ہلاک کیے گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۱۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۴۱۰، ۳۴۷۶، صحیح مسلم: ۲۶۶۷، سنن ابوداؤد الطیالسی: ۳۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۲۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۹۴، مسند ابویعلیٰ: ۵۲۶۳، شرح السنہ: ۱۲۲۹، صحیح ابن حبان: ۷۴۶، المستدرک ج ۲ ص ۲۲۴۔ ۲۲۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۳، مسند احمد: ۳۷۲۴، ۳۹۸۱، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

کتاب اللہ میں جھگڑنے کی ممانعت کا محمل

یہ حدیث صحیح البخاری: ۲۴۱۰ میں گزری ہے، وہاں حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی شرح میں یہ لکھا تھا کہ ہم اس حدیث کی مفصل شرح فضائل قرآن میں کریں گے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۶۰)

اور فضائل القرآن کے اس باب میں اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں اختلاف کرنے اور ناحق جھگڑنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اس کا شریہ ہے کہ کسی آیت کی دلالت کسی شخص کی رائے کے خلاف ہو اور وہ غور وفکر کر کے اس آیت کی ایسی تاویل کرے جو اس کی رائے کے موافق ہو اور اس آیت کو اپنی رائے کے موافق محمول کرے اور اس وجہ سے جھگڑا ہو۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۳۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

کتاب فضائل القرآن کی تکمیل

کتاب فضائل القرآن میں ننانوے احادیث مرفوعہ ہیں جن میں تعلیقات اور متابعات انیس احادیث ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور ان میں تہتر احادیث مکررہ ہیں اور باقی خالص احادیث ہیں۔

اللہ العالمین! جس طرح آپ نے مجھ سے صحیح البخاری کی کتاب فضائل القرآن مکمل کرالی ہے اسی طرح صحیح البخاری کی باقی کتب اور ابواب کی بھی مجھ سے تکمیل کرادیں اور اس کی شرح میں مجھے صراط مستقیم پر برقرار رکھیں اور موافقین کے لیے اس کو موجب استقامت اور مخالفین کے لیے اس کو ذریعہ ہدایت بنادیں، مجھے شفا اور توانائی عطا فرمائیں، میری مغفرت فرمائیں اور مجھے، میرے معاونین اور قارئین کو اپنے فضل سے جنت الفردوس عطا فرمائیں۔ (آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

٦٧۔ کِتَابُ النِّکَاحِ

نکاح کے احکام کا بیان

نکاح کا لغوی معنی

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس کتاب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:
لغت میں نکاح کا معنی ہے: ضم یعنی ملنا، اور ہمارے نزدیک نکاح عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز ہے۔
(النجم الوہاج ج ۷ ص ۸۔۷)
اور امام ابوحنیفہ نے اس کے برعکس کہا ہے یعنی نکاح وطی میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ہے، اور ہمارے بعض اصحاب شافعیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (کشف الاسرار ج ۱ ص ۸۶، ج ۲ ص ۴۶۔۴۵)
اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ لفظ مشترک ہے اور دونوں میں حقیقت ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۸۱، وزارة الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

نکاح کے متعلق احادیث

علامہ حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ تم کو دین کا علم عطا فرمائے اور تم کو ایمان پر ثابت قدم رکھے، جان لو کہ نکاح مخلوق کی مصلحت اور ان کی فلاح کا ایک عظیم رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مخلوق کی آزمائش کے لیے مشروع فرمایا ہے اور اس کو اپنے دین کی شریعت اور منہاج بنایا ہے اور اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سنو! اللہ کی قسم! بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور روزہ چھوڑتا ہوں اور رات کو نماز پڑھتا ہوں اور رات کو سوتا ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے''۔
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سعید بن جبیر سے پوچھا: ''کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تو تم نکاح کرو کیونکہ اس امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جن کی زیادہ بیویاں ہوں''۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے جوانو! تم گھر بساؤ کیونکہ یہ نظر کو نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت رکھتا ہے، پس تم میں سے جو شخص اس کی طاقت نہ رکھے تو وہ لازماً روزے رکھے کیونکہ روزہ رکھنا اس کے لیے خصی ہونے کے قائم مقام ہے''۔
حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار چیزیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں، مہندی لگانا، عطر لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا''۔ سو یہ حدیث حجاج کی روایت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

نکاح کے متعلق فقہاء مذاہب کے اقوال

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ نکاح کرنا واجب ہے اور یہ بہت کم لوگ ہیں اور غیر متعین ہیں، اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ نکاح کرنا

مباح ہے اور یہ امام شافعی ہیں، اور بعض فقہاء نے کہا کہ نکاح کرنا مستحب ہے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک ہیں۔

نکاح کے مباح ہونے پر امام شافعی کی دلیل

امام شافعی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اس آیت میں مدح فرمائی ہے، فرشتوں نے حضرت زکریا علیہ السلام سے فرمایا:

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ (آل عمران: ۳۹)

(اے زکریا!) بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے، جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے، سردار اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہوں گے O

امام شافعی نے کہا: اگر نکاح کرنا فضیلت کا کام ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مدح نہ فرماتا۔

امام شافعی کی دلیل کے جوابات

(۱) آپ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور آپ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول گئے اور ان کا نسب آپ کے نسب سے زیادہ قریب ہے اور وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بہ نسبت آپ کے لیے زیادہ اولیٰ بالاتباع ہیں۔

(۲) آپ خود اس بات کے قائل ہیں کہ ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت ہماری شریعت نہیں ہے اور ان کی اقتداء نہیں کی جائے گی۔

(۳) آپ اور آپ کے موافقین نے آل عمران: ۳۹ سے جو استدلال کیا ہے تو آپ لوگ اس آیت کو امام مالک سے زیادہ سمجھنے والے نہیں ہیں جو نکاح کرنے کو مستحب کہتے ہیں۔

(۴) الحصور اس شخص کو کہتے ہیں جو نکاح پر قدرت کے باوجود نکاح نہ کرے اور اپنے نفس کو روکے اور یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شریعت ہے اور ہماری شریعت کا حکم نکاح کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۔ (المائدہ: ۴۸)

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور واضح راہِ عمل بنائی ہے۔

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تبتل یعنی انقطاع نکاح سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور امام ابوعیسیٰ ترمذی اور امام نسائی نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تَبَتُّل سے منع فرمایا ہے اور قتادہ نے یہ آیت پڑھی:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۔ (الرعد: ۳۸)

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے تھے اور ہم نے ان کے لیے بیویاں اور اولاد بھی بنائی۔

اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین مردوں کا اللہ تعالیٰ پر (اس کے کرم سے) حق ہے کہ وہ ان کو غنی کر دے: (۱) وہ مکاتب جو اپنے حصہ کتابت کو ادا کرنے کا ارادہ کرے (۲) جو شخص پاک بازی کی نیت سے نکاح کرے (۳) جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرے''۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

علامہ ابن العربی لکھتے ہیں کہ مختلف زمانوں میں لوگوں کے مختلف احوال ہوتے ہیں، کسی زمانہ میں نکاح نہ کرنا افضل ہوتا ہے اور کسی زمانہ میں نکاح کرنا افضل ہوتا ہے، ائمہ حدیث نے درج ذیل حدیث روایت کی ہے:

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت سے نکاح اس کے مال اور دولت کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور اس کے خاندان کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور اس کے حسن و جمال کی وجہ سے کیا جاتا ہے، تم دین کی وجہ سے عورت سے نکاح کرو''۔ اس حدیث کی تصدیق درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:

وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ۝ (النور: ۳۲)

اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو، اور اپنے با صلاحیت غلاموں اور باندیوں کا، اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ بہت وسعت والا بہت جاننے والا ہے O

اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمہیں ایسا مرد نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو تم اس کے ساتھ نکاح کر دو اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فساد ہوگا''۔

علامہ ابن العربی مالکی فرماتے ہیں: ہم نے اس موضوع پر اپنی تفسیر (احکام القرآن) میں بھی بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

(عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی ج ۲، جز ۴، ص ۲۴۱۔ ۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

نکاح کا لفظ عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز ہے یا اس کے برعکس ہے یا دونوں میں مشترک ہے اور دلائل اس پر ہیں کہ نکاح کا لفظ عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز ہے

علامہ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی المتوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

لغت میں نکاح کا معنی ہے: ملنا، عرب کہتے ہیں: تناکحت الاشجار یعنی درخت ایک دوسرے سے مل گئے۔

(القاموس المحیط ج ۱ ص ۲۵۴)

زجاج سے منقول ہے: کلام عرب میں نکاح کا معنی وطی ہے (یعنی عورت کو روندنا) اور اس کا معنی عقد بھی ہے یعنی ایجاب اور قبول، پس جب عرب کہتے ہیں کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا یا فلاں کی بیٹی سے نکاح کیا تو وہ اس سے عقد نکاح کا ارادہ کرتے ہیں اور جب وہ کہتے ہیں: اس نے اپنی بیوی سے نکاح کیا تو وہ اس سے صرف مجامعت کا ارادہ کرتے ہیں کیونکہ بیوی کے ذکر سے عقد نکاح سے استغناء ہو جاتا ہے۔

اور نکاح کا لفظ عقد نکاح میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز ہے کیونکہ قرآن اور احادیث میں یہی مشہور ہے۔

نکاح کا لفظ درج ذیل آیت میں عقد کے معنی میں ہے:

حَتّٰی تَنۡکِحَ زَوۡجًا غَیۡرَہٗ ؕ۔ (البقرہ: ۲۳۰) یہاں تک کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔

نیز حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا، اور دوسرے خاوند کے پاس کپڑے کے پلو کی مثل تھا جس سے اس عورت کی خواہش پوری نہیں ہو سکی، پھر کچھ دنوں بعد اس دوسرے خاوند نے اس کو طلاق دے دی، پس وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ! میرے خاوند نے مجھ کو طلاق دے دی اور میں نے اس کے علاوہ دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا، پس اس نے میرے ساتھ دخول کیا اور اس کے پاس صرف کپڑے کے پلو کی مثل تھا، پس وہ مجھ سے مقاربت نہیں کر سکا اور اس کی کوئی چیز میرے اندر نہیں پہنچی، کیا پس میرے لیے میرا پہلا خاوند حلال ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہو حتیٰ کہ دوسرا خاوند

Marfat.com

تمہاری مٹھاس چکھ لے اور تم اس کی مٹھاس چکھ لو'۔
(صحیح البخاری: ۵۲۶۵، صحیح مسلم: ۱۴۳۳، سنن ابوداؤد: ۲۳۰۹، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۱۸، موطا امام مالک ج ۲ ص ۵۳۱)

اس حدیث میں بھی نکاح کا لفظ عقد کے معنی میں ہے وطی کے معنی میں نہیں ہے، نیز کہا جاتا ہے کہ یہ نکاح ہے زنا نہیں ہے یعنی یہ عقد ہے وطی نہیں ہے اور وطی کی نفی اس کی دلیل ہے کہ وطی کا معنی مجازی ہے اور جب بھی نکاح کا لفظ مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس سے متبادر عقد ہوتا ہے اور اس سے واضح ہوا کہ نکاح کا معنی عقد ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ نکاح کا لفظ وطی میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ہے اور قاضی نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ زیادہ مشہور یہ ہے کہ نکاح کا لفظ عقد اور وطی دونوں میں مشترک ہے۔
(کشاف القناع ج ۵ ص ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

راجح یہ ہے کہ نکاح کا لفظ عقد اور وطی دونوں میں مشترک ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کتاب النکاح کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

نکاح کا لغوی معنی ہے: ملنا اور ایک دوسرے میں داخل ہونا۔ الفراء نے کہا: اَلنُّکْحُ فرج کا نام ہے اور نکاح کے لفظ کا زیادہ استعمال وطی میں ہے اور عقد کو نکاح اس لیے کہتے ہیں کہ عقد وطی کا سبب ہے اور ابوالقاسم الزجاجی نے کہا ہے کہ نکاح کا لفظ دونوں میں حقیقت ہے اور فارسی نے کہا ہے کہ جب لوگ کہتے ہیں کہ میں نے فلاں عورت سے یا فلاں مرد کی بیٹی سے نکاح کیا تو اس سے مراد عقد نکاح ہے، اور جب وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی سے نکاح کیا تو اس سے مراد وطی ہے، اور شریعت میں نکاح کا لفظ عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز ہے اور یہی صحیح مذہب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کتاب اور سنت میں نکاح کے لفظ کا اکثر استعمال عقد کے معنی میں ہے اور ابوالحسن بن فارس نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں نکاح کا لفظ صرف عقد کے معنی میں ہے جیسا کہ البقرہ: ۲۳۰ میں ہے سوا اس آیت کے:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ (النساء: ۶) اور یتیموں کا (بہ طور تربیت) امتحان لیتے رہو حتیٰ کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں۔

اور شافعیہ کا دوسرا قول فقہاء احناف کی مثل ہے کہ نکاح کا لفظ وطی میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نکاح کا لفظ دونوں میں مشترک ہے اور اسی کو الزجاج نے وثوق سے کہا ہے اور میری نظر میں یہی راجح ہے اگرچہ اس کا اکثر استعمال عقد میں ہے اور بعض علماء نے کہا کہ جماع کا لفظ عموماً کنایہ میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ اس کی صراحت قبیح ہے، اس لیے نکاح سے جماع کا مراد ہونا بعید ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ نکاح کا لفظ عقد میں حقیقت ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۳۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک نکاح کا لفظ وطی میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نکاح کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ کتاب احکام النکاح کے بیان میں ہے، الازہری نے کہا ہے: کلام عرب میں نکاح کا لفظ وطی میں اصل ہے اور تزویج کو نکاح اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ وطی کا سبب ہے، اور المغرب میں مذکور ہے کہ نکاح کا لفظ وطی کے معنی میں مجاز ہے اور الزجاج نے کہا ہے کہ کلام عرب میں نکاح کا لفظ وطی اور عقد دونوں میں مشترک ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ نکاح کا لفظ وطی میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس پر دلائل کہ نکاح کا لفظ حقیقت میں وطی کے لیے ہے اور اس سے عقد نکاح کا ارادہ کرنا مجاز ہے

علامہ شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

نکاح کا لفظ لغت میں وطی کے معنی میں ہے، عرب کہتے ہیں: تناکحت العری یعنی برہنہ بدن ایک دوسرے سے مل گئے اور کہتے ہیں: انکحنا العری یعنی ہم نے برہنہ افراد کو ملا دیا، اب دیکھتے ہیں کہ ان سے کیا پیدا ہوتا ہے اور حقیقت میں اس کا معنی ہے: ملنا، پھر اس لفظ کو عقد کے لیے مجازاً استعمال کیا گیا کیونکہ عقد حصول وطی کا سبب شرعی ہے اور اس لیے بھی کہ عقد نکاح میں ایجاب اور قبول ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں اور عقد کرنے والے شریعت کے مصالح کو قائم کرنے میں شخص واحد کی طرح ہو جاتے ہیں۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کا زعم یہ ہے کہ نکاح کا لفظ شریعت میں صرف عقد نکاح کے لیے ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

حَتّٰٓی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ۔ (النساء: ٦) حتیٰ کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں۔

یعنی وہ بلوغت کو پہنچ جائیں کیونکہ بالغ خواب میں وطی کی صورت دیکھتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً۔ (النور: ۳) زانی مرد صرف زانیہ عورت سے نکاح کرے گا۔

اور اس سے مراد وطی ہے اور جس جگہ نکاح کے لفظ کو عقد پر محمول کیا جاتا ہے وہ کسی ایسی دلیل کی بناء پر ہوتا ہے جو اس کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے، اس میں عقد کا ذکر ہوتا ہے یا اولیاء کے پیغام نکاح کا ذکر ہوتا ہے۔

احادیث اور قرآن مجید سے اس پر دلائل کہ نکاح کا لفظ حقیقت میں وطی کے لیے وضع کیا گیا ہے

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الہمام الحنفی المتوفی ۸٦۱ھ نکاح کے معنی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نکاح کا لفظ حقیقت میں وطی کے لیے موضوع ہے، اس پر دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں سفاح سے پیدا نہیں ہوا''۔

(اعلام النبوۃ لابی نعیم ج ۱ ص ۱۱، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۸ ص ۲۱۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۹۰، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۱)

اس حدیث کا معنی ہے: میں وطی حلال سے پیدا ہوا ہوں وطی حرام سے پیدا نہیں ہوا۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: یہود کی عورتیں جب حائضہ ہو جاتیں تو وہ نہ ان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور نہ ان کے ساتھ گھروں میں جماع کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ہر کام کرو سوا نکاح کے''۔

(صحیح مسلم: ۳۰۲، سنن ابو داؤد: ۲۵۸، سنن ترمذی: ۲۹۷۷، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۵۲، سنن ابن ماجہ: ٦۴۴، سنن دارمی: ۱۰۴۳، صحیح ابن حبان: ۱۳٦۲، مسند ابو داؤد الطیالسی: ۲۰۵۳، السنن بیہقی ج ۱ ص ۳۱۳، مسند احمد ج ۳ ص ۲۴٦)

اس حدیث میں بھی نکاح سے مراد جماع ہے کیونکہ حالت حیض میں عورت کے ساتھ صرف جماع کی ممانعت ہے اور کھانے پینے اور دیگر کاموں کی ممانعت نہیں ہے، اور قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَ لَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۲۲﴾ (النساء: ۲۲)

اور ان عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو جن کے ساتھ تمہارے باپ، دادا نکاح کر چکے ہیں مگر جو گزر چکا، بے شک ایسا فعل بے حیائی اور موجب غضب ہے اور بہت ہی برا طریقہ ہے O

اس آیت میں نکاح سے مراد عقد نہیں ہے وطی ہے کیونکہ اس آیت سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جس عورت سے کسی شخص کا باپ زنا کر چکا ہو اس عورت سے اس کے بیٹے کا نکاح کرنا حرام ہے۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۷۵۔۱۷۷، ملخصاً وملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

عقد نکاح کے مصالح اور فوائد

علامہ شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

عقد نکاح کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) عقد نکاح سے عورتوں کی حفاظت ہوتی ہے اور ان کے حقوق ثابت ہوتے ہیں (۲) نکاح میں مال خرچ کرنے سے انسان اپنے آپ کو زنا سے محفوظ رکھتا ہے (۳) اس سے اللہ کے بندوں کی کثرت ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ ہوتا ہے (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی کثرت پر فخر فرمایا ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

سعید بن ابی ہلال بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نکاح کرو، نسل بڑھاؤ، کثیر اولاد حاصل کرو کیونکہ میں تمہاری وجہ سے قیامت کے دن دوسری امتوں پر فخر کروں گا"۔

(علامہ العجلونی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی امام عبدالرزاق اور امام بیہقی (سنن بیہقی ج ۷ ص ۷۸) نے روایت کی ہے۔
(کشف الخفاء للعجلونی ج ۱ ص ۳۸۰)

(۵) نکاح کی وجہ سے یہ جہان قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ نوع انسانی کی بقاء تناسل کے سبب سے ہے اور تناسل عادۃً مردوں اور عورتوں کے ملاپ سے حاصل ہوتا ہے اور یہی ملاپ وطی ہے اور شریعت نے اس وطی کے حصول کے لیے نکاح کا طریقہ مقرر کر دیا ہے کیونکہ اگر مرد عورت پر غلبہ پا کر اس سے وطی کرے گا تو اس سے فساد لازم آئے گا (۶) اگر بغیر نکاح کے وطی کی جائے اور ایک عورت متعدد مردوں کا محل بنے تو اس سے نسب مشتبہ ہو جائے گا اور اس سے نسل انسانی ضائع ہو جائے گی (۷) جب کہ خواتین حصول رزق کا کسب کرنے سے اور اپنی اولاد کو پالنے کے لیے حصول مال سے عاجز ہیں تو اس لیے شریعت نے یہ مقرر کر دیا کہ جس کا بچہ ہوگا وہ اپنی بیویوں اور بچوں کا خرچ اٹھائے گا اور یہ صرف عقد نکاح سے حاصل ہو سکتا ہے، اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ عالم کی بقاء نکاح پر موقوف ہے۔ (المبسوط ج ۴ ص ۲۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

فقہاء مذاہب کے نزدیک نکاح کی شرعی تعریفات

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ نکاح کی تعریف میں لکھتے ہیں:

یہ وہ عقد ہے جس کو عورتوں پر وطی کی ملکیت کے قصداً حصول کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

اور اس وضع سے مراد شارع علیہ السلام کا وضع فرمانا ہے نہ کہ ایجاب وقبول کرنے والوں کا وضع کرنا مراد ہے۔
(فتح القدیر ج ۳ ص ۱۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ نکاح کے متعلق لکھتے ہیں:

نکاح کی حقیقت وطی ہے اور اس کی اصل داخل کرنا ہے اور اس کا مشہور اطلاق عقد نکاح پر ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ۔ (البقرہ: ۲۲۱) اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔

یعنی مشرکات سے عقد نکاح نہ کرو اور نہ ان سے وطی کرو۔ (المفہم ج ۴ ص ۸۰، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی المتوفی ۸۲۸ھ نکاح کی تعریف میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہ معاوضہ کے بدلہ میں فرج کا عقد ہے، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ تعریف تو زنا کی بعض صورتوں میں بھی صادق آتی ہے اس لیے یہ تعریف مانع نہیں ہے اور یہ تعریف نکاح متعہ پر بھی صادق آتی ہے، لہٰذا یہ مانع نہیں ہے اور یہ کثرت نکاح فاسد کی صورتوں پر بھی صادق آتی ہے اور یہ تعریف جامع بھی نہیں ہے کیونکہ جو نکاح صحیح ہو اور اس میں مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو اس پر نکاح کی یہ تعریف صادق نہیں آئے گی۔

اور ابن الحاجب مالکی نے کہا ہے کہ نکاح کے متعدد ارکان ہیں: (۱) ایجاب اور قبول کا صیغہ (۲) ولی (۳) شوہر اور بیوی (۴) مہر۔

علامہ ابن عبدالسلام نے کہا کہ علامہ ابن الحاجب نے نکاح کی تعریف نہیں کی کیونکہ انہوں نے نکاح کے ارکان کے ذکر پر اکتفاء کر لیا، کیونکہ حد کا صرف یہی معنی ہے کہ اس کے جمیع اجزاء کا صرف ذکر کر دیا جائے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، یہ بات صرف حد حقیقی میں درست ہے حد شرعی میں درست نہیں ہے، پھر انہوں نے خود نکاح کی حد شرعی بیان کی اور کہا:

نکاح عورت کے ساتھ ایسے متعۃ التلذذ کے عقد کا نام ہے جس کی قیمت واجب نہ ہو اور وہ عقد گواہوں کے ساتھ ہو اور اس کو حرمت متعہ کا علم نہ ہو۔

اس تعریف میں لکھا ہے: جس کی قیمت واجب نہ ہو یہ قید متعہ کو خارج کرنے کے لیے ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۴ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد الشربینی الشافعی من القرن السابع ہجری نکاح کی شرعی تعریف میں لکھتے ہیں:

یہ وہ عقد ہے جو لفظ نکاح یا تزویج کے ساتھ اباحت وطی کو متضمن ہو اور یہ مذہب صحیح کے مطابق عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز ہے۔ (مغنی المحتاج ج ۳ ص ۱۲۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت) (تکملۃ المجموع شرح المہذب ج ۱۹ ص ۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی الدمشقی الحنبلی التوفی ۶۲۰ھ نکاح کی تعریف میں لکھتے ہیں:

شریعت میں نکاح تزویج کا عقد ہے اور جب لفظ نکاح مطلقاً بولا جائے تو اس سے یہی عقد مراد ہوتا ہے، اور ہمارے نزدیک نکاح عقد اور وطی دونوں میں حقیقت ہے۔ (المغنی ج ۹ ص ۱۱۳، دار الحدیث، القاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

علامہ شمس الدین عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ المقدسی الحنبلی التوفی ۶۸۲ھ نے بھی یہی تعریف لکھی ہے۔

(الشرح الکبیر ج ۹ ص ۱۱۳، دار الحدیث، القاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نکاح کی تعریف میں لکھتے ہیں:

نکاح عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز ہے۔ (عون الباری لحل ادلۃ صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

نکاح کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء مذاہب کی تصریحات، (نکاح کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب)

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی التوفی ۵۸۷ھ نکاح کے شرعی حکم کے متعلق لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حالت توقان میں نکاح فرض ہے یعنی جب انسان پر شہوت کا شدید غلبہ ہو حتیٰ کہ وہ عورتوں سے مجامعت کے بغیر صبر نہ کر سکے اور وہ مہر ادا کرنے پر اور بیوی کا خرچ اٹھانے پر قادر ہو اور پھر وہ نکاح نہ کرے تو وہ گناہ گار ہوگا۔

اور داؤد بن علی الاصفہانی الظاہری التوفی ۲۷۰ھ اور دیگر اصحاب ظواہر نے کہا ہے کہ نکاح کرنا اسی طرح فرض عین ہے جس طرح نماز، روزہ، فروض اعیان میں سے ہیں حتیٰ کہ جو شخص وطی کرنے پر قادر ہو اور مہر اور نفقہ کو ادا کرنے پر قادر ہو اور پھر وہ نکاح نہ کرے تو وہ گناہ گار ہوگا۔

Marfat.com

اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور اصحاب شافعیہ کے نکاح کے شرعی حکم کے متعلق تین قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ نکاح کرنا خرید وفروخت کی طرح مباح ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ نکاح کرنا مطلوب اور مستحب ہے اور ہمارے اصحاب حنفیہ میں سے امام کرخی کا بھی یہی مذہب ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ نکاح کرنا فرض کفایہ ہے حتیٰ کہ جب بعض مسلمان نکاح کرلیں تو باقی مسلمانوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے، اور بعض فقہاء شافعیہ نے کہا کہ نکاح کرنا واجب ہے، پھر بعض نے یہ کہا کہ یہ واجب کفایہ ہے جیسے سلام کا جواب دینا اور بعض نے کہا: یہ واجب عملی بر سبیل عین ہے جیسے صدقہ فطر ادا کرنا، قربانی کرنا اور وتر کی نماز پڑھنا۔

نکاح کے فرض ہونے پر اصحاب الظواہر کے دلائل

نکاح کی فرضیت پر وہ حسب ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (النساء: ۳) تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔

وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْ۔ (النور: ۳۲) اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کردو، اور اپنے با صلاحیت غلاموں اور باندیوں کا۔

نیز اصحاب ظواہر کا استدلال درج ذیل احادیث سے بھی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نکاح کرو اور طلاق نہ دو کیونکہ طلاق دینے سے رحمٰن کا عرش ہل جاتا ہے''۔ (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۹۱، کشف الخفاء ج ۱ ص ۳۶۱، الشوکانی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے، الفوائد الموضوعہ ص ۱۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم آپس میں نکاح کرو اور اولاد کی کثرت حاصل کرو کیونکہ میں تمہارے سبب سے قیامت کے دن دوسری امتوں کے سامنے فخر کروں گا''۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۳، علامہ بوصیری نے کہا ہے: اس حدیث کی سند ضعیف ہے: الزوائد لابن ماجہ ج ۲ ص ۷۳)

یہ حدیث سنن ابوداؤد: ۲۰۵۰ میں بھی مذکور ہے اور سنن نسائی ج ٦ ص ٦٦۔ ٦٥ میں بھی مذکور ہے اور المستدرک ج ۲ ص ۱۶۲ میں بھی مذکور ہے اور حاکم نے کہا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔

نیز یہ حدیث مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۸، ۲۴۵ اور سنن سعید بن منصور: ۴۹۰، اور صحیح ابن حبان: ۱۲۲۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۱۔۸۲ اور حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۱۹ میں بھی مذکور ہے اور دیگر کتب حدیث میں بھی مذکور ہے۔

اصحاب ظواہر کی وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے نکاح کرنے کا مطلقاً حکم دیا ہے اور امر مطلق فرضیت اور وجوب کے لیے ہوتا ہے ماسوا اس کے کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ ہو، نیز زنا سے اجتناب کرنا واجب ہے اور زنا سے اجتناب کرنا نکاح کرنے پر موقوف ہے اور جس پر واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔

نکاح کے مباح ہونے پر فقہاء شافعیہ کے دلائل اور اصحاب ظواہر کے اس قول کا رد کہ نکاح کرنا فرض یا واجب ہے

امام شافعی نے کہا: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ۔ اور ان (محرمات) کے علاوہ سب عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں کہ تم

Marfat.com

اپنے مال (مہر) کے عوض ان کو طلب کرو۔ (النساء: ۲۴)

اس آیت میں احل کا لفظ ہے کہ تمہارے لیے ان عورتوں کو حلال کیا گیا اور یہ لفظ مباحات میں استعمال ہوتا ہے اور اس لیے کہ نکاح قضاء شہوت کا سبب ہے، سو یہ مباح ہے جیسے قضاء شہوت کے لیے باندیوں کو خریدنا مباح ہے، نیز اس لیے کہ نکاح کے ذریعہ انسان اپنے آپ کو نفع پہنچاتا ہے اور اپنے آپ کو نفع پہنچانا واجب نہیں ہے بلکہ مباح ہے جیسے کھانا، پینا واجب نہیں ہے بلکہ مباح ہے۔

اور نکاح کے واجب نہ ہونے پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مدح کرتے ہوئے فرمایا:

وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وہ سردار اور عورتوں سے بہت بچنے والے اور نبی ہوں گے اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہوں گے O (آل عمران: ۳۹)

اور حصور اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو قدرت کے باوجود عورتوں سے جماع نہ کرے، اگر نکاح کرنا واجب ہوتا تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نکاح کو ترک کرنے کی وجہ سے مدح کے مستحق نہ ہوتے کیونکہ واجب کے ترک پر مذمت کی جاتی ہے نہ کہ مدح۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ نکاح کرنا مباح ہے فرض یا واجب نہیں ہے تو اصحاب ظواہر کے اس قول کا رد ہو گیا کہ نکاح کرنا فرض اور واجب ہے، نیز اصحاب ظواہر نے جن احادیث سے نکاح کی فرضیت پر استدلال کیا ہے وہ سب اخبار آحاد ہیں اور اخبار احاد ظنی ہیں قطعی الثبوت نہیں ہیں اور فرضیت اس دلیل سے ثابت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت ہو، نیز ان احادیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو نکاح کے لزوم پر دلالت کرتا ہو، لہٰذا یہ احادیث قطعی الدلالۃ بھی نہیں ہیں، پس ان احادیث سے نکاح کی فرضیت کیسے ثابت ہوگی۔

نکاح کے مطلوب اور مستحب ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے اور جو شخص گھر بسانے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزہ رکھے''۔

(صحیح البخاری: ۱۹۰۵، ۵۰۶۵، صحیح مسلم: ۱۴۰۰، سنن ابوداؤد: ۲۰۴۶، سنن نسائی ج ۴ ص ۱۷۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۵، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۳۲، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷، ۴۷۷، مسند ابوداؤد والطیالسی: ۱۵۴۵، مسند ابویعلیٰ: ۵۱۱۰، سنن بیہقی ج ۷ ص ۷۷، شعب الایمان: ۵۴۷۶، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۵۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کو نکاح کے قائم مقام قرار دیا اور رمضان کے روزوں کے علاوہ روزہ واجب نہیں ہے، لہٰذا نکاح بھی واجب نہیں ہے کیونکہ غیر واجب، واجب کا قائم مقام نہیں ہوتا اور اس لیے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض کی بیوی نہیں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا اور آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا واجب نہیں ہے، اور نکاح کے مطلوب اور مستحب ہونے پر دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ''نکاح میری سنت میں سے ہے، پس جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ میرے طریقہ (محمودہ) پر نہیں ہے''۔ الحدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ (محمودہ) پر نہیں ہے''۔ (صحیح البخاری: ۵۰۶۳، صحیح مسلم: ۱۴۰۱، مسند احمد: ۱۳۵۴۳)

ان حدیثوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک نکاح پر وعید فرمائی ہے اور ترک نوافل پر کوئی وعید نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا مطلوب اور مستحب ہے۔

Marfat.com

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور اس پر دوام رکھا اور آپ نے متعدد نکاح کیے اور ظاہر یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی ایسے افضل کام کو ترک نہیں کرتے جس کی حد معلوم ہو اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نکاح کرنا افضل ہوا تو آپ کی امت کے حق میں بھی نکاح کرنا نکاح نہ کرنے سے افضل ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نکاح نہ کرنے پر مدح کی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی شریعت میں نکاح ترک کر کے عبادت کے لیے زیادہ وقت نکالنا افضل تھا اور ان کی شریعت ہماری شریعت سے منسوخ ہو گئی۔

(بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۱۷۔۳۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

نکاح کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نکاح کے شرعی حکم کے متعلق لکھتے ہیں:

تمام علماء کے نزدیک نکاح کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے اور ہمارے علم میں داؤد بن علی ظاہری کے سوا کسی نے نکاح کو واجب نہیں کیا (الی ان قال) پس امام شافعی اور ہمارے جمہور اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ نکاح کو ترک کرنا اور عبادت کے لیے فارغ ہونا افضل ہے اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ نکاح کرنا مکروہ ہے بلکہ نکاح ترک کرنا افضل کام کو ترک کرنا ہے اور امام ابو حنیفہ اور بعض شافعیہ اور بعض مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ نکاح کرنا افضل ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۶ ص ۳۷۶۸، ۳۷۶۲، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

نکاح کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف مالکی التوفی ۸۹۷ھ نکاح کے شرعی حکم کے متعلق لکھتے ہیں:

جس شخص کو نکاح کی ضرورت ہو اور وہ نکاح کا خرچ اٹھا سکتا ہو اس کے لیے نکاح کرنا مستحب ہے، اور ابن رشد مالکی نے کہا ہے کہ اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر اس نے نکاح نہیں کیا تو پھر وہ زنا کرے گا تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے، اور اگر اس کو زنا کا خوف نہ ہو لیکن وہ وطی کرنے پر یا بیوی کا خرچ اٹھانے پر قادر نہ ہو تو پھر اس کا نکاح کرنا حرام ہے، اور اللخمی مالکی نے کہا ہے: جس کو نکاح کی خواہش نہ ہو اور وہ بانجھ ہو یا بہت بوڑھا ہو یا خصی ہو تو پھر اس کے لیے نکاح کرنا مباح ہے۔

(التاج والاکلیل لمختصر الخلیل ج ۳ ص ۴۰۳، مکتبۃ النجاح، لیبیا، طرابلس)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الطرابلسی المغربی المالکی التوفی ۹۵۴ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

نکاح مباح ہونے کے لیے یہ شرط ضروری ہے کہ نکاح کی وجہ سے اس کی عبادت منقطع نہ ہو۔

(مواہب الجلیل شرح مختصر خلیل ج ۳ ص ۴۰۳، مکتبۃ النجاح، لیبیا، طرابلس)

نکاح شرعی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موسیٰ بن احمد الحجاوی الصالحی الحنبلی التوفی ۹۶۰ھ نکاح کے شرعی حکم کے متعلق لکھتے ہیں:

جس شخص کو شہوت ہو اور اس کو زنا کا خطرہ نہ ہو خواہ وہ تنگ دست ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا سنت ہے اور نکاح میں مشغول ہونا عبادت کے لیے فارغ ہونے سے افضل ہے اور جس کو شہوت نہ ہو اس کے لیے نکاح کرنا مباح ہے اور جس کو زنا کا خطرہ ہو اس کے لیے نکاح کرنا واجب ہے۔ (متن الاقناع ج ۵ ص ۵۔۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

نکاح میں مشغول ہونا نفلی عبادت کے لیے فارغ ہونے سے افضل ہے، اس مسئلہ میں فقہاء احناف کے دلائل

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

ہماری دلیل درج ذیل حدیث ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص میرے دین پر ہو اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے دین پر ہو تو وہ نکاح کرے''۔ (کنز العمال: ۴۴۴۴۳۶)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کرنے میں مشغول ہوئے حتیٰ کہ آپ نے ایک سے زائد نکاح کیے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ نکاح کرنا افضل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے استدلال کرنا حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حال سے استدلال کرنے سے افضل ہے، اور ہماری شریعت میں گھرداری رہبانیت سے افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ (کشف الخفا للعجلونی ج ۲ ص ۵۱۰) اور نکاح کرنا بہت سی مصلحتوں کا جامع ہے، پس نکاح میں مشغول ہونا نفلی عبادت میں مشغول ہونے سے افضل ہے اور یہی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا مختار ہے۔ عقد نکاح سے مقصود صرف قضاء شہوت نہیں ہے لیکن اس سے مقصود معیشت کی مصلحت کے اسباب ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو قضاء شہوت پر موقوف کر دیا ہے تاکہ مطیع اور عاصی دونوں نکاح کرنے میں راغب ہوں، اور نکاح کی منفعت صرف نکاح کرنے والے تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کی منفعت دوسروں تک بھی پہنچتی ہے۔

(المبسوط ج ۴ ص ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

کتاب النکاح کے ان ضروری مباحث کو لکھنے کے بعد اب ہم صحیح بخاری کی اس کتاب میں مذکور حدیث کو درج کر رہے ہیں اور اس کی شرح کو لکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہی اس شرح میں راہ ہدایت اور اس پر استقامت مطلوب ہے۔

۱۔ بَابُ: التَّرْغِیبِ فِی النِّکَاحِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰی: فَانْکِحُوا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (النساء: ۳)

نکاح کی طرف راغب کرنا کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔ (النساء: ۳)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں امر کا صیغہ ہے جو طلب کا تقاضا کرتا ہے، اور طلب کا کم سے کم درجہ استحباب ہے، پس اس آیت سے نکاح کی ترغیب ثابت ہوگئی اور یہی باب کا عنوان ہے۔

اور نکاح میں اختلاف ہے، پس فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ نکاح عبادت نہیں ہے اس لیے اگر کوئی شخص نکاح کی نذر مان لے تو وہ منعقد نہیں ہوگی، اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ نکاح کرنا عبادت ہے اور تحقیق یہ ہے کہ جن صورتوں میں نکاح کرنا مستحب ہے ان صورتوں میں نکاح کرنا عبادت ہے اور فی حد ذاتہ نکاح کرنا عبادت نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۳۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کی شرح پر علامہ عینی کا اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت میں نکاح کی ترغیب پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس آیت میں نکاح کی اباحت کو بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا: وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (المائدہ: ۲) اور اس آیت میں شکار کی اباحت کو بیان فرمایا، اور حافظ ابن حجر نے جو کہا ہے کہ امر طلب کا تقاضا کرتا ہے ان کا یہ کلام اصول کے خلاف ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ علامہ عینی نے اس کے بعد اپنی شرح میں لکھا ہے کہ النور: ۳۲، نکاح کی طلب اور استحباب پر دلالت کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۳۔۹۲) (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۸۴، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

۵۰۶۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ الطَّوِيلُ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضي الله عنه يَقُولُ جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا فَقَالُوا وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَحَدُهُمْ أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَيْهِمْ فَقَالَ أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن ابی حمید الطویل نے خبر دی، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ تین مرد نبی ﷺ کی ازواج کے گھروں میں گئے اوران سے نبی ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا، پس جب ان کو بتایا گیا تو گویا انہوں نے اتنی عبادت کو کم سمجھا، پس انہوں نے کہا: کہاں ہم کہاں نبی ﷺ؟ آپ کے تو تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کردی گئی ہے، ان میں سے ایک نے کہا: رہا میں تو میں ہمیشہ پوری رات نماز پڑھتا رہوں گا اور دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھتا رہوں گا اور روزہ نہیں چھوڑوں گا اور تیسرے نے کہا: میں ہمیشہ عورتوں سے اجتناب کروں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا، پس رسول اللہ ﷺ آ گئے تو آپ نے فرمایا: تو تم وہ لوگ ہو جنہوں نے ایسا ایسا کہا تھا؟ سنو! اللہ کی قسم! بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور بے شک میں تم سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور روزہ چھوڑتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں اور رات کو سوتا ہوں، اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں سو جس نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ میرے طریقہ (محمودہ) پر نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۶۳، صحیح مسلم: ۱۴۰۱، مسند عبد بن حمید: ۱۳۱۸، صحیح ابن حبان: ۱۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۷۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۱، مسند احمد: ۱۳۵۳۴، کنز العمال: ۵۸۱۳، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۹۵، درمنثور ج ۲ ص ۲۱۰، کشف الخفاء ج ۲ ص ۴۱۳، سنن نسائی ج ۶، ص ۶۰)

جس نے آپ کی سنت سے اعراض کرنے کی وجہ سے نکاح کو ترک کیا تو وہ مذموم ہے اور جس نے عبادت میں مدد کی وجہ سے نکاح کو ترک کیا تو اس پر ملامت نہیں ہے

علامہ علی بن خلف ابن بطال مالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ ''نکاح کرنا اسلام کی سنتوں میں سے ہے (سنن ترمذی: ۱۰۸۰) اور ہماری شریعت میں رہبانیت نہیں ہے اور جس نے سیدنا محمد علیہ السلام کی سنت سے اعراض کرتے ہوئے نکاح کو ترک کیا تو وہ مذموم اور مبتدع ہے اور جس نے اس وجہ سے نکاح کو ترک کیا کہ نکاح نہ کرنا اس کی عبادت میں زیادہ موافق اور مددگار ہے تو اس پر کوئی ملامت نہیں ہے کیونکہ اس نے نبی ﷺ کی سنت سے اعراض نہیں کیا اور عبادت کرنے میں ائمہ کی اقتداء ہے اور دن

اور رات میں ان کی سیرتوں اور ان کے احوال سے بحث ہے۔ ہاں! جس نے ان کی سیرتوں پر اضافہ کا ارادہ کیا تو وہ مفسد ہے کیونکہ عبادت میں متوسط طریقہ اور میانہ روی کو اختیار کرنا اولیٰ ہے حتیٰ کہ وہ کسی کام سے عاجز نہ ہو جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین عمل وہ ہے جس پر کوئی شخص دوام کرے''۔

(صحیح البخاری: ۶۴۶۴) (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۲۷، دار الکتب علمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بعض صورتوں میں فقہاء حنبلیہ اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک نکاح کرنا واجب ہے

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف با بن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اکثر علماء کے نزدیک نکاح کرنا واجب نہیں ہے۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۴۶۸۔۴۶۶، احکام القرآن لابن العربی ج ۳ ص ۱۳۷۷)

اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ نکاح کرنا واجب ہے یا باندیاں رکھنا واجب ہے جب اس کو زنا کا خطرہ ہو۔ (طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۳۲۸) اور یہ ہمارا بھی ایک قول ہے۔

(النجم الوہاج ج ۷ ص ۱۲) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۸۴۔ ۱۸۳، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ: اگر زنا کا خطرہ ہو تو فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک بھی نکاح کرنا واجب ہے جیسا کہ ابھی باحوالہ گزر چکا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

رہط اور نفر کا فرق اور جن تین صحابہ نے ازواج مطہرات سے سوال کیا تھا ان کے اسماء اور اس سلسلہ میں دیگر روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ تین رہط آئے اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے: تین نفر آئے، اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ رہط کا اطلاق تین سے دس تک پر ہوتا ہے اور نفر کا اطلاق تین سے نو تک پر ہوتا ہے اور یہ دونوں اسم جمع ہیں اور ان کا اس لفظ سے کوئی واحد نہیں آتا۔

سعید بن المسیب سے امام عبدالرزاق نے مرسلاً روایت کی ہے کہ جن تین مردوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ تھے: حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم۔

اسباب واحدی میں بغیر سند کے مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وعظ کیا اور اللہ سے ڈرایا، پس دس صحابہ جمع ہوئے اور وہ یہ ہیں: (۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت عمر (۳) حضرت علی (۴) حضرت ابن مسعود (۵) حضرت ابوذر (۶) حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ (۷) حضرت مقداد (۸) حضرت سلمان (۹) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (۱۰) حضرت معقل بن مقرن رضی اللہ عنہم۔ یہ تمام صحابہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع ہوئے اور یہ اس پر متفق ہوئے کہ یہ دن میں روزہ رکھیں گے اور رات بھر قیام کریں گے اور بستروں پر نہیں سوئیں گے اور گوشت نہیں کھائیں گے اور بیویوں سے مجامعت نہیں کریں گے اور اپنے آلات کو کاٹ دیں گے۔

اگر یہ روایت محفوظ ہو تو ہوسکتا ہے کہ جن تین مردوں کے سوال کا صحیح بخاری میں ذکر ہے ان کا ذکر ان کی خصوصیت کی وجہ سے کیا گیا ہو اور کبھی ان سب کی طرف نسبت کی گئی کیونکہ یہ سب طلب عبادت میں مشترک تھے۔

یہ لوگ تین سے زیادہ تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے سعید بن ہشام سے روایت کی ہے کہ وہ مدینہ میں آئے اور

انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنی زمینوں کو بیچ کر اللہ کی راہ میں وقف کر دیں گے اور رومیوں سے تاحیات جہاد کریں گے، پھر ان کی مدینہ میں چند صحابہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کو اس کام سے منع کیا اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں چھ مردوں نے اس کام کا ارادہ کیا تھا تو آپ نے انہیں اس کام سے منع فرمایا ہے، پس جب ان کو یہ حدیث معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا جس کو وہ طلاق دے چکے تھے۔

صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنہائی میں عبادت کو کم کیوں سمجھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنہائی میں زیادہ عبادت کرنے کی کیا وجہ بیان فرمائی

اس حدیث میں مذکور ہے: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا: امام مسلم نے علقمہ سے روایت کی ہے: یعنی ان کا سوال تنہائی میں آپ کی عبادت کے متعلق تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: کہاں ہم اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت فرما دی ہے: اس کا معنی یہ ہے: یعنی جس کو اپنی مغفرت کا علم نہ ہو اس کو بہت زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے تا کہ اس کو مغفرت حاصل ہو اور جس کو مغفرت حاصل ہو چکی ہے اس کو زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ بتایا کہ یہ لازم نہیں ہے، پس اشارہ کیا کہ آپ ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ اور حضرت عائشہ سے جو روایت ہے اس میں مذکور ہے کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں! یعنی آپ اس لیے عبادت میں زیادہ کوشش کرتے تھے کہ آپ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے تھے۔

حدیث مذکور میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت کلی کی نوید اور اس وجہ سے آپ کی تمام انبیاء اور مرسلین پر فضیلت

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلی مغفرت کر دی گئی ہے اور یہ آپ کی عظیم خصوصیت ہے کیونکہ حشر کے دن تمام انبیاء علیہم السلام کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی اور وہ سب کہیں گے: نفسی نفسی لیکن آپ مطمئن ہوں گے اور جب آپ سے شفاعت کا سوال کیا جائے گا تو آپ کہیں گے انا لھا انا لھا میں ہی اس شفاعت کے لیے مخصوص کیا گیا ہوں۔ اگر دنیا میں پہلے ہی آپ کو یہ نوید نہ سنا دی گئی ہوتی کہ آپ کی مغفرت کلی کر دی گئی ہے تو جس طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام سے جب شفاعت کرنے کا سوال کیا گیا تو انہوں نے نفسی نفسی کہا اور شفاعت کرنے سے گریز کیا اور آپ کو دنیا میں مطمئن نہ کر دیا ہوتا تو آپ بھی اسی طرح کہتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطمئن کر دیا اور دنیا میں آپ کی مغفرت کلی کا اعلان کر دیا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دو زانو بیٹھے ہوں گے، ہر امت اپنے اپنے نبی کے پاس جائے گی، وہ کہیں گے: اے فلاں! شفاعت کیجئے حتیٰ کہ یہ (طلب) شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر ختم ہوگی، پس یہی وہ دن ہے جب اللہ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۱۸)

صحیح البخاری: ۴۷۱۸ پر بعض لوگوں کا یہ اعتراض کہ یہ اسماعیل بن ابان کی روایت ہے اور وہ شیعہ ہے اس لیے یہ روایت مقبول نہیں

صحیح البخاری کی اس روایت پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث اسماعیل بن الوراق الازدی سے مروی ہے اور

اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ شخص شیعہ اور رافضی تھا اس لیے اس کی روایت مقبول نہیں ہے، اس کے متعلق حافظ یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ نے لکھا ہے کہ: ابو احمد العدی نے کہا کہ یہ کوفیوں میں سے تشیع کے عقیدے پر تھا، اور رہا صدق تو یہ روایت میں صادق تھا۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۲ ص ۱۲۰، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

اس اعتراض کا جواب اور متشیع اور شیعہ کا فرق

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ شیعہ اور متشیع میں فرق ہے، اسماعیل بن ابان متشیع تھا، شیعہ نہیں تھا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کے عرف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تفضیل اور تقدم کے اعتقاد کو تشیع کہتے ہیں اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے اور ان کے مخالفین خطا پر تھے۔ اس کے باوجود یہ لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت علی پر مقدم رکھتے ہیں اور ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں اور ان میں سے بعض یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل خلق حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور جب اس کا معتقد متقی، دین دار، صادق اور مجتہد ہو تو اس کی روایت رد نہیں کی جائے گی، خصوصاً جب کہ وہ اپنے عقیدہ کی دعوت نہ دیتا ہو اور رہا وہ تشیع جو متاخرین کے عرف میں ہے تو وہ محض رفض ہے اور رافضی غالی کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۸۶۔۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک بدعت صغریٰ ہے جیسے تشیع ہو یا تشیع بلا غلو ہو اور ایسے لوگ تابعین میں بہ کثرت ہیں اور تبع تابعین میں بھی ہیں اور یہ متقین اور صادق ہیں، اگر ان لوگوں کی حدیث رد کر دی جائے تو تمام آثار نبویہ ساقط ہو جائیں گے اور یہ بہت بڑی خرابی ہے اور دوسری بدعت کبریٰ ہے جو کامل رافضی ہو اور رفض میں غلو کرتا ہو اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا مقام کم کرتا ہو، پس اس قسم کے راویوں کی روایت قبول نہیں ہوگی۔

متقدمین کے زمانہ اور ان کے عرف میں شیعی غالی وہ ہیں جو حضرت عثمان اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم پر تنقید کرتے تھے، اور ہمارے زمانہ میں شیعی غالی وہ ہیں جو ان عظیم صحابہ کو کافر کہتے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں، پس یہ لوگ گمراہ ہیں اور ابان بن تغلب حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بالکل تعرض نہیں کرتے تھے بلکہ کبھی یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے افضل ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۱۹۔۱۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

اسماعیل بن ابان الورّاق کی تعدیل، ثقاہت اور اس کی روایت کے مقبول ہونے کے متعلق ائمہ رجال کی تصریحات

حافظ ابو الحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے کہا: یہ ثقہ ہے، امام بخاری نے کہا یہ بہت سچا ہے، امام نسائی نے کہا: اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۲ ص ۱۲۰۔۱۱۹، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

اسماعیل بن ابان الازدی الکوفی الوراق امام بخاری کے شیخ ہیں اور ان سے یحییٰ اور احمد روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے کہا کہ یہ بہت سچے ہیں اور دوسروں نے کہا: یہ تشیع کرتے تھے، اور دار قطنی نے کہا: میرے نزدیک یہ قوی نہیں ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

Marfat.com

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:
امام احمد بن حنبل، امام احمد بن منصور الرمادی، امام ابوداؤد اور مطین نے کہا: یہ ثقہ ہے اور امام بخاری نے کہا: یہ بہت سچے ہیں اور امام نسائی نے کہا: ان کی روایت میں حرج نہیں اور ابن معین نے کہا: اسماعیل بن ابان الوراق ثقہ ہیں، الجوز جانی نے کہا: اسماعیل الوراق حق سے انحراف کرتے تھے اور حدیث میں جھوٹ نہیں بولتے تھے، ابن عدی نے کہا: یہ کوفیوں کی طرح تشیع کرتے تھے اور روایت میں بہت صادق تھے۔ یہ دوسو سولہ (۲۱۶) ھ میں فوت ہو گئے تھے۔
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام بزار نے کہا ہے: ان کا عیب تشیع میں شدت تھا، ان کے سماع میں عیب نہیں ہے، اور الدار قطنی نے کہا: یہ ثقہ مامون ہیں، امام احمد نے ان کی ثناء کی ہے اور ابن شاہین نے کہا: یہ ثقہ ہیں اور عثمان بن ابی شیبہ نے کہا: اسماعیل بن ابان الوراق ثقہ صحیح الحدیث ہیں، ان سے کہا گیا: اسماعیل بن ابان ہمارے نزدیک غیر محمود ہے، انہوں نے کہا کہ وہ دوسرا اسماعیل ہے جو الوراق نہیں الغنوی ہے اور وہ کذاب ہے اور امام حاکم نے کہا: الوراق ثقہ ہے اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور ابن المدینی نے کہا: ان کی روایت میں حرج نہیں اور رہا غنوی تو میں نے اس کو ترک کر دیا، وہ بہت ضعیف ہے اور جعفر بن محمد نے کہا کہ اسماعیل بن ابان الوراق الکوفی ثقہ ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۴۵۔ ۲۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)
نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ: اسماعیل بن ابان الوراق الازدی ابواسحاق کوفی ثقہ ہیں، ان میں تشیع کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔ ان سے امام بخاری نے اور امام ابوداؤد نے مراسیل میں اور امام ترمذی نے شمائل میں روایت کی ہے۔
(تقریب التہذیب ج ۱ ص ۷۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

صحیح البخاری: ۴۷۱۸ کی امام احمد رضا سے تائید اور توثیق

ہم نے صحیح البخاری: ۴۷۱۸ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام لوگوں کی شفاعت کرنے سے گریز کریں گے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب کی شفاعت فرمائیں گے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی المتوفی ۱۳۴۰ھ بھی اسی طرح لکھتے ہیں:
اس دن آدم صفی اللہ سے عیسیٰ کلمۃ اللہ تک سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ''نفسی نفسی'' فرمائیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ''انا لہا انا لہا'' میں ہوں شفاعت کے لیے، میں ہوں شفاعت کے لیے فرمائیں گے، انبیاء و مرسلین و ملائکۃ المقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم، سب سر بہ گریباں وہ ساجد و قائم، سب محل خوف میں وہ امن و ناعم سب، اپنی فکر میں انہیں فکر عوالم، سب زیر حکومت وہ مالک و حاکم، بارگاہ الٰہی میں سجدہ کریں گے۔ ان کا رب انہیں فرمائے گا: یا محمد ارفع راسک وقل تسمع۔
(تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ص ۳۵، فرید بک اسٹال، لاہور)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس افضلیت کو بیان کرنے کے بعد ہم پھر صحیح البخاری: ۵۰۶۳ کی شرح کی طرف رجوع کر رہے ہیں:
حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے: ان صحابہ میں سے ایک نے کہا: رہا میں تو میں ساری رات ہمیشہ نماز پڑھتا رہوں گا اور دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا اور تیسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور انہوں نے اس کو مؤکد نہیں کیا کیونکہ رمضان کی راتوں میں روزہ نہیں ہوتا اور ایام عید میں بھی روزہ نہیں ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو یہ بتلایا کہ اعتدال سے عبادت کرنا عبادت میں شدت اور مبالغہ کرنے سے افضل ہے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں۔

Marfat.com

اس ارشاد میں ان صحابہ کے اس خیال کے رد کی طرف اشارہ ہے کہ جس کی مغفرت کر دی گئی ہو اس کو زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے برخلاف جس کی مغفرت کا حال معلوم نہ ہو اس کو زیادہ عبادت کرنی چاہیے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتایا کہ جو لوگ عبادت میں زیادہ شدت اور مبالغہ کرتے ہیں آپ ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ متقی ہیں کیونکہ شدت کے ساتھ عبادت کرنے کی وجہ سے کبھی انسان اکتا جاتا ہے اور تھک جاتا ہے اس کے برخلاف جو میانہ روی اور اعتدال سے عبادت کرتا ہے وہ اس طریقہ سے دائماً عبادت کر سکتا ہے اور بہترین عمل وہی ہے جس پر عمل کرنے والا دوام کرے۔

''جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ مجھ سے نہیں ہے'' اس حدیث کے دو محمل، اور آپ کی میانہ روی کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے: سنت سے مراد یہاں پر طریقہ ہے، سنت سے مراد وہ معنی نہیں ہے جو فرض کے بالمقابل ہو اور یہاں مراد یہ ہے کہ جس نے میرے طریقہ کو ترک کر دیا اور کسی اور کے طریقہ کو اختیار کیا تو وہ مجھ سے نہیں ہے، اس ارشاد میں آپ نے رہبانیت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ عیسائی راہبوں نے اپنی طرف سے دین میں شدت کی، پھر وہ دین پر قائم نہ رہ سکے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ (الحدید: ۲۷)

اور رہبانیت کو انہوں از خود ایجاد کیا ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا، مگر (انہوں نے) اللہ کی رضا کی طلب کے لیے (اس کو ایجاد کیا)، پھر انہوں نے اس کی ایسی رعایت نہ کی جو رعایت کا حق تھا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ الحنیفہ السمحہ ہے یعنی معتدل طریقہ ہے، آپ روزے چھوڑتے ہیں تاکہ روزے رکھنے پر طاقت حاصل ہو اور رات کو نیند کرتے ہیں تاکہ رات کے قیام پر قوت حاصل ہو، اور شہوت توڑنے کے لیے نکاح کرتے ہیں اور نفس کی پاکیزگی کے لیے اور نسل بڑھانے کے لیے۔

آپ نے فرمایا: وہ مجھ سے نہیں ہے یعنی اگر کسی نے کسی تاویل سے میرے طریقہ سے اعراض کیا تو وہ میرے طریقہ محمودہ پر نہیں ہے اور اگر اس نے میرے طریقہ کو غلط سمجھ کر اس سے اعراض کیا تو پھر وہ میری ملت پر نہیں ہے کیونکہ اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

حدیث مذکور کے درج ذیل فوائد اور مسائل ہیں:

(۱) اس حدیث میں نکاح کی فضیلت اور اس پر ترغیب ہے (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اکابر کے احوال کی تفتیش کرنی چاہیے تاکہ ان کے افعال کی اتباع ہو سکے اور اگر مردوں سے ان کے احوال معلوم نہ ہو سکیں تو عورتوں سے معلوم کرنا چاہیے جیسے ان صحابہ نے ازواج مطہرات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی مقدار کو معلوم کیا (۳) جو شخص کسی نیک عمل کا عزم کرے اور اس کو ریاکاری کا خطرہ نہ ہو تو اسے اپنے عزم کا اظہار کرنا چاہیے جیسے ان صحابہ میں سے کسی نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کسی نے کہا: میں رات بھر نماز میں قیام کروں گا (۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو مسائل کی تعلیم دینے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنی چاہیے اور لوگوں کے شبہات کو زائل کرنا چاہیے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کے شبہ کو زائل فرمایا کہ میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور میں روزے رکھتا بھی ہوں اور روزے چھوڑتا بھی ہوں۔ الحدیث۔ (۵) کوئی مباح کام کبھی حسن نیت سے مستحب ہو جاتا ہے اور کبھی حسن نیت کے بغیر مکروہ ہو جاتا ہے جیسے زیادہ عبادت کرنا اگر میانہ روی سے ہو تو مستحب ہے اور اگر بہت شدت سے ہو اور تقشف کی طرف مفضی ہو تو مکروہ ہے (تقشف کا معنی ہے: اپنے نفس کو مشکل میں ڈال کر زیادہ عبادت کرنا) (۶)

Marfat.com

امام طبری نے کہا: اس حدیث میں ان زاہدین کا رد ہے جو اچھے کھانوں اور اچھے کپڑوں سے منع کرتے ہیں اور موٹے کپڑے پہنتے ہیں اور سخت غذا کھاتے ہیں (۷) قاضی عیاض نے کہا: اس میں سلف صالحین کے احوال مختلف ہیں، بعض کا وہی نظریہ ہے جو امام طبری نے کہا ہے اور بعض نے کہا ہے: دنیا کی لذیذ چیزوں کو ترک کر دینا ضروری ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ۔ (الاحقاف: ۲۰)

اور جس دن کفار کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا:) تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو، پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنہوں نے دنیا کی لذیذ چیزوں کو نہیں چھوڑا ان کو آخرت میں عذاب ہوگا۔ قاضی عیاض نے کہا ہے: تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت کفار کے متعلق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی اور سختی دونوں پر عمل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ: حق یہ ہے کہ دنیاوی لذائذ پر دوام کرنا عیش و عشرت اور تکبر کی طرف لے جاتا ہے اور جو شخص ایسا ہو وہ شبہات میں واقع ہونے سے مامون نہیں ہے اور اس طرح جو شخص کبھی کبھار دنیاوی لذائذ کو استعمال کرنے سے منع کرے وہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ۔ (الاعراف: ۳۲)

(اے نبی!) آپ کہیے: اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور اس کی دی ہوئی پاک چیزوں کو۔

جیسا کہ عبادت میں شدت کو اختیار کرنا اس ملال اور اکتاہٹ کی طرف لے جاتا ہے جس سے اصل عبادت اور فرائض کے منقطع ہونے کا خطرہ ہے اور نفلی عبادات کو ترک کرنا عبادات میں تر و تازگی کے اندر سستی کو پیدا کرتا ہے اور بہترین امور وہ ہیں جو درمیانے ہوں اس لیے انسان نہ ترک لذائذ پر دوام کرے اور نہ ہمیشہ سختیاں برداشت کرے اور نہ ہمیشہ عیش و عشرت میں رہے، اس طرح نہ عبادت میں زیادہ شدت کو اختیار کر لے اور نہ صرف فرائض پر اکتفاء کرے اور نفلی عبادات کو ترک کر دے بلکہ ہر دو شعبوں میں میانہ روی اور اعتدال سے کام لے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۳۵-۲۳۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

دیگر شراح بخاری کی شرح

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ھ نے اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۳-۹۲، تیسیر القاری ج ۵ ص ۲۵-۲۴)

علامہ ابو یحییٰ زکریا انصاری شافعی مصری متوفی ۹۲۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا شروط مخصوصہ کے ساتھ سنت ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ عبادات میں سے ہے یا مباحات میں سے ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ مباحات میں سے ہے، اسی لیے کافر کا نکاح صحیح ہے۔

(منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۲۶، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق سے زیادہ عبادت کرنے کی قوت عطا کی گئی تھی لیکن آپ کا مقصد شریعت سازی اور امت کی

Marfat.com

تعلیم تھا اور عبادت کا ایسا طریقہ بتانا تھا جس سے عبادت کرنے والے کو ملال اور اکتاہٹ نہ ہو، ابن المنیر نے کہا کہ ان صحابہ نے عبادت کرنے کو عذاب کے خوف میں منحصر سمجھا اور جب ان کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغفور ہیں تو انہوں نے آپ کی عبادت کی کم مقدار کو اس پر محمول کیا کہ آپ کو زیادہ عبادت کی ضرورت نہیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے جلال ذات کا خوف شدید عبادت کرنے سے زیادہ عظیم ہے کیونکہ شدت عبادت پر دوام نہیں ہوسکتا اور جو عمل قلیل ہو اور دائمی ہو وہ اس کثیر عمل سے بہتر ہے جو اکتاہٹ کی وجہ سے منقطع ہو جائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت بہ طور شکر کرتے ہیں اور بہ طور تعظیم کرتے ہیں، اور آپ عذاب کے خوف سے عبادت نہیں کرتے کیونکہ آپ معصوم ہیں اور عذاب سے مامون ہیں۔

(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۸۵۔۳۸۴، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

نکاح کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی مکروہ اور کبھی سنت، جو شخص نکاح کا خرچ اٹھا سکتا ہو اور اس کو زنا کا خطرہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ نکاح کرے اور جو شخص نکاح کا خرچ اٹھا سکتا ہو اور اس کو زنا کا خطرہ نہ ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا سنت ہے اور جس شخص کو زنا کا خطرہ نہ ہو لیکن وہ نکاح کا خرچ نہ اٹھا سکتا ہو یا نکاح کے حقوق ادا نہ کرسکتا ہو اس کے لیے نکاح کرنا مکروہ ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۲۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عبادت بہ طور شکر کرتے ہیں اور اس کے جلال ذات کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں

علامہ القاضی بدرالدین الدمامینی المالکی المتوفی ۸۲۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان صحابہ نے یہ سمجھا تھا کہ عبادت صرف عذاب کے خوف سے کی جاتی ہے اور جب کہ انہیں معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغفور ہیں اور آپ کو عذاب کا خوف نہیں ہے تو انہوں نے آپ کی عبادت کی کم مقدار کو اسی پر محمول کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف کی بہ نسبت اس کی جلال ذات کی وجہ سے عبادت کرنا زیادہ لائق ہے اور یہ بتایا کہ قلیل عبادت کو دائماً کرنا اس سے افضل ہے کہ کثیر عبادت کی جائے جو ملال کی وجہ سے منقطع ہو جائے، اور اس حدیث میں قاضی کے مذہب کی صحت پر دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کام کو واجب کردے تو وہ واجب ہو جائے گا، خواہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ترک کرنے پر عذاب سے نہ ڈرایا ہو اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بہ طور شکر عبادت کرتے ہیں اور اس کے جلال ذات کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں نہ کہ عذاب کے خوف سے اس کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ آپ معصوم ہیں اور عذاب سے مامون ہیں۔ (مصابیح الجامع ج ۸ ص ۸۔۷، دارالنوادر، دمشق، ۱۴۳۱ھ)

داؤد ظاہری کا نکاح کی فرضیت پر استدلال اور مصنف کا اس پر مواخذہ

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی المتوفی ۱۳۰۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

داؤد ظاہری متوفی ۳۰۷ھ اور اس کے متبعین نے کہا ہے کہ نکاح کرنا اس پر فرض عین ہے جو وطی پر قادر ہو اور خرچ اٹھا سکتا ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عکاف بن ہلالی سے پوچھا: کیا تمہاری بیوی ہے اے عکاف!؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تمہاری باندی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم تندرست اور مال دار ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! والحمد للہ۔ آپ نے فرمایا: تب تم شیاطین کے بھائیوں میں سے ہو یا تم عیسائیوں کے راہبوں میں سے ہو، اور اگر تم ہم میں سے ہو تو تم اس طرح کرو جس طرح ہم کرتے ہیں کیونکہ نکاح کرنا ہماری سنتوں میں سے ہے اور تم میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو کنوارے ہوں اور تم میں

Marfat.com

سے بدترین مردے وہ ہیں جو کنوارے ہوں، اے عکاف! تم پر افسوس ہے تم شادی کرو، تم نکاح کرو، پس حضرت عکاف رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں اس وقت تک نکاح نہیں کروں گا جب تک کہ آپ میرا نکاح کسی عورت سے نہ کردیں جس سے آپ چاہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارا نکاح اللہ کے نام اور اس کی برکت سے کریمہ کلثوم الحمیری سے کردیا۔ اس حدیث کی امام ابویعلیٰ الموصلی نے اپنی مسند میں اپنی سند کے ساتھ بقیہ سے روایت کی ہے۔

(مسند ابویعلیٰ ج ۱۲ ص ۲۶۱، الاحاد والمثانی ج ۳ ص ۹۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۸۱، تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۱۶۸)

میں کہتا ہوں کہ: اس حدیث سے بالعموم نکاح کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی، یہ آپ کا صرف اس مخصوص صحابی کے لیے ارشاد ہے۔ ثانیا: یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ ثالثا: بہ کثرت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نکاح کرنا سنت ہے، امام ترمذی کی روایت ہے کہ چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں: الحیاء، التعطر، السواک اور النکاح۔

(سنن ترمذی: ۱۰۸۰، مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۱)

لہٰذا نواب صدیق حسن کا اس حدیث سے نکاح کو فرض قرار دینا ثابت نہ ہوا۔ (سعیدی غفرلہ)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کا اس حدیث کے ترجمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گناہ گار لکھنا اور مصنف کا اس پر مواخذہ

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

تین آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کے پاس آپ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کی غرض سے آئے۔ جب گھر والوں نے انہیں صورت حال بتائی تو انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا لیکن پھر انہوں نے کہا: ہمارے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ الی آخرہ

(کشف الباری کتاب فضائل القرآن ص ۱۳۲، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

میں کہتا ہوں کہ: شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گناہ کی نسبت سے احتراز لازم تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہیں اور آپ سے کوئی گناہ نہیں ہوا نہ صغیرہ نہ کبیرہ نہ سہواً نہ عمداً نہ حقیقتاً نہ صورتاً، اور اس حدیث کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے جو سلیم اللہ خان دیوبندی نے کیا ہے بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو معاف فرما دیا اور معاف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ سے کوئی خطا ہوئی تھی جس کو معاف کر دیا کیونکہ خلاف اولیٰ کام خطا اور گناہ نہیں ہوتا اور معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات کو بلند کر دیا اور دنیا میں آپ کی مغفرت کا اعلان اس لیے تھا کہ آپ قیامت کے دن تسلی اور اطمینان سے اپنی امت کی شفاعت کریں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح نفسی نفسی نہ کہیں بلکہ انا لہا انا لہا کہیں یعنی میں ہی اس شفاعت کے لیے مقرر کیا گیا ہوں۔ (سعیدی غفرلہ)

خلاف اولیٰ گناہ نہیں ہوتا، اس پر اعلیٰ حضرت کی تصریح

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ بھی ہمارے اختیار کردہ قول کراہت تحریمہ کی صراحت کرتا ہے، کیونکہ مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا، وہ صرف خلاف اولیٰ ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان جواز کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے اور گناہ میں مبتلاء کرنے والی چیز کا ارتکاب جائز نہیں ہوتا تو بیان جواز کا کیا معنی؟ پھر یہ اباحت کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے جیسا کہ اشربہ رد المحتار میں ابو السعود سے منقول ہے اور گناہ اباحت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا، پھر علماء اس کی تعبیر یوں کرتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور گناہ

سے بڑھ کر کون سا عظیم حرج ہوگا اس لیے کہ جو کام گناہ ہو اس کا ترک کرنا واجب ہے اور جس کام کا ترک واجب ہو اس کا فعل حرام کے قریب ہوگا اور یہی کراہت تحریم کا معنی ہے اور اس لیے بھی کہ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ مکروہ تنزیہی کے فاعل پر بالکل گناہ نہ ہوگا جیسا کہ تلویح میں ہے، اس کے ساتھ ہی ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چھوٹے سے چھوٹے جرم پر سزا دے سکتا ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ ہو۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ سات (۷) دلائل ہیں جن سے معلوم ہوا کہ بعض ابناء زمانہ نے رسالہ شرب الدخان (حقہ پینے کی حرمت پر رسالہ) میں مکروہ تنزیہی کو صغائر سے بنا کر فاحش غلطی اور عظیم خطا کی ہے، البتہ صاحب بحر نے اپنی البحر الرائق میں تصریح کر دی ہے کہ مکروہ تحریمی صغائر سے ہے، پس اس بحث کو سمجھ لو اور دیوانہ نہ بنو۔

(فتاویٰ رضویہ (جدید) ج۹ ص ۴۵۰۔۴۴۹، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان، اپریل ۱۹۹۶ء)

الحمد للہ رب العالمین! کتاب النکاح کی پہلی حدیث کی شرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکمل ہو گئی اور اس شرح میں یہ عظیم مباحث آ گئے اور اب ہم کتاب النکاح کی دوسری حدیث کو شروع کر رہے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق

۵۰۶۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَ إِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُوْلُوْا ۝﴾ (النساء: ۳) قَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي الْيَتِيمَةُ تَكُوْنُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا يُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَدْنَى مِنْ سُنَّةِ صَدَاقِهَا فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ فَيُكْمِلُوا الصَّدَاقَ وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے حسان بن ابراہیم سے سنا از یونس بن یزید از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: وَ إِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ (النساء: ۳) اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو، دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے، پھر اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کر سکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو یا اپنی مملوکہ باندیوں سے نفع اٹھاؤ، یہ اس سے زیادہ قریب (بہ صحت) ہے کہ تم کسی ایک کی طرف جھک جاؤ O حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھانجے! یتیم لڑکی اپنے سرپرست کی گود میں ہوتی تھی، پس وہ اس کے مال و دولت میں اور اس کے حسن و جمال میں رغبت رکھتا اور یہ چاہتا کہ اس کا مہر رواج کے مطابق مہر سے کم رکھے تو ان کو اس سے منع کیا گیا کہ ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ بے انصافی نہ کریں، پس ان کو پورا پورا مہر دیں اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ان یتیم لڑکیوں کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کر لیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۹۴ میں گزر چکی ہے، تاہم ضروری امور کو بیان کیا جا رہا ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۴۹۴، ۲۷۶۳، ۲۷۶۳، ۴۵۷۴، ۴۶۰۰، ۵۰۶۴، ۵۰۹۲، ۵۰۹۸، ۵۱۲۸، ۵۱۳۱، ۶۹۶۵، صحیح مسلم: ۳۰۱۸، الرقم المسلسل: ۷۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۲۰۶۸، سنن نسائی: ۳۳۴۳)

ضروری ہے کہ یتیم لڑکی کا مہر رواج کے مطابق مقرر کیا جائے اور امام مالک کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے النساء: ۳ کی جو تفسیر کی ہے اس سے امام مالک نے یہ فقہی مسائل مستنبط کیے ہیں کہ رواج کے مطابق مہر مقرر کرنا چاہیے اور اس میں جو کمی یا زیادتی ہو اس کو پورا کرنا چاہیے، پس واجب ہے کہ لوگوں کے عرف اور رواج میں ان کے احوال کے مطابق مہر کی مقدار مقرر کی جائے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ یتیم لڑکی کا مہر رواج کے مطابق مہر سے کم رکھا جائے اس لیے واجب ہے کہ تنکوں یا لکڑی کے گٹھڑ یا غیر قیمتی چیزوں کو مہر نہ بنایا جائے اور امام مالک کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار وہ ہے جس کے عوض کسی مسلمان عورت کے عضو کو مباح کیا جائے اور یہ اس سے کم نہ ہو جس کے عوض مسلمان چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور اس کی مقدار چوتھائی دینار ہے اور اس شرح کے بعد اس مسئلہ میں مذاہب علماء کو بیان کیا جائے گا (میں کہتا ہوں کہ: فقہاء احناف کے نزدیک مہر کی کم از کم رقم دس درہم ہے جو آج کی تاریخ ۵ نومبر ۲۰۱۱ء کے مطابق تین ہزار چھ سو (۳۶۰۰) پاکستانی روپے ہے۔ سعیدی غفرلہ)

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

(۱) قرآن مجید کی تفسیر صرف اسی سے معلوم کی جائے جس کو اس آیت کا علم ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس آیت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علم تھا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھیں۔

(۲) جو عورت یتیم نہ ہو اس کا مہر رواج کے مہر سے کم رکھا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف یتیم لڑکی کے لیے رواج کے مطابق مہر کو لازم قرار دیا ہے اور یہ اس آیت کے مفہوم مخالف سے استدلال ہے۔

(۳) جب یتیم لڑکی کا سرپرست اس کا مہر رواج کے مطابق رکھے تو وہ خود بھی اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ ھ)

یتیم لڑکی کو ضرر پہنچانے کی ممانعت

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

النساء: ۳ اس مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے جس کے زیر پرورش یتیم لڑکی ہوتی تھی اور وہ لڑکی مال دار ہوئی تھی، پس وہ اس کے مال و دولت کی وجہ سے اس سے نکاح کر لیتا لیکن اس لڑکی کے مال کی وجہ سے اس کی اور کوئی چیز اس مرد کو پسند نہ ہوتی، پھر وہ اس کو ضرر پہنچاتا اور اس کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرتا۔

الواحدی نے سعید بن جبیر اور قتادہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ لوگ یتیموں کے مالوں میں حرج سمجھتے تھے، پس جب انہوں نے یتیموں کے مالوں کے متعلق سوال کیا تو (النساء: ۳) نازل ہوئی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۶ ص ۸۶، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ ھ)

Marfat.com

امام بخاری کے شیخ علی کا پورا نام

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری نے اس حدیث کی علی سے روایت کی اور میں نے کسی روایت میں نہیں دیکھا کہ یہ علی کس کی طرف منسوب ہے لیکن المزی نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ علی بن المدینی ہیں اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ علی بن المدینی امام بخاری کے مشائخ میں ہیں، پس جب امام بخاری نے مطلقاً علی کا ذکر کیا تو انہوں نے اس کو علی بن المدینی پر محمول کر دیا لیکن حسان نے ذکر کیا ہے کہ یہ علی بن حجر ہیں اور وہ بھی امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں اور یہ حسان کرمان کے قاضی ہیں، ابن معین وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے اور امام بخاری نے ان سے صرف یہی روایت کی ہے، ابن عدی نے کہا: یہ صادق ہیں مگر بسا اوقات غلطی کرتے ہیں، امام بخاری کی ان سے ملاقات نہیں ہوئی، یہ امام بخاری کی وفات سے پہلے دو سو چھ (۲۰۶) ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اس حدیث کی مفصل شرح سورۃ النساء کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۳۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

النساء: ۳ کا شان نزول

حافظ ابن حجر عسقلانی نے سورۃ النساء کی تفسیر میں اس حدیث کی حسب ذیل شرح لکھی ہے:
عروہ بیان کرتے ہیں کہ: کسی یتیم لڑکی کے کھجور کے درختوں میں کھجوروں کے خوشے ہوتے تھے تو اس کا سرپرست اس لڑکی کو اپنے پاس روکے رکھتا تھا، پس یہ آیت اس مرد کے متعلق نازل ہوئی جو یتیم لڑکی سے نکاح کرنے سے اعراض کرتا تھا اور جو یتیم لڑکی حسین و جمیل ہوتی اور مال دار ہوتی تو اس کا سرپرست اس سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ اس لڑکی کو اس کے رواج کے مطابق مہر نہ دے اور اس سے نکاح کرے اور اس وجہ سے اس کو اپنے پاس روکے رکھتا تھا تو ایسے مردوں کو یہ حکم دیا گیا کہ جب تم ان یتیم لڑکیوں سے نکاح نہیں کر رہے تو تم کسی اور لڑکی کو پسند کر لو جو تم کو پسند ہو، پس ان مردوں کو حکم دیا گیا کہ جن یتیم لڑکیوں کے حسن و جمال اور مال و دولت میں تم رغبت رکھتے ہو اور ان کو رواج کے مطابق مہر نہ دینا چاہتے ہو یا جن لڑکیوں کے پاس مال کم اور حسن و جمال بھی کم ہو اور تم ان سے نکاح میں رغبت نہ رکھتے ہو تو پھر ان کا نکاح کسی اور سے کر دو۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ عدل کرنا چاہیے اور ان کو رواج کے مطابق مہر دینا چاہیے اور ان کے سرپرست کے علاوہ بھی کوئی ان سے نکاح کر سکتا ہے، اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑکی کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ بالغہ لڑکی کو یتیمہ نہیں کہا جاتا الا یہ کہ اس پر مجازاً یتیمہ کا اطلاق کیا جائے اور اس حدیث کے بقیہ مباحث کتاب النکاح میں آئیں گے (مگر کتاب النکاح میں حافظ ابن حجر عسقلانی ان مباحث کا ذکر کرنا بھول گئے۔ سعیدی غفرلہ)
(فتح الباری ج ۵ ص ۵۳۹۔۵۳۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

دیگر شراح بخاری کی شرح

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، علامہ زکریا انصاری شافعی متوفی ۹۲۶ھ، علامہ القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ سب نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں علی کا پورا نام نہیں ہے اور ان کا پورا نام علی بن عبداللہ المدینی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۴، منحۃ الباری ج ۸ ص ۳۲۶، ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۸۵)

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ علم کی فضیلت ہے خواہ وہ مردوں میں ہو یا عورتوں میں ہو کیونکہ حضرت عروہ بن الزبیر اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قرآن مجید کی تفسیر پوچھتے تھے، اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ مرد عورت سے علم حاصل کر سکتا ہے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۴ ص ۴۱۸، مکتبۃ الطبری، قاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ لِأَنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَهَلْ يَتَزَوَّجُ مَنْ لَا أَرَبَ لَهُ فِي النِّكَاحِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر نیچی رکھتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت رکھتا ہے اور جس شخص کو نکاح کی حاجت نہ ہو آیا وہ نکاح کرے یا نہ کرے

جس شخص پر غلبہ شہوت نہ ہو اس کے نکاح کرنے متعلق علماء کا اختلاف

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جس شخص پر شہوت کا غلبہ نہ ہو اس کے نکاح کرنے کے متعلق علماء میں اختلاف ہے آیا اس کے لیے نکاح کرنا مستحب ہے یا نہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۳۶، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۴)

۵۰۶۵۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ بِمِنًى فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً فَخَلَوَا فَقَالَ عُثْمَانُ هَلْ لَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِي أَنْ نُزَوِّجَكَ بِكْرًا تُذَكِّرُكَ مَا كُنْتَ تَعْهَدُ فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللهِ أَنْ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى هٰذَا أَشَارَ إِلَيَّ فَقَالَ يَا عَلْقَمَةُ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ أَمَا لَئِنْ قُلْتَ ذٰلِكَ لَقَدْ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از علقمہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، پس ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں ملاقات کی تو کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! مجھے آپ سے کام ہے، پھر ان دونوں نے تنہائی میں باتیں کی، پس حضرت عثمان نے ان سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! تمہاری کیا رائے ہے کہ ہم تمہارا ایک کنواری لڑکی سے نکاح کر دیں جو تمہیں گزشتہ ایام کی یاد دلائے، پس جب حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ سمجھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سے صرف یہی کام تھا تو انہوں نے میری طرف اشارہ کیا، پس کہا: اے علقمہ! تو میں ان کی طرف پہنچا اور وہ اس وقت یہ بیان کر رہے تھے کہ اگر آپ یہ کہہ رہے ہیں (تو سنو!) ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: ''اے جوانو! کے گروہ تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہے تو وہ نکاح کرے اور تم میں سے جو شخص نکاح

Marfat.com

کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس پر لازم ہے کہ وہ روزے رکھے
کیونکہ روزے رکھنا اس کے لیے خصی ہونے کے قائم مقام ہے"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۹۰۵ میں گزر چکی ہے، تاہم ضروری امور بیان کیے جارہے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۱۹۰۵، ۵۰۶۵، ۵۰۶۶، صحیح مسلم: ۱۴۰۰، سنن ابوداؤد: ۲۰۴۶، سنن ترمذی: ۱۰۸۱، سنن نسائی ۳۲۰۶۔ ۳۲۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸، مسند احمد: ۳۵۹۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۸۰، مسند الحمیدی: ۱۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۲۷۔ ۱۲۶، سنن کبریٰ: ۵۳۲۷، المعجم الکبیر: ۱۰۱۶۸، شرح السنۃ: ۲۲۳۶، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۳۲، سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۹۶)

جمہور فقہاء کے نزدیک نکاح کرنا مستحب ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک نکاح کرنا فرض ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ نکاح کرنا مستحب اور مرغوب ہے اور اہل الظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ نکاح کرنا مرد اور عورت پر فرض عین ہے بہ شرطیکہ مرد آزاد عورت سے نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ باندی سے نکاح کرے اور انہوں نے اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نکاح کرنے کا حکم دیا ہے اس کو وجوب پر محمول کیا ہے۔ انہوں نے کہا: یہ حکم ان خاص مردوں کے متعلق ہے جن کو اپنے نفوس پر نکاح نہ کرنے کی وجہ سے زنا کا خطرہ ہو لیکن جن کو اپنے اوپر زنا کا خطرہ نہ ہو تو وہ اس حدیث کے حکم میں مراد نہیں ہیں۔

نکاح کے استحباب اور عدم فرضیت پر جمہور فقہاء کے دلائل

فقہاء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا یہ سبب بیان فرمایا ہے کہ وہ نظر نیچی رکھتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے تو جو شخص محرمات سے اپنی نظر نیچی رکھنے پر قادر ہو اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے پر قادر ہو تو اس پر نکاح کرنا فرض نہیں ہے اور جو شخص اس پر قادر نہ ہو اور اس کو زنا کرنے کا خطرہ ہو تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق حکم دیا۔ جن فقہاء نے کہا ہے: نکاح کرنا فرض نہیں ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے اور رمضان کے علاوہ روزے رکھنا واجب نہیں ہے تو اس کا بدل یعنی نکاح کرنا بھی واجب نہیں ہے، علاوہ ازیں صحابہ کی ایک جماعت نے نکاح کو ترک کر دیا حالانکہ وہ نکاح پر قادر تھے اور وہ دائماً عبادت کرتے رہے، پس اگر نکاح کرنا فرض ہوتا تو نکاح کو ترک کرنا گناہ ہوتا اور یہ جائز نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوئی گناہ کا کام کریں خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان میں تشریف فرما تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر انکار نہیں فرمایا اور نہ بعد کے ائمہ سے اس پر انکار منقول ہوا تو معلوم ہوا کہ نکاح کرنا فرض نہیں ہے۔

نکاح کی فرضیت پر غیر مقلدین کے دلائل

اگر اہل الظاہر یہ کہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ میرا نکاح کرو تا کہ میں اللہ تعالیٰ سے بے نکاح ملاقات نہ کروں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالزوائد رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ آپ کیوں نکاح نہیں کرتے اور آپ کو کس چیز نے نکاح سے منع کیا ہے حالانکہ آپ کو علم ہے کہ نکاح کرنا واجب ہے سو اس شخص کے جو نکاح کرنے سے عاجز ہو یا فاسق ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کامل احوال میں ملاقات کریں کیونکہ نکاح کرنا بہر حال مستحب ہے اور حضرت عمر نے جو کہا

Marfat.com

کہ نکاح واجب ہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ ان کی انفرادی رائے ہو کیونکہ حضرت ابوالزوائد رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور انہوں نے نکاح نہیں کیا۔

غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات

اس پر دلیل کہ نکاح فرض نہیں ہے یہ ہے کہ نکاح سے قضاء شہوت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی مخلوق کے اوپر قضاء شہوت کو فرض نہیں کیا جس کو شہوت کے ترک سے ہلاکت کا خوف ہو، پس اگر کوئی کہے کہ غذا بھی شہوت ہے اور اللہ تعالیٰ نے غذا کے ساتھ نفوس کے زندہ رکھنے کو فرض کیا ہے تو کہا جائے گا کہ جماع کے ترک کرنے سے ہلاکت کا خوف نہیں ہے جس طرح غذا کے ترک کرنے سے ہلاکت کا خطرہ ہے، پس یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہیں۔

اور جب ترک جماع سے ہلاکت کا خطرہ نہیں ہے تو جماع کو ترک کر کے صبر کرنے میں فضیلت ہے کیونکہ لذات کو ترک کرنے میں فضیلت ہے اور اس پر اجماع ہے کہ جس نے نکاح نہ کرنے پر صبر کیا اور کسی حرام کام میں نہیں پڑا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور یہ ہمارے اس قول پر قوی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرنے کا حکم بہ طور استحباب دیا ہے بہ طور فرض نہیں دیا اور یہ امام طبری اور امام ابن القصار کا قول ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۲۹۔۱۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے درج ذیل مسائل اور فوائد ہیں:

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان دواؤں کے ذریعے قوت مردمی کو کم یا ختم کر سکتا ہے جس طرح روزے رکھنے سے قوت مردانہ کم یا ختم ہوتی ہے۔

(۲) علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کو نامرد ہونے کا اختیار ہے۔ (المفہم ج ۴ ص ۸۵)

(۳) جس شخص کو نکاح کا شوق ہو اور وہ اس کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے نکاح کرنا مستحب ہے فرض نہیں ہے خواہ اس کو زنا کا خطرہ ہو۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لیے نکاح کو مستحب قرار دیا ہے تاکہ ان کا دین کامل ہو، ان کی نظر محرمات سے نیچی رہے اور ان کی شرم گاہوں کی حفاظت ہو اور چونکہ آپ کو یہ خطرہ تھا کہ وہ غلبہ شہوت سے زنا کا ارتکاب کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ وہ روزے رکھیں کیونکہ روزے رکھنے سے خون کا جوش ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور شہوت جماع کی حرکت منقطع ہو جاتی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۳ ص ۸۸، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۸ھ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جو کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا تھا اس کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے کہ ہم آپ کا نکاح کسی کنواری لڑکی سے کر دیں؟ تاکہ وہ آپ کو گزشتہ ایام کی یاد دلائے۔

غالباً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ اس لیے دیا تھا کہ ان کی بیوی فوت ہونے کے بعد ان کے بال پریشان تھے اور کپڑے صاف ستھرے نہیں تھے جب کہ پہلے ان کی بیوی ان کو سنوارتی تھی اور ان کا بناؤ سنگھار کرتی تھی تو انہوں

Marfat.com

نے مشورہ دیا کہ نوجوان بیوی کی رفاقت سے آپ میں تروتازگی اور فرحت پیدا ہوگی۔ اس کے جواب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی کہ جو گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے۔ الحدیث۔

نکاح کی فضیلت میں احادیث

امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی المتوفی ۵۰۵ ھ لکھتے ہیں:

جس کو نکاح کے فوائد حاصل ہوں اور اس سے نکاح کی آفات منتفی ہوں تو اس کے لیے نکاح کرنا مستحب ہے اور اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث ہیں۔

(۱) امام بیہقی نے ''المعرفۃ'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نکاح کرو اور کثیر تعداد حاصل کرو کیونکہ میں تمہاری وجہ سے قیامت کے دن دوسری امتوں کے سامنے فخر کروں گا حتیٰ کہ نا تمام بچوں کی وجہ سے بھی''۔

(۲) امام ابو یعلیٰ نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نکاح میری سنت ہے، پس جو میری سنت سے محبت کرتا ہے وہ میری سنت پر عمل کرے''۔

(۳) ابو منصور الدیلمی نے ''مسند الفردوس'' میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''جس نے تنگ دستی کے خوف سے نکاح کو ترک کر دیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے''۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور امام دارمی نے اپنی مسند میں اور امام بغوی نے اپنی معجم میں اور امام ابوداؤد نے المراسیل میں حضرت ابی نجیح رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: ''جو شخص نکاح کرنے پر قادر ہو، پھر وہ نکاح نہ کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے'' اور حضرت ابو نجیح کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔

(۴) امام ابن ماجہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مال دار ہو وہ نکاح کرے''۔

(۵) امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: ''جب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کے دین اور امانت داری پر تم راضی ہو تو اس کے ساتھ نکاح کر دو، اگر تم نے اس طرح نہیں کیا تو زمین میں فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا''۔ اس حدیث کو امام ابو حاتم المزنی نے بھی بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے اور امام ابوداؤد نے اس کی المراسیل میں روایت کی ہے۔

(۶) امام احمد نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے لیے عطا کیا اور اللہ کے لیے محبت رکھی اور اللہ کے لیے بغض رکھا اور اللہ کے لیے نکاح کیا تو اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا''۔

(۷) امام ابن الجوزی نے ''العلل المتناہیہ'' میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے نکاح کر لیا اس نے اپنے نصف دین کو محفوظ کر لیا، پس اس کو چاہیے کہ وہ دوسرے نصف دین میں اللہ سے ڈرے''۔

(۸) امام حاکم نے ''المستدرک'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس مرد کو اللہ تعالیٰ نے نیک بیوی دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نصف دین پر مدد فرمائی''۔ الحدیث

(۹) امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین اعمال کے سوا ابن آدم کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے: جس علم سے نفع حاصل کیا گیا ہو، صدقہ جاریہ اور نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرتا ہے''۔

Marfat.com

نکاح کی فضیلت میں آثار

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ اگر میری عمر میں صرف دس دن بھی باقی رہ جائیں تو میں نکاح کرنا پسند کروں گا تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے بے نکاح ملاقات نہ کروں۔

(۲) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں طاعون میں فوت ہوگئیں اور وہ خود بھی طاعون میں مبتلاء تھے تو انہوں نے کہا: میرا نکاح کرو کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے بے نکاح ملاقات کرنا، ناپسند کرتا ہوں۔

(۳) حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتے تھے اور رات کو بھی آپ کی ضرورت کی وجہ سے آپ کے پاس رہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نکاح نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں فقیر ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے اور اگر میں نے نکاح کیا تو پھر میں آپ کی خدمت نہیں کر سکوں گا، پھر دوبارہ آپ نے سوال کیا تو دوبارہ انہوں نے یہی جواب دیا، پھر انہوں نے دل میں سوچا اور کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور علم ہے کہ میری دنیا اور آخرت میں کیا چیز میرے لیے مفید ہے اور اگر آپ نے تیسری مرتبہ سوال کیا تو میں ضرور نکاح کرلوں گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے تیسری بار فرمایا: تم نکاح کیوں نہیں کرتے؟ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ میرا نکاح کر دیں، آپ نے فرمایا: تم بنو فلاں کی طرف جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی باندیوں کا مجھ سے نکاح کر دو، انہوں نے کہا: پھر میں نے بتایا: یا رسول اللہ! میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم اپنے بھائی کے لیے ایک گٹھلی کے برابر سونا جمع کرو، سو انہوں نے سونا جمع کیا اور وہ اس سونے کو ان لوگوں کے پاس لے گئے تو انہوں نے حضرت ربیعہ اسلمیہ کا نکاح کر دیا، پس آپ نے ان نے فرمایا: تم ولیمہ (دعوت) کرو اور اصحاب نے ان کو ولیمہ کے لیے ایک بکری لا کر دی۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

(۴) گزشتہ امتوں سے حکایت ہے کہ ایک شخص اپنے زمانہ کی عبادت میں سب پر فائق تھا تو اس زمانہ کے نبی سے اس کی حسن عبادت کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اچھا مرد ہے مگر یہ سنت کا تارک ہے۔ عابد یہ سن کر مغموم ہوا تو اس نے نبی سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: تم نے نکاح کو ترک کیا ہے، اس نے کہا: میں نکاح کو حرام نہیں سمجھتا مگر میں تنگ دست ہوں تو حضرت نبی علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنی بیٹی کا تم سے نکاح کرتا ہوں تو انہوں نے اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کر دیا۔

(۵) سفیان بن عیینہ نے کہا: کثیر بیویوں کا ہونا دنیا سے نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سب سے زیادہ زاہد تھے اور ان کی چار بیویاں تھیں اور سترہ (۱۷) باندیاں تھیں، پس نکاح سنت ہے اور انبیاء علیہم السلام کی سیرت ہے۔

نکاح کے فوائد، محاسن اور ثمرات

نکاح کے حسب ذیل محاسن اور ثمرات ہیں:

(۱) نکاح کے ذریعے اولاد کا حصول ہوتا ہے اور اسی وجہ سے نکاح کو مشروع کیا گیا ہے اور اس سے مقصود نسل انسانی کو باقی رکھنا ہے اور تاکہ یہ جہان انسان کی جنس سے خالی نہ ہو اور جماع کے ذریعہ اولاد کے حصول سے پانچ وجوہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے: (الف) نکاح کی وجہ سے انسان فسق و فجور اور گناہوں سے بچا رہتا ہے (ب) بچوں کی پرورش کے لیے جو وہ مال کا کسب کرتا ہے اور تجارت یا ملازمت کرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے (ج) کیونکہ وہ اولاد کی کثرت کو حاصل کرتا ہے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت حاصل ہوتی ہے کیونکہ آپ امت کی کثرت کی وجہ سے فخر فرماتے ہیں (د) اولاد کی وجہ سے اس کو

Marfat.com

نیک بیٹے کی دعا حاصل ہوتی ہے (ہ) جب اس کے کم سن نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو وہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کریں گے۔

(۲) نکاح کی وجہ سے وہ شخص شہوت کے فساد سے بچا رہتا ہے، محرمات سے اس کی نظر نیچی رہتی ہے اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت رہتی ہے۔

(۳) نکاح کی وجہ سے وہ اپنی بیوی سے مانوس ہوتا ہے اور اس کو دیکھنے سے اور اس کے ساتھ دل لگی کرنے سے اس کے دل کو راحت ہوتی ہے اور اس سے اس کو عبادت پر طاقت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ امام نسائی اور امام حاکم نے سند جید کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری دنیا میں سے تین چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے: (۱) خوشبو (۲) عورتیں (۳) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

(۴) نکاح کرنے سے دل گھر کی مصلحتوں کی تدبیر کرنے کے لیے، کھانے پکانے میں کفالت کی مشغولیت کے لیے، بستروں اور برتنوں کو صاف کرنے کے لیے اور اسباب معیشت کو حاصل کرنے کے لیے فارغ نہیں ہو سکے گا، پس نیک بیوی اس کے گھر کی مصلحتوں کو مہیا کرنے کے لیے اور اس کی عبادات میں مددگار ہے۔

امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص شکر کرنے والا دل اور ذکر کرنے والی زبان بنائے اور ایسی بیوی حاصل کرے جو آخرت میں اس کی مددگار ہو“۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ایمان باللہ کے بعد بندے کو نیک بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں دی گئی۔

(۵) نکاح کے وجہ سے انسان خود بھی رزق حلال حاصل کرتا ہے اور اپنی بیوی بچوں کے لیے رزق حلال حاصل کرتا ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی شخص کا اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا صدقہ ہے اور مرد جو اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھتا ہے اس پر بھی اس کو اجر دیا جائے گا“۔

امام ابو یعلیٰ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص عمدہ طریقہ سے نماز پڑھتا ہو اور اس کے اہل و عیال زیادہ ہوں اور مال کم ہو اور وہ مسلمانوں کی غیبت نہ کرے تو وہ جنت میں میرے ساتھ ان دو انگلیوں کی طرح ہوگا“۔

امام ابن ماجہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس تنگ دست سے محبت کرتا ہے جو بال بچوں والا ہو اور سوال کرنے سے احتراز کرتا ہو“۔

امام ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے تین بیٹیوں کی پرورش کی اور ان کو ادب سکھایا اور ان کا نکاح کیا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا، سو اس شخص کے لیے جنت ہے“۔

اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

نکاح کی آفات اور اس کے مضر اثرات

نکاح کی آفات اور اس کے مضر اثرات حسب ذیل ہیں:

(۱) نکاح کی وجہ سے انسان کو اپنے بال بچوں کو پالنے کی فکر ہوتی ہے اور اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت سے غافل ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (المنافقون:۹)

اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جس نے ایسا کیا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں O

(۲) بیوی بچوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان کے علاج معالجہ کے لیے اور ان کی فرمائشیں پوری کرنے کے لیے بعض اوقات انسان کی جائز آمدنی کافی نہیں ہوتی تو پھر وہ آمدنی کے ناجائز ذرائع حاصل کرتا ہے، رشوتیں لیتا ہے، امانتوں میں خیانتیں کرتا ہے، سودی لین دین کرتا ہے، قرض لیتا ہے اور پھر ادا نہیں کرتا، چوری کرتا ہے، ڈاکہ ڈالتا ہے اور لوٹ مار کرتا ہے اور جیب کاٹتا ہے، اشیاء خوردنی میں ملاوٹ کرتا ہے اور دیگر حرام کام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ (آل عمران:۱۴)

لوگوں کے لیے عورتوں سے خواہشات کی اور بیٹوں کی اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانوں کی اور نشان زدہ گھوڑوں کی اور مویشیوں اور کھیتی باڑی کی محبت خوش نما بنا دی گئی ہے، یہ (سب) دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے O

حدیث میں ہے کہ: بندہ میزان کے پاس کھڑا کر دیا جائے گا اور اس کی نیکیاں پہاڑوں کی طرح ہوں گی، پھر اس سے سوال کیا جائے گا کہ اس نے اپنے زیر کفالت لوگوں کے حقوق ادا کیے اور اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا اور کن لوگوں پر اپنے مال کو خرچ کیا حتیٰ کہ ان مطالبات کے بدلہ میں اس کے تمام نیک اعمال خرچ ہو جائیں گے اور اس کی کوئی نیکی باقی نہیں بچے گی، پھر فرشتے ندا کریں گے کہ یہ وہ شخص ہے کہ اس کے اہل وعیال اس کی نیکیوں کو دنیا میں کھا گئے اور آج اس کے نیک اعمال گروی رکھے ہوئے ہیں۔

علامہ عراقی نے کہا ہے کہ میں اس حدیث کی اصل پر مطلع نہیں ہو سکا۔

(۳) بعض اوقات انسان اپنے اہل وعیال کا خرچ نہیں اٹھا سکتا اور اس کے اہل وعیال ضائع ہو جاتے ہیں:

امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی مرد کے گناہ گار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کے اہل وعیال ضائع ہو جائیں''۔

ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے کہا: میں عورتوں سے اس لیے نکاح نہیں کرتا کہ میں ان کے حقوق ادا نہیں کر سکتا اور میں ان کا خرچ اٹھانے سے عاجز ہوں، اسی طرح بشر رحمہ اللہ نے کہا: مجھے نکاح کرنے سے قرآن کی یہ آیت منع کرتی ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (البقرہ:۲۲۸)

اور عورتوں کے لیے بھی دستور کے مطابق مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ۔ (البقرہ:۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے۔

(۴) جو شخص شادی شدہ ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود بھی نیکی پر قائم رہے اور خود بھی گناہوں سے بچے اور اپنے اہل و عیال کو بھی گناہوں سے روکے اور منع کرے۔ قرآن مجید میں ہے:

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ (التحریم:۶)

اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اور حدیث میں ہے:

Marfat.com

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق پرسش ہوگی، پس سربراہ ملک محافظ ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق پرسش ہوگی اور مرد اپنی بیوی اور بچوں کا محافظ ہے اور اس سے اس کے متعلق پرسش ہوگی۔ الحدیث

انسان کے لیے اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا مشکل ہوتا ہے اور جب اس کے اوپر اپنی بیوی اور بچوں کو بھی گناہوں سے بچانے کی ذمہ داری ہو اور بیوی اور بچوں کے گناہوں کی وجہ سے اس سے بھی مواخذہ ہو تو یہ اس کے لیے اور مشکل ہے اور یہ نکاح کی بہت بڑی آفت ہے۔

(۵) جس کی بیوی اور بچے ہوں تو وہ ان کے خرچ اٹھانے میں اور ان کی ضروریات پوری کرنے میں مشغول رہے گا اور اس کے لیے تدبیر معیشت کو بروئے کار لائے گا اور دن رات محنت کر کے مال جمع کرے گا اور اس وجہ سے وہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں بسا اوقات کوتاہی کرے گا اور نفلی عبادات کرنے سے قاصر رہے گا اور یہ مذموم طریقہ ہے اور یہ بھی نکاح کی بڑی آفت اور مصیبت ہے۔ (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۳۔۲۲ ملخصا وموضحا ومخرجا ومزیدا، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

تنبیہ: ہم نے امام غزالی کی ذکر کردہ احادیث اور آثار کی جو تخریج کی ہے وہ علامہ زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی المتوفی ۸۰۶ھ کی کتاب المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج مافی الاحیاء من الاخبار سے ماخوذ ہے۔

۳۔ بَابُ: مَنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْبَاءَةَ فَلْيَصُمْ — جو شخص گھر بسانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کو روزے رکھنے چاہئیں

۵۰۶۶۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمارۃ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن یزید، انہوں نے کہا: میں علقمہ اور الاسود کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نوجوان تھے اور ہمارے پاس کوئی چیز نہیں تھی تو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جوانو کے گروہ! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہے اس کو نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح (محرمات سے) نظر نیچی رکھتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو شخص گھر بسانے کی طاقت نہیں رکھتا اس کو روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ روزہ اس کے لیے خصی کرنے کے قائم مقام ہے۔

اس حدیث کی شرح ابھی صحیح البخاری ۵۰۶۵ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۴۔ بَابُ: كَثْرَةِ النِّسَاءِ — بیویوں کی کثرت

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: جو شخص زیادہ بیویوں کے درمیان عدل کرسکتا ہو اس کے لیے ایک سے زائد نکاح کرنا جائز ہے۔
(فتح الباری ج ٦ ص ٢۴٠، عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ٩٧)

۵٠٦٧۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَنَازَةَ مَيْمُونَةَ بِسَرِفَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَذِهِ زَوْجَةُ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوهَا وَلَا تُزَلْزِلُوهَا وَارْفُقُوا فَإِنَّهُ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ تِسْعٌ كَانَ يَقْسِمُ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عطا نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں مقام سرف میں تھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، جب تم ان کا جنازہ اٹھاؤ تو جنازہ کو جھٹکا نہ دینا اور نہ زور زور سے حرکت کرنا اور نرمی کے ساتھ ان کے جنازہ کو لے کر چلنا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات کے وقت) آپ کے عقد میں نو ازواج مطہرات تھیں۔ آٹھ کے لیے تو آپ نے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں اور ایک کی باری مقرر نہیں کی تھی (اور وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں)۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵٠٦٧، صحیح مسلم: ١۴٦۵، سنن نسائی: ٣١٩٦، مسند احمد: ج ١ ص ٢٣١، ٣۴٨، ٣۴٩، مسند الحمیدی: ۵٢۴، الطبقات الکبریٰ ج ٨ ص ١۴٠، مصنف عبدالرزاق: ١٢۴۵٢)

اس حدیث کے متن میں حضرت ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے اور اس حدیث کے متن میں حضرت ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، اس لیے ہم دونوں امہات المومنین کا تذکرہ لکھ رہے ہیں:

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن قرطبی بن مالکی المتوفی ۴٦٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں، ان کی والدہ کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن الحارث ہے، ان کی سگی بہن حضرت ام الفضل لبابہ الکبریٰ بنت الحارث ہیں جو حضرت العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں اور ان کی دوسری بہن لبابہ صغریٰ بنت الحارث ہیں جن کا نکاح الولید بن المغیرہ المخزومی سے ہوا تھا اور یہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہنوں میں حضرت اسماء بنت عمیس ہیں جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان سے عبداللہ، عون اور محمد پیدا ہوئے، پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا تو پھر ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نکاح کرلیا تو ان سے یحییٰ پیدا ہوئے۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلے نام برہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا نام بدل میمونہ رکھ دیا۔

امام ابوعبیدہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غزوۂ خیبر سے فارغ ہوئے تو سات ہجری میں آپ عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی سرزمین حبشہ سے مکہ مکرمہ آ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ کے ساتھ اپنا نکاح کرنے کا پیغام دیا اور ان کی ماں شریک بہن حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں تھیں اور حضرت سلمہ بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں اور حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، پس حضرت جعفر بن ابی طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیغام کو قبول کر لیا اور انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نکاح پڑھانے کے لیے کہا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت میمونہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نکاح کر دیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقام سرف میں واپس آئے تو آپ احرام کھول چکے تھے، پھر آپ نے وہیں ان سے شب باشی کی اور حضرت میمونہ اس سے پہلے ابورہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں تھیں اور حضرت میمونہ کی مقام سرف میں ہی وفات ہوئی۔ یہ پوری عبارت امام ابوعبیدہ کی ہے۔

اور موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حدیبیہ کے سال سات ہجری میں ذوالقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کرنے کے لیے نکلے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مشرکین نے آپ کو مسجد حرام میں جانے سے روک دیا تھا، پھر جب آپ مقام سرف پر پہنچے تو آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو حضرت میمونہ کے ساتھ اپنے نکاح کا پیغام دیا، پھر حضرت جعفر کے کہنے سے حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نکاح حضرت میمونہ سے کیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا مقام سرف میں اسی جگہ فوت ہو گئی تھیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری تھی اور یہ اکاون ہجری کا واقعہ ہے اور دوسرا قول چھیاسٹھ (۶۶) ہجری کا ہے اور تیسرا قول تریسٹھ ہجری کا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے بھانجوں یزید بن الاصم اور عبد اللہ بن شداد الہادی نے انہیں قبر میں اتارا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۴ ص ۴۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ عز الدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری الشافعی المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اس وقت آپ محرم تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۱۰)

اس وجہ سے فقہاء میں اختلاف ہوا ہے کہ محرم نکاح کر سکتا ہے یا نہیں، بعض فقہاء نے کہا: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میمونہ سے نکاح کیا اس وقت آپ احرام کھول چکے تھے اور جب آپ کے نکاح کا معاملہ ظاہر ہوا اس وقت آپ محرم تھے، پھر جب آپ نے ان کے ساتھ مقام سرف میں شب زفاف گزاری اس وقت آپ احرام کھول چکے تھے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۵)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پنیر کھانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھری سے کاٹو اور بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ (سند احمد ج ۱ ص ۲۳۴)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے متعلق علامہ ابن الاثیر نے وہی اقوال لکھے ہیں جو علامہ ابن عبد البر نے لکھے ہیں۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۷ ص ۲۶۴۔ ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے چھیالیس (۴۶) احادیث مروی ہیں، جن میں سے سات احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور پانچ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور یزید بن الاصم اور ایک جماعت نے روایت کی ہے، الزہری نے کہا: یہ وہی ہیں جنہوں نے اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا، المزی نے کہا: یہ مقام سرف میں اکاون (۵۱) ہجری میں فوت ہوئیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۳ ص ۵۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

حافظ یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر القرطبی المالکی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس، ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقد سے پہلے مکہ مکرمہ میں نکاح کیا، عبداللہ بن محمد بن عقیل کی روایت ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ سے عقد کے بعد ان سے نکاح کیا اور ابن شہاب سے روایت ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان سے نکاح کیا، اور آپ کے ساتھ نکاح سے پہلے یہ اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو کے عقد نکاح میں تھیں۔ یہ بہت بھاری بدن کی فربہ خاتون تھیں اور ان کا دراز قد تھا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بوڑھی ہوگئیں، آپ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو حضرت سودہ نے کہا: آپ مجھے طلاق نہ دیں اور میرے معاملہ میں آپ مختار ہیں، میں یہ چاہتی ہوں کہ میرا حشر آپ کی ازواج مطہرات کے ساتھ ہو اور بے شک میں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی ہے اور میں آپ سے وہ ارادہ نہیں کرتی جس کا عورتیں اپنے شوہروں سے کرتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے نکاح میں برقرار رکھا حتیٰ کہ آپ کے نکاح میں ہی فوت ہوئیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ۔ (النساء: ۱۲۷)

اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خطرہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ دونوں آپس میں صلح کر لیں اور صلح کرنا بہتر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے سب سے زیادہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا محبوب تھیں مگر یہ کہ ان کی زبان تیز تھی، احمد بن زہیر نے کہا کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہوئیں۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۴ ص ۴۲۲۔ ۴۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ عز الدین ابن الاثیر ابو الحسن علی بن محمد الجزری الشافعی المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد نے آ کر کہا کہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے جو حج نہیں کر سکتا؟ آپ نے فرمایا: ''یہ بتاؤ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کی طرف سے اس قرض کو ادا کر دیتے تو کیا وہ تمہاری طرف سے قبول ہوتا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رحیم ہے تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو''۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۴۲۹) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہوئیں۔

اس کے علاوہ علامہ ابن الاثیر نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں وہی لکھا ہے جس کو ہم حافظ ابن عبدالبر سے نقل کر چکے

Marfat.com

ہیں۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۷ ص ۱۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، ان سے متعدد احادیث مروی ہیں، امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں، ابن خیثمہ نے کہا: یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۳ ص ۴۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

چار تک عورتوں سے نکاح کرنا مستحب اور مطلوب ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، صحیح البخاری: ۵۰۶۷ کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ مسلمانوں میں سے جن کی ازواج زیادہ ہوں وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں بلکہ انہوں نے یہ اس لیے کہا کہ لوگوں کو نکاح کرنے پر برانگیختہ کریں اور بتائیں کہ نکاح کرنا مستحب ہے اور اسلام میں رہبانیت متروک ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنا اور آپ کی سنت کی اتباع کرنا ہم پر واجب ہے اور آپ کی امت کی اکثریت عورتوں پر مشتمل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ان میں سے نو عورتوں کے ساتھ نکاح کو مباح قرار دیا اور آپ کی امت کے لیے چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے فقہی مسائل

(۱) مرنے کے بعد بھی مسلمان کا اسی طرح احترام ہے جس طرح زندگی میں اس کا احترام ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بھی ان کی اسی طرح تعظیم اور توقیر کی جس طرح ان کی حیات میں تعظیم اور توقیر تھی اور یہ کہا کہ ان کے جنازے کو جھٹکے نہ دینا، زور زور سے نہ چلنا اور ان کا جنازہ لے کر آہستگی سے چلنا۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے جن کی باری مقرر نہیں فرمائی تھی وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی، انہیں معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت فرماتے ہیں اور ان کا یہ ارادہ تھا کہ ان کا حشر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں ہو، پس وہ آپ کی ازواج میں باقی رہیں اور رات گزارنے میں ان کا حصہ نہیں تھا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۳۱۔ ۱۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعداد اور ان کے اسماء

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، صحیح البخاری: ۵۰۶۷ کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے اسماء یہ ہیں: (۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد (۲) حضرت سودۃ بنت زمعۃ (۳) حضرت عائشہ بنت ابی بکر (۴) حضرت حفصہ بنت عمر (۵) حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ (۶) حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان، یہ تمام ازواج مطہرات قرشیات ہیں (۷) حضرت میمونہ الہلالیہ بنت الحارث (۸) حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ (۹) حضرت جویریہ بنت الحارث الخزاعیہ (۱۰) حضرت صفیہ بنت حیی الاسرائیلیہ (۱۱) حضرت زینب بنت خزیمہ۔

اور حضرت ریحانہ میں اختلاف ہے کہ وہ آپ کی زوجہ تھیں یا آپ کی باندی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی نو ازواج تھیں۔ یہ وہ نو ازواج ہیں جو حضرت عائشہ سے لے کر حضرت صفیہ تک ترتیب سے مذکور ہیں اور حضرت زینب بنت خزیمہ کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی ہوگئی تھی۔ یہ آپ سے نکاح کے تین ماہ بعد تین ہجری میں فوت ہوگئی تھیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۹۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

عطاء کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی باری کو ساقط کیا تھا اور یہ اس کا وہم ہے، دراصل آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری کو ساقط کیا تھا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، صحیح البخاری: ۵۰۶۷ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ ازواج مطہرات کے لیے باریاں مقرر فرماتے تھے اور ایک زوجہ کے لیے باری مقرر نہیں فرماتے تھے۔ مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ عطاء نے کہا: جس زوجہ کے لیے آپ باری مقرر نہیں فرماتے تھے وہ حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب تھیں۔ قاضی عیاض نے کہا کہ امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ یہ عطاء کا وہم ہے اور درست یہ ہے کہ وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں کیونکہ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کردی تھی، اور ابن جریج کو اس روایت میں عطاء سے مغالطہ ہوا ہے، اسی طرح قاضی عیاض نے کہا ہے۔

اور مفسرین نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہا ہے:

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ۔ ان ازواج میں سے آپ جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں۔ (الاحزاب: ۵۱)

آپ نے حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن کو اپنے پاس جگہ دی اور آپ ان کے لیے باریوں کو تقسیم کرتے تھے اور حضرت سودہ، حضرت جویریہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت میمونہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن کو مؤخر کر دیا، پس آپ ان کے لیے جس طرح چاہتے باریوں کو تقسیم کرتے تھے۔

قاضی عیاض نے کہا: ہوسکتا ہے کہ ابن جریج کی روایت صحیح ہو اور یہ آپ کی آخری عمر کا واقعہ ہو جب آپ نے تمام ازواج مطہرات کو اپنے پاس جگہ دی اور حضرت صفیہ کے سوا آپ سب کے لیے باریاں تقسیم فرماتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام محمد بن سعد نے تین سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ کے لیے بھی اسی طرح باریاں تقسیم کرتے تھے جس طرح باقی ازواج کے لیے باریاں تقسیم کرتے تھے لیکن ان تین سندوں میں واقدی کی سند حجت نہیں ہے، پس راجح یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ جس زوجہ کے لیے آپ باری مقرر نہیں فرماتے تھے وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کر دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت عائشہ کے لیے مقرر کرتے تھے جو ان کی باری کا تھا اور ایک دن حضرت سودہ کا ان کی باری کے لیے مقرر فرماتے تھے جیسا کہ اس کی تصریح کتاب الطلاق سے چوبیس (۲۴) باب پہلے آئے گی، لیکن ہوسکتا ہے کہ آپ حضرت سودہ کے لیے باری مقرر کرتے ہوں لیکن رات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے ہوں اور میرے نزدیک راجح وہ ہے جو صحیح حدیث سے ثابت ہے اور شاید امام بخاری نے اس اضافہ کو عمداً ساقط کر دیا (یعنی عطاء کے قول کو)۔

Marfat.com

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے سال کے متعلق متعدد اقوال اور صحیح قول کی تعیین

عطاء نے کہا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سب سے آخر میں مدینہ میں فوت ہوئی تھیں، اور امام محمد بن سعد نے بھی اس کی موافقت کی ہے اور کہا کہ ان کی وفات اکسٹھ (٦١) ہجری میں ہوئی تھی اور دوسرں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ ان کی وفات چھپن (٥٦) ہجری میں ہوئی تھی اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد زندہ تھیں اور ان کی شہادت دس محرم اکسٹھ ہجری میں ہوئی تھی، دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات انسٹھ (٥٩) ہجری میں ہوئی تھی اور یہ پہلا قول راجح ہے یعنی اکسٹھ ہجری میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا قول اور یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ دونوں ایک سال میں فوت ہوئی ہوں لیکن حضرت میمونہ کی وفات مؤخر ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت میمونہ تریسٹھ (٦٣) ہجری میں فوت ہوئیں اور ایک قول ہے کہ وہ چھیاسٹھ (٦٦) ہجری میں فوت ہوئیں، اور ان اقوال کی تقدیر پر حضرت میمونہ کے سب سے آخر میں فوت ہونے پر کوئی اشکال نہیں ہے اور اس میں مذکور ہے کہ وہ مدینہ میں فوت ہوئیں، اس پر قاضی عیاض نے بحث کی ہے اور کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں اور یہ کیسے درست ہوگا جب کہ حدیث کے اول میں ہے کہ حضرت میمونہ مقام سرف میں فوت ہوئیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سرف مکہ میں ہے، پس راوی کا یہ قول کہ وہ مدینہ میں فوت ہوئیں وہم ہے۔

حضرت میمونہ کی وفات مکہ میں ہوئی تھی اور جس روایت میں ہے کہ ان کی وفات مدینہ میں ہوئی تھی اس روایت میں مدینہ سے مراد شہر ہے خاص مدینہ نہیں

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ مدینہ سے مراد شہر ہو اور وہ شہر مکہ ہے اور اس حدیث کے شروع میں ہے کہ صحابہ مقام سرف میں ان کے جنازے پر حاضر ہوئے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی وفات بھی سرف میں ہوئی ہو۔ ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ ان کی وفات مکہ کے اندر ہوئی ہو اور انہوں نے یہ وصیت کی ہو کہ ان کی تدفین اس جگہ کی جائے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شب زفاف بسر کی تھی، سو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی وصیت کو نافذ کر دیا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام محمد بن سعد نے ابن جریج کی حدیث کو اس کے بعد ذکر کیا اور ابن جریج کے علاوہ دوسروں نے اس حدیث میں کہا کہ حضرت میمونہ مکہ میں فوت ہوئیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے جنازے کو اٹھا کر مقام سرف میں لے گئے اور وہاں ان کی تدفین کی۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٢٤١، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی، علامہ قسطلانی، علامہ الکورانی، علامہ زرہونی وغیرہم شارحین بخاری نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح پر ایک لفظ کا بھی اضافہ نہیں کیا۔

٥٠٦٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَهُ تِسْعُ نِسْوَةٍ وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس طواف کرتے تھے اور اس وقت آپ کی نو ازواج تھیں اور مجھ

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

سے خلیفہ نے کہا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہم کو نبی ﷺ سے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح بسط وکمال کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۶۸ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں: ہم نے صحیح البخاری ۲۶۷ اور ۲۶۸ کی شرح بہت تفصیل سے کی ہے اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) نبی ﷺ جو ایک شب میں تمام ازواج کے پاس گئے اس کی وجوہ (۲) آیا آپ کی ازواج گیارہ تھیں یا نو، اس کی تحقیق (۳) ہمارے نبی ﷺ کی قوت چار ہزار مردوں کے برابر تھی۔ (دیکھیے: نعمۃ الباری ج ۱ ص ۷۴۷۔۷۴۵)

نیز ہم نے صحیح البخاری: ۲۸۷ کی جو شرح کی ہے اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) نبی ﷺ کی کل ازواج کی تعداد اور ان کی ترتیب اور ان کی تعداد جو آپ سے پہلے فوت ہو گئیں، اور جن کے ساتھ آپ نے دخول کیا اور جن کے ساتھ دخول نہیں کیا اور جن کو صرف نکاح کا پیغام دیا اور ان کے ساتھ نکاح نہیں کیا، اور جن خواتین نے خود کو آپ پر پیش کیا ان کے اسماء۔ (۲) ازواج مطہرات کے سنین وفات اور مقام تدفین۔ (۳) نبی ﷺ کا متعدد نکاح کرنا تبلیغ اسلام، احکام شرعیہ کی ترویج اور ان کے لیے نمونہ فراہم کرنے، دوست نوازی اور تشریعی مقاصد کے لیے تھا نہ کہ شہوت کا تقاضا پورے کرنے کے لیے۔ (دیکھیے: نعمۃ الباری ج ۱ ص ۷۷۴۔۷۷۱)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کا نسیان یا مغالطہ

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ کتاب الغسل میں گزر چکی ہے۔ (کشف الباری کتاب فضائل القرآن ص ۱۴۱)

میں کہتا ہوں کہ: شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے کتاب الغسل کی احادیث کی شرح نہیں کی۔ کشف الباری کی پہلی جلد ''بدء الوحی وکتاب الایمان'' میں ہے۔ دوسری جلد ''کتاب الایمان'' میں ہے اور تیسری جلد اور چوتھی جلد ''کتاب العلم'' میں ہے اور پانچویں جلد ''الجہاد والسیر'' میں ہے۔

۵۰۶۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ رَقَبَةَ عَنْ طَلْحَةَ الْيَامِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ لَا قَالَ فَتَزَوَّجْ فَإِنَّ خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الحکم انصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از رقبہ از طلحہ الیامی از سعید بن جبیر، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا: کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں تو آپ نے فرمایا: تم نکاح کرو کیونکہ اس امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جن کی زیادہ بیویاں ہوں۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۶۹، صحیح مسلم: ۱۹۲۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۳۱۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۲، مسند احمد: ۲۱۷۹، مسند احمد: ۲۰۴۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۷۷، سنن سعید بن منصور: ۴۹۳)

Marfat.com

امت کے لیے بہ یک وقت چار عورتوں سے زیادہ کی نکاح کی اجازت کا نہ ہونا

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نکاح کرنے پر برانگیختہ کیا اور ان کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ جس کی زیادہ بیویاں ہوں وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہے بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ اسلام میں نکاح کی ترغیب ہے اور رہبانیت کو ترک کرنا ہے اور ہم پر یہ واجب ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کریں اور آپ کی سنت کی پیروی کریں اور آپ کی امت کی اکثریت عورتوں پر مشتمل ہے اس لیے آپ نے ان میں سے نو عورتوں کے ساتھ بہ یک وقت نکاح کیا اور امت کے لیے بہ یک وقت چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں دی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۹۱، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ نکاح کرنا خصی ہونے سے بہتر ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ نکاح کرنا عورتوں میں مسائل شرعیہ کی تبلیغ کے لیے ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس امت کے سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جن کی سب سے زیادہ بیویاں ہیں اور اس امت کی قید اس لیے لگائی ہے تاکہ حضرت سلیمان علیہ السلام خارج ہو جائیں کیونکہ ان کی سو بیویاں تھیں (صحیح البخاری: ۲۸۱۹) اور ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی بھی ننانوے (۹۹) بیویاں تھیں (ص: ۲۳) اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ اس امت کے لیے خصی ہونے سے بہتر یہ ہے کہ وہ نکاح کریں اور گویا کہ انہوں نے یہ اشارہ کیا ہے کہ نکاح کو ترک کرنا مرجوح ہے کیونکہ اگر یہ راجح ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کو اختیار نہ کرتے جب کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ شریعت کو جاننے والے تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے تھے اور آپ نے صحابہ کرام کو یہ بتایا کہ زیادہ نکاح کرنے میں تبلیغ کی مصلحت ہے کیونکہ کئی احکام شرعیہ ایسے ہیں جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے اس لیے آپ نے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کیا تاکہ وہ ان مسائل کی تبلیغ کریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ نکاح کرنا آپ کا عظیم معجزہ ہے

اور اس میں آپ کے اس عظیم معجزہ کا اظہار ہے کیونکہ آپ اکثر پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تھے اور اگر آپ کو زیادہ کھانا مل جاتا تو آپ دوسروں کو کھلا دیتے تھے اور آپ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے اور وصال کے روزے رکھتے تھے، اس کے باوجود آپ ایک رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس جا کر ان سے جماع کرتے تھے اور یہ بغیر بدن کی طاقت کے نہیں ہو سکتا اور بدن کی طاقت تو کھانے، پینے کی مقویات سے حاصل ہوتی ہے اور ایسی چیزیں آپ کے پاس بالکل نہیں تھیں یا بہت کم تھیں۔

زیادہ نکاح کرنے کی مدح کی توجیہ

بلکہ "الشفاء" میں مذکور ہے کہ عرب کثرت نکاح کی اس لیے مدح کرتے تھے کیونکہ اس سے قوت مردانگی پر دلالت ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت نکاح آپ کی اپنے رب کی عبادت میں حارج نہیں ہوئی بلکہ اس میں اضافہ ہوا کیونکہ آپ اپنی بیویوں کی حفاظت کرتے اور ان کے حقوق ادا کرتے اور ان کو عورتوں کے مخصوص مسائل کی تعلیم دیتے اور اہل علم نے کثرت نکاح کے بہت فوائد بیان کیے ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازواج کے فوائد، مصلحتیں اور حکمتیں

(۱) آپ نے بہ کثرت نکاح کیے تا کہ ازواج مطہرات آپ کے احوال باطنہ کا مشاہدہ کریں اور مشرکین کے اس زعم کی نفی ہو کہ آپ معاذ اللہ ساحر یا کاہن ہیں۔

(۲) کثرت نکاح کی وجہ سے متعدد قبائل کے ساتھ آپ کی رشتہ داریاں ہوئیں اور وہ آپ کے قرب سے مشرف ہوئے۔

(۳) متعدد قبائل سے رشتہ داری کی وجہ سے ان کی آپ کے ساتھ الفت ہوئی اور تبلیغ دین کی راہ میں آسانی ہوئی۔

(۴) ازواج کے ساتھ تعلق کے ساتھ ساتھ آپ تبلیغ اسلام میں مسلسل مشغول رہے اور کثرت نکاح تبلیغ دین کی راہ میں حارج نہیں ہوئی۔

(۵) نکاح کی وجہ سے آپ کے رشتہ دار زیادہ ہوئے جس کی وجہ سے جہاد کرنے میں وہ بھی شامل ہوئے۔

(۶) نکاح کی وجہ سے آپ نے ایسے احکام شرعیہ اپنی ازواج کو بیان فرمائے جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے کیونکہ ازدواجی تعلقات پر مشتمل معاملات دوسروں سے مخفی رکھے جاتے ہیں۔

(۷) آپ کے اخلاق باطنہ پر صرف آپ کی ازواج مطہرات ہی مطلع ہو سکتی تھیں کیونکہ آپ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا جب ان کے والد حضرت ابو سفیان آپ سے عداوت رکھتے تھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا جب غزوۂ خیبر میں ان کے والد اور ان کے چچا اور ان کے خاوند قتل کیے جا چکے تھے، پس اگر آپ تمام مخلوق سے زیادہ کامل اخلاق کے مالک نہ ہوتے تو یہ ازواج آپ سے متنفر ہوتیں بلکہ ہوا یہ کہ ان کے نزدیک آپ ان کے تمام خاندان والوں سے زیادہ محبوب تھے۔

(۸) پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کثرت نکاح میں آپ کا عظیم معجزہ ہے کیونکہ آپ بہ کثرت جماع کرتے تھے حالانکہ آپ کا کھانا، پینا بہت کم تھا اور آپ بہت روزے رکھتے تھے اور وصال کے روزے رکھتے تھے۔

(۹) اور آپ نے یہ حکم دیا کہ جو نکاح کی مشقتوں پر قادر نہ ہو وہ روزے رکھے، اور آپ نے فرمایا: روزوں کی کثرت شہوت جماع کو توڑتی ہے، اس کے برعکس روزوں کی کثرت کے باوجود آپ کا بہ کثرت جماع کرنا خلاف عادت اور آپ کا معجزہ ہے۔

(۱۰) کثرت نکاح کی وجہ سے آپ پر ازواج کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی ضروریات کے اخراجات اٹھانا اور ان کی حفاظت کرنا آپ کے اوپر ایک الگ اور مستقل ذمہ داری تھی اور جتنی ازواج زیادہ تھیں اتنی ہی یہ ذمہ داریاں زیادہ تھیں اور آپ نے ان کو بہ حسن و کمال پورا کیا اور ان ازواج میں عدل و انصاف قائم رکھا جب کہ عام لوگ دو بیویوں میں بھی یہ ذمہ داریاں پوری کرنے سے قاصر ہوتے ہیں اور ان میں عدل و انصاف نہیں کر سکتے بلکہ بعض لوگ تو صرف ایک بیوی کے ساتھ رہتے ہیں اور دوسری بیوی کو خود سے الگ کر دیتے ہیں پس سلام ہو اس نبی پر جس نے نو بیویوں کو ساتھ رکھتے ہوئے ان کی ذمہ داریاں پوری کیں اور ان میں عدل و انصاف کو قائم رکھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۲ موضحا، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

مصنف کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت نکاح کی مصلحتیں اور حکمتیں

میں کہتا ہوں کہ: اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر عسقلانی پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات کو بے حساب بلند فرمائے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج کی بہت عمدہ مصلحتیں اور حکمتیں بیان فرمائی ہیں اور ان یہودی اور عیسائی مستشرقین کے اعتراضات کے دنداں شکن جوابات فراہم کیے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویوں پر اعتراض کرتے ہیں اور آپ کو غلبہ شہوت کا طعنہ

Marfat.com

دیتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ جن نبیوں کو وہ مانتے ہیں یعنی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام ہیں ان کی بالترتیب ننانوے اور سو بیویاں تھیں اور یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ آپ نے جو پہلی شادی کی وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کی تھی جو بیوہ خاتون تھیں اور آپ نے پچیس سال تک ان کو اپنے نکاح میں رکھا اور ان کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ اس کے بعد کے تیرہ سالوں میں آپ نے دس نکاح کیے جن میں سے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کنواری خاتون تھیں اور باقی ازواج یا بیوہ تھیں یا مطلقہ تھیں۔ اگر آپ کا مقصود تقاضائے شہوت کو پورا کرنا ہوتا تو آپ زیادہ تر کنواری عورتوں سے نکاح فرماتے جب کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا سب نکاح بیوہ اور مطلقہ خواتین سے کیے تو معلوم ہوا کہ کثرت نکاح سے آپ کا مقصد کچھ اور تھا جن مقاصد میں سے دس کی طرف حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح میں ذکر فرمایا ہے اور ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کثرت نکاح کی انیس (۱۹) مصلحتیں اور حکمتیں لکھی ہیں۔ دیکھیے (نعمۃ الباری ج۱ ص ۷۷۴۔ ۷۷۲) و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

دیگر شراح بخاری کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ صحیح البخاری: ۵۰۶۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے یہ قید لگائی ہے کہ اس امت میں سب سے افضل وہ ہوگا جس کی سب سے زیادہ بیویاں ہوں گی اور اس امت کی قید اس لیے ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ازواج تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی ایک ہزار بیویاں تھیں جن میں سے تین سو آزاد عورتیں تھیں اور سات سو باندیاں تھیں اور ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی التوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو صرف دو نکاح کیے تھے تو بعد میں جنہوں نے زیادہ نکاح کیے تو وہ حضرت ابوبکر سے افضل ہو جائیں گے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اسلام میں تین سو عورتوں سے نکاح کیے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے ایک ہزار عورتوں سے نکاح کیے، لیکن اس سے ان کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اس جہت سے افضلیت لازم نہیں آتی کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے مطلقاً افضل ہیں اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کی یہ فضیلت جزوی ہے جو حضرت ابوبکر کی علی الاطلاق فضیلت کے منافی نہیں ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۲۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ زکریا انصاری شافعی متوفی ۹۲۶ھ اور علامہ القسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ اور علامہ زرہونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے اس حدیث کی شرح میں صرف فتح الباری کی شرح کی چند سطریں نقل کی ہیں۔

(منحۃ الباری ج ۸ ص ۳۳۹، ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۹۲، الفجر الساطع ج ۱۱ ص ۳۶۱)

شیخ عبداللہ بن باز حنبلی متوفی ۱۴۲۰ھ نے اس حدیث پر یہ تعلیق لکھی ہے کہ: حضرت حسن بن علی اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کی بہت ازواج تھیں تا کہ وہ اپنے نفسوں کو پاک باز رکھیں اور کثرت اولاد کو حاصل کریں، ان کا مقصد عیاشی اور محض قضاء شہوت نہیں تھا۔ (شرح صحیح البخاری للعثیمین ج ۴ ص ۴۲۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۔ بَابُ: مَنْ هَاجَرَ أَوْ عَمِلَ خَيْرًا لِتَزْوِيجِ امْرَأَةٍ فَلَهُ مَا نَوَى

جس نے ہجرت کی یا کوئی نیک عمل کیا تا کہ کسی عورت سے نکاح کرے تو اسے اس کا اجر ملے گا

۵۰۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْعَمَلُ بِالنِّيَّةِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ ﷺ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از محمد بن ابراہیم بن الحارث از علقمہ بن وقاص از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عمل کا مدار نیت پر ہے اور مرد کو صرف وہی اجر ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہو، پس جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو جسے وہ پائے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے، پس اس کی ہجرت اسی طرف سے ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۱، ۵۴، ۲۵۲۹، ۳۸۹۸، ۵۰۷۰، ۶۶۸۹، ۶۹۵۳، صحیح مسلم: ۱۹۰۷، سنن ترمذی: ۱۶۴۷، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۱، سنن نسائی: ۳۴۳۷، سنن ابن ماجہ: ۴۲۲۷، مسند احمد: ۱۶۸)

مہاجر ام قیس کا تذکرہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

محمد بن الحسین الآجری نے کہا: جب نبی ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو مکہ میں رہنے والے تمام مسلمانوں پر واجب ہو گیا کہ وہ مکہ سے ہجرت کریں اور اپنے گھر والوں، اپنے رشتہ داروں اور اپنے وطنوں کو چھوڑ دیں اور اللہ عزوجل کی رضا کا ارادہ کریں تو لوگ اس نیت سے ہجرت کر رہے تھے کہ پھر ایک مرد مکہ سے ہجرت کرتا ہوا نکلا اور اس کی نیت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا نہیں تھی۔ اس کی نیت اس عورت سے نکاح کرنا تھی جو اس سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ جا چکی تھی، سو اس مرد کو مہاجرین میں سے شمار نہیں کیا گیا اور اس کا نام مہاجر ام قیس رکھا گیا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اسی شرح کو نقل کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۹۲، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

حضرت ابوطلحہ کے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
مہاجر ام قیس کا قصہ امام طبرانی نے اپنی مسند میں اور امام آجری نے کتاب الشریعۃ میں بغیر سند کے لکھا ہے اور امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا: اے ابوطلحہ! تم جیسے مرد کے پیغام نکاح کو مسترد نہیں کیا جاتا مگر تم کافر مرد ہو اور میں مسلمان عورت ہوں اور میرے لیے تم سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے، پس اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو یہی میرا مہر ہوگا، سو انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور یہی ان کا مہر ہوا۔ الحدیث۔
امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام سلیم ابوطلحہ سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتی تھیں اور انہوں نے ان کے کفر کی وجہ سے انکار کیا اور انہوں نے اپنے نفس کو خرچ کر کے اس مطلوب کو حاصل کیا، سو انہوں نے اپنی نیت میں دو نیکیوں کو حاصل کر لیا۔

حدیث مذکور پر ایک اشکال کا جواب

بعض علماء نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مسلمان عورتوں کے کافروں کے ساتھ نکاح کی حرمت حدیبیہ کے زمانہ میں ہوئی اور یہ حرمت حضرت ام سلیم کے ابوطلحہ کے ساتھ نکاح کے کافی عرصہ بعد نازل ہوئی۔ اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کافر مردوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح حرمت سے پہلے ہوتا تھا اور جب حرمت کی آیت نازل ہوگئی تو پچھلے نکاحوں میں تفریق کر دی گئی اور یہ محفوظ نہیں ہے کہ ہجرت کے بعد کسی مسلمان عورت نے کسی کافر سے نکاح کیا ہو۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۲۴۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

دیگر شراح بخاری کی شروح

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے: ہم اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ا میں کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۹)
علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
سنن نسائی: ۳۳۴۰، میں مذکور ہے کہ حضرت ام سلیم کے کافر کے ساتھ نکاح نہ کرنے کی وجہ سے ابوطلحہ اسلام لائے اور کفر ابتداءً مسلمان عورت کے ساتھ نکاح سے مانع تھا، لہٰذا یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ مسلمہ اور کافر کے درمیان تفریق کا حکم حدیبیہ کے بعد نازل ہوا اور ام سلیم کا نکاح صلح حدیبیہ سے کافی پہلے ہوا تھا۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۲۶، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۹ھ)
علامہ زکریا انصاری شافعی متوفی ۹۲۶ھ نے بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح اول کتاب میں گزر چکی ہے۔ (منحۃ الباری ج ۸ ص ۳۲۹ مکتبۃ الرشد ۱۴۲۶ھ)
علامہ زرہونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے اس حدیث کی شرح میں فتح الباری کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔
(الفجر الساطع ج ۱۱ ص ۳۲۶، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۳۰ھ)
شیخ عبداللہ بن باز حنبلی متوفی ۱۴۲۰ھ نے لکھا ہے: جو شخص نیت صالحہ سے شریعت کے موافق نکاح کرے یا اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس کو اجر ملے گا۔ (شرح صحیح البخاری للعثیمین ج ۴ ص ۴۲۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

حدیث میں مذکور پہلے دو جملوں کا باہمی فرق اور کن کاموں میں عبادت کی نیت ضروری ہے اور کن کاموں میں عبادت کی نیت ضروری نہیں ہے

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی التوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں پہلا جملہ یہ ہے کہ اعمال کا مدار نیات پر ہے اور دوسرا جملہ یہ ہے: مرد کو اسی کام کا اجر ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہو اور پہلے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ عمل نیت کے تابع ہے اور نیت کے اعتبار سے عمل پر حکم مرتب ہوتا ہے اور دوسرے جملہ میں یہ تنبیہ ہے کہ عمل کرنے والے کو وہی چیز حاصل ہوتی ہے جس کی اس نے نیت کی ہوتی ہے۔

علامہ ابن عبدالسلام نے کہا ہے کہ پہلے جملہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کون سے اعمال معتبر ہیں اور دوسرے جملہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان اعمال پر کیا چیز مرتب ہوتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ نیت کرنا ان عبادات میں ضروری ہے جو بنفسہا متمیز نہیں ہوتیں جیسے وضو کرنا اور غسل جنابت کرنا اور جو عبادات بنفسہا متمیز اور ممتاز ہوتی ہیں اور ان میں یہ تردد نہیں ہوتا کہ یہ کام عادتاً ہیں یا عبادۃً ہیں جیسے اذکار، دعائیں اور تلاوت قرآن وغیرہ، اسی طرح نماز ہے، ان میں عبادت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ کام فی نفسہا عبادت کے لیے معین ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ شرط اور جزا میں تغایر ہوتا ہے اور اس حدیث میں شرط اور جزا میں تغایر نہیں ہے

اس حدیث کے آخری دو جملے شرط اور جزاء پر مشتمل ہیں اور شرط اور جزاء میں تغایر ہوتا ہے اور ان میں تغایر نہیں ہے کیونکہ پہلا جملہ بہ طور شرط ہے، اس میں مذکور ہے: ''پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے''۔ اور دوسرا جو بہ طور جزاء ہے اس میں مذکور ہے: ''تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے''۔ اور ان دونوں جملوں میں تغایر نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے جملہ کا حاصل یہ ہے: کہ ''جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف قصداً اور نیۃً ہجرت کی''۔ اور دوسرے جملہ کا حاصل یہ ہے: ''تو اس کی ہجرت شرعاً اور اجراً اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے''۔ سو شرط اور جزا میں تغایر حاصل ہو گیا۔ (ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۹۴۔ ۳۹۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۔ بَابٌ: تَزْوِيجِ الْمُعْسِرِ الَّذِي مَعَهُ الْقُرْآنُ وَالْإِسْلَامُ

اس تنگ دست کا نکاح کرنا جس کے ساتھ قرآن اور اسلام ہو

فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

اس باب میں حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

۵۰۷۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی الله عنه قَالَ كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نَسْتَخْصِي فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ہماری بیویاں نہیں تھیں، ہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم خصی نہ ہو جائیں

تو آپ نے ہمیں اس سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۱۵ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۶۱۵، ۵۰۷۱، ۵۰۷۵، صحیح مسلم: ۱۴۰۴، مسند احمد: ۴۱۱۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۵۵۰، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۱، معنف عبدالرزاق: ۱۴۰۴۸، مسند ابویعلیٰ: ۵۳۸۲، شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۴)

جس تنگ دست شخص کے پاس قرآن اور اسلام ہو اس کے نکاح کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث کا عنوان ہے کہ جس تنگ دست شخص کے پاس قرآن اور اسلام ہو اس کا نکاح کرنا، اس عنوان میں یہ دلیل ہے کہ آپ نے اس تنگ دست کو تعلیم کے عوض اس عورت کا مالک نہیں بنایا کیونکہ اگر آپ اس شخص کو تعلیم کے عوض اس عورت کا مالک بناتے تو پھر وہ تنگ دست نہ ہوتا، اور امام بخاری نے اسلام کا لفظ بھی لکھا ہے، وہ اس کی دلیل ہے کہ چونکہ وہ عورت مسلمان تھی، پس وہ اس کو اسلام کی تعلیم نہیں دیتا تھا بلکہ اجرت کے عوض اسے قرآن کی تعلیم دیتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے حفظ قرآن کی حرمت کی رعایت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تنگ دست کو تعلیم سے پہلے اس عورت کا مالک بنا دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تنگ دست اصحاب کو خصی ہونے سے منع فرمایا، اس میں یہ دلیل ہے کہ تنگ دست کا نکاح کرنا جائز ہے اور اگر صرف مال دار لوگوں کے لیے نکاح کرنا جائز ہوتا تو آپ تنگ دست مسلمانوں کو نکاح کرنے سے منع فرما دیتے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے اس تنگ دست کے نکاح کرنے کے جواز پر دلائل جس کے پاس قرآن اور اسلام ہو

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جیسا کہ علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ تنگ دست کا نکاح کرنا جائز ہے اور اس پر دلیل یہ آیت مبارکہ ہے:

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (النور: ۳۲)

تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو، اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا، اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، بہت جاننے والا ہے O

اور امام دارقطنی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تنگ دست سے فرمایا: "میں نے تمہارا اس عورت سے نکاح کر دیا اس سبب سے کہ تم اس کو قرآن پڑھاؤ اور اس کو تعلیم دو اور جب تمہیں اللہ تعالیٰ رزق دے تو تم اس کا مہر ادا کرو"۔

(سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۵۰-۲۴۹)

اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تنگ دست سے فرمایا: "جب کہ میں نے تمہیں اس عورت کے معاملہ کا مالک بنا دیا ہے اور اس سے فرمایا: سورۃ البقرۃ اور اس سے ملی ہوئی سورتیں حفظ کرو، فرمایا: کھڑے ہو اور اس کو بیس آیتوں کی تعلیم دو اور یہ تمہاری بیوی ہے"۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۵۰۶)

Marfat.com

امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۱۲)
اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک مرد سے سوال کیا کہ کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، میرے پاس نکاح کرنے کے لیے مال نہیں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تمہارے پاس قل ھو اللہ احد نہیں ہے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! حضرت انس رضی اللہ عنہ کہا: وہ چوتھائی قرآن ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱) اور امام ترمذی کی روایت میں ہے: وہ تہائی قرآن ہے (سنن ترمذی: ۲۸۹۵) اور ابوشیخ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے پوچھا: کیا تمہارے پاس آیۃ الکرسی نہیں ہے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! تو انہوں نے کہا: تمہارے پاس چوتھائی قرآن ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱)
تنگ دست شخص کا اسلام اور قرآن مجید کی سورتوں کے سبب سے جس عورت کے ساتھ نکاح کیا گیا تھا اس کا نام خولہ بنت حکیم تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام ام شریک تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۹۵۔ ۱۹۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد کی حدیث کو ذکر نہیں کیا، اس کی علامہ کرمانی نے دو توجیہیں کیں جن میں سے دوسری توجیہ کو حافظ ابن حجر نے رد کر دیا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری نے کہا ہے: اس میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے یعنی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ ایک عورت نے اپنا نفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو کوئی جواب نہیں دیا تو ایک تنگ دست نے کہا: اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو آپ اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیں۔ (صحیح البخاری: ۵۰۲۹)
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے یہاں پر حضرت سہل کی حدیث روایت نہیں کی کیونکہ وہ اس سے پہلے اس کی روایت کر چکے ہیں، اس لیے یہاں پر صرف اس کے حوالہ کو کافی قرار دیا، یا ان کے شیخ نے اس حدیث کے عنوان میں اس حدیث کی روایت نہیں کی تھی۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ: علامہ کرمانی کی دوسری توجیہ بہت بعید ہے کیونکہ کسی نے بھی یہ نہیں لکھا کہ امام بخاری اپنی صحیح کے تراجم میں اور عنوانات میں اپنے مشائخ کے تراجم اور عنوانات کی پابندی کرتے ہیں بلکہ جمہور نے یہ تصریح کی ہے کہ امام بخاری کے تراجم ان کے اپنے تصرف سے ہوتے ہیں اس لیے اس احتمال کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

امام بخاری کا لطیف استنباط اور حدیث الباب کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

امام بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ایک جملہ نقل کیا ہے: ''ہم جہاد کرتے تھے اور ہماری بیویاں نہیں تھیں تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم خصی ہو جائیں تو آپ نے اس سے منع فرمایا''۔
امام بخاری نے اس حدیث سے یہ لطیف استنباط کیا ہے کہ جب وہ خصی ہونے کی اجازت طلب کر رہے تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس مال نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس تنگ دست کے پاس مال نہ ہو اس کا نکاح کرنا جائز ہے اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی تائید ہے کیونکہ آپ نے اس تنگ دست مرد کا ایک عورت سے نکاح کر دیا جس کے پاس قرآن اور اسلام تھا اور اسی سے ترجمۃ الباب کی مناسبت ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۴۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

کفوء میں صرف اسلام کا اعتبار ہے اور خصی کرنے کی ممانعت کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفوء میں صرف دین اور اسلام کا اعتبار ہے مال کا اعتبار نہیں کیونکہ حضرت سہل کی حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تنگ دست کا نکاح ایک عورت سے کر دیا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ خصی ہونا آدمی کے لیے حرام ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو متغیر کرنا ہے اور اس میں نسل کو متغیر کرنا ہے اور جاندار کو عذاب دینا ہے۔ اسی طرح جس حیوان کا گوشت کھایا نہ جاتا ہو اس کو بھی خصی کرنا حرام ہے اور جس حیوان کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کو خصی کرنا جائز ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰۰، دارالکتب، بیروت، العلمیہ ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۰۲۹ میں گزر چکی ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۲۶، بیروت)

علامہ زکریا انصاری شافعی متوفی ۹۲۶ھ نے لکھا ہے: اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۱۵ میں گزر چکی ہے۔

(منحۃ الباری ج ۸ ص ۳۳۰، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور اگر تنگ دست کا شادی کرنا ممنوع ہوتا جب کہ اس کا خصی ہونا بھی ممنوع ہے تو اس سے تکلیف مالا یطاق لازم آتی۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۲۲۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

علامہ بدرالدین الدمامینی المالکی المتوفی ۸۲۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو خصی کرنے کی ممانعت ہے اس سے مراد خصیتین کو نکالنا نہیں ہے کیونکہ اس سے نفس کو ایذاء ہوتی ہے اور نسل منقطع ہوتی ہے اور وہ شرعاً ممنوع ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مرد ایسی دواؤں کو استعمال کرے جس سے اس کی قوت مردمی زائل ہو جائے اور وہ خصی کی طرح ہو جائے (جس طرح آج کل نس بندی کی جاتی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(مصابیح الجامع ج ۹ ص ۱۱، دارالنوادر، دمشق، ۱۴۳۱ھ)

شدید ضرورت کے بغیر مرد یا عورت کو بانجھ کر دینا جائز نہیں اور اس میں مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں: عورت یا مرد کو کسی دوائی یا سرجری کے ذریعے بانجھ کر دینا جائز نہیں ہے، البتہ جب شوہر یا بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک کسی ایسے موروثی مرض میں مبتلاء ہو جو خطرناک یا متعدی ہو اور اس مرض میں مبتلاء شخص معاشرہ پر بوجھ اور موجب حرج ہو تو پھر یہ صورت مستثنیٰ ہے کیونکہ تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بعض امراض وراثت میں منتقل ہوتے ہیں جیسے ذیابیطس، اس لیے جب یہ ثابت ہو جائے کہ کوئی شخص ایسے موروثی مرض میں مبتلاء ہے جو خطرناک یا متعدی ہے تو اس کو بانجھ کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مفاد عامہ کی خاطر واجب ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ میں مفاسد کو زائل کرنا مصالح کے حصول پر مقدم ہے۔

(الفتاویٰ الاسلامیہ، مصرج ۹ ص ۳۰۹۱۔۳۰۸۷ ملخصاً القاہرہ، ۱۴۰۳ھ)

بعض خواتین کے پیٹ میں بچہ آڑا ہوتا ہے جس کے سبب ولادت کے لیے سرجری ضروری ہوتی ہے اور جب اس کے پیٹ میں مزید سرجری کی گنجائش نہ رہے تو اس کو بھی سرجری کے ذریعے بانجھ کر دینا نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب ہے، اسی طرح اگر کوئی بالغ لڑکا بے عقل ہو اور خطرہ یہ ہو کہ یہ بڑا ہو کر جبراً لڑکیوں سے زنا کرے گا تو اس لڑکے کی نس بندی کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ

Marfat.com

واجب ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرد کی جن نالیوں سے تولیدی جرثومے (Sperm) گزرتے ہیں ان نالیوں کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے،اس عمل کے بعد مرد میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔نس بندی سے مرد بانجھ ہو جاتا ہے اور مرد کا اپنے آپ کو بانجھ کرالینا جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا خود مالک نہیں ہے،انسان خود کو بیچ سکتا ہے نہ خودکشی کر کے خود کو ختم کر سکتا ہے،نہ اپنا کوئی عضو،کسی کو کاٹ کر دے سکتا ہے اس لیے اسلام میں اعضاء کی پیوند کاری بھی جائز نہیں ہے اور صحیح البخاری کی حدیث:۵۰۷۱ میں یہ تصریح ہے کہ بعض صحابہ نے تنگ دستی کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی۔ہاں!ہم نے جو صورت ذکر کی ہے کہ کوئی بالغ لڑکا بے عقل ہو اور یہ خطرہ ہو کہ وہ بڑا ہو کر جبراً زنا کرے گا تو اس کی ادویات کے ساتھ قوت مردانگی کو ختم کرنا ضروری ہے۔مجھ سے چند سال پہلے ایک خاتون نے سوال کیا تھا کہ ان کا بیٹا بے عقل ہے وہ برہنہ گھر سے نکل جاتا ہے اور اس کو ستر پوشی کا کوئی خیال نہیں ہوتا اور خطرہ ہے کہ وہ بڑا ہو کر جبراً زنا کرے گا تو میں نے یہ فتویٰ دیا کہ آپ اس لڑکے کی ادویات کے ساتھ قوت مردانگی ختم کرا دیں۔عورت کو بانجھ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کے بیضہ دان کی نالی (Fellopian Tube) کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے،اس عمل کو نل بندی کہتے ہیں اور اس عمل کے بعد عورت کبھی بھی بچہ پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتی،یہ عمل صرف دو صورتوں میں جائز ہے:ایک اس صورت میں جب سرجری کے ذریعہ عورت سے بچہ پیدا ہوتا ہو اور مزید سرجری کی گنجائش نہ ہو اور دوسری وہ صورت جب کوئی ماہر مسلمان ڈاکٹر یہ بتائے کہ مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی ہلاکت کا خطرہ ہے،سو ان صورتوں میں نل بندی صرف جائز نہیں بلکہ واجب ہے۔(سعیدی غفرلہ)

خصی بکرے کی قربانی کا استحباب

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جانور کو خصی کرنا حرام ہے اور صحیح یہ ہے کہ جب جانور کو خصی کرنے سے قطع نسل لازم نہ آئے تو خصی کرنا حلال ہے مثلاً کسی شخص کی بہت بکریاں ہوں تو وہ کسی ایک بکرے کو خصی کر دے تو یہ جائز ہے اور اس لیے کہ خصی بکرے کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے اور خصی بکرا زیادہ قوی اور جسیم ہوتا ہے اور اس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے اور خصی بکرے کی قربانی کرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خصی بکروں کی قربانی کی۔(سنن ابن ماجہ:۳۱۲۲)(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۲۴،مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۷۔بَابُ:قَوْلِ الرَّجُلِ لِأَخِيهِ انْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ شِئْتَ حَتَّى أَنْزِلَ لَكَ عَنْهَا رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ

کسی مرد کا اپنے بھائی سے یہ کہنا:دیکھو تم میری جس بیوی کو چاہو حتیٰ کہ میں تمہارے لیے اس سے الگ ہو جاؤں،اس کے متعلق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

۵۰۷۲۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَآخَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ وَعِنْدَ الْأَنْصَارِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی از سفیان از حمید الطویل،انہوں نے کہا:میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا،وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (مدینہ میں) آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور

امْرَأَتَانِ فَعَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يُنَاصِفَهُ أَهْلَهُ وَمَالَهُ فَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ فَأَتَى السُّوقَ فَرَبِحَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَشَيْئًا مِنْ سَمْنٍ فَرَآهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدَ أَيَّامٍ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَهْيَمْ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَقَالَ تَزَوَّجْتُ أَنْصَارِيَّةً قَالَ فَمَا سُقْتَ إِلَيْهَا قَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔

حضرت سعد بن الربیع الانصاری کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا اور اس انصاری کی دو بیویاں تھیں، اس نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو یہ پیش کش کی کہ وہ اپنی نصف بیوی اور نصف مال ان کو دے دیں تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کی بیویوں اور اور مال میں برکت دے، آپ میری بازار کی طرف رہنمائی کریں، پس وہ بازار گئے اور پنیر اور گھی میں سے کچھ کو بیچ کر نفع حاصل کیا، چند ایام کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا اور ان کے کپڑے پر زرد رنگ لگا ہوا تھا تو آپ نے ان سے پوچھا: اے عبدالرحمٰن! اس کا کیا سبب ہے؟ تو انہوں نے بتایا: میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کر لیا ہے تو آپ نے پوچھا: تم نے ان کو کتنا مہر دیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: ایک گٹھلی کے برابر سونا، آپ نے فرمایا: ''تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۴۹، میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۷۲، صحیح مسلم: ۱۴۲۷، سنن ابوداؤد: ۲۱۰۹، سنن ترمذی: ۱۰۹۴، سنن نسائی: ۳۳۵۱، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۷، صحیح ابن حبان: ۴۰۶۰، مسند احمد: ج ۳ ص ۱۶۵، ۱۹۰، ۲۰۵، ۲۷۱، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۴۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۴۸، ۲۳۷، ۲۵۸، ۲۳۶، ۲۷۳، ج ۹ ص ۱۱۶، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۲۲۶، ج ۶ ص ۱۳۱، سنن سعید بن منصور: ۶۰۹، ۶۱۱، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۱۹، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۵۲، مشکل الآثار ج ۴ ص ۱۴۵، شرح السنہ ج ۹ ص ۱۳۲، ۱۳۴، مسند الحمیدی: ۲۱۸، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۷۷، ۸۹، تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۰۵، کنز العمال: ۴۴۶۱۸، ۱۰۴۱۱، ۱۰۴۱۰)

صحابہ کرام کا ایثار، رزق حلال کی تلاش میں جدوجہد، ولیمہ کا استحباب اور دوسرے مسائل اور فوائد حدیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کے صدر اول کے لوگ کس طرح اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: اس حدیث کے درج ذیل فوائد ہیں اور اس سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مرد کا اپنی بیوی کو نیک مسلمان بھائیوں پر نکاح کے لیے پیش کرنا جائز ہے۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے لیے نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنا جائز ہے۔

(۳) جو شخص اس کی بیوی سے نکاح کرنے کو پسند کرے اس سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا وعدہ کر لے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس مرد کو یہ پیش کش کی جائے اور اس کو مال کی بھی پیش کش کی جائے تو وہ اس پیش کش سے احتراز کرے اور اپنے نفس پر سختی کو اختیار کرے اور رزق حلال کی تلاش میں تگ ودو اور جدوجہد کرے۔

(۴) تجارت اور ملازمت کے ذریعے زندگی گزارنا اس سے بہتر ہے کہ انسان دوسروں کے صدقات اور ہبات اور ہدیوں پر

Marfat.com

گزارہ کرے۔

(۵) تجارت کے لیے بازاروں میں جانا اور کسب معاش کے لیے کوشش کرنا مستحب ہے۔

(۶) کسی مرد سے استاذ یا شیخ کا یہ سوال کرنا کہ آیا تم نے نکاح کرلیا ہے اور تم نے بیوی کا کتنا مہر رکھا ہے تا کہ لوگ ولیمہ میں اس کی مدد کریں، سو یہ سوال کرنا مستحب ہے۔

(۷) یہ سوال کرنا کہ تم نے کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے اور اس کو باکرہ سے نکاح پر برانگیختہ کرنا تا کہ وہ اپنی ہم عمر بیوی سے دل لگی اور خوش طبعی کرے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے اور ان شآء اللہ اس کی شرح عنقریب آئے گی۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

نکاح کے بعد ولیمہ یعنی دعوت کرنا اور نکاح کے اعلان کے متعلق احادیث

علامہ امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی المتوفی ۵۰۵ھ ولیمہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ولیمہ کرنا مستحب ہے اور اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

(۱) امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا اور اس میں ستو اور جو کھلائے''۔

(۲) امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سند ضعیف کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''پہلے دن کی دعوت برحق ہے اور دوسرے دن کی دعوت سنت ہے اور تیرے دن کی دعوت سنانے کے لیے ہے اور جو سنانے کے لیے کوئی کام کرے تو اللہ بھی اس کے کام سنائے گا'' (لیکن اگر کسی عذر کی بناء پر دیر سے ولیمہ کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں)۔

(۳) امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے اور تم دونوں کو نیکی میں جمع کرے''۔

(۴) نکاح کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے محمد بن حاطب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال اور حرام کے درمیان فرق دف اور گانے کی آواز ہے۔

(۵) امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نکاح کا اعلان کرو اور اس نکاح کو مساجد میں کرو اور اس پر دف بجاؤ۔

(۶) امام بخاری نے حضرت الربیع بنت معوذ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب زفاف کی صبح میرے پاس آئے اور میرے بستر پر بیٹھے اور لڑکیاں دف بجا کر گا رہی تھیں۔ (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۴۱۔ ۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

بازاروں میں تجارت کے لیے جانے کی اباحت

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ صحیح البخاری: ۲۰۴۸ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تجارت کو مباح کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے اور افاضل صحابہ تجارت کرتے تھے اور طلب معاش کے لیے صنعت و حرفت کرتے تھے اور علماء و حکماء نے اس سے منع کیا ہے کہ مرد کا کوئی پیشہ نہ ہو اور نہ وہ کوئی تجارت کرے کیونکہ اس میں خطرہ ہے کہ پھر وہ لوگوں کا محتاج ہوگا اور وہ اس کو رسوا کریں گے اور روایت ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! اپنی ضرورت کے مطابق دنیا سے حصہ لو اور اپنی کمائی سے آخرت کے لیے خرچ کرو اور دنیا کو

Marfat.com

بالکل ترک نہ کرو ورنہ تم اور تمہارے بال بچے لوگوں پر بوجھ بن جائیں گے۔

بازاروں میں جانے کی ممانعت کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام حاکم نے عمرو بن تغلب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ فتنوں کا ظہور ہوگا اور تجارت بہت زیادہ ہوگی''۔ (المستدرک ج ۲ ص ۷)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے آپ کو بازاروں کے اجتماع اور بازاروں کے شور سے بچاؤ''۔ (المستدرک ج ۲ ص ۷، سنن نسائی ج ۷ ص ۲۴۴، الآحاد والمثانی: ۱۶۶۴)

ان احادیث میں ممانعت کا محمل یہ ہے کہ جو شخص بازاروں میں جانے اور تجارت کرنے میں زیادہ مشغول ہو حتیٰ کہ وہ اس انہماک کی وجہ سے فرائض اور واجبات سے غافل ہو جائے، جیسا کہ آج کل دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ نمازوں کے اوقات میں بھی بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہتے ہیں اور نماز کی اذان سننے کے باوجود بازاروں سے نہیں اٹھتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (الجمعہ ۱۰-۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ۝ پھر جب نماز پڑھ لی جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو ۝

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۷-۱۶، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

نیز علامہ ابوحفص ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے صحیح البخاری: ۵۰۷۲ کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی شرح کی پوری عبارت نقل کر دی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۱۹۷-۱۹۶، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی صحیح البخاری: ۵۰۷۲ کی شرح میں علامہ ابن بطال کی شرح کی عبارت نقل کر دی ہے، تاہم انہوں نے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تجارت کے لیے سفر کرنے پر مقرر کرنا

الزبیر بن بکار نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بصرہ کی طرف تجارت کے لیے گئے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی محبت کی وجہ سے ہمیشہ لازم رہتے تھے۔ اس محبت نے بھی ان کو تجارت کے سفر سے منع نہیں کیا اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تجارت کے سفر سے منع کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ تجارت کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۴۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

تجارت کے ذریعے روزی حاصل کرنا ہدیوں پر گزارا کرنے سے بہتر ہے

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری ۲۰۴۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا ہے۔ اس حدیث کی مفصل شرح ان شاء

Marfat.com

اللہ باب الولیمہ میں آئے گی۔ یہاں صحیح البخاری: ۲۰۴۸۔ ۲۰۴۹ کو درج کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض صحابہ تجارت میں مشغول ہوتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مقرر رکھا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجارت کے لیے کسب کرنا اور روزی حاصل کرنا ہبہ اور ہدیہ پر گزارا کرنے سے بہت بہتر ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۳۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

گٹھلی کے برابر سونے کا وزن

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم نے اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۲۰۴۸، ۲۰۴۹ میں کر دی ہے، اور صحیح بخاری ۵۰۷۲ میں مذکور ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو گٹھلی کے برابر سونا مہر میں دیا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ گٹھلی کے برابر سونے کا وزن پانچ درہم کے برابر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

گٹھلی کے برابر سونے کی مالیت

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گٹھلی کے برابر سونے کا وزن پانچ درہم کے برابر ہے اور اس کی مالیت بیس درہم کے برابر ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۲۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: کہ آج کی تاریخ (۳۱ اکتوبر ۲۰۱۱ھ) کے نرخ کے مطابق بیس درہم کی مالیت سات ہزار دو سو (۷۲۰۰) پاکستانی روپے ہیں۔

علامہ زکریا الانصاری الشافعی المتوفی ۹۲۶ھ نے بھی لکھا ہے کہ ایک گٹھلی کے برابر سونے کا وزن پانچ درہم ہے۔

(منحۃ الباری ج ۸ ص ۳۳۱، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

علامہ زرہونی مالکی متوفی ۱۳۰۸ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ المہلب مالکی کی شرح نقل کر دی ہے۔

(الفجر الساطع ج ۱۱ ص ۳۶۴)

ولیمہ کے شرعی حکم میں فقہاء کا اختلاف

شیخ عبد اللہ بن باز حنبلی متوفی ۱۴۲۰ھ لکھتے ہیں: ولیمہ سنت مؤکدہ ہے۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء کے نزدیک نکاح کے بعد ولیمہ (دعوت) کرنا واجب ہے کیونکہ اس میں نکاح کا اظہار اور اعلان ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ولیمہ کرنا مستحب ہے کیونکہ بہت سے صحابہ نے نکاح کے بعد دعوت نہیں کی جیسا کہ اس تنگ دست صحابی کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور تعلیم قرآن کے سبب سے کر دیا تھا لیکن یہ حدیث حجت نہیں ہے (صحیح البخاری: ۵۰۳۰) کیونکہ وہ صحابی تنگ دست تھے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۲۵، ملخصا، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

مصنف کے نزدیک ولیمہ کا معیار

تحقیق یہ ہے کہ ولیمہ شوہر کی گنجائش کے مطابق مشروع ہوتا ہے، سو اصحاب ثروت اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ کریں اور متوسط لوگ اپنی گنجائش کے مطابق ولیمہ کریں اور تنگ دست لوگ اگر ہو سکے تو ایک بکری سے دعوت کر دیں ورنہ چھوڑ دیں۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

٨- بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّبَتُّلِ وَالْخِصَاءِ
تجرد اور خود کو خصی کرنے کی کراہت

تَبَتُّلُ کے معنی کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان میں تبتل کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: تجرد اور نکاح سے منقطع ہو کر اور لذات کو ترک کر کے عبادت کرنا۔ امام بخاری نے اس کو مکروہ کہا ہے اور قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۞ (المزمل:٨) اور سب سے منقطع ہو کر اسی کے ہو رہیں O

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: یعنی اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ یہ اس کے معنی کی تفسیر ہے لیکن تَبَتُّلْ کی حقیقت یہ ہے کہ سب سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور حضرت مریم کو بتول کہا جاتا ہے کیونکہ وہ نکاح سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی تھیں اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتول کہا جاتا ہے کیونکہ وہ حسن اور شرف میں دوسری خواتین سے منقطع ہو گئی تھیں، امام بخاری نے اس باب میں چار احادیث روایت کی ہیں۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٢٢٤، عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ١٠١)

٥٠٧٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ رَدَّ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی، انہوں نے سعید بن المسیب سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے تبتل کرنے کو رد فرما دیا، اگر آپ ان کو تبتل کی اجازت دیتے تو ہم ضرور خصی ہو جاتے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ٥٠٧٣، ٥٠٧٤، صحیح مسلم: ١٤٠٢، مسند احمد ج ١ ص ١٨٣، رقم الحدیث: ١٥٨٨، سنن ابن ماجہ: ١٨٤٨، سنن ترمذی: ١٠٨٣، سنن نسائی ج ٢ ص ٥٨، سنن دارمی: ٢١٧٣)

٥٠٧٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ لَقَدْ رَدَّ ذَلِكَ يَعْنِي النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ وَلَوْ أَجَازَ لَهُ التَّبَتُّلَ لَاخْتَصَيْنَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی، انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ پر تبتل کو رد کر دیا تھا اور اگر آپ ان کو تبتل کی اجازت دیتے تو ہم سب خصی ہو جاتے۔

اس حدیث کی تخریج حسب سابق ہے۔

٥٠٧٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ كُنَّا نَغْزُو مَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از اسماعیل از

Marfat.com

رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَيْسَ لَنَا شَيْءٌ فَقُلْنَا أَلَا نَسْتَخْصِي فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نَنْكِحَ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (المائدہ:۸۷)

قیس، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ہماری ملکیت میں کچھ نہیں تھا تو ہم نے پوچھا: کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ تو آپ نے ہم کو اس سے منع فرمایا، پھر ہم کو رخصت دی کہ ہم کسی عورت سے ایک کپڑے کے عوض نکاح کر لیں، پھر آپ نے ہمارے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (المائدہ:۸۷) اے ایمان والو: تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا O

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۶۱۵، ۵۰۷۵، صحیح مسلم: ۱۴۰۴، سنن نسائی ج ۶ ص ۵۹، مصنف عبد الرزاق: ۱۴۰۴۸، مسند الحمیدی: ۱۰۰، السنن الکبری للنسائی: ۱۱۱۵۰، مسند ابو یعلیٰ: ۵۳۸۲، شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۷۹، ۲۰۱، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵، رقم الحدیث: ۳۶۵۰، مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۲، رقم الحدیث ۴۱۱۳، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

۵۰۷۶۔ وَقَالَ أَصْبَغُ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي رَجُلٌ شَابٌّ وَأَنَا أَخَافُ عَلَى نَفْسِي الْعَنَتَ وَلَا أَجِدُ مَا أَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصِ عَلَى ذَلِكَ أَوْ ذَرْ۔

اور اصبغ نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی از یونس بن یزید از ابن شہاب از ابو سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جوان مرد ہوں اور مجھے اپنے نفس پر زنا کا خطرہ ہے اور میں اتنا مال نہیں پاتا جس سے میں عورتوں سے نکاح کر لوں تو آپ میری بات پر خاموش ہو گئے، میں نے پھر اسی طرح عرض کیا تو آپ پھر میری بات پر خاموش ہو گئے، میں نے پھر (سہ بارہ) اسی طرح عرض کیا تو آپ پھر مجھے جواب دینے سے خاموش رہے، میں نے پھر جب اسی طرح آپ سے عرض کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے جس سے تم ملاقات کرنے والے ہو، پس تم خصی ہو یا اس کو چھوڑ دو۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۷۶، سنن نسائی: ۳۲۰۹، صحیح مسلم: ۱۴۰۲، سنن ترمذی: ۱۰۸۳، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۵، رقم الحدیث: ۱۵۱۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۷۹، سنن دارمی: ۲۱۶۷، مسند البزار: ۱۰۶۹، ابن الجارود: ۶۷۴، ابن حبان: ۴۰۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۲۶، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۶، رقم الحدیث: ۱۵۲۵، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

تبتل اور ترہب کا معنی اور پاک اور لذیذ چیزوں اور نکاح کو ترک کرنے کی ممانعت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث مذکورہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبتل اور ترہب سے اس لیے منع فرمایا تا کہ قیامت کے دن آپ کی امت کی کثرت ہو اور وہ دنیا میں کفار کی جماعتوں سے قتال کریں اور آخر زمانہ میں دجال سے قتال کریں اس لیے آپ نے چاہا کہ مسلمانوں کی نسل میں افزائش ہو۔

علامہ طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ جس تبتل کا حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ وہ عورتوں کو ترک کر دیں اور لذیذ چیزوں کو کھانا چھوڑ دیں، جن پاک اور لذیذ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے حلال کر دیا ہے وہ ترہب کی وجہ سے ان کو چھوڑنا چاہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت میں یہ آیتیں نازل فرمائیں:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُحَرِّمُوا۟ طَيِّبَٰتِ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ ۝ وَكُلُوا۟ مِمَّا رَزَقَكُمُ ٱللَّهُ حَلَٰلًا طَيِّبًا ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِىٓ أَنتُم بِهِۦ مُؤْمِنُونَ ۝ (المائدہ: ۸۸۔۸۷)

اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا O اللہ کے دیئے ہوئے حلال پاکیزہ رزق سے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو O

یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے۔

موٹا اور سخت لباس پہننا اور سبزیاں اور دال کھانا اور گوشت کو ترک کرنا اور اپنے اوپر مشقت کو برداشت کرنا خلاف اولیٰ ہے

لہٰذا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے حلال کر دیا ہے وہ ان کو حرام قرار دے، اور لذیذ کھانوں، قیمتی کپڑوں اور خواتین کے ساتھ نکاح کو ترک کر دے خواہ اس کو ان چیزوں کے استعمال سے زنا کا خطرہ ہو یا نہ ہو، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبتل اور ترہب یعنی ان چیزوں کے ترک سے منع فرما دیا، پس ثابت ہوا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے حلال کر دیا ہے اس کے ترک کرنے میں کوئی فضیلت نہیں ہے، فضیلت اور نیکی صرف ان کاموں کے کرنے میں ہے جن کے کرنے کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا ہے، اس عمل کو امت کے لیے سنت قرار دیا ہے اور ائمہ راشدون نے اسی منہاج کی اتباع کی ہے کیونکہ بہترین طریقہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، اور جب حق یہ ہے کہ جن لوگوں نے سوتی اور باریک کپڑوں پر موٹے اور اونی لباس کو ترجیح دی جب کہ وہ ان کو پہننے پر قادر تھے اور جن لوگوں نے لوبیا، دیگر سبزیوں اور دالوں کو گندم اور جو کی روٹی پر ترجیح دی اور گوشت اور چکنائی کو اس لیے ترک کر دیا کہ ان کے کھانے سے عورتوں سے جماع کی خواہش ہوگی تو ان لوگوں کا یہ عمل خطا اور خلاف سنت ہے اور اگر کوئی گمان کرنے والا یہ کہے کہ موٹے لباس پہننے اور سبزی اور دال کھانے سے نفس پر مشقت ہوتی ہے اور ان چیزوں کی قیمت کو وہ ضرورت مندوں پر خرچ کرے تو اس کا یہ قول خطا ہے اور انسان کے لیے اولیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح کرے جس سے اپنے رب کی عبادت پر مدد حاصل ہو اور ردی کھانوں سے بڑھ کر انسان کے جسم کے لیے کوئی چیز مضر نہیں ہے کیونکہ اس سے عقل فاسد ہو جاتی ہے جس کو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے اپنی عبادت کا سبب بنایا ہے۔

ہمیشہ گوشت اور مرغن اشیاء کھانا بھی انسان کے جسم کے لیے مضر ہے اس لیے سبزیاں اور دالیں بھی کھانی چاہئیں

میں کہتا ہوں کہ: مسلسل لحمیات اور چکنائی والی چیزوں کو کھانا بھی صحت کے لیے مضر ہے کیونکہ ان سے خون میں کولیسٹرول کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور اس سے بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے اور دل کے دورے پڑتے ہیں اور خون کی شریانیں تنگ ہو جاتی ہیں، جس کے نتیجہ میں انجائنا ہوتا ہے اور انسان عارضہ قلب میں مبتلا ہوتا ہے اور ان چیزوں کے استعمال کے تسلسل سے دل کی شریانیں بلاک ہو جاتی ہیں جس کے لیے بائی پاس آپریشن ناگریز ہو جاتا ہے اور بعض اوقات انسان کو فالج ہو جاتا ہے، سو اس کے تدارک کے لیے ضروری ہے کہ انسان مسلسل گوشت اور چکنائی والی چیزیں نہ کھائے بلکہ دالوں اور سبزیوں کو بھی استعمال کرے کیونکہ خیر الامور اوسطھا اس لیے میانہ روی اختیار کرے، نہ ہمیشہ گوشت اور انڈے اور مرغن اشیاء کھائے اور نہ ہمیشہ دالیں اور سبزیاں کھائے۔ (سعیدی غفرلہ)

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد (متعہ کا منسوخ ہونا اور تقدیر کا اثبات)

(۱) بنو آدم کا خصی ہونا حرام ہے کیونکہ تبتل کی ممانعت ہے اور سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ نفس پر ان چیزوں کو منع کرے جو اس کے لیے مباح ہیں، اسی طرح بعض اعضاء کو کاٹ کر نفس کو ایذاء دینا بھی بہت بڑا جرم ہے اور حرام ہے اور بغیر ضرورت کے کسی عضو کو کاٹنا جائز نہیں، ہاں! اگر کوئی عضو فاسد ہو جائے اور اس کو باقی رکھنا باقی جسم کے لیے مضر ہو تو پھر اس کو کاٹنا جائز ہے۔ (جیسے شوگر کے مریض کے جسم کے کسی عضو میں کوئی پھوڑا ہو جائے اور اس کا زہر باقی اعضاء میں پھیل رہا ہو تو باقی اعضاء کو اس کے ضرر سے بچانے کے لیے اس عضو کو کاٹنا ضروری ہے جیسے ہمارے زمانہ میں کسی شوگر کے مریض کا پیر کاٹ دیا جاتا ہے یا اس کی پنڈلی کاٹ دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین (سعیدی غفرلہ)

(۲) علامہ المہلب نے کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کپڑے کے عوض نکاح کرنے کی اجازت دی یعنی متعہ کرنے کی جو ابتداء اسلام میں حلال تھا پر عدت، میراث اور مہر کے احکام نازل ہونے کے بعد متعہ کو منسوخ کر دیا گیا کیونکہ متعہ میں یہ عوارض نہیں ہوتے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تقدیر کا ثبوت ہے اور یہ کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم نہ ہو بندہ اس کو اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۳۶۔ ۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

عورتوں کا نکاح کرنے کی فرضیت پر ابن حزم ظاہری کے قرآن اور احادیث سے دلائل

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن ملقن کی شرح کا اکثر حصہ علامہ ابن بطال کی شرح کی نقل پر مشتمل ہے، تاہم انہوں نے جو زائد امور بیان کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

شیخ ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ عورتوں کا نکاح کرنا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ (النور: ۶۰)

اور وہ بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے حجاب کے کپڑے اتار رکھیں جب کہ وہ اپنا بناؤ سنگھار دکھانے والی نہ ہوں۔

امام ابو داؤد نے حضرت عتیک بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا: تم کس کو

Marfat.com

شہید سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا: جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں مارے جانے کے سوا شہادت کی سات قسمیں ہیں: (۱) طاعون میں مرنے والا شہید ہے (۲) ڈوب کر مرنے والا شہید ہے (۳) نمونیہ میں مرنے والا شہید ہے (۴) پیٹ کی بیماریوں میں مرنے والا شہید ہے (۵) جل کر مرنے والا شہید ہے (۶) جو کسی چیز کے نیچے دب کر مر جائے وہ شہید ہے (۷) اور جو عورت حالت نفاس میں مر جائے وہ شہید ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۱۱، سنن نسائی: ۱۸۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۸۰۳)

اور جو کنواری عورت مر جائے اور اس کو حیض نہ آیا ہو۔ (المحلی ج ۹ ص ۴۴۱)

اور امام طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کے لیے شوہر اور قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۲۴۰)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: "اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا (۱) جب نماز کا وقت آ جائے (۲) جب جنازہ حاضر ہو (۳) جب بے نکاح عورت کا کفو مل جائے"۔

(سنن ترمذی: ۱۰۷۵، سنن ابن ماجہ: ۱۴۸۶) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۰۳، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

ابن حزم ظاہری کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ ابن حزم ظاہری نے النور: ۶۰ سے جو نکاح کی فرضیت پر استدلال کیا ہے وہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ آیت قطعی الثبوت تو ہے لیکن فرضیت نکاح پر قطعی الدلالۃ نہیں ہے اور ابن حزم ظاہری نے جن احادیث سے فرضیت نکاح پر استدلال کیا ہے وہ قطعی الثبوت نہیں ہیں کیونکہ وہ سب اخبار آحاد ہیں اور فرضیت اس دلیل سے ثابت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت بھی ہو اور قطعی الدلالۃ بھی ہو۔

بعض جاہل زاہدوں کا قطع شہوت کے لیے اپنے آلہ کو کاٹ لینا مذموم ہے

علامہ علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ تم خصی ہو یا نہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۵۰۷۶)

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ تم خصی ہو جاؤ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم یہ کرو یا نہ کرو لامحالہ تم پر تقدیر نافذ ہو گی اور ہم نے بعض کم سن زاہدوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنا آلہ کاٹ لیتے ہیں۔ پس سب سے پہلے ان پر یہ رد کیا جائے گا کہ تمہارے لیے اللہ عزوجل کی اجازت کے بغیر اپنے اعضاء میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس تصرف کو جائز نہیں قرار دیا بلکہ حرام فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ نسل انسانی میں اضافہ ہو اور جس نے اپنے آلہ کو کاٹا اس نے اس حکمت کے خلاف کیا، پھر اللہ تعالیٰ کی اس پر یہ نعمت ہے کہ اس نے اس کو مرد بنایا اور عورت نہیں بنایا اور جب اس نے اپنے آلہ کو کاٹا تو اس نے نقص کو اختیار کیا اور اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو دوزخ کا مستحق ہو گا اور اس نے اپنے نفس کو لذت سے اور اولاد کے حصول سے روکا اور اس کا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک متصل تھا تو اس نے اس اتصال نسب کو منقطع کیا اور آلہ کو کاٹنے سے شہوت منقطع نہیں ہوتی بلکہ دل میں جماع کی خواہش اور بڑھ جاتی ہے۔ (کشف المشکل ج ۶ ص ۳۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

خصی ہونے کی ممانعت میں دیگر احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری: ۵۰۷۳ کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں ایسا مرد ہوں جس پر کنوارا

رہنا دشوار ہے تو آپ مجھے خصی ہونے کی اجازت دیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! لیکن تم روزے رکھو، اور امام طبرانی کی دوسری روایت ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون نے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں رہبانیت کے بدلہ میں ملت حنیفیہ السمحہ عطا فرمائی ہے''۔

پھر حافظ ابن حجر نے امام طبری کے حوالہ سے المائدہ: ۸۷ کو پیش کیا۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں ہیں۔ دو ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی اور صحابہ میں سے وہ سب سے پہلے البقیع میں مدفون ہوئے تھے۔

خصی ہونے کی ممانعت کی حکمت

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی صحیح البخاری: ۵۰۷۴ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے جو خصی ہونے کی اجازت طلب کی تھی اس سے مراد حقیقت میں خصی ہونا تھا یا اس سے مراد نکاح اور لذات کو منقطع کرنا تھا۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ان کی مراد حقیقت میں خصی ہونا تھا کیونکہ خصی ہونے سے انسان ہلاک نہیں ہوتا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اکثر جانوروں کو خصی کیا جاتا ہے اور وہ زندہ رہتے ہیں، اور اس کو منع کرنے سے یہ مقصود ہے کہ مسلمانوں کی افزائش نسل ہو اور وہ کفار سے جہاد کریں اور اگر مسلمان خصی ہو جائیں تو مسلمانوں کی تعداد کم ہوگی اور کفار کی تعداد زیادہ ہوگی۔

جانوروں کو خصی کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

حافظ ابن حجر عسقلانی صحیح البخاری: ۵۰۷۵، کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ نے کہا ہے: بنو آدم کے علاوہ حیوانوں کو اگر خصی کرنا کسی منفعت کے حصول کے لیے ہو تو پھر جائز ہے جیسے اس کے گوشت کا لذیذ ہونا، اور علامہ نووی شافعی نے کہا ہے: جس جانور کا گوشت کھایا نہیں جاتا اس کو خصی کرنا مطلقاً حرام ہے اور جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کو کم عمری میں خصی کرنا جائز ہے اور بڑی عمر میں اس کو خصی کرنا جائز نہیں ہے۔

خصی کرنے کی ممانعت دراصل تقدیر کا ثبوت ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی صحیح البخاری: ۵۰۷۶ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قلم اس کو لکھ کر خشک ہو چکا ہے جس سے تم ملاقات کرنے والے ہو یعنی لوح محفوظ میں جو تمہاری تقدیر لکھ دی گئی ہے وہ بہر حال نافذ ہوگی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لکھنا اور اس کی لوح اور اس کی قلم کا تعلق اس علم غیب کے ساتھ ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جوان مرد ہوں اور مجھے اپنے نفس پر زنا کا خطرہ ہے اور میں اتنا مال نہیں پاتا جس سے میں عورتوں سے نکاح کر سکوں تو آپ خاموش رہے، پھر میں نے اسی طرح سوال کیا تو آپ خاموش رہے، پھر میں نے اسی طرح سوال کیا تو آپ خاموش رہے، پھر میں نے چوتھی بار سوال کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! قلم اس چیز کو لکھ کر خشک ہو چکا ہے جس کے ساتھ تم ملاقات کرنے والے ہو، پس اب تم خصی ہو یا اس کو چھوڑ دو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: آپ نے جو فرمایا ہے کہ تم خصی ہو یا چھوڑ دو، اس میں امر کا صیغہ طلب فعل کے لیے نہیں بلکہ یہ

دھمکانے کے لیے ہے۔ جیسے قرآن مجید کی درج ذیل آیت ہے:

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۔ (الکہف: ۲۹) اور آپ کہیے: حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم ایسا کرو یا نہ کرو تقدیر کا امر بہر حال نافذ ہوگا۔

بلکہ اس حدیث میں خصی ہونے کی ممانعت کی طرف اشارہ ہے گویا کہ آپ نے فرمایا: جب تم نے جان لیا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدر اور قضاء کے ساتھ وابستہ ہے تو پھر خصی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کنوارے ہونے کی شکایت کی، پس کہا: کیا ہم خصی نہ ہو جائیں تو آپ نے فرمایا: ''جو مرد خصی ہوا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

اس حدیث میں خصی ہونے کی مذمت ہے اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب تقدیر نافذ ہو تو حیلوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد، نیز اس سوال کا جواب کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو روزہ رکھنے کا حکم کیوں نہیں دیا جس طرح دوسروں کو دیا تھا

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا شکایت کرنا جائز ہے کیونکہ ایک مرد نے آپ سے کنوارے ہونے کی شکایت کی۔

(۲) اس میں اشارہ ہے کہ جس شخص کے پاس مہر ادا کرنے کے لیے مال نہ ہو وہ نکاح نہ کرے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خصی ہونے کے لیے یہی عذر پیش کیا تھا۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا تین بار شکایت کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین بار شکایت کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار سکوت فرمایا اور چوتھی بار ان کو خصی ہونے سے منع فرمایا۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان اپنی حاجت طلب کرنے سے پہلے اپنا عذر بیان کرے۔

(۵) علامہ ابو محمد بن ابی جمرۃ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاں تک ممکن ہو انسان اسباب مشروعہ کے مطابق عمل کرے اور ان پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تا کہ اس کی حکمت کے خلاف نہ ہو، پس جب وہ اس پر توکل کرنے پر قادر نہ ہو تو برداشت کرے اور اپنے مولیٰ کی تقدیر پر راضی رہے۔

(۶) جب اسباب تقدیر کے موافق نہ ہوں تو نفع نہیں دیتے۔

(۷) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شہوت توڑنے کے لیے روزہ رکھنے کا حکم کیوں نہیں دیا جیسا کہ دوسروں کو حکم دیا تھا حالانکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا غالب حال یہ تھا کہ وہ روزہ رکھتے تھے کیونکہ وہ اہل صفہ میں سے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنی ہو کہ ''اے جوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو تو وہ نکاح کرے اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے''۔ لیکن انہوں نے یہ سوال حالت جہاد میں کیا تھا جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حالت جہاد میں کیا تھا کیونکہ یہ حضرات جہاد کے دوران روزے نہیں رکھتے تھے تا کہ لڑائی پر قادر ہوں تو پھر انہوں نے یہ اجتہاد کیا کہ خصی ہو کر شہوت کے مادہ کو جڑ سے کاٹ دیں جس طرح حضرت ابن مظعون رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا تھا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۴۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

دیگر شراح کی شروح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے ان احادیث کی شرح میں اس کا خلاصہ لکھا ہے جو حافظ ابن حجر نے لکھا ہے اور کوئی بات زائد نہیں لکھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰۵۔۱۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

دیگر شروح کی بھی یہی کیفیت ہے۔

۹۔ بَابُ: نِكَاحِ الْأَبْكَارِ

کنواری عورتوں سے نکاح کرنا۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَائِشَةَ لَمْ يَنْكِحِ النَّبِيُّ ﷺ بِكْرًا غَيْرَكِ۔

ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ: "نبی ﷺ نے آپ کے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث کے عنوان میں الابکار کا لفظ ہے، یہ بکر کی جمع ہے۔ باکرہ اس عورت کو کہتے ہیں جس سے وطی نہ کی گئی ہو اور وہ پہلی حالت پر برقرار ہو، رہی امام بخاری کی تعلیق تو اس کی تشریح کتاب التفسیر میں سورۃ النور کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

۵۰۷۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ لَوْ نَزَلْتَ وَادِيًا وَفِيهِ شَجَرَةٌ قَدْ أُكِلَ مِنْهَا وَوَجَدْتَ شَجَرًا لَمْ يُؤْكَلْ مِنْهَا فِي أَيِّهَا كُنْتَ تُرْتِعُ بَعِيرَكَ قَالَ فِي الَّذِي لَمْ يُرْتَعْ مِنْهَا تَعْنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا غَيْرَهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ اگر آپ ایسی وادی میں اتریں جس میں ایسے درخت ہوں جن کے پتوں سے کچھ کھالیا گیا ہو اور آپ کو ایسا درخت ملے جس کے پتوں سے کچھ بھی نہ کھایا گیا ہو تو آپ اپنے اونٹ کو کون سے درخت کے پتے کھلائیں گے؟ آپ نے فرمایا: جس درخت سے اس کے پتے نہ کھائے گئے ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۷۷، ۵۲۲۸، ۶۰۶۸، صحیح مسلم: ۲۴۳۹، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۷، شرح السنۃ: ۲۳۳۸)

کنواری عورت سے نکاح کرنے کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں کنواری عورتوں سے نکاح کرنے کی فضیلت ہے اور نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے کنواری عورتوں سے نکاح پر برانگیختہ کیا اور فرمایا: ان کا منہ زیادہ پاکیزہ ہوتا ہے اور ان کا رحم نطفہ کو زیادہ قبول کرتا ہے اور ان کے اخلاق زیادہ عمدہ ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں اپنے شوہروں کے سامنے اپنی سوکنوں پر فخر کرتی ہیں اور اس حدیث میں مثالوں کے بیان کرنے کا ذکر ہے اور انسانوں کی درختوں کے ساتھ تشبیہ کا ذکر ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

کنواری عورتوں سے نکاح کی فضیلت میں احادیث

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کنواری عورت سے نکاح کرنے کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

(۱) امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم نے کنواری عورت سے نکاح کیوں نہیں کیا؟ تم اس سے خوش طبعی کرتے اور کھیلتے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۶۶)

(۲) امام ابن ماجہ نے از عتبہ بن عویم بن ساعدۃ از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم کنواری عورتوں سے نکاح لازم رکھو کیونکہ ان کے منہ زیادہ میٹھے ہوتے ہیں اور ان کے رحم نطفوں کو زیادہ قبول کرتے ہیں اور وہ کم چیز سے راضی ہو جاتی ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۲۴۴)

(۳) امام ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے رحم نطفوں کو زیادہ قبول کرتے ہیں اس کے بعد فرمایا: وہ زیادہ گرم جوشی سے استقبال کرتی ہیں اور تھوڑے عمل سے راضی ہو جاتی ہیں۔

(الطب النبوی: ۴۴۸)

(۴) امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ان کے اخلاق بہت پاکیزہ ہوتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق، ۱۰۳۴۲)

لفظ بکر کے مزید معانی

لفظ بکر کا معنی ہے: کم عمر اور دوسرا معنی ہے: جس کا نفس میں حصہ معلوم ہو، تیسرا معنی ہے: جس کے اعصاب میں حرارت محرکہ وافر ہو، چوتھا معنی ہے: جس کا اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے سے تعلق نہ ہو کیونکہ جس کا تعلق پہلے شوہر سے ہو اس سے انسان خوش نہیں ہوتا اور پانچواں معنی ہے: جو بچہ کی تولید کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہو اور یہ کہ خوش طبعی اور دل لگی اس کے ساتھ مناسب ہے نہ کہ بڑی عورتوں سے اور یہ کہ خوش طبعی اور دل لگی جماع پر زیادہ برانگیختہ کرتی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۱۱۔ ۲۱۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فصاحت اور بلاغت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ اس درخت سے اپنے اونٹ کو پتے کھلاتے جس درخت سے پتے کھائے نہ گئے ہوں"۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی انتہائی فصاحت اور بلاغت ہے اور اس میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس وجہ سے ان کو دوسری عورتوں کے مقابلہ میں پسند کیا۔

صحیح البخاری: ۵۰۷۸، میں امام بخاری نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر ایک ریشم کے ٹکڑے میں دکھائی۔ اس حدیث کی شرح ان شاء اللہ عنقریب بیس ابواب کے بعد آئے گی۔ (فتح الباری

Marfat.com

ج ٦ ص ٧ ٢٢٧ دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

٥٠٧٨۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ إِذَا رَجُلٌ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةِ حَرِيرٍ فَيَقُولُ هَذِهِ امْرَأَتُكَ فَأَكْشِفُهَا فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَأَقُولُ إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے خواب میں دو مرتبہ تمہاری صورت دکھائی گئی، اچانک ایک مرد تم کو ریشم کے ٹکڑے میں اٹھائے ہوئے تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ یہ آپ کی زوجہ ہیں،۔ میں اس کپڑے کو کھول کر دیکھتا ہوں تو یکا یک وہ تم تھیں، پس میں کہنے لگا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نافذ کر دے گا۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ٣٨٩٥، ٥٠٧٨، ٥١٢٥، ٧٠١١، ٧٠١٢، صحیح مسلم: ٢٤٣٨، مسند اسحاق بن راہویہ: ٧٠٣، الطبقات الکبریٰ ج ٨ ص ٦٤، مسند ابو یعلیٰ: ٤٤٩٨، المعجم الکبیر ج ٢٣، رقم: ٤٣، ٤٢، ٤١، سنن بیہقی ج ٢ ص ٤١٠، ج ٧ ص ٨٥، تاریخ بغداد ج ٥ ص ٤٢٨، سنن ترمذی: ٣٨٨٠، صحیح ابن حبان: ٧٠٩٤، مسند احمد ج ٦ ص ٤١، مسند احمد: ٢٤١٤٢، ٢٤٩٧١، ٢٥٢٨٥، موسسة الرسالہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

علامہ ابن بطال مالکی المتوفی ٤٤٩ھ اور علامہ ابن ملقن شافعی المتوفی ٨٠٤ھ نے اس حدیث کی شرح نہیں کی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ نے صحیح البخاری: ٣٨٩٥ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح عنقریب کتاب النکاح میں آئے گی۔ اور کتاب النکاح صحیح البخاری: ٥٠٧٨، میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح بیس ابواب کے بعد آئے گی۔
(فتح الباری ج ٥ ص ٩٧، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت دکھانے کے متعلق متعدد روایات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ صحیح البخاری: ٥٠٧٨ کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سچا خواب تھا، ان کے خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت دیکھنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد نکاح کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مجھے خواب میں تم کو دو مرتبہ دکھایا گیا: یہ آپ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اچانک ایک مرد تم کو اٹھائے ہوئے تھا: اس مرد سے آپ کی مراد مرد کی صورت میں کوئی فرشتہ ہے اور سنن ترمذی میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت لے کر آئے وہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے، اور صحیح ابن حبان میں مذکور ہے کہ میرے پاس حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ٹکڑے کو لے کر آئے، پس کہا: یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ امام مسلم کی روایت میں ہے: میرے پاس فرشتہ تم کو لے کر آیا اور طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے میری صورت کو ایک ریشم کے کپڑے میں لے کر آئے، ایک قول ہے کہ وہ سفید ریشم کا کپڑا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نافذ کر دے" آیا آپ کا یہ ارشاد بہ طور شک تھا یا نہیں

اس حدیث میں مذکور ہے: اس مرد نے کہا: یہ آپ کی زوجہ ہیں، سو میں اس ریشم کے ٹکڑے کو کھول کر دیکھتا ہوں تو یکا یک وہ تم

Marfat.com

تھیں۔کہا گیا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کا پیغام دینے سے پہلے عورت کو دیکھنا جائز ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نافذ کردے۔
علامہ ابن العربی المالکی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خواب کے متعلق شک نہیں تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ خواب میں آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام بتایا گیا ہو یا ان کی کنیت بتائی گئی ہو۔
قاضی عیاض نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے یہ خواب نبوت سے پہلے دیکھا ہو اور اگر آپ نے یہ خواب نبوت کے بعد دیکھا تو اس کی حسب ذیل تین توجیہات ہیں:
(۱) یہ خواب اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس خواب کی کسی تعبیر اور تفسیر کی ضرورت نہیں ہے، پس عنقریب اللہ تعالیٰ اس خواب کو پورا کردے گا اور اس کو نافذ کردے گا، پس شک کا محمل یہ ہے کہ یہ خواب اپنے ظاہر پر مبنی ہے یا اس کی تاویل اور تفسیر پر مبنی ہے اس لیے آپ نے فرمایا: اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نافذ کردے۔
(۲) آپ کے اس ارشاد سے مراد یہ ہے کہ اگر یہ دنیا میں آپ کی زوجہ ہیں تو اللہ اس کو نافذ کردے اور شک کا محمل یہ ہے کہ آیا یہ دنیا میں آپ کی زوجہ ہیں یا آخرت میں۔
(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ارشاد میں شک نہیں تھا مگر آپ نے بہ طور تحقیق خبر دی اور اس کو شک کی صورت میں ذکر کیا اور یہ بھی بلاغت کی ایک قسم ہے اور اس کا نام ہے: شک کو یقین کے ساتھ ملانا۔(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باکرہ عورتوں سے نکاح کی ترغیب اور حضرت عائشہ اور حضرت زینب کے نکاحوں کے مرتبہ کا باہمی فرق

شیخ عبداللہ بن باز الحنبلی المتوفی ۱۴۲۰ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:
اس حدیث میں باکرہ عورتوں کے ساتھ نکاح کی ترغیب ہے، نیز شیخ ابن باز نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیسے فرمایا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو نافذ کردے حالانکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت آپ کو اس کا علم نہیں تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس خواب کو نافذ کردیا۔
شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح خواب میں بہ طریق وحی ہوا اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح بیداری میں وحی قرآن سے ہوا، اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ حضرت زینب سے آپ کا نکاح اس لیے کیا گیا تاکہ عربوں کی اس بدعقیدگی کا ازالہ ہو کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے طلاق کے بعد نکاح حرام ہے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ کے منہ بولے بیٹے تھے اور آپ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کردیا تھا، پھر بعد میں جب حضرت زید نے ان کو طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب کا نکاح آپ سے کردیا اور اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت نازل فرمائی:
فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔(الاحزاب: ۳۷) پھر جب زید نے (اس کو طلاق دے کر) اپنی غرض پوری کرلی تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا اس سے نکاح کردیا۔
اس آیت کے نزول سے آپ کا نکاح حضرت زینب سے ہوگیا۔اس نکاح میں نہ کوئی گواہ تھے نہ کوئی مہر رکھا گیا تھا، پس یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت زینب بنت جحش آپ کی زوجہ ہوگئیں اور آپ ان کے پاس چلے گئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس پر فخر کرتی تھیں کہ باقی ازواج کا نکاح زمینوں پر ہوا ہے اور میرا نکاح آسمانوں پر رب عزوجل نے کیا ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ریشم کے کپڑے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر دکھائی گئی کیونکہ ریشم انتہائی ملائم اور قیمتی لباس ہوتا ہے اور اسی وجہ سے عورتوں کے لیے وہ حلال ہے اور مردوں پر حرام ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۲۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۰۔ بَابُ تَزْوِيجِ الثَّيِّبَاتِ

بیوہ عورتوں کے ساتھ نکاح کا بیان

وَقَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ لَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم (نکاح کے لیے) مجھ پر اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو پیش نہ کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

ثَيِّبَة کا معنی ہے: باکرہ کی ضد یعنی بیوہ عورت۔

۵۰۷۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَفَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَزْوَةٍ فَتَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ فَانْطَلَقَ بَعِيرِي كَأَجْوَدِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الْإِبِلِ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَا يُعْجِلُكَ قُلْتُ كُنْتُ حَدِيثَ عَهْدٍ بِعُرُسٍ قَالَ أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ قَالَ أَمْهِلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا أَيْ عِشَاءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے حدیث بیان کی از الشعبی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ سے واپس آئے تو میں اپنے اس اونٹ پر جلدی سے روانہ ہوا جو چلنے میں سست رفتار تھا، پس ایک سوار پیچھے سے آ کر مجھ سے ملا اور اس نے میرے اونٹ کی کوکھ میں نیزہ چبھویا، پھر میرا اونٹ اس قدر تیز دوڑنے لگا جس طرح تم نے کسی تیز رفتار اونٹ کو چلتے ہوئے دیکھا ہوگا، پس ناگاہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ نے پوچھا: تمہیں جانے کی کیوں جلدی ہے؟ میں نے عرض کی: میری نئی نئی شادی ہوئی ہے، آپ نے پوچھا: کیا کنواری سے شادی ہوئی ہے یا بیوہ ہے؟ میں نے کہا: بیوہ سے! آپ نے پوچھا: تم نے کم عمر لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا تم اس سے دل لگی کرتے وہ تم سے دل لگی کرتی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا: جب ہم گھر داخل ہونے کے لیے گئے تو آپ نے فرمایا: تم ٹھہر کر جانا حتیٰ کہ رات میں یعنی عشاء کے وقت میں داخل ہونا تا کہ تمہاری بیوی بکھرے ہوئے بالوں کو سنوار لے اور جس عورت کا شوہر موجود نہ ہو وہ اپنی شرم گاہ کے بال صاف کر لے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۴۳، ۱۸۰۱، ۲۰۹۷، ۲۳۰۹، ۲۳۸۵، ۲۳۹۴، ۲۴۰۶، ۲۴۷۰، ۲۶۰۳، ۲۶۰۴، ۲۷۱۸، ۲۸۶۱، ۲۹۶۷، ۳۰۸۷، ۳۰۸۹، ۳۰۹۰، ۵۰۵۲، ۵۰۸۰، ۵۲۴۳، ۵۲۴۴، ۵۲۴۵، ۵۲۴۶، ۵۲۴۷، ۵۳۶۸، ۶۳۸۷، صحیح مسلم: ۷۱۵، سنن ابوداؤد: ۲۷۷۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۱۴۴، سنن دارمی: ۲۲۱۶، صحیح ابن حبان: ۲۷۱۴، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۳، مسند احمد: ۱۴۲۸۷)

جوان مردوں کا کسی مصلحت کی وجہ سے بیوہ عورتوں سے نکاح کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری المالکی التوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوجوانوں کے لیے بھی بیوہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے جب کہ یہ کسی حکمت کی بناء پر ہو جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے بیوہ عورت سے نکاح کرنے کا سبب یہ تھا کہ ان کی نابالغ بہنیں تھیں جن کی تربیت کے لیے کسی معلمہ اور منتظمہ کی ضرورت تھی۔

حدیث مذکور کے مسائل شرعیہ اور اہم فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوجوانوں کا کنواری لڑکیوں سے نکاح کرنا اولیٰ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم نے کسی کم سن لڑکی سے نکاح کیوں نہیں کیا"۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امیر اور سربراہ کو اپنے ماتحت لوگوں کے احوال معلوم کرنے کے لیے سوال کرنے چاہئیں۔

(۳) بیوی کے ساتھ خوش طبعی اور دل لگی کرنا مستحب ہے کیونکہ اس سے زوجین کے درمیان انس اور محبت ہوتی ہے اور مرد اپنی بیوی سے جو خواہش پوری کرنا چاہتا ہے اس میں اس کو حیاء مانع نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ (الواقعہ: ۳۵-۳۶-۳۷) ہم نے ان کی بیویوں کو خصوصیت سے پیدا کیا ہے O ہم نے ان کو دوشیزہ بنایا O محبت کرنے والیاں ہم عمر O

عُرُبًا عروب کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: خاوند سے محبت کرنے والی۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے: "ٹھہرو حتیٰ کہ تم رات میں داخل ہونا"۔ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ تم اس وقت اپنے گھر میں داخل ہونا جب تمہارے مدینہ پہنچنے کی خبر ان کو حاصل ہو جائے حتیٰ کہ جس عورت کا شوہر سفر پر گیا ہوا ہے اور اس کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود اور پراگندہ ہیں تو وہ بناؤ سنگھار کر کے اور زیر ناف بالوں کو صاف کر کے اپنے آپ کو اپنے شوہر سے جماع کے لیے تیار کر لے تا کہ اس کے شوہر کو اس سے بدبو نہ آئے اور اس کی ابتر حالت کو دیکھ کر وہ اس سے کراہت نہ کرے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن تربیت ہے۔ (شرح ابن بطال علی البخاری ج ۷ ص ۱۳۸-۱۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی عبارت نقل کر دی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۱۴-۲۱۳، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

متعدد روایات کی روشنی میں حضرت جابر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا خلاصہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کتاب المغازی میں امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے جابر! کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا: نہیں بلکہ بیوہ سے نکاح کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے کم عمر لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا! وہ تمہارے ساتھ ہنستی اور تم اس کے ساتھ ہنستے، اور امام طبرانی نے حضرت کعب بن عجرۃ سے روایت کی ہے کہ وہ تم کو دانتوں سے کاٹتی تم اس کو دانتوں سے کاٹتے۔ اس میں اس کی زبان کو چوسنے کی طرف اشارہ ہے اور اس کے ہونٹوں کے چومنے کی طرف اشارہ ہے اور ایسا بیوی کے ساتھ بوس و کنار کے وقت ہوتا

Marfat.com

ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنا عذر بتاتے ہوئے کہا کہ میرے والد شہید ہو گئے اور انہوں نے سات یا نو بیٹیاں چھوڑیں تو میں نے بیوہ عورت سے نکاح کیا اور اس کو ناپسند کیا کہ اپنے نکاح میں ان کی ہم عمر لڑکی لے آؤں، دوسری روایت میں ہے کہ میں نے چاہا کہ میں ایسی عورت سے نکاح کروں جو ان کی تربیت کرے اور ان کو بنائے سنوارے۔ آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بہنوں کے ناموں سے واقف نہیں ہو سکا، لیکن امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے ذکر کیا ہے کہ ان کی زوجہ کا نام سہلہ بنت مسعود بن اوس بن مالک الانصاریہ الاوسیہ تھا۔

حدیث مذکور کا کتاب الطلاق کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: جب ہم مدینہ میں داخل ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: ''ٹھہرو حتیٰ کہ تم رات کے وقت گھر میں داخل ہونا''۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ''کتاب الطلاق'' میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی مرد اپنی بیوی کے پاس رات کے وقت نہ جائے''۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ جس حدیث میں آپ نے گھر میں رات کے وقت جانے کا حکم دیا ہے یہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب کسی مرد کے شہر میں آنے کی خبر اس کے گھر پہنچ گئی ہو تو پھر اس کو چاہیے کہ وہ رات کے وقت گھر میں جائے، اور دوسری حدیث جس میں آپ نے رات کے وقت گھر جانے سے منع فرمایا ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص بغیر اطلاع کے اچانک اپنے گھر پہنچے۔

حدیث مذکور کے مسائل شرعیہ اور نکات شریفہ

(۱) اس حدیث میں آپ نے کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اس کے معارض وہ حدیث ہے جس میں آپ کا ارشاد ہے: زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے نکاح کرو، اور کنواری لڑکی سے کیسے معلوم ہوگا کہ وہ زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس لڑکی کی مثل دوسری شادی شدہ لڑکیوں کے احوال سے معلوم ہو جائے گا۔

(۲) اس حدیث سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی نفسانی لذات کے حصول کے اوپر اپنی بہنوں کی تربیت اور مصلحت کو ترجیح دی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصویب فرمائی اور ان کو دعا دی، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص بھی نیک کام کرے اس کو دعا دینی چاہیے۔

(۳) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ کو اپنے ماتحتوں کے احوال کی تفتیش کرنی چاہیے اور ان کو ان کی مصلحتوں کی طرف ہدایت دینی چاہیے اور ایسے امور بھی معلوم کرنے چاہئیں جن کو بیان کرنے سے لوگ حیاء کرتے ہیں جیسے نکاح کے معاملات ہیں۔

(۴) اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو چاہیے کہ خاوند کی خدمت کرے اور اس کی بہنوں اور دیگر قریبی رشتہ داروں مثلاً بیٹوں اور بھائیوں کے بھی کام کرے اور اگر مرد اپنی بیوی سے اس قسم کے کام لینے کا قصد کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، ہر چند کہ بیوی پر یہ خدمات واجب نہیں ہیں لیکن اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عرف اور دستور میں یہ مقرر تھا کہ بیویاں شوہروں کی یہ خدمات انجام دیتی ہیں، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر انکار نہیں فرمایا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ میں جو بیویاں اپنے شوہر کے بوڑھے والدین کی خدمت کرتی ہیں اور ان کو کھانا وغیرہ پکا کر دیتی ہیں اور ان کا بستر صاف کرتی ہیں یہ بھی اس حکم میں داخل ہے۔

Marfat.com

(۵) اس حدیث میں تَسْتَحِدُّ کا لفظ ہے: یعنی جس عورت کا شوہر غائب ہو اور اب وہ آنے والا ہو تو وہ اپنے زیر ناف بالوں کو استرے سے صاف کر لے۔ اس حدیث میں استرے کا ذکر ہے، تاہم اگر وہ کسی اور طریقہ سے مثلاً بال صفا صابن یا بال صفا پاؤڈر یا بال صفا کریم سے اپنے زیر ناف بالوں کو صاف کرے تو وہ بھی جائز ہے۔

(۶) اس حدیث میں الشعثۃ کا لفظ ہے: یعنی جس عورت کے بال بکھرے ہوئے ہوں تو وہ اپنے بالوں کو سنوار لے اور اپنے آپ کو اپنے شوہر کے ساتھ جماع کے لیے تیار کر لے، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہروں کے لیے بناؤ سنگھار کریں تا کہ شوہر ان کے ساتھ ہم بستری میں رغبت کریں اور ان کی پراگندگی اور بدبو کی وجہ سے ان سے کراہت اور نفرت نہ کریں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۴۹۔۲۴۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

دیگر شراح بخاری کی شروح

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث تفصیل اور اختصار کے ساتھ کتاب البیوع، کتاب الاستقراض، کتاب الجہاد اور کتاب الشروط میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کے تمام ضروری مباحث کی شرح کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ القسطلانی الشافعی التوفی ۹۱۱ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۴۰۴)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی التوفی ۱۳۰۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الامام ابن العربی المالکی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کتنی حسین ہے اور عجمیوں کا طریقہ کتنا قبیح ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کنواری بیویوں کے ساتھ خوش طبعی اور دل لگی کی ترغیب دیتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں: تم کنواری لڑکیوں اور ان کے کھیل سے کہاں غافل رہے۔ (صحیح البخاری: ۵۰۸۰)

اور جاہل لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو عیسیٰ علیہ السلام کی طرح عورتوں سے دور رہیں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ لوگوں سے گوشہ نشینی اور رہبانیت کا زمانہ تھا۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۱)

اور علامہ مناوی شافعی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنواری لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنا مستحب ہے اور مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا اور اس سے پُرلطف باتیں کرنا اور اس کے ساتھ ہنسنا حسن معاشرت ہے۔

(فیض القدیر ج ۴ ص ۵۸۴) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۳۰۷، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

شیخ عبداللہ بن باز حنبلی متوفی ۱۴۲۰ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کی وجہ سے بیوہ عورت سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کنواری لڑکی سے نکاح کرنا آسانی سے میسر ہو تو یہ افضل ہے۔ (شرح البخاری للعثیمین ج ۴ ص ۴۲۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۰۸۰۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَارِبٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہما يَقُوْلُ تَزَوَّجْتُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا تَزَوَّجْتَ فَقُلْتُ تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا فَقَالَ مَا لَكَ وَلِلْعَذَارٰى وَلِعَابِهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ فَقَالَ عَمْرٌو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محارب نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نکاح کر لیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: تم نے کس

Marfat.com

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ۔

سے شادی کی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے بیوہ عورت سے نکاح کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کنواری بیویوں اور ان کے ساتھ کھیل کود سے کیوں غافل رہے، محارب کہتے ہیں: میں نے اس حدیث کا عمرو بن دینار سے ذکر کیا تو عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ سنا ہے کہ انہوں نے بیان کیا مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے کم عمر لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا تم اس کے ساتھ کھیلتے وہ تمہارے ساتھ کھیلتی۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۴۳، ۱۸۰۱، ۲۰۹۷، ۲۳۰۹، ۲۳۸۵، ۲۳۹۴، ۲۴۰۶، ۲۴۷۰، ۲۶۰۳، ۲۶۰۴، ۲۷۱۸، ۲۸۶۱، ۲۹۶۸، ۳۰۸۷، ۳۰۸۹، ۳۰۹۰، ۴۰۵۲، ۵۰۷۹، ۵۰۸۰، ۵۲۴۳، ۵۲۴۴، ۵۲۴۵، ۵۲۴۶، ۵۲۴۷، ۵۳۶۷، ۶۳۸۷، صحیح مسلم: ۷۱۵، سنن ابوداؤد: ۲۷۷۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۱۴۴، سنن دارمی: ۲۲۱۶، صحیح ابن حبان: ۲۷۱۴، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۳)

مشہور شراح بخاری کا حدیث مذکور کی شرح نہ کرنا

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ، علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، علامہ القسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ اور علامہ زرہونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ ان سب نے اس حدیث کو چھوڑ دیا ہے اور اس کی شرح نہیں کی۔

بیوہ عورت کے مقابلہ میں کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کی فضیلت اور ترجیح

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں لعاب کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: کھیل کود اور یہاں اس سے مراد لعاب دہن ہے، اس میں بیوی کی زبان چوسنے اور اس کے ہونٹوں کو بوسا دینے کی طرف اشارہ ہے اور ایسا بوس و کنار کے وقت ہوتا ہے اور یہ بعید نہیں ہے جیسا کہ علامہ القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''تم کنواری لڑکیوں سے نکاح کرو کیونکہ ان کے منہ زیادہ میٹھے ہوتے ہیں اور ان کے رحم زیادہ فراخ ہوتے ہیں''۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۱، المعجم الکبیر: ۳۵۰، سنن بیہقی: ۱۳۲۵۱)

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم نے کم عمر لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی''۔ یعنی کنواری لڑکی سے نکاح کرتے تو اس سے الفت تامہ حاصل ہوتی کیونکہ بیوہ عورت کا دل تو ہو سکتا ہے کہ اپنے گزشتہ خاوند کے ساتھ متعلق ہو تو اس کی محبت کامل نہیں ہوگی، اس کے برخلاف کنواری لڑکی کا دل فارغ ہوگا اور تمہیں اس کی کامل محبت حاصل ہوگی۔

(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۳۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۱- بَابُ تَزْوِيجِ الصِّغَارِ مِنَ الْكِبَارِ

کم عمر لڑکی کا بڑی عمر کے مرد سے نکاح

۵۰۸۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی

Marfat.com

خَطَبَ عَائِشَةَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ إِنَّمَا أَنَا أَخُوكَ فَقَالَ أَنْتَ أَخِي فِي دِينِ اللهِ وَكِتَابِهِ وَهِيَ لِي حَلَالٌ۔

(صحیح البخاری: ۵۰۸۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۶۱، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۳۱)

از یزید از عراک از عروہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا تو حضرت ابوبکر نے کہا: میں تو صرف آپ کا بھائی ہوں، آپ نے فرمایا: تم میرے اللہ کے دین اور اس کی کتاب کے لحاظ سے بھائی ہو اور وہ میرے لیے حلال ہے۔

کم سن نابالغہ لڑکی کے نکاح کرنے کا باپ اور دادا کو اختیار اور نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ باپ دادا کے لیے اپنی کم سن بیٹیوں کا نکاح کرنا جائز ہے خواہ وہ بیٹیاں ابھی پالنے یا پنگھوڑے میں ہوں مگر ان کے شوہروں کے لیے ان سے اس وقت تک وطی کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ جسمانی طور پر وطی کے قابل نہ ہو جائیں اور مردوں کا بوجھ اٹھا سکیں اور عورتوں کے احوال اس اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا تو ان کی عمر چھ سال تھی اور جب آپ نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری تو اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ اور امام بخاری نے اس باب کے بعد اس حدیث کا اس باب میں ذکر کیا ہے: ''مرد کا اپنے چھوٹے بچوں کا نکاح کرنا''۔

جس حدیث میں کنواری لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کے نکاح کی ممانعت ہے وہ باپ اور دادا کے کیے ہوئے نکاح کے غیر پر محمول ہے

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ کنواری لڑکی کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ وہ بالغہ ہو کر نکاح کی اجازت نہ دے دے تو یہ ممانعت باپ، دادا کے کیے ہوئے نکاح کے غیر پر محمول ہے کیونکہ سنت سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ باپ اپنی اتنی کم سن لڑکی کا نکاح کسی سے کر سکتا ہے جو ابھی اجازت دینے کے قابل نہ ہو۔

جب باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے یتیمہ نابالغہ کا نکاح کسی سے کر دیا تو اس کے جواز میں فقہاء کا اختلاف

اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب باپ کے علاوہ لڑکی کا کوئی اور سرپرست نابالغہ یتیمہ کا نکاح کسی سے کر دے آیا اس کا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

ابن ابی لیلیٰ، امام مالک، اللیث، الثوری، امام شافعی، ابن ماجشون، امام احمد اور ابوثور نے کہا ہے کہ باپ کے علاوہ اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یتیمہ نابالغہ کا نکاح کسی سے کر دے اور اگر اس نے یہ نکاح کر دیا تو یہ نکاح باطل ہے۔ اور علامہ ابن المنذر نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ نابالغہ کا نکاح اس کے سرپرست نہیں کر سکتے، جب کہ وہ شخص موجود ہو جس کے لیے وصیت کی گئی ہو، اور امام شافعی کے نزدیک جب باپ موجود نہ ہو تو دادا باپ کے قائم مقام ہے۔

جب باپ کے علاوہ کسی اور ولی نے نابالغہ کا نکاح کر دیا تو اس میں لڑکی کو خیار بلوغ ہوتا ہے، اس کے متعلق فقہاء کے اقوال

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: جب باپ کے علاوہ کسی اور سرپرست نے نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی سے کر دیا ہو تو اس میں لڑکی کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ بالغ ہو جانے کے بعد اس نکاح کو مسترد کر دے۔ یہ قول عطاء، حسن اور طاؤس سے منقول ہے اور یہی

امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول ہے مگر انہوں نے دادا کو بھی باپ کے قائم مقام قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے کیے ہوئے نکاح کو بھی لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد نکاح کے فسخ کرنے کا کوئی بھی اختیار نہیں ہوتا۔

اور امام ابو یوسف نے کہا ہے: لڑکی کو کسی بھی سر پرست کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں ہوتا، اور امام احمد نے کہا: میرے نزدیک ولی اور قاضی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی لڑکی کا نکاح اس کی عمر کے نو سال پورے ہونے سے پہلے کر دے اور جب اس کی عمر نو سال ہو جائے تو جب وہ بالغ ہو جائے اور وہ اس نکاح پر راضی ہو تو اس کو خیار بلوغ نہیں ہوتا۔

اس پر دلیل کے خیار بلوغ اس وقت ہوتا ہے جب لڑکی بالغ ہو چکی ہو

جو فقہاء ایسی لڑکی کے لیے بالغ ہونے کے بعد خیار بلوغ کے لیے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نابالغہ سے مشورہ لینے کا حکم دیا اور مشورہ اسی سے لیا جاتا ہے جس کو سمجھ ہو اور نکاح کا شعور ہو اور اس کے لیے بالغ ہونے کے بعد نکاح کو برقرار رکھنے یا مسترد کرنے کا اختیار ہے۔

جو فقہاء کہتے ہیں کہ نابالغہ کے لیے خیار بلوغ ہوتا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نابالغہ سے اس کے متعلق مشورہ لیا جائے گا''۔

اور اس سے اس وقت مشورہ لینا درست ہے جب وہ بالغ ہو چکی ہو اور عقد نکاح اس کے مشورہ کے اوپر موقوف نہیں ہے کیونکہ عقد نکاح میں خیار بلوغ کا دخل نہیں ہے۔

امام مالک کے نزدیک یتیم لڑکے اور یتیم لڑکی کے جبراً کیے ہوئے نکاح کے شرعی حکم میں فرق

اور امام مالک نے یتیم لڑکے اور یتیم لڑکی میں فرق کیا ہے، پس وصی کو اجازت دی ہے کہ وہ یتیم لڑکے کا نکاح بالغ ہونے سے پہلے کر دے کیونکہ یتیم لڑکا اس پر قادر ہے کہ ولی نے اس کا نکاح جو جبراً کیا ہے وہ بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کو طلاق دے کر ختم کر دے اور یتیم لڑکی اس طرح نہیں ہے کیونکہ وہ بالغ ہونے کے بعد عقد نکاح کو فسخ کرنے پر قادر نہیں ہے کیونکہ طلاق دینا عورتوں کے اختیار میں نہیں ہے، اس لحاظ سے یتیم لڑکے اور یتیم لڑکی میں فرق ہے، اور اس لیے کہ سنت یہ ہے کہ یتیم لڑکی کا نکاح اس کے مشورہ کے بغیر نہ کیا جائے اور اس سے مشورہ اس کے بالغ ہونے کے بعد ہی لیا جائے گا، یہ امام مالک کا قول ہے۔

حدیث مذکور کے فقہی مسائل

علامہ المھلب المالکی المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ مرد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ منگیتر کے ولی کو اپنے نکاح کا پیغام دے جب کہ اسے یہ معلوم ہو کہ وہ اس کے پیغام کو مسترد نہیں کرے گا جب کہ ان کے درمیان محبت کا تعلق مستحکم ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ میں تو صرف آپ کا بھائی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ اعتقاد تھا کہ جو شخص دوستی کی وجہ سے بھائی ہو اس کی بیٹی سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتایا کہ وہ صرف اسلام اور ایمان کے رشتہ سے بھائی ہیں نسب اور ولادت کے رشتہ سے بھائی نہیں ہیں اور فرمایا: ان کی بیٹی اللہ تعالیٰ کی وحی کے سبب سے میرے لیے حلال ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کا کارندہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کی بیوی چھیننا چاہتا تھا تو انہوں نے فرمایا: یہ میری بہن ہے۔ یعنی ایمان کے رشتہ سے کیونکہ اس وقت روئے زمین پر حضرت ابراہیم اور حضرت

سارہ علیہا السلام کے سوا اور کوئی مومن نہیں تھا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۳۹۔۱۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اپنی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی پوری عبارت من وعن نقل کر دی ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۱۹۔۲۱۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حدیث کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مطابقت نہ ہونے کے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب کا عنوان ہے کہ کم عمر لڑکی کا بڑی عمر کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا۔ اور حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات بہت مشہور تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت کم تھی۔

حافظ ابن حجر کی شرح پر علامہ عینی کا اعتراض

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: یہ جواب کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ اس باب کا عنوان مطلقاً کم عمر لڑکی کا بڑی عمر والے سے نکاح کے بیان میں ہے نہ کہ خصوصیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے متعلق ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰۹)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر نے علامہ عینی کے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں لکھا، دیکھیے:
(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۸۶، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)
اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ میں تو صرف آپ کا بھائی ہوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چچا تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی بھتیجی تھیں اور عموماً بھتیجی کی عمر چچا سے کم ہوتی ہے اس لحاظ سے حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کم عمر لڑکی کا بڑی عمر کے لڑکے سے نکاح کر دینا چاہیے، لہٰذا حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہوگئی۔

امام بخاری پر اس اعتراض کا جواب کہ حدیث مذکور مرسل ہے متصل نہیں ہے اور ارسال صحت حدیث کے منافی ہے، پھر اس حدیث کا صحیح بخاری میں درج کرنا غلط ہے

اسماعیلی نے اس حدیث کی وجہ سے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث میں عروہ نے یہ بیان کیا ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا" اب اعتراض یہ ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا یہ پیغام دیا تھا اس وقت عروہ تو موجود نہیں تھے تو لازماً انہوں نے یہ قصہ کسی اور سے سنا ہوگا اور اس راوی کا انہوں نے ذکر نہیں کیا، سو یہ حدیث مرسل ہے اور اگر اس مرسل کو صحیح بخاری میں درج کرنا صحیح ہے تو پھر امام بخاری کو چاہیے کہ وہ تمام احادیث مرسلہ کو اپنی صحیح میں درج کرتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: ہر چند کہ یہ حدیث صورتاً مرسل ہے لیکن عروہ نے اس حدیث کو اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہوگا اور اپنے نانا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا ہوگا یا انہوں نے اس حدیث کو اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے سنا ہوگا اور علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ راوی کی اس سے ملاقات ثابت ہے جس نے اس راوی کو اس حدیث کی خبر دی ہے اور وہ راوی مدلس نہ ہو تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس نے اس سے سنا ہے جس نے

اس کو اس حدیث کی خبر دی ہے، لہٰذا یہ حدیث صورتاً مرسل ہے حقیقتاً مرسل نہیں ہے اور رہا یہ کہنا کہ پھر امام بخاری کو چاہیے کہ وہ تمام احادیث مرسلہ کو اپنی صحیح میں درج کریں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کسی حکم اصلی پر مشتمل نہیں ہے، لہٰذا اس میں اس طرح کا تساہل جائز ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام بخاری تمام احادیث مرسلہ کو اپنی صحیح میں درج کرتے۔ ہاں! یہ حدیث جس طرح مذکور ہے اس کے اعتبار سے امام دارقطنی اور امام ابونعیم اور امام حمیدی وغیرہم نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔

اس تحقیق کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح کے مسائل مستنبطہ میں وہی مسائل لکھے ہیں جو علامہ ابن بطال مالکی کی شرح میں مذکور ہیں اور اس سے زائد کوئی بات نہیں لکھی، اور انہوں نے اپنی اس شرح میں اپنے استاذ علامہ ابن ملقن شافعی کی پیروی کی ہے کیونکہ انہوں نے بھی اپنی شرح میں اس حدیث کے مسائل میں ہوبہو وہی لکھا ہے جو علامہ ابن بطال مالکی نے اپنی شرح میں لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۰۔ ۲۴۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دینی بھائی ہونا تو مدینہ میں ظاہر ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام مکہ میں دیا تھا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صاحب التلویح نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی کتاب کے اعتبار سے میرے بھائی ہو حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوستی اور محبت تو مدینہ میں حاصل ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام مکہ میں دیا تھا۔

علامہ عینی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: اس سے کوئی امر مانع نہیں ہے کہ مکہ میں بھی حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوستی اور آپ کا قرب حاصل تھا اس لیے آپ کا انہیں دینی بھائی قرار دینا درست ہے۔ ہاں! اس کا زیادہ ظہور مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نکاح کا پیغام نہیں دیا تھا بلکہ اس پیغام کے لیے حضرت خولہ کو بھیجا تھا

صاحب التلویح نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نکاح کا پیغام نہیں دیا تھا کیونکہ امام ابن عاصم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ بن حکیم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس نکاح کا پیغام دینے کے لیے بھیجا تو ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کس طرح مناسب ہے حالانکہ وہ ان کی بھتیجی ہے۔ حضرت خولہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ جواب بتایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم دوبارہ ابوبکر کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم میرے اسلام میں بھائی ہو اور تمہاری بیٹی کا میرے ساتھ شرعاً نکاح ہوسکتا ہے۔ جب حضرت خولہ نے حضرت ابوبکر کو یہ بات بتائی تو حضرت ابوبکر نے ان سے کہا: جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا لاؤ، پس جب آپ آئے تو حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا۔

علامہ عینی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: ہوسکتا ہے بعد میں جب حضرت ابوبکر آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو خود بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا ہو۔

Marfat.com

اس کے بعد علامہ عینی نے بھی اس حدیث کے مسائل فقہیہ میں علامہ ابن بطال مالکی کی عبارت نقل کی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

دیگر اہم شراح بخاری کی شروح

علامہ قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ اور علامہ زرہونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ اور نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اپنی شروح میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن بطال مالکی کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔
(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۴۰۵، الفجر الساطع ج ۱۱ ص ۳۰۷، عون الباری ج ۵ ص ۴۰۱)

شیخ العثیمین کی نکاح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمروں کو بیان کرنے میں غلطی

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی جب عورت کم سن ہو اور مرد بڑی عمر کا ہو تو ان کے نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ کم سن تھیں اور آپ کی عمر زیادہ تھی۔ جب آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت آپ کی عمر ترپین (۵۳) سال تھی۔ (میں کہتا ہوں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ عمر عقد نکاح کے تین سال بعد تھی، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شب زفاف کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا گیا تھا اور عقد نکاح کے وقت آپ کی عمر پچاس (۵۰) سال تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت چھ سال تھی، سو شیخ عثیمین کی مذکور الصدر عبارت غلط ہے۔ سعیدی غفرلہ)

غیر مسلم مستشرقین کے اس زعم کا رد کہ کم عمر لڑکی کا بڑی عمر کے مرد کے ساتھ نکاح کرنا ظلم ہے

بعض مستشرقین یہ کہتے ہیں: کہ کم عمر لڑکی کا نکاح بڑی عمر کے مرد کے ساتھ کر دینا ظلم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر معاذ اللہ یہ ظلم ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ نکاح نہ کرتے کیونکہ ایسے نکاح میں عورت کی رضامندی ضروری ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ کم عمر لڑکی کا باپ مال کی لالچ میں اپنی بیٹی کا نکاح بڑی عمر کی لڑکے کے ساتھ کر دیتا ہے اور یہ نکاح حرام ہوتا ہے تو کیا العیاذ باللہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مال کے لالچ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا تھا۔

اس پر دلائل کہ باپ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کسی اور سے کر دے

اور اس پر عقلی دلیل یہ ہے کہ جب باپ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بیٹی کی کسی معمولی چیز کو بھی اس کی اجازت کے بغیر فروخت کر دے تو اس کو یہ کیسے اختیار ہوگا کہ وہ خود اپنی بیٹی کو اس کی اپنی اجازت کے بغیر فروخت کر دے کیونکہ نکاح کے وقت عورت قیدی کی مثل ہوتی ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: ''عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی امان اور ضمانت سے حاصل کیا ہے اور تم نے ان کی فروج کو اللہ کے کلمہ سے حلال کیا ہے اور تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ان کو نہ آنے دیں کو تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو ایسی مار مارو جو زیادہ ظاہر نہ ہو اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم دستور کے مطابق ان کو کھانا اور کپڑا دو''۔
(صحیح مسلم: ۱۲۱۸، سنن ابو داؤد: ۱۹۰۵، ۱۹۰۹، سنن ترمذی: ۸۶۳، سنن نسائی: ۲۷۰۸، ۲۷۳۶، ۲۷۳۹، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۴، مسند احمد: ۱۳۴۴۷)

لہٰذا کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح ایسے مرد سے کر دے جس کو اس کی بیٹی ناپسند کرتی ہو۔

Marfat.com

باپ کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو غیر کفوء میں نکاح کرنے سے منع کرے

ہاں! اگر بالفرض بیٹی کسی ایسے مرد کے ساتھ نکاح کو پسند کرے جو اس کے باپ کا دین میں کفوء نہ ہو یا خلق میں اس کا کفوء نہ ہو تو ایسی صورت میں باپ کو یہ اختیار ہے کہ وہ بیٹی کو ایسے مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے مصلحت کی وجہ سے منع کرے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ کسی شخص کا کم عقل بیٹا اپنے مال میں تصرف کر کے اس مال کو فاسد کرے تو باپ کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے مال میں تصرف کرنے پر پابندی لگائے۔ اسی طرح جب کسی شخص کی بیٹی غیر کفوء میں نکاح کرنا چاہتی ہو تو باپ کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کو غیر کفوء میں نکاح کرنے سے منع کرے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۳۲۔۴۳۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

نکاح غیر کفوء میں مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ: اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ کفوء اصل میں دین اور اسلام میں مساوات ہے، اگر خاندان اور مال و دولت اور صنعت و حرفت میں مساوات نہ ہو تب بھی اسلام میں یہ نکاح جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد عورت کا نکاح فصد کاٹنے والے غلام سے کر دیا۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳۶، مراسیل ابی داؤد ص ۱۲، تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۳۴۱، یونان، روح المعانی ج ۲۶ ص ۶۳، بیروت)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۳۶۔۱۳۷، روح المعانی ج ۲۲ ص ۲۳، بیروت، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۸۰، دارالفکر، بیروت)

نیز امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسے شخص کے نکاح کا پیغام آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے نکاح کر دو خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں بہت زیادہ فتنہ اور فساد پھیلے گا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۵۳، بیروت، جامع ترمذی ص ۱۷۵، کراچی، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۵، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۱، کراچی، کنز العمال ج ۱۶ ص ۳۱۷)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس قرشیہ کا نکاح حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کر دیا جو غلام کے بیٹے تھے، پھر اس نکاح کی خیر کی وجہ سے عرب کی عورتیں حضرت فاطمہ بنت قیس قرشیہ پر رشک کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۴، کراچی، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۱۲۔۳۱۱، لاہور، سنن نسائی ج ۲ ص ۵۸، کراچی، سنن ترمذی ص ۱۸۳۔۱۸۲، کراچی، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۴، کراچی، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۳۶، ملتان)

ہم نے جن احادیث سے غیر کفوء میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے یہ سب مستند احادیث ہیں۔ مزید تحقیق کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۹۱۔۹۶۴ اور شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۴۰۵۔۱۰۲۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۲۔ بَابٌ: إِلَى مَنْ يَنْكِحُ وَأَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ وَمَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يَتَخَيَّرَ لِنُطَفِهِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ

کس قسم کی عورت سے نکاح کیا جائے اور کون سی عورت سے نکاح کرنا سب سے افضل ہے اور اپنی نسل چلانے کے لیے اچھی عورت کو منتخب کرنا مستحب ہے مگر یہ واجب نہیں ہے

مذکور الصدر تین عنوانوں کا ثبوت اور ان کی توجیہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ عنوان تین احکام پر مشتمل ہیں: پہلا اور دوسرا عنوان اس حدیث سے واضح ہے جو نکاح کرنے کا ارادہ کرے اسے چاہیے کہ وہ قریش کی عورتوں سے نکاح کرے کیونکہ قریش کی عورتیں سب عورتوں سے بہتر ہیں۔ رہا تیسرا عنوان تو وہ اس حدیث سے بہ طور التزام ثابت ہے کیونکہ جب ثابت ہوگیا کہ قریش کی عورتیں سب سے بہتر ہیں تو ان عورتوں کو ہی اپنی نسل کے فروغ کے لیے عقد میں لانا چاہیے، اور اس تیسرے عنوان کا ثبوت اس حدیث سے صراحتاً ثابت ہے جس کو امام ابونعیم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

''اپنے نطفوں کے لیے (عمدہ عورتوں کو) اختیار کرو اور کفوء میں نکاح کرو''۔

اس حدیث کی سند میں مقال ہے، اور اس حدیث کی دو سندیں ہیں جن میں سے ایک سند دوسری سند سے قوی ہو جاتی ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۰۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: بہترین عورتیں وہ ہیں جو اونٹوں پر سواری کریں ان میں قریش کی عورتیں سب سے زیادہ نکاح کی صلاحیت رکھتی ہیں جو اپنی اولاد پر ان کے بچپن میں زیادہ شفیق ہوتی ہیں اور جو اپنے شوہر کے مال کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۳۴۳۴، ۵۰۸۲، ۵۳۶۵، صحیح مسلم: ۲۵۲۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۱۳۴، مسند ابو یعلیٰ: ۶۲۷۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۵، مسند احمد: ۷۶۹۵)

دین دار اور معزز گھرانوں کی خواتین سے نکاح کی ترغیب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: صرف عرب کی عورتیں اور عرب کی عورتوں میں سے قریش کی عورتیں اونٹوں پر سواری کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اپنی اولاد پر شفیق ہوتی ہیں اور اپنے شوہروں کے اموال کی حفاظت کرتی ہیں کیونکہ ان کے نفوس بہت کریم ہوتے ہیں اور یہ اپنے شوہروں کی وفادار ہوتی ہیں اور ان سے خیانت نہیں کرتیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اپنی قوم کے عورتوں کے فضائل بیان کر سکتا ہے، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دین دار اور معزز گھرانوں کی عورتوں سے نکاح کیا جائے کیونکہ اس اقدام سے انسان گناہوں سے مجتنب رہتا ہے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم نکاح کے لیے دین دار عورت کو اختیار کرو۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۴۰۔۱۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اونٹ پر سواری کرنے کی فضیلت

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مذکور الصدر حدیث کی روایت کرنے کے بعد کہا: حضرت مریم بنت عمران کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ (صحیح مسلم: ۲۵۲۷)

یعنی حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام چونکہ عرب کی رہنے والی نہیں تھیں اس لیے وہ کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عرب کی خواتین کے علاوہ دیگر ملکوں کی خواتین میں بھی خیر ہوتی ہے مگر عرب کی خواتین میں زیادہ خیر ہوتی ہے۔

اور معمر نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام دیا تو انہوں نے عذر پیش کیا: یا رسول اللہ! اب میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور میرے بال بچے ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین عورتیں وہ ہیں جو اونٹوں پر سواری کرتی ہوں۔ الحدیث۔ (صحیح مسلم: ۲۵۲۷، الرقم المسلسل: ۶۳۵۴)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ چھوٹے بچوں پر شفیق ہوتی ہیں۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حدیث میں اَحناہ کا لفظ ہے اور یہ الحنان سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: رحمت اور اسی سے حنین الجذع ماخوذ ہے یعنی کھجور کا وہ ستون جس سے ٹیک لگا کر آپ خطبہ دیتے تھے، پس جب آپ منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو وہ ستون آپ کے فراق میں زور زور سے رونے لگا۔

(صحیح البخاری: ۳۵۸۳) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۹ ص ۵۴۸۔ ۵۴۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

اپنے نطفوں کے لیے بہترین عورتوں کا انتخاب

نیز علامہ ابن ملقن حدیث صحیح البخاری: ۵۰۸۳ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ترغیب دی ہے کہ نیک اور دین دار عورتوں سے نکاح کرنا چاہیے اور اونٹوں پر سوار ہونے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دین دار عورت سے نکاح کرو۔ (صحیح البخاری: ۵۰۹۰، صحیح مسلم ۱۴۶۶)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اپنے نطفوں کے لیے بہترین عورتوں کو منتخب کرنا مستحب ہے، اور امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے نطفوں کے لیے تم بہترین عورتوں کو منتخب کرو اور تم کفوء میں نکاح کرو''۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۸، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۳) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۲۱۔ ۲۲۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

احناہ کا معنی اور احناھن نہ کہنے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری: ۳۴۳۴ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: احناہ یعنی قریش کی عورتیں چھوٹے بچوں پر زیادہ شفیق ہوتی ہیں۔ الحانیہ اس عورت کو کہتے ہیں جو بچوں کے باپ کے مرنے کے بعد بچوں کی پرورش کرتی ہے اور جو عورت بچوں کے باپ کے مرنے کے بعد دوسری شادی نہ کرے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اگر وہ عورت بعد میں دوسری شادی کر لے تو وہ الحانیہ نہیں ہے، اور حنین الجذع بھی اسی سے ماخوذ ہے، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ لفظ احناہن ہوتا لیکن عربوں کی زبان پر احناہ جاری ہے۔

Marfat.com

حضرت مریم بنت عمران قریش کی عورتوں کی افضلیت میں داخل نہیں ہیں کیونکہ وہ کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت مریم بنت عمران کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں''۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت مریم اس افضلیت میں داخل نہیں ہیں اور اس افضلیت میں حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن داخل ہیں کیونکہ وہ تمام عورتوں سے افضل ہیں، البتہ جن علماء نے کہا ہے کہ حضرت مریم نبیہ تھیں تو اگر ان کا نبیہ ہونا ثابت ہو تو شرعاً اس تفضیل سے خارج ہیں کیونکہ نبوت کے درجہ کے بعد اور کوئی درجہ نہیں ہے، اور اگر یہ ثابت نہ ہو تو پھر حضرت مریم اس افضلیت میں داخل نہیں ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ حضرت مریم اس عموم میں داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ فضیلت ان عورتوں کے لیے ہے جو اونٹوں پر سواری کرتی ہوں اور حضرت مریم کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔

بعض علماء کے نزدیک حضرت مریم نبیہ ہیں اور جمہور کا قول اس کے خلاف ہے

حضرت مریم کے نبیہ ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ (آل عمران: ۴۲)

اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تمہیں منتخب کر لیا اور تمہیں پاک کر دیا اور تمہیں تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت دی O

اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت مریم کا سورۂ مریم میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے جس طرح نبیوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور حضرت مریم کا جو لقب صدیقہ ہے وہ ان کے نبیہ ہونے سے مانع نہیں ہے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا لقب بھی صدیق ہے اور وہ نبی ہیں۔

امام اشعری سے منقول ہے کہ خواتین میں نبیات بھی ہیں اور ابن حزم نے وثوق کے ساتھ چھ خواتین کو نبیہ کہا ہے: (۱) حضرت حواء (۲) حضرت سارۃ (۳) حضرت ہاجر (۴) حضرت ام موسیٰ (۵) حضرت آسیہ (۶) حضرت مریم۔

اور علامہ قرطبی نے حضرت سارہ اور حضرت ہاجر کا ذکر نہیں کیا اور اس کو علامہ السہیلی نے ''الروض الانف'' میں اکثر فقہاء سے نقل کیا ہے، اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ حضرت مریم نبیہ ہیں اور قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ جمہور اس کے مخالف ہیں، اور علامہ نووی نے ''الاذکار'' میں امام الحرمین سے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ حضرت مریم نبیہ نہیں ہیں، اور حسن بصری سے منقول ہے کہ نہ عورتوں میں کوئی نبیہ تھی اور نہ جنات میں کوئی نبی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے بقیہ مباحث کی شرح ہم کتاب النکاح میں کریں گے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۰۸۔ ۶۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت مریم بنت عمران خواہ نبیہ ہوں یا نہ ہوں وہ قریش کی تمام عورتوں سے افضل ہیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری: ۵۰۸۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:

احادیث الانبیاء کے آخر میں یہ حدیث (صحیح البخاری: ۳۴۳۴) گزری ہے جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ حضرت مریم کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں اور ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت مریم قریش کی عورتوں کی اس افضلیت میں داخل نہیں ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت مریم کی فضیلت ہے اور وہ قریش کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ خواہ وہ نبیہ ہوں یا نہ ہوں اور ''کتاب المناقب'' میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ''تمام عورتوں میں سے سب سے افضل حضرت مریم ہیں اور تمام عورتوں میں سب

سے افضل حضرت خدیجہ ہیں"۔اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے زمانہ میں تمام عورتوں سے افضل ہیں۔
اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس حدیث میں قریشی عورتوں کے ساتھ نکاح کی ترغیب ہے اور اس حدیث میں اس سے تعرض نہیں ہے کہ حضرت مریم مطلقاً افضل ہیں یا اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل ہیں۔
(فتح الباری ج ٦ ص ٢٥١، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

اس سوال کا جواب کہ قریش کی عورتیں سب سے بہترین عورتیں کیسے ہوسکتی ہیں جب کہ وہ حضرت مریم سے افضل نہیں ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اگر تم یہ سوال کرو کہ قریش کی عورتیں حضرت مریم ام عیسیٰ علیہ السلام سے کیسے افضل ہوں گی خصوصاً جب کہ ان کے متعلق نبیہ ہونے کا بھی بعض علماء کا قول ہے۔ بعض شارحین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے بہترین عورتیں وہ ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں اور حضرت مریم علیہا السلام کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ جواب نفع بخش نہیں ہے اور ممکن ہے اس سوال کا یہ جواب دیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً قریش کی عورتوں کو افضل نہیں فرمایا بلکہ قریش کی نیک عورتوں کے متعلق فرمایا ہے اور حضرت مریم علیہا السلام قریش میں سے نہیں تھیں اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قریش کی عورتیں بہترین عورتوں میں سے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہی بہترین عورتیں ہیں، یعنی ان کے علاوہ بھی بہترین عورتیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ١١٠، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی طرف سے علامہ عینی حنفی کے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:
علامہ بدرالدین عینی نے یہ جواب بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح سے اخذ کیا کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ اس حدیث کو قرشیات کے ساتھ نکاح کرنے کی ترغیب میں وارد کیا ہے اور اس حدیث میں حضرت مریم اور دیگر ان عورتوں کے ساتھ تعرض نہیں کیا گیا جو اپنے اپنے زمانہ میں گزر چکی ہیں۔
(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ٢ ص ٢٨٧، مکتبۃ الرشد، ریاض، ١٤١٨ھ)

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ مناوی شافعی نے کہا ہے کہ اخلاق کی عمدگی میں نسب کی تاثیر ہوتی ہے اور قریش کے نسب میں فضیلت ہے اور اولاد پر شفقت اور مہربانی مطلوب اور مرغوب ہے اور اس حدیث میں معزز عورتوں سے نکاح کی ترغیب ہے خصوصاً قرشیات سے۔
(فیض القدیر ج ٣ ص ٦٥٦)(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ١١ ص ١٧٣، مکتبۃ الرشد، ریاض، ١٤٣٠ھ)

اوصاف محمودہ کی ترغیب

شیخ عبداللہ بن باز الحنبلی المتوفی ١٤٢٠ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں قریش کی نیک عورتوں سے نکاح کی ترغیب ہے اور اس میں قریش کی اکثر نیک عورتوں کی عظیم فضیلت ہے اور

اس حدیث میں اوصاف حمیدہ کی ترغیب ہے۔

تابعین تبع تابعین سے افضل ہوتے ہیں لیکن یہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ بعض تبع تابعین، تابعین سے افضل ہیں

شیخ محمد صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قریش کی عورتوں کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح فرمائی ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قریش کی عورتوں کی جنس دوسری عورتوں کی جنس سے افضل ہے لیکن اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ قریش کی ہر عورت دوسری عورت سے افضل ہے تاکہ ہم فضیلت کے باب میں فرق کو پہچانیں۔ ایک جنس دوسری جنس سے افضل ہوتی ہے اور ایک فرد دوسرے فرد سے افضل ہوتا ہے، مثلاً ہم کہتے ہیں: تابعین تبع تابعین سے افضل ہوتے ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تابعین کا ہر فرد تبع تابعین سے افضل ہو، کیونکہ بعض تبع تابعین، تابعین سے افضل ہیں (جیسے یزید تابعی ہے اور مکی بن ابراہیم اور امام احمد بن حنبل اور امام مالک بن انس تبع تابعین ہیں اور وہ یزید سے افضل ہیں، اسی طرح حجاج بن یوسف بھی تابعی ہے اور یہ حضرات تبع تابعی ہیں اور یہ حضرات حجاج بن یوسف سے افضل ہیں، اسی طرح میں کہتا ہوں کہ: مرد کی جنس عورت کی جنس سے افضل ہے لیکن مرد کا ہر فرد ہر عورت سے افضل نہیں ہے کیونکہ کتنا ہی پاک باز اور عابد و زاہد مرد ہو اور کامل متقی ہو اور اعلیٰ نسب کا ہو لیکن وہ حضرت مریم بنت عمران، حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن سے افضل نہیں ہوسکتا۔ سعیدی غفرلہ) (شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۳۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۱۳۔ بَابُ: اتِّخَاذِ السَّرَارِيِّ وَمَنْ أَعْتَقَ جَارِيَتَهُ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا

باندیوں کو رکھنا اور جس شخص نے اپنی باندی کو آزاد کیا، پھر اس سے نکاح کر لیا

اَلسَّرَارِی کا معنی اور باندیوں کو رکھنے کے متعلق احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں السراری کا لفظ ہے، یہ سُرِّیَّة کی جمع ہے اور کبھی اس لفظ کو سرِّیَة بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ تَسَرِّی سے ماخوذ ہے اور اس کی اصل اَلسِّر ہے اور یہ جمع کے اسماء میں سے ہے۔ اس کو اِسْتِسْرار بھی کہا جاتا ہے۔ باندیوں پر سراری کا اطلاق اس وجہ سے کیا گیا ہے کیونکہ باندی کے ساتھ جو معاملات ہوتے ہیں ان کو بیوی سے مخفی رکھا جاتا ہے، اس عنوان میں اتِّخاذُ السَّرارِیِّ کہا ہے یعنی باندیوں کو رکھنا۔ اس کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم باندیوں کو لازماً رکھو کیونکہ ان کے رحم برکت والے ہوتے ہیں''۔ اس حدیث کی امام طبرانی نے روایت کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

اور امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم امہات الاولاد سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہارے سبب سے قیامت کے دن فخر کروں گا''۔ اس حدیث کی سند پہلی حدیث کی سند سے زیادہ عمدہ ہے لیکن اس میں باندیوں کے رکھنے کی تصریح نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۰۸۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ صَالِحٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں صالح بن صالح الہمدانی نے حدیث بیان کی

Marfat.com

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ عِنْدَهُ وَلِيدَةٌ فَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا وَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِي فَلَهُ أَجْرَانِ وَأَيُّمَا مَمْلُوكٍ أَدَّى حَقَّ مَوَالِيهِ وَحَقَّ رَبِّهِ فَلَهُ أَجْرَانِ قَالَ الشَّعْبِيُّ خُذْهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيمَا دُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَعْتَقَهَا ثُمَّ أَصْدَقَهَا۔

انہوں نے کہا: ہمیں شعبی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو بردہ نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس کوئی باندی ہو، پس اس نے اس کو اچھے طریقہ سے تعلیم دی اور اس کو اچھے طریقہ سے ادب سکھایا، پھر اس کو آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا تو اس کے لیے دو اجر ہیں، اور اہل کتاب میں سے جو مرد اپنے نبی پر ایمان لایا اور مجھ پر ایمان لایا تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جس غلام نے اپنے مالک کا حق ادا کیا اور اپنے رب کا حق ادا کیا تو اس کے لیے دو اجر ہیں''۔ شعبی نے کہا: اس حدیث کو بغیر کسی عوض کے لو اور پہلے اس سے کم مقدار کے متن کی حدیث کے حصول کے لیے آدمی مدینہ تک کا سفر کرتا تھا، اور ابو بکر نے کہا از ابی حصین از ابی بردہ از والد خود از نبی ﷺ: ''اس نے اس کو آزاد کیا، پھر اس کا مہر دیا''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۹۷، ۲۵۴۴، ۲۵۴۸، ۲۵۵۱، ۳۰۱۱، ۳۴۴۶، ۵۰۸۳، صحیح مسلم: ۱۵۴، سنن ابو داؤد: ۲۰۵۳، سنن ترمذی: ۱۱۱۶، سنن نسائی: ۳۳۴۴، سنن ابن ماجہ: ۱۹۵۶، مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۵، مسند احمد: ۱۹۵۳۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۱۱۲، مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۰۳، مشکل الآثار: ۱۹۶۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲۸، شعب الایمان: ۸۶۰۸، مسند الحمیدی: ۷۶۸، سنن سعید بن منصور: ۹۱۳، سنن دارمی: ۲۲۴۴، الادب المفرد: ۲۰۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۵۰۲، صحیح ابن حبان: ۲۲۷، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۳۱، شرح السنہ: ۲۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۸۸۹، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۲۸، مسند ابو یعلیٰ: ۷۳۰۸، کتاب الاداب للبیہقی: ۷۱)

باندیوں کو رکھنے کے متعلق قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باندیوں کو رکھنا مباح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُونَ ۝ (المومنون: ۷۔۸)

اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ۝ سوا اپنی بیویوں کے یا باندیوں کے، سو بے شک ان میں وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں ۝ اور جس نے ان کے علاوہ کسی اور کو طلب کیا، سو وہی لوگ (اللہ کی حدود سے) تجاوز کرنے والے ہیں ۝

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باندیوں کے ساتھ مباشرت کو اسی طرح حلال کیا ہے جس طرح بیویوں کے ساتھ مباشرت کو حلال کیا ہے اور نبی ﷺ نے باندیوں کو آزاد کرنے اور ان کے ساتھ نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا ہے: ایسے شخص کو دگنا اجر ملے گا، اور امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۰۸۴ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ ایک

Marfat.com

کافر نے حضرت سارہ کو ایک باندی (حضرت ہاجر علیہا السلام) ہبہ کر دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو قبول کر لیا۔

کسی باندی کو آزاد کر کے اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دینا آیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی یا امت کے لیے بھی ایسا کرنا جائز ہے، اس مسئلہ کے متعلق فقہاء مذاہب کی آراء

فقہاء اسلام کا اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص نے اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تو اس کے متعلق بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے اپنی باندی کو آزاد کر کے اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دیا تو یہ جائز ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا اور سعید بن المسیب، طاؤس، ابراہیم النخعی، الحسن البصری، الثوری، اور امام ابو یوسف، امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے اور آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو آپ نے اس طرح کیا یعنی انہیں آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کیونکہ آپ کے لیے تو یہ بھی جائز ہے کہ آپ کسی عورت سے بغیر مہر کے نکاح کر لیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین میں سے کسی کو اس کی اجازت نہیں دی۔ امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام زفر، امام محمد اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

جن فقہاء نے کہا ہے کہ مومنین کے لیے بھی یہ جائز ہے کہ وہ باندی کو آزاد کر کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دیں وہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی اسی طرح کیا جس طرح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا تھا۔ آپ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کر لیا اور ان کو جو آزاد کیا تھا اس کو ان کا مہر قرار دیا۔ اس حدیث کی حماد بن زید نے از ایوب از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو جو آزاد کیا تھا تو ہم نے غور کیا کہ اس کا معاملہ کس طرح تھا، پس امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنو المصطلق کا مال غنیمت حاصل کیا تو حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، پس انہوں نے اپنے آپ کو مکاتبہ قرار دیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بدل کتابت میں استعانت کے لیے آئیں تو آپ نے ان سے فرمایا: ''کیا میں تم کو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں میں تمہاری طرف سے تمہارا بدل کتابت ادا کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر دیتا ہوں؟'' انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جو کہا تھا کہ آپ نے حضرت جویریہ کا مہر ان کے آزاد کرنے کو قرار دیا تھا تو وہ در اصل بدل کتابت تھا اور یہی ان کا مہر ہو گیا تھا، پس جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا ہے تو یہ آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ حکم آپ کی امت کے لیے نہیں ہے۔

Marfat.com

آیا نکاح کے انعقاد کے لیے دو مسلمان گواہوں کا ہونا ضروری ہے یا صرف نکاح کا اعلان ہی انعقاد نکاح کے جواز کے لیے کافی ہے، اس مسئلہ میں فقہاء اسلام اور فقہاء مذاہب کی آراء

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ مالک کے لیے یہ جائز ہے کہ جب وہ اپنی باندی کو آزاد کرے تو وہ اس سے خود نکاح کر لے اور اس کے جواز کے لیے سلطان یا ولی کا نکاح کرنا ضروری نہیں ہے اور عنقریب اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف "باب الولی" میں ذکر کیا جائے گا۔

علامہ ابن المنذر مالکی نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا جو خود سے نکاح کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ بغیر گواہوں کے نکاح کا منعقد ہونا جائز ہے جب اس کا اعلان ہو جائے، اور یہ الزہری، اہل المدینہ، امام مالک اور عبد اللہ بن الحسن اور ابو الثور کا مذہب ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نکاح کیا اور ان کے نکاح میں دو گواہ حاضر نہیں تھے، اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا نکاح کیا اور اس وقت ان کے ساتھ لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا، پھر بعد میں انہوں نے نکاح کا اعلان کیا اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ دو عادل (نیک مسلمان) گواہوں کے سوا نکاح جائز نہیں ہے۔ یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء، النخعی، سعید بن المسیب اور الحسن البصری کا ہے، اور الثوری، الاوزاعی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام ابو حنیفہ نے کہا: دو گواہوں کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے اور یہ جائز ہے کہ خواہ ان دو گواہوں کو حد قذف لگی ہو، یا دونوں فاسق ہوں یا دونوں نابینا ہوں اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ فاسق کی شہادت مردود ہے۔

اور یزید بن ہارون، اصحاب رائے (فقہاء احناف) پر عتاب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو خرید و فروخت کے وقت گواہ بنانے کا حکم دیا ہے، پس فرمایا:

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ۔ (البقرہ: ۲۸۲) اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کا حکم دیا اور اس میں گواہ بنانے کا حکم نہیں دیا تو اصحاب الرائے کا یہ زعم ہے کہ خرید و فروخت جس میں اللہ تعالیٰ نے گواہ بنانے کا حکم دیا ہے وہ بغیر گواہ بنانے کے جائز ہے اور نکاح جس میں اللہ تعالیٰ نے گواہ بنانے کا حکم نہیں دیا اور وہ نکاح بغیر گواہوں کے جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن المنذر مالکی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اختلاف ہے۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر گواہوں کے نکاح کا منعقد کرنا جائز ہے اور جس حدیث سے اس کا جواز ثابت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا ہے۔ کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ آپ کے اصحاب کا اس میں اختلاف ہوا تھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ ہیں یا آپ کی باندی ہیں اور ان کو اس وقت معلوم ہوا کہ وہ آپ کی زوجہ ہیں جب آپ نے نکاح کے بعد ان کو حجاب میں رکھا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ نے حضرت صفیہ سے نکاح کے وقت کسی کو گواہ نہیں بنایا تھا اور ان کے ساتھ نکاح کے اعلان کو کافی قرار دیا تھا اور اگر اس نکاح پر کوئی گواہ ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ نکاح مخفی نہ ہوتا اور ان کو یہ اشتباہ نہ ہوتا کہ آیا حضرت صفیہ آپ کی زوجہ ہیں یا آپ کی باندی ہیں حتیٰ کہ ان کو حجاب میں رکھنے سے انہیں معلوم ہوا کہ وہ آپ کی زوجہ ہیں۔

اور صحیح البخاری کی "کتاب المغازی" میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کے پیچھے ایک پردہ لٹکا دیا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۴۳۔۱۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

اس حدیث کے راوی ابو بردہ کا تذکرہ

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ صحیح البخاری: ۵۰۸۳ کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث ابو بردہ کے والد سے مروی ہے اور ابو بردہ کا نام عامر بن ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری ہے جو کوفہ کے قاضی تھے اور ایک سو چار یا ایک سو تین (۱۰۳۔۱۰۴ھ) میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری بیالیس، تینتالیس یا چوالیس ہجری (۴۲۔۴۳۔۴۴ھ) میں فوت ہوئے تھے۔

جس نے اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا، اس کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے جس نے اس کو آزاد کیا، پھر اس کا مہر ادا کیا۔ (صحیح البخاری: ۲۵۴۴)

اور اسماعیلی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ اس نے باندی کو آزاد کیا، پھر اس سے مہر جدید کے ساتھ نکاح کیا تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

شیخ ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے: اس حدیث کی روایت میں یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی ابوبکر سے متفرد ہے (یہ اس کا نام اور کنیت ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام شعبہ ہے اور یہ ایک سو بیس (۱۲۰) ہجری میں فوت ہو گئے تھے)۔ ابن حزم نے کہا کہ یحییٰ بہت ضعیف راوی ہے اور جو ثقہ راویوں سے حدیث مشہور ہے اس میں مہر جدید کے الفاظ نہیں ہیں۔

(المحلی ابن حزم ج ۹ ص ۵۰۵۔۵۰۴)

اس حدیث میں امام شافعی اور امام مالک کی یہ دلیل ہے کہ مالک کا اپنی باندی کو آزاد کر دینا اس کا مہر نہیں ہوتا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کرنے کو جو ان کا مہر قرار دیا تھا یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ (مختصر المزنی ج ۳ ص ۲۶۲)

میں کہتا ہوں کہ: یہ صرف امام مالک اور امام شافعی کا مذہب نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام زفر کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ علامہ ابن بطال نے ذکر کیا ہے (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۴۲) لیکن علامہ ابن ملقن نے تعصب کی بنا پر امام ابوحنیفہ کا اس مسئلہ میں نام ذکر نہیں کیا۔ (سعیدی غفرلہ)

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں کہ: حضرت صفیہ کی حدیث کے ظاہر سے امام احمد بن حنبل اور اسحاق نے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ جب مالک اپنی باندی کو آزاد کر دے تو وہ آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دے سکتا ہے۔ (المغنی ج ۹ ص ۴۵۳)

اہل کتاب میں سے جو اسلام لے آئے اس کو دو اجر ملنے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اہل کتاب میں سے جو مرد اپنے نبی پر ایمان لایا اور مجھ پر ایمان لایا اس کے لیے دو اجر ہیں۔

علامہ داؤدی التوفی ۴۰۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس حدیث میں جو فرمایا ہے: وہ اہل کتاب سے ہو یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر ہو، جب کہ یہود اور نصاریٰ میں سے جو کافر ہیں وہ اس حدیث کے مصداق نہیں ہیں کیونکہ کفر پر خیر کی جزاء نہیں دی جاتی اور ان کا استدلال ان آیتوں سے ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر بھی

يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ (القصص: ۵۲ تا ۵۴)

ایمان رکھتے ہیں O اور جب ان پر اس (کتاب) کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں، بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے، ہم اس سے پہلے ہی مسلمین اور اطاعت شعار ہو چکے ہیں O یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان (کے اعمال) کا دگنا اجر دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو اچھائی سے دور کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے وہ اس میں سے (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں O

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۲۴۔ ۲۲۳، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

جن لوگوں کو ان کے نیک عمل پر دو اجر دیئے جائیں گے ان کے متعلق دیگر روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری: ۵۰۸۳ کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن لوگوں کو دگنا اجر دیا جائے گا ان کی امام بخاری نے تین قسمیں لکھی ہیں: (۱) اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے والا (۲) اہل کتاب میں سے ایمان لانے والا، ان کے متعلق بحث ''کتاب العلم'' میں گزر چکی ہے (۳) وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی حق ادا کرے۔ اس پر بحث ''کتاب العتق'' میں گزر چکی ہے۔

(۱) امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار لوگوں کو دگنا اجر دیا جائے گا، ان میں سے تین تو وہی ہیں جن کا صحیح البخاری: ۵۰۸۳، میں ذکر ہے اور چوتھے کے متعلق یہ اضافہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں جن کو دگنا اجر دیا جائے گا۔

(۲) کتاب التفسیر کے باب: ''جو قرآن مجید پڑھنے کا ماہر ہو'' میں یہ حدیث گزر چکی ہے: ''جو قرآن مجید کی تلاوت کرے اور اس پر تلاوت دشوار ہو اس کو دگنا اجر دیا جائے گا''۔

(۳) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''جو عورت اپنے قریبی رشتہ دار پر صدقہ کرے اس کو دگنا اجر دیا جائے گا، ایک اجر صدقہ کا ہو گا اور دوسرا اجر صلہ رحم کا ہو گا'' یہ حدیث ''کتاب الزکاۃ'' میں گزر چکی ہے۔

(۴) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''جو حاکم صحیح فیصلہ کرے اس کو دو اجر ملتے ہیں''۔ یہ حدیث عنقریب ''کتاب الاحکام'' میں آئے گی۔

(۵) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''جس نے اسلام میں کوئی نیا اچھا طریقہ ایجاد کیا اس کو اس پر عمل کرنے کا اپنا اجر بھی ملے گا اور جو لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی اس کو ملے گا''۔ الحدیث

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''جس نے ہدایت کی دعوت دی'' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ''جس نے نیکی کی دعوت دی'' اور ان تینوں حدیثوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی ان کو دو اجر ملیں گے، اور ان تینوں حدیثوں کی امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے۔

(۷) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جس شخص نے تیمم کیا، پھر اسے پانی مل گیا، پھر اس نے نماز دہرائی تو اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کو دو مرتبہ اجر دیا جائے گا''۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے، اور اگر زیادہ تتبع کیا

Marfat.com

جائے تو اس قسم کی اس سے زیادہ احادیث مل جائیں گی اور ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث صحیح البخاری: ۵۰۸۳، میں دگنا اجر دیئے جانے کے متعلق جن تین لوگوں کا ذکر ہے اس سے مفہوم مخالف مراد نہیں ہے بلکہ اور بھی کئی لوگوں کو ان کے عمل پر دو اجر دیئے جائیں گے۔

بعض جن لوگوں کو یہ احادیث معلوم نہیں ہوئیں انہوں نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا تو اس کا یہ عمل مکروہ ہے اور عطاء اور حسن بصری کہا کرتے تھے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اس کو دو اجر ملیں گے۔

اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے کے لیے مہر جدید ضروری ہے اور اس باندی کو آزاد کرنا اس کے مہر کے لیے کافی نہیں ہے، اور اس مسئلہ میں شیخ ابن حزم ظاہری کا رد

اس روایت میں ابو بردہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس مرد کے پاس کوئی باندی ہو، پس اس نے اس کو اچھی تعلیم دی اور اس کو اچھا ادب سکھایا، پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تو اس کے لیے دو اجر ہیں''۔

امام بخاری نے اس حدیث سے اس دوسری روایت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ''وہ مہر جدید کے ساتھ اس سے نکاح کرے اس کو آزاد کرنے کے سوا''۔ نہ اس طریقہ سے جیسا کہ آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ اس کا ذکر اس کے بعد والے باب میں آئے گا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے گا اس کو مہر دینا ہوگا کیونکہ صحیح البخاری: ۵۰۸۳، میں یہ تصریح نہیں ہے بلکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس باندی کو آزاد کرنا ہی اس کا مہر ہوگا، اور ہم نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی تائید میں درج ذیل احادیث ہیں:

(۱) امام ابوداؤد الطیالسی نے اپنی مسند میں ابوبکر بن عیاش سے یہ حدیث روایت کی ہے: ہمیں ابوبکر الخیاط (درزی) نے حدیث بیان کی: ''جب کوئی مرد اپنی باندی کو آزاد کر دے، پھر اس کو مہر جدید دے تو اس کے لیے دو اجر ہیں''۔ اور ابوبکر جو اس حدیث کے راوی ہیں کسی وقت میں درزی کا کام کرتے تھے اور وہ حدیث کے مشہور حفاظ میں سے ایک ہیں اور مشہور قراء میں سے ایک ہیں۔ امام عاصم ان سے روایت کرتے ہیں اور امام بخاری نے بھی ان کی حدیث موصول سے استدلال کیا ہے اور الحسن بن سفیان اور ابوبکر البزار نے بھی اپنی اپنی مسندوں میں ان سے حدیث روایت کی ہے۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابوبکر بن عیاش کی یہ توثیق اور تعدیل اس لیے کی ہے کہ ابن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ نے ابوبکر بن عیاش کی اس روایت کو یحییٰ کے تفرد کی وجہ سے مسترد کر دیا ہے اور یحییٰ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (المحلیٰ ابن حزم ج ۹ ص ۵۰۵-۵۰۴) سعیدی غفرلہ)

(۲) اسماعیلی نے حسن بصری سے یہ روایت کی ہے کہ ''کسی شخص نے اپنی باندی کو آزاد کیا، پھر مہر جدید کے ساتھ اس سے نکاح کر لیا''۔ الحدیث۔ اسی طرح اس حدیث کی یحییٰ بن عبد الحمید الحمانی نے اپنی مسند میں ابوبکر سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے اور چونکہ ابن حزم ظاہری کو صرف الحمانی کی روایت کا علم تھا اس وجہ سے اس نے مہر جدید کے اضافہ کو ضعیف قرار دیا، اور اس کا ان کو ضعیف قرار دینا درست نہیں ہے۔

امام ابونعیم نے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر، ابوحصین سے روایت کرنے میں متفرد ہیں اور اسماعیلی نے ذکر کیا ہے:

Marfat.com

اس حدیث میں ابوبکر بن عیاش کی روایت میں اضطراب ہے اور یہ اضطراب متن میں ہے سند میں نہیں ہے اور انہوں نے اس پر استدلال کیا ہے کہ باندی کو آزاد کرنا ہی اس کا مہر نہیں ہوتا اور اس حدیث کی اس پر کوئی دلالت نہیں ہے اور یہ دو اجر ملنے کی شرط ہے اور اس نکاح کے جواز کی شرط نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

دیگر شراح بخاری کی شروح

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۱۲-۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ صحیح بخاری ۵۰۸۳ کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر یہ ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ باندیوں کو رکھنا جائز ہے۔
(الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۳۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ صحیح البخاری: ۵۰۸۳ کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے کہ جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر باقی رہا اس کو دو اجر ملیں گے۔ رہے یہود اور اکثر نصاریٰ تو وہ اس طرح نہیں ہیں اور کفر پر خیر کا اجر نہیں دیا جاتا اور مصابیح میں کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد یہودیت پر باقی رہے ان پر یہ بات صادق نہیں آئے گی کہ وہ اپنے نبی پر ایمان لائے۔ انہوں نے کہا کہ پس یہ دونوں جماعتیں اس حدیث کی بشارت سے خارج ہیں۔ (ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۴۰۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ صحیح البخاری: ۵۰۸۳ کی شرح میں لکھتے ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنی باندی کو اچھی تعلیم دی اور اچھا ادب سکھایا''۔ الحدیث
اس سے معلوم ہوا کہ انسان سے سوال کیا جائے گا کہ اس نے اپنے ماتحت لوگوں کو کتنی تعلیم دی اور کتنا ادب سکھایا اور بہت لوگوں کو علم ہوتا ہے لیکن وہ علم کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتے اور ادب نہیں کرتے اور بہت لوگ ادب کرتے ہیں لیکن ان کو علم نہیں ہوتا اور انسان کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب اس کو علم بھی حاصل ہو اور وہ باادب بھی ہو۔
(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۳۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۰۸۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ بَيْنَمَا إِبْرَاهِيمُ مَرَّ بِجَبَّارٍ وَمَعَهُ سَارَةُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَأَعْطَاهَا هَاجَرَ قَالَتْ كَفَّ اللَّهُ يَدَ الْكَافِرِ وَأَخْدَمَنِي آجَرَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَتِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن تلید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے جریر بن حازم نے خبر دی از ایوب از محمد از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ح) اور ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از حماد بن زید از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ظالم بادشاہ کے ملک سے گزرے اور ان کے ساتھ حضرت سارہ علیہا السلام تھیں، پھر

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوری حدیث ذکر کی، پس اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ علیہا السلام کو حضرت ہاجر علیہا السلام ہبہ کر دی۔ حضرت سارہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کافر کے ہاتھ کو روک دیا اور میری خدمت کے لیے آجر دے دی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تمہاری ماں ہیں اے آسمان کے پانی کے بیٹو!۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۱۷ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۲۱۷، ۲۶۳۵، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۶۹۵۰، صحیح مسلم: ۲۳۷۱، مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۴، مسند احمد: ۹۲۴۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۷۳، سنن ترمذی: ۳۱۶۶، سنن ابوداؤد: ۲۲۱۲، مسند ابویعلیٰ: ۶۰۳۹، صحیح ابن حبان: ۵۸۳۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۶۶، کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۲۲۲)

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

علامہ حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ صحیح البخاری: ۲۲۱۷ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غُطَّ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: اس کا گلا گھٹ گیا اور اس کا پیر زمین میں دھنس گیا، نیز اس حدیث میں اَخْدَمَ کا لفظ ہے یعنی اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو ایک خادمہ دی جس کا نام آجَر ہے اور یہی ہاجَر ہے۔ ہاء کو ہمزہ سے بدل دیا گیا۔

حدیث مذکورہ کے فقہی مسائل، بیوی کو ماں یا بہن کہنے سے نہ طلاق ہوتی ہے نہ ظہار

جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم میری بہن ہو اور ان الفاظ سے طلاق دینے کا ارادہ نہیں کیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہو گی، اور اگر اس نے کہا تم میری بہن کی مثل ہو اور ظہار کا ارادہ نہیں کیا تو ظہار نہیں ہوگا۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کا مشرک حربی سے ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۸ھ)

حدیث مذکور کے الفاظ کی تحقیق اور مشکل الفاظ کے معانی

قاضی بدر الدین محمد بن ابوبکر الدمامینی المالکی المتوفی ۸۲۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت سارہ: معروف یہ ہے کہ اس میں راء پر تشدید نہیں ہے اور الزرکشی نے کہا ہے کہ اس میں راء پر تشدید ہے۔

(التنقیح ج ۲ ص ۴۹۶)

ظالم بادشاہ: اس کا نام عمرو بن امرئ القیس بن سبا تھا۔ اور یہ مصر کا حاکم تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کبت الکافر: یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کافر کو ذلیل کر دیا اور اس کو منہ کے بل گرا دیا۔

(مصابیح الجامع ج ۵ ص ۱۰۶۔۱۰۴، ملخصاً، دار النوادر دمشق ۱۴۳۱ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس بستی میں گئے تھے اس بستی کا نام اور اس ظالم بادشاہ کا نام

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ صحیح البخاری: ۲۲۱۷ کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن قتیبہ نے کہا ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کے ساتھ جس بستی میں داخل ہوئے تھے اس بستی کا نام الارمن تھا۔
اور اس بادشاہ کا نام صاروق تھا۔
اور حضرت ہاجر قبط کے کسی بادشاہ کی بیٹی تھی۔ (المعارف لابن قتیبہ ص ۷)
امام طبری نے لکھا ہے کہ مصر کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی بیوی کا نام ہاجر تھا، جب اس کو اہل عین شمس نے قتل کر دیا تھا تو وہ اس کو اپنے ساتھ اٹھا کر لے گئے تھے اور ان کا یہ زعم ہے کہ جس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کی بے حرمتی کا ارادہ کیا تھا اس کا نام سنان بن علوان تھا جو الضحاک کا بھائی تھا۔ (تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۷۵۔۱۴۸)

حضرت سارہ علیہا السلام کا تذکرہ

علامہ السہیلی نے ''الروض الانف'' میں لکھا ہے کہ: حضرت سارہ توبیل بن ناحور کی بیٹی تھیں۔ دوسرا قول ہے کہ وہ ہاران بن ناحور کی بیٹی تھیں اور تیسرا قول ہے کہ وہ ہاران بن تارخ کی بیٹی تھیں۔ اس قول کی بنا پر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھتیجی تھیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بہن تھیں، یہ القتبی کا قول ہے۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۳۱)
النقاش نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بھتیجی کے ساتھ نکاح حلال تھا، پھر نقاش نے اپنے اس قول کے خلاف درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہا:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ (الشوریٰ: ۱۳)

اس نے تمہارے لیے اس دین کو مشروع (مقرر) کیا ہے جس دین کی اس نے نوح کو وصیت کی تھی اور جس دین کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور جس دین کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ تم دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

نقاش نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی شریعت میں بھتیجی کے ساتھ نکاح کرنا حرام تھا۔
علامہ السہیلی المتوفی ۵۸۱ھ نے کہا ہے کہ یہی قول برحق ہے اور جن لوگوں نے یہ وہم کیا ہے کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھتیجی تھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی تھے اور وہ ہاران اصغر ہیں اور حضرت سارہ ہاران اکبر کی بیٹی تھیں اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے، تو گویا حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چچازاد بہن تھیں۔
(الروض الانف ج ۱ ص ۱۶)

ظالم بادشاہ کا حضرت سارہ کے ساتھ بے حرمتی کا ارادہ اور اس کا نام اور اس کا ذلیل ہونا اور حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کی تعظیم کرنا

ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے اپنی کتاب ''التیجان'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر سے مدین کی طرف روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ تین سو بیس (۳۲۰) مومنین تھے اور مصر کا بادشاہ اس وقت عمرو بن امری القیس بن بابلیون بن سبا تھا اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ماموں تھا، پس حناط نام کے ایک شخص نے ان کو بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کے ساتھ سفر کر رہے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ ابراہیم اور سارہ کو اس کے پاس لایا جائے، پس اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو الگ کر دیا اور خود حضرت سارہ کی

Marfat.com

طرف بری نیت سے کھڑا ہوا۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام محل کے باہر سے ان کو ایک شفاف بوتل میں سے دیکھ رہے تھے، انہوں نے اس ظالم بادشاہ کو اور حضرت سارہ کو دیکھا اور ان کی باتیں سنیں، پھر جب اس نے حضرت سارہ کا ارادہ کیا اور اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا تو اس کا ہاتھ شل ہو کر سوکھ گیا، پھر اس نے دوسرا ہاتھ بڑھایا تو وہ بھی شل ہو کر سوکھ گیا، پھر جب اس نے یہ معاملہ دیکھا تو کہا: اے سارہ! تم سے کس طرح مرد اپنی خواہش پوری کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں اپنے شوہر کے سوا تمام مخلوق سے روکی گئی ہوں۔ تب اس ظالم بادشاہ نے کہا: ابراہیم کو بلاؤ، پھر اس نے کہا: اے ابراہیم! تم اپنے دل میں کیا سوچ رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے بادشاہ! تمہارا پورا محل مجھے اس شفاف بوتل میں دکھائی دے رہا تھا اور تم نے جو کچھ بھی کیا وہ مجھ پر مخفی نہیں ہے۔ تب اس بادشاہ نے کہا: اے ابراہیم! تمہارا مرتبہ بہت بلند ہے۔ امام ابن ہشام نے کہا کہ حناط نے بادشاہ کو بتایا کہ حضرت سارہ چکی پیستی ہیں۔ تب بادشاہ نے کہا: چکی پیسنا ان کے لیے مناسب نہیں ہے، پھر اس نے حکم دیا کہ ان کی خدمت کے لیے ان کو ہاجر ہبہ کر دی جائے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۴ ص ۵۴۹۔۵۴۸، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہ ظاہر تین جھوٹوں کے توریہ ہونے کی تفصیل

علامہ علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ صحیح البخاری ۲۲۱۷ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظالم بادشاہ کے کارندہ سے حضرت سارہ کے متعلق کہا کہ یہ میری بہن ہے، الحدیث۔

سنو! انبیاء علیہم السلام کا کذب کسی حال میں بھی جائز نہیں، اس اصل کے مطابق اعتقاد رکھنا چاہیے اور اخبار آحاد سے اس کے خلاف عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسی بات کہی جو جھوٹ کے مشابہ تھی۔

ابوبکر بن الانباری نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام صادق تھا اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد صرف یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسی بات کہی جو بہ ظاہر جھوٹ کے مشابہ تھی اور حقیقت میں جھوٹ نہیں تھی۔ ابن عقیل حنبلی نے کہا: عقل کے نزدیک قطعی دلیل یہ ہے کہ رسول کے کلام پر اعتماد ہونا ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو خبریں لے کر آئے ہیں وہ صادق ہیں اور اگر ان کے کلام میں جھوٹ ممکن ہو تو ان کی تصدیق کیسے کی جائے گی۔ اس حدیث میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین ظاہری جھوٹ ذکر کیے گئے ہیں وہ صورتاً جھوٹ ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مجازاً جھوٹ فرمایا۔

علامہ ابن الجوزی الحنبلی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام بطور معاریض تھا، البتہ انبیاء علیہم السلام جھوٹ کی مشابہت سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے جب قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا جائے گا: آپ ہماری شفاعت کریں تو وہ کہیں گے کہ میں (ظاہراً) جھوٹ بول چکا ہوں اور ان کا کلام جو بہ طور تعریض تھا وہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا:

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾ (الانبیاء: ۶۳-۶۲)

انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کارروائی کی ہے؟ O (ابراہیم نے) کہا: بلکہ اسی نے یہ کام کیا ہے (یعنی ابراہیم نے) ان میں کا بڑا یہ ہے، سو ان سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہیں O

اس کلام کے بہ طور معاریض ہونے کی تقریر یہ ہے کہ الکسائی سے منقول ہے کہ وہ بل فعلہ پر وقف کرتے ہیں یعنی حضرت

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام نے کہا: یہ جس نے بھی کیا ہے اس نے کیا ہے، اور ابن قتیبہ نے کہا: اس کا معنی ہے: اگر یہ بول سکتے ہیں تو پوچھو ان کا بڑا یہ ہے جس نے یہ کیا ہے یعنی انہوں نے اس بڑے بت کی پرستش کو باطل کرنے کے سبب سے اس کی طرف بتوں کے توڑنے کی نسبت کی تو یہ سبب کی طرف نسبت ہے اور مجاز عقلی ہے اور حقیقتاً جھوٹ نہیں ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾ (الصافات: ۸۸ تا ۹۰)

پھر انہوں نے ستاروں کی طرف ایک نظر ڈالی O پھر کہا: میں بے شک بیمار ہونے والا ہوں O سو وہ پیٹھ موڑ کر چلے گئے O

اس آیت میں إِنِّي سَقِيمٌ کا معنی ہے: میں بیمار ہوں، حالانکہ وہ بیمار نہیں تھے تو اس میں تعریض یہ ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ کہا تھا کہ یہ میری بہن ہیں، اس سے مراد ان کی اسلام کی اخوت تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توریہ پر علامہ ابن جوزی کا اشکال اور پھر ان کا جواب

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: میرے دل میں ہمیشہ یہ اشکال کھٹکتا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو توریہ کر کے بیوی کی بجائے بہن کہنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ یہ معلوم ہے کہ اگر وہ کہتے کہ یہ میری بیوی ہے تو اس میں زیادہ سلامتی ہوتی کیونکہ جب انہوں نے کہا: یہ میری بہن ہے تو ظالم بادشاہ یہ کہتا کہ اس کا میرے ساتھ نکاح کر دو اور جب وہ یہ کہتے کہ یہ میری بیوی ہے تو وہ خاموش ہو جاتا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ بادشاہ شریعت کے موافق عمل کرتا لیکن جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اس بادشاہ نے ظلماً حضرت سارہ کی طرف بری نیت سے ہاتھ بڑھایا تھا تو وہ بدکار اور بے دین شخص تھا، اس کو اس سے کیا فرق پڑتا تھا کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہوتیں یا بہن ہوتیں اور میں اس مسئلہ پر ہمیشہ علماء سے مذاکرہ اور بحث کرتا رہا لیکن کسی نے اس کا مجھے تسلی بخش جواب نہیں دیا۔

ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ مجوسی تھے اور ان کے دین میں بہن کے ساتھ نکاح جائز تھا اور جب کسی بیوی کا شوہر اس کا بھائی ہو تو وہ دوسروں سے زیادہ اس کا مستحق ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ اس ظالم بادشاہ سے اس کی شریعت کے مطابق یہ بتائیں کہ حضرت سارہ ان کی بہن ہیں، لیکن جب کہ وہ ظالم بادشاہ کسی دین کی رعایت نہیں کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کرم فرمایا اور کافر کے ہاتھ سے ان کی بیوی کو بچا لیا۔ میں نے اہل کتاب کے بعض علماء سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ جس شخص کی کوئی بیوی ہو تو اس سے دوسرا شخص اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اس کی بیوی کے شوہر کو قتل نہ کر دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم تھا اس لیے انہوں نے حضرت سارہ کے متعلق کہا کہ یہ میری بہن ہے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ اگر وہ بادشاہ عادل ہوا تو وہ مجھے حضرت سارہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دے گا تو میں اس کو منع کر دوں گا اور اگر وہ ظالم ہوا اور اس نے ظلماً حضرت سارہ کو چھین لیا تو میں قتل ہونے سے بچ جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ حضرت سارہ کی عصمت کی حفاظت کرے گا۔ (کشف المشکل ج ۳ ص ۱۴۱۔ ۱۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت

علامہ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، صحیح البخاری: ۵۰۸۴ کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث کی مفصل شرح احادیث الانبیاء کے باب میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن المنیر نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جہت سے ہے کہ حضرت ہاجر حضرت ابراہیم کی مملوکہ تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ملکیت میں لانے کے بعد ان کو ام ولد بنالیا تھا تو وہ آپ کی باندی تھیں۔

حافظ ابن حجر شافعی کی طرف سے علامہ عینی حنفی کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ لکھا تھا کہ اگر علامہ ابن المنیر کا یہ ارادہ ہے کہ صحیح بخاری میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجر کو اپنی باندی بنایا، پھر ام ولد بنایا تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ صحیح البخاری میں صرف یہ مذکور ہے کہ حضرت سارہ حضرت ہاجر کی مالک ہو گئی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کو ام ولد بنانا صحیح البخاری میں مذکور نہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۳) علامہ عینی حنفی نے اس پر یہ اعتراض کیا تھا کہ حافظ ابن حجر کا علامہ ابن منیر پر یہ اعتراض درست نہیں ہے کیونکہ علامہ ابن منیر کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجر کو اپنی ملکیت میں لانے کے بعد اپنی باندی بنایا، لہٰذا یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۱۳)

حافظ ابن حجر علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: علامہ عینی کی عادت ہے کہ وہ حافظ ابن حجر پر طعن و تشنیع کرتے ہیں جبکہ حافظ ابن حجر کی شرح کا خلاصہ بھی وہی ہے جو علامہ عینی نے لکھا ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۸۸، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت ہاجر حضرت سارہ کی ملکیت میں تھیں، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے یہ طلب کیا کہ وہ حضرت ہاجر کو انہیں ہبہ کر دیں تو حضرت سارہ نے اس شرط پر حضرت ہاجر کو ہبہ کر دیا کہ وہ حضرت ہاجر سے تنہائی میں نہ ملیں۔ حضرت ابراہیم نے اس شرط کو پورا کیا، پھر حضرت سارہ کو حضرت ہاجر پر غیرت آئی تو اس سبب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجر کو اور ان کے صاحبزادے کو مکہ مکرمہ میں چھوڑ دیا۔ اس کی کچھ تفصیل احادیث الانبیاء کے باب میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

دیگر شراح بخاری کی شروح

علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اے آسمان کے پانی کے بیٹو! اس سے مراد عرب ہیں کیونکہ عربوں کی معیشت پانی پر تھی۔

(الکوثر الجاری ج ۸ ص ۳۳۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ نے اس حدیث کی شرح میں التوضیح اور فتح الباری کا خلاصہ لکھا ہے۔

(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۴۰۹، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرہونی مالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ نے لکھا ہے: اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹوں کا ذکر ہے، یہ حقیقت میں جھوٹ نہیں تھے تعریض اور توریہ تھے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۳۷۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

Marfat.com

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ نے اس حدیث کی شرح میں فتح الباری کا خلاصہ لکھا ہے۔
(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۳۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۰۸۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثًا يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ فَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فَأُلْقِيَ فِيهَا مِنَ التَّمْرِ وَالْأَقِطِ وَالسَّمْنِ فَكَانَتْ وَلِيمَتَهُ فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ فَقَالُوا إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ مِنْ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّى لَهَا خَلْفَهُ وَمَدَّ الْحِجَابَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ النَّاسِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن قیام کیا، آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی کے ساتھ شب زفاف گزاری، پس میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمہ کی طرف بلایا، اس ولیمہ میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت تھا، آپ نے چمڑے کا ایک بڑا ٹکڑا منگایا اور اس میں کھجوریں، پنیر اور گھی رکھ دیا گیا، پس یہ آپ کا ولیمہ تھا تو مسلمانوں نے (آپس میں کہا:) یہ امہات المومنین میں سے ایک ہیں یا آپ کی باندی ہیں؟ پھر انہوں نے کہا: اگر آپ نے حضرت صفیہ کو حجاب میں رکھا تو یہ امہات المومنین میں سے ہیں اور اگر آپ نے ان کو حجاب میں نہیں رکھا تو پھر یہ آپ کی باندی ہیں، پھر جب آپ روانہ ہوئے تو آپ نے اپنی سواری کے پیچھے ان کے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان کے اور لوگوں کے درمیان حجاب ڈال دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۳۷۱، ۶۱۰، ۹۴۷، ۲۲۳۵، ۲۲۲۸، ۲۸۸۹، ۲۸۹۳، ۲۹۴۳، ۲۹۴۴، ۲۹۴۵، ۲۹۹۱، ۳۰۸۵، ۳۰۸۶، ۳۳۶۷، ۳۶۴۷، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۲۰۰، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۵۱۵۹، ۵۱۶۹، ۵۳۸۷، ۵۴۲۵، ۶۳۶۳، ۶۳۶۹، ۶۳۴۹ صحیح مسلم: ۱۸۰۲، الرقم المسلسل: ۳۵۸۴، سنن نسائی: ۳۳۸۰، سنن ابوداؤد: ۲۹۹۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۳۹۹، صحیح ابن خزیمہ: ۳۹۱، مسند ابوداؤد والطیالسی: ۲۱۲۷، صحیح ابن حبان: ۶۵۲۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۲، مسند احمد: ۱۱۹۹۲، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث میں حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی کا ذکر ہے اس لیے ہم پہلے حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب کا تذکرہ کر رہے ہیں:

حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے نکاح کا مفصل واقعہ

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی المالکی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب بن شعبہ بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن الخزرج بن ابی حبیب بن النضیر ہے۔ یہ بنی اسرائیل میں سے حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی نواسی تھیں اور ان کی والدہ کا نام برہ بنت سموال تھا۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۲۰، المعارف: ۱۳۸، تہذیب الکمال: ۱۶۸۶۰، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۲۹، الاصابہ: ۱۱۴۴۷، اسد الغابہ: ۷۰۶۳)

Marfat.com

امام ابوعبیدۃ نے کہا ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی پہلے سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں اور وہ شاعر تھے، پھر اس کے بعد ان کا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا اور وہ بھی شاعر تھے۔ غزوہ خیبر میں ان کو قتل کر دیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں ان سے نکاح کر لیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر کے قیدیوں کو جمع کیا تو آپ کے پاس حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ آئے، پس انہوں نے کہا: مجھے قیدیوں میں سے ایک باندی دے دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور کوئی باندی لے لو تو انہوں نے حضرت صفیہ بنت حیی کو لے لیا، پس آپ کو بتایا گیا: یا رسول اللہ! یہ تو قریظہ اور نضیر کی سردار ہیں اور یہ صرف آپ کے لائق ہیں، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کلبی سے فرمایا کہ جاؤ ان کے علاوہ کسی اور باندی کو لے لو۔

(صحیح البخاری: ۳۷۱، صحیح مسلم: ۱۸۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۹۸، سنن نسائی ۳۳۸۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۲)

ابن شہاب نے کہا ہے: حضرت صفیہ ان میں سے تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہ طور فئی عطا کیا تھا۔ آپ نے ان کو پردہ میں رکھا اور کھجوروں اور ستو کے ساتھ ان کا ولیمہ کیا اور ان کی باری تقسیم کی اور وہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں سے ایک تھیں۔

ابوعمرو نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لیے چن لیا تھا اور وہ آپ کے مال غنیمت میں سے تھیں، پھر آپ نے ان کو آزاد کر دیا تھا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا تھا اور اس میں اختلاف نہیں ہے اور اکثر فقہاء کے نزدیک یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کیونکہ آپ کا حکم امت کے باقی افراد کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور وہ اس وقت رو رہی تھیں، آپ نے ان سے پوچھا: تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے میری مذمت کی ہے اور وہ کہتی ہیں کہ ہم صفیہ سے افضل ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی بیٹیاں ہیں اور آپ کی ازواج ہیں، آپ نے ان سے فرمایا: تم نے ان سے یہ کیوں نہ کہا کہ آپ مجھ سے کیسے افضل ہو سکتی ہیں حالانکہ میرے باپ ہارون ہیں اور میرے چچا موسیٰ ہیں اور میرے خاوند سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۹۲، المستدرک ج ۴ ص ۲۹، کنز العمال: ۳۴۳۸۷)

حضرت صفیہ کی باندی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور اس نے شکایت کی کہ حضرت صفیہ ہفتہ کے دن سے محبت رکھتیں اور یہود کے ساتھ حسن سلوک کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق سوال کیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رہا ہفتہ کا دن تو جب سے اسلام نے جمعہ کے دن کو ہفتہ سے بدل دیا ہے میں اس سے محبت نہیں کرتی، اور رہے یہود تو میری ان سے رشتہ داریاں ہیں تو میں ان سے صلہ رحم کرتی ہوں، پھر حضرت صفیہ نے اپنی باندی سے پوچھا: تمہیں اس شکایت پر کس نے برانگیختہ کیا؟ اس نے کہا: شیطان نے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو۔

حضرت صفیہ حلیمہ، عاقلہ اور فاضلہ تھیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رمضان پچاس (۵۰) ہجری میں ان کی وفات ہو گئی۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۴ ص ۴۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے فضائل، ان کی خصوصیات اور ان کی روایات

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری الشافعی المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت صفیہ بنت حیی ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو حج کروانے کے لیے لے گئے، پس جب آپ راستہ میں تھے تو ایک مرد اترا اور اس نے ازواج کی سواریوں کو تیزی کے ساتھ چلایا، پس جس وقت وہ سفر کر رہے

Marfat.com

تھے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیٹھ گیا حالانکہ وہ اس پر اچھی طرح سوار تھیں، پس وہ رونے لگیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر دی گئی تو آپ ان کے پاس آئے اور اپنے ہاتھ سے ان کے آنسو پونچھنے لگے اور وہ زیادہ رو رہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو منع فرما رہے تھے، جب وہ زیادہ روئیں تو آپ نے ان کو جھڑکا اور لوگوں کو سواریوں سے اترنے کا حکم دیا، پس وہ اتر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اترنے کا ارادہ نہیں تھا اور وہ میری باری کا دن تھا، جب لوگ سواریوں سے اتر گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ پر پردہ ڈال دیا گیا تو آپ اپنے خیمہ میں گئے، حضرت صفیہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے پتا نہیں چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں جلدی قیام کیا اور مجھے یہ خوف ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں مجھ سے ناراضگی ہے، پس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور ان سے کہا: آپ جانتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے جس دن کو مقرر کیا ہے میں وہ دن کسی کو فروخت کرنے والی نہیں ہوں اور میں آج اپنی باری آپ کے لیے ہبہ کرتی ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے راضی کر دیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: ٹھیک ہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دوپٹہ کو زعفران کے ساتھ رنگا اور اس کو پانی کے ساتھ دھویا تاکہ اس کی ناگوار بو زائل ہو جائے، پھر انہوں نے اپنا لباس پہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گئیں اور ان کے خیمہ کا پردہ اٹھایا۔ آپ نے پوچھا: اے عائشہ! کیا بات ہے؟ آج کا دن تو تمہاری باری کا نہیں ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا کرے، پھر آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ سو گئے، پھر جب شام کا وقت ہوا تو آپ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے زینب! تم اپنا اونٹ اپنی بہن صفیہ کو دے دو اور حضرت زینب اس اونٹ پر بہت سواری کرتی تھیں، حضرت زینب نے کہا: میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات سن کر غضب ناک ہوئے، پھر آپ نے حضرت زینب سے ملنا چھوڑ دیا حتیٰ کہ آپ مکہ میں آئے اور سفر کے دوران منیٰ میں آئے حتیٰ کہ مدینہ کی طرف لوٹ گئے اور محرم اور صفر کا مہینہ گزر گیا اور آپ حضرت زینب کے پاس نہیں گئے اور نہ ان کی باری مقرر کی اور حضرت زینب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مایوس ہو گئیں، پھر جب ربیع الاول کا مہینہ آیا تو آپ حضرت زینب کے پاس چلے گئے، پس حضرت زینب نے آپ کا سایا دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ کسی مرد کا سایا ہے اور میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نہیں آ رہے پھر یہ شخص کون ہے؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس داخل ہوئے تو حضرت زینب نے کہا: یا رسول اللہ! آپ میرے پاس آئے ہیں (تو میں اس خوشی میں) کیا کروں اور ان کی ایک باندی تھی جس کو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھپا کر رکھتی تھیں، انہوں نے وہ باندی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب کے تخت پر چلے گئے، پھر آپ اپنی اہلیہ سے ہم آغوش ہوئے اور ان سے راضی ہو گئے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۸)۔ حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سمیہ نے روایت کی ہے۔ امام ابوداؤد اور دیگر محدثین نے ان سے روایت کی ہے اور کسی نے ان کو ضعیف نہیں کہا۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۲۱-۳۲۰)

نیز علامہ ابن الاثیر امام احمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لیے آئیں اور آپ ان سے باتیں کر رہے تھے اور اس وقت آپ مسجد میں معتکف تھے، پھر آپ مجھے رخصت کرنے کے لیے مسجد کے دروازہ پر آئے تو وہاں سے انصار کے دو مرد گزرے۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ واپس جانے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو! یہ صفیہ ہیں تو انہوں نے کہا: نعوذ باللہ! سبحان اللہ! یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا کہ: شیطان ابن آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۷)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات چھتیس (۳۶) ہجری میں ہوئی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی وفات پچاس (۵۰) ہجری میں ہوئی ہے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۷ ص ۱۷۰-۱۶۸، ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب الاسرائیلیہ ام المومنین حضرت ہارون علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہیں۔ ان سے متعدد احادیث مروی ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم ایک حدیث پر متفق ہیں۔ الواقدی نے کہا: ان کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پچاس ہجری میں ہوئی۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۳ ص ۴۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

اس اعتراض کے جوابات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو حضرت دحیہ کو ہبہ کر کے ان سے واپس لے لیا تھا حالانکہ یہ مکروہ ہے

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ صحیح البخاری ۳۱۷ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اعتراض مذکور کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ سے فرمایا تھا کہ مال غنیمت میں سے کوئی باندی لے لو، پھر بعد میں شارع علیہ السلام پر یہ ظاہر ہوا کہ حضرت صفیہ چونکہ نبوت کے گھرانے سے ہیں اور حضرت ہارون کی اولاد سے ہیں اور قریظہ اور النضیر کی سردار ہیں۔ علاوہ ازیں وہ بے حد حسین و جمیل تھیں اور حسن و جمال کثرت نکاح اور کثرت جماع کا محرک ہوتا ہے اور اولاد کے حسن و جمال کا باعث ہوتا ہے اس لیے آپ نے ان کو اپنے لیے واپس لے لیا اور آپ کا یہ اقدام شہوت نفسانیہ کی وجہ سے نہیں تھا کیونکہ آپ اس سے معصوم ہیں۔

(۲) حضرت دحیہ نے اپنی رضا سے حضرت صفیہ کو واپس کیا اور ان کو دوسری باندیوں میں سے کوئی باندی لینے کی اجازت دی گئی تھی۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کو یہ اجازت دی تھی کہ تم کوئی عام باندی لے لو اور یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم سب سے افضل باندی کو لینا، پھر جب شارع علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ حضرت صفیہ اپنے نسب، شرف اور جمال کی وجہ سے سب سے عمدہ ہیں تو آپ نے حضرت صفیہ کو اپنے ساتھ ملا لیا تا کہ ان کی وجہ سے حضرت دحیہ کا امتیاز نہ ہو اور لوگوں میں اس وجہ سے انتشار نہ ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مفاسد کو منقطع کرنے کے لیے ان سے حضرت صفیہ کو واپس لے لیا اور اس کے عوض میں ان کو سات دوسری باندیاں عطا کیں تا کہ ان کی دل جوئی ہو اور وہ مطمئن ہوں اور آپ نے ان کو یہ باندیاں بہ طور انعام عطا کیں تھیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت صفیہ تو مال غنیمت میں سے تھیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ حضرت صفیہ اموال فئے میں سے تھیں کیونکہ حضرت صفیہ کنانہ بن الربیع کی بیوی تھیں اور ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر صلح کی تھی کہ وہ آپ سے کسی خزانے کو نہیں چھپائیں گے اور اگر انہوں نے کسی خزانہ کو چھپایا تو پھر آپ پر ان کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں ہے۔ آپ نے حیی بن اخطب سے خزانہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کو چھپا لیا اور کہا کہ وہ خرچ ہو چکا ہے، پھر آپ اس خزانہ پر مطلع ہو گئے اور ان سے معاہدہ کو توڑ دیا اور ان کو قید کر لیا تو حضرت صفیہ ان قیدیوں میں سے تھیں، سو وہ اموال فئے میں سے ہیں، ان سے خمس نہیں لیا جاتا، بلکہ ان میں تصرف کرنا امام کی رائے پر موقوف ہوتا ہے۔ یہ علامہ مازری مالکی کا قول ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ مال فئے میں سے خمس نہیں لیا جاتا اور ہم شافعیوں کا مذہب یہ ہے کہ مال فئے سے بھی مال غنیمت کی طرح خمس لیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۹ ص ۲۲۲۔ ۲۲۰، اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۵۹۲)

اس کی تحقیق کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا کوئی مہر مقرر کیا گیا تھا یا ان کے آزاد کرنے کو ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مہر قرار دیا تھا اور اس کے ضمن میں فقہی مسائل

شیخ ابن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ ھ نے کہا ہے: ثابت اور قتادہ اور عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد کیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا۔ (المحلیٰ ج ۹ ص ۵۰۲)

امام احمد، حسن بصری اور ابن المسیب نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ آزاد کرنے کے سوا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اور کوئی مہر واجب نہیں تھا اور ابن حزم ظاہری نے بھی ان کی پیروی کی ہے اور کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرلے تو اس کا آزاد کرنا ہی اس باندی کا مہر ہے اور الگ سے کوئی مہر نہیں ہے اور اس کے ساتھ نکاح صحیح ہے اور اگر اس نے اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی تو وہ آزاد ہی رہے گی اور وہ اس سے کوئی چیز واپس نہیں لے گا اور اگر وہ باندی اس کے ساتھ نکاح سے انکار کرے تو اس کو آزاد کرنا باطل ہو جائے گا، اور امام ابوحنیفہ، محمد بن الحسن، زفر، امام مالک، ابن شبرمہ اور اللیث نے کہا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ باندی کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دیا جائے اور امام ابوحنیفہ، زفر، امام محمد اور امام مالک نے کہا ہے اگر اس نے اس کو آزاد کرنے کو مہر قرار دیا تو اس کا مہر مثل واجب ہوگا اور وہ آزاد قرار دی جائے گی، پھر اس میں اختلاف ہے کہ اگر اس باندی نے نکاح کرنے سے انکار کیا تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے کہا ہے کہ وہ اپنی قیمت کے حصول کے لیے کوشش کرے گی اور امام مالک اور امام زفر نے کہا ہے: اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ (المحلیٰ لابن حزم ج ۹ ص ۵۰۱)

زیر بحث مسئلہ میں جمہور فقہاء کا مسلک

علامہ نووی نے جمہور سے نقل کیا ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی باندی کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ اس سے نکاح کرے گا اور اس کو آزاد کرنا اس کا مہر ہوگا اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس باندی سے نکاح کرے اور یہ شرط صحیح نہیں ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام محمد بن الحسن اور امام زفر کا یہی قول ہے اور جمہور کے نزدیک زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں نکاح صحیح ہوگا اور اس باندی کے لیے مہر مثل لازم ہوگا۔ (شرح مسلم ج ۹ ص ۲۲۲۔۲۲۱)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آزاد کرنے کا ثواب تو معلوم ہے تو اس ثواب کو فوت کر کے مہر میں چند درہم اور دینار لینا کس طرح درست ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صفیہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھیں اور ان کے پاس بہت زیادہ مقدار میں عمدہ اموال تھے اس لیے ان کو مہر میں دراہم اور دینار کی ضرورت نہیں تھی اس لیے آپ نے ان کے آزاد کرنے کو ہی ان کا مہر قرار دیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۵ ص ۳۴۲۔۳۲۸، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحابہ کرام کا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح میں تردد کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپ نے بغیر مہر اور گواہوں کے ان سے نکاح کیا تھا اور اس مسئلہ میں علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری: ۵۰۸۵ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت صفیہ امہات المومنین میں سے ایک ہیں یا آپ کی باندی ہیں۔

صحابہ کرام کو تردد تھا کہ آیا حضرت صفیہ آپ کی زوجہ ہیں یا آپ کی باندی ہیں۔ بعض شارحین نے کہا ہے (علامہ ابن بطال مالکی) کہ صحابہ کا تردد اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت صفیہ کو آزاد کرنا ان کا مہر نہیں تھا لیکن ان کی یہ شرح درست نہیں کیونکہ صحابہ کو

شروع میں تردد تھا، پھر بعد میں آپ کو معلوم ہو گیا کہ حضرت صفیہ آپ کی زوجہ ہیں، نیز علامہ ابن بطال نے یہ استدلال کیا ہے کہ نکاح بغیر گواہوں کے صحیح ہوتا ہے کیونکہ حضرت صفیہ سے نکاح کے وقت صحابہ گواہ ہوتے تو ان پر حضرت صفیہ کا معاملہ مخفی نہ رہتا اور وہ اس میں تردد نہ کرتے کہ وہ آپ کی زوجہ ہیں یا باندی لیکن ان کی یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو صحابہ نکاح کے وقت گواہ ہوں وہ اور ہوں اور جن صحابہ کو حضرت صفیہ کے ساتھ نکاح میں تردد تھا وہ اور ہوں، اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ تمام صحابہ کو اس میں تردد تھا تو حضرت صفیہ سے بغیر مہر کے نکاح کرنا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی جیسا کہ بغیر ولی اور بغیر گواہوں کے اور بغیر ایجاب و قبول کے نکاح کرنا آپ کی خصوصیت ہے۔ اس حدیث کے باقی امور متعلقہ کی شرح کتاب المغازی میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٢٥٣، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

چونکہ علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ بغیر گواہوں کے نکاح جائز ہے اور حضرت صفیہ کے نکاح سے اس پر استدلال کیا ہے اس لیے ہم نکاح میں گواہوں کی شرط پر تحقیق کر رہے ہیں:

نکاح میں گواہوں کی شرط کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد القرطبی الاندلسی المالکی المتوفی ۵۹۵ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک اس پر متفق ہیں کہ شہادت نکاح کی شرط ہے لیکن اس میں ان کا اختلاف ہے کہ یہ صحت دخول کی شرط ہے یا صحت عقد نکاح کی شرط ہے اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ خفیہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ جب دو گواہ اور وصی چھپ کر شہادت دیں تو آیا یہ خفیہ نکاح ہے یا نہیں، پس امام مالک نے کہا: یہ خفیہ نکاح ہے اور اس کو فسخ کر دیا جائے گا اور امام ابو حنیفہ اور امام شافعی نے کہا: یہ خفیہ نکاح نہیں ہے اور ان کے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آیا شہادت نکاح میں حکم شرعی ہے یا نہیں یا اس سے صرف یہ مقصود ہے کہ اگر بعد میں نکاح میں اختلاف ہو یا نکاح کا کوئی انکار کرے تو اس پر گواہ پیش کیے جا سکیں اور جن فقہاء نے کہا کہ نکاح میں گواہوں کا ہونا حکم شرعی ہے تو بعض نے کہا: یہ نکاح کی صحت کی شرط ہے اور بعض نے یہ کہا کہ یہ نکاح کے مکمل ہونے کی شرط ہے، اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دو نیک گواہوں اور نیک ولی کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے اور صحابہ میں سے کوئی اس کا مخالف نہیں تھا اور یہ حدیث مرفوعاً مروی ہے یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ امام دارقطنی نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔

اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فاسقوں کی گواہی سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک شہادت سے مقصود صرف اعلان ہے اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ شہادت دو چیزوں کو متضمن ہے: اعلان اور قبول۔ اسی وجہ سے اس میں گواہوں کے نیک ہونے کی شرط ہے اور رہے امام مالک تو ان کے نزدیک شہادت اعلان کو متضمن نہیں ہے کیونکہ جب دو گواہوں نے چھپ کر نکاح کی شہادت دی تو وہ صحیح ہے اور اعلان کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ نکاح کا اعلان کرو اور اس کے اوپر دف کو بجاؤ۔ اس حدیث کی امام ابو داؤد نے روایت کی ہے، اور ابو ثور اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ گواہ نکاح کی شرط نہیں ہیں نہ نکاح کی صحت کی شرط ہیں اور نہ نکاح کی تکمیل کی شرط ہیں اور حضرت علی بن حسن رضی اللہ عنہما نے بغیر گواہ کے نکاح کیا اور پھر بعد میں نکاح کا اعلان کیا۔

(بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد ج ٢ ص ١٣، المکتب العلمیہ، لاہور، ١٣٩٦ھ)

Marfat.com

نکاح میں گواہوں کی شرط کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ ھ نکاح میں گواہوں کی شرط کے متعلق لکھتے ہیں:
نکاح صرف دو مسلمان گواہوں کے حاضر ہونے سے منعقد ہوتا ہے، وہ دونوں آزاد ہوں، عاقل ہوں، بالغ ہوں، دو مسلمان مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، وہ دونوں عادل (متقی) ہوں یا غیر عادل (فاسق) ہوں یا ان کو حد قذف لگ چکی ہو (یعنی کسی مسلمان پاک دامن شادی شدہ عورت پر زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارے جا چکے ہوں۔سعیدی غفرلہ)

علامہ مرغینانی نے کہا کہ نکاح کے باب میں شہادت کی شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے: ''گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا'' اور یہ حدیث امام مالک کے خلاف حجت ہے جو کہتے ہیں کہ نکاح میں اعلان کی شرط ہے گواہوں کی شرط نہیں ہے اور گواہوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ آزاد ہوں کیونکہ غلام کو اپنے نفس پر ولایت نہیں ہوتی اس لیے اس کی شہادت بھی نہیں ہوتی اور گواہوں کا عاقل، بالغ ہونا بھی ضروری ہے اس لیے کہ عقل اور بلوغت کے بغیر کسی کو اپنے نفس پر ولایت نہیں ہوتی اور گواہوں کا مسلمان ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ کافر کی مسلمان کے حق میں شہادت نہیں ہوتی اور دو گواہوں کا مرد ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے (امام شافعی کے نزدیک نکاح میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے۔سعیدی غفرلہ) اور گواہوں کا عادل یعنی متقی ہونا ضروری نہیں ہے حتیٰ کہ ہمارے نزدیک دو فاسق مسلمانوں کی گواہی سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔اس میں بھی امام شافعی کا اختلاف ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ شہادت کرامت کے باب سے ہے (یعنی ایک معزز چیز ہے) اور فاسق اہل اہانت سے ہے، (یعنی اس کی تعظیم کرنا منع ہے)۔ہماری دلیل یہ ہے کہ فاسق اہل ولایت میں سے ہے (یعنی با اختیار ہوتا ہے)، پس وہ اہل شہادت میں سے ہوگا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اپنے نفس پر ولایت (اختیار) حرام نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمان ہے، لہٰذا اس کی غیر پر بھی ولایت حرام نہیں ہوگی کیونکہ وہ بھی اسی جنس سے ہے، نیز اس لیے کہ فاسق کو قاضی بنانا جائز ہے، لہٰذا وہ شاہد بھی بن سکتا ہے، اسی طرح جس مسلمان کو حد قذف لگ چکی ہو وہ بھی اہل ولایت سے ہے، سو وہ اہل شہادت سے بھی ہوگا اور قرآن مجید میں جو محدود فی القذف کی شہادت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:)

وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں ۝

(النور:۴)

اس آیت کا محمل یہ ہے کہ محدود فی القذف کی گواہی کو پیش کرنا ممنوع ہے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ وہ گواہی پیش نہیں کر سکتے اور اگر وہ گواہی پیش کریں تو ان کی گواہی قبول نہیں ہوگی، ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ مجلس نکاح میں ان کے بہ طور گواہ حاضر ہونے سے نکاح منعقد ہو جائے گا جیسے اندھوں کی گواہی بھی قبول نہیں ہوتی مگر نکاح میں بہ طور ان کے حاضر ہونے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور ایجاب وقبول کرنے والوں کے بیٹوں کی گواہی سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے حالانکہ کسی شخص کے بیٹے کی گواہی اس کے حق میں قبول نہیں ہوتی۔ (الہدایہ ج ۲ ص ۳۲۶، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

دو عادل گواہوں کی شرط کی حدیث کی تخریج اور تحقیق

علامہ مرغینانی نے یہ حدیث مرفوع پیش کی ہے کہ ''دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا''۔اس حدیث کی تحقیق

Marfat.com

کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ میں نے نہیں دیکھی، ہاں! امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے:

''بدکار ہیں وہ عورتیں جو گواہوں کے بغیر از خود اپنا نکاح کر لیتی ہیں''۔ امام ترمذی نے کہا کہ راجح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے، البتہ امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ''ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا''۔ (الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ علی ہامش الہدایہ ج ۲ ص ۳۲۶)

علامہ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی التوفی ۷۶۲ھ اس حدیث کی تخریج اور تحقیق کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث کہ: ''گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا''۔ میں کہتا ہوں کہ: یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ غریب ہے۔ ہاں! اس باب میں دیگر احادیث ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا اور جو اس کے بغیر نکاح کیا جائے وہ باطل ہے، اگر ولی میں جھگڑا ہو تو جس کا کوئی ولی نہ ہو تو سلطان اس کا ولی ہے''۔

(۲) اور امام ابن حبان نے قسم اول کی اٹھانوے نمبر کی نوع میں یہ کہا کہ دو عادل گواہوں کا ذکر صرف تین راویوں نے کیا ہے: سعید بن یحییٰ اموی، عبد اللہ بن عبد الوہاب الحجبی اور عبد الرحمن بن یونس الرقی۔ ان کے علاوہ اور کسی نے دو گواہوں کا ذکر نہیں کیا۔

(۳) امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بدکار ہیں وہ عورتیں جو گواہوں کے بغیر از خود نکاح کرتی ہیں''۔ (سنن ترمذی: ۱۱۰۳)

پھر امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کی کتاب التفسیر میں مرفوعاً روایت ہے اور کتاب الطلاق میں موقوفاً روایت ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ بغیر گواہوں کے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور اس حدیث کی مثل حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اور حضرت ابن عباس کی حدیث کی امام عبد الرزاق نے بھی روایت کی ہے۔

(نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ج ۳ ص ۲۱۳۔ ۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

(میں کہتا ہوں کہ: علامہ مرغینانی نے جو حدیث لکھی ہے: ''دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا''۔ دراصل یہ روایت، روایت بالمعنی ہے۔ علامہ مرغینانی نے ان تمام احادیث اور آثار کو سامنے رکھ کر حدیث کے یہ الفاظ لکھے۔ اگرچہ صراحتاً حدیث کے یہ الفاظ نہیں ہیں لیکن اس کا معنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے ثابت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

نکاح میں دو گواہوں کی شرط کے خلاف علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل اور مصنف کے جوابات

میں کہتا ہوں: اس بحث میں علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کے امام ابو حنیفہ پر اعتراضات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱) علامہ ابن بطال نے کہا کہ امام ابو حنیفہ محدود فی القذف کے نکاح میں گواہ بنانے کو جائز قرار دیتے ہیں، حالانکہ علماء کا اجماع ہے کہ فاسق کی گواہی مردود ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۴۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ فاسق کا گواہی کے لیے پیش کرنا تو ممنوع ہے لیکن اس کا مجلس نکاح میں بہ طور گواہ حاضر ہونا ممنوع نہیں

Marfat.com

ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں، جیسا کہ علامہ مرغینانی نے وضاحت سے بیان کیا ہے۔
(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کا نکاح بغیر گواہوں کے کیا تھا۔ ہم کہتے ہیں: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے جیسے آپ کا حضرت زینب بنت جحش سے نکاح ہوا جس میں گواہ تھے نہ ولی تھا اور نہ ایجاب وقبول ہوا تھا۔
(۳) عام خرید وفروخت بغیر گواہوں کے جائز ہے حالانکہ اس میں بھی عقد بیع ہے تو پھر عقد نکاح بغیر گواہوں کے کیوں جائز نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ عام خرید وفروخت کے عقد میں اور عقد نکاح میں نمایاں فرق ہے کیونکہ عقد نکاح سے ایک عورت کی فرج کو حلال قرار دیا جاتا ہے اور اگر اس نکاح کا ثبوت نہ ہو تو فریقین پر زنا کی حد جاری ہوگی، جب کہ عام خرید وفروخت کا اگر ثبوت نہ ہو تو خریدار اور فروخت کنندہ میں سے کسی پر بھی کوئی حد یا تعزیر نہیں ہوگی، اس لیے عقد نکاح کا عقد بیع پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ علاوہ ازیں دو گواہوں کی شرط کا ثبوت احادیث اور آثار سے ہے، بہ ظاہر علامہ ابن بطال کی یہ دلیل بہت قوی ہے اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی حنفی عالم نے اس کا جواب لکھا ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل سے علامہ ابن بطال کی اس دلیل کا جواب میرے دل میں القاء فرمایا۔
علامہ ابن بطال کے یہ تینوں دلائل شرح ابن بطال علی صحیح البخاری: ج ۷ ص ۲۴۳ میں مذکور ہیں۔

۱۴۔ بَابٌ: مَنْ جَعَلَ عِتْقَ الْأَمَةِ صَدَاقَهَا
جس نے باندی کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دیا

۵۰۸۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ وَشُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت و شعیب بن الحبحاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔
اس حدیث کی تخریج وہی ہے جس کو ہم صحیح البخاری: ۵۰۸۵ کی تخریج میں لکھ چکے ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کو ان کا مہر قرار دینے کے متعلق فقہاء مذاہب کا اختلاف

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ اس حدیث (صحیح البخاری: ۵۰۸۶) کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی باندی کو (اس شرط پر) آزاد کرے کہ یہ آزادی اس کا مہر ہوگی تو اکثر علماء کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔ یہ آزادی مہر اس وقت ہوگی جب اس کا آزاد کرنا عقد سے ملا ہوا ہو، اور اگر اس کا آزاد کرنا عقد پر مقدم ہو تو پھر اس کو مہر قرار دینا صحیح نہیں ہے اور مذکورہ صورت میں آزاد کرنا عقد پر مقدم ہے اس لیے وہ مہر نہیں ہوگا۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص نے باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس نے اس کو آزاد کیا اور اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دیا تو یہ جائز ہے اور آزاد کرنے کے سوا اس کا کوئی مہر نہیں ہوگا جیسا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے جس کی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے اور یہی سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، طاؤس، حسن

Marfat.com

بصری، ابن شہاب زہری کا مذہب ہے اور ثوری، امام ابو یوسف، احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ (المغنی ج ۹ ص ۴۵۳)

اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے آزاد کرنے کو مہر قرار دینا جائز نہیں ہے، اور حضرت صفیہ کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بغیر مہر کے نکاح کرنا جائز قرار دیا ہے اور آپ کے سوا مومنین میں سے کسی کے لیے بھی اس کو جائز قرار نہیں دیا۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام زفر، امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۲۷۲، الاستذکار ج ۱۶ ص ۶۹۔۶۷)

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی اسی طرح کیا جس طرح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ آپ نے ان کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا، لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ لکھتے ہیں:

ہم نے غور کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا تھا تو اس کی کیا نوعیت تھی، پس امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو المصطلق کے اموال غنیمت حاصل کیے تو حضرت جویریہ بنت الحارث حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے اپنے نفس کو مکاتب کر لیا، پھر وہ اپنی کتابت کی ادائیگی میں مدد حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ حضرت جویریہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار ہوں جو اپنی قوم کے سردار ہیں اور میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئی ہوں، پس میں نے ان سے اپنے آپ کو مکاتبہ کر لیا ہے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی کتابت کی ادائیگی میں مدد حاصل کرنے آئی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو اس سے بہتر صورت نہ بتاؤں؟ حضرت جویریہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کیا صورت ہے؟ آپ نے فرمایا: میں تمہارا زر کتابت ادا کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر لیتا ہوں۔ حضرت جویریہ نے کہا: جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایسا کر لیا۔ حضرت جویریہ نے بتایا: پس لوگوں نے ایک دوسرے سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ سے نکاح کر لیا، تو مسلمانوں کے پاس بنو مصطلق کے جتنے بھی قیدی تھے، انہوں نے ان کو آزاد کر دیا اور کہا: یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سسرال کے لوگ ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ہم نے نہیں دیکھا کہ کوئی عورت اپنی قوم کے لیے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ برکت والی ثابت ہوئی ہو، کیونکہ حضرت جویریہ کے سبب سے مسلمانوں نے بنو المصطلق کے سو (۱۰۰) خاندانوں کے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۳۱، مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۷)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوجعفر طحاوی لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے اور اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی عورت کے ساتھ بغیر مہر کے بھی نکاح کر سکتے ہیں، جب کہ عام مومنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے، تو اسی طرح آپ کسی عورت کو آزاد کر کے اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دے سکتے ہیں اور عام مومنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۸۰۔۳۷۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حضرت جویریہ کے خاندان کے آزاد کردہ قیدیوں کی تعداد

امام واقدی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا یہ مہر مقرر کیا تھا کہ آپ بنو مصطلق کے ہر قیدی کو آزاد کر دیں گے اور کہا گیا ہے کہ ان کے چالیس (۴۰) قیدی تھے۔

(مغازی الواقدی ج ۱ ص ۴۰۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۳۰-۲۲۹، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: امام ابوداؤد اور امام احمد کی روایت میں سو (۱۰۰) قیدیوں کو آزاد کرنے کا ذکر ہے اور الواقدی کی روایت میں چالیس (۴۰) قیدیوں کے آزاد کرنے کا ذکر ہے اور امام ابوداؤد اور امام احمد کی روایت واقدی کی روایت پر راجح ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

حضرت صفیہ کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث (صحیح البخاری: ۵۰۸۶) کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا۔ قدماء میں سے سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، طاؤس، زہری اور فقہاء میں سے امام ابویوسف، امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی باندی کو اس شرط پر آزاد کیا کہ اس کا آزاد کرنا اس باندی کا مہر ہوگا تو یہ عقد اور آزاد کرنا اور یہ مہر اس ظاہر حدیث کے مطابق صحیح ہے۔

باقی فقہاء نے اس ظاہر حدیث کے درج ذیل جوابات دیئے ہیں:

(۱) اگر اس نے اپنی باندی کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ اس سے نکاح کرے گا تو اس باندی پر واجب ہے کہ وہ اس شخص کو اپنی قیمت ادا کرے جب کہ اس کی قیمت معلوم ہو، پھر وہ اس باندی سے نکاح کر لے۔ اس کی تائید حسب ذیل روایت سے ہوتی ہے:

عبد العزیز بن صہیب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ کو قیدی بنایا اور ان کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کیا، پس ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ نے ان کا کتنا مہر مقرر کیا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ ان کو آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا تھا۔ اس حدیث کی امام بخاری نے "کتاب المغازی" میں روایت کی ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نفس کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر تھا، پس پہلی تاویل میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس تاویل میں اور قواعد میں کوئی منافات نہیں ہے حتیٰ کہ اگر باندی کی قیمت مجہول ہو تو تب بھی عقد صحیح ہے، اور دوسروں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت صفیہ کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر تھا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ علامہ الماوردی الشافعی نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

اگر کسی نے باندی کو نکاح کی شرط پر آزاد کیا اور باندی نے اس کو قبول کر لیا تو باندی پر لازم ہے کہ وہ اپنی قیمت مالک کو ادا کرے

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جس نے اپنی باندی کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ اس سے نکاح کرے گا، باندی نے اس شرط کو قبول کر لیا تو وہ آزاد کر دی جائے گی اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس مالک سے نکاح کرے لیکن اس باندی پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی قیمت مالک کو ادا کرے کیونکہ اس کا مالک بلا معاوضہ اس کو آزاد کرنے پر راضی نہیں تھا تو یہ شرط فاسد کی طرح ہے، پھر اگر وہ راضی ہو گئی اور اس مہر پر عقد کر لیا جو مقرر کیا گیا تھا تو اسے مقررہ مہر ملے گا اور اس باندی پر یہ لازم ہوگا کہ شوہر کو اپنی قیمت ادا کرے۔ امام احمد اور امام ابن حبان شافعی کا یہی قول ہے اور قیاس دوسرے فقہاء کی تائید کرتا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۴-۲۵۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

صورت مذکورہ میں فقہاء مذاہب کے اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حدیث (صحیح البخاری: ۵۰۸۶) کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے اپنی باندی سے آزاد کرنے کی شرط پر نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہوگا اور اس باندی کے لیے مہر مثل واجب ہوگا، یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ اور اللیث بن سعد اور ابن شبرمہ اور جابر بن زید اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد اور امام زفر اور امام مالک کے نزدیک یہ نکاح صحیح نہیں ہے۔ امام طحاوی نے کہا: ایسا نکاح کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر کسی مرد نے ایسا کیا تو وہ باندی آزاد ہو جائے گی۔ اور اگر مرد نے اس سے نکاح کیا تو اس کے لیے مرد پر مہر مثل واجب ہوگا اور اگر اس باندی نے نکاح سے انکار کیا تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی قیمت کے برابر مال اپنے مالک کو کما کر دے، اور امام مالک اور امام زفر نے کہا: مالک کو ادا کرنے کے لیے باندی پر کچھ واجب نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ ملخصاً)

علامہ قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ اور علامہ زرہونی مالکی نے بھی ایسے نکاح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دیا ہے، اسی طرح علامہ الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ نے بھی اس کو آپ کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۴۱۱، الفجر الساطع ج ۱۱ ص ۴۷، الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۳۷)

۱۵۔ بَابُ: تَزْوِیجِ الْمُعْسِرِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی إِنْ یَّكُونُوا فُقَرَاءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (النور: ۳۲)

تنگ دست کا نکاح کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ (النور: ۳۲)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

حال میں تنگ دستی نکاح کرنے سے مانع نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کو مستقبل میں مال مل جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۰۸۷۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیزِ بْنُ أَبِی حَازِمٍ عَنْ أَبِیهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ یَا رَسُولَ اللّٰهِ جِئْتُ أَهَبُ لَكَ نَفْسِی قَالَ فَنَظَرَ إِلَیْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِیهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَأْطَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَأْسَهُ فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ یَقْضِ فِیهَا شَیْئًا جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهٖ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ لَمْ یَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِیهَا فَقَالَ وَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَیْءٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ یَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَیْئًا فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَجَدْتُ شَیْئًا فَقَالَ رَسُولُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابوحازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا: ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس اس لیے آئی ہوں کہ میں اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دوں۔ حضرت سہل نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا، پھر نظر اوپر اٹھائی، پھر نظر نیچے کر لی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر جھکا لیا، جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ آپ نے اس کے متعلق کچھ فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی، پھر آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس عورت کی حاجت نہیں ہے تو آپ اس

اللّٰہ ﷺ انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ وَلٰكِنْ هٰذَا إِزَارِي قَالَ سَهْلٌ مَا لَهُ رِدَاءٌ فَلَهَا نِصْفُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتّٰى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ فَرَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا عَدَّدَهَا فَقَالَ تَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ

عورت کے ساتھ میرا نکاح کر دیں؟ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر جاؤ اور دیکھو شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے، پس وہ مرد گیا، پھر لوٹ آیا تو اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! مجھے کوئی چیز نہیں ملی، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو، پس وہ شخص گیا، پھر لوٹ آیا تو اس نے کہا: نہیں: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! لوہے کی انگوٹھی نہیں ہے، لیکن میرا یہ تہبند ہے۔ حضرت سہل نے کہا: اس کے بدن کے اوپر کوئی چادر نہیں تھی، پس اس عورت کے لیے اس کا نصف تہبند ہو گا، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہارے تہبند کا کیا کرے گی، اگر تم نے وہ تہبند باندھ لیا تو اس عورت کے پاس کچھ نہیں ہو گا، اور اگر اس عورت نے وہ تہبند باندھ لیا تو تمہارے پاس کچھ نہیں ہو گا، پھر وہ مرد بیٹھ گیا، حتیٰ کہ کافی دیر بیٹھنے کے بعد وہ کھڑا ہو گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے دیکھا وہ پیٹھ موڑ کر جا رہا تھا تو آپ نے اس کو بلانے کا حکم دیا، جب وہ آ گیا تو آپ نے پوچھا: تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا: مجھے فلاں سورت، فلاں سورت یاد ہے اور ان سورتوں کو گنوایا، آپ نے پوچھا: تم ان سورتوں کو زبانی پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ، میں نے تمہیں اس عورت کا مالک بنا دیا اس سبب سے کہ تمہیں قرآن مجید یاد ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۳۱۰، ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، ۵۰۸۷، ۵۱۲۱، ۵۱۲۶، ۵۱۳۲، ۵۱۳۵، ۵۱۴۱، ۵۱۴۹، ۵۱۵۰، ۵۸۷۱، ۷۴۱۷، صحیح مسلم: ۱۴۲۵، الرقم المسلسل: ۳۴۷۶، سنن ترمذی: ۱۱۱۶، سنن نسائی: ۳۳۳۶، سنن ابوداؤد: ۲۱۱۱، صحیح ابن حبان: ۴۰۹۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۴۴، شرح السنۃ: ۲۳۰۲، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶، مسند احمد: ۲۲۸۵۰)

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنگ دست کا نکاح کرنا جائز ہے، اور کفوء کا اعتبار دین میں ہوتا ہے مال میں نہیں ہوتا، پس جب عورت یا اس کا ولی مال کم ہونے کے باوجود نکاح کی اجازت دے دے تو نکاح جائز ہے۔

حدیث میں ہے: تین قسم کے مردوں کی مدد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے: جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے، جو گناہ

Marfat.com

سے بچنے کے لیے نکاح کرے اور جو مکاتب بدل کتابت کو ادا کرنے کا ارادہ کرے۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کسی نیک مرد سے نکاح کے لیے اپنے آپ کو پیش کرے تو یہ جائز ہے اور اس میں اس کے لیے کوئی عار نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں اپنے سرپرستوں کو اپنے نکاح کے لیے کہیں اور جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو اس کا ولی سلطان ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کے مسائل دقیقہ اور نکات لطیفہ اور منگیتر کے چہرہ کو دیکھنے کے متعلق احادیث

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مرد خواہ تنگ دست ہو اس کو نکاح کرنا چاہیے، حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم عورتوں سے نکاح کرو وہ تمہارے پاس مال لے کر آئیں گی (یعنی مال میں برکت کا سبب بنیں گی)''۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۱۶۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا (از راہ کرم) تین قسم کے مردوں کی مدد کرنے کا حق ہے: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، گناہوں سے بچنے کے لیے نکاح کرنے والا اور وہ مکاتب جو بدل کتابت کو ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو''۔ (سنن ترمذی: ۱۶۵۵، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۶۔ ۱۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۱۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۱)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا، پھر نظر نیچے کی، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کرے اس کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا یہی قول ہے۔

(بدایۃ المجتہد ج ۳ ص ۹۸، مختصر المزنی علی ہامش الام ج ۳ ص ۲۵۶، المغنی ج ۸ ص ۴۸۹)

میں کہتا ہوں: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن علامہ ابن ملقن شافعی نے امام ابو حنیفہ سے تعصب کی وجہ سے ان کا ذکر نہیں کیا۔ (سعیدی غفرلہ)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی مرد کے دل میں کسی عورت کو نکاح کا پیغام دینے کا ارادہ ہو تو اس کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۴، مسند احمد ج ۳ ص ۴۹۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۶۔ ۲۲۵، شرح معانی الآثار ۴۱۹۳)

حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جب کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو اس کی طرف دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے جب کہ وہ نکاح کا پیغام دینے کے لیے دیکھ رہا ہو، خواہ عورت کو اس کا علم نہ ہو۔

(شرح معانی الآثار ۴۱۹۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور وہ اس پر قادر ہو کہ وہ دیکھے کہ وہ اس کو اچھی لگتی ہے تو وہ ایسا کرے۔ (سنن ابو داؤد: ۲۰۸۲، شرح معانی الآثار: ۴۱۹۵)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اس کی طرف دیکھو کیونکہ یہ تم دونوں کے درمیان دائمی رفاقت کے زیادہ لائق ہے''۔ (سنن ترمذی: ۱۰۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۵، مسند احمد ج ۴

Marfat.com

ص ۲۴۴،شرح معانی الآثار:۴۱۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرد نے انصار کی کسی عورت سے نکاح کا ارادہ کیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اس عورت کو دیکھ لو کیونکہ انصار کی عورتوں کی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں''۔

(صحیح مسلم: ۱۴۲۴،سنن نسائی: ۳۲۳۱،مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹۔ ۲۷۶،شرح معانی الآثار: ۴۱۹۶)

امام طحاوی اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں: جو شخص کسی عورت سے نکاح کا ارادہ کرے تو اس کے چہرے کی طرف اس کو دیکھنا جائز ہے اور جو اس سے نکاح کرنے کا ارادہ نہ کرے اس کا عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۴۷۳، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین شامی دمشقی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور اگر کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کرے تو اس کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ اس کو شہوت کا خطرہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا جب انہوں نے کسی عورت سے نکاح کا ارادہ کیا کہ تم اس عورت کو دیکھ لو کیونکہ یہ تمہارے درمیان اصلاح اور توفیق کے زیادہ لائق ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۰۸۷،سنن النسائی: ۳۲۳۵،سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۶)(رد المحتار ج ۹ ص ۴۵۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

فقہاء احناف کی اس مسئلہ میں اس قدر تصریحات کے باوجود علامہ ابن ملقن شافعی کا فقہاء مذاہب کے بیان میں فقہاء احناف کا ذکر نہ کرنا محض تعصب نہیں تو اور کیا ہے! (سعیدی غفرلہ)

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شارع علیہ السلام اجتہاد کرتے تھے۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تنگ دست سے یہ نہیں پوچھا کہ آیا وہ قرشی ہے یا غیر قرشی ہے، بلکہ قرآن مجید کی صرف چند سورتیں یاد ہونے کی وجہ سے اس تنگ دست مرد کا اس عورت سے نکاح کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفوء میں صرف اسلام کا اعتبار ہے اور نسب اور مال کا اعتبار نہیں ہے۔

(۶) اس سے معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا ضروری نہیں ہے کیونکہ آپ نے بغیر خطبہ پڑھے اس مرد کا نکاح کر دیا۔

(۷) اس سے معلوم ہوا کہ جب عورت کا ولی اس کا نکاح کر دے اور وہ عورت اس پر راضی ہو تو وہ نکاح جائز ہے۔

(۸) اس سے معلوم ہوا کہ زبانی قرآن مجید پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس تنگ دست مرد کو قرآن مجید کی چند سورتیں زبانی یاد تھیں۔

(۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کے لیے حسین و جمیل عورت کو طلب کرنا جائز ہے۔

(۱۰) جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو سلطان یا سربراہ ملک اس کا ولی ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولایت سے اس عورت کا نکاح کر دیا۔

(۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہر کے تقرر میں فریقین کی رضامندی ضروری ہے۔

(۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو پیشگی مہر دینا چاہیے کیونکہ آپ نے اس تنگ دست مرد سے فرمایا تھا: جاؤ کچھ تلاش کرو۔ خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔

(۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انعقاد نکاح کے لیے مہر دینا ضروری ہے۔ اگر اس وقت مہر میسر نہ ہو تو بعد میں مہر مثل دینا ہوگا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۴۲۔ ۲۳۶، ملخصاً وموضحاً ومخرجاً، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

تنگ دستی فی الحال نکاح سے مانع نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے اور عنقریب تیس (۳۰) ابواب کے بعد اس کی شرح آئے گی۔ امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں النور: ۳۲ کو ذکر کیا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ تنگ دستی فی الحال نکاح سے مانع نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں اس کو مال حاصل ہو۔ (فتح الباری ج ٦ ص ۲۵۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲٦ھ)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۱٦)

شیخ عبداللہ بن باز حنبلی متوفی ۱۴۲۰ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں مدینہ کے مسلمانوں کا حال ضعیف تھا اور ان کے پاس مال بہت کم تھا۔

تین دفعہ نکاح میں ایجاب وقبول کرانے کی شرعی حیثیت

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آج کل نکاح خواں تین دفعہ ایجاب وقبول کراتے ہیں اور اس حدیث میں صرف ایک دفعہ ایجاب وقبول کا ذکر ہے، پس یہی سنت ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۳۸، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ سنت تو صرف ایک دفعہ ایجاب وقبول کرانا ہے لیکن نکاح خواں تاکید کے لیے تین دفعہ ایجاب وقبول کراتے ہیں تاکہ اگر کسی نے نہ سنا ہو یا وہ متوجہ نہ ہو تو وہ بھی توجہ کے ساتھ ایجاب وقبول سن لے۔ (سعیدی غفرلہ)

۱٦۔ بَابٌ: الْأَكْفَاءِ فِي الدِّينِ — دین میں کفوء کا اعتبار

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝ (الفرقان: ۵۴)

اور وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کے لیے نسب اور سسرال کا رشتہ بنایا اور آپ کا رب قدرت والا ہے ۝

کفوء کا معنی اور نسب اور صہر کی تعریف

حافظ ابن حجر عسقلانی اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اکفاء کفوء کی جمع ہے، اس کا معنی مثل اور نظیر ہے اور دین میں کفوء کا اعتبار کرنا اتفاقی ہے، پس مسلمان عورت کا، کافر مرد سے نکاح کرنا اصلاً صحیح نہیں ہے۔ اس آیت میں نسب اور صہر کا لفظ ہے۔ نسب وہ رشتہ دار ہیں جن سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے اور صہر وہ رشتہ دار ہیں جن سے نکاح کرنا حلال ہے، پس گویا کہ مصنف نے یہ دیکھا کہ ان ہی دو قسموں میں حصر ہے، ہاں! دلیل سے کافر کو بھی مستثنیٰ کیا گیا ہے یعنی اس سے بھی نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے صہر کی یہ تعریف صحیح نہیں کی کہ ان سے نکاح حلال ہے کیونکہ مرد کی ساس صہر ہے اور اس سے دائماً نکاح حرام ہے۔ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ (النساء: ۲۳) (سعیدی غفرلہ)

کفوء میں صرف دین کا اعتبار ہے یا اس میں نسب بھی معتبر ہے، اس میں فقہاء اسلام کی آراء

امام مالک نے وثوق سے کہا ہے کہ کفوء دین کے ساتھ مخصوص ہے اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا بھی موقف ہے، اور تابعین میں سے محمد بن سیرین اور عمر بن عبدالعزیز کا بھی یہی مسلک ہے اور جمہور نے کفوء میں نسب کا بھی اعتبار کیا ہے، اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ بعض قریش بعض کے کفوء ہیں اور عرب بھی اسی طرح ہیں اور عرب میں سے کوئی بھی قریش کا

Marfat.com

نہیں ہے جیسا کہ غیر عرب میں سے کوئی عرب کا کفوء نہیں ہے۔ امام شافعی کا بھی یہ ایک قول ہے، اور صحیح یہ ہے کہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب دوسروں پر مقدم ہیں، اور ان کے علاوہ ایک دوسرے کے کفوء ہیں۔

الثوری نے کہا ہے: جب مولیٰ عربی عورت سے نکاح کر دے تو وہ نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔ امام احمد کا بھی یہی ایک قول ہے اور امام شافعی کا متوسط قول ہے، انہوں نے کہا کہ غیر کفوء میں نکاح حرام نہیں ہے، پس میں ایسے نکاح کو مسترد کروں گا۔ یہ عورت اور اس کے سرپرستوں کی تقصیر ہے، پس وہ جب غیر کفوء میں نکاح پر راضی ہو گئے اور انہوں نے اپنے حق کو ترک کر دیا تو یہ جائز ہے اور اگر عورت کے اولیاء یا سرپرستوں میں سے ایک بھی غیر کفوء میں نکاح پر راضی نہیں ہوا اور انہوں نے یہ ذکر کیا کہ نکاح میں ولی کی شرط اس لیے ہے تاکہ عورت غیر کفوء میں نکاح کر کے اپنے آپ کو ضائع نہ کرے۔

کفوء میں نسب کا اعتبار کرنے پر بعض احادیث سے استدلال اور اس استدلال کا ضعف

کفوء میں نسب کے اعتبار پر کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور امام بزار نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عرب ایک دوسرے کے کفوء ہیں اور موالی ایک دوسرے کے کفوء ہیں''۔ سو یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام بیہقی نے نسب کے اعتبار پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت واصلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو چن لیا''۔ الحدیث۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی امام مسلم نے روایت کی ہے لیکن اس سے کفوء میں نسب کے اعتبار پر اعتراض ہے۔

علامہ البویطی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ کفوء میں دین کا اعتبار ہے۔ امام بخاری نے کفوء کے متعلق چار احادیث کی روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الفرقان: ۵۴ کا شان نزول، نسب اور صہر کی مثالیں

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن سیرین نے کہا کہ الفرقان: ۵۴ اس وقت نازل ہوئی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی تھے تو وہ آپ کے نسب سے بھی تھے اور آپ کے صہر بھی تھے یعنی داماد، اور کفوء کا معنی مثل اور نظیر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بشر کی دو قسمیں کی ہیں: نسب اور صہر۔ نسب کی مثال ہے جیسے فلاں فلاں کا بیٹا ہے۔ اور صہر وہ عورتیں ہیں جن کی وجہ سے سسرالی رشتہ قائم ہو۔ (میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے صہر کی صحیح تعریف کی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۰۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ بْنَ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تَبَنَّى سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ كَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ان صحابہ میں سے تھے جو غزوۂ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے، انہوں نے حضرت سالم کو اپنا بیٹا بنا لیا اور ان کے ساتھ اپنی بھتیجی ہند

Marfat.com

تَبَنَّى النَّبِيُّ ﷺ زَيْدًا وَكَانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيرَاثِهِ حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (الاحزاب:۵) فَرُدُّوا إِلَى آبَائِهِمْ فَمَنْ لَمْ يُعْلَمْ لَهُ أَبٌ كَانَ مَوْلًى وَأَخًا فِي الدِّينِ فَجَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ ثُمَّ الْعَامِرِيِّ وَهِيَ امْرَأَةُ أَبِي حُذَيْفَةَ بْنِ عُتْبَةَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا نَرَى سَالِمًا وَلَدًا وَقَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِ مَا قَدْ عَلِمْتَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ۔

بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح کر دیا اور حضرت حذیفہ انصار کی ایک عورت کے آزاد کردہ غلام تھے جس طرح نبی ﷺ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنایا تھا اور زمانہ جاہلیت میں جو شخص کسی کو اپنا بیٹا بناتا تو اس بیٹے کو اس شخص کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور لوگ اس کو اس کا بیٹا کہہ کر پکارتے تھے اور وہ اس کی میراث کا وارث ہوتا تھا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الاحزاب:۵) منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک بہت انصاف کی بات ہے، پس اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم نہ ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں اور اگر تم نے غلطی سے بلا ارادہ کہا ہے تو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن اگر تم نے عمداً کہا ہے (تو اس پر گرفت ہوگی) اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربانی کرنے والا ہے ○ تو ان منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں (کے ناموں) کی طرف لوٹا دیا گیا، پس جس کے حقیقی باپ کا علم نہ ہوتا تو وہ دین میں ان کا بھائی اور دوست ہوتا، پس حضرت سہلہ بنت سہیل بن عمرو القرشی، پھر العامری نبی ﷺ کے پاس آئیں اور یہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ کی بیوی تھیں، سو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم سالم کو اپنا بیٹا سمجھتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق وہ آیت نازل فرمائی ہے جو آپ کو معلوم ہے۔ پھر بقیہ حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۰۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۰۰۰، ۵۰۸۸، صحیح مسلم: ۱۴۵۳، سنن ابوداؤد: ۲۰۶۱، سنن نسائی: ۳۳۲۲، سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۳، مسند الحمیدی: ۲۷۸، مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۱، ج ۶ ص ۲۰۱، ج ۶ ص ۲۵۵، ج ۶ ص ۲۶۹، ج ۶ ص ۲۷۰، سنن داری: ۲۲۶۲، مؤطا امام مالک ص ۴۷۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۵۶۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۳۷۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۵۹، صحیح ابن حبان: ۴۲۱۳، المستدرک ج ۳ ص ۲۲۶)

نکاح میں کفوء کا اعتبار کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ کفوء میں کون معتبر ہیں۔ امام مالک نے کہا: کفوء کا اعتبار صرف دین میں ہے اور کسی چیز میں نہیں ہے اور تمام مسلمان ایک دوسرے کے کفوء ہیں اور یہ جائز ہے کہ عربی اور آزاد شدہ غلام قرشی عورت سے شادی کرے (المدونہ ج۲ ص ۱۴۵) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ میں کس مسلمان عورت سے اپنا نکاح کروں اور کس مسلمان سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۷۴۲۹) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور تابعین میں سے عمر بن عبدالعزیز اور ابن سیرین سے بھی یہی روایت ہے۔ (کتاب الاشراف لابن المنذر ج ۱ ص ۱۷) اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ تمام قریش ایک دوسرے کے کفوء ہیں اور تمام عرب ایک دوسرے کے کفوء ہیں اور کوئی عرب قریش کا کفوء نہیں ہے اور نہ کوئی آزاد کردہ غلام عرب کا کفوء ہے۔ (الہدایہ ج ۲ ص ۲۱۸) اور امام شافعی نے کہا کہ غیر کفوء میں نکاح حرام نہیں ہے لیکن میں اس نکاح کو ہر حال میں مسترد کروں گا، یہ لڑکی کے اولیاء کی لڑکی کے ساتھ تقصیر ہے۔ اگر لڑکی خود غیر کفوء میں نکاح کرلے اور لڑکی اور اس کے تمام اولیاء اس نکاح پر راضی ہوں تو یہ نکاح جائز ہے کیونکہ یہ ان کا حق تھا جو انہوں نے ترک کردیا اور اگر لڑکی کے اولیاء میں سے ایک بھی اس نکاح پر راضی نہ ہو تو اسے اس نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ (کتاب الام ج۵ ص ۱۳) اور بعض نے کہا کہ اگر لڑکی اور اس کے تمام اولیاء غیر کفوء میں نکاح پر راضی ہوں تو پھر بھی یہ نکاح جائز نہیں ہے اور ثوری یہ کہتے تھے کہ جب آزاد شدہ غلام عربی عورت سے نکاح کرلے تو ان میں تفریق کردی جائے گی اور وہ اس میں سختی کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۳۰)

کفوء میں نسب اور مال کے اعتبار کرنے پر دلائل

امام شافعی وغیرہم نے کہا ہے کہ اگر نسب اور مال میں مماثلت کے بغیر نکاح کیا جائے تو یہ لڑکی کے اولیاء پر باعث عار اور غیرت کا سبب ہوگا اور کفوء کا حق لڑکی اور اس کے اولیاء سے عار کو دور کرنے کے لیے ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش ایک دوسرے کے کفوء ہیں اور موالی (آزاد شدہ غلام) ایک دوسرے کے کفوء ہیں سوائے جولاہوں اور حجاموں (فصد لگانے والوں) کے۔ (المغنی ج۹ ص ۳۸۷)

کفوء میں صرف دین کے معتبر ہونے پر دلائل

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے سالم کو بیٹا بنایا جو آزاد شدہ غلام تھے اور ان کا نکاح انہوں نے اپنی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ سے کردیا اور وہ قریش کی عورتوں کی سردار تھیں اور اسی طرح حضرت ضباعہ بنت الزبیر بن عبدالمطلب بنت عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت المقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے کردیا اور وہ عربی تھے اور الاسود بن عبد یغوث کے منہ بولے بیٹے تھے اور ان ہی کی طرف منسوب تھے اور یہ دونوں نکاح غیر نسب میں کیے گئے۔ یہ دونوں حدیثیں صحیح البخاری کے اس باب میں مذکور ہیں، نیز اس باب کی صحیح البخاری کی تیسری حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت سے اس کے مال اور اس کے خاندان اور اس کے حسن و جمال اور اس کی دین داری کی وجہ سے اس سے نکاح کیا جاتا ہے تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم اس کی دین داری سے کامیابی حاصل کرو''۔ اور اس باب کی چوتھی حدیث میں ہے:

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان فقیر کے متعلق فرمایا: ''یہ تمام روئے زمین کی دولت سے بہتر ہے''۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ کفوء کا مدار دین داری میں مماثلت ہے اگرچہ نسب کی فضیلت ہے اور عرب زمانہ جاہلیت میں نسب کی فضیلت کے اوپر فخر کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور صرف تقویٰ اور دین داری کا اعتبار فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ ۔ (الحجرات: ۱۳)

اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو، بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

کفوء میں اعتبار نسب کے دلائل کے جوابات

امام شافعی وغیرہ نے کہا: اگر غیر نسب میں نکاح کیا جائے تو لڑکی اور اس کے اولیاء کے لیے باعث عار ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دین داری اور نیکی اور پرہیز گاری کرنے والوں پر عار داخل نہیں ہوتا اور دین داری اور پرہیز گاری کو ہر چیز پر ترجیح ہے اور اگر نسب میں مساوات ہو اور دین داری میں مساوات نہ ہو تب یہ باعث عار ہوگا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نکاح ایک قرشیہ سے ہوا، اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا نکاح حضرت فاطمہ بنت قیس سے ہوا اور وہ بھی قرشیہ تھیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عزم کیا کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کر دیں (حالانکہ حضرت عمر قرشی تھے اور حضرت سلمان عجمی تھے، سو انہوں نے غیر کفوء میں اپنی بیٹی کے نکاح کا ارادہ کیا۔ سعیدی غفرلہ) تب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حضرت سلمان فارسی سے کہا: آپ کے لیے امیر المومنین نے تواضع کی ہے۔ تب حضرت سلمان نے کہا: وہ میری مثل کے لیے تواضع کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں ان کی بیٹی سے کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ اگر غیر کفوء میں اور غیر نسب میں نکاح جائز نہ ہوتا تو حضرت عمر کبھی ان کے ساتھ اپنی بیٹی کے نکاح کا ارادہ نہ کرتے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر اور اپنے خاندان کے اوپر کبھی عار کو گوارا نہ کرتے۔

اور حنظلہ بن ابی سفیان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں حالانکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف قرشی تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی تھے اور یہ غیر کفو اور غیر نسب میں نکاح ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۴۹۔۱۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی من وعن عبارت نقل کر دی ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۵۰۔۲۴۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی اس باب کے عنوان کے غیر متعلق کی ہوئی شرح

حافظ ابن حجر عسقلانی نے (صحیح البخاری: ۵۰۸۸) کا تتمہ ذکر کیا ہے کہ حضرت سہلہ بنت سہیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت سالم کے گھر میں آنے سے میں اپنے شوہر حضرت ابو حذیفہ کے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھتی ہوں، تو آپ نے فرمایا: تم اس کو اپنا دودھ پلا دو، انہوں نے کہا: میں اس کو اپنا دودھ کیسے پلاؤں وہ تو بڑی عمر کا مرد ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ وہ بڑی عمر کا مرد ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ صرف حضرت سالم کی خصوصیت تھی

ورنہ ڈھائی سال کی عمر کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔الحدیث۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث کی شرح ہم ان شاء اللہ کتاب الرضاع میں کریں گے۔

(فتح الباری ج ٦ ص ٢٥٨۔٢٥٧، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں کفوء کے مسئلہ پر بالکل بحث نہیں کی۔(سعیدی غفرلہ)

علامہ عینی نے بھی اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر کی طرح حضرت سالم کو دودھ پلانے کا ذکر کیا ہے لیکن کفوء کے مسئلہ پر کوئی بحث نہیں کی ہے۔(عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ١١٩۔١١٧، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

نکاح غیر نسب اور غیر کفوء میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

شیخ عبد اللہ بن باز حنبلی متوفی ١٤٢٠ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ کفوء صرف دین میں معتبر ہے کیونکہ تمام لوگ واحد ہیں کیونکہ تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، اسی وجہ سے حضرت ابو حذیفہ نے اپنی بھتیجی کا نکاح حضرت سالم سے کر دیا (ان کی بھتیجی قرشیہ تھیں اور حضرت سالم آزاد شدہ غلام تھے اور یہ غیر نسب اور غیر کفوء میں نکاح ہے۔سعیدی غفرلہ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔(حالانکہ حضرت اسامہ غلام زادہ تھے اور حضرت فاطمہ قرشیہ تھیں اور یہ نکاح بھی غیر نسب اور غیر کفوء میں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ١٤٢١ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ کفوء کا اعتبار صرف دین میں ہے اور نسب کا کمال کفوء کے لیے ہے لیکن وہ نہ نکاح کی صحت کی شرط ہے اور نہ نکاح کے لزوم کی شرط ہے اور جب غیر نسب میں نکاح ہو جائے تو کسی کے لیے اس نکاح کو فسخ کرنا جائز نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ٤ ص ٤٤٠، مکتبۃ الطبری، قاہرہ، ١٤٢٩ھ)

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ کفوء میں امام احمد کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ کفوء ہونا نکاح کے لیے شرط ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ کفوء ہونا نکاح کے لیے شرط نہیں ہے اور اس قول کے متعلق علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبد العزیز، عبید بن عمیر، حماد بن ابی سلیمان، ابن سیرین، ابن عون، امام مالک، امام شافعی اور فقہاء احناف کا یہی نظریہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو (الحجرات: ١٣) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے سالم کو بیٹا بنایا اور ان کے ساتھ اپنی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ قرشیہ کا نکاح کر دیا، حالانکہ حضرت سالم ایک انصاری کے آزاد شدہ غلام تھے، اس حدیث کو امام بخاری نے بیان کیا ہے، اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس (قرشیہ) کو حکم دیا کہ وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے نکاح کریں اور حضرت زینب بنت جحش اسدیہ کا نکاح آپ نے حضرت زید بن حارثہ سے کر دیا، حالانکہ وہ آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن سے کہا: میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم صرف مسلمان سے نکاح کرنا خواہ وہ گورا رومی ہو یا کالا حبشی ہو، نیز کفوء کی وجہ سے عورت، اس کے ولی یا دونوں کے نکاح کرنے کا حق اور اختیار ختم نہیں ہوتا، اس لیے جس طرح عیب سے بری ہونا نکاح میں شرط نہیں ہے، اسی طرح

کفو بھی نکاح میں شرط نہیں ہے۔ (المغنی ج ۷ ص ۲۶ مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

۵۰۸۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا لَعَلَّكِ أَرَدْتِ الْحَجَّ قَالَتْ وَاللهِ لَا أَجِدُنِي إِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ لَهَا حُجِّي وَاشْتَرِطِي وَقُولِي اللَّهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو ان سے فرمایا: شاید تم حج کا ارادہ کر رہی ہو، انہوں نے عرض: کیا اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو صرف درد میں مبتلاء پاتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم حج کرو اور شرط لگا لو، اور تم یہ کہو کہ اے اللہ! میں وہاں احرام کھول دوں گی جہاں تو مجھے (درد کی وجہ سے) حج سے روک لے گا، اور حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا حضرت مقداد بن اسود کے نکاح میں تھیں۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۹۸، صحیح مسلم: ۱۲۰۷، سنن نسائی: ۲۷۶۸، صحیح ابن حبان: ۳۷۷۳)

عذر در پیش ہونے کی وجہ سے احرام کھولنے کی شرط میں فقہاء مذاہب کا اختلاف

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا حج میں شرط لگانے کے متعلق اختلاف ہے، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت عمار، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے اس کی اجازت دی ہے، اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، عروہ، عطاء، علقمہ، شریح اور عبیدہ نے اس کی اجازت دی ہے، اور محدثین میں سے امام ابن ابی شیبہ اور امام عبد الرزاق نے اس کی اجازت دی ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے بعض اصحاب شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور امام ابو ثور نے اس کی اجازت دی ہے۔

شرط لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ حاجی احرام باندھتے وقت یہ کہے: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ بِحَجَّةٍ اور حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ لیکن اگر کوئی مانع در پیش ہوا اور میں حج یا قران کرنے پر قادر نہ ہوا تو میں وہیں احرام کھول دوں گا جہاں تو مجھے روک لے گا اور مجھ پر اس کا کوئی تاوان نہیں ہوگا۔

دوسرے علماء نے اس شرط کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شرط باطل ہے۔ یہ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور تابعین میں سے ابراہیم نخعی، الحکم، طاؤس اور سعید بن جبیر کا یہی مسلک ہے، اور ائمہ مجتہدین میں سے امام مالک، ثوری اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اس شرط سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور وہ اپنے احرام پر قائم رہے حتیٰ کہ وہ اپنے احرام کو پورا کرے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس شرط کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے: کیا تم کو رسول اللہ ﷺ کی سنت کافی نہیں ہے اور آپ نے حج میں کوئی شرط نہیں لگائی، پس تم میں سے کسی کو اگر کوئی چیز حج سے روک لے تو وہ بیت اللہ جا کر طواف اور صفا اور مروہ میں سعی کرے اور سر منڈائے یا بال کاٹے تو وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے گا حتیٰ کہ وہ اگلے سال حج کرے اور قربانی کرے یا روزے رکھے اگر اس کو قربانی کی استطاعت نہ ہو۔ اور طاؤس اور سعید بن جبیر نے اس شرط کا انکار کیا ہے حالانکہ یہی دونوں اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور زہری نے بھی اس شرط کا انکار کیا ہے حالانکہ انہوں نے اس حدیث کی عروہ سے روایت کی ہے اور یہ

تمام علماء اس شرط کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۵۰۔۱۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن کا اس شرط کو احصار پر محمول کرنا

علامہ ابن ملقن نے اس حدیث کی شرح میں، علامہ ابن بطال مالکی کی پوری عبارت نقل کر دی ہے، اور مزید یہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ الا احصار صرف عذر مانع کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اور بیماری اور باقی عوارض کی وجہ سے احرام کو کھولنا جائز نہیں ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صرف دشمن کے منع کرنے کی وجہ سے احصار ہوتا ہے۔ (سنن بیہقی ج ا ص ۲۱۹)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۵۳)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم یہ کہو کہ میں وہیں احرام کھول دوں گی جہاں تو مجھے روک دے گا''۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ محصر کو جس جگہ حج یا عمرہ سے روک دیا جائے وہ وہیں پر ایک اونٹ کو ذبح کر دے خواہ وہ محرم ہو یا احرام کھول چکا ہو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۵۴۔ ۲۵۲، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ: جس طرح حج یا عمرہ کرنے سے اگر دشمن مانع ہو تو وہ احصار ہے۔ اسی طرح اگر حج یا عمرہ کرنے سے قرض مانع ہو تو وہ بھی احصار ہے اور اس کی دلیل حدیث مذکور ہے، اور محصر ایک اونٹ ذبح کر کے احرام کھول دے اور جب مانع زائل ہو جائے تو پھر اگلے سال حج یا عمرہ کرے۔ (سعیدی غفرلہ)

غیر کفوء اور غیر نسب میں نکاح کے جواز کی ایک اور دلیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی مفصل شرح کتاب الحج کے ابواب المحصر میں گزر چکی ہے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب عورت پر حج فرض ہو تو اس پر ضروری نہیں ہے کہ وہ شوہر سے حج کرنے کی اجازت لے اور امام بخاری نے جو اس حدیث کو یہاں وارد کیا ہے اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ حضرت ضباعہ بنت الزبیر بن عبد المطلب الہاشمیہ بنت عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھیں اور ان کا نکاح زبیر نے حضرت مقداد بن عمرو کندی سے کر دیا جو ان کے نسب سے نہیں تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفوء میں نسب میں مساوات ضروری نہیں ہے اور غیر نسب اور غیر کفوء میں نکاح کرنا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت مقداد بن اسود، اسود بن عبد یغوث کے حبشی غلام تھے، جن کو اسود بن عبد یغوث نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور ان سے حضرت ضباعہ ہاشمیہ کا نکاح ہوا اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ کفوء میں نسب میں مساوات ضروری نہیں اور یہ حدیث غیر نسب اور غیر کفوء میں نکاح کے جواز کی دلیل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲۰، ملخصاً، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ نے بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر کفوء میں نکاح کے جواز کی دلیل ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۱۴۴، ملخصاً مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ غیر مقلد لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نیک لوگوں کو اختیار کرنا چاہیے۔ محی السنہ نے بیان کیا ہے کہ کہ ایک مرد نے حسن بصری سے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے جس سے میں بہت محبت کرتا ہوں اور بہت لوگوں نے اس کے نکاح کا پیغام دیا ہے، آپ بتائیں میں اس کا نکاح کس کے ساتھ کروں؟ تو انہوں نے کہا: اس مرد سے نکاح کرو جو متقی ہو کیونکہ اگر وہ اس کو پسند کرے گا تو اس کی تکریم کرے گا

Marfat.com

اور اگر وہ اس کو ناپسند کرے گا تو اس پر ظلم نہیں کرے گا۔ (عون الباری ج ۵ ص ۴۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

مسئلہ کفوء میں دیو بندی علماء کا مسلک

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ کفاءت صحتِ نکاح کے لیے شرط نہیں، عورت اور اولیاء کی رضامندی سے غیر کفوء میں اگر نکاح ہو جائے تو درست ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ایک عبارت اسی طرح ہے، اور ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ کفاءت صحتِ نکاح کے لیے شرط ہے۔ (مغنی ابن قدامہ ج ۷ ص ۲۶)

امام بخاری رحمہ اللہ چونکہ صرف دین کے اندر کفاءت کو اختیار کرتے ہیں، نسب و حریت وغیرہ میں کفات کا اعتبار ان کے نزدیک درست نہیں اس لیے انہوں نے اس باب میں اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندانی لحاظ سے اونچے درجہ کی عورت کا نکاح غیر کفوء میں ہوا ہے، مثلاً پہلی حدیث میں ہے کہ ہند بنت الولید بن ربیعہ کا نکاح حضرت سالم سے ہوا جو انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے، اور ہند بنت الولید قرشیہ تھیں۔ اسی طرح اس باب کی دوسری روایت میں ہے کہ ضباعہ بنت الزبیر حضرت مقداد بن الاسود کے نکاح میں تھیں، حضرت مقداد غیر قرشی تھے جب کہ حضرت ضباعہ قرشیہ تھیں۔ (کشف الباری، کتاب فضائل القرآن ص ۱۷۱-۱۷۲، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

غیر مقلدین کا مسئلہ کفوء میں موقف

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مہاجرین صحابہ کا انصار کی عورتوں سے نکاح کرنا ثابت کرتا ہے کہ کفاءت صرف دین ہی میں باقی ہے۔ باقی سب کچھ اضافی ثانوی حیثیت ہے اور اگلی حدیث بھی اس بات کی مؤید ہے۔ (ترجمہ و تشریح صحیح البخاری ج ۵ ص ۵۸۴، مکتبہ قدوسیہ، لاہور)

۵۰۹۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورت کے ساتھ نکاح چار خصلتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب کی وجہ سے، اس کے جمال کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے، پس تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دیندار عورت کے ساتھ کامیابیاں حاصل کرو۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۹۰، صحیح مسلم: ۱۴۶۶، سنن ابوداؤد: ۲۰۴۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۸، سنن بیہقی: ۱۳۲۴۴، صحیح ابن حبان: ۴۰۳۶)

مال دار بیوی کے مال سے شوہر کے فائدہ اٹھانے کا جواز

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''عورت سے نکاح اس کے مال کی وجہ سے کیا جاتا ہے''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ خاوند بیوی کے مال سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور وہ اس قصد سے نکاح کر سکتا ہے۔ اگر بیوی اس کو خوشی سے اپنا مال دے تو وہ اس کے لیے حلال ہے اور اگر وہ اس کو منع کرے تو جتنی رقم اس نے اس کے مہر پر خرچ کی ہے اس کے مطابق خرچ کر سکتا ہے۔

مہر پر عورت کی ملکیت اور اس پر تصرف کے متعلق فقہاء کا اختلاف

اس میں اختلاف ہے کہ جب شوہر نے بیوی کو مہر دیا اور بیوی نے اس کو جہیز میں سے کچھ خرچ کرنے سے منع کیا۔ امام مالک نے کہا: عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مہر سے قرض ادا کرے نہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جہیز میں سے نکاح کی مصلحت کے علاوہ خرچ کرے مگر یہ کہ مہر بہت زیادہ ہو تو پھر عورت اس میں سے کچھ خرچ کر سکتی ہے۔

امام ابوحنیفہ، ثوری اور امام شافعی نے کہا ہے کہ عورت کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنی خواہش کے خلاف کچھ خریدے اور مہر اس کی ملکیت ہے وہ اس میں سے جو چاہے خرچ کرے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر عورت مر جائے اور مہر اسی طرح محفوظ ہو تو اس مہر کا حکم اس عورت کے باقی اموال کی طرح ہے، پھر جب عورت کی وفات کے بعد اس کے مہر کا یہ حکم ہے تو عورت کی زندگی میں بھی اس کے مہر کا یہی حکم ہونا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ مرد (عورت کی اجازت سے) عورت کے مال سے فائدہ اٹھا سکتا ہے ورنہ مال دار عورت اور تنگ دست عورت میں کوئی فرق نہیں رہے گا اور مال دار عورت سے نکاح کی ترغیب کی کوئی وجہ نہیں رہے گی۔

''تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں'' اس جملہ کا معنی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں، تم دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو''۔ اہل لغت کے نزدیک ان الفاظ کی حقیقت مراد نہیں ہوتی، اور کسی کے ہاتھ خاک آلودہ جب ہوتے ہیں جب وہ فقیر ہو جائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف فقر کی دعا نہیں کی بلکہ اس کو برانگیختہ کرنے کے لیے فرمایا ہے، علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے، اس جملہ سے وقوع کا ارادہ نہیں کیا جاتا ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۵۱۔ ۱۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی شرح ہو بہو نقل کی ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۵۵۔ ۲۵۱، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حسب کا لغوی اور عرفی معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: عورت سے اس کے مال اور حسب کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ حسب کا معنی ہے: عورت کا شرف اور حسب کا معنی اصل میں باپ، دادا اور رشتہ داروں کے فضائل ہیں۔ اور یہ لفظ حساب سے ماخوذ ہے کیونکہ عرب جب فخر کرتے تھے تو اپنے مناقب اور اپنے آباء و اجداد اور اپنی قوم کے فضائل بیان کرتے تھے اور ان کو گنتے تھے اور جس کے فضائل زیادہ ہوتے اس کو دوسروں پر ترجیح دی جاتی تھی۔

Marfat.com

امام سعید بن منصور نے یحییٰ بن جعدہ سے روایت کی ہے: ''عورت سے اس کے دین، اس کے مال، اس کے حسب اور اس کے نسب کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے''۔ اور یہاں پر نسب کا ذکر بہ طور تاکید ہے اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جو مرد شریف اور عمدہ نسب کا ہو تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ عمدہ نسب کی عورت سے نکاح کرے لیکن اگر عمدہ نسب کی عورت کی دین داری میں کمی ہو تو پھر اس کے مقابلہ میں دین دار عورت کو ترجیح دی جائے گی۔ اسی طرح باقی صفات کے مقابلہ میں بھی دین داری کو ترجیح ہے۔

کفوء میں مال کا اعتبار کرنے کی توجیہ

حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسب مال ہے اور کرم تقویٰ ہے''۔ اس حدیث کی امام احمد نے روایت کی ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے اور حاکم نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور جو فقہاء کفوء میں مال کی مساوات کا اعتبار کرتے ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، اور اس حدیث کی وضاحت اسی باب کی دوسری حدیث میں آ رہی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: نکاح کے لیے فریقین میں مال کی مساوات مستحسن ہے اور اس حدیث کا یہی محمل ہے، لیکن مال میں مساوات صحت نکاح کی شرط نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مالدار عورتوں کا تنگ دست صحابہ سے نکاح کر دیا تھا۔ (سعیدی غفرلہ)

کفوء کے متعلق احادیث مرویہ پر علامہ عینی حنفی کا تبصرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تلویح میں مذکور ہے کہ بعض علماء نے کفوء کے ثبوت میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ قریش ایک دوسرے کے کفوء ہیں مگر جولاہا اور حجام (فصد لگانے والا) ان کا کفوء نہیں ہیں۔ ابن ابی حاتم نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک اور حدیث مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قریش ایک دوسرے کے کفوء ہیں، قبیلہ قبیلہ کا کفوء ہے اور مرد، مرد کا کفوء ہے اور موالی بھی ایک دوسرے کے کفوء ہیں۔ قبیلہ، قبیلہ کا کفوء ہے، مرد مرد کا کفوء ہے مگر جولاہا اور حجام''۔ صاحب التنقیح نے کہا: یہ حدیث منقطع ہے، حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہ حدیث منکر موضوع ہے، امام ابن حبان نے کہا کہ یہ حدیث عمران بن ابی الفضل سے مروی ہے اور وہ موضوعات کی روایت کرتا ہے، اس کی حدیث کو کتب حدیث میں لکھنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اعتبار کفوء کی اکثر احادیث حجت نہیں ہیں، ان میں عمدہ حدیث یہ ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا: جب نماز کا وقت آ جائے (تو نماز پڑھنے میں) اور جب جنازہ آ جائے (تو نماز جنازہ پڑھنے میں) اور جب بے نکاح عورت کا کفوء مل جائے (تو اس کا نکاح کرنے میں) امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند متصل نہیں ہے، اور حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲۳۔ ۱۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

عورت کے حسب، اس کے جمال اور اس کے دین کا معنی

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عورت کے حسب کا ذکر ہے، اور حسب سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنی قوم میں معزز ہو اور اس کا قبیلہ بھی معزز ہو اور جمال کا معنی واضح ہے اور دین سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار ہو اور اس کے اخلاق عمدہ ہوں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا ہے کہ ''مومنین میں سے اس کا ایمان سب سے زیادہ کامل ہے جس کے اخلاق سب سے زیادہ عمدہ ہوں''۔(سنن ترمذی: ۱۱۶۲، امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔صحیح ابن حبان: ۴۱۷۶)(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۴۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۰۹۱۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا قَالُوا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ يُسْتَمَعَ قَالَ ثُمَّ سَكَتَ فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا قَالُوا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَّعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْتَمَعَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هَذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هَذَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزۃ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والدخود از حضرت سہل (بن سعد) رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک مرد گزرا، آپ نے پوچھا: تم اس مرد کے متعلق کیا کہتے ہو؟ صحابہ نے کہا: یہ مرد اس لائق ہے کہ اگر یہ نکاح کا پیغام دے تو اس کا نکاح کر دیا جائے اور اگر یہ کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر یہ کوئی بات کرے تو اس کی بات سنی جائے۔ حضرت سہل نے کہا: پھر آپ خاموش ہو گئے، پھر ایک دوسرا مرد فقراء مسلمین میں سے گزرا، تو آپ نے پوچھا: تم اس مرد کے متعلق کیا کہتے ہو؟ صحابہ نے کہا: یہ مرد اس لائق ہے کہ اگر یہ نکاح کا پیغام دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے اور اگر یہ کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ قبول کی جائے اور اگر یہ کوئی بات کرے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تنہا یہ شخص تمام روئے زمین کے بھرے ہوئے مال و دولت سے بہتر ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۹۱، ۶۴۴۷، سنن ابن ماجہ: ۴۱۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۲۲، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۰۶، کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۶۹)

ہر فقیر کا ہر غنی سے افضل نہ ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس فقیر مذکور کی غنی مذکور پر فضیلت کا ذکر ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر فقیر ہر غنی پر افضل ہے اور شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فقیر کی افضلیت وحی سے معلوم ہو گئی تھی۔ اس حدیث کی مفصل شرح ان شاء اللہ کتاب الرقاق کے فضل الفقر کے باب میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۵۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ اور علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔ غالباً اسی وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی مختصر شرح کی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری کی اس حدیث کو وارد کرنے سے غرض یہ ہے کہ اگر فقیر مسلمان کسی کو نکاح کا پیغام دے تو اس کا پیغام قبول کر لینا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفوء میں صرف اسلام کا اعتبار ہے مال اور حسب و نسب کا اعتبار نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرنے والے دو مردوں کا تعارف

اس حدیث میں مذکور ہے کہ فقرآء مسلمین میں سے ایک مرد گزرا: حافظ ابو عمرو ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اس مرد کا نام جعال بن سراقہ تھا اور اس کو جعیل بن سراقہ الضمیر الثعلبی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مرد فقرآء مسلمین سے تھے، یہ نیک مرد تھے اور قدیم الاسلام تھے، البتہ خوش شکل نہیں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک تھے۔
علامہ کرمانی نے کہا کہ اگر پہلا شخص کافر تھا تو اس کی توجیہ ظاہر ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حال وحی سے معلوم ہوا تھا۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ کرمانی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ پہلا شخص مسلمانوں کے معزز لوگوں میں سے تھا جیسا کہ کتاب الرقاق میں اس کی تفصیل آئے گی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۹)

علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور حافظ ابن حجر سے مناقشہ

علامہ عینی ان دونوں شارحین پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علامہ کرمانی کا کلام اس لیے غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پہلے مرد کا حال وحی سے معلوم نہیں ہوا کیونکہ وہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تھا اور آپ نے مشاہدہ کر کے جان لیا تھا کہ وہ مسلمان ہے اور ظاہر یہی ہے کہ وہ مسلمان تھا اور اپنی قوم میں معزز شخص تھا اور دوسرا شخص جو گزرا تھا وہ حضرت جعیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ تھے اور وہ آپ کے نیک اصحاب میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین میں سے تھے۔
اور حافظ ابن حجر نے پہلے مرد کا حال لکھا ہے کہ وہ مسلمانوں کے معزز لوگوں میں سے تھے اور دوسرے مرد کا حال نہیں لکھا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲۴۔ ۱۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح

بعض کم سواد اور کم فہم متعصب لوگ یہ کہتے ہیں کہ فاطمی سادات لڑکیوں کا نکاح غیر فاطمی مردوں سے کرنا ناجائز اور حرام ہے اور اس کے مرتکب کافر ہیں، اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی اولاد، اولاد الزنا ہے۔ العیاذ باللہ۔ ہم اس قول سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور درج ذیل سطور میں مستند حوالوں کے ساتھ یہ تصریحات پیش کر رہے ہیں کہ فاطمی لڑکیوں کا نکاح غیر فاطمیہ مردوں کے ساتھ عہد صحابہ اور عہد تابعین میں ہوتا رہا ہے اور اس کے جواز اور استحسان پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ ثعلبہ ابن ابی مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں کچھ چادریں تقسیم کیں، پس ایک نئی چادر بچ گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہم نشینوں میں سے کسی نے کہا: یہ چادر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صاحب زادی کو دے دیں جو آپ کے نکاح میں ہیں۔ ان کی مراد حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھیں، تب حضرت عمر نے فرمایا: حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ مستحق ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۸۸۱، امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

Marfat.com

اس نکاح کے متعلق شارحین بخاری اور مؤرخین اسلام کی تصریحات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے نکاح کا پیغام دیا۔ مولیٰ علی نے فرمایا: میں اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں، اگر آپ نے اسے راضی کر لیا تو میں اس کا نکاح آپ سے کردوں گا، پھر مولیٰ علی نے حضرت ام کلثوم کو حضرت عمر کے پاس ایک چادر دے کر بھیجا اور ان سے فرمایا: تم ان سے یہ کہنا کہ یہ وہ چادر ہے جس کے متعلق میں نے آپ سے کہا تھا۔ حضرت ام کلثوم نے حضرت عمر سے اسی طرح کہا، حضرت عمر نے ان سے کہا: آپ حضرت علی سے کہیں کہ میں راضی ہو گیا آپ سے اللہ راضی ہو تو حضرت علی نے بتایا کہ حضرت عمر تمہارے شوہر ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۸۸۱) اس روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۶۔ ۲۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا تھا جن کی والدہ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں، اس وجہ سے حضرت عمر کے ہم نشینوں نے کہا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ آپ کی حیات میں پیدا ہوئی تھیں اور وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی صاحب زادی تھیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۸۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری التوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لیا ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نکاح اور نسب اور سسرال کا رشتہ منقطع ہو جائے گا سوا میرے نکاح، نسب اور سسرال کے رشتہ کے۔ اور میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب اور نکاح کا رشتہ تو تھا مگر میں نے چاہا کہ میں آپ کے ساتھ سسرال کا رشتہ بھی جوڑ لوں تو مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دی، اور حضرت ام کلثوم سے حضرت عمر کا ایک بیٹا زید بن عمر اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئیں۔ (اسد الغابہ ج ۷ ص ۳۷۸۔ ۳۷۷، ملخصاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

یہ قصہ درج ذیل کتب میں بھی بعض میں اختصار کے ساتھ اور بعض میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے:

(سنن ترمذی: ۱۹۳۸، الاصابہ: ۱۲۲۳۷، الاستیعاب: ۳۶۶۴، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۶۳، تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۶۵، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۵۳۷)

اس نکاح کے متعلق دیگر اکابر اسلام کی تصریحات

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑی متوفی ۱۳۵۶ھ فرماتے ہیں:

ام کلثوم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں لائے، ان سے ایک صاحب زادہ زید نام کا متولد ہوا۔

(تحقیق الحق فی کلمۃ الحق (مترجم) ص ۱۵۲، گولڑا شریف، ۱۴۱۲ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے بھی اس نکاح کو بیان کیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۹۹، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، فیصل آباد)

حدیث، تاریخ اور اکابر علماء کرام کی ان تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی منکر اور ہٹ دھرم اس نکاح کا انکار کرتا ہے تو اس کی بات کو کون سنتا ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین اور حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین کا غیر فاطمی جوانوں سے نکاح

امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین کا نکاح حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے ہوا، پھر ان کے بعد ان کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا۔

اور حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا، ان کی وفات کے بعد ان کا نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام سے ہوا، ان سے قرین پیدا ہوئے اور ان کی نسل چلی، پھر حضرت سکینہ کا نکاح اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا، انہوں نے دخول سے پہلے آپ کو طلاق دے دی، پھر آپ کا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا، انہوں نے سلیمان بن عبدالملک کے حکم سے آپ کو طلاق دے دی اور ہشام کی خلافت کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوگئی۔ یہ ابوالیقظان کا قول ہے۔ اور ہیثم بن عدی نے بیان کیا ہے کہ سیدہ سکینہ کا نکاح عمرو بن حکیم بن حزام سے ہوا، اس کے بعد آپ کا نکاح عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا، اس کے بعد آپ کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا، اور ابن الکلبی نے کہا کہ حضرت سکینہ کے پہلے شوہر اصبغ بن عبدالعزیز تھے جو عمر بن عبدالعزیز کے بھائی تھے، وہ مصر میں آپ کو دیکھنے سے پہلے فوت ہو گئے، اس کے بعد آپ کا نکاح عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا، پھر اس کے بعد آپ کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا، پھر آپ کا نکاح عبداللہ بن عثمان بن حکیم بن حزام سے ہوا، ان سے عثمان پیدا ہوئے جن کو قرین کہتے ہیں اور مصعب سے آپ کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی، اس کے بعد آپ کا نکاح ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے ہوا جو ابراہیم بن سعد فقیہ کے دادا تھے۔

(المعارف ص ۹۴۔۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۰۳ھ لکھتے ہیں: حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کا نکاح ان کے عم زاد حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے ہوا۔ ان سے عبداللہ، ابراہیم، حسن اور زینب پیدا ہوئے، پھر وہ فوت ہو گئے تو حضرت فاطمہ بنت حسین کے حکم سے ان کے صاحب زادے عبداللہ بن حسن نے ان کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہم سے کر دیا تھا اور ان سے قاسم اور محمد پیدا ہوئے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۷۳، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی ذکر کیا ہے کہ: حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کا دوسرا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۳، دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ)

نیز امام محمد سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما سے سب سے پہلے حضرت مصعب بن زبیر نے عقد کیا، ان سے فاطمہ پیدا ہوئیں، پھر وہ شہید ہو گئے تو ان کا عقد عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان سے عثمان قرین حکیم اور ربیحہ پیدا ہوئے، ان کی وفات کے بعد ان کا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان کی وفات کے بعد سیدہ سکینہ کا نکاح ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری سے ہوا، یہ نکاح سیدہ سکینہ نے از خود کیا تھا۔ وہ تین ماہ ان کے ساتھ رہیں، پھر ہشام بن عبدالملک نے مدینہ کے والی کو حکم دیا کہ ان میں تفریق کر دی جائے۔ (کیونکہ بعض فقہاء کے نزدیک عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی) سو ان میں تفریق کر دی گئی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۷۵، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ)

علامہ شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ نے بھی سیدہ سکینہ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب کے نکاحوں کی مذکورہ

Marfat.com

الصدر تفصیل بیان کی ہے۔ (وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۶۸، منشورات الشریف، قم ایران)

حضرت حسن بن حسن کی صاحب زادیوں کا غیر فاطمی جوانوں سے نکاح

ان کے علاوہ حضرت حسن بن حسن کی صاحب زادیوں کا نکاح بھی غیر فاطمی جوانوں سے ہوا اور حضرت علی بن حسین بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہم کی صاحب زادیوں کا نکاح بھی غیر فاطمی جوانوں سے ہوا۔ اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے:

(جمہرۃ انساب العرب ج ۲ ص ۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۳ھ)

فاطمی سیدات کے غیر فاطمی جوانوں کے ساتھ نکاح کو حرام کہنے والوں کے لیے لمحہ فکریہ

مذکور الصدر تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت علی نے اپنی صاحب زادی سیدہ ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح کیا اور حضرت سیدہ فاطمہ بنت الحسین بن علی رضی اللہ عنہم اور حضرت سیدہ سکینہ بنت الحسین بن علی رضی اللہ عنہم کا نکاح بھی غیر فاطمی جوانوں سے ہوا اور حضرت حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی چار صاحبزادیوں کا اور حضرت علی بن حسین بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہم کی پانچ صاحب زادیوں کا نکاح غیر فاطمی جوانوں سے ہوا، تو جو لوگ فاطمی سیدہ کا نکاح غیر فاطمی مرد سے ناجائز اور حرام کہتے ہیں اور ان کی اولاد کو اولاد الزنا قرار دیتے ہیں وہ لوگ بتائیں کہ ان مکرم سید زادیوں کے طیب نکاحوں کو ناجائز اور حرام کہنا اور ان کی اولاد کو اولاد الزنا قرار دینا ان مقدس خواتین اور بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کس قدر بے ادبی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہوں نے اپنے اس قول سے کس قدر ایذاء پہنچائی ہے۔

سیدہ کے غیر سید سے نکاح کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا موقف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا کہ پٹھان کے لڑکے اور سید کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: سائل مظہر کی لڑکی جوان ہے اور اس کا باپ زندہ ہے، دونوں کو معلوم ہے کہ یہ پٹھان ہے اور دونوں اس عقد پر راضی ہیں، جب صورت یہ ہے تو اس نکاح کے جواز میں اصلاً کوئی شبہ نہیں کما نص فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۸۷، سنی دار الاشاعت، فیصل آباد)

نیز اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ آیا عجمی عالم سیدہ کا کفوء ہے یا نہیں۔ اعلحضرت نے جواب لکھا: ہاں! دین دار عالم سیدہ کا کفوء ہے کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے زیادہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۹۱ ملخصاً، سنی دار الاشاعت، فیصل آباد)

نیز اعلیٰ حضرت سے حسب ذیل سوالات کیے گئے:

(۱) ایک عورت ہے جو نسبی سیدہ ہے، اس سے کسی شخص نے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کیا تو اس کو لوگ کافر کہتے ہیں تو شخص مذکور کافر ہوا یا نہیں؟

جواب: حاشاللہ اسے کفر سے کیا علاقہ، کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہیے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی صاحب زادی حضرت ام کلثوم کو کہ بطن پاک حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا سے تھیں، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور ان سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور امیر المومنین حضرت عمر نسباً سادات سے نہیں۔

(۲) عورت بالغہ جو نسباً سیدہ ہے باکرہ ہو یا مطلقہ کسی شخص جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کرے تو جائز ہو گا یا نہیں؟

Marfat.com

جواب: سیدہ، عاقلہ، بالغہ، اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفوء سے نکاح کرے گی ہو جائے گا اگر چہ سید نہ ہو، مثلاً شیخ، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی یا عباسی اور اگر غیر کفوء سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا جیسا کہ کسی شیخ، انصاری، مغل یا پٹھان سے مگر جب کہ وہ معزز عالم دین ہو (تو نکاح ہو جائے گا)۔

(۳) مرد غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا اور اگر وہ نکاح جائز ہوا تو جو اولاد اس سے پیدا ہوگی تو وہ نسبا سید کہلائے گی یا نہیں؟

جواب: جب باپ سید نہ ہو تو اولاد سید نہیں ہو سکتی اگر چہ ماں سیدانی ہو۔ واللہ تعالیٰ علم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۹۹، سنی دار الاشاعت، فیصل آباد)

مسئلہ کفو کی تحقیق میں حرف آخر

ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۱۰۵۔ ۱۰۲۳، میں مسئلہ غیر کفوء میں نکاح کے جواز کو بہت تفصیل سے لکھا ہے اور یہاں نعمۃ الباری میں اس کے ثبوت میں بہ کثرت احادیث، تاریخی روایات اور مسلم اکابر اسلام کی تصریحات ذکر کی ہیں اور ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تحریر کو قبول فرمائے اور نفع آور بنائے اور موافقین کے لیے وجہ استقامت بنائے اور منکرین اور مانعین کو ہدایت عطا فرمائے۔ وما ذالك على الله بعزيز۔ میں نے اس تحقیق کی تحریر میں جو قلم کی سیاہی خرچ کی ہے میرے گناہ اس سے بہت زیادہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا از راہ کرم یہی طریقہ ہے کہ گناہ اگر چہ سمندروں کے جھاگ سے بھی زیادہ ہوں وہ اپنی رحمت اور اپنے فضل سے نیکی کے ایک قطرہ سے ان تمام گناہوں کو دھو ڈالتا ہے۔ سوالہ العالمین! آپ میرے گناہوں کو معاف فرما دیں اور اپنے فضل سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے مجھے قبر کے عذاب، دوزخ کے عذاب، حشر کے عذاب اور قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ اور مامون رکھیں اور مجھے جنت الفردوس عطا فرمائیں اور میں اپنے والدین، اساتذہ اور احباب اور نعمۃ الباری کے معاونین اور قارئین کے لیے بھی یہی دعا کرتا ہوں۔ آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبك سیدنا محمد و علی آله و اصحابه وازواجه و ذریته و امته من المفسرین والمحدثین والفقهاء المجتهدين والمفتين والعلماء العاملين الی یوم الدین۔

۱۷۔ بَابُ: الْأَكْفَاءِ فِي الْمَالِ وَتَزْوِيجِ الْمُقِلِّ الْمُثْرِيَةَ

کفوء میں مال کا اعتبار کرنا اور تنگ دست کا مال دار عورت سے نکاح کرنا

۵۰۹۲۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رضی الله عنها ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى﴾ (النساء: ۳) قَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي هَذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا وَمَالِهَا وَيُرِيدُ أَنْ يَنْتَقِصَ صَدَاقَهَا فَنُهُوا عَنْ نِكَاحِهِنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ قَالَتْ وَاسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى (النساء: ۳) اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے۔ حضرت عائشہ نے کہا: اے میرے بھانجے! یہ یتیم لڑکی اپنے ولی کے زیر پرورش ہوتی تھی، وہ اس کے حسن و جمال اور مال میں رغبت رکھتا تھا اور چاہ

بَعْدَ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء:١٢٧) فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَهُمْ اَنَّ الْيَتِيْمَةَ اِذَا كَانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَمَالٍ رَغِبُوا فِي نِكَاحِهَا وَنَسَبِهَا وَسُنَّتِهَا فِي اِكْمَالِ الصَّدَاقِ وَاِذَا كَانَتْ مَرْغُوبَةً عَنْهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَكُوهَا وَاَخَذُوا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ فَكَمَا يَتْرُكُونَهَا حِيْنَ يَرْغَبُونَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَنْكِحُوهَا اِذَا رَغِبُوا فِيْهَا اِلَّا اَنْ يُقْسِطُوا لَهَا وَيُعْطُوهَا حَقَّهَا الْاَوْفٰى فِي الصَّدَاقِ۔

چاہتا تھا کہ اس کا مہر کم رکھے تو ان کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے کو منع کر دیا گیا سوائے اس کے کہ ان کا مکمل مہر دیں اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ان کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کریں۔ حضرت عائشہ نے بیان کیا: اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ (النساء:١٢٧) اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے: اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے اور وہ احکام بھی جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں جن کا تم وہ حق انہیں نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ حکم نازل کیا کہ جب یتیم لڑکی خوبصورت اور مال دار ہو اور اس کے ولی اس کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت رکھیں تو وہ اس لڑکی کا مکمل مہر دیں۔ اور جب وہ اس لڑکی کے مال میں کمی اور حسن میں کمی کی وجہ سے اس سے اعراض کریں تو وہ اس یتیم لڑکی کو چھوڑ دیں اور اس کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کر لیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: جب وہ اس سے اعراض کر کے اس کو چھوڑ دیں تو پھر ان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس میں رغبت کر کے اس سے نکاح کریں مگر اس صورت میں جب ان کے ساتھ انصاف کریں اور مہر میں ان کا پورا حق ادا کریں۔

اس حدیث کی شرح میں صحیح البخاری: ۲۴۹۴ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۴۹۴، ۵۰۹۲، ۵۰۹۸، ۵۱۲۸، ۵۱۳۱، ۶۹۶۵، صحیح مسلم: ۳۰۱۸، سنن ابوداؤد: ۲۰۶۸، سنن نسائی: ۳۳۴۳)

اَلْمُثْرِيَه کا معنی اور اس حدیث کی روایت سے امام بخاری کی غرض

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان میں المثریہ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: مال دار عورت۔

Marfat.com

امام بخاری کی اس حدیث کو روایت کرنے سے غرض یہ ہے کہ ایک تنگ دست کی کوئی مال دار عورت رشتہ دار ہوتی ہے تو اگر وہ اس کا پورا مہر ادا کرے تو اس کا اس کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا مال میں کفوء ہونا دین میں کفوء ہونے کے تابع ہے، اور اگر یتیم لڑکی کا ولی اس سے نکاح کا ارادہ کرے اور اس کا مال یتیم لڑکی کے مال سے کم ہو اور وہ نیک مرد ہو اور وہ اس لڑکی کے ساتھ انصاف کر کے اس کو پورا مہر دے تب بھی اس ولی کا لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سلطان کی اجازت کے بغیر یتیم لڑکی کا نکاح کرنے میں فقہاء مذاہب کی آراء

حضرت عائشہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ یتیم لڑکی کے ولی کا اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے خواہ سلطان نے اجازت نہ دی ہو، فقہاء میں سے حسن بصری، ربیعہ، امام مالک، لیث، الاوزاعی، الثوری اور امام ابوحنیفہ، ابوالثور اور ابن حزم نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور امام زفر اور امام شافعی نے کہا ہے کہ سلطان کی اجازت کے بغیر ولی کا اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اور داؤد بن علی ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ عقد کی شرط ولایت ہے، اور امام مالک کے نزدیک دخول سے پہلے اور دخول کے بعد یہ نکاح منسوخ کر دیا جائے گا۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۲۶۰۔۲۵۹، عیون المجالس ج ۳ ص ۱۰۶۹۔۱۰۶۸، المحلیٰ ج ۹ ص ۴۷۳۔۴۷۴)

نابالغ لڑکی کا نکاح کرنے میں ولی کا حق

اور امام ابوحنیفہ نے النساء: ۳ اور النساء: ۱۲۷، کی تفسیر میں کہا ہے کہ یتیمہ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو نابالغہ ہو اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اس کا ولی اس کے بالغہ ہونے سے پہلے ہی اس کا نکاح کر سکتا ہے اور امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے مگر یہ مشہور نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اس کا نکاح نہیں کر سکتا، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو اس کا نکاح کر سکتا ہے۔

(احکام القرآن للجصاص الحنفی ج ۲ ص ۷۸۔۷۷، احکام القرآن لابن العربی المالکی ج ۱ ص ۴۰۶۔۴۰۵، التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۶۵۔۲۶۱ ملخصاً، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۱ھ)

تنگ دست مرد کا مال دار عورت سے نکاح کرنے کا جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کفوء میں مال کا اعتبار کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ کفوء میں مال کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور امام شافعی سے یہ بھی منقول ہے کہ کفوء میں، دین، مال اور نسب معتبر ہے فقہاء کی ایک جماعت نے اور الماوردی نے اس کا ذکر کیا ہے، اور یہ اختلاف دیہاتی کے ساتھ مخصوص ہے جو مال کی بجائے نسب میں فرق کرتے ہیں اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تنگ دست مرد مال دار عورت سے نکاح کر سکتا ہے جب وہ عورت اور اس کا ولی اس نکاح پر راضی ہوں۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ولی یتیم لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔ اوائل نکاح میں اس پر بحث گزر چکی ہے اور عنقریب اس کی تفصیل ذکر کی جائے گی۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اسی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲۴)

علامہ زرہونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کفوء میں مال معتبر ہے یا نہیں۔ فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک زیادہ مشہور یہ ہے کہ کفوء میں مال کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور شیخ خلیل مالکی نے کہا کہ مال دار لڑکی کا باپ تنگ دست مرد سے اس کا نکاح کر سکتا ہے۔

(مختصر خلیل ج ۱ ص ۱۱۷) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۴۷۹۔۴۷۸، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

Marfat.com

شیخ محمد صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ نے بھی لکھا ہے کہ تنگ دست مال دار عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔
(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۴۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۸۔ بَابُ: مَا يُتَّقَى مِنْ شُؤْمِ الْمَرْأَةِ إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ

عورت کی نحوست سے بچنے کا حکم اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں۔ (التغابن: ۱۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں: شوم کا معنی ہے: منحوس اور یہ مبارک کی ضد ہے اور اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ بعض عورتیں نامبارک ہوتی ہیں جیسا کہ من تبعیضیہ کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۰۹۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ وَسَالِمٍ ابْنَيْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ الشُّؤْمُ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمزہ و سالم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نحوست عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۲۰۹۹ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری ۲۰۹۹، ۵۰۹۳، ۵۰۹۴، ۵۷۵۲، ۵۷۷۲، سنن ابوداؤد: ۳۹۲۲، سنن نسائی: ۳۵۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۵)

۵۰۹۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَسْقَلَانِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرُوا الشُّؤْمَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں، ہمیں محمد بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن محمد العسقلانی نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نحوست کا ذکر کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نحوست کسی چیز میں ہے تو وہ گھر میں، عورت میں اور گھوڑے میں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۲۰۹۹ میں گزر چکی ہے۔ اس کی تخریج حسب سابق ہے۔

۵۰۹۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ فَفِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالْمَسْكَنِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں (نحوست) ہو تو وہ گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں ہے۔

اس حدیث کی شرح ۲۸۵۹ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۰۹۵، مؤطا امام مالک ج ۲ ص ۹۷۲، رقم: ۱۷۴۹، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۸، رقم: ۲۹۱۷، سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۴)

۵۰۹۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان التیمی، انہوں نے کہا: میں نے ابوعثمان النہدی سے سنا از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں پر عورتوں سے بڑا مضر فتنہ نہیں چھوڑا۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح بخاری: ۵۰۹۶، صحیح مسلم: ۲۷۴۱، سنن ترمذی: ۲۷۸۰، سنن نسائی: ۹۲۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۸، مسند احمد ۲۱۷۴۶، صحیح ابن حبان: ۵۹۶۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۱۵، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۶۰۸، مسند الحمیدی: ۵۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۴۰۵، مسند البزار: ۲۵۵۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۱۵۳، مسند ابویعلیٰ: ۹۷۲، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۵ ۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۱، تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۲۹، شرح السنۃ: ۲۲۴۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۲۶، مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۰، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید اور احادیث سے عورت کے نقصان دہ فتنہ ہونے کا بیان

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث: ۵۰۹۶، میں مذکور ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں پر عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ نہیں چھوڑا۔

اس حدیث کی تائید درج ذیل آیات سے ہوتی ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ۔ لوگوں کے لیے عورتوں سے خواہشات کی محبت خوش نما بنا دی گئی ہے۔ (آل عمران: ۱۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۵۴۱)

ربیع الابرار میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بری عورتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرو اور نیک عورتوں سے محتاط رہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ابلیس ملا۔ وہ بازار میں پانچ سرخ کپڑوں کی گٹھڑیاں لے کر پھر رہا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: میں خریدنے والی عورتوں کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ الحدیث۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "عورتوں کے اوپر پورا پورا شر ہے" اور ان سے بہت کم استغناء ہو سکتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا: ان کا فتنہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب شام کے کپڑے اور عراق کے حلہ اور یمن کے کپڑے پہنیں جائیں اور عورتیں بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح مٹک مٹک کر چلیں تو وہ تنگ دست مردوں کو ایسی چیزیں لانے کا مکلف کرتی ہیں جو ان کے پاس نہیں ہوتیں۔ (کتاب الزہد لابن المبارک: ۸۷۵) امام ابونعیم نے اس حدیث کی حضرت معاذ بن جبل سے روایت کی ہے۔

Marfat.com

اس باب کی احادیث کے دوسری احادیث سے تعارض کا جواب

صحیح البخاری: ۵۰۹۳، ۵۰۹۴، ۵۰۹۵، میں مذکور ہے کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے۔ ان احادیث پر یہ اعتراض ہے کہ دوسری احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نحوست اور بدفالی نکالنے سے منع فرمایا ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''بدفالی نکالنا شرک ہے''۔ یہ حضرت ابن مسعود کا قول ہے: اور ہم میں سے ہر شخص بدفالی نکالتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بدفالی کے سبب سے توکل کو اٹھالیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۶۱۴)

عروہ بن عامر بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی ناپسندیدہ فال دیکھو تو کہو: اے اللہ! نیکیوں کو تو ہی لاتا ہے اور برائیوں کو تو ہی دفع کرتا ہے اور گناہوں سے پھرنے اور نیکیوں کو کرنے کی طاقت تیری مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۳۹۲۱)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں بدفالی ہو سکتی ہے تو وہ عورت میں ہے، سواری میں ہے اور گھر میں ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۳۱۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۶۸۷) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۶۹۔۲۷۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

بہ کثرت احادیث سے عورت، گھر اور سواری کی نحوست کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث کی تفسیر درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے: امام احمد اور امام ابن حبان اور حاکم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کی سعادت تین چیزوں میں ہے: نیک بیوی، آرام دہ گھر اور آرام دہ سواری۔ اور ابن آدم کی شقاوت تین چیزوں میں ہے: بری بیوی، برا گھر اور بری سواری۔ اور حاکم کی روایت میں ہے: تین چیزوں میں شقاوت ہے: ایسی عورت جو تم کو بری دکھائی دے اور اس کی زبان دراز ہو اور ایسی سواری کہ اگر تم اس کو مارو تو وہ تم کو تھکا دے اور اگر تم اس کو چھوڑ دو تو وہ تم کو تمہارے اصحاب کے ساتھ نہ ملائے (یعنی سستی سے چلے) اور ایسا گھر جو بہت تنگ ہو اور اس میں سہولت کی چیزیں نہ ہوں۔ اور امام طبرانی نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ دنیا میں مرد کی شقاوت برا گھر، بری عورت اور بری سواری ہے اور برا گھر وہ ہے جس کا صحن تنگ ہو اور اس کے پڑوسی بدکردار ہوں، اور بری سواری وہ ہے جس کی پشت پر سوار ہونا مشکل ہو اور بری عورت وہ ہے جو بانجھ ہو اور بدمزاج ہو۔

عورتوں کے نقصان دہ فتنہ کا بیان

عورتوں کا نقصان دہ فتنہ یہ ہے کہ عورت اپنے بیٹے کو زیادہ حصہ دلاتی ہے اور اپنے شوہر کے دوسرے بیٹوں کو اتنا حصہ نہیں دلاتی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے والد نے اپنی بیوی کے کہنے سے اس کے بیٹے (یعنی حضرت نعمان بن بشیر) کو ایک باغ ہبہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ بنانا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا''۔ اس حدیث کی امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے۔

بعض حکماء نے کہا ہے کہ عورتوں کا نقصان دہ فتنہ یہ ہے کہ وہ ناقصة العقل والدین ہونے کے باوجود مردوں کو ایسے کاموں پر مجبور کرتی ہیں، جن کاموں میں ان کی عقل اور دین کا نقصان ہوتا ہے، مثلاً وہ مردوں کو دنیا کمانے پر برانگیختہ کرتی ہیں جس کی وجہ سے وہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی سے غافل ہو جاتے ہیں اور آمدنی کے ناجائز ذرائع استعمال کرتے ہیں، اس سے بڑھ کر

Marfat.com

عورتوں کا فتنہ اور فساد کیا ہوگا۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے جس میں ہے، عورتوں سے ڈرو کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے آیا تھا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے ان احادیث کی شرح میں اس شرح کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲۶)

عورت، گھر اور گھوڑے کی نحوست

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ باجی نے لکھا ہے کہ گھر کی نحوست یہ ہے کہ اس گھر میں رہنے والے کا مال اور اس کی اولاد کم ہو اور بیوی کی نحوست یہ ہے کہ اس سے اولاد پیدا نہ ہو۔ (المنتقی ج ۹ ص ۴۵۱)

شیخ زروق نے کہا ہے کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ بدمزاج ہو اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ وہ سرکش ہو اور گھر کی نحوست یہ ہے کہ اس میں رہنے کی جگہ تنگ ہو اور اچھا بنا ہوا نہ ہو۔

(شرح زروق ج ۲ ص ۴۱۲) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۱۱ ص ۳۸۰، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

احادیث مذکورہ پر ایک اعتراض کا جواب

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے ان احادیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض عورتیں اپنے خاوند کے لیے مبارک ہوتی ہیں، اس کی نیکی اور تقویٰ پر مدد کرتی ہیں اور اس کی اولاد کی اچھی تربیت کرتی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: ہر عورت میں ضرور یہ نحوست موجود ہوتی ہے بلکہ ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ بعض عورتوں، بعض گھروں اور بعض سواریوں میں یہ نحوست ہوتی ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۴۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۹- بَابُ: الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ

۵۰۹۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ عَتَقَتْ فَخُيِّرَتْ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَبُرْمَةٌ عَلَى النَّارِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأُدْمٌ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ أَلَمْ أَرَ الْبُرْمَةَ فَقِيلَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ۔

غلام کے نکاح میں آزاد عورت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا میں تین سنتیں تھیں ان کو آزاد کیا تو انہیں اپنے خاوند کے نکاح میں برقرار رہنے کا اختیار دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے۔ اس وقت دیگچی آگ پر رکھی ہوئی تھی، آپ کے پاس روٹی اور گھر کے سالن میں سے کوئی سالن لایا گیا، آپ نے فرمایا: کیا میں دیگچی کو نہیں دیکھ رہا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ

بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے اور آپ صدقہ نہیں کھاتے تو آپ نے فرمایا: یہ
اس پر صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۵۶، ۵۰۹۷، ۵۲۷۹، ۵۲۸۴، ۵۴۳۰، ۶۷۱۷، ۶۷۵۱، ۶۷۵۴، ۶۷۵۸، ۶۷۶۰، صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ابوداؤد ۳۹۲۹، سنن ترمذی: ۲۱۳۱، سنن نسائی: ۳۶۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۱، السنن الکبریٰ: ۳۴۰۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۶۱۱، المعجم الاوسط: ۳۷۷۵، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۳۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳)

حدیث مذکور کی امام بخاری کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ آزاد عورت غلام کے عقد میں آسکتی ہے جب کہ وہ عورت اس عقد پر راضی ہو اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس وجہ سے ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے۔

التلویح میں مذکور ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت بریرہ کے شوہر غلام تھے یا آزاد تھے اور اس سلسلہ میں احادیث متعارض ہیں۔ بعض احادیث میں مذکور ہے: وہ آزاد تھے اور بعض احادیث میں مذکور ہے کہ وہ غلام تھے۔ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ امام بخاری کے نزدیک راجح یہ ہے کہ وہ غلام تھے کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ راجح یہ ہے کہ وہ آزاد تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کے عنوان سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام ہوں اور دو اقوال میں سے کسی ایک قول کے اوپر ترجیح نہیں ہے اس لیے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے۔

جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اس کو خیار عتق ہوتا ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، شعبی، نخعی، ثوری، محمد بن سیرین، طاؤس، مجاہد، حماد بن ابی سلیمان اور حسن بن مسلم، ابوقلابہ، ایوب السختیانی، حسن بن صالح، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور ابوثور نے کہا ہے کہ جب کسی باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو سابق نکاح میں برقرار رہنے کا اختیار دیا جاتا ہے خواہ اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام ہو اور اہل الظاہر کا بھی یہی مذہب ہے اور عطاء بن ابی رباح اور سعید بن المسیب اور حسن بصری، ابن ابی لیلیٰ، اوزاعی، زہری، لیث بن سعد، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ اگر اس کا خاوند غلام ہو تو اس کو نکاح سابق میں برقرار رہنے کا اختیار ہوگا اور اگر اس کا خاوند آزاد ہو تو پھر اس کو کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

حضرت بریرہ کے شوہر کے آزاد یا غلام ہونے کے متعلق مختلف متضاد روایات

فقہاء اور محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آیا آزاد تھے یا غلام؟ سو امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ نے از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ ان کا شوہر آزاد تھا اور اس طرح امام بیہقی نے روایت کی ہے۔ اور امام طحاوی، امام مسلم، امام ابوداؤد نے بھی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ ان کا شوہر غلام تھا۔ اور امام مسلم نے بھی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ ان کا شوہر غلام تھا اور اسی طرح امام نسائی نے روایت کی ہے، اور امام بخاری نے کتاب الطلاق میں از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا

Marfat.com

شوہر غلام تھا جس کا نام مغیث تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں گویا کہ میں اس کی طرف دیکھتا تھا وہ حضرت بریرہ کے پیچھے روتا ہوا گھومتا تھا اور اس کے آنسو اس کی ڈاڑھی پر بہہ رہے ہوتے تھے۔الحدیث

حدیث مذکور کی متعدد توجیہات اور صحیح توجیہ یہ ہے کہ جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو خیار عتق ہوتا ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام

یہ احادیث متعارضہ ہیں اور اکثر علماء نے ان کے معانی اور اس کی تخریج میں کئی وجوہ بیان کی ہیں، امام محمد بن جریر طبری نے اس کو ایک کتاب میں لکھا ہے اور امام محمد بن خزیمہ نے بھی اس کو ایک کتاب میں لکھا ہے، اسی طرح متعدد علماء نے اس کو متعدد ابواب میں لکھا ہے اور اس سے مسائل محتملہ اور تاویلات ممکنہ نکالی ہیں، جن کی صحت قطعی نہیں ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ان مختلف احادیث کو ایسی صورت پر محمول کیا جائے جس میں تضاد نہ ہو اور حریت غلامی کے بعد لاحق ہوتی ہے اور اس کے برعکس نہیں ہوتا یعنی پہلے کوئی شخص غلام ہوتا ہے، پھر اس کو آزاد کیا جاتا ہے اور آزاد کو غلام نہیں بنایا جاتا، پس ثابت ہوا کہ حضرت مغیث آزاد تھے، تب حضرت بریرہ کو اختیار دیا گیا کہ وہ ان کے نکاح میں رہیں یا نہ رہیں اور اس سے پہلے وہ غلام تھے اور جس نے ان کے غلام ہونے کی خبر دی ہے اس کو ان کے پہلے آزاد ہونے کا علم نہیں تھا اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو ان کے نکاح میں برقرار رہنے کا اختیار نہیں دیا کیونکہ وہ اس وقت غلام تھے اور نہ اس وقت اختیار دیا جب وہ آزاد ہو گئے تھے، حضرت بریرہ کو اس وقت اختیار دیا گیا جب حضرت بریرہ کو آزاد کر دیا گیا، سو ہر آزاد شدہ باندی کو اختیار دینا واجب ہو گیا (کیونکہ جب وہ باندی تھی تو اس کے شوہر کی ملکیت اس پر کم تھی اور اس کو صرف دو طلاقیں دینے کا حق تھا اور جب وہ آزاد کر دی گئی تو اس کے شوہر کی ملکیت اس پر بڑھ گئی تو اب اس کو تین طلاقیں دینے کا حق ہے اس لیے اس باندی کو یہ اختیار دیا گیا کہ آیا وہ شوہر کے اپنے اوپر زیادہ ملکیت کو قبول کرتی ہے یا نہیں۔اگر وہ قبول نہیں کرتی تو پھر وہ اس نکاح پر برقرار نہیں رہے گی۔حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے آزاد ہونے کے بعد اس نکاح پر برقرار رہنے کو قبول نہیں کیا اور وہ حضرت مغیث سے الگ ہو گئیں، اس لیے حضرت مغیث ان کی یاد میں اور ان کے فراق میں ان کی محبت کی وجہ سے ان کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے گھومتے رہتے تھے۔(سعیدی غفرلہ)

اور بعض آثار میں یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے فرمایا کہ اب تم اپنے نفس کی مالک ہو، پس تم اس نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کو اختیار کر لو اور اسی طرح تمہید میں ہے، پس ہر باندی اپنے نفس کو اختیار کر سکتی ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور جب صدقہ ہدیہ ہو جائے تو وہ سید اور غنی کو کھلایا جا سکتا ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت بریرہ میں تین سنتیں ہیں: ایک یہ کہ انہیں آزاد کیا گیا، پھر انہیں نکاح میں برقرار رہنے کا اختیار دیا گیا، دوسری سنت یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا حصہ مکاتبت یہودیوں کو ادا کر کے حضرت بریرہ کو آزاد کرا لیا تو یہودیوں نے کہا: ان کی ولاء ہمارے لیے ہوگی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رد کر کے فرمایا: ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے، اور تیسری سنت یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر والوں سے کہا کہ دیگچی میں جو گوشت ہے وہ مجھے کھلاؤ تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ گوشت تو حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا تھا، تب آپ نے فرمایا: یہ ان کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے اور صدقہ اور ہدیہ میں فرق یہ ہے کہ صدقہ قبضہ کرنے والے کی ملک ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نہیں کھاتے تھے اور صدقہ میں صرف اجر آخرت کی توقع ہوتی ہے اور ہدیہ دوسروں کو دیا جا سکتا ہے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ تبدیلی ملک سے تبدیل عین ہو جاتا

ہے یعنی حضرت بریرہ اپنا صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ طور ہدیہ دے سکتی تھیں، اسی طرح دینی مدارس میں طلبہ کو جو زکوٰۃ کی مد میں کھانا دیا جاتا ہے وہ ان پر صدقہ ہوتا ہے لیکن کھانا وہ کسی سید کو یا کسی غنی کو کھلا سکتے ہیں۔ (اضافہ از سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲۸۔ ۱۲۷، ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ اور علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی بہت سرسری چند سطروں میں شرح کی ہے اس لیے ہم نے ان کی شروح کو حذف کر دیا اور علامہ عینی حنفی نے اس حدیث کی چونکہ بہت مفصل شرح کی ہے اور تمام مذاہب بیان کیے ہیں، اس لیے ان کی شرح کو اختیار کیا ہے، باقی متروکہ شروح کے حوالہ جات درج ذیل ہیں: (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۵۲، التوضیح ج ۲۴ ص ۲۷۴۔ ۲۷۳، فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۱)

چونکہ تبدیل ملک سے تبدیل عین ہو جاتا ہے اس لیے حرام کاروبار کرنے والے سے کوئی چیز صحیح طریقہ سے خریدنا اور اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ گوشت بریرہ پر صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طعام کے کسب کا طریقہ مختلف ہو اس کا حکم مختلف ہو جاتا ہے، پس حضرت بریرہ نے اس طعام کو بہ طور طعام صدقہ حاصل کیا اب وہ اس طعام کی مالک تھیں اور ان کو اس طعام کے فروخت کرنے اور کسی کو ہدیہ دینے کا اختیار تھا اور جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ طعام ہدیہ کر دیا تو اب وہ صدقہ نہیں رہا، اسی وجہ سے بعض علماء کا یہ مذہب ہے کہ جب کسی شخص نے کسی مال کو حرام ذریعہ سے حاصل کیا ہو مثلاً سود یا رشوت سے، پھر اس مال کو دوسرا شخص صحیح شرعی طریقہ سے اس سے خرید لے تو اس کے لیے وہ مال حلال ہے کیونکہ اس نے اس مال کو صحیح طریقہ سے خریدا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہود سے طعام اور دوسری چیزیں خریدتے تھے اور ان کے ہدیوں کو قبول فرماتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے متعلق فرمایا ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ (المائدہ: ۴۲) یہ جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں (یعنی وہ سود کھاتے تھے اور رشوت لیتے تھے)۔

لذیذ چیزوں کو ترک کرنا تقویٰ نہیں ہے بلکہ مذموم ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لذیذ اور پسندیدہ کھانوں کو کھانا اور عمدہ چیزوں کو استعمال کرنا مستحب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کو طلب فرمایا اور جب بعض صحابہ نے کہا کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا تو آپ نے فرمایا: میں تو گوشت کھاتا ہوں، پس بغیر سبب شرعی کے عمدہ اور لذیذ چیزوں کو ترک کرنا تقویٰ نہیں ہے بلکہ اپنے اوپر ظلم ہے اور مذموم ہے۔ ہاں! اگر وہ دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کے لیے ایثار کرے اور اپنی پسندیدہ چیزوں کو ان کے لیے چھوڑ دے تو یہ لائق تحسین ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۵۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۰۔ بَابٌ: لَا يَتَزَوَّجُ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعٍ — چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح نہ کرے

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ (النساء: ۳) دو، دو سے نکاح کرو اور تین، تین سے نکاح کرو اور چار، چار سے۔

Marfat.com

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَعْنِي مَثْنٰى أَوْ ثُلَاثَ أَوْ رُبَاعَ۔

اور علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا: یعنی دو، دو عورتوں سے یا تین، تین عورتوں سے یا چار، چار عورتوں سے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أُولِیۡۤ اَجۡنِحَةٍ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۔ (فاطر:۱)

جو دو، دو، تین، تین اور چار، چار پروں والے ہیں۔

بہ یک وقت چار سے زائد عورتوں سے نکاح کا عدم جواز اجماع سے، قرآن مجید سے اور امام زین العابدین کے قول سے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس عنوان اور اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

رہا امام بخاری کا عنوان تو وہ اجماع سے ثابت ہے کہ چار عورتوں سے زیادہ بہ یک وقت نکاح کرنا جائز نہیں ہے سوائے رافضیوں کے جو کسی شمار اور قطار میں نہیں ہیں۔

اس عنوان کا اس آیت سے استنباط ظاہر ہے اور اس کی وضاحت اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً ۔ (النساء:۳)

پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کر سکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو۔

اور جس نے یہ کہا کہ دو، دو، تین، تین اور چار، چار کا مجموعہ مراد ہے یعنی اٹھارہ عورتوں سے نکاح کرو تو اس کا یہ قول بداہۃً غلط ہے اور لغت اور عرف کے خلاف ہے۔ اور امام بخاری نے الفاطر:۱ کو بھی اسی معنی کی وضاحت کے لیے پیش کیا ہے۔ نیز امام بخاری نے حضرت علی بن حسین یعنی حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا قول اس آیت کی تفسیر میں رافضیوں کے خلاف بہ طور حجت پیش کیا ہے کہ اس آیت میں واؤ بمعنی اَوْ ہے۔ اور یہ معنی نہیں بلکہ فرمایا یہ واؤ بمعنی اَوْ ہے اور یہ معنیٰ نہیں ہے کہ دو، دو سے تین، تین سے، اور چار چار سے نکاح کرو اور ان کو نکاح میں جمع کرو کیونکہ واؤ جمع کے لیے آتی ہے بلکہ فرمایا کہ یہ واؤ بمعنی اَوْ ہے اور اَوْ تنویع اور تقسیم کے لیے ہوتا ہے یعنی یا فقط دو، دو سے نکاح کرو یا فقط تین، تین سے نکاح کرو یا فقط چار، چار سے نکاح کرو۔ اور حضرت زید العابدین کا قول امام بخاری نے اس لیے پیش کیا ہے کہ رافضی حضرت زین العابدین کو اپنا امام مانتے ہیں اور ان کی تفسیر کو برحق قرار دیتے ہیں، سو امام زین العابدین کی یہ تفسیر ان کے خلاف قوی حجت ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۰۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى﴾ (النساء: ۳) قَالَتِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ وَهُوَ وَلِيُّهَا فَيَتَزَوَّجُهَا عَلَى مَالِهَا وَيُسِيءُ صُحْبَتَهَا وَلَا يَعْدِلُ فِي مَالِهَا فَلْيَتَزَوَّجْ مَا طَابَ لَهُ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهَا مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں فرمایا: وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی (النساء:۳) اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکوں میں انصاف نہ کر سکو گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ایک مرد کے زیر پرورش ایک یتیم لڑکی ہوتی تھی اور وہ اس کا ولی ہوتا تھا تو وہ اس کے مال کی وجہ سے اس سے نکاح کر لیتا اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرتا اور اس کے مال میں عدل نہ کرتا تو اس کو حکم

Marfat.com

دیا گیا کہ اس یتیم لڑکی کے سوا دوسری ان عورتوں سے نکاح کرلے جو اسے پسند ہوں، دو، دو سے، تین تین سے اور چار چار سے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۴۹۴، ۴۵۷۴، ۵۰۶۴، ۵۰۹۲، ۵۰۹۸، ۵۱۲۸، ۵۱۳۱، ۵۱۴۰، ۶۹۶۵، صحیح مسلم: ۳۰۱۸)

روافض کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج سے چار سے زیادہ نکاح کرنے پر استدلال اور اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری، القرطبی، المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض روافض یہ کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی نو ازواج تھیں، تو ہمیں بھی بہ یک وقت چار سے زیادہ ازواج رکھنی چاہئیں اور یہ آپ کی سنت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بہ یک وقت چار سے زیادہ ازواج رکھنا آپ کی خصوصیت تھی جس طرح آپ کی خصوصیت تھی کہ آپ بغیر مہر کے نکاح کرلیں اور بغیر گواہوں کے نکاح کرلیں اور بغیر ایجاب وقبول کے نکاح کرلیں جیسے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں ہوا، پس روافض کا قول ساقط ہو گیا۔

(شرح ابن بطال علی البخاری ج ۷ ص ۱۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

روافض کے قول کے باطل ہونے پر مزید دلیل

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غیلان بن سلمہ جب اسلام لائے تو ان کے نکاح میں دس بیویاں تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''تم ان میں سے چار بیویوں کو اختیار کرلو اور باقی بیویوں سے الگ ہو جاؤ''۔

(سنن ترمذی: ۱۱۲۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۵۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳)

پس روافض کا اعتراض ساقط ہو گیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۷۶، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے صرف اس حدیث کے عنوان اور تعلیق کی شرح کی ہے اور حدیث کی بالکل شرح نہیں کی۔

علامہ عینی نے عنوان اور تعلیق کی وہی شرح کی ہے جو حافظ ابن حجر نے کی ہے۔ اور حدیث کی شرح کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

کتاب النکاح کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتاب النکاح میں درج تمام احادیث کی شرح مکمل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ اس شرح میں مذکور مباحث کو موافقین کے لیے استقامت کا سبب بنائے اور مخالفین کے لیے ان مباحث کو ذریعہ ہدایت بنائے اور اس کی تحریر میں مجھ سے جو فروگزاشت ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ اس کو اور میری دیگر تمام لغزشوں کو معاف فرمائے اور اس شرح کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمائے اور مجھے دنیا میں صحت اور توانائی عطا فرمائے اور آخرت میں قبر کے عذاب سے، دوزخ کے عذاب سے، حشر کے عذاب سے اور قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ اور مامون فرمائے، اور اپنے فضل وکرم سے مجھے، میرے والدین کو، میری

Marfat.com

ہمشیر کو، میرے تمام اساتذہ کو اور تمام تلامذہ کو اور میرے احباب اور قارئین کو اور نعمۃ الباری کے ناشر اور معاونین کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور اب میں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل پر توکل کرتے ہوئے صحیح البخاری کی کتاب الرضاع کی ابتداء کر رہا ہوں۔ الٰہ العالمین! مجھے اس کی شرح میں استقامت پر قائم رکھنا اور غلطیوں سے محفوظ رکھنا۔ آمین، یا رب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

۱۷ ذی الحج ۱۴۳۲ھ/ ۱۴ نومبر ۲۰۱۱ء

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ الرَّضَاعِ

دودھ کے رشتوں کے احکام

۲۱۔ بَابُ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ

اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا (وہ بھی تم پر حرام ہیں)

وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔

دودھ کے رشتوں سے وہ حرام ہوتے ہیں جو نسب کے رشتوں سے حرام ہوتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس عنوان کے بعد امام بخاری نے تین احادیث روایت کی ہیں۔ صحیح بخاری کی بعض شروح میں اس عنوان سے پہلے ''کتاب الرضاع'' لکھا ہوا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۰۹۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ فَقَالَ نَعَمْ الرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی بکر از عمرہ بنت عبدالرحمٰن، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف فرما تھے اور حضرت عائشہ نے کسی مرد کی آواز سنی جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ مرد آپ کے گھر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ یہ فلاں مرد ہے جو حفصہ کا رضاعی چچا ہے۔ حضرت عائشہ نے پوچھا: اگر فلاں مرد زندہ ہوتا جو میرا رضاعی چچا تھا تو کیا وہ میرے پاس آ سکتا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! رضاعت ان رشتوں کو حرام کر دیتی ہے جن رشتوں کو ولادت حرام کرتی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۴۶ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۶۴۶، ۵۰۹۹، صحیح مسلم: ۱۴۴۴، سنن نسائی: ۳۳۱۳)

Marfat.com

دودھ پینے کی وجہ سے حرمت کے رشتوں کی تفصیل

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس پر اجماع ہے کہ جو رشتے ولادت سے حرام ہوتے ہیں وہ رشتے دودھ پینے کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔ اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں (بھی تم پر حرام ہیں)۔ (النساء: ۲۳)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

پس جب رضاعی ماں اور رضاعی خالہ حرام ہے تو اسی طرح ان کا شوہر بھی حرام ہے کیونکہ وہ دودھ پینے والی کا والد ہے اور اس لیے کہ دودھ ان دونوں سے حاصل ہوا ہے اور یہ حرمت ان کی اولاد تک پھیلے گی، پس دودھ پلانے والی کے شوہر کا بھائی دودھ پینے والی کا چچا ہے اور اس کا بھائی اس کا ماموں ہے، لہٰذا دودھ کے رشتہ سے پھوپھیاں اور خالائیں اور چچا اور ان کی بیٹیاں نسبی رشتوں کی طرح حرام ہیں۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: جب کسی مرد کی بیوی کسی لڑکی کو دودھ پلائے تو وہ لڑکی اس مرد کے بیٹے پر اور اس کے باپ اور دادا پر اور اس کے پوتوں پر اور اس کے نواسوں پر حرام ہو جاتی ہے، اور جب دودھ پینے والا لڑکا ہو تو اس کے اوپر دودھ پلانے والے کی اولاد حرام ہو جاتی ہے اور دودھ پلانے والی عورت کے خاوند کی اولاد بھی اس لڑکے پر حرام ہو جاتی ہے، اور اس لڑکے کے لیے اس کی رضاعی پھوپھی اور رضاعی خالہ اور رضاعی بھتیجی حلال نہیں ہیں۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۷ ص ۱۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

رضاعت کی وجہ سے رضاعی ماں کو دیکھنا، اس سے خلوت میں ملنا اور دیگر امور کا حلال ہونا

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں: اس پر اجماع ہے کہ دودھ کے رشتے سے دودھ پینے والے اور دودھ پلانے والے کے درمیان حرمت رضاع ہے۔ (المحلی ج ۹ ص ۵۲۱)

دودھ پینے والا، دودھ کے رشتہ سے ولادت کے رشتہ کی طرح ہے اور اس کے اوپر دودھ پلانے والی کا نکاح دائماً حرام ہے۔ اور اس کا اپنی رضاعی ماں کو دیکھنا اور اس کے ساتھ خلوت میں رہنا اور اس کے ساتھ سفر کرنا حلال ہے اور اس پر ماں بیٹوں کے تمام احکام من کل الوجوہ جاری نہیں ہوتے، ان میں نہ تو وراثت جاری ہوتی ہے اور نہ نفقہ لازم ہوتا ہے اور نہ ملکیت کی وجہ سے آزاد کرنا لازم ہوتا ہے اور رضاعی ماں کے حق میں ان کی شہادت مردود نہیں ہوتی اور نہ اس کی دیت لازم ہوتی ہے اور اس کو قتل کرنے سے اس کا قصاص ساقط نہیں ہوتا اور ان امور میں اس کا حکم اجنبی مرد کے احکام کی طرح ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ دودھ پلانے والی اور دودھ پینے والے کی اولاد کے درمیان اور دودھ پینے والے اور دودھ پلانے والی کی اولاد کے درمیان حرمت جاری ہے۔
(الاقناع فی مسائل الاجماع ج ۳ ص ۱۱۸۵۔۱۱۸۴)

رضاعی چچا کی حرمت کا سبب

رہا وہ مرد جو دودھ کے رشتہ کی وجہ سے دودھ پینے والے کی طرف منسوب ہے تو اس کی حرمت اس وجہ سے ہے کہ وہ دودھ پلانے والی کا شوہر ہے، پس علماء کا مذہب یہ ہے کہ یہ دودھ پلانے والی کے شوہر کے بھائی اور دودھ پینے والی کے درمیان حرمت

Marfat.com

رضاعت کے لیے کافی ہے اور مرد کی اولاد دودھ پینے والے کے بھائی ہیں اور مرد کے بھائی دودھ پینے والے کے چچا ہیں اور اس کی بہنیں دودھ پینے والے کی پھوپھیاں ہیں اور دودھ پینے والے کی اولاد اس مرد کی اولاد کی طرح ہے۔ (الاقناع ج ۳ ص ۱۸۶)

اس مسئلہ میں سوائے اہل الظاہر یعنی غیر مقلدین کے اور کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (المحلی ج ۱۰ ص ۲)

اسی طرح علامہ خطابی اور قاضی عیاض نے لکھا ہے۔ (معالم السنن ج ۳ ص ۱۵۸، اکمال المعلم ج ۴ ص ۶۲۹)

رضاعی چچا کی حرمت پر مزید دلائل

رضاعی چچا کی حرمت کے ثبوت میں وہ احادیث ہیں جو حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے چچا کے متعلق وارد ہیں اور اس باب کی حدیث ہے کہ دودھ کے رشتے سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔

امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دودھ سے ان رشتوں کو حرام کر دیا جن رشتوں کو نسب سے حرام کر دیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ اہل علم صحابہ اور تابعین کا اس حدیث پر عمل ہے اور ہمارے علم میں اس بارے میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۴۶) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۸۹۔ ۲۸۴ ملخصا، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن ملقن کی شرح کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۴۔ ۲۶۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کا نام بتایا گیا ہے کہ وہ افلح تھا جو ابو القعیس کا بھائی تھا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ وہم ہے کیونکہ ابو القعیس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی والد کا نام ہے اور رہے افلح تو وہ ان کے رضاعی چچا ہیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "اگر وہ زندہ ہوتا" یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ فوت ہو چکے تھے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۴)

علامہ عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کا ایک اور بھائی بھی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ گمان کیا کہ ان کی وفات ہو گئی ہے کیونکہ ان سے ملاقات کو کافی عرصہ گزر چکا تھا، پھر اس کے بعد وہ آئے اور ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ عینی کے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیا۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۸۸، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

بعض حنبلی فقہاء کا رضاعی ماں اور رضاعی بہن کی حرمت کے لیے پانچ چسکیوں کی قید لگانا اور مصنف کا اس پر تعاقب

شیخ عبد اللہ بن باز حنبلی متوفی ۱۴۲۰ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رضاعی رشتوں کی حرمت پر اجماع ہے، پس رضاعی ماں اور رضاعی بہن دو شرطوں کے ساتھ حرام ہیں: ایک شرط یہ ہے کہ دودھ پینے والے نے دودھ کی پانچ چسکیاں پی ہوں، اور دوسری شرط یہ ہے کہ یہ پانچ چسکیاں مدت رضاعت یعنی دو سال کے اندر پی ہوں۔ (شرح صحیح البخاری للعثیمین ج ۴ ص ۵۴۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

میں کہتا ہوں: پانچ چسکیاں پینے کی شرط لگانا از روئے قرآن باطل ہے کیونکہ قرآن مجید میں مطلقاً دودھ پینے سے ماؤں اور بہنوں کو حرام قرار دیا ہے اور پانچ چسکیوں کی قید نہیں لگائی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔ (النساء: ۲۳)

اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں (بھی تم پر حرام ہیں)۔

۵۱۰۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قِيلَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَلَا تَتَزَوَّجُ ابْنَةَ حَمْزَةَ قَالَ إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ وَقَالَ بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ مِثْلَهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ از حضرت جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: کیا آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: یہ میری رضاعی بھتیجی ہے، اور بشر بن عمر نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا اس حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۶۴۵ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جارہے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۶۴۵، صحیح مسلم: ۱۴۴۷، الرقم المسلسل: ۳۴۷۳، سنن نسائی: ۳۳۰۲، ۱۹۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۸، مسند احمد: ۲۴۹۱)

علامہ بدر الدین عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

صحیح البخاری: ۵۱۰۰، میں مذکور ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: آپ حضرت حمزہ کی بیٹی سے نکاح کیوں نہیں کرتے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے اس کی شرح میں لکھا کہ اس قول کے قائل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ امام مسلم نے اس کے متعلق روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کی شرح پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: یا رسول اللہ! آپ حمزہ کی بیٹی سے کہاں ہیں؟ (صحیح مسلم: ۱۴۴۸)

سو یہ کیسے متعین ہو گیا کہ اس قول کے قائل حضرت علی ہیں اور یہ کیوں جائز نہیں ہے کہ اس قول کی قائلہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہوں؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کی طرح قائل کو مبہم رکھا ہے اور بیان نہیں کیا کہ اس قول کا قائل کون ہے؟ اور امام مسلم نے صراحتاً حضرت علی سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ قریش کی عورتوں میں

رغبت کرتے ہیں اور ہمیں چھوڑتے ہیں؟ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی رشتہ ہے؟ تو میں نے کہا: حمزہ کی بیٹی ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں ہے، وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۴۶) سو اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ام سلمہ دونوں کی روایتوں میں قائل سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ علاوہ ازیں محدثین کی جماعت نے المبہمات کی تصنیف میں اسی طرح لکھا ہے۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۸۸، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب بہت ٹھوس اور واضح ہے جس سے ان کی حدیث پر بصیرت کا پتا چلتا ہے، لگتا ہے علامہ عینی نے عجلت میں یہ اعتراض کیا ہے۔

حضرت حمزہ کی بیٹی کا آپ کی رضاعی بھتیجی ہونے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے متعلق فرمایا: یہ میری رضاعی بھتیجی ہے کیونکہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ابولہب کی باندی ثویبہ نے اپنا دودھ پلایا تھا، پھر بعد میں ثویبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا، پھر اس کے بعد اس نے ابوسلمہ بن عبد الاسد کو دودھ پلایا، یہ مصعب الزبیری کا قول ہے، پس حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ آپس میں رضاعی بھائی تھے۔ امام ابن اسحاق نے کہا: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال زیادہ تھی۔ دوسرا قول ہے کہ ان کی عمر آپ سے چار سال زیادہ تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس حدیث کی بالکل شرح نہیں کی۔

چار قسم کی عورتوں کا نسب سے حرام ہونا اور رضاعت سے حرام نہ ہونا اور اس میں حافظ ابن حجر کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

چار قسم کی عورتیں نسب میں مطلقاً حرام ہوتی ہیں اور رضاع میں وہ کبھی حرام نہیں ہوتیں:

(۱) نسبی بھائی کی ماں حرام ہے کیونکہ یا تو وہ اس کی ماں ہے یا اس کے باپ کی بیوی ہے اور رضاع میں کبھی وہ اجنبی عورت ہوتی ہے اور وہ اس کے بھائی کو دودھ پلاتی ہے اور اس کے بھائی پر کبھی حرام نہیں ہوتی۔

(۲) نواسے کی ماں نسب میں حرام ہوتی ہے کیونکہ وہ بیٹی ہے اور رضاع میں وہ کبھی اجنبی عورت ہوتی ہے اور وہ نواسہ کو دودھ پلاتی ہے اور نانا پر حرام نہیں ہوتی۔

(۳) بیٹے کی دادی نسب میں حرام ہے کیونکہ وہ اس کی ماں ہے اور رضاع میں کبھی وہ اجنبی ہوتی ہے اور وہ بیٹے کو دودھ پلاتی ہے، پس جائز ہے کہ اس کا باپ اس عورت سے نکاح کر لے۔

(۴) بیٹے کی بہن نسب میں حرام ہوتی ہے، کیونکہ وہ اس کی بیٹی ہے یا ربیبہ ہے (لے پاک یا لینڈلا) اور رضاع میں کبھی وہ اجنبی ہوتی ہے، پس وہ بیٹے کو دودھ پلاتی ہے اور دوسرے بیٹے پر حرام نہیں ہوتی۔

ان چار صورتوں پر فقہاء کی ایک جماعت نے اقتصار کیا ہے اور جمہور فقہاء نے ان میں سے کسی صورت کا استثناء نہیں کیا اور تحقیق یہ ہے کہ ان میں سے کوئی صورت مستثنیٰ نہیں ہے کیونکہ ان صورتوں میں وہ نسب کی جہت سے حرام نہیں ہیں، بلکہ مصاہرت

Marfat.com

(سسرال) کی جہت سے حرام ہیں۔ حضرت حمزہ کی بیٹی کے نام میں سات اقوال ہیں: امامہ، عمارہ، سلمٰی، عائشہ، فاطمہ، امۃ اللہ اور یعلی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فلانا لعم حفصه: اس حدیث میں لام، عن کے معنی میں ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے چچا سے فرمایا: میرا گمان ہے کہ یہ فلاں مرد جو حفصہ کا رضاعی چچا ہے یعنی آپ نے یہ حضرت حفصہ کے چچا سے فرمایا۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۰، دار الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

فتح الباری کی مذکور الصدر عبارت پر علامہ عینی کا اعتراض

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ کفار مومنوں سے کہتے ہیں۔

(مریم: ۷۳، العنکبوت: ۱۲، یٰس: ۴۷، الاحقاف: ۱۱)

علامہ ابن الحاجب نے کہا ہے کہ اس آیت میں لام بمعنی عن ہے اور انہی کی اتباع میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس حدیث میں لام بمعنی عن ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۰، طبع لاہور)

ابن مالک وغیرہ نے کہا کہ یہ لام تعلیل کا ہے اور اس حدیث میں بھی اسی طرح ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے چچا کی وجہ سے فرمایا جن کے نام کا آپ کو پتا نہیں تھا اس لیے آپ نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ کا رضاعی چچا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی شرح کا مفاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے رضاعی چچا سے فرمایا اور یہ غلط ہے کیونکہ اس وقت آپ کے سامنے حضرت حفصہ کے رضاعی چچا نہیں تھے اور علامہ عینی نے بتایا کہ یہاں پر لام اجل اور سبب کے معنی میں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے چچا کی وجہ سے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ یہ حفصہ کا رضاعی چچا ہے۔ علامہ عینی کی یہ شرح بہت متین ہے اور ان کا اعتراض بہت قوی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے "انتقاض الاعتراض" میں علامہ عینی کے اس اعتراض کا جواب تو درکنار اس اعتراض کا ذکر تک نہیں کیا۔

فتح الباری پر علامہ عینی کا دوسرا اعتراض اور مصنف کا محاکمہ

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر فلاں مرد زندہ ہوتا: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ میں اس مرد کے نام پر بھی مطلع نہیں ہو سکا اور جس نے اس کی یہ تفسیر کی کہ افلح ابو القعیس کا بھائی ہے تو یہ اس کا وہم ہے کیونکہ حضرت ابو القعیس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی والد ہیں اور رہے افلح تو وہ حضرت حفصہ کے رضاعی چچا ہیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۰، طبع لاہور ۱۴۰۱ھ) اس عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: اور حضرت حفصہ نے جو فرمایا: "اگر وہ زندہ ہوتا" حضرت حفصہ کے قول میں یہ دلیل ہے کہ وہ فوت ہو چکے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابو القعیس کے ایک اور بھائی ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا

Marfat.com

گمان یہ ہو کہ وہ فوت ہو گئے ہیں کیونکہ وہ کافی عرصہ کے بعد ان کے پاس آئے تھے اور ان سے اجازت طلب کی تھی۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ: علامہ عینی نے جو کچھ لکھا ہے اس کو حافظ ابن حجر عسقلانی بھی لکھ چکے ہیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۱۔ ۱۴۰ طبع لاہور، ۱۴۰۱ھ) لہٰذا علامہ عینی کا دوسرا اعتراض بے محل ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

حضرت علی کی حضرت حمزہ کی بیٹی سے نکاح کی پیش کش کی توجیہات اور ان میں علامہ عینی کا محاکمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ قریش میں رغبت کرتے ہیں اور ہم کو نظر انداز کرتے ہیں؟ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی رشتہ ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں: آپ نے فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں ہیں وہ تو میری رضاعی بھتیجی ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ کی بیٹی کی پیش کش کیوں کی جب کہ وہ آپ کی رضاعی بھتیجی تھی۔ علامہ قرطبی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت علی کو یہ علم نہیں تھا کہ رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ بہت بعید ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ کا علم نہ ہو بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ آپ کی رضاعی بھتیجی ہیں، یا حضرت علی نے یہ سمجھا کہ شاید آپ کی یہ خصوصیت ہو کہ آپ کا رضاعی بھتیجی سے نکاح حلال ہے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ وہ میرے لیے حلال نہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ عبداللہ بن باز حنبلی متوفی ۱۴۲۰ھ نے اور شیخ عثیمین حنبلی متوفی ۱۴۲۱ھ نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔
(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۵۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۱۰۱۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ انْكِحْ أُخْتِي بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالَ أَوَتُحِبِّينَ ذَلِكِ فَقُلْتُ نَعَمْ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِنَّ ذَلِكِ لَا يَحِلُّ لِي قُلْتُ فَإِنَّا نُحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي إِنَّهَا لَابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ قَالَ عُرْوَةُ وثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ میری بہن بنت ابو سفیان سے نکاح کرلیں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم اس کو پسند کرتی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! لیکن میں آپ کو چھوڑنے والی نہیں ہوں اور میں یہ چاہتی ہوں کہ اس خیر میں جو میری شریک ہو وہ میری بہن ہو۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ام سلمہ کی بیٹی؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اگر وہ میری ربیبہ نہ ہوتی جس نے میری گود میں پرورش پائی تھی پھر بھی وہ میرے لیے حلال نہیں تھی

فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هَذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ۔

کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے مجھ کو اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، لہٰذا تم مجھ پر اپنی بیٹیوں اور اپنی بہنوں کو (نکاح کے لیے) پیش نہ کرو۔ عروہ نے کہا: ثویبہ ابولہب کی باندی تھی اور ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا، پس جب ابولہب مر گیا تو اس کے بعض رشتہ داروں کو اس کی بری حالت دکھائی گئی، انہوں نے اس سے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ ابولہب نے کہا: مجھے تمہارے بعد کوئی خیر نہیں ملی، البتہ میں نے اپنی اس انگلی سے اشارہ کر کے ثویبہ کو آزاد کیا تھا تو مجھے اس انگلی سے پلایا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۱۰۱، ۵۱۰۶، ۵۱۰۷، ۵۳۷۲، صحیح مسلم: ۱۴۴۹، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۶، سنن نسائی: ۳۲۸۴، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۹، مسند الحمیدی: ۳۰۷، مسند ابویعلیٰ: ۷۰۰۱، المنتقیٰ لابن الجارود: ۶۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۸۹۔ ۲۸۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۰۴، مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۱، مسند احمد: ۲۶۴۹۳ موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی تحریم کے باوجود حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہ سوال کیوں کیا کہ آپ ان کی بہن سے نکاح کر لیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جو آپ سے عرض کیا تھا: یارسول اللہ! آپ میری بہن سے نکاح کر لیں، اس کی توجیہ یہ ہے کہ ان کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے ان سے اور اپنی تمام ازواج سے فرمایا: تم اپنی بیٹیوں اور اپنی بہنوں کو نکاح کے لیے مجھ پر پیش نہ کرو کیونکہ تمہاری بیٹیاں میری ربائب ہیں (یعنی گود میں پالی ہوئی ہیں) اور ربیبہ اسی طرح حرام ہے جس طرح دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

اور آپ نے ابوسلمہ کی بیٹی کے متعلق فرمایا کہ: اگر وہ میری ربیبہ یعنی میری گود میں پالی ہوئی نہ ہوتی تب بھی وہ میرے لیے حلال نہیں تھی کیونکہ اس کے باپ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے، پس ان کی بیٹی آپ پر دو وجہ سے حرام تھی کیونکہ وہ آپ کی ربیبہ بھی تھیں اور آپ کی رضاعی بھتیجی بھی تھیں۔

بعض رضاعی رشتہ داروں سے نکاح کے جواز کے متعلق فقہاء مذاہب کی آراء

علامہ ابن المنذر مالکی نے کہا ہے: اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد اس عورت سے نکاح کر لے جس نے اس کے بیٹے کو دودھ پلایا ہے، اسی طرح وہ اس عورت کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے جو اس کے بیٹے کی رضاعی بہن ہے، اور جس بچہ کے بھائی کو کسی عورت نے دودھ پلایا ہے وہ بچہ اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے، اور جو عورت اس کے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے اس سے بھی وہ نکاح کر سکتا ہے اور جو اس عورت کا بیٹا یا اس کا پوتا ہے ان کے ساتھ دودھ پلانے والی کا نکاح حرام ہے۔ یہ امام مالک، فقہاء احناف، امام شافعی اور

امام ثور کا مذہب ہے۔

امام بخاری کا اس حدیث کی روایت میں بعض الفاظ کا ساقط کرنا

علی بن مدینی نے از عبدالرزاق از معمر از زہری روایت کی ہے کہ ابولہب نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا جس کا نام ثویبہ تھا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا، پھر مرنے کے بعد ابولہب کو اس کے بعض رشتہ داروں نے خواب میں دیکھا تو اس کے حال کے متعلق سوال کیا تو ابولہب نے بتایا: مجھے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں ملی، البتہ مجھے اس سے پلایا جاتا ہے اور اس نے اپنے انگوٹھے کے نیچے سوراخ کی طرف اشارہ کیا، کیونکہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۴۹، شرح السنہ ج ۹ ص ۶۶)

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: معمر کی روایت سے ظاہر ہوا کہ اس حدیث سے یہ قول ساقط ہے کہ ابولہب نے کہا: مجھے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں ملی کیونکہ اس کے بغیر امام بخاری کی حدیث مکمل نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس حدیث سے یہ قول بھی ساقط ہے کہ ابولہب نے اس سورخ کی طرف اشارہ کیا جو اس کے انگوٹھے کے نیچے تھا کیونکہ اس کے بغیر حدیث کا معنی مکمل نہیں ہوتا اور مجھے نہیں معلوم کہ کس کے وہم سے حدیث کے یہ الفاظ ساقط ہوئے۔

ابولہب کافر تھا، پھر ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف کیوں ہوئی؟

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی کافر کو ان نیک اعمال کے عوض جزاء ملتی ہے جو نیک اعمال مومنین بہ طور عبادت کرتے ہیں کیونکہ ابولہب نے یہ خبر دی کہ اس نے ثویبہ کو جو آزاد کیا تھا اس کے عوض میں اس کے انگوٹھے کے نیچے سوراخ سے پلایا جاتا ہے اور یہ اس کے عذاب میں تخفیف تھی جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی گئی اور وہ ٹخنوں تک عذاب میں تھا جس سے اس کا دماغ جوش سے ابل رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸۳، صحیح مسلم: ۲۰۹، مسند احمد: ۱۱۰۵۸)

البتہ ابولہب کے عذاب کی تخفیف ابوطالب کے عذاب کی تخفیف سے کم ہے کیونکہ ابولہب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتا تھا تو اس کے لیے صرف اتنی تخفیف ہوئی جتنی مقدار اس نے ثویبہ کو آزاد کرنے میں کی تھی اور اس کو اس کے انگوٹھے کے نیچے کے سوراخ سے پانی پلایا جاتا تھا۔ اور ابوطالب کے عذاب میں اس سے بہت زیادہ تخفیف کی گئی کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتا تھا اور آپ کی حفاظت کرتا تھا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کافر بھی حالت شرک میں کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے کافر بندوں پر بھی اپنے فضل عظیم سے فضل فرماتا ہے۔

اس حدیث سے درج ذیل حدیث کی تاویل ہو جاتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ نے عرش کے اوپر اپنی کتاب میں مخلوق کی تقدیر لکھی تو اس میں لکھا کہ میری رحمت میرے غضب کے اوپر غالب ہے"۔

(صحیح البخاری: ۳۱۹۴، صحیح مسلم: ۲۷۵۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲)

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ دوزخ میں دائمی عذاب میں ہیں ان سے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت منقطع نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے کہ ان کے لیے ایسا عذاب پیدا کرے جس میں ان کے لیے دوسرے عذاب کی بہ نسبت تخفیف اور رحمت ہو۔ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب کافر اسلام لے آئے تو اس کے لیے اطاعت گزاروں کے نیک اعمال کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کافر اسلام لے آئے اور اسلام میں نیک عمل کرے تو اس کا ہر نیک عمل لکھ دیا

جاتا ہے اور اس کا ہر گناہ مٹا دیا جاتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے پہلے جو نیک کام کیے تھے اس کی وجہ سے تم اسلام لے آئے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۳۶، صحیح مسلم: ۱۲۳، مسند احمد: ۱۵۳۱۹) (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۶۰-۱۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت کی وجہ سے ابولہب کافر کے عذاب میں تخفیف

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کافر کو اس کے نیک عمل سے ثواب ہوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ قَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ (الفرقان: ۲۳)

انہوں نے (اپنے زعم میں) جس قدر (نیک) کام کیے تھے ہم ان کی طرف قصد کریں گے اور ان کو فضا میں بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرے بنا دیں گے O

میں کہتا ہوں کہ: کافر کو اس کا نیک عمل فائدہ نہیں پہنچاتا، اور اس حدیث میں خواب کا ذکر ہے اور خواب دلیل نہیں ہے، اور بر تقدیر تسلیم ہو سکتا ہے کہ جب نیک عمل کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو تو آپ کی خصوصیت کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے جیسا کہ ابو طالب کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حسن عمل کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔

(الکواکب الدراری شرح البخاری ج ۱۹ ص ۷۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا محض اپنے فضل سے بعض کفار کو ان کے نیک کاموں پر اجر عطا فرمانا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کبھی کافر کو بھی اس کے نیک عمل سے آخرت میں نفع ہوتا ہے لیکن یہ حدیث الفرقان: ۲۳، کے ظاہراً مخالف ہے، تاہم اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) یہ حدیث مرسل ہے اور عروہ نے یہ بیان نہیں کیا کہ ان کو یہ حدیث کس نے بیان کی اور اگر بالفرض یہ حدیث متصل ہو تو یہ خواب کا واقعہ ہے، سو اس میں کوئی دلیل نہیں ہے، یہ خواب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے قبل الاسلام دیکھا تھا، لہٰذا ان کا خواب کوئی حجت نہیں ہے۔

(۲) یہ تقدیر قبول ہو سکتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہو جیسا کہ ابو طالب کے عذاب میں بھی تخفیف کی گئی تھی۔

(۳) علامہ قرطبی نے کہا ہے: یہ تخفیف ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور جن کافروں کے متعلق حدیث میں تخفیف کا ثبوت ہے۔

(۴) بعض کفار کو ان کے نیک اعمال پر اجر عطا فرمانا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور یہ عقل کے نزدیک محال نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا: جب ابولہب مر گیا تو میں نے اس کو خواب میں برے حال کے اندر دیکھا، اس نے کہا: مجھے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں ملی مگر ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ علامہ سہیلی نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی تھی اور جب ابولہب کی باندی ثویبہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی

Marfat.com

بشارت دی تو اس نے اپنے انگوٹھے کے اشارے سے اس خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ابولہب کو اس کے انگوٹھے کے سوراخ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت کی وجہ سے دوزخ میں پانی پلانا

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

ابولہب کو اپنے انگوٹھے کے سوراخ سے دوزخ میں پانی پلایا گیا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت ہے ورنہ ابولہب کافر اس کا کب مستحق تھا کہ اس کو دوزخ میں انگوٹھے سے پانی پلایا جاتا ہے اور اس کے عذاب میں تخفیف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔
(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۵۶، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

ابولہب کے عذاب میں تخفیف کا سبب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق کا ہونا ہے

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اور اس کو خصوصیت بھی قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ اس واقعہ کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا جس کی وجہ سے ابولہب کے ساتھ یہ خصوصی رعایت کی گئی۔ (کشف الباری، کتاب فضائل القرآن ص ۱۹۴، مکتبہ فاروقیہ، کراچی، ۱۴۲۶ھ)

شیخ وحید الزماں غیر مقلد کا اس حدیث کی شرح میں مجلس میلاد کو بدعت قرار دینا

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزماں متوفی ۱۳۲۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ خواب الفرقان: ۲۳ کے صریح خلاف ہے۔ مترجم کہتا ہے: اس خواب سے بعضے لوگوں نے مجلس میلاد کے جواز پر دلیل لی ہے اور کہا ہے کہ جب ابولہب کے سے سخت کافر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولادت باسعادت کے خوشی کرنے میں عذاب کی تخفیف ہوئی ہو، مومنوں کو تو آپ کی ولادت کی محفل اور اس کی خوشی کرنے میں ضرور اجر ملے گا لیکن مخالفین کہتے ہیں کہ اول تو یہ خواب ہے اور خواب کوئی شرعی حجت نہیں، دوسرے یہ روایت بھی منقطع ہے۔ عروہ نے حضرت عباس کو نہیں پایا اور مجلس میلاد ایک بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے جیسے دوسری حدیث میں وارد ہے۔ حضرت مجدد فرماتے ہیں: میں تو کسی بدعت میں سوائے ظلمت اور تاریکی کے مطلق نور نہیں پاتا۔ (تیسیر الباری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۸۶۔۸۵ نعمانی کتب خانہ، لاہور جون ۱۹۹۰ء)

ایک اور غیر مقلد عالم نواب صدیق بن حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ کا مجلس میلاد کو بدعت قرار دینا

شیخ صدیق بن حسن بن علی المتوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

جاہلوں نے عاشوراء کے روزے کی حدیث پر قیاس کر کے محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد کے جواز پر استدلال کیا ہے اور یہ قیاس اس مقام سے اجنبی ہے اور اس سے وہی شخص استدلال کرے گا جو کیفیت استدلال سے ناواقف ہو اور علم اور فہم سے بہت دور ہو۔ (السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن حجاج ج ۳ ص ۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

علماء دیوبند کا بھی مجلس میلاد کو ناجائز قرار دینا

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امر مندوب کے واسطہ منع ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر پڑھو گے حوالہ کتب معلوم ہو جائیں گے، نہ پڑھو گے تو تقلید سے عمل کرنا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰ محمد سعید اینڈ کمپنی، کراچی)

Marfat.com

علماء اہل سنت کا انعقاد محفل میلاد کے متعلق نظریہ

اہل سنت و جماعت کے نزدیک محفل میلاد کو منعقد کرنا بدعت سیئہ نہیں ہے بلکہ یہ بدعت حسنہ ہے جیسے تراویح کو جماعت سے پڑھنا بدعت مستحبہ ہے اور قرآن مجید کو ایک مصحف میں اور ایک جلد میں جمع کرنا بدعت مستحبہ ہے اور جیسے قرآن مجید میں حرکات، سکنات اور اعراب کو لگانا بدعت مستحبہ ہے اور جیسے قرآن مجید میں سورتوں کا نام لکھنا اور آیات کی تعداد لکھنا بدعت مستحبہ ہے اور جیسے مساجد میں وسط کے تعین کے لیے محراب کا بنانا بدعت مستحبہ ہے، اور قرآن مجید کے تیس پارے مقرر کرنا بدعت مستحبہ ہے اور اسی طرح صحیح بخاری کے تیس پارے مقرر کرنا بدعت مستحبہ ہے اور دینی خطابات اور مواعظ کے لیے مقام، دن اور تاریخ کو مقرر کرنا بدعت مستحبہ ہے۔ اسی طرح اذان کے بعد دوبارہ تثویب کرنا یعنی لوگوں کو متنبہ کرنے کے لیے نماز کی جماعت کا اعلان کرنا اور گھڑیوں کے حساب سے دن اور رات کی پانچ نمازوں اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں کے اوقات مقرر کرنا اور مساجد میں گھڑیوں کو لٹکانا بدعت مستحبہ ہے۔ اسی طرح ایصال ثواب کے لیے سوئم، دہم، چہلم اور برسی اور عرس کی محافل کو منعقد کرنا بدعت حسنہ ہے اور یہ تمام بدعات حسنہ مخالفین کے نزدیک بھی معقول اور مروج ہیں۔

سو اسی طرح بارہ ربیع الاول کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر خوشی منانا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا بیان کرنا اور آپ کے فضائل اور کمالات اور معجزات اور آپ کی سیرت طیبہ طاہرہ کا بیان کرنا اور محفل میں وعظ اور تقریر سے پہلے نعت خوانی کرنا اور آپ کے محامد میں نعتیں پڑھنا اور اختتام مجلس پر ایصال ثواب کرنا اور تبرک تقسیم کرنا اور ان تمام نیک اعمال کا ثواب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کرنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا، یہ بھی بدعت حسنہ ہے اور صدیوں سے مسلمان میں بلا انکار رائج ہے۔

ہم نے شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن میں محفل میلاد کے انعقاد کے جواز پر بہت دلائل پیش کیے ہیں جن کے عنوانات کا ہم یہاں اجمالی ذکر کریں گے اور اس کے بعد موضوع پر مزید دلائل پیش کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

شرح صحیح مسلم میں محفل میلاد کے انعقاد کے جواز کے دلائل کے عنوانات

(۱) علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ کے محفل میلاد کے جواز پر دلائل۔ (المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ کے دلائل۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۹، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

(۳) شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۴۲ھ کے محفل میلاد کے استحباب پر دلائل۔

(مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳، مطبع عربیہ، لاہور، طبع اول ۱۳۹۹ھ)

نوٹ: سعودی عرب سے یہ کتاب دوبارہ چھپی ہے۔ اس میں سے اس عبارت کو نکال دیا ہے۔ ہمارے پاس اس کتاب کا پہلا ایڈیشن موجود ہے اور وہ بھی غیر مقلدین کا چھاپا ہوا ہے۔

(۴) علامہ جلال الدین شافعی متوفی ۹۱۱ھ کے دلائل۔ (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۱۸۷-۱۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۵) علامہ ابن الحاج مالکی متوفی ۷۳۷ھ کے دلائل اور ان کے شبہات کے جوابات اور ماہ ربیع الاول اور پیر کے دن میں آپ کی ولادت کی توجیہ۔ (المدخل ج ۱ ص ۲۹۸-۲۱۶، ملخصاً، قاہرہ، مصر)

(۶) علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ کے دلائل۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۴۵۳، المجلس الاعلیٰ، قاہرہ، ۱۳۹۲ھ)

(۷) علامہ برہان الدین حلبی شافعی متوفی ۱۰۴۴ھ کے دلائل۔ (انسان العیون ج ۱ ص ۸۳-۸۴، مطبع مصطفیٰ البابی، القاہرہ، مصر)

(۸) علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ کے دلائل۔

(شرح المولد لابن حجر بحوالہ جواہر البحار ج ۳ ص ۳۴۰، مصطفیٰ البابی، مصر، ۱۳۷۹ھ)

(۹) محفل میلاد پر ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ کے دلائل۔ (المولد الروی فی المولد النبوی ص ۱۷۔۹ ملخصاً، المدینہ المنورہ، ۱۴۰۰ھ)

ملا علی قاری حنفی نے محفل میلاد کے جواز پر بیس دلائل قائم کیے ہیں۔

(۱۰) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حنفی متوفی ۱۳۱۷ھ کا نظریہ ان کی درج ذیل کتب میں مذکور ہے: (الف) فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۵ مدنی کتب خانہ، لاہور (ب) شمائم امدادیہ ص ۵۰، مدنی کتب خانہ، ملتان، ۱۴۰۵ھ (ج) شمائم امدادیہ ص ۴۷، مدنی کتب خانہ، ملتان (د) شمائم امدادیہ ص ۶۸، مدنی کتب خانہ، ملتان، ۱۴۰۵ھ)

(۱۱) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ کا نظریہ۔ (اقامۃ القیامہ ص ۱۹۔۱۷، نوری کتب خانہ، لاہور، ۱۳۹۹ھ)

(۱۲) محفل میلاد کی ابتداء (بحوالہ حافظ اسماعیل بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ)

(البدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۱۳۷۔۱۳۶، دار الفکر، بیروت، طبع اول ۱۹۶۶ء)

(ان تمام عنوانات کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۹۰۔۱۷۴، فرید بک سٹال، لاہور میں ہے)

تبیان القرآن میں محفل میلاد کے جواز کے دلائل کے عنوانات

(۱) یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عید ہونا۔

(۲) علماء دیوبند کی طرف سے عید میلاد النبی منانے کے اعلانات۔

(۳) یوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کا مظاہرہ۔

(۴) عشرۂ حکیم الامت منایا جائے، مفتی نعیم۔

(ان تمام عنوانات کی تفصیل اخبارات اور کتب کے حوالوں کے ساتھ تبیان القرآن ج ۳ ص ۷۱۔۶۷ میں مذکور ہے)

عید میلاد النبی کے اجتماع کے جواز پر مزید دلائل اور اس سلسلہ میں علامہ ابن الجوزی کے رسالہ کی تلخیص

علامہ عبد الرحمن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پر ایک مبسوط رسالہ لکھا ہے جو بیشتر نظموں پر مشتمل ہے۔ ہم اس رسالہ کے منتخب اقتباسات ہدیہ قارئین کر رہے ہیں:

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریفہ ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ فارس کی آگ جو ایک ہزار سال سے جل رہی تھی اس رات بجھ گئی اور کسریٰ کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا۔ عرب کی عادت تھی کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو دودھ پلانے والی دائیاں آتیں تو بہت ساری دائیاں آئیں لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ اس در یتیم اور نفس کریم کو صرف حلیمہ سعدیہ کو دودھ پلانے کے لیے دیا جائے، حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں: ہم بہت فقر اور تنگ دستی میں تھے، میں جس سواری پر آئی تھی وہ بہت دبلی تھی اور میرے بچے رات بھر بھوک سے روتے رہتے تھے، پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے آئے اور میں آپ کو دودھ پلا رہی تھی تو آپ نے ایک طرف سے دودھ پیا اور دوسری طرف کا دودھ میرے بچہ کے لیے چھوڑ دیا، پھر آپ کی برکت سے میری سواری تمام سواریوں سے زیادہ فربہ ہوگئی اور لوگ یہ حال دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔

(مولد العروس الشہیر بالجوزی ص ۴۰۔۳۸ ملخصاً، المکتبۃ الثقافیہ، بیروت، لبنان)

اس کے بعد علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں:

Marfat.com

حلیمہ بیان کرتی ہیں: جب آپ کی عمر شریف چار سال کی ہوگئی تو ایک دن آپ نے مجھ سے کہا کیا: وجہ ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو دن میں نہیں دیکھتا تو میں نے بتایا: وہ بکریاں چرانے جاتے ہیں تو انہوں نے کہا: مجھے بھی آپ ان کے ساتھ بھیج دیں۔ آپ ہر روز صبح جاتے اور شام کو آجاتے اور لوگ بتاتے کہ ہم آپ سے بہت عجیب وغریب نشانیاں دیکھتے ہیں۔ آپ سوکھی ہوئی گھاس پر چلتے ہیں تو وہ سرسبز ہو جاتی ہے۔ آپ جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ آپ کو سلام کرتا ہے، حلیمہ نے بتایا کہ ایک دن آپ اور آپ کے بھائی بکریاں چرانے کے لیے گئے ہوئے تھے تو آپ کے بھائی بہت خوف زدہ حالت میں آئے اور انہوں نے کہا: اے اماں جان! اور ابا جان! ہمارے قرشی بھائی کو لے آئیں کیونکہ دو مردوں نے ان کو پکڑ لیا، پھر ان کے پیٹ کو چاک کیا، حضرت حلیمہ سعدیہ نے بتایا: ہم باہر نکلے تو ہم نے آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر تھا۔ میں نے آپ سے پوچھا: اے میرے بیٹے! کیا ہوا؟ تو آپ نے بتایا: اے اماں جان! میرے پاس سفید لباس میں دو مرد آئے اور ان کے پاس سونے کا ایک طشت تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے میرے پیٹ کو چیرا اور اس میں سے ایک سیاہ لوتھڑا نکال کر پھینک دیا اور انہوں نے کہا: اے حبیب اللہ! یہ تمہارے اندر شیطان کا حصہ تھا، پھر ان دونوں نے اس برف سے میرے دل کو دھویا اور مجھے اس کارروائی سے کوئی درد نہیں ہوا، پھر مجھ سے کہا گیا: اے حلیمہ! ان کو ان کے دادا اور ان کی ماں کے پاس چھوڑ آؤ ہمیں ان پر خطرہ ہے۔ حلیمہ نے کہا: ہم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس چھوڑ آئے، حلیمہ نے بتایا کہ جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ الابواء میں وفات پا گئیں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی ہے، پھر آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی، پھر جب آپ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی وفات ہوگئی اور آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی، پھر جب آپ کی عمر دس سال کی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وقار عطا کیا اور جب آپ چلتے تو سفید بادل آپ پر سایہ کرتے اور جب آپ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔

(مولد العروس الشہیر بالجوزی ص ۴۵۔۴۳ ملخصا، المکتبہ الثقافیہ، بیروت، لبنان)

میلادالنبی کے جواز کے سلسلہ میں نواب صدیق حسن خان بھوپالی کے رسالہ ''الشمامۃ العنبریہ'' کی تلخیص

نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

اس میں کیا برائی ہے کہ اگر ہر روز ذکر حضرت نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع (ہفتہ) یا ہر ماہ میں التزام اس کا کریں، کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر یا وعظ یا وعظ سیرت وسمت وولادت ووفات آنحضرت کا کریں، پھر ایام ماہ ربیع الاول کو بھی خالی نہ چھوڑیں اور ان روایات واخبار وآثار کو پڑھیں پڑھائیں جو صحیح طور پر ثابت ہیں۔ (الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص ۵، ۱۳۰۵ھ)

ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر کے روز دوشنبہ (پیر) بارہ ربیع الاول عام فیل کو ہوئی۔ جمہور علماء کا قول یہی ہے، ابن الجوزی نے اسی پر اتفاق نقل کیا ہے۔ مختار اہل حدیث یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور بعض نے کہا کہ بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ اہل مکہ کا اسی پر عمل ہے۔ طیبی نے کہا کہ اسی پر اتفاق ہے۔ (الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص ۷، ۱۳۰۵ھ)

ایک جماعت نے کہا: آمنہ کہتی ہیں: جب حضرت شکم سے جدا ہوئے آپ کے ہمراہ ایک نور نکلا جس سے مابین مشرق ومغرب چمک اٹھا۔

عرباض بن ساریہ بیان کرتے ہیں: آپ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدم اپنی خاک میں لتھڑے ہوئے تھے، میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا خواب ہوں اور انبیاء کی مائیں

Marfat.com

اسی طرح کا خواب دیکھتی ہیں۔ حضرت کی ماں نے وضع کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات نظر آئے۔ اس حدیث کی امام احمد، امام بزار، امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی نے روایت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام ابن حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کی متعدد سندیں ہیں۔ (الشمامۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ ص ١٠، ١٣٠٥ھ)

اور عبارات سابقہ سے اظہار فرح میلاد نبوی پر پایا جاتا ہے، سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول اس نعمت پر نہ کرے وہ مسلمان نہیں (الی قولہ) شق صدر شریف اور غسل قلب اطہر چار بار ہوا۔ ایک بار بنو سعد میں آپ کے صغر سن میں، دوسری بار دس سال کی عمر میں صحراء میں ہوا تھا، تیسری بار وقت بعثت کے بماہ رمضان غار حراء میں، چوتھی بار شب اسراء میں (معراج میں ہوا تھا)، آپ کے دل کو آب زمزم سے طشت زر میں دھویا تھا، اس سے افضلیت ماء زمزم کی ثابت ہوتی ہے، عبد المطلب آپ کے کفیل تھے، ایک سو بیس یا چالیس برس کے ہو کر مرے، ابو طالب کا نام عبد مناف تھا، ایک بار خشک سالی ہوئی، ابو طالب نے آپ کی پشت کعبہ سے لگادی، آپ نے انگلی طرف آسمان کے اٹھائی، بادل کا کہیں نشان تک نہ تھا، ناگہاں ابر ادھر ادھر سے آیا اور خوب رعد و برق ہوا اور وادی بہہ نکلی اور ابو طالب نے یہ شعر پڑھا:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتٰمی عصمة للارامل

(وہ گورے رنگ والے کہ بادل جن کے وسیلہ سے بارش طلب کرتا ہے، وہ یتیموں کی پناہ گاہ ہیں اور بیواؤں کی حفاظت ہیں)

امام ابن اسحاق نے اس شعر کو اپنے طویل قصیدے میں ذکر کیا ہے اور امام ابن عبد البر نے کہا: جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر تمام انسانوں اور جنات کی طرف مبعوث فرمایا، آپ تیرہ سال مکہ میں ٹھہرے، پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو آپ وہاں دس سال ٹھہرے اور آپ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور دین کی تبلیغ فرماتے رہے، اور جب اللہ تعالیٰ کی حکمت میں آپ کی بعثت کا مقصود پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ علیین کی طرف اٹھالیا اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوگئی۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ واتباعہ واحزابہ اجمعین۔

(الشمامۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ ص ١٣۔١٢، ١٣٠٥ھ)

آپ کی قضاء حاجت کا اثر دیکھا نہ گیا بلکہ زمین اوس کو نگل جاتی تھی وکذا لک الانبیاء علیہم السلام، رات کو بھوکے سوتے، صبح کو طاعم (کھائے ہوئے) اوٹھتے، اللہ آپ کو جنت سے کھلاتا پلاتا، قبر میں آپ کو ضغطہ (قبر کا دبانا) نہ ہوا وکذلک الانبیاء۔ حالانکہ اس ضغطہ سے کوئی صالح وغیرہ سالم نہیں رہتا ہے اور نہ سباع (درندے) آپ کا جسد کھا سکتے ہیں۔ وکذلک الانبیاء، اور کسی مضطر کو کھانا میتہ نبی کا جائز نہیں ہے اور آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں، اندر اوس کے آذان اور اقامت کے ساتھ وکذلک الانبیاء۔ ولہٰذا یہ بات کہی ہے کہ آپ کی ازواج پر عدت نہیں ہے اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلاۃ مصلین آپ کو پہنچاتا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آلہ وبارک وسلم

اعمال امت کے آپ پر عرض کیے جاتے ہیں، آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

(الشمامۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ ص ٥٢۔٥١، ١٣٠٥ھ)

مشتاقان کمال و جمال نبوی کو لازم ہے کہ بعد دریافت فضائل میلاد شریف اس امر میں کوشش کریں کہ صورت و سیرت و سمت میں ساتھ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت حاصل ہو کیونکہ ترقی مدارج عقبیٰ کی اور رفعت مراتب آخرت ہر مومن، مسلم محسن کے حق میں بقدر اس موافقت و مقدار اتباع کے ہوگی مجرد ذکر ولادت شریف سن کر دم بھر ابناء دہر میں بیٹھ کر خوش ہو لینا اور پیروی کی فکر

Marfat.com

نہ کرنا بلکہ بدعات و منکرات میں آلودہ رہنا اور مرتکب کبائر و ترک اعمال صالحہ ہونا کچھ مفید نہ ہوگا۔

(الشمامۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ ص ۱۰۴۔۱۳۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو ایسی توفیق خیر رفیق حال کرے کہ ہم روز کسی قدر ذکر میلاد شریف کتب معتبرہ سے خود پڑھیں یا کسی محب صادق متبع واثق سے سن لیا کریں۔ فقط کسی یوم وماہ و تاریخ معین پر قصر نہ کریں۔

(الشمامۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ ص ۱۰۵۔۱۳۰۵ھ)

میں کہتا ہوں: یہ درست ہے لیکن بارہ ربیع الاول کو ذکر میلاد کرنے کی ترجیح ہے۔ خود نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے: قتادہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت سے صوم دوشنبہ (پیر کے دن کا روزہ) کا سوال کیا، فرمایا: ''یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اس دن مجھ پر نبوت نازل کی گئی''۔ اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔ (الشمامۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ ص ۵)۔ (سعیدی غفرلہ)

میلاد النبی کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نظریہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں:

شاہ عبد الرحیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ایام وصال میں میرے پاس آپ کی نیاز دینے کے لیے کوئی چیز میسر نہ تھی، آخر کار کچھ بھنے ہوئے چنے اور گڑ پر نیاز دی، ایک رات میں دیکھا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس انواع واقسام کے طعام حاضر ہیں اور ان کے درمیان وہ گڑ اور چنے بھی رکھے ہیں۔ آپ نے کمال مسرت سے توجہ فرمائی اور ان کو طلب فرمایا۔ کچھ آپ نے تناول فرمایا اور کچھ آپ نے اصحاب میں تقسیم کر دیا۔ (انفاس العارفین ص ۱۰۷۔۱۰۶، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۳۹۸ھ)

مشہور اسکالر علامہ حافظ عبد المجید نقشبندی شرق پوری مقیم برسٹل انگلینڈ کا مصنف کو مشورہ

حافظ عبد المجید نقشبندی نے مجھ سے سیل فون پر بات کرتے ہوئے کہا کہ آپ میلاد النبی ﷺ کے جواز اور استحسان پر لکھ رہے ہیں تو اس موضوع پر شیخ ابن تیمیہ کی اقتضاء الصراط المستقیم کی عبارت کا ضرور حوالہ دیں، سو میں نے اقتضاء الصراط المستقیم میں اس عبارت کو تلاش کیا اور اب وہ ہدیہ قارئین ہے:

شیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحمید الحرانی الدمشقی المعروف با بن تیمیہ حنبلی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

اور اسی طرح بعض لوگوں نے عید میلاد النبی کی بدعت نکالی ہے جو یا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد کی مشابہت کی وجہ سے ہے کیونکہ عیسائی یہ عید مناتے ہیں اور یا نبی ﷺ کی محبت اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کی اس محبت کی وجہ سے اور اجتہاد کی وجہ سے ان کو اجر عطا فرمائے گا نہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے مولد کے دن کو عید بنا لیا ہے جب کہ لوگوں کا آپ کی ولادت کے دن میں اختلاف ہے، کیونکہ سلف نے یہ کام نہیں کیا حالانکہ اس کا مقتضی اور محرک موجود تھا اور مانع کوئی نہیں تھا اور اگر اس کام میں خیر محض ہوتی یا یہ کام ان کے نزدیک راجح ہوتا تو سلف رضی اللہ عنہم ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے اور آپ کی تعظیم کرنے والے تھے اور وہ نیکی کے کاموں پر بہت زیادہ حریص تھے اور آپ کی محبت اور تعظیم کا کمال صرف آپ کی اتباع میں ہے اور آپ کے احکام پر عمل کرنے میں ہے اور آپ کی سنت کو زندہ کرنے میں ہے اور آپ کے دین کی نشر و اشاعت میں ہے اور دل، زبان اور طاقت سے اس پر جہاد کرنے میں ہے اور یہی سابقین مہاجرین و انصار اور ان کے متبعین بالاحسان کا طریقہ ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۲۶۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

شیخ ابن تیمیہ کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: شیخ ابن تیمیہ کا یہ لکھنا کہ یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عید بنانا عیسائیوں کی مشابہت ہے تو یہ محض ان کی بدگمانی ہے۔ اہل سنت و جماعت خصوصاً اور دیگر مسلمین عموماً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اس دن کو عید مناتے ہیں اور اس دن کی تعظیم کی وجہ سے عید میلاد النبی کے دن مساجد، عمارتوں، دکانوں اور بازاروں کو سجاتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں اور ہر خوشی کا دن عید کا دن ہوتا ہے اور اہل اسلام کے نزدیک سب سے زیادہ خوشی کا دن وہ دن ہے جس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور تشریف آوری ہوئی اور رہا ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ سلف یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس دن کو عید نہیں قرار دیا اور اگر اس کام میں کوئی خیر ہوتی تو وہ یہ کام ضرور کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کتنے ہی کام ایسے تھے جو عہد رسالت میں نہیں تھے اور ان کو بعد میں صحابہ نے کیا اور وہ کام مسلمانوں کا شعار بن گئے جیسے ایک مصحف میں قرآن مجید کو جمع کرنا، تراویح کو با جماعت ادا کرنا، جمعہ کے دن ایک اذان کا اضافہ کرنا اور قرآن مجید پر اعراب لگانا، یہ سب کام عہد رسالت کے بعد کیے گئے اور مساجد میں محرابوں کو بنانا اور قرآن مجید میں سورتوں کے نام اور آیات کی تعداد کو لکھنا، باقاعدہ دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کو بنانا، یہ سب کام اور گھڑیوں کے حساب پر نمازیں پڑھنا یہ سب کام دور صحابہ کے بعد کیے گئے لیکن ان پر شیخ ابن تیمیہ، غیر مقلدین اور دیو بندیوں کو اعتراض نہیں ہے، صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن کو عید قرار دینے پر ان کو اعتراض ہے، سو اس کی وجہ بغض رسالت نہیں تو اور کیا ہے؟

محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر مبنی خطابات اور نعت خوانی کا استحباب اور نعت خوانوں کو نذرانے دینے کا استحسان

میں کہتا ہوں: جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا کہ میلاد النبی منانا اور بارہ ربیع الاول کے دن جلسے منعقد کرنا اور ان جلسوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کے محامد و محاسن بیان کرنا اور آپ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ کرنا اور احکام شرعیہ کی تبلیغ کرنا اور عام مسلمانوں کو اعمال صالحہ کی تلقین کرنا اور بے عملی اور بدعملی پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا مستحب اور کار ثواب ہے اور اس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر مشتمل نعتیں پڑھنا اور مجلس کے آخر میں کھڑے ہو کر ادب سے آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا اور اللہ تعالیٰ سے اس مجلس کی مقبولیت کی دعا کرنا اور اپنی تمام نیک حاجات پوری ہونے کے لیے گڑگڑا کر دعا کرنا اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنا اور عذاب آخرت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا مجلس میلاد النبی کا اہم مقصود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیں پڑھنا صحابہ کی سنت ہے اور نعتیں سننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ سے اور حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہما سے اپنی نعتیں سنتے تھے اور مسرت کا اظہار کرتے تھے اور بسا اوقات ان کو نذرانے بھی عطا کرتے تھے۔ امام محمد بوصیری شافعی متوفی ۶۹۵ھ مفلوج ہو گئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں قصیدہ پڑھا۔ رات کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے ان کے مفلوج جسم پر اپنا دست شفاء پھیرا تو ان کے فالج کا اثر جاتا رہا اور آپ نے ان کو بردۃ (چادر) عطا کیا۔ شیخ ابو الرجاء الصدیق قطب زمانہ نے بتایا: جب یہ قصیدہ بارگاہ رسالت میں پڑھا جا رہا تھا تو میں اس مجلس میں حاضر تھا اور آپ اس قصیدہ کو سن کر فرط مسرت سے جھوم رہے تھے۔ جب سے ان کا یہ قصیدہ، قصیدہ بردہ کے نام سے معروف ہے اور تمام ممالک کے مسلمان آج تک اس قصیدہ کو ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ بہر حال ان سطور سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیں پڑھنا، ان

Marfat.com

پر خوش ہونا اور نعت خوانوں کو نذرانے دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اور آج تک اس پر مسلمان محبت سے عمل کر رہے ہیں۔

آج کل کے نعت خوانوں کا نعتوں میں شریعت سے انحراف کرنا

میری گزارش یہ ہے کہ ہر عمل میں اعتدال اور افراط و تفریط سے اجتناب ضروری ہے۔ اب ہمارے زمانے میں نعت خواں حضرات بہت بے احتیاطی کرتے ہیں۔ اول تو وہ ایسی نعتیں پڑھتے ہیں جس میں جنت الفردوس کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ بعض اشعار ملاحظہ ہوں جن کو نعت خواں حضرات ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں اور لوگوں سے داد و صول کرتے ہیں:

سنتا نہیں زاہد سے میں حوروں کی کہانی

الفت ہے مجھے سایۂ دیوار نبی سے　　بھاتی نہیں ہمدم مجھے جنت کی جوانی

کہ تجھ کو جنت چاہیے مجھ کو مدینہ چاہیے　　تیری چاہت میری چاہت میں یہ زاہد فرق ہے

یاد رہی نہ جنت ہم کو جنت ہی کچھ ایسی تھی　　کوئے نبی سے آ نہ سکے ہم راحت ہی کچھ ایسی تھی

لیکن اے دل فرقت کوئے نبی اچھی نہیں　　کون کہتا ہے کہ زینت خلد کی اچھی نہیں

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ　　کہ سب جنتیں ہیں نثار مدینہ

اسی طرح بعض اشعار میں عذاب قبر سے بے نیاز کرتے ہیں:

ڈراتا مجھ کو تو کیوں ہے عذاب قبر سے واعظ　　وہاں سرکار آئیں گے خطا جانے عطا جانے

اور بعض اشعار میں عذاب آخرت سے بے خوبی کی تلقین کرتے ہیں:

قبر کا خوف ہو مجھے کیونکر واں پہ آنا میرے حضور کا ہے

غم نہ محشر کی دھوپ کا ہے واں شامیانہ میرے حضور کا ہے

غور فرمائیے: قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی تعلیم یہ ہے کہ قبر، حشر اور دوزخ کے عذاب سے مسلمان ڈرتے رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت برحق ہے لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ لوگ اپنے گناہوں پر نادم نہ ہوں اور خوف آخرت کو بھول جائیں۔

اسی طرح بعض نعتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ کریں:

بنگری با دیدۂ صدیق اگر　　معنی حرفم کنی تحقیق

از خدا محبوب تر گردد نبی　　قوت قلب و جگر گردد نبی

دوسرا شعر یہ ہے:

محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا　　خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمد

وہ محشر میں انی انا اللہ کہہ کر نکلیں گے　　بجاتے تھے دنیا میں انی عبدہ کی بنسری ہر دم

غور فرمائیے: کیا ایسی نعتیں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں گے یا ناراض ہوں گے۔

محافل نعت کا ایک المیہ

اعتدال کے ساتھ نعت خوانی قابل تحسین اور لائق تقلید ہے لیکن ہمارے ہاں ہوتا یہ ہے کہ آدھی رات سے لے کر اذان فجر تک نعت خوانی کی مجلس گرم رہتی ہے اور اختتام مجلس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں اور اکثر سامعین نماز فجر نہیں

Marfat.com

پڑھتے۔ بتائیے کیا ایسی نعت خوانی کی مجلس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں گے! نعت خوانوں کو نذرانے پیش کرنا بھی سنت ہے اور لائق تحسین ہے لیکن ہمارے ہاں ہوتا یہ ہے کہ سنی حضرات نعت خوانوں کو تو بڑی بڑی رقوم پیش کرتے ہیں، لیکن دین کے دوسرے شعبوں میں اپنا مال اتنی کثرت سے خرچ نہیں کرتے اور تبلیغ، تصنیف، مدارس، مساجد اور تدریس کی حوصلہ افزائی کے لیے زیادہ مال خرچ نہیں کرتے۔ اس کے برعکس دیوبندی اور غیر مقلدین اپنا زیادہ تر مال تبلیغ، تصنیف اور تدریس کی حوصلہ افزائی کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دینی مدارس ہمارے مدارس سے بہت زیادہ ہیں، ان کی تصنیفات اور ان کے کتب خانے اور ان کے طلباء ہماری تصنیفات، ہمارے کتب خانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں۔

مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ متوفی ۱۳۹۱ھ نے اپنے زمانہ میں یہ رباعی لکھی:

''واحسرتا''

اہل سنت بہر قوالی و عرس　　دیوبندی بہر تصنیفات و درس
خرچ سنی بر قبور و خانقاہ　　خرچ نجدی بر علوم و درسگاہ

میلاد النبی کے جلوس میں اصلاح کی ضرورت

ہمارے شہروں میں میلاد النبی کے بڑے بڑے جلوس نکلتے ہیں اور نمازوں کے اوقات میں بھی نماز پڑھے بغیر یہ جلوس جاری رہتے ہیں اور بعض اوقات جلوس میں مرد و زن کا اختلاط بھی ہوتا ہے اور فلیٹوں کی بال کنیوں سے لڑکیاں شرکاء جلوس پر پھلوں اور مٹھائی کی تھیلیاں پھینکتی ہیں اور بعض اوقات جلوس کے ساتھ فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے۔ انہی خرافات کی وجہ سے دیوبندیوں کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ یہ جلوس بند کر دینے چاہیے، ہم کہتے ہیں: آج کل کے نکاح اور ولیمہ کی تقریبات میں بھی مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے اور فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے لیکن کوئی دیوبندی مولوی یہ نہیں کہتا کہ ان خرافات کی وجہ سے نکاح اور ولیمہ کی تقریبات کو بند کر دینا چاہیے، سو جس طرح نکاح اور ولیمہ کی تقریبات کو بند کرنے کے بجائے ان کی اصلاح کی ضرورت ہے اسی طرح عید میلاد النبی کے جلوس میں بھی اصلاح کرنی لازم ہے، اس میں مرد و زن کا اختلاط نہ ہو، نمازوں کے اوقات میں تمام شرکاء جلوس نماز پڑھیں اور جلوس کے دوران فلمی گانوں کی ریکارڈنگ کی بجائے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور نعت خوانی کی جائے۔ میں نے ۱۹۹۰ء اور ۱۹۹۳ء میں برطانیہ کا دورہ کیا اور وہاں میلاد النبی کے جلوسوں میں شرکت کی اور وہاں میں نے کسی جلوس میں کوئی شریعت کے خلاف بات نہیں دیکھی۔ صبح دس (۱۰) بجے جلوس شروع ہوا اور ظہر تک جاری رہا اور جلوس کے دوران سب ذکر و اذکار کرتے رہے اور جلوس کے اختتام پر صفۃ الاسلام بریڈفورڈ برطانیہ کی مسجد میں سب شرکاء جلوس جمع ہوئے اور سب نے صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن محبوبی زید حبہ وعلمہ ولطفہ کی قیادت میں نماز ظہر ادا کی، پھر اس کے بعد عصر تک علماء کی تقاریر ہوتی رہیں، پھر آخر میں صلاۃ و سلام کے بعد دعا ہوئی اور یوں یہ محفل میلاد النبی اختتام پذیر ہوئی، پھر اس کے بعد سب کو لنچ باکسز میں کھانا تقسیم کیا گیا جس کو سب نے ادب و احترام کے ساتھ تناول کیا، ضرورت ہے کہ پاکستان کے شہروں میں بھی عید میلاد النبی کے موقع پر اس طرز کے جلسے ہوں اور اس نوع کے جلوس نکالے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پاکستانی مسلمانوں کو توفیق مرحمت فرمائے کہ ہم عید میلاد النبی کو ادب و احترام سے منائیں۔ آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ وعلی آلہ و اصحابہ و ازواجہ صلوٰت اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ الی یوم الدین۔

Marfat.com

۲۲۔ بَابُ: مَنْ قَالَ لَا رَضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ جس نے کہا: دو سال کے بعد دودھ نہیں پلایا جائے گا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۔ (البقرہ: ۲۳۳) (اور مائیں اپنے بچوں کو) پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ (حکم) اس کیلئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہتا ہے۔

دودھ پلانے کی مدت کے مکمل ہونے میں فقہاء مذاہب کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے فقہاء احناف کے اس قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ دودھ پلانے کی انتہائی مدت تیس (۳۰) ماہ ہے اور ان کی دلیل درج ذیل آیت مبارکہ ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۔ (الاحقاف: ۱۵) اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا تاکیدی حکم دیا، اس کی ماں نے اس کو مشقت کے ساتھ پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف جھیل کر اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا۔

یعنی حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت ہر ایک کی تیس (۳۰) ماہ ہے، اور یہ ان کی بہت غریب تاویل ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

علامہ بدر الدین عینی حافظ ابن حجر کی اس شرح پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: سبحان اللہ! یہ نیند میں ڈوبے ہوئے شخص کا نتیجہ فکر ہے اور امام بخاری کے عنوان سے فقہاء احناف کے قول کی طرف اشارہ کا کیا سبب ہے؟ امام بخاری کا عنوان تو صرف ان فقہاء کے بیان کے لیے ہے جو مطلقاً کہتے ہیں کہ دو سال کے بعد بچہ کو دودھ پلانا جائز نہیں ہے اور امام بخاری کا یہ عنوان اس سے عام ہے کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے کا جواز فقہاء احناف کا قول ہو یا کسی اور کا اور اس قول کی نسبت تمام فقہاء احناف کی طرف کرنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ امام ابو یوسف اور امام محمد جو اکابر ائمہ احناف میں سے ہیں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ دو سال کے بعد بچہ کو دودھ پلانا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ علامہ عینی حنفی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے اس عبارت کے متصل یہ کہا ہے: اسی طرح ان کا قول ہے جنہوں نے دو سال کی مدت پر ایک مہینہ اور دو مہینہ کا اضافہ کیا۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۸۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی کا اعتراض بہت قوی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے ان کے اعتراض کا جواب نہیں بن سکا۔

یعنی حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت ہر ایک کی تیس (۳۰) ماہ ہے، اور یہ ان کی بہت غریب تاویل ہے اور جمہور کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ اس آیت میں حمل کی کم سے کم مدت بیان فرمائی ہے اور وہ چھ ماہ ہے اور دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت بیان

Marfat.com

فرمائی ہے اور وہ دو سال ہے اور ان کا مجموعہ تیس مہینہ ہیں، جن میں سے چھ مہینہ کم از کم مدت حمل ہے اور دو سال زیادہ سے زیادہ دودھ پلانے کی مدت ہے۔امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن کا بھی یہی مذہب ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابوحنیفہ یہ نہیں کہتے کہ زیادہ سے زیادہ حمل کی مدت ڈھائی سال ہے، اور فقہاء مالکیہ کی ایک روایت فقہاء احناف کے قول کے موافق ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ دودھ پلانے کے دو سال پورے ہونے کے بعد اتنے دنوں تک بچہ کو دودھ پلانا معاف ہے جتنے دنوں میں وہ طعام کھانے کا عادی ہو جائے گا کیونکہ عادت یہ ہے کہ بچہ ایک دم طعام کھانا شروع نہیں کرتا بلکہ چند دنوں کے بعد تدریجاً طعام کھانا شروع کرتا ہے، پھر ان کا اس مدت کی مقدار میں اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ چھ ماہ تک اس کو دودھ پلانا معاف ہے اور دوسرا قول ہے: دو ماہ تک اس کو دودھ پلانا معاف ہے اور تیسرا قول ہے: اس کو ایک ماہ تک دودھ پلانا معاف ہے اور چوتھا قول ہے: چند دنوں تک اس کو دودھ پلانا معاف ہے اور پانچواں قول یہ ہے: دو سال تک بچہ کو دودھ پلانے کے بعد اس مدت میں اضافہ نہ کیا جائے اور یہ ابن وہب کی امام مالک سے روایت ہے اور یہی جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" دو سال پورے ہونے کے بعد دودھ پلانا جائز نہیں ہے"۔

اس حدیث کی امام دارقطنی نے روایت کی ہے اور انہوں نے کہا: اس حدیث کو صرف ابن عیینہ سے الہیثم بن جمیل کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور وہ ثقہ حافظ ہے، اور امام ابن عدی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور انہوں نے بیان کیا ہے کہ الہیثم کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے یعنی یہ حضور کا ارشاد نہیں ہے اور یہی بات محفوظ ہے۔اور ان کے نزدیک اگر دو سال پورے ہونے کے بعد ایک لحظہ بھی دودھ پلایا تو اس پر کوئی حکم بھی مرتب نہیں ہوگا۔

اور امام زفر نے کہا کہ دودھ پلانے کی مدت تین سال تک ہے۔جب کہ بچہ کو صرف دودھ کفایت کرتا ہو اور طعام کفایت نہ کرتا ہو۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۸۔۲۶۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

تیس ماہ دودھ پلانے کی مدت کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فقہاء احناف کے قول کی تائید اور فقہاء شافعیہ کی دلیل کو رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

پس ثابت ہوا کہ دودھ پلانے کی مدت کی تکمیل دو سال تک ہے لیکن بچہ سے ایک دم دودھ چھڑانا ممکن نہیں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ دو سال پورے ہونے کے بعد اتنی مدت تک مزید دودھ پلایا جائے جس میں بچہ دودھ چھوڑ کر طعام کھانے کا عادی ہو جائے، پس کبھی اس کو دودھ پلانے کے ذریعہ اس کو غذا دی جائے اور کبھی اس کو طعام کھلانے کے ذریعہ غذا دی جائے حتیٰ کہ بچہ دودھ پینا بھول جائے، اور اس کی کم سے کم مدت جس میں بچہ دودھ پینے کی طرف منتقل ہو سکے چھ ماہ ہے اور اس کا قیاس حمل کی کم سے کم مدت پر ہے اور وہ بھی چھ ماہ ہے، لہٰذا دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ ہو جائے گی اور یہی فقہاء احناف کا قول ہے۔

فقہاء شافعیہ کی پیش کردہ حدیث مرفوع کا جواب

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام دارقطنی نے الہیثم بن جمیل از ابن عیینہ از عمرو بن دینار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" دو سال کے بعد دودھ پلانا جائز نہیں ہے"۔ میں کہتا ہوں کہ الہیثم بن جمیل کے سوا اس حدیث کی

Marfat.com

ابن عیینہ سے اور کسی نے روایت نہیں کی۔

امام ابن عدی نے کہا: الہیثم بن جمیل ثقات سے روایت کرنے میں غلطی کرتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ عمداً جھوٹ نہیں بولتا اور دوسرے راویوں نے اس حدیث کو صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول قرار دیا ہے اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ الہیثم سے ابوالولید بن بردالانطا کی روایت کرتا ہے اور وہ غیر معروف ہے اور امام نسائی نے کہا کہ الہیثم بن جمیل کی امام احمد، العجلی اور متعدد ائمہ نے توثیق کی ہے اور وہ حفاظ حدیث میں سے ہے مگر اس کو اس حدیث کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں وہم ہوا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے، اور اس حدیث کی امام سعید بن منصور نے از ابن عیینہ موقوفاً روایت کی ہے اور امام عبدالرزاق نے بھی اس حدیث کی موقوفاً روایت کی ہے، اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے بھی اس کی موقوفاً روایت کی ہے۔ نیز امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کی حضرت ابن مسعود اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی ہے، اور امام دارقطنی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی موقوفاً روایت کی ہے۔ یعنی ان تمام صحابہ نے یہ کہا کہ بچہ کو صرف دو سال تک دودھ پلانا جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان صحابہ کا قول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۳۶۔۱۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

زیر بحث مسئلہ میں فقہاء احناف کی تحریر

علامہ محمد امین بن عمر عبدالعزیز عابدین الدمشقی الشافعی الحنفی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مدت رضاعت ڈھائی سال ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک مدت رضاعت دو سال ہے اور ان دونوں قولوں پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ (ردالمحتار ج ۴ ص ۲۹۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

۵۱۰۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَأَنَّهُ تَغَيَّرَ وَجْهُهُ كَأَنَّهُ كَرِهَ ذَلِكَ فَقَالَتْ إِنَّهُ أَخِي فَقَالَ انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور اس وقت ان کے پاس ایک مرد تھا، پس گویا کہ آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا گویا کہ آپ نے اس مرد کو (اپنے گھر میں) ناپسند کیا، تو حضرت عائشہ نے بتایا کہ بے شک یہ میرا (رضاعی) بھائی ہے آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں پر غور کیا کرو کیونکہ دودھ پلانا صرف اس وقت معتبر ہے جب بچہ بھوک سے دودھ پیے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۴۷ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۶۴۷، ۵۱۰۲، صحیح مسلم: ۱۴۵۵، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۸، سنن نسائی: ۳۳۰۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۵، مسند احمد ج ۶ ص ۹۴، مسند احمد: ۲۴۶۳۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۴۱۲، مسند ابن راہویہ: ۱۴۶۷، سنن دارمی: ۲۲۵۶، شرح السنۃ: ۲۲۸۵، سنن سعید بن منصور: ۹۶۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۴۶۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۵۶، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

غیر مقلدین کے اس قول کا رد کہ ''بڑی عمر والے کے دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے''

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال الکبری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے ائمہ اس پر متفق ہیں کہ بڑی عمر والے کو دودھ پلانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور اللیث اور غیر مقلدین کا یہ قول شاذ ہے کہ بڑی عمر والے کو بھی دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور دودھ کا رشتہ ثابت ہو جاتا ہے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت ابوحذیفہ کی بیوی سے کہا کہ تم ان کو اپنا دودھ پلا دو، پھر یہ تمہارا رضاعی بیٹا ہو جائے گا، اور جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ (البقرہ: ۲۳۳)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ دو سال میں دودھ پلانے کی مدت مکمل ہو جاتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے سے دودھ کا رشتہ ثابت نہیں ہوگا۔

رہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث جو حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کے متعلق ہے تو یہ حدیث اس آیت سے منسوخ ہو چکی ہے یا پھر یہ حضرت سالم کی خصوصیت تھی، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج رضی اللہ عنہن نے کہا: یہ صرف حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی۔

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے (رضاعی) بھائیوں کے متعلق غور کرو کیونکہ رضاعت سے حرمت کم عمری میں ثابت ہوتی ہے جب دودھ پینے سے بھوک مٹ جاتی ہے نہ کہ اس وقت جب کہ بڑی عمر والے کی بھوک دال روٹی کھانے سے مٹ جاتی ہے۔

حرمت کے ثبوت کے لیے دودھ پلانے کی مقدار میں اختلاف فقہاء

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: خواہ دودھ کم پلایا جائے یا زیادہ اس سے دودھ کے رشتہ کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے، اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، الحسن البصری، عطاء، مکحول، طاؤس اور الحکم کا یہی قول ہے، اور یہی امام مالک، اللیث، الاوزاعی، الثوری اور فقہاء احناف کا مذہب ہے۔

اور دوسری جماعت نے کہا: ایک چسکی یا دو چسکی پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی رضاعت صرف تین چسکی دودھ پلانے سے ثابت ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ اور حضرت ابن الزبیر سے یہی روایت ہے اور یہی امام احمد، اسحاق، ابوثور اور ابوعبید کا قول ہے۔ ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک چسکی اور دو چسکیوں کے پینے سے حرمت رضاعت نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم: ۱۴۵۰، سنن ابوداؤد: ۲۰۶۳، سنن ترمذی: ۱۱۵۳، سنن نسائی: ۳۳۰۱، سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۲، مسند احمد: ۳۳۰۷)

اور دوسری جماعت نے کہا کہ دودھ پینے سے حرمت صرف پانچ متفرق چسکیوں کے پینے سے ہوتی ہے۔ ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قرآن مجید میں عشر رضعات معلومات یحرمن (دس معلوم دودھ کی چسکیاں حرام کرتی ہیں) نازل ہوئیں، پھر یہ آیت منسوخ کردی گئی اور یہ آیت نازل ہوئی: خمس معلومات (پانچ معلوم دودھ کی چسکیاں)، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ آیت قرآن مجید میں پڑھی جاتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۲۰۶۲، سنن ترمذی: ۱۱۵۳، سنن نسائی: ۳۳۰۴، سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۴)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ صرف سات چسکی دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں ہے: (مصنف عبدالرزاق: ۱۳۹۲۱، ۱۳۹۱۱، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۸۳)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو دس چسکیاں دودھ پلادیں تاکہ وہ ان کے پاس داخل ہوسکیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۰۲۵)

اور اس قول کی مثل حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ (المؤطا ص ۳۷۳)

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ امام مالک اور فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ۔ (النساء: ۲۳) اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دودھ پلانے کی مقدار کو کم یا زیادہ کے ساتھ مقید نہیں فرمایا اور اس کو مطلق رکھا ہے اور علماء نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رضاع کے متعلق احادیث میں اضطراب ہے، لہٰذا ان احادیث کو ترک کرنا اور کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

یہ کس طرح ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دس چسکیاں دودھ پلانے کا حکم دیں حالانکہ یہ حدیث منسوخ ہوچکی ہے۔ اور پانچ چسکیوں والی حدیث بھی منسوخ ہوچکی ہے اور ایک چسکی اور دو چسکی والی حدیث ثابت نہیں ہے اور حدیث میں اس قسم کا اضطراب حدیث کو ساقط کردیتا ہے۔

اور امام طحاوی نے کہا: اور اس میں نظر کا تقاضا یہ ہے کہ جو چیز حرام کرتی ہے اس میں عدد کی تاثیر نہیں ہوتی اور اس کی قلیل اور کثیر مقدار حرام کردیتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ یا اپنی باندی سے ایک مرتبہ جماع کرے تو وہ اس کے باپ اور بیٹے پر حرام ہوجاتی ہے اور اس کی ماں اور اس کی بیٹی اس مرد پر حرام ہوجاتی ہے۔ اسی طرح جب دودھ پلانے کی کثیر مقدار حرام کر دیتی ہے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی قلیل مقدار بھی حرام کردے گی۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱۱ ص ۴۹۴، ۴۸۰، ملخصاً)

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۶۳۔۱۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اپنی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی عبارت من وعن نقل کردی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۲۹۸۔۲۹۵، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی دودھ پلانے کی مقدار کی روایات کو نقل کرنے کے بعد آخر میں یہی لکھا ہے کہ یہ روایات مضطرب ہیں اور یہ صریح قرآن کے معارض نہیں ہوسکتیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی بحث میں علامہ ابن بطال مالکی کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۲۳۔ بَابُ: لَبَنِ الْفَحْلِ مرد (کے سبب سے جو) دودھ (حاصل ہو)

لبن الفحل کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:
الفحل کا معنی ہے: مرد اور اس کی طرف دودھ کی نسبت مجاز ہے کیونکہ مرد عورت میں دودھ اترنے کا سبب ہے۔
(فتح الباری ج ٦ ص ٢٠٧، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

لبن الفحل کی وجہ سے حرمت رضاعت میں صحابہ، تابعین، مجتہدین اور دوسرے فقہاء کا اختلاف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:
مرد کے سبب سے حاصل شدہ عورت کے دودھ میں فقہاء کا اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مرد کا دودھ حرام ہے جیسا کہ امام ترمذی نے ذکر کیا ہے اور حافظ ابن البر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی قول ہے اور تابعین میں سے عروہ بن الزبیر، طاؤس، عطاء، ابن شہاب، مجاہد، ابو الشعثاء، جابر بن زید، حسن بصری، شعبی، سالم، القاسم بن محمد، ہشام بن عروہ کا بھی یہی قول ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی کا امام احمد اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور الثوری، الاوزاعی، اللیث بن سعد اور اسحاق اور ابوالثور کا بھی یہی قول ہے۔

اور بعض صحابہ نے کہا ہے کہ مرد کے سبب سے حاصل شدہ عورت کا دودھ حرام نہیں ہے، ان میں سے حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت عائشہ، حضرت رافع بن خدیج اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم ہیں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں) اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، سلیمان بن یسار، ان کے بھائی عطا بن یسار، مکحول، ابراہیم نخعی، ابوقلابہ، ایاس بن معاویہ، القاسم بن محمد، سالم (ان کے بھی اس مسئلہ میں دو قول ہیں) اور شعبی اور اسی طرح حسن بصری اور ابراہیم بن علیہ۔

حافظ ابوعمر نے التمہید میں نقل کیا ہے کہ داؤد بن علی ظاہری متوفی ۲۷۰ھ کا بھی یہی موقف ہے اور معروف اس کے خلاف ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ائمہ مجتہدین اور اہل فتویٰ میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ مرد کے دودھ کی حرمت ساقط ہے ماسوا اہل الظاہر اور ابن علیہ کے اور معروف یہ ہے کہ داؤد ظاہری نے بھی ائمہ اربعہ کی موافقت کی ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ مرد کے دودھ حرام ہونے کا معنی یہ ہے کہ مرد کے دودھ کے سبب سے اس مرد اور دودھ پینے والے کے درمیان حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور دودھ پینے والا اس مرد کا بیٹا ہو جاتا ہے اور دودھ پینے والے کی اولاد اس مرد کی اولاد ہوتی ہے، اور جنہوں نے کہا کہ مرد کا دودھ حرام نہیں ہے ان کا قول اس کے خلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۳۸۔۱۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۰۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَ أَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ فَأَمَرَنِي أَنْ آذَنَ لَهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ افلح جو ابوالقعیس کے بھائی ہیں وہ ان کے پاس آنے کی اجازت طلب کرنے کے لیے آئے اور وہ ان کے رضاعی چچا ہیں اور یہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، پس میں نے

Marfat.com

ان کو آنے کی اجازت دینے سے انکار کیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ کو اپنے منع کرنے کی خبر دی، پس آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کو آنے کی اجازت دوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۴۴ میں گزر چکی ہے، تاہم ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۶۴۴، ۵۱۰۳، ۵۱۱۱، ۵۲۳۹، ۶۱۵۶، صحیح مسلم: ۱۴۴۵، سنن نسائی: ۳۳۱۴، سنن ترمذی: ۱۱۵۱، سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۸)

رضاعی چچا کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اشکال کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن فقہاء نے کہا کہ مرد کے دودھ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حرمت تو عورت کی جہت سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ مرد کی جہت کے سبب سے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے رضاعی بھائی اور رضاعی بھتیجیاں آتی تھیں اور ان کے پاس ان کے رضاعی بھائی کی بیویاں نہیں آتی تھیں، اور جن فقہاء نے کہا ہے: مرد کے دودھ سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے ان کی دلیل حدیث مذکور ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ابوالقعیس کی بیوی نے دودھ پلایا تھا جو دودھ ان کے شوہر سے حاصل ہوا تھا، پس حضرت ابوالقعیس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی والد ہو گئے اور حضرت ابوالقعیس کے بھائی ان کے رضاعی چچا ہو گئے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ اشکال ہوا کہ رضاعت تو حقیقت میں عورت کی جہت سے ثابت ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔ اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں (تم پر حرام ہیں)۔ (النساء: ۲۳)

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مرد کے سبب سے حرمت رضاعت کو نہیں جانا تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے تو دودھ نہیں پلایا، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ خبر دی کہ مرد کے دودھ سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: ''وہ تمہارے چچا ہیں، پس تم ان کو آنے کی اجازت دو''۔

مرد کے دودھ سے ثبوت حرمت پر عقلی دلیل

علامہ ابن المنذر مالکی نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ تمہاری رضاعی مائیں اور تمہاری رضاعی بہنیں تم پر حرام ہیں اور ان کے ماسوا کے متعلق حدیث میں تصریح نہیں ہے، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ دودھ کا سبب عورت اور مرد دونوں کی منی ہے، پس واجب ہے کہ حرمت رضاعت ان دونوں سے ثابت ہو جیسے اولاد کی نسبت ان دونوں کی طرف ہوتی ہے اور اگر ان کا سبب مختلف ہو جیسا کہ دادا جب بیٹے کا سبب ہے تو پوتے کی تحریم بھی اس کے ساتھ متعلق ہو گی جیسا کہ اس کے بیٹے کے ساتھ متعلق ہے، اسی طرح مرد اور عورت کا حکم ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ ایک مرد کی دو بیویاں ہیں، پس ان میں سے ایک بیوی نے کسی لڑکے کو دودھ پلایا اور دوسری بیوی نے کسی لڑکی کو دودھ پلایا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس لڑکے کا اس لڑکی کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۴۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۹۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۳۴۲)

کیونکہ نکاح واحد ہے اور ان کی مائیں ایک ہی مرد کی بیویاں ہیں اگرچہ وہ الگ الگ ہیں کیونکہ اس لڑکے اور لڑکی کا باپ ایک

ہی ہے جو کہ ان دونوں عورتوں کے دودھ کا سبب ہے اور وہ لڑکا اور لڑکی آپس میں علاتی (باپ شریک) رضاعی بھائی بہن ہیں۔
(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۶۴۔ ۱۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۹۹ھ کی شرح من وعن نقل کر دی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۳۰۰۔ ۲۹۹، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

دودھ پلانے والی کے دعویٰ اور دودھ پینے والے کی تصدیق سے رضاعت کے ثبوت پر حدیث مذکور سے استدلال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ جس نے دودھ پلانے کا دعویٰ کیا اور دودھ پینے والے نے اس کی تصدیق کر دی تو ان دونوں کے درمیان رضاعت یعنی دودھ کا رشتہ ثابت ہو جائے گا اور اس پر کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ حضرت افلح نے حضرت عائشہ کے رضاعی چچا ہونے کا دعویٰ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے دعویٰ کی تصدیق کر دی، اور شارع علیہ السلام نے صرف ان کے اس دعویٰ کی بنا پر ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آنے کی اجازت دے دی لیکن اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ ہوسکتا ہے کہ شارع علیہ السلام کو حضرت افلح کے رضاعی چچا ہونے کا پہلے علم ہو بغیر اس کے کہ حضرت افلح دعویٰ کریں اور حضرت عائشہ اس کو تسلیم کریں۔

کم مقدار میں (ایک چسکی) دودھ پینے سے بھی رضاعت کے ثبوت پر حدیث مذکور سے استدلال

اور اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ کم مقدار میں دودھ پینے سے بھی رشتہ رضاعت ثابت ہو جاتا ہے اور حرمت ثابت ہو جاتی ہے جس طرح زیادہ مقدار میں دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت افلح کے بھائی کی بیوی سے کتنی مقدار میں دودھ پیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے خواہ دودھ پینے کی مقدار کم ہو یا زیادہ، لیکن اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ عدم ذکر عدم محض کو مستلزم نہیں ہوتا ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت افلح کی بیوی کا زیادہ مقدار میں دودھ پیا ہو اور اس کا یہاں ذکر نہیں کیا۔

حدیث مذکور کے مسائل فقہیہ اور نکات لطیفہ (حضرت افلح کے رضاعی چچا ہونے کی وضاحت)

(۱) جس شخص کو کسی چیز کے حکم میں شک ہو تو وہ اس پر عمل کرنے میں توقف کرے حتیٰ کہ علماء دین سے اس چیز کا شرعی حکم معلوم کر لے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس میں شک تھا کہ حضرت افلح ان کے رضاعی چچا ہیں یا نہیں کیونکہ انہوں نے حضرت ابو القعیس کا دودھ نہیں پیا تھا بلکہ ان کی بیوی کا دودھ پیا تھا۔ حضرت افلح حضرت ابو القعیس کے رضاعی بھائی تھے اور حضرت ابو القعیس اس عورت کے شوہر تھے جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دودھ پلایا تھا، تو حضرت ابو القعیس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی والد ہوئے اور حضرت افلح، حضرت ابو القعیس کے رضاعی بھائی ہونے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا ہوئے۔ اس وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ شک تھا کہ انہوں نے حضرت ابو القعیس کا دودھ تو نہیں پیا بلکہ ان کی بیوی کا دودھ پیا تھا، پھر حضرت افلح حضرت ابو القعیس کے بھائی ہونے کی وجہ سے حضرت عائشہ کے رضاعی چچا کیسے ہو گئے اور جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ابو القعیس تمہارے رضاعی چچا ہیں، ان کو گھر آنے کی اجازت دو، اور آپ کے اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو القعیس کی بیوی کا دودھ پیا تھا لیکن اس دودھ کا سبب تو ان کے شوہر

Marfat.com

ابوالقعیس تھے، لہٰذا ان کے بھائی حضرت افلح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا ہو گئے۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ اجنبی مردوں سے عورتوں کو حجاب میں رہنا لازم ہے۔

(۳) کسی محرم کا اپنے محرم کے گھر آنے کے لیے اجازت طلب کرنا ضروری ہے جیسے حضرت افلح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آنے کے لیے ان سے اجازت طلب کی حالانکہ وہ ان کی رضاعی بھتیجی تھیں۔

(۴) عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی مرد کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہ دے جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت افلح کے گھر کے آنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی۔

افلح نام رکھنے کی تحقیق

(۵) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ افلح نام رکھنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں: بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ افلح نام رکھنا ممنوع ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنے بیٹے کا نام یسار (آسانی والا) اور رباح (نفع پانے والا) اور نجیح (کامیاب) اور افلح (زیادہ کامیابی والا) نہ رکھے، کیونکہ جب تم پوچھو گے: کیا گھر میں وہ ہے؟ اور وہ نہیں ہوگا تو تم کہو گے: نہیں ہے''۔ (پس یسار، رباح، نجیح یا افلح نہیں ہے اور اس میں بدفالی ہے اس لیے آپ نے ایسے نام رکھنے سے منع فرمایا) اور امام مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تم اپنے بیٹے کا نام نہ رباح رکھو اور نہ یسار رکھو اور نہ افلح رکھو اور نہ نافع رکھو''۔

(صحیح مسلم: ۲۱۳۶، سنن ابوداؤد: ۴۹۵۸، سنن ترمذی: ۲۸۳۶، سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۰، سنن دارمی: ۲۶۹۶، مسند احمد ج ۵ ص ۷)

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ان ناموں کے رکھنے سے منع فرمائیں یعنی یعلی، برکت، افلح، یسار، نافع اور اسی قسم کے دوسرے نام، پھر میں نے دیکھا کہ آپ نے ممانعت سے سکوت فرمایا، پھر آپ کی وفات ہو گئی اور آپ نے ان ناموں کے رکھنے سے منع نہیں فرمایا۔ (صحیح مسلم: ۲۱۳۸، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۰، سنن ترمذی: ۲۸۳۶، ابن ماجہ: ۳۷۲۹)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حتمی اور قطعی طور پر افلح نام رکھنے سے منع نہیں فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کا نام جو افلح تھا آپ نے ان کے نام کو بھی تبدیل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ افلح نام رکھنا جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مستفتی فتویٰ حاصل کرنے سے پہلے اپنے موقف کی کوئی علت بیان کرے تو اس پر انکار کیا جائے گا کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں! کیونکہ وہ تمہارا رضاعی چچا ہے''۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صرف یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ میں ان کو گھر آنے کی اجازت دوں اور یہ نہیں کہنا چاہیے تھا کہ مجھے حضرت ابوالقعیس نے تو دودھ نہیں پلایا تھا ان کی بیوی نے دودھ پلایا تھا۔

فقہاء احناف کے قاعدہ کے خلاف قوی حجت

اس حدیث سے بعض علماء نے فقہاء احناف کے خلاف حجت قائم کی ہے کیونکہ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی صحابی نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حدیث کی روایت کرے اور وہ حدیث سنداً صحیح ہو اور اس میں صحابی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس صحابی کی روایت پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے عمل کے موافق عمل کیا جائے گا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک مرد کے دودھ کا اعتبار نہیں ہے یعنی مرد کے سبب سے جو اس کی بیوی دودھ پلائے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ امام مالک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس موقف کا ذکر الموطا میں کیا ہے اور امام سعید بن منصور نے اس کا ذکر سنن سعید بن منصور میں کیا ہے اور امام ابو عبید نے اس کا ذکر کتاب النکاح میں سند حسن کے ساتھ کیا ہے، اور اس کے برخلاف جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ مرد کے سبب سے جو اس کی بیوی کا دودھ پیا جائے اس سے رضاعت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور فقہاء احناف کا بھی یہی موقف ہے اور اس حدیث میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے وہ یہ ہے کہ مرد کے سبب سے جو اس کی بیوی کا دودھ پیا جائے اس سے رضاعت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت افلح کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رضاعی چچا قرار دے دیا۔ اب چونکہ فقہاء احناف کا قاعدہ یہ ہے کہ جب صحابی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو پھر ان پر یہ لازم ہوگا کہ وہ مرد کے سبب سے دودھ پینے پر حرمت رضاعت کا اعتبار نہ کریں حالانکہ وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ مرد کے سبب سے جو دودھ پیا جائے اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور یہ فقہاء احناف کے قاعدہ کے خلاف بہت قوی حجت ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٢٧٢۔١٧٢، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی فقہاء احناف کے خلاف قوی حجت پر علامہ عینی حنفی کا تبصرہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اگر اس قائل (حافظ ابن حجر) کو فقہاء احناف کے قواعد کا صحیح ادراک ہوتا اور اس نے ان کے قواعد کو سمجھا ہوتا تو اس سے یہ کلام صادر نہ ہوتا لیکن عدم فہم اور تعصب مرد کو اس سے بھی زیادہ خبطی بات کرنے پر ابھارتا ہے۔

فقہاء احناف کا یہ قاعدہ علی الاطلاق نہیں ہے کہ صحابی کے ہر اس عمل کا اعتبار کیا جاتا ہے جو اس کی روایت کے خلاف ہو بلکہ اس کے عمل کا اس وقت اعتبار ہوتا ہے جب اس نے اپنے عمل کے خلاف کوئی حدیث سن لی ہو یا اسے اپنے عمل کے خلاف کوئی حدیث معلوم ہو گئی ہو پھر بھی وہ اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کے نزدیک وہ روایت منسوخ ہو چکی ہے یا اس سے وہ روایت صحیح نہیں ہے اور اگر اس نے پہلے اپنے عمل کے خلاف کوئی حدیث نہ سنی ہو یا اس کو اپنے عمل کے خلاف کوئی حدیث نہ پہنچی ہو پھر بعد میں اس نے اپنے عمل کے خلاف کوئی حدیث سن لی یا اسے کوئی حدیث معلوم ہو گئی ہو اور اس نے اپنے سابق عمل سے رجوع کر لیا ہو اور اپنی روایت پر عمل کیا ہو تو پھر اس کی روایت ہی کا اعتبار ہوگا اور اس کے سابق عمل کا اعتبار نہیں ہوگا اور یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پہلے یہ سمجھتی تھیں کہ مرد کے سبب سے جو دودھ پیا جائے اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتا دیا کہ حضرت افلح ان کے رضاعی چچا ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اپنے گھر آنے کی اجازت دے دی اور گویا اپنے سابق عمل سے رجوع کر لیا، سو یہ حدیث فقہاء احناف کے قواعد کے خلاف نہیں ہے بلکہ ان کے قواعد کے موافق ہے، لہٰذا اس حدیث کو ان کے قواعد کے خلاف قوی حجت قرار دینا درست نہیں ہے، علاوہ ازیں حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مرد کے سبب سے دودھ کو حرمت رضاعت کا سبب قرار دیتی تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ١٣٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب اور اس پر مصنف کا تبصرہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہاں نسیان کے احتمال کی گنجائش ہے۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی ن

شرح البخاری ج ۲ ص ۲۹۰، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۰۸ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا یہ جواب بالکل بے کار ہے اور ان کے اس جواب میں علامہ عینی کا اعتراض نہیں اٹھ سکا اور اس جواب سے لگتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اپنی شکست قبول کر لی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۲۴۔ بَابُ: شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ

دودھ پلانے والی کی گواہی

۵۱۰۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ عُقْبَةَ لَكِنِّي لِحَدِيثِ عُبَيْدٍ أَحْفَظُ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فَجَائَتْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ أَرْضَعْتُكُمَا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ تَزَوَّجْتُ فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَانٍ فَجَائَتْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ لِي إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا وَهِيَ كَاذِبَةٌ فَأَعْرَضَ عَنِّي فَأَتَيْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ قُلْتُ إِنَّهَا كَاذِبَةٌ قَالَ كَيْفَ بِهَا وَقَدْ زَعَمَتْ أَنَّهَا قَدْ أَرْضَعَتْكُمَا دَعْهَا عَنْكَ وَأَشَارَ إِسْمَاعِيلُ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى يَحْكِي أَيُّوبَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از عبداللہ بن ابی ملیکہ، انہوں نے کہا: مجھے عبید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی از حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا: میں نے یہ حدیث خود عقبہ سے سنی لیکن عبید کی حدیث زیادہ محفوظ ہے، حضرت عقبہ نے کہا: میں نے ایک عورت سے نکاح کیا، پس ہمارے پاس ایک سیاہ فام عورت آئی، اس نے کہا: میں تم دونوں کو دودھ پلا چکی ہوں، پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا: میں نے فلانہ بنت فلاں سے نکاح کیا تھا، پس ہمارے پاس ایک سیاہ فام عورت آئی، پھر اس نے مجھ سے کہا: بے شک میں تم دونوں کو دودھ پلا چکی ہو اور وہ جھوٹی عورت ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اعراض کیا، میں نے کہا: وہ جھوٹی عورت ہے، آپ نے فرمایا: تم اپنی بیوی کو کیسے اپنے نکاح میں برقرار رکھو گے حالانکہ اس عورت کا یہ زعم ہے کہ وہ تم دونوں کو دودھ پلا چکی ہے؟ تم اپنی بیوی کو اپنے پاس سے چھوڑ دو، اور راوی اسماعیل نے اپنی انگشت شہادت اور انگشت وسطی دو انگلیوں سے اشارہ کیا، اس کی ایوب حکایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۸۸ میں گزر چکی ہے، تاہم ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۱۰۴، سنن ابوداؤد: ۳۶۰۳، سنن نسائی: ۳۳۳۰، سنن ترمذی: ۱۱۵۱، سنن دار قطنی ۴۹۹، مسند احمد ج ۴ ص ۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۶۳)

ایک عورت کی گواہی سے رضاعت کے ثبوت میں فقہاء کا اختلاف اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب پر دلیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دودھ پلانے والی ایک عورت کی گواہی سے رضاعت کے ثبوت میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور طاؤس سے

روایت ہے کہ ایک عورت کی گواہی جائز ہے اور اس سے اس کی گواہی پر حلف لیا جائے گا۔ زہری، اوزاعی، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رضاعت کے ثبوت میں صرف دو مردوں کی گواہی قبول ہوگی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول ہوگی اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے اور امام مالک نے کہا: بغیر مرد کے دو عورتوں کی گواہی بھی قبول کی جائے گی، اور عطاء، شعبی اور امام شافعی نے کہا کہ چار عورتوں سے کم کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عقبہ سے فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو چھوڑ دو تو آپ کا یہ حکم بر بنائے احتیاط اور استحباب تھا یہ طریق وجوب نہیں تھا کیونکہ ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اگر اس عورت کے کہنے سے رضاعت ثابت ہو جاتی تو جب حضرت عقبہ نے پہلی بار آپ کو یہ خبر دی تھی تو آپ اس وقت یہ حکم دیتے کہ تم اپنی بیوی کو چھوڑ دو کیونکہ رضاعی بہن کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے اور آپ کا اعراض فرمانا اس کی دلیل ہے کہ اس سیاہ فام عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی لیکن جب حضرت عقبہ نے دوسری بار یہ خبر دی تو آپ نے ان کو اس تہمت سے بچانے کے لیے بیوی کو چھوڑنے کا حکم دیا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ حضرت عقبہ نے اپنی رضاعی بہن کو اپنے نکاح میں رکھا ہوا ہے، سو یہ حدیث امام اعظم کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۴۰۔۱۳۹، ملخصاً وموضحاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۵۔ بَابُ: مَا يَحِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ

کون سی عورتوں سے نکاح حلال ہے اور کون سی عورتوں سے نکاح حرام ہے

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ أَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ ...الی قولہ تعالیٰ... إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ (النساء: ۲۴۔۲۳)

تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں (یہ آیت یہاں تک ہے) بے شک اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے ○

وَقَالَ أَنَسٌ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ الْحَرَائِرُ حَرَامٌ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يَنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ وَقَالَ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ سے مراد ہے کہ تم پر شادی شدہ آزاد عورتیں حرام ہیں۔ اور (تم پر حرام کی گئی ہیں) وہ عورتیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں مگر (کافروں کی) جن عورتوں کے تم مالک بن جاؤ (النساء: ۲۴) حضرت انس اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ اگر کسی کی باندی اس کے غلام کے نکاح میں ہو تو وہ اس کو غلام سے چھین کر (یعنی طلاق دلوا کر) خود اس سے مباشرت کر لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ (البقرہ: ۲۲۱)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا زَادَ عَلَى أَرْبَعٍ فَهُوَ حَرَامٌ كَأُمِّهِ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو بیویاں چار سے زائد

Marfat.com

وَابْنَتِهِ وَأُخْتِهِ۔

ہوں وہ بھی حرام ہیں جیسے اس کی ماں، اس کی بیٹی اور اس کی بہن حرام ہیں۔

۵۱۰۵۔ وَقَالَ لَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي حَبِيبٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَرُمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَأَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ الْآيَةَ

اور ہم سے امام احمد بن حنبل نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے حبیب نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: کہ نسب سے سات قسم کی عورتیں حرام ہیں اور صہر (یعنی سسرالی رشتہ) سے بھی سات قسم کی عورتیں حرام ہیں، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ الایۃ (النساء: ۲۳) تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں۔

وَجَمَعَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ بَيْنَ ابْنَةِ عَلِيٍّ وَامْرَأَةِ عَلِيٍّ وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ بِهِ وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ مَرَّةً ثُمَّ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ۔

اور تحقیق عبداللہ بن جعفر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی (حضرت زینب) اور حضرت علی کی (بیوہ) بیوی (لیلیٰ بنت مسعود) کو ایک نکاح میں جمع کیا، اور ابن سیرین نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں، اور حسن بصری نے ایک مرتبہ کہا: یہ مکروہ ہے اور دوسری مرتبہ کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

وَجَمَعَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَيْنَ ابْنَتَيْ عَمٍّ فِي لَيْلَةٍ وَكَرِهَهُ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ لِلْقَطِيعَةِ وَلَيْسَ فِيهِ تَحْرِيمٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ۔

اور حضرت الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم نے اپنی دو چچا کی بیٹیوں سے ایک رات میں نکاح کیا اور جابر بن زید (تابعی) نے اس کو قطع رحم (یعنی سوکنوں کے جلاپے) کی وجہ سے اس کو مکروہ قرار دیا، اور یہ حرام نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (النساء: ۲۴) اور ان کے علاوہ سب عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا زَنَى بِأُخْتِ امْرَأَتِهِ لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ

اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی کی بہن سے زنا کیا تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

وَيُرْوَى عَنْ يَحْيَى الْكِنْدِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَأَبِي جَعْفَرٍ فِيمَنْ يَلْعَبُ بِالصَّبِيِّ إِنْ أَدْخَلَهُ فِيهِ فَلَا يَتَزَوَّجَنَّ أُمَّهُ وَيَحْيَى هَذَا غَيْرُ مَعْرُوفٍ وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ

اور یحییٰ الکندی سے روایت کی گئی ہے از الشعبی از ابوجعفر، انہوں نے کہا: جو شخص کسی بے ریش لڑکے سے اغلام بازی کرے اور اس کی دبر میں دخول کر دے تو اب وہ اس بے ریش لڑکے کی ماں سے نکاح نہ کرے، اور یہ راوی یحییٰ معروف نہیں ہے اور اس کی متابعت نہیں کی گئی۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا زَنَى بِهَا لَمْ تَحْرُمْ

اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی

Marfat.com

عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ

انہوں نے کہا: جب کسی مرد نے اپنی ساس کے ساتھ زنا کیا تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي نَصْرٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ حَرَّمَهُ

اور ابو نصر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے وہ (اس صورت میں) مرد پر اس کی بیوی کو حرام قرار دیتے ہیں۔

وَأَبُو نَصْرٍ هَذَا لَمْ يُعْرَفْ بِسَمَاعِهِ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

اور اس ابو نصر کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع معروف نہیں ہے۔

وَيُرْوَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَالْحَسَنِ وَبَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ تَحْرُمُ عَلَيْهِ

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور جابر بن زید اور حسن بصری اور بعض اہل عراق سے روایت ہے کہ (اس صورت میں) اس مرد پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے)

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَا تَحْرُمُ حَتَّى يُلْزِقَ بِالْأَرْضِ يَعْنِي يُجَامِعَ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس مرد پر اس کی بیوی اس وقت تک حرام نہیں ہوگی حتیٰ کہ وہ اپنی ساس کو زمین کے ساتھ چمٹا دے یعنی اس سے جماع کر لے۔

وَجَوَّزَهُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ وَالزُّهْرِيُّ

اور ابن المسیب، عروۃ اور زہری نے اس کو جائز قرار دیا ہے (یعنی اگر کوئی مرد اپنی ساس سے زنا کر لے تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی، امام بخاری ان تابعین کے اقوال سے امام اعظم ابو حنیفہ کا رد کر رہے ہیں کیونکہ امام اعظم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد اپنی ساس سے زنا کر لے تو اس پر اس کی بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ عَلِيٌّ لَا تَحْرُمُ وَهَذَا مُرْسَلٌ۔

اور زہری نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس صورت میں مرد پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی مگر یہ حدیث مرسل ہے (یعنی منقطع ہے)۔

ان چودہ عورتوں کا بیان جن سے کسی مرد کا نکاح کرنا جائز نہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں: سات عورتیں نسب سے حرام ہیں اور سات عورتیں سسرالی رشتہ سے حرام ہیں۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس نے جو سات نسبی عورتیں بیان کی ہیں وہ یہ ہیں: (۱) مائیں (۲) بیٹیاں (۳) بہنیں (۴) پھوپھیاں (۵) خالائیں (۶) بھتیجیاں (۷) بھانجیاں۔ اور جو سات عورتیں سسرالی رشتہ اور رضاعت سے حرام ہیں وہ یہ ہیں: (۱) رضاعی مائیں (۲) رضاعی بہنیں (۳) ساس (۴) ربائب (یعنی پہلے شوہر کی وہ بیٹیاں جن کو دوسرے شوہر نے پالا ہو) (۵) بہو (۶) دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا (۷) وہ عورتیں جن سے اس مرد کا باپ مباشرت کر چکا ہو۔

Marfat.com

قرآن مجید سے نسبی عورتوں کی تحریم کی تفصیل

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ۔ (النساء: ۲۳) اور تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں۔

اس آیت میں ماؤں سے مراد مائیں، دادیاں اور نانیاں ہیں۔

وَبَنٰتُكُمْ۔ (النساء: ۲۳) اور تمہاری بیٹیاں۔

اس سے مراد اس کی پشت سے پیدا ہونے والی بیٹیاں ہیں اور اس کی پوتیاں اور اس کی پرپوتیاں اور اس کی نواسیاں اور اس کی پرنواسیاں ہیں۔

وَأَخَوٰتُكُمْ۔ (النساء: ۲۳) اور تمہاری بہنیں۔

اس سے مراد اس کی سگی بہنیں ہیں اور باپ شریک نہیں اور ماں شریک نہیں ہیں۔

وَعَمّٰتُكُمْ۔ (النساء: ۲۳) اور تمہاری پھوپھیاں۔

اس سے مراد اس کے باپ کی سگی بہنیں ہیں اور اس کے باپ کی باپ شریک بہنیں ہیں اور اس کی ماں کی ماں شریک بہنیں ہیں خ اسی طرح اس کی دادا کی بہنیں ہیں خواہ وہ سگی بہنیں ہوں یا علاتی ہوں یا اخیافی ہوں، اور اسی طرح پردادا کی بہنیں ہیں۔

وَخٰلٰتُكُمْ۔ (النساء: ۲۳) اور تمہاری خالائیں۔

اس سے مراد اس کی ماؤں کی بہنیں ہیں خواہ وہ سگی بہنیں ہوں یا باپ شریک بہنیں ہوں یا ماں شریک بہنیں ہوں، اور اس طرح اس کی نانی کی بہنیں خواہ وہ سگی بہنیں ہوں یا علاتی بہنیں ہوں یا اخیافی بہنیں ہوں۔

وَبَنٰتُ الْأَخِ۔ (النساء: ۲۳) اور تمہاری بھتیجیاں۔

اس سے مراد اس کے سگے بھائی کی بیٹیاں اور باپ شریک بھائی کی بیٹیاں ہیں اور ماں شریک بھائی کی بیٹیاں ہیں، اور بھائی کے بیٹوں کی بیٹیاں ہیں یعنی بھتیجوں کی بیٹیاں اور بھتیجیوں کی بیٹیوں کی بیٹیاں ہیں۔

قرآن مجید سے رشتہ رضاعت اور رشتہ صہر (سسرال) کی عورتوں کی تحریم کی تفصیل

وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ أَرْضَعْنَكُمْ۔ (النساء: ۲۳) اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے۔

اس سے مراد دودھ پلانے والی اور اس کی ماں ہیں اور اسی طرح اس کی نانی ہے، وہ بھی رضاعی ماں کے قائم مقام ہیں اور اسی طرح رضاعی بہنوں کی تحریم کی بھی وہی تفصیل ہے جو نسبی بہنوں کی تحریم کی تفصیل ہے۔

اور مرد کی بیوی اس کے باپ پر اور اس کے بیٹے پر حرام ہے خواہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کی ہو یا نہ کی ہو اور اس کی بیوی اس کے دادا پر اور اس کے پوتے پر بھی حرام ہے نہ وہ اس کے پوتوں پر حلال ہے اور نہ اس کے نواسوں پر حلال ہے۔

وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ۔ (النساء: ۲۳) اور تمہارے نسلی بیٹوں کی بیویاں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (النساء: ۲۲) اور ان عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو جن کے ساتھ تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہیں۔

Marfat.com

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مباشرت کے ساتھ مقید نہیں کیا، پس دادیاں اور بہوئیں محض عقد نکاح سے حرام ہو جائیں گی، اور باندیوں پر ملکیت کی وجہ سے حرام ہو جائیں گی، اور رشتہ رضاعت اس معاملہ میں رشتہ نسب کی مثل ہے۔

اور اس آیت میں آباء سے مراد دادا اور نانا بھی ہیں اور ان میں سے کسی کے ساتھ بھی مرد کا نکاح جائز نہیں ہے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، البتہ اس کی اس بیوی کی ماں جس بیوی کے ساتھ اس مرد نے دخول یا مباشرت نہیں کی اس کی تحریم میں متقدمین فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب اس کی بیوی دخول سے پہلے اس سے طلاق یافتہ ہو جائے تو اب اس کی ماں اس مرد پر حرام ہوگی یا نہیں، پس جمہور سلف کا مذہب یہ ہے کہ ماں محض بیٹی کے ساتھ عقد سے حرام ہو جاتی ہے، اور بیٹی اس وقت تک حرام نہیں ہوتی جب تک اس نے اس کی ماں کے ساتھ دخول نہ کیا ہو۔

متقدمین کی ایک جماعت نے کہا کہ ماں اور ربیبہ دونوں اس میں برابر ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی مرد پر اس وقت تک حرام نہیں ہوتی جب تک کہ اس نے دوسری کے ساتھ دخول نہ کیا ہو اور انہوں نے قرآن مجید کی اس آیت کی غلط تاویل کی ہے:

وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَ رَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ۔ (النساء: ۲۳)

اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن سے تم صحبت کر چکے ہو اور اگر تم نے ان بیویوں سے صحبت نہ کی ہو تو (ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کوئی گناہ نہیں۔

پس ان فقہاء نے اس آیت کا معنی اس طرح بیان کیا: اور تمہاری ان بیویوں کی مائیں جن بیویوں کے ساتھ تم دخول کر چکے ہو اور تمہاری ربائب جو تمہاری گودوں میں زیر پرورش ہیں اور وہ تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں ہیں جن کے ساتھ تم دخول کر چکے ہو اور ان کا زعم یہ ہے کہ دخول کی شرط ماؤں اور ربائب دونوں کی طرف راجع ہے، اس قول کی خلاس نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۲۶۱)

اور یہ حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے اور یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اور مجاہد کا قول ہے اور اس میں ان کا اختلاف نہیں ہے۔

اور یہ وہ قول ہے جس کا ائمہ فتویٰ میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے، اور خلاس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے اس سے حجت قائم نہیں ہوتی اس لیے کہ محدثین کے نزدیک خلاس کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت صحیح نہیں ہے اور صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ قول ہے جو جماعت کے قول کی مثل ہے۔ (تفسیر القرطبی ج ۵ ص ۱۰۶)

اور سعید نے از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ (النسآء: ۲۳) ''اور تمہاری بیویوں کی مائیں'' کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت مبہم ہے۔ ساس بیٹی کے ساتھ عقد نکاح کی وجہ سے اس پر حلال نہیں ہے، اسی طرح سے امام مالک نے از یحییٰ بن سعید روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے اس مرد کے متعلق سوال کیا گیا جس نے کسی عورت سے نکاح کیا، پھر اس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے اس نے اس کو طلاق دے دی تو کیا اس کی بیوی کی ماں اس پر حلال ہوگی یا نہیں، تو حضرت زید بن ثابت نے کہا: نہیں کیونکہ اس آیت میں ام کا لفظ مبہم ہے اور دخول کی شرط ربائب کے متعلق ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہی روایت صحیح ہے۔ (المؤطا ص ۳۳۰)

علامہ ابن المنذر نے کہا: یہی قول صحیح ہے کیونکہ تمام بیویوں کی مائیں النسآء: ۲۳ میں داخل ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں مذکور ہے۔

Marfat.com

فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ (النساء:۲۳)　اور اگر تم نے ان بیویوں سے صحبت نہ کی ہو تو (ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس لیے تمام بیویوں کی مائیں مطلقاً مرد پر حرام ہیں خواہ اس نے ان بیویوں سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو، اور اس آیت میں جو فرمایا ہے: اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو ان سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ استثناء ربائب سے متعلق ہے، بیویوں کی ماؤں سے متعلق نہیں ہے کیونکہ ربائب کا ذکر قریب ہے اور بیویوں کی ماؤں کا ذکر ان کی بہ نسبت بعید ہے اور استثناء قریب کی طرف راجع ہوتا ہے کیونکہ یہ آیت اس طرح ہے:

وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمْ۔ (النساء:۲۳)　اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔

اس آیت میں بیویوں کی ماؤں کا ذکر پہلے ہے اور اس کے بعد ربائب کا ذکر ہے اور پھر استثناء ہے، لہٰذا یہ استثناء قریب کی طرف راجع ہوگا اور وہ ربائب ہے۔

عبداللہ بن جعفر کے نکاح میں حضرت علی کی بیٹی اور ان کی بیوہ کے جمع ہونے کی تحقیق اور اس میں مذاہب فقہاء

امام بخاری نے کہا ہے کہ عبداللہ بن جعفر نے حضرت علی کی بیٹی اور حضرت علی کی (بیوہ) بیوی کو ایک نکاح میں جمع کیا۔

علامہ ابن بطال اس کی شرح میں لکھتے ہیں: عبداللہ بن جعفر نے ان دونوں کو ایک نکاح میں اس لیے جمع کیا تھا کہ حضرت علی کی وہ بیٹی اس عورت سے پیدا نہیں ہوئی تھی جس کے ساتھ انہوں نے نکاح میں ان دونوں کو جمع کیا تھا۔ اور یہ صورت امام مالک، ثوری، امام ابوحنیفہ، الاوزاعی، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ مرد پر صرف یہ حرام ہے کہ وہ کسی عورت کو اور اس کی بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کرے اور اس پر یہ حرام نہیں ہے کہ وہ کسی عورت اور اس کی ربیبہ کو ایک نکاح میں جمع کرے نہ اللہ کی کتاب میں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں اور ان دونوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا درج ذیل آیتوں کے اعتبار سے جائز ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ۔ (النساء:۲۴)　اور ان کے علاوہ سب عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (النساء:۳)　تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔

اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں ہے، اور حسن بصری اور عکرمہ نے اس نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے۔

جن دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے، اس کی تحقیق اور مذاہب فقہاء

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: حسن بصری کا اس قول سے رجوع ثابت ہے اور جن لوگوں نے اس نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے یا نا جائز قرار دیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ کسی عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے، اور کسی عورت اور اس کی ربیبہ کو ایک نکاح میں جمع کرنا بھی اسی حکم میں ہے۔

شعبی نے کہا: یہ دیکھو کہ ہر وہ دو عورتیں جن میں سے ایک عورت کو مرد فرض کر لیا جائے تو پھر دوسری عورت کے ساتھ نکاح جائز نہ ہو تو پھر ایسی دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ شعبی سے پوچھا گیا کہ یہ کس کا قول ہے؟ تو انہوں نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا۔

Marfat.com

ثوری نے کہا: اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کسی مرد کی بیوی اور اس کی وہ بیٹی جو اس کی بیوی سے پیدا نہیں ہوئی ہے کے درمیان کوئی نسبی رشتہ نہ ہوتو وہ ان کو ایک نکاح میں جمع کر سکتا ہے یعنی بیوی اور بیوی کی ربیبہ کو ایک نکاح میں جمع کر سکتا ہے، اسی وجہ سے اکثر علماء نے اجازت دی ہے کہ ایک عورت اور اس کی ربیبہ کی بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے۔اور طاؤس اور مجاہد نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ چچا کی دو بیٹیوں کو (یعنی چچازاد بہنوں کو) ایک نکاح میں جمع کرنا مکروہ ہے اور ان کے نزدیک یہ حرام نہیں ہے، اور عطاء اور جابر بن زید کا بھی یہی قول ہے۔ ان دونوں نے کہا: یہ اس لیے مکروہ ہے کہ اس سے قطع رحم ہوگا اور دو بہنوں کے درمیان فساد ہوگا، اور اکثر علماء نے اس کی اجازت دی ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا: اور میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی نے اس نکاح کو باطل قرار دیا ہے اور جن عورتوں کے ساتھ نکاح کو مباح قرار دیا گیا ہے یہ نکاح بھی ان میں داخل ہے اور کتاب، سنت اور اجماع سے اس نکاح کی تحریم ثابت نہیں ہے اور چچا اور پھوپھی کی دو بیٹیوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کا بھی یہی ایک حکم ہے اور اسی طرح ماموں اور خالہ کی دو بیٹیوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کا بھی یہی ایک حکم ہے۔

جس عورت سے زنا کیا ہوتو اس کی ماں یا بیٹی کے حرام ہونے میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو آیا اس شخص پر اس کی بیٹی حرام ہوگی؟ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ یا جب کسی شخص نے کسی کی بیٹی سے زنا کیا تو کیا اس شخص پر اس کی ماں حرام ہوگی؟ اس میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء احناف، ثوری، اوزاعی، امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس شخص پر اس کی ماں اور بیٹی دونوں حرام ہو جائیں گی۔ یہ ابن قاسم کی امام مالک سے ''المدونۃ'' میں روایت ہے اور انہوں نے کہا: حرام کام حلال کام کو حرام کر دیتا ہے۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا: حرام کام حلال کام کو حرام نہیں کرتا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن المسیب، عروہ، ربیعہ اور اللیث کی روایت ہے اور الموطا میں یہی امام مالک کا قول ہے اور امام شافعی اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے اور اس قول کی دلیل یہ ہے کہ جب زنا میں مہر، عدت کا وجوب، میراث، ولد کا لحوق اور حد کا وجوب ساقط ہو گیا تو پھر اس پر جائز نکاح کا حکم لگانا بھی ساقط ہو گیا اور اکثر علماء نے یہ اجازت دی ہے کہ جس عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اس سے نکاح کر لیا جائے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ اس کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص کھجور کے درخت سے کھجوریں چرائے، پس ان کو کھالے، پھر ان کھجوروں کو خرید لے اور حضرت ابن مسعود، حضرت عائشہ اور حضرت البراء نے کہا کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور انہوں نے کہا: یہ دونوں مرد اور عورت جب بھی مجتمع ہوں گے تو زانی رہیں گے (تحقیق یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے۔)

تاہم اگر قاضی کے سامنے نکاح کے بعد بھی مقدمہ پیش ہو گیا اور گواہوں سے زنا ثابت بھی ہو گیا تو حد واجب ہوگی۔ (سعیدی غفرلہ)

اغلام بازی کی وجہ سے فاعل پر مفعول کی ماں کے ساتھ نکاح کے متعلق فقہاء کا اختلاف

امام مالک کے اصحاب اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہم اغلام بازی سے مفعول کی ماں کے ساتھ نکاح کو حرام نہیں قرار

Marfat.com

دیتے۔اور الثوری نے کہا: جب کبھی کسی مرد نے کسی بے ریش لڑکے کے ساتھ اغلام بازی کی تو اس مرد پر اس لڑکے کی ماں حرام ہو جائے گی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے۔انہوں نے کہا: جب کسی مرد نے اپنی بیوی کے بیٹے یا اس کے باپ (سسر) یا اس کے بھائی (سالا) کے ساتھ بدکاری کی تو اس مرد پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی۔اور اوزاعی نے کہا: جب ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے کے ساتھ لواطت (بدکاری) کی اور مفعول کے ہاں (بعد میں) بیٹی پیدا ہوگئی تو فاعل کے لیے اس بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس لڑکے کی بیٹی ہے جس کے ساتھ وہ دخول (بدکاری) کر چکا ہے، اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ص ۱۷۰۔۱۶۶، ملخصاً وموضحاً ومخرجاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے علامہ ابن بطال مالکی کی اسی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۳۱۸۔ ۳۰۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

عبداللہ بن جعفر نے جن دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کیا تھا ان کے اسماء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا: عبداللہ بن جعفر (بن ابی طالب) نے حضرت علی کی بیٹی اور حضرت علی کی بیوی کو ایک نکاح میں جمع کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے دو رشتہ دار عورتوں کے درمیان جلاپا اور قطع رحم لازم آتا ہے خواہ اس کا رشتہ مصاہرت کا ہو اور وہ اس کو ایک نکاح میں دو بہنوں کے جمع کرنے کی تحریم پر قیاس کرتے ہیں، اور اس اثر کی امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن جعفر نے لیلیٰ بنت مسعود (حضرت علی کی بیوی) اور ام کلثوم بنت علی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں ان کو اپنے نکاح میں جمع کیا۔اور دوسری روایت میں ہے کہ زینب اور لیلیٰ بنت مسعود کو نکاح میں جمع کیا اور اس میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ عبداللہ بن جعفر نے ام کلثوم کی وفات کے بعد زینب سے نکاح کیا تھا۔

کسی عورت کے ساتھ زنا کرنے کے سبب سے زانی پر اس عورت کی بیٹی یا اس کی ماں کے حرام ہونے میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کے دلائل

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جس نے کسی عورت اور اس کی بیٹی کی فرج کی طرف دیکھا۔اور دوسری سند کے ساتھ شعبی سے روایت کی ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی کی ماں کے ساتھ زنا کیا تو اس مرد کے اوپر اس کی بیوی اور ماں دونوں حرام ہو جائیں گی اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے۔انہوں نے کہا کہ جب کسی مرد نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا تو اس پر اس کی ماں اور بیٹی دونوں حرام ہو جائیں گی، فقہاء احناف کے علاوہ عطاء، اوزاعی، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔اور امام مالک سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے، اور جمہور نے اس کا انکار کیا ہے، انہوں نے کہا کہ شرع میں نکاح کا اطلاق عقد پر ہوتا ہے نہ کہ وطی پر۔اور نیز زنا میں نہ مہر ہوتا ہے نہ عدت ہوتی ہے اور نہ میراث ہوتی ہے۔اور حافظ ابن عبدالبر نے کہا کہ تمام شہروں کے اہل فتویٰ کا اس پر اجماع ہے کہ جب زانی کسی عورت سے زنا کرے تو اس پر اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا حرام نہیں ہے تو اس عورت کی ماں اور بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے۔(فتح الباری ج ۶ ص ۲۷۶۔ ۲۷۴، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

جمہور کی دلیل کا مصنف کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں: علامہ ابن حجر نے جو لکھا ہے کہ جمہور نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ شرع میں نکاح کا اطلاق عقد پر ہوتا ہے نہ کہ وطی پر اور زنا میں نہ مہر ہوتا ہے نہ عدت ہوتی ہے اور نہ میراث ہوتی ہے، جمہور کے قول کی وجہ یہ ہے کہ وہ زنا میں حرمت مصاہرت کا اعتبار نہیں کرتے۔ صرف نکاح میں حرمت مصاہرت کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے خود تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد زنا میں بھی حرمت مصاہرت کا اعتبار کرتے ہیں اور صرف امام شافعی زنا میں حرمت مصاہرت کا اعتبار نہیں کرتے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے قول کے مقابلہ میں صرف امام شافعی کے قول کو جمہور سے تعبیر کرنا سراسر ناانصافی ہے اور حق وصواب سے دور ہے اور دراصل جمہور یہی ائمہ ثلاثہ ہیں یعنی امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد اور انہی کا مذہب صحیح اور برحق ہے کیونکہ اسی میں احتیاط ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس بحث میں علامہ ابن بطال مالکی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرحوں کا خلاصہ لکھا ہے اور کوئی زائد بات نہیں لکھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۴۸۔۱۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۶۔ بَابُ: وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ (النساء: ۲۳)

اور تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔ (النساء: ۲۳)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الدُّخُولُ وَالْمَسِيسُ وَاللِّمَاسُ هُوَ الْجِمَاعُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دخول، مسیس اور لماس سے مراد جماع ہے۔

وَمَنْ قَالَ بَنَاتُ وَلَدِهَا مِنْ بَنَاتِهِ فِي التَّحْرِيمِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لِأُمِّ حَبِيبَةَ لَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ وَكَذٰلِكَ حَلَائِلُ وَلَدِ الْأَبْنَاءِ هُنَّ حَلَائِلُ الْأَبْنَاءِ وَهَلْ تُسَمَّى الرَّبِيبَةَ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فِي حَجْرِهِ وَدَفَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم رَبِيبَةً لَهُ إِلَى مَنْ يَكْفُلُهَا وَسَمَّى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ابْنَ ابْنَتِهِ ابْنًا۔

اور جس نے کہا کہ مرد کی پوتیاں بھی تحریم میں اس کی بیٹی کے حکم میں ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''تم میرے اوپر اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو ہرگز پیش نہ کرو''۔ اور اسی طرح پوتوں کی بیویاں تحریم میں بیٹوں کی بیویوں کے حکم میں ہیں اور آیا اگر کوئی لڑکی مرد کی زیر پرورش نہ ہو تو اس کو ربیبہ کہا جائے گا؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیبہ اس کے سپرد کر دی جو اس کی کفالت کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسہ کو بیٹا فرمایا۔

۵۱۰۶۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ لَكَ فِي بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ فَأَفْعَلُ مَاذَا قُلْتُ تَنْكِحُ قَالَ أَتُحِبِّينَ قُلْتُ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَرِكَنِي فِيكَ أُخْتِي قَالَ إِنَّهَا لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از زینب از حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کی ابوسفیان کی بیٹی کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ نے

Marfat.com

تَحِلُّ لِي قُلْتُ بَلَغَنِي أَنَّكَ تَخْطُبُ قَالَ ابْنَةَ أُمِّ سَلَمَةَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي مَا حَلَّتْ لِي أَرْضَعَتْنِي وَأَبَاهَا ثُوَيْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ دُرَّةُ بِنْتُ أَبِي سَلَمَةَ

پوچھا: تو میں کیا کروں؟ میں نے کہا: (اس سے) آپ نکاح کر لیں، آپ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتی ہو؟ میں نے کہا: میں آپ کو چھوڑنے والی نہیں ہوں اور میں یہ پسند کرتی ہوں کہ جو آپ میں میری شریک ہو وہ میری بہن ہو، آپ نے فرمایا: بے شک وہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ میں نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نکاح کا پیغام دے رہے ہیں؟ آپ نے پوچھا: ام سلمہ کی بیٹی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''اگر وہ میری ربیبہ نہ ہوتی تب بھی وہ میرے لیے حلال نہیں تھی، مجھے اور اس کے باپ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے، سو تم اپنی بیٹیوں کو اور اپنی بہنوں کو ہرگز مجھ پر پیش نہ کیا کرو''۔ اور اللیث نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی: ابوسلمہ کی بیٹی کا نام درۃ ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۰۱ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۱۰۱، ۵۱۰۷، ۵۱۲۳، ۵۳۷۲، صحیح مسلم: ۱۴۴۹، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۶، سنن نسائی: ۳۲۸۴، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۹)

ماؤں کے ساتھ دخول کے معنی میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ امام بخاری کی تعلیق مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

ماؤں کے ساتھ دخول کے اس معنی میں جس کے سبب سے ربائب کے ساتھ نکاح حرام ہو جاتا ہے، فقہاء کا اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دخول سے مراد جماع ہے اور یہی طاؤس کا قول ہے اور فقہاء میں سے کوئی ایک بھی اس کا قائل نہیں ہے اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب مرد نے اس عورت کو شہوت کے ساتھ مس کیا (چھوا) تو اس مرد پر اس کی ماں اور بیٹی دونوں حرام ہو جائیں گی، پھر اس عورت کو دیکھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام مالک نے کہا: جب مرد نے اس کے بالوں کی طرف یا اس کے سینے کی طرف یا اس کی زینت کی طرف لذت کے ساتھ دیکھا تو اس مرد پر اس کی ماں اور بیٹی دونوں حرام ہو جائیں گی۔ اور فقہاء احناف نے کہا: جب مرد نے اس کی فرج (اندام نہانی) کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھا تو وہ بھی شہوت کے ساتھ مس کرنے کے حکم میں ہے۔

(مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۳۱۰-۳۰۹، المدونۃ ج ۲ ص ۲۰۱-۲۰۰)

اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا: دیکھنے سے اس پر وہ عورت حرام نہیں ہوگی حتیٰ کہ وہ اس عورت کو مس کرے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں: علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ مس سے وہ عورت اس مرد پہ حرام نہیں ہوگی۔ (التوضیح ج ۲۴ ص ۳۲۰) (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: مسروق سے روایت کی گئی ہے کہ دیکھنے سے بھی تحریم ثابت ہو جاتی ہے اور النخعی، القاسم اور مجاہد سے روایت ہے کہ لمس اور مس سے تحریم ہو جاتی ہے۔

رَبِیبَہ کی تحریم میں غیر مقلدین کا مرد کے زیر پرورش ہونے کی قید کو قید احترازی قرار دینا اور اس کے مفہوم مخالف کا اعتبار کرنا اور ان کے اس قول کا رد

غیر مقلدین نے فقہاء کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ: مرد پر ربیبہ صرف اس صورت میں حرام ہوتی ہے جب وہ اس کے زیر پرورش ہو اور ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ۔ (النساء: ۲۳) اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری زیر پرورش ہیں تمہاری ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔

انہوں نے کہا: ربیبہ کی تحریم کی دو شرطیں ہیں: (۱) وہ لڑکی اس مرد کی زیر پرورش ہو (۲) اس لڑکی کی ماں سے وہ مرد دخول کر چکا ہو، پس جب ان دو شرطوں میں سے کوئی ایک بھی نہ پائی جائے تو تحریم واقع نہیں ہوگی، انہوں نے کہا کہ خاوند کو ربیبہ کے لیے اس وجہ سے محرم قرار دیا گیا ہے کہ اس کو ربیبہ کو خود سے چھپانے میں مشقت ہوتی ہے اور یہ معنی اسی وقت پایا جائے گا جب وہ ربیبہ یا وہ لڑکی اس کے زیر پرورش ہو۔ (المحلی ج ۹ ص ۵۳۱۔۵۲۷)

غیر مقلدین کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: ''اگر وہ میری ربیبہ نہ ہوتی جو میرے زیر پرورش ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۱۰۱)

سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریم کے لیے اس لڑکی کے زیر پرورش ہونے کی شرط عائد کی ہے۔

اور انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس کی اجازت کی روایت کی ہے (یعنی اگر وہ لڑکی زیر پرورش نہ ہو تو پھر اس سے نکاح کرنا جائز ہے)۔

علامہ ابن المنذر اور امام طحاوی نے کہا: یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے کیونکہ اس کو ابراہیم از عبید از مالک بن اوس از حضرت علی روایت کرتا ہے اور یہ ابراہیم غیر معروف ہے۔

اور اکثر اہل علم نے غیر مقلدین کے اس قول کو رد کر دیا ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پس تم مجھ پر اپنی بیٹیوں کو اور اپنی بہنوں کو ہرگز پیش نہ کرو''۔ (صحیح البخاری: ۵۱۰۷)

اس حدیث میں بیٹیوں کے ساتھ زیر پرورش کی قید نہیں ہے۔ اور اس حدیث میں آپ نے بیویوں کی بیٹیوں کو مطلقاً حرام فرمایا ہے خواہ وہ مرد کے زیر پرورش ہوں یا نہ ہوں، سو یہ حدیث زیر پرورش کی قید کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔ امام ابوعبید نے کہا: اس قید کی نفی پر یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم مجھ پر اپنی بیٹیوں کو پیش نہ کرو''۔

اس حدیث میں آپ نے بیٹیوں کو عام قرار دیا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ بیٹیاں جو میرے زیر پرورش ہیں اور آپ نے دونوں قسم کی بیٹیوں کو تحریم میں برابر قرار دیا ہے۔

النساء: ۲۳، میں زیر پرورش کی قید کا مفہوم مخالف معتبر نہ ہونا اور اس قید کا ذکر بہ طور عادت غالبہ ہونا

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ربائب کی نسبت زیر پرورش کی طرف کی ہے یعنی تمہاری بیوی کی جو بیٹیاں تمہارے زیر پرورش ہوں وہ تم پر حرام ہیں، یہ نسبت بہ طور اغلب کے ہے کیونکہ عموماً ان ہی ربائب سے نکاح حرام ہوتا ہے جو مرد کے زیر پرورش رہی ہوں اور اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے کہ مرد کی بیوی کی بیٹی جو اس کے زیر پرورش نہ رہی ہو وہ حرام نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ۔ (الاحزاب: ۵۰) اے نبی! ہم نے آپ کے لیے آپ کی ان ازواج کو حلال کر دیا ہے جن کا مہر آپ ادا کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مرد پر اس کی بیویوں کو صرف عقد نکاح سے حلال کیا ہے نہ کہ ان کو مہر ادا کرنے کی وجہ سے کیونکہ یہ امر معقول ہے کہ اگر کوئی مرد عقد نکاح کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اس نے ان کا مہر ادا نہ کیا ہو تب بھی اس مرد کی اپنی بیوی پہ طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ درج ذیل آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً۔ (البقرہ: ۲۳۶) تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ بیویوں سے نکاح صحیح ہے خواہ ان کا مہر ادا نہ کیا ہو۔ اور اس سے ہم کو یہ معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آپ کے لیے صرف عقد نکاح سے حلال ہو گئی تھیں اور مہر ادا کرنے سے، لہٰذا یہ معلوم ہوا کہ الاحزاب: ۵۰ میں جو مہر ادا کرنے کی قید ہے وہ بہ طور عادت غالبہ کے ہے کیونکہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ لوگ اپنی بیویوں کو مہر ادا کرتے ہیں، اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بیوی کو مہر نہ دیا ہو تو اس کے ساتھ نکاح صحیح نہیں ہو گا۔

اسی طرح النسآء: ۲۳ میں جو فرمایا ہے کہ تم پر وہ تمہاری ربائب حرام ہیں جو تمہاری زیر پرورش ہیں، اس آیت میں بھی زیر پرورش کی قید بہ طور عادت غالبہ کے ہے کیونکہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ ربائب مرد کے زیر پرورش ہوتی ہیں۔

علامہ ابن القصار مالکی نے کہا: جمہور کی دلیل یہ ہے کہ ربائب کے حرام ہونے میں زیر پرورش ہونے کی قید کی کوئی تاثیر نہیں ہے اور نہ اباحت میں اس کی کوئی تاثیر ہے کیونکہ بہن اور پھوپھی اور خالہ حرام ہیں۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مرد کی وہ بہن یا پھوپھی یا خالہ اس کی زیر پرورش ہوں یا نہ ہوں۔ اور اگر مرد کے زیر پرورش ہونا تحریم میں موثر ہوتا تو جب کوئی عورت مرد کے زیر پرورش نہ ہو تو وہ حرام نہ ہوتی حالانکہ مرد کی بہن اور اس کی پھوپھی اور خالہ اس مرد کے زیر پرورش نہ ہوں پھر بھی وہ اس پر حرام ہوتی ہیں، سو اسی طرح مرد کی ربائب بھی اگر اس کے زیر پرورش نہ ہوں پھر بھی اس پر حرام ہوں گی۔ لہٰذا غیر مقلدین کا یہ کہنا غلط ہے کہ اگر مرد کی ربائب اس کے زیر پرورش نہ ہوں تو پھر وہ اس پر حرام نہیں ہیں اور ان سے نکاح کرنا حرام نہیں ہے۔ اور النسآء: ۲۳ میں مرد کے زیر پرورش ہونے کی قید عادت غالبہ کے اعتبار سے ہے اور یہ قید احترازی نہیں ہے اور اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۷۲۔۱۷۱، موضحاً و مخرجاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے امام بخاری کی اس تعلیق پر وہی دلائل لکھے ہیں جو ان سے پہلے علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھ چکے تھے۔

(التوضیح ج ۲۴ ص ۳۲۴۔۳۲۰، فتح الباری ج ۶ ص ۲۷۸۔۲۷۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

جماع کو دخول، مس اور لمس کے ساتھ تعبیر کرنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ امام بخاری کی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قرآن مجید میں جو دخول کرنے اور مس اور لمس کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد جماع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حیاء کرنے والا اور کریم ہے، وہ صراحتاً جماع کا لفظ ذکر نہیں کرتا بلکہ اس کو کنایہ کے ساتھ تعبیر فرماتا ہے۔

Marfat.com

ربائب کے مطلقاً حرام ہونے کی دلیل

امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا کہ جس نے یہ کہا کہ اس کی بیوی کے بیٹے کی بیویاں تحریم میں اس کی بیوی کی بیٹیوں کی مثل ہیں۔اور اس پر امام بخاری نے اس سے استدلال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''تم مجھ پر اپنی بیٹیوں کو پیش نہ کرو''۔اور اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ بیٹیوں کا لفظ بیٹیوں کی بیٹیوں کو بھی شامل ہے خواہ وہ مرد کے زیر پرورش نہ ہوں۔اس سے معلوم ہوا کہ ربائب مطلقاً حرام ہیں کیونکہ اس حدیث میں آپ نے زیر پرورش کی قید نہیں لگائی۔

جو ربائب مرد کے زیر پرورش نہ ہوں ان کے مرد پر حرام ہونے میں فقہاء کا اختلاف

اور امام بخاری نے فرمایا: کیا پھر بھی ربیبہ قرار دیا جائے گا خواہ وہ مرد کے زیر پرورش نہ ہوں۔امام بخاری نے اس جملہ کو بہ صورت استفہام لکھا ہے کیونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ قرآن مجید میں جو ربائب کے ساتھ مرد کے ساتھ زیر پرورش ہونے کی قید ہے آیا یہ اس کے حرام ہونے کی شرط ہے یا نہیں؟ جمہور فقہاء کے نزدیک ربائب کے حرام ہونے کی یہ شرط نہیں ہے کہ وہ مرد کے زیر پرورش ہوں اور النساء: ۲۳ میں زیر پرورش کا ذکر بہ طور عادت غالبہ کے ہے اور اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے۔ اور غیر مقلدین کے نزدیک زیر پرورش ہونا ربائب کے حرام ہونے کی شرط ہے۔اور اگر وہ ربائب مرد کے زیر پرورش نہ ہوں تو پھر وہ ربائب پر حرام نہ ہوں گی۔

ربائب کے مرد پر حرام ہونے میں اس کے زیر پرورش ہونے کی شرط کی نفی پر امام بخاری کا استدلال

امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ربیبہ کو اس کے سپرد کر دیا جو اس کی کفالت کرے۔
علامہ عینی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس حدیث کو اس پر استدلال کرنے کے لیے پیش کیا ہے کہ زیر پرورش ہونا ربائب کے حرام ہونے کی شرط نہیں ہے جیسا کہ غیر مقلدین کا مذہب ہے۔اس کی توجیہ اور تفصیل یہ ہے کہ امام بزار اور حاکم نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل اشجعی کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب دی اور فرمایا: ''تم صرف اس کو دودھ پلانے والی کے شوہر ہو''۔ پس نوفل اشجعی حضرت زینب بنت سلمہ رضی اللہ عنہا کو لے گئے، پھر دوبارہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ لڑکی کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ اپنی رضاعی ماں کے پاس ہیں اور میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں تا کہ آپ مجھے تعلیم دیں، پس آپ نے ان کو یہ تعلیم دی کہ سوتے وقت کون سی سورت کی تلاوت کی جائے۔اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ کی تعلیم دی۔حافظ ابن عبد البر نے کہا کہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے۔علامہ عینی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث سنن ابوداؤد میں مذکور ہے۔
اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت ام سلمہ کے متعلق فرمایا: ''اگر یہ میری ربیبہ نہ ہوتی جو میرے زیر پرورش رہی ہے پھر بھی یہ مجھ پر حلال نہیں ہے''۔اس حدیث سے غیر مقلدین نے یہ استدلال کیا ہے کہ آپ نے اس حدیث میں حضرت زینب بنت ام سلمہ کو اپنے اوپر حرام کرنے کی شرط لگائی کہ وہ میرے زیر پرورش رہی ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ مرد پر ربیبہ کے حرام ہونے کی یہ شرط ہے کہ وہ مرد کے زیر پرورش رہی ہو۔تو میں اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ''میرے زیر پرورش ہونے'' کی قید کی روایت صالح بن احمد نے از والد خود روایت کی ہے اور امام ابوعبید نے بھی اس کی روایت کی ہے۔اور علامہ ابن المنذر مالکی اور امام طحاوی حنفی نے کہا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے کیونکہ اس روایت کا ایک راوی ابراہیم بن عبید بن

Marfat.com

رفاعہ ہے جو مجہول ہے اور اکثر اہل علم نے اس کو رد کر دیا ہے اور جمہور فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ "تم اپنی بیٹیوں کو اور اپنی بہنوں کو مجھ پر پیش نہ کرو"۔ اور اس حدیث میں آپ نے زیر پرورش کی قید نہیں لگائی، لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ صالح بن احمد کی روایت میں بھی یہ قید نہیں ہے۔

حدیث میں نواسہ کو بیٹا فرمانے سے امام بخاری کا مقصد

امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے بیٹے یعنی نواسہ کو بیٹا فرمایا کیونکہ "کتاب المناقب" میں یہ حدیث گزری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: "میرا یہ بیٹا سید ہے"۔ اس سے امام بخاری نے ان لوگوں کے قول پر استدلال کیا ہے جنہوں نے کہا: مرد کی پوتیاں بھی تحریم میں اس کی بیٹیوں کے حکم میں ہیں اور اس طرح پوتوں کی بیویاں تحریم میں بیٹیوں کے حکم میں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۴۸۔ ۱۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ علامہ عینی پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے انہوں نے امام بخاری کی اس مغلق تعلیق کو کھول دیا اور اس مشکل تعلیق کو حل کر کے اس کی آسان شرح کی، اس کے برخلاف علامہ ابن بطال، علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر نے اس تعلیق کے اوپر مزید دلائل تو فراہم کیے ہیں لیکن اس تعلیق کو نہ کھولا ہے اور نہ اس کو حل کیا ہے۔

۲۷۔ بَابُ: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَاقَدْ سَلَفَ (النسآء: ۲۳)

(اور تم پر حرام کیا گیا ہے) یہ کہ تم دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع کرو۔ (النسآء: ۲۳)

۵۱۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ انْكِحْ أُخْتِي بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ وَتُحِبِّينَ قُلْتُ نَعَمْ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لِي قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَوَاللهِ إِنَّا لَنَتَحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَوَاللهِ لَوْ لَمْ تَكُنْ فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي إِنَّهَا لَابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب کہ عروہ بن الزبیر نے ان کو خبر دی کہ بے شک حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ میری بہن بنت ابی سفیان سے نکاح کر لیں، آپ نے پوچھا: "تم پسند کرتی ہو؟" میں نے کہا: جی ہاں! (لیکن) میں آپ کو چھوڑنے والی نہیں ہوں اور میں یہ پسند کرتی ہوں جو اس خیر میں میری شریک ہو وہ میری بہن ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک وہ میرے لیے حلال نہیں ہے"۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پس اللہ کی قسم! بے شک ہم یہ باتیں کر رہے ہیں کہ آپ درہ بنت ابی سلمہ سے نکاح کا ارادہ کر رہے ہیں، آپ نے پوچھا: "ابو سلمہ کی بیٹی؟" میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: "پس اللہ کی قسم! اگر وہ میرے زیر پرورش نہ ہوتی تب بھی وہ میرے لیے حلال نہ ہوتی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ

Marfat.com

پلایا ہے، پس تم مجھ پر اپنی بیٹیوں کو پیش نہ کرو اور نہ اپنی بہنوں کو"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۰۱ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری ۵۱۰۷، صحیح مسلم: ۱۴۴۹، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۶، سنن نسائی: ۳۲۸۴، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۹)

دو بہنوں کو جمع کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف اور غیر مقلدین کا شاذ قول

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دو بہنوں کو ایک عقد نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ۔ (النسآء: ۲۳) اور (تم پر حرام کیا گیا ہے) یہ کہ تم دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع کرو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم مجھ پر اپنی بہنوں کو پیش نہ کرو"۔ کیونکہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جو دو باندیاں آپس میں بہنیں ہوں ان کو وطی میں جمع کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، پس تمام فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ ان کو وطی میں جمع کرنا جائز نہیں ہے اور غیر مقلدین کا یہ قول شاذ ہے کہ ان کو وطی میں جمع کرنا اس طرح جائز ہے جس طرح ان کو ملک میں جمع کرنا جائز ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ دو بہنوں کو جمع کرنے کی مخالفت صرف منکوحات میں ہے کیونکہ النسآء: ۲۳ منکوحات میں سے محرمات کے متعلق وارد ہے اور انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: وہ دو باندیاں جو بہنیں ہوں ان کو وطی میں جمع کرنا ایک آیت سے حلال ہے اور دوسری آیت سے حرام ہے۔

امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ جس آیت نے ان کو جمع کرنے کو حلال کیا وہ یہ ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ۔ (النسآء: ۲۴) اور ان کے علاوہ سب عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں۔

اور جس آیت سے ان کو وطی میں جمع کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے وہ النسآء: ۲۳ ہے اور ائمہ فتویٰ میں سے کسی نے بھی اس قول کی طرف التفات نہیں کیا کیونکہ انہوں نے کتاب اللہ کے خلاف اس آیت کی تاویل کی ہے اور جن صحابہ نے اس تاویل کو ناجائز کہا ہے وہ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر منصب قضا میرے پاس ہوتا تو میں ان لوگوں کو عبرت ناک سزا دیتا جو ان باندیوں کو وطی میں جمع کرتے ہیں جو بہنیں ہیں، اور یہ صحابہ کتاب اللہ کے عالم ہیں اور کلام عرب کے عارف ہیں اور جو ان کی مخالفت کرے اس کی تاویل ضعیف ہے اور وہ مومنین کے طریقہ کی مخالفت کرنے والا ہے۔

غیر مقلدین کی دلیل کا جواب

رہا غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ النسا: ۲۳ صرف منکوحات کی طرف راجع ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممکن ہے کہ اس آیت کا اول حصہ منکوحات کے ساتھ خاص ہو اور اس آیت کا دوسرا حصہ عام ہو جو باندیوں کو بھی شامل ہو۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ اس آیت کے اول حصہ میں ماؤں اور بیٹیوں کا ذکر ہے جن پر ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔ اگر وہ باندیاں ہوں اور اس کے بعد اس آیت میں پھوپھیوں اور خالاؤں کا ذکر ہے جن پر ملکیت ثابت ہوتی ہے (اگر وہ باندیاں ہوں) اسی طرح دو بہنوں کو نکاح اور وطی بالملک دونوں میں جمع کرنے کی ممانعت ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۱۰۷ کی علامہ ابن بطال مالکی کے علاوہ اور کسی نے شرح نہیں کی۔

۲۸۔ بَابٌ: لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا

کسی عورت کا اس کی پھوپھی کے اوپر نکاح نہ کیا جائے

۵۱۰۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ سَمِعَ جَابِرًا رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا وَقَالَ دَاوُدُ وَابْنُ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔ (صحیح مسلم: ۱۴۰۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی از الشعبی، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی عورت کے اوپر اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا۔ اور داؤد اور ابن عون نے کہا از الشعبی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۵۱۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عورت اور اس کی پھوپھی کو (نکاح میں) جمع نہ کیا جائے اور نہ عورت اور اس کی خالہ کو (نکاح میں) جمع کیا جائے"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۱۰ میں آ رہی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۱۰۹، ۵۱۱۰، صحیح مسلم: ۱۴۰۸، سنن نسائی: ۳۲۸۸، موطا امام مالک: ۱۱۰۸، مسند الشافعی ج ۱ ص ۲۷۳)

۵۱۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي قَبِيصَةُ بْنُ ذُؤَيْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَالْمَرْأَةُ وَخَالَتُهَا فَنُرَى خَالَةَ أَبِيهَا بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ۔ (صحیح مسلم: ۱۴۰۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے قبیصہ بن ذویب نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس سے منع کیا کہ کسی عورت کا اس کی پھوپھی کے اوپر نکاح کیا جائے اور عورت کا اس کی خالہ کے اوپر نکاح کیا جائے پس ہم سمجھتے ہیں کہ عورت کے باپ کی خالہ بھی اس کی خالہ کے حکم میں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۰۹ کے مطابق ہے۔

۵۱۱۱۔ لِأَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔

کیونکہ عروہ نے مجھ سے بیان کیا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: رضاعت سے ان رشتوں کو حرام قرار دو جو رشتہ نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۴۴، میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۲۶۴۴، ۴۷۹۶، ۵۱۰۳، ۵۱۱۱، ۵۲۳۹، ۶۱۵۶، صحیح مسلم: ۱۴۴۵، سنن نسائی: ۳۳۱۴، سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۸، سنن ترمذی: ۱۱۵۱)

عورت، اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ کو ایک نکاح میں جمع کرنے کے متعلق فقہاء مذاہب کی تفصیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری، المالکی، المتوفی ۴۴۹ھ ان چاروں احادیث مذکورہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ عورت اور اس کی پھوپھی کو نکاح میں جمع نہ کیا جائے خواہ اس کی پھوپھی اونچے درجہ کی ہو اور نہ عورت اور اس کی خالہ کو ایک نکاح میں جمع کیا جائے خواہ وہ اوپر کے درجہ کی ہو۔

اور عبدالملک بن حبیب نے کہا: عورت اور اس کی پھوپھی کو نکاح میں جمع نہ کیا جائے اور اس کے باپ کی پھوپھی کو بھی نکاح میں جمع نہ کیا جائے اور اس کی پھوپھی کی پھوپھی کو بھی نکاح میں نہ جمع کیا جائے اور اس طرح عوت کو اور اس کی خالہ کی خالہ کو اور اس کی ماں کی خالہ کو اور اس کی ماں کی پھوپھی کو بھی نکاح میں نہ جمع کیا جائے، عبدالملک نے کہا: رہی اس کی پھوپھی کی خالہ تو ابن الماجشون نے مجھ سے کہا کہ اگر پھوپھی کی ماں اور باپ کی ماں دونوں ایک ہیں تو یہ خالہ کی مثل ہیں کیونکہ وہ اس کے باپ کی خالہ ہے اور اگر پھوپھی کی ماں اس کے باپ کی ماں کی غیر ہے تو ان دونوں کو نکاح میں جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ صرف اجنبی عورت ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا: اور میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ کسی نے عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو نکاح میں جمع کرنے کے متعلق اختلاف کیا گیا ہو سوائے خوارج کے ایک فرقہ کے اور جب کوئی حکم سنت سے اور اہل علم کے اجماع سے ثابت ہو تو پھر اس میں کسی کی مخالفت مضر نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد المعروف بابن الملقن الانصاری الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ ان چاروں احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شعبی سے روایت ہے کہ عورت کا اس کی پھوپھی کے اوپر نکاح نہ کیا جائے اور نہ اس کی خالہ کے اوپر اس کا نکاح کیا جائے اور نہ پھوپھی کا نکاح اس کی بھتیجی کے اوپر کیا جائے اور نہ خالہ کا نکاح اس کی بھانجی کے اوپر کیا جائے اور نہ چھوٹی کے اوپر بڑی کا نکاح کیا جائے اور نہ بڑی کے اوپر چھوٹی کا نکاح کیا جائے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۲۶، سنن ابوداؤد: ۲۰۶۵، السنن الکبریٰ: ۵۴۳۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۶۶)

امام طبرانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم ایسا کرو گے تو رحم کو قطع کرو گے''۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۹۳۱)

امام ابوداؤد نے عیسیٰ بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کسی عورت کا اس کے قریبی رشتہ دار کے اوپر نکاح کیا جائے تاکہ قطع رحم نہ ہو۔ (مراسیل ابوداؤد ص ۱۸۲)

امام ابن ماجہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی عورت کا اس کی پھوپھی کے اوپر نکاح نہ کیا جائے اور نہ اس کی خالہ کے اوپر نکاح کیا جائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۰)

امام ابن ابی شیبہ نے سند جید کے ساتھ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے خطبہ میں فرمایا: اور ان سے دوسری روایت ہے کہ ایک شخص کو اس پر مارا گیا کہ اس نے ایک عورت کے اوپر اس کی خالہ کا نکاح کیا تھا

Marfat.com

اوران کے درمیان تفریق کردی گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۷۶۵۔ ۱۶۷۶۳)

اور جب یہ ثابت ہوگیا تو اس پر اجماع ہے کہ عورت اور اس کی بہن کو ایک نکاح میں نہ جمع کیا جائے خواہ اوپر کے درجہ کی ہو اور نہ عورت اور اس کی خالہ کو ایک نکاح میں جمع کیا جائے خواہ وہ اس کے اوپر کے درجہ کی ہو اور نہ عورت کا اس کی بھتیجی کے اوپر نکاح کرنا جائز ہے اور نہ اس کی بھانجی کے اوپر نکاح کرنا جائز ہے خواہ وہ نچلے درجہ کی ہو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۳۳۱۔ ۳۲۷، ملخصاً، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

احادیث مذکورہ سے کتاب اللہ پر اضافہ اور رضاعی پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو بھی نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان چاروں احادیث مذکورہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں تو صرف دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان احادیث میں پھوپھی اور بھتیجی کو اور خالہ اور بھانجی کو بھی ایک نکاح میں جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث مشہورہ میں سے ہے جن کی مثل سے ''کتاب اللہ'' پر اضافہ کرنا جائز ہے، علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ان احادیث کی وجہ سے پھوپھی، بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو ایک نکاح میں جمع نہیں کیا جائے گا، اور خوارج کے ایک فرقہ نے جو اس کی مخالفت کی ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس حدیث کے حکم میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی مرد کا رضاعی پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے، اسی طرح رضاعی خالہ اور بھانجی کو بھی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، کیونکہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان شارحین سے زائد کوئی بات نہیں لکھی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۸۰۔ ۲۷۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۹۔ بَابُ: الشِّغَارِ

شغار یعنی ادلہ بدلہ کے نکاح کا حکم

شغار کا معنی اور نکاح شغار کی وجہ تسمیہ

علامہ المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ شغار کا معنی بیان کرتے ہوتے ہوئے لکھتے ہیں:

شغار زمانہ جاہلیت کا نکاح ہے، اس میں یہ ہوتا تھا کہ تم مجھ سے اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح کر دو اور میں اس کے بدلہ میں تم سے اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح کر دوں گا اور اس نکاح میں کوئی مہر نہ ہو اور ہر عورت دوسری عورت کی فرج کے عوض میں ہو۔ شغار کا لغوی معنی ارتفاع اور اٹھانا ہے، جس طرح کتا پیشاب کرتے وقت اپنی ایک ٹانگ کو اٹھاتا ہے تو اس کو شغار کہتے ہیں اور چونکہ اس نکاح میں بھی مہر کو اٹھا دیا جاتا ہے اس لیے اس کو نکاح شغار کہتے ہیں۔ اسی طرح مرد جماع کے وقت عورت کی ٹانگیں اٹھاتے ہیں اسے بھی شغار کہتے ہیں۔ (النہایہ ج ۲ ص ۴۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

۵۱۱۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الْآخَرُ ابْنَتَهُ لَيْسَ بَيْنَهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا اور شغار یہ ہے کہ ایک

Marfat.com

صَدَاقٌ۔ اپنی بیٹی کا نکاح دوسرے سے کر دے اور اس کے عوض میں دوسرا اپنی بیٹی کا نکاح اس مرد سے کر دے اور ان دونوں کے درمیان کوئی مہر نہ ہو۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۱۱۲، ۶۹۶۰، صحیح مسلم: ۱۴۱۵، سنن ابوداؤد: ۲۰۷۴، سنن ترمذی: ۱۱۲۴، سنن نسائی: ۳۳۳۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۳، الموطا ج ۲ ص ۵۳۵، مسند الشافعی ج ۲ ص ۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۴۹۷، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۳۶، المنتقی: ۷۱۹، مسند ابویعلیٰ: ۵۷۹۵، صحیح ابن حبان: ۴۱۵۲، حلیۃ الاولیاء: ج ۶ ص ۳۵۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۹۹، کتاب المعرفہ للبیہقی: ۱۴۰۷۲، شرح السنۃ: ۲۲۹۱، مسند احمد ج ۲ ص ۷، مسند احمد: ۴۵۲۶، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

نکاح شغار کے شرعی حکم کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ نکاح شغار جائز نہیں ہے خواہ مرد نے عورت کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور یہ نکاح ہمیشہ منسوخ کر دیا جائے گا، امام ابوعبیدہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام احمد، اللیث، الثوری، اسحاق اور ابوالثور کا مذہب یہ ہے کہ نکاح شغار جائز ہے اور ہر فریق پر مہر مثل لازم ہوگا، عطاء، مکحول اور الزہری کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: تیسرا قول یہ ہے کہ اگر دونوں نے عورتوں کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے تو نکاح فسخ کر دیا جائے گا اور اگر دخول کیا ہے تو دونوں پر مہر مثل لازم ہوگا۔

نکاح شغار کے جواز پر امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی دلیل

جن فقہاء نے کہا ہے کہ نکاح شغار کا عقد صحیح ہے اور ان پر مہر مثل لازم ہے وہ کہتے ہیں کہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خمر اور خنزیر کو کسی مسلمان کے لیے مہر مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس طرح غرر اور مجہول کو بھی مہر مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ (غرر کی صورت یہ ہے کہ کوئی مرد کہے: اس بکری کے پیٹ میں جو ہے وہ تمہارا مہر ہے اور مجہول کی صورت یہ ہے کہ اس جال میں جتنی مچھلیاں ہیں وہ تمہارا مہر ہوگا۔ سعیدی غفرلہ)

اور بدلہ کو مہر قرار دینا مہر فاسد ہے اور اس پر اجماع ہے کہ مہر فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا اور اس میں مہر مثل لازم ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر مہر کے بھی نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً۔ (البقرہ: ۲۳۶)

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کو مہر نہ دیا ہو۔

پس جب مرد نے طلاق واقع کر دی تو یہ اس کی دلیل ہے کہ بغیر مہر کے بھی نکاح صحیح ہے کیونکہ طلاق صرف بیویوں پر واقع ہوتی ہے اور ان کا بیویاں ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر مہر کے بھی نکاح صحیح ہے۔

نکاح شغار کے عدم جواز پر امام مالک اور امام شافعی کی دلیل

جن لوگوں نے نکاح شغار کو باطل قرار دیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے اور ممانعت

Marfat.com

تحریم اور فساد کا تقاضا کرتی ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: جن فقہاء نے نکاح شغار کو بغیر مہر کے نکاح پر قیاس کیا ہے یہ ان کی غفلت ہے کیونکہ نکاح شغار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، لہٰذا اس کو بغیر مہر کے نکاح پر قیاس کرنا ان کی شدید غفلت ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی فقہاء احناف کے خلاف اس دلیل کا عنقریب جواب آئے گا۔ سعیدی غفرلہ)

نکاح شغار میں مہر مقرر کرنے کی صورت میں مذاہب فقہاء

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب کسی شخص نے کہا: میں تم سے اپنی بہن کا نکاح کرتا ہوں اس شرط پر کہ تم بھی اپنی بہن کا مجھ سے نکاح کر دو۔ اور اس شرط پر کہ وہ دونوں ان میں سے ہر عورت کا مہر مقرر کریں یا وہ دونوں کسی ایک عورت کا مہر مقرر کریں، امام شافعی اور ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ یہ وہ شغار نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے اور یہ نکاح ثابت ہے اور مہر فاسد ہے اور ان میں سے ہر عورت کے لیے مہر مثل ہوگا، اگر اس نے اس عورت کے ساتھ دخول کیا یا عورت مرگئی یا شوہر مرگیا اور عورت کے لیے نصف مہر ہوگا اگر شوہر نے اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی اور امام مالک نے اس نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے اور ان کی رائے میں یہ شغار ہے اور فقہاء احناف نے اس نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور عورت کو وہ مہر ملے گا جو مقرر کیا گیا ہے، اور امام احمد بن حنبل نے کہا: جب شغار میں مہر مقرر کیا جائے تو پھر وہ شغار نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۷۹۔۱۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

نکاح شغار کے عدم جواز کے متعلق احادیث

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام میں شغار نہیں ہے''۔ (صحیح مسلم: ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷)

امام ابوداؤد سند جید کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عباس بن عبداللہ نے عبدالرحمٰن بن الحکم سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور ان سے عبدالرحمٰن نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور انہوں نے اس تبادلہ (آنٹے سانٹے) کو مہر قرار دیا۔ تب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم کو حکم دیا کہ وہ ان دونوں کے درمیان تفریق کر دے اور اپنے مکتوب میں لکھا کہ یہ وہ شغار ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۷۵، مسند احمد ج ۴ ص ۹۴)

امام ترمذی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں شغار نہیں ہے''۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۲۳)

نکاح شغار کے متعلق غیر مقلدین کا موقف

شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

نکاح شغار جائز نہیں ہے عام ازیں ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مہر مقرر کرے یا کوئی ایک مہر مقرر کرے اور دوسرا مہر مقرر نہ کرے یا دونوں میں سے کوئی بھی مہر مقرر نہ کرے یہ تمام صورتیں برابر ہیں اور یہ نکاح ہمیشہ منسوخ کیا جائے گا، اس نکاح میں نہ نفقہ ہے، نہ میراث ہے، نہ مہر ہے اور زوجیت کے احکام میں سے کوئی حکم نہیں ہے، پس اگر نکاح شغار کرنے والا عالم ہے تو اس پر پوری حد لگے گی اور اس کی اولاد کو اس کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ جاہل ہو تو اس پر حد نہیں ہوگی اور اس کی اولاد اس کے

Marfat.com

ساتھ لاحق ہو جائے گی اور یہی حکم عورت کا بھی ہے۔(المحلّٰی ج ۹ ص ۵۱۴۔۵۱۳ ملخصاً، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ،مصر،۱۳۴۹ھ)
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۳۴۲۔۳۳۶، وزارۃ الاوقاف،قطر،۱۴۲۹ھ)
حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی نکاح شغار کے عدم جواز میں یہی دلائل لکھے ہیں:
(فتح الباری ج ۶ ص ۲۸۲۔۲۸۱ ملخصاً، دار المعرفہ، بیروت،۱۴۲۶ھ)

نکاح شغار کے باطل ہونے پر غیر مقلدین کے دلائل

مشہور غیر مقلد شیخ محمد صدیق بن حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نکاح شغار کے باطل ہونے پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:
امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ نکاح شغار مہر مثل کے ساتھ جائز ہے، امام احمد بن حنبل کی بھی ایک یہی روایت ہے۔
شیخ محمد صدیق بن حسن لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ احادیث صریحہ میں نکاح شغار کی ممانعت ہے اور ممانعت تحریم میں حقیقت ہے جو فساد کا تقاضا کرتی ہے۔ صحیح مسلم میں یہ صریح حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام میں شغار نہیں ہے''۔ اور شیخ شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے لکھا ہے کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ شغار حرام، باطل ہے۔
ابوریحانہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المشاغرہ سے منع فرمایا ہے اور مشاغرۃ یہ ہے کہ کوئی شخص کہے: اس مرد کا اس عورت سے نکاح کر دو اور اس عورت کا اس مرد سے نکاح کر دو بغیر مہر کے۔(نیل الاوطار ج ۶ ص ۲۷۸)
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شغار نہیں ہے''۔ انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! شغار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ایک عورت کا دوسری عورت کے بدلہ میں نکاح کرنا ان دونوں میں مہر کے بغیر''۔(المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۵۵۹) علامہ نووی نے کہا: یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس مقام کے مناسب ہے۔(شرح النووی علی صحیح مسلم ج ۹ ص ۱۸۲)
(السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج، ج ۳ ص ۳۷۱۔۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت،۱۴۲۵ھ)
شیخ محمد بن حسن بھوپالی نے شرح صحیح البخاری میں بھی ان ہی دلائل کا خلاصہ لکھا ہے۔
(عون الباری لحل ادلۃ صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت،۱۴۲۹ھ)
ایک اور غیر مقلد نواب وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:
جمہور علماء اور اہل حدیث کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے اور حنفیہ کہتے ہیں: نکاح درست ہو جائے گا، اور ہر ایک کو مہر مثل دینا ہو گا، شغا کی یہ تفسیر بعضے کہتے ہیں: حدیث میں داخل ہے، بعضے کہتے ہیں ابن عمر یا امام مالک کا قول ہے۔
(تیسیر القاری ج ۵ ص ۹۴ نعمانی کتب خانہ، لاہور،۱۹۹۰ء)

نکاح شغار کے جواز پر امام ابوحنیفہ کی طرف سے دلائل

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:
اس مسئلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ ہر فریق نے ہر عورت کی فرج کے مقابلہ میں اس چیز کو مقرر کیا ہے جو مہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، پس گویا کہ اس نے خمر یا خنزیر پر نکاح کیا اور کیونکہ فرج میں مہر بننے کی صلاحیت نہیں ہے تو اشتراک متحقق نہیں ہوا، پس یہ شرط فاسد ہوئی اور نکاح شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر مرد نے یہ شرط لگائی کہ وہ یہ عورت کسی اور کو ہبہ کرے یا اسی طرح کی کوئی باطل شرط لگائی۔ اس کے برخلاف جب عورت نے اپنا نکاح دو مردوں سے کر دیا کیونکہ وہ عورت ان میں سے ہر ایک کی منکوحہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے تو اب اشتراک کا معنی متحقق ہو جائے گا، اور امام شافعی (اور امام مالک) نے جو اس حدیث

سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا ہے ان کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب نکاح مہر سے خالی ہو اور اس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ مرد کسی عورت سے دوسری عورت کے بدلہ میں نکاح کرے اور اس میں کسی کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شغار کا لغت میں معنی یہ ہے کہ کتا پیشاب کرنے کے لیے اپنی ایک ٹانگ کو اٹھائے اس کو شغر الکلب کہتے ہیں اور بلدۃ شاغرۃ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شہر سلطان یا حاکم سے خالی ہو اور آپ کی مراد اس سے یہ ہے کہ کسی عورت کا نکاح مہر سے خالی نہ ہو اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر اس نے دو عورتوں میں سے ہر ایک کے لیے مہر مقرر کیا تو ان میں سے ہر ایک کو وہ مہر ملے گا جو مقرر کیا گیا ہے اور اس کا یہ کہنا کہ ایک عقد دوسرے عقد کے ساتھ مشروط ہے یہاں مؤثر نہیں ہوگا کیونکہ یہ شرط فاسد ہے اور نکاح شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا۔

(المبسوط ج ۵ ص ۱۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ''کسی عورت کا عورت کے بدلہ میں نکاح کیا جائے اور ان میں سے کسی کا مہر نہ ہو''۔ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ ممانعت اس وجہ سے ہے کہ مہر کا ذکر ترک کر دیا گیا ہے اور عین نکاح سے ممانعت نہیں ہے، پس نکاح صحیح رہے گا۔

(بدائع الصنائع ج ۳ ص ۴۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

نکاح شغار کے متعلق مصنف کے دلائل

میں کہتا ہوں: علامہ کاسانی کی درج کردہ حدیث کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا ہے، راوی کہتا ہے کہ میں نے نافع سے پوچھا: شغار کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ایک مرد اپنی بیٹی کا نکاح کرے اور دوسرا اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دے اور ایک مرد اپنی بہن کا نکاح کرے اور دوسرا اس سے اپنی بہن کا نکاح کر دے بغیر مہر کے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۹، مسند احمد: ۴۶۹۲، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ از عبید اللہ روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا ہے۔ عبید اللہ نے کہا: میں نے نافع سے پوچھا: شغار کیا ہے؟ انہوں نے کہا: کوئی مرد کسی مرد کی بیٹی سے نکاح کرے اور وہ مرد اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دے بغیر مہر کے، اور وہ کسی مرد کی بہن سے نکاح کرے اور وہ اپنی بہن کا نکاح اس سے کر دے بغیر مہر کے۔ (امام بخاری کہتے ہیں:) بعض الناس (یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ) نے کہا: اگر وہ یہ حیلہ کرے اور بر طریقہ شغار نکاح کرے تو وہ جائز ہے اور شرط باطل ہے اور المتعہ میں انہوں نے کہا کہ نکاح فاسد ہے اور شرط باطل ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ المتعہ اور الشغار جائز ہے اور شرط باطل ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۹۶۰)

میں کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال اس حدیث سے اس وجہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے اس صورت میں منع فرمایا ہے جب وہ مہر سے خالی ہو اور نفس نکاح کو باطل نہیں فرمایا، پس شغار میں نکاح صحیح ہوگا اور فریقین نے جو یہ شرط لگائی کہ ہر عورت کی فرج دوسری عورت کی فرج کے عوض ہوگی یہ شرط فاسد ہے اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہیں ہوتا اور چونکہ مہر مقرر نہیں کیا گیا تو اس صورت میں مہر مثل لازم ہوگا۔

Marfat.com

رہا امام بخاری کا یہ اعتراض کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ شغار جائز ہے اور شرط باطل ہے تو امام بخاری کی یہ نقل صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ اس شرط کو باطل نہیں فرماتے بلکہ اس کو شرط فاسد فرماتے ہیں جیسا کہ ہم نے ابھی مبسوط سرخسی ج ۵ ص ۱۰۰ کے حوالہ سے لکھا ہے، اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہیں ہوتا۔ اور امام بخاری نے جو یہ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے المتعہ میں کہا کہ نکاح فاسد ہے اور شرط باطل ہے، سو امام ابوحنیفہ نے المتعہ کو نکاح فاسد نہیں بلکہ نکاح باطل کہا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تصریح درج ذیل ہے:

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

نکاح موقت جائز نہیں ہے اور یہی نکاح المتعہ ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۴۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ کاسانی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اور نکاح الموقت نکاح متعہ ہے اور المتعہ منسوخ ہے اور یہ اس کی طرح ہو گیا جس نکاح میں اضافت کی گئی ہو اور وہ صحیح نہیں ہوتا اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ نکاح صحیح ہے اور اضافت باطل ہے کیونکہ جو نکاح مضاف ہو وہ صحیح نہیں ہوتا، اسی طرح یہ نکاح بھی صحیح نہیں ہے۔ (بدائع الضائع ج ۳ ص ۴۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ)

امام بخاری پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ان کو چاہیے تھا کہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز پر اعتراض کرنے سے پہلے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تحقیق کر لیتے لیکن جب کسی انسان کو کسی پر اعتراض کرنے کی دھن سوار ہو تو اس سے اس قسم کی فروگزاشت ہو جاتی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ شغار کے جواز کی بحث میں لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے ممانعت شغار کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب نکاح مہر سے خالی ہو اور اس میں صرف عورتوں کی ایک دوسرے کی فرج کے ساتھ تبادلہ پر اکتفاء کیا گیا ہو اور اس میں کوئی مال بہ طور مہر واجب نہ ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا یا پھر یہ ممانعت کراہت (تنزیہی) پر محمول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے نکاح شغار کے جواز میں بہ طور دلیل علامہ عینی کی اسی عبارت کا ترجمہ کیا ہے۔

(کشف الباری، کتاب فضائل القرآن ص ۲۱۶، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

۳۰۔ بَابٌ: هَلْ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِأَحَدٍ — آیا عورت کسی کو اپنا نفس ہبہ کر سکتی ہے؟

اگر کوئی عورت کسی مرد کو اپنا نفس ہبہ کر دے تو اس کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنا نفس کسی مرد کو ہبہ کر دے بایں طور کہ وہ کہے: میں نے اپنا نفس تمہارے لیے ہبہ کر دیا اور مرد یہ کہے: میں نے قبول کر لیا اور مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ یہ باطل ہے اور ان الفاظ سے یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور المغیرہ اور ابن دینار اور ابوثور کا بھی

Marfat.com

یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور ثوری نے یہ کہا ہے کہ ان الفاظ سے نکاح منعقد ہو جائے گا اور اس عورت کے لیے مہر مثل واجب ہوگا اور اسی طرح لفظ صدقہ اور لفظ بیع سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے بغیر نکاح یا تزویج کے لفظ کے اور یہ نکاح صحیح ہے اور امام شافعی کے نزدیک صرف نکاح یا تزویج کے لفظ سے ہی نکاح منعقد ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمٍ مِنَ اللَّائِي وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَمَا تَسْتَحِي الْمَرْأَةُ أَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِلرَّجُلِ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ﴾ (الاحزاب: ۵۱) قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ رَوَاهُ أَبُو سَعِيدٍ الْمُؤَدِّبُ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَعَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے کہ حضرت خولہ بنت حکیم ان عورتوں مین سے تھیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو نبی ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا تھا، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا عورت اس سے حیاء نہیں کرتی کہ اپنا نفس مرد کو ہبہ کرے، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ (الاحزاب: ۵۱) ان ازواج میں سے آپ جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں۔ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں صرف یہی دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ اس حدیث کی ابوسعید المؤدب، محمد بن بشر اور عبدۃ نے ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے اور ان میں سے بعض دوسروں کی روایت پر اضافہ کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۸۸ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضرور امور بیان کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۷۸۸، ۵۱۱۳، صحیح مسلم: ۱۴۶۴، سنن ابن ماہ: ۲۰۰۰، سنن بیہقی ج ۷ ص ۵۵)

لفظ ہبہ سے انعقاد نکاح میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے: جس عورت نے خود کو ہبہ کیا ہو یہ صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھا کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کے بعد کسی عورت سے بغیر مہر کے نکاح کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (الاحزاب: ۵۰)

اور وہ مومنہ عورت بھی (آپ کے لیے حلال ہے) جس اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں، یہ صرف آپ کے لیے مخصوص ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

اور اس میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

Marfat.com

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا لفظ ہبہ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے مثلاً مرد کہے: میں نے اپنی بیٹی تم کو ہبہ کر دی خواہ مہر مقرر کرے یا نہ کرے اور وہ اس لفظ سے نکاح کا ارادہ کرتا ہو، تو ابن القاسم نے کہا: میرے نزدیک یہ نکاح جائز ہے جیسے امام مالک کے نزدیک بیع جائز ہے کیونکہ جس شخص نے کہا کہ میں تم کو یہ سامان ہبہ کرتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے اتنی اتنی رقم دو تو یہ بیع ہے۔

ابن المواز نے کہا: امام مالک اور ان کے اصحاب کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ جب کسی مرد نے بہ طور ہبہ کے نکاح کیا تو وہ نکاح دخول سے پہلے فسخ کر دیا جائے گا اور اگر اس نے دخول کر لیا تو پھر اس میں اختلاف ہے۔ ابن القاسم اور عبد الملک نے کہا کہ یہ نکاح فسخ نہیں کیا جائے گا اور اس کو مہر مثل دینا ہوگا، امام ابو حنیفہ اور ثوری کا بھی یہی قول ہے اور اشہب، ابن عبد الحکم، ابن وہب اور اصبغ نے کہا ہے کہ یہ نکاح فسخ کر دیا جائے گا اگرچہ اس نے دخول کر لیا ہو، اصبغ نے کہا: کیونکہ یہ اس کا فرج میں فساد ہے، اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، انہوں نے کہا کہ لفظ ہبہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، ان کے نزدیک نکاح صرف لفظ نکاح یا لفظ تزویج سے منعقد ہوتا ہے اور مغیرۃ اور ابن دینار کا بھی یہی قول ہے۔

لفظ ہبہ سے عدم انعقاد نکاح پر دلائل

جن فقہاء نے کہا ہے کہ لفظ ہبہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ ہبہ کے ساتھ نکاح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے جیسا کہ الاحزاب: ۵۰ سے ظاہر ہے۔ اگر کسی اور کا نکاح لفظ ہبہ کے ساتھ منعقد ہو تو پھر اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں رہے گی اور جب ان کا اجماع ہے کہ ہبہ لفظ نکاح سے منعقد نہیں ہوتا، اسی طرح نکاح بھی لفظ ہبہ سے منعقد نہیں ہوگا۔

لفظ ہبہ سے انعقاد نکاح پر دلائل

جو فقہاء کہتے ہیں کہ لفظ ہبہ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنا نفس ہبہ کیا تھا اس کا یہ قصد تھا کہ وہ لفظ ہبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ نکاح اس لفظ سے منعقد نہیں ہوتا اور رہا ان کا یہ کہنا کہ لفظ ہبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ بغیر مہر کے نکاح فرمالیں اور دوسروں کے لیے بغیر مہر کے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور رہا ان کا یہ کہنا کہ جب لفظ نکاح سے ہبہ منعقد نہیں ہوتا تو اسی طرح لفظ ہبہ سے نکاح منعقد نہیں ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے کیونکہ کوئی شخص جب یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی باندی سے نکاح کر لیا تو اس سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ اس نے اس باندی کو ہبہ کر دیا ہے اور اس لفظ سے تملیک نہیں ہوتی اور ہبہ کے لفظ سے تملیک ہو جاتی ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے علامہ ابن بطال مالکی کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۳۴۹۔۳۴۷، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس مسئلہ میں فقہاء احناف کے خلاف لفظ ہبہ سے نکاح کے باطل ہونے پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ اس کا جواب علامہ ابن بطال مالکی کی شرح میں آ گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت بغیر مہر کے نکاح کرنا ہے اور یہ کہ آپ نے عام مسلمانوں کو لفظ ہبہ کے ساتھ نکاح سے منع نہیں فرمایا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۲ ملخصاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

۳۱۔ بَابُ: نِكَاحِ الْمُحْرِمِ — محرم کا نکاح

حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک نکاح سے ممانعت کی حدیث کا صحیح نہ ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے اس پر استدلال کیا ہے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ انہوں نے اس باب میں صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا جب آپ محرم تھے اور حالت احرام میں نکاح سے ممانعت کی حدیث کو روایت نہیں کیا گویا کہ وہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۸۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز ہے اور حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے اس باب میں صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت کی ہے اور ممانعت کی حدیث روایت نہیں کی تو یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ امام بخاری کا اس حدیث کو روایت نہ کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض امام بخاری کے نزدیک حدیث صحیح نہ ہو تو اس سے کیا چیز مانع ہے کہ یہ حدیث دوسرے ائمہ کے نزدیک صحیح ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے علامہ عینی حنفی کے اس قوی اعتراض کا انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۲۹۱، میں کوئی جواب نہیں لکھا اور گویا کہ انہوں نے اپنا لاجواب ہونا تسلیم کرلیا اور اپنی شکست تسلیم کرلی۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۱۱۴۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ أَنْبَأَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں جابر بن زید نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۳۷، میں گزر چکی ہے، تاہم ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۱۸۳۷، ۵۱۱۴، صحیح مسلم: ۱۴۱۰، سنن ترمذی: ۸۴۵، سنن نسائی: ۳۲۶۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۹۱۹، صحیح ابن حبان: ۴۱۲۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۵، مسند احمد: ۲۲۰۰)

محرم کے نکاح کرنے کی حدیث پر فقہاء شافعیہ کے چار اعتراضات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی شافعی ۶۷۶ھ نے اس حدیث کی شرح میں فقہاء احناف پر اعتراضات کیے ہیں، انہوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے

Marfat.com

کہا ہے کہ محرم کا نکاح کرنا صحیح ہے جیسا کہ حدیث مذکور میں اس کی تصریح ہے، پھر انہوں نے امام ابوحنیفہ پر چار اعتراضات کیے ہیں:

(۱) خود حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تو آپ حلال تھے، یعنی آپ نے احرام باندھا ہوا نہیں تھا، اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ جاننے والی تھیں۔

(صحیح مسلم: ۱۴۱۱، سنن ترمذی: ۸۴۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۴۰۲، مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۲، صحیح ابن حبان: ۴۱۳۰، سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۶، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۶۲، موطا امام مالک: ۱۵۳۶)

(۲) اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم تھے، اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حرم میں تھے، اور جو شخص حرم میں ہو اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ محرم ہے اگرچہ اس نے احرام باندھا ہوا نہ ہو اور وہ حلال ہو۔

(۳) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''محرم نہ خود نکاح کرے نہ اس کا نکاح کیا جائے اور نہ وہ نکاح کا پیغام دے''۔ (صحیح مسلم: ۱۴۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۵۹۔۱۲۹۵۸)

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے اس وقت نکاح کیا جب آپ محرم تھے اور صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے محرم کو نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے، سو آپ کے فعل اور آپ کے قول میں تعارض ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو آپ کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور آپ کا قول یہ ہے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا مسلم کی روایت راجح ہے۔

(۴) صحیح بخاری کی روایت اس پر محمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت احرام میں نکاح کیا، سو یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

علامہ نووی شافعی نے کہا ہے: امام مالک، امام شافعی اور امام احمد اور صحابہ اور تابعین میں سے اہل علم نے کہا ہے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث ہے:

ابان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''محرم نہ خود نکاح کرے اور نہ اس کا نکاح کیا جائے اور نہ وہ نکاح کا پیغام دے''۔

(صحیح مسلم: ۱۴۰۹، سنن ابوداؤد: ۱۸۴۱، سنن ترمذی: ۸۴۰، سنن نسائی: ۲۸۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی ان اعتراضات کا ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۸۴۔ ۲۸۳ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے بھی ان چار اعتراضات کا ذکر کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۴۲۵۔۴۱۶، ملخصاً، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

فقہاء شافعیہ کے چار مذکورہ اعتراضات کے جوابات (حالت احرام میں نکاح کے جواز کے متعلق احادیث)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان اعتراضات کے جوابات میں لکھتے ہیں:

(۱) ان لوگوں کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ حضرت میمونہ اپنے اس نکاح کے واقعہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ جاننے والی تھیں، حالانکہ حضرت میمونہ نکاح کے اس حصہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں ملی تھیں۔ علاوہ ازیں صحابہ کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے موافق روایات کی ہیں اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم ہیں۔

Marfat.com

امام ابن ابی شیبہ حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور آپ محرم تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۶۴۔۱۲۹۵۶)

اور امام دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور آپ اس وقت محرم تھے۔ (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۶۲، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۷۰)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ محرم کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ وہ محرم سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، نیز امام طحاوی نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن محمد بن ابو بکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے محرم کے نکاح کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ نکاح تو بیع کی مثل ہے۔ اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے نکاح کیا اور آپ اس وقت محرم تھے۔ اور اسی طرح امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے کسی کے ساتھ نکاح کیا اور آپ اس وقت محرم تھے۔

ان احادیث کی روایت کے بعد امام طحاوی لکھتے ہیں:

جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے جس وقت نکاح کیا تو آپ محرم تھے یہ تمام صحابہ اہل علم تھے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اصحاب میں سے سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، طاؤس، مجاہد، عکرمہ اور جابر بن زید رحمہم اللہ ہیں اور یہ تمام فقہاء تابعین ہیں اور ان کی روایات اور ان کی آراء سے استدلال کیا جاتا ہے اور جن تبع تابعین نے ان سے روایت کی ہے وہ بھی اہل علم اور فقہاء ہیں، ان میں سے عمرو بن دینار، ایوب سختیانی اور عبداللہ بن ابی نجیح ہیں اور یہ تمام ائمہ ہیں اور ان کی روایات کی اقتداء کی جاتی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۶۔ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے احرام کے بغیر نکاح کرنے کی حدیث کی سند پر جرح اور تنقید

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث جس کی امام مسلم نے روایت کی ہے اس کی سند کا ایک راوی زید بن الاصم ہے، اس کو عمرو بن دینار نے الزہری سے خطاب کے دوران ضعیف قرار دیا ہے اور زہری نے اس پر انکار کر کے اس کو ترک کر دیا، اور اہل علم نے اس کی روایت کی اور اس کو اس وجہ سے دیہاتی اور گنوار قرار دیا کہ یہ اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا تھا اور اس کی روایت کیسے معتبر ہوگی حالانکہ اس کو بہت زیادہ مطعون کیا گیا ہے اور یہ شخص سنت سے جاہل تھا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ زہری نے اس کی روایت سے استدلال کیا ہے تو میں کہوں گا کہ زہری کا استدلال اس سے عمرو بن دینار کے طعن کو دور نہیں کرتا کیونکہ عمرو بن دینار فی نفسہ حجت اور ثبت ہیں اور وہ زہری سے کم نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں بعض ماہرین رجال نے عمرو بن دینار کو عطاء، مجاہد اور طاؤس پر ترجیح دی ہے۔

اور امام ترمذی نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے بغیر احرام کے نکاح کرنے کی جو روایت کی ہے اس کی سند میں ایک راوی مطر الوراق ہے، اور امام طحاوی نے کہا: مطر ان کے نزدیک قابل استدلال ہے اور امام نسائی نے کہا: مطر بن طہمان الوراق قوی نہیں ہے۔ اور امام احمد نے کہا: یہ بد حافظہ تھا اور اگر بالفرض ہم اس کو معتبر تسلیم کر لیں تو اس کی توثیق اور ضبط پر اجماع نہیں ہے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کے پائے کی نہیں ہے جس کی امام بخاری نے روایت کی ہے اور جس میں مذکور ہے

Marfat.com

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالت احرام میں نکاح کیا۔

(۲) علامہ نووی نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت میمونہ سے نکاح کیا تو آپ محرم تھے۔اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت آپ حرم میں تھے۔اس کا جواب یہ ہے کہ الجوہری نے اس کے خلاف کہا ہے، انہوں نے کہا کہ احرم الرجل کا معنی ہے: جب آدمی حرمت کے مہینوں میں داخل ہو۔نیز امام بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ نے جب حضرت میمونہ سے نکاح کیا تو آپ محرم تھے اور جب آپ نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری اس وقت آپ محرم نہیں تھے۔امام بخاری کی یہ روایت علامہ نووی کی اس تاویل کا رد کرتی ہے۔

(۳) علامہ نووی نے کہا تھا کہ حالت احرام میں نکاح کرنے کی حدیث میں آپ کے فعل کا بیان ہے۔اور جس حدیث میں آپ نے حالت احرام میں نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے وہ آپ کا قول ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علماء اصول کے نزدیک یہ قاعدہ متفق علیہ نہیں ہے بلکہ اس میں اختلاف ہے۔علاوہ ازیں دو حدیثوں میں تعارض اس وقت ہوتا ہے جب وہ دونوں حدیثیں مساوی درجہ کی ہوں اور حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کرنے کی روایت صحیح بخاری میں ہے اور ممانعت کی حدیث صحیح مسلم میں ہے اور یہ دونوں حدیثیں مساوی نہیں ہیں۔

(۴) علامہ نووی نے کہا کہ حالت احرام میں نکاح کرنا آپ کی خصوصیت ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض دعویٰ ہے جس پر دلیل کوئی نہیں ہے۔

حالت احرام میں نکاح سے ممانعت کی حدیث کی سند پر جرح اور تنقید اور بر تقدیر ثبوت اس کی تاویل

رہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس کی امام مسلم نے روایت کی ہے جس میں مذکور ہے کہ محرم نہ نکاح کرے، نہ نکاح کا پیغام دے، تو اس حدیث کی سند میں نبیہ بن وہب راوی ہے۔اور یہ نہ عمرو بن دینار کی مثل ہے اور نہ جابر بن دینار کی مثل ہے اور نہ اس کا عمرو اور جابر کی طرح کوئی علمی مقام ہے۔ابن العربی نے کہا: امام بخاری نے عثمان کی حدیث کو ضعیف قرار دیا جس میں حالت احرام میں نکاح سے ممانعت ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔اور اگر امام بخاری کو یہ علم ہوتا کہ حضرت عثمان کی حدیث کے راوی حضرت ابن عباس کی حدیث کے راوی کے ہم پلہ ہیں تو وہ دونوں حدیثوں کو صحیح قرار دیتے اور اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ دونوں حدیثیں مساوی درجہ کی ہیں تو حضرت عثمان کی حدیث کی تاویل یہ ہے کہ انہوں نے جو یہ کہا کہ محرم نکاح نہ کرے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ وطی اور جماع نہ کرے یا یہ ممانعت تنزیہی ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ محرم کا از خود نکاح کرنا یا کسی کا نکاح کرانے کے جواز پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور یہ ایسا ہے جیسا اذان کے وقت خرید و فروخت سے ممانعت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۵۸۔۱۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال مالکی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی اور علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں فقہاء احناف پر جو اعتراض کیے ہیں ان کے جوابات علامہ عینی نے تفصیل سے لکھ دیے ہیں۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۸۴۔۲۸۳ ملخصاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

محرم کے نکاح میں امام احمد بن حنبل کا مسلک

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

محرم نہ خود نکاح کرے، نہ نکاح کا وکیل بنے۔یہ حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔اور

Marfat.com

سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار، زہری، اوزاعی اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی اجازت دی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا جب آپ محرم تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۲۵۸، صحیح مسلم: ۱۴۱۰، سنن ابوداؤد: ۱۸۴۴، سنن ترمذی: ۸۴۲، سنن نسائی: ۲۸۴۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۶۔ ۳۳۰، سنن دارمی: ۱۸۲۲)

اس کے بعد علامہ ابن قدامہ حنبلی نے محرم کے نکاح کی ممانعت میں وہی دلائل پیش کیے ہیں جن کو علامہ نووی شافعی، علامہ ابن ملقن شافعی اور حافظ ابن حجر شافعی نے پیش کیے ہیں، جن کے تفصیلی جوابات ہم عمدۃ القاری کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں۔

(المغنی ابن قدامہ ج ۴ ص ۴۶۳، دار الحدیث، القاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

۳۲۔ بَابُ: نَهْيِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ آخِرًا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر میں نکاح المتعہ سے منع فرمانا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

المتعہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی مرد کسی عورت سے مدت مقررہ تک نکاح کرے اور جب وہ مدت ختم ہو جائے تو ان کے درمیان تفریق اور جدائی ہو جائے۔ امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے: ''آخر میں'' اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ پہلے المتعہ مباح تھا بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں نکاح متعہ سے منع فرما دیا۔ اور امام بخاری نے اس باب میں جو احادیث وارد کی ہیں ان میں اس کی تصریح نہیں ہے، لیکن امام بخاری نے باب کے آخر میں یہ کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ المتعہ منسوخ ہو چکا ہے اور احادیث صحیحہ سے ممانعت کی تصریح ہے۔ اور زیادہ قریب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے قریب متعہ سے منع فرما دیا کیونکہ امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں متعہ سے منع فرما دیا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۸۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۱۱۵۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَأَخُوهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِمَا أَنَّ عَلِيًّا رضی الله عنه قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے الزہری سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حسن بن محمد بن علی اور ان کے بھائی عبداللہ بن محمد نے خبر دی ان دونوں نے اپنے والد سے خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المتعہ اور پالتو گدھوں کا گوشت (کھانے سے) خیبر کے زمانے میں منع فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۴۲۱۶ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۴۲۱۶، ۵۱۱۵، ۵۵۲۳، ۶۹۶۱، صحیح مسلم: ۱۴۰۷، مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۲)

۵۱۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان

Marfat.com

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَرَخَّصَ فَقَالَ لَهُ مَوْلًى لَهُ إِنَّمَا ذَلِكَ فِي الْحَالِ الشَّدِيدِ وَفِي النِّسَاءِ قِلَّةٌ أَوْ نَحْوَهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَعَمْ

کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی جمرۃ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ان سے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی اجازت دی، پھر ان سے ان کے آزاد شدہ غلام نے کہا کہ متعہ کی اجازت تو صرف حالت شدیدہ میں تھی یا جب عورتوں کی قلت تھی یا اس کی مثل کہا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں۔

شیعہ کے اس زعم کا رد کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مطلقاً جواز المتعہ کے قائل تھے

البانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مطلقاً المتعہ کی اباحت کے قائل نہیں تھے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی تائید میں متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ علاوہ ازیں جن احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مطلقاً المتعہ کے جواز کے قائل تھے ان کو بھی اسی قید پر محمول کیا جائے گا کہ وہ ضرورت شدیدہ یا عورتوں کی قلت کے وقت اس کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔ اور یاد رکھو کہ کسی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ منسوخ ہونے سے پہلے المتعہ مطلقاً مباح تھا بلکہ احادیث میں یہ تصریح ہے کہ المتعہ غزوات میں مباح کیا گیا تھا۔ اور ابو جمرۃ کی اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس کے بعض شاگرد حضرت ابن عباس کے جواز متعہ کے قول پر انکار کرتے تھے۔

(حاشیہ شرح صحیح البخاری للعثیمین ج ۴ ص ۴۸۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۱۱۷-۵۱۱۸- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَا كُنَّا فِي جَيْشٍ فَأَتَانَا رَسُولُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُمْ أَنْ تَسْتَمْتِعُوا فَاسْتَمْتِعُوا (تحفۃ الاشراف: ۲۵۳۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا: عمرو نے کہا از الحسن بن محمد از حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک لشکر میں تھے، پس ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا قاصد آیا اور اس نے کہا: ”بے شک تم کو متعہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے، پس تم متعہ کو طلب کرو“۔

۵۱۱۹- وَقَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَيُّمَا رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ تَوَافَقَا فَعِشْرَةُ مَا بَيْنَهُمَا ثَلَاثُ لَيَالٍ فَإِنْ أَحَبَّا أَنْ يَتَزَايَدَا أَوْ يَتَتَارَكَا تَتَارَكَا فَمَا أَدْرِي أَشَيْءٌ كَانَ لَنَا خَاصَّةً أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَبَيَّنَهُ عَلِيٌّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ۔

اور ابن ابی ذئب نے کہا: مجھے ایاس بن سلمہ بن الاکوع نے حدیث بیان کی از والد خود از رسول اللہ ﷺ، آپ نے فرمایا: جو مرد اور عورت مل جل کر رہنے پر اتفاق کر لیں تو وہ تین راتوں تک مل جل کر رہیں۔ پس اگر وہ دونوں اس مدت میں کچھ کمی یا بیشی کرنا چاہیں تو انہیں اس کی اجازت ہے (سلمہ بن الاکوع کہتے ہیں:) مجھے یہ پتا نہیں کہ یہ اجازت ہم صحابہ کے ساتھ خاص تھی یا تمام لوگوں کے لیے عام ہے۔ امام ابو عبد اللہ البخاری نے کہا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ المتعہ منسوخ ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

(صحیح البخاری: ۵۱۱۷، ۵۱۱۸، صحیح مسلم: ۱۴۰۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰۲۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۲۳۱، شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۹۲، صحیح ابن حبان: ۴۱۵۱، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۵۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۴، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۸۹، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۷، مسند احمد: ۱۶۵۰۴، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

تحریم متعہ کے متعلق احادیث صحیحہ

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ تحریم متعہ کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن المتعہ سے منع فرما دیا اور اس حدیث کی امام مالک نے اور معمر اور یونس نے از ابن شہاب روایت کی ہے۔ اس حدیث میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔

(صحیح البخاری: ۴۲۱۶، ۵۵۲۳، ۶۹۱۶، صحیح مسلم: ۱۴۰۷، سنن ترمذی: ۱۱۲۱، سنن نسائی ج ۷ ص ۲۰۳، ۲۰۲، سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۱)

اس سلسلہ میں دیگر احادیث بھی مروی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم خیبر کے علاوہ بھی المتعہ سے منع فرما دیا، پس ابوالعمیس ایاس بن سلمہ نے از والد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوطاس کے دن متعہ کرنے کی اجازت دی، پھر آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، اور عکرمہ بن عمار نے از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک میں متعہ کرنے کو حرام فرما دیا۔ ان احادیث کی امام طحاوی نے روایت کی ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۸۴۔ ۳۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۴۔ ۹۵، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۵، صحیح مسلم: ۱۴۰۵، مسند ابو یعلیٰ: ۶۶۲۵، صحیح ابن حبان: ۴۱۴۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۷)

اور عمرو نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ المتعہ صرف تین دن کے لیے عمرۃ القضاء میں حلال کیا گیا ہے اور المتعہ نہ اس سے پہلے حلال ہوا تھا اور نہ اس کے بعد حلال کیا گیا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰۴۰)

اور حماد بن زید نے از ایوب از الزہری از الربیع بن سمرۃ از والد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے سال متعہ کرنے سے منع فرما دیا۔ (سنن سعید بن منصور: ۸۴۵۔ ۸۴۴)

اور عبدالعزیز نے از عمر بن عبدالعزیز از الربیع بن سمرۃ از والد خود روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں متعہ کو حرام فرما دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۷۲، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۴، التمہید ج ۱۰ ص ۱۰۵)

متعہ کی اباحت کا صرف حالت جنگ اور حالت اضطرار میں ہونا، بعد میں اس کو منسوخ کر دینا

امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: جن صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطلقاً عورتوں سے متعہ کرنے کی احادیث روایت کی ہیں۔ ان سب نے یہ خبر دی ہے کہ متعہ کی یہ اجازت سفر میں تھی اور پھر اسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا اور ان میں سے کسی نے بھی یہ خبر نہیں دی کہ متعہ کی اجازت حضر (غیر سفر) میں تھی۔ اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ہمارے پاس عورتیں نہیں تھیں تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم خصی نہ ہو

Marfat.com

جائیں تو آپ نے ہم کو اس سے منع فرمادیا اور ہم کو یہ اجازت دی کہ ہم ایک کپڑے کے عوض مدت معینہ تک متعہ کر لیں۔
(صحیح البخاری: ۴۶۱۵، صحیح مسلم: ۱۴۰۴، مسند احمد: ۴۱۱۳، شرح معانی الاثار: ۴۲۱۹)

نیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے حالت جنگ میں متعہ کو مباح کیا۔

رہی حضرت سبرۃ کی وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے حجۃ الوداع میں متعہ کو مباح کیا تھا تو یہ اپنے تمام معانی سے خارج ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے متعہ کو ضرورت کے وقت بلکہ اضطرار کے وقت مباح کیا تھا حتیٰ کہ صحابہ نے آپ سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تھی اور حضرت سلمہ کی حدیث جو غزوۂ اوطاس سے متعلق ہے وہ بھی ضرورت کے وقت تھی، اور جنہوں نے حضرت سبرۃ کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حجۃ الوداع میں متعہ کو مباح کیا گیا تھا ان کا استدلال صحیح نہیں ہے، بلکہ حضرت سبرۃ سے تو اس کے خلاف ثابت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نکاح المتعہ سے منع فرمارہے تھے۔
(سنن ابوداؤد: ۲۰۷۲، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۵۳۲، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۴، مسند احمد: ۱۵۳۳۸)

امام طحاوی روایت کرتے ہیں: حضرت سبرہ بیان کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے المتعہ کی اجازت دی، پس ایک مرد کسی عورت سے نکاح کرتا، پھر اس کے بعد آپ نے متعہ کو سختی کے ساتھ منع فرمادیا''۔ (شرح معانی الآثار: ۴۲۲۹)

پس ان آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلے عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، پھر بعد میں آپ نے اس کو منسوخ فرمادیا۔

حضرت ابن عباس کے جواز متعہ کے قول کی توجیہ اور حضرت عمر کی ممانعت متعہ کی تحقیق

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ متعہ صرف رحمت تھی، اللہ تعالیٰ نے متعہ سے اس امت پر رحم فرمایا اور اگر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متعہ سے منع نہ کرتے تو سوائے بدبخت کے کوئی زنا نہ کرتا۔
(شرح معانی الآثار: ۴۲۳۲)

عطاء حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ عورتوں سے متعہ کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر نے اس سے منع فرمادیا۔
(شرح معانی الاثار: ۴۲۳۴)

ابو جمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عورتوں کے ساتھ متعہ کے متعلق سوال کیا تو ان کے آزاد کردہ غلام نے کہا کہ متعہ صرف جنگ میں مباح تھا اور عورتیں اس وقت کم تھیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔
(شرح معانی الآثار: ۴۲۳۵، صحیح البخاری: ۵۱۱۶)

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا اور کسی صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر انکار نہیں کیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ تمام صحابہ متعہ کی ممانعت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کرتے تھے، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ متعہ حالت جنگ میں مباح کیا گیا تھا اور اس وقت عورتیں بہت کم تھیں۔

رہا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ہم متعہ کیا کرتے تھے حتیٰ کہ ہم کو متعہ کرنے سے حضرت عمر نے منع کر دیا تو ان کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ ان کو یہ علم نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متعہ کو حرام فرمادیا ہے حتیٰ کہ ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے سے اس کا

Marfat.com

علم ہوا۔اور اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دی تھی، پھر بعد میں اس کو قیامت تک کے لیے منسوخ کر دیا اور حرام فرما دیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۸۶۔۳۸۵ ملخصاً، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

تحریم متعہ پر تمام فقہاء اور محدثین کا اجماع

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے فقہاء اور محدثین نکاح متعہ کی تحریم پر متفق ہیں، اور فقہاء میں سے امام زفر کا یہ قول شاذ ہے کہ اگر کسی مرد نے دس دن یا ایک ماہ کے لیے نکاح کیا تو نکاح ثابت ہو گا لیکن شرط باطل ہو گی۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ متعہ میں نہ میراث ہوتی ہے اور نہ اس میں طلاق ہوتی ہے اور نہ اس میں عدت ہوتی ہے اور تمام امت کے نزدیک یہ زوجیت کے حکم میں نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور قاسم بن محمد نے متعہ کے منسوخ ہونے اور اس کی تحریم پر قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ (المومنون: ۶۔۵)

اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں O سوا اپنی بیویوں کے یا باندیوں کے، سو بے شک وہ ان میں ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں O

اور متعہ نہ نکاح ہے اور نہ ملک یمین ہے یعنی نہ باندیوں سے تمتع ہے اور بیویوں اور باندیوں کے سوا تمتع کرنا حرام ہے، لہٰذا متعہ حرام ہوا اور منسوخ ہو گیا۔

تحریم متعہ پر علامہ ابن بطال کے استدلال پر مصنف کا اشکال اور مصنف کی طرف سے تحریم متعہ کے متعلق قرآن مجید کی آیات

میں کہتا ہوں: اس استدلال پر یہ اشکال ہے کہ سورۃ المومنون مکی ہے اور متعہ مدینہ میں بھی مباح رہا ہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ کو حرام فرما دیا، پھر اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے متعہ کو مباح کیا گیا، پھر اس کے بعد قیامت تک کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام قرار دے دیا، ہاں! تین مدنی سورتوں سے متعہ کا حرام ہونا ثابت ہے اور اس پر یہ اشکال نہیں ہے کیونکہ وہ مدنی سورتیں ہیں۔

تحریم متعہ کی آیات درج ذیل ہیں:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ (النساء: ۳)

تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کر سکو گے تو صرف ایک سے نکاح کرو یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے استمتاع کرو، یہ اس سے زیادہ قریب (بہ صحت) ہے کہ تم کسی ایک کی طرف جھک جاؤ O

سورۂ نساء مدنی ہے اور ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل استطاعت سے خطاب فرمایا اور ان کے لیے قضاء شہوت کی جائز صورتیں بیان فرما دیں کہ وہ ایک سے چار تک نکاح کر سکتے ہیں، اور اگر ان میں عدل قائم نہ رکھ سکیں تو پھر اپنی کنیزوں اور باندیوں سے نفع اندوزی کر سکتے ہیں اور بس۔

Marfat.com

اگر متعہ بھی قضاء شہوت کی جائز شکل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ان صورتوں کے ساتھ ذکر فرما دیتا اور اس آیت میں متعہ کا بیان نہ کرنا ہی اس بات کا بیان ہے کہ وہ جائز نہیں ہے اور اسی طرح ابتداء اسلام سے لے کر فتح مکہ تک جو شکل بھی معمول اور مباح تھی اس آیت نے اس کو حرام کر دیا۔

اگر روافض اور شیعہ کو یہ شبہ ہو کہ اس آیت میں لفظ نکاح متعہ کو بھی شامل ہے، لہٰذا نکاح کے جواز کے ساتھ متعہ کا جواز بھی ثابت ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ نکاح کی حد صرف چار عورتوں تک ہے اور متعہ میں عورتوں کی تعداد کی کوئی قید نہیں ہوتی اور نکاح اور متعہ دونوں متضاد لفظ ہیں، اس لیے لفظ نکاح سے متعہ کو مراد نہیں لیا جا سکتا، اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ نکاح اور متعہ دو الگ الگ حقیقتیں ہیں، نکاح میں عقد دائمی ہوتا ہے اور متعہ میں عقد عارضی ہوتا ہے، نکاح میں منکوحات کی تعداد محدود ہے اور متعہ میں ممتوعات کی تعداد کی کوئی حد نہیں، نکاح میں نفقہ، سکنیٰ، نسب اور میراث لازم ہوتے ہیں اور ایلاء، ظہار، لعان، طلاق اور عدت عارض ہوتے ہیں اور متعہ میں ان میں سے کوئی امر لازم ہوتا ہے اور نہ عارض، پس نکاح اور متعہ اپنی حقیقت، لوازم اور عوارض کے اعتبار سے دو مختلف امر ہیں۔

سورۃ النسآء کی ایک اور آیت ہے:

وَ مَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (الی ان قال) ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَ اَنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ۔ (النسآء: ۲۵)

اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمان کی مملوکہ مسلمان باندیوں سے (نکاح کرے) (الی ان قال) یہ حکم تم میں سے اس شخص کے لیے ہے جس کو اپنے نفس پر بدچلنی کا خدشہ ہو اور تمہارے لیے صبر کرنا بہتر ہے۔

اس آیت میں غلبہ شہوت رکھنے والے نادار شخص کے لیے صرف دو صورتیں جائز قرار دی گئی ہیں: ایک یہ کہ وہ باندیوں سے نکاح کرے اور دوسرا یہ کہ وہ ضبط نفس کرے اور تجرد کی زندگی گزارے اور اگر متعہ بھی مشروع ہوتا تو کنیزوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اسے متعہ کی بھی ہدایت دی جاتی، پس معلوم ہوا کہ کسی شخص کے لیے متعہ کرنا جائز نہیں ہے، اسے نکاح ہی کرنا پڑے گا خواہ باندیوں ہی سے نکاح کرے اور اگر وہ ان سے بھی نکاح کی طاقت نہ رکھے تو اس کو صبر کرنا پڑے گا اور اس کے لیے متعہ کے جواز کی کوئی راہ نہیں ہے۔

ایک اور مدنی سورت کی آیت ہے:

وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰی یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (النور: ۳۳)

اور جو لوگ نکاح کرنے کی گنجائش نہیں رکھتے وہ اپنی پاکیزگی کو برقرار رکھیں حتیٰ کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح تصریح فرما دی ہے کہ جو لوگ نکاح نہیں کر سکتے وہ ضبط نفس کریں اور ان کے لیے جواز متعہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے ورنہ نکاح کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں متعہ کی بھی اجازت دے دی جاتی اور جب اجازت متعہ کی بجائے ضبط نفس کا حکم فرمایا تو واضح ہو گیا کہ اسلام میں جواز متعہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

حجۃ الوداع میں تحریم متعہ کی توجیہ

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: کیا تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نہیں کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ کو حرام فرما دیا، پھر حضرت الربیع بن سبرۃ کی اس روایت کی کیا توجیہ ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع کے دن متعہ کو حرام فرمایا؟ حضرت ربیع بن سبرۃ

رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے متعلق یہ گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں متعہ کرنے سے منع فرمادیا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۰۶، سنن ابوداؤد: ۲۰۷۲، سنن نسائی: ۳۳۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۲)

اس حدیث سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع سے پہلے متعہ مباح تھا، تب ہی اس کو حجۃ الوداع میں حرام فرمادیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وہ اہم امور کو متعدد بار مکرر بیان فرماتے تھے اور جہاں زیادہ لوگوں کا اجتماع ہوتا وہاں بیان فرماتے اور چونکہ حجۃ الوداع میں بہت زیادہ مسلمان مجتمع تھے اس لیے آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر تحریم متعہ کو مکرر بیان فرمایا تاکہ جس نے اس کو نہ سنا ہو وہ بھی سن لے اور آپ نے اس کو اس لیے مؤکد فرمایا تاکہ کسی شخص کو یہ شبہ نہ ہو کہ متعہ اب بھی حلال ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۸۳۔۱۸۱، ملخصاً ومخرجاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

متعہ کی تحریم کا تعدد اور اس کی توجیہ

علامہ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے بیان کیا کہ متعہ کی تحریم کے وقت میں اختلاف ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ غزوۂ تبوک میں متعہ کو حرام کیا گیا، پھر حسن بصری سے روایت ہے کہ متعہ کو عمرۃ القضاء میں حرام کیا گیا اور مشہور یہ ہے کہ متعہ کو غزوۂ فتح مکہ میں حرام کیا گیا جیسا کہ امام مسلم نے الربیع بن سبرہ کی اپنے والد سے روایت کی ہے اور ان سے دوسری روایت امام ابوداؤد نے کی ہے کہ متعہ کو حجۃ الوداع میں حرام کیا گیا۔ اور بعض راویوں نے کہا کہ متعہ کو غزوۂ اوطاس میں حرام کیا گیا اور یہ روایت ان کے موافق ہے جنہوں نے کہا: متعہ کو فتح مکہ کے سال حرام کیا گیا۔ علامہ سہیلی کی عبارت ختم ہوئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس کا حاصل یہ ہے کہ متعہ کو چھ مقامات پر حرام کیا گیا۔ (۱) خیبر (۲) عمرۃ القضاء (۳) فتح مکہ (۴) اوطاس (۵) تبوک (۶) حجۃ الوداع۔ (غزوۂ اوطاس اور غزوۂ حنین واحد ہیں اور یہ فتح مکہ کے متصل بعد ہیں)

علامہ الماوردی الشافعی نے کہا ہے کہ متعہ کی تحریم مکرر ہوئی تاکہ اس کی تحریم زیادہ ظاہر اور زیادہ شائع ہو جائے حتیٰ کہ جو اس کی تحریم کے کسی مقام پر حاضر نہیں تھا دوسرے مقام پر وہ حاضر ہو تو اس کو اس کی تحریم کا علم ہو جائے، نیز متعہ کو کئی مرتبہ مباح کیا گیا اور آخری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ یہ قیامت تک حرام ہے۔

علامہ نووی نے کہا کہ درست بات یہ ہے کہ متعہ کی تحریم اور اباحت دو مرتبہ ہوئی ہے، پس متعہ خیبر سے پہلے مباح تھا، پھر خیبر میں اس کو حرام فرمادیا، پھر فتح مکہ کے سال متعہ کو مباح کیا گیا اور یہی غزوۂ اوطاس ہے، پھر اس کو دائماً ابداً حرام فرمادیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جواز متعہ کی روایت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ روافض کے سوا تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ متعہ حرام ہے، اور رہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو ان سے ایک روایت ہے کہ متعہ مباح ہے اور دوسری روایت ہے کہ انہوں نے متعہ سے رجوع کر لیا تھا مگر اس روایت کی اسانید ضعیف ہیں اور زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متعہ کو جائز کہتے تھے اور یہی شیعہ اور روافض کا مذہب ہے۔ امام بیہقی نے امام جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے کہ ان سے المتعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بعینہ زنا ہے، پھر روافض کے سوا تمام متقدمین اور متاخرین فقہاء کا اجماع ہے کہ متعہ حرام ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۹۰۔۲۸۶، ملخصاً وملتقطاً، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

ہم نے اس بحث میں علامہ ابن ملقن شافعی اور علامہ بدرالدین عینی حنفی کی شرحوں کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ان سے زیادہ مفصل اور

محقق گفتگو اس بحث میں امام طحاوی حنفی، علامہ ابن بطال مالکی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحریر میں ہے جس کو ہم پیش کر چکے ہیں۔

بعض مسائل میں حضرات صحابہ کا آپس میں اختلاف کے باوجود باہمی احترام کو قائم رکھنا، اس مسئلہ میں مصنف کی تحقیق

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواز متعہ کے قول میں اجماع کی مخالفت کی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے علم میں اس کی تحریم پر اجماع منعقد نہیں ہوا تھا، لہٰذا ان پر اعتراض نہیں ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ المعوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرتے تھے حالانکہ ان کا قرآن ہونا تواتر سے ثابت ہے، اس کا جواب بھی یہی ہے کہ ان کے علم میں المعوذتین کا تواتر سے ثبوت نہیں تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بعض فقہی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا لیکن وہ اس میں شدت نہیں کرتے تھے جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع موتی اور رؤیت باری کی قائل نہیں تھیں اور جمہور صحابہ اس کے قائل تھے، اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جنبی کے لیے جواز تیمم کے قائل نہیں تھے اور جمہور صحابہ اس کے قائل تھے، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمتع بالحج سے منع کرتے تھے اور جمہور صحابہ اس کے قائل تھے، اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حج یا عمرہ کا احرام باندھنے سے پہلے غسل کے وقت بدن پر خوشبو کا لیپ کرنے سے منع کرتے تھے اور جمہور صحابہ اس کے قائل تھے، اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور دیگر اہل علم صحابہ ان حالتوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے، اسی طرح قراءت خلف الامام اور آمین بالجہر کا معاملہ ہے ان مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف رہا ہے لیکن وہ اپنے مخالفین کی مذمت نہیں کرتے تھے اور اپنے موقف پر قائم رہتے تھے اور دوسروں پر سختی نہیں کرتے تھے۔ اور ہمارے زمانے میں اگر کسی شخص کا دوسرے سے کسی فقہی مسئلہ کا اختلاف ہو تو وہ دوسروں کی مذمت کرتا ہے اور اس کی تضلیل اور تکفیر تک کر دیتا ہے۔ ہمیں فقہی مسائل میں اپنے موقف پر تو قائم رہنا چاہیے مگر اپنے مخالفین پر شدت کرنے اور ان کی مذمت کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

۳۳۔ بَابُ: عَرْضِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا عَلَى الرَّجُلِ الصَّالِحِ — کسی عورت کا اپنے آپ کو نیک مرد پر پیش کرنا

حافظ ابن حجر عسقلانی اس عنوان کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ابن المنیر نے الحاشیہ میں لکھا ہے کہ امام بخاری کے لطائف میں سے یہ ہے کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ جس عورت نے اپنا نفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا اس میں آپ کی خصوصیت نہیں ہے تو انہوں نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ کوئی بھی عورت کسی نیک مرد کے لیے اپنے آپ کو پیش کر سکتی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۹۱۔۲۹۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۱۲۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مَرْحُومُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مِهْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَنَسٍ وَعِنْدَهُ ابْنَةٌ لَهُ قَالَ أَنَسٌ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَكَ بِي حَاجَةٌ فَقَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مرحوم بن عبدالعزیز بن مہران نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ثابت البنانی سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ان کے پاس ان کی صاحب زادی بھی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان

Marfat.com

بِنْتُ أَنَسٍ مَا أَقَلَّ حَيَائَهَا وَا سَوْأَتَاهُ وَا سَوْأَتَاهُ قَالَ هِيَ خَيْرٌ مِنْكِ رَغِبَتْ فِي النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا۔

(صحیح البخاری: ۶۱۲۳، سنن نسائی: ۳۲۴۹، ۳۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۱)

کیا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے اپنے آپ کو آپ پر پیش کیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ کو میری ضرورت ہے تو حضرت انس کی صاحب زادی نے کہا: وہ کیسی بے حیاء عورت ہے، ہائے بے شرمی! ہائے بے شرمی! حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ تم سے بہتر تھیں، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں رغبت کی اور اپنے آپ کو آپ پر پیش کیا۔

علامہ بدرالدین عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: میں اس عورت کے نام پر واقف نہیں ہو سکا اور میں نے اس کے قصہ میں دیکھا کہ اس عورت کا نام لیلیٰ بنت قیس بن الحطیم ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور یہ اس حدیث کی غیر ہے جو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لہٰذا دونوں قصوں کے راوی مختلف ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۶۱۔ ۱۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ راویوں کے تعدد سے صاحب قصہ کا تعدد لازم نہیں آتا۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۹۲، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

۵۱۲۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ امْرَأَةً عَرَضَتْ نَفْسَهَا عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ زَوِّجْنِيهَا فَقَالَ مَا عِنْدَكَ قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ قَالَ اذْهَبْ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ وَلٰكِنْ هٰذَا إِزَارِي وَلَهَا نِصْفُهُ قَالَ سَهْلٌ وَمَا لَهُ رِدَاءٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَمَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ فَرَآهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَدَعَاهُ أَوْ دُعِيَ لَهُ فَقَالَ لَهُ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ فَقَالَ مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا لِسُوَرٍ يُعَدِّدُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَمْلَكْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہ ایک عورت نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا، تب ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! اس عورت کے ساتھ میرا نکاح کر دیجئے، آپ نے پوچھا: تمہارے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس کچھ نہیں ہے، آپ نے فرمایا: جاؤ تلاش کرو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو، پس وہ گیا، پھر لوٹ آیا تو اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! مجھے کوئی چیز نہیں ملی اور نہ لوہے کی انگوٹھی ملی، لیکن میرا یہ تہبند ہے وہ آدھا میں اس کو دے دوں گا۔ حضرت سہل نے بتایا: اس کے بدن کے اوپری حصہ پر کوئی چادر نہیں تھی، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارے تہبند کا کیا کرے گی؟ اگر تم نے اس کو پہن لیا تو اس کے اوپر اس تہبند میں سے کوئی چیز نہیں ہوگی اور اگر اس عورت نے اس تہبند کو باندھ لیا تو تمہارے اوپر اس تہبند میں سے کوئی چیز نہیں ہوگی پھر وہ مرد بیٹھ گیا حتیٰ کہ جب اس کو بیٹھے ہوئے کافی دیر ہو گئی تو وہ کھڑا

Marfat.com

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶، صحیح مسلم: ۱۴۲۵، سنن ابوداؤد: ۲۱۱۱، سنن نسائی: ۳۳۵۹، سنن بیہقی: ۱۴۱۳۶)

ہو گیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر بلایا یا اسے بلایا گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا: مجھے فلاں سورت اور فلاں سورت یاد ہے اور اس نے کئی سورتیں گنوائیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چونکہ تم کو قرآن مجید یاد ہے اس سبب سے ہم نے وہ عورت تمہاری ملک میں دے دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۲۳۱۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۔ بَابُ: عَرْضِ الْإِنْسَانِ ابْنَتَهُ أَوْ أُخْتَهُ عَلَى أَهْلِ الْخَيْرِ

انسان کا اپنی بیٹی یا اپنی بہن کو نیک مسلمانوں پر پیش کرنا

۵۱۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَتُوُفِّيَ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقَالَ سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِي فَقَالَ قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ زَوَّجْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا وَكُنْتُ أَوْجَدَ عَلَيْهِ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئًا قَالَ عُمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَبِلْتُهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب ان کی صاحب زادی حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا جو حضرت خنیس بن حذافہ بن السہمی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے، پس وہ مدینہ میں فوت ہو گئے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان پر حفصہ کو پیش کیا تو انہوں نے کہا: میں عنقریب اپنے معاملہ میں غور کروں گا، پس میں چند راتیں ٹھہر رہا، پھر حضرت عثمان کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا: میری رائے یہ ہے کہ میں ان دنوں میں نکاح نہ کروں، حضرت عمر نے بتایا: پھر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا، پس میں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حضرت حفصہ بنت عمر کا آپ سے نکاح کر دوں، پس حضرت ابوبکر خاموش ہو گئے اور انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا اور مجھے حضرت عثمان کی بہ نسبت حضرت ابوبکر سے زیادہ رنج پہنچا تھا، پھر میں چند راتیں ٹھہرا رہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۵۱۲۹، سنن نسائی ج ٦ ص ۷۷، صحیح ابن حبان: ۴۰۳۹، مسند ابویعلی: ۲۰، المعجم الکبیر: ۳۰۲)

حفصہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا تو میں نے آپ کے ساتھ حفصہ کا نکاح کر دیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور انہوں نے مجھ سے کہا: شاید تمہیں اس وقت مجھ سے رنج پہنچا ہوگا جب تم نے میرے اوپر حضرت حفصہ کو پیش کیا تھا اور میں نے تمہیں کوئی جواب نہیں دیا تھا حضرت عمر نے بتایا: جی ہاں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا: جب تم نے مجھ پر حضرت حفصہ کو پیش کیا تھا تو مجھے تم کو جواب دینے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کا ذکر کیا تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کرنا نہیں چاہتا تھا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ کو ترک فرما دیتے تو میں ان کو قبول کر لیتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۰۱ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل دقیقہ اور نکات لطیفہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری، القرطبی، المالکی، المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) جس شخص پر کسی عورت کو پیش کیا جائے تو اس کو اس پر غور وفکر کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ بعد میں اس شخص کو اپنی رائے سے مطلع کرے جیسا کہ حضرت عثمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں ابھی نکاح نہ کروں۔

(۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں ابھی نکاح نہ کروں اور حضرت ابوبکر نے اس طرح نہیں کہا حالانکہ وہ حضرت حفصہ سے نکاح کرنا چاہتے تھے کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ترک فرما دیتے تو میں ان سے نکاح کر لیتا اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی جواب نہیں دیا اثبات میں نہ نفی میں۔

(۳) اس حدیث میں اپنے دوست کو کسی بات کا جواب نہ دینے کی رخصت ہے کیونکہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو ان کی پیش کش کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے سے زیادہ قلق ہوا کیونکہ ان کا حضرت عثمان کی بہ نسبت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے زیادہ تعلق تھا۔

(۵) کسی کا راز مخفی رکھنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوبکر کو یہ علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا تذکرہ فرمایا تھا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز تھا، اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات نہیں بتائی، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایام مرض میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ وہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ کے ساتھ ملیں گی اور یہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہ طور راز بتایا تھا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا یہ راز افشا نہیں کیا حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر بھی نہیں بتایا، نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تم کو میرے جواب

نہ دینے سے رنج تو پہنچا ہوگا لیکن میرے جواب نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا جب کسی انسان کی بات سے اس کے دوست کو رنج پہنچے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے دوست کو اس کی وجہ بیان کر دے۔

(۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ کو ترک فرما دیتے تو میں ان سے نکاح کر لیتا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی عورت کو نکاح کا پیغام اس وقت دینا چاہیے جب کسی دوسرے کا اس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۸۷۔۱۸۵ ملخصاً دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کے گھر سے بھی نیک مرد کے گھر نکاح کا پیغام دینا جائز ہے اور اسے عار نہیں سمجھنا چاہیے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن بطال مالکی نے اس حدیث کی بہت جامع شرح کی ہے، سو اس کے بعد علامہ ابن ملقن شافعی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور علامہ بدر الدین عینی حنفی کی شروح کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۵۱۲۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ إِنَّا قَدْ تَحَدَّثْنَا أَنَّكَ نَاكِحٌ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَعَلَى أُمِّ سَلَمَةَ لَوْ لَمْ أَنْكِحْ أُمَّ سَلَمَةَ مَا حَلَّتْ لِي إِنَّ أَبَاهَا أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۰۱، ۵۱۰۶، ۵۱۰۷، ۵۱۲۳، ۵۳۷۲، صحیح مسلم: ۱۴۴۹، مسند احمد: ۲۷۴۸۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از عراک بن مالک، انہوں نے کہا کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم یہ باتیں کرتے ہیں کہ آپ حضرت درۃ بنت ابی سلمہ سے نکاح کرنے والے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ام سلمہ کے ہوتے ہوئے؟ اگر میں نے ام سلمہ سے نکاح نہ کیا ہوتا تب بھی وہ میرے لیے حلال نہیں تھی کیونکہ ان کے والد میرے رضاعی بھائی ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۵۔ بَابُ: وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللهُ۔ (الی ان قال) غَفُورٌ حَلِيمٌ (البقرة: ۲۳۵)

اللہ عزوجل کا ارشاد: اور تم پر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم عدت والی عورتوں کو اشارہ، کنایہ سے نکاح کا پیغام دو یا تم اپنے دلوں میں چھپاؤ، اللہ کو علم ہے کہ (الی ان قال) بے شک اللہ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے ○ (البقرۃ: ۲۳۵)

آیت مذکورہ کا چار احکام کو متضمن ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ آیت مذکورہ چار احکام کو متضمن ہے جن میں سے دو مباح ہیں: (۱) کنایہ کے ساتھ عدت گزارنے والی عورت کو نکاح کا پیغام دینا اور (۲) اس سے نکاح کرنے کے ارادے کو دل میں مخفی رکھنا، اور ان میں سے دو ممنوع

Marfat.com

ہیں: (۱) عدت کے دوران اس سے نکاح کرنا، اور (۲) عدت کے دوران اس سے نکاح کا وعدہ کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

أَوْ أَكْنَنْتُمْ أَضْمَرْتُمْ وَكُلُّ شَيْئٍ صُنْتَهُ وَأَضْمَرْتَهُ فَهُوَ مَكْنُونٌ۔

اَكْنَنْتُم کا معنی ہے: جس بات کو تم نے اپنے دلوں میں چھپایا ہے، اور ہر وہ چیز جس کو تم نے دل میں مخفی رکھا ہے یا چھپایا ہے تو وہ مکنون ہے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر، تعریض اور کنایہ کا فرق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جس بات کو تم نے اپنے دل میں چھپایا ہے اور زبان سے اس کا ذکر نہیں کیا اور وہ عدت کے دوران کسی عورت سے منگنی کرنے کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ نے بہ طور تعریض نکاح کا پیغام دینے سے گناہ کو اٹھا لیا ہے جب کہ وہ عورت عدت میں ہو اور تعریض یہ ہے کہ آدمی عدت گزارنے والی عورت سے کہے کہ تم تو خوبصورت ہو یا تم بہت نیک ہو اور میری غرض یہ ہے کہ میں نکاح کروں اور شاید اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نیک عورت مہیا کر دے اور اس قسم کا دوسرا کلام جس سے یہ وہم ہو کہ وہ اس عورت سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہے حتیٰ کہ اس عورت کی عدت گزر جائے بہ شرطیکہ وہ عورت اس سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتی ہو اور وہ اس سے صراحتاً نکاح کرنے کی بات نہ کرے، پس یہ نہ کہے کہ میں تم سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہوں یا تمہیں نکاح کا پیغام دے رہا ہوں اور تعریض اور کنایہ میں یہ فرق ہے کہ تعریض میں ایک چیز کا ذکر کیا جاتا ہے جو دوسری اس چیز پر دلالت کرے جس کا ذکر نہ کیا گیا ہو، مثلاً فقیر غنی سے یہ کہے: میں آپ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ میں آپ کے کریم چہرے کو دیکھوں اور کنایہ یہ ہے کہ کسی چیز کا اس لفظ سے ذکر کیا جائے جس کے لیے اس لفظ کو وضع نہ کیا گیا ہو، مثلاً تم کسی طویل القامت شخص سے کہو کہ تمہارے پستول کا پٹا (پرتلا) بہت طویل ہے اور مراد یہ ہو کہ تمہارا قد بہت لمبا ہے یا کسی شخص کے متعلق کہو کہ اس کے گھر کے چولہے میں راکھ بہت زیادہ ہے اور اس سے مراد یہ ہو کہ وہ بہت سخی ہے کیونکہ اس کے چولہے میں راکھ اس لیے بہت زیادہ ہے کہ چولہے پر کھانا بہت زیادہ پکتا ہے اور کھانا اس لیے زیادہ پکتا ہے کہ اس کے گھر میں مہمان زیادہ آتے ہیں اور زیادہ مہمان اس لیے آتے ہیں کہ وہ بہت زیادہ سخی ہے کیونکہ بخیل کے گھر تو زیادہ مہمان نہیں آتے، پھر اللہ تعالیٰ نے بہ طور عتاب فرمایا: اللہ کو علم ہے کہ عدت کے بعد عنقریب تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے لیکن تم (عدت سے پہلے) ان سے کوئی خفیہ وعدہ نہ کرو، البتہ شریعت کے موافق ان سے بات کرو اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے (ان سے) عقد نکاح کا عزم نہ کرو اور یقین رکھو کہ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے، سو اس سے ڈرتے ہو، اور یقین رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا، نہایت حلم والا ہے۔ (البقرۃ: ۲۳۵) (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۶۶۔۱۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۲۴۔ وَقَالَ لِي طَلْقٌ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ يَقُولُ إِنِّي أُرِيدُ التَّزْوِيجَ وَلَوَدِدْتُ أَنَّهُ تَيَسَّرَ لِي امْرَأَةٌ صَالِحَةٌ۔

اور مجھ سے طلق بن غنام نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اور تم پر اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم (عدت والی عورتوں کو) تعریضاً نکاح کا پیغام دو۔ (البقرۃ: ۲۳۵) یعنی وہ کہے کہ میں نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ مجھے کوئی نیک عورت میسر ہو جائے۔

جہالت کی وجہ سے عدت کے دوران نکاح کا پیغام دینے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کو اس کی عدت میں جہالت کی وجہ سے نکاح کا پیغام دے اور اس سے نکاح کا وعدہ کرے اور عدت گزرنے کے بعد اس سے نکاح کر لے تو امام مالک اس کے متعلق کہتے ہیں کہ میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ وہ عورت کو طلاق دے دے اور یہ ایک طلاق بائن ہوگی، پھر اس کو چھوڑ دے حتیٰ کہ اس کی عدت گزر جائے اور عدت کے بعد وہ اس کو نکاح کا پیغام دے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر اس نے عدت کے دوران صراحتاً نکاح کا پیغام دیا اور عورت نے صراحتاً اس کے پیغام کو قبول کر لیا اور اس نے عدت پوری ہونے سے پہلے عقد نکاح نہیں کیا تو اس کا نکاح ثابت ہوگا اور عدت کے دوران صراحتاً نکاح کا پیغام دینا مکروہ ہے۔

عدت کے دوران نکاح کرنے اور دخول کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب کسی مرد نے کسی عورت سے عدت کے دوران نکاح کر لیا اور اس کے ساتھ دخول کر لیا تو امام مالک، اللیث اور الاوزاعی نے کہا کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور وہ عورت اس کے کبھی بھی حلال نہیں ہوگی، (موطا امام مالک ص ۲۳۲۔۲۳۱) اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا: ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی، پھر جب اس کی پہلی عدت ختم ہو جائے گی تو اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر ان کی دلیل ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس مرد پر اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا حرام نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس نے عدت کے دوران کسی عورت سے وطی کر لی تو پھر عدت کے بعد اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۰۹۔۲۰۸)

اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب کسی مرد نے عدت کے دوران نکاح کر لیا اور دخول کر لیا تو امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ پہلی عدت از سرِ نو گزارے گی اور پھر دوسری عدت گزارے گی۔ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

اور امام شافعی، امام احمد اور امام مالک کی دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی یہ عدت دونوں کی عدت ہو جائے گی خواہ اس کی عدت حیض سے ہو یا حمل سے ہو یا مہینوں سے ہو اور یہ اوزاعی، ثوری اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ مرد کسی عورت سے اس کی بقیہ عدت کے دوران نکاح نہ کرے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ یہی اس کی دوسری عدت بھی ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی نے اپنی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی اس شرح کو ذکر کر دیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۳۸۵۔۳۸۲، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح میں تعریض اور کنایہ کے فرق کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۹۵۔۲۹۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ الْقَاسِمُ يَقُولُ إِنَّكِ عَلَيَّ كَرِيمَةٌ وَإِنِّي فِيكِ لَرَاغِبٌ وَإِنَّ اللّٰهَ لَسَائِقٌ إِلَيْكِ خَيْرًا أَوْ نَحْوَ هٰذَا۔

اور قاسم کہتے تھے کہ بے شک تم مجھ پر مہربان ہو اور بے شک میں تم میں رغبت رکھتا ہوں اور بے شک اللہ تعالیٰ ضرور تمہاری طرف جلدی کوئی خیر پہنچائے گا یا اس کی مثل کوئی بات کہے۔

عدت کے دوران تعریضاً نکاح کا پیغام دینے کی مثالیں

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ امام بخاری کی اس پہلی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور قاسم سے مراد قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق ہیں اور اس تعلیق کا حاصل یہ ہے کہ کوئی مرد کسی عورت سے اس کی عدت کے دوران اس کو تعریضاً نکاح کا پیغام دے۔ امام بخاری نے کہا: یا اس کی مثل کوئی اور بات کہے یعنی یوں کہے کہ میں تمہارا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں یا کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے کوئی نیک عورت مہیا فرمائے وغیرہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۶۷)

وَقَالَ عَطَاءٌ يُعَرِّضُ وَلَا يَبُوحُ يَقُولُ إِنَّ لِي حَاجَةً وَأَبْشِرِي وَأَنْتِ بِحَمْدِ اللهِ نَافِقَةٌ وَتَقُولُ هِيَ قَدْ أَسْمَعُ مَا تَقُولُ وَلَا تَعِدُ شَيْئًا وَلَا يُوَاعِدُ وَلِيُّهَا بِغَيْرِ عِلْمِهَا وَإِنْ وَاعَدَتْ رَجُلًا فِي عِدَّتِهَا ثُمَّ نَكَحَهَا بَعْدُ لَمْ يُفَرَّقْ بَيْنَهُمَا۔

اور عطاء نے کہا: وہ تعریضاً کہے اور صراحتاً یہ نہ کہے کہ مجھے نکاح کی ضرورت ہے اور تمہیں خوش خبری ہو اور تم اللہ کے فضل سے ایسی ہو جس کے ساتھ نکاح کا رواج ہے اور عورت اس کے جواب میں کہے: میں نے تمہاری بات سن لی ہے اور اس سے صراحتاً کوئی وعدہ نہ کرے، ایسی عورت کا ولی بھی اس کے علم کے بغیر کوئی وعدہ نہ کرے، اور اگر عورت نے زمانہ عدت میں کسی مرد سے نکاح کا وعدہ کر لیا اور پھر بعد میں اس سے نکاح کیا تو ان دونوں میں تفریق نہیں کی جائے گی۔

اگر عدت کے دوران عورت نکاح کا وعدہ کرلے یا مرد صراحتاً نکاح کا پیغام دے یا نکاح کرلے تو اس کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس دوسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

عطاء سے مراد عطاء بن ابی رباح ہیں۔ امام بخاری نے کہا: نَافِقَةٌ اس کا معنی ہے: رَائِجَةٌ یعنی تم جیسی عورت سے نکاح کا رواج ہے۔

اگر وہ عورت عدت کے دوران کسی مرد سے نکاح کا وعدہ کرلے، پھر عدت پوری ہونے کے بعد وہ مرد اس عورت سے نکاح کرلے تو ان کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ عقد صحیح ہے اور نکاح سے کوئی مانع نہیں ہے اور اگر مرد عدت کے دوران صراحتاً نکاح کا پیغام دے لیکن اس سے عقد نکاح عدت پوری ہونے کے بعد کرے تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک یہ عقد صحیح ہے لیکن اس نے مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا ہے اور امام مالک نے کہا کہ وہ مرد اس عورت کو طلاق دے دے خواہ اس نے اس کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر اس نے عدت کے دوران عقد کیا ہو اور دخول کرلیا ہو تو ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی اس میں ائمہ کا اختلاف نہیں ہے، اور امام مالک نے کہا: پھر مرد کے لیے بعد میں اس عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ جب اس عورت کی عدت گزر جائے اور مرد چاہے تو اس کا اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا الزِّنَا۔

اور حسن بصری نے کہا: ''تم (عدت سے پہلے) ان سے کوئی وعدہ نہ کرو''۔ (البقرۃ: ۲۳۵) الزِّنَا۔

Marfat.com

خفیہ وعدے کی متعدد تفاسیر اور حسن بصری کی تفسیر پر اعتراض

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تیسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حسن بصری نے اس آیت میں مذکور لفظ خفیہ کی تفسیر میں کہا کہ یہ زنا ہے اور خفیہ کا لفظ نکاح سے کنایہ ہے جس سے مراد مجامعت ہے کیونکہ وہ خفیہ طریقہ سے کی جاتی ہے، یہ زمخشری کا قول ہے اور شعبی نے کہا کہ مرد اس عورت سے یہ عہد لے کہ وہ اس کے سوا کسی اور مرد سے نکاح نہیں کرے گی، اور مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا کہ وہ عدت کے دوران اس عورت کو نکاح کا پیغام دے، اور امام شافعی نے کہا: اس سے مراد جماع ہے اور اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ اس حالت میں جماع جائز نہیں ہے، اور ابراہیم نخعی اور ابوالشعثاء کا قول حسن بصری کے قول کی مثل ہے لیکن اس میں تامل ہے کیونکہ زنا کا وعدہ کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ عدہ سراً ہو یا جہراً (خفیہ ہو یا علی الاعلان)۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ۔ اور حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے: ''حتیٰ کہ مدت پوری ہو جائے''۔ (البقرۃ: ۲۳۵) یعنی عدت ختم ہو جائے۔

جس عدت کے دوران تعریضاً نکاح کا پیغام دینا جائز ہے اس سے مراد آیا عدت وفات ہے یا عدت طلاق؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس چوتھی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کو امام طبری نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے عدت کے دوران عقد نکاح کے عزم کو حرام فرما دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ۔ اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے (ان سے) عقد نکاح کا عزم نہ کرو۔ (البقرۃ: ۲۳۵)

اور اس حکم پر اجماع ہے کہ عدت پوری ہونے سے پہلے اس عورت سے نکاح کا عزم کرنا حرام ہے اور دوران عدت تعریضاً نکاح کا پیغام دینا جائز ہے، امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد، حسن بصری، عبیدہ السلمانی، سعید بن جبیر، شعبی اور ابوالضحیٰ نے کہا کہ تعریضاً نکاح کا پیغام دینا جائز ہے، اور ابراہیم النخعی نے کہا کہ تعریض میں ہدیہ پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جس عدت کے دوران تعریضاً نکاح کی پیش کش کی اجازت دی ہے اس سے مراد عدت وفات ہے، اور میرے نزدیک طلاق بائن کی عدت میں یہ پسندیدہ نہیں ہے اور طلاق رجعی کی عدت میں تعریضاً نکاح کا پیغام دینا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۶۸۔۱۶۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۶۔ بَابُ: النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ قَبْلَ التَّزْوِيجِ نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنے کا حکم

جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو اس کی طرف دیکھنے کے بارے میں مذاہب فقہاء اور اس سے متعلق احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مسئلہ کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے: طاؤس، الزہری، حسن بصری، اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنے کا کسی مرد کا ارادہ ہو تو اس عورت کو دیکھنا

Marfat.com

جائز ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ امام اوزاعی نے کہا ہے کہ وہ اس عورت کی طرف دیکھے اور اس کے گوشت کی جگہوں میں غور کرے، اور امام شافعی اور امام احمد نے کہا کہ جب وہ عورت پردے میں ہو تو اس کی اجازت اور بغیر اجازت کے اس کو دیکھنا جائز ہے اور ان فقہاء کے نزدیک اس کے لیے عورت کی شرم گاہ کو دیکھنا جائز نہیں اور داؤد ظاہری سے منقول ہے کہ وہ عورت کے پورے جسم کو دیکھے حتیٰ کہ ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ اس کی فرج کی طرف دیکھنا بھی جائز ہے، اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی فرج کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے خواہ وہ بہ طور لذت دیکھے یا بہ طور شہوت اور امام احمد نے کہا: وہ اس کے چہرے کی طرف بغیر لذت کے دیکھے، اور یہ جائز ہے کہ وہ اس کے محاسن میں غور کرنے کے لیے بار بار دیکھے، اور جب اس کو دیکھنا ممکن نہ ہو تو وہ اس کے پاس اپنی کسی معتمد خاتون کو بھیجے جو اس عورت کو، دیکھے اس کے متعلق بتائے۔ حدیث میں ہے:

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا تو آپ نے اس عورت کو دیکھنے کے لیے ایک عورت (حضرت ام سلیم) کو بھیجا اور فرمایا: اس کے عوارض کو سونگھو اور اس کی کونچوں (ایڑی کے اوپر کے پٹھوں) پر غور کرو۔ الحدیث (المعجم الاوسط: ۶۱۹۵)

امام بیہقی نے کہا: اسی طرح اس حدیث کی ہمارے شیخ نے ''المستدرک'' میں روایت کی ہے، اور امام ابوداؤد نے ''مراسیل'' میں اس کی اختصار سے روایت کی ہے۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۷، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۶، المراسیل: ۲۱۶، مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۱)

علامہ عینی فرماتے ہیں: عوارض سے مراد دانت ہیں جو منہ کی چوڑائی میں ہوتے ہیں اور یہ سامنے کے چار دانتوں اور ڈاڑھوں کے درمیان میں ہوتے ہیں اور اس لفظ کا واحد عارض ہے۔

بعض فقہاء اور محدثین نے کہا ہے کہ اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے سوا اس کے خاوند یا محرم کے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے علی! جنت میں تمہارا ایک خزانہ ہے، سو تم ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو کیونکہ تمہارے لیے پہلی نظر معاف ہے''۔ اس حدث کی امام طحاوی اور امام بزار نے روایت کی ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کسی اجنبی عورت پر اچانک نظر پڑ جائے تو دوبارہ اس کی طرف نہ دیکھو کیونکہ تمہارا دوبارہ اس کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے، دوبارہ دیکھنا قصد اور اختیار سے ہوتا ہے، پس تم اجنبی عورت کو دوبارہ دیکھنے کی وجہ سے گناہ گار اور سزا کے مستحق ہو گے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۲۲۱، سنن دارمی: ۲۷۵۱، المعجم الاوسط: ۶۷۴، المستدرک ج ۳ ص ۱۲۳)

اور انہوں نے امام مسلم کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نظر ہٹالوں۔ (صحیح مسلم: ۲۱۵۹، سنن ابوداؤد ۲۱۴۸، سنن ترمذی ۲۷۷۶)

ان فقہاء اور محدثین نے کہا ہے کہ جب دوبارہ اجنبی عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ وہ عورت اس کی بیوی ہو یا محرم ہو۔

ائمہ اربعہ اور دوسرے فقہاء کہتے ہیں کہ نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنا جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے دل میں کسی عورت کو نکاح کا پیغام دینے کا ارادہ ڈالے تو اس عورت کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۴)

علامہ بوصیری نے کہا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کسی عورت سے نکاح کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''جاؤ اس کی طرف دیکھو یہ تمہاری طرف دائمی رفاقت کے لائق ہے''۔ (سنن ماجہ: ۱۸۶۵)

علامہ بوصیری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ایک عورت سے منگنی کرنے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''جاؤ اس کی طرف دیکھو کیونکہ یہ تمہارے درمیان دائمی رفاقت کے لائق ہے''۔

(سنن ترمذی: ۱۰۸۹، سنن نسائی: ۳۲۳۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۶، مسند احمد: ۱۸۱۶۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا، پس آپ کے پاس ایک مرد نے حاضر ہو کر بتایا کہ وہ انصار کی کسی عورت سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''جاؤ اس عورت کی طرف دیکھو کیونکہ انصار کی عورتوں میں کوئی عیب ہوتا ہے''۔ (صحیح مسلم: ۱۴۲۴، الرقم المسلسل: ۳۴۷۴، سنن نسائی: ۳۲۳۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت سے منگنی کا ارادہ کرے تو اگر وہ یہ دیکھ سکتا ہو کہ کیا چیز اس سے نکاح کرنے کا باعث ہے تو وہ اس کو دیکھے''۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۸۲)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو دوسری بار نظر ڈالنے کی ممانعت ہے یہ اس شخص کے متعلق ہے جو کسی اجنبی عورت کی طرف دیکھے اور وہ اس سے نکاح کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو پھر اس کی طرف دیکھنا حرام ہے، لیکن جب وہ اس سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو پھر یہ ممنوع نہیں ہے کیونکہ یہ دیکھنا ضرورت کی بنا پر ہے جس طرح کسی عورت کے متعلق گواہی دینے کے لیے اس کی طرف دیکھنا جائز ہے، اسی طرح کسی عورت سے منگنی کرنے کے لیے بھی اس کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۶۹۔ ۱۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۲۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَيْتُكِ فِي الْمَنَامِ يَجِيءُ بِكِ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقَالَ لِي هَذِهِ امْرَأَتُكَ فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ الثَّوْبَ فَإِذَا أَنْتِ هِيَ فَقُلْتُ إِنْ يَكُ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ

(صحیح البخاری: ۳۸۹۵، ۵۰۷۸، ۷۰۱۱، ۷۰۱۲، صحیح مسلم: ۲۴۳۸، مسند احمد ج ۶ ص ۴۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''(نکاح سے پہلے) میں نے تم کو خواب میں دیکھ لیا تھا، ایک فرشتہ تم کو ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لایا اور مجھ سے کہنے لگا کہ یہ آپ کی بیوی ہے، میں نے تمہارے منہ پر سے کپڑا اٹھایا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تم ہو، میں نے (اپنے دل میں) کہا: اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ اس کو ضرور پورا کرے گا''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۲۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ جِئْتُ لِأَهَبَ لَكَ نَفْسِي فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَصَعَّدَ النَّظَرَ إِلَيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، پس کہنے لگی: یا رسول اللہ! میں

Marfat.com

وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَأْطَأَ رَأْسَهُ فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَيْ رَسُولَ اللهِ إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا قَالَ انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ وَلَكِنْ هَذَا إِزَارِي قَالَ سَهْلٌ مَا لَهُ رِدَاءٌ فَلَهَا نِصْفُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى طَالَ مَجْلِسُهُ ثُمَّ قَامَ فَرَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا عَدَّدَهَا قَالَ أَتَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۲، ۵۱۳۵، ۵۱۴۱، ۵۱۵۰، ۵۸۷۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۵، سنن ابو داؤد: ۲۱۱۱، سنن نسائی: ۳۳۵۹، سنن بیہقی: ۱۴۱۳۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶)

آپ کے پاس اس لیے آئی ہوں تاکہ میں اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دوں، تب رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، پس آپ نے اس کی طرف نظر اوپر اٹھائی، پھر نیچے کر لی، پھر آپ نے اپنا سر جھکا لیا، جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ آپ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی، پھر آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد اٹھا، تو اس نے کہا: اے رسول اللہ! اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں ہے تو میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیں، آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر جاؤ شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے! پھر وہ گیا اور لوٹ آیا اور اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم یا رسول اللہ! مجھے کوئی چیز نہیں ملی! آپ نے فرمایا: تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو، سو وہ گیا، پھر لوٹ آیا، پس اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ! لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے لیکن میرا یہ تہبند ہے، حضرت سہل نے بتایا: اس کے (بدن کے) اوپر کوئی چادر نہیں تھی۔ اس نے کہا: میں آدھا تہبند اس کو دے دوں گا، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے تہبند کا کیا کرے گی؟ اگر تم اس کو پہن لو گے تو اس کے اوپر اس میں سے کوئی چیز نہیں ہوگی اور اس نے اس تہبند کو پہن لیا تو تمہارے اوپر کوئی چیز نہیں ہوگی، پھر وہ مرد بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس کو بیٹھے ہوئے کافی دیر ہو گئی، پھر وہ کھڑا ہو گیا، پس رسول اللہ ﷺ نے دیکھا وہ پیٹھ موڑ کر جا رہا تھا، آپ کے حکم سے اسے بلایا گیا، پھر جب وہ آ گیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا: مجھے فلاں سورت، فلاں سورت اور فلاں سورت یاد ہے۔ اس نے وہ سورتیں گنوائیں، آپ نے پوچھا: کیا تم ان سورتوں کو اپنے حافظہ سے پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ! تم کو جو قرآن حفظ ہے اس کے سبب سے میں نے یہ عورت تمہاری ملکیت میں (یعنی نکاح میں) دے دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، ۵۰۸۷، ۵۱۲۱ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۳۷۔ بَابٌ: مَنْ قَالَ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ (البقرۃ:۲۳۲)

جس شخص نے کہا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم انہیں ان کے (انہی پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔ (البقرۃ:۲۳۲)

البقرۃ:۲۳۲ سے اس عنوان پر امام بخاری کے استدلال کو علامہ عینی کا بہ کثرت دلائل سے رد کر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ''ولی کے بغیر نکاح نہیں منعقد ہوتا''۔

(سنن ابوداؤد:۲۰۸۵، سنن ترمذی:۱۱۰۱، سنن ابن ماجہ:۱۸۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جس عورت نے اپنے ولیوں کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، پس اگر اس نے اس عورت کے ساتھ دخول کر لیا تو اس کے ساتھ دخول کی وجہ سے اس کو نصف مہر دینا ہوگا، پھر ولیوں میں تنازع ہو تو جس کا کوئی ولی نہیں ہے تو اس کا ولی سلطان ہے۔

(سنن ابوداؤد:۲۰۸۴۔۲۰۸۳، سنن ترمذی:۱۱۰۲، سنن ابن ماجہ:۱۸۷۹)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں تو وہ ان کے نکاح میں فوت ہو گئے اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی تو پھر نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور آپ اس وقت حبشہ میں تھیں۔ (سنن ابوداؤد:۲۰۸۶، سنن نسائی:۳۳۵۰)

امام بخاری نے اس عنوان پر البقرۃ:۲۳۲ سے استدلال کیا ہے اور یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ (البقرۃ:۲۳۲)

اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (ان ہی پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو جب وہ دستور کے مطابق ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں۔

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں کے ولیوں کو اس سے منع فرمایا ہے کہ اگر وہ اپنے پہلے شوہروں کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں تو وہ اس کو منع نہ کریں، پس اگر عقد نکاح عورتوں کی طرف مفوض نہ ہوتا تو وہ عورتیں ممنوعات نہ ہوتیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے استدلال مکمل نہیں ہوتا کیونکہ ظاہر کلام یہ ہے کہ یہ خطاب ان شوہروں سے ہے جو اپنی بیویوں سے عقد نکاح کرتے ہیں، پھر عدت پوری ہونے کے بعد ان کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے اپنی غیرت اور حمیت کی وجہ سے روکتے ہیں اور یہ حمیت جاہلیہ تھی، وہ اپنی بیویوں کو اس سے روکتے تھے کہ وہ عدت کے بعد جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ آیت تو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جیسا کہ امام بخاری کی روایت عنقریب آئے گی اور امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری بہن تھی جس کا میں نے اپنے چچا کے بیٹے سے نکاح کر دیا تھا، پھر اس نے

اس کو طلاق رجعی دے دی، پھر اس کو چھوڑے رکھا حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہوگئی، پھر میرے چچا کا بیٹا میرے پاس دوبارہ آیا اور اس کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا اور میں نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! میں اس کا نکاح کبھی نہیں کروں گا، تب میرے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (انہی پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح سے نہ روکو جب وہ دستور کے مطابق ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں۔ (البقرہ:۲۳۲)

(صحیح البخاری:۵۲۹، ۴،سنن ابوداؤد:۲۰۸۷،سنن ترمذی:۲۹۸۱)

پس جس نے یہ کہا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اس نے یہ استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان عورتوں کی ممانعت نکاح کو ترک کردو اور اس میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں کے عقد نکاح کی ولایت ان کے ولیوں کی طرف ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث متعدد وجوہِ مختلفہ سے روایت کی گئی ہے اور اسی طرح اس کے سبب نزول میں بھی متعدد روایات ذکر کی گئی ہیں، بعض مفسرین نے کہا: اس آیت میں عورت کے ولیوں کو خطاب ہے اور بعض مفسرین نے کہا: اس آیت میں مطلقہ عورتوں کے شوہروں کو خطاب ہے، اور بعض نے کہا: اس آیت میں تمام لوگوں سے خطاب ہے، سو اس بناء پر اس آیت سے امام بخاری کا استدلال مکمل نہیں ہوگا۔ نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے منع کیا ہو کہ وہ اپنی بہن کو مراجعت کی ترغیب دینا چاہتے ہوں، وہ مراجعت سے توقف کرتی تھیں تو انہوں نے اس توقف کو ترک کرنے کا حکم دیا۔

امام ابوبکر بن الجصاص نے حضرت معقل کی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ روایت اہل نقل کے مذہب کے مطابق ثابت نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے اور رہی حسن بصری کی حدیث تو وہ مرسل ہے اور رہی آیت تو اس میں مطلقہ عورتوں کے شوہروں سے خطاب ہے نہ کہ ان کے ولیوں سے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷۱۔۱۷۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

فَدَخَلَ فِيهِ الثَّيِّبُ وَكَذٰلِكَ الْبِكْرُ۔ اس آیت کے حکم میں بیوہ اور اسی طرح کنواری عورتیں دونوں داخل ہیں۔

النساء کے عموم میں بیوہ اور کنواری عورتوں کا داخل ہونا

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں: اس آیت میں وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فرمایا (البقرۃ:۲۳۲) اور النساء کے عموم میں بیوہ اور کنواری عورتیں دونوں داخل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷۱)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۔ (البقرہ:۲۲۱) اور مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔

اس آیت کے حکم میں بیوہ اور اسی طرح کنواری عورتیں دونوں داخل ہیں۔

علامہ عینی کا امام بخاری پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے جواب

علامہ عینی اس دوسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے امام بخاری کی وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت کے ولیوں سے خطاب فرمایا ہے اور ان کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ اپنے زیر سرپرستی یا زیر پرورش مسلمان لڑکیوں کا مشرکین سے نکاح کردیں، اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں کے نکاح کا معاملہ خود ان عورتوں کی طرف نہیں بلکہ ان عورتوں کے ولیوں اور سرپرستوں کی طرف مفوض ہے۔

سے معلوم ہوا کہ ولی کے بغیر عورت کا نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس آیت کا حکم درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی) تمہارے لیے حلال ہیں)۔ (المائدہ:۵)

اور اس آیت میں خطاب عام ہے خواہ عورتوں کے ولیوں سے ہو یا ان کے علاوہ کسی اور سے ہو، پس امام بخاری کا استدلال مکمل نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷۱)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی کا امام بخاری پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے جس آیت سے استدلال کیا ہے اس میں عورتوں کے مشرک مردوں سے نکاح کرنے کو منع فرمایا ہے۔ اور علامہ عینی نے اس کے معارضہ میں جو آیت پیش کی ہے اس میں مشرک مردوں سے نکاح کے جواز کا حکم نہیں ہے بلکہ اہل کتاب مشرک عورتوں سے نکاح کے جواز کو بیان فرمایا ہے، اس لیے علامہ عینی کا امام بخاری پر اعتراض درست نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ۔ (النور:۳۲) اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کردو۔

امام بخاری کے استدلال پر علامہ عینی کا رد، علامہ کرمانی کی امام بخاری کی طرف سے توجیہ، اور اس پر پھر علامہ عینی کا رد

علامہ عینی اس تیسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس آیت میں عورتوں کے ولیوں سے خطاب ہے۔ علامہ عینی امام بخاری پر رد فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اس پر استدلال کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ بغیر ولی کے نکاح منعقد نہیں ہوتا کیونکہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے: اے مومنو! تمہارے آزاد مردوں اور عورتوں میں سے جو تمہارے نیک غلاموں اور باندیوں میں سے جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کردو۔ اور الایامی جمع کا صیغہ ہے اور یہ ایم کی جمع ہے جس کا معنی ہے: بے نکاح، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، پس یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس آیت میں عورتوں کے ولیوں سے خطاب ہے کیونکہ مردوں کا نکاح تو بالاتفاق ولی کے بغیر بھی صحیح ہوتا ہے۔ علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے اس آیت سے مرد بالاجماع خارج ہے، پس عورت کے ساتھ حکم بحالہ باقی رہا۔ (شرح الکرمانی ج ۱۹ ص ۹۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ)

علامہ عینی اس جواب کا رد فرماتے ہیں کہ یہ محض علامہ کرمانی کا دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۲۷۔ قَالَ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النِّكَاحَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ فَنِكَاحٌ

.........یحییٰ بن سلیمان نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس (ح)، اور ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی، از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ

Marfat.com

مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ الْيَوْمَ يَخْطُبُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ وَلِيَّتَهُ أَوِ ابْنَتَهُ فَيُصْدِقُهَا ثُمَّ يَنْكِحُهَا وَنِكَاحٌ آخَرُ كَانَ الرَّجُلُ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ إِذَا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا أَرْسِلِي إِلَى فُلَانٍ فَاسْتَبْضِعِي مِنْهُ وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا وَلَا يَمَسُّهَا أَبَدًا حَتَّى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ فَإِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا أَصَابَهَا زَوْجُهَا إِذَا أَحَبَّ وَإِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ رَغْبَةً فِي نَجَابَةِ الْوَلَدِ فَكَانَ هَذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ الِاسْتِبْضَاعِ وَنِكَاحٌ آخَرُ يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ مَا دُونَ الْعَشَرَةِ فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ كُلُّهُمْ يُصِيبُهَا فَإِذَا حَمَلَتْ وَوَضَعَتْ وَمَرَّ عَلَيْهَا لَيَالٍ بَعْدَ أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا أَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَنْ يَمْتَنِعَ حَتَّى يَجْتَمِعُوا عِنْدَهَا تَقُولُ لَهُمْ قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ فَهُوَ ابْنُكَ يَا فُلَانُ تُسَمِّي مَنْ أَحَبَّتْ بِاسْمِهِ فَيَلْحَقُ بِهِ وَلَدُهَا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَمْتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ وَنِكَاحُ الرَّابِعِ يَجْتَمِعُ النَّاسُ الْكَثِيرُ فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ لَا تَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَاءَهَا وَهُنَّ الْبَغَايَا كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُونُ عَلَمًا فَمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ فَإِذَا حَمَلَتْ إِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا وَدَعَوْا لَهُمُ الْقَافَةَ ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ فَالْتَاطَ بِهِ وَدُعِيَ ابْنَهُ لَا يَمْتَنِعُ مِنْ ذَلِكَ فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالْحَقِّ هَدَمَ نِكَاحَ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۲۷، سنن ابوداؤد: ۲۲۷۲)

نبی ﷺ نے ان کو خبر دی کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی چار قسمیں تھیں: (۱) ایک قسم یہ تھی کہ جس طرح آج کل لوگ نکاح کرتے ہیں، ایک مرد دوسرے مرد کے پاس اس کے زیر پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر ادا کر کے اس سے نکاح کرتا (۲) نکاح جاہلیت کی دوسری صورت یہ تھی کہ جب کسی مرد کی بیوی حیض سے پاک ہو جاتی تو وہ اس سے کہتا کہ تم فلاں مرد کے پاس جاؤ اور اس سے زنا کراؤ، اور اس مدت کے دوران وہ مرد اپنی بیوی سے الگ رہتا اور اس سے بالکل مجامعت نہ کرتا حتیٰ کہ اس دوسرے مرد سے اس کا حمل ظاہر ہو جاتا جس مرد سے اس عورت نے زنا کیا تھا، پھر وضع حمل کے بعد اگر مرد چاہتا تو اپنی بیوی سے مجامعت کرتا، وہ لوگ یہ نکاح اس لیے کرتے تھے تا کہ ان کا بچہ شریف اور عمدہ مرد سے پیدا ہو، اور اس نکاح کو نکاح استبضاع کہا جاتا تھا (۳) نکاح جاہلیت کی تیسری صورت یہ تھی کہ چند مرد جن کی تعداد دس سے کم ہوتی تھی وہ کسی ایک عورت کے ساتھ دخول کرتے یعنی وہ سب اس سے زنا کرتے اور جب وہ عورت حاملہ ہو جاتی اور وضع حمل ہو جاتا یعنی وہ بچہ جن لیتی تو وضع حمل کے چند دن گزرنے کے بعد وہ عورت ان تمام مردوں کو بلاتی اور ان میں سے کوئی مرد آنے سے انکار نہیں کر سکتا تھا اور جب اس عورت کے پاس تمام مرد جمع ہو جاتے تو وہ عورت ان مردوں سے کہتی: تم لوگوں کی جو کارروائی تھی وہ تم سب کو معلوم ہے اور اب میں نے یہ بچہ جنا ہے، پھر وہ عورت جس مرد کی طرف اس بچہ کو منسوب کرنا چاہتی تو کہتی: اے فلاں! یہ تمہارا بیٹا ہے، پھر اس بچہ کا نسب اس مرد کے ساتھ مل جاتا اور وہ مرد اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا تھا (۴) نکاح جاہلیت کی چوتھی صورت یہ تھی کہ بہت سے مرد جمع ہو کر کسی عورت پر داخل ہوتے تھے اور وہ عورت اپنے پاس داخل ہونے والے کسی مرد کو نہیں روکتی تھی، یہ عورتیں طوائف ہوتی تھیں یعنی کسب زنا کرنے والیاں اور یہ طوائف اپنے گھروں کے دروازے پر جھنڈے نصب کرتی تھیں جو ان کے طوائف ہونے کی علامت ہوتے تھے، سو جو مرد بھی چاہتا ان پر داخل ہو

Marfat.com

جاتا، پس اس قسم کی کوئی ایک عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ جن لیتی تو (اس کے پاس آنے والے) سب مرد اس کے پاس جمع ہو جاتے اور وہ اپنے لیے کسی قیافہ شناس کو بلاتے، پھر وہ قیافہ شناس اس بچہ (کے نسب) کو اس مرد کے ساتھ ملا دیتے جس مرد کے ساتھ اس بچہ کے نقوش ملتے جلتے ہوتے اور وہ بچہ اس ہی مرد کا کہلایا جاتا اور کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا، پس جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو آپ نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو باطل قرار دے دیا اور صرف اسی نکاح کو باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔

زمانہ جاہلیت کے دیگر نکاح

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے کہا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نکاح جاہلیت کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی نکاح جاہلیت کی چند قسمیں ہیں جن کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذکر نہیں کیا جو درج ذیل ہیں:

(۱) نکاح الخدن، اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ۔ (النساء: ۲۵) نہ غیروں سے آشنائی کرنے والی ہوں۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ چھپ کر کسی عورت سے ملتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور جب یہ بات ظاہر ہو جاتی تو وہ اس پر ملامت کرتے تھے۔

(۲) نکاح المتعہ: (اس کی تفصیل گزر چکی ہے)

(۳) نکاح البدل: امام دار قطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بدل یہ تھا کہ ایک مرد دوسرے مرد سے کہتا: تم اپنی بیوی سے میری خاطر الگ ہو جاؤ اور میں اس کے بدلہ میں تمہاری خاطر اپنی بیوی سے الگ ہو جاتا ہوں اور تم کو زیادہ موقع دوں گا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

عورت کے از خود نکاح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں ہے خواہ مناسب ولی نکاح کرے یا وصی نکاح کرے یا سربراہ ملک نکاح کرے اور عورت کا از خود نکاح کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے شریح، ابن المسیب، الحسن البصری اور ابن ابی لیلیٰ کا یہی موقف ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق اور ابو عبید کا یہی مذہب ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن المنذر نے شعبی اور زہری سے روایت کی ہے کہ جب کسی عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کفوء میں نکاح کیا تو یہ جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: جب کوئی عورت عاقلہ، بالغہ ہو تو اس کے ولی کی ولایت اس سے زائل ہو جاتی ہے، پس اگر اس نے ازخود عقد نکاح کر لیا تو جائز ہے اور اگر اس نے کسی مرد کو اپنا ولی بنایا حتیٰ کہ اس مرد نے اس کا نکاح کر دیا تب بھی یہ عقد جائز ہے اور انہوں نے جمہور فقہاء کے موافق کہا ہے کہ اگر اس نے غیر کفوء میں ازخود نکاح کیا تو اس ولی کو نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

غیر مقلدین کا بھی یہی موقف ہے کہ بغیر ولی کے عورت کا ازخود نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

(عون الباری لصدیق بن حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ ج ۵ ص ۴۱۶۔۴۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۹ھ) (تیسیر الباری لوحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ ج ۵ ص ۱۰۴، نعمانی کتب خانہ، لاہور، جون ۱۹۹۰ء)

میں کہتا ہوں: اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے دلائل اس باب کے آخر میں پیش کیے جائیں گے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۱۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ قَالَتْ هَذَا فِي الْيَتِيمَةِ الَّتِي تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَعَلَّهَا أَنْ تَكُونَ شَرِيكَتَهُ فِي مَالِهِ وَهُوَ أَوْلَى بِهَا فَيَرْغَبُ عَنْهَا أَنْ يَنْكِحَهَا فَيَعْضُلَهَا لِمَالِهَا وَلَا يُنْكِحُهَا غَيْرَهُ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَشْرَكَهُ أَحَدٌ فِي مَالِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از ہشام ابن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ درج ذیل آیت کی تفسیر میں بیان کرتی ہیں: اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں جن کا وہ حق تم انہیں نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو (النساء: ۱۲۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: یہ آیت اس یتیم لڑکی کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی مرد کے زیر پرورش ہوتی ہے شاید کہ وہ لڑکی اس مرد کے مال میں شریک ہو اور وہ مرد اس لڑکی کا زیادہ حق دار ہوتا ہے، پس وہ اس لڑکی سے نکاح کرنے میں رغبت کرتا ہے، سو اس کو دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کرتا ہے اور کسی دوسرے مرد کے ساتھ اس کا نکاح نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کو ناپسند کرتا ہے کہ کوئی دوسرا اس لڑکی کے مال میں شریک ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۰۹۸ میں گزر چکی ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم: ۳۰۱۸ میں بھی مذکور ہے۔

حدیث مذکور کا امام بخاری کے مطلوب پر دلالت نہ کرنا

امام بخاری نے اس حدیث سے بھی اپنے اس موقف پر استدلال کیا ہے کہ ولی کے بغیر عورت کا ازخود نکاح کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس حدیث کی امام بخاری کے مطلوب پر دلالت نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۱۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں

Marfat.com

ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنَ ابْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ تُوُفِّيَ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ عُمَرُ لَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ فَقَالَ سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِي فَقَالَ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ۔

نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ سے بیوہ ہوگئیں جو نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے، اہل بدر میں سے تھے، مدینہ میں وفات پا گئے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان بیان کیا کہ میری حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان پر پیش کش کی، میں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ کا آپ سے نکاح کر دوں تو انہوں نے کہا: میں عنقریب اپنے معاملہ میں غور کروں گا، پھر میں چند راتیں ٹھہرا رہا، پھر وہ مجھ سے ملے تو انہوں نے بتایا: مجھ پر یہ منکشف ہوا ہے کہ میں ان دنوں میں نکاح نہ کروں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا: پھر میری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے ساتھ حفصہ کا نکاح کر دوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۲۲، میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا امام بخاری کے موقف پر دلالت نہ کرنا

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ تو مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو حضرت حفصہ کے ولی تھے وہ حضرت حفصہ کا نکاح حضرت عثمان سے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے کرنا چاہتے تھے، لیکن اس حدیث میں یہ بیان نہیں کہ عورت کا ازخود نکاح کرنا باطل ہے، لہٰذا اس حدیث کی امام بخاری کے مطلوب پر دلالت نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۱۳۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيهِ قَالَ زَوَّجْتُ أُخْتًا لِي مِنْ رَجُلٍ فَطَلَّقَهَا حَتّٰى إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا جَاءَ يَخْطُبُهَا فَقُلْتُ لَهُ زَوَّجْتُكَ وَفَرَشْتُكَ وَأَكْرَمْتُكَ فَطَلَّقْتَهَا ثُمَّ جِئْتَ تَخْطُبُهَا لَا وَاللّٰهِ لَا تَعُودُ إِلَيْكَ أَبَدًا وَكَانَ رَجُلًا لَا بَأْسَ بِهِ وَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تُرِيدُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْآيَةَ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ فَقُلْتُ الْآنَ أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَزَوَّجَهَا إِيَّاهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از یونس از الحسن، انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا: تو انہیں ان کے (انہی پہلے) شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو، (البقرہ: ۲۳۲) حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں بتایا کہ مجھے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنی بہن کا ایک مرد کے ساتھ نکاح کر دیا تھا، سو اس مرد نے ان کی بہن کو طلاق دے دی تھی حتیٰ کہ جب ان کی بہن کی عدت پوری ہوگئی تو وہی مرد ان کی بہن کو نکاح

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۵۱۳۰، ۵۳۳۰، ۵۳۳۱، سنن ابوداؤد: ۲۰۸۷، سنن ترمذی: ۲۹۸۱)

کا پیغام دینے کے لیے آیا تو میں نے اس سے کہا: میں نے (اپنی بہن کا) تم سے نکاح کر دیا تھا اور اس کو تمہارا بستر بنا دیا تھا اور میں نے تمہاری تکریم کی تھی، پھر تم نے اس کو طلاق دے دی اور اب پھر تم اس سے نکاح کرنے کا پیغام دینے کے لیے آئے ہو؟ نہیں اللہ کی قسم! وہ تمہاری طرف کبھی نہیں لوٹے گی اور اس مرد میں کوئی عیب نہیں تھا اور عورت (میری بہن) بھی اس کے پاس واپس جانا چاہتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: تو انہیں ان کے (انہی پہلے) شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔ (البقرۃ: ۲۳۲) تب میں نے کہا: یارسول اللہ! اب میں یہ نکاح کر دوں گا، حضرت معقل نے بتایا: پس انہوں نے اپنی بہن کا اس مرد سے نکاح کر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۲۹ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور سے امام بخاری، ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین کے مذہب کا باطل ہونا اور امام اعظم کے مذہب کا ثابت ہونا

میں کہتا ہوں: امام بخاری نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ولی کے بغیر بالغہ عاقلہ عورت از خود نکاح کرے تو یہ نکاح باطل ہے اور یہی ائمہ ثلاثہ امام ابو یوسف، امام محمد اور غیر مقلدین کا مذہب ہے لیکن اس حدیث سے امام بخاری کا اپنے باب کے عنوان اور اپنے موقف پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق رجعی دے دی اور ان کے شوہر نے پھر ان کی بہن سے نکاح کا پیغام دیا اور حضرت معقل کی بہن نے بھی اپنے سابق شوہر سے نکاح کرنے کو پسند کیا تو حضرت معقل نے قسم کھالی کہ میری بہن تمہاری طرف کبھی نہیں لوٹے گی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: تو انہیں ان کے (انہی پہلے) شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے نہ روکو۔ (البقرۃ: ۲۳۲) اس سے واضح ہوا کہ اس حدیث میں بغیر ولی کے بالغہ عورت کو از خود نکاح کرنے سے منع نہیں فرمایا، جیسا کہ امام بخاری، ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین کا مذہب ہے بلکہ اس کے برعکس اس حدیث میں امام بخاری کی دلیل نہیں ہے بلکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل ہے کہ بالغہ عورت از خود اپنا نکاح کر سکتی ہے اور اس کے ولی کو اس کے نکاح کرنے سے منع کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بالغہ عورت کے ولی کو از خود نکاح کرنے کی ممانعت سے منع فرمایا ہے، سو اسی وجہ سے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور کہا: یارسول اللہ! اب میں یہ نکاح کر دوں گا، یہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی للّٰہیت تھی جو انہوں نے اپنے نفس کی پیروی کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا، اللہ کرے کہ ائمہ ثلاثہ کے مقلدین اور غیر مقلدین بھی ہوائے نفس کو ترک کر دیں اور یہ مان لیں کہ عاقلہ بالغہ آزاد عورت کو از خود نکاح کرنے کا اختیار ہے اور اس کے ولی کو اس سے منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق عمل کریں۔ (سعیدی غفرلہ)

ائمہ ثلاثہ کا احادیث مذکورہ سے ولی کی شرط پر استدلال اور امام ابوحنیفہ پر تعاقب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء نے ان احادیث مذکورہ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ولی کے بغیر اگر بالغہ عورت از خود نکاح کرے تو یہ نکاح باطل ہے اور ان کی زیادہ صریح دلیل یہ ہے کہ اگر ولی کا اعتبار نہ ہوتا تو البقرۃ: ۲۳۲ کا کوئی معنی نہ ہوتا کیونکہ اگر حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو از خود نکاح کرنے کا اختیار ہوتا تو وہ نکاح کرنے میں اپنے بھائی کی محتاج نہ ہوتیں اور جس کو کسی کام کا اختیار ہوتا ہے تو دوسرے کو اس سے منع کرنے کا اختیار نہیں ہوتا جب کہ حضرت معقل نے اپنی بہن کو اس نکاح کے کرنے سے منع کیا تھا اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ ولی کی اصلاً شرط نہیں ہے اور بالغہ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ از خود نکاح کر لے خواہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کرے جب کہ وہ نکاح کفوء میں کرے اور انہوں نے نکاح کو بیع پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح بالغہ عورت خرید و فروخت میں مختار ہے اسی طرح وہ نکاح کرنے میں بھی مختار ہے، اور جن احادیث میں ولی کی شرط ہے اس کو انہوں نے نابالغہ پر محمول کیا ہے، اور اس قیاس سے انہوں نے ولی کی شرط کے عموم کو خاص کیا ہے، اور یہ عمل اصول میں جائز ہے کہ کسی عام حکم کو قیاس سے خاص کر لیا جائے لیکن حضرت معقل کی حدیث مذکور اسی قیاس کی نفی کرتی ہے اور اس پر دلالت کرتی ہے کہ نکاح میں ولی کی شرط ہے تاکہ ولی کے زیر سر پرست لڑکی اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس سے عار کو دور کیا جا سکے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۰۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مصنف کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کو رد کرنا اور امام اعظم رحمہ اللہ کی تائید کرنا

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت معقل کی حدیث کی صحیح شرح نہیں کی، انہوں نے یہ تو لکھا ہے کہ اگر ولی کی شرط نہ ہوتی تو حضرت معقل کی بہن نکاح کرنے میں اپنے بھائی کی محتاج نہ ہوتیں اور حضرت معقل کو انہیں اس نکاح سے روکنے کا اختیار نہ ہوتا، لیکن حافظ ابن حجر نے اس پر غور نہیں کیا کہ جب البقرۃ: ۲۳۲ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں کے ولیوں کو ان کے سابق شوہروں سے نکاح کرنے سے روکنے سے منع فرمایا تو حضرت معقل نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور کہا: یا رسول اللہ! میں اس کا نکاح اس کے سابق شوہر سے کر دوں گا، سورۃ البقرہ: ۲۳۲ میں یہ واضح دلیل ہے کہ عورتوں کے ولیوں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ان کو از خود نکاح کرنے سے منع کریں، سو یہ آیت حافظ ابن حجر عسقلانی اور ان کے ائمہ کی دلیل نہیں ہے بلکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل ہے اور ہماری دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کو قیاس سے ثابت کیا ہے اور نکاح کو بیع پر قیاس کیا ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب صحیح اور صریح احادیث پر مبنی ہے جن کو ہم ابھی ان شاء اللہ العزیز پیش کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق

ائمہ ثلاثہ نے جس حدیث سے ولی کی شرط پر استدلال کیا ہے اس حدیث پر تبصرہ

جس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے ولی کی شرط پر استدلال کیا ہے وہ حدیث درج ذیل ہے:

ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از سلیمان بن موسیٰ از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس عورت نے اپنے ولیوں کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے''۔ الحدیث

(سنن ابوداؤد: ۲۰۸۳، سنن ترمذی: ۱۱۰۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۹)

Marfat.com

امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الازدی المصری الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ابن جریج کی از سلیمان بن موسیٰ روایت ہے اور ابن جریج نے ذکر کیا ہے کہ ابن شہاب نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو ابن جریج نے اس حدیث کو نہیں پہچانا۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث (سنن ترمذی:۱۱۰۲) کی روایت کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور شعبہ اور ثوری نے از ابی اسحاق از ابی بردہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے کہ ''ولی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا''۔ اور سفیان کے بعض اصحاب نے از سفیان از ابی اسحاق از ابی بردہ از ابی موسیٰ یہ روایت کی ہے اور یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

اس پر بحث کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

بعض اصحاب الحدیث نے حدیث زہری از عروہ از عائشہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کی ہے:

ابن جریج نے کہا: میں الزہری سے ملا، پس میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس حدیث کا انکار کیا، اس وجہ سے اصحاب الحدیث نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ حدیث کے ان الفاظ (فنکاحها باطل) کی ابن جریج سے صرف اسماعیل بن ابراہیم نے روایت کی ہے۔ اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ اسماعیل بن ابراہیم کا ابن جریج سے اس پایہ کا سماع نہیں ہے اور اسماعیل بن ابراہیم نے صرف عبدالمجید کی از عبدالعزیز بن ابی روادان کتابوں کو پڑھا ہے جن میں انہوں نے ابن جریج سے سماع کا ذکر کیا تھا۔

اور یحییٰ بن معین نے اسماعیل بن ابراہیم کی از ابن جریج کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(سنن ترمذی ص ۳۶۲۔۳۶۱، ملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں: ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے بالغہ عورت کے نکاح میں ولی کی شرط امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی اس روایت کی بنیاد پر قائم کی ہے اور یہ روایت خود امام ترمذی کی تصریح کے مطابق ضعیف ہے، لہٰذا ان ائمہ کا اس ضعیف حدیث سے استدلال کرنا باطل ہے۔

ائمہ ثلاثہ نے جس حدیث سے ولی کی شرط پر استدلال کیا ہے اس کے خلاف ایک اور دلیل

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور ان کا اپنا عمل اس حدیث کے خلاف ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو یہ اس پر دلیل ہوتی ہے کہ راوی سے اس حدیث کی روایت صحیح نہیں ہے یا راوی کے نزدیک وہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل ان کی اس روایت کے خلاف ہے، اس پر دلیل یہ ہے:

امام مالک بن انس المتوفی ۱۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

از مالک از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن کا نکاح المنذر بن الزبیر سے کر دیا (حفصہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی تھیں) اور (ان کے بھائی) حضرت عبدالرحمٰن اس وقت شام میں گئے ہوئے تھے، پس جب حضرت عبدالرحمٰن واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ مجھ جیسے شخص کے ساتھ ایسا کیا گیا؟ (یعنی ان کی بیٹی کا نکاح) اور ان سے مشورہ کے بغیر یہ نکاح کیا گیا ہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے المنذر بن الزبیر سے اس کے متعلق گفتگو کی تو انہوں نے کہا: اس نکاح کا معاملہ عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں ہے، تب حضرت عبدالرحمٰن (بن ابوبکر رضی اللہ عنہما)

Marfat.com

نے کہا: میں اس نکاح کو مسترد نہیں کر سکتا جس نکاح کا فیصلہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کر دیا ہے، پھر حفصہ بنت عبد الرحمن، المنذر بن الزبیر کے نکاح میں برقرار رہیں اور یہ چیز طلاق نہیں تھی۔

(الموطا کتاب الطلاق رقم الحدیث: ۱۵ ج ۲ ص ۷۰، المکتبۃ التوفیقیہ، الاستذکار ج ۱۷ ص ۶۹ موسسۃ الرسالہ، بیروت، حلب، القاہرہ، ۱۴۱۴ھ)

میں کہتا ہوں: الموطا کی اس مستند روایت اور حافظ ابن عبد البر المالکی المتوفی ۴۶۳ھ کی اس روایت کو ان کی شرح ''الاستذکار'' میں درج کرنے سے اس کی ثقاہت مزید زیادہ ہوگئی ہے اور اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی قائل تھیں کہ ولی کے بغیر بھی بالغہ عورت کا نکاح کرنا صحیح ہے کیونکہ ان کی بھتیجی حفصہ بنت عبد الرحمن بن ابی بکر کے ولی، ان کے بھائی حضرت عبد الرحمن بن ابوبکر تھے اور وہ اس نکاح کے وقت موجود نہیں تھے شام میں تھے، اس کے باوجود حضرت عائشہ نے اپنی بھتیجی حفصہ کا نکاح المنذر بن الزبیر سے کر دیا اور جب حضرت عبد الرحمن بن ابوبکر شام سے واپس آئے تو انہوں نے اس نکاح کو برقرار رکھا اور جب حضرت عائشہ نے ولی کے بغیر خود اپنی بھتیجی کا نکاح کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بالغہ عورت کے نکاح کے لیے ولی کی شرط نہیں ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ ولی کے بغیر عورت کا نکاح باطل ہے، اسی وجہ سے امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کی روایت نہیں کی کیونکہ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے جن احادیث سے ولی کی شرط پر استدلال کیا ہے ان کی اسانید پر تبصرہ

امام ابن ماجہ از الحجاج بن ارطاۃ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا: ولی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا اور جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔ (سنن ماجہ: ۱۸۸۰)

حافظ جمال الدین ابی محمد عبد اللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ اس حدیث کی سند پر تبصرہ کرتے ہیں:

الحجاج ضعیف ہے اور عکرمہ سے اس کے سماع پر اعتراض ہے، ''صاحب التنقیح'' نے کہا ہے: حجاج کا عکرمہ سے سماع نہیں ہے لیکن یہ حدیث داؤد بن الحصین سے روایت کی گئی ہے لیکن طبرانی نے اس کی از خالد الحذاء از عکرمہ روایت کی ہے، امام ابن الجوزی نے کہا: اس حدیث کی اور بھی اسانید ہیں اور وہ کل ضعیف ہیں۔ امام دارقطنی نے از جمیل بن حسن الجہضمی روایت کی ہے: ہمیں محمد بن مروان العقیلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن حسان نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: کوئی عورت از خود نکاح نہ کرے کیونکہ زانیہ وہ ہے جو از خود نکاح کرتی ہے۔

(سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۲۷)

امام ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں جس جمیل کا ذکر ہے وہ مجہول ہے، ابن عیینہ نے کہا از ہشام بن حسان از ابن سیرین جو احادیث مروی ہیں ان کے متعلق امام ابن الجوزی نے کہا: یہ سب احادیث واہیہ ضعیفہ ہیں۔ ہم نے ان کے ذکر سے اعراض کیا ہے۔

امام دارقطنی نے از بکر بن بکار روایت کی ہے: ہمیں عبد اللہ بن محرز نے حدیث بیان کی ہے از قتادہ از الحسن از عمران بن حصین از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا''۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۲۵)

اس حدیث کی سند میں بکر بن بکار ضعیف راوی ہے۔

امام دارقطنی نے اس حدیث کو از ثابت بن زہیر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''بغیر ولی اور دو عادل گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا''۔

امام ابن عدی نے کہا: امام بخاری نے بتایا کہ ثابت بن زہیر منکر الحدیث ہے۔

(نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۳۷-۲۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کی طرف سے بالغہ عورتوں کے از خود نکاح کرنے کے جواز پر قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ (البقرۃ: ۲۳۰)

پھر اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہے یہاں تک کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کی نسبت عورت کی طرف کی ہے اور اس میں ولی کی قید نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت ولی کے بغیر از خود تیسری طلاق کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے تو پھر اس دوسرے مرد کی طلاق کے بعد وہ اپنے پہلے خاوند پر حلال ہو جائے گی اور اس آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ بالغہ عورت کا از خود نکاح کرنا جائز ہے اور اس کے لیے ولی کی شرط نہیں ہے، اور ائمہ ثلاثہ کا بالغہ عورت کے نکاح کے متعلق ولی کی شرط لگانا قرآن مجید کی اس آیت پر اضافہ ہے اور باطل ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ ۔ (البقرہ: ۲۳۰)

پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے دے تو پھر ان پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس (طلاق کی عدت کے بعد) پھر باہم رجوع کر لیں۔

اس آیت میں بھی یہ تصریح ہے کہ بالغہ عورت تیسری طلاق کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے اور قرآن مجید نے یہاں پر ولی کی شرط کی قید نہیں لگائی اور غیر مقلدین اور ائمہ ثلاثہ کا اس نکاح میں ولی کی شرط لگانا قرآن مجید پر اضافہ ہے اور باطل ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ (البقرۃ: ۲۳۲)

اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (ان ہی پہلے) شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو جب وہ دستور کے مطابق ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بالغہ عورتوں کے ولیوں کو از خود نکاح کرنے سے روکنے سے منع فرمادیا ہے اور عورتوں کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ از نکاح کر لیں کیونکہ یہ خاص عورتوں کا حق ہے، وہی اہل مباشرت ہیں اس لیے ان کا یہ تصرف صحیح ہے اور اس آیت میں ولی کی اجازت کی شرط نہیں ہے اور حدیث میں بھی ہے کہ غیر شادی شدہ لڑکی (خواہ کنواری ہو یا بیوہ) ولی کی بہ نسبت اپنے نکاح کی زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۴۵۵)

Marfat.com

لہٰذا ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین کا آزاد عورتوں کے نکاح کے لیے ولی کی شرط لگانا قرآن مجید کی اس آیت پر اضافہ ہے اور قطعاً باطل ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کی طرف سے بالغہ عورتوں کے از خود نکاح کرنے کے جواز پر احادیث صحیحہ اور فقہاء تابعین کے اقوال سے دلائل

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا: ''بے نکاح عورت (خواہ کنواری ہو یا بیوہ) کا نکاح اس کے مشورہ کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے''۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کنواری عورت کیسے اجازت دے گی؟ آپ نے فرمایا: ''وہ خاموش ہو جائے''۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۶، صحیح مسلم: ۱۴۱۹، سنن ابوداؤد: ۲۰۹۲، سنن نسائی: ۳۲۶۵، سنن ترمذی: ۱۱۰۷، مسند احمد ۹۶۱۱، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۴)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بیوہ عورت ولی کی بہ نسبت اپنا نکاح کرنے کی زیادہ حق دار ہے اور کنواری عورت سے اس کا باپ اجازت طلب کرے''۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۹۹) امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث میں ''اس کے باپ'' کا لفظ محفوظ نہیں ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیوہ عورت کے نکاح کے لیے ولی کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۱، سنن ابوداؤد: ۲۱۰۰، سنن نسائی: ۳۲۶۳، صحیح ابن حبان: ۴۰۸۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۱۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۲۹۹، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۳۹)

(۴) حضرت خنساء بنت خذام الانصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب وہ بیوہ تھیں تو ان کا نکاح ان کے والد نے کر دیا، سو انہوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا، پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں تو انہوں نے اس واقعہ کا آپ سے ذکر کیا، ''تو آپ نے ان کے نکاح کو مسترد کر دیا''۔ (صحیح البخاری: ۵۱۳۹۔ ۵۱۳۸، سنن ابوداؤد: ۲۱۰۱، سنن نسائی: ۳۲۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۳)

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے بتایا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا اور وہ اس نکاح کو ناپسند کرتی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو (نکاح مسترد کرنے کا) اختیار دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۹۶، سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۵، مسند احمد: ۲۴۶۹)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورتوں سے ان کی فروج (یعنی ان کے نکاح) کے متعلق اجازت طلب کی جائے گی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عورتیں حیاء کریں گی، آپ نے فرمایا: بے نکاح عورت اپنے نکاح کی زیادہ مستحق ہے اور کنواری عورت سے اس کی اجازت طلب کی جائے گی، سو اس کی خاموشی اس کا اقرار ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۴۶، صحیح مسلم: ۱۴۲۰، مسند احمد: ۲۴۲۴۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۲۱۷، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

(۷) ابن عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عورتوں کا نکاح کرتے تو ان سے مشورہ طلب کرتے، انہوں نے بیان کیا کہ جس عورت کے لیے نکاح کا پیغام دیا جاتا آپ اس کو پردہ کے پیچھے بٹھا دیتے اور فرماتے کہ فلاں مرد فلاں عورت کا ذکر کر رہا ہے، پس اگر وہ پردہ کو حرکت دیتی تو آپ اس کا نکاح نہ کرتے اور اگر وہ خاموش رہتی تو آپ اس کا نکاح کر دیتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۲۱۹، (مجلس علمی بیروت) سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲۳، مسند احمد ج ۶ ص ۷۸، مسند ابویعلیٰ:

Marfat.com

۴۸۸۳،۴۸۶۳، مسند البزار: ۱۴۲۱، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۸)

(۸) الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کوئی مرد اپنی بیٹی کا نکاح اس کے مشورہ کے بغیر نہ کرے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۲۲۰، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

(۹) عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب اپنی بیٹیوں میں سے کسی کے نکاح کا ارادہ کرتے تو اس کے پردہ کے پیچھے بیٹھ جاتے اور فرماتے: فلاں مرد تمہارا ذکر کر رہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۲۲۸، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

(۱۰) ابن بریدۃ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لڑکی آئی، سو اس نے کہا: میرے باپ نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے تا کہ وہ میری وجہ سے وہ اپنی خست کو دور کرے اور میں اس نکاح کو ناپسند کرتی ہوں تو اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے تک انتظار کرو، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ نے اس لڑکی کے والد کو بلایا اور اس لڑکی کے نکاح کا معاملہ اس لڑکی کے سپرد کر دیا، تب اس لڑکی نے کہا: جب یہ معاملہ میرے سپرد ہے تو میں والد کے کیے ہوئے نکاح کی اجازت دیتی ہوں، میں صرف یہ جاننا چاہتی تھی کہ نکاح کے معاملہ میں آیا عورتوں کو اختیار ہوتا ہے یا نہیں؟ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۲۳۰، مجلس علمی، بیروت)

حدیث مذکورہ کے درج ذیل شواہد ہیں: (مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۳، سنن ابوداؤد: ۲۰۸۹، سنن نسائی: ۵۳۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۵)

(۱۱) امام ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
نافع بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی بیٹیوں کے نکاح میں ان سے مشورہ کرتے تھے۔
(مصنف عبد الرزاق: ۱۰۳۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۱۲) مہاجر بن عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ کنواری لڑکی کا نکاح اس کے والد نے کر دیا اور وہ اس نکاح کو ناپسند کرتی تھی، پس اس لڑکی کے والد اس لڑکی کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اس لڑکی کا معاملہ اس لڑکی کے سپرد کر دیا۔
(مصنف عبد الرزاق: ۲۸۴۷،۱۰۳۳۹، سنن دار قطنی: ۳۵۲۵)

(۱۳) ابوسلمہ بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے چچا زاد سے نکاح کیا، اس کے والد نے اس کا نکاح کسی اور سے کر دیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے اس بات کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیا اور اس نے کہا کہ میں اپنے چچا کے بیٹے سے نکاح کرنا چاہتی تھی اور میں کنواری رہنے کو ناپسند کرتی تھی، پس میرے والد نے میرا نکاح کسی اور سے کر دیا اور انہوں نے کسی خیر کو ترک نہیں کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے والد کو بلایا اور پوچھا: تم نے اس کا نکاح ایسے شخص سے کر دیا جس کو یہ ناپسند کرتی تھی؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ تمہارا نکاح نہیں ہوا اور لڑکی سے فرمایا: جاؤ تم جس سے چاہو نکاح کر لو۔
(مصنف عبد الرزاق: ۲۸۴۹،۹، ۱۰۳۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۴۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲۰)

(۱۴) عکرمہ بیان کرتے ہیں ایک بیوہ کا اس کے والد نے نکاح کر دیا، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی، اس نے کہا: میرے والد نے میرا نکاح کر دیا اور میں اس کو ناپسند کرتی ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا معاملہ اس کے سپرد کر دیا۔
(مصنف عبد الرزاق: ۲۸۵۱، ۱۰۳۴۳، سنن ابوداؤد: ۲۰۹۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۱۷)

(۱۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خذام جو ابو ودیعہ کے والد تھے انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح ایک مرد سے کر دیا، پس وہ بیٹی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور آپ سے شکایت کی کہ اس کا نکاح کر دیا گیا ہے اور وہ اس نکاح کو ناپسند کرتی ہے، پس

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی کو اس کے شوہر سے واپس لے لیا، پس فرمایا: اپنی بیٹیوں کا جبراً نکاح نہ کرو، اس کے بعد اس لڑکی نے حضرت ابولبابہ انصاری سے نکاح کر لیا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ خنساء بنت خذام اہل قباء میں سے تھیں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۸۵۴، ۱۰۳۴۶، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۴)

(۱۶) ابوبکر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک مرد کو انیس بن قتادہ کہا جاتا تھا، انہوں نے خنساء بنت خذام سے نکاح کیا، سو وہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے، پھر ان کے والد نے ان کا نکاح ایک مرد سے کر دیا، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا: میرے والد نے میرا نکاح ایک مرد سے کر دیا ہے اور اس کی بہ نسبت میرا چچازاد مجھے زیادہ محبوب ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خنساء کا معاملہ ان کے سپرد کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۵۵، ۱۰۳۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بالغہ عورت کے نکاح میں ولی کی شرط کی بحث کا خلاصہ

الحمد للہ رب العالمین ہم نے یہ واضح کر دیا کہ ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے بالغہ عورت کے ازخود نکاح کو باطل قرار دیا ہے اور اس کے جواز کے لیے اس کے ولی کی شرط لگائی ہے، سو یہ شرط باطل ہے اور قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کے خلاف ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ بالغہ عورت کا ازخود نکاح کرنا صحیح ہے اور یہ قرآن مجید کی آیات، احادیث، آثار اور اقوال تابعین سے ثابت ہے۔

۳۸- بَابٌ: إِذَا كَانَ الْوَلِيُّ هُوَ الْخَاطِبَ

جب عورت کا ولی خود اسے نکاح کا پیغام دینے والا ہو

وَخَطَبَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ امْرَأَةً هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِهَا فَأَمَرَ رَجُلًا فَزَوَّجَهُ۔

اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا اور وہ تمام لوگوں کی بہ نسبت اس عورت کے سب سے زیادہ قریب ولی تھے، پس انہوں نے ایک مرد کو حکم دیا تو اس مرد نے ان کا نکاح اس عورت سے کر دیا۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لِأُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ قَارِظٍ أَتَجْعَلِينَ أَمْرَكِ إِلَيَّ قَالَتْ نَعَمْ فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكِ وَقَالَ عَطَاءٌ لِيُشْهِدْ أَنِّي قَدْ نَكَحْتُكِ أَوْ لِيَأْمُرْ رَجُلًا مِنْ عَشِيرَتِهَا۔

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت ام حکیم بنت قارظ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا آپ اپنے نکاح کا معاملہ میرے سپرد کرتی ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پس حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: میں نے خود آپ سے نکاح کر لیا۔ اور عطاء نے کہا: مرد کو چاہیے کہ وہ اس پر گواہ بنائے کہ میں نے تم سے نکاح کر لیا یا اس کے خاندان کے کسی مرد کو اس کا نکاح پڑھانے پر مقرر کر لے۔

وَقَالَ سَهْلٌ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَهَبُ لَكَ نَفْسِي فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا۔

اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اس نے کہا: میں اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہوں تو ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں ہے تو اس کا نکاح آپ مجھ سے کر دیں۔

۵۱۳۱- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان

Marfat.com

هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها فِي قَوْلِهِ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قَالَتْ هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ الرَّجُلِ قَدْ شَرِكَتْهُ فِي مَالِهِ فَيَرْغَبُ عَنْهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا وَيَكْرَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا غَيْرَهُ فَيَدْخُلَ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ فَيَحْبِسُهَا فَنَهَاهُمُ اللهُ عَنْ ذَلِكَ۔

کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتی ہیں: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق وہی سابق حکم دیتا ہے (النساء: ۱۲۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: یہ وہ یتیم لڑکی ہے جو کسی مرد کے زیر پرورش ہوتی تھی اور وہ لڑکی اس کے مال میں شریک تھی، پس وہ اس سے نکاح کرنے سے اعراض کرتا اور کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح کرنے کو ناپسند کرتا کہ وہ اس کے مال میں داخل ہو جائے گا اور اس لڑکی کو روک لے گا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے منع فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۲۸ میں گزر چکی ہے اور یہ حدیث صحیح مسلم: ۳۰۱۸ میں بھی مذکور ہے۔

۵۱۳۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ جُلُوسًا فَجَاءَتْهُ امْرَأَةٌ تَعْرِضُ نَفْسَهَا عَلَيْهِ فَخَفَّضَ فِيهَا النَّظَرَ وَرَفَعَهُ فَلَمْ يُرِدْهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ زَوِّجْنِيهَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَعِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ مَا عِنْدِي مِنْ شَيْءٍ قَالَ وَلَا خَاتَمٌ مِنْ حَدِيدٍ قَالَ وَلَا خَاتَمٌ مِنْ حَدِيدٍ وَلَكِنْ أَشُقُّ بُرْدَتِي هَذِهِ فَأُعْطِيهَا النِّصْفَ وَآخُذُ النِّصْفَ قَالَ لَا هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

(صحیح مسلم: ۱۴۲۵، سنن ابو داؤد: ۲۱۱۱، سنن نسائی: ۳۳۵۹، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶، سنن بیہقی: ۱۴۱۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن المقدام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو حازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آئی جس نے اپنا نفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تو آپ نے اپنی نظر نیچے کی، پھر اپنی نظر اوپر اٹھائی، پھر اس کا ارادہ نہیں کیا تو آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! اس کا آپ میرے ساتھ نکاح کر دیجئے، آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، آپ نے پوچھا: اور لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے؟ اس نے کہا: لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے لیکن میں اپنی یہ چادر پھاڑ کر آدھی اس کو دے دیتا ہوں اور آدھی خود رکھ لیتا ہوں۔ آپ نے پوچھا: کیا تمہیں قرآن مجید میں سے کچھ یاد ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ میں نے اس سبب سے تمہارا نکاح اس عورت کے ساتھ کر دیا کہ تم کو قرآن مجید یاد ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۵۰۸۷، ۵۱۲۱، ۵۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کا اس عنوان کو مبہم رکھنا حالانکہ وہ اس حکم کے جواز کے قائل ہیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یعنی ولی خود اپنی زیر پرورش سے نکاح کر لے یا وہ کسی اور ولی کا محتاج ہے؟ ابن المنیر نے کہا ہے کہ عنوان میں جو ذکر کیا ہے وہ جواز اور منع دونوں پر دلالت کرتا ہے تا کہ یہ معاملہ مجتہد کی نظر کے سپرد کر دیا جائے، اور انہوں نے یہ اس لیے کہا کہ امام بخاری نے اس عنوان میں وثوق سے کوئی حکم نہیں لگایا لیکن ان کے طریقہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جواز کے قائل ہیں، پس جن آثار میں ولی نے دوسرے مرد کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کا اس کے زیر پرورش سے نکاح کر دیں ان میں یہ تصریح نہیں ہے کہ اس کا خود اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام بخاری نے عطاء کا اثر ذکر کیا ہے جو جواز پر دلالت کرتا ہے اگر چہ امام بخاری کا موقف یہ ہے کہ کوئی شخص بھی عقد کی دونوں طرفوں کا ولی نہیں ہو سکتا، اور متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے، پس اوزاعی، ربیعہ، ثوری، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ان کے اکثر اصحاب اور اللیث نے کہا ہے کہ ولی خود بھی نکاح کر سکتا ہے اور ابوثور نے بھی ان کی موافقت کی ہے، اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان دونوں کا نکاح سلطان کرے یا کوئی دوسرا کرے جو ان کی مثل ہو اور امام زفر اور داؤد ظاہری نے ان کی موافقت کی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ عقد نکاح میں ولایت شرط ہے، پس جس نے نکاح کرنا ہو وہ خود اپنا نکاح نہیں کر سکتا جس طرح کوئی شخص اپنے آپ کو کوئی چیز فروخت نہیں کر سکتا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۰۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس عنوان کی جو شرح کی ہے وہ درست نہیں ہے بلکہ اس عنوان کا مقتضاء یہ ہے کہ جب لڑکی کا ولی خود نکاح کا پیغام دینے والا ہو تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں، سو امام بخاری نے اس حکم کو مبہم رکھا لیکن امام بخاری نے اپنی تعلیقات میں جو آثار ذکر کیے ہیں وہ اس حکم کے جواز پر دلالت کرتے ہیں خصوصاً عطاء کا ذکر اس حکم کے جواز پر صراحتاً دلالت کرتا ہے اور رہے باقی آثار تو ہر چند کہ ان میں ولی نے دوسرے مرد کو اس کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم دیا ہے لیکن ان آثار میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ ولی از خود اپنا نکاح نہیں کر سکتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا جواب اور مصنف کا محاکمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے علامہ بدرالدین عینی حنفی کے اس اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ امام بخاری کی تفریعات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ولی کے لیے خود بھی جائز ہے کہ وہ نکاح کا پیغام دے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۹۲، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: یہاں بھی حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ عینی کی شرح کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

امام بخاری کی مذکورہ چار تعلیقات کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پہلی تعلیق میں کہا ہے: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ایک عورت کے سب سے زیادہ قریب ولی تھے، پس انہوں نے ایک مرد کو حکم دیا تو اس مرد نے ان کا نکاح اس عورت سے کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں اس مرد کا نام ذکر نہیں کیا جس کو حضرت مغیرہ نے ان کے نکاح کرنے کا حکم دیا تھا، سو اس مرد کا نام عثمان بن ابی العاص ہے۔

Marfat.com

علامہ عینی کا امام بخاری اور علامہ کرمانی کے ساتھ مناقشہ

امام بخاری نے دوسری تعلیق میں کہا ہے: اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت ام حکیم بنت قارظ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا آپ اپنے نکاح کا معاملہ میرے سپرد کرتی ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پس حضرت عبدالرحمن نے کہا: میں نے خود آپ سے نکاح کرلیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: امام بخاری کا اس صورت کو اس عنوان کے تحت داخل کرنا اس کی دلیل ہے کہ حضرت عبدالرحمن کسی وجہ سے اس عورت کے ولی تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت عبدالرحمن نے جو اس عورت سے کہا تھا: کیا آپ اپنا معاملہ میرے سپرد کرتی ہیں؟ تو یہ اس عورت کی طرف سے تفویض ہے اور یہ وکالت ہے اور اس سے صرف یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمن اس عورت کے وکیل تھے اور یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ وہ اس عورت کے ولی تھے اور امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام حکیم ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پایا اور انہوں نے آپ کی ازواج مطہرات سے احادیث روایت کی ہیں۔

علامہ کرمانی کا امام بخاری پر اعتراض

امام بخاری نے اس تیسری تعلیق میں لکھا ہے: عطاء نے کہا: مرد کو چاہیے کہ وہ اس پر گواہ بنائے کہ میں نے تم سے نکاح کرلیا یا اس عورت کے خاندان کے کسی مرد کو اس کا نکاح پڑھانے پر مقرر کرلے۔

اس تعلیق میں عطاء سے مراد عطاء بن ابی رباح ہیں۔ ابن جریج نے عطاء سے پوچھا کہ ایک عورت کو ایک مرد نے نکاح کا پیغام دیا تو عطاء نے کہا: اس مرد کو چاہیے کہ وہ اس پر گواہ بنائے کہ میں نے تم سے نکاح کرلیا، یا اس عورت کے خاندان کے کسی مرد کو اس کا نکاح پڑھانے پر مقرر کرلے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یعنی وہ مرد کسی دور کے ولی کے سپرد نکاح کا معاملہ کردے یا اس عورت کے خاندان کے کسی مرد کو حکم بنائے۔

علامہ کرمانی نے امام بخاری پر اعتراض کیا کہ پہلی صورت میں یہ اثر ولایت سے متعلق نہیں ہے بلکہ اشہاد اور تحکیم کے مناسب ہے۔

جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولی ہونا

امام بخاری نے چوتھی تعلیق میں صحیح البخاری: ۵۰۸۷ کو ذکر کیا ہے، اور اس باب میں اس حدیث کو داخل کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کا نکاح اس تنگ دست مرد سے کردیا اور آپ اس عورت کے ولی تھے کیونکہ جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کے آپ ولی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷۷۔۱۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۹۔ بَابُ: إِنْكَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ الصِّغَارَ — مرد کا اپنی کم عمر اولاد کا نکاح کرنا

نابالغ اور کم عمر لڑکے اور لڑکی کے نکاح کا جواز اور جو کسی سبب سے جماع کرنے کے ناقابل ہوں ان کے نکاح کا جواز

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ (الطلاق: ۴) فَجَعَلَ عِدَّتَهَا ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ قَبْلَ الْبُلُوْغِ۔ اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی عدت بھی تین ماہ ہے) (الطلاق: ۴) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس عورت

Marfat.com

بلوغت سے پہلے تین ماہ عدت مقرر فرمائی ہے۔

علامہ عینی اس باب کے عنوان اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ مرد اپنی کم عمر اولاد کا نکاح کر سکتا ہے خواہ اس کی وہ اولاد مذکر ہو اور اس پر امام بخاری نے الطلاق: ۴ سے استدلال کیا ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نابالغہ کی عدت تین ماہ قرار دی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی کے بالغہ ہونے سے پہلے اس کا نکاح کرنا جائز ہے جب ہی تو طلاق کے بعد اس کی عدت تین ماہ ہوگی۔

اس عنوان پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس آیت کی آباء کے ساتھ تخصیص نہیں ہے اور نہ باکرہ لڑکی کے ساتھ تخصیص ہے، پس اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فروج میں اصل تحریم ہے سوا اس کے کہ اس کے خلاف کوئی دلیل ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح ان کے بالغہ ہونے سے پہلے کر دیا تھا، پس باقی عورتوں کا حکم اپنی اصل پر برقرار رہا۔

اور علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ باپ کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی اس کم عمر بیٹی کا نکاح کر دے جو ابھی وطی کے قابل نہ ہو جیسا کہ الطلاق: ۴ کے عموم سے ظاہر ہوتا ہے۔

اور غیر آباء کے نکاح کرنے میں اختلاف ہے اور شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ باپ کے لیے جائز ہے اور نہ کسی اور کے لیے کہ وہ نابالغ لڑکی کا نکاح کر دے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے، پس اگر اس نے ایسا کر دیا تو وہ نکاح ابداً منسوخ ہوگا۔ اور ایک قوم نے اس کو اختیار کیا ہے۔ (المحلیٰ ج ۹ ص ۴۶۲)

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک اگر کسی سبب کی وجہ سے وطی کے قابل نہ ہو خواہ کم عمری کی وجہ سے یا کسی آفت یا بیماری کی وجہ سے یا جماع کی خواہش نہ ہونے کی وجہ سے پھر بھی ان کا نکاح جائز ہے کیونکہ اس نکاح کی وجہ سے حسن معاشرت ہے اور کمائی کی مشقت سے کفایت ہے اور خدمت کا تحقق ہے۔ اس کے برخلاف بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو وطی کے قابل نہ ہو اس کا نکاح جائز نہیں ہے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ مجھے اب مردوں کی خواہش نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۹۸) (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا۔

(صحیح البخاری: ۳۸۹۴، ۳۸۹۶، ۵۱۳۳، ۵۱۳۴، ۵۱۵۶، ۵۱۵۸، ۵۱۶۰، صحیح مسلم: ۱۴۲۲، مسند الحمیدی: ۲۳۱، مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۸، ۲۸۰، سنن دارمی: ۲۲۶۶، سنن ابوداؤد: ۲۱۲۱، سنن نسائی ج ۶ ص ۸۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ بے شک نبی ﷺ نے ان سے اس وقت نکاح کیا جب ان کی عمر چھ سال تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس اس وقت لائی گئیں جس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور وہ آپ کے پاس نو سال رہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۹۴ میں گزر چکی ہے، تاہم ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

Marfat.com

کتنی عمر میں لڑکی کو خاوند کے پاس بھیجنا چاہیے، اس مسئلہ کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ عورت کو کتنی عمر میں اس کے خاوند کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جب لڑکی کی عمر نو سال کی ہو تو اس کو خاوند پر پیش کرنا چاہیے۔ یہ قول اس حدیث کے مطابق ہے اور امام احمد بن حنبل اور امام ابوعبید کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہم بھی نو سال کی عمر کو اختیار کرتے ہیں، البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر لڑکی کی عمر نو سال ہو جائے اور ابھی وہ جماع کے قابل نہ ہو تو لڑکی کے گھر والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کو خاوند کے پاس بھیجنے سے منع کر دیں اور اگر ابھی اس کی عمر نو سال سے کم ہو اور وہ جماع کے قابل ہو تو پھر گھر والوں کے لیے اس کو خاوند کے پاس بھیجنے سے منع کرنا جائز نہیں ہے۔ (المبسوط ج ۵ ص ۱۸۷، البحر الرائق ج ۴ ص ۱۹۶) اور امام مالک یہ کہتے تھے کہ کم عمر لڑکی کو اس وقت تک نفقہ دینا لازم نہیں ہے جب تک کہ وہ جماع کے قابل نہ ہو، اور امام شافعی نے کہا: جب لڑکی بلوغت کے قریب ہو اور فربہ اور جسیم ہو تو وہ جماع کے قابل ہے اور اس کے خاوند کے لیے اس کے ساتھ دخول کرنا جائز ہے اور اگر وہ نا قابل جماع ہو تو اس کے گھر والوں کے لیے جائز ہے کہ اس لڑکی کو اس وقت تک خاوند کے پاس نہ بھیجیں حتیٰ کہ وہ جماع کے قابل ہو جائے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق مختلف روایتوں میں تطبیق

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد المعروف بابن الملقن الانصاری الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح ہوا تو اس کے سن میں اختلاف ہے، سفیان بن سعید، علی بن مسہر، ابواسامہ، ابومعاویہ اور عباد بن عباد نے ہشام بن عروہ سے روایت کی ہے کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۳، ۳۸۹۴، ۳۸۹۶، صحیح مسلم: ۱۴۲۲)

اور زہری، حماد بن زید اور جعفر بن سلیمان نے ہشام بن عروہ سے روایت کی ہے کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سات سال تھی اور ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال اور چند ماہ تھی، سو بعض راویوں نے اس کو چھ سال قرار دیا اور چند ماہ کو ترک کر دیا اور بعض راویوں نے چند ماہ کا اعتبار کر کے اس کو پورے سات سال قرار دیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۳۱۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۴۰- بَابٌ: تَزْوِيجِ الْأَبِ ابْنَتَهُ مِنَ الْإِمَامِ

باپ کا اپنی بیٹی کا نکاح مسلمانوں کے امیر سے کر دینا

وَقَالَ عُمَرُ خَطَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلَيَّ حَفْصَةَ فَأَنْكَحْتُهُ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حفصہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا، پس میں نے اس کا آپ سے نکاح کر دیا۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق صحیح البخاری: ۵۱۲۲ کا ایک حصہ ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

۵۱۳۴- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث

Marfat.com

هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ قَالَ هِشَامٌ وَأُنْبِئْتُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَهُ تِسْعَ سِنِينَ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۳، ۵۱۵۶، ۵۱۵۸، ۵۱۶۰، صحیح مسلم: ۱۴۲۲)

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس وقت نکاح کیا جب ان کی عمر چھ سال تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس اس وقت لائی گئیں جس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور ہشام نے کہا: اور مجھے بتایا گیا کہ وہ آپ کے پاس نو سال رہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۹۴ میں گزر چکی ہے، تاہم چند ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں:

مسلمانوں کے امیر کی ولایت کی بہ نسبت والد کی ولایت کا زیادہ قریب ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ ہر چند کہ مسلمانوں کا امیر خود ولی ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام ولیوں سے افضل ہیں، اس کے باوجود آپ نے از خود حضرت حفصہ سے نکاح نہیں کیا بلکہ ان کے والد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام دیا اور حضرت عمر نے آپ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ والد کی ولایت مسلمانوں کے امیر کی ولایت سے اعلیٰ ہے اور یہ کہ جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی مسلمانوں کا امیر ہوتا ہے اور اس پر اجماع ہے۔

حدیث مذکور سے علامہ ابن بطال کا ولی کی شرط پر استدلال اور مصنف کا اس پر تعاقب

نیز علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی اور جمہور علماء کے اس قول پر دلیل ہے کہ ولی نکاح کی شرط ہے۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۹۹۔ ۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رواج کے مطابق حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے نکاح کے لیے ان دونوں کے والد کو نکاح کا پیغام دیا تھا لیکن اس حدیث کی اس پر بالکل دلالت نہیں ہے کہ ولی نکاح کے لیے شرط ہے کیونکہ ہم بہ کثرت دلائل سے واضح کر چکے ہیں کہ بالغہ عورت کے نکاح کے لیے ولی کی شرط نہیں ہے، اس کا از خود بھی نکاح کرنا جائز ہے۔

۴۱۔ بَابٌ: السُّلْطَانُ وَلِيٌّ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ

مسلمانوں کا امیر ولی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم نے اس عورت کا تمہارے ساتھ نکاح کر دیا کیونکہ تمہیں قرآن مجید حفظ ہے"۔

۵۱۳۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ إِنِّي وَهَبْتُ مِنْ نَفْسِي فَقَامَتْ طَوِيلًا فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی، سو اس نے کہا آپ کو میں نے

Marfat.com

بِهَا حَاجَةٌ قَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا قَالَ مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي فَقَالَ إِنْ أَعْطَيْتَهَا إِيَّاهُ جَلَسْتَ لَا إِزَارَ لَكَ فَالْتَمِسْ شَيْئًا فَقَالَ مَا أَجِدُ شَيْئًا فَقَالَ الْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَلَمْ يَجِدْ فَقَالَ أَمَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا لِسُوَرٍ سَمَّاهَا فَقَالَ قَدْ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

(صحیح مسلم:۱۴۲۵،مسند احمد:۲۲۹۱۳)

اپنا نفس ہبہ کر دیا، پھر وہ دیر تک کھڑی رہی، پس ایک مرد نے کہا: اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں ہے تو آپ اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیں۔ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس اس کو مہر دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟ اس نے بتایا: میرے پاس تو صرف یہ تہبند ہے، آپ نے فرمایا: اگر تم نے اس کو یہ تہبند دے دیا تو تم بغیر تہبند کے بیٹھے رہو گے، پس تم کوئی (اور) چیز تلاش کرو۔ اس نے کہا: مجھے اور کوئی چیز نہیں ملی، آپ نے فرمایا: تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو، پس اس کو کوئی چیز نہیں ملی، آپ نے پوچھا: کیا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! فلاں سورت اور فلاں سورت اور اس نے کئی سورتوں کا نام لیا، آپ نے فرمایا: چونکہ تم کو قرآن مجید یاد ہے (لہٰذا) ہم نے اس عورت کا تمہارے ساتھ نکاح کر دیا۔

اس پر اجماع کہ عورت کا ولی نہ ہو تو مسلمانوں کا امیر اس کا ولی ہے اور جب کنواری لڑکی یا بیوہ عورت کا ولی اقرب غائب ہو تو اس کی ولایت میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو اس کا ولی سلطان ہوتا ہے اور ان کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کا امیر عورت کا اس سے نکاح کر دے جس سے وہ نکاح کرنا چاہتی ہے اگر وہ کفوء میں نکاح کرنا چاہتی ہو اور اس کا ولی اس شخص سے اس کے نکاح کرنے کا انکار کرتا ہو۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب کنواری لڑکی کا باپ موجود نہ ہو اور اس کی کوئی خبر نہ ہو اور اس کو غائب ہوئے کافی مدت گزر چکی ہو تو اس کنواری لڑکی کا نکاح کون کرے گا، سو امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا: اس کنواری لڑکی کا بھائی اس کی اجازت سے اس کا نکاح کر دے گا، اور امام شافعی نے کہا: مسلمانوں کا امیر اس کنواری لڑکی کا کسی سے نکاح کرے گا اور باقی ولی اس لڑکی کا نکاح نہیں کر سکیں گے، اور اگر بیوہ عورت کا ولی اقرب غائب ہو تو اس کے نکاح کے حکم میں بھی فقہاء کا اسی طرح اختلاف ہے۔

کنواری لڑکی کے بھائی کا اپنی بہن کے نکاح کرنے کا جواز اور اس پر امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے دلائل

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ کنواری لڑکی کا بھائی عصبہ ہے، اس کے لیے جائز ہے کہ جب اس کا باپ موجود نہ ہو یعنی فوت ہو چکا ہو تو وہ اپنی بہن کا نکاح اس کی اجازت سے کر دے کیونکہ اس سے پہلے اس کا نکاح کرنا مشکل تھا، اسی طرح جب اس کا باپ زندہ ہو اور غائب ہو تب بھی اس کے لیے اپنی بہن کا نکاح اس کی اجازت سے کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس کا باپ پاگل ہو جائے یا فاسق ہو تو ان کے نزدیک اس کے لیے اپنی بہن کا نکاح اس کی اجازت سے کرنا جائز ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب باپ مر جائے تو لڑکی کا بھائی مسلمانوں کے امیر سے زیادہ اولیٰ ہے، اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں

Marfat.com

امیر کنواری لڑکی کے حقوق پورے پورے ادا کرتا ہے اور اس کے مال کی حفاظت کرتا ہے، پس جب اس کا باپ غائب اور مفقود الخبر ہوجائے تو اب بھی وہی اس لڑکی کا نکاح کرنے کا حق دار ہوگا۔

کنواری لڑکی کے ولی کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: ولی کے متعلق بھی اختلاف ہے، امام مالک، اللیث، الثوری اور، امام شافعی نے کہا ہے کہ لڑکی کے اولیاء وہ عصبات ہیں جو وارث ہوتے ہیں اور ماموں اور اخیافی دادا اور اخیافی بھائی (ماں شریک) لڑکی کا نکاح کرنے کے لیے ولی نہیں ہیں۔ اور امام محمد بن الحسن الشیبانی المتوفی ۱۸۹ھ نے ان سے اختلاف کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ ہر وہ شخص جو لڑکی کا ولی کہلاتا ہے، پس وہ عقد نکاح کا ولی ہے اور ابوثور کا بھی یہی موقف ہے۔ امام مالک اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ ذوی الارحام نکاح میں ولی نہیں ہیں اور اس کے اولیاء عصبات ہیں کیونکہ لڑکی کا ولی عصبہ ہونے کی وجہ سے وارث ہوتا ہے اور اس کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے اسی طرح عصبات کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام عقد نکاح کے ولی نہیں ہوں گے۔

کنواری لڑکی کے نکاح کرنے کا زیادہ مستحق ولی ہے یا وصی؟ اس میں مذاہب فقہاء

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ لڑکی کے نکاح کرنے کا زیادہ مستحق ولی ہے یا وصی ہے؟ پس ربیعہ، امام مالک، الثوری اور ابوحنیفہ نے کہا: وصی اولیٰ ہے اور امام شافعی نے کہا: ولی اولیٰ ہے کیونکہ جب لڑکی نابالغ ہو تو اس پر وصی کی ولایت نہیں ہوتی بخلاف ولی کے۔

امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ اگر لڑکی کا باپ اپنی زندگی میں کسی معین شخص کو اپنی لڑکی کے نکاح کے لیے معین کردے تو باپ کے ہوتے ہوئے لڑکی کے باقی ولیوں کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے، اسی طرح اس کی موت کے بعد بھی اسی طرح ہوگا تاہم امام مالک نے یہ کہا ہے کہ نابالغہ لڑکی کے نکاح کرنے کا وصی کو حق نہیں ہے مگر یہ کہ اس لڑکی کے والد نے اس کی طرف یہ وصیت کردی ہو کہ وہ نابالغہ لڑکی کا کسی معین مرد سے نکاح کردے، پھر اس کا نکاح کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۰۰۔ ۱۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں بعینہ یہی عبارت لکھی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۲۔ بَابٌ: لَا يُنْكِحُ الْأَبُ وَغَيْرُهُ الْبِكْرَ وَالثَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهَا

کنواری لڑکی یا بیوہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ لڑکی کا باپ کرے نہ کوئی اور کرے

۵۱۳۶۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تَسْكُتَ۔

(صحیح البخاری: ۶۹۶۸، ۵۱۳۶، صحیح مسلم: ۱۴۱۹، مسند احمد: ۹۶۱۱، سنن دارمی: ۲۱۹۴، سنن ابوداؤد: ۲۰۹۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابو سلمہ، انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے نکاح عورت کا نکاح اس کے مشورہ کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری لڑکی کا اس کی اجازت کے بغیر نہ نکاح کیا جائے، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ اجازت کیسے دے گی؟ آپ نے فرمایا: ''اس کا خاموش رہنا، اس کی اجازت ہے''۔

Marfat.com

۵۳۱۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ طَارِقٍ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى عَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحِي قَالَ رِضَاهَا صَمْتُهَا

(صحیح البخاری: ۵۱۳۷، ۶۹۴۶، ۶۹۷۱، مسند احمد ج ۶ ص ۴۵، ص ۱۶۵، ۲۰۳، صحیح مسلم: ۱۴۲۰، سنن نسائی: ۳۲۶۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن الربیع بن طارق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے خبر دی از ابن ابی ملیکہ از ابی عمرو مولیٰ عائشہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کنواری عورت تو حیاء کرتی ہے، آپ نے فرمایا: ''اس کی رضا اس کی خاموش ہے''۔

کنواری لڑکی اور بیوہ عورت کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر کرنے کی ممانعت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ ان دونوں احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دونوں حدیثوں میں بیوہ اور کنواری لڑکی کا اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے کی ممانعت ہے، اور بالغہ لڑکی سے اجازت طلب کی جائے گی کیونکہ نابالغہ لڑکی کا اذن معتبر نہیں ہے اور اس کا سکوت اور اس کی ناراضگی دونوں برابر ہیں۔

کنواری لڑکی اور بیوہ عورت کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر کرنے کی ممانعت کے متعلق امام ابوحنیفہ کا موقف اور ان کی دلیل

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ باپ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی کسی بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دے خواہ اس کی بیٹی کنواری ہو یا بیوہ اور الایم یعنی بے نکاح عورت کبھی کنواری ہوتی ہے اور کبھی بیوہ اور اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر اس کا ولی نہ کرے خواہ وہ ولی ہو یا کوئی اور ہو اور یہ حکم صرف بالغہ لڑکیوں کے متعلق ہے اور نابالغہ لڑکی کا یہ حکم نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا تھا جب وہ نابالغہ تھیں۔

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب اور ان کے موافقین نے اس باب کی حدیثوں سے استدلال کیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بر سبیل عموم فرمایا کہ کنواری لڑکی اور بیوہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور جو نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔

کنواری لڑکی اور بیوہ عورت کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر کرنے کی ممانعت کے متعلق امام مالک اور امام شافعی کا موقف اور ان کی دلیل

ابن ابی لیلیٰ، امام مالک، اللیث، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا جائز ہے خواہ وہ نابالغہ ہو یا بالغہ ہو۔ اور بیوہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ ابوقرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''کنواری لڑکی سے اس کی اجازت طلب کی جائے گی''۔ آپ کے اس ارشاد میں آیا لڑکی کا والد بھی داخل ہے یا نہیں، تو امام مالک نے کہا: نہیں۔ آپ کی اس سے مراد لڑکی کے والد کے علاوہ دوسرا ولی ہے۔

Marfat.com

امام مالک اور امام شافعی کی اپنے موقف کے خلاف حدیث مذکور کی تاویل اور فقہاء احناف کی دلیل کا جواب اور مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی تاویل کا جواب

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: والد کے لیے نابالغہ لڑکی کا نکاح کرنا جائز ہے اور اس لڑکی کے بالغہ ہونے کے بعد اس کو باپ کے کیے ہوئے نکاح کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہوتا، اور ابن حبیب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے کنواری اور بیوہ عورت سے نکاح کی اجازت طلب کرنے کو برابر قرار دیا ہے، اور کنواری لڑکی اور بیوہ عورت کی اجازت میں یہ فرق کیا ہے کہ کنواری لڑکی کا خاموش رہنا ہی اس کی رضا ہے کیونکہ وہ حیاء کرتی ہے اور بیوہ عورت کی اجازت کے متعلق اس کی اجازت کو اس کے خاموش رہنے پر محمول نہیں کیا بلکہ اس کے لیے فرمایا ہے کہ وہ صراحتاً اپنی رضا کو بتائے کیونکہ بیوہ عورت میں کنواری لڑکی کی طرح حیاء نہیں ہوتی۔

جب بیوہ عورت کا نکاح کرنے کے لیے باپ پر اس سے مشورہ لینا لازم ہے تو اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ رہا فقہاء احناف کا یہ کہنا کہ ایم کا معنی ہے: بے نکاح، اور بے نکاح عورت کبھی کنواری بھی ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ لغوی اعتبار سے الایم کا معنی ہے: بے نکاح خواہ وہ کنواری ہو یا بے نکاح، لیکن اس حدیث میں الایم کا مجازی معنی مراد ہے یعنی بیوہ عورت، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مالک نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ بیوہ اپنے نکاح کی ولی کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے اور اس حدیث میں ایم کی جگہ بیوہ کا لفظ ہے، پھر آپ نے فرمایا: کنواری لڑکی سے اس کے نکاح کے متعلق اجازت طلب کی جائے گی۔ پس آپ نے ایم کے بعد کنواری لڑکی کا ذکر کیا۔

اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ایم سے مراد اس حدیث میں بیوہ عورت ہے۔ میں کہتا ہوں: علامہ ابن بطال کا اس باب کی حدیث میں تاویل کرنا صحیح نہیں ہے اور...... اصل یہ ہے کہ لفظ کو حقیقت پر محمول کیا جائے اور صحیح بخاری میں ایم کا لفظ ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے اور صرف سنن ابوداؤد میں اس کی جگہ الثیب کا لفظ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۹۹) اور ہمارا استدلال صحیح بخاری ۵۱۲۶، صحیح مسلم: ۱۴۲۱، سنن ترمذی: ۱۱۰۸، سنن نسائی: ۳۲۶۰، سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۰ سے ہے، اس کے برخلاف صرف سنن ابوداؤد میں ایم کی جگہ الثیب کا لفظ ہے اور سنن ابوداؤد کے مقابلہ میں صحاح خمسہ کی روایت راجح ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

نابالغہ بیوہ عورت کے نکاح کے متعلق فقہاء کا اختلاف

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: نابالغہ بیوہ عورت کے نکاح کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جس طرح باپ نابالغہ کنواری لڑکی کا نکاح جبراً کر سکتا ہے اسی طرح نابالغہ بیوہ عورت کا نکاح بھی اس کا باپ جبراً کر سکتا ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ نابالغہ بیوہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے، اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے بھی امام شافعی کی موافقت کی ہے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نابالغہ لڑکی کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے منع کر دیا ہے اور اس معاملہ میں نابالغہ لڑکی عام ہے خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ ہو، سو اسی طرح کسی نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۰۳۔۲۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

۴۳۔ بَابُ: إِذَا زَوَّجَ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْدُودٌ

جب کوئی باپ اپنی بیٹی کا نکاح اس کی پسند کے خلاف کر دے تو اس کا نکاح مردود ہے

علامہ عینی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان میں مطلقاً بیٹی کا ذکر کیا ہے اور یہ لفظ کنواری اور بیوہ دونوں قسم کی بیٹیوں کو شامل ہے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ والد اپنی نابالغ اولاد کا نکاح کر سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس باب کے عنوان سے یہ مراد ہے کہ اگر باپ نے اپنی بالغہ بیٹی کا نکاح اس کی پسند کے خلاف کر دیا تو اس کا نکاح مردود ہے اور باب سابق میں نابالغہ بیٹی کا حکم بیان کیا گیا تھا۔

۵۱۳۸۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمُجَمِّعٍ ابْنَيْ يَزِيدَ بْنِ جَارِيَةَ عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَرَدَّ نِكَاحَهُ

(صحیح البخاری: ۵۱۳۹، ۶۹۴۵، ۶۹۶۹ سنن ابو داؤد: ۲۱۰۱، سنن نسائی: ۳۲۲۸، سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۳، المؤطا: ۲۳۱، مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از عبدالرحمٰن اور مجمع جو یزید بن جاریہ کے دو بیٹے ہیں از الخنساء بنت خذام الانصاریہ، وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا اور وہ اس وقت بیوہ تھیں، سو انہوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ نے ان کے نکاح کو مسترد فرما دیا۔

۵۱۳۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ أَخْبَرَنَا يَحْيَى أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ وَمُجَمِّعَ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَجُلًا يُدْعَى خِذَامًا أَنْكَحَ ابْنَةً لَهُ نَحْوَهُ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۹، ۶۹۴۵، ۶۹۶۹ سنن ابو داؤد: ۲۱۰۱، سنن نسائی: ۳۲۲۸، سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۳، المؤطا: ۲۳۱، مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی کہ القاسم بن محمد نے ان کو حدیث بیان کی کہ عبدالرحمٰن بن یزید اور مجمع بن یزید ان دونوں نے ان کو حدیث بیان کی کہ ایک مرد کو خذام کہا جاتا تھا، اس نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا، یہ حدیث سابق کی مثل ہے۔

بیوہ بیٹی کا اس کی مرضی کے بغیر کیے ہوئے نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے ائمہ فتویٰ اس پر متفق ہیں کہ جب باپ نے اپنی بیوہ بیٹی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کر دیا تو یہ نکاح جائز نہیں ہے اور اس کو مسترد کر دیا جائے گا اور انہوں نے حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے جمہور فقہاء کی مخالفت کی ہے، حسن بصری نے کہا: باپ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح کر دے خواہ اس کی بیٹی کنواری ہو یا بیوہ ہو، وہ اس نکاح کو پسند کرے یا نہ کرے، ابراہیم نخعی نے کہا: اگر بیٹی اس کے زیر کفالت ہے تو وہ اس سے مشورہ لیے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے اور اگر وہ اس کے زیر کفالت نہیں ہے تو پھر وہ اس سے مشورہ کرے گا۔ اور ائمہ میں سے کوئی امام بھی ان دو قولوں کی طرف مائل نہیں ہے کیونکہ یہ قول اس سنت کے خلاف ہیں جو حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی حدیث

Marfat.com

سے ثابت ہیں، اور جو قول سنت کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔

بیوہ بیٹی کی اجازت کے بغیر کیے ہوئے نکاح میں آیا خیار بلوغ ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مذاہب فقہاء

جو فقہاء حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ان کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دیا، پھر بالغہ ہونے کے بعد اس نے اس نکاح کی اجازت دے دی تو اسماعیل قاضی نے کہا کہ امام مالک کے قول کے موافق یہ نکاح جائز نہیں ہے خواہ لڑکی نے بالغہ ہونے کے بعد اجازت دے دی ہو، اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جب لڑکی نے بالغہ ہونے کے بعد اجازت دے دی تو پھر یہ نکاح جائز ہے اور اگر لڑکی نے یہ نکاح باطل کر دیا تو پھر یہ نکاح باطل ہے، اور امام شافعی، امام احمد اور ابوثور نے کہا ہے کہ جب اس نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دیا تو یہ نکاح باطل ہے خواہ وہ لڑکی راضی ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خنساء کے نکاح کو مسترد کر دیا تھا اور آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اگر وہ اس نکاح کی اجازت دے دے تو پھر یہ نکاح جائز ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۰۴۔ ۲۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے جبری نکاح کے متعلق کتب حدیث کی روایات

امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی از یحییٰ روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ کے کیے ہوئے نکاح کو ناپسند کیا، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان کے باپ کے کیے ہوئے نکاح کو مسترد کر دیا، پھر انہوں نے حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر سے نکاح کر لیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۳)

امام دارقطنی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خنساء کے والد نے ان کا نکاح کر دیا اور وہ اس وقت بیوہ تھیں۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۳۲۔ ۲۳۱)

نیز امام دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنی بیوہ بیٹی کا نکاح کر دیا جس نے اس نکاح کو ناپسند کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا: ''کیا تم نے اپنے باپ کو اس نکاح کو کرنے سے منع کیا تھا''؟ اس نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے اس نکاح کو اس عورت کے اختیار میں کر دیا، سو اس عورت نے اس نکاح کو مسترد کر دیا۔ (علل الحدیث: ۱۲۴۳)

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میرے والد نے میرا نکاح کر دیا اور میں اس نکاح کو ناپسند کرتی تھی اور میں اس وقت کنواری تھی، پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: جب یہ نکاح کو ناپسند کرتی ہے تو اس کا نکاح نہ کرو۔ (السنن الکبریٰ: ۵۳۸۲)

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دیا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔ (السنن الکبریٰ ج ۳ ص ۲۸۳)

امام دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے ماموں کی بیٹی سے نکاح کیا اور اس لڑکی سے اس کا نکاح اس کے چچا نے کیا تھا۔ وہ لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ نے اس نکاح کو مسترد کر دیا۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۹)

امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک کنواری لڑکی کے باپ نے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو نکاح کا اختیار دے دیا۔ (سنن ابی داؤد ۲۰۹۷)

امام دارقطنی اور امام نسائی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۳۳، السنن الکبریٰ ج ۳ ص ۲۸۳)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی شرح بعینہٖ نقل کر دی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۸۴۔ ۱۸۳۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۴۔ بَابُ: تَزْوِيجِ الْيَتِيمَةِ — یتیم لڑکی کا نکاح کرنا

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس باب میں یتیم لڑکی کے نکاح کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۸۴)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (النساء: ۳)

اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔

وَاِذَا قَالَ لِلْوَلِيِّ زَوِّجْنِي فُلَانَةَ فَمَكَثَ سَاعَةً أَوْ قَالَ مَا مَعَكَ فَقَالَ مَعِي كَذَا وَكَذَا أَوْ لَبِثَا ثُمَّ قَالَ زَوَّجْتُكَهَا فَهُوَ جَائِزٌ فِيهِ سَهْلٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور جب کسی مرد نے (یتیم لڑکی کے) ولی سے کہا: میرا نکاح فلانہ سے کر دو، ولی ایک ساعت تک خاموش رہا یا ولی نے پوچھا: تمہارے پاس کتنا مال ہے؟ تو اس مرد نے کہا: میرے پاس اتنی اور اتنی چیزیں ہیں یا وہ دونوں کچھ دیر خاموش رہے، پھر اس کے بعد ولی نے کہا: میں نے تمہارا نکاح اس لڑکی سے کر دیا تو یہ نکاح جائز ہے اور اس کے ثبوت میں حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

ایجاب اور قبول کے درمیان فصل اور وقفہ کے باوجود نکاح کا صحیح ہونا

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق میں تین صورتیں بیان کی ہیں: (۱) مرد ولی سے کہے: تم میرا نکاح فلانہ سے کر دو (۲) مرد ولی سے کہے: میرا نکاح فلانہ سے کر دو، اور ولی اس مرد سے پوچھے: تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کتنا مال ہے، پھر وہ بتائے: میرے پاس مہر میں دینے کے لیے اتنا اتنا مال ہے (۳) وہ مرد اور ولی دونوں کچھ دیر خاموش رہیں، پھر ولی اس مرد سے کہے: میں نے اس یتیم لڑکی کا نکاح تم سے کر دیا، سو یہ تمام صورتیں جائز ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک مجلس میں ایجاب اور قبول کے درمیان تفرقہ ہو یا فاصلہ ہو تو وہ عقد نکاح میں مضر نہیں ہے خواہ ایجاب اور قبول کے درمیان کوئی دوسرا کلام ہو اور اگر ایجاب ایک مجلس میں ہو اور قبول دوسری مجلس میں ہو تو پھر وہ عقد نکاح جائز نہیں ہے۔

امام بخاری نے بتایا کہ اس کے ثبوت میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اس مرد نے کہا: اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں ہے تو اس کا نکاح مجھ سے کر دیں''۔ یہ اس مرد کی طرف سے ایجاب ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کی طرف سے وکیل تھے اور جب آپ نے فرمایا: ''میں نے اس عورت کا نکاح تم سے کر دیا''۔ تو یہ ولی کی طرف سے قبول ہے اور اس ایجاب اور قبول کے درمیان کافی طویل وقفہ ہے اور وہ آپ کا اس مرد سے کلام فرمانا ہے اور مہر کے متعلق دریافت فرمانا ہے، پھر فرمایا: جاؤ کچھ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔ وہ مرد تلاش کرنے کے لیے گیا، پھر آ کر اس نے بتایا کہ میرے پاس تو لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے، پھر آپ نے اس سے پوچھا: تمہیں کتنا قرآن مجید یاد ہے؟ اس نے بتایا کہ مجھے فلاں

اور فلاں سورت یاد ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چونکہ تم کو قرآن مجید یاد ہے اس لیے میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا اور یہ آپ کا اس عورت کی طرف سے اس مرد کے نکاح کی پیش کش کو قبول کرنا ہے اور اس ایجاب اور قبول کے درمیان کافی طویل وقفہ ہے، سو اس سے معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں ایجاب اور قبول کے درمیان وقفہ بھی ہو پھر بھی نکاح جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۴۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَ لَهَا يَا أُمَّتَاهُ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى إِلَى قَوْلِهِ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء: ۳) قَالَتْ عَائِشَةُ يَا ابْنَ أُخْتِي هَذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا وَمَالِهَا وَيُرِيدُ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ صَدَاقِهَا فَنُهُوا عَنْ نِكَاحِهِنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ عَائِشَةُ اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدَ ذَلِكَ فَأَنْزَلَ اللهُ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ إِلَى قَوْلِهِ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ فِي هَذِهِ الْآيَةِ أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا كَانَتْ ذَاتَ مَالٍ وَجَمَالٍ رَغِبُوا فِي نِكَاحِهَا وَنَسَبِهَا وَالصَّدَاقِ وَإِذَا كَانَتْ مَرْغُوبًا عَنْهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَكُوهَا وَأَخَذُوا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ فَكَمَا يَتْرُكُونَهَا حِينَ يَرْغَبُونَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَنْكِحُوهَا إِذَا رَغِبُوا فِيهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهَا وَيُعْطُوهَا حَقَّهَا الْأَوْفَى مِنَ الصَّدَاقِ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۴۰، ۶۹۶۵، صحیح مسلم: ۳۰۱۸، السنن ابو داؤد: ۲۰۶۸، سنن نسائی: ۳۳۴۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری اور اللیث نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا، پس ان سے کہا: اے امی جان! (اور یہ آیت پڑھی:) اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے (یہ آیت یہاں تک ہے) یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے استمتاع کرو (النسآء: ۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! یہ یتیم لڑکی اپنے ولی کی زیر پرورش ہوتی تھی اور وہ اس لڑکی کے حسن و جمال اور اس کے مال و دولت کی وجہ سے اس یتیم لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا تھا اور اس یتیم لڑکی کو اتنے مہر سے کم دینا چاہتا تھا جتنا اس مہر کا رواج تھا تو لڑکی کے ولی کو اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرما دیا سوا اس صورت کے جب وہ اس یتیم لڑکی کا مکمل مہر ادا کریں، اور ان کو یہ حکم دیا کہ ان یتیم لڑکیوں کے سوا دوسری لڑکیوں سے نکاح کر لیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: اس واقعہ کے بعد پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: (اور مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق سوال کرتے ہیں (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو۔ (النسآء: ۱۲۷) اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جب یتیم لڑکی حسین اور مال دار ہوتی ہے تب تم اس کے مہر کو کم کر کے اس کے ساتھ نکاح کرنے میں اور اس کے نسب میں رغبت رکھتے ہو اور جب اس کے پاس مال اور حسن و جمال کم ہوتا ہے تو تم اس سے رغبت نہیں رکھتے اور اس کو چھوڑ کر دوسری عورتوں سے نکاح کر لیتے ہو تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پس جب طرح تم اس یتیم لڑکی کے

مال دار اور حسین نہ ہونے کی صورت میں اس سے اعراض کر کے اسے چھوڑ دیتے ہو اس طرح اس یتیم لڑکی کو اسی وقت بھی چھوڑ دو جب وہ لڑکی حسین اور مال دار ہو اور تم اس کو پورا پورا مہر نہ دینا چاہتے ہو اور اس سے نکاح کرنا اس وقت جائز ہے جب تم اس کا پورا پورا مہر ادا کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

یتیمہ نابالغہ سے اس کے ولی کے نکاح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر تعاقب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

النسآء: ۳ سے امام ابوحنیفہ اور امام محمد بن الحسن نے یہ استدلال کیا ہے کہ یتیم لڑکی کے ولی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ خود اس یتیم نابالغ لڑکی سے نکاح کرلے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یتیم لڑکی کے ولیوں کو اس پر ملامت فرمائی ہے کہ جب یتیم لڑکی حسین اور مال دار ہوتی ہے تو وہ اس کا پورا مہر ادا نہ کر کے اس سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہیں، اور جب اس کا حسن و جمال کم ہوتا ہے اور مال کم ہوتا ہے تو تم اس کو چھوڑ کر دوسری عورتوں سے نکاح کر لیتے ہو اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ یتیم لڑکی تم کو پسند ہو تو تم اس سے اسی وقت نکاح کر سکتے ہو جب تم اس یتیم لڑکی کا پورا پورا مہر ادا کرو، سو اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ یتیم لڑکی کا ولی اس نابالغہ لڑکی سے اس شرط کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے، اور امام مالک، امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک یتیم لڑکی کا ولی اس کے بالغہ ہونے سے پہلے اس سے خود نکاح نہیں کر سکتا اور اگر نکاح کر لیا ہے تو وہ نکاح فسخ کر دیا جائے گا اور جمہور فقہاء کی امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت یہ ہے کہ جب یتیم لڑکی کم عقل ہو تو اس کی خرید و فروخت کے افعال جائز نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یتیم لڑکیوں کے ولیوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان سے نکاح کریں تو ان کا پورا پورا مہر ادا کریں، سو یہ آیت اس پر دلالت نہیں کرتی کہ یتیم لڑکی کے ولی کا اس نابالغہ یتیم لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا زعم ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۰۵۔۲۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے امام ابوحنیفہ کے استدلال کی وضاحت اور علامہ ابن بطال مالکی پر مصنف کا تعاقب

میں کہتا ہوں: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال اس صریح آیت سے ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یتیم لڑکی کے ولی کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ اس کا پورا پورا مہر ادا کریں تو ان کا اس یتیم لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے اور یتیم اسی کو کہتے ہیں جو نابالغ ہو، اس لیے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اس آیت سے یہ استدلال کرنا بالکل درست ہے کہ یتیم لڑکی کے ولی کے لیے یتیمہ نابالغہ سے نکاح کرنا جائز ہے جب کہ وہ اس کا پورا مہر ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض درست نہیں اور نہ ہی اس کو کم عقل لڑکی کے تصرفات پر قیاس کرنا درست ہے اور نص صریح کے مقابلہ میں قیاس کرنا باطل ہے، ایسا قیاس تو صرف ابلیس نے کیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صراحتاً حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو اور اس نے اس نص صریح کے خلاف قیاس سے استدلال کیا اور کہا: میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے یعنی افضل کا مفضول کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن ملقن شافعی نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی شرح بعینہ نقل کی ہے اور اس طرح امام ابوحنیفہ پر رد کیا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۳۳۵، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اسی حدیث کو امام شافعی کی قوی دلیل قرار دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۰۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال مالکی، علامہ ابن ملقن شافعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے اس حدیث کی شرح میں امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیا ہے۔ اس کا مصنف نے اس حدیث کی شرح میں مفصل جواب لکھ دیا ہے جب کہ علامہ عینی یہاں پر ان لوگوں کے اعتراض کے بعد خاموشی سے گزر گئے اور حنفیت کا دفاع کرنے کے لیے ان کے خون میں ابال نہیں آیا۔

۴۵۔ بَابٌ: إِذَا قَالَ الْخَاطِبُ لِلْوَلِيِّ زَوِّجْنِي فُلَانَةَ فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَ بِكَذَا وَكَذَا جَازَ النِّكَاحُ وَإِنْ لَمْ يَقُلْ لِلزَّوْجِ أَرَضِيتَ أَوْ قَبِلْتَ

جب کسی مرد نے لڑکی کے ولی سے کہا: فلانہ سے میرا نکاح کر دو تو ولی نے کہا میں نے تمہارے ساتھ اس کا نکاح اتنے اتنے مہر کے عوض کر دیا تو یہ نکاح جائز ہے اگرچہ اس نے خاوند سے رضامندی یا قبولیت نہ پوچھی ہو

۵۱۴۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی الله عنه أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا فَقَالَ مَا لِي الْيَوْمَ فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ زَوِّجْنِيهَا قَالَ مَا عِنْدَكَ قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ

قَالَ أَعْطِهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ قَالَ فَمَا عِنْدَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۴۱،۵۱۴۹،۵۱۵۰،۵۸۷۱،۷۴۱۷، صحیح مسلم: ۱۴۲۵، سنن ترمذی: ۱۱۱۴، سنن نسائی: ۳۲۸۵، سنن ابوداؤد: ۲۱۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ابو حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس آئی، پس اس نے خود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ان دنوں مجھے عورتوں کی حاجت نہیں تو ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیں، آپ نے پوچھا: تمہارے پاس کتنا مال ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، آپ نے فرمایا: اس کو کچھ عطا کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو، اس مرد نے کہا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے آپ نے پوچھا تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے بتایا اتنا اور اتنا، آپ نے فرمایا: چونکہ تمہیں قرآن مجید یاد ہے اس لیے میں نے یہ عورت تمہاری ملکیت میں دے دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۱۰ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کے قائم کردہ عنوان کا قاعدہ کلیہ نہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو قصہ بیان کیا گیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ مرد کا توقف کرنا

Marfat.com

اس کی رضا پر دلیل ہے لیکن یہ ہر نکاح کا حکم نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ مرد سے سوال کیا جائے کہ آیا وہ اس مہر یا شرط پر راضی ہے یا نہیں سوا اس کے کہ وہ مرد تنگ دست ہو اور اس نکاح میں رغبت رکھتا ہو تو پھر اس کا توقف کرنا اس کی رضا کی دلیل ہوگی جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی اور علامہ عینی حنفی نے علامہ ابن بطال مالکی کی اس شرح کو بعینہٖ نقل کر دیا ہے۔

(التوضیح ج ۲۴ ص ۴۳۶، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۸۶۔۱۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی طرف دیکھا اور یہی اس کی دلیل ہے کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کو دیکھنا جائز ہے یا پھر مطلقاً آپ کی خصوصیت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ آپ کے نکاح میں دیگر ازواج مطہرات تھیں اس لیے آپ کو اس عورت سے نکاح کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۱۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۶۔ بَابٌ: لَا یَخْطُبُ عَلَی خِطْبَةِ أَخِیهِ حَتَّی یَنْکِحَ أَوْ یَدَعَ

اپنے بھائی کے پیغام نکاح کے اوپر پیغام نکاح نہ دے حتیٰ کہ وہ خود نکاح کر لے یا اس رشتہ کو چھوڑ دے

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ خطبۃ کا معنی ہے: نکاح کا پیغام دینا یا منگنی کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۸۶)

۵۱۴۲۔ حَدَّثَنَا مَکِّیُّ بْنُ إِبْرَاهِیمَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا یُحَدِّثُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما کَانَ یَقُولُ نَهَی النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ یَبِیعَ بَعْضُکُمْ عَلَی بَیْعِ بَعْضٍ وَلَا یَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلَی خِطْبَةِ أَخِیهِ حَتَّی یَتْرُکَ الْخَاطِبُ قَبْلَهُ أَوْ یَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ

(صحیح البخاری: ۵۱۴۲، صحیح مسلم: ۱۴۱۲، سنن ترمذی: ۱۲۹۳، سنن نسائی: ۳۲۴۳، سنن ابو داؤد: ۲۰۸۱، سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کسی کی بیع کے اوپر بیع کرنے سے منع فرمایا ہے، اور کوئی مرد اپنے بھائی کی منگنی کے اوپر منگنی نہ کرے حتیٰ کہ اس سے پہلے منگنی کرنے والا چھوڑ دے یا منگنی کرنے والا اسے اجازت دے دے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۱۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۴۳۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِیعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَیْرَةَ یَأْثُرُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَکْذَبُ الْحَدِیثِ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَکُونُوا إِخْوَانًا۔

(صحیح البخاری: ۶۰۶۴، ۶۰۶۶، ۶۷۲۴، صحیح مسلم: ۱۴۱۳، سنن ترمذی: ۱۹۸۸، سنن نسائی: ۳۲۳۹، سنن ابو داؤد: ۲۰۸۰، سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج، انہوں نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: تم بدگمانی کرنے سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور پوشیدہ باتوں کو جاننے کی کوشش نہ کرو اور کسی کی بات سننے کے لیے کان نہ لگاؤ اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور بھائی بھائی بن جاؤ۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۴۴۔ حَدَّثَنَا وَلَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَنْكِحَ أَوْ يَتْرُكَ۔ اور کوئی مرد اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ دے حتیٰ کہ وہ خود نکاح کر لے یا اپنی منگنی کو ترک کر دے۔

(صحیح البخاری: ۲۱۴۰، ۲۱۴۸، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۶۰، ۲۱۶۲، ۲۷۲۳، ۲۷۲۷، ۵۱۵۲، ۶۶۰۱، صحیح مسلم: ۱۴۱۳، سنن ابوداؤد: ۳۴۳۸، سنن ترمذی: ۱۲۲۶، سنن نسائی: ۳۲۳۶، سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۲، مسند احمد: ۷۲۲۴، مسند احمد: ۱۰۸۸، مسند احمد: ۶۱۳۵، مسند احمد ۶۲۷۶، مسند احمد: ۱۱۳۶۴، مسند احمد: ۶۴۱۷)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۱۴۰ میں گزر چکی ہے۔

منگنی پر منگنی کی ممانعت آیا تحریم کے لیے ہے یا تنزیہہ کے لیے، اس میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ اس حدیث میں کسی کی منگنی پر منگنی کرنے کی ممانعت ہے اور یہ ممانعت تحریم ہے ممانعت تنزیہہ نہیں ہے کیونکہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے حتیٰ کہ اس کا بھائی وہ منگنی چھوڑ دے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۸، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۰، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۶۷، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۶، صحیح مسلم: ۱۴۱۴)

امام طبری نے کہا: اس حدیث کی تاویل میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ منگنی پر منگنی کرنے کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو حضرت معاویہ اور حضرت ابوالجہم نکاح کا پیغام دے چکے تھے اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے لیے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے نکاح کا پیغام دیا۔

(سنن ترمذی: ۱۱۳۵، صحیح مسلم: ۳۶۹۶، سنن نسائی: ۳۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۹، مسند احمد ج ۶ ص ۴۱۱)

دوسرے فقہاء نے کہا: یہ حکم ثابت ہے، اس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا اور کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے حتیٰ کہ اس کا بھائی اس منگنی کو ترک کر دے۔

حضرت عقبہ بن عامر، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور ابن ہرمز کا یہی موقف ہے اور ان کا استدلال اس حدیث کے عموم سے ہے اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صورت میں منگنی پر منگنی کرنے سے منع فرمایا ہے جب کہ عورت اس سے نکاح کرنے پر راضی ہو اور اس مرد کی طرف راغب ہو، اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔

فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر کسی کی منگنی پر منگنی کی اور نکاح کر دیا تو یہ نکاح فسخ نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی مرد اپنے مسلمان بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے۔ آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ یہودی اور نصرانی کی منگنی پر منگنی کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۰۹۔۲۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی ان احادیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔ (التوضیح ج ۲۴ ص ۴۳۱۔۴۳۸، فتح الباری ج ۶ ص ۴۱۱)

Marfat.com

منگنی پر منگنی کرنے کی تحریم اور اباحت کا محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ نے کہا ہے کہ منگنی پر منگنی کی تحریم اس صورت میں ہے کہ جب وہ عورت یا اس کا ولی صراحتاً پہلے منگنی کرنے والے کو نکاح کی اجازت دے دے۔ اور اگر اس نے صراحتاً اجازت نہ دی ہو یا اس کا پیغام مسترد کر دیا ہو تو پھر منگنی پر منگنی کرنا جائز ہے اور یہی فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۷۔ بَابُ: تَفْسِيرِ تَرْكِ الْخِطْبَةِ — منگنی ترک کرنے کی تفسیر

علامہ عینی اس عنوان کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی یا تو پہلا منگنی کرنے والا صراحتاً اپنے پیغام کو ترک کر دے یا اپنے ترک کرنے کا عذر بیان کر دے۔

۵۱۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ قَالَ عُمَرُ لَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا تَابَعَهُ يُونُسُ وَمُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ

(صحیح البخاری: ۴۰۰۵، ۵۱۲۲، ۵۲۱۹، ۵۱۴۵، سنن نسائی: ۳۲۴۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا، پس میں نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ بنت عمر کا آپ سے نکاح کر دوں، پھر میں چند راتیں ٹھہرا رہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے نکاح کا پیغام دیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے، پس انہوں نے کہا: تم نے اپنی بیٹی کے ساتھ مجھے نکاح کرنے کی پیش کش کی تھی اور مجھے تمہیں اس کا جواب دینے سے اس کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کا ذکر کیا تھا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشاء کرنے والا نہیں تھا اور اگر آپ حفصہ کو ترک کر دیتے تو میں ان کو قبول کر لیتا۔ شعیب کی متابعت یونس، موسیٰ بن عقبہ اور ابن ابی عتیق نے کی ہے از الزہری۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۰۵ میں گزر چکی ہے۔

اس سوال کا جواب کہ امام بخاری نے منگنی پر منگنی ترک کرنے کا عنوان قائم کیا ہے حالانکہ بعض فقہاء کے نزدیک منگنی پر منگنی کرنا جائز ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی تفسیر پیغام نکاح کو ترک کرنے کے ساتھ کی ہے حالانکہ اس سے پہلے

Marfat.com

مذاہب فقہاء میں گزر چکا ہے کہ منگنی پر منگنی کرنا جائز ہے جب وہ لڑکی پہلے منگنی کرنے والے کی طرف راغب نہ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس بات کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس کا علم نہیں تھا، چہ جائیکہ ان کی بیٹی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راغب ہوتیں، پس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے جو اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے وہ صحیح ہے اور امام بخاری نے اس عنوان سے جس معنی کا قصد کیا ہے وہ بہت دقیق ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ ان کا ذہن بہت تیز تھا اور حدیث سے استنباط مسائل میں بہت راسخ تھا کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عمر کو ان کی بیٹی کے ساتھ نکاح کا پیغام دیں گے تو وہ اس پیغام سے اعراض نہیں کریں گے اور نہ اس کو مسترد کریں گے بلکہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصاہرت اور سسرالی رشتہ کا موقع عطا فرمایا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علم اس کے قائم مقام تھا کہ حضرت عمر اور ان کی بیٹی رضی اللہ عنہا اس پیغام نکاح سے خوش ہوں گے اور اس کی طرف راغب ہوں گے، لہٰذا ہر وہ شخص جس کو یہ علم ہو کہ اس کا پیغام مسترد نہیں کیا جائے گا تو اس کے پیغام نکاح پر دوسرے کا پیغام نکاح دینا اس وقت تک جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ اپنے پیغام کو ترک کر دے جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے نکاح کا پیغام نہیں دیا کیونکہ ان کو معلوم تھا حضرت عمر اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو جب علم ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پیغام دے رہے ہیں تو وہ اس پر راضی اور خوش ہوں گے، اس لیے حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو حضرت حفصہ کے رشتہ کا پیغام نہیں دیا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۴۸۔ بَابُ: الْخُطْبَةِ — خطبہ کا بیان

علامہ عینی لکھتے ہیں: خطبہ سے مراد ہے: عقد نکاح سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنا۔

۵۱۴۶۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ جَاءَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا۔

(صحیح البخاری: ۵۷۶۷، سنن ترمذی: ۲۰۲۸، سنن ابو داؤد: ۵۰۰۷، الادب المفرد: ۸۷۵، المؤطا: ص ۶۱۰، مسند احمد: ۴۶۵۱، ۵۲۹۱، ۵۲۳۲، ۵۶۸۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ مشرق سے دو مرد آئے، سو انہوں نے خطبہ دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض بیان جادو (کے مشابہ) ہوتے ہیں۔

خطبہ نکاح کے متعلق متن احادیث

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کے تمام جامع کلمات اور خیر کے تمام فواتح اور خواتم عطا کیے گئے تھے، سو آپ نے ہمیں نماز کے خطبہ (یعنی تشہد) اور حاجت (نکاح) کے خطبہ کی تعلیم دی۔

نماز کا خطبہ: التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته، السلام علینا و علی عباد الله الصالحین اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده و رسوله۔

Marfat.com

حاجت یعنی نکاح کا خطبہ: الحمد للہ نحمدہ و نستعینه و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یهدہ اللہ فلا مضل له و من یضلله فلا هادی له و اشهد ان لا اله الا اللہ وحدہ لا شریك له و اشهد ان محمدا عبدہ و رسوله (پھر اس کے متصل قرآن مجید کی تین آیات پڑھیں:)

یَآیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝ (آل عمران: ۱۰۲) وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا۝ (النساء: ۱) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا۝ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۝ (الاحزاب: ۷۱-۷۰)

(سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۲، سنن ابوداؤد: ۲۱۱۸، سنن ترمذی: ۱۱۰۷، سنن نسائی: ۳۲۷۴، مسند احمد: ۳۸۷۷، ۳۹۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا: الحمد للہ نحمدہ و نستعینه و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یهدہ اللہ فلا مضل له و من یضلله فلا هادی له و اشهد ان لا اله الا اللہ وحدہ لا شریك له و ان محمدا عبدہ و رسوله اما بعد۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۳، صحیح مسلم: ۸۶۸، سنن نسائی: ۳۲۷۵، مسند احمد: ۲۷۴۹، ۳۲۷۵)

نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا آیا واجب ہے یا مستحب؟

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا کہ نکاح کے وقت خطبہ پڑھنا مستحب ہے تا کہ نکاح کرنے والے کے لیے معاملہ آسان ہو جائے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کے وقت عمدہ کلام کرنے کو مستحسن قرار دیا ہے اور عمدہ کلام کو سحر کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس سے مراد سحر حلال ہے۔

جمہور علماء نے نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے، امام مالک نے کہا: یہ متقدمین کا طریقہ ہے، ابن حبیب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ پڑھنے سے ابتداء کرنا مستحب ہے اور غیر مقلدین نے کہا: نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا واجب ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا تو آپ نے خطبہ پڑھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔

اور جمہور فقہاء نے کہا کہ نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا واجب نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تنگ دست مرد سے فرمایا: چونکہ تمہیں قرآن مجید یاد ہے اس لیے میں نے تمہارا اس عورت سے نکاح کر دیا اور آپ نے اس سے پہلے خطبہ نہیں پڑھا، نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہر عظیم الشان کام جس کی اللہ کی حمد سے ابتداء نہ کی جائے وہ ناتمام رہتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۴، سنن ابوداؤد: ۴۸۴۰، مسند احمد: ۸۷۲۰)

اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ عقد نکاح بغیر خطبہ کے ناتمام رہے گا کیونکہ آپ نے اس تنگ دست مرد سے اس عورت کا نکاح کیا اور آپ نے خطبہ نہیں پڑھا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت اور سحر کی دو قسمیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی جو کتاب النکاح میں روایت کی ہے وہ نامناسب ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: بیان کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ عمدہ اور خوش نما الفاظ ذکر کیے جائیں جن کی طرف سامعین کے

Marfat.com

دل مائل اور راغب ہوں، دوسری قسم وہ ہے جو سحر یعنی جادو کے مشابہ ہے اور جادو کی وہ قسم مذموم ہے جس سے باطل کا قصد کیا جائے اور آپ نے بیان کی سحر کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ سحر میں کسی چیز کو اس کی حقیقت سے پھیر دیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس تعریف سے اس حدیث کی کتاب النکاح کے ساتھ مناسبت معلوم ہو جاتی ہے گویا کہ امام بخاری نے اشارہ کیا ہے کہ ہر چند کہ نکاح میں خطبہ پڑھنا مشروع ہے لیکن یہ خطبہ معتدل اور متوسط ہونا چاہیے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی شرح کو نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۱۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے بھی اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی شرح کو نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۹۰۔۱۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

۴۹۔ بَابُ: ضَرْبِ الدُّفِّ فِي النِّكَاحِ وَالْوَلِيمَةِ — نکاح اور ولیمہ کی تقریب میں دف بجانا

علامہ عینی اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں: دف میں دال پر پیش ہے اور اس پر زبر بھی پڑھا جاتا ہے اور عقد نکاح اور ولیمہ کی تقریب میں دف بجانا مشروع ہے۔

۵۱۴۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ قَالَ قَالَتِ الرُّبَيِّعُ بِنْتُ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلَ حِينَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ إِذْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ دَعِي هَذِهِ وَقُولِي بِالَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ

(صحیح البخاری: ۵۱۴۷، سنن ترمذی: ۱۰۹۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۲۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۷، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶۰، ۳۵۹، سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۷، السنن الکبریٰ ج ۱۱ ص ۱۵۸۳۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن ذکوان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: الربیع بنت معوذ بن عفراء نے بتایا: جب مجھے میرے خاوند کے پاس پیش کیا گیا اس موقع پر نبی ﷺ تشریف لائے، سو آپ میرے بستر پر بیٹھ گئے جس طرح تم میرے قریب بیٹھے ہو، اس وقت لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور غزوۂ بدر میں جو میرے آباء قتل کیے گئے تھے ان پر نوحہ کر رہی تھیں، اچانک ان میں سے ایک لڑکی نے یہ شعر پڑھا: ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جن کو آنے والے کل کا علم ہے، تو آپ نے فرمایا: یہ شعر نہ پڑھو اور جو اشعار تم پہلے پڑھ رہی تھیں وہی پڑھتی رہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المھب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: نکاح کا دف کے ذریعہ اعلان کرنا سنت ہے اور (خوشی کے گیت) گانا مستحب ہے تاکہ نکاح اور زنا میں فرق ہو جائے کیونکہ زنا چھپ کر کیا جاتا ہے۔ (میں کہتا ہوں: اگرچہ نوحہ کرنا جائز ہے لیکن ان کا مقصد

نوحہ کرنا نہیں تھا کیونکہ یہ کسی کی مرگ کا نہیں بلکہ شادی کا موقع تھا اور چونکہ ان بچیوں کو صرف یہی گیت یاد تھا، سو وہ وہی گا رہی تھیں۔ سعیدی غفرلہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ ملک کا شادی کے موقع پر آنا مشروع ہے خواہ شادی کی تقریب میں لہو ولعب ہو جب کہ وہ لہو ولعب حد مباح سے خارج نہ ہو۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مرد کے منہ پر اس کی تعریف کرنا جائز ہے اور یہ اس وقت مکروہ ہے کہ جب ان اوصاف کے ساتھ تعریف کی جائے جو موصوف میں موجود ہوں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

دف بجانے کے متعلق احادیث اور ان کی فنی حیثیت

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حلال اور حرام کے درمیان فرق دف بجانے سے ہوتا ہے“۔ (سنن ترمذی: ۱۰۸۸، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۲۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۶، المستدرک ج ۲ ص ۱۸۴)

ابو حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ نکاح کو ناپسند فرماتے تھے حتیٰ کہ دف بجایا جائے اور آپ فرماتے تھے:

اتیناکم اتیناکم فحیونا نحییکم۔ ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے تم ہم کو دعا دو ہم تم کو دعا دیتے ہیں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۷۸۔۷۷)

حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس آئے تو ایک سیاہ فام عورت آپ کے پاس آئی، سو اس نے کہا: یارسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اگر سلامتی کے ساتھ لوٹا دیا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گاؤں گی تو آپ نے اس سے فرمایا: ”اگر تم نے یہ نذر مانی ہے تو اپنی نذر پوری کرو“۔ (سنن ترمذی: ۳۶۹۰) امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

علامہ ابن القطان نے کہا ہے: اس طرح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں علی بن حسن بن واقد ہے، اس کے متعلق ابو حاتم نے کہا: یہ ضعیف ہے، اور العقیلی نے کہا: یہ شخص مرجئی تھا۔ (بیان الوہم والایہام ج ۵ ص ۲۵۲۔۲۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت کو انصار کے ایک مرد کے پاس شب زفاف کے لیے پیش کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہارے ساتھ لہو نہیں ہے کیونکہ انصار لہو سے خوش ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۱۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ان کے رشتے کی ایک عورت کا انصار کے کسی مرد کے ساتھ نکاح کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے اس لڑکی کو ہدیہ دیا ہے؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس کے ساتھ کسی گانے والے کو بھیجا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نہیں تو آپ نے فرمایا: انصار ایسے لوگ ہیں جن میں عشق کا ذوق ہے، پس اگر تم اس لڑکی کے ساتھ کسی گانے والے کو بھیجتے جو یہ گاتا:

اتیناکم اتیناکم فحیانا وحیاکم۔ ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے تم ہم کو دعا دو ہم کو دعا دیتے ہیں۔

امام ابن ماجہ اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۰)

علامہ البوصیری نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند میں ایک راوی الاجلح مختلف فیہ ہے، اور ابن عیینہ نے کہا: اس کا حضرت امام

عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں ہے۔(مصباح الزجاجہ ج ۲ ص ۱۰۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نکاح کا اعلان کرواور اس کے اوپر دف بجاؤ''۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۵، سنن سعید بن منصور: ۶۳۵، مسند اسحاق بن راہویہ: ۹۴۵، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۶۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۰)

امام ابونعیم اور امام بیہقی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی ہے خالد بن الیاس وہ ضعیف ہے۔

اسود بن المطلب روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور اس کے نکاح میں طبل (ڈھول) بجایا گیا۔تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ نکاح ہے زنا نہیں ہے''۔(اسد الغابہ ج ۶ ص ۱۳۵)

اس اشکال کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اجنبی عورت کے قریب بیٹھ گئے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت الربیع بنت معوذ بن عفراء بیان کرتی ہیں: جس رات ان کو شب زفاف کے لیے پیش کیا گیا اس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور ان کے قریب بیٹھ گئے۔اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ اجنبی عورت سے تو پردہ لازم ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عورت کے پاس آکر کیسے بیٹھ گئے؟ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) علامہ کرمانی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حجاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے کی ہے۔

(۲) یہ آیت حجاب نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(۳) ضرورت کے وقت اجنبی عورت کو دیکھنا جائز ہے۔

(۴) جب اجنبی عورت کو دیکھنے سے فتنے کا خوف نہ ہو تو پھر اجنبی عورت کو دیکھنا جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: صحیح جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھ سکتے ہیں اور اس کو دیکھ سکتے ہیں جیسا کہ آپ حضرت ام حرام بنت ملحان کے پاس جایا کرتے تھے اور وہاں سویا کرتے تھے اور وہ آپ کے سر کو سہلاتی تھیں اور وہ نہ آپ کی محرم تھیں اور نہ زوجہ۔

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

علامہ عینی، حافظ ابن حجر کی مذکور الصدر عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ تمام جوابات ایسی چیز کو طلب کرنے کے متعلق ہیں جس میں ان کو کامیابی نہیں ہوئی، اور صحیح اور واضح جواب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۹۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

علامہ عینی نے وہی جواب دیا ہے جس کو ہم تفصیل سے پہلے لکھ چکے ہیں اور اس جواب کو انہوں نے اپنی طرف منسوب کرلیا ہے۔(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۹۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی کا شکوہ بجا ہے۔(سعیدی غفرلہ)

نوحہ کا معنی اور اس کا بیان کہ حضرت الربیع کے آباء بدر کی بجائے احد میں قتل کیے گئے تھے

اس حدیث میں ذکر ہے کہ لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور بدر کے دن جوان کے آباء واجداد قتل کیے گئے تھے ان پر نوحہ کررہی تھیں۔

Marfat.com

نوحہ کا معنی ہے: میت کے عمدہ اوصاف کو بیان کرنا۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ بدر کے دن جوان کے آباء قتل کیے گئے تھے حالانکہ وہ بدر کے دن قتل نہیں کیے گئے تھے بلکہ وہ احد کے دن قتل کیے گئے تھے اور ان لڑکیوں کے آباء بدر کے دن حاضر تھے اور وہ معوذ، معاذ اور عوف تھے اور ان میں سے ایک ان کے والد تھے اور دوسرے دو چچا تھے اور ان سب پر آباء کا اطلاق تغلیباً اور مجازاً ہے۔

مطلقاً غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غیب کی خبریں دی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے دی ہیں

وہ لڑکیاں اپنے گیت میں یہ شعر بھی پڑھ رہی تھیں:

وفینا نبی یعلم مافی غد — اور ہم میں ایسے نبی ہیں جنہیں آئندہ کل کا علم ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شعر کو چھوڑ دو اور جو اشعار تم پہلے پڑھ رہی تھیں وہی پڑھو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شعر کو چھوڑنے کا اس لیے حکم دیا کہ اس میں آپ کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت ہے اور مطلقاً علم غیب ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ (النمل: ٦٥) — آپ کہیے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی (از خود) غیب نہیں جانتا۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ (الاعراف: ١٨٨) — آپ کہیے کہ میں اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ چاہے، اور اگر میں (از خود) غیب کو جانتا تو میں (از خود) خیر کثیر جمع کر لیتا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی غیب کی خبریں دی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بتانے اور اس کی تعلیم دینے سے دی ہیں نہ کہ آپ خود مستقل طور پر غیب کا علم رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (جن: ٢٧-٢٦) — وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے، سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا O ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرما لیا ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

(فتح الباری ج ٦ ص ٣١٤، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

٥٠- بَابٌ: وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (النسآء: ٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔ (النسآء: ٤)

وَكَثْرَةِ الْمَهْرِ وَأَدْنٰى مَا يَجُوزُ مِنَ الصَّدَاقِ وَقَوْلِهِ تَعَالٰى وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً

اور مہر کا کثیر ہونا اور کم سے کم مہر کی جائز مقدار اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور ان میں سے ایک کو تم ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے تم کچھ بھی واپس نہ لو (النسآء: ٢٠) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو (البقرۃ: ٢٣٦)

وَقَالَ سَهْلٌ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ

اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اور خواہ

حَدِیدٍ۔ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو''۔

مہر کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار کا معین نہ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب النسآء: ۴ کے معنی کے بیان میں ہے اور امام بخاری نے اس عنوان اور اس کے بعد کی تعلیقات سے یہ بیان کیا ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار معین نہیں ہے اور عنقریب اس پر تفصیلی بحث آئے گی۔

صَدُقَات صَدُقَة کی جمع ہے اور یہ عورت کا مہر ہے اور اس کی قراءت صَدْقَات بھی کی گئی ہے (صاد پر زبر اور دال پر جزم)، نِحْلَة مصدر ہے اور یہ منصوب علی الحال ہے یعنی تم ان کو خوشی سے مہر ادا کرو، اور کَثْرَةُ الْمَهر کے لفظ سے یہ اشارہ کیا ہے کہ کثیر مقدار میں مہر کو مقرر کرنا جائز ہے جیسا کہ النسآء: ۲۰ سے ظاہر ہوتا ہے، اور قنطار کا معنی ہے: بہت بڑا مال۔

قنطرۃ کی مقدار کے متعلق متعدد اقوال

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا قنطرۃ کی مقدار معین ہے یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی مقدار معین ہے، پھر اس کی تعیین میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ بارہ سو اوقیہ ہے (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہے اور آج کی تاریخ ۱۶ دسمبر ۲۰۱۱ء میں ایک درہم تین سو ساٹھ پاکستانی روپے کا ہے)، یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے اور حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ قنطرۃ بارہ ہزار اوقیہ ہے، یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ قنطرۃ بارہ سو دینار ہے، یہ ابن ابی طلحہ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اور چوتھا قول یہ ہے کہ قنطرہ کی مقدار ستر ہزار دینار ہے، یہ حضرت ابن عمر اور مجاہد کی روایت ہے، اور پانچواں قول یہ ہے کہ قنطرہ تیس ہزار درہم ہے، اور چھٹا قول یہ ہے کہ قنطرۃ سات ہزار دینار ہے اور آٹھواں قول یہ ہے کہ قنطرۃ آٹھ ہزار دینار ہے اور نواں قول یہ ہے کہ قنطرۃ ایک ہزار مثقال سونا یا چاندی ہے، اور دسواں قول یہ ہے کہ بیل کی کھال میں جتنا سونا بھر جائے وہ قنطرۃ ہے، اور یہ تمام اقوال ان حضرات کی آراء پر مبنی ہیں سوا اس کے جو اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے: خواہ تم نے ان کو ڈھیروں سونا دے دیا ہو۔

زیادہ سے زیادہ مہر کے متعلق متعدد روایات

امام عبدالرزاق نے ابوعبدالرحمٰن سلمی سے روایت کی ہے: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ عورتوں کا زیادہ مہر مقرر نہ کیا کرو، تو ایک عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کر کے کہا: اے عمر! آپ کا یہ حکم صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـا۔ ان میں سے ایک کو تم ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس سے میں سے تم کچھ بھی واپس نہ لو۔ (النسآء: ۲۰)

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک عورت نے حضرت عمر سے مناظرہ کیا اور وہ عمر پر غالب آ گئی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۰۴۲۰)

ابوالفرج الاموی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا مہر چالیس ہزار درہم مقرر کیا (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۸۱) اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ایک عورت سے نکاح کیا، سو اس کی طرف ایک سو باندیاں اور ایک لاکھ درہم بھیجے (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۹۰) اور مصعب بن الزبیر نے عائشہ بنت طلحہ سے نکاح کیا اور ان کی طرف ایک ہزار درہم بھیجے۔

Marfat.com

اور ابن عیینہ نے یحییٰ بن سعید اور محمد بن ابراہیم تیمی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات میں سے ہر زوجہ کا مہر ساڑھے بارہ ہزار اوقیہ مقرر فرمایا۔(مصنف عبدالرزاق:۱۰۴۰۷،۱۰۴۰۵،صحیح مسلم:۱۴۲۶)

امام ابوداؤد نے الزہری سے روایت کی ہے کہ حضرت النجاشی نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار ہزار درہم مہر پر نکاح کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ لکھ کر بھیج دیا۔(سنن ابوداؤد:۲۱۰۸)

امام ترمذی ابو العجفاء السلمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو! عورتوں کا مہر مقرر کرنے میں غلو نہ کرو، کیونکہ اگر زیادہ مہر میں دنیا کی بھلائی ہوتی یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس میں کوئی تقویٰ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے نبی تم سب سے زیادہ کثیر مہر مقرر کرنے کے لائق تھے اور میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کا مہر بارہ ہزار اوقیہ سے زیادہ مقرر کیا ہو، اسی طرح آپ نے اپنی صاحب زادیوں کا مہر بھی بارہ ہزار اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا۔
(سنن ترمذی:۱۱۱۴)

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے اور اہل علم کے نزدیک اوقیہ کی مقدار چالیس درہم ہے، اور بارہ اوقیہ کی مقدار چار سو اسی درہم ہے۔(سنن ترمذی ص ۲۶۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

الحربی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو مہر میں ایک گھر دیا اور ان کو اس کا وارث بنا دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی مہر میں ایک گھر دیا جس کی قیمت پچاس درہم تھی۔(سنن ابن ماجہ:۱۸۹۰)

علامہ البوصیری نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی عطیہ ضعیف ہے۔(مصباح الزجاجہ ج ۲ ص ۱۰۵)

عطیہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ ہزار اوقیہ مقرر کیا۔(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۱۵)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مہر گھریلو سامان مقرر فرمایا جس کی مالیت دس درہم تھی۔
(مسند البزار، کشف الاستار:۱۴۲۶، مسند ابویعلیٰ:۳۳۸۵، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۳ ص ۲۴۷)

امام ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں موجود تھے تو ہم اپنی ازواج کا مہر دس اوقیہ مقرر کرتے تھے۔

کم سے کم مہر کے متعلق متعدد روایات اور فقہاء مذاہب کے اقوال

مہر کی کم از کم مقدار میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) امام مالک نے کہا: میرے نزدیک عورت کا مہر چوتھائی دینار یعنی تین درہم سے کم نہ ہو اور یہ ان کے نزدیک وہ کم سے کم نصاب ہے جس کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا۔(الموطا ص ۳۲۷)

(۲) فقہاء احناف نے کہا ہے: مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے کیونکہ دس درہم کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔
(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۷۵، طبع قدیم)

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے کیونکہ امام دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کفوء کے سوا عورتوں کا نکاح نہ کرو، سوا ولیوں کے کوئی ان کا نکاح نہ کرے اور دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں ہے۔(سنن دارقطنی:۳۵۴۵، ۳۵۴۶، ۳۵۴۷، ۳۵۴۸، ۳۵۵۰)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ مبشر بن عبید متروک الحدیث ہے اور امام دار قطنی نے کہا ہے کہ اس کی احادیث کی متابعت نہیں کی جاتی اور امام بیہقی نے ''کتاب المعرفہ'' میں امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ مبشر بن عبید کی روایات موضوعہ اور کذب ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی امام بیہقی نے متعدد سندوں سے وضاحت کی ہے اور علامہ نووی نے ''شرح المہذب'' میں لکھا ہے کہ جب حدیث ضعیف متعدد سندوں سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے اور وہ قابل استدلال ہوتی ہے۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کم از کم مہر سے عورت حلال ہو جاتی ہے وہ دس درہم ہے،اس حدیث کی امام بیہقی نے ابن عبدالبر سے روایت کی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۹۵۔ ۱۹۳،دارالکتب العلمیہ ،بیروت،۱۴۲۱ھ)

کم از کم مہر کی مقدار کے متعلق امام شافعی کے دلائل اور مصنف کی طرف سے ان کے جوابات

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

کم سے کم مہر کی مقدار کی کوئی حد نہیں ہے اور فریقین جس مقدار پر راضی ہو جائیں اس کا مہر مقرر کرنا جائز ہے،اس کی سعید بن المسیب ،سالم بن عبداللہ،سلیمان بن یسار،القاسم بن محمد اور مدینہ کے باقی فقہاء تابعین سے روایت ہے اور یہی الثوری،اللیث، امام شافعی،امام احمد،اسحاق اور ابوثور کا مذہب ہے۔(الاستذکار ج ۱۶ ص ۷۶۔ ۷۳)

اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ہر وہ چیز جو ثمن (قیمت) یا اجرت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ مہر بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۵۲)(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۳۶۴ ،وزارۃ الاوقاف ،قطر،۱۴۲۹ھ)

ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے کی انگوٹھی کے عوض میں نکاح کو جائز قرار دیا جیسا کہ تنگ دست مرد کی حدیث گزری ہے۔(صحیح البخاری:۵۱۴۹)

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تنگ دست صحابی کے حال کے موافق لوہے کی انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ اس صحابی کے لیے خصوصیت تھی یا آپ کی خصوصیت تھی،آپ چاہتے تو بغیر مہر کے بھی اس کا نکاح کر دیتے،اور عام مسلمانوں کے لیے آپ نے یہی حکم دیا ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔(سعیدی غفرلہ)

امام شافعی کی دوسری دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنوفزارۃ کی ایک عورت نے دو جوتوں کے عوض نکاح کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تم اپنے نفس اور مال سے دو جوتوں کے عوض راضی ہو؟ اس عورت نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے اس نکاح کو جائز قرار دے دیا۔(سنن ترمذی:۱۱۱۳،سنن ابن ماجہ:۱۸۸۸)

میں کہتا ہوں: ہوسکتا ہے کہ وہ دو جوتے بہت قیمتی ہوں اور ان کی قیمت دس درہم سے بھی زائد ہو۔(سعیدی غفرلہ)

ابن ابی لبیبہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ایک درہم کے عوض کسی عورت کو حلال کر لیا تو اس نے نکاح کو حلال کر لیا''۔(سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۳۸ ،مسند ابویعلیٰ: ۹۴۳ ،مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۶ ۳۶)

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند پر درج ذیل تنقید کی گئی ہے:

امام طحاوی نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ اہل روایت کے نزدیک یہ روایت قطعی نہیں ہے،اسی طرح الجواہر النقی میں مذکور ہے۔(الجواہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۷ ص ۲۳۸)

اور حافظ ابن عبدالبر نے کہا: اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔(الاستغناء ج ۱ ص ۲۰۸)

Marfat.com

اور الذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند میں یحییٰ ضعیف راوی ہے، اور حافظ الہیثمی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن عبدالرحمن بن ابی لبیبہ ہے اور وہ بہت ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۸۱)

۵۱۴۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ فَرَأَى النَّبِيُّ ﷺ بَشَاشَةَ الْعُرْسِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۴۸، ۵۱۵۳، ۵۱۶۷، ۶۰۸۲، ۶۳۸۶، صحیح مسلم: ۱۴۲۷، سنن ترمذی: ۱۰۹۴، سنن نسائی: ۳۳۵۱، سنن ابو داؤد: ۲۱۰۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے گٹھلی کے وزن (کے برابر سونے) پر نکاح کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اوپر نکاح کی خوشی کے آثار دیکھے تو آپ نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک عورت سے گٹھلی کے وزن (کے برابر سونے) پر نکاح کر لیا ہے۔ اور قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے گٹھلی کے وزن (کے برابر سونے) پر نکاح کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۴۹ پر گزر چکی ہے۔

۵۱۔ بَابُ: التَّزْوِيجِ عَلَى الْقُرْآنِ وَبِغَيْرِ صَدَاقٍ

بغیر مہر کے تقرر کے قرآن پر نکاح کرنا

علامہ عینی لکھتے ہیں: یعنی مہر کا ذکر کیے بغیر قرآن کے عوض نکاح کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۹۶)

۵۱۴۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ يَقُولُ إِنِّي لَفِي الْقَوْمِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ قَامَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ فَرَ فِيهَا رَأْيَكَ فَلَمْ يُجِبْهَا شَيْئًا ثُمَّ قَامَتْ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ فَرَ فِيهَا رَأْيَكَ فَلَمْ يُجِبْهَا شَيْئًا ثُمَّ قَامَتِ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ فَرَ فِيهَا رَأْيَكَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنْكِحْنِيهَا قَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَا قَالَ اذْهَبْ فَاطْلُبْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَذَهَبَ فَطَلَبَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَقَالَ هَلْ مَعَكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابو حازم سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت میں تھا، اس وقت ایک عورت کھڑی ہوئی، سو اس نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک اس عورت نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہے، پس آپ اس کے متعلق اپنی رائے پر عمل کریں تو آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، یوں تین بار ہوا، ایک مرد کھڑا ہوا تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس عورت کا مجھ سے نکاح کر دیجئے، آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: جاؤ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو، سو وہ گیا، اس نے تلاش کیا،

Marfat.com

مِنَ الْقُرْاٰنِ شَیْءٌ قَالَ مَعِیَ سُوْرَةُ کَذَا وَسُوْرَةُ کَذَا قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ اَنْکَحْتُکَهَا بِمَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۵۰، ۵۸۷۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۵، سنن ترمذی: ۱۱۱۴، سنن نسائی: ۳۲۸۰، سنن ابوداؤد: ۲۱۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۹)

پھر وہ آیا، پس اس نے کہا: میں نے کوئی چیز نہیں پائی اور نہ ہی لوہے کی انگوٹھی پائی، پھر آپ نے پوچھا: کیا تمہیں قرآن مجید میں سے کچھ یاد ہے؟ اس نے کہا: مجھے فلاں سورت اور فلاں سورت یاد ہے، آپ نے فرمایا: جاؤ، پس بے شک میں نے اس عورت کے ساتھ تمہارا نکاح کر دیا اس سبب سے کہ تمہیں قرآن مجید یاد ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۱۰ میں گزر چکی ہے۔

تعلیم قرآن کو مہر قرار دینے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تاویل میں فقہاء کا اختلاف ہے، سو بعض فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی کسی معین سورت کو مہر قرار دے کر نکاح کرنا جائز ہے، انہوں نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ اس عورت کو اس سورت کی تعلیم دے، یہ امام شافعی کا قول ہے، اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ تعلیم قرآن کو مہر قرار دینا جائز نہیں ہے۔ یہ امام مالک، اللیث، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور مزنی کا قول ہے مگر امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جب کسی مرد نے تعلیم قرآن پر نکاح کر لیا تو یہ نکاح جائز ہے اور یہ اس نکاح کے حکم میں ہے جس میں بالکل مہر مقرر نہ کیا گیا ہو، سو اس صورت میں اگر اس نے اس کے ساتھ دخول کر لیا تو اس پر مہر مثل لازم ہوگا اور اگر دخول نہیں کیا تو اس کو المتعہ یعنی کپڑوں کا جوڑا دینا لازم ہوگا۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۵۳، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۷، ۳، الاستذکار ج ۱۶ ص ۸۱)

امام شافعی کی دلیل کا امام ابوجعفر طحاوی حنفی کی طرف سے جواب

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد سے فرمایا: "کوئی چیز تلاش کرو"۔ پھر فرمایا: "میں نے تمہارا اس عورت کے ساتھ اس سبب سے نکاح کر دیا کہ تمہیں قرآن کی سورتیں یاد ہیں"۔ اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید کی کسی سورت کی تعلیم کو مہر قرار دینا جائز ہے کیونکہ تعلیم قرآن پر اجرت کا لینا جائز ہے، لہٰذا تعلیم قرآن کا مہر ہونا بھی جائز ہے کیونکہ اس مرد نے پہلے اپنے تہبند کو مہر قرار دیا، پھر لوہے کی انگوٹھی کو تلاش کیا، پھر آپ نے تعلیم قرآن کے عوض اس مرد کا اس عورت سے نکاح کر دیا۔

امام ابوجعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے امام شافعی کی اس دلیل کے جواب میں کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ میں نے تعلیم قرآن کے عوض تمہارا اس عورت سے نکاح کر دیا یہ نکاح کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں کے لیے جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بغیر مہر کے بھی نکاح کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور کسی دوسرے کو اس کی اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْکِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۭ (الاحزاب: ۵۰)

اور وہ مومنہ عورت بھی (آپ کے لیے حلال ہے) جس نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں، یہ حکم صرف آپ کے لیے مخصوص ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس طرح بغیر مہر کے خود نکاح کرنا جائز ہے اسی طرح آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ آپ

Marfat.com

کسی مرد کا کسی عورت سے بغیر مہر کے نکاح کر دیں اور عام مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کے لیے تعلیم قرآن کے عوض نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور اس جواب کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ اس عورت نے کہا: میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا تو ایک مرد نے کھڑے ہو کر کہا: اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو پھر آپ میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیں، اور اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے اس کے نفس کے متعلق مشورہ کیا اور نہ یہ مذکور ہے کہ اس عورت نے کہا کہ آپ میرا اس مرد سے نکاح کر دیں، سو اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی عورت کا کسی مرد سے بغیر مہر کے نکاح کر دیں۔

امام ابوجعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کے عوض اس تنگ دست مرد کا اس عورت کے ساتھ نکاح نہیں کیا، اس پر دلیل یہ ہے کہ ہمیں معلوم ہے کہ جب مہر مجہول پر نکاح کیا جائے تو وہ مہر مجہول ثابت نہیں ہو گا اور یہ نکاح اس نکاح کے حکم میں ہو گا جس میں مہر کا بالکل ذکر نہ کیا گیا ہو۔

مہر کا معلوم ہونا ضروری ہے اور مجہول ہونا جائز نہیں جیسا کہ بیع میں ثمن کا معلوم ہونا ضروری ہے اور ثمن مجہول جائز نہیں ہے، اسی طرح اجارہ میں اجرت کا معلوم ہونا ضروری ہے اور اجرت کا مجہول ہونا جائز نہیں ہے اور قاعدہ متفقہ یہ ہے کہ اگر کوئی مرد کسی مرد کو قرآن مجید کی کسی معین سورت کی تعلیم کے لیے درہم کے عوض اجرت پر رکھے اور درہم کی تعداد مقرر نہ کرے تو یہ جائز نہیں ہے، اور اسی طرح اس کو کسی معین شعر کی تعلیم کے لیے درہم کے عوض اجرت پہ رکھے تو یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اجارات دو شرطوں میں سے کسی ایک شرط کے ساتھ صحیح ہوتے ہیں: یا تو اجارہ میں عمل معین ہو مثلاً کہے کہ تم اس معین کپڑے کو دھونا یا معین کپڑے کو سینا تو اس کی اتنی اجرت ہے اور یا اجارہ میں وقت کا تعین ہو اور وقت کی مقدار فریقین کو معلوم ہو اور جب کسی شخص نے کسی مرد کو قرآن مجید کی کسی سورت کی تعلیم کے لیے اجرت پر رکھا تو اس اجارہ میں وقت معلوم ہے اور نہ عمل معلوم ہے، اس شخص نے اس مرد کو صرف اس سورت کی تعلیم کے لیے اجرت پر رکھا ہے اور کبھی کم سورتوں کی یا ایک سورت کی کم آیتوں کی تعلیم ہوتی ہے اور کبھی زیادہ سورتوں کی تعلیم ہوتی ہے اور کبھی ایک سورت کی زیادہ وقت میں ہوتی ہے، سو اس اجارہ میں عمل معین نہیں ہے اور کبھی یہ تعلیم کم وقت میں ہوتی ہے اور کبھی زیادہ وقت میں ہوتی ہے، سو اس اجارہ میں وقت بھی معین نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی مرد کو قرآن مجید کی کسی سورت کی تعلیم کے عوض اپنا مکان فروخت کیا تو یہ بھی انہی وجوہ سے جائز نہیں ہے اور جب تعلیم قرآن کے عوض منافع کی ملکیت صحیح نہیں ہے اور نہ اعیان اور چیزوں کی ملکیت صحیح ہے تو نظر صحیح اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تعلیم قرآن کے عوض فرج کی ملکیت بھی صحیح نہ ہو۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۷۔۳۷۶، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

علامہ ابن بطال مالکی نے امام طحاوی کی اس عبارت پر اس بحث کو ختم کر دیا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۱۹۔۲۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

''فَرِ فِيهَا رَأْيَكَ'' کی تفصیلی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: یا رسول اللہ! بے شک اس عورت نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہے:

فرِ فيها رايك۔ پس آپ اس میں اپنی رائے کو دیکھیں۔

اس عبارت میں فاء عطف کے لیے ہے اور ''رِ'' رَأی یَرَی سے امر کا صیغہ ہے اور اس کا وزن ''ف'' ہے کیونکہ اس کا عین کلمہ اور

لام کلمہ دونوں محذوف ہیں، کیونکہ اس کی اصل اِرْأَیْ ہے اَفْعَل کے وزن پر، لام کلمہ پر جزم ہے کیونکہ امر مجزوم ہوتا ہے، پھر تخفیف کے لیے ''ر'' کی حرکت ہمزہ کی طرف نقل کی، پھر ہمزہ وصل کی ضرورت نہ رہی تو اس کو حذف کر دیا گیا، پس ''ف'' کے وزن پر ''ر'' رہ گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۲۔ بَابُ: الْمَهْرِ بِالْعُرُوضِ وَخَاتَمٍ مِنْ حَدِيدٍ — سامان اور لوہے کی انگوٹھی کو مہر قرار دینا

عرض کا معنی

علامہ بدر الدین عینی اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

عُرُوض عَرَض کی جمع ہے اور یہ نقد روپے اور کرنسی کے مقابلہ میں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ایسا سامان ہے جس میں نقد نہ ہو اور عُرْض (عین پر پیش کا معنی ہے:) جانب اور عِرْض (عین پر زیر) کا معنی ہے: کسی انسان کی مدح اور مذمت کی جگہ، اور عُرُوض پر خَاتَم من حَدِيد کا عطف ہے اور یہ خاص کا عام پر عطف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِرَجُلٍ تَزَوَّجْ وَلَوْ بِخَاتَمٍ مِنْ حَدِيدٍ۔

(صحیح البخاری: ۵۸۷۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۵، سنن ترمذی: ۱۱۱۴، سنن نسائی: ۳۲۸۰، سنن ابوداؤد: ۲۱۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از سفیان از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک مرد سے فرمایا: ''نکاح کرو خواہ لوہے کی انگوٹھی کے عوض''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۱۰ میں گزر چکی ہے۔
اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۵۱۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۵۳۔ بَابُ: الشُّرُوطِ فِي النِّكَاحِ — نکاح کی شروط

شرائط نکاح کی اقسام

علامہ عینی اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

عقد نکاح میں کئی قسم کی شرائط ہوتی ہیں: ان میں سے بعض شرائط کو پورا کرنا واجب ہے جیسے حسن معاشرت کی شرط اور بعض شرائط وہ ہیں جن کا پورا کرنا لازم نہیں ہے مثلاً عورت یہ شرط لگائے کہ تم اپنی پہلی بیوی کو طلاق دو اور بعض وہ شرائط ہیں جن میں اختلاف ہے مثلاً عورت عقد نکاح میں یہ شرط لگائے کہ مرد اس کے بعد دوسرا نکاح نہیں کرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۹۸۔۱۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عُمَرُ مَقَاطِعُ الْحُقُوقِ عِنْدَ الشُّرُوطِ وَقَالَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ فَأَحْسَنَ قَالَ حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاں شرط پائی جاتی ہے وہاں حقوق منقطع ہو جاتے ہیں، اور حضرت المسور (بن مخرمۃ) رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے سنا، نبی ﷺ نے اپنے داماد کا ذکر کیا، پھر اس کے داماد ہونے کی تعریف اور تحسین فرمائی، آپ نے فرمایا: اس نے مجھ

Marfat.com

سے بات کی تو سچ بولا اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا تو پورا کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ عورت کی لگائی ہوئی شرط پوری کی جائے گی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ پہلی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی امام ابوعبید نے اپنی سند کے ساتھ از عبدالرحمن بن غنم روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا، آپ نے اس مرد کے متعلق فیصلہ فرمایا جس نے عورت کے عقد نکاح میں یہ شرط لگائی تھی کہ وہ اس عورت کو اپنے گھر میں رکھے گا، پھر وہ کہیں اور جانا چاہتا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ عورت کی شرط کو پورا کیا جائے گا، پس مرد نے کہا: پھر وہ مرد اس عورت کو طلاق دے دے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شرط پائی جانے سے حقوق منقطع ہو جاتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ عقد نکاح میں جو شرط لگائی جائے اس کا پورا کرنا واجب ہے یعنی جب مرد نے عقد نکاح میں یہ شرط لگائی تھی کہ وہ عورت کو اپنے پاس رکھے گا تو اب وہ کہیں اور نہیں جاسکتا ورنہ اسے عورت کو طلاق دینا ہوگی۔

عقد نکاح میں عورت کی لگائی ہوئی شروط کے متعلق مذاہب فقہاء

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ مرد کسی عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس میں یہ شرط لگاتا ہے کہ وہ اس عورت کو اپنے گھر سے نہیں نکالے گا یا یہ شرط لگاتا ہے کہ وہ اس عورت کے اوپر دوسری عورت سے نکاح نہیں کرے گا یا کسی باندی کو نہیں رکھے گا یا ایسی دیگر شروط جو مباح ہیں تو اس کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل دو قول ہیں:

(۱) اس مرد پر لازم ہے کہ وہ اس شرط کو پورا کرے، امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس نے عقد نکاح میں یہ شرط لگائی کہ وہ عورت کو اپنے گھر سے نہیں نکالے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اس عورت کو اپنی شرط پوری کرانے کا حق ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۰۶۲۴، سنن سعید بن منصور: ۶۶۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۵۰)

اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ مرد اس عورت کی لگائی ہوئی شرطوں کو پورا کرے اور اس کی مثل طاؤس سے اور جابر بن زید سے بھی مروی ہے اور یہی امام اوزاعی، امام احمد اور اسحاق کا قول ہے اور علامہ ابن التین نے اس مذہب کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور الزہری سے بھی نقل کیا ہے اور بعض متاخرین نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۰۶۱۲، سنن سعید بن منصور: ۶۶۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۶۱۷، سنن سعید بن منصور: ۶۶۰)

(۲) شوہر کو یہ حکم دیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور شروط کو پورا کرے اور شوہر کے خلاف کوئی قطعی فیصلہ نہ کیا جائے، پس اگر شوہر اس پر اصرار کرے کہ وہ ضرور اس گھر کو چھوڑ کر جائے گا تو وہ دوسرے مردوں کی بہ نسبت اپنی بیوی کے ساتھ رہنے کا زیادہ حق دار ہے۔ عطاء، شعبی، سعید بن المسیب، النخعی، حسن بصری، ابن سیرین، ربیعہ، ابوالزناد اور قتادہ کا یہی مذہب ہے اور یہی امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے، اور عطاء نے کہا: جب عورت نے یہ شرط لگائی کہ تم اس کے اوپر کوئی اور نکاح نہیں کرو گے اور تم کوئی باندی نہیں رکھو گے اور تم جہاں بھی جاؤ گے اپنی بیوی کو ساتھ لے کے جاؤ گے تو یہ شرط باطل ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ ابن وہب نے اپنی سند کے ساتھ ابن سباق سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور یہ شرط لگائی کہ وہ اس عورت کو اپنے گھر سے نہیں نکالے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو ساقط کر دیا اور فرمایا کہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ رہے گی تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ امام ابوعبید نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سے اس مسئلہ میں مختلف روایات منقول ہیں اور اس مسئلہ میں تابعین اور بعد کے فقہاء کا اختلاف ہے، امام اوزاعی نے کہا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول اول پر عمل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ عورت کو اپنی شرط پوری کرانے کا حق ہے، اور اللیث نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے، اور امام مالک اور سفیان بن سعید نے ان کی موافقت کی ہے۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ امام بخاری کی دوسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت مسور بن مخرمہ القرشی الزہری ابوعبدالرحمٰن ہجرت کے دو سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے اور آٹھ ذی الحج کو انہیں مدینہ منورہ لایا گیا۔ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنیں اور ان کو محفوظ رکھا۔ یہ مدینہ منورہ ہی میں رہے حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، پھر یہ مکہ مکرمہ میں منتقل ہو گئے حتیٰ کہ الحصین بن نمیر نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے قتال کے لیے مکہ پر حملہ کیا اور مکہ کا محاصرہ کیا اور جب اس نے مکہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا اس وقت منجنیق کا پتھر ان پر آ کر لگا اور اس وقت یہ حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے، سو اس پتھر کی ضرب سے حضرت مسور شہید ہو گئے، یہ ربیع الاول چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے الحجون میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

داماد رسول حضرت ابوالعاص بن ربیع کا تذکرہ

حضرت ابوالعاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ آپ نے اپنی سب سے بڑی صاحب زادی حضرت سیدہ زینت رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح کیا تھا۔ ان کے نام میں اختلاف ہے، ان کا زیادہ مشہور نام لقیط ہے اور مہشم اور ھشیم کے بھی اقوال ہیں، ابوالعاص کفار قریش کے ساتھ غزوہ بدر میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئے تھے۔ یہ دوسرے قیدیوں کے ساتھ قید ہو گئے تھے، پس اہل مکہ نے فدیہ کی رقوم بھیجیں تو ان کے بھائی عمرو بن الربیع وہ مال لے کر آئے جس کو حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قید سے چھڑانے کے لیے بھیجا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رشتۂ دامادی کی تعریف اور تحسین فرمائی ہے، حضرت زینب ان کو مکہ میں چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئی تھیں، پھر کچھ عرصہ بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ان کی طرف لوٹا دیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۹۹۔ ۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَحَقُّ مَا أَوْفَيْتُمْ مِنَ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ.

(صحیح مسلم: ۱۴۱۸، سنن ترمذی: ۱۱۲۷، سنن نسائی: ۳۲۸۱، سنن ابو داؤد: ۲۱۳۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۵۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جو شروط سب سے زیادہ پوری کی جانے کی حق دار ہیں یہ وہ شروط ہیں جن کے سبب سے تم نکاح کو حلال کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۲۱ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

عقد نکاح میں عورت کی عائد کردہ شروط کو پورا کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کا محمل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ائمہ اربعہ اور ان کے موافقین فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ عقد نکاح کی شروط کو پورا کرنا لازم نہیں ہے، اور انہوں نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو استحباب پر محمول کیا ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد حضرت ابو العاص بن الربیع کے متعلق فرمایا کہ جب اس نے مجھ سے بات کی تو سچ بولا اور جب مجھ سے وعدہ کیا تو وعدہ کو پورا کیا، شارحین نے بیان کیا کہ حضرت ابوالعاص بن الربیع اس وجہ سے مدح کے مستحق تھے کہ انہوں نے از خود تبرع کرتے ہوئے نکاح کی شرائط کو پورا کیا۔

عقد نکاح کی جو شرائط کتاب اللہ کے خلاف ہوں ان کا لازم نہ ہونا اور قرآن مجید کے موافق عمل کرنے کا استحباب

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ ان فقہاء کا قول زیادہ صحیح ہے جنہوں نے عقد نکاح کی شرائط کو باطل قرار دیا اور نکاح کو ثابت رکھا کیونکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہر وہ شرط باطل ہے جو کتاب اللہ میں مذکور نہ ہو خواہ ایسی سو شرطیں ہوں۔ (صحیح البخاری: ۲۷۲۹) پھر آپ نے بیع کو جائز قرار دیا اور شرط کو باطل قرار دیا، لہٰذا عقد نکاح کی جو شرائط کتاب اللہ کے خلاف ہوں تو ایسی شرائط کو باطل کر کے کتاب اللہ کے موافق عمل کرنا چاہیے۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کے لیے چار بیویوں تک نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، پس اگر کوئی عورت عقد نکاح میں یہ شرط لگائے کہ اس نکاح کے بعد دوسرا نکاح نہیں کیا جائے گا تو اس کی یہ شرط کتاب اللہ کے خلاف ہے، اسی لیے اس شرط کو باطل کرنا چاہیے اور کتاب اللہ پر عمل کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر عورت نے عقد نکاح میں شرط لگائی کہ اس کا خاوند اس گھر کو چھوڑ کر کسی اور گھر میں جا کر نہیں رہے گا اور اس پر قسم کھالی تو خاوند پر اس شرط کو پورا کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کسی اور گھر میں رہنے کو مباح کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اباحت اور اجازت کے خلاف اس عورت کی شرط باطل ہے، لہٰذا اس شرط کو پورا نہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی اباحت اور اجازت پر عمل کیا جائے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۲۰۔۲۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۵۴۔ بَابُ: الشُّرُوطِ الَّتِی لَا تَحِلُّ فِی النِّكَاحِ — جو شرائط عقد نکاح میں جائز نہیں ہیں

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کون سی شرطیں عقد نکاح میں جائز نہیں ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ لَا تَشْتَرِطِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی عورت اپنی بہن کو طلاق دینے کی شرط نہ لگائے۔

حدیث مذکور میں اجنبی عورت کو طلاق کی شرط سے منع فرمایا ہے یا بیوی کو

علامہ عینی امام بخاری کی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول موقوف ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی مرفوعاً بھی روایت کی ہے۔

علامہ نووی شافعی نے کہا ہے: اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ کوئی اجنبی عورت کسی مرد سے یہ سوال نہ کرے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے، پھر وہ عورت اس مرد سے نکاح کر لے گی اور اس حدیث میں جو بہن کا لفظ ہے اس سے مراد عام ہے کہ وہ اس کی کوئی

Marfat.com

بہن ہو خواہ نسبی بہن ہو، خواہ رضاعی بہن ہو، خواہ دینی بہن ہو اور اس حکم میں کافرہ بھی داخل ہے اگر چہ وہ اس کی دینی بہن نہیں ہے۔

حافظ ابوعمر ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں بہن سے مراد سوکن ہے، انہوں نے کہا: اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ کوئی عورت اپنے خاوند سے یہ سوال نہ کرے کہ وہ اس کی سوکن کو طلاق دے دے تا کہ وہ اپنے خاوند کی اکیلی مالک ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۵۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ زَكَرِيَّاءَ هُوَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تَسْأَلُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔

(صحیح البخاری: ۶۶۰۱، صحیح مسلم: ۱۰۷۶، سنن ترمذی: ۱۱۳۴، سنن نسائی: ۳۲۳۹، سنن ابوداؤد: ۲۰۸۰، سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۷، مؤطا امام مالک ص ۱۶۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از زکریا اور وہ ابن ابی زائدۃ ہیں از سعد بن ابراہیم از ابو سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے لیے اپنی بہن کی طلاق کا سوال کرنا جائز نہیں ہے تا کہ وہ اس کے برتن کو فارغ کر لے اور اس کے لیے وہی ہے جو اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۱۴۰ میں گزر چکی ہے۔

الصحفہ کا معنی اور وجہ تشبیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے الصحفہ کا معنی لکھا ہے: وہ برتن جو بڑے پیالہ کی مثل ہو، انہوں نے کہا: یہ مثال اس وقت بیان کی جاتی ہے جب کوئی شخص دوسرے کے حصے کو اپنے لیے خاص کر لے اور کسی پیالہ میں جو لذیذ طعام ہو اس کو اپنے لیے ترجیح دے، اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کے منافع کو اپنے لیے خاص کر لے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۲۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر شافعی کی یہ شرح غلط فاحش ہے۔ علامہ ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے: اس حدیث میں الصحفہ سے مراد ایسا بڑا پیالہ ہے جس میں سے پانچ آدمی سیر ہو کر کھا سکیں اور یہ مثال اس وقت بیان کی جاتی ہے جب کوئی شخص اس پیالہ کو اپنے لیے مخصوص کر لے اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص دوسرے کے پیالہ کو پلٹ لے اور اس میں جو طعام ہے اس کو اپنے لیے مخصوص کر لے۔

(النہایہ ج ۳ ص ۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں استعارہ تمثیلیہ ہے، نصیب اور بخت کو پیالہ اور اس میں لذیذ چیزوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور پیالہ کے خالی کرنے کو طلاق کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، پھر مشبہ کو مشبہ بہ کی جنس میں داخل کیا گیا ہے، ذکر مشبہ یعنی پیالہ کا ہے اور مراد بھی مشبہ ہی ہے لیکن پیالہ کو خالی کرنے کے ذکر سے ذہن مشبہ بہ یعنی طلاق کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۰۲، دار الکتب

Marfat.com

العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

علامہ عینی پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ علامہ الطیبی کی عبارت کو نقل کر رہے ہیں حالانکہ ان کی عبارت ہماری شرح کے مخالف نہیں ہے جس کو ہم نے علامہ نووی کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مستعان ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۹۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: یہ درست ہے کہ علامہ عینی حنفی نے حافظ ابن حجر کی شرح سے زائد کوئی بات نہیں لکھی، تاہم علامہ عینی کی شرح میں جتنی تفصیل ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح میں اتنی تفصیل نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

اس شرط کے ساتھ نکاح کرنا کہ مرد اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دے گا، اس کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن حبیب نے کہا ہے: کسی عورت کا اپنی بہن کو طلاق دینے کا سوال کرنا مکروہ ہے لیکن فقہاء کے نزدیک یہ کراہت تنزیہی ہے کراہت تحریمی نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام مالک، فقہاء احناف اور امام شافعی نے اس کو جائز قرار دیا ہے کہ کوئی مرد کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا، انہوں نے کہا ہے کہ اگر کسی مرد نے ایک ہزار روپیہ مہر پر اس شرط کے ساتھ نکاح کیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا تو فقہاء احناف کے نزدیک یہ نکاح جائز ہے اور اگر اس نے ایک ہزار روپیہ مہر میں دے دیا تو فبہا اور اگر نہیں دیا تو مہر مثل لازم ہوگا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۵۵۔ بَابُ: الصُّفْرَةِ لِلْمُتَزَوِّجِ — نکاح کرنے والے کو ابٹن (یا زرد رنگ) لگانا

علامہ عینی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی نکاح کرنے والے کے جسم پر زعفران یا زرد رنگ کو ملنا جائز ہے۔

وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔ اس کی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل حدیث موصول کی طرف اشارہ کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعد بن ربیع الانصاری کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا اور حضرت سعد مالدار مرد تھے، پس انہوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے کہا: میں اپنا آدھا مال آپ کو دیتا ہوں اور (اپنی کسی بیوی سے) آپ کی شادی کر دیتا ہوں، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور مال میں برکت عطا فرمائے آپ میری بازار کی طرف رہنمائی کریں، پھر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف بازار سے لوٹے تو وہ کچھ پنیر اور گھی نفع میں حاصل کر چکے تھے، پھر وہ اس مال کو لے کر اپنے گھر آئے، پھر چند دن ٹھہرنے کے بعد یا جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ اس حال میں آئے کہ ان پر ابٹن یا زعفران کا رنگ لگا ہوا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: اس رنگ کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے، آپ نے پوچھا: تم نے اس کو کتنا مہر دیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: ایک گٹھلی سونا یا کہا: ایک گٹھلی کے برابر سونا، آپ نے فرمایا: ''تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے کرو''۔ (صحیح البخاری: ۲۰۴۹)

Marfat.com

۵۱۵۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَبِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ كَمْ سُقْتَ إِلَيْهَا قَالَ زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔

(صحیح البخاری: ۲۰۴۹، صحیح مسلم: ۱۴۲۷، مسند احمد: ۱۳۳۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان پر زعفران کے رنگ کا اثر تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے، آپ نے پوچھا: تم نے اس کو کتنا مہر دیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ گٹھلی کے برابر سونا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے کی توجیہ، زرد رنگ کے لباس کی فضیلت اور اس سے ممانعت کا تنزیہ کے لیے ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حماد بن سلمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے جسم پر زعفران کا رنگ لگا ہوا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے جو شادی کے موقع پر پہنے جاتے ہیں ان کے پہننے سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے جسم پر زرد رنگ لگ گیا تھا۔

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: ایک قول یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں جو شخص نکاح کرتا تھا وہ زرد رنگ کے کپڑے پہنتا تھا، اور یہ کپڑے شادی اور خوشی کی علامت ہوتے تھے کیونکہ حماد بن سلمہ کی روایت میں مذکور ہے نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے اوپر خوشی کے آثار دیکھے تو ان سے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے زرد رنگ کا لباس اس لیے پہنا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کی شادی ہو چکی ہے اور وہ ولیمہ کرنے میں ان کی مدد کریں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تمام رنگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت رنگ زرد رنگ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِينَ ۝ (البقرۃ: ۶۹)

بے شک وہ چمک دار زرد رنگ کی گائے ہے دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے ۝

پس اللہ تعالیٰ نے خوشی کو زرد رنگ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ بھی زرد رنگ کو پسند فرماتے تھے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ وہ زرد رنگ کا خضاب کیوں لگاتے ہیں اور زرد رنگ کا عمامہ کیوں پہنتے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے اور زرد رنگ کا عمامہ باندھتے تھے، جب سے میں بھی زرد رنگ سے محبت کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۱۶۶، صحیح مسلم: ۱۱۸۷، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۰، سنن نسائی: ۱۱۷)

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں کو پہننے سے جو

منع فرمایا ہے وہ ممانعت تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ تنزیہہ کے لیے ہے۔
(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں کے پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
حافظ ابن عبد البر نے الزہری سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام زرد رنگ لگاتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور ابن سفیان نے کہا: ہمارے اصحاب کے نزدیک کپڑوں کو زرد رنگ میں رنگنا جائز ہے اور جسم پر زرد رنگ لگانا جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ مرد کا اپنے کپڑوں اور ڈاڑھی کو زعفران کے ساتھ رنگنا مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرد کو زعفران کے رنگ سے منع فرمایا ہے، یہ ممانعت حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔
میں کہتا ہوں: صحیح یہ ہے کہ یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے تحریم کے لیے نہیں ہے جیسا کہ علامہ المہلب مالکی کی تحقیق ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

ولیمہ کے شرعی حکم کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث سے غیر مقلدین نے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر وہ مرد جو نکاح کرے اس پر ولیمہ کرنا فرض ہے خواہ وہ کم مال سے ولیمہ کرے، اور ابو سلیمان کا بھی یہی موقف ہے۔ علامہ القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ نے کہا ہے کہ امام شافعی کا بھی یہی ایک قول ہے اور امام مالک کا بھی مشہور مذہب یہی ہے اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ نے لکھا ہے کہ جو مرد نکاح کرے اس کے لیے ولیمہ کرنا مستحب ہے خواہ وہ ایک بکری سے ولیمہ کرے۔ اور انہوں نے کہا کہ اہل علم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نکاح میں ولیمہ کرنا سنت مشروعہ ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک یہ واجب نہیں ہے اور امام شافعی کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ ولیمہ کرنا واجب ہے کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ولیمہ کرنے کا حکم دیا اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے، نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا کہ ولیمہ خوشی کے موقع کی دعوت ہے جو خوشی نئی نئی حاصل ہوئی ہو، پس یہ خوشی کے موقع کی دعوت باقی دعوتوں کی طرح مستحب ہے۔

ولیمہ کی مقدار میں متعدد اقوال

نبی ﷺ نے فرمایا: خواہ ایک بکری سے ولیمہ کرو، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایک بکری سے ولیمہ کرنا واجب نہیں ہے اور کم مال سے ولیمہ کرنے کی کوئی حد نہیں ہے اور نہ زیادہ مال سے ولیمہ کرنے کی کوئی حد ہے۔
علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ مختلف ولیموں میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات مختلف ہیں اور ولیمہ کرنا خوش حال لوگوں پر ان کی وسعت کے اعتبار سے واجب ہے اور آپ نے جو حضرت عبد الرحمن سے فرمایا: خواہ ایک بکری سے ولیمہ کرو، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک بکری سے کم ولیمہ کرنا جائز نہیں ہے، آپ نے ایک بکری کو کم از کم خوش حالی کی غایت قرار دیا ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نبی ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا ہو کہ جب صحابہ کرام نے ہجرت کی تھی تو وہ ہجرت کے وقت بہت تنگ دست تھے، پھر جب خیبر کی فتح اور دیگر فتوحات کی وجہ سے مسلمانوں پر خوش حالی آ گئی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بہت عمدہ ولیمہ کیا،

Marfat.com

ولیمہ کرنے کے وقت میں متعدد اقوال

متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ ولیمہ کس وقت مشروع ہے، آیا یہ عقد نکاح کے وقت ہے یا اس کے بعد ہے یا دخول کے وقت ہے یا اس کے بعد ہے یا اس میں عقد نکاح سے لے کر دخول کے وقت تک ولیمہ کرنے کی گنجائش ہے، اس سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ فقہاء مالکیہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ دخول کے بعد ولیمہ کیا جائے اور فقہاء مالکیہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ عقد نکاح کے وقت ولیمہ کیا جائے اور ابن حبیب مالکی کے نزدیک عقد نکاح کے وقت ولیمہ کیا جائے اور دخول کے بعد ولیمہ کیا جائے اور دوسرے مقام پر انہوں نے کہا کہ دخول سے پہلے اور دخول کے بعد ولیمہ کرنا جائز ہے۔

علامہ الماوردی الشافعی نے کہا ہے کہ دخول کے وقت ولیمہ کیا جائے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد جب صبح کی تو آپ نے صحابہ کو کھانے کے لیے بلایا۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد مشروع ہے، اور بعض مالکیہ نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ ولیمہ شب زفاف کے وقت ہو اور لوگوں کا عمل اس پر ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۰۴۔ ۲۰۳ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۶۔ بَابٌ: باب

یہ باب ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہے اور بمنزلہ فصل ہے۔

۵۱۵۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَوْلَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِزَيْنَبَ فَأَوْسَعَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا فَخَرَجَ كَمَا يَصْنَعُ إِذَا تَزَوَّجَ فَأَتَى حُجَرَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ يَدْعُو وَيَدْعُونَ لَهُ ثُمَّ انْصَرَفَ فَرَأَى رَجُلَيْنِ فَرَجَعَ لَا أَدْرِي آخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ بِخُرُوجِهِمَا.

(صحیح البخاری: ۵۱۶۳، ۵۱۶۶، ۵۱۶۸، ۵۱۷۰، ۵۱۷۱، ۵۴۶۶، ۶۲۳۸، ۶۲۳۹، ۶۲۷۱، ۷۴۲۱، صحیح مسلم: ۸۶، سنن ترمذی: ۳۲۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا اور اس میں مسلمانوں کو بہت وسعت کے ساتھ کھانا کھلایا، پھر آپ نے اس طرح کیا جس طرح آپ نکاح کے وقت کرتے تھے، پس آپ امہات المومنین کے حجروں میں گئے (اور) دعاء کی اور انہوں نے آپ کو دعا دی، پھر آپ واپس آئے تو آپ نے دیکھا (آپ کے گھر میں) دو مرد بیٹھے ہوئے ہیں، سو آپ واپس چلے گئے، حضرت انس نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ میں نے آپ کو خبر دی تھی یا کسی اور نے ان دو مردوں کے گھر سے نکلنے کی خبر دی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۹۱ میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی پر یہ اشکال ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے یعنی ''نکاح کرنے والے کو دعا دینا یا زعفران لگانا''۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ بخاری کے اکثر نسخوں میں لفظ باب ہے، وہ اگرچہ بغیر عنوان کے ہے لیکن وہ

Marfat.com

بمنزلہ فصل ہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کا اس حدیث میں ذکر ہے اور اس حدیث میں ابٹن یا زعفران کا ذکر نہیں ہے، اور امام بخاری نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ نکاح کرنے والے کے لیے ابٹن یا زعفران لگانا جائز ہے اور ہر نکاح کرنے والے کے لیے ابٹن لگانا شرط نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۸۲۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر کی یہ عبارت بہت واہی اور ضعیف ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: نکاح کرنے والے کے لیے ابٹن یا زعفران لگانا اور اس حدیث میں ابٹن یا زعفران کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے، اس کی توجیہ یوں ہوسکتی ہے کہ حدیث سابق میں آپ نے ولیمہ کرنے کا حکم دیا تھا اور اس حدیث میں آپ کے خود ولیمہ کرنے کا ذکر ہے اور اس سے زیادہ مکمل مناسبت اور کیا ہوسکتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتقاض الاعتراض میں علامہ عینی کے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں لکھا۔
(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۹۵)

حدیث مذکور کی شرح

آپ نے حضرت زینب بنت جحش کے ولیمہ میں لوگوں کو روٹیاں اور گوشت کھلایا، پھر آپ اپنی عادت کے مطابق ازواج مطہرات کے حجروں میں گئے اور آپ نے ان میں سے ہر ایک کو سلام کیا، اور ان سب نے آپ کو خیر اور برکت کی دعا دی، پھر آپ ازواج مطہرات کے حجروں سے واپس اپنے گھر میں آ گئے تو آپ نے دیکھا جن لوگوں کو ولیمہ میں بلایا گیا تھا وہ سب کھانا کھا کر چلے گئے اور دو مرد آپ کے گھر میں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے، یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر ازواج مطہرات کے حجروں کی طرف چلے گئے، آپ واپس آئے تو وہ مرد ابھی بیٹھے ہوئے تھے، پھر جب انہوں نے آپ کو دوبارہ واپس آتے ہوئے دیکھا تو پھر وہ چلے گئے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۷۔ بَابٌ: كَيْفَ يُدْعَى لِلْمُتَزَوِّجِ

نکاح کرنے والے کو کیسے دعا دی جائے

۵۱۵۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ قَالَ مَا هٰذَا قَالَ إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔

(صحیح البخاری: ۱۵۶۷، ۲۰۸۲، ۶۳۸۶، صحیح مسلم: ۱۴۲۷، سنن ترمذی: ۱۰۹۴، سنن نسائی: ۳۳۵۱، سنن ابو داؤد: ۲۱۰۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی وہ ابن زید ہیں از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے اوپر زرد رنگ کا اثر دیکھا، پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے گٹھلی کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا ہے تو آپ نے دعا دی: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۴۹ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

نکاح کرنے والے کے لیے دعائیہ کلمات کے متعلق احادیث

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بنوجشم کی ایک عورت سے نکاح کیا تو لوگوں نے دعا دی: الرفا والبنین ''یعنی تم دونوں کے درمیان اتفاق رہے اور تم کو اولاد نصیب ہو''۔ تو حضرت عقیل نے کہا: اس طرح نہ کہو لیکن اس طرح دعا دو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی تھی: ''اے اللہ! ان پر برکت نازل فرما''۔

(سنن دارمی: ۲۲۱۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۴۸، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۷ ص ۱۹۴۔ ۱۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۴۵۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی انسان کو نکاح کی مبارک باد دیتے تو کہتے: ''اللہ تمہارے لیے برکت دے اور تم پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کو خیر پر جمع رکھے''۔

(سنن ترمذی: ۱۰۹۱، سنن ابوداؤد: ۲۱۳۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۱، سنن دارمی: ۲۲۲۰، صحیح ابن حبان: ۴۰۵۲، المستدرک ج ۲ ص ۱۸۳)

اس اعتراض کا جواب کہ اس باب کا عنوان ہے: دلہن کو تیار کرنے والی عورتوں کو دعائے خیر دینا حالانکہ اس باب کی حدیث میں ان عورتوں کے لیے دعا کا ذکر نہیں ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: ظاہر حدیث اس باب کے عنوان کے مخالف ہے کیونکہ اس حدیث میں دلہن کو تیار کرنے والی عورتوں نے دلہن کو دعا دی ہے اور کہا ہے کہ علی الخیر والبرکۃ، نہ کہ اس حدیث میں دلہن کو تیار کرنے والی عورتوں کے لیے دعا کا ذکر ہے۔ علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے اس اشکال کے جواب میں کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا ذکر ہے جو ان عورتوں کو ہدایت دے رہی تھیں جو حضرت عائشہ کو دلہن بنا رہی تھی، سو ان عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دعا دی اور جو ان کو دلہن بنا رہی تھیں ان کو بھی دعا دی، اور علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ دعا ان عورتوں کے ساتھ مخصوص ہو جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دلہن بنا کر پیش کر رہی تھیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے: جو عورتیں دلہن کو پیش کر رہی ہوں خواہ کم ہوں یا زیادہ ہوں اور ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ یہ دعا ان عورتوں کے لیے تھی جو گھر میں حاضر تھیں دلہن کے آنے سے پہلے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۲۹، ملخصاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی اس عبارت پر یہ اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تمام جوابات محض تکلفات ہیں اور اکثر جوابات قانون سے خارج ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۸۔ بَابُ: الدُّعَاءِ لِلنِّسَاءِ اللَّاتِي يَهْدِينَ الْعَرُوسَ وَلِلْعَرُوسِ

جو عورتیں دلہن کو دولہا کے گھر لے کر آئیں ان کو کس طرح دعا دی جائے اور دلہن کو کس طرح دعا دی جائے

۵۱۵۶۔ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَتَتْنِي أُمِّي فَأَدْخَلَتْنِي الدَّارَ فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْبَيْتِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلَى خَيْرِ طَائِرٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا، پس میرے پاس میری والدہ آئیں، سو انہوں نے مجھے گھر میں داخل کیا، سو اس وقت

Marfat.com

انصار کی عورتیں گھر میں یہ دعائیہ کلمات پڑھ رہی تھیں، تم پر خیر اور برکت نازل ہو اور تمہارا نصیب نیک ہو۔

(صحیح البخاری: ۵۱۵۷، ۵۱۶۰، صحیح مسلم: ۱۴۲۲، ابوداؤد: ۲۱۲۱، ابن ماجہ: ۱۸۷۶)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۹۴ میں گزر چکی ہے۔

دولہا کے لیے مبارک باد کے دعائیہ کلمات کے متعلق دیگر احادیث

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک دولہا کے پاس گئے تو آپ نے دعا دی: ''تم باہم محبت اور خیر کے ساتھ رہو، تمہارا نصیب بابرکت ہو، تمہیں رزق میں کشادگی حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے''۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۹۱، مسند الشامیین: ۲۱۶۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۸۷)

ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے یونس بن یزید کو اپنے نکاح پر دعوت دی تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابن شہاب سے سنا کہ وہ اپنے صاحب کے نکاح پر دعائیہ کلمات کہہ رہے تھے: اللہ تعالیٰ تمہیں نیک بخت کرے اور تمہارا نصیب مبارک کرے۔ (الکامل لابن عدی: ۱۰۱۳)

۵۹۔ بَابُ: مَنْ أَحَبَّ الْبِنَاءَ قَبْلَ الْغَزْوِ

جس نے کہا: جہاد میں روانہ ہونے سے پہلے بیوی سے مجامعت کرنا مستحب ہے

علامہ عینی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں: جس شخص نے ابھی تک اپنی بیوی سے دخول نہ کیا ہو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ جہاد پر روانہ ہونے سے پہلے اپنی بیوی سے مجامعت کرے۔

۵۱۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ لَا يَتْبَعْنِي رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَلَمْ يَبْنِ بِهَا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۴۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے بیان فرمایا: انبیاء سابقین میں سے ایک نبی جہاد میں گئے تو انہوں نے اپنی امت سے کہا: میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ جائے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور وہ اس سے مجامعت کا ارادہ رکھتا ہو اور اس نے ابھی تک اس کے ساتھ مجامعت نہ کی ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۱۲۴ میں گزر چکی ہے۔

مجاہدین کے درمیان اتفاق اور اتحاد ہونا چاہیے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث کا تکملہ یہ ہے: یا جس مرد نے کوئی مکان بنایا ہو اور ابھی تک اس میں رہائش نہ کی ہو۔

اس حدیث کے مسائل یہ ہیں کہ جہاد میں پوری بصیرت کے ساتھ روانہ ہونا چاہیے اور مجاہدین کے درمیان اتفاق اور اتحاد ہونا چاہیے کیونکہ جب ان کے درمیان اتفاق اور اتحاد ہوگا تو فتح اور نصرت حاصل ہوگی۔ اور جب ان کے درمیان اختلاف ہوگا تو شکست

Marfat.com

کا خطرہ ہوگا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۲۵۔ ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۶۰۔ بَابُ: مَنْ بَنَى بِامْرَأَةٍ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ

جس نے بیوی کے ساتھ مجامعت کی اور اس وقت اس کی (بیوی کی) عمر نو سال تھی۔

۵۱۵۸۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا۔

(صحیح البخاری: ۵۱۶۰، صحیح مسلم: ۱۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۲۱۲۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصۃ بن عقبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروۃ از عروۃ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جب ان کی عمر چھ سال تھی اور ان کے ساتھ مجامعت کی جب ان کی عمر نو سال تھی اور وہ آپ کے ساتھ نو سال رہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۹۴ میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث کا اس باب میں ذکر کرنا بے فائدہ ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث مرسل ہے اور قریب ہی یہ حدیث اس باب میں گزر چکی ہے: ''مرد کا اپنی نابالغ اولاد کا نکاح کرنا''۔

یہاں یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا فائدہ یہ بتانا ہے کہ جو مرد کسی نابالغ لڑکی سے نکاح کرے تو وہ اس وقت تک اس کے ساتھ مجامعت نہ کرے جب تک کہ اس کی عمر نو سال نہ ہو جائے، اور اگر وہ اس سے کم عمر میں جماع کی طاقت رکھتی ہو تو اس کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے اور اگر نو سال کی عمر ہونے کے بعد بھی جماع کی طاقت نہ رکھے تو اس کے ساتھ جماع کرنا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۱۔ بَابُ: الْبِنَاءِ فِي السَّفَرِ

سفر میں (اپنی بیوی کے ساتھ) مجامعت کرنا

۵۱۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثًا يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ فَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فَأَلْقَى فِيهَا مِنَ التَّمْرِ وَالْأَقِطِ وَالسَّمْنِ فَكَانَتْ وَلِيمَتَهُ فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ فَقَالُوا إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ مِنْ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّى لَهَا خَلْفَهُ وَمَدَّ الْحِجَابَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ النَّاسِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے خبر دی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن ٹھہرے، آپ نے (وہاں) حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے ساتھ مجامعت کی، پس میں نے صحابہ کو آپ کے ولیمہ کی دعوت دی، پس اس ولیمہ میں روٹیاں اور گوشت نہیں تھا، آپ نے چمڑے کے ٹکڑے کو بچھانے کا حکم دیا، پھر اس میں کھجوریں، پنیر اور گھی لا کر ڈالا گیا، سو یہ آپ کا ولیمہ تھا، صحابہ نے کہا: یا تو (حضرت صفیہ) امہات المومنین میں سے ایک ہیں اور یا آپ کی مملوکہ کنیز ہیں، پھر انہوں نے کہا: اگر آپ نے ان کو حجاب میں رکھا

Marfat.com

تو یہ امہات المومنین میں سے ہیں اور اگر آپ نے ان کو حجاب میں نہیں رکھا تو پھر یہ آپ کی مملوکہ کنیزوں میں سے ہیں، پھر جب آپ روانہ ہوئے تو آپ نے اپنے پیچھے حضرت صفیہ کے لیے جگہ بنائی اور ان کے اور لوگوں کے درمیان حجاب ڈال دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۱۶۹، ۵۳۸۷، ۵۴۲۵، ۵۴۲۸، ۵۹۶۸، ۶۱۸۵، ۶۳۶۳، ۶۳۶۹، ۷۳۳۳، صحیح مسلم: ۱۳۳۵، سنن ترمذی: ۱۰۹۵، سنن نسائی: ۵۴۷، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۴، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۹)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل فقہیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

(۱) سفر میں اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کرنا جائز ہے۔

(۲) عالم اور سربراہ ملک کے ساتھ مسافروں کا دو دن یا تین دن قیام کرنا جائز ہے اور یہ امیر سلطنت کا ظلم نہیں ہے کیونکہ تین دن تک ایام سفر ہیں، اور اگر امیر سلطنت مسافروں کو اپنے کسی نجی کام کی وجہ سے تین دن سے زیادہ ٹھہرائے تو یہ اس کا ظلم ہے اور اس پر اس کو گناہ ہوگا۔

(۳) شادی شدہ عورت کے ساتھ سفر میں تین دن تک ٹھہرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۶۲۔ بَابُ: الْبِنَاءِ بِالنَّهَارِ بِغَيْرِ مَرْكَبٍ وَلَا نِيرَانٍ

دن میں بیوی کے ساتھ مجامعت کرنا بغیر سواری اور روشنی کے

۵۱۶۰۔ حَدَّثَنِي فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَأَتَتْنِي أُمِّي فَأَدْخَلَتْنِي الدَّارَ فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ضُحًى۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا، پس میرے پاس میری والدہ آئیں، سوانہوں نے مجھے گھر میں داخل کیا، پس مجھے اس چیز نے خوف زدہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس چاشت کے وقت تشریف لائے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۹۶، ۵۱۳۳، ۵۱۳۴، ۵۱۵۶، ۵۱۵۸، صحیح مسلم: ۱۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۲۱۲۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۶)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۹۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ دن کے وقت جماع کیا ہے، اور یہی امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۱۰)

Marfat.com

٦٣- بَابُ: الْأَنْمَاطِ وَنَحْوِهَا لِلنِّسَاءِ

دلہنوں کے لیے غالیچے وغیرہ بچھانا

٥١٦١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هَلِ اتَّخَذْتُمْ أَنْمَاطًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَأَنَّى لَنَا أَنْمَاطٌ قَالَ إِنَّهَا سَتَكُونُ.

(صحیح مسلم: ٢٠٨٣، سنن ترمذی: ٢٧٧٤، سنن نسائی: ٣٣٨٦، سنن ابوداؤد: ٤١٤٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے غالیچے بنائے ہیں؟" میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے غالیچے کہاں سے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: "عنقریب ہوں گے"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٦٣١ میں گزر چکی ہے۔

انماط کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انماط نمط کی جمع ہے، یہ بستر کے اوپر کی قیمتی چادر ہے، اس کو غالیچہ اور سوزنی کہا جاتا ہے، علامہ نووی نے کہا ہے: اس کو پالان پر بچھایا جاتا ہے اور کبھی اس کا پردہ لٹکایا جاتا ہے اور اس کا معنی طریقہ بھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ٢١٠، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں نبی ﷺ کے علم غیب کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: عنقریب تمہیں غالیچے حاصل ہوں گے۔ (سعیدی غفرلہ)

٦٤- بَابُ: النِّسْوَةِ اللَّاتِي يَهْدِينَ الْمَرْأَةَ إِلَى زَوْجِهَا

وہ عورتیں جو دلہن کو اس کے دولہا کے سامنے پیش کریں

٥١٦٢- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا زَفَّتْ امْرَأَةً إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ يَا عَائِشَةُ مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ.

(الجمع بین الصحیحین: ٣٣٤٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت کو انصار کے ایک مرد کے سامنے پیش کیا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہارے ساتھ لہو (دف) نہیں تھا؟ کیونکہ انصار کو لہو اچھا لگتا ہے۔

شادی وغیرہ کی تقریب میں آلات موسیقی وغیرہ بجانے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ٤٤٩ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ولیمہ نکاح میں لہو کے ساتھ شغل جائز ہے اور لہو سے مراد ہے: دف یا اس کے مشابہ آلات موسیقی کو

Marfat.com

بجانا جب تک کہ اس میں کوئی حرام چیز نہ ہو، اور ولیمہ نکاح کو اس کے ساتھ خاص کیا ہے تاکہ نکاح ظاہر ہو جائے اور مشہور ہو جائے اور اس کے حقوق سب کو معلوم ہو جائیں۔

امام مالک نے کہا ہے کہ دف اور دیگر آلات موسیقی کو ولیمہ میں بجانا جائز ہے کیونکہ میری رائے یہ ہے کہ اس میں تخفیف ہے اور اگر اس میں منہ سے بجانے والا ساز ہو یعنی مزامیر ہو تو میں اس کو مکروہ قرار دیتا ہوں۔

اصبغ نے کہا ہے: شادی کی تقریب ہو یا کوئی اور موقع ہو اس میں گیت گانا جائز نہیں ہے مگر جتنی مقدار میں انصار کی عورتوں نے گیت گایا تھا یا خفیف رجز ہو، اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ''باب ولیمہ'' میں بیان کروں گا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۶۵۔ بَابٌ: اَلْهَدِيَّةِ لِلْعَرُوسِ — دولہا کے لیے ہدیہ بھیجنا

دولہا کے لیے ہدیہ بھیجنے کا وقت

علامہ عینی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں: دخول کی رات کی صبح کو دولہا کے لیے ہدیہ بھیجنا تاکہ دولہا اس ہدیہ کا ولیمہ کر سکے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۱۲)

۵۱۶۳۔ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ وَاسْمُهُ الْجَعْدُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَرَّ بِنَا فِي مَسْجِدِ بَنِي رِفَاعَةَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا مَرَّ بِجَنَبَاتِ أُمِّ سُلَيْمٍ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَلَّمَ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَرُوسًا بِزَيْنَبَ فَقَالَتْ لِي أُمُّ سُلَيْمٍ لَوْ أَهْدَيْنَا لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم هَدِيَّةً فَقُلْتُ لَهَا افْعَلِي فَعَمَدَتْ إِلَى تَمْرٍ وَسَمْنٍ وَأَقِطٍ فَاتَّخَذَتْ حَيْسَةً فِي بُرْمَةٍ فَأَرْسَلَتْ بِهَا مَعِي إِلَيْهِ فَانْطَلَقْتُ بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لِي ضَعْهَا ثُمَّ أَمَرَنِي فَقَالَ ادْعُ لِي رِجَالًا سَمَّاهُمْ وَادْعُ لِي مَنْ لَقِيتَ قَالَ فَفَعَلْتُ الَّذِي أَمَرَنِي فَرَجَعْتُ فَإِذَا الْبَيْتُ غَاصٌّ بِأَهْلِهِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِهَا مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ جَعَلَ يَدْعُو عَشَرَةً عَشَرَةً يَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَقُولُ لَهُمُ اذْكُرُوا اسْمَ اللهِ وَلْيَأْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيهِ قَالَ حَتَّى تَصَدَّعُوا كُلُّهُمْ عَنْهَا فَخَرَجَ مِنْهُمْ مَنْ خَرَجَ وَبَقِيَ نَفَرٌ يَتَحَدَّثُونَ قَالَ وَجَعَلْتُ أَغْتَمُّ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَ الْحُجُرَاتِ وَخَرَجْتُ فِي إِثْرِهِ

..........اور ابراہیم نے کہا از ابی عثمان اور ان کا نام الجعد ہے از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: (ابو عثمان الجعد نے کہا:) ہمارے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ مسجد بنو رفاعہ کے پاس سے گزرے، سو میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن کے پاس سے گزرتے، تو آپ انہیں سلام کرتے، پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت زینب کے دولہا تھے، پس مجھ سے حضرت ام سلیم نے کہا: اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی ہدیہ بھیجیں؟ تو میں نے ان سے کہا: آپ بھیجئے، پس انہوں نے کھجوروں اور گھی اور پنیر کو اکٹھا کیا، پس انہوں نے اس کو ایک دیگچی میں ڈال کر حلوہ بنایا، پھر اس کو میرے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھیجا، میں اس حلوہ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، آپ نے فرمایا: تم اس کو رکھ دو، پھر مجھے حکم دیا کہ میرے لیے لوگوں کو بلاؤ: آپ نے ان لوگوں کا نام بھی لیا اور جو لوگ بھی تم کو ملیں ان کو بلاؤ، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا، پس میں نے اس طرح کیا جس طرح آپ نے مجھے بتایا تھا، سو میں واپس آیا تو اس وقت آپ کا گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا پس میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

Marfat.com

فَقُلْتُ إِنَّهُمْ قَدْ ذَهَبُوا فَرَجَعَ فَدَخَلَ الْبَيْتَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَإِنِّي لَفِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ يَقُولُ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ﴾ (احزاب:۳۵) قَالَ أَبُو عُثْمَانَ قَالَ أَنَسٌ إِنَّهُ خَدَمَ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَشْرَ سِنِينَ

(صحیح البخاری:۵۱۶۶،۵۱۶۸،۵۱۷۰،۵۱۷۱،۵۴۶۶،۶۲۳۸، ۶۲۳۹،۶۲۷۱،۷۴۲۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۸، الجمع بین الصحیحین: ۱۸۵۳)

دونوں ہاتھ اس حلوے پر رکھے اور اس پر جو اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے دعائیہ کلمات پڑھے، پھر آپ دس دس صحابہ کو بلاتے تھے، پھر وہ اس حلوہ سے کھاتے تھے اور آپ ان سے فرماتے تھے: بسم اللہ پڑھو اور ہر مرد اپنے سامنے سے کھائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا حتیٰ کہ تمام لوگ متفرق ہو گئے اور ان میں سے وہ (باہر) نکل گئے جو نکل گئے اور کچھ لوگ (گھر میں) بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ حضرت انس نے بتایا: میں (ان کے نہ نکلنے کی وجہ سے) مغموم ہو گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے حجروں کی طرف نکلے اور میں بھی آپ کے پیچھے نکلا، میں نے بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ واپس آئے اور گھر میں داخل ہو گئے اور پردہ لٹکا دیا اور ابھی میں حجرہ کے اندر تھا تو آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے، کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ، بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، سو وہ تم سے حیاء کرتے ہیں اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا۔ (الاحزاب: ۵۳) ابو عثمان نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۴۷۹۱ میں گزر چکی ہے۔

ابراہیم بن طہمان کی تعلیق کی شرح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق از ابراہیم بن طہمان از ابی عثمان مروی ہے اور ابراہیم بن طہمان اس تعلیق کی ابو عثمان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں اور مجھے اس تعلیق کی سند موصول سے روایت نہیں ملی مگر مجھ سے بعض شارحین نے ملاقات کی اور ان کا یہ زعم تھا کہ امام نسائی نے اس تعلیق کی از احمد بن حفص بن عبداللہ بن راشد از والد خود روایت کی ہے اور میں اب تک اس روایت پر مطلع نہیں ہو سکا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۳۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کا علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: اگر حافظ ابن حجر کی ان شارحین سے مراد صاحب التلویح ہیں تو حافظ ابن حجر کی ان سے ملاقات نہیں

ہوئی کیونکہ صاحب التلویح ۷۶۲ھ میں فوت ہو چکے تھے اور حافظ ابن حجر اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور اگر حافظ ابن حجر کی ان شارحین سے مراد صاحب التوضیح ہیں یعنی علامہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ تو وہ اپنے شیخ صاحب التلویح کے تابع ہیں اور اگر حافظ ابن حجر کی ان شارحین سے مراد علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ ہیں تو وہ مصر میں بالکل داخل نہیں ہوئے، علاوہ ازیں علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے اپنی شرح الکواکب الدراری میں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ تعلیق امام نسائی متوفی ۳۰۳ھ نے سند موصول سے روایت کی ہے اور حافظ ابن حجر کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ میں اس روایت پر مطلع نہیں ہو سکا کیونکہ ان کا اس روایت پر مطلع نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ دوسرے بھی اس روایت پر مطلع نہ ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں علامہ عینی کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ مصر میں بالکل داخل نہیں ہوئے کیونکہ علامہ کرمانی نے اپنی شرح کے خطبہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے صحیح البخاری کا سماع الجامع الازہر القاہرہ مصر میں کیا۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۹۶۔ ۲۹۵، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا یہ جواب نہایت قوی ہے اور شاید علامہ عینی حنفی کو یہ علم نہیں تھا کہ علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ کرمان سے صحیح البخاری کے سماع کے لیے مصر آئے تھے، ورنہ وہ یہ غلط بات نہ لکھتے، تاہم علامہ عینی کا حافظ ابن حجر پر یہ قرض باقی ہے کہ علامہ کرمانی نے اپنی شرح میں یہ ذکر نہیں کیا امام نسائی نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے اور علامہ عینی کا یہ اعتراض بھی باقی ہے کہ حافظ ابن حجر کا امام نسائی کی روایت پر مطلع نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ دوسرے بھی امام نسائی کی اس روایت پر مطلع نہ ہوں۔ (سعیدی غفرلہ)

حدیث مذکور کے مسائل دقیقہ اور نکات لطیفہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے درج ذیل فوائد حدیث مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) یہ حدیث دولہا کے لیے ہدیہ بھیجنے کی اصل ہے، زمانہ قدیم میں بھی دولہا کے لیے ہدایا (تحائف) بھیجنے کا رواج تھا۔

(۲) جو ہدیہ آپ کے لیے بھیجا گیا تھا اس کی مقدار کم تھی، اس سے معلوم ہوا کم مقدار میں ہدیہ بھیجنا بھی جائز ہے۔

(۳) اس حدیث میں ولیمہ کا ثبوت ہے، ابن العربی نے کہا: یہ ولیمہ دخول کے بعد تھا اور امام بیہقی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ولیمہ کے بعد دخول کیا تھا۔

(۴) لوگوں کو بغیر تکلف کے ولیمہ کی دعوت دینا اور یہی سنت ہے۔

(۵) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم معجزہ کا ذکر ہے کیونکہ وہ تھوڑا سا طعام تھا جو کثیر التعداد صحابہ کے لیے کافی ہو گیا۔

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم خلق اور آپ کا لطف اور آپ کی طبعی حیاء، آپ کو کھانے والوں کا زیادہ دیر بیٹھے رہنا ناگوار تھا اس لیے آپ بار بار گھر میں داخل ہوتے اور واپس آجاتے لیکن آپ نے زبان سے یہ نہیں فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ۔

(۷) دوستوں کی ایذاء پر صبر کرنا کیونکہ ان کے زیادہ دیر بیٹھنے سے آپ کو تکلیف ہوئی جس پر آپ نے صبر کیا۔

(۸) کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا مستحب ہونا۔

(۹) سنت یہ ہے کہ انسان سامنے سے کھائے۔

Marfat.com

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیونکہ ان لوگوں کے زیادہ دیر بیٹھنے سے وہ غم گین ہوئے۔

(۱۱) جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر بیس سال تھی اور جب حضرت انس رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کی عمر ایک سو دو یا ایک سو تین سال تھی اور وہ بیانوے یا تیرانوے ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۶۔ بَابُ: اسْتِعَارَةِ الثِّيَابِ لِلْعَرُوسِ وَغَيْرِهَا

دلہن کے لیے عاریۃً کپڑے وغیرہ لینا

۵۱۶۴۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم شَكَوْا ذٰلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللهُ خَيْرًا فَوَاللهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَجُعِلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا، سو وہ گم ہو گیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا، پھر انہوں نے نماز کا وقت پا لیا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی، پس جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، پھر تیمم کی آیت نازل ہو گئی تو اسید بن حضیر نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے، پس اللہ کی قسم: جب بھی آپ پر مصیبت آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس مصیبت سے کشادگی کر دی اور مسلمانوں کے لیے اس مصیبت کو برکت بنا دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۴ میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث سے باب کے عنوان پر معنوی استدلال کیا ہے کیونکہ جس طرح ہار زینت کے لیے پہنا جاتا ہے اسی طرح کپڑے بھی زینت کے لیے پہنے جاتے ہیں اور یہ زینت عام ہے خواہ شادی سے پہلے ہو یا شادی کے بعد ہو اور اس طرح یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مناسب ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۳۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

علامہ عینی حنفی کا علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث اور باب کے عنوان میں کوئی مسابقت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: دلہن کا عاریۃً کپڑے لینا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا تھا کپڑے نہیں لیے تھے اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہار لیا تھا اس وقت وہ دلہن

نہیں تھیں اور حافظ ابن حجر نے اس کی جو توجیہ کی ہے وہ بہت بعید ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے علامہ عینی حنفی کے اس اعتراض کا انتقاض الاعتراض میں کوئی جواب نہیں دیا۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۹۶، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

۶۷۔ بَابٌ: مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ

جب مرد اپنی بیوی کے پاس جائے تو کیا کہے

۵۱۶۵۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ يَقُولُ حِينَ يَأْتِي أَهْلَهُ بِاسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا ثُمَّ قُدِّرَ بَيْنَهُمَا فِي ذٰلِكَ أَوْ قُضِيَ وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱، ۳۲۸۸، ۷۳۹۶، صحیح مسلم: ۱۴۳۴، سنن ترمذی: ۱۰۹۲، سنن ابوداؤد: ۲۱۶۱، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از منصور از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی مرد جب اپنی بیوی کے پاس جائے تو کہے: اللہ کے نام کی برکت سے، اے اللہ! مجھے شیطان سے محفوظ رکھ اور تو ہم کو جو اولاد عطا کرے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ، پھر اس عمل کے نتیجہ میں ان کے درمیان جو مقدر کیا جائے گا یا جس اولاد کا فیصلہ کیا جائے گا اس کو شیطان کبھی بھی ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

مجامعت کے وقت کی دعا سے انسان کے شیطان کے ضرر سے محفوظ رہنے کی دو تفسیریں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ دعا بلاؤں کو ٹال دیتی ہے اور دعا کی وجہ سے انسان شیطان کے گمراہ کرنے اور اس کی ایذاء سے محفوظ رہتا ہے۔

امام طبرانی نے کہا ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی سے جماع کے وقت یہ دعا کرے گا اور نبی ﷺ کی سنت کی اتباع کرے گا تو ہمیں امید ہے کہ زوجین کے درمیان دائمی الفت رہے گی۔

علامہ المہلب نے کہا ہے: اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس دعا کی وجہ سے شیطان کے کس ضرر سے مرد محفوظ رہتا ہے۔ بعض علماء نے کہا: جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس بچہ کی کوکھ میں انگلی چبھوتا ہے اور اس دعا کی وجہ سے بچہ شیطان کے اس ضرر سے محفوظ رہتا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس دعا کی وجہ سے اس بچہ پر مرگی کا دورہ نہیں پڑتا۔

علامہ المہلب مالکی کی باطل نکتہ آفرینی

علامہ المہلب نے کہا: اگر کوئی شخص شیطان کے ضرر سے محفوظ رہتا تو نبی ﷺ شیاطین کے ضرر سے محفوظ رہتے، حالانکہ شیطان نماز میں بھی آپ کے درپے آزار ہوا اور اس نے آپ کی قراءت میں خلل ڈالا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

علامہ المہلب مالکی کی باطل نکتہ آفرینیوں پر مصنف کا تعاقب

میں کہتا ہوں: علامہ المہلب مالکی کی یہ دونوں نکتہ آفرینیاں باطل ہیں۔ نماز میں جب شیطان آپ پر حملہ آور ہوا تھا تو اس سے آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوا کیونکہ آپ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ میں شیطان کو مسجد کے ستون سے باندھ دوں اور تم سب صبح کو اٹھو تو شیطان کو بندھا ہوا دیکھو لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آئی:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی: اے میرے رب! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ (ص: ۳۵) (پھر میں نے اس کو چھوڑ دیا) روح نے کہا: اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ناکام اور نامراد لوٹا دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۶۱)

سو اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ شیطان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکا، اور علامہ المہلب مالکی نے دوسری نکتہ آفرینی یہ کی ہے کہ شیطان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت میں خلل ڈالا، سو یہ نکتہ آفرینی بھی باطل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت میں خلل ڈالنے کی حدیث کو امام بزار نے از کلبی ابو صالح از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کیا۔ (کشف الاستار ج ۲ ص ۷۲)

علامہ عینی اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قاضی خان اور ابن عربی نے اس روایت کو ترک کر دیا کیونکہ اس روایت کے مطابق شیطان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ کلمات جاری کرا دیئے: یہ مرغان بلند بانگ (یعنی کفار کے بت)، ان کی شفاعت متوقع ہے، اور یہ کلمات کفریہ ہیں اور کلمات کفریہ کے جاری ہونے سے آپ کی زبان کی عصمت، نزاہت اور براءت پر دلائل کثیرہ ہیں اور آپ کی عصمت پر امت کا اجماع ہے اور آپ اس چیز سے بری ہیں کہ آپ کے قلب اور زبان پر اس قسم کی کوئی چیز جاری ہو یا شیطان کا آپ پر تسلط ہو یا آپ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بات کی عمداً یا سہواً نسبت کریں۔ یہ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے محال ہے اور اگر بالفرض ایسا ہوتا تو بہت سے مسلمان مرتد ہو جاتے اور یہ منقول نہیں ہے۔ نیز اگر ایسا ہوتا تو صحابہ سے یہ امر مخفی نہ رہتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۶۶ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت میں خلل نہیں ڈال سکا اور آپ کو ضرر نہیں پہنچا سکا۔ اللہ تعالیٰ علامہ المہلب مالکی کو معاف فرمائے ان کو یہ باطل نکتہ آفرینی نہیں کرنی چاہیے تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیطان کے ضرر سے محفوظ نہیں رہ سکے، سو یہ ان کی سنگین جرأت ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۸۔ بَابٌ: اَلْوَلِيْمَةُ حَقٌّ ولیمہ برحق ہے

ولیمہ کی تقریب کے متعلق احادیث

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث میں برحق کا لفظ نہیں ہے، البتہ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلے روز ولیمہ حق ہے اور دوسرے روز ولیمہ معروف ہے اور تیسرے روز ولیمہ دکھاوا ہے اور سنانا ہے''۔

(السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۵، سنن ابوداؤد: ۳۷۴۵)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ولیمہ حق اور سنت ہے، پس جس کو بلایا گیا اور وہ نہیں آیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، ہاں! بچہ کی ولادت کی دعوت میں اور ختنہ کی تقریب میں جانے کا تمہیں

اختیار ہے یا مکان بنانے کی تقریب میں جانے کا بھی تمہیں اختیار ہے۔(المعجم الاوسط للطبرانی ج ۴ ص ۱۹۳، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۵۲)

اور حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے علی! نکاح میں ولیمہ کرنا ضروری ہے''۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۹، عمل الیوم واللیلۃ: ۲۴۹، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۰۱۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۵۳، تاریخ دمشق ج ۳۶ ص ۴۳۷، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۰۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''سب سے برا طعام اس ولیمہ کا طعام ہے جس میں مالداروں کو دعوت دی جائے اور مساکین کو چھوڑ دیا جائے، سو جو ولیمہ کی دعوت میں نہیں آیا اس نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی''۔

(صحیح البخاری: ۵۱۷۷، صحیح مسلم: ۱۴۳۲، سنن ابوداؤد: ۳۷۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۳، مسند احمد: ۷۲۸۳)

ان احادیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ ولیمہ کرنا واجب ہے اور غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ولیمہ کرنا واجب ہے۔اس کی مفصل بحث صحیح البخاری: ۵۱۵۳ کی شرح میں گزر چکی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے''۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں: اس تعلیق کے متعلق حدیث موصول صحیح البخاری: ۲۰۴۸ میں مذکور ہے۔اور اس حدیث میں ولیمہ کرنے کا امر استحباب کے لیے ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک یہ امر وجوب کے لیے ہے، اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ ولیمہ واجب ہے۔اسی طرح امام احمد بن حنبل سے مروی ہے اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۶۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ ابْنَ عَشْرِ سِنِينَ مَقْدَمَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ فَكَانَ أُمَّهَاتِي يُوَاظِبْنَنِي عَلَى خِدْمَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَخَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِينَ وَتُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا ابْنُ عِشْرِينَ سَنَةً فَكُنْتُ أَعْلَمَ النَّاسِ بِشَأْنِ الْحِجَابِ حِينَ أُنْزِلَ وَكَانَ أَوَّلَ مَا أُنْزِلَ فِي مُبْتَنَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ بِهَا عَرُوسًا فَدَعَا الْقَوْمَ فَأَصَابُوا مِنَ الطَّعَامِ ثُمَّ خَرَجُوا وَبَقِيَ رَهْطٌ مِنْهُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَطَالُوا الْمُكْثَ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَخَرَجَ وَخَرَجْتُ مَعَهُ لِكَيْ يَخْرُجُوا فَمَشَى النَّبِيُّ ﷺ وَمَشَيْتُ حَتَّى جَاءَ عَتَبَةَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اس وقت ان (حضرت انس) کی عمر دس سال تھی اور میری ماں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے ہمیشہ کہتی تھیں، سو میں نے دس سال آپ کی خدمت کی اور جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت میری عمر بیس سال تھی اور نزول حجاب کے متعلق مجھے تمام لوگوں سے زیادہ علم ہے اور یہ حکم اس وقت نازل ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ رات گزاری تھی۔اس شب کی صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دولہا تھے، سو آپ نے لوگوں کو کھانے کے لیے بلایا، سو انہوں نے کھانا کھایا، پھر وہ لوگ چلے گئے اور ان میں سے لوگوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی رہی اور ان کا بیٹھنا کافی طویل ہو گیا، پس

Marfat.com

مَعَهُ حَتَّى إِذَا دَخَلَ عَلَى زَيْنَبَ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ لَمْ يَقُومُوا فَرَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَجَعْتُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا بَلَغَ عَتَبَةَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ قَدْ خَرَجُوا فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَهُ بِالسِّتْرِ وَأُنْزِلَ الْحِجَابُ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۶۸، ۵۱۷۰، ۵۱۷۱، ۵۴۶۶، ۶۲۳۸، ۶۲۳۹، ۶۲۷۱، ۷۴۲۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۸)

نبی ﷺ باہر نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ باہر نکلا تا کہ وہ لوگ بھی نکل جائیں، پس نبی ﷺ پیدل گئے اور میں بھی پیدل گیا حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی چوکھٹ پر آئے، پھر آپ نے گمان کیا اب وہ لوگ چلے گئے ہیں، سو آپ لوٹے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا حتیٰ کہ جب آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں پہنچے تو ابھی تک وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اٹھے نہیں تھے، پس نبی ﷺ واپس چلے گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس چلا گیا حتیٰ کہ جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی چوکھٹ پر پہنچے اور آپ نے یہ گمان کیا کہ وہ لوگ باہر نکلے گئے ہیں تو آپ واپس آ گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس گیا، پس اس وقت وہ لوگ باہر نکل گئے تھے، پھر نبی ﷺ نے اپنے اور میرے درمیان حجاب ڈال دیا، اس وقت پردے کا حکم نازل ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۹۱ میں گزر چکی ہے۔

ولیمہ کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ولیمہ مستحب ہے اور سنت ہے اور میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ کسی نے ولیمہ کو فرض قرار دیا ہو اور انسان اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ کرے اور صحیح البخاری: ۵۱۶۷ میں مذکور ہے کہ ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔ اور دوسری حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زینب کے ولیمہ میں لوگوں کو پیٹ بھر کر روٹیاں اور گوشت کھلایا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۶۹۔ بَابُ: الْوَلِيمَةِ وَلَوْ بِشَاةٍ

ولیمہ خواہ ایک بکری سے

۵۱۶۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رضی الله عنه قَالَ سَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَتَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ كَمْ أَصْدَقْتَهَا قَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ وَعَنْ حُمَيْدٍ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ نَزَلَ الْمُهَاجِرُونَ عَلَى الْأَنْصَارِ فَنَزَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ عَلَى سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَ أُقَاسِمُكَ مَالِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ انصار کی ایک عورت کے ساتھ نکاح کر چکے تھے، آپ نے پوچھا: تم نے اس کو کتنا مہر دیا، انہوں نے بتایا: ایک گٹھلی کے برابر سونا، اور حمید بیان کرتے ہیں کہ

وَأُنْزِلُ لَكَ عَنْ إِحْدَى امْرَأَتَيَّ قَالَ بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ فَخَرَجَ إِلَى السُّوقِ فَبَاعَ وَاشْتَرَى فَأَصَابَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَسَمْنٍ فَتَزَوَّجَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ

(صحیح البخاری: ۲۰۸۲، ۳۷۸۱، ۶۳۸۶، صحیح مسلم: ۱۴۲۷، سنن ترمذی: ۱۰۹۴، سنن نسائی: ۳۳۵۱، سنن ابوداؤد: ۲۱۰۹)

انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو مہاجرین انصار کے ہاں ٹھہرے، پس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن الربیع کے گھر ٹھہرے، پس انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا: میں اپنا آدھا مال تقسیم کر کے آپ کو دیتا ہوں اور آپ کی خاطر میں اپنی ایک عورت کو طلاق دیتا ہوں، حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری بیوی کو اور تمہارے مال کو برکت دے، پھر حضرت عبدالرحمٰن بازار کی طرف نکل گئے، پس انہوں نے کچھ فروخت کیا کچھ خریدا تو انہوں نے تھوڑا پنیر اور تھوڑا گھی خریدا، پھر انہوں نے نکاح کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے''۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۶۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ أَوْلَمَ بِشَاةٍ

(صحیح البخاری: ۵۱۷۰، ۵۱۷۱، ۵۴۶۶، ۷۲۳۸، ۷۲۳۹، ۷۴۲۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۸، سنن ترمذی: ۳۲۱۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات میں کسی کا اتنا ولیمہ نہیں کیا جتنا حضرت زینب کا ولیمہ کیا تھا، آپ نے ایک بکری سے ان کا ولیمہ کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۶۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ شُعَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا وَأَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ۔

(صحیح البخاری: ۳۷۱، ۵۰۸۶، ۵۴۲۵، ۵۴۲۸، ۵۹۶۸، ۶۱۸۵، ۶۳۶۳، ۶۳۶۹، صحیح مسلم: ۱۳۶۵، سنن ترمذی ۱۰۹۵، سنن نسائی: ۳۳۴۷، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۴، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از شعیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا اور حیس (ایک قسم کا ملیدہ) کے ساتھ ان کا ولیمہ کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۷۰۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ بَيَانٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ بَنَى النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ فَأَرْسَلَنِي فَدَعَوْتُ رِجَالًا إِلَى الطَّعَامِ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۷۱، ۵۴۶۶، ۷۲۳۸، ۷۲۳۹، ۷۴۲۱،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از بیان، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کے ساتھ شب زفاف گزاری

(صحیح مسلم: ۸۶، سنن ترمذی: ۳۱۲۱) ۵۱۷۰ پھر مجھے بھیجا تو میں نے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۹۱ میں گزر چکی ہے۔

مرد کی حیثیت کے مطابق ولیمہ کا مشروع ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان ولیموں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال مختلف ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کی حیثیت کے مطابق ولیمہ مشروع ہے اور آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا تھا کہ تم بکری سے ولیمہ کرو، اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ایک بکری سے کم کا ولیمہ جائز نہیں ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کا ولیمہ حیس سے کیا یعنی پنیر، کھجور اور گھی کے ملیدہ سے اور اس میں روٹی اور گوشت نہیں تھا اور آپ نے دوسری ازواج کا ولیمہ ایک کلوگرام جو سے کیا اور اگر آپ کو اس وقت بکری میسر ہوتی تو آپ اس پوری بکری کے ساتھ ولیمہ کرتے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ جواد اور کریم تھے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۰۔ بَابٌ: مَنْ أَوْلَمَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ أَكْثَرَ مِنْ بَعْضٍ

جس شخص نے اپنی بعض بیویوں کا دوسری بیویوں سے زیادہ ولیمہ کیا

۵۱۷۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ ذُكِرَ تَزْوِيجُ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عِنْدَ أَنَسٍ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَوْلَمَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَيْهَا أَوْلَمَ بِشَاةٍ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۶۶، ۵۴۶۶، ۶۲۳۸، ۶۲۳۹، ۶۲۷۱، ۷۴۲۱، صحیح مسلم: ۸۶، سنن ترمذی: ۳۱۱۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت، انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی شادی کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے کسی کا اتنا زیادہ ولیمہ کیا ہو جتنا ان کے نکاح کا ولیمہ کیا تھا، آپ نے ان کا ایک بکری کے ساتھ ولیمہ کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۹۱ میں گزر چکی ہے۔

ولیمہ میں زیادہ خرچ کا اسراف نہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص ولیمہ میں زیادہ خرچ کرے تو یہ افضل ہے کیونکہ یہ زیادہ اعلان ہے اور اہل اور مال میں زیادہ برکت کی دعا حاصل کرنا ہے۔ اور جو شخص صاحب حیثیت ہو اس کے لیے ولیمہ میں زیادہ مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے، اسراف یہ ہے کہ انسان نمود و نمائش کے لیے حد سے زیادہ خرچ کرے اور یہ صرف ولیمہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جمعہ، عیدین اور دیگر امور میں بھی نمود و نمائش کے لیے حد سے زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

۷۱۔ بَابُ: مَنْ أَوْلَمَ بِأَقَلَّ مِنْ شَاةٍ

جس نے ایک بکری سے کم کا ولیمہ کیا

۵۱۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيرٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور بن صفیہ از مادر خود صفیہ بنت شیبہ، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی کسی زوجہ کا ولیمہ دو مد جو سے کیا۔

(الجمع بین الصحیحین، ۳۵۶۴، مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۳)

ولیمہ کی کم از کم مقدار کا معین نہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ولیمہ کی مقدار کا مدار انسان کی حیثیت پر ہے اور اس سے کم مقدار کی کوئی حد نہیں ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ولیمہ فرض نہیں ہے کیونکہ فرض کی مقدار اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے معین ہوتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کم مقدار کا ولیمہ کیا جائے پھر بھی جن کو مدعو کیا گیا ہے انہیں اس میں حاضر ہونا چاہیے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۲۔ بَابُ: حَقِّ إِجَابَةِ الْوَلِيمَةِ وَالدَّعْوَةِ وَمَنْ أَوْلَمَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَنَحْوَهُ وَلَمْ يُوَقِّتِ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَلَا يَوْمَيْنِ

ولیمہ اور عام دعوت کو قبول کرنا واجب ہے اور جس نے سات دن یا اس کی مثل ولیمہ کیا اور نبی ﷺ نے ایک دن یا دو دن کا تعین نہیں کیا

ولیمہ کو قبول کرنے کے متعلق حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ولیمہ کے بعد دعوت کا ذکر کیا ہے اور یہ عام کا عطف خاص پر ہے کیونکہ ولیمہ خاص نکاح کے کھانے کو کہتے ہیں۔ اور ولیمہ کو قبول کرنے کے متعلق حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو ولیمہ میں مدعو کیا جائے تو وہ وہاں پر جائے"۔ اور دوسری روایت میں ہے: "جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو وہ قبول کرے خواہ وہ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور ہو"۔ (صحیح مسلم: ۱۴۲۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۴)

سات دن تک ولیمہ کرنے کے متعلق احادیث

امام بخاری نے سات دن یا اس سے زیادہ دنوں تک ولیمہ کا ذکر کیا ہے اور اس پر کسی حدیث کو پیش نہیں کیا ہے، گویا انہوں نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ تیسرے دن ولیمہ نہیں کرنا چاہیے اور امام بخاری نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے جس میں آپ نے دعوت کو قبول کرنے کا حکم دیا ہے یعنی اگر سات دن تک بھی دعوت دی جائے تو اس کو قبول کیا جائے۔

"صاحب تلویح" نے کہا ہے کہ امام بیہقی نے سند صحیح سے یہ روایت کی ہے کہ سیرین نے مدینہ میں نکاح کیا، پس ولیمہ کیا اور

سات دن تک لوگوں کو دعوت دی۔ جن لوگوں کو انہوں نے دعوت دی تھی ان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور وہ اس دن روزہ دار تھے اور انہوں نے ان کے لیے دعائے خیر کی اور واپس چلے گئے۔ اور معمر نے ایوب سے روایت کی ہے اس میں آٹھ دن کا ذکر ہے اور پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اور امام ابن ابی شیبہ نے بھی حفصہ بنت سیرین سے روایت کی ہے کہ جب میرے والد نے نکاح کیا تو صحابہ کو سات دن تک دعوت دی، پس جب انصار کی دعوت کا دن تھا تو انہوں نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت وغیرہما کو دعوت دی، پس میرے والد روزہ دار تھے، پس جب صحابہ نے کھانا کھالیا تو میرے والد نے دعا کی اور ان کی تحسین کی۔

ولیمہ کا ایک دن معین نہ ہونے کی تحقیق

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کے لیے ایک دن یا دو دن کو معین نہیں کیا یعنی ایک دن یا دو دن کو ولیمہ کے وجوب یا استحباب کے لیے معین نہیں فرمایا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں تصریح ہے:

بنو ثقیف کے ایک مرد نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے دن ولیمہ برحق ہے، دوسرے دن معروف ہے اور تیسرے دن دکھاوا اور سنانا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۴۵)

اور جب اس حدیث میں یہ تصریح ہے تو پھر امام بخاری کا یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کے لیے ایک دن یا دو دنوں کو معین نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ثقیف کے جس مرد سے یہ حدیث مروی ہے اس کا نام زہیر ہے، اس کے متعلق امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کا صحابی ہونا معروف نہیں ہے۔

(التاریخ الکبیر: ۱۴۱۲) (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۲۳۔۲۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۷۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی شخص کو ولیمہ پر بلایا جائے تو وہاں جائے''۔

(صحیح البخاری: ۵۱۷۹، صحیح مسلم: ۱۴۲۹، سنن ترمذی: ۱۰۹۸، سنن ابوداؤد: ۳۷۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۴، مسند احمد: ۴۹۴۹)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۷۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فُكُّوا الْعَانِيَ وَأَجِيبُوا الدَّاعِيَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از ابی وائل از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ''قیدیوں کو چھڑاؤ اور دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرو اور مریض کی عیادت کرو''۔

(صحیح البخاری: ۳۰۴۶، ۵۳۷۳، ۵۶۴۹، ۷۱۷۳، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۵)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۰۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۷۵۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَشْعَثِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رضی الله عنهما أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ وَإِفْشَائِ السَّلَامِ وَإِجَابَةِ الدَّاعِي وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيمِ الذَّهَبِ وَعَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَعَنِ الْمَيَاثِرِ وَالْقَسِّيَّةِ وَالْإِسْتَبْرَقِ وَالدِّيبَاجِ تَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ وَالشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَشْعَثَ فِي إِفْشَائِ السَّلَامِ

(صحیح البخاری: ۵۶۳۵، ۵۶۵۰، ۵۸۳۸، ۵۸۴۹، ۵۸۶۳، ۶۲۲۲، ۶۲۳۵، ۶۶۵۴، صحیح مسلم: ۲۰۶۶، سنن ترمذی: ۱۷۶۰، سنن نسائی: ۱۹۳۹، سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۵)

الاشعث از معاویہ بن سوید، انہوں نے کہا: حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ہمیں نبی ﷺ نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا: (۱) ہمیں مریض کی عیادت کرنے کا حکم دیا (۲) جنازہ کے پیچھے جانے کا حکم دیا (۳) چھینک لینے والے کی حمد کا جواب دینے کا حکم دیا (۴) قسم پوری کرنے کا حکم دیا (۵) مظلوم کی مدد کرنے کا حکم دیا (۶) سلام کو پھیلانے کا حکم دیا (۷) دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا حکم دیا (۱) اور ہم کو سونے کی انگوٹھیوں سے منع فرمایا (۲) چاندی کے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا (۳) میاثر سے منع فرمایا (۴) قسیہ سے منع فرمایا (۵) استبرق سے منع فرمایا (۶) اور دیباج سے منع فرمایا۔ (یہ سب ریشم کے کپڑوں کے اسماء ہیں) ابوالاحوص کی متابعت ابوعوانہ اور شیبانی نے کی ہے از اشعث سلام کو پھیلانے میں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث میں چھ ممنوعہ چیزوں کا ذکر ہے حالانکہ حدیث میں سات ممنوعہ چیزوں کا بیان ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ساتویں چیز الحریر ہے، اس کی تصریح ''کتاب اللباس'' میں ہے اور یہ بھی ریشم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۷۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ دَعَا أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي عُرْسِهِ وَكَانَتْ امْرَأَتُهُ يَوْمَئِذٍ خَادِمَهُمْ وَهِيَ الْعَرُوسُ قَالَ سَهْلٌ تَدْرُونَ مَا سَقَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا أَكَلَ سَقَتْهُ إِيَّاهُ

(صحیح البخاری: ۵۱۸۲، ۵۱۸۳، ۵۵۹۱، ۵۵۹۷، ۶۶۸۵، صحیح مسلم: ۲۰۰۶، سنن ابن ماجہ ۱۹۱۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، انہوں نے بتایا کہ ابواسید الساعدی نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے نکاح میں بلایا اور ان کی بیوی اس دن مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی حالانکہ وہ دلہن تھی، حضرت سہل نے کہا: (کیا) تم جانتے ہو کہ ان کی بیوی نے رسول اللہ ﷺ کو کیا پلایا تھا؟ اس نے آپ کے لیے رات کو چند کھجوریں پانی میں بھگو رکھی تھیں، جب آپ کھانا کھا چکے تو انہوں نے آپ کو وہ پانی پلایا (یعنی نبیذ تمر)۔

ولیمہ اور دوسری دعوتوں کو قبول کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ولیمہ کو قبول کرنا واجب ہے اور دوسری دعوات میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک، ثوری، امام ابوحنیفہ

اوران کے اصحاب نے کہا ہے کہ نکاح کے ولیمہ میں جانا واجب ہے اور دوسری دعوتوں میں جانا واجب نہیں ہے، امام شافعی نے کہا ہے کہ نکاح کے ولیمہ میں جانا واجب ہے اور میں دوسری دعوتوں کو ترک کرنے کی رخصت نہیں دیتا جیسے بچہ کی ولادت کی خوشی کی دعوت ہو یا ختنہ کی تقریب ہو یا اور خوشی کی کوئی تقریب ہو، سو جس نے ان دعوتوں کو ترک کیا تو وہ گنہ گار نہیں ہوگا جس طرح ولیمہ کو ترک کرنے سے گنہ گار ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں: ولیمہ میں جانا فقہاء احناف کے نزدیک سنت ہے واجب نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

غیر مقلدین نے کہا ہے کہ ہر کھانے کی دعوت کو قبول کرنا واجب ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرو''۔

انہوں نے کہا: یہ حکم ہر دعوت کے لیے عام ہے اور امام مالک اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ یہ حدیث ولیمہ پر محمول ہے۔

دعوت قبول کرنے کے بعد طعام کو کھانے کا ضروری نہ ہونا

جب دعوت قبول کرنے والے کا روزہ نہ ہو تو وہ کھالے اور اگر وہ روزہ دار ہے تو دعا کرے، حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرے اور اگر اس کا روزہ نہ ہو تو وہ کھانا کھالے اور اگر وہ روزہ دار ہو تو وہ دعا کرے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۳۱)

بعض علماء نے کہا ہے کہ کھانے کو ترک کرنا مباح ہے، اگر وہ روزہ دار نہ ہو تو وہ دعوت کو قبول کرلے اور کھانا نہ کھائے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۶۔ ۲۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۳۔ بَابٌ: مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

جس نے دعوت کو ترک کیا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی

ولیمہ کی تقریب کا سنت ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ولیمہ حق ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس نے ولیمہ میں لوگوں کو نہیں بلایا اس نے نافرمانی کی، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بتا چکے ہیں کہ ولیمہ حق ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ ولیمہ باطل نہیں ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نکاح کا ولیمہ سنت مشروعہ ہے سنت واجبہ نہیں ہے اور احادیث میں جو ولیمہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ حکم استحباب پر محمول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۲۶)

۵۱۷۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صلی اللہ علیہ وسلم (صحیح مسلم: ۱۴۳۲، سنن ابو داؤد: ۳۷۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۳، مسند احمد: ۷۲۸۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ کہتے تھے: سب سے برا طعام اس ولیمہ کا طعام ہے جس میں مال داروں کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے دعوت کو ترک کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

صحیح بخاری کی حدیث مذکور کا حکماً مرفوع ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے مگر حضرت ابوہریرہ کا یہ کہنا کہ ''اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی''۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو اور اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص اذان کے بعد مسجد سے باہر جا رہا تھا تو انہوں نے کہا: ''اس شخص نے ابوالقاسم کی نافرمانی کی''۔ اور اس قسم کی حدیث اپنی رائے سے نہیں سنائی جاتی بلکہ یہ توقیف ہے۔

ولیمہ کو قبول کرنے کے وجوب کی دلیل

یہ حدیث ولیمہ کو قبول کرنے کے وجوب کے متعلق حجت ہے اور اس کے واجب ہونے میں صحابہ اور تابعین کا کوئی اختلاف نہیں ہے مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے کہ ہم مال داروں کو دعوت دیں اور فقراء کو ترک کر دیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی دعوت میں اغنیاء اور فقراء کو بلایا، پس قریش آئے اور ان کے ساتھ مساکین بھی آئے تو حضرت ابن عمر نے مساکین سے کہا: یہاں بیٹھ جاؤ اور ان کو خراب نہ کرو ہم عنقریب تمہیں وہ کھانا کھلائیں گے جو انہیں کھلائیں گے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

عذر شرعی کی وجہ سے ولیمہ کو مسترد کرنے کا جواز

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس نے دعوت کو ترک کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ کو قبول کرنا واجب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جس نے بلا عذر شرعی ولیمہ کو ترک کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی لیکن اگر اس کا کوئی عذر شرعی تھا مثلاً اس تقریب میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع تھا یا وہاں رقص اور موسیقی کا اہتمام تھا یا رات کو کھانا دیر سے لگنے کی وجہ سے فجر کی جماعت فوت ہونے کا خطرہ ہو اس وجہ سے اس نے اس ولیمہ کو مسترد کر دیا تو یہ صحیح ہے یا اس تقریب کا طعام اس کے ناموافق تھا مثلاً وہ شوگر اور ہائی بلڈ پریشر کا مریض ہے، اسے تیزابیت اور دوسرے طبی امراض لاحق ہوں اور اس ولیمہ میں مرغن چٹ پٹے تیز مرچ والے اور میٹھے کھانے تھے، تب بھی اس کا اس ولیمہ کو مسترد کرنا صحیح ہے اور وہ اس حدیث میں مذکور وعید کا مصداق نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۷۴۔ بَابٌ: مَنْ أَجَابَ إِلَى كُرَاعٍ — جس نے کھر (پایہ) کی دعوت کو قبول کیا

الکراع کا معنی

علامہ عینی اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں: الکراع (کاف پر پیش اور راء پر زبر) یہ گائے اور بکری کا پایہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مویشیوں کے پیر کا ٹخنوں سے نیچے کا حصہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۲۸)

۵۱۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابوحمزہ از الاعمش از ابو حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اگر مجھے کراع (بکری کا پچھلا پایہ) کی دعوت دی جائے تو میں اس کو ضرور قبول کروں گا اور اگر مجھے کراع

Marfat.com

(بکری کا پچھلا پایہ) ہدیہ کیا جائے تو میں اس کو ضرور قبول کروں گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۵۶۸ میں گزر چکی ہے۔

کراع کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض شراح نے یہ زعم کیا ہے کہ اس حدیث میں کراع سے مراد کراع الغمیم ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک معروف مقام ہے اور ان کا زعم یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طور مبالغہ فرمایا کہ اگر مجھے کراع الغمیم کے فاصلہ سے بھی دعوت دی جائے تو میں اسے ضرور قبول کروں گا لیکن کسی حقیر چیز کو دعوت کو قبول کرنے میں زیادہ مبالغہ ہے، اسی لیے جمہور کا موقف یہ ہے کہ اس حدیث میں الکراع سے مراد بکری کا پایہ ہے یعنی اگر مجھے بکری کے پایہ کی دعوت بھی دی جائے تو میں اس دعوت کو ضرور قبول کروں گا اور یہ مبالغہ اس سے زیادہ واضح ہے کہ اگر مجھے کراع الغمیم سے بھی دعوت دی جائے تو میں اس کو قبول کروں گا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۷۴۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس عبارت کو اپنی شرح میں لفظ زعم سے لکھا ہے یعنی علامہ کرمانی نے یہ زعم کیا حالانکہ علامہ کرمانی نے یہ نہیں کہا بلکہ انہوں نے اس قول کو نقل کیا ہے، لہٰذا حافظ ابن حجر کا یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ بعض شراح یعنی علامہ کرمانی نے یہ زعم کیا ہے، سو حافظ ابن حجر کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ بعد شراح نے اس طرح اور اس طرح نقل کیا ہے یعنی زعم کی بجائے نقل کہنا چاہیے تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر کی مراد یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے شارحین سے یہ نقل کیا ہے، ان کا یہ زعم ہے یعنی زَعَمَ بَعْضُ الشُّرَّاح سے مراد ہے زَعَمَ مَنْ نَقَلَ عَنْهُ الكرمانی پس علامہ عینی کا اعتراض ساقط ہو جائے گا۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۲۹۷، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی کا اعتراض اس پر مبنی ہے کہ حافظ ابن حجر کی بعض شراح سے مراد علامہ الکرمانی ہیں اور بخاری کے شارحین تو سینکڑوں ہیں تو یہ کیسے متعین ہوگا کہ بعض شراح سے حافظ ابن حجر کی مراد علامہ کرمانی ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور انکسار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور ترک تکبر کا بیان ہے کہ آپ تھوڑے سے ہدیہ کو بھی قبول فرما لیتے تھے اور اس کی دعوت کو قبول فرما لیتے تھے کیونکہ ہدیہ محبت کو مؤکد کرتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ اور دعوت کو قبول کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

۷۵۔ بَابُ إِجَابَةِ الدَّاعِي فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِهِ

نکاح وغیرہ کی دعوت کو قبول کرنا

نکاح کے علاوہ دوسری خوشی کی تقریبات میں شرکت کا حکم

علامہ عینی اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی نکاح کے علاوہ ختنہ کی تقریب یا کسی مسافر کے گھر آنے کی تقریب یا کسی اور خوشی کی تقریب (مثلاً سالگرہ، امتحان میں پاس ہونے کی تقریب یا ملازمت میں ترقی کی تقریب، اسی طرح میلاد شریف کی تقریب)۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو نکاح یا اس کی مثل کی تقریب میں بلایا گیا تو وہ اس کو قبول کرلے''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۲۹۔۲۲۸)

۵۱۷۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَجِيبُوا هَذِهِ الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ لَهَا قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَأْتِي الدَّعْوَةَ فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِ الْعُرْسِ وَهُوَ صَائِمٌ

(صحیح مسلم: ۱۴۲۹، سنن ترمذی: ۱۰۹۸، سنن ابو داؤد: ۳۷۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الحجاج بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے بتایا کہ ابن جریج نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں دعوت دی جائے تو اس دعوت کو قبول کرو، انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ نکاح اور غیر نکاح کی دعوت پر جاتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

غیر ولیمہ کی دعوت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ شادی اور غیر شادی کی دعوت کو قبول کرنا فرض ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک غیر نکاح کی دعوت کو قبول کرنا مستحب ہے۔ اور امام مالک سے ختنہ کی تقریب کی دعوت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس دعوت کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

روزہ دار کے لیے ولیمہ میں جانے کا فائدہ

علامہ عینی لکھتے ہیں: جب روزہ دار ولیمہ میں جائے گا اور کھانا نہیں کھائے گا تو پھر اس کے جانے کا کیا فائدہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے جانے سے میزبان کی دل جوئی ہوگی اور وہ اس کے لیے دعاء خیر کرے گا اور تبرک حاصل کرے گا اور وہاں خوب صورت کپڑے پہن کر جائے گا۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ کسی کا روزہ دار ہونا ولیمہ کو ترک کرنے کا عذر نہیں ہے، پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا وہ اپنے روزہ پر برقرار رہے یا اس کے لیے روزہ توڑ کر طعام کھانا مستحب ہے۔ الرویانی نے کہا ہے کہ اس کے لیے روزہ توڑ کر طعام کھانا

Marfat.com

مستحب ہے اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ مرد کو چاہیے کہ وہ ولیمہ کو قبول کرے۔ اگر وہ قبول نہیں کرے گا تو گنہ گار ہوگا۔ اگر وہ روزہ دار ہو تو وہ ولیمہ کو قبول کرے اور دعاء خیر کرے اور اگر غیر روزہ دار ہے تو پھر طعام کھائے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ولیمہ کے انعقاد کا سنت ہونا اور اس میں شرکت کا واجب ہونا

میں کہتا ہوں: پہلے علامہ عینی نے لکھا تھا کہ ولیمہ کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے اور یہاں لکھا ہے کہ اگر وہ ولیمہ میں نہیں گیا تو گنہ گار ہوگا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ ولیمہ کی تقریب منعقد کرنا سنت ہے اور ولیمہ میں جانا واجب ہے بہ شرطیکہ اس کو کوئی شرعی عذر نہ ہو۔

۷۶۔ بَابُ: ذَهَابِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ إِلَى الْعُرُسِ — عورتوں اور بچوں کا نکاح کی تقریب میں جانا

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں اور بچوں کا نکاح کی تقریب میں جانا جائز ہے۔ اور امام بخاری نے یہ عنوان یہ بتانے کے لیے قائم کیا ہے کہ یہ امر جائز ہے اس لیے اس کے عدم جواز کا وہم نہ کیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۲۹)

۵۱۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنه قَالَ أَبْصَرَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءً وَصِبْيَانًا مُقْبِلِينَ مِنْ عُرُسٍ فَقَامَ مُمْتَنًّا فَقَالَ اللّٰهُمَّ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ۔
(صحیح مسلم: ۵۱۸۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمن بن المبارک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے دیکھا چند عورتیں اور بچے نکاح کی تقریب سے آ رہے تھے تو نبی ﷺ فرط مسرت سے کھڑے ہو گئے، پھر آپ نے کہا: "اے اللہ! تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۸۵ میں گزر چکی ہے۔

نکاح کی تقریب میں عورتوں اور بچوں کے جانے کا جواز اور لفظ ممتناً کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عورتوں اور بچوں کا شادی بیاہ کے موقع پر حاضر ہونا جائز ہے کیونکہ اس سے ان کی نکاح پر شہادت حاصل ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ نکاح کا اعلان میں مبالغہ ہوتا ہے۔
علامہ ابوالحسن بن القابسی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ لفظ ہے: ممتناً اس کا معنی ہے: اس پر فضل کرتے ہوئے کیونکہ انصار آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے، پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ ہم پر اپنی محبت سے فضل فرماتے تھے اور ہم کو مخصوص رکھتے تھے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)
علامہ عینی نے کہا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ امتنان سے ماخوذ ہے یعنی نبی ﷺ ان کی تکریم کر کے ان پر احسان کرتے ہوئے کھڑے ہوئے کیونکہ جس کے لیے نبی ﷺ قیام فرمائیں اور اس کی تکریم فرمائیں اس کے حق میں اس سے بڑا کوئی احسان نہیں ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس لفظ کو مُمْثِلًا بھی پڑھا گیا ہے یعنی آپ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ، نبی ﷺ نے یہ لفظ بہ طور تبرک کہا یعنی آپ نے اپنے اس قول پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۰، دار الکتب

Marfat.com

العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۷۔ بَابٌ: هَلْ يَرْجِعُ إِذَا رَأَى مُنْكَرًا فِي الدَّعْوَةِ
جب دعوت کی تقریب میں کسی ناجائز کام کو دیکھے تو آیا وہ واپس چلا جائے؟

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس عنوان کو سوالیہ نشان کے ساتھ ذکر کیا ہے کیونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے اور امام بخاری نے باب میں اختلاف کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے، باب میں صرف یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ دعوت کی تقریب میں کوئی ناجائز کام دیکھے تو کیا واپس جاسکتا ہے۔

اگر کوئی شخص دعوت کی تقریب میں کوئی خلاف شرع چیز دیکھے تو اس کا دعوت میں شریک نہ ہونے کا جواز

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ صاحب ہدایہ نے کہا ہے: دعوت کو قبول کرنا سنت ہے، پس اگر دعوت کی تقریب میں کوئی بدعت وغیرہ ہو تو اس کی وجہ سے دعوت کو ترک نہ کرے، یعنی سنت کو اس وجہ سے ترک نہ کرے کہ اس کے ساتھ کوئی حرام کام ملا ہوا ہے جیسے نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے خواہ جنازے کے ساتھ لوگ (میت پر) نوحہ کررہے ہوں تو ان کے نوحہ کرنے کی وجہ سے نماز جنازہ پڑھنے کو ترک نہیں کیا جائے گا، پس اگر وہ ان کو حرام کام سے منع کرنے پر قادر ہو تو منع کرے یعنی لوگوں پر اگر اس کا اثر اور دبدبہ ہو یا لوگوں کے نزدیک وہ معزز ہو یا وہ ایسا عالم ہو جس کی پیروی کی جاتی ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس حرام کام سے منع کرے اور اگر وہ اس حرام کام سے منع کرنے پر قادر نہیں ہے تو صبر کرے اور دعوت کی تقریب سے نہ نکلے اور اگر وہ ناجائز کام دسترخوان پر ہو رہا ہو تو پھر وہ ان کے ساتھ کھانے کے لیے نہ بیٹھے اور یہ تمام احکام اس صورت میں ہیں جب وہ تقریب نکاح میں حاضر ہونے کے بعد ناجائز کام پر مطلع ہو اور اگر تقریب نکاح میں حاضر ہونے سے پہلے اس کو علم ہو کہ اس تقریب میں ناجائز کام ہوں گے تو پھر وہ اس تقریب میں حاضر نہ ہو کیونکہ دعوت کو قبول کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ دعوت سنت کے مطابق ہو۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۰)

وَرَأَى أَبُو مَسْعُودٍ صُورَةً فِي الْبَيْتِ فَرَجَعَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک گھر میں (مجسم) تصویر دیکھی تو واپس چلے گئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا امام بخاری پر یہ اعتراض کہ اس تعلیق میں تصحیف ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:
المستملی، الاصیلی، القابسی اور عبدوس کی روایت میں اسی طرح ہے (یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے) اور دوسروں کی روایت حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور پہلی روایت میں تصحیف (غلطی) ہے جیسا کہ میرا گمان ہے کیونکہ میں نے اس اثر کی روایت صرف حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے دیکھی ہے اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے کھانا تیار کیا، پس اس سے کھانے پر دعوت دی تو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کیا اس گھر میں کوئی (مجسم) تصویر ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! تو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے اس گھر میں داخل ہونے سے انکار کیا حتیٰ کہ اس مجسمہ کو توڑ دیا جائے۔ اور اس حدیث کی سند صحیح ہے اور خالد بن سعد حضرت ابومسعود، عقبہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام ہیں اور میرے علم میں ان کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں ہے (گویا کہ امام بخاری نے اس روایت کی جو حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کی ہے وہ تصحیف اور غلط ہے) ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت منقول ہو لیکن میں اس روایت پر واقف نہیں ہوں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا امام بخاری کی طرف سے جواب اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ گمان ہے کہ امام بخاری نے جو اس روایت کی حضرت ابن مسعود کی طرف نسبت کی ہے وہ تصحیف اور غلط ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس اثر کی روایت صرف حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو سے منقول ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے اور حافظ ابن حجر نے جو اس اثر کی روایت صرف حضرت ابو مسعود سے دیکھی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول نہ ہو حالانکہ اس قائل نے خود یہ کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت منقول ہو اور جب یہ احتمال موجود ہے تو پھر اس شخص نے محض اپنے گمان سے امام بخاری کی طرف تصحیف اور غلط کی نسبت کیسے کر دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۱۔۲۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ عینی کا اعتراض تو لکھا ہے لیکن انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۲۹۹ میں اس کا کوئی جواب نہیں لکھا یعنی وہ لاجواب ہو گئے۔

دعوت کی تقریب میں خلاف شرع کام کو دیکھ کر شرکت نہ کرنا

وَدَعَا ابْنُ عُمَرَ أَبَا أَيُّوبَ فَرَأَى فِي الْبَيْتِ سِتْرًا عَلَى الْجِدَارِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ غَلَبَنَا عَلَيْهِ النِّسَاءُ فَقَالَ مَنْ كُنْتُ أَخْشَى عَلَيْهِ فَلَمْ أَكُنْ أَخْشَى عَلَيْكَ وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُ لَكُمْ طَعَامًا فَرَجَعَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کو دعوت دی تو انہوں نے گھر میں دیوار پر ایک پردہ لٹکا ہوا دیکھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (معذرۃً) کہا: (اس پردہ کو لٹکانے میں) ہم پر عورتیں غالب آ گئی ہیں، تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یہ تو ڈر تھا کہ کوئی اور ایسا کام کرے گا مگر مجھے تم سے یہ ڈر نہ تھا، اور اللہ کی قسم! میں تمہارے یہاں کھانا نہیں کھاؤں گا، پھر وہ واپس چلے گئے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا خلاف شرع کام دیکھ کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ملامت کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس دوسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا تھا: جب کوئی شخص دعوت میں کوئی خلاف شرع چیز دیکھے تو کیا واپس چلا جائے؟ اور اس تعلیق میں اس کا اثبات کیا ہے کہ جب کوئی شخص دعوت کی تقریب میں کوئی خلاف شرع بات دیکھے تو وہ واپس چلا جائے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے سالم بن عبداللہ بن عمر کے نکاح کی تقریب میں دعوت دی تھی، پس جب حضرت ابو ایوب، حضرت عبداللہ کے گھر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ دیوار کو ایک پردہ سے چھپایا ہوا ہے (اور یہ کام خلاف شرع تھا) تو حضرت ابو ایوب نے حضرت عبداللہ بن عمر پر اعتراض کیا کہ یہ خلاف شرع کام کیوں کیا گیا ہے؟ انہوں نے معذرت کی کہ یہ کام عورتوں نے کیا ہے اور وہ ہم پر غالب آ گئی ہیں، تو حضرت ابو ایوب نے کہا اگر کوئی اور یہ کام کرتا تو

Marfat.com

مجھے اس کا ڈر نہیں تھا لیکن تم سے ایسے کام کی مجھے توقع نہیں تھی۔ یہ کہہ کر وہ واپس چلے گئے اور کھانا نہیں کھایا۔

امام طبرانی نے اس اثر کی سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میری شادی میں میرے والد نے لوگوں کو بلایا۔ ان لوگوں میں حضرت ابوایوب انصاری بھی تھے، انہوں نے دیکھا کہ گھر کی دیوار کو سبز چادر سے چھپایا ہوا ہے تو حضرت ابوایوب نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا: کیا تم دیوار کو چادر سے چھپاتے ہو؟ تو میرے والد نے شرمندہ ہو کر کہا: ہم پر عورتیں غالب آ گئیں اے ابوایوب! پس حضرت ابوایوب نے کہا کہ مجھے کسی اور کے متعلق تو یہ ڈر تھا کہ اس پر عورتیں غالب آ جائیں گی مگر اے ابن عمر! مجھے تمہارے متعلق تو یہ ڈر نہیں تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

دیواروں کو کپڑوں سے چھپانے اور ڈھانپنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

گھروں اور دیواروں کو چادروں سے چھپانے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور شافعیہ اس کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ اگر یہ فعل حرام ہوتا تو صحابہ کرام اس تقریب میں نہ بیٹھتے اور نہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کام کرتے اور حضرت ابوایوب انصاری نے جو اس سے منع کیا تھا وہ ممانعت تنزیہہ اور کراہت تنزیہہ پر محمول ہے تاکہ حضرت ابن عمر کے فعل اور حضرت ابوایوب کی ممانعت میں تطبیق ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوایوب کے نزدیک یہ فعل مکروہ تحریمی ہو اور جو صحابہ اس مجلس میں بیٹھے تھے اور انہوں نے اس پر انکار نہیں کیا تھا وہ اس فعل کو مباح سمجھتے تھے اور شیخ ابونصر المقدسی الشافعی نے اس فعل کے مکروہ تحریمی ہونے کی تصریح کی ہے کیونکہ امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور مٹی پر چادر ڈالیں لیکن اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا اور حکم نہ دینا ممانعت کو مستلزم نہیں ہے۔ ہاں! سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دیواروں کو نہ چھپاؤ''۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۸۵، سنن ابن ماجہ ۳۸۶۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۷۲)، (ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۵۲۵، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ایک اور روایت میں ہے کہ دیواروں کو کپڑوں سے نہ چھپاؤ۔ (نصب الرایہ ج ۳ ص ۶۲)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: اگر زینت کے قصد سے دیوار پر پردہ لٹکایا جائے تو مکروہ تنزیہی ہے ورنہ نہیں۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار ج ۹ ص ۴۳۱، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

جس تقریب میں غیر شرعی امور ہوں اس میں شرکت کے متعلق فقہاء شافعیہ اور فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس دعوت کی تقریب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کے خلاف امور ہوں اس تقریب میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، لہٰذا منکر اور معاصی کی مجلس میں حاضر ہونا نہیں چاہیے اور نہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا چاہیے کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنا ان کاموں پر راضی ہونے کی دلیل ہے اور جو شخص جن لوگوں کی جماعت میں ہو اس کا ان ہی لوگوں میں شمار ہوتا ہے اور جو لوگ ایسے کام کریں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عذاب اور اس کی لعنت سے مامون نہیں ہیں، ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ ان سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس کو ایسے ولیمہ کی دعوت دی گئی جس میں شراب نوشی تھی آیا وہ اس دعوت کو قبول

Marfat.com

کرے، تو امام مالک نے کہا: نہیں کیونکہ اس دعوت میں برے کاموں کا اظہار ہے اور امام شافعی نے کہا: جب ولیمہ کی تقریب میں شراب ہو یا دیگر منکرات ہوں تو انسان کو چاہیے کہ وہ ان کاموں سے منع کرے ورنہ اس تقریب سے واپس چلا جائے۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اگر ولیمہ میں لہو ولعب ہو مثلاً اس میں مزامیر ہوں، ستار ہوں اور دیگر آلات موسیقی ہوں، اللیث نے کہا: ایسے ولیمہ میں حاضر ہونا نہیں چاہیے اور امام مالک نے کہا کہ جب وہ لوگوں کو آلات موسیقی میں مشغول دیکھے تو اس تقریب سے نکل جائے۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ باوقار لوگوں کے لیے لہو ولعب کی مجلس میں حاضر ہونا ناپسندیدہ ہے، ان سے پوچھا گیا کہ اگر کسی مجلس میں آلات موسیقی کو بجایا جارہا ہو، اور لوگ ان کو سن کر لذت حاصل کر رہے ہوں اور تم کسی راستہ میں ہو یا مجلس میں ہو تو کیا کیا جائے؟ امام مالک نے کہا: وہ اس مجلس سے اٹھ جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ولیمہ میں موسیقی کو سنا تو اس تقریب سے واپس چلے گئے اور انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی قوم کی کثرت میں اضافہ کرے اس کا شمار اسی قوم سے ہوتا ہے۔ (المطالب العالیہ: ۱۶۶۰، تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۴۱۔ ۴۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک چرواہے کے پاس سے گزرے جو بانسری بجا رہا تھا تو انہوں نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور وہ چلتے رہے اور وہ نافع سے پوچھتے رہے: کیا تم کوئی آواز سن رہے ہو؟ جب اس نے کہا: نہیں تو انہوں نے کانوں سے اپنی انگلیاں نکال لیں۔

پھر حضرت ابن عمر نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ نے ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو آپ نے اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۶۹۳، امام ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ سنن ابوداؤد: ۴۹۲۴)

جس تقریب میں غیر شرعی امور ہوں اس میں شرکت کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

اور امام ابوحنیفہ نے کہا: جب کوئی شخص ولیمہ میں حاضر ہو اور اس تقریب میں لہو ولعب ہو تو اس کے وہاں بیٹھنے میں اور کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور روایت ہے کہ حسن بصری اور ابن سیرین ایک جنازہ میں تھے اور اس جنازے میں میت پر نوحہ ہو رہا تھا تو ابن سیرین واپس چلے گئے، جب حسن بصری سے یہ بات کہی گئی تو انہوں نے کہا: بے شک ہم نے جو دیکھا وہ باطل تھا، اس کو ہمارا ترک کرنا برحق ہے۔

اور فقہاء احناف نے مجلس لہو ولعب میں حاضر ہونے کی اجازت پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشیوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا اور اسے دیکھنے کے لیے آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے وہ کھیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دکھایا۔

(صحیح البخاری: ۹۵۰، صحیح مسلم: ۸۹۲، مسند احمد: ۲۶۳۸۸)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عید کے دن دف بجایا گیا اور گیت گایا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا، بلکہ حضرت ابوبکر نے جب اس سے منع کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے''۔

(صحیح البخاری: ۹۵۲۔ ۹۴۹)

علامہ ابن بطال کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں داخل نہیں ہوئے جس گھر میں تصویر تھی اور آپ نے اس سے منع فرمایا ہے، اس حکم میں وہ مجلس ہے جس میں کوئی غیر شرعی کام ہو رہا ہو۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۴۱۔ ۲۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

جو لہو مختلف فیہ ہو اور جس لہو کی حرمت منصوص ہو ان دونوں کی مجلس میں شرکت کے متعلق مذاہب فقہاء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے اس مسئلہ کی تفصیل بیان کی ہے، انہوں نے کہا ہے: اگر مجلس میں ایسا لہو ہو جس کے جواز میں اختلاف ہے تو اس مجلس میں حاضر ہونا جائز ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اس مجلس کو ترک کر دیا جائے۔ اور اگر مجلس میں ایسا لہو ہو جو حرام ہے مثلاً شراب پینا تو یہ دیکھا جائے کہ اگر مدعو ایسا شخص ہو کہ اس کے آنے سے شراب اٹھا لی جائے تو پھر وہ حاضر ہو اور اگر وہ ایسا نہ ہو تو پھر اس میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ اس مجلس میں حاضر ہو اور شراب نوشی پر حسب قدرت انکار کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ وہ حاضر نہ ہو۔ امام بیہقی نے کہا: امام شافعی کی تصریح کے مطابق یہی قول ظاہر ہے اور فقہاء عراق کا بھی یہی موقف ہے۔

اور فقہاء احناف میں سے صاحب ہدایہ نے یہ کہا ہے کہ اگر مدعو شخص لوگوں کے نزدیک مقتدیٰ نہیں ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ ایسی مجلس میں حاضر ہو اور کھانا کھائے اور اگر وہ لوگوں کے نزدیک مقتدیٰ ہے اور وہ لوگوں کو حرام کام سے روکنے پر قادر نہیں ہے تو پھر وہ اس مجلس سے نکل جائے کیونکہ اس مجلس میں بیٹھنا معصیت کے دروازہ کو کھولنا ہے اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ وہ ایسی مجلس میں بیٹھے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب وہ مقتدیٰ نہیں تھے۔ صاحب ہدایہ نے کہا: یہ تمام بحث اس صورت میں ہے جب وہ مجلس حرام میں حاضر ہو چکا ہو اور اگر اس کو حاضر ہونے سے پہلے علم ہو کہ اس مجلس میں حرام کام ہوگا تو پھر وہ اس مجلس کی دعوت میں نہ جائے۔ اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا ایسی مجلس میں حاضر ہونا حرام ہے کیونکہ اس کا ایسی مجلس میں حاضر ہونا حرام کام پر راضی ہونے کے مترادف ہے۔

فقہاء حنبلیہ کا بھی یہی قول ہے، اسی طرح فقہاء مالکیہ نے کہا کہ ولیمہ کو قبول کرنا اس وقت واجب ہے جب اس کو یہ علم ہو کہ وہاں کوئی غیر شرعی کام نہیں ہے اور اگر غیر شرعی کام ہوں تو ایسی مجلس میں حاضر ہونے کی ممانعت کی متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسقین کے طعام کو قبول کرنے سے منع فرمایا ہے''۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر خمر (انگور کی شراب) گردش کر رہی ہو''۔ اس حدیث کی سند جید ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

غیر مقلدین کی معمولات اہل سنت کے خلاف ہرزہ سرائی اور افتراء پردازی

غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

مترجم کہتا ہے: اگر ابو ایوب انصاری اس زمانہ کے بدعات کو دیکھتے تو یقیناً نہ ایسے بدعقیدوں سے ملتے نہ ان کا کھانا کھاتے، اب تو سارے مکان کو چھت سے لے کر دیواروں تک کپڑے سے منڈھتے ہیں، اس پر نقش ونگار کرتے ہیں، قبروں پر چادریں وہ بھی کار چوبی کی عمدہ عمدہ ڈالتے ہیں اور بے چارے زندہ مسلمان سردی کھاتے پھرتے ہیں، ان کو کوئی ایک ترکہاری (کپڑے) کا ٹکڑا بھی نہیں دیتا مگر اجالا شاہ کے قبر پر صبح کا اجالا ہوتے ہی کم خواب کی نئی چادر چڑھائی جاتی ہے، اس پر مٹھائی کی ٹوکری اور صندل سے ان کی قبر لیپی جاتی ہے، اجالا شاہ کو تو ایک بزرگ سمجھ کر ایسا کرتے ہیں مگر عموماً یہ رواج کر لیا ہے کہ سوم (تیجا یا سوئم) کو ہر ایک قبر پر چادر چڑھاتے ہیں، پھول ڈالتے ہیں، مولود خوانوں کی جماعتیں آتی ہیں جو چلا چلا کر مردے کا ناک میں دم کرتی ہیں، رات کو

Marfat.com

وہاں چراغ جلائے جاتے ہیں، جب کوئی مرتا ہے تو اس کے جنازے پر شامیانہ تانتے ہیں، قبر میں دفنانے کے بعد پیر صاحب کا شجرہ بھی اس میں رکھ دیتے ہیں کہ شاید فرشتے پیر صاحب کی خاطر سے عذاب نہ کریں۔ معاذ اللہ! اگر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ان باتوں کو دیکھتے تو کس طرح ناراض ہوتے، مجھے یقین ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو مسلمان ہی نہ سمجھے۔ ۱۲ منہ۔

(تیسیر الباری ج ۵ ص ۱۴۰۔۱۳۹ نعمانی کتب خانہ، لاہور، جون ۱۹۹۰ء)

ہر مسلمان کے سوئم میں اس کی قبر پر چادر نہیں چڑھائی جاتی

میں کہتا ہوں: شیخ وحید الزمان نے یہ غلط اور خلاف واقع لکھا ہے کہ ہر مسلمان کے سوئم میں اس کی قبر پر چادر چڑھائی جاتی ہے۔ روزمرہ کا عام مشاہدہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ ہاں! اولیاء اللہ اور مقبولان بارگاہ کے مزارات پر چادر چڑھائی جاتی ہے۔ اس کے جواز کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے صالحین اور اولیاء اللہ کی قبروں پر پردوں، عمامہ اور کپڑوں کے رکھنے کو مکروہ کہا ہے۔ ''فتاوی الحجۃ'' میں مذکور ہے کہ قبروں پر پردے لٹکانا مکروہ ہے، اھ۔ لیکن ہم اب یہ کہتے ہیں کہ جب اس سے مقصود عام لوگوں کی نگاہوں میں تعظیم ہوتا کہ لوگ صاحب قبر کو حقیر نہ جانیں اور غافل زائرین میں ادب اور خشوع کو واقع کرنے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ اعمال کا مدار نیات پر ہے ہر چند کہ یہ فعل بدعت (حسنہ) ہے جیسے فقہاء کہتے ہیں کہ طواف وداع کے بعد حجاج الٹے پیر لوٹیں حتیٰ کہ مسجد حرام سے نکل جائیں اور ان کا یہ الٹے پیر لوٹنا بیت اللہ کی تعظیم اور اجلال کے لیے ہے حتیٰ کہ ''منہاج السالکین'' میں مذکور ہے کہ اس فعل میں کوئی سنت مرویہ نہیں ہے اور نہ کوئی اثر منقول ہے لیکن ہمارے اصحاب نے اس فعل کو اختیار کیا ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۹ ص ۴۴۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

بزرگوں کی قبروں پر صندل سے لپائی کا افتراء ہونا

شیخ وحید الزمان نے یہ بھی غلط اور خلاف واقع لکھا ہے کہ بزرگوں کی قبروں کی صندل سے لپائی ہوتی ہے اور انہوں نے قبروں کے پاس مٹھائی کی ٹوکری رکھنے پر بھی طعن کیا ہے، اس طعن کا جواب یہ ہے کہ قبروں کے پاس مٹھائی یا کوئی اور کھانے پینے کی چیز رکھنے سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ ان چیزوں کو صاحب مزار کھائیں گے بلکہ یہ کھانے پینے کی چیزیں زائرین اور فقراء کو کھلانے پلانے کے لیے ہوتی ہیں اور ان چیزوں کا ثواب صاحب مزار کو پہنچایا جاتا ہے۔ اور اس کے جواز کے متعلق ایصال ثواب کے وہ دلائل ہیں جو ہم اپنی اس کتاب میں اور اپنی دیگر تصانیف میں لکھ چکے ہیں۔

نعت خوانی سے بیزاری پر تبصرہ

نیز شیخ وحید الزمان نے لکھا ہے: مولود خانوں کی جماعتیں آتی ہیں جو چلا چلا کر مردے کا ناک میں دم کرتی ہیں۔

میں کہتا ہوں: شیخ وحید الزمان نے اس عبارت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی کا نہایت تضحیک سے اور توہین آمیز انداز میں ذکر کیا ہے، مولود خوان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کی مدح میں نعتیں پڑھتے ہیں اور اس نعت خوانی سے وہی شخص بیزار ہوگا اور وہی اس کا مذاق اڑائے گا جس کا دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی اور محروم ہو اور ہم ایسے شخص کے متعلق مومن ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے، نیز اس عبارت میں بھی شیخ وحید الزمان کا دروغ بے فروغ ہے کیونکہ ہر قبر پر مولود خوان نعتیں نہیں پڑھتے اور نہ وہ اس صاحب قبر کو سنانے کے لیے نعتیں پڑھتے ہیں بلکہ اکابر اولیاء اللہ کے مزارات پر زائرین کے مجمع میں نعتیں پڑھی جاتی ہیں اور وہ نعتیں زائرین سنتے ہیں اور چونکہ اللہ کے نیک بندے بھی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، سو وہ بھی وہ نعتیں سنتے ہیں اور خوش ہوتے

Marfat.com

ہیں اور وجد میں آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی نعتیں سننے سے وہی شخص بیزار ہوتا ہے جس کا دل حلاوت حب رسول اللہ ﷺ سے محروم ہو۔

قبر پر پھول ڈالنے اور چراغ چلانے پر تبصرہ

نیز شیخ وحید الزمان نے قبروں پر پھول ڈالنے کو بھی نشانہ تضحیک بنایا ہے، سو ہم نے نعمۃ الباری ج ۱ ص ۶۵۶۔ ۶۵۵، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۷۹ میں اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔ شیخ وحید الزمان کے اس طعن کے جواب میں وہ بحث وہاں دیکھ لی جائے۔

نیز شیخ وحید الزمان نے قبروں پر چراغ جلانے پر بھی طعن کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ قبروں پر کوئی چراغ نہیں جلاتا۔ البتہ قبروں کے قریب زائرین کی سہولت کے لیے روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے تاکہ زائرین اولیاء اللہ کے مزارت کے پاس بیٹھ کر سہولت سے قرآن مجید کی تلاوت کر سکیں اور اس سے منع کرنا اور اس پر طعن کرنا گویا قرآن مجید کی تلاوت پر طعن کرنا ہے اور ایسا کوئی مومن نہیں کر سکتا اور پہلے روشنی کے لیے چراغ جلایا جاتا تھا اور اب بلب اور انرجی سیور اور ٹیوب لائٹس جلائی جاتی ہیں۔

قبر میں عہد نامہ رکھنے کا ثبوت

نیز شیخ وحید الزماں نے لکھا ہے: قبر میں دفنانے کے بعد پیر صاحب کا شجرہ بھی اس میں رکھ دیتے ہیں کہ شاید فرشتے پیر صاحب کی خاطر سے عذاب نہ کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں پیر صاحب کا شجرہ رکھنے کے متعلق تو کسی مستند سنی عالم دین نے نہیں کہا۔ ہاں! قبر میں عہد نامہ رکھنے کا ضرور ثبوت ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام الصفار نے ذکر کیا ہے کہ اگر میت کی پیشانی پر، اس کے عمامہ پر، اس کے کفن پر عہد نامہ لکھا جائے تو یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میت کی مغفرت فرما دے گا اور اسے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ (رد المحتار علی الدر المختار ج ۳ ص ۱۴۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

امام بخاری کی دوسری تعلیق پر سیر حاصل گفتگو کرنے کے بعد اب ہم پھر صحیح بخاری کی حدیث لکھ رہے ہیں۔

۵۱۸۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَتُوبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ مَاذَا أَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا بَالُ هَذِهِ النُّمْرُقَةِ قَالَتْ فَقُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ زوج النبی ﷺ، انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے ایک ایسی چادر خریدی جس میں تصاویر تھیں، پس جب رسول اللہ ﷺ نے ان تصاویر کو دیکھا تو آپ دروازے پر کھڑے رہے اور گھر میں داخل نہیں ہوئے، سو میں نے آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار کو پہچان لیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: یہ کیسا پردہ ہے؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: میں نے اس کو آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر ٹیک

Marfat.com

(صحیح البخاری:۵۹۰۷،۵۹۶۱،۷۵۵۷، صحیح مسلم:۲۱۰۷)

لگائیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: جن چیزوں کی تم نے تخلیق کی ہے ان میں جان ڈالو۔ اور فرمایا: جن گھروں میں یہ تصویریں ہوتی ہیں ان گھروں میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۲۱۰۵ میں گزر چکی ہے۔

ترجمۃ الباب سے عدم مطابقت کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان یہ ہے کہ جب دعوت کی تقریب میں کوئی غیر شرعی چیز ہو تو اس دعوت میں نہ جائے، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ نبی ﷺ گھر کے پردوں پر تصویریں دیکھ کر گھر میں داخل نہیں ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ گھر کے پردوں پر تصویروں کا ہونا بھی ایک غیر شرعی کام ہے جس کی وجہ سے نبی ﷺ گھر میں داخل نہیں ہوئے تو پھر گھر کے پردوں پر تصویروں کا ہونا کسی تقریب میں داخل نہ ہونے کا قوی سبب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی ﷺ دروازے پر کھڑے رہے اور حضرت عائشہ کے حجرہ میں داخل نہیں ہوئے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۳۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس سے حدیث کی باب کی ساتھ مطابقت نہیں ہوئی لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب کہ تصویر بھی منکرات میں سے ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس جگہ کوئی خلاف شرع کام ہو تو اس دعوت میں نہ جایا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ علامہ عینی نے پہلے جس چیز کا انکار کیا تھا پھر اسی کو تسلیم کر لیا اور انہیں اس کا پتا بھی نہیں چلا۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۳۰۰۔۲۹۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ جواب درست ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۷۸۔ بَابُ: قِيَامِ الْمَرْأَةِ عَلَى الرِّجَالِ فِي الْعُرْسِ وَخِدْمَتِهِمْ بِالنَّفْسِ

شادی میں عورتوں کا مردوں کی از خود خدمت کرنا

۵۱۸۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ لَمَّا عَرَّسَ أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ فَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابو غسان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل

Marfat.com

صَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا وَلَا قَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ إِلَّا امْرَأَتُهُ أُمُّ أُسَيْدٍ بَلَّتْ تَمَرَاتٍ فِي تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الطَّعَامِ أَمَاثَتْهُ لَهُ فَسَقَتْهُ تُتْحِفُهُ بِذَلِكَ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۸۳، ۵۵۹۱، ۵۵۹۷، ۶۶۸۵، صحیح مسلم: ۲۰۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۲)

رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا تو انہوں نے نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کو دعوت دی اور انہوں نے نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے لیے جو کھانا تیار کیا تھا اور جو ان کی ضیافت کی تھی اس کو ان کی دلہن حضرت ام اسید رضی اللہ عنہا نے تیار کیا تھا، انہوں نے رات کو پتھر کے ایک پیالہ میں چند کھجوریں بھگو دی تھیں، جب نبی ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے وہ نبیذ آپ کو پیش کیا اور بہ طور تحفہ آپ کو پلایا جس میں کھجوروں کو پانی میں گھول دیا گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۷۶ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے فقہی مسائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے حسب ذیل فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) دلہن کی اپنے شوہر اور اس کے اصحاب کی اپنی شادی کی تقریب میں خدمت کرنا۔

(۲) اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے اپنے نیک دوستوں کی خدمت لے یعنی وہ ان کو کھانا وغیرہ کھلائے تو یہ امر جائز ہے، بہ شرطیکہ انہیں فتنہ کا خوف نہ ہو۔

(۳) کھجوروں کے غیر نشہ آور نبیذ کو شادی کی تقریب میں پلانا جائز ہے اور یہ امر ان کے ہاں شروع سے مروج تھا۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے: اماثتہ اس کا مادہ میث ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز کو پانی میں گھول دینا، اسی طرح امام خلیل بن احمد نے کتاب العین میں اس کا معنی بیان کیا ہے، اس حدیث میں یہ مراد ہے کہ حضرت ام اسید نے کھجوروں کو پانی میں گھول دیا تھا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۹۔ بَابُ: النَّقِيعِ وَالشَّرَابِ الَّذِي لَا يُسْكِرُ فِي الْعُرْسِ

کھجوروں کی نبیذ یا کسی اور غیر نشہ آور مشروب کو تقریب نکاح میں پلانا

۵۱۸۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِعُرْسِهِ فَكَانَتِ امْرَأَتُهُ خَادِمَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَهِيَ الْعَرُوسُ فَقَالَتْ أَوْ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا أَنْقَعَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي تَوْرٍ

(صحیح البخاری: ۵۵۹۱، ۵۵۹۷، ۶۶۸۵، صحیح مسلم ۲۰۰۶، سنن ابن ماجہ:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمن القاری نے حدیث بیان کی از ابی حازم، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریب نکاح میں نبی ﷺ کو دعوت دی، پس ان کی بیوی اس دن ان کی خدمت کر رہی تھیں اور وہ دلہن تھیں، پس ان کی بیوی نے کہا یا خود حضرت ابو اسید نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ

Marfat.com

(۱۹۱۴) صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کی بیوی نے کس چیز کا نبیذ بنایا تھا؟ انہوں نے رات کو برتن میں چند کھجوریں بھگو دی تھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۱۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۸۰۔ بَابُ: الْمُدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ — عورتوں کے ساتھ خوش خلقی کے ساتھ پیش آنا

علامہ بدرالدین عینی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مداراۃ کا لغوی معنی ہے: الفت اور دلوں کو مائل کرنا کیونکہ لوگوں کی طبائع مختلف ہوتی ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں کے ساتھ مدارات (خوش خلقی) کے ساتھ پیش آنا صدقہ ہے''۔

(صحیح ابن حبان: ۴۷۱، شعب الایمان: ۸۴۴۵، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۴۶، الکامل لابن عدی: ۱۸۸۱، المعجم الاوسط: ۴۶۳، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۷)

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّمَا الْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: عورت صرف پسلی کی مثل ہے۔

حضرت حواء کا حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہونا

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول اس باب کی حدیث: ۵۱۸۴، میں مذکور ہے، آپ نے فرمایا: عورت پسلی کی مثل ہے کیونکہ پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے اور عورت کے مزاج اور طبیعت میں بھی کجی ہے، علامہ داؤدی نے کہا ہے: کیونکہ حضرت حواء کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کیا گیا تھا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے تو ان کی بائیں پسلی سے حضرت حواء کو پیدا کیا گیا، فرشتہ نے آ کر ان کی بائیں پسلی سے حضرت حواء کو نکالا اور جب حضرت آدم علیہ السلام بیدار ہوئے تو وہ ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، پھر حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۸۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۸۶، صحیح مسلم: ۱۴۶۸، سنن ترمذی: ۱۱۸۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت پسلی کی مثل ہے اگر تم اس کو سیدھا کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اگر تم اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے نفع حاصل کرو گے تو اس سے نفع حاصل کرتے رہو گے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۳۱ میں گزر چکی ہے۔

عورتوں کی کج خلقی پر صبر کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی غلطیوں کو معاف کر دینا چاہیے اور ان کے ٹیڑھے پن پر صبر کرنا چاہیے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

۸۱۔ بَابُ: اَلْوَصَاةِ بِالنِّسَاءِ
عورتوں کی خیر خواہی کرنا

علامہ عینی نے لکھا ہے: اس باب کا معنی ہے عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کی بدسلوکی کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۱۸۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِي جَارَهُ۔
(صحیح البخاری: ۵۱۸۵، ۶۰۱۸، ۶۱۳۶، ۶۱۳۸، ۶۴۷۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں الحسین الجعفی نے حدیث بیان کی از زائدہ از میسرۃ از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے۔

پڑوسی سے بیوی کا مراد ہونا

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ اس باب کا عنوان ہے "عورتوں کی خیر خواہی کرنا" اور حدیث میں پڑوسی کو ایذاء نہ دینے کا ذکر ہے، سو یہ حدیث بہ ظاہر عنوان کے مطابق نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پڑوسی سے مراد بیوی ہے کیونکہ وہ بھی شوہر کی پڑوسی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ۔ (النساء: ۳۶)

اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی کے ساتھ نیکی کرو۔

بہ کثرت مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں قرابت دار پڑوسی سے مراد بیوی ہے۔
(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۵۴۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۸ھ)

۵۱۸۶۔ وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا۔ (صحیح البخاری: ۵۱۸۴، سنن ترمذی ۱۱۸۸)

اور عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو کیونکہ ان کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور سب سے اوپر والی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ پھر اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگے تو تم اس کو توڑ دو گے اور اگر تم اس کو چھوڑ دو تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی، سو تم عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ كُنَّا نَتَّقِي الْكَلَامَ وَالِانْبِسَاطَ إِلٰى نِسَائِنَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم هَيْبَةَ أَنْ يَنْزِلَ فِينَا شَيْءٌ فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم تَكَلَّمْنَا وَانْبَسَطْنَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنی عورتوں سے زیادہ باتیں کرنے سے اور ان کے ساتھ بے تکلفی کرنے سے احتراز کرتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں ہمارے اوپر

Marfat.com

(سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۲، مسند احمد: ۵۲۸۴) کوئی حکم نازل نہ ہو جائے، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو پھر ہم ان سے زیادہ باتیں کرتے تھے اور بے تکلفی سے رہتے تھے۔

بیوی کے ساتھ خوش طبعی اور بے تکلفی

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ عورتوں سے اسی وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جب تم ان کی بدسلوکی پر صبر کرو، سو میں تم کو عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں، لہٰذا تم میری وصیت کو قبول کرو اور اس پر عمل کرو۔
امام غزالی نے کہا ہے: عورت کو چاہیے کہ اپنے خاوند کے ساتھ معروف طریقہ سے گزر کرلے اور مرد کو چاہیے کہ وہ اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے اور عورت کے ساتھ حسن خلق یہ ہے کہ وہ عورت کے غصہ اور اس کی ایذاء کو برداشت کرلے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور اتباع کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات آپ کو پلٹ کر جواب دیتی تھیں اور رات تک آپ کو چھوڑے رکھتی تھیں، اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ خوش طبعی کرتے تھے۔ روایت ہے: عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دوڑنے میں مقابلہ کیا، پس میں آپ سے آگے نکل گئی۔
(سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۹، مسند احمد: ۲۴۱۷۳)

علامہ بوصیری نے کہا: اس حدیث کی سند امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔
(ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۵۳۰، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸۲- بَابٌ: قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم: ۶)

اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ (التحریم: ۶)

علامہ عینی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی تم اپنے گھر والوں کو نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو اور ان کو ادب سکھاؤ۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۱۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ۔
(صحیح البخاری: ۸۹۳، ۵۲۰۰، ۷۱۳۸، صحیح مسلم ۱۸۲۹، سنن ترمذی: ۱۷۰۵، سنن ابو داؤد: ۲۹۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا محافظ ہے اور تم میں سے ہر شخص جواب دہ ہے، پس امام محافظ ہے اور وہ جواب دہ ہے، اور مرد اپنی بیوی کا محافظ ہے اور وہ جواب دہ ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی محافظ ہے اور وہ جواب دہ ہے اور نوکر اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور وہ جواب دہ ہے، سنو! تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص جواب دہ ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے۔

اپنے متعلقین اور ماتحتوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زید بن اسلم نے بیان کیا کہ جب التحریم:٦ نازل ہوئی تو صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم اپنے آپ کو تو دوزخ کی آگ سے بچاتے ہیں، پس ہم اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے کیسے بچائیں، آپ نے فرمایا: تم ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا حکم دو اور تم ان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے روکو۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۸۳۔ بَابُ: حُسْنِ الْمُعَاشَرَةِ مَعَ الْأَهْلِ

بیویوں کے ساتھ نیک سلوک

۵۱۸۹۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَلَسَ إِحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ أَنْ لَا يَكْتُمْنَ مِنْ أَخْبَارِ أَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا قَالَتِ الْأُولٰى زَوْجِي لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلٰى رَأْسِ جَبَلٍ لَا سَهْلٍ فَيُرْتَقٰى وَلَا سَمِينٍ فَيُنْتَقَلُ قَالَتِ الثَّانِيَةُ زَوْجِي لَا أَبُثُّ خَبَرَهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَذَرَهُ إِنْ أَذْكُرْهُ أَذْكُرْ عُجَرَهُ وَبُجَرَهُ قَالَتِ الثَّالِثَةُ زَوْجِي الْعَشَنَّقُ إِنْ أَنْطِقْ أُطَلَّقْ وَإِنْ أَسْكُتْ أُعَلَّقْ قَالَتِ الرَّابِعَةُ زَوْجِي كَلَيْلِ تِهَامَةَ لَا حَرٌّ وَلَا قُرٌّ وَلَا مَخَافَةَ وَلَا سَآمَةَ قَالَتِ الْخَامِسَةُ زَوْجِي إِنْ دَخَلَ فَهِدَ وَإِنْ خَرَجَ أَسِدَ وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ قَالَتِ السَّادِسَةُ زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفَّ وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ وَإِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ وَلَا يُولِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ قَالَتِ السَّابِعَةُ زَوْجِي غَيَايَاءُ أَوْ عَيَايَاءُ طَبَاقَاءُ كُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ شَجَّكِ أَوْ فَلَّكِ أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ قَالَتِ الثَّامِنَةُ زَوْجِي الْمَسُّ مَسُّ أَرْنَبٍ وَالرِّيحُ رِيحُ زَرْنَبٍ قَالَتِ التَّاسِعَةُ زَوْجِي رَفِيعُ الْعِمَادِ طَوِيلُ النِّجَادِ عَظِيمُ الرَّمَادِ قَرِيبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ قَالَتِ الْعَاشِرَةُ زَوْجِي مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكِ لَهُ إِبِلٌ كَثِيرَاتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن عبدالرحمٰن اور علی بن حجر نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ گیارہ عورتیں بیٹھیں اور انہوں نے آپس میں یہ عہد و پیمان کیا کہ وہ اپنے شوہروں کی خبروں میں سے کوئی خبر نہیں چھپائیں گی، پس پہلی عورت نے کہا: میرے خاوند کی مثال ایسے ہے جیسے دبلے اونٹ کا گوشت اور وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا ہو، نہ اس کا راستہ آسان ہو کہ کوئی اس پہاڑ پر چڑھ کر اسے لا سکے اور نہ ہی وہ گوشت اتنا فربہ ہو کہ کوئی اس کو وہاں سے منتقل کر دے۔ دوسری عورت نے کہا: میں اپنے خاوند کی خبر کو منتشر نہیں کرتی کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ میں اس کا ذکر کروں تو کسی بات کو نہیں چھوڑوں گی اور اگر پھر بھی بیان کروں تو اس کے ظاہر اور پوشیدہ سب عیوب بیان کر دوں گی۔ تیسری عورت نے کہا کہ میرا خاوند بہت لمبا ہے، اگر میں کچھ بیان کروں تو مجھے طلاق دی جائے گی اور اگر میں خاموش رہوں تو میں معلق رہوں گی۔ چوتھی عورت نے کہا: میرا خاوند تو تہامہ کی رات کی طرح ہے نہ گرم اور نہ سرد، نہ ڈر اور نہ غم۔ پانچویں عورت نے کہا: میرا خاوند اگر گھر میں داخل ہو تو چیتا ہے اور گھر سے باہر نکلے تو شیر ہے، جو گھر میں وہ چھوڑ گیا اسے پوچھتا ہی نہیں۔ چھٹی عورت نے کہا کہ میرا خاوند اگر کھانا کھانے بیٹھے تو سب چٹ کر جائے اور اگر پانی پیے تو سارا کا سارا

الْمَبَارِكِ قَلِيلَاتُ الْمَسَارِحِ وَإِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ أَيْقَنَّ أَنَّهُنَّ هَوَالِكُ قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ زَوْجِي أَبُو زَرْعٍ وَمَا أَبُو زَرْعٍ أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ وَمَلَأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ وَبَجَّحَنِي فَبَجِحَتْ إِلَيَّ نَفْسِي وَجَدَنِي فِي أَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِي فِي أَهْلِ صَهِيلٍ وَأَطِيطٍ وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ فَعِنْدَهُ أَقُولُ فَلَا أُقَبَّحُ وَأَرْقُدُ فَأَتَصَبَّحُ وَأَشْرَبُ فَأَتَقَنَّحُ أُمُّ أَبِي زَرْعٍ فَمَا أُمُّ أَبِي زَرْعٍ عُكُومُهَا رَدَاحٌ وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ ابْنُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا ابْنُ أَبِي زَرْعٍ مَضْجَعُهُ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ وَيُشْبِعُهُ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ طَوْعُ أَبِيهَا وَطَوْعُ أُمِّهَا وَمِلْءُ كِسَائِهَا وَغَيْظُ جَارَتِهَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ لَا تَبُثُّ حَدِيثَنَا تَبْثِيثًا وَلَا تُنَقِّثُ مِيرَتَنَا تَنْقِيثًا وَلَا تَمْلَأُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا قَالَتْ خَرَجَ أَبُو زَرْعٍ وَالْأَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ فَطَلَّقَنِي وَنَكَحَهَا فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا رَكِبَ شَرِيًّا وَأَخَذَ خَطِّيًّا وَأَرَاحَ عَلَيَّ نَعَمًا ثَرِيًّا وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا وَقَالَ كُلِي أُمَّ زَرْعٍ وَمِيرِي أَهْلَكِ قَالَتْ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ أَعْطَانِيهِ مَا بَلَغَ أَصْغَرَ آنِيَةِ أَبِي زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كُنْتُ لَكِ كَأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَعِيدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ هِشَامٍ وَلَا تُعَشِّشُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَأَتَقَمَّحُ بِالْمِيمِ وَهَذَا أَصَحُّ۔

(صحیح مسلم: ۲۴۴۸، تحفۃ الاشراف: ۱۶۳۵۴)

پانی پی لے اور اگر وہ چت لیٹے تو الگ پڑا رہتا ہے اور میرے کپڑوں پر ہاتھ بھی نہیں ڈالتا اور کبھی میری پریشانی کو معلوم نہیں کرتا۔ ساتویں عورت نے کہا: میرا خاوند تو جاہل ہے یا کاہل، نامرد ہے، اس میں لوگوں کی ہر بیماری اور عیب ہے، اس کا سر پھٹا ہوا ہے یا زخمی ہے۔ آٹھویں عورت نے کہا: میرے زوج کو مس کرنا خرگوش کی طرح اور اس کی خوشبو زعفران کی طرح ہے۔ نویں عورت نے کہا: میرا خاوند اونچے گھر والا ہے، لمبے پر تلے والا ہے، اس کا گھر راکھ کے ڈھیر والا ہے، اس کا گھر آگ کے چولہے کے قریب ہے۔ دسویں عورت نے کہا: میرا خاوند مالک ہے کیسا بڑا مالک ہے وہ بہت اچھا مالک ہے، اس کے پاس بہت زیادہ اونٹ ہیں جو اس کے باڑے میں بیٹھے رہتے ہیں، چراگاہوں میں چرنے کم جاتے ہیں اور جب وہ مزامیر کی آواز سنتے ہیں تو وہ یقین کر لیتے ہیں کہ انہیں ذبح کیا جائے گا۔ گیارہویں عورت نے کہا: میرا خاوند ابو زرع ہے، پس ابو زرع کا کیا کہنا! اس نے میرے کانوں کو زیورات سے جھکا دیا اور میرے دونوں بازوؤں کو چربی سے پھیلا دیا اور مجھے خوب کھلا پلا کر فربہ کر دیا اور بے شک میں (شادی) سے پہلے بکریوں والوں میں گزر بسر کرتی تھی اور تنگی سے رہتی تھی، ابو زرع نے مجھے گھوڑوں، اونٹوں، کھیتوں اور پرندوں کا مالک بنا دیا، (اس کے باوجود) میں اسے کوئی (ناگوار) بات کہوں تو وہ برا نہیں مانتا، صبح تک سوتی رہوں تو مجھے کوئی نہیں جگاتا، پانی پیوں تو خوب سیر ہو کر پیوں، ابو زرع کی ماں تو ابو زرع کی ماں کیسی اچھی ہے! اس کی کوٹھریاں بھری ہوئی ہیں اور ان کا گھر کشادہ ہے، ابو زرع کا بیٹا تو ابو زرع کا بیٹا کیسا اچھا ہے! اس کا بستر گویا کہ وہ ایسی تلوار ہے جو نیام سے باہر نکلی ہوئی ہو، وہ دنبہ کا ایک پایہ کھا کر سیر ہو جاتا ہے، وہ کم خوراک ہے۔ ابو زرع کی بیٹی تو ابو زرع کی بیٹی کیسی عمدہ ہے! اپنے باپ کی فرماں بردار اور اپنی ماں کی اطاعت شعار ہے، وہ کپڑوں میں بھری ہوئی موٹی تازی ہے، وہ اپنی سوکن کا جلاپا ہے، ابو زرع کی باندی تو ابو زرع کی باندی کیسی اچھی ہے! وہ

Marfat.com

ہمارے گھر کی باتوں کو پھیلاتی نہیں ہے اور ہمارے گھر کی چیزوں کو چراتی نہیں ہے اور ہمارے گھر کو کوڑے کرکٹ سے بھرا نہیں رکھتی، اس نے کہا: ایک دن ابوزرع صبح صبح گھر سے نکلا جب لوگ مکھن نکالنے کے لیے دودھ بلو (متھ) رہے تھے، وہ ایک عورت سے ملا، اس کے دو بچے دو چیتوں کی طرح اس کی کمر کے نیچے اس کے دو اناروں سے کھیل رہے تھے، ابوزرع نے مجھے طلاق دے کر اس عورت سے نکاح کر لیا، پھر اس کے بعد میں نے ایک اور سردار مرد سے نکاح کیا جو عمدہ شہ سوار تھا اور نیزے باز تھا، اس نے مجھے بہت سے مویشی دیئے اور ہر قسم کے سامان میں سے مجھے ایک ایک جوڑا دیا، اس نے کہا اے ام زرع! تم خود کھاؤ اور اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔ ام زرع نے بتایا: اگر میں ان تمام چیزوں کو جمع کر لوں جو اس نے مجھے عطا کی تھیں تو وہ ابوزرع کے دیئے ہوئے ایک چھوٹے سے برتن کے بھی برابر نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسے ابوزرع، ام زرع کے لیے تھا، امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: سعید بن سلمہ نے اس حدیث کی از ہشام روایت کی ہے (اس میں یہ الفاظ ہیں) وَلَا تُعَشِّشُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا۔ ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور بعض راویوں نے کہا فَأَتَقَمَّحُ (میم کے ساتھ) اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

اس حدیث میں مذکور گیارہ عورتوں کا تذکرہ، وہ گیارہ عورتیں کس زمانہ اور کس قبیلہ کی تھیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الہیثم کی روایت میں ہے کہ یہ گیارہ عورتیں مکہ میں تھیں اور قاضی عیاض نے کہا کہ یہ عورتیں قبیلہ خثعم سے تھیں اور ابن ابی اویس نے از والد خود روایت کی ہے کہ یہ عورتیں زمانہ جاہلیت میں تھیں۔ اسی طرح امام نسائی کی ایک روایت میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ان گیارہ عورتوں نے آپس میں عہد و پیمان کیا: یعنی انہوں نے یہ عہد کیا کہ وہ سچ بولیں گی اور اپنے دل کی کوئی بات نہیں چھپائیں گی اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ عہد کیا کہ وہ اپنے شوہروں کی صفات بیان کریں گی اور اس میں سچ بولیں گی اور ابن الزبیر کی روایت ہے کہ انہوں نے اس پر بیعت کی۔

پہلی عورت نے جو اپنے خاوند کی صفت بیان کی، غث کا معنی اور خاوند کی مذمت

پہلی عورت نے کہا: علامہ عینی فرماتے ہیں: میں اس کے نام پر مطلع نہیں ہو سکا۔

Marfat.com

غَثّ: اس کا معنی ہے: دبلا پتلا، اس کو موٹے کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے، اور جس حدیث کے الفاظ مختلط ہو جائیں اس کو کہتے ہیں: اَلْغَثُّ وَالسَّمِیْنُ اور جو کھانا خراب ہو جائے اس کو بھی اَلْغَثُّ کہتے ہیں۔

اور وہ گوشت پہاڑ کی ایک چوٹی پر رکھا ہوا ہو: علامہ ابو عبیدہ نے کہا: اس جملہ سے وہ عورت اپنے شوہر میں خیر کی کمی کو بیان کر رہی ہے جیسے پہاڑ کی چوٹی پر کوئی چیز رکھی ہو تو اس کو بغیر سخت مشقت کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری عورت نے جو اپنے خاوند کی صفت بیان کی

دوسری عورت نے کہا: اس عورت کا نام عمرۃ بنت عمرو التمیمی ہے۔

اس عورت کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے خدشہ ہے کہ اگر میں اپنے خاوند کا پورا قصہ بیان کروں گی تو وہ مجھے طلاق دے دے گا، لہٰذا میں اس کا تذکرہ چھوڑتی ہوں۔

تیسری عورت نے اپنے خاوند کی صفت بیان کی، اَلْعَشَنَّق کا معنی اور خاوند کی مذمت

تیسری عورت نے کہا: اس عورت کا نام حیی بنت کعب الیمانی ہے۔

العشنق: اس کا معنی ہے: بہت لمبا، یہ ابو عبیدۃ کا قول ہے، اور الثعالبی نے کہا: جس کی لمبائی مذموم ہو، اور الخلیل نے کہا: جس کی گردن لمبی ہو، الاصمعی نے کہا: اس عورت کا ارادہ یہ تھا کہ اس کے خاوند کے لمبے قد میں کوئی فائدہ نہیں تھا۔

چوتھی عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، تہامہ کے ساتھ وجہ تشبیہ اور مشکل الفاظ کے معانی

چوتھی عورت نے کہا: اس عورت کا نام مہدد ہے اور کہا جاتا ہے: اس کا نام مہرۃ بنت ابی ہرومہ ہے۔

میرا خاوند تو تہامہ کی رات کی طرح ہے: اس عورت نے اپنے خاوند کو تہامہ کی رات کے ساتھ تشبیہ دی ہے، وہ اس کی مدح کرتی ہے کہ اس کا خاوند ایسا ہے جیسے امن کے زمانہ میں اہل مکہ کی رات تھی یعنی وہ معتدل ہے، نہ وہ سرد مزاج ہے نہ گرم مزاج اور غصہ ور ہے۔ اس میں کوئی ایذاء رسانی نہیں ہے بلکہ اس میں راحت اور لذت ہے جیسے تہامہ کی رات لذیذ اور معتدل ہوتی ہے، نہ اس میں سخت گرمی ہوتی ہے اور نہ اس میں سخت ٹھنڈک ہوتی ہے۔

تہامہ: ہر اس شہر کا نام ہے جو نجد کے نشیب میں ہو اور وہ حجاز کے شہروں میں سے ہے۔

التہم: اس کا معنی ہے: جس جگہ کی آب و ہوا متغیر ہو۔

قر: اس کا معنی ہے: ٹھنڈک۔

سآمہ: اس کا معنی ہے: ملال۔

ابن الانباری نے بتایا کہ اس عورت کی مراد یہ تھی کہ اہل تہامہ موسمی تغیرات سے نہیں گھبراتے کیونکہ پہاڑوں نے ان کی حفاظت کی ہوئی ہے، یا اس نے یہ ارادہ کیا کہ اس کا خاوند اپنے گھر یا اپنے پڑوسیوں کا محافظ ہے اور جو ان کی پناہ میں آئے اس کو کوئی خوف نہیں ہوتا۔

پانچویں عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، چیتا اور شیر کے ساتھ وجہ تشبیہ

پانچویں عورت نے کہا: اس عورت کا نام کبشہ ہے۔

میرا خاوند اگر گھر میں داخل ہو تو چیتا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ جب میرا خاوند گھر میں داخل ہوتا ہے تو وہ چیتے کی طرح مجھ پر

Marfat.com

اچھلتا کودتا ہے، اس کی مراد یہ ہے کہ وہ گھر میں داخل ہوتے ہی میرے ساتھ جماع کرتا ہے۔
اور اگر گھر سے باہر نکلے تو شیر ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ گھر سے باہر نکلے تو بہادری کے ساتھ شیر کی طرح لوگوں سے لڑتا ہے۔
جو گھر میں وہ چھوڑ گیا اسے پوچھتا ہی نہیں: یعنی اگر گھر کی کوئی چیز گم ہو جائے تو وہ اس کے متعلق تفتیش نہیں کرتا اور گھر کے عیوب کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

چھٹی عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، شروع میں اپنے خاوند کی مذمت کی اور آخر میں اس کی مدح کی

چھٹی عورت نے کہا: اس عورت کا نام ہند ہے۔
اگر میرا خاوند کھانا کھانے بیٹھے تو سب چٹ کر جائے۔ یعنی وہ ہر قسم کے کھانوں کو پورا پورا کھالے اور ان میں سے کچھ بھی نہ بچائے۔
اور اگر پانی پیئے تو سارا کا سارا پانی پی لے۔ اِشْتَفَّ کا معنی ہے کہ وہ برتن میں سے سارا پانی پی لے اور برتن کو شفاف چھوڑ دے۔
اور اگر وہ چت لیٹے تو الگ پڑا رہتا ہے اور میرے کپڑوں پر ہاتھ بھی نہیں ڈالتا: یعنی جب وہ سوتا ہے تو اپنے کپڑوں میں ایک طرف سکڑ کر لیٹ جاتا ہے، اور ابو عبید نے کہا: گویا اس عورت کے جسم میں کوئی عیب تھا یا بیماری تھی جس سے اس کا شوہر غمگین ہوتا تھا اور اس لیے وہ اس کے کپڑوں میں ہاتھ نہیں ڈالتا تھا تاکہ وہ عورت افسردہ نہ ہو اور یہ اس کے اخلاق کریمانہ کا اظہار ہے اور ابن قتیبہ نے ان پر رد کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کلام کے شروع میں تو عورت نے اس کی مذمت کی تھی تو کلام کے آخر میں اس کی مدح کیسے کرے گی اور ابن الانباری نے کہا کہ یہ رد مردود ہے کیونکہ عورتوں نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ اپنے خاوندوں کی کوئی بات نہیں چھپائیں گی، اور ان کا ہر وصف بیان کریں گی خواہ وہ لائق مدح ہو یا قابل مذمت ہو اور جن کے شوہروں میں اوصاف مختلط ہوں ان کو بھی بیان کریں گی۔

ساتویں عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، اس عورت نے اپنے خاوند کی مذمت میں کہا: اس میں تمام مصائب جمع ہیں

ساتویں عورت نے کہا: اس عورت کا نام حی بنت علقمہ ہے۔
میرا خاوند تو جاہل ہے یا کاہل نامرد ہے: حدیث کے الفاظ ہیں:
غیایاء او عیایاء طباقاء: راوی کو شک ہے کہ یہ بلفظ غیایاء تھا یا عیایاء تھا۔ غیایاء کا معنی ہے: جو کسی راستہ کی ہدایت نہ پائے اور وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے کی طرح ہو جس مین کوئی روشنی نہ ہو یا وہ شر میں منہمک ہو۔ طباقاء کا معنی ہے: جو کامل احمق ہو، دوسرا قول یہ ہے کہ جو کلام کرنے سے عاجز ہو، تیسرا قول یہ ہے کہ جس مرد کا سینہ بہت بھاری ہو اور وہ اپنے سینے کو عورت کے سینہ پر منطبق کرنے کی طاقت نہ رکھے، اور اس عورت نے کہا:
اس میں لوگوں کی ہر بیماری اور عیب ہے: یعنی اس میں تمام عیوب مجتمع ہیں۔
اس کا سر پھٹا ہوا ہے یا زخمی ہے: یعنی جب وہ گھر کے باہر لوگوں سے لڑتا ہے تو اس کا سر پھٹ جاتا ہے یا زخمی ہو جاتا ہے۔ وہ عورت اپنے خاوند کی معاشرت کی برائی بیان کر رہی ہے کہ وہ گھر کے اخراجات ادا نہیں کر سکتا اور جب وہ اپنے خاوند سے اس کی شکایت کرتی ہے تو وہ اس کو مارتا ہے حتیٰ کہ اس کا سر پھاڑ دیتا ہے یا اس کو زخمی کر دیتا ہے۔

Marfat.com

آٹھویں عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، اس عورت نے اپنے خاوند کی مدح کی اور بتایا کہ وہ بہت بلند اخلاق ہے

آٹھویں عورت نے کہا: اور اس عورت کا نام یاسر بنت اوس بن عبد ہے۔

میرے زوج کو مس کرنا خرگوش کی طرح اور اس کی خوشبو زعفران کی طرح ہے: یعنی اس کے شوہر کے اخلاق بہت حسین ہیں جیسے جب تم خرگوش پر ہاتھ پھیرو تو اس کا جسم بہت نرم اور ملائم ہوتا ہے اور زرنب ارنب کے وزن پر ہے اور یہ ایک خوشبو دار گھاس ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ شام میں جبل لبنان پر بہت بڑا درخت ہے جس پر پھل نہیں لگتا لیکن اس کے پتے بہت بڑے ہوتے ہیں، تیسرا قول ہے کہ زرنب کا معنی زعفران ہے، اور چوتھا قول ہے کہ اس کا معنی مشک ہے۔

نویں عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، وہ عورت اپنے شوہر کی سخاوت بیان کرتی ہے

نویں عورت نے کہا: اس عورت کا نام کسی کو معلوم نہیں ہو سکا۔

میرا خاوند اونچے گھر والا ہے: عماد اصل میں گھر کے ستون کو کہتے ہیں، اس عورت کی مراد یہ تھی کہ اس کے خاوند کا گھر گھروں میں سب سے اونچا ہے تا کہ ضرورت مندوں کو وہ گھر دور سے نظر آئے اور وہ اس کے گھر آ کر سوال کریں اور وہ اس کی حاجت کو پورا کرے۔

لمبے پرتلے والا ہے: نجاد کا معنی ہے: تلوار کی حمائل، اس کو اردو میں پرتلہ کہتے ہیں اور لمبے پرتلہ والے سے لمبے قد کا کنایہ ہے۔

اس کا گھر راکھ کے ڈھیر والا ہے: یعنی اس کے گھر میں راکھ کا ڈھیر ہے کیونکہ اس کے گھر میں آگ زیادہ جلتی ہے، آگ اس لیے زیادہ جلتی ہے کہ وہاں کھانا زیادہ پکتا ہے اور کھانا اس لیے زیادہ پکتا ہے کہ وہاں مہمان بہت زیادہ آتے ہیں، اور مہمان اس لیے زیادہ آتے ہیں کہ وہ سخی ہے۔ اس کا گھر آگ کے چولہے کے قریب ہے! کیونکہ وہاں ہر وقت کھانا پکتا رہتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ وہ عورت کنایہ کے الفاظ سے اپنے شوہر کی سخاوت کو بیان کر رہی ہے۔

دسویں عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، اس عورت نے بھی اپنے خاوند کی سخاوت بیان کی

دسویں عورت نے کہا: اس عورت کا نام بھی پانچویں عورت کی طرح کبشہ ہے۔

میرا خاوند مالک ہے کیسا بڑا مالک ہے۔ وہ بہت اچھا مالک ہے: یہ فعل تعجب ہے، اس میں استفہام اور تہویل ہے یعنی تم اس کے اوصاف کی عظمتوں کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

اس کے پاس بہت زیادہ اونٹ ہیں جو اس کے باڑے میں بیٹھے رہتے ہیں، چراگاہوں میں کم جاتے ہیں: اس کے باوجود وہ لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان کے پاس جاتا ہے اور مال و دولت سے ان کی امداد کرتا ہے اور اونٹوں کو ذبح کر کے ان کی دعوتیں کرتا ہے۔

گیارہویں عورت نے اپنے خاوند کی صفت میں بیان کیا، ام زرع کا اپنے خاوند کی ماں، بیٹے، بیٹی اور خادم کا ذکر کرنا

گیارہویں عورت نے کہا: اس عورت کا نام ام زرع بنت اکمل بن ساعدہ الیمینہ ہے اور یہ ام زرع کے نام سے مشہور ہیں۔

میرا خاوند ابوزرع ہے، پس ابوزرع کا کیا کہنا: اس عورت نے اظہار تعجب کے لیے کہا کہ ابوزرع کا کیا کہنا۔

Marfat.com

اس نے میرے کانوں کو زیورت سے جھکا دیا: عربی میں یہاں اناس کا لفظ ہے، یہ نوس سے فعل ماضی ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز کو حرکت دینا یعنی اس نے میرے کانوں کو زیورات سے لاد دیا۔

اور میرے دونوں بازوؤں کو چربی سے پھلا دیا: ابوعبید نے کہا: اس سے مراد صرف بازو نہیں بلکہ اس کا پورا جسم ہے۔

اور مجھے خوب کھلا پلا کر فربہ کر دیا: حدیث میں الفاظ ہیں: وَبَجَّحَنِي فَبَجِحَتْ إِلَيَّ نَفْسِي یعنی اس نے مجھے خوب فربہ کر دیا۔ یہ جملہ پہلے جملہ کی تائید ہے۔

اور بے شک میں (شادی) سے پہلے بکریوں والوں میں گزر بسر کرتی تھی اور تنگی سے رہتی تھی: حدیث میں شق کا لفظ ہے۔ محدثین اسے شِق پڑھتے ہیں اور ابوعبید نے کہا: یہ لفظ شَق ہے اور یہ ایک جگہ کا نام ہے، اور ابن ابی اویس نے کہا: اس سے مراد پہاڑ کا کنارہ ہے کیونکہ ان کی بکریاں بہت کم تھیں۔

ابوزرع نے مجھے گھوڑوں، اونٹوں، کھیتوں اور پرندوں کا مالک بنا دیا: صہیل کا معنی ہے: گھوڑوں کی آوازیں، اطیط کا معنی ہے: اونٹوں کی آوازیں یعنی ابوزرع نے اس کو اپنے گھر لے گیا اور وہ مال دار لوگ تھے کیونکہ مال دار لوگ ہی گھوڑوں اور اونٹوں پر سفر کرتے ہیں، دائس کا معنی ہے: گاہنا، یعنی بیلوں کو گندم کے ڈھیر پر چلا کر اور گندم کو روند کر گندم کے دانہ سے بھوسہ کو الگ کرنا۔

(اس کے باوجود) میں اسے کوئی (ناگوار) بات کہوں تو وہ برا نہیں مانتا: یعنی اگر میں کوئی ناگوار بات کہوں تو وہ ناراض نہیں ہوتا بلکہ میری بات کو قبول کر لیتا ہے۔

میں صبح تک سوتی رہوں تو مجھے کوئی بیدار نہیں کرتا: کیونکہ اس کی بہت باندیاں ہیں جو میری جگہ اس کی خدمت کرتی ہیں۔

پانی پیوں تو خوب سیر ہو کر پیوں: یعنی میں اتنا زیادہ پانی پی لیتی ہوں کہ اس کے بعد مجھے مزید پانی پینے کی خواہش نہیں رہتی۔

ابوزرع کی ماں تو ابوزرع کی ماں کیسی اچھی ہے: اس کی شرح اسی طرح ہے جس طرح ابوزرع کی شرح میں گزر چکی ہے۔

اس کی کوٹھڑیاں بھری ہوئی ہے اور اس کا گھر کشادہ ہے: عُكُومُهَا رَدَاحٌ، عُكُوم عكم کی جمع ہے جیسے جلد کی جمع جلود ہے۔ اس کا معنی ایسی کوٹھڑی ہے جس میں فالتو سامان رکھتے ہیں۔ رِدَاحٌ یہ رَادِحٌ کی جمع ہے، جو عورت بہت جسیم ہو اس کو رداح کہتے ہیں۔

ابوزرع کا بیٹا تو ابوزرع کا بیٹا کیسا اچھا ہے! اس کا بستر گویا کہ وہ ایسی تلوار ہے جو نیام سے باہر نکلی ہوئی ہو: مسل شطبة کا معنی ہے: جو تلوار نیام سے باہر نکال کر سونتی ہوئی ہو، اور ابوعبید نے کہا اس کا معنی ہے: کھجور کے درخت کو چھیل کر اس سے دو شاخیں بنالی جائیں۔

وہ دنبہ کا ایک پایہ کھا کر سیر ہو جاتا ہے یعنی وہ کم خوراک ہے: اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ بہت کم کھاتا ہے۔

ابوزرع کی بیٹی تو ابوزرع کی بیٹی کیسی عمدہ ہے! اپنے باپ کی فرماں بردار اور اپنی ماں کی اطاعت شعار ہے، وہ کپڑوں میں ابھری ہوئی موٹی تازی ہے، وہ اپنی سوکن کی جلاپا ہے: مِلْءُ كِسَائِهَا یہ اس کے جسم کی فربہی سے کنایہ ہے، وَغَيْظُ جَارَتِهَا یعنی وہ اس قدر حسین وجمیل ہے کہ اس کی سوکنیں اس سے جلتی ہیں اور اس سے حسد کرتی ہیں۔

ابوزرع کی باندی تو ابوزرع کی باندی کیسی اچھی ہے! وہ ہمارے گھر کی باتوں کو پھیلاتی نہیں ہے اور ہمارے گھر کی چیزوں کو چراتی نہیں ہے: تبثیث کا معنی ہے: راز کو افشا کرنا اور بات کو پھیلانا اور تنقیث کا معنی ہے: خیانت کرنا، اور ہمارے گھر کو کوڑے کرکٹ سے بھرا نہیں رکھتی: تعشیش کا معنی ہے: کوڑا کرکٹ۔

اس نے کہا: ایک دن ابوزرع صبح صبح گھر سے نکلا جب لوگ مکھن نکالنے کے لیے دودھ بلو (متھ) رہے تھے: أَوْطَاب وَطْبٌ کی جمع ہے اور یہ خلاف قیاس ہے کیونکہ فعل کی جمع افعال کے وزن پر نہیں آتی، تمخض کا معنی ہے: دودھ بلو کر مکھن نکالنا۔

Marfat.com

وہ ایک عورت سے ملا، اس کے دو بچے دو چیتوں کی طرح اس کی کمر کے نیچے اس کے دو اناروں سے کھیل رہے تھے:

دو اناروں سے مراد اس عورت کے دو پستان ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس عورت کی قمیص کے نیچے دو پستان تھے۔ ام زرع نے یہ واقعہ اس لیے بیان کیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ ابوزرع نے جو ام زرع کو طلاق دے کر اس دوسری عورت سے نکاح کیا تھا اس کا کیا سبب تھا کیونکہ مرد اس میں راغب ہوتے ہیں کہ ان کی اولاد ایسی حسین وجمیل عورت سے پیدا ہو جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔

ابوزرع نے مجھے طلاق دے کر اس عورت سے نکاح کر لیا، پھر اس کے بعد میں نے ایک اور سردار مرد سے نکاح کر لیا جو عمدہ شہ سوار تھا: سَرِیًّا اس کا معنی ہے: جو سردار شریف اور مال دار ہو اور شَرِیًّا کا معنی ہے: جو گھوڑے پر عمدہ سواری کرتا ہو۔

اور نیزے باز تھا: خَطِیًّا کا معنی ہے: ایسا نیزہ جو زمین پر لکیر ڈالنے والا تھا۔

اس نے مجھے بہت سے مویشی دیئے اور ہر قسم کے سامان میں سے مجھے ایک ایک جوڑا دیا: أَرَاحَ کا معنی ہے: زوال کے بعد گھر کی طرف روانہ ہونا اور نَعَمًا سَرِیًّا اس کا معنی ہے: بہت زیادہ مویشی، رَائِحَۃٌ کا معنی ہے: ہر قسم کی بو اور طبرانی کی روایت میں رائحۃ کی جگہ سائمۃ ہے یعنی قدرتی گھاس چرنے والے مویشی۔

اس نے کہا: اے ام زرع! تم خود کھاؤ اور اپنے گھر والوں کو کھلاؤ، میری اھلك کا معنیٰ ہے: اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل جوئی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو ابوزرع کے مشابہ قرار دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لیے اس طرح ہوں جس طرح ابوزرع، ام زرع کے لیے تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خوش کرنے کے لیے اس طرح فرمایا اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کو بیان کرنے کے لیے فرمایا، پھر اس سے ناپسندیدہ امر کا استثناء فرمایا کیونکہ ابوزرع نے ام زرع کو طلاق دے دی تھی اور میں تم کو طلاق نہیں دوں گا، یہ آپ نے ان کو تسلی دینے کے لیے فرمایا اور یہ بتایا کہ آپ کی ابوزرع کے ساتھ تمام امور میں مشابہت نہیں ہے، کیونکہ ابوزرع کی سیرت میں صرف یہی چیز ناگوار تھی کہ اس نے ام زرع کو طلاق دے دی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں قربان ہوں! آپ میرے لیے ابوزرع سے بہت بہتر ہیں۔

(السنن الکبریٰ: ۹۱۳۹، بغیۃ الرائد ص ۲۰۔ ۱۸)

مردوں کے سامنے اجنبی عورتوں کے محاسن بیان کرنا، مسجع مقفّٰی کلام کرنا، المہلب مالکی کی نکتہ آفرینی کا رد، اپنے خاوند کی نیکیوں کے شکر کا وجوب اور مرد کے منہ پر اس کی مدح کرنے کا جواز

(۱) غیر معین عورتوں کے محاسن کا مردوں کے سامنے بیان کرنا جائز ہے اور معین عورتوں کے محاسن کا مردوں کے سامنے بیان کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، آپ کا ارشاد ہے: کوئی عورت اپنے خاوند کے سامنے دوسری عورت کے محاسن اس طرح بیان نہ کرے گویا کہ مرد نے اس عورت کو دیکھ لیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۴۰)

(۲) مرد کا اپنی بیوی سے محبت کو اس کے سامنے بیان کرنا جائز ہے جب اسے فتنہ کا خوف نہ ہو۔

(۳) فصیح وبلیغ اور مسجع مقفّٰی عربی کلام کرنے کا جواز جب کہ وہ بلا تکلف ہو جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

(۴) علامہ المہلب مالکی نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ہر امت کے نیک لوگوں کی اتباع کرنا جائز ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے ابوزرع کی حسن سیرت کی اتباع کی۔ قاضی عیاض نے کہا: میرے نزدیک یہ نکتہ درست نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوزرع کی اقتداء نہیں کی بلکہ یہ خبردی ہے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ابوزرع کی مثل ہیں، اور علامہ المہلب کا یہ کہنا درست ہے کہ ہر امت کے نیک لوگوں کی اتباع کرنا جائز ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ اس کے نیک افعال ہماری شریعت سے متصادم نہ ہوں۔

(۵) عورت کو چاہیے کہ اپنے خاوند کی نیکیوں کا شکر ادا کرے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو اپنے خاوند کا شکر ادا نہیں کرتی۔ (السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۳۵۴)

(۶) کسی مرد کے منہ پر اس کی مدح کرنا جائز ہے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے منہ پر آپ کی تعریف کی جب یہ معلوم ہو کہ اس مدح سے اس کے اخلاق اور اعمال میں فساد اور تغیر نہیں ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مدح اور ہر ثناء کے مستحق ہیں اور جو شخص بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے کلام سے مدح وثناء کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ اور مقام اس سے کہیں زیادہ بلند ہوتا ہے، علامہ بوصیری فرماتے ہیں:

دع ما ادعته النصاری فی نبیهم و احکم بما شئت مدحا فیه واحتکم

''عیسائیوں نے اپنے نبی کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کو چھوڑ دو اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں جو چاہتے ہو وہ کہو''۔

فمبلغ العلم فیه انه بشر وانه خیر خلق الله کلهم

''آپ کے متعلق انتہائی علم یہ ہے کہ آپ بشر ہیں اور بے شک آپ اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں''۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف مکافی سے اپنی ثناء کو قبول فرماتے تھے۔

(الشمائل للترمذی: ۳۵۲، الطبقات الکبریٰ ج ا ص ۴۲۵، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۲ ص ۱۵۸، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ا ص ۲۹۱، شعب الایمان ج ۲ ص ۱۵۸)

القتبی نے مکافی کا معنی اس طرح بیان کیا ہے: آپ صرف اس شخص کی مدح وثناء کو قبول فرماتے تھے جس پر آپ نے انعام فرمایا ہو، پھر دوسرا شخص اس کے مقابلہ میں یا اس کے جواب میں آپ کی مدح وثناء کرے۔

ابن الانباری نے اس معنی کو غلط قرار دیا ہے اور اس کا رد کیا ہے اور کہا کہ کوئی شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعام سے خالی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے، پس تمام لوگوں پر آپ کی نعمت ہے اور تمام لوگوں پر آپ کی مدح وثناء کرنا فرض ہے اور آپ کی مدح وثناء کے بغیر اسلام مکمل نہیں ہوتا، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ صرف اس شخص سے مدح وثناء کو قبول فرماتے تھے جس کے متعلق آپ کو یہ علم ہوتا تھا کہ وہ حقیقی مسلمان ہے اور منافق نہیں ہے۔

اور اس حدیث کے معنی میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو اور اعتدال کے ساتھ میری تعریف کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۴۴۵)

مزاح کی تحقیق

(۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات مزاح کرنا جائز ہے اور بیوی کے ساتھ خوش طبعی کرنا اور بے تکلفی سے باتیں کرنا جائز ہے اور تمام لوگوں کے ساتھ نرم اور میٹھی باتیں کرنی چاہئیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مزاح فرماتے تھے اور آپ مزاح میں بھی صرف حق بات کہتے تھے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ ہم سے خوش طبعی کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''میں

Marfat.com

حق کے سوا اور کوئی بات نہیں کہتا"۔ (سنن ترمذی: ۱۹۹۵) امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے ایک شخص بہت ہنستا رہتا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم کیوں تعجب کرتے ہو وہ ضرور جنت میں بھی ہنستا ہوا داخل ہوگا"۔

(موسوعہ ابن ابی الدنیا، باب مدارۃ الناس رقم الحدیث: ۶۹)

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاح سے منع فرمایا ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

عکرمہ اپنے آزاد شدہ غلام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے بھائی سے نہ جھگڑو اور نہ مذاق کرو"۔ (سنن ترمذی: ۱۹۹۵)

عبداللہ بن سائب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا سامان نہ سنجیدگی سے لے اور نہ مذاق سے"۔ (سنن ابوداؤد: ۵۰۰۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ جو مزاح محمود اور مباح ہے یہ وہ ہے جس میں کسی دوسرے شخص کو ضرر نہ ہو اور جس مزاح سے دوسرے شخص کو ضرر ہو وہ جائز نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مزاح سے منع فرمایا ہے وہ اسی پر محمول ہے۔

طلاق بالکنایہ میں طلاق کی نیت کا ضروری ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کے لیے تھا، تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر طلاق ہوگئی؟ کیونکہ ابوزرع نے تو ام زرع کو طلاق دے دی تھی، اس کا جواب یہ ہے کہ صرف ابوزرع کے مشابہ ہونے سے طلاق نہیں ہوگی کیونکہ مشابہت کے ساتھ طلاق بالکنایہ ہوتی ہے اور طلاق بالکنایہ میں نیت ضروری ہے، علاوہ ازیں آپ نے خود فرما دیا: "سوا اس کے کہ میں نے تم کو طلاق نہیں دی"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۵۲-۲۳۹ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۶۰۸-۶۰۳ ملخصاً، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۵۱۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ الْحَبَشُ يَلْعَبُونَ بِحِرَابِهِمْ فَسَتَرَنِي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَنَا أَنْظُرُ فَمَا زِلْتُ أَنْظُرُ حَتَّى كُنْتُ أَنَا أَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ تَسْمَعُ اللَّهْوَ

(صحیح البخاری: ۵۲۳۶، صحیح مسلم: ۸۹۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حبشی اپنے ہتھیاروں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چھپایا اور میں ان کی طرف دیکھ رہی تھی اور پھر میں مسلسل ان کی طرف دیکھتی رہی حتیٰ کہ میں از خود وہاں سے مڑ گئی، پس تم ایک کم سن لڑکی کے شوق کا اندازہ کرو جو لہو کو سنتی ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے حکم کا منسوخ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لہو سے محبت کرتی تھیں اور لہو ولعب دیکھنے کا بہت زیادہ شوق رکھتی تھیں اور ان کو اسے دیکھنے کے لیے جب تک وہ ٹھہر سکیں ٹھہرنے کی حرص تھی اور اسے دیکھنے سے اکتاتی نہیں تھیں مگر جب بہت زیادہ دیر ہو جائے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال یا اس سے زیادہ تھی۔ اور بعض علماء نے کہا: اس حدیث کا حکم قرآن مجید اور سنت سے منسوخ ہے اور قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ (النور: ۳۶)

جن گھروں (مساجد) کے بلند کیے جانے اور ان میں اس کا نام کا ذکر کیے جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان میں صبح اور شام اس کی تسبیح کرتے ہیں O

یعنی مساجد میں صبح اور شام صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے نام کی تسبیح ہونی چاہیے اور مساجد میں لہو ولعب نہیں ہونا چاہیے۔

اور حدیث مذکور میں مسجد میں حبشیوں کے نیزوں کے ساتھ لہو کا ذکر ہے، سو اس حدیث کا حکم اس آیت سے منسوخ ہے اور اسی طرح درج ذیل حدیث سے بھی اس حدیث کا حکم منسوخ ہے:

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے اور برے لوگوں سے اور خرید و فروخت سے اور جھگڑوں سے اور اپنی آوازیں بلند کرنے سے اور اپنی حدود کو قائم کرنے سے اور اپنی تلواروں کو سونتنے سے محفوظ رکھو اور مسجدوں کے دروازوں پر وضو کی جگہیں بناؤ اور جمعہ کے ایام میں مسجدوں میں لوبان کی دھونی دو۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۵۰) علامہ البوصیری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی الحارث بن نبہان ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہے۔

اور بعض علماء نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث اس وجہ سے منسوخ ہو کر کہ عورتوں کا مردوں کی طرف اور ان کے کھیل کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۵۳، التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۴ ص ۶۰۹)

مسجد میں حبشیوں کے کھیل کی توجیہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا کھیل دکھانے کی توجیہ

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ عید کا دن تھا اور حبشی عید کے دن مسجد میں نیزہ بازی کی مشق کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں نیزہ بازی کی مشق کی اجازت دی تھی حالانکہ مساجد کو اس لیے نہیں بنایا جاتا۔

میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مساجد میں نیزہ بازی کی مشق کی اجازت دی تھی کیونکہ یہ تربیت جہاد کا ایک حصہ ہے اور جس طرح نماز عظیم عبادت ہے اسی طرح جہاد بھی عظیم عبادت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

شیخ عثیمین لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورت پر یہ واجب ہے کہ وہ مردوں سے حجاب میں رہے اور عورتوں کا مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے کیونکہ عورتوں کا مردوں کی طرف دیکھنا اس وقت حرام ہے جب وہ مردوں کی طرف حصول لذت اور شہوت کی وجہ سے دیکھیں، اس کے برخلاف مردوں کا عورتوں کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ جب مرد عورتوں کی طرف دیکھتے ہیں تو بسا اوقات ان کے دلوں میں عورتوں کی طلب ہوتی ہے جب کہ عورتوں کے دیکھنے میں اس طرح معاملہ نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور اپنی اہلیہ کے ساتھ حسن معاشرت کا ذکر ہے کیونکہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ موقع دیا کہ وہ حبشیوں کے کھیل کو دیکھیں اور آپ نے اس وقت تک ان کو وہاں سے نہیں ہٹایا جب تک کہ وہ از خود وہاں سے نہیں ہٹیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اندازہ کرو کہ کم عمر لڑکی کس قدر لہو کو سنتی ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کم عمر لڑکیوں کے لیے اتنی رخصت ہے جو بڑی عمر کی لڑکیوں کے لیے رخصت نہیں ہے کیونکہ کم عمر کی فطرت میں لہو ولعب ہے، پس مناسب یہ ہے کہ ہم ان پر تنگی نہ کریں بلکہ ان کو قدرے کشادگی مہیا کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشیوں کو نیزہ بازی کے لہو کی جو اجازت دی تھی وہ اس لیے تھی کہ ان کے دل اسلام کی طرف راغب ہوں اور یہ محض لہو ولعب کی وجہ سے اجازت نہیں تھی، سو بڑوں کا لہو ولعب حرام ہے اور کم عمر لڑکوں اور لڑکیوں کا لہو ولعب ایام عید میں جائز ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

شیخ عبداللہ بن باز متوفی ۱۴۲۰ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مردوں کی طرف عموماً دیکھنا جائز ہے اور شہوت کے ساتھ دیکھنا ممنوع ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دیکھنے کو برقرار رکھا۔

(شرح صحیح البخاری للعثیمین ج ۴ ص ۵۶۲، مکتبۃ الطبری القاہرہ، مصر، ۱۴۲۹ھ)

۸۴۔ بَابٌ: مَوْعِظَةِ الرَّجُلِ ابْنَتَهُ لِحَالِ زَوْجِهَا

مرد کا اپنی بیٹی کو اس کے خاوند کے حال کے متعلق نصیحت کرنا

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس باب کے عنوان میں موعظۃ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: وعظ اور نصیحت اور انجام سے ڈرانا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۵۴)

۵۱۹۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما قَالَ لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم اللَّتَيْنِ قَالَ اللهُ تَعَالَى إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا حَتَّى حَجَّ وَحَجَجْتُ مَعَهُ وَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِإِدَاوَةٍ فَتَبَرَّزَ ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنْهَا فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم اللَّتَانِ قَالَ اللهُ تَعَالَى إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا قَالَ وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ هُمَا عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيثَ يَسُوقُهُ قَالَ كُنْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: مجھے ہمیشہ سے اس بات کی حرص تھی کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ان دو عورتوں کے متعلق سوال کروں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں، (التحریم: ۴) حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور میں نے بھی ان کے ساتھ حج کیا اور وہ راستہ سے ایک طرف مڑ گئے اور میں بھی ان کے ساتھ پانی کا مشکیزہ لے کر مڑ گیا، پس حضرت عمر نے قضائے حاجت کی، پھر وہ آئے تو میں نے اس مشکیزہ سے ان کے

Marfat.com

أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهُمْ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِمَا حَدَثَ مِنْ خَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ أَوْ غَيْرِهِ وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْأَنْصَارِ إِذَا قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ مِنْ أَدَبِ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ فَصَخِبْتُ عَلَى امْرَأَتِي فَرَاجَعَتْنِي فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي قَالَتْ وَلِمَ تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ فَوَاللَّهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيُرَاجِعْنَهُ وَإِنَّ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ فَأَفْزَعَنِي ذَلِكَ وَقُلْتُ لَهَا قَدْ خَابَ مَنْ فَعَلَ ذَلِكِ مِنْهُنَّ ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَنَزَلْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا أَيْ حَفْصَةُ أَتُغَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ النَّبِيَّ ﷺ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ قَدْ خِبْتِ وَخَسِرْتِ أَفَتَأْمَنِينَ أَنْ يَغْضَبَ اللَّهُ لِغَضَبِ رَسُولِهِ ﷺ فَتَهْلِكِي لَا تَسْتَكْثِرِي النَّبِيَّ ﷺ وَلَا تُرَاجِعِيهِ فِي شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيهِ وَسَلِينِي مَا بَدَا لَكِ وَلَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُرِيدُ عَائِشَةَ قَالَ عُمَرُ وَكُنَّا قَدْ تَحَدَّثْنَا أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ الْخَيْلَ لِغَزْوِنَا فَنَزَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوْبَتِهِ فَرَجَعَ إِلَيْنَا عِشَاءً فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا وَقَالَ أَثَمَّ هُوَ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ حَدَثَ الْيَوْمَ أَمْرٌ عَظِيمٌ قُلْتُ مَا هُوَ أَجَاءَتْ غَسَّانُ قَالَ لَا بَلْ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ وَأَهْوَلُ طَلَّقَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءَهُ وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ فَقَالَ اعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ أَزْوَاجَهُ فَقُلْتُ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ قَدْ كُنْتُ أَظُنُّ هَذَا يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَصَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ

ہاتھوں پر پانی ڈالا، پس حضرت عمر نے وضو کیا، پھر میں نے ان سے کہا: اے امیر المومنین! نبی ﷺ کی ازواج میں سے وہ کون سی دو عورتیں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔ (التحریم: ۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عباس! تم پر تعجب ہے وہ دو عورتیں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ شروع سے یہ واقعہ بیان کرنے لگے، انہوں نے بتایا: میں تھا اور ایک میرا پڑوسی تھا جو انصار کے ایک قبیلہ بنو امیہ بن زید سے تھا اور یہ لوگ مدینہ منورہ کے بالائی علاقہ میں رہتے تھے اور ہم باری باری نبی ﷺ کے پاس جاتے تھے، ایک دن وہ جاتا تھا اور ایک دن میں جاتا تھا، پس جب میں جاتا تو میں اس کے پاس اس دن کی خبریں لے کر آتا کہ اس دن کیا وحی نازل ہوئی ہے اور کیا احکام بتائے گئے ہیں اور جب وہ جاتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا تھا اور ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے، پھر جب ہم انصار کے پاس آئے اور وہ ایسے لوگ تھے جن پر ان کی عورتیں غالب رہتی تھیں، پس ہماری عورتوں نے بھی انصار کی عورتوں کے طریقہ گفتگو کو اپنا لیا، پھر ایک دن میں اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا تھا تو اس نے میری کسی بات کا پلٹ کر جواب دیا، مجھے بہت ناگوار گزرا کہ وہ مجھے پلٹ کر جواب دے رہی ہے۔ اس نے کہا: میرا جواب دینا تمہیں کیوں ناگوار گزر رہا ہے، پس اللہ کی قسم! بے شک نبی ﷺ کی ازواج بھی آپ کو پلٹ کر جواب دیتی ہیں اور ان میں سے کوئی ایک زوجہ نبی ﷺ کو پورے دن چھوڑے رکھتی ہے حتیٰ کہ رات تک، پس اس خبر نے مجھ کو ڈرا دیا اور میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ازواج مطہرات میں سے جس نے بھی ایسا کیا وہ ناکام اور نامراد ہوگی، پھر میں نے اپنے کپڑے اکٹھے، کیے پس میں اس بالائی علاقہ سے اترا اور حفصہ کے پاس گیا، میں نے اس سے کہا: اے حفصہ! کیا تم میں سے کوئی ایک نبی ﷺ سے سارا دن ناراض رہتی ہے حتیٰ کہ رات تک؟ حفصہ نے کہا: جی ہاں!

فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَشْرُبَةً لَهُ فَاعْتَزَلَ فِيهَا وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ مَا يُبْكِيكِ أَلَمْ أَكُنْ حَذَّرْتُكِ هَذَا أَطَلَّقَكُنَّ النَّبِيُّ ﷺ قَالَتْ لَا أَدْرِي هَا هُوَ ذَا مُعْتَزِلٌ فِي الْمَشْرُبَةِ فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِي فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهُ أَسْوَدَ اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَدَخَلَ الْغُلَامُ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ كَلَّمْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَانْصَرَفْتُ حَتَّى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَدَخَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَرَجَعْتُ فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَدَخَلَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ فَقَالَ قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا قَالَ إِذَا الْغُلَامُ يَدْعُونِي فَقَالَ قَدْ أَذِنَ لَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ فَرَفَعَ إِلَيَّ بَصَرَهُ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ اللهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَسْتَأْنِسُ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ رَأَيْتَنِي وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ إِذَا قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ رَأَيْتَنِي وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُرِيدُ عَائِشَةَ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ تَبَسُّمَةً أُخْرَى

نے کہا: پھر تو تم نامراد اور نقصان زدہ ہوگئی، کیا تم اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے بے خوف ہوگئی ہو؟ (اگر ایسا ہے تو) تم ہلاک ہو جاؤ گی، تم نبی ﷺ سے زیادہ چیزیں نہ طلب کرو نہ آپ کی کسی بات کا جواب دو اور نہ آپ کو چھوڑے رکھو، تم کو جو چیز چاہیے اس کا مجھ سے سوال کرو اور تم کو یہ چیز دھوکہ نے میں نہ ڈالے کہ تمہاری سوکن تم سے زیادہ خوب صورت ہیں اور نبی ﷺ کو زیادہ محبوب ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمر نے یہ بیان کیا کہ ہم آپس میں یہ باتیں کرتے تھے کہ بادشاہ غسان ہم سے جنگ کرنے کے لیے اپنے گھوڑوں کو نعل پہنا رہا ہے، پھر ایک دن میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے دن گیا، پھر ہمارے پاس عشاء کے وقت لوٹا اور اس نے بہت زور سے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور اس نے کہا: کیا وہ یہاں پر ہے؟ پس میں گھبرا گیا اور اس کی طرف باہر نکلا، اس نے کہا: میں آج تمہارے پاس بہت سنگین خبر لے کر آیا ہوں، میں نے پوچھا: وہ کیا خبر ہے؟ کیا غسان آ گیا ہے؟ میرے ساتھی نے کہا: نہیں بلکہ اس سے زیادہ سنگین اور ہولناک خبر ہے، نبی ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے، اور عبید بن حنین نے کہا: انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (میرے ساتھی نے) کہا: نبی ﷺ اپنی ازواج الگ ہو گئے تو میں نے کہا: حفصہ ناکام اور مراد ہوگئی، مجھے اس بات کا (پہلے سے) گمان تھا کہ یہ بات ہونے والی ہے، پھر میں نے اپنے کپڑے اکٹھے کیے میں نے فجر کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ ادا کی، پس نبی ﷺ اپنے مچان (بالا خانہ) میں داخل ہو گئے، سو آپ اس میں (ازواج) سے الگ رہ رہے تھے اور میں حفصہ کے پاس چلا گیا، سو وہ اس وقت رو رہی تھی، میں نے پوچھا: تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے؟ کیا میں نے تم کو اس بات سے نہیں ڈرایا تھا؟ کیا تم سب کو نبی ﷺ نے طلاق دے دی ہے؟ حفصہ نے کہا: میں نہیں جانتی، آپ وہاں مچان میں الگ رہ رہے ہیں، پس میں وہاں سے نکلا،

فَجَلَسْتُ حِينَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ فَوَاللهِ مَا رَأَيْتُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلَاثَةٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللهَ فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ أَوَفِي هَذَا أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنَّ أُولَئِكَ قَوْمٌ عُجِّلُوا طَيِّبَاتِهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ اسْتَغْفِرْ لِي فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءَهُ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ الْحَدِيثِ حِينَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلَى عَائِشَةَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ قَالَ مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِينَ عَاتَبَهُ اللهُ فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ كُنْتَ قَدْ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا وَإِنَّمَا أَصْبَحْتَ مِنْ تِسْعٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَعُدُّهَا عَدًّا فَقَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً فَكَانَ ذَلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى آيَةَ التَّخَيُّرِ فَبَدَأَ بِي أَوَّلَ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ فَاخْتَرْتُهُ ثُمَّ خَيَّرَ نِسَاءَهُ كُلَّهُنَّ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ۔

(صحیح البخاری: ۵۲۱۸۔ ۵۸۴۳، ۷۲۵۶، ۷۲۶۳، صحیح مسلم: ۱۴۷۹، سنن ابو داؤد: ۵۲۰۱، سنن ترمذی: ۲۶۹۱، ۳۳۱۸، سنن نسائی: ۲۱۳۰، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۲۱، ۲۱۷۸، الادب المفرد: ۸۳۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳، مسند احمد: ۲۲۲، سنن دارمی: ۲۶۲۹)

پھر میں منبر کی طرف آیا، سو وہاں صحابہ کی ایک جماعت تھی جن میں سے بعض رو رہے تھے، پس میں تھوڑی دیر ان کے ساتھ بیٹھا پھر میرے دل کی کیفیت مجھ پر غالب آئی، پس میں اس مچان کے پاس گیا جس میں نبی ﷺ تشریف فرما تھے، میں نے ایک سیاہ فام لڑکے سے کہا: عمر کے لیے اجازت طلب کرو، سو وہ لڑکا مچان میں داخل ہوا، پس اس نے نبی ﷺ سے کچھ بات کی، پھر لوٹ آیا، اس نے بتایا کہ میں نے نبی ﷺ سے بات کی اور آپ کا ذکر کیا تو آپ خاموش رہے، پس میں واپس آ گیا حتیٰ کہ میں ان صحابہ کے ساتھ بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے، پھر میرے دل کی کیفیت مجھ پر غالب آئی، پس میں آیا، پھر میں نے اس سیاہ فام لڑکے سے کہا: عمر کے لیے اجازت طلب کرو، پس وہ لڑکا مچان میں داخل ہوا، پھر لوٹ آیا تو اس نے بتایا: میں نے نبی ﷺ سے آپ کا ذکر کیا تو آپ خاموش رہے، میں پھر لوٹ آیا اور میں ان صحابہ کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے، پھر میری دلی کیفیت مجھ پر غالب آئی تو میں اس لڑکے کے پاس آیا تو میں نے کہا: عمر کے لیے اجازت طلب کرو، پس وہ لڑکا مچان میں داخل ہوا، پھر میرے پاس لوٹ آیا، پس اس نے بتایا کہ میں نے نبی ﷺ سے آپ کا ذکر کیا تھا تو آپ خاموش ہو گئے، پھر جب میں پیٹھ موڑ کر واپس جا رہا تھا تو اچانک وہ لڑکا مجھے بلا رہا تھا، پس اس نے کہا: آپ کے لیے نبی ﷺ نے اجازت دے دی ہے، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہوا، اس وقت آپ ایک بنی ہوئی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہیں تھا اور چٹائی کی بنائی آپ کے پہلو میں نقش ہو گئی تھی، آپ چمڑے کے ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، میں نے آپ کو سلام کیا، پھر میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے، آپ نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا، پھر فرمایا کہ نہیں، پس میں نے کہا: اللہ اکبر، پھر میں نے کھڑے کھڑے رسول اللہ ﷺ کا انس طلب کرنے کے لیے

Marfat.com

عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! آپ مجھے دیکھتے ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے، پھر جب ہم مدینہ منورہ میں آ گئے تو یہاں کے لوگوں پر ان کی عورتیں غالب رہتی تھیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! آپ مجھے دیکھتے جب میں حفصہ کے پاس گیا، میں نے اس سے کہا: تم کو یہ چیز دھوکہ میں نہ رکھے کہ بے شک تمہاری سوکن تم سے زیادہ خوب صورت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے، ان کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مسکرائے، جب میں نے آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو پھر میں بیٹھ گیا اور میں نے نظر اٹھا کر گھر میں دیکھا، پس اللہ کی قسم! میں نے آپ کے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو میری نظر کو لوٹاتی سوائے تین کچی کھالوں کے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر کشادگی کر دے کیونکہ فارس اور روم پر بہت کشادگی کی گئی ہے اور ان کو دنیا عطا کی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ نے پوچھا اے ابن الخطاب! کیا تم ایسے سوچتے ہو؟ بے شک یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی عمدہ چیزیں عجلت سے دنیا کی زندگی میں دے دی گئی ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں پس، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے اس بات کی وجہ سے علیحدہ ہو گئے تھے جب حفصہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشاء کر دیا تھا، آپ انتیس (۲۹) راتیں ازواج مطہرات سے علیحدہ رہے، آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میں ایک مہینہ تک ان کے پاس نہیں آؤں گا کیونکہ آپ کو ازواج مطہرات سے شدید رنج پہنچا تھا جب اللہ عزوجل نے آپ پر عتاب فرمایا تھا، پس جب انتیس (۲۹) راتیں گزر گئیں تو آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، سو ان سے ابتداء کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ ہمارے پاس ایک مہینہ تک نہیں آئیں گے اور آپ تو صرف

Marfat.com

انتیس (۲۹) راتوں کے بعد آ گئے ہیں اور میں تو ایک ایک رات گن رہی تھی، آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس (۲۹) راتوں کا بھی ہوتا ہے اور وہ مہینہ انتیس (۲۹) راتوں کا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر اللہ نے آیت تخییر نازل فرمائی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے مجھ سے ابتداء کی تو میں نے آپ کو اختیار کرلیا، پھر آپ نے تمام ازواج مطہرات کو اختیار دیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۹ میں گزر چکی ہے۔

بیوی کو مارنے کی ممانعت اور اس کے متعلق احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے: اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ مرد کے لیے زیادہ مناسب اور بہتر یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کی ایذاء رسانی پر صبر کرے اور چشم پوشی کرے اور اس کی ناگوار باتوں سے درگزر کرے بہ شرطیکہ اس کی یہ ایذاء رسانی مرد کی ذات سے متعلق ہو نہ کہ اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہو اور یہ منقول نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کی ایذاء رسانی پر انہیں کوئی سزا دی ہو بلکہ منقول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی نے ان کو نصیحت کی تھی نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق عظیم ہے اور امت کو بھی چاہیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اسوۃ اور نمونہ پر عمل کرے۔

(تہذیب الآثار للطبری، مسند عمر بن الخطاب ج ۱ ص ۲۰۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی اہلیہ کے لیے بہترین ہو اور میں اپنی اہلیہ کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں''۔

(سنن ترمذی: ۳۸۹۵، سنن دارمی: ۲۲۰۶، تہذیب الآثار للطبری: ۶۷۹، صحیح ابن حبان: ۴۱۷۷، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۳۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۶۸، شعب الایمان: ۸۷۱۸، ۱۱۰۱۴، مسند البزار (کشف الاستار) ۱۴۷۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۱۴۵)

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تم میں سے کوئی شخص کیوں اپنی بیوی کو اس طرح کوڑے مارنے کا ارادہ کرتا ہے جس طرح غلام کو کوڑے مارے جاتے ہیں اور شاید وہ اسی دن اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کرے گا۔

(صحیح البخاری: ۴۹۴۲، ۵۲۰۴، ۶۰۴۲، صحیح مسلم: ۲۸۵۵، مسند احمد ج ۴ ص ۱۷)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے نصیحت فرمائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی بیوی کے معاملہ میں تخفیف کرو اور اس کے اوپر اپنی لاٹھی کو نہ اٹھاؤ''۔

(تہذیب الآثار للطبری: ۶۸۵، کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۶۴۹، الارواء: ۲۰۲۶)

بیوی کو مارنے کے ثبوت کے متعلق بعض تابعین کے آثار

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا: ان احادیث سے استدلال درست نہیں ہے کیونکہ ان احادیث کی اسانید ضعیف ہیں اور افضل یہ ہے کہ اپنی بیوی کی ناگوار باتوں پر صبر کیا جائے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس طرح کا

Marfat.com

عمل ثابت ہے، اور دوسرے علماء نے کہا: یہ احادیث صحیح ہیں اور ان کے معنی میں اختلاف ہے، پس بعض نے کہا: جب مرد اپنی بیوی کی کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے اور جس چیز میں اس کی اطاعت واجب ہے اس میں اس کی اطاعت نہ کرے تو وہ اپنی بیوی کو مارے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور فقہاء تابعین اسی طرح کرتے تھے۔

جریر نے ام موسیٰ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی عبداللہ بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں، بسا اوقات وہ ان کو مارتے تھے تو وہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر شکایت کرتی تھیں اس حال میں ان کی ریشمی قمیص مار کے اثر سے ان کے جسم کے ساتھ چپکی ہوئی ہوتی تھی تو حضرت حسن بن علی نے انہیں قسم دے کر کہا کہ تم ضرور اپنے خاوند کے گھر جاؤ۔

ابواسامہ نے از ہشام بن عروہ از فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں الزبیر کے نکاح میں چوتھی بیوی تھی، پس جب وہ ہم میں سے کسی ایک پر ناراض ہوتے تو کھونٹی سے لاٹھی اتار کر اتنا مارتے کہ لاٹھی ٹوٹ جاتی۔

شعبہ نے از عمارہ روایت کی ہے کہ میں ابومجلز کے پاس گیا۔ ان کے اور ان کی بیوی کے درمیان تلخ کلامی ہوئی تو انہوں نے لاٹھی اٹھائی اور آدھی پور کے برابر اپنی بیوی کا سر پھاڑ دیا۔

بیوی، نوکر اور کم عمر اولاد کو بغیر جرم کے مارنے کی ممانعت

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ خاوند کے لیے صرف یہ جائز ہے کہ اگر وہ بیوی کی کسی بات سے ناراض ہو تو اس کو اپنے بستر پر نہ سلائے اور خاوند کے لیے بیوی کو مارنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ اس پر حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر جرم کے مومنین اور مومنات کو مارنے سے منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا۠ (۵۸)

اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بغیر خطا یا جرم کے ایذاء پہنچاتے ہیں تو بے شک انہوں نے بہتان کا اور کھلے ہوئے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایا O (الاحزاب: ۵۸)

خواہ کسی عورت کو مارا جائے اور مارنے والا اس کا خاوند ہو یا نوکر کو مارا جائے اور مارنے والا اس کا مالک ہو یا کم عمر ہو اور مارنے والا اس کا والد ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے ان کی بہتری کے لیے مارنے کی اجازت دی ہے۔

حدیث مذکور سے مستنبط فقہی مسائل اور نکات لطیفہ

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کو یہ نصیحت کرنے کے لیے گئے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ رہیں، وہ سواری میں سوار ہو کر مدینے پہنچے، پھر چل کر ان کے گھر گئے، اس میں یہ دلیل ہے کہ بیٹی کی خیر خواہی اور بھلائی کے لیے مال کو خرچ کرنا جائز ہے۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ سمجھایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پلٹ کر جواب نہ دیا کریں، اس سے معلوم ہوا کہ خاوند سے زبان درازی کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ عالم سے اس کے بعض نجی معاملات کے متعلق سوال کرنا جائز ہے۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیاہ فام لڑکے سے کہا: جاؤ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ عمر حاضر ہونا چاہتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ

Marfat.com

سلطان اور سربراہ ملک کے لیے اپنے گھر پر دربار کو رکھنا جائز ہے اور اس حدیث سے پرسنل سیکرٹری رکھنے کا جواز بھی نکلتا ہے۔

(۵) بعض احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پر کوئی دربان نہیں تھا، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ گھر کے باہر مچان کی سیڑھیوں پر سیاہ فام لڑکا بہ طور دربان بیٹھا ہوا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ جن اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلتے تھے ان اوقات میں کوئی دربان نہیں تھا اور جن اوقات میں آپ تخلیہ فرماتے تھے ان اوقات میں دربان رکھا ہوا تھا۔

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ماہ تک مچان میں رہے اور گھر کے اندر نہیں گئے، اس سے معلوم ہوا کہ عالم اور سلطان کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی وقت یا چند دن تخلیہ میں رہے حتیٰ کہ اپنے قریبی گھر والوں کے پاس بھی نہ جائے۔

(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربان کے ذریعہ تین مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی لیکن آپ نے سکوت فرمایا، اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا سبب معلوم کرنا چاہتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کی بیٹی سے ناراضگی ہو تو اس شخص کے سامنے اس پر تبصرہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے اس کی دل آزاری ہوگی، اور بعض اوقات سکوت کرنا کلام کرنے سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں کوئی زیب و زینت، آرام اور آسائش کا سامان نہیں تھا، اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کے انعامات کے حصول کے لیے دنیا کے عیش و آرام کو ترک کرنا افضل ہے اور دنیا کی تنگی پر صبر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، تاہم اگر انسان دنیا کی نعمتوں کو حاصل کرے اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے تو اس میں بھی فضیلت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء میں تنگی کے ساتھ وقت گزارا اور بعد میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہوئے آپ ان نعمتوں سے بھی بہرہ اندوز ہوئے۔

(۹) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر اور ان کا پڑوسی باری باری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، ایک دن وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دین کا علم حاصل کرتے اور ایک دن اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کام دھندے پر چلے جاتے، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو دین اور دنیا دونوں کو ساتھ لے کر چلنا چاہیے۔

(۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب قضائے حاجت سے فارغ ہو گئے تب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان دو بیویوں کے متعلق دریافت کیا جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موافقت نہیں کی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کے اوقات میں بھی عالم دین سے دینی مسائل کو دریافت کرنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اگرچہ قرآن کا بہت زیادہ علم رکھتے تھے اس کے باوجود انہوں نے یہ مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، اس سے معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کو سب سے زیادہ قرآن اور سنت کا علم تھا۔

(۱۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ وہ ایک ماہ ازواج مطہرات کے پاس نہیں جائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر بیوی کی کوئی بات ناگوار ہو تو کچھ عرصہ کے لیے اس سے مقاطعہ کرنا جائز ہے۔

(۱۲) ایلاء شرعی یہ ہے کہ خاوند قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک بیوی سے جماع نہیں کرے گا، اگر وہ چار ماہ تک بیوی کے پاس نہیں گیا تو اس کی قسم پوری ہو جائے گی اور اس کی بیوی پر طلاق بائنہ پڑ جائے گی، اور اگر اس نے چار ماہ سے پہلے بیوی سے صحبت کر لی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس کو قسم کا کفارہ دینا ہوگا، اور اگر اس نے چار ماہ سے کم بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تو یہ ایلاء لغوی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایلاء لغوی تھا۔

Marfat.com

(۱۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم انتیس (۲۹) دن کے بعد گھر آ گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ابھی تو انتیس دن گزرے ہیں اور آپ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہ تھیں اور وہ یہ نہیں چاہتی تھیں کہ آپ کی قسم ٹوٹ جائے۔

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں تو ایک ایک رات گن گن کر گزار رہی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت شدید محبت کرتی تھیں اور وہ بے چینی سے ایک ماہ پورا ہونے کا انتظار کر رہی تھیں۔

(۱۵) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو آپ کے پاس رہیں اور وہ چاہیں تو انہیں مال و دولت کی کثرت دے دی جائے تو انہوں نے مال و دولت کی کثرت کو ترک کر کے تنگ دستی کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کو اختیار کیا اور باقی ازواج مطہرات نے بھی ایسا ہی کیا، اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت شدید محبت رکھتی تھیں اور چونکہ اس اختیار میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہل کی تھی تو اس سے ازواج مطہرات کے درمیان ان کی افضلیت کا علم ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۵۵۔ ۲۵۱ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸۵۔ بَابُ: صَوْمِ الْمَرْأَةِ بِإِذْنِ زَوْجِهَا تَطَوُّعًا

خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کا نفلی روزہ رکھنا

۵۱۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔ (صحیح البخاری: ۵۱۹۵۔ ۵۳۶۰، صحیح مسلم: ۱۰۲۶، سنن ابوداؤد: ۲۴۵۷، مسند احمد: ۸۱۹۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: "کوئی عورت اس دن روزہ نہ رکھے جس دن اس کا شوہر موجود ہو البتہ اس کی اجازت سے روزہ رکھ سکتی ہے"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۶۶ میں گزر چکی ہے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر نفل روزہ کا مکروہ تنزیہی ہونا اور نفلی روزہ کو توڑنے سے قضاء کے وجوب میں اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنے سے جو منع فرمایا ہے اس سے مراد نفلی روزہ ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ خاوند کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بیوی کو اس کے فرائض لازمہ کی ادائیگی سے منع کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزے سے منع فرمایا ہے، یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے اور شوہر اور بیوی کے درمیان حسن معاشرت کے لیے ہے اور اس میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کی یہ دلیل ہے کہ اگر کسی نے عمداً نفلی روزہ کو توڑ دیا تو اس پر اس کی قضاء واجب ہے کیونکہ اگر نفلی روزہ کو توڑنا مباح ہوتا تو بیوی کو نفلی روزہ رکھنے کے لیے خاوند کی اجازت کی ضرورت نہ ہوتی اور امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ نفلی روزہ کو توڑنے سے قضاء واجب نہیں ہوتی۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نفلی عبادات ادا کرنے کی بہ نسبت خاوند کے حقوق کو ادا کرنا زیادہ مؤکد ہے۔ (شرح ابن بطال علی

Marfat.com

صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۸۶۔ بَابٌ: إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا

جب بیوی اپنے خاوند کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارے

۵۱۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ أَنْ تَجِيءَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ۔

(صحیح البخاری: ۵۱۹۴، صحیح مسلم: ۱۴۳۶، سنن ابوداؤد: ۲۱۴۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: ”جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں“۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۹۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تَرْجِعَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از زرارہ از حضرت ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب بیوی اپنے خاوند کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ (خاوند کے پاس) لوٹ آئے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اس کی ناراضگی کا سبب ہونا اور مصداق لعنت ہونا، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا فرشتوں کی دعا کا سبب ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کے بدن اور مال میں اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں ان کو پورا کرنا واجب ہے اور ان حقوق کو پورا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان کوئی ناجائز کام کرے اس پر لعنت کرنا جائز ہے تاہم اس کو لعنت کرنے کی بجائے اس کے لیے ہدایت اور توفیق توبہ کی دعا کی جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی مومن جب تک کسی گناہ میں مشغول رہتا ہے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول ہوتا ہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۸۷۔ بَابٌ: لَا تَأْذَنِ الْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا لِأَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ

عورت اپنے خاوند کے گھر میں کسی کو خاوند کی اجازت کے بغیر آنے نہ دے

۵۱۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان

Marfat.com

الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ نَفَقَةٍ عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَإِنَّهُ يُؤَدَّى إِلَيْهِ شَطْرُهُ وَرَوَاهُ أَبُو الزِّنَادِ أَيْضًا عَنْ مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي الصَّوْمِ۔

(صحیح البخاری: ۵۳۶۰، صحیح مسلم: ۱۰۲۶، سنن ابو داؤد: ۱۶۸۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶)

کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی عورت کا خاوند موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور وہ اپنے خاوند کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو آنے کی اجازت نہ دے اور اس نے اس کی اجازت کے بغیر جو خرچ کیا تو اس (صدقہ) کا نصف اجر اس کے خاوند کو دیا جائے گا۔ اور اس حدیث کی ابوالزناد نے بھی از موسیٰ از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روزہ کے متعلق روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۶۶ میں گزر چکی ہے۔

خاوند کی کمائی سے بیوی کے خرچ کرنے کے جواز کے متعلق دیگر احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر میں کسی کو اس کی اجازت کے بغیر آنے نہ دے'' یعنی جس کے آنے کو اس کا خاوند ناپسند کرتا ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو کیونکہ یہ بدگمانی کا باعث ہے اور یہ غیرت اور حمیت کا موجب ہے جو قطع رحم کا سبب ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورت مرد کی کمائی سے اس کی اجازت کے بغیر جو صدقہ کرتی ہے اس کا آدھا اجر اس کے خاوند کو ملتا ہے''۔

اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے تو اس کا نصف اجر اس کے خاوند کو ملتا ہے''۔ (صحیح البخاری: ۲۰۶۶) اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو خیر پر رہنمائی کرے وہ خیر کے فاعل کی مثل ہے''۔ (سنن ترمذی: ۲۶۷۰) اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''خازن کے لیے بھی خرچ کرنے پر اجر ہے اور بیوی کے لیے بھی خرچ کرنے پر اجر ہے''۔

(صحیح البخاری: ۱۴۲۵) (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۸۸۔ بَابٌ: باب

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۶۴)

۵۱۹۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَخْبَرَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں التیمی نے خبر دی از ابی عثمان از حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: ''میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو جنت میں داخل ہونے والے بالعموم مساکین تھے اور محنت کرنے

Marfat.com

بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ۔ والے لوگوں کو روکا ہوا تھا اس کے سوا کہ اصحاب نار کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا گیا تھا اور میں دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو اس میں بالعموم داخل ہونے والی عورتیں تھیں"۔

(صحیح البخاری: ۶۵۴۷، صحیح مسلم: ۲۷۳۶، مسند احمد: ۲۱۸۸۴)

فقیر کی غنی پر فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جنت میں دخول کا سب سے قریب سبب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے توکل کرنا ہے اور جنت سے دور رہنے کا سبب مال وغیرہ سے تکبر کرنا ہے اور محنت کرنے والے لوگوں کو جنت میں دخول سے اس لیے روکا جائے گا کہ ان کے اموال میں فقراء کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق واجب تھے وہ ان کو ادا نہیں کرتے تھے اس لیے ان کو حساب کے لیے روک لیا گیا اور جن لوگوں نے اپنے اموال میں سے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کر دیا تو ان کو جنت کے دخول سے نہیں روکا جائے گا اور اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ فقیر کو غنی پر فضیلت حاصل ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

فقیر صابر اور غنی شاکر کے درمیان مصنف کا محاکمہ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر کو غنی پر فضیلت ہے کیونکہ فقیر مال نہ ملنے پر صبر کرتا ہے اور غنی مال ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور صبر کا اجر بہت زیادہ ہے، قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر: ۱۰) صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا O

اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فقراء آئے، انہوں نے کہا: مال دار لوگ تو بڑے بڑے درجات اور دائمی جنت کو لے گئے، وہ ہماری طرح نمازیں پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور ان کو مال کی فضیلت حاصل ہے وہ اس مال سے حج کرتے ہیں، عمرہ کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو ایسے عمل کی خبر نہ دوں کہ اگر تم نے وہ عمل کیا تو تم سابقین کے درجات کو پالو گے اور کوئی اور اس درجہ کو نہیں پا سکے گا سوا اس کے جو تمہاری طرح عمل کرے تم سبحان اللہ کہو اور تم الحمد للہ کہو اور اللہ اکبر کہو ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ۔ (صحیح البخاری: ۸۴۳)

امام مسلم کی روایت میں اس کے بعد یہ اضافہ ہے: ابوصالح نے کہا: فقراء مہاجرین دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہمارے مال دار بھائیوں نے اس حدیث کو سنا تو وہ بھی نماز کے بعد یہ تسبیحات پڑھنے لگے (یعنی ان کا اجر پھر زیادہ ہو گیا)، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا کرتا ہے"۔ (صحیح مسلم: ۵۹۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال داروں کو فقراء پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ وہ مال کی وجہ سے حج، عمرہ، جہاد اور صدقات کرتے ہیں جو فقراء نہیں کر سکتے۔

بعض عارفین نے کہا: فقیر کا صبر کرنا کوئی باعث کمال نہیں کیونکہ وہ صبر نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا اور غنی کا شکر ادا کرنا بھی کوئی باعث حیرت نہیں کیونکہ جس کے پاس مال ہے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا، کمال اس کا ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ پھر

Marfat.com

بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے، سو نہ فقیر صابر افضل ہے نہ غنی شاکر افضل ہے بلکہ افضل تو فقیر شاکر ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

٨٩۔ بَابُ: كُفْرَانِ الْعَشِيرِ وَهُوَ الزَّوْجُ وَهُوَ الْخَلِيطُ مِنَ الْمُعَاشَرَةِ

عشیر کی نافرمانی اور اس سے مراد خاوند ہے اور عشیر اس کو کہتے ہیں جو معاشرت میں شریک ہو

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت اپنے خاوند کا کفر کرے تو اس کا کیا حکم ہے اور اس باب میں کفر سے مراد شکر کی ضد ہے یعنی نعمت اور احسان کا انکار کرنا اور اس کا شکر ادا نہ کرنا اور اس سے مراد وہ کفر نہیں ہے جس کی وجہ سے بندہ اصل ایمان سے نکل جاتا ہے اور کفران کا لفظ کفر کا مصدر ہے۔

عشیر سے مراد ہے: خاوند۔ العشیر کا لفظ فعیل کے وزن پر ہے، اس کا معنی ہے: معاشر یعنی جو معاشرت میں شریک ہو اور ساتھی ہو اور خاوند خلیط ہوتا ہے کیونکہ خاوند اور بیوی کے درمیان اختلاط ہوتا ہے اور عنوان میں جو معاشرت کا ذکر ہے اس سے مراد ہے: مصاحبت۔ (عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ٢٦٥)

فِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اور اس معنی میں حضرت ابو سعید بن مالک الخدری کی نبی ﷺ سے روایت ہے۔

امام بخاری کی تعلیق مذکور کی حدیث میں مصنف کا تتبع

میں کہتا ہوں کہ: امام بخاری نے اس تعلیق سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی کس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، میں نے یہ جاننے کے لیے صحیح بخاری کی دستیاب تمام شروح میں اس کو تلاش کیا لیکن علامہ ابن بطال، علامہ ابن ملقن، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی، علامہ قسطلانی، علامہ الکورانی اور شیخ عثیمین نے اس کی تعلیق کی شرح میں کچھ نہیں لکھا، میں نے سوچا کہ آخر میری شرح میں تو اس حدیث کی نشاندہی ہونی چاہیے، پھر اچانک میرے ذہن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے علام الغیوب کی طرف متوجہ کیا اور علام الغیوب نے فیض آفرینی کی اور جیسے میرے ذہن میں چراغ روشن ہوئے اور اس کی روشنی میں مجھے یہ حدیث مل گئی جس کی طرف امام بخاری نے اس تعلیق میں اشارہ کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ میں یا عید الفطر میں عید گاہ کی طرف گئے، سو آپ عورتوں کے پاس سے گزرے، پس آپ نے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو کیونکہ مجھے یہ دکھایا گیا ہے کہ تم میں سے اکثر اہل دوزخ ہیں، عورتوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کس سبب سے؟ آپ نے فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور تم خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے کسی ناقص عقل اور ناقص دین کو نہیں دیکھا جو تم سے زیادہ کسی ہوشیار مرد کی عقل کو زائل کرنے والی ہو، انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہمارے دین کا کیا نقصان ہے اور ہماری عقل کا کیا نقصان ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہے۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ ان کی عقل کا نقصان ہے (اور) کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے، انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ ان کے دین کا نقصان ہے''۔

(صحیح البخاری: ٣٠٤، ١٤٦٢، ١٩٥١، ٢٦٥٨، صحیح مسلم: ٨٠، ٧٩، سنن ابوداؤد: ١٢٨٨، سنن نسائی: ١٥٧٨، ١٥٧٥، مسند احمد: ٥٣٤٣)

Marfat.com

۵۱۹۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالنَّاسُ مَعَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا نَحْوًا مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللهَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ أَوْ أُرِيتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَرَأَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوا لِمَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيلَ يَكْفُرْنَ بِاللهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔

(صحیح مسلم: ۹۰۷، سنن نسائی: ۱۴۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے اس میں بہت طویل قیام کیا جو تقریباً سورۃ البقرہ (کی تلاوت) کے برابر تھا، پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا، پس آپ نے بہت طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر آپ نے سجدہ کیا، پھر آپ نے قیام کیا پس بہت طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا پھر آپ نے طویل قیام کیا، پھر سجدہ کیا، پھر آپ (لوگوں کی طرف) مڑ گئے اور اس وقت سورج کھل چکا تھا (یعنی روشن ہو چکا تھا) پس آپ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے اور نہ کسی کی حیات کی وجہ سے، پس جب تم یہ (گہن) دیکھو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنی جگہ سے کسی چیز کو پکڑا ہے، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ گئے، آپ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا یا فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے اس میں سے ایک خوشہ کو پکڑا اور اگر میں اس کو لے لیتا تو تم اس سے اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک یہ دنیا باقی ہے اور میں نے دوزخ کو دیکھا، پس میں نے آج کی مثل کبھی کوئی منظر نہیں دیکھا اور میں نے دیکھا کہ دوزخ میں اکثر عورتیں ہیں۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کس سبب سے؟ آپ نے فرمایا: ان کے کفر کے سبب سے، پوچھا گیا: کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ خاوند کا کفر کرتی ہیں اور اس کی نیکی کا انکار کرتی ہیں اور اگر تم ان کے ساتھ قیامت تک بھی نیکی کرتے رہو، پھر وہ تم

Marfat.com

سے تھوڑی سی کمی دیکھیں تو کہیں گی میں نے تم سے کبھی کوئی اچھائی نہیں دیکھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۹۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ تَابَعَهُ أَيُّوبُ وَسَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ۔

(صحیح البخاری: ۳۲۴۱، ۶۴۴۹، ۶۵۴۶، صحیح مسلم: ۲۷۳۸، سنن ترمذی: ۲۶۰۳، مسند احمد: ۳۳۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از ابی رجاء از حضرت عمران رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: ''میں جنت پر مطلع ہوا تو میں نے دیکھا کہ اکثر اہل جنت فقراء ہیں اور میں دوزخ پر مطلع ہوا تو میں نے دیکھا کہ اکثر اہل دوزخ عورتیں ہیں''۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی ایوب اور سلم بن زریر نے متابعت کی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۴۱ میں گزر چکی ہے۔

مردوں کی عورتوں پر فضیلت اور عورتوں پر مردوں کی اطاعت اور تعظیم کا واجب ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: عورتیں دوزخ کی مستحق اس لیے ہیں کہ وہ اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں، اس حدیث میں عورت کے اوپر مرد کے عظیم حق کی تصریح ہے اور عورت پر واجب ہے کہ مرد کا شکر ادا کرے اور اس کی فضیلت کا اعتراف کرے کیونکہ وہ اس کا ستر کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کمائی کی مشقت کو برداشت کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ (النساء: ۳۴)

مرد عورتوں کے منتظم اور کفیل ہیں کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے (بھی) کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (البقرہ: ۲۲۸)

اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے، اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ۝

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے: جس شخص کے پاس کوئی نعمت پہنچی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کرے تو شوہر کی نعمتوں کا کیا اندازہ ہوگا کہ کوئی عورت اس کی نعمتوں سے خالی نہیں ہوتی اور نعمت دینے والے کا شکر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس کوئی نعمت پہنچی ہو وہ اس کا شکر ادا کرے۔ (شعب الایمان: ۳۷۶۰)

منعم کے شکر کی ادائیگی کا فرض ہونا

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ انعام کا شکر ادا کرنا فرض ہے اور اس پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

Marfat.com

اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِوَالِدَيۡكَ ؕ (لقمان: ۱۴) (اور یہ کہ تو) میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا۔

اللہ تعالیٰ نے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملا کر ذکر کیا ہے، پس اس طرح دوسروں کی نعمت کا شکر ادا کرنا واجب ہے، نعمت کا شکر یہ ہے کہ منعم کا زبان سے شکر ادا کیا جائے یا اعضاء سے اس کی تعظیم کی جائے یا دل میں اس کے متعلق نیک گمان رکھے اور شکر کا کم از کم مرتبہ یہ ہے کہ نعمت کا اقرار کرے اور بہ قدر ضرورت نعمت کا اعتراف کرے۔

ان احادیث میں سورج گہن اور دیگر آسمانی نشانیوں کا ذکر ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّا تَخۡوِيۡفًا ۝ (بنی اسرائیل: ۵۹) اور ہم صرف ڈرانے کے لیے اپنی نشانیاں بھیجتے ہیں O

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے غضب کی نشانیاں دکھائی دیں تو پھر نماز کی پناہ میں آنا چاہیے، اس سے معلوم ہوا کہ نماز اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو دور کرتی ہے اور نماز کی وجہ سے بندہ آزمائشوں سے بچتا ہے کیونکہ نماز افضل عمل ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۶۰۔۲۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۹۰۔ بَابٌ: لِزَوۡجِكَ عَلَيۡكَ حَقٌّ — تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے

قَالَهُ أَبُو جُحَيۡفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

اس حدیث کی حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح البخاری: ۱۹۶۸ میں مذکور ہے۔

۵۱۹۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ مُقَاتِلٍ أَخۡبَرَنَا عَبۡدُ اللهِ أَخۡبَرَنَا الۡأَوۡزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحۡيَى بۡنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بۡنُ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبۡدُ اللهِ بۡنُ عَمۡرِو بۡنِ الۡعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَا عَبۡدَ اللهِ أَلَمۡ أُخۡبَرۡ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيۡلَ قُلۡتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَلَا تَفۡعَلۡ صُمۡ وَأَفۡطِرۡ وَقُمۡ وَنَمۡ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيۡكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيۡنِكَ عَلَيۡكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوۡجِكَ عَلَيۡكَ حَقًّا۔

(صحیح البخاری: ۶۱۳۴، ۶۲۷۷، صحیح مسلم: ۱۱۵۹، سنن ترمذی: ۷۷۰، سنن نسائی: ۱۶۳۰، سنن ابو داؤد: ۱۳۸۸، سنن ابن ماجہ: ۱۳۴۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات میں نماز میں قیام کرتے ہو؟ میں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: پس تم ایسا نہ کرو، تم روزہ رکھو اور (کبھی) روزہ چھوڑو اور نماز میں قیام کرو اور سوؤ کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

بیوی کے حق جماع کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

فقہاء کا اس مرد کے متعلق اختلاف ہے جو اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنے کی بجائے عبادت میں مشغول رہتا ہے، امام مالک نے کہا کہ جب کوئی مرد بغیر کسی ضرورت کے اپنی بیوی سے جماع نہیں کرتا تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ اپنی بیوی سے جماع کرے یا اسے طلاق دے دے کیونکہ وہ ترک جماع سے اپنی بیوی کو ضرر پہنچا رہا ہے، اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنی بیوی کے پاس رات گزارے اور روزہ نہ رکھے اور امام شافعی نے کہا: اس کے اوپر جماع کرنا فرض نہیں ہے، اس پر فرض یہ ہے کہ وہ بیوی کو کھانے کا خرچ دے اور اس کے کپڑے بنائے اور اس کو رہائش مہیا کرے اور اس کے پاس رہے۔

امام عبد الرزاق نے از شعبی روایت کی ہے کہ ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی، اس نے کہا: اے امیر المومنین! میرا خاوند لوگوں میں سب سے بہتر ہے، وہ دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس عورت نے اپنے خاوند کی تعریف اور توصیف کی ہے تو حضرت کعب بن سوار نے کہا: اس عورت نے تو اپنے خاوند کی شکایت کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تم اپنی بات کی وضاحت کرو تو انہوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ جب کسی آدمی کی چار بیویاں ہوں تو وہ تین دن اور تین رات تین بیویوں کے پاس رہے گا اور ایک دن اور ایک رات ایک بیوی کے پاس رہے گا۔ اور ابن عیینہ نے از شعبی روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب بن سوار رضی اللہ عنہ سے کہا: جب تم نے اس معاملہ کو سمجھ لیا ہے تو ان دونوں کے ساتھ فیصلہ کرو تو انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے دو دو تین تین اور چار چار عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی ہے، پس عورت کے لیے چار دنوں میں سے ایک دن ہے جس میں وہ (خاوند) روزہ نہ رکھے اور عورت کے پاس رہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاوند کو اس کے مطابق حکم دیا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۵۰_۱۴۸) (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۶۱_۲۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۹۱_ بَابُ: اَلْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا
بیوی اپنے خاوند کے گھر کی محافظہ ہے

۵۲۰۰_ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْأَمِيرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

(صحیح البخاری: ۸۹۳، صحیح مسلم: ۱۸۲۹، سنن ترمذی: ۱۷۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۹۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص (اپنے ماتحت لوگوں کا) محافظ ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا اور سربراہ ملک محافظ ہے اور مرد اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی محافظہ ہے، سو تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے۔

ماتحت لوگوں کی خیر خواہی کا واجب ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ نے جس مرد کو دوسرے لوگوں پر امین بنایا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ ان کی خیر خواہی کرے اور ان کی حفاظت کرے اور ان کی رعایت میں اپنی پوری توانائی کو خرچ کرے، ان کو برے کاموں سے روکے اور ان کو نیک کاموں کا حکم دے، اس

Marfat.com

کی زیادہ شرح ان شاء اللہ "کتاب الاحکام" میں کی جائے گی۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۹۲۔ بَابٌ: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (الی قولہ) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا (النسآء: ۳۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: مرد عورتوں کے منتظم اور کفیل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے (یہ آیت یہاں تک ہے) بے شک اللہ نہایت بلند بہت بڑا ہے O (النسآء: ۳۴)

۵۰۲۱۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ آلٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا وَقَعَدَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ فَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَعِشْرِينَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّكَ آلَيْتَ عَلَى شَهْرٍ قَالَ إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ

(صحیح البخاری: ۵۲۸۹، ۶۶۸۴، ۴۸۴، صحیح مسلم: ۱۰۸۴، سنن ترمذی: ۶۹۱، ۳۶۱، سنن نسائی: ۷۹۴، سنن ابوداؤد: ۲۰۱، سنن ابن ماجہ: ۸۷۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قسم کھائی کہ وہ ایک ماہ تک اپنی ازواج مطہرات کے قریب نہیں جائیں گے اور اپنے مچان میں جا کر بیٹھ گئے، پھر آپ انتیس راتوں کے بعد مچان سے اتر آئے، سو آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی تو آپ نے فرمایا: بے شک مہینہ انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۸ میں گزر چکی ہے۔

النسآء: ۳۴ کی تفسیر اور جن ازواج نے آپ کی نافرمانی کی تھی ان کا بیان اور نافرمانی کی تفسیر میں متعدد اقوال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: مفسرین نے النسآء: ۳۴ کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ نشوز کا معنی ہے: شوہروں کی نافرمانی کرنا اور نشوز کا لغوی معنی ہے: الارتفاع اور بلند ہونا اور عورت جب اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہے تو وہ اس کے اوپر جو شوہر کا حق ہے اس سے بلند ہوتی ہے اور نبی ﷺ نے اپنے عمل سے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ ایک ماہ تک بیوی کے قریب نہ جائے۔ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی نافرمانی کی اور نبی ﷺ کا راز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتادیا (اور وہ راز یہ تھا کہ میرے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خلیفہ ہوں گے) اور حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے اس معاملہ میں ایک دوسرے کی مدد کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حفصہ کے حجرہ میں ان کی باری کے دن حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جماع کیا اور آپ نے حضرت حفصہ سے فرمایا تھا کہ تم اس بات کو مخفی رکھنا لیکن انہوں نے یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتادی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں شہد پیا تھا جس پر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو ناگواری ہوئی تو آپ نے ان کی دل جوئی کے لیے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی۔

نبی ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ازواج مطہرات کے قریب نہیں جائیں گے اور یہ ایلاء شرعی نہیں ہے جس میں چار ماہ تک بیوی کے ساتھ جماع نہ کرنے کی قسم کھائی جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ پہلے بیویوں کو نصیحت کی جائے، پھر

Marfat.com

ان سے جماع کو ترک کیا جائے اگر بیوی پھر بھی اپنی روش سے باز نہ آئے تو اس کو مارا جائے لیکن وہ ایسی مار نہ ہو جس کے نشان ظاہر ہوں۔ (النساء: ۳۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے''۔ یعنی مردوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت دی ہے کہ اس کو حصول رزق کے لیے کمانے کی قوت عطا کی ہے اور اس کو اتنے وسائل دیئے ہیں کہ وہ عورتوں کا خرچ اٹھا سکتا ہے اور ان کا مہر ادا کر سکتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۲۶۲۔ ۲۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۹۳۔ بَابُ: هِجْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ نِسَائَهُ فِي غَيْرِ بُيُوتِهِنَّ

نبی ﷺ کا اپنی ازواج مطہرات کو اس طرح چھوڑنا کہ ان کے گھروں میں نہیں گئے

وَيُذْكَرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَفَعَهُ غَيْرَ أَنْ لَا تُهْجَرَ إِلَّا فِي الْبَيْتِ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ.

اور حضرت معاویہ بن حیدۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ ''بیوی کو صرف اس کے گھر میں چھوڑا جائے'' اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

حضرت معاویہ بن حیدۃ کا تذکرہ اور بیوی کو اکیلا گھر میں چھوڑنے کے متعلق حدیث

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ بن حیدۃ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، ان کا اہل بصرہ میں شمار ہوتا ہے، یہ خراسان میں جہاد کے لیے گئے تھے اور وہیں فوت ہو گئے تھے۔

حضرت معاویہ کی روایت میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ بیوی کو صرف گھر میں چھوڑا جائے، اور امام بخاری نے اپنے عنوان میں ذکر کیا ہے کہ بیوی کو اس طرح چھوڑا جائے کہ شوہر اس کے گھر میں نہ جائے اور امام بخاری نے اس قول کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حکیم بن معاویہ القشیری اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بیوی کا ہم میں سے کسی ایک پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم اس کو وہ کھانا کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور اس قسم کا لباس پہناؤ جس قسم کا لباس تم پہنتے ہو اور اس کے چہرہ پر نہ مارو اور یہ نہ کہو کہ اللہ تمہیں قبیح کردے (یعنی بد شکل کردے) اور اس کو نہ چھوڑو مگر گھر میں''۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۰)

یعنی آپ نے بیوی کو گھر میں چھوڑنے کا حکم دیا ہے اور امام بخاری نے اس کو ترجیح دی ہے کہ شوہر بیوی کے گھر میں نہ جائے اور یہ تعارض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۷۱۔ ۲۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ کرمانی کے ساتھ مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیوی کو صرف گھر میں چھوڑا جائے''۔ (الکواکب الدراری جز ۱۹ ص ۱۵۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ) اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ بیوی کو شوہر اپنے گھروں کے علاوہ چھوڑے، اس کی سند زیادہ صحیح ہے اور علامہ کرمانی نے جو لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیوی کو صرف گھر میں چھوڑا جائے یہ محض غلط ہے کیونکہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نہیں کی کہ نبی ﷺ نے اپنی ازواج کو چھوڑ دیا تھا اور یہ واقعہ المسانید اور الاجزاء میں سے کسی میں مذکور نہیں ہے اور

Marfat.com

علامہ کرمانی نے جو ذکر کیا ہے وہ امام بخاری کی مراد نہیں ہے، امام بخاری کی مراد وہ ہے جس کی امام ابوداؤد نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

حکیم بن معاویہ القشیری اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بیوی کا ہم میں سے کسی ایک پر کیا حق ہے، آپ نے فرمایا: ''تم اس کو وہ کھانا کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور اس قسم کا لباس پہناؤ جس قسم کا لباس تم پہنتے ہو اور اس کے چہرہ پر نہ مارو اور یہ نہ کہو کہ اللہ تمہیں قبیح کردے (یعنی بدشکل کردے) اور اس کو نہ چھوڑو مگر گھر میں''۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۴۲)

پس علامہ کرمانی نے یہ گمان کیا کہ یہ حدیث میں جو استثناء ہے کہ ''بیوی کو نہ چھوڑا جائے مگر گھر میں'' یہ استثناء امام بخاری کے تصرف میں سے ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے بلکہ امام بخاری نے ان الفاظ کو نقل کیا ہے جو سنن ابوداؤد کی حدیث میں ہیں۔ واللہ اعلم (فتح الباری ج ۶ ص ۳۹۱، دارالمعرفہ، بیروت)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ اور علامہ کرمانی کا دفاع

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے علامہ کرمانی کی طرف جو غلط محض کی نسبت کی ہے وہ بجائے خود غلط محض ہے اور اس میں ترک ادب بھی ہے کیونکہ علامہ کرمانی نے اس حدیث میں کوئی تصرف نہیں کیا مگر وہ جو ان دو مختلف روایتوں کا تقاضا ہے جن کو حافظ ابن حجر نے بھی ذکر کیا ہے اور اس کے باوجود یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے وہ قصہ روایت کیا جس میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ان کے گھروں میں چھوڑ دیا تھا کیونکہ روایت کے باب میں بہت وسعت ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ بن حیدہ نے یہ قصہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو چھوڑ دیا تھا اور یہ المسانید اور الاجزاء میں سے کسی میں بھی مذکور نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۹۱) یہ محض دعویٰ بلا برہان ہے اور کاش! میری عقل ان کے پاس موجود ہوتی، وہ یہ دعویٰ کیسے کر رہے ہیں جب کہ انہوں نے تمام مسانید اور اجزاء کا احاطہ نہیں کیا اور علامہ کرمانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جن روایات پر مطلع ہیں حافظ ابن حجر ان میں سے سو میں سے ایک پر بھی مطلع نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں علامہ کرمانی کا کلام اثبات میں ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو ان کے گھروں میں چھوڑ دیا تھا اور حافظ ابن حجر کا کلام نفی میں ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ان کے گھروں میں نہیں چھوڑا تھا اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ اثبات میں کسی موجود چیز کی خبر دی جاتی ہے اور نفی میں کسی معدوم چیز کی خبر دی جاتی ہے۔

امام حافظ علاؤ الدین مغلطائی بن قلیج بن عبداللہ الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ نے ''التلویح فی الجامع الصحیح'' میں لکھا ہے (یہ شرح ہنوز طبع نہیں ہوئی۔ سعیدی غفرلہ) امام بخاری نے اس باب میں یہ تعلیق درج کی ہے:

اور حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ ''بیوی کو صرف اس کے گھر میں چھوڑا جائے''۔ اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے (یعنی ازواج کو ان کے گھروں کے علاوہ کسی گھر میں چھوڑا جائے)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے امام ابوداؤد کی درج ذیل روایت کی طرف اشارہ کیا ہے:

حکیم بن معاویہ القشیری اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بیوی کا ہم میں سے کسی ایک پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم اس کو وہ کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور اس قسم کا لباس پہناؤ جس قسم کا

Marfat.com

لباس تم خود پہنتے ہو اور اس کے چہرہ پر نہ مارو اور یہ نہ کہو کہ اللہ تمہیں قبیح کر دے (یعنی بدشکل کر دے) اور اس کو نہ چھوڑو مگر گھر میں''۔(سنن ابوداؤد: ۲۱۴۲)

بیویوں کو گھروں میں چھوڑنے کی دو روایتوں کے متعلق علامہ ابن بطال مالکی کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کے باب میں یہ اشارہ کیا ہے کہ بیویوں کو صرف ان کے گھروں کے علاوہ میں چھوڑا جائے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو چھوڑا تو آپ ان سے علیحدہ ہو کر مچان میں چلے گئے تھے اور اپنی ازواج مطہرات کے گھروں سے علیحدہ ہو گئے تھے اور گویا کہ امام بخاری نے یہ ارادہ کیا کہ لوگ بھی اپنی بیویوں کو چھوڑنے کے معاملہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کریں کیونکہ اس میں ان کی بیویوں کے ساتھ زیادہ نرمی ہے کیونکہ اگر شوہر بیویوں کے گھروں میں رہے گا اور ان سے ترک تعلق رکھے گا اور ان سے باتیں نہیں کرے گا تو اس سے ان کے دلوں میں زیادہ تکلیف ہوگی اور زیادہ رنج ہوگا کیونکہ وہ دیکھیں گی کہ ان کے شوہر کے چہرہ پر ہر وقت عتاب اور غضب ہے اور وہ ان سے اعراض کر رہا ہے اور جب شوہر ان کی نظروں سے غائب ہوگا اور وہ اس کے چہرہ پر آثار غضب نہیں دیکھیں گی تو بیویوں کو اس سے زیادہ رنج نہیں ہوگا۔

اور جس کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے یہ واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ بیویوں کو ان کے بستروں میں چھوڑ دیا جائے چہ جائیکہ ان کو ان کے گھروں میں چھوڑ دیا جائے۔

امام بخاری کے علاوہ دوسرے شارحین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ان کے گھروں کے علاوہ میں چھوڑا یعنی آپ ان کے گھروں میں نہیں رہے بلکہ مچان پر رہے کیونکہ آپ کا ان کے گھروں کو چھوڑ کر مچان پر رہنا ان کے لیے زیادہ سخت سزا تھی اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اپنی کسی بیوی پر ناراض ہوتے تو وہ اس کی باری میں اس کے گھر آتے اور اسی کے گھر میں سوتے اور اس کے گھر کے علاوہ کسی اور گھر میں رات نہیں گزارتے اور وہ اس کے گھر میں بستر بچھاتے اور وہیں رات گزارتے اور ان کی بیوی وہیں گھر میں ہوتی۔ ابن وہب نے کہا: میں نے امام مالک سے پوچھا: کیا اس کی گنجائش ہے؟ تو امام مالک نے کہا: ہاں! کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مذکور ہے:

وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ۔ (النساء: ۳۴) اور ان کو ان کے بستروں پر اکیلا چھوڑ دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بیویوں کو بستروں پر چھوڑنے کا معنی یہ ہے کہ مرد اور عورت ایک بستر میں لیٹیں اور مرد، عورت کے ساتھ جماع نہ کرے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۶۳۔۲۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بیویوں کو گھروں میں چھوڑنے کی دو روایتوں کے متعلق علامہ بدرالدین عینی حنفی کی تحقیق

امام بخاری نے یہ روایت کی ہے کہ شوہر بیویوں کے گھروں کے علاوہ میں رہے (جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مچان پر رہے تھے) اور حضرت معاویہ بن حیدہ سے روایت ہے کہ شوہر بیویوں کے گھر میں رہے اور ان سے ترک تعلق رکھے اور ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ یہ چیز اختلاف احوال سے مختلف ہوتی ہے، بعض اوقات شوہر کا بیوی کو اس کے گھروں میں چھوڑ کر دوسری جگہ رہنا اس کے لیے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے (جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو ان کے گھروں میں چھوڑ کر مچان پر رہے تھے) اور بعض اوقات شوہر بیوی کے ساتھ گھر میں رہے اور اس کو اس کے بستر پر تنہا چھوڑ دے تو یہ اس کے لیے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے بلکہ غالب یہ ہے کہ شوہر بیوی کو اس کے گھر میں چھوڑ کر دوسری جگہ رہے تو یہ اس کے لیے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ (میں کہتا ہوں: ظاہر قرآن

Marfat.com

(النسآء: ۳۴) سے علامہ کرمانی کی تائید ہوتی ہے اور ظاہر حدیث ۵۲۰۲ سے امام بخاری کی تائید ہوتی ہے۔سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۷۰۔۲۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی پر علامہ عینی کے اعتراض کا خلاصہ اور حافظ ابن حجر کا لا جواب ہونا

علامہ عینی حنفی کے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی پر اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے علامہ کرمانی کی از حضرت معاویہ بن حیدہ کی روایت کے متعلق لکھا ہے کہ اس روایت کا مسانید اور اجزا میں سے کسی میں ذکر نہیں ہے تو حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا غلط ہے اور ان کا علم تمام مسانید اور الاجزاء کو محیط نہیں ہے اور علامہ کرمانی کو روایات کا جتنا علم ہے اس کے سو میں سے ایک کا بھی حافظ ابن حجر کو علم نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۴۰۰ میں علامہ عینی کے اعتراض کا خلاصہ تو لکھا ہے مگر اس کا جواب نہیں لکھا۔

۵۲۰۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ أَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ عَلَى بَعْضِ أَهْلِهِ شَهْرًا فَلَمَّا مَضَى تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ يَوْمًا غَدَا عَلَيْهِنَّ أَوْ رَاحَ فَقِيلَ لَهُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ حَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا قَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۱، مسند احمد: ۲۶۷۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج، (ح) اور مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی نے خبر دی کہ بے شک عکرمہ بن عبد الرحمٰن بن الحارث نے ان کو خبر دی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ اپنی کسی زوجہ کے پاس ایک ماہ تک نہیں جائیں گے، پس جب انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح یا شام کو ان کے پاس چلے گئے تو آپ کو بتایا گیا: اے اللہ کے نبی! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ ان کے پاس ایک ماہ تک نہیں جائیں گے تو آپ نے فرمایا: "مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے"۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

۵۲۰۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا أَبُو يَعْفُورٍ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ أَبِي الضُّحَى فَقَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ أَصْبَحْنَا يَوْمًا وَنِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ يَبْكِينَ عِنْدَ كُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ أَهْلُهَا فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا هُوَ مَلْآنُ مِنَ النَّاسِ فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَصَعِدَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي غُرْفَةٍ لَهُ فَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ فَنَادَاهُ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن معاویہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو یعفور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم ابو الضحیٰ کے پاس بیٹھے بحث کر رہے تھے، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی، انہوں نے بتایا کہ ہم ایک دن صبح کو اٹھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج رو رہی تھیں اور ان میں سے ہر زوجہ کے پاس ان کے گھر والے بھی تھے، پس میں مسجد کی طرف نکلا تو وہ لوگوں سے بھری ہوئی تھی، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

Marfat.com

فَقَالَ لَا وَلٰكِنْ آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا فَمَكَثَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى نِسَائِهٖ

(صحیح مسلم:۱۴۷۹، سنن نسائی:۳۴۵۵)

چڑھنے لگے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے ایک مچان میں تھے، پھر حضرت عمر نے سلام کیا تو ان کو کسی نے جواب نہیں دیا، انہوں نے پھر سلام کیا تو پھر ان کو کسی نے جواب نہیں دیا، انہوں نے پھر سلام کیا تو ان کو پھر کسی نے جواب نہیں دیا، پھر ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، پس انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، لیکن میں نے یہ قسم کھائی ہے کہ میں ایک مہینہ تک ان کے قریب نہیں جاؤں گا، پس آپ انتیس دن تک ٹھہرے رہے، اس کے بعد آپ اپنی ازواج مطہرات کے پاس گئے۔

بیوی کو اکیلا اس کے گھر میں چھوڑے اور خود دوسرے گھر میں رہے یا بیوی کو اپنے گھر میں رکھے اور اپنے بستر پر نہ رکھے، ان دونوں صورتوں کا فرق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: امام بخاری نے اس عنوان میں یہ اشارہ کیا ہے کہ بیوی کو اس طرح چھوڑا جائے کہ شوہر اس کے گھر نہ جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے الگ ہوئے تو آپ اپنے ایک مچان میں رہے اور آپ کی ازواج مطہرات اپنے اپنے حجروں میں تھیں اور آپ ان کے حجروں سے الگ رہے، امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ لوگ آپ کی سنت پر عمل کریں اور لوگ جب اپنی بیوی سے ناراض ہوں تو کسی الگ جگہ میں رہیں ان کے حجروں میں نہ رہیں کیونکہ اس طریقہ میں عورتوں کے ساتھ نرمی ہے اور جب مرد بیویوں کے ساتھ ان کے حجروں میں رہے گا اور ان کے قریب نہیں جائے گا تو یہ امر بیویوں پر سخت اور دشوار ہوگا کیونکہ وہ دیکھیں گی کہ مرد گھر میں آ اور جا رہا ہے اور اس کے چہرے پر عتاب اور غضب کے آثار ہیں اور وہ ان سے اعراض کر رہا ہے، اور جب مرد ان کی نظروں سے اوجھل ہوگا تو پھر مرد کا ان کو چھوڑنا اس پر زیادہ سخت اور دشوار نہیں ہوگا کیونکہ مرد ان کے سامنے نہیں ہوگا تو وہ نہ اس کی ناراضگی کو دیکھیں گی اور نہ ان کو ملال ہوگا۔

امام بخاری نے اپنے عنوان میں جو اشارہ کیا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو کسی دوسرے گھر میں چھوڑے رکھے تاکہ بیوی اس کے آثار غضب کو نہ دیکھے، سو یہ واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۔ (النساء:۳۴)

اور تم کو جن عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو ان کو نصیحت کرو اور ان کو ان کے بستروں پر اکیلا چھوڑ دو اور انہیں مارو۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو ان کے بستروں پر چھوڑا جائے اور ان کو ان کے گھروں میں چھوڑنے سے منع نہیں فرمایا۔ اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی ازواج کو چھوڑ کر دوسری جگہ اپنی مچان پر رہے تھے یہ ان کے لیے زیادہ سزا اور عتاب کا موجب ہے۔

اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی ازواج تھیں، وہ ان میں سے کسی زوجہ پر ناراض ہوتے تو پھر جب اس زوجہ کی باری ہوتی تو اس زوجہ کے گھر رات گزارتے اور کسی دوسری زوجہ

Marfat.com

کے گھر رات نہیں گزارتے تھے اور وہ اس کے حجرے میں فرش پر بستر بچھاتے اور اس میں رات کو سوتے اور ان کی زوجہ اپنے گھر میں رات کو سوتی، میں نے امام مالک سے پوچھا: کیا اس کی گنجائش ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! کیونکہ اللہ کی کتاب میں ہے: انہیں ان کے بستروں میں اکیلا چھوڑ دو (النساء: ۳۴) یعنی ان کے گھروں میں تو رہو لیکن ان کے بستروں میں ان کے ساتھ نہ سوؤ، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے گھروں میں نہیں رہے تھے بلکہ اپنے مچان پر چلے گئے تھے۔

بیوی کو اکیلا چھوڑنے کا ایک اور محمل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مرد اپنی بیوی کو ایک بستر میں چھوڑے اور اس سے جماع نہ کرے، اور السدی نے کہا: اس کو بستر میں چھوڑنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ سوئے اور اس کی طرف پیٹھ موڑے رکھے اور اس سے جماع کرے اور اس سے کوئی بات نہ کرے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی کی مثل کہا ہے، اور کہا ہے کہ اس کے ساتھ نرم لہجے میں بات نہ کرے اور اس سے سختی کے ساتھ بات کرے اور اس سے جماع کو ترک نہ کرے۔ اس تفسیر کو امام طبری نے ذکر کیا ہے۔ اس تقدیر پر اس آیت کا معنی اس طرح ہوگا: تم ان کو ان کے بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو اور ان سے درشت لہجے میں بات کرو۔ میں کہتا ہوں: یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ جب شوہر بیوی سے جماع کرے گا تو بیوی کو بستر پر اکیلا چھوڑنے کا معنی کس طرح ثابت ہوگا، سو یہ تفسیر ظاہر قرآن کے خلاف ہے۔ (سعیدی غفرلہ) (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۶۳۔۲۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۹۴۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنْ ضَرْبِ النِّسَاءِ وَقَوْلِ اللهِ وَاضْرِبُوهُنَّ (النساء: ۳۴) أَيْ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ

عورتوں کو مارنے کا مکروہ ہونا، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ان کو (تادیباً) مارو (النساء: ۳۴) یعنی ایسی مار جس کا نشان ظاہر نہ ہو

۵۲۰۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ

(صحیح البخاری: ۶۰۴۲، صحیح مسلم: ۲۸۵۵، سنن ترمذی: ۳۳۴۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۳، مسند الحمیدی: ۵۶۹، مسند احمد ج ۴ ص ۱۷، ج ۶ ص ۲۱۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۲۹۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح کوڑے نہ مارے جس طرح غلام کو کوڑے مارتا ہے، پھر اس دن کے آخری حصہ میں اس کے ساتھ جماع کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۷۰ میں گزر چکی ہے۔

بیوی کو اعتدال کے ساتھ مارنے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض اہل عراق نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ بیویوں کو ان کے بستروں پر چھوڑ دیا جائے اور ان کو مارا جائے تاکہ ان کو شوہر کی ایذاء رسانی کی سزا ملے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کہیں صراحتاً عورتوں کو مارنے کا حکم نہیں دیا سوا اس آیت کے اور سوا حدود کے، پس عورتوں کا اپنے شوہروں کی نافرمانی کرنا اہل کبائر کی معصیت کے مساوی ہے اور ان کو مارنے کا معاملہ ان کے

Marfat.com

شوہروں کے سپرد کیا ہے نہ کہ سربراہ ملک اور قاضیوں کے۔
علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ عورتوں کو مارنے میں حد سے تجاوز کرنا اور اسراف کرنا مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں کو غلام کی طرح نہ مارا جائے''۔ کیونکہ عورتوں کو مارنا اس لیے مباح کیا ہے کہ وہ شوہروں کو مجامعت کا موقع نہیں دیتیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح کو شوہر اپنی بیوی کو مارے اور شام کو پھر اس سے جماع کرے یہ بہت قبیح بات ہے''۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیوی کو اس طرح نہ مارے جس سے اس کے جسم پر نشانات پڑ جائیں''۔
(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۹۵۔ بَابٌ: لَا تُطِيعُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِي مَعْصِيَةٍ

بیوی معصیت میں خاوند کی اطاعت نہ کرے

۵۲۰۵۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ هُوَ ابْنُ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ زَوَّجَتْ ابْنَتَهَا فَتَمَعَّطَ شَعَرُ رَأْسِهَا فَجَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَتْ إِنَّ زَوْجَهَا أَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ فِي شَعَرِهَا فَقَالَ لَا إِنَّهُ قَدْ لُعِنَ الْمُوصِلَاتُ۔
(صحیح البخاری: ۵۹۳۴، صحیح مسلم: ۲۱۲۳، سنن نسائی: ۵۰۹۷، مسند احمد: ج ۶ ص ۱۱۱، ج ۶ ص ۲۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن نافع نے حدیث بیان کی از الحسن وہ ابن مسلم ہیں از صفیہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا، اس کی بیٹی کے سر کے بال جھڑ گئے، سو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا، سو اس نے کہا: بے شک اس کے خاوند نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کے بالوں کے ساتھ کسی دوسری عورت کے بال ملاؤں تو آپ نے فرمایا: نہیں بے شک اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورت کے بال ملانے والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۲۰۵ میں گزر چکی ہے۔

خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت کا جائز نہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
عورت پر واجب ہے کہ وہ گناہ کے کام میں اپنے خاوند کی اطاعت نہ کرے، اسی طرح جس شخص کی اطاعت اس پر واجب ہو تو اللہ تعالیٰ کی معصیت میں اس کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے، اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو لشکر کا امیر بنایا اور لوگوں کو اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا، پھر لشکر کا امیر کسی بات پر لوگوں سے ناراض ہوا اور لوگوں کو آگ جلانے کا حکم دیا، پھر لوگوں سے کہا کہ اس آگ میں داخل ہو جاؤ تو بعض لوگوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور دوسرے لوگوں نے ان کو اس سے منع کیا اور کہا: ہم آگ سے بھاگ کر ہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہوئے ہیں، سو وہ اپنے انکار پر قائم رہے حتیٰ کہ آگ ٹھنڈی ہو گئی اور امیر کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر یہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس آگ سے نکل نہیں سکتے

Marfat.com

تھے، اطاعت صرف نیکی میں کی جاتی ہے''۔ (صحیح البخاری: ۷۲۵۷، صحیح مسلم: ۱۸۴۰، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۱، ج ۵ ص ۶۶)

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں ہے''۔

(صحیح البخاری: ۷۲۵۸) (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورتوں کے بالوں کو ملانے کا عدم جواز اور چہرے کی چھائیوں کو دوائی سے زائل کرنے کا جواز

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے کہ علاج کی غرض سے کوئی عورت اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورت کے بال ملائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے الموصلات پر لعنت فرمائی ہے''۔ یعنی ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورتوں کے بال ملاتی ہیں، پھر اس تحریم کی علت یا تو فاجرہ عورتوں کے بال ملانا ہے، یا تدلیس ہے یعنی لوگوں کو اس دھوکہ میں ڈالنا کہ اس کے بال بہت لمبے ہیں، یا پھر اللہ عزوجل کی تخلیق میں تغیر کرنا ہے۔

اگر کسی عورت کے چہرہ پر چھائیاں ہوں یا اس پر میلا پن چھا گیا ہو تو اس کو دوائیوں سے زائل کرنا جائز ہے تاکہ وہ اپنے شوہر کو حسین معلوم ہو۔

ابو عبید نے فقہاء سے نقل کیا ہے کہ بالوں کو لمبا کرنے کے لیے ہر چیز کو بالوں کے ساتھ ملانا جائز ہے سوائے بالوں کے یعنی دھاگے یا ریشم کے پراندوں اور چٹلوں کو بالوں کے ساتھ ملا کر بالوں کو لمبا کرنا جائز ہے لیکن اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورتوں کے بال ملا کر ان کو لمبا کرنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے الموصلات پر لعنت فرمائی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۷۴-۲۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اعضاء کی پیوند کاری کا عدم جواز

اس حدیث میں بیماری کے عذر کی وجہ سے بھی بالوں کے ساتھ بالوں کو پیوند کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کو حرام قرار دیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ اعضاء کی پیوند کاری جائز نہیں ہے۔ اس پر مفصل بحث تبیان القرآن ج ۹ ص ۱۶۹-۱۵۸ میں الروم: ۳۰ کی تفسیر میں کر دی گئی ہے۔

۹۶- بَابُ: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا۔ (النسآء: ۱۲۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔ (النسآء: ۱۲۸)

۵۲۰۶- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا قَالَتْ هِيَ الْمَرْاَةُ تَكُوْنُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَا يَسْتَكْثِرُ مِنْهَا فَيُرِيْدُ طَلَاقَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو

Marfat.com

وَيَتَزَوَّجُ غَيْرَهَا تَقُولُ لَهُ أَمْسِكْنِي وَلَا تُطَلِّقْنِي ثُمَّ تَزَوَّجْ غَيْرِي فَأَنْتَ فِي حِلٍّ مِنَ النَّفَقَةِ عَلَيَّ وَالْقِسْمَةِ لِي فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَصَّالَحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ۔

(صحیح البخاری: ۲۶۹۴، ۴۶۰۱، صحیح مسلم: ۳۰۲۱، سنن ابو داؤد: ۲۱۳۵)

(النساء: ۱۲۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا: اس آیت میں ایسی عورت کا بیان ہے جو کسی مرد کے نکاح میں ہو اور وہ اس کو اپنے پاس زیادہ نہ بلاتا ہو بلکہ اس کو طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کے بجائے دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو وہ عورت اپنے خاوند سے کہے: تم مجھے اپنے ساتھ ہی رکھو اور مجھ کو طلاق نہ دو، پھر تم میرے علاوہ دوسری عورت سے نکاح کر سکتے ہو اور تم میرے خرچ سے بھی آزاد ہو اور تم پر میری باری کی بھی کوئی پابندی نہیں ہے تو اس کا ذکر اس آیت میں ہے: تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح کرنا بہت بہتر ہے۔ (النساء: ۱۲۸)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۵۰ میں گزر چکی ہے۔

عورت کا اپنے خاوند کے نکاح میں برقرار رہنے کے لیے اپنے بعض حقوق کو ترک کر دینے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اس طرح کی صلح کرنا جائز ہے اور اس طرح ام المومنین حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا جب انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو طلب کرتی تھیں۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا کو یہ خطرہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو طلاق دے دیں گے تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ مجھے طلاق نہ دیں اور میری باری بھی مقرر نہ کریں، تب (البقرہ: ۱۲۸) نازل ہوئی۔ (سنن ترمذی: ۳۰۴۰) امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اور مجاہد نے کہا کہ یہ آیت ابوالسنابل بن بعکک کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اگر عورت صلح کی کسی شرط کی خلاف ورزی کرے تو اس میں فقہاء کا اختلاف

کیا یہ صلح ٹوٹ سکتی ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوعبیدۃ نے کہا: وہ دونوں اپنی صلح پر قائم رہیں، پس اگر عورت اپنی صلح کی خلاف ورزی کرے تو مرد کے لیے اس صلح کو توڑنا یا اس کو طلاق دینا جائز ہے، یہ ہی النخعی اور مجاہد کا قول ہے اور یہ ہی ثوری، امام شافعی اور امام محمد کا قول ہے اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس صورت میں بھی صلح قائم رکھنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۶۶۔ ۲۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۹۷۔ بَابُ: الْعَزْلِ العزل

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس باب میں عزل کا حکم بیان کیا گیا ہے، عزل کی تعریف یہ ہے: جماع کے وقت جب مرد کا انزال قریب ہو تو وہ اپنے آلہ کو فرج سے باہر نکال لے اور فرج کے باہر انزال کرے تاکہ عورت حاملہ نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۷۵۔ ۲۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۵۲۰۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

(صحیح البخاری: ۵۲۰۸۔۵۲۰۹، صحیح مسلم: ۱۴۴۰، سنن ترمذی: ۱۱۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عزل کرتے تھے۔

۵۲۰۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرًا رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ۔

(صحیح البخاری: ۵۲۰۹، صحیح مسلم: ۱۴۴۰، سنن ترمذی: ۱۱۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، عمرو نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں ہم عزل کرتے تھے اور قرآن مجید نازل ہو رہا تھا۔

۵۲۰۹۔ وَعَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ۔

اور عمرو نے از عطاء از جابر، بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عزل کرتے تھے اور قرآن کریم نازل ہو رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۲۰۷ میں گزر چکی ہے۔ اس کی تخریج حسب سابق ہے۔

۵۲۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ أَصَبْنَا سَبْيًا فَكُنَّا نَعْزِلُ فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ أَوَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ قَالَهَا ثَلَاثًا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ۔

(صحیح البخاری: ۲۶۰۳، ۷۴۰۹، صحیح مسلم: ۱۴۳۸، سنن ترمذی: ۱۱۳۸، سنن نسائی: ۳۳۲۷، سنن ابوداؤد: ۲۱۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از مالک بن انس از الزہری ان ابن محیریز از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، انہوں نے یہ بیان کیا کہ ہمیں کچھ قیدی عورتیں مل گئیں اور ہم عزل کرتے تھے، پس ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے پوچھا: کیا تم یہ عمل کرتے ہو؟ آپ نے یہ تین دفعہ فرمایا (پھر فرمایا): قیامت تک جو روح بھی پیدا ہونے والی ہے وہ (ضرور) پیدا ہونے والی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۲۹ میں گزر چکی ہے۔

عزل کے متعلق صحابہ، فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

متقدمین کا عزل میں اختلاف ہے، امام مالک نے الموطا میں حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوایوب الانصاری از حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم روایت کی ہے کہ وہ عزل کرتے تھے اور حضرت علی بن ابی طالب، حضرت خباب بن الارت اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عزل کرتے تھے۔ فقہاء تابعین کی ایک جماعت سے بھی مروی ہے، ان میں سے ابن المسیب اور طاؤس ہیں، امام مالک، فقہاء احناف، شوافع اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے۔

Marfat.com

بعض صحابہ نے عزل کو مکروہ قرار دیا ہے، یہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور دوسری روایت کے مطابق حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔
(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۲۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

عزل کی اباحت پر دلائل اور عزل کے وادِ خفی ہونے کے جوابات

امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الازدی المصری الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میری ایک باندی ہے اور میں اس سے عزل کرتا ہوں اور میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہو اور میں اس سے وہی ارادہ کرتا ہوں جو مرد عورتوں سے ارادہ کرتے ہیں اور بے شک یہود یہ کہتے ہیں کہ عزل کرنا پوشیدہ طور پر زندہ درگور کرنا ہے، آپ نے فرمایا: یہود جھوٹ بولتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اس کو پیدا کرنا چاہے تو تم اس کے ارادہ کو پھیرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۷۱، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳، ۵۱، ۵۳، شرح معانی الآثار: ۴۲۵۹)

نیز عزل کی اباحت درج ذیل آثار سے بھی ثابت ہوتی ہے:

عبداللہ بن عدی بن خیار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس صحابہ عزل کے متعلق بحث کر رہے تھے، سو انہوں نے اس کے جواز اور عدم جواز کے متعلق سوال کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اس مسئلہ میں اختلاف کر رہے ہو حالانکہ تم اہل بدر ہو اور سب سے بہتر ہو اور تمہارے بعد کے لوگوں کا کیا حال ہوگا! اس وقت دو مرد آپس میں سرگوشی کر رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا سرگوشی کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہود کا یہ زعم ہے کہ عزل کرنا پوشیدہ طور پر زندہ درگور کرنا ہے۔ تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی بچہ کو زندہ درگور کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک اس کے اوپر یہ سات مراحل نہ گزر جائیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ (المؤمنون: ۱۴۔۱۲)

بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ۝ پھر ہم نے اس کو نطفہ بنا کر ایک محفوظ جگہ رکھ دیا ۝ پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنا دیا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا، پھر ہم نے گوشت کو ہڈیاں بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت پہنا دیا، پھر اس کے بعد دوسری تخلیق میں انسان کو پیدا کر دیا پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے ۝

اس آیت میں انسان کی تخلیق کے سات مراحل بیان کیے ہیں: (۱) مٹی کا جوہر (۲) نطفہ (۳) جما ہوا خون (۴) گوشت کا لوتھڑا (۵) ہڈیاں (۶) ہڈیوں پر گوشت (۷) اس میں روح کا ہونا۔

انسان روح ڈالے جانے کے بعد زندہ ہوتا ہے اور زندگی سے پہلے چھ مراحل ہیں، لہٰذا جب انسان نطفہ کی شکل میں ہوتا ہے تو اس میں زندگی نہیں ہوتی، پس نطفہ کو عزل کے ذریعہ فرج سے باہر نکالنا زندہ درگور کرنا کیسے ہو سکتا ہے، وہ نطفہ تو چھ مرحلوں کے بعد زندہ ہوگا، لہٰذا یہود کا عزل کو پوشیدہ طور پر زندہ درگور قرار دینا باطل ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۲۶۳)

عبید بن رفاعہ الانصاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے عزل کے متعلق بحث کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ کوئی چیز زندہ درگور تو اس وقت ہوگی جب اس کے اندر روح پھونکی جائے اور جس میں ابھی تک روح نہ پھونکی گئی ہو وہ مردہ ہے زندہ درگور نہیں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ (شرح معانی

Marfat.com

الآثار: ۴۲۶۴)

ابوالوراق بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عزل کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی مثل جواب دیا۔ (شرح معانی الآثار: ۴۲۶۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں: پس حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم دونوں اس پر متفق ہیں کہ عزل کرنا پوشیدہ طور پر زندہ درگور کرنا نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جواب سے خوش ہوئے اور یہ گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے سامنے ہوئی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ عزل کرنا مکروہ نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بنو مصطلق میں گئے، پس ہم نے عرب کی عمدہ عورتوں کو قید میں کر لیا تھا، پس ہمارا عورتوں سے دور رہنا بہت طویل ہو چکا تھا اور ہم نے جماع میں رغبت کی، سو ہم نے ارادہ کیا کہ ہم باندیوں سے تمتع کریں اور عزل کرلیں تو ہم نے سوچا کہ ہم عزل کر رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا، پس آپ نے فرمایا: تم پر عزل نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قیامت تک جس روح کے پیدا کرنے کو مقدر کر دیا ہے وہ ضرور پیدا ہوگی۔

(صحیح البخاری: ۵۲۱۰، صحیح مسلم: ۱۴۳۸، سنن ابوداؤد: ۲۱۷۲، مسند احمد: ۱۱۸۳۹، شرح معانی الآثار: ۴۲۶۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انصار کا ایک شخص آیا، اس نے سوال کیا: یا رسول اللہ! ہمیں کچھ قیدی عورتیں ملتی ہیں اور ہم مال کو پسند کرتے ہیں تو عزل کرنے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تم ایسا کرتے ہو؟ تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم ایسا نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس روح کے نکلنے کو لکھ لیا ہے وہ ضرور نکلے گی۔ (صحیح البخاری: ۶۶۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۸۸، شرح معانی الآثار: ۴۲۷۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے عزل کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص عزل کیوں کرتا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص عزل نہ کرے کیونکہ جو نفس بھی پیدا کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۳۸، الرقم المسلسل: ۳۴۴۳، سنن ابوداؤد: ۲۱۷۰، سنن ترمذی: ۱۱۳۸، شرح معانی الآثار: ۴۲۷۲)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ان آثار میں بھی یہ دلیل ہے کہ عزل کرنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب صحابہ نے یہ خبر دی کہ وہ عزل کرتے ہیں تو آپ نے ان پر انکار نہیں فرمایا اور نہ ان کو عزل کرنے سے منع کیا اور فرمایا: ''تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم عزل نہ کرو کیونکہ اس کا تعلق تقدیر سے ہے''۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ اولاد کو مقدر فرمائے گا تو اولاد ہو جائے گی اور عزل اولاد کی پیدائش سے مانع ہو سکتا ہے اور نہ کوئی اور چیز کیونکہ عزل کے باوجود قلیل مقدار میں منی رحم میں پہنچ جاتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اولاد کو پیدا کر دیتا ہے، بہرحال جس طرح کوئی چیز تقدیر میں مقدر ہو اسی طرح ہوتا ہے، اور عزل کی اباحت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میری ایک باندی ہے جو میرے اونٹ پر پانی لے کر آتی ہے اور میں اس سے جماع کرتا ہوں، کیا میں اس سے عزل کرلوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں تم اس سے عزل کرلو، پھر کچھ دنوں کے بعد وہ مرد آیا، سو اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اس باندی سے عزل کیا تھا پھر بھی وہ حاملہ ہوگئی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس نفس کی تخلیق کو مقدر کر دیا ہے اس کی تخلیق ضرور ہوگی۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۲، شرح معانی الآثار: ۴۲۷۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عزل کرنے کی اجازت دی ہے۔ (شرح معانی الآثار:۴۲۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا۔ (صحیح البخاری:۵۲۰۹) امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ عزل کرنا مباح ہے اور جو عزل کی شرائط کے مطابق عزل کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ اجمعین کا یہی مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۹۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

عزل کی شرائط

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے حضرت جذامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے عزل کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ وأدِ خفی ہے''۔ یعنی پوشیدہ طور پر زندہ درگور کرنا ہے۔

(صحیح مسلم:۱۴۴۲، سنن ابوداؤد:۳۸۸۲، سنن ترمذی:۲۰۸۳، مسند احمد:۲۷۱۰۲، شرح معانی الآثار:۴۲۵۴)

امام ابوجعفر طحاوی نے بیان کیا کہ بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر عزل کرنے کو مکرہ کہا ہے اور دوسرے علماء نے ان کی مخالفت کی، انہوں نے کہا: جب آزاد عورت اپنے خاوند کو عزل کرنے کی اجازت دے تو پھر عزل کرنا جائز ہے، اور دوسرے علماء نے ان کی مخالفت کی اور کہا کہ مرد کے لیے اپنی بیوی سے عزل کرنا جائز ہے خواہ اس کی بیوی اجازت دے یا منع کرے اور ہمارے نزدیک ان دونوں قولوں میں سے پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خاوند کے لیے بیوی سے جماع کرنا جائز ہے خواہ وہ اس کو ناپسند کرے اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ بیوی کے رحم میں منی پہنچائے اور عزل نہ کرے، اس طرح بیوی کے لیے جائز ہے کہ وہ خاوند سے بغیر عزل کے جماع کرائے اور اس میں دونوں کا ایک دوسرے پر حق برابر ہے، پس نظر کا تقاضا یہ ہے کہ بیوی کا حق یہ ہے کہ خاوند اس سے بغیر عزل کے جماع کرے خواہ مرد اس کو پسند کرے یا نہ کرے اس وجہ سے آزاد عورت کی اجازت سے اس کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں، اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

اور مولیٰ (مالک) کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی باندی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرے اور اس سے اجازت نہ لے اور اگر کسی مرد کے نکاح میں کسی شخص کی باندی ہو تو وہ اس باندی کے مالک کی اجازت سے عزل کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۹۰۔۳۸۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

خاندانی منصوبہ بندی کی تحقیق

خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ جبراً تمام مسلمانوں پر لاگو کر دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اول تو اس کی اباحت تمام مکاتب فقہ کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے، شیخ ابن حزم اور علامہ رویانی عزل کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور بعض فقہاء کراہت کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں اور جو فقہاء اس کی بلا کراہت اجازت دیتے ہیں وہ اس کو بیوی کی اجازت کے ساتھ مشروط کرتے ہیں اس لیے خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ ہر شخص پر لازم کر دینا ہے شرعاً جائز نہیں ہے اور انفرادی طور پر بھی دو صورتوں میں خاندانی منصوبہ بندی اصلاً جائز نہیں ہے۔

ضبط تولید کے عدم جواز کی دو صورتیں

(۱) تنگی رزق کے خوف کی بناء پر ضبط تولید کا عمل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْؕ ۔(بنی اسرائیل:۳۱) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔

اگر چہ خاندانی منصوبہ بندی کے طریقہ پر عمل کے وقت اولاد کا تحقق نہیں ہوتا اس لیے اس عمل سے قتل اولاد کا ارتکاب تو لازم نہیں آتا لیکن اس کی ممانعت کی علت مفلسی اور تنگی رزق کا ڈر ہے اور وہ خاندانی منصوبہ بندی کے طریقہ میں بھی موجود ہے، لہٰذا تنگی رزق کے ڈر کی وجہ سے بھی خاندانی منصوبہ بندی کے طریقہ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص اس وجہ سے ضبط تولید کرے کہ اس کے ہاں بار بار لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں اور لڑکیوں کا وجود باپ کے لیے باعث عار اور مشقت ہوتا ہے تو یہ بھی ناجائز ہے، قرآن مجید میں اس کی بہت مذمت کی گئی ہے:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌۚ۝ (النحل:۵۸) اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سارا دن سیاہ رہتا ہے اور وہ غم زدہ رہتا ہے O

یعنی زمانہ جاہلیت میں لوگ بیٹی کی پیدائش پر غمگین ہوتے تھے اور قرآن مجید نے اس کی مذمت فرمائی ہے، لہٰذا بیٹیوں کی پیدائش سے بچنے کے لیے ضبط تولید کرنا حرام ہے۔

ضبط تولید کی جائز صورتیں

(۱) باندیوں سے ضبط تولید کرنا تا کہ اولاد مزید باندی اور غلام بننے سے محفوظ رہے، ہر چند کہ اب باندیوں اور غلاموں کا رواج نہیں ہے لیکن اسلام کے احکام دائمی اور کلی ہیں، اگر کسی زمانہ میں باندیوں کا رواج ہو جائے تو باندیوں کے ساتھ ضبط تولید کا عمل جائز ہوگا۔

(۲) اگر بچوں کی پیدائش کے عمل کو قائم رکھنے سے بیوی کے سخت بیمار رہنے کا خطرہ ہو تو پھر ضبط تولید جائز ہے۔

(۳) اگر بچوں کی مسلسل پیدائش سے بچوں کی تربیت اور نگہداشت میں حرج کا خطرہ ہو تو وقفہ وقفہ سے پیدائش کے لیے ضبط تولید کرنا جائز ہے کیونکہ جب گھر میں صرف ایک بیوی ہو اور نو، دس ماہ بعد دوسرا بچہ پیدا ہو جائے تو بیوی کے لیے دونوں بچوں کو سنبھالنا مشکل ہوگا۔

(۴) حمل اور وضع حمل کے وقفوں کے درمیان بعض صورتوں میں انسان اپنی جنس خواہش پوری نہیں کر سکتا اس لیے زیادہ عرصہ تک بیوی سے جنسی خواہش پوری کرنے کی نیت سے ضبط تولید کرنا جائز ہے۔

(۵) عام طور پر بچوں کی پیدائش سے عورت کا حسن و جمال کم یا ختم ہو جاتا ہے اس لیے اگر وہ عورت کے حسن و جمال کو قائم رکھنے کے لیے ضبط تولید کا عمل کرے تو صحیح ہے۔ امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے بھی اس وجہ سے عزل کو جائز قرار دیا ہے۔
(احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۵۲، دار المعرفہ، بیروت)

(۶) زیادہ بچوں کی پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت کے لیے انسان کو زیادہ آمدنی کے حصول کے لیے معمول سے زیادہ محنت مشقت کرنی پڑتی ہے۔ انسان دہری، تہری، نوکریاں اور اوور ٹائم (OVER TIME) کرتا ہے اور بعض اوقات ناجائز وسائل کو بھی اختیار کرتا ہے اس لیے اپنے آپ کو اس محنت اور مشقت سے بچانے اور بار معیشت کو کم کرنے کے لیے ضبط تولید کا عمل جائز ہے کیونکہ جس قدر آمدنی کے لیے مشقت کم ہوگی وہ اتنا ہی عبادت کے لیے فارغ ہوگا، امام غزالی نے بھی اس وجہ سے عزل کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۵۲)

Marfat.com

(۷) بعض اوقات سرجری کے ذریعہ بچہ پیدا ہوتا ہے، سو بیوی کو سرجری کی تکلیف اور جان کے خطرہ سے بچانے کے لیے ضبط تولید کا عمل جائز ہے۔

ضبط تولید کا وجوب

(۱) جب پیٹ میں مزید سرجری کی گنجائش نہ رہے تو پھر ضبط تولید کا ایسا طریقہ اختیار کرنا (یعنی نل بندی) واجب ہے جس سے سلسلہ تولید بالکلیہ بند ہو جائے۔

(۲) اگر کوئی ماہر مسلمان ڈاکٹر یہ کہے کہ مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی جان خطرہ میں پڑ جائے گی تب بھی سلسلہ تولید کو بند کرنا واجب ہے۔

ضبط تولید کی ناجائز صورت

ضبط تولید کا ممنوع طریقہ یہ ہے کہ مرد کی نس بندی (VASEC TOME) کی جائے۔ اس عمل کے ذریعہ مرد کی جن نالیوں سے تولیدی جرثومے (SPERM) گزرتے ہیں ان نالیوں کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے۔ اس عمل کے بعد مرد میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔

نس بندی سے مرد بانجھ ہو جاتا ہے اور مرد کا اپنے آپ کو بانجھ کرالینا جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا خود مالک نہیں ہے، انسان خود کو بیچ سکتا ہے نہ خودکشی کر کے خود کو ختم کر سکتا ہے نہ اپنا کوئی عضو کاٹ کر کسی کو دے سکتا ہے اس لیے اسلام میں اعضاء کی پیوندکاری بھی جائز نہیں ہے، بناء بریں نس بندی بھی جائز نہیں ہے۔

اس اشکال کا جواب کہ ضبط تولید کا عمل اللہ تعالیٰ کی رزاقی پر توکل کے خلاف ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ (کرم پر) ہے۔ (ہود:۶)

اللہ تعالیٰ نے رزق کا ذمہ لے لیا ہے اس کے باوجود لوگ حصول رزق کے لیے کاروبار کرتے ہیں اور نوکریاں کرتے ہیں اور مستقبل کے لیے رقم پس انداز کرتے ہیں اور ان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رزاقی پر توکل کے خلاف نہیں ہے، سو اس طرح بارِ معیشت کو کم کرنے کے لیے اور دیگر طبی وجوہ کی بناء پر ضبط تولید کا عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقی پر توکل کے خلاف نہیں ہے۔

اس اشکال کا جواب کہ ضبط تولید کا عمل تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے

لوگ اپنے مصائب اور پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مصائب کو دور کرنے کے لیے اور بیماریوں میں شفاء کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ مصائب کا دور ہونا اور شفایاب ہونا بھی پہلے سے تقدیر میں مقرر ہے، سو جس طرح دعا کرنا تقدیر کے خلاف نہیں ہے اور علاج کرنا تقدیر کے خلاف نہیں ہے، سو اسی طرح بارِ معیشت کو کم کرنے کے لیے اور بعض طبی وجوہ کی بناء پر ضبط تولید کا عمل کرنا بھی جائز ہے۔

اسقاط حمل کی تحقیق

استقرارِ حمل کے چار ماہ میں پیٹ کے بچہ میں روح پھونک دی جاتی ہے اور اب وہ ایک جاندار بچے کے حکم میں ہوتا ہے اور اس

Marfat.com

وقت حمل ضائع کرنا پیٹ کے بچہ کو قتل کرنا ہے اور یہ قتل انسان کے حکم میں ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ استقرار حمل کے چار ماہ میں بچہ میں روح پھونک دی جاتی ہے، اس پر دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور آپ بہت سچے ہیں: تمہارا نطفہ اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس (۴۰) دن رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو جما ہوا خون بنا دیتا ہے، پھر چالیس دن بعد اللہ تعالیٰ اس کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیتا ہے، پھر چالیس (۴۰) دن بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو حکم دیتا ہے کہ اس کا عمل، اس کا رزق، اس کی موت اور اس کا برا یا نیک ہونا لکھ دو، پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۰۸، صحیح مسلم: ۲۶۴۳، مسند احمد: ۳۶۲۴)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ استقرار حمل کے چار ماہ بعد اسقاط حمل کرنا، ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے اور چار ماہ سے پہلے اسقاط حکم کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی عادی بدکار عورت جو حمل کو اپنے زنا کے کاروبار کے راستہ میں رکاوٹ سمجھتی ہے اور زنا کو جاری رکھنے کے لیے اسقاط کراتی ہے تو یہ ناجائز اور گناہ ہے اور اگر ڈاکٹر کو اس کا علم ہو اور اس کے باوجود وہ اس کا حمل ساقط کرے تو وہ بھی گناہ گار ہوگا، قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (المائدہ: ۲) اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

اور اگر کسی عورت سے کوئی گناہ ہو گیا اور اب اگر وہ اپنی غلطی پر نادم اور تائب ہو تو ایسی عورت کا اسقاط حمل کرانا جائز ہے (بہ شرطیکہ استقرار حمل کے بعد چار ماہ نہ گزرے ہوں) اور ڈاکٹر کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ ایسی عورت کا حمل ساقط کر دے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو مصیبت کے وقت بے یار و مددگار چھوڑے، جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے، جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی پریشانی دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی پریشانی دور کر دیتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۴۲، صحیح مسلم: ۲۵۸۰، سنن ابوداؤد: ۴۸۹۳، سنن ترمذی: ۱۴۲۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۲۹۱، مسند احمد: ۲۷۴۸۶)

اگر مدت حمل کے چار ماہ گزر گئے ہوں لیکن حمل برقرار رہنے کی وجہ سے عورت کی موت اور اس کی ہلاکت یقینی ہو جس کی مسلمان ماہر ڈاکٹروں نے تصدیق کر دی ہو تو چار ماہ کے بعد بھی اسقاط حمل جائز ہے بلکہ عورت کی جان بچانے کے لیے یہ اسقاط ضروری ہے کیونکہ اسقاط نہ کرنے کی تقدیر پر بچہ اور ماں دونوں کی ہلاکت کا خطرہ ہے اور پیٹ کے بچہ کا جاندار اور زندہ ہونا ظنی ہے، اس کی بہ نسبت ماں کی جان جو یقینی اور مشاہد ہے وہ زیادہ اہم ہے اس لیے اس صورت میں اسقاط کرنا واجب ہے۔

اسقاط حمل کے متعلق مصری علماء کی تحقیق

مصری علماء کے مرتب کردہ فتاویٰ میں مذکور ہے:

روح پھونکے جانے کے بعد پیٹ کے بچہ کو ساقط کرنا جرم بھی ہے اور گناہ بھی ہے کیونکہ اس نے ایک ایسے انسان کو قتل کیا ہے جس میں انسانی روح آچکی تھی جس کی دینی سزا گناہ اور کفارہ ہے اور دنیاوی سزا جرمانہ ہے، اس کو فقہاء غرۃ سے تعبیر کرتے ہیں، یہ دیت کا بیسواں حصہ ہے یعنی پانچ سو درہم، لیکن جب اسقاط کی شدید ضرورت ہو مثلاً کسی عورت کے ہاں بہت مشکل سے بچہ پیدا ہوتا ہو اور مسلمان ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ اس وقت حمل کا باقی رہنا عورت کی زندگی کے لیے خطرہ ہے اس وقت اسقاط حمل جائز ہے بلکہ اگر اسقاط حمل

Marfat.com

پر عورت کی جان کا بچنا موقوف ہو تو اسقاط حمل واجب ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے: ''جن دو چیزوں میں سے ایک میں ضرر کم ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے''۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پیٹ کے بچہ کی موت اور ماں کی موت کے درمیان امر دائر ہو تو ماں کو بچانا زیادہ اہم ہے کیونکہ ماں بچہ کی اصل ہے اور اس کی حیات ثابت اور مستقل ہے اور بچہ کی حیات غیر مستقل اور غیر ثابت ہے اس وجہ سے بچہ کی حیات کے لیے ماں کی حیات کی قربانی نہ دی جائے۔ (الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۹ ص ۳۰۹۹، القاہرہ، ۱۴۰۳ھ)

اسقاط حمل کے جواز یا عدم جواز کے متعلق مذاہب ائمہ اربعہ

علامہ حسن بن منصور اوز جندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

جب تک حمل نطفہ ہو یا جما ہوا خون ہو یا گوشت کا لوتھڑا ہو تو فقہاء نے عورت کو استبراء رحم کی اجازت دی ہے اور انہوں نے چار ماہ تک اس مدت کا اندازہ کیا ہے، فقہاء نے اس مدت میں اسقاط حمل کی اجازت اس لیے دی ہے کہ اس مدت میں نطفہ آدمی نہیں بنتا۔

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۱۰، مطبع کبریٰ امیریہ، مصر، ۱۳۱۰ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ذخیرۃ میں مذکور ہے: اگر رحم میں نطفہ پہنچنے کے بعد عورت اس کے اسقاط کا ارادہ کرے تو فقہاء نے کہا ہے کہ اگر اتنی مدت گزر گئی ہے جس میں روح پھونک دی جاتی ہے تو پھر اسقاط جائز نہیں ہے اور اس مدت سے پہلے اسقاط کرانے میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور حدیث کے مطابق یہ مدت چار ماہ ہے۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۳۲۹، مطبع عثمانیہ، استنبول، ۱۳۲۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

روح پھونکے جانے سے پہلے عورت نطفہ کے اسقاط کے لیے جو علاج کراتی ہے اس کے حکم کو عزل پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ جو فقہاء عزل کو منع کرتے ہیں وہ اس کو بہ طریق اولیٰ منع کریں گے اور جو فقہاء عزل کو جائز کہتے ہیں ان کے نزدیک اسقاط حمل بھی جائز قرار پائے گا اور یہ فرق بھی کیا جا سکتا ہے کہ عزل میں کسی خارجی سبب کا دخل نہیں ہے اور اسقاط کرانے میں خارجی اسباب (یعنی دواء وغیرہ) کا دخل ہے اور جو عورتیں سرے سے حمل ساقط کرا دیتی ہیں اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے، بعض متاخرین شافعی علماء نے اسقاط کو ناجائز کہا ہے لیکن جب وہ عزل کو مطلقاً جائز کہتے ہیں تو اسقاط کو ناجائز قرار دینا مشکل ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۹۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ منصور بن یونس بہوتی حنبلی متوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

چالیس دن سے پہلے کسی جائز دواء سے نطفہ کو گرا دینا جائز ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں کسی جائز دوائی سے اسقاط کرانا بھی جائز ہے۔ (الروض المربع باب العدد ص ۴۴۷، بحوالہ فتاویٰ اسلامیہ ج ۹ ص ۳۰۹۶، القاہرہ، ۱۴۰۳ھ)

علامہ محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی المالکی المتوفی ۱۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

رحم میں منی کے استقرار کے بعد اس کو نکالنا جائز نہیں ہے خواہ چالیس دن سے پہلے نکالا جائے اور جب اس میں روح پھونک دی جائے تو اجماعاً حرام ہے، ایک قول یہ ہے کہ چالیس دن سے پہلے منی کو رحم سے نکالنا مکروہ ہے۔

(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر ج ۲ ص ۲۶۶، بحوالہ فتاویٰ اسلامیہ ج ۹ ص ۳۰۹۵، قاہرہ، ۱۴۰۳ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک اسقاط حمل جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

٩٨- بَابُ: الْقُرْعَةِ بَيْنَ النِّسَاءِ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا

٥٢١١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَطَارَتِ الْقُرْعَةُ لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ بِاللَّيْلِ سَارَ مَعَ عَائِشَةَ يَتَحَدَّثُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ أَلَا تَرْكَبِينَ اللَّيْلَةَ بَعِيرِي وَأَرْكَبُ بَعِيرَكِ تَنْظُرِينَ وَأَنْظُرُ فَقَالَتْ بَلَى فَرَكِبَتْ فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جَمَلِ عَائِشَةَ وَعَلَيْهِ حَفْصَةُ فَسَلَّمَ عَلَيْهَا ثُمَّ سَارَ حَتَّى نَزَلُوا وَافْتَقَدَتْهُ عَائِشَةُ فَلَمَّا نَزَلُوا جَعَلَتْ رِجْلَيْهَا بَيْنَ الْإِذْخِرِ وَتَقُولُ يَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَهُ شَيْئًا

(صحیح مسلم: ٢٤٤٥، سنن ابن ماجہ: ١٩٧٠، مسند احمد ج ٦ ص ١١٤، سنن داری: ٢٢٢٨، السنن الکبری للنسائی: ١٧٤٦٢)

جب خاوند سفر کا ارادہ کرے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب (سفر کے لیے) نکلتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، پس حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا قرعہ نکل آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو چلتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ باتیں کرتے، تب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) کہا: کیا آج رات آپ میرے اونٹ پر سوار نہیں ہوتیں اور میں آپ کے اونٹ سوار ہوتی ہوں آپ بھی دیکھتی رہیں اور میں بھی دیکھتی رہوں (یعنی جو چیزیں آپ نے پہلے نہیں دیکھیں وہ آپ دیکھ لیں اور جو چیزیں میں نے پہلے نہیں دیکھیں ان کو میں دیکھ لوں)، حضرت عائشہ نے کہا: کیوں نہیں، پس حضرت عائشہ (حضرت حفصہ کے اونٹ پر) سوار ہو گئیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کے اونٹ کی طرف آئے تو اس کے اوپر حضرت حفصہ سوار تھیں، آپ نے ان کو سلام کیا، پھر چلے گئے، پھر جب اپنی منزل پر پہنچے تو حضرت عائشہ نے آپ کو چلنے کی حالت میں گم پایا، تب حضرت عائشہ نے اپنے پیروں کو اذخر گھاس میں ڈال دیا اور دعا کرنے لگیں: اے میرے رب! مجھ پر کوئی بچھو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھ کو ڈس لے اور میں یہ نہیں طاقت نہیں رکھتی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بات کہوں۔

حدیث مذکور کے مشکل جملوں کی تسہیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا آج رات آپ میرے اونٹ پر سوار نہیں ہوتیں اور میں آپ کے اونٹ پر سوار ہوں، آپ بھی دیکھیں اور میں بھی دیکھوں: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات کہنے پر غیرت اور رقابت نے برانگیختہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے اونٹ ساتھ ساتھ نہیں تھے بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ ایک جانب تھا

Marfat.com

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ دوسری جانب تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی: اے میرے رب! مجھ پر کوئی بچھو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھ کو ڈس لے:

المہلب نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی انسان تنگی یا مشکل کے وقت اپنے خلاف دعا کرے تو وہ غالباً معاف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ (یونس:۱۱)

اور اگر اللہ لوگوں (کی بداعمالیوں کی سزا میں ان) کو نقصان پہنچانے میں بھی اتنی جلدی کرتا جتنی جلدی وہ (دنیا کے) نفع کی طلب میں کرتے ہیں تو انہیں (کب کی) موت آچکی ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۸۰۔۲۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنے نفس کے خلاف دعا کی توجیہ

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خلاف غیرت سے دعا کی، انہیں اس پر رنج تھا کہ حضرت حفصہ نے انہیں کس طرح فریب دیا اور انہیں کس طرح فریب دکھایا اور وہ کس طرح اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کا شرف حاصل نہیں کر سکیں، اسی غم وغصہ میں انہوں نے اپنے پیر گھاس پر مارے اور اپنے خلاف دعا کی: اے اللہ! مجھے کوئی بچھو ڈس لے یا کوئی سانپ ڈس لے کیونکہ غم وغصہ کی شدت میں انسان کے منہ سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن کا وہ ارادہ نہیں کرتا، بعض اوقات ماں اپنے بیٹے کو بددعا دیتی ہے: اللہ کرے وہ اندھا ہو جائے، تجھے فالج ہو جائے، تو مر جائے حالانکہ یہ اس کا ارادہ نہیں ہوتا اور اللہ رحیم و کریم ہے، وہ انسان کی ایسی دعاؤں کو اکثر قبول نہیں فرماتا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۵۹۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

سفر میں کسی ایک بیوی کو اپنے ساتھ لے جانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی کسی ایک بیوی کے ساتھ سفر کا ارادہ کرے تو اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک نے کہا کہ اس کے لیے بغیر قرعہ اندازی کے کسی ایک بیوی کو اپنے ساتھ سفر میں لے جانا جائز نہیں ہے، یہی امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ انسان بغیر قرعہ اندازی کے اپنی جس بیوی کو چاہے اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے، امام مالک کے پہلے قول کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے سو جس کے نام کا بھی قرعہ نکل آتا اس کو اپنے ساتھ سفر پر لے جاتے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۶۱)

پس معلوم ہوا کہ قرعہ اندازی کے ذریعہ اپنی کسی ایک بیوی کو اپنے ساتھ سفر میں لے جانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جس سے عدول کرنا جائز نہیں ہے، اس وجہ سے امام مالک نے کہا کہ بغیر قرعہ اندازی کے کسی ایک بیوی کو اپنے ساتھ سفر میں لے جانا جائز نہیں ہے۔

امام مالک کا دوسرا قول یہ ہے کہ بغیر قرعہ اندازی کے بھی کسی ایک بیوی کو سفر میں ساتھ لے جانا جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ

Marfat.com

سفر میں بیوی کی ضرورت حضر سے زیادہ شدید ہوتی ہے، لہٰذا انسان کو اس بیوی کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی ضروریات سے واقف ہو اور اس کے معاملات میں اس کی مدد کر سکے، سو اس ضرورت کی وجہ سے بغیر قرعہ اندازی کے بھی کسی ایک بیوی کو سفر میں اپنے ساتھ لے جانا جائز ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حیلہ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناراض نہ ہونے کی توجیہ

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حیلہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اونٹ پر سوار کرا کے دوسری جانب بھیج دیا اور خود ان کے اونٹ پر سوار ہو گئیں تاکہ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب اور آپ سے باتیں کرنے کا شرف حاصل ہو، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اس کارروائی کا علم بعد میں ہوا لیکن آپ نے حضرت حفصہ پر کسی ناراضگی یا عتاب کا اظہار نہیں فرمایا کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ عورتوں کی فطرت میں غیرت اور رقابت ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۶۹۔۲۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۹۹۔ بَابُ: اَلْمَرْأَةِ تَهَبُ يَوْمَهَا مِنْ زَوْجِهَا لِضَرَّتِهَا وَكَيْفَ يَقْسِمُ ذٰلِكَ

عورت اپنے خاوند سے اپنی باری اپنی سوکن کو ہبہ کر دے اور خاوند اس کی تقسیم کس طرح کرے؟

۵۲۱۲۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ بِيَوْمِهَا وَيَوْمِ سَوْدَةَ۔

(صحیح البخاری: ۲۶۶۲، ۲۶۷۹، ۳۷۶۹، ۷۵۰۰، ۷۵۴۵، صحیح مسلم: ۱۴۴۵، سنن ابوداؤد: ۲۱۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کے لیے ایک دن ان کی باری کی تقسیم کرتے اور ایک دن ان کے لیے حضرت سودہ کی باری کی تقسیم کرتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۵۹۳، میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ازواج کی باریوں کی تقسیم کا واجب نہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ازواج کے لیے باریوں کی تقسیم واجب نہیں تھی اور آپ نے ان کے لیے باریوں کی تقسیم جو مقرر فرمائی تھی، یہ آپ کا ان پر فضل تھا، قرآن مجید میں ہے:

تُرْجِىْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ (الاحزاب: ۵۱)

ان ازواج میں سے آپ جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں۔

یہ وہ چیز ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص کر لیا ہے اور کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۷۰۔۲۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

١٠٠- بَابُ: الْعَدْلِ بَيْنَ النِّسَاءِ
عورتوں کے درمیان عدل کرنا

متعدد ازواج کے درمیان عدل کرنے کا طریقہ

علامہ عینی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی جب ایک مرد کی دو، تین یا چار بیویاں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ ان کے درمیان باریوں کی تقسیم میں عدل کرے ماسوا اس کے کہ جب بیویاں ازخود اپنی باری کسی دوسری بیوی کو دینے پر راضی ہو جائیں اور مرد پر واجب ہے کہ ان کے ساتھ معاشرت میں عدل کرے تا کہ وہ ایک دوسرے سے حسد اور عداوت نہ رکھیں اور عدل کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے خرچ، ان کے لباس اور ان کو عطیات دینے میں مساوات کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ (النساء: ۱۲۹)

اور تم ہرگز اپنی بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل نہیں کر سکتے خواہ تم اس پر حریص بھی ہو، سو (جس سے تم کو رغبت نہ ہو) اس بیوی سے بالکل اعراض نہ کرو کہ اس کو اس طرح چھوڑ دو کہ وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو اور اگر تم اصلاح کر لو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے O

متعدد ازواج کے درمیان دلی محبت میں مساوات کا واجب نہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اے مردو! تم اپنی بیوی کے درمیان دلی محبت میں مساوات کی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ دلی محبت پر تمہارا اختیار نہیں ہے یعنی اگر تمہیں یہ حرص ہو کہ تم ان کے درمیان دلی محبت میں مساوات کرو گے، پھر بھی نہیں کر سکتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یعنی اگر ان کے درمیان شہوت میں مساوات کرنا چاہو پھر بھی نہیں کر سکتے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ بیویوں کے درمیان محبت میں مساوات واجب نہیں ہے۔

حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج میں باریوں کی تقسیم کرتے تھے، پس ان کے درمیان عدل کرتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! یہ اس چیز میں میری تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں، سو جس چیز کا تو مالک ہے میں مالک نہیں ہوں، اس میں تو مجھ کو ملامت نہ کرنا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۳۴، سنن ترمذی: ۱۱۴۰، سنن نسائی ج ۷ ص ۶۴۔ ۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۱، صحیح ابن حبان: ۴۲۰۵، المستدرک ج ۲ ص ۱۸۷)

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: (ایسا نہ ہو کہ تم) اس کو اس طرح چھوڑ دو کہ وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور اس کا جھکاؤ ان میں سے کسی ایک کی طرف ہو تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوئی ہوگی"۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۳۳، سنن ترمذی: ۱۱۴۱، سنن نسائی ج ۷ ص ۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۹، صحیح ابن حبان: ۴۲۰۷، المستدرک ج ۲ ص ۱۸۶)

امام ابوجعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے: ہمارے نزدیک اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ کسی ایک بیوی کی اجازت کے بغیر کسی دوسری بیوی کی طرف جھکاؤ نہ کرے لیکن اگر ایک بیوی دوسری بیوی کی طرف جھکاؤ کی اجازت دے دے تو پھر اس کے لیے

Marfat.com

اس دوسری بیوی کی طرف جھکاؤ جائز ہے جیسے حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کر دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی ازواج مطہرات کے لیے ایک ایک دن کی باری مقرر فرماتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے دو دن کی باری مقرر فرماتے تھے، سو جب کوئی بیوی بہ طیب خاطر اور اپنی خوشی سے اپنا حق چھوڑ دے تو یہ اس آیت کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

ہمارے زمانہ میں دو بیویوں کے درمیان عدل نہ کرنے کا افسوس ناک اور الم ناک طریقہ

میں کہتا ہوں: ہمارے زمانہ میں ایک آدمی ایک بیوی کے بعد دوسری بیوی سے نکاح کر لیتا ہے اور نئی بیوی کے ساتھ رہتا ہے اور پرانی بیوی کو لٹکا ہوا چھوڑ دیتا ہے اور اس کے پاس کوئی رات نہیں گزارتا اور بعض اوقات پرانی بیوی کو خرچ اور رہائش بھی مہیا نہیں کرتا نہ اس کو طلاق دیتا ہے کہ وہ عدت کے بعد کسی اور مرد سے نکاح کر لے اور نہ اس کو آباد کرتا ہے اور اس کو درمیان میں لٹکا ہوا چھوڑ دیتا ہے اور بعض اوقات ایک بیوی کو مثلاً پاکستان میں چھوڑ جاتا ہے اور دوسری بیوی کو اپنے ساتھ انگلینڈ یا امریکا لے جاتا ہے اور پرانی بیوی کی پلٹ کر خبر نہیں لیتا، اور وہ یوں ہی لٹکی رہتی ہے، ہمارے زمانہ میں عام حال یہ ہی ہے حتیٰ کہ علماء اور مشائخ بھی پرانی بیوی کو معلقہ بنا کر چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی خبر نہیں لیتے اور نئی بیوی کے ساتھ عیش و عشرت کے ساتھ رہتے ہیں۔ ہمارے ایک ماموں غزالی تھے، میں نے اپنی زندگی میں صرف ان کو دیکھا ہے، ان کی کوٹھی کی دو منزلیں تھیں، ایک منزل میں پرانی بیوی رہتی تھی اور دوسری منزل میں نئی بیوی رہتی تھی، وہ ایک دن ایک منزل میں پرانی بیوی کے ساتھ رہتے اور دوسرے دن دوسری منزل میں نئی بیوی کے ساتھ رہتے، انہوں نے تا حیات اس معمول کے مطابق زندگی گزاری، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اس دور میں جو لوگ دوسری شادی کر لیتے ہیں ان کو توفیق دے کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان عدل کریں اور پرانی بیوی کو لٹکی ہوئی نہ چھوڑیں، آمین

۱۰۱۔ بَابُ: إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ

جب مرد بیوہ پر کنواری عورت کو نکاح کر کے لائے

۵۲۱۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أَقُولَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَلَكِنْ قَالَ السُّنَّةُ إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا۔

(صحیح مسلم: ۱۴۶۱، سنن ترمذی: ۱۱۳۹، سنن ابو داؤد: ۲۱۲۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۶، مسند احمد: ۱۲۹۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: اور اگر میں چاہوں تو یوں کہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لیکن حضرت انس نے کہا: سنت یہ ہے کہ جب مرد کنواری عورت سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات راتیں رہے اور جب بیوہ عورت سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین راتیں رہے۔

جس مرد کی پہلی بیوی ہو اس کے بعد وہ دوسری عورت سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن یا سات دن رہنا آیا واجب ہے یا مستحب ہے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن عبدالحکم نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ جس مرد کی کوئی بیوی نہ ہو پھر وہ نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن یا تین دن رہے بلکہ اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ جس مرد کے نکاح میں ایک عورت ہو پھر وہ اس کے اوپر دوسری عورت

Marfat.com

سے نکاح کرلے، پس بعض علماء نے کہا: اس حدیث سے مراد عموم ہے اور کنواری عورت سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن رہے اور اگر بیوہ عورت سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن رہے اور یہ اس مرد پر واجب ہے خواہ اس کی پہلی بیوی ہو یا نہ ہو، کیونکہ سنت نے اس حکم کی اس کے ساتھ تخصیص نہیں کی کہ جس کی پہلی بیوی ہو۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور اس باب میں اس حدیث کے بعد یہ حدیث ہے کہ سنت یہ ہے کہ جب بیوہ کے اوپر کنواری عورت سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن رہے اور جب بیوہ کے اوپر بیوہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن رہے، پھر اس کے بعد ہر ایک کے پاس ایک ایک دن رہے۔

اس حدیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس مرد کی پہلی بیوی ہو، پھر وہ اس کے اوپر کسی اور عورت سے نکاح کرلے تو امام مالک سے روایت ہے کہ وہ کنواری عورت کے پاس سات دن رہے اور بیوہ کے پاس تین دن رہے جب اس کے پاس دوسری بیوی ہو اور یہ واجب ہے، اور ابن عبدالحکم نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

جب مرد کے اوپر واجب ہے کہ وہ نئی بیوی کے پاس تین دن یا سات دن رہے تو اس دوران وہ نمازوں اور اپنی دیگر ضروریات کے لیے گھر سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں؟

علامہ ابن حبیب نے کہا کہ مرد اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے اور نماز پڑھنے کے لیے باہر نکلے خواہ اس کی بیوی کنواری ہو یا بیوہ ہو خواہ اس کے پاس دوسری بیوی ہو یا نہ ہو، اور ابن ابی اویس نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے جمعہ کی شب میں اپنی بیوی کے ساتھ دخول کیا آیا وہ جمعہ کو چھوڑ سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک نے کہا: نہیں، امیر المومنین المہدی نے مدینہ میں نکاح کیا، پھر نماز فجر اور دوسری نمازوں کو پڑھنے کے لیے وہ گھر سے نکلے اور علامہ ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ دولہا نماز جمعہ اور دیگر نمازوں کے لیے گھر سے باہر نہ نکلے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ اور علامہ سحنون مالکی نے بیان کیا کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ نہ نکلے اور یہ اس عورت کا اس پر حق ہے جو سنت سے ثابت ہے۔ علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یہ تفصیل ان فقہاء کے قول کے مطابق ہے جو کنواری اور بیوہ کے لیے بہ طور عموم قیام کا کہتے ہیں اور جن کی رائے یہ ہے کہ وہ نمازوں کے لیے گھر سے باہر نکلے وہ یہ کہتے ہیں کہ اس پر واجب ہے کہ جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہے وہ تین دن تک دوسری ازواج کے پاس جانے کے لیے گھر سے باہر نہ نکلے اور یہ نماز پڑھنے کے لیے گھر سے نکلنے سے مانع نہیں ہے اور اس کے لیے جماعت کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۶۷-۳۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۰۲- بَابٌ: إِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ

جب مرد کنواری بیوی پر بیوہ عورت سے نکاح کرے

۵۲۱۴- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَخَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ إِنَّ أَنَسًا رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن راشد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب اور خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ جب مرد بیوہ بیوی پر کنواری عورت سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن ٹھہرے اور پھر باریوں کو تقسیم

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ وَخَالِدٍ قَالَ خَالِدٌ وَلَوْ شِئْتُ قُلْتُ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کرے اور جب مرد کنواری بیوی کے اوپر بیوہ عورت سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن رہے اور پھر باریوں کو تقسیم کرے، ابوقلابہ نے کہا: اور اگر میں چاہوں تو یہ کہوں گا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کو مرفوع کیا ہے۔ اور امام عبدالرزاق نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ایوب و خالد، خالد نے کہا: اگر میں چاہوں تو کہوں کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۲۱۳ میں گزر چکی ہے۔

کنواری بیوی پر بیوہ عورت سے نکاح کرنے پر مدت قیام میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوجعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے اس حدیث کی دس صحیح سندوں کے ساتھ روایت کی ہے، پھر کہا: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ مرد جب بیوہ سے نکاح کرے تو اس کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو سات دن اس کے پاس رہے اور سات دن دوسری بیویوں کے پاس رہے اور اگر وہ چاہے تو اس کے پاس تین دن رہے اور باقی ازواج کے پاس ایک ایک دن اور ایک ایک رات رہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: امام طحاوی کی اس قوم سے مراد یہ فقہاء ہیں:

ابراہیم النخعی، عامر الشعبی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابوثور اور ابوعبید۔

پھر امام طحاوی نے کہا: اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی، انہوں نے کہا: اگر وہ تین دن اس بیوہ بیوی کے پاس رہے تو تین دن ان باقی ازواج کے پاس رہے جیسا کہ وہ سات دن ان باقی ازواج کے پاس رہتا ہے تو سات دن باقی ازواج کے پاس رہے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام طحاوی کی اس عبارت میں قوم سے مراد یہ فقہاء ہیں:

حماد بن ابی سلیمان، حکم بن عتبہ اور امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ اور ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کے پاس تین دن ٹھہرے اور فرمایا: بے شک تمہارے گھر والوں کے اوپر کوئی تنگی نہیں ہے، اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات دن ٹھہروں اور اگر میں تمہارے پاس سات دن ٹھہروں گا تو سات دن اپنی باقی ازواج کے پاس بھی ٹھہروں گا۔

(صحیح مسلم: ۱۴۶۰، سنن ابوداؤد: ۲۱۲۲، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۷، مسند احمد: ۲۶۵۶۶)

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کی اس باب کی حدیث فقہاء احناف کے خلاف دلیل ہے کیونکہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں ہے کہ جب مرد کنواری کے اوپر بیوہ سے نکاح کرے تو بیوہ کے پاس تین دن رہے، پھر باریوں کو تقسیم کرے اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ وہ سات دن بیوہ کے پاس رہے اور سات دن اپنی باقی ازواج کے پاس رہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس صحیح حدیث کے موافق ہے جس کو ابھی ہم نے امام مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۸۵۔ ۲۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۱۰۳۔ بَابٌ: مَنْ طَافَ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ
جو مرد اپنی تمام بیویوں کے پاس ایک غسل میں گیا

۵۲۱۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ۔
(صحیح البخاری: ۵۰۶۸، صحیح مسلم: ۳۰۹، سنن ترمذی: ۱۴۰، سنن نسائی: ۲۶۳، سنن ابوداؤد: ۲۱۸، سنن ابن ماجہ: ۵۸۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں اپنی تمام ازواج کے پاس جاتے تھے اور اس وقت آپ کی نو ازواج مطہرات تھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۸ میں گزر چکی ہے۔

اس اشکال کے متعدد جوابات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں تمام ازواج کے پاس کیسے گئے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نو ازواج مطہرات کی باریاں مقرر کی ہوئی تھیں اور آپ ہر رات میں صرف ایک زوجہ کے پاس جاتے تھے، پھر ایک رات میں آپ تمام ازواج مطہرات کے پاس کیسے گئے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے یہ اس وقت کیا ہو جب آپ کسی سفر سے واپس آئے ہوں کیونکہ اس وقت آپ پر باریوں کی تقسیم لازم نہیں تھی کیونکہ اس وقت کوئی زوجہ دوسری زوجہ پر راجح نہیں تھی اور جب ان تمام ازواج کے حقوق مساوی تھے تو آپ ان سب کے پاس ایک رات میں گئے، پھر اس کے بعد آپ نے دوبارہ شروع سے باریوں کی تقسیم کی، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس رات جس زوجہ کی باری تھی آپ نے اس سے تمام ازواج کے پاس جانے کی اجازت لے لی ہو اور آپ ان کی اجازت اور ان کی خوشی سے اس رات میں تمام ازواج کے پاس گئے جیسے آپ نے بیماری کے ایام میں تمام ازواج مطہرات سے اجازت لے لی تھی کہ آپ یہ تمام ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزاریں اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ وہ دن ہو جس میں آپ نے کسی زوجہ کے پاس جانے کی قرعہ اندازی کی ہو اور اس دن تمام ازواج کے نام کا قرعہ نکل آیا ہو، اور اس کا چوتھا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باریوں کی تقسیم واجب نہیں تھی اور آپ نے محض اپنے فضل اور احسان سے ان کے لیے باریاں مقرر کی تھیں۔

ایک بیوی کے ساتھ جماع کرنے کے بعد دوسری بیوی کے ساتھ جماع کرنا اور جماع کے وقت دوسری بیوی یا کسی بچے یا کسی جانور کا موجود ہونا

ابن حبیب نے کہا ہے کہ جب مرد اپنی دو بیویوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اس کی باری کے دن میں جماع کرے، پھر اس دن غسل کرنے سے پہلے اپنی دوسری بیوی سے جماع کرنے کا ارادہ کرے اور جس بیوی کی اس دن باری تھی اس نے اس کی اجازت دے دی ہو تو پھر اس دن اس دوسری بیوی کے ساتھ غسل سے پہلے جماع کرنا جائز ہے۔

اور مرد کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اپنی دو بیویوں کو ایک بستر پر جمع کرے خواہ وہ دونوں اس پر راضی ہوں لیکن اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک بیوی کے ساتھ جماع کرے اور دوسری بیوی اس کے ساتھ گھر میں موجود ہو۔ علامہ ابن الماجشون نے کہا

Marfat.com

ہے: اگر جماع کے وقت اس کے ساتھ گھر میں کوئی جانور یا چوپایہ ہو تو یہ مکروہ ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب جماع کرتے تو گھر سے سب کو نکال دیتے حتیٰ کہ سمجھدار بچے کو بھی گھر سے نکال دیتے۔
(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۷۵۔ ۲۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۰۴۔ بَابُ: دُخُولِ الرَّجُلِ عَلَى نِسَائِهِ فِي الْيَوْمِ
مرد کا اپنی بیویوں کے پاس دن میں جانا

۵۲۱۶۔ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ فَيَدْنُو مِنْ إِحْدَاهُنَّ فَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَاحْتَبَسَ أَكْثَرَ مَا كَانَ يَحْتَبِسُ۔

(صحیح البخاری: ۴۹۱۲، ۵۲۶۸، ۵۵۹۹، ۵۴۳۱، ۵۶۱۴، ۵۶۸۲، ۶۶۹۱، ۶۹۷۲، صحیح مسلم: ۱۴۷۴، سنن ترمذی: ۱۸۳۱، سنن نسائی: ۳۴۲۱، سنن ابو داؤد: ۳۷۱۴، سنن ابن ماجہ: ۳۳۲۳، مسند احمد ج ۶ ص ۵۹، مسند عبد بن حمید: ۱۴۸۹، شمائل ترمذی: ۱۶۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۶۷۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب عصر کی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنی ازواج کے پاس تشریف لے جاتے، پس ان میں سے کسی ایک کے قریب بیٹھتے، پس آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے پاس خلاف معمول زیادہ دیر تک بیٹھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۱۲ میں گزر چکی ہے۔

ازواج کی باریوں کی تقسیم کا آپ پر واجب ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کبھی کبھی اس طرح کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس کو مباح کر دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ ۔ (الاحزاب: ۵۱)
ان ازواج میں سے آپ جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں۔

تو آپ کبھی کبھی یہ فعل کرتے تھے تاکہ یہ واضح ہو کہ باریوں کی تقسیم کرنا آپ کا فضل اور احسان ہے اور باریوں کی تقسیم آپ پر واجب نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۰۵۔ بَابُ: إِذَا اسْتَأْذَنَ الرَّجُلُ نِسَائَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِ بَعْضِهِنَّ فَأَذِنَّ لَهُ
مرد کا اپنی بیویوں سے اس کی اجازت طلب کرنا کہ وہ اپنی بیماری کے ایام کسی ایک بیوی کے پاس گزارے اور اس کی بیویاں اس کو اس کی اجازت دیں

۵۲۱۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان

Marfat.com

بِلَالٍ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَيْنَ أَنَا غَدًا أَيْنَ أَنَا غَدًا يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُورُ عَلَيَّ فِيهِ فِي بَيْتِي فَقَبَضَهُ اللهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي وَسَحْرِي وَخَالَطَ رِيقُهُ رِيقِي

(صحیح البخاری: ۶۵۱۰، صحیح مسلم: ۲۱۹۲، سنن ترمذی: ۳۴۹۶، سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۰)

کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی، ہشام بن عروہ نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جس بیماری میں فوت ہو گئے تھے اس میں آپ سوال کرتے تھے کہ میں کل کہاں ہوں گا؟ میں کل کہاں ہوں گا؟ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا ارادہ کرتے تھے، سو آپ کی ازواج نے آپ کو اجازت دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں، سو آپ اپنی وفات تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: سو آپ اس دن میں وصال فرما گئے جس دن آپ میرے گھر میں میری باری کے دن تھے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی اس وقت آپ کا سر اقدس میرے سینہ اور میرے پہلو کے درمیان میں تھا اور آپ کا لعاب دہن میرے لعاب دہن کے ساتھ مل چکا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

کسی ایک بیوی کے ساتھ زیادہ محبت کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کا کسی ایک بیوی کے ساتھ دوسری بیویوں سے زیادہ محبت کرنا جائز ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باریوں کی تقسیم بیویوں کا حق ہے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایام علالت گزارنے کے لیے دوسری ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کیونکہ بیمار آدمی کو اس سے مشکل ہوتی ہے کہ وہ ہر روز دوسری زوجہ کے گھر جائے (تاہم میں یہ کہتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسری ازواج سے اجازت طلب کرنا ان کی دل جوئی کے لیے تھا نہ اس لیے کہ باریوں کی تقسیم آپ پر واجب تھی۔ سعیدی غفرلہ)

جب بیوی شدید بیمار ہو تو اس کے ساتھ مدت قیام میں فقہاء کا اختلاف

اس پر اتفاق ہے کہ جب بیوی بیمار ہو جائے تو اس کی باری کے وہی دن ہوں گے جو اس کی صحت کے دنوں میں ہوتے تھے اور جب اس کا مرض شدید ہو جائے تو پھر اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اس کے پاس ہی رہے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے یا مر جائے، پھر بعد میں باقی ازواج کی باریاں پوری کرلے اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ بیماری کے ایام میں اس نے جو دن اس بیوی کے پاس گزارے ان کا شمار نہیں ہوگا اور اس کی صحت یا موت کے بعد از سر نو دوسری بیویوں کی باریوں کی تقسیم شروع ہوگی۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۷۶-۲۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۰۶- بَابُ: حُبِّ الرَّجُلِ بَعْضَ نِسَائِهِ أَفْضَلَ مِنْ بَعْضٍ

مرد کا کسی ایک بیوی سے زیادہ محبت کرنا اور اس کو دوسری بیویوں پر فضیلت دینا

Marfat.com

٥٢١٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَقَالَ يَا بُنَيَّةِ لَا يَغُرَّنَّكِ هَذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبُّ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِيَّاهَا يُرِيدُ عَائِشَةَ فَقَصَصْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَتَبَسَّمَ

(صحیح البخاری: ٥١٤٣ـ٥٢٥٦، ٧٢٦٣، صحیح مسلم: ١٤٧٩، سنن ترمذی: ٣٣١٨، سنن نسائی: ٢١٣٢، مسند احمد: ٢٢٢، ٣٣٩، الادب المفرد: ٨٣٥، صحیح ابن خزیمہ: ١٩٢١، ٢١٧٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید بن حنین، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا از حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور کہا: اے بیٹی! تم اس عورت سے دھوکے میں نہ رہنا جو آپ کی تمام ازواج سے زیادہ حسین وجمیل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ہیں، ان کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ قصہ بیان کیا تو آپ مسکرائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٨٩ میں گزر چکی ہے۔

کسی ایک بیوی کو اس کے حسن و جمال کی وجہ سے دوسری بیوی پر ترجیح دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ٤٤٩ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس مرد کی متعدد بیویاں ہوں تو وہ کسی ایک بیوی کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کو دوسری بیویوں پر ترجیح دے جب کہ وہ ان کے درمیان باریوں کی تقسیم میں مساوات رکھے، حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باریوں کی تقسیم میں عدل فرماتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے: ''اے اللہ! یہ اس چیز میں میری تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں، سو تو اس چیز میں مجھ پر ملامت نہ کرنا جس کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں''۔

(سنن ابوداؤد: ٢١٣٤، سنن ترمذی: ١١٤٠، سنن نسائی: ٣٩٥٣، سنن ابن ماجہ: ١٩٧١)

امام ابوداؤد نے کہا: یعنی دلی محبت کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں۔

دلی محبت کے علاوہ باقی امور میں بیویوں کے ساتھ مساوات کرنا

علامہ ابن حبیب نے کہا ہے: جب کہ انسان دل کا مالک نہیں ہے اور دل کے معاملات میں عدل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے حرج کو دور کر دیا اور ارشاد فرمایا:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ (البقرہ: ٢٨٦) اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

تاہم مرد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان خوراک میں کھانے پینے کی دیگر چیزوں میں اپنی حیثیت کے مطابق مساوات رکھے اور ان کے لیے باریوں کی تقسیم کرے اور ان کے پاس رات گزارے خواہ وہ حائض ہوں یا طاہرہ ہوں، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ کسی ایک بیوی کے اوپر دوسری بیویوں سے زیادہ مال خرچ کرے۔

باپ کو اپنی شادی شدہ بیٹی کو ڈانٹنے کا جواز

علامہ المہلب مالکی متوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ باپ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو اس کی اپنے خاوند پر غیرت کرنے کے سلسلہ میں ڈانٹے اور اس کو خاوند کی سرکشی سے باز رکھے تاکہ اس کا نتیجہ طلاق کی صورت میں نہ ظاہر ہو۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری)

Marfat.com

(ج ۷ ص ۲۷۹۔ ۲۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۰۷۔ بَابٌ: اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يَنَلْ وَمَا يُنْهَى مِنِ افْتِخَارِ الضَّرَّةِ

اس کی ممانعت کہ کوئی عورت اپنی سوکن کو جلانے اور اس پر فخر ظاہر کرنے کے لیے یہ کہے کہ مجھے فلاں چیز مل گئی حالانکہ وہ چیز اس کو نہ ملی ہو

۵۲۱۹۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِي يُعْطِينِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ

(صحیح مسلم: ۲۱۳۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۹۷، مسند احمد: ۲۶۹۸۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ (ح) اور مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام، انہوں نے کہا مجھے فاطمہ نے حدیث بیان کی از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہ ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ایک سوکن ہے، کیا مجھ پر کوئی گناہ ہوگا اگر میں شیخی بگھار کے کہوں کہ میرا شوہر مجھے چیزیں دیتا ہے حالانکہ وہ مجھے نہ دیتا ہو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو کوئی چیز نہ دی گئی ہو اور وہ ڈینگ مار کر یہ کہے کہ مجھے وہ چیز دی گئی ہے تو وہ اس کی طرح ہے جس نے جھوٹے کپڑے پہنے ہوں۔

اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ کے معنی کی تحقیق اور اس باب کی حدیث کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوعبیدہ نے کہا کہ اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ کا معنی ہے کہ انسان اس سے زیادہ اپنے آپ کو مزین کرے جو اس کے پاس ہے اور جھوٹ اور باطل سے خود کو مزین کرے جیسے کسی عورت کی کوئی سوکن ہو اور وہ اس کے سامنے یہ کہے کہ اس کے شوہر نے اس کو بہت چیزیں دی ہیں حالانکہ اس کے شوہر نے اس کو وہ چیزیں نہ دی ہوں، وہ محض اپنی سوکن کو جلانے کے لیے ایسا کہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ جو چیزیں انسان کے پاس نہ ہوں وہ اپنے آپ کو ان سے مزین کرے تو یہ مذموم ہے اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی آدمی جھوٹے کپڑے پہنے، ایک قول یہ ہے کہ ایک آدمی ایک قمیص پہنے اور اس کے اوپر دوسری قمیص کی آستینیں چڑھا لے اور یہ ظاہر کرے کہ اس نے دو قمیصیں پہنی ہوئی ہیں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ کا معنی ہے کہ ایک آدمی بھوکا ہو اور وہ یہ ظاہر کرے کہ اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے اور وہ سیر ہے جیسے کوئی شخص جھوٹ اور باطل کے ساتھ اپنے آپ کو مزین کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور وہ یہ ظاہر کرے کہ اس کو وہ چیز دی گئی ہے وہ ایسا ہے جیسے کسی شخص نے دو جھوٹ کے کپڑے پہنے ہوں۔

Marfat.com

علامہ الخطابی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس حدیث کی دو تاویلیں ہیں: ایک یہ ہے کہ کپڑا ایک مثال ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ کسی مرد کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ عیوب سے بری ہے اور اس کی صفت میں کہا جائے کہ اس کے کپڑے طاہر ہیں۔ اور دوسری تاویل یہ ہے کہ اس حدیث میں کپڑے ہی مراد ہیں یعنی قبیلہ میں ایک شخص کا خوب صورت کوٹ ہو، پس جب لوگوں کو جھوٹی گواہی کی ضرورت ہو تو وہ ان کے حق میں گواہی دے اور اس کے خوب صورت لباس کی وجہ سے اس کی گواہی کو قبول کر لیا جائے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کوئی عورت امانت میں رکھے ہوئے کپڑے پہنے یا عاریۃً لیا ہوا لباس پہنے تا کہ لوگ یہ گمان کریں کہ یہ اس عورت کا اپنا لباس ہے اور یہ لباس اس کے پاس ہمیشہ تو نہیں رہے گا، پھر جن کا لباس ہے وہ اس سے واپس لے لیں گے تو وہ شرمندہ اور رسوا ہوگی۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ اس لیے مکروہ ہے کہ اس وجہ سے اس کی سوکن اور اس کے شوہر کے درمیان بغض پیدا ہوگا جس کا نتیجہ طلاق ہوگی اور یہ اس جادو کی مثل ہے جس کی وجہ سے شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان مفارقت ہو جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۰۔۲۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

متشبعین کے متعلق وعید

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المتشبع بما لم یعط کا معنی یہ ہے کہ آدمی لوگوں کے لیے یہ ظاہر کرے کہ وہ غنی ہے اور واقع میں وہ غنی نہ ہو، اسی طرح باقی صفات ہیں مثلاً وہ یہ ظاہر کرے کہ وہ ذہین ہے حالانکہ وہ کند ذہن ہو اور وہ لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرے کہ وہ عالم ہے حالانکہ وہ جاہل ہو اور وہ لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرے کہ وہ عبادت گزار ہے حالانکہ وہ غیر عبادت گزار ہو اور فاسق ہو۔ (اسی طرح کوئی شخص دوسروں کی تحقیق کو پڑھ کر یا ان سے سن کر لوگوں کے سامنے اس طرح بیان کرے جیسے وہ خود اس کی اپنی تحقیق ہے، یا کسی کی تقریر کے نکات سن کر یا اس کی کتاب کو پڑھ کر لوگوں کے سامنے اس طرح بیان کرے جیسے وہ اس کے سینہ زاد نکات ہیں، سو یہ مذموم ہے)۔ قرآن مجید میں اس پر وعید ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (آل عمران: ۱۸۸)

ان کے متعلق ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے ان لوگوں کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O

پس جو انسان لوگوں کے سامنے ایسے وصف کو ظاہر کرتا ہے جو اس میں نہیں ہے درحقیقت وہ انسان شیخی خورہ ہے اور وہ اس طرح ہے جیسے اس نے جھوٹے کپڑے پہنے ہوئے ہوں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۶۰۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

مصنف کا منتحلین سے شکوہ

ایک مجلس میں علامہ سیوطی نے علامہ قسطلانی سے کہا: آپ نے "المواہب اللدنیہ" میں حدیث کی جن کتابوں کے حوالے دیے ہیں آپ نے وہ حوالے میری کتابوں سے لیے ہیں۔ اگر آپ کا یہ زعم ہے کہ یہ آپ کی اپنی تحقیق ہے تو آپ دکھائیں کہ آپ کے پاس حدیث کی وہ کتابیں ہیں؟ بعد میں علامہ قسطلانی، علامہ سیوطی سے ملنے ان کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، علامہ سیوطی نے پوچھا: کون ہے؟ علامہ قسطلانی نے کہا: احمد قسطلانی، علامہ سیوطی نے پوچھا: کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا: برہنہ پا اور برہنہ سر

Marfat.com

کے دروازے پر کھڑا ہوں تا کہ آپ کے دل سے کدورت دور ہو جائے اور آپ راضی ہو جائیں۔ یہ سن کر شیخ جلال الدین سیوطی نے اندر ہی سے کہا کہ میں نے دل سے کدورت کا ازالہ کر دیا، لیکن نہ دروازہ کھولا اور نہ ان سے ملاقات کی۔

(بستان المحدثین ص ۳۲۰۔۳۱۹، مطبع سعید کمپنی، لاہور)

سوچیے! علامہ قسطلانی نے علامہ سیوطی کی کتابوں کو ان کے حوالہ کے بغیر ذکر کر دیا تو اس پر علامہ سیوطی اس قدر رنجیدہ اور ناراض ہوئے، ادھر اس مصنف نا کارہ کا یہ حال ہے کہ اس کی تصانیف کے صفحات لوگ اس کا حوالہ دیئے بغیر اپنی کتابوں میں درج کر دیتے ہیں اور اس کی تحقیقات کو اپنی تحقیقات ظاہر کر کے بیان کرتے ہیں تو اس نا کارہ کو اس پر کتنا رنج ہوتا ہو گا، لیکن میں اس پر صبر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی توقع رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمائے اور ان لوگوں کو بھی معاف فرمائے۔ آمین۔

۱۰۸۔ بَابُ: الْغَيْرَةِ الغیرۃ (غیرت کا بیان)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ "غیرت" کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صاحب المشارق نے کہا ہے: شوہر اور بیوی کی ایک دوسرے کے ساتھ جو خصوصیت ہے اس میں کسی دوسرے کی شرکت کی وجہ سے خون کا کھولنا اور جوش میں آنا اور ایک دوسرے کو دفع کرنا غیرت ہے۔

صاحب النہایہ نے کہا ہے: غیرت کا معنی حمیت ہے یعنی نفرت، عار اور ناپسندیدگی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ کسی کی خصوصیت میں جب دوسرا شریک ہو جائے اس کی وجہ سے اس کے دل میں جو تغیر ہوتا ہے اور غصہ جوش میں آتا ہے اس کو غیرت کہتے ہیں، اور سب سے شدید غیرت اس وقت ہوتی ہے جب شوہر اور بیوی کی خصوصیت میں کوئی دوسرا شریک ہو، یہ آدمیوں کے حق میں غیرت کا معنی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں غیرت کا معنی عنقریب ذکر کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ وَرَّادٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي۔

(صحیح البخاری: ۷۴۱۶)

اور وراد نے بیان کیا از مغیرہ، انہوں نے کہا: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھوں تو میں اس کو تلوار (کی دھار) سے ماروں گا نہ کہ اس کی چوڑائی کی طرف سے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم کو سعد کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے؟ میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔

غیرت کا معنی، اللہ تعالیٰ اور بندوں کی غیرت کا فرق اور غیرت کے متعلق مزید احادیث

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے غیرت مند ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن بے حیائی کے کاموں سے منع فرمایا ہے ان کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ بندوں پر ناراض ہوتا ہے اور ان پر عذاب کی وعید سناتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ مومن ان کاموں کو نہ کرے جن کاموں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۲۳)

حضرت سعد کے قول کا معنی یہ ہے کہ میں حرام کاموں کے ارتکاب پر ناراض ہوتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ حرام کاموں کے ارتکاب پر ناراض ہوتا ہے۔ اور غیرت کی دو قسمیں ہیں، ایک محمود ہے اور دوسری مذموم ہے، حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیرت کی بعض قسمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں اور بعض قسمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذموم ہیں، رہی غیرت کی وہ قسمیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں یہ وہ ہیں جن میں کسی شک کی وجہ سے غیرت ہو اور رہی غیرت کی وہ قسمیں جو شک کی وجہ سے نہ ہوں بلکہ بلاوجہ ہوں تو وہ محبوب نہیں ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۶)(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۲-۲۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت سعد نے جو کہا تھا: اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو میں اس کو تلوار کی دھار سے قتل کر دوں گا اور انہوں نے چار گواہ لانے تک صبر نہیں کیا، اس کی شرح کتاب الدیات میں آئے گی۔

نیز حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیرت کی بعض قسمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں اور غیرت کی بعض قسمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذموم ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۷۰۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غیرت ایمان سے ہے اور فحش کلامی نفاق سے ہے''۔ (کشف الاستار: ۱۴۹۰، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۲۷)، حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابو مرحوم ہے، اس کی امام نسائی وغیرہ نے توثیق کی ہے اور ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں اور حافظ ابن حبان نے ابو مرحوم کا شمار ثقہ راویوں میں کیا ہے۔ (کتاب الثقات لابن حبان ج ۷ ص ۱۳۳)

ابو جعفر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ''بے شک میں بہت زیادہ غیرت والا ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بہت غیرت والے تھے اور جس مرد میں غیرت نہ ہو اس کا دل اوندھا ہوتا ہے''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۷۰۷)

۵۲۲۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ وَمَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللهِ۔

(صحیح البخاری: ۴۶۳۴، صحیح مسلم ۲۷۶۰، سنن ترمذی: ۳۵۳۰، مسند احمد: ۳۶۱۶، سنن دارمی: ۲۲۳۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں ہے اس وجہ سے اللہ عزوجل نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا اور کسی کو بھی اللہ عزوجل سے زیادہ مدح پسند نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۵۲۲۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ مَا أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنَ اللهِ أَنْ يَرَى عَبْدَهُ أَوْ أَمَتَهُ تَزْنِي يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا

(صحیح البخاری: ۱۰۴۴، صحیح مسلم: ۹۰۱، سنن ترمذی: ۵۶۱، سنن نسائی: ۱۴۷۰، سنن ابوداؤد: ۱۱۷۷، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اس بات پر غیرت کرنے والا نہیں ہے کہ وہ اپنے بندے یا اپنی بندی کو زنا کرتے ہوئے دیکھے، اے امت محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور میں مونث کا صیغہ تزنی بہ ظاہر درست نہیں ہے، اس کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: تزنی اور اس کا فاعل ہے عبدہ اور وہ مذکر ہے اور یہ بہ ظاہر صحیح نہیں ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ یہ صحیح بخاری کے نسخہ کو نقل کرنے والے کی غلطی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۰۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث میں جو تزنی کا لفظ مذکور ہے یہاں پر مذکر اور مونث دونوں صیغے جائز ہیں، مذکر کا صیغہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ لفظ العبد کی خبر ہے اور مونث کا صیغہ اس اعتبار سے کہ یہ لفظ الامۃ کی خبر ہے اور جب اس حدیث میں مذکر اور مونث دونوں صیغوں کا ذکر کرنا جائز ہے تو پھر حافظ ابن حجر کا یہ کہنا کہ صحیح البخاری کے نسخہ کو نقل کرنے والے نے غلطی سے تزنی لکھ دیا ورنہ یزنی ہونا چاہیے تھا، صحیح نہیں ہے اور صحیح البخاری کے ناقل کی طرف غلطی کی نسبت کرنا بلا وجہ اور بلا سبب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسلانی شافعی نے علامہ عینی کے اس اعتراض کا انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۲۹۸ میں کوئی جواب نہیں لکھا۔

میں کہتا ہوں: ہر چند کہ علم حدیث میں اور روایات کی تحقیق میں حافظ ابن حجر عسقلانی قدم راسخ رکھتے ہیں لیکن صرف اور نحو میں وہ کمزور ہیں، اس لیے علامہ عینی جگہ جگہ ان کی صرفی اور نحوی غلطیاں نکالتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۲۲۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ أَسْمَاءَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ لَا شَيْءَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ وَعَنْ يَحْيَى أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ۔

(سنن ترمذی: ۱۱۶۸، مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۸، ۳۵۱، ۳۵۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ، انہوں نے کہا کہ عروہ بن زبیر نے ان کو حدیث بیان کی از مادر خود حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''کوئی چیز اللہ عزوجل سے زیادہ غیرت والی نہیں ہے''۔ اور یحییٰ سے روایت ہے کہ ابو سلمہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

۵۲۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللهَ يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللهُ۔

(صحیح مسلم: ۲۷۶۱، ۲۷۶۲، مسند احمد: ۹۰۳۸، سنن ترمذی:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابوسلمہ، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ غیرت والا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس پر غیرت آتی ہے کہ مومن وہ کام کرے جس

Marfat.com

کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔

(۱۱۶۸)

۵۲۲۴۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضی الله عنهما قَالَتْ تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ وَمَا لَهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلَا مَمْلُوكٍ وَلَا شَيْءٍ غَيْرَ نَاضِحٍ وَغَيْرَ فَرَسِهِ فَكُنْتُ أَعْلِفُ فَرَسَهُ وَأَسْتَقِي الْمَاءَ وَأَخْرِزُ غَرْبَهُ وَأَعْجِنُ وَلَمْ أَكُنْ أُحْسِنُ أَخْبِزُ وَكَانَ يَخْبِزُ جَارَاتٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ وَكُنَّ نِسْوَةَ صِدْقٍ وَكُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى رَأْسِي وَهِيَ مِنِّي عَلَى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ فَجِئْتُ يَوْمًا وَالنَّوَى عَلَى رَأْسِي فَلَقِيتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَعَانِي ثُمَّ قَالَ إِخْ إِخْ لِيَحْمِلَنِي خَلْفَهُ فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسِيرَ مَعَ الرِّجَالِ وَذَكَرْتُ الزُّبَيْرَ وَغَيْرَتَهُ وَكَانَ أَغْيَرَ النَّاسِ فَعَرَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنِّي قَدِ اسْتَحْيَيْتُ فَمَضَى فَجِئْتُ الزُّبَيْرَ فَقُلْتُ لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَعَلَى رَأْسِي النَّوَى وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَأَنَاخَ لِأَرْكَبَ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ وَعَرَفْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ وَاللهِ لَحَمْلُكِ النَّوَى كَانَ أَشَدَّ عَلَيَّ مِنْ رُكُوبِكِ مَعَهُ قَالَتْ حَتَّى أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ ذَلِكَ بِخَادِمٍ تَكْفِينِي سِيَاسَةَ الْفَرَسِ فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَنِي۔

(صحیح مسلم: ۲۱۸۲، مسند احمد: ۲۷۲۰۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتی ہیں مجھ سے حضرت زبیر نے نکاح کیا اور ان کا زمین کے اوپر کوئی مال تھا نہ کوئی غلام تھا اور نہ کوئی اور چیز تھی سوا ایک پانی لانے والے اونٹ اور ایک گھوڑے کے، سو میں ان کے گھوڑے کے لیے چارا ڈالتی اور پانی پلاتی اور ان کے ڈول کو سیتی اور آٹا گوندھتی اور مجھے اچھی طرح روٹی پکانی نہیں آتی تھی اور انصار کی چند لڑکیاں میرے لیے روٹی پکاتی تھیں اور وہ بہت سچی عورتیں تھیں اور میں حضرت زبیر کی اس زمین سے گٹھلیاں چن کر لاتی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمائی تھی، سو میں ایک دن گٹھلیوں کو اپنے سر پر رکھ کر لا رہی تھی، وہ زمین میرے گھر سے دو میل کے فاصلے پر تھی، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی، اس وقت آپ کے ساتھ انصار کے چند آدمی تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا (پھر اونٹ کو بٹھانے کے لیے) فرمایا: اخ اخ تا کہ آپ مجھے اپنے پیچھے بٹھائیں، پس مجھے اس سے حیاء آئی کہ میں (اجنبی) مردوں کے ساتھ چلوں اور مجھے حضرت زبیر کا خیال آیا اور ان کی غیرت یاد آئی اور وہ تمام لوگوں سے زیادہ غیرت والے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ مجھے حیاء آ رہی ہے تو آپ آگے بڑھ گئے، سو میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو میں نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے اور میرے سر پر گٹھلیاں تھیں اور آپ کے ساتھ آپ کے چند اصحاب تھے، سو آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا تا کہ میں سوار ہوں، سو مجھے اس سے حیاء آئی اور میں نے آپ کی غیرت کو یاد کیا تو حضرت زبیر نے کہا: اللہ کی قسم! تمہارا گٹھلیوں کو اٹھا کر لانا میرے نزدیک اس سے زیادہ سخت تھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہو کر آتیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بتایا حتیٰ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد ایک خادم کو بھیجا

Marfat.com

جو گھوڑے کے انتظامات میں مجھ سے کفایت کرتا تھا، پس گویا کہ اس نے مجھے (گھوڑے کی دیکھ بھال کی مشقت سے) آزاد کر دیا۔

۵۲۲۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِصَحْفَةٍ فِيهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتِ الَّتِي النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِهَا يَدَ الْخَادِمِ فَسَقَطَتِ الصَّحْفَةُ فَانْفَلَقَتْ فَجَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ فِلَقَ الصَّحْفَةِ ثُمَّ جَعَلَ يَجْمَعُ فِيهَا الطَّعَامَ الَّذِي كَانَ فِي الصَّحْفَةِ وَيَقُولُ غَارَتْ أُمُّكُمْ ثُمَّ حَبَسَ الْخَادِمَ حَتَّى أُتِيَ بِصَحْفَةٍ مِنْ عِنْدِ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا فَدَفَعَ الصَّحْفَةَ الصَّحِيحَةَ إِلَى الَّتِي كُسِرَتْ صَحْفَتُهَا وَأَمْسَكَ الْمَكْسُورَةَ فِي بَيْتِ الَّتِي كَسَرَتْ

(سنن ترمذی: ۱۳۵۹، سنن نسائی: ۳۹۵۵، سنن ابوداؤد: ۳۵۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۳۳۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: نبی ﷺ اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے پاس تھے، پس امہات المومنین میں سے کسی نے طعام سے بھرا ہوا پیالہ بھیجا، سو جن کے گھر میں نبی ﷺ تشریف فرما تھے انہوں نے خادم کے ہاتھ پر ضرب لگائی تو پیالہ گر کر کئی ٹکڑے ہو گیا، نبی ﷺ نے ان کے ٹکڑوں کو اکٹھا کیا، پھر اس میں اس طعام کو بھرا جو اس پیالہ میں تھا، پھر آپ فرما رہے تھے: تمہاری ماں کو غیرت آ گئی، پھر آپ نے خادم کو ٹھہرایا، پھر جن کے گھر میں آپ تھے ان کے پاس سے پیالہ لائے، پھر آپ نے ایک صحیح سالم پیالہ ان کے لیے عطا فرمایا جن کا پیالہ توڑ دیا گیا تھا اور ٹوٹا ہوا پیالہ ان کے گھر میں رکھ لیا جنہوں نے پیالہ توڑا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۲۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ أَوْ أَتَيْتُ الْجَنَّةَ فَأَبْصَرْتُ قَصْرًا فَقُلْتُ لِمَنْ هَذَا قَالُوا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَلَمْ يَمْنَعْنِي إِلَّا عِلْمِي بِغَيْرَتِكَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا نَبِيَّ اللهِ أَوَعَلَيْكَ أَغَارُ۔

(صحیح البخاری: ۷۰۲۴، صحیح مسلم: ۲۳۹۴، مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۲، ۳۹۸، فضائل الصحابہ للنسائی: ۱۳۱، ۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابوبکر المقدمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا یا فرمایا: میں جنت میں آیا تو میں نے ایک محل دیکھا، میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ (فرشتوں نے) بتایا، یہ حضرت عمر بن الخطاب کا محل ہے، سو میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا، پھر مجھے اس میں داخل ہونے سے صرف اس چیز نے روکا کہ مجھے تمہاری غیرت کا علم تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر فدا ہو اور میری ماں! اے اللہ کے نبی! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۷۹ میں گزر چکی ہے۔

۵۲۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ جُلُوسٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از زہری، انہوں نے کہا: مجھے ابن المسیب نے خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ،

Marfat.com

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هَذَا قَالُوا هَذَا لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكَى عُمَرُ وَهُوَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ قَالَ أَوَعَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَغَارُ.

(صحیح البخاری: ۷۰۲۳، ۷۰۲۵، صحیح مسلم: ۲۳۹۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۹، فضائل الصحابہ: ۲۷)

انہوں نے کہا: جس وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس اثناء میں میں سویا ہوا تھا اس وقت میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا، وہاں محل کی ایک جانب ایک عورت وضو کر رہی تھی، میں نے اس سے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ (فرشتہ نے) کہا، یہ عمر کا محل ہے، پھر مجھے تمہاری غیرت یاد آئی، پھر میں پیٹھ موڑ کر مڑا تو حضرت عمر روئے اور وہ اس وقت اس مجلس میں تھے، پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۴۲ میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی غیرت کا معنی اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کا مخلوق کی غیرت کے مشابہ نہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان احادیث میں اللہ تعالیٰ کی جس غیرت کا ذکر ہے یہ مخلوق کی غیرت کی مثل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے نقص کی صفات جائز نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کے مشابہ نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفت میں غیرت کا معنی ہے: بے حیائی کے کاموں سے منع کرنا اور ان پر ڈانٹنا اور ان کو حرام قرار دینا، کیونکہ غیور وہ ہوتا ہے جو ان کاموں سے منع کرے جن پر غیرت آتی ہے اور نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ مومن وہ کام نہ کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، یہی اللہ تعالیٰ کی غیرت ہے (صحیح البخاری: ۵۲۲۳) اور حضرت سعد کی روایت میں ہے کہ میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۴۱۶)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سعد محارم (حرام کاموں) سے بہت زیادہ منع کرنے والے ہیں اور میں سعد سے زیادہ محارم سے منع کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں سے زیادہ منع کرنے والا ہے جن کا کرنا حلال نہیں ہے، اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری ماں کو غیرت آ گئی''۔ (صحیح البخاری: ۵۲۲۵) یعنی تمہاری ماں کو اس پر غیرت آئی کہ ان کی سوکن نے ان کی باری کے دن اپنا ہدیہ بھیجا اس لیے انہوں نے ان کے ہدیہ کے پیالہ کو ہاتھ مار کر توڑ ڈالا۔

بیوی پر مرد کے گھریلو پُر مشقت کاموں کا لازم نہ ہونا اور تبرعاً اور احساناً کرنے کا جواز

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: علامہ نووی نے یہ نقل کیا ہے کہ عورت کا گھوڑے کی دیکھ بھال کرنا اور چمڑے کے ڈول کو سینا اور اس قسم کے گھریلو کام کرنا عورت کے ذمہ لازم نہیں ہیں سوا اس کے کہ عورت تبرعاً اور استحساناً یہ خدمات انجام دے جیسے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا یہ گھریلو خدمات انجام دیتی تھیں۔

علامہ ابن حبیب نے کہا ہے: اسی طرح مرد کے لیے کپڑے بننا اور سلائی کڑھائی کرنا بیوی پر کسی حال میں بھی لازم نہیں ہے سوا اس کے کہ عورت استحساناً یہ خدمات انجام دے اور مرد جب تنگ دست ہو تب بھی اس پر بیوی سے خدمت لینا جائز نہیں ہے۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جب کوئی معزز عورت اپنے خاوند کی خدمت کرے اور اس کے لیے کھجور کی گٹھلیاں سر پر رکھ کر لائے اور اس کے گھوڑے کی دیکھ بھال کرے تو اس کے باپ کے لیے اور

سلطان کے لیے ان کاموں سے منع کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ المہلب کا عورتوں کے پردے کے حکم کو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے ساتھ مخصوص کرنا اور اس پر مصنف کا تعاقب

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی اجنبی مرد کا کسی عورت کو اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھانا جائز ہے جب کہ دوسرے اجنبی لوگ بھی ہوں، اور اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے پردہ کیا تھا اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پردہ کرنے کا حکم دیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ پردہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر فرض ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى۔ (الاحزاب: ۳۳۔۳۲)

اے نبی کی بیویو! تم (عام) عورتوں میں سے کسی ایک کی (بھی) مثل نہیں ہو، بہ شرطیکہ تم اللہ سے ڈرتی رہو، سو کسی سے لچک دار لہجہ میں بات نہ کرنا کہ جس کے دل میں بیماری ہو وہ کوئی (غلط) امید لگا بیٹھے اور دستور کے مطابق بات کرنا ○ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرنا۔

میں کہتا ہوں: علامہ المہلب مالکی نے یہ درست نہیں لکھا کہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر پردہ فرض ہے بلکہ تمام مسلمان عورتوں پر فرض ہے کہ وہ اجنبی مردوں سے پردہ کریں اور حجاب میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۵۹)

اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہیے کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (اپنے منہ پر) لٹکا لیا کریں، یہ اس کے بہت قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے (کہ یہ آزاد عورتیں ہیں) تو ان کو ایذا نہ دی جائے، اور اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا

اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود بہ خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں، اور اپنی زیبائش کو صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں، یا اپنے باپ دادا پر، یا اپنے شوہروں کے باپ دادا پر، یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی مملوکہ باندیوں (نوکرانیوں) پر یا اپنے نوکروں پر جن کو عورتوں کی شہوت نہ ہو یا ان

Marfat.com

يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۚ وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (النور: ۳۱)

لڑکوں پر جو عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں اور (عورتیں) اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان کے پاؤں کی زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ چھپائے رکھتی ہیں، اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ ○

الاحزاب: ۵۹ اور النور: ۳۱، میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو صراحتاً پردہ کرنے کا حکم دیا ہے، پھر حیرت ہے کہ علامہ المہلب مالکی ان واضح نصوص سے بے خبر رہے اور انہوں نے یہ غلط بات کہی کہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو پردہ کرنے کا حکم ہے اور مسلمان عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم نہیں ہے جب کہ ان دو آیتوں میں واضح طور پر مسلمان عورتوں کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے۔

بیوی کا مرد کے گھریلو کام کرنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی مرد کی بیوی پر خدمت کرنا دشوار ہو خصوصاً جب کہ وہ معزز خاندان کی ہو تو اس پر مرد کو غیرت آتی ہے اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی حضرت اسماء کا پر مشقت کام کرنا اور گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنا اور ان کا چارہ اٹھا کر لانا ناگوار ہوا لیکن آپ نے اس بات پر حضرت زبیر کو ملامت نہیں کی کیونکہ آپ کو علم تھا کہ حضرت اسماء خوشی سے یہ پر مشقت کام کرتی تھیں۔

بیویوں کی کج روی پر صبر کرنے کی تلقین

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی نے اپنی سوکن کا جو پیالہ توڑ دیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ بیویوں کی بداخلاقی اور ان کی کج روی پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملامت نہیں کی اور نہ ان کو ڈانٹا اور اس کے سوا اور کچھ نہیں فرمایا کہ تمہاری ماں کو غیرت آ گئی ہے اور ہم اس سے پہلے ''کتاب المظالم'' اور ''کتاب الغصب'' میں اس حدیث کی شرح میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ ایسی صورت میں پیالہ توڑنے والی پر آیا تاوان لازم آتا ہے یا نہیں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۸۵۔ ۲۸۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۰۹۔ بَابٌ: غَيْرَةِ النِّسَاءِ وَوَجْدِهِنَّ

عورتوں کا غم وغصہ اور ان کی ناراضگی

۵۲۲۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى قَالَتْ فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ فَقَالَ أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكِ تَقُولِينَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى قُلْتِ لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ قَالَتْ قُلْتُ أَجَلْ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ

(صحیح البخاری: ۶۰۷۸، صحیح مسلم: ۲۴۳۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۰، ص ۱۶، ص ۲۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے علم ہو جاتا ہے کہ تم کب مجھ سے راضی ہوتی ہو اور کب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو''، میں نے عرض کیا: آپ کو یہ کیسے معلوم ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو: رب محمد کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: رب ابراہیم کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: یہ ٹھیک ہے اور اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں صرف آپ کے اسم کو ترک کرتی ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۲۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۵۲۲۹۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ كَمَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِيَّاهَا وَثَنَائِهِ عَلَيْهَا وَقَدْ أُوحِيَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ لَهَا فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ

(صحیح البخاری: ۶۰۰۴، ۷۴۸۴، صحیح مسلم: ۲۴۳۵، سنن ترمذی: ۲۰۱۷، سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۷، مسند احمد ج۶ ص ۵۸، ۲۰۲، ۲۷۸، فضائل الصحابہ للنسائی: ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ کی کسی زوجہ پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی غیرت مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان کا بہت زیادہ ذکر کرتے تھے اور ان کی بہت تعریف اور تحسین کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ وحی کی گئی کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ان کے لیے موتیوں کے گھر کی خوش خبری دیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۱۶ میں گزر چکی ہے۔

بیویوں کی جفا پر صبر کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بیویوں کی جفا اور غیرت پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ یہ چیز ان کی فطرت میں داخل ہے اور وہ اپنے آپ کو اس سے باز رکھنے پر قادر نہیں ہیں اس لیے آپ نے ان کی جفا پر صبر کیا اور ان کو اس میں معذور قرار دیا۔

مخلوق کے اسم کا مسمیٰ کا غیر ہونا اور اللہ عزوجل کے اسم کا مسمیٰ کا عین ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! میں صرف آپ کے اسم کو چھوڑتی ہوں یعنی آپ کی ذات کو نہیں چھوڑتی، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مخلوق میں اسم مسمیٰ کا غیر ہوتا ہے لیکن اللہ عزوجل کا اسم مسمیٰ کا عین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔ (الشوریٰ: ۱۱) — اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ (الاخلاص: ۴) — اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے ۝

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی ضد نہیں ہے کیونکہ ایک ضد کا حکم دوسری ضد کے حکم سے معلوم ہو جاتا ہے، پس جب اللہ تعالیٰ کی کوئی مثال ہے اور نہ اس کی کوئی ضد ہے جس سے اس کے اسم پر استدلال کیا جائے اور اس کا اسم مسمیٰ کا غیر ہے تو ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اسم مسمیٰ کا غیر ہے بلکہ اس کا اسم اس کی ذات کا عین ہے کیونکہ اہلسنت و جماعت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ بھی موجود ہے اور انسان بھی موجود ہے حالانکہ دونوں کے وجود میں زمین اور آسمان سے زیادہ فرق ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۸۸۔۲۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

١١٠- بَابُ: ذَبِّ الرَّجُلِ عَنِ ابْنَتِهِ فِي الْغَيْرَةِ وَالْإِنْصَافِ

مرد کا اپنی بیٹی سے غیرت کو دور کرنا اور اس کے لیے انصاف مہیا کرنا

٥٢٣٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُوا فِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَلَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَإِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّي يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا.

(صحیح البخاری: ٥٢٧٨، صحیح مسلم: ٢٤٤٩، سنن ابو داؤد: ٢٠٦٩، سنن ابن ماجہ: ١٩٩٨) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک بنو ہشام بن المغیرۃ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا علی بن ابی طالب سے نکاح کر دیں، سو میں اجازت نہیں دیتا، پھر میں اجازت نہیں دیتا، پھر میں اجازت نہیں دیتا سوا اس کے کہ ابو طالب کا بیٹا میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے، پس وہ صرف میرے جسم کا ٹکڑا ہے مجھے وہ چیز بری لگتی ہے جو اس کو بری لگتی ہے اور مجھے وہ چیز تکلیف دیتی ہے جو اس کو تکلیف دیتی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٩٢٦ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام نافذ کرنے کا اختیار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ٤٤٩ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات ان چیزوں کا حکم فرماتے تھے جن کی تحریم آپ پر نازل نہیں ہوئی تھی اور جو چیز حلال ہوتی تھی آپ اس سے بھی منع فرما دیتے تھے کیونکہ اس سے مستقبل میں کسی ضرر کا اندیشہ ہوتا تھا۔

ابو جہل کی بیٹی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح میں جمع نہ کرنے کی حکمت

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ابو جہل کی بیٹی اگرچہ مسلمان تھی لیکن اس کا باپ اللہ کا دشمن تھا، اس سبب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی کے مرتبہ کو کم قرار دیا کہ وہ آپ کی بیٹی کے مرتبہ میں ہو۔

جب دو عورتیں مساوی نہ ہوں تو اعلیٰ کی اجازت کے بغیر ادنیٰ کو اس کی سوکن بنانے کی ممانعت

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ باندی اور آزاد عورت کو ایک مرد کے نکاح میں جمع نہ کیا جائے سوا اس کے کہ آزاد عورت اس نکاح پر راضی ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دشمن کی بیٹی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا کفو قرار نہیں دیا، اسی طرح جب دو عورتوں میں سے ایک باندی ہو اور دوسری آزاد ہو تو وہ بھی ایک دوسری کی کفو نہیں ہوں گی اور آزاد عورت کی رضا کے بغیر ان کو نکاح میں جمع نہیں کیا جائے گا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ابو جہل کی بیٹی کو اپنی سوکن بنانے پر راضی ہوتیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس کے ساتھ نکاح کرنے سے منع نہ فرماتے کیونکہ آپ نے فرمایا: "مجھے وہ چیز تکلیف دیتی ہے جو اسے تکلیف دیتی ہے اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ اس نکاح

Marfat.com

سے اس کا دین آزمائش میں پڑے گا''۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۸۹۔۲۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۱۱۔ بَابُ: يَقِلُّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرُ النِّسَاءُ

مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت

وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَتَرَى الرَّجُلَ الْوَاحِدَ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ۔

اور حضرت ابو موسیٰ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور تم دیکھو گے کہ چالیس عورتیں ایک مرد کی اتباع کریں گی اور اس کی پناہ میں رہیں گی کیونکہ مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان چالیس عورتوں سے مراد اس کی بیویاں ہیں اور باندیاں ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اس کی بیٹیاں اور بہنیں ہیں اور فتنوں اور جنگوں کی کثرت کی وجہ سے مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی۔

۵۲۳۱۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْحَوْضِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا يُحَدِّثُكُمْ بِهِ أَحَدٌ غَيْرِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ وَيَكْثُرَ الزِّنَا وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ۔

(صحیح البخاری: ۸۰، ۵۵۷۷، ۶۰۸۰، صحیح مسلم: ۲۶۷۱، سنن ترمذی: ۲۲۰۵، سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر الحوضی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: میں تمہیں ضرور ایک حدیث بیان کروں گا جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے میرے سوا کوئی اور شخص تمہیں وہ حدیث بیان نہیں کرے گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہل زیادہ ہوگا اور کثرت سے زنا کیا جائے گا اور کثرت سے انگوری شراب پی جائے گی اور مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی حتیٰ کہ پچاس (۵۰) عورتوں کا ایک مرد منتظم ہوگا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۰ میں گزر چکی ہے۔

عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت کا زمانہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب فتنہ عام ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کو اور اولیاء کو جدا کر لے گا حتیٰ کہ زمین منافقین اور فتنہ پرور لوگوں سے بھر جائے گی حتیٰ کہ اس دن ایک مرد کی پناہ میں پچاس عورتیں ہوں گی، ایک کہے گی: اے اللہ کے بندے! مجھے پردے میں رکھو اور دوسری کہے گی: اے اللہ کے بندے! مجھے اپنی پناہ میں رکھو۔

(تہذیب الکمال: ۸۳۱۳) (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۱۲۔ بَابُ: لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا ذُو مَحْرَمٍ وَالدُّخُولُ عَلَى الْمُغِيبَةِ

محرم کے سوا مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہے اور غائبہ عورت پر داخل ہونے کا حکم

۵۲۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث

Marfat.com

يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ۔

(صحیح مسلم: ۲۱۷۲، سنن ترمذی: ۱۱۷۱، مسند احمد: ۱۷۳۵۲)

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے بچو، انصار کے ایک مرد نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ بتایئے دیور کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ''دیور موت ہے''۔

۵۲۳۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً وَاكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا قَالَ ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ

(صحیح مسلم: ۱۳۴۱، سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۰، مسند الحمیدی: ۴۶۸، مسند احمد: ۱۹۳۴، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از ابو معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: محرم کے سوا کوئی مرد ہرگز (اجنبی) عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے، پس انصار کے ایک مرد نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی حج کرنے گئی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے، آپ نے فرمایا: واپس آجاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اس حدیث کی شرح: ۱۸۶۲ میں گزر چکی ہے۔

اَلْحَمْوُ الموت کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دیور موت ہے''۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس عورت کا شوہر غائب ہو اس کے پاس اس کا کوئی سسرالی رشتہ دار بھی نہ آئے کیونکہ دیور غیر محرم ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے ساتھ تنہائی میں صرف محارم کے ملنے کی اجازت دی ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے اسی طرح کہا ہے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جن عورتوں کے خاوند غائب ہوں ان کے پاس آنے سے پرہیز کرو، سنو! اللہ کی قسم! جب کوئی مرد دوسری عورت پر داخل ہوتا ہے تو اس کا آسمان سے زمین پر گر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ اس کے ساتھ زنا کرے، پس شیطان مسلسل ان کو وسوسہ میں ڈالتا رہتا ہے حتیٰ کہ ان کو ایک بستر پر جمع کر دیتا ہے۔

امام طبری نے کہا: عرب کے نزدیک الحمو اس کو کہتے ہیں جو شوہر کی طرف سے اس کا بھائی ہو یا باپ ہو یا چچا ہو۔ یہ سب الاحماء ہیں۔ ثعلب نے کہا: میں نے ابن الاعرابی سے پوچھا کہ الحمو الموت کا کیا معنی ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ کلمہ ایسا ہے جیسے عرب کہتے ہیں: اَلْاَسَدُ الموتُ یعنی شیر سے ملنا موت ہے اور جیسے کہتے ہیں: اَلسُّلْطَانُ نَارٌ یعنی سلطان آگ کی مثل ہے۔

Marfat.com

جہاد سے زیادہ بیوی کو حج کرانا اہم ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور ہے کہ جہاد کو چھوڑ کر بیوی کو حج کرائے کیونکہ اس پر بیوی کو پردہ میں رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا فرض ہے کیونکہ جہاد تو اس کے علاوہ دوسرے مسلمان بھی کر سکتے تھے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صحابی کو یہ حکم دیا کہ وہ جہاد کو چھوڑ کر بیوی کو حج کرائے، کیونکہ اس کی بیوی کے علاوہ اس کے لیے سفر میں اور رات کے وقت اس کے پردہ اور اس کی حفاظت کرنے والا اور کوئی نہیں تھا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۹۳۔۲۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۱۳۔ بَابُ: مَا يَجُوزُ أَنْ يَخْلُوَ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ عِنْدَ النَّاسِ

لوگوں کے سامنے عورت سے تنہائی میں ملنے کا جواز

۵۲۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَخَلَا بِهَا فَقَالَ وَاللهِ إِنَّكُنَّ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ

(صحیح البخاری: ۶۶۴۵، صحیح مسلم: ۲۵۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے ایک طرف ہو کر تنہائی میں اس سے بات کی، پھر فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک تم لوگ (یعنی انصار) مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۸۶ میں گزر چکی ہے۔

عالم دین کا تنہائی میں اجنبی عورت سے بات کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ عالم اور نیک مرد کے لیے لوگوں کے سامنے لوگوں سے ایک طرف ہو کر تنہائی میں کسی اجنبی عورت سے باتیں کرنا جائز ہے تا کہ وہ عالم سے دینی مسائل پوچھے اور اپنے خوانگی معاملات کے متعلق سوالات کرے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سامنے اس عورت سے بات کی۔ اس کا محمل یہ ہے کہ لوگوں سے ایک طرف ہٹ کر آپ نے تنہائی میں اس عورت سے بات کی۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۱۴۔ بَابُ: مَا يُنْهَى مِنْ دُخُولِ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْمَرْأَةِ

جو ہیجڑے عورتوں کے مشابہ ہوں ان کے عورتوں کے پاس آنے کی ممانعت

۵۲۳۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ عِنْدَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از زینب بنت ام سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ

وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ فَقَالَ الْمُخَنَّثُ لِأَخِي أُمِّ سَلَمَةَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ إِنْ فَتَحَ اللهُ لَكُمُ الطَّائِفَ غَدًا أَدُلُّكَ عَلَى بِنْتِ غَيْلَانَ فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَدْخُلَنَّ هٰذَا عَلَيْكُمْ.

(صحیح البخاری: ۵۸۸۷، صحیح مسلم: ۲۱۸۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۲۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۲، مسند الحمیدی: ۲۹۷، مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۸۲۶۳)

بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ ان کے پاس موجود تھے، اس وقت گھر میں ایک ہیجڑا تھا، اس ہیجڑے نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کل طائف کو فتح کر دیا تو میں غیلان کی بیٹی کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں گا، وہ جب سامنے آتی ہے تو (موٹاپے کی وجہ سے) اس کی چار سلوٹیں پڑ جاتی ہیں اور جب وہ پیچھے جاتی ہے تو آٹھ سلوٹیں ہو جاتی ہیں، پھر نبی ﷺ نے (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: یہ تمہارے پاس نہ آیا کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔

ہیجڑہ کو عورتوں کے پاس آنے سے ممانعت کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اصل نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ "کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ مباشرت نہ کرے، پھر وہ اپنے خاوند کے سامنے اس کو بیان کرے گویا کہ خاوند نے اس کو دیکھ لیا ہو"۔ پھر جب نبی ﷺ نے سنا کہ وہ ہیجڑا طائف کی عورت کے اوصاف بیان کر رہا ہے تو آپ نے اس کو ازواج کے سامنے آنے سے منع فرما دیا۔
(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۱۵۔ بَابُ: نَظَرِ الْمَرْأَةِ إِلَى الْحَبَشِ وَنَحْوِهِمْ مِنْ غَيْرِ رِيبَةٍ

جب فتنہ کا خطرہ نہ ہو تو عورتوں کا حبشیوں وغیرہ کی طرف دیکھنا

۵۲۳۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ عَنْ عِيسَى عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّتِي أَسْأَمُ فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ الْحَرِيصَةِ عَلَى اللَّهْوِ

(صحیح مسلم: ۸۹۲، سنن نسائی: ۱۵۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی از عیسیٰ از الاوزاعی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ مجھے اپنی چادر میں چھپا رہے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی جو مسجد میں کھیل رہے تھے (یعنی نیزوں سے جہاد کی مشق کر رہے تھے) حتیٰ کہ میں اکتا گئی، پس تم اندازہ کرو کہ کم عمر لڑکی کھیل کود دیکھنے کی کس قدر شوقین ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن بطال کی تحقیق کے مطابق عورتوں کا اجنبی مردوں کے لہو ولعب کی طرف دیکھنے کا جواز اور اس کے خلاف ابن شہاب کی روایت کا رد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا لہو ولعب کی طرف دیکھنا جائز ہے خصوصاً جب کہ وہ عورتیں کم عمر ہوں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی کم عمری کی وجہ سے اجنبی مردوں کے کھیل کی طرف دیکھنے سے معذور قرار دیا۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب فتنہ کا خطرہ نہ ہو تو عورت کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا جائز ہے کیونکہ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ شہادت دینے کے لیے عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ اور امام بخاری نے اس حدیث سے ابن شہاب کی درج ذیل روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے:

از ابن شہاب از نبہان مولیٰ ام سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، اس اثناء میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی اور وہ نابینا تھے تو آپ نے ہم دونوں سے فرمایا: ''تم حجاب میں چلی جاؤ''۔ تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ یہ ہم کو نہیں دیکھ رہے ہیں، آپ نے پوچھا: ''کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟''۔ (سنن ابوداؤد: ۴۱۱۲، سنن ترمذی: ۲۷۷۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۲۴۱، صحیح ابن حبان: ۵۵۷۵)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس حدیث سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ نبہان ائمہ رجال کے نزدیک معروف نہیں ہے اور اس سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں، ایک یہ حدیث ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ مکاتب کو اس کی مالکہ سے پردہ میں رہنا چاہیے، لہٰذا نبہان کی روایت احادیث صحیحہ ثابتہ کے معارض نہیں ہوسکتی اور نہ اجماع علماء کے معارض ہوسکتی ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن کی تحقیق کے مطابق عورتوں کا اجنبی مردوں کے لہو ولعب کی طرف دیکھنے کا عدم جواز اور علامہ ابن بطال کی تحقیق کا سنن کی روایت سے رد اور حضرت عائشہ کے مردوں کے لہو ولعب دیکھنے کی متعدد توجیہات

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد المعروف بابن ملقن الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: ان احادیث میں تعارض نہیں ہے بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر محمول ہے کہ وہ اس وقت کم عمر تھیں اس لیے ان کے حبشیوں کے کھیل کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا، یا اس وجہ سے کہ عید کے تہوار کے دن اتنی رخصت دی جاتی ہے جو اور دنوں میں رخصت نہیں دی جاتی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا ابن شہاب کی روایت سے منسوخ ہونا بعید ہے اگرچہ وہ حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے جیسا کہ امام ابوداؤد نے اس کی روایت کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اوائل ہجرت سے متعلق ہے یا اس کا محمل یہ ہے کہ وہ حبشی اس وقت بچے تھے یا یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت تھی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۱۴۲-۱۴۱، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

مصنف کی تحقیق کے مطابق عورتوں کا اجنبی مردوں کے لہو ولعب کے دیکھنے کا جواز اور علامہ ابن ملقن کی پیش کردہ سنن کی روایت کا صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح اور مسند احمد کی احادیث سے رد بلیغ اور صحیح بخاری کی روایت کی تائید

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم عبداللہ ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزار سکتی ہو، وہ نابینا ہے تم کو نہیں دیکھ سکے گا، اس سے معلوم ہوا کہ ابن شہاب کی اول الذکر روایت مرجوح ہے، اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے بتایا

Marfat.com

کہ حضرت ابوعمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق مغلظہ دے دی اور وہ اس وقت غائب تھیں، پھر انہوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی طرف اپنے وکیل کو جو دے کر بھیجا، پس حضرت فاطمہ اس پر ناراض ہوئیں تو ان کے شوہر نے کہا: اللہ کی قسم! تمہارے لیے ہم پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، پھر حضرت فاطمہ بنت قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارا ان پر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے، پھر آپ نے ان کو حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا، پھر آپ نے فرمایا: اس خاتون کا گھر تو میرے اصحاب سے بھرا رہتا ہے، تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو وہ نابینا مرد ہے، تم اپنے کپڑے اتار کر رکھ سکتی ہو، پھر جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے مطلع کرنا، حضرت فاطمہ نے بتایا: جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اور حضرت ابوجہم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہے ابوجہم تو وہ اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا اور رہے معاویہ تو وہ مفلس ہیں ان کے پاس مال نہیں، سو تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو میں نے انہیں ناپسند کیا تو آپ نے پھر فرمایا: تم اسامہ سے نکاح کر لو، سو میں نے ان سے نکاح کر لیا، سو اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں خیر رکھی اور مجھ پر رشک کیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۸۰، سنن ابوداؤد: ۲۲۸۴، سنن ترمذی: ۱۱۳۵، سنن نسائی: ۳۲۴۲، مسند احمد: ۲۷۳۹۶)

۱۱۶۔ بَابُ: خُرُوجِ النِّسَاءِ لِحَوَائِجِهِنَّ

خواتین کا اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر نکلنا

۵۲۳۷۔ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ لَيْلًا فَرَآهَا عُمَرُ فَعَرَفَهَا فَقَالَ إِنَّكِ وَاللّٰهِ يَا سَوْدَةُ مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا فَرَجَعَتْ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ وَهُوَ فِي حُجْرَتِي يَتَعَشّٰى وَإِنَّ فِي يَدِهِ لَعَرْقًا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَرُفِعَ عَنْهُ وَهُوَ يَقُولُ قَدْ أَذِنَ اللّٰهُ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ

(صحیح البخاری: ۶۲۴۰، صحیح مسلم: ۲۱۷۰، مسند احمد ج ۶ ص ۵۶، ۲۷۱،۲۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروۃ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات حضرت سودۃ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا گھر سے باہر نکلیں تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر پہچان لیا، پس کہا: بے شک آپ اللہ کی قسم! ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتیں، حضرت سودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گئیں اور آپ سے اس کا ذکر کیا اور اس وقت آپ میرے حجرہ میں رات کا کھانا کھا رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی، پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی، جب وحی نازل ہو چکی تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہڈی پھینک دی اور آپ فرما رہے تھے: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی ضروریات میں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

عورت کے گھر سے باہر نکلنے کی جائز صورتیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورت کے لیے (باپردہ ہو کر) اپنی تمام ضروریات میں گھر سے باہر جانا جائز ہے مثلاً اس اپنے ماں باپ کی زیارت کرنی ہو یا محارم یا دیگر رشتہ داروں سے ملنا ہو یا مساجد میں نماز کے لیے جانا ہو یا حج اور عمرہ کے لیے جانا

Marfat.com

یا ضرورت کے وقت جہاد کے لیے جانا ہو تو اس کے لیے ان تمام امور میں گھر سے باہر جانا جائز ہے۔
(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ حج، عمرہ اور جہاد میں سفر شرعی کی وجہ سے محرم کا ساتھ ہونا فرض ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۱۷- بَابٌ: اِسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ
عورت کا اپنے خاوند سے مسجد وغیرہ جانے کی اجازت طلب کرنا

۵۲۳۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا۔
(صحیح مسلم: ۴۴۲، سنن ترمذی: ۵۷۰، سنن نسائی: ۷۰۶، سنن ابو داؤد: ۵۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کی اجازت طلب کرے تو وہ اس کو منع نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۶۵ میں گزر چکی ہے۔

امام اعظم کا عورتوں کے مساجد میں جانے کے متعلق نظریہ اور مصنف کے اس پر دلائل

میں کہتا ہوں: امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف بوڑھی عورتوں کا فجر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھنے کے لیے مسجد میں جانا جائز ہے کیونکہ فجر کے وقت اوباش لوگ ابھی سو کر نہیں اٹھتے اور مغرب کے وقت وہ کھانے پینے میں مشغول ہوتے ہیں اور عشاء سے پہلے سو جاتے ہیں، اس لیے ان اوقات میں بوڑھی عورتوں کو مسجد میں جانے میں کوئی خطرہ نہیں ہے اور ظہر اور عصر کے وقت اوباش لوگ گلیوں اور بازاروں گھومتے پھرتے رہتے ہیں، لہٰذا ان کے اوقات میں ان کا گھر سے باہر نکلنا خطرہ سے خالی نہیں، اس لیے بوڑھی عورتوں کو دن میں گھر سے باہر نکلنے سے امام ابوحنیفہ نے منع فرمایا ہے، اور جوان عورتوں کو فجر، مغرب اور عشاء میں بھی مسجد میں جانے کی اجازت نہیں کیونکہ اگر اوباش لوگوں کو پتا چل جائے کہ ان اوقات میں جوان عورتیں گھر سے نکلتی ہیں تو وہ جوان عورتوں کو چھیڑنے اور بدمعاشی کرنے کی خاطر کھانا، پینا اور سونا بھی چھوڑ دیں گے، اس لیے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جوان عورتوں کو مسجد میں جانے سے مطلقاً منع فرمادیا اور بوڑھی عورتوں کو فجر، مغرب اور عشاء میں مسجد میں جانے کی اجازت دی، ہر چند کہ با جماعت نماز کے لیے مسجد میں جانا سنت مؤکدہ ہے لیکن عورت کے لیے اپنی عفت اور عصمت کی حفاظت کرنا سب سے اہم فرض ہے اور جب سنت اور فرض کے درمیان کوئی امر دائر ہو تو فرض کی ادائیگی کو سنت پر ترجیح دی جائے گی اور اگر سنت پر عمل کرنے سے حرام کے وقوع کا خطرہ ہو تو پھر سنت کو ترک کر دیا جائے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کی اجازت طلب کرے تو اس کا خاوند اسے منع نہ کرے تو امام اعظم ابوحنیفہ کا اس حدیث کے خلاف عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کرنا کس طرح درست ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کرنا بھی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہے، حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ایجاد کردہ بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے تو ان کو مسجد میں آنے سے اس طرح منع فرما دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کر دیا گیا تھا۔
(صحیح البخاری: ۸۶۹، صحیح مسلم: ۴۴۵، مسند احمد: ۲۶۰۴۱)

یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے زمانہ کے بناؤ سنگھار کا ذکر کیا ہے اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس زمانہ کی عورتوں کے بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتیں جو برقع اتار چکی ہیں اور دوپٹہ کو اسکارف کی طرح گلے میں ڈالتی ہیں، بغیر آستینوں کی قمیصیں پہنتی ہیں اور ان کا لباس تنگ، چست اور نیم عریاں ہوتا ہے، سر کے بال کٹے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ بازاروں اور مارکیٹوں میں گھومتی پھرتی ہیں اور اپنے حسن و جمال اور بدن کے نشیب و فراز کی نمائش کرتی ہیں، ان کا لباس کپڑے کی صنعت کے خلاف اعلان جنگ ہوتا ہے، سو ایسی عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے، ان کا مساجد میں جانا دوسرے پاک باز اور متقی نمازیوں کے لیے باعث فتنہ اور آزمائش ہوگا، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں ان کی دور رس نگاہوں اور ژرف بین نظروں نے اب سے بہت پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں ان خطرات کو بھانپ لیا تھا، اس لیے انہوں نے جوان عورتوں کو مطلقاً مساجد میں جانے سے منع کر دیا اور بوڑھی عورتوں کو صرف فجر، مغرب اور عشاء میں نماز کے لیے مسجد میں جانے کی اجازت دی۔

۱۱۸۔ بَابُ: مَا يَحِلُّ مِنَ الدُّخُولِ وَالنَّظَرِ إِلَى النِّسَاءِ فِي الرَّضَاعِ

دودھ کے رشتوں سے جن لوگوں کا عورتوں کے پاس آنا اور ان کو دیکھنا جائز ہے

۵۲۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰه عنها أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّهُ عَمُّكِ فَأْذَنِي لَهُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم إِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ قَالَتْ عَائِشَةُ وَذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ۔

(صحیح البخاری: ۲۱۵۶، صحیح مسلم: ۱۴۴۵، سنن ترمذی: ۱۱۴۸، سنن نسائی: ۳۳۱۰، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی تھیں کہ میرے دودھ شریک چچا آئے، انہوں نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے ان کو اجازت دینے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر لوں، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: بے شک وہ تمہارے چچا ہیں تم ان کو اجازت دو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے تو صرف عورت نے دودھ پلایا تھا اور مجھے مرد نے دودھ نہیں پلایا تھا، حضرت عائشہ نے بتایا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک وہ تمہارے چچا ہیں، پس وہ تمہارے پاس آئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ہم پر حجاب کے احکام نازل ہو چکے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو رشتے ولادت سے حرام ہوتے ہیں وہ رشتے

Marfat.com

رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۴۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کے سبب سے عورت میں جو دودھ اترتا ہے اس سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور اس کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۵۱۰۳، ۵۱۱۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۹۔ بَابٌ: لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا

کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ برہنہ نہ چپکے یا چمٹے، پھر وہ اپنے خاوند سے اس کی صفت بیان کرے

۵۲۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۴۱، سنن ترمذی: ۲۷۹۲، سنن ابوداؤد: ۲۱۵۰، مسند احمد: ۳۶۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ برہنہ نہ چمٹے، پھر اپنے خاوند سے اس کی صفت اس طرح بیان کرے گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہو۔

خاوند کے سامنے دوسری عورت کی شکل وصورت بیان کرنے کی ممانعت اور حکمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابوالحسن بن القابسی نے کہا ہے: یہ حدیث ارتکاب حرام کے ذرائع کے سد باب میں بہت زیادہ واضح ہے کیونکہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کے سامنے دوسری عورت کے حسن و جمال کو بیان کرے گی تو اس میں فتنہ کا خطرہ ہے اور یہ اس عورت کی طلاق کا سبب ہوگا اور اگر وہ دوسری عورت بے نکاح ہو تو یہ اس سے نکاح کا سبب ہوگا اور اگر وہ دوسری عورت شادی شدہ ہو تو وہ اس کے شوہر سے بغض کا سبب ہوگا اور اگر اس کی بیوی نے دوسری عورت کی بدصورتی بیان کی تو یہ غیبت ہوگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو بھی مرد کے ساتھ برہنہ چمٹنے سے منع فرمایا ہے۔

عورت کی عورت اور مرد کی مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں ایک دوسرے کے ساتھ برہنہ چمٹنے کی ممانعت اور مصافحہ کے جواز کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو مرد کے ساتھ برہنہ چمٹنے سے منع فرمایا اور اسی طرح عورت کو عورت کے ساتھ برہنہ چمٹنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۴، صحیح ابن حبان: ۵۵۸۲، المستدرک ج ۴ ص ۲۸۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ کپڑے میں چمٹے اور عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں چمٹے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۶)

اس کا معنی یہ ہے کہ ایک کا جسم دوسرے کے جسم کے ساتھ ملا ہوا ہو لیکن اگر جسم کا ایک حصہ دوسرے کے جسم کے کسی حصے کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو تو یہ جائز ہے جیسا کہ مصافحہ میں ہوتا ہے۔

حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مصافحہ

Marfat.com

کرتے ہیں تو ان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں''۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۱۲، سنن ترمذی: ۲۷۲۷، سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہاری آپس میں تحیت اور تعظیم مصافحہ ہے''۔ (سنن ترمذی: ۲۷۳۱، مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۸۵۴) (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۹۸۔ ۲۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۵۲۴۱۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ نہ چمٹے اور پھر اپنے خاوند کے سامنے اس کی صفت اس طرح بیان کرے جیسا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہو۔

اس حدیث کی تشریح کے لیے حدیث سابق کا مطالعہ کریں۔

۱۲۰۔ بَابٌ: قَوْلِ الرَّجُلِ لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى نِسَائِي

مرد کا یہ کہنا کہ آج رات میں اپنی تمام ازواج کے پاس جاؤں گا

۵۲۴۲۔ حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ بِمِائَةِ امْرَأَةٍ تَلِدُ كُلُّ امْرَأَةٍ غُلَامًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ قُلْ إِنْ شَاءَ اللهُ فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ فَأَطَافَ بِهِنَّ وَلَمْ تَلِدْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ نِصْفَ إِنْسَانٍ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللهُ لَمْ يَحْنَثْ وَكَانَ أَرْجَى لِحَاجَتِهِ.

(صحیح البخاری: ۶۶۳۹، ۶۷۲۰، ۷۴۶۹، صحیح مسلم: ۱۶۵۴، سنن ترمذی: ۱۵۳۲، سنن نسائی: ۳۸۳۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کہا: میں آج رات سو عورتوں کے پاس جاؤں گا اور ان میں سے ہر ایک سے ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا، ان سے فرشتہ نے کہا: آپ ان شاء اللہ کہیے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ نہ کہا اور بھول گئے۔ وہ اپنی تمام عورتوں کے پاس گئے اور ان میں سے صرف ایک عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ بھی آدھا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو حانث نہ ہوتے اور ان کی خواہش ضرور پوری ہوتی۔

اس حدیث کی شرح صحیح بخاری: ۲۸۱۹ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں ایک رات میں تمام بیویوں کے ساتھ جماع کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تمام ازواج کے ساتھ ایک رات میں جماع کرنا اس وقت جائز ہے جب ازواج کی باریوں کی ابتداء نہ کی ہو یا پھر باقی ازواج سے اجازت لے لی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں یہ جائز ہو اور ہماری شریعت میں یہ ممنوع ہے الا یہ کہ باقی ازواج سے یہ اجازت لے لی ہو۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۲۱۔ بَابٌ: لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا إِذَا أَطَالَ الْغَيْبَةَ مَخَافَةَ أَنْ يُخَوِّنَهُمْ أَوْ يَلْتَمِسَ عَثَرَاتِهِمْ

کوئی مرد سفر سے رات کے وقت اپنے گھر نہ آئے یعنی جب اس کی دوری گھر سے بہت لمبی ہو چکی ہو، مبادا اس سے اس کے گھر والوں پر تہمت کا موقع پیدا ہو یا وہ اپنے گھر والوں کی لغزشوں کو طلب کرے

۵۲۴۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَكْرَهُ أَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ طُرُوقًا

(صحیح البخاری: ۵۲۴۴، ۵۲۴۵، ۵۲۴۶، ۵۲۴۷، ۵۲۶۷، ۶۳۸۷، صحیح مسلم: ۷۱۵، سنن ترمذی: ۱۱۰۰، سنن نسائی: ۴۵۹۰، سنن ابوداؤد: ۲۷۷۴، سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۹، ۳۹۷، سنن دارمی: ۲۷۸۵، سنن ترمذی: ۱۱۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی مرد رات کے وقت (سفر سے) اپنے گھر آئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۳ گزر چکی ہے۔

۵۲۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ أَهْلَهُ لَيْلًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن سلیمان نے خبر دی از شعبی، انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: جب تم میں سے کسی کی غیبت (مدت سفر) طویل ہو جائے تو وہ رات کے وقت اپنے گھر نہ آئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

سفر سے واپسی پر اچانک رات کو گھر آنے کی ممانعت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ مرد کا لمبے سفر کے بعد رات کے وقت گھر آنا گھر والوں پر تہمت کا سبب کیسے ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے

Marfat.com

کہ جب وہ رات کے وقت گھر آئے گا اور اس وقت میں لوگ تنہائی کو غنیمت جان کر ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں اور جب وہ اچانک گھر آئے گا تو لوگوں کو دوسروں کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر ہو سکتا ہے کہ وہ ان پر کوئی تہمت لگائے۔

اور دوسری حدیث کی شرح یہ ہے کہ: جب وہ رات کو اچانک گھر آئے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی بیوی اس کے استقبال کے لیے تیار نہ ہو، اس کے کپڑے میلے کچیلے ہوں، اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں اور اس نے اپنے زیر ناف بال صاف نہ کیے ہوئے ہوں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس دور میں یہ ممکن ہے کہ جب شوہر لمبے سفر میں ہو اور اسے رات کے وقت گھر پہنچنا ہو تو وہ ٹیلی فون یا سیل فون کے ذریعہ بیوی کو اپنی آمد کی اطلاع دے دے تا کہ وہ اس کے استقبال کے لیے تیار ہو سکے۔

۱۲۲۔ بَابُ: طَلَبِ الْوَلَدِ

اولاد کو طلب کرنا

۵۲۴۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ هُشَيْمٍ عَنْ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ قَطُوفٍ فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ مَا يُعْجِلُكَ قُلْتُ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ فَبِكْرًا تَزَوَّجْتَ أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ أَمْهِلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا أَيْ عِشَاءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ قَالَ وَحَدَّثَنِي الثِّقَةُ أَنَّهُ قَالَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ الْكَيْسَ الْكَيْسَ يَا جَابِرُ يَعْنِي الْوَلَدَ

(صحیح البخاری: ۵۲۴۶، ۵۲۴۷، ۵۳۶۷، ۶۳۸۷، صحیح مسلم: ۷۱۴، سنن ابو داؤد: ۴۶۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۳، سنن ترمذی: ۳۱۶، سنن ابن ماجہ: ۷۲۹، السنن الکبری للنسائی: ۸۰۹، مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از ہشیم از سیار از الشعبی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، پس جب ہم واپس ہوئے تو میں جلدی سے اپنے سست رفتار اونٹ پر بیٹھا تو پیچھے سے مجھے کوئی سوار آ کر ملا، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے، آپ نے پوچھا: تمہیں کیوں جلدی ہے؟ میں نے بتایا کہ میری نئی نئی شادی ہوئی ہے، آپ نے پوچھا: کنواری سے تم نے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے بتایا بلکہ بیوہ سے۔ آپ نے فرمایا: تم نے کسی کنواری سے شادی کیوں نہیں کی تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی، حضرت جابر نے بتایا: جب ہم مدینہ آئے تو ہم گھر میں داخل ہونے لگے، پس آپ نے فرمایا: ٹھہرو، حتیٰ کہ تم رات میں عشاء کے وقت داخل ہونا تا کہ بیوی کے جو بال گرد آلود ہیں وہ ان میں کنگھی کر لے اور جس عورت کا خاوند غائب ہو وہ موئے زہار صاف کر لے۔ ہشیم نے کہا: مجھے ثقہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے اس حدیث میں کہا: اے جابر! جب تم اپنے گھر داخل ہو تو تم اولاد کے حصول کی کوشش کرنا، اولاد کے حصول کی کوشش کرنا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

کثرت اولاد کے حصول کی ترغیب اور فضیلت میں احادیث

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اولاد کو طلب کرنا مستحب ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: مجھے ایک عورت ملی ہے جو شریف خاندان کی ہے اور خوب صورت ہے اور اس سے اولاد نہیں ہوتی، کیا میں اس عورت سے نکاح کرلوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، وہ دوبارہ آیا تو آپ نے پھر اس کو منع کیا، پھر وہ تیسری بار آیا تو آپ نے فرمایا: ''تم محبت کرنے والی اور بچہ جننے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کے سبب سے دوسری امتوں کے سامنے فخر کروں گا''۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۵۰، سنن نسائی: ۳۲۲۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس مسلمان کے بھی تین نابالغ بچے فوت ہوگئے تو اللہ تعالیٰ اس کو ان بچوں پر رحمت کی وجہ سے جنت میں داخل کردے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۴۸) (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس مسلمان کے بھی تین بچے فوت ہوجائیں تو وہ صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ میں داخل ہوگا''۔ امام بخاری نے کہا: قسم کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ (مریم: ۷۱) اور بے شک تم میں سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد (داخل) ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۱۲۵۱، صحیح مسلم: ۲۶۳۲، مسند احمد: ۷۲۶۹)

۵۲۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا دَخَلْتَ لَيْلًا فَلَا تَدْخُلْ عَلَى أَهْلِكَ حَتَّى تَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ وَتَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَعَلَيْكَ بِالْكَيْسِ الْكَيْسِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سیار از شعبی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم رات کو شہر میں داخل ہو تو اپنے گھر میں نہ جاؤ حتیٰ کہ جس عورت کا شوہر غائب ہو تو وہ اپنے موئے زہار کو صاف کر لے اور اپنے بکھرے ہوئے بالوں میں کنگھی کرلے، پھر انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ تم اولاد کا حصول کرو، تم پر لازم ہے کہ تم اولاد کا حصول کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

تَابَعَهُ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْكَيْسِ۔

اس حدیث کی متابعت عبیداللہ نے کی ہے از وہب از جابر از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الکیس کے لفظ میں۔

اس حدیث کی شرح اور تخریج حسب سابق ہے۔

۱۲۳۔ بَابٌ: تَسْتَحِدُّ الْمُغِيبَةُ وَتَمْتَشِطُ الشَّعِثَةُ

جس عورت کا خاوند غائب ہو وہ زیر ناف بال صاف کر لے اور بکھرے ہوئے بالوں میں کنگھی کرلے

۵۲۴۷۔ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا كُنَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے خبر دی از الشعبی از حضرت جابر بن

قَرِيبًا مِنَ الْمَدِينَةِ تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ فَسَارَ بَعِيرِي كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الْإِبِلِ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ أَتَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قَالَ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ أَمْهِلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا أَيْ عِشَاءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ

(صحیح البخاری: ۵۳۶۷، ۶۳۸۷، صحیح مسلم: ۷۱۴، سنن ابوداؤد: ۲۷۷۶، سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۳، سنن ترمذی: ۳۲۱۶، سنن ابن ماجہ: ۷۲۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۹، منداحمد ج ۵ ص ۲۹۵)

عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، پس جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو میں جلدی سے اپنے سست رفتار اونٹ پر بیٹھا، پس میرے پیچھے سے ایک سوار مجھ سے آملا، اس نے میرے اونٹ پر اس نیزہ کو چبھویا جو اس کے پاس تھا، پس میرا اونٹ اس قدر تیز چلنے لگا کہ تم نے کسی اونٹ کو اتنا تیز چلتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا، سو میں نے مڑ کر دیکھا تو اچانک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے، آپ نے پوچھا: کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ انہوں نے کہا: میں نے بتایا: بلکہ بیوہ سے، آپ نے فرمایا: تم نے کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی؟ حضرت جابر نے بتایا: پس جب ہم مدینہ میں داخل ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: ٹھہرو حتیٰ کہ تم رات میں عشاء کے وقت داخل ہو تا کہ جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں وہ کنگھی کر لے اور جس عورت کا خاوند غائب ہو وہ زیر ناف بال صاف کر لے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا حدیث سابق سے تعارض کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا کہ تم عشاء کے وقت اپنے گھر میں داخل ہونا اور اس سے پہلے حدیث میں یہ ارشاد تھا کہ تم رات کے وقت میں داخل ہونا اور اس میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ عشاء کا وقت بھی رات میں ہی ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۲۴۔ بَابٌ: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ (الی قوله) لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ (النور: ۳۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور اپنی زیبائش کو صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں ۔۔۔۔۔ یا ان لوگوں پر جو عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں۔ (النور: ۳۱)

۵۲۴۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ اخْتَلَفَ النَّاسُ بِأَيِّ شَيْءٍ دُووِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی

Marfat.com

جُرْحُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ فَسَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ وَكَانَ مِنْ آخِرِ مَنْ بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ وَمَا بَقِيَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَعَلِيٌّ يَأْتِي بِالْمَاءِ عَلَى تُرْسِهِ فَأُخِذَ حَصِيرٌ فَحُرِّقَ فَحُشِيَ بِهِ جُرْحُهُ۔

(صحیح البخاری: ۲۴۳، ۵۷۲۲، صحیح مسلم: ۱۷۹۰، سنن ترمذی: ۲۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۴)

حازم، وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کا اس میں اختلاف ہوا کہ غزوۂ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا؟ سو انہوں نے اس کے متعلق حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے آخری تھے، سو انہوں نے کہا: اب ان لوگوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں ہے جو اس بات کو مجھ سے زیادہ جانتا ہو اور حضرت فاطمہ علیہا السلام آپ کے چہرہ سے خون کو دھوتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لا رہے تھے، پھر ایک چٹائی کو جلا کر اس کی راکھ آپ کے زخم میں بھر دی گئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس باب میں ارشاد ہے کہ عورتیں اپنی زیبائش کو صرف اپنے شوہر یا اپنے آباء کے سامنے ظاہر کر سکتی ہیں اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے چہرۂ انور کو خون سے دھوتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے، سو معلوم ہوا کہ بیٹی اپنے باپ کے سامنے اپنی زیبائش کو ظاہر کر سکتی ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

باب میں مذکور آیت کی تفسیر

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت میں مذکور ہے کہ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ یعنی عورتیں اپنی زینت کو غیر پر ظاہر نہ کریں۔

زینت سے مراد زیورات، سرمہ یا خضاب ہیں اور بعض زینتیں ظاہر ہوتی ہیں جیسے لباس اور چادریں ہیں، ان کو اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض زینتیں پوشیدہ ہوتی ہیں جیسے پازیب، کنگن، کانوں کی بالیاں اور ہار وغیرہ۔

بُعُوْلَتِهِنَّ یہ لفظ بَعْلٌ کی جمع ہے اور اس سے مراد شوہر ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے: "صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں، یا باپ دادا پر، یا اپنے شوہروں کے باپ دادا پر، یا اپنے بیٹوں پر، یا اپنے شوہروں پر، یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر، یا اپنے بھتیجوں پر، یا اپنے بھانجوں پر، یا اپنی خواتین پر"۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے: اپنی خواتین سے مراد مؤمن عورتیں ہیں کیونکہ کسی مومن عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مشرکہ یا کسی کتابیہ کے سامنے اپنے کپڑے اتارے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یا اپنے ان نوکروں پر جن کو عورتوں کی شہوت نہ ہو یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں"۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: نوکروں سے مراد ایسے نوکر ہیں جو لوگوں کے گھروں میں ان کے ساتھ رہتے ہوں یا جوان ہی میں پلے

Marfat.com

بڑھے ہوں۔ اور جولڑکے عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں، اس سے مراد ایسے لڑکے ہیں جن کو عورتوں کی شہوت نہ ہو، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ احمق لڑکے ہیں جن کو عورتوں کی خواہش نہ ہو اور جن پر مردوں کو غیرت نہ آئے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نامرد ہیں، چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بہت بوڑھا مرد ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ مرد ہے جس کا آلہ کٹا ہوا ہو، چھٹا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ایسے لڑکے ہیں جن کو یہ پتا نہ ہو کہ شرم گاہ کیا چیز ہے یا اس سے مراد وہ لڑکے ہیں جو وطی پر قادر نہ ہوں۔

مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت احکام حجاب کے بعد نازل ہوئی ہے اور زینت سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد کہنیوں سمیت ہاتھ ہیں۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ اس آیت میں عورتوں کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنی زینت کو ان کے سامنے ظاہر کریں جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

شعبی اس کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ نوکر اپنی مالکہ کے بالوں کی طرف دیکھے اور یہی عطاء اور مجاہد کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ جائز ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس آیت میں ماموں اور چچا کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چچا باپ کے حکم میں ہے اور ماموں ماں کے حکم میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۱۷-۳۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علاج کی مشروعیت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور نورانیت

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ علاج کرنا سنت ہے، اس زمانہ میں زخم کا علاج اسی طرح ہوتا تھا کہ زخم کو بھر کر اس میں راکھ بھر دی جائے۔ اور اب اس ترقی یافتہ دور میں زخم کے علاج کے لیے جو جدید طبی طریقہ علاج ہے اس کو استعمال کرنا چاہیے، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشری عوارض سے مبرا نہیں تھے اس لیے آپ کے چہرہ مبارک سے خون نکلا اور اس میں قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (طٰہٰ: ۱۱۰) کا ظہور ہے اور تین یا پانچ مرتبہ آپ کا شق صدر کیا گیا اور آپ کے جسم سے خون نکلا نہ آپ کو درد ہوا۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۰۸، حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے کہا ہے: اس حدیث کی عبداللہ بن احمد نے اپنی مسند میں روایت کی ہے۔ مسند عبداللہ بن احمد ج ۵ ص ۱۳۹، الصحیحہ للالبانی: ۱۵۴۵، امام ابن حبان نے اس کے راویوں کی توثیق کی ہے، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱۶۶، الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۹۴، فتح الباری ج ۷ ص ۶۰۵-۶۰۴، عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱-۳۰)

اور تین یا پانچ بار شق صدر کے موقع پر آپ کے سینہ کو چیرنے کے باوجود آپ کے جسم سے خون کا نہ نکلنا اس میں قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (المائدہ: ۱۵) کا ظہور ہے۔ گویا آپ کے جسم سے خون کا نکلنا آپ کی بشریت کا تقاضا ہے اور آپ کے جسم سے خون کا نہ نکلنا آپ کی نورانیت کا تقاضا ہے، کبھی آپ کے جسم میں بشریت کی جلوہ گری ہوتی ہے اور کبھی آپ کے جسم میں نورانیت کی تجلی ہوتی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۲۵- باب: وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ (النور: ۵۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور نابالغ لڑکوں کو (گھروں میں داخل ہونے کے لیے) تین اوقات میں اجازت طلب کرنی چاہیے۔ (النور: ۵۸)

۵۲۴۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما سَأَلَهُ رَجُلٌ شَهِدْتَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْعِيدَ أَضْحًى أَوْ فِطْرًا قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَعْنِي مِنْ صِغَرِهِ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَذَانًا وَلَا إِقَامَةً ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوقِهِنَّ يَدْفَعْنَ إِلَى بِلَالٍ ثُمَّ ارْتَفَعَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۳، ۷۳۲۵، صحیح مسلم: ۸۸۴، سنن نسائی: ۱۵۶۹، سنن ابو داؤد: ۱۱۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از عبد الرحمٰن بن عابس، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ان سے ایک شخص نے سوال کیا: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے موقع پر حاضر تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اگر میری عمر اس وقت اتنی نہ ہوتی یعنی وہ کم عمر نہ ہوتے تو میں آپ کے ساتھ حاضر نہ ہوتا، انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے، پس آپ نے نماز عید پڑھائی، پھر آپ نے خطبہ دیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اذان اور اقامت کا ذکر نہیں کیا، پھر آپ خواتین کے پاس آئے، سو ان کو وعظ اور نصیحت کی، پھر آپ نے ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، پھر میں نے عورتوں کو دیکھا وہ اپنے کانوں اور گلوں کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھیں (اور کانوں کی بالیاں اور گلوں کے ہار اتار کر) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دے رہی تھیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلال اپنے گھر کی طرف چڑھ کر چلے گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں حاضر ہوتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر میری عمر اتنی نہ ہوتی یعنی وہ کم عمر نہ ہوتے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ اس حدیث میں التفات ہے یعنی متکلم کے لفظ کے بجائے غائب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور السرخسی کی روایت میں من صغری کے الفاظ ہیں جو اصل کے مطابق ہیں یعنی میرے کم عمر ہونے کی وجہ سے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۲۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: یعنی من صغرہ حضرت ابن عباس کا کلام نہیں ہے بلکہ راوی کا کلام ہے، لہٰذا اس کی تاویل کر کے اس کو التفات پر محمول کرنا بلا ضرورت ہے اور السرخسی کی روایت میں حضرت ابن عباس کا کلام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۲۹۸ میں علامہ عینی کے اعتراض کو لکھا ہے لیکن اس کا کوئی جواب ذکر نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں: علامہ عینی کی شرح سے ان کی باریک بینی کا پتا چلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے کثرت طرق پر مطلع ہونا اور چیز ہے اور حدیث کی فہم اور چیز ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

ان تین اوقات میں نابالغ لڑکوں کو اجازت لے کر گھر میں داخل ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہیں تھے اسی وجہ سے انہوں نے کہا: اگر میں کم عمر نہ ہوتا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عورتوں کے پاس نہ جاتا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بالغ مردوں میں سے تھے۔ اور اس آیت میں ان تین اوقات میں نابالغ کو اجازت لے کر گھروں میں آنے کا حکم دیا ہے کیونکہ صحابہ ان اوقات میں اپنی ازواج کے ساتھ جماع کرتے تھے اس لیے نوکروں اور نابالغ لڑکوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان اوقات میں گھروں کے اندر بغیر اجازت کے داخل نہ ہوں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۴۷۹۶) (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۲۶- بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ هَلْ أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ وَطَعْنِ الرَّجُلِ ابْنَتَهُ فِي الْخَاصِرَةِ عِنْدَ الْعِتَابِ

مرد کا اپنے صاحب سے یہ پوچھنا: کیا تم نے آج رات اپنی بیوی سے مباشرت کی؟ اور مرد کا غصہ سے اپنی بیٹی کی کوکھ میں چٹکی لینا

۵۲۵۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ عَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِي۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴، ۵۸۸۲، ۶۸۴۴، صحیح مسلم: ۳۶۷، سنن نسائی: ۳۱۰، سنن ابوداؤد: ۳۱۷، سنن ابن ماجہ: ۵۶۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ پر عتاب کیا اور وہ میری کوکھ میں اپنے ہاتھ سے چٹکیاں لیتے رہے، پس مجھے ہلنے سے اس کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام و مرتبہ میرے پیش نظر تھا اور آپ کا سر اقدس میرے زانو پر تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۴ میں گزر چکی ہے۔

کسی مرد کا اپنے بے تکلف دوست سے یہ پوچھنے کا جواز کہ کیا تم نے گزشتہ رات اپنی بیوی سے جماع کیا ہے؟

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان کے دو جز ہیں: پہلا جز یہ ہے کہ کوئی مرد اپنے صاحب سے یہ پوچھے: کیا تم نے آج رات اپنی بیوی سے مباشرت کی ہے؟ امام بخاری نے اس باب میں اس عنوان کے متعلق حدیث ذکر نہیں لیکن "کتاب العقیقہ" میں اس عنوان کے متعلق حدیث ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار تھا، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے، پھر وہ بچہ فوت ہو گیا، پھر جب حضرت ابوطلحہ واپس آئے تو پوچھا: میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ وہ پہلے سے پر سکون ہے، پھر ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا، سو انہوں نے کھانا کھایا، پھر اپنی بیوی سے جماع کیا، پھر جب وہ جماع

Marfat.com

سے فارغ ہو گئے تو ان کی بیوی نے کہا: جائیں اپنے بچے کو دفن کر دیں، پس جب صبح ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، پس آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے پوچھا: کیا تم نے گزشتہ رات اپنی بیوی سے جماع کیا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! ان دونوں کی اس رات میں برکت عطا فرما، پھر اس کی بیوی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا، مجھ سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس بچہ کو حفاظت سے رکھو حتیٰ کہ ہم اس بچے کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں، پھر وہ اس بچہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور حضرت ام سلیم نے ان کے ساتھ چند کھجوریں بھیجیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو پکڑا اور پوچھا کیا: اس کے ساتھ کوئی چیز ہے؟ صحابہ نے کہا: ہاں چند کھجوریں ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو لیا اور اپنے منہ میں چبایا، پھر ان چبائی ہوئی کھجوروں کو بچہ کے منہ میں رکھا اور ان چبائی ہوئی کھجوروں سے اس بچہ کو گھٹی دی۔ (صحیح البخاری: ۱۳۰۱، ۵۴۷۰ صحیح مسلم: ۲۱۴۴)

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ کوئی فاضل مرد اپنے قریبی دوست سے (ضرورتاً) یہ سوال کرے کہ کیا تم نے گزشتہ رات اپنی بیوی سے مجامعت کی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ باپ کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو اس کے شوہر کے سامنے ڈانٹے، ڈرائے اور دھمکائے اور مارے اور یہ اس کے لیے مباح ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی شدید محبت تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی کوکھ میں چٹکیاں لیتے رہے اور وہ ہلی تک نہیں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۰۶۔ ۳۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

کتاب النکاح کا اختتام

کتاب النکاح میں دو سو اٹھائیس (۲۲۸) احادیث مرفوعہ ہیں، جن میں سے پینتالیس (۴۵) تعلیقات اور متابعات ہیں اور ایک سو باسٹھ (۱۶۲) احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث چھیاسٹھ (۶۶) ہیں۔

الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے اپنے فضل و کرم سے صحیح البخاری کی کتاب النکاح کی تکمیل کرا دی ہے اسی طرح اپنے لطف خاص سے میرے ہاتھوں سے صحیح بخاری کی باقی کتب، ابواب اور احادیث کی بھی تکمیل کرا دیں اور میری شرح کو اغلاط سے محفوظ رکھیں، موافقین کے لیے اس شرح کو موجب استقامت بنا دیں اور مخالفین کے لیے اس کتاب کو ذریعہ ہدایت بنا دیں اور میری، میرے والدین کی اور میری ہمشیر کی مغفرت فرمائیں، ہمیں گناہوں سے بچائے رکھیں، بڑھاپے کی سختیوں، بیماریوں، لاچاریوں اور کمزوریوں سے مامون رکھیں اور جملہ امراض میں شفاء عطا فرمائیں، ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائیں، سکرات الموت کو آسان فرمائیں، قبر کے عذاب سے، قیامت کی ہولناکیوں سے اور حشر کی سختیوں سے محفوظ رکھیں، اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائیں، دنیا میں اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اہل بنا دیں اور قبر میں آپ کی زیارت نصیب فرمائیں، میدان حشر میں اپنا دیدار عطا فرمائیں اور اپنے خاص فضل سے جنت الفردوس عطا فرمائیں، اس کتاب کو قبول فرمائیں اور تمام مسلمانوں کے نزدیک اس کو مقبول اور فیض آفرین بنا دیں۔ امین یا رب العالمین! بجاہ النبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریتہ صلوت و تسلیمات و علی امتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین اجمعین یا ارحم الراحمین۔

ان شاء اللہ کتاب النکاح کے بعد کتاب الطلاق شروع کی جائے گی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٦٨ - كِتَابُ الطَّلَاقِ

طلاق کے احکام کا بیان

کتاب الطلاق اور کتاب النکاح میں مناسبت اور طلاق کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ کتاب طلاق کے احکام اور اس کی اقسام کے بیان میں ہے، اس سے پہلے کتاب النکاح کا ذکر تھا اور نکاح اور طلاق میں مناسبت واضح ہے، لغت میں طلاق کا معنی ہے: مطلقاً قید کو اٹھانا، جب کسی اونٹ کی رسی کھول دی جائے تو کہا جاتا ہے: اطلق المعیرُ اور اصطلاح شرع میں طلاق کا معنی ہے: نکاح کی قید کو اٹھالینا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے: اس کا معنی ہے: نکاح کی گرہ کو کھول دینا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱- بَابُ: قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ (الطلاق:۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔ (الطلاق:۱)

أَحْصَيْنَاهُ حَفِظْنَاهُ وَعَدَدْنَاهُ

احصیناہ کا معنی ہے: ہم نے اس کی حفاظت کی اور اس کا شمار کرلیا۔

الطلاق:۱، کے شان نزول میں مفسرین کے متعدد اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ الطلاق:۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں فرمایا ہے: تم اپنی بیویوں کو عدت کے وقت میں طلاق دو، اس سے مراد یہ ہے کہ بیویوں کو اس طہر میں طلاق دی جائے جس میں ان کے ساتھ جماع نہ کیا ہو، پھر ان کو چھوڑ دیا جائے حتیٰ کہ ان کی عدت پوری ہو جائے، یہ احسن الطلاق ہے اور اس کو امام بخاری نے ''کتاب السنت'' میں داخل کیا ہے۔

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ امام واحدی نے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپ کی طرف یہ وحی فرمائی کہ ان کو دی ہوئی طلاق سے رجوع کرلیں کیونکہ یہ روزے رکھنے والی ہیں اور نمازوں میں قیام کرنے والی ہیں اور یہ آپ کی ان ازواج مطہرات میں سے ایک ہیں جو آپ کے ساتھ جنت میں ہوں گی، اور السدی نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا، اور مقاتل نے کہا: یہ آیت حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عقبہ بن عمرو المازنی، حضرت طفیل بن الحارث بن عبد المطلب اور حضرت عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مہاجرین صحابہ کی ایک جماعت بغیر عدت کے طلاق دیتی تھی اور بغیر گواہوں کے رجوع کرتی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حالت حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بیٹے کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لیں، پھر اس کو اپنے پاس رکھیں حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائیں، پھر ان کو دوبارہ حیض آئے، پھر وہ اس حیض سے پاک ہو جائیں، پھر اگر وہ چاہیں تو ان کے بعد ان کو اپنے پاس رکھیں اور اگر چاہیں تو اس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے اس کو طلاق دے دیں، سو یہ وہ وقت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اس وقت میں اپنی بیویوں کو طلاق دی جائے''۔

(صحیح البخاری: ۴۹۰۸، صحیح مسلم: ۱۴۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۱۸۵)

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا مذہب اسی حدیث کے مطابق ہے۔

فقہاء احناف نے کہا ہے: اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو طہر میں جماع سے پہلے طلاق دی، پھر ہر حیض کے بعد ایک طلاق دی تو یہ بھی طلاق سنت ہے اور اگر اس نے حالت حیض میں طلاق دی یا جماع کے بعد طلاق دی تو یہ طلاق حرام ہے (مگر واقع ہو جائے گی)۔

تین مجموعی طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے متعلق شیخ ابن حزم ظاہری کے دلائل

مشہور غیر مقلد شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں ان کو ایک طلاق قرار دیا جاتا ہے، انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے اس کام میں جلدی کر لی جس کام میں ان کے لیے تاخیر تھی، پس اگر ہم ان پر یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں۔

(صحیح مسلم: ۱۴۷۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۲۱۹۹، سنن نسائی: ۳۴۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبد یزید رکانہ اور اس کے بھائیوں کے والد سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کر لو''۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں تو اس کو تین طلاقیں دے چکا ہوں، آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تم اس کو تین طلاقیں دے چکے ہو تم اس سے رجوع کر لو اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔ (الطلاق: ۱)

(سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶)

امام ابوداؤد نے کہا: نافع بن عجیر اور عبید اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ از والد خود از جد خود جو روایت ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیوی کو ان کی طرف لوٹا دیا یہ حدیث زیادہ صحیح ہے کیونکہ کسی مرد کا بیٹا اور اس کی بیوی اس کے احوال سے زیادہ واقف ہوتے ہیں کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طلاق کو ایک طلاق قرار دیا۔ (المحلّی بالآثار ج ۹ ص ۳۸۹۔۳۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

Marfat.com

تین مجموعی طلاقوں کے تین طلاقیں ہونے پر جمہور فقہاء کے قرآن مجید سے دلائل

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌ بِاِحۡسَانٍ ...... فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ۔ (البقرہ: ۲۳۰۔۲۲۹)

دو بار طلاق دینے کے بعد یا تو دستور کے مطابق روک لینا ہے، یا اس کو حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے...... پس اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔

البقرہ: ۲۳۰ کے شروع میں فرمایا ہے: فَاِنۡ طَلَّقَهَا اس کے شروع میں حرف فاء ہے جو تعقیب بلا مہلت کے لیے آتا ہے اور اب قواعد عربیہ کے اعتبار سے معنی یہ ہوگا کہ دو رجعی طلاقیں دینے کے بعد اگر خاوند نے فوراً تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ شرعی قاعدہ کے مطابق کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے، اس آیت میں اگر حرف ثُمَّ ہوتا جو مہلت اور تاخیر پر دلالت کرتا ہے تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ ایک طہر میں ایک طلاق دی جائے اور دوسرے طہر میں دوسری طلاق دی جائے گی اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی جائے گی لیکن قرآن میں ثُمَّ کی بجائے فاء کا ذکر کیا گیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اگر خاوند نے دو طلاقیں دینے کے بعد فوراً تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں رہے گی۔

قرآن مجید میں اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فرمایا ہے یعنی دو مرتبہ طلاق اور دو مرتبہ طلاق دینا اس سے عام ہے کہ ایک مجلس میں دو مرتبہ طلاق دی جائے یا دو طہروں میں دو مرتبہ طلاق دی جائے اور اس کے بعد اگر فوراً تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ اس سے واضح ہو گیا کہ اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین بار تین طلاقیں دیں اور کہا: میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی تو یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔

تین مجموعی طلاقوں کے تین طلاقیں ہونے پر جمہور فقہاء کے احادیث صحیحہ سے دلائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ حضرت عاصم بن عدی الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، سو ان سے کہا: اے عاصم! اگر تم کسی مرد کو دیکھو کہ اس کی بیوی کسی دوسرے مرد کے ساتھ ہے تو کیا تم اس کو قتل کر دو گے یا پھر وہ شخص کیا کرے؟ اے عاصم! تم میری خاطر اس کا سوال کرنا، پس حضرت عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کو ناپسند کیا اور اس کی مذمت کی حتیٰ کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ پر یہ بات بہت سخت گزری جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، پھر جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اپنے گھر گئے تو ان کے پاس حضرت عویمر رضی اللہ عنہ آئے، پس انہوں نے پوچھا: اے عاصم! تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ تو حضرت عاصم نے جواب دیا: میں تمہارے پاس کوئی اچھی خبر نہیں لایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوال کیا تھا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا، تب حضرت عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں رکوں گا حتیٰ کہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں، پس حضرت عویمر اس وقت آئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے مرد کو دیکھے تو آیا وہ اس کو قتل کر دے تو آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے یا پھر وہ کیا کرے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق اور تمہاری بیوی کے متعلق حکم نازل فرما دیا ہے پس تم جاؤ اور اپنی بیوی کو لے آؤ۔ حضرت سہل نے کہا: پس ہم نے ایک دوسرے پر لعان کیا،

Marfat.com

میں لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا: اگر میں نے اس عورت کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا ہوں گا، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ (صحیح البخاری: ۵۳۰۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۷)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے بیوی اسی وقت حرام ہو جاتی ہے اور تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، اگر ایک مجلس میں تین طلاقوں سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی تو حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول عبث ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ فرماتے کہ بیک وقت تین طلاقوں سے تمہاری بیوی تم سے علیحدہ نہیں ہوئی۔ نیز اس حدیث کی مزید وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۵۰)

اس حدیث میں یہ واضح تصریح ہے کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اس میں رجوع کا اختیار نہیں ہوتا۔

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس نے حضرت حسن سے کہا کہ آپ کو خلافت مبارک ہو تو حضرت حسن نے کہا: تم حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کر رہی ہو جاؤ میں نے تم کو تین طلاقیں دیں، اس نے اپنے کپڑے اٹھائے اور بیٹھ گئی حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو گئی، حضرت حسن نے اس کی طرف اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار درہم صدقہ بھیجا تو اس نے کہا: مجھے اپنے جدا ہونے والے محبوب سے یہ تھوڑا سا سامان ملا ہے، جب حضرت حسن تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے آب دیدہ ہو کر فرمایا: اگر میں نے اپنے نانا سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ آپ نے فرمایا: جس شخص نے بھی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ الگ الگ طہروں میں یا بہ یک وقت تو وہ عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کر لے (اگر آپ کا یہ ارشاد نہ ہوتا) تو میں اس سے رجوع کر لیتا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۶ نشر السنہ، ملتان، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۳۱۔ ۳۰ نشر السنہ، ملتان، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹، دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ)

اس حدیث کی امام طبرانی نے دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے اس کے متعلق حافظ نور الدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں: ان دونوں حدیثوں کی امام طبرانی نے روایت کی ہے اور پہلی حدیث کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ)

اس حدیث میں انتہائی وضاحت کے ساتھ یہ تصریح ہے کہ بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں خواہ وہ تین طلاقیں مجموعی طور پر دی جائیں یا متفرق طور پر۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ میں کھڑے ہو کر فرمایا: کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، پھر ایک مرد نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! کیا میں اس کو قتل نہ کر دوں! (سنن نسائی: ۳۳۹۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو وہ تین طلاقیں ہی شمار ہوتی ہیں کیونکہ اگر اکٹھی تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اس طلاق سے رجوع کر لو اور اس پر ناراض نہ ہوتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا ناجائز اور گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی حد سے تجاوز کرنا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، پھر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: تین طلاقیں دینے کے بعد تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تمہارا اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینا گناہ ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۶، بیروت ۱۴۰۲)

حافظ نور الدین علی بن بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ ھ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس حدیث کی امام طبرانی نے روایت کی ہے، اس میں ایک راوی علی بن سعید ہے، امام دارقطنی نے کہا: وہ قوی نہیں ہے اور دوسروں نے کہا: وہ بہت عظیم راوی ہے، اور اس حدیث کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

اکٹھی تین طلاقوں کے متعلق آثار صحابہ اور اقوال تابعین

امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ نافذ ہو جائیں گی اور اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۳۹۵، بیروت، ۱۳۹۳ ھ، مکتب اسلامی، بیروت، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۳۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے کہا: اے ابو عباس! میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، حضرت ابن عباس نے (طنزاً) فرمایا: یا ابا عباس! پھر فرمایا: تم میں سے کوئی شخص حماقت سے تین طلاقیں دیتا ہے: پھر کہتا ہے: اے ابو عباس! تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۳۹۷، ۱۱۳۹۶، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

واقع بن سحبان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں؟ حضرت عمران بن حصین نے کہا: اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۱، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۰۸۷، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو دردناک مار، مارتے اور ان کے درمیان تفریق کر دیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۱، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۰۸۹، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ ھ)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا غلط ہے کہ وہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے تھے ورنہ وہ تین طلاقیں دینے والے کو دردناک طریقہ سے نہ مارتے اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اور وہ جو صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا اس کے بالتفصیل جوابات ان شاء اللہ عنقریب ہدیہ قارئین ہوں گے۔

زہری نے اس شخص کے متعلق کہا جس نے اپنی بیوی کو تین اکٹھی طلاقیں دے دیں انہوں نے کہا: اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے الگ ہو گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۰۹۲، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ ھ)

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دے

Marfat.com

دیں، حضرت ابن مسعود نے جواب دیا کہ تین طلاقوں سے اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہوگئی اور باقی ستانوے (۹۷) طلاقیں حد سے تجاوز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۰۹۷، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

حبیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں تو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری بیوی تین طلاقوں سے علیحدہ ہوگئی باقی طلاقیں دوسری بیویوں میں تقسیم کردو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۰۱، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

معاویہ بن ابی یحییٰ بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: یا امیر المومنین! میں نے اپنی بیوی کو سو (۱۰۰) طلاقیں دی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین طلاقوں سے تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی اور باقی ستانوے طلاقیں حد سے تجاوز ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۰۳، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کسی مرد نے سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک سو (۱۰۰) طلاقیں دے دی ہیں، حضرت مغیرہ بن شعبہ نے جواب دیا: تین طلاقوں نے اس کی بیوی کو اس پر حرام کر دیا اور ستانوے طلاقیں حد سے تجاوز ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۴۔ ۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۰۵، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح سے سوال کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دے دی ہیں، انہوں نے کہا: تین طلاقوں سے تمہاری بیوی علیحدہ ہوگئی اور باقی طلاقیں اسراف اور معصیت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۰۷، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

حسن بصری کے پاس ایک مرد آیا، سو اس نے کہا: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں تو انہوں نے کہا: تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۰۸، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ ایک شخص نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اس کی بیوی اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک دوسرا شخص اس کے ساتھ دخول نہ کر لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۵۶، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو ان سب نے جواب دیا: اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک اس کی بیوی کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۵۹، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کسی شخص نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے اور اگر اس نے اپنی بیوی کو الگ الگ تین طلاقیں دیں تو اس کی بیوی پہلی طلاق کے ساتھ اس سے علیحدہ ہو جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۷۶، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

البقرۃ: ۲۳۰۔ ۲۲۹ سے واضح ہوگیا کہ تین طلاقیں دینے کے بعد بغیر شرعی حلالہ کے عورت مرد پر حلال نہیں ہوتی خواہ وہ تین طلاقیں اکٹھی دی جائیں یا الگ الگ، اسی طرح احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے بھی واضح ہوگیا کہ اگر ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دے دی جائیں تو مرد پر اس کی بیوی حرام ہو کر اس سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع

Marfat.com

کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے اور شیخ ابن حزم، شیخ شوکانی اور دیگر غیر مقلدین نے صحیح مسلم کی از طاؤس از حضرت ابن عباس روایت سے جو استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تین طلاقوں کو تین طلاق ہی قرار دے دیا، سو اب ہم اس روایت کے مفصل جوابات پیش کر رہے ہیں: فنقول و باللہ التوفیق

اکٹھی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے ثبوت میں شیخ ابن حزم کی پیش کردہ روایت کے مفصل اور متعدد جوابات

صحیح مسلم کی یہ روایت، شاذ، معلل، مردود ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ طاؤس نے اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں اور اگر اس لیے وہ طلاقیں متفرق دی ہیں تو اس کی بیوی پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۷۶، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ متصور نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کریں اور خود اس کے خلاف فتویٰ دیں، اس لیے یہ روایت شاذ ہے اور حضرت ابن عباس کی طرف اس روایت کو منسوب کرنے میں طاؤس کو وہم ہوا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۴۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۳، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے جواب کی وضاحت امام بیہقی کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن میں امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے، امام مسلم نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو ترک کر دیا اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی باقی روایات کے خلاف ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلے انسان تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کر لیتا تھا، پھر البقرہ: ۲۲۹، اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ نے اس کو منسوخ کر دیا۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ اس پر حرام ہو گئی۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دی ہیں، حضرت ابن عباس نے جواب دیا: تم تین طلاقیں لے لو اور ستانوے طلاقوں کو چھوڑ دو۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے اپنی بیوی کی نافرمانی کی، سو تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی، تم نے اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں کیا، سو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کوئی راستہ نہیں رکھا۔

طاؤس کے علاوہ عطاء، عمرو بن دینار اور مالک بن حارث وغیرہم جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلامذہ ہیں ان سب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کی ہے کہ بہ یک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں، ان کے برخلاف صرف طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ عہد رسالت اور عہد ابوبکر میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا

تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۷۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۲۱۹۹، سنن نسائی: ۳۴۰۶)

سو یہ روایت طاؤس کا وہم ہے اور شاذ اور معلل ہے، صحیح نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۳۷ نشر السنہ، ملتان)

قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: حضرت ابن عباس کے تمام شاگردوں نے حضرت ابن عباس سے طاؤس کے خلاف روایت کی ہے، سعید بن جبیر، مجاہد اور نافع نے حضرت ابن عباس سے اس کے خلاف روایت کی ہے۔

(نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۲، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، قاہرہ، ۱۳۹۸ھ)

طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل

خود طاؤس کا فتویٰ بھی اپنی روایت کے خلاف تھا، طاؤس یہ کہتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو وہ ایک طلاق شمار ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۶، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ)

طاؤس کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ مطلقاً تین طلاقوں کو ایک طلاق نہیں قرار دیتے تھے بلکہ جب کوئی مرد دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو پھر اس کی تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوگی۔

علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی متوفی ۸۴۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے لکھا ہے کہ طاؤس کی یہ روایت وہم اور غلط ہے، علماء میں سے کسی ایک نے بھی اس روایت کو قبول نہیں کیا کیونکہ ثقہ راویوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف روایت کی ہے۔

(الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۷ ص ۳۳۸۔ ۳۳۷ نشر السنہ، ملتان)

طاؤس کی روایت کا صحیح محمل

جمہور محدثین اور فقہاء اسلام نے اس حدیث کو اس کے فنی سقم کی وجہ سے مسترد کر دیا ہے، تاہم بر سبیل تنزل اس حدیث سے یہ تاویل کی کہ عہد رسالت اور دور صحابہ میں مسلمان تاکید کی نیت سے تین بار طلاق دیتے تھے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بعض مسلمانوں نے تین طلاق دینے کی نیت سے تین بار طلاق دینا شروع کر دیا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نیات کے اعتبار سے ان تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کو نہیں بدلا بلکہ اس چیز کو نافذ کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہے، حدیث میں ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن یزید بن رکانہ از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی ہے، آپ نے دریافت فرمایا: تم نے اس سے کیا ارادہ کیا تھا، میں نے عرض کیا: میں نے اس سے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا، آپ نے پوچھا: اللہ کی قسم! میں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ نے فرمایا: پس یہ وہی طلاق ہے جس کا تم نے ارادہ کیا تھا۔ (سنن ترمذی: ۱۱۷۷)

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے تین سندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۰۶، ۲۲۰۷، ۲۲۰۸)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقوں کا ارادہ کرنا جائز ہے کیونکہ اگر یہ ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے یہ استفسار نہ فرماتے کہ تم نے طلاق البتہ سے کیا مراد لیا ہے اور ان کی مراد پر قسم طلب نہ فرماتے

Marfat.com

بلکہ صاف فرما دیتے کہ ایک مجلس میں ایک لفظ سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا حضرت رکانہ سے ان کی طلاق کی تعداد کو دریافت کرنا اور ان کی مراد پر قسم لینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مجلس واحد میں لفظ واحد میں دی ہوئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا تھا وہ اس حدیث کے مطابق ہے اور جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ بھی اسی حدیث کے مطابق ہے۔

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق دینے کے ثبوت میں سنن ابوداؤد کی روایت کا جواب

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے عبد یزید ابو رکانہ سے فرمایا: تم اپنی بیوی کو طلاق دو، سو انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پھر آپ نے فرمایا: تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کر لو، انہوں نے کہا: میں تو اس کو تین طلاقیں دے چکا ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے تم اس سے رجوع کر لو۔ الحدیث۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد بھی رجوع کرنا صحیح ہے کیونکہ ابو رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان کو ان تین طلاقوں سے رجوع کرنے کا حکم دیا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد حدیث: ۲۱۹۶ کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ابوداؤد نے کہا: نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی تو نبی ﷺ نے ان کی بیوی ان کی طرف واپس کر دی، امام ابوداؤد نے کہا: یہ حدیث زیادہ صحیح ہے کیونکہ کسی مرد کا بیٹا اور اس کے گھر والے اس کے احوال سے زیادہ واقف ہوتے ہیں کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو صرف طلاق البتہ دی تھی، سو نبی ﷺ نے اس کو ایک طلاق قرار دیا۔

امام ابوداؤد نے اپنی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ درج ذیل ہے:

از نافع بن عجیر بن عبد یزید بن رکانہ روایت ہے کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق البتہ دی، پھر انہوں نے نبی ﷺ کو اس کی خبر دی اور کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم نے اس سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا؟ تو حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیوی ان کی طرف واپس کر دی، پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اپنی بیوی کو دوسری طلاق دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے اپنی بیوی کو تیسری طلاق دی۔

(سنن ابوداؤد: ۲۲۰۶، سنن ترمذی: ۱۱۷۷، سنن ابن ماجہ: 2051)

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے ثبوت میں مسند احمد کی روایت کا مفصل اور محقق جواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر وہ اس پر بہت زیادہ غمگین ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے اپنی بیوی کو کیسے طلاق دی تھی؟ انہوں نے بتایا: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں۔ آپ نے پوچھا: ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ تین طلاقیں ایک طلاق ہے۔ اگر تم چاہو تو اس طلاق سے رجوع کر لو۔ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر حضرت رکانہ نے اس طلاق سے رجوع کر لیا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۵، مسند احمد: ۲۳۸۷، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

Marfat.com

شیخ شعیب الارنؤوط اور دیگر محققین اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں داؤد بن الحصین کی عکرمہ سے روایت ہے، علی بن المدینی نے کہا کہ داؤد بن الحصین نے عکرمہ سے جو حدیث روایت کی ہے وہ منکر ہے۔ اور امام ابوداؤد نے کہا کہ عکرمہ سے اس کی روایات مناکیر ہیں اور علامہ ذہبی نے اپنی کتاب میں کہا کہ اس کی روایات غرائب مستنکرہ ہیں، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''تقریب التہذیب'' میں کہا ہے کہ یہ عکرمہ کے سوا دوسری روایات میں ثقہ ہے۔

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے کہا ہے: اس حدیث سے حجت قائم نہیں ہوتی جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آٹھ (۸) شاگرد اس روایت کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں، علاوہ ازیں حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی اولاد نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو صرف ایک طلاق دی تھی۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۹)

امام ابویعلیٰ اور امام عبدالرزاق اور امام ابوداؤد نے از ابن جریج از بعض بنی ابورافع از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ روایت کی ہے کہ ابورکانہ نے ام رکانہ کو طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''تم اپنی بیوی سے رجوع کرلو''۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے معلوم ہے تم ان سے رجوع کرلو''۔

(مسند ابویعلیٰ: ۲۵۰۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۳۳۴، سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶)

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند پر اعتراض ہے کیونکہ ابن جریج نے اس حدیث کی ابورافع کے بعض بیٹوں سے روایت کی ہے اور ان کا نام ذکر نہیں کیا اور سند مجہول حجت نہیں ہوتی۔ (معالم السنن ج ۳ ص ۲۳۶)

نیز علامہ خطابی نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل اس حدیث کی تمام سندوں کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور علامہ ابن قدامہ حنبلی نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے حضرت رکانہ کی اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کو ترک کر دیا ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۱۰ ص ۳۶۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں نہیں دی تھیں بلکہ طلاق البتہ دی تھی۔ امام ابوداؤد نے اس کو ترجیح دی ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۳، طبع لاہور، فتح الباری ج ۶ ص ۴۴۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ) (حاشیہ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۱۷۔۲۱۵، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

اکٹھی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کی مبحث کا خلاصہ

شیخ ابن حزم اور دیگر غیر مقلدین ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اور محدثین ان تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دیتے ہیں، ہم نے اس مبحث میں پہلے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے یہ بیان کیا ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں، تین طلاقیں ہی ہوتی ہیں ایک طلاق نہیں ہوتی۔ اس کے بعد شیخ ابن حزم اور غیر مقلدین نے جن احادیث سے اپنے اس موقف پر استدلال کیا ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک طلاق ہوتی ہے اس کا تفصیلی دلائل سے رد کیا ہے اور حق کو واضح تر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے اور میرے گناہوں کو معاف فرما دے۔ آمین یارب العالمین۔

Marfat.com

وَطَلَاقُ السُّنَّةِ أَنْ يُطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وَيُشْهِدَ شَاهِدَيْنِ۔

اور طلاق سنت یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو حالت طہر میں بغیر جماع کے طلاق دے اور اس پر دو گواہ بنا لے۔

طلاق سنت کی تعریف میں امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا اختلاف اور فقہاء احناف کے نزدیک طلاق کی تین قسمیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی الطلاق السنی یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اس حال میں طلاق دے کہ وہ حیض سے طاہر ہو اور مرد نے اپنی بیوی سے اس طہر میں جماع نہ کیا ہو اور وہ اس طلاق کے اوپر دو گواہ بنا لے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر مرد نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی یا اس طہر میں طلاق دی جس میں وہ وطی کر چکا تھا یا اس نے طلاق پر دو گواہ نہیں بنائے تو پھر یہ طلاق بدعی ہو گی۔

طلاق سنت میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک نے کہا کہ طلاق سنت یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اس طہر میں ایک طلاق دے جس طہر میں اس نے جماع نہ کیا ہو، پھر ایک طلاق دینے کے بعد اس کو چھوڑ دے حتیٰ کہ تیسرے حیض میں خون کا پہلا قطرہ دیکھنے کے بعد اس کی عدت پوری ہو جائے، اور اللیث اور الاوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ طلاق حسن ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ جب اس کا ارادہ تین طلاقیں دینے کا ہو تو وہ ہر طہر میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دے جب کہ اس طہر میں اس نے جماع نہ کیا ہو اور الثوری اور اشہب کا بھی یہ ہی قول ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ ھ نے کہا ہے: اصحاب ابوحنیفہ کے نزدیک طلاق کی تین قسمیں ہیں: حسن، احسن اور بدعی، سو احسن طلاق یہ ہے، کہ وہ اپنی مدخول بہا بیوی کو اس طہر میں ایک طلاق دے جس طہر میں اس کے ساتھ جماع نہ کیا ہو، پھر اس کو چھوڑ دے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے اور طلاق حسن یہ ہے کہ وہ اپنی مدخول بہا بیوی کو تین اطہار میں تین طلاقیں دے اور یہ ہی طلاق سنت بھی ہے اور طلاق بدعی یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دے یا ایک طہر میں تین طلاقیں دے، سو جب اس نے ایسا کیا تو وہ طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ گناہ گار ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

۵۲۵۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی، از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو اس حال میں طلاق دے دی جب وہ حائضہ تھیں اور یہ رسول اللہ ﷺ کے عہد کا واقعہ ہے، پس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کو حکم دو کہ وہ اس طلاق سے رجوع کر لے، پھر وہ اس کو اپنے پاس روکے رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کو دوبارہ حیض آئے، پھر وہ اس حیض سے پاک ہو جائے، پھر اگر وہ چاہے تو اس کو اپنے پاس روک لے اور اگر چاہے تو جماع کرنے سے پہلے اس کو طلاق دے دے پس یہ وہ مدت ہے

Marfat.com

جس میں اللہ تعالیٰ نے بیویوں کو طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۰۸ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

صحیح البخاری: ۵۲۵۲، ۵۲۵۳، ۵۲۵۸، ۵۲۶۴، ۵۳۳۲، ۵۳۳۳، ۷۱۶۰، صحیح مسلم: ۱۴۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۱۷۹، سنن نسائی: ۳۳۸۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۱۹، سنن دارمی: ۲۲۶۷، ۲۲۶۸، الموطا: ۳۵۶، مسند احمد ج ۲ ص ۵۴، مسند احمد: ۱۵۶۴)

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے بیوی کو طلاق دینے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَآيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ ۔ (الطلاق:۱)

اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا جماع) میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کو مباح فرما دیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: اگر وہ چاہے تو اپنے پاس روکے رکھے اور اگر چاہے تو طلاق دے دے اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تھی، پھر آپ نے اس سے رجوع فرما لیا تھا۔

اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو اس طہر میں طلاق دی جس میں اس نے جماع نہیں کیا تھا تو وہ سنت کے مطابق طلاق دینے والا ہے اور اس مدت میں طلاق دینے والا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم دیا تھا اور اگر اس کی بیوی مدخول بہا ہو تو اس کے لیے عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع ہونا جائز ہے اور جب اس کی بیوی کی عدت پوری ہو جائے تو پھر وہ کسی سے منگنی کرنے کے لیے آزاد ہے۔

حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے کے بعد ایک طہر گزارنا کافی ہے یا دو طہر گزارنا ضروری ہے، اس میں مذاہب فقہاء

امام مالک، امام ابو یوسف اور امام شافعی کا وہ مذہب ہے جس کی نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی وہ اس طلاق سے رجوع کرے، پھر اس کو اپنے پاس رکھے حتیٰ کہ وہ اس حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کو دوبارہ حیض آئے، پھر وہ اس حیض سے پاک ہو جائے، پھر اگر وہ چاہے تو وہ اس طہر میں جماع کرنے سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا پھر چاہے تو اس کو اپنے پاس رکھ لے۔

امام ابوحنیفہ اور اکثر اہل عراق نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت کے مطابق کہا ہے کہ وہ اسی طلاق سے رجوع کر لے، پھر جب وہ اس حیض سے پاک ہو جائے تو اگر چاہے تو اس کو طلاق دے دے اور فقہاء شافعیہ میں سے المزنی کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان فقہاء نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض میں طلاق دینے والے کو اسی طلاق میں رجوع کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اس نے اس طلاق میں سنت سے خطاء کی ہے، سو اس کو حکم دیا گیا کہ وہ اس طلاق سے رجوع کرے تاکہ خطاء کے اسباب سے نکل

Marfat.com

جائے، پھر اس کو چھوڑ دے حتیٰ کہ اس حیض سے پاک ہو جائے، پھر اگر چاہے تو اس کو صحیح طلاق دے دے اور اس کے بعد دوسرا حیض گزارنے کا کوئی معنی یا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور امام مالک، امام ابو یوسف اور امام شافعی نے کہا کہ دوسرے طہر اور دوسرے حیض کے صحیح معانی ہیں کیونکہ جب اس نے اس وقت طلاق دی جس وقت میں اس کو طلاق دینے سے منع کیا گیا تھا تو اس کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا گیا، انہوں نے کہا کہ دوسرا طہر اس طلاق کی اصلاح کے لیے ہے اور پہلے طہر میں وطی کی اصلاح ہے اور رجوع کی صحت کا صرف وطی سے علم ہوگا۔

حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے کا حکم آیا وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے ہے، اس میں مذاہب فقہاء

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے، سو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا حیض میں طلاق دینے والے کو اس طلاق سے رجوع کرنے پر مجبور کیا جائے گا یا نہیں؟

امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب نے کہا ہے کہ اس کو اس طلاق سے رجوع کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا: عبداللہ بن عمر سے کہو کہ وہ اس طلاق سے رجوع کرے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۵۱) اس میں امر کا صیغہ ہے اور امر کا تقاضا فرضیت ہے۔

اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اوزاعی، اسحاق اور ابو ثور نے کہا ہے کہ اس کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا، انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں جو امر کا صیغہ ہے وہ استحباب کے لیے ہے تا کہ اس کی طلاق سنت کے مطابق ہو جائے اور اس پر اتفاق ہے کہ جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو اس کو رجوع کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اس میں یہ دلیل ہے کہ رجوع کرنے کا حکم استحباب کے لیے ہے۔

طلاق سنت اور طلاق بدعت کی تعریف میں مذاہب فقہاء اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے مذہب پر دلائل

امام مالک نے کہا کہ طلاق سنت کی تعریف یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اس طہر میں طلاق دے جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو، پھر اس کو چھوڑے رکھے حتیٰ کہ تیسرے حیض میں خون کا پہلا قطرہ دیکھنے سے اس کی عدت پوری ہو جائے اور یہی اللیث اور اوزاعی کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہ طلاق حسن ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ جب وہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو ہر ایسے طہر میں طلاق دے دے جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو اور یہی الثوری اور اشہب مالکی کا قول ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہی طلاق سنت ہے۔

علامہ نخعی نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ وہ اس کو مستحب قرار دیتے تھے کہ مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق سے زیادہ طلاق نہ دے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔

امام شافعی، امام احمد اور ابو ثور نے کہا ہے کہ طلاق میں کوئی عدد سنت ہے نہ واجب ہے، سنت تو صرف طلاق کے وقت میں ہے، سنت صرف یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اس طہر میں طلاق دے جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو، سو جس نے اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دی خواہ ایک طلاق دی ہو یا دو طلاقیں دی ہوں یا تین طلاقیں دی ہوں تو وہ سنت کے مطابق طلاقیں دینے والا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا جماع) میں ان کو طلاق دو اور عدت کو شمار رکھو (الطلاق: ۱)

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک طلاق یا دو طلاق یا تین طلاق کی تخصیص نہیں کی۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا گیا کہ دوسرے طہر میں طلاق دیں اور یہ تخصیص نہیں کی کہ وہ ایک طلاق دیں، دو طلاق دیں یا تین طلاق دیں۔

اور امام شافعی کے قول کو رد کرنے کے لیے یہ کہا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عمر کی طلاق دینے کی وجہ سے مذمت نہیں کی بلکہ حالت حیض میں طلاق دینے کی وجہ سے ان کی مذمت کی ہے اور ان کو یہ بتایا کہ اس طہر میں طلاق دیں جس میں انہوں نے جماع نہ کیا ہو، اور امام شافعی اس مسئلہ کو حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ جاننے والے نہیں ہیں، سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حالت حیض میں طلاق دینا طلاق بدعی ہے اور حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جس نے اکٹھی تین طلاقیں دیں اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو اکٹھی تین طلاقیں دینا بھی طلاق بدعی ہے اور حالت حیض میں طلاق دینا بھی طلاق بدعی ہے اور یہی امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت ابو موسیٰ وغیرہم رضی اللہ عنہم نے اس شخص کی شدید مذمت کی ہے جس نے ایک مرتبہ اکٹھی تین طلاقیں دیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مرد کو دردناک مار مارتے تھے جو ایک لفظ سے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا تھا اور ان کے درمیان تفریق کر دیتے تھے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۱۵۔۳۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اس اثر سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم وغیرہم کے نزدیک لفظ واحد سے تین طلاقوں کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر کسی نے اپنی بیوی کو لفظ واحد سے تین طلاقیں دے دیں تو وہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی جیسا کہ ہم اس پر قرآن مجید، احادیث اور آثار سے استدلال کر چکے ہیں، لہٰذا ابن حزم اور غیر مقلدین کا تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا باطل اور مردود ہے۔

۲۔ بَابٌ: إِذَا طُلِّقَتِ الْحَائِضُ تَعْتَدُّ بِذَٰلِكَ الطَّلَاقِ

جب حائض کو طلاق دی جائے تو اس کی اس طلاق کا شمار کیا جائے گا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جب کسی عورت کو طلاق دی جائے اور وہ اس وقت حائض ہو تو اس طلاق کا اعتبار کیا جائے گا، اس پر تمام ائمہ فتویٰ، صحابہ، تابعین وغیرہم متفق ہیں اور ظاہریہ (غیر مقلدین) اور خوارج اور رفضہ نے کہا ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۲۵۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لِيُرَاجِعْهَا قُلْتُ تُحْتَسَبُ قَالَ فَمَهْ

(صحیح مسلم: ۳۶۶۵۔۳۶۶۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از انس بن سیرین، انہوں نے کہا: میں نے سنا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دی، پھر حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اس کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے، میں نے پوچھا: کیا اس طلاق کا شمار کیا جائے گا تو آپ نے ان کو ڈانٹا یعنی اس طلاق کو

Marfat.com

کیوں شمار نہیں کیا جائے گا۔

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا قُلْتُ تُحْتَسَبُ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ۔

اور از قتادہ از یونس بن جبیر از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ عبد اللہ بن عمر کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لیں، میں نے پوچھا: کیا طلاق کا شمار کیا جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ عاجز ہو یا حماقت کا ارتکاب کرے تو کیا ہوگا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ''اگر وہ عاجز ہو یا حماقت کا ارتکاب کرے تو کیا ہوگا'' کے متعدد معانی

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ کیا طلاق دینے والے کا عجز اور اس کی حماقت طلاق دینے والے کے اس حکم کو ساقط کر دے گا جو اس نے حالت حیض میں طلاق دی ہے؟ یعنی حکم ساقط نہیں ہوگا۔

علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: اس ارشاد کا معنی یہ ہے: کیا عجز اور حماقت کی وجہ سے طلاق کا حکم ساقط ہو جائے گا؟ اور یہ استفہام انکاری ہے اور اصل عبارت اس طرح ہوگی کہ ہاں! طلاق کا شمار کیا جائے گا اور اس کا عجز اور اس کی حماقت طلاق کو شمار کرنے سے مانع نہیں ہے۔

اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے کیا ہوا کہ میں اس طلاق کو شمار نہ کروں خواہ میں عاجز ہوں یا حماقت کا ارتکاب کروں؟ (صحیح مسلم: ۱۴۷۱، الرقم المسلسل: ۳۵۵۶، صحیح البخاری: ۵۲۵۲)

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے لکھا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ طلاق سے رجوع کرنے سے عاجز ہو اور کسی احمق آدمی کا فعل کرے۔

اور علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں اِنْ کا لفظ نافیہ ہو یعنی ابن عمر نہ عاجز ہے اور نہ احمق ہے یعنی وہ بچہ اور مجنون نہیں ہے حتیٰ کہ اس کی طلاق واقع نہ ہو اور عجز بچہ کو لازم ہے اور حماقت مجنون کو لازم ہے یعنی اس حدیث میں لازم کا اطلاق کیا ہے اور اس سے ملزوم کا ارادہ کیا ہے اور یہ لفظ اِنْ، اِنَّ ثقیلہ کا مخففہ ہے۔

اور ابن الخشاب نے کہا ہے کہ استحمق میں تاء مفتوحہ ہے اور اس کا معنی ہے: اس نے ایسا فعل کیا جیسا فعل احمق اور عاجز کرتا ہے، پس اس کا عجز اور اس کی حماقت کیا طلاق کے حکم کو ساقط کر دے گا؟ اور باب استفعال کا خاصہ ہے، تکلف یعنی اس نے تکلف سے حماقت کا ارتکاب کیا اور حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

اور علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: اس کو حالت حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو اگر وہ کسی عجز کی وجہ سے رجوع نہیں کر سکا تو رجوع کا حکم ساقط نہیں ہوگا یا وہ مجنون ہوگا تب بھی رجوع کا حکم ساقط نہیں ہوگا یعنی اگر اس نے رجوع نہیں کیا تو کیا اس کی عورت معلق رہے گی، نہ وہ خاوند والی ہوگی اور نہ مطلقہ شمار ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے بیوی کو معلق رکھنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اگر بالفرض وہ اللہ تعالیٰ کے کسی اور فرض کو بجا نہ لائے اور اس سے عاجز ہو یا بے عقلی کی وجہ سے وہ کسی فرض کو بجا نہ لائے تو کیا اس سے وہ فرض ساقط ہو جائے گا؟

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۲۴۔ ۳۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۵۲۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ۔

(صحیح مسلم: ۱۴۷۱، الرقم المسلسل: ۳۵۴۸، سنن ترمذی: ۱۱۷۶، سنن نسائی: ۳۳۹۷، سنن ابوداؤد: ۲۱۸۱، سنن ابن ماجہ: ۲۰۲۳، مسند احمد: ۶۰۸۴، موطا امام مالک: ۱۲۲۰، سنن دارمی: ۲۲۶۳)

امام بخاری روایت بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا کہ میری بیوی کی مجھ پر ایک طلاق شمار کی گئی۔

جب عہد رسالت میں کوئی صحابی یہ کہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا تو یہ حکماً حدیث مرفوع ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار سے روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، تب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا۔

شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ ان کی بیوی کے اوپر کسی نے ایک طلاق کو شمار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر اس مسئلہ میں کسی کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ صحابی کے اس قول کی مثل ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ حکم دیا جاتا تھا، لہٰذا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قرار دیا جائے گا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دینے والے تھے اور یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ جب کوئی صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ کہے کہ ہمیں فلاں چیز کا حکم دیا گیا ہے تو یہ حدیث مرفوع ہوگی اور اس قصہ میں یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی رائے سے یہ کہا کہ ان کی بیوی پر ایک طلاق شمار کی گئی، علاوہ ازیں امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ نے اپنی سند کے ساتھ سنن دارقطنی میں یہ حدیث روایت کی ہے: از نافع از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: یہ ایک طلاق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۲۵۔ ۳۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابُ: مَنْ طَلَّقَ وَهَلْ يُوَاجِهُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بِالطَّلَاقِ

جس نے طلاق دی، کیا طلاق دیتے وقت بیوی کو بالمشافہ طلاق دے

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں: (۱) جس نے طلاق دی (۲) اور جس نے بیوی کو بالمشافہ طلاق دی۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے عنوان کے پہلے جز کو حذف کر دیا ہے گویا کہ ان پر اس کی توجیہ منکشف نہیں ہوئی اور میرا گمان یہ ہے کہ امام بخاری نے عنوان کے اس جز سے یہ قصد کیا ہے کہ طلاق دینے کا جواز مشروع ہے اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ''جو حلال کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہے وہ طلاق ہے'' اس کا محمل یہ ہے کہ جس نے بغیر کسی سبب کے اپنی بیوی کو طلاق دی اور یہ وہ حدیث ہے جس کی امام ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۷۷، سنن ابن ماجہ: 2018) (فتح الباری ج ۶ ص ۳۳۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کے عنوان کے اس جز کی توجیہ یہ ہے کہ یہ باب اس چیز کے بیان میں ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی آیا اس کا طلاق دینا جائز ہے؟ امام بخاری نے اس کا جواب نہیں لکھا اور اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں کسی شخص کا اپنی بیوی کو طلاق دینا جائز ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح نکاح کو مشروع فرمایا ہے اسی طرح طلاق کو بھی مشروع فرمایا ہے۔

اس عنوان کا دوسرا جزیہ ہے: کیا طلاق دیتے وقت بیوی کو بالمشافہ طلاق دے؟

امام بخاری نے اس کا جواب بھی نہیں لکھا کیونکہ اس کا جواب اس باب کی حدیث سے سمجھ آ رہا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر نے انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۴۰۱ میں اس کا کوئی جواب نہیں لکھا، گویا وہ اس اعتراض کے جواب سے عاجز تھے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۲۵۴۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ أَيُّ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اسْتَعَاذَتْ مِنْهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ ابْنَةَ الْجَوْنِ لَمَّا أُدْخِلَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَدَنَا مِنْهَا قَالَتْ أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ فَقَالَ لَهَا لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِيمٍ الْحَقِي بِأَهْلِكِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا، میں نے الزہری سے پوچھا: نبی ﷺ کی ازواج میں سے کس نے آپ سے پناہ چاہی تھی؟ انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت ابنۃ الجون کو جب رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل کیا گیا اور آپ ان کے قریب ہوئے تو انہوں نے کہا: میں آپ سے اللہ کی پناہ طلب کرتی ہوں، تب آپ نے ان سے فرمایا "تم نے بہت عظیم (ذات) سے پناہ طلب کی ہے، تم اپنے گھر والوں کے ساتھ مل جاؤ"۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ رَوَاهُ حَجَّاجُ بْنُ أَبِي مَنِيعٍ عَنْ جَدِّهِ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ۔

امام ابو عبد اللہ (البخاری) نے کہا: اس حدیث کی حجاج بن ابی منیع نے از جد خود روایت کی ہے از الزہری کہ عروہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔۔۔۔۔۔

(سنن نسائی: ۳۴۱۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۵۰، سنن بیہقی ج ۷ ص ۷۰، المستدرک: ۶۸۰۸، تحفۃ الاشراف: ۱۶۵۱۲)

بیوی کو طلاق دینے کے دو طریقے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۰۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کا اپنی بیوی کو بالمشافہ طلاق دینا جائز ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے اور حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اس عورت کو لباس مہیا کریں اور اس کو اس کے گھر والوں کے ساتھ ملا دیں اور اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے اس عورت کو بالمشافہ طلاق دی اور بیوی کو ان دونوں طریقوں سے طلاق دینا جائز ہے خواہ اس کو بالمشافہ طلاق دی جائے یا پس پشت طلاق دی جائے اور اس دوسرے طریقہ سے طلاق دینے

میں عورت کے ساتھ زیادہ لطف اور نرمی ہے اور اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے درمیان جو الفت، محبت اور رحمت رکھی ہے یہ طریقہ اس کے زیادہ قریب ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا (الجون میں جیم پر زبر ہے) کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابنۃ الجون کا نام امیمہ ہے۔ امام ابونعیم نے کتاب الصحابہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرہ بنت الجون کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے آپ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی تھی، لیکن اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبید بن القاسم ہے اور وہ متروک ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام اسماء بنت کندالجونیہ ہے، اس کی روایت یونس نے از ابن اسحاق کی ہے۔

اور حافظ ابن عبدالبر نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ آپ نے حضرت اسماء بنت النعمان بن ابی الجون بن شراحیل سے نکاح کیا تھا اور پانچواں قول یہ ہے کہ ان کا نام اسماء بنت الاسود بن الحارث بن النعمان الکندیہ ہے۔

حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کے سبب کے متعلق علماء کا اختلاف

ایک قول یہ ہے کہ جب وہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل کی گئی تو آپ نے اس کو بلایا، اس عورت نے کہا: آپ خود آئیں اور آپ کے بلانے پر آنے سے انکار کر دیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے آپ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی تھی، سو آپ نے ان کو طلاق دے دی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے جسم پر برص کے سفید داغ تھے، سو آپ نے ان کو طلاق دے دی۔

چوتھا قول یہ ہے کہ جس عورت نے آپ سے پناہ طلب کی تھی یہ مکہ کے راستہ میں ایک جگہ کی رہنے والی تھیں اور یہ بہت خوب صورت خاتون تھیں تو آپ کی دوسری ازواج مطہرات کو یہ خطرہ ہوا کہ یہ ان پر غلبہ پالیں گی تو انہوں نے ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند ہے کہ آپ سے یہ کہا جائے کہ میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتی ہوں۔ پانچواں قول یہ ہے کہ علامہ ابن عقیل نے کہا کہ یہ عورت قبیلۂ کندہ سے تھیں اور انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کو ان کے گھر والوں کی طرف لوٹا دیں۔ سو آپ نے حضرت اسید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کو ان کے گھر والوں کی طرف بھیج دیا، پھر ان سے المہاجر بن ابوامیہ نے نکاح کر لیا اور ان کے بعد قیس بن مکشوح نے ان سے نکاح کر لیا۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرۃ بنت یزید الکلابیہ سے نکاح کیا، پھر آپ کو یہ خبر ملی کہ ان کے جسم پر برص کے سفید داغ ہیں، سو آپ نے ان کو طلاق دے دی اور ایک قول یہ ہے کہ یہی وہ عورت ہیں جنہوں نے آپ سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کی تھی۔

علامہ الرشاطی نے ذکر کیا ہے کہ اس عورت کے باپ نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کا تذکرہ کیا اور کہا کہ یہ عورت کبھی بیمار نہیں ہوگی، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سن کر فرمایا کہ جو عورت کبھی بیمار نہ ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس میں کوئی خیر نہیں ہے تو آپ نے ان کو طلاق دے دی اور ان کے ساتھ شب زفاف نہیں گزاری اور ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ کو اس عورت کے پاس نکاح کا پیغام دینے کے لیے بھیجا اور ان کا نام ھند بنت یزید بن البرصاء

Marfat.com

تھا۔ حضرت ابو اسید ان کو آپ کے پاس لے کر آئے، آپ نے ان کو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ جب آپ شب زفاف کے لیے ان کے پاس گئے تو آپ نے دیکھا کہ ان کے جسم پر برص کے داغ ہیں، سو آپ نے ان کو طلاق دے دی۔

اور الشہرستانی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت الضحاک الکلابیہ سے نکاح کیا، پھر جب آپ کی ازواج مطہرات نے آپ سے عمدہ کپڑوں اور اچھی خوراک اور رہائش کا مطالبہ کیا تو آپ نے اپنی ازواج کو اختیار دیا اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۲۹۔۲۸)

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں O اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے O

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو یہ اختیار دیا تو باقی ازواج مطہرات نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آخرت کو اختیار کیا اور حضرت فاطمہ بنت الضحاک الکلابیہ نے اپنی قوم کے پاس جانے کو اختیار کر لیا، پھر بعد میں وہ اونٹ کی مینگنیاں چنتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میں بدبخت ہوں۔

اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا: "تم اپنے گھر چلی جاؤ" تو اس سے طلاق بائن کے وقوع میں فقہاء کا اختلاف

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ بیوی سے یہ کہنا کہ تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ! آیا یہ کنایات طلاق میں سے ہے یا نہیں۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس قول میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر اس نے اس قول سے طلاق کا ارادہ کیا ہے تو طلاق بائنہ ہو جائے گی اور اگر اس نے اس سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تو پھر کچھ نہیں ہوگا۔ یہ سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کا قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس نے اپنے اس قول سے ایک طلاق کا یا تین طلاقوں کا ارادہ کیا تو اس کی بیوی پر ایک طلاق یا تین طلاقیں پڑ جائیں گی اور اگر اس نے دو طلاقوں کا ارادہ کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی۔

اور امام مالک نے کہا کہ اگر اس نے اس قول سے طلاق کا ارادہ کیا تو اگر اس نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تو ایک طلاق پڑے گی اور اگر دو طلاقوں کا ارادہ کیا تو دو طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر اس نے تین طلاقوں کا ارادہ کیا تو تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر اس نے اپنے اس قول سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اور حسن بصری اور شعبی نے کہا ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ یا کہا: تمہارے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے یا کہا: تمہارا راستہ کھلا ہوا ہے تو اگر اس نے اس قول سے طلاق کی نیت کی ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۲۵۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ غَسِيلٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رضی اللہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن غسیل نے حدیث بیان کی

عنه قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَتّٰى انْطَلَقْنَا إِلٰى حَائِطٍ يُقَالُ لَهُ الشَّوْطُ حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلٰى حَائِطَيْنِ فَجَلَسْنَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اجْلِسُوا هَا هُنَا وَدَخَلَ وَقَدْ أُتِيَ بِالْجَوْنِيَّةِ فَأُنْزِلَتْ فِي بَيْتٍ فِي نَخْلٍ فِي بَيْتِ أُمَيْمَةَ بِنْتِ النُّعْمَانِ بْنِ شَرَاحِيلَ وَمَعَهَا دَايَتُهَا حَاضِنَةٌ لَهَا فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَ هَبِي نَفْسَكِ لِي قَالَتْ وَهَلْ تَهَبُ الْمَلِكَةُ نَفْسَهَا لِلسُّوقَةِ قَالَ فَأَهْوٰى بِيَدِهِ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهَا لِتَسْكُنَ فَقَالَتْ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَقَالَ قَدْ عُذْتِ بِمَعَاذٍ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ يَا أَبَا أُسَيْدٍ اكْسُهَا رَازِقِيَّتَيْنِ وَأَلْحِقْهَا بِأَهْلِهَا

(صحیح البخاری:۵۲۵۷،صحیح مسلم:۲۰۰۷،مسند احمد:۱۵۶۳۱)

حمزہ بن ابی اسید از حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے حتیٰ کہ ہم ایک باغ کی طرف چل پڑے جس کو ''الشوط'' کہا جاتا تھا حتیٰ کہ ہم دو باغوں کے پاس پہنچے، سو ہم ان دو باغوں کے درمیان بیٹھ گئے، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں بیٹھ جاؤ اور آپ خود باغ میں داخل ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت الجونیہ کو لایا گیا، اس عورت کو کھجوروں کے باغ میں ایک گھر میں ٹھہرایا گیا جو امیمہ بنت نعمان بن شراحیل کا گھر تھا، ان کے ساتھ ان کی دائی (انا) بھی تھیں جو ان کی پرورش کرنے والی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے ان سے فرمایا: تم اپنا نفس مجھے ہبہ کر دو، انہوں نے کہا: کیا بادشاہ زادی بھی اپنا نفس کسی بازاری کو ہبہ کرتی ہے! آپ نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا، آپ اپنا ہاتھ ان کے اوپر رکھ رہے تھے تاکہ وہ پر سکون ہوں، انہوں نے کہا: میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتی ہوں، آپ نے فرمایا: تم نے اس ذات سے پناہ طلب کی ہے جو پناہ دینے کے لائق ہے، پھر آپ ہماری طرف باہر آ گئے، آپ نے فرمایا: اے ابو اسید ان کو ایک جوڑا کپڑا دے دو اور انہیں ان کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔

اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث کی ترجمۃ الباب پر کس طرح دلالت ہوگی کیونکہ اس حدیث میں طلاق کا ذکر نہیں ہے اور نہ اس سے پہلے اس عورت کے ساتھ عقد نکاح ہوا تھا کیونکہ اس عورت نے آپ کو اپنا نفس ہبہ نہیں کیا تھا، اور نہ آپ نے اس کو بالمشافہ طلاق بائن دی کیونکہ آپ نے اس باغ سے نکلنے کے بعد حضرت ابو اسید سے فرمایا تھا کہ اس عورت کو اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔

میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ اس عورت یا اس کے ولی کی اجازت کے بغیر از خود اس سے نکاح کر لیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں جو اس عورت سے فرمایا تھا کہ تم اپنا نفس مجھے ہبہ کر دو تو یہ اس کی دل جوئی کے لیے فرمایا تھا اور رہا بالمشافہ طلاق دینے کا سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ تم اپنے گھر چلی جاؤ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو اسید سے فرمایا تھا کہ اس کو اس کے گھر پہنچا دو تو یہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس کا مؤید ہے۔ (شرح الکرمانی جز۱۹ ص۱۸۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ)

Marfat.com

علامہ عینی کا علامہ کرمانی کے ساتھ مناقشہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی کی یہ شرح بیکار اور بے سود ہے کیونکہ علامہ کرمانی نے یہ جو سوال قائم کیا ہے کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں طلاق کا ذکر نہیں ہے اور اس حدیث کے عنوان میں طلاق کا ذکر ہے، علامہ کرمانی نے اس سوال کے جواب میں ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ عورت یا اس کے ولی کی اجازت کے بغیر اس سے نکاح کر سکتے ہیں اور آپ کی اس خصوصیت کا سب کو علم ہے تو پھر علامہ کرمانی کے قائم کردہ سوال کی کوئی وجہ نہیں ہے، پھر علامہ کرمانی نے یہ سوال قائم کیا کہ اس باب کے عنوان میں بیوی کو بالمشافہ طلاق دینے کا ذکر ہے، پھر اس کا یہ جواب دیا کہ اس سے پہلی حدیث میں حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا کو بالمشافہ طلاق دینے کا ذکر ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ پہلی حدیث میں بالمشافہ طلاق دینے کا ثبوت اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس دوسری حدیث میں بھی طلاق بالمشافہ کا ذکر ہو، پس اس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت کس طرح ثابت ہوگی؟ نیز اس دوسری حدیث میں آپ نے حضرت ابنۃ الجون کو گھر جانے کا حکم نہیں دیا بلکہ صرف حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا کہ اس عورت کو اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔

ہمارے اس قول کی تائید علامہ ابن بطال کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں بیوی کو بالمشافہ طلاق دینے کا ذکر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ص ۳۲۸۔ ۳۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا کے کلام کی توجیہ اور اس کے ساتھ نکاح کا مختصر تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا: ''تم اپنا نفس مجھے ہبہ کر دو''۔ تو اس عورت نے جواب میں کہا: کیا کوئی شہزادی اپنا نفس کسی بازاری کو ہبہ کرتی ہے؟

علامہ ابن المنیر نے کہا: اس عورت سے یہ کلام اس لیے صادر ہوا کہ اس عورت میں زمانہ جاہلیت کی صفت تھی اور بازاری ان کے نزدیک اس شخص کو کہتے ہیں جو بادشاہ نہ ہو خواہ وہ کوئی بھی ہو، گویا کہ اس عورت نے اس کو بہت بعید سمجھا کہ شہزادی کسی عام شخص سے نکاح کرے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ چاہیں تو بادشاہ اور نبی ہوں اور آپ نے اس کو اختیار کیا کہ وہ اللہ کے بندے اور نبی ہوں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے رب کے سامنے تواضع تھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کے اس کلام پر اس کے خلاف مواخذہ نہیں فرمایا تھا کیونکہ وہ عورت زمانہ جاہلیت کے قریب تھی اس لیے آپ نے اس کو معذور قرار دیا۔

اور دوسرے علماء نے اس کا یہ جواب دیا کہ حضرت ابنۃ الجون نے آپ کو پہچانا نہیں تھا اس لیے انہوں نے آپ سے اس طرح گفتگو کی۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:) یہ قصہ جن متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے ان سے یہ شرح ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں! ''کتاب الاشربہ'' کے اواخر میں از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کی ایک عورت کا ذکر فرمایا اور حضرت ابو اسید ساعدی کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو بلا کر لائیں، سو وہ عورت آئی اور بنو ساعدہ کے قلعوں میں ٹھہری، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکل کر آئے حتیٰ کہ اس کے پاس پہنچے اور اس عورت کے پاس داخل ہوئے، اس وقت وہ عورت اپنا

Marfat.com

سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی، پس جب آپ نے اس سے بات کی تو اس نے کہا: میں آپ سے اللہ کی پناہ طلب کرتی ہوں آپ نے فرمایا: میں نے تم کو اپنے پاس سے اللہ کی پناہ میں دیا تو صحابہ نے اس عورت سے کہا کیا: تم جانتی ہو یہ کون ہیں؟ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تم کو نکاح کا پیغام دینے کے لیے تشریف لائے ہیں، اس عورت نے کہا: پھر تو میں بہت بدنصیب ہوں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۳۷، صحیح مسلم: ۲۰۰۷، مسند احمد: ۱۵۶۳۱)

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اگر یہ قصہ واحد ہو تو اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ نے حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کو اس کے گھر پہنچا دو اور جو اس سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اس عورت سے فرمایا: تم اپنے گھر چلی جاؤ تو ان دونوں حدیثوں میں آپ کا یہ ارشاد اس عورت کو طلاق نہیں ہے اور یہ متعین ہے کہ اس عورت نے آپ کو پہچانا نہیں تھا اور اگر یہ قصہ متعدد ہو تو اس سے کوئی مانع بھی نہیں ہے تو یہ عورت کلابیہ ہے جس کے نام میں اضطراب ہے۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے ایک سند سے روایت کی ہے جس میں العزرمی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے، اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں ایک زوجہ سنا بنت سفیان بن عوف بن کعب بن ابی بکر بن کلاب تھیں، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ کو بنو عامر کی ایک عورت کے پاس نکاح کا پیغام دینے کے لیے بھیجا۔ اس عورت کا نام عمرۃ بنت یزید بن عبید بن رواس بن کلاب بن ربیعہ بن عامر تھا، امام ابن سعد نے کہا: کلابیہ کے نام میں اختلاف ہے، ایک قول ہے: اس کا نام فاطمہ بنت ضحاک بن سفیان ہے، دوسرا قول ہے: اس کا نام عمرۃ بنت یزید بن عبید ہے اور تیسرا قول ہے کہ اس کا نام سنا بنت سفیان بنت عوف ہے اور چوتھا قول ہے کہ اس کا نام العالیہ بنت ظمان بن عمرو بن عوف ہے، پس بعض علماء نے کہا: یہ تمام عورتیں ایک ہیں اور ان کے ناموں میں اختلاف ہے اور بعض نے کہا: بلکہ یہ ان خواتین کی جماعت ہے لیکن ان میں سے ہر ایک کا ایک قصہ ہے جو دوسری خاتون کا قصہ نہیں ہے، پھر انہوں نے حضرت الجونیہ کا تذکرہ کیا ہے، سو کہا: ان کا نام اسماء بنت النعمان ہے، پھر انہوں نے عبد الواحد بن ابی عون کی سند سے روایت کی اور یہ بیان کیا کہ النعمان بن ابی الجون الکندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر مسلمان ہوا، پھر کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کا نکاح ایسی عورت کے ساتھ نہ کر دوں جو عرب کی حسین ترین بیوہ عورت ہے، وہ پہلے اپنے چچا زاد بھائی کے نکاح میں تھی، سو اس کی وفات ہوگئی اور وہ آپ کے ساتھ نکاح میں رغبت رکھتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میں کسی مرد کے ساتھ اس کو آپ کی طرف بھیجوں گا، پس اس نے حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اسے آپ کے پاس بھیجا۔ حضرت ابو اسید نے بتایا: میں تین دن ٹھہرا، پھر وہ میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوئی، سو میں اس کو لے کر مدینہ آیا اور میں نے اس کو بنو ساعدہ کے ہاں ٹھہرایا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا، اس وقت آپ بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں تھے، سو میں نے آپ کو اس کی خبر دی۔ الحدیث۔

ابن ابی عون نے کہا: یہ ربیع الاول نو ہجری کا واقعہ ہے، پھر انہوں نے دوسری سند کے ساتھ از عمر بن الحکم از ابی اسید روایت کی اور حضرت ابو اسید نے بیان کیا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الجونیہ کی طرف بھیجا، سو میں نے ان کو سوار کیا حتیٰ کہ میں نے ان کو بنو ساعدہ کے مکانوں میں ٹھہرایا: پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس کی خبر دی، پس آپ پیدل روانہ ہوئے حتیٰ کہ آپ حضرت الجونیہ کے پاس پہنچ گئے۔ الحدیث

اور سعید بن عبد الرحمن بن ابزیٰ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت الجونیہ کا نام اسماء بنت النعمان بن ابی الجون ہے۔ ان سے کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ طلب کرنا، اس بات سے تمہارے لیے ان کے دل میں زیادہ جگہ ہوگی، ان کے حسن و

Marfat.com

جمال کی وجہ سے ان کو دھوکا دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ کس خاتون نے ان کو یہ بات کہنے کی ترغیب دی تھی تو آپ نے فرمایا: یہ عورتیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہیں اور ان کی طرح مکر وفریب کرتی ہیں، سو ان کا یہ قصہ ہے جو از ابی حازم از سہل بن سعد رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

اور رہا وہ قصہ جو اس باب کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے مذکور ہے، سو اس قصہ کو بھی اس قصہ پر محمول کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس قصہ میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے آپ سے پناہ طلب کی تھی اور رہا وہ قصہ جو حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں کئی امور اس قصہ کے خلاف مذکور ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ متعدد قصے ہیں اور اس سے یہ بات قوی ہوتی ہے کہ حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ کے قصہ میں جس عورت کا ذکر ہے اس کا نام امیمہ ہے اور جس عورت کا ذکر حضرت سہل کی حدیث میں ہے اس کا نام اسماء ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابنۃ الجون کے اس قول کی توجیہ کہ وہ شہزادی ہیں اور شہزادی بازاری سے نکاح نہیں کرتی

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے اس عورت کی طرف ہاتھ بڑھایا یعنی اس کو اپنی طرف جھکایا، اور امام محمد بن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ اس کو بوسا دینے کے لیے اس کی طرف بڑھے اور آپ نے خلوت میں اس کو بٹھایا اور اس کو بوسا دیا اور محمد بن سعد کی روایت میں ہے کہ عورتوں میں سے کوئی عورت ان کے پاس آئی اور وہ سب سے حسین عورت تھی، اس نے کہا: تم تو بادشاہوں میں سے ہو، پس اگر تم یہ چاہتی ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے دل میں تمہاری زیادہ جگہ ہو تو جب رسول اللہ ﷺ تمہارے پاس آئیں تو تم ان سے پناہ طلب کرنا اور از ہشام بن محمد از عبد الرحمن ابن الغسیل اس باب کی حدیث کی سند کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اس عورت کے پاس آئیں اور انہوں نے اس کے بال سنوارے، ان میں کنگھی کی اور خضاب لگایا اور ان میں سے کسی ایک نے کہا کہ نبی ﷺ اس عورت سے خوش ہوتے ہیں کہ جب آپ اس عورت کے پاس آئیں تو وہ کہے کہ میں آپ سے پناہ طلب کرتی ہوں۔

آپ نے فرمایا: تم نے پناہ دینے والے سے پناہ طلب کی ہے۔ یہ لفظ معاذ ہے اور یہ اسم ظرف ہے یا مصدر میمی ہے اور اس میں تنوین تعظیم کے لیے ہے، اور امام محمد بن سعد کی روایت میں ہے: آپ نے اپنی آستین اپنے چہرے پر رکھ کر تین بار فرمایا: تم نے پناہ دینے والے سے پناہ طلب کی ہے۔

نبی ﷺ نے آیا حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا یا نہیں اور ان کو طلاق دینے کی توجیہ اور حضرت ابنۃ الجون کے دھوکا کھانے کا بیان

پھر آپ ہمارے پاس آئے اور فرمایا: اے ابو اسید! اس کو دو سوتی کپڑے دے دو۔ ابو عبیدہ نے کہا: یہ سفید رنگ کے لبے کپڑے ہیں اور دوسروں نے کہا: یہ سفید کپڑے تھے جس میں نیلی دھاریاں تھیں، علامہ ابن التین نے کہا: آپ نے ان کو یہ دو کپڑے بہ طور متاع (برتنے کے لیے) عطا فرمائے تھے۔ علامہ ابن بطال نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کے عنوان میں بالمشافہ طلاق دینے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں طلاق کا ذکر نہیں ہے، علامہ ابن المنیر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس باب کی پہلی حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ اور یہ طلاق بائن ہے، پھر جب آپ حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو آپ نے ان سے فرمایا:

Marfat.com

ان کو ان کے گھر پہنچا دو اور ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ پہلی حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے طلاق کا قصد کیا تھا اور دوسری حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حقیقت لفظ کا ارادہ کیا کہ اس کو اس کے گھر والوں کی طرف واپس کردو کیونکہ حضرت ابو اسید ہی حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے اور امام محمد بن سعد نے حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے مجھے حکم دیا اور میں نے ان کو ان کے گھر والوں کے پاس پہنچا دیا۔ اور امام محمد بن سعد کی دوسری روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا اپنے گھر پہنچیں تو ان لوگوں نے چیخ کر کہا: تم نامبارک ہو، تم پر یہ مصیبت کیسے آئی؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے دھوکا دیا گیا تھا، امام محمد بن سعد نے کہا: پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوگئیں۔ اور امام محمد بن سعد نے الکلبی کی روایت میں بیان کیا ہے کہ المہاجر بن ابی امیہ نے ان سے نکاح کر لیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سزا دینے کا ارادہ کیا (کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے نکاح کر لیا اور یہ ممنوع ہے) (تب حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھ پر پردہ نہیں ڈالا گیا اور نہ میرا نام ام المومنین رکھا گیا، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ المہاجر بن ابی امیہ کو سزا دینے سے رک گئے۔

امام محمد بن سعد نے از عروہ بن زبیر روایت کی ہے کہ ولید بن عبد الملک نے عروہ کی طرف خط لکھ کر اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کندیہ سے نکاح نہیں کیا، سوا بنو الجون کی بہن کے، پس جب وہ مدینہ آئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور ان کو طلاق دے دی اور ان کے ساتھ شب زفاف نہیں گزاری۔ اس روایت میں جو طلاق دینے کا ذکر ہے اس سے مراد وہی طلاق بائن ہے جس کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ذکر ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان اس طرح لکھا ہے: جس نے طلاق دی۔ کیا طلاق دیتے وقت بیوی کو بالمشافہ طلاق دے، اور حتمی طور پر یہ نہیں لکھا کہ اس نے بالمشافہ طلاق دی کیونکہ پہلی حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اپنے گھر چلی جاؤ، اور ان الفاظ سے طلاق بائن کا ارادہ فرمایا اور دوسری حدیث میں طلاق کا مطلقاً ذکر نہیں ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا سے نکاح نہیں کیا تھا کیونکہ کسی حدیث میں ان کے پاس عقد نکاح کی صورت کا ذکر نہیں ہے اور حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا نے اپنا نفس آپ کو ہبہ نہیں کیا تھا تو آپ ان کو کیسے طلاق دیتے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی عورت کے ساتھ نکاح کر لیں خواہ اس عورت نے آپ کو نکاح کی اجازت دی ہو اور نہ اس کے ولی نے نکاح کی اجازت دی ہو اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، پس صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابنۃ الجون کو بلانا اور ان کا آپ کے پاس حاضر ہونا اور آپ کا ان میں رغبت کرنا ان کے ساتھ آپ کے نکاح کے لیے کافی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابنۃ الجون سے فرمایا تھا کہ تم اپنا نفس ہبہ کردو، آپ کا یہ ارشاد ان کی دل جوئی کے لیے تھا اور اس کی تائید امام محمد بن سعد کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ آپ نے حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا کے والد کے ساتھ مہر کی مقدار پر اتفاق کر لیا تھا اور ان کے والد نے آپ سے یہ کہا تھا کہ وہ آپ کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت رکھتی ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۳۹۔ ۴۴۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

شیخ وحید الزمان کی بے ادبی کیونکہ انہوں نے صحابیہ رسول کو از خود کمبخت اور بدنصیب لکھا

شیخ وحید الزمان (غیر مقلد) متوفی ۱۳۲۸ھ نے صحیح بخاری کے ترجمہ میں لکھا ہے:

آپ نے فرمایا: اپنی جان مجھ کو بخش دے اس (کمبخت) نے زبان سے کیا نکالا کہیں بادشاہ زادیاں بھی جان بازاریوں کو بخشا کرتی ہیں ۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا، جب وہ اس کے پاس لائی گئیں تو آپ نے اس پر ہاتھ رکھا تو

Marfat.com

اس کمبخت بدنصیب کو برا لگا۔ (تیسیر القاری ج ۵ ص ۱۹۳، نعمانی کتب خانہ، لاہور)

۵۲۵۷، ۵۲۵۶۔ وَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّيْسَابُورِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ وَأَبِي أُسَيْدٍ قَالَا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ أُمَيْمَةَ بِنْتَ شَرَاحِيلَ فَلَمَّا أُدْخِلَتْ عَلَيْهِ بَسَطَ يَدَهُ إِلَيْهَا فَكَأَنَّهَا كَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَمَرَ أَبَا أُسَيْدٍ أَنْ يُجَهِّزَهَا وَيَكْسُوَهَا ثَوْبَيْنِ رَازِقِيَّيْنِ

(مسند احمد: ۱۶۰۶۱، صحیح مسلم: ۵۲۳۶)

اور الحسین بن الولید النیشاپوری نے کہا از عبدالرحمٰن از عباس بن سہل از والد خود اور از حضرت ابو اسید، ان دونوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا، پس جب وہ آپ کے پاس داخل کی گئیں تو آپ نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا، پس گویا کہ حضرت امیمہ کو یہ ناگوار گزرا، پھر آپ نے حضرت ابو اسید کو حکم دیا کہ وہ ان کو رخصت کریں اور ان کو دو سفید سوتی کپڑے دے دیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ حَمْزَةَ عَنْ أَبِيهِ وَعَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ بِهَذَا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابراہیم بن وزیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حمزۃ از والد خود از عباس بن سہل بن سعد از والد خود اسی طرح۔

الحسین بن الولید النیشاپوری کے نام کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی امام ابونعیم نے المستخرج میں سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے اور ان کی سند ہے: از ابواحمد الفراء از الحسین۔ اور امام بخاری کی اس سے مراد یہ ہے کہ الحسین بن الولید اس حدیث کی روایت میں عبدالرحمٰن ابن الغسیل کے ساتھ شریک ہیں لیکن عبدالرحمٰن کے شیخ میں دونوں کا اختلاف ہے، پس ابونعیم نے کہا: ان کے شیخ کا نام حمزۃ ہے اور الحسین نے کہا: ان کے شیخ کا نام عباس بن سہل ہے، پھر انہوں نے اس کی تیسری سند از عبدالرحمٰن ذکر کی ہے، پس انہوں نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن کی روایت دو سندوں کے ساتھ ہے اور امام بخاری کے پاس اس حدیث کی صرف یہی سند ہے اور امام احمد نے بھی اس سند کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے۔

قاضی عیاض نے صحیح مسلم کی کتاب الجہاد کی شرح میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے "تاریخ کبیر" میں لکھا ہے کہ الحسین بن الولید بن علی نیشاپوری القرشی دو سو تین (۲۰۳) ہجری میں فوت ہو گئے تھے اور امام بخاری نے کسی باب میں الحسن بن الولید نہیں لکھا اور صحیح البخاری کی "کتاب الطلاق" میں ان کا نام الحسین بن الولید لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۳۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۲۵۸۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي غَلَّابٍ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَقَالَ تَعْرِفُ ابْنَ عُمَرَ إِنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَإِذَا طَهُرَتْ فَأَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا قُلْتُ فَهَلْ عَدَّ ذَلِكَ طَلَاقًا قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، از قتادہ از ابی غلاب یونس بن جبیر، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اس حال میں طلاق دی کہ وہ حائض تھی، انہوں نے کہا: تم ابن عمر کو پہچانتے ہو؟ بے شک ابن عمر نے اپنی بیوی کو اس حال میں طلاق دی تھی کہ وہ حائض تھیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس

وَاسْتَحْمَقَ۔

آئے، پس آپ نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے ابن عمر کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا کہ جب وہ عورت اس حیض سے پاک ہو جائے، پھر وہ اس کو طلاق دینا چاہیں تو اس کو طلاق دے دیں۔ یونس نے کہا: میں نے پوچھا: کیا انہوں نے اس کو طلاق شمار کیا تھا؟ تو حضرت ابن عمر نے کہا: یہ بتاؤ اگر ابن عمر (صحیح طریقہ کے مطابق طلاق دینے سے) عاجز ہو گیا اور اس نے (حالت حیض میں طلاق دے کر) حماقت کا ارتکاب کر لیا تو کیا طلاق واقع نہیں ہوگی؟ (ظاہر ہے طلاق واقع ہو جائے گی)۔

اس اعتراض کا جواب کہ حدیث مذکور ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کو درج کرنے کا مقام اس سے پہلے باب میں ہے جس میں حالت حیض میں طلاق دینے کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے اور بہ ظاہر اس باب میں اس حدیث کو درج کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے، البتہ اس میں یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ اس باب کا یہ عنوان ہے کہ ''مرد کا بیوی کو بالمشافہ طلاق دینا'' اور چونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں بالمشافہ طلاق دی تھی اس لیے امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کی سند میں ہمام کا ذکر ہے اور یہ ابن یحییٰ بن دینار بصری ہیں اور اس کی سند میں ابوغلاب کا ذکر ہے اور یہ یونس بن جبیر کی کنیت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۳۱۔۳۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابُ: مَنْ أَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ

جس نے تین طلاق دینے کو جائز قرار دیا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ (البقرہ:۲۲۹)

دو بار طلاق دینے کے بعد یا تو دستور کے مطابق روک لینا ہے یا اس کو حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فِي مَرِيضٍ طَلَّقَ لَا أَرَى أَنْ تَرِثَ مَبْتُوتَتُهُ۔ (مسند الشافعی: ۱۴۰۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۱۹۲، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۶۲)

اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر کسی بیمار شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دی تو وہ اپنے خاوند کی وارث نہ ہوگی۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ تَرِثُهُ وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ تَزَوَّجُ إِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ مَاتَ الزَّوْجُ الْآخَرُ فَرَجَعَ عَنْ ذَلِكَ۔ (سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۴۳)

اور الشعبی نے کہا: وہ وارث ہوگی، (کوفہ کے قاضی) ابن شبرمہ نے کہا: کیا وہ عورت عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے، شعبی نے کہا: ہاں! ابن شبرمہ نے پھر سوال کیا: اگر اس کا دوسرا خاوند بھی مر جائے (تو کیا وہ عورت دونوں کی وارث ہوگی؟) اس پر

Marfat.com

شعبی نے اپنے فتویٰ سے رجوع کرلیا۔

لفظ واحد سے تین طلاقیں دینے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ ایک لفظ سے تین طلاقیں دیں تو یہ بھی جائز ہے، امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ متقدمین میں سے بعض علماء تین طلاقوں کے وقوع کو جائز قرار نہیں دیتے تھے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، سوطاؤس، محمد بن اسحاق، الحجاج بن ارطاۃ، ابراہیم نخعی، ابن مقاتل اور ظاہریہ (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی پر صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور انہوں نے اپنے موقف پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: طاؤس نے کہا کہ ابوالصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امارت میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں۔ (صحیح مسلم: ۱۴۷۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۰، سنن نسائی: ۳۴۰۳)

لفظ واحد سے تین طلاقیں دینے کے متعلق جمہور فقہاء کا مذہب

جمہور فقہاء، تابعین اور تبع تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء جن میں الاوزاعی، النخعی، الثوری، امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک اور ان کے اصحاب اور امام شافعی اور ان کے اصحاب اور امام احمد اور ان کے اصحاب اور اسحاق اور ابوثور اور امام ابوعبید اور دوسرے بہت سے فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو وہ تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی لیکن وہ مرد تین طلاقیں اکٹھی دینے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا اور فقہاء نے کہا ہے: جن لوگوں نے جمہور کے اس مذہب کی مخالفت کی ہے ان کا مذہب شاذ ہے اور اہلسنت و جماعت کے مخالف ہے اور یہ اہل بدعت کا قول ہے اور شاذ ہونے کی وجہ سے اس کے مطابق عمل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں نے کتاب اور سنت میں تحریف کی ہے۔

لفظ واحد سے دی ہوئی تین طلاقوں کے نفوذ کے متعلق جمہور فقہاء کے دلائل اور غیر مقلدین کے شبہات کا رد

اور امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی التوفی ۳۲۱ھ نے غیر مقلدین کی اس دلیل مذکور کے جواب میں کہا ہے کہ طاؤس کی یہ روایت منسوخ ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا تو انہوں نے کہا: اے لوگو! تمہارے لیے طلاق دینے میں تاخیر تھی اور جس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تاخیر میں جلدی کی تو ہم اس پر اس طلاق کو لازم کردیں گے۔ امام طحاوی نے اس کی سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے سامنے یہ خطاب کیا جو اچھی طرح جانتے تھے کہ اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں طلاق دینے کا کیا طریقہ تھا اور جمہور صحابہ میں سے کسی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خطاب سے اختلاف نہیں کیا اور نہ ان کے قول کو مسترد کیا اور یہ طاؤس کی روایت کے منسوخ ہونے پر بہت قوی دلیل ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۴۱۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کئی امور تھے اور آپ کے بعد آپ کے اصحاب نے ان کے خلاف پر اتفاق کیا اور ان کا اتفاق پہلے زمانہ کے حکم کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب پینے کی حد معین نہیں تھی اور بعد کے صحابہ کا اس پر اجماع ہوگیا کہ شراب پینے کی حد اسی کوڑے ہیں جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب پینے والے پر درخت کی چند شاخیں ماری جاتی تھیں یا چند جوتے مارے تھے اور جب حضرت عمر نے اس کی حد کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا تو

Marfat.com

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شرابی نشہ میں آ کر لوگوں پر تہمت لگاتا ہے اور تہمت کی حد اسی کوڑے ہیں، لہٰذا اگر آزاد مرد شراب پیئے تو اس کو اسی کوڑے مارے جائیں گے اور اگر غلام شراب پیئے تو اس کو چالیس کوڑے مارے جائیں گے اور اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا اور اس اجماع سے عہد رسالت کا وہ حکم منسوخ ہو گیا جس کے مطابق شرابی کو غیر معین ڈنڈے مارے جاتے تھے یا جوتے مارے جاتے تھے۔ اسی طرح عہد رسالت میں احکام شرعیہ کو مدون نہیں کیا گیا تھا اور بعد میں احکام شرعیہ کی تدوین کی گئی، اسی طرح ام ولد کی بیع کو بعد میں ممنوع قرار دیا گیا حالانکہ عہد رسالت میں ام ولد کی بیع کی جاتی تھی۔

اور چونکہ ان مسائل پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے اور اجماع صحابہ نصوص کی طرح علم یقین کا موجب ہے اور اجماع کا حجت ہونا حدیث مشہور سے زیادہ قوی ہے، پس جب حدیث مشہور کی وجہ سے نص قرآن پر اضافہ کرنا جائز ہے تو اجماع صحابہ سے طاؤس کی روایت کو منسوخ کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا۔

علاوہ ازیں امام طحاوی نے ایسی احادیث پیش کی ہیں جو طاؤس کی حضرت ابن عباس سے روایت کے منسوخ ہونے پر شاہد ہیں، ان میں سے بعض روایات یہ ہیں:

الاعمش از مالک بن الحارث روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس نے سوال کیا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین اکٹھی طلاقیں دی ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک تمہارے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور شیطان کی اطاعت کی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے لیے کوئی مخرج (راستہ) نہیں بتایا، پس میں نے پوچھا کہ جو شخص تین طلاقوں کو حلال قرار دے آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں تو انہوں نے کہا: جو شخص اللہ تعالیٰ کو فریب دے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے فریب کی سزا دے گا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۴۲۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حق کے قریب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک حکم کا علم تھا، پھر بعد میں ان کو یہ علم ہوا کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حکم کی روایت کریں، پھر اس کے خلاف فتویٰ دیں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی پہلی حدیث کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا اس بیوی کے ساتھ متعلق ہو جو غیر مدخولہ ہو۔

زیر بحث مسئلہ پر امام ابوبکر جصاص کے دلائل

امام ابوبکر جصاص رازی متوفی ۳۷۰ھ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث منکر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ (البقرہ: ۲۲۹) دو بار طلاق دینے کے بعد یا تو دستور کے مطابق روک لینا ہے یا اس کو حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

یہ آیت عام ہے اور یہ اکٹھی تین طلاقیں دینے کو بھی شامل ہے، امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ ابو رزین سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، سو اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! قرآن مجید کی البقرہ: ۲۲۹، میں دو طلاقوں کا ذکر ہے (اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ) تو تیسری طلاق کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ تیسری طلاق ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن یہ حدیث مرسل ہے، اور امام ابن مردویہ نے سند متصل کے ساتھ قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد نے آ کر پوچھا: اللہ تعالیٰ نے دو بار طلاق دینے کا ذکر فرمایا ہے (اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ) سو تیسری طلاق کہاں ہے؟ تو آپ نے

Marfat.com

فرمایا: فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۳۲۔۳۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح مسلم: ۱۴۷۲ کے شاذ اور غیر صحیح ہونے کے مزید دلائل

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قرآن مجید میں یہ واضح تصریح ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں ہے اور بغیر شرعی حلالہ کے عورت کے سابق خاوند کا اس سے دوبارہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ البقرہ: ۲۲۹ میں یہ تصریح ہے کہ تین طلاقوں کے بعد عورت اپنے خاوند پر حلال نہیں ہے تاوقتیکہ وہ عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلے، پھر دوسرا شوہر اس کو طلاق دے اور اس طلاق کی عدت گزرنے کے بعد وہ پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے اور تین طلاقوں کا یہ حکم عام ہے خواہ تین طلاقیں یکے بعد دیگرے دی جائیں یا لفظ واحد سے تین طلاقیں دی جائیں کیونکہ قرآن مجید نے مطلقاً تین طلاقوں کا حکم بیان کیا ہے اور اس کو کسی ایسے لفظ سے مقید نہیں کیا کہ وہ تین طلاقیں الگ الگ دی جائیں یا اکٹھی دی جائیں۔

غیر مقلدین صحیح مسلم: ۱۴۷۲ سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ روایت شاذ، معلل اور غیر صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دس شاگرد تھے اور ان میں سے صرف طاؤس نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کی ہے اور ان کے کسی اور شاگرد نے ان کی موافقت نہیں کی، جب کہ خود طاؤس کی روایت بھی اس حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے اس کو مفصل با حوالہ بیان کر چکے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فِي مَرِيضٍ طَلَّقَ لَا أَرَى أَنْ تَرِثَ مَبْتُوتَتُهُ۔ (مسند الشافعی: ۱۴۰۲، مصنف عبد الرزاق: ۱۲۱۹۲، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۶۲)

اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر کسی بیمار شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دی تو وہ اپنے خاوند کی وارث نہ ہوگی۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ طلاق البتہ سے مراد طلاق بائن ہے یا تین طلاقیں ہیں؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت عبد اللہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس مریض نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دی تو میری رائے یہ ہے کہ وہ عورت اپنے خاوند کے ترکہ کی وارث نہیں ہوگی۔

حضرت ابن الزبیر نے مبتوتہ کا لفظ کہا ہے اور اس کا معنی ہے: طلاق البتہ، اور فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی اس کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

پس علامہ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ایک طلاق ہے اور اگر اس نے تین طلاقوں کا ارادہ کیا تو یہ تین طلاقیں ہیں اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا کہ طلاق البتہ تین طلاقیں ہیں اور یہ حضرت علی، حضرت ابن عمر اور ابن المسیب، عروہ، زہری اور ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے اور یہی امام مالک، اوزاعی اور امام ابو عبید کا مذہب ہے۔ اور اس تعلیق کی امام ابو عبید القاسم نے اپنی سند کے ساتھ از ابن ابی ملیکہ روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی بیمار مرد اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دے تو اس کا کیا حکم ہے تو انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے الاصبغ کی بیٹی الکلبیہ کو طلاق البتہ دی، پھر ان کی وفات ہوگئی اور وہ اپنی عدت میں تھیں تو ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمٰن کا وارث قرار دیا، تب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ مطلقہ بائنہ وارث نہیں ہوتی۔

شعبی کا اپنے قول پر آثار صحابہ سے استدلال

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ تَرِثُهُ۔

اور الشعبی نے کہا: وہ عورت وارث ہوگی۔

علامہ عینی اس دوسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی عامر بن شراحیل الشعبی نے کہا کہ اس صورت میں جس عورت کو طلاق بائن دی گئی ہو وہ وارث ہوگی۔ اور اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ از ابراہیم اور الشعبی روایت کیا ہے کہ جس مرد نے اپنی بیماری میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو ان دونوں نے کہا کہ وہ عورت اپنے شوہر کی عدت وفات گزارے گی اور جب تک وہ عدت میں ہو تو وہ اپنے شوہر کے ترکہ کی وارث ہوگی۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو اپنی بیماری میں تین طلاقیں دے دیں تو جب تک وہ اپنی عدت میں ہو تو وہ اس کی وارث ہوگی اور مرد اس کا وارث نہیں ہوگا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قریب الموت تھے اور انہوں نے اپنی بیوی ام البنین کو طلاق دے دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بیوی کو حضرت عثمان کا وارث قرار دیا اور ابراہیم نے کہا کہ جب تک وہ عورت عدت میں ہو تو وہ اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور طاؤس اور عروہ بن الزبیر اور ابن سیرین اور حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا یہ سب کہتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب سے بھاگے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا، اور عکرمہ نے کہا: اگر اس کی عدت پوری ہونے میں صرف ایک دن رہتا ہو اور اس کا شوہر مرجائے تو وہ اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور پھر وہ دوبارہ از سر نو اپنے شوہر کی عدت وفات گزارے گی۔

وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ تَزَوَّجُ إِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ مَاتَ الزَّوْجُ الْآخَرُ فَرَجَعَ عَنْ ذَلِكَ۔

(سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۴۳)

(کوفہ کے قاضی) ابن شبرمہ نے کہا: کیا وہ عورت عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے، شعبی نے کہا: ہاں! ابن شبرمہ نے پھر سوال کیا: اگر اس کا دوسرا خاوند بھی مرجائے (تو کیا وہ عورت دونوں کی وارث ہوگی؟) اس پر شعبی نے اپنے فتویٰ سے رجوع کرلیا۔

ابن شبرمہ کے اعتراض کے بعد شعبی کا رجوع کرنا

علامہ عینی اس تیسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی عبداللہ بن شبرمہ الضبی قاضی الکوفہ تابعی نے الشعبی سے کہا: کیا یہ عورت عدت کے بعد شادی کر سکتی ہے اور پہلے شوہر کی وفات سے پہلے شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ شعبی نے کہا: ہاں وہ شادی کر سکتی ہے، پھر ابن شبرمہ نے شعبی سے کہا: یہ بتائیے کہ اگر دوسرا شوہر جب مرجائے تو آیا یہ اس کی بھی وارث ہوگی؟ اس سے یہ لازم آئے گا کہ وہ دو شوہروں سے حالت واحدہ میں وارث ہو، تب شعبی نے اپنے اس قول سے رجوع کرلیا اور کہا کہ وہ پہلے شوہر کی اسی وقت وارث ہوگی جب وہ عدت میں ہو اور امام بخاری نے شبرمہ اور شعبی کے اس مذاکرہ کی روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۳۳۔۳۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۲۵۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ لَهُ يَا عَاصِمُ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب کہ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ حضرت عاصم بن عدی انصاری کے پاس

امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَسَأَلَ عَاصِمٌ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ جَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ يَا عَاصِمُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ عَاصِمٌ لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا قَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ وَسْطَ النَّاسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَدْ أَنْزَلَ اللهُ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ

(صحیح مسلم: ۱۴۹۲، سنن نسائی: ۳۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، موطا امام مالک: ۱۲۰۱، سنن دارمی: ۲۲۲۹، مسند احمد: ۲۲۸۵۱)

آئے تو ان سے کہا: اے عاصم! یہ بتاؤ کہ ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے، پس تم اس کو قتل کر دو گے یا وہ کیا کرے؟ اے عاصم! تم میری خاطر رسول اللہ ﷺ سے اس مسئلہ کو دریافت کرو، سو حضرت عاصم نے اس مسئلہ کو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس مسئلہ کو ناپسند کیا اور اس کی مذمت کی حتیٰ کہ حضرت عاصم نے رسول اللہ ﷺ سے جو سنا تھا وہ اس پر سخت رنجیدہ ہوئے، پھر جب حضرت عاصم اپنے گھر پہنچے تو ان کے پاس حضرت عویمر رضی اللہ عنہ آئے، پس انہوں نے پوچھا: اے عاصم! تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ حضرت عاصم نے کہا: میں آپ کے پاس کوئی اچھی خبر نہیں لایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے جب مسئلہ کو دریافت کیا تھا تو وہ آپ کو ناگوار گزرا، حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں باز نہیں آؤں گا حتیٰ کہ میں خود رسول اللہ ﷺ سے اس مسئلہ کا حل دریافت کروں، پھر حضرت عویمر گئے حتیٰ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوگوں کے درمیان میں پہنچے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ ایک مرد اپنی بیوی کے پاس دوسرے مرد کو پائے تو آیا وہ اس کو قتل کر دے تو آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے یا پھر وہ کیا کرے؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق اور تمہاری بیوی کے متعلق حکم نازل فرما دیا، پس تم جاؤ اور اپنی بیوی کو لے کر آؤ۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس ان دونوں نے لعان کیا اور میں لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا، پس جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اگر اب میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں اس پر بہتان باندھنے والا ہوں گا، پھر حضرت عویمر نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ فرمانے سے پہلے اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں، ابن شہاب نے کہا: سو یہ ایک دوسرے پر لعان (لعنت) کرنے کا طریقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۳ میں گزر چکی ہے۔

لعان کا سبب اور لعان کی کیفیت

شیخ محمد بن صالح العثیمین حنبلی متوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لعان کی صورت یہ ہے کہ العیاذ باللہ! ایک مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اب اس پر کیا حکم واجب ہوگا؟ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ مرد سے کہا جائے گا: یا تو تم اس پر گواہ قائم کرو کہ تمہاری بیوی نے زنا کیا ہے یا عورت زنا کا اعتراف کر لے ورنہ وہ ایک دوسرے پر لعان کریں گے اور گواہ چار ہونے چاہئیں اور چار گواہ یہ گواہی دیں کہ انہوں نے اس عورت کی فرج میں مرد کے آلہ کو دیکھا ہے اور یہ کافی نہیں ہے کہ وہ کہیں کہ ہم نے مرد کو اس عورت پر چڑھے ہوئے دیکھا ہے یا یہ کہیں کہ ہم نے بہت برا منظر دیکھا ہے۔

اور لعان کی صورت یہ ہے کہ وہ دونوں قاضی کے سامنے پیش ہوں اور مرد یہ کہے کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میری اس بیوی نے زنا کیا ہے اور یہ بات وہ چار مرتبہ کہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، پھر اگر اس کے بعد عورت خاموش رہے تو اس کے اوپر حد قائم ہوگی اور جب عورت لعان کرے تو وہ یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے اور مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر یہ مرد سچوں میں سے ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو اور غضب لعنت سے زیادہ شدید ہے۔

تین طلاقوں کے ناپسندیدہ ہونے کی توجیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا تین طلاقیں دینا جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تین طلاقوں کو صرف اس لیے حرام قرار دیا گیا ہے کہ انسان اللہ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے، اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقیں دینے والوں پر ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تاخیر کے ساتھ تین طلاقیں دینے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے تین طلاقیں دینے میں جلدی کر دی۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۱، مکتبۃ الطبری للنشر والتوزیع، ۱۴۲۹ھ)

مصنف کی طرف سے امام بخاری پر اس اعتراض کا جواب کہ امام بخاری نے تین طلاقیں دینے کو جائز کہا ہے حالانکہ یہ گناہ ہے

میں کہتا ہوں: امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے کہ ''جس نے تین طلاق دینے کو جائز قرار دیا''، اس عنوان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تین طلاقیں دینا کوئی اچھی بات ہے کیونکہ سنن ابوداؤد کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق دینا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۷۸) لہٰذا فی نفسہ ایک طلاق دینا بھی ناپسندیدہ ہے اور سوائے ناگزیر صورت کے طلاق دینے کی اجازت نہیں ہے، پھر طلاق دینے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جس طہر میں مرد نے اپنی بیوی سے جماع نہ کیا ہو اس طہر میں ایک طلاق دے اور پھر ٹھہر جائے اور یہ قید اس لیے مقرر فرمائی ہے کہ اگر اس کی عورت حائضہ ہو یا وہ اس طہر میں اپنی بیوی سے جماع کر چکا ہو تو پھر وہ طلاق دینے کے لیے دوسرے طہر کا انتظار کرے اور اس مدت میں اسے غور و فکر اور سوچ و بچار کا موقع ملے گا اور اگر شوہر کسی بات پر بیوی سے ناراض ہوا ہو تو بیوی کو معذرت کرنے اور معافی مانگنے کا وقت ملے گا اور ہو سکتا ہے کہ اس وقفہ میں دونوں کے درمیان ہم آہنگی اور صلح ہو جائے اور طلاق کی نوبت نہ آئے، اور اگر اس مدت میں بھی شوہر اپنے موقف پر قائم رہے تو دوسرے طہر میں شوہر اس کو صرف ایک طلاق دے اور طلاق دینے کے بعد ایک حیض گزر جائے تو پھر اس کو دوسری طلاق دے اور اتنے عرصہ میں ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ ان کے درمیان صلح ہو جائے اور تیسری طلاق

Marfat.com

دینے کی نوبت نہ آئے اور اگر عورت نے کوئی ایسی شدید نافرمانی کی ہو جس کو ٹالنا ناگزیر ہو تو پھر شوہر اس کو تیسری بار طلاق دے دے پھر جب تیسری طلاق کے بعد ایک حیض گزر جائے تو اب تیسری طلاق مکمل ہو گئی اور اب وہ عورت اس مرد پر اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے اور وہ اس سے جماع کرنے کے بعد اپنی مرضی سے بغیر کسی پیشگی شرط کے اس کو طلاق دے دے، پھر وہ اس کی عدت گزارنے کے بعد دوبارہ پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے، سو اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کی یہ حدود قائم کی ہیں اور یہ طریقہ مقرر کیا ہے اور جس مرد نے اپنی بیوی کو لفظ واحد کے ساتھ ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو اس کی دی ہوئی تین طلاقیں فوراً نافذ ہو جائیں گی اور وہ عورت اس پر فوراً حرام ہو جائے گی لیکن مرد کا یہ اقدام اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز ہے اور سخت گناہ ہے۔ یہ اس وقت ہے جب بیوی کی بدچلنی یا اس کے زنا کا ثبوت نہ ہو یا اور کسی دنیاوی معاملہ میں شوہر اور بیوی کے درمیان ناراضگی ہو لیکن اگر بیوی بدچلن ہو اور زانیہ ہو اور وہ اپنے جرم کا اعتراف نہ کرے اور شوہر کے پاس چار گواہ نہ ہوں تو پھر ایسی صورت میں بہ یک وقت تین طلاقوں کا دینا جائز ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے اسی مجلس لعان میں تین طلاقیں دے دیں اور سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا تھا (سنن ابو داؤد: ۲۲۵۰) لہٰذا حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کا اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز نہیں تھا اور نہ ہی گناہ تھا اور ایسی ناگزیر صورت میں مجلس واحد میں تین طلاقیں دینا جائز ہے، لہٰذا امام بخاری پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ جب لفظ واحد سے مجلس واحد میں تین طلاقیں دینا اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز ہے اور گناہ ہے تو پھر امام بخاری نے تین طلاقیں دینے کو کیوں جائز قرار دیا کیونکہ امام بخاری نے مطلقاً تین طلاقیں دینے کو جائز نہیں قرار دیا بلکہ ایسی صورت میں تین طلاقیں دینے کو جائز قرار دیا ہے جیسی صورت حال حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کو پیش آئی تھی۔

اس حدث کی شراح سابقین میں سے کسی نے شرح نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس حدیث کی ایسی جامع اور کامل شرح کرنے میں، میں منفرد ہوں اور یہ انفراد میرا کمال نہیں ہے میرے مولا کا احسان ہے۔

۵۲۶۰ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ امْرَأَةَ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي وَإِنِّي نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزُّبَيْرِ الْقُرَظِيَّ وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الْهُدْبَةِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ لَا حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ۔

(صحیح البخاری: ۲۶۳۹، صحیح مسلم: ۱۴۳۳، سنن ترمذی: ۱۱۱۸، سنن نسائی: ۳۲۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۲، مسند احمد: ۲۳۵۷۸، سنن دارمی: ۲۲۶۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ حضرت رفاعہ القرظی کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، سو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک رفاعہ نے مجھے قطعی طلاق دے دی ہے (یعنی تین طلاقیں) اور بے شک میں نے ان کے بعد حضرت عبدالرحمن بن الزبیر القرظی رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اور ان کے پاس تو صرف کپڑے کے پلو کے مثل ہے (یعنی وہ نامرد ہیں)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تم رفاعہ کی طرف لوٹنا چاہتی ہو؟ نہیں، حتیٰ کہ وہ تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لیں اور تم ان کا تھوڑا سا شہد چکھ لو۔

Marfat.com

۵۲۶۱۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ أَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ قَالَ لَا حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الْأَوَّلُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے القاسم بن محمد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پس اس نے (دوسرا) نکاح کر لیا، پھر اس نے اس کو بھی طلاق دے دی تو نبی ﷺ سے سوال کیا گیا، کیا یہ اب پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! حتیٰ کہ وہ اس کا اس طرح تھوڑا سا شہد چکھ لے جس طرح پہلے خاوند نے اس کا تھوڑا سا شہد چکھا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۳۹ میں گزر چکی ہے۔

لفظ واحد سے مجلس واحد میں تین طلاقوں کے وقوع کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تمام ائمہ فتویٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ لفظ واحد سے جب تین طلاقیں دی جائیں وہ لازماً واقع ہو جاتی ہیں، ان کے نزدیک اس طرح طلاق دینا خلاف سنت ہے اور یہی جمہور سلف کا مذہب ہے اور اس کے خلاف جن کا قول ہے وہ شاذ ہے اور یہ اہل بدعت کا قول ہے جن کی طرف فقہاء کی جماعت نے التفات نہیں کیا کیونکہ یہ قول کتاب اور سنت کی تحریف پر مبنی ہے اور یہ قول الحجاج بن ارطاۃ اور محمد بن اسحاق سے منقول ہے۔

تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے پر غیر مقلدین کے دلائل

امام ابو یوسف القاضی نے کہا: الحجاج بن ارطاۃ یہ کہتا تھا کہ تین طلاقیں کچھ نہیں ہیں اور ابن اسحاق یہ کہتا تھا کہ تین طلاقوں کا حکم ایک طلاق ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

از ابن اسحاق از داؤد بن الحصین از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں پھر وہ اس پر بہت زیادہ غمگین ہوئے تو نبی ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: تم نے ان کو کیسے طلاق دی تھی؟ تو انہوں نے کہا: میں نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دی تھیں، آپ نے فرمایا: "یہ (تین طلاقیں) ایک طلاق ہے، سو تم چاہو تو اپنی بیوی سے رجوع کر لو، سو انہوں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا"۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶)

امام ابوداؤد نے حدیث: ۲۱۹۷ کے بعد تعلیق میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب کسی شخص نے لفظ واحد سے اپنے منہ سے تین طلاقیں دیں تو وہ ایک طلاق ہے۔ (جامع الاصول ۵۷۴۱، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۴۳۲ھ)

اور ابن جریج نے از ابن طاؤس از والد خود (یعنی طاؤس) روایت کی ہے کہ ابوالصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا آپ کو نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اور حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں تین طلاقوں کو ایک طلاق کی طرف لوٹایا جاتا تھا تو انہوں نے کہا: ہاں! (صحیح مسلم: الرقم المسلسل: ۳۵۶۴)

Marfat.com

تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے پر غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: امام طحاوی نے کہا: یہ دونوں حدیثیں منکر ہیں، ان حدیثوں کی ان سے زیادہ قوی راویوں نے مخالفت کی ہے:

سعید بن جبیر، مجاہد، مالک بن الحارث، محمد بن ایاس البکیر اور نعمان بن ابی عیاش یہ سب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے بائنہ ہوگئی اور وہ اب اس سے صرف اس وقت نکاح کرسکتا ہے جب کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرلے، یہ حدیث حضرت عمر، حضرت مولا علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے اور امام طحاوی نے ان تمام احادیث کی ان کی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں یا کہا: ایک سو طلاقیں دی ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تمہاری بیوی تین طلاقوں کے سبب سے تم سے بائنہ ہوگئی ہے اور باقی طلاقیں دے کر تم نے اللہ تعالیٰ سے مذاق کیا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۷۹۸)

اور ائمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت کی ہے وہ جماعت کے موافق ہے اور وہ طاؤس کی روایت کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابہ کی مخالفت کر کے اپنی ذاتی رائے کے مطابق روایت کرنے والے نہ تھے اور اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

از معمر از ابن طاؤس از طاؤس روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب اس مرد کے متعلق سوال کیا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جواب دیتے: اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس مصیبت سے نکلنے کی کوئی راہ پیدا کر دیتا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۳۴۶)

طاؤس کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ابن جریج کی از ابن طاؤس از طاؤس روایت کے خلاف ہے کیونکہ جس شخص کے لیے تین طلاقوں کی مصیبت سے نکلنے کی کوئی راہ نہ ہو تو اس کی دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، لہٰذا ابن جریج کی روایت ساقط ہوگئی اور نیز ابو الصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو تین طلاقوں کے متعلق سوال کیا تھا اس کا جواب حضرت ابن عباس کے دیگر شاگردوں کی روایت کے خلاف ہے، پس لفظ واحد سے مجلس واحد میں تین طلاقوں کے نفوذ اور وقوع پر اجماع ہوگیا اور ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس سے جو یہ روایت کی ہے کہ تین طلاقیں ایک طلاق ہوتی ہے یہ روایت منکر اور خطا ہے۔

حضرت رکانہ کی حدیث سے غیر مقلدین کے استدلال کا جواب

اور رہا یہ کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی اور وہ تین طلاقیں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے جو حضرت رکانہ سے روایت کی ہے اس میں تین طلاقوں کا ذکر نہیں ہے۔

امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ از نافع بن عجیر از عبد اللہ بن یزید بن رکانہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق البتہ دی، سو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس طلاق البتہ سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی کو ان کی طرف لوٹا دیا، پھر حضرت رکانہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

زمانہ میں اپنی بیوی کو دوسری طلاق دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اپنی بیوی کو تیسری طلاق دی۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۰۶)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام ابوداؤد نے کہا: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی طلاق البتہ کے متعلق جو احادیث روایت کی گئی ہیں یہ ان میں سے سب سے زیادہ صحیح ہے۔ (یہ تعلیق سنن ابوداؤد: ۲۲۰۸ کے بعد مذکور ہے)

لفظ واحد سے مجلس واحد میں دی گئی تین طلاقوں کے وقوع اور نفوذ کے متعلق جمہور فقہاء کے دلائل

لفظ واحد کے ساتھ مجلس واحد میں دی گئی تین طلاقوں کے وقوع کے متعلق جمہور فقہاء کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کرنے سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور اگر یہ ممنوع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس سے منع فرما دیتے اور آپ نے یہ خبر دی ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا حرام اور معصیت ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس پر برقرار نہ رکھتے۔

(صحیح البخاری: ۵۲۵۹، صحیح مسلم: ۱۴۹۲، سنن نسائی: ۳۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، مؤطا امام مالک: ۱۲۰۱، سنن دارمی: ۲۲۲۹، مسند احمد: ۲۲۸۵۱)

نیز حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۵۰)

حضرت رفاعہ کی حدیث مذکورہ کی باب مذکورہ کے ساتھ مناسبت

رہا حضرت رفاعہ کی حدیث کا اس باب کے ساتھ تعلق، سو وہ یہ ہے کہ حضرت رفاعہ کی بیوی نے یہ کہا کہ حضرت رفاعہ نے مجھے قطعی طلاق دے دی ہے تو امام بخاری نے اس طلاق کو اس پر محمول کیا کہ حضرت رفاعہ نے ایک لفظ سے تین طلاقیں دی تھیں۔ اس کی وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رفاعہ نے اپنی بیوی کو قطعی طلاق دے دی، پھر ان کی بیوی نے ان کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا، سو ان کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، پس کہا: یا رسول اللہ! پہلے وہ رفاعہ کے نکاح میں تھیں تو حضرت رفاعہ نے ان کو آخری تین طلاقیں دے دیں، (اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت رفاعہ کی قطعی طلاق سے مراد تین طلاقیں تھیں) پھر ان کی بیوی نے اس کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا، اور بے شک اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ان کے پاس تو (ان کا آلہ) صرف کپڑے کے اس پلو کی طرح تھا، انہوں نے اپنی چادر سے کپڑے کا پلو بنا کر دکھایا۔ راوی نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور سعید بن عاص کے بیٹے حجرے کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت خالد بن سعید بن العاص جواب کے منتظر بیٹھے تھے تو حضرت خالد نے حضرت ابوبکر کو ندا کرتے ہوئے کہا: اے ابوبکر! آپ اس عورت کو اس پر کیوں نہیں ڈانٹتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسی بے شرمی کی باتیں کر رہی ہے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر صرف مسکرائے، پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا: شاید کہ تم رفاعہ کی طرف لوٹ کر جانا چاہتی ہو؟ نہیں! حتیٰ کہ تم عبد الرحمٰن بن الزبیر کا تھوڑا سا شہد چکھ لو اور وہ تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لیں۔

(صحیح البخاری: ۶۰۸۴، ۲۶۳۹، صحیح مسلم: ۱۴۳۳، سنن ترمذی: ۱۱۱۸، سنن نسائی: ۳۲۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۲، مسند احمد: ۲۳۵۷۸، سنن دارمی: ۲۲۶۷) (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۲۲-۳۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے مسئلہ میں غیر مقلدین کے موقف کو بار بار رد کرنے کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس مبحث میں لفظ واحد کے ساتھ مجلس واحد میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے متعلق بار بار دلائل پیش کیے گئے ہیں اور غیر مقلدین کا رد کیا گیا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں ایسا بہ کثرت ہوتا ہے کہ کوئی حنفی اور سنی مسلمان جوش غضب میں اپنی بیوی کو لفظ واحد کے ساتھ مجلس واحد میں تین طلاقیں دے دیتا ہے، پھر جب شوہر کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور حالات معمول پر آ جاتے ہیں تو پھر میاں بیوی دونوں پشیمان ہوتے ہیں، پھر وہ اہل سنت و جماعت کے مفتی حضرات کے پاس دوڑ کر جاتے ہیں اور سنی اور حنفی مفتی انہیں بتاتے ہیں کہ تین طلاقیں دینے کے بعد شرعی حلالہ کے بغیر تمہارے لیے اپنی بیوی سے رجوع کرنے کی شریعت اسلامیہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے، پھر انہیں کوئی بتانے والا بتاتا ہے کہ غیر مقلد مفتیوں کے پاس تمہاری مشکل کا حل ہے اور وہ انہیں یہ فتویٰ لکھ کر دیتے ہیں کہ لفظ واحد کے ساتھ مجلس واحد میں تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک طلاق ہوتی ہے اور اس کے ثبوت میں وہ صحیح مسلم کے حوالہ سے از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اور سنن ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت رکانہ کی حدیث لکھ کر پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا ہے اور چونکہ عوام اہل سنت اپنے دلائل سے ناواقف اور ناآشنا ہوتے ہیں اس لیے وہ غیر مقلد مفتیوں کے فتاویٰ سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اس لیے طلاق مغلظہ دینے کے باوجود مطلقہ بیوی کو شرعی حلالہ کے بغیر اپنے گھر میں آباد کر لیتے ہیں اور ساری عمر زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور علماء اہل سنت سے بدگمان ہوتے ہیں۔ العیاذ باللہ

اندریں حالات ہم نے ضروری سمجھا کہ ہم اس مبحث کو تفصیل سے لکھیں اور غیر مقلدین کے رد اور اہل سنت و جماعت کے دلائل کو بار بار پیش کریں تا کہ قارئین کے ذہنوں میں یہ مسئلہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اور ان دلائل کو بار بار ذکر کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ ہر اہم بات کو بار بار ذکر کرنا چاہیے تا کہ وہ اچھی طرح مؤکد ہو جائے۔

دیکھیے نماز پڑھنے کا حکم بہت مؤکد ہے اور قرآن مجید میں وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کی آیت چھیاسٹھ (۶۶) مرتبہ مذکور ہے۔ (المعجم المفہرس لالفاظ القرآن ص ۵۲۴)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا بھی بہت اہم اور ضروری ہے، سو قرآن مجید میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ (الرحمٰن: ۱۳) اکتیس (۳۱) مرتبہ مذکور ہے۔ (المعجم المفہرس لالفاظ القرآن ص ۷۶۲)

اسی طرح عقیدۂ توحید بھی نہایت اہم اور بہت ضروری ہے، اس لیے قرآن مجید میں پچیس (۲۵) مرتبہ ان آیات کا ذکر کیا گیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا ذکر ہے۔ (المعجم المفہرس لالفاظ القرآن ص ۹۱۳)

اسی طرح شرک کی نفی بھی بہت اہم اور ضروری ہے، سو ''ولا اشرک بہ'' کو قرآن مجید میں پانچ مرتبہ ذکر کیا گیا، اور وانفی بری مما تشرکون ۝ کو سات (۷) مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔ (المعجم المفہرس لالفاظ القرآن ص ۳۸۱)

اور فَتَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ (الاعراف: ۱۹۰) اس مضمون کی آیتوں کو بیس (۲۰) مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔ (المعجم المفہرس لالفاظ القرآن ص ۳۸۲)

اس طرح اطاعت رسول کا حکم بھی بہت ضروری ہے، سو قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ (آل عمران: ۳۲) اس مضمون کی آیتوں کو قرآن مجید میں انیس مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔ (المعجم المفہرس لالفاظ القرآن ص ۵۴۵)

ان شواہد سے واضح ہو گیا کہ جو حکم بہت اہم اور ضروری ہو اس کو بار بار ذکر کرنا چاہیے اور موجودہ زمانہ میں غیر مقلدین ناواقف

سنی مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور مطلقہ مغلظہ کو گھر میں رکھنے کی ترغیب دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں کوئی مسلمان مرد ساری عمر زنا کاری میں مبتلا رہتا ہے اور یہ غیر مقلدین نام نہاد مفتی دراصل اس حدیث کے مصداق ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "اللہ تعالیٰ بندوں کے سینوں میں سے علم کو نہیں نکالے گا لیکن علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھا لے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، سو ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے جواب دیں گے، سو وہ خود بھی گمراہ ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے"۔ (صحیح مسلم: ۱۰۰، صحیح مسلم: ۲۶۷۳، سنن ترمذی: ۲۶۵۲، سنن ابن ماجہ: ۵۲، مسند احمد: ۶۴۷۵، سنن دارمی: ۲۳۹)

سو اس صورت حال کے پیش نظر ہم نے غیر مقلدین کے رد کو بار بار پیش کیا اور اس مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کے موقف کو مزید مؤکد کیا۔ اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو مشکور فرمائے اور اس کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین، یا رب العالمین، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

متفرق طور پر یا مجموعی طور پر تین طلاقیں دینے اور حلالہ کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے فتاویٰ جات

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز فاضل بریلوی اس مسئلہ کے تحت لکھتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کے دروازے پر جا کر بآواز بلند اپنی زوجہ کے متعلق کہا کہ میں نے فلانے کی بیٹی فلانہ کو طلاق دی۔ اب شوہر کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ ایک دفعہ محض خوف دلانے کے لیے غصے کی حالت میں کہا تھا اور گھر میں زوجہ کے دو بھائی اور والدہ اور نانی اور دروازہ پر ایک ملازم کا بیان ہے کہ ہم نے طلاق دی، دی، دی، کا لفظ تین دفعہ سنا اور دروازے کے باہر دو شخصوں نے بھی اسی آواز کو سنا، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دی کا لفظ ایک دفعہ سنا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں تین طلاقیں ہوئیں یا ایک طلاق رجعی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: عورت کے دو بھائی اور ملازم ان تینوں شخصوں میں اگر دو ثقہ، عادل قابل قبول شرع ہیں تو تین طلاقیں ہوگئیں، عورت بے حلالہ نکاح میں نہیں آسکتی بشرطیکہ بھائیوں نے اسے آنکھ سے دیکھا ہو اور اس کے قول مذکور کو کان سے سنا اور اگر وہ گھر ہی میں رہے اور یہ باہر ہی رہا تو محض شناخت آواز پر شہادت نہیں، ایک طلاق سے زائد ثابت نہ ہوگی، پھر اگر واقع میں تین بار، دی کا لفظ کہا تو اس پر فرض ہے کہ اسے چھوڑ دے اور بے حلالہ ہاتھ نہ لگائے، اگر خلاف کرے گا مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذاب شدید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۳۳۳۔ ۳۳۲، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، ۱۴۱۸ھ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو منکوحہ ہیں ہندہ، زینب۔ ہندہ نے چاہا کہ زینب کو طلاق ہو جائے، زید کو اہل دہ نے بہت ڈرایا، دھمکایا مگر زید نے ہرگز نہ مانا اور زینب کو طلاق نہ دی، اہل دیہات کے کہنے سے گاؤں کے ہندو پٹواری نے اس سے کہا: تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اپنی عورت زینب کو طلاق دے دو اور زید سے کہا: کہو کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دے دی، زید نے پٹواری سے خوف زدہ ہو کر کہا: میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، تین مرتبہ اس کلمہ کا اعادہ کیا اور کرایا مگر اس لفظ طلاق سے یہ ثابت نہ ہوا کہ کون سی بی بی کو زید سے اس ہندو پٹواری نے طلاق دلوائی، بعد تھوڑی دیر کے جب کہ جلسہ منتشر ہوگیا پٹواری نے زید سے دریافت کیا: تم نے اپنی کون سی بی بی کو طلاق دی، زید نے کسی کا کچھ نام بھی نہیں لیا اور کسی عورت کی طرف اشارہ نہ کیا، اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور زید شوہر اور زینب زوجہ کو باہم کیا کرنا چاہیے؟

الجواب: جب کہ زید نے تین بار جدا جدا اپنی زبان سے یہ لفظ کہے کہ "میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی" اگرچہ ڈرانے دھمکانے

Marfat.com

جبر و اکراہ سے، اگر چہ وہ کہلوانے والا ہندو یا کوئی تھا اس پر تین عدد طلاق ضرور لازم آئی اگر اس کی مراد زینب تھی تو زینب پر تین طلاق ہو گئیں اور اگر ہندہ مراد تھی تو ہندہ کو تین طلاقیں ہو گئیں، اور اگر دھمکانے سے وہ الفاظ زبان سے ادا کر دیئے اور نیت نہ زینب کی تھی نہ ہندہ کی تو اب اس کے اختیار میں ہے جس کی طرف چاہے ڈال دے اگر زینب کو کہے گا تو اس پر تین طلاق ہو جائیں گی اور اگر ہندہ کو کہے گا تو اس پر۔

اور جب کہ وہ خالی الذہن تھا کسی لفظ سے کسی عورت کی نیت نہ تھی مگر یہ الفاظ خالی نہیں جاتے مگر شرع میں انہیں تعیین کا اختیار دیتے ہیں تو ظاہر اس پر لازم نہیں کہ تینوں طلاقیں ایک ہی عورت پر ڈالے بلکہ ایک پر ایک اور ایک پر دو ڈال سکتا ہے اور دونوں پر طلاق رجعی ہونی چاہیے، پھر اگر وہ دونوں کو اپنے پاس رکھنا چاہے تو عدت کے اندر رجعت کر لے، دونوں بدستور اس کی بی بی رہیں گی، ہاں! آئندہ کبھی اگر دو والی کو ایک یا ایک والی کو دو طلاقیں دے گا تو تین طلاقیں ہو جائیں گی اور پھر بے حلالہ اس سے نکاح نہ کر سکے گا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۴۳۴۔۴۳۳ ملخصا، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۸ھ)

سوال: زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی اور عدت میں رجوع کر لیا اور دو سال گزارنے کے بعد پھر ایک طلاق رجعی دی اور عدت میں رجوع کر لیا، تین سال گھر رکھنے کے بعد پھر ایک طلاق دی، اب زید مذکورہ بیوی کو نئے شخص سے نکاح اور حلالہ کے بغیر نکاح میں دوبارہ لا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: دوسرے شخص سے نکاح اور پھر جماع کے بعد طلاق ہو یا دوسرا شخص فوت ہو جائے اور اس کی عدت پوری ہو جانے کے بغیر زید کا مذکورہ بیوی سے نکاح حرام ہے۔ یہ حرمت نص قرآن اور اجماع سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دو طلاقیں دی ہیں تو بیوی کو بھلائی کرتے ہوئے روک لے یا احسان کرتے ہوئے چھوڑ دے (الی قولہ) پھر اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے، پس اگر اس نے طلاق دے دی تو دونوں پر رجوع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرۃ: ۲۳۰۔۲۲۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورت! تو پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی حتیٰ کہ تو دوسرے خاوند کا اور وہ تیرا تھوڑا سا شہد نہ چکھ لے۔ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۹۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۴۰۶۔۴۰۵ ملخصا، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۸ھ)

سوال: حلالہ کا اسلام میں کیا ثبوت ہے اور اس پر کیا دلائل ہیں؟

الجواب: شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہوں ایک دفعہ میں خواہ برسوں میں، پھر کبھی ایک دی اور رجعت کر لی، پھر دوسری دی اور رجعت کر لی، اب تیسری دی، دونوں صورتوں میں عورت اس پر بغیر حلالہ حرام ہے۔ حلالہ کے یہ معنی ہیں کہ اس طلاق کے بعد عورت اگر حیض والی ہے تو اسے تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں اور اگر حیض والی نہیں مثلاً نو برس سے کم عمر کی لڑکی ہے یا پچپن برس سے زائد عمر کی لڑکی ہے تو اس طلاق کے بعد تین مہینے کامل گزر جائیں، یا اگر حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہو لے اس وقت اس طلاق کی عدت سے نکلے گی، اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح بروجہ صحیح کرے یعنی وہ شوہر ثانی اس کا کفوء ہو کہ مذہب، نسب، چال چلن، پیشہ کسی میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لیے باعث بدنامی ہو یا اگر ایسا کم ہے تو عورت کا ولی نکاح ہونے سے پہلے اس کو یہ جان کر کہ یہ کفوء نہیں ہے اس کے ساتھ نکاح کی بالتصریح اجازت دے دے، یا یہ ہو کہ عورت بالغہ کا کوئی ولی ہی نہ ہو تو عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے اور ولی نے اسے غیر کفوء جان کر نکاح سے پہلے صریح اجازت نہ دی ہو تو نکاح ہی نہ ہوگا۔ یونہی لڑکی اگر نابالغہ ہے اور اس کا نہ باپ ہے نہ دادا، بھائی، چچا وغیرہ ولی ہیں

Marfat.com

لوگوں نے کسی غیر کفوء سے اس کا نکاح کر دیا جب بھی نکاح نہ ہوگا، غرض جب شوہر ثانی سے نکاح صحیح طور پر واقع ہوا اور وہ اس سے ہمبستری بھی کرلے اور اس کے بعد وہ طلاق دے اور طلاق کی عدت اسی طرح گزرے کہ تین حیض ہوں اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حمل رہ جائے تو بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلا شوہر اس سے نکاح کر سکتا ہے، ان میں سے ایک بات بھی کم ہوگی تو نکاح نہ ہوگا زنا ہو گا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۴۰۸۔۴۰۷، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۸ھ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حلالہ مع شرطیکہ یعنی اس قصد سے بعض چند روز کے طلاق دے دے تا کہ زوج سابق کے واسطہ بعد عدت گزرنے کے حلال ہو جائے جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: شرائط اور چیز ہے اور قصد اور چیز ہے، شرط تو یہ ہے کہ عقد نکاح میں یہ شرط لگالے یہ ناجائز و گناہ ہے اور حدیث میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے اور قصد یہ کہ دل میں اس کا ارادہ ہو مگر شرط نہ کی جائے تو یہ جائز ہے بلکہ اس پر اجر کی امید ہے۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: حلالہ کی شرط پر نکاح کہ میں اس شرط پر تجھ سے نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق کر کے حلال کر دوں گا دوسرے شخص کا یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے لیکن دونوں نے دل میں حلالہ کی نیت کی تو مکروہ نہیں، اس صورت میں دوسرا شخص اصلاح کی غرض سے نکاح کرنے پر اجر کا مستحق ہوگا۔ (درمختار ج ۱ ص ۲۴۱ مطبع مجتبائی، دہلی)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۴۰۹، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۸ھ)

سوال: تین طلاقیں مجموعی طور پر دینے کا اسلام میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ایک بار تین طلاق دینے سے نہ صرف نزد حنفیہ بلکہ اجماع مذاہب اربعہ تین طلاقیں مغلظہ واقع ہو جاتی ہیں، امام شافعی، امام مالک، امام محمد رضی اللہ عنہم، ائمہ متبوعین میں سے کوئی امام اس باب میں اصلاً مخالف نہیں، ایسی صورت میں بیوی پر تین طلاقیں ہو گئیں، ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہے، زید گناہ گار ہوا اور عورت اس کے نکاح سے ایسی خارج ہوئی کہ اب بے حلالہ ہرگز اس کے نکاح میں نہیں آسکتی، اگر یوں ہی رجوع کر لیا بلا حلالہ نکاح جدید باہم کر لیا تو دونوں مبتلاء حرام کاری ہوں گے اور عمر بھر حرام کاری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ (الطلاق: ۲) جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے راہ نکال دیتا ہے ۝

اس نے تقویٰ نہ کیا بلکہ خلاف خدا اور سول تین طلاقیں لگا تار دینے کا مرتکب ہوا، اللہ عزوجل نے اس کے لیے مخرج نہ رکھا، اب حلالہ اس کے لیے سخت تعزیانے سے بالکل مفر نہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ دین نے فرمایا: اگر قاضی شرع، حاکم اسلام ایسے مسئلہ میں ایک طلاق پڑنے کا حکم دے تو وہ حکم باطل اور مردود ہے، وہابیہ، غیر مقلدین اب اس مسئلہ میں خلاف اٹھا رہے ہیں، وہ گمراہ بد دین ہیں ان کی تقلید حلال نہیں۔

فتح القدیر میں مذکور ہے: جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والے مسلمانوں کے ائمہ کرام کا مسلک ہے: بیک وقت تین طلاقیں تین ہوں گی، امام مجاہد سے، سنن ابوداؤد میں مروی ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا تو ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کچھ دیر خاموش رہے تو میں نے یہ خیال کیا کہ شاید ابن عباس سائل کو بیوی واپس کر دیں گے، تو کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا: تم میں سے بعض لوگ بی بی کو طلاق دیتے ہوئے حماقت سے کام لیتے ہیں تو اے ابن عباس! اے ابن عباس! کہتے ہیں تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی سبیل پیدا فرما دیتا ہے، جب کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تجھ سے لاتعلق ہو

Marfat.com

چکی ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۴ھ نے اس پر دلائل ذکر کیے اور مؤطا امام مالک کے حوالہ سے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی روایت ذکر کی جیسا کہ امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات جمع کی ہیں، اسی طرح کی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کی اور کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور انہوں نے کہا کہ امام عبدالرزاق نے از علقمہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور از وکیع از امیر المومنین علی و امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کی سند ذکر کی اور اس سے پہلے علامہ ابن ہمام نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی اور انہوں نے امام ابن ابی شیبہ اور امام دارقطنی کی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے ذکر کی، اور امام عبدالرزاق نے از حضرت عبادہ بن الصامت از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی یہاں تک کہ ہم نے اکثر ائمہ سے تین طلاقوں کا نافذ ہونا صراحتاً ثابت کیا اور ان حضرات کا کوئی بھی مخالف ظاہر نہ ہوا تو اس حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہو سکتا ہے، اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی حاکم نے بہ یک زبان تین طلاقوں کو ایک طلاق کا حکم دیا تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے اور یہ خلاف حق ہے، اس کو اختلاف کہنا صحیح نہیں۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۳۰ ملخصاً، نوریہ رضویہ، سکھر)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۴۱۲۔۴۱۰، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۸ھ)

حلالہ شرعیہ کا مطلقہ عورت کے ساتھ دوسرے خاوند کی مجامعت پر توقف

صحیح البخاری: ۵۲۶۱، میں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پس اس نے (دوسرا) نکاح کر لیا، پھر اس نے بھی اس کو طلاق دے دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا، کیا یہ اب پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں حتیٰ کہ وہ اس سے اس طرح تھوڑا سا شہد چکھ لے جس طرح پہلے خاوند نے اس کا تھوڑا سا شہد چکھا تھا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اَلْعُسَيْلَه کا لفظ جماع سے کنایہ ہے اور العسل (شہد) بعض اوقات بعض لغات میں مونث کا لفظ ہے اور اس کی تصغیر عُسَيْلَة ہے (تھوڑا سا شہد)۔

امام احمد روایت کرتے ہیں: ہمیں مروان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عبدالملک المکی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العسيلة (تھوڑا سا شہد) سے مراد جماع ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۶۲، مسند احمد: ۲۴۳۳۱، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا ایک راوی ابو عبدالملک المکی ضعیف ہے، علامہ الزیلعی نے لکھا ہے کہ المکی مجہول ہے۔ (نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۳۸) حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی امام احمد اور امام ابویعلیٰ نے روایت کی ہے اور اس کی سند میں ابو عبدالملک المکی ہے اور میں اس راوی کو اس حدیث کے بغیر نہیں پہچانتا اور اس حدیث کے باقی راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۴۱) (سعیدی غفرلہ)۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کی امام الدارقطنی نے بھی روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ المکی مجہول ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۵۲) التلویح میں مذکور ہے کہ تمام قرآن عظیم میں جہاں بھی نکاح کا لفظ ہے اس سے مراد عقد نکاح ہے وطی نہیں ہے سوا اس آیت کے:

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ (البقرۃ: ۲۳۰) یہاں تک کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔

کیونکہ اس آیت میں لفظ نکاح سے مراد عقد اور وطی دونوں ہیں اور اس کی دلیل حدیث اَلْعُسَيْلَة ہے کیونکہ العسیلہ سے

Marfat.com

یہاں پر مراد وطی ہے (یعنی جماع)۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: صاحب التلویح کی یہ شرح صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں لفظ نکاح کا اسناد عورت کی طرف ہے، پس اگر اس آیت میں نکاح سے وطی مراد ہو تو اس کا معنی یوں ہوگا: ''حتیٰ کہ وہ عورت کسی اور خاوند سے وطی کر لے'' اور یہ معنی فاسد ہے کیونکہ عورت موطوءہ ہے واطئہ نہیں ہے۔ واطی تو صرف مرد ہوتا ہے بلکہ اس آیت میں بھی نکاح کا معنی عقد ہے وطی نہیں ہے اور وطی کا وجوب حدیث العسیلہ سے ثابت ہے کیونکہ یہ حدیث مشہور ہے اور حدیث مشہور سے نص قرآن پر اضافہ کرنا جائز اور صحیح ہے۔ اور اس میں سعید بن المسیب کے علاوہ اور کسی کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کہا: عقد نکاح صحیح ہے اور کافی ہے اور اس عقد سے عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہے اور خوارج کی ایک جماعت کے سوا اور کسی نے سعید بن المسیب کی موافقت نہیں کی۔
اور ابوالرجاء مختار بن محمود الزاہدی نے ''کتاب القنیہ شرح المنیہ'' میں لکھا ہے کہ سعید بن المسیب نے اپنے اس مذہب سے رجوع کر لیا تھا اور اگر کسی قاضی نے سعید بن المسیب کے قول کے مطابق فیصلہ کیا تو اس کی قضاء نافذ نہیں ہوگی اور اگر کسی مفتی نے سعید بن المسیب کے قول پر فتویٰ دیا تو اس مفتی کو تعزیر لگائی جائے گی۔
الحسن البصری نے کہا ہے کہ شرعی حلالہ کے لیے دوسرے مرد سے نکاح کے بعد جماع سے انزال شرط ہے اور عورت پہلے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ دوسرا خاوند اس سے وطی نہ کرے اور اس کو انزال نہ ہو جائے اور ان کا یہ زعم ہے کہ اُلعُسَیْلہ کا معنی انزال ہے اور باقی تمام فقہاء نے حسن بصری کی مخالفت کی ہے، پس کہا ہے کہ التقاء الختنین (یعنی دو شرم گاہوں کے ملنے) سے عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہے اور التقاء الختنین سے ہی روزہ اور حج فاسد ہو جاتا ہے اور اسی سے حد واجب ہو جاتی ہے اور غسل واجب ہو جاتا ہے اور اسی سے مہر واجب ہو جاتا ہے اور شوہر اور بیوی محصن ہو جاتے ہیں اور مہر مکمل ہو جاتا ہے۔
علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اگر عورت سوئی ہوئی ہو یا بے ہوش ہو اور اس حالت میں مرد اس سے وطی کر لے اور عورت کو پتا نہ چلے تو پھر وہ عورت اس پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی حتیٰ کہ وہ مرد اور عورت دونوں تھوڑا سا شہد چکھ لیں اور یہ قول بھی درست نہیں ہے کیونکہ تھوڑا سا شہد چکھنے میں دونوں کی مساوات جائز نہیں ہے بلکہ ان میں سے کوئی ایک تھوڑا سا شہد چکھ لے تو عورت اپنے پہلے خاوند سے نکاح کرنے کے لیے حلال ہو جاتی ہے۔

حلالہ کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ مُحَلِّل (حلالہ کرنے والا) کے عقد نکاح میں فقہاء کا اختلاف ہے، سو امام مالک نے کہا ہے: وہ اس وقت مطلقہ کو سابق شوہر کے لیے حلال کرے گا جب وہ اپنی رغبت سے نکاح کرے، پس اگر اس نے حلالہ کے قصد سے نکاح کیا تو وہ عورت سابق شوہر پر حلال نہیں ہوگی خواہ زوجین (شوہر اور بیوی) کو اس کا علم ہو یا نہ ہو اور دخول سے پہلے اور دخول کے بعد یہ نکاح فسخ ہو جائے گا اور اللیث، سفیان بن سعید، الاوزاعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔
اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ یہ نکاح جائز ہے اور مُحَلِّل کے لیے جائز ہے کہ وہ اس نکاح پر برقرار رہے یا نہ رہے اور عطاء اور الحکم کا بھی یہی قول ہے۔
اور القاسم، سالم، عروہ اور الشعبی نے کہا ہے: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس عورت کو سابق شوہر کے لیے حلال کرنے کی خاطر اس سے نکاح کرے جب کہ سابق شوہر اور اس کی بیوی کو اس کا علم نہ ہو اور اس کو اس کار خیر پر اجر ملے گا اور ربیعہ اور یحییٰ بن

سعید کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام شافعی اور ابوثور کا یہ مذہب ہے کہ جو نکاح وہ حلال کرنے کے قصد سے کرے اس نیت کے ساتھ کہ وہ نکاح کر کے عورت کو سابق شوہر پر حلال کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دے گا تو یہ نکاح فاسد ہے اور جس نے بعد میں طلاق دینے کی شرط نہیں لگائی تو پھر یہ عقد نکاح صحیح ہے۔ اور بشر بن الولید نے از ابو یوسف از ابوحنیفہ اسی کی مثل روایت کی ہے اور امام محمد نے از امام ابو یوسف از امام ابوحنیفہ یہ روایت کی ہے کہ جب دوسرے شوہر نے پہلے شوہر کے لیے عورت کو حلال کرنے کی نیت کی تو وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ اور حسن بن زیاد نے از زفر از امام ابوحنیفہ یہ روایت کی ہے کہ اگر مُحَلِّل نے نفس عقد میں یہ شرط عائد کی کہ وہ صرف اس لیے نکاح کر رہا ہے تا کہ وہ اس عورت کو پہلے خاوند کے لیے حلال کردے تو یہ نکاح صحیح ہے اور اس کی شرط باطل ہوگی اور مُحَلِّل کے لیے جائز ہے کہ وہ اس عورت کو اپنے نکاح میں برقرار رکھے۔

حلالہ کی صحت کی بعض شرائط

اور ''القنیہ شرح المنیہ'' میں علامہ زاہدی حنفی نے لکھا ہے: جب محلل یعنی زوج ثانی اس عورت کی دبر میں دخول کرے تو وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی اور اگر اس نے اس عورت کی فرج میں دخول کیا تو پھر وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی اور موت اور خلوت صحیحہ تحلیل کے حق میں دخول کے قائم مقام نہیں ہیں۔

حلالہ کرنے کی ممانعت اور مذمت کے متعلق احادیث اور آثار

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذی اور امام نسائی نے متعدد سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مُحَلِّل اور مُحَلَّل لہ (یعنی حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے) دونوں پر لعنت کی گئی ہے''۔ اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۱، مسند احمد: ۴۳۰۸، مسند ابو یعلیٰ: ۵۲۰۶۔ ۵۰۵۴، شرح السنۃ: ۲۲۹۳، مسند البزار: ۱۸۸۴، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۱، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۱۰، سنن ابوداؤد: ۸۲۶، سنن ترمذی: ۳۱۲، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۴۱۔ ۱۴۰، صحیح ابن حبان: ۱۸۴۹)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُحَلِّل اور مُحَلَّل لہ پر لعنت فرمائی ہے''۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۳، مسند احمد: ۸۲۸۷، مسند البزار: ۱۴۴۲، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۸)، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے یہ بھی روایت ہے، (مسند احمد: ۶۳۵، ۴۲۸۳)۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی یہ روایت ہے۔ (سنن ترمذی:1119)، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۸)، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ روایت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۴)

اور امام عبدالرزاق نے از ثوری از عبداللہ بن شریک العامری روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کر رہے تھے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پھر وہ اس پر نادم ہوا، پھر کسی اور مرد نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اس مطلقہ سے نکاح کر لے تا کہ وہ اس عورت کو اپنے سابق شوہر کے لیے حلال کر دے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ دونوں زانی ہیں خواہ وہ بیس سال تک اس نکاح پر قائم رہیں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۰۸۲۰، دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ/ ج ۲ ص ۲۶۵، مکتبہ اسلامیہ، بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قبیصہ بن جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس جب بھی کسی محلل اور محلل لہ کو لایا گیا تو میں اس کو سنگسار کروں گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۳۶۳، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۰۸۰، دار الوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

عبدالملک بن المغیرہ بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ کوئی مرد کسی عورت کو اس کے شوہر کے لیے حلال کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ یہ زنا ہے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوئی شخص یہ کام کرتا تو وہ اس کو عبرت ناک سزا دیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۳۶۵، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۰۸۰، دار الوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''مُحَلِّل اور مُحَلَّل لہ پر لعنت فرمائی ہے''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۳۴۳، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۱۹۰، دار الوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ مُحَلِّل اور مُحَلَّل لہ پر لعنت فرماتا ہے''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۳۴۶، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۱۹۰، دار الوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ مُحَلِّل اور مُحَلَّل لہ پر لعنت فرماتا ہے''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۳۴۵، مجلس علمی بیروت: ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۱۹۰، دار الوطن بیروت: ۱۴۱۸ھ)

حلالہ کی ممانعت اور مذمت کے متعلق احادیث کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ تمام احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جس نکاح میں حلالہ کی شرط لگائی گئی ہو وہ نکاح مکروہ ہے اور ان احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ حلالہ کرنا حرام ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: میں اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ لفظ مُحَلِّل نکاح کی صحت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مُحَلِّل وہ شخص ہے جو کسی حلال کام کو ثابت کرنے والا ہو اور اگر حلالہ فاسد ہوتا تو پھر حلالہ کرنے والے کا نام مُحَلِّل نہ رکھا جاتا اور ان میں سے کوئی شخص بھی لعنت کا مصداق نہیں ہے سوا اس کے کہ وہ حرام کو حلال کرنے کا قصد کرے، رہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس کو امام ابوداؤد نے اس طرح روایت کیا ہے:

ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی از الحارث از حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، اسماعیل نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ حضرت علی نے اس حدیث کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مُحَلِّل اور مُحَلَّل لہ پر لعنت فرماتا ہے''۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۷۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ، سنن ترمذی: ۱۱۱۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۳۲ھ)

اس حدیث کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت مشکوک ہے کیونکہ امام ابوداؤد نے کہا: اسماعیل نے بیان کیا کہ میرا یہ گمان ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے، نیز یہ حدیث معلول ہے کیونکہ اس کی سند میں الحارث ہے اور وہ بہت شدید ضعیف راوی ہے۔

رہا وہ اثر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (مُحَلِّل اور مُحَلَّل لہ دونوں زانی ہیں) جس کی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے تو امام طحاوی نے اس کے متعلق کہا ہے کہ یہ تشدید اور تغلیظ (سختی) پر محمول ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے متعلق فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ میں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ (صحیح مسلم: ۲۵۱، سنن ابوداؤد: ۵۴۸، سنن ترمذی: ۲۱۷، سنن نسائی: ۸۴۸، سنن ابن ماجہ: ۷۹۱) (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حلالہ شرعیہ کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ان سے اس مرد کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پس دوسرا مرد اس بستی کے لوگوں میں سے آیا اور اس کا علم نہ طلاق دینے والے مرد کو تھا اور نہ اس کی بیوی کو سو اس نے اپنے مال میں سے کچھ نکالا اور اس مطلقہ عورت سے نکاح اس قصد سے کرلیا تا کہ وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے تو عمرو بن دینار نے کہا: یہ جائز نہیں، پھر بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسی طرح کا سوال کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: ''یہ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ مرد صرف اپنی رغبت سے اس عورت سے نکاح کرے (آپ نے یہ جملہ دو بار فرمایا)، سو جب اس نے اس طرح کرلیا تو وہ مطلقہ عورت اپنے سابق شوہر کے لیے اس وقت حلال ہوگی جب دوسرا شوہر اس کا تھوڑا سا شہد چکھ لے''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۳۳ ۱۷، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۰۹۰، دارالوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

اس حدیث کے حاشیہ میں علامہ محمد عوامہ لکھتے ہیں:

یہ حدیث عمرو بن دینار کی مراسیل میں سے ہے، امام حاکم نے بھی اس کی تائید میں روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور علامہ ذہبی نے بھی امام حاکم کی موافقت کی ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۱۹۹)

شعبہ بیان کرتے ہیں: میں نے حکم اور حماد سے اس مرد کے متعلق سوال کیا جس نے کسی مطلقہ عورت سے اس لیے نکاح کیا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے اوپر حلال ہو جائے تو حکم نے جواب دیا: وہ اس عورت کو اپنے پاس رکھے اور حماد نے جواب دیا کہ مستحب یہ ہے کہ وہ اس کو طلاق دے کر الگ کر دے (تا کہ وہ اپنے پہلے خاوند سے نکاح کر سکے)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۳۶۸، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۰۸۵، دارالوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

معمر از ہشام بن عروہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک عروہ حلالہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے بہ شرطیکہ مطلقہ عورت اور اس کے خاوند کو اس کا علم نہ ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ / مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۶۶، مکتبہ اسلامی، بیروت)

اس حدیث کی ابن حزم ظاہری نے بھی امام عبدالرزاق سے روایت کی ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۱۰ ص ۸۲)

معمر از ہشام بن عروہ از والد خود از جابر از شعبی انہوں نے (یعنی شعبی نے) کہا: حلالہ کرنے میں اس وقت کوئی حرج نہیں ہے جب مطلقہ عورت کے خاوند نے اس کا حکم نہ دیا ہو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۰۸۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ / مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۶۸، مکتبہ اسلامی، بیروت)

میں کہتا ہوں کہ جن احادیث میں حلالہ سے منع کیا ہے اور اس کی مذمت کی ہے وہ اس پر محمول ہیں کہ جب مطلقہ عورت کا خاوند کسی کو حلالہ کرنے کے لیے کہے اور اگر مطلقہ عورت کا خاوند کسی کو حلالہ کرنے کے لیے نہ کہے اور کوئی مرد از خود اپنی رغبت سے اس مطلقہ عورت سے نکاح کرلے تو پھر یہ حلال شرعیہ ہے اور جائز ہے اور جب دوسرا خاوند اس مطلقہ عورت سے جماع کرنے کے بعد اپنی مرضی سے اس کو طلاق دے دے گا تو وہ پہلے شوہر کے لیے بلا کراہت حلال ہو جائے گی۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۔ بَابُ: مَنْ خَيَّرَ نِسَاءَهُ — جس نے اپنی ازواج کو اختیار دیا

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

Marfat.com

يَاۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ (الاحزاب: ۲۸)

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں O

۵۲۶۲۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاخْتَرْنَا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَلَمْ يَعُدَّ ذٰلِكَ عَلَيْنَا شَيْئًا

(صحیح مسلم: ۱۴۷۷، سنن ترمذی: ۱۱۷۹، سنن نسائی: ۳۴۴۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۵۲، مسند احمد: ۲۴۶۶۱، سنن دارمی: ۲۲۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (دنیا اور آخرت کے درمیان) اختیار دیا پس ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اختیار کر لیا، پس اس کو ہمارے اوپر کچھ شمار نہیں کیا گیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص: یہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں، (۲) الاعمش: یہ سلیمان ہیں، (۳) مسلم: یہ ابن صبیح ہیں اور یہ اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں اور ان کی کنیت ابوالضحیٰ ہے، اور کرمانی نے کہا ہے کہ مسلم اسم فاعل کا صیغہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ ابوالضحیٰ بن صبیح ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مسلم بن البطین ابن ابی عمران ہوں کیونکہ یہ دونوں مسروق سے روایت کرتے ہیں اور الاعمش ان دونوں سے روایت کرتے ہیں، (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ کتاب "رجال الصحیحین" میں مذکور ہے کہ مسلم البطین نے مسروق سے سماع کیا ہے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو دنیا اور آخرت کے درمیان جو اختیار دیا تھا تو آپ کا یہ اختیار دینا طلاق نہیں تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۲۶۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَامِرٌ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْخِيَرَةِ فَقَالَتْ خَيَّرَنَا النَّبِيُّ ﷺ اَفَكَانَ طَلَاقًا قَالَ مَسْرُوْقٌ لَا اُبَالِيْ اَخَيَّرْتُهَا وَاحِدَةً اَوْ مِائَةً بَعْدَ اَنْ تَخْتَارَنِيْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل، انہوں نے کہا: ہمیں عامر نے حدیث بیان کی از مسروق، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اختیار کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ہمیں اختیار دیا تھا تو کیا یہ طلاق تھی؟ مسروق نے کہا: جب میری بیوی مجھے اختیار کر لے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں نے اس کو ایک اختیار دیا ہو یا سو مرتبہ اختیار دیا ہو۔

اس حدیث کی تخریج حدیث سابق صحیح البخاری: ۵۲۶۲ کی مثل ہے۔

بیوی کو اختیار دینے سے طلاق کا واقع نہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے عطاء، سلیمان بن یسار، ربیعہ اور ابن شہاب ان سب کا قول مسروق کے قول کی مثل ہے کہ جب مرد اپنی بیوی کو اختیار دے اور وہ اپنے خاوند کو اختیار کر لے تو یہ کچھ نہیں ہے یعنی اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور ائمہ فتویٰ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر بیوی اپنے خاوند کو اختیار کر لے تو اس سے ایک طلاق واقع ہو گی اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ تخییر کی تعریف یہ ہے کہ عورت کو طلاق دینے کا اختیار دیا جائے، پس اگر اس نے اپنے اختیار سے اپنے اوپر طلاق واقع نہیں کی تو پھر اس تخییر سے کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی اور یہ ایسا ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو طلاق دینے کا معاملہ کسی دوسرے مرد کے سپرد کر دے اور وہ اپنے اختیار کو استعمال نہ کرے تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

اگر بیوی اپنے نفس کو اختیار کر لے تو اس سے طلاق کے وقوع کے متعلق مذاہب فقہاء

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب مرد عورت کو اختیار دے یعنی اس کو یہ اختیار دے کہ وہ اس کے نکاح میں رہے یا نہ رہے اور عورت اپنے نفس کو اختیار کر لے تو اس مسئلہ میں حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے اور ابن ابی لیلیٰ، ثوری اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ بیوی اگر اپنے نفس کو اختیار کر لے تو اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہو گی اور یہ قول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے۔ اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ اگر بیوی اپنے نفس کو اختیار کر لے تو اس پر تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ یہ قول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حسن بصری سے مروی ہے اور یہی امام مالک اور اللیث کا مذہب ہے اور تخییر اور تملیک میں امام مالک کے نزدیک یہ فرق ہے کہ مرد جب اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تم کو مالک بنا دیا یعنی تم کو اس کا مالک بنا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ایک، دو یا تین طلاقوں کا مالک بنایا تھا، سو میں نے تم کو اس کا مالک بنا دیا اور تخییر کا معنی ہے کہ جب عورت اپنے نفس کو اختیار کر لے اور وہ مدخول بہا ہو تو پھر یہ طلاق ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۲۸۔ ۳۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

٦۔ بَابُ إِذَا قَالَ فَارَقْتُكِ أَوْ سَرَّحْتُكِ أَوِ الْخَلِيَّةُ أَوِ الْبَرِيَّةُ أَوْ مَا عُنِيَ بِهِ الطَّلَاقُ فَهُوَ عَلَى نِيَّتِهِ

جب مرد (اپنی بیوی سے) کہے: میں تم سے الگ ہو گیا یا کہے: میں نے تم کو رخصت کر دیا یا کہے: تم اب خالی ہو یا الگ ہو یا کوئی ایسا لفظ کہے جس سے طلاق کا ارادہ کیا جا سکے تو اس قول میں اس کی نیت کا اعتبار ہو گا

کنایات طلاق کی تفصیل اور تحقیق میں فقہاء کا اختلاف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب مرد کے اس قول کے حکم کے بیان میں ہے جب وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ میں تم سے الگ ہو گیا یا میں نے تم کو رخصت کر دیا یا تم خالی ہو یا تم الگ ہو تو ان الفاظ کا حکم لاگو کرنے میں اس مرد کی نیت کا اعتبار ہو گا، کیونکہ یہ الفاظ کنایات طلاق میں

Marfat.com

سے ہیں، پس اگر اس نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ کوئی چیز واقع نہیں ہو گی۔ اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ صریح طلاق صرف لفظ طلاق سے یا لفظ طلاق کے مشتقات سے واقع ہوتی ہے جیسے انت طالق، انت مُطَلَّقَةٌ اور امام شافعی کا جدید قول یہ ہے کہ طلاق صریح لفظ طلاق سے بھی واقع ہوتی ہے اور لفظ فراق سے بھی واقع ہوتی ہے جس کا معنی جدا ہونا ہے اور لفظ سراح سے بھی واقع ہوتی ہے جس کا معنی رخصت کرنا ہے کیونکہ یہ لفظ قرآن مجید میں مذکور ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ (الاحزاب: ۲۸)

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کردوں O

اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تم سے جدا ہو گیا یا میں نے تم سے خلع کر لیا یا میں نے تمہارا راستہ خالی کر دیا یا کہا: میری تم پر کوئی ملکیت نہیں ہے تو اس سے مراد تین طلاقیں ہیں اور اگر اس نے کہا کہ تم خالی ہو یا تم مجھ سے بری ہو تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ تین طلاقیں ہیں اور الحسن البصری کا بھی یہی قول ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مدخول بہا کے حق میں یہ تین طلاقیں ہیں۔ امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور اگر بیوی غیر مدخول بہا ہو تو اس سے قسم لے کر پوچھا جائے گا کہ اس نے اس سے مراد ایک طلاق لی تھی یا تین طلاقیں لی تھیں؟

اور ثوری اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اس میں اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا، پس اگر اس نے ان الفاظ سے تین طلاقوں کی نیت کی ہے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر اس نے ایک طلاق کی نیت کی ہو تو ایک طلاق واقع ہو گی اور اگر اس نے ان الفاظ سے دو طلاقوں کی نیت کی ہو، پھر بھی ایک طلاق واقع ہو گی اور ابو ثور نے کہا: یہ طلاق رجعی ہے اور اس کے متعلق اس کی نیت کا سوال نہیں کیا جائے گا۔

اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ لفظ طلاق اور اس کے مشتقات سے طلاق صریح واقع ہوتی ہے۔

لیکن امام ابو عبید نے غریب الحدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت درج کی ہے کہ ایک مرد نے ان سے کہا کہ میری بیوی نے مجھ سے کہا: مجھے تشبیہ دو تو اس نے کہا: گویا کہ تم ہرنی ہو، عورت نے کہا: نہیں۔ مرد نے کہا: گویا کہ تم کبوتری ہو، عورت نے کہا: نہیں میں راضی نہیں ہوں گی حتیٰ کہ تم: کہو تم خالی ہو، تم مطلقہ ہو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مرد سے کہا، تم اس عورت کا ہاتھ پکڑے رکھو وہ تمہاری بیوی ہے، امام ابو عبید نے کہا خَلِيَّةٌ مُطَلَّقَةٌ کا معنی ہے: ایسی اونٹنی جو بندھی ہوئی ہو، پھر اس کی رسی کھول کر اسے چھوڑ دیا جائے اور وہ کھلی ہوئی آزاد ہو تو کہا جاتا ہے: وہ خَلِيَّه ہے کیونکہ اس کو رسی سے خالی کر دیا گیا اور اس کو طالِقٌ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی رسی کھول دی گئی، پس مرد کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اپنی بیوی کو اس اونٹنی سے مشابہ کہے جس کی رسی کھول دی گئی ہو اور اس نے اس لفظ سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ اپنے سے جدا کرنے کا ارادہ کیا تھا بلکہ اس لفظ سے کسی اور لفظ کا ارادہ کیا تھا، اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مرد کے اس قول سے طلاق کو ساقط کر دیا۔ اور امام ابو عبید نے کہا کہ یہ قاعدہ ہے کہ ہر مرد جب ایسے الفاظ بولے جو الفاظ طلاق کا کنایہ ہوں اور وہ ان الفاظ سے بیوی کو جدا کرنے کا ارادہ نہ کرے بلکہ کسی اور معنی کا ارادہ کرے تو اس مرد سے قسم لے کر اس کی نیت معلوم کی جائے اور اس کی نیت کے اوپر حکم لگایا جائے گا۔

اور المحیط میں مذکور ہے: اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا: انت طالِقٌ اور کہا: میری مراد یہ ہے کہ تم قید سے کھلی ہوئی ہو تو قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور دیانۃً اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے کہا: انت طالقٌ من وثاقٍ یعنی تم قید سے کھلی ہوئی ہو تو قضاءً بھی طلاق واقع نہیں ہو گی اور اگر اس نے یہ کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ تم عمل سے آزاد ہو تو دیانۃً اس کی تصدیق نہیں کی

Marfat.com

جائے گی۔ اور امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کی دیانۃً تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے کہا: انت طالق من هذا العمل یعنی تم اس کام میں بندھی ہوئی نہیں ہو آزاد ہو تو قضاءً اس میں توقف کیا جائے گا اور اگر اس نے کہا: انت طالق من هذا القید یعنی تم اس قید سے کھلی ہوئی ہو تو پھر ان الفاظ سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ۔ (البقرہ:۲۲۹) دو بار طلاق دینے کے بعد یا تو دستور کے مطابق روک لینا ہے یا اس کو حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: جب کوئی مرد اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دے تو پھر تیسری طلاق دینے کے متعلق اس کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے، پس اس کے لیے جائز ہے کہ وہ دستور کے مطابق اپنی بیوی کو حسن معاشرت کے ساتھ روک لے یا اس کو عمدہ طریقہ سے رخصت کر دے اور اس پر کوئی ظلم نہ کرے اور اس کی کوئی حق تلفی نہ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۰۔۳۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ عَلِمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب علم تھا کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدا ہونے کا حکم نہیں دیں گے۔

یہ تعلیق حدیث تخییر کی ایک طرف ہے جس کا تذکرہ سورۃ الاحزاب کی تفسیر کے اوائل میں ہو چکا ہے، دیکھیے: (صحیح البخاری: ۴۷۸۵)

۷۔ بَابُ: مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ نِيَّتُهُ۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۵۱) اور حسن بصری نے کہا اس میں اس کی نیت معتبر ہے۔

جب مرد نے اپنی بیوی سے کہا: ''تم مجھ پر حرام ہو'' تو اس قول کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تم مجھ پر حرام ہو تو اس قول سے طلاق کے وقوع میں اس کی نیت معتبر ہوگی۔

امام عبد الرزاق نے اس تعلیق کو از معمر اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب کسی مرد نے اس سے طلاق کی نیت کی تو وہ طلاق ہے ورنہ وہ قسم ہے۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۳۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اور یہی حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور اس کے موافق ابراہیم نخعی اور طاؤس کا قول ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے: اس صورت کے متعلق چودہ (۱۴) مذاہب ہیں۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ علامہ قرطبی مالکی نے اس صورت کے متعلق اٹھارہ (۱۸) اقوال نقل کیے ہیں اور دوسروں نے اس سے بھی زیادہ اقوال نقل کیے ہیں اور علامہ ابن بطال نے ان میں سے آٹھ اقوال نقل کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: یہ تین طلاقیں ہیں اور اس کے متعلق اس کی نیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، یہ قول حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے حسن بصری، حکم بن عتیبہ، ابن ابی لیلیٰ اور امام مالک سے منقول ہے، اور امام مالک کے اکثر اصحاب سے یہ منقول ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تم مجھ پر حرام ہو تو یہ تین طلاقیں ہیں سوا اس صورت کے کہ وہ کہے کہ میں نے ایک طلاق کی نیت کی ہے۔ اور عبد العزیز بن ابی سلمہ نے کہا: یہ ایک

Marfat.com

طلاق ہے سوا اس صورت کے کہ وہ کہے: میں نے اس سے تین طلاقوں کا ارادہ کیا تھا اور عبد الملک نے کہا: اس سے اس کی نیت کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور یہ ہر حال میں تین طلاقیں ہیں۔

(۲) سفیان نے کہا: اگر اس نے اس قول سے تین طلاقوں کی نیت کی ہو تو یہ تین طلاقیں ہیں اور اگر اس نے ایک طلاق کی نیت کی ہو تو یہ ایک طلاق بائن ہے اور اگر اس نے اس قول سے قسم کی نیت کی ہو تو یہ قسم ہے جس کا وہ کفارہ دے گا اور اگر اس نے اس قول سے علیحدگی کی نیت کی ہو تو یہ قسم ہے جس کا وہ کفارہ دے گا اور اگر اس نے اس قول سے علیحدگی کی نیت کی، نہ قسم کی نیت کی تو اس کا یہ قول جھوٹ ہے۔

(۳) امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول بھی سفیان کے قول کی مثل ہے لیکن انہوں نے یہ کہا کہ اگر اس نے اس قول سے دو طلاقوں کی نیت کی تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر اس نے کسی طلاق کی نیت نہیں کی تو یہ قسم ہے۔

(۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اس نے اس قول سے طلاق کی نیت کی تو یہ طلاق ہے اور اگر اس نے طلاق کی نیت نہیں کی تو یہ قسم ہے جس کا کفارہ اس پر لازم ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے اور یہی ابراہیم النخعی اور طاؤس کا قول ہے۔

(۵) امام شافعی نے کہا: اگر مرد اپنی بیوی سے کہے کہ تم مجھ پر حرام ہو جب تک وہ اس قول سے طلاق کی نیت نہ کرے تو طلاق نہیں ہوگی، پھر اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت کے موافق طلاق ہوگی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے اس سے تحریم کی نیت کی تھی تو یہ قسم ہے اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے۔

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے تو اس پر کفارہ ظہار لازم ہے اور یہی ابوقلابہ اور سعید بن جبیر کا قول ہے اور یہی امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے اس قول پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ۔ (التحریم:۱) اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس قسم پر سب سے غلیظ کفارہ قسم لازم ہوگا اور وہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ (میں کہتا ہوں: چونکہ ہمارے زمانہ میں غلامی کا رواج نہیں ہے اس لیے وہ تین دن کے روزے رکھے یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے یا انہیں دو وقت کا کھانا کھلائے۔ سعیدی غفرلہ)

(۷) مرد کا یہ قول اس کی بیوی کو حرام قرار دیتا ہے اور یہ قسم ہے اور اس پر کفارہ قسم لازم ہے جس کا وہ کفارہ دے گا۔ یہ قول حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابن مسعود، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب، عطاء، طاؤس اور ایک جماعت کا قول ہے اور الاوزاعی اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے، اور ابوثور کی دلیل یہ ہے کہ حرام کا لفظ طلاق کے الفاظ سے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ۔ (التحریم:۱) اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر اپنی کنیز حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حرام قرار دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس قول سے طلاق واجب

Marfat.com

نہیں فرمائی۔

(۸) مرد کا اپنی بیوی کو حرام کہنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنے اوپر پانی کو حرام کہہ دے اور اس میں کوئی کفارہ ہے نہ طلاق، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ۔ (المائدہ:۸۷) (اے ایمان والو!) تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔

الشعبی، مسروق، ابوسلمہ کا یہی قول ہے۔ مسروق نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں اپنی بیوی کو حرام کہوں یا ثرید (شوربہ میں بھگوئی ہوئی روٹی) کو حرام کہوں اور الشعبی نے کہا کہ بیوی کو یہ کہنا کہ تم مجھ پر حرام ہو جوتی کو حرام کہنے سے زیادہ آسان ہے اور ابوسلمہ نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں بیوی کو حرام کہوں یا دریائے فرات کو حرام کہوں، یہ قول شاذ ہے۔ اور امام بخاری نے اس کے موافق باب کا عنوان قائم کیا ہے۔

شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے: جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تم مجھ پر حرام ہو تو یہ تین طلاقیں ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے، سو جب تین طلاقوں سے بیوی حرام ہو جاتی ہے تو بیوی کو حرام کہنے سے بھی تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ (میں کہتا ہوں: یہ ابن حزم ظاہری کا قیاس معکوس ہے حالانکہ وہ مردود قیاس کا منکر ہے اسی لیے اس کو ظاہری کہا جاتا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اور اسی دلیل کی طرف امام بخاری نے حضرت رفاعہ کی حدیث میں اشارہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی، پھر ان کے لیے ان کی بیوی اس وقت تک حلال نہیں ہوئی جب تک کہ ان کی بیوی نے دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر لیا اور تین طلاقیں دینے سے ان کا اپنی بیوی کی طرف رجوع کرنا حرام ہو گیا، سو اسی طرح جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم مجھ پر حرام ہو تو یہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں۔

اور امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم مجھ پر حرام ہو تو یہ ظہار ہے اور اس پر کفارہ ظہار اپنی ترتیب سے لازم ہے، وہ غلام کو آزاد کرے یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ ظہار نہیں ہے خواہ اس نے اس کا ارادہ کیا ہو بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر مرد نے اس قول سے تین طلاقوں کی نیت کی ہے تو یہ تین طلاقیں ہیں اور اگر اس نے ایک طلاق کی نیت کی ہے تو یہ ایک طلاق بائن ہے اور اگر اس نے قسم کی نیت کی ہے تو یہ قسم ہے جس پر کفارہ قسم لازم ہے اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی ہے تو یہ محض جھوٹ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۱۔ ۳۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(میں کہتا ہوں: علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ کی یہ پوری عبارت شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۳۲۔ ۳۳۰ پر مذکور ہے۔ سعیدی غفرلہ)

ہمارے زمانہ میں مرد کے اس قول کے متعلق فتویٰ

میں کہتا ہوں: علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فتویٰ یہ ہے کہ جب مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تم مجھ پر حرام ہو تو اس قول سے اس کی بیوی پر اس کی نیت کے بغیر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اس پر اس کی بیوی بغیر نیت کے حرام ہو جائے گی۔ (رد المحتار علی الدر المختار ج ۵ ص ۶۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

Marfat.com

وَقَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ إِذَا طَلَّقَ ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ فَسَمَّوْهُ حَرَامًا بِالطَّلَاقِ وَالْفِرَاقِ وَلَيْسَ هٰذَا كَالَّذِي يُحَرِّمُ الطَّعَامَ لِأَنَّهُ لَا يُقَالُ لِطَعَامِ الْحِلِّ حَرَامٌ وَيُقَالُ لِلْمُطَلَّقَةِ حَرَامٌ وَقَالَ فِي الطَّلَاقِ ثَلَاثًا لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔

اور اہل علم نے کہا: جب مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اس پر اس کی بیوی حرام ہو جاتی ہے اور انہوں نے اس کا نام حرام بِالطَّلَاقِ وَالْفِرَاقِ لکھا ہے اور یہ اس طرح نہیں ہے جیسے کوئی شخص طعام کو حرام قرار دیتا ہے کیونکہ حلال طعام کو حرام نہیں کہا جاتا اور مطلقہ کو حرام کہا جاتا ہے اور تین طلاقوں کے بعد حکم یہ ہے کہ اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اس کے علاوہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے۔

امام بخاری کی تعلیق مذکور کا خلاصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان یہ قائم کیا ''جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تم مجھ پر حرام ہو'' اور اس کا جواب ذکر نہیں کیا تو انہوں نے اس تعلیق میں اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اہل علم نے کہا ہے کہ اس قول سے اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور انہوں نے اس کا نام حرام بالطلاق رکھا ہے اور اس کا یہ قول اس طرح نہیں ہے جیسے کوئی شخص اپنے طعام کو حرام کرتا ہے کیونکہ حلال طعام کو حرام نہیں کہا جاتا اور مطلقہ کو حرام کہا جاتا ہے اور تین طلاقوں کے متعلق فرمایا ہے کہ مرد کی بیوی اس پر حلال نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے، خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اس قول سے ان لوگوں کا رد کیا ہے جنہوں نے کہا کہ جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم مجھ پر حرام ہو اور جس نے کہا کہ یہ طعام مجھ پر حرام ہے تو ان دونوں قولوں میں کوئی فرق نہیں ہے حتیٰ کہ اس پر کوئی چیز لازم نہیں آئے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں: مرد کے اس قول سے اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی خواہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو جیسا کہ ہم ابھی علامہ شامی کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔

۵۲۶۴۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا سُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا قَالَ لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَنِي بِهٰذَا فَإِنْ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا حَرُمَتْ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ

(صحیح البخاری: ۴۹۰۸، صحیح مسلم: ۳۶۵۳، مسند احمد: ۶۰۶۱)

اور اللیث نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں تو انہوں نے کہا: کاش! تم ایک مرتبہ طلاق دیتے یا دو مرتبہ طلاق دیتے کیونکہ نبی ﷺ نے مجھے اسی کا حکم دیا ہے، پس اگر تم نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی تو وہ تم پر حرام ہو گئی حتیٰ کہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کر لے۔ (مسلم: ۱۴۷۱)

اس پر دلیل کہ تین طلاقوں کے بعد بغیر شرعی حلالہ کے رجوع کرنا جائز نہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق کو اپنی سابق تعلیق کی تائید میں ذکر کیا ہے جس کو انہوں نے شروع میں یہ کہہ کر ذکر کیا ہے: اور اہل علم نے کہا: جب مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اس پر اس کی بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ الی آخرہ

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش! تم ایک بار طلاق دیتے یا دو بار طلاق دیتے، پھر اس کا جواب ذکر نہیں کیا۔
علامہ کرمانی نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ ''تو بہتر تھا'' اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ ''پھر تم رجوع کر سکتے تھے''۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
حافظ ابن حجر عسقلانی نے وہی جواب لکھا ہے جو علامہ کرمانی نے لکھا تھا، پھر اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ حافظ ابن حجر نے علامہ کرمانی کے جواب کو رد کیا گویا کہ انہوں نے خود اپنے جواب کو رد کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۲۔۳۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ عینی کے اس اعتراض کو انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۳۰۲ میں تحریر کیا ہے لیکن اس کا جواب نہیں لکھا، گویا وہ لاجواب ہو گئے۔ (سعیدی غفرلہ) نیز علامہ ابوالعباس البوصیری المتوفی ۸۴۰ھ نے بھی لکھا ہے: میں نے حافظ ابن حجر اور علامہ کرمانی کی عبارات کو بہ غور پڑھا اور ان میں کوئی فرق نہیں تھا، حاشیہ۔
(انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۳۰۲، مکتبۃ الرشد، ۱۴۱۸ھ)
اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ ''اگر تم ایک بار طلاق دیتے یا دو بار طلاق دیتے تو تمہیں حیض گزرنے کے بعد رجوع کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور جب تم نے تین طلاقیں دے دیں تو پھر تمہارا مرضی سے رجوع کرنے کا حق فوت ہو گیا الا یہ کہ وہ عدت گزرنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرے، پھر وہ اپنی بغیر کسی پیشگی شرط کہ اسے طلاق دے دے تو پھر تم اس سے نکاح کر سکتے ہو''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۲۔۳۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۲۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ فَطَلَّقَهَا وَكَانَتْ مَعَهُ مِثْلُ الْهُدْبَةِ فَلَمْ تَصِلْ مِنْهُ إِلَى شَيْءٍ تُرِيدُهُ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ طَلَّقَهَا فَأَتَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ زَوْجِي طَلَّقَنِي وَإِنِّي تَزَوَّجْتُ زَوْجًا غَيْرَهُ فَدَخَلَ بِي وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ الْهُدْبَةِ فَلَمْ يَقْرَبْنِي إِلَّا هَنَةً وَاحِدَةً لَمْ يَصِلْ مِنِّي إِلَى شَيْءٍ فَأَحِلُّ لِزَوْجِي الْأَوَّلِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَا تَحِلِّينَ لِزَوْجِكِ الْأَوَّلِ حَتَّى يَذُوقَ الْآخَرُ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروۃ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پھر اس نے پہلے شوہر کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کر لیا، پھر اس دوسرے شوہر نے اس کو طلاق دے دی اور اس دوسرے شوہر کے پاس تو کپڑے کے پلو کی مثل تھا، اس مرد سے اس کی وہ خواہش پوری نہیں ہوئی جو وہ چاہتی تھی پس وہ چند دن ٹھہری یہاں تک کہ اس دوسرے شوہر نے اسے طلاق دے دی، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ کہنے لگی: یا رسول اللہ! بے شک میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی تھی اور میں نے ان کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح کر لیا، سو اس نے میرے ساتھ دخول کیا اور اس کے پاس تو صرف کپڑے کے پلو کی مثل تھا، اس نے

(صحیح البخاری: ۵۳۱۷، ۵۷۹۲، ۵۸۲۵، ۶۰۸۴، صحیح مسلم: ۱۴۳۳، سنن ترمذی: ۱۱۱۸، سنن نسائی: ۳۲۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۲، مسند احمد: ۸۵۷۸، ۲۳، سنن داری: ۲۲۶۷)

صرف ایک مرتبہ میرے ساتھ مباشرت کی اور اس کی کوئی چیز مجھ تک نہیں پہنچی، کیا اب میں اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس وقت تک اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی کہ دوسرا وہ تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لے اور تم اس کا تھوڑا سا شہد چکھ لو۔

حدیث عسیلہ کے متعلق مشہور غیر مقلد شیخ صدیق حسن بھوپالی کا نظریہ

شیخ صدیق بن حسن بھوپالی (غیر مقلد) المتوفی ۱۳۰۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام اور فقہاء تابعین وغیرہم کا اس حدیث کے موافق عمل ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی اس کے لیے اس وقت حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور دوسرا مرد اس سے جماع نہ کر لے۔

یہ حدیث باب کے اس طرح موافق ہے کہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ''بے شک میرے شوہر نے مجھے طلاق البتہ دی'' (صحیح البخاری: ۵۲۶۰) طلاق البتہ میں یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے شوہر نے ان کو تین اکٹھی طلاقیں دی ہوں یا تین متفرق طلاقیں دی ہوں۔

ایک جماعت (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ جب مرد نے اپنی بیوی کو تین اکٹھی طلاقیں دیں تو اس سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور یہ محمد بن اسحاق ''صاحب المغازی'' کا قول ہے اور ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں، پھر وہ اس پر سخت غمگین ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی کو کس طرح طلاق دی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے اس کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی تھیں، آپ نے فرمایا: یہ صرف ایک طلاق ہے تم اس طلاق سے رجوع کر لو۔ (سنن ابو داؤد: ۲۱۹۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: اس حدیث کی امام احمد اور امام ابویعلیٰ نے بھی روایت کی ہے اور محمد بن اسحاق کی سند سے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (عون الباری لحل ادلۃ صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

لفظ واحد سے دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق انیق

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: (سنن ابو داؤد: ۲۱۹۶) کی امام احمد اور امام ابویعلیٰ نے بھی روایت کی ہے اور محمد بن اسحاق کی سند سے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور یہ حدیث اس مسئلہ میں ایسی صریح ہے جو اس تاویل کو قبول نہیں کرتی جو دوسری روایات میں ہو سکتی ہے اور علماء نے اس حدیث کے چار جواز ذکر کیے ہیں:

(۱) محمد بن اسحاق اور اس کے شیخ میں اختلاف ہے اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ کئی احکام میں اس کی روایت سے استدلال کیا گیا ہے اور ہر وہ حدیث جس کی سند میں اختلاف ہو وہ مردود نہیں ہوتی۔

(۲) یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے خلاف ہے جس کی مجاہد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ لفظ واحد سے دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، لہٰذا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ گمان نہ کیا جائے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث روایت کر رہے ہیں اور خود اس کے خلاف فتویٰ دے رہے ہیں۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ راوی کی روایت کا اعتبار ہوتا ہے اس کی رائے کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس روایت کو بھول گیا ہو اور ایک مجتہد کا قول دوسرے مجتہد پر حجت نہیں ہوتا۔

Marfat.com

(۳) امام ابوداؤد نے اس کو ترجیح دی ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی اور یہ بہت قوی دلیل ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعض راویوں نے طلاق البتہ کو تین طلاقوں پر محمول کر کے یہ کہا ہو کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں اور اس نکتہ کی بناء پر (سنن ابوداؤد:۲۱۹۶) سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔

(۴) (تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا) شاذ مذہب ہے، لہٰذا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ مذہب، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور عطاء، طاؤس اور عمرو بن دینار سے بھی یہی مذہب مروی ہے۔ اور علامہ ابن التین پر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس صورت میں تین طلاقوں کے لازم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابن اسحاق کی حدیث مذکور کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام مسلم نے از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر لوگوں نے اس کام میں عجلت کی جس میں ان کے لیے مہلت اور تاخیر تھی، پس کیوں نہ ہم ان پر یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ نیز امام مسلم نے امام عبدالرزاق کی سند سے از طاؤس یہ روایت کی ہے کہ ابو الصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر کے عہد اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا تو انہوں نے کہا: جی ہاں! اور حماد بن زید نے از طاؤس روایت کی ہے کہ ابو الصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تین طلاقیں ایک طلاق ہوتی تھی؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! ہوتی تھی، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں طلاقوں کو نافذ کر دیا اور اس سند کے ساتھ امام ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا ہے وہ اس عورت کے متعلق کہا ہے جو غیر مدخولہ ہو اور یہ ان جوابوں میں سے ایک ہے جو اس حدیث کا جواب دیا گیا ہے اور یہی امام اسحاق بن راہویہ اور ایک جماعت کا جواب ہے اور علامہ زکریا الساجی شافعی نے بھی اسی جواب کو وثوق سے لکھا ہے اور انہوں نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ غیر مدخول بہا سے جب اس کے شوہر نے کہا: تم کو طلاق ہے، پھر جب اس کے بعد اس نے تین طلاقیں دیں تو وہ تین طلاقیں لغو ہو جائیں گی کیونکہ پہلی طلاق سے اس کی بیوی بائن ہو جائے گی اور بعد کی طلاقیں نہیں پڑیں گی۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ طاؤس کی روایت شاذ ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ تین طلاقیں لازم ہیں۔

علامہ ابن المنذر نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث روایت کریں اور پھر اسی روایت کے خلاف فتویٰ دیں۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ (سنن ابوداؤد:۲۱۹۶) کی صحت میں اختلاف ہے، سو اس کو اجماع کے اوپر کیسے مقدم کیا جا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: سنن ابوداؤد کی روایت کے معارض یہ حدیث ہے جس کو امام نسائی نے محمود بن لبید سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو تین اکٹھی طلاقیں دیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مسترد نہیں کیا بلکہ ان کو نافذ کر دیا۔

امام بیہقی نے امام شافعی سے یہ نقل کیا ہے کہ مشابہ بالحق بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک چیز کا علم تھا، پھر وہ چیز منسوخ ہو گئی، امام بیہقی نے کہا: اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے جس کی امام ابوداؤد نے از یزید نحوی از عکرمہ از حضرت ابن عباس

Marfat.com

رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ ایک مرد اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا، پھر وہ اس طلاق سے رجوع کرنے کا حق رکھتا تھا خواہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ علامہ المازری المالکی نے نسخ کے دعوے کا انکار کیا ہے، پس کہا کہ بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ یہ حکم (یعنی تین طلاقوں کو ایک طلاق دینے کا حکم) منسوخ ہو چکا ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی حکم کو منسوخ نہیں کر سکتے اور اگر وہ اس حکم کو منسوخ کرتے حالانکہ وہ اس سے بری ہیں تو ضرور تمام صحابہ اس کا انکار کرتے اور اگر اس قائل کا یہ ارادہ ہے کہ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منسوخ ہو گیا تھا تو اس کی گنجائش ہے لیکن یہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر راوی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں تھا کہ یہ حکم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک باقی تھا۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ کبھی صحابہ کسی حکم کے منسوخ ہونے پر اجماع کر لیتے ہیں اور ان کا یہ اجماع قبول کیا جاتا ہے تو ہم کہیں گے کہ ان کا وہ اجماع اس لیے قبول کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے اجماع سے اس پر استدلال کیا جاتا ہے کہ اس حکم کا کوئی ناسخ موجود تھا ار رہا یہ کہ وہ ازخود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کو منسوخ کر دیں، سو معاذ اللہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ انہوں نے ایک خطاء پر اجماع کر لیا اور صحابہ خطاء پر مجتمع ہونے سے معصوم ہیں۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ناسخ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ظاہر ہوا ہو تو ہم کہیں گے کہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خطاء پر اجماع ہو گیا تھا۔

دیگر علماء کی طرف سے سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶، کے جوابات

(۱) جن علماء نے سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶ کے حکم کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم کو منسوخ کیا تھا حتیٰ کہ ان کے اوپر وہ اعتراضات لازم آئیں جن کا ذکر کیا گیا تھا بلکہ امام شافعی نے تو یہ کہا ہے کہ حق کے مشابہ بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کو ایک حکم کا علم تھا، پھر وہ حکم منسوخ ہو گیا یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس حکم کے ناسخ پر مطلع ہو گئے جس حکم کی انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی تھی، لہٰذا انہوں نے اس حکم کے خلاف فتویٰ دیا اور بے شک علامہ المازری المالکی نے بھی اپنے کلام میں یہ تسلیم کیا ہے کہ صحابہ کرام کا تین طلاقوں کے نفوذ پر اجماع اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس حکم کا کوئی ناسخ موجود تھا اور جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶ سے ثابت حکم منسوخ ہو گیا ہے اس کی بھی یہی مراد ہے۔

(۲) سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶ ایک خاص صورت پر محمول ہے اور وہ یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں مسلمان اپنی بیویوں کو تین طلاقیں دیتے تھے۔ انت طالق، انت طالق، انت طالق۔ اور وہ ایک بار انت طالق کہنے کے بعد دو بار انت طالق تاکید کے ارادے سے کہتے تھے: پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمان بہت زیادہ ہو گئے اور ان میں فریب کاری اور دھوکہ دہی بہت زیادہ ہو گئی تو پھر ان کی تاکید کے ارادے کا دعویٰ مردود ہو گیا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سد باب کے لیے تین بار دی ہوئی طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دے دیا تا کہ کوئی تاکید کی نیت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے، علامہ قرطبی مالکی نے اس جواب کو بہت پسند کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تقویت کی ہے کہ جس کام میں لوگوں کے لیے تاخیر اور مہلت تھی وہ اس کام میں جلدی کرنے لگے، علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ تمام جوابات میں یہ جواب صحیح ترین ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا اس کا محمل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ایک طلاق دیتے تھے، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو لوگ تین طلاقیں دینے لگے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تین طلاقیں دیتے تھے اور اس سے پہلے ایک طلاق دیتے تھے کیونکہ وہ تین

Marfat.com

طلاقیں بالکل نہیں دیتے تھے یا بہت کم تین طلاقیں دیتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تین طلاقوں کا بہ کثرت استعمال ہونے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی دی ہوئی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ علامہ ابن عربی مالکی نے اس تاویل کو ترجیح دی ہے اور اس تاویل کی امام ابوزرعہ الرازی کی طرف نسبت کی ہے، اسی طرح امام بیہقی نے اس کی سند صحیح کے ساتھ ابوزرعہ سے روایت کی ہے۔

(۴) علامہ القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ ھ نے کہا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک مجلس میں لفظ واحد سے تین طلاقیں دی جائیں تو وہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو اس کی بیوی اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور مجموعی طور پر تین طلاقیں دینے میں اور متفرق طور پر تین طلاقیں دینے میں کوئی فرق نہیں ہے لغۃً نہ شرعاً، مثلاً اگر لڑکی کا ولی تین مردوں سے یہ کہے کہ میں نے اپنی تین بیٹیوں کا نکاح تم تین مردوں سے کر دیا یا یوں کہے کہ میں نے اس بیٹی کا نکاح تم سے کر دیا اور میں نے اس بیٹی کا نکاح تم سے کر دیا اور میں نے اس بیٹی کا نکاح تم سے کر دیا تو دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے، لہٰذا اس کی ان تین بیٹیوں کا نکاح ان تین مردوں سے ہو جائے گا یا وہ کہے کہ میں نے اپنے تین غلاموں کو آزاد کر دیا یا کہے: میں نے اس غلام کو آزاد کر دیا اور اس غلام کو آزاد کر دیا اور اس غلام کو آزاد کر دیا تو دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور ہر صورت میں تین غلام آزاد ہو جائیں گے۔ اسی طرح کوئی شخص تین مردوں کے سامنے اقرار کرے کہ میں نے تم تینوں کے ایک ایک ہزار روپے دینے ہیں یا کہے کہ میں نے اس مرد کے ایک ہزار روپے دینے ہیں اور اس مرد کے ایک ہزار روپے دینے ہیں اور اس مرد کے ایک ہزار روپے دینے ہیں تو ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور ہر صورت میں اس کے اقرار سے اس پر ہر ایک کے لیے ایک ایک ہزار روپیہ دینا لازم ہوگا، اس سے واضح ہو گیا کہ لغت اور شرع میں مجموعی طور پر تین کا ذکر کرنے میں اور متفرق طور پر تین کا ذکر کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (میں کہتا ہوں: عرف میں بھی اسی طرح ہے مثلاً کوئی شخص کسی کو پچاس روپے کا ایک نوٹ دے دے یا دس دس کے پانچ نوٹ دے دے تو ان میں کوئی فرق نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ دس دس کے پانچ نوٹ دیئے جائیں تب تو یہ پچاس روپے ہیں اور پچاس کا ایک نوٹ دیا جائے تو پھر یہ صرف دس روپے ہیں پچاس روپے نہیں ہیں تو لوگ اس کو فاتر العقل اور مجنون قرار دیں گے۔ اسی طرح اگر یوں کہا جائے کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں یا تین بار کہا جائے: میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور ہر صورت میں تین طلاقیں واقع ہوں گی اور جو یہ کہے کہ اگر مجموعی طور پر لفظ واحد سے اس نے تین طلاقیں دیں تو ایک طلاق واقع ہو گی اور اگر اس نے الگ الگ مجلسوں میں تین طلاقیں دیں تو پھر تین طلاقیں واقع ہوں گی تو وہ شخص بھی اسی طرح فاتر العقل اور مجنون ہے لغت، شرع اور عرف میں اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ (سعیدی غفرلہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶ کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث کہ پہلے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا اور حضرت عمر نے ان تین طلاقوں کو تین طلاقیں قرار دے دیا، اس کی نظیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں متعہ کیا جاتا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم کو متعہ کرنے سے منع کر دیا تو ہم رک گئے، پس ان دونوں حدیثوں کا راجح محمل یہ ہے کہ متعہ حرام ہے۔

اس طرح لفظ واحد سے دی ہوئی تین طلاقیں بھی نافذ ہو جاتی ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس پر تمام صحابہ اور تابعین کا اجماع ہو گیا اور یہ محفوظ نہیں ہے کہ کسی ایک بھی صحابی اور تابعی نے ان دونوں مسئلوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہو

Marfat.com

اور تمام صحابہ اور تابعین کا اجماع اس پر دلیل ہے کہ متعہ کے جواز کا ناسخ تھا اور اس طرح تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کا بھی ناسخ تھا اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے پہلے یہ ناسخ بعض مسلمانوں سے مخفی رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تمام صحابہ اور تابعین کا اس پر اجماع ہو گیا کہ متعہ کا جواز بھی منسوخ ہو چکا ہے اور لفظ واحد سے دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا بھی منسوخ ہو چکا ہے اور جو شخص اس اجماع کے بعد اس حکم کی مخالفت کرے گا اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ وہ اس آیت کا مصداق ہے:

وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الۡهُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ۝ (النساء: ۱۱۵)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے، اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے O

اور جن بعض غیر مقلدین نے اس اجماع کی مخالفت کی ہے اور وہ اب بھی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں تو جمہور نے ان کی اس مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں کیا۔ واللہ اعلم۔ میں نے اس مسئلہ کی اس لیے چھان بین اور تحقیق کی ہے کہ بعض علماء نے مجھ سے اس کی درخواست کی تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۳۔ ۴۴۰، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کی تحقیق پر مصنف کا تبصرہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے دوسرے علماء کے آٹھ (۸) جوابات لکھے ہیں جن میں سے ہم نے چار کا ذکر کیا ہے اور باقی چار کو اختصار کی وجہ سے حذف کر دیا ہے، پھر اس کے بعد انہوں نے آخری جواب ذکر کیا ہے اور ان کے جواب کی خوبی اور اس کی عمدگی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر عسقلانی پر اپنی بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے انہوں نے اس مسئلہ کو واضح تر کر دیا اور آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا کہ لفظ واحد سے دی ہوئی تین طلاقیں، تین طلاقیں ہی ہوتی ہیں ایک طلاق نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ غیر مقلدین کو سمجھ اور ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

تاہم میں یہ کہتا ہوں: یہ تمام تقریر اس تقدیر پر ہے کہ صحیح مسلم میں مذکور از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو صحیح مان لیا جائے لیکن جیسا کہ میں پہلے دلائل سے واضح کر چکا ہوں کہ یہ حدیث شاذ اور معلل ہے اور صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کے شاگردوں میں سے صرف طاؤس نے اس کی روایت کی ہے اور حضرت ابن عباس کے دیگر شاگردوں نے اس حدیث کے خلاف روایت کی ہے بلکہ خود طاؤس کی روایت بھی اس حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ ہم شروع میں باحوالہ دلائل کے ساتھ اس کو بیان کر چکے ہیں، لہٰذا غیر مقلدین کا اس حدیث سے یہ استدلال قطعاً باطل اور مردود ہے کہ لفظ واحد سے دی ہوئی مجلس واحد میں تین طلاقیں ایک طلاق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ غیر مقلدین کو ہدایت عطا فرمائے اور وہ حرام کو حلال کرنے سے باز آ جائیں اور اپنے باطل فتویٰ سے لوگوں کو گمراہ اور جمہور کے موقف سے بدگمان نہ کریں۔ آمین

۸۔ بَابٌ: يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (اے نبی مکرم!) آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال قرار دیا ہے

۵۲۶۶۔ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ سَمِعَ الرَّبِيعَ بْنَ نَافِعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِذَا حَرَّمَ امْرَأَتَهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴾

(الاحزاب:۲۱)

(صحیح مسلم: ۱۴۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۷۳، مسند احمد: ۱۹۷۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں، مجھے الحسن بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: انہوں نے الربیع بن نافع سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از یعلیٰ بن حکیم از سعید بن جبیر، بے شک انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر دے تو یہ کچھ نہیں ہے اور انہوں نے یہ آیت پڑھی: بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو○ (الاحزاب:۲۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحسن بن صباح البزار: یہ بغداد میں آ کر مقیم ہو گئے تھے، جمہور نے ان کی توثیق کی ہے، امام نسائی نے ان کو قدرے ضعیف قرار دیا ہے، اس حدیث کے علاوہ بھی امام بخاری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں لیکن بہت زیادہ احادیث روایت نہیں کیں، بائیس ربیع الثانی دوسو انچاس ہجری (۲۴۹ھ) پیر کے دن ان کی وفات ہو گئی تھی۔ ان کے ہم نام امام بخاری کے ایک اور شیخ ہیں جن کو حسن بن الصباح الزعفرانی کہا جاتا ہے اور وہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں یعنی حسن بن محمد بن الصباح، ان ہی سے امام بخاری نے اس باب میں دوسری حدیث روایت کی ہے۔ اور امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے بھی ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

(۲) الربیع بن نافع الحلبی ابوتوبہ: یہ طرسوس میں رہائش پذیر تھے۔

(۳) معاویہ بن سلام (۴) یحییٰ بن ابی کثیر اور (۵) یعلیٰ بن حکیم اور (۶) سعید بن جبیر یہ تمام تابعین ہیں اور ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے معانی

جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر دے: یعنی جب کوئی مرد اپنی بیوی سے یہ کہے: تم مجھ پر حرام ہو۔

تو یہ کچھ نہیں ہے: یعنی مرد کے اس قول کے اوپر کوئی شرعی حکم مترتب نہیں ہوتا۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے: اس آیت میں اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کا لفظ ہے، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: الاسوۃ کا معنی ہے: اَلْقُدْوَۃ یعنی پیشوا۔ اور لغت کی کتاب المغرب میں مذکور ہے کہ اسوہ اس کو کہتے ہیں کہ جس کی اقتداء اور اتباع کی جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے اس قول سے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دل جوئی کی خاطر ان کو اپنے نفس پر حرام کر لیا تھا اور یہ تحریم طلاق نہیں تھی، سو اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم مجھ پر حرام ہو تو اس سے طلاق نہیں ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۵۲۶۷۔ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ زَعَمَ عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا فَتَوَاصَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ أَنَّ أَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَلْتَقُلْ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ لَا بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ أَعُودَ لَهُ فَنَزَلَتْ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكَ إِلَى إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ لِقَوْلِهِ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۶۸، ۵۴۳۱، ۵۵۹۹، ۵۶۱۴، ۵۶۸۲، ۶۶۹۱، ۶۹۷۲، مسلم: ۱۴۷۴، سنن نسائی: ۲۷۹۵، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۴، مسند احمد: ۲۵۳۲۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حسن بن محمد بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی از ابن جریج، انہوں نے کہا کہ عطاء کا یہ زعم ہے کہ انہوں نے عبید بن عمیر سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرتے تھے اور ان کے پاس شہد پیتے تھے، سو میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو وہ یہ کہے: مجھے آپ سے مغافیر (کیکر کے درخت کا گوند جس کی بو ناگوار ہوتی ہے) کی بو آتی ہے، کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ازواج میں سے کسی ایک کے پاس گئے تو انہوں نے اسی طرح کہا: آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے تو زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں آئندہ اس کو کبھی نہیں پیوں گا، تب یہ آیت نازل ہوگئی: اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرمادیا ہے (یہ آیت یہاں تک ہے) اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو تو یہ اچھا ہے۔ (التحریم: ۴۔۱) یہ آیت حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے متعلق ہے۔ اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کی بات کہی (التحریم: ۳) کیونکہ آپ نے فرمایا: بلکہ میں نے شہد پیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

(۱) حسن بن محمد بن صباح: یہ الزعفرانی ہیں اور حدیث سابق کی شرح میں ان کا ذکر کیا جاچکا ہے۔

(۲) حجاج: یہ ابن محمد الاعور ہیں (۳) ابن جریج: یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں (۴) عطاء: یہ ابن ابی رباح ہیں۔ اہل حجاز ان کا نام مطلقاً ذکر کرتے ہیں اور ہشام بن یوسف کی روایت ہے: از ابن جریج از عطاء (۵) عبید بن عمیر: یہ ابو عاصم اللیثی المکی ہیں، ابن جریج، عطاء اور عبید یہ تینوں مسلسل مکی راوی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی، علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

فَتَوَاصَيْتُ: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ یہ لفظ المواصاۃ سے ماخوذ ہے۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۴۵۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہ غلط ہے بلکہ یہ لفظ التَّوَاصِی (باب تفاعل) سے ماخوذ ہے اور جو شخص باب تفاعل اور باب مفاعلہ میں فرق نہیں کر سکتا وہ کیسے صحیح البخاری کی شرح لکھنے کے لیے میدان میں اتر آیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۴۰۳ میں علامہ عینی کا یہ اعتراض لکھا ہے مگر اس کا کوئی جواب نہیں لکھا، گویا کہ حافظ ابن حجر لاجواب ہو گئے۔

میں کہتا ہوں: باب المفاعلہ کا خاصہ ہے کہ ہر ایک فعل میں مشترک ہو، اس تقدیر پر المواصاۃ کا معنی ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو مشورہ دیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مشورہ دیا، یہ حافظ ابن حجر کی شرح ہے۔ نیز اگر یہ لفظ باب مفاعلہ سے ہوتا اور المواصاۃ ہوتا تو پھر یہ صیغہ وَاصَیْتُ ہوتا جب کہ حدیث میں یہ لفظ تواصیت ہے جو کہ باب تفاعل سے ماخوذ ہے اور باب تفاعل کا خاصہ ہے کہ دو فریق فعل میں مشترک ہوں اور اس تقدیر پر تواصیت کا معنی ہوگا کہ میں نے یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں نے یہ مشورہ کیا اور یہ علامہ عینی حنفی کی شرح ہے اور یہی صحیح ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

نیز حافظ ابن حجر لفظ فتواطیت کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہشام کی روایت میں ہے: فتواطیت طاء کے ساتھ ہے اور یہ المواطاۃ سے ماخوذ ہے، اس کے آخر میں ہمزہ ہے جس میں تسہیل کی گئی ہے اور وہ یاء ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۵۶)

(علامہ عینی لکھتے ہیں:) یہ بھی غلط ہے بلکہ یہ لفظ التواطؤ سے ماخوذ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۴)

میں کہتا ہوں: التواطؤ کا معنی موافقت ہے یعنی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما دونوں نے اس مشورہ میں موافقت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ اگر یہ لفظ المواطاۃ سے ماخوذ ہوتا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے تو اول تو یہ لفظ وَاطَیْتُ ہوتا جب کہ حدیث میں یہ لفظ تَوَاطَیْتُ مذکور ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ باب تفاعل سے ہو، اس لیے علامہ عینی نے جو لکھا ہے وہی صحیح ہے۔ صیغہ کی تحقیق میں علامہ عینی نے اس شرح میں متعدد مقامات پر حافظ ابن حجر کی غلطی نکالی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر چند کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کو علم حدیث اور علم رجال میں بہت عبور تھا اور ان کا بہت وسیع مطالعہ تھا اور وہ بہت متبحر محدث تھے لیکن بہر حال وہ علم صرف میں ماہر نہیں تھے اور اس میدان میں علامہ عینی کا پلہ ہمیشہ ان سے بھاری رہا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر نے علامہ عینی کے اس اعتراض کو انتقاض الاعتراض میں نقل بھی نہیں کیا۔ (سعیدی غفرلہ)

اَیَّ اَیَّتُنَا: یعنی ہم میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ایک روایت ہے: اَیَّ اُوْتِیْنَا: علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ روایت میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

مَغَافِیر: صحیح البخاری کے تمام نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے اور صحیح مسلم کے بعض نسخوں میں یہ لفظ "مَغَافِر" مذکور ہے۔ علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے: المغفور میٹھا گوند ہے جس کی بو ناگوار ہوتی ہے اور یہ اس درخت سے لگتا ہے جس کے پتوں کو اونٹ کھاتے ہیں: اس کے پتے کڑوے ہوتے ہیں اور اس کے گوند میں مٹھاس ہوتی ہے۔ ابو زید الانصاری نے کہا ہے: یہ گوند بیری اور کیلے کے درختوں پر لگتا ہے۔ (میرا گمان یہ ہے کہ یہ گوند کیکر کے درخت پر لگتا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے تو زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں آئندہ اس کو کبھی نہیں پیوں گا، تب (التحریم: ۴-۱) نازل ہوئیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۵-۳۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

التحریم:۱، کی متعدد تفاسیر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المصری المتوفی ۳۲۱ھ نے التحریم:۱ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دوبارہ شہد نہیں پیوں گا اور قسم کا ذکر نہیں فرمایا، پس آپ کا یہ قول ہی کفارہ کا موجب ہے مگر یہ کہ یہاں ہر قسم کا لفظ مقدر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ (التحریم:۲) (اے مسلمانو!) بے شک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرما دیا ہے۔

سو یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے شہد کو حرام کرنے کے ساتھ قسم بھی کھائی تھی اور زید بن اسلم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ آپ اپنی کنیز حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جماع نہیں کریں گے اور وہ آپ کی ام ولد تھیں، پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا: وہ حرام ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا، سو آپ نے کفارہ دیا، پس یہ آپ کی قسم کا کفارہ تھا اور شہد یا حضرت ماریہ قبطیہ کو حرام قرار دینے کا کفارہ نہیں تھا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ زیادہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس پر شہد پینے کو حرام قرار دیا تھا اور اس پر قسم کھائی تھی اور آپ کی قسم کی وجہ سے آپ پر کفارہ لازم آیا تھا نہ کہ شہد کو حرام قرار دینے کی وجہ سے، سو ان علماء کی اس آیت میں کوئی دلیل نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ بیوی کو حرام قرار دینے کی وجہ سے کفارہ قسم لازم آتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے التحریم:۱، کی تفسیر میں کہا ہے: اس آیت کا تعلق کھانے، پینے کی چیزوں اور باندیوں کے ساتھ متعلق ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال کر دیا ہے اور ان کو حرام قرار دینے اور ان کو استعمال نہ کرنے کی قسم کھانے کی وجہ سے کفارہ قسم کا لزوم ہے، اور رہا ازواج کا معاملہ تو ان میں اللہ تعالیٰ نے طلاق کو تحریم اور دیگر الفاظ کے ساتھ مشروع فرمایا ہے مثلاً ظہار وغیرہ اور رہی کھانے پینے کی چیزیں اور باندیاں وغیرہ ان میں تحریم مشروع نہیں ہے بلکہ ان کو حرام قرار دینا ممنوع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے نبی مکرم!) آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال قرار دے دیا ہے۔ (التحریم:۱) اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اوپر انعام فرمایا ہے، بہ خلاف دیگر ادیان کے۔

کیا مسلمانوں کو یہ نہیں معلوم کہ حضرت اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے اپنے نفس پر چند اشیاء کو حرام قرار دے دیا اور قرآن مجید میں تصریح ہے کہ جو شخص اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کر دے تو اس کی تحریم اس پر لازم ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت اسرائیل علیہ السلام کی اولاد کے اوپر اونٹ کے گوشت کی تحریم لازم ہوگئی اور ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہے کہ ہم کسی حلال چیز کو حرام کرلیں اور اس پر قسم کھالیں تو کفارہ قسم ادا کرنے سے وہ چیز ہم پر حلال ہو جاتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد کی تحریم کے معاملہ میں ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے التحریم:۱، کے آخر میں فرمایا: وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ : اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝ (التحریم:۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے شہد کے حرام کرنے کو معاف فرما دیا۔

Marfat.com

حدیث مذکور سے مستنبط متعدد فقہی مسائل

(۱) بیوی اپنے شوہر کا جو راز افشاء کرے وہ گناہ اور معصیت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنا یہ راز بتایا تھا کہ آپ نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور حضرت حفصہ کی دل جوئی کے لیے فرمایا تھا کہ میرے بعد (حضرت) ابوبکر اور (حضرت) عمر خلیفہ ہوں گے، حضرت حفصہ نے آپ کا یہ راز افشاء کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتا دی۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا ۚ (التحریم:۴) اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں اس گناہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کریں اور اس سے توبہ کریں کہ وہ غیرت میں آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد نہ کریں اور ایک دوسرے سے مشورہ کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد پینے سے منع نہ کریں جیسا کہ انہوں نے ایک دوسرے سے مشورہ کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ آپ سے مغافیر کی بو آتی ہے تا کہ آپ شہد نہ پئیں۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں میں سے دنیاوی اغراض کی بنا پر اپنے آپ کو روک لینا اور ان سے نفع نہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۳۴۴۔ ۳۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مصنف کے نزدیک التحریم:۱، کی تفسیر

میں کہتا ہوں کہ: اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: (اے نبی مکرم!) آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال قرار دے دیا ہے۔ (التحریم:۱) اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو شرعاً حرام کر لیا تھا کیونکہ حلال شرعی کو حرام شرعی قرار دینا کفر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرنے اور کفر سے منزہ ہیں اور جو شخص یہ کہے کہ آپ نے شہد کو شرعاً حرام کر لیا تھا تو وہ العیاذ باللہ آپ کی طرف کفر کی نسبت کرے گا اور وہ آپ کی طرف کفر کی نسبت کرنے سے خود کافر ہو جائے گا، لہٰذا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ ان چیزوں سے اپنے آپ کو کیوں روک رہے ہیں اور آپ ان چیزوں سے نفع کیوں نہیں اٹھا رہے جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے، آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں! یعنی آپ کی یہ شان نہیں ہے کہ آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کریں بلکہ آپ کا مرتبہ اور مقام تو یہ ہے کہ خود رب کائنات آپ کی رضا طلب فرماتا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات اس پر شاہد ہیں:

قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰٮهَا۔ (البقرۃ:۱۴۴) بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ غُرُوۡبِهَا ۚ وَمِنۡ اٰنَآئِ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡ وَاَطۡرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرۡضٰى ۝ (طٰہٰ:۱۳۰) اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے رہیے طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے اور رات کے بعض اوقات میں اور دن کے بعض حصوں میں بھی تسبیح پڑھیے تا کہ آپ راضی ہو جائیں ۝

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (الضحیٰ:۵) اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے O

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب الاحزاب:۵۱، نازل ہوئی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

ما اری ربك الا یسارع فی هواك۔ میں صرف یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری:۴۷۸۸، صحیح مسلم:۱۴۶۴، سنن نسائی:۳۱۹۹، سنن ابن ماجہ:۲۰۰۰، مسند احمد:۲۴۷۲۳)

ان آیات اور حدیث مذکور سے یہ واضح ہو گیا کہ خود رب کائنات آپ کی رضا طلب فرماتا ہے اور قیامت کے دن جب تمام انبیاء اللہ عزوجل کے جلال اور ہیبت کی وجہ سے اس کے حضور لوگوں کی شفاعت کرنے سے گریز کریں گے اور سب نفسی نفسی کہیں گے تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور سر سجدہ میں ڈال دیں گے تو آپ کا رب مولیٰ عزوجل فرمائے گا:

یا محمد ارفع راسك و قل یسمع لك وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ (صحیح البخاری: ۷۵۱۰، صحیح مسلم: ۱۹۳، ۴۷۹، مسند احمد:۱۲۱۵۳) اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے آپ کو سنا جائے گا اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

اللہ! اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام اور یہ مرتبہ ہے اور آپ کی یہ شان ہے کہ اللہ عزوجل رب عرش عظیم آپ کو راضی فرماتا ہے اور جب کسی کی نہیں سنتا تو آپ کی سنتا ہے اور آپ کی رضا طلب فرماتا ہے، سو آپ کو یہ زیبا نہیں کہ آپ اپنی ازواج کی رضا طلب کریں اور ان کی رضا کی خاطر اپنے پسندیدہ شہد کو پینا چھوڑ دیں اور اس سے نفع نہ اٹھائیں، یہ تو ان ازواج کو چاہیے کہ وہ آپ کی رضا طلب کریں اور آپ کو راضی کریں اور آپ کے راز کو افشاء کرنے سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کریں اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝ (التحریم:۵۔۴) اور اگر نبی کے خلاف تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہیں تو بے شک اللہ نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے بھی (ان کے) مددگار ہیں O اگر نبی نے تم کو طلاق دے دی تو عنقریب ان کا رب انہیں تمہارے بدلے میں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا جو فرمانبردار، ایمان دار، عبادت گزار، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں گی O

ہماری اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ التحریم:۱، کا یہ معنی نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال شرعی کو حرام فرما دیا تھا کیونکہ یہ کفر ہے اور آپ اس سے پاک ہیں بلکہ اس آیت کا یہ معنی ہے کہ آپ ان چیزوں سے نفع کیوں نہیں اٹھا رہے جن سے نفع اٹھانا اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے اور سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے اس آیت کی تفسیر میں جو یہ لکھا ہے:

یہ دراصل استفہام نہیں ہے بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار ہے یعنی مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرنا نہیں ہے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے بلکہ آپ کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا جو فعل آپ سے صادر ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ الی قولہ، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس فعل پر گرفت فرمائی اور آپ کو اس تحریم سے باز رہنے کا حکم

Marfat.com

دیا۔ (تفہیم القرآن ج ٦ ص ١٥)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جس طرح بار بار حلال کو حرام کرنے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے اور آپ کے اس فعل کی جس طرح تصویر کھینچی ہے وہ اہل ایمان کے لیے یقیناً دل آزار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر شہد کو حرام نہیں کیا تھا بلکہ اپنے آپ کو اس کے استعمال سے روک لیا تھا جیسا کہ ہماری تقریر سے ظاہر ہو چکا ہے اور حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: ''لَنْ اعودَ له'' میں دوبارہ ہرگز شہد نہیں پیوؤں گا اور جن چیزوں کا کھانا، پینا اللہ تعالیٰ نے مباح کر دیا ہے ان کو کھانا اور نہ کھانا دونوں جائز ہے، آپ کے لیے جس طرح شہد کو پینا جائز تھا اسی طرح اس کو نہ پینا بھی جائز تھا تو پھر ایک مباح کام کا نہ کرنا کس طرح ناپسندیدہ ہو سکتا ہے۔

ہر مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ کھانے پینے کی کسی چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دے کر اس سے نفع حاصل کرنا چھوڑ دے مثلاً وہ قسم کھالے کہ میں آئندہ دودھ نہیں پیوں گا یا گوشت نہیں کھاؤں گا تو اس کا یہ فعل ناجائز اور ناپسندیدہ نہیں ہے تو اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھالیں کہ آپ آئندہ شہد نہیں پئیں گے اور اس سے نفع نہیں اٹھائیں گے تو آپ کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت اور آپ سے محبت اور حلاوت ایمان سے محروم ہو۔

دراصل اس آیت میں آپ کے کسی فعل کے ناپسندیدہ فعل پر تنبیہ کرنا مقصود ہے اور نہ آپ کے کسی فعل پر گرفت کی گئی ہے بلکہ آپ کی تعظیم اور توقیر اور مقام نبوت کا اظہار کرنا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ آپ ازواج کو راضی کرنے کے لیے شہد کو کیوں ترک کر رہے ہیں، آپ کا یہ مقام نہیں کہ آپ ازواج کو راضی کریں، آپ کا مقام تو یہ ہے کہ ازواج آپ کو راضی کریں۔ جن کی رضا خود خالق کائنات کو مطلوب ہے انہیں مخلوق میں سے کسی کو راضی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

٥٢٦٨۔ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُحِبُّ الْعَسَلَ وَالْحَلْوَاءَ وَكَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ فَيَدْنُو مِنْ إِحْدَاهُنَّ فَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ فَاحْتَبَسَ أَكْثَرَ مَا كَانَ يَحْتَبِسُ فَغِرْتُ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ فَقِيلَ لِي أَهْدَتْ لَهَا امْرَأَةٌ مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةً مِنْ عَسَلٍ فَسَقَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْهُ شَرْبَةً فَقُلْتُ أَمَا وَاللّٰهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهُ فَقُلْتُ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ إِنَّهُ سَيَدْنُو مِنْكِ فَإِذَا دَنَا مِنْكِ فَقُولِي أَكَلْتَ مَغَافِيرَ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكِ لَا فَقُولِي لَهُ مَا هَذِهِ الرِّيحُ الَّتِي أَجِدُ مِنْكَ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكِ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ فَقُولِي لَهُ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں، ہمیں فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد کو اور الحلوی (شیرینی) کو پسند فرماتے تھے اور جب آپ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی ازواج کے پاس جاتے، پس ان میں سے کسی ایک کے قریب ہوتے، سو ایک دن آپ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے، سو انہوں نے آپ کو معمول سے زیادہ دیر ٹھہرایا تو مجھے غیرت آئی، سو میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو مجھے بتایا گیا کہ ان کے قبیلہ کی ایک عورت نے ان کو شہد کا ایک مشکیزہ بہ طور تحفہ بھیجا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے شہد پلایا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:) سو میں نے دل میں سوچا اللہ کی قسم اہم ضرور بہ ضرور اس کی کوئی تدبیر کریں گی تو میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا

Marfat.com

وَسَأَقُولُ ذٰلِكِ وَقُولِي أَنْتِ يَا صَفِيَّةُ ذَاكِ قَالَتْ تَقُولُ سَوْدَةُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَأَرَدْتُ أَنْ أُبَادِيَهُ بِمَا أَمَرْتِنِي بِهِ فَرَقًا مِنْكِ فَلَمَّا دَنَا مِنْهَا قَالَتْ لَهُ سَوْدَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ قَالَ لَا قَالَتْ فَمَا هٰذِهِ الرِّيحُ الَّتِي أَجِدُ مِنْكَ قَالَ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ فَقَالَتْ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ فَلَمَّا دَارَ إِلَيَّ قُلْتُ لَهُ نَحْوَ ذٰلِكَ فَلَمَّا دَارَ إِلَى صَفِيَّةَ قَالَتْ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا دَارَ إِلَى حَفْصَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا أَسْقِيكَ مِنْهُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ قَالَتْ تَقُولُ سَوْدَةُ وَاللّٰهِ لَقَدْ حَرَمْنَاهُ قُلْتُ لَهَا اسْكُتِي

(صحیح مسلم: ۱۴۷۴، ۳۶۷۹، مسند احمد: ۲۴۳۱۶)

کہ عنقریب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے قریب آئیں گے، سو جب وہ آپ کے قریب آئیں تو آپ ان سے پوچھیں: کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے کہیں گے: نہیں! تو آپ ان سے یوں کہیں کہ یہ ناگوار بو آپ سے کس وجہ سے آ رہی ہے؟ تو وہ آپ سے کہیں گے کہ مجھے حفصہ نے شہد کے چند گھونٹ پلائے تھے تو آپ ان سے کہیں کہ شہد کی کسی مکھی نے درخت عرفط کا رس چوسا ہوگا اور عنقریب میں بھی اسی طرح کہوں گی اور اے صفیہ! تم بھی اسی طرح کہنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت سودہ بیان کرتی ہیں: پس اللہ کی قسم! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازہ پر کھڑے ہوئے تو میں نے ارادہ کیا کہ میں آپ کو آواز دے کر وہ بات کہوں جس کا حضرت عائشہ نے مجھے حکم دیا تھا کیونکہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ڈر لگتا تھا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سودہ کے قریب پہنچے تو آپ سے حضرت سودہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! حضرت سودہ نے کہا: پھر مجھے آپ سے یہ ناگوار بو کس وجہ سے آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: حفصہ نے مجھے شہد کا ایک گھونٹ پلایا تھا، حضرت سودہ نے کہا: کسی شہد کی مکھی نے درخت عرفط (کے پتوں) کا رس چوس لیا ہوگا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آئے تو میں نے بھی اسی کے نحو کہا یعنی اسی طرح کہا، پھر جب آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئے تو انہوں نے بھی اسی کی مثل کہا، پھر جب آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو کچھ شہد نہ پلاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سودہ کہتی تھیں: اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو اس شہد سے محروم کر دیا تو میں نے کہا: چپ کرو۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں التحریم: ۱ کا ذکر ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو شہد کا گھونٹ پینے سے

Marfat.com

روک لیا اور التحریم: ا میں بھی یہی ذکر ہے کہ اے نبی: صلی اللہ علیک وسلم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس چیز کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ اس آیت کے سبب نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ یہ آیت شہد کے قصہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور زید بن اسلم نے بتایا کہ یہ آیت حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حرام قرار دینے کے متعلق نازل ہوئی ہے جب آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ آئندہ ان کے ساتھ جماع نہیں کریں گے اور صحیح یہ ہے کہ یہ آیت شہد کے متعلق نازل ہوئی ہے اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے جماع کی تحریم کے متعلق نازل نہیں ہوئی کیونکہ یہ قصہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں مذکور نہیں ہے اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے جماع کی تحریم کا قصہ کسی سند صحیح سے منقول نہیں ہے۔

امام نسائی نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شہد کے قصہ کے متعلق حدیث انتہائی درجہ کی صحیح ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ اور مشکل عبارات کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہد کو اور الحلواء کو پسند فرماتے تھے اور الحلواء کا بیان عنقریب ''کتاب الاطعمہ'' اور ''کتاب الاشربہ'' میں تفصیل سے آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الحلواء، شہد اور کھجور وغیرہ سے تیار کر کے ایک قسم کی شیرینی تیار کی جاتی ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ الحلواء میں ہر میٹھی چیز داخل کی جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا علامہ کرمانی شافعی سے مناقشہ اور الحلواء اور العسل کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العسل (شہد) اور الحلواء (میٹھی چیز) کو پسند فرماتے تھے۔ الحدیث

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی الشافعی المتوفی ۷۸۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الحلواء کا معنی ہے: ہر میٹھی چیز اور العسل کے بعد الحلواء کا ذکر کرنا شہد کے شرف پر متنبہ کرنے کے لیے ہے اور اس حدیث میں عام کا عطف خاص پر کیا گیا ہے۔ (الکواکب الدراری جز۱۹ ص ۱۸۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الاطعمہ میں بھی مذکور ہے اور اس میں الحلواء کا لفظ اَلْعَسل پر مقدم ہے اور ان دونوں لفظوں میں سے ہر ایک کی تقدیم کی ایک وجہ ہے، پس العسل کو اس کے شرف کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے اور اس لیے کہ اَلْعَسل یعنی شہد الحلواء یعنی مٹھاس کے اصول میں سے ایک اہم اصل ہے اور اس لیے بھی کہ العسل مفرد ہے اور الحلواء مرکب ہے (جیسے مٹھائی چند چیزوں سے مرکب ہوتی ہے، مثلاً لڈو، بیسن، چینی اور گھی سے مرکب ہوتے ہیں، اور جلیبی اور امرتی، میدہ، چینی اور گھی سے مرکب ہوتے ہیں اور بالوشاہی، ماش کی دال، چینی اور گھی سے مرکب ہوتی ہے اور گلاب جامن، کھویا، چینی اور گھی سے مرکب ہوتی ہے وغیرہ) اور حلواء کو کتاب الاطعمہ میں اس لیے مقدم کیا ہے کہ یہ شہد کو بھی شامل ہے اور اس کی اور بھی اقسام ہیں کیونکہ الحلواء شہد اور چینی وغیرہ سے بنایا جاتا ہے اور یہ عام کا عطف خاص پر نہیں ہے جیسا کہ بعض شارحین (علامہ کرمانی) نے گمان کیا ہے کیونکہ عام وہ ہوتا ہے جس میں تمام انواع داخل ہوں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۵۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر شافعی سے مناقشہ اور علامہ کرمانی کا دفاع

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ۷۸٦ھ نے لکھا ہے کہ الحلواء کے بعد العسل کا ذکر عام کے بعد خاص کا ذکر ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے: یہ عام کا عطف خاص پر نہیں ہے جیسا کہ بعض شارحین نے گمان کیا ہے اور عام تو صرف وہ ہوتا ہے جس میں تمام داخل ہوں۔ علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کی علامہ کرمانی پر طعن و تشنیع پر کوئی وجہ نہیں ہے اور انہوں نے جو کہا ہے کہ عام میں اس کی تمام انواع داخل ہوتی ہیں اس سے انہوں نے اپنے کلام کا خود رد کیا ہے کیونکہ حلواء میں ہر میٹھی چیز داخل ہے جیسا کہ علامہ نووی نے ذکر کیا ہے، پس ابن حجر نے یہ کیسے کہا کہ یہ عام کا خاص پر عطف نہیں ہے اور یہ محض ابن حجر کا تکبر ہے کیونکہ علامہ نووی نے تصریح کی ہے کہ یہ خاص کا عام پر عطف ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ۔ (القدر: ۴) (اس رات) فرشتے اور (حضرت) جبریل نازل ہوتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۳۰۳، میں علامہ عینی کا یہ اعتراض تو لکھا ہے مگر اس کا کوئی جواب نہیں لکھا، گویا کہ وہ اس بار پھر لاجواب ہو گئے۔ (سعیدی غفرلہ)

اس فرق کی توجیہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے متعلق لفظ نحو کہا اور حضرت صفیہ نے اپنے متعلق لفظ مثل کہا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں نے اس کی نحو کہا (یعنی میں نے کہا: آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے) اور جب آپ حضرت صفیہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا (یعنی آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے)۔ اسی طرح اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس قول کی نسبت ہے تو (صحیح البخاری: ۵۲٦۸) میں لفظ نحو ہے اور جب حضرت صفیہ کی طرف اس قول کی نسبت ہے تو حدیث میں لفظ مثل ہے اور شاید اس فرق میں نکتہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی اس قول کو بنانے والی تھیں، سو انہوں نے جس لفظ کو اچھا سمجھا اس کے ساتھ اپنے قول کو تعبیر کیا، اسی لیے انہوں نے لفظ نحو کہا اور لفظ مثل نہیں کہا اور رہیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہنے کا حکم دیا گیا تھا تو ان کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں تصرف کرنا جائز نہیں تھا کیونکہ اگر وہ تصرف کرتیں تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غضب سے ڈرتی تھیں جو ان کو یہ حکم دینے والی تھیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات اس طرح کہنا اس لیے جب ان کی طرف اس قول کی نسبت ہوئی تو (صحیح البخاری: ۵۲٦۸) میں لفظ مثل آیا اور حدیث میں لفظ نحو اور مثل کی جو وجہ میں نے لکھی ہے یہ پہلے میرے ذہن میں آئی تھی، پھر میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو دیکھا تو اس میں دونوں جگہ لفظ مثل ہے تو میرا ظن غالب ہو گیا کہ صحیح البخاری: ۵۲٦۸ میں لفظ نحو اور مثل کا فرق راوی عروہ کے تصرف اور تغیر کی وجہ سے ہے۔

(فتح الباری ج ٦ ص ۴۵۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲٦ھ)

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے ایسا جواب نہیں لکھا جس سے کسی بیمار کو شفا ہو یا کوئی پیاسا سیراب ہو اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ

لغت میں نحو کا معنی ہے: قصد اور ارادہ، کہا جاتا ہے: نَحوتُ نَحْوَكَ یعنی قصدتُ قصدَكَ اور مثل کا معنی مشابہت اور مماثلت ہے، پھر اہل عرب نحو کے لفظ کو مثل کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، جب کہ مماثلت کے بیان میں ان کا قصد کلی ہوتا ہے، اس کے برخلاف لفظ مثل کو محض مماثلت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور دوسری کسی چیز کی طرف التفات نہیں کیا جاتا اور جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قصد کلی تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچا دی جائے کہ شہد کی مکھی نے درخت العرفط کے پتوں کا رس چوس لیا ہے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس کی مثل کہا، اس کے برخلاف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کا بالکل قصد نہیں کیا تھا لیکن انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حکم کے امتثال یعنی ان کے حکم پر عمل کرنے کے لیے اس طرح کہا تو اس لیے صحیح البخاری: ۵۲۶۸ میں جب اس قول کی نسبت حضرت صفیہ کی طرف کی تو صحیح البخاری: ۵۲۶۸ میں لفظ مثل ذکر کیا ہے اور حدیث کے راوی عروہ کے متعلق یہ گمان کرنا کہ انہوں نے حدیث میں تصرف اور تغیر کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے یہ محض ظن فاسد ہے، پس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب حضرت عائشہ کی طرف اس قول کی نسبت ہے تو لفظ نحو ہے اور حدیث میں جب حضرت صفیہ کی طرف اس قول کی نسبت ہے تو لفظ مثل ہے، سو یہ تفنن کلام کی وجہ سے ہے اور دونوں کے ساتھ لفظ مثل کو بار بار نہیں لایا گیا تا کہ پڑھنے والا اکتا نہ جائے۔ اس لیے تفنن کلام کی وجہ سے حضرت عائشہ کے ساتھ حدیث میں لفظ نحو ہے اور حضرت صفیہ کے ساتھ حدیث میں لفظ مثل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی طرف سے جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

میں نے جو کہا تھا کہ میرا ظن غالب ہے کہ حدیث میں لفظ نحو اور مثل کا فرق راوی کے تصرف اور تغیر کی وجہ سے ہے اس سے میری مراد یہ ہے کہ راوی نے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیا ہے جب کہ اس کا گمان یہ ہے کہ دونوں لفظوں کا معنی واحد ہے، اس پر علامہ عینی نے اپنے اعتراض میں جو یہ کہا ہے کہ یہ ظن فاسد ہے تو یہ ان کی بے ادبی ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ جب وہ کسی بات کا انکار کرتے ہیں تو آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور یہاں پر کوئی ظن فاسد نہیں ہے بلکہ ظن غالب ہے کیونکہ حضرت صفیہ نے مثل کا لفظ کہا اور نحو اور مثل کے دو لفظوں کو جمع نہیں کیا اور انہوں نے جو ایک لفظ پر اختصار کیا ہے تو راوی نے اس عبارت میں تغیر کر کے اس کے مفہوم کو اپنے لحاظ سے بیان کیا ہے اور اس معترض نے حد سے بڑھ کر جو بکواس کی ہے وہ ہم پر وارد نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی گئی ہے۔ (انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۳۰۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی حنفی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں: اگر علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کے ظن کو ظن فاسد لکھا تھا تو حافظ ابن حجر نے ضرورت سے زیادہ اس کا بدلا لیا ہے کیونکہ انہوں نے علامہ عینی کے اعتراض کو ہذیان لکھا ہے جس کے معنی ہیں: بکواس، فضول بک بک، بے سروپا، بے ربط اور اول فول باتیں، اور حافظ ابن حجر کی یہ عبارت علامہ عینی کی عبارت کی بہ نسبت زیادہ سخت اور شدید ہے اور اس سے قطع نظر علامہ عینی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس قول کی نسبت کے ساتھ لفظ نحو اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس قول کی نسبت کے ساتھ لفظ مثل کی جو توجیہ بیان کی ہے وہ حافظ ابن حجر کی شرح سے کئی گنا بہتر ہے کیونکہ حافظ ابن حجر کی شرح سے یہ لازم آتا ہے کہ راوی عروہ نے اس حدیث میں تغیر کر کے دونوں جگہ لفظ مثل لکھنے کی بجائے حضرت عائشہ کے ساتھ لفظ نحو اور حضرت صفیہ کے ساتھ لفظ مثل لکھ دیا

Marfat.com

ہے اور یہ صحیح البخاری: ۵۲۶۸ کے متن کو بدلنا ہے اور عروہ پر بھی اعتراض ہے جب کہ علامہ عینی کی شرح سے صحیح البخاری: ۵۲۶۸ کا متن بھی برقرار رہتا ہے اور عروہ پر بھی اعتراض نہیں ہوتا۔ (سعیدی غفرلہ)

عصر کے بعد ازواج کے پاس جانے کے متعلق دو روایتوں کا تعارض اور ان کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: جب آپ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی ازواج کے پاس جاتے: امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر بیٹھ جاتے اور صحابہ آپ کے ارد گرد بیٹھ جاتے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا، پھر آپ باری باری اپنی ازواج مطہرات کے پاس جاتے، آپ ان کو سلام کرتے اور ان کے لیے دعا کرتے۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ صحیح بخاری کی روایت میں عصر کے بعد ازواج کے پاس جانے کا ذکر ہے اور امام عبد بن حمید کی روایت میں صبح کی نماز کے بعد ازواج کے پاس جانے کا ذکر ہے، سوان دونوں روایتوں میں کس طرح مطابقت ہوگی؟ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصر کے متعلق جو روایت ہے وہ محفوظ ہے اور امام عبد بن حمید نے جو حماد کی روایت ذکر کی ہے وہ شاذ ہے اور اگر اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر ان میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ امام عبد بن حمید کی روایت میں صرف اتنا ذکر ہے کہ آپ صبح کی نماز میں ازواج مطہرات کے پاس جاتے، ان کو سلام کرتے اور ان کو دعا دیتے اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ازواج مطہرات کے پاس عصر کے بعد جاتے اور سلام وغیرہ کے بعد ان کے پاس بیٹھتے اور باتیں کرتے۔

اس حدیث میں عكة من عسل کا ذکر ہے۔ عكة کا معنی ہے: مشکیزہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو حیلہ کیا تھا اس پر ایک اشکال کا جواب

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کہنا کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا اور انہوں نے یہ صرف اس لیے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ دیر ٹھہرنے سے روک دیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو خلاف واقع یہ بات کہی تھی اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے سوکنوں میں ایک دوسرے کے خلاف جو طبعی تعصب اور غیرت ہوتی ہے یہ اس کا تقاضا تھا اور یہ گناہ صغیرہ تھا جو ان کی دوسری نیکیوں کی وجہ سے معاف کر دیا جائے گا۔

(شرح الکرمانی ج ۱۹ ص ۱۹۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ)

عُرْفُط کا معنیٰ

امام اللغت خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ نے لکھا ہے:

عرفط ایک کانٹے دار درخت ہے، اس کے پتوں میں ایک خوشبودار بو ہوتی ہے اور اس کے پتے بہت چوڑے ہوتے ہیں جو زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ اس میں روئی کی طرح سفید رنگ کا پھل لگتا ہے، اس کی بو بہت ناگوار ہوتی ہے، شہد کی مکھی اس پھل کو چاٹتی ہے اور اس سے شہد حاصل ہوتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ درخت ہے جس میں گوند لگتا ہے جس کو مغافیر کہتے ہیں۔ (کتاب العین ج ۲ ص ۱۱۸۰، مزیداً)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے حضرت حفصہ سے کہا: آپ خاموش رہیں: گویا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خطرہ

تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر زیادہ دیر ٹھہرنے سے روکنے کی جو تدبیر کی تھی اس کا راز فاش ہو جائے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) عورتوں کی طبیعت میں اور ان کی فطرت میں غیرت مرکوز ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایسی خفیہ تدبیر کرتی ہیں جس سے ان کی سوکنوں کو ضرر ہو۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بہت بلند مرتبہ تھا حتیٰ کہ دوسری ازواج مطہرات ان سے ڈرتی تھیں اور ان کے ہر حکم کی اطاعت کرتی تھیں جس طرح حضرت سودہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما نے ان کے خوف سے ان کی خفیہ تدبیر پر عمل کیا۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کے بعض اوقات میں باری باری اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔

(۴) جن چیزوں کے صراحتاً ذکر سے حیاء مانع ہو ان کا بہ طور کنایہ ذکر کرنا چاہیے جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ کے قریب ہوتے تھے اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اس کا بوسا لیتے تھے اور اس سے بغل گیر ہوتے تھے لیکن چونکہ اس کا صراحتاً ذکر ادب کے خلاف تھا اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بہ طور کنایہ فرمایا: آپ اس کے قریب ہوتے تھے۔

(۵) اس حدیث سے شہد اور الحلواء کی فضیلت معلوم ہوئی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو کھانے سے محبت کرتے تھے اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ شہد کا استعمال کیا کریں کیونکہ اس میں ہر بیماری کی شفاء ہے۔ (میں ذیابیطس کا مریض ہوں اور Diabetes کے لیے شہد کا استعمال ممنوع ہے لیکن میں اس حدیث کے پیش نظر ہر روز نہار منہ شہد اور دودھ سے بنی ہوئی چائے پیتا ہوں اور انسولین کی مقدار بڑھا لیتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے شوگر کی آفات سے محفوظ رکھے اور شہد کی شفاء اور منافع عطا فرمائے، امین۔ سعیدی غفرلہ)

(۶) اس حدیث سے واضح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی اس خفیہ تدبیر پر مطلع ہونے کے باوجود ان کو کوئی فہمائش نہیں کی، اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بے پناہ صبر آپ کا انتہائی حلم اور آپ کا وسیع کرم ظاہر ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۹۔ ۳۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ، علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی اتنی شرح نہیں کی جتنی بھرپور اور جامع شرح علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے کی ہے، لہٰذا ہم نے اس حدیث کی شرح میں صرف ان سے استفادہ کیا ہے۔

۹۔ بَابُ: لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ وقول الله تعالىٰ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ۖ فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ

نکاح سے پہلے طلاق کا اعتبار نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے ایمان والو جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو، سو تم ان کو کچھ ان کے فائدہ کی چیزیں دے کر

سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ (الاحزاب:۴۹)

حسن سلوک سے ان کو رخصت کر دو ۝ (الاحزاب:۴۹)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ جَعَلَ اللّٰهُ الطَّلَاقَ بَعْدَ النِّكَاحِ وَيُرْوٰى فِي ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ وَأَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَشُرَيْحٍ وَسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَالْقَاسِمِ وَسَالِمٍ وَطَاوُسٍ وَالْحَسَنِ وَعِكْرِمَةَ وَعَطَاءٍ وَعَامِرِ بْنِ سَعْدٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَنَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَمْرِو بْنِ هَرِمٍ وَالشَّعْبِيِّ أَنَّهَا لَا تَطْلُقُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نکاح کے بعد طلاق کو مشروع فرمایا ہے، اس سلسلہ میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر، ابوبکر بن عبد الرحمٰن، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، ابان بن عثمان، علی بن حسین، شریح، سعید بن جبیر، القاسم، سالم، طاؤس، حسن بصری، عکرمہ، عطاء، عامر بن سعد، جابر بن زید، نافع بن جبیر، محمد بن کعب، سلیمان بن یسار، مجاہد، القاسم بن عبد الرحمٰن، عمرو بن ہرم اور شعبی سے مروی ہے کہ نکاح سے پہلے کسی عورت کو طلاق نہیں ہوگی۔

تعلیق مذکور کی تخریج

(مصنف عبدالرزاق:۱۱۴۴۸، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نکاح کے بعد طلاق کو مشروع فرمایا ہے۔

اس مسئلہ میں حضرت علی کی روایت: (مصنف عبدالرزاق:۱۱۴۵۴، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۰)

سعید بن المسیب کی روایت: (مصنف عبدالرزاق:۱۱۴۶۰، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

عروہ بن الزبیر کی روایت: (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

ابوبکر بن عبد الرحمٰن اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کی روایت: (سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

ابان بن عثمان کی روایت: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا ہے کہ اب تک میں اس روایت کے ماخذ پر مطلع نہیں ہو سکا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۳۸۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

علی بن حسین کی روایت: (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۴، مسند ابن الجعد:۲۴۴۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

شریح کی روایت: (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

سعید بن جبیر اور القاسم کی روایت: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

سالم کی روایت: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے: (تغلیق التعلیق ج ۴ ص ۴۴۵)

طاؤس کی روایت: (مصنف عبدالرزاق:۱۱۴۶۹، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

حسن بصری کی روایت: (مصنف عبدالرزاق:۱۱۴۶۶، ۱۱۴۶۵، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۴)

عکرمہ کی روایت: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۶)

عطاء کی روایت: (مصنف عبدالرزاق:۱۱۴۶۹، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

عامر بن سعد کی روایت: حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ میں اس روایت کے ماخذ پر مطلع نہیں ہو سکا۔
(فتح الباری ج ۹ ص ۳۸۵، طبع لاہور، ۱۴۰۱ھ)

Marfat.com

جابر بن زید کی روایت: (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۳)

نافع بن جبیر اور محمد بن کعب کی روایت: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۵)

سلیمان بن یسار کی روایت: (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۶)

مجاہد کی روایت: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

القاسم بن عبدالرحمٰن کی روایت: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

عمرو بن ہرم کی روایت: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا کہ میں اس روایت کے ماخذ پر مطلع نہیں ہو سکا۔
(فتح الباری ج ۹ ص ۳۸۵، دار الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

الشعبی کی روایت: (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۷۳، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان تمام فقہاء تابعین نے یہ کہا ہے کہ نکاح سے پہلے عورت کو طلاق نہیں دی جاتی۔

نکاح سے پہلے طلاق کے وقوع میں فقہاء کا اختلاف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: نکاح سے پہلے طلاق کا وجود نہیں ہوتا۔

علامہ محمد یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے لکھا ہے: فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق دینا صحیح ہے، سو امام بخاری نے ان کا رد کرنے کے لیے یہ عنوان قائم کیا۔ (شرح الکرمانی جز ۱۹ ص ۱۹۲۔۱۹۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ)

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: مجھے علامہ کرمانی اور ان کے موافقین پر تعجب ہے کہ ان سے یہ کلام کیسے صادر ہوا، پھر وہ متعدد وجوہ سے فقہاء احناف کا رد کرتے ہیں اور انہوں نے اس مسئلہ کو مسئلہ تعلیق سے مستنبط کیا ہے کہ جب کوئی مرد کسی اجنبی عورت سے یہ کہے کہ جب میں تم سے نکاح کروں گا تو تم کو طلاق ہے، پس جب اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو فقہاء احناف کے نزدیک اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی اور ان کا استدلال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر فقہاء تابعین کے اس قول سے ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی جیسا کہ عنقریب امام بخاری کی تعلیق میں اس کا ذکر آئے گا، نیز ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

امام ابوداؤد نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''معصیت میں نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے اور نہ اس چیز کو پورا کرنا لازم ہے جس کا ابن آدم مالک نہ ہو''۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۱۶)

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''معصیت کے کام میں نذر ماننا جائز نہیں ہے اور نہ اس چیز کی نذر ماننا جائز ہے جس کا ابن آدم مالک نہ ہو''۔
(سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۴، سنن ابوداؤد: ۳۳۱۶)

از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس چیز کا ابن آدم مالک نہ ہو اس کی نذر ماننا جائز نہیں اور جس غلام کا ابن آدم مالک نہیں اس کو آزاد کرنا جائز نہیں اور جس عورت کا ابن آدم مالک نہ ہو اس کو طلاق دینا جائز نہیں ہے اور جس چیز کا ابن آدم مالک نہ ہو اس کی قسم کھانا جائز نہیں ہے''۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۰، مسند احمد: ۶۷۸۰)

اسی سند کے ساتھ دوسری روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مرد جس عورت کا مالک نہ ہو اس کو طلاق دینا جائز نہیں ہے اور

Marfat.com

جس غلام کا مالک نہ ہو اس کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور جس چیز کا وہ مالک نہ ہو اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے''۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۹۰، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۸، سنن نسائی ج ۷ ص ۲۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۵۶، سنن سعید بن منصور: ۱۰۲۰، سنن ترمذی: ۱۱۸۱، سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۷، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۵، المستدرک ج ۲ ص ۲۰۵۔ ۲۰۴، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۶۵)

نکاح سے پہلے طلاق کے وقوع کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

فقہاء احناف یہ کہتے ہیں: یہ طلاق معلق بالشرط ہے اور یہ قسم ہے، لہٰذا اس کی صحت محل کی ملکیت پر موقوف نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اور جب شرط متحقق ہو گی تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور یہ وجود نکاح کے بعد طلاق ہو گی مثلاً کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے کہے: اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو تم کو طلاق ہے، پس اس کے متعلق یہ کس طرح کہا جائے گا کہ یہ نکاح سے پہلے طلاق دی گئی ہے اور نکاح سے پہلے طلاق دینے کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے کہے: انت طالق (تم کو طلاق ہے)، سو یہ کلام لغو ہے اور اس کی مثل میں یہ کہا جائے گا کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی اور اس سلسلہ میں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس کے متعلق امام احمد نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ علامہ ابن العربی مالکی نے کہا ہے: ان احادیث کی صحت کی کوئی اصل نہیں ہے، پس تم ان کے ساتھ مشغول نہ ہو اور اگر بالفرض یہ صحیح ہوں تو یہ تخییر پر محمول ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

جو مرد کسی عورت کا مالک نہ ہو اس پر طلاق کے وقوع کی حدیث کی تحقیق

امام ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کتب صحیحہ میں اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، البتہ ''المصنفات'' اور ''المسانید'' میں ائمہ نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کی متعدد اسانید ہیں جن کو امام الدارقطنی نے وارد کیا ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا: میں نے امام محمد بن اسماعیل البخاری سے سوال کیا کہ اس باب میں زیادہ صحیح حدیث کون سی ہے تو انہوں نے کہا: وہ حدیث جو عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود مروی ہے۔ اور ہشام بن سعد کی حدیث از زہری از حضرت عائشہ جو مروی ہے اس میں امام ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ''جس نے کسی گناہ پر قسم کھائی تو اس کی قسم معتبر نہیں ہے اور جس نے قطع رحم کی قسم کھائی تو اس کی قسم منعقد نہیں ہو گی اور نذر صرف اس چیز میں منعقد ہوتی ہے جس میں اللہ عزوجل کی رضا کا ارادہ کیا گیا ہو''۔ علاوہ اس کے امام بخاری نے عمرو بن شعیب کی حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے ہر چند کہ انہوں نے اس کو اپنی صحیح میں درج نہیں کیا کیونکہ اس کی سند ان کی شرط کے مطابق نہیں تھی لیکن انہوں نے اس حدیث کی حضرت مولیٰ علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور تقریباً تیئس (۲۳) تابعین سے روایت کی ہے کہ جو شخص کسی عورت کا مالک نہ ہو اس پر اس کی طلاق لازم نہیں آتی اور ان میں سات (۷) فقہاء مدینہ بھی ہیں۔ (ان آثار اور اقوال فقہاء تابعین کی تخریج اور تحقیق ان شاء اللہ عنقریب نعمۃ الباری میں آ رہی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

جو مرد کسی عورت کا مالک نہ ہو اس پر طلاق کے وقوع کے متعلق مذاہب فقہاء

اس مسئلہ میں فقہاء کے درج ذیل اقوال ہیں:

(۱) مرد جس عورت کا مالک نہ ہو اس پر اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہ امام شافعی اور دوسرے فقہاء کا قول ہے۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے: اگر کسی مرد نے کسی اجنبی عورت کو طلاق معلق دی بایں طور کہ اس نے کہا کہ اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو تم کو طلاق ہے تو اگر اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو نکاح کے فوراً بعد اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

Marfat.com

(۳) امام مالک رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر مرد نے کسی عورت کی کسی قوم یا جگہ یا قبیلہ کی طرف نسبت کی تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر اس نے کسی اجنبی عورت سے مطلقاً کہا کہ تم کو طلاق ہے تو پھر اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اور فقہاء اہل مدینہ کا بھی یہی قول ہے۔

(۴) امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی اجنبی مرد سے یہ کہا کہ تم آزاد ہو تو اس پر لازم ہوگا کہ اگر وہ مرد غلام ہو تو اس کو وہ آزاد کرے اور اگر اس نے کسی اجنبی عورت سے کہا کہ تم کو طلاق ہے تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی اور سعید بن المسیب سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: بارش سے پہلے سیلاب نہیں آتا۔ (یعنی نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی۔ سعیدی غفرلہ)

وقوع طلاق کا قاعدہ

اور طلاق دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ طلاق اس عورت پر واقع ہوتی ہے جو نکاح کی قید کے ساتھ مقید ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ (الاحزاب: ۴۹)

اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے، جس کا تم شمار کرو، سو تم ان کو کچھ ان کے فائدہ کی چیزیں دے کر حسن سلوک سے ان کو رخصت کر دو O

پس قرآن مجید کی اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ طلاق صرف منکوحہ عورت پر واقع ہوتی ہے اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جب مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھ پر طلاق ہے تو جب وہ گھر میں داخل ہوگی تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی لیکن جب کوئی عورت اس کی منکوحہ نہ ہو تو وہ اس پر کسی چیز کا مالک نہیں ہے اور اس کا اس پر کوئی تصرف نہیں ہے، لہٰذا اگر وہ کسی اجنبی عورت سے کہے کہ تم پر طلاق ہے تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی، ہاں! اگر وہ یہ کہہ دے کہ اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو تم کو طلاق ہے، سو جب وہ اس عورت سے نکاح کرے گا تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

(۵) بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے کہا: اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے تو یہ ایک عقد ہے جس کو اس نے اپنی شرط کے ساتھ معلق کیا ہے، پس اگر یہ شرط پائی گئی تو اس کا قول نافذ ہو جائے گا اور اگر موت یا فراق کی وجہ سے یہ شرط نہیں پائی گئی تو اس قول کا حکم ساقط ہو جائے گا اور یہ کسی مانع کی وجہ سے نہیں ہے، حتیٰ کہ جب اس کا محل پایا جائے گا تو یہ حکم نافذ ہو جائے گا۔ اسی طرح جب اس نے کہا کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اسے طلاق ہے تو واجب ہے کہ یہ قول منعقد ہو اور نیت کے ساتھ اس پر لازم ہو اور یہ عقد موقوف ہوگا حتیٰ کہ اپنے محل میں متحقق ہوگا کیونکہ یہ قول صحیح ہے جو محل صحیح کی طرف مضاف ہے اور کسی مدت صحیحہ پر معلق ہے، سو یہ اس طرح جائز ہے جیسا کہ اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق ہے۔ ان فقہاء نے کہا کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب کسی مرد نے کسی اجنبی عورت کو طلاق دی یا اس غلام کو آزاد کیا جو اس کا مملوک نہیں ہے یا اس چیز کی نذر مانی جو اس کی ملک میں نہیں ہے (تو اس قول پر اس کا کوئی حکم مرتب نہیں ہوگا) کیونکہ روایت ہے: ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار ہو کر آئی، پھر اس نے کہا: میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر یہ اونٹنی مجھے آپ کے پاس لے کر آ گئی تو میں اس کو نحر (ذبح) کر دوں گی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "تم نے بہت برا کام کیا، ابن آدم جس چیز کا مالک نہ ہو اس کے متعلق اس کی نذر منعقد نہیں ہوتی، لہٰذا یہ حدیث اس قسم کی نظائر پر محمول ہے۔

Marfat.com

قاعدہ مذکورہ پر فقہاء کے اقوال کی تفریع

اسی قاعدہ کے اوپر فقہاء کے اقوال متفرع ہیں۔ رہے امام احمد بن حنبل تو ان کا یہ نظریہ ہے کہ غلام کو آزاد کرنا عبادت مقربہ ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ نذر مرد کے ذمہ میں مطلقاً منعقد ہو جاتی ہے، لہٰذا اگر اس نے کسی ایسے غلام کو آزاد کرنے کی نذر مان لی جو اس کا مملوک نہیں ہے جب وہ غلام اس کی ملکیت میں آئے گا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر اس نے کہا کہ اللہ ہی کے لیے مجھ پر طلاق کی نذر ہے تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

رہے امام مالک تو مشہور قول کے مطابق ان کا نظریہ یہ ہے کہ جس نے بالعموم کہا کہ اس کی ہر بیوی کو طلاق ہے تو اس نے اپنے اوپر نکاح کا دروازہ بند کر دیا اور اصل یہ ہے کہ اس کا نکاح کرنا جائز ہوگا اور اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

(عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی جز ۵ ص ۱۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ (الاحزاب: ۴۹)

اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے، جس کا تم شمار کرو، سو تم ان کو کچھ ان کے فائدہ کی چیزیں دے کر حسن سلوک سے ان کو رخصت کر دو ۝

امام بخاری کی اس تعلیق پر علامہ عینی اور دیگر شارحین کا اعتراض

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس آیت سے اس باب کے عنوان پر یہ استدلال کیا ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی اور اس آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ اس آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں اس صورت کی خبر دی گئی ہے جس صورت میں نکاح کے بعد طلاق دی گئی ہو اور اس آیت میں کوئی حصر نہیں ہے اور نہ اس آیت کے سیاق و سباق میں اس کا کوئی تقاضا ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۰۔۳۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اعتراض مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ تعلیق مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد مشروع کیا ہے اور اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر مروی ہے اور سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، ابان بن عثمان، علی بن حسین، شریح، سعید بن جبیر، القاسم، سالم، طاؤس، حسن بصری، عکرمہ، عطاء، عامر بن سعد، جابر بن زید، نافع بن جبیر، محمد بن کعب، سلیمان بن یسار، مجاہد، القاسم بن عبدالرحمٰن، عمرو بن ہرم اور الشعبی کا بھی یہی قول ہے کہ نکاح سے پہلے عورت کو طلاق نہیں دی جائے گی۔

(اس اثر اور ان اقوال تابعین کی تخریج و تحقیق ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب نعمۃ الباری میں آرہی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن التین نے کہا ہے: امام بخاری نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن اس آیت میں امام بخاری کے موقف پر کوئی دلیل نہیں ہے، (حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کے موقف پر

Marfat.com

دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر ہے اور ان کے اس اثر کی امام احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ سند جید ہے۔ اور امام حاکم نے اس اثر کی حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے کہا کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق ہے تو اس کا یہ قول اس کی لغزش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ۔ (الاحزاب: ۴۹) اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر تم ان کو طلاق دے دو۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: جب تم عورتوں کو طلاق دو، پھر تم ان سے نکاح کرو۔

اور امام ابن خزیمہ اور امام بیہقی نے اپنی سندوں کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ ایک مرد یہ کہتا ہے کہ جب میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق ہے تو مرد کے اس قول کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا یہ قول کچھ بھی نہیں ہے یعنی لغو ہے، طلاق صرف اس عورت پر واقع ہوتی ہے جس کا وہ مالک ہو۔ فقہاء نے کہا ہے: پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس مرد کے متعلق سوال کیا گیا جس نے یہ کہا کہ جب میں اس عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا اس عورت پر اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک وہ اس مرد سے نکاح نہ کرلے اور کوئی غلام اس وقت تک آزاد نہیں ہوگا جب تک وہ غلام آزاد کرنے والے کی ملک میں نہ آجائے۔ اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس سے اس مرد کے متعلق سوال کیا گیا جس نے کہا: ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اسے طلاق ہے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ جواب دیا کہ اس کا قول کچھ بھی نہیں ہے یعنی لغو ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ۔ (الاحزاب: ۴۹) اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر تم ان کو طلاق دے دو۔

ابواسحاق بن ابی ثابت نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ ایوب بن سلیمان نے کہا: میں نے ایک سو تیرہ (۱۱۳) ھ میں حج کیا، پھر میں عطاء کے پاس داخل ہوا اور ان سے اس مرد کے متعلق سوال کیا جس کے پاس ایک عورت آئی تا کہ وہ اس سے نکاح کرلے تو اس مرد نے کہا: میں نے جس دن اس سے نکاح کیا تو اسے طلاق البتہ ہوگی تو عطاء نے جواب دیا کہ جو عورت اس کے عقد نکاح میں نہ ہو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی، اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے استدلال کیا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی تاہم اس اثر کی سند میں بعض مجہول راوی ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۵۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ جَعَلَ اللّٰهُ الطَّلَاقَ بَعْدَ النِّكَاحِ وَيُرْوٰى فِيْ ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَاَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ وَاَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَشُرَيْحٍ وَسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَالْقَاسِمِ وَسَالِمٍ وَطَاؤُسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد مشروع فرمایا ہے، اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر، ابوبکر بن عبدالرحمن، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، ابان بن عثمان، علی بن حسین، شریح، سعید بن جبیر، القاسم، سالم، طاؤس، حسن بصری، عکرمہ، عطاء، عامر بن سعد، جابر

Marfat.com

وَالْحَسَنِ وَعِكْرِمَةَ وَعَطَاءٍ وَعَامِرِبْنِ سَعْدٍ وَجَابِرِبْنِ زَيْدٍ وَنَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَمْرِو بْنِ هَرِمٍ وَالشَّعْبِيِّ أَنَّهَا لَا تَطْلُقُ

بن زید، نافع بن جبیر، محمد بن کعب، سلیمان بن یسار، مجاہد، القاسم بن عبدالرحمٰن، عمرو بن ہرم کی روایات ہیں اور الشعبی کا بھی یہی قول ہے کہ نکاح سے پہلے عورت کو طلاق نہیں دی جائے گی۔

تعلیق مذکور کی تخریج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد مشروع کیا ہے:

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۴۸، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۰)

اور اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اثر مروی ہے:

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۵۴، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۰)

سعید بن المسیب: (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۶۰، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

عروہ بن الزبیر: (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ: (سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

ابان بن عثمان: حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ کہا ہے کہ میں اب تک اس ماخذ کے اثر پر مطلع نہیں ہو سکا۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۸۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۴۵۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علی بن حسین: (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۴، مسند ابن الجعد: ۲۴۴۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

شریح: (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

سعید بن جبیر اور القاسم: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

سالم: حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے: (تغلیق التعلیق ج ۴ ص ۴۴۵، مکتبۃ اسلامی، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

طاؤس: (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۶۹، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

حسن بصری: (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۶۶، ۱۱۴۶۵، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۴)

عکرمہ: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۶)

عطاء: (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۶۹، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

عامر بن سعد: حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ مجھے اس اثر کا ماخذ نہیں مل سکا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۳۸۵)

جابر بن زید: (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۳)

نافع بن جبیر اور محمد بن کعب: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۵)

سلیمان بن یسار: (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۶)

مجاہد: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

القاسم بن عبدالرحمٰن: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

عمرو بن ہرم: حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ میں اس اثر کے ماخذ پر واقف نہیں ہو سکا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۳۸۵، طبع لاہور)

Marfat.com

الشعبی: (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۷۳، سنن سعید بن منصور ج۱ ص ۲۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اوران تمام فقہاء تابعین نے یہ کہا ہے کہ نکاح سے پہلے عورت پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔

نکاح سے پہلے وقوع طلاق کے متعلق مذاہب فقہاء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے العلل میں بیان کیا ہے کہ سفیان بن وکیع نے حدیث بیان کی کہ مجھے چالیس (۴۰) سال سے یہ حدیث محفوظ ہے کہ امام احمد بن حنبل سے نکاح سے پہلے وقوع طلاق کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور علی بن حسین اور ابن مسیب اور تیئس (۲۳) تابعین سے روایت ہے کہ وہ نکاح سے پہلے وقوع طلاق میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا: میں نے اپنے والد سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہاں! میں نے یہ حدیث بیان کی ہے، میں نے کہا کہ امام بخاری نے اکثر تابعین سے یہ روایت کی ہے کہ نکاح سے پہلے مطلقاً طلاق واقع نہیں ہوتی اس کے باوجود کہ ان میں سے بعض نے اس مسئلہ کی تفصیل کی ہے اور بعض نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، اور شاید یہی وجہ ہے کہ ان صحابہ اور تابعین سے اس قول کی صیغہ تمریض (یعنی قیل) سے روایت کی گئی ہے اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف مشہور ہے اور اس میں اہل علم کے متعدد مذاہب ہیں، سو بعض نے کہا: نکاح سے پہلے مطلقاً طلاق واقع ہو جاتی ہے اور بعض نے کہا: نکاح سے پہلے مطلقاً طلاق واقع نہیں ہوتی اور بعض نے بہ طور خصوص کہا اور بعض نے بہ طور عموم کہا اور بعض نے توقف کیا۔

اور جمہور کا مختار یہ ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی، اور یہی امام شافعی، ابن مہدی، امام احمد بن حنبل، اسحاق اور داؤد ظاہری اور ان کے متبعین کا مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ نکاح سے پہلے مطلقاً طلاق واقع ہو جاتی ہے اور ربیعہ، الثوری، اللیث، الاوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ نے اس میں تفصیل کی ہے۔ حضرت ابن مسعود اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور جمہور فقہاء مالکیہ نے تفصیل کی ہے کہ اگر اس نے کسی عورت کا نام لیا یا کسی طائفہ، قبیلہ یا کسی معین جگہ یا معین زمانہ کا نام لیا تو اس کے قول کے موافق طلاق بھی ہوگی اور غلام آزاد بھی ہوگا۔

لیکن جب اس نے کہا: اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق ہے تو جب وہ اس عورت سے نکاح کرے گا تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن سعید بن المسیب وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی اور اس سے ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے کہ یہ احادیث اور آثار اپنے ظاہر پر محمول ہیں۔

نکاح سے پہلے وقوع طلاق کے ثبوت میں دلائل

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق واقع ہو جاتی ہے انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط (المائدہ: ۱) اے ایمان والو! اپنے عہد پورے کرو۔

انہوں نے کہا: جب کسی شخص نے کسی عورت سے کہا کہ اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو تم کو طلاق ہے۔ اب اس شخص نے اس عورت پر طلاق معلق واقع کی ہے اور شرط کے پائے جانے پر اس کو طلاق دینے کا التزام کیا ہے، اور اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی

Marfat.com

جس چیز کو اپنے اوپر لازم کرلے تو اس کو پورا کرے۔
اور دوسرے فقہاء نے درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:
يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ (الدہر: ۷) وہ نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلا ہوا ہے ۝

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی مطلقاً تحسین فرمائی ہے جو اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں، سو جس شخص نے ایسے غلام کو آزاد کرنے کی نذر مانی جو اس کی ملکیت میں نہیں تھا تو وہ بھی اس آیت کی تحسین میں داخل ہے۔

اور بعض فقہاء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ طلاق معلق واقع کرنا صحیح ہے کیونکہ جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق ہے، پھر جب اس کی بیوی گھر میں داخل ہوئی تو اس کو طلاق واقع ہو جائے گی، اسی قیاس پر ان فقہاء نے کہا کہ جس شخص نے کسی اجنبی عورت سے کہا کہ اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو تم کو طلاق ہے، لہٰذا اگر اس نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو اس کو طلاق ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس دلیل کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: طلاق دینا شوہر کا حق ملکیت ہے، سو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو طلاق معجل دے یا طلاق مؤجل دے یا اس کو معلق طلاق دے یا اس کی طلاق کا معاملہ کسی اور کے سپرد کر دے۔ اس کے برخلاف جو شخص شوہر نہیں ہے اور اس کی کسی اجنبی عورت پر ملکیت نہیں ہے تو اس پر طلاق معلق واقع کرنے کا کیا جواز ہے؟ جب کہ احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ جو عورت مرد کی ملکیت نہ ہو تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۰-۴۵۶ ملخصاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مصنف کی طرف سے حافظ ابن حجر عسقلانی کی دلیل کا جواب

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس دلیل کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اولاً تو وہ احادیث سند صحیح سے مروی نہیں ہیں جیسا کہ امام ابو بکر ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ نے اس کی تصریح کی ہے۔ ثانیاً امام احمد بن حنبل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود اور تیئیس (۲۳) فقہاء تابعین سے روایت کی ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کا خود حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اعتراف کیا ہے۔ ثالثاً جن احادیث میں ممانعت ہے وہ طلاق تنجیز یعنی طلاق غیر معلق پر محمول ہیں، اور فقہاء احناف نکاح سے پہلے جس طلاق کے وقوع کے قائل ہیں وہ طلاق معلق ہے یعنی مرد کسی اجنبی عورت سے یہ کہے کہ اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو تم کو طلاق ہے، سو اگر مرد نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو اس کے نکاح کرتے ہی اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
علامہ ابن التین اور علامہ ابن المنیر نے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری نے باب کے عنوان ''نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی'' کے ثبوت میں الاحزاب: ۴۹ لکھی ہے جب کہ اس آیت کی باب کے عنوان کے ثبوت پر کوئی دلالت نہیں ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی طرف سے توجیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور فقہاء تابعین کے اثر کو لکھ دیا۔ علامہ

Marfat.com

عینی فرماتے ہیں: یہ اس قائل کا جواب سے عاجز ہونا ہے اور علامہ ابن التین اور علامہ ابن المنیر کے اعتراض سے بھاگنا ہے اور فرار ہونا ہے اور اپنے مذہب کی عصبیت کو مقرر کرنا ہے اور امام بخاری کی جانب داری ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۰۔۳۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس کے اثر ''اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد مشروع کیا ہے'' اس اثر کی شرح میں علامہ عینی حنفی کا فقہاء احناف کے مذہب کو ثابت کرنا اور فقہاء شافعیہ کے مذہب کو رد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد مشروع فرمایا ہے۔

اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اپنی سند کے ساتھ ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طلاق صرف نکاح کے بعد مشروع ہے اور آزاد کرنا صرف ملکیت کے بعد مشروع ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۳)

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد مشروع فرمایا ہے اور فقہاء احناف اس کے قائل ہیں اور فقہاء احناف اس حدیث کو طلاق معلق پر محمول کرتے ہیں، لہٰذا فقہاء شافعیہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس اثر سے فقہاء احناف کے خلاف مسئلہ تعلیق میں حجت قائم کریں کیونکہ طلاق کو معلق کرنا اور چیز ہے اور طلاق دینا اور چیز ہے اور طلاق معلق فی الحال طلاق نہیں ہوتی، لہٰذا طلاق معلق کی صحت کے لیے اس کے محل کے قیام کی ضرورت نہیں ہے۔

امام ابوبکر رازی نے اس اثر میں زہری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ کسی مرد سے یہ کہا جائے کہ تم فلاں عورت سے نکاح کرو، سو وہ کہے: اس کو طلاق ہے تو اس کا یہ کلام لغو ہے لیکن جس شخص نے یہ کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے تو اس کو صرف اس وقت طلاق دی جائے گی جب وہ اس عورت سے نکاح کرے گا اور امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ الزہری سے روایت کی ہے کہ جس مرد نے کہا: ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں گا اس کو طلاق ہے اور ہر وہ باندی جس کو وہ خریدے گا وہ آزاد ہے تو معمر نے کہا: کیا یہ حدیث نہیں ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی اور ملکیت کے بغیر غلام یا باندی آزاد نہیں ہوتی، تو زہری نے کہا: یہ صرف اس وقت ہے جب مرد یہ کہے کہ فلاں کی عورت کو طلاق ہے یا کہے کہ فلاں کا غلام آزاد ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۵۱۹)

اور بعض فقہاء نے اس اثر سے استدلال کیا ہے جس کو امام ابن خزیمہ اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ ایک مرد نے کہا کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق ہے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ یہ کلام لغو ہے کیونکہ مرد کی طلاق اس عورت پر واقع ہوتی ہے جو اس کی ملکیت میں ہو، اس پر لوگوں نے کہا کہ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کیا جواب ہوگا کہ جب کسی مرد نے طلاق کا کوئی وقت مقرر کیا تو اس وقت کا اعتبار کیا جائے گا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا:

اِذَا طَلَّقْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ نَكَحْتُمُوْهُنَّ۔ جب تم مومن عورتوں کو طلاق دو، پھر ان سے نکاح کرو۔

ان لوگوں نے کہا: الاحزاب: ۴۹، تو اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب نکاح ہو جائے، پھر جماع سے پہلے طلاق دی جائے تو اس مطلقہ کی کوئی عدت نہیں ہے اور اس آیت میں محل نزاع سے کوئی تعرض نہیں ہے۔

Marfat.com

امام طحاوی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حبس الاصل و سبل الثمرۃ (درخت کو اور پھل کے راستوں کو محبوس کر لیا گیا) سو یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ مرد عقد کے وقت جس کا مالک نہ ہو اس کا عقد کرنا جائز ہے بلکہ وہ از سر نو مالک ہوگا اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو اس وصیت کا موت کے وقت اعتبار کیا جائے گا نہ کہ وصیت کے وقت (یعنی جس شخص نے اپنی زندگی میں اپنے مال تہائی کی وصیت کر دی تو اس وقت اس کی وصیت نافذ نہیں ہوگی بلکہ اس کی موت کے وقت وصیت نافذ ہوگی، سو اسی طرح جس نے کسی اجنبی عورت کو یہ کہہ کر طلاق دے دی کہ اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو تم کو طلاق ہے تو اس وقت یہ طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ جب وہ مرد اس عورت سے نکاح کرے گا تب طلاق واقع ہوگی۔ سعیدی غفرلہ)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ (التوبہ: ۷۵)

اور ان میں سے بعض (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اللہ نے اپنے فضل سے (مال) دیا تو ہم ضرور بہ ضرور صدقہ کریں گے اور ضرور بہ ضرور نیکو کاروں میں سے ہو جائیں گے O

یہ آیت اس مسئلہ کی نظیر ہے کہ کسی مرد نے کہا کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق ہے کیونکہ جس طرح اس آیت کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ ان پر اس وقت صدقہ کرنا لازم ہوگا بلکہ اگر ان کو اللہ تعالیٰ مال دے گا تو ان پر صدقہ کرنا لازم ہوگا اسی طرح جب اس نے کہا کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق ہے، اس کا بھی یہ مطلب نہیں ہے کہ اس عورت کو اسی وقت طلاق ہوگی بلکہ جب وہ مرد اس سے نکاح کرے گا تب اس پر طلاق واقع ہوگی۔

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے الاستذکار میں لکھا ہے کہ امام مالک سے اس مسئلہ میں مختلف روایات نہیں ہیں کہ اگر اس نے بالعموم طلاق دی ہے تو وہ اس کو لازم نہیں ہوگی اور اگر اس نے کسی عورت کا نام لے کر کہا کہ اگر میں نے اس عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق ہے تو پھر طلاق لازم ہوگی۔ ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح، نخعی، شعبی، اوزاعی اور اللیث کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے کہ قاسم اور سالم اور عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ معین عورت کو نکاح سے پہلے طلاق دینا جائز ہے۔ اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ عمر بن حمزہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے القاسم بن محمد اور سالم اور ابوبکر بن عبد الرحمٰن اور ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور عبد اللہ بن عبد الرحمٰن سے سوال کیا کہ ایک مرد نے کہا کہ میں جس دن فلاں عورت سے نکاح کروں گا اس کو طلاق البتہ ہوگی تو ان سب نے کہا کہ وہ اس سے نکاح نہ کرے اور امام ابن ابی شیبہ نے کہا کہ ہمیں حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عمر، انہوں نے کہا: میں نے القاسم سے سوال کیا کہ ایک مرد نے کہا: جس دن میں فلاں عورت سے نکاح کروں گا تو اس کو طلاق ہوگی تو قاسم نے کہا کہ اس کو طلاق ہو جائے گی۔

عَنْ عَلِيٍّ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ وَأَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَشُرَيْحٍ وَسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَالْقَاسِمِ وَسَالِمٍ وَطَاؤُسٍ وَالْحَسَنِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ، سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر، ابوبکر بن عبد الرحمٰن، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، ابان بن عثمان، علی بن حسین، شریح، سعید بن جبیر، القاسم، سالم، طاؤس، حسن بصری، عکرمہ، عطاء، عامر بن سعد، جابر بن زید، نافع بن جبیر، محمد بن

Marfat.com

وَعِكْرِمَةَ وَعَطَاءٍ وَعَامِرِ بْنِ سَعْدٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَنَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَمْرِو بْنِ هَرِمٍ وَالشَّعْبِيِّ أَنَّهَا لَا تَطْلُقُ۔

کعب، سلیمان بن یسار، مجاہد، القاسم بن عبدالرحمن، عمرو بن ہرم اور الشعبی نے بھی اس مسئلہ میں یہ روایت کی ہے کہ نکاح سے پہلے عورت کو طلاق نہیں دی جائے گی۔

مذکورہ الصدر تعلیق کی سندوں کے متون اور ان کی تخریجات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ مذکور الصدر تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق کی صیغہ مجہول کے ساتھ روایت کی ہے جو صیغہ تمریض ہے اور اگر امام بخاری کے پاس اس مسئلہ کے ثبوت میں اور ترجمۃ الباب کی تائید میں کوئی حدیث صحیح مرفوع ہوتی تو وہ اس کو ضرور ذکر کرتے اور یہ مذکور الصدر چوبیس (۲۴) فقہاء ہیں جن کا یہ مذہب ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی، یہ سب تابعین ہیں، مگر ان میں سے پہلے مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں جو صحابی ہیں اور رہے ابن ہرم تو وہ اتباع التابعین میں سے ہیں۔

رہا حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اثر تو اس کی امام ابن ابی شیبہ نے از نزال روایت کی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۵۴) (مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث ہمیں نہیں ملی، البتہ یہ حدیث مصنف عبدالرزاق میں مذکور ہے)

رہی وہ تعلیق جس کی امام بخاری نے عروہ سے روایت کی ہے اس کی ثقفی نے بھی عروہ سے روایت کی ہے۔
(سنن سعید بن منصور ج۱ ص۲۵۹، سنن بیہقی ج۷ ص۳۲۱)

رہی وہ تعلیق جس کی امام بخاری نے ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام سے روایت کی ہے، سو اس کی روایت یعقوب بن سفیان اور امام بیہقی نے بھی اپنی سند کے ساتھ علی بن ابی الحکم سے کی ہے کہ ان کے بھتیجے نے اپنے چچا کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا، پھر ان کا بعض معاملات میں تنازع ہو گیا تو اس نوجوان نے کہا کہ اگر میں نے اس عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق ہے حتیٰ کہ میں الغضیض کو (کھجور کے نر درخت کا شگوفہ) کھاؤں، پھر وہ لوگ اپنی گزشتہ باتوں پر نادم ہوئے تو المنذر نے کہا: میں تمہارے پاس اس مسئلہ کا حل نکال کر لاتا ہوں، سو المنذر، سعید بن المسیب کے پاس گئے اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو ابن المسیب نے کہا: یہ کچھ نہیں ہے یعنی اس کا کلام لغو ہے، اس نے اس عورت کو طلاق دی ہے جس کا وہ مالک نہیں تھا، پھر ابوالحکم کے بھتیجے نے کہا کہ میں نے اس مسئلہ کے متعلق عروہ بن زبیر سے پوچھا تھا تو انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا تھا، پھر میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے سوال کیا تو انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا، پھر میں نے ابوبکر بن عبدالرحمن بن ہشام سے سوال کیا تو انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا، پھر میں نے عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود سے سوال کیا تو انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا، پھر میں نے عمر بن عبدالعزیز سے سوال کیا تو انہوں نے پوچھا: کیا تم نے اس مسئلہ کے متعلق کسی سے سوال کیا تھا؟ پس میں نے بتایا: جی ہاں! پھر انہوں نے ان تمام حضرات کے نام لیے، انہوں نے کہا کہ پھر میں اپنی قوم کے پاس گیا، سو میں نے ان کو اس بات کی خبر دی۔ (سنن بیہقی ج۷ ص۳۲۱)

رہی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کی تعلیق تو یہ وہی ہے جس کا ابھی یعقوب بن سفیان نے ذکر کیا ہے۔ (سنن بیہقی ج۷ ص۳۲۱)

اور رہی ابان بن عثمان کی تعلیق تو اس کا شارحین میں سے کسی نے ذکر نہیں کیا۔ (میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے کہا ہے کہ میں اب تک اس ماخذ کے اثر پر مطلع نہیں ہو سکا۔ (فتح الباری ج۶ ص۴۵۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ) (سعیدی غفرلہ)

رہی علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم کی تعلیق جو زین العابدین کے نام سے مشہور ہیں تو یہ الغیلانیات میں ہے از شعبہ از الحکم یعنی ابن

عتیبہ کی سند سے مذکور ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے سنا، وہ کہتے تھے کہ طلاق صرف نکاح کے بعد دی جاتی ہے۔ (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۴، مسند ابن الجعد: ۲۴۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

رہی شریح القاضی کی تعلیق تو اس کی امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی۔ (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

رہی سعید بن جبیر کی تعلیق تو اس کی بھی امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کی ہے، انہوں نے اس مرد کے متعلق کہا جس نے کہا تھا کہ میں جس دن فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق، پس سعید بن جبیر نے کہا: یہ کچھ نہیں ہے یعنی یہ کلام لغو ہے طلاق تو صرف نکاح کے بعد واقع ہوتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

رہی القاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعلیق تو اس کی امام ابو عبید نے اپنی کتاب النکاح میں ہشیم بن ہارون سے روایت کی ہے اور وہ دونوں یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ القاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ بن عمر اور عمر بن عبدالعزیز نکاح سے پہلے طلاق کی مشروعیت کا نظریہ نہیں رکھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

رہی سالم بن عبداللہ کی تعلیق تو یہ وہی ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ (تغلیق التعلیق ج ۴ ص ۴۴۵، مکتبۃ اسلامی، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

رہی طاؤس کی تعلیق تو اس کی بھی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ عطاء اور طاؤس سے روایت کی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق، ۱۱۴۶۹، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

اور رہی حسن بصری کی تعلیق تو اس کی امام عبدالرزاق نے حسن بصری اور قتادہ سے روایت کی ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ نکاح سے پہلے طلاق مشروع ہے نہ ملکیت سے پہلے آزاد کرنا مشروع ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۶۶، ۱۱۴۶۵، سنن سعید منصور ج ۱ ص ۲۵۴)

رہی عکرمہ کی تعلیق تو اس کی امام ابوبکر الاثرم نے از الفضل بن دکین از سوید بن نجیح روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عکرمہ سے سوال کیا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں، میں نے کہا کہ ایک مرد سے لوگوں نے کہا کہ تم فلاں عورت سے نکاح کرلو انہوں نے کہا کہ میں جس دن اس سے نکاح کروں تو اسے اتنی اور اتنی طلاق ہے تو عکرمہ نے جواب دیا کہ طلاق نکاح کے بعد مشروع ہوتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۶)

رہی عطاء کی تعلیق تو اس کا ذکر طاؤس کی روایت کے ساتھ ہو چکا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۶۹، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

اور رہی عامر بن سعد کی تعلیق تو کہا گیا ہے کہ یہ البجلی الکوفی ہیں جو کبار تابعین میں سے ہیں، سو میں ان کے اثر پر مطلع نہیں ہو سکا۔ (میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی بھی اس اثر پر مطلع نہیں ہو سکے۔ فتح الباری ج ۹ ص ۳۸۵، سعیدی غفرلہ) علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ عامر بن سعد بن ابی وقاص ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس پر اعتراض ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: جنہوں نے ''رجال الصحیحین'' نامی کتاب لکھی ہے، انہوں نے اس عامر بن سعد البجلی کا ذکر نہیں کیا ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ عامر بن سعد بن ابی وقاص ہیں کیونکہ وہ بھی کبار تابعین میں سے ہیں۔

اور رہی جابر بن زید کی تعلیق اور وہ ابوالشعثاء البصری ہیں، سو امام سعید بن منصور نے ان کے اثر کی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۳)

اور رہی نافع بن جبیر بن مطعم اور محمد بن کعب القرظی کی تعلیق تو اس کی امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ از اسامہ بن زید

Marfat.com

روایت کی ہے اوران دونوں نے کہا: طلاق صرف نکاح کے بعد مشروع ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۵)

رہی سلیمان بن یسار کی تعلیق تو اس کی امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ سلیمان بن یسار سے روایت کی ہے، انہوں نے ایک عورت کے متعلق قسم کھائی کہ اگر انہوں نے اس سے نکاح کیا تو اس کو طلاق ہے، پھر اس سے نکاح کر لیا، پھر عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی اور وہ اس وقت مدینہ کے گورنر تھے تو انہوں نے سلیمان بن یسار کی طرف پیغام بھیجا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے اس طرح قسم کھائی تھی؟ سلیمان بن یسار نے کہا: جی ہاں! عمر بن عبدالعزیز نے کہا: کیا تم اس عورت کو کسی اور سے نکاح کرنے کے لیے نہیں چھوڑتے؟ سلیمان بن یسار نے کہا: نہیں، پھر عمر بن عبدالعزیز نے اس معاملہ کو ترک کر دیا اور سلیمان بن یسار اوران کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی۔ (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۶)

اور رہی مجاہد کی تعلیق تو اس کی امام ابن ابی شیبہ نے از الحسین بن الرماح روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن المسیب، مجاہد اور عطاء سے اس مرد کے متعلق سوال کیا جس نے کہا: جس دن میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے تو ان سب نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے یعنی اس کا کلام لغو ہے اور امام سعید نے کہا: کیا بارش سے پہلے سیلاب آتا ہے (یعنی جس طرح بارش سے پہلے سیلاب نہیں آتا اسی طرح نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۱)

اور رہی القاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کی تعلیق تو امام ابن ابی شیبہ نے از وکیع از معروف بن واصل روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے القاسم بن عبدالرحمٰن سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: طلاق صرف نکاح کے بعد مشروع ہوتی ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۴)

اور رہی عمرو بن ہرم الازدی کی تعلیق تو وہ اتباع التابعین میں سے ہیں، سو اس کی امام ابوعبید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ (میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے کہا ہے کہ میں اس اثر پر مطلع نہیں ہو سکا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۳۸۵، طبع لاہور) سعیدی غفرلہ)

اور رہی عامر الشعبی کی تعلیق تو اس کی وکیع نے اپنی سند کے ساتھ از الشعبی روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ جس نے یہ بیان کیا ہے کہ ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں تو اسے طلاق ہے تو اس کا یہ قول کچھ بھی نہیں ہے یعنی لغو ہے اور جب وہ اس کا وقت مقرر کرے گا تو اس کو طلاق لازم ہوگی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۷۳، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۶)

امام شافعی، امام بخاری و دیگر محدثین نے نکاح سے پہلے طلاق کے عدم وقوع پر جن آثار سے استدلال کیا ہے ان آثار کی اسانید کی تحقیق

علامہ عینی حنفی تعلیقات مذکورہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تم دیکھتے ہو کہ امام بخاری نے ان تعلیقات مذکورہ کی صیغۂ تمریض کے ساتھ روایت کی ہے اوران سب کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ یہ سب اس کے قائل ہیں کہ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی اوران بعض تعلیقات کی سندوں میں بحث ہے جس کی طرف اب ہم اشارہ کریں گے۔

پس ہم کہتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اثر کی امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کی ہے اور حسن بصری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔

اور رہی وہ روایت جس کی امام ابن ابی شیبہ نے از عبدالملک بن میسرۃ روایت کی ہے اس کو یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا

Marfat.com

ہے۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابن ماجہ نے از جویبر از ضحاک از نزار بن سبرۃ از حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: نکاح سے پہلے طلاق مشروع نہیں ہے تو میں کہوں گا کہ جویبر بن سعید البلخی ضعیف ہے، پس اگر تم کہو کہ امام ترمذی نے روایت کی ہے: ہمیں احمد بن منیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں عامر الاحول نے حدیث بیان کی از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس چیز کا ابن آدم مالک نہ ہو اس میں اس کی نذر جائز نہیں اور جس غلام کا وہ مالک نہ ہو اس کو آزاد کرنا جائز نہیں۔ اور امام ترمذی نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث حسن صحیح ہے اور وہ اس باب میں سب سے عمدہ حدیث ہے تو میں کہوں گا: اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے اور حضرت عمرو بن شعیب کی اس حدیث پر بہت محدثین نے جرح کی ہے، امام احمد نے کہا کہ حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں اکثر مناکیر ہیں، ان کی حدیث صرف لکھی جاتی ہے اور اس کا اعتبار کیا جاتا ہے اور رہا یہ کہ وہ حدیث حجت ہو تو یہ بات نہیں ہے اور ابو عبید الآجری نے کہا: امام ابوداؤد سے عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود کی روایت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ حجت نہیں ہے بلکہ یہ نصف حجت بھی نہیں ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی، اسحاق بن راہویہ، امام ابوعبید اور ہمارے عام اصحاب کو دیکھا، وہ حدیث عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود سے استدلال کرتے ہیں اور مسلمانوں میں سے کسی نے بھی ان کی روایت کو ترک نہیں کیا۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) ہمارے فقہاء احناف نے اس حدیث کی صحت کو تسلیم کرنے کے بعد یہ جواب دیا ہے کہ ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ نکاح سے پہلے طلاق کا وقوع مشروع نہیں ہے لیکن یہ حدیث طلاق تنجیز کے متعلق ہے جو غیر معلق ہوتی ہے۔ رہی طلاق معلق تو وہ نکاح سے پہلے بھی مشروع ہے جیسا کہ ہم اس باب کے شروع میں بیان کر چکے ہیں۔

امام ترمذی نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس باب میں حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت جابر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔ رہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس کی سند کے متعلق ہم بحث کر چکے ہیں اور رہی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس کی امام دار قطنی نے از عبدالحمید از رواد از ابن جریج از عمرو بن شعیب از طاؤس از معاذ بن جبل روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح سے پہلے طلاق مشروع نہیں ہے اور جو چیز ملکیت میں نہ ہو اس کی نذر ماننا جائز نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: طاؤس کی از حضرت معاذ بن جبل روایت منقطع ہے اور یہ حدیث از یزید بن عیاض از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی مروی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام دار قطنی نے کہا کہ یزید بن عیاض ضعیف راوی ہے اور ہمارے شیخ نے کہا کہ ابن المسیب کی حضرت معاذ سے روایت مرسل ہے۔ اور امام ابن عدی نے ''الکامل فی الضعفاء'' میں اس حدیث کی عمر بن عمرو کی سند سے روایت کی ہے اور عمر بن عمرو موضوعات کی روایت کرتا ہے۔ رہی جابر بن زید کی حدیث، سو اس کی الحاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور انہوں نے اس حدیث کی روایت نہیں کی۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) ہمارے شیخ نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں علی بن ابی ذئب ہے، اس سے ابومجلز الحنفی نے اسی طرح روایت کی ہے اور وکیع نے اس کی مخالفت کی ہے، پس اس کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے اور حضرت ابن عباس کی حدیث کی امام دار قطنی نے سلیمان بن ابی سلیمان از یحییٰ بن ابی کثیر از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے جس میں مذکور ہے کہ مرد جس عورت کا مالک نہ ہو اس کو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ امام عبدالحق نے

اپنی کتاب ''الاحکام'' میں امام دارقطنی کے حوالہ سے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور علامہ ابن القطان نے کہا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے اور اس کی علت یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں سلیمان بن ابی سلیمان ہے جو بوڑھا آدمی ضعیف الحدیث ہے۔ اور ''صاحب التنقیح'' نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ سلیمان بن ابی سلیمان بن داؤد الیمانی کے ضعف پر اتفاق ہے۔ ابن معین نے کہا: یہ کچھ بھی نہیں ہے اور امام بخاری نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے اور امام ابن عدی نے کہا: اس کی عام روایات کا کوئی متابع نہیں ہے۔ رہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث تو امام دارقطنی نے اس کی از الولید بن سلمہ الازدی از یونس از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حرب کو بھیجا اور اس سے یہ عہد لیا کہ کوئی مرد اس وقت تک کسی عورت کو طلاق نہیں دے گا جب تک کہ اس سے نکاح نہ کرے اور کسی غلام کو اس وقت تک آزاد نہیں کرے گا جب تک وہ اس کی ملک میں نہ ہو۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ صاحب التنقیح نے کہا ہے کہ الولید بن سلمہ الازدی کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا یعنی گھڑتا تھا۔

شافعی محدثین نے جن احادیث سے نکاح سے پہلے طلاق کے عدم وقوع پر استدلال کیا ہے ان احادیث کی تحقیق

پس اگر تم سوال کرو کہ اس باب میں حضرت المسور بن مخرمہ، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث روایت کی گئی ہیں۔

رہی حضرت المسور کی حدیث تو اس کی امام ابن ماجہ نے از ہشام بن سعد المخزومی از زہری از عروہ از حضرت المسور بن مخرمہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: ''نکاح سے پہلے کوئی طلاق مشروع نہیں ہے اور ملکیت سے پہلے کسی غلام کو آزاد کرنا مشروع نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۸)

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام عبداللہ بن عدی الجرجانی الشافعی المتوفی ۳۶۵ھ نے ''الکامل فی ضعفاء الرجال'' میں ہشام بن سعد کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ حدیث ایک بار مرفوعاً مروی ہے اور ایک بار عروہ سے مرسلاً مروی ہے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۸ ص ۳۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

رہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تو اس کی امام الدارقطنی متوفی ۳۸۵ھ نے از ابوخالد الواسطی از ابوہاشم الرمانی از سعید بن جبیر از ابن عمر رضی اللہ عنہما از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مرد کے متعلق سوال کیا گیا جس نے کہا کہ میں جس دن فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اس عورت کو طلاق دی ہے جس کا یہ مالک نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی، ۳۸۷۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

صاحب التنقیح نے کہا ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور ابوخالد الواسطی کا نام عمرو بن خالد ہے اور یہ وضاع الحدیث ہے یعنی احادیث گھڑنے والا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے کہا: یہ کذاب ہے۔

رہی حضرت ابوثعلبہ الخشنی کی حدیث تو اس کی امام الدارقطنی نے از علی بن قرین از بقیہ از ثور بن یزید از خالد بن معدان از حضرت ابوثعلبہ الخشنی روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے چچا نے کہا کہ تم میرا ایک کام کردو حتیٰ کہ میں تم سے اپنی بیٹی کا نکاح کردوں تو میں نے کہا: اگر میں نے اس سے نکاح کیا تو اس کو تین طلاقیں ہیں، پھر مجھے یہ خیال آیا کہ میں اس سے نکاح کر لوں، سو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس سے نکاح کرلو کیونکہ طلاق

Marfat.com

صرف نکاح کے بعد واقع ہوتی ہے، سومیں نے اس سے نکاح کر لیا، پھر اس سے سعد اور سعید نام کے میرے دو بیٹے پیدا ہوئے۔
(سنن دار قطنی: ۳۹۲۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

میں کہتا ہوں کہ صاحب التنقیح نے کہا کہ یہ روایت بھی باطل ہے، علی بن قرین کو یحییٰ بن معین وغیرہ نے کاذب قرار دیا ہے اور امام ابن عدی الجرجانی الشافعی المتوفی ۳۶۵ھ نے کہا ہے: یہ حدیث کا سرقہ کرتا تھا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۶ ص ۳۶۶ دار الکتب العلمیہ، بیروت) (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت ابو ثعلبہ الخشنی کے نام میں اور ان کے والد کے نام میں بہت اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام جرہم ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام جرثوم ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام ابن ناشب ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ ان کا نام ابن ناشم ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ ان کا نام عمرو بن جرثوم ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں اور ان کے صحابی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ انہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی، پھر وہ ملک شام چلے گئے اور وہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کی وفات ہوگئی۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نکاح سے پہلے طلاق کے وقوع پر علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

المائدہ: ۱، الدہر: ۷ اور التوبہ: ۷۵، سے یہ ثابت ہے کہ انسان اپنے نفس کے اوپر جو چیز لازم کرلے وہ اس پر لازم ہو جاتی ہے خواہ وہ اس کی ملکیت میں نہ ہو، اسی طرح عورت پر ملکیت سے پہلے بھی عقد طلاق لازم ہو جاتا ہے لیکن جب اس نے نکاح سے پہلے تمام عورتوں کو بالعموم طلاق دی تو یہ گناہ ہے کیونکہ اس نے اپنے نفس کو نکاح سے روکا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مباح کر دیا تھا، لہٰذا اس کا عقد طلاق صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسا نیا کام نکالا جس کی اصل ہمارے دین میں نہیں ہے تو اس کا وہ کام مردود ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۹۷، صحیح مسلم: ۱۷۱۸، سنن ابوداؤد: ۴۶۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۴، مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۰)

امام مالک کے نزدیک نکاح سے پہلے اگر کسی معین عورت کو طلاق معلق دی تو وہ واقع ہو جائے گی لیکن اگر اس نے نکاح سے پہلے بالعموم طلاق دی تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۳۶۔۳۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

نکاح سے پہلے طلاق کے عدم وقوع پر دیگر شراح کے دلائل اور اس پر مصنف کا تبصرہ

امام بخاری کی اس تعلیق کی شرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی کی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۰۔۴۵۶)

اور حافظ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ نے بھی اس تعلیق کی شرح کی ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۲۶۸۔۲۵۲، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ نے بھی اس تعلیق کی شرح کی ہے۔
(ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۳۶۔۳۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

لیکن ان سب سے جامع اور کامل شرح علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے کی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۴۔۳۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تاہم علامہ عینی نے جن احادیث کے حوالے دیئے ہیں ان کی تخریج نہیں کی ہے اور ہم نے قوسین میں ان تمام احادیث اور آثار کی تخریج کر دی ہے اور مشکل الفاظ کے معانی بیان کر دیئے ہیں اور مغلق عبارات کو کھول دیا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ

Marfat.com

العزیز کے موقف کو واضح تر بیان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور سب مسلمانوں کو فقہ حنفی پر عمل کرنے کی توفیق دے اور کاش! فقہاء شافعیہ بھی اپنے موقف پر نظر ثانی کریں اور امام ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کے موقف کی طرف رجوع کر لیں کیونکہ یہی مذہب قوی دلائل، احادیث صحیحہ اور آثار قویہ سے ثابت ہے۔ امین۔ یا رب العالمین

۱۰۔ بَابٌ: إِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ وَهُوَ مُكْرَهٌ هَذِهِ أُخْتِي فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ

جب ایک مرد نے اپنی بیوی کے متعلق کہا اور وہ اس وقت مجبور تھا: ''یہ میری بہن ہے'' تو اس پر کوئی حکم نہیں ہے (یعنی اس سے طلاق نہیں ہوگی)

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِسَارَةَ هَذِهِ أُخْتِي وَذَلِكَ فِي ذَاتِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

اور نبی ﷺ نے بیان فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارۃ کے متعلق فرمایا: ''یہ میری بہن ہے''۔ اور ان کا یہ ارشاد اللہ عزوجل کی ذات کے سبب سے تھا۔

تعلیق مذکور کے ثبوت میں صحیح البخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد کی حدیث

اس تعلیق کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے، ان میں سے دو تو اللہ عزوجل کی ذات کے سبب تھے، ایک ان کا یہ قول تھا:

إِنِّي سَقِيمٌ ﴿۸۹﴾ (الصافات: ۸۹)

بے شک میں بیمار ہونے والا ہوں O

اور دوسرا قول یہ تھا:

قَالُوٓا ءَ اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ (الانبیاء: ۶۳۔۶۲)

انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کارروائی کی ہے؟ O (ابراہیم نے کہا:) بلکہ اسی نے یہ کام کیا ہے ان میں کا بڑا یہ ہے سو ان سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہوں O

اور نبی ﷺ نے بیان فرمایا: ایک دن حضرت ابراہیم اور حضرت سارۃ ظالم بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ (فرعون مصر) کے علاقہ میں آئے تو اس ظالم بادشاہ کو بتایا گیا کہ بے شک یہاں پر ایک مرد آیا ہے اور اس کے ساتھ حسین ترین عورت ہے تو اس ظالم بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلوایا اور اس حسین ترین عورت کے متعلق سوال کیا، سو پوچھا: یہ عورت کون ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: یہ میری بہن ہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کے پاس گئے اور ان سے فرمایا: اے سارہ! اس وقت پوری روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مومن نہیں ہے اور اس ظالم بادشاہ نے مجھ سے تمہارے متعلق سوال کیا تو میں نے اس کو بتایا کہ تم میری بہن ہو، سو تم میری تکذیب نہ کرنا، سو اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلوایا، پس جب وہ اس کے پاس داخل ہوئیں تو اس نے (برے ارادہ سے) ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ پکڑ لیا گیا (یعنی شل ہو گیا) تو اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ سے کہا: آپ میرے حق میں دعا کیجئے اور میں آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کے ہاتھ کو چھوڑ دیا گیا، اس نے پھر دوسری بار ان کی طرف ہاتھ بڑھایا، پھر اسی طرح یا اس سے زیادہ سختی کے ساتھ اس کا ہاتھ پکڑ لیا گیا، تب اس نے کہا: آپ اللہ سے میرے لیے دعا کیجئے اور میں آپ کو ضرر نہیں پہنچاؤں گا تو حضرت سارہ نے دعا کی تو

اسے چھوڑ دیا گیا، پس اس ظالم بادشاہ نے اپنے دربانوں کو بلایا اور کہا: بے شک تم کسی انسان کو میرے پاس نہیں لائے بے شک تم تو میرے پاس جنیہ عورت کو لائے ہو، پھر اس نے حضرت سارہ کو خدمت کے لیے حضرت ہاجر دے دیں، پھر حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئیں اور وہ اس وقت کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا: کیا ہوا؟ حضرت سارہ نے بتایا: اللہ تعالیٰ نے اس کافر یا فاجر کے مکر اور اس کی سازش کو اسی کی طرف لوٹا دیا اور اس نے حضرت ہاجر خدمت کے لیے دے دیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ یعنی حضرت ہاجر تمہاری ماں ہیں اے بارش کے بیٹو!

(صحیح البخاری: ۵۸ ۳۳،صحیح مسلم: ۶۱۴۵،مسند احمد: ۹۲۴۱)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سارہ کا تذکرہ اور ان کے قصہ مذکورہ کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زوجہ حضرت سارہ جو کہ حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہاران کی بیٹی تھیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بہن تھیں تو حضرت ابرہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے متعلق کہا کہ ''یہ میری بہن ہیں'' اور اس کا قصہ یہ ہے کہ ملک شام میں قحط واقع ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوئے اور اس وقت وہاں کا بادشاہ فرعون تھا اور وہ فراعنہ میں سے سب سے پہلا فرعون تھا جو بہت طویل عرصے تک زندہ رہا تھا۔ اور حضرت سارہ اس زمانہ کی سب سے حسین خاتون تھیں، سو فرعون کے پاس ایک مرد گیا اور اس نے بتایا کہ اس شہر میں ایک مرد آیا ہے اور اس کے ساتھ حسین ترین عورت ہے تو فرعون نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلوایا اور ان سے پوچھا: اس عورت کا تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ یہ میری بہن ہے، حضرت ابراہیم کو یہ خطرہ تھا کہ اگر انہوں نے یہ کہا کہ وہ میری بیوی ہے تو فرعون حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قتل کر دے گا، پس حضرت سارہ فرعون کے پاس گئیں تو اس نے بری نیت سے حضرت سارہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ سوکھ کر اس کے سینہ کی طرف لٹک گیا۔ تب اس نے حضرت سارہ سے کہا: تم اپنے معبود سے یہ دعا کرو کہ وہ مجھے چھوڑ دے، پس حضرت سارہ نے دعا کی: اے اللہ! اگر یہ سچا ہے تو تو اس کے ہاتھ کو چھوڑ دے، پس اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ کو چھوڑ دیا۔ کہا گیا ہے کہ اس نے یہ فعل کئی مرتبہ کیا، پس جب فرعون نے حضرت سارہ کے مقام اور مرتبہ کو پہچان لیا تو فرعون نے حضرت سارہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹا دیا اور حضرت سارہ کو حضرت ہاجر ہبہ کر دیں اور یہ کنواری قبطیہ تھیں۔

اور یہ ظاہری جھوٹ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سبب سے تھا یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو حضرت سارہ کے متعلق فرمایا کہ یہی میری بہن ہے تو ان کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے تھا کیونکہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دینی بہن تھیں اور اس وقت روئے زمین پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کوئی مومن نہیں تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۵۔۳۵۴)

دینی بہن کی تاویل کے بغیر اپنی بیوی کو بہن کہنے کی ممانعت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب سے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ کوئی مرد اپنی بیوی کے متعلق یہ نہ کہے کہ یہی میری بہن ہے کیونکہ امام عبدالرزاق بن ہمام شیعی متوفی ۲۱۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوتمیمہ الہجیمی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

ایک مرد کے پاس سے گزرے جو اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا: یا اخیہ! (اے میری ننھی سی بہن!) آپ نے اس قول کو ناپسند کرتے ہوئے اس کو ڈانٹا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۲۶۴۶، ج ۷ ص ۱۵۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۱۱)

اور اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو ڈرایا جو اپنی بیوی سے کہے: اے میری بہن! یا کہے: تو میری بہن ہے، یہ اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ تو میرے اوپر میری ماں کی پشت کی طرح ہے یا میری بہن کی پشت کی طرح ہے اور اس کو حرام کرنے کے قصد سے یہ کہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ ہدایت دی کہ وہ ایسے مشتبہ الفاظ کہنے سے اجتناب کرے جن سے حلال عورتوں کو حرام قرار دینے کی راہ نکلتی ہے اور یہ حدیث اس کے منافی نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیوی کے متعلق کہا تھا کہ یہ میری بہن ہیں کیونکہ آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ دین اور ایمان کے رشتہ سے آپ کی بہن ہیں اور جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: اے میری بہن! اور اس کی نیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نیت کی طرح تھی کہ وہ دین اور ایمان کے رشتہ سے میری بہن ہیں تو جماعت فقہاء کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اس کی توجیہ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سارۃ کو عالم مجبوری میں بہن کہا تھا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جب مرد نے اپنی بیوی کے متعلق مجبوری کے عالم میں کہا کہ وہ میری بہن ہے تو اس قول سے اسے ضرر نہیں ہوگا۔

بعض شارحین نے اس قید پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے مجبوری کے عالم میں حضرت سارہ کے متعلق یہ کہا تھا کہ وہ میری بہن ہیں اور حدیث میں اسی طرح ہے لیکن امام بخاری پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جس مرد نے مجبوری کے عالم میں اپنی بیوی کے متعلق یہ کہا کہ وہ میری بہن ہے تو اس سے اس کو کوئی ضرر نہیں ہوگا اور انہوں نے اس قید کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ پر قیاس کیا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ خطرہ تھا کہ وہ ظالم بادشاہ زبردستی ان کی بیوی کو ان سے چھین لے گا اور فرعونیوں کا یہ طریقہ تھا کہ وہ کسی کنواری عورت سے بغیر پیغام نکاح اور اس کی رضا کے اس سے مقاربت نہیں کرتے تھے، اس کے برخلاف جو عورت شادی شدہ ہو تو جب وہ چاہتے وہ اس کو ظلماً اس کے شوہر سے چھین لیتے تھے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خطرہ تھا کہ وہ لوگ حضرت سارہ کو زبردستی ان سے چھین لیں گے اس لیے انہوں نے حضرت سارہ کو بچانے کی خاطر عالم مجبوری میں یہ کہا کہ وہ ان کی بہن ہے اور اس کی تاویل انہوں نے یہ کی کہ وہ دین اور ایمان کے رشتہ سے ان کی بہن ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۱۔ ۴۶۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ اور حافظ ابن حجر کی توجیہ کو رد کرنا اور اپنی توجیہ بیان کرنا

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خطرہ نہیں تھا کہ فرعون کے کارندے حضرت سارۃ کو زبردستی ان سے چھین کر لے جائیں گے، اس لیے انہوں نے عالم مجبوری میں حضرت سارہ کے متعلق کہا کہ یہ میری بہن ہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خطرہ تھا کہ فرعون اس شخص کو قتل کر دیتا ہے جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ایسی صورت حال میں وہ مجبور شخص کی مثل تھے اور یہ توجیہ زیادہ قوی ہے کیونکہ یہ فرعون اپنے کفر اور اپنے ظلم کی شدت میں اور اپنے مخالفین کو شدید عذاب دینے میں بہت مشہور تھا تو

اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مجبوری کے عالم میں حضرت سارہ کے متعلق یہ کہا کہ یہ میری بہن ہیں اور اس کی یہ تاویل کی کہ وہ دین اور ایمان کے رشتہ سے میری بہن ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ عینی کے اس اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ علامہ عینی کی بیان کردہ توجیہ کا بھی وہی خلاصہ ہے جو میں نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے کوئی قابل ذکر اعتراض نہیں کیا۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۳۰۵-۳۰۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے امام بخاری کے عنوان کی قید کی جو توجیہ ذکر کی ہے وہ بہر حال حافظ ابن حجر عسقلانی کی بیان کردہ توجیہ سے کہیں بہتر ہے، جس کی ہر منصف مزاج شخص تائید کرتے گا۔ (سعیدی غفرلہ)

بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنے سے طلاق واقع نہ ہونے کے دلائل

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زوجہ حضرت سارہ کے متعلق فرمایا: ''یہ میری بہن ہیں''۔

(صحیح البخاری: ۳۳۵۸، ۲۲۱۷، صحیح مسلم: ۲۳۷۱، سنن ترمذی: ۳۱۶۶، مسند احمد: ۹۲۳۰)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس شخص نے بغیر کسی نیت کے اپنی بیوی کے متعلق کہا: ''یہ میری بہن ہے'' تو اس کا یہ کہنا طلاق نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو تمیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی بیوی سے یہ کہتے ہوئے سنا: اے میری بہن! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مکروہ قرار دیا اور اس کو اس طرح کہنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۱۱، ۲۲۱۰، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ قول ظہار نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے کراہت اور ممانعت کے اس کا کوئی اور حکم بیان نہیں فرمایا، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اے بیٹی! کہے (میں کہتا ہوں: یا وہ اپنی بیوی کو اے میری بہن! کہے۔ سعیدی غفرلہ) تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (ردالمحتار ج ۴ ص ۱۰۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ بیوی کو بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح بیوی کو میری ماں کہنے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قول کو اس لیے ناپسند فرمایا کہ یہ قول واقع کے خلاف ہے اور جھوٹ ہے، اس پر صرف توبہ کرنا واجب ہے۔ فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہے تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف بہ قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے فلاں کام کیا تو، تو میری ماں ہے اور اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ اس قول سے اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی تو اس کا یہ قول باطل ہے اور اس قول سے اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا (یعنی اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی) (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۹، مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ)

قاضی خان کی اس عبارت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن کہا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا کہا: تو میری بہن کی مثل ہے اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس کی اس نے نیت کی وہی حکم لاگو ہوگا اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا یعنی طلاق کی نیت سے کہا: تو میری ماں ہے تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۰۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے اپنی بیوی سے تشبیہ دیئے بغیر کہا کہ تو میری ماں ہے (یا کہا کہ تو میری بہن ہے) تو اس کا یہ قول باطل ہے خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۹۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ نے لکھا ہے:

اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو اگر اس نے اپنی بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے اس قول سے ظہار کی نیت کی تو یہ ظہار ہوگا یا طلاق کی نیت کی تو یہ طلاق بائن ہوگی اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی تو اس قول سے کوئی حکم لازم نہیں ہوگا۔ (ملتقی الابحر مع مجمع الانہر ج ۲ ص ۱۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ عبد الرحمن بن محمد الکلیبو لی الحنفی المتوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:

اور اگر اس نے تشبیہ کو ذکر نہیں کیا اور بیوی سے کہا کہ تو میری ماں ہے یا میری بہن ہے تب بھی یہ کلام لغو ہوگا۔

(مجمع الانہر ج ۲ ص ۱۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ الکلیبو لی نے لکھا ہے: ظہار کی تعریف میں تشبیہ کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر کسی شخص نے بغیر تشبیہ دیئے اپنی بیوی سے کہا: تو میری ماں ہے یا میری بہن ہے یا بیٹی ہے تو یہ ظہار نہیں ہے، اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو نے فلاں کام کیا تو تو میری ماں ہے اور اس کی بیوی نے وہ کام کر لیا تو اس کا یہ قول باطل ہوگا خواہ اس نے اس قول سے بیوی کے حرام ہونے کی نیت کی ہو۔

(مجمع الانہر ج ۲ ص ۱۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہے کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے کہ تو میری ماں بہن ہے تو سخت گناہ اور نا جائز ہے مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۶۳۱۔ ۶۳۰، مطبوعہ سنی دار الاشاعت، فیصل آباد)

۱۱۔ بَابُ: الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُونِ وَأَمْرِهِمَا وَالْغَلَطِ وَالنِّسْيَانِ فِي الطَّلَاقِ وَالشِّرْكِ وَغَيْرِهِ

زبردستی اور جبراً طلاق دینے کا حکم اور جو نشہ میں طلاق دے اور جو دیوانہ طلاق دے ان کے احکام اور جو غلطی سے اور بھولے سے طلاق دے ان کا حکم اور جو غلطی سے شرکیہ لفظ بولے اس کا حکم

اغلاق اور اکراہ کے معانی کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ بات اغلاق کے حکم کے بیان میں ہے، اغلاق سے مراد ہے: اکراہ یعنی جبر کیونکہ جو مکرہ ہو اس کے منہ پر تالا یا قفل لگا دیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے: گویا کہ اس کے اوپر اختیار کا دروازہ بند کر دیا گیا حتیٰ کہ وہ طلاق دے، اور کہا گیا ہے کہ وہ اکٹھی تین طلاقیں نہ دے حتیٰ کہ اس کے پاس کسی اور طلاق کو دینے کا اختیار باقی نہ رہے لیکن وہ سنت کے مطابق طلاق دے یعنی جس طہر میں اس نے جماع نہ کیا ہو اس میں صرف ایک طلاق دے۔

لغت کی کتاب ''المحکم'' میں مذکور ہے: اغلاق کا معنی ہے: جس شخص کے تیزی سے بولنے کے اوپر پنچے گاڑ دیئے جائیں۔ اور ''الجامع'' میں مذکور ہے: جب کوئی شخص شدید غضب میں ہو تو کہا جاتا ہے: غَلَقَ۔ اور علامہ الفارسی نے اپنی کتاب ''مجمع الغرائب'' میں لکھا ہے: جس نے کہا: الاغلاق کا معنی اَلْغَضَب ہے اس نے غلط کہا کیونکہ اکثر لوگ حالت غضب میں ہی طلاق دیتے ہیں اور اغلاق کا معنی صرف اکراہ ہے یعنی جبراً اور حالت مجبوری میں طلاق دینا۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''حالت اغلاق میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ غلام آزاد ہوتا ہے''۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۹۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۶)

امام ابوداؤد نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ الاغلاق کا معنی ہے: حالت غضب۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام ابوداؤد نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: حالت غیظ میں طلاق دینا۔

(سنن ابوداؤد ص ۴۰۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اور امام ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی المتوفی ۲۷۵ھ نے اس حدیث کو ''کتاب المکرہ'' کے باب میں درج کیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۴۷۴، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث مذکور کو حالت غیظ میں طلاق دینے کے باب میں بھی درج کیا گیا ہے اور حالت مجبوری میں طلاق دینے کے باب میں بھی درج کیا گیا ہے۔

علامہ ابن المرابط نے کہا ہے کہ الاغلاق کا معنی ہے: نفس کی تنگی یا گلا گھٹنا، اور اس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی گویا کہ اس مرد کی عقل اس سے مفارق ہوگئی حتیٰ کہ وہ دیوانہ ہوگیا، سو وہ یہ دعویٰ کرے گا کہ اس نے دیوانگی کی حالت میں طلاق دی ہے اور اس مرد کا یہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اگر یہ جائز ہو تو ہر شخص یہ دعویٰ کرے گا کہ اس نے تنگی اور جبر کی حالت میں طلاق دی ہے، اور اگر اس حالت میں وہ شخص مجنون ہو تو پھر اس سے حدود بھی ساقط ہو جائیں گی اور پھر حدود تنگی کی حالت میں واقع نہیں ہوں گی حالانکہ حدود عام ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۵)

نشہ میں مدہوش مرد اور مجنون کی طلاق کے حکم میں امام مالک اور دیگر فقہاء کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیوانگی اور حالت نشہ میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص نشہ میں ہو اور جس پر جبر کیا گیا ہو اس کی طلاق جائز نہیں ہے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس شخص کو بہت وسوسے ہوتے ہوں اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور عطاء نے کہا: جب وہ طلاق دے تو اس کی شرط کا اعتبار ہوگا۔ نافع نے کہا کہ مرد نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تو وہ اس کے نکاح سے نکل گئی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب اس نے طلاق البتہ دی تو عورت

Marfat.com

اس پر حرام ہو گئی اور الزہری نے کہا کہ جس مرد نے یہ کہا کہ اگر میں نے اس طرح اور اس طرح کام نہ کیا تو میری بیوی کو تین طلاقیں تو اس شخص سے اس کے قول کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ جب اس نے یہ قسم کھائی تھی تو اس کی کیا مراد تھی، اگر اس نے قسم کھا کر یہ کہا کہ اس کی مراد تین طلاقیں تھیں تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

اور ابراہیم النخعی نے کہا: جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے تو اس قول میں اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (یعنی اگر اس نے کہا کہ اس قول سے میری مراد طلاق بائن تھی تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی) اور اگر وہ یہ کہے کہ میری مراد یہ تھی کہ مجھے تمہاری خدمت کی ضرورت نہیں ہے تو پھر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ہر مرد کی دی ہوئی طلاق کے الفاظ میں اس علاقہ کی زبان کا اعتبار ہوگا، مثلاً عربی میں کہے گا: (طلقتك) یعنی میں نے تم کو طلاق دے دی اور اردو میں کہے گا کہ میں نے تم کو چھوڑ دیا۔

قتادہ نے کہا: جب مرد نے اپنی بیوی سے کہا: جب تو حاملہ ہو گئی تو تجھ پر تین طلاقیں واقع ہوں گی، تو اس عورت پر طہر میں ایک طلاق واقع ہو گی، اور اگر وہ عورت حاملہ ہو گئی تو اس پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اور حسن بصری نے کہا: جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ تو اس قول میں اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور الزہری نے کہا کہ اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم میری بیوی نہیں ہو تو اس قول میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، اور اگر اس نے اس قول سے طلاق کی نیت کی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہو گی۔

حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ تین مردوں سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا ہے (یعنی وہ مکلف نہیں ہیں): (۱) مجنون اور دیوانہ سے حتیٰ کہ وہ صحت مند ہو جائے (۲) بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے (۳) سوئے ہوئے آدمی سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت مولیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سوا کم عقل کے ہر مرد کی تمام طلاق جائز ہے۔ اور قتادہ نے کہا: جب مرد نے اپنے دل میں طلاق دی تو یہ لغو ہے یعنی اس سے کچھ لازم نہیں آئے گا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

طلاق مکرہ کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شعبی کا یہ نظریہ تھا کہ مکرہ کی طلاق جائز ہے، اسی طرح ابراہیم نخعی، قلابہ، ابن المسیب اور شریح نے کہا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۳۴۳)

شیخ علی بن احمد بن بن حزم اندلسی (غیر مقلد) متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

صحیح سند کے ساتھ زہری اور قتادہ اور سعید بن جبیر سے روایت ہے، اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

(المحلی بالآثار ج ۹ ص ۴۶۴۔ ۴۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

اور الفرج بن فضالہ نے عمرو بن شراحیل سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر پر زبردستی کر کے اس کو طلاق دینے پر مجبور کیا تو اس کے شوہر نے اس عورت کو طلاق دے دی، پھر یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس طلاق کو نافذ کر دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس کی مثل مروی ہے، اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

(المحلی بالآثار ج ۹ ص ۴۶۳)

Marfat.com

اور جن علماء کے نزدیک طلاق مکرہ بالکل واقع نہیں ہوتی، سو وہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم ہیں اور عمر بن عبد العزیز، عطاء، حسن بن ابی الحسن، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ضحاک ہیں۔

شیخ علی بن احمد ابن حزم اندلسی (غیر مقلد) متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے:

اور نیز سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے از طاؤس اور جابر بن زید انہوں نے کہا کہ طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی اور یہی امام مالک کا قول ہے اور الاوزاعی، الحسن بن حی، امام شافعی، ابو سلیمان اور ان کے اصحاب کا قول ہے، ان سب نے کہا کہ اگر مکرہ نے روایت کی تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر اس نے روایت نہیں کی تو پھر طلاق واقع ہو جائے گی۔

(المحلیٰ بالآثار ج ۹ ص ۴۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

امام ابو بکر عبد اللہ محمد بن ابی شیبہ شافعی متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

اور الشعبی نے کہا کہ اگر کسی مرد کو چوروں نے طلاق دینے پر مجبور کیا یا کسی کو آزاد کرنے پر مجبور کیا تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر اس کو سلطان (سربراہ ملک) نے مجبور کیا تو پھر اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۳۵۰)

اس باب کے عنوان میں لفظ الاغلاق پر الکرہ اور السکران وغیرہ کے عطف کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس کتاب کے عنوان میں الاغلاق کے بعد الکرہ کا لفظ لکھا ہے اور اس کا عطف الاغلاق پر ہے اور یہ عطف درست نہیں ہے کیونکہ عطف کا تقاضا تغایر ہے اور ان دونوں لفظوں میں تغایر نہیں ہے کیونکہ الاغلاق کا معنی بھی جبر ہے اور الکرہ کا معنی بھی جبر ہے، ہاں! اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ الاغلاق کی تفسیر حالت غضب کے ساتھ کی جائے جیسا کہ امام ابوداؤد نے اس کا معنی لکھا ہے اور الکرہ کی تفسیر حالت جبر کے ساتھ یا حالت مجبوری کے ساتھ کی جائے۔ اور امام بخاری نے الاغلاق کے اوپر السکران اور المجنون کا عطف کیا ہے اور السکران کا معنی ہے: جو نشہ میں مدہوش ہو اور المجنون کا معنی ہے: جو دیوانہ ہو، یعنی کوئی مرد حالت غضب میں طلاق دے یا حالت جبر میں طلاق دے یا نشہ میں مدہوش ہو کر طلاق دے تو ان کی دی ہوئی ان طلاقوں کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے ان کی دی ہوئی طلاقوں کا حکم بیان نہیں کیا کیونکہ ان کی دی ہوئی طلاقوں کا حکم ان احادیث سے معلوم ہو جاتا ہے جن کو انہوں نے اسی باب کی تعلیقات میں ذکر کیا ہے۔

حالت غضب میں دی ہوئی طلاق کے حکم میں مذاہب فقہاء

حالت غضب میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور فقہاء حنبلیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ حالت غضب میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

بعض شارحین نے کہا ہے کہ امام بخاری کی اس باب کے عنوان سے مراد ان فقہاء کے مذہب کو رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ حالت غضب میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

رہا حالت جبر میں دی ہوئی طلاق کا حکم تو اس کا بیان گزر چکا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور بہ کثرت صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک طلاق مکرہ واقع ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

نشہ میں مدہوش مرد کی طلاق کے حکم میں مذاہب فقہاء

اور رہا اس مرد کی طلاق کا حکم جو نشہ میں مدہوش ہو کر طلاق دے آیا یہ طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ سو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، پس بعض فقہاء نے یہ کہا کہ نشہ میں مدہوش شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی، حضرت عثمان بن عثمان رضی اللہ عنہ، جابر بن زید، عطاء، طاؤس، عکرمہ، القاسم اور عمر بن عبدالعزیز کا موقف یہ ہے کہ نشہ میں مدہوش شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس کا امام ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۵، ۱۸۲۷۶، ۱۸۲۷۷)

اور علامہ ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ربیعہ، اللیث، اسحاق اور المزنی سے روایت کی ہے کہ سکران کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (الاوسط ج۹ ص ۲۵۰، دار الفلاح، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

اور امام طحاوی کا بھی یہی مختار ہے۔

اور مجاہد کا مذہب یہ ہے کہ سکران (جو نشہ میں مدہوش ہو) کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اسی طرح محمد بن سیرین، الحسن البصری، سعید بن المسیب، ابراہیم بن یزید النخعی، میمون بن مہران، حمید بن عبدالرحمن، سلیمان بن یسار، الزہری، الشعبی، سالم بن عبداللہ، الاوزاعی نے اور الثوری نے کہا ہے اور یہی امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا مذہب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، ان کا ایک قول یہ ہے کہ سکران کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ سکران کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور امام مالک نے ان کے خلاف یہ حجت پیش کی ہے کہ اگر سکران یعنی نشہ میں مدہوش کسی شخص کو زخمی کر دے یا اس کے ہاتھ پیر توڑ دے تو امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اس سے قصاص لیا جائے گا، اسی طرح اگر وہ کسی کو قتل کر دے تب بھی اس سے قصاص لیا جائے گا لیکن اگر سکران نکاح کر لے تو وہ منعقد نہیں ہوگا اور اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ طلاق نافذ نہیں ہوگی، اور امام شافعی کے یہ دونوں قول متناقض ہیں۔ اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ سکران یعنی نشہ میں مدہوش شخص کے اقوال اور اس کی خرید و فروخت کے تمام عقود ثابت ہیں جیسا کہ اس شخص کے اقوال اور عقود لازم ہوتے ہیں جو صاحی ہو یعنی سکران نہ ہو، اس کا نشہ اتر چکا ہو اور افاقہ ہو، ہاں! اگر نشہ میں مدہوش شخص مرتد ہو جائے تو استحساناً اس کی بیوی اس سے بائنہ نہیں ہوگی۔ امام ابو یوسف نے کہا: اگر اس نے حالت نشہ میں کلمات کفریہ کہے تو وہ اس وقت مرتد ہو جائے گا اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے مگر ہم اس کو حالت نشہ میں قتل نہیں کریں گے اور نہ اس کی بیوی کو بائنہ قرار دیں گے۔

مجنون اور سرسام والے کی طلاق کے حکم میں مذاہب فقہاء

اور رہا مجنون یعنی فاتر العقل اور دیوانہ تو اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ مجنون اور معتوہ (کم عقل اور بے وقوف) کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور امام مالک نے کہا کہ اسی طرح وہ مجنون ہے جس کو کبھی کبھی افاقہ ہو جاتا ہے تو اس کی طلاق بھی حالت جنون میں واقع ہو جاتی ہے۔ رہا اَلْمُبَرْسَم (جس کو برسام کی بیماری ہو یعنی جس کو نمونیہ ہو اور اس کے سینہ میں درد ہو، اور ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ سرسام ہو) سرسام اس شخص کو کہتے ہیں جس کو تیز بخار ہو اور بیماری کے غلبہ کی وجہ سے اس کے دماغ پر اثر ہو اور وہ بہکی بہکی باتیں کرے اور بے تکی باتیں اور بک بک کرے جس کو ہذیان کہتے ہیں۔ لسان العرب ج ۲ ص ۶۲، طبعہ جدیدۃ، دار صادر، بیروت، ۲۰۰۳ء۔ سعیدی غفرلہ) سو اس سے قلم تکلیف کو اٹھا لیا گیا ہے یعنی وہ مرفوع القلم ہے اور مکلف نہیں ہے، کیونکہ غالب علم یہ ہے کہ وہ فاسد المقاصد ہے۔

غلطی سے یا بھول کر طلاق دینے والے کے حکم میں مذاہب فقہاء

رہا وہ مرد جس نے غلطی سے طلاق دی ہو یا بھول کر طلاق دی ہو تو اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، یہ عطاء کا قول ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے اور اسحاق، امام مالک، الثوری، ابن ابی لیلیٰ، الاوزاعی اور فقہاء احناف کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور حسن بصری سے ایک روایت یہ ہے کہ جس نے بھولے سے طلاق دی ہو وہ عمداً طلاق دینے والے کی مثل ہے سوا اس کے کہ اس نے نسیان کی شرط لگائی ہو۔

خطاءً طلاق دینے والے کے حکم میں مذاہب فقہاء

رہا وہ شخص جس نے خطاء سے طلاق دی ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اور فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے کوئی اور بات کہنے کا ارادہ کیا اور اس کے منہ سے یہ نکل گیا کہ تجھے طلاق ہے تو اس کو طلاق لازم ہو جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۷۔۳۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کے اس نسخہ میں آیا شرک کا لفظ ہے یا شک کا لفظ؟

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کے آخر میں کہا ہے: والشرك۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی شرک کے بیان میں، اگر مکلف کے منہ سے ایسے الفاظ نکلیں جو شرک کا تقاضا کرتے ہوں، عام ازیں کہ یہ شرکیہ الفاظ اس کے منہ سے غلطی سے نکلیں یا بھولے سے تو آیا اس کے اوپر شرک کا حکم لگایا جائے گا یا نہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۷)

اگر طلاق کے عدد میں شک ہو کہ آیا اس نے دو طلاقیں دی ہیں یا تین طلاقیں دی ہیں تو اس کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف با بن الملقن التوفی ۸۰۴ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں مذکور ہے: والنسیان فی الطلاق والشرك یعنی جو مرد بھولے سے طلاق دے یا بھولے سے کوئی شرکیہ لفظ کہے، یہ نسخہ غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ شرک کی بجائے شک کا لفظ ہے یعنی جو مرد اپنی بیوی کو شک کے ساتھ طلاق دے۔

شک کے ساتھ طلاق دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک نے اس طلاق کو واجب قرار دیا ہے اور ربیعہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے بعد کے فقہاء نے کہا ہے کہ جس نے شک کے ساتھ طلاق دی یعنی مرد کو شک ہے کہ اس نے ایک طلاق دی ہے، دو طلاقیں دی ہیں یا تین طلاقیں دی ہیں تو اس صورت میں کم سے کم طلاقوں کا حکم لگایا جائے گا حتیٰ کہ اس کو کسی عدد پر وثوق ہو جائے اور ان کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ شک کی صورت میں اس کے نکاح کو مرتفع کر دیا جائے اور امام بخاری نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۹۳، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

مشرک کی دی ہوئی طلاق میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

رہا مشرک کی طلاق دینے کا حکم تو حسن بصری، قتادہ اور ربیعہ سے منقول ہے کہ اگر مشرک اپنی بیوی کو طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اور یہ قول امام مالک اور داؤد ظاہری کی طرف منسوب ہے اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ مشرک اگر اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی جیسے مشرک کا نکاح کرنا صحیح ہے اور اس کا غلام کو آزاد کرنا صحیح ہے اور اسی طرح اس کے باقی احکام بھی صحیح

Marfat.com

ہیں، لہٰذا اگر مشرک اپنی بیوی کو طلاق دے تو وہ بھی واقع ہو جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شرک سے کم درجہ کے الفاظ کہنے کا شرعی حکم

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے: وغیر الشرک یعنی شرک کے علاوہ، اس کا معنی ہے کہ مرد نے ایسے الفاظ کہے ہوں جو شرک سے کم درجہ کے ہوں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی شرح کو رد کرنا اور امام بخاری کی عبارت میں غیر الشرک کا صحیح محمل بیان کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: غیر الشرک کا وہ معنی نہیں ہے جو حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے: جو اشیاء مذکورہ بیان کی گئی ہیں مثلاً جس نے خطاءً طلاق دی وہ کہنا کچھ اور چاہتا تھا اور اس کے منہ سے اپنی بیوی کے لیے یہ نکل گیا کہ تجھ کو طلاق ہے اور جس نے مذاق میں طلاق دی ہو، تو ان کے علاوہ دیگر الفاظ کا کیا حکم ہے اور ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ جو خطاءً طلاق دے اس کا کیا حکم ہے؟ اور جس نے مذاق سے طلاق دی یا جس نے مذاق سے نکاح کیا یا جس نے مذاق سے طلاق میں رجوع کر لیا تو ان تمام الفاظ کے تقاضوں پر عمل کیا جائے گا اور اگر یہ کہے کہ میں نے تو مذاق میں طلاق دی تھی تو اس کے اس قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین چیزوں میں سنجیدگی کا حکم بھی سنجیدگی ہے اور مذاق کا حکم بھی سنجیدگی ہے: (۱) النکاح (۲) الطلاق اور (۳) طلاق سے رجوع"۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۹۴، سنن ترمذی: ۱۱۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳۹، المستدرک ج ۲ ص ۱۹۸)

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہا کہ اہل علم، صحابہ اور فقہاء تابعین کا اس حدیث پر عمل ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا: امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں غضب، اکراہ، سکران، مجنون اور غلطی اور بھولے سے اور شک سے طلاق دینے کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ ان مردوں کی دی ہوئی طلاق کا حکم کیا ہے، سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے لوگوں کی دی ہوئی طلاق کا حکم ان احادیث میں آ رہا ہے جن کا امام بخاری نے اس باب کی تعلیقات میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ عینی کے اعتراض مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی طرف سے جواب اور مصنف کی طرف سے محاکمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: میں نے جو کہا ہے کہ جو شرک سے کم درجہ کا ہو یعنی جب مکلف کے منہ سے ایسا لفظ نکلے جو شرک کا تقاضا کرتا ہو یا اس کے علاوہ غلطی یا نسیان سے کوئی اور الفاظ نکلیں، پھر میں نے علامہ ابن ملقن شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بعض نسخوں میں شرک کی بجائے سکر کا لفظ ہے اور وہی صحیح ہے اور علامہ الزرکشی نے بھی اس کی پیروی کی ہے اور کہا ہے کہ وہی زیادہ لائق ہے، پس اگر یہ ثابت ہو کہ شرک کا عطف نسیان پر ہے نہ کہ طلاق پر اور اس وقت اصل عبارت یوں ہو گی کہ جو الفاظ اس کی زبان سے نکل جائیں۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۳۰۵، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

میں کہتا ہوں: علامہ ابن ملقن شافعی نے سکر کا لفظ نہیں لکھا بلکہ شک کا لفظ لکھا ہے اور ہو سکتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے جو سکر کا لفظ لکھا ہے اس سے مراد شک ہی ہو، تاہم حافظ ابن حجر نے اپنے جواب میں علامہ عینی کی توجیہ کی طرف ہی رجوع کر لیا ہے۔ فافہم وتدبر۔ (سعیدی غفرلہ)

طلاق مکرہ کے متعلق مذاہب اربعہ اور متاخرین فقہاء احناف کی عبارات

میں کہتا ہوں: ہر چند کہ علامہ عینی حنفی نے حالت اکراہ یعنی زبردستی کی طلاق اور حالت غضب میں دی ہوئی طلاق کے متعلق فقہاء احناف کا موقف بیان کیا ہے تاہم اس کی مزید تحقیق کے لیے ہم مذاہب اربعہ اور متاخرین فقہاء احناف کی عبارات کو پیش کر رہے ہیں:

بعض فقہاء کا یہ موقف ہے کہ مُکْرَہ (جس کو قتل کی دھمکی دے کر یا اس کا کوئی عضو کاٹنے کی دھمکی دے کر اس سے زبردستی کچھ کہلوایا جائے) کی طلاق واقع نہیں ہوتی، حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت سے خطاء نسیان اور جن کاموں پر اس کو مجبور کیا جائے ان کو اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے معاف فرما دیا ہے اور ان کا حکم ساقط کر دیا ہے''۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۵، شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۹۵، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۱ ص ۱۳۳، صحیح ابن حبان، موارد الظمآن: ۱۴۹۸، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۷۰، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۱۹۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۵۶)

قاضی عبدالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ وہ مسائل ہیں جن میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۳ ص ۱۵۵ دارالفکر، بیروت)

علامہ محمد امین بن عمر ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ طلاق مکرہ کے متعلق لکھتے ہیں:

طلاق مکرہ صحیح ہے اور اگر کسی مرد نے کسی دوسرے مرد کو طلاق دینے کا وکیل بنا دیا اور اس وکیل نے حالت اکراہ میں بہ مجبوری طلاق دے دی تو اس کی طلاق بھی صحیح ہے۔ (البحر الرائق)

البحر الرائق کے محشی علامہ خیر الدین الرملی نے لکھا ہے کہ حالت اکراہ میں غلام کو آزاد کرنا بھی صحیح ہے اور اس کی آزادی نافذ ہو جائے گی۔ رہا یہ کہ مرد کے وکیل نے حالت اکراہ میں اس کی بیوی کو طلاق دے دی تو میں نے اس کے متعلق فقہاء احناف کی تصریح نہیں دیکھی اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں بھی فقہاء احناف نے مخالفت نہیں کی کیونکہ فقہاء احناف نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر مکرہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو یہ بھی استحساناً صحیح ہے۔

علامہ زیلعی نے مسئلہ طلاق میں لکھا ہے کہ اگر وکیل مکرہ ہو تو اس کا طلاق دینا بھی استحساناً صحیح ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ وکالت صحیح نہ ہو کیونکہ مذاق کے ساتھ وکالت باطل ہو جاتی ہے، اسی طرح اکراہ کے ساتھ بھی وکالت باطل ہو جائے گی کیونکہ خرید و فروخت وغیرہ کی وکالت اکراہ کے ساتھ بالاتفاق باطل ہو جاتی ہے۔

استحسان کی وجہ یہ ہے کہ اکراہ، خرید و فروخت کے عقد کے منعقد ہونے کے مانع نہیں ہے لیکن اس کے فساد کو واجب کرتا ہے، اسی طرح طلاق کا وکیل بنانا بھی اکراہ کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے اور شروط فاسدہ وکالت میں موثر نہیں ہوتیں اور جب یہ وکالت فاسد نہیں ہوتی تو اس میں وکیل کا تصرف نافذ ہو جائے گا، پس طلاق میں استحسان کی علت میں غور کرو تو تم نکاح میں بھی یہی علت پاؤ گے، لہٰذا ان دونوں کا حکم واحد ہے۔ علامہ خیر الدین رملی کا کلام ختم ہوا۔

(علامہ شامی فرماتے ہیں:) عنقریب اس کی تمام بحث کتاب الاکراہ میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

Marfat.com

علامہ الحصکفی الحنفی متوفی ۱۰۸۸ ھ نے کہا ہے: ''مکرہ کی طلاق تو صحیح ہے لیکن اس کا اقرار طلاق صحیح نہیں ہے''۔
مُکْرَہ (ر پر زبر) کی طلاق صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بحث اس میں ہے ورنہ مکرہ کا اقرار طلاق کے بغیر بھی صحیح نہیں ہے جیسے مُکْرَہ (ر پر زبر) نے غلام کو آزاد کرنے کا اقرار کیا یا نکاح کا اقرار کیا یا طلاق سے رجوع کرنے کا اقرار کیا یا قصاص کو معاف کرنے کا اقرار کیا یا کسی غلام کے متعلق یہ اقرار کیا کہ وہ اس کا بیٹا ہے یا کسی باندی کے متعلق یہ اقرار کیا کہ وہ اس کی ام ولد ہے تو اس کے یہ تمام اقرار صحیح نہیں ہیں، جس طرح امام محمد بن محمد الشہیر بالحاکم الشہید الحنفی التوفی ۳۴۴ھ نے اپنی کتاب ''الکافی'' میں اس کی تصریح کی ہے۔
البحر الرائق میں مذکور ہے کہ اکراہ بالطلاق سے مراد ہے: طلاق کے الفاظ کا تلفظ کرنا اور بولنا، پس اگر مُکْرِہ (ر کے نیچے زیر) نے اس کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق لکھے، سو مکرہ نے طلاق لکھ دی تو اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی کیونکہ لکھنا ضرورت کے وقت تلفظ کے قائم مقام ہے اور یہاں پر کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مکرہ کو طلاق دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی وہ تو مکرہ کے جبر کی وجہ سے طلاق لکھ رہا تھا۔ فتاویٰ قاضی خان میں بھی اسی طرح مذکور ہے اور اگر اس نے طلاق کا جھوٹا اقرار کیا یا مذاق میں طلاق کا اقرار کیا تو قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی دیانتاً طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (ردالمحتار ج ۴ ص ۴۲۳، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)
امام فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی الفرغانی الحنفی التوفی ۵۹۲ھ طلاق مکرہ کے متعلق لکھتے ہیں:
ایک مرد کو ضرب کے ساتھ یا قید کرنے کے ساتھ اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی بیوی فلانہ بنت فلاں بن فلاں کو طلاق لکھ دے، سو اس نے لکھ دیا کہ اس کی بیوی فلانہ بنت فلاں بن فلاں کو طلاق ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ ضرورت کی وجہ سے لکھنے کو تلفظ کے قائم مقام کیا گیا ہے اور یہاں کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ طلاق دینا نہیں چاہتا تھا۔
(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۴۷۲، المطبع الکبری الامیریہ، بولاق، مصر المحمیہ، ۱۳۱۰ھ)

حالت غضب میں طلاق دینے کے متعلق فقہاء احناف کی تحقیق

علامہ محمد امین بن عمر ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ حالت غضب میں دی ہوئی طلاق کے متعلق لکھتے ہیں:
میں کہتا ہوں: حافظ ابن قیم حنبلی نے طلاق الغضبان کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ بیان کیا ہے کہ حالت غضب کی تین قسمیں ہیں:
(۱) اس شخص کے غضب کی ابتداء ہو اور اس کی عقل متغیر نہ ہو اور اس کو معلوم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا ارادہ کر رہا ہے؟ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔
(۲) اس کا غیظ و غضب انتہاء کو پہنچا ہوا ہو اور اس کو علم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور کس چیز کا ارادہ کر رہا ہے؟ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے اقوال میں سے کوئی چیز نافذ نہیں ہوگی۔
(۳) وہ شخص ان دونوں درجوں کے درمیان متوسط ہو اس حیثیت سے کہ وہ مجنون کی مثل نہ ہو تو یہ قسم محل نظر ہے، اور دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اس شخص کے اقوال بھی نافذ نہیں ہوں گے یعنی ان دونوں موخر الذکر صورتوں میں غصہ میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ الی آخرہ۔ ملخصا من شرح الغایۃ الحنبلیہ۔
لیکن صاحب الغایۃ الحنبلیہ نے تیسری صورت کی مخالفت کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ اس تیسری صورت میں غصہ میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی اور یہ ابن القیم حنبلی کے قول کے خلاف ہے۔ (علامہ شامی لکھتے ہیں:) صاحب الغایۃ

الحنبلیہ کا یہ قول ہمارے مذہب کے موافق ہے کیونکہ ہمارے نزدیک بھی تیسری صورت میں غصہ میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہم المعتوہ (کم عقل) کے اقوال کا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ معتوہ کو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ ایسی حالت کو پہنچ جائے جس میں اس کو یہ علم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور کس چیز کا ارادہ کر رہا ہے؟ اس اعتراض کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ المعتوہ وہ شخص ہے جو ہمیشہ ایک حالت پر برقرار رہے اور اس کے تحقق کے لیے صرف اس کی عقل کی کمی کافی ہے، اس کے برخلاف غیظ وغضب بعض حالات میں عارض ہوتا ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مدہوش بھی اسی طرح ہے۔

اور جو نکتہ مجھ پر منکشف ہوا ہے وہ یہ ہے کہ مدہوش اور غضبان دونوں میں یہ لازم نہیں ہے کہ وہ دونوں ایسی حالت میں ہوں کہ انہیں یہ علم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے تحقق کے لیے یہ کافی ہے کہ ان پر بے ربط کلام اور ہذیان کا غلبہ ہو یا ان کی گفتگو سنجیدگی اور مذاق کے ساتھ مختلط ہو جیسا کہ سکران کے تحقق کے لیے بھی یہی فتویٰ دیا گیا ہے اور اس کے یہ منافی نہیں ہے کہ مدہوش کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ اس کی عقل جا چکی ہو کیونکہ جنون کی کئی قسمیں ہیں، اس لیے علامہ زین الدین ابن نجیم الحنفی المتوفی ۹۷۰ھ نے البحر الرائق میں یہ کہا ہے کہ مدہوش وہ شخص ہے کہ جس کی عقل میں خلل ہو اور انہوں نے مدہوش کی تعریف میں البرسام اور سرسام زدہ کو داخل کیا ہے اور بے ہوش کو بھی داخل کیا ہے اور ہمارے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ العاقل وہ شخص ہے جس کے اقوال اور افعال اکثر صحیح اور درست ہوں اور کبھی کبھی ان میں خلل ہو اور مجنون اس کی ضد ہے یعنی اس کے اقوال اور افعال اکثر صحیح نہیں ہوتے اور کبھی کبھی صحیح ہوتے ہیں، نیز بعض مجنون ایسے ہوتے ہیں جن کو یہ علم ہوتا ہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور کس چیز کا ارادہ کر رہے ہیں اور جو شخص اس کے احوال سے ناواقف ہو وہ اس کو عاقل سمجھتا ہے، پھر اس کی مجلس میں ایسے اقوال اور افعال ظاہر ہوتے ہیں جو عقل کے منافی ہوتے ہیں، پس جب مجنون کو بعض اوقات اپنے افعال اور اقوال کا علم ہوتا ہے تو غیر مجنون کو یعنی جو مدہوش اور غضبان ہو اس کو تو بہ طریق اولیٰ اپنے افعال اور اقوال کا علم ہوگا۔

پس مدہوش کی جس تعریف پر اعتماد کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ جس کے اقوال اور افعال اس کی عادت سے خارج ہوں اور ان میں اکثر خلل ہو، اسی طرح بڑھاپے کی وجہ سے جس کی عقل میں خلل ہو جائے یا کسی بیماری کی وجہ سے اس کی عقل میں خلل ہو جائے یا کسی آفت کی وجہ سے اس کی عقل میں خلل ہو جائے، پس جب تک اس کے اقوال اور افعال میں اکثر خلل ہو تو اس کے اقوال کا اعتبار نہیں کیا جائے گا ہر چند کہ اس کو اپنے اقوال کا علم ہو اور اس کو علم ہو کہ وہ کس چیز کا ارادہ کر رہا ہے۔ (یعنی اس حالت میں دی ہوئی طلاق نافذ نہیں ہوگی) کیونکہ جو معرفت اور ارادہ ادراک صحیح سے حاصل نہ ہو وہ معتبر نہیں ہوتا۔ جس طرح جو بچہ عقل مند ہو اس کے بھی اقوال اور افعال کا اعتبار نہیں ہوتا، ہاں! اس پر یہ اشکال ہوگا جو عنقریب البحر الرائق کے حاشیہ میں آئے گا اور فتح القدیر اور فتاویٰ قاضی خان اور دوسری کتب فقہ میں بھی اس کی تصریح ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس کے سامنے دو مردوں نے گواہی دی کہ تم نے ان شاء اللہ کہا تھا اور اس کو یہ یاد نہیں ہے تو اگر وہ غیظ وغضب کی ایسی حالت میں ہو کہ اس کو یاد نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو اس کے لیے ان کی شہادت پر عمل کرنا جائز ہے اور اگر اس کے غیظ وغضب کی یہ حالت نہ ہو تو پھر اس کے لیے ان کی شہادت پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، الی آخرہ۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو مرد اتنے غصہ میں ہو کہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ ان دو مردوں کی گواہی پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ عبادت بہت مشکل ہے، مگر اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے شدید غضب کی وجہ سے یاد نہیں رکھتا اور بھول جاتا ہے کہ اس نے کیا کہا ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں جن کو وہ نہیں سمجھتا یا ان کا ارادہ نہیں کرتا، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ

اس وقت وہ جنون کے اعلیٰ مراتب پر ہوگا اور اس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس کو علم ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور وہ طلاق کا ارادہ کر رہا ہے لیکن شدت غضب کی وجہ سے اس کو یاد نہیں ہے کہ وہ طلاق دے چکا ہے۔ یہ وہ تحقیق ہے جو اس مسئلہ کی تحقیق میں مجھ پر منکشف ہوئی ہے۔ (ردالمحتار ج ۴ ص ۴۴۴-۴۴۳، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

حالت غضب میں دی ہوئی طلاق کے متعلق صدر الشریعہ کا فتویٰ

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

سرسام و برسام یا کسی اور بیماری میں جس میں عقل جاتی رہے یا غشی کی حالت میں یا سوتے میں طلاق دے دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ یوں ہی اگر غصہ اس حد کا ہو کہ عقل جاتی رہے تو واقع نہ ہوگی۔ (درمختار، ردالمحتار)

آج کل اکثر لوگ طلاق دے بیٹھتے ہیں، بعد کو افسوس کرتے ہیں اور طرح طرح کے حیلہ سے یہ فتویٰ لینا چاہتے ہیں کہ طلاق واقع نہ ہو۔ ایک عذر اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ غصہ میں طلاق دی تھی، مفتی کو چاہیے کہ یہ امر ملحوظ رکھے کہ مطلقاً غصہ کا اعتبار نہیں، معمولی غصے میں طلاق ہو جاتی ہے، وہ صورت کہ عقل غصہ سے جاتی رہے، بہت نادر ہے، لہٰذا جب تک اس کا ثبوت نہ ہو محض سائل کے کہہ دینے پر اعتماد نہ کرے۔ (بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۶ھ)

حالت غضب میں دی ہوئی طلاق کے متعلق اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ جات

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

سوال: زید نے غصہ کی حالت میں کہا کہ میں اس کو طلاق دے چکا یا یہ کہا کہ میں تو اس کو طلاق دے چکا، اسی طرح تین چار مرتبہ یہی الفاظ کہے، اس سے قبل اپنی زوجہ سے لفظ طلاق کبھی نہ کہے تھے، کیا اس صورت میں منکوحہ پر طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب: جب کہ زید اپنی زوجہ کی نسبت سمجھا اور اسے تین بار کہا: میں اس کو یا میں تو اس کو طلاق دے چکا، تین طلاقیں ہوگئیں، زید گناہ گار ہوا اور عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی:

قال الله تعالیٰ: فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ (البقرہ: ۲۳۰) تیسری طلاق کے بعد اس خاوند کے لیے دوبارہ حلال نہیں ہوسکتی تا وقتیکہ وہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلے۔

اور غصہ کا عذر بے کار ہے، طلاق اکثر غصہ میں ہی ہوتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۳۷۱، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۸ھ)

سوال: محمد مظفر کا اپنی والدہ سے جھگڑا ہو رہا تھا، اس کی والدہ نے کہا کہ اگر اپنی بی بی کو نہ چھوڑو گے تو تم سور کھاؤ، اسی طرح تین مرتبہ بولی، مظفر نے کہا: طلاق دیتے ہیں، پھر اس نے بلا قصد غصہ کے ساتھ اپنی والدہ کے سامنے کہا: طلاق، طلاق، طلاق بغیر مخاطب کرنے کسی کو، اب شرعاً صورت مسئولہ میں مظفر کی بی بی پر طلاق پڑے گی یا نہیں؟

الجواب: تین طلاقیں ہوگئیں، بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۱۹۰، مکتبہ رضویہ، کراچی، پاکستان)

سوال: زید نے بحالت غضب اپنی زوجہ ہندہ کو یہ کہا کہ تجھ کو میں نے طلاق دی تو اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب: ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی، غضب مانع طلاق نہیں بلکہ غالباً (اکثر) طلاق بحال غضب ہی ہوتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ

Marfat.com

ج ۵ ص ۲۳، مکتبہ رضویہ، کراچی، پاکستان)

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص درمیان فساد باہمی حالت غیظ وغضب اپنی بیوی سے تین باریوں کہے کہ میں نے تجھے طلاق دیا، میں نے تجھے طلاق دیا اور بروقت دینے کے یہ بھی اپنے دل میں ارادہ کرلیا ہو کہ میں ٹھیک اور صحیح عقل سے کہتا ہوں باوجودیکہ درمیان جھگڑے باہمی کے غصہ میں یہ سب باتیں وقوع میں آئیں تو اس حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور اگر طلاق ہوگئی تو پھر چند ساعت کے بعد غصہ فرو ہوگیا اور میاں اپنے ان افعال قبیحہ پر منفعل ہوکر بی بی کو رجعت کرنا چاہے اور بی بی بھی رجعت پر آمادہ ہو تو کس صورت سے بی بی میاں پر حلال ہے۔ فقط بینوا توجروا

الجواب: صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی یعنی اس کی عدت گزرے، پھر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اس سے ہمبستر بھی ہو، پھر اسے طلاق دے یا مر جائے اور عدت گزر جائے، اس کے بعد اس شخص کو عورت سے نکاح جائز ہوگا۔

قال الله تعالٰی: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ (البقرہ: ۲۳۰)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر مرد نے اپنی بیوی کو تیسری طلاق دی تو وہ اس پر حلال نہیں ہے حتیٰ کہ وہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرلے۔

و قال رسول الله ﷺ لا حتی تذوق عسیلته ویذوق عسیلتك (صحیح البخاری: ۵۲۶۰)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں حتیٰ کہ تم اس دوسرے خاوند کا تھوڑا سا شہد چکھ لو اور وہ مرد تھوڑا سا تمہارا شہد چکھ لے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۸، مکتبہ رضویہ، کراچی، پاکستان)

سوال: شمس العلماء، رئیس الفضلاء خانخاناں جناب احمد رضا خاں دام لطفہ، السلام علیکم! اگر غضب کثرت سے ہو کہ ایسا غصہ ہو کہ کامل عقل نہ ہو اس حالت میں اگر طلاق صریح وغیرہ دیوے تو واقع ہوگی یا نہ؟

الجواب: غضب اگر واقعی اس درجہ شدت پر ہو کہ حد جنون تک پہنچا دے تو طلاق نہ ہوگی اور یہ کہ غضب اس شدت پر تھا یا تو گواہان عادل سے ثابت ہوگیا یا وہ اس کا دعویٰ کرے اور اس کی یہ عادت معہود اور معروف ہو تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیں گے ورنہ مجرد دعویٰ معتبر نہیں، یوں تو ہر شخص اس کا ادعاء کرے اور غصہ کی طلاق واقع ہی نہ ہو حالانکہ غالباً (اکثر) طلاق نہیں ہوتی مگر بحالت غضب۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۹، مکتبہ رضویہ، کراچی، پاکستان)

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت زینب سے حالت غصہ میں کہا: زینب طلاق، طلاق، طلاق یعنی بے شمار طلاق جس کا اندازہ معلوم نہیں اور زید کہتا ہے کہ مجھ کو حالت غصہ میں خبر نہیں کہ میں نے کتنی دفعہ طلاق دیا ہے بحضور شاہدین اور زینب کے خویش واقارب کہتے ہیں کہ زید نے تین طلاقیں شرعاً دی ہیں اور اب زید اپنی عورت زینب سے رجعت کرنا چاہتا ہے اور عورت کے وارث انکار کرتے ہیں اور یہ آدمی نمازی ہے اور غریب ہے، یہاں علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ رجوع صحیح ہے مگر وہ لوگ نہیں مانتے۔ اب حق آپ کی جانب ہے جیسا کہ حکم شریعت ہو، اگر آپ جواب نہ دوگے تو غریب کا حق مارا جائے گا اور دوسرا کوئی ہندوستان میں آپ جیسا عالم نہیں، آپ کا فتویٰ اطراف میں جاری ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: جب کہ زید ان الفاظ سے طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے گنتی میں سہو بتاتا ہے، اگر ثابت ہو کہ یہ لفظ تین بار کہے تو تین طلاقیں ہوگئیں رجعت ناممکن ہے بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا۔ قال الله تعالٰی: فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۳۰-۲۹، مکتبہ رضویہ، کراچی، پاکستان)

Marfat.com

سوال: عمرو کو عشق ہو گیا تھا اور ہر وقت خیال معشوق رہتا تھا اور فکر مند دل چاہتا تھا اور خلش بہت تھی، عمرو نے گھبراہٹ میں طلاق دے دی، اس کلمہ کو بار بار جنون کی حالت میں بیان کرتا تھا؟

الجواب: فقط گھبراہٹ یا دماغ پر گرمی کا نام جنون نہیں، اگر واقعی مجنون نہ تھا تو طلاق ہو گئی، اگر تین بار کہی تو تین بار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۳۲، مکتبہ رضویہ، پاکستان)

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ میں لڑائی ہوئی، زید نے حالت غیظ و غضب میں ہندہ کو طلاق نامہ لکھ دیا اور اپنے مکان سے نکال دیا، اسے مدت گزری یہاں تک کہ عدت گزر گئی، اب زید کہتا ہے کہ مجھے طلاق منظور نہ تھی، میں نے شدت غضب میں وہ طلاق نامہ لکھا تھا اور زبان سے کوئی لفظ نہ کہا تھا، پس اس صورت میں زید کا یہ عذر قابل سماعت ہے یا نہیں؟ ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوئی تو زید اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں اور ہندہ کا مہر زید پر واجب الاداء ہو گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: غصہ مانع وقوع طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے تو اسے مانع قرار دینا گویا حکم طلاق کا راساً ابطال ہے، ہاں! اگر شدت غیظ اور جوش غضب اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کہ کیا کہتا ہوں، زبان سے کیا نکلتا ہے تو بے شک ایسی حالت کی طلاق ہرگز واقع نہ ہو گی، پس صورت مستفسرہ میں اگر زید اس حالت تک نہ پہنچا تھا تو صرف غصہ ہونا اسے مفید نہیں، اور طلاق جس طرح قول سے واقع ہوتی ہے یونہی تحریر سے بھی واقع ہوتی ہے، پس وہ طلاق واقع ہو گئی اور بہ سبب مرور عدت کے اب رجوع بھی نہیں کر سکتا، ہاں! اگر تین طلاقیں نہ تھیں تو نکاح جدید بے حلالے کے کر سکتا ہے ورنہ حلالہ کی ضرورت ہے۔ کما ھو الحکم المعروف۔ اور مہر ہندہ اس صورت میں بے شک زید پر واجب الاداء ہے، اور اگر وہ دعوے کرے کہ اس تحریر کے وقت میرا غصہ ایسی ہی حالت کو پہنچا ہوا تھا کہ میری عقل بالکل ہی زائل ہو چکی تھی اور مجھے نہ معلوم تھا کہ میں کیا کہتا ہوں کہ میرے منہ سے نکلتا ہے تو اطمینان ہندہ کے لیے اس کا ثبوت گواہان عادل سے، اوس کی عدت تین مہینہ ہے۔ اور اگر ابھی خلوت کی نوبت نہ آئی تو ایک طلاق ہوئی اور عورت پر عدت نہیں اوسی وقت جس سے چاہے نکاح ممکن ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۳۳۔۳۲، مکتبہ رضویہ، کراچی، پاکستان)

حالت اکراہ اور حالت نشہ میں دی ہوئی طلاق کے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

سوال: کسی نے کوئی شخص کو جبراً نشہ پلایا، وہ حالت بیہوشی میں اگر عورت کو طلاق دے دے تو کیا طلاق واقع ہو گئی؟

الجواب: لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر کہتے ہیں، یہ جبر نہیں، اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی لی اور اوس نشہ میں طلاق دی بلاشبہ بالاتفاق ہو گی۔ ہاں! اگر جبر و اکراہ شرعی ہو مثلاً قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے جس کے نفاذ پر یہ اوسے قادر جانتا ہو یا یوں کہ کسی نے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ چیر کر حلق میں شراب ڈال دی تو یہ صورت ضرور جبر کی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر طلاق دے، نہ پڑے گی۔ ردالمحتار میں ہے: علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اس صورت میں طلاق نہ ہو گی اور النہر الفائق میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۳۴، مکتبہ رضویہ، کراچی، پاکستان)

فقہاء احناف کے نزدیک خطا اور نسیان سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس کے خلاف امام بخاری کا اپنی تعلیقات میں احادیث صحیحہ کو وارد کرنا

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: اعمال کا مدار نیات پر ہے اور ہر

Marfat.com

ہوگی۔ (صحیح البخاری: ۱، ۵۴، ۲۵۲۹، ۳۸۹۸، ۵۰۷۰، مرد کو اس کے عمل پر وہی ثمر ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہو۔
۶۶۸۹، ۶۹۵۳، مسند احمد: ۱۶۸، صحیح مسلم: ۴۹۲۷)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری نے اس تعلیق سے اس حدیث صحیح کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی انہوں نے صحیح البخاری کے اول میں روایت کی ہے کیونکہ دراصل حکم اس شخص کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو عاقل ہو، مختار ہو، عمداً کلام کرتا ہو اور اس کا ذہن بیدار ہو، اس کے برخلاف جو مکرہ ہو وہ غیر مختار ہوتا ہے اور جو سکران ہو وہ نشے میں مدہوش ہونے کی وجہ سے غیر عاقل ہوتا ہے اور اسی طرح مجنون بھی حالت جنون میں غیر عاقل ہوتا ہے اور جن کے منہ سے غلط الفاظ نکل جاتے ہیں یا بھولے سے الفاظ نکل جاتے ہیں ان کا ذہن بیدار نہیں ہوتا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نوٹ: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس تعلیق کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اس کی شرح کی ہے۔

وَتَلَا الشَّعْبِيُّ: اور الشعبی نے اس آیت کی تلاوت کی:

لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا (البقرہ: ۲۸۶) (اے ہمارے رب!) اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کرنا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس دوسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی جب عامر بن شراحیل الشعبی سے اس مرد کے متعلق سوال کیا گیا جس کے منہ سے نسیان سے طلاق کا لفظ نکلا یا جس نے غلطی سے طلاق کا لفظ بولا تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو شعبی نے اس آیت کو پڑھا اور اس سے یہ استدلال کیا کہ جو بھولے سے یا غلطی سے طلاق دے اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی مذکور الصدر شرح پر مصنف کا تبصرہ اور فقہاء احناف کی طرف سے جوابات

میں کہتا ہوں: فقہاء احناف کے نزدیک جو شخص غلطی سے یا بھول کر اپنی بیوی کو طلاق دے، اس کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے۔
علامہ عینی چونکہ حنفی ہیں اس لیے ان کو چاہیے تھا کہ وہ عامر الشعبی کی اس دلیل کا جواب لکھتے لیکن انہوں نے نہ جانے کیوں اس کا جواب نہیں لکھا۔ بہرحال عامر الشعبی کی قائم کردہ دلیل صحیح نہیں ہے اور اس آیت سے ان کا اس صورت مسئولہ پر استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ اس آیت کا تعلق امور آخرت کے ساتھ ہے یعنی اگر دنیا میں ہم سے غلطی سے یا بھولے سے کوئی گناہ ہو جائے تو اے ہمارے رب! تو آخرت میں ہم سے ہماری گرفت نہ فرمانا، اور یہاں پر بحث دنیاوی احکام میں ہے یعنی اگر کسی شخص نے غلطی سے یا بھولے سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو آیا دنیا میں اس کی بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟ سو اس آیت کا تعلق امور آخرت سے ہے اور صورت مسئولہ کا تعلق دنیا سے ہے، لہٰذا سائل کے سوال اور عامر الشعبی کے جواب میں مطابقت نہیں ہے اور اس سے فقہاء احناف کے نظریہ پر کوئی زد نہیں پڑتی، فافہم وتشکر۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح سے فقہاء احناف کے موقف کی تائید

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اس دوسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:
شعبی کے آزاد کردہ غلام سلیم، شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے اس مرد کے متعلق سوال کیا گیا کہ جس نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ بالکل طعام نہیں کھائے گا، سو اس نے بھول کر طعام کھا لیا تو عامر الشعبی نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ بھول پر گرفت نہیں

Marfat.com

فرماتا۔ (تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۵۳، دار الکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو شرح کی ہے وہ بھی فقہاء احناف کے موقف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس شرح کے مطابق بھی عامر الشعبی کے جواب کا مفاد یہ ہے کہ جس شخص نے بھول کر اپنی قسم کو توڑ دیا تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس پر کوئی گرفت نہیں فرمائے گا لیکن دنیا میں تو بہر حال اس کو قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا علیٰ ہذا القیاس جس نے بھول کر اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو دنیا میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، سو یہ تعلیق فقہاء احناف کے موقف کے خلاف نہیں بلکہ موافق ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

خطاء اور نسیان سے طلاق کے ذکر میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

اہل علم کا خطاء اور نسیان میں اختلاف ہے:

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس مرد نے کسی کام کی قسم کھائی کہ وہ اس کام کو نہیں کرے گا مثلاً یہ قسم کھائی کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے گا، پھر اس نے بھولے سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو وہ حانث نہیں ہوگا یعنی اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی، اسی طرح عطاء، عمرو بن دینار اور ابن ابی نجیح نے کہا ہے اور اسحاق نے کہا: مجھے امید ہے کہ اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔

امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی الشیعی المتوفی ۲۱۱ھ نے شعبی اور حکم سے روایت کی ہے کہ جس مرد نے کسی چیز کی قسم کھائی، پھر اس کی زبان سے اس کی قسم کے خلاف الفاظ نکل گئے تو الشعبی نے کہا: اس میں اس کی نیت معتبر ہوگی اور اسی طرح طاؤس نے کہا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۱۲۹۹)

اور حکم نے کہا: اس نے جو کلام کیا ہے اس پر اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔ (یعنی اگر اس نے طلاق نہ دینے کی قسم کھائی تھی، پھر اس نے بھولے سے طلاق دے دی تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی اور یہی امام ابو حنیفہ قدس سرہ العزیز کا موقف ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور امام احمد بن حنبل نے اس صورت میں کہا کہ مجھے امید ہے کہ اس معاملہ میں اس کے لیے گنجائش ہے۔ اسحاق نے کہا: یہ اس کے ارادے پر محمول ہے، اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔ (یعنی اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی)

امام عبد الرزاق نے کہا: یہ زہری اور قتادہ کا قول ہے اور عمر بن عبد العزیز سے بھی اسی طرح مروی ہے اور یہی ربیعہ کا قول ہے اور مکحول سے بھی یہی روایت ہے۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۴۰۶۔۴۰۵)

اور یہی امام مالک کا قول ہے اور یہی النعمان اور ان کے صاحبوں کا قول ہے (یعنی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا بھی یہ قول ہے) اور الاوزاعی، ابن ابی لیلیٰ اور سفیان الثوری کا بھی یہی قول ہے۔

امام مالک نے کہا ہے: جس مرد نے کسی کام پر طلاق دینے کی قسم کھائی، پھر اس کے خلاف کیا یا اس نے قسم کھائی کہ وہ فلاں سے کلام نہیں کرے گا، پھر اس نے بھولے سے طلاق دے دی یا بھولے سے فلاں کام کر لیا تو وہ حانث ہو جائے گا (یعنی اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی)۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۸۰)

اور امام ابو عبید القاسم بن سلام الہروی الشافعی المتوفی ۲۲۴ھ نے کہا ہے: بیوی کو طلاق دینے اور غلام کو آزاد کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ (یعنی اگر اس نے بھولے سے بیوی کو طلاق دے دی یا بھولے سے غلام کو آزاد کر دیا تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی اور اس کا غلام آزاد ہو جائے گا) اور اگر ان کے علاوہ اس نے کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی اور پھر بھولے سے وہ کام کر لیا تو وہ حانث نہیں ہوگا یعنی اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور امام ابو عبید نے کہا: اگر اس

نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے مقروض سے جدا نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ اس سے اپنا حق وصول کر لے، پھر اس نے اپنے مقروض کے دیئے ہوئے دیناروں کو سونے کی بجائے رانگ، سیسہ یا پیتل کا پایا تو ان فقہاء کے قول کے مطابق وہ حانث ہو جائے گا جو قسم میں خطاء اور نسیان کا اعتبار نہیں کرتے اور ان فقہاء کے قول کے مطابق حانث نہیں ہوگا جو قسم میں خطاء اور نسیان کا اعتبار کرتے ہیں۔

اور امام احمد بن حنبل بھولے سے طلاق دینے والے کو حانث قرار دیتے ہیں یعنی اس کی طلاق کو واقع کر دیتے ہیں (اور یہی امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین کا مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور باقی امور میں قسم کھانے کے بعد بھولے سے اس کے خلاف کر لے تو اس کو حانث قرار دینے میں توقف کرتے ہیں۔

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۲۵۷-۲۵۶، موضحاً ومخرجاً، دار الفلاح، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

وَمَا لَا يَجُوزُ مِنْ إِقْرَارِ الْمُوَسْوِسِ۔ اور جس شخص کو وسوسہ پڑتا ہو اس کا اقرار جائز نہیں ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تیسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کے قول: ''موسوس کا اقرار جائز نہیں ہے''۔ اس کا عطف الطلاق فی الاغلاق پر ہے۔ یعنی حالت غضب میں طلاق دینا یا حالت اکراہ میں طلاق دینا اور وسوسہ اس کو کہتے ہیں جو دل میں خیال آئے اور اس پر مواخذہ نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس تعلیق کی شرح نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۶۳ ۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

ہم تحقیق سے باحوالہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حالت غضب یا حالت اکراہ میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

صاحب وسوسہ کی دی ہوئی طلاق کا شرعی حکم

علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ہمارے علم کے مطابق تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مجنون (بے عقل) اور المعتوہ (کم عقل) کی طلاق جائز نہیں ہے۔

حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ المعتوہ کے سوا ہر مرد کی طلاق جائز ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۲۲۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۵، سنن سعید بن منصور: ۱۱۱۳-۱۱۱۲، سنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۵۹)

اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ المعتوہ کی طلاق جائز نہیں ہے وہ الشعبی، الزہری، قتادہ، ابو قلابہ، الحسن البصری، ابراہیم النخعی، سعید بن المسیب، جابر بن زید اور یحییٰ بن سعید الانصاری ہیں۔

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا بھی یہی قول ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۷۹)

اور سفیان الثوری، ابو ثور اور امام شافعی المتوفی ۲۰۴ھ کا بھی یہی قول ہے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۶۵ ۳-۶۴ ۳)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ نے لکھا ہے کہ فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے۔

(المبسوط للسرخسی ج ۶ ص ۲۰۲، باب الخلع، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر نے کہا: اور ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں اور ہمارے اس قول پر اجماع ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مردوں سے قلم تکلیف کو اٹھا لیا گیا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مردوں سے قلم تکلیف کو اٹھا لیا گیا ہے: (۱) سوئے شخص سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے (۲) بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے (۳) مجنون سے حتیٰ کہ وہ صاحب عقل ہو جائے۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد: ۴۳۹۵ سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱، مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۱، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۵۶، سنن دارمی: ۲۲۹۶، صحیح ابن حبان: ۱۴۲، سنن بیہقی: ج ۶ ص ۸۴) یہ تمام احادیث حماد بن سلمہ سے منقول ہیں۔

میں کہتا ہوں: ان احادیث کی سند ضعیف ہے اور اس کی آفت حماد بن سلمہ ہے لیکن یہ حدیث چونکہ متعدد سندوں سے مروی ہے اس لیے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن المنذر نے کہا: ہمارے علم کے مطابق تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس مرد نے نیند میں طلاق دی، اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۲۴۸۔۲۴۷، دار الفلاح، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

میں کہتا ہوں: امام بخاری نے اسی پر صاحب وسوسہ کی طلاق کو بھی قیاس کیا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلَّذِي أَقَرَّ عَلَى نَفْسِهِ أَبِكَ جُنُونٌ۔

اور نبی ﷺ نے اس مرد سے فرمایا جس نے اپنے نفس پر زنا کا اقرار کیا: کیا تم کو جنون ہے؟

مجنون پر طلاق واقع نہ ہونے پر دلیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ اس چوتھی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس پر استدلال کیا ہے کہ مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور یہ تعلیق اس مفصل حدیث کا ایک قطعہ (ٹکڑا) ہے جس کو امام بخاری نے ''کتاب المحاربین'' میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قبیلہ اسلم کا ایک مرد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے، سو اس نے کہا کہ وہ زنا کر چکا ہے۔ آپ نے اس سے منہ موڑ لیا، وہ آپ کی اس جانب آیا جس جانب آپ نے منہ موڑا تھا، پھر اس نے چار مرتبہ اپنے نفس کے خلاف گواہی دی، آپ نے اس کو بلا کر فرمایا: کیا تم کو جنون ہے؟ کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اس کو عید گاہ میں سنگسار کرنے کا حکم دیا، جب اس پر پتھروں کی مار پڑنے لگی تو وہ بھاگا لیکن لوگوں نے اس کو حرہ (مدینہ کے باہر سیاہ پتھروں والی زمین) میں پکڑ لیا، پھر اس کو پتھروں سے مار ڈالا گیا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۶۸۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

علامہ عینی فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم کو جنون ہے؟ کیونکہ اگر آپ کے نزدیک یہ ثابت ہوتا کہ وہ مجنون ہے تو آپ اس سے ''حد'' کو ساقط فرما دیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۸، مفصلاً مخرجاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کا ایک قطعہ ذکر کیا ہے جس کی انہوں نے ''کتاب الحدود'' میں روایت کی اور اس کی شرح ان شاء اللہ تعالیٰ وہیں پر آئے گی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نشہ میں طلاق کے وقوع کے متعلق امام بخاری کی تعلیقات

وَقَالَ عَلِيٌّ بَقَرَ حَمْزَةُ خَوَاصِرَ شَارِفَيَّ فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَلُومُ حَمْزَةَ فَإِذَا حَمْزَةُ قَدْ ثَمِلَ مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ قَدْ ثَمِلَ فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ۔

اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے میری دو اونٹنیوں کی کوکھیں کاٹ ڈالیں تو نبی ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ملامت کرنے لگے، اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نشہ میں تھے اور ان کی دونوں آنکھیں سرخ تھیں، پھر حضرت حمزہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگ تو صرف میرے باپ کے غلام ہو، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پہچان لیا کہ یہ نشہ میں ہیں، سو آپ باہر نکلے گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ باہر نکل گئے۔

حالت نشہ میں جو کلمات صادر ہوں ان پر مواخذہ نہیں کیا جاتا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس پانچویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس دلیل کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو تو حالت نشہ میں اس سے جو کلمات صادر ہوں ان کلمات پر اس سے مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ یہ حدیث اس طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے جس کی امام بخاری نے باب ''شہود الملائکۃ بدراً'' میں تفصیل کے ساتھ بہت طویل روایت کی ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹنی ملی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے مجھے دوسری اونٹنی عطا فرمائی، سو میں نے ان دونوں اونٹنیوں کو ایک دن انصار کے ایک مرد کے گھر کے دروازے کے پاس بٹھایا اور میرا ارادہ یہ تھا کہ میں ان اونٹنیوں پر اذخر (گھاس) کو لاد کر لاؤں گا تا کہ میں اس گھاس کو فروخت کروں اور میرے ساتھ بنو قینقاع کا سنار تھا تا کہ میں اس گھاس کی قیمت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ پر مدد حاصل کروں اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب اس گھر میں ایک گانے والی کے ساتھ شراب پی رہے تھے۔ اس گانے والی نے یہ مصرع پڑھا: اٹھو! اے حمزہ! فربہ جوان اونٹنیوں کی طرف۔ تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر جوش میں ان اونٹنیوں کی طرف بڑھے اور ان کے کوہانوں پر وار کر کے ان کی کوکھوں کو چیر ڈالا، پھر ان کی کلیجیوں کو نکال لیا۔ ابن جریج نے کہا: میں نے ابن شہاب سے پوچھا: کیا ان کا کوہان بھی کاٹ لیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ ان کے دونوں کوہان کاٹ لیے اور ان کو لے گئے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یہ منظر دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا: اس وقت آپ کی مجلس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، میں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی، آپ وہاں سے نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ بھی تھے، میں آپ کے ساتھ گیا، آپ حضرت حمزہ کے پاس گئے، آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت حمزہ نے آپ کی طرف نظر اٹھا کر کہا: تم سب میرے باپ، دادا کے غلام ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے الٹے پاؤں واپس آگئے۔ یہ واقعہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۹۳، صحیح مسلم: ۱۹۷۹، سنن ابوداؤد: ۲۹۸۶، مسند احمد: ۱۲۰۴)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ کے پاس گئے اور آپ نے ان سے اظہار ناراضگی فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نشہ میں ہو، اگر اس کو ملامت کا شعور ہو تو اس کو ملامت کرنی چاہیے۔

حضرت حمزہ نے حضرت علی کی دو اونٹنیاں کاٹ کر تلف کر دی تھیں، ان اونٹنیوں کا تاوان حضرت حمزہ پر آتا تھا لیکن حضرت علی نے حضرت حمزہ سے قرابت کی بناء پر تاوان نہیں لیا حالانکہ حضرت علی کو اس وقت رقم کی ضرورت تھی کیونکہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کا ولیمہ کرنا تھا، یہ ان کے عمدہ اخلاق اور کریمانہ خصائل کا ثمرہ تھا۔ (میں کہتا ہوں کہ یہ ان کا اپنے بزرگوں سے ادب کا ثبوت ہے۔ سعیدی غفرلہ) اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام نے غزوۂ احد کے دن صبح کو شراب پی اور اسی دن شہید ہو گئے اور اس حدیث کی وجہ سے یہ ثابت ہے کہ غزوۂ احد کے بعد شراب کو حرام قرار دیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

اس تعلیق سے حافظ ابن حجر کا یہ استدلال کہ حالت نشہ میں طلاق واقع نہیں ہوتی، اس پر علامہ المہلب مالکی کا اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر نہایت قوی دلیل ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو تو حالت نشہ میں اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس وقت شراب کا پینا مباح تھا، انہوں نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شراب کے نشہ میں مرد جو کچھ کہے اس کا حکم ساقط ہو جاتا ہے، انہوں نے کہا کہ اس قصہ کے سبب سے شراب نوشی کو حرام کر دیا گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں کہ علامہ المہلب مالکی کے قول پر یہ اعتراض ہے کہ اس قصہ سے صرف اس وجہ سے استدلال ہے کہ شرابی سے حالت نشہ میں جو کلمات صادر ہوں ان سے اس پر مواخذہ نہیں ہوتا اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس وقت شراب کا پینا مباح ہو یا نہ ہو اور علامہ المہلب مالکی کے قول پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ان کا یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ ان شراب پینے والوں کی وجہ سے شراب کو حرام قرار دیا گیا کیونکہ ان شراب پینے والوں کا قصہ بالاتفاق غزوۂ احد سے پہلے کا ہے کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے اور یہ واقعہ غزوہ بدر اور غزوۂ احد کے درمیانی عرصہ کا ہے جب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کیا تھا اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے غزوۂ احد کے دن صبح کو شراب پی اور پھر وہ اسی دن شہید ہو گئے۔ سو اس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ غزوۂ احد کے بعد شراب کو حرام کیا گیا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مجنون میں بھی عقل ہوتی ہے الا یہ کہ یہ ثابت ہو کہ نشہ سے اس کی عقل زائل ہو چکی ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم کو جنون ہے؟''

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے: کیا تم پر بعض اوقات میں جنون طاری ہوتا ہے؟ اور اگر آپ کی مراد یہ ہوتی کہ تم پر ہمیشہ جنون ہوتا ہے تو آپ کے اس ارشاد پر وثوق نہ ہوتا کہ اس پر جنون ہے، اس ارشاد کا صرف یہ معنی ہے کہ کیا تم پر اس وقت کے علاوہ میں جنون ہوتا ہے، لہٰذا تم نے جو کہا ہے کہ میں نے زنا کیا ہے تو یہ جنون کے وقت میں کہا ہے اور آپ نے ایسے شبہ کو طلب کیا جس سے حد ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ مجنون کے معاملہ کو اس کی عقل نہ ہونے کے وقت میں اور جنون کے وقت فساد مقاصد کی صورت میں محمول کیا جاتا ہے اور سکران یعنی نشہ میں مبتلا شخص میں اصل یہ ہے کہ اس میں عقل ہو اور نشہ صرف اس کی عقل پر طاری ہوتا ہے، پس ایسے شخص سے جو کلام صادر ہو اس کو اس کی اصل عقل پر محمول کیا جائے گا حتیٰ کہ یہ ثابت ہو جائے کہ اس وقت اس کی عقل نہیں تھی۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

سکران کی طلاق واقع ہونے کے متعلق امام بخاری کی تعلیقات میں مذکور احادیث

وَقَالَ عُثْمَانُ لَيْسَ لِمَجْنُونٍ وَلَا لِسَكْرَانَ طَلَاقٌ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نہ مجنون کی طلاق ہوتی ہے اور نہ سکران (نشہ میں مدہوش) کی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۵۹)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس چھٹی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ الزہری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالت نشہ میں طلاق دے دی، پس عمر بن عبدالعزیز کی رائے ہماری رائے کے موافق تھی کہ اس شرابی پر کوڑے لگائے جائیں اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دی جائے حتیٰ کہ ان کو ابان بن عثمان نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجنون پر طلاق نہیں ہوتی اور نہ نشہ میں مدہوش پر طلاق ہوتی ہے، تب عمر بن عبدالعزیز نے اپنے علماء سے کہا کہ تم مجھے اس کی بیوی کے درمیان تفریق کا حکم دیتے ہو اور یہ یعنی ابان بن عثمان مجھے اس کے خلاف حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرتے ہیں، پھر انہوں نے اس شرابی کی بیوی اس کی طرف واپس کر دی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۵)

امام بخاری نے یہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اثر بیان کیا ہے۔ (فتح الباری، ج ۶ ص ۶۳ ۴ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَلَاقُ السَّكْرَانِ وَالْمُسْتَكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سکران اور مکرہ کی طلاق جائز نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۰۸، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۸۶، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۵۸)

سکران (جو نشہ میں مدہوش ہو) کی طلاق کا واقع نہ ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس ساتویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تعلیق کو اس حدیث کی تائید اور تقویت میں لکھا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حالت نشہ میں ان سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلمات کہے تھے اور ان دونوں حدیثوں سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ حالت نشہ میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

نیز ابوالشعثاء، عطاء، طاؤس، عکرمہ، القاسم اور عمر بن عبدالعزیز کا بھی یہی موقف ہے کہ نشہ میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ امام ابن ابی شیبہ نے ان فقہاء تابعین کے اقوال کی اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۶۔۱۸۲۷۷)

سکران کی طلاق کے عدم وقوع کے متعلق فقہاء تابعین کے اقوال

اور ربیعہ، اللیث، اسحاق اور المزنی کا بھی یہی قول ہے اور امام الطحاوی کا بھی یہی مختار ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ المعتوہ (کم عقل) کی طلاق واقع نہیں ہوتی، امام طحاوی نے کہا کہ سکران بھی اپنے نشہ کی وجہ سے المعتوہ (کم عقل) ہے۔

سکران کی طلاق کے وقوع کے متعلق فقہاء تابعین کے اقوال

سکران کی طلاق کے وقوع کے متعلق کثیر فقہاء تابعین کا قول ہے مثلاً سعید بن المسیب، حسن بصری، ابراہیم النخعی، الزہری اور

الشعبی، امام اوزاعی اور الثوری اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اس مسئلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں: ان دونوں میں صحیح قول یہ ہے کہ سکران کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اس میں امام احمد بن حنبل کا قول مخالف ہے لیکن اس کی ترجیح بالعکس ہے۔

سکران کی حد نشہ

علامہ ابن المرابط نے کہا ہے کہ جب ہم کو یہ یقین ہو کہ سکران کی عقل زائل ہو چکی ہے تو اس کی دی ہوئی طلاق لازم نہیں ہوگی ورنہ لازم ہوگی، اور اللہ تعالیٰ نے نشہ کی جس حد سے نماز کو باطل فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ حالت نشہ میں اس کو علم نہ ہو کہ اس نے کیا کہا ہے۔ اور یہ تفصیل ان فقہاء کے خلاف نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ شرابی کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

جن فقہاء کے نزدیک سکران کی طلاق واقع ہو جاتی ہے ان کی دلیل

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ سکران کی طلاق مطلقاً واقع ہو جاتی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ شرابی شراب پینے کی وجہ سے گناہ گار ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کا خطاب زائل نہیں ہوا اور نہ اس سے گناہ زائل ہوا کیونکہ اس نے نشہ کی حالت میں جو نمازیں پڑھی ہیں اسے ان کی قضا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے، اسی طرح ان عبادات کی قضاء کا حکم دیا جاتا ہے جو اس پر حالت نشہ سے پہلے یا حالت نشہ میں واجب ہوئی تھیں۔

دلیل مذکور کا امام طحاوی کی طرف سے جواب

اور امام طحاوی نے یہ جواب دیا ہے کہ جو بے عقل ہو اس کے احکام مختلف نہیں ہوتے خواہ اس کی عقل کا نہ ہونا اس کی اپنی وجہ سے ہو یا کسی اور کی وجہ سے ہو کیونکہ جو شخص نماز میں قیام سے عاجز ہو تو اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس کا عجز اللہ کی جانب سے ہو یا اس کی اپنی طرف سے ہو مثلاً کوئی شخص اپنی ٹانگ خود توڑ دے تو اس سے قیام کا فرض ساقط ہو جائے گا، اس دلیل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قیام کا بدل قعود ہے، سو دونوں صورتوں میں فرق ہے۔

اور علامہ ابن المنذر نے اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ جو مرد سویا ہوا ہو اور اس سے نماز رہ جائے تو اس پر نماز کی قضا کرنی واجب ہے اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی، پس ان دونوں صورتوں میں فرق ہے اور علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ جو شخص نشہ کی وجہ سے بے عقل ہو اور جس شخص کی عقل کے اوپر نشہ طاری ہو جب بھی اس مرد سے ایسا کلام صادر ہو جس کا کوئی مفہوم ہو تو وہ اصل پر محمول ہوگا یعنی اس کے کلام کا اعتبار کیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی عقل کا زائل ہونا ثابت ہو جائے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۴۔ ۴۶۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کی طرف سے ساتویں تعلیق کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ از ہشیم از عبداللہ بن طلحہ الخزاعی از ابی یزید المدینی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ سکران کی اور مغلوب العقل کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۸۲) (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

سکران کی طلاق کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ سکران کی تعلیق کے متعلق فقہاء احناف کا موقف بیان کرتے ہیں:

Marfat.com

اور رہا سکران تو جب وہ اپنی بیوی کو طلاق دے تو اگر اس کا نشہ کسی حرام سبب سے ہو بایں طور کہ اس نے خمر (انگور کی شراب) کو پیا ہو یا خوشی سے نبیذ کو پیا ہو حتیٰ کہ اس کو نشہ آ گیا اور اس کی عقل زائل ہو گئی تو جمہور فقہاء اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس کی طلاق واقع ہو جائے گی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کی طلاق واقع نہیں ہو گی، امام طحاوی اور امام کرخی نے اسی روایت سے استدلال کیا ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

ان کے قول کی دلیل یہ ہے کہ سکران کی عقل زائل ہو گئی اور تصرف کی اہلیت کی شرائط میں سے عقل ہے، یہی وجہ ہے کہ مجنون اور نا سمجھ بچے کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اور جس کی عقل بھنگ یا کسی دواء سے زائل ہوئی ہو تو اس کا بھی یہ حکم ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ان لوگوں کا مرتد ہونا صحیح نہیں ہے، پس ان کی طلاق بہ طریق اولیٰ صحیح نہیں ہو گی۔

سکران کی طلاق کے وقوع پر فقہاء احناف کا قرآن مجید سے استدلال

اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ شَيۡـًٔا اِلَّاۤ اَنۡ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا ۚ وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ۔ (البقرہ: ۲۳۰۔۲۲۹)

دو بار طلاق دینے کے بعد یا تو دستور کے مطابق روک لینا ہے، یا اس کو حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، اور تمہارے لیے اس (مہر یا ہبہ) سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جو تم ان کو دے چکے ہو، مگر جب دونوں فریقوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں، سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدل خلع دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرو اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں ○ پھر اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہے یہاں تک کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً یہ فرمایا ہے کہ جو مرد اپنی بیوی کو دو یا تین طلاقیں دے گا تو اس کی دی ہوئی طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اس قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا کہ وہ حالت عقل میں طلاق دے گا تو اس کی طلاق واقع ہو گی اور اگر اس نے حالت نشہ میں طلاق دی تو اس کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

سکران کی طلاق کے وقوع پر فقہاء احناف کا احادیث سے استدلال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر طلاق جائز ہے سوائے معتوہ کی طلاق کے جس کی عقل مغلوب ہو''۔ (سنن ترمذی: ۱۱۹۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ فرماتے ہیں: اس حدیث پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل علم اصحاب اور دیگر کا عمل ہے کہ معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی مگر یہ کہ جب اس کو افاقہ ہو اور وہ حالت افاقہ میں طلاق دے تو اس کی طلاق

Marfat.com

واقع ہوجاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مردوں سے قلم تکلیف اٹھالیا گیا ہے، (۱) سوئے ہوئے شخص سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہوجائے (۲) بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہوجائے (۳) مجنون سے حتیٰ کہ وہ صاحب عقل ہوجائے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۹۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱، مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۱، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۵۶، سنن دارمی: ۲۲۹۶، صحیح ابن حبان: ۱۴۲، سنن بیہقی ج ۶ ص ۸۴)

ان احادیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف المعتوہ (مغلوب العقل) بچے، سوئے ہوئے شخص اور مجنون کے متعلق فرمایا ہے کہ ان کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اگر شرابی اور نشہ میں مدہوش شخص کی طلاق بھی واقع نہ ہوتی تو آپ اس کا حکم بھی بیان فرمادیتے، سو ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر شرابی حالت نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس کی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

شرابی کی حالت نشہ میں دی ہوئی طلاق کے وقوع پر عقلی دلیل

نشے میں مدہوش شخص کی عقل جس سبب سے زائل ہوئی ہے وہ معصیت اور گناہ ہے، لہٰذا زجراً اس کی بیوی پر طلاق واقع کردی جائے گی اور یہ اس کے ارتکاب معصیت کی سزا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر وہ حالت نشہ میں کسی شریف انسان پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف لگائی جائے گی یا اگر وہ حالت نشہ میں کسی عورت کے ساتھ زنا کرے تو اس پر حد زنا لگائی جائے گی اور شراب پینے پر اسے اسی کوڑے کی حد لگائی جائے گی اور اگر وہ حالت نشہ میں کسی کو قتل کردے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور حد اور قصاص غیر عاقل پر واجب نہیں ہوتیں اور یہ اس کی دلیل ہے کہ شرابی کی عقل قائم ہے اور جب کسی معصیت کی وجہ سے عقل زائل ہوجائے تو اس کو عاقل کے قائم مقام کیا جاتا ہے مثلاً کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کردے تو اس کو مورث کی وراثت سے محروم کردیا جائے گا اور یہ حکم زجر وتوبیخ کی بنا پر ہے، اس کے برخلاف جب اس کی عقل بھنگ پینے سے یا کسی دواء سے زائل ہوجائے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس کی عقل کسی معصیت کے سبب سے زائل نہیں ہوئی ہے۔ ہاں! سکران کا مرتد ہونا استحساناً صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی عقل تقدیراً باقی ہے اور اس کو زجر وتوبیخ کی حاجت نہیں ہے اور ارتداد کا وجود عام نہیں ہے اس لیے اس کی عقل کو تقدیراً باقی رکھنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اس لیے کہ اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا، اسی وجہ سے اگر کافر کو جبراً مسلمان کیا جائے تو اس کے اسلام کا حکم کیا جائے اور اگر مسلمان سے جبراً کلمہ کفر کہلوایا جائے اور اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل جائے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا جب کہ اس کا دل ایمان اور اسلام پر مطمئن ہو۔

کسی مباح چیز کے کھانے کی وجہ سے حالت نشہ کا حکم

جب سکران کا نشہ کسی مباح چیز کے سبب سے ہو لیکن اس سے اس کو لذت حاصل ہوئی ہو تو فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی طلاق بھی واقع ہوجائے گی کیونکہ اس کی عقل لذت کے سبب سے زائل ہوئی ہے۔

شراب کے علاوہ دیگر چیزوں کے کھانے یا پینے سے نشہ میں دی ہوئی طلاق کا حکم

امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہے: جس شخص نے بھنگ پی اور اس کی عقل زائل نہیں ہوئی لیکن اس کے سر میں درد ہوگیا اور سر درد کی وجہ سے اس کی عقل زائل ہوگئی تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس کی عقل نہ کسی معصیت کی وجہ سے زائل ہوئی ہے نہ لذت کی وجہ سے۔ اسی طرح جب کسی شخص نے بھنگ پی یا نشہ آور دواء پی جس سے اس کی عقل زائل ہوگئی (مثلاً چرس پی، افیون کھائی، مین پوری کھائی، جیم (J-M) کھائی، ماوا کھایا، گٹکا کھایا یا ون ٹو ون کھایا یا راج گرو کھایا یا ستی کھائی یا اسی طرح کی دیگر اس دور کی مروجہ

نشہ آور چیزیں کھائیں) تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی خواہ اس کی عقل زائل ہو جائے۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۴ ص ۲۱۴۔ ۲۱۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ) میں کہتا ہوں کہ نسوار اور تمباکو والے پان سے بھی شروع استعمال میں چکر آتے ہیں اور سر میں بھی درد ہوتا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

خمر (انگور کی شراب) کے نشہ سے وقوع طلاق کے متعلق فقہاء احناف کے مذہب کی تفصیل

علامہ برہان الدین ابوالمعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

علامہ ابوالحسین احمد بن محمد القدوری البغدادی الحنفی المتوفی ۴۲۸ھ نے لکھا ہے: سکران جب خمر یا نبیذ پی کر حالت نشہ میں طلاق دے تو اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور یہی ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کا مذہب ہے، اور ابوالحسن الکرخی کا مختار یہ ہے کہ سکران کی طلاق نہیں ہوتی اور یہی امام طحاوی کا موقف ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

اور اگر کسی مرد کو ضرورت کے وقت شراب پینے پر مجبور کیا گیا، سو اس کی عقل چلی گئی اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی، ہشام نے از امام محمد رحمہ اللہ اس کی روایت کی ہے اور اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس کی عقل صرف لذت کی وجہ سے گئی ہے، امام محمد نے کہا: اگر اس کی عقل کسی ایسی دواء کے استعمال سے گئی جس میں لذت نہیں تھی اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح اگر اس نے بھنگ پی اور اس کی عقل چلی گئی سو اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

عبدالعزیز الترمذی نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ سے اس مرد کے متعلق سوال کیا جس نے بھنگ پی اور وہ بھنگ اس کے دماغ تک چڑھ گئی اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو امام ابو حنیفہ نے کہا: اگر بھنگ پیتے وقت اس کو علم تھا کہ وہ کون ہے تو اس کی بیوی کو طلاق ہوگی اور اگر بھنگ پیتے وقت اس کو علم نہیں تھا کہ وہ کون ہے تو اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی، اور اگر اس نے نبیذ کو پیا اور اس سے اس کی عقل زائل نہیں ہوئی لیکن بھنگ اس کے موافق نہیں آئی، سو اس کے سر میں درد ہو گیا اور سر درد کی وجہ سے اگر اس نے کسی ایسی شراب کو پیا جو دانوں سے (یعنی گندم، جو یا جوار سے) یا شہد سے بنائی گئی ہو، سو اس کو نشہ آ گیا اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

مصنف کے نزدیک موجودہ دور کی شرابوں سے حالت نشہ میں بیوی کو طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی

کیونکہ یہ شرابیں خمر نہیں ہیں جو کہ انگور کے شیرہ سے بنائی جاتی ہے اور صرف خمر ہی مطلقاً حرام ہے اور باقی شرابیں مطلقاً حرام نہیں ہیں۔ یہ شرابیں اس وقت حرام ہیں جب ان کو اتنی مقدار میں پیا جائے جس سے نشہ ہو جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حتی الامکان احتیاط سے کام لیتے ہیں اور طلاق واقع کرنے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مبغوض چیز طلاق ہے، اس زمانہ میں جو شرابیں بنائی جاتی ہیں وہ الکوحل سے تیار کی جاتی ہیں اور الکوحل، شہد، شیرہ، مختلف دانوں، جو، اناناس، گندم، ادرک اور دیگر نشاستہ دار اجزا سے تیار کی جاتی ہے۔ اس نشاستہ میں پانی شامل کر کے اسے جوش دیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ رقیق کرتے ہیں، پھر اس میں مختلف کیمیکلز شامل کرتے ہیں جس کے بعد یہ مرکب ایک مرتبہ میں الکوحل بن جاتا ہے اور اس کی ایک خاص مقدار نشہ آور ہوتی ہے، اسی طرح اسپرٹ بھی ایک مقدار میں نشہ دیتی ہے اور قلیل مقدار میں الکوحل نشہ دیتی ہے نہ اسپرٹ۔ اس کے بر خلاف امام محمد کے نزدیک خمر کے علاوہ جس شراب کے پینے سے بھی نشہ ہو اور وہ حالت نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس کی طلاق

Marfat.com

واقع ہو جاتی ہے۔ (میں کہتا ہوں: امام محمد کا قول حرمت شراب میں احتیاط پر مبنی ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول عورت کو طلاق سے بچانے پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق ہے، نیز امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول ان ظاہر احادیث اور آثار کے بھی موافق ہے جن میں یہ تصریح ہے کہ سکران کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور اسی کے مطابق امام طحاوی اور امام کرخی کا فتویٰ ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے اور اس زمانہ کی شرابیں خمر نہیں ہیں، اسی لیے مصنف کی تحقیق یہی ہے کہ اس دور میں جو شخص شراب کے نشے میں اپنی بیوی کو طلاق دے گا تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ سعیدی غفرلہ)

(المحیط البرہانی ج ۴ ص ۳۹۲۔۳۹۱، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حالت نشہ میں وقوع طلاق کے متعلق صدر الشریعہ کا فتویٰ

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی متوفی ۱۳۶۷ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

نشہ والے نے طلاق دی تو واقع ہو جائے گی کہ یہ عاقل کے حکم میں ہے اور نشہ خواہ شراب پینے سے ہو یا بھنگ وغیرہ کسی اور چیز، افیون کی پینک میں طلاق دے دی جب بھی واقع ہو جائے گی۔ (الدر المختار ج ۴ ص ۴۳۸۔۴۳۷)

کسی نے مجبور کر کے اسے نشہ پلا دیا یا حالت اضطرار میں مثلاً پیاس سے مر رہا تھا اور پانی نہ تھا اور نشہ میں طلاق دے دی تو صحیح یہ ہے کہ واقع نہ ہوگی۔ (الدر المختار ج ۴ ص ۴۳۳) (بہار شریعت حصہ ۸ ص ۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۶ھ، مجلس مدینۃ العلمیہ، ۱۴۳۰ھ)

حالت نشہ میں دی ہوئی طلاق کے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

نشہ کی طلاق واقع ہے اگرچہ ایقاع کو عقل ضرور اور نشہ اس کا مزیل مگر دانستہ اس کا ارتکاب خود اس کا قصور۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۲۲۸، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، ۱۴۱۸ھ)

موسوس کی طلاق کے متعلق امام بخاری کی تعلیق

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ لَا يَجُوزُ طَلَاقُ الْمُوَسْوِسِ۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: الموسوس کی طلاق جائز نہیں ہے۔

(اس تعلیق کی تخریج پر ہم مطلع نہیں ہو سکے۔ سعیدی غفرلہ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس آٹھویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی صاحب وسوسہ کی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ وسوسہ حدیث النفس ہے اور دل میں جو خیال آتا ہے یا جو بات آتی ہے اس پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۹۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا ترجمہ اور تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر بن عبس الجہنی، یہ جہینہ ابن زید بن سود بن اسلم بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔

حافظ ابو عمر بن عبد البر المالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے لکھا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر نے مصر میں رہائش اختیار کر لی تھی اور وہ مصر کے گورنر مقرر کیے گئے تھے اور انہوں نے وہاں پر گھر بنا لیا تھا اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں وفات پا گئے

Marfat.com

تھے۔(علامہ عینی فرماتے ہیں:) ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چوالیس (۴۴) ہجری میں مصر کا گورنر مقرر کیا تھا، پھر ان کو معزول کر کے مسلمہ بن مخلد کو ان کی جگہ گورنر مقرر کر دیا اور ان کا دمشق میں بھی گھر تھا، اور خلیفہ بن خیاط نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر جہنی کو جنگ نہروان میں قتل کر کے شہید کر دیا اور یہ اڑتیس (۳۸) ہجری کا واقعہ ہے۔ حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ خلیفہ بن خیاط کا یہ قول غلط ہے۔

علامہ الواقدی المتوفی ۲۰۷ ھ نے لکھا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصر منتقل ہو گئے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئے اور ان کو المقطم میں دفن کیا گیا۔

علامہ الکرمانی المتوفی ۷۸۶ ھ نے لکھا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی معزز صحابی ہیں۔ وہ بہت فصیح اللسان تھے اور انہوں نے دمشق کی فتح کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچائی تھی۔ وہ سات دنوں میں مدینہ پہنچ گئے اور وہاں سے ڈھائی دنوں میں شام پہنچ گئے۔

حضرت عقبہ بن عامر نے یہ کہا کہ موسوس کی طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ وسوسہ حدیث نفس ہے اور دل میں جو بات آتی ہے اس پر مواخذہ نہیں ہوتا۔(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ ھ حضرت عقبہ بن عامر کے متعلق لکھتے ہیں:

ان سے پچپن (۵۵) احادیث مروی ہیں جن میں سے سات (۷) احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور نو (۹) احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ ان سے حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں اور قیس بن ابی حازم اور بہت لوگ روایت کرتے ہیں۔ یہ حضرت امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے گورنر مقرر کیے گئے تھے اور انہی کی طرف سے جنگ صفین میں حاضر ہوئے تھے اور اٹھاون (۵۸) ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۲ ص ۲۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ ھ) (تہذیب الکمال ج ۲۰ ص ۲۰۲، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۴۲، تقریب التہذیب: ۴۶۵۷)

طلاق میں شرط کے متعلق امام بخاری کی تعلیق میں حدیث

وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا بَدَأَ بِالطَّلَاقِ فَلَهُ شَرْطُهُ۔ اور عطاء نے کہا: جب مرد نے طلاق دینے کی ابتداء کی تو اس کی شرط معتبر ہوگی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۱۲۷۵، سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۸۱)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ اس نویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی شرح تفصیل کے ساتھ "باب الشروط فی الطلاق" میں گزر چکی ہے۔ اور عطاء، سعید بن المسیب اور الحسن البصری کی تعلیقات بھی گزر چکی ہیں اور میں ان کی احادیث موصولہ بھی بیان کر چکا ہوں اور یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس مسئلہ میں کس نے ان کی مخالفت کی ہے۔(فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس نویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

عطاء سے مراد عطاء بن ابی رباح ہیں اور اس تعلیق کا معنی یہ ہے کہ جب کسی مرد نے ابتداءً طلاق دی تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس طلاق کو کسی شرط کے اوپر معلق کر دے اور یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی شرط کو مقدم ذکر کرے بلکہ اس کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ تم کو طلاق ہے، اگر تم گھر میں داخل ہوئی، اسی طرح اس کا یہ کہنا بھی جائز ہے کہ اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق ہے۔(عمدۃ القاری

Marfat.com

ج ۲۰ ص ۳۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ان بعض فقہاء کے قول کا بیان جنہوں نے عطاء بن ابی رباح کی مخالفت کی

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی التوفی ۱۴۲۱ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ جب مرد نے یہ کہا: جب سورج غروج ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہے، تو جب تک سورج غروب نہیں ہوگا تب تک اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی، لیکن جب اس نے کہا کہ میری بیوی کو طلاق ہے جب سورج غروب ہوگیا، سوبعض علماء نے یہ کہا کہ اس کی بیوی کو اسی وقت طلاق ہوجائے گی اور غروب شمس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور صحیح وہ بات ہے جو عطاء بن ابی رباح نے کہی ہے کہ ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

وضو، نماز اور طلاق میں وسوسہ کا حکم

مسئلہ: طہارت میں وسوسہ کا حکم واضح ہے لیکن طلاق میں وسوسہ کا حکم غیر واضح ہے یعنی اس کا معنی غیر مفہوم ہے۔

الجواب: نماز میں وسوسہ بھی غیر واضح ہے کیونکہ اس میں وسوسہ اس طرح ہے کہ آیا اس نے تکبیر تحریمہ کہی ہے یا نہیں کہی؟ حتیٰ کہ طلاق میں یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے یا نہیں دی۔ اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، حتیٰ کہ طہارت میں بھی کہا جاتا ہے کہ شیطان اس کو وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس نے وضو نہیں کیا، تو ہم کہیں گے کہ تم نماز پڑھو، اگر تم کو یہ خیال ہو کہ تم بغیر وضو کے نماز پڑھو گے تو تم اس وسوسہ کو چھوڑ دو اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کہہ کر نماز پڑھو۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۳۱، مکتبۃ الطبری القاہرہ، مصر، ۱۴۲۹ھ)

تعلیق سابق کے موافق امام بخاری کی دوسری تعلیق

وَقَالَ نَافِعٌ طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ إِنْ خَرَجَتْ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنْ خَرَجَتْ فَقَدْ بُتَّتْ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ تَخْرُجْ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ۔

اور نافع نے کہا: جب مرد نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی اگر وہ گھر سے نکلی، تو اس کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر وہ گھر سے نکلی تو اس کو طلاق بائن ہوجائے گی اور گھر سے نہیں نکلی تو اس کا یہ کلام لغو ہے۔

لفظ البتہ کی تحقیق اور حضرت ابن عمر کے اثر کی عطاء بن ابی رباح کے اثر کے ساتھ مناسبت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ دسویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

لفظ اَلْبَتَّہ مفعول مطلق ہے، علامہ کرمانی نے کہا کہ لفظ البتہ میں ہمزہ قطعی ہے، علماء نحو نے کہا: یہ چیز قیاس سے معزول ہے۔ الی آخرہ۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:) یہ کہنا کہ لفظ البتہ کے ہمزہ کا قطعی ہونا خلاف قیاس ہے درست نہیں کیونکہ لفظ اَلْبَتَّہ کا ہمزہ قطعی ہے اور اہل لغت نے کہا کہ البتہ کا معنی ہے: اَلْقَطْعُ اور البتہ کے ساتھ طلاق کے مسائل کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور جمہور نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کی موافقت کی ہے کہ شرط کو خواہ طلاق سے پہلے ذکر کیا جائے یا طلاق کے بعد ذکر کیا جائے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی سے معلوم ہوگیا کہ یہ تعلیق یعنی حضرت ابن عمر کا اثر عطاء کے اثر کے مناسب ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

تعلیق مذکور کی تسہیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس دسویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام نافع نے حضرت ابن عمر سے پوچھا: جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ یعنی طلاق بائن دی کہ اگر تم گھر سے نکلی تو تم کو طلاق البتہ ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے جواب میں فرمایا: اگر اس کی بیوی گھر سے نکلی تو اس پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر وہ گھر سے نہیں نکلی تو اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ طلاق شرط پر معلق ہے اور یہ اس وقت نافذ ہوگی جب شرط پائی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيمَنْ قَالَ إِنْ لَمْ أَفْعَلْ كَذَا وَكَذَا فَامْرَأَتِي طَالِقٌ ثَلَاثًا يُسْأَلُ عَمَّا قَالَ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهُ حِينَ حَلَفَ بِتِلْكَ الْيَمِينِ فَإِنْ سَمَّى أَجَلًا أَرَادَهُ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهُ حِينَ حَلَفَ جُعِلَ ذٰلِكَ فِي دِينِهِ وَأَمَانَتِهِ۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۲۶۴)

اور الزہری نے اس مرد کے متعلق کہا جس نے کہا: اگر میں نے فلاں فلاں کام نہیں کیا تو میری بیوی کو تین طلاقیں تو مرد سے اس کے قول کے متعلق سوال کیا جائے گا اور جس وقت اس نے طلاق کی قسم کھائی تھی تو اس کے دل میں کیا تھا، اگر اس مرد نے بیان کر دیا کہ اس کی مراد اتنی مدت تھی جس کا اس نے ارادہ کیا تھا اور اس وقت اس کے دل میں بھی یہی تھا تو اس قول کو اس کے دین اور اس کی امانت پر محمول کیا جائے گا۔

جب کسی مرد نے کسی کام کے کرنے پر اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھائی اور اس کام کا بیان نہیں کیا تو اس کام میں اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس گیارہویں تعلیق کے متعلق لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ دو مردوں نے کسی کام پر اپنی بیوی کو طلاق دینے اور اپنے غلام کو آزاد کرنے کی قسم کھائی اور اس کام میں دونوں کا اختلاف ہے اور ان دونوں میں سے کسی نے بھی اس کام کے اوپر گواہ قائم نہیں کیے تو پھر ان دونوں سے اس کام کے متعلق پوچھا جائے گا اور انہوں نے جو بھی جواب دیا اس کو ان کے دین اور ان کی امانت پر محمول کر دیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۲۰ ص ۴۶۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس گیارہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی محمد بن مسلم الزہری نے کہا: اور مسئلہ کی صورت ظاہر ہے کیونکہ یہ وہ تعلیق ہے جو شرط کے پائے جانے پر نافذ ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ إِنْ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي فِيكِ نِيَّتُهُ۔

ابراہیم نے کہا: اگر مرد نے کہا: مجھے تمہاری کوئی حاجت نہیں ہے تو اس قول میں اس کی نیت معتبر ہوگی۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۲۲۱، ۱۱۲۱۴، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۳۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۷۸)

جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا: مجھے تمہاری حاجت نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس بارہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یعنی اگر مرد نے اس قول سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو اس کو طلاق ہو جائے گی اور اگر اس نے طلاق دینے کا ارادہ نہیں کیا تو طلاق نہیں ہوگی۔ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا: مجھے تمہاری کوئی حاجت نہیں ہے تو اس قول میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۷۸)

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس بارہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ عینی نے اس تعلیق کی وہی شرح کی ہے جو حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی بیان کر چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَطَلَاقُ كُلِّ قَوْمٍ بِلِسَانِهِمْ۔ ہر قوم کی طلاق کے الفاظ میں ان کی نیت معتبر ہوگی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۵)

غیر عربی زبان میں طلاق کا حکم

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تیرہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ عجمی کی طلاق اس کی اپنی زبان میں جائز ہے اور سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ جب مرد نے فارسی زبان میں طلاق دی تو اس کو لازم ہوگی۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

فارسی اور ترکی زبان میں طلاق کے الفاظ کا حکم

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تیرہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ ہر قوم خواہ عربی ہو یا عجمی ہو ان کا اپنی زبانوں میں طلاق دینا جائز ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے از مغیرہ از ابراہیم روایت کی ہے کہ عجمی کا اپنی زبان میں طلاق دینا جائز ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۵)

صاحب المحیط نے کہا ہے: فارسی میں طلاق کے چار الفاظ متعارف ہیں: (۱) اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا: ''بہشتم ترا یا بہشتم ترا از زنی''۔ ابن رستم نے اپنی نوادر میں امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ بغیر نیت کے یہ الفاظ طلاق نہیں ہیں، کیونکہ ان کا معنی اس طرح ہے کہ میں نے تم کو خالی کر دیا اور اس لفظ سے بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوتی (۲) اگر اس نے کہا: ''بلہ کردم''، (۳) اگر اس نے کہا: ''پای کشادہ کردم'' تو ان الفاظ سے بغیر نیت کے طلاق رجعی واقع ہوگی (۴) اگر اس نے کہا: ''دست باز داشتم'' تو ایک قول یہ ہے کہ اس سے طلاق رجعی ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے طلاق بائن ہوگی اور اگر اس نے کہا: ''چہار راہ برتو کشادہ است''۔ تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوگی خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔ اور اگر اس نے ترکی زبان میں کہا: ''بوشادم سنی بر طلاق''، تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر اس نے کہا: ''ایکی طلاق'' تو اس سے دو طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر اس نے کہا: اوچ طلاق تو اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اردو زبان میں طلاق کے الفاظ کے متعلق صدر الشریعہ کا فتویٰ

مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی سنی حنفی المتوفی ۱۳۶۷ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

مسئلہ: طلاغ، تلاغ، طلاک، تلاک، تلاکھ، تلاکھ، تلاخ، طلاخ، تلاق، طلاق، بلکہ توتلے کی زبان سے تلات، یہ سب صریح کے الفاظ ہیں۔ ان سب سے ایک طلاق رجعی ہوگی اگرچہ نیت نہ ہو یا اگرچہ نیت کچھ اور ہو۔ (الدرالمختار ج ۴ ص ۴۴۴)

مسئلہ: اردو میں یہ لفظ کہ میں نے تجھے چھوڑا صریح ہے، اس سے ایک طلاق رجعی ہوگی، کچھ نیت ہو یا نہ ہو، یوہیں یہ لفظ کہ میں نے فارغ خطی یا فارکھتی دی صریح ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۵۶۰۔۵۵۹)

مسئلہ: لفظ طلاق غلط طور پر ادا کرنے میں عالم اور جاہل برابر ہیں بہرحال ادا ہو جائے گی اگرچہ وہ کہے کہ میں نے دھمکانے کے لیے غلط طور پر ادا کیا طلاق مقصود نہ تھی ورنہ صحیح طور پر بولتا۔ ہاں! اگر لوگوں سے پہلے کہہ دیا تھا کہ دھمکانے کے لیے غلط طور پر ادا کیا تو طلاق مقصود نہ ہوگی، اب اس کا کہا مان لیا جائے گا۔ (الدرالمختار ج ۴ ص ۴۴۶)

مسئلہ: عورت کو طلاق نہیں دی مگر لوگوں سے کہتا ہے کہ میں طلاق دے آیا تو قضاءً ہو جائے گی اور دیانۃً نہیں اور اگر ایک طلاق دی ہے اور لوگوں سے کہتا ہے کہ تین دی ہیں تو دیانۃً ایک ہوگی اور قضاءً تین، اگرچہ کہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا۔ (فتاویٰ خیریہ ص ۳۸)

مسئلہ: عورت سے کہا: اے مطلقہ! اے طلاق دی گئی! اے طلاقن! اے طلاق شدہ! اے طلاق یافتہ! اے طلاق کردہ! طلاق ہو گئی اگرچہ کہے: میرا مقصود گالی دینا تھا طلاق دینا نہ تھا۔ اور اگر یہ کہے کہ میرا مقصود یہ تھا کہ وہ پہلے شوہر کی مطلقہ ہے اور حقیقت میں وہ ایسی ہی ہے یعنی شوہر اول کی مطلقہ ہے تو دیانۃً اس کا قول مان لیا جائے گا اور اگر وہ عورت پہلے کسی کی منکوحہ تھی ہی نہیں یا تھی مگر اس نے طلاق نہ دی تھی بلکہ مر گیا ہو تو یہ تاویل نہیں مانی جائے گی۔ یوہیں اگر کہا کہ تیرے شوہر نے تجھے طلاق دی تو بھی یہی حکم ہے۔
(ردالمحتار ج ۴ ص ۴۴۹)

مسئلہ: عورت سے کہا: تجھے طلاق دیتا ہوں یا کہا کہ تو مطلقہ ہو جا تو طلاق ہو گئی۔ (ردالمحتار) مگر یہ لفظ کہ طلاق دیتا ہوں یا چھوڑتا ہوں اس کے یہ معنی لیے کہ طلاق دینا چاہتا ہوں یا چھوڑنا چاہتا ہوں تو دیانۃً طلاق واقع نہ ہوگی قضاءً ہو جائے گی اور اگر یہ لفظ کہا کہ چھوڑے دیتا ہوں تو طلاق نہ ہوئی کہ یہ لفظ قصد و ارادہ کے لیے ہے۔

مسئلہ: تجھ پر طلاق، تجھے طلاق، تو طلاق ہے تو طلاق ہو گئی، طلاق ہو جا، طلاق لے، باہر جاتی تھی کہا: طلاق لے جا، اپنی طلاق اوڑھ اور روانہ ہو، میں نے تیری طلاق تیرے آنچل میں باندھ دی، جا تجھ پر طلاق۔ ان سب میں ایک طلاق رجعی ہوگی اور اگر فقط جا بہ نیت طلاق کہتا تو بائن ہوتی۔ (خانیہ، عالمگیری وغیرہما الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ ص ۶۰۷)

مسئلہ: عورت کو کہا: میں نے تجھے چھوڑا اور کہتا ہے: میرا مقصود یہ تھا کہ بندھی ہوئی تھی، اس کی بندش کھول دی یا مقید تھی اب چھوڑ دی تو یہ تاویل سنی نہ جائے گی۔ ہاں! اگر تصریح کر دی کہ تجھے قید یا بندش سے چھوڑا تو قول مان لیا جائے گا۔ (الدرالمختار ج ۴ ص ۴۴۹)

مسئلہ: اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو ایک بائن طلاق ہوگی اگرچہ نیت نہ کی ہو اور اگر وہ اس کی عورت نہ ہو تو یمین (قسم) ہے۔ حانث ہونے پر کفارہ واجب ہے۔ یوہیں اگر یہ کہا: میں تجھ پر حرام ہوں اور طلاق کی نیت کی تو واقع ہو گئی، اور اگر صرف یہ کہا کہ میں حرام ہوں تو واقع نہ ہوگی۔ (الدرالمختار ج ۴ ص ۴۵۲۔۴۵۰)

(بہار شریعت حصہ ۸ ص ۱۰۔۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۶ھ، مجلس المدینۃ العلمیہ، ۱۴۳۰ھ)

اردو زبان میں طلاق کے الفاظ کے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز متوفی ۱۳۴۰ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

Marfat.com

دارالاسلام میں جہل عذر نہیں، اور یہیں سے واضح ہوا کہ اگر ہمارے بلاد میں کوئی جاہل سا جاہل اپنی غیر مدخولہ عورت سے کہے: تجھ پر طلاق ہے، عورت فوراً نکاح سے باہر ہو جائے گی اور بے حاجت عدت اسے اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے نکاح کر لے اور اس کا یہ مسئلہ نہ جاننا کہ غیر مدخولہ مطلقاً ہر طلاق سے بائن ہو جاتی ہے اسے مفید نہ ہوگا، کسی ناخواندہ ہندی یا بنگالی کو سکھائے کہ اپنی عورت سے کہہ: ترا انزنی بهشتم (تجھ کو زوجیت سے نکال دیا) یا طلقتك فالحقی باهلك (میں نے تجھے طلاق دے دی ہے تو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا) اور وہ نہ جانے کہ یہ کلمات طلاق کے ہیں عند اللہ طلاق نہ ہوگی کہ یہ جہل بالحکم، جہل باللسان سے ناشی ہوا اور جہل باللسان تقصیر نہیں، فارسی سیکھنا اصلاً اور عربی سیکھنا ہر شخص پر فرض نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ کمال الدین محقق ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے تحریر فرمایا: یہ ضروری ہے کہ جب مرد لفظ طلاق کے ساتھ خطاب کرے تو وہ اس کے معنی کو جانتا ہو۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۱، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ علاؤ الدین محمد بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: مرد نے طلاق کا لفظ کہا اور وہ اس کا معنی نہیں جانتا تھا یا غفلت سے یا بھول کر طلاق کے الفاظ غلط طور پر ادا کیے تو قضاءً طلاق ہو جائے گی، اس کے برخلاف اگر اس نے مذاق سے یا مشغلہ کے طور پر طلاق کے الفاظ کہے تو قضاءً اور دیانۃً طلاق ہو جائے گی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق میں بھی طلاق کو سنجیدگی کے مساوی قرار دیا ہے۔ (الدر المختار ج ۱ ص ۲۱۷، مطبع مجتبائی، دہلی)

حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردری الحنفی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

کسی عورت کو عربی میں یہ کہلایا گیا: زوجت نفسی من فلان (میں نے اپنے نفس کا فلاں شخص سے نکاح کر دیا) جب کہ عورت کو ان الفاظ کا معنی معلوم نہیں تھا۔ اس کے بعد اس فلاں شخص نے جواب میں کہا: قبلت (میں نے قبول کیا) تو نکاح صحیح ہوگا خواہ گواہوں کو ان الفاظ کا معنی معلوم ہو یا نہ ہو، اسی پر فتویٰ ہے۔ اور مسئلہ طلاق کا بھی یہی حکم ہے اور شمس الاسلام اوزجندی نے فرمایا: طلاق نہ ہوگی کیونکہ صورت مذکورہ میں مرد طوطے کی مثل ہے۔ (فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۱۰۹، المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق، مصر المحمیہ، ۱۳۱۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر دو گواہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ عقد نکاح ہے تو مطلقاً نکاح نہ ہوا اگرچہ زن و مرد خوب سمجھتے ہوں اور انشاء نکاح کا ہی قصد رکھتے ہوں اور اگر دو گواہ اس قدر سمجھ لیے اگرچہ تفسیر الفاظ نہ جانتے ہوں تو اگر عاقدین بھی اتنا جانتے ہوں کہ ان الفاظ سے نکاح ہو جاتا ہے تو بالاجماع نکاح ہو جائے گا اگرچہ اس زبان سے دونوں، وہ اور گواہ سب ناآشنا ہوں اور اگر عاقدین میں دونوں یا ایک کو معلوم نہ تھا کہ یہ الفاظ نکاح ہیں تو جہاں احکام اسلام کا چرچا نہیں وہاں یہ جہل عذر ہے اور جہاں چرچا ہے اور وہ الفاظ کسی غیر زبان کے نہ تھے جس سے اسے آگاہی نہ ہو تو نکاح ہو جائے گا اور یہ عذر مسموع نہیں اور اگر غیر زبان کے تھے اور فی الواقع اس نے اسے عقد نہ سمجھا تو عند اللہ نکاح نہ ہوگا، رہا قاضی تو اسے نظر کامل چاہیے، اگر ظاہر ہو کہ واقعی فریب کیا گیا اور دھوکا دیا گیا تو بطلان نکاح کا حکم دے ورنہ صحت کا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۲۲۵-۲۲۹ ملخصاً وملتقطاً ومخرجاً، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، ۱۴۱۸ھ)

وَقَالَ قَتَادَةُ إِذَا قَالَ إِذَا حَمَلْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا يَغْشَاهَا عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ مَرَّةً فَإِنِ اسْتَبَانَ حَمْلُهَا فَقَدْ بَانَتْ مِنْهُ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۳)

اور قتادہ نے بیان کیا: جب مرد نے اپنی بیوی سے کہا: جب تو حاملہ ہوگئی تو تجھ کو تین طلاقیں ہوں گی اور وہ ہر طہر میں ایک مرتبہ اس سے جماع کرتا ہے، پس اگر اس کا حمل ظاہر ہو گیا تو اس کی بیوی اس سے بائنہ ہو جائے گی۔

جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو حاملہ ہوئی تو تجھے طلاق ہے، اس مسئلہ میں اختلاف فقہاء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس چودہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اثر کی امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ وہ ہر طہر میں اس سے ایک مرتبہ جماع کرتا ہے، پھر دوسرے طہر تک رکا رہتا ہے۔

محمد بن سیرین نے کہا ہے: وہ اس سے جماع کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ حاملہ ہو جاتی ہے، جمہور کا بھی یہی قول ہے۔ اس مسئلہ میں امام مالک کی روایت مختلف ہے، ابن القاسم کی روایت میں مذکور ہے کہ اگر اس نے طلاق معلق کرنے کے بعد ایک مرتبہ اس سے جماع کیا تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی خواہ اس کا حمل ظاہر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، اور اگر اس نے اپنی بیوی سے اس طہر میں جماع کیا جس میں اس نے وطی کے بعد یہ کہا تھا تو اس پر اسی وقت طلاق واقع ہو جائے گی، امام طحاوی نے اس پر تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس صورت میں اس وقت طلاق واقع ہوگی جب شرط متحقق ہوگی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

تعلیق مذکور کی تسہیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس چودہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی قتادہ بن دعامہ نے بیان کیا: جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا: جب تو حاملہ ہوگی تو تجھ کو تین طلاقیں ہوں گی اور وہ ہر طہر میں اپنی بیوی سے صرف ایک مرتبہ جماع کرتا ہے نہ کہ دو مرتبہ، اس احتمال کی وجہ سے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے جماع سے ہی حاملہ ہو گئی ہو، پس اس سے اس پر طلاق ہو جائے گی اور محمد بن سیرین نے کہا: وہ اس سے جماع کرتا رہے حتیٰ کہ وہ حاملہ ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۱-۳۶۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا قَالَ الْحَقِي بِأَهْلِكِ نِيَّتُهُ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۷۸)

اور حسن بصری نے بیان کیا: جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تم اپنے گھر والوں کے ساتھ جا ملو، سو اس قول میں اس کی نیت کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

کنایات طلاق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس پندرہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی امام عبد الرزاق نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے اور اس کا خلاصہ یہی ہے کہ اس قول میں اس کی نیت پر عمل کیا جائے گا اور دوسری سند کے ساتھ امام ابن ابی شیبہ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا: نکل جا اپنے رحم کو صاف کر، چلی جا مجھے تیری کوئی حاجت نہیں ہے تو اگر اس نے اس قول سے طلاق کی نیت کی تو اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس پندرہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حسن بصری نے کہا: جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تو اپنے گھر والوں کے ساتھ مل جا تو اس قول میں اس کی نیت پر عمل کیا جائے گا۔ یہ الفاظ کنایات طلاق سے ہیں، اگر ان الفاظ سے اس نے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

کنایات طلاق کے متعلق صدر الشریعہ کی تحقیق

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی حنفی بریلوی متوفی ۱۳۶۷ھ کنایات طلاق کے متعلق لکھتے ہیں:

کنایہ طلاق وہ الفاظ ہیں جن سے طلاق مراد ہونا ظاہر نہ ہو، طلاق کے علاوہ اور معنوں میں بھی ان کا استعمال ہوتا ہو۔

مسئلہ: کنایہ سے طلاق واقع ہونے میں یہ شرط ہے کہ نیت طلاق ہو یا حالت بتاتی ہو کہ طلاق مراد ہے یعنی پیشتر طلاق کا ذکر تھا یا غصہ میں کہا۔ کنایہ کے الفاظ تین طرح کے ہیں: بعض میں سوال رد کرنے کا احتمال ہے، بعض میں گالی کا احتمال ہے اور بعض میں نہ یہ ہے نہ وہ ہے بلکہ جواب کے لیے متعین ہے، اگر رد کا احتمال ہے تو مطلقاً ہر حال میں نیت کی حاجت ہے بغیر نیت طلاق نہیں ہوگی اور جن میں گالی کا احتمال ہے ان سے طلاق ہونا خوشی اور غضب میں نیت پر موقوف ہے اور طلاق کا ذکر تھا تو نیت کی ضرورت نہیں اور تیسری صورت یعنی جو فقط جواب ہو تو خوشی میں نیت ضروری ہے اور غضب و مذاکرہ کے وقت بغیر نیت بھی طلاق واقع ہے۔
(الدر المختار ج ۴ ص ۵۱۶)

کنایہ کے بعض الفاظ

(۱) جا (۲) نکل جا (۳) چل (۴) روانہ ہو (۵) اٹھ (۶) کھڑی ہو (۷) پردہ کر (۸) دوپٹہ اوڑھ (۹) نقاب ڈال (۱۰) ہٹ سرک (۱۱) جگہ چھوڑ (۱۲) گھر خالی کر (۱۳) دور ہو (۱۴) چل دور (۱۵) اے خالی (۱۶) اے بری (۱۷) اے جدا (۱۸) تو جدا ہے (۱۹) تو مجھ سے جدا ہے (۲۰) میں نے تجھے بے خوف کیا (۲۱) میں نے تجھ سے مفارقت کی (۲۲) رستہ ناپ (۲۳) اپنی راہ لے (۲۴) کالا منہ کر (۲۵) چال دکھا (۲۶) چلتی بن (۲۷) چلتی نظر آ (۲۸) دفع ہو (۲۹) دال، فے، عین ہو (۳۰) رفو چکر ہو (۳۱) پنجرا خالی کر (۳۲) ہٹ کے سڑ (۳۳) اپنی صورت گما (۳۴) بستر اٹھا (۳۵) اپنا سوجھتا دیکھ (۳۶) اپنی گٹھڑی باندھ (۳۷) اپنی نجاست الگ پھیلا (۳۸) تشریف لے جایئے (۳۹) تشریف کا ٹوکرا لے جایئے (۴۰) جہاں سینگ سمائے جا (۴۱) اپنا مانگ کھا (۴۲) بہت ہو چکی اب مہربانی فرمایئے (۴۳) اے بے علاقہ (۴۴) منہ چھپا (۴۵) جہنم میں جا (۴۶) چولہے میں جا (۴۷) بھاڑ میں پڑ (الی قولہ) (۵۰) میں نے نکاح فسخ کیا (۵۱) تو مجھ پر مثل مردار (۵۲) یا سور (۵۳) یا شراب کے ہے (نہ مثل بھنگ یا افیون یا مال فلاں یا زوجہ فلاں کے ہے)۔

(۵۴) تو مثل میری ماں، بہن یا بیٹی کے ہے (اور یوں کہا کہ تو ماں، بہن، بیٹی ہے تو گناہ کے سوا کچھ نہیں) (۵۵) تو خلاص ہے (۵۶) تو گلو خلاصی میں ہے الی قولہ (۶۰) یا ہر حال مجھ پر حرام (۶۱) تو میرے ساتھ حرام ہے الی قولہ (۶۲) میرے مطلب کی نہیں (۶۳) میرے مصرف کی نہیں۔ الی قولہ (۶۴) میں نے تیری راہ خالی کر دی (۶۵) تو میری ملک سے نکل گئی ہے (۶۶) میں نے تجھ سے خلع کیا (۶۷) اپنے میکے بیٹھ (۶۸) تیری باگ ڈھیلی کی (۶۹) تیری رسی ڈھیلی کی الی قولہ (۷۰) خاوند تلاش کر (۷۱) تو مختار ہے (۷۲) تو آزاد ہے (۷۳) مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں (۷۴) مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا (۷۵) میں تیرے نکاح سے بیزار ہوں (۷۶) بری ہوں (۷۷) مجھ سے دور ہو (۷۸) تو نے مجھ سے نجات پائی (۷۹) میں نے تیرا پاؤں کھول دیا (۸۰) میں نے تجھ کو آزاد کیا (۸۱) اپنا نکاح کر (۸۲) جس سے چاہے نکاح کرے (۸۳) میں نے تیرا نکاح فسخ کیا (۸۴) میں تجھ سے دستبردار ہوں (۸۵) میں نے تجھے، تیرے گھر والوں یا باپ یا ماں کو واپس کر دیا (۸۶) تو قیامت تک یا عمر بھر میرے لائق نہیں۔

Marfat.com

کنایہ کے چند ایسے الفاظ جن سے نیت کے باوجود طلاق نہیں ہوتی

مسئلہ: ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگر چہ نیت کرے: مجھے تیری حاجت نہیں، مجھے تجھ سے سروکار نہیں، تجھ سے کام نہیں، غرض نہیں، مطلب نہیں، تو مجھے درکار نہیں، تجھ سے مجھے رغبت نہیں، میں تجھے نہیں چاہتا۔ (فتاویٰ رضویہ)

(بہار شریعت حصہ ۸ ص ۱۶۔۱۴، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۶ھ و مجلس مدینۃ العلمیہ، ۱۴۳۰ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الطَّلَاقُ عَنْ وَطَرٍ وَالْعَتَاقُ مَا أُرِيدَ بِهِ وَجْهُ اللهِ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا طلاق کسی ضرورت کی وجہ سے دی جاتی ہے اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے غلام کو آزاد کیا جاتا ہے۔

(ہم اس تعلیق کے ماخذ پر مطلع نہیں ہو سکے)

بلا وجہ طلاق کا ناپسندیدہ ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس سولہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی مرد کو کسی ضرورت کے بغیر اپنی بیوی کو طلاق نہیں دینی چاہیے مثلاً بیوی اس کی نافرمانی کرتی ہو، جب کہ غلام کو آزاد کرنا ہمیشہ مطلوب ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٣٦٥۔٣٦٤، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲٦ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس سولہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بغیر ضرورت کے اپنی بیوی کو طلاق نہ دے یعنی بغیر ضرورت کے بیوی کو طلاق نہیں دینی چاہیے اور اللہ کی رضا کے لیے غلام کو آزاد کرنا ہمیشہ مطلوب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳٦۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ إِنْ قَالَ مَا أَنْتِ بِامْرَأَتِي نِيَّتُهُ وَإِنْ نَوَى طَلَاقًا فَهُوَ مَا نَوَى۔ الزہری نے بیان کیا: مرد نے کہا: تو میری بیوی نہیں ہے، اس قول میں اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا، اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہے تو پھر طلاق واقع ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۰)

مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تو میری بیوی نہیں ہے، اس قول کے متعلق مذاہب ائمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس سترہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے اس اثر کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے اور قتادہ کی سند سے روایت کی ہے کہ جب اس نے بیوی کے منہ پر کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے اور اس نے اس سے طلاق کا ارادہ کیا تو ایک طلاق پڑ جائے گی۔ ابراہیم النخعی نے کہا: اگر اس نے بار بار کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے تو اس سے اس کی طلاق کا ارادہ ہے اور سعید بن المسیب نے اس میں توقف کیا اور اللیث نے کہا کہ اس کا کلام جھوٹ ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(فتح الباری ج ٦ ص ٣٦٥، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲٦ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس سترہویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی محمد بن مسلم الزہری نے بیان کیا کہ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے تو اس قول میں اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر اس نے اس قول سے طلاق کی نیت کی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی۔ اور امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کا بھی یہی قول ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا: یہ طلاق نہیں ہے اور اللیث نے کہا: یہ جھوٹ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳٦۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عَلِیٌّ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰی یُفِیقَ وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یُدْرِكَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ تین آدمیوں سے قلم تکلیف کو اٹھالیا گیا ہے: (۱) مجنون سے حتیٰ کہ وہ صحت یاب ہو جائے (۲) بچہ سے حتیٰ کہ اسے علم اور ادراک ہو جائے (۳) سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۹۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۳۴۵)

تعلیق مذکور کی تخریج اور لڑکے کے بالغ ہونے کے متعلق فقہاء کے اقوال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس اٹھارویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد البغوی المتوفی ۳۱۷ھ نے اس حدیث کی سند موصول کے ساتھ ''الجعدیات'' میں از علی بن الجعد از شعبہ از الاعمش از ابی ظبیان از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دیوانی عورت کو لایا گیا جس نے زنا کیا تھا اور وہ حاملہ ہو چکی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگسار کرنے کا ارادہ کیا تو ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ قلم تکلیف تین آدمیوں سے اٹھالیا گیا ہے، پھر انہوں نے اس مذکور الصدر حدیث کا ذکر کیا۔ (مسند ابن ابی الجعد: ۷۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ) اس حدیث کی الاعمش سے متعدد متابعات ہیں۔ اور جریر بن حازم نے اعمش سے جو روایت کی ہے اس میں یہ تصریح کی ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اس کی امام ابوداؤد اور امام ابن حبان نے اپنی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے اور امام نسائی نے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کی موقوفاً اور مرفوعاً روایت کی ہے۔ اور جمہور فقہاء نے اس حدیث کے مقتضیٰ پر عمل کیا ہے لیکن بچہ کی طلاق واقع کرنے میں ان کا اختلاف ہے، پس ابن المسیب اور حسن بصری کا قول یہ ہے کہ جب بچہ صاحب تمیز ہو تو اس کی دی ہوئی طلاق لازم ہو جاتی ہے اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس کی حد یہ ہے کہ جب بچہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور باقاعدہ نمازیں پڑھتا ہو اور عطاء کے نزدیک اس کی حد یہ ہے کہ جب بچہ کی عمر بارہ سال ہو جائے اور امام مالک سے یہ روایت ہے کہ جب بچہ احتلام کے قریب پہنچ جائے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

تعلیق مذکور کی مکمل تخریج اور لڑکے کی بلوغت کے متعلق اقوال فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس اٹھارویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہ اس وقت فرمایا جب ان کے پاس ایک دیوانی عورت کو لایا گیا جو زنا سے حاملہ ہو گئی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کرنے کا ارادہ کیا، پس مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ تین آدمیوں سے قلم تکلیف کو اٹھالیا گیا ہے۔ الحدیث۔ امام بخاری نے اس کی صیغۂ معروف کے ساتھ روایت کی ہے کیونکہ یہ حدیث ثابت ہے، علامہ ابن المنذر شافعی متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے قلم تکلیف کو اٹھالیا گیا ہے۔

امام ابن حبان متوفی ۳۵۴ھ نے صحیح ابن حبان میں اس حدیث کی اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یہ یاد نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے قلم تکلیف اٹھالیا گیا ہے: (۱) مجنون سے جس کی عقل مغلوب ہو (۲) سوئے ہوئے آدمی سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے (۳) بچے سے حتیٰ کہ اسے

Marfat.com

احتلام ہو جائے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ آپ نے سچ فرمایا۔

اور اس حدیث کی امام ابن ماجہ نے از ابن جریج از القاسم بن یزید از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کم عمر سے، مجنون سے اور سوئے ہوئے سے قلم تکلیف اٹھالیا گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں مذکور ہے:

(صحیح ابن حبان: ۱۴۳۔ ۱۴۲، مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۱۔ ۱۰۰، سنن الدارمی ج ۲ ص ۱۷۱، سنن ابوداؤد: ۴۳۹۸، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۵۶، سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱، المنتقیٰ: ۱۴۸، المستدرک ج ۲ ص ۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۴۸، ۱۰۰۳، الدارقطنی ج ۳ ص ۱۳۹۔ ۱۳۸، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۶۴، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۰، التحفہ ج ۷ ص ۳۶۰)

بچے کی طلاق میں فقہاء کا اختلاف ہے، ابن المسیب اور حسن بصری سے منقول ہے کہ جب بچہ عقل مند اور صاحب تمیز ہو تو اس کی طلاق لازم ہو جاتی ہے اور امام احمد کے نزدیک اس کی حد یہ ہے کہ وہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور نمازیں پڑھتا ہو اور عطاء سے روایت ہے کہ جب اس کی عمر بارہ سال ہو جائے اور امام مالک سے روایت ہے کہ جب وہ احتلام کے قریب ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۲۔ ۳۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے اعتراف زنا پر اس کو رجم کرنے کا حکم دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس عورت پر رجم کرنے کی دلیل تو آپ کے پاس ہے لیکن اس کے پیٹ کے بچے کو کس دلیل سے ہلاک کیا جائے گا؟ اس توجہ دلانے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا حکم مؤخر کر دیا اور فرمایا: عجزت النساء ان تلد مثل علی بن ابی طالب لولا علی لهلك عمر، عورتیں علی بن ابی طالب کی مثل جننے سے عاجز آ گئیں، اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

(مختصر کتاب الموافقۃ لابن السمان ص ۱۵۲، الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۳ ص ۲۰۶، العواصم من القواصم لابن العربی ص ۱۳۱، المرتضیٰ للندوی ص ۱۲۹، الریاض النضرہ ج ۴ ص ۱۳۹، ذخائر العقبی ص ۹۹، تذکرۃ الخواص لسبط ابن الجوزی ص ۱۲)

لڑکے اور لڑکی دونوں کی بلوغت کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تفصیل

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز متوفی ۱۳۴۰ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

مسئلہ: از پٹنہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ نابالغوں کے لیے حد بلوغ کیا ہے؟ مرد ہوں یا عورت۔

الجواب: لڑکا بارہ (۱۲) سال اور لڑکی نو (۹) برس سے کم عمر تک ہرگز بالغ و بالغہ نہ ہوں گے اور لڑکا اور لڑکی دونوں پندرہ برس کامل کی عمر میں ضرور شرعاً بالغ و بالغہ ہیں، اگرچہ آثار بلوغ کچھ ظاہر نہ ہوں، ان عمروں کے اندر اگر آثار پائے جائیں یعنی خواہ لڑکے خواہ لڑکی کو سوتے خواہ جاگتے میں انزال ہو یا لڑکی کو حیض آئے یا جماع سے لڑکا حاملہ کر دے یا لڑکی کو حمل رہ جائے تو یقیناً بالغ و بالغہ ہیں، اور اگر آثار نہ ہوں مگر وہ خود کہیں کہ ہم بالغ و بالغہ ہیں، اور ظاہر حال ان کے قول کی تکذیب نہ کرتا ہو تو بھی بالغ و بالغہ سمجھے جائیں گے اور تمام احکام بلوغ کے نفاذ پائیں گے، لڑکے کی ڈاڑھی مونچھ نکلنا یا لڑکی کے پستان میں ابھار پیدا ہونا کچھ معتبر نہیں۔

علامہ محمد بن علی بن احمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

لڑکے کا بلوغ احتلام یا بیوی کو حاملہ کرنا یا انزال سے معلوم ہوگا اور لڑکی کا بلوغ حاملہ ہونے، حیض اور احتلام سے ظاہر ہوگا۔ اگر دونوں میں کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق دونوں کی عمر پندرہ سال ہو جانے پر اور کم از کم مدت بلوغ لڑکے میں بارہ

(۱۲) سال اور لڑکی میں نو (۹) سال ہے۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۱۹۶، مطبع مجتبائی، دہلی)
نیز علامہ الحصکفی الحنفی لکھتے ہیں: دونوں مراہق تھے، سوانہوں نے کہہ دیا کہ ہم بالغ ہیں تو تسلیم کیا جائے گا بہ شرطیکہ ان کا ظاہر حال ان کو جھوٹا نہ قرار دے، ان کے اقرار کے صحیح ہونے کے لیے ان جیسوں کا بالغ ہونا ممکن ہو، ورنہ ان کی بات قبول نہ ہوگی۔ (شرح وہبانیہ) پس اقرار کے بعد وہ حکماً بالغ ہوں گے، لہٰذا اب ان کا انکار قابل قبول نہ ہوگا بہ شرطیکہ حال موافق ہو۔
(الدر المختار ج ۲ ص ۱۹۹، مطبع مجتبائی، دہلی)

فتاویٰ عالمگیری میں موجود ہے: لڑکے میں بارہ سال سے کم اور لڑکی میں نو سال سے کم میں بالغ ہونے کا حکم نہ دیا جائے۔
(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۶۱ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ)

علامہ سید محمد امین بن عبد العزیز دمشقی شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:
زیر ناف بالوں اور ڈاڑھی کا اعتبار نہیں ہے اور رہا لڑکی کے پستانوں کا ابھرنا تو اس کے متعلق الحموی نے کہا کہ ظاہر الروایہ میں مذکور ہے: اس کی وجہ سے بالغ ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور یوں ہی آواز کا بھاری ہونا بھی معتبر نہیں ہے، اسی طرح پنڈلی، بغل اور مونچھوں کے بالوں کا نکلنا بھی معتبر نہیں ہے۔ (رد المحتار شرح در المختار ج ۴ ص ۹۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ) (فتاویٰ رضویہ ج ۱۹ ص ۶۳۱۔ ۶۳۰، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عَلِيٌّ وَكُلُّ الطَّلَاقِ جَائِزٌ إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: المعتوہ کی طلاق کے سوا ہر طلاق جائز ہے۔
(مصنف عبد الرزاق: ۱۱۴۱۵، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۲۱۷، مسند ابو الجعد: ۲۴۴۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۵۹)

المعتوہ (کم عقل) کی طلاق کے وقوع میں فقہاء کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس انیسویں تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام ابو القاسم عبد اللہ بن محمد البغوی المتوفی ۳۱۷ھ نے اس تعلیق کی "الجعدیات" میں سند موصول کے ساتھ از علی بن الجعد از شعبہ از الاعمش از ابراہیم النخعی از عابس بن ربیعہ روایت کی ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہر طلاق سوائے المعتوہ کی طلاق کے جائز ہے۔ (مسند ابن الجعد: ۲۴۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ) اسی طرح اس حدیث کی امام سعید بن منصور المتوفی ۲۲۷ھ سے ان کی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۱۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت) اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے اور اس کے آخر میں المغلوب علی عقلہ یعنی اس کی عقل مغلوب ہو، کا اضافہ ہے اور یہ حدیث عطاء بن عجلان سے مروی ہے اور وہ بہت ضعیف ہے۔ المعتوہ سے مراد وہ شخص ہے جس کی عقل کم ہو اور اس کے عموم میں بچہ، مجنون اور سکران یعنی نشہ میں مبتلاء بھی داخل ہے اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ اس سے جو کلام صادر ہو اس کا اعتبار نہیں ہے، اور اس میں فقہاء کا قدیم اختلاف ہے، امام ابن ابی شیبہ نے از نافع روایت کی ہے کہ المجبر بن عبد الرحمن نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ معتوہ یعنی کم عقل تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عدت گزارنے کا حکم دیا، پس ان کو بتایا کہ یہ معتوہ ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے معتوہ اور غیر معتوہ کی طلاق کا استثناء فرمایا ہو، اور امام ابن ابی شیبہ نے شعبی، ابراہیم اور متعدد تابعین سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی مثل روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

امام بخاری کی تعلیق مذکور عطاء بن عجلان سے مروی ہے اور اس کے ضعف کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس انیسویں (۱۹) تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام بخاری نے اس تعلیق کو صیغہ معروف سے یعنی جزم اور وثوق کے ساتھ بیان کیا کیونکہ یہ اثر ثابت ہے کیونکہ امام البغوی المتوفی ۳۱۷ھ "الجعدیات" میں اس کی سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے۔

(مسند ابن الجعد: ۷۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

المعتوہ وہ شخص ہے جو کم عقل ہو، سو اس میں بچہ اور مجنون اور نشہ میں مدہوش بھی داخل ہیں۔

امام ترمذی نے از محمد بن عبدالاعلیٰ از مروان بن ابی معاویہ الفزاری از عطاء بن عجلان از عکرمہ بن خالد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر طلاق جائز ہے سوائے المعتوہ اور مغلوب العقل کی طلاق کے"۔ (سنن ترمذی: ۱۱۹۱)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام ترمذی نے لکھا: ہم اس حدیث کو بہ طور مرفوع سوائے عطاء بن عجلان کے نہیں پہچانتے اور عطاء بن عجلان ضعیف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل علم اصحاب اور دیگر کا اس حدیث پر عمل ہے کہ المعتوہ، المغلوب علی العقل کی طلاق جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ ایسا معتوہ ہو جو بعض اوقات میں صحت مند ہو اور عقل سے کام لیتا ہو اور وہ صحت اور عقل و ادراک کی حالت میں طلاق دے تو اس کی طلاق نافذ ہو جائے گی۔ (سنن ترمذی ص ۴۰۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۳۲ھ)

ہمارے شیخ زین الدین نے کہا کہ امام ترمذی اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں اور امام ترمذی نے عطاء بن عجلان کی صرف یہی ایک روایت سنن ترمذی میں درج کی ہے اور صحاح ستہ کی باقی کتب میں عطاء بن عجلان کی اور کوئی روایت نہیں ہے۔

عطاء بن عجلان حنفی اور بصری ہیں، ان کی کنیت ابو محمد ہے اور وہ العطار کے نام سے معروف ہیں اور ان کے ضعف پر تمام ماہرین رجال متفق ہیں۔ ابن معین الفلاس نے کہا: وہ کذاب ہے، امام ابو حاتم اور امام بخاری نے کہا: وہ منکر الحدیث ہے اور امام ابو حاتم نے یہ اضافہ کیا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کی انیسویں (۱۹) تعلیق میں مذکور حدیث کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں: امام بخاری کی تعلیق مذکور ہر چند کہ ضعیف ہے لیکن امام بخاری نے اس کی وثوق کے ساتھ روایت کی ہے اور اہل علم صحابہ اور تابعین کا اس حدیث پر عمل ہے اور ضعیف السند حدیث اہل علم کے عمل سے قوی ہو جاتی ہے اور چونکہ یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے اس لیے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور اس سے استدلال صحیح ہے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا جائز ہے۔

المعتوہ (کم عقل) کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تحقیق

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری حنفی فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا جب کہ حواس صحیح نہ ہوں اس کی بیع غبن فاحش ہے یا نہیں اور اس کو ایسی بیع کا اختیار ہے یا نہیں؟ اور اگر کر لے تو کیا حکم ہے؟

الجواب: جو شخص کم سمجھ ہو، تدبیر ٹھیک نہ ہو کبھی عاقلوں کی سی بات کرے، کبھی مدہوشوں کی سی، اگر جنون کی حد تک نہ پہنچا ہو، لوگوں کو بے سبب مارتا، گالیاں دیتا نہ ہو وہ معتوہ کہلاتا ہے، شرعاً اس کا حکم سمجھ والے بچہ کی مثل ہے، اگر برابر بلکہ دونی قیمت کو بیچے وہ بھی بے اجازت ولی مال نافذ نہیں، اگر یہ ولی رد کر دے بیع باطل ہو جائے گی اور غبن فاحش کے ساتھ بیع باطل محض ہے کہ ولی کی

اجازت سے بھی نافذ نہیں ہوسکتی، اگر خود معتوہ بعد صحت اسے جائز کر دے تو جائز نہ ہوگی۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

معتوہ کا حکم صاحب تمیز کی طرح ہے۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۱۹۸، مطبع مجتبائی، دہلی)

علامہ سید محمد امین بن عبد العزیز الدمشقی الشامی الحنفی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

معتوہ کی بہترین تعریف یہ ہے کہ وہ قلیل الفہم، خلط ملط کلام کرنے والا اور فاسد تدبیر والا ہو، مگر وہ ضرب وشتم یعنی مار پیٹ اور گالی گلوچ نہیں کرتا جیسے مجنون کرتا ہے۔ (درر) (رد المحتار ج ۵ ص ۹۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وہ تصرف جو محض نافع ہو تو وہ ولی کی اجازت کے بغیر بھی صحیح ہے مثلاً اسلام قبول کرنا اور ہبہ قبول کرنا اور ایسا تصرف جس میں نفع اور ضرر دونوں محتمل ہوں تو وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا جیسے خرید وفروخت۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۲۰۳، مطبع مجتبائی، دہلی)

جامع الصغار میں ہے:

اگر بچے نے طلاق دی یا ہبہ کیا یا صدقہ کیا یا سستا فروخت کیا یا زیادہ قیمت پر خریدا جو بازار کی کمی بیشی سے زائد ہو وغیرہ تو یہ امور بچے کے لیے ولی اس کی نابالغی میں کرے تو جائز نہ ہوں گے، لہٰذا خود بچے نے کیے تو باطل ہوں گے اور ولی کی اجازت پر موقوف نہ ہوں اور اگر خود بھی بالغ ہونے کے بعد جائز کرنا چاہیں تو جائز نہ ہوں گے۔

(جامع احکام الصغار علی ہامش جامع الفصولین فی مسائل البیوع ج ۱ ص ۱۸۵، اسلامی کتب خانہ، کراچی)

ہاں! اگر معتوہ یا نابالغ کو اس کے ولی مال یعنی باپ نے اور اگر وہ نہ ہو تو باپ کے وصی اور اگر وہ نہ ہو تو دادا اور وہ نہ ہو تو اس کے وصی اور وہ نہ ہو تو حاکم وقاضی نے تجارت کا حکم دے دیا ہے تو اس کی بیع جائز ہے اگرچہ غبن فاحش سے زائد ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۹ ص ۶۳۷۔۶۳۵، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان، ۱۴۲۱ھ)

نیز اس مسئلہ کے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

صبی ہرگز اہل طلاق نہیں ہے، نہ اس کے دیئے طلاق واقع ہو نہ اس کی طرف سے اس کا ولی خواہ کوئی طلاق دے سکے، اگر دے تو ہرگز واقع نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۹ ص ۶۳۶، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان ۱۴۲۱ھ)

بچہ، المعتوہ اور سکران کے متعلق تحقیق وتفصیل

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن نجیم الحنفی المتوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں ہو تو وہ جنین ہے اور جب ماں کے پیٹ سے نکل آئے تو وہ صبی ہے اور اس کو بلوغت کے بعد مرد کہا جاتا ہے اور انیس سال کی عمر تک وہ غلام کہلاتا ہے اور چونتیس (۳۴) سال کی عمر تک وہ شاب (جوان) کہلاتا ہے اور اکیاون (۵۱) سال کی عمر تک کہول کہلاتا ہے یعنی ادھیڑ عمر، اور آخر عمر تک وہ شیخ کہلاتا ہے یہ تصریحات لغت کے مطابق ہیں۔

اور اصطلاح شرع میں بالغ ہونے تک اس کو غلام (لڑکا) کہا جاتا ہے اور اس کے بعد شاب (نوجوان) کہلاتا ہے اور تیس (۳۰) سال کی عمر تک فتیٰ (جوان) کہلاتا ہے اور پچاس (۵۰) سال کی عمر تک کہول (ادھیڑ عمر) کہلاتا ہے۔ اس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہلاتا ہے، اس کی پوری تفصیل الفتاوی البزازیہ کی ''کتاب الایمان'' میں مذکور ہے۔

سو بچہ ہمارے نزدیک کسی عبادت کا مکلف نہیں ہے حتیٰ کہ زکوٰۃ کا بھی اور نہ کسی ممنوع شرعی کا مکلف ہے اور نہ اس پر کوئی حد

واجب ہے اور نہ قصاص اور اس کا قتل عمد، قتل خطاء کے حکم میں ہے۔

رہا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا تو اس کے متعلق "التحریر" میں مذکور ہے کہ فخر الاسلام نے عبادات میں اس کے ایمان کو مستثنیٰ قرار دیا ہے اور عقل مند بچہ کے متعلق ایمان باللہ کے اصل وجوب کو ثابت کیا ہے اور ادائے وجوب کو ثابت نہیں کیا کیونکہ عالم حادث ہے۔

• فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ بچے کے مال میں سے اس پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے یا نہیں؟ تو معتمد قول یہ ہے کہ واجب ہے اور بچہ کی طرف سے اس کا ولی صدقہ فطر ادا کرے گا اور قربانی کرے گا۔

بچہ اگر نماز میں باتیں کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر روزے میں کھائے گا اور پیئے گا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر دوران حج، وقوف عرفہ سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کرے گا تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا لیکن اگر اس نے ممنوعات احرام میں سے کسی ممنوع کا ارتکاب کر لیا تو اس پر دم واجب نہیں ہو گا اور اگر اس نے نماز میں قہقہہ لگایا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اگر چہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی، ہر چند کہ اس پر عبادات واجب نہیں ہیں لیکن وہ عبادت کو ادا کرے گا تو اس کی عبادت صحیح ہے، بچہ کے ثواب میں فقہاء کا اختلاف ہے، معتمد قول یہ ہے کہ اس کو بھی ثواب ملے گا اور اس کے معلم کو تعلیم کا ثواب ہو گا اور اس کے تمام نیک کاموں کا یہی حکم ہے، اس کی امامت صحیح نہیں ہے، تراویح میں اس کی امامت کی صحت کے متعلق اختلاف ہے اور معتمد قول یہ ہے کہ تراویح میں اس کی امامت صحیح نہیں ہے، اگر بچہ سے کوئی آیت سجدہ کی تلاوت سن لے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے اور اگر وہ ایک شخص کے ساتھ بھی نماز پڑھے گا تو اسے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی سوائے نماز جمعہ کے، کیونکہ نماز جمعہ میں تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے، بچہ اہل الولایات میں سے نہیں ہے، پس وہ نکاح کرنے کا ولی ہے نہ قضاء کا اور نہ شہادت کا، وضو ٹوٹنے کے مسائل میں بچہ بالغ کے حکم میں ہے اور بچہ کی اذان مکروہ تنزیہی ہے لیکن السراج الوہاج میں مذکور ہے کہ جو بچہ عقل مند ہو اس کی اذان میں کوئی کراہت نہیں ہے، اسی طرح ظاہر الروایہ میں ہے، بچے کو قرآن مجید کے چھونے سے منع کیا جائے گا، اسی طرح بچی کو بھی، اگر بچہ مطلقہ ثلثہ کے لیے اپنی بیوی سے وطی کرے تو تحلیل شرعی حاصل ہو جائے گی جب کہ وہ بچہ مراہق ہو اور اس کا آلہ حرکت کرتا ہو اور اس کو عورتوں کی شہوت ہو، اور اس کے سلام کا جواب دینا واجب ہے اور اس کا اسلام لانا صحیح ہے اور اس کا مرتد ہونا بھی صحیح ہے اور اگر اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور اس کا ذبیحہ حلال ہے بہ شرطیکہ اس کو شرائط ذبح کا علم ہو، اسی طرح الکافی میں مذکور ہے۔

بچہ اجنبی عورت کو دیکھنے میں بالغ کی مثل نہیں ہے اور اس کا اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت میں ملنا صحیح ہے اور پندرہ سال کی عمر تک اس کا عورتوں کے پاس داخل ہونا صحیح ہے۔ اور اس کی طلاق واقع نہیں ہو گی اور نہ اس کا غلام کو آزاد کرنا نافذ ہو گا۔

اور بچے کی قسم منعقد نہیں ہو گی اور اگر بچہ ماذون ہو اس نے کوئی چیز فروخت کی، پھر خریدار اس کے عیب پر مطلع ہوا تو وہ بچہ کو حلف نہیں دے گا اور بچہ کو تادیباً تعزیر دی جائے گی اور جو عقود نفع اور ضرر کے درمیان دائر ہوں وہ اس کے ولی کی اجازت کے اوپر موقوف ہیں اور اگر کسی نے اس کو کوئی چیز ہبہ کی تو بچہ کا اس پر قبضہ کرنا صحیح ہے۔

وہ بچی جس پر شہوت نہیں آتی اس کے ساتھ غیر محرم کا سفر کرنا جائز ہے۔ اور اگر بچہ نے کوئی چیز غصب کر لی خواہ کسی بچہ سے غصب کی ہو پھر وہ چیز بچہ کے پاس سے غائب ہو گئی تو بچہ اس چیز کا ضامن نہیں ہو گا۔

نو (۹) سال کا بچہ چھت سے گر گیا یا پانی میں ڈوب گیا تو اس کے والدین پر کوئی جرمانہ نہیں ہے اور اگر بچہ ناسمجھ ہو تو والدین پر لازم ہے کہ وہ اس کی حفاظت نہ کرنے پر استغفار کریں۔ اور ولی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بچے کو ریشم کے کپڑے اور سونے کے

زیور پہنائے اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ بچہ کو خمر یعنی انگور کی شراب پلائے اور نہ اس کو کعبہ کی طرف منہ کر کے یا پیٹھ کر کے بول و براز کے لیے بٹھائے اور نہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ بچے کے ہاتھ اور پیر کو مہندی کے ساتھ رنگے۔
(الاشباہ والنظائر فی الفقہ الحنفی ص ۳۰۴۔۳۰۰ ملخصاً، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

معتوہ (کم عقل) اور سکران (نشہ میں مدہوش) کے احکام

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

المعتوہ کے وہی احکام ہیں جو عقل مند بچے کے احکام ہیں، اس کی ادا کی ہوئی تمام عبادات صحیح ہیں اور اس پر کوئی عبادت واجب نہیں ہے۔ (الاشباہ والنظائر فی الفقہ الحنفی ص ۳۱۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

سکران کی تعریف میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ جو شخص آسمان اور زمین کے درمیان تمیز نہ کر سکے اور ایک قول یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان تمیز نہ کر سکے، امام اعظم رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، دوسری تعریف یہ ہے کہ جس کے کلام میں صحیح اور غلط اور ہذیان (فضول بک بک) مختلط ہو اور یہ امام ابو یوسف، امام محمد اور اکثر مشائخ کا قول ہے اور فتویٰ امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر ہے۔

جب کسی شخص کو ان شرابوں کے پینے سے نشہ ہو جائے جو گندم، جو اور جوار اور شہد وغیرہ سے بنائی جاتی ہیں تو پھر اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ اگر اس کو حرام چیز کے پینے سے نشہ ہو (مثلاً خمر یا انگور سے بنی ہوئی شراب کے پینے سے نشہ ہوا) تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر اس کی عقل بھنگ پینے سے زائل ہوئی تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔
(الاشباہ والنظائر فی الفقہ الحنفی ص ۳۰۵۔۳۰۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

۵۲۶۹۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ قَالَ قَتَادَةُ إِذَا طَلَّقَ فِي نَفْسِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ۔

(صحیح البخاری: ۲۵۲۸، صحیح مسلم: ۱۲۷، سنن ترمذی: ۱۱۸۳، سنن نسائی: ۳۴۳۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۰، مسند احمد: ۸۸۶۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از زرارہ بن اوفی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان باتوں کے متعلق درگزر فرمایا جو ان کے دلوں میں آتی ہیں جب تک وہ ان پر عمل نہ کرے یا ان کے متعلق کلام نہ کرے اور قتادہ نے کہا کہ جب کوئی شخص اپنے دل میں طلاق دے تو یہ کچھ بھی نہیں ہے (یعنی لغو ہے)۔

خطاءً غلام کو آزاد کرنے اور خطاءً بیوی کو طلاق دینے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خطاء اور نسیان اس وقت ہوتا ہے جب کوئی مرد کسی غلام کو آزاد کرنے کی یا اپنی بیوی کو طلاق دینے کی یا کسی اور کام کے کرنے کی قسم کھائے اور پھر اس کام کے خلاف کرے تو علماء کا اختلاف ہے کہ جس نے بھولے سے قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میری بیوی کو طلاق، پھر اس نے وہ کام کر لیا تو آیا اس کی بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟ اس میں فقہاء کے دو قول ہیں: (۱) جس نے بھولے سے کسی کام کو نہ کرنے کی قسم کھائی، پھر اس کام کو کر لیا تو عطاء نے کہا: اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی۔ امام شافعی کا بھی ایک

قول یہی ہے اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے (۲) شعبی اور طاؤس نے کہا ہے: جس نے خطاءً طلاق دی تو اس میں اس کی نیت معتبر ہے۔

اور یہاں تیسرا قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ کہنا کچھ اور چاہتا تھا اور اس کے منہ سے طلاق کے الفاظ نکل گئے تو اس صورت میں طلاق ہو جائے گی، امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابن بطال نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۱۔۴۰)

میں کہتا ہوں: امام اعظم قدس سرہ العزیز متوفی ۱۵۰ھ کا بھی یہی مذہب ہے، لیکن علامہ ابن ملقن شافعی نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

ان فقہاء کے دلائل جن کے نزدیک خطاءً طلاق واقع نہیں ہوتی

جو فقہاء کہتے ہیں کہ اگر کسی کے منہ سے خطاءً طلاق کے الفاظ نکل گئے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۵)

اور اگر تم نے اپنی غلطی سے بلا ارادہ کہا تو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن اگر تم نے عمداً کہا ہو (تو اس پر گرفت ہوگی) اور اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربانی کرنے والا ہے ۝

اور اس باب کی ظاہر حدیث کا بھی یہی تقاضا ہے کہ خطاءً طلاق واقع نہیں ہوتی اور امام مالک اور فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ خطاءً طلاق کے الفاظ بولنے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

ان فقہاء کے دلائل جن کے نزدیک خطاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے

امام ابوبکر جصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خطاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۳ ص ۲۶۰، دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۱۷ھ)

امام ابوعمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خطاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (الکافی ص ۱۹۶)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا زیادہ مشہور مذہب بھی یہی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ کے اصحاب سے بھی یہی روایت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اور عنقریب صحیح البخاری کی ''کتاب الایمان والنذور'' میں بھول کر قسم کے خلاف کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء کا بیان آئے گا۔

ابن القاسم مالکی اور اشہب مالکی سے روایت ہے کہ جس شخص نے خطاءً غلام کو آزاد کر دیا یا خطاءً اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کا غلام آزاد ہو جائے گا اور اس کی بیوی پر طلاق ہو جائے گی۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۳۔۷۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

مطرف اور ابن الماجشون سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دینے کا ارادہ کیا، پس اس کی زبان نے خطا کی اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی تو اس کی بیوی پر طلاق البتہ واقع ہو جائے گی اور اس نے جو ارادہ کیا تھا اس سے اس کو کچھ فائدہ

نہیں ہوگا۔اور اس میں ان کی کوئی نیت نہیں تھی اور یہ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کا قول ہے، انہوں نے کہا کہ لوگ طلاق کے جو الفاظ بولتے ہیں وہی طلاق واقع ہوتی ہے اور ان کی نیت مفید نہیں ہوتی۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور اصبغ نے ابن القاسم مالکی سے روایت کی ہے: اس قول کی بناء پر حدیث ''الاعمال بالنیات'' یعنی اعمال کا مدار نیات پر ہے (صحیح البخاری: ۱) میں تاویل کر کے یہ کہا جائے گا کہ اس سے مراد خاص اعمال ہیں اور ہر عمل مراد نہیں ہے گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلام کو آزاد کرنے اور بیوی کو طلاق دینے کے سوا ہر عمل کا مدار نیت پر ہے کیونکہ ان میں اعمال، اقوال اور نیات سے ہوتے ہیں، سو جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کی زبان سے خطاءً غلام کو آزاد کرنے یا بیوی کو طلاق دینے کے الفاظ نکل گئے تو وہ گناہ گار ہوگا اور اس کا غلام آزاد ہو جائے گا اور اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی اور امام مالک کے قول میں یہ احتیاط ہے کہ جب اس نے خطاءً بیوی کو طلاق دے دی تو اگرچہ بعض فقہاء کے نزدیک اس صورت میں طلاق نہیں ہوتی لیکن چونکہ دوسرے فقہاء کے نزدیک اس صورت میں طلاق ہو جاتی ہے تو بہر حال اس کی بیوی پر وقوع طلاق میں شک ہو گیا، سو اگر اس صورت میں وقوع طلاق کو نہ مانا جائے تو شک کی صورت میں بیوی کے ساتھ جماع کرنا لازم آئے گا اور فروج کی اس سے حفاظت کرنا لازم ہے، سو احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس صورت میں طلاق کو واقع کیا جائے۔ اور ابن نافع اور زیاد بن عبد الرحمٰن نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے کہ میری بیوی کو طلاق البتہ ہے تو اس کی نیت سے اس کو نفع ہوگا اور اس کی بیوی پر صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔

اور الحسن البصری سے روایت ہے کہ ایک مرد اپنی بیوی سے کسی معاملہ میں بات کر رہا تھا اور غلطی سے اس کے منہ سے نکل گیا تجھ کو طلاق ہے، حسن بصری نے جواب دیا: اللہ کے نزدیک اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور امام مالک کا معتمد مذہب یہی ہے کہ اگر غلطی سے اس نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تجھ کو طلاق ہے تو اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی اور امام مالک کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۲-۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اس باب کی حدیث سے امام بخاری کا مقصود ہے: خطاءً طلاق کے وقوع میں امام ابو حنیفہ کے قول کو رد کرنا

امام بخاری کا اس باب کی روایت سے قصد یہ ہے کہ اس پر متنبہ کیا جائے کہ امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ خطاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے اور یہی ظاہر احادیث کا تقاضا ہے کیونکہ جو شخص بھول کر کوئی بات کہے اور اس نے سہواً بیوی کو طلاق دے دی یا اپنے غلام کو آزاد کر دیا تو اس کے اس کلام کے تقاضے پر عمل نہیں کیا جائے گا اور امام بخاری نے اس باب کی حدیث سے امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے مذہب کے رد کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں:

جس مرد نے کہا کہ میرا غلام اللہ کے لیے آزاد ہے یا شیطان کے لیے آزاد ہے یا بت کے لیے آزاد ہے تو اس کا یہ کلام نافذ ہو جائے گا اور اس کے غلام کو آزاد کر دیا جائے گا۔ (بدائع الصنائع للکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ، ج ۴ ص ۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ) (تبیین الحقائق لعثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، ج ۳ ص ۱۷، ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۲۱ھ)

امام ابو حنیفہ کے مذہب کے رد میں دیگر دلائل

امام بخاری نے صحیح البخاری کے شروع میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ اعمال کا مدار صرف نیات پر ہے۔ (صحیح البخاری: ۱) اس سے بھی امام بخاری کا مقصود، امام ابو حنیفہ کے اس قول کو رد کرنا ہے:

Marfat.com

جو شخص حالت نشہ میں غلام کو آزاد کردے یا جس شخص کو غلام آزاد کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس کا غلام آزاد ہو جائے گا۔
(تبیین الحقائق ج ۳ ص ۷۰، ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۲۱ھ)

نیز امام بخاری کی تائید میں یہ حدیث بھی ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین امور میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے: (۱) النکاح (۲) الطلاق (۳) الرجوع۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۹۴، سنن ترمذی: ۱۱۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳۹، الارواء: ۱۸۲۶)
شیخ علی بن احمد ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث جابر سے مروی ہے اور وہ جھوٹا آدمی ہے۔
(المحلی بالآثار ج ۹ ص ۲۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

نیز ابن حزم اندلسی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:
اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو تب بھی اس میں ان کی دلیل نہیں ہے کیونکہ حدیث میں مذکور ہے کہ مذاق سے کہنا بھی سنجیدگی ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جس سے جبراً غلام آزاد کرایا گیا تو اس کا غلام آزاد ہو جائے گا حالانکہ مذاق میں جبر کہاں ہوتا ہے؟ اور یہ لوگ مکرہ کی بیع اور اس کے اقرار اور اس کے ہبہ کو جائز قرار نہیں دیتے اور مکرہ کی طلاق کو اور اس کے اعتاق کو جائز قرار دیتے ہیں، اور یہ ان کے اقوال میں تناقض ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۹ ص ۲۰۸۔۲۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

خطاء اور نسیان کے متعلق حدیث کی تحقیق

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں خطاء اور نسیان کا ذکر کیا ہے اور اس باب کی حدیث میں خطاء اور نسیان کا صراحتاً ذکر نہیں ہے اور اگر امام بخاری اپنے مقصود کو ثابت کرنے کے لیے درج ذیل حدیث ذکر کردیتے ہیں تو یہ زیادہ بہتر تھا:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خطاء اور نسیان اور جبر کے حکم کو اللہ تعالیٰ نے میری امت سے اٹھالیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۵، صحیح ابن حبان: ۷۲۱۹، المستدرک ج ۲ ص ۱۹۸)
شیخ ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۴ ص ۱۹۳)
امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی الشافعی المتوفی ۳۲۲ھ نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند جید ہے۔
(کتاب الضعفاء الکبیر ج ۴ ص ۱۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)
عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو امام احمد نے جواب دیا: اس حدیث کی ان کے شیخ نے از الولید بن مسلم از الاوزاعی و مالک روایت کی ہے امام مالک نے کہا از نافع از ابن عمر اور اس کی مرفوع روایت کی ہے اور الاوزاعی نے کہا از عطاء از ابن عباس۔
امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا: یہ روایت جھوٹ اور باطل ہے اور عطاء صرف از الحسن البصری از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کرتا ہے۔ (العلل ومعرفۃ الرجال: ۱۳۴۰)
شیخ علی بن احمد اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:
امام احمد بن حنبل نے صرف اس روایت کو جھوٹ قرار دیا ہے جو از مالک از نافع از ابن عمر مروی ہے اور از الولید از الاوزاعی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے اور جس نے سند کو تبدیل کردیا اس نے خطاء کی اور اگر اس نے عمداً خطا کی تو اس نے جھوٹ بولا۔ (المحلی بالآثار ج ۸ ص ۳۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے ''الرغائب'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر کا اثر حدیث غریب ہے، نیز امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی متوفی ۵۷۱ھ نے اس حدیث کی از ابن لہیعہ از موسیٰ بن وردان از عقبہ بن عامر روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی المتوفی ۲۷۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا اور نسیان کو درگزر فرمایا ہے اور ان کاموں کو درگزر فرمایا ہے جن پر اسے مجبور کیا جائے''۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۳)

علامہ احمد بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن بن اسماعیل الکنانی البوصیری القاہری الشافعی المتوفی ۸۴۰ھ اس حدیث کی سند کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

امام ابن ماجہ المتوفی ۲۷۳ھ نے اس حدیث کی از ابوبکر الہذلی از شہر بن حوشب از حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: اصحاب کتب ستہ نے اس حدیث کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما تک اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ محدثین کا ابوبکر الہذلی کے ضعف پر اتفاق ہے۔

(زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسہ ص ۲۸۸۔۲۸۷۔دار الکتب بالعلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ ابن ملقن شافعی نے اس حدیث کو شہر بن حوشب کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ (التوضیح ج ۱۶ ص ۱۶۵) لیکن ابن ملقن کا یہ قول صحیح نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

شہر بن حوشب بہت سچا ہے کثیر الارسال والاوہام ہے۔ (تقریب التہذیب: ۲۸۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

البتہ یہ حدیث ابوبکر الہذلی کی وجہ سے ضعیف ہے جیسا کہ علامہ البوصیری الشافعی متوفی ۸۴۰ھ نے اس حدیث کی تصریح کی ہے لیکن علامہ ابن ملقن المتوفی ۸۰۴ھ کو اس حدیث کی وجہ ضعف سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی درج ذیل حدیث سے تقویت ہوتی ہے:

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ (البقرہ: ۲۸۴)	اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ، اللہ تم سے اس کا حساب لے گا، سو جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے اوپر یہ آیت بہت شدید گزری، سو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پھر انہوں نے بیٹھ کر کہا: اے رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہمیں نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ کرنے کے اعمال کا مکلف کیا گیا ہے جن کی ہم طاقت رکھتے ہیں اور آپ کے اوپر یہ آیت نازل کی گئی ہے اور ہم اس کے حکم پر عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اس طرح کہو جس طرح تم سے پہلے تورات اور انجیل والوں نے کہا تھا

Marfat.com

سمعنا وعصینا (ہم نے سنا اور نافرمانی کی) بلکہ تم یوں کہو:

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (البقرہ:۲۸۵)

(انہوں نے کہا:) ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور (ہمیں) تیری ہی طرف لوٹنا ہے O

صحابہ نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور (ہمیں) تیری ہی طرف لوٹنا ہے، جب صحابہ نے اس آیت کو پڑھا تو ان کی زبانیں جھک گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (البقرہ:۲۸۵)

(ہمارے) رسول اس (کلام) پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا اور مومن (بھی ایمان لائے) اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر سب (یہ کہتے ہوئے) ایمان لائے کہ ہم (ایمان لانے میں) ان رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور (انہوں نے کہا): ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور (ہمیں) تیری ہی طرف لوٹنا ہے O

جب صحابہ کرام نے اس طرح کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ فرما دیا، پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ۔ (البقرہ:۲۸۶)

اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا، جو اس (شخص) نے نیک کام کیے ہیں ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے اور جو اس نے برے کام کیے ہیں ان کا نقصان (بھی) اس کے لیے ہے، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں!

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ۔ (البقرہ:۲۸۶)

اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں!

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ۔ (البقرہ:۲۸۶)

اے ہمارے رب ہم پر ان احکام کا بوجھ نہ ڈالنا جس کی ہمیں طاقت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں!

وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ:۲۸۶)

اور ہمیں معاف فرما، اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہمارا مالک ہے، پس تو کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما O

(صحیح مسلم:۱۲۵، الرقم المسلسل:۳۲۹، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ، سنن ترمذی:۳۰۰۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

Marfat.com

حدیث نفس''ھم''اور عزم کے معانی اور ان کا شرعی حکم

پس حدیث النفس (دل میں آئی ہوئی بات) اور وسواس بندے کی طاقت میں داخل نہیں ہے (یعنی اگر بندہ چاہے کہ اس کے دل میں کوئی بات نہ آئے یا اس کے دل میں کوئی وسوسہ نہ آئے تو یہ اس کی طاقت میں داخل نہیں ہے) بندے کی قدرت میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب اس کے دل میں کوئی بات آئے یا وسوسہ آئے تو وہ اس سے اعراض کرے اور اگر اس کے دل میں کسی گناہ کو کرنے کی ترغیب آئے تو اس پر اس بندے پر مواخذہ نہیں ہوگا اور جب وہ اس گناہ کو کرنے کا عزم کرلے گا تو وہ اب حدیث نفس سے نکل جائے گا اور یہ اس کے دل کا عمل ہو جائے گا، پھر اگر اس نے اس گناہ کو کرنے کی نیت کرلی تو اب وہ اس گناہ کو کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا اور نیت اور عزم کے درمیان فرق یہ ہے کہ اگر اس کے دل میں یہ بات آئے کہ وہ نماز کو منقطع کرے تو نماز منقطع نہیں ہوگی اور جب وہ نماز کو قطع کرنے کا عزم کرلے گا تو اب اس پر حکم شرعی لاگو ہوگا۔ اور سفیان ثوری سے پوچھا گیا کہ کیا انسان سے''ھم''(اچانک دل میں آنے والے خیال) پر مواخذہ ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب وہ اس کا عزم کرلے گا تو پھر اس کا مواخذہ ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۷۹، لابی نعیم المتوفی ۴۳۰ ھ، دار الکتب العربی، ۱۴۰۷ ھ)

اور سفیان ثوری نے کہا: جب بندہ دل سے کسی نیکی کی نیت کرلے تو فرشتے اس کی چوتھائی نیکی کو پا لیتے ہیں اور جب بندہ کسی گناہ کی نیت کرے تو فرشتے اس کی چوتھائی برائی کو پاتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاس لابی نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی متوفی ۴۳۰ ھ ج ۳ ص ۱۵ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

جو بات انسان کی فکر میں گزرے اور وہ اس کے ذہن میں جگہ نہ پکڑے تو اس کو''ھم''کہتے ہیں اور اگر وہ اس کے دل و دماغ میں راسخ ہو جائے تو اس کو عزم کہتے ہیں، پھر اگر نیکی کا عزم ہو تو اس پر وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور اگر گناہ کا عزم ہو تو وہ اس پر عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۴۲۵، دار الوفاء، بیروت، ۱۴۱۹ ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عباس القرطبی المالکی التوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے جو''ھم''کی تعریف لکھی ہے یہ عام متقدمین، علماء، فقہاء، محدثین اور متکلمین کا مختار ہے اور جن لوگوں نے اس تعریف کی مخالفت کی کہ انسان کے دل میں جو اچانک خیال آئے تو اگر وہ خیال اس کے دل میں جم نہ جائے تو اس پر گرفت نہیں ہوتی ورنہ اس پر گرفت ہوتی ہے اور اس پر انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۗ ۔ اس عورت نے ان (سے گناہ) کا قصد کرلیا اور انہوں نے (اس سے بچنے کا) قصد کیا اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے (تو گناہ میں مبتلا ہو جاتے)۔ (یوسف: ۲۴)

اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان باتوں سے درگزر فرما لیا ہے جو اس کے دل میں آتی ہیں جب تک وہ ان باتوں پر عمل نہ کرے یا ان باتوں کے موافق کلام نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۵۲۶۹، صحیح مسلم: ۱۲۷، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۹، سنن ترمذی: ۱۱۸۶، سنن نسائی: ۳۴۳۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۰، مسند احمد: ۹۵۰۳)

اور جو شخص اپنے عزم کے موافق عمل نہ کرے اور نہ اس کے موافق کلام کرے تو اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

Marfat.com

رہی یوسف: ۲۴، تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض ''ھم'' ایسے ہوتے ہیں جن پر گرفت کی جاتی ہے اور یہ وہ ''ھم'' ہوتا ہے جو دل و دماغ میں راسخ ہو جائے اور جگہ پکڑ لے اور دل میں آئی ہوئی بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو راسخ نہیں ہوتیں اور دل و دماغ میں جگہ نہیں پکڑتیں، اور انہی باتوں کے متعلق حدیث مذکور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے مواخذہ نہیں فرماتا،

حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جب میرے بندے کے دل میں یہ آیا کہ وہ کوئی نیک کام کرے تو میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہوں جب تک وہ اس کے موافق عمل نہ کرے، پس جب وہ اس کے موافق عمل کرلے تو میں اس کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب اس کے دل میں آیا کہ وہ کوئی گناہ کرے تو میں اس کو بخش دیتا ہوں جب تک وہ اس کے موافق عمل نہ کرے، پھر جب وہ اس کے موافق گناہ کا عمل کرلے تو میں اس کا ایک گناہ لکھ دیتا ہوں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے کہتے ہیں: اے رب! آپ کا یہ بندہ گناہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کام کی خوب بصیرت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انتظار کرو اگر وہ اس گناہ کا عمل کرلے تو اس کے لیے ایک گناہ لکھ دو اور اگر وہ اس گناہ کا عمل ترک کردے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو، اس بندے نے صرف میرے خوف کی وجہ سے اس گناہ کو ترک کیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اسلام میں نیک عمل کرتا ہے تو وہ جس نیکی کا عمل کرتا ہے، پس اس کے لیے دس سے لے کر سات سو (۷۰۰) نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں بلکہ چودہ سو (۱۴۰۰) نیکیاں تک لکھی جاتی ہیں اور وہ جس گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرلے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۹، الرقم المسلسل: ۲۳۵، مسند احمد: ۸۲۲۴)

امام طبری متوفی ۳۱۰ھ نے یہ زعم کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کراما کاتبین دل کے اعمال لکھتے ہیں، اور بعض علماء نے اس کے برخلاف یہ کہا ہے کہ کراما کاتبین دل کے اعمال نہیں لکھتے صرف اعضاء ظاہرہ کے اعمال لکھتے ہیں۔

(المفہم ج ا ص ۳۴۲۔ ۳۴۱، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

امام بخاری کے نزدیک خطا اور نسیان سے طلاق کا واقع نہ ہونا

امام بخاری نے کہا ہے کہ بھولنے والے اور خطاء کرنے والے کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اولیٰ یہ تھا کہ امام بخاری پہلے خطاء کرنے والے کا ذکر کرتے، پھر بھولنے کا ذکر کرتے کیونکہ خطاء کرنے والا وہ ہے جو عمداً گناہ کرتا ہے اور بھولنے والا وہ ہے جو عمداً گناہ نہیں کرتا۔

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے لکھا ہے: طلاق اور غلام کو آزاد کرنے میں خطاء کی تعریف یہ ہے کہ انسان کوئی اور بات کہنے کا ارادہ کرے اور اس کے منہ سے اپنی بیوی کے لیے یہ الفاظ نکل جائیں کہ میں نے تم کو طلاق دی یا اپنے غلام کے لیے یہ الفاظ نکل جائیں کہ میں نے تم کو آزاد کیا، اور جب اس طرح ہو اور یہ بات کہتے وقت اس کی کوئی نیت نہ ہو تو وہ اپنے اس قول پر نادم اور شرمندہ نہیں ہوگا اور اس کے اس قول پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوگا اور اس کا یہ کلام لغو ہوگا اور اس کے اس قول سے نہ اس کی بیوی کو طلاق ہوگی نہ اس کا غلام آزاد ہوگا، اور اس سے یہ قسم لی جائے گی کہ اس نے بھولے سے یا خطاء سے طلاق دی ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ کی یہ شرح امام مالک کے مذہب پر ہے، بلکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ (سعیدی غفرلہ) اور شاید کہ امام بخاری نے اپنے مذہب کی بناء امام شافعی کے مذہب پر رکھی ہے کہ جو شخص سہواً اپنی بیوی کو طلاق دے اس کی طلاق نافذ نہیں ہوتی کیونکہ جو شخص سہواً کوئی بات کہے اس کی نیت نہیں ہوتی، لہٰذا جو شخص سہو اور نسیان سے یا خطاء

Marfat.com

سے اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۶ ص ۱۶۸۔۱۶۱، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

مصنف کی طرف سے امام بخاری کے دلائل کا جواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۗ (الیٰ قولہ تعالیٰ) فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۗ ۔(البقرہ: ۲۳۰۔۲۲۹)

دو بار طلاق دینے کے بعد یا تو دستور کے مطابق روک لینا ہے یا اس کو حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک) پھر اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہے یہاں تک کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جب دو طلاقیں دی جائیں یا تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جاتی ہیں اور یہ قید نہیں لگائی کہ وہ طلاقیں عمداً دی جاتی ہیں بلکہ اس آیت کو اس کے عموم پر برقرار رکھا ہے خواہ وہ طلاقیں عمداً دی جائیں یا خطاءً دی جائیں یا نسیاناً دی جائیں، اور علامہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ نے امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ کی طرف سے اس آیت کے خلاف جو احادیث اور آثار پیش کیے ہیں وہ اس آیت کے مزاحم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے، سو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا مذہب اس آیت سے ثابت ہے اور اس کے برخلاف علامہ ابن ملقن التوفی ۸۰۴ھ نے جو کچھ لکھا ہے وہ حجت نہیں ہے۔

وسوسہ، خطاء اور نسیان سے طلاق کے عدم وقوع پر دلائل اور فریقین کی بحث ونظر

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے از عبد الرحمن بن مہدی روایت کی ہے کہ قتادہ کے نزدیک اس حدیث (صحیح البخاری: ۵۲۶۹) سے بہتر کوئی حدیث نہیں ہے اور یہ حدیث اس مسئلہ پر دلیل ہے کہ موسوس کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور معتوہ اور مجنون کی طلاق کا واقع نہ ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔

امام طحاوی نے اس حدیث سے جمہور کے اس موقف پر استدلال کیا ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا تم کو طلاق ہے اور دل میں تین طلاقوں کی نیت کی تو اس کے اس قول سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی، اس مسئلہ میں امام شافعی اور ان کے موافقین کا اختلاف ہے، امام طحاوی نے کہا کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے صرف دل سے طلاق دی اور الفاظ نہیں بولے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جس نے لفظ طلاق کو بولا اور مکمل تفریق کی نیت کی تو یہ ایسی نیت ہے کہ جس کے ساتھ الفاظ بھی ہوں اور انہوں نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: اے فلانہ! اور اس سے طلاق کی نیت کی تو اس سے طلاق نہیں ہوگی۔ اس مسئلہ میں امام مالک اور دوسرے فقہاء کا اختلاف ہے کیونکہ طلاق صرف نیت کے ساتھ بغیر الفاظ کے واقع نہیں ہوتی اور اس مرد نے طلاق کا کوئی لفظ صراحۃً بولا ہے اور نہ ہی کنایۃً، اور اس پر یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس نے طلاق لکھی تو اس کی عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس نے اپنے دل سے طلاق کا عزم کر لیا اور اپنے ہاتھ سے طلاق کو لکھا، اور امام مالک نے اس مسئلہ میں گواہ بنانے کی شرط عائد کی ہے۔

ابن سیرین اور زہری نے یہ کہا ہے کہ جب کسی مرد نے دل میں طلاق دی تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ علامہ ابن العربی نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ جس نے اپنے دل سے کفر کا اعتقاد کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور جس نے اپنے دل میں معصیت پر

اصرار کیا تو وہ گناہ گار ہوگا اور اسی طرح جس نے اپنے دل میں کسی مسلمان پر زنا کی تہمت لگائی تو وہ بھی گناہ گار ہوگا اور یہ تمام صورتیں صرف دل کے فعل کی ہیں اور اس میں زبان کا کوئی دخل نہیں ہے۔

اس دلیل کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ دل میں آئی ہوئی باتوں کی معافی اس امت کے فضائل سے ہے اور جو کفر پر اصرار کرتا ہو وہ اس امت (امت اجابت) سے نہیں ہے، اور جو معصیت پر اصرار کرنے والا ہو وہ گناہ گار ہوگا جب کہ اس سے پہلے اس نے کوئی معصیت کی ہو نہ کہ وہ شخص جس نے اس سے پہلے کوئی معصیت نہیں کی۔

علامہ خطابی نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جس نے ظہار کا عزم کیا تو وہ مظاہر نہیں ہوگا، اسی طرح جس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا عزم کیا تو صرف عزم سے طلاق نہیں ہوگی، اسی طرح جس نے اپنے دل میں کسی نیک مسلمان پر زنا کی تہمت لگائی تو اسے قاذف نہیں قرار دیا جائے گا اور اگر دل میں آئی ہوئی باتیں موثر ہوتیں تو ان باتوں سے نماز باطل ہو جاتی، حالانکہ حدیث صحیح میں یہ دلیل ہے کہ دل کی باتوں سے اجتناب کرنا مستحب ہے۔ اور اگر دل میں کوئی بات آ جائے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی، اور ''کتاب الصلاۃ'' میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں لشکر کی صفوں کو ترتیب دیتا رہتا ہوں حالانکہ میں نماز میں ہوتا ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب تقصیر الصلاۃ، باب: ۱۸ ص ۲۶۶، مکتبۃ دار العلم الحدیث ۱۴۲۶ھ) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۶، اس حدیث کی سند صحیح ہے) (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۶ - ۴۶۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث نفس پر عدم مواخذہ کا اس امت کی خصوصیت ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ نے لکھا ہے: فقہاء نے کہا ہے: جس نے کسی واجب کے ترک کرنے کا عزم کیا یا کسی حرام کام کو کرنے کا عزم کیا خواہ بیس (۲۰) سال بعد تو وہ اس وقت معصیت کا مرتکب ہو جائے گا، اور انہوں نے یہ جواب دیا کہ حدیث نفس سے مراد یہ ہے کہ جب اس کے دل میں آئی ہوئی بات حد وثوق کو نہ پہنچی ہو اور اس کے دل میں جمی نہ ہو لیکن جب وہ بات اس کے دل میں جم جائے اور وہ اس پر وثوق کرلے تو اس پر اس وثوق کی وجہ سے گرفت ہوگی اور اگر اس کے دل میں باتیں آتی رہیں اور اس نے ان باتوں پر وثوق نہیں کیا تو اس پر ان باتوں کی وجہ سے گرفت نہیں ہوگی بلکہ اس پر ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ چیز اس امت کے خصائص میں سے ہے، اور گزشتہ امتوں کی حدیث نفس پر گرفت ہوتی تھی اور اس میں بھی اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا اسلام کی ابتداء میں حدیث نفس پر مواخذہ کیا جاتا تھا اور بعد میں اسے منسوخ کر کے اس امت پر تخفیف کر دی گئی۔

طلاق کے عزم سے طلاق کے عدم وقوع پر دلائل اور اس میں اختلاف فقہاء

اس حدیث میں ارشاد ہے: جب تک بندہ اس حدیث نفس کے اوپر عمل نہ کرے یعنی عمل سے متعلق باتوں میں یا جب تک حدیث نفس کے متعلق کلام نہ کرے، اگر اس حدیث نفس کا تعلق کلام سے ہو یعنی اس کے دل میں یہ بات آئے کہ وہ ایسا کہے گا۔

اس حدیث میں کلام سے مراد زبان سے کلام کرنا ہے کیونکہ وہی حقیقتاً کلام ہے اور علامہ ابن العربی نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد کلام نفسی ہے اور کلام حقیقی وہی ہوتا ہے جو دل میں موجود رہتا ہے اور علم کے موافق ہوتا ہے۔

علامہ ابن العربی کا یہ قول رد کیا گیا ہے اور ان کا یہ قول تعصب پر مبنی ہے کیونکہ ان کا یہ مذہب بیان کیا گیا ہے کہ عزم سے طلاق واقع ہو جاتی ہے خواہ الفاظ نہ کہے ہوں۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جب کسی مرد نے اپنے دل سے طلاق کی نیت کی اور

Marfat.com

زبان سے کچھ نہیں کہا تو اس کی کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی الایہ کہ علامہ الخطابی التوفی ۳۸۸ھ نے الزہری سے اور امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ طلاق عزم سے بھی واقع ہو جاتی ہے اور علامہ ابن العربی نے اس کی از اشہب از امام مالک روایت کی ہے کہ عزم سے بیوی کو طلاق بھی ہو جاتی ہے اور غلام بھی آزاد ہو جاتا ہے اور نذر بھی منعقد ہو جاتی ہے اور ان چیزوں میں اس کا عزم اور اس کا جزم اس کے کلام نفسی سے کافی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ نقل انتہائی بعید ہے اور علامہ الخطابی نے اس کلام کے برخلاف یہ کہا ہے کہ جو دل سے اپنی بیوی کے ظہار کی نیت کرے تو وہ مظاہر نہیں ہوتا اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے ظہار کا عزم کیا تو اس کو ظہار اس وقت تک لازم نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ظہار کے الفاظ نہ بولے اور اگر وہ اپنے دل میں کسی کو قذف کرے تو قاذف نہیں ہوگا اور اگر وہ نماز میں اپنے دل سے کوئی بات کرے تو اس پر اس نماز کا اعادہ نہیں ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں کلام کو حرام فرما دیا ہے، سو اگر دل میں آئی ہوئی باتیں یعنی حدیث نفس کلام ہوتیں تو اس کی نماز باطل ہو جاتی حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں لشکر کی صفیں ترتیب دیتا رہتا ہوں حالانکہ میں نماز میں ہوتا ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۶)

حدیث نفس سے طلاق کے عدم وقوع کے قائلین

عطاء بن ابی رباح، ابن سیرین، حسن بصری، سعید بن جبیر، الشعبی، جابر بن زید، قتادہ، الثوری اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ اگر مرد کے دل میں یہ بات آئی کہ اس کی بیوی کو طلاق ہو تو محض اس خیال سے اس کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لکھنے سے طلاق کے وقوع کی تفصیل

اور ایک جماعت نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب اس نے طلاق کو لکھا تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ لکھنا عمل ہے اور یہ امام محمد بن حسن التوفی ۱۸۹ھ اور امام احمد بن حنبل التوفی ۲۴۱ھ کا قول ہے، اور امام مالک نے اس میں یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ لکھنے پر گواہ بنالیں اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے لکھنے سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔ المحیط البرہانی میں مذکور ہے کہ جب کسی مرد نے کسی کتاب میں اپنی بیوی کی طلاق لکھی یا کسی تختی پر لکھی یا کسی حوض پر لکھی یا زمین پر لکھی اور لکھائی کے الفاظ واضح تھے اور اس نے اس کتابت سے طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر اس کی لکھائی کے الفاظ واضح نہ ہوں یا اس نے ہوا میں لکھا ہو یا پانی پر لکھا ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی خواہ اس نے لکھا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

قَالَ قَتَادَةُ إِذَا طَلَّقَ فِي نَفْسِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ۔ قتادہ نے کہا: جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو دل میں طلاق دی تو یہ کچھ نہیں ہے یعنی لغو ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۳۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے اور وہ یہ ہے:

از معمر از قتادہ والحسن البصری ان دونوں نے کہا ہے: جس نے اپنے دل میں چپکے سے طلاق دی تو اس کی یہ طلاق کچھ بھی نہیں ہے یعنی لغو ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۴۔ ۳۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۵۲۷۰۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ زَنٰى فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحّٰى لِشِقِّهِ الَّذِي أَعْرَضَ فَشَهِدَ عَلٰى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ فَدَعَاهُ فَقَالَ هَلْ بِكَ جُنُونٌ هَلْ أَحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتّٰى أُدْرِكَ بِالْحَرَّةِ فَقُتِلَ

(صحیح البخاری: ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی از حضرت جابر (بن عبداللہ) رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کا ایک مرد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ مسجد میں تھے، اس مرد نے کہا: اس نے زنا کیا ہے، آپ نے اس سے اعراض کیا تو جس جانب آپ نے منہ موڑا تھا وہ اسی جانب آ گیا، پھر اس نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ گواہی دی، سو آپ نے اس کو بلا کر پوچھا: کیا تم کو جنون ہے؟ کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اس کو عیدگاہ میں رجم (سنگسار) کرنے کا حکم دیا، پس جب اس پر پتھر برسنے لگے تو وہ بھاگا حتیٰ کہ وہ الحرہ (سیاہ پتھروں والی زمین) میں پکڑ لیا، گیا پس اس کو مار ڈالا گیا۔

اذلقته الحجارة کا معنی اور اس لفظ پر مشتمل دیگر احادیث

اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں: اذلقته الحجارة۔

علامہ خلیل بن احمد الفراہیدی المتوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

اذلاق کا معنی ہے: تیزی کے ساتھ پتھر مارنا۔ (کتاب العین ج ۱ ص ۶۲۷، المطبع باقری قم، ایران، ۱۴۱۴ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں روزہ رکھ رہی تھیں حتیٰ اذلقها السموم یعنی گرم ہواؤں نے ان کو مشقت میں ڈال دیا اور کمزور کر دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۱، رقم الحدیث: ۸۹۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

علامہ حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اذلقته الحجارة کا معنی ہے: پتھروں کی دھار نے اس کو اذیت اور مشقت میں ڈالا۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۲۰۳۵)

اور ابن فارس نے کہا: الاذلاق کا معنی ہے: تیزی سے پتھروں کا برسنا۔ (المجمل ج ۱ ص ۳۶۰)

الحرہ کا معنی ہے: سیاہ پتھروں والی زمین اور جمز کا معنی ہے: تیزی سے بھاگنا۔

امام مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اذلقته الحجارة جمز کا معنی ہے: حتیٰ کہ وہ بے چین اور بے قرار ہو کر بھاگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدث میں یہ لفظ ہے کہ وہ سفر میں روزہ رکھتی تھیں حَتّٰى أَذْلَقَهَا الصَّوْمُ۔ یعنی روزوں نے ان کو مشقت میں ڈالا اور ان کو کمزور کر دیا۔

علامہ جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۸۲ھ نے لکھا ہے:

اس کو اتنے پتھر مارے گئے کہ وہ الحرہ میں ساقط ہو گیا۔ (الفائق ج ۱ ص ۴۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: ذلق کے معنی میں یہ حدیث بھی ہے:

انه ذلق یوم احد من العطش۔ یعنی پیاس نے ان کو اتنی مشقت میں ڈالا حتیٰ کہ ان کی زبان باہر نکل آئی۔
اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا: اذلقنی البلاء یعنی بیماری نے مجھے تھکا دیا۔
اور حدیث الحدیبیہ میں ہے:
یکسعها بقائم السیف حتی اذلقه۔ یعنی ان کو تلوار کے ذریعہ باہر دھکیلا حتیٰ کہ ان کو بے چین اور پریشان کر دیا۔
اور اسی لفظ کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: فکسرت حجراً و حسرته فانذلق (صحیح مسلم کتاب الزہد، رقم الحدیث: ۷۴) یعنی میں نے پتھر کو اس طرح توڑا کہ وہ پتھر دھار والا ہوگا۔ اور ذلق کل شیء کا معنی ہے: ہر چیز کی دھار (میں کہتا ہوں: ایسے ہی دھار والے پتھروں سے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا تھا۔ سعیدی غفرلہ)
(النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ج ۲ ص ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کے متعلق دیگر احادیث

میں کہتا ہوں: حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کے متعلق درج ذیل اطراف الحدیث ہیں:
امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ہزال کی حدیث میں ہے کہ جب حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا اور انہوں نے پتھروں کی چوٹ کو پایا تو وہ بے قرار اور بے چین ہو گئے اور تیزی سے نکل کر بھاگے تو حضرت عبداللہ بن انیس نے اونٹ کی ہڈی کھینچ کر ان کو ماری اور ان کو ہلاک کر دیا، پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: "تم نے اس کو کیوں نہ چھوڑا تحقیق وہ توبہ کرتے اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لیتا"۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۱۹)
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب ہم نے حضرت ماعز کو مار ڈالا، پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: تم نے ان کو کیوں نہ چھوڑ دیا اور کیوں نہ ان کو میرے پاس لے کر آئے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے توبہ کراتے۔ (صحیح البخاری: ۶۸۲۶، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن ابوداؤد: ۴۴۸۲)
اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: جب حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کر دیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا آپ کے صحابہ میں سے دو مرد ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے: اس کی طرف دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ رکھا تھا اور اس نے اپنے نفس کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ اس کو کتے کی طرح رجم کر دیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے، پھر اس کے کچھ دیر بعد آپ ایک مردار گدھے کے پاس سے گزرے اور آپ نے ان دونوں کو بلایا، پس فرمایا: تم اس مردار گدھے کو کھاؤ، ان دونوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! اس مردار گدھے کو کون کھائے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں جو ابھی اپنے بھائی کی غیبت کر رہے تھے وہ اس مردار گدھے کے گوشت کو کھانے سے بدتر تھی، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک ماعز اس وقت جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۲۸)

شیخ امین احسن اصلاحی کی تقصیر واجب التعزیر

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ جن کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت دی کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک ماعز اس وقت جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۲۸)
ایسی عظیم بشارت کے حامل حضرت ماعز اسلمی کے متعلق شیخ امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

Marfat.com

ایک یہ کہ ماعز نے بھلے مانسوں کی طرح خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار نہیں کیا تھا بلکہ وہ اپنے قبیلے والوں کے اصرار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس توقع پر آیا کہ خود حاضر ہو جانے سے غالباً وہ کسی بڑی سزا سے بچ جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے جرم کی اطلاع بہت پہلے سے مل چکی تھی اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوچھ گچھ کے نتیجے میں اقرار جرم کیا۔

دوسرے یہ کہ اس کا کردار ایک نہایت بدخصلت گنڈے (غنڈے) کا کردار تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کسی غزوہ کے لیے نکلتے تو مردوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر یہ جنس زدہ بدمعاشوں کی طرح عورتوں کا تعاقب کرتا۔

تیسرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مغفرت کی دعا کی نہ اس کا جنازہ پڑھا، یہ اس بات کی شہادت ہے کہ اس کو کٹر منافق قرار دیا گیا۔ (تدبر قرآن ج ۵ ص ۳۰۷، فاران فاؤنڈیشن لاہور، پاکستان ۱۴۰۹ھ)

میں سمجھتا ہوں کہ امین احسن اصلاحی نے جو حضرت ماعز اسلمی کے خلاف یہ غیر اصلاحی زہر آفرینی کی ہے اور صحابی کی شان میں جو گستاخی کی ہے اور جو تبراء بازی کی ہے، اس میں وہ رافضیوں کو بھی بہت پیچھے چھوڑ گئے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس ظالم شخص کی ہلاکت آفرینیوں سے اور گمراہ کن عبارتوں کے شر سے محفوظ و مامون رکھے اور اللہ تعالیٰ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا دنیا و آخرت میں منہ کالا کرے۔

نابالغ بچہ کی دی ہوئی طلاق کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بچہ کی طلاق میں اختلاف ہے اور اکثر فقہاء اس پر متفق ہیں کہ بچہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جو بچہ بلوغت کے قریب ہو، سو اس نے کہا کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق ہے، پھر اس نے اس سے نکاح کر لیا تو ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ ابن المسیب اور حسن بصری سے روایت کی ہے کہ نابالغ کی طلاق لازم ہوتی ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۷، رقم الحدیث: ۱۷۹۳۱، دار الوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا کہ جب نابالغ بچہ رمضان کے مہینہ کے روزوں کی طاقت رکھتا ہو اور پانچ وقت کی نمازیں پڑھتا ہو تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ (مسائل احمد و اسحاق ص ۱۹۳)

اور امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ جب نابالغ بچہ عورتوں سے جماع کی طاقت رکھتا ہو تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۸۴، رقم الحدیث: ۱۲۳۱۱، مکتب الاسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ)

عطاء کا یہ قول مسائل احمد و اسحاق ص ۱۹۳ پر بھی مذکور ہے اور اس میں یہ لکھا ہے کہ جب بچے کی عمر بارہ سال ہو جائے تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

زانی کو رجم کرنے کے لیے اس کے اقرار زنا کی تعداد کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ گواہی دی۔

امام ابن ابی لیلیٰ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کہتے ہیں کہ زانی کا اقرار معتبر ہے خواہ وہ ایک مجلس میں چار مرتبہ اقرار کرے

Marfat.com

یا وہ متعدد مجالس میں زنا کا اقرار کرے۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اس حدیث میں مذکور چار مرتبہ اقرار کو متعدد مجالس کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔ اور امام شافعی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ زانی کو رجم کرنے کے لیے اس کا ایک مرتبہ بھی اقرار کرنا کافی ہے، جیسا کہ حسب ذیل حدیث میں ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے انیس! صبح کو اس عورت کے پاس جانا اگر وہ اپنے گناہ کا اعتراف کرلے تو اسے رجم کر دینا''۔ (صحیح البخاری: ۲۳۱۵، ۲۳۱۴، صحیح مسلم: ۴۴۳۵، مسند احمد: ۱۷۰۳۸)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: ہم نے زانی کو رجم کرنے کے لیے اس کے اقرار کے متعلق متعدد مذاہب لکھے ہیں، اس کی تفصیل درج ذیل کتب میں ہے: (مختصر اختلاف العلماء للجصاص ج ۳ ص ۲۸۳، المدونہ للسحنون مالکی التوفی ۲۵۶ھ ج ۴ ص ۳۸۳، کتاب الام للامام الشافعی التوفی ۲۵۴ھ ج ۶ ص ۱۱۹، المغنی لابن قدامہ حنبلی التوفی ۶۲۰ھ، ج ۱۲ ص ۳۵۴)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ماعز محصن تھے یعنی وہ صحیح نکاح کر کے اپنی بیوی سے جماع کر چکے تھے، اس کے بعد انہوں نے زنا کیا تھا۔

محصن اور محصنہ کا معنی

ثعلب نے کہا ہے: ہر پاک دامن عورت محصنہ ہے اور ہر شادی شدہ عورت محصنہ ہے۔ (المجمل ج ۱ ص ۲۳۷)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ۔ (المائدہ: ۵) درآں حالیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو نہ علانیہ بدکاری کرنے والے۔

محصنین کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ نکاح کرنے والے ہوں اور زنا کرنے والے نہ ہوں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۰۱۔ ۳۰۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تم کو جنون ہے؟ اس کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی مفصل شرح کتاب الحدود میں آئے گی۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''کیا تم کو جنون ہے؟''۔

آپ کے اس استفہام کا تقاضا یہ ہے کہ اگر حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو جنون ہوتا تو ان کے اقرار پر عمل نہ کیا جاتا۔ اور آپ کے اس استفہام کا معنی یہ ہے کہ کیا تم کو دائمی جنون رہتا ہے یا کبھی تم کو جنون ہوتا ہے اور پھر تم ٹھیک ہو جاتے ہو۔ اور جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلام کر رہے تھے اس وقت وہ ٹھیک تھے اور ہوش و حواس میں تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماعز سے جو دریافت فرمایا تھا: کیا تم کو جنون ہے؟ یہ اس لیے تھا تا کہ حاضرین کو حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا حال اور ان کی کیفیت معلوم ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اذلقتہ الحجارۃ یعنی جب ان کو دھار والے پتھر آ کر لگے۔ اس کے بعد مذکور ہے جمز اس کا معنی ہے: وہ گھبرا کر تیزی سے بھاگے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

حدیث مذکور کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے مجنون کا ذکر کیا ہے اور حدیث مذکور (صحیح البخاری: ۵۲۷۰) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم کو جنون ہے، اس اعتبار سے یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کے پہلے راوی ہیں: اصبغ، ان کا پورا نام ہے: اصبغ بن الفرج اور یہ عبداللہ بن وہب مصری سے روایت کرتے ہیں اور وہ اس سند کے دوسرے راوی ہیں اور عبداللہ بن وہب یونس بن یزید الدیلمی سے روایت کرتے ہیں اور وہ اس سند کے تیسرے راوی ہیں۔ اور ابن وہب اس حدیث کو محمد بن مسلم بن شہاب سے روایت کرتے ہیں اور وہ اس سند کے چوتھے راوی ہیں اور محمد بن مسلم اس حدیث کو ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں اور وہ اس سند کے پانچویں راوی ہیں۔ اور ابوسلمہ اس حدیث کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا تعارف

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الشافعی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام الانصاری مشہور صحابی ہیں۔ ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث مروی ہیں، جن میں سے اٹھاون (۵۸) احادیث پر امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ اور امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ متفق ہیں۔ اور امام بخاری چھبیس (۲۶) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک سو چھبیس (۱۲۶) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ عقبہ اولیٰ میں حاضر ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انیس (۱۹) غزوات میں شریک رہے اور ان سے ان کے بیٹے اور طاؤس، الشعبی، عطاء اور بہت لوگ حدیث روایت کرتے ہیں۔ ان کی احادیث تمام صحاح ستہ میں مذکور ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جس رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ واپس کرنے گیا تھا اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے پچیس مرتبہ مغفرت کی دعا کی۔

الفلاس نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اٹھہتر (۷۸) سال کی عمر گزاری اور چوہتر ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (خلاصۃ تذہیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱ ص ۱۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ) دیکھیے! (تہذیب الکمال ج ۴ ص ۴۴۳، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۲، تقریب التہذیب: ۸۷۳)

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے چار مرتبہ اقرار زنا اور ان کی توبہ کے متعلق دیگر احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دی، اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے چار مرتبہ اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی الشافعی المتوفی ۳۵۴ھ اپنی صحیح میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ

Marfat.com

انہوں نے زنا کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے تمہیں کیا معلوم زنا کیا چیز ہے؟ پھر آپ نے ان کو وہاں سے نکلنے کا حکم دیا، سو ان کو نکال دیا گیا، پھر وہ دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر اسی طرح کہا کہ انہوں نے زنا کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے نکال دو، سو انہیں مجلس سے نکال دیا گیا، وہ پھر تیسری مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہیں پھر آپ کی مجلس سے نکال دیا گیا، پھر وہ چوتھی بار آئے، پھر انہوں نے اسی طرح کہا، آپ نے پوچھا: تم نے اپنے آلہ کو داخل کیا اور نکالا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۴۶، الرقم المسلسل: ۴۴۰۰، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم عنقریب اس مسئلہ میں ائمہ کے اختلاف کا ذکر کریں گے، نیز اس مسئلہ میں دیگر احادیث درج ذیل ہیں:

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ہزال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ماعز بن مالک اپنے باپ کے زیر پرورش تھے۔ انہوں نے قبیلہ کی ایک عورت سے زنا کیا تو ان سے میرے والد نے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپ کو بتاؤ کہ تم نے کیا کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے لیے استغفار کریں اور انہوں نے یہ اس لیے کہا تھا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے لیے نجات کی کوئی صورت نکل آئے، پس حضرت ماعز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں زنا کر چکا ہوں، سو آپ مجھ پر کتاب اللہ کے موافق حد قائم کیجئے، آپ نے اس سے منہ موڑ لیا، وہ پھر لوٹ کر آئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں زنا کر چکا ہوں آپ مجھ پر کتاب اللہ کے موافق حد قائم کیجئے، سو آپ نے ان سے منہ موڑ لیا، وہ پھر آپ کی خدمت میں تیسری مرتبہ آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میں زنا کر چکا ہوں، سو آپ مجھ پر کتاب اللہ کے موافق حد قائم کیجئے۔ آپ نے پھر ان سے منہ موڑ لیا، وہ آپ کے پاس چوتھی بار آئے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں زنا کر چکا ہوں، سو آپ مجھ پر کتاب اللہ کے موافق حد قائم کیجئے حتیٰ کہ انہوں نے چار مرتبہ زنا کا اقرار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے یہ بات چار مرتبہ کہی ہے (لہٰذا اب بتاؤ) تم نے کس کے ساتھ زنا کیا تھا؟ انہوں نے بتایا فلانہ کے ساتھ، آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس کو اپنے ساتھ لٹایا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس کو اپنے ساتھ لپٹایا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس کے ساتھ جماع کیا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! ہزال نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، ان کو الحرہ (سیاہ پتھروں والی زمین) کی طرف لے جایا گیا، پھر جب ان کو رجم کیا گیا اور ان کو پتھر لگے تو وہ بے چین ہو کر گھبرا کر تیزی سے بھاگے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے اصحاب تو ان کو نہیں پکڑ سکے تھے لیکن حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے ان کو پکڑ لیا اور انہوں نے اونٹ کی ایک ہڈی کھینچ کر ماری، سو ان کو ہلاک کر دیا، پھر حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کو چھوڑ کیوں نہ دیا شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لیتا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۱۹، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، صحیح البخاری: ۶۸۲۶، صحیح مسلم: ۱۶۹۱)

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس عرض کیا: یا رسول اللہ! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور میں نے زنا کیا ہے اور بے شک میری یہ خواہش ہے کہ آپ مجھے گناہوں سے پاک کر دیں۔ آپ نے انہیں واپس لوٹا دیا، دوسرے دن وہ پھر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے ان کو واپس کر دیا، پھر آپ نے کسی شخص کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور فرمایا: کیا تمہارے خیال میں اس کی عقل میں فتور ہے اور یہ بے ربط باتیں کرتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے خیال میں ان کی عقل ہم سب سے اچھی

Marfat.com

ہے، حضرت ماعز آپ کے پاس تیسری بار آئے، آپ نے پھر ان کی قوم کی طرف کسی کو بھیج کر ان کے متعلق پوچھا اور انہوں نے یہ خبر دی کہ انہیں کوئی بیماری ہے نہ ان کی عقل میں کوئی فتور ہے۔ جب وہ چوتھی بار آئے تو آپ نے ان کے لیے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا، پھر آپ کے حکم سے ان کو رجم کر دیا گیا، اس کے بعد غامدیہ آئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجئے، آپ نے اس کو واپس کر دیا، دوسرے دن آ کر اس نے کہا: یارسول اللہ! مجھے آپ نے کیوں واپس کر دیا؟ شاید آپ مجھے ماعز کی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں، خدا کی قسم! میں زنا سے حاملہ ہوں، آپ نے فرمایا: اچھا تو نہیں ٹلتی تو بچہ ہونے کے بعد آنا، بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ ایک بچہ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائی اور کہا: لیجئے یہ میرا بچہ پیدا ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا: جا، جا کر اس کو دودھ پلا حتیٰ کہ یہ روٹی وغیرہ کھانے لگے، جب بچہ کا دودھ چھوٹ گیا تو وہ اس کو لے کر آئی اور اس بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور کہنے لگی: لیجئے اے نبی اللہ! اس کا دودھ چھوٹ چکا ہے اور اب یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ نے وہ بچہ ایک مسلمان شخص کے حوالے کیا اور یہ حکم دیا کہ سینہ تک اس کے لیے ایک گڑھا کھودا جائے اور لوگوں کو اسے رجم کرنے کا حکم دیا، حضرت خالد بن ولید نے اس کے سر پر ایک پتھر مارا، حضرت خالد کا منہ اس کے خون سے لتھڑ گیا، حضرت خالد نے اس کو کوئی برا کلمہ کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو برا کلمہ کہتے ہوئے سن لیا، آپ نے فرمایا: اے خالد! ایسا نہ کہو اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر (ظلماً) ٹیکس لینے والا بھی ایسی توبہ کرتا تو اس کو بخش دیا جاتا، پھر آپ کے حکم سے اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور اس کو دفن کیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۵، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۲)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ ہشام نے کہا: مجھے یزید بن نعیم نے حدیث بیان کی از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے فرمایا: اے ہزال! اگر تم اسے اپنے کپڑوں میں چھپا لیتے تو یہ اس سے بہتر ہوتا جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۷، الرقم المسلسل: ۲۲۲۳۸۔ ۲۲۲۳، ۲۱۸۹۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۲۔ ۷۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۱۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۲۷۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۳۴۲، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۲ ص ۵۳۱، التمہید لابن عبدالبر ج ۲۳ ص ۱۲۵)

حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم کو جنون ہے؟ آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے یہ اس لیے پوچھا تا کہ ان کا حال محقق ہو جائے، کیونکہ عموماً انسان اپنے آپ کو ضرر نہیں پہنچاتا اور ایسا کوئی اقدام نہیں کرتا جو اس کے قتل کا سبب بنے جب کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے لیے توبہ کا راستہ کھلا ہوا تھا، وہ اپنے اس فعل پر توبہ کر لیتے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لیتا اور ان پر حد جاری نہ ہوتی۔ اس حدیث میں عیدگاہ کا ذکر ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز پڑھاتے تھے اور نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ نے لکھا ہے کہ یہ جگہ بقیع الغرقد میں ہے۔ (الکواکب الدراری شرح البخاری جز ۱۹ ص ۱۹۶، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ۔ عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۵۔ ۳۶۴، مفصلاً ومخرجاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور منقبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حدیث مذکور کے مسائل فقہیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور منقبت ہے کیونکہ انہوں نے اپنے زنا کے اقرار سے رجوع

Marfat.com

نہیں کیا حتیٰ کہ ان کو رجم کر دیا گیا۔
امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو آپ کے پاس ایک مرد آیا اور کہا: اَبْعَد (جو سعادت سے زیادہ دور تھا) نے زنا کیا ہے، سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا، اس نے پھر مزید تین مرتبہ آ کر یہی کہا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ ٹھہرے اور آپ نے ہم کو ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا، پھر ان کو رجم کر دیا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے واپس آئے اور آپ بہت غم گین اور افسردہ تھے، پھر ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم ایک منزل پر ٹھہرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افسردگی اور غم کے آثار دور ہو گئے اور آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے، پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم نے اپنے صاحب کی طرف نہیں دیکھا کہ اس کی مغفرت کر دی گئی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا گیا ہے۔
(مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۷۹، مسند احمد: ۲۱۵۵۴، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۴۲)
نیز امام مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ کو امت پر تقسیم کیا جائے تو وہ ان کے لیے کافی ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۵)

زانی پر حد جاری کرنے کے لیے اس کا چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے یا اس کا ایک بار بھی اقرار کرنا کافی ہے، اس مسئلہ کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وقت تک زانی کے اوپر حد لگانا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ اپنے نفس پر چار مرتبہ اقرار زنا نہ کر لے۔
سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ، الحکم بن عتیبہ، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، امام احمد بن حنبل (ان کا زیادہ صحیح قول یہی ہے) اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ زانی کا چار مرتبہ اقرار زنا ضروری ہے اور ان فقہاء کا استدلال اس حدیث سے ہے (صحیح البخاری: ۵۲۷۰) جس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ماعز اسلمی نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دی۔
حماد بن ابی سلیمان، عثمان البتی، الحسن بن حی، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد (امام احمد بن حنبل کی دوسری روایت) اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ جب زانی نے ایک مرتبہ اقرار زنا کر لیا تو اس پر حد واجب ہو جائے گی، اور دو یا دو سے زیادہ مرتبہ اقرار کی ضرورت نہیں ہے، اور اس مسئلہ میں انہوں نے الغامدیہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جب اس عورت نے زنا کا اعتراف کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انیس سے فرمایا: اے انیس! اس عورت کو صبح رجم کر دینا حالانکہ اس عورت نے صرف ایک مرتبہ اقرار زنا کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۲۳۱۵)

ائمہ ثلاثہ کا ایک حدیث سے استدلال اور امام طحاوی اور علامہ عینی کے مفصل جوابات

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:
کبھی راوی حدیث کی مختصر روایت کرتا ہے اور تفصیل کو چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اس کو حدیث مستحضر ہوتی ہے اور اس کی کسی تفصیل کو ذکر نہ کرنے سے اس تفصیل کا عدم وقوع لازم نہیں آتا، علاوہ ازیں حضرت الغامدیہ کی بعض روایات میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو چار مرتبہ واپس کر دیا تھا۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں: اس سلسلہ میں امام مسلم نے حسب ذیل حدیث کو روایت کیا ہے:
امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ الغامدیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں زنا کر چکی ہوں، سو آپ مجھے پاک کر دیجئے، آپ نے اسے واپس کر دیا، دوسرے دن صبح کو وہ پھر آئی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے کیوں واپس کر دیا شاید کہ آپ مجھے ماعز کی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں، پس اللہ کی قسم! بے شک میں حاملہ ہو چکی ہوں، آپ نے فرمایا: ابھی نہیں حتیٰ کہ تمہارے ہاں بچہ ہو جائے، پس جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو وہ بچہ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر تیسری بار آئی اور کہنے لگی: یہ اب میرا بچہ ہو چکا ہے، آپ نے فرمایا: تم جاؤ اس کو دودھ پلاؤ حتیٰ کہ اس کا دودھ چھڑالو اور وہ روٹی کھانے لگے، پھر جب اس کا بچہ روٹی کھانے لگا تو وہ چوتھی بار بچہ کو لے کر آئی اور بچہ کے پاس روٹی کا ٹکڑا تھا، سو وہ کہنے لگی: اے اللہ کے نبی! میں اس بچہ کا دودھ چھڑا چکی ہوں اور اب یہ کھانا کھاتا ہے، آپ نے بچہ ایک مسلمان مرد کے حوالہ کر دیا، پھر ان کے لیے ان کے سینہ تک گڑھا کھودا گیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کو رجم کریں، پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک پتھر لے کر آئے اور ان کے سر پر مارا سو حضرت خالد بن ولید کے چہرے کے اوپر ان کے خون کی چھینٹیں پڑیں، پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو برا کلمہ کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس برے کلمہ کو سن لیا، آپ نے فرمایا: اے خالد! رکو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ظلماً ٹیکس لینے والا بھی توبہ کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو لانے کا حکم دیا اور اس کی تدفین کر دی گئی۔
(صحیح مسلم: ۱۶۹۵، الرقم المسلسل: ۴۳۲۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ شرع میں اقرار اس لیے حجت ہے تا کہ صدق کی جانب کو کذب کی جانب پر ترجیح دی جائے اور یہ معنی عام ہے خواہ اقرار ایک مرتبہ کیا جائے یا کئی بار کیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس ہے لیکن ہم نے اس قیاس کو احادیث صحیحہ کی بناء پر ترک کر دیا ہے کیونکہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت غامدیہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ لوٹا دیا تھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ کیوں جائز نہیں کہ آپ نے حضرت ماعز کو چار مرتبہ اس لیے لوٹا دیا تھا کیونکہ ان کو یہ علم نہیں تھا کہ زنا کیا ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث صحیح سے اس احتمال کی نفی ہوتی ہے، وہ حدیث درج ذیل ہے:
امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری الشافعی المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کر لیا ہے اور زنا کر لیا ہے اور اب میں ارادہ کرتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس کر دیا، دوسرے دن صبح کو وہ پھر آئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے زنا کر لیا ہے، آپ نے اسے دوسری بار واپس کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قبیلہ کے لوگوں کو بلوایا اور دریافت فرمایا: کیا تم ان کی عقل میں کوئی کمی یا کوئی ناگوار بات محسوس کرتے ہو تو ان کے قبیلہ کے لوگوں نے کہا کہ ہماری رائے میں تو وہ سب سے اچھی عقل کے مالک ہیں، پھر حضرت ماعز آپ کے پاس تیسری بار آئے تو آپ نے پھر ان کے قبیلہ کے لوگوں کو بلوا کر ان سے حضرت ماعز کی عقل کے متعلق سوال کیا تو ان کے قبیلہ کے لوگوں نے بتایا کہ ان کی عقل میں کوئی کمی نہیں ہے۔ جب حضرت ماعز چوتھی بار آئے تو آپ نے ان کے لیے ایک گڑھا کھدوایا۔ الحدیث۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۵، الرقم المسلسل: ۴۳۲۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ محمد بن یوسف الکرمانی التوفی ۷۸۶ھ اس حدیث سے غافل رہے حتیٰ کہ انہوں نے کہا: چار بار اقرار کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اے انیس! صبح کو اس عورت کے پاس جانا اور اگر وہ زنا کا اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دینا، اور اس حدیث میں عدد کی شرط نہیں ہے۔ (الکواکب الدراری جز ۱۹ ص ۱۹۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت انیس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب گزر چکا ہے اور عدد کی شرط کس طرح نہیں ہوگی، حالانکہ حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز سے فرمایا: تم چار مرتبہ اقرار کر چکے ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ تم نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دی اور امام ابن ابی شیبہ التوفی ۲۳۵ھ کی روایت میں ہے: کیا تم نے یہ چار مرتبہ نہیں کہا۔

سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کو چار مرتبہ کے اقرار پر مرتب فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

احصان کی تعریف، اس کی اقسام اور اس کی تحقیق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رجم کرنے کی شرط مرد کا محصن ہونا ہے یعنی وہ شادی شدہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: کیا تم محصن ہو؟ اور احصان کی دو قسمیں ہیں: (۱) ایک احصان رجم ہے (۲) دوسرا احصان قذف ہے، رہا احصان الرجم تو اصطلاح شرع میں اس کے اندر سات شرائط کا اعتبار کیا گیا ہے: (۱) العقل (۲) البلوغ (۳) الحریہ (۴) الاسلام (۵) نکاح (۶) وہ مرد تندرست ہو (۷) اس نے نکاح کے بعد دخول کیا ہو۔

اور رہا احصان القذف تو اس کی پانچ شرائط ہیں: (۱) عقل (۲) بلوغ (۳) الحریہ (۴) اسلام (۵) اس مرد کا زنا سے پاک دامن ہونا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ متوفی ۱۵۰ھ نے احصان میں اسلام کی شرط عائد کی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مرد نے شرک کیا وہ محصن نہیں ہے، اور امام اسحاق بن راہویہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔

اور امام ابو یوسف حنفی متوفی ۱۸۳ھ، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا مذہب یہ ہے کہ احصان میں اسلام کی شرط نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یہودیوں کو رجم کیا تھا۔

ہم کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم تورات کی موافقت سے کہا تھا اور اس وقت زنا کی حد کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً مدینہ میں تشریف لائے تھے، لہٰذا یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ پہلے زنا کی حد کے متعلق سو کوڑے مارنے کا حکم نازل ہوا، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا حکم نازل ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

زانی کو پہلے کوڑے مارنے اور پھر رجم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

نیز علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو سو کوڑے مارنے اور رجم کرنے کی دو سزائیں نہیں دیں، جیسا کہ حضرت ماعز کی احادیث میں اس کی تصریح ہے۔ اس کے برخلاف الشعبی، الحسن البصری، اسحاق، داؤد ظاہری اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے بھی ایک روایت میں کہا ہے کہ شادی شدہ زانی کو پہلے کوڑے مارے جائیں گے، پھر رجم کیا جائے گا۔

امام ترمذی نے کہا: یہ صحابہ کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ ان میں سے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابی بن کعب، حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ ہیں۔ ان کا استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے کہ ایک مرد نے زنا کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے کوڑے لگائے گئے، پھر آپ کو یہ خبر دی گئی کہ یہ شادی شدہ ہے تو پھر آپ کے حکم سے اسے رجم کیا گیا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۳۸-۴۴۳۹، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اور ابراہیم النخعی، الزہری، الثوری، الاوزاعی، عبداللہ بن مبارک، ابن ابی لیلیٰ، الحسن بن صالح، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد (کی زیادہ صحیح روایت کے مطابق) کا مذہب یہ ہے کہ شادی شدہ زانی کی حد صرف اس کو رجم کرنا ہے جیسا کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی کی حدیث میں اس کی تصریح ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ زانی کی حد یہ ہے کہ اسے کوڑے مارے جائیں، پھر اسے رجم کیا جائے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو، اللہ تعالیٰ نے زنا کرنے والوں کی سزا بیان فرما دی، اگر کنوارا مرد کنواری عورت کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو (۱۰۰) کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو (۱۰۰) کوڑے مارو اور رجم کرو''۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۰، الرقم المسلسل: ۴۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۴۱۶-۴۴۱۷، سنن ترمذی: ۱۴۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۰، مسند احمد: ۲۲۷۲۹)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر حدیث درج ذیل حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما دونوں بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک مرد نے آکر کہا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان صرف اللہ کی کتاب سے فیصلہ کریں، پھر اس کا مخالف کھڑا ہوا اور وہ اس سے زیادہ سمجھ دار تھا، اس نے کہا: آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کریں اور مجھے بیان کرنے کی اجازت دیجئے، آپ نے فرمایا: بیان کرو، اس نے کہا: بے شک میرا بیٹا اس مرد کے پاس مزدوری کرتا تھا، اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا، سو میں نے اس کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک غلام فدیہ میں دے دیا، پھر میں نے علماء سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں تمہارے درمیان اللہ عزوجل کی کتاب کے موافق عمل کروں گا، لہٰذا بکریاں اور غلام تم کو واپس دیئے جائیں گے اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور اے انیس! تم صبح کو اس عورت کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اعتراف کر لے تو تم اس کو رجم کر دینا، پس حضرت انیس رضی اللہ عنہ صبح کو اس عورت کے پاس گئے اس نے زنا کا اعتراف کر لیا تو حضرت انیس نے اس کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۶۸۲۷-۶۸۲۸، صحیح مسلم: ۴۴۳۵، مسند احمد: ۱۷۰۴۲)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے زیادہ مستند ہے کیونکہ وہ صرف امام مسلم کی روایت ہے۔ اور یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور مسند احمد سب میں مذکور ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ اس زانیہ عورت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف رجم کرنے کا حکم دیا اور اسے کوڑے مارنے کا حکم نہیں دیا، نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام لائے تھے اور انہوں نے اپنی روایت میں رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زنا کی حد میں کوڑے مارنے اور رجم کرنے کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ اور اصولیین نے بھی یہ استدلال کیا ہے کہ کتاب کے حکم کی

Marfat.com

سنت کے ساتھ تخصیص کرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو زنا کرنے پر صرف رجم کیا تھا اور کوڑے نہیں مارے تھے اور قرآن مجید کی جس آیت میں یہ حکم دیا گیا:

اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۔ (النور:۲) زانیہ عورت اور زانی مردان میں سے ہر ایک کو سو (۱۰۰) کوڑے مارو۔

یہ آیت شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں کو شامل ہے، مگر حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ صرف کنوارے کو کوڑے مارے جائیں گے اور شادی شدہ کو صرف رجم کیا جائے گا اور حدیث سے اس آیت میں تخصیص کر دی گئی ہے۔

کیفیت زنا سے متعلق سوال کرنا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص زنا کا اقرار کرے اس سے دریافت کرنا چاہیے کہ آیا وہ زنا کے معنی و مفہوم کو جانتا ہے یا صرف اجنبی عورت سے بغل گیر ہونے اور بوس و کنار ہونے کو وہ زنا سمجھتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: کیا تم نے اس کو لٹایا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر فرمایا: کیا تم نے اس کو اپنے ساتھ لپٹایا تھا، انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر فرمایا: کیا تم نے اس میں دخول کیا تھا؟ (سنن ابوداؤد: ۴۴۱۹، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نیز امام ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے: آپ نے حضرت ماعز سے پوچھا: کیا تمہارے جسم کا عضو اس اجنبی عورت کے عضو میں غائب ہو گیا تھا، انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: جس طرح سلائی سرمہ دانی میں یا جس طرح رسی ڈول میں غائب ہو جاتی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! (سنن ابوداؤد: ۴۴۲۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: شاید تم نے اجنبی عورت کو بوسہ دیا ہو گا یا اس سے چھیڑ چھاڑ کی ہو گی یا اس کی طرف شہوت سے دیکھا ہو گا۔ انہوں نے کہا: نہیں، آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس میں داخل کر دیا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر اس وقت آپ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔
(صحیح البخاری: ۶۸۲۴، سنن ابوداؤد: ۴۴۲۷)

زنا کے جرم کو افشاء کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اس پر پردہ رکھا جائے

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

یزید بن نعیم اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے فرمایا: اے ہزال! اگر تم اسے اپنے کپڑوں میں چھپا لیتے تو یہ اس سے بہتر تھا جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔
(مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۷، مسند احمد: ۲۱۸۹۰، ۲۲۲۳۷، ۲۲۲۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۲۔۷۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۱۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۲۷۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۳۴۲، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۲ ص ۱۳۵، التمہید لابن عبدالبر ج ۲۳ ص ۱۲۵)

امام محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے عزت کرے اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کو پورا فرماتا ہے اور جو مسلمان کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی سختیوں میں سے کسی سختی کو دور فرما دے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا''۔ (صحیح البخاری: ۲۴۴۲، صحیح مسلم: ۲۵۸۰، سنن

Marfat.com

ترمذی: ۱۴۲۶، سنن ابوداؤد: ۴۸۹۳، مسند احمد: ۵۶۱۴)

امام پر لازم ہے کہ وہ اجراء حد سے پہلے زانی سے چار مرتبہ اقرار زنا کرائے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام پر لازم ہے کہ وہ زانی پر اجراء حد کو مؤخر کر دے یہاں تک کہ وہ چار مرتبہ اپنے زنا کا اقرار کرے، نیز امام پر لازم ہے کہ وہ زانی سے کہے: شاید تم نے زنا نہ کیا ہو تم نے صرف چھیڑ چھاڑ کی ہو یا صرف بوس و کنار کیا ہو حتیٰ کہ وہ اپنے زنا کرنے کا اقرار کر لے جیسا کہ (صحیح البخاری: ۲۴۴۳، صحیح مسلم: ۵۰۸۰) کے حوالوں سے گزر چکا ہے۔

جس کو رجم کیا گیا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کا ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، سو اس نے زنا کرنے کا اقرار کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منہ موڑ لیا حتیٰ کہ اس نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ گواہی دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم کو جنون ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا اور عیدگاہ میں اسے رجم کیا گیا، جب اس کو پتھر لگے تو وہ بھاگا، پس اس کو پکڑ لیا گیا، پھر اسے رجم کر دیا گیا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق کلمات خیر فرمائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (صحیح البخاری: ۶۸۲۰، صحیح مسلم: ۴۴۳۳، مسند احمد: ۱۴۴۶۲)

امام ابوعبداللہ بخاری سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ آپ نے ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی تھی؟ انہوں نے کہا کہ اس کی معمر نے روایت کی ہے، پھر امام بخاری سے پوچھا گیا: کیا معمر کے علاوہ کسی اور نے اس کی روایت کی ہے؟ امام بخاری نے کہا: نہیں۔ (صحیح البخاری ص ۱۱۷۲، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۳۱ ھ)

ان بعض روایات کی توجیہ جن کے مطابق آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی

بعض روایات میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث المتوفی ۲۷۵ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ بتایا کہ وہ زنا کر چکے ہیں، آپ نے ان سے منہ موڑ لیا، انہوں نے کئی مرتبہ اپنی بات کو دہرایا تو آپ نے ان سے منہ پھیر لیا، پھر آپ نے ان کے قبیلہ کے لوگوں سے پوچھا: کیا یہ مجنون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ ان کو کوئی بیماری نہیں ہے، آپ نے حضرت ماعز سے پوچھا: کیا تم نے یہ کام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو ان کو لے جا کر رجم کر دیا گیا اور آپ نے ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۲۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی المتوفی ۲۷۹ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کا ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، سو اس نے اپنے زنا کرنے کا اعتراف کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا، اس نے پھر اعتراف کیا، آپ نے پھر اس سے منہ پھیر لیا حتیٰ کہ اس نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ گواہی دی، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم کو جنون ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں، آپ نے

Marfat.com

پوچھا: کیا تم محصن ہو یعنی شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! پھر آپ کے حکم سے اسے عیدگاہ میں رجم کر دیا گیا، پھر جب اس کو پتھر لگے تو وہ بھاگا، پھر اسے پکڑ لیا گیا، پھر اس کو رجم کر دیا گیا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کلمات خیر فرمائے اور اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۱۴۲۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح البخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی پر مقدم ہیں، علاوہ ازیں صحیح البخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد میں اثبات کی روایت ہے یعنی آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی اور سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں نفی کی روایت ہے اور خبر میں اثبات کی روایت نفی کی روایت پر مقدم ہوتی ہے، لہٰذا راجح یہ ہے کہ آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔

حضرت ماعز کی نماز جنازہ پڑھنے کے ثبوت میں احادیث

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ماعز کو رجم کر دیا گیا تو صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اب ہم ان کے ساتھ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''تم ان کے ساتھ وہی کرو جو تم اپنے دوسرے وفات شدہ لوگوں کے ساتھ کرتے ہو، ان کو غسل دو، ان کو کفن پہناؤ، ان کو خوشبو لگاؤ اور ان کی نماز جنازہ پڑھو''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۲۴، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

نیز امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت قدس سرہ العزیز المتوفی ۱۵۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک کو رجم کر دیا گیا تو صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم ان کے ساتھ کیا کریں تو آپ نے فرمایا: ''تم ان کے ساتھ وہی کرو جو تم اپنے دوسرے وفات شدہ لوگوں کے ساتھ کرتے ہو، ان کو غسل دو، ان کو کفن پہناؤ، ان کو خوشبو لگاؤ اور ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ (مسند الامام ابی حنیفہ ص ۱۴۵، مکتبۃ الکوثر، ریاض، ۱۴۱۵ھ)

قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری المتوفی ۱۸۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

از ابوحنیفہ از علقمہ بن مرثد از ابن بریدہ از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے عرض کیا: جو سعادت سے دور ہے اس نے (اس سے مراد خود ان کی ذات ہے) نے زنا کیا ہے، آپ نے ان کو واپس کر دیا، وہ پھر دوبارہ آئے، آپ نے ان کو پھر واپس کر دیا، وہ تیسری بار آئے، آپ نے پھر ان کو واپس کر دیا، وہ پھر چوتھی بار آئے، تب آپ نے ان کے متعلق ان کے اہل قبیلہ سے سوال کیا اور فرمایا: کیا تم ان کی عقل میں کوئی کمی دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں، پھر آپ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، پھر ان کو ایسی زمین پر لایا گیا جس پر پتھر بہت کم تھے، پھر جب ان کے مرنے میں دیر ہو گئی تو پھر ان کو ایسی زمین میں لے جایا گیا جہاں بہت زیادہ پتھر تھے، پھر سب لوگ ان کو پتھر مارنے لگے حتیٰ کہ ان کو مار ڈالا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: ''تم نے اس کے نکلنے کے لیے راستہ کیوں نہ چھوڑا''۔ بعض اہل مدینہ نے کہا کہ ماعز ہلاک ہو گیا اور ہلاک کر دیا گیا اور بعض اہل مدینہ نے کہا کہ ہمیں ان کی توبہ کی توقع ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر لوگوں کی بڑی جماعتیں ایسی توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول ہو جائے گی، پھر لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جسم کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا: ''تم ان کے ساتھ اسی طرح کرو جس طرح تم اپنے دوسرے وفات شدہ لوگوں کے ساتھ کرتے ہو یعنی انہیں کفن دو اور ان کی نماز جنازہ پڑھو''۔

Marfat.com

(کتاب الآثار لامام ابی یوسف: ۱۹۰۷، ص ۱۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۵۵ھ) جامع المسانید للخوارزمی ج ۲ ص ۱۹۵-۱۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)(شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۳۲، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

امام ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن حنیف الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا تھا اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی اور ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں بہت لمبا قیام کیا حتیٰ کہ قریب تھا کہ لوگ اتنے لمبے قیام سے عاجز آ جاتے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت ماعز اسلمی کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو ان کو رجم کیا گیا، وہ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو اونٹ کی دو ہڈیاں کھینچ کر ماریں جوان کے سر پر لگیں جس سے وہ فوت ہو گئے، اس وقت ایک مرد نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا: تم ہلاک ہو گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کیا آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، پھر دوسرے دن آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور پہلے دن کی طرح ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں لمبا قیام کیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا: ''پس تم اپنے صاحب (یعنی حضرت ماعز) پر نماز جنازہ پڑھو''، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۹ء۱۷۹، الرقم المسلسل: ۱۳۴۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ/ مصنف عبد الرزاق ج ۷ ص ۳۲۰، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے حضرت ماعز کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی وہ اس پر محمول ہے کہ آپ نے پہلے دن ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور دوسرے دن آپ نے اور صحابہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

رجم کے وقت مرجوم کے لیے گڑھا کھودنے یا گڑھا نہ کھودنے کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کا حکم دیا تو ہم ان کو البقیع کی طرف لے گئے، پس اللہ کی قسم! ہم نے ان کو باندھا نہ ان کے لیے گڑھا کھودا لیکن وہ ہمارے لیے کھڑے رہے، ابو کامل نے کہا: پھر ہم نے ان پر ہڈیاں، پتھر اور ٹھیکرے مارے، سو وہ بھاگے، پس ہم بھی ان کے پیچھے بھاگے حتیٰ کہ وہ الحرہ کے ارض میں پہنچ گئے، پھر ہم نے ان پر الحرہ کے بڑے بڑے پتھر مارے حتیٰ کہ وہ ساکت ہو گئے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۳۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ، صحیح مسلم: ۱۶۹۴، الرقم المسلسل: ۴۳۱۹، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ کے پاس ایک مرد آیا، سو اس نے کہا جو مرد سعادت سے دور تھا اس نے زنا کیا، آپ نے اس سے منہ پھیر لیا، اس نے پھر دوسری بار پھر تیسری بار پھر چوتھی بار کہا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ ٹھہرے، پس جب اس نے چوتھی بار اقرار کیا تو آپ نے ہمیں گڑھا کھودنے کا حکم دیا، سو ہم نے اس کے لیے گڑھا کھودا وہ گڑھا بہت لمبا نہیں تھا، سو اس کو رجم کیا گیا، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور آپ بہت افسردہ اور غمگین تھے، پس ہم رات کو چلے حتیٰ کہ ہم ایک جگہ ٹھہرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے غم کے آثار دور کر دیئے گئے، پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم نے اپنے صاحب کی طرف نہیں دیکھا ان کو بخش دیا گیا اور ان کو جنت میں داخل کر دیا گیا۔

(مسند احمد: ۲۱۵۵۴، مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۹، شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۴۲، صحیح مسلم: ۱۶۹۵، الرقم المسلسل: ۴۳۴۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۷، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

رجم کے وقت مرجوم کے لیے گڑھا کھودنے یا گڑھا نہ کھودنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے لکھا ہے: رہا مرجوم اور مرجومہ کے لیے گڑھا کھودنا تو اس میں فقہاء کے متعدد مذاہب ہیں:

امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا مشہور قول یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے لیے بھی گڑھا نہ کھودا جائے گا اور قتادہ، ابو ثور، امام ابو یوسف اور امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ دونوں کے لیے گڑھا کھودا جائے گا اور بعض فقہاء مالکیہ اور ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مرد کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے خواہ اس کا زنا گواہوں سے ثابت ہو یا اقرار سے، اور رہی عورت تو اس کے متعلق ہمارے اصحاب کے تین اقوال ہیں:

(۱) اس کے سینہ تک گڑھا کھودنا مستحب ہے تاکہ وہ اس کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہو۔

(۲) گڑھا کھودنا نہ مستحب ہے نہ مکروہ بلکہ یہ امام اور سربراہ کی صواب دید پر موقوف ہے۔

(۳) اگر عورت کا زنا گواہی سے ثابت ہو تو اس کے لیے گڑھا کھودنا مستحب ہے اور اگر اس کا زنا اس کے اقرار سے ثابت ہو تو اس صورت میں اس کے لیے گڑھا کھودنا مستحب نہیں ہے کیونکہ اب رجم کے وقت اس کے بھاگنے کا خطرہ نہیں ہے۔

صحیح مسلم: ۱۶۹۴ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے حضرت ماعز کے لیے نہ گڑھا کھودا نہ ان کو باندھا، اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ ہم نے ان کے لیے بہت بڑا گڑھا نہیں کھودا کیونکہ صحیح مسلم: ۱۶۹۵ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے لیے گڑھا کھودا تھا۔

جب زنا کا معترف رجم کے وقت بھاگے تو اس سے حد کو ساقط کرنے کا استحباب

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ انہوں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے ان سے منہ پھیر لیا، وہ پھر دوسری جانب سے آئے اور کہا: یا رسول اللہ! انہوں نے زنا کیا ہے، سو آپ نے ان سے منہ پھیر لیا، پھر وہ دوسری طرف سے آئے اور کہا: یا رسول اللہ! انہوں نے زنا کر لیا ہے، پھر جب انہوں نے چوتھی مرتبہ اقرار کیا تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا، سو ان کو الحرہ کی طرف نکالا گیا، پھر ان کو رجم کیا گیا، پھر جب انہوں نے پتھروں کا درد محسوس کیا تو وہ بھاگے حتیٰ کہ ایک صحابی کے پاس اونٹ کی ہڈی تھی، اس نے وہ کھینچ کر ان کو ماری اور لوگوں نے بھی ان کو پتھر مارے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے، پھر صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ جب انہوں نے پتھروں کا درد محسوس کیا اور ان کو موت کا خطرہ ہوا تو وہ بھاگے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے اس کو چھوڑا کیوں نہیں''۔

(سنن ترمذی: ۱۴۲۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۳ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۶، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

امام ترمذی نے اس باب کا یہ عنوان قائم کیا ہے کہ جب زنا کا اعتراف کرنے والا رجم کے وقت بھاگے تو اس سے حد کو ساقط کر دیا جائے۔

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے۔

دیگر مجرموں کی نماز جنازہ کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

جس کو رجم کیا گیا ہو اور جو کسی دوسری حد میں قتل کیا گیا ہو یا جو ڈکیتی میں قتل کیا گیا ہو اور دوسرے مجرموں کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور الزہری نے کہا ہے: نہ مرجوم کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ خودکشی کرنے والے کی۔ اور امام ابو یوسف متوفی ۱۸۳ھ کہتے ہیں کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور قتادہ نے کہا: ولد الحرام کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

بعض فقہاء مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ امام یعنی سربراہ ملک اور ارباب فضیلت، مرجوم کی نماز جنازہ پڑھیں جس طرح وہ دوسروں کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور دوسرے فقہاء مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شبہات سے حدود ساقط کرنے کے متعلق احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا: ''جب تک تم سے ہو سکے تو مسلمانوں سے حدود کو ساقط کر دو، اگر اس کے لیے کوئی سزا سے نکلنے کا راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ امام اگر معاف کرنے میں خطا کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں خطا کرے''۔ (سنن ترمذی: ۱۴۲۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی ہے اور مرفوع نہیں ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

امام مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ اس حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''التقریب'' میں لکھا ہے کہ یہ حدیث مرفوع بھی مروی ہے اور موقوف بھی مروی ہے اور اس باب میں حدیث موقوف زیادہ صحیح ہے جیسا کہ امام ترمذی نے کہا ہے اور زیادہ صحیح حدیث موقوف وہ ہے جس کو ابو وائل نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: ''حدود کو شبہات سے ساقط کر دو اور جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے قتل کو ساقط کر دو''۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''التخلیص'' میں کہا ہے کہ اس حدیث کی شیخ ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ نے کتاب الاتصال میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں شبہات کی وجہ سے حدود کو ساقط کرنے میں خطا کروں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں شبہات کی وجہ سے حدود کو قائم کروں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۸۵ مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ) (جامع الاصول فی احادیث الرسول ج ۲ ص ۶۲۴، دار ابن کثیر، ۱۴۳۲ھ)

امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی متوفی ۳۰۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم آپس میں حدود کو درگزر کرو، سو مجھ تک جب حد پہنچے گی تو واجب ہو جائے گی''۔ (سنن نسائی: ۴۸۸۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی امام ابو داؤد السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ نے بھی روایت کی ہے۔ (سنن ابو داؤد: ۴۳۷۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

اس حدیث میں نبی ﷺ نے حدود کو معاف کرنے کا حکم دیا ہے یعنی اس کے جرم سے درگزر کرو اور آپس میں حدود کو ساقط کر دو اور میرے پاس اس جرم کا مقدمہ نہ پیش کرو، کیونکہ جب مجھے اس جرم کا علم ہو گا تو میں اس پر حد قائم کروں گا۔

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت ہزال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کاش! تم ماعز کو اپنے کپڑوں میں چھپا لیتے تو یہ زیادہ بہتر ہوتا''۔ (مؤطا امام مالک ج ۲ ص ۸۲۱، رقم الحدیث: ۱۵۵۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ)

اس حدیث کی امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ نے بھی روایت کی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۷۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نیز اس حدیث کی امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے:

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۷، رقم الحدیث: ۲۱۳۸۳، مکتب اسلامیہ، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

شبہات سے حدود ساقط کرنے کے متعلق آثار

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابراہیم نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر میں شبہات کے سبب سے حدود کو معطل کر دوں تو یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں شبہات کے سبب سے حدود کو قائم کروں''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۸۵، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

از عمرو بن شعیب از والد خود مروی ہے کہ حضرت معاذ اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اگر تم پر حد مشتبہ ہو جائے تو اس سے حد کو ساقط کر دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۸۶، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے زنا کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا گمان ہے یہ عورت رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی تھی اور خوف خدا سے رکوع اور سجود کرتی تھی، پھر کوئی سرکش آدمی آیا اور اس نے اس کو بہکایا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو بلوایا تو اس عورت نے اسی طرح بیان کیا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۸۷، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

ابراہیم سے روایت ہے کہ صحابہ یہ کہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اللہ کے بندوں سے حدود کو ساقط کر دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۸۸، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۶۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

الزہری سے روایت ہے کہ ہر شبہ کی وجہ سے حدود کو ساقط کر دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۸۹، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۶۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

ابووائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے قتل اور کوڑوں کی سزا کو ساقط کر دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۹۰، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

۵۲۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى رَجُلٌ مِنْ أَسْلَمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سعید بن المسیب نے خبر دی کہ

Marfat.com

رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْأَخِرَ قَدْ زَنَى يَعْنِي نَفْسَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْأَخِرَ قَدْ زَنَى فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ فَقَالَ لَهُ ذَلِكَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحَّى لَهُ الرَّابِعَةَ فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ بِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ وَكَانَ قَدْ أُحْصِنَ۔

(صحیح البخاری: ۶۸۱۵، ۶۸۲۵، ۷۱۶۷، صحیح مسلم: ۴۴۸۲، مسند احمد: ۹۸۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلۂ اسلم کا ایک مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، اس نے آپ کو پکار کر کہا: یا رسول اللہ! بے شک متاخر نے (یعنی جو سعادت سے متاخر ہے) اس نے زنا کیا یعنی خود انہوں نے تو آپ نے اس سے منہ پھیر لیا تو وہ اسی جانب آ گیا جس جانب آپ نے منہ پھیرا تھا، پس کہا: یا رسول اللہ! متاخر نے زنا کیا ہے، آپ نے پھر اس سے منہ پھیر لیا تو وہ پھر اس جانب آیا جس جانب آپ نے منہ پھیرا تھا، اس نے پھر اسی طرح کہا: آپ نے پھر اس سے منہ پھیر لیا، پھر اس نے چوتھی مرتبہ کہا: سو جب اس نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ گواہی دے دی تو آپ نے اس کو بلا کر پوچھا: کیا تم کو جنون ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تب نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کو لے جاؤ اور اس کو رجم کر دو اور وہ مرد شادی شدہ تھا''۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک مرد آیا، یہ مرد حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: متاخر نے کہا: یعنی اس نے کہا جو سعادت سے متاخر ہے اور مدبر اور منحوس یعنی بے برکت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۲۷۲۔ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلَّى بِالْمَدِينَةِ فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتَّى أَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ فَرَجَمْنَاهُ حَتَّى مَاتَ۔

(صحیح مسلم: ۴۴۷۲، مسند احمد: ۹۸۴۵)

اور الزہری سے مروی ہے، انہوں نے کہا: مجھے اس نے خبر دی جس نے حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں بھی ان صحابہ میں سے تھا جنہوں نے حضرت ماعز کو رجم کیا تھا تو ہم نے ان کو مدینہ کی عید گاہ میں رجم کیا، پس جب ان کو پتھروں سے درد محسوس ہوا تو وہ بھاگے، ہم نے ان کو سیاہ پتھروں والی زمین میں پکڑ لیا، پھر ہم نے ان کو رجم کیا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔

الزہری کے دوسرے شیخ کا بیان

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الزہری نے اس حدیث میں یہ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے یہ حدیث کس سے سنی تھی اور اس سے پہلی حدیث (صحیح البخاری: ۵۲۷۱) میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے یہ حدیث ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن اور سعید بن المسیب سے سنی تھی اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ الزہری کا ابو سلمہ کے علاوہ ایک اور شیخ ہے اور سعید بن المسیب نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ (عمدۃ القاری

ج ۲۰ ص ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

کتاب الطلاق: ۱۱، باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ والسکران والمجنون وامرھما والغلط والنسیان فی الطلاق والشرك وغیرہ۔ میں درج احادیث اور تعلیقات کی شرح بحمدللہ تعالیٰ مکمل ہوگئی اور اس کی شرح پورے بسط وکمال کے ساتھ اختتام پذیر ہوگئی اور اس کے بعد کتاب الطلاق: ۱۲، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ شروع ہوگی جس کو ہم ان شاء اللہ الرحمٰن نعمۃ الباری کی دسویں جلد میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے تحریر کریں گے۔

کتاب الطلاق: ۱۱ کے مضامین کا خلاصہ

ہم نے کتاب الطلاق: ۱۱ کی بہت زیادہ تفصیل کی ہے اور اس میں جبراً طلاق دلوانے کے تمام متعلقہ مسائل بیان کیے ہیں خواہ جبراً طلاق زبان سے کہلوائی جائے یا لکھوائی جائے۔ اس سلسلہ میں علامہ امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلی متوفی ۱۳۴۰ھ کے فتاویٰ بھی دیگر فقہاء احناف کی عبارات کے ساتھ پیش کیے ہیں۔ اسی طرح نشہ میں مدہوش شخص کی طلاق کے وقوع کے متعلق بھی تفصیل سے لکھا ہے اور کم عقل اور بے عقل اور بچہ اور مجنون کی دی ہوئی طلاقوں کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے اور ان تمام مسائل میں مذاہب اربعہ کو پیش کیا ہے اور فقہاء احناف کی تصریحات کو ان کے حوالہ جات کے ساتھ لکھا ہے اور اعلیٰ حضرت اور صدر الشریعہ قدس سرہما العزیز کے فتاویٰ سے بھی اس بحث کو مزین کیا ہے اور طلاق رجعی کے لیے اردو زبان میں جن الفاظ کا استعمال رائج ہے ان کو بھی بہت تفصیل سے لکھا ہے اور اسی طرح طلاق بائن کے لیے اردو زبان میں جو الفاظ مستعمل ہیں ان کو بھی بہت تفصیل سے لکھا ہے اور اس کو بھی حضرت صدر الشریعہ کے فتاویٰ سے مزین کیا ہے۔ خطاء اور نسیان سے جو طلاق دی جاتی ہے وہ امام شافعی کے نزدیک واقع ہوجاتی ہے اور فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک واقع نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ میں بھی ہم نے طرفین کے دلائل نقل کر کے انصاف سے محاکمہ کیا ہے۔ اور آخر میں حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کی حدیث کو اس کی تمام اسانید کے ساتھ درج کیا ہے اور زانی کے اقرار کی تعداد کے متعلق اختلاف فقہاء کو بیان کیا ہے اور فقہاء احناف کے موقف کو احادیث صحیحہ سے واضح کیا ہے اور اس سلسلہ میں ائمہ ثلاثہ کی طرف سے وارد ہونے والے اعتراضات کے مفصل جوابات لکھے ہیں، احصان کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کی ہیں جن احادیث میں زانی کو کوڑے مارنے اور رجم کرنے کی دونوں سزاؤں کا ذکر ہے ان کی تحقیق کرنے کے بعد جس کو رجم کیا گیا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق احادیث بیان کی ہیں اور جن احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی ان کا محمل بیان کیا ہے اور حضرت ماعز کی نماز جنازہ پڑھنے کے ثبوت میں بہت احادیث پیش کی ہیں خصوصاً امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت قدس سرہ العزیز متوفی ۱۵۰ھ اور قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۹۳ھ کی روایات ان کی مسانید کے مفصل حوالہ جات کے ساتھ پیش کی ہیں اور اسی ضمن میں دیگر مجرموں کی نماز جنازہ کا حکم بھی بیان کیا ہے اور آخر میں شبہات سے حدود ساقط کرنے کے متعلق بہت تفصیل سے احادیث اور آثار پیش کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں: الٰہ العالمین! جیسا کہ تو جانتا ہے میں نے یہ تمام مباحث تیری رضا کے لیے اخلاص کے ساتھ لکھے ہیں تو ان کو عامۃ المسلمین کے لیے نفع آور بنا اور میری اس پوری کتاب کو فیض آفرین بنا دے، اس کی تحریر کو موثر کر دے۔

میں نے نعمۃ الباری کی اس نویں (۹) جلد میں بہت محنت کی ہے اور اس کے تمام مباحث کو نہایت جانفشانی سے لکھا ہے اور جتنی

تحقیق نعمۃ الباری کی اس نویں (۹) جلد میں کی گئی ہے اس سے پہلے نعمۃ الباری کی کسی جلد میں اتنی محنت نہیں کی گئی۔اس جلد میں ۱۲۹۴، احادیث اور بہت زیادہ تعلیقات کی شرح شامل ہے۔

حضرت محترم صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب دامت الطافہم اس نویں جلد کو بہت سرعت کے ساتھ شایان شان شائع کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے تمام عزائم کو مستجاب اور مشکور فرمائے اور میرے ساتھ ان کی محبت اور اخلاص کو قائم و دائم رکھے اور نعمۃ الباری اور میری دیگر تمام تصانیف کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمائے اور موافقین کے لیے میری تمام تصانیف کو موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنادے آمین یارب العالمین

انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری

میں نے جب نعمۃ الباری کو لکھنے کی ابتداء کی اس وقت میں نے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کے احوال جو مختلف کتابوں میں پڑھے اس سے معلوم ہوا کہ علامہ عینی نے اپنی شرح عمدۃ القاری میں جگہ جگہ حافظ ابن حجر کی شرح فتح الباری پر اعتراضات کیے ہیں، میں اپنی شرح نعمۃ الباری میں ان مقامات پر ان اعتراضات کو لکھتا رہا، پھر مجھے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتقاض الاعتراض کے نام سے دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے، اس میں علامہ عینی کے ان اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے، تقریباً دو سال پہلے مجھے معلوم ہوا کہ یہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے، پھر میں نے اس کے حصول کی جدوجہد کی تو معلوم ہوا کہ مکتبۃ الرشد، ریاض نے یہ کتاب شائع کر دی ہے لیکن یہ کتاب وہیں سے ملتی ہے، مکتبۃ الرشد والے یہ کتاب پاکستان نہیں بھیجتے، پھر میرے محب اور مکرم دوست ۱۴۳۲ھ میں دوسری بار حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو حج کی سعادت عطا فرمائی اور ان کو یہ سعادت بھی عطا فرمائی کہ انہوں نے اپنے والد گرامی سید اویس الحسن البرنی اور اپنی اہلیہ کو بھی حج کرانے کے لیے ساتھ لے لیا، اللہ تعالیٰ مولیٰ عزوجل ان سب کے حج کو حج مبرور بنادے اور ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے میری اور ان سب کی مغفرت فرمادے اور ہم سب کو قبر کے عذاب، قیامت کی ہولناکیوں، میدان حشر کی سختیوں اور دوزخ کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ (آمین)

سید عمیر الحسن البرنی زید حبہ ولطفہ نے دوران حج عزیزیہ مکہ مکرمہ میں جس قدر کتب خانے ہیں ان میں انتقاض الاعتراض کو تلاش کیا لیکن مکتبۃ الرشد عزیزیہ مکہ مکرمہ والوں نے کہا: ہمارا ہیڈ آفس تبوک اور ریاض میں ہے، سو یہ کتاب وہیں سے مل سکتی ہے اور قارئین کو معلوم ہے کہ حج کرنے والے کو دوران حج حرمین شریف سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی، سو سرتوڑ کوشش کے باوجود سید عمیر الحسن میرے لیے یہ کتاب نہ لا سکے۔

میری شدید خواہش تھی کہ میں نعمۃ الباری کی نویں جلد میں ''انتقاض الاعتراض'' سے استفادہ کرتا لیکن جب یہ کتاب بسیار کوشش کے باوجود نہ مل سکی تو پھر میں مایوس ہو گیا، اسی دوران حضرت مولانا محمد جان نعیمی مہتمم مجددیہ نعیمیہ ملیر، کراچی مجھ سے ملاقات کے لیے میرے پاس تشریف لائے دوران گفتگو ''انتقاض الاعتراض'' کا ذکر چھڑ گیا، ان کو جب میری پیاس کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ میرے کتب خانہ میں یہ کتاب موجود ہے (ان کی لائبریری دینی مدارس میں کتابوں کی سب سے بڑی لائبریری ہے) میں نے

عرض کیا: آپ عاریۃً یہ کتاب مجھے دے دیں میں آپ کو اس کتاب کی رسید لکھ کر دوں گا کہ اگر میں دوران تصنیف قضاء الٰہی سے مر گیا تو آپ یہ رسید دکھا کر دار العلوم نعیمیہ کے مہتمم حضرت مفتی پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن دامت الطافہم العالیہ سے اپنی یہ کتاب واپس لے لیں، انہوں نے کرم فرمایا اور دوسرے دن از خود وہ کتاب مجھے بھجوا دی۔

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ (الشوریٰ: ۲۸) وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہونے کے بعد بارش نازل فرماتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی مددگار ہے بہت حمد کیا ہواO

میں نویں جلد کو تقریباً مکمل کر چکا تھا لیکن میں نے نویں جلد کے شروع سے اس کا جائزہ لیا اور جہاں جہاں علامہ عینی حنفی نے حافظ ابن حجر شافعی کی شرح پر اعتراض کیے ہیں وہاں "انتقاض الاعتراض" میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے جوابات کو تلاش کر کے نکالا اور ان کے جوابات کا نعم الباری کی نویں جلد میں اضافہ کیا، پھر میں نے علامہ عینی کے اعتراض اور حافظ ابن حجر کے جوابات کے درمیان محاکمہ کیا، زیادہ تر میں نے علامہ عینی کے اعتراضات کو قوی پایا اور حافظ ابن حجر عسقلانی کو ان کے اعتراض کے جواب سے عاجز پایا، سو میں نے اس تفصیل کا نویں جلد میں اضافہ کر دیا اور برسوں کی خواہش اور تمنا کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل و کرم سے پورا کر دیا۔ فالحمد للہ رب العالمین حمد الشاکرین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

نعم الباری جلد تاسع (نو) کی تکمیل اور کلمات حمد و ثناء

نعم الباری جلد تاسع (۹) انتہائی برق رفتاری سے لکھی گئی ہے۔ ۱۱ شوال ۱۴۳۲ھ/ ۱۰ ستمبر ۲۰۱۱ء سے لے کر ۱۷ مارچ ۲۰۱۲ء/ ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ کو نعم الباری جلد تاسع مکمل ہوگئی اور اس کی تکمیل میں چھ ماہ اور سات دن کا وقت لگا، نعم الباری کی تمام مجلدات میں سے اس جلد میں سب سے کم وقت لگا اور اس جلد میں پچھلی تمام جلدوں سے زیادہ تحقیق اور تدقیق کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم میں مشکور فرمائے اور اس کتاب کو رہتی دنیا تک قبول عام عطا فرمائے اور میرے ہاتھوں صحیح البخاری کی شرح کو مکمل کرا دے اور اس شرح کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنا دے۔ امین یا رب العالمین بجاہ حبیبک خاتم النبیین سید المرسلین شفیع المذنبین علیہ الف الف صلوٰت و تسلیمات و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریتہ و امتہ اجمعین من المفسرین والمحدثین والفقہاء المجتہدین و سائر المسلمین۔

آخر میں اپنے تمام معاونین اور کرم فرماؤں کے لیے دعا کرتا ہوں خصوصاً مفتی پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن زید حبہم و دام الطافہم اور محترم محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب دامت الطافہم العالیہ اور سید عمیر الحسن البرنی زید حبہم اور مولانا اسماعیل نورانی زید علمہم اور حافظ ندیم زید حبہم و مولانا مختار احمد زید علمہ، بیرون ملک کرم فرماؤں میں سے مولانا حافظ عبد المجید برسٹل انگلینڈ شکر اللہ تبلیغہم اور ثمینہ بہن برسٹل انگلینڈ اطال اللہ عمرہا و شفاہا اور مولانا حامد قیوم ناروے دام لطفہم اور حافظ اختر حبیب اختر اور حافظ محمد اکرم (لیکچرر شعبہ عربی، گورنمنٹ دیال سنگھ کالج، لاہور) شکر اللہ مساعیہم اور اپنے تمام محبین، معاونین اور قارئین کے لیے دعا کرتا ہوں اور اپنی بڑی بہن کے لیے صحت اور توانائی کی دعا کرتا ہوں اور اپنے لیے بھی شفاء اور قوت کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا ایمان پر خاتمہ

Marfat.com

فرمائے اور ہمیں دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اہل بنادے اور آخرت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے اور آخرت کے مراحل کو ہمارے لیے آسان فرمادے، قبر کے عذاب، دوزخ کے عذاب، قیامت کی ہولنا کیوں اور میدان حشر کی سختیوں سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور اپنے بے پایاں فضل سے ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی

بلاک نمبر ۱۵ فیڈرل بی ایریا، کراچی ۳۸

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ / ۱۷ مارچ ۲۰۱۲ء

و اخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین حمد الشاکرین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین شفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین۔

Marfat.com

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد تاسع (۹) کی ڈائری

افتتاح: ۱۱ شوال ۱۴۳۲ھ / ۱۰ ستمبر ۲۰۱۱ء، بروز ہفتہ

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعداد حدیث
۱۰، ستمبر ۲۰۱۱ء	۱۱، شوال ۱۴۳۲ھ	ہفتہ			
یکم اکتوبر ۲۰۱۱ء	۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۲ھ	ہفتہ	۱۱۸	۱۱۸	۵۰۱۲
یکم نومبر ۲۰۱۱ء	۴ ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ	منگل	۱۷۸	۲۹۶	۵۰۷۵
یکم دسمبر ۲۰۱۱ء	۶ محرم ۱۴۳۳ھ	جمعہ	۱۳۶	۴۳۲	۵۱۱۹
یکم جنوری ۲۰۱۲ء	۶ صفر ۱۴۳۳ھ	اتوار	۱۱۵	۵۴۷	۵۱۹۸
یکم فروری ۲۰۱۲ء	۸ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ	بدھ	۱۰۷	۶۵۴	۵۲۶۵
۱۷ مارچ ۲۰۱۲ء	۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ	اتوار	۱۲۸	۷۷۲	۵۲۷۲

اختتام: ۱۷، مارچ ۲۰۱۲ء / ۲۳، ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ، بروز ہفتہ

Marfat.com

مصادر التحقیق فی نعم الباری

کتب سماویہ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ تورات

۳۔ زبور

۴۔ انجیل

کتب احادیث

۵۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، متوفی 150ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۶۔ امام مالک بن انس اصبحی، متوفی 179ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، 1409ھ، المکتبۃ التوفیقیہ، دار المعرفہ، بیروت، 1420ھ

۷۔ امام عبداللہ بن مبارک حنفی، متوفی 181ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۸۔ امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی، متوفی 183ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۱۰۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1407ھ

۱۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، المسند، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1400ھ

۱۲۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود شافعی، متوفی 204ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1425ھ

۱۳۔ امام محمد بن عمر بن واقد شافعی، متوفی 207ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت 1404ھ

۱۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی شیعی، متوفی 211ھ، مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1390، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۵۔ امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی شافعی، متوفی 219ھ، المسند، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۱۶۔ امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی، متوفی 227ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۷۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، المصنف، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1406ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۱۸۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

Marfat.com

۱۹۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: مجلس علمی، بیروت، 1427ھ

۲۰۔ امام احمد بن حنبل، متوفی 241ھ، المسند، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالفکر، بیروت 1415ھ، موسسۃ الرسالۃ، بیروت 1420ھ، عالم الکتب، بیروت 1419ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۱۔ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی شافعی، متوفی 255ھ، سنن دارمی، مطبوعہ: دارالکتاب العربی 1407ھ، دارالمعرفۃ، بیروت 1420ھ

۲۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1430ھ، دارارقم، بیروت، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1431ھ، دارالفکر، بیروت 1421ھ، موسسۃ الرسالۃ 1431ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1425ھ، دارالعلم الحدیث 1426ھ

۲۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، الادب المفرد، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412

۲۴۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی، متوفی 261ھ صحیح مسلم، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ، دارالفکر، بیروت 1424ھ

۲۵۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی، متوفی 263ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1415ھ، دارالجیل، بیروت، دارالفکر، بیروت 1421ھ

۲۶۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی شافعی، متوفی 275ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ، دارالفکر، بیروت 1421ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1422ھ

۲۷۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی شافعی، متوفی 275ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ: نورمحمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۸۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1422ھ، دارالجیل، بیروت 1998ء، دارالمعرفہ، بیروت 1423ھ

۲۹۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، 1415ھ

۳۰۔ امام علی بن عمر دارقطنی شافعی، متوفی 285ھ، سنن دارقطنی، مطبوعہ: نشرالسنہ، ملتان، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1422ھ

۳۱۔ امام ابن ابی عاصم شافعی، متوفی 287ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ: دارالرایہ، ریاض، 1411ھ

۳۲۔ امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار شافعی، متوفی 292ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالۃ، بیروت

۳۳۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن نسائی، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412ھ، دارالفکر، بیروت 1421ھ

۳۴۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت 1408ھ

Marfat.com

۳۵۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303، سنن کبریٰ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1411ھ، موسستہ الرسالہ 1421ھ

۳۶۔ امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی شافعی، متوفی 307ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۷۔ امام احمد بن عالی المثنی التمیمی شافعی، متوفی 307ھ، مسند ابویعلی موصلی، مطبوعہ: دار المامون التراث، بیروت 1404ھ

۳۸۔ امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری شافعی، متوفی 307، المنتقی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۹۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی، متوفی 311ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1395ھ

۴۰۔ امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق شافعی، متوفی 316ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ: دار الباز، مکہ مکرمہ

۴۱۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ: دار بلنسیہ، ریاض، 1420ھ

۴۲۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، مشکل الآثار، مطبوعہ: مکتبہ دار الباز 1415ھ

۴۳۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ: مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور 1404ھ، قدیمی کتب خانہ، کراچی،

۴۴۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ: موسستہ الرسالۃ، بیروت 1427ھ

۴۵۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ: مکتبۃ الحرمین، دبئی 1426ھ

۴۶۔ امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی شافعی، متوفی 322ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۴۷۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: موسستہ الرسالہ، بیروت 1407ھ

۴۸۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1425ھ

۴۹۔ امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری الشافعی، متوفی 360ھ، کتاب الشریعہ، مطبوعہ: موسستہ الریان 1429ھ

۵۰۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم صغیر، مطبوعہ: مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ 1388ھ، مکتبہ اسلامی، بیروت 1405ھ

۵۱۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم کبیر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۵۲۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم اوسط، مطبوعہ: مکتبہ المعارف، ریاض 1405ھ، دار الفکر، بیروت 1420ھ

۵۳۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ: موسستہ الرسالہ، بیروت 1409ھ

۵۴۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن محمد اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی شافعی، متوفی 364ھ، کتاب عمل الیوم واللیل، مطبوعہ: موسستہ الکتب الثقافیہ 1408ھ

۵۵۔ امام عبداللہ بن عدی الجرجانی شافعی، متوفی 365ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ،

Marfat.com

بیروت 1418ھ

۵۶۔ امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین شافعی، متوفی 385ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۵۷۔ امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ شافعی، متوفی 396ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۵۸۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری شافعی، متوفی 405ھ، المستدرک، مطبوعہ: دارالباز، مکہ مکرمہ، دارالمعرفہ، بیروت 1427ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1420ھ

۵۹۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی شافعی، متوفی 407ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۶۰۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دارالکتاب العربی 1407ھ

۶۱۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دارالنفائس، بیروت

۶۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: نشرالسنہ، ملتان

۶۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۶۴۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۶۵۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1423ھ

۶۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

۶۷۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ: مکتبۃ المنارہ، مکہ مکرمہ 1410ھ

۶۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1401ھ

۶۹۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1423ھ

۷۰۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، البعث والنشور، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ

۷۱۔ امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی مالکی، متوفی 463ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۷۲۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی شافعی، متوفی 488ھ، الجمع بین الصحیحین، مطبوعہ: دارابن حزم 1423ھ

۷۳۔ امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی شافعی، متوفی 509ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

۷۴۔ امام حسین بن مسعود بغوی شافعی، متوفی 516ھ، شرح السنہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۷۵۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ

۷۶۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1407ھ

Marfat.com

۷۷۔ امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، جامع المسانید، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ
۷۸۔ امام مجدالدین بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری شافعی، متوفی 606ھ، جامع الاصول، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دارابن کثیر، بیروت 1432ھ
۷۹۔ امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری شافعی، متوفی 656ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ: دارالحدیث، قاہرہ 1407ھ، دارابن کثیر، بیروت 1414ھ
۸۰۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، التذکرہ فی اموالآخرہ، مطبوعہ: دارالبخاری، مدینہ منورہ
۸۱۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفی 676ھ، الاذکار من کلام سیدالابرار، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ
۸۲۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفی 676ھ ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ، کراچی
۸۳۔ امام ابومحمد علی بن زکریا المنبجی الحنفی، متوفی 686ھ، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، دارخضر، بیروت 1419ھ
۸۴۔ امام محی الدین تبریزی شافعی، متوفی 742ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ: اصح المطابع، دہلی، دارارقم، بیروت، دارابن حزم 1423ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۸۵۔ امام علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی الشافعی، متوفی 746ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ: الدائرۃ المعارف النظامیہ، بحیدرآباد، دکن
۸۶۔ امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر المعروف بابن قیم الجوزیہ حنبلی، متوفی 751ھ، جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علی محمد خیرالانام، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1417ھ، دارالطباعۃ المحمدیہ 1388ھ
۸۷۔ حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی، متوفی 762ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ: مجلس علمی سورۃ ہند، 1357ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۸۸۔ حافظ ابوالفرج زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی البغدادی الدمشقی، متوفی 795ھ، اہوال القبور واحوال اہلہا الی النشور، دارالکتاب العربی، بیروت 1418ھ
۸۹۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1402ھ، دارالفکر، بیروت 1414ھ
۹۰۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807، کشف الاستار، مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت 1404ھ
۹۱۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی، 807، تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۹۲۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالکتب العلمیہ، بیروت 1442ھ
۹۳۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ

Marfat.com

٩٤۔ حافظ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی حنفی، متوفی 845ھ، الجوھر النقی، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان

٩٥۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذھبی شافعی، متوفی 848ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ: مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ

٩٦۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ: مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

٩٧۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر 1421ھ

٩٨۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث رافعی الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1417ھ

٩٩۔ امام زین الدین ابو العباس احمد بن عبد اللطیف الزبیدی حنفی، متوفی 893ھ، التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح، مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالہ، 1430ھ

١٠٠۔ امام عبد الرحمٰن بن عبد السلام بن عبد الرحمٰن بن عثمان الصفوری الشافعی، متوفی 894ھ، نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

١٠١۔ حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی الشافعی، متوفی 902ھ، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، مطبوعہ: مکتبۃ المؤید، دمشق 1408ھ

١٠٢۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ

١٠٣۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ

١٠٤۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ جمع الجوامع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

١٠٥۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ، دار ابن حزم، بیرت 1414

١٠٦۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ

١٠٧۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

١٠٨۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974، الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ، مطبوعہ: مکتبہ القاہرہ، مصر 1385ھ

١٠٩۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی، متوفی 975ھ، کنز العمال، مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت

١١٠۔ حافظ عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی الشافعی، متوفی 1031ھ، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

١١١۔ امام محمد بن سلیمان المغربی المالکی، متوفی 1094ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، مطبوعہ: مکتبہ ابن کثیر

Marfat.com

1418ھ
۱۱۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن درویش الحوت البیرونی الحنفی ،متوفی 1276ھ،اسنی المطالب فی احادیث مختلف المراتب،مطبوعہ:دارالفکر، بیروت1412ھ
۱۱۳۔ الحافظ ابوالفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی الشافعی ،متوفی 1380ھ ، المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرح المناوی،مطبوعہ:دارالکتب العلمیہ ،بیروت1996ء
۱۱۴۔ مولانا صالح بن عبداللہ بن حمید،نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم ،دارالوسیلہ للنشر والتوزیع 1425ھ
۱۱۵۔ مولانا عبدالسلام بن محمد بن عمر علوش،کتاب الجامع فی الاحادیث القدسیہ،مطبوعہ:المکتبۃ الاسلامی 1426ھ

کتب تفاسیر

۱۱۶ امام ابوزکریا یحیٰی بن زیاد فراء حنفی،متوفی 207ھ،معانی القرآن،مطبوعہ:بیروت
۱۱۷۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی،متوفی 310ھ ، جامع البیان ،مطبوعہ : دارالمعرفہ ، بیروت 1409ھ، دارالفکر، بیروت
۱۱۸۔ امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی شافعی ،متوفی 327ھ،تفسیر القرآن العظیم،مطبوعہ:نزار مصطفیٰ الباز،مکہ مکرمہ 1417ھ
۱۱۹۔ امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی،متوفی 333ھ،تاویلات اہل السنہ،مطبوعہ:دارالکتب العلمیہ ،بیروت1426ھ
۱۲۰۔ امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی ، المتوفی 427ھ،تفسیر الثعلبی ،مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی ،بیروت 1422ھ
۱۲۱ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک القشیری الشافعی ،متوفی 465ھ،تفسیر القشیری المسمّٰی لطائف الاسرار، مطبوعہ:دارالکتب العلمیہ ،بیروت1420ھ
۱۲۲۔ علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی،متوفی 468ھ،الوسیط،مطبوعہ:دارالکتب العلمیہ ،بیروت1415ھ
۱۲۳ امام شیخ الاسلام ابوالمظفر السمعانی الشافعی،متوفی 489ھ،تفسیر القرآن،مطبوعہ:دارالوطن،ریاض1418ھ
۱۲۴ علامہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی،متوفی 538ھ،الکشاف،مطبوعہ:داراحیاء التراث العربی،بیروت1417ھ
۱۲۵۔ امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی ،متوفی 606ھ،تفسیر کبیر،مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی ،بیروت 1415ھ
۱۲۶ امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی ،متوفی 606ھ،اسرارالتنزیل وانوارالتاویل ،مطبوعہ: دارالکتب والوثاق، بغدادعراق1990ء
۱۲۷۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی ،متوفی 668ھ،الجامع لاحکام القرآن،مطبوعہ:دارالفکر،بیروت1415ھ
۱۲۸۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی ،متوفی 685ھ،انوارالتنزیل واسرارالتاویل،مطبوعہ:دارفراش للنشر والتوزیع مصر

Marfat.com

۱۲۹۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ: دارالکتب العربیہ، پشاور
۱۳۰۔ علامہ عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی 857ھ، تفسیر الثعالبی، مطبوعہ: موسسۃ العالمی للمطبوعات، بیروت
۱۳۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جلالین، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۳۲۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی 1137ھ، روح البیان، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۱۳۳۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی 1223ھ، تفسیر صاوی، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1421ھ
۱۳۴۔ علامہ السید عبداللہ سبر، متوفی 1242ھ، تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ: دارالاسوۃ للطباعۃ والنشر 1421ھ
۱۳۵۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی 1270ھ، روح المعانی، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت، دارالفکر، بیروت 1417ھ
۱۳۶ نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، فتح البیان، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۱۳۷۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
۱۳۸۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، بیان القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی، لاہور
۱۳۹۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی بریلوی، متوفی 1367ھ، خزائن العرفان
۱۴۰۔ مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1391ھ، نور العرفان، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، گجرات
۱۴۱۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور
۱۴۲۔ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی بریلوی، متوفی 1406ھ، التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم، مطبوعہ: مکتبہ فانوس پبلی کیشنز، پاکستان 2003ء
۱۴۳۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری بریلوی، متوفی 1998ء، ضیاء القرآن، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
۱۴۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ
۱۴۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، انوار تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1431ھ
۱۴۶۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہٗ، ترجمہ وتحقیق وتخریج تفسیر خازن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ
۱۴۷۔ مولانا حافظ محمد واحد بخش غوثوی مہاروی حنفی بریلوی غفرلہٗ، برکات القرآن، ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل، فرید بک اسٹال لاہور 1430ھ

شروح احادیث

۱۴۸۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی 318ھ الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، مطبوعہ: دارالفلاح، 1430ھ
۱۴۹۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، معالم السنن، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۵۰۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388، اعلام السنن، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1428ھ
۱۵۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی، متوفی 449ھ، شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض

Marfat.com

1420ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۵۲۔ حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستذکار (شرح الموطا)، مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت 1413ھ
۱۵۳۔ حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، التمہید، مطبوعہ: مکتبہ القدوسیہ، لاہور 1404ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۵۴۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی، متوفی 543ھ، القبس فی شرح موطا ابن انس، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۵۵۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ: دارالوفاء، بیروت 1419ھ
۱۵۶۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1444ھ
۱۵۷۔ امام ابومحمد عبدالجلیل بن موسیٰ الاندلسی المالکی، متوفی 608ھ، شعب الایمان دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۱۵۸۔ امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری شافعی، متوفی 656ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت
۱۵۹۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، متوفی 656ھ، المفہم، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت 1417ھ
۱۶۰۔ علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی 661ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ 1422ھ
۱۶۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، شرح مسلم، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی 1375ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ
۱۶۲۔ امام ابومحمد عبداللہ بن ابی حمزہ الاندلسی المالکی، متوفی 699ھ، بہجۃ النفوس، دارالکتب العلمیہ بیروت 1428ھ
۱۶۳۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، فتح الباری دار ابن الجوزی، ریاض 1417ھ
۱۶۴۔ علامہ ابن رجب حنبلی متوفی 736ھ، الاحادیث والآثار، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1429ھ
۱۶۵۔ علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی 743ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن 1413ھ
۱۶۶۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی، متوفی 786ھ، تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ
۱۶۷۔ علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن ملقن، المتوفی ۸۰۴ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، مطبوعہ: وزارۃ الاوقاف، قطر 1429ھ
۱۶۸۔ امام قاضی بدرالدین الدمامینی المالکی، متوفی 827ھ، مصابیح الجامع، مطبوعہ: دارالنور 1431ھ
۱۶۹۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی، متوفی 828ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۱۷۰۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852 تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، المکتب الاسلامی بیروت، 1420ھ
۱۷۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، فتح الباری، مطبوعہ: دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور

Marfat.com

1401ھ، دار الفکر، بیروت 1420ھ، دار المعرفہ، بیروت 1426ھ
۱۷۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی 852ھ انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری مکتبہ الرشد، ریاض، 1418ھ
۱۷۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت
۱۷۴۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر 1348ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۱۷۵۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، شرح سنن ابو داؤد، مطبوعہ: مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع 1420ھ
۱۷۶۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی 895ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۱۷۷۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ: مطبع میمنہ، مصر 1306ھ
۱۷۸۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۱۷۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1412ھ
۱۸۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، بیروت 1418ھ
۱۸۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الرسائل العشر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1409ھ
۱۸۲۔ علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، تحفۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1425ھ
۱۸۳۔ علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926، منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1426ھ
۱۸۴۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۸۵۔ علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، فیض القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ
۱۸۶۔ علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ: اصح المطابع، کراچی
۱۸۷۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۱۸۸۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۱۸۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، مرقات، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان 1390ھ
۱۹۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۱۹۱۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی غیر مقلد، متوفی 1025ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی، مصر 1350ھ
۱۹۲۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ: مطبع تیج کمار لکھنو، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

Marfat.com

۱۹۳۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری الحنفی، متوفی 1069ھ، نسیم الریاض فی شرح الشفاء قاضی عیاض، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۱۹۴۔ شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1073ھ، تیسیر القاری شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
۱۹۵۔ امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری المالکی، متوفی 1122ھ، شرح الزرقانی (شرح موطا امام مالک)، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ
۱۹۶۔ شیخ ابوالطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، عون الباری لحل ادلۃ الصحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ
۱۹۷۔ امام محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی، متوفی 1318ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1430ھ
۱۹۸۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی
۱۹۹۔ شیخ عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد، متوفی 1325ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۰۰۔ شیخ وحید الزمان غیر مقلد، متوفی 1328ھ، تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری، مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور 1990ء
۲۰۱۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جامع الاحادیث، مطبوعہ: مکتبہ مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات 1422ھ
۲۰۲۔ شیخ انورشاہ کشمیری دیوبندی، متوفی 1352ھ، فیض الباری، مطبوعہ: مطبع حجازی، مصر 1375ھ
۲۰۳۔ شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی، متوفی 1369ھ، فتح الملہم، مطبوعہ: مکتبۃ الحجاز، کراچی
۲۰۴۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی الحنفی، متوفی 1414ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکلم الطیب، بیروت 1430ھ
۲۰۵۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی، متوفی 1421ھ، شرح صحیح بخاری، مکتبہ الطبری 1429ھ
۲۰۶۔ شیخ محمد بن زکریا بن محمد کاندھلوی دیوبندی، اوجز المسالک الی موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۰۷۔ شیخ محمد تقی عثمانی دیوبندی، انعام الباری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء
۲۰۸۔ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی، کشف الباری، مطبوعہ: مکتبہ فاروقیہ، کراچی
۲۰۸۔ ابومحمد عبداللہ بن مانع الروقی، الحلل الابریزیہ من التعلیقات البازیہ علی صحیح البخاری، دارالتدمریہ، ریاض 1428ھ

کتب اصولِ حدیث

۲۱۰۔ علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم الحازمی الھمدانی المتوفی 584ھ کتاب الفیصل فی علم الحدیث، مکتبہ الرشد، ریاض 1428ھ
۲۱۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ تقریب النواوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ

۲۱۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تدریب الراوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۱۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

کتب اسماء الرجال

۲۱۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۱۵۔ امام احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1424ھ
۲۱۶۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی، متوفی 463ھ، تاریخ بغداد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۱۷۔ حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی شافعی، متوفی 742ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ
۲۱۸۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۱۹۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، الکاشف، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ
۲۲۰۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۲۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ تقریب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۲۲۔ حافظ جلال الدین سیوطیشافعی، متوفی 911ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۲۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۲۴۔ حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الشافعی، متوفی 923ھ، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422
۲۲۵۔ علامہ محمد بن طولون شافعی، متوفی 953ھ، الشذرہ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ
۲۲۶۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی الشافعی، متوفی 963، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشریعہ المطبوعہ
۲۲۷۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1401ھ
۲۲۸۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ: مکتبہ مجتبائی، دہلی
۲۲۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، مطبوعہ: دارالباز للنشر والتوزیع 1405
۲۳۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، مطبوعہ: مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، حلب 1389ھ
۲۳۱۔ علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی 1164ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ: مکتبہ الغزالی، دمشق
۲۳۲۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1415ھ

۲۳۳۔ یوسف عبدالرحمٰن المرعشلی، معجم المعاجم والمشیخات، مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

کتب لغت

۲۳۴۔ امام اللغۃ خلیل بن احمد فراہیدی، متوفّٰی 175ھ، کتاب العین، مطبوعہ: انتشارات اسوہ، ایران 1414ھ
۲۳۵۔ امام ابوعبید القاسم بن سلام الہروی الشافعی، متوفّٰی 224ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۲۳۶۔ امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، متوفّٰی 276ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1408ھ
۲۳۷۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی، متوفّٰی 398ھ، الصحاح، مطبوعہ: دارالعلم، بیروت 1404ھ
۲۳۸۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی، متوفّٰی 502ھ، المفردات، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ
۲۳۹۔ علامہ نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد النسفی الحنفی، متوفّٰی 537ھ، طلبۃ الطلبہ فی الاصلاحات الفقہیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۴۰۔ امام ابونصر احمد بن محمد سمرقندی حنفی، متوفّٰی 550ھ، انیس الفقہاء، فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۲۴۱۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی، متوفّٰی 606ھ، نہایہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۴۲۔ علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر رازی حنفی، متوفّٰی 660ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۴۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفّٰی 676ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۴۴۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفّٰی 711ھ، لسان العرب، مطبوعہ: نشر ادب الحوزہ، قم ایران، دار صادر، بیروت 2003ء
۲۴۵۔ علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی، متوفّٰی 816ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت
۲۴۶۔ علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفّٰی 817ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت
۲۴۷۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفّٰی 986ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ: مکتبہ دارالایمان، مدینہ منورہ 1415ھ
۲۴۸۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفّٰی 1205ھ، تاج العروس، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریہ مصر
۲۴۹۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفّٰی 1867ء، المنجد، مطبوعہ: مطبوعۃ المطبع الکاثولیکہ، بیروت 1927ء
۲۵۰۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفّٰی 1867ء، المنجد مترجم، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی
۲۵۱۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفّٰی 1867ء، المنجد فی الاعلام، مطبوعہ: دارالمشرق، بیروت 1976ء
۲۵۲۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفّٰی 1867ء، المنجد فی اللغت، مطبوعہ: انتشارات اسلام 1379ھ
۲۵۳۔ مولانا محمد غیاث الدین، غیاث اللغات (فارسی)، مطبوعہ: مطبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۲۵۴۔ الحاج مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو)، مطبوعہ: مطبع فیروز سنز لمیٹڈ

Marfat.com

۲۵۵۔ سعدی الوجیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، پاکستان
۲۵۶۔ غلام احمد پرویز، متوفی 1985ء، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام گلبرگ، لاہور 1984ء
۲۵۷۔ قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری حنفی، دستور العلماء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۲۵۸۔ ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۲۵۹۔ امام ابومحمد عبدالملک بن ہشام المعافری، متوفی 218ھ، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ
۲۶۰۔ امام محمد بن سعد، متوفی 230ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ: دار صادر، بیروت 1388ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۶۱۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ: دارالقلم، بیروت
۲۶۲۔ امام ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل السامری الخرائطی، متوفی 327ھ، مکارم الاخلاق ومعالیہا ومحمود طرائقہا ومرضیہا، مطبوعہ: مطبع المدنی مؤسسۃ السعودیہ، 1411ھ
۲۶۳۔ امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفی 405ھ، اعلام النبوۃ، داراحیاء العلوم، بیروت 1408ھ
۲۶۴۔ امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری شافعی، متوفی 406ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ: دارالبشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ 1424ھ
۲۶۵۔ حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستیعاب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۶۶۔ امام محی السنہ الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی الشافعی، متوفی 510ھ، الانوار فی شمائل النبی المختار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426
۲۶۷۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، الشفاء، مطبوعہ: عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، دارالفکر، بیروت 1415ھ
۲۶۸۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد الخثعمی السہیلی، متوفی 581ھ، الروض الانف فی تفسیر سیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۶۹۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، الوفاء، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۲۷۰۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، مولد العروس الشہیر بابن الجوزی، مطبوعہ: المکتبۃ الثقافیہ، بیروت
۲۷۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر شافعی، متوفی 630ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالفکر بیروت
۲۷۲۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی 630ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۷۳۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان شافعی، متوفی 681ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ: منشورات الشریف الرضی،

ایران
۲۷۴۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1417ھ
۲۷۵۔ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ الحنبلی، متوفی 751ھ، زاد المعاد، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1419ھ
۲۷۶۔ حافظ علاؤ الدین ابو عبد اللہ مغلطائی بن قلیج، متوفی 762ھ، الاشارہ الی سیرۃ المصطفیٰ وتاریخ من بعدہ من الخلفاء، مطبوعہ: دار القلم، دمشق 1416ھ
۲۷۷۔ علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی شافعی، متوفی 771ھ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۷۸۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی 774ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1418ء
۲۷۹۔ حافظ شہاب احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، الاصابہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۰۔ شیخ عبد الرحمٰن الثعالبی، متوفی 875ھ، الانوار فی آیات النبی المختار، مطبوعہ: دار ابن حزم 1426ھ
۲۸۱۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی شافعی، متوفی 911ھ، وفاء الوفا، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ
۲۸۱۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۸۳۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی 942ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۸۴۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، مدارج النبوت، مکتبہ نوریہ، سکھر پاکستان 1397ھ
۲۸۵۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی، متوفی 1124ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1393ھ
۲۸۶۔ شیخ عبد اللہ بن الشیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی، متوفی 1242ھ، مختصر سیرۃ الرسول، مطبوعہ: المکتبۃ السلفیہ 1399ھ

کتب فقہ حنفی

۲۸۷۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی
۲۸۸۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1398ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۲۸۹۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: مصطفائی، ہند 1291ھ
۲۹۰۔ امام محمد بن محمد الشہیر الحاکم الشہید البلخی الحنفی التوفی 344ھ الکافی، دار الکتب العلمیہ بیروت 1421ھ
۲۹۱۔ امام ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، امجد اکیڈمی، لاہور 1397ھ
۲۹۲۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، المبسوط، مطبوعہ، دار المعرفہ، بیروت 1398ھ
۲۹۳۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامیہ، افغانستان 1405ھ
۲۹۴۔ علامہ علاؤ الدین محمد السمر قندی، متوفی 539ھ تحفۃ الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۲۹۵۔ الامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن عبد الرشید البخاری، متوفی 542ھ، خلاصۃ الفتاویٰ، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

Marfat.com

۲۹۶۔ الوزیر عون الدین ابو المظفر یحیٰی بن محمد ہبیرہ، متوفی 560ھ، الافصاح عن معانی الصحاح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۹۷۔ علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی، متوفی 587ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ: ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۹۸۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی 592ھ، فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ: کبریٰ بولاق، مصر 1310ھ
۲۹۹۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی 592ھ، شرح الزیادات، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۰۰۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، ہدایہ اولین وآخرین، مطبوعہ: شرکت علمیہ، ملتان
۳۰۱۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، کتاب التجنیس والمزید، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1424ھ
۳۰۲۔ علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی 616ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1424ھ
۳۰۳۔ علامہ ابو زکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، کتاب الایضاح فی مناسک الحج والعمرہ، مطبوعہ: المکتبۃ الامدادیہ 1417ھ
۳۰۴۔ علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود حنفی، متوفی 683ھ الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ: دار فراش للنشر والتوزیع
۳۰۵۔ امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی 743، تبیین الحقائق، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی 1421
۳۰۶۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی 786ھ، عنایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۳۰۷۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی 786ھ، فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1411ھ
۳۰۸۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، بنایہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1411ھ
۳۰۹۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی 861ھ، فتح القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۳۱۰۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی 956ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور 1412ھ
۳۱۱۔ امام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی، متوفی 962ھ، جامع الرموز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، پاکستان
۳۱۲۔ علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی 970ھ، البحر الرائق، مطبوعہ: علمیہ، مصر 1311ھ
۳۱۳۔ امام شہاب الدین احمد محمد بن علی بن حجر الہیتمی، متوفی 974ھ، الفتاوی الکبریٰ الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۱۴۔ امام سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی، متوفی 1005ھ النہر الفائق، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی
۳۱۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۱۶۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، مناسک ملا علی قاری، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1417ھ
۳۱۷۔ ملا نظام الدین، متوفی 1061ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ: مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر 1310ھ
۳۱۸۔ علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی الفقیہ المصری الحنفی، متوفی 1069ھ، امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجات

Marfat.com

الارواح، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ ۳۱۹۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی 1078ھ، مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ: المکتبۃ الغفاریہ، کوئٹہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۳۲۰۔ علامہ خیر الدین رملی، متوفی 1081ھ، جامع الفصولین، مکتبۃ القدس، کوئٹہ 1300ھ

۳۲۱۔ علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی 1088ھ، الدر المختار، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۲۲۔ علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی 1229ھ، فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1390

۳۲۳۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی 1231ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۲۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ: مطبع علمیہ، مصر 1311ھ

۳۲۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ: دارالاشاعۃ العربی، کوئٹہ

۳۲۶۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رسائل ابن عابدین شامی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور

۳۲۷۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، ردالمحتار، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۳۲۸۔ علامہ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی، متوفی 1309ھ، فتاویٰ مسعودی، سرہند پبلی کیشنز 1407ھ

۳۲۹۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۳۳۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، احسن الفتاویٰ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی 1425ھ

۳۳۱۔ امام احمد رضا خان بریلوی، متوفی 1340ھ، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور 1427ھ

۳۳۲۔ علامہ سید پیر مہر علی شاہ، متوفی 1356ھ، فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹر، لاہور 1418ھ

۳۳۳۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، بہار شریعت، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 1416

۳۳۴۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ 1419ھ

۳۳۵۔ شیخ محمد شفیع دیوبندی، متوفی 1396ھ، جواہر الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم، کراچی 1395ھ

۳۳۶۔ مولانا نوراللہ نعیمی بصیر پوری حنفی بریلوی، متوفی 1403ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ: کمبائن پرنٹر، لاہور 1983ء

۳۳۷۔ مولانا وقار الدین حنفی بریلوی، متوفی 1413ھ، وقار الفتاویٰ، مطبوعہ: بزم وقار الدین 1997ء

۳۳۸۔ مولانا محمد عبداللہ نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1982ء، فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ، ناشر: مفتی اعظم سندھ اکیڈمی 1411ھ

۳۳۹۔ مفتی اہلسنت علامہ سید شجاعت علی قادری حنفی بریلوی، متوفی 1993ء، فقہ اہلسنت، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1978ء

۳۴۰۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن حنفی بریلوی غفرلہ، تفہیم المسائل، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 1407ھ

۳۴۱۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی، انوار الفتاویٰ، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ

کتب فقہ شافعیہ

۳۴۲۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الام، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1403ھ

۳۴۳۔ علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی 450ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ

Marfat.com

۳۴۴۔ علامہ ابو اسحاق شیرازی، متوفی 455ھ، المہذب، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1393ھ
۳۴۵۔ علامہ یحیٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، شرح المہذب، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1423ھ
۳۴۶۔ علامہ یحیٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
۳۴۷۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، الفتاوی الحدیثیہ 1419ھ

کتب فقہ مالکیہ

۳۴۸۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی 256ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۳۴۹۔ امام ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی، متوفی 494ھ، المنتقٰی شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1331ھ
۳۵۰۔ قاضی عبد الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی 595ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۳۵۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن الخطاب المغربی، متوفی 954ھ، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، مطبوعہ: مکتبۃ النجاح، لیبیا
۳۵۲۔ علامہ علی بن عبد اللہ بن الخرشی، متوفی 1101ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ: دار صادر، بیروت
۳۵۳۔ علامہ ابو البرکات احمد دردیر مالکی، متوفی 1197ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۳۵۴۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی 1219ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۵۵۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، المغنی، مطبوعہ: دار الحدیث، قاہرہ 1425ھ
۳۵۶۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، الکافی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۳۵۷۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ: ریاض، دار الجیل، بیروت 1418ھ
۳۵۸۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1424ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۳۵۹۔ علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن مفلح مقدسی، متوفی 763ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت
۳۶۰۔ علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی 885ھ، الانصاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1387ھ
۳۶۱۔ علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی 960ھ، الاقناع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۶۲۔ شیخ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی، متوفی 1015ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

کتب فقہ غیر مقلدین

۳۶۳۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی 456ھ، المحلی بالآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۳۶۴۔ شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی 1250ھ، نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر 1398ھ، دار الوفاء 1421ھ
۳۶۵۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، متوفی 1367ھ، فتاویٰ ثنائیہ، مطبوعہ: النور اکیڈمی مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

Marfat.com

۳۶۶۔ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، متوفی 1805ء، فتاویٰ نذیریہ، مکتبۃ المعارف الاسلامیہ، پاکستان 1333ھ
۳۶۷۔ شیخ حافظ عبداللہ محدث روپڑی، متوفی 1920ء، فتاویٰ اہلحدیث، مطبوعہ: ادارہ احیاء السنہ النبویہ، پاکستان 1404ھ

کتب اصول فقہ

۳۶۸۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الرسالہ، مطبوعہ: مطبع امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1312ھ
۳۶۹۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی، متوفی 482ھ، اصول بزدوی، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۳۷۰۔ علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی، متوفی 483ھ، اصول السرخسی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت
۳۷۱۔ امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ مستصفی، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق، مصر 1294ھ
۳۷۲۔ علامہ علاؤالدین عبدالعزیز بن احمد البخاری الحنفی، متوفی 730ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1411ھ
۳۷۳۔ علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی 772ھ، شرح المنہاج، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۳۷۴۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی، متوفی 861ھ تحریر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1403ھ
۳۷۵۔ علامہ ابن امیر الحاج حنفی، متوفی 879ھ، التقریر والتحریر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1403ھ
۳۷۶۔ بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین حنفی، متوفی 1225ھ، فواتح الرحموت، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۳۷۷۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۳۷۸۔ علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی حنفی، متوفی 1252ھ، شرح شرح المنار للعلامۃ الشامی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

مذاہب اربعہ

۳۷۹۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر 1359ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۸۰۔ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۳۸۱۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ القاہرہ 1400ھ
۳۸۲۔ ڈاکٹر وھبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1405ھ
۳۸۳۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ: القاہرہ 1410ھ

کتب شیعہ

۳۸۴۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الاصول من الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۳۸۵۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۳۸۶۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، تہذیب الاحکام، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۳۸۷۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، الاستبصار، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران

Marfat.com

۳۸۸۔ نہج البلاغہ (مع فارسی)، مطبوعہ: انتشارات زرین، ایران
۳۸۹۔ نہج البلاغہ (مع اردو)، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز
۳۹۰۔ شیخ عزالدین عبدالحمید بن ابی الحدید، متوفی 656ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ: مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، ایران
۳۹۱۔ ملاباقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، بحارالانوار، مطبوعۃ المطبعۃ الاسلامیہ، تہران 1392ھ
۳۹۲۔ ملاباقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حق الیقین، مطبوعہ: خیابان ناصر خسرو، ایران 1347ھ
۳۹۳۔ ملاباقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ: انصاف پریس، لاہور
۳۹۴۔ ملاباقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حیات القلوب (مترجم) مطبوعہ: حمایت اہل بیت وقف، لاہور
۳۹۵۔ شیخ محمد بن حسین طباطبائی، متوفی 1293ھ، المیزان، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، ایران 1302ھ

کتب عقائد وکلام

۳۹۶۔ علامہ محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ، المنقذ من الضلال، مطبوعہ: ہیئۃ الاوقاف، لاہور 1405ھ
۳۹۷۔ علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی حنفی، متوفی 791ھ، شرح عقائد نسفی، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی
۳۹۸۔ علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی حنفی، متوفی 791ھ، شرح المقاصد، مطبوعہ: دارالمعارف النعمانیہ، لاہور 1401ھ
۳۹۹۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی، متوفی 816ھ، شرح مواقف، مطبوعہ: مطبع منشی، لکھنو
۴۰۰۔ علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی حنفی، متوفی 870ھ، حاشیۃ الخیالی، مطبوعہ: عبدالحکیم اینڈ سنز، پشاور
۴۰۱۔ علامہ عبدالوھاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، الیواقیت والجواہر، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی، مصر 1378ھ
۴۰۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح فقہ اکبر، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی، مصر 1375ھ
۴۰۳۔ مولانا عبدالعزیز پرہاروی حنفی، نبراس، مطبوعہ: مکتبہ قادریہ، لاہور 1397ھ

کتب متفرقات

۴۰۴۔ ابوالمعالی عبدالملک الجوینی الشہید بامام الحرمین الشافعی، متوفی 478ھ، مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، مطبوعہ: مکتبہ قدوسیہ، لاہور 1400ھ
۴۰۵۔ امام ابوالفتح ظہیرالدین الولوالجیہ حنفی، متوفی 540ھ، الفتاوی الولوالجیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۴۰۶۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکری الدمشقی المعروف بابن قیم حنبلی، متوفی 751ھ، الداء والدواء، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ 1410ھ
۴۰۷۔ علامہ علی بن سلطان القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، القائلین بوحدۃ الوجود، مطبوعہ: دارالمامون للتراث 1415ھ
۴۰۸۔ میر عبدالواحد بلگرامی حنفی، متوفی 1016ھ، سبع سنابل، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1402ھ
۴۰۹۔ ملاباقر مجلسی شیعی، متوفی 1110، ضیاء العیون، مطبوعہ: ایرانی کتب خانہ
۴۱۰۔ شیخ محمد اسماعیل دہلوی دیوبندی، متوفی 1246ھ، تقویۃ الایمان، مطبوعہ: مطبع علیمی، اندرون، لاہور
۴۱۱۔ مولانا حاجی امداداللہ مہاجر مکی حنفی، متوفی 1258ھ، شمائم امدادیہ، مطبوعہ: مدنی کتب خانہ، ملتان 1405ھ

Marfat.com

۴۱۲۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، آب حیات، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان 1413ھ
۴۱۳۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، تحذیر الناس، دارالاشاعت، کراچی
۴۱۴۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی حنفی، متوفی 1304ھ، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت 1408ھ
۴۱۵۔ شیخ محمود حسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، الجہد المقل فی تنزیہہ المعز والمذل، مکتبہ مدینہ، لاہور 1409ھ
۴۱۶۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۱۷۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1401ھ
۴۱۸۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، احکام شریعت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2002ء
۴۱۹۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الامن والعلی، شبیر برادرز، لاہور 1396ھ
۴۲۰۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ، صدیقی پبلیشرز 2009ء
۴۲۱۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ: مؤسسۃ رضا الجامعہ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ
۴۲۲۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، انباء الحی، مؤسسۃ رضا الجامعہ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ
۴۲۳۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، متوفی 1346ھ، البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ: مطبع بلالی، ڈھونڈ
۴۲۴۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، گولڑہ شریف، اسلام آباد 1421ھ
۴۲۵۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، ملفوظات مہریہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرلمیٹڈ، لاہور 1406ھ
۴۲۶۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ، گولڑہ شریف کتب خانہ درگاہ غوثیہ 1421ھ
۴۲۷۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹر، لاہور 1406ھ
۴۲۸۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹر 1415ھ
۴۲۹۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تصفیہ مابین السنی والشیعہ، پاکستان انٹرنیشنل، لاہور 1399ھ
۴۳۰۔ مولانا فیض احمد فیض حنفی، مہر منیر، انٹرنیشنل پرنٹر، لاہور
۴۳۱۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، حفظ الایمان مع بسط البنان وتغییر العنوان، مکتبہ تھانوی، کراچی
۴۳۲۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق
۴۳۳۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، جمال الاولیاء، مکتبہ اسلامیہ بلال گنج، لاہور
۴۳۴۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1975ء
۴۳۵۔ مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری غیر مقلد، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، المکتبۃ السلفیہ، لاہور 1391ھ

Marfat.com

۴۳۶۔ ابوالحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی حنفی بریلوی، انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 1998ء
۴۳۷۔ شیخ عبدالحی الکتانی، نظام الحکومت النبویہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۴۳۸۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، متوفی 1985ء، دو اسلام، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی
۴۳۹۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ: اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1982ء
۴۴۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ: دانش گاہ پنجاب، لاہور
۴۴۱۔ میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۴۲۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز
۴۴۳۔ عقیدہ ختم نبوت، الادارہ لتحفظ العقائد الاسلامیہ، پاکستان
۴۴۴۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی، متوفی 1346ھ، المهند علی المفند، ادارہ اسلامیات 1404ھ
۴۴۵۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، منظور نعمانی، عقائد علماء دیوبند اور حسام الحرمین، دارالاشاعت، کراچی
۴۴۶۔ شیخ حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، میر محمد کتب خانہ، کراچی
۴۴۷۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور، ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ 1407ھ
۴۴۸۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، عبارات اکابر، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ
۴۴۹۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، تحفہ قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان 2001ء
۴۵۰۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، اختلاف امت اور صراط مستقیم، مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن، کراچی 1399ھ
۴۵۱۔ مخدوم محمد ہاشم سندھی، متوفی 1174ھ، ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول، مکتبہ لدھیانوی، کراچی 1995ء
۴۵۲۔ محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 2001ء
۴۵۳۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری بریلوی، متوفی 1354ھ، فتاوی دیداریہ، مطبوعہ: مکتبۃ العصر، گجرات
۴۵۴۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی حنفی بریلوی، متوفی 2003ء، مقالات مفتی اعظم، مطبوعہ: بزم رضا، لاہور 1428ھ
۴۵۵۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری حنفی بریلوی غفرلہ، دعوت فکر، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، مرید کے شیخوپورہ 1403ھ
۴۵۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، حیات استاذ العلماء، مطبوعہ: دارالاسلام، لاہور 1433ھ
۴۵۷۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، توضیح البیان، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1422ھ
۴۵۸۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، ذکر بالجہر، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ
۴۵۹۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1426ھ
۴۶۰۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقالات سعیدی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ

۴۶۱۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، مقامِ ولایت ونبوت، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1426ھ
۴۶۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تاریخ نجد وحجاز، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 2004ء
۴۶۳۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہٗ، حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن، فرید بک اسٹال، لاہور 1425ھ
۴۶۴۔ مولانا غلام نصیرالدین گولڑوی حنفی بریلوی غفرلہٗ، سفرآخرت کی منازل، فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ

Marfat.com

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

Marfat.com

شرح صحیح البخاری کے نام ''نِعم الباری'' کی توجیہ

میں نے 18 رجنوری 2006ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ کی مشہور زمانہ کتاب ''المسند الصحیح الجامع المعروف بہ صحیح البخاری'' کی شرح لکھنے کا آغاز کیا، میں نے ابتداءً اس کا نام انعام الباری رکھا تھا، بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ شیخ محمد تقی عثمانی بھی اس نام سے صحیح البخاری کی شرح لکھ رہے ہیں اور اس وقت تک انعام الباری کی چار جلدیں ہو چکی تھیں، اس لیے میں نے اس کا نام بدل کر نعمۃ الباری رکھ دیا اور فرید بک اسٹال لاہور سے اس کی سات جلدیں لکھنے کا معاہدہ کیا اور 14 ستمبر 2010ء کو میں نے نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل کر کے سید محسن اعجاز شاہ صاحب کے حوالہ کر دی اور یوں میری حد تک اس معاہدہ کی تکمیل ہو گئی۔

بعد ازاں میرا رابطہ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز سے ہوا اور میں نے محترم محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب سے شرح صحیح البخاری لکھنے کا معاہدہ طے کیا اور اب آٹھویں جلد سے میں نے اس کا نام نعمۃ الباری کے بجائے **''نِعم الباری''** رکھ دیا ہے تاکہ معاندین اور مفسدین کے لیے کسی شرعی گنجائش نہ رہے اور وہ یہ نہ کہیں کہ نعمۃ الباری کا معاہدہ تو ہم سے تھا اب یہ ضیاء القرآن اس کو کیوں شائع کر رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کا نام ہی بدل دیا ہے اور بجائے نعمۃ الباری کے اس کا نام **''نِعم الباری''** رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میرا اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کا حافظ اور ناصر ہو اور ہمیں معاندین اور مفسدین کے شر اور فساد سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ الف الف صلوات وتسلیمات دائما ابدا۔

غلام رسول سعیدی

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی 38

Marfat.com

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء العاشر

Marfat.com

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

جلد عاشر (۱۰)

الاحادیث: ۵۳۵۰ ــــ ۵۲۷۳

کتاب الخلع، کتاب العدت

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
(یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے)

نام کتاب	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد عاشر (۱۰)
تصنیف	علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی
سال اشاعت	بار اول نومبر 2012ء بار دوم ستمبر 2013ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS23

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:۔021-32212011-32630411۔فیکس:۔021-32210212
e-mail:- info@zia-ul-quran.com
ziaulquranpublications@gmail.com
Website:- www.ziaulquran.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد عاشر)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	افتتاحیہ	43
	١٢- باب	45
1	خلع کا بیان اور خلع میں طلاق کس طرح ہوگی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہارے لیے اس (مہر یا ہبہ) سے کچھ بھی لینا جائز نہیں جو تم ان کو دے چکے ہو، مگر جب دونوں فریقوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ (البقرۃ:٢٢٩)	45
2	خلع کا لغوی اور شرعی معنی اور عرب میں پہلے خلع کا ذکر	45
3	علامہ مزنی شافعی کا خلع کے عدم جواز پر قرآن مجید سے استدلال	45
4	جمہور علماء کا خلع کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال اور علامہ مزنی کی دلیل کا جواب	46
5	الخلع کا شرعی ضابطہ	46
6	امام بخاری نے اس عنوان میں یہ لکھا ہے: اور خلع میں طلاق کس طرح واقع ہوگی؟	47
7	لفظ خلع سے طلاق کے وقوع یا عدم وقوع کے متعلق امام شافعی اور جمہور فقہاء کا موقف	47
8	جب شوہر لفظ خلع کہے اور اس سے طلاق کی نیت کرے تو آیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟	48
9	شوہر اگر لفظ خلع سے طلاق کی نیت نہ کرے تو اس کے متعلق امام شافعی کا آخری قول	48
10	امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ کی صحیح البخاری، کتاب الطلاق کے باب: ١٢ کے عنوان کا پہلا جز	48
11	الخلع کا لغوی معنی	48
12	الخُلع کا شرعی معنی	48
13	خُلع پر اجماع اور بکر بن عبداللہ کے قول کا بطلان	49
14	علامہ ابو قلابہ کے اس قول کا بطلان کہ خُلع صرف بیوی کی بے حیائی کے ارتکاب کی صورت میں جائز ہے	50
15	امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ٢٥٦ھ کے باب مذکور کا دوسرا جز اور خلع میں کس طرح طلاق ہوگی	50
16	لفظ خلع سے طلاق کے وقوع یا عدم وقوع اور طلاق کے وقوع کی تقدیر پر اس کی صفت کے متعلق اختلاف فقہاء	50
17	لفظ الخلع سے طلاق بائن کے وقوع میں اختلاف فقہاء	51
18	البقرہ:٢٢٩ کی تفسیر	52
19	حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	53

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
20	باب مذکور میں امام بخاری کی پہلی تعلیق	53
21	حاکم یا قاضی کی اجازت کے بغیر خلع کرنے کا جواز	53
	حاکم کی اجازت کے بغیر خلع کرنے کے جواز پر متعدد احادیث سے استدلال	55
22	باب مذکور میں امام بخاری کی دوسری تعلیق	55
23	ایک دھاگہ کے عوض خلع کرنے کا جواز	55
24	حافظ ابن حجر کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	56
25	بدل خلع میں سر کے بالوں کے جوڑے کے دھاگہ سے کم لینے کے متعلق روایات	56
26	بدل خلع میں بیوی کو دیئے ہوئے مال سے زیادہ مال لینے کے متعلق روایات	56
27	بدل خلع میں شوہر کے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لینے اور زیادہ نہ لینے کے متعلق روایات	57
28	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کی طویل روایت	59
29	حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکور الصدر شرح کا تتمہ	59
30	بدل خلع کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ کا فیصلہ	60
31	''عقیصة'' کے معنی کی تحقیق اور ''العقیصه'' سے متعلق احادیث	60
32	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	61
33	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی مذکور الصدر عبارت پر علامہ عینی حنفی کا اعتراض	61
34	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا علامہ عینی حنفی کے اس اعتراض سے لاجواب ہونا	62
35	بدل خلع میں بیوی سے معاوضہ لینے کے متعلق مذاہب فقہاء	62
36	باب مذکور میں امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ کی تیسری تعلیق	63
37	جب شوہر اور بیوی دونوں کو یہ خطرہ ہو کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض ادا نہیں کر سکیں گے تو ان کے خلع کرنے کا جواز	63
38	مطالبۂ خلع کی مذمت میں احادیث	64
39	بدل خلع میں بیوی سے مال لینے کی ممانعت کے متعلق مذاہب فقہاء	66
40	علامہ ابن منذر کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول کو رد کرنا کہ بدل خلع میں شوہر کا بیوی سے مال لینا جائز ہے	66
41	امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن المنذر کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب	67
42	خلع کے جواز کے متعلق احادیث اور جوازِ خلع کے متعلق امام مالک کا موقف	69
43	اس پر دلائل کہ اگر مرد کی جانب سے زیادتی ہو تو اس کے لئے خلع کے عوض بیوی سے مال لینا جائز نہیں ہے	69
44	مرد کے لئے بدل خلع لینے کا جواز	70
45	بدل خلع میں اپنے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لینے میں فقہاء کا اختلاف	70
46	فقہاء کا اس کے متعلق اختلاف کہ آیا خلع طلاق ہے یا نہیں	71
47	قاضی یا سلطان کی اجازت کے بغیر خلع کرنے کا جواز	72
48	حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی کے نام کے متعلق تین روایات	72
49	بیوی سے بدل خلع لینے کے متعلق مذہب فقہاء	73
50	علامہ ابن ملقن شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض اور مصنف کا جواب	74
51	حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے نام کے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	متعلق مزید تحقیق	74
52	تنبیہ!	75
53	حضرت ثابت بن قیس کی بیوی کے ناموں میں زینب نام کی تحقیق	76
54	حضرت ثابت بن قیس کی بیوی کے خلع لینے کا سبب	76
	حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے کلام میں کفر کی توجیہ	76
55	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو جو طلاق دینے کا حکم دیا تھا، یہ وجوبی حکم نہیں تھا	77
56	صحیح البخاری: ۵۲۷۳، کے مسائل مستنبطہ، نکات شریفہ اور فوائد کثیرہ کے مباحث	77
57	(۱) جب فقط بیوی کی طرف سے جھگڑا ہو پھر بھی بدل خلع لینے کا جواز	77
58	(۲) فقہاء کا اس میں اختلاف کہ آیا خلع طلاق ہے یا نہیں	78
59	(۳) بدل خلع میں کسی معین چیز کے لینے کا جواز اور اس میں فقہاء کا اختلاف کہ خاوند مہر سے زیادہ بدل خلع لے سکتا ہے یا نہیں؟	79
60	(۴) حالت حیض میں خلع کا جواز	79
61	(۵) طلاق کے مطالبہ پر وعید اس پر محمول ہے جب وہ مطالبہ بلا سبب ہو	80
62	(۶) جب صحابی کا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو آیا اس کے فتویٰ کا اعتبار ہوگا یا اس کی روایت کا؟	80
63	خُلع کی تعریف اور اس میں فقہاء کا اختلاف کہ آیا خُلع طلاق ہے یا نہیں؟	80
64	آیا خاوند کا بیوی کو طلاق دینا بیوی پر ظلم ہے یا نہیں؟	81
65	خلع کی تعریف اور حدیقہ کا معنی	81
66	صحیح البخاری: ۵۲۷۳، کے فوائد	81
67	خلع کے لغوی معنی کی شرعی معنی کے ساتھ مناسبت	82
68	خلع کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تحقیق	82
69	خلع کے مسائل کے متعلق صدر الشریعہ مولانا امجد علی کی تحقیق	83
	۱۳- باب	85
70	شوہر اور بیوی کے درمیان نا اتفاقی کا بیان، اور کیا ضرورت کے وقت خلع کی طرف اشارہ کرے؟	85
71	باب کے عنوان کی شرح	85
72	آیت مذکورہ کی تفصیل	85
73	منصفوں کے فیصلہ کے نفاذ کے متعلق مذاہب فقہاء	85
74	دو منصف مقرر کرنے کے ثبوت میں احادیث، آثار اور اقوال فقہاء	86
75	علامہ ابن بطال مالکی کا امام بخاری پر اعتراض	88
76	منصفوں کے دائرہ اختیار کے متعلق مذاہب فقہاء	89
77	علامہ ابن بطال مالکی کے اعتراض کا علامہ ابن المنیر کی طرف سے جواب	89
78	علامہ ابن بطال مالکی کے اعتراض کا علامہ کرمانی کی طرف سے جواب اور حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت	90
79	حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا تعارف اور تذکرہ	90
	۱۴- باب	91
80	اس کا بیان کہ باندی کو فروخت کرنا اس کی طلاق نہیں ہے	91
81	حدیث مذکور کے باب کے عنوان کی شرح	92
82	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کے متعلق محدثین کا اختلاف کہ آیا وہ آزاد مرد تھے یا غلام تھے؟	93
83	دو مختلف روایتوں میں تطبیق دینے کا ضابطہ	93
84	شادی شدہ باندی کو فروخت کرنا یا اس کو آزاد کرنا آیا اس کو طلاق ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مذاہب فقہاء	94
85	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	95
86	شادی شدہ باندی کی عدت کے متعلق مختلف روایات	96
87	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر گوشت کے صدقہ کے متعلق متعدد روایات	96
88	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا تعارف اور تذکرہ	96
	۱۵۔ باب	97
89	اس بیان میں کہ جب باندی کسی غلام کے نکاح میں ہو تو اس کو آزاد کرنے کے بعد اسے یہ اختیار دیا جائے کہ وہ نکاح سابق میں رہے یا نہ رہے	97
90	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کے غلام ہونے کی تحقیق اور بحث ونظر	97
91	اس پر دلائل کہ جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو خیارِ عتق ہوتا ہے	100
92	جب باندی کو مسئلہ کا علم نہ ہو تو اس کے خیارِ عتق کے متعلق فقہاء کا اختلاف	101
93	باندی کے خیارِ عتق کا مجلس پر موقوف نہ ہونا	101
94	جب باندی کسی آزاد مرد کے نکاح میں ہو تو اس کو خیارِ عتق ہوگا یا نہیں؟	101
95	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کے آزاد مرد ہونے پر بحث ونظر	101
96	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کے متعلق ان کے غلام اور آزاد ہونے کی دو مختلف روایتوں میں محاکمہ اور امام ابوحنیفہ کے اس قول پر دلائل کہ جب کسی باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو خیار عتق ہوتا ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام، اور باقی تمام شارحین کا رد	102
97	حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کا تعارف اور تذکرہ	103

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
98	خیارِ عتق کی بحث کا تتمہ اور فقہاء احناف کے مذہب کی تائید میں مزید احادیث	104
	۱۶۔ باب	105
99	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی شفاعت فرمانا	105
100	حاکم کا کسی ایک فریق کی دوسرے فریق کے متعلق شفاعت کرنے کا جواز	105
101	عالم اور سربراہ ملک کا لوگوں کی ضروریات میں سفارش کرنے کا جواز	106
102	حاکم کا حق دار سے دوسرے کے لئے تخفیف کی سفارش کرنے کا جواز	106
103	کسی معزز شخص کی سفارش کو اگر مسترد کر دیا جائے تو اس کے ملول خاطر نہ ہونے کا استحباب	106
104	کسی خوب صورت عورت کے لئے بدشکل خاوند کو پسند کرنے کا جواز	107
105	جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کی طرف دیکھنے کا جواز	107
106	خیارِ عتق کو استعمال کرنے کے بعد بغیر نکاحِ جدید کے پہلے شوہر کی طرف رجوع کا عدم جواز	107
107	جو عورت اپنے شوہر سے بائنہ ہو چکی ہو تو اس کے سابق شوہر کا اسے عدت کے اندر پیغامِ نکاح دینے کا جواز	108
108	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خیارِ عتق کے قصہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے قصہ سے متاخر ہونا	108
109	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	109
110	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی پر اعتراض	109
111	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا جواب	109

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
112	مصنف کا محاکمہ	109
113	زوجین کے درمیان حاکم کی صلح کرانے اور کسی ایک فریق کی شفاعت کرنے کا جواز	109
114	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک باندی کے لئے خیارِ عتق اس وقت ہوگا جب اس کا شوہر غلام ہو	110
115	فقہاء احناف کے نزدیک باندی کے لئے خیارِ عتق ثابت ہوگا خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام	110
	۱۷۔ باب	110
116	کتاب الزکوٰۃ میں اس تعلیق کو ذکر نہ کرنے کی توجیہ	111
117	حافظ ابن حجر کے نزدیک تعلیق مذکور کا مدرج ہونا	111
	مصنف کے نزدیک امام بخاری کی اس روایت کو مدرج قرار دینے اور کتاب الزکوٰۃ میں ذکر نہ کرنے کا سبب	112
	۱۸۔ باب	112
118	اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں، اور مسلمان باندی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ تم کو اچھی لگتی ہو۔ (البقرہ: ۲۲۱)	112
119	مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کا ناجائز ہونا اور اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کا جائز ہونا	112
120	اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کے ثبوت میں آثار صحابہ	113
121	البقرہ: ۲۲۱، میں مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کی ممانعت کے دو محمل	114
122	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پر حافظ ابن حجر کا تبصرہ	115
123	اہل کتاب کی مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کے متعلق فقہاء کے نظریات	116
124	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کی تفسیر	116
125	امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ کی تفسیر	117
126	صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر	118
127	پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تفسیر	118
128	مصنف کی تفسیر	119
129	مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کے نکاح کا عدم جواز	119
130	مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کے باوجود اہل کتاب سے نکاح کے جواز کی توجیہ	120
131	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دینا	121
132	فقہاء تابعین، ائمہ مجتہدین اور دیگر کا اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کو کراہت کے ساتھ جائز قرار دینا	122
133	بعض صحابہ کے اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ	
134	نکاح کو مکروہ قرار دینے کی توجیہ	123
135	دار الحرب میں اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے جواز میں فقہاء کا اختلاف	123
136	مجوس کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء	124
137	اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے جواز کے متعلق صحابہ کرام، فقہاء تابعین، ائمہ مجتہدین اور جمہور مسلمین کا نظریہ	125
138	عیسائیوں کے اس عقیدہ کا بطلان کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب ہیں اور تین میں کے تیسرے ہیں	126
139	اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	127
140	اہل کتاب کی خواتین کے ساتھ مسلمانوں کے نکاح کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تحقیق	128

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
141	اہل کتاب کی خواتین کے ساتھ مسلمانوں کے نکاح کے متعلق صدرالشریعہ کے ذکر کردہ احکام	129
	۱۹۔ باب	130
142	مشرک عورتوں میں سے جو اسلام قبول کرلیں ان کے ساتھ نکاح اور ان کی عدت کا بیان	130
143	فقہاء اسلام کا اس میں اختلاف کہ مشرکہ عورت کے اسلام قبول کرنے کے بعد اس پر عِدت واجب ہے یا صرف استبراء رحم واجب ہے	130
144	اسلام اور ہجرت کے بعد مشرکہ کے استبراء رحم کی مدت میں مذاہب فقہاء	130
145	امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے درمیان استبراء رحم کی مدت میں اختلاف اور طرفین کے دلائل	130
146	امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل کا مصنف کی طرف سے جواب	131
147	علامہ ابن ملقن شافعی کا امام بخاری پر اعتراض	132
148	قریبہ بنت ابی اُمیہ کا تعارف اور تذکرہ	133
149	جب کوئی غلام یا باندی ہجرت کر کے دارالاسلام میں آجائے تو اس کا شرعی حکم	134
150	جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے دارالاسلام میں آجائیں اور ان کے شوہران کے بعد آئیں تو ان مسلمان عورتوں کو ان کے خاوندوں کی طرف لوٹانے کی تفصیل	134
151	امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے مذہب کی تائید	135
152	علامہ ابن ملقن کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	135
153	حافظ ابن حجر عسقلانی کے جواب کو علامہ عینی کا مسترد کرنا	136
154	اس کی توجیہ کہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں یہ شق موجود تھی کہ مشرکین کی طرف سے جو ہجرت کر کے مسلمانوں کی طرف جائے گا تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس کو مشرکین کی طرف واپس کردیں، پھر جن عورتوں نے مسلمان ہو کر مسلمانوں کی طرف ہجرت کی ان کو مشرکین کی طرف واپس کیوں نہیں بھیجا گیا	138
155	ایک اشکال کا جواب	139
156	علامہ بدرالدین عینی حنفی کی شرح میں قُریبہ، اُم الحکم اور عیاض بن غنم الفہری کا تذکرہ	140
	۲۰۔ باب	140
157	اس امر کا بیان کہ جب مشرکہ یا نصرانیہ کسی ذمی یا حربی کے نکاح میں ہو، پس وہ اسلام قبول کرلے (تو پھر کیا حکم ہے؟) اور اس باب کے عنوان میں صرف نصرانیہ کے ذکر کا قید احترازی نہ ہونا	140
158	علامہ عینی کا امام بخاری پر اعتراض	141
159	عنوان میں صرف نصرانیہ کا ذکر کرنے اور کتابیہ کا ذکر نہ کرنے کی توجیہ	141
160	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	141
161	اعتراضِ مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	142
162	علامہ عینی حنفی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے درمیان مصنف کا محاکمہ	142
163	اگر نصرانی عورت اسلام قبول کرلے اور اس کا شوہر اسلام کو قبول نہ کرے تو ان کے نکاح کے متعلق اختلاف فقہاء	142
164	اس مسئلہ کا بیان کہ کسی نصرانی عورت نے اسلام قبول کرلیا اور اس کے شوہر نے اسلام قبول نہیں کیا تو ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی	143
165	باب مذکور میں امام بخاری کی پہلی تعلیق	144

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
166	صحیح البخاری کی پہلی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ	144
167	زوجین میں سے کسی ایک کے اسلام قبول کرنے سے تفریق کا وقوع	144
168	صحیح البخاری کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ	144
169	باب مذکور میں امام بخاری کی دوسری تعلیق	144
170	صحیح البخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ	145
171	زوجین میں سے کسی ایک کے اسلام سے بغیر انتظارِ عدت کے طلاق کا وقوع	145
172	صحیح البخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ	145
173	غیر مقلدین کے نزدیک زوجین میں سے کسی ایک کے اسلام لانے سے عدت پوری ہونے تک نکاح فسخ نہ ہوگا	145
174	غیر مقلدین کا رد اور شیخ وحید الزماں کے شبہات کا جواب اور شیخ وحید الزماں کا امام بخاری اور حافظ	
175	ابن حجر عسقلانی کے قول کو مرجوح قرار دینا	146
176	باب مذکور میں امام بخاری کی تیسری تعلیق	146
177	امام بخاری کا عطاء کے اس قول سے استدلال کرنا کہ جب کوئی نصرانی عورت اسلام قبول کرلے تو وہ اسی وقت بائنہ ہو جائے گی اور دورانِ عدت اس کے شوہر کے قبول اسلام کا انتظار نہیں کیا جائے گا	147
178	صحیح البخاری کی تیسری تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ	147
179	ائمہ ثلاثہ وغیرہم کا مجاہد کے قول سے استدلال کہ اس صورت میں اگر اس کے شوہر نے دورانِ عدت اسلام قبول کرلیا تو اس کی بیوی اس کو واپس کردی جائے گی	147
180	جب کوئی نصرانی عورت اسلام قبول کرلے اور اس کا شوہر بھی دورانِ عدت اسلام قبول کرلے تو وہ عورت نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ اپنے خاوند کی طرف لوٹائی جائے گی	147
181	صحیح البخاری کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ	148
182	باب مذکور میں امام بخاری کی چوتھی تعلیق	149
183	صحیح البخاری کی چوتھی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ	149
184	باب مذکور میں امام بخاری کی پانچویں تعلیق	149
185	الممتحنۃ:۱۰ میں مذکور مشرک شوہر کو معاوضہ دینے کے حکم کا منسوخ ہونا	150
186	صحیح البخاری کی پانچویں تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ	150
187	صحیح البخاری کی پانچویں تعلیق کی شرح از علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ	150
188	باب مذکور میں امام بخاری کی چھٹی تعلیق	150
189	اس مسئلہ کا بیان کہ جب مسلمانوں کی بیویاں کافروں کی طرف چلی جائیں، پھر بعد میں مسلمان ان کافروں پر غلبہ پاکر مال غنیمت حاصل کریں تو اس مال غنیمت میں سے ان مسلمانوں کو دیا جائے جن کی بیویاں کافروں کے پاس چلی گئی تھیں	150
190	صحیح البخاری کی چھٹی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ	150
191	الممتحنۃ:۱۱ کی تفسیر از علامہ ابو منصور محمد بن محمود الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ	151
192	الممتحنۃ:۱۱ کی تفسیر از پیر محمد کرم شاہ الازہری المتوفی ۱۹۹۸ء	151

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
193	المتحنہ:۱۱ کی تفسیر از مصنف	152
194	المتحنہ:۱۰ میں مذکور عورتوں کی آزمائش کی تفسیر از علامہ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ	153
195	امتحان کی کیفیت	154
196	المتحنہ:۱۰ میں مذکور عورتوں کی آزمائش کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری	156
197	المتحنہ:۱۰ میں مذکور عورتوں کی آزمائش کی تفسیر از مصنف	158
198	صلح حدیبیہ کے تقاضے سے صرف مہاجر مسلمانوں کا کفار کی طرف واپس کرنا واجب تھا۔۔۔نہ کہ مہاجر خواتین کا بھی	158
199	مہاجر خواتین سے امتحان لینے کی کیفیت	159
200	مسلم خواتین ہجرت کر کے مدینہ میں آئیں یا مدینہ سے مسلم عورتیں مرتد ہو کر کفار کی طرف جائیں، اختلاف دارین سے نکاح سابق منقطع ہو جائے گا	159
201	جب مرد اور عورت مشرک (غیر کتابی) ہوں اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے اسلام قبول کر لے تو ان کے نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء	160
202	جب مرد اور عورت نصرانی ہوں اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے اسلام قبول کر لے تو ان کے نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء	160
203	مجوسیہ کے ساتھ نکاح کے عدم جواز کے متعلق امام مالک کے دلائل	161
204	اگر عورت نے اسلام قبول کر لیا اور مرد نے اسلام قبول نہیں کیا، پھر عدت کے دوران مرد نے اسلام قبول کر لیا تو امام مالک کے نزدیک ان کا نکاح برقرار رہے گا	162
205	مصنف کی طرف سے امام مالک کے موقف پر دلائل	162
206	امام مالک کے موقف پر قیاس سے استدلال	163
207	فقہاء احناف کے دلائل	163
208	جب نصرانی عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کر لے تو ان کے نکاح کی بقاء کے متعلق مذاہب فقہاء	164
209	جب بت پرست عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کر لے تو ان کے نکاح کی بقاء کے متعلق مذاہب فقہاء	165
210	فقہاء احناف کے نزدیک جب عورت خاوند سے پہلے اسلام قبول کر لے تو خاوند کے نکاح کو باقی رکھنے کے لیے عدت کا اعتبار نہ کرنے پر دلیل	166
211	جب کوئی حربی عورت اسلام قبول کر لے اور اس کا خاوند دار الحرب میں اپنے کفر پر قائم ہو تو ان کے نکاح کی بقاء کے متعلق مذاہب فقہاء	167
212	جب شوہر اور بیوی دونوں ذمی ہوں اور عورت اسلام قبول کر لے تو ان کے نکاح کی بقاء کے متعلق مذاہب فقہاء	167
213	جب نصرانی عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کر لے تو ان کے نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے قصہ سے معارضہ کا جواب	168
214	''مُہاجرات'' کا معنی	169
215	ہجرت کرنے والی عورتوں کے امتحان کی کیفیت	169
	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان عورتوں کو بیعت کرنے کی کیفیت	170
216	المتحنہ:۱۰ کی تفسیر، تشریح اور اس آیت میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی	170
217	صحیح البخاری:۵۲۸۸ کی شرح از شیخ سلیم اللہ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	خان دیوبندی	171
218	مصنف کا شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح کورد کرنا	171
219	ایلاء کے مباحث	172
220	ایلاء کا لغوی معنی	172
221	ائمہ اربعہ کے نزدیک ایلاء کا اصطلاحی معنی	172
222	ایلاء کی حکمت	173
223	آیۃ الایلاء کی تفسیر از علامہ ماتریدی	173
224	آیۃ الایلاء کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری	174
225	آیۃ الایلاء کی تفسیر از مصنف	174
226	ایلاء کے بعد وقوع طلاق میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور دلائل اور فقہاء احناف کی طرف سے جوابات	175
227	ایلاء کے متعلق آثار صحابہ اور اقوال فقہاء تابعین	176
228	ایلاء کے بعد توقف کرنے کے متعلق آثار صحابہ	178
229	ایلاء سے متعلق طلاق رجعی واقع ہونے کے متعلق آثار	178
230	ایلاء کے لئے قسم کا ضروری ہونا	179
231	ایلاء سے رجوع کرنے کی متعدد صورتیں	180
232	ایلاء شرعی کی مدت کے تعین میں مذاہب اربعہ	180
233	حالتِ غضب یا حالت رضا میں ایلاء کا انعقاد	181
234	حالتِ عذر میں رجوع کے متعلق مذاہب فقہاء	181
235	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک ایلا کا معنی، اس کی تعریف، اس کی شرائط اور اس کے احکام	182
236	ایلاء کی پہلی شرط	183
237	ایلاء کی دوسری شرط	183
238	ایلاء کی تیسری شرط	184
239	ایلاء کی چوتھی شرط	184
240	ایلاء کے متعدد مسائل	184

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۱- باب	185
241	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: جو لوگ اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھالیتے ہیں، ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے، اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کر لیا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے○ اور اگر انہوں نے طلاق ہی کا ارادہ کر لیا ہے تو بے شک اللہ خوب سننے والا، بہت جاننے والا ہے○ (البقرہ:۲۲۶-۲۲۷)	185
242	ایلاء کا لغوی معنی اور البقرہ:۲۲۷-۲۲۶ کی تفسیر	185
243	ایلاء کی تعریف	185
244	ایلاء کا شرعی حکم	186
245	ایلاء میں قسم کھانے کا طریقہ اور اس کے متعلق مذاہب اربعہ	187
246	ذمیین کے ایلاء کے متعلق مذاہب فقہاء	187
247	جس عورت سے ایلاء کیا گیا اس کی عدت کے متعلق مذاہب فقہاء	188
248	جو مرد کسی سبب سے جماع سے عاجز ہو تو اس کے ایلاء سے رجوع کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	189
249	''الایلاء'' اور ''الفیء'' کی متعدد تعریفات	189
250	ایلاء کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تحقیق	189
251	ایلاء کے متعلق صدر الشریعہ کی تحقیق	192
252	ایلاء کے متعلق متعدد احادیث	200
253	چار ماہ سے کم مدت کے لئے ترک جماع کی قسم کا ایلاء شرعی نہ ہونا	200
254	نبی ﷺ کا ایک ماہ تک ترک جماع کی قسم کھانا	201
255	نبی ﷺ کا ایک ماہ تک جماع کی قسم کھانے کا سبب	201
256	ایک ماہ تک ترک جماع کی قسم کے ایلاء ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کا اختلاف	202

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
257	ایک ماہ تک ترک جماع کی قسم نہ ہونے کے متعلق متعدد روایات	202
258	امام بخاری پر یہ اعتراض کہ ایلاء کرنا تو حرام ہے، پھر امام بخاری نے نبی ﷺ کے ایلاء کو اس باب میں کیوں ذکر کیا؟ اس اعتراض کا علامہ عینی حنفی کی طرف سے جواب	203
259	شیخ سلیم اللہ خان کی شرح پر مصنف کا تعاقب	203
260	اس باب کی حدیث کے موافق چار ماہ کے بعد بھی رجوع کی گنجائش اور اس حدیث سے فقہاء احناف کا رد کرنا	204
261	چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد قسم سے رجوع کرنے کا عدم جواز اور فقہاء احناف کے مذہب کی تائید میں احادیث	205
262	مصنف کا امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ کے مذہب کو	
263	دلائل سے راجح قرار دینا	206
264	امام بخاری کی پہلی تعلیق	206
265	امام بخاری کی دوسری تعلیق	206
266	امام بخاری کی تیسری تعلیق	206
267	امام بخاری کی چوتھی تعلیق	207
268	امام بخاری کی پانچویں تعلیق	207
269	امام بخاری کی چھٹی تعلیق	207
270	مذکور الصدر فقہاء کے قول کی ترجیح	207
271	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ کی تعلیق پر علامہ عینی حنفی کا تبصرہ	207
272	حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کی تعلیق پر علامہ عینی حنفی کا تبصرہ	208
273	حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ کی تعلیق پر علامہ عینی کا تبصرہ	208
274	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاة ۵۷ھ کی تعلیق پر علامہ عینی کا تبصرہ	208
275	بارہ (۱۲) اصحاب کی تعلیق پر علامہ عینی حنفی کا تبصرہ	208
276	امام بخاری کی تعلیقات اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	209
	۲۲- باب	209
277	جس عورت کا خاوند لاپتا ہو اور اس کی کوئی خبر معلوم نہ ہو تو اس کی بیوی اور اس کے مال کا شرعی حکم کیا ہے؟	209
278	باب مذکور کی پہلی تعلیق	210
279	امام بخاری کی پہلی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور مفقود الخبر کے متعلق امام مالک کا مذہب	210
280	امام بخاری کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی اور مفقود الخبر کے متعلق مذاہب فقہاء	210
281	باب مذکور میں امام بخاری کی دوسری تعلیق	211
282	امام بخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور ان کا مفقود الخبر کو لقطہ پر قیاس کرنا	211
283	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر کی تحقیق از مصنف	212
284	امام بخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی	212
285	علامہ عینی سے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا مناقشہ	213
286	علامہ عینی حنفی کا اعتراض	213
287	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا جواب اور مصنف کا محاکمہ	214
288	باب مذکور میں امام بخاری کی تیسری تعلیق	214
289	امام بخاری کی تیسری تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی اور مفقود الخبر کی بیوی کے انتظار کی مدت میں صحابہ اور فقہاء کے متعدد اقوال اور ان کے متعلق احادیث	214

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
290	امام بخاری کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی	216
291	مفقود الخبر کی بیوی کے انتظار کی مدت میں فقہاء کا اختلاف اوران کے دلائل	216
292	ان فقہاء کے دلائل جو کہتے ہیں کہ مفقود الخبر کی بیوی چار سال تک انتظار کرے، پھر دوسرا نکاح کرسکتی ہے	217
293	جب کوئی مرد میدان جنگ میں مفقود الخبر ہوجائے تواس کی بیوی کے انتظار کی مدت میں اقوال فقہاء	217
294	مفقود الخبر کی بیوی کے تاحیات انتظار کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	218
295	مفقود الخبر کی بیوی کے چار سال تک انتظار کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	219
296	مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کی مدت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	222
297	امام ابو یوسف کا مذہب اور مولود کی ولادت سے لے کر موت تک کے مراحل	224
298	جنات کے بنو آدم پر تصرف کرنے کے متعلق احادیث اور آثار سے دلائل	224
299	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو چار سال انتظار کے بعد مفقود الخبر کو نکاح کی اجازت دی تھی اس سے ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کرنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی وجہ ترجیح	225
300	مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کی مدت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی تصریحات	226
301	مفقود الخبر کی بیوی کے انتظار کی مدت کے متعلق دیگر فقہاء کے اقوال	226
302	مفقود الخبر کو جنات کا اٹھا کرلے جانا	227
303	مفقود الخبر کی موت کی یقینی خبر کے بغیر اس کی بیوی کا کسی دوسرے مرد سے نکاح کا جائز نہ ہونا	228
304	فقہاء شافعیہ کے موقف پر امام ابو اسحاق شیرازی کے دلائل	228
305	مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کی مدت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی تصریحات	229
306	مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق شیخ عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ	229
307	شیخ عثیمین حنبلی کا فتویٰ	230
308	مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کی مدت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی تصریحات	230
309	مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کی مدت کے متعلق شیوخ غیر مقلدین کا موقف	231
310	مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کی مدت کے متعلق شیوخ دیوبند کا موقف	232
311	مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کے متعلق علماء اہل سنت کا موقف	234
312	مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق سید دیدار علی شاہ کا فتویٰ	237
313	مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی کا فتویٰ	238
314	مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق صدر الشریعہ کا فتویٰ	239
	مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کے متعلق مصنف کی تحقیق	240
315	چار سال یا ایک سال بعد مفقود کو مردہ قرار دینے کے ثبوت میں آثار صحابہ وتابعین	240
316	مذہب غیر پر افتاء اور قضاء کے بارے میں فقہاء احناف کی آراء	241
317	بلا ضرورت مذہب غیر پر قضاء صحیح نہ ہونے کی وجہ	243
318	بالخصوص امام مالک کے اقوال پر افتاء اور قضاء کے بارے میں تصریحات	244
319	ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کے مطابق فتویٰ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	دینے یا قضاء پر بحث ونظر	245
320	ضرورت کی بناء پر دوسرے ائمہ کے مذاہب پر فسخ نکاح کی صورتوں کا خلاصہ	247
321	مذہب غیر پر عدالت کی طلاق کا حکم	248
322	خاوند کے پیش نہ ہونے پر عدالت کی طلاق کا حکم	249
323	عدالت کے فسخ نکاح پر اعتراضات کے جوابات	250
324	''قضاء علی الغائب'' کے متعلق مذاہب ائمہ	252
325	''قضاء علی الغائب'' کے متعلق احادیث	253
326	اس باب کی حدیث میں مذکور تعلیق کا خلاصہ اور تفصیل	255
327	حدیث میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی	255
328	حدیث مذکور میں بھیڑیے کا ذکر بہ طور تمثیل ہونا	255
329	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل	255
330	حدیث مذکور کی کتاب المفقود کے ساتھ مناسبت	256
331	عالم یا استاذ کا غضب میں آکر سائل یا بچوں کو مارنے اور زدوکوب کرنے کی ممانعت	256
332	بچوں کو زیادہ مارنے کی ممانعت کے متعلق احادیث	256
333	بعض جاہل حفاظ کی من گھڑت احادیث پر تبصرہ	257
334	سائل اور شاگرد کی کسی غلطی پر سرزنش کرنے میں سختی کی ممانعت کے متعلق احادیث	258
335	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور اس سے مستنبط مسئلہ	258
336	چہرے پر مارنے کی ممانعت کے متعلق احادیث	259
337	بچوں کو زیادہ مارنے سے قیامت کے دن عذاب ہوگا	262
338	فتاویٰ عالمگیری میں علماء وفقہاء کا ارشاد:	262
339	فتاویٰ رضویہ میں امام احمد رضا کا ارشاد:	262
340	بہار شریعت میں صدر الشریعہ کا ارشاد:	262
341	ظہار کے مباحث	263
342	ظہار کا لغوی معنی	263
343	ظہار کا شرعی معنی	265
344	ظہار کے متعلق قرآن مجید کی آیات مبارکہ	265
345	حالت ظہار کی تفصیل از علامہ ماتریدی اور آیات ظہار کے شان نزول کے متعلق متعدد روایات	266
346	مذکور الصدر روایات کا اختلاف اور ان میں تطبیق	268
347	آیات ظہار کے نزول سے پہلے ظہار کے حکم میں فقہاء کا اختلاف	268
348	''المجادلہ'' کا معنی	269
349	ظہار کے حکم کے متعلق متعدد روایات	269
350	''الظہار'' کا معنی	269
351	ظہار کے بعد عورت کی طرف عود کرنے سے لزوم کفارہ کے متعلق مذاہب فقہاء	271
352	ظہار کی تفصیل از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری	272
353	تعارف سورۃ المجادلہ	272
354	ظہار کی تفصیل از مصنف	278
355	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	278
356	سورۃ المجادلہ کے متعلق احادیث	278
357	سورۃ المجادلہ کا زمانہ نزول	279
358	سورۃ المجادلہ کے مشمولات	279
359	ظہار کی تعریف اور اس کا حکم	282
360	ظہار کے الفاظ اور اس کی دیگر تفاصیل	282
361	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنا آیا یہ ظہار یا طلاق ہے یا نہیں؟	283
362	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہنے سے طلاق واقع نہ ہونے کے دلائل	283
363	کفارۂ ظہار کے متعلق احادیث	286
364	ظہار میں فقہاء احناف کا موقف	287
365	ظہار میں فقہاء حنابلہ کا موقف	288

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
366	ظہار میں فقہاء مالکیہ کا موقف	288
367	ظہار میں فقہاء شافعیہ کا موقف	289
368	فقہاء شافعیہ کی دلیل کا جواب	289
369	مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا ضابطہ	290
370	ظہار میں غیر مقلدین کا موقف	291
	۲۳۔ باب	291
371	ظہار کا بیان	291
372	باب مذکور کی پہلی تعلیق	292
373	باب مذکور کی دوسری تعلیق	292
374	باب مذکور کی تیسری تعلیق	292
375	باب مذکور کی چوتھی تعلیق	292
376	ظہار کا لغوی معنی اور ظہار کے لغوی معنی کی اصطلاحی معنی کے ساتھ مناسبت اور ظہار کی تعریف میں مذاہب فقہاء	292
377	ظہار کے شان نزول کے متعلق متعدد روایات	293
378	ظہار کی دو قسمیں: صراحتاً اور کنایۃً	294
379	ظہار کے وقوع کی صورتیں	294
380	اگر مرد نے کسی اجنبی عورت سے کلمات ظہار کہے تو اس کے ظہار ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کا اختلاف	294
381	جن مردوں کا ظہار کرنا صحیح ہے اور جن مردوں کا ظہار کرنا صحیح نہیں ہے، اس کے متعلق مذاہب فقہاء	295
382	کفارۂ ظہار میں مذاہب فقہاء	295
383	کفارہ کی اقسام	296
384	متعدد مرتبہ ظہار کرنے والے کا شرعی حکم	297
385	ظہار کرنے والے کے لئے اپنی بیوی کے ساتھ بعض معاملات کا جواز اور بعض کی حرمت	297
386	کفارہ ظہار کا ساقط نہ ہونا	297
387	غلام کے ظہار کا شرعی حکم	298
388	ظہار کے بعد عمل زوجیت کے لئے لوٹنے کا شرعی حکم	298
389	باب مذکور کی پہلی تعلیق	299
390	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی	300
391	تعلیق مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	300
392	امام بخاری کی دوسری تعلیق	300
393	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی حنفی	300
394	تعلیق مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	301
395	باب مذکور کی تیسری تعلیق	301
396	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی حنفی	301
397	تعلیق مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	302
398	باب مذکور کی چوتھی تعلیق	302
399	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی حنفی	302
400	اس کی توجیہ کہ امام بخاری نے مسئلہ ظہار کے متعلق احادیث کی روایت نہیں کی	303
401	تعلیق مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	303
402	ظہار کے متعلق اعلیٰ حضرت کا موقوف	304
403	باب الظہار (ظہار کا بیان)	304
404	ظہار کے متعلق صدر الشریعہ کا موقف	321
405	ظہار کا بیان	321
406	ظہار کے متعلق مسائل فقہیہ	322
407	کفارہ کا بیان	324
408	مسائل فقہیہ	324
	۲۴۔ باب	329
409	اشارہ سے طلاق دینا اور دیگر امور کا اشارہ کرنا	329
410	امام بخاری کی پہلی تعلیق	329
411	امام بخاری کی دوسری تعلیق	329
412	امام بخاری کی تیسری تعلیق	329
413	امام بخاری کی چوتھی تعلیق	329
414	امام بخاری کی پانچویں تعلیق	330

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
415	امام بخاری کی چھٹی تعلیق	330
416	اشارہ کے تقاضا پر حکم لگانے کی حدیث صحیح سے دلیل	330
417	گونگے کی اشارہ سے طلاق دینے اور رجوع کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء	330
418	علامہ ابن المنذر شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	331
419	علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن المنذر شافعی کے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کا جواب	331
420	علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی اصل اور مکمل عبارت	331
421	علامہ ابن بطال کی ذکر کردہ حدیث کی مصنف کی طرف سے تخریج اور تحقیق	333
422	علامہ عینی کے جواب کا تتمہ	334
423	امام بخاری کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی	334
424	امام بخاری کی تعلیق مذکور میں مفصل حدیث	334
425	امام بخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی	335
426	تعلیق مذکور کی حدیث کی مزید تفصیل اور مکمل تخریج	335
427	امام بخاری کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی	335
428	اس تعلیق میں مذکور حدیث کی مکمل تفصیل اور تخریج	336
429	امام بخاری کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی	336
430	امام بخاری کی چوتھی تعلیق میں مذکور حدیث کی مکمل تفصیل اور تخریج	337
431	امام بخاری کی پانچویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی	337
432	پانچویں تعلیق میں مذکور حدیث کی تفصیل اور تخریج	338
433	امام بخاری کی چھٹی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	338
434	چھٹی تعلیق میں مذکور حدیث کی تفصیل اور تخریج	338
435	حدیث مذکور کی شرح از علامہ عینی، بعض رجال بخاری پر تبصرہ اور تعارف	339
436	حدیث مذکور کی تفصیل اور تخریج	340
437	نبی ﷺ کا انگلی کے پور کے اشارہ سے ساعت جمعہ کی کم مقدار کو بیان فرمانا	341
438	ساعتِ جمعہ کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	341
439	حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اور الاویسی کا تعارف	342
440	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	342
441	حدیث مذکور کی روایت کے مختلف الفاظ	343
442	حدیث مذکور سے ائمہ ثلاثہ کا استدلال کہ جس کیفیت سے قاتل نے کسی کو قتل کیا ہے اسی کیفیت سے اس سے قصاص لیا جائے گا	343
443	امام ابوحنیفہ کا موقف کہ قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا اور اس کے ثبوت میں احادیث	343
444	امام ابوحنیفہ کے علاوہ دوسرے فقہاء کا حدیث ''لاقود الا بالسیف'' سے استدلال	344
445	حدیث ''لاقود الا بالسیف'' کی تخریج اور تحقیق	344
446	امام ابوحنیفہ کی مُستدل بہا روایات پر فقہاء شافعیہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات	345
447	علامہ کرمانی اور علامہ ابن ملقن کے تعصب پر علامہ عینی کا رد	346
448	صحیح البخاری کے باب مذکور کی حدیث سے ائمہ ثلاثہ کے قصاص بالمثل پر استدلال کے فقہاء احناف کی طرف سے جوابات	347
449	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	348
450	حدیث مذکور کے موافق دیگر احادیث	348
451	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت اور بعض رجال کا تعارف اور حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی	349
452	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت اور بعض	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	رجال کا تذکرہ اور حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی	350
453	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت اور حدیث کے مشکل الفاظ کا معنی	350
	۲۵_باب	351
454	لعان کا بیان	351
455	لعان کا لغوی معنی	351
456	لعان کا شرعی معنی	351
457	لعان کے متعلق قرآن مجید کی آیات (النور ۹-۶)	352
458	آیات لعان کی تفسیر از علامہ ماتریدی	352
459	زنا کی سزا میں تغلیظ اور تشدید کی توجیہ	353
460	فساق کی شہادت سے حد قذف (اسی (۸۰) کوڑے) نہ مارنے کی تحقیق	354
461	جب گواہ الگ الگ زنا کی شہادت دیں تو ان تمام گواہوں پر حد قذف لگانے کی تفصیل	354
462	امام بخاری کی پہلی تعلیق	355
463	امام بخاری کی دوسری تعلیق	355
464	تہمت لگانے والے کی تفصیل	356
465	تہمت لگانے والے کی توبہ کا دائماً نا مقبول ہونا	357
466	تہمت لگانے والے کو اسی (۸۰) کوڑے مارنے کی تفصیل	359
467	کافر مرد اور کافرہ عورت کی تہمت کا حکم	359
468	زوجین کے درمیان لعان کے متعلق حدیث	360
469	اس پر دلائل کہ کافر مرد اور کافرہ عورت کے درمیان لعان نہیں ہوتا	361
470	آیات لعان کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری	362
471	لعان کی تحقیق از مصنف	363
472	لعان کے متعلق احادیث	363
473	لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی	365
474	اس کی تحقیق کہ اسلام میں سب سے پہلے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے والے حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ تھے	365
475	باب مذکور میں امام بخاری کی پہلی تعلیق	366
476	باب مذکور میں امام بخاری کی دوسری تعلیق	367
477	باب مذکور میں امام بخاری کی تیسری تعلیق	367
478	باب مذکور میں امام بخاری کی چوتھی تعلیق	367
479	تعلیقات مذکورہ کی شرح از علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ	367
480	الضحاک بن مزاحم کا تعارف	368
481	امام بخاری کے امام ابوحنیفہ اور فقہاء احناف پر اعتراضات اور علامہ عینی حنفی کی طرف سے ان کے جوابات	369
482	حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے امام بخاری کی تائید	370
483	امام بخاری کے تمام اعتراضات کے جوابات	371
484	شعبی کے قول سے استدلال کا جواب	371
485	ابراہیم نخعی کے قول سے استدلال کا جواب	371
486	حماد بن ابی سلیمان کے قول سے استدلال کا جواب	372
487	حافظ ابن حجر عسقلانی کے مناقشہ کا جواب	372
488	علامہ عینی کے اعتراض مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	372
489	گونگے کے لعان کے متعلق اختلاف فقہاء	372
490	گونگے کے لعان اور قذف کے غیر معتبر ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل	372
491	امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ کی طرف سے فقہاء احناف کے دلائل کے جوابات	373
492	علامہ المہلب مالکی کی شرح	374
493	امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل مذکورہ پر مصنف کا تبصرہ	374

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
494	حدیث مذکور کی مناسبت پر ایک اعتراض کا جواب اور اس جواب کو رد کر کے علامہ عینی کا اپنا جواب	375
495	بعض رجال کا تذکرہ، قرب قیامت کی وضاحت اور علامہ کرمانی کا تعارف	376
496	بعض تراجم رجال کا تذکرہ	377
497	بعض رجال کا تذکرہ اور حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی	377
498	بعض رجال کا تبصرہ اور حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی	378
	۲۶۔ باب	378
499	جب کوئی مرد تعریضاً یہ کہے کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے	378
500	تعریض اور کنایہ کی تعریف	345
501	تعریض کے معنی پر دیگر علماء کی عبارات سے استشہادات	379
502	حدیث مذکور کی مختلف روایات میں مختلف الفاظ اور اورق اور عرق کے معانی	380
503	تعریض کے سبب سے حد اور لعان کے وجوب میں مذاہب فقہاء اور بدگمانی کرنے سے ممانعت	381
504	تعریضاً ولد کی نفی کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	381
505	تعریضاً نفی نسب کے متعلق مذاہب فقہاء	382
506	حدیث مذکور کے فوائد	382
507	تعریض اور کنایہ کا فرق اور امام بخاری پر علامہ ابن المنیر کے اعتراض کا جواب	383
508	مسئلہ کی تعلیم میں نبی ﷺ کا تحسین طریقہ اور حدیث مذکور کی وضاحت اور شیخ عثیمین کا یہ استنباط کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ کسی مرد نے اس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی ہے، پھر بھی وہ اس کے ساتھ عمل زوجیت کرتا ہے	383
509	شیخ عثیمین کے استنباط پر مصنف کا تعاقب	384
	۲۷۔ باب	385
510	لعان کرنے والے کو قسمیں دینا	385
511	باب مذکور کی شرح از عینی	385
512	حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت، حضرت جویریہ کا تذکرہ اور حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی	385
513	آیت لعان کی تفسیر از علامہ زمخشری	386
514	آیت لعان میں مرد کے ذکر کی تصریح نہ کرنے کی توجیہ	387
515	لعان آیا قسم ہے یا شہادت، اس میں فقہاء کا اختلاف	388
	۲۸۔ باب	388
516	لعان کی ابتداء مرد سے کی جائے	388
517	حدیث مذکور کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت اور سند کے بعض رجال کا تعارف	389
518	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	389
519	حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح	389
520	علامہ عینی حنفی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے درمیان مصنف کا محاکمہ	390
521	لعان ہو یا کوئی اور مجلس قضاء ہو اس میں جس سے حلف لیا جائے اس کو کھڑا کر کے اس سے حلف لینا چاہیے	390
522	جو فریقین لعان میں ایک دوسرے کی تکذیب کریں ان کے خلاف حد قائم نہیں کی جائے گی	390
523	اپنی بیوی پر تہمت لگانے والے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ تھے نہ کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ	390
524	علامہ ابن بطال مالکی، علامہ عبد اللہ بن ابی صفرہ اور امام ابوجعفر طبری پر مصنف کا تعاقب	391
525	علامہ ابن ملقن شافعی کے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کا جواب	392
526	علامہ ابن التین شافعی کی شرح میں ایک اور غلطی	393
527	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	394

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
528	مصنف کی طرف سے حافظ ابن حجر کے اعتراض کا جواب	394
529	اس کی تحقیق کہ حضرت ابن السمحاء یہودی تھے، پھر انہوں نے اسلام قبول کرلیا یا پھر وہ ابتداءً مسلمان تھے	395
530	لعان کی مسنون جگہ کا مسجد میں ہونا اور لفظ واحد سے مجلس واحد میں تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل	395
531	لعان کرنے والوں کو کھڑا کر کے لعان کرانے کا ثبوت	396
532	مصنف کا ابن بطال مالکی، امام ابو جعفر طبری، حافظ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر پر رد اور ابطال	396
533	عصر کی نماز کے بعد لعان کا ثبوت	397
534	غیر مقلدین کے اس قول کا رد کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک طلاق ہوتی ہے	398
535	عورت سے پہلے مرد سے لعان کرانا	398
	۲۹۔ بَابٌ	399
536	لعان کا بیان اور جس نے لعان کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دی	399
537	فقہاء کا اس میں اختلاف کہ نفس لعان سے تفریق ہوگی یا حاکم کے فیصلہ سے تفریق ہوگی یا خاوند کے طلاق دینے سے تفریق ہوگی	399
538	حدیث مذکور کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت	401
539	مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقوں کے وقوع کی تحقیق	401
540	نواب وحید الزماں کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	401
541	تین طلاقوں کو ایک طلاق دینے کے متعلق شیوخ غیر مقلدین کے فتاویٰ	402
542	تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے متعلق غیر مقلدین کے دلائل	403
543	شیخ شوکانی کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ	403
544	نبی ﷺ کا نمازیوں کی غلطیوں پر سکوت نہ فرمانا اور ان کی اصلاح فرمانا اور اس کی دس مثالیں	404
545	تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ محمد صدیق حسن خان غیر مقلد کے دلائل	407
546	طاؤس کی روایت پر شیخ ابن حزم ظاہری کا تبصرہ	408
547	عوام میں غیر مقلدین کا تین طلاقوں کے پیش آمدہ مسائل میں قرآن وسنت کو چھوڑ کر اپنے مولویوں کے فتووں پر عمل کرنا	408
	۳۰۔ بَابٌ	410
548	مسجد میں میاں بیوی کا ایک دوسرے پر لعنت کرنا	410
549	باب مذکور کے عنوان کی شرح	410
550	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر شافعی سے مناقشہ	411
551	علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	411
552	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے باہمی مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ	411
	۳۱۔ بَابٌ	412
553	مسجد میں میاں بیوی کا ایک دوسرے پر لعان کرنا	412
554	صحیح البخاری: ۵۳۱۰ اس باب کے عنوان کی شرح	414
555	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ سے علمی مناقشہ	414
556	علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	414
557	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے مناقشہ کے درمیان مصنف کا محاکمہ	414
558	لعان کے سبب سے بچے کے نسب کی شوہر سے نفی کرنا اور بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کرنا اور	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ملانا	415
559	مسجد میں شوہر اور بیوی کے ایک دوسرے پر لعنت	
560	کرنے کی حدیث کے تحت فقہاء مذاہب کی آراء	417
	ہر حاکم پر لازم ہے کہ وہ کسی عظیم مسجد میں لعان کرائے	421
561	ظاہر اور صریح حکم کے مقابلے میں کسی پوشیدہ چیز کے متعلق فیصلہ دینا جائز نہیں ہے	422
562	جھوٹی قسم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے	423
563	''وحرۃ'' کے لغوی معنی	423
564	صحیح البخاری ۵۳۰۹ سے متعلق فوائد اور مسائل	423
565	مباحث مذکورہ میں فقہاء احناف کا موقف	423
566	جس تہمت زدہ عورت کے بیٹے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا گیا تو اس عورت کی اپنے بیٹے کے ترکہ	
567	سے وراثت کی تقسیم میں فقہاء مذاہب کی آراء	424
568	حدیثِ مذکور کی شرح شیوخِ دیوبند سے	425
569	شیخ سلیم اللہ دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	425
570	النور:٦ کی تفسیر از امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ	425
571	النور:٦ کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۹۹۸ء	426
572	النور:٦ کی تفسیر از مصنف	427
573	زنا کا لغوی معنی	427
574	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زنا کی تعریف	427
575	فقہاء شافعیہ کے نزدیک زنا کی تعریف	729
576	فقہاء مالکیہ کے نزدیک زنا کی تعریف	429
577	فقہاء احناف کے نزدیک زنا کی تعریف	429
578	شبہ نکاح سے خالی ہونا	431
579	حد زنا کی شرائط	432
580	احصان کی تحقیق	433

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
581	زنا کی ممانعت، اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق قرآن مجید کی آیات	434
582	زنا کی ممانعت، مذمت اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق احادیث اور آثار	434
583	زنا کی حد میں عورت کے ذکر کو مقدم کرنے کی توجیہ	442
584	کوڑے مارنے کے مسائل اور فقہی احکام	442
585	زانی کو کوڑے مارنے کے بعد شہر بدر کرنے میں مذاہب فقہاء	444
586	زانی اور زانیہ کو شہر بدر کرنے میں فقہاء احناف کا موقف اور دلائل	444
587	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات اور فقہاء احناف کے دلائل	446
588	غیر شادی شدہ زانی کو صرف کوڑے مارنے کے ثبوت میں احادیث	446
589	رجم کی تحقیق	446
590	قرآن مجید سے رجم کا ثبوت	447
591	رجم کی منسوخ التلاوت آیت	449
592	آیت رجم کی بحث	450
593	رجم کی احادیثِ متواترہ	451
594	زانیہ کے لیے صرف زانی سے نکاح کی اجازت کی احادیث	452
595	زانیہ سے مؤمن کے نکاح کی ممانعت کی توجیہات	453
	زانیہ سے مؤمن کے نکاح کی ممانعت کا منسوخ ہونا	454
596	قذف کا لغوی معنی	455
597	قذف کا شرعی معنی	455
598	قرآن مجید کی روشنی میں قذف کا حکم	455
599	احادیث کی روشنی میں قذف کا حکم	456
600	احصان کی شرائط میں مذاہب فقہاء	456

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
601	احصان کی شرائط میں مذہب احناف	457
602	کوڑے مارنے کے احکام	457
603	جس پر حد قذف لگ چکی ہو اس کی شہادت قبول کرنے میں اختلاف فقہاء	458
	۳۱۔ باب	459
604	نبی ﷺ کا ارشاد: اگر میں کسی کو بغیر گواہ کے سنگسار کرتا۔	459
605	بغیر گواہی اور ثبوت کے کسی کو رجم کرنے کا عدمِ جواز	460
606	''خدل'' کا لغوی معنی	461
607	نبی ﷺ کا باطنی امور پر مطلع ہونے کے لیے حریص ہونا	461
608	اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے کا عدمِ جواز	461
609	باطنی امور پر مطلع ہونے کی حرص	461
610	حدیث مذکور میں بعض مشکل الفاظ کے لغوی معانی	461
611	حدیث مذکور سے فقہاء اسلام کے مستنبط کردہ مسائل	462
612	قرائن کی بناء پر غیبت کرنے کا جواز	462
613	حدیث مذکور کی تحقیق	462
614	حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت اور علامہ کرمانی کا رد	463
615	مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کے معانی	464
616	حضرت عاصم بن عدی کے قصہ کا تعدد	465
617	نبی ﷺ کے اس ارشاد کا محمل کہ اگر میں کسی کو بغیر گواہ اور ثبوت کے رجم کرتا تو اس عورت کو میں رجم کردیتا	466
618	نبی ﷺ کی دعا کا محمل	466
619	خدلا کا معنی اور تعلیق مذکور کی تحقیق	467
620	صحیح البخاری: ۵۳۱۰ کی سند کے بعض رجال کا تعارف	467
621	حدیث مذکور کی تخریج	467
622	حدیث مذکور کی مشکل عبارات اور مبہم الفاظ کے معانی	467
623	حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کا تعارف اور تذکرہ	467
624	محض کسی کے دعویٰ کی وجہ سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا صریح حکم نہ آجائے	468
625	علامہ عینی کا علامہ کرمانی کی شرح پر رد کرنا	468
626	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	468
627	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے مناقشہ کے درمیان مصنف کا محاکمہ	469
628	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے ایک اور مناقشہ	469
629	نبی ﷺ کی دعا کا محمل	470
630	آیا اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے سے پہلے لعان ہوا تھا یا بچہ پیدا ہونے کے بعد لعان ہوا تھا	470
631	نبی ﷺ کے اس ارشاد کا محمل کہ اگر میں کسی کو بغیر گواہ کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کردیتا	470
632	خدلاً کی تحقیق اور علامہ عینی کا علامہ کرمانی سے مناقشہ	471
633	حدود احتمال اور قرائن سے ثابت نہیں ہوتے، حدود کے ثبوت کے لیے گواہی اور دلائل ضروری ہیں	471
634	شیخ عثیمین کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	472
635	شیوخ دیوبند سے حدیث مذکور کی شرح	472
636	شیخ سلیم اللہ خاں دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	472
	۳۲۔ باب	472
637	جس عورت سے لعان کیا گیا ہو اس کے مہر کا شرعی حکم	472
638	جب کوئی مرد لعان کے بعد اپنے نفس کی تکذیب کردے تو اس کے شرعی حکم میں فقہاء مذاہب کی آراء	473
639	جس عورت سے لعان کیا گیا ہو اس کے مہر کی ادائیگی کے متعلق مذاہب فقہاء	474
640	مہر صرف جماع سے واجب ہوتا ہے نہ کہ خلوتِ صحیحہ سے	474
641	عورت کے ساتھ دخول کو جماع سے تعبیر کیا جاتا ہے	475

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
642	امام اور سربراہِ ملک کو چاہیے کہ لعان شروع کرانے سے پہلے فریقین کو نصیحت کرے اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے کہ اگر انہوں نے جھوٹی قسم کھائی تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا	475
643	لعان کرنے والی عورت سے مہر وصول کرنے کا عدم جواز	475
644	بیوی کو مہر کی ادائیگی کے متعلق مفصل احکام	476
645	امام بخاری کی روایت مذکورہ کی امام مسلم سے روایت	476
	بنو العجلان کے دو فریقوں کے اسماء	477
646	عمرو بن دینار کی روایت کا مفصل تذکرہ	477
647	اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بنو عجلان کے بھائیوں کے درمیان تفریق کر دی، اس حدیث میں بھائیوں کے لفظ کی وضاحت	478
648	نبی ﷺ نے جو فریقین کو توبہ کی تلقین کی تھی، آیا یہ تلقین لعان سے پہلے فرمائی تھی یا لعان کے بعد فرمائی تھی	478
649	بیوی کو مہر کی ادائیگی کے متعلق مفصل احکام	478
650	قیاس کی صحت پر دلیل	479
651	حدیث مذکور کی شرح شیوخ دیوبند سے	479
652	شیخ سلیم اللہ خاں دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	479
	۳۳۔ باب	480
653	امام کا لعان کرنے والے کو یہ کہنا کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے۔	480
654	جس عورت سے لعان کیا گیا ہو، اس کے لیے مہر کا وجوب	482
655	شریعت میں دلیل ظاہر کا اعتبار ہوتا ہے	482
656	اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ نے لعان کرنے والوں کو جو توبہ کی تلقین کی تھی یہ لعان سے پہلے تلقین کی تھی یا لعان کے بعد کی تھی	483
657	حدیث مذکور کی شرح شیوخ دیوبند سے	483
658	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	484
	۳۴۔ باب	484
659	لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کرنا	484
660	لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کا ذکر	485
661	لعان کے بعد تفریق کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء اور اقوال	485
662	حدیث مذکور سے فقہاء کا استدلال	486
663	جب کسی مرد نے اپنی بیوی کے بچے کی اپنے نسب سے نفی کر دی تو اس کے متعلق فقہاء کی آراء اور اقوال	486
664	حدیث "الولد للفراش" کی تحقیق اور تخریج	487
665	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء کی آراء اور اقوال	488
666	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء اسلام کے اقوال	489
667	دو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کرنے کا حکم اور اس مسئلہ میں فقہاء اسلام کے اقوال اور ان کی آراء	489
668	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی دلیل	490
669	مسئلہ مذکورہ میں امام مالک کی دلیل	491
670	فقہاء احناف کے دلائل کے جوابات	491
671	فقہاء احناف کے رد پر تائید مزید	491
672	فقہاء احناف کی طرف سے دلیل مذکور کا جواب	492
673	جمہور فقہاء کی طرف سے فقہاء احناف کے جواب پر تبصرہ	492
674	لعان پر متفرع ہونے والی تفریق کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	492
675	فقہاء احناف کی طرف سے دلائل مذکورہ کے جواب	494
676	لعان پر متفرع ہونے والی تفریق کی حدیث کی تحقیق	495

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
677	اس پر بحث کہ آیا نفسِ لعان سے خاوند اور بیوی کے درمیان دائمی تفریق ہو جاتی ہے یا اس کے لیے حاکم کے حکم کی ضرورت ہے	496
678	حدیث کے مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کے معانی اور ان کی تسہیل اور فقہاء احناف کا اپنے موقف پر استدلال	498
679	صحیح البخاری: ۵۳۱۴ کے فوائد علمیہ	499
680	صحیح البخاری: ۵۳۱۳، ۵۳۱۴ سے امام ابوحنیفہ کے موقف کی تائید	500
681	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	500
	۳۵۔ باب	501
682	بچے کو لعان کرنے والی کے ساتھ ملا دیا جائے گا	501
683	باب مذکور کی شرح	501
684	اس وقت کا بیان جس وقت میں بچے کے نسب کی نفی کرنا جائز ہے	501
685	باب لعان کے مسائل	503
686	''لعان کرنے والی عورت کے ساتھ اس کے بچے کو ملا دیا جائے گا'' اس حدیث کے مسائل اور اس کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	504
687	جب مرد بچے کے نسب کی اپنی ذات سے نفی کر دے تو بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا	505
688	بچے کے نفی کرنے کی وجہ سے لعان کی مشروعیت اور حافظ ابن حجر کا علامہ طیبی سے مناقشہ	505
689	حدیث مذکور سے ثابت شدہ احکام	506
690	انتفاع نسب میں بعض فقہاء کا اختلاف اور اس کے متعلق جمہور فقہاء کا موقف	507
691	انکار نسب کیلئے مدت کے تعین میں فقہاء کا اختلاف	508
692	صحیح البخاری: ۵۳۱۵ کی شرح میں فقہاء اسلام کے نظریات اور حدیث سے ثابت شدہ احکام کی تفصیل	508
693	جس انصاری صحابی نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی، اس انصاری صحابی کے متعلق تحقیق	509
694	صحیح البخاری: ۵۳۱۵ کی شرح از شیوخ دیوبند	510
695	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	510
	۳۶۔ باب	510
696	امام اور سربراہ کا یہ دعا کرنا: اے اللہ! اس معاملہ کی حقیقت بیان فرما	510
697	امام اور سربراہ کی دعا کا معنی	510
698	جن امور میں وحی نازل نہ ہوئی ہو، ان امور میں نبی ﷺ کا اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا	512
699	حدیث لعان کے فوائد	512
700	اگر کوئی مرد اپنی بیوی کے پاس کسی اجنبی مرد کو پائے اور وہ طیش میں آ کر اس کو قتل کر دے تو اس کے شرعی حکم کا بیان	517
701	حدیث: ۵۳۱۶، کے تین شرعی احکام	517
702	لعان کی تحقیق از مصنف	518
703	لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی	518
704	لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء	518
705	لعان کی وجہ تسمیہ	519
706	زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم	519
707	لعان کے بعد تفریق میں مذاہب فقہاء	519
708	فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل	520
709	علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات	520
710	لعان کی وجہ سے بچے کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء	521
711	لعان کے متعلق صدر الشریعہ کی تحقیق	522
712	لعان کے متعلق مسائل فقہیہ	523

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	٣٧- باب	529
713	جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، پھر اس عورت نے عدت کے بعد اس کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلیا، سو اس نے اس سے جماع نہیں کیا	529
714	تین طلاقوں کے بعد عورت کا دوسرے خاوند پر بغیر شرعی حلالہ کے نکاح کے لیے حلال نہ ہونا	529
715	صحیح البخاری کی دوسری روایت کی تفصیل	530
716	تین طلاقوں کا ذکر، اور یہ کہ تین طلاقوں کے بعد عورت پہلے خاوند کیلئے حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرا خاوند اس کے ساتھ جماع نہ کرلے	531
717	جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں، وہ پہلے شوہر پر اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے جماع نہ کرلے، یہ حکم سنت صحیحہ سے ثابت ہے اور اس میں صرف سعید	
718	بن المسیب متوفی ۹۰ھ کا اختلاف ہے	532
719	حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کا شاذ قول	533
720	اگر عورت کی لاعلمی میں دوسرے شوہر نے اس سے جماع کیا تب بھی مٹھاس چکھنے کا تقاضا پورا نہیں ہوگا	533
721	جس وطی سے عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہوجاتی ہے، اس وطی کی صفت میں فقہاء کا اختلاف	533
722	جس مرد نے تین طلاق یافتہ عورت کو پہلے خاوند پر حلال کرنے کیلئے عقد نکاح کیا اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف	534
723	حلالہ کے عدم جواز پر دلائل	534
724	تین طلاق یافتہ عورت کے نکاح کی زوج ثانی کی تحلیل کے جواز کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل	535
725	جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرے اور وہ عورت اس سے جماع کا مطالبہ کرے، اس مسئلہ میں فقہاء اسلام کی آراء	535
726	حضرت رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تفصیل	536
727	حدیث مذکور کے مسائل	536
728	تین طلاق یافتہ عورت جس جماع کے بعد پہلے شوہر پر حلال ہوجاتی ہے اس جماع کی کیفیت میں فقہاء اسلام کی آراء	537
729	حلالہ کے لیے کیے ہوئے نکاح کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	537
730	صحیح البخاری ۵۳۱۷ کی شرح کے ضمن میں متعدد اہم امور کی تفصیل اور تحقیق	539
731	اگر عورت کو اس کا دوسرا خاوند طلاق دے دے اور اس سے جماع نہ کرے تو آیا وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہے یا نہیں؟	539
732	حضرت رفاعہ قرظی اور ان کی بیوی کا تذکرہ	540
733	حضرت عبدالرحمن بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	540
734	البقرہ: ۲۳۰ کی حافظ ابن حجر عسقلانی سے تفسیر اور تحقیق	541
735	حضرت رفاعہ القرظی اور حضرت رفاعہ النضری دو الگ شخص ہیں اور ان کے دو الگ قصے ہیں اور جس نے ان دونوں کو ایک گمان کیا، اس کا گمان خطا ہے	541
736	حضرت رفاعہ القرظی کی بیوی نے نبی ﷺ سے حضرت عبدالرحمن بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے جماع پر قادر نہ ہونے کی جو شکایت کی، اس کی تفصیل اور تحقیق	541
737	اس حدیث میں العسیلہ کا لفظ مذکور ہے، جس کا معنی ہے: تھوڑا سا شہد یا تھوڑی سی مٹھاس، اس کے لغوی اور عرفی معنی کی تحقیق	543
738	سعید بن المسیب کا حدیث العسیلہ کے خلاف یہ کہنا کہ جب نکاح صحیح ہوجائے تو پھر عورت پہلے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	خاوند کے لیے حلال ہوجاتی ہے اور اس کے لیے	
	اس کی تھوڑی سی مٹھاس چکھنا شرط نہیں ہے، سوان	
	کا یہ قول باطل ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ یہ	
	توجیح ہے کہ ان تک حدیث العسیلہ نہیں پہنچی	544
739	صحیح البخاری: ۵۳۱۷ کے خلاف امام نسائی کی	
	روایت پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ	544
740	علامہ قرطبی المالکی کا امام نسائی کی روایت پر تبصرہ	545
741	علامہ کرمانی کی حدیث مذکور کی شرح	545
742	صحیح البخاری: ۵۳۱۷ کی شرح از شیخ عثیمین	546
743	تین طلاق یافتہ عورت کے پہلے شوہر کے حق میں	
744	حلال ہونے کی شرائط اور نکاح صحیح پر تفریعات	546
	حلالہ کی نیت سے نکاح کرنے والے کا لعنت کا	
	مستحق ہونا	546
745	آیا جماع کے وقت انزال ضروری ہے یا نہیں؟	547
746	صحیح البخاری: ۵۳۱۷ کی شرح از علامہ رضوی	547
747	صحیح البخاری: ۵۳۱۷، کی شرح از شیوخ دیوبند	547
748	حلالہ نکاح کا مسئلہ	547
749	امرأۃ رفاعہ کا واقعہ	548
750	حنفیہ کے مسلک پر ایک اشکال اور اس کا جواب	549
751	صحیح البخاری: ۵۳۱۷، کی شرح از غیر مقلد عالم شیخ	
	وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ	550
752	صحیح البخاری: ۵۳۱۷، کی شرح از ابن حزم	
	الظاہری الاندلسی	550
753	اس حدیث کے متعلق مصنف کی تحقیق، اور اس پر	
	دلائل کہ تحلیل کی نیت سے دوسرے شوہر کے	
	ساتھ نکاح کرنا بھی جائز ہے اور نبی ﷺ نے	
	اس چیز کو اپنی شریعت میں مقرر فرمادیا ہے۔	552
754	شیخ ابن حزم الظاہری کی طرف سے سعید بن	
	المسیب کے قول کے رد پر مزید دلائل	553

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
755	اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف کہ جب کوئی مسلمان	
	اپنی کتابیہ بیوی کو تین طلاقیں دے دے، پھر وہ	
	کسی دوسرے سے نکاح کرلے پھر وطی کے بعد وہ	
	مرد مر جائے تو آیا وہ عورت پہلے شوہر کی طرف واپس	
	جاسکتی ہے یا نہیں؟	554
759	ایک اور غیر مقلد عالم کی صحیح البخاری: ۵۳۱۷، کی شرح	
	اور اس کے متعلق ان کی تحقیق اور اس چیز کا بیان کہ	
	لفظِ واحد کے ساتھ تین طلاقوں کو دینا جائز ہے	554
757	لفظ واحد کے ساتھ دی گئی تین طلاقوں کے ایک	
758	طلاق ہونے پر نواب صدیق حسن بھوپالی کے دلائل	555
	تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر غیر مقلدین	
759	کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ	556
760	تین مجموعی طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے	
	متعلق شیخ ابن حزم الظاہری کے دلائل	556
761	تین مجموعی طلاقوں کے تین طلاقیں ہونے پر جمہور	
	فقہاء کے قرآن مجید سے دلائل	557
762	تین مجموعی طلاقوں کے تین طلاقیں ہونے پر جمہور	
	فقہاء کے احادیث صحیحہ سے دلائل	557
763	اکٹھی تین طلاقوں کے متعلق آثار صحابہ اور اقوال	
	تابعین	559
764	اکٹھی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے	
	ثبوت میں شیخ ابن حزم الظاہری کی پیش کردہ	
	روایت کے مفصل اور متعدد جوابات	561
765	طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید	
	دلائل	562
766	طاؤس کی روایت کا صحیح محمل	563
767	ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار	
	دینے کے ثبوت میں سنن ابوداؤد کی روایت کا جواب	563
768	ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	قرار دینے کے ثبوت میں مسند احمد کی روایت کا مفصل اور محقق جواب	564
769	اکٹھی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کی مبحث کا خلاصہ	565
	٦٩_ کِتَابُ الْعِدَّةِ	
	عدت کا بیان	566
	٣٨_باب	567
1	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو۔	567
2	الطلاق: ٤ کی تفسیر از علامہ ازہری	567
3	الطلاق: ٤ کی تفسیر از مصنف	568
4	جن بوڑھی عورتوں کو حیض نہیں آتا، ان کی عدت میں شک ہونے کے محامل	569
5	بیوہ حاملہ کی عدت میں اختلاف صحابہ	569
6	نابالغہ، بوڑھی اور حاملہ عورتوں کی عدت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	570
7	اس کا بیان کہ نابالغہ عورتوں اور بہت بوڑھی عورتوں کی عدت تین ماہ ہے	571
8	اس باب کی حدیث میں امام بخاری کی تعلیق	571
9	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی	572
10	مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان متوفی ١٣٢٨ھ کی شرح	572
11	عدت کے متعلق احکام از علامہ رضوی	572
12	باب: تمہاری عورتیں جو حیض سے ناامید ہو جائیں اگر تم اس کے وجود میں تردد کرو	573
13	نابالغہ اور آیسہ کی عدت کے متعلق شرعی احکام	573
14	کتاب العدۃ	574
15	جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، اس کی عدت کا بیان	574
16	اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ کس جگہ عدت گزارے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے	579
17	عدت گزارنے والی عورت کا حج یا عمرہ کے لیے گھر سے باہر نکلنا	578
18	جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، اس کے پاس اس کے فوت ہونے کی خبر اس وقت آئے جب وہ اپنے خاوند کے گھر میں نہ ہو	579
19	احکام العدۃ	582
20	نابالغ لڑکیوں اور بوڑھی عورتوں کی عدت	584
	٣٩_باب	584
21	اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے	584
22	ابوسنابل کا سبیعہ کو غلط مسئلہ بتلانا تاکہ وہ کسی اپنی پسند کے جوان آدمی کے رشتہ کو ترک کر کے اس جیسے بوڑھے آدمی کے رشتہ پر راضی ہو جائے	585
23	عدتِ طلاق اور عدتِ وفات کی انواع	587
24	جس حاملہ عورت کے پیٹ میں دو بچے ہوں اس کی عدت ختم ہونے کا بیان	589
25	ناتمام بچے کی عدت پوری ہونے کا بیان	590
26	جس نوجوان عورت کا حیض مرتفع ہو گیا ہو اور اس عورت کی مثل سے حیض آنا ممکن ہو، اس کی عدت کے متعلق فقہاء کے اقوال	591
27	جو عورت نہ حیض سے مایوس ہو اور نہ وہ عورت نابالغہ ہو، اس کی عدت کے متعلق امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے مسالک	591
28	امام مالک کے دلائل	591
29	مسئلہ مذکورہ کے متعلق دوسرے فقہاء کا نظریہ	592
30	صورتِ مذکورہ میں فقہاء احناف کا مذہب	593

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
31	حاملہ عورتوں کی عدت کا بیان	593
32	مسئلہ زیر بحث کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	594
33	امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے مذہب کی تائید	595
34	حضرت سُبیعہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	596
35	حضرت ابوسنابل بن بعکک رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	596
36	ابن الارقم کا تذکرہ	596
37	حضرت سُبیعہ کی عدت پوری ہونے کے بعد ان کو نکاح کرنے کی رخصت عطا فرمانا	597
38	صحیح البخاری: ۵۳۱۸، ۵۳۱۹، ۵۳۲۰، کی شرح از حافظ علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ	597
39	حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	598
40	صحیح البخاری: ۵۳۱۸، کے مشکل الفاظ کے معانی اور مبہم عبارات کے محامل اور اسمائے رواۃ کا تذکرہ	598
41	صحیح البخاری: ۵۳۱۹، کی شرح از علامہ عینی اور ابن الارقم کا تذکرہ	599
42	صحیح البخاری: ۵۳۲۰، کی شرح از علامہ عینی، اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سُبیعہ کے خاوند کی وفات کے کتنے دنوں کے بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس مسئلہ میں مختلف روایات ہیں جن میں تطبیق مشکل ہے	599
43	(۱۰۱) باب عدۃ المطلقۃ والمختلعۃ	600
44	شیخ عبداللہ بن باز کے فتویٰ پر مصنف کا تعاقب	600
45	(۱۰۲) جو شوہر اپنی بیوی سے بیس سال تک غائب رہا ہو، پھر اس نے اس کو طلاق دی ہو	601
46	شیخ ابن باز کے دوسرے فتویٰ کا بھی غلط ہونا	601
47	(۱۰۳) جو عورت خلع کا مطالبہ کرے اس کی عدت کا بیان	602
48	مصنف کا شیخ ابن باز الحنبلی النجدی کے فتاویٰ پر تبصرہ اور تعاقب	602
49	صحیح البخاری: ۵۳۱۸، ۵۳۱۹، ۵۳۲۰، کی شرح از شیخ عثیمین الحنبلی النجدی	603
50	صحیح البخاری: ۵۳۱۸، ۵۳۱۹، ۵۳۲۰، کی شرح از علامہ رضوی	603
51	صحیح البخاری: ۵۳۱۸، ۵۳۱۹، ۵۳۲۰، کی شرح شیوخ دیوبند سے	604
52	حاملہ عورتوں کی عدت	604
53	حضرت سُبیعہ کا واقعہ	604
54	ابوسنابل نے کہا: اللہ کی قسم! تم اس سے نکاح نہیں کرسکتیں	605
55	امام بخاری کا رجحان	605
56	حضرت ابراہیم نخعی کے اثر کا حاصل	606
57	''اقرأت'' کے لفظ کے دو معانی	606
58	بانجھ عورت کے لیے ''اقرات'' کے لفظ کا استعمال	606
	۴۰۔ باب	606
59	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقد ثانی) سے روکے رکھیں	606
60	آیا ہر مطلقہ کی عدت تین حیض ہے خواہ وہ آزاد عورت ہو یا باندی، یا اس عموم سے باندیاں مستثنیٰ ہیں اور باندیوں کی عدت دو حیض ہے؟	607
61	باب مذکور کی پہلی تعلیق	607
62	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	607
63	ابراہیم کا تعارف	608
64	''اجتماع العدتین'' کی تفسیر	608
65	باب مذکور کی دوسری تعلیق	608
66	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	608
67	جن فقہاء نے یہ کہا کہ یہ حیض دونوں شوہروں کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	عدت ہے اور جنہوں نے یہ کہا کہ یہ صرف پہلے شوہر کی عدت ہے، اس مسئلہ میں طرفین کے دلائل	608
68	باب مذکور کی تیسری تعلیق	609
69	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	609
70	معمر کا تعارف	609
71	''قرء'' کا لفظ حیض اور طہر دونوں معنی میں مستعمل ہوتا ہے، اس سلسلے میں فقہاء کے اقوال اور ان کے مآخذ	609
72	جن فقہاء نے یہ کہا کہ ''الاقراء'' کے معنی میں توقف ہے، ان کا بیان	610
73	''ما قرأت بسلا'' کے لغوی معنی کی تحقیق اور اس میں اربابِ لغت کے اقوال	610
74	آیا ''قرء'' کا لفظ حیض اور طہر، دو معنی میں مشترک ہے، یا ایک میں حقیقت ہے اور دوسرے میں مجاز ہے	610
75	البقرہ:۲۳۱ کی تفسیر از علامہ ازہری سے	610
76	البقرہ:۲۳۱ کی تفسیر از مصنف	611
77	جس عورت کو خاوند خرچ نہ دے اس کی گلوخلاصی میں آراء ائمہ	611
78	خرچ سے محروم عورت کی گلوخلاصی پر جمہور فقہاء کے دلائل	612
79	مذاق میں دی ہوئی طلاق کا نافذ ہونا	613
80	جس طلاق کے بعد رجوع کیا جائے، پھر طلاق دی جائے	613
81	جو مرد اپنی بیوی کو ضرر پہنچانے کے لیے بار بار طلاق دے اور پھر اس طلاق سے رجوع کرلے اس کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	614
82	جو عورت غائب ہو اور اس کے پاس اس کے خاوند کی وفات کی خبر آجائے یا خاوند کے طلاق دینے کی خبر آجائے	615
83	باب:	616
84	اس مسئلہ میں فقہاء اسلام کے اقوال کہ مرد کو طلاق سے رجوع کرنے کا حق ہوتا ہے	616
85	اس مسئلہ میں فقہاء کے اقوال کہ ''الاقراء'' کا معنی حیض ہے یا طہر	617
86	فقہاء مالکیہ اور فقہاء شافعیہ کے اس پر دلائل کہ الاقراء کا معنی ''الاطہار'' ہے	617
87	بحث مذکور کا حاصل	618
88	قرء کے لغوی معنی کی تحقیق اور ''قرء'' کے مصداق میں مذاہب فقہاء	619
89	فقہاء شافعیہ اور فقہاء احناف کے اس پر دلائل کہ قرء کا لفظ حیض کے لیے وضع کیا گیا ہے یا طہر کے لیے وضع کیا گیا ہے؟	619
90	قرء کا اطلاق حیض پر ہوتا ہے یا طہر پر، اس پر فریقین کے دلائل	620
91	ابن حزم الظاہری کی دلیل پر مصنف کا تبصرہ	620
92	شیخ ابن حزم الظاہری کی جرح پر مصنف کا تبصرہ	620
93	شیخ ابن حزم الظاہری کی دلیل کا جواب	621
94	علامہ السمرقندی الحنفی کی طرف سے ''قرء'' کی تحقیق	621
95	قرء کے لغوی معنی کی تحقیق	624
96	ان صحابہ کے اسماء گرامی جنہوں نے کہا کہ قرء کا معنی حیض ہے	624
97	ان فقہاء اور تبع تابعین کے اسماء جنہوں نے کہا قرء کے معنی حیض ہے	624
98	البقرہ:۲۲۸ کی شرح از مصنف، قرء کے معنی کی تحقیق اور شوہر اور بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق	626
99	صحیح البخاری کی تعلیقات کی شرح از العلیمین، شیخ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	عثیمین کا شیخ ابن تیمیہ پر تعاقب	627
100	جس مرد نے عدت کے دوران نکاح کیا اس کے نکاح کا فساد	627
101	عدت کے دوران پیغامِ نکاح دینے کی ممانعت کی تفصیل اور عدت کے احکام شرعیہ اور عزم کا معنی	627
102	عدت کے دوران کیے ہوئے نکاح کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	628
103	باب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد: طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض انتظار کریں	628
	۴۱۔ بَابٌ	629
104	حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا قصہ	629
105	الطلاق: ۱ کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری	630
106	الطلاق: ۱، ۶، ۷، کی تفسیر از مصنف	631
107	دورانِ عدت عورتوں کو گھروں سے نکالنے یا ان کے از خود نکلنے کی ممانعت	631
108	کھلی بے حیائی کی متعدد تفاسیر	632
109	ایک طہر میں تین طلاق دینے کی تحریم	632
110	ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کی اباحت پر امام شافعی کے دلائل	632
111	کلمہ واحدہ کے ساتھ تین طلاق دینے کی تحریم کے متعلق احادیث اور ان کی وجہ ترجیح	633
112	فی نفسہ طلاق کے ناپسندیدہ ہونے کے متعلق احادیث	633
113	عدت طلاق کے دوران عورت کے گھر سے باہر نکلنے پر ایک حدیث سے جواز کا استدلال	634
114	اس حدیث کی بناء پر علامہ قرطبی مالکی کا مذہب احناف کو رد کرنا	634
115	مصنف کی طرف سے علامہ قرطبی کے اعتراض کا جواب	635
116	ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب	636
117	علامہ قرطبی کا حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے امام ابو حنیفہ پر رد اور اس کے جوابات	637
118	تین طلاقوں کی ممانعت پر دلیل	638
119	فاطمہ بنتِ قیس کی وہ روایت جس سے ائمہ ثلاثہ نے مطلقہ کے خرچ کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے	639
120	طلاقِ ثلاثہ کے بعد نفقہ اور سکنیٰ کے استحقاق میں مذاہب	639
121	مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل	640
122	مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ کے وجوب پر فقہاء احناف کے قرآن مجید سے دلائل	640
123	مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ کے وجوب پر احادیث سے دلائل	642
124	نفقہ کے عدم وجوب پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب	643
125	دودھ پلانے کی اجرت لینے کا جواز	644
126	شوہر پر اس کی بیوی اور بچوں کے خرچ دینے کا وجوب	644
127	حضرت فاطمہ بنت قیس کا تذکرہ اور حدیث مذکور کے مطالب	647
128	حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث کے مطالب اور اس کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	648
129	حضرت فاطمہ بنت قیس اور حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ	649
130	حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا قصہ	650
131	تین طلاق یافتہ خاتون کے لیے نفقہ اور سکنیٰ نہ ہونے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	651
132	تین طلاق یافتہ خاتون کے اپنے گھر سے نکلنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	652

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
133	تین طلاق یافتہ عورتوں کے متعلق قرآن مجید کی آیات	653
134	آیاتِ مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی	654
135	ضرورت کے وقت انتقالِ خون کا جواز اور اس کی شرائط اور احکام	655
136	پیوند کاری کے عدمِ جواز پر دلائل اور یہ کہ اس کا انتقالِ خون پر قیاس کرنا غلط ہے	656
137	صحیح البخاری: ۵۳۲۲،۵۳۲۱، کے رجال کا تذکرہ	658
138	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور مبہم عبارات کی توضیح	658
139	تمام صحابہ کا اس پر اجماع کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی جو یہ روایت ہے کہ مطلقہ کیلئے نفقہ اور سکنیٰ نہیں ہوگا، یہ روایت غلط ہے	659
140	صحیح البخاری: ۵۳۲۴، ۵۳۲۳، کی مبہم عبارات کی توضیح	660
141	صحیح البخاری: ۵۳۲۶-۵۳۲۵، کے مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کی توضیح	660
142	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	661
143	احادیث مذکورہ کا خلاصہ	661
144	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	662
	امام طحاوی اور امام دارقطنی کی روایات پر ایک اشکال کا جواب	662
145	حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	663
146	جو عورت مطلقہ بائنہ ہو، اس کے عدت کے دوران گھر سے نکلنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	663
147	جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کی عدت کے دوران گھر سے نکلنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	664
148	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ بنت قیس کی	
149	روایت کو مسترد کرنا اور مطلقہ بائنہ کے لیے عدت کے دوران رہائش اور خرچ کو واجب قرار دینا	665
150	مطلقہ بائنہ کی عدت کے دوران رہائش اور خرچ کے متعلق فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نظریات	666
151	جن فقہاء نے رہائش سے منع کیا ہے، ان کے دلائل	666
152	جن فقہاء نے رہائش کو واجب کیا ہے اور خرچ کو واجب نہیں کیا ہے ان کے دلائل	667
153	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مروان کے درمیان مباحثہ	668
154	حضرت فاطمہ بنت قیس کی اپنے گھر سے نکل کر دوسرے گھر میں عدت گزارنے کی توجیہ	668
155	حدیث مذکور کی فقہ	669
156	مطلقہ بائنہ کے عدت کے دوران گھر سے نکلنے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	670
157	جن فقہاء کے نزدیک جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے	671
158	مطلقہ بائنہ کے عدت کے دوران خرچ کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	672
159	حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے قصہ میں سورۃ الطلاق کی آیات کی تفسیر از شیخ عثیمین	673
160	''فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ'' (الطلاق:۱) کی مناسبت سے الاحزاب:۷۲ کی تفسیر از مصنف	675
161	الانفال:۷۰ کی تفسیر از مصنف	678
162	صحیح البخاری: ۵۳۲۱، ۵۳۲۲، ۵۳۲۳، ۵۳۲۴، ۵۳۲۵، ۵۳۲۶، کی شرح از علامہ رضوی	680
163	باب: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا واقعہ	680
164	صحیح البخاری: ۵۳۲۱، ۵۳۲۲، ۵۳۲۳، ۵۳۲۴، ۵۳۲۵، ۵۳۲۶، کی شرح شیوخ دیوبند سے	683
165	حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا واقعہ	683

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
166	معتدہ مبتوتہ کے نفقہ اور سکنیٰ کا حکم	683
167	دلائل احناف	684
168	ابراہیم نخعی کی مراسیل حجت ہیں	686
169	حضرت فاطمہ بنت قیس کے واقعہ کا جواب	687
	۴۲۔ باب	689
170	جب مطلقہ عورت کے متعلق یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ اپنے خاوند کے گھر میں رہے گی تو اس کے گھر میں کوئی اجنبی داخل ہو جائے گا یا وہ عورت اپنے خاوند کے گھر والوں سے بے حیائی اور بد زبانی سے گفتگو کرے گی (تو اس وقت وہ خاوند کے گھر کے علاوہ کہیں اور عدت گزارے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے)	689
171	مطلقہ بائنہ کی صورت میں اپنے خاوند کے گھر سے باہر عدت گزار سکتی ہے	689
172	حدیث مذکور کی تخریج	690
173	فاحشہ مبینہ کی متعدد تفاسیر	690
174	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور اس حدیث کی مؤید دیگر روایات	692
175	بعض مشکل الفاظ کے معانی اور اس حدیث کی مؤید دیگر روایات	692
176	مطلقہ عورت کی اقسام اور ان کے احکام	693
177	طلاق کا لغوی و اصطلاحی معنی	693
178	صحیح البخاری: ۵۳۲۸، ۵۳۲۷، کی شرح از علامہ رضوی	694
179	صحیح البخاری: ۵۳۲۸، ۵۳۲۷، کی شرح از شیوخ دیوبند	695
180	معتدہ مطلقہ کے گھر سے نکلنے کا حکم	696
181	معتدۃ الوفاۃ کے نفقہ اور سکنیٰ کا حکم	697
	۴۳۔ باب	697
182	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور ان عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں (بچہ دانیوں) میں پیدا کیا ہے، یعنی وہ اپنے حیض کو چھپائیں یا اپنے حمل کو چھپائیں	697
183	عورتوں کا اپنے رحموں میں مستور حیض اور حمل کے اوپر امین ہونا	697
184	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت	699
185	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور مہمل عبارات کے محامل	699
186	حدیث مذکور کی شرح میں فقہاء اسلام کے اقوال	700
187	صحیح البخاری: ۵۳۲۹ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ	701
188	بعض طبی حیلوں سے حیض کو یا حمل کو روکنے کی ممانعت اور کن صورتوں میں عورت کے دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی اور کن صورتوں میں اس کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کی جائے گی	702
189	صحیح البخاری: ۵۳۲۹ کی شرح از علامہ رضوی	702
190	صحیح البخاری: ۵۳۲۹ کی شرح از شیوخ دیوبند	703
	۴۴۔ باب	704
191	اور ان (طلاق رجعی پانے والیوں) کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ (البقرہ ۲۲۸) اور عدت کے دوران مرد اپنی بیوی سے کس طرح رجوع کرے جب وہ اس کو ایک یا دو طلاقیں دے چکا ہو، اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''انہیں ان کے (انہی پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو''۔ (البقرہ: ۲۳۲)	704
192	باب مذکور کے عنوان کی شرح از علامہ عینی اور البقرہ: ۲۲۸ کی تفسیر	705

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
193	رجوع کے معتبر ہونے میں فقہاء اسلام کی مختلف عبارات	706
194	امام بخاری کے اس قول کی شرح کہ مرد اپنی بیوی سے کس طرح رجوع کرے	706
195	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور مبہم عبارات کے محامل	706
196	البقرہ:۲۳۲: کی تفسیر از علامہ ازہری	707
197	البقرہ:۲۳۲: کی تفسیر از مصنف	707
198	بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کے متعلق مذاہب اربعہ	707
199	بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار	708
200	صحیح البخاری: ۵۳۳۲-۵۳۳۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	709
201	طلاقِ رجعی کے بعد رجوع کی کیفیت اور تین طلاقوں کے بعد رجوع کا عدمِ جواز اور عقدِ جدید کے ساتھ دوبارہ نکاح کا ضروری ہونا	709
202	حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قصہ کی تفصیل	710
203	طلاقِ رجعی میں رجوع کے وقت گواہوں کے قائم کرنے کا حکم	711
204	جب مرد اپنی بیوی سے عدت کے دوران رجوع کرے تو اس کی کیفیت میں فقہاء اسلام کے اقوال	711
205	حائضہ سے رجوع کرنے سے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	711
206	بغیر ولی کے نکاح کے جواز میں فقہاء کا اختلاف	712
	حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے شوہر کا طلاق دینا اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کی پیشکش کرنا اور حضرت معقل بن یسار کا اس نکاح سے منع کرنا	713
207	حضرت معقل بن یسار کی بہن کا نام اور البقرہ:۲۳۲ کے شان نزول میں مختلف اقوال	713
208	آیت مذکورہ میں ''لا تعضلوا'' کا معنی	713
209	ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے عدمِ جواز پر فقہاء شافعیہ کی دلیل	714
210	امام شافعی کی دلیل پر مصنف کا تبصرہ	714
211	حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو از خود نکاح سے روکنے اور اس پر البقرہ ۲۳۲ نازل ہونے کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح	714
212	صحیح البخاری: ۵۳۳۲-۵۳۳۰، کی شرح از شیخ عثیمین، اصلاح کی نیت سے رجوع کرنے کا جواز اور بیوی کو ضرر پہنچانے کے لیے رجوع کرنے کا عدمِ جواز	715
213	صحیح البخاری: ۵۳۳۲-۵۳۳۰ کی شرح از علامہ رضوی	716
214	باب: مطلقہ عورتوں کے شوہر عدت میں رجوع کرنے کے زیادہ حق دار ہیں	717
215	جب بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دیں تو اس سے رجوع کس طرح کرے گا، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: عورتوں کو منع نہ کرو	717
216	صحیح البخاری: ۵۳۳۲ کی شرح شیوخ دیوبند سے	718
217	طلاق سے رجوع کا مسئلہ	718
218	طلاق سے کیسے رجوع کیا جائے گا	718
	۴۵- باب	719
219	حیض والی عورت کو دی ہوئی طلاق سے رجوع کا بیان	719
220	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	719
221	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت، اس کے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مطالب اور مبہم عبارات کی وضاحت	720
222	علامہ ابن التین کی شرح پر علامہ عینی کا تعاقب	720
223	قرء کے معنی حیض ہونے پر مصنف کی طرف سے دلیل	720
224	رجوع کے شرعی معنی کی تحقیق	721
225	حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح	721
226	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی شرح	722
227	حائضہ سے رجوع کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کا اختلاف	723
228	طلاقِ رجعی میں جماع کرنے کا حکم	724
229	دل میں رجوع کرنے کا حکم	724
230	بغیر ولی اور سرپرست کی اجازت کے نکاح کے جواز میں فقہاء اسلام کا اختلاف	725
231	ہوائے نفس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترجیح دینا	726
232	فقہاء کا اس میں اختلاف کہ قرء کا معنی طہر ہے یا حیض	726
233	حالتِ حیض میں دی ہوئی طلاق کے متعلق فقہاء اسلام کا اختلاف	726
234	شیخ عثیمین کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	727
235	باب: حائضہ مطلقہ سے رجوع کرنا	728
236	صحیح البخاری: ۵۳۳۳ کی شرح از شیوخ دیوبند	728
	۴۶- باب	728
237	جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہے، وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے	728
238	باب مذکور کی تعلیق	728
239	احداد کا صیغہ اور اس کے لغوی اور اصطلاحی معنی کا بیان	728
240	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ اور اس باب کے عنوان کی شرح	729
241	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی، بچی پر سوگ کے وجوب میں ائمہ اربعہ کا اختلاف	729
242	بیوہ عورت کے سوگ کے متعلق فقہاء کے نظریات	
	احداد کی تعریف	730
243	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مسائل اور فوائد	731
244	یہودیہ اور عیسائیہ کا شوہر فوت ہو جائے تو آیا اس پر بھی سوگ کرنا لازم ہے یا نہیں؟	733
245	کم سن نابالغہ کا شوہر فوت ہو جائے تو آیا اس پر بھی سوگ لازم ہے یا نہیں؟	734
246	تین طلاق یافتہ عورت کا شوہر اگر فوت ہو جائے تو آیا اس پر بھی شوہر کی موت پر سوگ کرنا لازم ہے یا نہیں؟	734
247	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی	734
248	اس کی توجیہ کہ عدتِ وفات گزارنے والی عورت کو بناؤ سنگھار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور عدتِ طلاق گزارنے والی عورت کو بناؤ سنگھار کرنے سے منع نہیں کیا گیا	736
249	مفقود (جس عورت کا شوہر غائب ہو اور اس کی خبر معلوم نہ ہو) کی بیوی کی عدت کے متعلق فقہائے اسلام کی آراء	736
250	ام ولد کی عدت کا مسئلہ	737
251	بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کرنے کی توجیہ	737
252	زمانہ جاہلیت کی عدت کا طریقہ	738
253	بیوہ عورت کو عدت کے دوران سرمہ لگانے کی ممانعت کے متعلق علماء کے نظریات	739
254	اس دور میں سرمہ لگانے کے متعلق مصنف کی تحقیق	739
	بیوہ عورت کے لیے سرمہ لگانے کی دو متعارض	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حدیثوں میں تطبیق	739
255	چار ماہ دس دن کے تعین کی توجیہ	740
256	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کی شرح	740
257	بیوہ عورت کے سرمہ لگانے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	741
258	بیوہ عورت کی عدت کے متعلق قرآن مجید کی دو آیات	741
259	اس پر اجماع کہ ایک سال تک عدت گزارنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے	743
260	صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں میں تعارض اور صحیح مسلم کی روایت کو ترجیح	743
261	حضرت زینب بنت ام سلمہ کا تذکرہ	743
262	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	744
263	صحیح البخاری: ۵۳۳۴، ۵۳۳۵، ۵۳۳۶، ۵۳۳۷، کی شرح از علامہ ابن حجر عسقلانی	745
264	نابالغہ کے سوگ نہ کرنے پر فقہاء احناف کا استدلال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب	745
265	ذمیہ کے خاوند پر سوگ کرنے کے وجوب میں فقہاء اسلام کا اختلاف	745
266	صغیرہ نابالغہ کے سوگ پر دلائل	746
267	باپ یا بھائی اور دیگر رشتہ داروں پر سوگ کرنے کا جواز	746
268	جاہلوں کی بعض رسموں پر شیخ عثیمین کا رد اور ابطال	747
269	شیخ عثیمین کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ	747
270	کسی عزیز کی موت پر غم کا ثبوت	747
271	قرآن مجید سے ایصال ثواب کا ثبوت	748
272	احادیث اور آثار سے ایصال ثواب کا ثبوت	748
273	ایصال ثواب کے متعلق علماء غیر مقلدین کا نظریہ	750
274	ایصال ثواب کے متعلق علماء دیوبند کا نظریہ	751
275	ایصال ثواب کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ	751
276	زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کی عدت کا فرق	752
277	خلاصہ بحث	752
278	''الاحداد'' کا معنی	753
279	نابالغہ اور کافرہ کے سوگ کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات اور فقہاء احناف کی دلیل	753
280	کفار کے فروع کے مکلف ہونے میں علماء بخارا اور علماء شافعیہ کا اختلاف اور صحیح موقف کا بیان	753
281	سوگ کرنے والی عورت کو سرمہ سے منع کرنے کی تحقیق	754
282	زمانہ جاہلیت میں ایک سال تک سوگ کرنے والی عورت کے اپنے جسم کو کسی جانور کے ساتھ رگڑنے کی توجیہ	754
283	عدت وفات میں سوگ کرنے کی توجیہ	755
284	صحیح البخاری: ۵۳۳۵،۵۳۳۶،۵۳۳۷ کی شرح از علامہ رضوی	755
285	باب: جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے	755
286	صحیح البخاری: ۵۳۳۵،۵۳۳۶،۵۳۳۷ کی شرح از شیوخ دیوبند	757
287	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	758
288	سوگ کی مدت	758
289	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	759
290	زمانہ جاہلیت کی عدت	759
291	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	759
292	ایک اشکال اور اس کے جوابات	760
293	عدت کے متعلق صدر الشریعہ کی تحقیق	762
294	عدت کے متعلق مسائل فقہیہ	763

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۴۷۔ باب	768
295	سوگ کرنے والے کے لیے سرمہ لگانا	768
296	جو وصف مونث کے ساتھ مخصوص ہو، اس کے صیغہ میں تاء نہ لگانے کی بحث	769
297	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	769
298	حادۃ اور حاد کے صیغہ کی بحث میں محاکمہ	769
29	صحیح البخاری: ۵۳۳۸، ۵۳۳۹، ۵۳۴۰ کے مباحث کی شرح از علامہ ابن ملقن	770
300	احلاس کا معنی	770
301	سوگ کرنے والی عورت کے لیے سرمہ لگانے کے متعلق مباحث	770
302	سوگ کرنے والی عورت کے سرمہ لگانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مسلک	772
303	احادیث مذکورہ کی شرح از علامہ کورانی	772
304	احادیثِ مذکورہ کی شرح از علامہ رضوی	772
305	احادیثِ مذکورہ کی شرح از شیوخ دیوبند	773
306	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	773
307	سوگ منانے والی عورت کے سرمہ لگانے کا حکم	774
308	شیخ سلیم اللہ دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	774
309	جس عورت کا خاوند فوت ہوگیا ہو ایامِ عدت میں اس کے سرمہ لگانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب	775
	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کے غلط حوالہ پر ایک اور رد، از مصنف	775
310	صحیح البخاری: ۵۳۳۸ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تطبیق	776
311	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء مالکیہ کی تصریحات	776
312	سرمہ لگانے کے متعلق مصنف کی تحقیق	776
313	آیا جو بیوہ عورت عدتِ وفات گزار رہی ہو، اس کے لیے سرمہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟	777
314	حدیث مذکور کی شرح	777
	۴۸۔ باب	778
315	سوگ کرنے والی عورت کے لیے غسل کے وقت ''قسط'' (ایک قسم کی خوشبو) کو استعمال کرنا	778
316	حدیث کے بعض مشکل الفاظ کے معانی از نواب وحید الزماں متوفی ۱۳۲۸ھ	779
317	حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی از علامہ عینی (قسط، اظفار اور ثوب عصب کے معانی)	779
318	لفظ ''قسط'' اور ''اظفار'' کی تحقیق	779
319	''العصب'' کی تحقیق	780
320	سوگ کرنے والی عورت کے رنگ دار کپڑے پہننے، ریشمی کپڑے پہننے اور زیورات پہننے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	780
321	''قسطِ اظفار'' کی تحقیق	781
322	صحیح بخاری: ۵۳۴۱ کی شرح از علامہ ابن بطال	781
323	ایامِ سوگ والی عورت کے لیے حیض سے غسل کے وقت لوبان کے دھویں کے استعمال کا جواز	781
324	ایامِ سوگ والی عورت کیلئے تیل، مہندی اور خضاب وغیرہ استعمال کرنے کا مسئلہ اور اس میں فقہاء اسلام کی عبارات	782
325	سوگ کرنے والی بیوہ عورت کے لباس پہننے کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	782
326	بیوہ عورت کے بناؤ سنگھار کے متعلق حسن بصری کا شاذ قول جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہے	783
327	امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں جو ''الحادۃ'' کا لفظ لکھا ہے، اس پر علامہ کورانی کا اعتراض اور اس کا جواب	783
328	بیوہ عورت کے لباس کے متعلق فقہاء اسلام کے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اقوال	784
329	''کست اظفار'' کا معنی اور اس کا حکم	784
330	صحیح البخاری:۵۳۴۱، کی شرح از علامہ رضوی	784
331	صحیح البخاری:۵۳۴۱، کی شرح از شیوخ دیوبند	784
332	شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	785
	۴۹۔ باب	785
333	سوگ کرنے والی بیوہ یمن کے دھاری دار کپڑے پہنے	785
334	باب مذکور کے عنوان کی شرح	785
335	صحیح البخاری:۵۳۴۲، کی شرح از علامہ عینی	785
336	حدیث مذکور کے رجال	786
337	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کے ساتھ مناقشہ	786
338	سوگ کرنے والی بیوہ کے لباس پہننے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	786
339	صحیح البخاری:۵۳۴۳، کی شرح از علامہ عینی	787
340	حدیث مذکور کے رجال کا تذکرہ	787
341	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ اور مُبہم عبارات کے معانی	788
342	صحیح البخاری:۵۳۴۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	788
343	حیض کی بدبو زائل کرنے کے لیے خوشبو اور لوبان کے دھویں کو استعمال کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	788
344	بیوہ عورت کس قسم کے کپڑے پہن سکتی ہے؟ اس مسئلہ کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	789
345	بیوہ عورت کے متعلق زیورات پہننے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	790
346	بیوہ عورتوں کے جنائز کے ساتھ جانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	790
347	صحیح البخاری: ۵۳۴۲، ۵۳۴۳، کی شرح از	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حافظ ابن حجر عسقلانی	790
348	ایامِ سوگ کے مسائل	790
349	صحیح البخاری: ۵۳۴۲، ۵۳۴۳، کی شرح از علامہ قسطلانی	791
350	حدیث مذکور کی سند کی شرح	791
351	ثوب عصب کی شرح	791
352	ماتم کرنے کی ممانعت	792
353	صحیح البخاری: ۵۳۴۲، ۵۳۴۳، کی شرح از علامہ رضوی	792
354	باب: سوگ والی عورت بننے سے پہلے رنگے ہوئے کپڑے پہنے	792
355	صحیح البخاری: ۵۳۴۲، ۵۳۴۳، کی شرح از شیوخ دیوبند	793
356	سوگ والی عورت کے لیے ثیاب عصب کا حکم	793
	۵۰۔ باب	793
357	اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں، اور جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں، تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہےO	794
358	البقرہ:۲۳۴ اور البقرہ:۲۴۰ میں سے کون سی آیت منسوخ ہے؟	795
359	دوسرے غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں	796
360	شیخ داؤد راز کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	796
361	صحیح البخاری: ۵۳۴۴، کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	797

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
362	حدیث مذکور کے بعض مبہم الفاظ کی شرح اور مشکل الفاظ کے معانی	797
363	مجاہد کے کلام کا حاصل	797
364	صحیح البخاری: ۵۳۴۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن	798
365	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	798
366	حدیث مذکور کا خلاصہ	798
367	بیوہ عورت کے لیے رہائش کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	799
368	صحیح البخاری: ۵۳۴۴ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	800
369	مجاہد کے مذہب کا بیان	800
370	مجاہد کے مذہب پر ایک اشکال	800
371	مجاہد کے مذہب کا رد	801
372	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی وضاحت	801
373	صحیح البخاری: ۵۳۴۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	801
374	صحیح البخاری: ۵۳۴۴ کی شرح از شیخ عثیمین	802
375	ایک سال کی عدت گزارنے کی حکمت اور سوگ کرنے والی بیوہ کے لیے ضرورت کے اوقات میں گھر سے نکلنے کی اجازت	802
376	صحیح البخاری: ۵۳۴۴، کی شرح از علامہ کورانی	803
377	احادیث کی روشنی میں مجاہد اور عطاء بن ابی رباح کے قول اور ان کے رد کا حکم	803
378	صحیح البخاری: ۵۳۴۴، کی شرح از علامہ رضوی	803
379	صحیح البخاری: ۵۳۴۴، کی شرح از شیوخ دیوبند	804
380	تنبیہ:	806
381	سوگ کے متعلق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے فتاویٰ جات	806
382	سوگ کے متعلق صدر الشریعہ کی تحقیق	810

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
383	سوگ کے متعلق مسائل فقہیہ	812
	۵۱۔ بَابٌ	816
384	طوائف کا معاوضہ اور نکاح فاسد کا بیان	816
385	تنبیہ:	816
386	جس مرد نے کسی مُحرّمہ سے دانستہ نکاح کیا، یا بے خبری میں نکاح کیا، اس کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	816
387	کاہن اور کتے کی بیع اور طوائف کی آمدنی کا حرام ہونا اور طوائفوں کی آمدنی سے دعوتیں کھانے کا حرام ہونا	817
388	شیخ وحید الزمان کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	817
389	صحیح البخاری: ۵۳۴۶، کی شرح از علامہ عینی	818
390	حدیث مذکور کے بعض رجال	818
391	کتے کی قیمت کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	818
392	کاہن کی اجرت اور طوائف کی آمدنی کا حکم	818
393	صحیح البخاری: ۵۳۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن شافعی	819
394	کتوں کی قیمت کی ممانعت کی تفصیل	819
395	کاہن کی مٹھائی کی قیمت کی تفصیل	819
396	علامہ ابن ملقن کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	819
397	علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی علمِ غیب پر مطلع فرماتا ہے اور اسی طرح اولیاء کرام کو بھی علمِ غیب پر مطلع فرماتا ہے، اور ان دونوں کے علمِ غیب میں فرق ہے	819
398	فاحشہ یا طوائف کے معاوضہ اور اس کی آمدنی کی تفصیل	820
399	کتے کی قیمت اور فاحشہ کے مہر اور کاہن کی مٹھائی کا حدیث میں ایک ساتھ ذکر اس کو مستلزم نہیں ہے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کہ ان سب کا حکم بھی ایک ہو	820
400	عدل اور احسان کا فرق از مصنف	820
401	نکاحِ فاسد کی تفصیل اور نکاحِ فاسد کی دو قسمیں، یا عقدِ نکاح میں فساد ہو اور یا مہر میں فساد ہو	821
402	عقدِ نکاح میں فساد کی اقسام	821
403	جو نکاح حرام ہو اور اس کی حرمت میں اختلاف ہو تو وہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے	821
404	جس نے دانستہ یا نادانستہ نکاحِ حرام کیا، اس کے شرعی احکام	822
405	بعض مالکیوں کا باندیوں کے ساتھ وطی حرام اور عورت کے ساتھ نکاحِ حرام کرنے میں حد لازم ہونے یا حد لازم نہ ہونے کا فرق کرنا اور فقہاء احناف کا ان صورتوں میں حد کو لازم نہ کرنا، اس مسئلہ میں فقہاء احناف کے دلائل	822
406	علامہ ابن الملقن کی شرح پر مصنف کا تبصرہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل	823
407	صحیح البخاری: ۵۳۴۶ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	823
408	نکاحِ فاسد کی دو قسمیں اور ان کے احکام کی تفصیل	824
409	علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ اور بغیر ولی کے نکاح کے جواز پر فقہاء احناف کے دلائل	824
410	جس شخص نے کسی ایسی عورت سے نکاح کیا، جس سے نکاح کرنا حرام تھا تو آیا اس پر حد لازم ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء اسلام کا اختلاف	825
411	صحیح البخاری: ۵۳۴۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	826
412	امام ابوحنیفہ پر اعتراض کا جواب از مصنف	826
413	صحیح البخاری: ۵۳۴۶ کی شرح، از علامہ قسطلانی	826
414	صحیح البخاری: ۵۳۴۶ کی شرح، از علامہ کورانی	827
415	محارم کے ساتھ نکاح کا باطل ہونا اور اس میں دانستہ اور نادانستہ نکاح کرنے کے احکام کا فرق	827
416	کتوں کی قیمت اور کاہن کی مٹھائی کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	827
417	''کاہن'' اور ''العراف'' کا فرق	827
418	علامہ کورانی کی شرح پر مصنف کا اضافہ، بدلتے ہوئے موسم کی پیش گوئی کرنا، سورج اور چاند گرہن کی پیش گوئی کرنا اور دواؤں کے متعلق پیش گوئی کرنا، کہانت کے حکم میں نہیں ہے	827
419	صحیح البخاری: ۵۳۴۶، کی شرح از علامہ رضوی	828
420	صحیح البخاری: ۵۳۴۶، کی شرح از شیوخ دیوبند	829
421	محرم سے نکاح کرنے والے کا حکم	829
422	شیخ سلیم اللہ خان کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	830
423	صحیح البخاری: ۵۳۴۷ کی شرح از علامہ عینی	831
424	حدیث مذکور کے رجال کا تذکرہ	831
425	علامہ عینی کی شرح پر مصنف کا اضافہ، سود کھانے والے اور سود کھلانے والے کی مذمت کی توجیہ	832
426	حلال کمائی کی مدح	833
427	حرام مال سے صدقہ کرنے کا وبال	834
428	تصویر بنانے والوں کی تحقیق	835
429	صحیح البخاری: ۵۳۴۷ کی شرح از علامہ رضوی	835
430	شیخ وحید الزمان کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	836
431	صحیح البخاری: ۵۳۴۸ کی شرح از علامہ عینی	836
432	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	836
433	حدیث مذکور کے رجال کا تذکرہ	836
434	تنبیہ	836
435	صحیح البخاری: ۵۳۴۸ کی شرح از علامہ رضوی	837
	۵۲۔ باب	837
436	جس عورت سے دخول کیا ہو اس کے پورے مہر کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	واجب ہونا، اور دخول سے کیا مراد ہے اور دخول اور مساس (یعنی عورت کو چھونا اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرنا) سے پہلے طلاق دینے کا کیا حکم ہے؟	837
437	باب مذکور کے عنوان کی شرح از علامہ عینی	837
438	اگر صرف خلوت ہو اور جماع نہ ہو تو اس صورت میں	
439	مہر کے وجوب کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	837
440	صحیح البخاری: ۵۳۴۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	838
441	دخول اور خلوتِ صحیحہ میں فقہاء اسلام کے اقوال	839
442	حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	839
443	البقرہ: ۲۳۷ کی تفسیر از مصنف	839
444	غیر مدخولہ کے مہر اور متاع کی ادائیگی کا بیان	839
445	صحیح البخاری: ۵۳۴۹، کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	840
446	خلوتِ صحیحہ کی وجہ سے مہر اور عدت کے وجوب میں فقہاء اسلام کا اختلاف	840
447	فقہاء احناف کے دلائل	840
448	دوسرے فقہاء کے دلائل	841
449	الاحزاب: ۴۹ کی تفسیر از مصنف	841
450	صورتِ مذکورہ میں تیسرا قول	842
451	بیوی کے لیے نصف مہر ثابت ہونے پر امام مالک کے دلائل	842
452	امام شافعی کی دلیل	842
453	فقہاء احناف کی دلیل	842
454	صحیح البخاری: ۵۳۴۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن دخول فی الفرج کے علاوہ دیگر صورتوں کے فقہی مسائل	842
455	خلوتِ صحیحہ کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	843
456	فقہاء احناف کا مذہب	843
457	صحیح البخاری: ۵۳۴۹ کی شرح از علامہ کورانی	844
458	صحیح البخاری: ۵۳۴۹ کی شرح از شیخ عثیمین	844
459	دخول اور خلوت کے بعد مہر کے ثبوت اور مہر کے سقوط کی تفصیل	844
460	دخول یا خلوت سے پہلے تفریق ہو تو عورت کو مکمل مہر ملے گا یا نصف مہر ملے گا؟	844
461	خلوتِ صحیحہ سے مہر کے وجوب کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	845
462	صحیح البخاری: ۵۳۴۹ کی شرح از شیوخ دیوبند	846
463	وکیف الدخول:	846
464	او طلقها قبل الدخول والمسيس	846
	۵۳۔ باب	846
465	جب عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو تو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کے لیے اسے کچھ چیزیں (کپڑے، زیور، یا نقد روپیہ) دینا	846
466	باب مذکور کی شرح از نواب وحید الزمان غیر مقلد	847
467	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	848
468	المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کے ثبوت میں فقہاء اسلام کے اقوال	848
469	امام بخاری کا اپنے موقف پر البقرہ ۲۳۷-۲۳۶، سے استدلال	848
470	امام بخاری کے استدلال کی تقریر از علامہ عینی اور اس آیت کا شانِ نزول	849
471	المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزوں) کے وجوب کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	849
472	البقرہ: ۲۴۱ کا البقرہ ۲۳۶ سے منسوخ ہونا اور اس پر یہ اشکال کہ پہلی آیت بعد والی آیت سے کیسے منسوخ ہوگئی اور اس کا علامہ زمخشری کی طرف	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سے جواب	850
473	تلاوت میں مقدم ہونے اور تنزیل میں مؤخر ہونے کی نظیر	850
474	المتعہ (یعنی بہ طورِ حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزوں) کی مقدار کے متعین نہ ہونے اور اس کی مقدار کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	851
475	احادیث لعان میں لعان شدہ عورت کے لیے المتعہ (یعنی بہ طورِ حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزوں) کا ذکر نہ ہونے کی بحث	851
476	صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از علامہ عینی	852
477	صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن	852
478	المتعہ (یعنی بہ طورِ حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزوں) کے ثبوت کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	852
479	فقہاء احناف کے دلائل	854
480	جو فقہاء المتعہ کو واجب قرار نہیں دیتے، ان کے دلائل	855
481	فقہاء مالکیہ کا مسلک اور ان کے دلائل	855
482	المتعہ کی مقدار معین نہ ہونے پر دلائل	856
483	امام بخاری کے قول سے ان کے استدلال کی شرح اور لعان کرنے والی عورت کے لیے المتعہ کا عدمِ وجوب اور اسی طرح خلع کرنے والی عورت کے لیے بھی المتعہ کا عدمِ وجوب	857
484	اگر شوہر فوت ہو جائے اور اس نے بیوی کے لیے مہر مقرر نہ کیا ہو تو اس بیوی کے مہر، اس کی وراثت اور اس کی عدت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات اور اس سلسلہ میں احادیث	857
485	جو مرد کسی عورت سے نکاح کرے اور فوت ہو جائے اور اس نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو اور نہ مہر مقرر کیا ہو تو اس کا شرعی حکم	858
486	صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	858
487	فقہاء کا المتعہ (بہ طور حسن سلوک چند چیزیں مطلقہ کو دینے) کے متعلق فقہاء کا اختلاف	858
488	امام شافعی کے دلائل	859
489	فقہاء احناف کے دلائل	860
490	صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از علامہ قسطلانی	861
491	المتعہ یعنی بہ طور حسن سلوک مطلقہ کو استعمال کی چند چیزیں دینے کے مسائل	861
492	صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از شیخ عثیمین	862
493	المتعہ (یعنی بہ طورِ حسنِ سلوک مطلقہ کو استعمال کی چند چیزیں دینے) کی تحقیق	862
494	صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از علامہ کورانی	863
495	المتعہ، یعنی (بہ طورِ حسنِ سلوک کے مطلقہ کو چند چیزیں دینا) پر دلائل اور المتعہ کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب کا خلاصہ	863
496	صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از شیوخ دیو بند	863
497	کتاب العدت کا اختتام اور خاتمہ	864
498	"نعم الباری" جلد عاشر (۱۰) کی تکمیل	864
499	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد عاشر (۱۰) کی ڈائری	866
500	مصادر التحقیق فی نعم الباری	867

Marfat.com

افتتاحیہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله ربّ العالمين، الّذی جعلنا من المسلمين، ووصفنا بخير امّة من الأمم الماضين، و انعم علينا بتنزيل القرآن الكريم و هدانا به الى الصراط المستقيم، و الصلوٰة والسّلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغرّ المحجّلين، الذی شرح الفرقان باحاديثه و بيانه القويم، و كشف عن اسراره و غوامضه لهداية الناس اجمعين، و انقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين، و على اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم، و على ازواجه الطّاهرات امهات المؤمنين، و على جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدّين۔

و بعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدی دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدی انّی بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فی شرح الصحيح للامام البخاری (عليه نعمة البارى) توكّلا على رحمة الله و فضله العميم۔ ولا يكون تحريره و تقريره و تكميله الّا نعمته العظمىٰ۔ فلذا سمّيته بنعمة البارى فی شرح الصحيح للبخارى۔ (تقبّله الله بلطفه و تغمدنی بغفرانه بمحض فضله)

اشهدان لا اله الّا الله وحده لا شريك له واشهد انّ سيّدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله۔ اعوذ بالله من شرور نفسی و من سيئات اعمالی۔ من يهده الله فلا مضلّ له ومن يّضلله فلا هادی له۔ اللهم ارنی الحق حقاً وارزقنی اتباعه۔ اللهم ارنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابه۔ اللهم اجعلنی فی تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقاً باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين۔ اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم و مقبولاً عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعاً و مستفيضاً و مفيضاً و مرغوباً فی اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لی ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنی زيارة النبی الكريم ﷺ فی الدنيا و شفاعته فی الاخرة واحينی على الاسلام بالسلامة و امتنی على الايمان بالكرامة۔ اللهم انت ربّی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت۔ اعوذ بك من شرّ ما صنعت ابوٓء لك بنعمتك علیّ وابوٓء لك بذنبی فاغفرلی فانه لا يغفر الذنوب الا انت۔ ربّ اوزعنی ان اشكر نعمتك التی انعمت علیّ و على والدیّ وان اعمل صالحاً ترضٰه۔ آمين يا ربّ العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ۔

Marfat.com

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن کریم نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں تفسیر تبیان القرآن سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے صحیح بخاری کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّیٰ کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے، پروردگارا! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

۱۲۔ بَابُ: الْخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقُ فِيْهِ

خلع کا بیان اور خلع میں طلاق کس طرح ہوگی

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ (البقرۃ:۲۲۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہارے لیے اس (مہر یا ہبہ) سے کچھ بھی لینا جائز نہیں جو تم ان کو دے چکے ہو، مگر جب دونوں فریقوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ (البقرۃ:۲۲۹)

خلع کا لغوی اور شرعی معنی اور عرب میں پہلے خلع کا ذکر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

لفظ الخلع میں خاء پر پیش ہے اور لام پر جزم ہے، لغت میں اس کا معنی ہے: مال کے عوض بیوی کو چھوڑ دینا اور یہ خَلَعَ الثوب سے ماخوذ ہے، کیونکہ بیوی مرد کا معناً لباس ہے اور اس سے شوہر اور بیوی کے درمیان حسی اور معنوی تفرقہ ہو جاتا ہے۔

ابوبکر بن ورید نے اپنی امالی میں لکھا ہے کہ دنیا میں پہلا خلع جو ہوا تھا وہ یہ تھا کہ عامر بن ظرب نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے عامر بن الحارث بن الظرب سے کر دیا، پس جب اس کی بیوی اس کے پاس داخل ہوئی تو وہ اس سے متنفر ہوئی اور اس نے اپنے باپ سے عامر بن الحارث کی شکایت کی، سو اس کے باپ نے عامر بن الحارث سے کہا: میں تم پر تمہارے اہل اور مال کے فراق کو جمع نہیں کروں گا اور میں تم سے اس مال کے عوض جو تم نے مجھے دیا ہے خلع کرتا ہوں، ابوبکر بن ورید نے کہا کہ پس علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ پہلا خلع تھا، جو عرب میں واقع ہوا۔

اور رہا اسلام میں پہلا خلع تو اس کا ذکر عنقریب آئے گا (پس یہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کا خلع تھا)۔

(سعیدی غفرلہ)

اور اس کا نام فدیہ اور افتداء بھی رکھا گیا ہے، علماء کا خلع کی مشروعیت پر اجماع ہے مگر بکر بن عبد اللہ المزنی التابعی المشہور نے کہا ہے کہ مرد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑنے کے عوض کوئی رقم یا مال لے اور ان کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

علامہ مزنی شافعی کا خلع کے عدم جواز پر قرآن مجید سے استدلال

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝

اور اگر تم ایک بیوی کے بدلہ دوسری بیوی لانا چاہو اور ان میں سے ایک کو تم ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس مال میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اس مال کو بہتان باندھ کر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے واپس لوگے ○ اور تم وہ مال کیسے لوگے جب کہ تم ایک

Marfat.com

(النساء:۲۰-۲۱) دوسرے کے ساتھ (خلوت میں) مل چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں O

جمہور علماء کا خلع کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال اور علامہ مزنی کی دلیل کا جواب

جمہور علماء نے خلع کے جواز پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ (البقرہ:۲۲۹)

اور تمہارے لئے اس (مہر یا ہبہ) سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جو تم اس کو دے چکے ہو مگر جب دونوں فریقوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدلِ خلع دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور جمہور فقہاء کا یہ دعویٰ ہے کہ البقرہ:۲۲۹ سے النساء:۲۰ منسوخ ہو گئی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اور دیگر محدثین نے کہا ہے کہ النساء:۲۰، البقرہ:۲۲۹ سے منسوخ ہو چکی ہے لیکن امام ابن ابی شیبہ کی یہ روایت شاذ ہے، تاہم درج ذیل آیات بھی النساء:۲۰ کے خلاف ہیں:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗـــــًٔـا مَّرِيْۗـــــًٔـا ۝ (النساء:۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو، پھر اگر وہ خوشی سے اس (مہر) میں سے کچھ تم کو دیں تو اس کو مزے مزے سے کھاؤ O

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِھَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ (النساء:۱۲۸)

اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح کرنا بہتر ہے۔

جمہور کا استدلال ان آیات سے بھی ہے اور خلع سے متعلق احادیث سے بھی ہے اور گویا کہ علامہ مزنی کے نزدیک یہ آیات ثابت نہیں تھیں اور جواز خلع کی احادیث ان تک نہیں پہنچی تھیں اور ان کے بعد خلع کے جواز پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہ کہ النساء:۲۰، البقرہ:۲۲۹ سے منسوخ ہو چکی ہے اور سورۃ النساء کی مؤخر الذکر دو آیتوں سے بھی سورۃ النساء:۲۰، کا منسوخ ہونا ظاہر ہو چکا ہے۔

الخلع کا شرعی ضابطہ

الخلع کا شرعی ضابطہ یہ ہے کہ مرد عورت سے کچھ معاوضہ لے کر عورت کو چھوڑ دے اور خلع عام حالات میں مکروہ ہے اور صرف اس حالت میں جائز ہے جب شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے اور اس سے مرد اور عورت کے درمیان حُسنِ معاشرت ناپسندیدہ ہو گی یا اس وجہ سے کہ مرد کی صورت عورت کے نزدیک ناپسندیدہ ہو یا اس کے اخلاق عورت کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں، اسی طرح اس وقت بھی الخلع میں کراہیت نہیں ہو گی جب شوہر اور بیوی دونوں کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۶۷۴، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری نے اس عنوان میں یہ لکھا ہے: اور خلع میں طلاق کس طرح واقع ہوگی؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی کیا محض شوہر کے بیوی کو اتنا کہنے سے کہ میں نے تم سے خلع کرلیا طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ یا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ صراحتاً طلاق کا لفظ کہے، ''خواہ نیت کے ساتھ کہے'' اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب اس نے صرف خلع کا لفظ کہا اور تین طلاق کی نیت کی، اس مسئلہ میں امام شافعی کے کئی اقوال ہیں۔

لفظ خلع سے طلاق کے وقوع یا عدم وقوع کے متعلق امام شافعی اور جمہور فقہاء کا موقف

(۱) امام شافعی کی اکثر کتب جدیدہ میں یہ مذکور ہے کہ لفظ خلع طلاق ہے اور یہی جمہور فقہاء کا قول ہے، پس جب شوہر نے لفظ خلع کہا اور اس میں عدد کی مقدار کا کوئی ذکر نہیں کیا اور اسی طرح جب اس نے لفظ الخلع نہیں کہا اور اس کی طلاق کی نیت تھی، اور امام شافعی نے ''الاملاء'' میں یہ تصریح کی ہے کہ یہ صریح طلاق ہے اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ خلع خواہ کم مال کے عوض ہو یا زیادہ مال کے عوض ہو وہ جائز ہے، اس سے معلوم ہوا کہ خلع طلاق ہے۔

(۲) اور یہ امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا قدیم قول ہے جس کو انہوں نے احکام القرآن میں ذکر کیا ہے اور قولِ جدید یہ ہے کہ خلع فسخِ نکاح ہے اور طلاق نہیں ہے اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے جس کی امام عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ نے روایت کی ہے اور یہ قول حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ سے بھی ثابت ہے اور یہ قول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ سے بھی مروی ہے اور عکرمہ سے اور طاؤس سے بھی مروی ہے اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور میں عنقریب اس باب کی حدیث کی شرح میں ان چیزوں کا ذکر کروں گا جن سے اس قول کی تقویت ہوگی۔

علامہ اسماعیل القاضی نے اس قول پر یہ اشکال وارد کیا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ جس مرد نے عورت کے نکاح کا معاملہ اس کے ہاتھ اور اختیار میں دے دیا اور طلاق کی نیت کی اور عورت نے اپنے نفس پر طلاق واقع کر دی تو اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی، اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ محل اختلاف یہ ہے کہ جب خلع میں نہ طلاق کا لفظ بولا جائے اور نہ طلاق کی نیت ہو اور صرف لفظ خلع یا اس کا قائم مقام صراحتاً نیت طلاق کے ساتھ ہو، پس اس صورت میں خلع فسخ نکاح نہیں ہوگا جس سے شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق ہو اور نہ اس سے طلاق واقع ہوگی، اور فقہاء شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ جب وہ لفظ خلع سے طلاق کی نیت کرے، اور ہم نے اس پر یہ متفرع کیا ہے کہ یہ فسخ نکاح ہے اور کیا اس سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ لفظ خلع کے باب میں صریح ہے یا جو خلع کے قائم مقام الفاظ نیت کے ساتھ ہیں تو یہ خلع ایسا فسخ نکاح نہیں ہوگا جس سے شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق واقع ہو جائے اور طلاق واقع نہ ہو۔

Marfat.com

جب شوہر لفظ خلع کہے اور اس سے طلاق کی نیت کرے تو آیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

فقہاء شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ جب مرد نے خلع کیا اور اس سے طلاق کی نیت کی اور ہم نے یہ تفریع کی ہے کہ یہ فسخِ نکاح ہے تو آیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور امام شافعی نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور ان کا استدلال یہ ہے کہ یہ لفظ خلع کے باب میں صریح ہے اور یہ اپنے محل میں نافذ ہے، پس یہ نیت کی وجہ سے غیر خلع کی طرف راجع نہیں ہوگا اور علامہ ابو حامد نے یہ تصریح کی ہے کہ اکثر کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی اور علامہ الخوارزمی نے امام شافعی کی نص قدیم نقل کی ہے کہ یہ فسخِ نکاح ہے، اس میں طلاق کا عدد کم نہیں ہوگا، سوا اس کے کہ وہ طلاق کی نیت کرے اور امام الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ جب مرد نے خلع کیا اور اس سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب اس نے طلاق کی تصریح نہ کی ہو اور نہ طلاق کی نیت کی ہو۔

شوہر اگر لفظ خلع سے طلاق کی نیت نہ کرے تو اس کے متعلق امام شافعی کا آخری قول

(۳) جب شوہر نے لفظ خلع سے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو اس سے اصلاً تفریق نہیں ہوگی، امام شافعی نے "کتاب الام" میں اس کی تصریح کی ہے اور متاخرین شافعیہ میں سے علامہ تاج الدین السبکی الشافعی المتوفی ۷۷۱ھ نے اس کو تقویت پہنچائی اور علامہ محمد بن نصر المروزی نے "کتاب اختلاف العلماء" میں لکھا ہے کہ یہ امام شافعی المتوفی ۲۰۴ھ کے دو قولوں میں سے آخری قول ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۷۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ کی صحیح البخاری، کتاب الطلاق کے باب: ۱۲ کے عنوان کا پہلا جز

الخلع کا لغوی معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ "باب الخلع وکیف الطلاق فیہ" کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب الخُلع کے بیان میں ہے (خا پر پیش اور لام پر جزم) یہ لفظ خلع الثوب والنعل (اس نے کپڑا اتارا اور جوتی اتاری) سے ماخوذ ہے کیونکہ عورت مرد کے لیے لباس ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ (البقرہ: ۱۸۷) وہ بیویاں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔

الخُلع میں لفظ خا پر پیش ہے تاکہ جسمانی خلع اور معنوی خلع میں فرق ہو، جسمانی خلع زبر کے ساتھ ہے یعنی خَلَعَ، کہا جاتا ہے: خَلَعَ ثوبه ونعله خَلعًا، یعنی اس نے اپنا کپڑا اور جوتا اتارا، اور معنوی خلع میں کہا جاتا ہے: خَلَعَ امراته خُلعاً وَخُلعَةً یعنی اس نے اپنی بیوی سے علیحدگی کر لی اور خلع کر لیا۔

الخلع کا شرعی معنی

اصطلاح شرع میں الخلع کا معنی ہے: معاوضہ وصول کر کے مرد کا اپنی بیوی سے فراق اور علیحدہ ہونا، اسی طرح ہمارے شیخ زین الدین نے شرح ترمذی میں لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے۔ اور اکثر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ خلع کی تعریف ہے: مال کے عوض مرد کی اپنی بیوی سے مفارقت اور یہ تعریف عمدہ نہیں ہے، کیونکہ خلع کے معاوضہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ مال ہو بلکہ مرد نے اپنی بیوی

Marfat.com

سے قرض کے عوض خلع کیا یا قصاص کے عوض خلع کیا (یعنی مرد نے بیوی کا قرض دینا تھا تو بیوی یہ کہے کہ تم مجھ سے خلع کرلو تو میں تم کو قرض معاف کردوں گی یا بیوی نے اپنے شوہر سے قصاص لینا تھا تو بیوی یہ کہے کہ تم مجھے خلع دے دو تو میں تم سے قصاص نہیں لوں گی) تب بھی یہ خلع صحیح ہے خواہ شوہر بیوی سے کوئی چیز نہ لے، اسی لئے خلع کی تعریف میں وصول کرنے کا لفظ ہے لینے کا لفظ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: ہمارے اصحاب احناف نے کہا ہے کہ خلع کی تعریف ہے: مال کے عوض زوجیت کو زائل کرنا۔

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ نے کہا ہے کہ خلع کی تعریف ہے: خلع کے لفظ کے ساتھ مال لے کر نکاح سے منفصل ہونا اور اس کی وہی شرط ہے جو طلاق کی شرط ہے اور اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے اور یہ ایک جہت سے قسم ہے اور دوسری جہت سے معاوضہ ہے۔

خُلع پر اجماع اور بکر بن عبد اللہ کے قول کا بطلان

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ خُلع جائز اور مشروع ہے مگر بکر بن عبد اللہ المزنی التابعی نے کہا کہ خُلع جائز نہیں ہے، اس قول کی حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے التمہید میں روایت کی ہے، عقبہ بن ابی الصہباء نے کہا کہ میں نے بکر بن عبد اللہ سے اس مرد کے متعلق پوچھا کہ وہ اپنی بیوی سے الگ ہونا چاہتا ہے تو انہوں نے کہا: اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی سے اس کا کوئی معاوضہ لے، میں نے پوچھا: تو آپ اس آیت کا کیا جواب دیں گے؟

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ (البقرہ: ۲۲۹)

سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدل خلع دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تو بکر بن عبد اللہ المزنی نے یہ جواب دیا کہ یہ آیت منسوخ ہے، میں نے پوچھا کہ اس آیت کی ناسخ کون سی آیت ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس کی ناسخ یہ آیت ہے:

وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ۝ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝ (النساء: ۲۰-۲۱)

اور اگر تم ایک بیوی کے بدلہ دوسری بیوی لانا چاہو اور ان میں سے ایک کو تم ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس مال میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اس مال کو بہتان باندھ کر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے واپس لو گے ۝ اور تم وہ مال کیونکر لو گے جب کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ (خلوت میں) مل چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں ۝

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد البر القرطبی المالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ بکر بن عبد اللہ المزنی کا یہ قول اس سنت ثابتہ کے خلاف ہے جو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ متوفی ۱۲ھ اور ان کی بیوی حضرت حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا کے قصہ سے ثابت ہے، کیونکہ حضرت حبیبہ بنت سہل نے اپنے باغ کے عوض حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے خُلع کرلیا تھا اور یہ اسلام میں پہلا خلع تھا۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۴۳۱، سنن ابوداؤد: ۲۲۲۷، سنن نسائی: ۳۴۶۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۴)

Marfat.com

اور بکر بن عبداللہ نے حجاز، عراق اور شام کے علماء کی اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے۔

علامہ ابوقلابہ کے اس قول کا بطلان کہ خُلع صرف بیوی کی بے حیائی کے ارتکاب کی صورت میں جائز ہے

علامہ محمد بن سیرین اور علامہ ابوقلابہ نے کہا ہے کہ خُلع اس وقت جائز ہے جب بیوی کسی فاحشہ کا ارتکاب کرے یعنی زنا کا، سو وہ دونوں کہتے ہیں کہ شوہر کے لئے بیوی سے خُلع اور مفارقت جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ تنہائی میں بیوی کے پاس کسی اجنبی مرد کو پائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ (الطلاق:۱)

تم اپنی بیویوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ از خود نکلیں، سوا اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی حدود ہیں، اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

ابوقلابہ نے کہا: جب بیوی کھلی بے حیائی یعنی زنا کا ارتکاب کرے تو شوہر کے لیے جائز ہے کہ اس کو ضرر پہنچائے اور اس پر سختی کرے حتیٰ کہ وہ اس سے خُلع لے لے۔

حافظ ابوعمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے: ابوقلابہ کی یہ دلیل لغو ہے کیونکہ شوہر کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ایسی بیوی کو طلاق دے دے یا اس سے لعان کرے، رہا یہ کہ وہ اس سے مال وصول کرنے کے لیے اس کو ضرر پہنچائے تا کہ وہ عورت اس سے خلع کر لے تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ کے باب مذکور کا دوسرا جز اور خلع میں کس طرح طلاق ہوگی

لفظ خلع سے طلاق کے وقوع یا عدم وقوع اور طلاق کے وقوع کی تقدیر پر اس کی صفت کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ باب مذکور کے دوسرے جز کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی آیا صرف لفظ خلع سے طلاق واقع ہو جائے گی یا طلاق واقع نہیں ہوگی حتیٰ کہ وہ لفظوں میں طلاق کا ذکر کرے گا یا دل میں طلاق کی نیت کرے گا، اور فقہاء کا اس میں اختلاف ہے، سو ہمارے اصحاب احناف کا مذہب یہ ہے کہ لفظ خلع سے طلاق واقع ہو جائے گی اور مال کے عوض جو طلاق واقع ہوگی وہ طلاق بائن ہوگی اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے اور طلاق نہیں ہے، اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول مروی ہے کہ حتیٰ کہ اگر مرد نے اپنی بیوی سے متعدد مرتبہ خلع کیا تو ان کے درمیان نکاح فسخ ہو جائے گا اور اس کے لیے دوسرے مرد سے نکاح کی ضرورت نہیں ہوگی اور یہی امام احمد کا بھی قول ہے اور امام شافعی کا جدید قول یہ ہے کہ خُلع طلاق رجعی ہے اور ان کا دوسرا جدید قول یہ ہے اور وہی زیادہ صحیح قول ہے کہ خلع طلاق بائن ہے جس طرح ہمارے اصحاب احناف کا مذہب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ از مغیرہ روایت کرتے ہیں:

ابراہیم نخعی نے کہا کہ الخلع طلاق بائن ہے اور الخلع سر کے جوڑے کو باندھنے کے دھاگہ سے کم میں بھی ہو جاتا ہے اور عورت اپنے مال کے بعض حصہ سے الخلع کر سکتی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۹۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۲۱-۱۲۳)

Marfat.com

نیز امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ طلحہ بن مُصَرِّف سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صرف خُلع یا ایلاء کو طلاق بائن قرار دیتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۹۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی یہ قول مروی ہے۔

اور امام شافعی کی ''الاملاء'' میں یہ تصریح کی ہے کہ لفظ خلع صریح طلاقوں میں سے ہے۔

لفظ الخلع سے طلاق بائن کے وقوع میں اختلاف فقہاء

نیز علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے ''کتاب التوضیح'' میں لکھا ہے:

فقہاء کے لفظ خلع سے طلاق بائن کے وقوع کے متعلق دو قول ہیں:

(۱) الخلع طلاق بائن ہے، یہ قول حضرت عثمان متوفی ۳۵ھ، حضرت علی متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن مسعود متوفی ۳۲ھ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، سوا اس صورت کے کہ عورت نے تین طلاقوں کا نام لیا ہو، پھر یہ تین طلاقیں ہیں، امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، الثوری، الاوزاعی، فقہاء کوفہ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا بھی ایک یہی قول ہے۔

(۲) خلع فسخ نکاح ہے اور طلاق نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ مرد طلاق کی نیت کرے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، طاؤس اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے، اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا دوسرا قول ہے (علامہ ابن ملقن شافعی کی عبارت ختم ہوئی) علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں: جس حدیث سے ہمارے اصحاب احناف نے استدلال کیا ہے اس حدیث کا محدثین شافعیہ نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی امام علی بن عمر دارقطنی شافعی متوفی ۳۸۵ھ اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''الخلع کو طلاق بائن قرار دیا''۔

(سنن دارقطنی: ۳۹۵۸، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

میں (سعیدی غفرلہ) کہتا ہوں: یہ روایات درج ذیل ہیں:

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''خلع کو طلاق بائن قرار دیا''۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۶، نشر السنہ ملتان)

امام عبداللہ بن عدی الجرجانی الشافعی المتوفی ۳۶۵ھ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۵ ص ۵۴۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

اور اس حدیث کو عباد بن کثیر الثقفی کی وجہ سے معلل قرار دیا ہے اور امام بخاری نے کہا کہ محدثین نے اس حدیث کو ترک کر دیا اور امام نسائی نے عباد بن کثیر کو متروک الحدیث قرار دیا اور شعبہ نے کہا کہ اس کی روایت سے احتراز کرو اور امام الدارقطنی نے اس کی حدیث سے سکوت کیا مگر انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی حدیث کی روایت کی ہے اور طاؤس نے اس کی روایت کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ الخلع تفریق ہے اور طلاق نہیں ہے اور امام عبدالرزاق الصنعانی متوفی ۲۱۱ھ نے المصنف: ۱۱۷۹۶، ۱۱۷۹۷، میں سعید بن المسیب سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الخلع کو طلاق قرار دیا اور اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے

Marfat.com

المصنف ج ۴ ص ۱۲۱-۱۲۳ میں بھی روایت کی ہے۔

اس عنوان کے بعد امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے درج ذیل آیت کا ذکر کیا ہے:

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا إِلَّآ أَنْ يَّخَافَآ أَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرہ:۲۲۹)

اور تمہارے لئے اس (مہر یا ہبہ) سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جو تم اس کو دے چکے ہو مگر جب دونوں فریقوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدلِ خلع دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرو اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں O

البقرہ:۲۲۹ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس آیت کو ذکر کیا ہے کیونکہ یہ آیت حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ متوفی ۱۲ھ کی بیوی حضرت حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا کے قصہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، جنہوں نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے خلع لیا تھا اور یہ اسلام میں پہلا خلع تھا اور اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خلع میں کیا کرنا چاہیے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا۔۔۔ (الآیہ) یعنی تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم ان پر معیشت اور معاشرت کو تنگ اور سخت کر دو تاکہ تم ان کو جو کچھ مہر میں دے چکے ہو یا اس کا کچھ حصہ وہ تم کو واپس کر دیں۔

علامہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی متوفی ۵۳۸ھ نے کہا ہے: اگر تم یہ کہو کہ اس آیت میں بیوی کے شوہر سے خطاب ہے تو پھر یہ آیت اس کے موافق نہیں ہوگی:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ (الآیہ)

سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے۔

اور اگر تم کہو کہ آیت کے اس حصہ میں ائمہ اور حکام سے خطاب ہے تو وہ لوگ بدلِ خلع کو لینے والے نہیں ہیں، پھر علامہ زمخشری نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ دونوں امر جائز ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس آیت کے پہلے حصہ میں بیویوں کے شوہروں سے خطاب ہو اور اس آیت کے دوسرے حصہ میں ائمہ اور حکام سے خطاب ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس پوری آیت میں ائمہ اور حکام سے خطاب ہو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کو جھگڑے کے وقت شوہروں سے خلع وصول کرنے اور اسے بیویوں کو ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے، پس گویا کہ ائمہ اور حکام ہی بدل خلع وصول کرنے والے ہیں اور وہی ادا کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا: کہ جب تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے یعنی جب بیوی بدمزاج ہو اور شوہر

Marfat.com

کی نافرمانی کرے اور وہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کریں، اس کے بعد فرمایا:

تو عورت نے جو بدل خلع دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں: یعنی عورت کے بدل خلع دینے اور مرد کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب عورت کا کوئی عذر نہ ہو اور وہ مرد سے خُلع کا مطالبہ کرے تو وہ اس وعید میں داخل ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس عورت نے بغیر عذر کے اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کیا تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے''۔ (سنن ترمذی: ۱۱۸۷، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۷، مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۷-۳۰۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس تفسیر میں حضرت ثابت بن قیس کا ذکر ہے، ان کا تذکرہ درج ذیل ہے:

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ثابت بن قیس بن شماس الانصاری الخزرجی الخطیب یہ کبار صحابہ میں سے ہیں اور صحیح مسلم میں ان کے متعلق بشارت ہے کہ یہ اہل جنت میں سے ہیں۔ (میں کہتا ہوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ ''جہیر الصوت'' تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اونچی آواز سے باتیں کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ میرے عمل ضائع ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے لئے یہ عظیم بشارت دی اور فرمایا: جاؤ اور ان سے جا کر کہو کہ تم اہل دوزخ سے نہیں ہو بلکہ تم اہل جنت سے ہو۔ (صحیح البخاری: ۴۸۴۶، صحیح مسلم: ۳۱۴، مسند احمد: ۱۲۳۹۹)۔۔۔۔سعیدی غفرلہ)

امام بخاری نے ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ثابت بن قیس غزوہ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر ہوئے اور ۱۲ھ میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱ ص ۱۶۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ، تہذیب الکمال ج ۴ ص ۳۶۸، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۲، تقریب التہذیب ج ۲ ص ۱۲)

باب مذکور میں امام بخاری کی پہلی تعلیق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلطان یا حاکم کے بغیر بھی خلع دینے کی اجازت دی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۸۱۱۰، سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۳۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۲۰)

حاکم یا قاضی کی اجازت کے بغیر خلع کرنے کا جواز

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس پہلی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی سلطان اور حاکم کی اجازت کے بغیر بھی شوہر کو اپنی بیوی کو خلع دینے کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دی ہے، حدیث میں ہے: امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

خیثمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: بشر بن مروان کے پاس ایک مرد اور عورت کے درمیان خلع کا مقدمہ لایا گیا تو انہوں نے اس کی اجازت دے دی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۲۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی متوفی ۲۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی از الحسن البصری، انہوں نے کہا کہ سلطان یا حاکم کے بغیر شوہر کا بیوی کو خلع دینا جائز نہیں ہے (سنن سعید بن منصور: ۱۴۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اور حماد بن زید نے کہا از یحییٰ بن عتیق از محمد بن سیرین، انہوں نے کہا کہ وہ کہتے تھے، پس اس حدیث کی مثل ذکر کی اور امام ابو عبید نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، اور درج ذیل آیات سے استدلال کیا ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ (البقرہ: ۲۲۹)

سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو عورت نے جو بدل خلع دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ (النساء: ۳۵)

اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان جھگڑے کا خوف ہو تو ایک منصف مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف عورت کی طرف سے مقرر کرو۔

پس امام ابو عبید الہروی المتوفی ۲۱۴ھ نے اس خوف کی نسبت شوہر اور بیوی کے علاوہ دیگر مسلمانوں کی طرف کی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر شوہر اور بیوی کو خوف ہو بلکہ یہ فرمایا ہے: اے مسلمانو! اگر تم کو یہ خوف ہو، اور مسلمانوں سے مراد ہے: حکمران یعنی سلطان اور قاضی۔

اور علامہ النحاس نے امام ابو عبید کی اس تفسیر کو رد کر دیا ہے، کیونکہ یہ تفسیر نہ قرآن کے اعراب کے موافق ہے نہ قرآن کے الفاظ و معانی کے موافق ہے، اور امام ابوجعفر طحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے بھی اس تفسیر کو مسترد کر دیا ہے کیونکہ یہ تفسیر شاذ ہے اور علماء کے جم غفیر کے مخالف ہے، اور عقلی طور پر بھی اس تفسیر کو مسترد کر دیا ہے، کیونکہ حاکم کے بغیر طلاق دینا جائز ہے، سو اسی طرح حاکم کی اجازت کے بغیر خلع کرنا جائز ہے۔

پھر امام ابو عبید متوفی ۲۱۴ھ کا مذہب اس پر مبنی ہے کہ خلع کے تحقق میں خاوند اور بیوی کے درمیان اختلاف اور جھگڑا ضروری ہے، اور جمہور کا قول اس کے خلاف ہے، اور جمہور فقہاء نے اس آیت کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ آیت اکثر اور غالب واقعات پر مبنی ہے کیونکہ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑا ہوتو وہ اس مقدمہ کو حاکم کے پاس لے جاتے ہیں اور حسن بصری نے جو کہا ہے کہ سلطان یا قاضی کی اجازت کے بغیر خلع کرنا جائز نہیں ہے تو قتادہ نے حسن بصری کے اس قول کو رد کیا ہے اور امام سعید بن ابو عروبہ نے کتاب النکاح میں از قتادہ از حسن بصری اس روایت کا ذکر کیا ہے، پس کہا ہے: قتادہ نے کہا کہ حسن بصری نے اس کی روایت صرف زیاد سے کی ہے، یعنی جب زیاد بن ابوسفیان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متوفی ۶۰ھ کی طرف سے عراق کے گورنر مقرر تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ زیاد بن ابوسفیان اس لائق نہیں تھا کہ اس کی اقتداء کی جاتی۔ (فتح الباری ج ۶

Marfat.com

ص ۴۶۸، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حاکم کی اجازت کے بغیر خلع کرنے کے جواز پر متعدد احادیث سے استدلال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ باب مذکور کی اس پہلی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سلطان یا حاکم کے سامنے حاضر ہونے کے بغیر بھی خلع کرنے کو جائز قرار دیا ہے، امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے از وکیع از شعبہ از الحکم از خیثمہ روایت کی ہے کہ بشر بن مروان کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کے خلع کا مقدمہ لایا گیا تو انہوں نے اس کی اجازت نہیں دی تو بشر بن مروان سے عبداللہ بن شہاب نے کہا کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ کے پاس حاضر تھا، ان کے پاس ایک مرد اور اس کی بیوی کے خلع کا مقدمہ لایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۲۰)

نیز امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کی از ابن سیرین، از الشعبی، از محمد بن شہاب اور از یحییٰ بن سعید بھی روایت کی ہے اور الحسن البصری نے کہا ہے کہ سلطان کی اجازت کے بغیر خلع نہیں ہوتا، اس حدیث کی امام سعید بن منصور متوفی ۲۲۷ھ نے از ہشیم از یونس روایت کی ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۴۱۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)، (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۷۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور میں امام بخاری کی دوسری تعلیق

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر بیوی اپنے تمام مال کو بدلِ خلع کر دے اور صرف بالوں کا جوڑا باندھنے کا دھاگا رہنے دے تب بھی خلع کرنا صحیح ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۱۵ نشر السنہ ملتان)

ایک دھاگہ کے عوض خلع کرنے کا جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس دوسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں ''العقاص'' کا لفظ ہے، یہ لفظ ''العقیصہ'' کی جمع ہے اور یہ اس دھاگہ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ سر کے بالوں کا جوڑا بنا کر باندھا جاتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذکور الصدر ''اثر'' ''امالی ابی القاسم بن بشران'' میں سندِ موصول کے ساتھ از شریک از عبداللہ بن محمد بن عقیل از الربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں میں نے اپنے سر کے بالوں کے جوڑے کے دھاگہ کے عوض اپنے شوہر کے ساتھ خلع کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو جائز قرار دیا۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۵)

اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے از روح بن القاسم از ابن عقیل ایک طویل روایت کی ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ میں نے اپنے شوہر کو اپنا تمام مال دے دیا سوائے اپنے سر کے بالوں کے جوڑے یا گچھے کے دھاگہ کے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکور میں لفظ دون کا معنی ''کم'' نہیں ہے بلکہ ''سوائے'' ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۸)

اور امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی متوفی ۲۲۷ھ از ہشام از مغیرہ از ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ سر کے بالوں کے جوڑے کے دھاگہ سے کم مالیت کی چیز کے عوض بھی خلع کرنا جائز ہے اور از سفیان از ابن ابی نجیح از مجاہد روایت کی ہے کہ شوہر خلع

Marfat.com

کرنے والی عورت سے اس کے سر کے بالوں کے جوڑے کے دھاگہ کے سوا بدل خلع میں اس کا تمام مال واپس لے سکتا ہے۔ اور از قبیصہ بن ذویب روایت کی ہے کہ جب شوہر بیوی سے خلع کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس نے بیوی کو جتنا مال دیا ہے اس سے زیادہ بدلِ خلع میں لے لے، پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ (البقرہ:۲۲۹) سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو عورت نے جو بدل خلع لیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۶۸ ۴، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے بدلِ خلع کے متعلق متضاد اور متعارض روایات نقل کی ہیں، سنن بیہقی: ج ۷ ص ۳۱۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر بدلِ خلع میں سر کے جوڑے کو باندھنے کے دھاگہ سے زیادہ مال نہیں لے سکتا اور اس کے بعد جو روایات نقل کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر نے بیوی کو مہر میں جتنا مال دیا ہے بدلِ خلع میں وہ سارا مال بیوی سے واپس لے سکتا ہے۔

بدلِ خلع میں سر کے بالوں کے جوڑے کے دھاگہ سے کم لینے کے متعلق روایات

(۱) از ہشیم از مغیرہ از ابراہیم روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ کہا جاتا تھا کہ سر کے بالوں کے جوڑے کے دھاگہ سے کم میں بھی خلع لیا جا سکتا ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۴۲۴)

(۲) اور امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ از الثوری از مغیرہ روایت کرتے ہیں کہ عورت اپنا بعض مال بدلِ خلع کے طور پر دیتی تھی۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۱۶، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

(۳) امام سعید بن منصور متوفی ۲۲۷ھ نے از سفیان از ابن ابی نجیح از مجاہد روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ شوہر خلع کرنے والی عورت سے اس کا سارا مال لے سکتا ہے حتیٰ کہ اس کے سر کے بالوں کے جوڑے کو باندھنے کا دھاگہ بھی۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۴۲۵)

امام عبد الرزاق بن ہمام نے اس اثر کی از ابن عیینہ از ابن ابی نجیح روایت کی ہے۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۲۱)

بدل خلع میں بیوی کو دیئے ہوئے مال سے زیادہ مال لینے کے متعلق روایات

(۴) امام سعید بن منصور نے از ہشیم از یونس از حسن بصری روایت کی ہے، وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ مرد بدلِ خلع میں بیوی سے اس سے زیادہ مال لے لے جو اس نے بیوی کو دیا ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۴۲۶)

(۵) امام سعید بن منصور نے از ہشیم از حمید الطویل از جابر بن حیوۃ از قبیصہ بن ذویب روایت کی ہے، وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ شوہر بدلِ خلع میں بیوی سے اس سے زیادہ مال لے لے جتنا اس نے بیوی کو عطا کیا ہے اور وہ اس آیت کی تلاوت کرتے تھے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ (البقرہ:۲۹۹) سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدلِ خلع لیا ہے اس میں کوئی

حرج نہیں ہے۔

(سنن سعید بن منصور ج ا ص ۳۳۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز میں کہتا ہوں: امام سعید بن منصور الخراسانی المتوفی ۲۲۷ھ نے ان آثار کے مخالف آثار کی بھی روایات کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

بدلِ خلع میں شوہر کے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لینے اور زیادہ نہ لینے کے متعلق روایات

(۱) امام سعید بن منصور از سفیان از ابن ابی نجیح از عطاء روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شوہر خلع کرنے والی عورت سے اس سے زیادہ مال نہ لے جتنا اس نے اپنی بیوی کو عطا کیا ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۴۲۸)

شیخ علی بن احمد بن حزم الاندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے اس اثر کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا ساقط الاعتبار ہے۔ (المحلیٰ ج ۱۰ ص ۲۴۱)

(۲) امام سعید بن منصور از سفیان از ایک مرد از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ المختلعہ (خلع لینے والی عورت) سے بدلِ خلع میں اس سے زیادہ نہ لے جتنا اس نے اپنی بیوی کو دیا ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۴۲۹)

شیخ ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے اس اثر کی از وکیع از امام ابوحنیفہ از عمار بن عمران از والد خود روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ شوہر بیوی سے بدلِ خلع میں اس سے زیادہ لے جتنا اس نے اپنی بیوی کو دیا ہے۔ (المحلیٰ ج ۱۰ ص ۲۴۰)

میں کہتا ہوں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۰ھ کا یہی مذہب ہے کیونکہ فتاویٰ ہندیہ (فتاویٰ عالمگیری) میں غایۃ البیان سے منقول ہے کہ اگر بیوی نے نافرمانی کی ہو تو ہمارے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ شوہر بیوی سے بدلِ خلع میں اس سے زیادہ لے جتنا وہ مہر میں بیوی کو ادا کر چکا ہے، لیکن اس کے باوجود اگر قاضی مہر کی رقم سے زیادہ بدلِ خلع میں لینے کا فیصلہ کر دے تو پھر یہ جائز ہے۔

(حاشیہ سنن سعید بن منصور ج ا ص ۳۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) امام سعید بن منصور خراسانی از ہشیم از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبد الرحمٰن روایت کرتے ہیں کہ حضرت حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ متوفی ۱۲ھ کے نکاح میں تھیں، ان کو حضرت ثابت بن قیس کے اخلاق پسند نہیں تھے، سو وہ منہ اندھیرے صبح کے وقت آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ گئیں، انہوں نے کہا کہ میں ثابت بن قیس کے ساتھ نہیں رہوں گی، آپ نے حضرت ثابت بن قیس کی مدح وثنا کی تو ان کی بیوی حبیبہ بنت سہل نے کہا ٹھیک ہے وہ ایسے ہی ہیں، لیکن میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی، اتنے میں حضرت ثابت بن قیس بھی آ گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی سے فرمایا: یہ تمہارا باغ لے لے گا، ان کی بیوی نے کہا: لے لے، اور وہ باغ حضرت ثابت بن قیس نے اپنی بیوی کو ان کے مہر میں دیا تھا، سو انہوں نے اپنا باغ واپس لے لیا اور ان کی بیوی حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا اپنے گھر والوں کے پاس جا کر بیٹھ گئیں۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۴۳۱)

(یہ حدیث سنن ابوداؤد: ۲۲۲۷، سنن نسائی: ۳۴۶۲ میں بھی مذکور ہے، نیز امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی اس روایت کو تین سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۴، نشر السنہ ملتان)

(۴) امام سعید بن منصور خراسانی از سفیان از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبد الرحمٰن روایت کرتے ہیں کہ حضرت حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا جو

Marfat.com

حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں ثابت بن قیس کے ساتھ نہیں رہوں گی اور انہوں نے حضرت ثابت کی کچھ شکایات کیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت سے فرمایا: تم اس سے اپنا باغ لے لو تو حضرت ثابت نے اپنی بیوی کو مہر میں دیا ہوا باغ ان سے واپس لے لیا اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس جا کر بیٹھ گئیں۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۴۳۱)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی اس حدیث کی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۷ ص ۳۱۳ نشر السنہ ملتان)

(۵) امام سعید بن منصور خراسانی از ہشیم از ایوب بن ابی مسکین از الحکم بن عتیبہ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی جس نے اپنے خاوند کی نافرمانی کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو نصیحت کی اور اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے، اس عورت نے کہا: اگر آپ نے مجھے اس کی طرف لوٹا دیا تو میں خودکشی کرلوں گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو جانوروں کے اصطبل میں قید کردو، وہ عورت تین دن اس اصطبل میں رہی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلوایا اور پوچھا کہ جس جگہ میں تم رہی تھیں، اس کو تم نے کیسا پایا؟ اس عورت نے کہا: میں نے جو دن اس اصطبل میں گزارے ان دنوں میں، میں نے اپنے خاوند کے پاس گزارے ہوئے ایام کی بہ نسبت زیادہ راحت پائی، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے خاوند سے فرمایا: تم اس عورت کو خلع دے دو اور اس کے سر کے بالوں کے جوڑے کے دھاگہ کے سوا سب کچھ لے لو، چونکہ اس جوڑے کے دھاگہ میں تمہارے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۴۳۲، نیز اس روایت کو امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔ سنن بیہقی: ج ۷ ص ۳۱۵ نشر السنہ ملتان)

(۶) امام سعید بن منصور خراسانی از ہشیم از جویبر از الضحاک روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگی کہ میرے اور میرے خاوند کے درمیان تفریق کردیجئے، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے تم کو اپنا مال دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب سے تم کو حلال کیا ہے، اس عورت نے کہا: اللہ کی قسم! آپ ضرور میرے اور اس کے درمیان تفریق کردیں ورنہ میں اس کو قتل کردوں گی، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا سے ڈر، اس عورت نے کہا: میں خدا سے ڈرتی ہوں، مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا سے ڈر، اس عورت نے کہا: میں خدا سے ڈرتی ہوں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے خاوند سے فرمایا: اس عورت کو خلع دے دو اور اس کے سر کے بالوں کے جوڑے کے باندھنے کے دھاگہ کے سوا اس کا سارا مال لے لو، کیونکہ اس دھاگہ میں تمہارے لیے کوئی خیر نہیں ہے، جویبر نے کہا: میں نے الضحاک سے پوچھا: کیا خاوند اس عورت سے اس سے زیادہ لے سکتا ہے، جتنا اس نے اس عورت کو مہر میں دیا تھا؟ ضحاک نے کہا: ہاں! خواہ اس کے خاوند نے اس کو ایک لاکھ درہم دیے ہوں، کیونکہ اس عورت نے خود اپنے نفس کو خریدا ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۴۳۳)

امام سعید بن منصور خراسانی از سعید از ہشیم از اسماعیل بن سالم از الشعبی روایت کرتے ہیں کہ شعبی اس کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ خاوند بیوی سے بدلِ خلع میں اس سے زیادہ لے جو اس نے اپنی بیوی کو دیا ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۴۳۴)

امام سعید بن منصور خراسانی از سعید از عبد الملک از عطاء روایت کرتے ہیں کہ عطاء اس کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ خاوند بیوی سے بدلِ خلع میں اس سے زیادہ مال لے جو اس نے اپنی بیوی کو دیا ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۴۳۵)

Marfat.com

امام سعید بن منصور اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ الشعبی یہ کہتے تھے کہ جب خاوند کی طرف سے مخالفت ہو اور وہ بیوی سے بدلِ خلع میں کوئی چیز لے تو یہ مردار خون اور خنزیر کے گوشت کی مثل ہے۔(سنن سعید بن منصور: ۱۴۳۷) امام سعید بن منصور از یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا کہ جب بیوی خاوند کی نافرمانی کرے تو خاوند اس کو نصیحت کرے، اگر بیوی خاوند کی بات مان لے تو فبہا اور اگر نہ مانے تو بستر میں اس کے ساتھ نہ سوئے، پھر اگر وہ رجوع کر لے تو فبہا اور اگر رجوع نہ کرے تو اس کو اس طرح مارے کہ مار کے نشان ظاہر نہ ہوں اور اگر وہ رجوع کر لے تو فبہا ورنہ اس کے لیے جائز ہے کہ بیوی سے اپنا دیا ہوا سامان واپس لے لے اور اس کا راستہ چھوڑ دے۔(سنن سعید بن منصور: ۱۴۴۲)(سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۳۳۵-۳۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کی طویل روایت

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے امام بیہقی کی از روح از عبد اللہ محمد بن عقیل ایک روایت کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ پوری روایت نقل نہیں کی اور اس کا صرف آخری جملہ نقل کیا ہے، ہم سنن بیہقی سے یہ پوری روایت ذکر کر رہے ہیں:

امام بخاری از روح از عبد اللہ بن محمد بن عقیل از حضرت الرُبیع بنت معوذ بن عفراء روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں: میں نے اپنے عم زاد سے نکاح کیا، اس نے میرے ساتھ بدسلوکی کی اور میں نے اس کے ساتھ بدسلوکی کی، اس نے مجھ سے الگ ہونے کا ارادہ کیا اور میں نے بھی اس سے الگ ہونے کا ارادہ کیا اور میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش کیا کہ میں نے اس پر ظلم کی نسبت کی ہے اور اس نے میری طرف ظلم کی نسبت کی ہے اور اس نے میری طرف زیادتی کی نسبت کی ہے اور میں نے بھی اس کی طرف زیادتی کی نسبت کی ہے اور میں اس سے الگ ہونے پر اپنے تمام مال کو فدیہ میں دیتی ہوں، اس نے کہا: میں نے اس مال کو قبول کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مرد سے فرمایا: اس سے وہ مال لے لو، حضرت الربیع بنت معوذ نے کہا: پس میں گئی اور اس کو اپنا تمام متاع دے دیا، سوا اپنے کپڑوں کے اور اپنے بستر کے اور میرے عم زاد نے مجھ سے کہا کہ میں راضی نہیں ہوں، اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش کیا، پس جب ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو میرے عم زاد نے کہا: اے امیر المومنین! شرط کو پورا کرنا ضروری ہے، حضرت عثمان نے کہا: کیوں نہیں، سو تم اس کا کل متاع لے لو حتیٰ کہ اس کے سر کے بالوں کے جوڑے کو باندھنے کا دھاگہ بھی لے لو، حضرت الربیع بنت معوذ نے بیان کیا: پس میں گئی اور میں نے اپنے عم زاد کو ہر چیز دے دی حتیٰ کہ میں نے اس کو اپنے دروازے سے دور کر دیا۔(سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۵، نشر السنہ ملتان)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکور الصدر شرح کا تتمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اثر دوسرے الفاظ کے ساتھ پایا جس کی امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے حضرت الربیع بنت معوذ کے تذکرہ میں طبقات النساء میں روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا از یحییٰ بن عباد از فلیح بن سلیمان از عبد اللہ بن محمد بن عقیل از حضرت الربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے اور میرے عم زاد کے درمیان کچھ جھگڑا تھا اور وہ ان کے خاوند تھے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے خاوند سے کہا: تم میرا مال لے لو اور مجھ کو چھوڑ دو، میرے خاوند نے کہا کہ میں نے ایسا کر لیا، سو اللہ کی قسم! اس نے ہر چیز لے لی حتیٰ کہ میرا بستر بھی لے لیا، پھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور وہ اس وقت اپنے مکان میں

محصور تھے، حضرت عثمان نے فرمایا: شرط کو پورا کرنا زیادہ ضروری ہے، اور میرے خاوند سے فرمایا: تم اس کی ہر چیز لے لوحتیٰ کہ اس کے سر کے بالوں کے جوڑا باندھنے کا دھاگہ بھی لے لو۔

(میں کہتا ہوں: امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے اس روایت کو الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۴۷-۴۴۸، دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ میں ذکر کیا ہے، اور الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۳۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ، میں بھی مذکور ہے، نیز یہ روایت اسد الغابہ: ۶۹۱۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، میں بھی مذکور ہے۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ بدلِ خلع میں بیوی سے اس سے زیادہ مال لے لے، جتنا مال اس نے بیوی کو دیا تھا اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ میں نے کسی ایسے فقیہ کو نہیں دیکھا جس کی اقتداء کی جاتی ہو اور وہ اس سے منع کرتا ہو لیکن بدل خلع میں بیوی سے اس سے زیادہ مال لینا جتنا بیوی کو دیا ہے، یہ مکارم اخلاق میں سے نہیں ہے اور عنقریب ان فقہاء کے دلائل کا ذکر آئے گا جو کہتے ہیں کہ اپنے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

بدلِ خلع کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ کا فیصلہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس دوسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عورت کے سر کے بالوں کے جوڑے کے دھاگہ سے کم مالیت میں بھی خلع کرنے کی اجازت دی ہے، ''العقاص''، ''العقصہ'' یا ''انعقیصہ'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: سر کے بالوں کی مینڈھی، دوسرا قول یہ ہے کہ ''العقیصہ'' اس دھاگہ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ مینڈھیوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے۔

علامہ ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے کہا ہے کہ پہلا معنی راجح ہے۔

''عقیصة'' کے معنی کی تحقیق اور ''العقیصہ'' سے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں: علامہ المبارک بن محمد الجزری المتوفی ۶۰۶ھ ''العقیصہ'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''العقیصہ'' بالوں کی مینڈھیوں کے جوڑے کو کہتے ہیں، ''اَلْعَقْص'' کا معنی ہے: لپیٹنا اور بالوں کے سروں کو ان کی جڑوں میں داخل کرنا اور اس لفظ کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

(۱) حضرت ضمام کی حدیث میں ہے: اگر دو عقیصوں والوں نے سچ کہا تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۰)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: جس نے اپنے بالوں کو گوند سے چپکایا یا عقیصہ (بالوں کا جوڑا) بنایا تو اس پر سر کو مونڈنا لازم ہے۔ (الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۸۷۰، دار الفکر بیروت)، یعنی حج کے دوران جس نے سر کے بالوں کو گوند سے چپکایا یا سر کے بالوں کا جوڑا بنایا تو اس پر سر کا مونڈنا لازم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حاجی کے حال کے مناسب یہ ہے کہ اس کے سر کے بال بکھرے رہیں ، پس جب وہ اپنے بالوں کی حفاظت کا ارادہ کرے گا اور ان کو گوند سے چپکائے گا تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ سر کے بالوں کو مونڈائے۔

(۳) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی حدیث میں ہے کہ اس عورت نے اپنے عقاص سے مکتوب نکالا، یعنی اپنی مینڈھیوں سے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۰۷، صحیح مسلم: ۲۴۰۱، مسند احمد: ۶۰۰) عقاص کا لفظ عقیصہ یا عقصہ کی جمع ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ عقیصہ وہ

Marfat.com

دھاگا ہے جس سے مینڈھیوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے اور پہلا معنی یعنی مینڈھیاں راجح ہے۔

(النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ج ۳ ص ۲۴۹-۲۵۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

صاحب التلویح یعنی امام الحافظ علاء الدین مغلطائی بن قلیج بن عبداللہ الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ نے لکھا ہے:

یہ عبارت یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ''عورت کے سر کے بالوں کے جوڑے کو باندھنے کے دھاگہ سے کم مالیت میں خلع کرنے کی اجازت دی'' میں نے یہ روایت صرف حضرت امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی دیکھی ہے۔ حدیث میں ہے:

ابوبکر، عفان سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مطر نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت عبداللہ بن رباح، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس عورت سے عقاص کم میں خلع کرلو اور دوسری روایت میں مذکور ہے کہ اس عورت سے خلع کرلو خواہ اس کے کانوں کی بالی کے عوض خلع کرو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حتیٰ کہ اس کے عقاص کے عوض خلع کرلو یعنی سر کے بالوں کے جوڑے کو باندھنے کے دھاگہ کے عوض اس سے خلع کرلو۔

اور صاحب التلویح یعنی علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے کہا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذکور الصدر اثر مجھے مستحضر نہیں ہے، ہاں! امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اس اثر کی از عفان روایت کی ہے جس طرح صاحب التلویح یعنی علامہ علاؤ الدین مغلطائی الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ نے کہا ہے۔

(میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان دونوں کے استاذ علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ ہیں اور علامہ ابن ملقن شافعی کے استاذ علامہ علاء الدین مغلطائی الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

علامہ عینی لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے اس تعلیق کی شرح میں لکھا ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذکور الصدر اثر ''امالی ابی القاسم بن بشران'' میں سند موصول کے ساتھ از شریک از عبداللہ بن محمد بن عقیل از الربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں، میں نے اپنے سر کے بالوں کے جوڑے کے دھاگہ کے عوض اپنے شوہر کے ساتھ خلع کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو جائز قرار دیا۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۵)

اور امام ابوبکر محمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے از روح بن القاسم از ابن عقیل ایک طویل روایت کی ہے اور اس کے آخر میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے شوہر کو اپنا تمام مال دے دیا، سوائے اپنے سر کے بالوں کے جوڑے یا گچھے کے دھاگہ کے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکور میں لفظ ''دون'' کا معنی ''کم'' نہیں بلکہ ''سوائے'' ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۸، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی مذکور الصدر عبارت پر علامہ عینی حنفی کا اعتراض

علامہ عینی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ قول جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ مرد بدل خلع میں اپنی بیوی کے سر کے بالوں کا عقاص لے لے، اور یہ وہ دھاگہ ہے جس سے مینڈھوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

اور علامہ ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مرد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بیوی کی ملکیت کے تمام مال کو لے لے،

Marfat.com

خواہ وہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو اور عورت کے لیے سوائے اس کے بالوں کے عقاص کے اور کوئی چیز نہ چھوڑے، مجاہد اور ابراہیم کا بھی یہی قول ہے، اور علامہ ابن المنذر الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ کا بھی یہی قول ہے، اور اسی کی مثل حضرت ابن عمر اور حضرت عثمان بن عفان، ضحاک اور عکرمہ کا قول ہے اور یہی امام شافعی اور داؤد ظاہری کا مذہب ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی شیعی متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

الحکم بن عتبہ نے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مرد بیوی سے بدل خلع میں اس سے زیادہ نہ لے جتنا مرد نے اس کو عطا کیا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۸۸۸، مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۸۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ علی بن احمد اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں اللیث ہے، اور اس کی وجہ سے یہ منقطع ہے، اس حدیث کا ذکر امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے از عطاء، طاؤس، عکرمہ، الحسن البصری، محمد بن شہاب الزہری، عمرو بن شعیب، الحکم، حماد اور قبیصہ بن ذوئیب نے کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا علامہ عینی حنفی کے اس اعتراض سے لاجواب ہونا

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے علامہ عینی حنفی کے اس اعتراض کا اپنی کتاب انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۳۰۶، میں ذکر کیا ہے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں لکھا۔

بدل خلع میں بیوی سے معاوضہ لینے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ تعلیق مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ امام مالک، اللیث، امام شافعی اور ابوثور کا مذہب ہے اور امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کا بھی یہی مختار ہے اور امام ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز المتوفی ۱۵۰ھ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر بیوی کو ضرر پہنچانا خاوند کی طرف سے ہو تو خاوند کے لیے بدل خلع میں بیوی سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے، اور اگر اس نے لے لیا تو قاضی کے فیصلہ سے یہ جائز ہوگا۔

علامہ علاؤالدین مغلطائی بن قلیج بن عبداللہ الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ صاحب التلویح نے لکھا ہے:

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت قدس سرہ العزیز متوفی ۱۵۰ھ نے فرمایا: اگر خاوند نے بدل خلع میں اس سے زیادہ لیا جتنا اس نے بیوی کو دیا تھا تو وہ اس زیادہ رقم کا صدقہ کرے، اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام ابوعبید اور اسحاق نے کہا: خاوند کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بدل خلع میں اپنی دی ہوئی رقم سے زیادہ وصول کرے اور میمون بن مہران نے کہا: اگر اس نے اپنی دی ہوئی رقم سے زیادہ وصول کی ہے تو اس نے اپنی بیوی کو حسن سلوک کے ساتھ رخصت نہیں کیا اور "تسریح باحسان" پر عمل نہیں کیا اور عبدالملک الجزری نے کہا ہے کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنی ہر دی ہوئی چیز کو بدل خلع میں بیوی سے واپس لے لے حتیٰ کہ بیوی کے لئے صرف اتنی مقدار چھوڑے جس سے وہ بہ مشکل گزارا کر سکے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۲-۳۰۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

باب مذکور میں امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ کی تیسری تعلیق

اور طاؤس نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہا:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ (البقرہ:۲۲۹)

سو(اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدل خلع دیا ہے اس میں ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

زوجین میں سے ہر ایک کے دوسرے کے اوپر جو معاشرت اور رہن سہن میں حقوق ہیں، ان کے متعلق جو احکام فرض ہیں، ان کے بیان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور جاہلوں کا یہ قول نقل نہیں کیا جو کہتے ہیں کہ یہ عورت مجھ پر حلال نہیں ہے حتیٰ کہ وہ یہ کہے: ''میں تیرے لئے غسل جنابت نہیں کروں گی''۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۸۱۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۶)

جب شوہر اور بیوی دونوں کو یہ خطرہ ہو کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض ادا نہیں کر سکیں گے تو ان کے خلع کرنے کا جواز

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تیسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق کی اختصار سے روایت کی ہے، اس حدیث کی امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابن طاؤس نے خبر دی اور میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے والد بدل خلع کے متعلق کیا کہتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ وہی کہتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ (البقرہ:۲۲۹)

سو(اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدل خلع دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور وہ جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہتے تھے کہ بیوی اس وقت تک حلال نہیں ہوگی حتیٰ کہ بیوی یہ کہے کہ میں تمہارے لئے غسل جنابت نہیں کروں گی لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ اگر وہ دونوں میاں بیوی کو یہ خطرہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے معاشرت میں ان میں سے ہر ایک کے اوپر جو دوسرے کے حقوق فرض کئے ہیں، وہ ان حقوق کو ادا نہیں کر سکیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۸۱۷، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ امام بخاری کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ ''طاؤس نے یہ نہیں کہا'' امام بخاری نے یہ کلام ابن جریج سے نقل کیا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ یہ چیز ابن جُریج پر منکشف ہوئی ہو۔

امام سعید بن منصور خراسانی متوفی ۲۲۷ھ نے از ہشیم از اسماعیل بن ابی خالد از الشعبی روایت کی ہے کہ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ میں تمہاری اطاعت نہیں کروں گی اور نہ تمہاری قسم کو پورا کروں گی اور نہ میں تمہارے لئے غسل جنابت کروں گی، الشعبی نے کہا: جب عورت اس کو ناپسند کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ خاوند سے معاوضہ لے اور خاوند کو چاہیے کہ وہ اس عورت کو خود سے علیحدہ کر لے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۴۱۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۸-۴۶۹، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مطالبۂ خلع کی مذمت میں احادیث

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

امام ابن المنذر النیشاپوری اپنی سند کے ساتھ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس عورت نے اپنے خاوند سے بغیر خطرۂ ضرر کے طلاق کا سوال کیا تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۲۲۱، سنن ترمذی: ۱۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۵۵، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۷، ۲۸۳، صحیح ابن حبان: ۴۱۸۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۶، الاوسط: ۷۷۸۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: خلع کرنے والی عورتیں اور نکاح کو فسخ کرانے والی عورتیں منافقات ہیں۔ (سنن نسائی: ۵۶۵۵، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۴، الاوسط: ۷۷۸۸)

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۳۱۵، دار الفلاح ریاض، ۱۴۳۰ھ)

۵۲۷۳۔ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ جَمِيلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ لَا يُتَابَعُ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

(سنن نسائی: ۳۴۶۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۵۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۳، الاوسط: ۷۷۲۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ازہر بن جمیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب ثقفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں، سو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں ثابت بن قیس کے اخلاق اور ان کی دین داری کے متعلق کوئی عیب نہیں لگاتی، لیکن میں اسلام کے بعد کفر میں داخل ہونے کو ناپسند کرتی ہوں، تب رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم ان کے دیئے ہوئے باغ کو واپس کر دو گی؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے (حضرت ثابت بن قیس سے) فرمایا: ''تم اس باغ کو قبول کر لو اور اس کو ایک طلاق دے دو''۔ امام ابوعبد اللہ البخاری نے کہا اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کوئی متابع نہیں ہے۔

۵۲۷۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ أُخْتَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ بِهٰذَا وَقَالَ تَرُدِّينَ حَدِيقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ فَرَدَّتْهَا وَأَمَرَهُ يُطَلِّقْهَا وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَطَلِّقْهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق الواسطی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از عکرمہ کہ عبد اللہ بن اُبی کی بہن نے اس حدیث کی روایت کی، اس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا تم اس کے دیئے ہوئے باغ کو واپس کرو گی''؟، (حضرت ثابت بن

Marfat.com

قیس کی بیوی نے کہا: جی ہاں!) پس ان کی بیوی نے حضرت ثابت کو وہ باغ واپس کر دیا اور آپ نے حضرت ثابت کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں اور ابراہیم بن طہمان نے کہا از خالد از عکرمہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: اور اسے طلاق دے دو۔

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری: ۵۲۷۳، کی تخریج ہے۔

۵۲۷۵۔ وَعَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَا أَعْتِبُ عَلَى ثَابِتٍ فِي دِينٍ وَلَا خُلُقٍ وَلٰكِنِّي لَا أُطِيقُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور از ایوب بن ابی تمیمہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، سو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ثابت بن قیس کی دین داری اور ان کے اخلاق پر کوئی تہمت نہیں لگاتی لیکن میں اس کے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں رکھتی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''کیا تم ان کے دیئے ہوئے باغ کو واپس کر دو گی''؟ انہوں نے کہا: جی ہاں!

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری: ۵۲۷۳، کی تخریج ہے۔

۵۲۷۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ الْمُخَرِّمِيُّ حَدَّثَنَا قُرَادٌ أَبُو نُوحٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَنْقِمُ عَلَى ثَابِتٍ فِي دِينٍ وَلَا خُلُقٍ إِلَّا أَنِّي أَخَافُ الْكُفْرَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ فَقَالَتْ نَعَمْ فَرَدَّتْ عَلَيْهِ وَأَمَرَهُ فَفَارَقَهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن المبارک المخرمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قراد ابونوح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی، از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، سو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ثابت کی دین داری اور اس کے اخلاق پر کوئی تہمت نہیں لگاتی مگر میں کفر سے ڈرتی ہوں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''کیا تم اس کے دیئے ہوئے باغ کو واپس کر دو گی''؟ انہوں نے کہا: جی ہاں!، پھر انہوں نے حضرت ثابت کا دیا ہوا باغ واپس کر دیا، اور آپ نے حضرت ثابت کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں، سو انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

Marfat.com

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری: ۵۲۷۳ کی تخریج ہے۔

۵۲۷۷- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ جَمِيلَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی، از ایوب از عکرمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا (نے خلع کو طلب کیا تھا) پس عکرمہ نے پوری حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری: ۵۲۷۳ کی تخریج ہے۔

بدلِ خُلع میں بیوی سے مال لینے کی ممانعت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن منذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تمام اہل علم نے خاوند کو بدلِ خلع میں بیوی کے مال میں سے کوئی چیز لینے سے منع کیا ہے، سوا اس صورت کے کہ بیوی کی طرف سے کوئی نافرمانی ہو۔ درج ذیل کُتب احادیث میں بھی اس کی مثل مذکور ہے:

(سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۳۷۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۸۰، مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ، المحلی بالآثار ج ۱۰ ص ۲۳۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء، مجاہد، شعبی، النخعی، ابن سیرین، القاسم بن محمد، عمرو بن دینار، عمرو بن شعیب، عروہ بن الزبیر، الزہری، حمید بن عبدالرحمٰن، قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے، اور سفیان الثوری کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (المدونۃ ج ۲ ص ۲۴۱، داراحیاء التراث العربی، بیروت) اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ (مسائل احمد واسحاق: ۱۳۴۷) اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن منذر کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو رد کرنا کہ بدل خلع میں شوہر کا بیوی سے مال لینا جائز ہے

امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ:

جب ظلم اور نافرمانی شوہر کی جانب سے ہو پھر بیوی شوہر سے خلع کا مطالبہ کرے تو یہ جائز ہے اور خلع نافذ ہوگا اور اس کا شوہر گناہ گار ہوگا اور شوہر نے جو کچھ کیا ہے وہ جائز نہیں ہے اور شوہر نے بدلِ خلع میں جو کچھ لیا ہے اس کے واپس کرنے پر اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔ (المبسوط ج ۶ ص ۲۰۰)

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا یہ قول کتاب اللہ کے بھی خلاف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت احادیث کے بھی خلاف ہے اور تمام اہل علم کے اجماع کے بھی خلاف ہے، قرآن مجید میں تصریح ہے:

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا

اور تمہارے لئے (اس مہر یا ہبہ) سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جو تم ان کو دے چکے ہو۔ (البقرہ: ۲۲۹)

پس اللہ تعالیٰ نے خاوند پر اس چیز کو حرام فرما دیا ہے کہ اس نے بیوی کو جو کچھ دیا تھا اس میں سے کچھ بھی واپس لے اور کسی کہنے والے نے یہ کہا کہ جب شوہر کے لئے یہ جائز ہے کہ بیوی اس کو اپنی خوشی سے جو مال دے بغیر طلاق کے معاوضہ کے تو وہ اس کو لے سکتا ہے تو پھر اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ بیوی اس کو طلاق کے معاوضہ کے طور پر جو مال دے وہ اس کو بھی لے سکتا ہے، سو یہ اس قائل کی بہت بڑی غلطی ہے اور اس استدلال میں بہت شدید غفلت ہے کیونکہ اس نے ابواب معاوضات کو ان ابواب عطایا اور ہدایا پر قیاس کیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مباح فرما دیا ہے، اور یہ قائل اس سے حیاء نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے سود اور زنا وغیرہ کو جو اپنی کتاب میں حرام فرمایا ہے وہ ان کو بھی عطایا اور ہدایا پر قیاس کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے مباح فرما دیا ہے، سو وہ یہ کہے کہ جب بغیر معاوضہ کے مال کو عطا کرنا اور ہبہ کرنا جائز ہے تو پھر سود کو بھی بہ طور معاوضہ کے لینا جائز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا ۝ (النساء:۴) تو پھر اگر وہ خوشی سے اس (مہر) میں سے تم کو کچھ دے دیں تو تم ان کو مزے مزے سے کھاؤ ۝

اور یہ قائل اس آیت پر اس کو قیاس کر رہا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں حرام فرما دیا ہے:

وَلَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْــٴًـا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ (البقرہ:۲۲۹) اور تمہارے لیے اس (مہر یا ہبہ) سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جو تم اس کو دے چکے ہو مگر جب دونوں فریقوں کو یہ خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔

اور یہ وہ حکم ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں اور اگر کوئی قائل یہ کہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں اس پر راضی ہوں کہ شوہر بیوی سے بہ طور بدلِ خلع کے اپنا دیا ہوا مال واپس لے لے تو پھر یہ النساء:۴ کی روشنی میں جائز ہونا چاہیے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حرام فرما دیا ہے کہ شوہر بیوی سے اپنا دیا ہوا مال واپس لے جیسا کہ البقرہ:۲۲۹، میں اس کی تصریح ہے، تو اگر بیوی اپنی خوشی سے بدلِ خلع میں شوہر کا دیا ہوا مال واپس کر دے تو پھر اس کو جائز قرار دینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ کوئی شخص اپنی خوشی سے سود لے یا کوئی شخص اپنی خوشی سے زنا کی اجرت دے تو یہ جائز ہے اور جب یہ جائز نہیں ہے تو اگر بیوی اپنی خوشی سے بدلِ خلع میں شوہر کا دیا ہوا مال شوہر کو واپس کر دے تو پھر شوہر کے لئے اس کو لینا بھی حرام ہونا چاہیے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سود اور زنا کی اجرت کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شوہر پر بیوی کو دیئے ہوئے مال کو واپس لینا بھی حرام قرار دیا ہے۔

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، ج۹ ص ۳۱۷-۳۱۹، دار الفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن المنذر کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں: علامہ ابن المنذر شافعی متوفی ۳۱۸ھ نے امام ابوحنیفہ پر رد کرنے کے جوش میں البقرہ:۲۲۹ میں مذکور استثناء کی طرف توجہ نہیں کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر پر دیئے ہوئے مال میں سے کچھ واپس لینے کو مطلقاً حرام قرار نہیں دیا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ جب شوہر اور بیوی دونوں کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر شوہر اور بیوی دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت بدلِ خلع میں شوہر کا دیا ہوا مال واپس کر دے، علامہ ابن المنذر نے اپنے استدلال میں البقرہ:۲۲۹ کا وہ حصہ ذکر کیا ہے جو استثناء سے پہلے مذکور ہے اور اس آیت کا وہ حصہ چھوڑ دیا ہے جو البقرہ:۲۲۹ میں استثناء کے بعد مذکور ہے، پوری آیت درج ذیل ہے:

Marfat.com

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ (البقرہ:۲۲۹)

اور تمہارے لئے اس (مہریا ہبہ) سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے) جو تم اس کو دے چکے ہو، مگر جب دونوں فریقوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو عورت نے جو بدل خلع دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پس علامہ ابن المنذر شافعی کا امام ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز پر یہ طعن کرنا کہ طلاق کے معاوضہ میں شوہر کا اپنے دیئے ہوئے مال کو بیوی کی خوشی سے واپس لینا ایسا ہے جیسے کوئی مرد اپنی خوشی سے زنا کی اجرت دے یا جیسے کوئی شخص اپنی خوشی سے کسی کو سود کی رقم ادا کرے، سو علامہ ابن المنذر کا یہ طعن امام اعظم ابوحنیفہ کے خلاف تعصب اور عناد کے سوا کچھ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سود کو اور زنا کی اجرت کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے اور اس میں کوئی استثناء نہیں ہے کہ اگر سود کا لین دین کرنے والے یا زنا کرنے والوں کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر ان کے لئے سود کا لین دین جائز ہے اور اجرت زنا لینا جائز ہے، اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے شوہر پر مطلقاً حرام قرار نہیں دیا کہ وہ بیوی کو دیئے ہوئے مال سے واپس لے لیکن جب شوہر اور بیوی دونوں کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر شوہر اور بیوی پر اس میں کوئی حرج اور گناہ نہیں ہے کہ شوہر طلاق دینے کے عوض بیوی کو دیئے ہوئے مال میں سے سب یا کچھ واپس لے لے، حیرت ہے کہ علامہ ابن المنذر شافعی نے البقرہ:۲۲۹، میں مذکورہ استثناء سے پہلے حصہ سے استدلال کیا ہے اور استثناء کے بعد آیت میں مذکور حصہ کو ترک کر دیا:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (البقرہ:۸۵)

کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصہ کا کفر کرتے ہو؟ سو تم میں سے جو لوگ یہ کام کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہوگی کہ وہ دنیا کی زندگی میں رسوا ہوں اور قیامت کے دن وہ زیادہ شدید عذاب کی طرف لوٹائے جائیں اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے O

علامہ ابن المنذر شافعی متوفی ۳۱۸ھ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رد کرنے کے لئے البقرہ:۲۲۹، میں استثناء سے پہلے مذکور حصہ سے استدلال کیا ہے اور استثناء کے بعد مذکور حصہ کو چھوڑ دیا، اس کی نظیر وہ بھی ہے جو درج ذیل حدیث میں مذکور ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: ''جو شخص زنا کرے اس کے متعلق تمہارے نزدیک تورات میں کیا حکم ہے؟''، انہوں نے کہا: ہم ان کا منہ کالا کر کے ان کو سواری پر بٹھاتے ہیں، اور دونوں کے چہرے مخالف جانب میں کرتے ہیں، پھر ان کا چکر لگایا جاتا ہے، آپ نے فرمایا: ''اگر تم سچے ہو تو تورات لاؤ'' وہ تورات لے کر آئے اور پیچھے سے پڑھا اور جب وہ رجم کی آیت سے گزرے تو پڑھنے والے نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھا، حضرت

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: آپ اس سے فرمائیں کہ اپنا ہاتھ اٹھائے، جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۹، الرقم المسلسل: ۴۳۵۷، صحیح البخاری: ۶۸۴۱، ۷۵۴۳، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۶، سنن ترمذی: ۱۴۳۶، صحیح ابن حبان: ۴۴۳۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۳۳۲، ۱۳۳۳۱، سنن دارمی: ۲۳۲۱، شرح السنہ للبغوی: ۲۵۸۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۲۱۴)

بے شک ہم نے علامہ ابن المنذر شافعی المتوفی ۳۱۸ھ پر جو رد کیا ہے وہ کافی سخت ہے لیکن اس سے زیادہ سخت نہیں ہے کہ انہوں نے بدلِ خلع میں امام ابوحنیفہ کے استدلال کو سود اور اُجرتِ زنا کو حلال کرنے کی مثل قرار دیا ہے۔

خلع کے جواز کے متعلق احادیث اور جوازِ خلع کے متعلق امام مالک کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

البقرہ: ۲۲۹، کے موافق وہ حدیث ہے جس کی قتادہ نے از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا جو حضرت ثابت بن قیس کی بیوی تھیں، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ثابت بن قیس کے دین اور اس کے اخلاق پر کوئی تہمت نہیں لگا سکتی، لیکن میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں اور میں بغض کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنے کو ناپسند کرتی ہوں۔

از معتمر بن سلیمان از فضیل از ابن جریر از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن اُبی کی بہن نے اسلام میں سب سے پہلا خلع کیا تھا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کہا: یارسول اللہ! میرا سر اس کے سر کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا، میں نے خیمہ کی ایک جانب کو اٹھایا، میں نے دیکھا کہ وہ چند لوگوں کے ساتھ آرہا تھا، سو وہ سب سے زیادہ کالا تھا اور اس کا سب سے چھوٹا قد تھا اور سب سے زیادہ بدشکل تھا، آپ نے پوچھا: کیا تم اس کا دیا ہوا باغ واپس کر دو گی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! اور اگر وہ چاہے تو میں اس کو اس باغ سے زیادہ بھی دوں گی، سو آپ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔

یہ حدیث جواز الخلع کی اصل ہے اور یہی جمہور فقہاء کا مسلک ہے، امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے کہا: میں ہمیشہ اہل علم سے جواز خلع کو سنتا رہا ہوں اور ہمارے نزدیک اس پر اجماع ہے کہ جب مرد عورت کو ضرر نہ پہنچائے اور نہ اس کے ساتھ بدسلوکی کرے اور عورت اس سے علیحدگی کو پسند کرتی ہو تو مرد کے لئے جائز ہے کہ عورت طلاق کے معاوضہ میں اس کو جو کچھ دے، وہ اس سے لے لے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں فیصلہ فرمایا اور اگر مرد کی جانب سے اللہ کے حکم کی نافرمانی ہو، بایں طور کہ وہ اپنی بیوی کو ضرر پہنچائے اور اس پر معیشت کو تنگ کر دے تو اس صورت میں اس نے بیوی سے جو کچھ لیا ہے وہ اس کو واپس کر دے۔ یہ حکم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عام متقدمین سے منقول ہے، الثوری، اسحاق اور ابوثور کا قول بھی یہی ہے۔

اس پر دلائل کہ اگر مرد کی جانب سے زیادتی ہو تو اس کے لئے خلع کے عوض بیوی سے مال لینا جائز نہیں ہے

امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے کہ اگر مرد کی جانب سے نافرمانی ہو تو مرد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی سے اس مال کو واپس لے جو وہ اپنی بیوی کو عطا کر چکا ہے اور اگر اس نے اپنی بیوی سے مال لے لیا ہے تو بہ طور قضاء یہ جائز ہے۔ ابن القاسم نے امام مالک سے بھی اس قول کی مثل روایت کی ہے، اور یہ قول کتاب اللہ کے ظاہر کے خلاف ہے اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی کے قصہ کے بھی خلاف ہے، جو حدیث (۵۲۷۳) میں مذکور ہے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ جو بیوی اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہو

Marfat.com

، یا شوہر کو ناپسند کرتی ہو تو وہ شوہر کے دیئے ہوئے مال کو واپس کر دے لیکن اگر مرد کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہو تو پھر مرد کے لئے بدلِ خلع میں بیوی سے کچھ بھی مال لینا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْــًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ (النساء: ۲۰)

اور اگر تم ایک بیوی کے بدلہ دوسری بیوی لانا چاہو اور ان میں سے ایک کو تم ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس مال میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اس مال کو بہتان باندھ کر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے واپس لو گے O

مرد کے لئے بدلِ خلع لینے کا جواز

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے جنہوں نے یہ کہا کہ مرد کے لئے بیوی سے بدلِ خلع لینا جائز نہیں ہے، ان کا یہ قول فاسد ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکایت کرتی ہوئی آئیں، انہوں نے کہا کہ میں اور ثابت بن قیس ایک ساتھ نہیں رہ سکتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تم ثابت بن قیس کا دیا ہوا باغ واپس کر دو گی؟ اور حضرت ثابت سے یہ نہیں پوچھا کہ کیا تم بھی اپنی بیوی کو اسی طرح ناپسند کرتے ہو جس طرح وہ تم کو ناپسند کرتی ہے؟ اگر کوئی شخص یہ گمان کرے کہ (البقرہ: ۲۲۹) اس پر دلالت کرتی ہے کہ خاوند کے لئے بدل خلع کو لینا جائز ہے جب زوجین کو یہ خطرہ ہو کہ وہ حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس آیت میں تمام مومنین سے خطاب ہے اور یہ معلوم ہے کہ جب عورت اپنے خاوند سے بغض کو ظاہر کرے اور اسے یہ خطرہ ہو کہ خاوند اس کے حقوق میں کمی کرے گا اور جب اس طرح ہوگا تو خاوند بھی اس سے مامون نہیں ہوگا کہ اس کی بیوی اس کے حقوق میں کمی کرے گی اور ابن سیرین نے کہا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے اس وقت تک خلع کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ تنہائی میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھے۔

بدل خلع میں اپنے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لینے میں فقہاء کا اختلاف

خاوند بدلِ خلع میں اپنے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے:

عطاء اور طاؤس نے کہا ہے کہ خاوند نے بیوی کو مہر میں جتنا مال دیا ہے اس سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے اور ابن المسیب اور الشعبی اور حکم نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور الاوزاعی نے کہا ہے کہ قضاۃ بیوی کو دیئے ہوئے مال سے زیادہ مال کو لینے کو بدلِ خلع میں جائز قرار نہیں دیتے، امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے، انہوں نے کہا: حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ ان کی بیوی نے ان کو فقط ان کا دیا ہوا باغ واپس کیا تھا۔

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، قبیصہ اور النخعی کا مذہب یہ ہے کہ خاوند بدلِ خلع میں اپنے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لے سکتا ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور ابوثور کا یہی قول ہے۔ اور امام مالک نے کہا کہ خاوند کے لئے بدلِ خلع میں اپنے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لینا جائز ہے لیکن یہ مکارمِ اخلاق سے نہیں ہے اور جن ائمہ کی اقتداء کی جاتی ہے میں نے نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی نے اس کو مکروہ کہا ہو، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ (البقرہ:۲۲۹) تو عورت نے جو بدلِ خلع دیا ہے اس میں ان پر کوئی حرج نہیں۔

یعنی اگر عورت نے بدلِ خلع میں اس سے زیادہ مال دیا جتنا اس کے خاوند نے اس کو دیا تھا۔

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اس باب کی تعلیق میں کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ اجازت دی ہے کہ عورت بدلِ خلع میں اپنے سر کے بالوں کے جوڑے کو باندھنے کے دھاگہ سے کم مالیت کو بھی دے سکتی ہے۔

یعنی عورت کا خاوند خلع کے عوض اپنی بیوی کے سر کے بالوں کو کھول دے اور اس کی مینڈھیوں کے باندھنے کا دھاگہ بھی لے لے تو یہ اس کے لئے جائز ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی بیوی سے خلع کرلو خواہ اس کے کانوں کی بالیوں کے عوض۔

فقہاء کا اس کے متعلق اختلاف کہ آیا خلع طلاق ہے یا نہیں

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے کہا کہ ''باب الخلع اور خلع میں طلاق کیسے ہوگی''۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ خلع کے ذریعہ علیحدگی کی کیا کیفیت ہے؟ حضرت عثمان متوفی ۳۵ھ، حضرت علی متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن مسعود متوفی ۳۲ھ رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ خلع طلاق بائن ہے مگر یہ کہ مرد تین طلاقوں کا نام لے تو پھر یہ تین طلاقیں ہوں گی اور یہ امام مالک، الثوری، فقہاء احناف اور اوزاعی کا مذہب ہے اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے بھی ایک قول یہی ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور طاؤس اور عکرمہ نے یہ کہا کہ خلع فسخ نکاح ہے اور طلاق نہیں ہے الا یہ کہ خاوند لفظ خلع سے طلاق کی نیت کرے، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور اسحاق اور ابو ثور کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا بھی یہی قول ہے۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ خلع طلاق بائن نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ خلع میں عدت پوری ہونے سے پہلے عقد ثانی کرنے کی اجازت ہے جب کہ طلاق میں عدت پوری ہونے سے پہلے عقد ثانی کرنے کی اجازت نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (البقرہ:۲۲۸) اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقد ثانی) سے روکے رکھیں۔

اور جن فقہاء نے کہا ہے کہ خلع طلاق بائن ہے، اُن کی دلیل صحیح البخاری کی ان احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کی بیوی نے حضرت ثابت کا دیا ہوا باغ واپس کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائیں، اس سے واضح ہو گیا کہ خلع سے علیحدگی طلاق ہے۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ حضرت عمر متوفی ۲۴ھ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما متوفی ۴۰ھ نے فرمایا ہے کہ خلع طلاق ہے اور حضرت عثمان متوفی ۳۵ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم متوفی ۶۸ھ نے کہا ہے کہ خلع طلاق نہیں ہے، امام طحاوی نے کہا کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی مرد نے لفظ خلع سے طلاق کی نیت کی تو یہ طلاق ہوگی اور جب کہ بغیر نیت کے لفظِ خلع سے علیحدگی نہیں ہوتی تو اس سے معلوم ہوا کہ خلع کنایاتِ طلاق میں سے نہیں ہے جس میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خلع طلاق ہے۔

Marfat.com

قاضی یا سلطان کی اجازت کے بغیر خلع کرنے کا جواز

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ نے سلطان اور قاضی کی اجازت کے بغیر بھی خلع کرنے کی اجازت دی ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور اس میں حسن بصری اور ابن سیرین کا اختلاف ہے ان دونوں نے کہا کہ سلطان یا قاضی کی اجازت کے بغیر خلع کرنا جائز نہیں ہے۔

امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت عبد اللہ بن عمر متوفی ۷۳ھ رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ سلطان اور قاضی کی اجازت کے بغیر بھی خلع کرنا جائز ہے کیونکہ جس طرح سلطان اور قاضی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا اور طلاق دینا جائز ہے، اسی طرح سلطان یا قاضی کی اجازت کے بغیر خلع کرنا بھی جائز ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۴۳-۴۴۸، ملخصا، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی کے نام کے متعلق تین روایات

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ صحیح البخاری کی حدیث: ۵۲۷۳، تا ۵۲۷۷ کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام جمیلہ لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان کا نام حبیبہ ہے اور ان کے نام کے متعلق تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام سھلہ بنت حبیب ہے۔

امام عبد الرحمن بن الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے کہ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے کہا ہے کہ جمیلہ بنت عبد اللہ بن اُبی ابن سلول حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو ان کے بعد ان سے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا اور ان سے محمد نام کے بیٹے پیدا ہوئے جن کو جنگ حرّہ میں شہید کر دیا گیا تھا اور امام محمد بن سعد نے کہا کہ جمیلہ حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن اُبی کی سگی بہن تھیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۳۸۲، دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ)

پھر امام محمد بن سعد نے ذکر کیا کہ حضرت حبیبہ بنت سہل النجاریہ یہی وہ خاتون ہیں جنہوں نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے خلع لیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تھا اور یہ اس وقت کنواری لڑکی تھیں، پھر آپ کو انصار کی غیرت یاد آئی تو آپ نے انصار کو رنجیدہ کرنا پسند نہیں کیا، پھر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا اور حضرت ثابت نے ان کو تکلیف پہنچائی تو وہ منہ اندھیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ثابت کی شکایت کرنے کے لیے پہنچیں۔۔ الحدیث۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۴۵-۴۴۶، دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد البر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

بصریوں کی روایت ہے کہ جس خاتون نے خلع کیا تھا ان کا نام جمیلہ بنت اُبی ہے اور اہل مدینہ کی روایت ہے کہ ان کا نام حبیبہ بنت سہل بن ثعلبہ الانصاری ہے اور ہو سکتا ہے کہ حبیبہ اور جمیلہ دونوں عبد اللہ بن ابی کی بیٹیاں ہوں جنہوں نے حضرت ثابت سے نکاح کیا تھا۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۴ ص ۳۶۴-۳۷۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابن مندہ نے ذکر کیا کہ جب جمیلہ بنت عبد اللہ بن اُبی کے خاوند حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو ان

سے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے نکاح کرلیا اور ان کے بعد ان سے حضرت مالک بن الدخشم نے نکاح کیا اور جنہوں نے خلع کیا تھا وہ حضرت جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی تھیں۔ امام ابونعیم الحافظ متوفی ۴۳۰ھ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(معرفۃ الصحابہ ج ۶ ص ۸۶-۳۲۰۲، الرقم: ۳۸۱۴)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

جس خاتون نے خلع کیا تھا وہ ابی کی بیٹی تھی نہ کہ عبداللہ کی بیٹی تھی اور یہی صحیح ہے۔

(اسد الغابہ ج ۷ ص ۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حافظ الدمیاطی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ان کا نام جمیلہ بنت عبداللہ ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ یہ عبداللہ بن عبداللہ کی بہن ہیں جیسا کہ صحیح البخاری میں ہے لیکن حافظ الدمیاطی کا یہ قول صحیح نہیں ہے، پس صحیح یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن عبداللہ کی بہن اور عبداللہ بن ابی ابن سلول کی بیٹی ہیں، کیونکہ سنن نسائی میں مذکور ہے کہ حضرت جمیلہ کے بھائی حضرت عبداللہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ (سنن نسائی ج ۶ ص ۱۸۶)

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی متوفی ۲۷۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جمیلہ بنت سلول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔۔۔الحدیث۔۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۰۵۶، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ نے بیان کیا کہ خلع کرنے والی کی عدت ایک حیض ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیلہ بنت سلول کے متعلق اس کا فیصلہ کیا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۴۷۵، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶ھ)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی متوفی ۳۶۰ھ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

(المعجم الکبیر: ۱۱۸۳۴، دار احیاء التراث العربی بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی کے نام کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) جمیلہ بنت سلول (۲) حبیبہ بنت سہل (۳) سہلہ بنت حبیب

بیوی سے بدل خلع لینے کے متعلق مذہب فقہاء

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

جب یہ مقرر ہوگیا تو رب (جل جلالہ) نے خاوند پر بدلِ خلع میں اس مال کو لینا حرام کردیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی بیوی کو عطا کیا، مگر صرف اس صورت میں بیوی سے بدلِ خلع لینے کو جائز قرار دیا ہے جب شوہر اور بیوی کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے سخت وعید کے ساتھ اس کو مؤکد کر کے فرمایا:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا (البقرہ: ۲۲۹) یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرو۔

اور اس معنی کے موافق حضرت جمیلہ مذکورہ کی حدیث ہے:

Marfat.com

ازقتادہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس سے بغض کی وجہ سے ان کے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۰۵۶، المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۲۱۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۳)

امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے کہا کہ میں نے ہمیشہ اہل علم سے سنا ہے اور اسی پر اجماع ہے کہ جب خاوند بیوی کو ضرر نہ پہنچائے اور نہ اس کے ساتھ بُرا سلوک کرے اور بیوی اس سے علیحدگی کو پسند کرے تو پھر خاوند کے لئے جائز ہے کہ وہ بیوی سے فدیہ لے کر اس کو طلاق دے دے، جیسا کہ شارع علیہ السلام نے حضرت جمیلہ کے معاملہ میں فیصلہ کیا تھا اور اگر خاوند کی جانب سے نافرمانی اور زیادتی ہو بایں طور کہ وہ بیوی کو مارے اور اس پر معیشت کو تنگ کر دے تو اس نے بدلِ خلع میں جو کچھ بیوی سے لیا ہے وہ اس کو واپس کر دے۔ (مؤطا امام مالک ص ۳۴۹)، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عام متقدمین کا یہی مذہب ہے اور الثوری، اسحٰق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر نافرمانی اور زیادتی شوہر کی جانب سے ہو تو شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ بیوی سے بدلِ خلع میں وہ مال لے جو مال وہ اس کو دے چکا ہے اور اگر اس نے قاضی کی قضاء سے وہ مال لے لیا تو پھر وہ مال جائز ہے۔

(مختصر الطحاوی ص ۱۹۱)

ابن القاسم نے بھی امام مالک سے اسی قسم کی روایت کی ہے۔ (الاستذکار ج ۱۷ ص ۱۸۰، موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

یہ قول کتاب اللہ کے ظاہر کے خلاف ہے اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۵ ص ۳۰۶-۳۱۰ ملخصا، وزارۃ الاوقاف، قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض اور مصنف کا جواب

میں کہتا ہوں: علامہ ابن ملقن نے امام ابوحنیفہ پر اسی اعتراض کو نقل کیا ہے جو دراصل علامہ ابن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض ہے، جس کا ہم تفصیل سے جواب لکھ چکے ہیں کہ خاوند کا بیوی سے بدلِ خلع لینا مطلقاً ممنوع نہیں ہے بلکہ جب شوہر اور بیوی کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر بیوی، شوہر سے طلاق لینے کے لئے جو مال بہ طور فدیہ دے وہ جائز ہے اور البقرہ: ۲۲۹ میں یہ استثناء مذکور ہے جس کو علامہ ابن المنذر الشافعی نے اور پھر ان کی اتباع میں علامہ ابن الملقن شافعی نے محض امام ابوحنیفہ سے تعصب کے سبب نظر انداز کر دیا تھا۔

اس کے بعد علامہ ابن ملقن شافعی نے ان احادیث کی شرح میں علامہ ابن بطال کی پوری عبارت نقل کر دی ہے جس کو ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے نام کے متعلق مزید تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری کی احادیث مذکورہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے متعلق دو مزید قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام حضرت مریم المغالیہ ہے، حدیث میں ہے:

امام نسائی متوفی ۳۰۳ھ اور امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ نے محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ مجھے عبادہ بن الولید بن عبادہ بن الصامت نے حدیث بیان کی از الربیع بنت معوذ، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے خاوند سے خلع لیا، پھر انہوں نے قصہ ذکر کیا

Marfat.com

جس میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلہ کی اتباع کی جو آپ نے حضرت مریم المغالیہ کے متعلق فیصلہ کیا تھا، اور یہ حضرت ثابت بن قیس کے نکاح میں تھیں، پھر انہوں نے حضرت ثابت سے خلع لیا۔اس حدیث کی سند جید ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ نے کہا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے نام کے متعلق حدیث میں اضطراب ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ثابت سے متعدد بار خلع کیا گیا ہو، امام بیہقی کی عبارت ختم ہوئی۔حضرت ثابت بن قیس شماس کی بیوی کا نام جو مریم ہے، اس کو پہلے نام کی طرف لوٹانا ممکن ہے، کیونکہ مُغالیہ میں مُغالہ کی طرف نسبت ہے اور یہ قبیلہ خزرج کی ایک عورت تھی جن سے عمرو بن مالک بن نجار کی اولاد ہوئیں اور ان کا بیٹا عدی تھا، پس عدی بن النجار کے تمام بیٹے بنو مغالہ کے نام سے معروف تھے اور ان ہی میں سے عبداللہ بن اُبی، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور خزرج کی ایک جماعت تھی، پس جب کہ عبداللہ بن ابی کی آل بنو مغالہ میں سے تھی تو حضرت ثابت بن قیس کی بیوی کے نام میں وہم ہو گیا یا پھر مریم ان کا تیسرا نام ہے، یا یہ نام ان کا لقب ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے نام کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام حبیبہ بنت سہل ہے:

امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے الموطا میں از یحییٰ بن سعید الانصاری از عمرو بن عبدالرحمٰن از حبیبہ بنت سہل روایت کی ہے کہ وہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت گھر سے باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت حبیبہ منہ اندھیرے آپ کے گھر کے دروازے پر تھیں اور آپ نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' تو انہوں نے کہا کہ میں حبیبہ بنت سہل ہوں، تو انہوں نے کہا کہ میں ثابت بن قیس کے ساتھ نہیں رہ سکتی، اس حدیث کی اصحاب سنن ثلاثہ (امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی) نے روایت کی ہے اور امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابوداؤد نے از عبداللہ بن ابی بکر بن حزم از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ حضرت حبیبہ بنت سہل حضرت ثابت کے نکاح میں تھیں۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے نام میں اختلاف ہے، پس بصریوں نے ذکر کیا کہ ان کا نام جمیلہ بنت اُبی ہے اور مدنیوں نے ان کا نام ذکر کیا کہ ان کا نام حبیبہ بنت سہل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں: جو چیز مجھ پر منکشف ہوئی ہے، یہ دو قصے ہیں جو دو مختلف عورتوں کے متعلق ہیں، کیونکہ ان کی خبر مشہور ہے اور ان کی سند صحیح ہے اور اختلاف صرف ان کے نام میں ہے، اور اس تعدد کی تقدیر کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت ثابت نے حضرت جمیلہ کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت حبیبہ سے نکاح کیا تھا۔

تنبیہ!

علامہ عبدالرحمٰن بن جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے اپنی تنقیح میں لکھا ہے کہ ان کا نام سہلہ بنت حبیب ہے، پس میرا یہی گمان ہے کہ انہوں نے الٹ گمان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان کا نام حبیبہ بنت سہل ہے، اور امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے بھی لکھا ہے کہ حضرت حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور حضرت ثابت بن قیس بہت تیز مزاج تھے اور امام محمد بن

Marfat.com

سعد نے اس کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ کیا تھا، پھر آپ کو انصار کی غیرت یاد آئی تو آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ آپ انصار کو تکلیف پہنچائیں اور آپ نے نکاح کا ارادہ ترک کر دیا۔

(فتح الباری ج ٦ ص ٤٦٩-٤٧٠، ملخصاً دار المعرفہ بیروت، ١٤٢٦ھ)

حضرت ثابت بن قیس کی بیوی کے ناموں میں زینب نام کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رہا یہ کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام زینب ہو تو یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں حافظ ابو عمر بن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے مریم نام کا ذکر نہیں کیا، اس کا ذکر حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ٧٤٨ھ نے کیا ہے: انہوں نے کہا کہ مریم الانصاریہ المغالیہ بنو مغالہ کے قبیلہ سے تھیں، وہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، پھر انہوں نے حضرت الربیع کی حدیث کا ذکر کیا اور حضرت ثابت بن قیس بن شماس بن مالک بن امرؤ القیس الخزرجی، انصار کے خطیب تھے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطیب کہا جاتا تھا، جس طرح حضرت حسان بن ثابت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعر کہا جاتا تھا، یہ غزوہ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ٣٧٤، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)

حضرت ثابت بن قیس کی بیوی کے خلع لینے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ٢١١ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

معمر نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کی بیوی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں کتنی حسین و جمیل عورت ہوں، اور ثابت بدشکل مرد ہے اور معتمر بن سلیمان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اسلام میں پہلا خلع وہ تھا جو حضرت ثابت بن قیس کی بیوی نے کیا تھا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، پس کہا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا سر اور ثابت کا سر کبھی بھی جمع نہیں ہوگا، میں نے خیمہ کی ایک طرف کو اٹھایا تو ثابت بن قیس چند لوگوں کے ساتھ آ رہے تھے اور وہ ان میں سب سے زیادہ سیاہ رنگ کے تھے اور ان کا قد ان سب میں سب سے چھوٹا تھا، اور ان کا چہرہ سب سے زیادہ بدشکل تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تم ان کا دیا ہوا باغ واپس کر دو گی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے کہا: اگر وہ چاہیں تو اور زیادہ دوں گی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی۔ (مصنف عبد الرزاق: ١١٨٠٣)

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے کلام میں کفر کی توجیہ

حضرت ثابت بن قیس کی بیوی نے کہا: میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ (صحیح البخاری: ٥٢٧٣)

اس جگہ یہ اشکال ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کی بیوی کا حضرت ثابت بن قیس کی شکل کو ناپسند کرنا کفر تو نہیں ہے، پھر انہوں نے یہ کیوں کہا کہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں؟

Marfat.com

علامہ شرف الدین حسین محمد الطیبی الشافعی المتوفی ۷۴۳ھ نے اس کے جواب میں لکھا ہے:

ان کے اس قول کا معنی یہ ہے کہ میں اسلام میں ایسی چیز کو ناپسند کرتی ہوں جو اسلام کے حکم کے منافی ہو کہ میں اپنے خاوند کی نافرمانی کروں، اس کی اطاعت نہ کروں، اس کی خدمت اور تیمارداری نہ کروں، کیونکہ کسی حسین عورت کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ کسی بدصورت مرد کی اطاعت اور خدمت کرے، سو انہوں نے اسلام کے تقاضے کے منافی چیز پر کفر کا اطلاق کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے کلام میں کچھ عبارت مقدر ہو یعنی میں کفر کے لوازم کو ناپسند کرتی ہوں، کہ میں اپنے خاوند سے عداوت رکھوں اور ان سے جھگڑا کرتی رہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو جو طلاق دینے کا حکم دیا تھا، یہ وجوبی حکم نہیں تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت ثابت بن قیس سے) فرمایا: ''تم اس باغ کو قبول کرلو اور اس کو ایک طلاق دے دو''، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم بہ طور ارشاد اور اصلاح تھا، بہ طور فرض اور وجوب نہیں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو طلاق دے دو'' یعنی اس باغ کے عوض اس کو طلاق دے دو، امام ابوداؤد اور امام ترمذی کی روایات میں مذکور ہے کہ یہ خلع تھا۔

صحیح البخاری: ۵۲۷۳، کے مسائل مستنبطہ، نکات شریفہ اور فوائد کثیرہ کے مباحث

(۱) جب فقط بیوی کی طرف سے جھگڑا ہو پھر بھی بدل خلع لینے کا جواز

جب شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑا صرف بیوی کی طرف سے ہو تو پھر خلع لینا اور فدیہ دینا جائز ہے اور اس میں یہ قید نہیں ہے کہ دونوں کی طرف سے جھگڑا ہو، اور خلع اس وقت مشروع ہے جب عورت مرد کے ساتھ زندگی گزارنے کو ناپسند کرتی ہو خواہ ایسی چیز معلوم نہ ہو جو ان کے درمیان فراق کا تقاضا کرتی ہو اور ابوقلابہ اور محمد بن سیرین نے کہا: مرد کے لئے عورت سے فدیہ لینا جائز نہیں ہے، سوا اس صورت کے کہ وہ عورت کے پاس علیحدگی میں کسی اجنبی مرد کو دیکھے، اس حدیث کی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے اور گویا کہ ابوقلابہ اور محمد بن سیرین کو صحیح البخاری: ۵۲۷۳ نہیں پہنچی، کیونکہ اس حدیث میں اس کے بغیر خلع کا ذکر ہے۔ محمد بن سیرین نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ (النساء: ۱۹)	اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ تم ان کو اس لیے روکو کہ تم ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ واپس لو، سوا اس صورت کے کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں اور تم ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

اور ان کے اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ البقرہ: ۲۲۹، نے اس آیت کی تفسیر کردی ہے اور اس سے معلوم ہوگیا کہ بغیر اس کے کہ بیوی بے حیائی کا ارتکاب کرے پھر بھی مرد کا بیوی سے بدل خلع لینا جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: پھر مجھ پر محمد بن سیرین کے کلام کی توجیہ منکشف ہوئی اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ناپسند کرتا ہو اور اس کی بیوی اس کو ناپسند نہ کرتی ہو تو مرد بیوی کو بستر میں چھوڑے رکھے اور اس پر تنگی کرے تاکہ اس کی بیوی اس کو

Marfat.com

بدل خلع دے کر اپنی جان چھڑا لے، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ جب تک مرد بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ خلوت میں بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہوئے نہ دیکھے اور جب تک اس پر کوئی گواہ نہ پائے اور وہ اس کو رسوا کرنا بھی نہ چاہتا ہو تو اس وقت اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی سے بدل خلع لے کر اس کو چھوڑ دے اور جس قدر مال پر وہ دونوں راضی ہو جائیں اس قدر مال لے کر وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اس توجیہ کی صورت میں محمد بن سیرین کے کلام کی صحیح البخاری: ۵۲۷۳ سے مخالفت نہیں ہو گی کیونکہ یہ حدیث اس مسئلہ میں وارد ہے جب فقط بیوی اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو۔ اور امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے:

مختار یہ ہے کہ اس وقت تک خلع جائز نہیں ہے جب تک کہ شوہر اور بیوی دونوں کے درمیان جھگڑا نہ ہو اور اگر ان میں سے کسی ایک کے درمیان جھگڑا ہو تو پھر نکاح ساقط نہیں ہو گا اور ان کا یہ قول قوی ہے جو النساء: ۱۹ اور النساء: ۲۲۹ دونوں آیتوں کے ظاہر کے موافق ہے اور صحیح البخاری: ۵۲۷۳ کے بھی مخالف نہیں ہے اور طاؤس اور شعبی اور تابعین کی ایک جماعت نے بھی اسی کے موافق کہا ہے۔

امام محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ اور دوسرے مفسرین نے اس ظاہر آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جب عورت خاوند کے ان حقوق کو ادا نہ کرے جن کی ادائیگی کا انہیں حکم دیا گیا ہے تو یہ بالعموم شوہر کی اپنی بیوی سے نفرت کا سبب ہوتا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے بغض رکھے اور انہوں نے صحیح البخاری: ۵۲۷۳ کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے یہ دریافت نہیں فرمایا: "تم بھی اپنی بیوی کو اسی طرح ناپسند کرتے ہو، جس طرح وہ تمہیں ناپسند کرتی ہے؟"۔

(۲) فقہاء کا اس میں اختلاف کہ آیا خلع طلاق ہے یا نہیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بیوی اپنے شوہر سے مال کے عوض طلاق کا سوال کرے، سو وہ اس کو طلاق دے دے، تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر شوہر اس کو صراحتاً طلاق نہ دے اور نہ وہ طلاق کی نیت کرے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اس قصے میں یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس کی بیوی کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک حیض عدت گزاریں۔

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۹ھ اور امام نسائی متوفی ۳۰۳ھ اور امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ نے حضرت الربیع بنت معوذ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس کی بیوی کو حکم دیا کہ وہ ایک حیض عدت گزاریں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فیصلہ کی اتباع کی ہے جو آپ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے متعلق فیصلہ کیا تھا۔

امام احمد بن شعیب النسائی المتوفی ۳۰۳ھ اور امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے حضرت الربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو مارا، پھر اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے ان کو ناپسند کیا اور پورا قصہ ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اس کا باغ لے لو اور اس کا راستہ چھوڑ دو، انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے ان کی بیوی کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک حیض عدت گزاریں اور اپنے گھر والوں کے پاس چلی جائیں۔ علامہ حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

اس حدیث میں ان فقہاء کی قوی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ خلع فسخِ نکاح ہے اور طلاق نہیں ہے، کیونکہ اگر خلع طلاق ہوتا تو اس میں ایک حیض عدت کے لیے کافی نہ ہوتا (الی آخرہ)۔

اور یہی امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا ہے کہ خلع فسخِ نکاح ہے اور انہوں نے دوسری روایت میں کہا ہے کہ جس عورت نے خلع کیا ہے وہ دوسرے شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی، جب تک کہ وہ تین حیض عدت نہ گزارے۔

(۳) بدلِ خلع میں کسی معین چیز کے لینے کا جواز اور اس میں فقہاء کا اختلاف کہ خاوند مہر سے زیادہ بدل خلع لے سکتا ہے یا نہیں؟

اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ بدلِ خلع کوئی معین چیز ہونی چاہیے یا اس کے مطابق قیمت ہونی چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس کی بیوی سے فرمایا: کیا تم اس کا باغ اسے واپس کردو گی؟ اور سنن ابن ماجہ اور سنن بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت ثابت بن قیس سے فرمایا کہ تم وہ باغ اپنی بیوی سے واپس لے لو اور اس سے زیادہ کوئی چیز نہ لینا، اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت علی کی روایت سے مذکور ہے کہ تم نے جو کچھ اس کو دیا ہے اس سے زیادہ نہ لینا اور عطاء، طاؤس اور زہری سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا مذہب ہے اور اسماعیل بن اسحاق نے میمون بن مہران سے روایت کی ہے جس نے بدلِ خلع میں اپنی بیوی سے اپنے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لیا، اس نے اپنی بیوی کو نیکی کے ساتھ رخصت نہیں کیا اور اس کے مقابلہ میں امام عبدالرزاق نے سندِ صحیح کے ساتھ سعید بن المسیب سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ خاوند بیوی کو دیا ہوا تمام مال لے لے اور اس کے لئے کوئی معمولی چیز چھوڑ دے۔

اور امام مالک نے کہا ہے کہ بدلِ خلع میں مہر اور اس سے زیادہ لینا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ (البقرہ:۲۲۹) تو عورت نے جو بدلِ خلع میں دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پس جب عورت کی طرف سے نافرمانی ہو تو خاوند کے لیے جائز ہے کہ بیوی سے اس کی مرضی کے مطابق بدلِ خلع وصول کرلے اور اگر نافرمانی خاوند کی طرف سے ہو تو پھر اس کے لئے بدلِ خلع میں کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے اور جو کچھ اس نے لیا ہے وہ اس کو واپس کردے اور ان کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی۔

اور امام شافعی نے کہا ہے: جب بیوی شوہر کا حق ادا نہ کر رہی ہو اور شوہر کو ناپسند کرتی ہو تو شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ بدلِ خلع وصول کرلے، کیونکہ اگر اس کی بیوی اس کو بغیر کسی سبب کے اپنی خوشی سے اپنا مال دے تو شوہر کے لیے اس مال کو لینا جائز ہے تو جب وہ کسی سبب کی وجہ سے اس کو اپنا مال دے تو پھر شوہر کے لیے اس مال کو لینا بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا۔

(۴) حالتِ حیض میں خلع کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی کی حالتِ حیض میں بھی خلع جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس کی بیوی سے یہ نہیں پوچھا کہ آیا وہ حائض ہیں یا نہیں، لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان سے اس لیے یہ سوال نہ کیا ہو، کیونکہ آپ کو پہلے سے معلوم تھا کہ وہ حائضہ نہیں ہیں، لہٰذا اس حدیث میں ان فقہاء کی کوئی دلیل نہیں ہے جو خلع کو حالتِ طہر کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور

Marfat.com

یہ تفریع اس تقدیر پر ہے کہ خلع طلاق ہو۔

(۵) طلاق کے مطالبہ پر وعید اس پر محمول ہے جب وہ مطالبہ بلا سبب ہو

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جن احادیث میں عورتوں کو طلاق کے مطالبہ سے ڈرایا گیا ہے، وہ احادیث اسی صورت پر محمول ہیں کہ جب عورتوں کا مطالبہ طلاق کسی سبب کے بغیر ہو کیونکہ حدیث میں ہے:

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ، امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، امام نسائی متوفی ۳۰۳ھ، امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ، اور امام ابوحاتم محمد بن حبان التمیمی المتوفی ۳۵۴ھ نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عورت نے اپنے خاوند سے طلاق کا سوال کیا، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے اور بعض روایات میں یہ اضافہ ہے جس نے بغیر کسی خطرہ کے طلاق کا سوال کیا۔ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام نسائی متوفی ۳۰۳ھ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورتیں نکاح کو سلب کرنے والی ہیں اور خلع کرنے والی ہیں وہ منافقات ہیں، تاہم اس حدیث کی سند کی صحت پر اعتراض ہے کیونکہ یہ حدیث حسن بصری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کی ہے اور اکثر محدثین کے نزدیک حسن بصری کا حضرت ابوہریرہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(۶) جب صحابی کا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو آیا اس کے فتویٰ کا اعتبار ہوگا یا اس کی روایت کا؟

جب صحابی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو اس کی روایت کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے اجتہاد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے قصہ کی روایت کی ہے جس میں یہ دلیل ہے کہ خلع طلاق ہے اور خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فتویٰ دیتے تھے کہ خلع طلاق نہیں ہے لیکن حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتوے کی روایت شاذ ہے، کیونکہ طاؤس کے سوا کسی نے بھی حضرت ابن عباس سے یہ نقل نہیں کیا کہ خلع فسخِ نکاح ہے اور طلاق نہیں ہے لیکن حافظ ابن عبدالبر مالکی کے اس دعوے پر اعتراض ہے، کیونکہ طاؤس ثقہ، حافظ اور فقیہ ہیں، لہٰذا ان کا تفرد ان کی روایت میں مضر نہیں ہے اور بہت علماء نے اس روایت کو قبول کیا ہے اور میرے علم کے مطابق جنہوں نے بھی اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے، انہوں نے وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خلع کو فسخِ نکاح قرار دیتے تھے، ہاں! اسماعیل قاضی نے سند صحیح کے ساتھ ابن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہ جب طاؤس نے کہا کہ خلع طلاق نہیں ہے تو اس پر تمام اہل مکہ نے انکار کیا، اس وقت طاؤس نے یہ عذر پیش کیا کہ میں اپنی رائے سے یہ نہیں کہتا بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ بیان کر رہا ہوں، اسماعیل قاضی نے کہا کہ ہمیں یہ علم نہیں ہے کہ طاؤس کے علاوہ کسی اور نے یہ کہا ہو کہ خلع فسخِ نکاح ہے، تاہم تحقیق یہ ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے قصہ میں اس پر صریح دلیل ہے کہ خلع طلاق ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۹-۴۷۳، ملخصاً، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

خُلع کی تعریف اور اس میں فقہاء کا اختلاف کہ آیا خُلع طلاق ہے یا نہیں؟

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

خلع کی تعریف یہ ہے کہ خاوند کوئی معاوضہ لے کر بیوی سے الگ ہو جائے خواہ وہ معاوضہ کوئی معین چیز ہو یا منفعت ہو اور اس معاوضہ کو خواہ بیوی ادا کرے یا اس کا ولی ادا کرے یا اس کا کوئی دوست ادا کرے۔

آیا خلع طلاق ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، بعض فقہاء نے کہا کہ خلع کسی حال میں بھی طلاق نہیں ہے اور بعض فقہاء نے کہا کہ خلع ہر حال میں طلاق ہے اور بعض فقہاء نے تفصیل کی کہ اگر خلع لفظ طلاق کے ساتھ ہو تو وہ طلاق ہے ورنہ وہ فسخ نکاح ہے۔

آیا خاوند کا بیوی کو طلاق دینا بیوی پر ظلم ہے یا نہیں؟

مسئلہ: جب بیوی خاوند کے حقوق ادا نہ کر سکے تو کیا شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کو طلاق دے اور کیا یہ خاوند کا بیوی پر ظلم ہوگا خصوصاً جب کہ خاوند تنگ دست ہو اور وہ دوسرا نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھے۔

الجواب: جب خاوند اور بیوی کے درمیان جھگڑا اس نوبت پر پہنچ جائے کہ ان کے درمیان نکاح کو قائم رکھنا ممکن نہ ہو تو اب خاوند پر لازم ہے کہ وہ بیوی کو طلاق دے دے، تاہم اگر ان کے درمیان اصلاح ممکن ہو خواہ مال خرچ کرنے سے، تو پھر ان کے درمیان اصلاح کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۹-۴۶ ملخصاً مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

خلع کی تعریف اور حدیقہ کا معنی

الشیخ محمد علی الصابونی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خلع کی تعریف یہ ہے کہ بیوی شوہر کو مال دے کر اس سے اپنا نفس چھڑا لے تاکہ وہ اس کو طلاق دے دے اور اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ (البقرہ:۲۲۹) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدل خلع دیا ہے اس میں ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی جمیلہ نے حضرت ثابت بن قیس سے جو خلع لیا تھا یہ زمانہ اسلام میں سب سے پہلا خلع تھا۔ صحیح البخاری: ۵۲۷۳، میں حدیقہ کا لفظ ہے، آپ نے حضرت جمیلہ سے فرمایا: کیا تم ثابت بن قیس کا دیا ہوا حدیقہ واپس کروگی؟ حدیقہ اس باغ کو کہتے ہیں جس میں کھجوروں کے درخت ہوں اور دیگر پھلوں کے درخت ہوں۔

صحیح البخاری: ۵۲۷۳، کے فوائد

(۱) جب زوجین کے درمیان مخالفت ہو اور ان کے درمیان تفریق مستحکم ہو جائے تو پھر طلاق اور فراق جائز ہے تاکہ ایسی صورت حال پیدا نہ ہو جس کی سختی کی بیوی طاقت نہ رکھے۔

(۲) خلع مال کے عوض ہے یا خاوند کے دیئے ہوئے مہر کے عوض ہے، کیونکہ خلع کا مطالبہ بیوی کی طرف سے ہوتا ہے، سو اسلام نے جانبین کے حقوق کی رعایت کی ہے، پس اگر طلاق کا سبب شوہر ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ مکمل مسئولیت کو برداشت کرے اور بیوی کے تمام حقوق مالیہ اور اس کے اخراجات کو ادا کرے اور اگر طلاق کا سبب بیوی کی شوہر سے کراہیت اور بغض ہو تو پھر اس پر لازم

Marfat.com

ہے کہ وہ شوہر کا دیا ہوا مہر واپس کر دے۔
(۳) خلع سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور اس طلاق کے بعد وہ بغیر نکاح جدید کے عورت سے رجوع نہیں کر سکتا۔
(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۲۶-۱۲۷، المکتبۃ العصریہ، لبنان، ۱۴۳۲ھ)

خلع کے لغوی معنی کی شرعی معنی کے ساتھ مناسبت

مشہور غیر مقلد عالم شیخ صدیق حسن خان بھوپالی المتوفی ۱۳۰۷ھ صحیح البخاری: ۵۲۷۳، کی شرح میں لکھتے ہیں:
خلع کا لغوی معنی ہے: مال لے کر بیوی سے علیحدہ ہونا اور یہ لفظ خلع الثوب سے ماخوذ ہے، یعنی کپڑا اتارنا، کیونکہ بیوی خاوند کا لباس ہے اور جب خاوند نے بیوی سے خلع کر لیا تو گویا اپنا لباس اتار لیا اور بکر بن عبداللہ المزنی کے سوا تمام علماء کا خلع کے جواز پر اجماع ہے اور اسلام میں پہلا خلع وہ ہے جس کا اس باب کی حدیث میں مذکور ہے۔
(عون الباری لحل ادلۃ صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۵۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۹ھ)

خلع کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تحقیق

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:
فتح القدیر میں ہے اور پھر ردالمحتار میں کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ تو مجھے ان تمام حقوق سے بری کر دے جو بیوی کے لئے خاوند کے ذمہ ہوتے ہیں اور بیوی نے ایسا کر دیا تو اس کے ساتھ متصل فوراً خاوند نے کہہ دیا کہ میں نے تجھے طلاق دی، بیوی اگر مدخولہ ہو تو یہ طلاق بائنہ ہوگی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے اور ذخیرہ، خانیہ وغیرہما اور ردالمحتار میں بھی ان دونوں سے منقول ہے کہ یہ طلاق بائنہ ہوگی، کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے اور حقوق سے بری کرنا دلالۃً معاوضہ ہے۔
(ردالمحتار بحوالہ فتح القدیر ج ۵ ص ۷۳، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)
(فتاویٰ رضویہ ج ۱۳ ص ۲۶۴، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۱۴۱۸ھ)

نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:
خلع شرع میں اسے کہتے ہیں کہ شوہر بہ رضاء خود مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کر دے تنہا زوجہ کے کئے نہیں ہو سکتا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۳ ص ۲۶۴، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۱۴۱۸ھ)
نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:
اور یہ کہ طلاق بہ طریق خلع واقع ہوئی تھی، بائنہ تھی تو زید پر لازم ہے کہ عدت پوری ہونے تک اپنے ہی مکان میں جگہ دے، تا زوال نکاح اس سے پردہ کرے اور اگر زید ظلماً اپنے گھر میں نہ رہنے دے تو کوئی اور مکان بتائے جس میں وہ عدت پوری کرے اور اگر وہ مکان کرائے کا ہو تو اختتام عدت تک کرایہ زید کے ذمہ ہے اور جب زید اپنے مکان میں رہنے دے یا دوسرا مکان اس کے لئے بنائے تو ہندہ پر لازم ہے کہ وہ فوراً اس مکان میں چلی جائے اور ختم عدت تک ہرگز اس سے باہر نہ آئے۔
(فتاویٰ رضویہ ج ۱۳ ص ۳۱۱، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

خلع کے مسائل کے متعلق صدر الشریعہ مولانا امجد علی کی تحقیق

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ ۱: مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں، عورت کا قبول کرنا شرط ہے، بغیر اس کے قبول کیے خلع نہیں ہوسکتا اور اس کے الفاظ معین ہیں ان کے علاوہ اور لفظوں سے نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲: اگر زوج وزوجہ میں نااتفاقی رہتی ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ احکامِ شرعیہ کی پابندی نہ کرسکیں تو خلع میں مضائقہ نہیں اور جب خلع کرلیں تو طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور جو مال ٹھہرا ہے عورت پر اس کا دینا لازم ہے۔ (الہدایہ، کتاب الطلاق باب الخلع ج ۲ ص ۲۶۱)

مسئلہ ۳: اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے زیادتی ہو تو جتنا مہر میں دیا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ الفصل الاول ج ۱ ص ۴۸۸)

مسئلہ ۴: جو چیز مہر ہوسکتی ہے وہ بدلِ خلع بھی ہوسکتی ہے اور جو چیز مہر نہیں ہوسکتی وہ بھی بدلِ خلع ہوسکتی ہے مثلاً دس درہم سے کم کو بدلِ خلع کرسکتے ہیں مگر مہر نہیں کرسکتے۔ (الدر المختار کتاب الطلاق باب الخلع ج ۵ ص ۸۹)

مسئلہ ۵: خلع شوہر کے حق میں طلاق کو عورت کے قبول کرنے پر معلق کرنا ہے کہ عورت نے اگر مال دینا قبول کرلیا تو طلاقِ بائن ہوجائے گی، لہٰذا اگر شوہر نے خلع کے الفاظ کہے اور عورت نے ابھی قبول نہیں کیا تو شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں نہ شوہر کو شرط خیار حاصل اور نہ شوہر کی مجلس بدلنے سے خلع باطل۔ (الفتاوی الخانیہ، کتاب الطلاق باب الخلع ج ۱ ص ۲۵۶)

مسئلہ ۶: خلع عورت کی جانب میں اپنے نفس کو مال کے بدلے میں چھڑانا ہے تو اگر عورت کی جانب سے ابتداء ہوگی مگر ابھی شوہر نے قبول نہیں کیا تو عورت قبول کرسکتی ہے اور اپنے لیے اختیار بھی لے سکتی ہے اور یہاں تین دن سے زیادہ کا بھی اختیار لے سکتی ہے۔ (الفتاوی الخانیہ کتاب الطلاق باب الخلع ج ۱ ص ۲۵۶)

مسئلہ ۷: خلع چونکہ معاوضہ ہے، لہٰذا یہ شرط ہے کہ عورت کا قبول اس لفظ کا معنی سمجھ کر ہو بغیر معنی سمجھے محض لفظ بول دے گی تو خلع نہ ہوگا۔ (الدر المختار کتاب الطلاق باب الخلع ج ۵ ص ۹۱)

مسئلہ ۸: چونکہ شوہر کی جانب سے خلع طلاق ہے، لہٰذا شوہر کا عاقل، بالغ ہونا شرط ہے، نابالغ یا مجنون خلع نہیں کرسکتا کہ اہلِ طلاق نہیں اور یہ بھی شرط نہیں کہ عورت محلِ طلاق ہو، لہٰذا اگر عورت کو طلاقِ بائن دے دی تو اگرچہ عدت میں ہو اس سے خلع نہیں ہوسکتا، یوں ہی اگر نکاحِ فاسد ہوا ہے یا عورت مرتدہ ہوگئی جب بھی خلع نہیں ہوسکتا کہ نکاح ہی نہیں ہے خلع کس چیز کا ہوگا اور رجعی کی عدت میں ہے تو خلع ہوسکتا ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار کتاب الطلاق باب الخلع ج ۵ ص ۸۵-۸۹)

مسئلہ ۹: شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اور مال کا ذکر نہیں کیا تو یہ خلع نہیں بلکہ طلاق ہے اور عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں۔ (بدائع الصنائع کتاب الطلاق فصل رکن الخلع ج ۳ ص ۲۲۹)

مسئلہ ۱۰: شوہر نے کہا: میں نے تجھ سے اتنے پر خلع کیا، عورت نے جواب میں کہا: ہاں، تو اس سے کچھ نہیں ہوگا جب تک یہ نہ کہے کہ میں راضی ہوئی یا جائز کہا، یہ کہا تو صحیح ہوگا، یوں ہی اگر عورت نے کہا: مجھے ہزار روپیہ کے بدلے میں طلاق دے دے، شوہر نے

Marfat.com

کہا: ہاں! تو یہ بھی کچھ نہیں اور اگر عورت نے کہا کہ مجھ کو ہزار روپیہ کے بدلے میں طلاق ہے شوہر نے کہا: ہاں تو طلاق ہو گی۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ، الفصل الاول ج ۱ ص ۴۸۸)

مسئلہ ۱۲: خلع کسی مقدار معین پر ہوا اور عورت مدخولہ ہے اور مہر پر عورت نے قبضہ کر لیا ہے جو ٹھہرا ہے شوہر کو دے اور اس کے علاوہ شوہر کچھ نہیں لے سکتا، اور مہر عورت کو نہیں ملا ہے تو اب عورت مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی اور جو ٹھہرا ہے شوہر کو دے۔

(الفتاوی الہندیہ کتاب الطلاق الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ، الفصل الاول ج ۱ ص ۴۸۸-۴۹۰)

مسئلہ ۱۴: جو مہر عورت کا شوہر پر ہے اس کے بدلے میں خلع ہوا یا طلاق اور شوہر کو معلوم ہے کہ اس کا مجھ پر کچھ نہیں تو اس سے کچھ نہیں لے سکتا، خلع کی صورت میں طلاق بائن ہو گی اور طلاق کی صورت میں رجعی۔

(الفتاوی الخانیہ کتاب الطلاق، باب الخلع ج ۱ ص ۲۵۷)

مسئلہ ۱۵: یوں خلع ہوا کہ جو کچھ شوہر سے لیا ہے واپس کرے اور عورت نے جو کچھ لیا تھا فروخت کر ڈالا یا ہبہ کر کے قبضہ دلا دیا کہ وہ چیز شوہر کو واپس نہیں کر سکتی تو وہ چیز اگر قیمتی ہے تو وہ چیز دے گی اور اگر مثلی ہے تو اس کی مثل۔

(الفتاوی الخانیہ کتاب الطلاق، باب الخلع ج ۱ ص ۲۵۸)

مسئلہ ۱۹: شراب و خنزیر و مردار وغیرہ ایسی چیز پر خلع ہوا جو مال نہیں تو طلاق بائن پڑ گئی اور عورت پر کچھ واجب نہیں اور اگر ان چیزوں کے بدلے میں طلاق دی تو رجعی واقع ہو گی۔ (الدر المختار کتاب الطلاق باب الخلع ج ۵ ص ۹۶)

مسئلہ ۲۲: کوئی جانور، گھوڑا، خچر، بیل وغیرہ بدل خلع قرار دیا اور اس کی صفت بھی بیان کر دی تو اوسط درجہ کا دینا واجب آئے گا اور عورت کو بھی یہ اختیار ہے کہ اس کی قیمت دے دے اور جانور کی صفت بیان نہ کی ہو تو جو کچھ مہر میں لے چکی ہے وہ واپس کرے۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ الفصل الثانی ج ۱ ص ۴۹۵)

مسئلہ ۲۳: عورت سے کہا: میں نے تجھ سے خلع کیا، عورت نے کہا: میں نے قبول کیا تو اگر وہ لفظ شوہر نے بہ نیت طلاق کہا تھا طلاقِ بائن واقع ہو گئی اور مہر ساقط نہ ہوگا، بلکہ اگر عورت نے قبول نہ کیا ہو جب بھی یہی حکم ہے اور اگر شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق کی نیت سے نہ کیا تھا تو طلاق واقع نہ ہو گی جب تک عورت قبول نہ کرے اور اگر یہ کہا تھا کہ فلاں چیز کے بدلے میں نے، تجھ سے خلع کیا تو جب تک عورت قبول نہ کرے گی طلاق واقع نہ ہو گی اور عورت کے قبول کرنے کے بعد اگر شوہر کہے: میری مراد طلاق نہ تھی تو اس کی بات نہ مانی جائے گی۔ (الفتاوی الخانیہ، کتاب الطلاق باب الخلع ج ۱ ص ۲۵۷)

مسئلہ ۲۶: عورت کہتی ہے: میں نے سو روپے میں طلاق دینے کو کہا تھا، شوہر کہتا ہے: نہیں، بلکہ ہزار کے بدلے تو عورت کا قول معتبر ہے اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو شوہر کے گواہ قبول کیے جائیں، یوں ہی اگر عورت کہتی ہے: بغیر کسی بدلے کے خلع ہوا اور شوہر کہتا ہے: نہیں، بلکہ ہزار روپے کے بدلہ میں تو عورت کا قول معتبر ہے اور گواہ شوہر کے مقبول۔

(الفتاوی الہندیہ کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ، الفصل الثالث ج ۱ ص ۴۴۹)

مسئلہ ۵۷: نابالغہ نے اپنا خلع خود کرایا اور سمجھ والی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی مگر مال واجب نہ ہوگا اور اگر مال کے بدلے طلاق دلوائی تو طلاق رجعی ہو گی۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ ج ۱ ص ۵۰۴)

Marfat.com

مسئلہ ۵۸: نابالغ لڑکا نہ خود خلع کر سکتا ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کا باپ۔

(ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع مطلب فی خلع الصغیرة، ج ۵ ص ۱۱۳)

(بہارِ شریعت حصہ ۸ ص ۱۹۴-۲۰۵، مکتبۃ المدینہ، ۱۴۳۰ھ)

۱۴۔ بَابُ: الشِّقَاقِ وَهَلْ يُشِيرُ بِالْخُلْعِ عِنْدَ الضَّرُورَةِ

شوہر اور بیوی کے درمیان نا اتفاقی کا بیان، اور کیا ضرورت کے وقت خلع کی طرف اشارہ کرے؟

باب کے عنوان کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جب شوہر اور بیوی کے درمیان نا اتفاقی ہو اور اختلاف ہو یا جھگڑا ہو اور کوئی قرینۂ حالیہ یا مقالیہ اس نزاع پر دلالت کرتا ہو تو اس وقت شوہر اور بیوی میں سے کوئی ایک یا ان کا ولی حاکم کے سامنے ان کا مقدمہ پیش کرے، پھر اگر ضرورت ہو یا بیوی کو شوہر سے ضرر پہنچنے کا خطرہ ہو تو کیا بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ شوہر سے خلع حاصل کرے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ○ (النساء: ۳۵)

اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف عورت کی طرف سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں منصف صلح کرانے کا ارادہ کریں تو اللہ ان دونوں زن و شوہر کے درمیان اتفاق پیدا کر دے گا، بے شک اللہ بے حد جاننے والا بہت خبر رکھنے والا ہے ○

آیتِ مذکورہ کی تفصیل

اس آیت میں حکام سے خطاب ہے اور دو منصفوں میں سے ایک منصف مرد کی طرف سے ہوگا یعنی شوہر کی طرف سے اور دوسرا منصف بیوی کی طرف سے ہوگا اور اگر ان دونوں منصفوں کا کسی فیصلہ پر اتفاق ہو تو ان کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا اور اگر ان کا فیصلہ میں اختلاف ہو تو پھر ان کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

منصفوں کے فیصلہ کے نفاذ کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عینی فرماتے ہیں:

جب دونوں منصف اس پر اتفاق کرلیں کہ شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق کر دی جائے تو اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور الاوزاعی اور اسحاق نے کہا ہے کہ کسی وکیل کے اور زوجین کی اجازت کے بغیر ان کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا، اور فقہاءِ احناف اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا ہے کہ اس فیصلہ کے نفاذ میں اجازت کی ضرورت ہے کیونکہ نکاح کی گرہ خاوند کے ہاتھ میں ہے، پس اگر خاوند نے طلاق کی اجازت دے دی تو فبہا ورنہ حاکم طلاق نافذ کر دے گا۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: دو منصفوں کے

Marfat.com

سبب سے اللہ تعالیٰ شوہر اور بیوی کو جمع کرتا ہے اور ان ہی کے سبب سے ان کے درمیان تفریق کرتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۸۹۹۹)

اور الشعبی نے کہا: دو منصف جو فیصلہ کریں وہ جائز ہے، اور ابو سلمہ نے کہا: دو منصف اگر چاہیں تو شوہر اور بیوی کو جمع کر دیں اور اگر وہ چاہیں تو ان کے درمیان تفریق کر دیں، اور مجاہد نے بھی اس کی مثل کہا ہے اور حسن بصری سے روایت ہے کہ جب دو منصفوں کا باہم اختلاف ہو تو وہ اس کا فیصلہ کسی اور کے حوالہ کر دیں اور اگر ان کے درمیان اتفاق ہو تو ان کا فیصلہ جائز ہے۔

عامر سے سوال کیا گیا کہ ایک شوہر اور اس کی بیوی نے کسی مرد کو منصف بنایا، پھر ان کی رائے یہ ہوئی کہ وہ اس سے رجوع کر لیں تو عامر نے کہا: یہ ان کے اختیار میں ہے جب تک کہ وہ منصف کلام نہ کریں اور جب انہوں نے کلام کر لیا تو ان کے لئے اس منصف سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے کہا کہ جب دو منصف شوہر اور بیوی کے درمیان تین طلاقیں واقع کر دیں تو انہوں نے کہا: یہ تین طلاقیں نافذ نہیں ہوں گی اور منصفوں کو ایک طلاقِ بائن سے زیادہ طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے۔

اور ابن القاسم مالکی نے کہا کہ اگر دونوں منصف تین طلاق پر متفق ہو جائیں تو تین طلاقیں واقع ہوں گی اور المغیرہ، اشعب، ابن الماجشون اور اصبغ نے بیان کیا کہ ابن المواز نے کہا ہے کہ اگر ایک منصف ایک طلاق کا فیصلہ کرے اور دوسرا منصف تین طلاقوں کا فیصلہ کرے تو یہ ایک طلاق ہو گی اور ابن حبیب نے اصبغ سے روایت کی ہے کہ یہ فیصلہ کچھ بھی نہیں ہے۔

(میں کہتا ہوں: یہ سب مالکی فقہاء ہیں۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

دو منصف مقرر کرنے کے ثبوت میں احادیث، آثار اور اقوالِ فقہاء

علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم المنذر الشافعی النیشاپوری متوفی ۳۱۸ھ دو منصفوں کے متعلق لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام یا سربراہِ ملک زوجین کے درمیان اختلاف کی صورت میں ایک منصف بیوی کی طرف سے مقرر کرے اور ایک منصف شوہر کی طرف سے مقرر کرے، پھر فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا کہ اس کا فیصلہ دو منصفوں کی طرف مفوض ہے، اگر ان دونوں کی رائے یہ ہو کہ ان کو اکٹھا کر دیا جائے تو زوجین کو اکٹھا کر دیا جائے گا اور اگر ان کی رائے یہ ہو کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ ان کے پاس ایک مرد اور اس کی بیوی آئی اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ لوگوں کی جماعت تھی تو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک منصف شوہر کی طرف سے مقرر کریں اور ایک منصف بیوی کی طرف سے مقرر کریں، سو انہوں نے ایسا کر لیا، پھر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں منصفوں کو بلا کر فرمایا: کیا تم کو معلوم ہے کہ تم پر کیا ذمہ داری ہے؟ اگر تمہاری رائے یہ ہو کہ ان کے درمیان صلح کرانے کے بعد ان کو اکٹھا کر دیا جائے تو ان کو اکٹھا کر دو، اور اگر تمہاری رائے یہ ہو کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے تو تم ان کے درمیان تفریق کر دو، بیوی نے کہا: میں اللہ عزوجل کی کتاب کے فیصلہ پر راضی ہوں خواہ وہ فیصلہ میرے حق میں ہو یا میرے خلاف ہو، پس شوہر نے کہا: رہی تفریق تو میں اس پر راضی نہیں، تب حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا حتیٰ کہ تم اس پر راضی ہو جاؤ جس پر تمہاری بیوی راضی ہوئی ہے۔

Marfat.com

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۸۸۳، مسند الشافعی ج ۲ ص ۴۰۰، تفسیر طبری ج ۴ ص ۴۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۰۵، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۰۵)

امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے فرمایا: مجھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم متوفی ۶۰ھ کو منصف مقرر کیا گیا، پس ہم سے یہ کہا گیا کہ اگر تمہاری رائے یہ ہو کہ شوہر اور بیوی کو صلح کرانے کے بعد اکٹھا کر دیا جائے تو ان کو اکٹھا کر دو اور اگر تمہاری رائے یہ ہو کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے تو تم ان کے درمیان تفریق کر دو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۸۸۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دو منصف جو بھی فیصلہ کریں وہ جائز ہے۔

اور اسی طرح الشعبی نے کہا اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، اور سعید بن جبیر نے بیان کیا ابراہیم النخعی نے کہا کہ دو منصف خواہ ایک طلاق واقع کریں یا دو طلاق واقع کریں یا تین طلاق واقع کریں تو یہ جائز ہے۔

اور امام مالک نے کہا: بہترین بات وہ ہے جو میں نے اہل علم سے سنی کہ دو منصف خواہ شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق کا فیصلہ کریں یا اجتماع کا فیصلہ کریں تو ان کا فیصلہ جائز ہے اور انہوں نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا ہے۔
(شرح الزرقانی علی موطا امام مالک، للامام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المالکی المصری المتوفی ۱۱۲۲ھ ج ۳ ص ۲۷۵، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ)

امام الاوزاعی نے کہا کہ شوہر اور بیوی پر ان کے اختلاف کی صورت میں منصفوں کا فیصلہ جائز ہے، اس فیصلہ کو حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جائز قرار دیا ہے اور یہی اسحاق بن راہویہ کا قول ہے۔ (مسائل احمد واسحاق: ۱۰۱۳)

علامہ ابن المنذر الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ فرماتے ہیں: ہم بھی یہی کہتے ہیں، کیونکہ یہ قول قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کے موافق ہے:

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا‌ ۚ اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّـقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا خَبِيۡرًا ۞ (النساء: ۳۵)

اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف عورت کی طرف سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں منصف صلح کرانے کا ارادہ کریں تو اللہ ان دونوں (زن وشوہر) کے درمیان اتفاق پیدا کر دے گا، بیشک اللہ بے حد جاننے والا بہت خبر رکھنے والا ہے O

سو اس آیت میں حکام سے خطاب فرمایا ہے اور جب یہ مقدمہ حکام کی طرف مفوض ہے تو اس میں یہ دلیل کہ زن وشوہر کے درمیان تفریق کرنا بھی ان کی رائے کی طرف مفوض ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان منصفوں کے تقرر کا کوئی فائدہ نہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کی حدیث اس قول کی صحت پر دلیل ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ علم قرآن کے بہت بڑے عالم ہیں اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے۔

اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ دو منصف شوہر اور بیوی کے درمیان اس وقت تک تفریق نہ کریں جب تک کہ ان کو تفریق کا اختیار نہ دیا جائے، عطاء نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

اور الحسن البصری نے کہا ہے کہ دو منصفوں کو اس لیے مقرر کیا گیا ہے تا کہ وہ ظالم کے ظلم کی شہادت دیں، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ خاوند کی اجازت کے بغیر دو منصف ان کے درمیان تفریق نہ کریں۔

(کتاب الام ج ۵ ص ۲۷۶، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ)

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۳۴۱-۳۴۳، دار الفلاح ریاض، ۱۴۳۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس عنوان کی شرح میں وہی کچھ لکھا ہے جو ہم اس سے پہلے علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ ابن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔

۵۲۷۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِنَّ بَنِي الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُوا فِي أَنْ يَنْكِحَ عَلِيٌّ ابْنَتَهُمْ فَلَا آذَنُ۔

(صحیح البخاری: ۵۲۳۰، صحیح مسلم: ۲۴۴۹، سنن ابوداؤد: ۲۰۷۱، سنن ابن ماجہ ۱۹۹۸، مسند احمد: ۱۸۴۴۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت المسور بن مخرمہ الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک بنی المغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ علی ان کی بیٹی سے نکاح کرلیں، پس میں اجازت نہیں دیتا۔

یہ حدیث زیادہ تفصیل کے ساتھ درج ذیل ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ متوفی ۶۴ھ بیان کرتے ہیں: میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر فرمارہے تھے کہ بنی ہشام بن المغیرہ نے اس بات کی اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں، میں اجازت نہیں دیتا، پھر میں اجازت نہیں دیتا، پھر میں اجازت نہیں دیتا سوا اس کے کہ ابوطالب کا بیٹا میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے، کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا حصہ ہے، جو چیز اس کو رنج پہنچاتی ہے وہ مجھے رنج پہنچاتی ہے اور مجھے وہ چیز ایذاء پہنچاتی ہے جو اس کو ایذاء پہنچاتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۰)

علامہ ابن بطال مالکی کا امام بخاری پر اعتراض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ امام بخاری نے حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ متوفی ۶۴ھ کی حدیث کو اس باب میں داخل کرنے سے یہ ارادہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "میں علی کو ان کی بیٹی سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں دیتا"، اس ارشاد کو خلع قرار دیا گیا ہے اور امام بخاری کا یہ استدلال قوی نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث میں ارشاد ہے کہ میں اس صورت میں اجازت دوں گا جب ابوطالب کا بیٹا میری بیٹی کو طلاق دے دے۔ پس یہ حدیث طلاق پر دلیل ہے نہ کہ خلع پر اور اگر امام بخاری کا یہ ارادہ ہو کہ وہ طلاق کی دلیل سے خلع پر استدلال کریں تو یہ ایک دلیل سے دوسری دلیل پر استدلال ہے اور یہ استدلال ضعیف ہے۔ اس حدیث سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب شوہر اور بیوی کے درمیان نزاع ہو اور اس نزاع کے خوف

Marfat.com

کی وجہ سے طلاق کی طرف اشارہ ہے اور اس حدیث میں قطع ذرائع سے حکم لگانا ہے کیونکہ جب شوہر اور بیوی کے درمیان اختلاف زیادہ ہو جائے تو اس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے طلاق دینا ناگزیر ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے درمیان اختلاف کی صورت میں دو منصفوں کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۞ (النساء:۳۵)

اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف عورت کی طرف سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں منصف صلح کرانے کا ارادہ کریں تو اللہ ان دونوں زن و شوہر کے درمیان اتفاق پیدا کر دے گا، بیشک اللہ بے حد جاننے والا بہت خبر رکھنے والا ہے O

اور ان دو منصفوں میں سے ایک منصف مرد کے اہل کی طرف سے ہوگا اور دوسرا منصف عورت کے اہل کی طرف سے ہوگا اور جب ان کا فیصلہ میں اختلاف ہو تو ان کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا اور ان کا فیصلہ اسی وقت نافذ ہوگا جب ان کا فیصلہ میں اتفاق ہو۔

منصفوں کے دائرہ اختیار کے متعلق مذاہب فقہاء

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب منصف تفریق کا فیصلہ کریں تو آیا زوجین کی طرف سے کسی کو وکیل بنا کر بھیجنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ سو امام مالک، الاوزاعی اور اسحاق نے کہا کہ خواہ منصف تفریق کا فیصلہ کریں یا اجتماع کا فیصلہ کریں تو اس میں زوجین کی طرف سے کسی کو وکیل بنانے کی ضرورت نہیں ہے نہ ان کی اجازت کی ضرورت ہے۔ حضرت عثمان متوفی ۳۵ھ حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم متوفی ۶۸ھ سے اسی طرح روایت ہے، اور الشعبی اور النخعی سے بھی اسی طرح روایت ہے اور فقہاء احناف اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ منصفوں کے لئے تفریق کا فیصلہ کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ خاوند منصفوں کو تفریق کا اختیار نہ دے دے اور عطاء، الحسن البصری اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے قول سے شوہر کے لئے استدلال کیا ہے کہ زوجین کے درمیان زوج کی مرضی کے بغیر تفریق نہ کی جائے، انہوں نے کہا کہ متفقہ قاعدہ یہ ہے کہ طلاق دینا شوہر کے اختیار میں ہے۔ اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ دو منصف تین طلاقیں دیں تو ایک طلاق واقع ہوگی اور ان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ایک طلاق بائن سے زیادہ طلاقیں دیں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۸-۳۴۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال مالکی کے اعتراض کا علامہ ابن المنیر کی طرف سے جواب

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ صحیح البخاری: ۵۲۷۸ کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کو وارد کر کے اس پر استدلال کیا ہے کہ یہ حدیث بھی خلع کے باب سے ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح البخاری:

Marfat.com

۵۲۳۰، میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں علی بن ابی طالب کو بنی مغیرہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں دیتا، الا یہ کہ وہ میری بیٹی کو طلاق دے دیں'' اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں طلاق پر دلالت ہے نہ کہ خلع پر۔

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا: میں بنو مغیرہ کو اجازت نہیں دیتا'' اس سے آپ نے یہ اشارہ فرمایا کہ حضرت مولیٰ علی بنو مغیرہ کی بیٹی سے نکاح نہیں کر سکتے اور آپ نے مولا علی رضی اللہ عنہ کو یہ اجازت اس لئے نہیں دی تا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل میں جو طبعی غیرت ہے اس کی حفاظت کی جائے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو معلوم ہوا کہ مصلحت کی وجہ سے نکاح کو منقطع کیا جا سکتا ہے اور یہی خلع کا معنی ہے۔ (المتواری ص ۲۹۳-۲۹۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۲۷، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن بطال مالکی کے اعتراض کا علامہ کرمانی کی طرف سے جواب اور حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری: ۵۲۷۸ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں منصفوں کے دائرہ اختیار کے بارے میں لکھا ہے جس کو ہم مختلف حوالوں سے بیان کر چکے ہیں، پھر علامہ ابن بطال کے امام بخاری پر اعتراض اور علامہ ابن المنیر کے جواب کو لکھا ہے، پھر اس کے بعد لکھا ہے:

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ علامہ ابن بطال مالکی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنو مغیرہ کی بیٹی سے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے نکاح پر راضی نہیں تھیں، اس وجہ سے حضرت مولیٰ علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان نزاع اور شقاق کا خطرہ تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نزاع اور شقاق کو دور کرنے کا ارادہ کیا بایں طور کہ حضرت مولیٰ علی کو بنو مغیرہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرما دیا اور یہ مناسبت جیدہ ہے۔ (الکواکب الدراری ج ۱۹ ص ۲۰۰، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

اور النساء: ۳۵ اور صحیح البخاری ۵۲۷۸ سے یہ معلوم ہوا کہ سدِ ذرائع پر عمل کرنا چاہیے یعنی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا بنو مغیرہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا ان کے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان نزاع اور شقاق کا سبب تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نزاع اور شقاق کو روکنے کے لیے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو بنو مغیرہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرما دیا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو منصفوں کو مقرر کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑے سے پہلے اس کا سدِ باب ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے: اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان جھگڑے کا خطرہ ہو۔ (النساء: ۳۵) اس خوف اور خطرہ سے مراد نزاع اور شقاق کی علامات ہیں جن کی وجہ شوہر اور بیوی کے درمیان بدمزگی ہو اور وہ ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کریں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۷۳، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۲۷۸، حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس لیے ہم ان کا تعارف اور تذکرہ پیش کر رہے ہیں:

حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا تعارف اور تذکرہ

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر القرطبی المالکی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت المسور بن مخرمہ بن نوفل القرشی ابو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہما، ہجرت کے دو سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے اور ان کے والدان کو

Marfat.com

ذی الحجہ ۸ھ میں مدینہ منورہ لے کر آئے ، یہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے چار ماہ چھوٹے تھے اور جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت حضرت مسور کی عمر آٹھ (۸) سال تھی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کو سنا اور ان کو یاد رکھا اور انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں ۔ یہ فقیہ تھے، صاحب فضیلت تھے اور متقی اور پرہیز گار تھے اور یہ ہمیشہ اپنے ماموں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشورہ میں شریک رہتے تھے اور یہ مدینہ میں ہی رہے حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا، پھر یہ مکہ مکرمہ واپس چلے گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک مکہ میں رہے حتیٰ کہ جب یزید نے الحصین بن نمیر کو مکہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کے خلاف قتال کے لیے روانہ کیا اور یہ واقعہ محرم کے آخر یا صفر کے شروع کا ہے، اس نے مکہ کا محاصرہ کر لیا، اس محاصرے اور جنگ کے درمیان حضرت المسور بن مخرمہ کو المنجنیق سے مارے ہوئے پتھر آ کر لگے، اس وقت حضرت المسور حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے اور ان پتھروں نے ان کو شہید کر دیا، یہ یکم ربیع الاول چونسٹھ (۶۴) ھ کا واقعہ ہے، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مقام الحجون میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی، جس وقت ان کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر بہتر (۷۲) سال تھی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۳ ص ۴۵۵-۴۵۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کی والدہ کا نام الشفاء ہے جو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، ان سے بائیس (۲۲) احادیث کی روایت کی گئی جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم دونوں متفق ہیں اور چار (۴) حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں، حضرت المسور بن مخرمہ سے حضرت علی بن حسین اور عروہ اور ایک جماعت نے احادیث کی روایت کی ہے، جس وقت حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا محاصرہ کیا گیا تھا تو اس وقت یہ حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے تو منجنیق سے پھینکے گئے پتھر آ کر ان پر لگے اور یہ پانچ دن کے بعد چونسٹھ (۶۴) ہجری میں وفات پا گئے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۳ ص ۹۸-۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ، تہذیب الکمال ج ۲۷ ص ۸۵، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۵۱)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے لکھا ہے کہ حضرت المسور اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۶۶۹۴)

۱۴۔ بَابٌ: لَا يَكُونُ بَيْعُ الْأَمَةِ طَلَاقًا

اس کا بیان کہ باندی کو فروخت کرنا اس کی طلاق نہیں ہے

۵۲۷۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ إِحْدَى السُّنَنِ أَنَّهَا أُعْتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِي زَوْجِهَا وَقَالَ رَسُولُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابو عبد الرحمٰن از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا میں تین خصلتیں تھیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب ان کو آزاد

اللهِ ﷺ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْبُرْمَةُ تَفُورُ بِلَحْمٍ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأُدْمٌ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ أَلَمْ أَرَ الْبُرْمَةَ فِيهَا لَحْمٌ قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ ذَلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ.

(صحیح البخاری: ۵۰۹۷، صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ترمذی: ۲۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۹۲۹، موطا امام مالک: ۱۵۱۹، مسند احمد: ۲۴۵۲۲)

کیا گیا تو انہیں ان کے خاوند کے متعلق اختیار دیا گیا (کہ وہ ان کے نکاح میں برقرار رہیں یا نہ رہیں) دوسری خصلت یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے اور تیسری خصلت یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے، اس وقت دیگچی میں گوشت ابل رہا تھا، پس آپ کے پاس روٹی اور گھر کے سالنوں میں سے کوئی سالن پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کیا میں نہیں دیکھ رہا کہ دیگچی میں گوشت پک رہا ہے، گھر والوں نے کہا: کیوں نہیں لیکن اس گوشت کو بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے اور آپ صدقہ نہیں کھاتے، آپ نے فرمایا: یہ اس پر صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

حدیث مذکور کے باب کے عنوان کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ شادی شدہ باندی کو فروخت کرنا اس کی طلاق نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ متوفی ۳۱ھ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ متوفی ۵۴ھ اور تمام فقہاء کا یہی مذہب ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ باندی کو فروخت کرنا اس کی طلاق ہے اور یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۲ھ یا ۳۰ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور ابن المسیب، حسن بصری اور مجاہد کا مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ کا مختار یہ ہے کہ اس شادی شدہ باندی کو خیار عتق دیا جاتا ہے جس کا خاوند غلام ہو۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان میں ان فقہاء کے قول کو ترجیح دی ہے جنہوں نے کہا ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند غلام تھے اور امام بخاری نے اوائل نکاح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ کی روایت سے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا قصہ اس عنوان سے بیان کیا ہے "باب الحرۃ تحت العبد" یعنی جو آزاد عورت غلام کے نکاح میں ہو، اور اس عنوان میں بھی امام بخاری نے اس پر وثوق کیا ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے اور اس کی تفصیل اس باب میں آئے گی جو اس کے بعد آرہا ہے۔

علامہ ابن المنیر نے یہاں پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس باب کی حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند غلام تھے اور حضرت بریرہ کو خیار عتق دینا اس پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ مخالف کا یہ دعویٰ ہے کہ باندی کو خیار عتق دینے میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام ہو اور اس کا یہ جواب کہ امام بخاری کا یہ عنوان ان کی عادت کے مطابق جاری ہے

Marfat.com

کہ وہ اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ان کی وارد کی ہوئی بعض احادیث میں مذکور ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا قصہ متعدد نہیں ہے اور امام بخاری کے نزدیک راجح یہ ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے اسی لیے انہوں نے اس عنوان میں لکھا "اس باندی کو اختیار دینا جو غلام کے نکاح میں ہو" اور اس باب کے عنوان کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جب باندی آزاد مرد کے نکاح میں ہو پھر اس کو آزاد کر دیا جائے تو اس کے لئے خیار عتق نہیں ہوگا اور فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کے متعلق محدثین کا اختلاف کہ آیا وہ آزاد مرد تھے یا غلام تھے؟

جمہور محدثین کا یہی موقف ہے کہ باندی کو خیار عتق دیا جاتا ہے (یعنی آزاد ہونے کے بعد باندی کو اختیار ہے کہ وہ سابق شوہر کے نکاح کو برقرار رکھے یا اس کو مسترد کر دے) اور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جس باندی کو آزاد کر دیا جائے اس کو خیارِ عتق دیا جاتا ہے خواہ وہ اس سے پہلے کسی آزاد مرد کے نکاح میں ہو یا کسی غلام کے نکاح میں ہو، ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت الاسود بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ نے بتایا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آزاد تھے (اس حدیث کے راوی میں اختلاف ہے آیا یہ حضرت اسود کا قول ہے یا حضرت عائشہ کا قول ہے یا کسی اور کا قول ہے جیسا کہ عنقریب میں بیان کروں گا) ابراہیم بن ابی طالب نے کہا جو حفاظ حدیث میں سے ایک ہیں اور وہ امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ کے معاصر ہیں جیسا کہ امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے ان سے روایت کی ہے کہ حضرت اسود نے حضرت بریرہ کے خاوند کے متعلق لوگوں کی مخالفت کی ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند آزاد مرد تھے جیسا کہ فقط اسود سے روایت ہے اور ان کے علاوہ دوسروں کی جو روایت ہے وہ اس درجہ کی نہیں ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے اور دوسروں سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے اور اس کی علماء مدینہ نے روایت کی ہے اور جب علماء مدینہ کسی حدیث کی روایت کریں اور اس کے موافق عمل کریں تو وہ صحیح ترین حدیث ہوتی ہے۔

اور جب اس باندی کو آزاد کیا جائے جو کسی غلام کے نکاح میں ہو تو اس کا وہ عقد جس کی صحت پر اتفاق ہو کسی ایسے امر سے فسخ نہیں کیا جائے گا جس میں اختلاف ہو اور دو ابواب کے بعد اس کی مزید تفصیل آئے گی۔

دو مختلف روایتوں میں تطبیق دینے کا ضابطہ

بعض فقہاء احناف نے ان کی روایت کو ترجیح دینے کا ارادہ کیا جس میں مذکور ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند آزاد مرد تھے، انہوں نے اس روایت کو ان کی روایت پر ترجیح دی ہے کہ جس میں مذکور ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام مرد تھے، پس انہوں نے کہا کہ غلام کو آزاد کیا جاتا ہے نہ کہ آزاد کو غلام بنایا جاتا ہے اور ان کا قول درست ہے لیکن احادیث میں اس وقت تطبیق دی جاتی ہے جب وہ احادیث قوت میں مساوی درجہ کی ہوں لیکن جب ایک حدیث قوی ہو اور دوسری حدیث منفرد اور شاذ ہو تو شاذ روایت مردود ہوتی ہے، اسی وجہ سے حضرت بریرہ کے خاوند کے آزاد اور غلام ہونے کی دو مختلف روایتوں کے درمیان جمہور نے تطبیق نہیں دی حالانکہ وہ کہتے ہیں: جب دو مختلف روایتوں میں تطبیق ممکن ہو تو ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح نہیں دی جاتی۔

Marfat.com

اور محققین کے کلام کا خلاصہ یہ ہے جس کو امام شافعی اور ان کے متبعین نے بھی اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ دو مختلف روایتوں کو اس وقت جمع کیا جاتا ہے جب ان میں سے کوئی ایک روایت غلط نہ ہو اور بعض نے یہ کہا ہے کہ جب دو مختلف روایتیں قوت میں مساوی ہوں تو ان میں تطبیق دی جاتی ہے۔

اس روایت کو ترجیح جس میں مذکور ہے کہ شادی شدہ باندی جب غلام کے نکاح میں ہو تو آزاد ہونے کے بعد اس کو خیار عتق حاصل ہوگا اور اس کا نکاح سابق کو مسترد کرنا آیا طلاق ہے یا فسخِ نکاح؟

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب شادی شدہ باندی جو کسی غلام کے نکاح میں ہو پھر اس کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو خیار عتق دیا جاتا ہے تو وہ چاہے تو اپنے سابق شوہر کے نکاح میں رہے اور چاہے تو نہ رہے اور اس کا معنی ظاہر ہے کیونکہ غلام اکثر احکام میں آزاد عورت کا کفو نہیں ہے، پس جب شادی شدہ باندی آزاد کی جائے گی تو اس کے لیے خیارِ عتق ثابت ہوگا، پس وہ چاہے تو اس غلام کے ساتھ نکاح کو برقرار رکھے اور اگر چاہے تو اس نکاح کو مسترد کر دے کیونکہ وہ باندی عقدِ نکاح کے وقت اھلِ اختیار میں سے نہیں تھی، اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ باندی کے لئے خیار عتق ہوتا ہے خواہ وہ آزاد مرد کے نکاح میں ہو کیونکہ عقدِ تزویج کے وقت اس باندی کی رائے کا اعتبار نہیں تھا اس لئے کہ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ باندی کے مالک کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کر دے، پس جب اس باندی کو آزاد کر دیا گیا تو اب اس کو وہ صفت حاصل ہو گئی جو اس سے پہلے حاصل نہیں تھی اور دوسرے فقہاء نے اس پر معارضہ کیا ہے کہ اگر یہ چیز موثر ہو تو آزاد نابالغہ کنواری لڑکی کے لئے بھی موثر ہو گی کیونکہ جب کنواری نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے والد نے کر دیا پھر وہ بالغہ ہو گئی تو پھر اس کو بھی خیار بلوغ ملنا چاہیے کہ اگر وہ چاہے تو بالغہ ہونے کے بعد اپنے باپ کے کئے ہوئے نکاح کو مسترد کر دے، پس اسی طرح وہ باندی جو کسی آزاد مرد کے نکاح میں ہے تو اس کو آزاد کر دینے سے ایسی صفت حاصل نہیں ہو گی کہ وہ آزاد مرد سے کئے ہوئے نکاح کو مسترد کر دے، سو وہ باندی اس کتابیہ عورت کی طرح ہو گی جو مسلمان ہو جائے اور کسی مسلمان کے نکاح میں ہو اور اس میں اختلاف ہے کہ جب شادی شدہ باندی اپنے شوہر سے علیحدگی کو اختیار کر لے تو آیا اس علیحدگی کو طلاق قرار دیا جائے گا یا فسخِ نکاح قرار دیا جائے گا، سو امام مالک، الاوزاعی اور اللیث نے کہا ہے کہ یہ علیحدگی طلاقِ بائنہ ہے اور الحسن البصری اور محمد بن سیرین کا قول بھی اس کی مثل ہے، امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اس کے موافق حدیث ذکر کی ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ یہ علیحدگی فسخِ نکاح ہے طلاق نہیں ہے۔

شادی شدہ باندی کو فروخت کرنا یا اس کو آزاد کرنا آیا اس کو طلاق ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ صحیح البخاری: ۵۲۷۹، کی شرح میں لکھتے ہیں:

سلف صالحین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا باندی کو فروخت کرنا اور اس کو آزاد کرنا اس کو طلاق دینا ہے یا نہیں؟

سو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ متوفی ۳۱ھ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ متوفی ۵۴ھ سے روایت ہے کہ یہ اس کو طلاق نہیں ہے اور یہی تمام فقہاء کا مذہب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۰۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۲ھ اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب، الحسن البصری اور مجاہد کا قول یہ ہے کہ شادی شدہ باندی کو فروخت کرنا اور اس کو آزاد کرنا اس کو

Marfat.com

طلاق ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۰۵-۱۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ) اور ان کا استدلال قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے ہے:

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ (النساء: ۲۴) اور تم پر وہ عورتیں حرام کی گئی ہیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں سوا کافروں کی ان عورتوں کے جن کے تم مالک بن جاؤ، یعنی جو تمہاری باندیاں ہوں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر شادی شدہ عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام کر دیا ہے، مگر جو عورتیں ہماری باندیاں ہوں، وہ ہمارے لئے حلال ہیں، کیونکہ ان کو فروخت کرنا ان میں ایک نئی ملکیت کو ایجاد کرنا ہے، سو واجب ہے کہ ان سے نکاح کی حرمت کا حکم مرتفع ہو جائے اور ان کی یہ دلیل اس قیدی باندی سے باطل ہو جاتی ہے جو خاوند والی ہو۔

اور جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ شادی شدہ باندی کو فروخت کرنا اس کو طلاق نہیں ہے کیونکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا، پھر ان کو ان کے شوہر کے متعلق اختیار دیا گیا، پس اگر شادی شدہ باندی کو فروخت کرنا اس کو طلاق ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو آزاد کرنے کے بعد ان کو خیارِ عتق نہ دیتے اور ان سے یہ نہ فرماتے کہ تم چاہو تو اپنے خاوند کے نکاح میں رہو اور نیز یہ منفعت پر عقد ہے، سو واجب ہے کہ گردن کو فروخت کرنا اس عقد کو باطل نہ کرے، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب بیع سے اجارہ باطل نہیں ہوتا تو اسی طرح بیع سے نکاح بھی باطل نہیں ہوگا، کیونکہ نکاح بھی اجارہ کی مثل ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں صحابہ ایک دوسرے کو کھانے، پینے کی چیزوں کا ہدیہ پیش کرتے تھے اور معمولی چیز کا بھی ہدیہ پیش کرتے تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے بکری کے اگلے پائے یا پچھلے پائے کی دعوت دی جائے تو میں ضرور اس کو قبول کروں گا۔ (صحیح البخاری: ۲۵۶۸، مسند احمد: ۱۰۲۱۲)

اسی وجہ سے جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے گوشت کا ہدیہ کیا گیا تو اس پر کسی نے انکار نہیں کیا اور نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قبول کرنے پر کسی نے انکار کیا۔

(۲) جس شخص کو کوئی ہدیہ پیش کیا جائے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ہو تو وہ اس ہدیہ کو مسترد نہ کرے، پس اگر وہ اس ہدیہ کے بدلہ میں کوئی ہدیہ پیش کر سکتا ہو تو وہ پیش کرے اور اگر وہ اس کے جواب میں ہدیہ نہ پیش کر سکتا ہو تو ہدیہ دینے والے کی تحسین کرے اور اس کا شکریہ ادا کرے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح مروی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ کو قبول فرماتے تھے اور اس کے جواب میں ہدیہ دیتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۸۵، مسند احمد: ۲۴۵۹۱، سنن ابو داؤد: ۳۵۳۶، سنن ترمذی: ۱۹۵۳، سنن نسائی: ۳۹۵۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۷۵۳، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۹۱۷، صحیح ابن حبان: ۹۹۳) (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۵۰-۳۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی

Marfat.com

متوفی ۴۹ ۴۴ھ کی شرح کو من وعن نقل کر دیا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۳۰-۳۳۲، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

شادی شدہ باندی کی عدت کے متعلق مختلف روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری: ۵۲۷۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ سے روایت کی ہے:

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا گیا کہ وہ تین حیض عدت گزاریں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے روایت ہے کہ وہ آزاد عورت کی عدت گزاریں، اور امام ابویعلیٰ شافعی متوفی ۳۰۷ھ اور امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی عدت مطلقہ کی عدت قرار دی ہے اور امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ سے روایت کی ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ جو باندی کسی غلام کے نکاح میں ہو جب اس کو آزاد کر دیا جائے تو اس کی طلاق وہ ہے جو غلام کی طلاق ہوتی ہے اور اس کی عدت وہ ہے جو آزاد عورت کی عدت ہوتی ہے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر گوشت کے صدقہ کے متعلق متعدد روایات

نیز صحیح البخاری: ۵۲۷۹، میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے"۔

یہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خصلت ہے، اس کے سبب کا بیان "کتاب العتق" اور "کتاب الشروط" میں گزر چکا ہے، نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ گوشت بریرہ پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے"۔ اور یہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی تیسری خصلت ہے اور ان کی وجہ سے یہ تیسرا مسئلہ معلوم ہوا کہ ملک بدلنے سے عین بدل جاتا ہے۔

"کتاب الزکوۃ" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا تو گھر والوں نے کہا کہ اس گوشت کا بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے، اسی طرح "کتاب الھبہ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گوشت کے متعلق پوچھا تو آپ کو یہ بتایا گیا۔

اور امام احمد متوفی ۲۴۱ھ اور امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ لوگ حضرت بریرہ پر صدقہ کرتے تھے اور وہ اس صدقہ کو ہم پر بہ طور ہدیہ پیش کرتی تھیں۔

بعض شروح میں مذکور ہے کہ یہ گائے کا گوشت تھا، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: اس شرح پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ منقول ہے کہ وہ فرماتی ہیں: میری ایک باندی پر بکری کو صدقہ کیا گیا تھا، سو اس روایت کو قبول کرنا زیادہ مناسب ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۷۴-۴۷۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا تعارف اور تذکرہ

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر القرطبی المالکی التوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما متوفاۃ ۵۷ھ کی باندی تھیں، یہ پہلے بنو ہلال کی باندی تھیں، انہوں

Marfat.com

ان کو مکاتب کر دیا یعنی اگر تم نے اتنی رقم ادا کر دی تو تم آزاد ہو جاؤ گی، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو ان سے خرید لیا اور ان کے متعلق صحیح البخاری: ۵۲۷۹ میں مذکور ہے کہ "ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرے"، ولاء کا معنی یہ ہے کہ اگر غلام کو آزاد کر دیا جائے اور وہ آزاد ہونے کے بعد مال کمائے تو اس کے مرنے کے بعد وہ مال اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر وہ مال اس کے آزاد کرنے والے کو دیا جاتا ہے۔ جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا تو وہ ایک مرد کے نکاح میں تھیں، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیارِ عتق دیا یعنی اگر وہ چاہیں تو اپنے نکاح سابق کو برقرار رکھیں اور اگر چاہیں تو اس نکاح کو مسترد کر دیں، پس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے خیارِ عتق کی سنت ثابت ہوئی، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا یہ غلام تھے یا آزاد تھے؟ سو اہل مدینہ کی روایت ہے کہ ان کے خاوند غلام تھے اور ان کا نام مغیث تھا اور اہلِ عراق کی روایت ہے کہ ان کے خاوند آزاد مرد تھے اور ہم نے "کتاب التمہید" میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۴ ص ۳۵۷-۳۵۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی الشافعی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں ان سے صرف ایک حدیث مروی ہے جس کی عروہ نے ان سے روایت کی ہے۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۳ ص ۳۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۲ھ)

نوٹ: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا سن وفات اسماء الرجال کی کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔

۱۵- بَابُ: خِيَارِ الْأَمَةِ تَحْتَ الْعَبْدِ

اس بیان میں کہ جب باندی کسی غلام کے نکاح میں ہو تو اس کو آزاد کرنے کے بعد اسے یہ اختیار دیا جائے کہ وہ نکاحِ سابق میں رہے یا نہ رہے

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کے غلام ہونے کی تحقیق اور بحث و نظر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ جب کوئی باندی کسی غلام کے نکاح میں ہو اور اس کو آزاد کر دیا جائے، یہ عنوان اس پر دلالت کرتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک ان فقہاء کا قول راجح ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند غلام تھے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس باب میں یہ حدیث مذکور نہیں ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ امام بخاری کی یہ عادت ہے کہ وہ کسی حدیث کی اس روایت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کو امام بخاری وارد کرتے ہیں اور حضرت بریرہ کا قصہ متعدد نہیں ہے، پس امام بخاری کے نزدیک راجح یہ ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند سیاہ فام غلام تھے۔

امام مسلم کے علاوہ باقی محدثین نے روایت کی ہے از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند سیاہ فام غلام تھے، سو امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اپنی سند سے روایت کی ہے اور امام ابو داؤد نے "کتاب الطلاق" میں اس حدیث کی روایت کی ہے اور امام ترمذی نے "کتاب الرضاع" میں ایوب، قتادہ اور عکرمہ سے اس

Marfat.com

کی روایت کی ہے اور امام نسائی نے "کتاب القضاء" میں خالد الحذاء سے اس کی روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ نے "کتاب الطلاق" میں از خالد الحذاء اس کی روایت کی ہے اور امام دارقطنی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو یہ حکم دیا کہ وہ آزاد عورت کی عدت گزاریں اور اسی طرح امام عبدالحق نے اپنی کتاب "کتاب الاحکام" میں امام دارقطنی سے اس اضافہ کی روایت کی ہے اور میں نے اس اضافہ کو نہیں پایا، سو اس کی تحقیق کرنی چاہیے لیکن سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ آپ نے حضرت بریرہ کو یہ حکم دیا کہ وہ تین حیض عدت گزاریں، عطاء بن ابی رباح، سعید بن المسیب، حسن بصری، ابن ابی لیلیٰ، اوزاعی، زہری، اللیث بن سعد، امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور انہوں نے امام مسلم اور امام ابوداؤد کی درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے۔

از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو خیارِ عتق دیا تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا اور اگر ان کے خاوند آزاد مرد ہوتے تو آپ حضرت بریرہ کو خیارِ عتق نہ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۳۳، صحیح البخاری: ۲۵۶۳، صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ترمذی: ۱۱۵۴، سنن نسائی: ۳۴۴۸)

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کا آخری جملہ قطعی طور پر عُروہ کا کلام ہے اور اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم (الرقم المسلسل: ۳۶۷۱) میں یہ روایت قال کے لفظ کے ساتھ مروی ہے اور قال مذکر کا صیغہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کا فاعل عُروہ ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام نسائی کی روایت میں یہ تصریح ہے "قال عُروة ولو کان حرا ما خیرها" عُروہ نے کہا: اگر بریرہ کے خاوند آزاد مرد ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ کو خیارِ عتق نہ دیتے۔ (سنن نسائی: ۳۴۴۸، دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

اور اسی طرح امام ابن حبان متوفی ۳۵۴ھ نے اپنی صحیح میں سنن نسائی کے الفاظ سے روایت کی ہے۔

امام ابوجعفر الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آخری جملہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آخری جملہ عُروہ کا قول ہو، سو پہلے احتمال کی بناء پر اس سے قطعی دلیل قائم نہیں ہوگی اور اگر ہم یہ مان لیں کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے، سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت متعارض ہے، کیونکہ اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند آزاد مرد تھے، پس اگر تم یہ کہو کہ اسود کی روایت ان کی روایت کے معارض ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ اٹھنے بیٹھنے والے تھے، کیونکہ القاسم بن محمد اور العروہ بن زبیر دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کا خاوند غلام تھا اور اسود کوفی ہیں، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پردے کے پیچھے سے حدیث کو سنا اور عروہ اور قاسم دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو بلا حجاب سنا، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عروہ کی خالہ ہیں اور قاسم کی پھوپھی ہیں، پس وہ اسود کی بہ نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ بیٹھنے والے تھے۔

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ان دونوں سندوں کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس عُروہ کی زیادہ نشست و برخاست کا ہونا تعارض کے منافی نہیں ہے۔

اور دوسری جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند آزاد مرد تھے کیونکہ امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند آزاد مرد تھے، جب ان کو آزاد کر دیا گیا اور ان کو اختیار دیا گیا اور اسی طرح امام نسائی متوفی ۳۰۳ھ اور امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ کی روایت ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند آزاد مرد تھے۔ (سنن ترمذی:۱۱۵۵، سنن ابن ماجہ:۲۰۷۴، سنن نسائی:۳۴۴۷، مسند احمد ج۶ ص ۴۲)

میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ ہے کہ اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت کی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند آزاد مرد تھے اور عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت کی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند غلام تھے، علامہ عینی حنفی نے یہ فرمایا ہے: عروہ کی روایت کو ترجیح ہے کیونکہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پردہ کی اوٹ سے یہ حدیث سنی تھی، اس لیے عروہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس روایت کو ترجیح ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند غلام تھے۔ (سعیدی غفرلہ)

نیز علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

اور محدثین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کے آزاد ہونے کی روایت وَھم ہے، الشعبی، النخعی، الثوری، محمد بن سیرین، طاؤس، مجاہد، ابوثور اور امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد اور دیگر محدثین نے بھی یہی کہا ہے لیکن انہوں نے کہا ہے کہ باندی کو جب آزاد کیا جائے تو اس کے لیے خیار عتق فی نفسھا ثابت ہوتا ہے خواہ اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام ہو، غیر مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر باندی کا خاوند غلام ہو تو اس کے لیے خیارِ عتق ثابت ہوگا اور اگر اس کا خاوند آزاد ہو تو اس کے لیے خیارِ عتق ثابت نہیں ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۷۹-۳۸۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۲۸۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَهَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَأَيْتُهُ عَبْدًا يَعْنِي زَوْجَ بَرِيرَةَ۔

(سنن ترمذی:۱۱۵۶، سنن نسائی:۵۴۱۷، سنن ابو داؤد: ۲۲۳۲، سنن ابن ماجہ:۲۰۷۵، مسند احمد:۲۵۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ اور ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کو دیکھا وہ غلام تھا یعنی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند۔

۵۲۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ذَاكَ مُغِيثٌ عَبْدُ بَنِي فُلَانٍ يَعْنِي زَوْجَ بَرِيرَةَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتْبَعُهَا فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ يَبْكِي عَلَيْهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مُغیث تھا جو بنو فلاں کا غلام تھا یعنی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا خاوند، گویا کہ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں پھر رہا تھا اور ان کے فراق میں رو رہا تھا۔

Marfat.com

اس کی تخریج وہی ہے جو: ۵۲۸۰ کی ہے۔

۵۲۸۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا أَسْوَدَ يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ عَبْدًا لِبَنِي فُلَانٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ وَرَائَهَا فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند سیاہ فام غلام تھے، ان کو مغیث کہا جاتا تھا، وہ بنی فلاں کے غلام تھے گویا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں چکر لگا رہے تھے۔

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو: ۵۲۸۰ کی تخریج ہے۔

اس پر دلائل کہ جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو خیارِ عتق ہوتا ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو باندی کسی غلام کے نکاح میں ہو، جب اس کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو خیارِ عتق ہوتا ہے، خواہ وہ اپنے پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کو برقرار رکھے یا اس کو مسترد کر دے اور غلام جب کہ اپنی حرمت اور حدود میں اور تمام احکام میں آزاد عورت کا کفو نہیں ہے تو واجب ہے کہ جب اس کی بیوی آزاد کر دی جائے تو اس کو نکاح کو قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار دیا جائے، کیونکہ جس وقت اس کا نکاح ہوا تھا، اس وقت اسے اپنے نفس پر اختیار نہیں تھا اور اب جب وہ آزاد کر دی گئی ہے تو اس کو اس کے نفس کے متعلق اختیار دیا گیا ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس اصول کی دلیل درج ذیل آیت مبارکہ ہے:

وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ (النساء: ۲۵)

اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمان کی مملوکہ مسلمان باندیوں سے (نکاح کرے) اور اللہ تمہارے ایمان کو بہت زیادہ جاننے والا ہے، تم باہم ایک دوسرے کی جنس سے ہو تم ان (باندیوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کرو، درآں حالیکہ وہ (باندیاں) قلعہ نکاح کی حفاظت میں آنے والیاں ہوں بدکار نہ ہوں اور نہ غیروں سے آشنائی کرنے والی ہوں۔

سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آزاد مردوں کے باندیوں کے ساتھ نکاح کی یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ رکھیں، لہٰذا اس کی مثل غلام میں بھی واجب ہے کہ وہ آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی طاقت نہ رکھے تب وہ باندیوں سے نکاح کر سکتا ہے جب کہ آزاد عورت اپنی مرضی سے کسی آزاد مرد کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

Marfat.com

جب باندی کو مسئلہ کا علم نہ ہو تو اس کے خیارِ عتق کے متعلق فقہاء کا اختلاف

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب باندی کو آزاد کرنے کے بعد خیارِ عتق دیا جائے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے، پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور ان کی ہمشیر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۴۱ھ سے روایت ہے:

جب تک اس کے خاوند نے اس سے مقاربت نہ کی ہو اس کے لیے خیارِ عتق ہوتا ہے اور یہی امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا قول ہے، خواہ اس باندی کو اس مسئلہ کا علم ہو یا نہ ہو۔

اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ اگر باندی مسئلہ سے جہالت کا دعویٰ کرے تو اس کو خیارِ عتق ہو گا۔

باندی کے خیارِ عتق کا مجلس پر موقوف نہ ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کا خیارِ عتق مجلس پر موقوف نہیں ہوتا کیونکہ حضرت بریرہ کے مدینہ میں پھرنے سے ان کا خیارِ عتق باطل نہیں ہوا، اور قتادہ اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور دیکھ رہا تھا کہ حضرت بریرہ کے خاوند مدینہ کی گلیوں میں پھر رہے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر گر رہے تھے اور وہ حضرت بریرہ کے پیچھے جا رہے تھے اور ان کو راضی کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ ان کو اختیار کر لیں۔

اور حضرت بریرہ کی حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ جب کوئی باندی کسی آزاد مرد کے نکاح میں ہو اور اس کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو خیارِ عتق نہیں ہوتا کیونکہ اس کو خیارِ عتق شوہر کے غلام ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور اہلِ عراق نے از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند آزاد مرد تھے۔

(سنن ترمذی: ۱۱۵۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۷۴، سنن نسائی: ۳۴۴۷، مسند احمد: ج ۶ ص ۴۲)

جب باندی کسی آزاد مرد کے نکاح میں ہو تو اس کو خیارِ عتق ہو گا یا نہیں؟

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب باندی کسی آزاد مرد کے نکاح میں ہو اور اس کو آزاد کر دیا جائے تو آیا اس کو خیارِ عتق ہوتا ہے یا نہیں، سو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس کے لئے خیارِ عتق نہیں ہوتا اور عطاء، سعید بن المسیب حسن بصری، اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک، الاوزاعی، اللیث، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ باندی کے لئے خیارِ عتق ہوتا ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام، الشعبی، النخعی، ابن سیرین سے اسی طرح روایت ہے اور یہی الثوری، فقہاء احناف اور ابوثور کا قول ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

الاسود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے شوہر آزاد مرد تھے اور انہوں نے کہا کہ باندی کی اپنے مولیٰ کے نکاح کرنے میں کوئی رائے نہیں ہوتی کیونکہ اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ باندی کا مولیٰ اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے، پس جب باندی کو آزاد کر دیا جائے گا تو اس کو وہ اختیار مل جائے گا جو اس کو اس کی غلامی کی حالت میں نہیں تھا۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کے آزاد مرد ہونے پر بحث ونظر

اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب باندی آزاد مرد کے نکاح میں ہو تو اس کے لیے خیارِ عتق نہیں ہوتا، ان کی دلیل یہ ہے کہ اس

Marfat.com

باندی کے اوپر ایسا حال نہیں آیا کہ جس حال کی وجہ سے وہ آزاد مرد سے مفارقت کرے، پس گویا کہ وہ باندی اور اس کا شوہر دونوں آزاد ہیں اور اس کے خاوند کا حال اس کی بیوی سے کم نہیں ہے اور نہ اس کے خاوند میں کوئی عیب ہے، تو اس کی بیوی جب آزاد ہو چکی ہے تو اس کے لیے شوہر سے مفارقت کا کوئی اختیار نہیں ہوگا اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ نامرد کی بیوی کے لئے اس وقت مفارقت کا کوئی اختیار نہیں ہوتا جب اس کے شوہر سے نامردی کی بیماری دور ہو جائے اور رہی الاسود کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت تو اس کے معارض ان کی روایت ہے جو الاسود کی بہ نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زیادہ قریب تھے اور وہ القاسم بن محمد اور عروہ بن زبیر ہیں اور وہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے شوہر غلام تھے اور الاسود کوفی ہیں، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حجاب کی اوٹ سے حدیث سنی ہے اور عروہ اور القاسم دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بلا حجاب حدیث کا سماع کرتے تھے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عروہ کی خالہ ہیں اور القاسم بن محمد کی پھوپھی ہیں، پس یہ دونوں الاسود کی بہ نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں زیادہ حاضر ہونے والے تھے۔

اور علامہ ابن المنذر شافعی نے کہا ہے کہ دو کی روایتیں ایک کی روایت کی بہ نسبت راجح ہوتی ہیں کیونکہ القاسم اور العروہ سے روایت ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے اور صرف اسود کی روایت ہے کہ ان کے خاوند آزاد تھے اور سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر غلام تھے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۰۱-۴۰۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابوالحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح کو من وعن نقل کر دیا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۳۳-۳۳۶، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے ان احادیث کی شرح میں وہی کچھ لکھا ہے جو ہم اس سے پہلے علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۷۶-۴۷۷، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کے متعلق ان کے غلام اور آزاد ہونے کی دو مختلف روایتوں میں محاکمہ اور امام ابوحنیفہ کے اس قول پر دلائل کہ جب کسی باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو خیارِ عتق ہوتا ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام، اور باقی تمام شارحین کا رد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے فرمایا کہ میں نے حضرت بریرہ کے شوہر کو دیکھا کہ وہ غلام تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۲۸۰)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول اس پر دلالت نہیں کرتا کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا اس وقت ان کے شوہر غلام تھے، کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ خبر دے رہے ہیں کہ ان کے شوہر پہلے غلام تھے، لہٰذا اس حدیث سے استدلال

Marfat.com

کامل نہیں ہے۔

اور اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ حضرت بریرہ کے شوہر کے متعلق ایسی دو صفتوں میں اختلاف ہے جو ایک حالت میں جمع نہیں ہو سکتیں، لہٰذا ہم ان دو صفتوں کو مختلف دو حالتوں پر محمول کرتے ہیں، بایں طور کہ وہ ایک حالت میں غلام تھے اور دوسری حالت میں آزاد تھے، پس بالبداہت ایک حالت دوسری حالت سے متاخر ہوگی اور یہ بات معلوم ہے کہ غلامی کے بعد آزادی حاصل ہوتی ہے اور آزادی کے بعد غلامی طاری نہیں ہوتی اور اس چیز میں کسی کا نزاع نہیں ہے، پس جب اس طرح ہے تو ہم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی غلامی کی صفت کو مقدم قرار دیا اور آزادی کی صفت کو مؤخر قرار دیا، سو اس طریقہ سے معلوم ہو گیا کہ جس وقت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا، اس وقت وہ آزاد تھے اور اس سے پہلے وہ غلام تھے، سو جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ وہ غلام تھے تو وہ ان کی پہلی حالت پر محمول ہیں اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ وہ آزاد تھے تو وہ ان کی بعد کی حالت پر محمول ہیں۔ پس اب ان دو حدیثوں میں تعارض نہیں رہے گا اور ان فقہاء اور محدثین کا قول ثابت ہوگا کہ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آزاد تھے، لہٰذا خیار عتق کا حکم اس پر معلق ہوگا۔ اور اگر ہم یہ مان لیں کہ تمام روایات میں یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت بریرہ کے شوہر غلام تھے تو ان احادیث میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ جب باندی کا شوہر آزاد ہو پھر اس باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو خیار عتق نہیں ہوتا کیونکہ ان روایات میں اس کی تصریح نہیں اور اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیث مروی نہیں ہے جس میں آپ نے یہ فرمایا ہو کہ میں نے بریرہ کو اس لئے خیار عتق دیا کہ ان کے خاوند غلام تھے اور یہ چیز اصلاً احادیث اور آثار میں موجود نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو اس لئے اختیار دیا کہ ان کو آزاد کیا گیا تھا، پس جب کسی باندی کو آزاد کیا جائے تو اس کو خیار عتق نہیں دیا جائے گا خواہ اس کا شوہر پہلے آزاد ہو یا غلام۔ اور ہماری اس تقریر سے علامہ ابن ملقن شافعی صاحب التوضیح کی اس شرح کا رد ہو گیا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو اس لئے خیار عتق دیا گیا تھا کیونکہ ان کے شوہر غلام تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۳۵، قطر)

اور اگر علامہ ابن ملقن شافعی ہماری اس تحقیق پر مطلع ہوتے تو وہ یہ غلط شرح نہ کرتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۰-۳۸۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کا تعارف اور تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حضرت مغیث کے تعارف میں لکھتے ہیں:

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت مغیث کو حضرت ابن عبد البر المالکی التوفی ۴۶۳ھ نے صحابہ میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بعض بنی مطیع کے غلام تھے اور امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے یہ روایت کی ہے کہ وہ ابن المغیرہ کے سیاہ فام غلام تھے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

حضرت بریرہ کے شوہر بنو مغیرہ کے سیاہ فام غلام تھے، جس دن حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا اور اللہ کی قسم! گویا کہ میں ان کو مدینہ کی گلیوں اور اس کے اطراف میں دیکھ رہا ہوں اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے، وہ حضرت بریرہ کو راضی کر رہے تھے کہ وہ ان کو اختیار کر لیں لیکن حضرت بریرہ نے ایسا نہیں کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۱۵۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۳ھ، مسند احمد ج ۱ ص

Marfat.com

۲۱۵، مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

اور امام سعید بن منصور متوفی ۲۲۷ھ نے ہشیم سے روایت کی ہے کہ حضرت بریرہ کے شوہر بنو مخزون سے آل بنی مغیرہ کے غلام تھے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۲۵۷، ج ۱ ص ۲۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور ابن مندہ نے کتاب المعرفہ میں لکھا ہے کہ حضرت مغیث بن احمد بن جحش کے آزاد کردہ غلام تھے اور امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ کی روایت میں ہے کہ حضرت بریرہ کے شوہر آل ابی احمد کے غلام تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۳۶)

ابن مندہ نے کہا ہے کہ مغیث ابن احمد کے غلام تھے اور امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ وہ آل ابو احمد کے غلام تھے، علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں: ان دو مختلف روایتوں میں تطبیق دینا بعید ہے سوا اس کے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت مغیث ان دونوں کے مشترک غلام تھے۔

اس حدیث میں ''سِکَکُ المدینہ'' کا ذکر ہے، سکہ اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کھجور کے درختوں کی صفیں ہوں، اس وجہ سے گلیوں اور کوچوں کو بھی سکک کہا جاتا ہے کیونکہ گلیوں اور کوچوں میں گھروں کی صفیں ہوتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر القرطبی المالکی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا نام مغیث ہے، وہ بعض بنی مطیع کے غلام تھے، ان کے نکاح میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیارِ عتق دیا، سو انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو جس وقت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا اور ان کو خیار عتق دیا گیا اس دن وہ حجازیہ کے قول کے مطابق غلام تھے اور کوفیین کے قول کے مطابق وہ اس دن آزاد تھے اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۴ ص ۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ، الاصابہ: رقم: ۸۱۹۰، اسد الغابہ: ۵۰۶۲، المؤتلف والمختلف ص ۱۱۹، المؤتلف للدارقطنی ص ۲۰۶۹)

خیارِ عتق کی بحث کا تتمہ اور فقہاء احناف کے مذہب کی تائید میں مزید احادیث

امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ، امام ابو یوسف متوفی ۱۸۳ھ، امام محمد بن حسن الشیبانی متوفی ۱۸۹ھ کا مذہب یہ ہے کہ جب باندی کو آزاد کیا جائے تو اس کو خیار عتق دیا جاتا ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور اس کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام سعید بن منصور متوفی ۲۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

از سعید از ہشیم از مغیرہ از ابراہیم، انہوں نے کہا کہ باندی کے لئے خیار عتق ہوگا خواہ اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد ہو، ہشیم نے کہا کہ یہی قول معتمد ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۲۵۳، ج ۱ ص ۲۹۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

از سعید از ہشیم از عبد اللہ بن شبرمہ الہمدانی، انہوں نے کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، وہ کہتے تھے کہ باندی کے لئے خیارِ عتق ہوگا، خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۲۵۴، ج ۱ ص ۲۹۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی الحنفی المتوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا کہ جب باندی کو آزاد کر دیا جائے اور اس کا خاوند آزاد ہو تو اس کے لئے خیار عتق نہیں ہوتا اور

Marfat.com

ہمارے نزدیک اس کے لئے خیار عتق ہوتا ہے۔

(الجامع الکبیر ص ۹۹-۹۸، ۱۰۴، المبسوط: ج ۵ ص ۹۹، البنایہ ج ۴ ص ۲۹۲، مغنی المحتاج ج ۳ ص ۲۱۰، کتاب الام ج ۵ ص ۱۲۲)

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خیار عتق دیا، جس وقت ان کو آزاد کیا گیا تھا اور اس وقت ان کے خاوند آزاد تھے اور اس لئے کہ خیارِ عتق اس لئے ثابت ہوتا ہے تاکہ باندی کے آزاد ہونے کے سبب سے اس پر سے زیادہ ملکیت کو دور کیا جاسکے اور یہ وجہ اس صورت میں بھی موجود ہے، اس وجہ سے اس کے لئے خیار عتق ثابت ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۸۰-۶۷۵۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۳۵، سنن نسائی: ۳۴۴۹-۳۴۴۶، سنن ابن ماجہ: ۲۰۷۴، مسند احمد: ۲۴۲۰۵، سنن ترمذی: 1155)

(فتاوی ابی اللیث السمرقندی ج ۲ ص ۹۳۴-۹۳۳، مکتبہ محمدیہ کراچی، ۱۴۳۲ھ)

۱۶۔ بَابُ: شَفَاعَةِ النَّبِيِّ ﷺ فِي زَوْجِ بَرِيرَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی شفاعت فرمانا

حاکم کا کسی ایک فریق کی دوسرے فریق کے متعلق شفاعت کرنے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے ان کے خاوند کی شکایت کی تاکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ان سے رجوع کرلیں اور اس حدیث کے عنوان سے یہ ثابت ہوا کہ حاکم کی کسی مقدمہ میں اس کے کسی فریق کی شفاعت کرنا جائز ہے تاکہ وہ فریق اپنا حق ترک کردے یا اپنے حق کو کم کردے یا اپنے دعویٰ کو چھوڑ دے اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت بریرہ اور ان کے خاوند دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس مقدمہ کو پیش کیا تھا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض ساقط ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا" کاش! تم اس سے رجوع کرلیتیں" اور یہ ارشاد اسی وقت متصور ہوسکتا ہے جب دونوں نے اپنا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۲-۳۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۲۸۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ خَلْفَهَا يَبْكِي وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَبَّاسٍ يَا عَبَّاسُ أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيرَةَ مُغِيثًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ رَاجَعْتِهِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ تَأْمُرُنِي قَالَ إِنَّمَا أَنَا أَشْفَعُ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند غلام تھے جن کو مغیث کہا جاتا تھا گویا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں اور وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے گھوم رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! کیا تم کو مغیث کی بریرہ سے محبت پر اور بریرہ کے مغیث سے بغض پر

تعجب نہیں ہوتا؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کاش! تم اس سے رجوع کر لیتیں، تو حضرت بریرہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تو صرف سفارش کر رہا ہوں، حضرت بریرہ نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری: ۵۲۰۸ کی تخریج ہے۔

عالم اور سربراہ ملک کا لوگوں کی ضروریات میں سفارش کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے: اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عالم اور سربراہ کے لئے لوگوں کی ضروریات مین سفارش کرنا اور لوگوں کو ان کی بیویوں کی طرف رغبت دلانا اور سائل کی مراد پوری کرنے کے لئے سفارش کرنا جائز ہے اور مکارمِ اخلاق میں سے ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو آپ فرماتے: ''تم (اس کی) سفارش کرو تم اجر پاؤ گے'' اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہتا ہے وہ فیصلہ فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۳۲، صحیح مسلم: ۲۶۲۷، سنن نسائی: ۲۵۵۶، سنن ابوداؤد: ۵۱۳۱، مسند احمد: ۱۹۰۸۷)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ خواہ سائل کی حاجت پوری نہ ہو مگر اس سلسلہ میں کوشش کرنے والے کو اجر ملے گا۔

حاکم کا حق دار سے دوسرے کے لئے تخفیف کی سفارش کرنے کا جواز

نیز اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ سربراہِ ملک اور حاکم پر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جب اس کے پاس دو فریق اپنے حق کو ثابت کرنے کے لئے مقدمہ پیش کریں اور ان میں سے کسی ایک کا حق ثابت ہو تو حاکم اس سے سوال کرے۔ جس کا حق ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اپنے حق کو وصول کرنے کو مؤخر کر دے یا اس کو معاف کر دے اور وہ اس کے متعلق صاحب حق سے سفارش کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے سفارش کی جب کہ آپ ان کو خیارِ عتق دے چکے تھے اور ان کو بتا چکے تھے اور ان کو خیارِ عتق حاصل ہے، سو آپ نے فرمایا: ''کاش! تم اس سے رجوع کر لیتیں''۔

کسی معزز شخص کی سفارش کو اگر مسترد کر دیا جائے تو اس کے ملول خاطر نہ ہونے کا استحباب

نیز اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس شخص سے کسی ایسے کام کا سوال کیا گیا جس کا کرنا اس پر واجب نہیں ہے تو اس شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ سائل کے سوال کو مسترد کر دے اور اس کی حاجت پوری کرنے سے انکار کر دے، خواہ سفارش کرنے والا سربراہ ہو یا عالم ہو یا کوئی معزز شخص ہو کیونکہ جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کو مسترد کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر رنجیدہ نہیں ہوئے اور مخلوق میں سے کسی شخص کا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا مرتبہ نہیں ہے، یعنی آپ کے علاوہ جس شخص کی سفارش کو اس کا کوئی چھوٹا

مسترد کردے تو اس کو کوئی ملول خاطر نہیں ہونا چاہیے۔

کسی خوب صورت عورت کے لئے بدشکل خاوند کو پسند کرنے کا جواز

اور اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ کسی مسلمان مرد کا دوسرے مسلمان مرد کے قُرب کو ناپسند کرنا کوئی گناہ نہیں ہے، جب کہ وہ اس سے دشمنی نہ رکھتا ہو، کیونکہ وہ اس مسلمان مرد سے دوری کو اس کی بدخلقی اور ناپسندیدہ معاشرت کی وجہ سے اور اس کے ظلم کی وجہ سے یا کسی ایسی وجہ سے جس سے لوگ ایک دوسرے کو ناپسند کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ اس سے پہلے صحیح البخاری: ۵۲۷۵، میں گزر چکا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی جمیلہ ان کے بدصورت ہونے کی وجہ سے ان کو ناپسند کرتی تھیں اور انہوں نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے خلع کو طلب کیا تھا جب کہ ان کی بیوی ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا اعتراف کرتی تھیں لیکن وہ ان کے بدصورت اور بدمزاج ہونے کی وجہ سے ان سے خلع طلب کرتی تھیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کردی، اور حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا کے اس فعل کو ناجائز اور گناہ قرار نہیں دیا بلکہ ان کو معذور قرار دیا اور ان کے لیے اپنے شوہر حضرت ثابت بن قیس سے نجات کی راہ نکال دی اور حضرت جمیلہ کے اپنے شوہر سے بغض کی وجہ سے ان کی مذمت نہیں کی کیونکہ یہ عورتوں کی فطرت ہے اور کوئی خوبصورت عورت کسی بدشکل مرد کو پسند نہیں کرتی، سو اس طرح حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو پسند نہیں کیا۔

جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کی طرف دیکھنے کا جواز

اور اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو مرد کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس میں رغبت کے اظہار کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کا اس عورت کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کی اس پر مذمت نہیں کی کہ وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے کیوں گھومتے تھے اور ان کے فراق میں کیوں روتے تھے حالانکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا خیارِ عتق کو استعمال کر کے ان سے بائنہ ہو چکی تھیں اور اب وہ ان کی زوجہ نہیں رہی تھیں۔

خیارِ عتق کو استعمال کرنے کے بعد بغیر نکاحِ جدید کے پہلے شوہر کی طرف رجوع کا عدم جواز

مسلمانوں کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ جب باندی کو آزاد کر دیا جائے اور وہ کسی شوہر کے نکاح میں ہو پھر وہ اپنے نفس کو اختیار کرلے اور اس سے بائنہ ہو جائے تو اب اس کا پہلے شوہر کی طرف بغیر نکاحِ جدید کے رجوع کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''کاش! تم اس سے رجوع کرلیتیں'' اور اگر بغیر نکاحِ جدید کے ان کا پہلے شوہر کی طرف رجوع کرنا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے رجوع کرنے کی سفارش نہ فرماتے۔

Marfat.com

جو عورت اپنے شوہر سے بائنہ ہو چکی ہو تو اس کے سابق شوہر کا اسے عدت کے اندر پیغام نکاح دینے کا جواز

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس مرد کی بیوی خلع کر کے یا کسی اور سبب سے اس سے بائنہ ہو چکی ہو تو عدت کے اندر شوہر کا اس عورت کو پیغامِ نکاح دینا جائز ہے اور اس عورت کا عدت کے اندر اس پیغامِ نکاح کو قبول کرنا بھی جائز ہے کیونکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جو اپنے شوہر مغیث سے بائنہ ہو چکی تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت مغیث کے نکاح کا پیغام دیا اور فرمایا: ''کاش! تم اس سے رجوع کر لیتیں''، اور اگر پیغام دینے والا ان کے سابق شوہر کے علاوہ کوئی اور مرد ہوتا تو پھر اس کے لیے عدت کے اندر نکاح کا پیغام دینا جائز نہ ہوتا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۵۳-۵۴ ۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابو الحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی عبارت من و عن نقل کر دی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۳۷-۳۴۰، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خیارِ عتق کے قصہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے قصہ سے متاخر ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! کیا تم کو تعجب نہیں ہوتا؟ اور اس حدیث کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے والد گرامی ہیں۔

سو اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا یہ قصہ نو (۹) ہجری یا دس (۱۰) ہجری کا ہے کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس قصہ کا مشاہدہ کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوۂ طائف سے رجوع کرنے کے بعد آٹھ (۸) ہجری کے اواخر میں مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوئے تھے، نیز اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس قصہ کا مشاہدہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور وہ اپنے والدین کے ساتھ مدینہ میں آئے تھے۔ اس کے برخلاف بعض علماء کا یہ گمان ہے کہ یہ قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگنے سے پہلے کا ہے کیونکہ اس زمانہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم سن تھیں، پس ان امور کا اس دور میں واقع ہونا بہت بعید ہے، نیز جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ عرض کیا کہ وہ بدلِ کتابت ادا کرنے میں ان کی مدد کریں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر تمہارے مالکوں کو یہ منظور ہو تو میں تم سے یہ وعدہ کر لیتی ہوں، کیونکہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام مسلمانوں پر تنگی کا زمانہ تھا، پھر فتح مکہ کے بعد ان پر کشادگی ہوئی اور ان تمام دلائل سے ان علماء کا رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا خیارِ عتق کا قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تہمت لگنے سے پہلے کا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۷۷۴-۷۷۸، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح کو جمع کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۲-۳۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''لو راجعتہ'' یعنی کاش! تم اس سے رجوع کر لیتیں'' ، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے کہا کہ سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے ''لو راجعتیہ'' (اس میں یا کا اضافہ ہے)۔
(سنن ابن ماجہ:۲۰۷۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: یہ لغتِ ضعیفہ ہے اور سنن ابن ماجہ میں یہ اضافہ ہے کہ مغیث تمہارے بیٹے کا باپ ہے، اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے بیٹا بھی ہو چکا تھا۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۴۷۸، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی پر اعتراض

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: اگر سنن ابن ماجہ میں یہ ثابت ہے کہ راوی نے یہ الفاظ ادا کیے ہیں ''لو راجعتیہ'' تو یہ لغتِ ضعیفہ نہیں ہے بلکہ لغتِ فصیحہ ہے کیونکہ اس حدیث کا راوی تمام مخلوق سے زیادہ فصیح ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

یہ روایت صحیح نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ سنن ابن ماجہ کی روایت کو دوسری احادیثِ صحیحہ پر ترجیح دی جائے۔
(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۳۰۷، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۱۸ھ)

مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں: سنن ابن ماجہ: ۲۰۷۵ کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور ان کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا یہ گمان درست نہیں کہ انہوں نے لغتِ ضعیفہ کو نقل کیا ہو اس لیے علامہ عینی کا یہ کہنا درست ہے کہ یہ لغتِ ضعیفہ نہیں بلکہ لغتِ فصیحہ ہے باقی رہا یہ کہ دوسری کتبِ صحاح میں لَو راجعتہ بغیر یاء کے مذکور ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ سنن ابن ماجہ کی روایت دیگر احادیث صحیحہ پر راجح ہو تو حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ جواب درست نہیں ہے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ لو راجعتہ بغیر یاء کے اور لو راجعتیہ یاء کے ساتھ دونوں لغتِ فصیحہ ہوں۔

زوجین کے درمیان حاکم کی صلح کرانے اور کسی ایک فریق کی شفاعت کرنے کا جواز

شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا الانصاری المصری الشافعی المتوفی ۹۲۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن جماعہ نے لکھا ہے: اس حدیث سے یہ مقصود ہے کہ حاکم زوجین کے درمیان صلح کے لیے شفاعت کرے یا ایک فریق کے حق میں دوسرے سے شفاعت کرے تو یہ جائز ہے اور اس کو حاکم کی جانب سے کسی ایک کی طرف میلان قرار نہیں دیا جائے گا۔
(منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۶۴، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

فقہاءِ حنبلیہ کے نزدیک باندی کے لئے خیارِ عتق اس وقت ہوگا جب اس کا شوہر غلام ہو

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن باز الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۱۸ھ لکھتے ہیں:

جس باندی کا خاوند غلام ہو اور اس کو آزاد کردیا جائے تو اس باندی کو آزاد ہونے کے بعد خیارِ عتق ہوتا ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک باندی کو خریدا جس کو بریرہ کہا جاتا تھا اور انہوں نے اس باندی کو آزاد کردیا اور اس باندی کا شوہر غلام تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باندی کو خیارِ عتق دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۲۹، صحیح مسلم: ۱۵۰۴)

(مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ ج ۲۰ ص ۲۶۴، مکتبۃ المورد، ریاض، ۱۴۲۷ھ)

فقہاءِ احناف کے نزدیک باندی کے لئے خیارِ عتق ثابت ہوگا خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام

قاضی القضاۃ ابوالحسن علی بن حسین بن محمد السعدی الحنفی المتوفی ۴۶۱ھ لکھتے ہیں:

رہا خیارِ عتق تو جب باندی کا مالک اس کا نکاح کسی آزاد مرد سے کردے یا کسی غلام سے کردے پھر وہ اس باندی کو آزاد کردے تو اس باندی کے لئے خیارِ عتق ثابت ہوگا، اگر باندی شوہر کے بجائے اپنے نفس کو اختیار کرے تو ان کے درمیان حاکم کی تفریق کے بغیر فرقت ہوجائے گی اور اگر باندی کو اس مسئلہ کا علم نہ ہو کہ اس کے لئے خیارِ عتق ہوتا ہے تو جب بھی اس کو اس مسئلہ کا علم ہوگا اس کے لئے خیارِ عتق ثابت ہوجائے گا، اس پر سب کا اتفاق ہے اور امام شافعی کے نزدیک اگر اس کا خاوند آزاد ہو تو اس کے لیے خیارِ عتق ثابت نہیں ہوگا۔ (النتف فی الفتاویٰ ص ۱۹۷، مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ)

۱۷۔ بَابٌ:

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کا ذکر بغیر کسی عنوان کے کیا ہے کیونکہ یہ اس سے پہلے عنوان کے لئے بہ منزلہ فصل ہے اور یہ امام بخاری کی عادت ہے کہ جس طرح فقہاء کتاب یا باب کے بعد فصل کو لکھتے ہیں تو امام بخاری بلاعنوان باب کو لکھ دیتے ہیں اور وہ بہ منزلہ فصل ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۵۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۲۸۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّ عَائِشَةَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ فَأَبَى مَوَالِيهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَأُتِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِلَحْمٍ فَقِيلَ إِنَّ هٰذَا مَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَزَادَ فَخُيِّرَتْ مِنْ زَوْجِهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از الحکم از ابراہیم از الاسود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنے کا ارادہ کیا، سو ان کے مالکوں نے اس کے بغیر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو فروخت کرنے سے انکار کردیا کہ الولاء ان کے لیے ہوگی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی اس شرط کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''آپ ان کو خرید کر آزاد کردیں کیونکہ ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو غلام کو آزاد کرتا ہے''

Marfat.com

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا تو آپ کو بتایا گیا کہ اس گوشت کا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا ہے، تو آپ نے فرمایا: "یہ ان کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے"، ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے یہ اضافہ کیا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر سے اختیار دیا گیا۔

(صحیح البخاری: ۱۴۹۳، ۲۱۵۵، ۲۱۶۸، ۲۵۳۶، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۷۸، ۲۷۱۷، ۲۷۲۶، ۲۷۲۹، ۲۷۳۵، ۵۰۹۷، ۵۰۷۹، ۵۲۷۹، ۵۲۸۴، ۵۴۳۰، ۶۷۱۷، ۶۷۵۱، ۶۷۵۴، ۶۷۵۸، ۶۷۵۸، ۶۷۶۰، صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ترمذی: ۱۲۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۹۲۹، موطا امام مالک: ۱۵۱۹)

کتاب الزکوٰۃ میں اس تعلیق کو ذکر نہ کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

آدم نے شعبہ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو ان کے خاوند سے اختیار دیا گیا، امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب الزکوٰۃ میں روایت کی ہے لیکن وہاں پر یہ اضافہ مذکور نہیں ہے اور امام بیہقی نے ایک اور سند کے ساتھ اس حدیث کی امام بخاری کے شیخ آدم بن ابی ایاس سے روایت کی ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ حَکَم نے بتایا کہ ابراہیم نے کہا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند آزاد تھے تو ان کو ان کے خاوند سے اختیار دیا گیا، پس معلوم ہوا کہ یہ اضافہ مُدرَج ہے اس لئے امام بخاری نے اس کو کتاب الزکوٰۃ میں ذکر نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

حافظ ابن حجر کے نزدیک تعلیق مذکور کا مُدرج ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا قصہ از عبد اللہ بن رجاء از شعبہ از الحکم بن عتیبہ از ابراہیم النخعی از الاسود بن یزید از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنے کا ارادہ کیا اور یہاں اس قصہ کو اختصار کے ساتھ صورت ارسال میں ذکر کیا ہے، لیکن انہوں نے اس حدیث کو کفارات الایمان میں اختصار کے ساتھ از سلیمان بن الحرب از شعبہ روایت کیا ہے، اس میں یہ روایت از الاسود از عائشہ رضی اللہ عنہا مذکور ہے اور اسی طرح انہوں نے اس حدیث کو الفرائض میں از حفص بن عمر از شعبہ روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حکم نے بیان کیا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند آزاد مرد تھے، پھر اس کے بعد انہوں نے اس حدیث کو از منصور از ابراہیم از الاسود روایت کیا ہے اور اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دیا گیا تو انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا اور کہا: اگر مجھے اتنا اور مال دیا جائے تب بھی میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی، اسود نے کہا: اور ان کے خاوند آزاد تھے، امام بخاری نے کہا کہ اسود کا یہ قول منقطع ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو غلام دیکھا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول زیادہ

Marfat.com

صحیح ہے، امام بخاری نے عبداللہ بن رجاء کی اس روایت کے بعد از آدم از شعبہ تعلیق ذکر کی ہے، امام بخاری نے اس تعلیق کو کتاب الزکوٰۃ میں ذکر نہیں کیا لیکن امام بیہقی نے امام بخاری کے شیخ آدم سے اس تعلیق کو ذکر کیا ہے اور اس میں مذکور ہے کہ حکم نے بتایا کہ ابراہیم نے کہا کہ ان کے خاوند آزاد تھے اور حضرت بریرہ کو اپنے خاوند سے اختیار دیا گیا، پس معلوم ہوا کہ یہ اضافہ مدرجہ ہے اس لئے امام بخاری نے اس اضافہ کو کتاب الزکوٰۃ میں پیش نہیں کیا (الی اخرہ) (فتح الباری ج ٦ ص ٤٠٨، دار المعرفہ بیروت، ١٤٢٦ھ)

مصنف کے نزدیک امام بخاری کی اس روایت کو مدرج قرار دینے اور کتاب الزکوٰۃ میں ذکر نہ کرنے کا سبب

میں کہتا ہوں: جس روایت میں اسود کا اور حکم کا یہ قول مذکور ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند آزاد مرد تھے اور یہ روایت امام بخاری اور شوافع کے نظریہ کے خلاف ہے، اس لئے امام بخاری نے اس تعلیق کو کتاب الزکوٰۃ میں ذکر نہیں کیا اور اس اضافہ کو مدرج قرار دیا لیکن فقہاء احناف کے نزدیک یہ تعلیق اور یہ اضافہ صحیح ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو خیارِ عتق دیا جاتا ہے، خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام۔

١٨۔ باب: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ (البقرہ: ٢٢١)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں، اور مسلمان باندی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ تم کو اچھی لگتی ہو۔ (البقرہ: ٢٢١)

مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کا ناجائز ہونا اور اہلِ کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کا جائز ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس آیت کریمہ: البقرہ: ٢٢١، کو اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ یہ آیت ان احادیث کی تمہید ہو جن کو امام بخاری نے اس باب میں ذکر کیا ہے، اور اس کے بعد دو بابوں میں ان حدیثوں کا ذکر کیا ہے۔

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم کر کے اپنے مقصود پر متنبہ نہیں کیا کیونکہ مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے میں صحابہ اور بعد کے فقہاء کا اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ٧٣ھ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مکروہ قرار دیتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بہ طریق عموم فرمایا ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ (البقرہ: ٢٢١) اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔

اور امام بخاری نے اس باب میں ایک اور حدیث کو وارد کر کے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں کو مستثنیٰ فرمایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (المائدہ: ٥) اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں)

اس لئے البقرہ: ٢٢١، میں جو بالعموم مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح سے منع فرمایا ہے، اس کا عموم المائدہ: ٥، سے منسوخ ہے

کیونکہ المائدہ:۵، میں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے، حالانکہ وہ بھی مشرکات ہیں کیونکہ وہ عورتیں یہودی ہیں، تو وہ اس لئے مشرک ہیں کہ وہ حضرت عزیر کو ابن اللہ مانتی ہیں اور وہ عورتیں عیسائی ہیں تو وہ اس لئے مشرک ہیں کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ مانتی ہیں، جیسا کہ درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ (التوبہ:۳۰) اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

جمہور صحابہ اور تابعین کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اور صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی مخالفت کی ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی شافعی متوفی ۳۲۷ھ، البقرہ:۲۲۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کیا اور صحابہ کی ایک جماعت نے نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح کیا اور انہوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

امام ابوعبید القاسم بن سلام الہروی الشافعی المتوفی ۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

اس کے موافق آثار وارد ہیں اور صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے اہل علم سے مروی ہے کہ کتابیات کے ساتھ نکاح کرنا حلال ہے اور یہی امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، اور الاوزاعی، الثوری، فقہاء احناف اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ کا مذہب ہے اور یہی عامۃ الفقہاء کا قول ہے۔

اور دوسروں نے کہا: اس میں صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کا اختلاف ہے، اور ان کا قول صحابہ اور تابعین کی جماعت کے خلاف ہے اور شاذ ہے اور وہ یہودیہ اور نصرانیہ کے ساتھ نکاح کرنے کو جائز نہیں قرار دیتے اور انہوں نے اس آیت کی مخالفت کی ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (المائدہ:۵) اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں)۔

اور فقہاء میں سے کسی نے بھی ان کے قول کی طرف التفات نہیں کیا۔

اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کے ثبوت میں آثار صحابہ

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ نے نائلہ بنت الفرافصہ الکلبیہ سے نکاح کیا اور وہ نصرانی عورت تھی، انہوں نے اپنی ازواج کے اوپر اس سے نکاح کیا، اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ متوفی ۳۷ھ نے ایک یہودی عورت سے نکاح کیا اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۶ھ نے ایک یہودی عورت سے نکاح کیا اور اس وقت ان کے نکاح میں دو مسلمان عورتیں تھیں اور حضرت حذیفہ سے مجوسی عورت کے ساتھ نکاح کا جواز بھی منقول ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ (البقرہ:۲۲۱) اور مسلمان باندی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے۔

Marfat.com

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی یہ تاویل کی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجوسی عورت کے ساتھ نکاح کو حرام قرار نہیں دیا اور ان کی دوسری تاویل یہ تھی کہ مجوس بھی اہل کتاب ہیں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ نے از عبداللہ بن ادریس الصلت بن شقیق سلمہ روایت کی ہے کہ حضرت حذیفہ نے ایک یہودی عورت سے نکاح کیا تھا۔

اور امام ابن ابی شیبہ سے دوسری روایت ہے کہ حضرت حذیفہ کے نکاح میں دو عربی مسلمان عورتیں تھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف مکتوب لکھا کہ تم اس یہودی عورت کا راستہ چھوڑ دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۱۵۷، ۱۶۱۶۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ کی طرف مکتوب لکھ کر پوچھا: کیا یہودی عورت سے نکاح کرنا حرام ہے؟ تو حضرت رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف جواب لکھا: نہیں! لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ ان میں سے زانیہ عورتیں مسلمان پاک دامن عورتوں کے ساتھ گھل مل کر رہیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۱۵۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

اور امام ابوعبید القاسم بن سلام الہروی الشافعی المتوفی ۲۲۴ھ نے کہا ہے: کہ اب مسلمان اس پر متفق ہیں کہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی رخصت ہے اور ان کی رائے یہ ہے کہ المائدہ: ۵ کی تحلیل، البقرہ: ۲۲۱ کی تحریم کے لئے ناسخ ہے، یعنی

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ (المائدہ: ۵) اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں)۔

اس آیت نے اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کو حلال قرار دیا ہے اور البقرہ: ۲۲۱ میں ارشاد ہے:

وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ ؕ (البقرہ: ۲۲۱) اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔

پس اس آیت میں جو بالعموم مشرکات کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے، سو اس آیت کا عمومی حکم المائدہ: ۵ سے منسوخ ہو گیا اور صرف ان مشرکات کے ساتھ نکاح حرام ہے جو کتابیہ نہ ہوں۔

البقرہ: ۲۲۱، میں مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کی ممانعت کے دو محمل

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: آیت البقرہ: ۲۲۱، ایت المائدہ: ۵ سے منسوخ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ البقرہ: ۲۲۱، میں مشرکات سے مراد بت پرست عورتیں ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے المائدہ: ۵ میں اَلْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد آزاد عورتیں ہیں جو باندیاں نہ ہوں اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ المحصنٰت سے مراد وہ عورتیں ہیں جو زنا سے باز رہنے والیاں ہوں، جیسا کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ (النساء: ۲۵) وہ قلعہ نکاح کی حفاظت میں آنے والیاں بدکار نہ ہوں اور نہ غیروں سے آشنائی کرنے والیاں ہوں۔

Marfat.com

پھر مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا المائدہ:۵ کی رخصت ہر کتابیہ پاک دامن عورت کو شامل ہے، عام ازیں کہ وہ آزاد ہو یا باندی ہو، پس ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد آزاد پاک دامن عورتیں ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر پاک دامن عورت ہے خواہ وہ آزاد عورت ہو یا باندی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اہل کتاب سے یہاں مراد اسرائیلیات ہیں اور یہ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا مذہب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ذمی عورتیں ہیں نہ کہ حربی عورتیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۳-۳۸۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پر حافظ ابن حجر کا تبصرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ البقرہ:۲۲۱ میں مشرکات سے نکاح کی ممانعت اپنے عموم پر ہے اور المائدہ:۵ سے اس عموم کی تخصیص کی گئی ہے اور اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی رخصت دی گئی ہے۔

علامہ ابن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ بعض متقدمین سے منقول ہے کہ البقرہ:۲۲۱ میں جن مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت ہے اس سے مراد بت پرست عورتیں ہیں اور مجوس کی عورتیں ہیں۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اہل کتاب کی عورتیں یہ کہتی ہیں کہ ان کے رب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے تھے اور میرے نزدیک اس سے بڑا اور کوئی شرک نہیں ہے کہ کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا رب مانے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۸۵) اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک البقرہ:۲۲۱، میں مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت اپنے عموم پر باقی ہے اور حضرت ابن عمر متوفی ۷۳ھ کی رائے یہ تھی کہ المائدہ:۵ میں جو اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی رخصت دی گئی ہے وہ البقرہ:۲۲۱ سے منسوخ ہے، النحاس نے حضرت ابن عمر کے اس قول کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی یہ تفسیر ان کے تقویٰ پر محمول ہے۔

اور جمہور صحابہ اور فقہاء تابعین کا مذہب یہ ہے کہ البقرہ:۲۲۱، میں جو بالعموم مشرک عورتوں سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے اس کا عموم المائدہ:۵ سے مخصوص ہے یعنی اہل کتاب کی عورتوں کے سوا باقی مشرک عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے، پس باقی مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا اپنی اصل کے مطابق حرام ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ مطلقاً فرماتے تھے کہ البقرہ:۲۲۱، المائدہ:۵ سے منسوخ ہے، جس میں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی رخصت دی گئی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول بھی شاذ ہے۔

علامہ ابو بکر بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ:

متقدمین میں سے کسی کا بھی یہ قول محفوظ نہیں ہے کہ جس نے یہ کہا ہو کہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے لیکن امام ابن ابی شیبہ نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ عطاء یہودیات اور نصرانیات کے ساتھ نکاح کو مکروہ قرار دیتے تھے، انہوں نے کہا کہ اس وقت مسلمان عورتیں بہت کم تھیں اور اس سے معلوم ہوا کہ ایک حالت میں اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح جائز تھا اور دوسری حالت میں ناجائز تھا۔

Marfat.com

امام ابوعبید القاسم بن سلام الہروی الشافعی المتوفی ۲۲۴ھ نے کہا ہے:

اب مسلمانوں کا عمل اس پر ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی رخصت ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے روایت ہے کہ وہ یہ حکم دیتے تھے کہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے اجتناب کیا جائے لیکن وہ اس کے ساتھ نکاح کو حرام نہیں قرار دیتے تھے اور ابن المرابط نے النحاس کی متابعت میں یہ کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو حرام قرار دیتے تھے، ان کی بھی یہی مراد ہے لیکن یہ ظاہر سیاق کے خلاف ہے۔

اور حضرت حذیفہ بن یمان متوفی ۳۶ھ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک مجوسی عورت کو اپنی باندی بنالیا تھا، لیکن قرآن مجید سے ظاہر یہ ہے کہ مجوس اہل کتاب سے نہیں ہیں لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجوس پر جزیہ مقرر کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اہل کتاب ہیں تو پھر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر بھی اہل کتاب کے احکام جاری کیے جائیں لیکن اس دلیل کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ مجوس سے جزیہ لینا اس وجہ سے ہے کہ اس کے متعلق حدیث وارد ہے اور اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۴، ۴۸۳، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اہل کتاب کی مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کے متعلق فقہاء کے نظریات

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے متعلق لکھتے ہیں:

اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام فرمادیا ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ (البقرہ:۲۲۱)

اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں اور مسلمان باندی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو اچھی لگتی ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں اہل کتاب کی مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (المائدہ:۵)

اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں۔

المروزی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

انہوں نے البقرہ:۲۲۱ کی تفسیر میں فرمایا: اس آیت کو المائدہ:۵ نے منسوخ کر دیا ہے، سو اہل کتاب کی مشرک عورتیں مسلمانوں کے لئے حلال ہو گئیں۔ (السنہ:۲۷، ۳۲، جامع البیان:۴۲۱۵، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ، الاوسط ج ۸ ص ۷۰۴، دارالفلاح ۱۴۳۰ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کی تفسیر

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ ان دونوں آیتوں میں نہ کوئی آیت ناسخ ہے اور نہ دوسری منسوخ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ البقرہ:۲۲۱ میں اہل کتاب کی مشرک عورتوں کے سوا باقی تمام مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے اور سعید بن جبیر نے کہا، البقرہ:۲۲۱ میں بت پرستوں اور مجوس کی عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا

Marfat.com

ہے۔(جامع البیان ج ۲ ص ۴۷۷، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ کی تفسیر

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اہل کتاب کا اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے، بعض مفسرین نے کہا کہ ہر مشرک مرد اور ہر مشرک عورت کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے، خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہو یا غیر اہل کتاب میں سے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى یُؤْمِنَّ ؕ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰى یُؤْمِنُوْا ؕ وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓىٕكَ یَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ اللّٰهُ یَدْعُوْۤا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَ یُبَیِّنُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ۠ (البقرہ:۲۲۱)

اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں اور مسلمان باندی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو اچھی لگتی ہو اور مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں اور مسلمان غلام (آزاد) مشرک مرد سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو اچھا لگتا ہو، یہ (مشرکین) دوزخ کی آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے اذن سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں کے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں O

پھر اللہ تعالیٰ نے البقرہ:۲۲۱ کے عموم کو درج ذیل آیت سے منسوخ فرمادیا:

وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (المائدہ:۵)

اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں۔

سو مشرکہ باندیوں کے ساتھ نکاح کی ممانعت البقرہ:۲۲۱ کے عموم سے قائم رہی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کو مستثنیٰ فرمایا ہے نہ کہ مشرکہ باندیوں کے ساتھ نکاح کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔

عکرمہ اور حسن بصری سے بھی اسی طرح منقول ہے (جامع البیان:۴۲۱۶) اور مجاہد سے بھی اسی طرح منقول ہے (جامع البیان: ۴۲۱۷، ۴۲۱۸) اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے۔(الدر المنثور ج ۱ ص ۴۵۸)

علامہ ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ البقرہ:۲۲۱ سے صرف مشرکات کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے نہ کہ کتابیات کے ساتھ نکاح کا جواز المائدہ:۵ سے مستثنیٰ ہے خواہ وہ آزاد عورتیں ہوں یا باندیاں، اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ (النساء:۲۴)

اور تم پر وہ عورتیں حرام کی گئی ہیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں مگر (کافروں کی) جن عورتوں کے تم مالک بن جاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکہ باندیوں کے ساتھ نکاح کی حرمت کو شادی شدہ مسلمان عورتوں کے ساتھ نکاح کی تحریم کو مستثنیٰ فرمادیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی نکاح کے جواز کے حکم میں داخل ہیں، نیز اس پر اجماع ہے کہ مشرکہ قیدی عورتیں ہمارے لئے حلال ہیں، پس جب ہمارے لیے مشرکہ قیدی عورتوں کے ساتھ نکاح کو حلال کردیا ہے تو وہ بھی آزاد عورتوں کی مثل

ہیں، پس اس سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب کی مشرکہ باندیوں کے ساتھ بھی نکاح حلال ہے اور ان کا قول باطل ہو گیا جنہوں نے اہل کتاب کی مشرکہ باندیوں کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے اور صرف اہل کتاب کی آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت کو مخصوص قرار دیا ہے۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۲ ص ۱۲۲-۱۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر

علامہ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ البقرہ: ۲۲۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایک روز حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ متوفی ۸ھ نے کسی خطاء پر اپنی باندی کو طمانچہ مارا، پھر خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حال دریافت فرمایا، عرض کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتی ہے اور رمضان کے روزے بھی رکھتی ہے، خوب وضوء کرتی ہے اور نماز پڑھتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مومنہ ہے، انہوں نے عرض کیا: اس کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر مبعوث فرمایا! میں اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کروں گا اور انہوں نے ایسا ہی کیا، اس پر لوگوں نے طعنہ دیا کہ آپ نے ایک سیاہ فام باندی کے ساتھ نکاح کیا ہے حالانکہ فلاں مشرکہ آزاد عورت آپ کے لئے حاضر ہے وہ حسین بھی ہے اور مال دار بھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ولامة مومنة، یعنی مسلمان باندی مشرکہ سے بہتر ہے خواہ مشرکہ آزاد ہو اور حسن و جمال کی وجہ سے اچھی معلوم ہوتی ہو۔ (خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ص ۴۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تفسیر

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۹۸ء البقرہ: ۲۲۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان کفار سے رشتہ لیا بھی کرتے تھے اور دیا بھی کرتے تھے لیکن اب انہیں اس بات سے روک دیا گیا کہ مانا کوئی مشرک عورت اپنے مال و دولت، حسن و جمال، فضل و کمال میں بڑھی ہوئی ہے لیکن اس کے شرک کے عیب نے اس کے تمام حسن و کمال کو بدنما بنا کر رکھ دیا ہے اور مومنہ پر ایمان کے نور کا جو ہالہ ہے اس نے اس کی دوسری جملہ خامیوں کی کسر نکال دی ہے اور یہی فرق مومن مرد اور مشرک مرد کا ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب میاں اور بیوی کے عقائد بالکل متضاد ہوں گے، ایک اللہ وحدہ لاشریک کا بندہ اور دوسرا ہزاروں بتوں کا پرستار ہو گا تو ان کی کب نبھ سکے گی، لامحالہ آج نہیں تو کل یہ کشتی کسی چٹان سے ٹکرائے گی اور پاش پاش ہو جائے گی، نیز وہ دو قومیں جو ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں، ان کے افراد کو ایک دوسرے پر کب اعتماد ہو گا اور وہ شادی جہاں باہمی اعتماد نہ ہو جذبات اور امنگیں ایک دوسرے سے بالکل متضاد ہوں، وہ زیادہ دیر پا نہیں ہو سکتی، اس لئے تم جذبات کی رو میں نہ بہہ جاؤ اور اپنے مستقبل کو برباد نہ کرو۔

سابقہ حکم کی حکمت بیان کی جا رہی ہے یعنی اگر مشرک عورت سے شادی رچائی تو وہ اپنی پوری کوشش کرے گی کہ وہ تمہیں اسلام سے روگرداں کر دے اور عورت کے دام فریب میں تو بڑے بڑے سورماؤں کو پھڑکتے دیکھا ہے اور اگر تم نے اپنی بیٹی کسی مشرک سے بیاہ دی تو ممکن ہے اس کی ہیبت کا کوئی جھونکا تمہاری بیٹی کے ایمان کی شمع بجھا دے تم خود سوچو یہ کتنا قابل اعتبار خسارہ ہے۔

(ضیاء القرآن ج ۱ ص ۱۵۱-۱۵۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۱ء)

نیز پیر محمد کرم شاہ الازہری حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۹۸ء المائدہ: ۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

محصنٰت کا معنی ہے: پاک دامن، یہاں مسلمانوں کو ترغیب دلائی جارہی ہے کہ اگر تم شادی کرنا چاہتے ہو تو حسن و دولت کی وجہ سے شادی نہ کرو بلکہ عفت اور پاک دامنی کی وجہ سے جو مزین ہو اس کے ساتھ شادی کرو، یہی ایک ایسی محکم بنیاد ہے جس پر گھر کی جو عمارت اٹھائی جائے گی وہ زندگی میں پیش آنے والے سارے حادثات اور طوفانوں کا مقابلہ کر سکے گی۔

پہلے یہ بتایا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے، اب یہ بتایا جارہا ہے کہ ان کی نیک عورتوں سے بھی تم شادی کر سکتے ہو، بعض علماء کے نزدیک صرف ان کتابی عورتوں سے شادی کی اجازت ہے جو مملکتِ اسلامیہ کی رعایا ہوں، دارالحرب میں رہنے والی کتابی عورتوں سے اجازت نہیں، احناف کے نزدیک حرام تو نہیں لیکن مکروہ ضرور ہے، لیکن بعض علماء نے ہر کتابی عورت سے نکاح کی اجازت دی، خواہ وہ مملکتِ اسلامیہ کی رعایا ہو یا دارالحرب کی باشندہ ہو، یہاں یہ بات یاد رہے کہ قرآن نے جو حلال فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی عورت کا صرف یہودی یا نصرانی ہونا اس کی حرمت کا باعث نہیں لیکن اگر اس کی وجہ سے اور خرابیاں رونما پذیر ہوتی ہوں تو پھر یہ حرمت لغیرہ ثابت ہو جائے گی۔ یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں نے ایسی عورتوں سے شادی کی ان کے گھروں میں وہی طرز معاشرت داخل ہوگئی، وہی بے پردگی، وہی غیر مردوں سے عام اختلاط، اسلامی عبادات سے بے رغبتی اور اخلاق و آداب سے بے رُخی اور پھر یہی اثر ان کی اولاد میں بھی چلا جاتا ہے۔

تاریخ میں ایسی مثالیں بہ کثرت ملتی ہیں کہ یہودی اور نصرانی عورتوں نے مسلمانوں کے ایسے ایسے راز اپنی قوم تک پہنچائے جس سے مسلمانوں کو سخت مشکلات سے دو چار ہونا پڑا، اس لئے ان وجوہات کے باعث ایسی عورتوں سے نکاح کرنے پر پابندی لگادی جائے تو عین حکمت ہے۔ (ضیاء القرآن ج ۱ ص ۴۴۲-۴۴۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۱ء)

مصنف کی تفسیر

مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کے نکاح کا عدم جواز

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یتیم کے ساتھ مخالطت کا جواز بیان فرمایا تھا، جس کا تقاضا یہ تھا کہ یتیم کے مال کے ساتھ اپنا مال بھی مخلوط کرنا جائز ہے اور یتیم لڑکے اور یتیم لڑکی کے ساتھ اپنا یا اپنی اولاد کا نکاح کرنا بھی جائز ہے، تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کے بعض مسائل بیان فرمائے کہ مشرک مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کا اور مشرک عورتوں کے ساتھ مسلمان مردوں کا نکاح جائز نہیں ہے، کیونکہ نکاح کی وجہ سے شوہر اور بیوی کے ساتھ جو جسمانی اور ذہنی قرب ہوتا ہے اس سے دونوں ایک دوسرے کے عقائد نظریات، افکار اور خیالات سے متاثر ہوتے ہیں، اس لئے یہ خدشہ ہے کہ مشرک شوہر کے عقائد سے مسلمان بیوی متاثر ہو یا مشرک عورت کے نظریات سے مسلمان شوہر متاثر ہو جائے، لیکن جب کوئی چیز نفع اور نقصان کے درمیان دائر ہو تو نقصان سے بچنے کو نفع کے حصول پر مقدم کیا جاتا ہے، اس لئے اسلام نے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان مناکحت کا معاملہ کلیۃً منقطع کر دیا، یہاں شرک سے مراد کفر ہے، اس لئے ملحد، مجوسی، بت پرست اور کسی قسم کے بھی کافر سے نکاح جائز نہیں ہے مسلمان مرد کا نہ مسلمان عورت کا۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم اور امام ابن المنذر نے مقاتل بن حیان سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابومرثد غنوی کے متعلق نازل ہوئی ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ عناق نامی ایک مشرکہ عورت سے نکاح کر لیں جو نہایت حسین و جمیل عورت تھی

Marfat.com

اور حضرت ابو مرثد مسلمان ہو چکے تھے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ عورت مجھے بہت اچھی لگتی ہے، تب یہ آیت نازل ہوئی: اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ الآیہ۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۵۶، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ آزاد مشرک کی بہ نسبت مسلمان غلام بہتر ہے اور کسی آزاد مسلمان عورت کا نکاح مسلمان غلام سے کر دینا اللہ کے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ اس کا نکاح آزاد مشرک سے کیا جائے، حالانکہ غلام آزاد کا کفو نہیں ہے، سو غیر کفو میں نکاح کے جواز کے لئے یہ آیت صریح جزئیہ ہے۔

مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کے باوجود اہل کتاب سے نکاح کے جواز کی توجیہ

اسلام میں یہ جائز ہے کہ اہل کتاب عورتوں کے ساتھ مسلمان مرد نکاح کرلیں لیکن اہل کتاب مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، قرآن مجید نے مشرکہ عورتوں سے نکاح کی ممانعت کے باوجود کتابیہ یعنی یہودی یا عیسائی عورت کے ساتھ نکاح کی اجازت دی ہے:

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۗ (المائدہ:۵)

اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے اور (تمہاری) آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (تمہارے لیے حلال ہیں) جب کہ تم ان سے نکاح کر کے ان کا مہر ادا کرو، نہ ان سے ظاہر آبدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو۔

اب یہ سوال ہے کہ جب اللہ عزوجل نے مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کر دی تھی تو پھر کتابیہ سے نکاح کی اجازت کیوں دی، جب کہ اہل کتاب یہودی اور عیسائی بھی مشرک ہیں، قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۗ (التوبہ:۳۰)

اور یہود نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ یہود و نصاریٰ دونوں مشرک ہیں لیکن قرآن مجید کی اصطلاح ہے کہ اس نے بت پرستوں پر مشرکین کا اطلاق کیا ہے اور یہود و نصاریٰ پر اہل کتاب کا، قرآن مجید میں ہے:

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ (البقرہ:۱۰۵)

کافروں میں سے اہل کتاب اور مشرکین یہ پسند نہیں کرتے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ (البینہ:۱)

کافر اہل کتاب اور مشرکین بغیر واضح دلیل کے اپنے دین کو چھوڑنے والے نہ تھے O

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ مشرک عورتوں میں اہل کتاب عورتیں بھی داخل تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے مشرکات کے عموم سے اہل کتاب عورتوں کو مستثنیٰ فرما لیا، اور یہ اصطلاح میں عام مخصوص عنہ البعض ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام ابن جریر، امام ابن المنذر، امام ابن ابی حاتم، اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ" (البقرہ:۲۲۱) کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اہل کتاب کی عورتوں کو مستثنیٰ کرلیا ہے اور دلیل استثناء یہ آیت ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اور اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (تمہارے لئے حلال ہیں)۔ (المائدہ:۵)

(الدر المنثور ج ۱ ص ۲۵۶، مکتبہ آیۃ اللہ العظمی، ایران)

باقی رہی یہ بحث کہ خالص مشرک عورتوں اور اہل کتاب میں نکاح کے جواز کا فرق کرنے کی وجہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشرک نہ خدا کو مانتا ہے نہ کتاب کو، نہ رسول کو نہ قیامت کو اور جزاء اور سزاء کو، نہ حلال اور حرام کا قائل ہوتا ہے، اس کے برعکس اہل کتاب ان تمام امور کو مانتے ہیں، ان کے کفر کی صرف یہ وجہ ہے کہ انہوں نے غلو محبت میں اپنے اپنے رسول کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ دیا۔

دوسری بحث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں کا اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا ہے، اور مسلمان عورتوں کا اہل کتاب مردوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں کیا، اس فرق کی وجہ کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عائلی اور گھریلو زندگی میں مرد حاکم ہوتا ہے اور اس کا گھر میں قبضہ اور اقتدار ہوتا ہے اور عورت فطرتاً منفعل مزاج اور گھر میں محکوم ہوتی ہے، اگر کسی یہودی یا عیسائی مرد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز ہوتا تو عین ممکن تھا کہ وہ مسلمان عورت اپنے کافر شوہر کے معتقدات اور خیالات سے متاثر ہوجاتی اور اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوجاتی، اس کے برعکس جب شوہر مسلمان ہو اور بیوی یہودی یا عیسائی ہو تو چونکہ گھر میں حاکم اور مقتدر شوہر ہوتا ہے، اس لئے گھر میں اسلامی ماحول اور لٹریچر فراہم ہوگا اور مسلمان خاندان سے میل جول اور ربط وضبط کی وجہ سے اس کے اسلام قبول کرنے کے بہت ذرائع میسر ہوں گے اور وہ جلد یا بہ دیر مسلمان ہوجائے گی، اور اگر بالفرض وہ مسلمان نہ بھی ہو تو بچے بہرحال باپ کے تابع رہیں گے، اور ظاہر یہ ہے کہ یہ تمام مواقع دار الاسلام میں ہی میسر ہوتے ہیں، اس لئے ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ دار الحرب میں اہل کتاب عورت کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہاں کفر کا غلبہ ہوتا ہے اور جس حکمت کی وجہ سے اہل کتاب عورت کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا گیا ہے، اس کے پورے ہونے کے مواقع میسر نہیں ہیں۔

(تبیان القرآن ج ۱ ص ۷۸۴-۷۸۲، فرید بک اسٹال لاہور ۱۴۳۰ھ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دینا

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ زید بن وہب الجہنی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ نے ہماری طرف مکتوب لکھا کہ مسلمان مرد کا نصرانی عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اور نصرانی مرد کا مسلمان عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۱۷۲، نشر السنہ ملتان، مصنف عبد الرزاق: ۱۰۰۵۸، بیروت)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ نے نائلہ بنت الفرافصہ سے نکاح کیا جب کہ وہ نصرانی تھیں۔ (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۱۷۲، نشر السنہ ملتان)

امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ خیرہ بنت مریم سے روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت طلحہ بن عبید اللہ متوفی ۳۶ ھ، نے یہودی عورت سے نکاح کیا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۰۰۶۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

امام عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ ھ اپنی سند کے ساتھ ابو الزبیر سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما متوفی ۷۸ ھ سے سوال کیا گیا کہ آیا مسلمان مرد یہودیہ یا نصرانیہ سے نکاح کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے فتح مکہ کے زمانہ میں ان کے ساتھ کوفہ میں نکاح کیا اور ہمارے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ متوفی ۵۴ ھ بھی تھے اور اس وقت ہمیں مسلمان عورتیں زیادہ دستیاب نہیں تھیں، پس جب ہم واپس لوٹے تو ہم نے ان کو طلاق دے دی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اہل کتاب کی عورتیں ہمارے لئے حلال ہیں اور ہماری عورتیں ان پر حرام ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۲۶۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

فقہاء تابعین، ائمہ مجتہدین اور دیگر کا اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کو کراہت کے ساتھ جائز قرار دینا

جن فقہاء تابعین وغیرھم نے اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا ہے ان کی روایات درج ذیل ہیں:

(۱) عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ ھ، (مصنف عبد الرزاق: ۱۲۶۶۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

(۲) طاؤس متوفی ۱۰۶، (مصنف عبد الرزاق: ۱۷۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

(۳) سعید بن المسیب متوفی ۹۰ ھ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۷)

(۴) الحسن البصری متوفی ۱۱۰ ھ، (سنن سعید بن منصور: ۷۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۵) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری متوفی ۱۵۲ ھ (مصنف عبد الرزاق: ۱۲۶۷۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۸، بیروت)

(۶) الثوری متوفی ۱۶۱ ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ ھ (کتاب الام ج ۵ ص ۸، دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ ھ)

(۷) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ: (مسائل احمد و اسحاق: ۸۸۶)

(۸) عام اہل مدینہ: (المدونہ ج ۲ ص ۲۱۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۹) عام فقہاء احناف: (المبسوط ج ۵ ص ۴۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

(۱۰) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی المتوفی ۴۵۸ ھ اپنی سند کے ساتھ علی بن حسن متوفی ۶۷ ھ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۶ ھ نے ایک یہودی عورت سے نکاح کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف مکتوب لکھا کہ وہ اس سے الگ ہو جائیں، اور فرمایا: مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم مسلمان عورتوں کو چھوڑ دو گے اور فاحشہ عورتوں سے نکاح کرو گے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۱۷۲ نشر السنہ بیروت)

(۱۱) امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ ھ اس کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کیا جائے اور وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مسلمان عورتیں زیادہ تعداد میں پیدا کی ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ ھ)

Marfat.com

بعض صحابہ کے اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کو مکروہ قرار دینے کی توجیہ

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ھ، اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ ۔ الآیہ (المائدہ: ۵)

آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے اور آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں۔

علامہ ابوبکر ابن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا: سو اس آیت مبارکہ کے ظاہر سے اہل کتاب کی عورتیں مباح ہیں، رہا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ المتوفی ۲۴ھ کا ان کے ساتھ نکاح کا ناپسند فرمانا تو یہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیتے تھے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس چیز کو ناپسند فرماتے تھے کہ مسلمان عورتوں کو چھوڑ کر فاحشہ عورتوں سے نکاح کیا جائے جیسا کہ ابھی سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۷۲ کے حوالہ سے گزر چکا ہے، اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کا قول بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسلمان عورتیں بہت زیادہ پیدا کی ہیں، کیونکہ اگر ان کے نزدیک اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہوتا تو وہ ہر حال میں حرام ہوتا، خواہ مسلمان عورتوں کی تعداد کم ہو یا زیادہ۔

دار الحرب میں اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے جواز میں فقہاء کا اختلاف

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا دار الحرب میں اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سو بعض فقہاء نے ان کے ساتھ نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے اور جنہوں نے ان کے ساتھ نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے ان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، مجاہد اور ابو عیاض ہیں۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۲۷۷۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کرتے ہیں: کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے فرمایا: جب مسلمان دار الحرب میں کافروں کے ساتھ برسر جنگ ہوں تو پھر اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

حکم نے کہا: میں نے ابراہیم نخعی کو یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے اس حدیث کو بہت پسند کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کہتے تھے کہ جب مسلمان دار الحرب میں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کریں اور ان مسلمانوں کو یہ اجازت ہو کہ وہ اپنی بیویوں اور اپنے بچوں کو سرزمین اسلام کی طرف لے جائیں تو پھر اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر انہیں یہ خطرہ ہو کہ وہ ان کی بیویوں اور بچوں کو سرزمین اسلام کی طرف نہیں جانے دیں گے تو پھر مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیویوں اور بچوں کو سرزمین کفر میں چھوڑے

Marfat.com

رکھیں۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۲۱۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

مجوس کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا مجوس کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے جواز میں اختلاف ہے۔

حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر القرطبی المالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے لکھا ہے:

اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ مجوسیات کے ساتھ مسلمانوں کا نکاح کرنا حرام ہے۔ (التمہید ج ۲ ص ۱۲۸)

الحسن البصری، الزہری، الاوزاعی، اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ مسلمان مرد مجوسیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے۔

(المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۲۱۴، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اور اہل مدینہ، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور ان کے موافقین نے بھی مسلمان مرد کے مجوسی عورتوں کے ساتھ نکاح کو ناجائز کہا ہے۔ (المبسوط للسرخسی ج ۵ ص ۲۴۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ)

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے بھی مسلمان مرد کے مجوسیہ کے ساتھ نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے۔

(کتاب الام ج ۵ ص ۲۴۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ)

امام اسحاق بن راہویہ نے بھی مجوسیہ کے ساتھ نکاح کو ناجائز کہا ہے۔ (مسائل احمد واسحاق: ۸۸۶)

امام شافعی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۶ھ کی بیوی مجوسیہ تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ نے ان سے کہا کہ اس کو طلاق دے دو، تو حضرت حذیفہ نے کہا: کیا مجوس اہل کتاب نہیں ہیں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سختی سے کہا کہ تم اس کو طلاق دے دو۔ (المحلی بالآثار لابن حزم ج ۹ ص ۴۴۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اس اثر کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۹ ص ۱۹۲)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ ابن ابزیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجوس اہل کتاب ہیں، سو ان میں وہ احکام جاری کرو جو تم اہل کتاب کے متعلق احکام جاری کرتے ہو۔

(جامع البیان للطبری ج ۳۰ ص ۱۳۲، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے بھی اس اثر کی روایت کی ہے۔

(المحلی بالآثار ج ۹ ص ۴۴۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۶۱)

(الاوسط من السنن والجامع والاختلاف ج ۸ ص ۴۷۶-۴۷۷، دار الفلاح ریاض، ۱۴۳۰ھ)

۵۲۸۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ نِكَاحِ النَّصْرَانِيَّةِ وَالْيَهُودِيَّةِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْمُشْرِكَاتِ عَلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نصرانی عورت اور

الْمُؤْمِنِينَ وَلَا أَعْلَمُ مِنَ الْإِشْرَاكِ شَيْئًا أَكْبَرَ مِنْ أَنْ تَقُولَ الْمَرْأَةُ رَبُّهَا عِيسَى وَهُوَ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِ اللهِ۔

(تحفۃ الاشراف:۵۳۰۵)

یہودی عورت کے ساتھ نکاح کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے: بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین پر مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام فرمادیا ہے اور میرے علم میں اس سے بڑا کوئی شرک نہیں ہے کہ کوئی عورت یہ کہے کہ میرا رب عیسیٰ ہے، حالانکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں۔

اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے جواز کے متعلق صحابہ کرام، فقہاء تابعین، ائمہ مجتہدین اور جمہور مسلمین کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام فرمادیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ (البقرہ:۲۲۱) اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کو ان مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کا استثناء فرمادیا، پس درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ نکاح کو حلال فرمادیا:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (المائدہ:۵) اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لئے حلال ہیں)۔

اور باقی تمام مشرک عورتیں اصل تحریم پر باقی رہیں۔

امام ابوعبید القاسم بن سلام الہروی المتوفی ۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے مروی ہے اور دیگر صحابہ اور تابعین کے آثار بھی مروی ہیں اور ان کے بعد اہل علم کا بھی یہی مختار ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حلال ہے اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، الاوزاعی، الثوری اور فقہاء احناف اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اور عامۃ الفقہاء کا یہی مذہب ہے، اور سوائے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی اور ان کا قول جماعت صحابہ اور فقہاء تابعین کے مقابلہ میں شاذ ہے، انہوں نے یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ نکاح کو جائز قرار نہیں دیا اور المائدہ:۵ کی مخالفت کی اور فقہاء میں سے کسی نے ان کے قول کی طرف التفات نہیں کیا۔

امام ابوعبید القاسم بن سلام الہروی المتوفی ۲۲۴ھ نے کہا ہے: اس دور میں تمام مسلمان اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی رخصت دیتے ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ المائدہ:۵ کی تحلیل البقرہ:۲۲۱ کی تحریم کے لئے ناسخ ہے، کیونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ نے نائلہ بنت الفرافصہ الکلبیہ کے ساتھ نکاح کیا تھا اور وہ نصرانی خاتون تھیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی مسلمان بیویوں کے باوجود ان سے نکاح کیا تھا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ متوفی ۳۷ھ نے ایک یہودی خاتون سے نکاح کیا تھا اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۶ھ نے بھی ایک یہودی خاتون سے نکاح کیا تھا اور اس وقت ان کے نکاح میں دو مسلمان

Marfat.com

آزاد عورتیں موجود تھیں اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح سے اجتناب کا حکم دیتے تھے لیکن وہ اس نکاح کو حرام نہیں کہتے تھے۔

اور ابوثور نے جماعت فقہاء کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ مجوس کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اور ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۵۵-۳۵۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ نے اس باب اور اس حدیث کی شرح میں وہی لکھا ہے جس کو ہم علامہ ابن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کے حوالوں سے نقل کر چکے ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۴۲-۳۴۶، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

عیسائیوں کے اس عقیدہ کا بُطلان کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب ہیں اور تین میں کے تیسرے ہیں

کیونکہ رب عزوجل اور خدا کیلئے ضروری ہے کہ وہ واجب اور قدیم ہو، کیونکہ جو ممکن اور حادث ہو وہ رب اور خدا نہیں ہوسکتا اس لئے کہ جو ممکن اور حادث ہو وہ اپنے وجود میں کسی موجد اور محدث کا محتاج ہوگا اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہوگا، سو ضروری ہوا کہ رب اور خدا وہی ہوگا جو واجب اور قدیم ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوئے اور پیدا ہونے سے پہلے وہ موجود نہیں تھے، سو وہ حادث اور ممکن قرار پائے اور جو حادث اور ممکن ہو وہ رب اور خدا نہیں ہوسکتا، نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے مہد اور پنگوڑہ میں نومولود بچہ تھے، پھر وہ بالغ ہوئے، پھر جوان ہوئے، پھر وہ ادھیڑ عمر کو پہنچے یعنی کُھول ہوئے، پھر جب یہود نے ان کو اپنے عقیدے کے مطابق صلیب پر چڑھایا تو یہودیوں اور عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق ان کو قتل کر دیا گیا، سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تغیرات عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق وارد ہوئے اور جس پر تغیرات وارد ہوں وہ ممکن اور حادث ہوتا ہے اور جو ممکن اور حادث ہو وہ رب اور خدا نہیں ہوسکتا، سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب اور خدا نہیں ہیں۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ (الزخرف:۵۹)	ابن مریم محض ہمارے (مقدس) بندے ہیں، ہم نے ان پر انعام فرمایا اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنایا ہےO

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میرے متعلق ایسا غلو نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے متعلق غلو کیا، سو میں صرف اللہ کا بندہ ہوں، پس تم میرے متعلق کہو کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (صحیح البخاری: ۳۴۴۵، مسند احمد: ۱۵۵، سنن دارمی: ۲۷۸۴)

اور نصرانیہ عورت یہ کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے رب ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ نصرانی عورت کے ساتھ نکاح اس وقت حلال ہے کہ جب وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی دین کے اوپر قائم ہو جس میں شرک نہیں تھا، پس دین مسیحی

Marfat.com

ہے جس میں شرک بالکل نہ ہو۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدہ:۱۷)

بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا: یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ڮ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ (التوبہ:۳۰)

اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ محض ان کے منہ سے کہی ہوئی (بے سروپا) باتیں ہیں، یہ اپنے سے پہلے کافروں کی کہی ہوئی باتوں کی مشابہت کرتے ہیں، ان پر اللہ کی پھٹکار یہ کہاں اوندھے جارہے ہیں O

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (المائدہ:۷۳)

بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا: بلاشبہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔

تاہم صحیح مذہب جمہور فقہاء کا ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۵۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے، جو عورت کسی نبی مرسل پر ایمان رکھتی ہو اور کسی نازل شدہ کتاب کا اقرار کرتی ہو، اگرچہ ان لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ حضرت مسیح معبود ہیں اور اسی طرح ہمارے مذہب کے مطابق ان کا ذبیحہ کھانا بھی جائز ہے (البحر الرائق) اور معتزلہ کی عورتوں کے ساتھ نکاح بھی جائز ہے، کیونکہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۴ ص ۱۰۱-۱۰۲، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الدمشقی الشامی الحنفی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فتح القدیر میں مذکور ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ یہ نکاح نہ کیا جائے اور بغیر ضرورت کے ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے اور اہل کتاب کی جو عورت دارالحرب میں ہو اس کے ساتھ نکاح کرنا اجماعاً مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ اس سے فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے اور اپنی اولاد کو کفار کے اخلاق کے ساتھ متخلق کرنے کا سبب ہے۔

جو شخص کسی آسمانی دین کا اعتقاد رکھتا ہو اور اس کے پاس کوئی نازل شدہ کتاب ہو جیسے صحائف ابراہیم اور صحائف شیث اور زبور داؤد، سو وہ اہل کتاب میں سے ہیں تو ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا اور ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے اور شیخ الاسلام کی مبسوط میں مذکور ہے کہ جب وہ لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا اعتقاد رکھیں یا حضرت عزیر علیہ السلام کی الوہیت کا اعتقاد رکھیں تو پھر واجب ہے کہ ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے اور نہ ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کیا جائے، ایک قول یہ ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے لیکن دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کیا جائے۔

Marfat.com

البحر الرائق میں مذکور ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا مطلقاً حلال ہے کیونکہ شمس الائمہ سرخسی نے المبسوط میں ذکر کیا ہے کہ نصرانی کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے خواہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام تین میں کے تیسرے ہیں، کیونکہ قرآن مجید نے ان عورتوں کے ساتھ نکاح کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے۔

(ردالمحتار ج ۴ ص ۱۰۱-۱۰۲، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اہل کتاب کی خواتین کے ساتھ مسلمانوں کے نکاح کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تحقیق

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

نصاریٰ باعتبار حقیقت لغویہ ازانجا کہ قیام مبدء مستلزم صدق مشتق ہے، بلاشبہ مشرکین ہیں کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و بُنوت ہیں، اسی طرح وہ یہود جو الوہیت وابنیت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل تھے، مگر کلام اس میں ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے کتب آسمانی کا اجلال فرما کر یہود ونصاریٰ کے احکام کو احکام مشرکین سے جدا کیا اور ان کا نام اہل کتاب رکھا اور ان کے نساء اور ذبائح کو حلال ومباح ٹھہرایا، آیا نصاریٰ زمانہ بھی کہ الوہیت عبد اللہ مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علی الاعلان تصریح اور وہ یہود جو مثل بعض طوائف ماضیہ الوہیت بندۂ خدا عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہوں انہیں میں داخل اور اس تفرقہ کے مستحق ہیں یا ان پر شرعاً بھی احکام مشرکین جاری ہوں گے اور ان کی نساء سے تزوج اور ذبائح کا تناول ناروا ہوگا۔ کلمات علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم اس بارے میں مختلف، بہت مشائخ نے قول اخیر کی طرف میل فرمایا، بعض علماء نے تصریح کی کہ اسی پر فتویٰ ہے۔

مستصفی میں ہے: علماء نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ تب حلال ہوگا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ نہ مانتے ہوں، لیکن اگر وہ ان کو الٰہ مانتے ہوں تو پھر حلال نہ ہوگا اور شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اس صورت میں نہ کھائیں جب وہ مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو الٰہ مانتے ہوں اور اندریں صورت ان کی عورتوں سے بھی نکاح نہ کریں۔ اسی پر فتویٰ کہا گیا ہے۔

(فتح القدیر بحوالہ المستصفی ج ۳ ص ۱۳۵، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

ان علماء کا استدلال درج ذیل آیت کریمہ سے ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ (التوبہ: ۳۰)

یہود نے کہا: عزیر ابن اللہ ہیں اور نصاریٰ نے کہا مسیح ابن اللہ ہیں۔

اس کے آخر میں ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (التوبہ: ۳۱)

وہ پاک ذات ہے اور جو انہوں نے اس کا شریک بنایا اللہ تعالیٰ اس سے بلند وبالا ہے ۝

دیکھو اول ان کے اقوال خبیثہ یاد فرما کر آخر ان کے شرک سے اپنی نزاہت وتبری بیان فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہ قائلین بُنوت مشرکین ہیں مگر ظاہر الروایہ میں ان پر علی الاطلاق حکم کتابیت دیا اور ان کے ذبائح ونساء کو حلال ٹھہرایا۔

دُرمختار میں ہے: کتابیہ عورت سے نکاح صحیح ہے اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے بہ شرطیکہ وہ عورت کسی مرسل نبی پر ایمان رکھتی ہو اور کسی منزل من اللہ کتاب کا اقرار کرتی ہو اگرچہ عمومی طور پر وہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ مانتے ہوں، یونہی ان کا ذبیحہ بھی مذہب میں حلال

Marfat.com

ہے۔(درمختار ج ۱ ص ۱۸۹، مطبع مجتبائی دہلی)

نیز ردالمحتار میں البحرالرائق سے منقول ہے: حاصل یہ ہے کہ مذہب میں اطلاق ہے، کیونکہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ نصرانی کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے خواہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ثالث ثلثہ کا قول کریں یا نہ کریں، کیونکہ کتاب اللہ کا یہاں اطلاق ہے اور یہی دلیل ہے، اس کو فتح القدیر میں ترجیح ہے۔(ردالمحتار ج ۲ ص ۲۸۹، دراحیاء التراث العربی بیروت)

مستصفیٰ میں عبارت مذکورہ کے بعد مبسوط سے منقول ہے: لیکن دلائل کو دیکھتے ہوئے یہی مناسب قول ہے کہ ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔(فتح القدیر بہ حوالہ المستصفیٰ ج ۳ ص ۱۳۵، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

فتاویٰ حامدیہ میں ہے: دلائل کا مقتضیٰ یہی ہے کہ جائز ہے جیسا کہ اسے تمرتاشی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے۔

(العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۲۳۲، ارگ بازار قندھار افغانستان)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۱۳۶-۱۱۷، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ۱۴۱۹ھ)

اہل کتاب کی خواتین کے ساتھ مسلمانوں کے نکاح کے متعلق صدرالشریعہ کے ذکر کردہ احکام

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مولانا محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: مسلمان کا نکاح مجوسیہ، بت پرست، آفتاب پرست، ستارہ پرست، عورت سے نہیں ہوسکتا خواہ یہ عورتیں حُرہ ہوں یا باندیاں ہوں، غرض کتابیہ کے سوا کسی کافرہ عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا۔(فتح القدیر ج ۳ ص ۱۳۶-۱۳۸، کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات)

مسئلہ: یہودیہ اور نصرانیہ سے مسلمان کا نکاح ہوسکتا ہے مگر چاہیے نہیں کہ اس سے بہت زیادہ مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے۔

(عالمگیری وغیرہ)(الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۲۸۱، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات)

مگر یہ جواز اسی وقت تک ہے جب کہ اپنے اسی مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہوں اور اگر صرف نام کی یہودی، نصرانی ہوں اور حقیقۃً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہو، جیسے آج کل کے عموماً نصاریٰ کا کوئی مذہب ہی نہیں تو ان سے نکاح نہیں ہوسکتا، نہ ان کا ذبیحہ جائز بلکہ ان کے یہاں تو ذبیحہ ہوتا بھی نہیں۔

مسئلہ: کتابیہ سے دارالحرب میں نکاح کر کے دارالاسلام میں لایا تو نکاح باقی رہے گا اور خود چلا آیا اسے وہیں چھوڑ دیا تو نکاح ٹوٹ گیا۔(عالمگیری)(الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۲۸۱، کتاب النکاح الباب الثالث فی بیان المحرمات)

مسئلہ: مسلمان نے کتابیہ سے نکاح کیا تھا، پھر وہ مجوسیہ ہوگئی تو نکاح فسخ ہوگیا اور مرد پر حرام ہوگئی اور اگر یہودیہ تھی اب نصرانیہ ہوگئی یا نصرانیہ تھی یہودیہ ہوگئی تو نکاح باطل نہ ہوا۔(عالمگیری)(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۸۱، کتاب النکاح الباب الثالث فی بیان المحرمات)

مسئلہ: مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی مذہب والے سے نہیں ہوسکتا اور مسلمان کے نکاح میں کتابیہ ہے، اس کے بعد مسلمان عورت سے نکاح کیا یا مسلمان عورت نکاح میں تھی اس کے ہوتے ہوئے کتابیہ سے نکاح صحیح ہے۔

(الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۲۸۲، کتاب النکاح الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثامن)

(بہار شریعت حصہ ہفتم (۷) ص ۳۱-۳۲، مکتبۃ المدینہ، کراچی ۱۴۳۰ھ)

Marfat.com

۱۹۔ بَابُ: نِكَاحِ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الْمُشْرِكَاتِ وَعِدَّتِهِنَّ

مشرک عورتوں میں سے جو اسلام قبول کر لیں ان کے ساتھ نکاح اور ان کی عدت کا بیان

فقہاءِ اسلام کا اس میں اختلاف کہ مشرکہ عورت کے اسلام قبول کرنے کے بعد اس پر عِدت واجب ہے یا صرف استبراءِ رحم واجب ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مشرک عورت اسلام قبول کر لے اور مسلمانوں کی طرف ہجرت کر لے تو اس عورت کے اسلام کے سبب سے اس کے پہلے کافر خاوند اور اس کے درمیان تفریق ہو جائے گی، یہ فقہاء کی ایک جماعت کا موقف ہے، اور تین حیض کے ساتھ اس کا استبراءِ رحم کرنا واجب ہے (تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہے) پھر وہ دیگر شوہروں کے لئے حلال ہو جائے گی اور یہ امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، اللیث، الاوزاعی اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی متوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ، اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ کا مذہب ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے، اس مشرکہ عورت پر اسلام اور ہجرت کے بعد کوئی عدت نہیں ہے، اس پر صرف ایک حیض کے ساتھ استبراءِ رحم کرنا واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ عدت صرف طلاق سے واقع ہوتی ہے اور مشرکہ عورت کے اسلام قبول کرنے سے اس کا نکاح سابق فسخ ہوتا ہے اور وہ اس کی طلاق نہیں ہے، لہٰذا اس پر عدت بھی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۵، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمہور کا موقف یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد مشرکہ عورت پر آزاد عورت کی عدت واجب ہے اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ اس کے لئے ایک حیض سے استبراءِ رحم کرنا کافی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۴، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اسلام اور ہجرت کے بعد مشرکہ کے استبراءِ رحم کی مدت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب کوئی مشرک عورت اسلام قبول کرے اور مسلمانوں کی طرف ہجرت کر لے تو فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک اس کے اسلام کے سبب سے اس کے درمیان اور اس کے کافر خاوند کے درمیان تفریق ہو جائے گی اور تین حیض کے ساتھ استبراء کرنا واجب ہے، پھر وہ دیگر شوہروں کے لئے حلال ہو جائے گی، یہ امام انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۹، اللیث، الاوزاعی، امام ابو یوسف متوفی ۱۸۳ھ، امام محمد متوفی ۱۸۹ھ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے درمیان استبراءِ رحم کی مدت میں اختلاف اور طرفین کے دلائل

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے: جب کوئی حربی عورت اسلام قبول کر کے ہماری طرف ہجرت کرے اور دارالحرب میں اس کا کافر خاوند موجود ہو تو ان دونوں کے درمیان تفریق واقع ہو گئی اور اس پر عدت واجب نہیں ہے، اس پر

Marfat.com

صرف ایک حیض کے ساتھ استبراء رحم واجب ہے، امام ابوحنیفہ نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ عدت صرف طلاق سے ہوتی ہے اور مشرکہ کے اسلام قبول کرنے سے اس کا نکاح سابق فسخ ہوتا ہے اور یہ طلاق نہیں ہے، انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب کوئی عورت دار الحرب سے ہجرت کرے تو اس کو اس وقت تک نکاح کا پیغام نہیں دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کا ایک حیض گزر جائے اور وہ پاک ہو جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے مراد استبراء رحم ہے اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور ان کے موافقین نے جو کہا ہے: اس پر تین حیض کے ساتھ استبراء کرنا واجب ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جب اس نے ہجرت کر لی تو وہ عورت آزاد مسلمان عورتوں کے حکم میں داخل ہو گئی اور کسی آزاد عورت کا استبراء تین حیض سے کم میں نہیں ہوتا اور اکثر علماء اس پر متفق ہیں کہ جب مشرکہ عورت کا خاوند اس کی عدت گزرنے سے پہلے اسلام قبول کر کے ہجرت کرے تو وہ اپنی بیوی سے نکاح کرنے کا زیادہ حق دار ہے اور عنقریب اس باب میں ان کے اختلاف کا ذکر آئے گا اور اس پر اتفاق ہے کہ جب کسی باندی کو قید کر کے دار الاسلام میں لایا جائے تو اس کا استبراء رحم ایک حیض سے ہو جاتا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۵۶-۳۵۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

امام مالک رحمہ اللہ علیہ کی دلیل کا مصنف کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں: امام مالک رحمہ اللہ علیہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ صرف ہجرت کرنے سے کوئی مشرک عورت مسلمان عورت کے حکم میں نہیں ہوتی اس لیے جس مشرک عورت نے صرف ہجرت کی ہے اور اسلام قبول نہیں کیا تو وہ مسلمان عورت کے حکم میں نہیں ہوگی تاوقتیکہ وہ اسلام قبول نہ کر لے، نیز اگر وہ اسلام قبول بھی کر لے تب بھی اس کی کافر خاوند سے تفریق کو طلاق قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ طلاق نکاح کی فرع ہے، اور صرف ہجرت اور اسلام سے اس کا نکاح ثابت نہیں ہوا اور طلاق تو نکاح کی فرع ہے اور تین حیض کی مدت صرف طلاق کی عدت ہے، لہٰذا جب اس مشرکہ عورت کے اسلام اور ہجرت کے بعد کسی مسلمان مرد سے نکاح نہیں ہوا تو اس کی طلاق کیسے واقع ہوگی اور تین حیض کی مدت تو صرف طلاق کی عدت ہے، لہٰذا امام ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کا یہ قول درست ہے کہ ایسی عورت کا استبراء رحم صرف ایک حیض سے ہوگا نہ کہ تین حیض سے، نیز استبراء رحم سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ عورت سابق خاوند سے حاملہ تو نہیں ہے اور جب اس کو ایک حیض آ گیا تو یہ مقصود پورا ہو گیا۔

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے اس باب کی شرح میں من وعن وہی لکھا ہے جس کو ان سے پہلے علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھ چکے ہیں، جس کو ہم نے ان کے حوالہ سے ابھی لکھ دیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۴۹-۳۵۰، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۲۸۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج۔

۵۲۸۷۔ وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى مَنْزِلَتَيْنِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ

اور عطاء نے کہا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے دور میں مشرکین کی دو قسمیں تھیں، مشرکین کی ایک قسم

Marfat.com

وَالْمُؤْمِنِينَ كَانُوا مُشْرِكِي أَهْلِ حَرْبٍ يُقَاتِلُهُمْ وَيُقَاتِلُونَهُ وَمُشْرِكِي أَهْلِ عَهْدٍ لَا يُقَاتِلُهُمْ وَلَا يُقَاتِلُونَهُ وَكَانَ إِذَا هَاجَرَتْ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ لَمْ تُخْطَبْ حَتَّى تَحِيضَ وَتَطْهُرَ فَإِذَا طَهُرَتْ حَلَّ لَهَا النِّكَاحُ فَإِنْ هَاجَرَ زَوْجُهَا قَبْلَ أَنْ تَنْكِحَ رُدَّتْ إِلَيْهِ وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ مِنْهُمْ أَوْ أَمَةٌ فَهُمَا حُرَّانِ وَلَهُمَا مَا لِلْمُهَاجِرِينَ ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ مِثْلَ حَدِيثِ مُجَاهِدٍ وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ لِلْمُشْرِكِينَ أَهْلِ الْعَهْدِ لَمْ يُرَدُّوا وَرُدَّتْ أَثْمَانُهُمْ وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَتْ قَرِيبَةُ بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ وَكَانَتْ أُمُّ الْحَكَمِ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ تَحْتَ عِيَاضِ بْنِ غَنْمٍ الْفِهْرِيِّ فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ الثَّقَفِيُّ۔

وہ تھی جو اہل حرب تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قتال کرتے تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قتال کرتے تھے اور مشرکین کی دوسری قسم وہ تھی جن کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ تھا، نہ آپ ان سے قتال کرتے تھے اور نہ وہ آپ سے قتال کرتے تھے، اور جب اہل حرب کی کوئی عورت ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آ جاتی تو اس کو اس وقت تک نکاح کا پیغام نہ دیا جاتا حتیٰ کہ وہ ایک حیض گزرنے کے بعد پاک ہو جاتی، پس جب اس کا ایک حیض گزر جاتا تو اس سے نکاح کرنا حلال ہو جاتا، پس اگر اس کا سابق خاوند اس کے نکاح کرنے سے پہلے ہجرت کر لیتا تو وہ عورت اس کو واپس کر دی جاتی اور اگر اہل حرب میں سے کوئی غلام ہجرت کرتا یا کوئی باندی ہجرت کرتی تو وہ دونوں آزاد قرار دیئے جاتے اور ان کے لئے وہی حقوق ہوتے جو مہاجرین کے حقوق ہیں۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے معاہدین کا ذکر کیا جو مجاہد کی حدیث کی مثل ہے، اگر ان مشرکین کا کوئی غلام یا ان کی کوئی باندی ہجرت کرتی جس سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا تو اس غلام اور باندی کو ان مشرکین کی طرف واپس نہیں کیا جاتا اور ان کی قیمت واپس کر دی جاتی۔

اور عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قریبہ بنت ابی امیہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی، پھر حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے ان سے نکاح کر لیا اور ام الحکم بنت ابو سفیان حضرت عیاض بن الغنم الفہری رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، پس انہوں نے اس کو طلاق دے دی، پھر اس سے حضرت عبد اللہ بن عثمان الثقفی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا۔

(تحفۃ الاشراف: ۵۹۲۴، الجمع بین الصحیحین للحمیدی متوفی ۴۸۸ھ، ج ۲ ص ۸۴، رقم الحدیث: ۱۱۰۷، دار ابن حزم ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی کا امام بخاری پر اعتراض

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں، صحاح ستہ کے باقی مؤلفین نے اس حدیث کی

Marfat.com

روایت نہیں کی۔

ابو مسعود دمشقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابن جریج کی تفسیر میں از عطاء الخراسانی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکور ہے اور امام بخاری نے اس عطاء کے متعلق یہ گمان کیا کہ یہ عطاء بن ابی رباح ہے۔ (کیونکہ امام بخاری نے بیان کیا کہ عطاء نے کہا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صرف عطاء بن ابی رباح روایت کرتے ہیں نہ کہ عطاء خراسانی، اس لئے امام بخاری کا یہ گمان ہے کہ اس عطاء سے مراد عطاء بن ابی رباح ہیں۔ سعیدی غفرلہ) اور امام ابن جریج نے عطاء خراسانی سے تفسیر نہیں سنی، عطاء خراسانی کے بیٹے نے امام ابن جریج کی تفسیر لی اور اس کو دیکھا، اور علی بن عبد اللہ المدینی نے کہا: میں نے ہشام بن یونس سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن جُریج نے بیان کیا کہ میں نے عطاء سے سورۃ البقرہ سے لے کر سورہ آلِ عمران کی تفسیر تک کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجھے اس سے معاف کر دو۔

ہشام نے اس کے بعد بتایا کہ جب عطاء کہتا ہے از ابن عباس رضی اللہ عنہما تو وہ عطاء خراسانی ہے۔ پس ہشام نے کہا: ہم نے لکھا جو لکھا، پھر ہم لکھتے لکھتے اُکتا گئے، ابن المدینی نے کہا: یعنی ہم نے جو لکھا سو لکھا کہ یہ عطاء الخراسانی ہیں، پھر ہم لکھتے لکھتے اُکتا گئے ، ابن المدینی نے کہا: یعنی ہم نے جو لکھا سو لکھا کہ یہ عطاء الخراسانی ہیں، پھر ہم لکھتے لکھتے اُکتا گئے یا تھک گئے تو عطاء خراسانی کی بجائے صرف عطاء لکھنے لگے اور بعد میں ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ اس عطاء سے مراد عطاء بن ابی رباح ہیں، سو اسی طرح امام بخاری نے بھی عطاء سے عطاء بن ابی رباح کو مراد لیا ہے اور لکھا ہے کہ عطاء نے کہا: از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حالانکہ عطاء بن ابی رباح کی امام ابن جُریج سے کوئی روایت نہیں ہے اور امام ابن جُریج نے یہ روایت صرف عطاء خراسانی سے لی ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۲۰ ص ۱۱۵-۱۱۷، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی لکھتے ہیں:

اس عطاء سے کون سا عطاء مراد ہے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ سمجھا ہے کہ اس سے عطاء بن ابی رباح مراد ہے، لیکن محدثین فرماتے ہیں کہ اس سے عطاء خراسانی مراد ہے، اور ابن جریج نے عطاء خراسانی سے براہِ راست سماع نہیں کیا، اس لئے یہ سند ضعیف اور امام بخاری کی ان سندوں میں سے ہے جن پر تنقید کی گئی ہے، کتاب التفسیر میں سورۂ نوح کے تحت ''تنبیہ'' کے عنوان سے اس پر بحث گزر چکی ہے۔ (کشف الباری عما فی صحیح البخاری، کتاب الطلاق ص ۴۹۱، مکتبہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی کراچی، ۱۴۲۶ھ)

قریبہ بنت ابی اُمیہ کا تعارف اور تذکرہ

صحیح البخاری: ۵۲۸۷، میں قریبہ بنت ابی امیہ کا ذکر ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں (اور وہ اس وقت مشرکہ تھیں)۔

علامہ ابن الملقن شافعی نے لکھا ہے کہ یہ لفظ قُریبہ ہے (یعنی قاف پر پیش اور راء پر زبر) اور حافظ الدمیاطی نے لکھا ہے کہ یہ لفظ قَرِیبہ ہے (یعنی قاف پر زبر اور راء کے نیچے زیر)، اور حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے کہا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے یہ کہا ہو کہ لفظ قُریبہ پیش کے ساتھ ہے اور القاموس میں مذکور ہے کہ یہ لفظ پیش کے ساتھ جُہینہ کی طرح ہے اور کبھی اس پر زبر بھی پڑھی جاتی ہے۔ (القاموس المحیط للفیروز آبادی، متوفی ۸۱۷ھ ص ۱۲۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اور قریبہ، حضرت ام المومنین ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں، میں نے ان کا صحابیات میں ذکر کیا اور میں نے ام الحکم کا بھی صحابیات میں ذکر کیا اور یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائی تھیں، اور یہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۴۴ھ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما متوفی ۶۰ھ کی باپ شریک بہن تھیں۔ (ان کا باقی تعارف اور تذکرہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح میں عنقریب آئے گا۔ سعیدی غفرلہ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۵ ص ۳۴۸-۳۴۹، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

جب کوئی غلام یا باندی ہجرت کر کے دار الاسلام میں آجائے تو اس کا شرعی حکم

نیز علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے یہ فرمایا: اور اگر اہل حرب میں سے کوئی غلام ہجرت کر کے آجائے یا کوئی باندی ہجرت کر کے آجائے تو وہ دونوں آزاد ہوں گے اور رہے اہل عہد تو ان کی طرف اس غلام یا باندی کی قیمت کو اس غلام یا باندی کے عوض لوٹا دیا جائے گا کیونکہ مشرکین کے لئے مسلمانوں کا مالک بننا جائز نہیں ہے اور ان کو قیمت دینا ایسا ہے جیسے مسلمان قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا جاتا ہے۔

اور جب کوئی غلام یا باندی مسلمان ہو کر ہجرت کر لے تو ان کو غلام بنانا اس لئے جائز نہیں ہے کیونکہ صرف کافروں کو غلام بنایا جاتا ہے، پس جب وہ گرفتار اور مغلوب ہونے سے پہلے اسلام قبول کر کے ہمارے پاس آگئے تو ان کا حکم ان لوگوں کے حکم کی مثل ہوگا جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آگئے اور وہ اسلام اور حریت پر برقرار رہے۔

جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے دار الاسلام میں آجائیں اور ان کے شوہر ان کے بعد آئیں تو ان مسلمان عورتوں کو ان کے خاوندوں کی طرف لوٹانے کی تفصیل

علامہ ابن المرابط نے کہا ہے کہ جو عورتیں ہجرت کر کے آئیں اور ان کے شوہر ان کی عدت کے درمیان اسلام قبول کر لیں تو ان مسلمان مہاجر عورتوں کو ان کے شوہروں کی طرف لوٹا دیا جائے گا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۸ھ کو ان کے خاوند حضرت ابو العاص بن الربیع متوفی ۱۲ھ کی طرف ان کے نکاح اول کے سبب سے لوٹا دیا تھا اور ان کا نیا مہر مقرر نہیں کیا تھا، امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور اہل علم کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ نکاح منعقد ہونے کے بعد ختم نہیں ہوتا سوا اس صورت کے کہ کتاب، سنت یا اجماع سے اس نکاح کا فسخ ہونا ثابت ہو جائے۔

اور اس پر اجماع ہے کہ مشرکین کا باہم نکاح منعقد ہوتا ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر مشرک شوہر اور اس کی بیوی اکٹھے اسلام قبول کر لیں تو ان کو ان کے نکاح سابق پر برقرار رکھا جائے گا۔ (التمہید لابن عبد البر ج ۱۲ ص ۲۳)

اور فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب مرد، عورت میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے اسلام قبول کر لے تو آیا ان کا نکاح برقرار رہے گا یا نہیں؟ ابو العاص بن الربیع المتوفی ۱۲ھ کا حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۸ھ سے اس وقت نکاح ہوا تھا جب وہ مشرک تھے اور یہ نکاح اس وقت ہوا جب مشرک مردوں سے مسلمان خاتون کے نکاح کی ممانعت نازل نہیں ہوئی تھی۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ قتادہ نے بیان کیا ہے کہ یہ نکاح سورۃ البراءۃ (سورۃ التوبہ) کے

Marfat.com

نزول سے پہلے ہوا تھا، اس سورت میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان کیے ہوئے معاہدے کو منسوخ کرنے کا حکم نازل ہوا تھا۔
(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۶۰)

اور عمرو بن شعیب نے از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۸ھ کو حضرت ابوالعاص بن الربیع المتوفی ۱۲ھ کی طرف نکاحِ جدید سے لوٹایا تھا یعنی دوبارہ نکاح کروایا۔
(سنن ترمذی: ۱۱۴۲، سنن ابن ماجہ: ۲۰۱۰)

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں مقال ہے۔ اور اسی طرح امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب کسی عورت کی عدت پوری ہو جائے تو اسے اس کے پہلے خاوند کی طرف نکاحِ جدید کے سوا لوٹانا جائز نہیں ہے۔

سو اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص بن الربیع کی طرف نکاح اول کے سبب سے لوٹایا تھا تو اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس روایت کی توجیہ یہ ہے کہ اس روایت میں نکاحِ اول سے مراد ہے مہر اول، یعنی جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے مکہ سے مدینۃ المنورہ آ گئیں اور حضرت ابوالعاص بن الربیع نے بعد میں ہجرت کی اور اسلام قبول کیا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا حضرت ابوالعاص سے دوبارہ نکاح اسی مہر کے ساتھ کیا جو پہلے نکاح کے وقت مقرر ہوا تھا یعنی اگر حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت صحیح ہے تو اس روایت میں نکاحِ اول سے مراد مہر اول ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۴۰، سنن ترمذی: ۱۱۴۳)

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اور امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ کی وہ روایت صحیح ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاحِ جدید کے ساتھ یعنی دوبارہ نکاح کر کے حضرت ابوالعاص بن الربیع کی طرف دوبارہ لوٹایا تھا۔ اور محمد بن عمرو نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو چھ سال کے بعد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹایا تھا اور حسن بصری نے کہا ہے کہ آپ نے ان کو دو سال کے بعد حضرت ابوالعاص کی طرف لوٹایا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۴۰)

امام حاکم اور دوسرے محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو عمرو بن شعیب کی روایت پر ترجیح دی ہے۔
(المستدرک ج ۳ ص ۶۳۹)

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے مذہب کی تائید

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جب کوئی عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اس کا کسی سے نکاح کرنا حلال ہو جاتا ہے۔ سو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۰ھ کے مذہب پر دلیل ہے کہ مطلقہ عورت کی عدت حیض ہے نہ کہ طہر۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۵۰-۳۵۲، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۵۲۸۷، میں جو سند مذکور ہے اس سند میں وہ علت خفیہ قادحہ ہے جس کا ذکر سورۂ نوح کی تفسیر میں کیا جا چکا ہے اور

Marfat.com

میں اس کا جواب بھی لکھ چکا ہوں۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو مسعود دمشقی اور ان کے متبعین نے وثوق سے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں امام بخاری نے جس عطاء کا ذکر کیا ہے وہ عطاء خراسانی ہے اور ابن جُریج نے عطاء خراسانی سے تفسیر کو نہیں سنا، انہوں نے ان کے والد عثمان سے اس تفسیر کو سنا ہے اور عثمان ضعیف ہے اور عطاء خراسانی نے خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ سے سماع نہیں کیا (یعنی امام بخاری کی سند سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ عطاء بن ابی رباح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے)۔

اس اعتراض کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث ابن جُریج کے پاس دو سندوں سے مروی ہو، ایک سند وہ ہے جس کا معترض نے ذکر کیا ہے کہ عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور دوسری سند وہ ہے جس کا امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کیونکہ عطاء خراسانی کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں ہے، اس بناء پر یہ حدیث متصل نہیں رہے گی اور منقطع ہوجائے گی اور امام بخاری پر یہ چیز مخفی نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ اتصال کی شرط میں بہت متشدد ہیں، علاوہ ازیں اس علت خفیہ پر امام بخاری کے مشہور شیخ علی بن مدینی نے متنبہ کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

اس اعتراض کا علامہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۴۸، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ ھ)

حافظ ابن حجر نے یہاں پر اسی اعتراض کا جواب لکھا ہے اور علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ نے بھی اس اعتراض اور جواب کو نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے جواب کو علامہ عینی کا مسترد کرنا

میں کہتا ہوں: علامہ عینی حنفی نے سورۂ نوح کی تفسیر میں حافظ ابن حجر کے اس جواب کو مسترد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ امام بخاری کا اتصال کی شرط میں تشدد اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ان پر یہ مخفی نہ رہا ہو کہ عطاء خراسانی کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نہیں ہے، پس سبحان ہے وہ ذات جس پر کوئی چیز مخفی نہیں رہتی اور عطاء خراسانی سے روایت کرنے میں صرف امام مسلم منفرد ہیں اور امام بخاری کی عطاء خراسانی سے روایت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

قریبہ کے تذکرہ کا تتمہ اور یہ بیان کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قریبہ سے اس وقت نکاح کیا جب وہ مشرکہ تھی، پھر الممتحنہ: ۱۰ کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی اور ان کے اسلام لانے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

حضرت قریبہ ابنۃ ابی امیہ یعنی ابن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، حضرت ام سلمہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن ہیں اور حضرت قریبہ نے اس وقت اسلام قبول نہیں کیا تھا اور یہ عمرۂ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ کا واقعہ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس پر اعتراض ہے، کیونکہ امام نسائی متوفی ۳۰۳ ھ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس قصہ کی روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح کیا تھا اور اس قصہ میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی بیٹی زینب کو دودھ پلاتی تھیں، پس حضرت عمار آئے اور زینب کو پکڑ کر لے گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ

Marfat.com

نے پوچھا: زینب کہاں ہے، تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ قریبہ بنت ابی امیہ کی ان سے ملاقات ہوئی تو ان کو حضرت عمار پکڑ کر لے گئے، الحدیث۔

پس اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت قریبہ نے زمانہ قدیم میں ہجرت کی تھی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے غزوہ احد کے بعد اور غزوہ حدیبیہ سے تین سال پہلے نکاح کیا تھا، لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے مدینہ آئی ہوں تاکہ اپنی بہن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کریں یا وہ اپنے خاوند حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مقیم ہوں اور اپنے دین پر قائم ہوں اور اس وقت تک سورۃ البقرہ: ۲۲۱ نازل نہ ہوئی ہو، جس میں مشرکات کے ساتھ نکاح کی ممانعت ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت حضرت قریبہ اپنی بہن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھیں، یہ اسی وقت اسلام لائیں۔

لیکن اس احتمال کو یہ چیز رد کرتی ہے کہ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ نے از معمر از الزہری روایت کی ہے کہ درج ذیل آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الممتحنہ: ۱۰)

اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کر لو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم سے طلب کر لیں، یہ اللہ کا حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا، حکمت والا ہے O

پھر امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ نے اس قصہ کا ذکر کیا اور اس قصہ میں مذکور ہے کہ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ نے اپنی ان دو بیویوں کو طلاق دے دی جو مکہ میں تھیں، سو اس قصہ سے اس بات کا رد ہو جاتا ہے کہ حضرت قریبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مقیم تھیں اور اس کا رد نہیں ہوتا کہ وہ اپنی بہن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے آئی تھیں۔

اور ہوسکتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دو بہنیں ہوں اور ان میں سے ہر ایک کا نام قریبہ ہو اور ان میں سے کسی ایک کا اسلام مقدم ہو اور یہ وہی تھیں جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت حاضر تھیں اور دوسری قریبہ کا اسلام لانا، موخر ہو اور یہ وہی ہیں جن کا یہاں ذکر کیا گیا ہے، جن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت نکاح کیا تھا جب وہ مشرکہ تھیں۔

اور اس میں دوسرے احتمال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے ''الطبقات الکبریٰ'' میں یہ بیان کیا ہے کہ قُریبہ الصغریٰ بنت ابی امیہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں جن سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما متوفی ۵۳ھ نے نکاح کیا تھا، سو ان سے عبداللہ، حفصہ اور ام حکیم پیدا ہوئے اور امام محمد بن سعد نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ حضرت قریبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ متوفی ۵۳ھ سے کہا اور حضرت عبدالرحمٰن کے مزاج میں شدت اور تیزی تھی، انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا کہ مجھے لوگوں نے آپ کے ساتھ رہنے سے ڈرایا ہے تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ تمہارے نکاح کا معاملہ تمہارے اختیار میں ہے، تو حضرت قریبہ نے کہا: میں صدیق کے بیٹے پر کسی اور کو ترجیح نہیں دوں گی، سو حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت قریبہ کو اپنے نکاح میں برقرار رکھا۔

Marfat.com

اور ''کتاب الشروط'' میں ایک اور سند کے ساتھ اس قصہ کے آخر میں از زہری از عروہ از مروان والمسور یہ حدیث مذکور ہے جس میں ہے کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ان دو بیویوں کو طلاق دی جو مشرکہ تھیں، ان میں سے ایک قریبہ تھیں اور دوسری ابنۃ ابی جرول تھیں، پھر قریبہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متوفی ۶۰ ھ نے نکاح کر لیا اور دوسری سے حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا اور یہ اس قصہ کے مطابق ہے جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اور اس قصہ پر زائد ہے، اور اس سے پہلے ایک اور سند کے ساتھ بھی اس کی مثل منقول ہے لیکن اس میں یہ مذکور ہے کہ دوسری سے حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ المتوفی ۴۲ ھ نے نکاح کیا تھا پس ان دو روایتوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ دوسرے سے پہلے ابوجہم نے نکاح کیا ہو اور بعد میں صفوان نے نکاح کیا ہو یا اس کے برعکس ہو۔ رہی بنت ابی جرول تو امام ابن اسحاق کی ''المغازی الکبریٰ'' میں مذکور ہے از زہری از عروہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ام کلثوم بنت عمرو بن جرول ہیں، پس گویا کہ ان کے والد نے ان کی کنیت اپنے والد کے نام پر رکھی۔

اور امام عبد الرحمٰن بن ادریس الشافعی متوفی ۳۲۷ ھ نے اپنی تفسیر میں سند حسن کے ساتھ از موسیٰ بن طلحہ از والد خود یہ روایت کی ہے کہ جب الممتحنہ: ۱۰ نازل ہوئی:

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الممتحنہ: ۱۰)

اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کر لو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم سے طلب کر لیں، یہ اللہ کا حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا، حکمت والا ہے O

تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ متوفی ۳۶ ھ نے اپنی بیوی اروی بنت ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب کو طلاق دے دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ ھ نے اپنی بیوی قریبہ اور ام کلثوم بنت جرول کو طلاق دے دی۔

اور امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ ھ نے از محمد بن اسحاق روایت کی ہے کہ الزہری نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قریبہ اور ام کلثوم کو طلاق دے دی اور حضرت طلحہ نے اروی بنت ربیعہ کو طلاق دے دی، سو اسلام نے ان کے درمیان تفریق کر دی حتیٰ کہ: وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ (الممتحنہ: ۱۰) نازل ہو گئی، پھر قریبہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ متوفی ۱۳ ھ نے ان سے نکاح کیا۔

اس کی توجیہ کہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں یہ شق موجود تھی کہ مشرکین کی طرف سے جو ہجرت کر کے مسلمانوں کی طرف جائے گا تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس کو مشرکین کی طرف واپس کر دیں، پھر جن عورتوں نے مسلمان ہو کر مسلمانوں کی طرف ہجرت کی ان کو مشرکین کی طرف واپس کیوں نہیں بھیجا گیا

صلح حدیبیہ میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان اس پر صلح ہوئی تھی کہ مشرکین میں سے جو شخص مسلمانوں کی طرف آئے گا مسلمان اس کو مشرکین کی طرف واپس کر دیں گے اور مسلمانوں میں سے جو شخص مشرکین کی طرف جائے گا تو وہ لوگ اسے مسلمانوں

Marfat.com

کی طرف واپس نہیں کریں گے، اس کے باوجود مسلمانوں کی طرف آنے والی عورتوں کو اہل مکہ کی طرف واپس نہیں کیا گیا تو اس کے سبب میں علماء کا اختلاف ہے، آیا ان عورتوں کے متعلق معاہدہ کی یہ شق منسوخ ہو گئی تھی، سو مسلمانوں نے ان کے پاس آنے والی عورتوں کو مشرکین کی طرف واپس نہیں کیا یا عورتوں کو واپس کرنے کی شق اصل معاہدہ صلح میں داخل نہیں تھی یا یہ شق عام تھی اور اس سے بالخصوص عورتوں کو واپس نہ کرنے کا ارادہ کیا گیا اور اس آیت کے نزول نے اس کو بیان کر دیا۔

اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ ان عورتوں کو واپس کرنے کی شق اصل معاہدہ میں داخل نہیں تھی، انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ بعض سندوں کے ساتھ معاہدہ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ آپ کے پاس ہماری طرف سے جو مرد آئے گا'' آپ کو اسے لازم واپس کرنا ہوگا'' اس روایت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ عورتوں کو واپس کرنے کا حکم اس معاہدہ میں داخل نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے: مقاتل بن حیان روایت کرتے ہیں کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہماری عورتوں میں سے جو آپ کی طرف ہجرت کر کے آئی ہیں، آپ انہیں ہماری طرف واپس کر دیں، کیونکہ ہماری شرط یہ تھی کہ ہماری طرف سے جو بھی آپ کی طرف آئے گا آپ اسے ہماری طرف واپس کر دیں گے تو آپ نے فرمایا: یہ شرط مردوں کے متعلق تھی اور عورتوں کے متعلق نہیں تھی، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اگر یہ حدیث ثابت ہو تو پھر اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف اور نزاع ختم ہو جاتا ہے، لیکن پہلے اور تیسرے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا نے جب ہجرت کی تو ان کے گھر والے آپ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا کہ آپ ان کو واپس کر دیں، اور آپ نے ان کو واپس نہیں کیا کیونکہ یہ آیت نازل ہو چکی تھی:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ (الممتحنہ:۱۰)

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو، اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ، نہ وہ مومنات کفار کے لئے حلال ہیں، اور نہ وہ کفار مومنات کے لیے حلال ہیں۔

اور ابن طلاع نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سُبیعہ الاسلمیہ رضی اللہ عنہا نے مسلمانوں کی طرف ہجرت کی تو ان کا شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا مطالبہ کرنے کے لیے آیا تو (الممتحنہ:۱۰) نازل ہو گئی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مشرک خاوند کو ان کا مہر واپس کر دیا، کیونکہ الممتحنہ میں ارشاد ہے:

وَ اٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ (الممتحنہ:۱۰)

اور تم کافروں کو وہ مال دے دو، جو انہوں نے مومنات پر خرچ کیا ہے اور ان مومنات سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ تم ان کے مہر ادا کر دو۔

ایک اشکال کا جواب

یہاں پر یہ اشکال ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ حضرت سُبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ متوفی ۷ھ جو کہ

Marfat.com

بدری صحابی تھے، حجۃ الوداع کے سال فوت ہو گئے، اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت سُبیعہ اور ان کے خاوند دونوں کی ہجرت مقدم ہے اور اس میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سبیعہ اسلمیہ سے ان کی ہجرت کے بعد نکاح کیا تھا اور ان کے وہ خاوند جوان کی طلب میں آئے تھے اور جن کی طرف حضرت سُبیعہ رضی اللہ عنہا کو واپس نہیں کیا گیا تھا وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور میں نے ''کتاب الشروط'' کے اول میں ان متعدد کفار کی بیویوں کے ناموں کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے ہجرت کر لی تھی۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٤٨٦، ٤٨٥، دار المعرفہ بیروت، ١٤٢٦ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی کی شرح میں قُریبہ، اُم الحکم اور عیاض بن غنم الفہری کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ قریبہ بنت ابی امیہ کے تذکرہ اور تعارف میں لکھتے ہیں:

الکشمینی کی روایت میں مذکور ہے کہ قریبہ بنت ابی امیہ حضرت ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور حضرت ام سلمہ کا نام ہند ہے اور قریبہ کا ذکر صحابیات میں کیا گیا ہے، اس کا ذکر امام ذہبی متوفی ٧٤٨ھ نے بھی صحابیات میں کیا ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کی بہن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تھا تو یہ اس موقع پر حاضر تھیں، اور ام الحکم فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائی تھیں (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے لکھا ہے کہ جب الممتحنہ: ١٠، نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ٢٤ھ نے قریبہ کو طلاق دے دی کیونکہ وہ اس وقت مشرکہ تھی، یہ سات (٧) ہجری کا واقعہ ہے، اس کے بعد وہ مسلمان ہوئیں، پھر ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متوفی ٦٠ھ نے نکاح کر لیا۔ سعیدی غفرلہ)

اور ام الحکم حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی باپ شریک بہن تھیں۔

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے لکھا ہے کہ جس وقت الممتحنہ: ١٠، نازل ہوئی اس وقت ام الحکم عیاض بن غنم الفہری رضی اللہ عنہ متوفی ٢٠ھ کے نکاح میں تھیں، سو انہوں نے ام الحکم کو طلاق دے دی، پھر ان سے عبد اللہ بن عثمان الثقفی نے نکاح کر لیا۔

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے لکھا ہے: میرے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت عیاض بن غنم الفہری ہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے عامہ بلاد جزیرہ کو اور رقہ کو فتح کیا تھا اور وہاں کے باشندوں سے صلح کی تھی اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے روم کی طرف سفر کیا تھا اور وہ اپنی قوم میں سردار تھے۔ بیس (٢٠) ہجری میں ان کی شام میں وفات ہوئی اور اس وقت ان کی عمر ساٹھ (٦٠) سال تھی۔ (الاستیعاب ج ٣ ص ٣٠٣) (عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ٣٨٦، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)

٢٠ ـ بَابٌ: إِذَا أَسْلَمَتِ الْمُشْرِكَةُ أَوِ النَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الذِّمِّيِّ أَوِ الْحَرْبِيِّ

اس امر کا بیان کہ جب مشرکہ یا نصرانیہ کسی ذمی یا حربی کے نکاح میں ہو، پس وہ اسلام قبول کر لے (تو پھر کیا حکم ہے؟) اور اس باب کے عنوان میں صرف نصرانیہ کے ذکر کا قید احترازی نہ ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مشرکہ یا نصرانیہ اسلام قبول کر لے تو پھر اس کا کیا شرعی حکم ہے؟

علامہ عینی کا امام بخاری پر اعتراض

امام بخاری نے اس عنوان میں صرف نصرانیہ کے ذکر پر اقتصار کیا ہے اور یہ قید احترازی نہیں ہے، کیونکہ یہودی عورت بھی اسی کی مثل ہے اور اگر امام بخاری کہتے کہ جب مشرکہ یا ذمیہ اسلام قبول کرلیں تو زیادہ بہتر ہے اور زیادہ شامل ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۶-۳۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

عنوان میں صرف نصرانیہ کا ذکر کرنے اور کتابیہ کا ذکر نہ کرنے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں صرف نصرانیہ کے ذکر پر اقتصار کیا ہے اور انہوں نے نصرانیہ کا بہ طور مثال ذکر کیا ہے، ورنہ یہودیہ کا حکم بھی اسی طرح ہے اور اگر امام بخاری نصرانیہ کی بجائے کتابیہ کا لفظ لکھتے تو یہ زیادہ شامل ہوتا اور گویا کہ امام بخاری نے اس عبارت میں اس اثر کی رعایت کی ہے جو اس مسئلہ میں منقول ہے اور امام بخاری نے وثوق کے ساتھ اس کا حکم نہیں بیان کیا کیونکہ اس میں اشکال ہے بلکہ عنوان کو فقط سوال کی صورت میں ذکر کیا ہے اور امام بخاری کی عادت ہے کہ جب کسی حکم کی دلیل میں کوئی احتمال ہو تو وہ وثوق کے ساتھ اس کا حکم بیان نہیں کرتے اور اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ آیا جو عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کرلے تو کیا فقط اس عورت کے اسلام کی وجہ سے اس عورت اور اس کے خاوند کے درمیان تفریق کردی جائے گی یا اس عورت کے لیے نکاح کو برقرار رکھنے کا اختیار ہوگا یا اس کی عدت میں توقف کیا جائے گا، اگر عدت کے اندر اس کا شوہر مسلمان ہوگیا تو نکاح برقرار رہے گا ورنہ ان دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے گی؟ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف مشہور ہے اور اس کی کافی مفصل شرح ہے اور امام بخاری کا رجحان اس طرف ہے کہ فقط اس عورت کے اسلام قبول کرنے سے اس عورت اور اس کے خاوند کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔ (فتح الباری ج ٦ ص ۴۸٦، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲٦ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی کی بیان کردہ توجیہ درست نہیں ہے، کیونکہ جب امام بخاری کے نزدیک اس مسئلہ کا حکم مشکل تھا تو پھر اس کا عنوان قائم کرنے کا کیا فائدہ تھا؟ بلکہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ امام بخاری کی عادت یہ ہے کہ وہ اکثر ابواب کے تراجم مطلقاً ذکر کرتے ہیں اور اس ترجمہ میں اس مسئلہ کا حکم بیان نہیں کرتے، کیونکہ ان کے نزدیک اس مسئلہ کا حکم اس باب میں مذکور احادیث سے معلوم ہوجائے گا، اس لئے امام بخاری اس باب میں مذکور احادیث پر اکتفاء کرلیتے ہیں، اور از خود اس مسئلہ یا اس عنوان کا حکم بیان نہیں کرتے، اور امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر سے پہلے اسلام قبول کرلے تو آیا فقط اس کے اسلام قبول کرنے سے ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی یا عورت کے لئے نکاح کو برقرار رکھنے کا اختیار ثابت ہوگا یا اس کی عدت میں توقف کیا جائے گا؟ پھر اگر اس کا شوہر مسلمان ہوگیا تو ان کا نکاح برقرار ہوگا ورنہ اس عورت اور اس کے شوہر کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

اعتراضِ مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

میں نے اس عبارت کے متصل یہ کہا ہے کہ امام بخاری کی یہ عادت ہے کہ جب حکم کی دلیل میں کوئی احتمال ہو تو پھر امام بخاری وثوق کے ساتھ اس مسئلہ کا حکم بیان نہیں کرتے۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۳۰۷، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی حنفی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی کے جواب سے علامہ عینی کا اعتراض ساقط نہیں ہوتا، کیونکہ علامہ عینی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کے حکم بیان نہ کرنے کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس مسئلہ کا حکم مشکل ہے، سو علامہ عینی نے فرمایا: اگر اس مسئلہ کا حکم مشکل تھا تو پھر اس مسئلہ کو باب کے عنوان میں ذکر کرنے کا کیا فائدہ تھا؟ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ جب حکم کی دلیل میں کوئی احتمال ہو تو پھر امام بخاری اس حکم کو بیان نہیں کرتے، اسی لئے امام بخاری نے اس عنوان میں مذکور مسئلہ کا حکم بیان نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں: اس کی صحیح توجیہ وہی ہے جس کو علامہ عینی نے بیان کیا ہے چونکہ وہ حکم بعد میں مذکور احادیث سے معلوم ہو جاتا ہے اس لئے امام بخاری نے اس عنوان میں یہ مسئلہ تو ذکر کیا لیکن اس کا حکم بیان نہیں کیا۔

اگر نصرانی عورت اسلام قبول کرلے اور اس کا شوہر اسلام کو قبول نہ کرے تو ان کے نکاح کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف مشہور ہے: علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی نصرانی عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کرلے تو ان کا نکاح منسوخ ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بہ طور عموم فرمایا ہے:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۗ (الممتحنۃ: ۱۰) نہ وہ مومنات کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومنات کے لیے حلال ہیں۔

لہٰذا جب نصرانی عورت مسلمان ہوگئی تو پھر وہ اپنے نصرانی شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی اور اس آیت میں وقت عدت کی تخصیص نہیں ہے، اور اس کی مثل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور یہی طاؤس بن کیسان الیمانی المتوفی ۱۰۶ھ اور ابو ثور کا قول ہے۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب شوہر عدت میں اسلام کو قبول کرلے تو پھر وہ اس عورت سے نکاح کرلے، اور مجاہد اور قتادہ کا یہی قول ہے اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، امام اوزاعی، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور امام ابو عبید القاسم بن سلام الھروی متوفی ۲۲۴ھ کا بھی یہی قول ہے۔

اور فقہاء کی ایک دوسری جماعت نے کہا ہے کہ جب نصرانی عورت اور اس کا شوہر دونوں دار الاسلام میں ہوں اور نصرانی عورت اسلام قبول کرلے تو اس کے شوہر پر اسلام کو پیش کیا جائے گا اور اگر اس نے اسلام کو قبول کرلیا تو وہ دونوں اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے اور اگر اس کا شوہر اسلام قبول کرنے سے انکار کرے تو ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی اور یہی ثوری اور امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۰ھ کا قول ہے، اور جب نصرانی عورت اور اس کا خاوند دونوں دار الحرب میں ہوں، پھر جب نصرانی عورت اسلام کو قبول کر لے اور ہماری طرف یعنی دار الاسلام میں آ جائے تو پھر وہ عورت اپنے نصرانی شوہر سے اختلاف دارین کی وجہ سے بائنہ ہو جائے گی، اور اس مسئلہ میں ایک اور قول بھی ہے جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے منقول ہے، وہ یہ ہے کہ جب کوئی نصرانی عورت اسلام قبول کر لے اور اس کا شوہر بدستور نصرانی رہے تو پھر اس عورت کو اختیار دیا جائے گا، تو اگر وہ چاہے تو اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لے اور اگر چاہے تو اس کے نکاح میں برقرار رہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی حنفی نے علامہ ابن بطال کی مکمل عبارت ذکر نہیں کی، اب ہم علامہ ابن بطال مالکی کی مکمل عبارت ذکر کر رہے ہیں:

اس مسئلہ کا بیان کہ کسی نصرانی عورت نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے شوہر نے اسلام قبول نہیں کیا تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے کہا ہے کہ جس نصرانی عورت نے اسلام کو قبول کر لیا اور اس کے شوہر نے اسلام کو قبول نہیں کیا تو جب اس کے شوہر نے عدت کے دوران اسلام قبول کر لیا تو وہ اس صورت میں عورت سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۚ (الممتحنہ:۱۰)

نہ وہ مومنات کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومنات کے لیے حلال ہیں۔

اور الحسن البصری المتوفی ۱۱۰ھ اور قتادہ نے مجوسی شوہر اور بیوی کے متعلق کہا ہے کہ جب وہ دونوں بہ یک وقت مسلمان ہو گئے تو وہ دونوں اپنے نکاحِ سابق پر برقرار رہیں گے اور جب ان میں سے کسی ایک نے دوسرے سے پہلے اسلام کو قبول کیا اور دوسرے نے انکار کر دیا تو وہ عورت اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی اور اس کے شوہر کی اس عورت کے اوپر کوئی راہ نہیں ہوگی، اور ابنِ جُریج نے بیان کیا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ سے پوچھا کہ مشرکین کی طرف سے ایک عورت مسلمانوں کی طرف آئی تو کیا اس عورت کے شوہر کو اس عورت کے مہر کا معاوضہ ادا کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوا مَآ اَنْفَقُوا ۚ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الممتحنہ:۱۰)

اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کر لو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے، وہ تم سے طلب کر لیں، یہ اللہ کا وہ حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا، حکمت والا ہے ۝

عطاء نے جواب دیا: نہیں! یہ حکم صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان تھا، جن کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا تھا، اور مجاہد نے کہا: یہ تمام احکام نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان قریش کے درمیان ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا تھا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۵۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

باب مذکور میں امام بخاری کی پہلی تعلیق

وَقَالَ عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا أَسْلَمَتِ النَّصْرَانِيَّةُ قَبْلَ زَوْجِهَا بِسَاعَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ۔

اور عبد الوارث نے کہا از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، جب نصرانی عورت اپنے شوہر سے ایک ساعت پہلے اسلام قبول کرلے تو وہ اس پر حرام ہوجاتی ہے۔

(ہم کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ کے اس قول کا حوالہ نہیں مل سکا)۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۶)

صحیح البخاری کی پہلی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ

اس تعلیق کی سند یہ ہے: از خالد الحذاء از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ حدیث مجھ کو سند موصول کے ساتھ از عبد الوارث نہیں ملی، لیکن امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ نے اس حدیث کی از عباد بن العوام از خالد الحذاء اس کی مثل روایت کی ہے۔

زوجین میں سے کسی ایک کے اسلام قبول کرنے سے تفریق کا وقوع

جب نصرانی عورت اپنے خاوند سے ایک ساعت پہلے اسلام قبول کرلے تو وہ اپنے خاوند پر حرام ہوجائے گی: اس تعلیق میں نصرانی عورت سے مراد عام ہے وہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو، لیکن اس تعلیق میں جو کہا ہے کہ وہ اپنے خاوند پر حرام ہوجائے گی اس کی مراد کی صراحت نہیں ہے، اور امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں مذکور ہے کہ وہ اپنے نفس کی زیادہ مختار ہے۔

اور امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ سے روایت کی ہے کہ جو یہودی عورت یا نصرانی عورت، یہودی یا نصرانی مرد کے نکاح میں ہو پھر وہ اسلام قبول کرلے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اسلام ان دونوں کے درمیان تفریق کردے گا، اسلام غالب ہوتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

صحیح البخاری کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ

اس تعلیق کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، اس تعلیق میں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مذکور ہے، اس کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں اور اس تعلیق میں جس نصرانی عورت کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس سے عام ہے کہ وہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

باب مذکور میں امام بخاری کی دوسری تعلیق

وَقَالَ دَاوُدُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الصَّائِغِ سُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ أَسْلَمَتْ ثُمَّ أَسْلَمَ زَوْجُهَا فِي الْعِدَّةِ أَهِيَ امْرَأَتُهُ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَشَاءَ هِيَ بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ وَصَدَاقٍ۔

اور داؤد نے کہا از ابراہیم الصائغ عطاء سے اہل العہد کی اس عورت کے متعلق سوال کیا گیا کہ جس نے اسلام قبول کرلیا، پھر اس کے خاوند نے عدت کے دوران اسلام قبول کرلیا تو کیا وہ عورت اس کی بیوی رہے گی یا نہیں؟ پس عطاء نے کہا: نہیں! مگر وہ عورت چاہے

تو نکاحِ جدید اور مہرِ جدید کے ساتھ اس سے رجوع کرلے گی۔

ہمیں اس تعلیق کا حوالہ نہیں مل سکا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۶)

صحیح البخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ

اور داؤد نے کہا: یہ ابن ابی الفرات ہے، اور ابوالفرات کا نام عمرو بن الفرات ہے، انہوں نے از ابراہیم الصائغ روایت کی ہے اور یہ ابن میمون ہیں۔

عطاء سے سوال کیا گیا: یہ عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ ہیں۔

زوجین میں سے کسی ایک کے اسلام سے بغیر انتظارِ عدت کے طلاق کا وقوع

عطاء سے اہل العہد (ذمیین) کی عورت کے متعلق سوال کیا گیا کہ جس کے خاوند نے عدت کے دوران اسلام قبول کرلیا تو کیا وہ عورت اس کی بیوی رہے گی یا نہیں؟ پس عطاء نے کہا: نہیں، مگر وہ عورت چاہے تو نکاحِ جدید اور مہرِ جدید کے ساتھ اس سے رجوع کرلے گی۔ اس حدیث کی امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے ایک اور سند کے ساتھ عطاء سے اسی کی مثل روایت کی ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے اسلام سے ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی اور عدت کے مکمل ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۷، ۴۸۶، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ

اس تعلیق کی داؤد بن ابی الفرات نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور ان کا نام عمرو بن الفرات ہے، از ابراہیم بن میمون الصائغ المروزی، ان کو ایک سو اکتیس (۱۳۱) ھ میں شہید کردیا گیا تھا اور عطاء سے مراد عطاء بن ابی رباح ہیں۔

اھل العھد: اس سے مراد اہل ذمہ ہیں، امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے از عبادہ بن العوام از حجاج از عطاء روایت کی ہے کہ جو نصرانی عورت اپنے خاوند کے نکاح میں ہو پھر وہ مسلمان ہو جائے تو ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

غیر مقلدین کے نزدیک زوجین میں سے کسی ایک کے اسلام لانے سے عدت پوری ہونے تک نکاح فسخ نہ ہوگا

غیر مقلد عالم شیخ وحید الزماں متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

یعنی مجرد اسلام سے نکاح فسخ ہو جائے گا، اگرچہ ایک گھڑی کا تقدم اور تاخر ہو، امام ابوحنیفہ اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے اور امام بخاری کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے لیکن اہلِ حدیث کا قول یہ ہے کہ عدت پوری ہونے تک نکاح فسخ نہ ہوگا۔ اگر عدت کے اندر خاوند بھی مسلمان ہو جائے تو نکاح باقی رہے گا، امام مالک اور امام شافعی اور ہمارے امام احمد بن حنبل نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی قول صحیح ہے، اس لئے کہ بہت صحابہ کی عورتیں ان سے پہلے مسلمان ہوگئیں، جیسے حضرت حکیم بن حزام اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ لیکن آپ نے ان کو نئے سرے سے نکاح کرنے کا حکم نہیں دیا اور ایک جماعت اہل حدیث اور ابراہیم نخعی اور حماد بن ابی سلیمان کا جو امام ابوحنیفہ کے استاد تھے یہ قول ہے کہ جب تک وہ عورت دوسرا نکاح نہ کرلے اپنے اگلے خاوند کی عورت رہے گی

Marfat.com

خواہ عدت گزر گئی ہو اور دلیل ان کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کو حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رکھا حالانکہ وہ اپنے خاوند سے چھ یا تین یا دو برس پہلے مسلمان ہو گئی تھیں۔ مخالفین یہ جواب دیتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے نکاح اور نیا مہر مقرر کر کے ان کو ابو العاص کی زوجیت میں دیا، مگر یہ حدیث ضعیف ہے، بعضوں نے یوں جواب دیا ہے کہ شاید حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت اس وقت تک نہ گزری ہو کیونکہ کبھی حیض رک جاتا ہے مگر یہ عادت کے خلاف ہے اور بعید از قیاس ہے۔ (تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۱۹، ۲۱۸، نعمانی کتب خانہ لاہور ۱۹۹۰ء)

غیر مقلدین کا رد اور شیخ وحید الزماں کے شبہات کا جواب اور شیخ وحید الزماں کا امام بخاری اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول کو مرجوح قرار دینا

میں کہتا ہوں: امام ابو حنیفہ اور دیگر فقہاء احناف کا مذہب صحیح البخاری کی ان احادیث کے مطابق ہے جس کو امام بخاری نے اس دوسری تعلیق میں ذکر کیا ہے کہ جیسے ہی کوئی کتابیہ عورت مسلمان ہو اسی وقت اس کی اپنے شوہر سے تفریق ہو جائے گی، خواہ پوری عدت گزرے یا نہ گزرے اور ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے جو اس مسئلہ کو اس کے ساتھ مقید کیا ہے کہ ''اگر عدت کے اندر خاوند بھی مسلمان ہو جائے تو نکاح باقی رہے گا اور عدت پوری ہونے تک نکاح فسخ نہ ہوگا'' یہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔ اور شیخ وحید الزمان نے جو حضرت حکیم بن حزام اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہما کے آثار نقل کیے ہیں، ان کی روایات امام بخاری کی صحیح حدیث کے پایہ کی نہیں ہیں۔

ویسے تو غیر مقلدین صحیح البخاری کو آسمانِ عقیدت پر بٹھاتے ہیں لیکن اس مسئلہ میں امام بخاری کی روایت ان کے قول کے خلاف تھی تو انہوں نے امام بخاری کو ترک کر دیا اور دوسری مبہم اور مجہول روایات کے آثار کو امام بخاری کی روایت کے مقابلہ میں راجح قرار دیا۔

وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں تھی　　جو ان کی زلف میں پہنچی تو حُسن کہلائی

جس طرح غیر مقلدین امام بخاری کے پرستار ہیں، اسی طرح وہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے بھی بہت مداح ہیں اور ان کو صحیح البخاری کے تمام شارحین پر فوقیت دیتے ہیں اور ہم حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ زوجین میں سے کسی ایک کے اسلام لانے سے نکاح فسخ ہو جائے گا اور عدت پوری ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۶-۴۸۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اور شیخ وحید الزمان نے اس مسئلہ میں امام بخاری اور حافظ ابن حجر عسقلانی دونوں کی مخالفت کی ہے

خرد کو جنوں کہہ دیا اور جنوں کو خرد　　جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

باب مذکور میں امام بخاری کی تیسری تعلیق

وَقَالَ مُجَاهِدٌ إِذَا أَسْلَمَ فِي الْعِدَّةِ يَتَزَوَّجُهَا

اور مجاہد نے کہا جب کوئی مرد دورانِ عدت اسلام قبول کر لے تو وہ اس عورت سے نکاح قبول کر سکتا ہے۔

Marfat.com

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے مجاہد کے اس قول کی ابن ابی نجیح کی سند سے روایت کی ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۖ اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: نہ وہ مومنات کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومنات کے لئے حلال ہیں۔ (الممتحنۃ:۱۰)

امام بخاری کا عطاء کے اس قول سے استدلال کرنا کہ جب کوئی نصرانی عورت اسلام قبول کرلے تو وہ اسی وقت بائنہ ہوجائے گی اور دورانِ عدت اس کے شوہر کے قبول اسلام کا انتظار نہیں کیا جائے گا

صحیح البخاری کی تیسری تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ

اس تعلیق سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے الممتحنۃ:۱۰ کو ذکر کر کے عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ کے اس قول کی تائید کی ہے کہ نصرانی عورت اسلام قبول کرتے ہی اپنے خاوند سے بائنہ ہوگی لیکن یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ کی اس روایت کے معارض ہے جو اس سے پہلے باب میں مذکور ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد ہے کہ اس عورت کو نکاح کا پیغام نہ دیا جائے حتیٰ کہ اس کو ایک حیض آئے اور وہ پاک ہوجائے۔ (صحیح البخاری:۵۲۸۷)

اور ان میں اس طرح تطبیق ہوسکتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو یہ فرمایا کہ اس نصرانی عورت کو نکاح کا پیغام نہ دیا جائے حتیٰ کہ اسے حیض آئے اور وہ حیض سے پاک ہوجائے، اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ اس عورت کے خاوند کے اسلام قبول کرنے کا انتظار کیا جائے جب تک کہ وہ عدت میں ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پیغام نکاح کو اس لئے موخر کیا جائے کہ کسی عورت کو اس وقت تک نکاح کا پیغام نہیں دیا جاتا جب تک کہ وہ عدت میں ہو، اور اس دوسری تطبیق کی صورت میں ان دو حدیثوں کے درمیان تعارض نہیں رہے گا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس ظاہر قول کے مطابق عطاء بن ابی رباح، طاؤس، ثوری اور فقہاء کوفہ کا مذہب ہے اور ابوثور نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور علامہ ابوبکر بن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے اور امام بخاری کا بھی اسی طرف میلان ہے۔

فقہاء احناف اور ان کے موافقین نے یہ شرط عائد کی ہے کہ اس عورت کے خاوند کے اوپر اس کی عدت میں اسلام کو پیش کیا جائے۔

ائمہ ثلاثہ وغیرہم کا مجاہد کے قول سے استدلال کہ اس صورت میں اگر اس کے شوہر نے دورانِ عدت اسلام قبول کرلیا تو اس کی بیوی اس کو واپس کردی جائے گی

اور مجاہد کے قول کے مطابق یعنی جب نصرانی عورت کا خاوند دورانِ عدت اسلام قبول کرلے تو وہ اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے، سو اس قول کے مطابق قتادہ، امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور امام ابوعبید متوفی ۲۲۴ھ کا مذہب ہے۔

اور امام شافعی نے اس مذہب پر اس سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت ابوسفیان نے فتح مکہ کے سال مرالظہر ان میں اس رات کو اسلام قبول کیا جس رات مسلمان مکہ پر حملہ آور ہوئے تھے، پس حضرت ابوسفیان مکہ میں داخل ہوئے تو ان کی بیوی ہند

Marfat.com

بنت عتبہ نے ان کی ڈاڑھی کو پکڑ لیا اور ان کے اسلام پر انکار کیا تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی تو وہ بعد میں اسلام لائیں اور ان کے درمیان تفریق نہیں کی گئی اور نہ یہ ذکر ہے کہ ان کا عقدِ جدید کیا گیا، اسی طرح کا واقعہ متعدد صحابہ کرام کے ساتھ ہوا ہے جن کی بیویاں ان سے پہلے مسلمان ہو گئیں، جیسے حکیم بن حزام اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرھما اور یہ منقول نہیں ہے کہ ان کے نکاح کا عقدِ جدید کیا گیا اور یہ واقعات اہل مغازی کے نزدیک مشہور ہیں اور ان کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اکثر کے نزدیک یہ اس پر محمول ہے کہ مرد کا اسلام قبول کرنا عورت کی عدت کے ختم ہونے سے پہلے واقع ہوا تھا۔

امام مالک نے الموطا میں زہری سے یہ روایت کی ہے کہ امام مالک نے کہا کہ ہم تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ کسی عورت نے ہجرت کی ہو اور اس کا خاوند دار الحرب میں مقیم ہو تو اس کی ہجرت سے اس عورت اور اس کے خاوند کے درمیان تفریق ہو جائے گی۔

اور حماد بن سلمہ اور امام عبدالرزاق نے اپنی اپنی مصنف میں سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن یزید الخطمی الانصاری سے روایت کی ہے کہ ایک نصرانی کی بیوی نے اسلام قبول کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہے تو اپنے شوہر کے ساتھ رہے اور اگر چاہے تو اس سے الگ ہو جائے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

جب کوئی نصرانی عورت اسلام قبول کرلے اور اس کا شوہر بھی دورانِ عدت اسلام قبول کرلے تو وہ عورت نکاح جدید اور مہرِ جدید کے ساتھ اپنے خاوند کی طرف لوٹائی جائے گی

صحیح البخاری کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ

امام بخاری نے اس تعلیق کی بھی مجاہد سے روایت کی ہے کہ جب کوئی ذمی اپنی عورت کی عدت میں اسلام قبول کرلے یعنی اس کی بیوی نے اسلام قبول کر لیا پھر اس نے عدت کے دوران اسلام قبول کر لیا تو وہ اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے، اس تعلیق کو امام طبری نے سند موصول کے ساتھ ابن ابی نجیح سے روایت کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ (الممتحنہ: ۱۰) نہ وہ مومنات کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومنات کے لیے حلال ہیں۔

امام بخاری نے اس آیت کو عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ کے مذکور الصدر قول کی تقویت پر استدلال کے لیے پیش کیا ہے اور امام بخاری نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ نصرانیہ جب اسلام قبول کرلے پھر اس کے خاوند نے بھی عدت کے دوران اسلام قبول کر لیا تو وہ عورت اپنے خاوند کے لیے بغیر نکاح جدید اور بغیر مہر جدید کے حلال نہیں ہو گی۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ اس باب سے پہلے باب میں عطاء بن ابی رباح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جب کوئی عورت اہل حرب سے ہجرت کرلے تو اس کو پیغام نکاح نہ دیا جائے حتیٰ کہ اس کا ایک حیض گزر جائے اور وہ پاک ہو جائے، پس جب وہ پاک ہو جائے گی تو اس کے ساتھ نکاح حلال ہو جائے گا، پس اگر اس کے خاوند نے اس عورت کے نکاح کرنے سے پہلے مسلمانوں کی طرف ہجرت کر لی تو اس عورت کو اس کے خاوند کے حوالہ کر دیا جائے گا تو میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ حضرت ابن عباس نے جو کہا کہ اس عورت کو اس وقت تک پیغام نکاح نہ دیا جائے حتیٰ کہ اس کا ایک حیض گزر جائے اور وہ پاک ہو جائے تو

Marfat.com

ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس کی اس قول سے مراد یہ ہو کہ جب تک وہ عورت عدت میں ہے تو اس کے خاوند کے اسلام قبول کرنے کا انتظار کیا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ اس عورت کو پیغام نکاح نہ دیا جائے کیونکہ جب تک کوئی عورت عدت کے اندر ہو تو اس کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۷-۳۸۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور میں امام بخاری کی چوتھی تعلیق

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ فِي مَجُوسِيَّيْنِ أَسْلَمَا هُمَا عَلَى نِكَاحِهِمَا وَإِذَا سَبَقَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ وَأَبَى الْآخَرُ بَانَتْ لَا سَبِيلَ لَهُ عَلَيْهَا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

حسن بصری اور قتادہ نے کہا: مجوسی مرد اور مجوسی عورت اسلام قبول کرلیں تو وہ اپنے نکاح پر باقی رہیں گے اور جب ان میں سے کسی ایک کا اسلام اپنے صاحب پر سابق ہو اور دوسرا اسلام قبول کرنے سے انکار کرے تو وہ مسلمان عورت اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی اور شوہر کی اس کے اوپر کوئی راہ نہیں ہوگی۔

جب مجوسی مرد اور عورت میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے اسلام قبول کرلے تو ان کے درمیان جو نکاح تھا وہ منقطع ہو جائے گا۔

صحیح البخاری کی چوتھی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ

رہا حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کا اثر تو اس کی امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے سند صحیح کے ساتھ اس عبارت سے روایت کی ہے:

''اگر شوہر اور بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے اسلام قبول کرلے تو ان کے درمیان جو نکاح تھا وہ منقطع ہوگیا''۔

اور دوسری تعلیق کے سند صحیح کے ساتھ یہ الفاظ ہیں کہ وہ عورت اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی اور رہا قتادہ کا اثر تو اس کی بھی امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ اس عبارت کے ساتھ روایت کی ہے: پس جب شوہر اور بیوی میں سے کسی ایک کا اسلام اپنے صاحب پر سابق ہو تو شوہر کی اپنی بیوی پر کوئی راہ نہیں ہے، سوا اس کے کہ وہ اس کو نکاح کا پیغام دے اور امام ابن ابی شیبہ نے از عکرمہ عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ھ کا مکتوب اس کی مثل بیان کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۷، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

باب مذکور میں امام بخاری کی پانچویں تعلیق

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ امْرَأَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ جَاءَتْ إِلَى الْمُسْلِمِينَ أَيُعَاوَضُ زَوْجُهَا مِنْهَا لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا (الممتحنہ:۱۰) قَالَ لَا إِنَّمَا كَانَ ذَاكَ بَيْنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَبَيْنَ أَهْلِ الْعَهْدِ

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۰۷)

اور ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ سے پوچھا کہ مشرکین کی طرف سے ایک عورت مسلمانوں کی طرف آئی تو کیا اس کے شوہر کو اس عورت کے مہر کا معاوضہ دیا جائے گا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور انہیں دو جو انہوں نے خرچ کیا۔

تو عطاء بن ابی رباح نے کہا: یہ حکم اس وقت تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان معاہدہ تھا۔

Marfat.com

الممتحنہ: ۱۰ میں مذکور مشرک شوہر کو معاوضہ دینے کے حکم کا منسوخ ہونا

صحیح البخاری کی پانچویں تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ

امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ ابن جریج سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ سے پوچھا: یہ بتایئے کہ اب مشرکین کی طرف سے کوئی عورت مسلمانوں کی طرف آجائے تو کیا اس کے شوہر کو اس کے مہر کا معاوضہ دیا جائے گا، تو عطاء نے جواب دیا کہ فتح مکہ کے دن یہ حکم منسوخ ہو گیا، اب اس کے شوہر کو کوئی معاوضہ نہیں دیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۷، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری کی پانچویں تعلیق کی شرح از علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ

یعنی عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے یہ بیان کیا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۲ھ سے پوچھا کہ جب مشرکین کی طرف سے کوئی عورت مسلمانوں کی طرف آجائے تو کیا اس کے مشرک خاوند کو اس کے مہر کا کوئی معاوضہ دیا جائے گا؟ تو عطاء بن ابی رباح نے جواب دیا کہ اب اس کے مشرک شوہر کو کوئی معاوضہ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ الممتحنہ: ۱۰، میں ان کے مشرک شوہروں کو معاوضہ دینے کا حکم ہے، یہ حکم اس وقت تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان معاہدہ تھا اور ان کے درمیان اس شرط پر صلح ہوئی تھی لیکن اب اگر کوئی عورت مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کی طرف آجائے تو اس کے مشرک شوہر کو کوئی معاوضہ نہیں دیا جائے گا جیسا کہ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ اب اس کے مشرک شوہر کو کوئی معاوضہ نہیں دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور میں امام بخاری کی چھٹی تعلیق

وَقَالَ مُجَاهِدٌ هٰذَا كُلُّهُ فِي صُلْحٍ بَيْنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَبَيْنَ قُرَيْشٍ۔ (جامع البیان للطبری متوفی ۳۱۰ھ ج ۱۲ ص ۷۰)

اور مجاہد نے کہا: یہ کل حکم اس وقت تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان معاہدہ تھا۔

اس مسئلہ کا بیان کہ جب مسلمانوں کی بیویاں کافروں کی طرف چلی جائیں، پھر بعد میں مسلمان ان کافروں پر غلبہ پا کر مالِ غنیمت حاصل کریں تو اس مالِ غنیمت میں سے ان مسلمانوں کو دیا جائے جن کی بیویاں کافروں کے پاس چلی گئی تھیں

صحیح البخاری کی چھٹی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ (الممتحنہ: ۱۰)

اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کر لو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم سے طلب کر لیں، یہ اللہ

کا وہ حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے۔

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ مسلمانوں کی جو بیویاں کفار کی طرف چلی جائیں تو چاہیے کہ کفار ان عورتوں کو ان کے مہر کا معاوضہ دیں اور ان عورتوں کو اپنے پاس رکھیں اور کتاب الشروط کے اخیر میں یہ اضافہ ہے کہ الزہری بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ کفار جب اس معاوضہ کو دینے سے انکار کریں یعنی الممتحنہ:۱۰، میں جو حکم مذکور ہے اس پر عمل کرنے سے انکار کریں اور وہ حکم یہ ہے کہ جب مشرکین کی طرف سے کوئی عورت مسلمان ہو کر مسلمانوں کی طرف آئے تو مسلمان اس عورت کو اس کے مشرک خاوند کی طرف واپس نہ کریں بلکہ اس مشرک خاوند نے اس عورت پر جو مہر کو خرچ کیا ہے، وہ اس کو واپس کر دیں، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْاؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ○ (الممتحنہ:۱۱)

اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی چھوٹ کر کافروں کی طرف چلی جائے، پھر (تم کفار سے) مال غنیمت حاصل کر لو تو (مالِ غنیمت میں سے) ان مسلمانوں کو اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے ان بیویوں پر خرچ کیا تھا جو کافروں کی طرف چلی گئی ہیں، اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لا چکے ہو○

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الممتحنہ:۱۱ کی تفسیر از علامہ ابو منصور محمد بن محمود الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ

اگر کوئی مسلمان عورت دار الحرب جا کر کافروں سے مل جائے اور تمہارا ان کافروں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ ہو تو تم نے اس مسلمان عورت پر جو خرچ کیا ہے، پس جب ان کفار پر فتح پانے کے بعد ان سے مالِ غنیمت حاصل کرو تو اس مالِ غنیمت میں سے اس مسلمان کو اتنی رقم دے دو جتنی رقم اس نے اپنی بیوی پر خرچ کی تھی جو اس کو چھوڑ کر کافروں کے پاس دار الحرب میں چلی گئی تھی۔

زہری بیان کرتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں سے یہ ہے کہ مسلمان کفار سے یہ سوال کریں کہ جو مسلمان عورت ان کی طرف دار الحرب میں چلی گئی ہے تو وہ اس عورت کا مہر مسلمانوں کو ادا کریں اور مشرکین کی جو عورت مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آ گئی ہے تو مسلمان اس عورت کا مہر مشرکین کو ادا کریں۔

اور اس کی اصل یہ ہے کہ تم نے جو اپنی بیویوں پر خرچ کیا ہے وہ تم کو نہیں ملا، پھر تمہارا دشمنوں پر تسلط اور غلبہ ہوا اور تم نے مالِ غنیمت حاصل کر لیا، پس اب جن مسلمانوں کی بیویاں کفار کی طرف چلی گئی تھیں تو تم مالِ غنیمت میں سے ان مسلمانوں کو رقم ادا کرو جن کی بیویاں مسلمانوں کو چھوڑ کر دار الحرب میں چلی گئی تھیں۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۹ ص ۶۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الممتحنہ:۱۱ کی تفسیر از پیر محمد کرم شاہ الازہری المتوفی ۱۹۹۸ء

پہلے فرمایا تھا: جو عورتیں مسلمان ہو کر ہجرت کر کے دار الاسلام میں چلی جائیں ان کے کافر خاوندوں کو مہر ادا کر دیا جائے، اب فرمایا جا رہا ہے کہ تمہاری بیویاں جو دار الکفر میں رہ گئیں تم نے ان کو جو مہر دیا تھا اس کا مطالبہ تم ان سے کر سکتے ہو، یہ اللہ کا حکم ہے جو

Marfat.com

علیم اور حکیم ہے اور حال و مستقبل پر نظر رکھتا ہے، اس کا ہر فرمان حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسلام لا کر ہجرت کر جائے اور اس کی بیوی کفر کی حالت میں وہیں رہ جائے تو قاعدہ کے مطابق ان کفار کو چاہیے کہ وہ اس عورت کا مہر اس کے مسلمان خاوند کو واپس کر دیں کیونکہ اب ان کے درمیان رشتہ ازدواج منقطع ہو گیا ہے، لیکن اگر کفار ایسا نہ کریں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ مال غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے اس مسلمان خاوند کو مہر کی رقم ادا کریں۔ اس کے بعد بقیہ مال غنیمت حسب قانون تقسیم کریں۔ بعض علماء کے نزدیک یہ مہر مالِ فئے سے بھی ادا کیا جا سکتا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو مسلمان ہو کر آنے والی مہاجر عورتوں کا مہر جو مسلمانوں کے ذمہ ہے اسے کفار کی طرف نہ لوٹایا جائے بلکہ اس طرح جو رقم جمع ہو اس سے ایسے لوگوں کو ان کی بیویوں کا مہر ادا کیا جائے جو دار الحرب میں کفر کی حالت میں رہ گئیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ۵ ص ۲۰۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۱ء)

الممتحنہ: ۱۱ کی تفسیر از مصنف

الممتحنہ: ۱۱ میں فرمایا: اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی چھوٹ کر کافروں کی طرف چلی جائے پھر (تم کفار سے) مالِ غنیمت حاصل کر لو تو (مالِ غنیمت میں سے) ان مسلمانوں کو اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے ان بیویوں پر خرچ کیا تھا جو کفار کی طرف چلی گئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ چھ مسلم اور مہاجر خواتین کفار کے پاس چلی گئی تھیں:

(۱) ام الحکم بنت ابوسفیان، یہ حضرت عیاض بن غنم الفہری کے نکاح میں تھی (۲) فاطمہ بنت ابی امیہ، یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی (۳) بروع بنت عقبہ، یہ حضرت شماس بن عثمان کے نکاح میں تھی (۴) عزہ بنت العزیز، یہ حضرت عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھی (۵) ہند بنت ابی جہل، یہ حضرت ہشام بن العاص بن وائل کے نکاح میں تھی (۶) ام کلثوم بنت جرول، یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۷۵، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۹ ص ۶۲)

یہ سب عورتیں اس وقت تک اسلام نہیں لائی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مسلمان شوہروں کو مالِ غنیمت سے ان عورتوں کے مہر پر خرچ ہونے والی رقوم ادا کر دی تھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان عورتوں کے سابق شوہروں کو ان کے مہر کی رقم واپس کرنا اب بھی واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا کہ اب یہ حکم واجب نہیں ہے، منسوخ ہو چکا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ یہ حکم غیر منسوخ ہے اور اب بھی واجب العمل ہے۔ امام ابوبکر رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے اور اس حکم کی ناسخ یہ آیت ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ: ۱۸۸) اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق ذریعہ سے نہ کھاؤ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اس کے لئے ناسخ ہے: کسی مسلمان شخص کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔

(مسند احمد: ۲۳۶۰۵، مسند احمد: ۲۴۲۴۸، عالم الکتب بیروت، ۱۴۱۹ھ)

(احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۴۴۱، سہیل اکیڈمی لاہور، معالم التنزیل ج ۵ ص ۷۲-۷۵، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۰ھ)

(تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۸۵۵، فرید بک اسٹال لاہور ۱۴۲۷ھ)

۵۲۸۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل

حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَتِ الْمُؤْمِنَاتُ إِذَا هَاجَرْنَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَمْتَحِنُهُنَّ بِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ الآيَةِ﴾ (الممتحنہ:١٠) قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ أَقَرَّ بِهَذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ فَقَدْ أَقَرَّ بِالْمِحْنَةِ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَقْرَرْنَ بِذَلِكَ مِنْ قَوْلِهِنَّ قَالَ لَهُنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ انْطَلِقْنَ فَقَدْ بَايَعْتُكُنَّ لَا وَاللهِ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ غَيْرَ أَنَّهُ بَايَعَهُنَّ بِالْكَلَامِ وَاللهِ مَا أَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى النِّسَاءِ إِلَّا بِمَا أَمَرَهُ اللهُ يَقُولُ لَهُنَّ إِذَا أَخَذَ عَلَيْهِنَّ قَدْ بَايَعْتُكُنَّ كَلَامًا

از ابن شہاب ح اور ابراہیم بن المنذر نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے بتایا کہ مسلمان عورتیں جب نبی ﷺ کی طرف ہجرت کرتیں تو نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ان کا امتحان لیتے تھے: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزمالیا کرو، اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس مسلمان عورتوں میں سے جو عورت اس شرط کا اقرار کرتی تو وہ آزمائش کا اقرار کر لیتی، پھر جب مسلمان عورتیں اپنے قول سے اس کا اقرار کر لیتیں تو پھر رسول اللہ ﷺ فرماتے: اب تم جاؤ میں نے تم کو بیعت کر لیا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا) اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا، البتہ آپ ان سے اپنے کلام کے ساتھ بیعت کرتے اور اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے کسی عورت سے صرف اسی طرح بیعت کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا اور آپ جب ان عورتوں سے عہد لیتے تو فرماتے "میں نے تم کو اپنے کلام سے بیعت کر لیا"۔

(صحیح البخاری: ۲۷۱۳، ۲۷۳۳، ۴۱۸۲، ۴۸۹۱، ۵۲۸۸، ۷۲۱۴، صحیح مسلم: ۱۸۶۶، سنن ابوداؤد: ۲۹۴۱، سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۵، مسند احمد: ۲۵۷۹۴)

الممتحنہ: ۱۰ میں مذکور عورتوں کی آزمائش کی تفسیر از علامہ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

اس آیت میں مومنات سے مراد وہ عورتیں ہیں جو خود کو مومنات کہتی ہوں۔

علامہ ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اس آیت میں المومنات کا معنی یہ ہے کہ جب تمہارے پاس ایسی عورتیں آئیں جو زبان سے یہ کہتی ہوں کہ ہم مسلمان عورتیں ہیں تو تم ان کی آزمائش کر لیا کرو، کیونکہ اگر مومنات سے مراد یہ ہو کہ وہ حقیقت میں مومن عورتیں ہیں تو پھر ان کے ایمان کی آزمائش کا کوئی معنی نہ ہوتا، اس کی نظیر یہ آیت کریمہ ہے:

Marfat.com

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ (النحل:۱۰۶)

جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔

اس آیت میں بھی کفر سے مراد حقیقتِ کفر نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس مرد کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا مثلاً اس سے کہا گیا کہ تم کہو: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں ورنہ ہم تم کو قتل کر دیں گے (یا اس سے کہا گیا کہ تم کہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی اللہ کا سچا نبی ہے ورنہ ہم تم کو قتل کر دیں گے یا اس سے کہا گیا کہ تم کہو کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کافر تھے ورنہ ہم تم کو قتل کر دیں گے۔ سعیدی غفرلہ) اور اس نے مجبوری کی حالت میں جان بچانے کے یہ کلماتِ کفر کہے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا تو وہ اس آیت میں مذکور وعید کا مصداق نہیں ہوگا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ (النحل:۱۰۶)

ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○

امتحان کی کیفیت

مفسرین نے ان مسلمان عورتوں کے امتحان کی کیفیت اس طرح بیان کی ہے کہ وہ عورتیں اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ انہوں نے اپنے شوہروں سے بغض کی وجہ سے دار الحرب سے ہجرت نہیں کی یا وہ قسم کھا کر یہ کہیں کہ وہ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں صرف اس لئے ہجرت کر کے آئی ہیں کہ ان کا مطلوب اسلام ہے، علامہ ماتریدی فرماتے ہیں: یہ تاویل فاسد ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو اس پر دین کا حق یہ ہے کہ وہ اپنے کافر خاوند سے بغض رکھے، جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؗ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَیْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝ (الممتحنہ:۴)

تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے اصحاب میں بہترین نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ہم تم سے بے زار ہیں اور ان سے جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، ہم نے تم سب کا انکار کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا حتیٰ کہ تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ مگر ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ سے یہ کہنا میں تمہارے لئے ضرور مغفرت طلب کروں گا اور میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، اے ہمارے رب! ہم نے تجھ پر ہی توکل کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے ○

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد کافر رشتہ داروں سے بغض رکھا جائے، پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کے امتحان کی یہ صفت ہو کہ انہوں نے اپنے کافر خاوند سے بغض کی وجہ سے ہجرت نہیں کی، اس لئے ہم نے کہا کہ جن مفسرین نے ان کے امتحان کی یہ صفت بیان کی ہے، وہ فاسد ہے۔

اور یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے امتحان کی تاویل دو طرح سے ہو:

Marfat.com

(۱) ان سے ایمان کی صفت پوچھی جائے کہ ایمان کس کو کہتے ہیں اور جب وہ ایمان کی تعریف کر دیں تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ حقیقتاً مومن ہے (اور ایمان کی تعریف یہ ہے: اللہ وحدہ لاشریک ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں اور قرآن مجید اللہ کا برحق کلام ہے، اور تمام رسول برحق ہیں اور تمام فرشتے برحق ہیں، اور تقدیر برحق ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے اور قیامت برحق ہے اور حساب و کتاب برحق ہے اور جنت و دوزخ برحق ہے)۔

(۲) یا امتحان سے مراد وہ ہے جو درج ذیل آیت میں مذکور ہے:

يَآيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الممتحنہ:۱۲)

اے نبی (مکرم!) جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، اور نہ چوری کریں گی، اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی، اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کریں، اور آپ ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مومنین کو اس کا مکلف کیا گیا ہے کہ وہ عورتوں کے ایمان کی آزمائش کریں، کیونکہ وہ عورتوں کے صرف ظاہری ایمان کو جانتے ہیں اور ان کے ایمان کی حقیقت کو صرف اللہ رب العالمین ہی جانتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ علم کی دو قسمیں ہیں (۱) علم العمل (۲) علم الشہادات، پس علم العمل وہ ہے جس کے موافق لوگ ظاہر میں عمل کرتے ہیں اور علم الشہادۃ وہ ہے جس کی وجہ سے کسی کے متعلق یہ شہادت دی جاتی ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَإِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۖ (الممتحنہ:۱۰)

پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال مشرکین اہل مکہ سے اس پر صلح کی کہ اہل مکہ میں سے جو مرد ان کے پاس آئے گا تو مسلمان اس کو واپس بھیج دیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو مکہ جائے گا تو وہ مشرکین کے پاس رہے گا اور حدیبیہ میں یہ معاہدہ لکھ دیا گیا تھا، معاہدہ سے فراغت کے بعد اہل مکہ میں سے حضرت سُبیعہ رضی اللہ عنہا حالتِ اسلام میں مسلمانوں کے پاس آئیں، پھر ان کا مشرک خاوند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی مجھے واپس کر دیں اور آپ یہ شرط مان چکے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس کے آخر میں ہے:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۖ (الممتحنہ:۱۰)

نہ وہ مومنات کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومنات کے لئے حلال ہیں۔

سو ایسی عورتوں کو ان کے کافر خاوندوں کی طرف واپس نہیں کیا گیا۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۹ ص ۶۱۷، ۶۱۶، دار الکتب العلمیہ

Marfat.com

بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الممتحنہ: ۱۰ میں مذکور عورتوں کی آزمائش کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری الحنفی المتوفی ۱۹۹۸ء لکھتے ہیں:

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور دھڑا دھڑ لوگ حضور کی بیعت کر کے مشرف باسلام ہونے لگے تو مکہ کی عورتیں بھی بیعت کے لئے حاضر ہوئیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو عورتوں کی بیعت لینے پر مقرر فرمایا اور جن باتوں کا اس آیت میں ذکر ہے ان پر عمل کرنے کا ان سے پختہ وعدہ لیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عورتوں سے کئی بار بیعت لی، لیکن کسی عورت سے بیعت لیتے وقت مصافحہ نہیں کیا، کبھی تو زبانی ان امور کی پابندی کا وعدہ لیا، کبھی پانی سے بھرے ہوئے پیالہ میں اپنا دستِ مبارک ڈالا اور اس کے بعد بیعت کرنے والی عورتوں کو اپنا ہاتھ رکھنے کا حکم دیا، کبھی کپڑا دست مبارک میں لے کر عورتوں سے بیعت لی۔

جن امور میں بیعت لی گئی ان میں سرفہرست یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی، دوسری بات یہ ہے کہ وہ چوری نہیں کریں گی، تیسری بات یہ ہے کہ وہ بدکاری نہیں کریں گی، چوتھی بات یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، کیونکہ عرب معاشرہ میں اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دینا وجہ عزت وفخر تھا، نیز کئی لوگ بھوک سے تنگ آ کر بھی اپنی اولاد کو مار ڈالا کرتے تھے۔ اسی میں اسقاط حمل بھی داخل ہے، جب اس میں جان پڑ چکی ہو، جائز اور ناجائز دونوں حملوں کے اسقاط کا ایک ہی حکم ہے، شریعت مطہرہ میں اس کو قتل شمار کیا جاتا ہے، پانچویں چیز جس سے منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ عورتیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے آگے کوئی الزام اور بہتان تراشی نہ کریں۔

اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں:

کسی کے نوزائد بچے کو اچک کر اپنی گود میں ڈال لینا اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ یہ میرا بچہ ہے، اسی طرح بدکاری سے جو حمل قرار پائے اسے اپنے خاوند کی طرف منسوب کر دینا، نیز کسی دوسری عورت پر بدفعلی کا الزام لگانا یہ تمام صورتیں اس آیت میں داخل ہیں، اور اسلام نے ان تمام مذموم حرکتوں سے باز رہنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے، چھٹی بات یہ ہے کہ جس کی پابندی کا ان سے وعدہ لیا گیا ہے کہ ہر نیک کام جس کا حضور حکم دیں گے وہ اس کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

فقہاء اسلام نے فی معروف کی قید سے یہ قانون اخذ کیا ہے کہ حاکم وقت کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کے خلاف کسی قانون کے خلاف کوئی حکم صادر کرے، اسی طرح کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی حاکم کی فرمانبرداری میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا مرتکب ہو، وہ فرماتے ہیں کہ فی معروف کی قید یہاں اس لئے ذکر نہیں کی گئی کہ حضور غیر معروف کا بھی حکم دے سکتے ہیں، حضور کا تو جو ارشاد ہوگا وہ حق ہوگا، وہ سچ ہوگا، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے عین مطابق ہوگا، یہ ممکن ہی نہیں کہ حضور کسی غیر معروف کا حکم دیں۔ یہ قید اس لئے ذکر کی گئی ہے کہ جب اللہ کے رسول کی اطاعت کے لئے معروف شرط ہے جہاں غیر معروف کا احتمال ہی نہیں تو اور کون ہے جس کو یہ حق پہنچے کہ وہ شریعت اسلامیہ کے خلاف غیر معروف قانون سازی کرے اور اس پر عمل کرنے کا لوگوں کو حکم دے۔

امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کا نبی مکرم معروف کے بغیر کسی اور چیز کا حکم نہیں دیتا، لیکن یہاں

Marfat.com

معروف کی شرط اس لئے لگائی تا کہ کوئی شخص بادشاہوں کے ان احکام کی اطاعت کا جواز بھی نہ نکال لے جن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پائی جاتی ہے۔ (کتاب الاحکام)

جب افضل البشر کی اطاعت کے لئے معروف شرط ہے تو اور کون اس سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔

نیز اس سے یہ بھی آشکارا ہو جاتا ہے کہ اسلامی مملکت میں قانون کی بالادستی ہوگی، ہر چھوٹے اور بڑے کو قانون کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہوگا، کسی بڑے سے بڑے حاکم کو بھی اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ دھاندلیاں کرتا رہے اور پھر قانون سازی سے ان کے لئے وجہ جواز مہیا کرتا رہے۔

اسی مقام پر مفسرین نے ہندہ زوجہ ابوسفیان کا دلچسپ واقعہ لکھا ہے، آپ بھی سماعت فرمائیے کہ جب عورتیں بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئیں تو ہندہ بھی بھیس بدل کر منہ کو چھپائے حاضر ہوئی، اسے یہ خوف تھا کہ حضور اسے پہچان نہ لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں سے فرمایا: میں تمہیں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ تم وعدہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گی، ہندہ چپ نہ رہ سکی۔ کہنے لگی: جس شرط کے بغیر مردوں کی بیعت قبول نہیں، اس کے بغیر ہماری بیعت کیسے قبول ہو سکتی ہے، یعنی شرک سے اجتناب کی شرط واضح اور بین ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوسری شرط یہ ہے کہ تم چوری نہیں کرو گی، ہندہ پھر بولی: میں ابوسفیان کے مال سے کچھ لے لیا کرتی تھی، معلوم نہیں وہ میرے لئے حلال ہے یا نہیں؟ ابوسفیان پاس کھڑے تھے، انہوں نے کہا: آج تک تم نے جو لیا ہے وہ تمہارے لئے حلال ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس پڑے اور اس کو پہچان لیا، فرمایا: تو ہندہ دختر عتبہ ہے؟ کہنے لگی: نعم فاعف عما سلف یا نبی اللہ عفی اللہ عنك، میں ہندہ ہی ہوں جو گزر چکا ہے اے اللہ کے نبی! اسے معاف کر دیجئے، اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیسری شرط یہ ہے کہ تم زنا نہیں کرو گی، ہندہ بولی: کیا آزاد عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چوتھی شرط یہ ہے کہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی، ہندہ کی رگ ظرافت پھر پھڑکی، کہنے لگی کہ ان کے باپوں کو تو آپ نے قتل کر دیا، اب ان کے بچوں کے لئے آپ ہم کو نصیحت کر رہے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے اور حضور کے لب مبارک بھی تبسم آشنا ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچویں بات یہ ہے کہ تم کسی پر جھوٹا بہتان نہیں باندھو گی، اس نے کہا: بے شک بہتان تراشی قبیح چیز ہے، اور اللہ تعالیٰ ہدایت اور مکارم اخلاق کے بغیر اور کسی چیز کا حکم نہیں دیتا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وعدہ کرو کہ جس نیک کام کا میں حکم دوں گا تم اس کو بجا لاؤ گی، ہندہ بولی، ہم آپ کے قدموں میں حاضر بیٹھی ہیں اور ہمارے دل میں قطعاً یہ خیال نہیں کہ ہم حضور کے کسی حکم کی سرتابی کریں گی، یہ واقعہ لکھنے کے بعد علامہ آلوسی فرماتے ہیں: کہ ہندہ کے کلام میں یہ شوخی اس وجہ سے تھی کہ وہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی والدہ تھی، نیز اس کی ساری زندگی جہالت کی گود میں گزری تھی، ابھی ابھی اس نے اسلام قبول کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو حکم دیتے ہیں جو عورتیں ان شرائط کو قبول کر لیں اور ان باتوں کی پابندی پر آمادہ ہو جائیں تو آپ ان کو بیعت فرما لیں اور انہیں بیعت فرمانے کے بعد ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں، بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے، جب آپ کے ہاتھ اٹھیں گے تو انہیں خالی نہیں لوٹایا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کی برکت سے ان کے عمر بھر کے گناہوں کو جن میں کفر و شرک سرفہرست ہیں بخش دے گا اور ان کے لیے ہی اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔

Marfat.com

آخر میں پھر اسی حکم کا اعادہ کر دیا: ارشاد فرمایا، اے ایمان والو! وہ لوگ جو اسلام کی عداوت میں پیش پیش ہیں، جنہوں نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ رکھی ہے اور ان کی پیہم سرکشی کے باعث ان پر خدا کا عذاب نازل ہو چکا ہے ان کو اپنا دوست مت بناؤ، آخرت میں انہیں کسی ثواب اور کسی خیر کی امید نہیں، وہ بالکل مایوس ہو چکے ہیں جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کفار اپنی بخشش سے مایوس اور ناامید ہیں۔ (ضیاء القرآن ج ۵ ص ۲۰۴-۲۰۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۱ء)

نوٹ: حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ہند متوفی ۱۴ھ کے جس مکالمہ کا ذکر کیا ہے اس کو حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے امام ابن مردویہ کی تفسیر سے نقل کیا ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۱۲۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الممتحنہ: ۱۰ میں مذکور عورتوں کی آزمائش کی تفسیر از مصنف

صلح حدیبیہ کے تقاضے سے صرف مہاجر مسلمانوں کا کفار کی طرف واپس کرنا واجب تھا۔۔۔۔نہ کہ مہاجر خواتین کا بھی

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مروان اور مسور بن مخرمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ سہیل بن عمرو نے حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح نامہ میں یہ شرط لکھوائی تھی کہ جو شخص بھی مشرکین میں سے آپ کے پاس آئے گا، خواہ وہ آپ کے دین پر ہو اسے آپ کو ہماری طرف واپس کرنا ہوگا، اسی شرط کے مطابق اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کی طرف واپس کر دیا اور مومنات بھی ہجرت کر کے آپ کے پاس آئیں اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی ان خواتین میں سے تھیں جو ہجرت کر کے آپ کے پاس آئیں، تب ان کے گھر والے آپ کے پاس گئے اور آپ سے سوال کیا کہ آپ حضرت ام کلثوم کو ان کی طرف واپس کر دیں، آپ نے حضرت ام کلثوم کو ان کی طرف واپس نہیں کیا، کیونکہ یہ آیت نازل ہو چکی تھی کہ اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو، اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔ الآیہ (الممتحنہ: ۱۰)

اس جگہ پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے، کیونکہ معاہدہ میں یہ مذکور نہیں تھا کہ آپ کے پاس مکہ سے جو بھی آئے گا خواہ مرد ہو یا عورت آپ کو اسے واپس کرنا ہے بلکہ معاہدہ میں مردوں کی واپسی کی شرط تھی، عورتوں کی واپسی کی شرط نہیں تھی، معاہدہ کے الفاظ یہ تھے:

فقال سهيل وعلى انه لا ياتيك منا رجل وان كان على دينك الا رددته الينا (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۳۲)	سہیل نے کہا: اور شرط یہ ہے کہ آپ کے پاس ہمارا جو بھی مرد آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو، آپ کو اسے ہمیں واپس کرنا ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے جا رہے تھے، جب آپ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین مکہ نے آپ سے اس پر صلح کر لی کہ اہل مکہ میں سے جو آپ کے پاس آیا، آپ اس کو واپس کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو ان کے پاس جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے، اس پر صلح نامہ لکھا جا چکا تھا، لکھنے کے بعد حضرت سبیعہ

Marfat.com

بنت الحارث الاسلمیہ، مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئیں، پھر ان کے خاوند مسافر بن مخزوم (یا صیفی یا بن الراہب) آئے اور ان کو طلب کیا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میری بیوی کو واپس کر دو، کیونکہ تم یہ شرط مان چکے ہو کہ ہمارے پاس سے جو بھی تمہارے پاس آئے گا تم اس کو واپس کر دو گے اور ابھی تو اس صلح نامہ کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی ہے، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت (الممتحنہ:۱۰) نازل فرمائی۔ یعنی یہ شرط مردوں کے متعلق تھی خواتین اس میں داخل نہیں ہیں، لہٰذا پوری مدتِ معاہدہ میں مسلمان ہو کر آنے والے مردوں کو تو مشرکین کی طرف واپس کر دیا گیا مگر جو خواتین مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئیں ان کو آپ نے واپس نہیں فرمایا۔

مہاجر خواتین سے امتحان لینے کی کیفیت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آزمانے کی کیفیت یہ تھی کہ جو مسلمان خاتون مسلمان ہو کر آپ کے پاس آتی تھی، آپ اس سے اس پر حلف لیتے کہ وہ اپنے خاوند سے بغض کی وجہ سے نہیں آئی ہے یا مدینہ کے کسی مسلمان کے ساتھ عشق اور محبت کی وجہ سے نہیں آئی ہے اور نہ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف منتقل ہونے اور آب وہوا کی تبدیلی کی وجہ سے آئی ہے اور نہ کسی آفت اور مصیبت کی وجہ سے آئی ہے اور نہ دنیا کی طلب میں آئی ہے، بلکہ وہ صرف اسلام کی طرف رغبت کی وجہ سے آئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی وجہ سے آپ کے پاس آئی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سبیعہ بنت الحارث سے اس پر حلف لیا اور جب انہوں نے اس پر حلف اٹھا لیا تو پھر آپ نے ان کو واپس نہیں کیا، اور ان کے مشرک خاوند کو اس کا دیا ہوا مہر جو اس کا ان پر خرچ کیا ہوا تھا وہ دے دیا، پھر ان سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا اور مکہ سے جو مرد آپ کے پاس آتے تھے آپ ان کو واپس کر دیتے تھے اور جو خواتین آتی تھیں، ان کا امتحان لینے کے بعد ان کو روک لیتے تھے اور ان کے کافر شوہر کو ان کا دیا ہوا مہر واپس کر دیتے تھے۔

مسلم خواتین ہجرت کر کے مدینہ میں آئیں یا مدینہ سے مسلم عورتیں مرتد ہو کر کفار کی طرف جائیں، اختلاف دارین سے نکاح سابق منقطع ہو جائے گا

نیز اس آیت میں فرمایا: اور ان مومنات سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے جب کہ تم ان کے مہر انہیں ادا کر دو۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان ہجرت کرنے والی مسلمان خواتین سے تمہارا نکاح مباح کر دیا ہے، خواہ ان کے سابقہ شوہر دارالکفر میں ہوں، کیونکہ اسلام نے ان کے اور ان کے کافر شوہروں کے درمیان تفریق کر دی۔

اس کے بعد فرمایا: ''ولا تمسکوا بعصم الکوافر''، ''ولا تمسکوا'' مت روکو اور ''العصم، العصمت'' کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: جو عقدِ نکاح یا نسب کے رشتہ کی وجہ سے محفوظ ہو اور ''الکوافر، کافرۃ'' کی جمع ہے اور اس جملہ کا معنی ہے: اور تم نکاح شدہ کافر عورتوں کو مت روکے رکھو اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا کہ وہ کافرہ کے ساتھ نکاح پر قائم رہیں، یعنی جس مسلمان کا مکہ میں کسی کافرہ کے ساتھ نکاح تھا اور وہ مسلمان اب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ چکا ہے، تو اس مسلمان کا نکاح بھی اس کافرہ سے اختلافِ دارین کی وجہ سے اسی طرح منقطع ہو گیا جس طرح مسلمہ مہاجرہ کا نکاح مکہ میں رہنے والے کافر سے منقطع ہو گیا۔

(تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۵۳-۵۴، فرید بک اسٹال لاہور، ۱۴۲۷ھ)

Marfat.com

جب مرد اور عورت مشرک (غیر کتابی) ہوں اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے اسلام قبول کر لے تو ان کے نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، صحیح البخاری: ۵۲۸۸ کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب کوئی عورت اسلام قبول کر لے تو اس کے خاوند پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، اگر اس کے خاوند نے اسلام قبول کر لیا تو وہ دونوں اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے اور اگر اس کے خاوند نے اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا تو سربراہِ ملک ان دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا، یہ الزہری اور الثوری کا قول ہے اور اسی کے موافق امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے۔

یہ اس صورت میں ہے جب وہ دارالاسلام میں ہوں لیکن جب وہ دونوں دارالحرب میں ہوں، پھر عورت اسلام قبول کر لے پھر وہ دارالاسلام کی طرف ہجرت کر لے تو وہ اپنے خاوند سے افتراق الدارین کی وجہ سے بائنہ ہو جائے گی۔

اور اس مسئلہ میں ایک دوسرا قول بھی ہے جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے منقول ہے کہ ایک نصرانی عورت نے اسلام قبول کر لیا اور اس کا خاوند نصرانی تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ نصرانی عورت چاہے تو وہ اپنے نصرانی شوہر سے الگ ہو جائے اور اگر چاہے تو اس کے ساتھ رہے۔

علامہ ابراہیم بن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے: میرے نزدیک پہلا قول تمام اقوال کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ فرماتے ہیں: امام بخاری نے بھی اسی قول کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ط (الممتحنہ:۱۰) نہ وہ مومنات کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومنات کے لئے حلال ہیں

جب مرد اور عورت نصرانی ہوں اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے اسلام قبول کر لے تو ان کے نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابراہیم بن المنذر الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے:

عام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ دو نصرانیوں میں سے جب خاوند اپنی بیویوں سے پہلے اسلام کو قبول کر لے تو وہ دونوں اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے، کیونکہ یہ جائز ہے کہ کوئی مسلمان ابتداءً نصرانیہ عورت سے نکاح کرے اور اسی طرح اس پر اجماع ہے کہ اگر وہ دونوں بہ یک وقت اسلام قبول کر لیں تو وہ دونوں اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے۔

اور رہا حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور قتادہ کا یہ قول کہ دو بت پرست جب دونوں بہ یک وقت اسلام کو قبول کریں تو وہ دونوں بہ یک وقت اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے۔ اس پر بھی علماء کا اجماع ہے۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ جب ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے اسلام کو قبول کر لے تو فقہاء کی ایک جماعت

Marfat.com

نے کہا ہے کہ ان دونوں میں سے جس نے اسلام قبول کرلیا تو اس کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے گی، اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کے علاوہ قتادہ، عکرمہ، طاؤس، عطاء اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔

الزہری، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور اسحاق بن راہویہ نے کہا ہے کہ جس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اس نے عورت کی عدت پوری ہونے سے پہلے اسلام قبول کرلیا تو وہ اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے، انہوں نے ایک فریق کی اسلام میں سبقت کا اعتبار نہیں کیا جب کہ عدت میں ان دونوں کا اسلام مجتمع ہوگیا کیونکہ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ متوفی ۴۲ھ اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ متوفی ۱۳ھ اپنی بیویوں کے زیادہ حق دار قرار پائے جب ان دونوں نے اپنی بیویوں کی عدت میں اسلام قبول کرلیا۔

اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ متوفی ۳۳ھ نے اپنی بیوی ہند رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۱۴ھ سے پہلے اسلام قبول کیا، اور حضرت ابوسفیان نے مرالظہران میں اسلام قبول کیا تھا پھر وہ مکہ کی طرف لوٹ آئے اور ہند اس وقت کافرہ تھی، پھر کئی دنوں کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا، پس ان دونوں کو ان کے زمانہ شرک میں کئے ہوئے نکاح پر برقرار رکھا گیا کیونکہ حضرت ہند متوفاۃ ۱۴ھ کی عدت اس وقت تک پوری نہیں ہوئی تھی اور اسی طرح حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ متوفی ۵۴ھ نے اپنی بیوی سے پہلے اسلام قبول کیا تھا، پھر ان کی بیوی نے ان کے بعد اسلام کو قبول کیا تھا، پس ان دونوں کو ان کے نکاح پر برقرار رکھا گیا۔

اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جب ان دونوں میں سے مرد اپنی بیوی سے پہلے اسلام قبول کرلے اور بیوی پر اسلام کو پیش کیا جائے اور وہ اسلام کو قبول نہ کرے تو ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔

مجوسیہ کے ساتھ نکاح کے عدم جواز کے متعلق امام مالک کے دلائل

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوا مَآ اَنْفَقُوْا ۚ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الممتحنہ:۱۰)

اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کرلو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم سے طلب کرلیں، یہ اللہ کا وہ حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا، حکمت والا ہے ۝

اس لئے مجوسیہ کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کافر عورتوں سے اہل کتاب کی عورتوں کا ارادہ نہیں فرمایا، کیونکہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، پس جب کہ مجوسی عورت کے ساتھ ابتداءً نکاح کرنا جائز نہیں ہے، سو اسی طرح اس کو نکاح میں روکے رکھنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ جس کے ساتھ ابتداءً عقد نکاح جائز نہ ہو تو اس کو نکاح میں روکے رکھنا بھی جائز نہیں ہے اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جب بت پرست عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کرلے پھر اس کا خاوند اس کی عدت کے دوران اسلام قبول کرلے تو وہ اپنی بیوی کے ساتھ نکاح کرنے کا زیادہ حق دار ہے اور فقہاء احناف

Marfat.com

کے نزدیک اسی وقت اس کے خاوند پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، جب اس کی عورت نے اسلام قبول کیا ہو اور وہ یعنی فقہاء احناف اس عورت کی عدت گزرنے کی رعایت نہیں کرتے۔

اگر عورت نے اسلام قبول کرلیا اور مرد نے اسلام قبول نہیں کیا، پھر عدت کے دوران مرد نے اسلام قبول کرلیا تو امام مالک کے نزدیک ان کا نکاح برقرار رہے گا

اور امام مالک جو کہتے ہیں کہ جب عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کرلے تو اس عورت کی عدت کا اعتبار کیا جائے گا کہ اگر عدت کے اندر اس کا خاوند اسلام قبول کرلے تو وہ اپنی بیوی کا زیادہ حق دار ہوگا، ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

امام مالک المؤطا میں ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ جس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور اس کا خاوند کافر تھا اور دار الحرب میں مقیم تھا مگر اس کی ہجرت نے اس عورت اور اس کے خاوند کے درمیان تفریق کردی، سوا اس صورت کے کہ اس کا خاوند اپنی بیوی کی عدت پوری ہونے سے پہلے ہجرت کر کے دار الاسلام میں آجائے۔
(الموطا ج ۲ ص ۶۴، المکتبۃ التوفیقیہ)

مصنف کی طرف سے امام مالک کے موقف پر دلائل

میں کہتا ہوں: علامہ ابن بطال نے امام مالک بن انس کی مکمل روایات اور پوری عبارت نقل نہیں کی جس سے ان کے موقف پر ان کی دلیل واضح ہوتی ہے، ہم امام مالک کی مکمل روایات اور پوری عبارت نقل کر رہے ہیں:

امام مالک از ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چند عورتوں نے اپنے علاقہ میں اسلام کو قبول کرلیا تھا اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور جس وقت انہوں نے اسلام کو قبول کیا تو ان کے خاوند کافر تھے، ان عورتوں میں سے الولید بن المغیرہ کی بیٹی تھی جو صفوان بن امیہ کے نکاح میں تھی، فتح مکہ کے دن اس نے اسلام قبول کرلیا اور اس کا خاوند صفوان بن امیہ اسلام قبول کرنے سے بھاگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیچھے اس کے عم زاد وہب بن عمیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر دے کر بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ وہ آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اگر صفوان اس پر راضی ہو تو اس بات کو قبول کرنا ورنہ اس کو دو ماہ کی مہلت دینا، پس جب صفوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی چادر لے کر آئے تو صفوان نے لوگوں کے سامنے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ وہب بن عمیر میرے پاس آپ کی چادر لے کر آیا ہے اور یہ کہتا ہے کہ آپ نے مجھے اپنے پاس آنے کی دعوت دی ہے اور یہ کہتا ہے کہ اگر میں آپ کی بات مان لوں تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو دو ماہ کی مہلت دینا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو وہب! تم یہاں ٹھہرو، تو صفوان نے کہا: میں اس وقت تک نہیں ٹھہروں گا حتیٰ کہ آپ اس مدت میں توسیع کریں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ تمہیں چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن پر حملہ کرنے کے لئے حنین کی طرف نکلے، پھر آپ نے صفوان بن امیہ سے عاریۃً ہتھیار طلب کئے تو صفوان نے پوچھا: آپ مجھ سے یہ ہتھیار بہ طور خوشی طلب کر رہے ہیں یا جبراً؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ خوشی سے طلب کر رہا ہوں، پھر صفوان کے پاس جو آلات حرب اور ہتھیار تھے وہ اس نے آپ کو عاریۃً دیئے اور اس وقت صفوان کافر تھے، پھر صفوان حنین اور طائف میں آپ کے ساتھ حاضر رہے اور وہ اس وقت بھی کافر تھے اور ان کی بیوی مسلمان تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان اور

Marfat.com

اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی حتیٰ کہ صفوان نے اسلام قبول کرلیا اور ان کی بیوی اسی نکاح کے ساتھ ان کے پاس رہی۔
(موطا امام مالک، رقم: ۴۴)

(علامہ ابن عبد البر المالکی نے کہا ہے کہ میرے علم میں اس حدیث کی کوئی سند صحیح نہیں ہے، لیکن یہ حدیث مشہور ہے اور اہل سیر کے نزدیک معروف ہے اور اس حدیث کی شہرت اس کی سند کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہے۔)

اور امام مالک نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ صفوان کے اسلام اور ان کی بیوی کے اسلام کے درمیان دو ماہ کی مدت تھی، ابن شہاب نے کہا کہ ہم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ کسی عورت نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی ہو اور اس کا خاوند کافر ہو اور دار الحرب میں مقیم ہو مگر اس عورت کی ہجرت نے اس کے اور اس کے خاوند کے درمیان تفریق کردی، سوا اس صورت کے کہ اس عورت کا خاوند اپنی بیوی کی عدت پوری ہونے سے پہلے ہجرت کرلے۔ (الموطا: ۴۵)

امام مالک از ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ ام حکیم بنت الحارث بن ہشام عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھی، سو انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرلیا اور ان کے خاوند عکرمہ بن ابی جہل اسلام سے بھاگ کر یمن چلے گئے تو ام حکیم سفر کر کے ان کے پاس یمن پہنچی اور ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور فتح مکہ کے سال عکرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو آپ بہت زیادہ خوش ہوئے اور اس وقت آپ کے اوپر چادر نہیں تھی، سو وہ دونوں اپنے اسی نکاح پر باقی رہے۔ (الموطا: رقم: ۴۶)

اس حدیث کی روایت میں امام مالک منفرد ہیں۔

(الموطا امام مالک ج ۲ ص ۶۴-۶۵، المکتبۃ التوفیقیہ، عراق، الموطا ج ۲ ص ۹۳-۹۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

میں کہتا ہوں: ان احادیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ اگر کوئی عورت اسلام قبول کرلے اور اس کا شوہر اسلام قبول نہ کرے اور عدت کے دوران اس کا شوہر اسلام قبول کرلے تو وہ دونوں اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے۔ (سعیدی غفرلہ)

امام مالک کے موقف پر قیاس سے استدلال

علامہ ابن بطال مالکی فرماتے ہیں: قیاس کی جہت سے دلیل یہ ہے کہ شوہر کا اسلام قبول کرنا اس طرح ہے جیسے شوہر طلاق دے کر اس سے رجوع کرلے، کیونکہ رجوع کرنا بھی ایک فعل ہے اور اسلام کو قبول کرنا بھی ایک فعل ہے، سو جس طرح رجوع کرنے سے عورت اس کے نکاح میں واپس آجاتی ہے، اسی طرح سے اسلام قبول کرنے سے بھی عورت اس کے نکاح میں واپس آجائے گی۔

اور فقہاء احناف کے نزدیک عدت میں اسلام قبول کرنے کی رعایت واجب نہیں ہے، کیونکہ عدت صرف طلاق میں ہوتی ہے۔ کفر نے ان دونوں کے درمیان تفریق کردی تھی اور ان دونوں کے نکاح کو فسخ کردیا تھا اور ان کا خاوند مرتد کی مثل تھا اور فقہاء احناف کو ان آثار کا علم نہیں جو اہل مدینہ کے نزدیک عدت کے اعتبار میں ثابت ہیں۔

فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابراہیم بن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے: فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک جب اسلام قبول کرلے تو ان کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۚ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الممتحنہ:١٠)

اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کرلو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم سے طلب کرلیں، یہ اللہ کا وہ حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے، اور اللہ بہت علم والا، حکمت والا ہے O

انہوں نے کہا ہے کہ ہر وہ عورت جس کا مسلمان کے ساتھ ابتداءً نکاح جائز نہیں ہے تو اس عورت کو اس نکاح کے ساتھ رکھنا بھی جائز نہ ہوگا اور مرد نکاح جدید کے بغیر اس عورت کی طرف رجوع نہیں کرے گا خواہ عدت میں یا غیر عدت میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر مسلمان عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام کر دیا ہے اور مسلمانوں کو مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح سے منع فرما دیا ہے، سو جب یہ ابتداءً ناجائز ہے تو بعد میں بھی ناجائز ہوگا۔

اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور مجاہد کا قول یہ ہے کہ جب مشرکین کی طرف سے کوئی عورت مسلمانوں کی طرف آجائے تو اس کے مشرک خاوند کو اس عورت کے مہر کا معاوضہ نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ اس وقت تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان معاہدہ تھا اور الشعبی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۵۹-۳۶۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

جب نصرانی عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کرلے تو ان کے نکاح کی بقاء کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ صحیح البخاری: ۵۲۸۸ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ کا مذہب یہ ہے کہ جب نصرانی عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کرلے تو اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بالعموم فرمایا ہے:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۖ (الممتحنہ:١٠)

نہ وہ مومنات کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومنات کے لئے حلال ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ تخصیص نہیں کی کہ اگر خاوند عدت کے دوران اسلام قبول کرلے تو اس پر اس کی بیوی حلال ہو جائے گی، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے فرمایا ہے: اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا اور نصرانی مسلمان عورت پر غالب نہیں ہوسکتا۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۵۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۰۸۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اور فقہاء کی ایک دوسری جماعت نے کہا ہے کہ جب شوہر عدت کے دوران اسلام قبول کرلے تو وہ اپنی بیوی سے نکاح کرلے گا اور یہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے، اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، الاوزاعی، امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور امام ابو عبید متوفی ۲۲۴ھ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور فقہاء کی ایک اور جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب عورت نے اسلام قبول کرلیا تو اس کے خاوند کے اوپر اسلام کو پیش کیا جائے گا، پس اگر اس نے اسلام قبول کرلیا تو وہ دونوں اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے اور اگر اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو ان دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔

Marfat.com

یہ ثوری اور زہری کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے کہ جب مرد اور عورت دونوں دار الاسلام میں ہوں لیکن جب وہ دونوں دار الحرب میں ہوں، پس عورت اسلام قبول کر لے اور ہماری طرف یعنی دار الاسلام میں آ جائے تو اب اختلاف دارین کی وجہ سے عورت مرد سے بائنہ ہو جائے گا اور یہاں پر ایک اور قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نصرانی عورت نے اسلام قبول کر لیا اور اس کا خاوند نصرانی تھا تو اگر وہ عورت چاہے تو اپنے خاوند سے الگ ہو جائے اور اگر چاہے تو اس کے ساتھ رہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۰۰۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابراہیم بن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ میرے نزدیک پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۳۳۵-۳۳۸، المغنی ج ۱۰ ص ۸)

علامہ ابراہیم بن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جب نصرانی اپنی بیوی سے پہلے اسلام قبول کر لے تو وہ دونوں اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے، کیونکہ مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی کتابیہ سے نکاح کر لے اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر وہ دونوں بہ یک وقت اسلام قبول کر لیں تو وہ اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے۔ (الاشراف: ج ۱ ص ۱۸۷)

جب بت پرست عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کر لے تو ان کے نکاح کی بقاء کے متعلق مذاہب فقہاء

رہا حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور قتادہ کا یہ قول کہ دو بت پرست جب بہ یک وقت اسلام قبول کریں تو وہ اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے تو اس پر علماء کا اجماع ہے اور جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے اسلام قبول کر لے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ قتادہ، عکرمہ، طاؤس اور مجاہد نے یہ کہا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے اسلام قبول کرنے سے ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ (المغنی ج ۱۰ ص ۸)

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب زوجین میں سے دوسرا بیوی کی عدت ختم ہونے سے پہلے اسلام قبول کر لے تو وہ اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے، یہ ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا قول ہے۔ (الاستذکار ج ۱۶ ص ۳۲۳، کتاب الام ج ۵ ص ۳۹، المغنی ج ۱۰ ص ۸)

ان فقہاء نے اس کی رعایت نہیں کی کہ کون پہلے اسلام لایا جب کہ عدت کے دوران دونوں اسلام پر مجتمع ہوں جیسا کہ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ متوفی ۴۲ھ اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ متوفی ۱۳ھ ان کو اپنی بیویوں کے ساتھ نکاح پر برقرار رکھا گیا جب کہ انہوں نے اپنی بیوی کی عدت میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوسفیان بن حرب متوفی ۳۳ھ نے اپنی بیوی حضرت ہند رضی اللہ عنہا متوفی ۱۴ھ سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا، یہ مر الظہران میں اسلام لائے تھے پھر یہ مکہ کی طرف واپس گئے اور ہند کافرہ تھیں پھر انہوں نے چند دنوں بعد اسلام قبول کیا تو ان دونوں کو ان کے زمانہ شرک پر کیے گئے نکاح پر برقرار رکھا گیا، اور اسی طرح حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ متوفی ۵۴ھ نے بھی اپنی بیوی سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور ان کی بیوی نے کافی عرصہ کے بعد اسلام کو قبول کیا، پس ان دونوں کو ان کے نکاح پر برقرار رکھا گیا۔ (کتاب الام للامام الشافعی ج ۵ ص ۳۹، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ)

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جب دونوں میں سے مرد اپنی بیوی سے پہلے اسلام قبول کر لے

Marfat.com

اور بیوی پر اسلام پیش کیا جائے اور وہ اسلام کو قبول نہ کرے تو اسی وقت ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور امام مالک نے درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الممتحنہ:۱۰)

اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کر لو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم سے طلب کر لیں، یہ اللہ کا وہ حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے، اور اللہ بہت علم والا، حکمت والا ہے O

لہٰذا مجوسی عورت کو نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کفار سے اہل کتاب کی عورتوں کو مراد نہیں لیا، کیونکہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور جب مجوسیہ کے ساتھ ابتداءً عقد نکاح جائز نہیں ہے تو اس کو بعد میں بھی اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے، اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جب بت پرست عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کر لے اور اس کا شوہر اس کی عدت گزرنے سے پہلے اسلام قبول کر لے تو وہ اپنی بیوی کا زیادہ حق دار ہے۔

(الاستذکار ج ۱۶ ص ۳۲۳، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

اور فقہاء احناف کے نزدیک اس صورت میں اس وقت خاوند پر اسلام پیش کیا جائے گا جب اس کی بیوی نے اسلام قبول کیا ہو اور انہوں نے اس عورت کی عدت ختم ہونے کی رعایت نہیں کی۔

(مختصر اختلاف العلماء للجصاص المتوفی ۳۷۰ھ ج ۲ ص ۳۳۵-۳۳۶، ۱۴۱۷ھ)

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اس صورت میں عورت کی عدت پوری ہونے کا اعتبار کرتے ہیں جب عورت نے اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کیا ہو کیونکہ ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی ہو اور اس کا خاوند کافر ہو اور دار الحرب میں مقیم ہو مگر اس کی ہجرت ان کے درمیان نکاح کو منقطع کر دیتی ہے سوا اس صورت کے کہ اس کا خاوند اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے ہجرت کر لے۔ (المؤطا ج ۲ ص ۶۴، المکتبۃ التوفیقیہ)

فقہاء احناف کے نزدیک جب عورت خاوند سے پہلے اسلام قبول کر لے تو خاوند کے نکاح کو باقی رکھنے کے لیے عدت کا اعتبار نہ کرنے پر دلیل

اور فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے اسلام قبول کرنے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الممتحنہ:۱۰)

اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کر لو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم سے طلب کر لیں، یہ اللہ

Marfat.com

کا وہ حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے، اور اللہ
بہت علم والا، حکمت والا ہے O

پس ہر وہ عورت جس کے ساتھ مسلمان کے لئے ابتداءً عقدِ نکاح جائز نہیں ہے تو اس عورت کو اس نکاح کے ساتھ رکھنا بھی جائز نہیں ہے اور وہ عورت خاوند کی طرف رجوع نہیں کرے گی خواہ عدت کے اندر ہو یا عدت کے بغیر سوا اس صورت کے کہ اس عورت کے ساتھ دوبارہ عقدِ نکاح کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مشرکین پر مسلمان عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے اسی طرح مسلمان مردوں پر مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۵۶-۳۶۰، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

جب کوئی حربی عورت اسلام قبول کر لے اور اس کا خاوند دار الحرب میں اپنے کفر پر قائم ہو تو ان کے نکاح کی بقاء کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ ان مسائل کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت المتوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے کہ جو حربی عورت اسلام قبول کر کے ہماری طرف دار الاسلام میں آ جائے اور اس کا خاوند دار الحرب میں اپنے کفر پر قائم ہو تو اس عورت کی کوئی عدت نہیں ہے اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی متوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ نے کہا ہے کہ اس عورت پر عدت لازم ہے، پھر اگر اس کا خاوند اسلام قبول کر لے تو بغیر مستقل نکاح کے وہ عورت اپنے خاوند پر حلال نہیں ہوگی اور الثوری کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور الاوزاعی، اللیث، اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ جب خاوند اس عورت کے تین حیض گزرنے سے پہلے اسلام قبول کر لے تو وہ عورت اس کی بیوی رہے گی اور اگر اس کا خاوند اسلام قبول نہ کرے حتیٰ کہ اس عورت کے تین حیض گزر جائیں تو پھر ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

اور امام شافعی کے نزدیک دار الحرب اور دار الاسلام کے درمیان اس صورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

امام مالک نے الزہری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ جب کوئی عورت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرے اور اس کا خاوند دار الحرب میں اپنے کفر پر مقیم ہو تو اس عورت کی ہجرت اس کے خاوند کے ساتھ نکاح کو منقطع کر دیتی ہے، مگر جب اس کا خاوند اپنی بیوی کی عدت ختم ہونے سے پہلے ہجرت کر لے تو پھر ان کا نکاح باقی رہے گا۔ (الموطاج ۲ ص ۶۴)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے امام مالک کی اس دلیل کے جواب کے متعلق کہا ہے:

اس حدیث کی سند منقطع ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور عدت ارتفاع نکاح کے بعد واجب ہوتی ہے اور نکاح کی بقاء کے ساتھ عدت واجب نہیں ہوتی۔ (مختصر اختلاف العلماء، ج ۲ ص ۳۳۵، ۳۳۴، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

جب شوہر اور بیوی دونوں ذمی ہوں اور عورت اسلام قبول کر لے تو ان کے نکاح کی بقاء کے متعلق مذاہب فقہاء

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب شوہر اور بیوی دونوں ذمی ہوں اور عورت اسلام کو قبول کر لے تو اس کے خاوند پر اسلام کو

Marfat.com

پیش کیا جائے گا، پس اگر اس نے اسلام کو قبول کر لیا تو فبھا ورنہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور اگر دونوں حربی ہوں تو وہ اس کی بیوی رہے گی حتیٰ کہ تین حیض گزر جائیں، لہٰذا اگر وہ اسلام کو قبول نہ کرے تو تفریق کر دی جائے گی۔

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ جب عورت اسلام قبول کر لے اور اس کا خاوند کافر ہو پھر اس کا خاوند بھی اسلام قبول کر لے تو وہ خاوند دورانِ عدت اپنی بیوی کا زیادہ حق دار ہے اور اگر اس کی بیوی کی عدت پوری ہو جائے تو پھر خاوند کی اس عورت کے اوپر کوئی سبیل نہیں ہے اور یہ تفریق طلاق نہیں ہے۔

اور امام مالک نے کہا ہے کہ جو نصرانی عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام کو قبول کر لے اور اس کا خاوند نصرانی ہو اور عدت پوری ہونے سے پہلے وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق اس عورت پر واقع نہیں ہوگی۔

اور امام مالک نے کہا کہ جب شوہر اور بیوی اہل کتاب سے نہ ہوں اور شوہر بیوی سے پہلے اسلام قبول کر لے تو اس کی بیوی پر اسلام کو پیش کیا جائے گا اور اس کی بیوی اسلام کو قبول نہ کرے تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

جب نصرانی عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کر لے تو ان کے نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے قصہ سے معارضہ کا جواب

اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے روایت کی ہے کہ جب نصرانی عورت اپنے خاوند سے پہلے اسلام قبول کر لے اور اس کا خاوند نصرانی ہو تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی، انہوں نے کہا کہ اسلام غالب ہوتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۸۳، ج ۷ ص ۱۷۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۰، سنن ترمذی: ۱۱۴۳، سنن ابن ماجہ: 2009)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا (بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) متوفاۃ ۸ھ کو ان کے خاوند ابوالعاص بن ربیع متوفی ۱۲ھ کو اسی نکاح اول کے ساتھ تین سال بعد واپس کر دیا تھا۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

لہٰذا ابوالعاص بن الربیع نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واقعہ بدر کے بعد بھیجا تھا اور واقعہ بدر ہجرت کے دوسرے (۲ھ) سال ہوا تھا اور حضرت ابوالعاص بن الربیع فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے، یعنی ۸ ہجری کی ابتداء میں تو گویا حضرت زینب سے مفارقت کے چھ (۶) سال بعد، حضرت زینب کو حضرت ابوالعاص کی طرف لوٹایا گیا۔

(اسد الغابہ ج ۶ ص ۱۸۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوالعاص کا قصہ منسوخ ہے کیونکہ قتادہ نے روایت کی ہے کہ یہ واقعہ سورۂ توبہ کے نزول سے پہلے کا ہے اور الزہری نے کہا ہے کہ یہ واقعہ فرائض کے نزول سے پہلے کا ہے۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ واقعہ درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الممتحنہ: ۱۰)

اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کرلو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم سے طلب کرلیں، یہ اللہ

Marfat.com

کا وہ حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے، اور اللہ
بہت علم والا، حکمت والا ہے O

اور یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ نکاح کی بقاء میں عورت کی عدت پوری ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔

اور عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۸ ھ کو حضرت ابوالعاص بن الربیع متوفی ۱۲ ھ کی طرف دوبارہ نکاح کر کے لوٹایا تھا۔ (سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۴۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۱۰، سنن ترمذی: ۱۴۴)

امام ترمذی نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ متوفی ۶۸ ھ کی حدیث کی سند بہت جید ہے اور عمل عمرو بن شعیب کی روایت پر ہے۔

سفیان بن حسین نے از الزہری متوفی ۱۵۲ ھ روایت کی ہے کہ حضرت ابوالعاص بن الربیع کو غزوہ بدر میں قید کر لیا گیا تھا پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی طرف لوٹا دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آپ نے حضرت زینب کو انکی طرف لوٹایا تو اس وقت وہ کافر تھے کیونکہ حضرت ابوالعاص ۸ ھ کی ابتداء میں اسلام لائے تھے۔

اور شعبہ نے از حماد وغیرہ از ابراہیم روایت کی ہے کہ جس نصرانی کے نکاح میں نصرانیہ عورت ہو پس نصرانی عورت اسلام قبول کر لے اور اس کا خاوند اسلام قبول کرنے سے انکار کرے تو ابراہیم نخعی نے کہا کہ وہ عورت اس نصرانی مرد کے نکاح میں برقرار رہے گی اور ابراہیم نخعی سے دوسری روایت یہ ہے کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور یہ تفریق ان کے درمیان طلاقِ بائنہ ہوگی۔
(الموطا لا امام محمد متوفی ۱۸۹ ھ ص ۲۰۵، المحلی ج ۷ ص ۳۱۳)

امام ابوجعفر الطحاوی متوفی ۳۲۱ ھ نے کہا کہ یہ قول شاذ ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی۔
(مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۳۳۵-۳۳۸، دار بشائر الاسلامیہ بیروت ۱۴۱۷ ھ)

"مُهٰجِرات" کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ صحیح البخاری: ۵۲۸۸ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ (الممتحنہ: ۱۰)

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو، اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹانا۔

اس آیت میں مُهٰجِرٰتٍ کا لفظ ہے اور یہ لفظ ہجرت سے ماخوذ ہے، الازہری نے کہا ہے کہ ہجرت کا لغوی معنی ہے: دیہاتی کا گاؤں سے نکل کر شہر کی طرف جانا اور شہر میں مقیم ہونا اور اس آیت میں مراد ہے کہ مکہ کی عورتوں کا اسلام قبول کر کے مدینہ کی طرف جانا۔

ہجرت کرنے والی عورتوں کے امتحان کی کیفیت

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ سے روایت کی ہے کہ ان عورتوں سے

Marfat.com

اس طرح امتحان لیا گیا کہ وہ یہ شہادت دیتی تھیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک (سیدنا) محمد صلی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اور امام احمد عمرو بن عبد الخالق بزار متوفی ۲۹۲ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ ان عورتوں سے اس طرح امتحان لیتے تھے کہ وہ قسم کھا کر کہتیں: اللہ کی قسم! میں اپنے خاوند سے بغض کی وجہ سے نہیں نکلی اور اللہ کی قسم میں ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف جانے کی رغبت سے نہیں نکلی اور اللہ کی قسم! میں دنیا کی طلب میں نہیں نکلی اور اللہ کی قسم میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے نکلی ہوں۔

اور امام ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کی ہے: پس ان عورتوں سے سوال کیا جاتا کہ تم اپنے خاوندوں کی طرف لوٹ جاؤ، اور قتادہ نے روایت کی ہے کہ ان کا امتحان یہ تھا کہ وہ حلف اٹھا کر بتاتیں کہ وہ اپنے خاوند کی نافرمانی کی وجہ سے نہیں نکلیں، وہ صرف اسلام کی محبت کی وجہ سے نکلی ہیں، اگر وہ اس طرح کہتیں تو ان کا قول قبول کر لیا جاتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان عورتوں کو بیعت کرنے کی کیفیت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عورتوں سے صرف کلام کے ساتھ بیعت کی یعنی معروف طریقہ یہ ہے کہ بیعت کے وقت اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ پر مارا جائے جیسا کہ مردوں کو بیعت کیا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وضاحت میں فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا مہاجر (ہجرت کرنے والی) عورتوں سے امتحان لینے کا حکم اب بھی باقی ہے یا نہیں؟ اور صحیح یہ ہے کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ اب یہ حکم منسوخ ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۹-۴۹۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

الممتحنہ: ۱۰ کی تفسیر، تشریح اور اس آیت میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، صحیح البخاری: ۵۲۸۸ کی شرح میں لکھتے ہیں:

مومنات جب ہجرت کرتیں: یعنی فتح مکہ کے سال جب مومن عورتوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا امتحان لیتے تھے: یعنی اگرچہ ان عورتوں کا ظاہر حال یہ تھا کہ وہ مومنات ہیں لیکن ان کے دلوں کی کیفیت پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہے، جیسا کہ الممتحنہ: ۱۰، میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے ایمان کو بہت زیادہ جاننے والا ہے۔

والمومنٰت: اس آیت میں ان عورتوں کو مومنات فرمایا ہے، کیونکہ وہ اپنی زبان سے توحید اور رسالت کی تصدیق کرتی تھیں اور اس کی گواہی دیتی تھیں اور اس کے منافی کوئی بات ان سے ظاہر نہیں ہوئی تھی۔

سو تم ان کا امتحان لو: یعنی ان سے حلف طلب کرو اور ان علامات میں غور و فکر کرو جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ عورتیں اپنے دعویٰ ایمان میں صادق ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے روایت ہے کہ ان عورتوں سے یہ حلف لیا جاتا تھا کہ انہوں نے اپنے شوہروں سے بغض کی وجہ سے ہجرت نہیں کی اور نہ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف جانے کی رغبت کی وجہ سے ہجرت کی ہے اور انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے ہجرت کی ہے۔

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے ایمان کو خوب جاننے والا ہے: یعنی تمہارے پاس ایسا علم نہیں ہے جس سے تمہارے دل ان کے ایمان کے متعلق مطمئن ہو سکیں، خواہ تم ان سے حلف لے لو اور اللہ تعالیٰ کے پاس حقیقتِ علم ہے، پس اگر تم کو یقین ہو جائے کہ یہ مومنات ہیں اور یہ یقین ان کے حلف لینے سے ظنِ غالب کی بناء پر ہوگا تو پھر تم ان عورتوں کو ان کے کافر خاوندوں کی طرف واپس نہ کرو، نہ یہ عورتیں ان خاوندوں پر حلال ہیں، نہ ان کے خاوند ان پر حلال ہیں، یعنی مومنہ عورت مشرک مرد پر حلال نہیں ہے اور ان کے کافر خاوندوں کو وہ مہر ادا کر دو جو انہوں نے ان عورتوں کو دیا ہے اور جب تم ان عورتوں کا مہر ادا کر دو پھر تم ان عورتوں سے نکاح کر دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، خواہ ان عورتوں کے کافر خاوند دارالحرب میں مقیم ہوں، کیونکہ اسلام نے ان کے درمیان تفریق کر دی ہے۔

اور تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکو! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی تم کافر عورتوں کے ساتھ عقدِ نکاح نہ کرو، پس جس شخص کی کافر بیوی مکہ میں ہو تو وہ اس کو نکاح میں برقرار نہ رکھے کیونکہ اس مرد اور اس کی کافرہ بیوی کے درمیان عصمتِ نکاح منقطع ہو چکی ہے اور وہ اب اس کی بیوی نہیں ہے اور اگر اہل مکہ میں سے کوئی عورت مسلمانوں کی طرف آئے اور مکہ میں اس کا کوئی کافر خاوند ہو تو وہ بھی اس نکاح کا شمار نہ کرے کیونکہ اس عورت کی اپنے کافر خاوند سے عصمتِ نکاح منقطع ہو چکی ہے۔

اور عِصَم کا لفظ عصمة کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ حفاظت ہے جو عقد نکاح سے حاصل ہوتی ہے۔

''وسئلوا ما انفقتم'': یعنی اے وہ مومنو! جن کی بیویاں دارالاسلام سے نکل کر مشرکین کے ساتھ مل گئیں، تم ان مشرکین سے اس کا سوال کرو جو تم ان بیویوں کے مہر کے اوپر خرچ کر چکے ہو۔

''ولیسئلوا ما انفقوا'': یعنی جن مشرکین کی بیویاں اسلام قبول کر کے تمہارے ساتھ دارالاسلام میں آ کر مل گئی ہیں ان مشرکین نے ان بیویوں پر جو مہر خرچ کیا تھا اس کا وہ مسلمانوں سے سوال کریں۔

''ذٰلکم'': اس میں ان تمام احکام کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت میں ذکر کئے گئے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۸۹-۳۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۲۸۸ کی شرح از شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی صحیح البخاری: ۵۲۸۸ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ مومن عورتیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت کر کے آتی تھیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم الممتحنہ: ۱۰ کی بناء پر ان سے امتحان لیتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مومن عورتوں میں سے جو اس کا اقرار کر لیتیں تو وہ اس آزمائش میں پوری سمجھی جاتیں، جب وہ عورتیں اس کا اپنے قول سے اقرار کر لیتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: جاؤ، میں تم لوگوں سے بیعت لے چکا، حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب ''اذا اسلمت المشرکۃ'' سے واضح ہے۔

(کشف الباری، کتاب الطلاق ص ۴۹۶، مکتبہ فاروقیہ کراچی، ۱۴۲۶ھ)

مصنف کا شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح کو رد کرنا

میں کہتا ہوں: اس باب کا عنوان ہے ''جب کوئی مشرکہ یا نصرانیہ جو کسی ذمی یا حربی کے نکاح میں ہو وہ اسلام قبول کر لے'' اور امام بخاری نے اس باب میں جو حدیث: ۵۲۸۸، ذکر کی ہے اس میں کسی مشرکہ یا ذمیہ کے اسلام قبول کرنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ

Marfat.com

اسلام قبول کرنے کے بعد دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہے اور امام بخاری نے اس حدیث میں الممتحنہ: ۱۰ کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ جب مسلمان عورتیں دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کریں تو پھر ان کا امتحان لیا کرو تا کہ واضح ہو جائے کہ وہ صرف زبانی ،کلامی ایمان کا دعویٰ کرنے والی نہیں ہیں بلکہ حقیقتِ اسلام کو جانتی ہیں ،اور جب وہ اس امتحان میں پوری اتر گئیں ،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے کلام سے بیعت فرمالیا ،ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

ایلاء کے مباحث

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ (البقرہ: ۲۲۶-۲۲۸)

جو لوگ اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے ،اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کر لیا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے O اور اگر انہوں نے طلاق ہی کا ارادہ کر لیا ہے تو بے شک اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے O اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقد) ثانی سے روکے رکھیں۔

ایلاء کا لغوی معنی

لغت میں ایلاء کا معنی ہے: مطلقاً قسم کھانا ،خواہ اپنی بیوی سے ترکِ جماع پر قسم کھائی جائے یا کسی اور چیز پر قسم کھائی جائے ،یہ لفظ ''آلی علی کذا ،یولی ایلاء الیۃ'' سے ماخوذ ہے ،یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی مرد کسی کام کو کرنے یا اس کو ترک کرنے کی قسم کھائے۔

زمانہ جاہلیت میں جب کوئی مرد اپنی بیوی سے ناراض ہوتا تو یہ قسم کھاتا کہ وہ اس سے ایک سال یا دو سال تک جماع نہیں کرے گا یا کبھی جماع نہیں کرے گا اور اس کی بیوی تمام عمر المعلقہ کی طرح گزارتی ،یعنی وہ اس کی بیوی ہوتی اور نہ حقوقِ زوجیت کو حاصل کرتی اور نہ وہ مطلقہ ہوتی اور کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی طاقت رکھتی ،پھر جب اسلام آیا تو اس نے عورت کے ساتھ انصاف کیا اور ایلاء کے احکام مقرر کئے اور عورت کے ضرر میں تخفیف کی اور ایلاء کرنے والے مرد کے لئے چار مہینے کی حد مقرر کی اور مرد پر لازم کیا کہ وہ بیوی کے ساتھ حُسنِ معاشرت کرتے ہوئے اس قسم سے رجوع کر لے یا پھر اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

(لسان العرب لابن منظور افریقی المتوفی ۷۱۱ھ ج ۱ ص ۱۴۲ ،دار صادر بیروت الطبعۃ الثانیہ ۲۰۰۳ء ،القاموس المحیط لمحمد بن یعقوب الفیر وزآبادی المتوفی ۸۱۷ھ ص ۱۲۶ ،موسسۃ الرسالہ بیروت ،النہایہ لابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ ج ۱ ص ۶۳-۶۴ ،دار الکتب العلمیہ بیروت ،۱۴۱۸ھ ،الصحاح للجوہری المتوفی ۳۹۸ھ ،ج ۶ ص ۲۲۷۱ ،۲۲۷۰ ،دار العلم للملایین ۱۴۰۴ھ ،تاج العروس للزبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ ،ج ۱۰ ص ۲۰ ،المطبعۃ الخیریہ مصر ،المفردات للاصفہانی ج ۱ ص ۲۷ ،مکتبہ نزار مصطفی الباز ۱۴۱۸ھ ،مجمع بحار الانوار للطاہر پٹنی المتوفی ۹۸۶ھ ج ۱ ص ۹۵ ،مکتبہ دار الایمان ،مدینہ منورہ ۱۴۱۵ھ)

ائمہ اربعہ کے نزدیک ایلاء کا اصطلاحی معنی

فقہاء احناف کے نزدیک ایلاء کا معنی یہ ہے کہ مرد اللہ تعالیٰ کی یا اس کی کسی صفت کی قسم کھا کر کہے کہ وہ چار ماہ یا اس سے زیادہ

Marfat.com

مدت تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کرے گا یا اپنی بیوی سے کہے کہ اگر میں نے تم سے جماع کیا تو مجھ پر ایک ماہ کے روزے لازم ہیں یا حج کرنا لازم ہے یا بیس (۲۰) مسکینوں کو کھانا کھلانا لازم ہے۔

فقہاء مالکیہ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے اپنے قولِ جدید میں اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے ایک روایت میں فقہاء احناف کی موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ ایلاء صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے سے ہوگا اور عبادات کو معلق کرنے سے ہوگا اور انہوں نے کہا کہ اگر اس مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تم سے جماع کیا تو مجھ پر لازم ہے کہ میں تم کو طلاق دوں یا میں غلام آزاد کروں تو اس سے ایلاء نہیں ہوگا۔

(بدائع الصنائع للکاسانی الحنفی ج ۳ ص ۱۷۱، حاشیۃ الدسوقی لمحمد بن عرفہ الدسوقی المالکی المتوفی ۱۲۱۹ھ ج ۲ ص ۴۲۷، مغنی المحتاج للشربینی الشافعی ج ۳ ص ۳۴۴، المغنی لابن قدامہ الحنبلی المتوفی ۶۲۰ھ ج ۷ ص ۲۹۸)

ایلاء کی حکمت

بیوی سے جماع کو ترک کرنا کبھی بیوی کو سزا دینے کے لیے اور اس کی اصلاح کے لیے ہوتا ہے، مثلاً جب کبھی بیوی گھر کے انتظامی معاملہ میں ناروا کام کرے یا شوہر کے حقوق ادا نہ کرے اور سمجھانے سے اپنی روش کو ترک نہ کرے تو ان صورتوں میں اس کی اصلاح یا تادیب کی ضرورت ہوتی ہے کہ مرد اپنی بیوی کی اصلاح کے لیے اس سے ترکِ جماع کا عزم کرلے اور اس سے مقصود بیوی کی اصلاح ہو تو ایسی صورتوں میں اسلام نے ایلاء کو جائز قرار دیا ہے۔

آیۃ الایلاء کی تفسیر از علامہ ماتریدی

علامہ ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ البقرہ: ۲۲۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ بات معلوم ہے کہ ایلاء کا لغوی معنی قسم ہے، اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے ایلاء کی تفسیر میں فرمایا: جو لوگ اپنی بیویوں کے متعلق قسم کھاتے ہیں۔

(مصنف عبد الرزاق: سنن سعید بن منصور بحوالہ الدر المنثور ج ۱ ص ۶۱۱، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

پھر ایلاء کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حسبِ ذیل اختلافات ہیں:

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ نے کہا ہے: ایلاء فقط ایک دن کا ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں قسم کی مدت ذکر نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے صرف یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ترکِ جماع کی قسم کھاتے ہیں، وہ چار مہینے انتظار کریں۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے فرمایا: ایلاء دائماً ترکِ جماع کی قسم ہے۔

(۳) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ سے ایک مرد نے سوال کیا کہ اس نے یہ قسم کھائی ہے کہ وہ دو سال تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کرے گا تو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ایلاء ہے اور جب چار ماہ گزر جائیں گے تو اس کی بیوی اس سے بائنہ ہو جائے گی، اس مرد نے کہا: میں نے تو یہ قسم اس لیے کھائی تھی تا کہ میرے مزید بچے نہ ہوں، تب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر یہ ایلاء نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ایلاء اس وقت ہوتا ہے جب مرد عورت کی نافرمانی کی وجہ سے ترکِ جماع کی قسم کھائے۔

Marfat.com

(۴) ہمارے اصحاب احناف رحمہم اللہ نے کہا ہے: جب چار ماہ کی عدت گزر جائے گی تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ چار ماہ گزرنے کے بعد توقف کیا جائے گا، یا تو مرد اپنی قسم سے رجوع کر لے یا پھر اپنی بیوی کو طلاق دے دے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ نے فرمایا ہے کہ جب چار ماہ کی مدت گزر جائے تو ایلاء کرنے والا اپنی قسم سے رجوع کر لے، یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

اور ہمارے اصحاب احناف کے نزدیک جب چار ماہ کی عدت گزر جائے گی تو اس کی بیوی اس سے بائنہ ہو جائے گی، کیونکہ سات (۷) یا آٹھ (۸) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے، انہوں نے کہا ہے کہ جب چار ماہ گزر جائیں گے تو اس کی بیوی اس سے بائنہ ہو جائے گی ان سب صحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ متوفی ۶۸ھ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ متوفی ۷۸ھ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ شامل ہیں۔ (از مصنف عبد الرزاق، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن ابی حاتم، سنن بیہقی بہ حوالہ الدر المنثور ج ۱ ص ۴۸۶)

پھر طلاق کی کیفیت میں اختلاف ہے، اہل مدینہ نے کہا کہ یہ طلاق رجعی ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما متوفی ۲۲ھ سے منقول ہے کہ چار ماہ گزرنے کے بعد اس عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۲ ص ۱۴۶-۱۵۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

آیۃ الایلاء کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری

پیر محمد کرم شاہ الازہری الحنفی المتوفی ۱۹۹۸ء لکھتے ہیں:

بعض لوگ اپنی عورتوں کو ستانے کے لئے قسم اٹھا لیا کرتے تھے کہ ہم ان سے ہم بستری نہ کریں گے، اسی طرح عورت نکاح میں بھی رہتی اور حقوقِ زوجیت سے بھی محروم ہو جاتی، قرآن نے اس ظلم کا بھی خاتمہ کر دیا اور فرمایا: اگر چار ماہ کے اندر تم نے اپنی یہ قسم توڑ دی تو عورت تمہارے نکاح میں رہے گی اور تمہیں صرف کفارہ ادا کرنا ہوگا اور اگر تم نے چار ماہ گزرنے پر بھی اپنی قسم نہ توڑی تو نکاح ٹوٹ جائے گا اور عورت کو حق حاصل ہوگا کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے، ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم عورت کو اپنے نکاح میں بھی جکڑ بند رکھو اور اس کے حقوقِ زوجیت بھی ادا نہ کرو، ہاں اگر وہ خوشی سے اس خاوند سے نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں۔
(ضیاء القرآن ج ۱ ص ۱۵۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

آیۃ الایلاء کی تفسیر از مصنف

ایلاء کا لغوی معنی ہے: قسم کھانا، اور فقہاء احناف کے نزدیک اس کا شرعی معنی ہے: مدت مخصوصہ تک اپنی منکوحہ سے جماع نہ کرنے کی قسم کھانا اور زیادہ صحیح تعریف یہ ہے کہ چار مہینے تک اپنی منکوحہ سے جماع نہ کرنے کی قسم کھانا۔

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے: اللہ کی قسم! میں تم سے مقاربت نہیں کروں گا، یا کہے: اللہ کی قسم! میں تم سے چار مہینے تک مقاربت نہیں کروں گا تو وہ ایلاء کرنے والا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے: جو لوگ اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھا لیتے

Marfat.com

ہیں، ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے، اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کر لیا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا بردبار ہے، اور اگر انہوں نے طلاق ہی کا ارادہ کر لیا ہے تو بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔ (البقرہ: ۲۲۶-۲۲۷)

اور اگر اس نے چار مہینے کے اندر اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نے چار مہینے اپنی بیوی سے مقاربت نہیں کی تو اس کی بیوی پر از خود طلاقِ بائنہ واقع ہو جائے گی۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ قاضی کی تفریق کرنے سے طلاق بائنہ واقع ہوگی جیسا کہ مقطوع الذکر اور نامرد کے مسئلہ میں قاضی کی تفریق سے طلاقِ بائنہ واقع ہوتی ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ مرد نے عورت کے حق کو اس سے سلب کر کے اس پر ظلم کیا ہے، اس لئے شریعت نے اس کو یہ سزا دی ہے کہ اس مدت کے پوری ہونے پر نکاح کی نعمت اس سے زائل ہو جائے گی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ، حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ، حضرت عبد اللہ بن مسعود متوفی ۳۲ھ، حضرت عبد اللہ بن عمر متوفی ۷۳ھ، حضرت عبد اللہ بن عباس متوفی ۶۸ھ اور حضرت زید بن ثابت متوفی ۴۵ھ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے اور ان کی اقتداء کرنی ہمارے لئے کافی ہے اور اس لئے کہ زمانہ جاہلیت میں قسم کھاتے ہی فوراً طلاق واقع ہو جاتی تھی اور شریعت اسلامیہ نے وقوعِ طلاق کے لئے مدت پوری ہونے کی حد مقرر کر دی۔

اگر اس نے چار ماہ تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائی تو چار ماہ کے بعد قسم ساقط ہو جائے گی اور اگر اس نے یہ قسم کھائی تھی کہ میں کبھی بھی اس سے مقاربت نہ کروں گا تو چار ماہ بعد اس کی بیوی کو طلاق بائنہ ہو جائے گی اور قسم باقی رہے گی، پھر اگر اس نے اس سے دوبارہ نکاح کر لیا اور اس کے بعد مقاربت کر لی تو فبہا اور اسے اس قسم کے توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا اور اگر اس نے پھر چار ماہ تک مقاربت نہیں کی تو اس کی بیوی پر دوبارہ طلاق بائنہ پڑ جائے گی اور اگر اس نے اس سے پھر تیسری بار نکاح کر لیا تو پھر اسی طرح ہوگا یعنی اگر اس نے مقاربت کر لی تو فبہا ورنہ چار ماہ بعد پھر اس کی بیوی پر طلاقِ بائنہ پڑ جائے گی اور اس کے بعد حلالہ شرعیہ کے بغیر وہ اس سے چوتھی بار نکاح نہیں کر سکتا اور چوتھی بار نکاح کرنے کے بعد پھر اسی طرح ہوگا۔

اور اگر اس نے چار ماہ سے کم کی قسم کھائی ہے تو یہ ایلاء نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: چار ماہ سے کم میں ایلاء نہیں ہے، کیونکہ جس شخص نے ایک ماہ مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائی اور پھر چار ماہ تک مقاربت نہیں کی تو بقیہ تین ماہ کے عرصہ میں اس نے بغیر قسم کے مقاربت نہیں کی اور جو بغیر قسم کے تین ماہ بلکہ اس سے زائد عرصہ تک مقاربت نہ کرے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (ہدایہ اولین ص ۴۰۱-۴۰۲، مطبوعہ شرکتِ علمیہ، ملتان)

علامہ المرغینانی نے امام شافعی کا جو یہ مذہب نقل کیا ہے کہ چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد قاضی کی تفریق سے طلاق بائن ہوگی، یہ نقل صحیح نہیں ہے، بلکہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ مدت گزرنے کے بعد شوہر کو اختیار ہے، چاہے تو رجوع کر لے اور چاہے تو طلاق دے دے۔

ایلاء کے بعد وقوعِ طلاق میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور دلائل اور فقہاء احناف کی طرف سے جوابات

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

چار ماہ گزرنے کے بعد وقوعِ طلاق کے متعلق دو قول ہیں، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن زید، حضرت زید بن ثابت،

Marfat.com

حضرت ابن مسعود متوفی ۳۲ھ، حضرت ابن عمر متوفی ۷۴ھ، اور حضرت ابن عباس متوفی ۶۸ھ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ اس مدت کے گزرنے کے بعد طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے، اور حضرت عمر متوفی ۲۴ھ اور حضرت علی متوفی ۴۰ھ کا دوسرا قول اور ایک روایت میں حضرت عثمان متوفی ۳۵ھ کا دوسرا قول یہ ہے کہ چار ماہ گزرنے کے بعد شوہر کو اختیار ہے خواہ رجوع کر لے، خواہ طلاق دے دے، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور اہل مدینہ کا یہی مذہب ہے۔ (النکت والعیون ج ۱ ص ۲۸۹-۲۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے موخر الذکر قول نقل کیا ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں:

ابو صالح نے بیان کیا کہ بارہ صحابہ سے یہی (موخر الذکر) قول منقول ہے اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد متوفی ۲۴۱ھ کا یہی مذہب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ چار ماہ گزرنے کے بعد از خود طلاق واقع ہو جائے گی، اور یہ طلاق بائن ہوگی، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۵۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

قاضی ابو بکر ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ (البقرہ: ۲۲۷) ''پس اگر وہ طلاق کا ارادہ کریں''، اس میں یہ دلیل ہے کہ عدت گزرنے سے از خود طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ طلاق اس وقت واقع ہوگی جب شوہر طلاق دینے کا قصد کرے گا، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ چار ماہ تک اس کا رجوع نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا عزم طلاق ہے، ہمارے علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چار ماہ تک رجوع نہ کرنا اس کا ماضی ہے اور ماضی پر عزم کرنا محال ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ چار ماہ گزرنے کے بعد اگر وہ طلاق کا عزم کریں، اس سے معلوم ہوا کہ چار ماہ گزرنے کے بعد اس کے طلاق دینے سے طلاق واقع ہوگی۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۲۴۷، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۰۸ھ)

قاضی ابو بکر بن العربی کا یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: اگر وہ طلاق کا عزم کریں، یہ نہیں فرمایا کہ وہ زبان سے طلاق دیں، جب کہ ائمہ ثلاثہ کا یہ مذہب ہے کہ شوہر جب زبان سے طلاق دے گا تو طلاق واقع ہوگی اور قرآن مجید میں زبان سے طلاق دینے کا ذکر نہیں ہے بلکہ طلاق کے عزم کا ذکر ہے اور اس کا چار ماہ تک رجوع نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا عزم طلاق دینا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس اگر وہ طلاق کا عزم کریں، اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ اس مدت کے بعد وہ عزم کریں بلکہ اس کا معنی ہے: اگر وہ طلاق کے عزم پر مستمر اور برقرار رہیں تو اللہ خوب سننے والا ہے، بہت جاننے والا ہے، یعنی ان کے دل کی بات کو سننے والا ہے اور ان کی نیت کو جاننے والا ہے، سننے کا تعلق صرف کلام لفظی سے نہیں ہوتا بلکہ کلام نفسی سے بھی ہوتا ہے۔ (تبیان القرآن ج ۱ ص ۷۹۵-۷۹۷، فرید بک اسٹال لاہور، ۱۴۲۰ھ)

ایلاء کے متعلق آثار صحابہ اور اقوال فقہاء تابعین

امام سعید بن منصور بن شعبہ الخراسانی المکی المتوفی ۲۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی سے سوال کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا، پس چار ماہ گزر گئے اور وہ عورت اس سے الگ ہوگئی پھر اس مرد نے اپنی بیوی سے اس کی عدت کے دوران نکاح کر لیا پھر دخول سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو

Marfat.com

ابراہیم نخعی نے کہا: اس کی بیوی کے لئے پورا مہر ہوگا اور وہ عدت دوبارہ گزارے گی اور وہ اپنی بقیہ عدت کو پورا کرے گی، حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے منصور سے پوچھا کہ ابراہیم نخعی اور حسن اور عامران دونوں کے اقوال میں سے تمہیں کس کا قول پسند ہے تو انہوں نے بتایا کہ مجھے حسن اور عامر کا قول زیادہ پسند ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۴۵۸، ج ۱ ص ۳۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، سنن بیہقی: ج ۷ ص ۴۴۰ نشر السنہ ملتان)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی متوفی ۱۸۲ھ کا بھی یہی قول ہے۔

الفتاویٰ الہندیہ میں مذکور ہے:

جب کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کیا، پھر اس مرد نے اس عورت کو طلاق بائن دے دی، پھر اس سے دوبارہ عدت میں نکاح کر لیا پھر نکاحِ ثانی میں دخول سے پہلے اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس پر نکاحِ اول کے سبب سے مہر واجب ہوگا اور نکاحِ ثانی کے سبب سے پورا مہر واجب ہوگا، یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور اس عورت پر ازسرنو عدت لازم ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۲۵، الفصل الثالث العشر فی تکرار المہر مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے بھی اسی کی مثل کہا ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۱۰ ص ۲۶۲)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطاء الخراسانی المتوفی ۱۵۳ھ از ابوسلمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ دونوں نے ایلاء کے متعلق کہا کہ جب چار ماہ کی عدت گزر جائے تو اس عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور اس کی بیوی کو اپنے نفس پر زیادہ اختیار ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۶۲، مجلس علمی بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ نے فرمایا: جب چار ماہ کی مدت گزر جائے گی تو عورت پر طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۶۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، ان دونوں نے کہا: جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے ترکِ جماع کی قسم کھائی پھر رجوع نہیں کیا حتیٰ کہ چار ماہ کی مدت گزر گئی تو یہ طلاق بائن ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۶۵، مجلس علمی بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ نے فرمایا: جب چار ماہ کی مدت گزر گئی تو یہ طلاق بائن ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۶۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

قبیصہ نے کہا: جب چار ماہ کی مدت گزر گئی تو یہ طلاق بائن ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۶۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم النخعی نے کہا جب چار ماہ کی مدت گزر گئی تو یہ طلاق بائن ہے اور اس عورت کو اپنے نفس پر اختیار ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۷۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

Marfat.com

مسروق نے کہا: کہ جب ایلاء میں چار ماہ کی مدت گزر جائے تو یہ طلاق بائن ہے، شریح کا بھی یہی قول ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۷۲، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا کہ جب چار ماہ گزر گئے تو یہ طلاقِ بائن ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۷۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۰)

عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ نے کہا: جب چار ماہ کی مدت گزر گئی تو یہ طلاق بائن ہے اور اس کا خاوند اس کو عدت کے دوران پیغام نکاح دے سکتا ہے اور دوسرا شخص اس کو عدت کے دوران پیغام نکاح نہیں دے سکتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۷۸، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

میں کہتا ہوں: یہ تمام آثار صحابہ اور اقوال فقہاء تابعین امام ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کے مذہب کی تائید میں ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

ایلاء کے بعد توقف کرنے کے متعلق آثار صحابہ

امام ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد توقف کرتے تھے حتیٰ کہ اس کا خاوند رجوع کرلے یا طلاق واقع کردے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۷۹، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اہل مدینہ کے قول کے موافق توقف کرنے کا حکم دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۸۳، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

سلیمان بن یسار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سے زائد اصحاب سے روایت کی ہے جو اس صورت میں توقف کرنے کا حکم دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۸۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ نے فرمایا: ایلاء کرنے والے کو توقف کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے القاسم بن محمد سے سنا اور ان سے ایلاء کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں توقف کیا جائے گا اور ایلاء کرنے والے سے سوال کیا جائے گا: کیا تم نے طلاق دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں لیکن امام اس سے کہے گا کہ تم اپنی قسم سے رجوع کرو اور یا پھر اس عورت کو طلاق دے دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۹۶، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ آثار اور اقوال تابعین امام مالک متوفی ۱۷۹ھ کے مذہب کے موافق ہیں۔

ایلاء سے متعلق طلاق رجعی واقع ہونے کے متعلق آثار

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب اور عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام ان دونوں نے کہا کہ جب ایلاء میں چار ماہ کی مدت گزر جائے تو یہ طلاق ہے اور مرد اس طلاق سے رجوع کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۷۴، مجلس علمی بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی

شیبہ ج ۵ ص ۱۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

مکحول نے کہا جب چار مہینے کی مدت گزر جائے تو پھر مرد کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا اختیار ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۷۵، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے ان آثار کے متعلق یہ کہا ہے کہ ایلاء سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔

جس نے چار ماہ سے کم کی مدت میں ترک جماع کی قسم کھائی تو وہ ایلاء نہیں ہے۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے کہا: جس مرد نے اپنی بیوی سے ایک ماہ یا دو ماہ یا تین ماہ تک ترکِ جماع کی قسم کھائی تو وہ ایلاء نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۰۸، مجلس علمی بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ نے کہا: جس نے چار ماہ سے کم مدت کے لیے ترک جماع سے قسم کھائی تو وہ ایلاء نہیں ہے، ایلاء تب ہوگا جب وہ چار ماہ کی مدت تک ترکِ جماع کی قسم کھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۰۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۶)

محمد بن زید اور سعید بن جبیر نے کہا کہ جب کسی مرد نے چار ماہ سے کم مدت کے لئے ترک جماع کی قسم کھائی تو وہ ایلاء نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۱۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۶ھ)

ایلاء کے لئے قسم کا ضروری ہونا

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے فرمایا: بغیر حلف کے ایلاء منعقد نہیں ہوتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۵۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ نے کہا: ترکِ جماع کی قسم کھائے بغیر ایلاء نہیں ہوتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۵۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابی حرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ سے سوال کیا کہ ایک مرد نے سات ماہ تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا تو انہوں نے کہا: یہ بہت لمبی مدت ہے، میں نے پوچھا: کیا یہ ایلاء ہے؟ انہوں نے پوچھا: کیا اس نے قسم کھائی تھی؟ میں نے کہا: نہیں، تو انہوں نے کہا کہ بغیر قسم کے ایلاء نہیں ہوتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۵۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم نخعی نے کہا کہ ایلاء اس وقت ہوگا کہ جب مرد ترکِ جماع کی قسم کھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۵۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

Marfat.com

ایلاء سے رجوع کرنے کی متعدد صورتیں

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
ابراہیم نخعی نے کہا: جب کوئی مرد اپنی بیوی سے ترکِ جماع کی قسم کھائے، پھر وہ کسی مرض کی وجہ سے جماع نہ کر سکے یا کسی شغل یا عذر کی وجہ سے جماع نہ کر سکے اور وہ اپنے رجوع کرنے پر گواہ قائم کر لے تو یہ اس کے رجوع کے لیے کافی ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۱۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابی قلابہ نے کہا: جب کسی مرد نے اپنی زبان کے ساتھ ایلاء سے رجوع کر لیا تو یہ اس کا رجوع ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۱۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

الزہری نے کہا: جب ایلاء کرنے والا بیمار ہو یا مسافر ہو یا اس کی بیوی حائض ہو تو وہ اپنے رجوع پر گواہ قائم کر لے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۲۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے فرمایا: جب چار ماہ پورے ہو جائیں تو طلاق واقع ہو جائے گی اور رجوع صرف جماع سے ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۲۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے کہا کہ ایلاء سے رجوع صرف جماع سے ہوتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے جماع نہ کر سکے یا مرض کی وجہ سے جماع نہ کر سکے یا قید کی وجہ سے جماع نہ کر سکے تو اس کا رجوع یہ ہے کہ وہ دل سے اور زبان سے رجوع کر لے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۳۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایلاء شرعی کی مدت کے تعین میں مذاہب اربعہ

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر الشافعی النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:
اہلِ علم کا اس میں اختلاف ہے کہ جب مرد اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور چار ماہ یا اس سے کم مدت کے لیے ترکِ جماع کی قسم کھائے تو فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ اس وقت تک ایلاء نہیں ہو گا جب تک کہ وہ یہ قسم نہ کھائے کہ وہ کبھی بھی اپنی بیوی سے جماع نہیں کرے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۰۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)
اور اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا ہے کہ ایلاء اس وقت ہو گا جب وہ چار ماہ کی مدت سے زیادہ تک ترکِ جماع کی قسم کھائے۔
(المدونہ ج ۲ ص ۳۳۶، کتاب الام ج ۵ ص ۳۸۴، مسائل احمد: ۱۳۳۶)

اور تیسرا قول یہ ہے کہ ایلاء اس وقت ہو گا جب وہ چار ماہ یا اس سے زائد مدت تک ترکِ جماع کی قسم کھائے، یہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کا قول ہے۔ (المبسوط ج ۷ ص ۲۱)
امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا کہ چار ماہ سے کم مدت کے لیے ترکِ جماع کی قسم ایلاء نہیں ہے۔

Marfat.com

(المدونہ ج ۲ ص ۳۳۶، کتاب الام ج ۵ ص ۳۸۴، مسائل احمد و اسحاق: ۱۰۰۳، المبسوط ج ۷ ص ۲۱، الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۳۴۵-۳۴۷، دار الفلاح، ریاض ۱۴۳۰ھ)

حالتِ غضب یا حالتِ رضا میں ایلاء کا انعقاد

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی مرد غیر حالتِ غضب میں اپنی بیوی سے ترکِ جماع کی قسم کھائے تو آیا وہ ایلاء ہے یا نہیں؟

حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ نے فرمایا: اگر کوئی مرد اصلاح کی غرض سے اپنی بیوی کے ساتھ ترکِ جماع کرے تو یہ ایلاء نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے فرمایا: ایلاء صرف غضب میں ہوتا ہے۔ (المحلی ج ۱۰ ص ۴۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ نے فرمایا: کہ غضب اور رضا دونوں حالتوں میں ایلاء ہوتا ہے، جس طرح غضب اور رضا دونوں حالتوں میں قسم ہوتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۰۴)

فقہاء احناف کا بھی یہی مذہب ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۱۷۲)، امام شافعی اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔

(کتاب الام ج ۵ ص ۳۸۶) امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔ (مسائل احمد: ۱۰۰۲)

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایلاء کا مطلقاً ذکر فرمایا ہے اور اس کو حالتِ غضب یا رضا کے ساتھ مقید نہیں فرمایا، علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم المنذر النیشاپوری نے کہا: ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں۔

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۳۴۸-۳۴۷، دار الفلاح ریاض، ۱۴۳۰ھ)

حالتِ عذر میں رجوع کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَإِنْ فَآءُوْ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ (البقرہ: ۲۲۶) اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کر لیا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے O

یعنی جس مرد نے اپنی بیوی سے چار مہینے تک ترک جماع کی قسم کھائی، پھر اس نے چار ماہ گزرنے سے پہلے رجوع کر لیا اور کفارہ قسم ادا کر دیا تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے فرمایا: رجوع کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی سے جماع کرلے، اسی طرح حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ کا قول ہے اور فقہاء تابعین میں سے مسروق، الشعبی، سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ، ابراہیم نخعی، الاوزاعی، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، ابوعبید متوفی ۲۲۴ھ کا بھی یہی قول ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۷۴، سنن سعید بن منصور: ۱۸۹۴، ۱۸۹۵)

Marfat.com

فقہاء احناف نے بھی کہا ہے کہ اگر مرد کو کوئی عذر نہ ہو تو اس کا ایلاء سے رجوع تب ہوگا جب وہ چار ماہ کی عدت گزرنے سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کرلے۔ (المبسوط للسرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ، ج ۷ ص ۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو مرد جماع پر قادر نہ ہو تو اس کا رجوع کس طرح ہوگا؟

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: جب اس نے اپنی زبان اور دل سے رجوع کرلیا تو اس کا رجوع متحقق ہوگیا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ نے فرمایا کہ رجوع جماع سے ہوگا، پس اگر وہ بوڑھا ہو یا بیمار ہو یا قید میں ہو تو وہ زبان یا دل سے رجوع کرلے۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ جب اس نے اپنے رجوع کرنے پر کوئی گواہ بنالیا تو اس کا رجوع ہوگیا اور علقمہ، الاسود اور حضرت ابن مسعود کے اصحاب نے کہا کہ جو مرد جماع پر قادر نہ ہو، وہ شخص اپنے رجوع پر کسی کو گواہ بنالے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۶۲-۴۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۰۲، سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۵۳، جامع البیان للطبری المتوفی ۳۱۰ھ ج ۲ ص ۴۳۶)

امام ابو حنیفہ النعمان بن ثابت المتوفی ۱۵۰ھ نے کہا کہ جو مرد کسی عذر کی وجہ سے جماع پر قادر نہ ہو تو اس کا رجوع یہ ہے کہ وہ رجوع پر راضی ہو، وہ یوں کہے کہ میں نے اپنی بیوی کی طرف رجوع کرلیا اور اگر اسی حال میں چار ماہ گزر گئے تو یہ رجوع ثابت ہوگا اور ایلاء ساقط ہوجائے گا اور اگر وہ چار ماہ کے اندر جماع پر قادر تھا اور اس نے جماع نہیں کیا تو پھر اس کا رجوع باطل ہوجائے گا۔

(المبسوط للسرخسی ج ۷ ص ۳۰ (باب الایلاء)، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ)

سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ رجوع صرف جماع سے ہوتا ہے خواہ عذر ہو یا نہ ہو، خواہ وہ سفر میں ہو یا قید خانہ میں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۳۵۵-۳۵۷، دار الفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک ایلا کا معنی، اس کی تعریف، اس کی شرائط اور اس کے احکام

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی الدمشقی الحنبلی المتوفی ۶۲۰ھ ایلاء کی بحث میں لکھتے ہیں:

لغت میں ایلاء کا معنی ہے: حلف اور قسم۔ (لسان العرب ج ۱۴ ص ۴۰)

حدیث میں المتالی کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: قسم کھانے والا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر بلند آواز سے لوگوں کے لڑنے کی آواز سنی، ان میں سے ایک شخص دوسرے سے قرض میں کمی کرنے کے لئے اور نرمی کرنے کے لئے کہہ رہا تھا اور دوسرا شخص کہہ رہا تھا: اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور آپ نے فرمایا:

این المتالی علی اللہ لایفعل المعروف؟ وہ شخص کہاں ہے جو اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا ہے کہ میں نیکی نہیں کروں گا۔

تب اس مرد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میں ہوں اور میرا خصم (فریق) جتنی تخفیف چاہے میں کردوں گا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۰۵، صحیح

مسلم:۳۹۸۳)

اور ایلاء کا شرعی معنی یہ ہے کہ مرد یہ قسم کھائے کہ وہ اپنی بیوی سے جماع کو ترک کردے گا اور اس کی اصل میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ جولوگ اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھالیتے ہیں، ان (البقرہ:۲۲۶) کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے۔

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۲ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ ''یولون'' کی تفسیر میں فرماتے تھے: یقسمون، یعنی جولوگ قسمیں کھاتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی المالکی المتوفی ۶۶۸ھ ج ۲ ص ۹۱۰)

۱۲۹۸۔ مسئلہ: ایلاء کرنے والا اللہ عزوجل کی قسم کھائے کہ وہ چار ماہ سے زیادہ مدت تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کرے گا۔

ایلاء کی چار شرائط ہیں:

ایلاء کی پہلی شرط

ایلاء کی پہلی شرط یہ ہے کہ ایلاء کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی کسی صفت کی قسم کھائے لیکن اگر اس نے اس کی ذات وصفات کے بغیر کسی چیز کی قسم کھائی مثلاً اس نے یہ قسم کھائی کہ اگر اس نے اپنی بیوی سے جماع کیا تو اس کی بیوی کو طلاق یا قسم کھائی کہ اگر اس نے اپنی بیوی سے جماع کیا تو اس کا غلام آزاد یا اس نے قسم کھائی کہ اگر اس نے اپنی بیوی سے جماع کیا تو اس پر صدقہ کرنا لازم ہے تو اس صورت میں امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ سے دو روایات منقول ہیں:

(۱) وہ اس صورت میں ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا بھی قدیم قول یہی ہے۔

(۲) وہ اس صورت میں ایلاء کرنے والا ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے فرمایا: ہر وہ قسم جو بیوی کے ساتھ جماع سے منع کرے تو وہ ایلاء ہے۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۱)

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام ابوعبید متوفی ۲۲۴ھ وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ یہ ایسی قسم ہے جو بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے منع کرتی ہے، لہٰذا یہ ایلاء ہے، سو یہ ایسا ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم کھا کر کہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ جماع نہیں کرے گا۔

ایلاء کی دوسری شرط

ایلاء کی دوسری شرط یہ ہے کہ مرد یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ سے زیادہ مدت تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کرے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، طاؤس، سعید بن جبیر، امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، الاوزاعی، امام شافعی متوفی ۱۷۹ھ، ابوثور اور امام ابوعبید کا یہی قول ہے اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ، الثوری اور فقہاء احناف نے کہا کہ جب مرد نے چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت تک ترک جماع کی قسم کھائی تو یہ ایلاء ہے، قاضی ابوالحسین نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یہی ہے کیونکہ وہ اس قسم کی وجہ سے جماع سے چار مہینے تک ممتنع ہو گیا، لہٰذا یہ ایلاء ہے، اور ابراہیم نخعی، قتادہ، حماد، ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ نے یہ کہا ہے کہ جس مرد نے یہ قسم کھائی کہ وہ قلیل وقت میں یا کثیر وقت میں جماع نہیں کرے گا اور اس نے

Marfat.com

چار ماہ تک جماع نہیں کیا تو وہ ایلاء کرنے والا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ جو لوگ اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھالیتے ہیں، ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے۔ (البقرہ:۲۲۶)

ایلاء کی تیسری شرط

ایلاء کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ یہ قسم کھائے کہ وہ بیوی کی فرج میں دخول نہیں کرے گا اور اگر اس نے یہ قسم کھائی کہ وہ بیوی کی دُبر میں دخول نہیں کرے گا تو پھر یہ ایلاء نہیں ہے۔

ایلاء کی چوتھی شرط

ایلاء کی چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ چار ماہ کی مدت تک جماع نہیں کرے گا اور اگر اس نے کسی اجنبی عورت سے چار ماہ تک ترک جماع کی قسم کھائی تو یہ ایلاء نہیں ہے۔

ایلاء کے متعدد مسائل

مرد کا اس کی ہر بیوی سے ایلاء صحیح ہے، خواہ اس کی بیوی مسلمان ہو یا ذمیہ ہو یا آزاد ہو یا باندی ہو کیونکہ البقرہ:۲۲۶ میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے: جو لوگ اپنی بیویوں سے ترک جماع کی قسم کھاتے ہیں۔

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ وغیرہم کا یہی قول ہے، ہر وہ خاوند جو مکلف ہو اور جماع پر قادر ہو اس کا ایلاء کرنا صحیح ہے، رہا بچہ اور مجنون تو ان کا ایلاء صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں مرفوع القلم ہیں اور غیر مکلف ہیں۔ اور جو مرد جماع سے عاجز ہو اگر اس کا سبب کوئی ایسا مرض ہو جس کا ازالہ متوقع ہو تو اس کا ایلاء صحیح ہے اور اگر اس کا ازالہ متوقع نہ ہو مثلاً وہ مقطوع الذکر ہو یا اس کو فالج ہو تو پھر اس کا ایلاء صحیح نہیں ہے۔

ذمی کا ایلاء کرنا صحیح ہے، یہ امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا قول ہے، اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے کہا: اگر ذمی نے اسلام قبول کر لیا تو اس کی قسم کا حکم ساقط ہو جائے گا اور امام ابو یوسف متوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد متوفی ۱۸۹ھ نے کہا: اگر ذمی نے اللہ کی قسم کھا کر ایلاء کیا تو اس کا ایلاء صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ غیر مکلف ہے اور اگر اس نے کہا کہ اگر میں نے جماع کیا تو میری بیوی کو طلاق یا میرا غلام آزاد تو پھر اس کا ایلاء صحیح ہے، ایلاء میں یہ شرط نہیں ہے کہ مرد بیوی پر ناراضگی کی وجہ سے ترکِ جماع کی قسم کھالے اور نہ یہ شرط ہے کہ وہ بیوی کو تنگ کرنے کی وجہ سے ترکِ جماع کی قسم کھائے، کیونکہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کی اصلاح کی غرض سے ترک جماع کی قسم کھائے تو وہ ایلاء نہیں ہے۔

(سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۱-۳۸۲، سنن سعید بن منصور: ۱۸۷۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے فرمایا: ایلاء صرف ناراضگی کی صورت میں ہوتا ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ البقرہ:۲۲۶ میں مطلقاً ایلاء کا ذکر فرمایا ہے اور اس کو رضا یا غضب کے ساتھ مقید نہیں فرمایا اور اس لئے کہ طلاق، ظہار، اور تمام قسمیں منعقد ہو جاتی ہیں، خواہ ان امور کو حالتِ غضب میں واقع کیا جائے یا حالتِ رضا میں۔ (المغنی و شرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۹۴، ملخصاً وتخریجاً، دارالحدیث قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

Marfat.com

۲۱۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ (البقرہ:۲۲۶-۲۲۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: جو لوگ اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں، ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے، اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کرلیا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے O اور اگر انہوں نے طلاق ہی کا ارادہ کرلیا ہے تو بے شک اللہ خوب سننے والا، بہت جاننے والا ہے O

(البقرہ:۲۲۶-۲۲۷)

ایلاء کا لغوی معنی اور البقرہ:۲۲۷-۲۲۶ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''الایلاء'' کا بیان ہے، ایلاء کا لغوی معنی ہے: حلف اٹھانا اور قسم کھانا، کہا جاتا ہے: آلی یولی ایلاء، یعنی اس نے حلف اٹھایا۔

للذین یولون: یعنی جو لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ جماع کو ترک کرنے کی قسم کھاتے ہیں، وہ حلف کے وقت سے چار (۴) ماہ انتظار کریں، اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ یا تو وہ اپنی قسم سے رجوع کرلیں یا پھر اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فان فاء وا''، یعنی انہوں نے جو ترک جماع کی قسم کھائی تھی، اس سے رجوع کرلیں، امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس تفسیر کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسروق، الشعبی، سعید بن جبیر اور متعدد تابعین سے نقل کیا ہے۔

''فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝'' (البقرہ:۲۲۶): یعنی ان ایلاء کرنے والوں نے اپنی بیویوں سے ترکِ جماع کرنے کی جو قسم کھائی ہے اور اپنی بیویوں کے حقوق کی ادائیگی میں تقصیر کی ہے، سو اگر وہ اپنی اس قسم سے رجوع کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بہت بخشنے والا، بے حد مہربان ہے۔

اس مقام پر چھ (۶) مباحث ہیں:

ایلاء کی تعریف

البقرہ:۲۲۶، میں جس ایلاء کا ذکر کیا گیا ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ مرد قسم کھائے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ چار مہینہ یا اس سے زیادہ تک جماع نہیں کرے گا، مثلاً مرد اپنی بیوی سے کہے کہ میں تجھ سے مقاربت نہیں کروں گا، یہ ثوری اور امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ اور ان کے اصحاب کا قول ہے، اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ سے بھی اسی طرح روایت ہے، علامہ ابراہیم بن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ اکثر اہل علم کا موقف یہ ہے کہ ایلاء چار ماہ سے کم مدت کا نہیں ہوتا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے کہا ہے کہ اہل جاہلیت ایک سال اور دو سال اور اس سے زیادہ کا ایلاء کرتے تھے، پھر مسلمانوں کے لئے چار ماہ کی مدت

Marfat.com

مقرر کردی گئی اور جس چیز کا ایلاء چار ماہ سے کم ہوگا تو وہ ایلاء شرعی نہیں ہوگا اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب کسی مرد نے حلف اٹھایا کہ وہ اپنی بیوی سے ایک ماہ سے زائد مقاربت نہیں کرے گا یا چار ماہ سے کم مدت تک مقاربت نہیں کرے گا تو یہ ایلاء شرعی نہیں ہے۔

اور فقہاء کی ایک اور جماعت نے کہا ہے کہ جب مرد نے قسم کھائی کہ وہ اپنی بیوی سے ایک دن مقاربت نہیں کرے گا یا ایک دن سے کم یا ایک دن سے زیادہ مقاربت نہیں کرے گا، پھر اس نے چار ماہ تک اپنی بیوی کے ساتھ مقاربت نہیں کی تو ایلاء کی وجہ سے اس کی بیوی بائنہ ہوجائے گی، یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ، ابراہیم النخعی، ابن ابی لیلیٰ اور حکم کا موقف ہے اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور ابو ثور کا مذہب یہ ہے کہ ایلاء کی تعریف یہ ہے کہ مرد یہ قسم کھائے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ چار مہینہ سے زیادہ تک جماع نہیں کرے گا، پس اگر اس نے چار مہینہ تک یا اس سے کم مدت تک جماع نہ کرنے کی قسم کھائی تو پھر یہ شرعی ایلاء نہیں ہے اور یہ ان کے نزدیک محض ایک قسم ہے اور اگر اس نے اس قسم کے دوران اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو پھر اس پر کفارہ قسم لازم ہوگا اور اگر اس نے اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا حتیٰ کہ قسم کی مدت پوری ہوگئی تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہوگا جیسا کہ تمام قسموں میں ہوتا ہے، اور علامہ ابن المنذر شافعی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مرد اس وقت تک ایلاء شرعی کا مصداق نہیں ہوگا جب تک کہ وہ یہ قسم نہ کھائے کہ وہ اپنی بیوی سے کبھی بھی جماع نہیں کرے گا۔

ایلاء کا شرعی حکم

ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر نے چار مہینوں کے اندر اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو وہ کفارہ قسم ادا کرے گا، کیونکہ وہ اپنی قسم میں حانث ہوگیا (یعنی اس نے اپنی قسم توڑ لی) اور اگر اس نے اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا حتیٰ کہ چار مہینہ گزر گئے تو اس کی بیوی اس سے بائنہ ہوجائے گی اور اس پر ایک طلاق بائنہ ہوجائے گی اور یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کا قول ہے اور فقہاء تابعین میں سے ابن سیرین، مسروق، القاسم، القاضی، سالم، الحسن البصری، قتادہ، شریح القاضی، قبیصہ بن ذویب اور الحسن بن صالح کا قول ہے۔

اور یہی امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت قدس سرہ العزیز متوفی ۱۵۰ھ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔

اور سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ، مکحول، ربیعہ، محمد بن شہاب الزہری متوفی ۱۵۲ھ، اور مروان بن الحکم کے نزدیک اس صورت میں طلاق رجعی واقع ہوگی۔

اور امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایلاء کرنے والے پر توقف کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ طلاق دے دے، اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا: ہمارے نزدیک بھی یہی حکم ہے، اللیث، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور ابوثور نے کہا ہے کہ اگر اس نے طلاق دی تو یہ ایک طلاق رجعی ہوگی مگر امام مالک نے یہ کہا ہے کہ اس کا رجوع کرنا صحیح نہیں ہے، حتیٰ کہ وہ عدت کے اندر جماع کر

Marfat.com

لے اور امام مالک کے علاوہ اور کسی نے یہ نہیں کہا۔

ایلاء میں قسم کھانے کا طریقہ اور اس کے متعلق مذاہب اربعہ

ایلاء میں جو قسم کھائی جاتی ہے، وہ قسم صرف اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ صحیح ہوگی یا اس اسم کے ساتھ صحیح ہوگی جس سے قسم متحقق ہوتی ہے، مثلاً وہ قسم کھا کر اپنی بیوی سے کہے کہ اگر میں تم سے جماع کروں تو مجھ پر حج کرنا لازم ہے یا کہے کہ اگر میں تم سے جماع کروں تو مجھ پر ایک ماہ کے روزے رکھنا لازم ہے یا کہے: اگر میں تم سے جماع کروں تو مجھ پر غلام کو آزاد کرنا لازم ہے یا کہے: اگر میں تم سے جماع کروں تو مجھ پر (۱۰۰) دینار کو صدقہ کرنا لازم ہے، سو جب اس نے اس طرح قسم کھالی تو وہ امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی متوفی ۱۸۳ھ کے نزدیک وہ ایلاء کرنے والا ہوگا، اس کے برخلاف اگر اس نے یہ قسم کھائی کہ اگر میں نے تم سے جماع کیا تو مجھ پر نماز پڑھنا لازم ہے یا جہاد کرنا لازم ہے تو اس صورت میں ایلاء نہیں ہوگا اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ کے نزدیک اس صورت میں بھی ایلاء ہوگا کیونکہ نماز اور جہاد بھی عبادت ہے امام ابو یوسف کا بھی پہلے یہی قول تھا۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ جس شخص نے یہ قسم کھائی کہ میں نے تم سے جماع کیا تو تم کو طلاق یا میرا غلام آزاد یا مجھ پر روزے یا مجھ پر صدقہ ہے تو یہ ایلاء نہیں ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے کتاب الروضہ میں لکھا ہے کہ آیا ایلاء اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی صفات کی قسم کے ساتھ مخصوص ہے؟ اس مسئلہ میں امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے دو قول ہیں، قول قدیم یہ ہے کہ ہاں اور قول جدید یہ ہے کہ نہیں، اور یہ زیادہ ظاہر ہے بلکہ جب اس نے اپنی بیوی سے کہا: اگر میں نے تم سے جماع کیا تو مجھ پر روزہ رکھنا لازم ہوگا یا نماز پڑھنا لازم ہے یا مجھ پر حج کرنا لازم ہے یا میرا غلام آزاد ہے یا کہا: اگر میں نے تم سے جماع کیا تو تم کو طلاق یا تمہاری سوکن کو طلاق یا اس طرح کی کوئی اور بات کہی تو وہ ایلاء کرنے والا ہوگا۔

اور فقہاء مالکیہ نے کتاب الجواہر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی جائے گی یا اللہ تعالیٰ کی صفات نفسیہ معنویہ میں سے کسی صفت کی قسم کھائی جائے گی یا وہ قسم کھا کر کسی عبادت کا التزام کرے، مثلاً وہ غلام آزاد کرے گا یا کہے: اگر میں نے تم سے جماع کیا تو تم کو طلاق یا مجھ پر صدقہ لازم ہے یا روزہ لازم ہے تو ان تمام صورتوں میں ایلاء ہوگا۔

اور فقہاء حنبلیہ نے الحاوی میں لکھا ہے کہ ایلاء اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم سے ہوگا یا اس کی صفت کی قسم سے ہوگا، پس اگر اس نے غلام کو آزاد کرنے کی قسم کھائی یا طلاق دینے کی قسم کھائی یا نذر مانی یا ظہار کی قسم کھائی یا کسی مباح کام کو حرام کرنے کی قسم کھائی تو امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے اس میں دو قول ہیں اور ان سے یہ روایت ہے کہ جب تک وہ ایسی قسم نہ کھائے جس میں کفارہ لازم ہوتا ہے اس وقت تک ایلاء نہیں ہوگا۔

ذمیین کے ایلاء کے متعلق مذاہب فقہاء

چونکہ مملکت پاکستان میں رہنے والے غیر مسلموں کی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت حکومت پاکستان نے لی ہوئی ہے، اور وہ بھی حکومت کو ٹیکس ادا کرتے ہیں اور ان پر عام شہریوں کے قوانین کا اطلاق ہوتا ہے اور اگر وہ کسی کو ناحق قتل کر دیں تو انہیں قصاص ادا کرنا ہوگا اور اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن مجید کی توہین کریں تو ان کو سزائے موت دی جائے گی اور دیگر جرائم کی ان کو سزا دی

Marfat.com

جائے گی، اور اگر کوئی ان کے حقوق کو تلف کرے تو عدالت سے ان کے حقوق دلوائے جائیں گے اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی جائے گی اور ان کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی ہے اور اپنے مذہبی تہوار منانے کی آزادی ہے اور اگر وہ دیگر جرائم کریں تو ان کو پاکستان کے قانون کے مطابق سزا دی جائے گی اور وہ اپنے مذہب کے مطابق نکاح کریں گے اور طلاق دیں گے، سو پاکستان میں رہنے والے غیر مسلم لوگ ذمیوں کے حکم میں ہیں، فقہاء اسلام نے ذمیوں کے ایلاء کے بھی مسائل بیان کئے ہیں جن کو ہم سطور ذیل میں تحریر کر رہے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت قدس سرہ العزیز متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک ذمی کا ایلاء منعقد ہو جاتا ہے اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی متوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ کا اس مسئلہ میں امام اعظم سے اختلاف ہے، اسی طرح امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا بھی اختلاف ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا ہے کہ غلام اور کافر وغیرہ کا ایلاء کرنا صحیح ہے اور کافر کے اسلام قبول کرنے سے اس کا ایلاء ختم نہیں ہوتا، جب دو ذمی ہمارے پاس مقدمہ پیش کریں اور مرد نے ایلاء کیا ہو تو ہم پر اس کا فیصلہ کرنا واجب ہے اور حاکم ذمی مرد کو ایلاء سے رجوع کرنے یا اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کرے گا اور نہ اس پر خود طلاق واقع کرے گا بلکہ طلاق میں اس کی رضا ضروری ہے۔

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ سے الخلال نے یہ حکایت کی ہے اور امام ابن شہاب الزہری المتوفی ۱۵۲ھ نے یہ روایت کی ہے: غلام کا ایلاء دو مہینے کے لئے ہوتا ہے یعنی غلام یہ قسم کھائے گا کہ وہ دو ماہ تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کرے گا۔

شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ سے صحیح روایت ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر غلام کا ایلاء کرنا صحیح نہیں ہے اور اس کے ایلاء کی مدت دو ماہ ہے۔

اور الاوزاعی، اللیث، امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا بھی یہی قول ہے۔

اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ اگر غلام کی بیوی باندی ہو تو اس کا خاوند خواہ آزاد ہو یا غلام ہو اس کے ایلاء کی مدت دو ماہ ہے، ابراہیم نخعی، قتادہ، حسن بصری، الحکم، الشعبی، الضحاک، الثوری، اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ غلام اور آزاد خواہ ان کی بیوی آزاد عورت ہو یا باندی ہو ان کے ایلاء کی مدت چار ماہ ہے اور یہی محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، ابو ثور، ابو سلیمان اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔

جس عورت سے ایلاء کیا گیا اس کی عدت کے متعلق مذاہب فقہاء

مسروق، شریح اور عطاء بن ابی رباح نے کہا ہے کہ جس عورت سے ایلاء کیا گیا اور اس پر طلاق واقع ہو گئی تو وہ تین حیض عدت گزارے گی۔

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد البر القرطبی المالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ میرے علم کے مطابق تمام فقہاء یہ کہتے ہیں کہ وہ عورت طلاق کے بعد المطلقہ کی عدت گزارے گی، سوائے جابر بن زید کے، وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ عدت نہیں گزارے گی یعنی جب

Marfat.com

چار مہینوں میں اس کو تین حیض آ گئے تو وہ عدت نہیں گزارے گی، امام شافعی متوفی ۲۰۴ ھ کا بھی قدیم قول یہی تھا، پھر انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا۔

جو مرد کسی سبب سے جماع سے عاجز ہو تو اس کے ایلاء سے رجوع کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

ہمارے اصحاب احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر ایلاء کرنے والا مرد اپنے مرض کے سبب سے یا اپنی بیوی کے مرض کے سبب سے جماع کرنے سے عاجز ہو تو اس کا ایلاء سے رجوع اس طرح ہوگا کہ وہ زبان سے کہہ دے کہ میں نے ایلاء سے رجوع کر لیا۔ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ ھ نے کہا ہے کہ اس کا زبان سے رجوع کرنا اصلاً صحیح نہیں ہے، امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی المتوفی ۳۲۱ ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ کا مذہب بھی یہی ہے، اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ ھ نے کہا ہے کہ اگر مرد کا جماع سے مانع طبعی ہو مثلاً وہ بیمار ہو تو پھر وہ زبان سے ایلاء سے رجوع کرلے اور قسم کا کفارہ دے اور اگر اس کا جماع سے مانع شرعی ہو مثلاً اس نے روزے رکھے ہوں یا حج کا احرام باندھا ہو تو عورت کو اس سے جماع کے مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۹۰-۳۹۳ ملخصاً ومخرجاً، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

"الایلاء" اور "الفیء" کی متعدد تعریفات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ کتاب الایلاء کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا: "فَاِنْ فَآءُوْا: رَجَعُوْا" یعنی اگر ایلاء کرنے والے ترکِ جماع کی قسم سے رجوع کرلیں، امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ "الفیء" کا معنی ہے: زبان سے رُجوع کرنا، اور سعید بن المسیب، حسن بصری اور عکرمہ نے کہا ہے: جو شخص جماع نہ کر سکے وہ دل اور زبان سے ترکِ جماع کی قسم سے رجوع کرلے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ نے کہا ہے: "الفیء" سے مراد جماع کرنا ہے اور مسروق اور سعید بن جُبیر اور شعبی سے بھی اس کی مثل مروی ہے، اور ان تمام روایات کی اسانید قوی ہیں، امام طبری نے کہا ہے: ان کا "الفیء" کی تفسیر میں اختلاف ایلاء کی تعریف میں اختلاف پر مبنی ہے، پس جنہوں نے کہا کہ ایلاء کی تعریف ہے: ترکِ جماع کی قسم کھانا تو انہوں نے کہا: "الفیء" یعنی ایلاء سے رجوع صرف جماع کرنے سے ہوگا اور جنہوں نے کہا کہ ایلاء سے مراد ہے: بیوی سے ترکِ کلام کی قسم کھانا تو انہوں نے کہا: ایلاء سے رجوع میں جماع کی شرط نہیں لگائی۔

حضرت علی متوفی ۴۰ ھ، حضرت ابن عباس متوفی ۶۸ ھ، رضی اللہ عنہم اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ ھ سے مروی ہے کہ ایلاء صرف بیوی پر غضب کی صورت میں ہوتا ہے، پس اگر اس نے اس وجہ سے ترک جماع کی قسم کھائی کہ اس کا بچہ دودھ پی رہا ہے اور اس نے اس حالت میں اگر بیوی سے جماع کیا تو اس کے بچہ کو نقصان ہوگا تو یہ ایلاء نہیں ہے، اور شعبی نے کہا: ہر وہ قسم جو جماع سے مانع ہو، وہ ایلاء ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۰-۴۹۱، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

ایلاء کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تحقیق

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی متوفی ۱۳۴۰ ھ درج ذیل سوال کے جواب

Marfat.com

میں تحریر فرماتے ہیں:
سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایلاء کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے اور اس سے طلاق مغلظہ پڑتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
الجواب: ایلاء کے یہ معنی کہ (۱) مرد اپنی عورت سے ترک جماع کی قسم کھالے یا تعلیق کرے یعنی یوں کہے کہ اس سے جماع کروں تو مجھ پر یہ جزا لازم ہے اور (۲) یہ قسم و تعلیق یا تو مطلق ہوگی مثلاً واللہ! میں تجھ سے جماع نہ کروں گا، یا تجھ سے جماع کروں تو مجھ پر روزہ لازم ہے یا موبد یعنی صراحۃً ہمیشہ کے لئے ہوں مثلاً خدا کی قسم! میں تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا یا تجھ سے کبھی صحبت کروں تو مجھ پر حج واجب ہو یا کسی خاص مدت کے لئے ہوں تو وہ مدت چار مہینہ سے کم نہ ہو مثلاً مجھے قسم ہے! چار مہینے تک تیرے پاس نہ جاؤں گا یا پانچ مہینے تک تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر سو (۱۰۰) رکعت نماز لازم اور (۳) تعلیق کی صورت میں بھی ضرور کہ وہ امر جس کا لازم آنا کہے اس میں مشقت ہو جیسے امثلہ مذکورہ یا یہ کہ میرا غلام آزاد ہے یا تجھ پر طلاق ہے یا میرا مال خیرات ہے یا مجھ پر قسم کا کفارہ ہو وغیر ذالک اور (۴) وہ شرعاً تعلیق کہے سے بھی لازم آسکتا ہو، جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، اعتکاف، عمرہ، عتق، طلاق، کفارہ وغیرہا نہ مثل وضوء و غسل و تلاوت قرآن و سجدہ تلاوت و اتباع جنازہ وغیرہ کہ یہ چیزیں نذر و تعلیق سے لازم نہیں ہو جاتیں اور (۵) یہ قسم تعلیق ایسے طور پر واقع ہو کہ بے کسی چیز کے لازم آئے اصلاً مفر نہ رہے، ایسی صورت نہ نکل سکے کہ یہ اس عورت سے جماع کرے اور کچھ لازم نہ آئے، جب یہ پانچوں باتیں جمع ہوں گی تو ایلاء ہوگا اور ایک بھی کم ہوئی تو نہیں مثلاً نہ قسم کھائی نہ تعلیق خالی عہد کرلیا کہ عمر بھر تیرے پاس نہ جاؤں گا یہ کچھ بھی نہیں کہ خالی عہد سے کچھ نہیں ہوتا، یا قسم و تعلیق تو ذکر کی مگر مدت چار مہینے سے کم رکھی اگرچہ ایک ہی ساعت کم، یہ ایلاء نہ ہوا، جتنی مدت کی قید لگائی ہے اس کے اندر جماع کیا تو بصورت قسم خاص کفارہ اور بصورت تعلیق روزہ وغیرہ جو کچھ لازم آنا کہا تھا خواہ مثل قسم کفارہ لازم آئے گا کہ یہ حکم تو اس قسم و تعلیق کا ہے، مگر مدت بے جماع گزر گئی تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی جو خاص حکم ایلاء ہے، یونہی اگر تعلیق میں دو رکعت نماز لازم آنی کہی تو ایلاء نہیں کہ دو رکعت میں کچھ مشقت نہیں، اگر مدت کے اندر پاس گیا تو دو رکعتیں پڑھنی ہوں گی اور مدت خالی گزر گئی تو کچھ نہیں اور اگر تعلیق میں قرآن وغیرہ اشیائے غیر لازمہ ذکر کیں تو محض مہمل، نہ مدت گزرنے پر طلاق پڑی نہ مدت کے اندر صحبت کرنے سے کچھ لازم، اسی طرح اگر یوں کہا کہ واللہ! میں اس گھر میں تجھ سے وطی نہ کروں گا یا اس شہر میں تجھے کبھی ہاتھ لگاؤں تو مجھ پر سو (۱۰۰) حج لازم، یہ بھی ایلاء نہیں کہ جب اس گھر یا شہر کی تخصیص ہے تو بغیر کچھ لازم آئے مفر موجود ہے، جب چاہے اس گھر یا شہر سے باہر لے جا کر جماع کر سکتا ہے کچھ بھی لازم نہ آئے گا، بس بے جماع چار مہینے نہیں کتنی ہی مدت گزر جائے طلاق نہ ہوگی، ہاں! وہ قسم یا طلاق جھوٹی کی تو اس کا جرمانہ اسی طرح دینا ہوگا کہ قسم میں خاص کفارہ اور تعلیق میں اختیار چاہے وہ چیز بجالائے تو لازم مانی تھی چاہے قسم کی مثل دے لے۔ علیٰ ہذا القیاس، جس جس صورت میں بغیر کچھ لازم آئے مفر ملتی ہو ایلاء نہیں، ان سب قیود و احکام کی تصریح و تفصیل درمختار اور ردالمحتار میں ہے: من شاء فلیراجعهما (جس کا جی چاہے ان کی طرف رجوع کرے) پھر جب ایلاء متحقق ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اس عورت سے جماع کیا تو بتفصیل معلوم قسم کا کفارہ یا وہی امر شاق جس کا لازم آنا کہا تھا لازم آئے گا اور چار مہینے گزر گئے کہ اس سے جماع نہ کیا یا جماع بوجہ مرض یا حبس یا دوری مسافت کہ مدت کے اندر عورت کی طرف رجوع کی یا اپنے اس کہنے سے

Marfat.com

پھر گیا یا میں نے ایلاء باطل کر دیا تو اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی، جس سے وہ خود مختار ہو جائے گی۔

دُر میں ہے کہ ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم پر قائم رہا اور وطی نہ کی تو طلاق بائنہ ہو جائے گی اور جماع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا یا اگر کسی چیز کو معلق کیا تھا تو جماع کرنے پر وہ جزا لازم ہوگی۔ (درمختار ج۱ ص ۲۴۲، باب الایلاء، مطبع مجتبائی دہلی)

ردالمحتار میں اس پر فرمایا کہ ماتن کا قول ''ولم یطا'' (اور وطی نہ کی) عطف تفسیری ہے اور وطی سے حقیقی جماع مراد ہے اگر قدرت ہو، اگر قدرت نہ ہو تو جماع کے قائم مقام مثلاً یہ کہنا کہ میں نے بیوی سے رجوع کر لیا، کہے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی قسم پر قائم نہ رہے اور قسم کو پورا نہ کرے تو کفارہ لازم آئے گا۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۵۴۶، باب الایلاء دراحیاء التراث العربی بیروت)

اور دُر میں ہے: ''عاجز ہو جائے'' سے مراد حقیقی عجز ہے حکمی عجز نہیں، جیسا کہ احرام کی حالت میں ہونا عجز حکمی ہے کیونکہ یہ عجز اختیاری ہے، بیوی سے وطی کے عجز کا مطلب یہ ہے کہ خاوند یا بیوی کو مرض لاحق ہو یا بیوی صغیرہ ہو یا خاوند نامرد یا آلہ سے محروم ہو یا اتنی دور مسافت ہے کہ قسم کی مدت میں اس کو طے کرنا، قدرت میں نہیں ہے یا ناحق قید میں ہے تو ان صورتوں میں بیوی سے رجوع زبانی کر لے اور یوں کہے کہ میں نے بیوی سے رجوع کر لیا ہے یا میں نے ایلاء یعنی قسم کو باطل کر دیا ہے یا کہے کہ میں نے جو قسم کھائی، اس سے میں نے رجوع کر لیا ہے یا اس کی مثل الفاظ کہہ دے۔ (درمختار ج۱ ص ۲۴۳، باب الایلاء، مطبع مجتبائی دہلی)

مگر ایلاء طلاق مغلظہ نہیں کہ حلالہ کی ضرورت ہو، عدت میں خواہ بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کر سکتے ہیں، ہاں اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں دے چکا تھا تو آپ ہی حلالہ درکار ہوگا کہ اب یہ تیسری مل کر تین طلاقیں ہو گئیں، یہ جدا بات ہے، یا اگر (مدت) کی قید نہ تھی بلکہ مطلق یا صراحۃً موبد تھا اور چار مہینے بے رجوع گزر گئے کہ ایک طلاق بائن پڑی پھر اس سے نکاح کر لیا اور پھر چار مہینے خالی گزر گئے تو دوسری پڑے گی پھر نکاح کر لیا اور یونہی چار مہینے گزر گئے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی، اور اب بے حلالہ نکاح میں نہ لا سکے گا۔

تنویر میں ہے: ایلاء میں اگر اللہ کی قسم کہا تو اس سے رجوع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا اور اگر کوئی شرط رکھی تھی تو وہ جزاء لازم آئے گی اور ایلاء ساقط ہو جائے گا ورنہ قسم کو پورا کرنے پر بیوی ایک طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور حلف مقررہ وقت کے لئے ہو تو ختم ہو جائے گا اور اگر حلف ابدی ہو تو ختم نہ ہوگا، لہٰذا دوبارہ اور سہ بارہ نکاح کرنے پر ایلاء کی مدت پورا ہونے اور رجوع نہ کرنے پر دوسری اور تیسری طلاق سے بائنہ ہوتی رہے گی اور قسم کی عدت کا اعتبار نکاح کے وقت سے ہوگا، لہٰذا اگر بیوی حلالہ کے بعد واپس اس کے نکاح میں آئے تو طلاق نہ ہوگی تاہم وطی کرنے پر کفارہ ضرور لازم ہوگا کیونکہ قسم ابدی ہونے کی وجہ سے باقی ہے۔

(درمختار ج۱ ص ۲۴۳۔۲۴۲، باب الایلاء، مطبع مجتبائی دہلی)

نیز اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے کتاب میں دیکھا ہے کوئی شخص حنفی مذہب کے موافق اپنی عورت سے کسی معاملہ میں ان بن ہو گئی اور چہار حیض تک کچھ تعلق نہ رہا تو ایک طلاق واقع ہو گی، پھر اس ایک اور حیض گزرنے سے دوسری طلاق ہو گی پھر ایک اور حیض گزرنے سے تیسری طلاق ہو گی، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ محض بے اصل ہے، اس کا پتا نہ مذہب حنفی میں ہے نہ کسی مذہب میں، اصل حکم جو ہے کہ یہ شخص اپنی عورت سے قربت کی

Marfat.com

قسم کھائے، رب عزوجل نے اسے چار مہینے کی مہلت دی ہے، اگر چار مہینے کے اندر قربت کرے گا تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی اور کفارہ دینا ہوگا اور اگر چار مہینے کامل گزر جائیں گے تو ایک طلاق بائن ہو جائے گی، عورت نکاح سے نکل جائے گی، پھر دوسرے یا تیسرے مہینے کوئی طلاق نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۷﴾ (البقرہ:۲۲۶-۲۲۷)

وہ لوگ جو بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں، ان کی قسم کی مدت چار ماہ ہے، اگر اس دوران رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے O اور اگر وہ (رجوع نہ کرکے) طلاق کا عزم کیے ہوں تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے O

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۳ ص ۲۵۷-۲۶۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ۱۴۱۸ھ)

ایلاء کے متعلق صدر الشریعہ کی تحقیق

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ ایلاء کے مسائل کے متعلق لکھتے ہیں:

مسئلہ (۱): ایلاء کے معنی یہ ہیں کہ شوہر نے یہ قسم کھائی کہ عورت سے قربت نہ کرے گا یا چار مہینے قربت نہ کرے گا، عورت باندی ہے تو اس کے ایلاء کی مدت دو ماہ ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۴۷۶، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الایلاء)

مسئلہ (۲): قسم کی دو صورت ہے، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے ان صفات کی قسم کھائی جن کی قسم کھائی جاتی ہے مثلاً اس کی عظمت وجلال کی قسم، اس کی کبریائی کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم، دوسری تعلیق مثلاً یہ کہ اگر اس سے وطی کروں تو میرا غلام آزاد ہے یا میری عورت کو طلاق ہے یا مجھ پر اتنے دنوں کا روزہ یا حج ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۴۷۶، کتاب الطلاق الباب السابع فی الایلاء)

مسئلہ (۳): ایلاء دو قسم کا ہے، ایک موقت یعنی چار مہینے کا، دوسرا موبد یعنی چار مہینے کی قید اس میں نہ ہو، بہر حال اگر عورت سے چار ماہ کے اندر جماع کیا تو قسم ٹوٹ گئی، اگرچہ مجنون ہو اور کفارہ لازم جب کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے ان صفات کی قسم کھائی ہو اور جماع سے پہلے کفارہ دے چکا ہے تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ پھر کفارہ دے۔ اور اگر تعلیق تھی تو جس بات پر تھی وہ ہو جائے گی مثلاً یہ کہا کہ اگر اس سے صحبت کروں تو غلام آزاد ہے اور چار مہینے کے اندر جماع کیا تو غلام آزاد ہو گیا اور قربت نہ کی یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو طلاق بائن ہو گی۔ پھر اگر ایلاء موقت تھا یعنی چار ماہ کا تو یمین ساقط ہو گئی، یعنی اگر اس عورت سے پھر نکاح کیا تو اس کا کچھ اثر نہیں، اور اگر موبد تھا یعنی ہمیشہ اس میں قید تھی مثلاً خدا کی قسم! تجھ سے کبھی قربت نہ کروں گا یا اس میں کچھ قید نہ تھی مثلاً خدا کی قسم! تجھ سے قربت نہ کروں گا تو ان صورتوں میں ایک طلاق بائن پڑ گئی، پھر بھی قسم بدستور باقی ہے یعنی اگر اس عورت سے پھر نکاح کیا تو پھر ایلاء بدستور آ گیا، اگر وقت نکاح سے چار ماہ کے اندر جماع کر لیا تو قسم کا کفارہ دے اور تعلیق تھی تو جزا واقع ہو جائے گی اور اگر چار مہینے گزرے اور قربت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہو گی مگر یمین بدستور باقی ہے، سہ بارہ نکاح کیا تو پھر ایلاء آ گیا اب بھی جماع نہ کرے تو چار ماہ گزرنے پر تیسری طلاق پڑ جائے گی اور اب بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا، اگر حلالہ کے بعد پھر نکاح کیا تو اب ایلاء نہیں یعنی چار مہینے بغیر قربت گزرنے پر طلاق نہ ہو گی مگر قسم باقی ہے اگر جماع کرے گا، کفارہ واجب ہو گا اور اگر پہلی یا دوسری طلاق کے بعد عورت نے کسی اور سے نکاح کیا اس کے بعد پھر اس سے نکاح کیا تو مستقل طور پر اب سے تین طلاق کا مالک ہوگا مگر

Marfat.com

ایلاء رہے گا یعنی قربت نہ کرنے پر طلاق ہو جائے گی، پھر نکاح کیا پھر وہی حکم ہے پھر ایک یا دو طلاق کے بعد کسی سے نکاح کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر وہی حکم ہے یعنی جب تک تین طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے ایلاء بدستور باقی رہے گا۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۴۷۶، کتاب الطلاق الباب السابع فی الایلاء)

مسئلہ (۴): ذمی نے ذات وصفات کی قسم کے ساتھ ایلاء کیا یا طلاق وعتاق پر تعلیق کی تو ایلاء ہے اور حج وروزہ ودیگر عبادات پر تعلیق کی تو ایلاء نہ ہوا اور جہاں ایلاء صحیح ہے وہاں مسلمان کے حکم میں ہے، مگر صحبت کرنے پر کفارہ واجب نہیں۔

(الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۷۶، کتاب الطلاق الباب السابع فی الایلاء)

مسئلہ (۵): یوں ایلاء کیا کہ اگر میں قربت کروں تو میرا فلاں غلام آزاد، اس کے بعد غلام مر گیا تو ایلاء ساقط ہو جائے گا یونہی اگر اس غلام کو بیچ ڈالا جب بھی ساقط ہے مگر وہ غلام اگر قربت سے پہلے پھر اس کی ملک میں آ گیا تو ایلاء کا حکم لوٹ آئے گا۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۶۲، کتاب الطلاق، باب الایلاء)

مسئلہ (۶): ایلا صرف منکوحہ سے ہوتا ہے یا مطلقہ رجعی سے کہ وہ بھی منکوحہ ہی کے حکم میں ہے، اجنبیہ سے اور جسے بائن طلاق دی ہے اس سے ابتداءً نہیں ہوسکتا، یونہی اپنی لونڈی سے بھی نہیں ہوسکتا ہاں دوسرے کی کنیز اس کے نکاح میں ہے، تو ایلاء کرسکتا ہے، یونہی اجنبیہ کا ایلاء اگر نکاح پر معلق کیا تو ہو جائے گا مثلاً اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۶۲، کتاب الطلاق، باب الایلاء)

مسئلہ (۷): ایلاء کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ شوہر اہل طلاق ہو یعنی وہ طلاق دے سکتا ہو لہٰذا مجنون ونابالغ کا ایلاء صحیح نہیں ہے کہ یہ اہل طلاق نہیں۔ (الدر المختار ج ۵ ص ۶۲، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۸): غلام نے اگر قسم کے ساتھ ایلاء کیا مثلاً خدا کی قسم! میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یا ایسی چیز پر معلق کیا جسے مال سے تعلق نہیں مثلاً اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر اتنے دنوں کا روزہ ہے یا حج یا عمرہ ہے یا میری عورت کو طلاق ہے تو ایلاء صحیح ہے اور اگر مال سے تعلق ہے تو صحیح نہیں ہے، مثلاً مجھ پر ایک غلام آزاد کرنا یا اتنا صدقہ دینا لازم ہے تو ایلاء نہ ہوا کہ وہ مال کا ہی مالک نہ ہوا۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۶۲، کتاب الطلاق، باب الایلاء)

مسئلہ (۹): یہ بھی شرط ہے کہ چار مہینے کی مدت سے کم نہ ہو اور زوجہ کنیز ہے تو دو ماہ سے کم کی نہ ہو اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، اور زوجہ کنیز تھی، اس کے شوہر نے ایلاء کیا تھا اور مدت پوری نہ ہوئی تھی کہ آزاد ہو گئی تو اب اس کی مدت آزاد عورتوں کی ہے، اور یہ بھی شرط ہے کہ جگہ معین نہ کرے اگر جگہ معین کی مثلاً واللہ فلاں جگہ تجھ سے قربت نہ کروں گا اور یہ کہ بعض مدت کا استثناء نہ ہو مثلاً چار مہینے تجھ سے قربت نہ کروں گا مگر ایک دن اور یہ کہ قربت کے ساتھ کسی اور چیز کو نہ ملائے، مثلاً اگر میں تجھ سے قربت کروں یا تجھے اپنے بچھونے پر بلاؤں تو تجھ کو طلاق ہے تو یہ ایلاء نہیں۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۱ ص ۲۶۶-۲۶۵، الدر المختار وردالمحتار ج ۵ ص ۶۴)

مسئلہ (۱۰): اس کے الفاظ بعض صریح ہے بعض کنایہ، صریح وہ الفاظ ہیں جن سے ذہن معنی جماع کی طرف سبقت کرتا ہو اس معنی میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہو، اس میں نیت درکار نہیں، بغیر نیت بھی ایلاء ہے اور اگر صریح لفظ میں یہ کہے کہ میں نے معنی جماع کا ارادہ نہ کیا تھا تو قضاءً اس کا قول معتبر نہیں دیانۃً معتبر ہے۔ کنایہ وہ ہے جس سے معنی جماع متبادر نہ ہو، دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو،

Marfat.com

اس میں بغیر نیت ایلا نہیں اور دوسرے معنی مراد ہونا بتاتا ہے تو قضاءً بھی اس کا قول مان لیا جائے گا۔
(ردالمحتار ج ۵ ص ۶۵، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۱۱): صریح کے بعض الفاظ یہ ہیں، واللہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا، قربت نہ کروں گا، صحبت نہ کروں گا، وطی نہ کروں گا اور اردو میں بعض اور الفاظ بھی ہیں جو خاص جماع ہی کے لئے بولے جاتے ہیں ان کے ذکر کی حاجت نہیں، ہر شخص اردو داں جانتا ہے، علامہ شامی نے اس لفظ کو کہ میں تیرے ساتھ نہ سوؤں گا، صریح کہا ہے اور اصل یہ ہے کہ مدار عرف پر ہے، عرفاً جس لفظ سے معنی جماع متبادر ہو، صریح ہے: اگرچہ یہ معنی مجازی ہوں، کنایہ کے بعض الفاظ یہ ہیں تیرے بچھونے کے قریب نہ جاؤں گا، تیرے ساتھ نہ لیٹوں گا، تیرے بدن سے میرا بدن نہ ملے گا، تیرے پاس نہ رہوں گا، وغیرہا۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۶۵-۶۷، کتاب الطلاق، باب الایلاء)

مسئلہ (۱۲): ایسی بات کی قسم کھائی کہ بغیر جماع کئے قسم ٹوٹ جائے تو ایلاء نہیں مثلاً اگر میں تجھ کو چھوؤں تو ایسا ہے کہ محض بدن پر ہاتھ رکھتے ہی قسم ٹوٹ جائے گی۔ (الفتاوی الھندیہ ج ۱ ص ۴۷۷، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الایلاء)

مسئلہ (۱۳): اگر کہا: میں نے تجھ سے ایلاء کیا ہے اب کہتا ہے کہ میں نے ایک جھوٹی خبر دی تھی تو قضاءً ایلاء ہے اور دیانۃً اس کا قول مان لیا جائے گا اور اگر یہ کہے کہ اس لفظ سے ایلاء کرنا مقصود تھا تو قضاءً و دیانۃً ہر طرح ایلاء ہے۔
(الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۷۷، کتاب الطلاق الباب السابع فی الایلاء)

مسئلہ (۱۴): یہ کہا کہ واللہ تجھ سے قربت نہ کروں گا جب تک تو یہ کام نہ کرے اور وہ کام چار مہینے کے اندر کر سکتی ہے تو ایلاء نہ ہوا اگرچہ چار مہینے سے زیادہ کرے۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۶۶، کتاب الطلاق، باب الایلاء)

مسئلہ (۱۵): ایلاء اگر تعلیق ہے تو ضرور ہے کہ جماع پر کسی ایسے فعل کو معلق کرے جس میں مشقت ہو، لہٰذا اگر یہ کہا کہ اگر میں قربت کروں تو مجھ پر دو رکعت نفل ہے تو ایلاء نہ ہوا اور اگر کہا کہ مجھ پر سو رکعتیں نفل کی ہیں تو ایلاء ہو گیا اور اگر وہ چیز ایسی ہے جس کی منت نہیں جب بھی ایلاء نہ ہوا مثلاً تلاوت قرآن، نماز جنازہ، تکفین میت، سجدہ تلاوت، بیت المقدس میں نماز۔
(الدرالمختار وردالمحتار ج ۵ ص ۶۷، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۱۶): اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر فلاں مہینے کا روزہ ہے، اگر وہ مہینہ چار مہینے پورے ہونے سے پہلے پورا ہو جائے تو ایلاء نہیں، ورنہ ہے۔ (الفتاوی الھندیہ ج ۱ ص ۴۷۸، کتاب الطلاق، باب الایلاء)

مسئلہ (۱۷): اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر ایک مسکین کا کھانا ہے یا ایک دن کا روزہ تو ایلاء ہو گیا یا کہا: خدا کی قسم! تجھ سے قربت نہ کروں گا جب تک اپنے غلام کو آزاد نہ کروں یا اپنی فلاں عورت کو طلاق نہ دوں یا ایک مہینے کا روزہ نہ رکھ لوں تو ان سب صورتوں میں ایلاء ہے۔ (الفتاوی الھندیہ ج ۱ ص ۴۷۸، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۱۸): تو مجھ پر ویسی ہے جیسے فلاں کی عورت اور اس نے ایلاء کیا ہے اور اس نے بھی ایلاء کی نیت کی ہے تو ایلاء ہے ورنہ نہیں، یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر حرام ہے اور نیت ایلا کی ہے تو ہو گیا۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۷۸، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۱۹): ایک عورت سے ایلاء کیا پھر دوسری سے کہا: تجھے میں نے اس کے ساتھ شریک کر دیا تو دوسری سے ایلاء نہ ہوا۔
(الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۷۸، کتاب الطلاق باب الایلاء)

Marfat.com

مسئلہ (۲۰): دوعورتوں سے کہا: واللہ! میں تم دونوں سے قربت نہ کروں گا تو دونوں سے ایلاء ہو گیا اب اگر چار مہینے گزر گئے اور دونوں سے قربت نہ کی تو دونوں بائن ہوگئیں، اور اگر ایک سے چار مہینے کے اندر جماع کرلیا تو اس کا ایلاء باطل ہو گیا اور دوسری کا باقی ہے، مگر کفارہ واجب نہیں اور اگر مدت کے اندر ایک مرگئی تو دونوں کا ایلاء باطل ہے اور کفارہ نہیں اور اگر ایک کو طلاق دی تو ایلاء باطل نہیں اور اگر مدت میں دونوں سے جماع کیا تو دونوں کا ایلاء باطل ہو گیا اور ایک کا کفارہ واجب ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ا ص ۴۷۹، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۲۱): اپنی چار عورتوں سے کہا: خدا کی قسم! میں تم سے قربت نہ کروں گا مگر فلانی یا فلانی سے تو ان دونوں سے ایلاء نہ ہوا۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ا ص ۴۷۹، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۲۲): اپنی دوعورتوں کو مخاطب کر کے کہا: خدا کی قسم! تم میں سے ایک سے قربت نہ کروں گا تو ایک سے ایلاء ہوا پھر اگر ایک سے وطی کرلی ایلاء باطل ہو گیا اور کفارہ واجب ہے اور اگر ایک مرگئی یا مرتدہ ہوگئی یا اس کو تین طلاقیں دے دیں تو دوسری ایلاء کے لئے معین ہے اور اگر کسی سے وطی نہ کی یہاں تک کہ مدت گزر گئی تو ایک کو طلاق بائن پڑ گئی اسے اختیار ہے جسے چاہے اس کے لئے معین کردے، اور اگر چار مہینے کے اندر ایک کو معین کرنا چاہتا ہے تو اس کا اسے اختیار نہیں اگر معین کر بھی دے جب بھی معین نہ ہوئی، مدت کے بعد معین کرنے کا اسے اختیار ہے، اگر ایک سے جماع نہ کیا اور چار مہینے اور گزر گئے تو دونوں بائن ہو گئے، اس کے بعد اگر پھر دونوں سے نکاح کیا ایک ساتھ یا آگے پیچھے تو پھر ایک سے ایلاء ہے مگر غیر معین اور دونوں مدتیں گزرنے پر دونوں بائن ہو جائیں گی۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ا ص ۴۷۹، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۲۳): اگر کہا: تم دونوں میں سے کسی سے قربت نہ کروں گا تو دونوں سے ایلاء ہے، چار مہینے گزر گئے اور کسی سے قربت نہ کی تو دونوں کو طلاق بائن ہوگئی اور ایک سے وطی کرلی تو ایلاء باطل ہے اور کفارہ واجب۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ا ص ۴۷۹، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۲۴): اپنی عورت اور باندی سے کہا: تم میں سے ایک سے قربت نہ کروں گا تو ایلاء نہیں، ہاں اگر عورت مراد ہے تو ہے اور ان میں سے ایک سے وطی کی تو قسم ٹوٹ گئی، کفارہ دے، پھر اگر لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا جب بھی ایلاء نہیں اور اگر دو زوجہ ہوں تو ایک حرہ، دوسری باندی اور کہا: تم دونوں سے قربت نہ کروں گا تو دونوں سے ایلاء ہے دو مہینے گزر گئے اور کسی سے قربت نہ کی تو باندی کو طلاق بائن ہوگئی اس کے بعد دو مہینے اور گزرے تو حرہ بھی بائن۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ا ص ۴۷۹، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۲۵): اپنی دوعورتوں سے کہا کہ اگر تم میں ایک سے قربت کروں تو دوسری کو طلاق ہے اور چار مہینے گزر گئے مگر کسی سے وطی نہ کی تو ایک بائن ہوگئی اور شوہر کو اختیار ہے جس کو چاہے طلاق کے لیے معین کرے اور اب دوسری سے ایلاء ہے، اگر پھر چار مہینے گزر گئے اور ہنوز پہلی عدت میں ہے تو دوسری بھی بائن ہوگئی ورنہ نہیں اور اگر معین نہ کیا یہاں تک کہ اور چار مہینے گزر گئے تو دونوں بائن ہوگئیں۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ا ص ۴۸۰، کتاب الطلاق الباب السابع فی الایلاء)

مسئلہ (۲۶): جس عورت کو طلاق بائن دی ہے اس سے ایلاء نہیں ہوسکتا اور رجعی دی ہے تو عدت میں ہوسکتا ہے مگر وقت ایلاء سے چار مہینے پورے نہ ہوئے تھے کہ عدت ختم ہوگئی تو ایلاء ساقط ہو گیا اور اگر ایلاء کرنے کے بعد طلاق بائن دی تو طلاق ہوگئی اور وقت

Marfat.com

ایلاء سے چار مہینے گزرے اور ہنوز طلاق کی عدت پوری نہ ہوئی تو دوسری طلاق پھر پڑی اور اگر عدت پوری ہونے پر ایلاء کی مدت پوری ہوئی تو اب ایلاء کی وجہ سے طلاق نہ پڑے گی، اور اگر ایلاء کے بعد طلاق دی اور عدت کے اندر اس سے پھر نکاح کر لیا تو ایلاء بدستور باقی ہے یعنی وقت ایلاء سے چار مہینے گزرنے پر طلاق واقع ہو جائے گی اور عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کیا جب بھی ایلاء ہے مگر وقت نکاح ثانی سے چار ماہ گزرنے پر طلاق ہوگی۔ (الفتاوی الخانیہ ج ا ص ۲۶۶-۲۶۷، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۲۷): یہ کہا: خدا کی قسم! تجھ سے قربت نہ کروں گا دو مہینے اور دو مہینے تو ایلاء ہو گیا، اور اگر یہ کہا: واللہ! دو مہینے تجھ سے قربت نہ کروں گا پھر ایک دن بعد بلکہ تھوڑی دیر بعد کہا: واللہ! ان دو مہینوں کے بعد دو مہینے قربت نہ کروں گا تو ایلاء نہ ہوا مگر اسی مدت میں جماع کرے گا تو قسم کا کفارہ لازم ہے، اور اگر کہا: قسم خدا کی! تجھ سے چار مہینے تک قربت نہ کروں گا مگر ایک دن پھر فوراً کہا: واللہ! اس دن بھی قربت نہ کروں گا تو ایلاء ہو گیا۔ (الفتاوی الہندیہ ج ا ص ۴۸۱-۴۸۲، کتاب الطلاق الباب السابع فی الایلاء)

مسئلہ (۲۸): اگر عورت سے کہا: تجھ کو طلاق ہے قبل اس کے کہ تجھ سے قربت کروں تو ایلاء ہو گیا اگر قربت کی تو فوراً طلاق ہو گئی اور چار مہینے تک نہ کی تو ایلاء کی وجہ سے بائن ہو گئی۔ (الفتاوی الہندیہ ج ا ص ۴۸۲، کتاب الطلاق باب فی الایلاء)

مسئلہ (۲۹): یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر اپنے لڑکے کو قربانی کر دینا واجب ہے تو ایلاء ہو گیا۔

(الفتاوی الہندیہ ج ا ص ۴۸۲، کتاب الطلاق باب فی الایلاء)

مسئلہ (۳۰): یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو میرا یہ غلام آزاد ہے، چار مہینے گزر گئے اب عورت نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا، قاضی نے تفریق کر دی پھر اس غلام نے دعویٰ کیا کہ میں غلام نہیں بلکہ اصلی آزاد ہوں اور گواہ بھی پیش کر دیے، قاضی فیصلہ کرے گا کہ وہ آزاد ہے اور ایلاء باطل ہو جائے گا اور عورت واپس ملے گی کہ ایلاء تھا ہی نہیں۔

(الفتاوی الہندیہ ج ا ص ۴۸۲، کتاب الطلاق باب فی الایلاء)

مسئلہ (۳۱): اپنی عورت سے کہا: خدا کی قسم! تجھ سے قربت نہ کروں گا ایک دن پھر یہی کہا ایک دن اور گزرا پھر یہی کہا تو یہ تین ایلاء ہوئے اور تین قسمیں، چار مہینے گزرنے پر ایک طلاق بائن پڑی، پھر ایک دن اور گزرا تو ایک اور پڑی اور تیسرے دن پھر ایک اور پڑی، اب بغیر حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی، حلالہ کے بعد اگر نکاح اور قربت کی تو تین کفارے ادا کرے اور اگر ایک ہی مجلس میں یہ لفظ تین بار کہے اور نیت تاکید کی ہے تو ایک ہی ایلاء ہے اور ایک ہی قسم! اور اگر کچھ نیت نہ ہو یا بار بار قسم کھانا تشدد کی نیت سے ہو تو ایلاء ایک ہے مگر قسم تین، لہٰذا اگر قربت نہ کرے تو مدت گزرنے پر ایک طلاق واقع ہوگی۔

(الدر المختار ج ۵ ص ۷۰، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۳۲): خدا کی قسم! میں تجھ سے ایک سال تک قربت نہ کروں گا مگر ایک دن یا ایک گھنٹا تو فی الحال ایلاء نہیں مگر جب کہ سال میں کسی دن جماع کر لیا اور ابھی سال پورا ہونے میں چار ماہ یا زیادہ باقی ہیں تو اب ایلاء ہو گیا اور اگر جماع کرنے کے بعد سال میں چار مہینے سے کم باقی ہے یا اس سال قربت ہی نہ کی تو اب بھی ایلاء نہ ہوا اور اگر صورت مذکورہ میں ایک دن کی جگہ ایک بار کہا: جب بھی یہی حکم ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اگر ایک دن کہا ہے تو جس دن جماع کیا ہے اس دن آفتاب ڈوبنے کے بعد سے اگر چار مہینے باقی ہیں تو ایلاء ہے ورنہ نہیں، اگرچہ وقت جماع سے چار مہینے ہوں اور اگر ایک بار کا لفظ کہا تو جماع سے فارغ ہونے سے چار ماہ

باقی ہیں تو ایلاء ہوگیا اور اگر یوں کہا کہ میں ایک سال تک جماع نہ کروں گا مگر ایک دن یعنی سال کا لفظ نہ کہا تو جب کبھی جماع کرے گا اس وقت سے ایلاء ہے۔ (الدر المختار ج ۵ ص ۷۰، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۳۳): عورت دوسرے شہر یا دوسرے گاؤں میں ہے، شوہر نے قسم کھائی کہ میں وہاں نہیں جاؤں گا تو ایلاء نہ ہوا اگرچہ وہاں تک چار مہینے یا زیادہ کی راہ ہو۔ (الدر المختار و رد المحتار ج ۵ ص ۷۰، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۳۴): جماع کرنے کو ایسی چیز پر موقوف کیا جس کی نسبت یہ امید نہیں ہے کہ چار مہینے کے اندر ہو جائے تو ایلاء ہو گیا مثلاً رجب کے مہینے میں کہے: واللہ! میں تجھ سے قربت نہ کروں گا جب تک محرم کا روزہ نہ رکھ لوں یا میں تجھ سے جماع نہ کروں گا مگر فلاں جگہ اور وہاں تک چار مہینے سے کم میں نہیں پہنچ سکتا یا جب تک بچہ کے دودھ چھڑانے کا وقت نہ آئے اور ابھی دو برس پورے ہونے میں چار ماہ یا زیادہ باقی ہے تو ان سب صورتوں میں ایلاء ہے، یونہی اگر وہ کام مدت کے اندر تو ہو سکتا ہے مگر یوں کہے: نکاح نہ رہے گا جب بھی ایلاء ہے مثلاً قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ تو مر جائے یا میں مر جاؤں یا تو قتل کی جائے یا میں مار ڈالا جاؤں یا تو مجھے مار ڈالے یا میں تجھے مار ڈالوں یا میں تجھے تین طلاقیں دے دوں۔ (الجوہرۃ النیرہ الجزء الثانی ص ۷۱، کتاب الایلاء)

مسئلہ (۳۵): یہ کہا کہ تجھ سے قیامت تک قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے یا دجال لعین کا خروج ہو یا دابۃ الارض ظاہر ہو یا اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے چلا جائے یہ سب ایلاء موبد ہے۔ (الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۷۱ وغیرہا کتاب الایلاء)

مسئلہ (۳۶): عورت نابالغہ ہے۔ اس سے قسم کھا کر کہا کہ تجھ سے قربت نہ کروں گا جب تک تجھے حیض نہ آ جائے، اگر معلوم ہے کہ چار مہینے تک نہ آئے گا تو ایلاء ہے، یونہی اگر آئسہ ہے اس سے کہا: جب بھی ایلاء ہے۔

(الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۸۵، کتاب الطلاق الباب السابع فی الایلاء)

مسئلہ (۳۷): قسم کھا کر کہا: تجھ سے قربت نہ کروں گا، جب تک تو میری عورت ہے، پھر اسے بائن طلاق دے کر نکاح کیا تو ایلاء نہیں اور اب قربت کرے گا تو کفارہ بھی نہیں۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۸۵)

مسئلہ (۳۹): صحت کی حالت میں ایلاء کیا تھا اور مدت کے اندر وطی کی مگر اس وقت مجنون ہے تو قسم ٹوٹ گئی اور ایلاء ساقط۔

(فتح القدیر ج ۴ ص ۵۷، کتاب الطلاق، باب الایلاء)

مسئلہ (۴۰): ایلاء کیا اور مدت کے اندر قسم توڑنا چاہتا ہے مگر وطی کرنے سے عاجز ہے کہ وہ خود بیمار ہے یا عورت بیمار ہے یا عورت صغیر سن ہے یا عورت کا مقام بند ہے کہ وطی ہو نہیں سکتی یا یہی نامرد ہے یا اس کا عضو کاٹ ڈالا گیا ہے یا عورت اتنے فاصلہ پر ہے کہ چار مہینے میں وہاں تک نہیں پہنچ سکتا، یا خود قید ہے اور قید خانہ میں وطی نہیں کر سکتا اور قید بھی ظلماً ہو یا عورت جماع نہیں کرنے دیتی یا کہیں ایسی جگہ ہے کہ اس کا پتا نہیں تو ایسی صورتوں میں زبان سے رجوع کے الفاظ کہہ لے مثلاً میں نے تجھ سے رجوع کر لیا یا ایلاء باطل کر دیا یا میں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا یا واپس لیا تو ایلاء جاتا رہے گا یعنی مدت پوری ہونے پر طلاق واقع نہ ہوگی اور احتیاط یہ ہے کہ گواہوں کے سامنے کہے مگر قسم اگر مطلق ہے یا موبد تو وہ بحالہ باقی ہے جب وطی کرے گا کفارہ لازم آئے گا اور اگر چار مہینے کی تھی اور چار مہینے کے بعد وطی کی تو کفارہ نہیں مگر زبان سے رجوع کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ مدت کے اندر یہ عجز قائم رہے اور اگر مدت کے اندر زبانی رجوع کے بعد وطی پر قادر ہو گیا تو زبانی رجوع ناکافی ہے، وطی ضروری ہے۔ (الدر المختار ج ۵ ص

Marfat.com

۷۴-۷۶، کتاب الطلاق، باب الایلاء، الجوہرۃ النیرہ، جز ثانی ص ۷۵)

مسئلہ (۴۱): اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے وطی نہیں کر سکتا مثلاً خود یا عورت نے حج کا احرام باندھا ہے اور ابھی حج پورے ہونے میں چار مہینے کا عرصہ ہے تو زبان سے رجوع نہیں کر سکتا، یونہی اگر کسی کے حق کی وجہ سے قید ہے تو زبانی رجوع کافی نہیں کہ یہ عاجز نہیں ہے کہ حق ادا کر کے قید سے رہائی پا سکتا ہے اور اگر جہاں عورت ہے وہاں تک چار مہینے سے کم میں پہنچے گا مگر دشمن یا بادشاہ جانے نہیں دیتا تو یہ عذر نہیں۔ (الدر المختار و رد المحتار ج ۵ ص ۷۴، کتاب الطلاق، باب الایلاء)

مسئلہ (۴۲): وطی سے عاجز نے دل سے رجوع کر لیا مگر زبان سے کچھ نہ کہا تو رجوع نہیں۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۷۵، کتاب الطلاق، باب الایلاء)

مسئلہ (۴۳): جس وقت ایلاء کیا تھا اس وقت عاجز نہ تھا، پھر عاجز ہو گیا تو زبانی رجوع کافی نہیں مثلاً تندرست نے ایلاء کیا پھر بیمار ہو گیا تو اب رجوع کے لئے وطی ضروری ہے، مگر جب ایلاء کرتے ہی بیمار ہو گیا اتنا وقت نہ ملا کہ وطی کرتا تو زبان سے کہہ لینا کافی ہے اور اگر مریض نے ایلاء کیا تھا اور ابھی اچھا نہ ہوا تھا کہ عورت بیمار ہو گئی، اب یہ اچھا ہو گیا تو زبانی رجوع کرنا کافی ہے۔

(الدر المختار و رد المحتار ج ۵ ص ۷۶-۷۷، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۴۴): زبان سے رجوع کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وقت رجوع نکاح باقی ہو اور اگر بائن طلاق دے دی تو رجوع نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ اگر مدت کے اندر نکاح کر لیا، پھر مدت پوری ہوئی تو طلاق بائن واقع ہو گی۔

(الدر المختار و رد المحتار ج ۵ ص ۷۶-۷۷، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۴۵): شہوت کے ساتھ بوسہ لینا یا چھونا یا اس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا یا آگے کے مقام کے علاوہ کسی اور جگہ وطی کرنا رجوع نہیں ہے۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۸۵، کتاب الطلاق الباب السابع فی الایلاء)

مسئلہ (۴۶): اگر حیض میں جماع کر لیا تو اگر چہ یہ بہت سخت حرام ہے مگر ایلاء جاتا رہا۔

(الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۸۶، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۴۷): اگر ایلاء کسی شرط پر معلق تھا اور جس وقت شرط پائی گئی اس وقت عاجز ہے تو زبانی رجوع کافی ہے ورنہ تعلیق کے وقت کا لحاظ نہیں۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۸۶، کتاب الطلاق الباب السابع فی الایلاء)

مسئلہ (۴۸): کسی مریض نے ایلاء کیا پھر دس دن کے بعد دوبارہ ایلاء کے الفاظ کہے تو دو ایلاء ہیں، اور دو قسمیں اور دونوں کی دو مدتیں، اگر دونوں مدتیں پوری ہونے سے پہلے زبانی رجوع کر لیا اور دونوں مدتیں پوری ہونے تک بیمار رہا تو زبانی رجوع صحیح ہے، دونوں ایلاء جاتے رہے اور اگر پہلی مدت پوری ہونے سے پہلے اچھا ہو گیا تو وہ رجوع کرنا بیکار گیا اور اگر زبانی رجوع نہ کیا تھا تو دونوں مدتیں پوری ہونے پر دو طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر جماع کر لے گا تو دونوں قسمیں ٹوٹ جائیں گی اور دو کفارے لازم اور اگر پہلی مدت پوری ہونے سے پہلے زبانی رجوع کیا اور مدت پوری ہونے پر اچھا ہو گیا تو اب دوسرے کے لئے وہ کافی نہیں بلکہ جماع ضرور ہے۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۸۵، کتاب الطلاق الباب السابع فی الایلاء)

مسئلہ (۴۹): مدت میں اگر زوج و زوجہ کا اختلاف ہو تو شوہر کا قول معتبر ہے، مگر عورت کو جب اس کا جھوٹا ہونا معلوم ہو تو اسے

Marfat.com

اجازت نہیں کہ اس کے ساتھ رہے جس طرح ہو سکے مال وغیرہ دے کر اس سے علیحدہ ہو جائے اور اگر مدت کے اندر جماع کرنا بتاتا ہو تو شوہر کا قول معتبر ہے اور پوری ہونے کے بعد کہتا ہے کہ اثناء مدت میں جماع کیا ہے تو جب تک عورت اس کی تصدیق نہ کرے اس کا قول نہ مانیں۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۸۷، الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۷۵)

مسئلہ (۵۰): عورت سے کہا: اگر تو چاہے تو خدا کی قسم! تجھ سے قربت نہ کروں گا، اسی مجلس میں عورت نے کہا: میں نے چاہا تو ایلاء ہو گیا، یونہی اگر اور کسی کے چاہنے پر ایلاء معلق کیا تو مجلس میں اس کے چاہنے سے ایلاء ہو جائے گا۔

(الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۸۷، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۵۱): عورت سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے، اس لفظ سے ایلاء کی نیت کی تو ایلاء ہے اور ظہار کی، تو ظہار، ورنہ طلاق بائن اور تین کی نیت کی تو تین اور اگر عورت نے کہا کہ میں تجھ پر حرام ہوں تو یمین ہے، شوہر نے زبردستی یا اس کی خوشی سے جماع کیا تو عورت پر کفارہ لازم ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار ج ۵ ص ۷۷-۸۱، کتاب الطلاق باب الایلاء)

مسئلہ (۵۲): اگر شوہر نے کہا تو مجھ پر مثل مردار یا گوشتِ خنزیر یا خون یا شراب کے ہے اگر اس سے جھوٹ مقصود ہے تو جھوٹ ہے اور حرام کرنا مقصود ہے تو ایلاء ہے اور طلاق کی نیت ہے تو طلاق۔ (الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۷۶، کتاب الایلاء)

مسئلہ (۵۳): عورت کو کہا: تو میری ماں ہے اور نیت تحریم کی ہے تو حرام نہ ہوگی بلکہ یہ جھوٹ ہے۔

(الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۷۶، کتاب الایلاء)

مسئلہ (۵۴): اپنی دو عورتوں سے کہا: تم دونوں مجھ پر حرام ہو اور ایک میں طلاق کی نیت کی ہے اور دوسری میں ایلاء کی، یا ایک میں طلاق کی نیت کی اور دوسری میں تین کی تو جیسی نیت کی، اس کے موافق حکم دیا جائے گا۔

(الدر المختار ج ۵ ص ۸۵، کتاب الطلاق، باب الایلاء، الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۴۸۷، کتاب الطلاق الباب السابع فی الایلاء)

(بہار شریعت حصہ ۸ ص ۱۸۲-۱۹۳، مکتبۃ المدینہ، کراچی ۱۴۳۰ھ)

۵۲۸۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ أَخِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ آلَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ وَكَانَتْ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ فَأَقَامَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ آلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی، از برادرِ خود از سلیمان از حمید الطویل، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے ایلاء کیا (یعنی ترکِ جماع کی قسم کھائی) پھر آپ کی پنڈلی میں چوٹ لگ گئی یا آپ کے پیر میں موچ آ گئی تو آپ اپنے مچان میں انتیس (۲۹) راتوں تک قیام پذیر رہے، پھر آپ مچان سے اتر آئے، پس لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی، پس آپ نے فرمایا: ''مہینہ انتیس (۲۹) دن کا بھی ہوتا ہے''۔

(صحیح البخاری: ۳۷۸، ۶۸۹، ۷۳۲، ۷۳۳، ۸۰۵، ۱۱۱۴، ۱۹۱۱، ۲۴۶۹، ۵۲۰۱، ۵۲۸۹، ۶۶۸۴، صحیح مسلم: ۴۱۱، سنن ترمذی: ۳۶۱، سنن

Marfat.com

نسائی: ۳۴۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۰۶۱، سنن ابن ماجہ: ۳۸ ۱۲۳، مسند احمد: ۱۲۶۵۸، موطا امام مالک: ۳۰۶، سنن دارمی: ۱۲۵۶)

ایلاء کے متعلق متعدد احادیث

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے ایلا کیا یعنی ترک جماع کی قسم کھائی، پھر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ کے پاس داخل ہوئے، سوانہوں نے کہا کہ آپ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی، پس آپ نے فرمایا: (بعض مرتبہ) جب مہینے کے انتیس دن گزر جائیں تو وہ مہینہ پورا ہو جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۵۷۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ نے کہا: جب ایلا کے بعد چار ماہ گزر جائیں تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۵۳۶)

حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ یہی قول صحیح ہے۔

(الاستذکار (شرح الموطا) ج ۱۷ ص ۸۶، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی التوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ایلاء کیا (یعنی ان کے ساتھ ترکِ جماع کی قسم کھائی) اور ان کے ساتھ جماع کرنے سے رک گئے پھر آپ نے ان کے ساتھ قسم کو حلال کرنے کا معاملہ کیا اور قسم کا کفارہ ادا کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۰۱، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۳ھ، سنن ابن ماجہ: ۲۰۷۲، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں: ایلاء کا معنی یہ ہے کہ مرد یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ یا اس سے زیادہ تک اپنی بیوی سے مقاربت نہیں کرے گا۔

ایلاء کی مدت میں اہل علم کا اختلاف ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے اہل علم اور بعد کے فقہاء تابعین نے یہ کہا ہے کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو توقف کیا جائے گا، پس مرد یا تو اپنی قسم سے رجوع کر لے یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور یہ امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا قول ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم اور دیگر کا قول یہ ہے کہ جب قسم کھانے کے بعد چار ماہ گزر جائیں تو یہ طلاق بائن ہے اور یہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ یعنی فقہاء احناف کا قول ہے۔ (سنن ترمذی: ص ۸۰۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض ازواج مطہرات سے ایک ماہ کے لئے ایلاء کیا پس جب انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح یا شام ان کے پاس گئے، آپ کو بتایا گیا: یا رسول اللہ! ابھی تو صرف انتیس دن گزرے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس (۲۹) دن کا بھی ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۱، مسند احمد: ۲۶۷۴۵)

چار ماہ سے کم مدت کے لئے ترک جماع کی قسم کا ایلاء شرعی نہ ہونا

حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

جب کسی مرد نے یہ قسم کھائی کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ایک دن یا زیادہ دنوں تک مقاربت نہیں کرے گا اور اس نے چار ماہ تک

Marfat.com

اپنی بیوی کے ساتھ مقاربت نہیں کی تو اس کی بیوی بائنہ ہو جائے گی۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ ھ کا قول ہے اور فقہاء تابعین میں سے ابراہیم نخعی، ابن ابی لیلیٰ، الحکم اور اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ ھ کا قول ہے۔

(الاستذکار ج ۱۷ ص ۱۰۴-۱۰۵، موسستہ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۳ ھ)

علامہ ابراہیم بن المنذر الشافعی النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ ھ نے کہا ہے کہ اکثر اہل علم نے اس قول کا انکار کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ چار ماہ سے کم مدت میں ترک جماع کی قسم کھانے سے ایلاء نہیں ہوتا۔ (الاشراف ج ۱ ص ۲۰۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں ایلاء ایک سال، دو سال اور زیادہ مدت تک ہوتا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے چار ماہ کی مدت مقرر فرمادی، پس جو چار ماہ سے کم ترکِ جماع کی قسم کھائے تو وہ ایلاء نہیں ہے۔

(سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۲۷، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۱ ص ۱۵۸-۱۵۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۱)

اور سفیان ثوری نے کہا ہے: جب ایلاء کرنے والے کا عذر ہو اور وہ جماع کرنے پر قادر نہ ہو مثلاً وہ بیمار یا بہت بوڑھا ہو یا قید میں ہو یا اس کی بیوی حائض ہو یا نفساء (نفاس والی) ہو تو اس کا رجوع زبان سے ہوگا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۷۷، ۳۶۳ ملخصا وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ماہ تک ترک جماع کی قسم کھانا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ صحیح البخاری: ۵۲۸۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے ایک ماہ کے لئے ایلاء کیا یعنی ترکِ جماع کی قسم کھائی اور اس کا قصہ مشہور ہے، جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر گئے تھے اور آپ نے اپنے اصحاب کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور اس کی شرح بھی گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ماہ تک جماع کی قسم کھانے کا سبب

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ درج ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی پر سوار ہوئے، سو آپ اس سے گر گئے، پس آپ کی پنڈلی یا آپ کا کندھا چھل گیا، اور آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے ایک ماہ کے لئے ایلاء کیا یعنی ایک ماہ تک ترکِ جماع کی قسم کھائی، پھر آپ اپنے مچان میں جا کر بیٹھ گئے جس کی سیڑھیاں کھجور کے تنے کی بنی ہوئی تھیں، پس آپ کے اصحاب آپ کی عیادت کرنے کے لئے آتے اور آپ ان کو بیٹھ کر نماز پڑھاتے، اور وہ کھڑے ہوتے تھے، پس جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: امام صرف اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انتیس (۲۹) دن کے بعد مچان سے اتر کر آگئے، صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایک ماہ کی قسم کھائی تھی؟ تو آپ نے فرمایا: "مہینہ انتیس (۲۹) دن کا بھی ہوتا ہے"۔

(صحیح البخاری: ۳۷۸، صحیح مسلم: ۴۱۱، سنن ترمذی: ۳۶۱، سنن نسائی: ۷۹۴، سنن ابوداؤد: ۶۰۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۸، مسند احمد: ۱۲۶۵۸)

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، شیخ ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ اور غیر مقلدین کا یہی موقف ہے کہ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نمازیں پڑھیں، خواہ ان کو کوئی عذر نہ ہو اور امام مالک نے کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو وہ بیٹھنے والے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے، کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر، اور امام ابو حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور جمہور سلف نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو، وہ بیٹھنے والے کے پیچھے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے گا، اس میں فرض اور نفل دونوں برابر ہیں، کیونکہ قیام فرض ہے، امام سے یہ فرض اس کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو گیا اور مقتدی کے لئے بغیر عذر کے فرض کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور باب مذکور کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ:

یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی ناسخ وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حضرت ابو بکر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے افعال کی خبر دے رہے تھے۔

امام ابو عبداللہ (بخاری) نے بیان کیا: الحمیدی نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا ہے: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو، یہ آپ نے اپنے پہلے مرض میں فرمایا تھا، پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اور جو آخری فعل ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور آخری فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو آپ نے مقرر رکھا۔

(صحیح البخاری: ۶۸۹، جامع المسانید: ۴۵۹، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

ایک ماہ تک ترک جماع کی قسم کے ایلاء ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کا اختلاف

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ ایلاء کی تعریف یہ ہے کہ چار ماہ سے زیادہ مدت تک ترکِ جماع کی قسم کھائے، پس اگر اس نے چار ماہ سے کم مدت تک ترک جماع کی قسم کھائی تو وہ ایلاء شرعی نہیں ہے، ایلاء لغوی ہے اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ نے کہا ہے کہ اگر اس نے یہ قسم کھائی کہ وہ ایک دن یا اس سے زیادہ تک ترک جماع کرے گا حتیٰ کہ چار ماہ گزر گئے تو یہ ایلاء شرعی ہے اور بعض فقہاء تابعین سے اس کی مثل منقول ہے اور اکثر فقہاء تابعین نے اس کا انکار کیا ہے اور امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ پھر امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور کی جو ایلاء کے باب میں ذکر کیا ہے، وہ امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کے قول کی موافقت کا تقاضا کرتا ہے، اور ان ائمہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ (البقرہ: ۲۲۶) "یعنی ترک جماع کی قسم کھانے والے چار ماہ تک اپنے آپ کو جماع سے روکیں" سے استدلال کیا ہے، انہوں نے اس کو ایلاء کی مدت پر محمول کیا ہے جو ایلاء کرنے والے کے لئے مقرر کی جاتی ہے، پس اگر اس مدت کے بعد اس نے جماع کر کے رجوع کر لیا تو فبہا ورنہ اس پر طلاق بائن لازم کر دی جائے گی۔

ایک ماہ تک ترک جماع کی قسم نہ ہونے کے متعلق متعدد روایات

اور امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ سے روایت کی ہے کہ جب کسی مرد نے یہ قسم کھائی کہ وہ

Marfat.com

اپنی بیوی سے جماع نہیں کرے گا خواہ اس نے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو، پس اگر چار ماہ گزر گئے تو اس پر ایلاء کا حکم لازم کر دیا جائے گا۔

اور امام سعید بن منصور متوفی ۲۲۷ھ نے حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ سے روایت کی ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی کے متعلق کہا: اللہ کی قسم! میں آج رات اس سے جماع نہیں کروں گا، پھر اس نے اپنی اس قسم کی وجہ سے چار ماہ تک اس سے جماع نہیں کیا تو یہ ایلاء شرعی ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے روایت کی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک سال یا دو سال تک ترک جماع کی قسم کھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے چار ماہ کی مدت مقرر کر دی، پس جس نے چار ماہ سے کم مدت تک ترکِ جماع کی قسم کھائی تو یہ ایلاء شرعی نہیں ہے، ایلاء لغوی ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۱-۴۹۳، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری پر یہ اعتراض کہ ایلاء کرنا تو حرام ہے، پھر امام بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایلاء کو اس باب میں کیوں ذکر کیا؟ اس اعتراض کا علامہ عینی حنفی کی طرف سے جواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، صحیح البخاری: ۵۲۸۹، کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ایلاء کرنا حرام ہے اور ایلاء کرنے والا گناہ گار ہوگا تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایلاء کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ایلاء کیا یعنی اپنی ازواج کے ساتھ جماع کو حرام کر دیا، پھر آپ نے اس حرام کو حلال کر دیا، پھر قسم کا کفارہ ادا کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۱۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۷۲)

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے شیخ زین الدین نے شرح ترمذی میں اس اشکال کا یہ جواب لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو حدیث عائشہ میں مذکور ہے کہ آپ نے جماع کو حرام کر دیا، اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے جماع نہ کرنے کی قسم کھائی کیونکہ کسی مباح کام کو حرام کرنا قسم ہے، پھر حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حرام کو حلال کیا یعنی آپ نے قسم سے رجوع کر کے اس کا کفارہ دیا، اور یہ ایلاء شرعی نہیں ہے جس کا البقرہ: ۲۲۶ میں ذکر ہے، بلکہ یہ ایلاء لغوی ہے اور امام بخاری نے جو اس حدیث کو باب الایلاء میں ذکر کیا ہے تو اس سے مراد بھی ایلاء لغوی ہے کیونکہ لغوی معنی شرعی معنی سے الگ نہیں ہوتا۔ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ایلاء کیا تھا وہ ایلاء لغوی تھا اور وہ گناہ نہیں ہے، گناہ تو ایلاء شرعی ہے)۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۹۳-۳۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ سلیم اللہ خان کی شرح پر مصنف کا تعاقب

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی لکھتے ہیں: البتہ سعید بن المسیب کے نزدیک یہ شرعی ایلاء ہے کیونکہ ان کے نزدیک شرعی ایلاء کے لیے چار ماہ کی قید نہیں ہے۔ (کشف الباری، کتاب الطلاق ص ۴۹۹، مکتبہ فاروقیہ کراچی ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے غلط لکھا ہے، در اصل یہ امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا مذہب ہے، انہوں نے کہا اگر کسی مرد نے یہ قسم کھائی کہ وہ ایک دن یا اس سے زیادہ تک جماع نہیں کرے گا حتیٰ کہ چار ماہ گزر گئے تو یہ ایلاء ہے اور بعض فقہاء تابعین نے بھی اس کی مثل کہا ہے اور اکثر فقہاء تابعین نے اس قول کا انکار کیا ہے۔ (سعیدی غفرلہ) (فتح الباری ج ۶ ص

Marfat.com

۴۹۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۲۹۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما كَانَ يَقُولُ فِي الْإِيلَاءِ الَّذِي سَمَّى اللهُ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدَ الْأَجَلِ إِلَّا أَنْ يُمْسِكَ بِالْمَعْرُوفِ أَوْ يَعْزِمَ بِالطَّلَاقِ كَمَا أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

(الموطا:۱۱۸۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس ایلاء کی تفسیر میں فرماتے تھے، جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے کہ اس مدت گزرنے کے بعد کسی مرد کے لئے یہ جائز نہیں ہے، مگر صرف یہ کہ یا تو وہ دستور کے مطابق اپنی بیوی کو رکھ لے یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

اس باب کی حدیث کے موافق چار ماہ کے بعد بھی رجوع کی گنجائش اور اس حدیث سے فقہاء احناف کا رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمہور کا قول یہ ہے کہ جب چار ماہ کی مدت گزر جائے تو قسم کھانے والے کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ اپنی قسم سے رجوع کر لے اور یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر مرد نے چار ماہ کی مدت گزرنے سے پہلے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر کے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا تو اس کی بیوی بہ دستور اس کے نکاح میں، رہے گی اور اگر چار ماہ کی مدت گزر گئی تو مدت گزرتے ہی اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ اس مدت کے گزرنے کے بعد عورت کو مزید روکنا مشروع نہیں ہے جیسا کہ عدت میں ہوتا ہے اور اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ ظاہر قرآن میں ایلاء کے بعد چار ماہ تک اپنے آپ کو روکنے کا حکم ہے یا اس ایلاء سے رجوع کرنے کا ذکر ہے اور فقہاء احناف نے جو چار ماہ ٹھہرنے کی مدت کو عدت پر قیاس کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ عدت مطلقہ کے لئے مشروع کی گئی ہے یا بیوہ کے لئے، اور دوسرا یہ کہ عدت اس لئے مقرر کی گئی ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ رحم نطفہ سے بری ہوا ہے یا نہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور دوسری معتبر سند کے ساتھ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ سے روایت کی ہے کہ اگر چار ماہ کی مدت گزر گئی اور مرد نے اپنی قسم سے رجوع نہیں کیا تو اس کی بیوی پر طلاقِ بائنہ واقع ہو جائے گی اور دوسری سندِ حسن کے ساتھ حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما متوفی ۴۵ھ سے اس کی مثل روایت کی ہے اور تابعین مثلاً ابن الحنفیہ اور قبیصہ بن ذویب اور عطاء اور حسن بصری اور ابن سیرین سے بھی اس کی مثل مروی ہے، اور سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، ربیعہ، مکحول اور زہری متوفی ۱۵۲ھ اور الاوزاعی سے روایت ہے کہ اس صورت میں طلاقِ رجعی ہو گی۔

امام سعید بن منصور متوفی ۲۲۷ھ نے حضرت جابر بن زید سے روایت کی ہے کہ جب ایک مرد نے ایلاء کیا، پھر چار ماہ گزر گئے تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اس کی کوئی عدت نہیں ہے، اور اسماعیل القاضی نے احکام القرآن میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے اس کی مثل روایت ہے۔

امام سعید بن منصور خراسانی متوفی ۲۲۷ھ نے مسروق سے روایت کی ہے کہ جب چار ماہ گزر گئے تو عورت پر طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی، اور وہ عورت تین حیض عدت گزارے گی، اور اسماعیل نے دوسری سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے سند صحیح کے ساتھ ابو قلابہ سے روایت کی ہے کہ حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما متوفی ۶۴ھ نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ نے فرمایا: جب چار ماہ گزر جائیں گے تو تمہاری بیوی ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۲، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد قسم سے رجوع کرنے کا عدم جواز اور فقہاء احناف کے مذہب کی تائید میں احادیث

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور فقہاء کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب چار ماہ کی مدت گزر جائے تو ایلاء کرنے والے کو اختیار دیا جاتا ہے یا تو وہ اپنی قسم سے رجوع کر لے یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور ہمارے اصحاب احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر ایلاء کرنے والے نے چار ماہ کی مدت گزرنے سے پہلے اپنی قسم سے رجوع کر لیا تو اس کی بیوی بہ دستور اس کے نکاح میں رہے گی اور اگر چار ماہ کی مدت گزر گئی تو اس مدت کے گزرتے ہی اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، اور ہمارا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

امام عبد الرزاق الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ از معمر از عطاء الخراسانی از ابو سلمہ بن عبد الرحمن روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ دونوں ایلاء کے متعلق کہتے تھے کہ جب چار ماہ کی عدت گزر جائے گی تو اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہو جائے گی اور اسے اس کے نفس پر اختیار دیا جائے گا اور وہ مطلقہ کی عدت گزارے گی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۱۶۸۲، مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۴۵۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام عبد الرزاق نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از قتادہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ ان سب نے کہا ہے کہ جب چار ماہ کی عدت گزر جائے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے اور وہ مطلقہ کی عدت گزارے گی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۱۶۸۵، ۱۱۶۸۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس کے خلاف حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کی یہ روایت ہے:

امام مالک از جعفر بن محمد از والد خود از حضرت مولیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: وہ فرماتے تھے: جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، پس اگر چار ماہ گزر گئے تو توقف کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے یا اپنی قسم سے رجوع کر لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۵۵۳، ۱۸۵۵۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ نے بھی اس باب کی حدیث کے خلاف حدیث روایت کی ہے جو کہ درج

Marfat.com

ذیل ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از حبیب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم ان دونوں نے کہا کہ جب کسی مرد نے ایلاء کیا اور اپنی قسم سے رجوع نہیں کیا حتیٰ کہ چار ماہ گزر گئے تو اس کی بیوی پر طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۸۵۳۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)، (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مصنف کا امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ کے مذہب کو دلائل سے راجح قرار دینا

میں کہتا ہوں: امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اس باب میں جو حدیث روایت کی ہے اس سے یہ ثابت ہے کہ چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد بھی ایلاء کرنے والا اپنی قسم سے رجوع کر سکتا ہے، اور یہی امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا مذہب ہے جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بیان کیا ہے، اور امام عبد الرزاق نے جو متعدد صحابہ کرام سے روایات کی ہیں اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت کی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ چار ماہ مدت گزرنے کے بعد لامحالہ طلاق واقع ہو جائے گی اور رجوع کرنے کی گنجائش صرف چار ماہ سے پہلے ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۰ھ کا مذہب ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ ایک روایت سے کسی کام کی اباحت ثابت ہو اور دوسری روایت سے اس کام کی تحریم ثابت ہو تو تحریم کی روایت کو اباحت کی روایت پر ترجیح دی جاتی ہے، سو امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے اباحت کی روایت پر عمل کیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریم کی روایت پر عمل کیا ہے اور اصول اور قاعدہ کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو ترجیح ہے۔

امام بخاری کی پہلی تعلیق

۵۲۹۱۔ وَقَالَ لِي إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ يُوقَفُ حَتَّى يُطَلِّقَ وَلَا يَقَعُ عَلَيْهِ الطَّلَاقُ حَتَّى يُطَلِّقَ۔

اور مجھ سے اسماعیل نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے فرمایا: جب چار ماہ گزر جائیں تو توقف کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ خود طلاق دے دے۔ اور اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ طلاق دے۔

امام بخاری کی دوسری تعلیق

وَيُذْكَرُ ذَلِكَ عَنْ عُثْمَانَ

یہ قول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(مسند الشافعی:۱۲۲۲، مصنف عبد الرزاق:۱۱۶۶۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۲۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۷۷)

امام بخاری کی تیسری تعلیق

وَعَلِيٍّ

یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(موطا امام مالک ج ۲ الرقم المسلسل:۱۵۵۶، مسند الشافعی:۱۲۲۰، مصنف عبد الرزاق:۱۱۶۵۷، سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۳۱، مسند ابن الجعد: ۲۴۶۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۲۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۷۷)

امام بخاری کی چوتھی تعلیق

وَأَبِي الدَّرْدَاءِ — یہ قول حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۵۸، سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۳۲، تفسیر ابن جریر ج ۲ ص ۴۴۰، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۷۸)

امام بخاری کی پانچویں تعلیق

وَعَائِشَةَ — یہ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۵۸، سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۳۲)

امام بخاری کی چھٹی تعلیق

وَاثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم — یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ (۱۲) اصحاب سے مروی ہے۔

(التاریخ الکبیر للبخاری ج ۲ ص ۱۶۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۷۶)

مذکور الصدر فقہاء کے قول کی ترجیح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ پہلی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی الاسماعیلی نے از معن بن عیسیٰ از امام مالک روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ جس مرد نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا، پس جب چار ماہ گزر جائیں تو توقف کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ طلاق دیں یا اپنی قسم سے رجوع کرلیں اور اس پر طلاق واقع نہیں کی جائے گی، اسی طرح امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ سے روایت کی ہے اور یہ البقرہ: ۲۲۶ کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کی تفسیر ہے اور صحابہ کی تفسیر حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ اسی طرح امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے لکھا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ صحابہ کا قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے، لہٰذا اس تعلیق سے ان فقہاء کے قول کی ترجیح ہوگی جنہوں نے کہا ہے کہ ایلاء میں چار ماہ کے بعد توقف کیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ کی تعلیق پر علامہ عینی حنفی کا تبصرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۲ھ ان تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جب ایلاء کرنے والا چار ماہ کی عدت پوری ہونے کے بعد از خود طلاق نہ دے اور قسم سے رجوع بھی نہ کرے تو اس کو قید کرلیا جائے گا حتیٰ کہ وہ خود طلاق دے۔

امام بخاری نے صیغہ تمریض کے ساتھ لکھا ہے "وَيُذْكَرُ" یعنی حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابوالدرداء، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور بارہ (۱۲) اصحاب سے یہ قول نقل کیا جاتا ہے اور یہ صیغہ مجہول ہے اور صیغہ مجہول سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف جو روایت منسوب ہے اس کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ از طاؤس از عثمان روایت کیا ہے، امام ابوحاتم رازی نے کہا کہ طاؤس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا تھا۔

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ سے اس قول کے خلاف مروی ہے اور ہم نے اس کا

Marfat.com

ذکر بھی امام عبدالرزاق کے حوالہ سے کیا ہے۔
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ دونوں ایلاء کے متعلق کہتے تھے کہ جب چار ماہ کی مدت گزر جائے گی تو اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہو جائے گی اور اسے اس کے نفس پر اختیار دیا جائے گا اور وہ مطلقہ کی عدت گزارے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۸۲، مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۴۵۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)
اور امام ابوحاتم رازی نے جو کہا ہے کہ طاؤس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس قول کو سنا بھی ہو۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کی تعلیق پر علامہ عینی حنفی کا تبصرہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کی اس تعلیق کی بھی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ امام عبدالرزاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف روایت کی ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ ان سب نے کہا ہے کہ جب چار ماہ کی مدت گزر جائے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے اور مطلقہ کی عدت گزارے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۸۵، ۱۱۶۸۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ کی تعلیق پر علامہ عینی کا تبصرہ

اس تعلیق کی بھی امام ابن ابی شیبہ نے از سعید بن المسیب روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ چار ماہ گزرنے کے بعد ایلاء میں توقف کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ طلاق دے یا اپنی قسم سے رجوع کر لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۵۶۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)
علامہ عینی فرماتے ہیں: سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ کا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ سے سماع ثابت نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ کی تعلیق پر علامہ عینی کا تبصرہ

اس روایت کی سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایلاء کا اعتبار نہیں فرماتی تھیں حتیٰ کہ اس میں توقف کیا جائے۔

بارہ (۱۲) اصحاب کی تعلیق پر علامہ عینی حنفی کا تبصرہ

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اپنی سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ صحابہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ ایلاء طلاق نہیں ہے حتیٰ کہ توقف کیا جائے اور امام شافعی نے بھی اپنی مسند میں اس سند کے ساتھ روایت کی ہے اور اس میں کہا کہ دس (۱۰) سے زیادہ اصحاب نے کہا۔
اور اسماعیل قاضی نے اپنی سند کے ساتھ سلیمان بن یسار سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دس (۱۰) سے زائد مردوں سے سنا وہ کہتے تھے کہ ایلاء طلاق نہیں ہے حتیٰ کہ توقف کیا جائے۔
امام الدارقطنی متوفی ۲۸۵ھ نے اپنی سند کے ساتھ ابوصالح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے صحابہ میں سے بارہ

مردوں کو پایا ان سے اس مرد کے متعلق پوچھا گیا جس نے ایلاء کیا تھا تو انہوں نے کہا کہ اس کا ایلاء لغو ہے، حتیٰ کہ چار ماہ گزر جائیں پھر توقف کیا جائے، پس اگر اس نے رجوع کر لیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (سنن الدارقطنی ج ۴ ص ۲۰۲، دار المعرفہ بیروت)

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں: مُعیّن صحابہ کی جماعت سے اس قول کے خلاف ثابت ہے اور یہ ان بارہ (۱۲) صحابہ کے اجمالاً ذکر سے زیادہ قوی ہے اور ان صحابہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ، حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ شامل ہیں اور ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سوا ان تمام صحابہ کی روایات کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۶۸۲، میں ہے اور حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایت بھی مصنف عبد الرزاق: ۱۱۶۸۵، ۱۱۶۸۹، میں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۵۳۹، میں ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۶۸۲ میں ہے، اور رہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ تو ان کے قول کی روایت ہم اب ذکر کر رہے ہیں:

امام دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ سعید بن المسیب اور ابوبکر بن عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جب چار ماہ کی مدت گزر جائے تو عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۹۵-۳۹۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کی تعلیقات اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: علامہ عینی حنفی نے امام بخاری کی ان تمام تعلیقات کو رد کر دیا ہے جن کو انہوں نے اس بات کے ثبوت میں پیش کیا تھا کہ ایلاء میں مدت گزرنے کے بعد عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی، اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی اس شرح کا بھی رد ہو گیا جس میں انہوں نے کہا کہ ان تعلیقات سے ان فقہاء کے قول کی ترجیح ہوتی ہے کہ جنہوں نے کہا کہ ایلاء کی مدت گزرنے کے بعد توقف کیا جائے گا اور عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

دراصل ان سب لوگوں نے تعصب کی بناء پر امام ابو حنیفہ کی مخالفت کی ہے اور علامہ عینی نے ان سب کا رد کر دیا ہے۔

۲۲۔ بَابُ: حُكْمِ الْمَفْقُودِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ جس عورت کا خاوند لاپتا ہو اور اس کی کوئی خبر معلوم نہ ہو تو اس کی بیوی اور اس کے مال کا شرعی حکم کیا ہے؟

علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں امام بخاری نے اس عورت کا شرعی حکم بیان کیا ہے جس کا شوہر ''مفقود الخبر'' ہو، یعنی لاپتا ہو اور اس کی کوئی خبر نہ ہو، اس مسئلہ کا ''ابواب الطلاق'' سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس کو یہاں پر تبعاً ذکر کیا ہے، پھر امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں ''مفقود الخبر'' کی بیوی کا شرعی حکم بیان نہیں کیا کیونکہ امام بخاری کی عادت ہے کہ وہ عنوان کے حکم کو مذکور احادیث اور آثار کی طرف مُفوض کر دیتے ہیں، سو یہاں پر بھی امام بخاری نے اسی طرح بیان کیا ہے، امام بخاری نے اس باب میں چار (۴)

Marfat.com

تعلیقات کو ذکر کیا ہے اور ایک (۱) حدیث کی روایت کی ہے۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ إِذَا فُقِدَ فِي الصَّفِّ عِنْدَ الْقِتَالِ تَرَبَّصُ امْرَأَتُهُ سَنَةً۔

اور ابن المسیب متوفی ۹۰ھ نے کہا: جب کوئی مرد میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے کسی صف میں گم ہو جائے تو اس کی بیوی ایک سال تک اپنے نکاح میں ٹھہری رہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے ابن المسیب کا مکمل قول ذکر نہیں کیا، ان کا مکمل قول حسب ذیل ہے:

امام عبد الرزاق از ثوری از داؤد از ابن المسیب روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ جب کوئی مرد قتال کی صف میں گم ہو جائے تو اس کی بیوی ایک سال تک انتظار کرے اور جب اس کا مرد قتال کی صف کے علاوہ مفقود الخبر ہو جائے تو پھر اس کی بیوی چار سال تک اس کے نکاح میں ٹھہری رہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۲۳۴۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ، مصنف عبد الرزاق ج ۷ ص ۸۸، مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

امام بخاری کی پہلی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور مفقود الخبر کے متعلق امام مالک کا مذہب

امام عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ نے اس اثر کو امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ کی بہ نسبت زیادہ مکمل بیان کیا ہے، سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ نے کہا کہ جب کوئی مرد قتال کی صف میں گم ہو جائے تو اس کی بیوی ایک سال تک اس کے نکاح میں ٹھہرے اور جب اس کے علاوہ مفقود الخبر ہو تو وہ چار سال تک اس کے نکاح میں ٹھہرے اور سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ کے قول کے مطابق امام مالک کا مذہب ہے لیکن انہوں نے تفصیل کی کہ وہ دار الحرب کے قتال میں مفقود الخبر ہو یا دار الاسلام کے قتال میں مفقود الخبر ہو۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی اور مفقود الخبر کے متعلق مذاہب فقہاء

یعنی اس کی بیوی ایک سال کی مدت تک اس کا انتظار کرے اور اشہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اس کی بیوی کے لیے ایک سال کی مدت مقرر کی جائے گی خواہ اس کا خاوند مسلمانوں کے خلاف لڑتے ہوئے صف میں گم ہوا ہو یا مشرکین کے خلاف صف میں لڑتے ہوئے گم ہوا ہو۔

اور عیسیٰ نے از ابن القاسم از امام مالک روایت کی ہے کہ جب کوئی مرد میدان جنگ میں مفقود الخبر ہو جائے یا مسلمانوں کی آپس کی جنگ میں مفقود الخبر ہو جائے تو اس کا اتنی دیر انتظار کیا جائے جتنی مدت میں ایک لشکر شکست کھا جائے، پھر اس کی بیوی عدت گزارے گی اور اس کا مال تقسیم کر دیا جائے گا۔

اور ابن القاسم نے از امام مالک متوفی ۱۷۹ھ روایت کی ہے کہ جو مرد مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں میں مفقود الخبر ہو جائے تو اس کی بیوی ایک سال تک انتظار کرے پھر وہ عقد ثانی کر لے۔

اور فقہاء احناف کثر ہم اللہ نے کہا ہے کہ جو مرد قتال کی دو صفوں کے درمیان گم ہو جائے اس کا وہی حکم ہے جو مفقود الخبر کا حکم ہے اور ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ اس کے مال کو تقسیم نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ اس کے گم

ہونے کے بعد اتنی مدت گزر جائے جتنی مدت میں اس مرد کی مثل کوئی زندہ نہ رہا ہو اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ اس کے مال کو تقسیم نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ اس مرد کی موت کا یقین ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۹۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور میں امام بخاری کی دوسری تعلیق

وَاشْتَرَى ابْنُ مَسْعُودٍ جَارِيَةً وَالْتَمَسَ صَاحِبَهَا سَنَةً فَلَمْ يَجِدْهُ وَفُقِدَ فَأَخَذَ يُعْطِي الدِّرْهَمَ وَالدِّرْهَمَيْنِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَنْ فُلَانٍ فَإِنْ أَتَى فُلَانٌ فَلِي وَعَلَيَّ وَقَالَ هٰكَذَا فَافْعَلُوا بِاللُّقَطَةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ نے ایک باندی کو خریدا اور اس کے مالک کو ایک سال تک تلاش کیا، پس اس کے مالک کو نہ پایا اور وہ مفقود الخبر ہو گیا تو وہ اس کے مالک کی طرف سے ایک ایک درہم اور دو دو درہم صدقہ کرتے رہے اور یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! یہ فلاں کی طرف سے قبول فرما "وعلیّ" (جو مجھ پر ہے) اور انہوں نے کہا کہ لقطہ کے متعلق بھی اسی طرح کیا کرو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح کہا۔

میں کہتا ہوں کہ لقطہ کے متعلق درج ذیل حدیث ہے:

حضرت زید بن خالد الجہنی المتوفی ۶۸ھ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لقطہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: "تم ایک سال تک اس کا اعلان کرو، پھر اس ظرف اور اس کے مادہ کو یاد رکھو، پھر تم اس کو اپنے اوپر خرچ کر لو، پس اگر اس کا مالک آ جائے تو وہ اس کی طرف ادا کر دو"۔

(صحیح البخاری: ۲۴۲۹، صحیح مسلم: ۱۷۲۲، سنن ابوداؤد: ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۸، سنن ترمذی: ۱۳۷۲، سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۴، مسند احمد: ۱۷۰۴۹)

امام بخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور ان کا مفقود الخبر کو لقطہ پر قیاس کرنا

اس حدیث کو امام سعید بن منصور الخراسانی المتوفی ۲۲۷ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ نے ایک باندی سات سو (۷۰۰) درہم میں خریدی، پھر اس کا مالک غائب ہو گیا یا اس نے اس باندی کو چھوڑ دیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک سال تک یہ اعلان کیا کہ اس کا مالک آ کر اپنے سات سو (۷۰۰) درہم لے لے مگر وہ نہیں آیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے دروازے پر مسکینوں کو وہ درہم دیتے رہے اور یہ کہتے تھے کہ اے اللہ! یہ درہم اس باندی کے مالک کی طرف سے ہیں، پھر اگر وہ آ گیا تو مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کو اس باندی کی قیمت ادا کروں گا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لقطہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے گا، امام طبرانی نے بھی اس قصہ کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۴، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے حضرت ابن مسعود کے اس قصہ کی پوری سند بیان کی ہے۔

(تغلیق التعلیق ج ۴ ص ۴۶۹، مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۲۰ھ)

Marfat.com

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر کی تحقیق از مصنف

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ اس طرح روایت کی ہے:

ابووائل شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ نے ایک باندی چھ سو (۶۰۰) یا نوسو (۹۰۰) درہم میں خریدی، پھر ایک سال تک اس کے مالک کا انتظار کرتے رہے، سو اس کو نہ پایا پھر وہ اس کی قیمت کو لے کر اپنے دروازے پر آئے اور اس کے مالک کی طرف سے ایک ایک درہم اور دو دو درہم صدقہ کرتے رہے، پھر اگر اس کا مالک آ گیا تو وہ اس کو اختیار دیتے، اگر وہ چاہتا تو اس کو اس کی قیمت دے دیتے ورنہ اس صدقہ کے اجر کو اختیار کرتے تھے، ابن مسعود نے فرمایا: لُقطہ کے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ کیا کرو۔ (المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث:۹۷۲۱، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس حدیث کی امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے المعجم الکبیر میں روایت کی ہے، اور اس حدیث کی سند کے ایک راوی عامر بن شقیق ہیں، امام ابن حبان اور امام نسائی نے اس کی توثیق کی ہے اور ابن معین وغیرہ نے ان کو ضعیف کہا ہے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۴ ص ۱۶۸، دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

نیز اس حدیث کی امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق:۱۹۳۱۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۳۸-۱۳۹، مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ) نیز یہ حدیث مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۳-۱۸۰ میں بھی مذکور ہے، اور سنن ابوداؤد:۱۷۰۷، سنن نسائی:۵۲۲۶، المستدرک ج ۴ ص ۳۸۱، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کو سنن سعید بن منصور کے حوالہ سے لکھا ہے لیکن سنن سعید بن منصور میں ہمیں یہ روایت نہیں ملی۔

امام بخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی

اس تعلیق کی سفیان بن عیینہ نے اپنی جامع میں سند موصول سے روایت کی ہے، نیز امام سعید بن منصور خراسانی متوفی ۲۲۷ھ نے بھی سند جید کے ساتھ اس کی روایت کی ہے اور امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے بھی سند صحیح کے ساتھ شقیق بن ابی وائل سے روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اس باندی کے مالک کو تلاش کرتے رہے تاکہ اس باندی کی قیمت اسے ادا کریں تو وہ مالک نہیں ملا، پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود اس باندی کی قیمت میں سے ایک ایک درہم اور دو دو درہم صدقہ کرتے رہے اور وہ کہتے تھے کہ اگر اس کا مالک صدقہ کرنے کے بعد آ گیا اور اس نے اس باندی کی قیمت کو طلب کیا تو وہ اس کو ادا کردیں گے اور حضرت عبداللہ بن مسعود یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! فلاں کی طرف سے یعنی اس باندی کے مالک کی طرف سے اس کو قبول فرما، پس اگر وہ آ گیا تو انہوں نے کہا ''فلی وعلی'' یعنی اس صدقہ کا ثواب میرے لئے ہوگا اور اس کی قیمت کا تاوان میں اس کے مالک کو ادا کردوں گا، یعنی جب وہ میرے صدقہ کرنے کے بعد آ گیا اور اس نے اپنی باندی کی قیمت کو طلب کیا تو میں اس کی قیمت کو ادا کردوں گا۔

Marfat.com

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ اگر اس باندی کا مالک انکار کرے تو ثواب اور عذاب دونوں میرے ساتھ متلبس ہوں گے یا ثواب میرے لئے ہوگا یا مجھ پر اس کی قیمت کا قرض ہوگا۔

(الکواکب الدراری، ج ۱۸ ص ۲۰۸، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لقطہ کے ساتھ بھی اسی طرح معاملہ کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۹۶-۳۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی سے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے کہ ''لقطہ میں بھی اسی طرح کا معاملہ کرو'' اس قول سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ اشارہ کیا کہ ان کے اس فعل سے لقطہ کا حکم معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو جو کوئی گری پڑی چیز مل جائے وہ اس کا ایک سال تک اعلان کرے اور وہ ایک سال کے بعد اس چیز میں تصرف کرے، پھر اگر اس کا مالک آ جائے تو وہ اس تاوان میں اس جیسی چیز کو یا اس کی قیمت کو دے دے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اس نے اس چیز میں جو تصرف کیا ہے اس کو صدقہ کر دے، پھر اگر اس کا مالک آ کر اس صدقہ کو جائز قرار دے دے تو اس کے مالک کو اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ اس کو جائز قرار نہ دے تو صدقہ کرنے والے کو اس کا اجر ملے گا اور وہ مالک کو اس چیز کا تاوان ادا کرے گا۔ اور اسی کی طرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے: فلی وعلی، یعنی وہ چیز میرے لئے ہوگی یا اس کا تاوان مجھ پر ہوگا یعنی اس چیز کا ثواب میرے لئے ہوگا یا اس کی قیمت کا تاوان مجھ پر ہوگا اور بعض شارحین اس نکتہ سے غافل رہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول فلی وعلی، کا یہ معنی ہے پس انہوں نے کہا: میرے لئے اس کا ثواب ہے یا مجھ پر اس کا عذاب ہے، یعنی اس کا ثواب اور عذاب ان کے اپنے کسب سے ہے اور جو میں نے بیان کیا ہے وہ اولیٰ ہے کیونکہ ابن عیینہ نے اس حدیث کی تفسیر میں اسی طرح کہا ہے اور باب کی روایت میں انہوں نے کہا ہے کہ ''فَلِی'' کا معنی ہے کہ اس صدقہ کا ثواب میرے لئے ہے اور انہوں نے اس کو حذف کر دیا کیونکہ یہ سب کو معلوم ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی کا اعتراض

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: غافل ابن حجر ہیں نہ کہ علامہ کرمانی، کیونکہ علامہ کرمانی نے جو تفسیر کی ہے وہ ابن عیینہ کی تفسیر کے مخالف نہیں ہے بلکہ ابن حجر کی تفسیر سے زیادہ دقیق ہے جو غور و فکر اور تامل سے معلوم ہوتی ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: اس طرح ''لقطہ کے ساتھ معاملہ کرو'' اور لقطہ کا حکم اپنے مقام پر فروع میں مذکور ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے کہا: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فعل سے لقطہ کا حکم معلوم ہوگیا کہ کسی کو جب کوئی گری پڑی چیز مل جائے تو وہ ایک سال تک اس کا اعلان کرے اور اس میں تصرف کرے پھر اگر اس کا مالک آ جائے تو وہ اس چیز کا تاوان ادا کرے، پس

Marfat.com

حضرت ابن مسعود نے اس سے یہ مستنبط کیا کہ اس کا یہ تصرف کرنا صدقہ ہے، اگر بعد میں اس کے مالک نے اس تصرف کو جائز قرار دیا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اگر اس کے مالک نے جائز قرار نہ دیا تو اس کا اجر صدقہ کرنے والے کے لئے ہوگا اور اس پر لازم ہوگا کہ اس کی قیمت بہ طور تاوان اس کے مالک کو ادا کرے اور اسی کی طرف حضرت ابن مسعود نے اپنے قول ''فلی وعلی'' سے اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٤٩٣، دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: کیونکہ لقطہ کا حکم ان کو معلوم تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قصہ ان کو معلوم نہیں تھا اس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لقطہ کے ساتھ بھی اسی کی مثل کرو، یعنی میرے اس معاملہ کی مثل جب تمہارے ساتھ پیش آئے تو تم اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرو جو تم لقطہ میں کرتے ہو، یعنی ایک سال تک اس چیز کا اعلان کرو اور پھر اس میں تصرف کرو جس طرح لقطہ کے باب میں کتب فقہ میں لکھا ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ٢٩٧، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا جواب اور مصنف کا محاکمہ

حافظ ابن حجر نے اس بحث میں اپنی اور علامہ عینی کی عبارت نقل کی ہے اور علامہ عینی کے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں لکھا کہ غفلت علامہ کرمانی سے نہیں ہوئی بلکہ حافظ ابن حجر سے ہوئی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر اس بحث میں لا جواب ہو گئے ہیں۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ٢ ص ٣٠٨، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤١٨ھ)

باب مذکور میں امام بخاری کی تیسری تعلیق

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْأَسِيرِ يُعْلَمُ مَكَانُهُ لَا تَتَزَوَّجُ امْرَأَتُهُ وَلَا يُقْسَمُ مَالُهُ فَإِذَا انْقَطَعَ خَبَرُهُ فَسُنَّتُهُ سُنَّةُ الْمَفْقُودِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ٦ ص ٤٤٨)

اور الزہری (المتوفی ١٥٢ھ) نے اس قیدی کے متعلق کہا جس کی (قید کی) جگہ معلوم ہو: اس کی بیوی نکاح نہ کرے، نہ اس کا مال تقسیم کیا جائے، پس جب اس کی خبر منقطع ہو جائے تو اس کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو مفقود الخبر کے معاملہ میں کیا جاتا ہے۔

امام بخاری کی تیسری تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی اور مفقود الخبر کی بیوی کے انتظار کی مدت میں صحابہ اور فقہاء کے متعدد اقوال اور اس کے متعلق احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی متوفی ٢٣٥ھ نے اس اثر کو سند موصول کے ساتھ اوزاعی سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: میں نے ابن شہاب زہری متوفی ١٥٢ھ سے اس قیدی کے متعلق سوال کیا جو دشمن کی زمین میں ہو کہ اس کی بیوی کب نکاح کرے گی؟ تو انہوں نے جواب دیا: جب تک یہ معلوم ہو کہ وہ قیدی زندہ ہے تو اس کی بیوی نکاح نہیں کرے گی۔

پھر ابن شہاب زہری نے دوسری سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ قیدی کے مال اور اس کی بیوی کے متعلق توقف کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ دار الاسلام میں واپس آ جائیں یا مر جائیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٨٨١٨، ١٨٨١٧، ١٨٨١٢، ج ٦ ص ٤٥١-٤٥٢، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٦ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ١٩٩، ٣٣٤٩٨، ٣٣٤٩٨، ج ١٧ ص ٤٦١، المجلس العلمی بیروت، ١٤٢٧ھ)

رہا الزہری کا یہ قول کہ اس قیدی کے ساتھ مفقود الخبر کا معاملہ کیا جائے گا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق الزہری کا یہ مذہب ہے کہ وہ چار سال تک انتظار کرے گی اور امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ اور امام سعید بن منصور خراسانی متوفی ۲۲۷ھ اور امام ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اپنی اپنی اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، ان روایات میں سے امام عبد الرزاق نے الزہری از سعید بن المسیب روایت کی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اسی طرح فیصلہ کیا۔

اور امام سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ ان دونوں نے کہا کہ مفقود الخبر کی بیوی چار سال تک انتظار کرے۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ سے بھی اسی طرح ثابت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ فقہاء تابعین کی ایک جماعت مثلاً ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ، الزہری متوفی ۱۵۲ھ، مکحول اور الشعبی اور ان میں سے اکثر اس پر متفق ہیں کہ انتظار کرنے کی مدت اس وقت شروع ہوگی جب وہ عورت اپنا مقدمہ حاکم کے پاس پیش کرے گی اور اس پر متفق ہیں کہ وہ عورت چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد عدت وفات گزارے گی، نیز ان کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر اس نے چار ماہ کے گزرنے اور عدت وفات گزرنے کے بعد نکاح کر لیا پھر اس کا پہلا خاوند واپس آ گیا تو پھر اس کو اختیار دیا جائے گا کہ یا تو اپنی بیوی کو واپس لے لے یا اس کو دیا ہوا مہر واپس لے لے اور ان میں سے اکثر نے یہ کہا ہے کہ جب پہلا خاوند مہر کو اختیار کرے تو اس کا دوسرا خاوند اس مہر کا تاوان ادا کرے۔

اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے یہ فرق کیا ہے کہ جو مسلمان دار الحرب میں مفقود ہو جائے تو اس کی بیوی چار سال کی عدت گزارے گی اور جو شخص دار الحرب کے علاوہ کسی اور جگہ مفقود ہو جائے تو اس کی بیوی چار سال (۴) تک انتظار کی مدت نہیں گزارے گی بلکہ وہ اپنے شوہر کی عمر کا انتظار کرے گی حتیٰ کہ اس کو ظن غالب ہو جائے کہ اتنی مدت سے زیادہ وہ زندہ نہیں رہے گا۔

اور امام احمد متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ نے کہا ہے کہ جو مرد اپنی بیوی سے غائب ہو اور اس کی خبر معلوم نہ ہو تو اس کی بیوی کے انتظار کی کوئی مدت نہیں ہے، مدت صرف اس کیلئے مقرر کی جاتی ہے جو دار الحرب میں مفقود الخبر ہو یا سمندری سفر میں مفقود الخبر ہو یا اس کی مثل میں مفقود الخبر ہو۔

اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ نے کہا ہے: جب کسی عورت کا خاوند مفقود الخبر ہو جائے تو وہ نکاح نہ کرے حتیٰ کہ اس کا خاوند آ جائے یا مر جائے؛ اس حدیث کی امام ابو عبید ھروی متوفی ۲۲۴ھ نے کتاب النکاح میں روایت کی ہے۔

امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی متوفی ۲۱۱ھ نے کہا: مجھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ سے یہ خبر پہنچی ہے کہ انہوں نے مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی موافقت کی ہے کہ اس کی بیوی ہمیشہ انتظار کرے گی اور امام ابو عبید الہروی المتوفی ۲۲۴ھ نے بھی سند حسن کے ساتھ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اگر اس کی بیوی نے نکاح کر لیا تو وہ پہلے خاوند کی بیوی قرار پائے گی خواہ دوسرے خاوند نے اس کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو، اور امام سعید بن منصور الخراسانی المتوفی ۲۲۷ھ نے روایت کی ہے کہ جب مفقود الخبر کی بیوی نے نکاح کر لیا اور اس کا پہلا خاوند آ گیا تو اس عورت اور اس کے دوسرے خاوند کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور وہ اس کی عدت گزارے گی، پس اگر پہلا خاوند مر گیا تو اس کی عدت بھی گزارے گی اور اس کی وارثہ ہوگی۔

Marfat.com

اور ابراہیم النخعی کی سند سے روایت کی ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی نکاح نہ کرے حتیٰ کہ اس کے خاوند کا معاملہ منکشف ہو جائے اور فقہاء احناف اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ ھ کا اور بعض محدثین کا یہی قول ہے۔ اور علامہ ابراہیم بن المنذر متوفی ۳۱۸ ھ کا بھی یہی مختار ہے، کیونکہ پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ واللہ اعلم (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۴-۴۹۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

امام بخاری کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی

امام مالک کے نزدیک مفقود الخبر کی بیوی دوسرے نکاح کیلئے چار سال تک انتظار کرے گی اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک مفقود الخبر کی بیوی اس وقت تک انتظار کرے گی جب تک اس کے خاوند کی موت کا یقین نہ ہو جائے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق امام زہری متوفی ۱۵۲ ھ کا قول یہ ہے کہ وہ چار سال تک انتظار کرے گی اور علامہ ابراہیم بن المنذر المتوفی ۳۱۸ ھ نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ قیدی کی بیوی نکاح نہیں کرے گی حتیٰ کہ اس کے خاوند کی موت کا یقین ہو جائے جب تک کہ وہ اسلام پر قائم ہو، اور یہی ابراہیم النخعی، الزہری، مکحول اور یحییٰ الانصاری کا قول ہے اور یہی امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ ھ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ ھ اور امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ ھ اور ابوثور اور امام ابوعبید الہروی المتوفی ۲۲۴ ھ کا قول ہے اور یہی ہمارا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

مفقود الخبر کی بیوی کے انتظار کی مدت میں فقہاء کا اختلاف اور ان کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ ان تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہاء کا مفقود الخبر کے متعلق اختلاف ہے، جب اس کی جگہ معلوم نہ ہو اور اس کی خبر معلوم نہ ہو تو فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ جب کوئی اپنے گھر سے نکل جائے اور اس کی خبر معلوم نہ ہو تو اس کی بیوی کبھی بھی نکاح نہیں کرے گی اور مفقود الخبر اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی حتیٰ کہ اس کی موت کا یقین ہو جائے اور اس کی عمر کے تمام لوگ مر جائیں اور جو اس کی بیوی کا حکم ہے وہی اس کے مال کا حکم ہے، حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ ھ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ ھ کا یہی مذہب ہے اور امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے کہ جو اپنے اہل اور مال میں مفقود ہو اور اس باب میں اللقطہ اور گمشدہ کی حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس سے وجہ استدلال یہ ہے کہ جب کوئی گم شدہ چیز پائی جائے اور اس کے مالک کا علم نہ ہو تو وہ گم شدہ چیز مفقود الخبر کے حکم میں ہے، کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ وہ کون ہے، وہ کہاں ہے، اور اس کی جگہ اور ملکیت سے ناواقفیت اور جہالت قائم رہتی ہے اور وہ چیز اس کے حق میں محبوس رہتی ہے، پس اسی طرح واجب ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق اس کے خاوند کی ملکیت قائم رہے اور اس کی بیوی کے لئے کسی دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہ ہو حتیٰ کہ اس کی موت کا یقین ہو جائے یا اس کی عمر کے سب لوگ مر جائیں اور اس کی بیوی کا اپنے شوہر سے نکاح کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور اس کا کسی اور سے نکاح کرنا اس وقت تک جائز نہ ہوگا جب تک کہ ایسے ہی دلائل سے اس کا جواز ثابت نہ ہو جائے۔

Marfat.com

ان فقہاء کے دلائل جو کہتے ہیں کہ مفقود الخبر کی بیوی چار سال تک انتظار کرے، پھر دوسرا نکاح کر سکتی ہے

فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی چار سال انتظار کرے، پھر وہ چار ماہ دس دن عدت گزارے، پھر اس کا نکاح کرنا جائز ہوگا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ متوفی ۶۸ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور فقہاء تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ کا یہی موقف ہے اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور اہل مدینہ کا یہی مذہب ہے، اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ ابراہیم بن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ نے ان صحابہ اور فقہاء تابعین کے موقف پر یہ استدلال کیا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ اصحاب ہیں اور ان کی اتباع اولیٰ ہے اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے ان کے قول کے خلاف جو روایات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہیں ان کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ان روایات کے راوی امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق شافعی متوفی ۳۱۶ھ ہیں اور ان کا کوئی متابع نہیں ہے، پس جس طرح عنین (نامرد) کی مدت کی تعیین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ کی تقلید واجب ہے، پس اسی طرح مفقود الخبر کی بیوی کی مدت میں ان صحابہ کی تقلید کرنا واجب ہے، کیونکہ ان میں سے چار خلفاء راشدین ہیں اور حدیث میں ہے:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے اور ہم کو بہت بلیغ نصیحت فرمائی جس سے ہمارے دل خوف زدہ ہو گئے اور ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، پس عرض کیا گیا: آپ نے ہم کو ایسی نصیحت کی ہے جیسے آپ ہم سے الوداع ہو رہے ہوں، تو آپ ہم سے عہد لیجئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کے ڈر کو لازم کر لو اور حاکم کے حکم کو سننے اور اس کی اطاعت کو لازم کر لو، خواہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہو اور تم عنقریب میرے بعد شدید اختلاف دیکھو گے، سو تم پر میری سنت پر عمل کرنا لازم ہے اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے تم اس سنت کو داڑھوں کے ساتھ پکڑ لو اور تم اپنے آپ کو نئی نئی بدعات (سیئہ) سے بچاؤ کیونکہ ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۲، دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ، مسند احمد: ۱۷۱۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۹ھ)

نیز امام ابن ماجہ کی دوسری روایت ہے:

پس تم پر لازم ہے کہ تم اس پر عمل کرو جس کو تم میری سنت سے جانتے ہو اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت سے جانتے ہو، (الحدیث) (سنن ابوداؤد: ۴۶۰۷، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، سنن ترمذی: ۲۶۸۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۲ھ، سنن ابن ماجہ: ۴۳، دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ، مسند احمد: ۱۷۱۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۹ھ)

جب کوئی مرد میدان جنگ میں مفقود الخبر ہو جائے تو اس کی بیوی کے انتظار کی مدت میں اقوال فقہاء

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی مرد قتال کی صف میں مفقود الخبر ہو جائے تو اس کے متعلق ابن المسیب متوفی ۹۰ھ نے کہا ہے کہ اس کی بیوی ایک سال تک انتظار کرے گی، اشہب مالکی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اس کی بیوی کے لئے اس کے مقدمہ کو پیش کرنے کے بعد ایک سال کی مدت مقرر کی جائے گی اور یہ مدت اس دن سے شمار نہیں ہوگی جس دن سے اس کا خاوند

Marfat.com

مفقود الخبر ہوا تھا، خواہ وہ مسلمانوں کی صف میں لڑتے ہوئے ہوا ہو یا مشرکین سے قتال کرتے ہوئے مفقود الخبر ہوا ہو اور ابن القاسم نے امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ سے روایت کی ہے کہ جب وہ میدان جنگ میں مفقود الخبر ہوا ہو یا مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں میں مفقود الخبر ہوا ہو تو وہ اتنی مدت انتظار کرے گی جتنی مدت میں ایک فریق کو شکست ہوئی ہو، پھر اس کے بعد اس کی عدت گزارے گی اور اس کا ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔

اور ابن القاسم مالکی نے امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ سے روایت کی ہے کہ جو مرد مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں میں مفقود الخبر ہوا ہو تو اس کی بیوی ایک سال تک اس کا انتظار کرے گی، پھر وہ نکاح کر سکتی ہے اور المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے اس قول پر لقطہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں گم شدہ چیز کے لئے ایک سال تک انتظار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اور فقہاء احناف، الثوری اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے لکھا ہے کہ جو دو صفوں کے درمیان مفقود ہو جائے تو اس کا وہی حکم ہے جو مفقود الخبر کا حکم ہے، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور امام مالک بن انس، فقہاء احناف اور امام شافعی نے اس قیدی کے متعلق لکھا ہے کہ جس کی موت معلوم نہ ہو کہ اس کے درمیان اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی، اور اس کے مال کی تقسیم میں توقف کیا جائے گا اور اس کے مال سے اس کی بیوی پر خرچ کیا جائے گا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۶۴-۳۶۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری، الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے اس بحث میں علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۳۸۶-۳۸۷، وزارۃ الاوقاف، قطر ۱۴۲۹ھ)

مفقود الخبر کی بیوی کے تاحیات انتظار کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

از محمد بن عبداللہ العرزمی از الحکم بن عتیبہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ نے مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے شوہر کی بیوی ہی رہے گی، اس کو چاہیے کہ وہ انتظار کرے حتیٰ کہ اس کے پاس اس کے شوہر کی موت کی خبر آجائے یا اس کے طلاق دینے کی خبر آجائے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۸۹، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

از الثوری از منصور بن الحکم از حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، انہوں نے فرمایا: مفقود الخبر کی بیوی انتظار کرے حتیٰ کہ اسے معلوم ہو جائے کہ آیا اس کا خاوند زندہ ہے یا مر گیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۸۹، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

از معمر از ابن ابی لیلیٰ از الحکم، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ نے فرمایا کہ مفقود الخبر کی بیوی کو صبر کرنا چاہیے حتیٰ کہ اس کے پاس اس کے خاوند کی موت کی خبر آجائے یا اس کو طلاق دینے کی خبر آجائے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۸۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۸۹، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

از ابن جریج، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی

Marfat.com

۴۰ھ کی اس فیصلہ میں موافقت کی ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی دائماً انتظار کرے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۸۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۹۰، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

از امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ از حماد از ابراہیم نخعی، انہوں نے کہا کہ مفقود الخبر کی بیوی کو چاہیے کہ صبر کرے حتیٰ کہ اس کے پاس اس کے خاوند کی موت کی خبر آجائے یا اس کے طلاق دینے کی خبر آجائے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۸۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۹۰، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

از الثوری از مغیرہ از ابراہیم نخعی، انہوں نے کہا کہ مفقود الخبر کی بیوی انتظار کرے حتیٰ کہ اس کو یقین ہوجائے کہ آیا اس کا خاوند زندہ ہے یا مرچکا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۸۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۹۰، مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

امام سعید بن منصور بن شعبہ الخراسانی المکی التوفی ۲۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

از سعید از ابوعوانہ از منصور از المنہال بن عمرو، از عباد از حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، آپ نے مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق فرمایا کہ وہ اسی کی بیوی قرار پائے گی۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۷۵۷، ج ۱ ص ۴۰۲، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

از سعید بن جریر از عبدالحمید از منصور الحکم، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مفقود الخبر کی بیوی انتظار کرے حتیٰ کہ اس کے خاوند کا معاملہ منکشف ہوجائے کہ آیا وہ زندہ ہے یا مرگیا۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۷۵۸، ج ۱ ص ۴۰۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

از سعید از ہشیم از مغیرہ از ابراہیم، انہوں نے کہا کہ مفقود الخبر کی بیوی صبر کرے حتیٰ کہ اس کو کسی یقینی بات کا علم ہوجائے۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۷۶۰، ج ۱ ص ۴۰۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

مفقود الخبر کی بیوی کے چار سال تک انتظار کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از مالک از یحییٰ بن سعید از سعید بن المسیب کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس عورت کا خاوند مفقود الخبر ہوگیا، پس اس عورت کو پتا نہیں چلا کہ اس کا خاوند کہاں ہے؟ پھر وہ چار سال انتظار کرے گی، پھر وہ چار ماہ دس دن تک عدت گزارے گی، پھر اس کے لئے دوسرا نکاح حلال ہوگا۔

(موطا امام مالک: ۱۲۴۹، ج ۲ ص ۱۱۹-۱۲۰، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

(امام مالک اس روایت کے ساتھ منفرد ہیں)۔

امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی التوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

از معمر از الزہری از ابن المسیب وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ دونوں نے مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اس کی بیوی چار سال انتظار کرے پھر چار ماہ دس دن انتظار کرے پھر اگر اس کا پہلا خاوند واپس آجائے تو اسے اختیار دیا جائے گا خواہ وہ اپنی بیوی کو دیا ہوا مہر وصول کرلے یا اپنی بیوی کو واپس لے لے۔

Marfat.com

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۶۵، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۸۴، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے عطاء خراسانی متوفی ۱۵۳ھ نے خبر دی کہ ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ نے خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ، ان دونوں نے مفقود الخبر کی میراث اور اس کی بیوی کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ وہ چار سال انتظار کرے گی، پھر دوبارہ چار ماہ دس دن عدت گزارے گی۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۶۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۸۵، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

از الثوری از یونس بن خباب از مجاہد از الفقید، انہوں نے بیان کیا کہ میں کسی گھاٹی میں داخل ہوا، پس جنات مجھے بھگا کر لے گئے تو میری بیوی نے چار سال انتظار کیا، پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ چار سال اس وقت سے انتظار کرے جب اس نے اپنا مقدمہ حضرت عمر کو پیش کیا تھا، پھر آپ نے اس کے ولی کو بلایا، سو آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کو حکم دیا کہ وہ چار ماہ دس دن عدت گزارے، الفقید نے کہا: پھر اس کے بعد میں اس وقت آیا جب میری بیوی دوسری جگہ نکاح کر چکی تھی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اختیار دیا، خواہ میں اپنی بیوی واپس لے لوں یا اپنا دیا ہوا مال اس سے وصول کر لوں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۶۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۸۵، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

از معمر از ثابت البنانی از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کا خاوند مفقود الخبر ہو گیا، سو وہ چار سال تک ٹھہری رہیں، پھر اس نے اپنا مقدمہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا، تو حضرت عمر بن الخطاب نے اس کو حکم دیا کہ جب اس نے ان کے پاس مقدمہ پیش کیا تھا اس کے بعد مزید چار سال انتظار کرے، پھر اگر اس کا خاوند آ گیا تو فبہا ورنہ وہ نکاح کر لے، پھر اس نے چار سال کے بعد نکاح کر لیا اور اس نے اپنے خاوند کی کوئی خبر نہیں سنی، پھر اس کے بعد اچانک اس کا خاوند آ گیا اور اس نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو اس کو کسی نے بتایا کہ تمہاری بیوی نے تمہارے بعد دوسرا نکاح کر لیا ہے تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، پس اس نے بتایا کہ جس نے میری بیوی کو چھین لیا ہے، اس سے میری بیوی کو واپس دلائیے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر گھبرا گئے اور پوچھا: یہ کون ہے؟ اس نے پوچھا: آپ امیر المومنین ہیں؟ حضرت عمر نے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: مجھے جنات اٹھا کر لے گئے، اس کے بعد جب میں وطن پہنچا تو میری بیوی نکاح کر کے جا چکی تھی اور مجھے لوگوں نے بتایا کہ آپ نے اسے نکاح کرنے کا حکم دیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا: اگر تم چاہو تو ہم تمہاری بیوی تمہاری طرف واپس لوٹا دیں اور اگر تم چاہو تو ہم تمہارا کسی اور عورت سے نکاح کر دیں، اس نے کہا: بلکہ آپ میرا کسی اور عورت سے نکاح کر دیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے جنات کے متعلق سوال کرتے رہے اور وہ ان کو جواب دیتا رہا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۶۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۸۶، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے داؤد بن ابی ہند نے خبر دی از ایک مرد از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک مرد اپنی قوم کی مسجد کی طرف عشاء کی نماز پڑھنے گیا تو اس کو جنات اٹھا کر لے گئے، تب اس کی بیوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی قوم کو بلایا اور اس سے اس واقعہ کے متعلق سوال کیا اور انہوں نے اس عورت کی تصدیق کی تو آپ نے اس عورت کو یہ حکم دیا کہ وہ چار سال تک انتظار کرے

Marfat.com

، پھر وہ چار سال پورے ہونے کے بعد آئی تو آپ نے اس کو نکاح کرنے کا حکم دیا، سواس نے نکاح کرلیا، پھر اس کا خاوند واپس آ گیا اور اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، میری بیوی! نہ میں مرا ہوں اور نہ ہی میں نے اسے طلاق دی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ وہ مرد ہیں جن کے ساتھ ایسا ایسا ہوا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مرد کو یہ اختیار دیا کہ خواہ وہ اپنی بیوی کو واپس لے لے یا اس سے اپنا مہر وصول کرلے، پھر اس مرد سے سوال کیا: تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا، تو اس نے بتایا کہ مجھے کفار جن اٹھا کر لے گئے تھے اور میں ان کے درمیان میں رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہارا ان کے ہاں کھانا کیسا ہوتا تھا؟ اس نے کہا: جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا جاتا، اس کو وہ کھاتے تھے حتیٰ کہ مسلمان جنات نے ان کے خلاف جہاد کیا، پس ان کو شکست دے دی اور انہوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہمارے پاس رہیں اور اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو آپ کی قوم کی طرف لوٹا دیں، تو میں نے کہا کہ مجھے میری قوم کی طرف لوٹا دیں تو انہوں نے میرے ساتھ اپنی ایک جماعت کو بھیجا، اور رات کو وہ مجھ سے باتیں کرتے اور میں ان سے باتیں کرتا اور ان کے اندر آندھیاں چلتیں حتیٰ کہ میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۰۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۸۷، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

از معمر از ایوب، وہ بیان کرتے ہیں کہ ولید نے حجاج کی طرف مکتوب لکھا کہ آپ اپنے سے پہلے لوگوں سے مفقود الخبر کے متعلق سوال کریں جب وہ آ جائے اور اس کی بیوی نکاح کر چکی ہو تو حجاج نے ابو ملیح بن اسامہ سے سوال کیا تو ابو ملیح نے کہا: مجھے حضرت سُہیمہ بنت عمیر شیبانیہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کسی غزوہ میں جہاد کیا تھا، جس میں ان کے خاوند مفقود الخبر ہو گئے اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ شہید ہو گئے یا نہیں، پس میں نے چار سال تک انتظار کیا، پھر میں نے نکاح کرلیا، پھر میرا پہلا خاوند آ گیا، حالانکہ میں نکاح کر چکی تھی، ابو ملیح نے بیان کیا کہ حضرت سہیمہ کا پہلا خاوند اور دوسرا خاوند دونوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ کے پاس سوار ہو کر گئے، اس وقت باغیوں نے ان کو محصور کیا ہوا تھا، اور دونوں نے سوال کئے اور دونوں نے اپنا اپنا واقعہ ذکر کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ پہلے خاوند کو یہ اختیار دیا جائے گا کہ وہ چاہے تو اپنی بیوی کو قبول کرلے یا چاہے تو اس سے اپنا مہر وصول کرلے۔ ابو ملیح نے کہا: پھر تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ کو شہید کر دیا گیا، پھر وہ دونوں سوار ہو کر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کے پاس کوفہ میں گئے اور ان دونوں نے آپ سے سوال کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیا یہی صورت واقعہ ہے؟ تو ان دونوں نے کہا کہ آپ خود دیکھ رہے ہیں اور اس میں آپ کا فتویٰ ضروری ہے اور ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی خبر دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری رائے بھی وہی ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ تھا تو پہلے خاوند نے مہر کو اختیار کرلیا، تو حضرت سُہیمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں نے اپنے دوسرے خاوند کی دو ہزار (۲۰۰۰) درہم کے ساتھ مدد کی اور کل مہر چار ہزار (۴۰۰۰) درہم تھا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۰۷۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۸۸، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

از ثوری از داؤد بن ابی ہند از ابن المسیب، بیان کرتے ہیں کہ جب کسی عورت کا خاوند لڑائی کی صف میں مفقود الخبر ہو جائے تو ایک سال انتظار کرے اور جب لڑائی کی صف کے علاوہ مفقود الخبر ہو تو پھر چار سال تک انتظار کرے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۰۷۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۸۸، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

Marfat.com

امام سعید بن منصور الخراسانی التوفی ۲۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

از سعید از ہشیم از یحییٰ بن سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ، انہوں نے فرمایا: مفقود الخبر کی بیوی چار سال انتظار کرے گی، پھر اپنے خاوند کی عدت وفات گزارے گی، پھر اگر وہ چاہے تو نکاح کر سکتی ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۷۵۳، ج ۱ ص ۴۰۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

از سعید از سفیان از عمرو بن دینار از یحییٰ بن جعدہ کہ ایک مرد کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جنات اٹھا کر لے گئے، پس جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ وہاں ٹھہرا رہا، پھر اس کی بیوی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ چار سال تک انتظار کرے، پھر جب وہ نہیں آیا تو آپ نے اس کے خاوند کے ولی کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو طلاق دے دے، پھر اس عورت کو حکم دیا کہ وہ عدت گزارے، پھر جب اس کی عدت گزر گئی اور اس کا خاوند آ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے خاوند کو اختیار دیا کہ وہ چاہے تو اپنی بیوی کو قبول کر لے اور اگر چاہے تو اپنا مہر وصول کر لے۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۷۵۴، ج ۱ ص ۴۰۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

از سعید از ابی عوانہ از ابی بشر از عمرو بن ہرم از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ، ان دونوں نے بیان کیا کہ مفقود الخبر کی بیوی چار سال انتظار کرے گی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان چار سالوں میں خاوند کے مال سے خرچ کیا جائے گا، کیونکہ اس عورت نے اپنے نفس کو اپنے خاوند کے لئے روکے رکھا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اس سے وارثوں کو نقصان ہو تو وہ عورت قرض حاصل کرے گی اگر اس کا خاوند آ گیا تو وہ اس کے مال سے وصول کرے گی اور اگر وہ غائب رہا تو وہ میراث میں سے اپنا حصہ وصول کرے گی، اور ان دونوں نے کہا کہ چار ماہ دس دن تک اس کے جمیع مال سے اس عورت پر خرچ کیا جائے گا۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۷۵۶، ج ۱ ص ۴۰۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رُکے رہنے کی مدت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن علی بن ابی سہیل السرخسی الحنفی التوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

شریعت میں مفقود الخبر کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کے حق میں زندہ ہے حتیٰ کہ اس کے وارثوں کے درمیان اس کا مال تقسیم نہیں کیا جائے گا اور دوسروں کے حق میں وہ مردہ ہے حتیٰ کہ اس کے رشتہ داروں میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کا وارث نہیں ہوگا کیونکہ اس کی حیات کا ثبوت استصحاب حال سے ہے (اس کا معنی یہ ہے کہ جس طرح وہ پہلے زندہ تھا، اسی طرح اس کو اب بھی زندہ فرض کیا جائے گا) کیونکہ استصحاب حال سے اس کی حیات معلوم ہے تو جب تک اس کی موت کا ثبوت نہ ہو تو اس کو زندہ ہی فرض کیا جائے گا، اسی وجہ سے اس کی بیوی ہمارے نزدیک نکاح نہیں کرے گی اور یہی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کا مذہب ہے، کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ وہ عورت آزمائش میں مبتلاء ہے، سو اس کو چاہیے کہ وہ صبر کرے حتیٰ کہ اس کے خاوند کی موت ظاہر ہو جائے یا اس کی طلاق ظاہر ہو جائے اور ابراہیم نخعی بھی اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔

اور ہم نے سنا ہے کہ اس کی بیوی چار سال تک انتظار کرے اور یہ قول غلط ہے اور چار سال انتظار کرنے کا قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ کا ابتداء میں تھا، پھر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔

Marfat.com

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ کے قول پر عمل کرتے ہیں، پس وہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ چار سال کی مدت کے بعد اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کا علم ہو جاتا اور جس چیز کا علم نہ ہو اس کو ظاہر پر مبنی کرنا واجب ہے، خصوصاً ضرورت کے وقت تا کہ اس کی بیوی سے ضرر کو دور کیا جا سکے اور اس کی بیوی سے ضرر کو دور کرنا ضروری ہے تا کہ وہ معلقہ نہ رہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ عنین (نامرد) اور اس کی بیوی کے درمیان ایک سال کی مدت کے بعد تفریق کر دی جاتی ہے تا کہ عنین کی بیوی سے ضرر کو دور کیا جا سکے اور ایلاء کرنے والے اور اس کی بیوی کے درمیان چار ماہ کی مدت کے بعد تفریق کر دی جاتی ہے تا کہ اس کی بیوی سے ضرر کو دور کیا جا سکے، لیکن مفقود الخبر کا عذر ایلاء کرنے والے مرد اور نامرد کے عذر سے زیادہ ظاہر ہے، لہٰذا مفقود الخبر کی بیوی کے حق میں انتظار کرنے کی دونوں مدتوں کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ اس طرح ہوگا کہ مہینوں کو سالوں کے قائم مقام قرار دیا جائے، لہٰذا مفقود الخبر کی بیوی کو چار سال کی مدت تک انتظار کا حکم دیا جائے گا۔

ہم امام مالک کے اس قول پر عمل نہیں کرتے، کیونکہ مفقود الخبر کا نکاح اس کے حق میں قائم ہے اور وہ زندہ ہے اور اگر ہم اس کی بیوی کو نکاح کرنے کی اجازت دے دیں تو اس مفقود الخبر کو مردہ قرار دیا جائے گا کیونکہ ایک عورت ایک حالت میں دو مردوں کے لئے حلال نہیں ہوتی، پھر اس کے مال کی تقسیم بھی واجب ہوگی اور اس کے مال کی تقسیم کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی موت کے اوپر کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے۔

اور ایلاء کرنے والے اور عنین (نامرد) کے حق میں مدت کا اندازہ اس کی بیوی سے معلقہ ہونے کے ظلم کو دور کرنے کے لئے ہے اور مفقود الخبر کی بیوی کے حق میں ظلم کا معنی ثابت نہیں ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ وہ اس کی بیوی ہے جو آزمائش میں مبتلاء ہوگئی ہے کہ اس کو چاہیے کہ وہ صبر کرے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس کو اس سے بڑی مصیبت میں مبتلاء فرما دیتا۔

پس جب مفقود الخبر کی کوئی یقینی اطلاع معلوم نہ ہو تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ جب اس کے معاصرین میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہیں رہے گا تو پھر اس کی موت کا حکم لگا دیا جائے گا کیونکہ شریعت میں طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کی معرفت حاصل نہ ہو تو اس کے امثال کی معرفت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جیسے جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا جائے تو اس کی مثل عورتوں کے مہر کی طرف رجوع کیا جاتا ہے یا جیسے مُحرِم کسی جانور کا شکار کرلے تو اس جانور کی مثل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے یا جیسے کوئی شخص کسی کی کوئی معین چیز ضائع کر دے تو اس کے تاوان میں اس معین چیز کی مثل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور جب مفقود الخبر کے تمام معاصرین مر جائیں تو پھر اس کا زندہ رہنا بہت نادر ہے اور احکام شرعیہ ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں نادر پر مبنی نہیں ہوتے۔

اور حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے تھے کہ جب مفقود الخبر کی پیدائش کے بعد ایک سو بیس (۱۲۰) سال مکمل ہو جائیں تو پھر اس کی موت کا حکم لگا دیا جائے گا اور یہ قول نجومیوں اور فلسفیوں کے قول پر مبنی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص ایک سو بیس (۱۲۰) سال سے زیادہ زندہ نہیں رہتا لیکن ان کا یہ قول غلط ہے کیونکہ اس سے زیادہ لمبی عمر کا نصوص صریحہ سے ثبوت ہے، جیسے حضرت سیدنا نوح صلاۃ اللہ وسلامہ کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال سے زیادہ تھی اور اسی طرح حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال سے زیادہ تھی۔

Marfat.com

امام ابو یوسف کا مذہب اور مولود کی ولادت سے لے کر موت تک کے مراحل

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی متوفی ۱۸۳ھ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:
جب مفقود الخبر کی پیدائش سے لے کر ایک سو سال گزر جائیں تو اس کی موت کا حکم لگا دیا جائے گا، کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں کوئی شخص ایک سو (۱۰۰) سال سے زیادہ زندہ نہیں رہتا۔

اور حکایت ہے کہ جب امام ابو یوسف سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں تم کو محسوس طریقہ سے بتاتا ہوں، کیونکہ جب بچہ دس (۱۰) سال کا ہو جاتا ہے تو وہ اپنے ماں باپ کے گرد گھومتا رہتا ہے اور انہوں نے دس کا عقد بنایا اور جب وہ بیس (۲۰) سال کا ہو جاتا ہے تو وہ بچپن اور جوانی کے درمیان ہوتا ہے اور انہوں نے بیس کا عقد بنایا، اور جب وہ تیس (۳۰) سال کا ہو جاتا ہے تو وہ اس طرح مستوی ہو جاتا ہے پھر انہوں نے تیس (۳۰) کا عقد بنایا، اور جب وہ چالیس (۴۰) سال کا ہو جاتا ہے تو اس پر ذمہ داریوں کا بوجھ لا د اجاتا ہے اور انہوں نے چالیس کا عقد بنایا، اور جب وہ پچاس (۵۰) سال کا ہو جاتا ہے تو کاموں اور ذمہ داریوں کے بوجھ سے اس کی کمر ٹیڑھی ہو جاتی ہے، پھر انہوں نے پچاس کا عقد بنایا اور جب وہ ساٹھ (۶۰) سال کا ہو جاتا ہے تو اس کا جسم بڑھاپے کی وجہ سے سکڑنے لگتا ہے اور انہوں نے ساٹھ کا عقد بنایا، پھر جب وہ ستر (۷۰) سال کا ہو جاتا ہے تو پھر وہ لاٹھی ٹیک کر چلتا ہے، پھر انہوں نے ستر (۷۰) کا عقد بنایا، پھر جب وہ اسی (۸۰) سال کا ہو جاتا ہے تو پھر وہ بستر پر اس طرح لیٹ جاتا ہے جس طرح لاٹھی انہوں نے بستر پر ڈال دی، پھر انہوں نے اسی کا عقد بنایا، پھر جب وہ نوے (۹۰) سال کا ہو جاتا ہے تو اس کی انتڑیاں آپس میں مل جاتی ہیں، پھر انہوں نے نوے کا عقد بنایا، پھر جب وہ سو سال کا ہو جاتا ہے تو وہ دنیا سے عقبیٰ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسا کہ حساب دائیں سے بائیں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

اور محمد بن سلمہ مفقود الخبر کے متعلق امام ابو یوسف متوفی ۱۸۳ھ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے تھے حتیٰ کہ ان پر امام ابو یوسف کے قول کی خطاء منکشف ہوئی کیونکہ وہ ایک سو سات سال (۱۰۷) تک زندہ رہے، پس زیادہ مناسب یہ ہے کہ مفقود الخبر کی عمر کے متعلق کوئی اندازہ نہ کیا جائے کیونکہ یہ تمام اندازے آراء پر مبنی ہیں اور ان کے متعلق کوئی نص صریح نہیں ہے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ جب مفقود الخبر کے معاصرین میں سے ایک آدمی بھی زندہ نہیں رہے گا تو اس کی موت کا حکم لگا دیا جائے گا۔

جنات کے بنو آدم پر تصرف کرنے کے متعلق احادیث اور آثار سے دلائل

اور عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے ذکر کیا ہے کہ میری خود ایک مفقود الخبر سے ملاقات ہوئی، اس نے بتایا کہ میں گھر سے باہر نکلا تو مجھے جنات کے گروہ نے پکڑ لیا، سو میں ان کے ساتھ ایک مدت تک رہا، سو ان کو مجھے آزاد کرنے کا خیال آیا تو انہوں نے مجھے آزاد کر دیا، پھر وہ جنات مجھے ایک شہر کے قریب لائے اور کہا: کیا تم ان کھجوروں کے باغ کو پہچانتے ہو؟ پھر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا، ادھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ نے چار سال کے بعد میری بیوی پر طلاق بائنہ واقع کر دی تھی اور وہ حائضہ ہوگئی اور اس کی عدت پوری ہوگئی اور اس نے نکاح کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اختیار دیا کہ اگر میں چاہوں تو وہ میری بیوی مجھے واپس لوٹا دیں اور اگر میں چاہوں تو اس کا مہر قبول کر لوں۔ (نصب الرایہ للزیلعی الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ ج ۴ ص ۴۷۱-۴۷۲، مجلس علمی سورۃ ہند ۱۳۵۷ھ)

اور اس حدیث میں اہل السنۃ والجماعۃ کے اس مذہب پر یہ دلیل ہے کہ جنات بنو آدم پر تسلط اور تصرف کرتے ہیں اور مبتدعین

اس کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جنات کا آدمی میں دخول محال ہے، کیونکہ ایک شخص میں دو روحوں کا جمع ہونا ثابت نہیں ہے اور جنات کا بنو آدم میں تصرف اس کے بغیر ہوتا ہے کہ جنات بنو آدم کے اجسام میں داخل ہوں اور بعض منکرین یہ کہتے ہیں کہ جنات اجسام لطیفہ ہیں اور یہ متصور نہیں ہو سکتا کہ وہ جسم کثیف کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جائیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ان کے اس نظریہ کے خلاف احادیث وارد ہیں۔

حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شیطان بنو آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے''۔

(صحیح البخاری: ۲۰۳۹، سنن ابوداؤد: ۲۴۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۹، سنن دارمی: ۲۷۸۲، مسند احمد: ۱۲۵۹۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان انسان کے سر میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے سر کے پیچھے گدی پر بیٹھ جاتا ہے اور اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ پھونک دیتا ہے کہ رات لمبی ہے تو سوتا رہ، پھر اگر وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وہ تہجد کی نماز پڑھ لے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے، پھر جب وہ صبح کو اٹھے تو اس کا نفس پاکیزہ اور شاداب ہوتا ہے ورنہ جب وہ صبح کو اٹھتا ہے تو خبیث النفس ہوتا ہے اور سستی کا مارا ہوا ہوتا ہے (منحوس ہوتا ہے)۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۲، صحیح مسلم: ۷۷۶، سنن نسائی: ۱۶۰۷، سنن ابوداؤد: ۱۳۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۹، مسند احمد: ۷۲۶۶، موطا امام مالک: ۴۲۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس مرد کا ذکر کیا گیا جو رات بھر سوتا رہتا ہے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے اور وہ نماز پڑھنے کے لیے نہیں اٹھتا، آپ نے فرمایا: ''شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے''۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۴، صحیح مسلم: ۷۷۴، سنن نسائی: ۱۶۰۸، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۰، مسند احمد: ۴۰۴۹)

ان احادیث میں ہماری یہ دلیل ہے کہ شیطان انسان کے جسم کے اوپر تصرف کرتا ہے اور ہم اس کی کیفیت کے بیان میں مشغول نہیں ہوتے۔ (تاہم تحقیق یہ ہے کہ جنات کا بنو آدم کے اعضاء اور حواس کو معطل کر کے پھر ان پر تصرف کرنا محال ہے مثلاً زبان آدمی کی ہو اور کلام جن کرے یا ہاتھ آدمی کا ہو اور اس سے ضرب جن لگائے۔ اس کی تحقیق سورۂ ابراہیم: ۲۲ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ سعیدی غفرلہٗ)، (تبیان القرآن ج ۶ ص ۱۷۵-۱۷۷، فرید بک سٹال، لاہور)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو چار سال انتظار کے بعد مفقود الخبر کو نکاح کی اجازت دی تھی اس سے ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کرنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی وجہ ترجیح

رہا مفقود الخبر کو یہ اختیار دینا کہ وہ چاہے تو اس کی بیوی کو اس کی طرف لوٹا دیا جائے اور چاہے تو اس کو مہر واپس دیا جائے تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ کے مذہب پر مبنی ہے کہ جس عورت کو اس کے مفقود الخبر خاوند کی موت کی خبر دی جائے، پھر وہ اس کی عدت گزار کر نکاح کرے اور پھر وہ پہلا خاوند زندہ آ جائے تو اس پہلے خاوند یعنی مفقود الخبر کو یہ اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تو اس کو اس کی بیوی دے دی جائے اور چاہے تو اس کو اس کا مہر دے دیا جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے اس قول سے رجوع کر کے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کے قول کو اختیار کرنا دلائل صحیحہ سے ثابت ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ پہلے خاوند یعنی مفقود الخبر کو اس کی بیوی کی طرف لوٹایا جائے گا اور اس عورت اور اس کے دوسرے خاوند کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور دوسرے شوہر نے اس

Marfat.com

عورت کی فرج کے ساتھ جو حلال کا معاملہ کیا ہے اس کے معاوضہ میں اس عورت کو مہر ادا کیا جائے گا اور اس کا پہلا خاوند یعنی مفقود الخبر اپنی بیوی سے جماع نہیں کرے گا حتیٰ کہ دوسرے شوہر کی عدت پوری ہو جائے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی پر عمل کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کا قول میرے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ کے قول سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ فرماتے ہیں:) ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں کیونکہ یہ واضح ہو گیا کہ جب مفقود الخبر کی بیوی نے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو اس وقت وہ مفقود الخبر کی منکوحہ تھی اور منکوحۃ الغیر دوسرے مرد کے لئے حلال نہیں ہے بلکہ وہ تمام لوگوں کے لئے محرمات میں سے ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ (النساء: ۲۴) اور (تم پر حرام کی گئی ہیں) وہ عورتیں جو دوسروں کے نکاح میں ہیں۔

پس مفقود الخبر کی بیوی کا دوسرے شوہر سے نکاح کرنا کیونکر جائز ہوگا! (المبسوط ج ۱۱ ص ۳۶-۴۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کی مدت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی تصریحات

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مفقود الخبر جس طرح بھی غائب ہو اس کی عورت عدت نہیں گزارے گی اور وہ کبھی بھی نکاح نہیں کرے گی حتیٰ کہ اس کے خاوند کی موت کی یقینی خبر آجائے۔

علامہ الماوردی نے کہا ہے کہ یہ قول صحیح ہے اور مرد کے اپنی بیوی سے غائب ہونے کی درج ذیل دو صورتیں ہیں:

(۱) متصل خبروں سے معلوم ہو کہ وہ مرد زندہ ہے تو اس کی بیوی کا کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا محال ہے، اگرچہ اس کے غائب ہونے کی مدت طویل ہو خواہ اس نے اپنی بیوی کے خرچ کے لئے مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو تو اس کے لئے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) اس مرد کے متعلق خبریں منقطع ہوں اور ان کا زندہ ہونا نا معلوم ہو تو اس کا حکم اس کے مختلف احوال پر مبنی ہے، آیا اس نے ایک سفر کیا ہے یا وہ ایک شہر میں ٹھہرا اور وہاں سے دوسرے شہر میں چلا گیا اور آیا اس کا سفر خشکی میں تھا یا سمندر میں تھا خواہ اس کی کشتی سلامت رہی یا ٹوٹ گئی یا وہ جنگ کی صفوں کے درمیان گم ہو گیا تو وہ ان تمام صورتوں میں مفقود الخبر ہے اور اس کا مال موقوف ہے جس میں اس کے وکلاء تصرف کریں گے اور اس کے وارثوں میں اس کا مال تقسیم نہیں کیا جائے گا اور جب اس کو غائب ہوئے کافی مدت گزر جائے اور اس کی خبر نا معلوم ہو تو اس کے متعلق درج ذیل دو قول ہیں:

مفقود الخبر کی بیوی کے انتظار کی مدت کے متعلق دیگر فقہاء کے اقوال

(۱) مفقود الخبر کی بیوی حاکم کے حکم سے چار سال انتظار کرے گی، پھر حاکم مفقود الخبر کی بیوی کے حق میں مفقود الخبر کی موت کا فیصلہ کر دے گا، پھر مفقود الخبر کی بیوی چار مہینہ دس دن عدت وفات گزارے گی، پھر جب اس کی عدت پوری ہو جائے گی تو اس کا نکاح کرنا جائز ہوگا، یہ امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا قدیم قول ہے اور اسی قول کے مطابق حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ نے فیصلہ کیا ہے، اور فقہاء تابعین میں امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا

Marfat.com

نظریہ ہے، مگر امام مالک نے مفقود الخبر کے رات میں نکلنے اور دن میں نکلنے کے متعلق فرق کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ رات میں نکلا ہے تو پھر وہ مفقود الخبر ہے اور اگر دن میں نکلا ہے تو پھر مفقود الخبر نہیں ہے، ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ (البقرہ: ۲۳۱) اور ان کی بیویوں کو ضرر پہنچانے کے لئے نہ روکے رکھو تا کہ تم ان پر زیادتی کرو۔

اور اس حال میں مفقود الخبر کی بیوی کو اس کے نکاح میں روکے رکھنا اس پر ضرر اور عدوان ہے۔

(میں کہتا ہوں: اگر اس کی بیوی کا خاوند دن میں غائب ہو گیا ہو اور اس کی خبر کا مدت تک پتا نہ ہو تو پھر وہ مفقود الخبر کیوں نہ ہوگا اور اس کی بیوی کو اس کے نکاح میں دائماً روکے رکھنا اس پر ظلم اور عدوان کیوں نہ ہوگا؟ میرے نزدیک علامہ الماوردی متوفی ۴۵۰ھ کی امام مالک متوفی ۱۷۹ھ سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

مفقود الخبر کو جنات کا اٹھا کر لے جانا

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ کے پاس آئی، سو اس نے کہا کہ اس کا خاوند اپنے محلہ کی مسجد کی طرف نکلا اور غائب ہو گیا اور اس کی خبر نہیں آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ عورت چار سال تک انتظار کرے، سو اس عورت نے چار سال تک انتظار کیا۔ اس کے بعد وہ پھر آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ تم اس کی چار ماہ دس دن عدت وفات گزارو، سو اس عورت نے وہ عدت گزار لی، پھر وہ لوٹ آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب تمہارا نکاح کرنا جائز ہے اور حلال ہے، سو اس نے نکاح کر لیا، پھر اس کا خاوند لوٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ اس کی بیوی نے نکاح کر لیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس کا سبب کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ میں چار سال غائب رہا تو آپ نے میری بیوی کا نکاح کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم بغیر کسی جہاد کے اور بغیر کسی تجارت کے چار سال تک غائب رہے، پھر تم میرے پاس آ کر کہتے ہو کہ آپ نے میری بیوی کا نکاح کر دیا؟ تو اس نے بتایا کہ میں اپنے محلہ کی مسجد کی طرف گیا تو جنات مجھے چھین کر لے گئے اور میں ان کے پاس رہا، پھر مسلمان جنات نے ان پر حملہ کیا تو انہوں نے دیکھا کہ میں ان کے پاس قید ہوں، انہوں نے پوچھا: تمہارا دین کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرا دین اسلام ہے، تو انہوں نے مجھے یہ اختیار دیا کہ اگر میں چاہوں تو ان کے پاس رہوں اور اگر چاہوں تو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤں، تو میں نے اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنے کو اختیار کر لیا، تو انہوں نے مجھے ایسی قوم کے سپرد کیا کہ میں رات کو مردوں کا کلام سنتا تھا اور دن میں غبار کی مثل دیکھتا تھا، پھر میں ان کے پیچھے چلتا رہا حتیٰ کہ میں آپ لوگوں کے پاس پہنچ گیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ اختیار دیا کہ اگر میں چاہوں تو اپنی بیوی کو اختیار کر لوں اور اگر چاہوں تو اپنا دیا ہوا مہر واپس لے لوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے (سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۶) اور امام سعید بن منصور خراسانی متوفی ۲۲۷ھ نے بھی اس اثر کی اپنی مسند میں روایت کی ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۷۵۵)

یہ قصہ صحابہ کرام کے درمیان مشہور ہو گیا اور صحابہ کرام نے اس کے مطابق فیصلہ کیا تو یہ حجت ہو گیا اور اس لیے بھی کہ کسی عورت کا شوہر نامرد ہو تو اس کا نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے، اور اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو خرچ دینے سے عاجز ہو تو تب بھی نکاح فسخ کر دیا جاتا

Marfat.com

ہے تو جب کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو اور وہ اپنی بیوی سے جماع کرنے سے بھی قاصر ہو اور اس کا خرچ دینے سے بھی قاصر ہو تو اس عورت کا نکاح فسخ کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔

مفقود الخبر کی موت کی یقینی خبر کے بغیر اس کی بیوی کا کسی دوسرے مرد سے نکاح کا جائز نہ ہونا

(۲) مفقود الخبر کی بیوی اس کے نکاح پر باقی رہے گی اور جب تک اس کا خاوند نہیں آتا وہ اس کے نکاح میں مقید رہے گی، خواہ اس کے غائب رہنے کی مدت طویل ہو جائے، جب تک کہ اس کے خاوند کے موت کی یقینی خبر نہ آ جائے اور یہ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ ھ کا جدید قول ہے اور یہ قول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ ھ کے قول کے مطابق ہے اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ ھ کا قول ہے اور فقہاء عراق کا قول ہے اور اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

سوار بن مصعب از محمد بن شرحبیل از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۰ ھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ مفقود الخبر کی بیوی اسی کی بیوی رہے گی حتیٰ کہ اس کی بیوی کے پاس کوئی یقینی خبر آ جائے۔

اس حدیث کی امام بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ نے ج ۷ ص ۴۴۵ میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کا راوی سوار بن مصعب ضعیف ہے، اور امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ ھ نے اس حدیث کی سنن دارقطنی ج ۳ ص ۳۱۲ میں روایت کی ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور اگر یہ حدیث ثابت ہو تو یہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے مذہب پر نص صریح ہے اور عقلی دلیل یہ ہے کہ جس کی موت نامعلوم ہو تو اس کی موت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور اس لئے بھی کہ اگر کسی کی بیوی غائب ہو جائے حتیٰ کہ اس کی خبر نہ ملے تو اس کی موت کا فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے تاکہ اس کا خاوند اپنی بیوی کی بہن سے نکاح نہ کرلے یا اس کے سوا دیگر چار عورتوں سے نکاح نہ کرلے۔ رہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث تو یہ ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے اس فیصلہ سے رجوع کر لیا تھا، اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ ھ نے بھی اپنے اپنے فیصلوں سے رجوع کر لیا تھا، تو ان کے اختلاف کے بعد اس پر اجماع ہو گیا تھا اور نامرد اور شوہر کے خرچ نہ دینے کی عورت میں نکاح کی تفریق پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ نامرد کی خلقت میں نقص ہے اور شوہر کا خرچ نہ دینا اس پر ظلم ہے اور مفقود الخبر میں یہ دونوں علتیں موجود نہیں ہیں، کیونکہ اس کی خلقت کامل ہے اور وہ اپنی بیوی کو خرچ دینے کا ضامن ہے جو اس کے مال سے اس کی بیوی کو دیا جائے گا۔ (الحاوی الکبیر ج ۱۴ ص ۳۶۵-۳۶۷، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ ھ)

فقہاء شافعیہ کے موقف پر امام ابو اسحاق شیرازی کے دلائل

امام ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی متوفی ۴۵۵ ھ نے کہا ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند غائب ہو جائے تو اس کے متعلق دو قول ہیں، امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ اس عورت کے لئے اپنے نکاح کو فسخ کرا کر دوسرا نکاح کر لینا جائز ہے اور امام شافعی کا قول جدید یہ ہے اور یہی قول صحیح ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کے لئے اپنے نکاح کو فسخ کرانا جائز نہیں ہے، کیونکہ جب مفقود الخبر کے مال کی تقسیم کے لئے مفقود الخبر کی موت کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے تو اس کی بیوی کے نکاح کے لئے بھی اس کی موت کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے معارض حضرت علی علیہ السلام کا قول ہے، انہوں نے فرمایا کہ مفقود الخبر کی بیوی کو انتظار کرنا چاہیے حتیٰ کہ اس کی بیوی کو اس کی موت کا یقینی علم ہو جائے۔ (المہذب فی فقہ الامام الشافعی ج ۲ ص ۱۴۶)

الشیخ عادل احمد عبد الموجود اور دیگر علماء شافعیہ المہذب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت علی علیہ السلام کے قول کی روایت امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے مسند الشافعی : ۲۰۷ میں کی ہے اور امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: مفقود الخبر کی بیوی نکاح نہیں کرے گی۔

(سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۴ نشر السنہ ملتان)، (تکملۃ المجموع شرح المہذب ج ۲۱ ص ۸۱۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کی مدت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی تصریحات

امام موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ الدمشقی الحنبلی المتوفی ۶۲۰ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

جب کوئی مرد اپنی بیوی سے غائب ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) کسی عورت کا خاوند غائب ہو جائے اور اس کی خبر معلوم ہو اور اس کا خط بیوی کے پاس آتا ہو تو اس عورت کے لئے نکاح جائز نہیں ہے۔ یہ تمام فقہاء کا قول ہے جن میں امام ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ، اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام ابو عبید متوفی ۲۲۴ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور دیگر فقہاء شامل ہیں۔

(۲) کوئی مرد غائب ہو جائے اور اس کی خبر منقطع ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس جگہ ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

(پہلی صورت) اس کا غائب ہونا کسی سلامتی کے سفر میں ہو مثلاً وہ تجارت کے سفر میں گیا ہو جس میں ہلاکت نہیں ہوتی یا طلب علم کے لئے گیا ہو یا سیر و سیاحت کے لئے گیا ہو، اس صورت میں اس کی بیوی کا اس کے ساتھ نکاح قائم رہے گا حتیٰ کہ اس کی موت کا ثبوت ہو جائے، یہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کی روایت ہے اور اسی کے موافق امام ابو حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا قول جدید ہے اور امام مالک اور امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ اس کی بیوی چار سال تک انتظار کرے گی اور پھر چار ماہ دس دن تک عدت گزارے گی، اس کے بعد اس کا نکاح کرنا جائز ہوگا۔

(دوسری صورت) کوئی مرد ایسی صورت میں غائب ہو جس میں بہ ظاہر مرد ہلاک ہو جاتا ہے مثلاً وہ صبح نماز پڑھنے کے لئے گیا اور واپس نہیں آیا یا کسی کام سے قریبی جگہ پر گیا اور واپس نہیں آیا یا جنگ کی صفوں میں سے وہ غائب ہو گیا یا سمندری سفر میں اس کی کشتی یا جہاز غرق ہو گیا یا اور پھر اس کی خبر نہیں آئی، اس صورت میں امام احمد کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس کی بیوی چار سال یا زیادہ مدت تک انتظار کرے گی اور اس کے بعد حاکم اس کی موت کا فیصلہ کر دے گا، پھر اس کی بیوی عدت وفات گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

(المغنی ج ۱۱ ص ۶۵-۶۷ ملخصا، دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق شیخ عبد العزیز بن باز کا فتویٰ

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن عبد الرحمن ابن باز حنبلی المتوفی ۱۴۲۰ھ، اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

رہا مفقود تو یہ وہ مرد ہے جس کی خبر مخفی ہے اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا، وہ کسی کی قید میں تھا یا سفر میں تھا، سو اس کی دو حالتیں ہیں، ایک حالت یہ ہے جس میں ظن غالب یہ ہوتا ہے کہ وہ سلامت رہے گا مثلاً وہ تجارت کے سفر میں گیا یا سیر و سیاحت کے لئے گیا تو اس کی بیوی اس وقت تک انتظار کرے گی جب تک اس کی ولادت سے لے کر نانوے (۹۹) سال نہ گزر جائیں، دوسری حالت یہ ہے کہ جس میں ظن غالب یہ ہو کہ وہ مر گیا ہو مثلاً اس نے جس بحری جہاز میں سفر کیا تھا وہ غرق ہو گیا، جس میں بعض لوگ تو بچ

Marfat.com

کرنکل گئے اور بعض لوگ مفقود ہو گئے تو اس صورت میں اس کی بیوی چار سال تک انتظار کرے گی، پھر اس کے بعد اس کا مال اس کے زندہ وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ (مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ ج ۲۰ ص ۱۷۱-۱۷۲ ملخصا، مکتبۃ المورد، الطبع الرابع ۱۴۲۶ھ ۲۰۰۶ء)

شیخ عثیمین حنبلی کا فتویٰ

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی التوفی ۱۴۲۱ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کیونکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر ہم کسی مرد کو ایک ماہ تک غائب پائیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ مرد موجود ہے، کیونکہ وہ مرد مشہور اور معروف ہوگا اور اگر وہ مرد مخفی ہو اور وہ دس سال یا زیادہ سالوں تک مخفی رہے اور لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ آیا وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے تو اگر اس کے غائب ہونے کی مدت سال دو سال ہو تو ہم اس پر موت کا حکم نہیں لگاتے اور اگر اس کے غائب ہونے کی مدت بہت طویل ہو تو ہم اس پر موت کا حکم لگا دیتے ہیں، اور جب حاکم مفقود الخبر کی موت کا حکم لگا دے تو پھر اس کی بیوی عدت وفات گزارنے کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔ (شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۶۰، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کی مدت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی تصریحات

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از مالک از یحییٰ بن سعید از سعید بن المسیب کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس عورت کا خاوند مفقود الخبر ہو گیا، پس اس عورت کو پتا نہیں چلا کہ اس کا خاوند کہاں ہے؟ تو وہ چار سال تک انتظار کرے گی، پھر وہ چار ماہ دس دن تک عدت گزارے گی، پھر اس کے لئے دوسرا نکاح کرنا حلال ہوگا۔

(موطا امام مالک: ۱۲۴۹، ج ۲ ص ۱۱۹-۱۲۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

(امام مالک اس روایت میں منفرد ہیں)۔

مسئلہ (۱): امام مالک نے کہا کہ اگر مفقود الخبر کی بیوی نے عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کر لیا تو پھر اس کے دوسرے خاوند نے اس کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو تو پہلے خاوند کی اس کی طرف کوئی راہ نہیں ہے۔

مسئلہ (۲): امام مالک نے کہا: ہمارے نزدیک بھی یہی حکم ہے اگر مفقود الخبر کی بیوی کو اس کے پہلے خاوند نے اس کے نکاح کرنے سے پہلے پا لیا تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

مسئلہ (۳): امام مالک نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب مفقود الخبر کی بیوی کا پہلا خاوند آ جائے تو اس کو اختیار دیا جائے گا چاہے تو وہ اپنی بیوی کو دیا ہوا مہر وصول کر لے اور چاہے تو اپنی بیوی کو واپس لے لے۔

(موطا امام مالک ج ۲ ص ۱۲۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر الاندلسی المالکی التوفی ۴۶۳ھ موطا امام مالک کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ مفقود الخبر کے متعلق یہ فرماتے تھے کہ اس کی بیوی سلطان سے شکایت کرنے کے بعد چار سال تک انتظار کرے گی، پھر چار مہینہ دس دن عدت وفات گزارے گی، پھر اگر چاہے تو وہ نکاح کر سکتی ہے۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۷)

Marfat.com

امام مالک کا مذہب حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے قول پر مبنی ہے۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ سے بھی حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے قول کی مثل مروی ہے، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اکثر روایات اس کے خلاف ہیں اور وہ یہ ہیں کہ مفقود الخبر کی بیوی نکاح نہیں کر سکتی، حتیٰ کہ اس کے شوہر کی موت کا یقین ہو جائے۔

(سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۴، معرفۃ السنن والآثار: ۱۵۳۶۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول پر امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اور علماء کی ایک جماعت کا مذہب مبنی ہے۔

(الاستذکار ج ۱۷ ص ۳۰۳-۳۰۴، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کی مدت کے متعلق شیوخ غیر مقلدین کا موقف

شیخ سید نذیر حسین غیر مقلد متوفی ۱۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین ابقاہم اللہ الی یوم الدین اس صورت میں کہ اس زمانہ میں ابتلائے عام ہے کہ اکثر آدمی اپنی عورتوں کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور مفقود الخبر ہو جاتے ہیں اور خرچ بھی نہیں بھیجتے اور قرض کا ملنا بھی دشوار ہے، اس سبب سے خوف ارتکاب فحش اور بدکاری کا ہے، عورات کے حق میں اور نیز گزارہ عورتوں کا بدون دینے نان ونفقہ زوج وغیرہ کے بھی نہایت دشوار ہے، تو اگر قاضی بوجہ ان ضرورتوں کے موافق مذہب امام مالک یا امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے عمل کرے اور اجازت نکاح کے واسطے زوجہ مفقود کے دے دے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

الجواب: درصورت مرقومہ زن مفقود بعد انتظار چار برس بروقت ضرورت کے نکاح دوسرا بعد گزرنے اونے عدت چار مہینے دس دن کے کسی شخص سے کرلے موافق مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے، کیونکہ مذہب امام ممدوح کا یہ ہے کہ زن مفقود کی بعد گزرنے چار برس اور چار مہینے دس دن عدت موت کے گزار کر نکاح دوسرا بلا ریب کرلے مطابق فتوے حضرت عمر فاروق وعثمان وعبداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کے، چنانچہ فتح الباری اور تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الامام الرافعی وغیرہ میں بوجہ بسط وتفصیل مذکور ہے، اسی نظر سے جامع الرموز شرح مختصر الوقایہ، اور طحطاوی اور رد المحتار حواشی درمختار اور فتاویٰ حسب المفتین حنفی مذہب میں بھی بروقت ضرورت کے دوسرا نکاح کرنے کا زن مفقود کے واسطے فتویٰ دیا ہے اور قول امام مالک کا معمول یہ لکھا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا تھا، ایلاء میں چونکہ عورت کے حقوق پورے نہیں ہوتے، لہٰذا ان میں تفریق کر دی جاتی ہے اور یہاں غیبت کی وجہ سے اس کے حقوق پورے نہیں ہو رہے ہیں اور نامرد کو ایک سال کی مدت دی گئی ہے، اس کے بعد تفریق ہے، کیونکہ اس میں بھی عورت کے حقوق پورے نہیں ہوتے، اگر ضرورت کے مقام پر ایسا فتویٰ دیا جائے تو جائز ہے۔ سعید بن المسیب نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر وعثمان نے یہی فیصلہ کیا تھا، عبد الرزاق نے زہری کے طریق سے اسے روایت کیا ہے، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ مفقود کی عورت چار سال تک انتظار کرے، ایک روایت میں ابن مسعود سے بھی یہی منقول ہے، تابعین میں سے نخعی، زہری، مکحول، عطاء، شعبی اسی کے قائل ہیں۔ تلخیص میں ہے کہ عمر، عثمان، ابن عباس کہتے ہیں: مفقود کی بیوی چار سال تک انتظار کرے، پھر وفات کی عدت گزارے، پھر نکاح کرے۔ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے سوال کیا گیا کہ باپ نے چھوٹی لڑکی کا نکاح چھوٹے لڑکے سے کیا، اور لڑکے کے باپ نے اس کو قبول کر لیا، پھر بچے بڑے ہو گئے اور ایک دوسرے سے غائب رہے اور نکاح

Marfat.com

فاسقوں کے شہادت سے ہوا، کیا قاضی ایسے نکاح کے مقدمہ کو شافعی المذہب کے پاس نکاح باطل کرنے کے لئے بھیج دے؟ اس نے کہا ہاں، اور حنفی قاضی بھی اس مسلک کو اختیار کر کے نکاح فسخ کر دے، اگرچہ اس کا اپنا مذہب ایسا نہ ہو، بحر میں ہے کہ اگر مقلد اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کر دے، تو وہ نافذ ہوگا، اور نہایہ میں ہے: اگر قاضی مجتہد نہ ہو اور اپنے مذہب کے خلاف فتویٰ پر فیصلہ کر دے، تو کوئی دوسرا قاضی اس کے فیصلے کو توڑ نہیں سکتا۔

ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ مفقود کی بیوی اسی کی عورت ہے، جب تک اسے صحیح اطلاع نہ ملے اور حضرت علی کا قول وہ ایک عورت ہے جو آزمائش میں پڑ گئی ہے وہ صبر کرے جب تک کہ اسے خاوند کی موت کی اطلاع نہ ملے یا طلاق نہ ہو۔

ان میں سے جو حدیث مرفوع بیان کی گئی ہے، وہ ضعیف ہے، اس کی سند میں محمد بن شرحبیل متروک الحدیث ہے، وہ مغیرہ سے منکر اور باطل روایتیں بیان کرتا ہے، ابن قطان نے کہا: اس کا راوی سوار بن مصعب مشہور متروک ہے، اس کے بعد صالح بن مالک ہے، وہ مجہول ہے اور اس کے بعد محمد بن فضل ہے، اس کا حال بھی معلوم نہیں ہے۔

حضرت علی کے قول کے معارض میں حضرت عمر، عثمان، ابن عباس، ابن مسعود، ابن عمر تو ان سب کے مقابلہ میں حضرت علی کے قول کو کیسے ترجیح ہو سکتی ہے؟ اور اگر بالفرض اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی یہ حنفی مذہب کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ امام صاحب نوے سال انتظار کرنے کا حکم دیتے ہیں اور ابو یوسف سو سال کا اور امام حسن ایک سو بیس سال کا اور ظاہر روایت میں ہے کہ اس کے شہر کے تمام ہم عمر فوت ہو جائیں اور اگر ان سب اقوال کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی یقینی طور پر اس کی موت تو معلوم نہ ہوگی، پھر اس اندازہ کا کیا فائدہ۔

عامی کا مذہب اپنے مفتی کا فتویٰ ہے بغیر کسی مذہب کی تقیید کے۔

مفقود کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں ہے، یا تو وہ مر چکا ہے، اس صورت میں اس کی عورت پر عدت وفات ہے، اور یا پھر وہ زندہ ہوگا جس نے اپنی عورت کو بھلے طریقہ سے نہیں رکھا تو اس کے لئے تفریق لازم ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کو اچھے طریقہ سے رکھو، اگر واجب کے ادا کرنے میں کوتاہی ہو تو قاضی اس کی طرف سے نائب ہو کر فیصلہ کر سکتا ہے تو ایسی صورت میں ہم نے اس پر دو عدتیں واجب کی ہیں اور مطلقہ کے لئے جو شریعت میں سب سے زیادہ دور کی عدت تھی، وہ اس کے لئے مقرر کر دی، اور بقول شافعی رحمۃ اللہ علیہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت چار سال ہے، اس کے بعد ہم نے وفات کی عدت مقرر کی اور چار سال کی مدت کو ہم نے بمنزلہ حکم تفریق کے مقرر کیا، اور قیاس مذکور کا جواب یہ ہے کہ نکاح اور دیگر معاملات میں بڑا فرق ہے، تنگ دست یا نامرد یا عیب دار کی بیوی کو علیحدگی کا اختیار ہے، لیکن لونڈیوں، امہات الاولاد کو اختیار نہیں ہے اور وارث مورث سے میراث کا مطالبہ نہیں کر سکتے کیونکہ میراث تو مورث کے بعد ایک اضطراری ملک ہے اور بیوی خرچ، رہائش اور مجامعت کا مرد سے مطالبہ کر سکتی ہے تو ان دونوں صورتوں میں فرق صاف واضح ہے۔ (المسوی شرح الموطا للشاہ ولی اللہ)

مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کی مدت کے متعلق شیوخ دیوبند کا موقف

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی لکھتے ہیں:

مفقود اس شخص کو کہتے ہیں جو لاپتہ ہو جائے اور اس کے بارے میں کسی کو کوئی علم نہ ہو، اس کے اہل اور مال کے حکم میں ائمہ کا

Marfat.com

اختلاف ہے۔

(۱) امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک اس کے اہل اور مال دونوں میں اس وقت تک تصرف موقوف رہے گا جب تک اس کی وفات کا علم نہ ہو جائے یا یہ کہ اس کے ہم عمر اور اقران مرجائیں، اس کے بعد تصرف کی اجازت دی جائے گی، جب تک اس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اس وقت تک اس کی بیوی کسی اور سے شادی نہیں کر سکتی، انتظار کرتی رہے گی۔

(مختصر اختلاف العلماء للطحاوی ج ۲ ص ۳۳۰-۳۲۹)

(۲) امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک اہل اور مال میں تفصیل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی مفقود ہو جائے اس کے معاملے کو حاکم کے سامنے پیش کیا جائے گا، حاکم اس کی تلاش کرائے گا اور نہ ملنے کی صورت میں اس کی بیوی چار سال تک انتظار کرے گی، چار سال کے بعد عورت کے لیے متوفی عنہا زوجہا ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے گا، چنانچہ عورت چار سال کے بعد عدت وفات یعنی چار ماہ دس دن گزار کر کسی دوسرے سے شادی کر سکتی ہے، البتہ یہ چار سال عدالت میں مقدمہ پیش ہونے کے بعد سے شمار کیے جائیں گے اور مال کی صورت میں مالکیہ فرماتے ہیں کہ اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی تا آنکہ اتنی مدت نہ گزر جائے جس میں مفقود کے مرجانے کا یقین ہو جائے، یہ مدت کتنی ہونی چاہیے؟ اس میں ستر سال، اسی سال، نوے سال، سو سال کے مختلف اقوال ہیں۔

(مالکیہ کے مذہب کی مذکورہ تشریح کے لئے دیکھیے: بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۶-۴۵)

(۳) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک میدان جنگ اور سمندری سفر میں گم ہونے والے کے لیے مدت مقرر کی جائے گی (مثلاً مالکیہ کی طرح چار سال) لیکن اس کے علاوہ عام مفقود کے لیے مدت مقرر نہیں کی جائے گی، اور اس کے اہل و مال میں اس وقت تصرف نہیں ہوگا جب تک اس کی وفات کا یقین نہ ہو جائے۔ (الابواب والتراجم ج ۲ ص ۸۱)

شوافع اور حنفیہ کا مسلک چونکہ اس سلسلے میں بہت سخت ہے، اس لیے فقہائے احناف مالکیہ کے مسلک پر فتویٰ دیتے ہیں اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں مستقل ایک رسالہ ''الحیلۃ الناجزۃ'' کے نام سے تصنیف کرایا ہے، اس میں علمائے مالکیہ کے فتاویٰ اور اس مسئلے کے متعلق ان کے مذہب میں شرائط اور تفصیلات کو جمع کیا ہے۔

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن مسیب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس اور امام زہری کے مختلف آثار نقل کیے ہیں۔

حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص صف قتال میں جہاد کے موقع پر گم ہو جاتا ہے تو اس کی بیوی ایک سال تک انتظار کرے گی، تربص امراتہ سنۃ، اصل میں تتربص ہے، ایک تاء کو تخفیفاً حذف کر دیا، اس تعلیق کو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے اور وہ زیادہ مکمل اور تام ہے ''اذا فقد فی الصف تربصت امراتہ سنۃ، واذا فقد فی غیر الصف فاربع سنین''۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۳۷)

دوسری تعلیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے، انہوں نے ایک باندی خریدی، ابھی اس کی قیمت ادا نہیں کی تھی کہ باندی کا مالک غائب ہو گیا، ایک سال تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملا تو انہوں نے باندی کے ثمن کو ایک ایک درہم اور دو دو درہم کر کے صدقہ کرنا شروع کیا، صدقہ کرتے ہوئے فرماتے: اللھم عن فلان، فان اتی فلان فلی وعلی،

Marfat.com

یعنی اے اللہ! یہ فلاں شخص کی طرف سے صدقہ ہے، اگر وہ شخص آ گیا تو یہ صدقہ میری طرف سے ہوگا میرے لیے اس کا ثواب ہوگا اور اس کا ثمن میرے ذمہ ہوگا۔ (فلی وعلی) ای فلی الثواب۔۔۔ وعلی الغرامہ۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لقطہ (گم شدہ چیز) کے بارے میں بھی اسی طرح کر لیا کرو (کہ ایک سال تک اس کا تعارف اور تشہیر کرو اور سال کے بعد اس کو صدقہ کر دو، صدقہ کے بعد اگر مالک آ گیا تو اس کا تاوان ادا کر دینا، صدقہ کا ثواب تمہیں ملے گا)۔

سعید بن منصور نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۳۷)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کا اثر منقول ہے، ان کے اثر کو بھی سعید بن منصور نے موصولاً نقل کیا ہے۔
(فتح الباری ج ۹ ص ۵۳۷)

چوتھی تعلیق حضرت زہری کی ہے، انہوں نے اس قیدی کے بارے میں جس کی جگہ معلوم ہو فرمایا کہ اس کی بیوی شادی نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس کا مال تقسیم کیا جائے گا، ہاں جب اس کی خبر منقطع ہو جائے اور اس کے متعلق کچھ پتہ نہ چلے تب اس قیدی کے ساتھ مفقود والا معاملہ اختیار کیا جائے" (مفقود کے بارے میں امام زہری کا مذہب یہاں بیان نہیں کیا گیا، ان کا مذہب یہ ہے کہ اس کی بیوی چار سال تک انتظار کرے گی اور پھر اس کو شادی کی اجازت ہوگی)۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۳۸)

ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۳۸)

(کشف الباری، کتاب الطلاق ص ۵۰۰-۵۰۲، مکتبہ فاروقیہ کراچی ۱۴۲۶ھ)

مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کے متعلق علماء اہل سنت کا موقف

امام اہل سنت، مجدد دین وملت احمد رضا خان قادری بریلوی حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

جس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو اور مرد وعورت ہر دو حنفی مذہب کے ہیں تو عورت دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا کس قدر مدت تک انتظار کرے؟ علماء مذہب حنفیہ کے اس میں کیا حکم دیتے ہیں؟

الجواب: اتنی مدت کہ مرد کی عمر سے ستر (۷۰) برس گزر جائیں، یعنی اگر اب تک زندہ ہو تو ستر (۷۰) برس کا ہو، مثلاً تیس (۳۰) سال کی عمر میں مفقود ہوا تو عورت چالیس (۴۰) برس انتظار کرے، اس مدت گزرنے پر قاضی اس کی موت کا حکم کرے، بعد حکم عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے، عدت گزار کر جس سے چاہے نکاح کر لے، فتح القدیر میں ہے:

عندی الاحسن سبعون لقوله علیه الصلوٰۃ والسلام اعمار امتی مابین الستین الی السبعین فکانت المنتهی غالبا۔	میرے نزدیک ستر (۷۰) بہتر ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "میری امت کی عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے" تو آخری حد غالباً معتبر ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۲۷۴، کتاب المفقود، نوریہ رضویہ سکھر)

جواہر اخلاطی میں ہے: انه احوط واقیس (یہی احتیاط اور قیاس کے زیادہ موافق ہے) اسی میں ہے، وعلیه الفتوىٰ (اسی پر فتویٰ ہے۔ (جواہر اخلاطی ص ۱۲۲، قلمی نسخہ ہے)

درمختار میں ہے:

Marfat.com

فی واقعات المفتین لقدری افندی معزیا للقنیة انه انما یحکم بموته بقضاء لانه امر محتمل فما لم ینضم الیه القضاء لا یکون حجة۔

واقعات المفتین میں ہے کہ قنیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے آفندی نے کہا کہ موت کا حکم قاضی کے ذریعہ ہوگا، کیونکہ احتمالی معاملہ ہے تو جب تک قاضی کا فیصلہ نہ مل جائے اس وقت تک محض مدت کا گزارنا حجت نہ ہوگا۔

(درمختار ج ا ص ۳۶۹، کتاب المفقود، مطبع مجتبائی، دہلی)

تنویر میں ہے:

بعدہ یحکم بموته فتعتد عرسه للموت (ملخصا)

مدت گزرنے کے بعد خاوند کی موت کا حکم دیا جائے گا، لہٰذا یہ عورت موت والی عدت پوری کرے گی۔ ملخصاً

(درمختار شرح تنویر الابصار ج ا ص ۳۶۹ کتاب المفقود، مطبع مجتبائی، دہلی)

ردالمحتار میں ہے: ای عدۃ الوفاۃ (یعنی وفات والی عدت مراد ہے)، بہت سن رسیدہ مرد نو عمر عورتوں سے نکاح کرتے ہیں وہاں ایسی صورتیں واقع ہوتی ہیں کہ مرد ستر (۷۰) برس کا اور عورت جوان ہو، مثلاً پچاس پچپن برس کی عمر میں پندرہ برس کی عورت سے نکاح کیا اور مفقود ہو گیا تو جب اس کی عمر سے ستر برس گزریں گے عورت تیس پینتیس برس کی ہوگی، اسی عمر کی عورت بیشک نکاح کے قابل ہے اور نہ ہو تو حکم شرع کے لیے ہے نہ کہ اپنی خواہش نفس کے لیے، قرآن عظیم صاف فرما رہا ہے: ''وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ (النساء: ۲۴) شادی شدہ عورتوں میں سے''، پھر اس کے خلاف کی طرف راہ کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۳۳۱-۳۳۲، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۱۴۱۸ھ)

مسئلہ (۲۴۳): زید نہایت بدچلن تھا، اب وہ مفقود الخبر ہے اور زید کی عورت کو گزر اوقات کرنا دشوار ہے اور زید کے باپ نے اس عورت کو نظرِ بد سے دیکھا اور زنا کیا، اس صورت میں وہ اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے تاکہ اپنی گزر اوقات کرے اور حرام سے بچے، اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: معاذ اللہ اگر یہ زنا ثابت ہو اور اس کا ثابت ہونا بہت دشوار ہے تو عورت اپنے شوہر پر ضرور ہمیشہ ہمیشہ حرام ہو گئی مگر نکاح سے نہ نکلی جب تک شوہر اپنی زبان سے اسے چھوڑنے کا کوئی لفظ نہ کہے۔ درمختار میں ہے:

بحرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج الا بعد المتارکة وانقضاء العدة والوطء بها لا یکون زنا۔

حرمتِ مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا اور عورت دوسرے کو اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک متارکہ اور اس کی عدت پوری نہ ہو جائے، اس دوران وطی کو زنا نہیں قرار دیا جائے گا۔

(درمختار ج ا ص ۱۸۸، باب فی المحرمات، مطبع مجتبائی دہلی)

اسی میں ہے:

تجب العدة بعد الوطء لا الخلوة للطلاق لا للموت من وقت التفریق اومتارکة الزوج وان لم تعلم المراة بالمتارکة فی الاصح۔

نکاح فاسد میں وقتِ تفریق یا متارکہ سے عورت پر وطی سے طلاق والی عدت ہوگی محض خلوت سے یہ عدت واجب نہ ہوگی اور نہ ہی خاوند کی موت سے موت کی عدت ہوگی۔ عورت کو متارکہ کا علم نہ بھی ہو تب بھی خاوند کے متارکہ سے عدت لازم ہوگی۔

(درمختار ج ا ص ۲۰۱، مطبع مجتبائی دہلی)

Marfat.com

قال الشامی خص الشارح المتارکة بالزوج کما فعل الزیلعی لان ظاھر کلمھم انھا لاتکون من المراة اصلا مع ان فسخ ھذا النکاح یصح من کل منھما بمحضر الاخر اتفاقا والفرق بین المتارکة والفسخ بعید کذا فی البحر وفرق فی النھر بان المتارکة فی معنی الطلاق فیختص به الزوج اما الفسخ فرفع العقد فلا یختص به وان کان فی معنی المتارکة وردہ الخیر الرملی بان الطلاق لایتحقق فی الفاسد فکیف یقال ان المتارکة فی معنی الطلاق فالحق عدم الفرق ولذا جزم به المقدسی فی شرح نظم الکنز الخ وتمامه فیما علقناہ علی البحر۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۳۵۲، داراحیاء التراث العربی بیروت)

شامی نے کہا کہ شارح نے متارکہ کو خاوند کے ساتھ مختص کیا جیسا کہ امام زیلعی نے کیا ہے کیونکہ ظاہر کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ متارکہ کا حق عورت کو نہیں ہے، حالانکہ اس نکاح کا فسخ مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی میں بالاتفاق جائز ہے اور متارکہ اور فسخ میں فرق بعید ہے۔ بحر میں یوں ہی ہے جب کہ نہر میں فرق بتایا گیا ہے کہ متارکہ طلاق کی طرح ہے اس لیے طلاق کی طرح خاوند ہی متارکہ کر سکتا ہے اور فسخ نکاح کو کالعدم قرار دینے کا نام ہے اس لیے یہ خاوند سے مختص نہ ہوگا اگرچہ متارکہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس کو خیر الدین رملی نے رد کر دیا اور کہا کہ فاسد نکاح میں طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی تو وہاں متارکہ، طلاق کے معنیٰ میں کیسے کہا جا سکتا ہے، لہٰذا حق یہی ہے کہ متارکہ اور فسخ میں کوئی فرق نہیں اسی لیے مقدسی نے نظم الکنز کی شرح میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ تمام بحث بحر پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔

ذکر فیه استناد الرملی بما لیس له بل علیه کما بینه فی منحة الخالق وبالجملة فلا یثبت من کلامھم الا اختصاص الزوج بالمتارکة ثم لا یشم خلافه اصلا اقول وقول النھران المتارکة فی معنی الطلاق معناہ ان المتارکة فی الفاسد فی معنی الطلاق فی الصحیح فلا یمسه ما ذکر الرملی وایدہ الشامی واما الاستشکال بقولھم کمافی الدر یثبت لکل واحد منھمافسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بھا اولافی الاصح خروجا عن المعصیة فلا ینافی وجوبه بل یجب علی القاضی التفریق بینھما۔ (درمختار ج ا ص ۲۰۱ مجتبائی دہلی)

وہاں شامی نے خیر الدین رملی کی جو دلیل ذکر کی وہ ان کے حق میں نہیں بلکہ ان کے خلاف ہے، جیسا کہ انہوں نے منحۃ الخالق میں اس کو ذکر کیا ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ ۲ فقہاء کرام کے کلام سے متارکہ کا خاوند کے ساتھ خاص ہونا ہی ثابت ہوتا ہے، اور اس کے خلاف کی بو تک محسوس نہیں ہوتی۔

اقول۔ نہر کے قول میں کہ متارکہ، طلاق کے معنی میں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسد نکاح میں متارکہ طلاق کے قائم مقام ہے، صحیح قول میں، لہٰذا رملی کا اعتراض بے جا ہے، اس کی تائید علامہ شامی نے کی ہے۔ باقی رہا وہ اشکال جو فقہاء کی اس عبارت سے پیدا ہوتا ہے جس کو در میں اختیار کیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو فسخ کا اختیار ہے اگرچہ ایک دوسرے کی غیر حاضری میں ہو، دخول ہوا ہو یا نہ، تا کہ گناہ سے اجتناب ہو سکے، اور یہ آپس کا متارکہ قاضی پر تفریق کے وجوب کے منافی نہیں ہے بلکہ قاضی دونوں میں تفریق کا حکم دے گا۔

فاقول یتراای لی واللہ تعالیٰ اعلم ان ھذا فیما اذا وقع فاسد کما اذا انکحھا بلا شھود اوبعد ما مس امھا وذالک لانہ لم یثبت لہ الید الشرعیۃ علیھا اصلا وکان لکل منھما فسخہ ازالۃ للمعصیۃ وما ذکروا ھھنا من تخصیص المتارکۃ بالزوج فھو فیما اذا طرء الفساد فح لاتتفرد بالفسخ لانہ لیس دفعا بل رفع لید شرعیۃ ثبتت للزوج فلابد من متارکتہ

فاقول واللہ تعالیٰ اعلم۔ مجھے جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مرد اور عورت دونوں کو بہر صورت فسخ کا اختیار اس صورت میں ہے جب کہ نکاح ابتداءً ہی فاسد منعقد ہوا ہو، جیسے بغیر گواہوں کے نکاح یا منکوحہ کی ماں کو پہلے شہوت سے چھو چکا ہو، کیونکہ اس صورت میں خاوند کا بیوی پر شرعی حق ثابت ہی نہیں ہوتا اس لیے دونوں کو ایک دوسرے سے متارکہ کا حق ہے تاکہ گناہ کا ازالہ ہو جائے اور فقہاء کرام نے جو یہ کہا ہے کہ متارکہ خاوند کا ہی حق ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ ابتداءً نکاح صحیح ہوا ہو اور بعد میں فساد اس پر طاری ہوا ہو، تو اس صورت میں اکیلی عورت کو فسخ کا حق نہیں کیونکہ یہ گناہ کا دفاع نہیں بلکہ ثابت شدہ شرعی حق کا خاتمہ ہے اس لیے خاوند کی طرف سے متارکہ ضروری ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر اس صورت میں عورت کو مستقل طور پر فسخ کا حق دیا جائے تو فتنہ برپا ہوگا کہ جب بھی عورت اپنے خاوند سے علیحدگی چاہے تو وہ مثلاً خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لے لے اور خود نکاح کو فاسد کر کے جہاں چاہے نکاح کرتی پھرے، تو اس فتنہ کا سدِ باب ضروری ہے۔

یہاں کہ شوہر مفقود ہے اور حرمت موجود ہے، عورت پر لازم کہ حاکمِ شرع کے حضور مرافعہ کرے اور وہ ثبوت لے، اگر دو گواہانِ عادل سے پدرِ زید کا زوجۂ زید کے ساتھ فعلِ بد کا ارتکاب ثابت ہو "لان ھذا ھو نصاب ثبوت حرمۃ المصاھرۃ وان لم یثبت بہ الزنافی حق الحد (کیونکہ یہ حرمتِ مصاہرہ کے ثبوت کے لیے نصاب ہے اگرچہ اس سے حد کے معیار پر زنا ثابت نہیں ہوتا۔ تو ان دونوں مرد و زن میں تفریق کر دے، روزِ تفریق سے عورت تین حیض کی عدت کرے اس کے بعد نکاح ثانی جائز ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۴۴۸-۴۵۱، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ لاہور ۱۴۱۸ھ)

مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق سید دیدار علی شاہ کا فتویٰ

مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری متوفی ۱۳۵۴ھ لکھتے ہیں:

دس برس سے خاوند مفقود ہے اور عورت جوان عمر ہے۔ کوئی صورتِ گزارہ نہیں۔ احتمالِ زنا بھی ہے، لہٰذا وہ شرعاً نکاح کر سکتی ہے؟

سائل: پابندِ شریعت مسماۃ عرب بیگم بنت میر علی، (پانی جو کی آگرہ، ۱۴ اپریل ۱۹۱۶ء)

الجواب ھو المصوب: ایسی صورت میں جب کہ مجبوری انتہا درجہ کی ہو تو حنفیہ کو بتقلیدِ شافعی و مالکی بعد اس قدر مدت مدید کے نکاح جائز ہے۔ جامع الرموز میں ہے:

قال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فینکح عرسہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چار سال تک

بعدہ کما فی النظم لفواقتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لاباس بہ علی مانحن۔ (جامع الرموز)

خاوند کو تلاش کیا جائے، اس کے بعد اس کی بیوی نکاح کرے، جیسا کہ النظم میں ہے اگر کوئی مفتی ضرورت کے مقام پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دے تو ہمارے موقف کے مطابق اس میں کوئی حرج نہ ہونا چاہیے۔

ردالمحتار میں ہے:

لوافتی بہ فی موضع الضرورۃ لاباس بہ علی ما اظن۔ (ردالمحتار جلد ۳ ص ۳۶۲ مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

اگر ضرورت کے موقع پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دے تو میرا خیال یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مگر بدرجۂ احتیاط حاکم کو بھی اطلاع کر دی جائے۔ فقط

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ

نوٹ: فقہاء شافعیہ کا مذہب وہی ہے جو فقہاء احناف کا مذہب ہے (سعیدی غفرلہ)

مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی کا فتویٰ

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زوجہ مفقود الخبر کے نکاح ثانی کرنے کے بارے میں خلاصۃ المسائل میں جو مسئلہ خبر میں ہے کہ زوجۂ مفقود الخبر کی بعد انتظاری چار سال مہینہ کے نکاح ثانی کر سکتی ہے جس کے صحیح ہونے میں تقریباً تیس مولویوں کے دستخط درج ہیں تو ہمارے حنفی المذہب کے علماء کی کیا رائے ہے حنفی مذہب کے سب علماء اس مسئلہ میں متفق ہیں یا مختلف اور یہ مسئلہ کس مذہب کا ہے، حنفی اس مسئلہ پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں، مفصل تحریر فرمائیں، بینوا وتوجروا

المستفتی ارشاد حسین۔ رامپور۔ ۵ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ

الجواب بعون الملک الوھاب: مفقود الخبر کی زوجہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ قاضی اس کی موت کا حکم نہ کرے اور وہ موت کی عدت نہ گزارے، عینی شرح کنز میں ہے: ''وتعتد امراۃ وورث منہ ای من المفقود حینئذ ای حین حکم بموتہ لایکون حجۃ''، اب رہی یہ بات کہ قاضی کب حکم کرے، ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ اس کی موت کا اندازہ اس کے ہم وطن اقران کی موت سے کیا جائے گا، جب وہاں اس کے ہم عمر مر چکیں تو قاضی اس کی موت کا حکم کر سکتا ہے۔ علامہ شیخ مصطفیٰ شرح کنز میں فرماتے ہیں: ''وفی ظاھر الروایۃ بقدر یموت اقرانہ من اھل بلدۃ علی المذھب''، قرآن کی موت کتنے عرصہ میں ہوتی ہے، اس میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ نوے سال کی عمر ہونے تک ایک سو تیس برس (۱۳۰) ہونے تک متاخرین نے ساٹھ برس اختیار کئے۔ امام ابن ہمام نے ستر برس (۷۰) کو مختار فرمایا۔ تو علمائے حنفیہ کا مسلک ہے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار سال گزرنے پر قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے اور عورت کی عدت گزار کر چاہے تو نکاح کرلے۔ عینی شرح کنز میں ہے:

''قال مالک اذا مضی اربع سنین یفرق بینھما وتعتد عدۃ الوفاۃ ثم تتزوج ان شاءت''۔ اگر ضرورت شدیدہ ہو اور

Marfat.com

تفریق نہ کرنے سے کسی فتنۂ قویہ کا اندیشہ ہو تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر عمل کیا جائے۔ رد المحتار میں ہے: لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورۃ حیث لم یوجد مالکی یحکم بہ واللہ سبحٰنہ اعلم

کتبہ المعتصم بحبل اللہ المتین

سید محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین

۱۵ جمادی الآخر، ۱۳۴۷

(فتاویٰ صدر الافاضل ص ۵۱۹-۵۲۰، مکتبہ غوثیہ کراچی)

مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق صدر الشریعہ کا فتویٰ

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مفقود اسے کہتے ہیں جس کا کوئی پتا نہ ہو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا۔ (الدر المختار ج ۶ ص ۴۴۸)

مسئلہ (۱): مفقود خود اپنے حق میں زندہ قرار پائے گا، لہٰذا اس کا مال تقسیم نہ کیا جائے اور اس کی عورت نکاح نہیں کر سکتی اور اس کا اجارہ فسخ نہ ہوگا اور قاضی کسی شخص کو وکیل مقرر کر دے گا کہ اس کے اموال کی حفاظت کرے اور اس کی جائداد کی آمدنی وصول کرے اور جن دیون کا قرضداروں نے خود اقرار کیا ہے انہیں وصول کرے اور اگر وہ شخص اپنی موجودگی میں کسی شخص کو ان امور کے لیے مقرر کر گیا ہے تو یہی وکیل سب کچھ کرے گا قاضی کو بلاضرورت دوسرا وکیل مقرر کرنے کی حاجت نہیں۔

(الدر المختار ج ۶ ص ۴۴۸، کتاب المفقود)

مسئلہ (۲): قاضی نے جسے وکیل کیا ہے اس کا صرف اتنا ہی کام ہے کہ قبض کرے اور حفاظت میں رکھے مقدمات کی پیروی نہیں کر سکتا، یعنی اگر مفقود پر کسی نے دَین یا ودیعت کا دعویٰ کیا یا اس کی کسی چیز میں شرکت کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ وکیل جوابدہی نہیں کر سکتا اور نہ خود کسی پر دعویٰ کر سکتا ہے، ہاں اگر ایسا دَین ہو جو اس کے عقد سے لازم ہوا ہو تو اس کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

(الدر المختار ج ۶ ص ۴۵۰، الہدایہ ج ۱ ص ۴۲۳، کتاب المفقود)

مسئلہ (۳): مفقود کا مال جس کے پاس امانت ہے یا جس پر دَین ہے یہ دونوں خود بغیر حکم قاضی ادا نہیں کر سکتے، اگر امین نے خود دے دیا تو تاوان دینا پڑے گا اور مدیون نے دیا تو دَین سے بری نہ ہوا بلکہ پھر دینا پڑے گا۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۲۷۴-۲۷۶)

مسئلہ (۴): مفقود پر جن لوگوں کا نفقہ واجب ہے یعنی اس کی زوجہ اور اصول و فروع ان کو نفقہ اس کے مال سے دیا جائے گا یعنی روپیہ اور اشرفی یا سونا یا چاندی جو کچھ گھر میں ہے یا کسی کے پاس امانت یا دَین ہے ان سے نفقہ دیا جائے اور نفقہ کے لیے جائداد منقولہ یا غیر منقولہ بیچی نہ جائے، ہاں اگر کوئی ایسی چیز ہے جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو قاضی اسے بیچ کر ثمن محفوظ رکھے گا اور اب اس میں سے نفقہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ (الفتاویٰ الھندیہ ج ۲ ص ۳۰۰، الدر المختار ورد المحتار ج ۶ ص ۴۵۱)

مسئلہ (۵): مفقود اور اس کی زوجہ میں تفریق اس وقت کی جائے گی کہ جب ظن غالب یہ ہو جائے کہ وہ مر گیا ہوگا اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اس کی عمر سے (۷۰) ستر برس گزر جائیں، اب قاضی اس کی موت کا حکم دے گا اور عورت عدتِ وفات گزار کر اگر نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے اور جو کچھ املاک ہیں ان لوگوں پر تقسیم ہوں گے جو اس وقت موجود ہیں۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۴، کتاب المفقود)

Marfat.com

مسئلہ (۶): دوسروں کے حق میں مفقود مردہ ہے یعنی اس زمانہ میں کسی کا وارث نہیں ہوگا مثلاً ایک شخص کی دولڑکیاں ہیں اور ایک لڑکا اور اس کے بھی بیٹے اور بیٹیاں ہیں لڑکا مفقود ہوگیا۔ اس کے بعد وہ شخص مرا تو آدھا مال لڑکیوں کو دیا جائے اور آدھا محفوظ رکھا جائے، اگر مفقود آجائے تو یہ نصف اس کا ہے ورنہ حکمِ موت کے بعد اس نصف کی ایک تہائی مفقود کی بہنوں کو دیں اور دو تہائیاں مفقود کی اولاد پر تقسیم کریں۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۴۷۳، کتاب المفقود)

یعنی دوسروں کے اموال لینے کے لیے مفقود مردہ تصور کیا جائے، مورث کی موت کے وقت جو لوگ زندہ تھے وہی وارث ہوں گے، مفقود کو وارث قرار دے کر اس کے ورثہ کو وہ اموال نہیں ملیں گے۔ (الدرالمختار ج ۶ ص ۴۵۶) یہ اس وقت ہے کہ جب سے گم ہوا ہے، اس کا اب تک کوئی پتہ نہ چلا ہو اور اگر درمیان میں کبھی اس کی زندگی کا علم ہوا ہے تو اس وقت سے پہلے جو لوگ مرے ہیں ان کا وارث ہے بعد میں جو مریں گے ان کا وارث نہیں ہوگا۔ (بحرالرائق ج ۵ ص ۲۷۸)

مسئلہ (۷): مفقود کے لیے کوئی شخص وصیت کر کے مرگیا تو مالِ وصیت محفوظ رکھا جائے اگر آگیا تو اسے دے دیں ورنہ موصی کے ورثہ کو دیں گے اس کے وارث کو نہیں ملے گا۔ (بحرالرائق ج ۶ ص ۴۵۳)

مسئلہ (۸): مفقود اگر کسی وارث کا حاجب ہو تو اس محجوب کو کچھ نہ دیں گے بلکہ محفوظ رکھیں گے مثلاً مفقود کا باپ مرا تو مفقود کے بیٹے محجوب ہیں اور اگر مفقود کی وجہ سے کسی کے حصہ میں کمی ہوتی ہے تو مفقود کو زندہ فرض کر کے سہام نکالیں پھر مردہ فرض کر کے نکالیں، دونوں میں جو کم ہو وہ موجود کو دیا جائے اور باقی محفوظ رکھا جائے۔ (الدرالمختار ج ۶ ص ۴۵۶)

(بہارِ شریعت حصہ ۱۰ ص ۴۸۵-۴۸۷، مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ)

مفقود الخبر کی بیوی کے نکاح سے رکے رہنے کے متعلق مصنف کی تحقیق

چار سال یا ایک سال بعد مفقود کو مردہ قرار دینے کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین

حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان قالا فی امراۃ المفقود تربص اربع سنین وتعتد اربعۃ اشھر وعشرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۷۱۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا: مفقود کی عورت چار سال ٹھہرے اور اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گزارے۔

عن سعید بن المسیب فی الفقید بین الصفین تربص امراتہ سنۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۷۱۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

جو شخص صفوں کے درمیان گم ہو جائے اس کی بیوی کو سعید بن المسیب ایک سال ٹھہرنے کا حکم دیتے تھے۔

ھؤلاء حکما من الناس وھؤلاء حکما فقال علی للحکمین: اتدریان ما علیکما؟ ان رایتما ان

ایک فریق نے اپنا حَکم (منصف) مقرر کیا اور دوسرے فریق نے بھی اپنا حَکم مقرر کیا، حضرت علی نے دونوں حَکموں سے کہا: اگر

Marfat.com

تفرقا فرقتما وان رایتما ان تجمعا جمعتما، فقال الزوج: اما الفرقة فلا فقال علی کذبت، واللہ لاتبرح حتی ترضی بکتاب اللہ لک وعلیک فقالت المرأة رضیت بکتاب اللہ لی وعلی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۱۲، ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

تمہاری رائے میں ان کی علیحدگی درست ہو تو ان کو علیحدہ کر دینا اور اگر تمہاری رائے میں ان کا ساتھ رہنا درست ہو تو ان کو ساتھ رہنے کا حکم دینا، خاوند نے کہا: علیحدگی کا فیصلہ مت کرنا! حضرت علی نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو بخدا تم اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک کہ کتاب اللہ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو جاؤ خواہ وہ تمہارے حق میں ہو یا خلاف! عورت نے کہا: میں کتاب اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں، خواہ میرے حق میں ہو یا خلاف!

عن ابن عباس قال: بعثت انا ومعاویة حکمین فقیل لنا: ان رایتما ان تجمعا جمعتما وان رایتما ان تفرقا فرقتما قال معمر وبلغنی ان الذی بعثهما عثمان .

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۱۶، ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم بنا کر بھیجا گیا اور ہمیں یہ ہدایت دی گئی کہ اگر تمہاری رائے میں ان کا اجتماع درست ہو تو ان کو مجتمع کر دو اور اگر تمہاری رائے میں ان کی تفریق درست ہو تو ان میں تفریق کر دو، معمر کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ انکو بھیجنے والے حضرت عثمان تھے۔

عن الشعبی قال: ان شآء الحکمان فرقا وان شاء اجمعا (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۱۱)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ دونوں حکم اگر چاہیں تو جمع کریں اور اگر چاہیں تو تفریق کر دیں۔

عن ابی سلمة ان شاء الحکمان ان یفرقا فرقا وان شاء ان یجمع جمعا۔

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ اگر دونوں حکم تفریق کرنا چاہیں تو تفریق کر دیں اور اگر جمع کرنا چاہیں تو جمع کر دیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۱۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ)

مفتی المالکیہ شیخ الجامع الازہر نے عدم نفقہ، مفقود، ظلم وضرر کی دس صورتوں میں مذہب مالکیہ کے مطابق قاضی کے طلاق نافذ کرنے اور حکمین کی تفریق کا جو جواز بیان کیا تھا ہم نے اس کے ثبوت میں قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ وتابعین سے متعدد حوالے بیان کر دیے تاکہ کسی شخص کو یہ خیال نہ ہو کہ ان صورتوں میں صرف امام مالک کے اقوال پر فسخ ہے۔

علاوہ ازیں ائمہ احناف نے ضرورت کے مواقع پر دوسرے ائمہ کے اقوال اور خصوصاً امام مالک کے قول پر فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے بارے میں ہم یہاں فقہاء احناف کی آراء نقل کر دیں۔

مذہب غیر پر افتاء اور قضاء کے بارے میں فقہاء احناف کی آراء

مذہب غیر پر فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے علامہ محمد امین بن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

ان الحکم ثلاثة انواع منه مالا یصح اصلا وان نفذه الف قاض وهو ما خالف کتابا اوسنة مشهورا او اجماعا ومنه ما ثبت فیه الخلاف قبل الحکم ویرتفع بالحکم حتی لو رفع الی قاض اخر لا یراه امضاه ومنه ما ثبت الخلاف بعد الحکم ای وقع الخلاف فی صحة الحکم به فهذا ان رفع الی قاض اخر فان کان لایراه ابطله وان کان یراه امضاه۔ (ردالمحتارج ۳ص ۵۲،مطبوعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

قاضی کے حکم کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جس میں اس کا حکم بالکل صحیح نہیں ہے خواہ ہزار قاضی اس حکم کی توثیق کر دیں، یہ وہ حکم ہے جو کتاب اللہ، سنت مشہورہ یا اجماع کے خلاف ہو، دوسری قسم وہ ہے جس میں قاضی کے حکم سے پہلے مجتہدین کا اختلاف ہو، ایسا حکم جب دوسرے قاضی کے پاس جائے تو وہ اس کو نافذ کر دے ،خواہ اس دوسرے قاضی کے نزدیک (یعنی اس کے مذہب میں) وہ حکم صحیح نہ ہو، تیسری قسم وہ ہے جس میں قاضی کے حکم کے بعد اختلاف پیدا ہوا ہو ایسا حکم جب دوسرے قاضی کے پاس جائے تو اگر وہ اس کو جائز سمجھتا ہو تو نافذ کر دے اور اگر نا جائز سمجھتا ہو تو اس حکم کو باطل کر دے۔

علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ شامی نے دوسری قسم کی ایک اور جگہ اسی بحث میں یہ مثال دی ہے کہ ایک شافعی قاضی توبہ کے بعد محدودین کی شہادت پر فیصلہ کر دے اور یہ فیصلہ حنفی قاضی کے پاس آئے تو وہ اس کو نافذ کر دے ہر چند کہ یہ فیصلہ حنفی قاضی کے مذہب کے خلاف ہے۔

(ردالمحتارج ۳ص ۵۲،مطبوعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

مذہب غیر پر قضاء کی دوسری شکل یہ ہے کہ قاضی مجتہد ہو اور دوسرے امام اور مجتہد کی رائے اس کے اجتہاد کے موافق ہو اور اس کا اجتہاد اپنے مذہب کے خلاف ہو۔ اس صورت میں اگر وہ دوسرے امام کے مذہب کے مطابق فیصلہ کر دے تو اس کا فیصلہ صحیح ہے اور نافذ ہو جائے گا یہ اس سے عام ہے کہ اس مسئلہ میں ضرورت ہو یا نہ ہو۔

علامہ محمد امین بن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

یشترط لصحة القضاء ان یکون موافقا لرایه ای لمذهبه مجتهدا کان او مقلدا فلو قضی بخلافه لا ینفذ لکن فی البدائع انه اذا کان مجتهدا ینبغی ان یصح ویحمل علی انه اجتهد فاداه اجتهاده الی مذهب الغیر ویویده ما قدمناه رسالة العلامة قاسم مستدلا بمافی السیر الکبیر۔

(ردالمحتارج ۴ص ۴۶۴،مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول،۱۳۲۷ھ)

قاضی کے فیصلہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ فیصلہ اس کے مذہب کے موافق ہو، اگر وہ فیصلہ اس کے مذہب کے خلاف ہے تو نافذ نہیں ہوگا، خواہ قاضی مجتہد ہو یا مقلد، لیکن بدائع الصنائع میں یہ ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو اس کا یہ فیصلہ صحیح ہوگا اور اس پر محمول ہوگا کہ اس کا اجتہاد مذہب غیر کے موافق ہوا ہے، اس کی تائید علامہ قاسم کے اس رسالہ سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے اس مسئلہ پر سیر کبیر سے استدلال کیا ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مذہب غیر پر قضاء اور افتاء کی تیسری صورت یہ ہے کہ قاضی اور مفتی کے نزدیک پیش آمدہ مسئلہ میں ہر چند کہ صحیح مذہب وہی ہو جو اس کے امام کا ہے لیکن اس کے امام کے قول پر مسئلہ حل نہیں ہوتا، اس وجہ سے بربناء مصلحت وضرورت وہ دوسرے امام کے قول

Marfat.com

پر فتویٰ دیتا ہے یا قضاء کرتا ہے تو اس ضرورت اور مصلحت کی وجہ سے اس کی قضاء اور فتویٰ صحیح ہے۔

ائمہ احناف کے نزدیک جو شخص غائب ہو اس کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے اور امام شافعی اور دوسرے ائمہ کے نزدیک غائب کے بارے میں فیصلہ کرنا جائز ہے۔

علامہ محمد امین بن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لوبرهن على الغائب وغلب على ظن القاضى انه حق لاتزوير ولاحيلة فيه فينبغى ان يحكم عليه وله وكذا للمفتى ان يفتى بجوازه دفعا للحرج والضرورات وصيانة للحقوق عن الضياع مع انه مجتهد فيه ذهب اليه الائمة الثلاثة وفيه روايتان عن اصحابنا وينبغى ان ينصب عن الغائب وكيل يعرف انه يراعى جانب الغائب ولا يفرط فى حقه واقره فى نور العين قلت ويؤيده ما ياتى قريبا فى المسخر وكذا مافى الفتح من باب المفقود لايجوز القضاء على الغائب الا اذا راى القاضى مصلحة فى الحكم له وعليه فانه ينفذ لانه مجتهد فيه قلت وظاهره ولو كان القاضى حنفيا ولو فى زماننا ولاينافى ما مر لان تجويز هذا للمصلحة والضرورة۔

(ردالمحتار ج ۴ ص ۴۰۷-۴۰۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ)

اگر غائب کے خلاف دلیل قائم کر دی گئی اور قاضی کا گمان غالب یہ ہے کہ یہ حق ہے جھوٹ نہیں ہے، اور نہ اس میں کوئی حیلہ ہے تو غائب کے خلاف یا اس کے حق میں فیصلہ کر دینا چاہیے، اسی طرح مفتی بھی یہ فتویٰ دے سکتا ہے تاکہ حرج نہ ہو اور لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور اس میں ضرورت ہے، علاوہ اس کے یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے، ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اور ہمارے اصحاب کے بھی اس میں دو قول ہیں۔ اور مناسب یہ ہے کہ غائب کی طرف سے ایک وکیل کر لیا جائے جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ غائب کی رعایت کرے گا اور اس کے حق میں کمی نہیں کرے گا، نور العین میں اس کو برقرار رکھا ہے، اور عنقریب مسخر میں اس کا ذکر ہوگا، اس طرح فتح القدیر میں مفقود کی بحث میں ہے، جب قاضی غائب کے خلاف یا اس کے حق میں کوئی مصلحت دیکھے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دے اور اس کا حکم نافذ ہو جائے گا کیونکہ وہ مجتہد فیہ ہے۔ (علامہ شامی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ خواہ قاضی حنفی ہو اور خواہ ہمارے زمانہ میں ہو اور یہ قاعدہ پہلے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس قاعدہ کو ضرورت اور مصلحت کی بناء پر جائز قرار دیا گیا ہے۔

بلاضرورت مذہب غیر پر قضاء صحیح نہ ہونے کی وجہ

علامہ شامی بدائع الصنائع کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ اگر قاضی کا اجتہاد مذہب غیر کے موافق ہوا تو مذہب غیر کے مطابق اس کا فیصلہ صحیح ہے، پھر اس کا کیا سبب ہے کہ وہ جگہ جگہ یہ قید لگاتے ہیں کہ ضرورت اور مصلحت کے وقت مذہب غیر پر قاضی کا فیصلہ صحیح ہے ورنہ نہیں، اس کی وجہ علامہ شامی نے یہ بیان کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں سلطان اس شرط پر کسی شخص کو قاضی مقرر کرتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب صحیح کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

بخلاف الحنفى فانه وان صح حكمه بغير مذهبه على احد القولين لكنه فى زماننا لا يصح اتفاقا

ہر چند کہ ایک قول کے مطابق حنفی قاضی کا مذہب غیر پر فیصلہ کرنا صحیح ہے، لیکن ہمارے زمانہ میں یہ بالاتفاق صحیح نہیں ہے، کیونکہ اب

Marfat.com

لتقييد السلطان قضاته بالحكم بالصحيح من مذهبنا فلا ينفذ حكمه بالضعيف فضلا عن مذهب الغير فافهم۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۱۷۷، مطبوعہ استنبول)

سلطان اس شرط پر قاضی کا تقرر کرتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب کے صحیح قول کے مطابق فیصلہ کرے گا، اس لیے اگر اس نے قول ضعیف پر بھی فیصلہ کیا تو وہ بالاتفاق نافذ نہیں ہوگا چہ جائیکہ اس کا فیصلہ مذہب غیر پر ہو، فافہم۔

یہ علامہ شامی اپنے زمانہ کے عرف کی بات کر رہے ہیں اور ہمارے زمانہ کا عرف یہ ہے کہ قاضی کے تقرر کے وقت یہ شرط نہیں لگائی جاتی اس لیے اب حنفی قاضی کا فیصلہ مذہب غیر پر مطلقاً صحیح ہوگا اور ضرورت اور مصلحت کے وقت بطریقِ اولیٰ صحیح ہوگا۔

بالخصوص امام مالک کے اقوال پر افتاء اور قضاء کے بارے میں تصریحات

ضرورت اور مصلحت کی بناء پر مذہب غیر پر افتاء اور قضاء کی بحث میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

لقول القهستاني لو افتى به في موضع الضرورة لا باس به على ما اظن قلت ونظير هذه المسئلة عدة ممتدة الطهر التي بلغت برؤية الدم ثلثة ايام ثم امتد طهرها فانها تبقى في العدة الى ان تحيض ثلاث حيض وعند مالك تنقضي عدتها بتسعة اشهر وقد قال في البزازيه الفتوى في زماننا على قول مالك وقال الزاهدي كان اصحابنا يفتون به للضرورة واعترضه في النهر بانه لا داعي الى الافتاء بمذهب الغير لا مكان الترافع الى مالكي يحكم بمذهبه وعلى ذالك ذهب ابن وهبان في منظومته هناك لكن قدمناه ان الكلام عند تحقق الضرورة حيث لم يوجد مالكي يحكم به

(ردالمحتار ج ۳ ص ۴۵۶)

علامہ قہستانی نے کہا ہے کہ اگر ضرورت کی بناء پر امام مالک کے قول پر فتویٰ دیا تو جائز ہے (علامہ شامی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ جو عورت تین دن کے حیض سے بالغ ہوئی ہو اور پھر اس کا طہر ہمیشہ جاری رہے تو احناف کے نزدیک اس کی عدت تین حیض ہی ہے اور امام مالک کے نزدیک اس کی عدت نو ماہ ہے اور فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فتویٰ امام مالک کے قول پر ہے اور فقیہ زاہدی نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب ضرورت کی بناء پر امام مالک کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، اس پر نہر میں یہ اعتراض ہے کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے کی کیا ضرورت ہے، کسی مالکی عالم سے فتویٰ لیا جائے جو اپنے مذہب کے مطابق فتویٰ دے، ابن وہبان نے بھی اپنے منظومہ میں اسی کے موافق کہا ہے، (علامہ شامی کہتے ہیں:) لیکن ہم اس مسئلہ سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے کا جواز ضرورت کی بناء پر ہے اور ضرورت اس جگہ ہوگی جہاں مالکی عالم موجود نہ ہو۔

علامہ شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی المتوفی ۹۶۲ھ لکھتے ہیں:

قال مالك والاوزاعي الى اربع سنين فينكح عرسه بعدها كما في النظم فلو افتى به في موضع الضرورة ينبغي ان لا باس به على ما اظن۔

امام مالک اور اوزاعی نے کہا کہ مفقود کی عورت چار سال تک ٹھہرے، اس کے بعد اس کا نکاح کر دیا جائے جیسا کہ نظم میں ہے، پس اگر ضرورت کی وجہ سے اس قول پر فتویٰ دیا جائے تو کوئی

Marfat.com

(جامع الرموز ج ۳ ص ۴۶۹، مطبوعہ منشی نولکشور ۱۲۱۹) حرج نہیں ہے۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

نعم مذهب مالك والقديم من مذهب الشافعي تقديره باربع سنين لكن في حق عرسه لاغير فتنكح بعدها كما في النظم فلو افتى به في موضع الضرورة ينبغي ان لا باس به كذا في القهستاني

(الدر المنتقی علی ملتقی الابحر ج ۱ ص ۷۱۳-۷۱۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

ہاں امام مالک کا مذہب اور امام شافعی کا قدیم مذہب یہ ہے کہ مفقود کو چار سال بعد مردہ قرار دیا جائے گا لیکن یہ صرف اس کی بیوی کے معاملہ میں ہے، پس چار سال بعد اس کا نکاح کیا جاسکتا ہے جیسا کہ نظم میں ہے اور اگر ضرورت کے مواقع پر اس قول کے مطابق فتویٰ دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ قہستانی میں اسی طرح ہے۔

علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے بھی ضرورت کی وجہ سے امام مالک کے قول پر فتویٰ کو جائز قرار دیا ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۵۰۹، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۵ھ)

علامہ شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی المتوفی ۹۶۲ھ لکھتے ہیں:

لانه كالتلميذ لابي حنيفة ولذا مال اصحابنا الى بعض اقواله ضرورة كما في ديباجة المصفى

(جامع الرموز (شرح وقایۃ الروایۃ) ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۱ھ)

امام مالک، امام ابوحنیفہ کے بمنزلہ شاگرد ہیں، مصفّی کے دیباچہ میں لکھا ہے: اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے ضرورت کے وقت امام مالک کے اقوال کی طرف میلان کیا ہے۔

علامہ شامی، علامہ قہستانی کے حوالے سے اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفي حاشية الفتال وذكر الفقيه ابو الليث في تاسيس النظائر انه اذا لم يوجد في مذهب الامام قول في مسئلة يرجع الى مذاهب مالك لانه اقرب المذاهب اليه

(رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷)

حاشیۃ الفتال میں لکھا ہے کہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے تاسیس النظائر میں کہا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں امام اعظم کا قول نہ ملے تو امام مالک کے مذہب کی طرف رجوع کیا جائے، کیونکہ وہ باقی مذاہب کی بہ نسبت امام اعظم کے زیادہ قریب ہیں۔

ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کے مطابق فتویٰ دینے یا قضاء پر بحث و نظر

بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ چار برس کی مہلت کے بعد مفقود کی بیوی کو نکاح کی اجازت دینا صرف امام مالک کا مذہب ہے اور جمہور ائمہ اس کے مخالف ہیں، نیز قرآن مجید نے منکوحہ غیر کو صاف حرام کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ، "منکوحہ غیر تم پر حرام ہے"۔ اور منکوحہ غیر کا مفقود کے نکاح میں ہونا یقیناً معلوم ہے اور چار برس کے بعد اس کی موت مشکوک بلکہ موہوم ہے اور تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور چار برس کی مہلت صرف حضرت عمر کی تقلید ہے، اس پر کوئی فقہی دلیل نہیں ہے۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ چار برس کی مہلت کے بعد نکاح کی اجازت دینا جمہور کا مسلک ہے، صرف امام اعظم ابوحنیفہ کا اس میں اختلاف ہے، امام مالک کے علاوہ امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے اور فقہاء شافعیہ اسی پر فتویٰ دیتے ہیں اور امام احمد کا موقف بھی یہی ہے اور اس پر فتویٰ ہے اور '' وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ ''، آیت کریمہ اس پر محمول ہے کہ جب منکوحہ غیر کا کسی شرعی دلیل سے نکاح فسخ نہ کر دیا گیا ہو، تو وہ غیر پر حرام ہے ورنہ عنین کی صورت میں جب ایک سال کی مہلت کے بعد قاضی منکوحہ غیر کا نکاح فسخ کر دیتا ہے تو اس کا غیر سے نکاح کس طرح جائز ہو جاتا ہے؟ حالانکہ وہ بھی منکوحہ غیر ہے، جس طرح یہاں قاضی کی تفریق '' وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ '' کے معارض نہیں ہے، اسی طرح مسئلہ مفقود میں بھی قاضی کا فیصلہ '' وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ '' کے معارض نہیں ہے۔

بعض فقہاء نے عنین اور مفقود میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ مفقود میں خاوند کے مل جانے کی امید ہے اور عنین میں اس کے ٹھیک ہونے کی امید نہیں ہے، لیکن یہ فرق باطل ہے کیونکہ ایک سال علاج کی مہلت کے بعد اگر عنین ٹھیک نہ ہو تو قاضی تفریق کر دیتا ہے حالانکہ ایک سال کے بعد اس کے ٹھیک نہ ہونے کی کوئی وحی نہیں اتری بلکہ اس کے بعد بھی ٹھیک ہونے کی امید ہے۔

اسی طرح لعان میں بھی احناف کے نزدیک قاضی کی تفریق کے بعد عورت غیر سے نکاح کر سکتی ہے اور جمہور کے نزدیک نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور دونوں صورتوں میں بغیر شوہر کی طلاق کے عورت غیر سے نکاح کر سکتی ہے اور یہ '' وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ '' کے خلاف ہے، باقی رہا یہ کہنا کہ نکاح یقینی تھا اور موت کا شک ہے اور شک یقین سے زائل نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ مفقود کی بیوی کو نکاح کی اجازت موت کے شک کی بناء پر نہیں دی گئی، قاضی کے فیصلہ کی بناء پر دی گئی ہے، جیسا کہ لعان، ایلاء اور عنین کے مسائل میں ہے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس مسئلہ میں صرف حضرت عمر کی تقلید کی گئی ہے۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان نے تمام صحابہ کے سامنے یہ فیصلہ کیا تھا اور کسی صحابی نے ان سے اختلاف نہیں کیا، اس لیے یہ مسئلہ اجماع صحابہ سے ثابت ہے اور اس کے خلاف جو دار قطنی کی روایت پیش کی جاتی ہے، اس کی سند ضعیف ہے جس کو ہم اس سے پہلے علامہ ابن ہمام کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

(حضرت عمر کے رجوع کی حکایت صحیح نہیں ہے۔)

نان نفقہ، کپڑے اور رہائش وغیرہ میسر نہ ہونے کی صورت میں ہم نے جو ضرورت کی بناء پر امام مالک یا دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دینے کا ذکر کیا ہے، اس میں وجہ ضرورت پر گفتگو کرتے ہوئے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ: رہا دعویٰ ضرورت، اس کا حال یوں کھلتا ہے کہ ہندوستان کی نوجوان عورتیں جو بیوہ ہو جاتی ہیں، باآنکہ انہیں شرعاً نکاح ثانیہ کی اجازت ہے، اپنی ایک جھوٹی رسم کی پیروی سے عمر بھر بیٹھی رہتی ہیں، اس وقت نہ انہیں ضرورت سوجھتی ہے نہ یہی خیال آتا ہے کہ جوانی کیونکر کٹے گی نہ یہ کہ نان ونفقہ کہاں سے ملے گا، مگر خاوند مفقود ہو تو یہ سب دعویٰ ہجوم کرتے ہیں، اگر ضرورت کا دعویٰ سچا ہے تو وہاں کیونکر صبر ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام بیوہ عورتوں کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ وہ جھوٹی رسم کی خاطر عمر بھر نکاح نہیں کرتیں۔ ہو سکتا ہے کہ جن بعض عورتوں نے نکاح نہ کیا ہو ان کے لیے نان ونفقہ کے دوسرے ذرائع موجود ہوں، یا وہ عمر رسیدہ خواتین ہوں، اور ان کو اپنی عزت اور عصمت پر کسی اسیر پنجہ ہوس کے حملہ کا خطرہ نہ ہو، لیکن اگر مفقود کی ایک نوجوان عورت کے پاس نان ونفقہ کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، اور وہ اس پر فتن دور میں اپنی عصمت کو محفوظ رکھتے ہوئے کسب معاش نہیں کر سکتی اور وہ

آپ سے پوچھتی ہے کہ اسلام میں اس کے اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟ تو کیا آپ اس کو یہ بتلائیں گے کہ نوے سال تک تم بے سایہ دیوار بھوکی پیاسی بیٹھی رہو اور نوے سال گزرنے کے بعد جب تم بوڑھی فرتوت ہو جاؤ تو کسی مرد سے شادی کر لینا۔۔!

قرآن مجید کے مطالعہ سے اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کا نظریہ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چار بیویوں کی اجازت دینے کے ساتھ ہی یہ حکم دیا ہے: فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (النساء:۱۲۹) ''ایک بیوی کی طرف بالکل اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری بیوی کو معلق چھوڑ دو'' اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی بیوی کو معلق چھوڑ دینا از روئے قرآن ممنوع ہے، اور جب شوہر کی موجودگی میں عورت کو معلق چھوڑ دینے سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے تو شوہر کے مفقود ہونے کی صورت میں عورت کو معلق چھوڑ دینا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک کب پسندیدہ ہو سکتا ہے!

نیز اللہ تعالیٰ نے ایلاء میں زیادہ سے زیادہ چار ماہ مدت مقرر کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ '' (البقرہ:۲۲۶) ''جو لوگ اپنی عورتوں سے دور رہنے کی قسم کھالیں، وہ چار ماہ تک ٹھہر سکتے ہیں''۔ چنانچہ فقہاء احناف اس آیت کی روشنی میں کہتے ہیں کہ اگر ایلاء کرنے والے نے چار ماہ کے اندر رجوع نہیں کیا تو چار ماہ پورے ہونے کے بعد عورت پر از خود طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ غور کیجئے! خاوند موجود ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو چار ماہ سے زیادہ بیوی سے دور رہنے کے التزام کی اجازت نہیں دیتا کہ اتنے عرصہ عورت اپنے شوہر کی مقاربت سے محروم ہونے کی وجہ سے ضرر میں مبتلا ہو جائے یا کہیں وہ عورت حدود اللہ سے تجاوز کے خطرہ میں نہ پڑ جائے، تو خاوند کے مفقود ہونے کی شکل میں اسے نوے سال یا مدت العمر تک بغیر خاوند کے رکھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کب جائز ہوگا، نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا (بقرہ:۲۳۱) ''جس کا منشاء صاف طور پر یہ ہے کہ رشتہ ازدواج میں ضرار نہیں ہونا چاہیے، اور ظاہر ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کو نوے سال یا مدت العمر تک انتظار کا حکم دینے میں انتہا درجہ کا ضرار ہے، نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ (البقرہ:۱۲۹) اگر بیوی اور شوہر کو یہ خوف ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، پس اگر عورت خلع کر کے علیحدہ ہو جائے تو دونوں پر کچھ حرج نہیں''۔

اس آیت میں حدود اللہ کی حفاظت کو رشتہ ازدواج کے قیام پر مقدم رکھا گیا ہے اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس عورت کا شوہر برسوں سے مفقود ہو اس کے لیے حدود اللہ پر قائم رہنا نہایت دشوار ہے، ان تمام آیات میں جو اصول بیان کئے گئے ہیں، ان کے مقاصد پر غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کو نوے سال یا ایک غیر معلوم مدت تک انتظار کرنے کا حکم دینا ایک ناعاقبت اندیشانہ اقدام ہے اور یہ احکام قرآن کی رو سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور اس مسئلہ میں صحیح حکم وہی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے اور حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک ہے اور یہی حضرت امام شافعی کا قدیم قول ہے اور اکثر فقہاء شافعیہ اور فقہائے حنفیہ کا مختار بھی ہے۔

ضرورت کی بناء پر دوسرے ائمہ کے مذاہب پر فسخ نکاح کی صورتوں کا خلاصہ

ضرورت کی بناء پر ہم نے خاوند اور بیوی کے درمیان تفریق کی صورتیں بیان کی ہیں، ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

Marfat.com

(۱) اگر کوئی شخص افلاس کی بناء پر بیوی کو نفقہ نہیں دے رہا اور اس کو طلاق بھی نہیں دیتا تو امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے اور قاضی تفریق کر سکتا ہے۔
(۲) اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا تو وہ قاضی کے ہاں مقدمہ کرے اور قاضی اس کے مفقود الخبر ہونے کا اطمینان کرنے کے بعد اسے چار سال انتظار کا حکم دے، پھر عدت وفات کے بعد وہ دوبارہ نکاح کر سکتی ہے، امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا قولِ قدیم یہی ہے، اسی پر فقہائے شافعیہ کا فتویٰ ہے۔
(۳) اگر شوہر مفقود الخبر ہو اور عورت کے گزارنے کے لیے بالکل خرچ نہ ہو تو عورت کے مطالبہ پر امام مالک کے نزدیک قاضی فی الفور تفریق کر دے گا، امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے۔
(۴) اگر شادی کے بعد خاوند کسی طویل المیعاد بیماری میں مبتلاء ہو گیا اور عورت کے لیے خرچ کی کوئی سبیل نہیں تو عورت کے مطالبہ پر قاضی فی الفور تفریق کر دے گا، یہ بھی امام مالک کا مذہب ہے۔
(۵) اگر خاوند کو لمبی مدت کے لیے سزا ہو گئی اور عورت کے لیے خرچ کی کوئی سبیل نہیں ہے تب بھی امام مالک کے نزدیک عورت کے مطالبہ پر قاضی فی الفور طلاق نافذ کر دے گا۔
(۶) خاوند غائب ہو، اس کا پتا معلوم ہو اور اس سے ڈاک کا رابطہ بھی ہو اور وہ خوشحال بھی لیکن تنگ کرنے کے لیے عورت کا خرچ نہ دے اور نہ اس کو طلاق دے، تو امام مالک اور امام احمد کے نزدیک قاضی اس پر طلاق نافذ کر سکتا ہے، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔
(۷) خاوند حاضر اور موجود ہو، اور وہ مالدار بھی ہو لیکن عورت کو نفقہ نہ دیتا ہو، نہ طلاق دیتا ہو تو امام مالک کے نزدیک عورت کے مطالبہ پر قاضی طلاق نافذ کر دے گا۔
(۸) عورت یہ ثابت کر دے کہ خاوند اس پر ظلم کرتا ہے مثلاً بلاوجہ مار پیٹ یا گالم گلوچ کرتا ہے تو عورت کے مطالبہ پر امام مالک کے مذہب میں قاضی تفریق کر سکتا ہے۔
(۹) ناچاقی کی صورت میں جب صلح کا امکان نہ رہے تو امام مالک کے نزدیک دو حکم مقرر کیے جائیں، اور وہ اپنی صواب دید سے زوجین میں تفریق کر سکتے ہیں۔
(۱۰) مفقود الخبر جنگی صفوں کے درمیان سے غائب ہوا ہے، تو امام مالک کے نزدیک حاکم اس کو ایک سال بعد نکاح کی اجازت دے دے گا، اس میں عدت وفات نہیں ہے۔

ان تمام صورتوں کا ہم نے ائمہ مذاہب کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ و تابعین سے اس پر دلائل قائم کیے ہیں۔

مذہب غیر پر عدالت کی طلاق کا حکم

امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے مذاہب پر ہم نے جن دس صورتوں میں عورت کے مطالبہ پر قاضی کے طلاق دینے اور نکاح فسخ کرنے کا حق بیان کیا ہے، ان صورتوں میں اگر پاکستان یا کسی اور اسلامی ملک کی عدالتوں میں سے کسی عدالت نے طلاق نافذ کر دی یا نکاح فسخ کر دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے۔

Marfat.com

ملک العلماء علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

فاما اذا کان من اهل الاجتهاد ینبغی ان یصح قضاءه فی الحکم بالاجماع ولا یکون لقاض اخر ان یبطله لانه لا یصدق علی النسیان بل یحمل علی انه اجتهد فادی اجتهاده الی مذهب خصمه فقضی به فیکون قضاءه باجتهاده فیصح فی حادثة وهی محل الاجتهاد برایه (الی قوله) لاتفاق اهل الاجتهاد علی ان للقاضی ان یقضی فی محل الاجتهاد بما یودی الیه اجتهاده فکان هذا متفقا علی صحته۔

(بدائع الصنائع ج ۷ ص ۵، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ)

جب قاضی مجتہد ہو اور وہ اپنے امام کے علاوہ کسی اور امام کے مذہب کے مطابق کسی مقدمہ میں فیصلہ کر دے تو اس کا یہ فیصلہ بالاجماع صحیح ہے اور دوسرے قاضی کو اس فیصلہ کے مسترد کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے بھول کر یہ فیصلہ کیا ہے بلکہ قاضی نے اس مسئلہ میں اجتہاد (غور و فکر) کیا اور اس کا اجتہاد، دوسرے امام کے مذہب کے مطابق ہو گیا اور اس نے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا، لہٰذا جو مسائل محل اجتہاد ہیں، ان میں اس کا یہ فیصلہ صحیح ہے، کیونکہ مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے کہ قاضی محل اجتہاد میں اپنے اجتہاد کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے، لہٰذا اس فیصلہ کی صحت پر اتفاق ہے۔

خاوند کے پیش نہ ہونے پر عدالت کی طلاق کا حکم

اگر ان دس صورتوں میں سے کسی صورت میں عورت قاضی کے ہاں فسخ نکاح کا دعویٰ کرے اور خاوند عدالت میں پیش نہ ہو تو مناسب یہ ہے کہ خاوند کی طرف سے وکیل کر لیا جائے اور اگر وکیل نہیں کیا گیا اور عدالت نے عورت کے حق میں فیصلہ کر کے طلاق نافذ کر دی یا طلاق دے دی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چونکہ قضاء للغائب صحیح ہے اس لیے نکاح فسخ ہو جائے گا اور چونکہ فقہاء احناف کے نزدیک ضرورت کی بناء پر مذہب غیر پر عمل جائز ہے اور ان دس صورتوں کا تعلق ضرورت سے ہی ہے اس لیے احناف کے نزدیک بھی یہ طلاق واقع ہو جائے گی، اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔

علامہ کمال الدین بن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

اذا رای القاضی المصلحة فی الحکم للغائب وعلیه فحکمه ینفذ لانه مجتهد فیه۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۳۶۸-۳۶۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

جب قاضی غائب کے حق میں یا غائب کے خلاف فیصلہ کرنے میں مصلحت دیکھے اور اس کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا، کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔

میں نے اس مسئلہ میں کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ان مسائل میں جو عورتیں اور ان کے متعلقین پریشان پھرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بتلایئے جب خاوند عورت کو نہ آباد کرے نہ طلاق دے تو وہ کیا کرے؟ اسلام میں اس کا کیا حل ہے، یا ایک جوان عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا ہو یا پاگل ہو گیا یا کسی اور لا علاج مرض میں مبتلا ہو گیا یا کسی جرم کی وجہ سے اس کو عمر قید کی سزا ہو گئی اور اس کی بیوی کے خرچ کی کوئی سبیل نہیں، شوہر طلاق دینے کا اہل نہیں یا دیتا نہیں، اور اس پرفتن دور میں وہ عورت عزت و آبرو کے ساتھ کسب معاش نہیں کر سکتی، بتلایئے وہ عورت کیا کرے؟ اسلام میں اس کا کیا حل ہے؟ تو ہمارے زمانے کے مفتی یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ اسی شوہر کے نکاح میں بیٹھی رہے جب تک وہ طلاق نہیں دیتا وہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی،

Marfat.com

فقہ حنفی کا یہی حکم ہے اور اگر وہ عورت عدالت میں چلی جائے اور شوہر پیش نہ ہو اور عدالت طلاق دے دے تو ہمارے زمانے کے فقہاء اس کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ غیر اسلامی طلاق ہے، اس وجہ سے میرے دل میں مدت سے یہ تڑپ تھی کہ میں اس مسئلہ کا حل پیش کروں، صحیح مسلم میں نان ونفقہ سے متعلق حدیث کے تحت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے اقوال میں بے شک اس مسئلہ کا حل نہیں ہے لیکن امام اعظم کے اقوال سے ہی فقہاء حنفیہ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینا، قضاء کرنا اور عمل کرنا جائز ہے، سو اس قاعدہ کی روشنی میں میں نے ائمہ ثلاثہ خصوصاً امام مالک اور امام احمد کے اقوال کے مطابق ان مسائل کا حل بیان کیا ہے، اور میں نے صرف ان اقوال پر اکتفاء نہیں کی بلکہ قرآن مجید، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ان مسائل کو ثابت کیا ہے، میری یہ کاوش صرف اس لیے ہے کہ کوئی شخص اسلام کو ناقابل عمل دین نہ سمجھے بلکہ یہ یقین رکھے کہ اسلام میں ہر پیش آمدہ مشکل کا حل موجود ہے، اگر ہم اس حل کو تلاش نہیں کر سکے تو یہ ہماری فہم اور مطالعہ کی کمی ہے، اسلام میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اے اللہ! اس مقالہ کو نافع بنا، اسے قبول عام عطا فرما، اس کے مصنف، قاری اور معاون کی خطاؤں سے درگزر کر اور ان کے لیے دارین کی خیر اور سعادت کو مقدر کر دے۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین قائد غر المحجلین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۱۱۰-۱۱۲۱، مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات، ۱۴۲۳ھ)

عدالت کے فسخ نکاح پر اعتراضات کے جوابات

کسی مظلوم اور نان ونفقہ سے محروم عورت کے حق میں جب عدالت فسخ نکاح کر دیتی ہے اور اس کو دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت دے دیتی ہے تو اس پر بعض علماء کرام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر عدالت کے فیصلہ کی بناء پر اس نکاح کے جواز کا دروازہ کھول دیا جائے تو جو عورت بھی اپنے خاوند سے نجات حاصل کرنا چاہے گی، وہ عدالت میں جھوٹا دعویٰ دائر کر کے اپنے حق میں فیصلہ کرا لے گی۔ اس اعتراض کے جواب میں پہلے یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کے دروازہ پر کچھ لوگوں کے جھگڑنے کی آواز سنی، آپ ان کے پاس باہر گئے اور فرمایا: میں صرف بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) میرے پاس لوگ اپنے جھگڑے لے کر آتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنا موقف زیادہ وضاحت سے پیش کرے اور میں اس کو سچا گمان کر کے اس کے حق میں فیصلہ کر دوں، سو (بہ فرض محال) اگر میں کسی شخص کو کسی مسلمان کا حق دے دوں تو وہ صرف آگ کا ٹکڑا ہے وہ اس کو لے یا ترک کر دے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۴۵۸، ۷۱۸۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۱۳)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی میں (از خود) غیب اور مخفی امور کو نہیں جانتا جیسا کہ حالت بشریہ کا تقاضا ہے اور آپ صرف ظاہر کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے اور مخفی چیزیں اللہ کی ولایت میں تھیں، اور اگر اللہ چاہتا تو آپ کو مخفی امور پر مطلع فرما دیتا حتیٰ کہ آپ (صورت واقعیہ کے مطابق) یقین کے ساتھ فیصلہ فرماتے لیکن اللہ نے آپ کی امت کو آپ کی اقتداء کا حکم دیا اس لئے آپ نے ظاہر صورت حال کے

Marfat.com

مطابق فیصلہ فرمایا تا کہ امت کو آپ کی اتباع کرنے میں آسانی اور اطمینان ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵)

اسی طرح حافظ ابن حجر شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۷۵)

اس حدیث اور اس کی شرح سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت خاوند کے خلاف جھوٹے گواہ پیش کر کے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیتی ہے تو عدالت تو بہر حال ظاہر صورت حال کے مطابق فیصلہ کرے گی لیکن اس جھوٹ کا وبال اس عورت کے سر پر ہوگا۔ ظاہر صورت حال کے مطابق فیصلہ کرنے کے متعلق ایک اور حدیث یہ ہے: جو لوگ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے اور آپ نے واپس آ کر ان سے باز پرس کی تو اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ لوگ (منافقین) آئے، انہوں نے مختلف بہانے کیے اور قسمیں کھائیں، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہر کردہ بہانوں کو قبول کر لیا اور ان سے بیعت لی اور ان کے لئے استغفار کیا اور ان کے باطنی امور کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۴۴۱۸)

دوسرا جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک صرف حجت ظاہر یہ کا اعتبار ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جھوٹے گواہوں کے ساتھ ظاہراً و باطناً عقود اور فسوخ میں قضا نافذ ہو جاتی ہے، بہ شرطیکہ قضا کے محل میں اس قضا کی صلاحیت ہو اور قاضی کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم نہ ہو۔ (درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۴ ص ۳۳۳)

علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فسوخ سے مراد ایسا فیصلہ ہے جو عقد کے حکم کو فسخ کر دے، لہٰذا یہ طلاق کو بھی شامل ہے اور اس کی فروع میں سے یہ ہے کہ ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ اس کے خاوند نے اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور خاوند اس کا منکر ہو اور اس عورت نے اپنے دعویٰ پر دو جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اور قاضی نے ان میں علیحدگی کا فیصلہ کر دیا، اس عورت نے عدت کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کر لیا، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کا اس عورت سے مباشرت کرنا جائز ہے خواہ اس کو حقیقتِ حال کا علم ہو اور ان دو گواہوں میں سے بھی اگر کوئی اس عورت سے نکاح کرے تو عدت کے بعد اس عورت سے نکاح اور مباشرت کرنا جائز ہے اور اس کے پہلے خاوند کا اس عورت سے مباشرت کرنا جائز نہیں ہے اور اس عورت کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو وطی کرنے کا موقع دے۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۴ ص ۳۳۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جس عورت پر اس کا خاوند ظلم کرے اس کو نہ گھر میں رکھے اور نہ کھانے پینے اور کپڑوں کا خرچ دے اور نہ اس کو طلاق دے اور وہ عورت جوان ہو وہ اپنے معاش کے حصول کے لیے محنت مزدوری یا ملازمت کرے تو اس کو اپنی عزت اور عفت کے لٹ جانے کا بھی خطرہ ہو (اور ایسے واقعات ہمارے ہاں ہوتے رہتے ہیں) تو ایسی صورت حال کے مطابق اگر عدالت اس کے فسخ نکاح کا فیصلہ کر دے تو یہ ائمہ ثلاثہ کے مطابق ایک جائز عمل ہے، اب اگر کوئی عورت اس قانون سے فائدہ اٹھا کر جھوٹے گواہوں کے ذریعہ شوہر کو آباد نہ کرنے کی فرضی داستان سنا کر اپنے حق میں فسخ نکاح کا فیصلہ کرا لے تو اس کا وبال اس عورت کے سر ہوگا اور اس کے اس جھوٹ کی وجہ سے اس جائز طریقہ کو ترک نہیں کیا جائے گا، اس کی نظیر یہ ہے:

علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ زیارت قبور کو اس لئے ترک نہیں کیا جائے گا کہ زیارت قبور میں بہت سے منکرات اور فاسد (ناجائز اور برے کام) مثلاً مردوں اور عورتوں کا اختلاط اور دوسرے امور (مثلاً قبروں پر سجدہ کرنا) داخل ہو گئے ہیں، کیونکہ عبادات کو ان کاموں کی وجہ سے ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ انسان پر لازم ہے کہ ان عبادات کو بجالائے اور ان غلط کاموں کا رد کرے اور حسب استطاعت ان بدعات کو زائل کردے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۰۴، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

ثانیاً یہ کہ جھوٹے گواہ پیش کر کے اپنے حق میں عدالت سے فیصلہ کرانا صرف فسخ نکاح کے عقد کے ساتھ تو مخصوص نہیں ہے۔ ہر قسم کے دیوانی اور فوجداری مقدمات میں پیشہ ور جھوٹے گواہ عدالت کے باہر مل جاتے ہیں، اور ان کی بناء پر بہت سے مقدمات میں ظاہری شہادت کی بناء پر فیصلہ کر دیا جاتا ہے، تو اب اگر کسی مقدمہ میں ظاہری شہادت کی بناء پر عدالت کے فیصلہ کو اس لئے معتبر نہ مانا جائے کہ یہ شہادت فی الواقع جھوٹی تھی تو پھر عدالت کا کوئی بھی فیصلہ معتبر نہیں رہے گا، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ فیصلہ جھوٹی گواہی کی بناء پر ہو اور اس کا حل یہی ہے کہ عدالت کا کام ظاہری شہادت کی بناء پر فیصلہ کرنا ہے، اگر کسی فریق نے جھوٹے شواہد پیش کیے ہیں تو اس کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا اور حقیقت کا علم اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے۔

''قضاء علی الغائب'' کے متعلق مذاہب ائمہ

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک غائب کے خلاف فیصلہ کرنا جائز ہے، انہوں نے کہا: جو دور دراز غائب ہو اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ غائب کے خلاف مطلقاً فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

(بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۵۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف الدین نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

جس طرح حاضر کے خلاف ایک گواہ اور قسم سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے، اسی طرح غائب کے خلاف بھی ایک گواہ اور قسم سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ (روضۃ الطالبین ج ۸ ص ۱۵۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ)

امام ابواسحٰق ابراہیم بن علی فیروز آبادی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر ایک شخص قاضی کے سامنے پیش ہو اور شہر سے غائب شخص کے خلاف دعویٰ کرے یا شہر میں حاضر ہو لیکن بھاگ جائے یا شہر میں حاضر ہو اور چھپ جائے اور اس کو حاضر کرنا مشکل ہو تو اگر مدعی کے پاس اس غائب کے خلاف گواہ نہ ہوں تو اس کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا، کیونکہ اس کا دعویٰ سننا غیر مفید ہے، اور اگر مدعی کے پاس اس غائب کے خلاف گواہ ہوں تو اس کا دعویٰ سنا جائے گا اور اس کے گواہوں کو بھی سنا جائے گا کیونکہ اگر ہم اس کے دعویٰ کو نہ سنیں تو اس مدعیٰ علیہ کا غائب ہونا یا شہر میں چھپ جانا لوگوں کے حقوق ساقط کرنے کا سبب ہوگا جب کہ ان حقوق کی حفاظت کے لئے حاکم کو نصب کیا جاتا ہے۔

(المہذب ج ۲ ص ۳۰۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، شرح المہذب ج ۲۰ ص ۱۶۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جس غائب شخص کے خلاف کوئی حق ثابت ہو جائے تو اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا (الی قولہ) غائب کے خلاف صرف

Marfat.com

آدمیوں کے حقوق میں فیصلہ کیا جائے گا، البتہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں اس کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ حدود میں اسقاط کی گنجائش ہے، اگر کسی غائب شخص کے چوری کرنے پر گواہ قائم ہوں تو اس سے مال واپس لینے کا حکم دیا جائے گا اور اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ (المغنی ج ۱۰ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)۔

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ کی تحقیق یہ ہے کہ جو شخص مجلس عدالت سے غائب ہو یا اس شہر سے غائب ہو اور اس کے خلاف گواہ قائم ہوں تو اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا خواہ اس مقدمہ کا تعلق آدمیوں کے حقوق سے ہو یا اللہ تعالیٰ کی حدود سے۔ (محلی ابن حزم ج ۹ ص ۳۶۶)

''قضاء علی الغائب'' کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہند نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوسفیان ایک کم خرچ کرنے والے انسان ہیں اور مجھے ان کے مال سے خرچ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے مال سے اتنی مقدار لے لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کے لئے دستور کے مطابق کافی ہو۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۷۱۸۰، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۱۴)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس مجلس سے غائب تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فیصلہ فرمایا، امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان ہی یہ قائم کیا ہے: باب القضاء علی الغائب۔ اس حدیث میں مالی معاملات میں غائب کے متعلق فیصلہ کیا گیا ہے اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے فسخ نکاح میں غائب کے خلاف فیصلہ کیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

ابن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے مفقود (لاپتہ) شخص کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اس کی بیوی چار سال انتظار کرے اور اس کے بعد چار ماہ دس دن (عدت وفات گزارے) پھر اگر اس کا پہلا خاوند آ جائے تو اس کو اپنے دیئے ہوئے مہر اور بیوی کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ (المصنف، رقم الحدیث: ۱۲۳۱۷)

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس عورت کا خاوند لاپتہ ہو جائے اور اس کو معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے تو وہ چار سال انتظار کرے، پھر چار ماہ دس دن عدت گزارے، پھر وہ حلال ہو جائے گی۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ جب اس نے عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کر لیا تو پہلے خاوند کا اس پر کوئی حق نہیں رہا۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی اور وہ غائب ہو گیا اور اس حال میں اس نے اس طلاق سے رجوع کر لیا، عورت کو طلاق کی خبر پہنچی اور اس کے رجوع کی خبر نہیں پہنچی اور اس نے دوسری جگہ شادی کر لی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا: جب اس عورت نے نکاح کر لیا تو اب پہلے خاوند کا اس پر کوئی حق نہیں رہا، خواہ دوسرے خاوند نے اس سے دخول کیا ہو یا نہیں۔ (موطا امام مالک، رقم الحدیث: ۱۲۱۹)

Marfat.com

ان دو حدیثوں میں فسخ نکاح اور طلاق کے معاملہ میں قضاء علی الغائب کا ثبوت ہے۔

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک قضاء علی الغائب جائز ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک قضاء علی الغائب جائز نہیں ہے لیکن فقہاء احناف نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر ضرورت کی بناء پر کوئی حنفی قاضی یا مفتی ائمہ ثلاثہ کے اس قول پر فتویٰ دے تو یہ جائز ہے اور جس عورت کو اس کا خاوند تنگ کرنے کے لئے نہ خرچ دیتا ہو نہ طلاق دیتا ہو اور اپنی عزت اور عصمت کی حفاظت کے ساتھ ملازمت کر کے اس کے لئے روٹی کمانا مشکل اور دشوار ہو اور اندریں صورت وہ عدالت میں اپنا کیس پیش کرے، خاوند حاضر نہ ہو اور عدالت خاوند کے خلاف یک طرفہ ڈگری دے کر خلع کر دے (یعنی نکاح فسخ کر دے) تو یہ فیصلہ صحیح ہے اور عدت کے بعد اس عورت کا دوسری جگہ نکاح کرنا صحیح ہے۔

۵۲۹۲ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ فَقَالَ خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ وَسُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ فَغَضِبَ وَاحْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ وَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا الْحِذَاءُ وَالسِّقَاءُ تَشْرَبُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا وَعَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ مَنْ يَعْرِفُهَا وَإِلَّا فَاخْلِطْهَا بِمَالِكَ قَالَ سُفْيَانُ فَلَقِيتُ رَبِيعَةَ بْنَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سُفْيَانُ وَلَمْ أَحْفَظْ عَنْهُ شَيْئًا غَيْرَ هَذَا فَقُلْتُ أَرَأَيْتَ حَدِيثَ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ فِي أَمْرِ الضَّالَّةِ هُوَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَحْيَى وَيَقُولُ رَبِيعَةُ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سُفْيَانُ فَلَقِيتُ رَبِيعَةَ فَقُلْتُ لَهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از یزید مولیٰ المنبعث، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے گم شدہ بکری کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کو پکڑ لو، وہ تمہارے لئے ہے یا تمہارے بھائی کے لئے ہے، یا بھیڑیے کے لیے ہے، اور آپ سے گم شدہ اونٹ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ناراض ہو گئے اور آپ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے اور آپ نے فرمایا: تمہارا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے اور اس کے ساتھ اس کی جوتیاں ہیں اور اس کے پانی کی مشک ہے، وہ پانی پیئے گا اور درخت کے پتے کھائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اس سے ملاقات کرلے گا اور آپ سے لُقطہ (گری پڑی چیز) کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کے ظرف کو پہچان کر یاد رکھو اور اس کے ظرف کے مادہ کو یاد رکھو اور ایک سال تک اس کا اعلان کرو، پس اگر وہ مرد آ جائے جو اس کو پہچانتا ہو تو فبہا ورنہ تم اس چیز کو اپنے مال کے ساتھ ملا لو، سفیان نے کہا: میری ربیعہ بن عبد الرحمٰن سے ملاقات ہوئی، سفیان نے کہا: مجھے اس کے سوا اس حدیث کی اور کوئی چیز یاد نہیں۔ (علی بن عبد اللہ نے کہا:) میں نے پوچھا: آپ یہ بتائیں کہ یزید مولیٰ المنبعث کی حدیث گم شدہ چیز کے متعلق ہے آیا وہ زید بن خالد سے روایت ہے؟ سفیان نے کہا: ہاں! یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ ربیعہ از یزید مولیٰ المنبعث از زید بن خالد روایت کرتے ہیں کہ میری ربیعہ

Marfat.com

سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا۔

(صحیح البخاری:۹۱،صحیح مسلم:۱۷۲۲،سنن ترمذی:۱۳۷۲،سنن ابوداؤد:۱۷۰۴،سنن ابن ماجہ:۲۵۰۴،مسند احمد:۱۶۵۸۹،موطا امام مالک:۱۴۸۲)

اس باب کی حدیث میں مذکور تعلیق کا خلاصہ اور تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کے آخر میں جو تعلیق مذکور ہے اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
خلاصہ یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید انصاری نے اس حدیث کی یزید سے روایت کی ہے، لیکن یہ حدیث مرسلاً روایت کی ہے موصولاً روایت نہیں کی، یزید تابعی ہیں، ان کی سند میں یزید کے بعد حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ متوفی ۶۸ھ کا واسطہ نہیں ہے، یحییٰ بن سعید نے اپنے شاگرد سفیان سے پوچھا: کیا آپ اس حدیث کو موصولاً نقل کرتے ہیں یعنی از یزید از حضرت زید بن خالد الجھنی روایت کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں!

حدیث میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اونٹ کے ساتھ اس کے جوتے ہیں: اس سے مراد ہے کہ اونٹ اپنے کھریا اپنے پاؤں کے ساتھ چلتا ہے اور الحذاء کا معنی جوتا ہے۔

لُقطہ: اصطلاحِ فقہ میں لُقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو مالک کی غفلت کی وجہ سے اس سے گر گئی ہو، سو کوئی شخص اس کو اٹھالے۔

الوکاء: یہ وہ چیز ہے جس کے ساتھ تھیلی کے منہ کو باندھا جاتا ہے یعنی دھاگا۔

العفاص: یہ وہ چیز ہے جس میں خرچ کی چیزیں ہوتی ہیں۔

سو تم اس کو اپنے مال کے ساتھ ملالو: داؤد ظاہری متوفی ۲۰۷ھ نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے کہ لقطہ کو پانے والا اس لقطہ کا مالک ہو جائے گا اور تمام شہروں کے فقہاء نے اس کی مخالفت کی اور اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ تم اس لُقطہ کو اپنے مال کے ساتھ اس اعتبار سے ملالو کہ تم اس کے ضامن ہو گے کیونکہ دوسری روایت میں یہ تصریح ہے کہ اگر کسی دن اس لقطہ کا مالک آیا تو تم اس کو وہ ادا کردینا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۹۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور میں بھیڑیئے کا ذکر بہ طور تمثیل ہونا

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ بکری یا تمہارے لئے ہوگی یا بھیڑیئے کے لیے ہوگی، اس حدیث میں بھیڑیئے کا لفظ بہ طور مثال ہے، بہ طور حصر نہیں ہے، کیونکہ بکری کو کبھی شیر کھا جاتا ہے اور کبھی گیدڑ کھا جاتا ہے۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عالم کا حالتِ غضب میں بھی فتویٰ دینا جائز ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور شدتِ غضب سے آپ کے رخسار مبارک سرخ ہو گئے اس کے باوجود آپ نے سائل کے سوال کا جواب دیا یعنی اگر تم اونٹ کو جنگل میں پاؤ تو تم اس کو نہیں پکڑو گے بلکہ چھوڑ دو گے کیونکہ اس کے پاؤں ہیں جس سے وہ چلتا رہے گا

Marfat.com

اس کو تھکاوٹ نہیں ہوگی نہ اس کو کانٹے چبھیں گے نہ اس کو کنکر چبھیں گے اور وہ چلتے چلتے پانی کے گھاٹ پر پہنچ جائے گا اور کئی کئی دن کے لئے اپنے پیٹ میں پانی بھر لے گا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اونٹ اپنی خود حفاظت کر لیتا ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گدھا بکریوں کی جنس سے ہے، اس لئے کہ وہ خود بھیڑیئے سے اپنی حفاظت نہیں کر سکتا اس لئے گم شدہ گدھے کو بھی بکری کی طرح پکڑ لیا جائے گا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۶۱، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کی کتاب المفقود کے ساتھ مناسبت

امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب المفقود میں روایت کی ہے، کیونکہ جس طرح لُقطہ یعنی گم شدہ چیز سے اس کے مالک کی ملکیت زائل نہیں ہوتی، اسی طرح مفقود الخبر سے اس کی بیوی کا نکاح زائل نہیں ہوتا اور جب تک مفقود الخبر کی موت کی یقینی خبر نہ آجائے اس وقت تک اس کی بیوی کے لئے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

عالم یا استاذ کا غضب میں آکر سائل یا بچوں کو مارنے اور زد و کوب کرنے کی ممانعت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سائل نے نامناسب سوال کیا کہ بکری کا کیا حکم ہے تو آپ اس لیے ناراض ہوئے کہ بکری کوئی گری پڑی چیز نہیں ہے، جو لقطہ ہو اس کو تم پکڑ کر لے جاؤ گے یا بھیڑیا پکڑ کر لے جائے گا، لیکن آپ نے اس نامناسب سوال کے باوجود اس کو نہ ڈانٹا اور نہ اس کو مارا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر شاگرد کوئی نامناسب بات کرے یا نامناسب حرکت کرے تو اس کو ڈانٹنا یا مارنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ کی سیرت کے خلاف ہے۔

ہمارے زمانہ میں قاری اور حافظ جو بچوں کو حفظ قرآن کی تعلیم دیتے ہیں وہ ان کو سبق یاد نہ ہونے پر نہایت سفاکی اور بے دردی سے ڈنڈوں سے مارتے ہیں اور کئی کئی گھنٹے تک کان پکڑوا کر ان کو مرغا بنا دیتے ہیں اور ہم نے دیکھا ہے کہ ایک حافظ غضب میں آکر بچہ کو اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیتا تھا اور بعض حافظ بچوں کو اتنا مارتے تھے کہ مسجد میں ان کا پیشاب اور پاخانہ خطا ہو جاتا تھا اور بچوں کو زنجیر سے باندھ کر بھی رکھا جاتا ہے، بچوں کو اتنا زیادہ مارنا ظلم ہے، ناجائز ہے اور گناہ کبیرہ ہے، اور قیامت کے دن ان لوگوں سے قصاص لیا جائے گا اور ان مضروب اور مظلوم بچوں سے کہا جائے گا کہ تم بھی اس کو اتنا زیادہ مارو جتنا یہ تمہیں دنیا میں مارتا تھا۔

بچوں کو زیادہ مارنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ سامان ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن، نمازیں، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، سو اس کو قیامت کے دن بٹھایا جائے گا اور اس سے بدلہ لیا جائے گا اور اس کی نیکیاں مضروب اور مظلوم کو دی جائیں گی، پس اگر اس کی نیکیاں اس کے قصاص سے پہلے ختم ہو جائیں تو مضروب اور مظلوم کے گناہ اس ضارب اور ظالم کے اوپر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۴۱۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳)

Marfat.com

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے اپنے بھائی کی عزت یا اس کے مال پر کوئی ظلم کیا ہو، پھر وہ بندہ اس مظلوم کے پاس جائے اس دن سے پہلے کہ جب نہ کوئی دینار ہوگا نہ درہم ہوگا، پس اگر اس کی نیکیاں ہوں گی تو اس کی نیکیاں اس مظلوم کو دی جائیں گی، اور اگر اس ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس مظلوم کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔

(سنن ترمذی: ۲۴۱۹، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۵، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقوق ضرور اصحابِ حقوق کو ادا کیے جائیں گے، حتیٰ کہ سینگ والی بکری سے اس بکری کا قصاص لیا جائے گا جس کے سینگ نہ تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۴۲۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۳ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

غور فرمایئے! بکریاں غیر مکلف ہیں، لیکن اگر ایک بکری بھی دوسری بکری کو ظلماً سینگ مارے تو قیامت کے دن اس سے قصاص لیا جائے گا، تو ان قراء اور حفاظ کا قیامت کے دن کیا حال ہوگا جو ظلم اور بے دردی سے کم عمر بچوں کو سبق یاد نہ کرنے پر ڈنڈوں کے ساتھ مارتے ہیں، اور گھٹنوں کان پکڑواتے ہیں، اور اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں، انہیں یوم الحساب اور یوم القصاص سے ڈرنا چاہیے، اور اپنے دل میں خوف خدا رکھنا چاہیے کہ جب قیامت کے دن انہی بچوں سے ان کو پٹوایا جائے گا، اور ان حفاظ اور قراء کی نیکیاں ان بچوں کے نامہ اعمال میں ڈالی جائیں گی اور ان بچوں کے گناہ ان حفاظ اور قراء کے نامہ اعمال میں ڈالے جائیں گے اور پھر ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، میں کہتا ہوں کہ سبق یاد نہ کرنے پر بچوں کو مارنے کی کیا ضرورت ہے، آپ اس کو تنبیہ کریں، ڈرائیں، اگر وہ آج یاد نہیں کرے گا تو کل یاد کرلے گا اس کو بے دردی سے مارنے کی کیا ضرورت ہے۔

بعض جاہل حفاظ کی من گھڑت احادیث پر تبصرہ

بعض جاہل حفاظ اور قراء نے یہ حدیث گھڑی ہے کہ استاد کی مار سے دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے اور جس جگہ استاد کی مار پڑے گی اس جگہ کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی۔ یہ حدیث جھوٹی اور من گھڑت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا اور جو بات آپ نے نہ فرمائی ہو اس کو آپ کی طرف منسوب کرنا گناہ کبیرہ ہے، ان جھوٹوں سے پوچھا جائے کہ یہ روایت حدیث کی کس کتاب میں مذکور ہے؟ اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث مروی ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ دوزخ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنالے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۶، سنن ترمذی: ۲۶۶۰، سنن ابن ماجہ: ۳۱، مسند احمد: ۶۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ متوفی ۹۳ھ بیان کرتے ہیں کہ مجھے تمہیں زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، سوا اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا تو وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنالے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۸، سنن ترمذی: ۲۶۶۱، سنن ابن ماجہ: ۳۲، مسند احمد: ۱۵۳۱۱، سنن دارمی: ۲۳۸)

یزید بن ابو عبید از سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ متوفی ۷۴ھ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس

Marfat.com

نے میرے متعلق وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنالے۔ (صحیح البخاری:١٠٩، مسند احمد:١٦٠٨٩)

امام مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری المتوفی ٢٦١ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ٥٧ھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مرد کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو آگے نقل کردے۔ (صحیح مسلم:٧، دارالفکر بیروت ١٤٢٤ھ، سنن ابوداؤد:٤٩٩٢، دارالفکر بیروت،١٤٢١ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ٢٤ھ سے بھی اسی کی مثل حدیث مروی ہے۔ (صحیح مسلم:٩، دارالفکر بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ٥٧ھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں دجال اور کذاب آئیں گے، جو تمہیں ایسی احادیث بیان کریں گے جن کو پہلے تم نے نہ سنا ہوگا نہ تمہارے آباء واجداد نے سنا ہوگا، تم ان سے دور رہو وہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کریں، تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (صحیح مسلم:١٦، دارالفکر بیروت،١٤٢٤ھ)

سائل اور شاگرد کی کسی غلطی پر سرزنش کرنے میں سختی کی ممانعت کے متعلق احادیث

سائل اور شاگرد کو اس کی کسی غلط بات پر سرزنش کرنے میں سختی نہ کرنے کے متعلق ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری المتوفی ٢٦١ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس وقت کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، اچانک لوگوں میں سے کسی کو چھینک آئی تو میں نے کہا: ''یرحمك الله'' (اللہ تجھ پر رحم فرمائے) تو لوگوں نے مجھے اپنی آنکھوں سے گھور کر دیکھا، میں نے کہا: تمہاری ماں تم پر روئے کیا وجہ ہے کہ تم مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے ہو؟ تو نمازی اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنے لگے۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مجھ کو خاموش کرنا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمالی تو آپ پر میرے باپ اور ماں فداء ہوں، میں نے آپ سے بہتر معلم نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ اس واقع کے بعد دیکھا، جو آپ سے عمدہ طریقہ کے ساتھ تعلیم دیتا ہو، پس اللہ کی قسم! آپ نے نہ تو مجھ کو ڈانٹا اور نہ مارا نہ کوئی سخت بات کہی، آپ نے فرمایا: بے شک اس نماز کے اندر لوگوں کے ساتھ بات کرنا جائز نہیں ہے، یہ نماز تو صرف تسبیح ہے اور تکبیر ہے یا قرآن مجید کی تلاوت ہے یا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ الحدیث (صحیح مسلم:٥٣٧، سنن ابوداؤد:٩٣٠، ٣٢٨٢، ٣٩٠٩، سنن نسائی:١٢١٤، مسند احمد:٢٣٨٢٣)

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور اس سے مستنبط مسئلہ

اس حدیث میں مذکور ہے:

ولا کھرنی:

امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی البستی الشافعی المتوفی ٣٨٨ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کا معنی ہے: آپ نے مجھ کو ڈانٹا نہیں اور نہ مجھ سے کوئی سخت اور درشت بات کہی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: آپ نے تیوری اور ماتھے پر بل نہیں ڈالے یعنی ناراضگی اور غضب کا اظہار نہیں فرمایا۔

(معالم السنن، شرح سنن ابی داؤد ج١ ص١٩٢، دارالکتب العلمیہ بیروت،١٤٢٦ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی المالکی المتوفی ٥٤٤ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ بن الحکم نے کہا: میرے ماں باپ اور میری ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں، میں نے ان سے اچھا معلم نہ ان سے پہلے دیکھا ہے اور نہ ان کے بعد دیکھا، اس حدیث میں تعلیم کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان ہے اور جو شخص مسئلہ سے ناواقف ہو اس کو نرمی سے سمجھانے کا ذکر ہے اور اس پر غیظ و غضب کو ترک کرنے کا ذکر ہے اور حضرت معاویہ نے کہا: ''فواللہ ما کھرنی''، اس کا معنی بیان کرتے ہوئے امام ابوعبید ابوالقاسم بن سلام الہروی الشافعی المتوفی ۲۲۴ھ نے کہا: الکھر کا معنی ہے: جھڑکنا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ الکھر کا معنی ہے: ماتھے پر بل ڈالنا اور تیوری چڑھانا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۶۲،، دارالوفاء، ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی الشافعی المتوفی ۶۷۶ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم خلق کا بیان ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم:۴) اور بے شک آپ ضرور عظیم اخلاق پر فائز ہیں O

اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے کہ جو شخص مسئلہ سے ناواقف ہو اس کو ملائمت اور نرمی سے مسئلہ بتانا چاہیے اور آپ اپنی امت پر رؤف اور رحیم تھے اور ان پر شفیق تھے اور اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے متخلق ہونا چاہیے اور آپ کے اوصاف سے متصف ہونا چاہیے اور نہایت عمدہ طریقہ اور نرمی سے تعلیم دینی چاہیے۔

(شرح صحیح مسلم بشرح النووی جز ۳ ص ۱۸۰۳، مکتبہ نزار مصطفی مکہ المکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی المتوفی ۸۲۸ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے اخلاق حسنہ کا بیان ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب جاہل کو تعلیم دی جائے تو بہت نرمی کرنی چاہیے اور اس کو ڈانٹنا نہیں چاہیے، اور نہ اس کے سوال پر تیوری چڑھانی چاہیے اور نہ ماتھے پر بل ڈالنا چاہیے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۳۵، ۴۳۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسنی المالکی المتوفی ۸۹۵ھ نے بھی مذکور الصدر شرح کو نقل کر دیا ہے۔

(مکمل اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۳۴،، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

شیخ محمد صدیق خان بن حسن بن علی بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی کو تعلیم دینے کے لیے نرمی برتنی چاہیے اور احسن طریقہ سے اور لطیف پیرائے میں تعلیم دینی چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے اخلاق کو اپنانا چاہیے، اور شاگرد پر نرمی اور شفقت کرنی چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم سے متصف ہونا چاہیے۔ (السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۲ ص ۶۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۵ھ)

چہرے پر مارنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی

Marfat.com

سے لڑے تو اس کے چہرے پر ہرگز ہرگز تھپڑ نہ مارے''۔
(صحیح مسلم: ۲۶۱۲، الرقم المسلسل: ۶۵۴۶، مسند احمد: ۸۱۳۱، ۸۴۴۹، ۸۵۸۱، ۹۸۰۹، ۹۹۶۹، ۱۰۷۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر ہرگز ہرگز تھپڑ نہ مارے''۔ (صحیح مسلم: ۶۵۴۹، الرقم المسلسل: ۲۶۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔
(صحیح مسلم: ۲۶۱۲، الرقم المسلسل: ۶۵۵۰)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ متوفی ۵۴ھ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے تھے۔
(صحیح مسلم: ۲۶۱۳، الرقم المسلسل: ۶۵۵۲، سنن ابوداؤد: ۳۰۴۵، مسند احمد: ۱۵۸۴۶)

علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی المتوفی ۶۷۶ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے: ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ چہرے پر مارنا شرعاً ممنوع ہے کیونکہ انسان کا چہرہ لطیف ہے، وہ اس کے تمام محاسن کا جامع ہے اور اس کے اعضاء بھی لطیف اور نفیس ہیں اور کبھی چہرے پر مارنے سے چہرہ متغیر ہو جاتا ہے اور چہرے کو بدنما کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اور اس ممانعت میں بیوی کے چہرے پر مارنا، یا بیٹے کے چہرے پر مارنا، یا نوکر کے چہرے پر مارنا یا شاگرد کے چہرے پر مارنا داخل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا: سو چہرے پر مارنا گویا آدم کے چہرے پر مارنا ہے۔
(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۰ ص ۶۶۴۵، مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ المکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی المالکی المتوفی ۸۲۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے، علامہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اخوت سے مراد اخوت آدمیہ ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے آخر میں فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے، یعنی جس کو مارا گیا ہے اس کی صورت اللہ کی صورت ہے گویا کہ مارنے والے نے اپنے باپ آدم علیہ السلام کی صورت پر مارا اور اس وجہ سے کافر کے چہرے پر مارنا بھی شرعاً ممنوع ہے خواہ میدان جہاد میں، کیونکہ شریعت نے چہرے کو ہمارے باپ کے عضو کے قائم مقام قرار دیا ہے، اور کسی کا کسی دوسرے شخص کے منہ پر تھپڑ مارنا بہت قبیح ہے، اور گویا کہ اس نے اپنے باپ کے منہ پر تھپڑ مارا ہے، اور قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے اس کی شرح میں لکھا ہے:

چہرے پر مارنے سے خصوصیت کے ساتھ منع فرمایا ہے، کیونکہ چہرے کی تعظیم ہے اور چہرے پر مارنے سے اس کے نشانات اور آثار بہت جلد ظاہر ہوتے ہیں، اور چہرے میں انسان کے محاسن ہیں اور چہرے ہی کی وجہ سے ایک انسان دوسرے انسان سے ممتاز ہوتا ہے، اور چہرے کی وجہ سے انسان کو دوسری مخلوقات پر فضیلت دی گئی ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ (التین: ۴) بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے ۝

چہرے کی تعظیم کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث اور چہرے پر تھپڑ مارنے کے متعلق سخت وعیدیں اور اس کا سنگین گناہ ہونا اور اس حدیث میں چہرے پر نہ مارنے کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے اور جس شخص نے کسی کے چہرے پر تھپڑ مارا تو گویا کہ اس نے اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے چہرے پر تھپڑ مارا، اور یہ حدیث میں جو حضرت آدم کی صورت کو اپنی صورت فرمایا ہے تو یہ حضرت آدم کی تشریف اور تعظیم کے لئے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ (الشمس: ۱۳) — اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی حفاظت کرو

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو اللہ کی اونٹنی فرمایا ہے اور یہ اضافت بھی تعظیم اور تشریف کے لئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو اونٹنی کو رکھنے سے پاک اور منزہ ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ (آل عمران: ۹۶) — بے شک سب سے پہلا گھر جو (اللہ کی عبادت کے واسطے) لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے اور برکت والا اور تمام جہان والوں کی ہدایت کا سبب ہے O

کعبہ کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر قرار دیا گیا ہے۔

دنیا کے بت کدوں میں وہ پہلا گھر خدا کا ☆ ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

سو کعبۃ اللہ کو جو بیت اللہ قرار دیا گیا ہے وہ بھی کعبہ کی تعظیم اور تشریف کی وجہ سے ہے، اسی طرح اس حدیث میں آدم کی صورت کو جو اللہ کی صورت فرمایا ہے، وہ بھی صورت کی تعظیم، توقیر اور تشریف کی وجہ سے فرمایا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کا خصوصیت سے اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خود اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا ہے:

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ (ص: ۷۵) — (اللہ نے) فرمایا: اے ابلیس تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا؟

اور اس حدیث میں چہرے کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ چہرے میں آنکھیں ہیں، جس سے انسان جہان کو اور عجائب عالم کو دیکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور چہرے میں کان ہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو سنتا ہے اور علوم شرعیہ کو اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کو اور ان علوم کی معرفت کو حاصل کرتا ہے اور چہرے میں زبان ہے جس سے انسان کلام کرتا ہے اور ناطق کہلاتا ہے اور اسی وجہ سے انسان کو باقی مخلوقات کے اوپر شرف اور فضیلت دی گئی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آدم کی صورت جو اللہ کی صورت پر ہے یعنی اللہ کی صفت پر ہے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام صفات کمال کے ساتھ مخصوص ہیں، انہیں نطق عطا کیا گیا ہے اور نبوت عطا کی گئی ہے اور ان کے بہت فضائل ہیں جن کی وجہ سے ان کی صفت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت قرار دیا ہے اور فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا اور یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کی صورت حضرت آدم علیہ السلام کی صورت کی مثل ہے اور بعض احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو صورتِ رحمن پر پیدا کیا۔ امام بخاری نے باب السلام میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو حکم دیا کہ آپ فرشتوں کو سلام کریں، اگرچہ اللہ تعالیٰ صورت جسمانیہ سے پاک اور منزہ ہے لیکن ہم اس حدیث میں تاویل نہیں کرتے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

طرف مفوض کرتے ہیں اور یہی متقدمین کا طریقہ ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۵۷۸-۵۸۱ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ہمارے زمانے میں اکثر اساتذہ اور والدین خصوصاً قراء اور حفاظ بچوں کے چہرے پر تھپڑ مارتے ہیں اور وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ کتنے عظیم گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں کیونکہ آدمی کا چہرہ حضرت آدم کا چہرہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے چہرے کا مظہر ہے اور چہرے پر تھپڑ مارنا گویا اپنے باپ آدم کے چہرے پر تھپڑ مارنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پامال کرنا ہے، جو لوگ جوش غضب میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو فراموش کر دیتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور یوم الحساب کو یاد رکھنا چاہیے، جب انہیں ایک طرف تو چہرے پر تھپڑ مارنے کا قصاص دینا ہوگا اور دوسری طرف اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے چہرے کی توہین کرنے کی سزا بھگتنی ہوگی، اور جس چہرے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا چہرہ قرار دیا ہے اس چہرے کو پامال کرنے کا عذاب بھگتنا ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ

اب ہم اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء کو نقل کر رہے ہیں۔

بچوں کو زیادہ مارنے سے قیامت کے دن عذاب ہوگا

فتاویٰ عالمگیری میں علماء وفقہاء کا ارشاد:

''والخامس ان لایضرب الصبیان ضربا مبرحا ولا یجاوز الحد فانه یحاسب یوم القیامة''

''یعنی معلم کے لئے پانچویں احتیاط یہ ہے کہ بچوں کو اس طرح نہ مارے کہ ان پر نشان پڑ جائیں اور نہ ہی حد سے تجاوز کرے، کیونکہ قیامت کے دن اس سے حساب لیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۷۹)

فتاویٰ رضویہ میں امام احمد رضا کا ارشاد:

''ضرورت پیش آنے پر بقدرِ حاجت تنبیہ، اصلاح اور نصیحت کے لئے بلاتفریق اجرت وعدم اجرت استاد کا بدنی سزا دینا اور سرزنش سے کام لینا جائز ہے، مگر یہ سزا لکڑی ڈنڈے وغیرہ سے نہیں بلکہ ہاتھ سے ہونی چاہیے اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زائد پٹائی نہ ہونے پائے۔ (الیٰ قولہ) قال صلی اللہ علیہ وسلم لمرداس المعلم ایاك ان تضرب فوق الثلاث فانك اذا ضربت فوق الثلث اقتص الله منك ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرداس رضی اللہ عنہ جو کہ معلم تھے ان سے فرمایا: تین مرتبہ سے زائد ضربیں لگانے سے پرہیز کرو، کیونکہ اگر تم نے تین مرتبہ سے زیادہ سزا دی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم سے بدلہ لے گا''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۶۵۳)

بہارِ شریعت میں صدر الشریعہ کا ارشاد:

اساتذہ بھی بچوں کو نہ پڑھنے یا شرارت کرنے پر سزائیں دے سکتے ہیں، مگر وہ کلیہ (اصول) ان کے پیش نظر بھی ہونا چاہیے کہ اپنا بچہ ہوتا تو اسے بھی اتنی ہی سزا دیتے، بلکہ ظاہر تو یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے بچہ کی تربیت وتعلیم کا جتنا خیال ہوتا ہے دوسرے کا اتنا خیال نہیں ہوتا، تو اگر اس کام پر اپنے بچہ کو نہ مارا یا کم مارا اور دوسرے بچہ کو زیادہ مارا تو معلوم ہوا کہ یہ مارنا محض غصہ اتارنے کے لئے ہے، سدھارنا مقصود نہیں ہے، ورنہ اپنے بچے کے سدھارنے کا زیادہ خیال ہوتا۔ بحث کے آخر میں ''فتاویٰ عالمگیری'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''بچوں کو زیادہ نہ مارے، مارنے میں حد سے تجاوز کرے گا تو قیامت کے روز محاسبہ دینا پڑے گا''۔

(بہارِ شریعت حصہ ۱۶ ص ۱۴۲-۱۴۴، مطبوعہ ضیاء القرآن)

Marfat.com

ظہار کے مباحث

ظہار کا لغوی معنی

امام اللغۃ خلیل بن احمد الفراہیدی المتوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

الظھارۃ: مرد کا اپنی بیوی سے ظہار کرنا جب وہ کہے کہ یہ مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے یا کہے: یہ مجھ پر میرے کسی ذو رحم محرم کی پشت کی مثل ہے۔ (کتاب العین ج ۲ ص ۱۱۱۹-۱۱۲۰، مطبوعہ باقری قم ایران ۱۴۱۴ھ)

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری المتوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں:

ظہار یہ ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے، اور الظہارۃ اس کا معنی ہے: باطن کی نقیض۔
(الصحاح ج ۲ ص ۷۳۲، دار العلم للملایین بیروت ۱۳۹۹ھ)

علامہ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور الافریقی المتوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

الظھار من النساء: مرد کا اپنی بیوی سے ظہار کرنا، اسی سے ماخوذ ہے: مظاہرۃ وظہارۃ، جب کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے: یہ مجھ پر میرے محرم کی پشت کی مثل ہے، قرآن مجید میں ہے: "وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ" اس کا معنی ہے: مرد اپنی بیوی سے کہے کہ تم مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہو اور عرب زمانہ جاہلیت میں اپنی بیوی کو اس لفظ کے ساتھ طلاق دیتے تھے، پس جب اسلام آ گیا تو ان کو اس سے منع کر دیا گیا اور جس نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اس کے اوپر کفارہ کو واجب کر دیا اور ظہار کے لفظ کی اصل ظہر ہے، یعنی پشت اور پشت کو خاص کیا گیا ہے نہ کہ پیٹ، ران اور فرج کو اور پشت تحریم کے لیے اولیٰ ہے، کیونکہ پشت سواری کی جگہ ہے اور عورت سواری ہے جب مرد اس کو ڈھانپ لے، پس جب مرد نے یہ کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے تو اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ میرا تجھ پر جماع کے لئے سواری کرنا حرام ہے جیسے میرا اپنی ماں پر جماع کے لئے سواری کرنا حرام ہے، پس پشت کو سواری کے قائم مقام کیا گیا ہے اور یہ کنایہ کے لیے انتہائی لطیف استعارہ ہے۔ (لسان العرب ج ۹ ص ۲۰۳، دار صادر بیروت ۲۰۰۳ء)

امام ابو القاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے: "وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ" (المجادلہ: ۳) ظہار کی اصل ہے "ان یحصل شیئی علی ظھر الارض فلا یخفی" یعنی کوئی چیز زمین پر ظاہر ہو اور پوشیدہ نہ رہے۔

(المفردات فی غریب القرآن ج ۲ ص ۴۱۴، مکتبہ نزار مصطفی الباز ریاض ۱۴۱۸ھ)

امام مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ظہر کے لفظ سے اللہ عزوجل کا اسم ماخوذ ہے: "الظاھر" یعنی وہ ذات جو ہر چیز کے اوپر فائق ہے اور غالب ہے اور اسی سے "صلوٰۃ الظھر" کا لفظ ماخوذ ہے، اور یہ "نصف النھار" کا اسم ہے، جب سورج استواء سے زائل ہو جاتا ہے اور ظہار کا لفظ متعدد مقامات پر مذکور ہے، کہا جاتا ہے کہ مرد نے اپنی بیوی سے ظہار کیا، جب کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے، اور زمانہ جاہلیت میں اس لفظ کو طلاق قرار دیا جاتا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: تو مجھ پر میری ماں کے پیٹ کی مثل ہے، یعنی میری ماں کے ساتھ جماع کی مثل ہے، پھر انہوں نے پشت کے لفظ سے پیٹ کا کنایہ کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیوی

Marfat.com

کے پاس اس طرح جانا کہ اس کی پشت آسمان کی طرف ہو اور یہ ان کے نزدیک حرام تھا اور اہل مدینہ کہتے تھے کہ جب مرد عورت کے ساتھ اس کیفیت سے جماع کرے کہ عورت کا چہرہ زمین کی طرف ہو تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔

ظہار کا لفظ درج ذیل کتب حدیث میں مذکور ہے: (سنن نسائی: الطلاق: ۳۳، سنن ابن ماجہ: الطلاق: ۲۵، سنن دارمی: الطلاق ۹)

اور نماز ظہر کے لیے یہ لفظ درج ذیل کتب حدیث میں ہے:

(صحیح البخاری: المواقیت، ۱۳، سنن ابن ماجہ: المواقیت، ۶، سنن نسائی: المواقیت، ۸)

ظہر کا لفظ قوت والے مال سے صدقہ کرنے کے لئے بھی وارد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جو ظہر غنی سے دیا جائے، یعنی اس وقت دیا جائے جب کہ اس کے پاس قوی مال ہو اور اس کا ذکر درج ذیل کتب حدیث میں ہے:

(صحیح مسلم: الزکاۃ، ۹۵، مسند احمد: ج ۲ ص ۲۷۸)

ظہر کا لفظ دل سے قرآن پڑھنے کے لیے بھی آتا ہے، حدیث میں ہے:

من قرء القرآن فاستظهره، یعنی جس نے قرآن کو پڑھ کر حفظ کر لیا اور دل سے قرآن پڑھا، یعنی بن دیکھے قرآن پڑھا، اس کا ذکر درج ذیل کتب حدیث میں ہے: (سنن ترمذی: باب ثواب القرآن، ۱۳، مسند احمد: ج ۱ ص ۱۴۹-۱۴۸)

ظہر کا لفظ ظاہر الفاظ کے لئے آتا ہے اور بطن کا لفظ اس کے معنی کے لیے آتا ہے، اور ظہر سے مراد ہے: جس لفظ کی تاویل ظاہر ہو اور اس کا معنی معروف اور معلوم ہو اور بطن سے مراد ہے: جس کی تفسیر مخفی ہو، حدیث میں ہے: ما نزل من القرآن آیۃ الا لها ظهر وبطن، یعنی قرآن کی جو بھی آیت نازل ہوئی اس کا ایک ظہر ہوتا ہے اور ایک بطن ہوتا ہے اور اس کی تفسیر وہ ہے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ ظہر سے مراد احادیث ہی ہیں، یعنی آیت کے متعلق احادیث اور بطن سے مراد ہے: عبرتیں، تنبیہات اور تحذیرات، ایک قول یہ ہے کہ ظہر سے مراد ہے: تلاوت اور بطن سے مراد ہے: قرآن کی آیت کو سمجھنا اور ان کی تعظیم کرنا، اسی کا ذکر مذکور الصدر احادیث میں ہے۔ (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، ج ۳ ص ۱۴۹-۱۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ لغوی مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروز آبادی المتوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

''الظهارة'' یہ ''البطانة'' کی نقیض ہے، یعنی مخفی چیز کی ضد ہے اور ظہار کا معنی ہے: مرد اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے۔ (القاموس المحیط ص ۴۲۴، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

الامام اللغوی السید محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی الحنفی المصری المتوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

الظهار کا لفظ الکتاب کی طرح ہے، اس کا معنی ہے: مرد اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے یا کہے کہ تو مجھ پر میرے محرم کی پشت کی مثل ہے اور عرب اس لفظ سے اپنی بیویوں کو طلاق دیتے تھے اور زمانہ جاہلیت میں اس کو طلاق شمار کیا جاتا تھا، پھر جب اسلام آ گیا تو ان کو ظہار سے منع کر دیا گیا اور جو مرد اپنی بیوی سے ظہار کرے اس پر کفارہ واجب کر دیا گیا، پیٹ، ران اور فرج کی بجائے ظہر یعنی پشت کے لفظ کو خاص کیا گیا کیونکہ پشت کا لفظ ان الفاظ کی بہ نسبت تحریم کے زیادہ لائق ہے، کیونکہ پشت سواری کی جگہ ہے اور جب عورت کو ڈھانپا جاتا ہے تو وہ سواری ہوتی ہے، پس گویا کہ اس نے یوں کہا کہ میرا تیری پشت پر سوار ہونا یعنی تجھ سے جماع کرنا میری ماں کی پشت پر سواری کی مثل ہے، یعنی ماں سے جماع کرنے کی مثل ہے، اس کے بعد علامہ

Marfat.com

زبیدی نے لسان العرب اور نہایہ کی عبارات نقل کر دی ہیں۔ (تاج العروس ج ۳ ص ۴۷۳، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

ظہار کا شرعی معنی

شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہیل السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں ظہار کو طلاق شمار کیا جاتا تھا، شریعت نے اس کی اصل کو مقرر رکھا اور اس کے حکم کو کفارہ کے ساتھ تعلیم موقت کی طرف منتقل کر دیا بغیر اس کے کہ ظہار سے نکاح کا زوال ہو۔ (المبسوط ج ۶ ص ۲۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ظہار کا رکن ایسا لفظ بولنا ہے جو ظہار پر دلالت کرے اور اس کی اصل یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی سے کہے کہ تیری پشت مجھ پر میری ماں کی مثل ہے، اور اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی لاحق ہیں کہ مرد یہ کہے کہ تیرا پیٹ میری ماں کے پیٹ کی مثل ہے یا کہے کہ تیری ران میری ماں کی ران کی مثل ہے یا کہے کہ تیری فرج میری ماں کی فرج کی مثل ہے، کیونکہ ظہار کا معنی ہے: حلال کو حرام کے ساتھ تشبیہ دینا

(بدائع الصنائع ج ۵ ص ۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الفیر وزآبادی الشیر ازی الشافعی المتوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے کہا کہ میری دادی یا نانی کی پشت میری بیوی کی پشت کی طرح ہے، تو یہ بھی ظہار ہوگا، کیونکہ دادی اور نانی کی پشت بھی اسی حکم میں ہیں اور اگر اس نے کہا کہ تو میرے اوپر اس طرح ہے جیسے میرے باپ کی پشت ہو تو یہ ظہار نہیں ہے کیونکہ باپ کی پشت جماع کے لئے حلال نہیں ہے، لہٰذا وہ ان الفاظ کے کہنے کی وجہ سے مظاہر نہیں ہوا۔

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی ج ۲ ص ۱۱۲، دارالفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ)

علماء شافعیہ کی ایک جماعت نے ظہار کی تحقیق میں لکھا ہے کہ:

فقہاء شافعیہ کے نزدیک ظہار کی تعریف یہ ہے کہ مرد کی جو بیوی غیر بائن ہو اس کو ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔

بیوی کی قید سے اجنبی اور باندی نکل گئی کیونکہ فقہاء شافعیہ کے نزدیک ان سے ظہار صحیح نہیں ہے، اور غیر بائن کی قید سے وہ بیوی نکل گئی جو بائنہ ہو، کیونکہ اب اس کے ساتھ نکاح منقطع ہو چکا ہے۔ اور یہ قید جو لگائی ہے کہ وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہو، یعنی وہ اس پر دائماً حرام ہو خواہ نسب سے، رضاع سے یا مصاہرت سے اور فقہاء احناف کی تعریف یہ ہے کہ مرد اپنی منکوحہ کو اس کے ساتھ تشبیہ دے جو اس پر دائماً حرام ہو خواہ نسب سے خواہ رضاع سے خواہ مصاہرت سے، اور شوہر نے اپنی بیوی کا مطلقاً ذکر کیا اور یہ اس مرد کو بھی شامل ہے جو نشہ میں ہو یا اس پر جبر کیا گیا ہو تو ان تمام صورتوں میں احناف کے نزدیک ظہار ہے۔

(المجموع شرح المہذب ج ۲۱ ص ۱۱۷-۱۱۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

ظہار کے متعلق قرآن مجید کی آیات مبارکہ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ إِلَى بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق

Marfat.com

اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝ الَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِنكُم مِّن نِّسَآئِهِم مَّا هُنَّ أُمَّهٰتِهِمْ ۖ إِنْ أُمَّهٰتُهُمْ إِلَّا الّٰٓـِٔى وَلَدْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ۝ وَالَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَآسَّا ۚ ذٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِۦ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِن قَبْلِ أَن يَتَمَآسَّا ۖ فَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِۦ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ۗ وَلِلْكٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (المجادلہ ۴-۱)

بحث اور تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا، بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے O تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یہ کہتے ہیں کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے) وہ عورتیں حقیقت میں ان کی مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور بے شک وہ ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے O اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرلیں، پھر عمل زوجیت کے لئے لوٹنا چاہیں جس کے متعلق وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں تو ان پر عمل زوجیت سے پہلے ایک غلام کو آزاد کرنا ہے، یہ وہ چیز ہے جس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O پس جو غلام کو نہ پائے تو اس پر عمل زوجیت سے پہلے دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا ہے، پس جو روزوں کی طاقت نہ رکھے تو اس پر ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان برقرار رکھو اور یہ اللہ کی حدود ہیں، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے O

حالتِ ظہار کی تفصیل از علامہ ماتریدی اور آیات ظہار کے شان نزول کے متعلق متعدد روایات

علامہ ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اہل تفسیر کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جو حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ المتوفی ۳۴ھ کے بھائی تھے اور ان کی بیوی کے متعلق نازل ہوئی ہے، تاہم ان کی بیوی کے نام میں اختلاف ہے،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے فرمایا: ان کی بیوی کا نام حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا تھا۔ (تفسیر ابن جریر: ۱۸: ۲۳ ۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ بیان کرتی ہیں کہ ان کا نام حضرت جمیلہ تھا۔ (تفسیر ابن جریر: ۲۹: ۲۳ ۳۳)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری روایت ہے کہ ان کا نام خویلہ تھا۔ (تفسیر ابن جریر: ۱۴: ۲۳ ۳۳)

بعض روایات میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلایا اور ان کی بیوی اس حالت میں تھی جس حالت میں شوہر کا بیوی سے جماع جائز نہیں ہوتا تو انہوں نے انکار کیا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ گھر سے نکل جائیں تو حضرت اوس نے کہا: اگر تم گھر سے نکلیں تو تم میرے لئے ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت ہے، سو وہ نکل گئیں، پس جب صبح ہوئی تو ان سے حضرت اوس نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ اب تم مجھ پر حرام ہو چکی ہو تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! تم نے مجھے طلاق تو نہیں دی، پھر

حضرت اوس نے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور اس معاملہ کے متعلق سوال کرو، کیونکہ مجھے حیاء آتی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ کے متعلق سوال کروں، سو ان کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور آپ سے اس معاملہ کے متعلق استفسار کیا تو مذکور الصدر آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے جن سے ظہار کیا گیا وہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور محمد بن کعب القرظی نے بیان کیا ہے کہ حضرت اوس میں لمم تھا، اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر لمم سے مراد عقل کا فتور اور جنون ہے تو مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی، چہ جائیکہ اس کا ظہار کرنا ظہار قرار دیا جائے، اور لمم کی تاویل یہ کی جاسکتی ہے کہ حضرت اوس میں غصہ اور غضب بہت شدید تھا گویا کہ ان میں حلم اور بردباری نہیں تھی۔

محمد بن کعب بیان کرتے ہیں کہ حضرت اوس کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ اوس جو میرے بچوں کے باپ ہیں اور میرے چچا زاد ہیں اور مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں انہوں نے ایک سخت بات کہی ہے، اور اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے! انہوں نے طلاق کا ذکر نہیں کیا لیکن انہوں نے یہ کہا ہے کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک تم اس کے اوپر حرام ہو چکی ہو، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! حضرت اوس نے مجھ کو طلاق نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: کہ میرے نزدیک تم ان پر حرام ہو چکی ہو، حضرت اوس کی بیوی نے بار بار اپنا سوال دہرایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار ان کو یہی جواب دیا، تب حضرت اوس کی بیوی نے کہا: اے اللہ! میں اپنے شدت رنج کی تجھ سے شکایت کرتی ہوں اور حضرت اوس کی جدائی جو مجھ پر شاق اور دشوار ہے اس کی شکایت بھی میں تجھ سے کرتی ہوں، اے اللہ! میرے متعلق اپنے نبی پر حکم نازل فرما تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ کی مذکور الصدر آیات نازل فرمائیں۔

کلبی روایت کرتے ہیں کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، سو انہوں نے کہا کہ میرے خاوند حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھ نکاح کیا، سو جس دن انہوں نے مجھ سے نکاح کیا اس وقت میں نوجوان تھی اور میرا خاندان بھی بڑا تھا اور میں مالدار تھی، وہ میری جوانی کھا گئے حتیٰ کہ میں ان کے پاس بڑھاپے کو پہنچ گئی اور میرے گھر والے فوت ہو گئے اور میرا مال بکھر گیا اور میں کمزور ہو گئی، اب وہ کہتے ہیں کہ تم اب میرے لئے ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت ہو، پھر انہوں نے مجھے بغیر معاوضہ کے چھوڑ دیا اور اب وہ نادم ہیں اور میں بھی نادم ہوں تو اب کیا کوئی ایسی صورت ہے جس کی وجہ سے میں اور وہ ایک بار پھر جمع ہو جائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا انہوں نے تم کو طلاق دی ہے، انہوں نے کہا: نہیں تو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تک تمہارے متعلق مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا، جب کوئی حکم نازل ہوگا تو میں تم کو بتاؤں گا، تب حضرت اوس کی بیوی نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی اور گڑگڑائیں کہ اے اللہ تعالیٰ! میرے متعلق کوئی حکم نازل کردے تب حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۃ المجادلہ کی مذکور الصدر آیات کو لے کر نازل ہوئے۔ (تفسیر البغوی ج ۴ ص ۳۰۴)

بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، پس انہوں نے کہا کہ حضرت اوس نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میں نوجوان تھی، اور مال دار تھی اور میرے گھر والے تھے حتیٰ کہ انہوں نے میرا مال کھا لیا اور میری جوانی کو فنا کر دیا حتیٰ کہ میں عمر رسیدہ ہو گئی اور میری ہڈی کمزور ہو گئی اور میرے گھر والے منتشر ہو گئے اور اب یہ کہتے ہیں

کہ تم میرے لئے ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت اور میرے ان سے بچے ہیں اور اگر میں نے اپنے بچوں کو ان کے سپرد کیا تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور اگر میں نے اپنے بچوں کو اپنے پاس رکھا تو وہ بھوکے مر جائیں گے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ! شاید تم نے اپنے شوہر پر ظلم کیا ہو، حضرت اوس کی بیوی نے کہا: اے اللہ کی زمین پر اللہ کے امین! بے شک میرا شوہر مجھ پر ظلم کرنے والا تھا، آپ نے فرمایا: تم جاؤ تم میں ضعف اور عجز ہے، سو حضرت اوس کی بیوی آپ سے جھگڑتی رہیں اور آپ سے بحث کرتی رہیں، پھر جب حضرت اوس کی بیوی نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نجات کی کوئی صورت نہیں نکال رہے تو وہ باہر نکلیں اور انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اپنے شوہر کی شکایت کی اور کہا: اے اللہ! میں زمین میں تیرے سب سے بڑے امین کے پاس گئی تھی لیکن انہوں نے میرے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا، سو تو میری حاجت کو پورا فرما اور میری ضعیفی پر اور میرے وسائل کی قلت پر رحم فرما، سو ابھی وہ اپنے گھر سے نہیں پہنچی تھیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے اور سورۃ المجادلہ کی مذکور الصدر آیات نازل فرمائی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ تم نے خولہ کے ساتھ جو معاملہ کیا اس کا کیا سبب تھا؟ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق وہ آیات نازل فرمائی ہیں جو نازل فرمائی ہیں، تب حضرت اوس نے حضرت خولہ کو بلایا اور ان کو مرحبا کہا اور بتایا کہ یا رسول اللہ! یہ شیطانی عمل تھا تو اب کوئی ایسی صورت ہے جو اس کو اور مجھے دوبارہ زندہ کر دے، پھر آپ نے کفارہ کی آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر البغوی ج ۴ ص ۳۰۴)

مذکور الصدر روایات کا اختلاف اور ان میں تطبیق

ان روایات میں اختلاف ہے، ایک روایت میں ذکر ہے کہ آپ نے فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو اور دوسری روایت میں ذکر ہے آپ نے فرمایا: تمہارے متعلق مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا، لیکن ان دونوں حدیثوں میں یہ توفیق ہو سکتی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: میرے نزدیک تم اس پر حرام ہو چکی ہو، یہ آپ نے زمانہ جاہلیت کے معمول کے مطابق فرمایا جب تک آپ کے اوپر اس مسئلہ کے متعلق وحی نازل نہیں ہوئی تھی، اسی لیے آپ نے دوسرا ارشاد فرمایا: مجھ پر تمہارے معاملہ میں وحی نازل نہیں ہوئی، پھر جب آپ پر وحی نازل ہو گئی تو پھر آپ نے سورۃ المجادلہ کی مذکور الصدر آیات تلاوت فرمائیں۔

آیات ظہار کے نزول سے پہلے ظہار کے حکم میں فقہاء کا اختلاف

پھر ان آیات کے نزول سے پہلے ظہار کے حکم میں بعض فقہاء کا درج ذیل اختلاف ہے:

عکرمہ متوفی ۱۰۵ھ بیان کرتے ہیں کہ ظہار سے عورتوں کو مردوں پر حرام کر دیا جاتا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ کی آیات نازل فرمائیں اور ان آیات کے نزول سے پہلے ظہار کو طلاق قرار دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ظہار ہی قرار دیا۔

ابو قلابہ وغیرہ نے کہا ہے: زمانہ جاہلیت میں ایلاء اور ظہار کو طلاق قرار دیا جاتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ نے کہا ہے کہ اہل جاہلیت ظہار کو طلاق قرار دیتے تھے اور اس امت کے لئے ظہار سے عورت حرام ہو جاتی ہے حتیٰ کہ کفارہ ادا کرنے کے بعد اسے حلال قرار دیا ہے۔

حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ نے کہا کہ ظہار سب سے شدید طلاق ہے اور سب سے زیادہ حرام ہے اور جب کوئی مرد اپنی بیوی سے کہہ دے کہ تو میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہے تو اس کی بیوی اس پر نمداً حرام ہو جاتی ہے، علامہ ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ

Marfat.com

فرماتے ہیں: حق کے مشابہ بات یہ ہے کہ زمانہ اسلام میں ظہار طلاق نہیں ہے، ہاں زمانہ جاہلیت میں اس کو طلاق قرار دیا جاتا تھا کیونکہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب ان کے خاوند نے ان سے ظہار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: میرے نزدیک تم ان پر حرام ہو چکی ہو، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ انہوں نے مجھ کو طلاق نہیں دی اور اگر ظہار طلاق ہوتی تو حضرت خولہ جان لیتیں کہ ان کے شوہر حضرت اوس بن الصامت نے ان کو طلاق دے دی ہے اور اسی طرح جب حضرت خولہ نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: میرے نزدیک تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۲۶۴-۲۶۷)

''المجادلہ'' کا معنی

''المجادلہ'' کا معنی ہے: المقاسمہ، یعنی ایک دوسرے سے جھگڑنا، اور حضرت خولہ کا حضرت اوس بن الصامت سے جھگڑا یہ تھا کہ وہ کہتی تھیں اللہ کی قسم! تم نے تو مجھے طلاق نہیں دی، جب کہ ان کے خاوند ان سے یہ کہہ چکے تھے کہ اگر تم گھر سے نکلیں تو تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت ہے، اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک تم اس پر حرام ہو چکی ہو حتیٰ کہ سورۃ المجادلہ کی آیت نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے لئے ناسخ ہے۔

ظہار کے حکم کے متعلق متعدد روایات

ظہار کے حکم میں درج ذیل روایات ہیں: جب سورۃ المجادلہ کی مذکور الصدر آیات نازل ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خولہ کے خاوند حضرت اوس بن الصامت کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ ایک غلام آزاد کرو، تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس غلام نہیں ہے، آپ نے فرمایا: دو ماہ کے روزے رکھو، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، میں تو ایک روزہ بھی رکھوں تو مجھ پر سخت دشوار ہوتا ہے تو میں دو ماہ کے مسلسل روزے کیسے رکھوں گا؟ تب آپ نے فرمایا: پھر تم ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، انہوں نے کہا: جی ہاں! میں یہ کروں گا، پھر انہوں نے ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلایا، پھر انہوں نے حضرت خولہ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ (تفسیر ابن جریر: ۳۳۷۱۸، ۳۳۷۱۶، ۳۳۷۱۵، سنن ابوداؤد: ۲۲۱۳، سنن ترمذی: ۱۱۹۸، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۳)

نیز ان احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: وہ فلاں جگہ ابوزریغ کے پاس جائیں اور ان سے ایک وسق کھجوریں لے لیں (۱۴۴۰ کلوگرام) اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب آپ نے ان کو ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو طعام کھلانے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا کہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا الا یہ کہ آپ میری مدد فرمائیں، تو پھر ہو سکتا ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ تم ابو زریغ کے پاس جاؤ تو وہ تمہاری ساٹھ (۶۰) صاع کھجوروں سے مدد کرے گا، ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کفارۂ ظہار میں مساکین کو کھانا کھلانا لازم ہو تو گندم سے ہر مسکین کو نصف صاع دیا جائے گا، اور نصف صاع گندم روزے کا فدیہ ہے، اور نصف صاع دو کلو گرام کے برابر ہے۔

''الظہار'' کا معنی

''الظہار'' کا لفظ الظہر سے ماخوذ ہے اور مسلمانوں میں یہ متعارف ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تم میرے لیے ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت ہے، اسی وجہ سے امام محمد بن حسن شیبانی المتوفی ۱۸۹ھ نے کہا ہے کہ ظہار اسی وقت ہوگا کہ جب کوئی شخص

Marfat.com

اپنی بیوی سے کہے کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت ہے، اور امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے کہ ظہار اسی وقت ہوگا جب کوئی مرد یہ الفاظ کہہ کر تحریم کا ارادہ کرے۔

اس اشکال کا جواب کہ ظہار تو ترک جماع کی قسم ہے، پھر اس کو جھوٹ کیوں فرمایا؟ نیز اس اشکال کا جواب کہ نبی کی ازواج کو بھی مومنین کی مائیں فرمایا ہے، پھر اس آیت میں یہ کیوں فرمایا کہ مائیں صرف وہ ہوتی ہیں جن سے بچے پیدا ہوں؟

اس مقام پر یہ اشکال ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا:

وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ (المجادلہ: ۲) اور بے شک وہ ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔

تو یہ کون سا برا قول اور جھوٹ ہے جب کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دینے کی وجہ سے یہ الفاظ کہتا ہے۔

اور اس آیت پر دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا:

اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ (المجادلہ: ۲) وہ عورتیں حقیقت میں ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔

اور دوسری آیت میں فرمایا:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (الاحزاب: ۶) اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ مومنین نبی کی بیویوں سے تو پیدا نہیں ہوئے، نیز قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ (النساء: ۲۳) اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا۔

اور ظاہر ہے کہ دوسروں کے بچے دودھ پلانے والی عورتوں سے پیدا نہیں ہوتے۔

رہا پہلا اشکال تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو حرام کرنے کے لئے یہ کہا کہ تم میرے لئے ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے قول کو برا اور جھوٹ فرمایا ہے، یعنی یہ کلمات بہ ظاہر جھوٹ ہیں، کیونکہ ان کی مائیں تو درحقیقت وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں، تو اگرچہ اس نے تشبیہاً یہ کلمات کہے ہیں، حقیقتاً اس کا یہ ارادہ نہیں ہوتا کہ اس کی بیوی اس کی ماں کی طرح ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی جھوٹ قرار دیا۔ بہ ظاہر یہ بہت قوی اشکال ہے کیونکہ اگر کوئی شخص یہ ارادہ نہیں کرتا کہ وہ اس کی حقیقتاً ماں ہے بلکہ اس کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر رہا ہے تو اس کا اپنی بیوی سے جماع کرنا ایسا ہے جیسا کہ وہ اپنی ماں سے جماع کرے اور ماں سے جماع کرنا حرام ہے اس لئے اس کا اپنی بیوی سے جماع کرنا حرام ہے تو یہ کیسے برا قول ہوا اور جھوٹ ہوا اور یہ بہت قوی اشکال ہے (جس کا علامہ ماتریدی سے کوئی واضح اور ٹھوس جواب نہیں بن سکا)۔

(میرے نزدیک اس کا یہ جواب ہے کہ اگر اس نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرنا تھا تو صاف طریقہ سے کہتا کہ تم مجھ پر حرام ہو اور جب اس نے کہا کہ تم میری ماں کی پشت کی مثل ہو تو یہ بری بات ہے اور جھوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

رہا دوسرا اشکال کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کی بیویوں کو مسلمانوں کی مائیں قرار دیا ہے، حالانکہ وہ ان سے پیدا نہیں ہوئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کی بیویوں کو مجازاً ماں فرمایا ہے اور اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم اور تشریف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی ازواج سے مسلمانوں کا نکاح کرنا ایسا حرام ہے جیسا کہ اپنی ماں سے نکاح کرنا حرام ہے، رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دودھ پلانے والیوں کو بھی ماں قرار دیا ہے حالانکہ دودھ پینے والا ان سے پیدا نہیں ہوا تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قرار دیا ہے کہ (اکثر امور میں) دودھ پلانے والیوں کے حقوق اور احکام اسی طرح ہیں جس طرح حقیقی ماؤں کے حقوق اور احکام ہوتے ہیں۔

ظہار کے بعد عورت کی طرف عود کرنے سے لزوم کفارہ کے متعلق مذاہب فقہاء

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا قَالُوۡا فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا ؕ (المجادلہ: ۳) (اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرلیں) پھر عمل زوجیت کے لئے لوٹنا چاہیں جس کے متعلق وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں تو ان پر عمل زوجیت سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے۔

سو اس آیت میں عود کا لفظ جو مذکور ہے اس کی تفسیر میں بھی طاؤس کے دو قول ہیں:

(۱) اس سے مراد جماع ہے یعنی جب مرد نے قسم کھالی اور اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرلیا، پھر اس سے جماع کرلیا تو اب اس پر کفارہ لازم ہے لیکن یہ تاویل بعید ہے اور نص قرآن کے مخالف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا ؕ یعنی جماع کرنے سے پہلے ان پر کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔

اور طاؤس نے کہا ہے کہ جماع کرنے کے بعد کفارہ ادا کرے، طاؤس نے جو کہا ہے وہ ایلاء کا حکم ہے، کیونکہ ایلاء میں جماع کرنے کے بعد کفارہ لازم ہوتا ہے اور ظہار میں جماع کرنے سے پہلے کفارہ لازم ہوتا ہے۔

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ سے روایت ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی عورت سے ظہار کیا پھر اس نے یہ عزم کرلیا کہ وہ اپنی بیوی کو رکھے گا اور اس سے جماع کرے گا تو اس پر کفارہ لازم ہے حتیٰ کہ جب اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا اس کی بیوی اس عزم کے بعد مرگئی تو اس پر کفارہ کا وجوب باقی رہے گا اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ نے کہا ہے کہ عود سے مراد ہے: جماع کا عزم کرے حتیٰ کہ جب اس نے جماع کا عزم کرلیا تو اس پر کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔

اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے: عود سے مراد بیوی کو اپنے پاس رکھنا ہے اور بیوی کو اپنے پاس رکھنے سے کفارہ واجب ہوجاتا ہے اور ظہار کا حکم یہ ہے کہ جماع حرام ہو حتیٰ کہ جب وہ ظہار کے بعد طلاق دینے کا ارادہ کرے تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر اس نے اسے ایک ساعت کے لئے جماع کرنے کے ارادہ سے رکھا تو اس پر کفارہ واجب ہوجائے گا، خواہ بعد میں اس کی بیوی زندہ رہے یا مرجائے اور جب اس کی بیوی زندہ ہو تو اسے طلاق دے یا نہ دے، طلاق سے رجوع کرے یا نہ کرے اس پر کفارہ واجب ہوجائے گا۔ اور اگر اس نے کلمات ظہار کہنے کے فوراً بعد طلاق دے دی تو اس کا ظہار باطل ہوجائے گا۔

اور ہمارے فقہاء احناف کے نزدیک ظہار کا حکم یہ ہے کہ ظہار میں بیوی سے جماع کرنا حرام ہوجاتا ہے جب تک کہ وہ کفارۂ ظہار ادا نہ کرے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت ہے تو اب اس کی بیوی بغیر کفارہ ادا کئے اس کے اوپر حلال نہیں ہوگی۔ اور ہمارے نزدیک نفس ظہار سے کفارہ واجب نہیں ہوتا، ظہار سے تو صرف حرمت واجب ہوتی ہے، کفارہ صرف اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ ظہار کے بعد اپنی بیوی سے جماع کا عزم کرلے حتیٰ کہ

اگر اس کی بیوی مرجائے تو کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۹ ص ۵۴۴-۵۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

ظہار کی تفصیل از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری

تعارف سورۃ المجادلہ

نام: اس کے دو نام ہیں ''المجادَلہ'' جو باب مفاعلہ کا مصدر ہے، اس کا معنی ہے ''بحث وتکرار'' اور دوسرا نام ''المُجادِلہ'' جو اس باب کا اسم فاعل مونث کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے ''بحث وتکرار کرنے والی'' اس میں تین رکوع، بائیس آیتیں، چار سو تہتر کلمے اور سترہ سو بانوے حروف ہیں۔

زمانہ نزول: یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اور اغلب خیال یہ ہے کہ اس کا نزول غزوۂ احزاب (شوال ۵ ھ) کے بعد ہوا، سورۂ احزاب میں جو اس غزوہ کے بعد نازل ہوئی، ظہار کے مسئلہ کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے اور اس سورۃ میں اسی مسئلہ کو وضاحت اور پوری تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورت سورۂ احزاب کے بعد نازل ہوئی۔

شانِ نزول: حضرت خولہ بنت ثعلبہ اپنے چچازاد اوس بن صامت کے ساتھ بیاہی ہوئی تھیں، حضرت اوس جب بوڑھے ہوگئے تو ان کے مزاج میں چڑچڑاپن آگیا، بات بات پر وہ لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتے۔ ایک روز جھگڑتے ہوئے انہوں نے اپنی بیوی کو کہہ دیا ''انتِ علی کظھرامی'' (تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پیٹھ)، زمانہ جاہلیت میں یہ طلاق کے الفاظ تھے، خولہ یہ سن کر از حد پریشان ہوئیں، بڑھاپے میں اپنے گھر کے اجڑنے کا غم اور اپنے ننھے بچے بچیوں کے فکر نے انہیں بے چین کر دیا۔ بارگاہِ رسالت میں آکر اپنے بارے میں دریافت کیا، حضور نے فرمایا کہ اس مسئلہ کے بارے میں ابھی مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ وہ بار بار عرض کرتیں: میں اس پیرانہ سالی میں کہاں جاؤں گی، میرے بچوں کا کیا بنے گا، میرا بنا بنایا گھر اجڑ جائے گا، حضور یہی جواب فرماتے رہے یہاں تک کہ حضور پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی اور اس مسئلہ کے بارے میں تفصیلی احکام نازل ہوئے۔

قرآن کریم میں ان کا تذکرہ آنے کے باعث صحابہ کی نگاہوں میں ان کی قدر ومنزلت بہت بڑھ گئی، سب ان کا احترام کیا کرتے۔ ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں کہیں جا رہے تھے، آپ کے ساتھ دوسرے بہت سے لوگ بھی تھے، ایک بوڑھی عورت سامنے آئی اور آپ کو رکنے کے لئے کہا۔ آپ فوراً رک گئے اور اس کے قریب تشریف لے گئے، اس کی باتیں سننے کے لئے اس کی طرف اپنا سر جھکا دیا اور اپنے ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیے یہاں تک کہ وہ اپنی پوری داستان ختم کر کے واپس چلی گئیں، ایک شخص نے عرض کیا:

''امیر المومنین! آپ نے ایک بڑھیا کے لیے اتنے قریش کو منتظر رکھا۔ آپ نے فرمایا: ''اے کم فہم! تم جانتے ہو یہ کون ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ وہ عورت ہے جس کے شکوہ کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سن لیا، یہ خولہ بنتِ ثعلبہ ہیں۔ اگر یہ رات تک کھڑی رہتیں تو میں یوں ہی کھڑا رہتا''۔

مضامین: ابتدائی چار آیتوں میں ظہار کے مسئلہ کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے، پانچویں اور چھٹی آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ ساتویں اور آٹھویں آیت میں منافقین جو خفیہ منصوبے بناتے اور چھپ چھپ کر مشورے کرتے اور اسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرتے، انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ جہاں بھی سر جوڑ کر تم بیٹھتے ہو اور

سرگوشیاں کرتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہوتا ہے، تمہاری باتوں کو سن رہا ہوتا ہے، اور تمہاری حرکتوں سے خوب واقف ہوتا ہے، وہ یقین رکھیں کہ اپنی ان ناپاک کوششوں سے وہ اسلام کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے، البتہ اس کی پاداش میں انہیں جہنم کا ایندھن بنادیا جائے گا اور یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو نصیحت فرمائی جارہی ہے کہ تمہاری سرگوشیاں اور مشورے اپنے خدا کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کیلئے نہیں ہونے چاہئیں بلکہ تمہیں اپنی مجلسوں میں ایسی تدابیر پر غور وفکر کرنا چاہیے جن سے نیکی کو فروغ حاصل ہو اور خدا کے دین کا بول بالا ہو۔

آیات ۱۱، ۱۲، ۱۳ میں مجلسی آداب کی تعلیم دی جارہی ہے کہ جب تم کسی محفل میں بیٹھے ہو اور باہر سے کوئی آدمی آجائے تو سکڑ جاؤ اور اس کو اپنے پہلو میں جگہ دو، ایسا نہ ہو کہ اسے دہلیز پر بیٹھنا پڑے یا وہ کھڑا رہنے پر مجبور ہو یا وہ محروم واپس چلا جائے، نیز تمہیں یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ جس شخص کی ملاقات کے لیے تم آئے ہو، اس کی اپنی مصروفیتیں بھی ہیں، اس لیے ضرورت کے مطابق بیٹھو اور اس کے بعد خود بخود اجازت لے کر چلے جاؤ۔ اگر اس نے تمہیں اپنی محفل سے اٹھنے کے لیے کہا تو تمہاری دل شکنی ہوگی، اس طرح کی کئی اور رسمیں جو عہد جاہلیت میں ان کی زندگی کا حصہ بن چکی تھیں، ان کو ترک کرنے کا حکم دیا۔

آخری رکوع میں بتادیا کہ انسانوں کے دو گروہ ہیں، ایک حزب الشیطان ہے اور دوسرے گروہ کا نام حزب اللہ ہے، دونوں گروہوں کے حالات اور ان کی خصوصیات بھی بیان کردیں تا کہ ہر شخص اپنے بارے میں فیصلہ کر سکے کہ وہ کس گروہ میں شامل ہونا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (المجادلہ:۱)	بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لی اس کی بات جو تکرار کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں اور (ساتھ ہی) شکوہ کیے جاتی تھی اللہ سے (اپنے رنج وغم کا) اور اللہ سن رہا تھا تم دونوں کی گفتگو، بیشک اللہ (سب کی باتیں) سننے والا (سب کچھ) دیکھنے والا ہے ۝

اسلام سے پہلے عرب میں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا کہ "انتِ علی کظھر امی"، تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت، تو اس قول سے وہ نکاح ٹوٹ جاتا اور وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی، رجوع کا دروازہ بھی بند ہو جاتا، اس کو وہ اپنی اصطلاح میں ظہار کہا کرتے۔

اسلام میں سب سے پہلے ظہار کا جو واقعہ پیش آیا، اس کے بارے میں اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں ظہار کے متعلق قرآنی احکام کو وضاحت سے بیان کر دیا گیا۔

ہوا یوں کہ ایک روز حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے بھائی اوس ابن صامت رضی اللہ عنہ اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ پر کسی وجہ سے ناراض ہو گئے، بڑھاپے کی وجہ سے ان کا مزاج بڑا چڑچڑا ہو گیا تھا، غصہ سے کہہ دیا "انتِ علی کظھر امی"، زبان سے تو یہ کہہ بیٹھے، لیکن لگے پچھتانے، خولہ کو پاس بلانے کی کوشش کی۔ اس نیک بندی نے جواب دیا: اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں خولہ کی جان

Marfat.com

ہے! جب تک اللہ اور اس کا رسول ہمارے بارے میں فیصلہ نہ فرمائیں تم میرے نزدیک نہیں آسکتے۔ خولہ اٹھیں اور حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے پیارے رسول! اوس نے جب میرے ساتھ شادی کی تھی اس وقت میں جوان تھی، صاحبِ مال تھی، میرے گھر والے بھی موجود تھے۔ اب میرا شباب رخصت ہو چکا، میں بوڑھی ہو گئی، میرے گھر والے بھی نہ رہے، مال بھی خرچ ہو گیا، اب اوس نے مجھے یہ الفاظ کہے ہیں۔ حضور کیا ہمارے لیے کوئی گنجائش ہے کہ ہم ایک ساتھ رہ سکیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیرے بارے میں ابھی تک مجھے کوئی حکم نہیں ملا، اس نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے طلاق کا لفظ تو نہیں کہا، وہ بار بار یہ کہتی رہی اور حضور وہی جواب دیتے رہے، ساتھ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بھی فریاد کرتی رہی کہ الٰہی میں اپنی تنہائی اور اپنے خاوند سے جدائی کا شکوہ تجھ سے کرتی ہوں۔ ایک روایت میں ان کے یہ الفاظ درج ہیں: "اپنے فاقہ اور خستہ حالی کا شکوہ میں اللہ تعالیٰ سے کرتی ہوں۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اگر میں انہیں ان کے باپ کے سپرد کرتی ہوں تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور ان کو اپنے پاس رکھتی ہوں تو وہ بھوکوں مریں گے، بار بار وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتیں اور فریاد کرتیں، بحث و تکرار کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی غم زدہ اور پریشان حال بندی کی فریاد سن لی اور جبریل امین یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یا خولة ابشری، اے خولہ! مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں حکم نازل فرما دیا، جاؤ اپنے خاوند کو بلاؤ، اوس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غلام آزاد کرو، عرض کیا: میرے پاس تو کوئی غلام نہیں، فرمایا: پھر دو ماہ کے متواتر روزے رکھو، عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں دن میں تین مرتبہ نہ کھاؤں تو میری بینائی جواب دینے لگتی ہے، میں اتنی مدت کیسے روزے رکھ سکتا ہوں، ارشاد ہوا: پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، عرض کرنے لگے: آقا! میں بہت غریب و نادار ہوں، حضور میری مدد فرمائیں تو میں کھانا کھلا سکتا ہوں، اس غریب پرور آقا نے انہیں پندرہ صاع اپنے پاس سے عطا فرمائے۔ انہوں نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا، اس طرح حضرت خولہ پھر اپنے گھر میں آباد ہو گئیں، قد سمع اللہ کی آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس خصوصیت کی وجہ سے صحابہ کرام ان کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے عہدِ خلافت میں حضرت خولہ کے پاس سے گزرے، آپ دراز گوش پر سوار تھے، لوگوں کا ایک ہجوم ساتھ تھا، حضرت خولہ نے ان کو روک لیا اور نصیحت کرنی لگیں، کہا: اے عمر! وہ دن تجھے یاد ہیں جب تمہیں عُمیر کہا جاتا تھا، پھر تمہیں عمر کہا جانے لگا اور اب تمہیں لوگ امیر المومنین کہنے لگے ہیں۔ پس اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، جو شخص موت پر یقین رکھتا ہے اسے اندیشہ رہتا ہے کہ کوئی ضروری چیز رہ نہ جائے۔ جسے حساب کا یقین ہوتا ہے وہ عذاب سے ڈرتا رہتا ہے۔ آپ بڑے صبر و تحمل سے کھڑے ان کی نصیحت کو سنتے رہے۔ جب کافی وقت گزر گیا تو لوگوں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! اس بڑھیا کے لیے آپ اتنی دیر کھڑے رہیں گے، آپ نے فرمایا: بخدا! اگر یہ مجھے صبح سے شام تک روکے رکھے تو میں کھڑا رہوں گا، صرف نماز کے اوقات میں رخصت لوں گا، کیا تم نہیں جانتے یہ بوڑھی کون ہے، یہ خولہ بنتِ ثعلبہ ہے جس کی فریاد کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ رب العالمین تو اس کی بات سنے اور عمر نہ سنے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

اَلَّذِیۡنَ یُظٰهِرُوۡنَ مِنۡکُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِہِمۡ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِہِمۡ ؕ اِنۡ اُمَّهٰتُهُمۡ اِلَّا الّٰٓـىِٴۡ وَلَدۡنَهُمۡ ؕ وَاِنَّهُمۡ لَيَقُوۡلُوۡنَ مُنۡكَرًا مِّنَ الۡقَوۡلِ وَزُوۡرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ ۝ (المجادلہ:۲)

جو لوگ تم میں سے ظہار کرتے ہیں اپنی بیویوں سے، وہ ان کی مائیں نہیں ہیں، نہیں ہیں ان کی مائیں بجز ان کے جنہوں نے انہیں جنا ہے، بے شک یہ لوگ کہتے ہیں بہت بُری بات اور جھوٹ، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت درگزر فرمانے والا، بہت بخشنے والا ہے O

اس آیت میں اس طریقۂ کار کی مذمت کی جارہی ہے کہ یہ کتنی بے ہودہ اور بری حرکت ہے کہ انسان اپنی بیوی کو اپنی ماں کہنا شروع کردے، کیا اس کے اس طرح کہنے سے وہ اس کی ماں بن سکتی ہے، ماں تو وہ ہوتی ہے جس نے اس کو جنا۔ ایک عورت جس نے اس کو جنا نہیں بلکہ عرصہ سے اس کی بیوی بنی ہوئی ہے اور اس کے بطن سے اس کے کئی بچے اور بچیاں جنم لے چکے ہیں، اب اگر اس عورت کو یہ اپنی ماں کہنے لگے تو اس سے بے ہودہ اور لغو بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ فرمایا: ایسی بات ایک تو فی نفسہٖ بڑی لغو، ناشائستہ اور غیر پسندیدہ ہے، دوسرا یہ سراسر جھوٹ ہے، جو اس کی ماں نہیں اس کو وہ اپنی ماں کہہ رہا ہے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اسے اس ہرزہ سرائی پر سخت سزا دی جاتی، لیکن اللہ تعالیٰ بہت درگزر فرمانے والا، اپنے بندوں کے قصوروں کو بخشنے والا ہے، اس لیے اس کریم نے عفو و درگزر سے کام لیا اور جرم جتنا سنگین تھا اس کے مطابق سزا اتنی سخت مقرر نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیۡنَ یُظٰهِرُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِہِمۡ ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا قَالُوۡا فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَةٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِکُمۡ تُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ۝ (المجادلہ:۳)

جو لوگ ظہار کر بیٹھیں اپنی عورتوں سے، پھر وہ پلٹنا چاہیں اس بات سے جو انہوں نے کہی تو (خاوند) غلام آزاد کرے اس سے قبل کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یہ ہے جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو تم کر رہے ہو، (اس سے) آگاہ ہے O

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ظہار اصطلاح میں اس کو کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "انتِ علی کظهر امی"، ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ بیوی سے قربت سے پہلے کفارہ ادا کرے، اس ضمن میں ظہار کے چند ضروری فقہی احکام لکھے جاتے ہیں، تفصیلات کے لئے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمایئے:

(۱) اگر کسی شخص نے ماں کی پشت کے علاوہ کسی ایسے عضو کا ذکر کیا جس کو دیکھنا اس کے لیے حلال نہیں تو بھی ظہار پایا جائے گا اور اس پر کفارۂ ظہار لازم ہوگا۔

(۲) اگر اس نے اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت کی پیٹھ یا اس کے اعضاء سے جن کو دیکھنا حرام ہے، تشبیہ دی جو اس پر ہمیشہ کے لیے ابتداءً حرام ہیں، مثلاً دادی، نانی، پھوپھی، خالہ، بہن، بیٹی تو یہ بھی ظہار ہوگا۔

(۳) اسی طرح ایسی عورتوں سے تشبیہ دینا جو ابتداءً تو حرام نہیں لیکن بعد میں کسی وجہ سے ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی ہیں، تو یہ بھی ظہار ہوگا، مثلاً رضاعی ماں، باپ کی دوسری بیوی وغیرہ۔

(۴) مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں بیویوں سے ظہار درست ہے۔

(۵) اگر ایک سے زائد بیویاں تھیں اور سب سے ظہار کیا تو جتنی بیویاں ہوں گی اتنے کفارے دینے ہوں گے۔

Marfat.com

(۶) عورت کو ظہار کرنے کا حق نہیں ہے، یعنی اگر عورت اپنے خاوند کو کہے کہ تو مجھ پر ایسا ہے جیسے میرے باپ کی پشت یا میں تجھ پر ایسی ہوں جیسے تیری ماں کی پشت، تو یہ ظہار نہیں ہوگا، کیونکہ ظہار کا حق اسے ہی ہے جسے طلاق کا حق حاصل ہے، البتہ عورت کا یہ قول قسم ہوگی۔ گویا اس نے قسم اٹھائی ہے کہ وہ مخالفت نہیں کرے گی، اس لیے اس پر قسم کا کفارہ ہوگا۔

(۷) اگر کسی عورت نے نکاح سے پہلے کسی مرد کے بارے میں ظہار کے الفاظ استعمال کیے تو اس وقت یہ ظہار ہوگا اور نکاح کے بعد عورت پر لازم ہوگا کہ وہ کفارۂ ظہار ادا کرے، اس کی تائید کے لیے ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔ حضرت طلحہ کی صاحبزادی عائشہ کے متعلق حضرت مصعب بن زبیر نے نکاح کا پیغام بھیجا، انہوں نے اس پیغام کو رد کر دیا، اور کہا کہ اگر میں مصعب سے نکاح کروں تو "ھو علی کظھر ابی"، وہ مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میرے باپ کی پشت، لیکن بعد میں وہ اس شادی پر رضامند ہوگئیں، مدینہ طیبہ کے فقہاء سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ عائشہ پر کفارۂ ظہار لازم آتا ہے، کیونکہ اس نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب اسے نکاح کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا، اگر نکاح کے بعد وہ ایسا کہتیں تو ظہار نہ ہوتا بلکہ یمین ہوتی اور انہیں کفارۂ یمین ادا کرنا پڑتا۔

(۸) جن الفاظ سے ظہار ثابت ہوتا ہے، ان کی دو قسمیں ہیں: صریح اور کنایہ، صریح تو یہ ہیں کہ اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پشت یا کسی ایسے عضو سے تشبیہ دے جن کا دیکھنا اس کے لیے حلال نہیں تو یہ صراحتاً ظہار ہے، اسی طرح اپنی بیوی کو ان عورتوں کی پشت یا ان کے ایسے اعضاء سے تشبیہ دے جن کا دیکھنا حلال نہیں جو ابتداءً یا بعد میں کسی وجہ سے مؤبداً حرام ہیں تو یہ بھی صراحتاً ظہار ہے، اس میں اس کی نیت کا اعتبار نہیں۔ وہ ہزار کہے کہ میرا مقصد ظہار کا نہ تھا تو قابل تسلیم نہ ہوگا۔

اور اگر اپنی بیوی کے متعلق یہ کہے کہ یہ مجھ پر اس طرح ہے جس طرح یہ عورتیں جو مذکور ہوئیں اور ان کے کسی عضو کا نام نہ لے تو اس صورت میں یہ کنایہ ہوگا، اس کا معنی متعین کرنے میں اس کی نیت کو دخل ہوگا، اگر وہ کہے کہ میں نے عزت وتکریم کے لیے یہ لفظ استعمال کیا ہے تو مان لیا جائے گا اور اگر ظہار کی نیت سے کہا ہوگا تو ظہار ہوگا، اور اگر اس نے اس لفظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق ہو جائے گی۔

یعنی ایک مرتبہ تو خاوند نے ایسی بات زبان سے نکال لی ہے جس سے اپنی بیوی سے مقاربت اس کے لئے جائز نہیں رہی لیکن اگر وہ اس کہی ہوئی بات سے واپس لوٹنا چاہے یعنی اپنی بیوی کو پہلے کی طرح اپنے لیے حلال کرنا چاہے تو اس وقت اس پر کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا اور اگر وہ کفارہ ادا نہ کرے تو عورت عدالت سے رجوع کر سکتی ہے اور عدالت اس خاوند کو حکم دے گی کہ وہ کفارہ ادا کرے اور اس طرح حرمت کی اس دیوار کو درمیان سے ہٹا دے جو اس نے اپنے اور اپنی بیوی کے درمیان قائم کر دی تھی۔ اگر وہ شخص اس کے باوجود کفارہ ادا نہ کرے تو عدالت اسے دُرّے لگانے یا قید کرنے یا دونوں سزائیں دے سکتی ہے۔

اگر کوئی شخص کفارہ ادا کیے بغیر عورت کے ساتھ مقاربت کرتا ہے تو وہ گنہگار ہوگا، اسے سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے لیکن کفارہ ایک ہی اسے ادا کرنا پڑے گا، ثم یعودون لما قالوا کا ایک اور مفہوم بھی علمائے ظاہر نے بتایا ہے وہ یہ کہ اگر ایک مرتبہ اس نے ایسے الفاظ کہے تو اس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا لیکن اگر وہ دوبارہ ان الفاظ کو دہرائے تب ان پر کفارہ لازم آئے گا، یہ قول بالاتفاق مردود ہے۔

فتحریر رقبة: یہاں سے کفارہ ظہار کا تفصیلی بیان شروع ہو رہا ہے، اس پر سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ رقبہ آزاد کرے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا چھوٹا، قبل ان یتماسا: سے یہ بات بیان کر دی کہ غلام آزاد کرنے سے پہلے وہ اس کو ہاتھ بھی نہیں

لگا سکتا۔ گویا مقاربت اور اس کے دواعی سب حرام ہیں۔ آیت میں توعظون بہ کا معنی علامہ قرطبی نے تومرون بہ کیا ہے یعنی تمہیں یہ حکم دیا جاتا ہے، اور علامہ آلوسی نے اس کا معنی تزجرون بہ کیا ہے یعنی اس کفارہ کے ذریعے تمہیں زجر و توبیخ کی جارہی ہے کہ تم پھر ایسی حرکت نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (المجادلہ: ۴)

پس جو شخص غلام نہ پائے تو وہ دو ماہ لگاتار روزے رکھے، اس سے قبل کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو تو وہ کھانا کھلائے ساٹھ مسکینوں کو، یہ اس لیے کہ تم تصدیق کرو اللہ اور اس کے رسول (کے فرمان) کی اور یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں، اور منکرین کے لیے دردناک عذاب ہے ○

لیکن اگر غلام دستیاب نہیں یا اس کے پاس کوئی غلام نہیں اور اس میں غلام خریدنے کی طاقت بھی نہیں تو وہ لگاتار دو ماہ روزے رکھے، اس کے لیے بھی شرط یہ ہے کہ اسے چھونے سے پہلے یہ روزے مکمل کرے، اگر اس نے درمیان میں مقاربت کی تو اس کو نئے سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے، روزہ رکھنے والے کو چاہیے کہ وہ ایسے وقت میں روزے شروع کرے کہ اس مدت میں ماہِ رمضان، عید الفطر اور ایام تشریق نہ آئیں تا کہ وہ مسلسل روزے رکھ سکے۔

اگر کسی شخص نے روزے رکھنے شروع کیے، اور وہ بیمار ہو گیا یا اسے سفر پر جانا پڑا اور وہ روزے نہ رکھ سکا تو احناف کے نزدیک از سرِ نو روزے شروع کرے۔

لیکن اگر وہ روزہ رکھنے پر قادر بھی نہ ہو تو پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ قادر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جسمانی صحت اس کی متحمل نہ ہو یا وہ بوڑھا ہو، اور اتنا عرصہ لگاتار روزے رکھنا اس کے لیے دشوار ہو یا اسے اندیشہ ہو کہ وہ مسلسل دو ماہ تک عورت سے احتراز نہیں کر سکتا۔ درمیان میں اس سے پھر بے احتیاطی ہو جائے گی۔

یہاں سے ''لتؤمنوا'' سے مراد ''لتصدقوا'' یعنی تم پر لازم ہے کہ تم اس کی تصدیق کرو کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا ارشاد ہے، اس کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے ''ای ذالک لتکونوا مطیعین للہ واقفین عند حدودہ لا تتعدوھا۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کے مطیع ہو جاؤ، اس کی مقرر کی ہوئی حدود کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور ان کو پامال مت کرو۔

یہاں کفار سے مراد وہ لوگ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید یا حضور کی رسالت کا انکار کرتے ہیں، بلکہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کی قائم کی ہوئی حدود کو پھاند کر آگے نکل جاتے ہیں۔

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں:

الذین لا یقبلون احکام اللہ تعالیٰ ولا یمتنعون عن المحرمات ویتجاوزون عن حدودہ۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

الذین یتعدونھا ولا یعملون بھا واطلق الکافر علی متعدی الحدود تغلیظا بزجرہ ونظیر ذالک قولہ تعالیٰ ومن

Marfat.com

کفر فان اللہ غنی عن العالمین- (روح المعانی)

یعنی جو لوگ حدود سے تجاوز کرتے ہیں، اور ان پر عمل نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو کافر اس لیے کہا گیا ہے تا کہ ان کو سختی سے باز رکھا جائے جس طرح دمن کفر میں کفر سے مراد حقیقی کفر نہیں بلکہ زجر و توبیخ کے لیے انکار کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن ج ۵ ص ۱۳۵-۱۴۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

ظہار کی تفصیل از مصنف

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام المجادلہ ہے اور ''المجادلہ'' کا معنی ہے: بحث اور تکرار کرنے والی عورت اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے، وہ آیت یہ ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ (المجادلہ:۱)

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے متعلق آپ سے بحث اور تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی، اور اللہ آپ دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے O

یہ خاتون حضرت خولہ بنت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا تھیں، ان کے خاوند حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے ظہار کر لیا تھا (یعنی ان سے کہہ دیا تھا کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے)، زمانہ جاہلیت میں ظہار کو طلاق قرار دیا جاتا تھا، اب حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سخت پریشان ہوئیں، اس وقت تک ظہار کے متعلق کوئی شرعی حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس لیے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تا کہ اس مسئلہ کا حل معلوم کریں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں کافی بحث اور تکرار کی، اس لیے ان خاتون کو مجادِلہ کہا گیا ہے اور ان ہی کی مناسبت سے اس سورت کا نام المجادلہ رکھا گیا۔

سورۃ المجادلہ کے متعلق احادیث

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس کی سماعت تمہاری تمام آوازوں کو محیط ہے، پس اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا (المجادلہ:۱)

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے متعلق آپ سے بحث اور تکرار کر رہی تھی۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۸۸-۲۰۶۳، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۴۵۷)

عروہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: برکت والی ہے وہ ذات جس کی سماعت ہر چیز کو محیط ہے، میں حضرت خولہ بنت ثعلبہ کی بات پوری طرح نہیں سن رہی تھی اور ان کی کچھ باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: یا رسول اللہ! میرا شوہر میری جوانی کھا گیا اور میرا پیٹ (اس کی اولاد کی

Marfat.com

کثرت سے) پھیل گیا، لیکن اب جب میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور مجھ سے اولاد ہونا منقطع ہوگیا تو اس نے مجھ سے ظہار کرلیا، اے اللہ! میں تیری طرف شکایت کرتی ہوں، وہ اس طرح کہتی رہیں، حتیٰ کہ حضرت جبریل یہ آیات لے کر نازل ہوئے: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ (المجادلہ:۱)

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶۳، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۳۴۲، رقم الحدیث: ۱۸۸۴۰، المستدرک ج ۲ ص ۴۸۱ طبع قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۳۷۹۱ طبع جدید، تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۲۲۰، رقم الحدیث: ۱۶۱۲)

سورۃ المجادلہ کا زمانۂ نزول

علامہ ابن عطیہ نے کہا: اس پر اجماع ہے کہ یہ سورت مدنی ہے (المحرر الوجیز ج ۱۵ ص ۴۳۴) اور بعض تفاسیر میں ہے کہ اس کی پہلی دس آیتیں مدنی ہیں اور باقی آیات مکی ہیں۔

ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۸ ہے اور ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۱۰۵ ہے، سورۃ المجادلہ، سورۃ المنافقین کے بعد اور سورۃ التحریم سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ سورۃ المجادلہ سورۃ الاحزاب کے بعد نازل ہوئی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے الاحزاب میں فرمایا ہے:

وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ (الاحزاب:۴) اور تم اپنی جن بیویوں سے ظہار کرتے ہو (یہ کہتے ہو کہ ان کی پشت ان کی ماں کی پشت کی مثل ہے)، ان کو اللہ نے حقیقت میں تمہاری ماں نہیں بنایا۔

اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ظہار کرنے سے بیوی شوہر کے نکاح سے نہیں نکلتی اور نہ وہ اس کی ماں ہوجاتی ہے، یہ صرف زمانۂ جاہلیت کا مفروضہ تھا، کیونکہ سورۃ الاحزاب کی اس آیت میں بتایا ہے کہ اللہ نے ظہار کی وجہ سے تمہاری بیویوں کو تمہاری حقیقی مائیں نہیں بنایا اور ان کو تم پر حرام نہیں کیا، یہ اجمالی حکم ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ میں بیان فرمائی ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سورۃ الاحزاب کا ترتیبِ نزول کے اعتبار سے نمبر ۹۰ ہے اور سورۃ المجادلہ کا ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۰۵ ہے، اور چونکہ غزوۃ الاحزاب شوال پانچ (۵ ھ) میں ہوا تھا تو اس سے یہ متعین ہوجاتا ہے کہ سورۃ المجادلہ بھی اسی دور میں یا اس کے کچھ ہی عرصہ بعد نازل ہوئی ہے۔

سورۃ المجادلہ کے مشمولات

☆ اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جو یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کرے تو وہ اس پر حرام ہوجاتی ہے، یہ دستور باطل ہے۔

☆ اور اس سورت میں آدابِ مجلس بتائے ہیں کہ مجلس میں ایل پھیل کر نہیں بیٹھنا چاہیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے بیٹھنے کی گنجائش نکالنی چاہیے۔

☆ اور مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دی ہے۔

☆ علماءِ دین کے مرتبہ اور مقام کو واضح کیا ہے اور ان کی مدح فرمائی ہے۔

Marfat.com

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسئلہ معلوم کرنا ہوتو مسلمانوں کو اس سے پہلے کچھ صدقہ دینا چاہیے، بعد میں اس حکم کو اٹھالیا۔

☆ منافقین کو سرزنش کی ہے جو مسلمانوں کے منصوبے اور ان کے راز کی باتیں کفار کو جا کر بتادیتے تھے، اور پھر جھوٹی قسمیں کھاتے تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے تھے، لیکن ان کا انجام ذلت اور رسوائی تھا۔

☆ اس سورت کو اس پر ختم کیا ہے کہ مسلمان کفار سے محبت نہ رکھیں، اور ان سے مل جل کر نہ رہیں۔

☆ سورۃ المجادلہ کے اس مختصر تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی اعانت اور امداد پر اعتماد کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کررہا ہوں۔

الہ العالمین! مجھے حق اور صدق پر قائم رکھنا اور باطل سے مجتنب رکھنا۔ آمین۔ غلام رسول سعیدی غفرلہ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (المجادلہ: ۱-۴)

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق بحث اور تکرار کررہی تھی اور اللہ سے شکایت کررہی تھی اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا، بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے O تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، (یہ کہتے ہیں کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے) وہ عورتیں ان کی حقیقت میں مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں، اور بے شک وہ ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے O اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرلیں، پھر عمل زوجیت کے لیے لوٹنا چاہیں جس کے متعلق وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں، تو ان پر عمل زوجیت سے پہلے ایک غلام کو آزاد کرنا ہے، یہ وہ چیز ہے جس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے، اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے O پس جو غلام کو نہ پائے تو اس پر عملِ زوجیت سے پہلے دو ماہ لگاتار روزے رکھنا ہے، پس جو روزوں کی طاقت نہ رکھے تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، یہ حکم اس لیے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان برقرار رکھو، اور یہ اللہ کی حدود ہیں، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق بحث اور تکرار کررہی تھی اور اللہ سے شکایت کررہی تھی اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا، بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے O تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے

Marfat.com

ہیں، (یہ کہتے ہیں کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے) وہ عورتیں ان کی حقیقت میں مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں، اور بے شک وہ ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے O (المجادلہ ۲-۱)

المجادلہ ا: حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان کا جسم بہت حسین تھا اور ان کے شوہر بہت شہوت اور بہت غصے والے تھے، انہوں نے ان کو اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے بلایا، حضرت خولہ نے انکار کیا، انہوں نے کہا: تمہاری پشت مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے، پھر وہ اپنے قول پر نادم ہوئے اور زمانہ جاہلیت میں ایلاء اور ظہار طلاق شمار ہوتا تھا، حضرت اوس نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ تم مجھ پر حرام ہو چکی ہو، حضرت خولہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ طلاق نہیں ہے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے سر کی ایک جانب دھو رہی تھیں، حضرت خولہ نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک میرے خاوند حضرت اوس بن الصامت نے مجھ سے شادی کی تھی، اس وقت میں جوان، مال دار، خوش حال اور رشتہ داروں والی تھی، حتیٰ کہ جب حضرت اوس نے میرا مال کھالیا اور میری جوانی ختم کر دی اور میرے رشتہ دار بکھر گئے اور میری عمر زیادہ ہوگئی تو انہوں نے مجھ سے ظہار کرلیا اور اب وہ نادم ہیں، کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ وہ اور میں پھر سے جمع ہو جائیں اور وہ مجھ سے اپنی خواہش پوری کر سکیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو، حضرت خولہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے! اس نے طلاق کا ذکر نہیں کیا، اور وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو، حضرت خولہ نے کہا: پھر میں اللہ سے اپنے فقر و فاقہ اور تنہائی کا ذکر کرتی ہوں، انہوں نے میرے ساتھ بہت وقت گزارا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: میرا یہی گمان ہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو اور تمہارے معاملہ میں مجھے کوئی حکم نہیں دیا گیا، وہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا مدعا عرض کرتی رہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہی فرماتے رہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو، اس نے کہا: میں اللہ سے اپنے فاقہ اور اپنی پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اگر میں یہ بچے حضرت اوس کو دے دوں تو یہ ضائع ہو جائیں گے اور اگر میں ان بچوں کو اپنے پاس رکھوں تو یہ بھوکے رہیں گے، پھر حضرت خولہ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور کہنے لگیں: اے اللہ! میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں، اے اللہ! تو اپنے نبی کی زبان پر میری کشادگی کا حکم نازل فرما، اور یہ اسلام میں پہلا ظہار کا واقعہ تھا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہو کر اپنے سر کی دوسری جانب دھونے لگیں، حضرت خولہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! میرے معاملہ میں غور فرمائیں، اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، حضرت عائشہ نے کہا: اپنی بات مختصر کرو اور زیادہ بحث نہ کرو، کیا تم دیکھ نہیں رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی کیا کیفیت ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا، جب آپ پر وحی نازل ہو چکی تو آپ نے اس سے فرمایا: اپنے خاوند کو بلاؤ، جب وہ اس کو بلا لائی تو آپ نے اس کے سامنے "قد سمع اللہ قول التی تجادلک" الآیات۔ پڑھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: برکت والی ہے وہ ذات جس کی سماعت تمام آوازوں پر محیط ہے، بے شک وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہی تھی اور میں گھر کی ایک جانب ان کی کچھ باتیں سن رہی تھی اور بعض باتیں مجھ سے مخفی رہیں۔

Marfat.com

(معالم التنزیل ج ۵ ص ۳۹-۳۸، مسند احمد ج ۶ ص ۴۱۰، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۷۹، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۷۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۸، ۲۰۶۳، تفسیر عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۱۱۸، المستدرک ج ۲ ص ۴۸۱)

ظہار کو زمانۂ جاہلیت میں سب سے شدید طلاق قرار دیا جاتا تھا کیونکہ اس میں بیوی کی پشت کو اپنی ماں کی پشت سے تشبیہ دی جاتی تھی اور عربوں میں نکاح اور طلاق کے جو احکام تھے، وہ اسلام میں اس وقت تک معتبر رہتے تھے جب تک اسلام میں ان احکام کو منسوخ نہیں کر دیا جاتا تھا اور اسلام میں ظہار کا یہ پہلا واقعہ تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے عرف کے موافق ابتداءً اس کو برقرار رکھا، پھر جب حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اس مسئلہ سے دو چار ہوئیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں بہت بحث اور تکرار کی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت کی اس رسم کو منسوخ فرما دیا اور ظہار کی مذمت میں المجادلہ: ۲ نازل ہوئی، اور اس کے بعد کی آیات میں یہ بتایا گیا کہ جب کوئی شخص ظہار کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا چاہے تو پھر اس کا کیا طریقہ ہے۔

ظہار کی تعریف اور اس کا حکم

المجادلہ ۲: میں فرمایا: جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، وہ عورتیں ان کی حقیقت میں مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں، اور بے شک وہ ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور بے شک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا، اور بہت بخشنے والا ہے O

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی التوفی ۵۷۳ ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے، تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے، اور اب اس سے عمل زوجیت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کو چھونا اور اس کو بوسہ دینا جائز ہے حتیٰ کہ وہ اس ظہار کا کفارہ ادا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے المجادلہ: ۳ میں فرمایا ہے۔

اور ظہار زمانۂ جاہلیت کی طلاق تھی، شریعت نے اس کی اصل کو برقرار رکھا اور اس کے حکم کو وقت مقرر کی تحریم کی طرف کفارہ کے ساتھ منتقل کر دیا اور ظہار نکاح کو زائل کرنے والا نہیں ہے، اس لیے کہ یہ جھوٹ بولنے اور بری بات کہنے کا جرم ہے، اسی لیے اس کے مناسب یہ سزا ہے کہ ظہار کرنے والے پر اس کی بیوی کے ساتھ جماع کو حرام قرار دیا جائے اور کفارہ ادا کرنے سے یہ حرمت ساقط ہو جائے، پھر جب اس سے عمل زوجیت کیا گیا تو اس کے دواعی اور محرکات کو بھی حرام کر دیا گیا۔ اس کے برخلاف حائض اور روزہ دار کے ساتھ جماع کے محرکات کو حرام نہیں کیا گیا، کیونکہ حیض اور روزہ کا اکثر وقوع ہوتا ہے، کیونکہ اگر ان میں عملِ زوجیت کے محرکات کو حرام قرار دیا جاتا تو اس سے حرج لازم آتا، اس کے برخلاف ظہار کا اتنا وقوع نہیں ہوتا، اس میں عمل زوجیت کے دواعی اور محرکات کو حرام قرار دینے سے حرج لازم نہیں آئے گا۔ (الہدایہ مع نصب الرایہ ج ۳ ص ۵۴-۵۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

ظہار کے الفاظ اور اس کی دیگر تفاصیل

اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پشت ہے، اس کو فقہ کی اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں، ظہار کی تعریف یہ ہے کہ بیوی یا اس کے کسی عضو کو اپنی ماں یا کسی اور محرم کی پشت یا کسی اور عضو

سے تشبیہ دینا، اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر بیوی سے جماع اور بوس و کنار وغیرہ حرام ہو جاتا ہے جب تک وہ کفارۂ ظہار نہ ادا کرے اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کا پیٹ یا اس کی ران ہے تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے ماں کے علاوہ اپنی بہن یا اپنی پھوپھی یا رضاعی ماں یا کسی اور محرم کی پشت سے اپنی بیوی کو تشبیہ دی تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے اپنی بیوی کے کسی عضو کو اپنی ماں سے تشبیہ دی، مثلاً اپنی بیوی سے کہا: تمہارا سر میری ماں کی پشت کی طرح ہے، یا تمہاری شرم گاہ یا تمہارا چہرہ یا تمہاری گردن، یا تمہارا نصف یا تمہارا ثلث میری ماں کی طرح ہے تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے کہا: تم میری ماں کی مثل ہو تو اس کا حکم اس کی نیت پر موقوف ہے، اگر اس کی نیت یہ تھی کہ تم میری ماں کی طرح معزز ہو تو طلاق یا ظہار کچھ نہیں ہے اور اگر اس نے کہا: میری نیت ظہار کی تھی تو یہ ظہار ہے اور اگر اس نے کہا: میری نیت طلاق کی تھی تو اس سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

(ہدایہ اولین ص ۴۱۰-۴۰۹، ملخصاً و موضحاً، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنا آیا یہ ظہار یا طلاق ہے یا نہیں؟

میں ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۵ء تک جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھاتا رہا ہوں اور استاذِ مکرم حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں افتاء کا کام کرتا رہا ہوں، اس وقت میری یہی تحقیق تھی کہ اگر کوئی شخص طلاق کی نیت سے اپنی بیوی کو ماں، بہن کہہ دے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور میں اسی کے موافق فتویٰ دیتا رہا، لیکن جب میں نے ۱۹۸۶ء میں ''شرح صحیح مسلم'' لکھنی شروع کی تو بعض متاخرین فقہاء کی عبارات سے میں نے یہ سمجھا کہ اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، چنانچہ ''شرح صحیح مسلم'' ج ۳ ص ۱۰۰۴ اور ''تبیان القرآن'' ج ۱ ص ۵۰۲، اور ص ۸۵۱ میں یہ مسئلہ اسی طرح لکھا، اس کے بعد ''تبیان القرآن'' کی نویں جلد میں ص ۳۷۳ میں سورۃ الاحزاب میں جب ظہار کی بحث آئی تو میں نے اس مسئلہ پر از سر نو غور کیا اور مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ میرا پہلا نظریہ تھا، سو میں نے نویں جلد میں اسی کے موافق لکھا اور ''شرح صحیح مسلم'' ج ۳ ص ۱۰۰۴، اور تبیان القرآن ج ۱ ص ۵۰۲ اور ص ۸۵۱ میں اسی کے موافق اصلاح کر دی، سو بعد کے ایڈیشن اسی کے موافق چھپ چکے ہیں، یہ سطور اس لیے لکھ دی ہیں کہ میرے مسلسل مطالعہ کرنے، میرے رجوع کرنے اور اخلاص اور للّٰہیت کی سند رہیں، اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ حق پر قائم رکھے اور نفسانیت اور انانیت کے شر سے محفوظ رکھے۔

بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہنے سے طلاق واقع نہ ہونے کے دلائل

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ حضرت سارہ کے متعلق فرمایا: یہ میری بہن ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵۸، ۲۲۱۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۹۲۳۰، عالم الکتب)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس شخص نے بغیر کسی نیت کے اپنی بیوی کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے تو اس کا یہ کہنا طلاق نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوتمیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی بیوی سے یہ کہتے ہوئے سنا ''اے میری بہن!'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکروہ قرار دیا اور اس کو یہ کہنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۱۔ ۲۲۱۰، بیروت)

علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ قول ظہار نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے کراہت اور ممانعت کے اس کا کوئی اور حکم نہیں بیان فرمایا، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اے بیٹی! کہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(رد المحتار ج ۴ ص ۱۰۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ بیوی کو بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، بیوی کو میری ماں کہنے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند اس لیے فرمایا کہ یہ واقع کے خلاف ہے اور جھوٹ ہے، اس پر صرف توبہ کرنا واجب ہے۔ فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہے تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

ولو قال لامراته ان فعلت كذا فانت امی ونوی به التحريم فهو باطل لا يلزمه شیء۔

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیہ ج ۱ ص ۵۱۹)

اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو نے فلاں کام کیا تو، تو میری ماں ہے، اور اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی تو اس کا یہ قول باطل ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا، یعنی اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

قاضی خاں کی اس عبارت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن کہا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے، یا کہا: تو میری ماں کی مثل ہے، اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی، یا ظہار کی نیت کی یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس کی اس نے نیت کی وہی حکم لاگو ہوگا اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا (یعنی طلاق کی نیت سے کہا تو میری ماں ہے) تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۰۳، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اور علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

انت امی بلا تشبيه فانه باطل وان نوی

(رد المحتار ج ۵ ص ۹۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

کسی شخص نے اپنی بیوی سے بغیر تشبیہ دیئے کہا: تو میری ماں ہے تو اس کا یہ قول باطل ہے، خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

اسی طرح علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ نے لکھا ہے:

اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو اگر اس نے اپنی بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے اس قول سے ظہار کی نیت کی ہے تو یہ ظہار ہوگا یا طلاق کی نیت کی ہے تو یہ طلاق بائن ہوگی اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی تو پھر اس قول سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوگا۔

(ملتقی الابحر مع مجمع الانہر ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

Marfat.com

اس عبارت کی شرح میں علامہ عبدالرحمٰن بن محمد الکلیبولی الحنفی المتوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:

اور اگر اس نے تشبیہ کو ذکر نہیں کیا (اور بیوی سے کہا: تو میری ماں ہے) تب بھی یہ کلام لغو ہوگا جیسا گزر چکا ہے۔

(مجمع الانھر ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ الکلیبولی نے لکھا ہے:

ظہار کی تعریف میں تشبیہ کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر کسی شخص نے بغیر تشبیہ دیے اپنی بیوی سے کہا: تو میری ماں ہے یا میری بہن ہے یا بیٹی ہے تو یہ ظہار نہیں ہے، اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو نے فلاں کام کیا تو تو میری ماں ہے، اور اس کی بیوی نے وہ کام کرلیا تو اس کا یہ قول باطل ہوگا، خواہ اس نے اس قول سے بیوی کے حرام ہونے کی نیت کی ہو۔ (مجمع الانھر ج ۲ ص ۱۱۵)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بہ حالت غصہ اپنی زوجہ کو ماں بہن کہہ دیا، مگر نان نفقہ دیتا رہا، عورت اس کے نکاح میں رہی یا بہ حکم شرع شریف جاتی رہی؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے: تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ وناجائز ہے، مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو، درمختار میں ہے:

او لا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ۔

(درمختار علی ھامش رد المحتار ج ۵ ص ۱۰۳، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی، یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا تو ادنیٰ درجہ کا حکم متعین ہوگا یعنی عزت اور کرامت کا، اور اس کا اپنی بیوی کو یہ کہنا مکروہ ہے کہ تو میری ماں ہے، یا یہ کہنا: اے میری بیٹی اور اے میری بہن اور اس کی مثل۔

علامہ شامی نے اس پر لکھا ہے:

حذف الکاف، بان قال انت امی ومن بعض افطن جعلہ من باب زید اسد منتقی عن القھستانی قلت ویدل علیہ ماننذ کرہ عن الفتح من انہ لابد من التصریح من الاداۃ، ای میں ہے: انت امی بلا تشبیہ باطل وان نوی۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۹۸، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اگر اس نے تشبیہ کا ذکر نہیں کیا اور بایں طور اپنی بیوی سے کہا کہ تو میری ماں ہے، بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ یہ قول ایسا ہے جیسے کوئی کہے زید شیر ہے، میں کہتا ہوں اس پر دلیل یہ ہے کہ ہم ''فتح القدیر'' سے نقل کریں گے کہ تشبیہ کے کاف کا ذکر کرنا ضروری ہے، نیز علامہ شامی نے کہا: بغیر تشبیہ کے بیوی کو یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے، باطل ہے خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

ہاں اگر یوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا ماں بہن کی جگہ ہے، تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی، اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہوگیا، اب جب تک کفارہ نہ دے لے، عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بہ نظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا، یا بہ نگاہ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا، سب حرام ہوگیا، اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے، اس کی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو مہینہ کے روزے

Marfat.com

رکھے، اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اور اگر ان میں کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا، جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا، در مختار میں ہے:

ان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی (خانیہ) برا او ظهارا او طلاقا صحت نیته ووقع ما نواه وان لم ینو شیئا او حذف الکاف لغا۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۰۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اس نے بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا کہا: تو میری ماں کی مثل ہے اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی، یا ظہار کی نیت کی، یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس کی اس نے نیت کی ہے وہی حکم لاگو ہوگا، اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا (یعنی طلاق کی نیت سے کہا: تو میری ماں ہے) تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

''ہندیہ'' میں ''خانیہ'' سے ہے: اگر اس نے اپنے قول سے تحریم کی نیت کی تو اس میں اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ سب کے نزدیک ظہار ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۶۳۱۔۶۳۰ مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

اعلیٰ حضرت نے ''در مختار'' کی آخری عبارت جو نقل کی ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ اگر اس نے اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہا تو یہ کلام لغو ہے اور اس سے طلاق نہیں ہوگی۔ اسی طرح علامہ شامی کی عبارت بھی گزر چکی ہے کہ اگر اس نے بیوی کو خواہ طلاق کی نیت سے کہا: تو میری ماں ہے تو یہ قول باطل ہے۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۹۸)، یعنی اس سے طلاق نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ صریحہ، فتاویٰ قاضی خاں، الدر المختار، رد المحتار، ملتقی الابحر، مجمع الانہر اور فتاویٰ رضویہ کی عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو میری ماں، بہن ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، خواہ اس نے یہ قول طلاق دینے کی نیت سے کہا ہو یا بیوی کو اپنے نفس پر حرام قرار دینے کی نیت سے کہا ہو، اس شخص کا یہ قول واقع کے خلاف ہے اور جھوٹ ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اس جھوٹ سے توبہ کرے، ہم نے اس قدر تفصیل اس لیے کی ہے کہ یہ مسئلہ عامۃ الوقوع ہے، لوگ غصہ میں بیوی کو ماں، بہن کہہ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے طلاق ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیں، پھر عمل زوجیت کے لیے لوٹنا چاہیں جس کے متعلق وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں، تو ان پر عمل زوجیت سے پہلے ایک غلام کو آزاد کرنا ہے، یہ وہ چیز ہے جس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے، اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے O پس جو غلام کو نہ پائے تو اس پر عمل زوجیت سے پہلے دو ماہ لگاتار روزے رکھنا ہے، پس جو روزوں کی طاقت نہ رکھے تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، یہ حکم اس لیے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان برقرار رکھو، اور یہ اللہ کی حدود ہیں، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (المجادلہ: ۳-۴)

کفارۂ ظہار کے متعلق احادیث

حضرت خولہ بنت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے میرے خاوند حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے ظہار کر لیا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بات کی شکایت کرنے کے لیے گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے تکرار کرتے رہے اور فرماتے رہے:

Marfat.com

تم اللہ سے ڈرو، وہ تمہارا عم زاد ہے، میں اسی طرح بحث کرتی رہی، حتیٰ کہ قرآن مجید کی یہ آیتیں نازل ہوئیں: "قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا" (المجادلہ: ۱۔۴) تب آپ نے فرمایا: اس سے کہو: وہ ایک غلام کو آزاد کرے، حضرت خولہ نے کہا: وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: پھر مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے، حضرت خولہ نے کہا: وہ بہت بوڑھا ہے روزوں کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، حضرت خولہ نے کہا: اس کے پاس تو صدقہ کرنے کے لیے بالکل مال نہیں ہے، حضرت خولہ نے کہا: پھر آپ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا، میں نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کی ایک اور ٹوکرے سے مدد کروں گی، آپ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا، جاؤ! اس ٹوکرے سے اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ، اور پھر اپنے عم زاد کی طرف لوٹ جاؤ، امام ابوداؤد نے کہا: اس ٹوکرے میں ساٹھ صاع (دو سو چالیس کلوگرام) کھجوریں تھیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۴)

امام ابوداؤد نے ایک اور حدیث روایت کی ہے، اس میں حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کا اسی قسم کا واقعہ ہے، انہوں نے بھی کفارۂ ظہار ادا کرنا تھا، اور ان کے پاس بھی مال تھا، نہ وہ روزوں کی طاقت رکھتے تھے، آپ نے ان سے فرمایا: بنو زریق سے صدقہ کا مال لے کر ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۳، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۹۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ظہار کیا، انہوں نے اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، سو انہوں نے کہا: جب میں بوڑھی ہوگئی اور میری ہڈی کمزور ہوگئی تو انہوں نے مجھ سے ظہار کرلیا، تب اللہ تعالیٰ نے آیتِ ظہار نازل فرمائی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس سے کہا: تم ایک غلام آزاد کرو، انہوں نے کہا: میرے پاس اس کی طاقت نہیں، آپ نے فرمایا: پھر تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو، انہوں نے کہا: جس دن میں دو مرتبہ کھانا نہ کھاؤں تو میری بصارت کمزور ہوجاتی ہے، آپ نے فرمایا: پھر تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، انہوں نے کہا: میرے پاس اتنا طعام نہیں ہے، البتہ آپ مدد فرمائیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ صاع کے ساتھ ان کی مدد فرمائی اور اللہ تعالیٰ رحیم ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے (مزید) پندرہ صاع جمع کر دیئے اور یوں ساٹھ مسکینوں کا طعام ہوگیا۔

(سنن دارقطنی ج ۳ ص ۳۱۵ طبع قدیم، رقم الحدیث: ۳۷۹۳ طبع جدید، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۲ھ)

ظہار میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اور کفارۂ ظہار، ایک غلام کو آزاد کرنا ہے، اور اگر غلام میسر نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے، پس اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے کیونکہ کفارہ میں اسی ترتیب سے نص وارد ہے اور یہ کفارے عمل زوجیت سے پہلے ادا کیے جائیں اور یہ غلام آزاد کرنے میں اور روزے رکھنے میں تو ظاہر ہے کیونکہ قرآن مجید میں اسی طرح ہے، اور کھانا کھلانے میں بھی اسی طرح ہے، کیونکہ کھانا کھلانے میں جماع سے منع کیا گیا ہے، اس حرمت کی وجہ سے جو ظہار سے ثابت ہے، اس لیے کفارہ کو عمل زوجیت پر مقدم کرنا ضروری ہے، تاکہ عمل زوجیت حلال طریقہ سے ہو۔ (الہدایہ مع البنایہ ج ۵ ص ۴۳۳، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الحنفی الجصاص المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

ظہار کرنے والے کے متعلق اختلاف ہے، کیا وہ کھانا کھلانے سے پہلے جماع کرسکتا ہے؟ پس ہمارے اصحاب (احناف) اور

امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے: اس وقت تک جماع نہ کرے حتیٰ کہ کھانا کھلا دے، جب کہ اس پر کھانا کھلانا فرض ہو اور جو ظہار کرنے والا روزہ رکھنے سے عاجز ہو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک وہ کفارہ نہ دے جماع نہ کرے۔
(احکام القرآن ج ۳ ص ۴۲۷-۴۲۶، سہیل اکیڈمی، لاہور)

تاہم علامہ المرغینانی الحنفی نے لکھا ہے کہ کھانا کھلانے سے پہلے تو مظاہر جماع نہیں کرسکتا لیکن کھانا کھلانے کے درمیان جماع کرسکتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

اگر مظاہر مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ رہا ہو اور دو ماہ کے درمیان اس نے اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو وہ ازسرنو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے گا، اور جب دو ماہ کے مسلسل روزے نہ رکھ سکتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا اور ہر مسکین کو نصف صاع (دو کلو) گندم یا ایک صاع (چار کلو) کھجور یا ایک صاع جو یا ان کی قیمت ادا کرے گا، اور اگر اس نے ایک مسکین کو ساٹھ دن کھلایا تو اس کے لیے کافی ہوگا اور اگر اس نے ایک مسکین کو ایک دن میں ساٹھ مسکینوں کا طعام دے دیا تو یہ صرف ایک مسکین کا کفارہ ہوگا اور اگر مظاہر نے کھانا کھلانے کے دوران اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو اس کو یہ کفارہ دہرانا نہیں پڑے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے اور ساٹھ مسلسل روزوں میں یہ قید لگائی ہے کہ یہ کفارہ جماع کرنے سے پہلے ادا کریں اور کھانا کھلانے میں یہ قید نہیں لگائی کہ جماع کرنے سے پہلے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں اس لیے یہ کفارہ اپنے اطلاق پر رہے گا اور کھانا کھلانے کے درمیان وہ جماع کرسکتا ہے۔
(ہدایہ مع نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۵۹-۳۵۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ، المحیط البرہانی ج ۵ ص ۱۹۲-۱۹۳، ادارۃ القرآن، ۱۴۲۴ھ)

ظہار میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

کھانا کھلانے میں تسلسل ضروری نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تسلسل کی قید نہیں لگائی، پس اگر مظاہر نے کھانا کھلانے کے دوران اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو اس پر ازسرنو کھانا کھلانا واجب نہیں ہوگا۔ (المغنی مع الشرح الکبیر ج ۸ ص ۶۰۷، دار الفکر بیروت)

ظہار میں فقہاء مالکیہ کا موقف

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ فرماتے ہیں:

جس شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا، پس ایک ماہ کے روزے رکھے، پھر رات کو اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو وہ ازسرنو روزے رکھے گا اور پچھلے روزوں پر بناء نہیں کرے، اسی طرح کھانا کھلانے والے کا حکم ہے، اگر ساٹھ مسکینوں میں سے ایک مسکین بھی رہتا ہو اور وہ اپنی بیوی سے جماع کرلے تو اس کو ازسرنو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۳ ص ۸۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی کہ انہوں نے اپنی بیوی سے جماع کرلیا ہے تو آپ نے ان کو کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا، اور یہ صاف تصریح ہے، خواہ غلام آزاد کرنے کا کفارہ ہو یا روزہ رکھنے کا یا کھانا کھلانے کا، اور امام ابو حنیفہ نے کہا: اگر اس کا کفارہ کھانا کھلانا ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ جماع کرے پھر کھانا کھلائے۔
(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۲۵۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح نقل نہیں کیا، امام اعظم کے نزدیک کھانا کھلانے سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کرنا حلال نہیں ہے، جیسا کہ ہدایہ اور محیط برہانی کے حوالوں سے گزر چکا ہے، البتہ ان کے نزدیک کھانا کھلانے کے درمیان اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے اور روزوں کے ساتھ یہ قید لگائی ہے کہ جماع کرنے سے پہلے یہ کفارہ ادا کرے اور کھانا کھلانے کے ساتھ کفارہ کو مطلق رکھا ہے، اس کے ساتھ یہ قید نہیں لگائی۔

ظہار میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے پہلے جماع کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح غلام آزاد کرنے اور ساٹھ روزے رکھنے سے پہلے جماع کرنا حرام ہے، کیونکہ یہ تینوں کفارۂ ظہار ہیں اور جب مطلق، مقید کی جنس سے ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جاتا ہے جیسے شہادت میں ہے، انتہی کلامہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَّاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق: ۲) تم اپنوں میں دو نیک آدمیوں کو گواہ بناؤ۔

اس آیت میں گواہ بنانے کو نیک آدمیوں کے ساتھ مقید کیا ہے اور دوسری آیت میں گواہ بنانے کو مطلق رکھا ہے۔ فرمایا:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ (البقرہ: ۲۸۲) تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ بناؤ۔

امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ، علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ، علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ ھ، اور محمد بن علی بن محمد شوکانی ظاہری نے کہا: البقرہ: ۲۸۲ میں مطلق گواہوں سے مراد عادل گواہ ہیں، جیسا کہ الطلاق: ۲ میں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۹۵، الجامع لاحکام القرآن جز ۲ ص ۳۵۴، روح المعانی جز ۳ ص ۹۴، فتح القدیر ج ۱ ص ۵۰۸)

علامہ الماوردی المتوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں:

اور اس لیے کہ جب ایک مقید پر مطلق کو محمول کرنا واجب ہے تو دو مقیدوں پر مطلق کو محمول کرنا بہ طریق اولیٰ واجب ہوگا اور زیادہ مؤکد ہوگا اور کفارۂ ظہار میں یہ قید ہے کہ جماع کرنے سے پہلے غلام آزاد کیا جائے اور دو ماہ کے روزوں کا زمانہ طویل ہے، پھر بھی یہ قید ہے کہ جماع کرنے سے پہلے دو ماہ کے روزے رکھے جائیں، تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے میں بھی یہ قید ملحوظ ہوگی کہ جماع کرنے سے پہلے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے اور جب کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا زمانہ ساٹھ روزوں سے بہت کم ہے تو اس میں قید کے اعتبار کرنے کا زیادہ حق ہے۔

(الحاوی الکبیر ج ۱۳ ص ۴۴۷-۴۴۶، دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ ھ، تکملہ مجموع شرح المہذب ج ۲۱ ص ۲۸۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ ھ)

فقہاء شافعیہ کی دلیل کا جواب

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ ھ اس دلیل کے جواب میں لکھتے ہیں:

مطلق کو مقید پر محمول کرنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ مطلق مقید کی جنس سے ہو اور دونوں کا تعلق ایک واقعہ سے ہو، جیسے یہاں پر غلام آزاد کرنا اور ساٹھ روزے رکھنا، دونوں اس قید سے مقید ہیں کہ ان سے پہلے جماع نہ کیا جائے اور اس کے بعد ساٹھ مسکینوں کو

Marfat.com

کھانا کھلانے کا ذکر ہے، اور اس میں یہ قید نہیں ہے کہ اس سے پہلے جماع نہ کیا جائے اور یہ مطلق ہے اور یہ بھی مقید کی جنس سے ہے یعنی کفارۂ ظہار ہے لیکن مطلق کو مقید پر محمول کرنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں کا حکم بھی ایک ہو جیسا کہ اس صورت میں ہے۔

مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا ضابطہ

فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ ؕ (المائدہ:۸۹) پس جو شخص (کفارۂ قسم میں غلام آزاد کرنے کی) طاقت نہ رکھے تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرات میں "ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ" کے بعد "متتابعات" کی بھی قید ہے، یعنی تین دن کے مسلسل روزے رکھے اور المائدہ:۸۹ میں مطلقاً تین دن روزے رکھنے کا حکم ہے اور حضرت ابن مسعود کی قراءت میں چونکہ تسلسل کی قید ہے، اس لیے اس مطلق کو مقید کیا جائے گا، اور یہی امام ابوحنیفہ اور ثوری کا قول ہے اور امام شافعی کا ایک قول یہی ہے اور یہی مزنی کا مختار ہے، انہوں نے کفارۂ قسم کے روزوں کو کفارۂ ظہار کے روزوں پر قیاس کیا ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کی قراءت سے استدلال کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۶ ص ۲۱۷، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب قراءت کرتے تھے: "فصیام ثلاثة ایام متتابعات" پھر مسلسل تین دن کے روزے رکھے، اور مجاہد روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کی قراءت میں تھا: "فصیام ثلاثة ایام متتابعات"۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۹۷۵۰، ۹۷۵۱، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

عطاء، اعمش اور طاؤس کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن مسعود کی قرات اس طرح پہنچی ہے: "فصیام ثلاثة ایام متتابعات"۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۸ ص ۴۴۳، رقم الحدیث: ۱۶۳۸۲ تا ۱۶۳۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، جدید ۱۴۲۱ھ)

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی قراءت کرتے تھے: "فصیام ثلاثة ایام متتابعات"

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۲۴۶۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۔ ۴ ص ۳۳، ادارۃ القرآن، کراچی)

حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما قراءت کرتے تھے: "فصیام ثلاثة ایام متتابعات"۔

(السنن الکبری للبیہقی ج ۱۰ ص ۶۰، ملتان، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۷ ص ۳۲۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں: اس صورت میں مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی چیز کو مطلقاً بھی وجود میں داخل کرنا مقصود ہو اور اسی چیز کو مقیداً بھی وجود میں داخل کرنا مطلوب ہو، کیونکہ کفارہ قسم کے تین روزوں کو بغیر کسی قید کے مطلقاً بھی رکھنے کا حکم ہے اور تسلسل کی قید کے ساتھ بھی رکھنے کا حکم ہے اور یہاں پر ایک ہی واقعہ ہے اور ایک ہی حکم ہے اس لیے یہاں پر مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے، قرآن مجید کی قراءت متواترہ میں مطلقاً تین روزے رکھنے کا حکم ہے اور قراءت مشہورہ میں تتابع اور تسلسل کی قید ہے، اور قراءت مشہورہ سے قرآن مجید پر زیادتی جائز ہے۔

(فتح القدیر ج ۴ ص ۲۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

ظہار میں غیر مقلدین کا موقف

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اور مفسرین نے "ثم یعودون لما قالوا" کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ مظاہر جماع کے لیے لوٹنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ تین کفاروں میں سے کوئی ایک کفارہ دے، اور فرقہ ظاہریہ (غیر مقلدین) علماء نے یہ کہا ہے کہ "ثم یعودون لما قالوا" کا معنی یہ ہے کہ وہ ایک بار اپنی بیوی سے یہ کہنے کے بعد کہ تو میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے دوبارہ یہی بات کہے کہ تو میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے تو اس پر کفارۂ ظہار واجب ہوگا۔

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے، اس پر کچھ واجب نہیں ہے، نہ اس کی بیوی سے جماع کرنا اس پر حرام ہے حتیٰ کہ وہ اسی بات کو دوبارہ کہے اور جب وہ دوبارہ اسی بات کو کہے گا تو اس پر کفارۂ ظہار واجب ہو جائے گا۔

(المحلی بالآثار ج ۹ ص ۱۸۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۵ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ (مشہور غیر مقلد عالم) لکھتے ہیں:

فرقہ ظاہریہ کا یہی مسلک ہے۔ (فتح البیان ج ۷ ص ۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

۲۳۔ بَابُ: الظِّهَارِ

ظہار کا بیان

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (المجادلہ: ۱-۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق بحث اور تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی بات سن رہا تھا، بے شک اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے ۝ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یہ کہتے ہیں کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے) وہ عورتیں ان کی حقیقت میں مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے اور بے شک وہ ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے ۝ اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیں، پھر عمل زوجیت کے لیے لوٹنا چاہیں جس کے متعلق وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں، تو ان پر عمل زوجیت سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے، یہ وہ چیز ہے جس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے ۝ پس جو غلام کو نہ پائے تو اس پر عمل زوجیت سے پہلے دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا

Marfat.com

ہے، پس جو روزوں کی طاقت نہ رکھے تو اس پر ساٹھ (٦٠) مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان برقرار رکھو اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے O (المجادلہ:١-٤)

باب مذکور کی پہلی تعلیق

وَقَالَ لِي إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ ظِهَارِ الْعَبْدِ فَقَالَ نَحْوَ ظِهَارِ الْحُرِّ قَالَ مَالِكٌ وَصِيَامُ الْعَبْدِ شَهْرَانِ۔

اور مجھ سے اسماعیل نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے غلام کے ظہار کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ اس کا ظہار آزاد کے ظہار کے مثل ہے اور امام مالک نے کہا کہ غلام دو ماہ کے روزے رکھے۔

(اس تعلیق کی اصل معلوم نہیں ہو سکی)۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق

وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ ظِهَارُ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ مِنَ الْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ سَوَاءٌ

اور الحسن بن الحر نے کہا کہ آزاد اور غلام کا ظہار آزاد عورت اور غلام عورت سے برابر ہے۔

(اس تعلیق کی بھی اصل معلوم نہیں ہو سکی)۔

باب مذکور کی تیسری تعلیق

وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِنْ ظَاهَرَ مِنْ أَمَتِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ إِنَّمَا الظِّهَارُ مِنَ النِّسَاءِ۔

اور عکرمہ نے کہا: اگر کسی مرد نے اپنی باندی سے ظہار کیا تو یہ کچھ بھی نہیں ہے، یعنی لغو ہے، ظہار تو صرف بیویوں سے ہوتا ہے۔

(اس تعلیق کی اسماعیل قاضی نے ایسی سند کے ساتھ روایت کی ہے، جس میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

باب مذکور کی چوتھی تعلیق

وَفِي الْعَرَبِيَّةِ لِمَا قَالُوا أَيْ فِيمَا قَالُوا وَفِي بَعْضِ مَا قَالُوا وَهَذَا أَوْلَى لِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَدُلَّ عَلَى الْمُنْكَرِ وَقَوْلِ الزُّورِ۔

اور عربی عورت کے متعلق انہوں نے المجادلہ: ٣ کی تفسیر میں کہا اور ان کے بعض اقوال میں ہے، جن صورتوں میں انہوں نے کہا اور جن بعض صورتوں میں انہوں نے کہا اور یہ زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بری بات اور جھوٹی بات قرار نہیں دیا۔

ظہار کا لغوی معنی اور ظہار کے لغوی معنی کی اصطلاحی معنی کے ساتھ مناسبت اور ظہار کی تعریف میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب ظہار کے احکام میں ہے، علامہ خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ١٧٥ھ نے کہا ہے کہ ظہار کا معنی ہے: کوئی مرد اپنی

بیوی سے یہ کہے کہ تم مجھ پر میرے ذو رحم محرم کی پشت کی مثل ہو، اسی طرح المحکم میں مذکور ہے اور المطرزی نے الجامع میں یہ اضافہ کیا ہے اور القزاز کی جامع میں ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے ظہار کیا، جب اس نے کہا: تم میرے لئے ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت ہے اور متعدد ارباب لغت نے اس کی پیروی کی ہے اور حافظ الدین علامہ النسفی الحنفی المتوفی ۷۱۰ھ نے کہا ہے کہ ظہار کی تعریف یہ ہے کہ مرد اپنی منکوحہ کو ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دے جس کے ساتھ اس کا نکاح کرنا دائماً حرام ہے مثلاً ماں کے ساتھ، بیٹی کے ساتھ یا بہن کے ساتھ، جن کے ساتھ اس کا جماع کرنا اور جماع کے محرکات حرام ہیں، بایں طور کہ وہ ان سے کہے: تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت ہے حتیٰ کہ وہ اس کا کفارہ ادا کرے، ظہار میں لفظ ظہر ہے یعنی پشت کو مخصوص کیا گیا ہے نہ کہ باقی اعضاء کو، کیونکہ پشت عموماً سوار ہونے کا محل ہوتی ہے، اسی وجہ سے سواری کو ظور کہتے ہیں، کیونکہ بیوی شوہر کے لیے بہ منزلہ سواری ہوتی ہے، اور اگر اس نے کہا: تم میرے لئے میری ماں کے پیٹ کی مثل ہو یا ران کی مثل ہو یا فرج کی مثل ہو تب بھی ظہار ہوگا، اس کے برخلاف جب اس نے کہا کہ تم میری ماں کے ہاتھ کی مثل ہو تب ظہار نہیں ہوگا، اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا قول قدیم یہ ہے کہ اگر مرد نے کہا کہ تم میرے لئے میری بہن کی پشت کی مثل ہو تو جمہور کے نزدیک ظہار نہیں ہوگا، اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔

ظہار کے شان نزول کے متعلق متعدد روایات

ظہار کے شان نزول کے متعلق روایات کو ہم اس سے پہلے علامہ ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں، تاہم علامہ عینی کی ذکر کردہ روایات میں سے ہم ایک روایت کا ذکر کر رہے ہیں:

حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا، بہت جسیم خاتون تھیں، ان کے شوہر نے دیکھا کہ وہ نماز ظہر پڑھ رہی تھیں، حالتِ نماز میں ان کی نظر ان کے کولہوں پر پڑھی، جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو ان کے شوہر نے ان سے جماع کا ارادہ کیا، حضرت خولہ نے انکار کیا، ان کے شوہر کو غصہ آیا، کیونکہ وہ مغلوب الغضب تھے، پس انہوں نے حضرت خولہ سے کہا: تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت ہے، پھر وہ اپنی بات پر نادم ہوئے اور زمانہ جاہلیت میں ایلاء اور ظہار کو طلاق قرار دیا جاتا تھا، تو ان کے خاوند نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ اب تم مجھ پر حرام ہو چکی ہو، تب ان کی بیوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ واقعہ بیان کیا اور کہا: یا رسول اللہ! بے شک میرے خاوند حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اس وقت مجھ سے نکاح کیا تھا جب میں نوجوان تھی، دولت مند تھی، میرے خاندان والے تھے حتیٰ کہ میرے شوہر نے میرا مال بھی کھالیا، اور میری جوانی کو بھی کھالیا اور میرے خاندان والے منتشر ہو چکے ہیں تو اب اس نے مجھ سے ظہار کر لیا اور اب وہ اپنے فعل پر نادم ہے تو کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ میں اور وہ پھر جمع ہو جائیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے خاوند پر حرام ہو چکی ہو، حضرت خولہ نے کہا: یا رسول اللہ! جس ذات نے آپ کے اوپر اپنی کتاب کو نازل کیا ہے اس کی قسم! حضرت اوس بن الصامت نے کسی طلاق کا ذکر نہیں کیا اور بے شک وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور وہ بے شک مجھے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو، حضرت خولہ نے کہا کہ میں اپنے فاقہ اور اپنی تنہائی کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کروں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک تو تم اس پر حرام ہو چکی ہو اور تمہارے متعلق تو مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا ہے، وہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بات دہراتی رہیں، تب اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ کی مذکور

الصدر آیات نازل فرمائیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے شوہر کو بلاؤ، جب ان کے شوہر آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر ان آیات کی تلاوت فرمائی، پھر آپ نے ان کے شوہر سے پوچھا: کیا تم ایک غلام کو آزاد کرنے کی طاقت رکھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ میرا غلام تو بہت مہنگا ہے، اگر میں نے اس کو آزاد کر دیا تو میرے پاس کچھ نہیں رہے گا، اور میں تو بہت تنگ دست ہوں، تب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! اگر میں تین مرتبہ کھانا نہ کھاؤں تو میری بصارت کمزور ہو جاتی ہے، اور مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے، آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتے ہو، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! نہیں، سوا اس کے کہ آپ اس معاملہ میں میری مدد فرمائیں، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں پندرہ (۱۵) صاع سے تمہاری مدد کروں گا، یعنی ساٹھ (۶۰) صاع کلوگرام سے۔

ظہار کی دو قسمیں: صراحتاً اور کنایتاً

جن الفاظ کے ساتھ ظہار ہوتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ صراحتاً ظہار ہو اور وہ یہ ہے کہ مرد یہ کہے: تم میرے لئے میری ماں کی پشت کی مثل ہو یا کہے: تم میرے نزدیک میری ماں کی پشت کی مثل ہو اور دوسری قسم وہ ہے جس میں کنایۃً ظہار ہو مثلاً وہ کہے کہ تم میرے لیے میری ماں کی مثل ہو، اس میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر وہ اس میں ظہار کا ارادہ کرے تو ظہار ہوگا اور اگر ظہار کی نیت نہ کرے تو ظہار نہیں ہوگا، اور امام محمد بن حسن شیبانی المتوفی ۱۸۹ھ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی ظہار ہے اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ نے کہا ہے کہ اگر مرد نے حالتِ غضب میں کہا کہ تم میری ماں کی پشت کی مثل ہو تو یہ ظہار ہے اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ ایلاء ہے اور اگر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن ہوگی۔

ظہار کے وقوع کی صورتیں

ظہار صرف اس صورت میں ہوگا جب مرد اپنی بیوی کو کسی مَحرم کے ساتھ تشبیہ دے اور اگر اس نے مَحرم کے سوا کسی کے ساتھ تشبیہ دی تو پھر ظہار نہیں ہوگا، حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور الشعبی کا بھی یہی قول ہے، اور امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کا بھی یہی قول ہے اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ کا بھی ایک قول یہی ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے اور یہی ان کا زیادہ مشہور قول ہے کہ جس مرد نے کسی ایسی عورت کے ساتھ ظہار کیا کہ جس کے ساتھ اس کا نکاح کرنا حلال تھا تو یہ ظہار نہیں ہے اور جس نے کسی ایسی عورت کے ساتھ ظہار کیا کہ جس کے ساتھ اس کا نکاح کرنا کبھی حلال نہ تھا تو یہ ظہار ہے، اور امام مالک نے کہا: جس نے کسی مَحرم کے ساتھ ظہار کیا یا اجنبی عورت کے ساتھ ظہار کیا تو دونوں صورتوں میں ظہار ہے اور شعبی سے روایت ہے کہ ظہار صرف ماں یا دادی کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ بھی امام شافعی کا قول ہے اور ظاہریہ کا بھی یہی قول ہے۔

اگر مرد نے کسی اجنبی عورت سے کلماتِ ظہار کہے تو اس کے ظہار ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کا اختلاف

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کسی مرد نے کسی اجنبی عورت سے ظہار کیا، پھر اس سے نکاح کر لیا تو اس کے متعلق القاسم بن محمد نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے یہ روایت کی ہے کہ جب کسی مرد نے ایسی عورت سے نکاح کر لیا تو اس سے مقاربت نہ کرے حتیٰ کہ کفارہ دے دے اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور عروہ

Marfat.com

کا بھی یہی قول ہے اور شیخ علی بن احمد بن حزم متوفی ۴۵۶ھ نے کہا کہ ان حضرات سے اسی قول کی صحیح روایت ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اگر ابن حزم کی صحت سے مراد یہ ہے کہ یہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک صحیح ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ یہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک منقطع ہے کیونکہ قاسم بن محمد تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پیدا ہوئے تھے اور اگر ان کی مراد باقی لوگوں کی صحت ہے تو پھر یہ ممکن ہے۔

حافظ علاؤ الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبداللہ الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ نے اپنی شرح التلویح علی البخاری میں لکھا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ نے بیان کیا کہ ابن ابی لیلیٰ، اور الحسن بن حی نے بتایا: اگر کسی مرد نے یہ کہا کہ ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں وہ میرے لئے ایسی ہے جیسے میں اپنی ماں سے نکاح کروں یا اس نے کسی رشتہ دار کا نام لیا یا قبیلہ کا نام لیا تو ظہار لازم ہو جائے گا اور الشوری نے بیان کیا کہ جس مرد نے کسی عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تجھے طلاق ہے یا کہا: اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت ہے اور اللہ کی قسم! میں چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت تیرے قریب نہیں جاؤں گا، پھر اس نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور ظہار اور ایلاء ساقط ہو جائے گا کیونکہ اس نے طلاق سے ابتداء کی تھی۔

جن مردوں کا ظہار کرنا صحیح ہے اور جن مردوں کا ظہار کرنا صحیح نہیں ہے، اس کے متعلق مذاہب فقہاء

ہر وہ شوہر جس کی طلاق دینا صحیح ہے اس کا ظہار کرنا بھی صحیح ہے، عام ازیں کہ وہ آزاد ہو غلام ہو مسلمان ہو یا ذمی ہو، اس نے اپنی بیوی کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو، یا وہ جماع پر قادر ہو یا نہ ہو، اور اسی طرح ہر وہ بیوی خواہ وہ کم عمر ہو یا بڑی ہو، عاقلہ ہو یا مجنونہ ہو یا اس کی فرج اور دبر ملی ہوئی ہو یا وہ درست ہو، محرمہ ہو یا غیر محرمہ ہو، ذمیہ ہو یا مسلمان ہو، اس سے ظہار کرنا صحیح ہے۔

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے فرمایا کہ ذمی کا ظہار کرنا صحیح نہیں ہے، اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا کہ جو عورت عدت میں ہو، اس سے ظہار کرنا صحیح نہیں ہے، اور بعض علماء نے کہا: غیر مدخول بہا سے ظہار کرنا صحیح نہیں ہے، اور المزنی الشافعی نے کہا: جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس سے ظہار کیا تو اس کا یہ ظہار صحیح نہیں ہے، باندی اور ام الولد سے ظہار کرنے میں اختلاف ہے، فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا کہ ان سے ظہار کرنا صحیح نہیں ہے اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، ثوری، الاوزاعی اور اللیث نے کہا کہ اپنی باندی سے ظہار کرنا صحیح نہیں ہے اور فقہاء احناف نے جس آیت سے استدلال کیا ہے، وہ درج ذیل ہے:

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ (المجادلہ: ۳) — اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں۔

اور باندی ہماری بیویوں میں سے نہیں ہے۔

کفارۂ ظہار میں مذاہب فقہاء

کفارۂ ظہار میں مجامعت سے پہلے ایک غلام کو آزاد کرنا ہے، خواہ وہ غلام مرد ہو یا عورت ہو، کم عمر ہو یا بوڑھا ہو، مسلمان ہو یا کافر ہو کیونکہ نص قرآن مطلق ہے۔

اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا: کافر کو آزاد کر کے کفارہ دینا صحیح نہیں ہے، امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا بھی یہی مذہب ہے
شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵٦ھ نے کہا: مومن اور کافر اور سالم اور عیب دار اور مرد اور عورت کو کفارہ میں آزاد کرنا صحیح ہے۔
اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا کہ عیب دار غلام کو کفارہ میں آزاد کرنا صحیح نہیں ہے۔
اور شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵٦ھ نے کہا کہ ابراہیم نخعی متوفی ۹٦ھ اور شعبی سے روایت ہے کہ نابینا کو آزاد کرنا کفایت کرے گا اور ابن جریج نے کہا کہ جو مفلوج ہو اس کو آزاد کرنا بھی کفایت کرے گا اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ مجنون کو آزاد کرنا درست نہیں ہے۔

کفارہ کی اقسام

الاول: کفارہ کی پہلی قسم غلام کو آزاد کرنا ہے، پس اگر وہ غلام کو آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے، ان دو مہینوں میں رمضان کا مہینہ شامل نہیں ہے اور نہ وہ ایام شامل ہیں جن میں روزہ رکھنا شرعاً ممنوع ہے، اور وہ دو عید کے دن ہیں اور تین دن ایام تشریق کے ہیں، پس اگر اس نے ان دو مہینوں کے درمیان رات میں یا دن میں بھول کر یا عمداً اپنی بیوی سے مجامعت کر لی تو پھر وہ از سر نو روزے رکھنا شروع کرے گا۔
اور شیخ ابن حزم ظاہری متوفی ۴۵٦ھ نے امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ سے روایت کی ہے کہ مرد نے جس بیوی سے ظہار کیا تو دو مہینے پورے ہونے سے پہلے ایک رات میں جماع کر لیا تو وہ پھر روزہ رکھنے کی قضاء کرے گا۔ اور امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ اس صورت میں اگلے دن روزہ رکھ کر قضاء کرے گا اور ہمارے اصحاب احناف نے کہا کہ اگر اس نے ان دو مہینوں کے درمیان رات میں عمداً جماع کیا یا دن میں بھولے سے جماع کیا یا ان دنوں میں کوئی روزہ چھوڑ دیا تو وہ از سر نو روزے رکھے گا خواہ اس کا عذر ہو یا نہ ہو، اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم المتوفی ۱۸۳ھ نے کہا کہ وہ صرف اس صورت میں از سر نو روزے شروع کرے گا جب اس نے درمیان میں سے کوئی روزہ چھوڑ دیا ہو، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا کہ اگر اسے عذر پیش ہو تو وہ از سر نو روزے شروع نہیں کرے گا اور غلام کے لئے کفارہ میں صرف روزے رکھنا مشروع ہے۔
اور اگر ظہار کرنے والا روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا اور ہر مسکین کو دو کلو گندم یا چار کلو کھجوریں یا چار کلو جو دے گا یا ان کی قیمت دے گا۔
اور امام شافعی نے کہا: ہر مسکین کو اپنے شہر کی غالب خوراک میں سے ایک کلو دے گا، اور امام احمد کے نزدیک ایک کلو گندم دے گا اور دو کلو کھجور یا دو کلو جو دے گا، اور اگر اس نے تیس مسکینوں کو کھانا کھلایا اور پھر درمیان میں مجامعت کر لی تو امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا کہ وہ کھانا کھلانے کی تعداد کو پورا کرے، جیسا کہ اس نے کھانا کھلانے سے پہلے مجامعت کی ہو اور اس پر صرف ایک ہی مرتبہ کھانا کھلانا ہے، اور اللیث اور الاوزاعی اور امام مالک نے کہا کہ

Marfat.com

اس صورت میں وہ از سر نو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا شروع کرے گا۔

متعدد مرتبہ ظہار کرنے والے کا شرعی حکم

اگر کسی نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ ظہار کر لیا تو اس کے اوپر صرف ایک کفارہ ہے، پھر اگر اس نے چوتھی مرتبہ کلمہ ظہار کہا تو اس پر دوسرا کفارہ ہے، یہ شیخ علی بن احمد بن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ کا قول ہے۔

اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ سے منقول ہے کہ جب کسی مرد نے ایک مجلس میں متعدد بار ظہار کیا تو اس پر ایک کفارہ لازم ہے اور اگر اس نے متعدد مجالس میں ظہار کیا یعنی کلمات ظہار کہے تو اس پر متعدد ظہار لازم ہوں گے، اور اسی طرح قسم کا حکم ہے اور قتادہ متوفی ۱۱۷ھ اور عمرو بن دینار کا بھی یہی قول ہے، اور شیخ علی بن احمد بن حزم متوفی ۴۵۶ھ نے کہا کہ ان دونوں سے اس کی روایت صحیح ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ اس صورت میں صرف ایک کفارہ لازم ہے۔

اور شیخ ابن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے: ہم نے طاؤس متوفی ۱۰۶ھ، عطاء متوفی ۱۱۴ھ اور شعبی سے اس قول کی روایت کی ہے، ان سب نے کہا کہ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے پچاس (۵۰) مرتبہ ظہار کیا تو اس پر صرف ایک کفارہ لازم ہوگا، حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ، نے بھی کہا ہے کہ جب مرد نے متعدد مرتبہ ظہار کیا، خواہ وہ مختلف مجالس میں ظہار کیا ہو، اس پر ایک کفارہ لازم ہوگا۔

معمر نے کہا اور یہی الزہری کا قول ہے اور یہی امام مالک بن انس کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر اس نے ایک مجلس میں متعدد مرتبہ ظہار کیا اور تکرار کی نیت کی تو اس پر ایک مرتبہ کفارہ ظہار لازم ہے اور اگر اس نے نیت نہیں کی تو ہر ظہار سے اس پر کفارہ لازم ہوگا، عام ازیں کہ ظہار کا یہ تکرار ایک مجلس میں ہو یا متعدد مجالس میں ہو۔

ظہار کرنے والے کے لئے اپنی بیوی کے ساتھ بعض معاملات کا جواز اور بعض کی حرمت

مرد نے اپنی جس بیوی سے ظہار کیا ہے، کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس سے بوس و کنار کرنا جائز ہے اور فرج کے علاوہ اس کے باقی جسم کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹانا بھی جائز ہے، اور یہ الثوری، الحسن البصری، عطاء بن ابی رباح، عمرو بن دینار، قتادہ اور فقہاء شافعیہ کا مذہب ہے اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ سے یہ روایت بھی ہے کہ مستحب یہ ہے کہ وہ بوس و کنار اور جسمانی تلذذ سے احتراز کرے۔

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ نے کہا کہ بوس و کنار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام مالک نے اس سے انکار کیا ہے، اسی طرح دو ماہ کے مسلسل روزوں کا حکم ہے، اور امام الاوزاعی نے کہا کہ تہبند کے اوپر سے اس سے لذت حاصل کرے اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جس طرح کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس سے جماع کرنا حرام ہے، اسی طرح کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس پر جماع کے اسباب اور محرکات بھی حرام ہیں۔

کفارہ ظہار کا ساقط نہ ہونا

مرد کی موت سے یا عورت کی موت سے کفارہ ظہار ساقط نہیں ہوتا، اور ان کے ترکہ سے ان کی موت کے بعد اس کفارہ کو ادا کیا جائے گا، خواہ انہوں نے اس کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، یہ امام شافعی کا مذہب ہے اور ہمارے اصحاب احناف کے نزدیک قرضہ جات کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم حقوق اللہ ہے، اور دوسری قسم حقوق العباد ہے، پس حقوق اللہ کی ادائیگی کی اس نے وصیت نہ

کی ہو، تو وہ ساقط ہو جاتے ہیں، خواہ وہ نماز ہو یا زکوٰۃ ہو اور وہ شخص ان حقوق کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا اور اس سے ان حقوق کا آخرت میں مطالبہ کیا جائے گا، اور اگر اس نے وصیت کی تھی کہ اس کے ترکہ سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا کفارۂ ظہار ادا کیا جائے گا تو اس کے ترکہ کے تیسرے حصہ میں سے اس وصیت کو پورا کیا جائے گا، پس وارث پر لازم ہے کہ وہ ہر نماز کے فدیہ کے لئے دو کلو گندم صدقہ کرے جیسا کہ روزے کے فدیہ میں ہوتا ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر کا بھی فدیہ ادا کیا جائے گا۔

اور اگر مرنے والے پر روزے ہوں تو ہر روزے کے فدیہ میں دو کلو گندم ادا کیا جائے گا، اور اگر مرنے والے پر حج ہو تو وارث پر لازم ہے کہ اس کا ترکہ تہائی مال سے زیادہ ہو تو حج کرائے، اسی طرح نذور اور کفارات کا حکم ہے، اور اگر مرنے والے کے ذمہ حقوق العباد ہوں مثلاً کسی کا قرض ادا کرنا ہو یا کسی کا مال چھینا ہو اور اس کا تاوان ادا کرنا ہو تو ان حقوق کو ہر حال میں ادا کیا جائے گا۔

غلام کے ظہار کا شرعی حکم

مؤطا امام مالک میں مذکور ہے کہ امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ سے غلام کے ظہار کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا: اس کا حکم بھی آزاد کے ظہار کی مثل ہے اور امام مالک نے کہا: غلام ظہار میں دو ماہ کے روزے رکھے گا اور حافظ ابوعمر بن عبد البر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا: اس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غلام کا ظہار لازم ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اس کا کفارہ بھی روزے ہیں اور انہوں نے کہا کہ غلام کے کفارہ میں غلام کو آزاد کرنے اور کھانا کھلانے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، پس ابوثور اور داؤد ظاہری متوفی ۲۷۰ھ نے غلام کے لئے غلام آزاد کرنے کو جائز قرار دیا ہے، اگر اس کا مالک اس کو آزاد کرنے کے لئے غلام عطا کرے، اور باقی تمام علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور علامہ ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اگر غلام نے اپنے مالک کی اجازت سے کھانا کھلایا تو جائز ہے اور اگر اس نے اپنے مالک کی اجازت کے بغیر غلام آزاد کر دیا تو جائز نہیں ہے اور ہمارے نزدیک مستحب یہ ہے کہ غلام کفارہ ادا کرنے میں روزے رکھے، اور امام مالک نے کہا کہ غلام کا کھانا کھلانا آزاد کے کھانا کھلانے کی طرح ہے کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ظہار کے بعد عملِ زوجیت کے لئے لوٹنے کا شرعی حکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ (المجادلہ: ۳) پھر عمل زوجیت کے لئے لوٹنا چاہیں۔

اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا: وہ لوٹنا جو کفارے کا موجب ہے، وہ یہ ہے کہ ظہار کے بعد وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے سے مدت گزرنے تک رُک جائے جس مدت میں اس کے لئے طلاق دینا ممکن ہو، پھر وہ اس کو طلاق نہ دے۔

اور قتادہ متوفی ۱۱۷ھ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ وہ بیوی کو اپنے اوپر حرام کرنے کے بعد اس سے جماع کرے اور امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ نے کہا کہ اگر اس نے اپنی بیوی سے جماع کا عزم کیا اور یہ نیت کی کہ اس سے جماع کرنے کے لئے لوٹے تو اس پر کفارہ لازم ہوگا اور اگر اس نے جماع کا عزم نہیں کیا تو یہ عود اور لوٹنا نہیں ہے، اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا: اگر اس نے ظہار کے بعد جماع کر لیا تو پھر یہ عود اور لوٹنا ہے اور اگر جماع نہیں کیا تو پھر یہ عود اور لوٹنا نہیں ہے۔

اور اصحاب الظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے: اگر اس نے لفظ کو مکرر کیا تو یہ عود ہے ورنہ یہ عود نہیں ہے اور یہی ابو العالیہ کا قول ہے۔

Marfat.com

اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ امام مالک کے نزدیک عود یہ ہے کہ وہ جماع کا عزم کرے اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ عود یہ ہے کہ وہ کلمات ظہار کہنے کے بعد پھر اپنی بیوی سے جماع کرے لیکن اس سے پہلے کفارے کو مقدم کرے اور یہی ابن القاسم مالکی کا قول ہے جس کا موطا امام مالک میں اشارہ ہے کہ عود یہ ہے کہ بیوی کو اپنے پاس رکھنے کا عزم کرے اور امام مالک کے اکثر اصحاب کا یہی موقف ہے۔

اور علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ ظہار کرنے والے کلمات کا ظہار کہنے کے بعد اپنی بیوی سے جماع کرنا عود ہے اور یہی امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا قول ہے اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور طاؤس متوفی ۱۰۶ھ اور زہری متوفی ۱۵۲ھ کا مذہب یہ ہے کہ بیوی سے مجامعت کرنا ہی عود ہے اور امام ابوجعفر احمد بن محمد متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وقت عود جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ اس سے پہلے کفارہ ادا نہ کرے۔

میں کہتا ہوں: امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ کے متعلق علامہ ابن المنذر کی مذکور نقل صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جماع کرنا عود نہیں ہے بلکہ جماع کا عزم کرنا عود ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

اور علامہ علاؤ الدین مغلطائی الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ نے التلویح شرح الجامع الصحیح میں کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے کہ عود کا معنی یہ ہے کہ ظہار ایسی تحریم کو واجب کرتا ہے کہ وہ تحریم کفارہ کے بغیر واجب نہیں ہوتی مگر یہ کہ اگر اس نے مدت طویلہ تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا حتیٰ کہ وہ مرگئی تو پھر اس پر کفارہ نہیں ہے، عام ازیں کہ اس نے اس مدت کے درمیان اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، پھر اگر اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا، پھر اگر اس نے اس کے بعد دوسری بیوی سے نکاح کر لیا تو اس کے اوپر ظہار کا حکم لوٹ آئے گا اور وہ جب تک کفارہ ادا نہ کرے اپنی بیوی سے جماع نہیں کرے گا۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ظہار ایسا قول ہے جس کو وہ زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے، پھر ان کو اس سے منع کر دیا گیا، پس جس نے بھی کلمات ظہار کہے تو اس کا ظہار ثابت ہو گیا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے علاوہ اور کسی سے یہ قول منقول نہیں ہے اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ سے روایت ہے کہ کلماتِ ظہار کہنے والے نے اپنی بیوی سے جماع کیا، پھر ان میں سے کوئی ایک مرگیا تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا اور نہ جماع کے بعد کفارہ ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۹۹-۴۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی پہلی تعلیق

اور مجھ سے اسماعیل نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے غلام کے ظہار کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس کا ظہار آزاد کے ظہار کی مثل ہے اور امام مالک نے کہا کہ غلام دو ماہ کے روزے رکھے۔

Marfat.com

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

یعنی امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے کہا کہ مجھ سے اسماعیل بن ابی اویس نے کہا اور یہ تعلیق حکماً موصول ہے اور اس کو ان مواقع میں استعمال کیا جاتا ہے جب کہ امام اپنے شیوخ سے بہ طریق مذاکرہ حاصل کرے، امام بخاری نے کہا کہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری متوفی ۱۵۲ھ نے امام مالک سے سوال کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۳-۴۰۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تعلیق مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

ہوسکتا ہے کہ ابن شہاب نے امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ سے یہ نقل کیا ہو کہ غلام کا ظہار آزاد کے ظہار کی مثل ہے، گویا کہ غلام کو تمام احکام میں آزاد کے احکام کی مثل قرار دیا جائے گا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہو کہ غلام کا ظہار اس طرح صحیح ہے جس طرح آزاد کا ظہار صحیح ہوتا ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ غلام تمام احکام میں آزاد کی مثل ہو، لیکن ابن بطال نے یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جب غلام ظہار کرے تو اس کا وہ ظہار لازم ہے اور اس کا کفارہ دو ماہ کے روزے ہیں، جیسا کہ آزاد کا کفارہ دو ماہ کے روزے ہیں، ہاں کھانا کھلانے میں اور غلام آزاد کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، فقہاء احناف اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ غلام کے کفارۂ ظہار میں صرف روزے کفایت کریں گے اور ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ اگر غلام نے اپنے مالک کی اجازت سے ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلایا تو وہ اس کو کفایت کرے گا اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے جو اجماع کا دعویٰ کیا ہے وہ مردود ہے کیونکہ الشیخ موفق الدین بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ نے المغنی میں بعض فقہاء سے یہ نقل کیا ہے کہ غلام کا ظہار صحیح نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فتحریر رقبۃ، یعنی ظہار کرنے والا کفارہ ظہار میں غلام آزاد کرے اور غلام غلاموں کا مالک نہیں ہوتا، پھر اس پر یہ اعتراض ہے کہ غلام کو آزاد کرنے کا حکم اس کے لیے ہے جس کو غلام میسر ہو، پس گویا کہ وہ تنگ دست کی مثل ہے، سو اس کا فرض روزے رکھنا ہے اور امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ از ابراہیم روایت کی ہے کہ اگر غلام نے ایک ماہ کے روزے رکھ لیے تو وہ کافی ہوں گے اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ نے کہا ہے کہ وہ دو ماہ کے روزے رکھے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۷، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری کی دوسری تعلیق

اور الحسن بن الحر نے کہا کہ آزاد مرد اور آزاد غلام کا ظہار اور آزاد عورت اور غلام عورت کا ظہار برابر ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی حنفی

حسن بن الحر النخعی الکوفی الدمشقی التوفی ۱۳۳ھ، امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان کا ذکر صرف اس جگہ کیا ہے۔

امام محمد بن یوسف الکرمانی الشافعی التوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے کہ یہ لفظ الحسن بن حی الہمدانی ہے جو فقیہ ہیں، ان کی وفات ۱۶۹ھ میں ہوئی ہے اور ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف ہے جس کا نام الحسن بن صالح بن حی ہے، یہ فقیہ، ثقہ اور عابد ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اکثرین کی روایت یہ ہے کہ ان کا نام الحسن بن الحر ہے اور ابوذر نے المستملی سے روایت کی ہے کہ ان کا نام الحسن بن الحی ہے اور ان کا نام الحسن بھی ذکر کیا جاتا ہے اور امام احمد بن محمد الطحاوی الحنفی التوفی ۳۲۱ھ نے

Marfat.com

اپنی کتاب اختلاف العلماء میں ان کا نام الحسن بن الحی ذکر کیا ہے اور ابراہیم النخعی سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تعلیق مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں از ہمام روایت کی ہے کہ قتادہ سے سوال کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی باندی سے ظہار کیا تو انہوں نے کہا: حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ، سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ، عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور سلیمان بن یسار نے کہا کہ باندی سے ظہار آزاد عورت کے ظہار کی مثل ہے اور یہی سات (۷) فقہاء کا قول ہے اور یہی امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور ربیعہ اور ثوری اور اللیث کا قول ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ حلال فرج ہے، پس یہ تحریم سے حرام ہو جائے گی اور امام سعید بن منصور الخراسانی المتوفی ۲۲۷ھ نے سند صحیح کے ساتھ حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ سے روایت کی ہے کہ اگر مرد نے اس باندی سے وطی کی ہے تو یہ ظہار ہے اور اگر اس نے وطی نہیں کی تو پھر ظہار نہیں ہے اور یہی امام اوزاعی کا قول ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

باب مذکور کی تیسری تعلیق

اور عکرمہ نے کہا: اگر کسی مرد نے اپنی باندی سے ظہار کیا تو یہ کچھ بھی نہیں ہے یعنی لغو ہے، ظہار تو صرف بیویوں سے ہوتا ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی حنفی

اس تعلیق میں عکرمہ متوفی ۱۰۵ھ کا ذکر ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ کے آزاد کردہ غلام ہیں، اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ظہار صرف بیویوں سے ہوتا ہے۔

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی الشافعی المتوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے:

یعنی ظہار ان بیویوں سے ہوتا ہے جو آزاد ہوں۔

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں کہ لفظ "النساء" (یعنی بیویاں) آزاد اور باندیاں دونوں کو شامل ہے، اسی لئے علامہ کرمانی نے یہ تفسیر کی ہے کہ وہ بیویاں جو آزاد ہوں۔

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا بھی یہی مذہب ہے، مگر امام احمد متوفی ۲۴۱ھ نے کہا: اگر اس نے اپنی مملوکہ باندی سے ظہار کیا تو اس میں کفارہ ہے اور عکرمہ البربری المتوفی ۱۰۵ھ کا قول اس کے خلاف ہے۔

امام عبدالرزاق نے از ابن جریج از الحکم بن ابان از عکرمہ البربری متوفی ۱۰۵ھ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ وہ باندی سے ظہار کرنے میں آزاد عورت کے کفارے کی مثل ادا کرے گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عکرمہ کے اس قول میں باندی سے مراد وہ ہے جو اس کی بیوی ہو پھر ان دونوں قولوں میں اختلاف نہیں رہے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

تعلیق مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

امام سعید بن منصور متوفی ۲۲۷ھ نے داؤد بن ابی ہند سے روایت کی ہے کہ میں نے مجاہد متوفی ۱۰۴ھ سے باندی کے ظہار کے متعلق سوال کیا تو گویا کہ انہوں نے اس کو لغو قرار دیا، میں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: مِنْ نِّسَآئِهِمْ (المجادلہ:۲) یعنی جو اپنی عورتوں سے ظہار کریں، تو کیا باندی عورتوں میں سے نہیں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ (البقرہ:۲۸۲) اور تم اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنالو۔

انہوں نے کہا: کیا غلام مردوں میں سے نہیں ہیں؟ تو کیا غلام کی شہادت جائز ہے اور عکرمہ البربری التوفی ۱۰۵ھ سے اس قول کے خلاف مروی ہے، امام عبدالرزاق التوفی ۲۱۱ھ نے عکرمہ البربری التوفی ۱۰۵ سے روایت کی ہے کہ مرد باندی کے ظہار سے بھی آزاد عورت کے کفارے کی مثل ادا کرے گا، اور عکرمہ البربری التوفی ۱۰۵ھ کے پہلے قول کے مطابق فقہاء احناف، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ، اور جمہور کا مذہب ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے: مِنْ نِّسَآئِهِمْ (یعنی اپنی بیویوں سے ظہار کریں) اور باندی بیویوں میں سے نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

باب مذکور کی چوتھی تعلیق

اور عربی عورت کے متعلق انہوں نے المجادلہ: ۳ کی تفسیر میں کہا اور ان کے بعض اقوال میں یہ ہے: اور یہ زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بری بات اور جھوٹی بات قرار نہیں دیا۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی حنفی

یعنی کلام عرب میں لفظ عَادَلَهٗ، عَادَفِيْهِ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے یعنی اس کو توڑ دیا اور اس کو باطل کر دیا۔

اور محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے ثم یعودون لما قالوا، کی تفسیر میں کہا ہے: وہ اپنے قول سابق کا تدارک کرتے ہیں، اس کی تلافی کرتے ہیں، کیونکہ جو کسی امر کا تدارک کرتا ہے وہ اس کا کفارہ ادا کر کے اس کی اصلاح کرتا ہے۔

امام بخاری نے کہا: ''وفی نقض ماقالوا'' پھر امام بخاری نے کہا: یہ زیادہ اولیٰ ہے یعنی یعودون لما قالوا، کا معنی ہے: انہوں نے جو پہلے کہا تھا اس کو نقض کرتے ہیں اور توڑتے ہیں، اور امام بخاری کی اس سے غرض داؤد ظاہری متوفی ۳۰۷ھ کا رد کرنا ہے، کیونکہ اس نے کہا: عود کا معنی ہے: کلمہ ظہار کو مکرر کہنا۔

(میں کہتا ہوں: علامہ عینی کی یہ شرح صحیح نہیں ہے کیونکہ ابوسلیمان داؤد بن علی ظاہری متوفی ۳۰۷ھ، امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ سے کافی مؤخر ہے، سو امام بخاری داؤد ظاہری کا رد کیسے کر سکتے ہیں؟ سو یہاں پر علامہ عینی کو تسامح ہوا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

امام بخاری نے کہا: لان الله تعالٰی لم یدل علی المنكر وقول الزور: امام بخاری نے اس عبارت سے وجہ اولویت بیان کی ہے کیونکہ اگر اس کا معنی ایسا ہوتا جیسا کہ داؤد ظاہری کا زعم ہے تو اللہ تعالیٰ برے قول اور جھوٹی بات پر دلالت کرتا اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

الفراء اور الاخفش نے کہا کہ اس کے معنی میں تقدیر اور تاخیر ہے یعنی جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر وہ اپنے قول

Marfat.com

کی طرف رجوع کرتے ہیں، تو ان پر ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا کہ یہ بہت عمدہ تفصیل ہے۔

علامہ ابن المرابط نے کہا ہے کہ ایک فرقہ نے یہ کہا ہے: ثم یعودون لما قالوا کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ ایک بار ظہار کرنے کے بعد دوسری مرتبہ ظہار کرتے ہیں اور یہی وہ معنی ہے جس کا امام بخاری نے انکار کیا ہے۔

اس کی توجیہ کہ امام بخاری نے مسئلہ ظہار کے متعلق احادیث کی روایت نہیں کی

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بخاری نے صرف سورۃ المجادلہ: ۱-۴، کے ذکر کرنے پر اختصار کیا ہے اور بعض آثار کے ذکر پر اختصار کیا ہے، حالانکہ اس مسئلہ میں احادیث بھی وارد ہیں اور وہ یہ ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سلمہ بن صخر الانصاری البیاضی رضی اللہ عنہ اور حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس مسئلہ کے متعلق احادیث مروی ہیں اور امام بخاری نے ان کی احادیث میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا، تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ ان میں سے کوئی حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے،، اسی وجہ سے امام بخاری نے ان میں سے کسی حدیث کی روایت نہیں کی، البتہ کتاب التوحید کے اوائل میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے، اور حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے اور حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ جو حضرت خولہ کے شوہر تھے، ان کی حدیث کی بھی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے اور ہم نے اختصار کی وجہ سے صرف اتنی مقدار کے ذکر پر اقتصار کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۴-۴۰۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تعلیق مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا عود میں فعل شرط ہے حتیٰ کہ جس بیوی سے ظہار کیا ہے اس سے جماع کرنا بغیر کفارہ ادا کرنے کے جائز نہیں ہے، یا عود کے لئے جماع کا عزم کرنا کافی ہے یا یہ عزم کافی ہے کہ وہ بیوی کو اپنے پاس رکھے گا اور اس سے علیحدگی کو ترک کر دے گا، پہلا قول اللیث کا ہے اور دوسرا قول فقہاء احناف اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا ہے اور تیسرا قول امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور ان کے متبعین کا ہے۔

وھذا اولیٰ لان اللہ لم یدل علی المنکر وقول الزور: امام بخاری نے اس عبارت سے ان لوگوں کا رد کیا ہے کہ جن کا یہ زعم ہے کہ عود کی شرط یہ ہے کہ وہ لفظ ظہار کا تکرار کرے، پس امام بخاری نے اس قول کی طرف اشارہ کیا ہے اور وثوق سے کہا ہے کہ یہ قول مرجوح ہے اگرچہ ظاہر آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ اہل الظاہر کا قول ہے اور امام ابو العالیہ اور بکیر بن الاشج یہ فقہاء تابعین میں سے ہیں، ان سے بھی اسی طرح مروی ہے اور الفراء النحوی کا بھی یہی قول ہے۔

حافظ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی الاندلسی المتوفی ۵۴۳ھ نے اس کے انکار میں بہت مبالغہ کیا ہے، اور اس کے قائل کو جاہل قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظہار کو برا قول اور جھوٹ قرار دیا ہے، پس یہ کیسے کہا جائے گا کہ جب اس نے اس حرام قول کا

Marfat.com

اعادہ کیا تو اس پر واجب ہے کہ وہ کفارہ ادا کرے، پھر اس کے لئے اس کی بیوی حلال ہوگی؟ انتھی۔ اور امام بخاری نے اسی کی طرف اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منکر یعنی برے قول یعنی جھوٹ پر دلالت نہیں کی ہے۔

اور اسماعیل قاضی نے کہا ہے کہ جب ظہار کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ عود کرتے ہیں تو ان پر ایک غلام کو آزاد کرنا ہے، یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد اس کی ضد ہے، جو مظاہر سے صادر ہوا ہے کیونکہ اگر میں یہ کہتا کہ جب میرا یہ ارادہ ہو کہ میں اپنی بیوی سے جماع کروں تو میں غلام کو آزاد کروں گا، اس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے تو اس کا یہ کلام صحیح ہوتا، اس کے برخلاف اگر وہ یہ کہتا: جب میرا ارادہ جماع کرنے کا نہ ہو تو میں جماع کرنے سے پہلے ایک غلام کو آزاد کروں گا۔

ابو العباس بن شُریح اور محمد بن داؤد الظاہری المتوفی ۳۰۷ھ کے درمیان اس مسئلہ میں بحث ہوئی تو ابن جریج نے اجماع سے داؤد ظاہری المتوفی ۳۰۷ھ کے خلاف استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۷-۴۹۸، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

ظہار کے متعلق اعلیٰ حضرت کا موقوف

امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

باب الظهار (ظہار کا بیان)

مسئلہ (۴۰): از بہیڑی پنجم محرم الحرام ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت پر غصہ ہو کر زوجہ سے یہ لفظ کہے کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں گا، میں تجھے بجائے ماں، بہن کے سمجھتا ہوں، اگر تجھ سے کلام کروں تو اپنی بہن سے کلام کروں، اس صورت میں عورت اس کے نکاح سے خارج ہوگئی یا نہیں؟ تو اس کی نسبت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: پہلا لفظ کہ "میں تجھے طلاق دے دوں گا" محض نا معتبر ہے کہ صرف وعدہ ہی وعدہ ہے، اس سے کچھ نہیں ہوتا، یونہی پچھلا لفظ کہ "میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں" کوئی چیز نہیں، اگرچہ کلام کرنے سے ہمبستری ہی کرنا مراد لیا ہو:

فی الهندية لو قال ان وطئتك وطئت امی فلا شئی عليه كذا فی غاية السروجی۔	ہندیہ میں ہے کہ اگر خاوند نے کہا: اگر میں تجھ سے وطی کروں تو اپنی ماں سے وطی کروں، تو خاوند پر کچھ لازم نہیں، غایۃ السروجی میں یونہی مذکور ہے۔
(فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۵۰۷، نورانی کتب خانہ پشاور)	

رہا بیچ کا لفظ، اس کی نسبت سائل مظہر کہ میری مراد اس کہنے سے یہ تھی کہ تجھے مثل اپنی ماں بہن کے اپنے اوپر حرام سمجھتا ہوں، طلاق دینا میری نیت میں نہ تھا، اگر یہ بیان واقعی ہے تو صورت ظہار کی ہے۔

عالمگیری میں ہے:

فی العلمگيريه لو قال لها انت علی مثل امی ان نوى التحريم اختلف الروايات فيه والصحيح انه يكون ظهارا عند الكل كذا فی فتاوىٰ قاضی خاں۔	اگر خاوند نے کہا: "تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے" اگر اس سے حرام کرنے کی نیت کی ہو تو اس میں روایات کا اختلاف ہے، اور صحیح روایت یہ ہے کہ یہ ظہار ہوگا سب کے نزدیک، جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔
(فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۵۰۷ ملخصاً)	

Marfat.com

وفی رد المحتار عن البحر منی وعندی ومعی کعلی

(ردالمحتار ج ۲ ص ۵۷۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے: کہ "اگر تو مجھ پر" کی بجائے "مجھ سے، میرے ہاں، میرے ساتھ" کے الفاظ کہے تو وہ بھی "مجھ پر" کے حکم میں ہوں گے۔

اقول وانت تعلم ان سمجھتا ھوں بلساننا یودی مودی عندی بلسان العرب۔

میں کہتا ہوں: ہماری زبان میں "میں سمجھتا ہوں" کا لفظ عربی زبان میں "عندی" کے قائم مقام ہے۔

پس صورتِ مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ عورت نکاح سے نہ نکلی مگر اسے اس کے ساتھ صحبت کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا شہوت سے اس کے بدن کو ہاتھ لگانا یا اسی طور پر اس کی شرمگاہ دیکھنا یہ سب باتیں حرام ہو گئیں اور ہمیشہ حرام رہیں گی، جب تک کفارہ ادا نہ کر لے۔

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار یصیر به مظاهرا فیحرم وطؤها علیه ودواعیه من القبلة والمس والنظر الی فرجها بشهوة اما المس بغیر شهوة فخارج بالاجماع نهر، وکذا یحرم علیها تمکینه ولا یحرم النظر الی ظهرها وبطنها ولا الی الشعر والصدر بحر ای ولو بشهوة بخلاف النظر الی الفرج بشهوة، وعن محمد لو قدم من سفر له تقبیلها للشفقة، حتی یکفر غایة لقوله فیحرم۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۵۷۵-۵۷۶ ملخصا داراحیاء التراث العربی بیروت)

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ ان الفاظ سے وہ شخص ظہار کرنے والا قرار پائے گا، لہٰذا بیوی سے وطی اور وطی کے دواعی اس پر حرام ہو جائیں گے، وطی کے دواعی بوس و کنار اور شہوت سے بیوی کی شرمگاہ پر نظر ڈالنا وغیرہ ہیں، لیکن بغیر شہوت چھونا اس حکم سے بالاجماع خارج ہے، نہر، اور یونہی بیوی پر خاوند کو جماع کا موقع دینا حرام ہے، اور بیوی کی پشت، پیٹ، چھاتی اور بالوں کو دیکھنا حرام ہے، بحر یعنی اگرچہ شہوت سے ہو، اس کے برخلاف بیوی کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر سفر سے آئے اور بیوی کو شفقت سے بوسہ دے لے تو جائز ہے حتیٰ یکفر (کفارہ دینے تک) یہ ماتن کے قول فیحرم (پس حرام ہے) کی غایت ہے۔

اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو مہینے کے روزے لگا تار رکھے۔ ان دنوں کے بیچ میں نہ کوئی روزہ چھوٹے نہ دن کو یا رات کو کسی وقت عورت سے صحبت کرے، ورنہ پھر سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے، اور جو ایسا بیمار یا اتنا بوڑھا ہے کہ روزوں کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ساٹھ مسکینوں کو گیہوں دے فی مسکین بریلی کی تول سے پونے دو سیر آٹھ آنے بھر زائد یا اس قدر کی قیمت ادا کرے، جب تک اس کفارہ سے فارغ نہ ہو ہرگز عورت کو ہاتھ نہ لگائے۔

درمختار میں ہے:

هی تحریر رقبة فان لم یجد ما یعتق، صام شهرین ولو ثمانیة وخمسین یوما بالهلال والا فستین یوما

کفارہ غلام کو آزاد کرنا ہے، اگر یہ نہ ہو سکے تو جماع سے قبل دو ماہ کے روزے رکھے، اگرچہ چاند کے حساب سے یہ کل روزے

Marfat.com

متتابعین قبل المسیس، فان افطر بعذر اوبغیرہ او وطئها فی الشهرین مطلقا لیلا اونهارا عامدااوناسیا استانف الصوم، لا الطعام فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی بروہ او کبر اطعم ستین مسکینا ولو حکما کالفطرة او قیمة ذٰلك، وان غداهم وعشاهم واشبعهم جازا کما لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (درمختار ج ا ص ۲۵۰-۲۵۱، مطبع مجتبائی دہلی)

اٹھاون بنیں، ورنہ دنوں کے حساب سے ساٹھ روزے مسلسل پورے کرے، پھر اگر درمیان میں کوئی روزہ چھوڑ دیا عذر کی بناء پر خواہ بغیر عذر کے، یا ان دو ماہ میں بیوی سے جماع کرلیا، دن یا رات میں، قصداً یا بھول کر، جیسے بھی ہو تو پھر نئے حساب سے ساٹھ روزے رکھے، اگر طعام کی صورت میں کفارہ ادا کرے اور کھانا کھلانے کے دوران بیوی سے جماع کرلیا تو نئے سرے سے کھانا کھلانا لازم نہیں آئے گا، پھر اگر کسی ایسے مرض کی وجہ سے جس سے براءت کی امید نہیں، روزہ نہ رکھ سکے، یا بڑھاپے کی وجہ سے روزے پر قدرت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، اگر چہ کھلانا حکمی ہو یعنی غلہ بمقدار فطرانہ دے دے یا اس کی قیمت دے دے، اور اگر صبح وشام دو وقت کھانے سے مسکینوں کو سیر کردیا تو یہ جائز ہوجائے گا، جس طرح ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز صبح وشام سیر کر کے کھلا دیا تو بھی جائز ہے، کیونکہ ایک مسکین کو بھی روزانہ نئی حاجت ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۴۱): از متھرا محلہ کیشو پورہ، مرسلہ سید مدد علی صاحب رئیس، ۱۹ شعبان ۱۳۰۷ھ

چه فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متیں دریں مسئله که زید از هنده الفتے گیرد ودر خلوت اظهار محبت گرداند هنده بگوید که تومراچرادوست پنداری که حمرازوجهٔ خود بداری زید در جواب او مکرر وسه کرر از هنده وپیش همچشمان خود بگوید که من درمحبت تو حمرازوجهٔ خود را بجائے مادروهمشیره خود میدانم وترا دوست می انگارم وزید دیگر بارهم عند الاستفسار درمجمع بیان کند که وقتے که هنده از من پرسیده بودمن واقعی نسبت حمرا زوجهٔ خود طلاق مادر وهمشیره کرده ام دریں صورت حمرا درنکاح زید مانده

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین کہ زید ہندہ سے محبت کرتا ہے اور خلوت میں اس سے اظہار محبت کرتے ہوئے، ہندہ کے اس سوال کے جواب میں کہ تو مجھ سے محبت کیوں کرتا ہے، جب کہ حمرا تیری بیوی موجود ہے، دوبار بلکہ تین بار ہندہ اور دوسرے حاضرین کے سامنے زید نے کہا کہ میں تیری محبت میں اپنی بیوی حمراء کو اپنی ماں بہن کی جگہ سمجھتا ہوں اور تجھے پسند کرتا ہوں اور پھر زید ایک بار مجلس میں پوچھنے پر بیان کرتا ہے کہ جب ہندہ نے مجھ سے پوچھا تھا تو واقعی میں نے حمرا کی بابت یہ بات کہی تھی کہ وہ میری ماں بہن ہے، تو کیا اس صورت میں حمرا زید کے نکاح میں باقی رہی یا نہ؟ اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟ براہِ نوازش تحقیق وتدقیق کے ساتھ فتویٰ ارشاد فرمائیں۔ بینوا وتوجروا

است یا نہ، وحکم شرع دریں مسئلہ چیست
براہ نوازش مربیانہ فتویٰ بہ تدقیق وتحقیق
ارشادشود۔ بینوتوجروا

الجواب:

در صورت مستفسرہ زید باطلاق ھمچو کلمات فساق آثم وبزہ کارست، قال اللہ تعالیٰ ”مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ“ (المجادلہ:۲) همخوابہ امادراں ایشاں نیند، ھم مادراں شاں ھم آناں اند کہ ایناں را زائیدہ وبدرستی ھمچناں ست کہ ایشاں ہرزہ می لافند ودروغ مے بافند، باز اگر زید بایں کلمہ ارادۂ طلاق حمرا داشت ودل براخراجش از قید نکاح گماشت حمرا بیک طلاق بائن مطلقہ شد اگرچہ نوبت تکلم بایں کلمہ بسہ رسیدہ باشد طلاق مغلظ نشود لان البائن لا یلحق البائن کما صرحوا بہ فی عامۃ الکتب، پس برضائے حمرا بے حاجت تحلیل حمراء را بسلک نکاح خود میتواں کشید، واگر بقصد ظہار گفت مظاہر گشت کہ حمرا ھمچناں درنکاح است اما جماع حمرا وبوسہ شہوت ودست بخواہش بہ تنش سودن ونگاہ مہ ہا بروحرام شد وتن باینہا دادن برحمرا حرام، تاآنکہ زید کفارۂ ظہار ادا نماید واو بندہ آزاد کردن ست کہ رغبت بفرجش نمودن ھفائت جنسے از اجناس منفعت نیست ھمچو سمع بصر وعقل وغیرہا پس نابینا وناشنوا ومجنون وبیہوش وھردودست یاھردوپایایک دست

مسئولہ صورت میں زید اپنے ان کلمات کی وجہ سے فاسق، گنہگار اور جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ (بیویاں) مائیں نہیں ہیں، مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا ہے، اور بے شک یہ بری بات اور جھوٹی بات کہتے ہیں، پھر اگر زید نے ان کلمات سے بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا اور دل میں بیوی حمرا کو نکاح سے خارج کردینے کا ارادہ کر رکھا تھا تو حمرا کو ایک بائنہ طلاق ہوگئی، اگرچہ کلمات تین بار کہے ہوں ایک ہی طلاق ہوگی، تین طلاقوں سے مغلظہ نہ ہوں گی، کیونکہ بائنہ کے بعد بائنہ طلاق نہیں ہوتی، جیسا کہ عام کتب میں اس کی تصریح ہے، لہٰذا زید دوبارہ حمرا سے بغیر حلالہ حمرا کی رضامندی سے نکاح کر سکتا ہے، اور اگر زید نے یہ کلمات ظہار کی نیت سے کہے ہوں تو ظہار ہوگا، لہٰذا اس صورت میں حمرا سے جماع یا بوس وکنار، شہوت کے ساتھ چھونا، شہوت کے ساتھ اس کی شرمگاہ کو دیکھنا، یہ تمام چیزیں زید پر حرام ہیں، اور بیوی پر خاوند کو جماع کا موقع دینا حرام ہے، تاوقتیکہ زید کفارۂ ظہار ادا نہ کردے، اور کفارہ ظہار یہ ہے کہ غلام ایسا آزاد کرے جو کسی عیب سے متصف نہ ہو جس کی وجہ سے اس کی کوئی جسمانی منفعت ختم ہوگئی ہو۔ مثلاً سمع، بصر عقل وغیرہ منفعت ختم نہ ہو، لہٰذا نابینا، بہرا، مجنون، بے ہوش، دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں یا ایک ہی جانب کا ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا، اور اس قسم کے دیگر عیب والا غلام کفارہ کی ادائیگی میں کارآمد نہ ہوگا، اور اگر غلام نہ ملے تو پھر پے در پے مسلسل بغیر ناغہ دو ماہ کے روزے اپنی بیوی کے ساتھ جماع سے قبل رکھے گا، اگر اس دو ماہ کے روزوں میں بیوی سے دن یا رات کو بھول کر یا قصداً جماع کرلیا تو نئے سرے سے

Marfat.com

ویا از یک جانب بریده وامثال اینها در کفاره بکار نیایند، واگر بنده نیابد دوماه پے در پے بے فصل روزے پیش از جماع آں زوجه روزه دارد اگر در مدت صیام بآں زن نزدیکے نمودا گرچه شبانه اگرچه بسهو تا روزها از سر گیرد واگر نهایت پیرانه سالی یا مرضے قوی بے امید بهی طاقت روزهائے پیهم برده است شصت مسکین را طعامے همچو صدقۂ فطر رساند یعنی بهر مسکین صاعے از جو یانیم صاع گندم یا قیمت اینها تملیک کند یا شصت مسکین را که خوراک معتاد انسان جوان خوردن توشند شام وپگاه شکم سیر خوراند چوں ایں چنیں کند حمرا برو حلال شود واگر مراو زید بایں کلمات مجرد حرمت حمرا برخود بود بے قصد طلاق وظهار یعنی اورا در محبت تو برخود چناں حرام میدانم تاهم ظهار خواهد شد وهماں احکام کفاره در کار، واگر هیچ نیت نه داشت همیں سخنے بود که بے قصد معنی برزبان راند آنگاه هیچ لازم نیاید حمرا بدستور در نکاح وجماع ودواعی جملگی مباح همچناں اگر کلام مذکور بایں قصد گفت که زن خود دربر وکرامت بجائے مدروخواهر خویش میدانم تاهم چیزے لازم نیست: در تنویر الابصار و در مختار وردالمحتار فرموده اند ان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی "خانیة" برا او ظهارا او طلاقا صحت نیته ووقع ما نواه لانه کنایة قال فی

پھر دو ماہ کے روزے مسلسل رکھنے پڑیں گے، اور اگر نہایت بڑھاپے یا کسی قوی مرض جس کے ختم ہونے کی امید نہ ہو اور روزہ رکھنے کی طاقت بحال ہونے کی امید بھی نہ ہو تو پھر ایسا شخص ساٹھ (٦٠) مسکینوں کو صدقۂ فطر کی مقدار کھانا دے یعنی ہر مسکین کو ایک صاع جَو یا نصف صاع گندم یا ان کی قیمت کا مالک بنائے، یا ساٹھ مسکینوں کو صبح وشام پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، جب یہ کام کرلے تو اس کی بیوی حمرا اس کے لئے حلال ہوجائے گی اور اگر زید نے ان کلمات سے صرف حمراء کا حرام ہونا مراد لیا ہو، اور طلاق یا ظہار کی نیت نہ کی ہو یعنی یوں کہا: تیری محبت میں اس کو میں اپنے اوپر حرام جانتا ہوں تو بھی ظہار ہی ہوگا اور کفارہ لازم ہوگا، اور اگر اس نے ان کلمات سے طلاق، ظہار یا حرام ہونا کچھ مراد نہ لیا اور صرف زبان پر یہ کلمات بغیر نیت جاری ہوگئے تو پھر زید کے ذمہ کچھ نہ ہوگا، اور حمراء بدستور اس کی بیوی ہوگی، اس سے جماع اور دواعی جماع سب مباح ہوں گے، اور اگر زید نے ان کلمات سے یہ نیت کی ہو کہ حمراء میرے لئے ماں اور بہن کی طرح کرامت والی ہے تو بھی کچھ لازم نہ آئے گا۔

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں فرمایا ہے اگر بیوی کو یوں کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل یا میری ماں کی طرح ہے اور یوں ہی اگر ''علی'' (مجھ پر) کا لفظ حذف کردے، خانیہ۔ ان الفاظ سے اگر تعظیم زوجہ یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہوگی اور

البحر واذا نوی به الطلاق کان بائنا، وقال خیر الرملی وکذا لو نوی الحرمة المجردة ینبغی ان یکون ظهارا وینبغی ان لا یصدق قضاء فی ارادة البر، اذا کان فی حال المشاجرة وذکر الطلاق، والا ینو شیئا لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامة انتهت ملخصات۔

(درمختار ج ۱ ص ۲۴۹، مطبع مجتبائی دہلی، رد المحتار ج ۲ ص ۵۷۷-۵۷۶)

وفیهما یصیر به مظاهرا فیحرم وطؤها علیه ودواعیه (من القبلة والمس والنظر الی فرجها بشهوة اما المس بغیر شهوة فخارج بالاجماع نهر) وکذا یحرم علیها تمکینه ولا یحرم النظر (ای الی ظهرها وبطنها ولا الی الشعر والصدر بحرای ولو بشهوة بخلاف النظر الی الفرج بشهوة) وعن محمد لو قدم من سفر له تقبیلها للشفقة (افادان التقبیل لا یحرم الا اذا کان عن شهوة) حتی یکفر، انتهت تلخیصا

(در مختار ج ۱ ص ۲۴۹، مطبع مجتبائی دہلی، رد المحتار ج ۲ ص ۵۷۵-۵۷۶، داراحیاء التراث العربی بیروت)

وفیهما الکفارة تحریر رقبة ولو صغیرا رضیعا او اصم ان صیح به یسمع، والا لا، لا فائت جنس المنفعة (ای البصر والسمع والنطق والبطش والسعی والعقل قهستانی۔

والمراد فوت منفعة بتمامها کالاعمی ومجنون الذی لا یعقل والمقطوع یداه اور رجلاه اویدورجل من جانب فان لم هجد ما یعتق صام

نیت کے مطابق حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے، بحر میں فرمایا: خاوند نے جب طلاق کی نیت کی تو طلاق بائنہ ہوگی۔ اور خیر الدین رملی نے فرمایا: یوں ہی اگر صرف حرام ہونے کی نیت کی تو ظہار ہوگا اور جھگڑے و مذاکرہ طلاق میں اگر یہ بات کہی ہو اور خاوند کہے کہ میں نے اس سے ماں کی طرح عزت و کرامت والی مراد لی ہے، تو قاضی کو چاہیے کہ وہ اس کی تصدیق نہ کرے اور اگر یہ بات کرتے وقت کوئی نیت نہ تھی تو کلام لغو ہوگا اور ادنیٰ احتمال یعنی کرامت والا متعین ہوگا۔ عبارات کی تلخیص ختم ہوئی۔

درمختار و ردالمحتار میں ہے: ان الفاظ سے وہ شخص ظہار کرنے والا قرار پائے گا، لہٰذا خاوند پر بیوی سے وطی اور اس کے دواعی یعنی بوس و کنار، شہوت سے شرمگاہ کو دیکھنا وغیرہ حرام ہوں گے، تاہم بغیر شہوت چھونا بالاجماع حرام ہونے سے خارج ہے، نہر۔ یونہی بیوی پر حرام ہے کہ وہ خاوند کو جماع کا موقع دے، اور ظہار میں خاوند کو بیوی کی پیٹھ، پیٹ، بال اور چھاتی کو دیکھنا حرام نہیں ہے، بحر۔ یعنی دیکھنا اگرچہ شہوت سے ہو، اس کے برخلاف شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ اگر خاوند سفر سے واپس آئے اور از راہِ شفقت بیوی کو بوسہ دے دے تو جائز ہے (اس سے معلوم ہوا کہ بوسہ لینا صرف شہوت سے حرام ہے) یہ حرمت کفارہ کی ادائیگی تک ہوگی، تلخیصاً

درمختار و ردالمحتار میں ہے کہ کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اگرچہ غلام دودھ پینے والا بچہ یا ایسا بہرا جو بلند آواز کو سن سکے اور جو کوئی آواز نہ سن سکے تو وہ جائز نہیں اور بدنی منفعت مثلاً دیکھنا، سننا، بولنا، پکڑنا اور چلنا اور عقل سے کلیۃً محروم جائز نہیں، قہستانی

اور بدنی منفعت فوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کلیۃً فوت ہو، جیسے نابینا، مجنون بے عقل، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں یا ایک ہی جانب سے ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہو، اور اگر غلام نہ پائے تو دو ماہ

Marfat.com

شهرين متتابعين قبل المسيس فان وطئها ای المظاهر منها فيهما ای الشهرين ليلا اونهارا عامدا او ناسيا استانف الصوم فان عجز لمرض لا يرجي بروه اوكبر اطعم ای ملک ستين مسكينا كالفطرة قدرا ومصرفا اوقيمه ذالک وان اراد الاباحة غداهم وعشاهم جاز (ولو كان فيمن اطعمهم صبی فطيم لم يجزه لانه لا يستوفي كاملا، المراد بالفطيم من ليستوفی فی الطعام المعتاد۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۵۷۹، ودرمختار ج ۱ ص ۲۵۰)

کے روزے پے در پے جماع سے قبل رکھے، اور اگر ظہار والے نے ان دو ماہ کے دوران دن یا رات کو، بھول کر یا قصداً جماع کرلیا تو پھر نئے سرے سے دوبارہ دو ماہ کے روزے رکھے، پھر اگر وہ مظاہر کسی ختم نہ ہونے والی مرض یا نہایت بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا ملک کرے اور یہ کھانا صدقۂ فطر کی مقدار ہے اور مصرف بھی صدقۂ فطر والا ہوگا یا اتنی مقدار غلہ کی قیمت دے دے اور اگر کفارہ کی مقدار کو مسکینوں کی ملکیت کی بجائے دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلا دے تو جائز ہے (اگر مسکینوں میں کوئی شیر خواری سے فارغ بچہ ہو تو اس کو شمار نہ کرے کیونکہ وہ پوری خوراک نہیں کھا سکتا، اور شیر خواری سے فارغ بچے سے مراد یہ ہے کہ وہ پوری عادی خوراک نہ کھا سکے۔

ایں ست تفصیل صور ایں قول منکر زید بارادۂ که داشت نیکو داناست و خدائے او داناتر ازو، از خدائے ترسد و بهر ارادۂ که ایں سخن گفته باشد حکمش ازیں تفصیل بر آرد بران کاربند و اینها حکم دیانت بود فاما قضاء در مسئله دائره صورت آخره را گنجائش نیست طرز کلام وسیاق وسباق و حال آں وقت همه گواه عدل ست که زید آں هنگام از اراده برو کرامت حمرا بمراحل دور بود و ضابطۂ کلیه شرع ست که از محتملات سخن هرچه خلاف ظاهر باشد زنهار قضاء پذیر انیفتد خاصة که دراں تخفیفے باشد مرمدعی را و در نظر تحقیق سقوط ایں احتمال موجب سقوط احتمال چهارم نیز ست زیرا که هم از ضوابط شرع ست که تاتوانند

یہ زید کے ناپسندیدہ قول کی تفصیل ہے اور وہ اپنی نیت کے متعلق بہتر جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے، اس لئے نیت کے بیان میں وہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرے، اس نے جو بات کی ہے اور جس ارادہ سے کی، اس تفصیلی حکم کے مطابق اس پر عمل کرے، یہ تمام بحث دیانۃً حکم کی تفصیل ہے، لیکن قضاء اس کی بات میں آخری احتمال یعنی ماں جیسی عزت وکرامت والی، مراد لینا جائز نہ ہوگا، اس کی گنجائش اندازِ کلام اور اس کے سیاق وسباق اور حال کی وجہ سے نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ تمام امور اس بات کی شہادت ہیں کہ یہاں وہ حمراء بیوی کو ماں جیسی عزت وکرامت دینے کے درپے نہیں ہے بلکہ یہ احتمال بعید تر ہے، اور شریعت کا ضابطہ کلیہ ہے کہ کلام میں وہ احتمال ساقط قرار پائے گا جو ظاہر کے خلاف ہوگا، خصوصاً جب کہ وہ احتمال قائل کے لئے تخفیف کا باعث بھی ہو اور تحقیقی نظر میں اس احتمال کا یہاں ساقط قرار پانا احتمال چہارم یعنی نیت نہ ہونے پر لغو ہونا، کو بھی ساقط کردے گا، کیونکہ یہ بھی شرعی

Marfat.com

کلام عاقل بالغ را مهمل نگزارند لما فیه من الحاقة بالبهائم وقد عقد لذلک فی الاشباه والنظائر قاعدة مستقلة آخر ندیدی که در درمختار بحالت عدم نیت چوں کلام را لغو بمعنی غیر مثمر هکم کردند همچناں مهمل وبیمعنی نه گزاشتند بلکه بر ادنیٰ محتملات یعنی معنی بر و کرامت فرودآوردند حیث قال والا ینوی شیئا لغا ویتعین الادنی ای البرایں جا چوں معنی بر را بار نیست چنانکه شنیدی لاجرم بر ادنی البواقی که ظهار وتحریم ست تنزیل کردهآید،

(در مختار ج ۱ ص ۲۴۹،مطبع مجتبائی دهلی)وخود چه گونه گوارائے عقل سلیم باشد که زید بکرات ومرات درجواب هنده وبخطاب مرد ماں ایں کلام گوید وهیچ گاه اراده هیچ معنی بدل ندارد بلکه همچناں بے قصد معنی در رنگ هذیان برزبان آرد هیچ احتمالے بعید تر ازین احتمال نمی شناسی باز هنگام استفسار سپید وآشکاراقرارمے کند که واقعی همخوابۂ خود رابرابر مادر وخواهر نهاده ام ونه می گوید که بفضولے سخنے بیمعنے بے نیت وقصدے برداده ام،لاجرم قضاۂ ازاں پنج صور همیں سه صورت پیشین را مساغ ست پس اگر زید اعتراف به نیت یکے ازانها کند حکمش پیدا ست ورنه انکارش قضاء نامسموع وحمل بر یکے ازانها لازم فاما طلاق

ضابطہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عاقل بالغ کے کلام کو مہمل ہونے سے بچایا جائے، کیونکہ اس کی بات کو مہمل قرار دینا گویا اس کو حیوان قرار دینا ہے،الاشباہ والنظائر میں اس کے لئے مستقل قاعدہ بیان کیا گیا ہے کیا آپ نے درمختار کو نہیں دیکھا کہ اس کلام میں کوئی بھی نیت نہ ہونے کو لغو بمعنی غیر ثمر آور قرار دیتے ہوئے یونہی مہمل اور بے معنی قرار نہ دیا بلکہ اس کو ادنیٰ احتمال قرار دے کر عزت وکرامت کے معنیٰ پر محمول کیا۔۔اور یوں کہا اگر کوئی نیت نہ کی تو لغو ہوکر ادنیٰ معنیٰ متعین قرار پائے گا، یعنی عزت وکرامت مراد ہوگا، جب یہاں عزت وکرامت والا معنی نہیں بن سکتا جیسا کہ آپ سن چکے ہیں تو باقی پہلے تین احتمالات میں ادنیٰ معنیٰ مراد ہوگا جو کہ ظہار یا تحریم ہے۔

زید چونکہ کئی مرتبہ ہندہ کے جواب میں اور لوگوں سے خطاب میں یہ بات کہہ چکا ہے تو عقل سلیم کیسے یہ گوارا کر لے کہ اس نے یہ بات بغیر نیت اور کوئی معنیٰ مراد لیے بغیر بطور ہذیان زبان سے کہہ دی ہے، تو اس احتمال سے بعید اور کوئی احتمال نہیں ہوسکتا، پھر زید نے استفسار کرنے پر واضح طور پر اقرار کیا ہے کہ واقعی میں نے اپنی بیوی کو ماں اور بہن کے برابر قرار دیا ہے اور یہ نہیں کہا کہ میں نے فضول اور بے معنی بات کی ہے، تو لازمی طور پر قضاءً پانچ مذکورہ صورتوں میں سے پہلی تین صورتوں کو ہی متعین کیا جائے، لہٰذا اگر زید ان تین میں سے کسی ایک کے ارادہ کرنے کا اعتراف کرے تو وہ حکم اس پر نافذ ہوجائے گا، ورنہ ان سب سے انکار قضاءً قابل قبول نہ ہوگا، بلکہ کسی ایک احتمال پر محمول کرنا ضروری ہوگا، ان میں طلاق کا احتمال تو آخری بات ہے اور بعید ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے تو ظہار یا تحریم جن دونوں کا حاصل ایک ہی ہے باقی رہ جاتے ہیں، اور قاضی اگر بہتر سمجھے تو عوام کے حال کو ملاحظہ کرتے ہوئے تحریم والا معنیٰ متعین قرار دے گا کیونکہ غور کرنے سے معلوم

Marfat.com

که اعلی و ابعد ست و هیچ دلیلے بر اں نے از میاں رود، وظهار یا مجرد تحریم که حاصل هردو یکیست باقی ماند، و اگر نیکو بنگری ملاحظۂ حال عوام همیں معنی تحریم را متعین میکند اگر تفتیش همانا بینی که جزیں معنی ایں کلام رادرذهن ایشاں کمتر محملے بوده باشد بالجمله زید اگر اطلاق نیت طلاق کند طلاق بود ورنه بهر حال در چشم قاضی ظهار باشد و دیگر هیچ وزن دریں کار بمشابه قاضی است لاشتراکهما کسائر الخلق فی قصر النظر علی الظهار والله سبحنه یتولی السرائر پس حمرا اگر بگوشِ خود شنید یا مرد عادل وثقه اور اخبر رسانید که شوهرش ایں چنیں چانه زده است ناچار خویشتن را زن مظاهر داند وتن بجماع در ندهد وزید را بشهوت بوسه چیدن ودربرکشیدن ودست رسانیدن وشرمگاه دیدن نگزار دفامادرنظر برفرج بے شهوت یا برغیر فرج اگرچه سینه وشکم اگرچه بشهوت باکے نیست کما مر عن رد المحتار پس اگر زید کفاره ندهد وحمرا را از قصد جماع ودواعی جماع معاف نه دارد وحمرا هرچوں که تواند خویشتن را از دست او یعنی بعوض مهر خواه ببدل مال دیگر طلاق از دستاند اگر بیند که طلاق هم نمی دهد بپائے که دارد از خانه گریز وبحاکم رجوع آرد تا اورا بالخبر بحبس وضرب بریکے از دوکار دارد فامساك بمعروف او تسریح باحسان (البقرۃ: ۲۲۹)

ہو جائے گا، عوام اس لفظ سے تحریم سے کم معنی مراد نہیں لیتے اور کم از کم یہی مراد ہوتا ہے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ، زید اگر طلاق کا اقرار کرلے تو طلاق ہے ورنہ بہر حال قاضی کی نگاہ میں ظہار ہے اور کوئی بھی خواہ بیوی ہو وہ قاضی کی موافقت کرے گا۔

کیونکہ وہ سب عام لوگوں کی طرح ظہار ہی سمجھیں گے، اور اللہ تعالیٰ ہی باطنی امور کا مالک ہے، پھر اگر حمرا نے اپنے کانوں سے سنا یا کسی عادل اور ثقہ آدمی نے اس کو اطلاع دی کہ اس کے خاوند نے یوں بات کی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظہار کی ہوئی سمجھے اور اپنے آپ کو زید سے جماع اور شہوت کے ساتھ اس کو بنظرِ شہوت دیکھنے سے محفوظ رکھے، لیکن بغیر شہوت شرمگاہ یا کسی عضو کو مثلاً چھاتی، پیٹ اگرچہ شہوت سے چھوئے تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ ردالمحتار کے حوالہ سے بیان سے گزرا ہے، پس اگر زید کفارہ نہ دے اور اس دوران حمرا سے جماع یا دواعی جماع کے متعلق باز نہ آئے تو پھر خود حمرا کو چاہئے کہ اپنے آپ کو اس کے قبضہ سے کسی مال کے عوض خواہ مہر کے بدلے طلاق حاصل کرے اور اگر طلاق نہ دے تو پھر جس طرح ممکن ہو اس کے گھر سے جدا رہے اور حاکم وقت سے شکایت کرے تاکہ وہ جبراً اس کو باز رکھنے کے لئے قید کرے یا سزا دے اور دو کاموں میں سے ایک پر اس کو مجبور کرے کہ رکھنا ہو تو شریعت کے مطابق رکھے ورنہ اس کو آزاد کردے، یعنی کفارے یا طلاق پر مجبور کرے ان دو صورتوں کے بغیر کہ اس کو معلق چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

Marfat.com

کفارہ دھد یا طلاق وقد حرم علیہ ربہ ان یذرھا کالمعلقۃ

در ردالمحتار فرمود المرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ اواخبرھا عدل لا یحل لھا تمکینہ والفتویٰ علی انہ لیس لھا قتلہ ولا تقتل نفسھا بل تفدی نفسھا بمال اوتھرب، وفی البزازیۃ عن الاوزجندی انھا ترفع الامر للقاضی فان حلف ولا بینۃ لھا فالاثم علیہ، قلت اذا لم تقدر علی الفداء اوالھرب ولا علی منعہ عنھا فلاینافی ماقبلہ۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۲، داراحیاء التراث العربی بیروت)

در درمختار است للمراۃ ان تطالبہ بالوطی لتعلق حقھا بہ، وعلیھا ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر، وعلی القاضی الزامہ بہ بالتکفیر دفعا للضرر عنھا بحبس اوضرب الی ان یکفر او یطلق۔

(درمختار ج ۱ ص ۲۴۹، مطبع مجتبائی دھلی)

آری اگر زید خبر دھد کہ من کفارھا ادا کردم وپیشتر ازیں معروف بکذب ودروغ گوئی نبودہ باشد آنگاہ حمرا را می رسد کہ سخنش باور کردہ بااوبھم آید واز جماع وغیرہ اباننماید اگر در واقع زید بہ نیت ظھار آں سخن گفتہ وھنوز کفارہ نہ دادہ بغلط اظھار نمودہ است تا گناہ برگردن اوست حمرا از جرم یکسو ست فی الدر المختار فان قال کفرت

ردالمحتار میں ہے: جب عورت خود سن لے یا ثقہ عادل شخص اس کو مطلع کردے تو پھر عورت کو حلال نہیں کہ وہ خاوند کو جماع کا موقع دے اور اس معاملہ میں فتویٰ اس پر ہے کہ عورت کو مرد کا قتل کرنا یا خودکشی کرنا جائز نہیں، بلکہ عورت مال کے بدلے اپنے آپ کو آزاد کرائے یا اس کے گھر سے دور ہو جائے، اس معاملہ میں عورت خود فیصلہ کرنے میں قاضی کا حکم رکھتی ہے، اور بزازیہ میں اوزجندی سے منقول ہے کہ بیوی اپنے معاملہ کو قاضی کے ہاں پیش کرے، پھر عورت کے گواہ نہ ہونے کی صورت میں اگر خاوند قسم دے دے تو پھر گناہ خاوند پر ہے، میں کہتا ہوں یہ جب ہے کہ عورت خود کو فدیہ دے کر یا بھاگ کر نہ بچا سکے اور نہ ہی اپنے آپ کو خاوند سے روک سکے، لہٰذا بزازیہ کا بیان پہلے کلام کے منافی نہ ہوگا، اختصاراً، درمختار میں ہے: عورت کو وطی کے مطالبہ کا حق ہے کیونکہ عورت کا حق وطی کے ساتھ متعلق ہے اور اس کے ساتھ عورت پر لازم ہے کہ وہ کفارہ کے بغیر خاوند کو جماع سے باز رکھے، اور قاضی پر لازم ہے کہ مرد کو کفارہ دے کر عورت کے حقوق کی ادائیگی پر مجبور کرے تاکہ عورت کا ضرر ختم ہو سکے، وہ یوں کہ قاضی اس کو قید کرکے یا سزا دے کر طلاق یا کفارہ پر مجبور کر سکتا ہے۔

ہاں! اگر زید قسم اٹھاتا ہے کہ میں نے ظہار کا کفارہ دے دیا ہے جبکہ زید قبل ازیں دروغ گوئی اور جھوٹ بولنے میں معروف ومشہور نہیں ہے تو اس صورت میں حمرا کو جائز ہے کہ وہ زید کی بات کو تسلیم کرکے جماع وغیرہ کا موقع دے دے اور انکار نہ کرے، اور اگر فی الواقع زید نے ظہار کی نیت سے وہ کلام کیا تھا اور ابھی تک کفارہ ادا نہ کیا ہو اور غلط بیانی کرتا ہو کہ میں نے کفارہ ادا کر دیا ہے تو پھر گناہ زید پر ہوگا، حمرا اس گناہ سے بری ہوگی، درمختار میں ہے: اگر خاوند کہے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے تو اس کی بات تسلیم کی

Marfat.com

صدق مالم یعرف بالکذب

(درمختار ج ۱ ص ۲۴۹، مطبع مجتبائی)

جائے گی بشرطیکہ وہ اس سے قبل جھوٹ بولنے میں معروف نہ ہو۔

فقیر گویم آں چناں کہ ایں بدترین تدبیرے است مر کسے را کہ در واقع اظہار کردہ و کفارہ نداده غلط اخبار، همچناں نیکو بدترے ست مر کسے را کہ معروف بکذب نیست و سخن مذکور بے نیت طلاق و ظہار و تحریم بر زبانش آمد و بوجہ دلالت حالے چنانکہ ایں جاست، قضاءً دعوی ارادهٔ بر مقبول نیفتاد کہ اگر کفارہ ندهد زن بجماع تن نه دهد و اگر راضی شود آثمه گردد و اگر این کس کفاره دهد مالے بے سبب از دست مے رودیا مشقت روزہ دو ماہ بر سر آید زیرا کہ دیانةً بوجہ عدم موجب کفارہ بر و لازم نبوده است پس باید کہ بسوئے مولی سبحنہ و تعالی از شناعت آں قول منکر توبہ آرد ایں توبہ کفارہ اش خواهش شد باز زن را گوید من کفارہ ادا کردم او کفارۂ معلومہ ظہار پندارد و رضا بجماع دادن بر او را روا گردد ایں ست تنقیح حکم بروجہ کافی، واللہ تعالیٰ اعلم

میں فقیر کہتا ہوں کہ یہ بہت بری تدبیر ہے کہ فی الواقع کوئی شخص ظہار کر کے کفارہ نہ دے کر غلط خبر دے، اس سے زیادہ برا وہ شخص ہے جو معروف بکذب نہ ہو اور کہے کہ میں نے ظہار، طلاق اور تحریم کی نیت کے بغیر وہ کلام کی ہے دلالت حال کی بناء پر جس طرح کہ اس مسئولہ صورت میں ہے تو قاضی اس کے اس دعویٰ پر کو قبول نہ کرے گا اور اگر کفارہ نہ دیا ہو تو عورت کو لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند کے جماع سے دور رکھے، اور اگر وہ اس پر راضی ہوئی تو گنہگار ہوگی، اور اگر فی الواقع وہ شخص سچا ہے تو اس کفارہ میں مال دینا یا دو ماہ کے روزوں کی مشقت برداشت کرنا بے مقصد ہے کیونکہ دیانۃً اس پر کفارہ دینا واجب نہیں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس لغو بات پر توبہ کرے اور بخشش طلب کرے یہ توبہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے تو اس کے بعد بیوی کو کہے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے اور بیوی اس کو کفارہ ظہار سمجھتے ہوئے جماع پر راضی ہو جائے تو جائز ہوگا، یہ اس مسئلہ کی تنقیح ہے جو کافی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۴۲): کیا فرماتے ہیں علمائے دیندار و مشائخ باوقار اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بحالتِ غصہ ماں بہن کہہ دیا مگر نان نفقہ دیتا رہا، عورت اس کے نکاح میں رہی یا بحکمِ شرع شریف جاتی رہی؟

الجواب: زوجہ کو ماں بہن کہنا (خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے)، یا یوں کہے کہ تو میری ماں بہن ہے، سخت گناہ و ناجائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ (سورۃ المجادلہ: ۲)

جورو ئیں (بیویاں) ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے اور وہ بے شک بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔

مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو، درمختار میں ہے:

الا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر

اگر کوئی نیت نہ کی یا حرف تشبیہ (کاف) کو ذکر نہ کیا ہو تو یہ بات لغو

Marfat.com

یعنی الکرامة ویکرہ قوله انت امی ویاابنتی ویا اختی ونحوہ۔ (درمختار ج ۱ ص ۲۴۹، مطبع مجتبائی دہلی)

ہے اور احتمالات میں سے ادنیٰ احتمال یعنی عزت وکرامت متعین ہوگا اور یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے یا میری بیٹی ہے یا میری بہن ہے یا اس کی مثل الفاظ مکروہ ہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

قوله حذف الکاف بان قال انت امی ومن بعض الظن جعله من باب زید اسد در منتقی عن القہستانی۔

قولہ: کاف تشبیہ کو حذف کرنا مثلاً یوں کہتا ہے: تو میری ماں ہے نہ کہ جیسے بعض نے گمان کیا کہ زیدٌ اسدٌ کی طرح حرفِ تشبیہ کو محذوف مانا جائے، اور تشبیہ بلیغ ہے جیسا کہ در منتقی میں قہستانی سے منقول ہے۔

قلت ویدل علیه ماذکرہ عن الفتح من انه لابد من التصریح بالاداۃ۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۵۷۷، داراحیاء التراث العربی بیروت)

قلت: میں کہتا ہوں کہ حرف تشبیہ کے بغیر ہونے پر دلیل وہ ہے جو ہم عنقریب فتح سے نقل کریں گے کہ ظہار کے لئے حرف تشبیہ کا ذکر ضروری ہے۔

اسی میں ہے:

انت امی بلا تشبیه فانه باطل وان نوی

(ردالمحتار ج ۴ ص ۵۷۴، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حرف تشبیہ کے بغیر "تو میری ماں ہے" کہنا اگرچہ طلاق کی نیت سے کہا ہو باطل ہے۔

ہاں اگر یوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیتِ طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیتِ ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہوگیا، اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بنظرِ شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بنگاہِ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہوگیا، اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے، اس کی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے، اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے: کما امربه المولی سبحٰنه وتعالیٰ فی القرآن العظیم (جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا ہے) اور اگر ان میں سے کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو ومہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا، درمختار میں ہے:

ان نوی بانت علی مثل امی وکامی وکذا لو حذف "علی" خانیة، برا او ظهارا او طلاقا صحت نیته ووقع مانواہ لانه کنایة والالغا۔

(درمختار ج ۱ ص ۲۴۹ مطبع مجتبائی دہلی)

اگر (طلاق کی) نیت کرے گا تو بیوی بائنہ ہو جائے گی، جب یوں کہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل یا ماں کی طرح ہے، یا حرف علیٰ (مجھ پر) کو حذف کر کے کہے، خانیہ۔ ان الفاظ سے کرامت زوجہ یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، جو بھی نیت کرے وہی حکم ہوگا، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو یہ بات لغو ہوگی۔

ہندیہ میں خانیہ سے ہے:

ان نوی التحریم اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظھارا عند الکل، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ ہندیہ، ج ا ص ۵۰۷، نورانی کتب خانہ پشاور)

اگر اس سے صرف تحریم کی نیت کی تو اس میں روایات مختلف ہیں، صحیح یہ ہے کہ سب کے نزدیک ظہار ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ (۴۳): از کلکتہ امام باغ لین نمبر ۴۱، مسجد مرسلہ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص طلاق کے معنی ومطالب سے آگاہ نہ ہو اور وہ بالعوض طلاق بائن کے اپنی زوجہ سے یوں کہے کہ تو ماں ہے میری، اور اس کو مطلقہ لوگوں میں مشہور کرے اور اپنے اوپر حرام سمجھے تو آیا اس شخص کی زوجہ مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: عورت کو یوں کہنے سے کہ تو اس شخص کی ماں بہن یا بیٹی ہے طلاق نہیں ہوتی اگر چہ بہ نیت کہے، ردالمحتار میں ہے:

انت امی بلا تشبیہ فانہ باطل وان نوی۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۵۷۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اگر تشبیہ کے بغیر "تو میری ماں ہے" کہا تو یہ باطل ہے اگر چہ طلاق کی نیت سے کہے۔

لوگوں میں اسے مشہور کرنا اور اپنے اوپر حرام سمجھنا اگر انہیں لفظوں کی بناء پر تھا تو عنداللہ یہ بھی محض باطل کہ بربنائے غلط فہمی تھا۔ اسی طرح اگر اس کے بیان سے ظاہر تھا کہ یہ اقرار طلاق انہیں الفاظ کی بناء پر ہے تو عندالناس بھی طلاق نہ ہوئی، ہاں اگر بیان وقرائن سے یہ امر ظاہر نہ ہو تو مطلقہ مشہور کرنے سے عندالناس اس پر طلاق مانی جائے گی اپنے اقرار پر ماخوذ ہوگا۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

رجل طلق امراتہ وھو صاحب برسام فلما صح قد طلقت امراتی، ثم قال انی کنت اظن ان الطلاق فی تلک الحالۃ کان واقعا، قال مشائخنا رحمھم اللہ تعالیٰ حین ما اقربالطلاق ان ردہ الی حالۃ البرسام وقال قد طلقت امراتی فی حالۃ البرسام فالطلاق غیر واقع وان لم یرد الی حالۃ البرسام فھو ماخوذ بذالک قضاء۔ (فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۲۱۳)

کسی نے مرضِ برسام کی حالت میں بیوی کو طلاق دی تو جب تندرست ہوا تو اس نے طلاق کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ میرا گمان تھا کہ اس مرض کی وجہ سے طلاق ہوجاتی ہے، تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اقرارِ طلاق کے وقت اگر اس نے طلاق کو مرضِ برسام کی طرف منسوب کیا اور کہا: میں نے اپنی عورت کو برسام کی حالت میں طلاق دی ہے تو طلاق نہ ہوگی اور اگر اس وقت اس نے طلاق کو مرضِ برسام کی طرف منسوب نہ کیا، تو قضاءً طلاق ہوجائے گی۔

اسی میں ہے:

صبی قال ان شربت فکل امراۃ تزوجھا فھی طالق فشرب وھو صبی، فتزوج وھو بالغ وظن صھرہ ان الطلاق واقع، فقال ھذا البالغ آرے حرام است

ایک نابالغ بچے نے کہا: اگر میں نوش کروں تو جس عورت سے بھی میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے، اس کے بعد اس نے نابالغی میں نوش کرلیا پھر اس نے بالغ ہونے پر نکاح کیا اور اس کے سسرال

Marfat.com

برمن قالوا هذا اقرار منه بالحرمة فتحرم امراته ابتداء، وقال بعضهم لا تحرم امراته وهو الصحيح لانه ما اقر بالحرمة ابتداء وانما اقر بالسبب الذی تصادقا عليه وذلك السبب باطل، انتهی۔ والله تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ قاضی خان، ج ۲ ص ۲۳۵ نولکشور لکھنو)

نے گمان کیا کہ اس کہنے پر طلاق ہوگئی، اس پر اس لڑکے بالغ نے کہا: ہاں بیوی مجھ پر حرام ہے، تو فقہاء نے فرمایا: چونکہ لڑکے نے حرام ہونے کا اقرار کیا ہے، لہٰذا اس کی بیوی اس پر ابتداءً حرام ہوگئی اور بعض نے فرمایا کہ حرام نہ ہوگی اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس نے ابتداءً حرام ہونے کا اقرار نہیں کیا بلکہ سسرال کی بات پر اس نے یہ کہا ہے، اور سسرال والوں کے کہنے کا سبب بچپن کی بات ہے جو کہ باطل ہے، کیونکہ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ انتہیٰ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۴۴): از پیلی بھیت محلہ اشرف خاں، مرسلہ عزیز الرحمٰن خاں ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی ماں سے یہ بات کہی کہ تیری لڑکی کو تاحیات تیری، مثل اپنی بہن کے سمجھتا ہوں، تو اس میں کیا حکمِ شرع ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: اگر ان لفظوں سے اس کی مراد ظہار یا تحریم تھی یعنی تیری حیات تک اپنی زوجہ سے ظہار کرتا ہوں یا تیری حیات تک اسے حرام سمجھتا ہوں، جب تو ظہار ہوگیا یعنی نکاح بدستور باقی ہے، مگر حیاتِ خوشدامن تک بے کفارہ دیئے عورت کے پاس جانا بلکہ شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا بھی حرام ہوگیا، کفارہ ایک غلام آزاد کرنا، اور اس کی قدرت نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے، اس کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کے مثل اناج یا اس کی قیمت دینا یا دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا، جب تک ساس زندہ ہے بغیر کفارہ دیئے عورت کو ہاتھ لگائے گا تو گنہگار ہوگا، توبہ کرے، اور پھر نزدیک نہ ہو جب تک کفارہ نہ ادا کرلے، ہاں بعد انتقال خوش دامن ظہار جاتا رہے گا، اور بے کفارہ عورت سے جماع حلال ہوجائے گا، پھر اگر ساس زندہ ہے اور یہ شخص کفارہ نہیں دیتا جس کے سبب عورت حلال ہوجائے تو منکوحہ اس پر دعویٰ کرسکتی ہے کہ یا تو کفارہ دے کر جماع کرے یا طلاق دے کہ عورت پر سے ضرر دفع ہو۔

فی تنویر الابصار فيحرم وطؤها عليه ودواعيه حتى يكفر فان وطئ قبله استغفر وكفر للظهار فقط ولا يعود قبلها الخ

(درمختار شرح تنویر الابصار ج ۱ ص ۲۴۹، مطبع مجتبائی دہلی)

تنویر الابصار میں ہے: ظہار کرنے والے پر بیوی سے وطی اور اس کے دواعی حرام ہوجاتے ہیں تاوقتیکہ وہ کفارہ دے، اگر اس نے کفارہ سے قبل وطی کرلی تو توبہ کرکے صرف ظہار کا کفارہ دے اور پھر کفارہ سے قبل ایسا نہ کرے الخ

وفيه الكفارة تحرير رقبة فان لم يجد صام شهرين متتابعين قبل المسيس، فان عجز اطعم ستين مسكينا كالفطرة اوقيمة ذلك وان غداهم وعشاهم جاز، ملخصا

(درمختار شرح تنویر الابصار ج ۱ ص ۲۵۰-۲۵۱، مطبع مجتبائی دہلی)

اور اسی میں ہے: ظہار میں کفارہ غلام کو آزاد کرنا ہے، اگر یہ نہ ہوسکے تو پھر وطی سے قبل دو ماہ کے روزے مسلسل پورے کرے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے بلکہ عاجز ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے، ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار دے یا اس کی قیمت دے، اگر صبح وشام دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلادے تو جائز ہے۔ ملخصا

وفی رد المحتار فلو اراد قربانها داخل الوقت لا یجوز بلا کفارة بحر۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۵۷۶، داراحیاء التراث العربی بیروت)

اور ردالمحتار میں ہے: اگر ظہار کو کسی مقررہ وقت کے ساتھ مقید کیا ہو تو اس وقت کے گزر جانے پر ظہار ختم ہو جائے گا۔ اور اس پر درمختار میں ہے کہ اگر اس مقررہ وقت کے اندر جماع کرنا چاہے تو کفارہ دیئے بغیر جائز نہیں، بحر۔

وفی الدر للمراة ان تطالبه بالوطی وعلی القاضی الزامه به بالتکفیر دفعا للضرر عنها بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق، ملخصا

(درمختار ج ۱ ص ۲۴۹، مطبع مجتبائی دہلی)

اور درمختار میں ہے کہ ظہار میں بیوی کو جماع کے مطالبے کا حق ہے لہٰذا قاضی خاوند کو کفارہ ادا کرنے پر مجبور کرے تاکہ بیوی کے ضرر کا ازالہ ہو سکے، یوں کہ قاضی اس کو قید کرے یا سزا دے یہاں تک کہ خاوند کفارہ ادا کرے یا عورت کو طلاق دے۔ ملخصا

ظاہر ان لفظوں سے یہی نیت تحریم وظہار ہوتی ہے خصوصاً جب کہ ایک وقت تک اسے محدود کر دیا کہ تیری حیات تک ایسا سمجھتا ہوں، اس کا حکم تو وہ تھا اور شاید اگر اس نے یہ الفاظ بارادۂ طلاق کہے تھے تو ظاہراً ایک طلاق بائن ہو کر عورت نکاح سے نکل گئی کسی حد تک محدود کر کے طلاق دینا بھی طلاق دائم ہے اور وہ حد نا معتبر ہے۔

واما ''الحسبان'' ففی مثل الکلام انما یراد به التحقیق للتشبیه لا نفیه عن نفس الامر کمن اراد الامتناع عن تناول شیء یقول احسبه علی کالخنزیر فانما یرید انه محرم علیه کمثله، بخلاف ما اذا قیل له اطلقت امراتك فقال عدها او احسبها مطلقة حیث لا یقع وان نوی وکذا احسبی انك طالق کما فی الخانیة

(فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۲۱۰، نولکشور لکھنو)

فانه ظاهر فی نفی الطلاق فی نفس الامر والفرق بینهما لا یخفی علی من عرف العرف فافهم واعلم۔ والله تعالیٰ اعلم

''سمجھنا اور خیال کرنا'' اگر ایسے کلام میں ہو تو اس سے تشبیہ کو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور واقع سے اس کا انتفاء مراد نہیں ہوتا، جس طرح کوئی شخص کسی چیز کو لینے سے انکار کرتے ہوئے کہے کہ اس کو میں اپنے لئے خنزیر سمجھتا ہوں تو اس سے اس چیز کا اس پر قطعاً حرام ہونا مراد ہوتا ہے، جس طرح خنزیر حرام ہے، اس کے برخلاف طلاق کے معاملہ میں جب کوئی پوچھے: کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، تو جواب میں یوں کہے: ''تو طلاق شمار کر لے، یا کہے تو اس کو مطلقہ خیال کر لے'' تو یہاں طلاق نہ ہوگی اگرچہ وہ طلاق کی نیت سے کہے اور یوں ہی حکم ہے، اگر بیوی کو کہے کہ تو اپنے آپ کو طلاق والی سمجھ لے، جیسا کہ خانیہ میں مذکور ہے، کیونکہ یہاں یہ الفاظ ظاہری طور پر طلاق کے وقوع میں نفی پر دلالت کرتے ہیں اور دونوں مقاموں میں ان الفاظ کا فرق عرف کو جاننے والے پر مخفی نہیں ہے، سمجھو اور غور کرو۔ والله تعالیٰ اعلم

اور اگر کچھ نیت نہ تھی یا اعزاز واکرام خواہ الفت ومحبت کی نیت تھی، یعنی اپنی بہن کے برابر عزیز یا پیاری جانتا ہوں تو یہ الفاظ لغو وفضول ہیں، عورت بدستور عورت اور کفارہ وغیرہ کچھ دینا نہیں، مگر اس وقت کی گفتگو وحالت شاہد ہو کہ یہ الفاظ اس نے بلا نیت یا بہ نیت اعزاز ومحبت نہ کہے تھے تو حاکم اس دعوے کو نہ مانے گا تو عورت اسے قبول کر سکتی ہے۔

Marfat.com

فان المرأة کالقاضی کما فی الفتح وغیرہ۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۴۶۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

کیونکہ عورت اس معاملہ میں قاضی کا حکم رکھتی ہے، جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے۔

وفی الدر المختار ان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لوحذف ''علی'' خانیة، برا او ظهارا او طلاقا صحت نیته ووقع ما نواه لانه کنایة والا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامة۔

(درمختار ج ۱ ص ۲۴۹، مطبع مجتبائی دہلی)

اور درمختار میں ہے: اگر بیوی کو یوں کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل یا میری ماں کی طرح ہے اور یونہی اگر ''علی'' (مجھ پر) کا لفظ حذف کر کے کہا ہو، خانیہ، ان الفاظ سے اگر تعظیم زوجہ یا طلاق یا ظہار کی نیت کی ہو تو اس کی نیت صحیح ہوگی اور نیت کے مطابق حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے (لہٰذا اگر خاوند نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق بائنہ ہوگی) اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو یا حرف تشبیہ کو ترک کر دیا ہو تو یہ کلام لغو ہو کر احتمالات میں سے ادنیٰ احتمال یعنی عزت وکرامت متعین قرار پائے گا۔

وفی الهندیة عن الخانیة وان نوی التحریم اختلفت الروایات فیه والصحیح انه یکون ظهارا عند الکل

(فتاویٰ ہندیہ ص ۵۰۷، نورانی کتب خانہ پشاور) وفی رد المحتار عن العلامة خیر الدین الرملی وینبغی ان لا یصدق قضاء فی ارادة البر اذا کان فی حالة المشاجرة وذکر الطلاق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ردالمحتار ج ۲ ص ۵۶۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور ہندیہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ اگر حرام کرنا مراد ہو تو اس میں روایات مختلف ہیں اور صحیح یہی ہے کہ سب کے ہاں ظہار ہوگا۔ رد المحتار میں علامہ خیر الدین رملی سے منقول ہے: مناسب ہوگا کہ اس صورت میں کرامت وعزت والا احتمال مراد لینے کی قضاء تصدیق نہ کی جائے جب کہ لڑائی جھگڑے اور طلاق کے مذاکرہ کے وقت یہ الفاظ کہے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۴۵): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر شوہر عاداتِ زوجہ کو عاداتِ محارم سے تشبیہ دے یا عورت اپنے اعضاء خواہ عادات کو محارم شوہر کے اعضاء وعادات سے تشبیہ دے تو ان صورتوں میں کفارہ لازم اور اس کی ادا تک عورت حرام ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا

الجواب: تاوقتیکہ مرد اپنی زوجہ یا اس کے ان اعضاء کو جن سے کل جسم تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً عربی میں راس، ورقبہ، وظہر، وفرج، یا اس کے ایک جزو شائع مثل نصف، وربع، وثلث کو کسی محرم ابدی سے تشبیہ نہ دے، ظہار نہیں ہوتا، پس تشبیہ عاداتِ زوجہ بعاداتِ محارم موجب حرمت وکفارہ نہیں۔

فی الدر المختار هو تشبیه زوجته او ما یعبر به عنها من اعضاها او تشبیه جزء شائع منها بمحرم علیه تابید۔ (درمختار ج ۱ ص ۲۴۸، مطبع مجتبائی دہلی)

درمختار میں ہے کہ بیوی کو یا اس کے کسی ایسے عضو کو جس سے اس کی ذات کو تعبیر کیا جا سکتا ہو یا غیر معین حصہ مثلاً نصف وغیرہ کو ابدی محرمات کے ساتھ تشبیہ دینے کو ظہار کہتے ہیں۔

اور عورت تو اگر اعضائے شوہر کو بھی اپنے محارم کے اعضاء سے تشبیہ دے تو شوہر اس پر حرام نہیں ہو جاتا۔

Marfat.com

کمافی الدر المختار و ظہار ہا منہ لغو فلا حرمۃ۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ عورت کا خاوند کو اپنے محرمات کے ساتھ تشبیہ دینا لغو کلام ہے، اس سے حرمت نہ ہوگی۔ (درمختار ج ا ص ۲۴۸، مطبع مجتبائی دہلی)

پس جب کہ اس کا قول خود اپنے حق میں موثر نہ ہوا تو حق شوہر میں کیا تاثیر کرے گا اور اپنے اعضاء و عادات محارم شوہر سے تشبیہ دے گی تو کیونکر اس پر حرام ہو جائے گی اور سبب کفارہ ظہار ہے، جب ظہار نہ پایا گیا تو کفارہ کہاں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۴۶): از گودھوا ضلع پلاموں مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر چرم ۱۰ جمادی الآخرہ، ۱۳۳۶ھ

ایک شخص اہل اسلام نے اپنے گھر میں میاں بی بی سے جھگڑا کیا اور غصہ کی حالت میں یہاں تک بیتاب ہو گیا کہ اپنی بی بی کو ماں کہہ بیٹھا اور اس کا سینہ منہ میں رکھ لیا اور بی بی نے بھی غصہ کی حالت میں کہا کہ اگر تو مجھ کو ماں کہتا ہے تو میں بھی تجھ کو بیٹا کہتی ہوں، بعد اس جھگڑے کے جب ان دونوں کا غصہ رفع ہوا تو اپنے اس کلام اور اس فعل سے نہایت نادم و شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے مواخذہ میں ہم دونوں گنہ گار ہوں، اور اسی وقت کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا سب علیحدہ کر دیا، اب وہ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ اس بارے میں مطابق حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء دین کیا فتویٰ دیتے ہیں، آیا میاں بی بی ہیں یا نہیں؟ اور یہ بھی دریافت کیا گیا ہے کہ بی بی کا دودھ شوہر کے منہ میں نہیں آیا تو بی بی نکاح کے اندر ہے یا باہر؟ طلاق ہوا یا نہیں؟

الجواب: صورتِ مذکورہ میں وہ اسے ماں اور یہ اسے بیٹا کہنے سے دونوں گنہگار ہوئے۔

قال اللہ تعالیٰ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا (المجادلہ: ۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک لوگوں کا (بیوی کو ماں بہن کہنا) بری بات اور جھوٹ ہے۔

مگر نکاح میں کچھ فرق نہ آیا، اور پستان منہ میں لینا تو کوئی چیز نہیں، اگر دودھ پی بھی لیتا تو وہ پینا حرام ہوتا، مگر نکاح میں اس سے خلل نہ آتا کہ ڈھائی برس کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضا نہیں ہوتی اور دونوں کو جدا رہنے کی کوئی حاجت نہیں، وہ بدستور زوج و زوجہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۴۷): از درو ضلع نینی تال، مرسلہ عبدالعزیز خاں، ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

زید کی عورت نے بحالتِ غصہ زید سے کہا کہ تمہارے نزدیک میری، ایک بار زیر ناف کے برابر بھی قدر نہیں، اس پر زید نے ازراہِ تمسخر اس سے یہ کہا کہ میں تجھ کو اپنے باپ اور دادا سے زیادہ سمجھتا ہوں، ایسی حالت میں زید پر ظہار کا حکم لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ لغو و مہمل الفاظ ہیں، انہیں ظہار یا کفارے سے کوئی تعلق نہیں، فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

التشبیہ بالرجل ای رجل کان لایکون ظھارا۔ عورت کو کسی بھی مرد سے تشبیہ دینا ظہار نہیں ہوتا۔

(فتاویٰ قاضی خان)

بدائع و نہر میں ہے:

من شرائط الظہار کون المظاھر بہ من جنس النساء۔ واللہ تعالیٰ اعلم ظہار کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ظہار میں جس سے تشبیہ دی جائے وہ عورت کی جنس سے ہو۔

(بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۳۳، ایچ، ایم، سعید کمپنی کراچی)

Marfat.com

مسئلہ(۴۸): از لکھنو امین الدولہ پارک مرسلہ محمد ابراہیم ایس اینڈ سی سنگر کمپنی ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رات کے وقت اپنی زوجہ کو واسطے صحبت کے بلایا، تو بیوی کے انکار کرنے پر زید نے یہ قسم کھائی کہ اب میں تم سے صحبت کروں تو اپنی ماں سے زنا کروں، بعدۂ زید بہت شرمندہ ہوا اور توبہ واستغفار کیا، اس معاملہ میں زید کو کیا کرنا چاہیے؟ بالفرض اگر زید نے اسی شب بعد استغفار صحبت بھی کی تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب: اس نے برا کیا برا کیا، توبہ واستغفار کے سوا اور کچھ لازم اس پر نہیں، صحبت کی تو کچھ حرج نہ ہوا، نہ اس بے نکاح پر کچھ حرف آیا، کما یظھر بمراجعۃ الفتح والدر وغیرھما (جیسا کہ فتح اور درر وغیرہ کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ(۴۹): خاوند نے ماں بہن کہا، طلاق نہیں دی، یہ صورت مسئلہ ہے، لہٰذا عند الشرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: صورت مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں، نہ یہ ظہار، صرف برا کہا اور گنہگار ہوا، توبہ کرے وبس:

قال اللہ تعالٰی وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ (المجادلۃ: ۲) واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ۝ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ(۵۰): از شہر بریلی گڑھی، مسئولہ عبدالکریم صاحب، ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مکان پر جب کہ اس کی بیوی اپنے میکہ گئی ہوئی تھی، اپنے بھائی وغیرہ کے روبرو کہا کہ میں اپنی بیوی کو اس وقت سے ماں بہن کے برابر جانتا ہوں اس کو خبر کردو کہ وہ اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرلے، اور یہ بات اس وقت اس نے کہی تھی کہ جب اس کی دوسرے شخص سے لڑائی ہوئی تھی اور لوگوں نے اس کو جھوٹی خبر دی تھی کہ تم کو تمہارے سسر نے پٹوایا ہے، یہ حالت سخت غصہ کی تھی، آیا اس کو اب نکاح کرنا چاہیے یا نکاحِ سابق جائز رہا؟

الجواب: یہ لفظ کہ "اس کو خبر کردو کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوسری جگہ کرلے" اگر بہ نیتِ طلاق نہ کہے جب تو طلاق نہ ہوئی اور اس کا قسم کھا کر کہہ دینا مان لیا جائے گا کہ اس کی نیت طلاق کی نہ تھی اور اگر بہ نیتِ طلاق کہے تو طلاق ہوگئی، نکاح جاتا رہا، نئے سرے سے اس کی مرضی سے اس سے نکاح کرسکتا ہے اگر پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو حلالہ کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۳ ص ۲۶۷-۲۹۰، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۱۴۱۸ھ)

ظہار کے متعلق صدر الشریعہ کا موقف

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

ظہار کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا

جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں (انہیں ماں کی مثل کہہ دیتے) وہ ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جن

Marfat.com

مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ○ (المجادلہ: ۲)

سے پیدا ہوئے اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ (عزوجل) ضرور معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے ○

ظہار کے متعلق مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: ظہار کے یہ معنی ہیں کہ اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزو شائع یا ایسے جز کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلاً کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ (الدر المختار و رد المحتار ج ۵ ص ۱۲۵-۱۲۹)

مسئلہ ۲: ظہار کے لیے اسلام و عقل و بلوغ شرط ہے، کافر نے اگر کہا تو ظہار نہ ہوا یعنی اگر کہنے کے بعد مشرف باسلام ہوا تو اس پر کفارہ نہیں، یوہیں نابالغ و مجنون یا بوہرے یا مدہوش یا سرسام و برسام کے بیمار نے یا بیہوش یا سونے والے نے ظہار کیا تو ظہار نہ ہوا اور ہنسی مذاق میں یا نشہ میں یا مجبور کیا گیا اس حالت میں یا زبان سے غلطی میں ظہار کا لفظ نکل گیا تو ظہار ہے۔

(الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۰۸، الدر المختار ج ۵ ص ۱۲۶)

مسئلہ ۳: زوجہ کی جانب سے کوئی شرط نہیں، آزاد ہو یا باندی، مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، مسلمہ ہو یا کتابیہ، نابالغہ ہو یا بالغہ، بلکہ اگر عورت غیر کتابیہ ہے اور اس کا شوہر اسلام لایا مگر ابھی عورت پر اسلام پیش نہیں کیا گیا تھا کہ شوہر نے ظہار کیا تو ظہار ہو گیا، عورت مسلمان ہوئی تو شوہر پر کفارہ دینا ہوگا۔ (الفتاوی الہندیہ، ج ۱ ص ۵۰۵، رد المحتار ج ۵ ص ۱۲۶)

مسئلہ ۴: اپنی باندی سے ظہار نہیں ہو سکتا موطؤہ ہو یا غیر موطؤہ، یوہیں اگر کسی عورت سے بغیر اذن لیے نکاح کیا اور ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز کر دیا تو ظہار نہ ہوا کہ وقت ظہار وہ زوجہ نہ تھی، یوہیں جس عورت کو طلاق بائن دے چکا ہے یا ظہار کو کسی شرط پر معلق کیا اور وہ شرط اس وقت پائی گئی کہ عورت کو بائن طلاق دے دی تو ان صورتوں میں ظہار نہیں۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۱۲۶)

مسئلہ ۵: جس عورت سے تشبیہ دی اگر اس کی حرمت عارضی ہے ہمیشہ کے لیے نہیں تو ظہار نہیں مثلاً زوجہ کی بہن یا جس کو تین طلاقیں دی ہیں یا مجوسی یا بت پرست عورت کہ یہ مسلمان یا کتابیہ ہو سکتی ہے اور ان کی حرمت دائمی نہ ہونا ظاہر۔ (درمختار ج ۵ ص ۱۲۷)

مسئلہ ۶: اجنبیہ سے کہا کہ اگر تو میری عورت ہو یا میں تجھ سے نکاح کروں تو تو ایسی ہے تو ظہار ہو جائے گا کہ ملک یا سبب ملک کی طرف اضافت ہوئی اور یہ کافی ہے۔ (الدر المختار ج ۵ ص ۱۲۸)

مسئلہ ۷: عورت مرد سے ظہار کے الفاظ کہے تو ظہار نہیں بلکہ لغو ہیں۔ (الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۸۳)

مسئلہ ۸: عورت کے سر یا چہرہ یا گردن یا شرمگاہ کو محارم سے تشبیہ دی تو ظہار ہے اور اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ یا ہاتھ یا پاؤں یا ران کو تشبیہ دی تو نہیں، یوہیں اگر محارم کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جس کی طرف نظر کرنا حرام نہ ہو مثلاً سر یا چہرہ یا ہاتھ یا پاؤں یا بال تو ظہار نہیں اور گھٹنے سے تشبیہ دی تو ہے۔ (الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۸۳)

مسئلہ ۹: محارم سے مراد عام ہے نسبی ہوں یا رضاعی یا سسرالی رشتہ سے، لہٰذا ماں بہن پھوپھی لڑکی اور رضاعی ماں اور بہن وغیرہا اور زوجہ کی ماں اور لڑکی جب کہ زوجہ مدخولہ ہو اور مدخولہ نہ ہو تو اس کی لڑکی سے تشبیہ دینے میں ظہار نہیں کہ وہ محارم میں نہیں۔ یوہیں جس عورت سے اس کے باپ یا بیٹے نے معاذ اللہ زنا کیا ہے اس سے تشبیہ دی یا جس عورت سے اس نے زنا کیا ہے اس کی ماں یا لڑکی

Marfat.com

سے تشبیہ دی تو ظہار ہے۔ (الفتاوی الہندیہ ج ا ص ۵۰۵-۵۰۶)

مسئلہ ۱۰: محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ران سے تشبیہ دی یا کہا: میں نے تجھ سے ظہار کیا تو یہ الفاظ صریح ہیں ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں، کچھ بھی نیت نہ ہو یا طلاق کی نیت ہو یا اکرام کی نیت ہو، ہر حالت میں ظہار ہی ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ مقصود جھوٹی خبر دینا تھا یا زمانہ گزشتہ کی خبر دینا ہے تو قضاءً تصدیق نہ کریں گے اور عورت بھی تصدیق نہیں کر سکتی۔ (الدر المختار ج ۵ ص ۱۲۹، الفتاوی الہندیہ ج ا ص ۵۰۷)

مسئلہ ۱۱: عورت کو ماں یا بیٹی یا بہن کہا تو ظہار نہیں، مگر ایسا کہنا مکروہ ہے۔ (الفتاوی الہندیہ ج ا ص ۵۰۷)

مسئلہ ۱۲: عورت سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو نیت دریافت کی جائے، اگر اس کے اعزاز کے لیے کہا تو کچھ نہیں اور طلاق کی نیت ہے تو بائن طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت ہے تو ظہار ہے اور تحریم کی نیت ہے تو ایلاء ہے اور کچھ نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔

(الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۸۴)

مسئلہ ۱۳: اپنی چند عورتوں کو ایک مجلس یا متعدد مجالس میں محارم کے ساتھ تشبیہ دی تو سب سے ظہار ہو گیا، ہر ایک کے لیے الگ الگ کفارہ دینا ہوگا۔ (الجوہرۃ النیرہ الجزء الثانی ص ۸۵)

مسئلہ ۱۴: کسی نے اپنی عورت سے ظہار کیا تھا دوسرے نے اپنی عورت سے کہا: تو مجھ پر ویسی ہے جیسی فلاں کی عورت تو یہ بھی ظہار ہو گیا یا ایک عورت سے ظہار کیا تھا دوسری سے کہا: تو مجھ پر اس کی کی مثل ہے یا کہا: میں نے تجھے اس کے ساتھ شریک کر دیا تو دوسری سے بھی ظہار ہو گیا۔ (الفتاوی الہندیہ ج ا ص ۵۰۹)

مسئلہ ۱۵: ظہار کی تعلیق بھی ہو سکتی ہے مثلاً اگر فلاں کے گھر گئی تو ایسی ہے تو ظہار ہو جائے گا۔ (الفتاوی الہندیہ ج ا ص ۵۰۹)

مسئلہ ۱۶: ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دے دے اس وقت تک اس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا اس کو چھونا یا اس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں، مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں، کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرے اور اس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہوا مگر خبردار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔ (الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۸۲، الدر المختار ج ۵ ص ۱۳۰)

مسئلہ ۱۷: ظہار کے بعد عورت کو طلاق دی، پھر اس سے نکاح کیا تو اب بھی وہ چیزیں حرام ہیں اگرچہ دوسرے شوہر کے بعد اس کے نکاح میں آئی بلکہ اگرچہ اسے تین طلاقیں دی ہوں۔ یوہیں اگر زوجہ کسی کی کنیز تھی، ظہار کے بعد خرید لی اور اب نکاح باطل ہو گیا مگر بغیر کفارہ وطی وغیرہ نہیں کر سکتا، یوہیں اگر عورت مرتدہ ہو گئی اور دارالحرب کو چلی گئی، پھر قید کر کے لائی گئی اور شوہر نے خرید لی یا شوہر مرتد ہو گیا غرض کسی طرح کفارہ سے بچاؤ نہیں۔ (الفتاوی الہندیہ ج ا ص ۵۰۶)

مسئلہ ۱۸: اگر ظہار کسی خاص وقت تک کے لیے مثلاً ایک ماہ یا ایک سال اور اس مدت کے اندر جماع کرنا چاہے تو کفارہ دے اور اگر مدت گزر گئی اور قربت نہ کی تو کفارہ ساقط اور ظہار باطل۔ (الجوھرۃ النیرہ الجزء الثانی ص ۸۲)

مسئلہ ۱۹: شوہر کفارہ نہیں دیتا تو عورت کو یہ حق ہے کہ قاضی کے پاس دعویٰ کرے قاضی مجبور کرے گا کہ یا کفارہ دے کر قربت کرے یا عورت کو طلاق دے اور اگر کہتا ہے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے تو اس کا کہنا مان لیں جب کہ اس کا جھوٹا ہونا معروف نہ ہو۔ (الفتاوی الہندیہ ج ا ص ۵۰۷)

Marfat.com

مسئلہ ۲۰: ایک عورت سے چند بار ظہار کیا تو اتنے ہی کفارے دے اگرچہ ایک ہی مجلس میں متعدد بار الفاظ ظہار کہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ بار بار لفظ بولنے سے متعدد ظہار مقصود نہ تھے بلکہ تاکید مقصود تھی تو اگر ایک ہی مجلس میں ایسا ہوا مان لیں گے ورنہ نہیں۔
(الدر المختار ج ۵ ص ۱۳۴)

مسئلہ ۲۱: پورے رجب اور پورے رمضان کے لیے ظہار کیا تو ایک ہی کفارہ واجب ہوگا خواہ رجب میں کفارہ دے یا رمضان میں، شعبان میں نہیں دے سکتا کہ شعبان میں ظہار ہی نہیں، یونہی اگر ظہار کیا اور کسی دن کا استثناء کیا تو اس دن کفارہ نہیں دے سکتا اس کے علاوہ جس دن چاہے دے سکتا ہے۔ (الدر المختار ج ۵ ص ۱۳۴)

کفارہ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (المجادلہ ۴-۳)

جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کریں، پھر وہی کرنا چاہیں جس پر یہ بات کہہ چکے تو ان پر جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ضرور ہے یہ وہ بات ہے جس کی تمہیں نصیحت دی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے خبردار ہے O پھر جو غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، تو لگاتار دو مہینے کے روزے جماع سے پہلے رکھے، پھر جو اس کی بھی استطاعت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یہ اس لیے کہ تم اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان رکھو اور یہ اللہ (عزوجل) کی حدیں ہیں، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے O

حدیث ۱: ترمذی وابوداؤد وابن ماجہ نے روایت کی کہ سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ سے رمضان گزرنے تک کے لیے ظہار کیا تھا اور آدھا رمضان گزرا کہ شب میں انہوں نے جماع کرلیا، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی، ارشاد فرمایا: ''ایک غلام آزاد کرو'' عرض کی: مجھے میسر نہیں۔ ارشاد فرمایا: ''تو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھو'' عرض کی: اس کی بھی طاقت نہیں، ارشاد فرمایا: ''تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ'' عرض کی! میرے پاس اتنا نہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فروہ بن عمرو سے فرمایا: کہ ''وہ زنبیل دے دو کہ مساکین کو کھلائے''۔ (الترمذی: ۱۲۰۴، ج ۲ ص ۴۰۸)

مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: ظہار کرنے والا جماع کا ارادہ کرے تو واجب ہے اور اگر یہ چاہے کہ وطی نہ کرے اور عورت اس پر حرام ہی رہے تو کفارہ واجب نہیں اور اگر ارادۂ جماع تھا مگر زوجہ مرگئی تو واجب نہ رہا۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۰۹)

مسئلہ ۲: ظہار کا کفارہ غلام یا کنیز آزاد کرنا ہے مسلمان ہو یا کافر، بالغ ہو یا نابالغ یہاں تک کہ اگر دودھ پیتے بچے کو آزاد کیا کفارہ ادا ہوگیا۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۰۹)

Marfat.com

مسئلہ ۳: پہلے نصف غلام کو آزاد کیا اور جماع سے پہلے پھر نصف باقی کو آزاد کیا تو کفارہ ادا ہو گیا اور اگر درمیان میں جماع کر لیا تو ادا نہ ہوا اور اگر غلام مشترک ہے اور اس نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو ادا نہ ہوا، اگر چہ یہ مالدار ہو یعنی جب غلام مشترک کو آزاد کرے اور مالدار ہو تو حکم یہ ہے کہ اپنے شریک کو اس کے حصہ کی قدر دے اور کل غلام اس کی طرف سے آزاد ہو گا مگر کفارہ ادا نہ ہو گا۔ یوہیں دو غلاموں میں آدھے آدھے کا مالک ہے اور دونوں کے نصف نصف کو آزاد کیا تو کفارہ ادا نہ ہوا۔

(الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۸۵، الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۰)

مسئلہ ۴: آدھا غلام آزاد کیا اور ایک مہینے کے روزے رکھ لیے یا تیس مسکین کو کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوا۔

(الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۸۵)

مسئلہ ۵: غلام آزاد کرنے میں شرط یہ ہے کہ کفارہ کی نیت سے آزاد کیا ہو، بغیر نیت کفارہ آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہ ہو گا اگر چہ آزاد کرنے کی نیت کیا کرے۔ (الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۸۵)

مسئلہ ۶: اس کا قریبی رشتہ دار یعنی وہ کہ اگر ان میں سے ایک مرد ہوتا دوسرا عورت تو نکاح باہم حرام ہوتا مثلاً اس کا بھائی یا باپ یا بیٹا یا چچا یا بھتیجا ایسے رشتہ دار کا جب مالک ہو گا تو آزاد ہو جائے گا خواہ کسی طرح مالک ہو مثلاً اس نے خرید لیا یا کسی نے ہبہ یا تصدق کیا یا وراثت میں ملا پھر ایسا غلام اگر بلا اختیار اس کی ملک میں آیا مثلاً وراثت میں ملا اور آزاد ہو گیا تو اگر چہ اس نے کفارہ کی نیت کی ادا نہ ہوا، اور اگر باختیار خود اپنی ملک میں لایا (مثلاً خریدا) اور جس عمل کے ذریعہ سے ملک میں آیا اس کے پائے جانے کے وقت (مثلاً خریدتے وقت) کفارہ کی نیت کی تو کفارہ ادا ہو گیا۔ (الجوہرۃ النیرہ الجزء الثانی ص ۸۵)

مسئلہ ۷: جو غلام گروی یا مدیون ہے اسے آزاد کیا تو کفارہ ادا ہو گیا، یوہیں اگر بھاگا ہوا ہے اور یہ معلوم ہے کہ زندہ ہے تو آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا اور اگر بالکل اس کا پتا نہ معلوم ہو، نہ یہ معلوم کہ زندہ ہے یا مر گیا تو نہ ہو گا۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۰-۵۱۱)

مسئلہ ۸: اگر غلام میں کسی قسم کا عیب ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ عیب اس قسم کا ہو جس سے جنس منفعت فوت ہوتی ہے یعنی دیکھنے، سننے، بولنے، پکڑنے، چلنے کی اس کو قدرت نہ ہو یا عاقل نہ ہو تو کفارہ ادا نہ ہو گا اور دوسرے یہ کہ اس حد کا نقصان نہیں تو ہو جائے گا، لہٰذا اتنا بہرا کہ چیخنے سے بھی نہ سنے یا گونگا یا اندھا یا مجنون کہ کسی وقت اس کو افاقہ نہ ہوتا ہو یا بوہرا یا وہ بیمار جس کے اچھے ہونے کی امید نہ ہو یا جس کے سب دانت گر گئے ہوں اور کھانے سے بالکل عاجز ہو یا جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوں یا ہاتھ کے دونوں انگوٹھے کٹے ہوں یا علاوہ انگوٹھے کے ہر ہاتھ کی تین تین انگلیاں یا دونوں پاؤں یا ایک جانب کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں نہ ہو یا لنجھا یا فالج کا مارا ہو یا دونوں ہاتھ بیکار ہوں تو ان سب کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہ ہوا۔

(الدر المختار ج ۵ ص ۱۳۸، الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۸۵)

مسئلہ ۹: اگر ایسا بہرا ہے کہ چیخنے سے سن لیتا ہے یا مجنون ہے مگر کبھی افاقہ بھی ہوتا ہے اور اسی حالت افاقہ میں آزاد کیا یا اس کا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں یا ایک ہاتھ ایک پاؤں خلاف سے کٹا ہو یعنی ایک دہنا دوسرا بایاں یا ایک ہاتھ کا انگوٹھا یا پاؤں کے دونوں انگوٹھے یا ہر ہاتھ کی دو دو انگلیاں یا دونوں ہونٹ یا دونوں کان یا ناک کٹی ہو یا انثیین یا عضو تناسل کٹ گیا ہو یا لونڈی کے آگے کا مقام بند ہو یا بھوں یا داڑھی یا سر کے بال نہ ہوں یا کانا یا چندھا ہو یا ایسا بیمار ہو جس کے اچھے ہونے کی امید ہے اگر چہ موت کا خوف ہو یا سپید داغ کی

Marfat.com

بیماری ہو یا نامرد ہو تو ان کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ (الدر المختار ج ۵ ص ۷-۱۳۷-۱۳۹، الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۰)

مسئلہ ۱۰: لونڈی کے شکم میں بچہ ہے اس کو کفارہ میں آزاد کیا تو نہ ہوا؛ اس کے غلام کو کسی نے غصب کیا، اس مالک نے آزاد کر دیا تو ہو گیا اور ام ولد و مدبر و مکاتب جس نے بدل کتابت کچھ ادا نہ کیا ہو یا کچھ ادا کیا مگر پورا ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو اسے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو گیا۔ (الدر المختار ج ۵ ص ۷-۱۳-۱۳۹)

مسئلہ ۱۱: اپنا غلام دوسرے کے کفارہ میں آزاد کر دیا اگر اس کے بغیر حکم ہے تو ادا نہ ہوا اور اگر اس کے کہنے سے مثلاً اس نے کہا: اپنا غلام میری طرف سے آزاد کر دے اور کوئی عوض ذکر نہ کیا جب بھی ادا نہ ہوا اور اگر عوض کا ذکر ہے مثلاً اپنا غلام میری طرف سے اتنے پر آزاد کر دے تو ہو جائے گا۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۱)

مسئلہ ۱۲: ظہار کے دو کفارے اس کے ذمہ تھے، اس نے دو غلام آزاد کیے اور یہ نیت نہ کی کہ فلاں غلام فلاں کفارہ میں آزاد کیا تو دونوں ادا ہو گئے۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۱)

مسئلہ ۱۳: کسی غلام کو کہا: اگر میں تجھے خریدوں تو تو آزاد ہے، پھر اسے کفارہ ظہار کی نیت سے خریدا تو آزاد ہو گا مگر کفارہ ادا نہ ہوا اور اگر پہلے کہہ دیا تھا کہ اگر تجھے خریدوں تو میرے ظہار کے کفارہ میں آزاد ہے تو ہو جائے گا۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۱)

مسئلہ ۱۴: جب غلام پر قدرت ہے اگرچہ وہ خدمت کا غلام ہو تو کفارہ آزاد کرنے ہی سے ہو گا اور اگر غلام کی استطاعت نہ ہو خواہ ملتا نہیں یا اس کے پاس دام نہیں تو کفارہ میں پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے اور اگر اس کے پاس خدمت کا غلام ہے یا مدیون ہے اور دین ادا کرنے کے لیے غلام کے سوا کچھ نہیں تو ان صورتوں میں بھی روزے وغیرہ سے کفارہ ادا نہیں کر سکتا بلکہ غلام ہی آزاد کرنا ہو گا۔ (الدر المختار ج ۵ ص ۱۳۹)

مسئلہ ۱۵: روزے سے کفارہ ادا کرنے میں یہ شرط ہے کہ نہ اس مدت کے اندر ماہِ رمضان ہو نہ عید الفطر، نہ عید الاضحیٰ نہ ایام تشریق، ہاں اگر مسافر ہے تو ماہِ رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھ سکتا ہے، مگر ایام منہیہ میں اسے بھی اجازت نہیں۔

(الجوہرۃ النیرہ، الجزء الثانی ص ۸۷، الدر المختار ج ۵ ص ۱۴۱)

مسئلہ ۱۶: روزے اگر پہلی تاریخ سے رکھے تو دوسرے مہینہ کے ختم پر کفارہ ادا ہو گیا اگرچہ دونوں مہینے ۲۹ کے ہوں اور اگر پہلی تاریخ سے نہ رکھے ہوں تو ساٹھ پورے رکھنے ہوں گے اور اگر پندرہ روزے رکھنے کے بعد چاند ہوا پھر اس مہینے کے روزے رکھ لیے اور یہ ۲۹ دن کا مہینہ ہوا اس کے بعد پندرہ دن اور رکھ لیے کہ ۵۹ دن ہوئے جب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ (الدر المختار و رد المحتار ج ۵ ص ۱۴۱)

مسئلہ ۱۷: روزوں سے کفارہ ادا ہونے میں شرط یہ ہے کہ پچھلے روزے کے ختم تک غلام آزاد کرنے پر قدرت نہ ہو یہاں تک کہ پچھلے روزے کی آخری ساعت میں بھی اگر قدرت پائی گئی تو روزے ناکافی ہیں بلکہ غلام آزاد کرنا ہو گا اور اب یہ روزہ نفل ہوا اس کا پورا کرنا مستحب رہے گا اگر فوراً توڑ دے گا تو اس کی قضا نہیں البتہ اگر کچھ دیر بعد توڑے گا تو قضا لازم ہے۔ (الدر المختار ج ۵ ص ۱۴۱)

مسئلہ ۱۸: کفارہ کا روزہ توڑ دیا خواہ سفر وغیرہ کسی عذر سے توڑا یا بغیر عذر یا ظہار کرنے والے نے جس عورت سے ظہار کیا ان دو مہینوں کے اندر دن یا رات میں اس سے وطی کی قصداً کی ہو یا بھول کر تو سرے سے روزے رکھے کہ شرط یہ ہے کہ جماع سے پہلے دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور ان صورتوں میں یہ شرط پائی نہ گئی۔ (الدر المختار و رد المحتار ج ۵ ص ۱۴۲)

Marfat.com

مسئلہ ۱۹: یہ احکام جو کفارہ کے متعلق بیان کیے گئے یعنی غلام آزاد کرتے اور روزے رکھنے کے متعلق یہ ظہار کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر کفارہ کے یہی احکام ہیں، مثلاً قتل کا کفارہ یا روزۂ رمضان توڑنے کا کفارہ، قسم کا کفارہ مگر قسم کے کفارہ میں تین روزے ہیں۔ اور یہ حکم کہ روزہ توڑ دیا تو سرے سے رکھنے ہوں گے کفارہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جہاں پے در پے کی شرط ہو مثلاً پے در پے روزوں کی منت مانی تو یہاں بھی یہی حکم ہے، البتہ اگر عورت نے رمضان کا روزہ توڑ دیا اور کفارہ میں روزے رکھ رہی تھی اور حیض آ گیا تو سرے سے رکھنے کا حکم نہیں بلکہ جتنے باقی ہیں ان کا رکھنا کافی ہے۔ ہاں اگر اس حیض کے بعد آئسہ ہوگئی یعنی اب ایسی عمر ہوگئی کہ حیض نہ آئے گا تو سرے سے روزے رکھنے کا حکم دیا جائے گا کہ اب وہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتی ہے اور اگر اثنائے کفارہ میں عورت کے بچہ ہوا تو سرے سے روزے رکھے۔ ظہار و غیر ظہار کے کفاروں میں ایک اور فرق ہے، وہ یہ کہ غیر ظہار کے کفارے میں اگر رات میں وطی کی یا دن میں بھول کر کی تو سرے سے روزے رکھنے کی حاجت نہیں۔ یوہیں ظہار کے روزوں میں اگر بھول کر کھالیا یا دوسری عورت سے بھول کر جماع کیا یا رات میں قصداً جماع کیا تو سرے سے رکھنے کی حاجت نہیں۔

(الدر المختار و رد المحتار ج ۵ ص ۱۴۲)

مسئلہ ۲۰: غلام نے اگر اپنی عورت سے ظہار کیا اگرچہ مکاتب ہو یا اس کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا باقی کے لیے سعایت کرتا ہو یا آزاد نے ظہار کیا مگر بوجہ کم عقلی کے اس کے تصرفات روک دیے گئے ہوں تو ان سب کے لیے کفارے میں روزے رکھنا معین ہے، ان کے لیے غلام آزاد کرنا یا کھانا کھلانا نہیں، لہٰذا اگر غلام کے آقا نے اس کی طرف سے غلام آزاد کر دیا یا کھانا کھلا دیا تو یہ کافی نہیں اگرچہ غلام کی اجازت سے ہوا اور کفارہ کے روزوں سے اس کا آقا منع نہیں کر سکتا اور اگر غلام نے کفارہ کے روزے اب تک نہیں رکھے اور اب آزاد ہو گیا تو اگر غلام آزاد کرنے پر قدرت ہو تو آزاد کرے ورنہ روزے رکھے۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۲-۵۱۳)

مسئلہ ۲۱: روزے رکھنے پر بھی اگر قدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور اچھے ہونے کی امید نہیں یا بہت بوڑھا ہے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور یہ اختیار ہے کہ ایک دم سے ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے یا متفرق طور پر، مگر شرط یہ ہے کہ اس اثناء میں روزے پر قدرت حاصل نہ ہو ورنہ کھلانا صدقۂ نفل ہوگا اور کفارہ میں روزے رکھنے ہوں گے۔ اور اگر ایک وقت ساٹھ کو کھلایا دوسرے وقت ان کے سوا دوسرے ساٹھ کو کھلایا تو ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ پہلوں یا پچھلوں کو پھر ایک وقت کھلائے۔

(الدر المختار و رد المحتار ج ۵ ص ۱۴۴، الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۳)

مسئلہ ۲۲: شرط یہ ہے کہ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا ہو ان میں کوئی نابالغ غیر مراہق نہ ہو، ہاں اگر ایک جوان کی پوری خوراک کا اسے مالک کر دیا تو کافی ہے۔ (الدر المختار و رد المحتار ج ۵ ص ۱۴۴)

مسئلہ ۲۳: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر مسکین کو بقدر صدقۂ فطر یعنی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا ان کی قیمت کا مالک کر دیا جائے مگر اباحت کافی نہیں اور انہیں لوگوں کو دے سکتے ہیں جنہیں صدقۂ فطر دے سکتے ہیں جن کی تفصیل صدقۂ فطر کے بیان میں مذکور ہوئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صبح کو کھلا دے اور شام کے لیے قیمت دے دے یا شام کو کھلا دے اور صبح کے کھانے کی قیمت دے دے یا دو دن صبح کو یا شام کو کھلا دے یا تیس کو کھلائے اور تیس کو دے دے، غرض یہ کہ ساٹھ کی تعداد جس طرح چاہے پوری کرے اس کا اختیار ہے یا پاؤ صاع گیہوں اور نصف صاع جو دے دے یا کچھ گیہوں یا جو دے باقی کی قیمت ہر طرح اختیار ہے۔

(الدر المختار و رد المحتار ج ۵ ص ۱۴۴-۱۴۶)

مسئلہ ۲۴: کھلانے میں پیٹ بھر کر کھلانا شرط ہے اگر چہ تھوڑے ہی کھانے میں آسودہ ہو جائیں، اور اگر پہلے ہی سے کوئی آسودہ تھا تو اس کا کھانا کافی نہیں اور بہتر یہ ہے کہ گیہوں کی روٹی اور سالن کھلائے اور اس سے اچھا کھانا ہو تو اور بہتر اور جو کی روٹی ہو تو سالن ضروری ہے۔ (الدرالمختار ورد المحتار ج ۵ ص ۱۴۶)

مسئلہ ۲۵: ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دونوں وقت کھلایا، ہر روز بقدر صدقۂ فطر اسے دے دیا جب بھی ادا ہو گیا اور اگر ایک ہی دن میں ایک مسکین کو سب دے دیا ایک دفعہ میں یا ساٹھ دفعہ کر کے یا اس کو سب بطور اباحت دیا تو صرف اس ایک دن کا ادا ہوا۔ یوہیں اگر تیس مساکین کو ایک ایک صاع گیہوں دیے یا دو دو صاع جَو تو صرف تیس کو دینا قرار پائے گا یعنی تیس مساکین کو پھر دینا پڑے گا، یہ اس صورت میں ہے کہ ایک دن میں دیے ہوں اور دو دنوں میں دیے تو جائز ہے۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۳)

مسئلہ ۲۶: ساٹھ مساکین کو پاؤ پاؤ صاع گیہوں دیے تو ضرور ہے کہ ان میں ہر ایک کو اور پاؤ پاؤ صاع دے اور اگر ان کی عوض میں اور ساٹھ مساکین کو پاؤ پاؤ صاع دیے تو کفارہ ادا نہ ہوا۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۳)

مسئلہ ۲۷: ایک سو بیس مساکین کو ایک وقت کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ ان میں سے ساٹھ کو پھر ایک وقت کھلائے خواہ اسی دن یا کسی دوسرے دن اور اگر وہ نہ ملیں تو دوسرے ساٹھ مساکین کو دو وقت کھلائے۔ (الدرالمختار ج ۵ ص ۱۵۰)

مسئلہ ۲۸: اس کے ذمہ دو ظہار تھے خواہ ایک ہی عورت سے دونوں ظہار کیے یا دو عورتوں سے اور دونوں کے کفارہ میں ساٹھ مسکین کو ایک ایک صاع گیہوں دے دیے تو صرف ایک کفارہ ادا ہوا اور اگر پہلے نصف صاع ایک کفارہ میں دیے پھر انہیں کو نصف نصف صاع دوسرے کفارہ میں دیے تو دونوں ادا ہو گئے۔ (الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۴)

مسئلہ ۲۹: دو ظہار کے کفاروں میں دو غلام آزاد کر دیے یا چار مہینے کے روزے رکھ لیے یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلا دیا تو دونوں کفارے ادا ہو گئے اگر چہ معین نہ کیا ہو کہ یہ فلاں کا کفارہ ہے اور یہ فلاں کا۔ اور اگر دونوں قسم کے کفارے ہوں تو کوئی ادا نہ ہوا مگر جب کہ یہ نیت ہو کہ ایک کفارہ میں یہ اور ایک میں وہ اگر چہ معین نہ کیا ہو کہ کون سے کفارہ میں یہ اور کس میں وہ۔ اور اگر دونوں کی طرف سے ایک غلام آزاد کیا یا دو ماہ کے روزے رکھے تو ایک ادا ہوا اور اسے اختیار ہے کہ جس کے لیے چاہے معین کرے اور اگر دونوں کفارے دو قسم کے ہیں مثلاً ایک ظہار کا ہے دوسرا قتل کا تو کوئی کفارہ ادا نہ ہوا مگر جب کہ کافر کو آزاد کیا ہو تو یہ ظہار کے لیے متعین ہے کہ قتل کے کفارہ میں مسلمان کا آزاد کرنا شرط ہے۔ (الدرالمختار ج ۵ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۳۰: دو قسم کے کفارے ہیں اور ساٹھ مسکین کو ایک ایک صاع گیہوں دونوں کفاروں میں دے دیے تو دونوں ادا ہو گئے اگر چہ پورا پورا صاع ایک مرتبہ دیا ہو۔ (الدرالمختار ج ۵ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۳۱: نصف غلام آزاد کیا اور ایک مہینے کے روزے رکھے یا تیس مسکینوں کو کھانا کھلایا تو کفارہ ادا نہ ہوا۔

(الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۴)

مسئلہ ۳۲: ظہار میں یہ ضروری ہے کہ قربت سے پہلے ساٹھ مساکین کو کھلا دے اور اگر ابھی پورے ساٹھ مساکین کو کھلا نہیں چکا ہے اور درمیان میں وطی کر لی تو اگر چہ یہ حرام ہے مگر جتنوں کو کھلا چکا ہے وہ باطل نہ ہوا، باقیوں کو کھلا دے، سرے سے پھر ساٹھ کو کھلانا ضرور نہیں۔ (الجوہرۃ النیرہ والجزء الثانی ص ۸۹)

مسئلہ ۳۳: دوسرے نے بغیر اس کے حکم کے کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوا اور اس کے حکم سے ہے تو صحیح ہے مگر جو صرف ہوا ہے وہ اس سے نہیں لے سکتا، ہاں اگر اس نے حکم کرتے وقت یہ کہہ دیا ہو کہ جو صرف ہوگا میں دوں گا تو لے سکتا ہے۔ (الدر المختار ج ۵ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۳۴: جس کے ذمہ کفارہ تھا اس کا انتقال ہو گیا وارث نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یا قسم کے کفارہ میں کپڑے پہنا دیے تو ہو جائے گا اور غلام آزاد کیا تو نہیں۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۱۴۷) (بہار شریعت حصہ ۸ ص ۲۰۵-۲۱۷، مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ)

۲۴۔ بَابُ: الْإِشَارَةِ فِي الطَّلَاقِ وَالْأُمُوْرِ

اشارہ سے طلاق دینا اور دیگر امور کا اشارہ کرنا

امام بخاری کی پہلی تعلیق

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يُعَذِّبُ اللهُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا فَأَشَارَ إِلٰى لِسَانِهٖ۔ (صحیح بخاری: ۱۳۰۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو کی وجہ سے عذاب نہیں دے گا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دے گا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا۔ (یعنی اگر غم کی وجہ سے آنکھ سے آنسو نکل آئیں تو اس پر مواخذہ نہیں ہوگا لیکن اگر بے صبری سے چیخ و پکار کرے گا تو اس پر مواخذہ ہوگا)۔

امام بخاری کی دوسری تعلیق

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ أَشَارَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيَّ أَيْ خُذِ النِّصْفَ۔ (صحیح البخاری: ۲۴۲۴)

اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اشارہ کیا یعنی تم نصف لے لو۔

امام بخاری کی تیسری تعلیق

وَقَالَتْ أَسْمَاءُ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي الْكُسُوفِ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا شَأْنُ النَّاسِ وَهِيَ تُصَلِّي فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى الشَّمْسِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ نَعَمْ۔ (صحیح البخاری: ۸۶)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھائی تو میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا؟ اور اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھیں تو انہوں نے اپنے سر سے سورج کی طرف اشارہ کیا یعنی سورج کو گہن لگ چکا ہے۔ میں نے پوچھا: (کیا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی) نشانی ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر سے اشارہ کیا: ہاں۔

امام بخاری کی چوتھی تعلیق

وَقَالَ أَنَسٌ أَوْمَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهٖ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ۔ (صحیح البخاری: ۶۸۱)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ (مصلیٰ پر) آگے بڑھیں۔

Marfat.com

امام بخاری کی پانچویں تعلیق

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَوْمَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ لَا حَرَجَ۔ (صحیح البخاری: ۸۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

امام بخاری کی چھٹی تعلیق

وَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِ آحَدٌ مِنْكُمْ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا قَالُوا لَا قَالَ فَكُلُوا۔ (صحیح البخاری: ۱۸۲۴)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مُحرم کے شکار کے متعلق فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ان کے حکم کی وجہ سے شکار پر حملہ کیا تھا یا شکار کی طرف اشارہ کیا تھا؟ تو صحابہ نے کہا: نہیں، پس آپ نے فرمایا: پھر تم کھاؤ۔

اشارہ کے تقاضا پر حکم لگانے کی حدیث صحیح سے دلیل

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب طلاق کا اشارہ کرنے کے حکم کے بیان میں ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا: امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اشارہ سے بھی طلاق سمجھ میں آتی ہے، خواہ تندرست آدمی اشارہ کرے یا گونگا آدمی اشارہ کرے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: جب اشارہ سے بات سمجھ میں آجائے تو اس سے حکم لگا دیا جائے گا اور اس کی تاکید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ ایک سیاہ فام باندی سے نبی ﷺ نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس باندی کو آزاد کردو کیونکہ یہ مومنہ ہے۔ (موطا امام مالک ج ۲ ص ۲۰۳، المکتبۃ التوفیقیہ، عراق)

لہٰذا نبی ﷺ نے اس باندی کے آسمان کی طرف اشارہ کرنے کی وجہ سے اس کو مسلمان اور مومنہ قرار دیا، پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام امور کے اندر اشارہ معتبر ہے اور یہ عامۃ الفقہاء کا قول ہے۔

گونگے کی اشارہ سے طلاق دینے اور رجوع کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ جب گونگا اشارہ سے طلاق دے تو اس کی طلاق لازم ہوگی اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے جو مرد بیمار ہو اور اس کی زبان میں خلل ہو تو وہ طلاق دینے میں اور رجوع کرنے میں گونگے کی مثل ہے۔

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے: اگر اس کا اشارہ طلاق میں اور نکاح میں اور بیع میں متعارف ہو تو پھر اس کے اشارہ پر عمل کرنا جائز ہے اور اگر اس کے اشارہ کے مفہوم میں شک ہو تو پھر اس کے اشارہ پر عمل کرنا باطل ہے، اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا: یہ قیاس نہیں ہے بلکہ یہ استحسان ہے، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان تمام امور میں اس کے اشارہ پر عمل کرنا باطل ہو کیونکہ وہ کلام نہیں کر رہا اور اس کے اشارہ کا مفہوم متعین نہیں ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن المنذر شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے اس قول میں یہ اقرار کیا ہے کہ انہوں نے باطل پر حکم لگایا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک قیاس برحق ہے، پس جب انہوں نے قیاس کی ضد پر حکم لگایا جو کہ استحسان ہے تو انہوں نے حق کی ضد کے اوپر حکم لگایا اور انہوں نے استحسان کے حکم کو غالب رکھا جو کہ قیاس کی ضد ہے اور انہوں نے اس قیاس کی ضد کے مطابق حکم لگایا جو قیاس ان کے نزدیک برحق ہے۔

علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن المنذر شافعی کے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کا جواب

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ کلام اس شخص کا ہے جو احکام کی باریکیوں کو نہیں سمجھتا اور ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتا ہے، اور امام اعظم جو خیر القرون کے مرد عظیم ہیں ان پر جہالت سے اعتراض کرنے کی جرأت کرتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں جو قیاس کو ترک کر دیا ہے یعنی قیاس جلی کو ترک کر دیا ہے اور استحسان پر عمل کیا جو کہ قیاس خفی ہے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تمام قیاسات کو ترک کر دیا ہے اور ان کو باطل قرار دیا ہے اور استحسان قیاس کی ضد نہیں ہے بلکہ وہ بھی قیاس کی ایک قسم ہے، کیونکہ قیاس کی دو قسمیں ہیں: ایک قیاس جلی ہے اور دوسرا قیاس خفی ہے اور استحسان قیاس خفی ہے اور جس شخص کو اتنا بھی معلوم نہیں وہ کیسے امام ابوحنیفہ پر ناحق افتراء کرتا ہے اور جہالت سے ان پر اعتراض کرنے کی جرأت کرتا ہے اور اسی طرح علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ کے متعلق زبان درازی کی اور باطل کلام کے ساتھ یہ کہا کہ امام بخاری نے اس باب سے امام ابوحنیفہ پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں اشارہ کے ساتھ فیصلہ فرمایا ہے اور امام بخاری نے اس باب کی احادیث سے امام ابوحنیفہ پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے، پھر علامہ ابن بطال نے علامہ ابن المنذر کے کلام کو نقل کیا، پھر کہا: امام ابوحنیفہ کو اس استحسان پر کسی چیز نے برانگیختہ کیا کیونکہ امام ابوحنیفہ کو ان احادیث کا علم نہیں ہے جن سے مختلف احکام میں اشارہ کے تقاضا پر عمل کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۵-۴۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی اصل اور مکمل عبارت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: جب اشارہ کا مطلب سمجھ آجائے اور اس سے اشکال دور ہو جائے تو اس اشارہ کے مقتضاء پر عمل کیا جاتا ہے اور امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اس باب میں مختلف اشارات کے متعلق مختلف احادیث روایت کی ہیں جو اس بات پر شاہد ہیں کہ اشارہ کے مقتضاء پر عمل کرنا جائز ہے اور سب سے مؤکد اشارہ کے تقاضا پر عمل کے متعلق درج ذیل حدیث ہے:

امام مالک بن انس اصبحی المتوفی ۱۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

از ہلال بن اسامہ از عطاء بن یسار از عمر بن الحکم رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، سو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ایک باندی ہے جو میری بکریوں کو چراتی ہے، میں اس کے پاس گیا اور اس وقت بکریوں میں

Marfat.com

سے ایک بکری گم تھی، میں نے اپنی باندی سے اس بکری کے متعلق سوال کیا تو اس نے بتایا کہ اس بکری کو بھیڑیا کھا گیا ہے، سو مجھے اس پر بہت افسوس ہوا اور میں بھی بنو آدم میں سے ہوں، پس میں نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا اور مجھ پر ایک غلام کو آزاد کرنا تھا، کیا میں اس باندی کو آزاد کردوں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا: آسمان میں، آپ نے دریافت فرمایا: میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا کہ آپ رسول اللہ ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو آزاد کردو۔

اس کے بعد امام مالک بن انس نے دوسری حدیث روایت کی ہے:

از ابن شہاب از عبد اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک سیاہ فام باندی کو لے کر آیا، پس کہا: یا رسول اللہ! مجھ پر ایک مومن غلام کو آزاد کرنے کی نذر ہے، پس اگر آپ اس باندی کو مومنہ قرار دیں تو میں اس کو آزاد کردوں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باندی سے پوچھا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتی ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم گواہی دیتی ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین ہے، اس نے کہا: جی ہاں! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو آزاد کردو۔ (موطا امام مالک ج ۲ ص ۲۰۳-۲۰۴، رقم الحدیث: ۹، ۸، المکتبۃ التوفیقیہ، عراق)

(الموطاج ۲ ص ۲۹۲، رقم الحدیث: ۱۵۳۵، ۱۵۳۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

امام مالک ان روایات کے ساتھ منفرد ہیں۔

علامہ المہلب المالکی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کے سبب سے اس باندی کے اسلام سے متعلق فیصلہ فرمادیا اور یہ اشارہ کے حجت ہونے کی اصل ہے جس کی وجہ سے انسان کی جان اور اس کے مال کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے انسان جنت کا مستحق ہوتا ہے اور دوزخ سے نجات پاتا ہے اور آپ نے اس باندی کے ایمان کا فیصلہ فرمایا جس طرح کوئی شخص زبان سے توحید و رسالت کی گواہی دے تو اس کے ایمان اور اسلام کا فیصلہ کیا جاتا ہے، پس واجب ہے کہ اشارہ کے متعلق تمام دینی احکام میں عمل کیا جائے اور عامۃ الفقہاء کا یہی قول ہے۔ ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ گونگا جب اشارہ سے طلاق دے تو اس کی طلاق لازم ہوگی اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا کہ جو مرد بیمار ہو اور اس کی زبان میں خلل ہو تو وہ اس گونگے کی مثل ہے جو اشارہ سے رجوع کرتا ہے اور طلاق دیتا ہے اور جب گونگا ایسا اشارہ کرے جس کا مفہوم سمجھ آئے یا وہ لکھ دے تو اس کی دی ہوئی طلاق لازم ہوگی۔

اور ابوثور نے گونگے کے اشارہ کے متعلق کہا کہ جب اس کے اشارہ کا مطلب سمجھ آجائے تو اس کے تقاضا پر عمل کرنا جائز ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا اگر اس کے طلاق دینے اور نکاح کرنے اور اس کے خرید و فروخت کرنے میں اس کے اشارہ سے اس کا مطلب سمجھ میں آجائے اور یہ بات لوگوں کو معلوم ہے تو اس کے اشارہ کے مطابق عمل کرنا ہے اور اگر اس کے اشارہ کے مفہوم میں شک ہو تو پھر اس کے اشارہ کے مقتضاء پر عمل کرنا باطل ہے، اور یہ قیاس نہیں ہے بلکہ یہ استحسان ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان تمام صورتوں میں عمل کرنا باطل ہے، کیونکہ گونگا کلام نہیں کرسکتا اور اس کے اشارہ کا مفہوم متعین نہیں ہوتا۔

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا: پس امام ابوحنیفہ کا یہ زعم ہے کہ اس مسئلہ میں عاقیاس پر عمل کرنا

Marfat.com

باطل ہے اور ان کے اس قول میں ان کی طرف سے یہ اقرار ہے کہ انہوں نے باطل چیز پر حکم لگایا ہے کیونکہ ان کے نزدیک قیاس برحق ہے، پس جب انہوں نے قیاس کی ضد کے مطابق فیصلہ کیا جو کہ استحسان ہے تو انہوں نے حق کی ضد پر حکم لگایا اور انہوں نے اس مسئلہ میں استحسان کے قول کو غالب قرار دیا جو کہ قیاس کی ضد ہے، انہوں نے استحسان سے قیاس کو رد کر دیا ہے جو کہ ان کے نزدیک برحق ہے۔ (الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۲۸۶، دار الفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

علامہ ابن بطال مالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: اور میرا گمان یہ ہے کہ امام بخاری نے اس باب میں امام ابوحنیفہ کے رد کا ارادہ کیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں اشارہ کے مقتضاء پر عمل کیا اور اشارہ کے مقتضاء پر عمل کرنے کو اپنی امت پر مشروع قرار دیا ہے، اور معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز میں ایسا حکم دیں جو اس شریعت کے خلاف ہو جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو امین بنایا ہے اور قرآن مجید نے شہادت دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام احکام شرعیہ کی اپنی امت کو تبلیغ کر دی ہے اور دین کو آپ نے کامل کر دیا ہے اور امام ابوحنیفہ نے ان امور میں جو اشارہ کے مقتضاء پر عمل نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کو ان احادیث کا علم نہیں ہے جن سے مختلف دینی احکام میں اشارہ کے مقتضاء پر عمل کا جواز ثابت ہوتا ہے اور ان احادیث میں آپ نے اشارہ کو نطق کے قائم مقام قرار دیا ہے، سو جس مرد کے لئے کلام کرنا ممکن نہ ہو اس کے اشارہ کے مطابق عمل کرنا بطریق اولیٰ جائز اور موکد ہے کیونکہ اس کے اشارہ کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں ہے اور اس باب کی احادیث میں اس یہودی کا قصہ بھی ہے جس نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر توڑ دیا تھا اور اس کے زیورات اتار لئے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۰۳-۴۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی ذکر کردہ حدیث کی مصنف کی طرف سے تخریج اور تحقیق

میں کہتا ہوں: علامہ ابن بطال نے جس حدیث کی طرف اجمالاً اشارہ کیا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہشام بن زید بن انس اپنے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک لڑکی جس کے اوپر زیورات تھے وہ مدینہ میں نکلی تو ایک یہودی نے اس پر پتھر مارا، حضرت انس نے بتایا کہ اس لڑکی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور ابھی اس میں کچھ رمق حیات تھی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا تم کو فلاں نے قتل کیا ہے؟ تو اس لڑکی نے سر اٹھا کر نفی کی، پھر آپ نے سوال دہرایا کہ کیا تم کو فلاں نے قتل کیا ہے؟ تو اس نے سر اٹھا کر نفی کی، پھر آپ نے تیسری بار پوچھا کہ کیا تم کو فلاں نے قتل کیا ہے تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو بلایا اور اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر قتل کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۶۸۷۷)

امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی سے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ فلاں نے یہ کاروائی کی ہے حتیٰ کہ اس یہودی کے بارے میں پوچھا تو اس نے سر سے اشارہ کیا، پھر اس یہودی کو پکڑا گیا اور اس نے قتل کا اعتراف کر لیا، پھر اس یہودی کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۳، صحیح مسلم: ۱۶۷۲، سنن ترمذی: ۱۳۹۴، سنن نسائی: ۴۷۴۲، سنن ابو داؤد: ۴۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۵، مسند احمد:

Marfat.com

۱۲۵۹۴، سنن داری: ۲۳۵۵)

سو اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکی کے اشارہ کے مقتضاء پر عمل کر کے اس لڑکی کا قصاص لیا اور اس یہودی کے قتل کر دیا، سو اس سے واضح ہوا کہ احکام شرعیہ میں اشارہ کے مقتضی پر عمل کرنا جائز اور ثابت ہے۔

علامہ عینی کے جواب کا تتمہ

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ علامہ ابراہیم بن المنذر الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے جو کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو ان احادیث اور سنن کا علم نہیں تھا جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کے مقتضی پر عمل کو جائز قرار دیا ہے، سو یہ ان لوگوں کی سخت بے ادبی ہے اور جہالت ہے اور ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارے اصحاب احناف کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اشارہ کے مقتضی پر عمل کرنا جائز ہے، جیسا کہ ہم نے ان میں سے بعض پر تنبیہ کی ہے۔

ہمارے اصحاب احناف نے یہ تصریح کی ہے کہ گونگے کا اشارہ کرنا اور اس کا لکھنا اس کے بیان اور اس کی زبان کی مثل ہے، پس اس کے اشارہ اور لکھنے سے اس کے تمام احکام ثابت ہوں گے، حتیٰ کہ اشارہ سے اس کا نکاح کرنا، اس کا طلاق دینا، اس کا آزاد کرنا، اور اس کا خرید و فروخت کرنا تمام احکام شرعیہ ثابت ہیں، اس کے برخلاف جس مرد کی زبان میں خلل ہو یا سُقم ہو تو اس کا اشارہ غیر معتبر ہے کیونکہ اشارہ مراد کی خبر دیتا ہے مگر جب کسی مرد کا مرض طویل ہو جائے اور وہ معروف ہو جائے جیسے گونگا ہو تو اس کا حکم مختلف ہے، اور علامہ ابو محمد ظہیر الدین احمد بن ابی ثابت اسماعیل تمرتاشی الحنفی المتوفی ۶۰۰ھ نے امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب کسی شخص کی زبان کی بیماری اس کی موت تک دائم رہے تو اشارہ سے اس کا اقرار جائز ہے اور اس کا اشارہ سے گواہی دینا بھی جائز ہے اور ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور المحیط میں مذکور ہے کہ اگر ایک مرد نے اپنے ہاتھ سے ایک عورت کی طرف اشارہ کیا اور کہا زینب تجھے طلاق ہے اور وہ عورت زینب نہیں عمرہ تھی تو عمرہ کو طلاق دے دی جائے گی کیونکہ اس نے اشارہ بھی کیا اور نام بھی لیا، کیونکہ اعتبار اشارہ کا ہوتا ہے نام کا نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۵-۴۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ پہلی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو کے سبب سے عذاب نہیں دے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۰۴)

اس تعلیق کی باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں آپ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اشارہ بھی نطق کے قائم مقام ہے، اس حدیث کی امام بخاری نے کتاب الجنائز کے اندر اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کی تعلیق مذکور میں مفصل حدیث

میں کہتا ہوں: علامہ عینی حنفی نے جس مکمل حدیث کا اجمالاً ذکر کیا ہے اس حدیث کی مکمل تفصیل درج ذیل ہے:

Marfat.com

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ متوفی ۱۵ھ بیمار ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ متوفی ۳۱ھ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ متوفی ۵۴ھ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ بھی تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس داخل ہوئے تو ان کو ان کے گھر میں بے ہوشی کے عالم میں پایا۔ آپ نے پوچھا: کیا یہ فوت ہو گئے، گھر والوں نے کہا: نہیں یارسول اللہ! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم روئے تو جب لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے، آپ نے فرمایا: کیا تم سن نہیں رہے بے شک اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو کی وجہ سے عذاب نہیں دے گا اور نہ دل کے غم کی وجہ سے عذاب دے گا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے عذاب دے گا، آپ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا یا رحم فرمائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۳۰۴، صحیح مسلم: ۹۲۴، الرقم المسلسل: ۲۰۲۱)

امام بخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ متوفی ۵۰ھ کی طرف اسناد ہے کہ ان کا حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ متوفی ۷۱ھ کے اوپر قرض تھا، پس ان کی حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، سو وہ دونوں باتیں کرنے لگے حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہونے لگیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے، پس فرمایا: اے کعب! اور اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا: گویا کہ آپ نے اشارہ فرمایا: النصف، تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی رقم میں سے نصف لے لی اور نصف چھوڑ دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تعلیق مذکور کی حدیث کی مزید تفصیل اور مکمل تخریج

میں کہتا ہوں: امام بخاری نے اس حدیث کی اوائلِ صحیح بخاری میں بھی روایت کی ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب بن مالک نے حضرت ابن ابی حدرد سے اپنے قرض کا تقاضا کیا جو ان کے ذمہ تھا اور وہ تقاضا مسجد میں کیا حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آوازوں کو اپنے گھر میں سنا، آپ ان دونوں کی طرف نکلے حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا، آپ نے فرمایا: اے کعب! انہوں نے کہا: لبیک یارسول اللہ! تم اپنے اس قرض سے کم کرلو اور ان کی طرف اشارہ کیا یعنی نصف، حضرت کعب نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کر دیا، آپ نے ابن ابی حدرد سے کہا کہ تم اٹھو، پس اس قرض کو ادا کردو۔

(صحیح البخاری: ۴۵۷، صحیح مسلم: ۱۵۵۸، سنن نسائی: ۵۴۰۸، سنن ابوداؤد: ۳۵۹۵، سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۹، مسند احمد: ۱۵۳۶۴، سنن دارمی: ۲۵۸۷)

امام بخاری کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما متوفاۃ ۷۳ھ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھائی تو میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ سے کہا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ اور اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی

تھیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر سے سورج کی طرف اشارہ کیا، میں نے پوچھا: کیا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی نشانی ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں۔ (صحیح البخاری: ۸۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ تعلیق پوری سند کے ساتھ الکسوف میں گزر چکی ہے اور وہ باب ہے: عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز کسوف پڑھنا اور اس میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی جب سورج کو گرہن لگا ہوا تھا اور اس وقت لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا؟ تو حضرت عائشہ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: کیا یہ کوئی نشانی ہے؟ حضرت عائشہ نے اشارہ کیا: ہاں! (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس تعلیق میں مذکور حدیث کی مکمل تفصیل اور تخریج

میں کہتا ہوں: علامہ عینی حنفی نے اس حدیث کی مکمل تفصیل کے ساتھ روایت نہیں کی، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی وہ نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا؟ تو انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا، پس اس وقت لوگ نماز کے قیام میں تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: کیا یہ کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے اپنے سر سے اشارہ کیا: ہاں! پھر میں بھی کھڑی ہوگئی اور مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی تو میں اپنے سر کے اوپر پانی ڈال رہی تھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کی، پھر آپ نے فرمایا: میں نے جس چیز کو بھی پہلے نہیں دیکھا تھا، اس چیز کو اب میں نے اس جگہ دیکھ لیا ہے، حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا ہے، پھر میری طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قبروں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی اور وہ آزمائش المسیح الدجال کے فتنہ کی مثل ہوگی، پوچھا جائے گا کہ اس مرد کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ پس مومن یا موقن کہے گا: یہ (سیدنا) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہ ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لے کر آئے، سو ہم نے ان کو لبیک کہا اور ہم نے ان کی اتباع کی اور تین مرتبہ کہا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، تو اس قبر والے سے کہا جائے گا: تم چین سے سو جاؤ بے شک ہمیں معلوم تھا کہ تم ان پر ایمان رکھنے والے ہو اور رہا منافق تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا، لوگ کچھ کہتے تھے، سو میں نے بھی کہہ دیا۔

(صحیح البخاری: ۸۶، ۱۸۴، ۹۲۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۶۱، ۱۲۳۵، ۱۳۷۳، ۲۵۱۹، ۲۵۲۰، ۷۲۸۷، صحیح مسلم: ۹۰۵، سنن نسائی: ۲۰۶۲، مسند احمد: ۲۶۳۸۵، موطا امام مالک: ۴۴۷)

امام بخاری کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں مذکور ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ متوفی ۹۱ھ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ متوفی ۱۳ھ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ (مصلیٰ پر) آگے بڑھیں۔ (صحیح البخاری: ۶۸۱)

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں:

Marfat.com

یہ تعلیق کتاب الصلوٰۃ کے اس باب میں گزر چکی ہے "باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ"، اس میں مذکور ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک گھر سے باہر نہیں نکلے اور نماز قائم کی گئی اور اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ آگے بڑھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے اس حدیث کی پوری تفصیل اور تخریج نہیں کی، اس حدیث کی پوری تفصیل اور تخریج درج ذیل ہے:

امام بخاری کی چوتھی تعلیق میں مذکور حدیث کی مکمل تفصیل اور تخریج

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ سے روایت کرتے ہیں:

انہوں نے بتایا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع، آپ کے خادم اور آپ کے صحابی تھے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو ان ایام میں نماز پڑھاتے تھے جن ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو درد تھا اور آپ بیمار تھے اور اس بیماری میں آپ کی وفات ہوگئی حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور مسلمان صفیں باندھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا، اس وقت آپ ہماری طرف دیکھ رہے تھے اور آپ کھڑے ہوئے تھے اور آپ کا چہرہ مبارک قرآن کے ورق کی طرح تھا، پھر آپ ہنستے ہوئے مسکرائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے سے ہمیں اس قدر خوشی ہوئی کہ ہم نے ارادہ کیا کہ ہم مارے خوشی کے نماز توڑ ڈالیں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گئے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صف میں مل جائیں، انہوں نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لئے باہر تشریف لائیں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز پوری پڑھ لو اور آپ نے حجرہ کا پردہ لٹکا دیا، پھر اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۶۸۰، ۶۸۱، ۷۵۴، ۱۲۰۵، ۴۴۴۸، صحیح مسلم: ۴۱۹، سنن نسائی: ۱۸۳۱، سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۴، مسند احمد: ۲۶۱۶)

اس کے بعد امام بخاری نے دوسری روایت کی ہے جو حسب ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے تین دن تک گھر سے باہر تشریف نہیں لائے، سو نماز قائم کی گئی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مصلی پر آگے بڑھ کر نماز پڑھانے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور ظاہر ہوا تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے زیادہ حسین منظر اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ لٹکا دیا، پھر آپ نماز پڑھانے پر قادر نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ (صحیح البخاری: ۶۸۱)

امام بخاری کی پانچویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی حنفی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۸۴)

کتاب الحج میں یہ تعلیق پوری سند کے ساتھ گزر چکی ہے۔

Marfat.com

علامہ علاؤ الدین مغلطائی بن قلیج بن عبد اللہ الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ کی التلویح علی البخاری میں یہ حدیث مذکور ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ حدیث اس عبارت کے ساتھ کتاب العلم میں گزر چکی ہے ''باب الفتیا باشارۃ الید والراس'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے متعلق سوال کیا گیا تو سائل نے کہا کہ میں نے رمی کرنے سے پہلے قربانی کر لی تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی تفصیل اور تخریج درج ذیل ہے:

پانچویں تعلیق میں مذکور حدیث کی تفصیل اور تخریج

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے اپنے حج کے متعلق سوال کیا، اس نے کہا: میں نے رمی کرنے سے پہلے قربانی کر لی تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا یعنی کوئی حرج نہیں، ایک اور شخص نے پوچھا کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے حلق کر لیا یعنی سر مونڈ لیا، تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

(صحیح البخاری: ۸۴، ۱۷۲۱، ۱۷۲۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۲، ۶۶۶۶، صحیح مسلم: ۱۳۰۷، سنن نسائی: ۲۰۶۷، سنن ابوداؤد: ۱۹۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۰، مسند احمد: ۱۶۸۰)

امام بخاری کی چھٹی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اور حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۵۴ھ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مُحرم کے شکار کے متعلق پوچھا: کیا تم میں سے کسی نے ان کے حکم سے شکار پر حملہ کیا تھا یا شکار کی طرف اشارہ کیا تھا؟ صحابہ نے کہا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: سو تم اس کو کھاؤ۔
(صحیح البخاری: ۱۸۲۴)

یہ تعلیق بھی کتاب الحج کے اس باب میں گزر چکی ہے ''لا یشیر المحرم الی الصید'' حضرت عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے کے لئے نکلے الحدیث۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نے ایک جنگلی گدھا دیکھا، اس پر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا یہاں تک کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم اس کا باقی گوشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے تو آپ نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی نے ان کو حکم دیا تھا کہ اس جنگلی گدھے پر حملہ کرو یا کسی نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں تو آپ نے فرمایا: تم اس کا گوشت کھاؤ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی تفصیل اور تخریج حسب ذیل ہے:

چھٹی تعلیق میں مذکور حدیث کی تفصیل اور تخریج

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن ابی قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۵۴ھ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے گئے، صحابہ بھی آپ کے ساتھ تھے،

Marfat.com

پھر صحابہ میں سے ایک جماعت دوسری طرف نکل گئی اور ان میں حضرت ابوقتادہ بھی تھے، حضرت ابوقتادہ نے کہا کہ ساحلِ سمندر کی طرف چلو حتیٰ کہ ہم کو کوئی شکار ملے، پس وہ ساحل سمندر کی طرف گئے، جب واپس لوٹے تو حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے سوا سب نے احرام باندھا ہوا تھا، حضرت ابوقتادہ انصاری مُحرم نہیں تھے، پس جس اثناء میں وہ جا رہے تھے تو انہوں نے اچانک ایک جنگلی گدھی دیکھی، حضرت ابوقتادہ نے اس جنگلی گدھی پر حملہ کیا پھر اس کا گوشت کاٹا، پھر ہمارے پاس وہ گوشت لے کر آئے، ہم نے ایک جگہ قیام کیا اور اس گوشت کو کھایا اور صحابہ نے کہا کیا ہم شکار کا گوشت کھا رہے ہیں، حالانکہ ہم سب احرام باندھے ہوئے ہیں؟ تو ہم نے اس جنگلی گدھے کے باقی گوشت کو اٹھایا، جب صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم سب مُحرم تھے اور حضرت ابوقتادہ نے احرام باندھا ہوا نہیں تھا، پس ہم نے ایک جنگلی گدھی کو دیکھا تو حضرت ابوقتادہ نے اس جنگلی گدھی پر حملہ کیا اور اس کا گوشت کاٹا، پھر ہم نے ایک جگہ قیام کر کے اس کا گوشت کھایا، پھر ہم نے کہا کہ ہم شکار کا گوشت کھا رہے ہیں، حالانکہ ہم مُحرم ہیں، پھر ہم اس کا باقی گوشت اٹھا کر آپ کے پاس لائے تو آپ نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی ایک نے ابوقتادہ کو جنگلی گدھی پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا، صحابہ نے کہا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: پھر تم اس کا باقی ماندہ گوشت کھالو۔ (صحیح البخاری: ۱۸۲۴، صحیح مسلم: ۱۱۹۶)

۵۲۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُوعَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَافَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى بَعِيرِهِ وَكَانَ كُلَّمَا أَتٰى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ وَكَبَّرَ وَقَالَتْ زَيْنَبُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فُتِحَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَعَقَدَ تِسْعِينَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر عبد الملک بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی، از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا اور آپ جب بھی رکن یعنی حجر اسود کے پاس سے گزرتے تو اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر پڑھتے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج کی سد (یعنی ان کی رکاوٹ) سے اتنی اور اتنی کھل گئی اور آپ نے نوے (۹۰) کا عقد بنایا۔

یہ حدیث صحیح البخاری ۱۶۰۷ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی شرح از علامہ عینی، بعض رجال بخاری پر تبصرہ اور تعارف

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے کتاب الحج کے درج ذیل باب میں گزر چکی ہے:

"باب من اشار الی الرکن اذا اتی علیہ"

اس حدیث کی سند میں ابوعامر عبد الملک العقدی اور ابراہیم کا ذکر ہے، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ نے کہا کہ یہ ابن طہمان ہیں اور حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی شافعی متوفی ۷۴۲ ھ نے بھی اس کی توثیق کی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ

Marfat.com

یہ ابو اسحاق الفزاری ہیں۔

اور رہیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو وہ حضرت زینب بنت جحش ام المومنین رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۲۰ ھ ہیں، اور ان کی حدیث موصول احادیث الانبیاء علیہم السلام کے باب علامات النبوۃ میں گزر چکی ہے، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن گھبرائے ہوئے داخل ہوئے اور آپ پڑھ رہے تھے: لا الٰہ الا اللہ اور فرما رہے تھے: عرب کے لئے اس شر سے حفاظت ہو جو قریب آپہنچا ہے، آج یاجوج اور ماجوج کی سد یعنی رکاوٹ سے اتنی کھل گئی اور آپ نے اپنی انگلی اور اس کے قریب والی انگلی سے حلقہ بنایا۔ الحدیث

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اشارہ نہیں ہے اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ عقد بنانا بھی اشارہ کی ایک قسم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی تفصیل اور تخریج حسب ذیل ہے:

حدیث مذکور کی تفصیل اور تخریج

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۲۰ ھ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن گھبرائے ہوئے آئے اور آپ پڑھ رہے تھے ”لا الٰہ الا اللہ“ اور عرب کے لئے ہلاکت ہو اس شر سے جو قریب آپہنچا ہے، آج کے دن یاجوج اور ماجوج کی سد اتنی کھول دی گئی ہے اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور اس کے قریب والی انگلی سے حلقہ بنایا، پس حضرت زینب بنت جحش ام المومنین نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک کر دیئے جائیں گے جب کہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں جب کہ ان میں بدکار لوگ زیادہ ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۶، ۳۵۹۸، ۷۰۵۹، ۷۱۳۵، صحیح مسلم: ۲۸۸۰، سنن ترمذی: ۲۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۳، مسند احمد: ۲۶۸۷۰)

۵۲۹۴ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْجُمُعَةِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُصَلِّي فَسَأَلَ اللهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ وَقَالَ بِيَدِهِ وَوَضَعَ أُنْمُلَتَهُ عَلَى بَطْنِ الْوُسْطَى وَالْخِنْصِرِ قُلْنَا يُزَهِّدُهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مُسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلمہ بن علقمہ نے حدیث بیان کی، از محمد بن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہوتی ہے جس ساعت میں کوئی مسلمان بندہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہو پھر وہ اللہ تعالیٰ سے کسی خیر کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے وہ خیر عطا فرماتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اپنے ہاتھ کی پور کو درمیانی انگلی اور چھنگلی پر رکھا، ہم نے کہا کہ آپ اس ساعت کی کمی کو بیان فرما رہے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۹۳۵، ۵۲۹۴، ۶۴۰۰، صحیح مسلم: ۸۵۲، سنن ترمذی: ۴۹۱، سنن نسائی: ۱۴۳۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۴۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۷، مسند احمد:

Marfat.com

۹۹۲۹، موطا امام مالک: ۲۴۲، سنن دارمی: ۱۵۶۹)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انگلی کے پور کے اشارہ سے ساعت جمعہ کی کم مقدار کو بیان فرمانا

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''قال بیدہ'' اس کا معنی ہے: آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور حدیث کے اس جُملہ سے اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ہوتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنی پور درمیانی انگلی پر رکھی، اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ ساعت دن کے وسط میں ہوتی ہے اور اپنی پور چھنگلی پر رکھی اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ ساعت دن کے آخری حصہ میں ہوتی ہے۔

یہ حدیث کتاب الجمعہ کے باب ''الساعة التی فی یوم الجمعة'' میں گزر چکی ہے۔

ساعتِ جمعہ کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

ساعت جمعہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس کو لیلۃ القدر کی طرح مخفی رکھا گیا ہے اور اس کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کو تلاش کرنے کے لئے محنت اور جدوجہد کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔ ساعت جمعہ کے متعلق چالیس (۴۰) اقوال ہیں: ابوجعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری المتوفی ۶۹۴ھ نے کہا ہے کہ ان میں سے سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابوموسیٰ الاشعری عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ متوفی ۵۲ھ کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ساعت امام کے بیٹھنے سے لے کر اختتامِ نماز تک ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۵۳، الرقم المسلسل: ۱۹۴۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۴۹)

ان احادیث میں سب سے زیادہ مشہور حدیث حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ متوفی ۴۳ھ کی ہے جو کہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم کتاب اللہ (تورات) میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک ساعت ہے کہ جو بندۂ مومن اس ساعت میں نماز پڑھے اور اس ساعت میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے، حضرت عبداللہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اشارہ سے بتایا کہ وہ ساعت بہت کم ہے، میں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، میں نے پوچھا: وہ کون سی ساعت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ دن کی آخری ساعت ہے، میں نے عرض کیا: وہ نماز کا وقت تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! بے شک جب بندہ مومن نماز پڑھتا ہے، پھر بیٹھ جاتا ہے اور پھر وہ نماز ہی کے انتظار میں ہوتا ہے تو اس کا شمار نماز میں ہی ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۹، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں)

۵۲۹۵۔ وَقَالَ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ شُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ عَدَا يَهُودِيٌّ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى جَارِيَةٍ فَأَخَذَ أَوْضَاحًا كَانَتْ عَلَيْهَا وَرَضَخَ رَأْسَهَا فَأَتَى بِهَا أَهْلُهَا رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَهِيَ فِي

اور الاویسی نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از شعبہ بن الحجاج از ہشام بن زید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک یہودی نے ایک لڑکی پر حملہ کر کے اس کے ان زیورات کو اتار لیا جو اس لڑکی کے اوپر تھے اور اس کا سر پتھر سے کچل دیا، اس لڑکی کے گھر والے

Marfat.com

آخِرِ رَمَقٍ وَقَدْ أُصْمِتَتْ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ قَتَلَكِ فُلَانٌ لِغَيْرِ الَّذِي قَتَلَهَا فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا قَالَ فَقَالَ لِرَجُلٍ آخَرَ غَيْرِ الَّذِي قَتَلَهَا فَأَشَارَتْ أَنْ لَا فَقَالَ فَفُلَانٌ لِقَاتِلِهَا فَأَشَارَتْ أَنْ نَعَمْ فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَرُضِخَ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ۔

اس لڑکی کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اس وقت اس لڑکی میں آخری رمقِ حیات تھی اور وہ خاموش تھی، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: تم کو کس نے قتل کیا ہے؟ فلاں نے؟ آپ نے اس کا نام لیا جس نے اس کو قتل نہیں کیا تھا، تو لڑکی نے سر کے اشارہ سے کہا: نہیں، حضرت انس نے بتایا کہ آپ نے پھر کسی اور مرد کا نام لیا جس نے اسے قتل نہیں کیا تھا تو لڑکی نے سر کے اشارہ سے کہا: نہیں، پھر آپ نے فرمایا: کیا فلاں شخص نے؟ اور وہی شخص اس کو قتل کرنے والا تھا، تو لڑکی نے سر کے اشارہ سے کہا: جی ہاں! تب رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلوایا اور اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۳، ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۷، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۶۷۲، سنن ترمذی: ۱۳۹۴، سنن نسائی: ۴۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۵، مسند احمد: ۲۵۹۴، سنن دارمی: ۲۳۵۵)

حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اور الاویسی کا تعارف

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ اس لڑکی نے اشارہ سے اپنے قاتل کی نشاندہی کی، اس حدیث کی سند میں الاویسی کا ذکر ہے۔ ان کا نام عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ بن عمرو بن اویس العامر المدینی ہے، یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں، کتاب العلم میں ان کی روایت گزر چکی ہے۔ ان کو اویسی جو کہا جاتا ہے یہ ان کے اجداد میں سے کسی ایک جد کی طرف نسبت ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: "عدا یھودی" اس کا معنی ہے کہ یہودی نے تعدی اور تجاوز کیا اور اس سے مراد ہے کہ اس نے لڑکی پر حملہ کیا۔

فاخذ اوضاحا: اوضاح وَضَح کی جمع ہے اور یہ زیور کی قسم ہے جو چاندی سے بنایا جاتا ہے اور اس کی سفیدی اور اس کی چمک کی وجہ سے اس کو وَضَح کہا جاتا ہے یعنی بہت واضح۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے کہ "الاوضاح" یہ وہ زیور ہیں جو دراہم صحیحہ سے بنائے جاتے ہیں، ان کی سفیدی اور صفائی کی وجہ سے ان کو وضوح کہا جاتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایام البیض (۱۳، ۱۴، ۱۵) کے روزوں کو "صیام الاواضح" فرمایا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے: "صوموا من وضح الی وضح" (المعجم الطبرانی ج۱ ص۱۵۷، الصحیحہ للالبانی ج۸ ص۱۹۱) یعنی ایک ضوح سے دوسری ضوح تک روزہ رکھو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک ہلال سے دوسرے ہلال تک روزہ رکھو اور یہ

Marfat.com

زیادہ واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں اوضاح کا لفظ ہے: جب تم پر چاند مشتبہ ہو جائے تو تیس (۳۰) دن کی گنتی پوری کرو۔

اور اسی لفظ سے یہ حدیث ماخوذ ہے: ''غیروا الوضح''، یعنی سفید بالوں کو متغیر کرو یعنی ان کو رنگو۔

(میں کہتا ہوں: علامہ عینی حنفی نے لفظ وَضَح سے متعلق جو احادیث ذکر کی ہیں یہ سب علامہ المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ کی کتاب ''النهاية في غريب الحديث والاثر'' ج ۵ ص ۱۷۰، میں مذکور ہیں)۔

ورَضَح: رَضَخ کے معنی ہیں کسی چیز کو توڑنا اور کوٹنا اور یہ سر کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

فی آخر رمق: یعنی اس میں بقیہ روح تھی۔

وَقَد اُصمِتت: یعنی جب کسی کی زبان میں گرہ پڑ جائے اور وہ بولنے سے عاجز ہو۔

حدیث مذکور کی روایت کے مختلف الفاظ

اس حدیث کے الفاظ مختلف ہیں، بعض احادیث میں ''رض راسه بين حجرين'' کے الفاظ ہیں یعنی اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر پھاڑ دیا گیا، یہ صحیح مسلم: ۱۶۷۲ میں ہے۔

اور سنن ابوداؤد: ۴۵۲۷ میں مذکور ہے کہ ایک یہودی نے انصار کی ایک لڑکی کو قتل کر دیا جس پر زیورات تھے، پھر اس لڑکی کو کنوئیں میں ڈال دیا اور اس کا سر پتھروں سے کچل دیا، پھر اس یہودی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ اس یہودی کو پتھروں سے رجم کیا جائے حتیٰ کہ وہ مر جائے، سو اس کو رجم یعنی سنگسار کیا گیا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

حدیث مذکور سے ائمہ ثلاثہ کا استدلال کہ جس کیفیت سے قاتل نے کسی کو قتل کیا ہے اسی کیفیت سے اس سے قصاص لیا جائے گا

اس حدیث سے عمر بن عبد العزیز متوفی ۱۰۱ھ اور قتادہ متوفی ۱۱۷ھ اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ، ابن سیرین اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد متوفی ۲۴۱ھ اور علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ اور علامہ ابراہیم بن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ اور غیر مقلدین کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ قاتل نے مقتول کو جس کیفیت سے قتل کیا ہو قصاص میں قاتل کو اسی کیفیت سے قتل کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ کا موقف کہ قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا اور اس کے ثبوت میں احادیث

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کا مذہب یہ ہے کہ جس مرد پر قصاص واجب ہے، اس کا قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا قود الا بالسيف'' یعنی قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۷)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا قود الا بالسيف'' یعنی قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۸)

اگرچہ ان حدیثوں کی سند میں جعفر الجعفی اور مبارک بن الفضالہ پر جرح کی گئی ہے لیکن چونکہ یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے اس لیے یہ حسن لغیرہ ہے، اس لئے اس سے استدلال صحیح ہے، علاوہ ازیں اس حدیث سے متعدد اہل علم نے استدلال کیا ہے اور اہل علم کے استدلال سے بھی حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے علاوہ دوسرے فقہاء کا حدیث ''لاقود الا بالسیف'' سے استدلال

عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ، ابراہیم النخعی المتوفی ۹۶ھ، حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ وغیرہم کا یہ مذہب ہے کہ جس پر قصاص واجب ہو اس کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا۔

شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ یہ ابو سلیمان کا قول ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا قود الا بالسیف'' یعنی قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا، یہ حدیث پانچ (۵) صحابہ سے مروی ہے: (۱) حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ متوفی ۵۱ھ، (۲) حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما متوفی ۶۴ھ (۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ (۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ (۵) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ۔

حدیث ''لاقود الا بالسیف'' کی تخریج اور تحقیق

رہی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس کو امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ نے از الحسن از ابوبکرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے: آپ نے فرمایا: ''لاقود الا بالسیف''۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۸، دار الفکر بیروت، سنن دار قطنی: ۳۱۳۵، ج ۱۰ ص ۳۲، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

رہی حدیث حضرت النعمان بن بشیر کی تو کی بھی امام ابن ماجہ نے از جعفر الجعفی از ابی عازب از حضرت النعمان بن بشیر روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لاقود الا بالسیف''۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۱، دار الفکر بیروت، سنن دار قطنی: ۳۱۳۶، ج ۱۰ ص ۳۲، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۲ھ)

رہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس کی امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہے: از ابراہیم از علقمہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لاقود الا بالسیف''۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۰۴۴، ج ۱۰ ص ۸۹، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۶ھ، مجمع الزوائد، ج ۶ ص ۲۹۱، سنن بیہقی ج ۸ ص ۶۳)

رہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس کی امام علی بن عمر الدار قطنی المتوفی ۳۸۵ھ نے از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لاقود الا بالسیف''۔

(سنن دار قطنی: ۳۰۷۳، ج ۳ ص ۱۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۲ھ، سنن بیہقی ج ۸ ص ۶۳، العلل المتناہیہ ج ۲ ص ۷۹۲، الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۲۳۲)

رہی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس کی بھی امام الدار قطنی المتوفی ۳۸۵ھ نے از ابی اسحاق از عاصم بن ضمرہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا قود الا بحدیدۃ'' یعنی لوہے کے ہتھیار کے بغیر قصاص نہیں لیا جائے

گا۔ (سنن دارقطنی: ۳۰۷۴، ج ۳ ص ۱۱، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۲ھ، سنن بیہقی ج ۸ ص ۶۳)

نیز امام دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ نے از ابراہیم از علقمہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا قود الا بسلاح'' کہ قصاص صرف لوہے کے ہتھیار سے لیا جائے گا۔

(سنن دارقطنی: ۳۰۷۶، ج ۳ ص ۱۱، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۲ھ، المعجم الکبیر: ۱۰۰۴۴، ج ۱۰ ص ۱۰۹، سنن بیہقی ج ۸ ص ۶۳، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۴، التلخیص الحبیر للحافظ ابن حجر ج ۴ ص ۳۸-۳۹)

امام ابوحنیفہ کی مستدل بہا روایات پر فقہاء شافعیہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات

امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار الشافعی التوفی ۲۹۲ھ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث کی حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ نے مُرسلاً روایت کی ہے۔ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں: اس حدیث کی متابعت الولید بن صالح بن محمد الایلی نے از مبارک بن فضالہ از الحسن از ابوبکرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی التوفی ۸۰۷ھ نے امام بزار کی سند سے از جابر از ابی عازب از النعمان بن بشیر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: ''لاقود الا بالسیف'' حافظ الہیثمی نے کہا کہ امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ ''لاقود الا بالسیف فقط'' امام البزار شافعی متوفی ۲۹۲ھ نے کہا ہے کہ ہمارے علم کے مطابق اس حدیث کی روایت صرف النعمان سے ہے اور ان سے اس کی روایت ابو عازب نے کی ہے اور ان سے اس کی روایت صرف جابر نے کی ہے۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۲۰۵، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۴ھ، سعیدی غفرلہ)

امام عبداللہ بن عدی الجرجانی الشافعی التوفی ۳۶۵ھ نے الکامل فی ضعفاء الرجال میں اس حدیث کی روایت کی ہے، اور اس کو الولید کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ الولید کی احادیث غیر محفوظ ہیں۔

اور امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی التوفی ۴۵۸ھ نے کہا ہے کہ المبارک بن فضالہ کی احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا، علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ المبارک بن فضالہ کی احادیث کی امام ابوحاتم محمد بن حبان شافعی متوفی ۳۵۴ھ نے اپنی صحیح میں روایات کی ہیں اور امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے المستدرک میں ان کی روایات کی ہیں اور ان کی توثیق کی ہے۔

میں کہتا ہوں: امام عبداللہ بن علی بن جرجانی التوفی ۳۶۵ھ نے اپنی سند کے ساتھ از الزہری از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لاقود الا بالسیف''۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۴ ص ۲۳۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۳۵۴)

نیز امام عبداللہ بن علی بن جرجانی التوفی ۳۶۵ھ نے اپنی سند کے ساتھ از ابراہیم از علقمہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لاقود الا بالسیف''۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۷ ص ۱۰۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ، سعیدی غفرلہ)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

جس حدیث کو امام بزار شافعی متوفی ۲۹۲ھ نے مرسل قرار دیا ہے اس کی امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اپنی سند میں مرسلاً

Marfat.com

روایت کی ہے از ہشیم از اشعث از عبد الملک از حسن بصری از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: ''لا قود الا بحدیدۃ''۔

(میں کہتا ہوں: ہمارے پاس مسند احمد بن حنبل کے جو دستیاب نسخے ہیں، مثلاً موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۲۰ھ، عالم الکتب بیروت، ۱۴۱۹ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۹ھ اور مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ، ان میں یہ حدیث درج نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کے پاس مسند احمد کا کوئی ایسا نسخہ ہو جس میں یہ حدیث مندرج ہو، واللہ اعلم بالصواب۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اسی طرح اس حدیث میں امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اس سند کے ساتھ روایت کی ہے: عیسیٰ بن یونس از اشعث وعمرو از الحسن البصری از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: ''لا قود الا بالسیف''۔

(میں کہتا ہوں: یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۲۹۵ مجلس علمی بیروت، ۱۴۲۷ھ اور ج ۹ ص ۳۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ میں موجود ہے)

نیز یہ حدیث از ابو الاحوص مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۳۱۱، اور از وکیع: مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۲۵۴، میں مذکور ہے اور یہ دونوں حدیثیں از سفیان از جعفر الجعفی از ابی عازب از حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما مروی ہیں، مجلس علمی بیروت، ۱۴۲۷ھ، سعیدی غفرلہ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث از جعفر الجعفی ضعیف ہے، علامہ عبد الرحمن بن الجوزی التوفی ۵۹۷ھ نے کہا ہے کہ اس کے ضعف پر اتفاق ہے، یہ علامہ محمد بن بہادر الزرکشی التوفی ۷۹۴ھ صاحب التنقیح کا قول ہے، علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ صاحب التنقیح پر تعجب ہے کیونکہ انہوں نے اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ پر لکھا ہے کہ جعفر الجعفی کی الثوری اور شعبہ نے توثیق کی ہے اور تمہارے لئے ان کی توثیق کافی ہے، پس صاحب تنقیح نے یہ قول بھی کہا اور پھر یہ بھی نقل کیا کہ جعفر الجعفی کے ضعف پر اتفاق ہے اور یہ واضح تناقض ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ابو عازب کا نام مسلم بن عمرو ہے، اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں عبد الکریم بن ابی المخارق ہے اور وہ ضعیف راوی ہے تو میں کہوں گا کہ ان کی حدیث دیگر راویوں سے تقویت پا گئی ہے۔

پس اگر تم اعتراض کرو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کی سند میں معلی بن ہلال ہے اور وہ بھی متروک راوی ہے، تو میں کہوں گا کہ متروک کا لفظ کبھی مقبول کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی اس سے سقوط کیا جاتا ہے کیونکہ مقصود اس کے بغیر بھی حاصل ہوجاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان احادیث میں بعض سندیں دوسری احادیث کے لئے شاہد ہیں اور ان احادیث کا کم سے کم احوال یہ ہے کہ وہ حسن لغیرہ ہیں، لہٰذا ان احادیث سے استدلال صحیح ہے۔

علامہ کرمانی اور علامہ ابن ملقن کے تعصب پر علامہ عینی کا رد

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی التوفی ۷۸۶ھ پر تعجب ہے کہ انہوں نے کہا کہ امام بخاری کے اس باب کی حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ قصاص بالمثل لینا جائز ہے اور اس میں فقہاء احناف کا اختلاف ہے، پس علامہ کرمانی نے یہ کیوں نہیں کہا کہ جن احادیث میں ''لا قود الا بالسیف'' مذکور ہے ان کی فقہاء شافعیہ نے مخالفت کی ہے اور اس سے بھی زیادہ تعجب علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ صاحب التوضیح پر ہے کیونکہ انہوں نے کہا: یہ حدیث امام ابو حنیفہ پر حجت ہے جو کہتے ہیں کہ صرف تلوار سے قصاص لیا جائے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۴۲۰، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

علامہ ابن الملقن شافعی نے صرف امام ابوحنیفہ پر طعن کیا ہے حالانکہ امام ابوحنیفہ اپنے اس قول میں منفرد نہیں ہیں کہ قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا بلکہ فقہاء کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے، جیسے عامر بن شراحیل الشعبی متوفی ۱۰۳ھ، الحسن البصری المتوفی ۱۱۰ھ، ابراہیم النخعی المتوفی ۹۶ھ اور سفیان الثوری المتوفی ۱۶۱ھ ہیں اور یہ وہ ائمہ ہیں جو امور دین کے ستون ہیں لیکن علماء شافعیہ نے امام ابوحنیفہ کے خلاف تعصب کی وجہ سے ''لاقود الا بالسیف'' پر عمل کرنے میں صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تخصیص کی ہے۔

صحیح البخاری کے باب مذکور کی حدیث سے ائمہ ثلاثہ کے قصاص بالمثل پر استدلال کے فقہاء احناف کی طرف سے جوابات

فقہاء احناف نے صحیح البخاری: ۵۲۹۵، کے متعدد جوابات دیئے ہیں، اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب ایک یہودی نے ایک لڑکی کا پتھر سے سر کچل کر اس کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ اس یہودی کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ قصاص بالمثل ہونا چاہئے، سو اس حدیث کے درج ذیل جوابات ہیں:

(۱) یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے جب قاتل کو صرف مقتول کے قول سے قتل کر دیا جاتا تھا اور جس طرح اس نے قتل کیا تھا اسی طرح قاتل کو قتل کیا جاتا تھا اور نہ صرف مقتول کا قول قصاص کے لئے کافی نہیں ہے، جب تک کہ دو مسلمان مرد اس پر گواہی نہ دیں کہ اس قاتل نے اس مقتول کو قتل کیا ہے اور ائمہ ثلاثہ بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کیونکہ مقتول کا قول تو صرف اس کا دعویٰ ہے، اور کوئی دعویٰ بغیر دلیل کے مقبول نہیں ہوتا۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی کو صرف اس کے اعتراف کی وجہ سے قتل کیا تھا اور امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ اور امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ اور امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ کی روایت میں لفظ اعتراف مذکور ہے اور صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ اس یہودی کو پکڑا گیا تو اس نے اعتراف کر لیا۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی سے علم ہو گیا تھا کہ وہ یہودی اس لڑکی کا قاتل ہے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کے ثبوت میں نہ گواہوں کو طلب کیا اور نہ اس سے اقرار کرایا۔

(۴) امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ اللہ کے لئے اس یہودی کو قتل کرنا واجب ہے، کیونکہ اس یہودی نے اس لڑکی سے زیورات چھیننے کے لئے اس کو قتل کیا تھا اور جو شخص ڈاکو ہو اس کو اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لئے قتل کرنا واجب ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کو تلوار سے قتل کیا جائے بلکہ اس کو قتل کرنا امام کی رائے کی طرف مفوض ہے، وہ جس طرح چاہے اس کو قتل کر دے۔

(۵) اس یہودی کے سر کو جو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچلا گیا تو یہ اس زمانہ کی بات ہے جب مُثلہ کرنا مباح تھا جیسا کہ عُرینیین کی حدیث میں مذکور ہے کیونکہ ان کی آنکھوں میں بھی گرم سلائیاں پھیری گئی تھیں، پھر جب مُثلہ کرنے کا حکم منسوخ ہوا تو اس طرح قتل کرنا بھی منسوخ ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۸-۴۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ علامہ عینی کے درجات اور مراتب کو بلند فرمائے انہوں نے تن تنہا امام ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کے خلاف ائمہ ثلاثہ اور فقہاء شافعیہ کے تمام اعتراضات کے مسکت اور مدلل جوابات تحریر فرمائے اور امام ابوحنیفہ کے موقف کو بہ کثرت احادیث صحیحہ اور

Marfat.com

آثار قویہ سے ظاہر فرمایا۔ فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء

۵۲۹۶۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الْفِتْنَةُ مِنْ هَا هُنَا وَأَشَارَ إِلَى الْمَشْرِقِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فتنہ یہاں سے نکلے گا اور آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۰۴، ۳۲۷۹، ۳۵۱۱، ۵۲۹۶، ۷۰۹۳، صحیح مسلم: ۲۹۰۵، سنن ترمذی: ۲۲۶۸، مسند احمد: ۵۰۸۸، موطا امام مالک: ۱۸۲۴)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی ﷺ نے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا اور قبیصہ یہ ابن عقبہ الکوفی ہیں اور سفیان سے مراد سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ ہیں اور سفیان ثوری اس روایت میں منفرد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۱۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے موافق دیگر احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت آپ کا مشرق کی طرف منہ تھا، آپ نے فرمایا: فتنہ یہاں سے نمودار ہوگا، فتنہ یہاں سے نمودار ہوگا، جہاں سے شیطان کا سینگ نمودار ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۰۵، الرقم المسلسل: ۷۱۸۸، مسند احمد: ۴۹۸۰، ۵۴۲۹، ۶۳۱۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ کے گھر سے باہر آئے، پس آپ نے فرمایا: کفر کا سر اس طرف ہے جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا یعنی مشرق۔ (صحیح مسلم: ۲۹۰۵، الرقم المسلسل: ۷۱۸۹، مسند احمد: ۴۷۵۱)

۵۲۹۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِرَجُلٍ انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ أَمْسَيْتَ ثُمَّ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ أَمْسَيْتَ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا ثُمَّ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ إِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں جریر بن عبد الحمید نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق شیبانی از عبد اللہ بن ابی اوفی، انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، پس جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے ایک مرد سے فرمایا: سواری سے اترو، اور میرے لیے ستو پانی میں گھولو، اس مرد نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ شام کرلیں، آپ نے فرمایا: اترو، پس میرے لیے ستو گھولو، اس نے کہا: یا رسول اللہ اگر آپ شام کرلیں کیونکہ

Marfat.com

رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ۔

ابھی آپ کے اوپر دن ہے، آپ پھر اترے اور فرمایا: اترو پس میرے لیے ستو گھولو، وہ مرد اترا اور تیسری بار کہنے پر ستو پانی میں گھولے، پھر آپ نے ستو پیے اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ جب تم دیکھو کہ رات یہاں سے آ گئی ہے تو اس وقت روزے دار کا روزہ افطار ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۱۹۴۱، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۸، ۵۲۹۷، صحیح مسلم: ۱۱۰۱، سنن ابوداؤد: ۲۳۵۲، مسند احمد: ۱۸۹۰۵)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت اور بعض رجال کا تعارف اور حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

علی بن عبد اللہ ابن المدینی ہیں اور ابو اسحاق شیبانی سلیمان بن ابو سلیمان ہیں اور ان کا نام فیروز الکوفی ہے اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ ابن اوفی ہیں، سو یہ صحیح نہیں ہے اور ابو اوفی کا نام علقمہ اسلمی ہے، علامہ الواقدی نے کہا کہ ان کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی اور یہ کوفہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی ہیں، ان سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاجدح": اس کا معنی ہے: ستو کو پانی میں گھولنا اور اس حدیث میں ہے "فقد افطر الصائم": اس کا معنی ہے یعنی افطار کا وقت داخل ہو گیا جیسے "احصد الزرع" یعنی فصل کاٹنے کا وقت آ گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۱۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۲۹۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ أَوْ قَالَ أَذَانُهُ مِنْ سَحُورِهِ فَإِنَّمَا يُنَادِي أَوْ قَالَ يُؤَذِّنُ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَلَيْسَ أَنْ يَقُولَ كَأَنَّهُ يَعْنِي الصُّبْحَ أَوِ الْفَجْرَ وَأَظْهَرَ يَزِيدُ يَدَيْهِ ثُمَّ مَدَّ إِحْدَاهُمَا مِنَ الْأُخْرَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، از سلیمان التیمی از ابی عثمان از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی ایک کو بلال کی اذان کھانے پینے سے منع نہ کرے یا فرمایا: اس کی اذان سحری کھانے سے منع نہ کرے، کیونکہ وہ رات میں اذان دیتے ہیں تاکہ تم میں سے تہجد کی طرف قیام کرنے والا رجوع کر لے اور وہ صبح یا فجر کے وقت اذان نہیں دیتے، پھر راوی یزید نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ظاہر کیا پھر ان میں سے ایک کو دوسرے کے اوپر کھینچا۔

امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے:

نبی ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا اور انگلیوں کو اوپر کی جانب بلند کیا اور نیچے کی جانب لٹکایا حتیٰ کہ آپ نے اس طرح فرمایا، راوی ظہیر نے کہا کہ آپ نے ایک انگلی کو دوسری انگلی پر رکھا، پھر اس کو دائیں اور بائیں جانب کھینچا۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۶۲۱، ۵۲۹۸، ۷۲۴۷، صحیح مسلم: ۱۰۹۳، سنن نسائی: ۲۱۷۰، سنن ابوداؤد: ۲۳۴۷، سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۶، مسند احمد: ۳۷۰۹)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت اور بعض رجال کا تذکرہ اور حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس سے سمجھ میں آتی ہے کہ راوی یزید نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ظاہر کیا، پھر ان دونوں ہاتھوں میں سے ایک کو دوسرے کی طرف کھینچا اور صحیح البخاری: ۶۲۱، میں ہے کہ آپ نے اپنی انگلیوں کو اوپر کی جانب اٹھایا اور پھر نیچے کی جانب اس طرح جھکایا اور اس سے اشارہ کی مراد ظاہر ہوتی ہے۔

عبد اللہ بن مَسلمہ: اس میں میم پر زبر ہے اور یزید کا لفظ زیادۃ سے ماخوذ ہے اور یہ ابن زُریع ہیں اور سلیمان التیمی وہ سلیمان بن طرخان ہیں اور ابوعثمان کا نام عبد الرحمٰن بن مل النہدی ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم میں سے کسی کو بلال کی اذان اس کے سحور سے نہ روکے یعنی سحری کھانے سے، نیز اس حدیث میں مذکور ہے: تاکہ تمہارا قائم رجوع کرلے یعنی جو تہجد پڑھ رہا ہو تو وہ آرام کی طرف رجوع کرلے بایں طور کہ فجر طلوع ہونے سے پہلے تھوڑی دیر آرام کرلے۔

اور وہ صبح اور فجر کے وقت اذان نہیں دیتے: اس سے مراد یہ ہے کہ جو روشنی اوپر سے نیچے کی طرف جاتی ہے وہ صبح کاذب ہے اور جو روشنی دائیں سے بائیں جانب پھیلتی ہے وہ صبح صادق ہے۔ راوی نے اپنے دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا اور اس کو کھینچا: خلاصہ یہ ہے کہ یزید نے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر ظاہر کر کے صبح کاذب کی طرف اشارہ کیا اور پھر دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ کو کھینچ کر صبح صادق کی طرف اشارہ کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۱۱-۴۱۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۲۹۹۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ لَدُنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ شَيْئًا إِلَّا مَادَّتْ عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُجِنَّ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ يُنْفِقُ إِلَّا لَزِمَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَوْضِعَهَا فَهُوَ يُوسِعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ وَيُشِيرُ بِإِصْبَعِهِ إِلَى حَلْقِهِ۔

(صحیح البخاری: ۱۴۴۳، ۲۹۱۷، ۵۲۹۹، ۵۲۹۷)

اور اللیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن ہُرمز، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخیل اور خرچ کرنے والوں کی مثال ان دو مردوں کی مثل ہے جن پر لوہے کے دو کوٹ، ان کے پستانوں سے لے کر ان کی ہنسلیوں تک ہوں، پس رہا خرچ کرنے والا تو وہ جب بھی کوئی چیز خرچ کرتا ہے تو اس کی کھال کے اوپر وہ کوٹ دراز ہو جاتا ہے اور اتنا کشادہ ہو جاتا ہے کہ پاؤں کی انگلیوں تک کو ڈھانپ لیتا ہے اور راستہ چلنے میں اس کے قدم کے نشان مٹاتا جاتا ہے، یعنی اتنا نیچا ہو جاتا ہے اور بخیل جب کچھ خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے کوٹ کا ہر حلقہ اپنی جگہ سمٹ کر تنگ ہو جاتا اور وہ اسے ڈھیلا کرنا چاہتا ہے مگر وہ ڈھیلا نہیں ہوتا، آخر وہ اپنی انگلی سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت اور حدیث کے مشکل الفاظ کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے ساتھ اس جملہ میں مطابقت ہے کہ بخیل اپنی انگلی سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور امام بخاری نے اس حدیث کی روایت اپنے شیخ اللیث بن سعد سے کی ہے۔

تراقیھما: یہ لفظ ترقوۃ کی جمع ہے، یہ اس بڑی ہڈی کو کہتے ہیں، جو اس کی ہنسلی سے لے کر کندھوں تک ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۵- بَابُ: اللِّعَانِ — لعان کا بیان

لعان کا لغوی معنی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب لعان کے احکام کے بیان میں ہے، لفظ لعان مصدر ہے اور یہ باب لاعن یلاعن ملاعنة ولعانا کا مصدر ہے اور یہ لفظ ''اللعن'' سے ماخوذ ہے اور لعن کا معنی ہے: دھتکارنا اور دور کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا یا ہر ایک کو اپنے سے دور کرنا اور لعان کرنے والے کبھی ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہوتے۔

اللعان اور الالتعان اور الملاعنہ تینوں لفظوں کا ایک معنی ہے، کہا جاتا ہے: تلاعن والتلعن، لاعن عن الحکم بینھما اور مرد ملاعن ہے اور عورت ملاعنہ ہے، ان کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے نفس پر پانچویں مرتبہ لعنت کرتا ہے اور یہ کل کا نام جز کے نام پر رکھنا ہے جیسے صلاۃ کا نام رکوع اور سجود بھی رکھا جاتا ہے۔

لعان کا شرعی معنی

لعان کا شرعی معنی ہے: ایسی مؤکد شہادت دینا اور قسم کھانا جو شہادت کے ساتھ مقرون ہو یعنی ملی ہوئی ہو، اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا: یہ ایسی قسمیں ہیں جو لفظِ شہادت کے ساتھ مؤکد ہوں، پس ان کے نزدیک اس میں قسم کی اہلیت شرط ہے تو یہ مسلمان اور اس کی کافر بیوی کے درمیان قسم ہوتی ہے اور کافر مرد اور کافرہ عورت کے درمیان یہ قسم منعقد ہوتی ہے اور غلام اور اس کی بیوی کے درمیان یہ قسم منعقد ہوتی ہے اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور ہمارے نزدیک لعان میں شہادت کی صلاحیت اور اہلیت شرط ہے، لہٰذا لعان صرف دو آزاد عاقل بالغ مسلمانوں کے درمیان منعقد ہوگا جن پر حدِ قذف لگی ہوئی نہ ہو، قرآن مجید کی آیت میں لفظ لعن اور غضب دونوں مذکور ہیں، لیکن لعان کے لفظ کو اختیار کیا گیا ہے کیونکہ یہ لفظ آیت میں پہلے مذکور ہے اور اس لئے کہ مرد کی جانب عورت سے زیادہ قوی ہے اور اس لئے کہ وہ لعان کی ابتداء کرنے پر قادر ہے نہ کہ عورت اور اس لئے کہ مرد اپنے لعان سے رجوع کرسکتا ہے نہ کہ عورت، اور عورت کے لعان میں لفظ غضب کا خصوصیت سے ذکر ہے کیونکہ مرد کی بہ نسبت اس کا گناہ زیادہ ہے، کیونکہ اگر مرد جھوٹا ہو تو اس کا گناہ تہمت لگانے سے زیادہ نہیں ہوگا اور اگر عورت جھوٹی ہو تو اس کا گناہ مرد سے زیادہ ہوگا کیونکہ وہ شوہر کے بستر پر اجنبی مرد کو جگہ دیتی ہے، لعان کو اس لئے جائز قرار دیا ہے تاکہ نسب محفوظ رہے اور مرد سے عار دور ہوسکے اور علماء کا لعان کی مشروعیت پر اجماع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۱۲-۴۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

لعان کے متعلق قرآن مجید کی آیات (النور ۹-۶)

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

(النور:۶-۹)

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو، تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے O اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو O اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے O اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ (خاوند) سچوں میں سے ہو O

آیات لعان کی تفسیر از علامہ ماتریدی

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ آیات لعان کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں "والذین یرمون المحصنٰت" فرمایا یعنی جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور پھر یہ بتایا کہ لعان کی وجہ کیا ہے، سو وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور پھر زنا کے ثبوت میں چار گواہ پیش نہیں کرتے، کیونکہ زنا کے ثبوت کے لئے چار مردوں کی گواہی مشروط ہے اور اس کے علاوہ اور کسی جرم کے ثبوت کے لئے چار گواہوں کی شرط نہیں ہے۔

المحصنٰت: کا معنی ہے: آزاد عورتیں، اور اس جگہ اس سے مراد پاک دامن عورتیں نہیں ہیں اور آزاد عورتوں کی قید اس لئے ہے کیونکہ جو باندی پر زنا کی تہمت لگائے اس پر حد قذف نہیں ہے، بلکہ تعزیر لازم ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۭ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(النساء:۲۵)

پھر (اگر) وہ عورتیں بے حیائی کا کام کریں تو ان کو آزاد (کنواری) عورت کی آدھی سزا ملے گی (باندیوں سے نکاح کا) یہ حکم تم میں سے اس شخص کے لئے ہے جس کو اپنے نفس پر بدچلنی کا خدشہ ہو اور تمہارے لئے صبر کرنا بہتر ہے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے باندیوں کی سزا آزاد عورتوں کی نصف رکھی ہے اور اس لئے کہ اگر ہم مُحصنٰت سے پاک دامن عورتیں مراد لیتے نہ کہ آزاد عورتیں تو پھر ہم گواہوں کی شہادت کو ساقط کر دیتے کیونکہ ان عورتوں کی پاکیزگی شہادت کی تکذیب کرتی۔

اسی طرح اس آیت میں الغٰفلٰتِ المؤمنٰت، کا لفظ پاکیزہ عورتوں پر دلالت کرتا ہے، پس اس میں یہ دلیل ہے کہ محصنٰت سے مراد آزاد عورتیں ہیں، پھر محصنین کو اس آیت میں تہمت لگانے اور حد قذف میں داخل کیا گیا ہے اگرچہ ان کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے۔

Marfat.com

زنا کی سزا میں تغلیظ اور تشدید کی توجیہ

پھر اللہ تعالیٰ نے زنا کے حکم میں اتنی تغلیظ اور تشدید کی جتنی تغلیظ اور تشدید کسی اور جرم میں نہیں کی ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے حدزنا کو معطل کرنے اور اس میں تخفیف کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَ لْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (النور:۲)

زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو اور ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے اگر تم اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے O

(۲) شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے جس طرح کتے کو پتھر مار مار کر بھگایا جاتا ہے اور شادی شدہ زانی کو پتھر مار مار کر قتل کر دیا جاتا ہے۔

(۳) تہمت لگانے والا جب چار گواہ نہ پیش کر سکے تو اس کے اوپر حد قذف لگانے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ اسی (۸۰) کوڑے ہیں۔

(۴) عقل کے نزدیک اور شریعت میں اور انسان کی طبیعت میں زنا بہت قبیح فعل ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ہر مسلمان مرد زنا سے متنفر ہوتا ہے اور عقل بھی اس کو برا جانتی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب عقل اور طبع کے نزدیک زنا سے نفرت کی جاتی ہے تو کوئی شخص زنا کا ارتکاب نہ کرے اور زنا نہ کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

عقل اور طبع اس فعل سے متنفر ہوتی ہے مگر انسان میں جو شہوت رکھی ہے وہ اس پر غالب ہو جاتی ہے اور اس سے نفرت کرنے سے منع کرتی ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر انسان زنا کی مثل کا اپنی ماں اور بیٹی اور تمام محارم کے متعلق غور و فکر کرے تو وہ اس کو برداشت نہیں کرے گا، حدیث میں ہے:

حضرت امامہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے زنا کرنے کی اجازت دیجئے تو آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر تمہاری ماں یا تمہاری بیٹی کے ساتھ زنا کیا جائے تو کیا تم اس کو ناپسند کرو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم دوسروں کے لئے بھی اس چیز کو ناپسند کرو جس چیز کو تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔

(مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۵۶-۲۵۷، مکتبہ اسلامی بیروت، المعجم الکبیر للطبرانی بہ حوالہ کنز العمال: ۶۱۱۰ ۴)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ زنا کا فعل عقل اور طبع دونوں کے نزدیک قبیح ہے مگر شہوت اس کے ساتھ تنفر سے منع کرتی ہے۔

زنا کے سبب سے علوم اور معارف ضائع ہو جاتے ہیں جن کو مخلوق کے درمیان بنایا گیا ہے، حتیٰ کہ کوئی شخص کسی معلم کی طرف ہدایت نہیں پائے گا جو اس کو حکمت، آداب، معالم السنن، اور احکامِ شرعیہ کی ہدایت دے اور اس سے صلہ رحم اور حقوق کی حفاظت مرتفع ہو جائے گی، جو ایک دوسرے کے لئے حقوق ثابت ہوتے ہیں، اور جو ایک دوسرے کے لئے شفقت ہوتی ہے وہ بھی ساقط ہو جائے گی، اور بچوں کی تربیت ساقط ہو جائے گی اور محارم کے حقوق ساقط ہو جائیں گے اور یہ تمام امور اس پر دلالت کرتے ہیں

Marfat.com

کہ زنا عقلاً اور طبعاً قبیح ہے اور انتہائی بے حیائی اور برائی کا کام ہے حتیٰ کہ جو شخص اس کو جاننے والا ہو وہ اس کو انتہائی قبیح اور انتہائی بے حیائی کا فعل قرار دے گا اور اس کی بے حیائی اور برائی کو صرف وہ عالم روحانی ہی جان سکتا ہے جس میں شہوت (غالب) نہیں ہوتی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے زنا کے جرم کی وہ انتہائی سزا رکھی ہے جو کسی اور جرم کی سزا نہیں رکھی۔

فساق کی شہادت سے حدقذف (اسی (۸۰) کوڑے) نہ مارنے کی تحقیق

جب چار فساق قاذف کی طرف سے شہادت دیں تو قاذف (تہمت لگانے والے) سے حد ساقط ہو جائے گی اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نیک مسلمانوں کی شہادت کا مطالبہ نہ کیا جائے کیونکہ نیک مسلمان اس واقعہ کی شہادت نہیں دیتے اور نہ اس کی طرف دیکھتے ہیں، اس واقعہ کی فساق شہادت دیتے ہیں اور فساق ہی اس کے حق دار ہیں کہ ان کی وجہ سے حد قذف کو ساقط کر دیا جائے اور یہ حد زنا کی شہادت کو قائم کرنے کی مثل نہیں ہے اور اس لئے کہ وہ اس کی شہادت صرف اس وجہ سے دیتے ہیں کہ ان سے توبہ کا ثبوت ہو اور اس لئے کہ فساق بھی اہل شہادت سے ہیں اور کافروں اور غلاموں کی طرح نہیں ہیں، اور اس لئے کہ اگرچہ فساق کی شہادت قبول نہیں ہوتی لیکن وہ اہل شہادت میں سے ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس نے کسی فاسق پر تہمت لگائی خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو، پھر اس کے خاوند نے اس عورت پر تہمت لگائی اور وہ فاسق ہو تو ہم فاسق پر تہمت لگانے والے پر حد قذف لگائیں گے اور خاوند اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کا فیصلہ کریں گے۔

اور اگر کسی مسلمان نے کافر پر تہمت لگائی یا کسی آزاد مرد نے کسی غلام پر تہمت لگائی تو اس پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی اور اگر ان میں سے کسی ایک نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو ان کے درمیان لعان کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، سو جس نے اس لعان میں ہماری مخالفت کی ہے وہ ہماری اس میں مخالفت نہیں کرتا کہ جب آزاد مرد غلام پر تہمت لگائے۔

اور مسلمان جب کافر پر زنا کی تہمت لگائے تو ان میں سے کسی ایک پر بھی حد قذف نہیں لگائی جائے گی، سو یہ تمام تفسیر اس کی دلیل ہے کہ فساق اہل شہادت سے ہیں، اور کافر اور غلام اور جس پر حد قذف لگائی گئی ہو وہ اہل شہادت میں سے نہیں ہیں، اگرچہ ان کی شہادت کسی دوسرے معاملہ میں قبول نہیں کی جاتی، پس یہ چیز شبہ کو واجب کرتی ہے اور حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں، اسی وجہ سے شبہ کی بناء پر حد ساقط کر دی جاتی ہیں۔

جب گواہ الگ الگ زنا کی شہادت دیں تو ان تمام گواہوں پر حد قذف لگانے کی تفصیل

پھر دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب زنا کی شہادت دینے والے الگ الگ آ کر زنا کی شہادت دیں تو ان کی شہادت مقبول نہیں ہوگی اور ہمارے نزدیک قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر حد قذف قائم نہ کی جائے، کیونکہ یہ گواہ ثواب کی نیت سے شہادت دیتے ہیں ان کا مقصد زانی پر تہمت لگانا نہیں ہوتا اور نہ ان کو گالی دینا اور مذمت کرنا مقصد ہوتا ہے، رہا تہمت لگانے والا تو وہ اپنی تہمت سے گالی دینے اور مذمت کرنے کا قصد کرتا ہے اور اس لئے کہ گواہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا اور تہمت لگانے والا یہ کہتا ہے کہ تو اس طرح ہے یعنی زانی ہے، سو یہ اس طرح ہے جیسے کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ میں نے اس کو کفر کرتے ہوئے دیکھا تو اس قول کی وجہ سے اس گواہ کو سزا نہیں دی جائے گی اور اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا: یا کافر! تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی کیونکہ اس کا یہ قول گالی کے قائم مقام ہے اور پہلا قول گالی کے قائم مقام نہیں ہے لیکن جب گواہ الگ الگ آ کر گواہی دیں تو ان

Marfat.com

پر حد قذف لگائی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زنا کی شہادت کو دو چیزوں کے ساتھ مؤکد فرمایا ہے:

(۱) ایک یہ ہے کہ چار مردوں سے کم کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور اس وقت تک گواہی قبول نہیں ہوگی حتیٰ کہ وہ یہ کہیں کہ فلاں مرد نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا اور یہ گواہی نکاح کی گواہی سے زیادہ مؤکد ہے، پس زنا کی شہادت میں اس کی ضرورت ہے کہ گواہ ایک جگہ کے متعلق گواہی دیں اور فقہاء کہتے ہیں کہ اگر دو گواہ الگ الگ عقدِ نکاح کی گواہی دیں تو ان کی گواہی سے عقدِ نکاح کا ثبوت نہیں ہوگا تو زنا جس کا معاملہ زیادہ مؤکد ہے وہ الگ الگ گواہوں کی گواہی سے کیسے ثابت ہوگا؟!

(۲) امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اس مسئلہ میں پانچ (۵) تعلیقات ذکر کی ہیں:

امام بخاری کی پہلی تعلیق

فَإِذَا قَذَفَ الْأَخْرَسُ امْرَأَتَهُ بِكِتَابَةٍ أَوْ إِشَارَةٍ أَوْ بِإِيمَاءٍ مَعْرُوفٍ فَهُوَ كَالْمُتَكَلِّمِ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ أَجَازَ الْإِشَارَةَ فِي الْفَرَائِضِ وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا وَقَالَ الضَّحَّاكُ إِلَّا رَمْزًا إِلَّا إِشَارَةً۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ نے حضرت ابوبکرہ نُفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ متوفی ۵۱ھ کو حد قذف کے کوڑے مارے اور شبل بن معبد کو حد قذف کے کوڑے مارے، اور نافع متوفی ۱۱۷ھ کو کوڑے مارے، جنہوں نے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۰ھ زنا کی تہمت لگائی تھی پھر حضرت عمر نے ان سب سے توبہ طلب کی اور فرمایا: جس نے توبہ قبول کرلی اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۳۵۶۴ تفسیر ابن جریر: ج ۹ ص ۲۶۵، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۲، تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۶۲ ص ۲۱۵-۲۱۶)

امام بخاری کی دوسری تعلیق

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ ثُمَّ زَعَمَ أَنَّ الطَّلَاقَ بِكِتَابٍ أَوْ إِشَارَةٍ أَوْ إِيمَاءٍ جَائِزٌ وَلَيْسَ بَيْنَ الطَّلَاقِ وَالْقَذْفِ فَرْقٌ فَإِنْ قَالَ الْقَذْفُ لَا يَكُونُ إِلَّا بِكَلَامٍ قِيلَ لَهُ كَذَلِكَ الطَّلَاقُ لَا يَجُوزُ إِلَّا بِكَلَامٍ وَإِلَّا بَطَلَ الطَّلَاقُ وَالْقَذْفُ وَكَذَلِكَ الْعِتْقُ وَكَذَلِكَ الْأَصَمُّ يُلَاعِنُ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ إِذَا قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ فَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ تَبِينُ مِنْهُ بِإِشَارَتِهِ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ الْأَخْرَسُ إِذَا كَتَبَ الطَّلَاقَ بِيَدِهِ لَزِمَهُ وَقَالَ حَمَّادٌ الْأَخْرَسُ وَالْأَصَمُّ إِنْ قَالَ بِرَأْسِهِ جَازَ

بعض لوگ کہتے ہیں: اشارہ سے نہ حد ثابت ہوتی ہے نہ لعان۔ پھر کہتے ہیں: لکھنے یا ہاتھ کے اشارہ سے یا سر کے اشارہ سے طلاق جائز ہے حالانکہ طلاق اور قذف کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر وہ کہے: قذف صرف کلام کے ساتھ جائز ہے، ورنہ طلاق اور قذف دونوں باطل ہونے چاہئیں، اسی طرح آزاد کرنا ہے (یعنی اشارہ سے نافذ ہوجاتا ہے) اسی طرح بہرے کا حکم ہے لعان کرنے میں، امام شعبی اور قتادہ نے کہا: جب کوئی اپنی بیوی سے کہے: تجھے طلاق پھر اپنی انگلیوں سے نکلنے کا اشارہ کرے تو اشارہ سے وہ بائنہ ہوجائے گی۔ ابراہیم نے کہا: گونگا جب اپنے ہاتھ سے طلاق لکھے تو طلاق لازم ہوجائے گی اور حماد نے کہا: گونگا، بہرہ اگر سر سے اشارہ کرے گا تو جائز ہوگا۔

Marfat.com

اور عبداللہ بن عتبہ متوفی ۷۰ھ محدود فی القذف کی شہادت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ (تفسیر ابن جریر ج۹ ص ۲۶۵)

اور عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ھ نے بھی اس کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۳۵۶۰ تفسیر ابن جریر ج۹ ص ۲۶۵)

اور سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ نے بھی اس کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابن جریر بہ حوالہ تغلیق التعلیق ج۳ ص ۳۷۹)

اور طاؤس متوفی ۱۰۶ھ اور مجاہد متوفی ۱۰۴ھ نے بھی اس کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔

(کتاب الام للامام الشافعی ج ۷ ص ۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۳۲۴، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۳)

اور عامر بن شراحیل متوفی ۱۰۳ھ نے بھی اس کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔ (مسند ابن الجعد: ۱۸۸ تفسیر ابن جریر ج۹ ص ۲۵۶)

اور عکرمہ البربری المتوفی ۱۰۵ھ نے بھی اس کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔ (مسند ابن الجعد: ۱۳۲۲)

اور ابن شہاب زہری المتوفی ۱۵۲ھ نے بھی ان کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے

(موطا امام مالک ج ۲ ص ۷۲۱، تفسیر ابن جریر ج۹ ص ۲۶۵)

اور محارب بن دثار متوفی ۱۱۶ اور شریح بن ہانی متوفی ۷۸ھ اور معاویہ بن قرہ متوفی ۱۱۳ھ نے بھی ان کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ میں نے ان تینوں میں سے کسی ایک کی بھی یہ تصریح نہیں دیکھی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۷، دار الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

علامہ ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، شبل بن معبد اور نافع ان تینوں کو صحابہ کی جماعت کے سامنے حد قذف لگائی اور کسی صحابی نے اس پر انکار نہیں کیا، پس گویا کہ اس پر اجماع ہو گیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ متوفی ۵۱ھ نے اس کے بعد کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں (کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۰ھ نے ایک باندی سے زنا کیا ہے) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ نے فرمایا: اگر آپ ان کو کوڑے مارتے ہیں تو ان کے باقی ساتھیوں کو بھی کوڑے ماریں، پس مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارنے پر انکار نہیں کیا جب کہ چار گواہوں کا نصاب پورا نہیں ہوا تھا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۴۴۸-۴۴۹، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۴-۲۳۵)

اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جب تہمت لگانے والے متفرق طور پر آئیں تو وہ سب تہمت لگانے والے قرار پائیں گے اور یہ انتظار نہیں کیا جائے گا کہ کوئی اور آ کر بھی ان کے ساتھ گواہی دے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتظار نہیں کیا تھا۔

تہمت لگانے والے کی تفصیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (النور: ۵)

سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ قبول کر لیں اور اصلاح کر لیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے ۝

علامہ ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک تہمت لگانے والے کی توبہ ظاہر نہیں ہے کیونکہ اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کی پردہ دری نہیں کرے گا یا یہ دعویٰ کرے کہ وہ کبھی بھی اس شخص پر تہمت نہیں لگائے گا جو

تہمت سے بری ہے، پس جو وجہ بھی ہو تو تہمت لگانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے فاسق قرار دیا ہے اور ان کی توبہ لوگوں کے نزدیک ظاہر نہیں ہے، اسی وجہ سے وہ مقبول نہیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ٦٨ ھ نے فرمایا: تہمت لگانے والے کی توبہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے جب وہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اور جھوٹ کو معاف فرما دے گا اور متعدد سلف صالحین کا یہی قول ہے جیسے الحسن البصری المتوفی ١١٠ ھ (الدر المنثور ج ۵ ص ۴۲) اور جیسے ابراہیم النخعی المتوفی ٩٦ ھ (الدر المنثور ج ۵ ص ۴۲) اور ان کے امثال۔

تہمت لگانے والے کی توبہ کا دائماً نامقبول ہونا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (النور: ۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسی (٨٠) کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں O

سو جب قاضی کے پاس تہمت لگانے والے کسی معاملہ میں گواہی دیں تو ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی خواہ ان کو کوڑے لگا دیے گئے ہوں، اور ہر وہ گواہی جو تہمت کی وجہ سے رد کر دی جائے وہ کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی، اور امام شافعی کا یہ دعویٰ ہے کہ تہمت لگانے والے کا حال حد قذف لگائے جانے سے پہلے اور حد قذف لگائے جانے کے بعد برابر ہے اور یہ قرآن کریم کی نص صریح کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے النور: ۴ کے بعد فرمایا ہے:

لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ (النور: ١٣)

(تہمت لگانے والے) اس (تہمت) پر چار گواہ کیوں نہ لائے! پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں O

سو اللہ تعالیٰ نے تہمت لگانے والوں کو کاذب قرار دیا جب وہ اپنی تہمت پر چار گواہ لانے سے عاجز ہوں اور اس سے پہلے ان کا معاملہ موقوف تھا، پس واجب ہے کہ ان کو اس وقت کاذب قرار دیا جائے جب وہ اپنی تہمت پر چار گواہ لانے سے عاجز ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی متوفی ٢٠۴ ھ کا یہ قول غلط ہے کہ محدود فی القذف کا حال حد قذف لگائے جانے سے پہلے اور حد قذف لگائے جانے کے بعد دونوں صورتوں میں برابر ہے۔

اور دونوں حالتوں کے اختلاف پر ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرہ پر حد قذف لگا دی تو ان سے فرمایا: اگر آپ توبہ کر لیں تو آپ کی شہادت مقبول ہوگی اور ان پر حد قذف لگانے سے پہلے ان کی شہادت کو رد نہیں کیا گیا تھا۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ توبہ سے تہمت لگانے والے کا فسق زائل ہو جاتا ہے لیکن اس کی شہادت زائل ہو جاتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ تہمت لگانے والا خواہ توبہ کر لے اس کی شہادت باطل ہے، حدیث میں ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مسلمان عدول

Marfat.com

ہیں، سوا اس کے جس پر حد قذف لگائی گئی ہو۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱، ص ۲۰۴، ص ۲۰۸، ص ۲۲۵، سنن ابن ماجہ: ۲۳۶۶، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۴۴، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً۔ (النور: ۴) اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفصیل میں ایک طویل حدیث ذکر کی ہے جس میں مذکور ہے: پھر مسلمان تھوڑا عرصہ ٹھہرے تھے حتیٰ کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ آگئے (یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے اپنی بیوی پر شریک بن السمحاء کے متعلق تہمت لگائی تھی اور جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے):

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (التوبہ: ۱۱۸) اور اس نے ان تین شخصوں کی توبہ (بھی) قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا حتیٰ کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔

حضرت ہلال بن امیہ نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک میں نے فلاں شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ہلال! تم کیا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں نے اس کو دیکھا ہے اور میرے کانوں نے اس کی بات سنی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ بات ناگوار گزری، پھر انہوں نے پوچھا: کیا ہلال بن امیہ کو کوڑے لگائے جائیں گے اور ان کی شہادت مسلمانوں کے حق میں باطل ہو جائے گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات زیادہ ناگوار گزری اور آپ بار بار یہ فرما رہے تھے کہ کیا ہلال کو کوڑے مارے جائیں گے؟ اور ان کی شہادت مسلمانوں کے حق میں باطل قرار دی جائے گی؟ (سنن ابوداؤد: ۲۲۵۶، باب اللعان، ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ بحوالہ الدر المنثور ج ۵ ص ۴۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: ہلال بن امیہ کو کوڑے مارے جائیں گے؟ اور مسلمانوں کے حق میں ان کی شہادت باطل ہو جائے گی؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر غم و غصہ کا اظہار فرمایا، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ محدود فی القذف کی شہادت اس کی توبہ کے بعد قبول نہیں کی جاتی کیونکہ اگر اس کی توبہ قبول کر لی گئی تو ان تمام کاموں کی مثل ہوگی جن پر توبہ قبول کی جاتی ہے تو پھر ان کی شہادت قبول کی جاتی اور اگر ایسا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ ان کی شہادت مسلمانوں کے حق میں باطل ہوگئی، سوا اس کے کہ وہ توبہ کر لیں اور ایک دلیل یہ ہے کہ جب تہمت لگانے والا یہ کہتا ہے کہ فلاں مرد زانی ہے تو اس کی شہادت باطل نہیں ہوتی، اس لیے کہ وہ مدعی ہے لیکن جب وہ چار گواہ قائم کرنے سے عاجز ہو گیا اور اس پر قاضی نے حد قذف جاری کر دی تو اگر حاکم یہ فیصلہ کر دے کہ اس کی شہادت کسی چیز میں جائز ہے تو وہ جائز ہوگی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس بناء پر تم پر یہ لازم ہوگا کہ تم کہو کہ جب حاکم یہ کہے کہ اس کی شہادت ہر چیز میں جائز ہے تو اس کی شہادت ہر چیز میں جائز ہو جائے گی کیونکہ حاکم نے جو اپنے پہلے فیصلہ سے اس کی شہادت کو باطل قرار دیا تھا تو اب وہ فیصلہ منسوخ

Marfat.com

ہو گیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

حاکم یہ کہے کہ میں نے اس کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے تو یہ فیصلہ نہیں ہے بلکہ فتویٰ ہے، کیونکہ فیصلہ گواہی سے ہوتا ہے یا اقرار سے، نیز ہم کہتے ہیں: تہمت لگانے والے کی توبہ اس کے اور رب کے درمیان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آیا وہ اپنے آپ کو جھوٹا قرار دینے میں کاذب ہے یا صادق اور ہم کو اس کا علم نہیں ہے اور ہمارے لئے ظاہر پر اس میں کوئی دلیل نہیں ہے، لہٰذا ہم اس کی توبہ کو قضاءً توبہ قرار نہیں دیتے۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ہمیں تہمت لگانے والے کا جھوٹ اس آیت سے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ (النور: ۱۳) یعنی جب تہمت لگانے والا چار گواہ نہیں پیش کر سکا تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا ہے، پس جب تہمت لگانے والے نے کہا: میں نے اپنی تہمت میں جھوٹ بولا تھا تو ہم اس سے کہیں گے کہ تم نے جو اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیا تھا اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، لہٰذا تم اس وقت بھی اسی طرح جھوٹے ہو جس طرح تم پہلے وقت میں جھوٹے تھے، ہم کو معلوم ہو گیا ہے کہ تم جھوٹے ہو اور تمہاری شہادت میں تمہارا حال اسی طرح ہے جس طرح تمہارا پہلے حال تھا۔

تہمت لگانے والے کو اسی (۸۰) کوڑے مارنے کی تفصیل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً (النور: ۴) تو تم ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارو۔

جلد کا لفظ جُلود سے ماخوذ ہے، پس جائز ہے کہ اس کو اس طرح مارا جائے کہ اس کو درد نہ ہو اور اس مار سے اس کی کھال نہ پھٹے اور نہ اس کی کھال زخمی ہو اور ہم اس سے استنباط کرتے ہیں کہ اس کے اعضاء میں ایک ہی جگہ نہ مارا جائے کیونکہ اگر ایک ہی جگہ مارا جائے گا تو اس کی کھال پھٹ جائے گی اور زخمی ہو جائے گی تو اس کے اعضاء میں متفرق جگہوں میں مارا جائے، اس کے سر، چہرے اور شرمگاہ کے سوا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے جو فرمایا تھا کہ تمہاری شہادت قبول ہوگی اگر تم نے توبہ کر لی تو اس کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ تم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرو گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو واقعات بیان کرو گے ان کو قبول کیا جائے گا لیکن حد قذف جاری ہونے کے بعد کسی معاملہ میں تمہاری شہادت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

کافر مرد اور کافرہ عورت کی تہمت کا حکم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (النور: ۲۳)

بے شک جو لوگ پاک دامن، ایمان والی عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے O

لہٰذا کافر اور کافرہ کی تہمت لگانے سے ان کی حد ساقط ہو گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حد جاری کرنے کے لئے ایمان اور احصان اور العفۃ کی شرط لگائی ہے، پس جب ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہیں پائی جائے گی تو پھر حد نہیں قائم کی جائے گی۔

Marfat.com

اور اس لئے کہ اگر ہم کافر یا کافرہ کی تہمت سے اس پر حد واجب کر دیں تو اللہ کے دشمن کی تہمت سے حد لگائی جائے گی اور یہ جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان پر اللہ کے دشمن کی تہمت سے حد لگائی جائے۔

زوجین کے درمیان لعان کے متعلق حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیات نازل ہوئیں:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (النور:۶-۹)

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو، تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے O اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو O اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے O اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ (خاوند) سچوں میں سے ہو O

پس حضرت عاصم بن عدی الانصاری رضی اللہ عنہ المتوفی ۴۵ ھ نے کہا: ہم میں سے ایک مرد ان کے گھر میں داخل ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ مرد ان کی بیوی کے پیٹ کے اوپر ہے اور انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ جا کر چار مرد گواہ لے کر آئیں تاکہ وہ اس واقعہ کی شہادت دیں، انہوں نے کہا: اتنی دیر میں تو وہ مرد اپنی حاجت پوری کر چکا ہوگا اور گھر سے نکل چکا ہوگا اور اگر انہوں نے عجلت کی اور اسے قتل کر دیا تو انہیں بھی قصاص میں قتل کر دیا جائے گا اور اگر انہوں نے اس پر سکوت کیا تو وہ اپنے غم و غصہ پر سکوت کریں گے، پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اس واقعہ کی خبر دی کہ میں نے فلاں شخص کو اپنی بیوی کے پیٹ پر پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیوی کو بلایا اور اس مرد کو بلایا، پھر ان دونوں کو حضرت عاصم کے سامنے جمع کیا، پھر آپ نے ان کی بیوی سے فرمایا: تم پر افسوس ہے کہ تمہارا مرد کیا کہہ رہا ہے؟ ان کی بیوی نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ جھوٹا ہے، اس نے کوئی چیز نہیں دیکھی لیکن یہ بہت زیادہ غیر مند ہے اور اس کی شدت غیرت نے اس کلام پر برانگیختہ کیا ہے، یہ شخص جو اس کا مہمان ہے اور اس کے سامنے وہ میرے پاس گھر میں آتا اور جاتا ہے اور اس کو اس کا علم بھی ہے اور اس نے کبھی بھی دن میں یا رات میں اس کو داخل ہونے سے مجھ کو منع نہیں کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق دریافت کیا اور فرمایا: تم اپنی بیوی کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور حق کے سوا کوئی بات نہ کہو تو حضرت عاصم نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے حق کے سوا کوئی بات نہیں کہی، میں نے اس مرد کو دیکھا اس نے میری بیوی کے پیٹ کو ڈھانپا ہوا ہے اور اب یہ حاملہ ہے اور میں نے اتنے اتنے عرصہ سے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عاصم اور ان کی بیوی دونوں کو لعان کرنے کا حکم دیا، آپ نے فرمایا: اے عاصم! تم کھڑے ہو اور چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہو کہ تم اپنے قول میں صادق ہو اور پانچویں بار یہ کہو کہ تم پر اللہ کی لعنت ہو اگر تم جھوٹوں میں سے ہو، تو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اس طرح قسمیں کھا لیں، پھر آپ نے ان کی بیوی سے بھی اس کی مثل فرمایا، اس نے بھی چار مرتبہ قسم کھا کر

Marfat.com

کہا کہ ان کا شوہر ان پر جھوٹ باندھ رہا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہا کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر اس کا شوہر سچوں میں سے ہو، پھر جب وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لعان کرنے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی، پھر آپ نے ان کی بیوی سے فرمایا: جب تمہارے ہاں ولادت ہو تو تم اس کو دودھ نہ پلانا حتیٰ کہ تم اس بچہ کو میرے پاس لے آؤ، پھر جب لوگ چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس کی بیوی نے سرخ رنگ کا بچہ جنا تو وہ اپنے باپ کے مشابہ ہوگا جس کی اس نے نفی کی ہے، اور اگر اس نے سیاہ رنگ کا گھنگھریالے بال والے بچہ کو جنا تو پھر وہ اس مرد کے مشابہ ہوگا جس پر عاصم نے تہمت لگائی تھی، پھر جب وہ بچہ کو لے کر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا کہ وہ سیاہ رنگ کا گھنگریالے بالوں والا بچہ تھا، اور وہ اس مرد کے مشابہ تھا جس پر حضرت عاصم نے تہمت لگائی تھی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لعان اور وہ قسمیں نہ ہوتیں جو گزر چکی ہیں تو اس میں میری رائے پر فیصلہ ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۵۳۱۰ (کتاب الطلاق)، صحیح مسلم: ۱۱۳۴ (کتاب اللعان)، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۷۴ (کتاب الطلاق)، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۰ (کتاب الحدود)، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۶-۳۳۵، ۳۵۷، ۳۶۵)

اور بعض احادیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جمع کر لیا تو ان کے لعان کرنے کے بعد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم دونوں میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے؟ اور آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ شدید ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۷۴۷ (کتاب التفسیر)، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۸، ۲۴۵، ۲۷۳، سنن ابوداؤد: ۲۲۵۴، (باب اللعان)، سنن ترمذی: ۳۱۷۹، (تفسیر سورۃ النور)، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۸، ۲۴۵، ۲۷۳)

اس پر دلائل کہ کافر مرد اور کافرہ عورت کے درمیان لعان نہیں ہوتا

ان آیات اور اس حدیث میں خاوند کی بیوی پر تہمت کا ذکر ہے اور اس میں قسموں کا ذکر ہے، پس ان آیات کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ خاوند اور بیوی کافر ہوں یا مسلمان، غلام ہوں یا آزاد، خواہ جس طرح بھی ہوں تو ان کے درمیان لعان ہوگا، پس ہمارے نزدیک ان میں سے جب کوئی ایک آزاد ہو، دوسرا غلام ہو تو ان کے درمیان لعان نہیں ہوگا، سوا اس کے کہ وہ اہل شہادت میں سے ہو، اور ان کی دلیل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قرار دیا ہے کہ جب کوئی اجنبی آزاد مرد کسی اجنبی آزاد عورت پر تہمت لگائے تو اس کی حد اسی کوڑے ہیں اور خاوند کی حد یہ مقرر کی ہے کہ جب وہ اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور وہ دونوں مسلمان ہوں تو وہ آپس میں لعان کریں گے، پھر ہم نے ذکر کیا ہے کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ آزاد مرد جب باندی پر یا یہودیہ پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف نہیں ہے، پس جب کہ آزاد تہمت لگانے والا باندی پر تہمت لگائے تو اس پر وہ حد قذف نہیں ہے جو آزاد عورت پر تہمت لگانے کی حد ہوتی ہے تو باندی کے خاوند پر بھی وہ لعان نہیں ہوگا جو آزاد عورت کے خاوند پر لعان ہوتا ہے۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجنبی آزاد پاک دامن مسلمان عورت کو تہمت لگانے پر قسم کھانے کا ذکر کیا ہے اور تہمت لگانے والے کو قسم سے بری کر دیا اور یہ حکم دیا ہے کہ جب تہمت لگانے والا چار گواہوں کو قائم کرنے سے عاجز ہو تو اس پر حد قذف لگائی جائے گی، پھر اس سے زوجین کی شہادت کو مستثنیٰ فرما دیا ہے، لہٰذا فرمایا:

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (النور:٦)

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو، تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے O

پس جب اس شہادت اور قسم میں دونوں غلام یا دونوں کافر یا ان میں سے کوئی ایک غلام یا کافر داخل نہیں ہے تو وہ لعان سے خارج ہیں، اور کافرہ سے لعان کے باطل ہونے پر مزید دلیل یہ ہے کہ عورت پانچویں بار یہ کہتی ہے کہ اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو حالانکہ کافرہ پر تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے، خواہ اس کا شوہر صادق ہو یا نہ ہو۔ بعض احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں سے فرمایا: تمہارا حساب اللہ کے ذمہ ہے تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے اور تمہاری اس کے اوپر کوئی سبیل نہیں ہے۔ (صحیح البخاری:٥١١١ (باب صداق الملاعنة)، صحیح مسلم:١١٣٢، ١١٣١ (کتاب اللعان)، مسند احمد ج ٢ ص ١١، مسند الحمیدی:٦٧١، سنن ابوداؤد:٢٢٥٧ (باب اللعان)، سنن نسائی ج ٦ ص ١٧٧ (کتاب الطلاق)۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٧ ص ٥١٢-٥٢٥، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢٦ھ)

آیات لعان کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری الحنفی المتوفی ١٩٩٨ء لعان کی آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جب سابقہ آیت نازل ہوئی تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اھکذا انزلت۔ کیا یہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انصار! سنتے ہو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے؟ سعد بولے: یارسول اللہ! خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا ہے لیکن میں یہ خیال کر کے حیران ہو رہا ہوں کہ اگر میں کسی بدبخت کو اپنی بیوی پر سوار دیکھوں تو جب تک میں چار گواہ تلاش کر کے نہ لاؤں اس کے خلاف زبان نہیں ہلا سکتا اور اگر گواہوں کو بلانے جاؤں گا تو وہ اپنا کام تمام کر کے رفو چکر ہو چکا ہوگا۔ اس گفتگو کو قلیل عرصہ ہی گزرا تھا کہ ایک رات ہلال بن اُمیہ اپنے کھیتوں سے جب گھر آئے تو اپنی اہلیہ کے ساتھ ایک آدمی دیکھا۔ انہوں نے سارا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔ صبح بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سن کر بڑی کوفت ہوئی۔ صحابہ آپس میں کہنے لگے کہ ابھی ہلال پر حدِ قذف لگائی جائے گی۔ ہلال نے کہا: میرے دوستو! گھبراتے کیوں ہو، اللہ تعالیٰ ضرور کوئی صورت پیدا فرمائے گا۔ اسی اثناء میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نزولِ وحی کے آثار نمودار ہوئے اور سب خاموش ہو گئے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو حضور نے فرمایا: اے ہلال! مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تیری نجات کی صورت پیدا فرما دی ہے۔ پھر یہ آیت پڑھ کر سنائی، اور اس کی بیوی کو بلا بھیجا۔ وہ آئی تو یہ آیت اسے بھی پڑھ کر سنائی۔ پھر دونوں کو تنبیہ کی کہ دنیا کے عذاب سے قیامت کا عذاب بہت سخت ہے۔ ہلال نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے جو عرض کی ہے بخدا وہ سچ ہے۔ عورت نے کہا: یہ جھوٹ بولتا ہے۔ چنانچہ پہلے ہلال نے چار مرتبہ قسم اٹھا کر کہا کہ میں سچا ہوں۔ پانچویں مرتبہ کہا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر عورت کو کہا گیا کہ اسی طرح تو چار مرتبہ حلف کے ساتھ گواہی دے کہ وہ جھوٹا ہے جب وہ کہہ چکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈر، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہلکا ہے

اگر تو نے پانچویں بار بھی کہہ دیا تو عذابِ آخرت تجھ پر لازم ہو جائے گا۔ چنانچہ کچھ دیر وہ خاموش رہی۔ اس نے اپنے قصور کے اعتراف کا ارادہ کیا۔ پھر کہنے لگی، میں اپنی قوم کو رسوا کرنا نہیں چاہتی۔ چنانچہ پانچویں دفعہ بھی اس نے کہہ دیا ان غضب اللہ علیہا ان کان من الصادقین کہ اگر ہلال سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔ چنانچہ اس طرح قسم اٹھانے سے ہلال حدِ قذف سے بچ گئے اور وہ عورت حدِ زنا سے بچ گئی۔ لیکن ان کے درمیان ہمیشہ کے لیے جدائی کر دی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب جو بچہ پیدا ہو اس کی نسبت ہلال کی طرف نہ کی جائے بلکہ اس کی ماں کی طرف کی جائے اور ساتھ ہی ایک اور حکم بھی دیا کہ اگر اس کے بعد کسی نے اس عورت کو زنا سے متہم کیا یا اس کے بچے کو حرامی کہا تو اس پر حدِ قذف لگائی جائے گی۔ اس ارشاد سے واضح ہو گیا کہ جس کو شریعت کسی الزام سے بری کر دے پھر اس پر کسی کو زباں درازی کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ اس طریقہ کار کو ''لعان'' کہتے ہیں۔ لعان کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور پھر وہ عورت زندگی بھر اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

اگر مرد اس طرح قسم کھالے اور عورت خاموش ہو جائے تو اس پر زنا کی حد لگے گی لیکن اگر عورت بھی اس طرح قسم کھالے تو وہ بھی زنا کی حد سے بچ جائے گی۔

یعنی اگر حدِ قذف کے حکم کے بعد لعان کا قانون جاری نہ کیا جاتا اور مرد اپنی بیوی کو ناشائستہ حالت میں دیکھتا اور خاموش رہتا تو ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا رہتا اور اگر اظہار کرتا تو اسّی کوڑے کھاتا۔ یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اسنے ان پیچیدگیوں سے نجات کا راستہ تمہارے لیے بنا دیا ہے۔

لعان کی تحقیق از مصنف

لعان کے متعلق احادیث

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانی حضرت عاصم بن عدی الانصاری رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے عاصم! یہ بتاؤ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے تو کیا کرے، آیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر تم اس شخص کو قتل کر دو گے؟ یا پھر وہ شخص کیا کرے؟ اے عاصم! تم میری خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کا حل دریافت کرو،، پھر حضرت عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا، آپ نے اس سوال کو مکروہ جانا اور اس کی مذمت کی، حتیٰ کہ حضرت عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو جواب سنا اس سے انہیں بہت رنج ہوا، جب حضرت عاصم اپنے گھر پہنچے تو حضرت عویمر ان کے پاس آگئے اور ان سے پوچھا: اے عاصم! تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ حضرت عاصم نے حضرت عویمر سے کہا: میں کوئی اچھی خبر نہیں لایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوال کیا تھا، آپ نے اس کو ناپسند فرمایا۔ حضرت عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہ پوچھ لوں اس وقت تک میں خاموش نہیں رہوں گا، پھر حضرت عویمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور لوگوں کے درمیان جا کر بیٹھ گئے اور کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پائے تو آیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے تو پھر وہ شخص کیا کرے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اور تمہاری بیوی کے متعلق اللہ کا حکم نازل ہو گیا ہے جاؤ اس کو لے کر آؤ۔ سہل نے کہا: پھر ان دونوں نے ایک دوسرے پر لعان کیا (لعنت کی)، میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، جب وہ ایک دوسرے

سے لعنت کر کے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا: یارسول اللہ! اگر اب میں نے اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھا تب تو پھر میں جھوٹا ہوں گا، پھر انہوں نے اپنی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے تین طلاقیں دے دیں، ابن شہاب زہری نے کہا: لعان (ایک دوسرے پر لعنت کرنے) کا یہی طریقہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۰۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۴۷، ۲۲۴۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۴۰۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۲۴۹۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جمعہ کی شب مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ انصار میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے اور اس کے متعلق بات کرے تو تم اس پر کوڑے (حد قذف) لگاؤ گے، یا وہ اس کو قتل کر دے تو تم اس کو قتل کر دو گے اور اگر وہ خاموش رہے تو وہ اپنے غصہ اور غضب میں خاموش رہے گا، وہ کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں ضرور اس کا حل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں گا، دوسرے دن وہ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے، پھر اس واقعہ کی خبر دے تو آپ اس کو کوڑے ماریں گے (حد قذف لگائیں گے) یا وہ اس کو قتل کر دے تو آپ اس کو قصاص میں قتل کر دیں گے یا وہ خاموش رہے تو وہ غیظ و غضب میں خاموش رہے گا، تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کا حل منکشف کر دے، پھر آپ مسلسل دعا کرتے رہے، پھر آیت لعان نازل ہوگئی کہ جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو...... پھر وہ شخص لوگوں کے سامنے اس لعان میں مبتلا ہوا، وہ اپنی بیوی سمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور انہوں نے ایک دوسرے پر لعنت کی، مرد نے چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ وہ سچوں میں سے ہے، پھر پانچویں بار اس نے خود پر یہ کہہ کر لعنت کی کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو، پھر وہ عورت لعنت کرنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: رک جا! اس نے انکار کیا اور لعنت کی، جب وہ دونوں چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید اس کا بچہ پیدا ہوگا جو سیاہ رنگ کا گھونگھریالے بالوں والا ہوگا، پھر اس کے ہاں سیاہ رنگ کا گھونگھریالے بالوں والا بچہ ہوا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۵، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۲۲۵۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶۸)

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ (النور: ٦) حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! میں جانتا ہوں کہ یہ آیت برحق ہے اور اللہ کی طرف سے ہے لیکن مجھے اس پر تعجب ہے کہ اگر میں کسی شخص کو اس حال میں پاؤں کہ میری بیوی کی رانیں کسی شخص پر ہوں تو میرے لئے یہ ممکن نہیں ہوگا کہ میں ان کو باز رکھنے کے لئے چار گواہ اکٹھا کروں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا: کیا تم نے نہیں سنا تمہارے سردار نے کیا کہا ہے! انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! اس کو ملامت نہ کریں، کیونکہ اس سے بڑھ کر ہم میں کوئی غیرت دار نہیں، اس نے جب بھی نکاح کیا تو کنواری عورت سے کیا اور اس نے اپنی جس بیوی کو طلاق دی تو کسی نے اس سے نکاح کی خواہش نہیں کی، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس کو اتنے گواہ پیش کرنے ہوں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، پھر ان کے عم زاد ہلال بن امیہ اس سانحہ میں مبتلا ہو گئے، انہوں نے آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا، تب اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی ۶-۹ آیتیں نازل فرمائیں، جب مرد نے اپنی بیوی کے خلاف چار مرتبہ شہادت دے

Marfat.com

دی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رک جاؤ یہ شہادت واجب ہے، پھر اس سے فرمایا: اگر تم جھوٹے ہو تو توبہ کرلو، اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں سچا ہوں، پھر اس نے پانچویں قسم بھی کھالی، پھر اس کی بیوی نے اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ گواہی دی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رک جاؤ، یہ شہادت واجب ہے، پھر اس سے فرمایا: اگر تو جھوٹی ہے تو توبہ کرلے، وہ کچھ دیر خاموش رہی، پھر اس نے کہا: میں تمام دن اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی، پھر اس نے پانچویں بار قسم بھی کھالی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس کا ایسا ایسا بچہ ہوا تو وہ فلاں کا ہے، پھر اس کے ہاں ویسا ہی بچہ ہوگیا۔

(اس حدیث کی سند صحیح ہے، حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۳۱، دار الحدیث قاہرہ، طبع جدید، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۸، طبع قدیم، حافظ الہیثمی نے بھی کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد، ج ۵ ص ۱۱-۱۲)

لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی

لعان کا لفظ لعن سے ماخوذ ہے، علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ لعن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کا معنی ہے: دھتکارنا اور خیر سے دور کرنا، اور جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو یہ بددعا کا کلمہ ہے، اور لکھتے ہیں کہ لعان کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے تو امام اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرائے، اور مرد سے ابتداء کرے، مرد چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ اس نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اپنی اس تہمت میں صادق ہوں، جب وہ چار بار یہ قسم کھالے تو پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ زنا کی اس تہمت لگانے میں جھوٹا ہو، تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، پھر عورت کو کھڑا کیا جائے اور وہ چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتی ہوں کہ اس شخص نے جو مجھ پر تہمت لگائی ہے یہ اس تہمت میں جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر یہ سچوں میں سے ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو، لعان کے بعد وہ عورت اس شخص سے بائنہ ہو جائے گی اور کبھی اس شخص کے لیے حلال نہیں ہوگی، اگر وہ حاملہ ہو تو بچہ اس عورت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔ (تاج العروس ج ۹ ص ۳۳۴-۳۳۵) (تبیان القرآن ج ۸ ص ۷۳-۷۵، فرید بک اسٹال لاہور ۱۴۲۵ھ)

اس کی تحقیق کہ اسلام میں سب سے پہلے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے والے حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ تھے

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ (النور: ۶)	اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں، تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے O

یہ آیات شعبان نو (۹) ہجری میں حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئیں، جب آپ غزوہ تبوک سے واپس آئے یا حضرت ہلال بن امیہ بن سعد بن امیہ کے متعلق نازل ہوئیں اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے۔

اور علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: صحیح یہ ہے کہ تہمت لگانے والے حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ تھے، اور حضرت ہلال بن امیہ سعد بن امیہ کا ذکر کرنا خطا ہے، اور ابو القاسم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے روایت کی ہے کہ حضرت

Marfat.com

عویمر العجلانی نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ھ نے روایت کی ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ غلط ہے اور جو چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ قصہ واحدہ ہے کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف فرمایا تھا حتیٰ کہ مذکور الصدر آیت کریمہ نازل ہوگئی۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے التہذیب میں کہا ہے کہ اس حدیث میں ہلال بن امیہ کا ذکر کرنا غلط ہے، تہمت لگانے والے صرف حضرت عویمر العجلانی بن الحارث بن زید بن الجد بن عجلان رضی اللہ عنہ تھے۔

علامہ مغلطائی متوفی ۷۶۲ھ نے التلویح شرح صحیح البخاری میں کہا ہے: امام محمد بن جعفر نے جو ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ قصہ ہلال بن امیہ کا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی پر شریک کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی تھی اور یہ قصہ صحیح البخاری میں دو جگہ مذکور ہے، کتاب الشہادات (صحیح البخاری: ۲۶۷۱) میں اور کتاب التفسیر (صحیح البخاری: ۴۷۴۷) میں، اور صحیح مسلم میں ہشام بن محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور میری رائے یہ تھی کہ ان کے پاس اس کا علم ہے تو انہوں نے کہا کہ حضرت ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی تھی اور وہ حضرت البراء بن مالک رضی اللہ عنہ متوفی ۲۰ھ کے اخیافی بھائی تھے اور حضرت ہلال بن امیہ اسلام میں وہ پہلے مرد تھے جنہوں نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور پھر ان دونوں نے لعان کیا۔

باب مذکور میں امام بخاری کی پہلی تعلیق

جب گونگے نے اپنی بیوی پر لکھ کر یا اشارہ سے یا کسی معروف اشارہ سے زنا کی تہمت لگائی تو وہ متکلم کی طرح ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض میں اشارہ کو جائز قرار دیا ہے اور یہی بعض اہل حجاز کا اور اہل علم کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۗ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (مریم:۲۹)

مریم نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا، ان لوگوں نے کہا: ہم گود کے بچہ سے کیسے بات کریں O

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۗ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۗ (آل عمران:۴۱)

(زکریا نے) کہا: اے میرے رب! میرے لئے کوئی علامت مقرر کر دیجئے، فرمایا: تمہاری علامت یہ ہے کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا لوگوں سے کوئی بات نہ کر سکو گے

الضحاک نے ''الا رمزا'' کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد اشارہ ہے۔

(تفسیر الثوری ص ۷۷، تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۲۵۹، تاریخ دمشق لابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ، ج ۱۹ ص ۵۲)

اور بعض الناس (حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ گونگے پر نہ حد ہے اور نہ لعان ہے، پھر انہوں نے یہ زعم کیا کہ اگر گونگا لکھ کر طلاق دے یا اشارے سے یا ایسے اشارے سے جو لوگوں میں معروف ہے تو اس کی طلاق جائز ہے، حالانکہ طلاق میں اور القذف یعنی تہمت لگانے میں کوئی فرق نہیں ہے، پس اگر انہوں نے یہ کہا کہ تہمت صرف کلام سے لگائی جاتی ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ طلاق دینا بھی بغیر کلام کے جائز نہیں ہے، ورنہ طلاق اور قذف دونوں باطل ہیں، اور اسی طرح العتق یعنی گونگے کے غلام آزاد کرنے کا حکم ہے اور اسی طرح بہرہ بھی لعان کرے گا۔

باب مذکور میں امام بخاری کی دوسری تعلیق

الشعبی نے کہا اور قتادہ متوفی ۱۱۷ھ نے کہا: جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تمہیں طلاق اور اپنی انگلی سے اشارہ کیا تو اس کے اشارہ کرنے سے اس کی بیوی بائنہ ہوجائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۱)

باب مذکور میں امام بخاری کی تیسری تعلیق

اور ابراہیم النخعی المتوفی ۹۶ھ نے کہا کہ گونگے نے جب اپنے ہاتھ سے طلاق لکھی تو اس کی طلاق لازم ہوجائے گی۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۹۷)

باب مذکور میں امام بخاری کی چوتھی تعلیق

اور حماد نے کہا کہ گونگے اور بہرے نے اگر سر سے اشارہ کیا تو یہ جائز ہے۔

(جامع سفیان الثوری بہ حوالہ تغلیق التعلیق ج ۴ ص ۴۷۵)

تعلیقات مذکورہ کی شرح از علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اپنے اس تمام بیان سے یہ ارادہ کیا ہے کہ اہلِ حجاز اور فقہاءِ کوفہ کے درمیان اس اختلاف کو بیان کریں جو گونگے کے لعان اور حد کے درمیان ہے، اسی لئے انہوں نے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ (النور: ۶) کے بعد یہ ذکر کیا کہ جب گونگا اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے الی آخرہ۔ اور امام بخاری نے لفظ یرمون کے عموم سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب گونگا اپنی بیوی پر لکھ کر زنا کی تہمت لگائے یا اشارہ سے زنا کی تہمت لگائے ایسا اشارہ جس سے بات سمجھ میں آتی ہو اور امام بخاری نے یہ قید لگائی ہے کہ وہ اشارہ معروف ہو، اس لئے کہ جب یہ اشارہ معروف نہیں ہوگا تو اس کے اوپر کسی حکم کو مبنی نہیں کیا جائے گا، اور اشارہ اور ایماء میں فرق یہ ہے کہ لفظ اشارہ سے ذہن میں متبادر یہ ہوتا ہے کہ اشارہ ہاتھ سے ہوتا ہے اور لفظ ایماء سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ یہ سر سے ہوتا ہے یا پلکوں سے ہوتا ہے، پھر امام بخاری نے کہا کہ ان لوگوں کے اشارہ کا حکم یہ ہے کہ جو متکلم کا حکم ہوتا ہے یعنی ناطق کا حکم ہوتا ہے، ان تمام صورتوں کا حکم یہ ہے کہ جب لکھنے سے یا اشارہ سے یا ایماء سے کوئی مفہوم سمجھ میں نہ آئے تو اس پر کسی حکم کی بناء نہیں کی جائے گی، پھر جب گونگا ان امور میں متکلم اور ناطق کی طرح ہے تو اس کا ان اشیاء میں تہمت لگانا معتبر ہوگا اور اس کے اوپر لعان اور اس کا حکم مترتب ہوگا، پھر امام بخاری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض میں اشارہ کو جائز قرار دیا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امور مفروضہ میں اشارہ کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ نماز میں، کیونکہ جو شخص رکوع اور سجود سے عاجز ہو تو وہ اشارہ سے رکوع اور سجود کرتا ہے۔

پھر امام بخاری نے کہا کہ یہ بعض اہل حجاز کا قول ہے یعنی امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ گونگا اشارے سے طلاق دے تو وہ واقع ہوجاتی ہے، سو یہ بعض اہل حجاز کا قول ہے اور اس سے امام بخاری کی مراد امام مالک اور ان کے متبعین ہیں۔

اور امام بخاری نے کہا اور اہل علم کا قول ہے یعنی بعض اہل علم نے جو غیر اہل حجاز ہیں اور اس سے ان کی مراد ابوالشور ہیں کیونکہ ان کا بھی وہی مذہب ہے جو امام مالک کا قول ہے۔

پھر امام بخاری نے مریم: ۲۹ سے استدلال کیا یعنی حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا، یہ بھی بعض اہل حجاز کا قول ہے کہ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا، جس وقت وہ اپنے پنگوڑے میں تھے، جس وقت انہوں نے اپنی قوم سے کہا جب لوگوں نے حضرت مریم پر تہمت لگائی تھی:

قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا (مریم: ۲۷) تو انہوں نے کہا: اے مریم! تم نے تو بہت سنگین کام کیا ہے O

یعنی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پنگوڑے میں کلام کریں:

فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ۖ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا (مریم: ۲۹) سو مریم نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا، ان لوگوں نے کہا: ہم گود کے بچہ سے کیسے بات کریں O

تو لوگوں نے حضرت مریم کے اشارہ سے اس چیز کو جان لیا جس کو وہ کلام اور نطق سے جانتے تھے۔

امام بخاری نے کہا: اور الضحاک نے ''الا رمزا'' کی تفسیر میں لکھا کہ رمز سے مراد اشارہ ہے، یہ امام بخاری کا ایک اور استدلال ہے، جو اس آیت سے ہے:

قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۗ (آل عمران: ۴۱) تمہاری علامت یہ ہے کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا لوگوں سے بات نہ کر سکو گے O

یہ امام بخاری کا اس پر ایک اور استدلال ہے کہ گونگے کے اشارہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور لعان بھی واقع ہو جاتا ہے۔

اور امام بخاری نے کہا کہ الضحاک بن مزاحم نے بھی کہا کہ الا رمزا سے مراد اشارہ ہے، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اسی طرح ابن مزاحم نے کہا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۰۲، دار المعرفہ)

اور علامہ محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸۶ ھ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ضحاک بن شراحیل الهمدانی التابعی ہیں، جو مفسر ہیں۔

(تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری ج ۱۹ ص ۲۱۶، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ ھ)

الضحاک بن مزاحم کا تعارف

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) الضحاک بن مزاحم ابو القاسم الهلالی الخراسانی ہیں جو سمرقند، بلخ اور نیشاپور میں تھے، انہوں نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے روایت کی ہے، جن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ ھ اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ متوفی ۶۸ ھ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ متوفی ۷۴ ھ شامل ہیں، اور ان کا ان میں سے کسی سے سماع ثابت نہیں ہے اور یحییٰ بن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور ابوزرعہ نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں، کوفی ہیں اور (۱۵۰) ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور امام ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ اور امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ نے ان سے روایت کی ہے اور انہوں نے ان کے قول الا رمزاً کی تفسیر الا اشارۃ کے ساتھ کی ہے، اور اگر ان کے اشارہ سے ان کا کلام مفہوم نہ ہوتا تو اللہ عزوجل یہ نہ فرماتا: لا تکلمهم الا رمزاً: یعنی آپ ان سے صرف اشارہ سے بات کر سکیں گے، اور یہ آیت حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں ہے۔ (میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے جس طرح آیت ذکر کی ہے، اس طرح سے قرآن مجید کی آیت نہیں ہے، بلکہ آیت اس طرح سے ہے):

قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۗ تمہاری علامت یہ ہے کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا لوگوں

Marfat.com

سے بات نہ کر سکو گے۔ (آل عمران: ۴۱)

اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ۚ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ۝ (مریم: ۷-۱۱)

اے زکریا! بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں اس کا نام یحییٰ ہوگا، ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا O زکریا نے کہا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میری اہلیہ بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو چکا ہوں O فرمایا: اسی طرح ہوگا آپ کے رب نے فرمایا: یہ میرے لیے آسان ہے اور میں اس سے پہلے تم کو پیدا کر چکا ہوں، جب تم کچھ بھی نہ تھے O زکریا نے کہا: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے، فرمایا: تمہارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم تندرست ہونے کے باوجود تین راتوں تک لوگوں سے بات نہ کر سکو گے O پھر زکریا اپنے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور ان کو اشارے سے کہا کہ تم صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔

امام بخاری کے امام ابوحنیفہ اور فقہاء احناف پر اعتراضات اور علامہ عینی حنفی کی طرف سے ان کے جوابات

امام بخاری نے کہا: ''وقال بعض الناس'' اس سے امام بخاری کی مراد ہیں فقہاء کوفہ، کیونکہ جب امام بخاری اہل حجاز کے کلام پر استدلال کرنے سے فارغ ہوئے تو پھر فقہاء کوفہ کے اس کلام کا رد کرنا شروع ہو گئے کہ گونگے کے اوپر نہ حد ہے نہ لعان، پھر فقہاء احناف نے یہ زعم کیا کہ لکھنے سے یا اشارہ سے یا ایماء سے طلاق دینا جائز ہے حالانکہ طلاق یا قذف میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اور علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے کہ امام بخاری نے جو بعض الناس کہا ہے اس سے ان کی مراد فقہاء احناف ہیں، کیونکہ انہوں نے کہا ہے: گونگے کے اوپر کوئی حد نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے تہمت لگانے اور اس پر لعان کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ گونگے کی تہمت لگانے کے ساتھ لعان کا تعلق نہیں ہوتا کیونکہ لعان کا تعلق صریح الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ حد القذف میں ہوتا ہے، پھر صاحب الہدایہ نے کہا کہ تہمت لگانے میں اشارہ معتبر نہیں ہے کیونکہ اس میں صراحتاً تہمت نہیں ہوتی، پھر انہوں نے کہا کہ گونگے کی طلاق اشارہ کے ساتھ واقع ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا اشارہ معروف ہے، پس وہ صریح عبارت کے قائم مقام کیا گیا ہے تاکہ ضرورت مندفع ہو۔

امام بخاری نے کہا: ''ثم زعم'' یعنی پھر بعض الناس نے یہ زعم کیا کہ گونگے کی طلاق، لکھنے سے، اشارے سے یا ایماء سے جائز ہے حالانکہ طلاق اور قذف کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

Marfat.com

امام بخاری کی اس عبارت سے مراد بھی فقہاء احناف ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ثم زعم کا فاعل ہیں امام ابوحنیفہ، کیونکہ امام بخاری جب بعض الناس کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد امام ابوحنیفہ ہوتی ہے، اور اس عبارت سے فقہاء احناف نے جو کچھ کہا ہے وہ محض ان کی رائے ہے کہ گونگے کی تہمت لگانے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس کے باوجود انہوں نے گونگے کی طلاق کا اعتبار کیا ہے اور یہ ایسا فرق ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے، اور یہ ایسی تخصیص ہے جو بلا اختصاص ہے اور ترجیح بلا مرجح ہے۔

اور فقہاء احناف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ تہمت لگانے کی صحت کا تعلق زنا کی صراحت کے ساتھ ہے نہ کہ اس کے معنی کے ساتھ، اور یہ بات گونگے سے حاصل نہیں ہو سکتی، لہٰذا گونگا اگر اشارہ سے کسی پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ قاذف نہیں قرار دیا جائے گا اور حدود، شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ (کیونکہ گونگا اشارے سے کس طرح بتائے گا کہ فلاں مرد نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے)۔

اور امام بخاری نے کہا: حالانکہ طلاق میں اور تہمت لگانے میں کوئی فرق نہیں ہے، اور امام بخاری کا ان کے درمیان عدمِ فرق کا دعویٰ کرنا ممنوع ہے کیونکہ لفظِ طلاق اپنے معنی کی ادائیگی میں صحیح ہے، بہ خلاف تہمت لگانے کے کیونکہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ فلاں مرد نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے، لہٰذا اس کے اوپر کوئی چیز مرتب نہیں ہوگی اور ان دونوں کے درمیان لفظاً اور معنیً فرق ظاہر ہے اور اس دقیق نکتہ پر امام بخاری مطلع نہیں ہو سکے۔

پھر امام بخاری نے کہا کہ اگر بعض الناس یہ کہیں کہ تہمت لگانا بغیر کلام کے متحقق نہیں ہوتا تو ان سے کہا جائے گا کہ طلاق دینا بھی بغیر کلام کے متحقق نہیں ہوتا۔

امام بخاری نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ اسی طرح طلاق دینا بھی بغیر کلام کے متحقق نہیں ہوتا، امام بخاری کا یہ جواب انتہائی ضعیف ہے کیونکہ دونوں کلاموں کے درمیان بہت عظیم اور بہت دقیق فرق ہے۔ اس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے وقتِ نظر اور باریک بینی عطا کی ہو، اس کے برخلاف گونگا جو کلام کرنے پر قادر نہیں ہے، جو صرف اشارہ کرتا ہے اور اشارہ دو چیزوں کو متضمن ہوتا ہے، لہٰذا اس کے اشارے سے حد کو واجب کرنا جائز نہیں ہے، جیسے لکھنے سے اور تعریض سے حد واجب نہیں ہوتی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تم نے وطی حرام کی ہے تو یہ قذف نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے ایسی وطی کی ہو جس میں شبہ ہو اور قائل نے یہ اعتقاد کیا ہو کہ یہ وطی حرام ہے، اور اشارہ سے ان دونوں معنوں کی تفصیل واضح نہیں ہوتی، اسی لئے تعریض کے ساتھ حد واجب نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے امام بخاری کی تائید

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ علامہ ابن القصار مالکی نے اس کے جواب میں فقہاء احناف پر یہ نقض وارد کیا ہے کہ اگر کوئی شخص زبانِ عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں کسی پر تہمت لگائے تو اس کا اعتبار کیا جاتا ہے لیکن یہ جواب ضعیف ہے اور دوسروں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ قتل کی ایک قسم قتل عمد، قتل شبہ عمد اور قتل خطا ہے اور یہ اشارہ سے متمیز ہو جاتا ہے اور یہ قوی اعتراض ہے اور انہوں نے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ لعان شہادت ہے اور گونگے کی شہادت بالاجماع مردود ہے اور اجماع کا دعویٰ مردود ہے کیونکہ امام مالک نے ذکر کیا ہے کہ گونگے کی شہادت مقبول ہے، لہٰذا اس پر اجماع نہیں ہے، اور بایں طور کہ لعان اکثر علماء کے نزدیک یمین ہے یعنی قسم ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۰۳، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

امام بخاری کے تمام اعتراضات کے جوابات

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) یہ تمام اعتراضات فقہاء احناف کے مذہب پر وارد نہیں ہوتے، پہلا اعتراض اس لیے وارد نہیں ہوتا کہ قذف میں یہ شرط ہے کہ زنا کی تہمت کی تصریح ہو جیسا کہ غیر لسان العرب میں یہ تصریح ہوتی ہے اور دوسرا اعتراض اس لئے وارد نہیں ہوتا کہ اس قائل نے یہ کہا ہے کہ وہ قوی اعتراض ہے، حالانکہ یہ اعتراض پہلے سے زیادہ ضعیف ہے کیونکہ قتل کی تین قسمیں ہیں، قتل عمد، شبہ عمد اور قتل خطاء، اور جاری مجری خطاء اور قتل بالسبب اور گونگے سے ان کے درمیان تمیز اور امتیاز بہت مشکل ہے اور تیسرا اعتراض اس لئے وارد نہیں ہوتا کہ گونگے کی شہادت مردود ہے اور لعان ہمارے نزدیک ایسی شہادت ہے جو قسم کے ساتھ موکد ہوتی ہے، لہٰذا اس میں یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کی شہادت بالا جماع مقبول ہے کیونکہ اس کی شہادت ہمارے نزدیک مردود ہے اور چوتھا اعتراض اس لئے وارد نہیں ہوتا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ لعان شہادت ہے اور اصطلاح میں کوئی تنگی اور مانع نہیں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ طلاق اور قذف دونوں زبان سے ہوتے ہیں، پھر اگر قذف میں اشارہ کا اعتبار نہیں ہے تو پھر طلاق میں بھی اشارہ کا اعتبار نہیں ہونا چاہیے۔

امام بخاری نے کہا کہ طلاق اور قذف میں کوئی فرق نہیں ہے، اگر فقہاء احناف یہ کہیں کہ قذف صرف زبان سے ہوتا ہے تو ان سے کہا جائے گا کہ طلاق بھی صرف زبان سے ہوتی ہے ورنہ طلاق اور قذف دونوں باطل ہو جائیں گے، یعنی اگر وہ ان کے درمیان فرق کا قول نہ کریں تو پھر ضروری ہے کہ طلاق اور قذف دونوں کو باطل قرار دیا جائے اور اسی طرح غلام کو آزاد کرنے کا حکم ہے، فقہاء احناف کہتے ہیں کہ گونگے کا اشارہ سے غلام کو آزاد کرنا صحیح ہے اور اسی طرح گونگے کا لعان کرنا بھی صحیح ہے، المھلب مالکی نے کہا ہے کہ یہ اشکال بہت قوی ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق میں اور غلام کو آزاد کرنے میں اور لعان میں متعدد بار اشارہ کرنے سے مراد واضح ہو جاتی ہے اس کے برخلاف قذف میں اس طرح نہیں ہوتا کیونکہ قذف میں یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں مرد نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے اور یہ بات اشارہ سے نہیں سمجھی جاتی۔

شعبی کے قول سے استدلال کا جواب

اور شعبی نے کہا اور ان کا نام عامر بن شراحیل متوفی ۱۰۳ھ ہے اور قتادہ بن دعامہ متوفی ۱۱۷ھ جب انہوں نے کہا کہ گونگے نے اپنی بیوی سے کہا: تجھے طلاق ہے اور اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا جس اشارہ کی بناء اس پر ہو کہ وہ ایک طلاق دے رہا ہے یا دو طلاق دے رہا ہے یا تین طلاق دے رہا ہے یعنی وہ اس اشارہ سے ایک، دو یا تین طلاقیں دے رہا ہو تو اس کی مراد واضح ہو جاتی ہے اور قذف میں اس طرح مراد واضح نہیں ہوتی۔

ابراہیم نخعی کے قول سے استدلال کا جواب

اور ابراہیم نخعی متوفی ۹۶ھ نے کہا: جب گونگے نے اپنے ہاتھ سے طلاق لکھی تو اس کی طلاق لازم ہے اور یہی امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا مذہب ہے۔

اور فقہاء احناف نے کہا: جب کوئی مرد کئی دنوں تک چپ رہا، پھر اس نے لکھا تو اس کے لکھنے سے کوئی چیز واقع نہیں ہوگی اور

Marfat.com

امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا کہ گونگا پن اس خاموشی کے برخلاف ہے جو کسی وجہ سے اختیار کی جائے، جیسا کہ جو شخص کسی عارضہ کی وجہ سے ایک دن یا دو دن جماع سے عاجز ہو تو وہ اس کے خلاف ہے جو مستقل جماع نہ کرسکتا ہو، اسی طرح جو شخص چند دن کسی وجہ سے چپ رہے تو وہ گونگے کی طرح نہیں ہے۔

حماد بن ابی سلیمان کے قول سے استدلال کا جواب

حماد بن ابی سلیمان متوفی ۱۲۰ھ، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ متوفی ۱۵۰ھ کے شیخ اور استاذ ہیں، انہوں نے کہا کہ گونگا اور بہرہ جب سر سے اشارہ کردے تو جائز ہے یعنی جب گونگے اور بہرے سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ سر سے اشارہ کردے تو یہ جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کے مناقشہ کا جواب

اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا ہے کہ گویا کہ امام بخاری نے فقہاء کوفہ پر ان کے شیخ کے قول سے الزام دینے کا ارادہ کیا ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس قائل کو یہ معلوم نہیں کہ شیخ کی اس قول سے کیا مراد ہے، اگر وہ اس مراد کو جان لیتا تو یہ الزام نہ دیتا حالانکہ شیخ کی مراد اس سے یہ ہے کہ گونگے کا اشارہ معروف ہوتا ہے، اس لئے وہ عبارت کے قائم مقام ہوتا ہے اور فقہاء کوفہ اس بات کے قائل ہیں پھر ان پر یہ الزام کس طرح وارد ہوگا؟ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۱۳-۴۱۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے اعتراضِ مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے ان تمام جوابات میں سے صرف حماد بن ابی سلیمان (شیخ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کے متعلق یہ لکھا ہے کہ گونگا، بہرہ جب سر سے اشارہ کرے تو جائز ہے اور اس عبارت سے امام بخاری نے فقہاء کوفہ پر الزام دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۵۰۳)

علامہ عینی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ فقہاء کوفہ اس کے قائل ہیں، لہٰذا اس پر امام بخاری کا الزام وارد نہیں ہوتا لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ عینی کے جواب پر کوئی کلام یا تبصرہ نہیں کیا جس سے ظاہر ہوتا کہ وہ اس مسئلہ میں علامہ عینی کے اعتراض سے لاجواب ہو گئے۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۶۰۶، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۱۸ھ)

گونگے کے لعان کے متعلق اختلافِ فقہاء

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

گونگے کے لعان کے متعلق فقہاء احناف کا اختلاف ہے، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے اور ابوثور نے کہا ہے کہ گونگے کا جب اشارہ معروف ہو اور لکھنا سمجھ میں آجائے اور معلوم ہو جائے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو اس کے لعان کا اعتبار کیا جائے گا۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۲۷۴، المدونہ ج ۲ ص ۳۴۳)

گونگے کے لعان اور قذف کے غیر معتبر ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ گونگے کا زنا کی تہمت لگانا صحیح نہیں ہے اور نہ اس کا لعان صحیح ہے، پس جب گونگے نے اشارے سے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو اس پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی اور نہ اس کو لعان کیا جائے گا، اسی طرح اگر گونگے نے لکھ کر

Marfat.com

زنا کی تہمت لگائی تو اس پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۵۰۸)

اسی کی مثل عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ سے منقول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۵۸، المغنی ج ۱۱ ص ۱۲۷)

اور ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ مسئلہ ان کی ایک اصل پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ قذف کی صحت کا تعلق صریح زنا کے ساتھ ہے نہ کہ اس کے معنی کے ساتھ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے زنا کی تہمت لگائی، پس کہا کہ تم نے وطی حرام کی ہے یا کہا کہ تم نے وطی بلاشبہ کی ہے تو پھر وہ قاذف قرار نہیں پائے گا اور اگر اس نے زنا کے معنی کا ذکر کیا تو وہ قاذف قرار پائے گا، پس معلوم ہوا کہ اس باب میں صریح لفظ زنا کا اعتبار ہے اور یہ معنی گونگے سے حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا گونگا قاذف نہیں ہوگا، کیونکہ گونگا اشارہ سے یہ متمیز نہیں کر سکتا کہ یہ زنا وطی حلال سے ہے یا یہ زنا وطی شبہ سے ہے، نیز جب اس کا اشارہ دو صورتوں کو متحمل ہے تو اس سے حد کا ایجاب ثابت نہیں ہوگا، جس طرح لکھنے سے اور تعریض سے حد کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

نیز فقہاء احناف نے کہا کہ لعان ہمارے نزدیک شہادت ہے اور گونگے کی شہادت ہمارے نزدیک بالا جماع غیر مقبول ہے، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ عربی زبان کے علاوہ باقی زبانوں میں قذف کرنا صحیح ہے، اسی طرح گونگے کا اشارہ کرنا بھی صحیح ہے۔

امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ کی طرف سے فقہاء احناف کے دلائل کے جوابات

اور فقہاء احناف نے جو کہا ہے کہ وطی حلال سے زنا اور وطی بالشبہ سے زنا متمیز نہیں ہوتا، یہ باطل ہے کیونکہ جب گونگا قتل عمد کا اقرار کرے تو اس کا اشارہ مقبول ہوتا ہے اور اس کی صورت قتل خطا کی صورت کے مغایر ہے اور جو انہوں نے کہا ہے کہ اس کی شہادت پر اجماع ہے یہ غلط ہے۔

امام مالک نے تصریح کی ہے کہ جب گونگے کا اشارہ سمجھ آجائے تو اس کی شہادت مقبول ہوتی ہے۔
(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۵۸، المغنی لابن قدامہ ج ۱۱ ص ۱۲۷)

اور اس کا اشارہ شہادت میں تلفظ کے قائم مقام ہے لیکن جب وہ بولنے پر قادر ہو تو سوائے تلفظ کے اس کا اشارہ مقبول نہیں ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ فقہاء نابینا کے لعان کو صحیح قرار دیتے ہیں اور اس کی شہادت کی اجازت نہیں دیتے، سو انہوں نے لعان اور شہادت میں فرق کیا ہے اور اس لئے کہ ضرورت کے مواقع پر اشارہ کو کلام کے قائم مقام کیا گیا ہے جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے۔ (آل عمران: ۴۱)

نیز صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تکبیر تحریمہ پڑھی، پھر آپ کو یاد آیا کہ آپ نے غسل نہیں کیا تو آپ نے نمازیوں کی طرف اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو، اسی طرح آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف نماز میں اشارہ کیا اور احادیث اس باب میں شمار سے باہر ہیں۔

اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جب اشارہ مفہمہ ہو تو وہ نطق کے قائم مقام ہوتا ہے، اور کئی مرتبہ اشارہ نطق سے زیادہ قوی ہوتا ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی مثل بھیجا گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۳۶)

علامہ ابراہیم بن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ فقہاء احناف پر یہ الزام دیا جائے گا کہ گونگے کی طلاق اور گونگے کی بیع

Marfat.com

اور اس کے باقی احکام درست ہوتے ہیں، پس چاہیے کہ قذف بھی اس کی مثل ہو۔

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور فقہاء احناف اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا اس پر اتفاق ہے کہ گونگا جب اپنے ہاتھ سے طلاق لکھ دے تو اس کی وہ طلاق لازم ہو جاتی ہے۔

اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جب کوئی مرد چند دنوں تک خاموش رہے، پھر لکھ دے تو اس کی لکھی ہوئی کوئی چیز نافذ نہیں ہوگی۔

(مختصر اختلاف العلماء، ج ۲ ص ۴۵۱، المدونہ ج ۲ ص ۱۲۷)

امام احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ گونگے کا حکم خاموش رہنے والے کے حکم کے خلاف ہے جیسا کہ جو شخص ایک یا دو دن بیماری کی وجہ سے جماع کرنے سے عاجز ہو تو یہ اس آدمی کے عجز کے مخالف ہے جو جماع کرنے سے مایوس ہو چکا ہو، جیسے مجنون ہوتا ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء، ج ۲ ص ۴۵۱)

علامہ المھلب مالکی کی شرح

علامہ المھلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ بہرے کے بعض معاملات میں اشکال ہے لیکن جب اس کے اشارہ کا مفہوم کسی دلیل سے متعین ہو جائے تو پھر اس کا اشارہ معتبر ہوتا ہے، اور رہا وہ شخص جو کلام پر قادر ہو تو جب وہ اپنے ہاتھ سے طلاق کو لکھ دے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں نے یہ طلاق اس لئے لکھی تھی تا کہ میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کروں کہ آیا میرا یہ طلاق لکھنا میرے حق میں مناسب ہے یا نہیں اور گونگے کے پاس اشارہ کرنے کے سوا کوئی ذریعۂ گفتگو نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے بھی اسی طرح شرح کی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۴۲۵-۴۲۸، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل مذکورہ پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال اور علامہ ابن ملقن نے امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ کی طرف سے جو فقہاء احناف کے دلائل کے جوابات ذکر کئے ہیں، اس میں کوئی جواب بھی مُسکت اور شافی نہیں ہے، کیونکہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ گونگا اپنی بیوی کو طلاق دے اور اشارہ سے یہ بتا دے کہ وہ ایک طلاق دے رہا ہے یا دو طلاق دے رہا ہے یا تین طلاق دے رہا ہے، لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ گونگا اشارہ سے یہ بتا دے کہ فلاں مرد نے یا اس کا نام متعین کر کے کہے: اس نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے اور اس کا نام متعین کرے کیونکہ گونگے کا اشارے سے یہ متعین کرنا قطعاً خلاف بداہت ہے اور حیرت ہے کہ امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ اتنے عظیم علم اور اتنی زبردست فقاہت کے باوجود یہ فرق سمجھ نہیں سکے اور فقہاء احناف کی نکتہ شناسی اور ژرف نگاہی اور دقتِ نظری پر صد ہزار آفریں ہے کہ انہوں نے اس فرق کو سمجھا اور بتایا کہ گونگے کا طلاق دینا تو صحیح ہے لیکن گونگے کا اشارہ سے کسی معین مرد اور معین عورت پر زنا کی تہمت لگانا غیر معقول اور قطعاً باطل ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے اشارے کے جواز پر چند احادیث روایت کی ہیں، ان میں سے بعض ازاں یہ ہیں:

Marfat.com

٥٣٠٠۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو سَاعِدَةَ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ فَقَبَضَ أَصَابِعَهُ ثُمَّ بَسَطَهُنَّ كَالرَّامِي بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ

(صحیح البخاری: ٢٥١١، سنن ترمذی: ٣٩١٠، مسند احمد: ١١٦١٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، از یحییٰ بن سعید الانصاری، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں انصار کے بہترین گروہ کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: انصار کے بہترین گھر بنو النجار ہیں، پھر وہ ہیں جو ان کے قریب ہیں، پھر بنو عبد الاشہل ہیں، پھر وہ ہیں جو ان کے قریب ہیں، پھر بنو الحارث بن الخزرج ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، پھر بنو ساعدہ ہیں، پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، پھر آپ نے اپنی انگلیوں کو بند کرلیا، پھر انگلیوں سے اس طرح اشارہ کیا جیسے کوئی تیر مار رہا ہو، پھر فرمایا: انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے۔

حدیث مذکور کی مناسبت پر ایک اعتراض کا جواب اور اس جواب کو رد کر کے علامہ عینی کا اپنا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث کا اور اس کے بعد والی احادیث کا لعان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے جس کے لئے یہ باب منعقد کیا گیا ہے، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ دراصل یہ احادیث اس باب سے پہلے امام بخاری نے روایت کی تھیں لیکن صحیح بخاری کے نقل کرنے والوں نے ان احادیث کو اس باب کے عنوان کے بعد مندرج کر دیا، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ جواب بالکل بے سود ہے اور اصل جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں اشارہ کرنے کا ثبوت ہے، اور اس کے بعد چار احادیث ہیں، ان میں بھی اشارہ کرنے کا تحقیقاً ذکر ہے اور امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر لعان میں بھی اشارہ کیا جائے تو اس کو بھی معتبر ہونا چاہیے، اور صحیح البخاری: ٥٣٠٠، اس سے پہلے مناقب انصار میں ''باب فضل دور الانصار'' میں گزر چکی ہے، اور اس میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ متوفی ٩١ھ نے از ابو اُسید از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے گویا کہ آپ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کیا، پھر ان کو منتشر کیا، پھر وہ منتشر ہوگئیں، جیسے آپ کسی چیز کو پھینک رہے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ٤١٦-٤١٧، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)

٥٣٠١۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَبُو حَازِمٍ سَمِعْتُهُ مِنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَذِهِ مِنْ هَذِهِ أَوْ كَهَاتَيْنِ وَقَرَنَ بَيْنَ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، پھر ابو حازم نے کہا کہ میں نے یہ حدیث حضرت سہل بن سعد الساعدی سے سنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور قیامت کو ایک ساتھ بھیجا گیا ہے، جیسے اس انگلی کا فاصلہ

Marfat.com

دوسری انگلی سے ہے یا فرمایا: جیسے یہ دو انگلیاں ہیں اور آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے درمیان کشادگی کی۔

(صحیح البخاری: ۴۹۳۶، ۵۳۰۱، ۶۵۰۳، صحیح مسلم: ۲۹۹۵، سنن ترمذی: ۲۲۱۴، سنن نسائی: ۱۵۷۸، سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۰، مسند احمد: ۱۲۸۷۴، سنن دارمی: ۲۷۵۹)

بعض رجال کا تذکرہ، قرب قیامت کی وضاحت اور علامہ کرمانی کا تعارف

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علی بن عبد اللہ سے مراد ابن المدینی ہیں، اور سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں اور ابو حازم سے مراد سلمہ بن دینار الاعرج ہیں۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ھ کے نام کے ساتھ یہ تصریح کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں حالانکہ یہ بات سب کو معلوم ہے، اس کی وجہ عالم کی تعظیم ہے اور جاہل کو مطلع کرنا ہے۔

فہٰذہ من ھٰذہ: یعنی جیسا کہ انگشت شہادت انگشت وسطیٰ کے ساتھ متصل ہے، تو اسی طرح میں بھی قیامت کے ساتھ متصل ہوں۔

کھاتین: یہ راوی کا شک ہے۔

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر آج تک سات سو اسی (۷۸۰) سال گزر چکے ہیں، تو یہ کیسے کہا جائے گا کہ قیامت کا آنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ متصل ہے، پھر علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں علامہ حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ کا جواب نقل کیا، کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ آپ کے درمیان اور قیامت کے درمیان مستقبل میں اتنا زمانہ ہے، جو درمیانی انگلی کے شہادت کی انگلی کی زیادتی کے برابر ہے اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے علاوہ کسی اور معنی کا ارادہ کرتے تو آپ کی بعثت کے بعد قیامت کا قائم ہونا ایک طویل زمانہ میں ہوتا۔ علامہ خطابی کا کلام ختم ہوا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس حدیث سے مراد یہ کنایہ ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد قیامت کا واقع ہونا بہت قریب آ چکا ہے اور علامہ کرمانی کا یہ کہنا کہ آج تک سات سو اسی (۷۸۰) سال گزر چکے ہیں جب کہ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ حجاز کے راستے میں مکۃ المشرفہ سے واپس ہوتے ہوئے ایک باغ میں فوت ہو گئے تھے، پھر ان کے جسم کو بغداد کی طرف منتقل کر دیا گیا اور یہ پندرہ (۱۵) محرم سات سو چھیاسی (۷۸۶) کا دن تھا اور وہ شیخ امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی السعیدی الکرمانی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۰۲- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِي ثَلَاثِينَ ثُمَّ قَالَ وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِي تِسْعًا وَعِشْرِينَ يَقُولُ مَرَّةً ثَلَاثِينَ وَمَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِينَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جبلہ بن سحیم نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ مہینہ اسی طرح ہے اور اسی طرح ہے یعنی تیس (۳۰) دن کا

Marfat.com

ہے، پھر فرمایا: اس طرح ہے اور اس طرح ہے یعنی انتیس (۲۹) دن ہے، آپ نے ایک مرتبہ تیس دن فرمایا اور دوسری مرتبہ انتیس دن فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۱۹۰۸، ۱۹۱۳، ۵۳۰۲، صحیح مسلم: ۱۰۸۰، سنن نسائی: ۲۱۳۷، سنن ابوداؤد: ۲۳۲۹، مسند احمد: ۴۸۰۰)

بعض تراجم رجال کا تذکرہ

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی پہلی حدیث کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ حدیث آدم بن ابی ایاس سے مروی ہے اور جبلہ بن سُحیم کوفی سے مروی ہے اور یہ حدیث کتاب الصوم کے اس باب میں گزر چکی ہے: ''باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا لانکتب ولانحسب''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۱۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ وَأَشَارَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِيَدِهِ نَحْوَ الْيَمَنِ الْإِيمَانُ هَاهُنَا مَرَّتَيْنِ أَلَا وَإِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، از اسماعیل از قیس از حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا اور دو مرتبہ فرمایا: ایمان یہاں ہوگا اور فرمایا: سنو! شقاوت اور دلوں کی سختی ہل چلانے والوں میں ہے، جہاں شیطان کے دو سینگ طلوع ہوں گے ربیع اور مُضر۔

(صحیح البخاری: ۳۳۰۲، ۳۴۹۸، ۴۳۸۷، ۵۳۰۳، صحیح مسلم: ۹۱، مسند احمد: ۲۱۸۳۸)

بعض رجال کا تذکرہ اور حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے وہ القطان ہیں اور اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن ابی خالد اور قیس کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حازم ہیں اور حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور وہ حضرت عقبہ بن عمرو البدری رضی اللہ عنہ متوفی ۴۱ھ ہیں جو کہ صحابی ہیں اور یہ حدیث کتاب بدء الخلق کے باب الجن میں گزر چکی ہے جس میں حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کے نام کی تصریح ہے اور اس کی سند اس طرح ہے:

''حدثنی قیس عن عقبہ بن عمرو ابومسعود رضی اللہ عنہ''۔

الایمان ھٰھنا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ایمان یمن میں ہے، کیونکہ ایمان کی ابتداء مکہ سے ہوئی ہے اور مکہ تہامہ ہے اور تہامہ ارض یمن سے ہے، اس لئے کعبہ کو کہا جاتا ہے: کعبہ یمانیہ، اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے یہ قول اس وقت فرمایا جب آپ تبوک میں تھے جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا اور اس وقت مدینہ اور یمن کے درمیان آپ تھے تو آپ نے یمن کی جانب اشارہ فرمایا جب کہ آپ مکہ اور مدینہ کا ارادہ فرما رہے

تھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ آپ نے اس قول کے ساتھ انصار کا ارادہ کیا کیونکہ وہ یمن کے رہنے والے تھے اور انہوں نے ایمان کی اور مومنین کی نصرت کی تھی اور ان کو مدینہ میں جگہ دی تھی اور ایمان کی ان کی طرف نسبت فرمائی۔

غِلَظُ القلوب فی الفدادین: یہ لفظ فداد کی جمع ہے اور یہ سخت آواز والے کو کہا جاتا ہے، اور فداد کھیتی باڑی کا آلہ ہے اور کھیتی باڑی کے آلات رکھنے والوں کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ وہ دین کے کاموں کے کرنے سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں اور دنیاداری میں مشغول رہتے ہیں اس وجہ سے ان کے دلوں میں سختی رہتی ہے۔

قرنا الشیطٰن: یعنی سر کی دو جانبیں کیونکہ ان کی سیدھ میں سورج طلوع ہوتا ہے اور جب وہاں سورج طلوع ہوتا ہے تو سورج کے پجاری سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔

ربیعہ، مضر: یہ فدادین سے بدل ہے، اور یہ دو مشہور قبیلے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۱۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۰۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔

(سنن ترمذی: ۱۹۱۸، سنن ابوداؤد: ۵۱۵۰، مسند احمد: ۲۲۳۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے خبر دی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح داخل ہوں گے اور آپ نے انگشت شہادت اور انگشت وسطیٰ سے اشارہ فرمایا اور ان کے درمیان تھوڑی کشادگی رکھی۔

بعض رجال کا تبصرہ اور حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عمرو بن زرارہ کا ذکر ہے، یہ نیشاپوری ہیں اور حضرت سھل بن سعد کا ذکر ہے جن کی ۸۸ھ میں وفات ہوئی۔

کافل الیتیم: یعنی جو یتیم کی پرورش کرنے والا ہو اور اس کی مصلحتوں کا منتظم ہو۔

سَبَّابَہ: آپ نے انگشت شہادت اور انگشت وسطیٰ کے درمیان تھوڑا سا اشارہ کیا جس میں درجات الانبیاء کی طرف اشارہ ہے اور امت کے افراد کی طرف اشارہ ہے اور سبابہ سے مراد وہ انگلی ہے جس سے تسبیح پڑھی جاتی ہے، پہلے اس انگلی کو سبابہ اس لئے کہتے تھے کہ کسی کو گالی دیتے وقت اس انگلی سے اشارہ کر کے گالی دیتے تھے اور جب اسلام آیا تو اس انگلی سے مسلمان تسبیح کرتے تھے تو اس کو مُسبحہ کہنے لگے، تو اس انگلی کے لئے سبابہ کا لفظ بھی آتا ہے اور مُسَبِّحَہ کا لفظ بھی آتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۶۔ بَابٌ: إِذَا عَرَّضَ بِنَفْيِ الْوَلَدِ جب کوئی مرد تعریضاً یہ کہے کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے

تعریض اور کنایہ کی تعریف

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے کہا ہے کہ تعریض کا معنی یہ ہے کہ کسی مذکور چیز کا ذکر کیا جائے جو غیر مذکور پر دلالت کرے (مثلاً

ساس، بہو سے کہے کہ میری بیٹی سالن میں نمک زیادہ ڈالتی ہے اور مراد یہ ہو کہ بہو سالن میں نمک زیادہ ڈالتی ہے، ذکر بیٹی کا کرتی ہے اور مراد اس کی بہو ہوتی ہے) اور کنایہ کا معنی یہ ہے کہ تم ایسی چیز کا ذکر کرو جس کے لئے اس لفظ کو وضع نہ کیا گیا ہو یعنی کوئی مرد اشارہ اور کنایہ سے کہے کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے۔(الکشاف ج ۱ ص ۳۱۱، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ)

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۱۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تعریض کے معنی پر دیگر علماء کی عبارات سے استشہادات

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَ لٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّاۤ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ (البقرہ:۲۳۵)

اور تم پر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم (عدت والی عورتوں کو) اشارہ، کنایہ سے نکاح کا پیغام دو، یا تم اپنے دلوں میں چھپاؤ، اللہ کو علم ہے کہ (عدت کے بعد) عنقریب تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے، لیکن تم (عدت سے پہلے) ان سے خفیہ وعدہ نہ کرو، البتہ شریعت کے موافق ان سے بات کرو۔

علامہ ابو محمد عبد الحق بن عطیہ الاندلسی المالکی المتوفی ۵۴۱ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تعریض کا معنی ایسا کلام ہے جس میں اپنے مقصد اور مراد کی تصریح نہ ہو گویا کہ متکلم اپنے منشاء کو اشارۃً بیان کرتا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ کوئی مرد صراحتاً کسی عدت گزارنے والی عورت کو نکاح کا پیغام نہ دے بلکہ یوں کہے کہ تم بہت اچھی ہو، تم سے نکاح کرنے کی لوگ رغبت کرتے ہیں اور میں بھی تم سے نکاح کرنے کی امید کرتا ہوں، اگر میرے لئے یہ ممکن ہو۔ یہ امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ نے تعریض کی مثال دی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ مرد معتدہ کے سامنے اپنی تعریف کرے اور اس میں تعریضاً اس سے نکاح کا ارادہ کرے، اور ابو جعفر محمد بن علی بن حسین نے اسی طرح کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسی طرح کیا تھا اور معتدہ کو ہدیہ پیش کرنا بھی جائز ہے اور یہ بھی تعریض ہے، یہ علامہ سحنون مالکی اور بہ کثرت علماء کا قول ہے۔(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ص ۲۰۹، دار ابن حزم بیروت، ۱۴۲۳ھ)

الامام ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تعریض کا معنی ہے: "الایمان والتلویح من غیر کشف"، سو یہ اس کلام کی طرف اشارہ ہے جس کا کلام میں ذکر نہ ہو، مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا کہ کوئی مرد کسی عدت گزارنے والی عورت سے کہے کہ تم بہت حسین و جمیل ہو اور تم بہت نیک ہو اور صراحتاً یہ نہ کہے کہ تم مجھ سے نکاح کر لو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ، عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ، اور عامر بن شراحیل شعبی المتوفی ۱۰۳ھ اور مجاہد متوفی ۱۰۴ھ اور ابراہیم نخعی متوفی ۹۶ھ اور قتادہ بن دعامہ متوفی ۱۱۷ھ نے کہا کہ تعریض یہ ہے کہ وہ عدت گزارنے والی عورت کے ولی سے کہے کہ وہ اس عورت سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتا ہے۔

اور امام ابو عبید القاسم بن سلام الہروی الشافعی المتوفی ۲۲۴ھ نے کہا کہ وہ عدت گزارنے والی عورت کے ولی سے کہے کہ تم مجھ سے پہلے اس عورت کا کسی سے نکاح نہ کر دینا حتیٰ کہ تم مجھے اس کی خبر دو، خلاصہ یہ ہے کہ کوئی مرد کسی عدت گزارنے والی عورت کو

صراحتاً نکاح کا پیغام نہ دے بلکہ تعریضاً نکاح کا پیغام دے۔ (زاد المسیر فی علم التفسیر ص ۱۴۵، دار ابن حزم بیروت، ۱۴۲۳ھ)

۵۳۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ وُلِدَ لِي غُلَامٌ أَسْوَدُ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنَّى ذٰلِكَ قَالَ لَعَلَّهُ نَزَعَهُ عِرْقٌ قَالَ فَلَعَلَّ ابْنَكَ هٰذَا نَزَعَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب، از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک مرد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے ہاں سیاہ رنگ کا لڑکا پیدا ہوا ہے، آپ نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے اس سے پوچھا: وہ کس رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ سرخ رنگ کے ہیں، آپ نے پوچھا: کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ کا اونٹ بھی ہے؟ اس نے: کہا جی ہاں! آپ نے پوچھا وہ خاکستری رنگ کا اونٹ کہاں سے آیا، اس نے بتایا شاید اس نے اپنے کسی باپ کی رگ کھینچی ہو (یعنی اس کا رنگ اس میں آ گیا ہو) آپ نے فرمایا: شاید تمہارے بیٹے نے بھی کسی کی رگ کھینچ لی ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴۷، ۷۳۱۴، صحیح مسلم: ۱۵۰۰، سنن نسائی: ۳۴۷۹، سنن ابوداؤد: ۲۲۶۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۲، مسند احمد: ۷۱۴۹، مسند الحمیدی: ۱۰۸۴)

حدیث مذکور کی مختلف روایات میں مختلف الفاظ اور اورق اور عرق کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے کہ اس مرد نے کہا: میرے ہاں سیاہ رنگ کا لڑکا پیدا ہوا ہے، اس میں یہ تعریض ہے کہ اس نے لڑکے کے نسب کی اپنی ذات سے نفی کی ہے یعنی میں سفید رنگ کا ہوں اور یہ لڑکا سیاہ رنگ کا ہے تو یہ لڑکا میرا بیٹا کیسے ہوگا؟

ایک مرد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا: ابو مصعب کی روایت میں ہے کہ ایک اعرابی آیا اور اسی طرح عنقریب کتاب الحدود میں یہ حدیث آئے گی از اسماعیل بن ابی حمید از امام مالک، اور امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ نے روایت کی ہے کہ دیہاتیوں میں سے ایک مرد آیا، اسی طرح امام علی بن محمد الدارقطنی التوفی ۳۸۵ھ نے از الاشہب از امام مالک روایت کی ہے اور امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ نے روایت کی ہے کہ بنو فزارہ سے ایک اعرابی آیا ہے، اور امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری التوفی ۲۶۱ھ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور اس اعرابی کا نام ضمضم بن قتادہ ہے۔

حُمراً: امام الدارقطنی نے از محمد بن مصعب از امام مالک یہ روایت کی ہے کہ اس میں رُمك کا لفظ ہے جو اَرْمَك کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: وہ سفید رنگ جو سُرخی کی طرف مائل ہو۔

Marfat.com

اورق: یہ وہ اونٹ ہے جس کا رنگ سفید مائل بہ سیاہی ہو، اور کہا جاتا ہے: الاورق اس رنگ کا اونٹ ہے جو غبار آلود ہو اور اس کے اندر سیاہی اور سفیدی ہو اور خاص سفیدی نہ ہو اور اس کا رنگ راکھ کی طرح ہو اور اسی سے ماخوذ ہے الحمامۃ الورقاء، یعنی خاکستری رنگ کا کبوتر۔

فانی ذلک: یعنی تمہارے سرخ اونٹوں میں یہ خاکستری اونٹ کہاں سے آیا؟

لعلہ نزعہ عرق: یعنی سرخ رنگ کے اونٹ نے خاکستری رنگ کو اپنی طرف کھینچ لیا ہو اور اس پر اس کا رنگ غالب آ گیا ہو، یعنی اس کے مشابہ ہو گیا ہو اور العرق کا معنی ہے: نسب۔

فلعل ابنك هذا نزعه: یعنی شاید تمہارے بیٹے نے سیاہ رنگ اپنے کسی باپ دادا کے رنگ سے کھینچ لیا ہو، علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں لعل تحقیق کے معنی میں ہے۔

تعریض کے سبب سے حد اور لعان کے وجوب میں مذاہب فقہاء اور بدگمانی کرنے سے ممانعت

اس حدیث میں فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ تعریض میں کوئی حد نہیں ہے اور نہ تعریض میں لعان ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر کوئی حد واجب نہیں کی جس نے تعریضاً اپنی بیوی کی طرف زنا کی نسبت کی تھی، اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے تعریض کی وجہ سے حد واجب کی ہے اور لعان کو بھی واجب کیا ہے، جبکہ تعریض سے بھی وہ معنی مفہوم ہو جو تصریح سے معنی مفہوم ہوتا ہے۔

قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی المتوفی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے:

اس حدیث میں صحت قیاس پر قطعی دلیل ہے اور ایک چیز کی اس کی نظیر پر اعتبار کرنے کی قوی دلیل ہے اور وہ شبہ خلقی کا اعتبار کرنا ہے اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ بیٹے کو اس کے باپ کے ساتھ ملا دیا جائے گا خواہ ان دونوں کے رنگ مختلف ہوں اور باپ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ محض بیٹے کے رنگ کے اختلاف کی وجہ سے اپنے نسب کی نفی کرے۔

اور اس حدیث میں بدگمانی کرنے سے زجر و توبیخ کی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تعریضاً ولد کی نفی کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ تعریض میں حد نہیں ہے اور نہ تعریض میں لعان ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر حد واجب نہیں کی جس نے تعریضاً اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی اور امام مالک نے تعریض میں حد اور لعان کو واجب کیا ہے، کیونکہ تعریض سے بھی وہ تہمت مفہوم ہوتی ہے جو تصریح سے تہمت مفہوم ہوتی ہے، اور امام مالک کے اصحاب نے اس حدیث کی فقہاء کوفہ کے حق میں تاویل کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ اس میں تمہاری کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس مرد نے اپنی تعریض سے قذف کا ارادہ نہیں کیا بلکہ وہ سوال کرنے کے لیے اور مشورہ کرنے کے لیے آیا تھا کہ میں تو سفید رنگ کا ہوں تو میرا بیٹا کالے رنگ کا کیسے ہو گیا؟ اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کے لئے مثال بیان کی اور آپ نے سکوت فرمایا۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ تعریض یہ تھی کہ جب اس شخص کا بیٹا اس کی شکل پر نہیں تھا تو اس نے بہ طور سوال کہا اور وہ شکلوں کے اختلاف سے ناواقف تھا تو اس کے اوپر کوئی حد واجب نہیں ہوئی اور امام مالک کے نزدیک تعریض میں حد واجب نہیں ہوتی مگر یہ کہ مرد بہ طور سب وشتم کہے کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے اور امام ابو عبید القاسم بن سلام الہروی المتوفی ۲۲۴ھ نے الاصمعی سے روایت کی ہے کہ جب اونٹ سیاہ رنگ کا ہو اور اس میں سفید رنگ کی آمیزش ہو جیسے دھواں دھار ہو تو اس کو الورقہ کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۶۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

تعریضاً نفی نسب کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے فقہاء احناف اور شوافع نے یہ استدلال کیا ہے کہ تعریض سے نہ حد واجب ہوتی ہے اور نہ لعان واجب ہوتا ہے۔

(مختصر اختلاف العلماء ج ۳ ص ۳۱۱، دار البشائر الاسلامیہ ۱۴۱۷ھ)

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کے اوپر کوئی حد واجب نہیں کی تھی، جس نے اپنی بیوی کے اوپر تعریضاً زنا کی تہمت لگائی تھی اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے تعریض کے سبب سے حد کو اور لعان کو واجب کیا ہے جب کہ تعریض سے بھی اسی طرح تہمت سمجھ میں آئے جس طرح صریح لفظ سے تہمت سمجھ میں آتی ہے۔

اور حضرت عُویمر رضی اللہ عنہ پر بھی حد قذف واجب نہیں کی جب انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے جب ایک مرد اپنی بیوی کو دوسرے اجنبی مرد کے ساتھ پائے تو آیا وہ اس کو قتل کر دے؟ الحدیث۔

اور امام مالک کے اصحاب نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے تہمت نہیں لگائی تھی بلکہ انہوں نے سوال کیا تھا اور مشورہ طلب کیا تھا۔ (المدونہ ج ۴ ص ۳۹۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: جب کہ تعریض سب وشتم کے طور پر نہ ہو بلکہ مسئلہ سے جہالت کی بناء پر سوال کے لئے ہو تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس پر حد واجب کی جائے تو پیش آمدہ مسائل میں سوال کرنے کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ نے اس شخص پر اسی (۸۰) کوڑے مارے جس نے کہا کہ نہ میں زنا کرنے والا ہوں اور نہ میری ماں زنا کرنے والی ہے (یعنی اس نے تعریض کی) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا تو بعض لوگوں نے کہا: اس نے اپنے ماں، باپ کی مدح کی ہے اور بعض لوگوں نے کہا: یہ مدح نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر احتیاطاً حد قذف لگائی۔ (الموطا امام مالک ص ۵۱۸)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک چیز کو اس کی نظیر کے ساتھ لاحق کرنا جائز ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُرخ رنگ کے اونٹ کا بچہ اگر خاکستری رنگ کا ہو تو اس پر اس کو قیاس کیا کہ تمہارا سفید رنگ ہے تو اگر تمہارا کالا بیٹا ہو جائے تو یہ بھی ان اونٹوں کی مثل ہے۔

(۲) اگر کسی شخص کا بیٹا اس کے رنگ کی مثل نہ ہو تو اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کے نسب کی نفی کرے۔

(۳) اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جس کے بستر پر بچہ پیدا ہوا ہے وہ اسی کا بچہ شمار ہوگا خواہ رنگ مختلف ہو۔

(۴) اس حدیث میں بدگمانی سے ممانعت ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۴۳۳-۴۳۴، وزارۃ الاوقاف، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

تعریض اور کنایہ کا فرق اور امام بخاری پر علامہ ابن المنیر کے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تعریض کا معنی یہ ہے کہ ایک چیز کا ذکر کیا جائے جس سے دوسری غیر مذکور چیز سمجھ آ جائے، اور تعریض اور کنایہ میں فرق یہ ہے کہ کنایہ میں لازم کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد ملزوم ہوتا ہے اور ملزوم کے لوازم اور مناسبات کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے ملزوم کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے: موت نے اپنے پنجے گاڑھ دیئے، اب یہاں پر موت کو درندے کے ساتھ تشبیہ دی ہے، ذکر بھی موت کا ہے اور مراد بھی موت ہے لیکن پنجوں اور گاڑنے کے الفاظ سے ذہن درندے کی طرف منتقل ہوگا، سو یہاں پر موت کا ذکر درندے سے کنایہ ہے۔

ابن المنیر نے یہاں امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری نے اشارہ کے باب میں تعریض کا باب قائم کیا ہے کیونکہ تعریض بھی اشارہ کے ساتھ مشترک ہے کیونکہ دونوں میں مقصود کی تفہیم ہوتی ہے، لیکن امام بخاری کا یہ باب تعریض کے حکم کو لغو قرار دے رہا ہے کیونکہ جس مرد نے تعریضاً اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی کہ میں تو سفید ہوں میرا بچہ کالا کیسے ہوسکتا ہے؟ جب کہ امام بخاری نے اس سے پہلے ابواب کی احادیث میں اشارہ سے حکم کو ثابت قرار دیا ہے اور اس باب میں تعریض سے زنا کی تہمت کی نفی کی ہے، لہٰذا یہ باب، باب سابق سے متناقض ہے۔

علامہ ابن المنیر کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جو اشارہ معتبر ہوتا ہے اس سے صرف وہی معنی سمجھا جاتا ہے جو مقصود ہوتا ہے، اس کے برخلاف تعریض میں کبھی تو احتمال راجح ہوتا ہے اور کبھی احتمال مساوی ہوتا ہے، لہٰذا اشارہ اور تعریض میں فرق ہے۔

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کتاب الام میں یہ لکھا ہے کہ اس اعرابی کے قول کا ظاہر یہ ہے کہ اس نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی لیکن جب کہ اس کے قول میں تہمت کی صراحت نہیں تھی بلکہ اس کا یہ معنی بھی ہوسکتا تھا کہ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ جب وہ سفید رنگ کا ہے تو اس کے یہاں کالے رنگ کا بیٹا کیسے پیدا ہوگیا، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر قذف کا حکم نہیں لگایا اور اس پر حد قذف جاری نہیں کی۔

اور اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ تعریض سے حد جاری نہیں ہوتی اور اس پر دلیل کہ تعریض کا حکم تصریح کے حکم کے مغایر ہے، وہ یہ ہے کہ جو عورت عدت گزار رہی ہو اس کو کوئی اجنبی مرد صراحت کے ساتھ نکاح کا پیغام نہیں دے سکتا البتہ تعریضاً نکاح کا پیغام دے سکتا ہے مثلاً یوں کہے: تم جیسی عورت سے تو بہت لوگ نکاح کی خواہش رکھتے ہوں گے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۰۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں وہی امور اپنے مخصوص گنجلک طریقہ سے لکھے ہیں جو اس سے پہلے ہم وضاحت کے ساتھ، علامہ بدر الدین عینی حنفی اور علامہ ابن بطال مالکی اور علامہ ابن الملقن شافعی کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں۔

مسئلہ کی تعلیم میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحسین طریقہ اور حدیث مذکور کی وضاحت اور شیخ عثیمین کا یہ استنباط کہ جب یہ معلوم ہوجائے کہ کسی مرد نے اس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی ہے، پھر بھی وہ اس کے ساتھ عمل زوجیت کرتا رہے

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی انسان تعریض کے ساتھ اپنے بیٹے کے نسب کی نفی کرے تو اس کو قذف نہیں قرار دیا جائے گا کیونکہ اگر یہ قذف ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مرد کو کوڑے مارنے کا حکم دیتے یا حکم دیتے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ لعان کرے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حسین طریقہ سے اور حکمت کے ساتھ تعلیم دیتے تھے، کیونکہ آپ نے اس مرد سے ایسا خطاب کیا جس سے وہ لاجواب ہو گیا، آپ نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: وہ اونٹ کس رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا: سُرخ رنگ کے ہیں، آپ نے پوچھا: کیا ان میں خاکستری رنگ والا اونٹ بھی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: سرخ اونٹوں میں یہ خاکستری رنگ کا اونٹ کیسے آ گیا؟ اس نے بتایا کہ شاید اس نے کسی اور اونٹ کا رنگ کھینچ لیا ہوگا، تو آپ نے فرمایا: سو اسی طرح تمہارے بیٹے نے بھی کسی اور کا رنگ کھینچ لیا ہوگا یعنی اس کے دادا یا نانا یا اس کی ماں میں کوئی سیاہ رنگ کا ہوگا اور تمہارا بیٹا ان ہی میں سے کسی کے رنگ پر گیا ہوگا تو جب کوئی مرد سفید رنگ کا ہو اور اس کے ہاں کالے رنگ کا لڑکا پیدا ہو جائے یا اس کے برعکس معاملہ ہو تو شبہ تو پیدا ہوتا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح مثال کے ساتھ اس شبہ کو زائل کیا اور اس مرد کو مطمئن کر دیا۔

نیز اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ بچہ اسی کے نسب سے شمار ہوتا ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوتا ہے اور زانی کے لیے کنکر اور پتھر ہیں اور اسی بناء پر یہ کہا جاتا ہے کہ اگر العیاذ باللہ کسی مرد نے اپنی بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہو یا خود عورت نے اس کا اقرار کر لیا ہو تو اس کے شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کے ساتھ فوراً مجامعت کرے اور استبراء رحم کا یا عدت گزرنے کا انتظار نہ کرے کیونکہ بچہ اسی کا شمار ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو حتیٰ کہ بالفرض بچہ پیدا ہونے کے بعد زانی نزاع کرے اور یہ کہے کہ یہ بچہ میرا ہے اور شوہر یہ کہے کہ یہ بچہ میرا ہے تو وہ بچہ شوہر کا قرار دیا جائے گا اور زانی کے لئے کنکر اور پتھر ہیں اور جب بچہ شوہر کا قرار دیا جاتا ہے تو شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی سے فوراً جماع کرے اور یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ انتظار کرے، کیونکہ ہو سکتا ہے بعد میں بچہ کا اس زانی مرد سے تعلق یا مشابہت ظاہر ہو اور معاملہ مشکل میں پڑ جائے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۷، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

شیخ عثیمین کے استنباط پر مصنف کا تعاقب

میں کہتا ہوں: شیخ عثیمین حنبلی کی شرح کا یہ موخر الذکر حصہ ناقابلِ فہم ہے، کیونکہ یہ شرعاً اور عقلاً مردود ہے، کوئی غیور مسلمان یہ نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ بدکاری میں ملوث پائے، پھر بدستور اس کے ساتھ عملِ زوجیت کرتا رہے، جب کہ شریعت نے اس کے لیے یہ طریقہ مقرر کیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ لعان کرے یا پھر اس کو طلاق دے کر اپنے سے علیحدہ کر لے اور جب وہ دیکھ چکا ہے کہ دوسرا مرد اس کے ساتھ بدکاری کر رہا ہے پھر بھی وہ اس کے ساتھ عملِ زوجیت کرتا ہے تو یہ بے غیرتی کے علاوہ نسب میں اختلاط اور اشتباہ کا بھی سبب ہے بلکہ شریعت میں ایسے شخص کو جو اپنی بیوی پر غیرت نہ کرے دیوث کہا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کو دیوث پر حرام کر دیا گیا ہے۔ (النہایہ ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ عباس احمد الباز مکۃ المکرمہ، سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

۲۷۔ بَابُ: إِحْلَافِ الْمُلَاعِنِ
لعان کرنے والے کو قسمیں دینا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی اس باب میں لعان کرنے والے کو قسمیں دینے کا بیان ہے اور اس سے مراد ہے: لعان کے کلمات معروفہ کو زبان سے کہنا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۰۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَذَفَ امْرَأَتَهُ فَأَحْلَفَهُمَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از عبداللہ کہ انصار کے ایک مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو قسم کھانے کو فرمایا، پھر ان کے درمیان تفریق کر دی۔

(صحیح البخاری: ۴۷۴۸، ۵۲۰۶، ۵۳۱۳، ۵۳۱۴، ۵۳۱۵، ۶۷۴۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۴، سنن ترمذی: ۱۲۰۲، سنن نسائی: ۳۴۷۷، سنن ابوداؤد: ۲۲۶۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۹، مسند احمد: ۶۰۶۳، موطا امام مالک: ۱۲۰۲)

حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت، حضرت جویریہ کا تذکرہ اور حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، اس حدیث کی سند میں جویریہ کا لفظ ہے، یہ جاریہ کی تصغیر ہے، ان کا نام ابن اسماء ہے اور یہ نام مردوں اور عورتوں میں مشترک ہے۔

امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی اختصار سے روایت کی ہے اور چھ ابواب کے بعد اس کی تفصیل از عبیداللہ بن عمر و از نافع کی سند سے آگے آئے گی اور اس کی تفسیر سورۃ النور میں دوسرے الفاظ کے ساتھ گزر چکی ہے، اس کے الفاظ ہیں: ایک مرد اور عورت کے درمیان لعان ہوا۔

فاحلفهما النبی صلی اللہ علیہ وسلم: علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ لعان میں معروف قسمیں دی جاتی ہیں کیونکہ مرد نے جب اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو اس پر حد قذف لازم تھی جب کہ وہ اپنے دعویٰ پر چار گواہ نہیں پیش کر سکا، جو اس کی تصدیق کرتا، پس جب اس (العجلانی) نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (النور: ۶-۷)

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے ۝ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی

Marfat.com

لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو O

آیتِ لعان کی تفسیر از علامہ زمخشری

علامہ ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی التوفی ۵۳۸ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کسی شخص نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی جب کہ وہ مسلمان ہو، آزاد ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، اور غیر محدود فی القذف ہو اور عورت کی بھی یہی صفت ہو اور وہ پاک دامن ہو تو ان کے درمیان لعان کرنا صحیح ہے جب کہ وہ اپنی بیوی پر صریح زنا کی تہمت لگائے اور وہ یہ کہے "یازانیہ" یا کہے "تو نے زنا کیا ہے" یا کہے "میں نے تجھ کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے" اور جب اس کا شوہر غلام ہو یا محدود فی القذف ہو اور عورت پاک دامن ہو تو اس مرد کو اسی طرح قذف لگائی جائے گی جس طرح وہ کسی اجنبی عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور جب تک یہ مقدمہ حاکم کے سامنے پیش نہ کیا جائے تو لعان واجب نہیں ہوگا اور لعان کی صورت یہ ہے کہ مرد ابتداءً کہے اور چار مرتبہ یہ کہے: جس چیز کی اس نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس تہمت میں وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ زنا کی تہمت میں جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور عورت چار مرتبہ یہ قسم کھائے کہ اس کے خاوند نے جو اس پر تہمت لگائی ہے وہ اس میں جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر اس کے شوہر نے اس پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں وہ سچا ہے تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ ھ نے کہا ہے کہ لعان مکہ میں ہوگا، مقامِ ابراہیم اور بیت اللہ کے درمیان اور مدینہ منورہ میں ہوگا، منبر پر اور بیت المقدس میں ہوگا، مسجد میں، اور مشرک کا لعان گرجا میں ہوگا یا اس جگہ ہوگا جو اس کے نزدیک تعظیم کا مقام ہے اور اگر اس کا کوئی دین نہ ہو پھر اس کا لعان مسجد حرام کے سوا ہماری باقی مساجد میں ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ (التوبہ:۲۸) مشرک محض نجس ہیں، سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

پھر قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کر دے اور قاضی کی تفریق کے بغیر امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ ھ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے نزدیک تفریق نہیں ہوگی، سوا امام زفر متوفی ۱۵۸ ھ کے، کیونکہ ان کے نزدیک لعان سے تفریق ہو جاتی ہے۔

اور عثمان البتی سے روایت ہے کہ ان کے نزدیک بالکل تفریق نہیں ہوتی۔

اور امام شافعی رضی اللہ عنہ متوفی ۲۰۴ ھ کے نزدیک خاوند کے لعان کرنے سے تفریق ہو جاتی ہے اور یہ تفریق امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ ھ اور امام محمد متوفی ۱۸۹ ھ رضی اللہ عنہما کے نزدیک طلاق بائن ہوتی ہے اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ ھ اور امام زفر متوفی ۱۵۸ ھ اور امام حسن بن زیاد اور امام شافعی رضی اللہ عنہم کے نزدیک بغیر طلاق کے تفریق ہو جاتی ہے، ایسی تفریق جو دائمی تحریم ہے اور ان دونوں کے نزدیک اس کے بعد کسی طریقہ سے بھی جمع ہونا جائز نہیں ہے۔

اور روایت ہے کہ آیت قذف نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منبر پر پڑھا تو حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ ھ کھڑے ہوئے، پس انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے اگر کوئی مرد اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے اجنبی مرد کو پائے اور اس کی خبر دے تو اس کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور اس کی شہادت ہمیشہ کے لئے رد کر دی جائے گی اور اس کو

Marfat.com

فاسق قرار دیا جائے گا اور اگر وہ غضب میں آ کر اپنی بیوی کو قتل کر دے تو اس کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا اور اگر وہ خاموش رہے تو وہ اپنے غیظ وغضب کے اوپر خاموش رہے گا اور اگر وہ چار مرد ڈھونڈ نے نکلے تو اتنی دیر میں وہ مرد اپنی حاجت پوری کر چکا ہوگا، پھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ چلے گئے اور دعا کی اے اللہ! ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے، پھر اس کے بعد حضرت ہلال بن امیہ یا حضرت عویمر رضی اللہ عنہما آئے اور انہوں نے کہا کہ میں نے بہت برا کام دیکھا ہے، میں نے اپنی بیوی خولہ اور وہ بنت عاصم شریک بن سحماء ہیں، کے بستر پر ایسے اور ایسے پایا، اور انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میرا ابھی یہی سوال ہے اور میں جس چیز میں مبتلا ہوا ہوں، میں اس میں جلدی نہیں کر رہا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتی اگر میرا خاوند بہت غیرت والا ہے اور یہ طعن پر بخیل ہے اور شریک ان کے گھر میں آتا جاتا تھا اور ہلال بن امیہ نے کہا کہ میں نے ایک مرد کو اپنی بیوی کے پیٹ پر دیکھا۔ تب آیت لعان نازل ہوئی اور جب ان دونوں نے کہا کہ ان پر اللہ کی لعنت نازل ہو اور عورت نے کہا کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اور صحابہ نے کہا آمین، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا: اگر تم کسی گناہ میں مبتلا ہوگئی ہو تو تم اس کا اعتراف کرلو، اگر تم کو رجم کر دیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے زیادہ آسان ہے اور جس پر اللہ کا غضب ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اگر تم کہو کہ عورت پر لعان میں پانچویں مرتبہ یہ کہا گیا ہے کہ اس کا شوہر سچا ہے تو اس تخصیص کی کیا وجہ ہے تو میں کہوں گا کہ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت اس فجور کی اصل ہے، اسی وجہ سے کوڑے مارنے کے حکم کی آیت میں عورت کا ذکر مقدم کیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ سے فرمایا: رجم کی سزا اللہ کے غضب سے آسان ہے۔

(تفسیر الکشاف ص ۲۰-۷۲۱، دار المعرفہ بیروت لبنان، ۱۴۳۰ھ)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے اس آیت کو لکھنے کے بعد کہا ہے کہ اس آیت کے عموم سے زوج کو خارج کر دیا گیا ہے اور اس کی چار قسموں کو پانچویں قسم کے ساتھ چار گواہوں کے قائم مقام کیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے نفس کو حد سے دور کر دے جیسا کہ تمام لوگوں سے چار گواہوں کو پیش کرنے کے بعد حد قذف کو دور کر دیا جاتا ہے، پس اگر مرد یہ قسم کھالے تو عورت پر حد لازم ہو جائے گی اگر وہ لعان نہ کرے اور اگر وہ لعان کرے اور قسم کھالے تو اس کے نفس سے بھی حد دور کر دی جائے گی، جیسا کہ اس کے خاوند سے لعان کے بعد حد کو دور کر دیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۰۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

آیت لعان میں مرد کے ذکر کی تصریح نہ کرنے کی توجیہ

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ'' (النور: ۶) اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے عموم سے خاوند کے ذکر کو خارج کر دیا اور خاوند کی چار قسموں کو پانچویں قسم کے ساتھ چار گواہوں کے قائم مقام کیا ہے جن کی وجہ سے وہ اپنے نفس کو حد سے دور کرتا ہے جیسا کہ باقی لوگ بھی چار گواہ پیش کر کے اپنے نفسوں سے حد کو دور کرتے ہیں، پس جب مرد یہ قسم کھالیں اور عورت اگر قسمیں نہ کھائے تو اس پر زنا کی حد لازم ہو جائے گی اور اگر عورت قسم کھالے اور لعان کرے تو اس کی قسموں کی وجہ سے اس سے حد ساقط ہو جائے گی، جیسا کہ مرد کی قسموں کی وجہ سے اس سے حد قذف ساقط ہو جاتی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۴۳۵)

میں کہتا ہوں: علامہ ابن الملقن شافعی نے اپنی اس شرح میں بعینہ علامہ ابن بطال مالکی کی شرح کو نقل کر دیا ہے۔

Marfat.com

لعان آیا قسم ہے یا شہادت، اس میں فقہاء کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قسم دلانے سے مراد یہ ہے کہ زبان سے کلمات لعان کہے جائیں اور اس حدیث سے امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور جمہور فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ لعان قسم ہے اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے کہ لعان شہادت ہے اور یہ بھی فقہاء شافعیہ کا ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایسی شہادت ہے جس میں قسم کا شائبہ ہے اور ایک قول اس کے برعکس ہے اور اسی وجہ سے بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ لعان نہ قسم ہے نہ شہادت ہے اور اختلاف کا مبنی یہ ہے کہ لعان ہر دو زوجین کے درمیان شروع ہے خواہ وہ مسلمان ہوں، کافر ہوں، غلام ہوں، آزاد ہوں، نیک ہوں یا وہ دونوں فاسق ہوں یہ اس بناء پر ہے کہ لعان قسم ہے، پس جس کی قسم جائز ہے تو اس کا لعان جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ لعان صرف ان دو زوجین سے جائز ہے کہ وہ دونوں آزاد ہوں اور مسلمان ہوں کیونکہ لعان شہادت ہے اور محدود فی القذف کی شہادت جائز نہیں ہے اور یہ حدیث اولین کی دلیل ہے کیونکہ راوی نے لعان اور حلف کے درمیان مساوات کی ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یمین نہ فعل کے وجود پر دلالت کرتی ہے نہ فعل کی ممانعت کرتی ہے نہ خبر کے تحقق پر دلالت کرتی ہے اور یہاں پر اسی طرح ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض سندوں سے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم کھاؤ کہ جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہو کہ میں اپنی تہمت لگانے میں سچا ہوں اور یہ قسم چار مرتبہ کھاؤ۔ اس حدیث کی امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ اور امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۰۵-۵۰۶، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۸۔ بَابٌ: يَبْدَأُ الرَّجُلُ بِالتَّلَاعُنِ — لعان کی ابتداء مرد سے کی جائے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مرد اور عورت کے درمیان لعان کیا جائے تو مرد سے لعان کی ابتداء کی جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۰۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ فَجَاءَ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی، از ہشام بن حسان انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی، از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ حضرت ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی، پس وہ آئے اور انہوں نے گواہی دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم دونوں میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے؟ پس وہ عورت کھڑی ہوئی اور اس نے قسم کھائی۔

(صحیح البخاری: ۲۶۷۱، ۴۷۴۷، ۵۳۰۷، سنن ترمذی: ۳۱۷۹، سنن ابوداؤد: ۲۲۵۴، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۷)

Marfat.com

حدیث مذکور کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت اور سند کے بعض رجال کا تعارف

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طرح ہے کہ یہ حدیث لعان کو متضمن ہے اور لعان کی ابتداء مرد کرے گا، اس حدیث کی سند میں ابن ابی عدی کا ذکر ہے اور ان کا نام محمد ہے اور ابوعدی کا نام ابراہیم ابوعمرو البصری ہے اور ہلال بن امیہ کا ذکر ہے، یہ ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

یہ حدیث اس طویل حدیث کی مختصر ہے جس کو امام بخاری نے سورۃ النور کی تفسیر میں بعینہٖ اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہاں اس حدیث کی مفصل شرح گزر چکی ہے۔

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ تم میں سے کوئی ایک کاذب ہے، اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باہمی لعان کے بعد یہ ارشاد فرمایا: کیونکہ اس وقت ان میں سے کسی ایک کا کذب متحقق ہوگا اور اس پر توبہ واجب ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ان کے لعان کرنے سے پہلے تھا نہ کہ ان کے لعان کرنے کے بعد اور یہ آپ نے ان کو ڈرانے کے لئے اور نصیحت کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تا کہ وہ ایک دوسرے پر جھوٹ باندھنے سے احتراز کریں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی اصل عبارت اس طرح ہے:

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام اس وقت فرمایا جس وقت زوجین آپس میں لعان کر رہے تھے۔ اس کے برخلاف بعض شارحین کا یہ زعم ہے کہ آپ نے ان کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد یہ فرمایا اور سورۃ النور کی تفسیر میں اسی سند کے ساتھ یہ اضافہ ہے کہ اس عورت نے قسم کھائی، پس جب وہ پانچویں بار قسم کھانے لگی تو صحابہ نے اس کو روکا اور کہا: اب یہ قسم تم پر حکم کو واجب کر دے گی، اور سنن نسائی کی روایت میں اس قصہ کے اندر یہ اضافہ ہے کہ آپ نے مرد کو حکم دیا کہ وہ پانچویں بار قسم کھاتے وقت اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے، پھر فرمایا: یہ پانچویں بار قسم حکم کو واجب کر دے گی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے کہا کہ وہ عورت لڑکھڑائی اور مڑی حتیٰ کہ ہم نے کہا اب یہ اپنی قسم سے رجوع کر لے گی، پھر اس عورت نے کہا: میں پورا دن اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی، پس وہ اپنے بیان پر جاری رہی۔

اور اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ دیکھو اگر یہ ایسا بچہ لے کر آئی (الحدیث) اور میں اس کی مفصل شرح "باب التلاعن فی المسجد" میں کروں گا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۰۷، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں: اگرچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے اس روایت کے متعدد فقروں کو متعدد حوالوں سے بیان کیا ہے لیکن کسی حدیث کے فقرہ میں یہ تصریح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زوجین کے باہمی لعان سے پہلے یہ فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے"۔ اس لئے صحیح اور قرینہ قیاس یہی بات ہے جو علامہ عینی نے فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باہمی لعان کے بعد فرمایا: کہ تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، کیا تم دونوں میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے؟ لہٰذا صحیح شرح وہی ہے جو علامہ عینی نے کی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب "انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری" (ج ۲ ص ۶۰۶) میں علامہ عینی کے اس اعتراض کو مطلقاً ذکر نہیں کیا، جس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اس مسئلہ میں علامہ عینی کے اعتراض سے بالکل لاجواب ہو گئے۔

لعان ہو یا کوئی اور مجلس قضاء ہو اس میں جس سے حلف لیا جائے اس کو کھڑا کر کے اس سے حلف لینا چاہیے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ لعان میں عورت سے پہلے مرد سے ابتداء کی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کا پہلے ذکر کیا ہے اور اگر عورت مرد سے پہلے لعان کرے تو یہ اس کے لئے کافی نہیں ہے اور اس عورت سے اس کے بعد قسمیں لی جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے لعان کو ترتیب سے بیان فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس کی تفصیل فرمائی ہے۔

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد اور عورت دونوں کھڑے ہو کر ایک دوسرے پر لعان کریں گے۔

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو کھڑا کر کے ایک دوسرے کے خلاف لعان کرایا، اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ مسلمانوں کے حکام میں سے ہر حاکم پر یہ لازم ہے کہ جب وہ کسی عظیم کام کے اوپر کسی فریق کو قسم دے تو اس کو مجلس قضاء میں کھڑا کر کے اس سے قسم لے کیونکہ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث مروی ہیں۔

جو فریقین لعان میں ایک دوسرے کی تکذیب کریں ان کے خلاف حد قائم نہیں کی جائے گی

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب دو فریق ایک دوسرے کے خلاف قسم کھائیں اور ان میں سے کوئی ایک حق پر ہو اور دوسرا اپنے دعویٰ میں باطل پر ہو تو ان میں سے کسی فریق کو بھی دوسرے فریق کی تکذیب پر سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدود میں لعان کرنے والوں کو معذور قرار دیا ہے اور کسی ایک فریق پر بھی جھوٹی قسم کھانے کی وجہ سے حد قائم نہیں فرمائی۔

اپنی بیوی پر تہمت لگانے والے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ تھے نہ کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ

ابوعبداللہ بن ابی صفرہ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی وہ حضرت عویمر تھے اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کا تہمت لگانے میں ذکر کرنا خطا ہے۔

Marfat.com

اور القاسم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ سے روایت کی ہے کہ حضرت العجلانی نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ ھ اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ ھ سے روایت ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ ہشام بن حسان کو مغالطہ ہوا ہے جو انہوں نے کہا کہ حضرت ہلال بن امیہ نے بھی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی، کیونکہ یہ قصہ واحد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصہ میں کوئی فیصلہ فرمانے سے پہلے توقف فرمایا تھا اور اگر یہ دو قصے ہوتے یعنی اگر ایک قصہ حضرت عویمر کا ہوتا اور دوسرا قصہ حضرت ہلال بن امیہ کا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرمانے میں توقف نہ فرماتے اور دوسرے قصہ میں وہی فیصلہ فرماتے جو پہلے قصہ میں آپ پر حکم نازل ہوا تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے کہا ہے کہ حدیث میں جو حضرت بلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی اس پر یہ اعتراض ہے کہ تہمت لگانے والے تو حضرت عویمر بن الحارث بن زید بن الجد بن العجلانی رضی اللہ عنہ تھے جو غزوہ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے، انہوں نے اپنی بیوی حضرت خولہ بنت عاصم شریک بن السحماء پر زنا کی تہمت لگائی تھی اور سحماء ان کی ماں ہیں اور ان کو ان کے سیاہ چہرہ کی وجہ سے سحماء کہا گیا تھا اور وہ شریک بن عبدہ بن الجد العجلانی ہیں، اسی طرح اہل اخبار کا قول ہے اور یہ قصہ شعبان نو ہجری میں ہوا ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے مدینہ منورہ کی طرف واپس ہوئے تھے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۷۸-۴۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ ھ)

علامہ ابن بطال مالکی، علامہ عبد اللہ بن ابی صفرہ اور امام ابوجعفر طبری پر مصنف کا تعاقب

میں کہتا ہوں: یہ تمام بزرگ علماء صحیح بخاری کی ان احادیث سے غافل رہے جن میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی اور انہوں نے اپنے مطالعہ کی کمی اور ناواقفیت کی بناء پر حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے اپنی بیوی پر تہمت لگانے کا انکار کیا جب کہ امام بخاری اپنی صحیح میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت خولہ بنت عاصم شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تو تم گواہ پیش کرو یا، پھر تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے، پھر حضرت ہلال بن امیہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی مرد اپنی بیوی کے اوپر کسی مرد کو دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈنے جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ تم اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے، پھر انہوں نے لعان کی حدیث کو ذکر کیا۔ (صحیح البخاری: ۲۶۷۱، ۴۷۴۷، ۵۳۰۷، سنن ترمذی: ۳۱۷۹، سنن ابوداؤد: ۲۲۵۴، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۷)

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ اور امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ ان صریح احادیث صحیحہ سے کیونکر غافل رہے اور انہوں نے یہ کیسے خلاف واقع یہ دعویٰ کر دیا کہ تہمت لگانے والے صرف حضرت عویمر العجلانی تھے نہ کہ حضرت ہلال بن امیہ اور انہوں نے انکل پچو اور بے تکی باتوں سے ان احادیث صحیحہ کے خلاف اپنے موقف کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور ان بزرگ شارحین کو بھی معاف فرمائے، جنہوں نے اپنی کم علمی اور مطالعہ کے نقص کی وجہ سے احادیث صحیحہ، صریحہ کے خلاف اپنی رائے مسلط کرنے کی سعی لاحاصل کی، اور سچ یہ ہے کہ جہالت کی وجہ سے انسان اس سے بھی بڑی بڑی خطاؤں میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں از عکرمہ البربری المتوفی ۱۰۵ھ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی، پھر وہ آئے اور انہوں نے شہادت دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پھر وہ عورت کھڑی ہوئی اور اس نے شہادت دی۔

(صحیح البخاری: ۵۳۰۷، ۲۶۷۱)

اس پر اجماع قائم ہے کہ لعان میں عورت سے پہلے مرد سے ابتداء کی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد سے ابتداء کی ہے، پس اگر عورت نے مرد سے پہلے ابتداء کی تو وہ کافی نہیں ہے بلکہ اس لعان کا اعادہ کیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ترتیب سے بیان کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۶۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن التین نے از القاسم مالکی اور از امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ روایت کی ہے کہ عورت کا لعان میں ابتداء کرنا بھی صحیح ہے حالانکہ یہ سنت کے خلاف ہے اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ عورت کا لعان میں ابتداء کرنا جائز ہے لیکن اگر اس نے ابتداء کی تو اس کو دہرایا جائے گا۔ (النوادر والزیادات ج ۵ ص ۳۴۰، کتاب الام ج ۵ ص ۲۷۷)

علامہ ابن ملقن شافعی کے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے لعان کا قصہ واؤ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور واؤ مطلقاً جمع کے لیے آتی ہے ترتیب کے لئے نہیں آتی، جیسے قرآن مجید میں ہے:

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ (آل عمران: ۴۳)
اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو O

حالانکہ بالاجماع رکوع پہلے ہے اور سجدہ بعد میں، اصل تو یہی ہے کہ پہلے رکوع کیا جائے، پھر سجدہ کیا جائے اور قرآن مجید میں سجدہ اور رکوع کو واؤ کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ مطلقاً جمع کے لیے آتا ہے۔

اسی طرح اعضاء وضو میں قرآن مجید میں پہلے چہرہ دھونے کا ذکر ہے، پھر ہاتھوں کو دھونے کا حکم ہے، پھر مسح کرنے کا ذکر ہے، پھر پیروں کو دھونے کا ذکر ہے اور یہ بھی واؤ کے ساتھ ہے فاء کے ساتھ نہیں ہے، اور فقہاء احناف کے نزدیک ان میں ترتیب واجب نہیں ہے، اگر کسی نے ہاتھوں کو چہرہ سے پہلے دھولیا یا پیروں کو سر پر مسح کرنے سے پہلے دھولیا تب بھی اس کا وضوء صحیح ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء کو دھونے کا حکم واؤ کے ساتھ کیا ہے فاء کے ساتھ نہیں کیا ہے جو ترتیب کا تقاضا کرتیں، اصل میں یہی ہے کہ قرآن مجید میں ذکر کردہ ترتیب کے ساتھ اعضاء وضو کو دھویا جائے گا لیکن اگر کسی نے اس کے برعکس اعضاء وضو کو دھولیا تو ان کا وضو کرنا صحیح ہوگا، اسی طرح لعان میں بھی اصل یہی ہے کہ پہلے مرد لعان کرے پھر عورت لعان کرے لیکن اگر کسی صورت میں عورت نے لعان کرلیا تب بھی لعان کا تقاضا پورا ہوجائے گا کیونکہ منشاء ہے کہ دونوں ایک دوسرے پر تکذیب کریں اور دونوں ایک دوسرے پر لعنت کریں، اسی لئے یہاں بھی اگر عورت نے پہلے لعان کرلیا تب بھی لعان صحیح ہوگا۔

نیز قصہ میں تو واؤ کا ذکر ہے، فاء کا ذکر نہیں ہے لیکن اگر فاء کا ذکر بھی ہو تو اس سے بھی ترتیب واجب نہیں ہوتی، جیسے قرآن مجید

Marfat.com

میں ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ پس (اے رسول مکرم!) جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں O (النحل: ۹۸)

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد ''اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم'' کو پڑھا جائے حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ پہلے ''اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم'' پڑھا جائے، پھر قرآن مجید کی تلاوت کی جائے، حالانکہ اس آیت میں فاء کا ذکر ہے جو ترتیب کا تقاضا کرتی ہے اور یہاں ترتیب واجب نہیں ہے، تو قصہ لعان میں جہاں فاء کا ذکر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے لعان کو واؤ کے ساتھ ذکر کیا ہے تو جب فاء کا ذکر بھی ترتیب کو واجب نہیں کرتا تو واؤ کا ذکر ترتیب کو کیسے واجب کرے گا، اس لئے امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ نے کہا کہ اصل تو یہی ہے کہ پہلے مرد لعان کرے پھر عورت لعان کرے، لیکن کسی صورت میں اگر عورت نے پہلے لعان کرلیا تو تب بھی لعان کا تقاضا پورا ہو جائے گا اور یہ لعان صحیح ہوگا، امام ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کی قواعد عربیہ پر نظر تھی اور ان کی فکر دقیق تھی اس لئے انہوں نے کہا کہ اگر عورت بھی پہلے لعان کر لے تب بھی لعان صحیح ہوگا اور علامہ ابن التین اور علامہ ابن الملقن چونکہ قواعد عربیہ اور اسلوبِ قرآن سے نابلد تھے اس لئے انہوں نے اپنی علمی بے مائیگی سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کر دیا۔ والی اللہ المشتکی!، نیز یہ بھی یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ نے یہ نہیں کہا کہ ضرور عورت پہلے لعان کرے بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ بالفرض عورت نے پہلے لعان کرلیا تو بھی لعان کا تقاضا پورا ہو جائے گا کیونکہ لعان کا معنی ہے: ایک دوسرے پر لعنت کرنا خواہ کوئی پہلے لعنت کرے، تاہم چونکہ قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ میں پہلے مرد کے لعان کا ذکر ہے اسی لیے اولیٰ یہی ہے پہلے مرد لعان کرے کیونکہ وہی عورت پر زنا کی تہمت لگانے والا ہے اور عورت اس کی تہمت کا رد کرنے والی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)۔

اسی طرح اس کی نظیر ہے کہ قرآن مجید میں جگہ جگہ مذکور ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرے O (البقرہ: ۴۳)

لیکن اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لازماً پہلے نماز پڑھی جائے پھر زکوٰۃ ادا کی جائے اور اگر کسی نے پہلے زکوۃ ادا کر دی پھر نماز پڑھ لی تب بھی اس کا اس آیت پر عمل صحیح ہوگا اور علامہ ابن التین اور علامہ ابن الملقن بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے، کاش! ان لوگوں کو فقہاء احناف کی طرح فہمِ قرآن حاصل ہوتا تو یہ امام ابوحنیفہ پر اعتراض کرنے میں عجلت نہ کرتے۔

علامہ ابن التین شافعی کی شرح میں ایک اور غلطی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے''۔

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد اور عورت دونوں کے لعان کے بعد یہ فرمایا کہ تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے کیونکہ اسی وقت کذب متحقق ہوگا اور توبہ واجب ہوگی۔ اور بعض شارحین نے یہ کہا ہے کہ آپ نے یہ ارشاد لعان سے پہلے فرمایا تھا نہ کہ لعان کے بعد تاکہ لعان کرنے والوں کو ڈرایا جائے اور ان کو نصیحت کی جائے اور یہ دونوں شرحیں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور پہلی شرح کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو عنقریب ''صداق

Marfat.com

الملاعنہ'' کے باب میں آئے گی۔

میں کہتا ہوں: علامہ ابن الملقن کا ان دونوں شرحوں کو متقارب قرار دینا بھی غلط ہے کیونکہ صحیح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لعان کے بعد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے''، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لعان کرنے سے پہلے یہ کیسے فرما سکتے تھے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے، خود ابن الملقن کا یہ اعتراف ہے کہ پہلی شرح کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ہو رہی ہے۔ (سعیدی غفرلہ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۴۳۶-۴۳۷، وزارۃ الاوقاف، قطر ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور ان کے متبعین اور اشہب مالکی اور علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ پہلے مرد لعان کرے، اور ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ اگر عورت لعان کرے تب بھی صحیح ہے، اور اس کا اعتبار کیا جائے گا اور یہی امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ کا قول ہے، اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ لعان کے قصہ میں واؤ عاطفہ کا ذکر ہے اور واؤ عاطفہ ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی اور امام شافعی وغیرھم کی دلیل یہ ہے کہ لعان اس لیے مشروع کیا گیا ہے تا کہ مرد سے حد قذف کو دور کیا جا سکے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنی تہمت پر گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں گے، پس اگر عورت سے لعان کی ابتداء کی گئی تو اس سے اس چیز کی مدافعت کی جائے گی جو ابھی ثابت نہیں ہوئی اور اس لئے بھی کہ مرد اس پر قادر ہے کہ وہ لعان کرنے کے بعد اپنی تہمت سے رجوع کر لے تو پھر عورت سے لعان مندفع ہو جائے گا، اس کے برخلاف اگر عورت نے لعان کی ابتداء کی تو پھر یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

مصنف کی طرف سے حافظ ابن حجر کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے کوئی نئی بات نہیں کہی، بلکہ علامہ ابن التین اور علامہ ابن الملقن کے اعتراض کو دہرایا ہے، اور ان لوگوں کا امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض تب وارد ہوتا جب امام ابوحنیفہ یہ فرماتے کہ عورت کا لعان کی ابتداء کرنا واجب ہے، جب کہ امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اصل یہی ہے کہ لعان کی ابتداء مرد سے کی جائے لیکن اگر کسی صورت میں عورت نے مرد سے پہلے لعان کر لیا تب بھی لعان کا تقاضا پورا ہو جائے گا، کیونکہ لعان کا مقصد ہے کہ دونوں ایک دوسرے پر لعان کریں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو امام ابوحنیفہ کی اس دلیل پر طعن کیا ہے کہ واؤ مطلقاً جمع کے لیے آتی ہے، ترتیب کو واجب نہیں کرتی، اس لئے پہلے مرد کا لعان ہونا چاہیے، پھر عورت کا لعان ہونا چاہیے تو وہ اس آیت کے متعلق کیا کہیں گے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ (البقرہ:۱۹۶) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے حج کیا جائے، پھر عمرہ کیا جائے کیونکہ پہلے حج کا ذکر ہے پھر عمرہ کا ذکر ہے، حالانکہ بالاجماع حج تمتع اور حج قران میں پہلے عمرہ کیا جاتا ہے پھر حج کیا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی یہی ہے کہ پہلے آپ نے عمرہ کیا پھر حج کیا اور اسی طرح تمام صحابہ کی بھی یہی سنت ہے اور آج تک تمام مسلمانوں کا بھی یہی معمول ہے کہ وہ پہلے عمرہ کرتے ہیں پھر حج کرتے ہیں، لہٰذا اس پر طعن کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تمام مسلمانوں پر طعن کرنا ہے۔

سچ ہے کہ کسی کی محبت آدمی کو حقائق سے بے بہرہ اور بصیرت سے اندھا کر دیتی ہے، یہ لوگ امام شافعی کی محبت اور امام ابوحنیفہ سے بغض میں اندھے ہو چکے، جب ہی اس قاعدہ پر طعن کر رہے ہیں کہ واؤ مطلقاً جمع کے لیے آتی ہے اور انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ پھر عمرہ کا حج پر مقدم کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران پر صحابہ کے حج تمتع پر اور قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے حج پر طعن کا موجب ہوگا کیونکہ سب سے پہلے عمرہ کرتے ہیں، پھر حج کرتے ہیں جب کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ'' پہلے حج کا ذکر ہے پھر عمرہ کا اس لئے لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ اگرچہ پہلے قرآن مجید میں حج کا ذکر ہے اور بعد میں عمرہ کا، لیکن واؤ ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی، سو اسی طرح قرآن میں پہلے مرد کے لعان کا ذکر ہے پھر عورت کے لعان کا ذکر ہے اور اگر عورت نے پہلے لعان کر لیا اور امام ابوحنیفہ نے اس کو صحیح قرار دیا تو پھر امام ابوحنیفہ پر ان لوگوں کے طعن کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اس کی تحقیق کہ حضرت ابن السحماء یہودی تھے، پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا یا پھر وہ ابتداءً مسلمان تھے

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شریک بن سحماء رضی اللہ عنہ جو حضرت البراء بن مالک رضی اللہ عنہ متوفی ۲۰ ھ کے اخیافی بھائی تھے اور اس میں اشکال ہے کیونکہ حضرت البراء بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ یہی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں اور ان کا نام حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ہے اور ان کا نام سحماء نہیں تھا، پس شاید کہ شریک ان کے رضاعی بھائی تھے یعنی اخیافی بھائی نہیں تھے۔

اور امام بیہقی نے اپنی کتاب الخلافیات میں محمد بن سیرین سے یہ مرسل روایت کی ہے کہ شریک حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرتے تھے اور تفسیر مقاتل میں مذکور ہے کہ شریک کی والدہ کو سحماء کہا جاتا تھا اور یہ حبشی عورت تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ یمانی عورت تھیں اور امام حاکم نے ابن سیرین سے مرسل روایت کی ہے کہ شریک کی ماں حبشیہ تھیں اور شریک کے والد کا نام عبدۃ بن مغیث بن الجد بن العجلان تھا، اور عبد الغنی بن سعید نے اور امام ابونعیم نے صحابہ سے یہ نقل کیا ہے کہ لفظ شریک صفت ہے، اسم نہیں ہے، اور شریک یہودی تھا اور اس یہودی کو ابن السحماء کہا جاتا تھا اور امام بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ نے معرفۃ الصحابہ والآثار میں امام شافعی متوفی ۲۰۴ ھ سے یہ نقل کیا ہے کہ شریک بن السحماء یہودی تھا، اور قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ نے اس قول کے بطلان کی طرف اشارہ کیا ہے اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ نے ان کی اتباع میں وثوق سے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت ابن السحماء پہلے یہودی ہوں پھر بعد میں اسلام لائے ہوں اور اس قول پر یہ اعتراض ہے کہ ابن الکربی نے نقل کی ہے کہ حضرت ابن السحماء غزوہ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور اسی طرح متعدد مؤرخین کا قول ہے کہ ان کے والد غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۰۶-۵۰۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

لعان کی مسنون جگہ کا مسجد میں ہونا اور لفظ واحد سے مجلس واحد میں تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر الشافعی النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ ھ مسئلہ لعان کے متعلق لکھتے ہیں:

امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ ھ بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ ایک اجنبی مرد کو پائے، سو وہ اس کو قتل کر دے تو آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے تو وہ کیا کرے؟ تو اللہ تعالیٰ نے لعان کرنے والوں کے متعلق حکم بیان

Marfat.com

فرمایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری بیویوں کے متعلق فیصلہ فرمادیا تو ان دونوں نے مسجد میں ایک دوسرے پر لعان کیا، جب ہم فارغ ہو گئے تو اس انصاری نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں نے اب اس عورت کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا قرار پاؤں گا، تو انہوں نے اسی وقت تین طلاقیں دے دیں، اس سے پہلے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حکم دیتے جب وہ ایک دوسرے سے لعان سے فارغ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی بیوی سے الگ کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دو لعان کرنے والوں کے درمیان اسی طرح تفریق ہوگی۔

(مصنف عبدالرزاق:۱۲۴۴۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، صحیح البخاری:۵۳۰۹، صحیح مسلم:۱۴۹۲)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں غیر مقلدین کے خلاف جمہور علماء اہلسنت کی یہ دلیل ہے کہ ایک مجلس میں ایک لفظ سے تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جاتی ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری جو حضرت عویمر العجلانی تھے، ان کی دی ہوئی تین طلاقوں کو برقرار رکھا اور مزید یہ فرمایا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کا یہی طریقہ ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، ج ۹ ص ۴۴۴، دارالفلاح ریاض، ۱۴۳۰ھ)

لعان کرنے والوں کو کھڑا کر کے لعان کرانے کا ثبوت

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت خولہ بنت عاصم شریک بن السمحاء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنا کی تہمت لگائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر (چار) گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اجنبی مرد کے ساتھ دیکھے تو کیا وہ گواہ تلاش کرنے جائے گا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ پیش کرو، ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں گے، تب حضرت ہلال نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! بے شک میں ضرور سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے متعلق ضرور ایسی آیات نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو کوڑوں سے بری کر دیں گی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ النور کی آیات ۶ تا ۹ نازل ہوئیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلایا، وہ دونوں آئے اور حضرت ہلال بن امیہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک دوسرے پر لعنت کی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر وہ عورت کھڑی ہوئی اور اس نے قسمیں کھائیں، جب اس نے پانچویں قسم کھائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو روکو کیونکہ یہ پانچویں قسم اس پر اخروی سزا کو واجب کر دے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ عورت لڑکھڑائی اور مڑی حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ رجوع کرلے گی، بالآخر اس نے کہا کہ میں اپنی قوم کو تمام دن کے لیے رسوا نہیں کروں گی، پھر چلی گئی۔ (صحیح البخاری:۴۷۴۷)

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، ج ۹ ص ۴۴۵، دارالفلاح ریاض، ۱۴۳۰ھ)

مصنف کا ابن بطال مالکی، امام ابوجعفر طبری، حافظ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر پر رد اور ابطال

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی اور ان

میں علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ اور امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کے اس قول کا بطلان ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی اور نہ ان کی بیوی پر لعان کیا گیا تھا اور اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لعان کرنے کے بعد یہ فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی ایک ضرور جھوٹا ہے اور کیا تم میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں حافظ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ اور ان کے شاگرد حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد بلیغ ہے جنہوں نے صریح حدیث کے برخلاف اپنی رائے سے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لعان کرنے سے پہلے یہ کہا تھا کہ تم دونوں میں سے ضرور کوئی جھوٹا ہے، اور کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ حالانکہ ان دونوں بزرگوں کی حدیث پر ہم سے زیادہ نظر ہے، اس کے باوجود انہوں نے اس صریح حدیث کے خلاف اپنی رائے سے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لعان کرنے سے پہلے ان کو ڈرانے اور ان کو وعظ کرنے کے لیے یہ فرمایا تھا، حیرت اس پر ہوتی ہے کہ یہ لوگ ہم احناف کو اہل الرائے کہتے ہیں اور اصحاب الرائے کہتے ہیں، اصحاب القیاس کہتے ہیں اور بانگ دہل یہ کہتے ہیں کہ احناف احادیث صریحہ کے خلاف اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ اس حدیث میں یہ واضح تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لعان کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی جھوٹا ہے اور تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے اور ایک مرتبہ حضرت ہلال کی بیوی لڑکھڑائی اور مڑی جس سے لوگوں نے سمجھا کہ اب یہ توبہ کرے گی مگر ان پر اپنے علاقہ کے لوگوں کی عصبیت غالب آئی اور انہوں نے کہا کہ میں اپنے علاقہ کے لوگوں کو رسوا نہیں کروں گی، علاوہ ازیں اس حدیث میں یہ بھی ثبوت ہے جس کے لئے علامہ ابن المنذر نے باب قائم کیا ہے کہ لعان کرنے والوں کو کھڑا کر کے لعان کرانا چاہیے۔ (سعیدی غفرلہ)

عصر کی نماز کے بعد لعان کا ثبوت

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر الشافعی النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد الساعدی متوفی ۸۸ھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کے پاس ایک اجنبی مرد کو پایا، وہ اس کو قتل کر دے تو تم اس کو قتل کر دو گے، تو وہ کیا کرے؟ تو حضرت عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سوالات کو مکروہ قرار دیا، پھر حضرت عویمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک مرد نے اپنی بیوی کے پاس ایک اجنبی مرد کو دیکھا آیا وہ اسے قتل کر دے تو آپ لوگ اسے قتل کر دیں گے تو آیا وہ کیا کرے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری بیوی کے متعلق فیصلہ نازل فرما دیا، سو تم جلدی کرو، حضرت سہل نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو عصر کی نماز کے بعد مسجد میں بلایا اور میں لوگوں کو دیکھ رہا تھا، سو ان دونوں نے لعان کیا، پس جب وہ لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں اب اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو یہ میرا اس پر ظلم ہوگا، تو اس پر قطعی طلاق ہے یعنی طلاق مغلظہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۴۵، صحیح مسلم: ۱۴۹۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۶۸۸)

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۴۴۶، دار الفلاح ریاض، ۱۴۳۰ھ)

Marfat.com

غیر مقلدین کے اس قول کا رد کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک طلاق ہوتی ہے

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں بھی یہ دلیل ہے کہ ایک مجلس میں لفظ واحد کے ساتھ طلاق مغلظہ دینا جائز ہے کیونکہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اعتراض نہیں کیا، اور اس سے پہلی حدیث (صحیح البخاری: ۵۳۰۹، اور صحیح مسلم: ۱۴۹۲، اور الاوسط: ۱۷۷۵۱)، میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ جب حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو مجلس واحد میں لفظ واحد کے ساتھ تین طلاقیں دے دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو لعان کرنے والوں کے ساتھ تفریق کا یہی طریقہ ہے اور اس میں علماء ظاہر یہ اور غیر مقلدین کے خلاف جمور علماء اہلسنت اور ائمہ اربعہ کی یہ دلیل ہے کہ جب مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جاتی ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

عورت سے پہلے مرد سے لعان کرانا

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر الشافعی النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت مصعب کے زمانہ میں لعان کرنے والوں کی کیفیت کے متعلق سوال کیا گیا تو مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کیا جواب دوں، تو میں حضرت ابن عمر متوفی ۷۳ھ کے پاس گیا تو میں نے پوچھا: کیا لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! سب سے پہلے اس مسئلہ کے متعلق مجھ سے فلاں شخص نے پوچھا تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: یہ بتایئے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھے، اگر وہ بات کرے تو بہت سنگین بات ہوگی اور اگر وہ خاموش رہے تو کیا کوئی ایسی بات پر خاموش رہ سکتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اور پھر وہ آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آپ مجھے اس معاملہ کے متعلق بتایئے، جس کے متعلق میں نے سوال کیا تھا، میں اس معاملہ میں مبتلا ہو چکا ہوں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سامنے آیت لعان کی تلاوت فرمائی اور اس کو نصیحت کی کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت زیادہ آسان ہے، اس مرد نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے جھوٹ نہیں بولا، پھر آپ نے اس عورت کو بلایا اور اس کو نصیحت کی کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت زیادہ آسان ہے، پھر اس عورت نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! یہ مرد ضرور جھوٹا ہے، پھر آپ نے مرد سے ابتداء کی اور اس نے چار مرتبہ اللہ کی قسم کھائی کہ وہ ضرور سچوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ قسم کھائی کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی ضرور لعنت ہو پھر آپ عورت کے پاس گئے اور اس نے بھی چار مرتبہ اللہ کی قسم کھائی اور پانچویں مرتبہ اس نے قسم کھائی کہ اس کا خاوند جھوٹوں میں سے ہے، اگر وہ سچوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ (صحیح مسلم: ۱۴۹۳)

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن منذر النیشاپوری لکھتے ہیں: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ لعان کی ابتداء مرد سے کی جائے گی۔

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج۹ ص ۴۴۶-۴۴۷، دار الفلاح ریاض، ۱۴۳۰ھ)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ لعان کی ابتداء مرد سے کرنی چاہیے، تاہم اگر کسی معاملہ میں عورت نے پہلے لعان کر لیا تب بھی لعان کا تقاضا پورا ہو جائے گا، اور یہ لعان صحیح ہے، کیونکہ اس قصہ کو واؤ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور واؤ ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

٢٩- بَابُ: اللِّعَانِ وَمَنْ طَلَّقَ بَعْدَ اللِّعَانِ

لعان کا بیان اور جس نے لعان کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دی

فقہاء کا اس میں اختلاف کہ نفس لعان سے تفریق ہوگی یا حاکم کے فیصلہ سے تفریق ہوگی یا خاوند کے طلاق دینے سے تفریق ہوگی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جو باب لعان کے احکام کے متعلق ہے، اور اس باب میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی پر تہمت لگانے اور اس پر لعنت کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دی، تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے یہ عنوان قائم کر کے اس مسئلہ میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آیا صرف لعان کرنے کے بعد مرد اور عورت کے درمیان تفریق واقع ہو جائے گی یا ضروری ہے کہ لعان سے فارغ ہونے کے درمیان حاکم ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دے یا یہ ضروری ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے۔

سو امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور ان کے متبعین کا مذہب یہ ہے کہ نفسِ لعان کرنے سے ان دونوں کے درمیان تفریق واقع ہو جائے گی اور امام مالک اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ جب عورت لعنت کرنے سے فارغ ہو جائے گی، تو ان کے درمیان طلاق واقع ہو جائے گی، اور امام مالک اور امام شافعی اور ان کے متبعین اور سحنون مالکی نے کہا کہ جب خاوند لعنت کرنے سے فارغ ہو جائے گا تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

اور ثوری اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور ان کے متبعین نے کہا ہے کہ اس وقت تک زوجین کے درمیان تفریق نہیں ہوگی حتیٰ کہ حاکم ان کے درمیان تفریق کا فیصلہ کر دے، اور امام احمد بن حنبل سے اس مسئلہ کے متعلق دو روایتیں ہیں، اور عثمان البتی کا مذہب یہ ہے کہ ان کے درمیان تفریق واقع نہیں ہوگی، حتیٰ کہ خاوند تفریق واقع کر دے اور امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے بھی اس کی مثل از ابوالاشعث از جابر بن زید روایت کی ہے اور ابوعبید الھروی المتوفی ۲۲۴ھ نے کہا ہے کہ جب مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو اسی وقت ان کے درمیان تفریق ہو جائے گی خواہ ان کے درمیان لعان واقع نہ ہو اور گویا کہ جو مسئلہ لعان کے وجوب کے اوپر متفرع ہے کہ جب عورت نے لعان کر لیا اور اس کے اوپر حلال ہو گیا تو اس کے اوپر تغلیظ اور سختی کے لیے تفریق کا حکم لگایا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٥٣٠٨- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ لَهُ يَا عَاصِمُ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَ عَاصِمٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی، از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد الساعدی نے ان کو خبر دی کہ حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ حضرت عاصم بن عدی الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، پس ان سے کہا: اے عاصم! یہ بتاؤ کہ ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھے تو آیا اس کو قتل

Marfat.com

رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا حَتّٰى كَبُرَ عَلٰى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلٰى أَهْلِهِ جَائَهُ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ يَا عَاصِمُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ عَاصِمٌ لِعُوَيْمِرٍ لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللهِ لَا أَنْتَهِي حَتّٰى أَسْأَلَهُ عَنْهَا فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتّٰى جَاءَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَسَطَ النَّاسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ تَلَاعُنِهِمَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَتْ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ۔

کر دے تو تم اس کو قصاص میں قتل کر دو، یا پھر وہ کیا کرے؟ اے عاصم! تم میرے لیے اس مسئلہ کو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرو، پس حضرت عاصم نے رسول اللہ ﷺ سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سوالات کو ناپسند کیا اور ان کی مذمت کی حتیٰ کہ یہ بات حضرت عاصم کو بہت شاق گزری، جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی، پس جب حضرت عاصم اپنے گھر واپس گئے تو ان کے پاس حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا: اے عاصم! تم کو رسول اللہ ﷺ نے کیا جواب دیا؟، تو حضرت عاصم نے حضرت عویمر سے کہا آپ کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آئے، پھر انہوں نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے تمہارے سوال کو ناپسند فرمایا تھا، تب حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سوال کروں گا، پس حضرت عویمر گئے حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان تھے تو حضرت عویمر نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، پس کہا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھے تو آیا وہ اس کو قتل کر دے؟ آپ لوگ اس کو قصاص میں قتل کر دیں گے یا پھر وہ کیا کرے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق اور تمہاری بیوی کے متعلق حکم نازل فرما دیا، سو تم جاؤ اور اپنی بیوی کو لے کر آؤ، پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ پھر ان دونوں نے ایک دوسرے پر لعنت کی اور میں ان لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، پس جب وہ دونوں ایک دوسرے پر لعنت کرنے سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا یا رسول اللہ! اگر میں اس عورت کو اب اپنے ساتھ رکھوں تو میں جھوٹا قرار پاؤں، پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ فرمانے سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، ابن شہاب

Marfat.com

زہری نے کہا کہ پس یہی لعان کرنے والوں کا طریقہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۲۳، ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۵۲۵۹، ۵۳۰۸، ۵۳۰۹، ۶۸۵۴، ۷۱۶۵، ۷۱۶۶، ۷۳۰۴، صحیح مسلم: ۱۴۹۲، سنن نسائی: ۳۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، موطا امام مالک: ۱۲۰۱، سنن دارمی: ۲۲۲۹)

حدیث مذکور کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی مطابقت ترجمۃ الباب کے جز اول کے ساتھ ہے جس میں مذکور ہے کہ ان دونوں نے لعان کیا اور جز ثانی کے ساتھ مناسبت ہے جس میں مذکور ہے کہ جس نے لعان کے بعد طلاق دے دی کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ فرمانے سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اس لئے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے لعان کرنے کے بعد اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں۔

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں اختصار سے روایت کیا ہے اور سورۃ النور کی تفسیر میں اس کو النور: ۶ کی تفسیر میں روایت کیا ہے اور وہاں ہم نے تفصیل سے اس حدیث کی شرح لکھ دی ہے جس کے اعادہ کرنے کی اب ضرورت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۱-۴۲۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقوں کے وقوع کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ جمہور علماء اہلسنت اور فقہاء اربعہ کی یہ دلیل ہے کہ مجلس واحد میں لفظ واحد کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ طلاق ہو جاتی ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عویمر نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں لفظِ واحد کے ساتھ تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طلاقوں کو نافذ فرما دیا اور ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا، سو اس سے واضح ہو گیا کہ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ لفظِ واحد سے ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں گی تو وہ ایک طلاق واقع ہوگی، باطل ہے۔

مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے اس حدیث کی شرح میں کچھ نہیں لکھا اور خاموشی سے گزر گئے۔

(عون الباری لحل ادلۃ صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۱۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۹ھ)

البتہ دوسرے غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں متوفی ۱۳۲۸ھ نے اس حدیث کی شرح میں لب کشائی کی ہے، سو وہ لکھتے ہیں:

حضرت عویمر لعان کے بعد جدا ہونے لگے، حنفیہ نے جو اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ لعان سے جدائی نہیں ہوتی، وہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ عویمر نے اپنی ناسمجھی سے اس کو تین طلاق دے دیئے، کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے۔ (تیسیر الباری ج ۵ ص ۲۳۵، نعمانی کتب خانہ لاہور، جون ۱۹۹۰ء)

نواب وحید الزماں کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز صحابی تو ناسمجھ ہیں اور یہ چودھویں صدی کا جاہل ملا سمجھ دار ہے، باقی رہا اس کا یہ کہنا کہ حضرت عویمر نے از خود تین طلاقیں دی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس غلط کام پر ٹوکا کیوں نہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی ناجائز کام کیا جائے اور آپ اس پر رد نہ فرمائیں اور اس کو برقرار

Marfat.com

رکھیں، تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ کام صحیح ہے اور اس کو اصطلاح میں حدیث تقریری کہتے ہیں، مگر فقہاء احناف کے خلاف تعصب نے نواب وحید الزماں کی آنکھوں پر جہالت کی پٹی باندھ دی، بجائے اس کے کہ وہ حق کی طرف رجوع کرتا، اس نے صحابی رسول کو ناسمجھ قرار دیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ میرے تمام صحابہ آسمان ہدایت کے ستارے ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ۶۰۱۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ، میزان الاعتدال: ۱۵۱۱، ۲۲۹۹، لسان المیزان ج ۲ ص ۴۸۸، ۵۹۴، کشف الخفاء ج ۱ ص ۱۴۷، اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۲۲۳، تلخیص الحبیر ج ۴ ص ۱۹۰، کشاف ص ۹۴)

(موسوعہ اطراف الحدیث النبوی الشریف ج ۱ ص ۵۵۳، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

نواب وحید الزماں نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کو تو ناسمجھ قرار دیا، لیکن امام شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ کو کیا کہیں گے جو علم اصول حدیث کے بانی ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو آج کسی کو اصول حدیث کی اصطلاحات کا پتا نہ ہوتا اور انہوں نے اس حدیث کی روایت کرنے کے بعد یہ کہا ہے: پس یہی لعان کرنے والوں کا طریقہ ہے، یعنی حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کا اپنی بیوی کو لفظ واحد کے ساتھ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا صحیح ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تقریری حضرت عویمر رضی اللہ عنہ پر مجلس واحد میں تین طلاقیں دینا اور ابن شہاب زہری کا اس کو لعان کرنے والوں کی سنت قرار دینا ان تمام حقائق نے نواب وحید الزماں کی آنکھوں سے تعصب اور جہالت کی پٹی نہیں اتاری تو ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من یضلله فلا ھادی له" یعنی جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، برسہا برس سے جمہور علماء اہلسنت قرآن مجید کی تصریحات، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ، اقوال تابعین، اور اجماع امت سے لفظ واحد سے مجلس واحد میں تین طلاقوں کے وقوع پر بہ کثرت دلائل پیش کر چکے ہیں لیکن ہنوز ان منکرین، معاندین، متعصبین اور مخالفین کی آنکھوں سے ضد، ہٹ دھرمی، اور عناد کی پٹی نہیں اتری اور یہ بہ دستور قرآن اور حدیث کی مخالفت میں سرگرم ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جو شیطان کی پیروی میں اندھا دھند بھاگ رہا ہو اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

تین طلاقوں کو ایک طلاق دینے کے متعلق شیوخ غیر مقلدین کے فتاویٰ

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی متوفی ۱۳۲۰ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

نکاح زید حنفی کا بعد طلاق مغلظہ کے نزدیک امام اعظم وصاحبین کے صحیح نہ ہوگا مگر بعد حلالہ کے الیٰ آخرہ۔۔۔ نکاح زید حنفی را ناجائز نوشتہ و گفتہ کہ کذا یفھم من الکنز وغیرہ۔ بلکہ اشباہ والنظائر ایں صورت مستفسرہ بر جواز ھمچو نکاح مذکور بحکم قاضی شافعی المذھب بلکہ بحکم قاضی حنفی المذھب۔

(فتاویٰ نذیریہ ج دوم ص ۵۴۹-۵۵۰، مکتبہ ثنائی گوجرانوالہ پاکستان، ۱۴۰۹ھ)

اہلحدیث کے شیخ الاسلام ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری متوفی ۱۳۶۷ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

تین طلاقوں کے بعد وہ عورت کسی دوسرے خاوند سے اپنی خوشی سے ہمیشہ کے لیے نکاح کرے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۸۵،

Marfat.com

مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

غیر مقلدین کے مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

اگر تین کی تعداد ایک مجلس میں یا متفرق طور پر پوری ہوگئی تو ائمہ اربعہ کے نزدیک وہ عورت حرام ہوچکی ہے جب تک دوسری جگہ نکاح پڑھ کر دوسرا خاوند ہمبستری نہ کرے، پہلے کے لیے حلال نہیں ہے، ہاں! بعض اہل حدیث اس طرف گئے ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں اکٹھی دے تو یہ ایک ہی طلاق ہے، تین حیض کے اندر رجوع ہوسکتا ہے، تین حیض کے بعد برضامندی فریقین نکاح ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۴۹۵، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ، سرگودھا، ۱۴۰۴ھ)

تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے متعلق غیر مقلدین کے دلائل

شیخ محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۵ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

صحاح ستہ میں سوائے سنن ترمذی کے سب میں یہ حدیث مذکور ہے کہ جب حضرت عویمر رضی اللہ عنہ لعان سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں نے اب اس کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا ہوں گا، تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ فرمانے سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، سو یہ لعان کرنے والوں کی سنت ہوگئی، اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد شیخ شوکانی لکھتے ہیں: اس حدیث کو یہاں وارد کرنے کی غرض یہ ہے کہ تین طلاقیں جب ایک مجلس میں دی جائیں تو وہ کل واقع ہوجاتی ہیں اور عورت اپنے شوہر سے بائنہ ہوجاتی ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں صرف ایک طلاق ہوتی ہے، وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا: کیونکہ لعان سے بنفسہ عورت بائنہ ہوجاتی ہے اور اس کے بعد حضرت عویمر نے طلاق دی وہ اب اس طلاق کا محل نہیں تھا گویا کہ حضرت عویمر نے ایک اجنبی عورت کو طلاق دی ہے اور اس کی مثل پر انکار کرنا واجب نہیں ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے اوپر سکوت فرمانا حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے فعل کی تقریر اور اثبات نہیں ہے۔ (نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۵، دار الوفاء، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ شوکانی کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: شریعت کے عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ شیخ شوکانی اور احکامِ شرعیہ کو کھول کھول بیان کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصبِ رسالت ہے، اگر بہ قولِ شیخ شوکانی لعان کے بعد حضرت عویمر کی بیوی اجنبی عورت کے حکم میں ہوگئی تھی اور اس کا ان کو تین طلاقیں دینا فضول تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھا کہ وہ حضرت عویمر کو ان کی غلطی پر متنبہ کرتے اور بتاتے کہ یہ عورت لعان کے بعد بائنہ ہوچکی ہے، تمہاری بیوی نہیں رہی اور اجنبی عورت ہے اور تمہاری دی ہوئی طلاقیں اس پر واقع نہیں ہوں گی، کیونکہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران: ۱۶۴)	بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول کو بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے O

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ آپ کے سامنے کوئی شخص غلط کام کرے اور آپ اسے نہ ٹوکیں، اور اس کی اصلاح نہ

کریں بلکہ منصب رسالت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ غلط بات اور غلط کام پر فوراً ٹوکیں اور اس کی اصلاح کریں، کتب احادیث میں اس کی متعدد نظائر ہیں، بعض از اں یہ ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمازیوں کی غلطیوں پر سکوت نہ فرمانا اور ان کی اصلاح فرمانا اور اس کی دس مثالیں

(۱) امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ ایک سفر میں میں جنبی ہو گیا تھا، مجھے پانی نہیں ملا تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر بن الخطاب سے کہا کہ آپ کو یاد نہیں کہ ہم اور آپ ایک سفر میں تھے، ہم دونوں جنبی ہو گئے، آپ نے تو نماز نہیں پڑھی اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گیا (یعنی پورے جسم کا تیمم کر لیا) اور میں نے نماز پڑھ لی، پھر بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے یہ کافی تھا کہ تم دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارتے، پھر ان پر پھونک مارتے، پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر اور ہاتھوں پر مسح کر لیتے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، صحیح مسلم: ۳۶۸، سنن نسائی: ۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۳۲۲، سنن ابن ماجہ: ۵۶۹، مسند احمد: ۱۸۴۰۳)

دیکھئے! جب حضرت عمار بن یاسر نے غلط طریقہ سے تیمم کیا اور مٹی پر پورے جسم کا تیمم کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر خاموش نہیں رہے بلکہ ان کی اصلاح فرمائی کہ تمہارے لیے اپنے ہاتھوں اور چہرہ پر تیمم کر لینا کافی تھا۔ اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب ہے کہ آپ کسی غلط کام پر سکوت نہ فرمائیں بلکہ اس غلط کام کو سن کر فوراً اس کی اصلاح کر دیں۔

(۲) نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک مرد داخل ہوا، اس نے نماز پڑھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا واپس جاؤ، پھر نماز پڑھو گویا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی اور وہ واپس گیا، اس نے نماز پڑھی جیسے پہلے نماز پڑھی تھی، پھر آیا، سلام کیا، آپ نے فرمایا: واپس جاؤ، پھر نماز پڑھو گویا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی، اس مرد نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے! میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا، سو آپ مجھے نماز کی تعلیم دیں تو آپ نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے قیام کرو تو اللہ اکبر کہو! پھر تم کو جتنا قرآن یاد ہے قرآن پڑھو، پھر رکوع کرو حتیٰ کہ اطمینان سے رکوع کرو، پھر رکوع سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرلو، پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ، اور اپنی پوری نماز اس طریقہ سے پڑھو۔

(صحیح البخاری: ۷۵۷، ۷۹۳، ۶۲۵۱، ۶۲۵۲، ۶۶۶۷، صحیح مسلم: ۳۹۷، سنن ترمذی: ۳۰۳، سنن نسائی: ۸۸۴، سنن ابوداؤد: ۸۵۶، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۰، مسند احمد: ۹۳۵۲)

غور فرمایئے! اس اعرابی نے جلدی جلدی غلط طریقہ سے نماز پڑھی نہ نماز میں قراءت کی، نہ اعتدال سے رکوع و سجدہ کیا، نہ اعتدال سے قومہ اور جلسہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اس غلط طریقہ سے نماز پڑھنے پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ بار بار اسے نماز دوبارہ، سہ بارہ پڑھنے کا حکم دیا اور جب اس نے ہر بار اسی طرح غلط طریقہ سے نماز پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت نہیں فرمایا بلکہ اس کی اصلاح فرمائی اور اس کو صحیح طریقہ سے نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا اور یہی منصب رسالت ہے۔

Marfat.com

(۳) نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے چلنے کی آوازیں سنی، جب آپ نے نماز پڑھادی تو آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو کیا ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم نماز میں شریک ہونے کے لیے جلدی جلدی چل کر آ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو بلکہ تم نماز کے لیے آؤ تو تم پر لازم ہے کہ تم سکون اور اطمینان کے ساتھ چلتے ہوئے آؤ، جتنی نماز تم کو مل جائے اس میں شامل ہو جاؤ اور جتنی نماز تم سے رہ جائے اس کو پورا کر لو۔ (صحیح البخاری: ۶۳۵ صحیح مسلم: ۶۰۲، مسند احمد: ۲۲۱۰۲، سنن دارمی: ۱۲۸۳)

دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا: تم نماز میں شامل ہونے کے لیے دوڑتے ہوئے نہ آؤ، جتنی نماز تم کو مل جائے تم پڑھ لو اور جتنی رہ جائے اس کو بعد میں مکمل کر لو۔

(صحیح البخاری: ۶۳۶، ۹۰۸، صحیح مسلم: ۶۰۲، سنن ترمذی: ۳۲۷، سنن نسائی: ۶۸۱، سنن ابوداؤد: ۵۷۲، سنن ابن ماجہ: ۷۷۵، مسند احمد: ۱۰۵۱۲، موطا امام مالک: ۱۵۲، سنن دارمی: ۱۲۸۲)

دیکھیے اصحابہ نماز میں جلدی شامل ہونے کے شوق میں مسجد کی طرف آتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ ان کو مسجد میں آنے کے لیے صحیح طریقہ کی تعلیم دی کہ تم دوڑتے ہوئے نماز کے لیے نہ آیا کرو بلکہ اطمینان سے چلتے ہوئے نماز کے لیے آؤ۔

(۴) نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے ایک سند سے روایت کرتے ہیں، پھر دوسری سند کے ساتھ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا کہ جماعت قائم ہو چکی تھی اور وہ شخص فجر کی دو رکعت سنتیں پڑھ رہا تھا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ کا احاطہ کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا: کیا صبح کی نماز چار رکعتیں ہیں، پھر پوچھا: کیا صبح کی نماز چار رکعتیں ہیں؟ (یعنی جب، جماعت کھڑی ہو جائے تو سوا فرض کے اور کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے) امام بخاری نے اس حدیث کا یہ عنوان قائم کیا ہے کہ جب نماز کی اقامت ہو جائے تو سوا فرض کے اور کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۶۳، صحیح مسلم: ۷۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۳، مسند احمد: ۲۲۴۱۳، سنن دارمی: ۱۴۴۹)

دیکھیے! جو شخص غلط طریقہ سے صبح کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد سنتِ فجر پڑھ رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا: کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ اور یہی منصب رسالت ہے کہ کسی شخص کے غلط کام اور غلط بات پر سکوت نہ کیا جائے بلکہ اس کی اصلاح کی جائے اور اس کو صحیح طریقہ بتایا جائے۔

(۵) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جماعت میں شامل ہونے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچے تو وہ صف تک واصل ہونے سے پہلے رکوع میں چلے گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نماز میں تمہاری حرص کو زیادہ کرے دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

(صحیح البخاری: ۷۸۳، صحیح مسلم: ۸۷۱، سنن ابوداؤد: ۶۸۲، مسند احمد: ۱۹۸۹۲)

(۶) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے ہاں رات گزاری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہیں پر قیام فرماتے۔ آپ نے وضو فرمایا، پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور میں آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر دائیں جانب کھڑا کر دیا۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶، ۷۲۸، ۷۵۹، ۹۹۲، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۷۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۳۵۷، مسند احمد: ۳۱۵۹، سنن دارمی: ۱۲۵۵)

غور فرمایئے! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما غلط طریقہ سے نماز میں شامل ہوئے اور امام کی دائیں طرف کھڑے ہونے کی بجائے بائیں طرف کھڑے ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس غلط طریقہ پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ حالتِ نماز میں ان کی اصلاح فرمائی اور ان کو اپنے پیچھے سے لا کر بائیں جانب کھڑا کر دیا اور یہی منصبِ رسالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غلط کام پر سکوت نہیں فرماتے بلکہ فوراً اس کی اصلاح فرما دیتے ہیں۔

(۷) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی آدمی اس سے نہیں ڈرتا کہ وہ امام سے پہلے اپنا سر اٹھائے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سر بنا دے، یا اس کی صورت گدھے کی بنا دے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۱، صحیح مسلم: ۴۲۷، سنن ترمذی: ۵۸۲، سنن نسائی: ۸۲۸، سنن ابوداؤد: ۶۲۳، سنن ابن ماجہ: ۹۶۱، مسند احمد: ۱۰۱۶۸، سنن دارمی: ۱۳۱۶)

دیکھئے! جو نمازی نماز میں امام پر رکوع اور سجود میں سبقت کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ نماز میں امام پر سبقت کرنے والوں کے متعلق سخت وعید فرمائی اور یہی منصبِ رسالت ہے کہ کسی غلط کام پر سکوت نہ کیا جائے بلکہ اس کی اصلاح کی جائے۔

(۸) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میں فجر کی نماز مؤخر کر دیتا ہوں کیونکہ ہمارا امام بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنے غضب میں کبھی نہیں دیکھا جتنے غضب میں اس دن آپ تھے، آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے بعض لوگ نمازیوں کو متنفر کرتے ہیں، پس تم میں سے جو شخص لوگوں کا امام بنے تو وہ اختصار کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ اس کے پیچھے کمزور بھی ہوتے ہیں، بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور کام کاج والے بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۷۰۲، صحیح مسلم: ۴۶۷، سنن ترمذی: ۲۳۶، سنن نسائی: ۸۲۳، سنن ابوداؤد: ۷۹۴، مسند احمد: ۴۴۰، موطا امام مالک: ۳۰۳)

غور فرمایئے! جو ائمہ نمازیوں کو لمبی نمازیں پڑھاتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس غلط روش پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ ان کو ملامت کی اور ان کی اصلاح فرمائی، اور یہی منصبِ رسالت ہے اور فرائض نبوت میں سے ہے۔

(۹) امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں کسی شخص کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر وہ لکڑیاں جمع کرے، پھر میں نماز کا حکم دوں، پس نماز کے لیے اذان دی جائے، پھر میں کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں ان لوگوں کا پیچھا کروں (جو جماعت میں شریک نہیں ہوئے) تو میں ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں! اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر ان لوگوں کو یہ پتا چل جائے کہ ان کو گوشت سے بھری ہوئی ایک ہڈی یا بکری کے دو پائے مل جائیں گے تو وہ ضرور عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۶۴۴، ۶۵۷، ۲۴۲۰، ۷۲۲۴، صحیح مسلم: ۶۵۱، سنن ترمذی: ۲۱۷، سنن نسائی: ۸۴۸، سنن ابوداؤد: ۵۴۸، سنن ابن ماجہ: ۷۹۱، مسند

Marfat.com

احمد ۷۳۸۶، موطا امام مالک: ۲۹۲، سنن داری: ۱۲۷۴)

غور فرمایئے! جو لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں سستی کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس غلط روش پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ ان کو سختی کے ساتھ سرزنش فرمائی اور یہی فریضۂ نبوت اور منصب رسالت ہے اور یہی اللہ عزوجل کے حکم پر عمل اور اس کی اطاعت ہے۔

ایک اور سند کے ساتھ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ منافقین پر اور کوئی نماز بھاری نہیں ہے، اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ ان نمازوں میں کتنا اجر ہے تو یہ ان نمازوں کو پڑھنے کے لیے ضرور آئیں گے خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں اور بے شک میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں مؤذن کو نماز کی اقامت پڑھنے کا حکم دوں، پھر آگ کا ایک شعلہ لے کر ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں جو ابھی تک نماز پڑھنے نہیں آئے۔ (صحیح البخاری: ۶۵۷)

(۱۰) امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ کا مرض بہت شدید ہو گیا تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ابوبکر بہت نرم دل ہیں، جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے، آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو: وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر اپنی بات دہرائی، تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس بے شک تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں نمازیں پڑھائیں۔ (صحیح البخاری: ۶۷۸، ۳۳۸۵، صحیح مسلم: ۴۲۰، مسند احمد: ۱۹۲۰۱)

غور فرمایئے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نرم دلی کے پیش نظر یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ حضرت ابوبکر کی جگہ کسی اور کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیں، لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ مشورہ صحیح نہیں تھا، اس لیے آپ نے اس مشورہ کو قبول نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جو بات درست نہیں ہوتی تھی، آپ اس کو مسترد فرما دیتے تھے خواہ وہ بات کسی نے بھی کہی ہو اور یہی فریضۂ نبوت و منصب رسالت ہے، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو بے محل طلاق دی ہو اور وہ طلاق ان کی بیوی پر واقع نہ ہوئی ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلط اقدام پر سکوت فرمالیا ہو، اور اس غلط بات کو مقرر اور ثابت رکھا ہو، لہٰذا شیخ شوکانی کا اپنے باطل مذہب کو ثابت کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عمل کو منصب رسالت کے منافی قرار دینا قطعاً باطل اور مردود ہے۔ فالی اللہ المشتکی

تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ محمد صدیق حسن خان غیر مقلد کے دلائل

شیخ محمد صدیق خان بن حسن بھوپالی غیر مقلد متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تم کو تین طلاقیں ہیں، تو امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، سلف اور خلف میں سے

جمہور علماء نے کہا ہے کہ یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اور طاؤس بن کیسان الیمانی المتوفی ۱۰۶ھ اور بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ ان تین طلاقوں میں سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور الحجاج بن ارطاۃ اور محمد بن اسحاق متوفی ۲۳۸ھ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ اور ابن مقاتل کا بھی یہی قول ہے۔

(السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۳ ص ۴۳۷، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۴۲۵ھ)

شیخ صدیق حسن خان بھوپالی کے استدلال کا مدار طاؤس کی روایت پر ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ کے دس شاگردوں میں سے صرف طاؤس بن کیسان اس روایت میں منفرد ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے باقی شاگردوں نے طاؤس کی مخالفت کی ہے بلکہ خود طاؤس کی ایک روایت بھی اس کے خلاف ہے، طاؤس کی اس روایت پر شیخ ابن حزم ظاہری نے جو تبصرہ کیا ہے ہم اس کو سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق

طاؤس کی روایت پر شیخ ابن حزم ظاہری کا تبصرہ

شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

رہی طاؤس کی حدیث، از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، کہ تین طلاقیں ایک طلاق کی طرف لوٹائی جاتی ہیں، سو یہ روایت کچھ بھی نہیں، یعنی بالکل لغو ہے اور یہ ثابت نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا ہو، اور نہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روایت کو مقرر رکھا ہے اور حجت اور دلیل صرف اس سے ہوتی ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہو یا آپ کا فعل ہو، یا آپ کو کسی چیز کا علم ہو اور آپ نے اس کا انکار نہ فرمایا ہو۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ متوفی ۳۴ھ بیان کرتے ہیں کہ میرے دادا نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دیں، تو میرے والد نے اس مسئلہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا، کہ میرے باپ نے میری ماں کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں۔ کیا ان کے لیے اس سے نجات کی کوئی صورت ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے دادا کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں تھا؟ اس نے جو تین طلاقیں دی ہیں وہ واقع ہو گئیں، رہیں ۹۹۷ طلاقیں تو وہ ظلم اور زیادتی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان پر عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو اس کو معاف کر دے گا۔ (المحلی بالآثار ج ۹ ص ۳۹۲-۳۹۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ)

شیخ ابن حزم ظاہری کی مذکور الصدر عبارت سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ طاؤس کی روایت باطل ہے جس پر غیر مقلدین کے مذہب کا مدار ہے، اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور یہی جمہور علماء اہلسنت کا مذہب مہذب ہے۔

عوام میں غیر مقلدین کا تین طلاقوں کے پیش آمدہ مسائل میں قرآن وسنت کو چھوڑ کر اپنے مولویوں کے فتووں پر عمل کرنا

عوام غیر مقلدین جب غصہ میں آ کر اپنی بیویوں کو تین طلاقیں دے دیتے ہیں، پھر وہ اپنے غیر مقلد مفتیوں کے پاس جا کر اس مسئلہ کا حل معلوم کرتے ہیں حالانکہ ان کو خوب معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں ہوتی، اور قرآن وسنت کے واضح ارشادات پر ان کو وثوق ہوتا ہے، علماء اہلسنت ان کو قرآن مجید کی صریح آیات اور احادیث سے ہدایات دیتے ہیں، لیکن

وہ اپنے غیر مقلد مفتیوں کے فتاویٰ کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی نصوص صریحہ پر ترجیح دیتے ہیں اور اس آیت کریمہ کا مصداق قرار پاتے ہیں:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور پیروں کو خدا بنالیا ہے۔

(التوبہ:۳۱)

ابو محمد عبدالحق بن عطیہ الاندلسی المالکی المتوفی ۵۴۱ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ متوفی ۶۷ ھ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی، آپ نے فرمایا: اے عدی! اس صلیب کو اپنے گلے سے اتار کر پھینک دو، پھر میں نے سنا کہ آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور پیروں کو خدا بنالیا ہے۔

(التوبہ:۳۱)

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے، ہم ان علماء اور پیروں کی عبادت تو نہیں کرتے؟ آپ نے پوچھا: کیا ایسا نہیں ہے کہ جس کام کو تمہارے علماء حلال کہتے ہیں تم اس کام کو حلال قرار دیتے ہو، اور جس کام کو تمہارے علماء حرام کہتے ہیں تم اس کام کو حرام قرار دیتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: سو یہی اس آیت کا مصداق ہے۔

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ص ۸۳۹، دار ابن حزم بیروت، لبنان ۱۴۲۳ ھ)

الامام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ ھ، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ لوگ (اہل کتاب) اپنے علماء کی عبادت تو نہیں کرتے لیکن جب ان کے علماء (اپنی ذاتی خواہش سے) کسی کام کو حلال کہیں تو یہ اس کو حلال قرار دیتے ہیں اور جب ان کے علماء (اپنی ذاتی خواہش سے) کسی کام کو حرام کہیں تو یہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں، اس اعتبار سے انہوں نے اپنے علماء کو اپنے رب کی مثل قرار دے دیا ہے اگرچہ وہ ان کو زبان سے اپنا رب نہیں کہتے۔

(زاد المسیر فی علم التفسیر ص ۵۷۸، دار ابن حزم بیروت، ۱۴۲۳ ھ تفسیر الطبری ج ۱۴ ص ۲۰۲، الدر المنثور ج ۴ ص ۲۲۹، سنن الترمذی ج ۲ ص ۱۳۶)

ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر زمخشری الخوارزمی الحنفی المتوفی ۵۳۸ ھ، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اپنے علماء کی اطاعت کرتے ہیں اور جس کام کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو یہ حلال قرار دیتے ہیں، اور جس کام کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے اس کو یہ حرام قرار دیتے ہیں، در اصل یہ لوگ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسوں کی پیروی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ (سبا:۴۱) بلکہ یہ جنات کی عبادت کرتے ہیں۔

نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آذر سے کہا:

يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ اے میرے (عرفی) باپ آپ شیطان کی پیروی نہ کریں، بے

Marfat.com

عَصِيًّا ۝ (مریم:۴۴) شک شیطان، رحمٰن کا نافرمان ہے O

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ متوفی ۶۷ ھ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور اس وقت میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی، تو آپ نے فرمایا: کیا یہ لوگ ان کاموں کو حرام نہیں کرتے جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے؟ سو تم بھی ان کاموں کو حلال کرتے ہو، کیا یہ لوگ ان کاموں کو حلال نہیں کرتے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے؟ سو تم بھی ان کاموں کو حلال کرتے ہو، میں نے کہا: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: یہی ان لوگوں کی عبادت کرنا ہے۔ (سنن ترمذی کتاب التفسیر: ۳۰۹۵)

حضرت فضیل بن النعمان انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۷ ھ بیان کرتے ہیں کہ میں اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ میں معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت کروں، یا غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھوں، اور رہے حضرت مسیح علیہ السلام، تو جب لوگوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا، تو لوگوں نے ان کی عبادت کو حلال قرار دیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝ (الزخرف:۸۱) آپ کہیے کہ اگر رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا O

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ (التوبہ:۳۱) حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ یہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں

اور انجیل میں یہ تصریح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا، تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرما دے گا، اس کے بعد فرمایا: سبحانہ عما یشرکون، اور وہ ان کے خود ساختہ خدا سے پاک ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جو لوگ اپنے علماء اور اپنے پیروں کو اپنا رب قرار دیتے ہیں ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا رب نہ مانیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں، کیونکہ یہ لوگ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تکذیب کرتے ہیں اور اس کو باطل کہتے ہیں، اور وہ نورِ عظیم جو تمام آفاق میں پھیلا ہوا ہے اس کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس نور کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے اور روشن کرنے کا ارادہ فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (التوبہ:۳۲-۳۳)

وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، اور اللہ اپنے نور کو مکمل کیے بغیر راضی نہیں ہوگا خواہ کافروں کو ناگوار ہو O وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو ہر دین پر غالب کردے خواہ وہ مشرکین کو ناگوار ہو O

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لائے ہوئے دین کو تمام ادیان سابقہ پر غالب فرما دے۔

(تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل ص ۴۳۱-۴۳۰، دار المعرفہ بیروت، لبنان ۱۴۳۰ھ)

۳۰- بَابٌ: التَّلَاعُنِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں میاں بیوی کا ایک دوسرے پر لعنت کرنا

باب مذکور کے عنوان کی شرح

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں (کسی خاص وجہ سے) میاں بیوی کا ایک دوسرے پر لعنت کرنا جائز ہے۔

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر شافعی سے مناقشہ

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اس باب سے فقہاء احناف کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ لعان کا مسجد میں ہونا متعین نہیں ہے، بلکہ لعان امام اور سربراہ ملک کے سامنے ہونا چاہیے، خواہ وہ کہیں پر بھی ہو۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۲، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ باب فقط اس لیے قائم کیا ہے کہ لعان صرف مسجد میں ہونا چاہیے، حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ اس باب میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں لعان کیا گیا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسجد لعان کے لیے متعین ہو، اسی وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاذ ابوحفص عمر بن علی الشافعی متوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ تلاعن جامع مسجد میں ہوا، اور امام بخاری نے یہی اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے۔ اور فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ لعان عصر کے بعد ہونا چاہیے خواہ کسی وقت ہو، اور جامع مسجد میں ہونا زیادہ بہتر ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲ ص ۴۶۷، قطر) (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتقاض الاعتراض میں، فتح الباری ج ۶ ص ۱۲ے میں مذکور اپنی عبارت کو دہرا دیا ہے اور اس کے بعد علامہ عینی کا اعتراض ذکر کیا ہے مگر اس کا کوئی جواب نہیں لکھا۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی ج ۲ ص ۳۰۹، شرکۃ الریاض، ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے باہمی مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتقاض الاعتراض کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے اپنی دانست کے مطابق علامہ عینی کے اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں، لیکن میں نے جس قدر اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے، تو اکثر مقامات پر انہوں نے علامہ عینی کے اعتراضات نقل تو کیے ہیں مگر ہر جگہ علامہ عینی کے اعتراضات کا جواب نہیں لکھا، اس کے باوجود انہوں نے درشت کلامی سے بھی کام لیا ہے اور علامہ عینی کو علم حدیث سے نابلد قرار دیا ہے، حالانکہ وہ بعض مقامات پر خود علم صرف، علم نحو اور علم لغت میں علامہ عینی سے پیچھے نظر آتے ہیں، اور علامہ عینی کے اعتراضات کے جواب میں عاجز اور بے بس دکھائی دیتے ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ صحیح البخاری: ۵۳۰۹، کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن شہاب الزہری المتوفی ۱۵۲ھ نے کہا ہے کہ حضرت عویمر اور ان کی بیوی کے باہمی لعان کے بعد لعان کرنے والوں کے درمیان یہ طریقہ مقرر ہو گیا کہ جو عورت حاملہ ہو تو اس کی اولاد کی اس عورت کی طرف نسبت کی جائے گی، پھر اس کی وراثت میں یہ طریقہ جاری ہو گیا کہ وہ عورت اپنی اولاد کی وارثہ ہو گی، اور وہ اولاد اس عورت کی وارث ہو گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وراثت کے احکام مقرر فرمائے ہیں۔

Marfat.com

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ھ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس عورت کے ہاں سرخ رنگ کا پستہ قد لڑکا پیدا ہوا تو میرا گمان ہے کہ یہ عورت سچی ہے، اور اس کے خاوند نے اس پر جھوٹی تہمت باندھی ہے اور اگر اس کے ہاں سیاہ آنکھوں والا، بھاری سرین والا لڑکا پیدا ہوا تو اس کا خاوند سچا ہے، پھر اس عورت کے ہاں اسی مکروہ صفت کا لڑکا پیدا ہوا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۸۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم المنذر النیشاپوری الشافعی متوفی ۳۱۸ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ہمیں الربیع نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے خبر دی، از نافع مولیٰ ابن عمر متوفی ۱۱۷ھ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرد نے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے بیٹے کی اپنی ذات سے نفی کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور اس لڑکے کو اس کی بیوی کے ساتھ ملا دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۴۹۴)

نیز وہ لکھتے ہیں کہ: ہمیں الربیع نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں امام شافعی نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عمرو بن دینار نے خبر دی، از سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ، از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں سے فرمایا: تم دونوں کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، تمہارے لیے اس عورت پر کوئی سبیل نہیں ہے، اس مرد نے پوچھا: یارسول اللہ! میرے مال کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے کوئی مال نہیں ہے، اگر تم سچے ہو تو تم نے اس عورت کے فرج کو جو حلال کیا تھا وہی مال اس کے عوض ہے، اور اگر تم نے اس پر جھوٹ باندھا ہے تو تم اس سے بہت دور ہو۔ (صحیح البخاری: ۵۳۱۲، صحیح مسلم: ۱۴۹۳)

۳۱۔ بَابُ: التَّلَاعُنِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں میاں بیوی کا ایک دوسرے پر لعان کرنا

۵۳۰۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الْمُلَاعَنَةِ وَعَنِ السُّنَّةِ فِيهَا عَنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَخِي بَنِي سَاعِدَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَأَنْزَلَ اللهُ فِي شَأْنِهِ مَا ذُكِرَ فِي الْقُرْآنِ مِنْ أَمْرِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَدْ قَضَى اللهُ فِيكَ وَفِي امْرَأَتِكَ قَالَ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حِينَ فَرَغَا

ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے ملاعنہ کے متعلق خبر دی۔ اور اس میں جو سنت ہے اس کے متعلق خبر دی از حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ جو بنو ساعدہ کے بھائی ہیں، کہ انصار کے ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ؟ مجھے یہ بتایئے کہ ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے آیا وہ اس کو قتل کر دے یا پھر وہ کیا کرے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق اس کا ذکر کیا جو قرآن مجید میں ایک دوسرے پر لعنت کرنے کے متعلق حکم آیا ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق اور تمہاری بیوی کے متعلق حکم نازل

Marfat.com

مِنَ التَّلَاعُنِ فَفَارَقَهَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ ذَاكَ تَفْرِيقٌ بَيْنَ كُلِّ مُتَلَاعِنَيْنِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَتِ السُّنَّةُ بَعْدَهُمَا أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَكَانَتْ حَامِلًا وَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى لِأُمِّهِ قَالَ ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي مِيرَاثِهَا أَنَّهَا تَرِثُهُ وَيَرِثُ مِنْهَا مَا فَرَضَ اللهُ لَهُ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِنْ جَاءَتْ بِهِ أَحْمَرَ قَصِيرًا كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَلَا أُرَاهَا إِلَّا قَدْ صَدَقَتْ وَكَذَبَ عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْوَدَ أَعْيَنَ ذَا أَلْيَتَيْنِ فَلَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى الْمَكْرُوهِ مِنْ ذَلِكَ۔

فرمادیا: حضرت سہل نے بیان کیا: پھر ان دونوں نے مسجد میں ایک دوسرے پر لعنت کی اور میں اس کا گواہ ہوں، جب وہ دونوں ایک دوسرے پر لعنت کرنے سے فارغ ہوگئے تو مرد نے کہا: یا رسول اللہ؟ اگر اب میں نے اس عورت کو اپنے پاس رکھا تو پھر تو میں اس پر جھوٹ باندھنے والا ہوں گا، سو اس مرد نے رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دیں، جب وہ دونوں ایک دوسرے پر لعنت کرنے سے فارغ ہوگئے تو اس مرد نے عورت سے نبی ﷺ کے سامنے علیحدگی اختیار کر لی، پس کہا: اب دو لعنت کرنے والوں کے درمیان یہی طریقہ ہے اور سنت ہے، ابن جریج نے کہا: ابن شہاب نے کہا: پس یہی سنت ہے ان دونوں کے بعد کہ ایک دوسرے پر لعنت کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی جائے اور وہ عورت حاملہ تھی، اور اس کے بیٹے کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جاتی تھی، پھر عورت کی وراثت کے متعلق یہ سنت جاری ہوگئی کہ وہ عورت اس بیٹے کی وارث ہوگی اور وہ بیٹا اس عورت کا وارث ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے وراثت کے احکام فرض کیے ہیں۔ ابن جریج نے کہا: از ابن شہاب از سہل بن سعد الساعدی، انہوں نے کہا: اس حدیث میں یہ خبر ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اس کا بیٹا سرخ رنگ کا کوتاہ قد آیا گویا کہ وہ چھپکلی کی قامت کی طرح ہے، سخت غصے والا، کھوٹا، کینہ پرور ہے، پر اگر ایسا بیٹا پیدا ہوا تو میرا گمان ہے کہ یہ عورت اپنے دعوے میں سچی ہے اور مرد نے اس پر جھوٹ بولا اور بہتان باندھا، اور اگر اس کا بیٹا سیاہ آنکھوں والا آیا، موٹی سرین والا، تو میرا گمان یہ ہے کہ مرد اس کے متعلق سچا ہے، پھر جب وہ بیٹا پیدا ہوا تو وہ اسی صفت پر تھا جو نبی ﷺ نے اس کے بیٹے کی سیاہ آنکھوں والی صفت بیان فرمائی تھی۔

صحیح البخاری: ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۵۲۵۹، ۵۳۰۸، ۵۳۰۹، ۶۸۵۴، ۷۱۶۵، ۷۱۶۶، ۷۳۰۴، صحیح مسلم: ۱۴۹۲، سنن نسائی: ۳۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، موطا امام مالک: ۱۲۰۱، سنن دارمی: ۲۲۲۹۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۰۹ اس باب کے عنوان کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں شوہر اور اس کی بیوی کا ایک دوسرے پر لعنت کرنا جائز ہے، جس کو اصلاحِ شرح میں لعان اور ملاعنہ کہتے ہیں۔

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابنِ حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ سے علمی مناقشہ

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری متوفی ۲۵۶ ھ نے اس باب سے فقہائے احناف کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ فقہاءِ احناف نے یہ کہا ہے کہ لعان کا مسجد میں ہونا متعین نہیں ہے بلکہ لعان امام اور سربراہِ ملک کے سامنے ہونا چاہیے، خواہ وہ لعان کسی جگہ پر ہو، مسجد میں ہو یا کہیں اور ہو۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۲، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ ھ)

علامہ محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، حافظ ابن حجر شافعی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ باب صرف اس لیے قائم کیا ہے کہ لعان صرف مسجد میں ہونا چاہیے حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں ہے، اس باب میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں لعان کیا گیا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسجد لعان کے لیے متعین ہو، اس وجہ سے حافظ ابنِ حجر عسقلانی کا اپنے استاذ ابوحفص عمر بن علی الشافعی متوفی ۸۰۴ ھ کی تقلید میں یہ کہنا کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ تلاعن جامع مسجد میں ہوا اور امام بخاری نے اس حدیث کا یہی عنوان قائم کیا ہے اور فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ لعان عصر کے بعد ہونا چاہیے، خواہ کسی وقت ہو، تاہم جامع مسجد میں لعان کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۴۶۷، قطر، ۱۴۲۹ ھ)

علامہ عینی کا مناقشہ ختم ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۲، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ ھ، میں مذکور اپنی عبارت کو دہرایا ہے، پھر علامہ عینی کے اس اعتراض کو جو عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۲ پر مذکور ہے، اس اعتراض کا ذکر کیا ہے اور کوئی جواب نہیں لکھا۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی ج ۲ ص ۳۰۹، شرکۃ الریاض، ۱۴۱۸ ھ)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے مناقشہ کے درمیان مصنف کا محاکمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتقاض الاعتراض کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے اپنی دانست کے مطابق علامہ عینی کے اعتراضات کے جوابات لکھ دیے ہیں، لیکن میں نے جس قدر اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے، اکثر مقامات پر تو حافظ ابن حجر نے علامہ عینی کے اعتراضات کو من وعن نقل کر دیا ہے اور جواب نہیں لکھا۔ اور بعض جگہ انہوں نے علامہ عینی کے اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں تاہم ان کے جوابات علامہ عینی کے اعتراضات کو دور نہیں کر سکے، اس کے باوجود حافظ ابن حجر

Marfat.com

درشت کلامی سے کام لیا اور علامہ عینی کو علم حدیث سے نابلد قرار دیا، حالانکہ حافظ ابن حجر خود علمِ صرف، علم نحو اور علم لغت میں علامہ عینی کے علوم فاضلہ کے مقابلے میں بالکل کورے اور نابلد ہیں اور علامہ عینی کے اعتراضات کے جواب میں وہ بالکل عاجز اور بےبس دکھائی دیتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ

لعان کے سبب سے بچے کے نسب کی شوہر سے نفی کرنا اور بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کرنا اور ملانا

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

ہمیں الربیع بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے خبر دی (مسند شافعی ص ۲۵)، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) نے خبر دی (المؤطا: ص ۴۴۵)، از نافع مولی ابن عمر متوفی ۱۱۱ھ، نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ سے روایت کی کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بیوی سے لعان کیا، اور اپنی بیوی کے بیٹے کی اپنے نسب سے نفی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور بچے کو اس کی بیوی کے ساتھ لاحق کر دیا یعنی ملا دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۴۹۴)

۷۷۶۰۔ ہمیں الربیع نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے خبر دی (مسند شافعی ۲۵۸)، اور انہوں نے کہا کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا، انہوں نے کہا ہمیں عمرو بن دینار نے خبر دی، از سعید بن جبیر (متوفی ۹۵ھ) از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما (متوفی ۷۳ھ) انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دوسرے پر لعنت کرنے والوں کے متعلق فرمایا: تمہارا حساب اللہ کے ذمہ ہے، تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے اور مرد کی عورت کے اوپر کوئی سبیل نہیں ہے، اس مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میرے مال کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا تمہارے لیے کوئی مال نہیں ہے، اگر تم سچے ہو تو تم نے نکاح کے ذریعے جو اس کی فرج کو حلال کیا ہے تو وہ مال اس کا معاوضہ ہے، اور اگر تم جھوٹے ہو پھر تو تمہارا حق اس سے بھی بہت دور ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۱۲، صحیح مسلم: ۱۴۹۳)

۷۷۶۱۔ ہمیں یحییٰ بن محمد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن شہاب الزہری (متوفی ۱۵۲ھ) از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ (متوفی ۸۸ھ) انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں دو لعنت کرنے والوں کے سامنے حاضر تھا اور اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی جب انہوں نے ایک دوسرے پر لعنت کی۔ (صحیح البخاری: ۶۸۵۴)

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ لعان کرنے والی کا شوہر اپنی بیوی سے مہر واپس نہیں لے سکتا، خواہ اس نے زنا کا اقرار کیا ہو اور اس پر گواہ قائم ہو چکا ہو کہ اس نے زنا کیا ہے، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تو نے اس کے متعلق سچ کہا ہے تو تیرا مال اس چیز کا عوض ہے کہ تو نے اس کی فرج کو حلال کیا، اور اگر تو نے اس پر جھوٹ باندھا ہے تو پھر تو، تو اس سے دور ہے۔ اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ اگر تو نے اس کے متعلق سچ کہا ہے تو تیرا مال اس کی فرج کو حلال کرنے کے معاوضے میں ہے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ مہر صرف جماع سے واجب ہوتا ہے خلوتِ صحیحہ سے واجب نہیں ہوتا۔

Marfat.com

علامہ ابوبکر ابن المنذر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ دولعان کرنے والوں کے درمیان تفریق واجب ہو جاتی ہے۔

اور اہلِ علم کا اس میں اختلاف ہے کہ کس وقت میں اس کی بیوی کا بستر اس سے زائل ہوگا اور ان دونوں کے درمیان تفریق واقع ہو جائے گی۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ان کے درمیان تفریق اس وقت ہو جائے گی جب ان دونوں کا لعان مکمل ہوا، یعنی ان دونوں نے ایک دوسرے پر لعنت کر دی۔ یعنی مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے پر لعنت کریں اور جب اس طرح ہو جائے گا تو ان کے درمیان تفریق واقع ہو جائے گی اور عورت مرد کے نکاح سے نکل بھی جائے گی۔

اور یہ امام مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) کا قول ہے۔ (المدونہ ج ۲ ص ۳۶۱، کتاب اللعان)

اور ابوعبید الخراسانی التوفی ۲۲۷ھ اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے بھی یہی روایت ہے اور ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن، اور الاوزاعی، اور عبید اللہ بن الحسن کا بھی یہی قول ہے۔

۷۶۲۔ ہمیں موسیٰ بن ہارون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابوحمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابنِ مبارک متوفی ۱۸۱ھ نے حدیث بیان کی از ابومودود، از زید مولیٰ قیس الہذی از عکرمہ البربری مولی ابن عباس التوفی ۱۰۵ھ، از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ انہوں نے کہا جب کوئی مرد پانچ مرتبہ اپنی بیوی پر لعنت کرے اور عورت بھی اس پر لعنت کرے تو ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب سے بری ہو گیا۔

اور اس مسئلے میں دوسرا قول یہ ہے کہ تفریق اس وقت واقع ہوتی ہے کہ جب خاوند لعان کو مکمل کر لے، اس سے پہلے کہ اس کی بیوی لعان کرے اور اسی لعان کے ساتھ بیوی کا بستر اس کے خاوند سے زائل ہو جائے گا، اور اگر ان میں سے کوئی ایک مر گیا اور خاوند لعان مکمل کر چکا تھا تو وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ اور یہ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا قول ہے۔ (کتاب الام، ج ۵ ص ۲۱۷)

اور اس مسئلے میں تیسرا قول یہ ہے کہ اگر لعان اس طرح مکمل ہو جائے، پھر مرد مر جائے یا اس کی بیوی مر جائے، اس سے پہلے کہ قاضی یا حاکم ان کے درمیان تفریق کر دے تو ان کے درمیان وراثت تقسیم کی جائے گی۔ اور یہ مذہب فقہاء احناف کا ہے۔

(المبسوط للسرخسی، ج ۷ ص ۴۶، باب اللعان)

علامہ ابوبکر ابن المنذر نیشاپوری نے کہا: میں امام مالک اور ان کے موافقین کے مذہب کے مطابق کہتا ہوں۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دولعنت کرنے والے میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دی، اس کا کیا معنیٰ ہے؟

فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کے ایک دوسرے پر لعنت کرنے کے بعد حاکم یہ فیصلہ کرے کہ میں نے تم دونوں کے درمیان تفریق کر دی ہے اور یہ تاویل بعض اہلِ عراق کی ہے جن کا تعلق اصحاب ابوحنیفہ سے ہے۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ آپ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی، اس کا

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ لعان ہی تفریق ہے، اور اس مرد کے متعلق یہ گواہی قائم ہوگئی ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دے دی اور حاکم نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا، پس یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ حاکم نے ان کے درمیان تفریق کی، اور اس کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ وہ دونوں اپنے نکاح پر قائم ہیں حتیٰ کہ حاکم ان کے درمیان تفریق کر دے اور اگر ایسا ہوتا تو یہ ضروری ہوتا کہ تفریق کیلئے انہیں حاکم کے پاس ایک دن یا ایک ماہ یا ایک ہفتہ کے بعد لایا جاتا حتیٰ کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک مر جاتا تو دوسرا اس کا وارث نہ ہوتا، اسی طرح لعان میں حاکم کے علیحدہ کرنے سے تفریق واقع ہوتی ہے۔

اور ہم اس کے باقی دلائل اس کتاب میں پہلے لکھ چکے ہیں۔

علامہ ابوبکر ابن المنذر النیشاپوری الشافعی متوفی ۳۱۸ھ نے کہا: میں بھی یہی کہتا ہوں اور فقہاء کا اس پر ذمہ ہے کہ لعان کرنے والے کی زوجہ اپنے خاوند پر لعان کے بعد حلال نہیں ہوتی جب کہ خاوند اپنے نفس کی تکذیب نہ کرے اور اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ اگر نکاح لعان سے فسخ نہ ہوتا تو العجلانی کی طلاق اس پر واقع ہو جاتی، اور وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کے بعد اس کے اوپر حلال ہو جاتی۔

۷۷۶۳۔ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے از نافع البربری متوفی ۱۰۵ھ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی اور بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا۔ (الموطا ص ۴۴۵)

اس میں ہمارے قول پر دلیل ہے، کیونکہ جب فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ بچہ ماں کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے خواہ حاکم اس کا فیصلہ نہ کرے تو اسی طرح واجب ہے کہ دو لعنت کرنے والوں کے درمیان تفریق واقع ہو جائے خواہ حاکم اس کا فیصلہ نہ کرے۔ کیونکہ حدیث میں ان دونوں کا ذکر واحد ہے اور چونکہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ان میں سے ایک حکم واجب ہے، سو دوسرا حکم بھی اسی طرح واجب ہوگا۔

اور اس مسئلہ میں ایک تیسرا قول ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ بچہ اس کا شمار ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، پس جب آپ نے یہ خبر دی کہ بچہ لعان کے سبب سے باپ کے بستر سے اس کا نسب منتفی ہو گیا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ باپ کا بستر اس سے زائل ہو گیا اور بچے کا نسب بھی زائل ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس پر دلیل ہے کہ تمہارے لیے اس عورت کے اوپر کوئی سبیل نہیں ہے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ ان میں تفریق ہوگئی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ مرد کو یہ خبر دی کہ تمہارے لیے اس عورت پر کوئی سبیل نہیں ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ وہ عورت اور مرد دونوں کو بتلائے کہ جب انہوں نے ایک دوسرے پر لعنت کر دی تو اب کبھی بھی ایک دوسرے کے ساتھ مجتمع نہیں ہوں گے جب کہ وہ دونوں اس مسئلہ سے جاہل ہوں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بتایا کہ تمہاری اپنی بیوی کے اوپر اب کوئی سبیل نہیں ہے۔ (الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، ج ۹ ص ۴۵۱-۴۵۵، دار الفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

مسجد میں شوہر اور بیوی کے ایک دوسرے پر لعنت کرنے کی حدیث کے تحت فقہاء مذاہب کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ، لکھتے ہیں:

ابن شہاب الزہری التوفی ۱۵۲ھ نے بیان کیا کہ اس کے بعد دو لعنت کرنے والوں کے درمیان یہ سنت مقرر ہوگئی کہ اگر عورت حاملہ ہو اور اس عورت کا بیٹا اپنی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا ہو، انہوں نے کہا: پھر اس پر سنت قائم ہوگئی کہ اس عورت کی میراث اپنے

Marfat.com

بیٹے سے ثابت ہوگی اور اس بیٹے کی وراثت اپنی ماں سے ثابت ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وراثت کے احکام مقرر فرمائے ہیں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ھ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر اس کا بچہ چھوٹے قد کا سرخ رنگ کا پیدا ہوا گویا کہ وہ دیوار پر چلنے والی چھپکلی کی طرح دبلا پتلا تھا تو میرا گمان یہ ہے کہ وہ عورت صادق ہے اور اس مرد نے اس کے اوپر زنا کی جھوٹی تہمت لگائی ہے اور اگر اس عورت کے ہاں بچہ سیاہ آنکھوں والا اور موٹی سرین والا ہو تو میرا گمان یہ ہے کہ مرد اس پر زنا کی تہمت لگانے میں سچا ہے اور پھر بعد میں اس عورت کے ہاں ایسا ہی بچہ پیدا ہوا جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مکروہ صفت بیان فرمائی تھی۔

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی متوفی ۳۱۸ھ نے کہا کہ لعان میں سنت یہ ہے کہ وہ مسجد میں ہونا چاہیے۔

علامہ محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دو لعان کرنے والے مسجد میں لعان کریں، اس میں یہ دلیل ہے کہ ہر حاکم کے لیے مناسب یہ ہے جو مسلمانوں کے حکام میں سے ہو اور وہ ان میں سے کسی سے حلف لینے کا ارادہ کرے تو وہ ایک عظیم امر کے اوپر حلف لے جیسا کہ قسامت علی الدم پر حلف لیا جاتا ہے (یعنی پچاس مرد یہ قسم کھائیں کہ ہم نے اس مقتول کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں، جب پچاس مرد یہ قسم کھالیں تو وہ قصاص سے بری ہو جاتے ہیں اور دیت سے بری ہو جاتے ہیں اس کو قسامت کہتے ہیں) اور ہر اس مال پر جو زیادہ مرتبہ کا ہو اور زیادہ عظیم ہو تو ان تمام چیزوں پر جو قسم لی جاتی ہے وہ بڑی بڑی مساجد میں قسم لی جاتی ہے۔ اور اگر یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس قسم لی جائے گی اور اگر یہ لعان کا واقعہ مکہ مکرمہ میں ہو تو حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان قسم لی جائے گی اور اگر لعان کا یہ واقعہ بیت المقدس کے اندر ہو تو اس کی مسجد میں قسم لی جائے گی، پھر الصخرہ میں قسم لی جائے گی، اور اگر کسی اور شہر کے اندر لعان کا واقعہ ہو تو پھر اس شہر کی جامع مسجد میں قسم لی جائے گی اور ہر اس جگہ قسم لی جائے گی جو لوگوں کے درمیان معظم سمجھی جاتی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مرد اور عورت کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ کی مسجد میں لعان کریں، کیونکہ آپ کو یہ علم تھا کہ مرد اور عورت دونوں کے درمیان یہ جگہ بہت عظیم ہے تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ ان سے ایسی جگہ پر لعان کرایا جائے جو ان کے نزدیک بہت عظیم ہو تا کہ جو جھوٹ بول رہا ہے وہ ایسی عظیم جگہ پر جھوٹ بولنے سے باز آ جائے اور جھوٹی قسموں کے کھانے سے باز آ جائے اور اسی طرح نیز مرد اور عورت ایک دوسرے پر عصر کی نماز کے بعد لعان کریں، کیونکہ عصر کی نماز کے بعد جھوٹی قسم کھانے پر اللہ تعالیٰ نے سخت وعید فرمائی ہے۔

اور امام محمد بن ادریس الشافعی ۲۰۴ھ نے کہا: مسجد میں لعان کرایا جائے گا سوائے اس کے کہ عورت حائضہ ہو تو پھر وہ عورت مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر لعان کرے گی۔

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے: میں یہ نہیں کہتا کہ اگر انہوں نے کسی ایسی مجلس میں لعان کیا جو ناپسندیدہ ہو یا ایسی جگہ لعان کیا جو مکروہ ہو یا کسی اور وقت میں لعان کیا تو ان کا فرض زائل ہو جائے گا یا ان کا کیا ہوا لعان فاسد ہو جائے گا، ایسا نہیں ہے۔

حدیث میں ہے کہ وہ عورت حاملہ تھی، اس مرد کے متعلق اختلاف ہے جو اپنی بیوی کے حمل کی نفی کرتا ہے، پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ جب وہ لعان کرے تو وہ یہ کہے کہ یہ بچہ میرے نسب سے نہیں ہے، اور میں اس حمل سے پہلے اس عورت کو بری کر چکا تھا اور اس کے بچے کا نسب اس مرد سے ساقط ہو جائے گا اور یہ امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا قول ہے۔

ابنِ ابی لیلیٰ نے کہا: حمل کی نفی کرنے سے لعان جائز ہے اور یہی امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ کا قول ہے اور انہوں نے استبراء کی رعایت نہیں کی اور ان کا یہ زعم ہے کہ عورت خون دیکھنے کے ساتھ ہی حاملہ ہو جاتی ہے اور استبراء کے باوجود اس کی اولاد ثابت ہو جاتی ہے۔

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، ثوری اور امام زفر بن ھذیل متوفی ۱۵۸ھ نے کہا ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ حمل مجھ سے ثابت نہیں ہے خواہ اس نے اس عورت سے استبراء کیا ہو یا نہ کیا ہو تو وہ اس عورت پر قذف یعنی تہمت لگانے والا نہیں ہے۔ اور علامہ ابن الماجیشور کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام ابویوسف یعقوب ابراہیم حنفی متوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد بن حسن الشیبانی متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے: اگر وہ عورت مرد کی نفی کرنے کے چھ ماہ بعد بچے کو لے آئی تو ان کے درمیان لعان کیا جائے گا اور اگر چھ ماہ کی مدت سے زیادہ کے بعد وہ بچے کو لے کر آئی تو پھر لعان نہیں کیا جائے گا اور جو فقہاء لعان کو واجب نہیں کرتے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس نے حمل کی نفی کی ہے اور اس کے قول کی صحت کے اوپر کوئی دلیل نہیں ہے اور لعان بغیر یقین کے ثابت نہیں ہوتا۔

اور ابن القصار مالکی نے کہا کہ امام مالک اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت العجلانی رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے درمیان لعان کرایا اور حضرت عجلانی کی بیوی بھی حاملہ تھیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے فرمایا: اگر یہ ایسا بچہ لے کر آئی جس کا رنگ سرخ ہو اور اس کا قد چھوٹا ہو تو میرا گمان یہ ہے کہ وہ عورت صادق ہے اور مرد کاذب ہے اور اگر اس کا بچہ سیاہ آنکھوں والا ہو تو میرا گمان یہ ہے کہ مرد صادق ہے، عورت جھوٹی ہے، پھر وہ بچہ اس صفت پر پیدا ہوا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدہ صفت بیان فرمائی تھی، فقہاء کوفہ کا قول اس حدیث کے خلاف ہے، لہٰذا ان کے قول کی طرف کوئی التفات نہیں کیا جائے گا۔

اور عقلی طور پر ان کا قول اس لیے فاسد ہے کہ لعان کو اس لیے خاوند کے درمیان اس معنیٰ کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے کہ مرد کے ساتھ ایسا بچہ نہ ملا دیا جائے جو اس کے نسب سے نہیں ہے، پس ضرورت اس بات کی داعی ہے کہ لعان ان احوال میں ثابت ہوگا اور لعان کسی مرد سے اس کے عار کو دور کرنے کیلئے مقرر کیا گیا ہے جو مرد پر اس کی بیوی کی وجہ سے عار ثابت ہوتا ہے تو اس لیے لعان کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اور امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کا زعم یہ ہے کہ اگر کسی مرد نے کسی باندی کو خرید لیا، پھر اس کو حاملہ پایا تو یہ اس باندی کے اندر عیب ہے اور اس عیب کی وجہ سے وہ اس باندی کو مسترد کر سکتا ہے، پس اگر خاوند پر واقفیت حاصل نہ ہو اور اس کا علم نہ ہو تو واجب ہے کہ اس حاملہ باندی کے خریدار کے اوپر اس کو واقف کرنا جائز نہ ہو کیونکہ اس بات کو جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ وہ باندی خریدتے وقت حاملہ تھی یا نہیں تھی (اگرچہ اس زمانے میں الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے یہ چیز معلوم ہو سکتی ہے) اور اگر اس حمل کے جاننے کا کوئی ذریعہ ہو تو پھر اس حاملہ باندی کو واپس کرنا جائز ہوگا اور اسی طرح لعان کا مسئلہ ہے، اس میں بھی یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ مرد جو اپنی بیوی کے حمل کا انکار کرتا ہے تو آیا وہ اپنے اس انکار میں سچا ہے یا نہیں ہے (اگرچہ اب بھی بعض طب جدید کے طریقوں سے مرد اور عورت کی منی کے اجزاء لے کر یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اس عورت کو جو حمل ٹھہرا ہوا ہے وہ اس مرد کی منی کے اجزاء سے ہے یا نہیں ہے جس کو جدید طب میں D.N.A کہتے ہیں، لیکن

Marfat.com

ظاہر ہے علامہ طبری اور دوسرے فقہاء کے زمانہ میں طب اور سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی، اس لیے انہوں نے اس مسئلہ میں توقف کیا)۔ علامہ ابوجعفر محمد بن جعفر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر وہ عورت سرخ رنگ کا کوتاہ قد کا بچہ لے کر آئی تو میرا گمان صرف یہ ہے کہ وہ عورت سچی ہے اور مرد اس پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور اگر وہ عورت ایسا بچہ لے کر آئی جو سیاہ آنکھوں والا ہے تو پھر میرا گمان یہ ہے کہ مرد سچا ہے اور وہ عورت اسی صفتِ مکروہ کے موافق بچہ کو لے کر آئی۔

اس حدیث میں یہ واضح بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ اپنے گمان کے مطابق کوئی فیصلہ کریں، اور ان پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ دلائلِ ظاہرہ کی بناء پر فیصلہ کریں اور مخفی دلائل کی بناء پر کوئی فیصلہ نہ کریں جو چیز ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو۔ اس لیے جو امور پوشیدہ ہوں ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کر دینا چاہیے اور اگر قاضی یا سلطان یا کسی اور حاکم کے پاس کوئی مقدمہ آئے تو وہ ظاہر دلیل کے بغیر فیصلہ نہ کرے کیونکہ اگر ظاہر دلیل کے بغیر فیصلہ کرنا جائز ہوتا تو اس فیصلہ کرنے کے سب سے زیادہ لائق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، کیونکہ آپ کو لوگوں کے بہ کثرت مخفی امور کا علم تھا، اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر ظاہری دلیل کے کوئی فیصلہ نہیں فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے جب منافقین نے غزوہ تبوک میں نہ جانے کے متعلق اپنے ظاہری عذر پیش کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اعذار کو قبول فرمالیا، حالانکہ آپ کو علم تھا کہ یہ جھوٹے ہیں، لیکن آپ نے اپنے اس علم کے مطابق فیصلہ نہیں کیا، اور آپ نے یہی فرمایا کہ ہم تو ظاہر دلیل کے مطابق فیصلہ کریں گے اور ظاہر دلیل یہ تھی کہ انہوں نے قسمیں کھالیں اور اپنے جھوٹے عذر پیش کیے کہ وہ غزوہ تبوک میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکتے۔ اسی طرح سے جو شخص اپنے ایمان اور تصدیق پر قسم کھالے تو اللہ کے حکم کے مطابق اس کے نکاح کو برقرار رکھا جائے، اس کی وراثت برقرار رکھی جائے گی اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے، اسی طرح اور دوسرے معاملات ہیں، لہٰذا ہر حاکم پر واجب ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نمونہ کے مطابق عمل کرے اور ظاہر دلیل کے مطابق فیصلہ کرے اور اپنے گمان کے مطابق فیصلہ نہ کرے، اگرچہ اس کے نزدیک وہ آدمی اپنی قسم میں جھوٹا ہو اور اپنے فعل میں جھوٹا ہو۔

علامہ المھلب مالکی المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے: اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ حاکم جب صریح گواہوں کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کرے، پھر اس پر کسی دلیل سے منکشف ہو کہ یہ گواہی صحیح نہیں ہے تو وہ اپنے فیصلہ کو تبدیل نہیں کرے گا، کیونکہ جو چیز نص سے ثابت ہو رہی ہے اس کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ عورت اس بچے کو صفتِ مکروہ پر لے کر آئی تو اس کے اوپر حد نہیں لگائی گئی، اسی طرح زمعہ کی باندی سے جو بچہ پیدا ہو وہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا، اور ظاہر دلیل کا تقاضا ہے کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، مگر بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے کہ وہ بچہ عتبہ بن ابی وقاص کے چہرے کے مشابہ تھا اور عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ متوفی ۵۴ ھ کو یہ وصیت کی تھی کہ یہ جو زمعہ کی باندی سے بچہ پیدا ہوا ہے یہ میرے زنا سے پیدا ہوا ہے، لہٰذا یہ میرا بیٹا ہے اور تمہارا بھتیجا ہے، تم بعد میں اس کے اوپر قبضہ کر لینا، تو فتحِ مکہ کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے، میرے بھائی نے جو زمعہ کی باندی سے زنا کیا تھا، یہ اس کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، تو چونکہ یہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، لہٰذا یہ زمعہ کا بیٹا قرار پائے گا، تو اس ظاہری دلیل سے ثابت ہو گیا کہ زمعہ کے بیٹے کا نسب عتبہ بن ابی وقاص سے ثابت نہیں ہے، یہ دلیلِ ظاہری کا تقاضا تھا لیکن بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ لڑکا جو تھا اس میں عتبہ بن ابی وقاص کے چہرے کی جھلک تھی اور مشابہت تھی تو یہ شک ہو گیا کہ یہ زمعہ کا بیٹا

Marfat.com

نہیں ہے، اگر چہ ظاہری دلیل کا تقاضا یہی تھا کہ الولد للفراش، کہ بچہ صاحب بستر کا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ سے فرمایا کہ اگر چہ یہ تمہارا بھائی ہے یعنی زمعہ کا بیٹا ہے لیکن اس میں جھلک عتبہ بن ابی وقاص کی پائی جاتی ہے، لہٰذا اشتباہ واقع ہو گیا تو تم اس سے پردہ کیا کرو، تو آپ نے حضرت سودہ کو پردہ کرنے کا حکم دیا لیکن نسب کی نفی نہیں کی، اس سے معلوم ہوا کہ ظاہری دلیل اور نص کے مقابلے میں شک اور شبہ کی رعایت سے فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ اور اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال چھین لیا تو اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے گا اور اس پر ناراض ہو گا جیسا کہ حدیث میں ہے، لیکن اس سے وہ مال واپس نہیں لیا جائے گا کیونکہ وہ قسم کھا چکا ہے خواہ وہ جھوٹی ہے، تو کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب اس پر دلیل قائم ہو گئی کہ وہ عورت جھوٹی ہے اس نے قسم کھائی تھی کہ اس نے زنا نہیں کیا اور اس کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا جو اس کے دعوے کی نفی کرتا تھا، صفت مکروہ پر تھا تو اس میں یہ دلیل ہے کہ شک اور شبہ کی بنیاد کے اوپر ظاہری دلیل کے خلاف عمل نہیں کیا جائے گا اور اگر کوئی عورت اپنی جھوٹی قسم پر قائم رہی تو آخرت میں شدید عذاب کا اس کو سامنا کرنا پڑے گا۔

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ وہ بچہ گویا کہ ''وحرۃ'' ہے، ''وحرۃ'' اس چھپکلی کی طرح کے جانور کو کہتے ہیں جو دیواروں سے چپک کر چلتا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا بچہ سرخ رنگ کا ہو اور وحرہ ہو یعنی چھپکلی کی طرح دبلا پتلا ہو تو پھر وہ عورت اپنے دعوے میں سچی قرار پائے گی۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۸۲-۳۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

ہر حاکم پر لازم ہے کہ وہ کسی عظیم مسجد میں لعان کرائے

علامہ ابو حفص عمر بن علی الاحمد الانصاری الشافعی المعروف ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۵۳۰۹ کا عنوان ہے کہ لعان میں سنت یہ ہے کہ وہ مسجد میں کیا جائے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں بھی مذکور ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کے حاکموں میں سے ہر حاکم پر یہ لازم ہے کہ جس شخص سے کسی اہم اور سنگین کام پر قسم لینے کا ارادہ کرے جیسے دین میں القسامت ہے یا کسی بہت بڑے مال پر قسم لینی ہے یا کسی بہت عظیم اور سنگین کام پر قسم لینی ہے یا کسی اور کام پر قسم لینی ہو تو یہ قسم بڑی بڑی مساجد میں لینی چاہیے، اور اگر مدینہ منورہ میں قسم لی جائے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس قسم لی جائے اور اگر مکہ مکرمہ میں قسم لی جائے تو حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان قسم لی جائے اور اگر بیت المقدس میں قسم لی جائے تو وہاں کی مسجد میں الصخرہ کی جگہ پر قسم لی جائے اور اگر کوئی اور شہر ہو تو اس شہر کی عظیم جامع مسجد میں قسم لی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد اور عورت کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ کی مسجد میں لعان کریں، کیونکہ آپ کو یہ علم تھا کہ یہ دونوں آپ کی مسجد کی تعظیم کو جانتے ہیں تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ ان میں سے اگر کوئی باطل پر ہو تو وہ اپنے موقف سے حق کی طرف رجوع کرلے اور جھوٹی قسم کھانے سے احتراز کرے اور اسی طرح یہ لعان عصر کی نماز کے بعد ہونا چاہیے کیونکہ اس وقت میں جھوٹی قسم کھانے کا بہت سخت گناہ ہوتا ہے۔

اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ مسجد میں لعان کرنا چاہیے، سوائے اس صورت کے کہ وہ عورت حائض ہو تو پھر مسجد کے دروازے پر لعان کرنا چاہیے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۲۷۶-۲۷۷)

Marfat.com

امام ابوجعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ اگر مرد عورت کے درمیان کسی مجلس میں لعان کیا گیا یا کسی بھی وقت میں لعان کیا گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ وہ لعان کا فرق ضائع ہو جائے گا یا ان کا لعان فاسد ہو جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۶۹)

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے کہ اس مجلس کے علاوہ بھی لعان کرنا جائز ہے اور عبدالملک نے کہا ہے کہ لعان امام کے سامنے ہونا چاہیے۔

مصنف کہتا ہے کہ علامہ ابن ملقن نے یہ تمام عبارت علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ سے نقل کی ہے جس کا بیشتر حصہ ہم اس سے پہلے باحوالہ لکھ چکے ہیں۔

ظاہر اور صریح حکم کے مقابلے میں کسی پوشیدہ چیز کے متعلق فیصلہ دینا جائز نہیں ہے

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر اس عورت کا بیٹا سرخ رنگ کا وحرۃ الخ

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ بندوں کو اپنے ظنون اور گمانوں کے مطابق فیصلہ نہیں کرنا چاہیے اور کسی تہمت کے متعلق فیصلہ نہیں کرنا چاہیے اور احکام ظاہر امور پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ باطنی امور پر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر وہ حکم جو لوگوں کے خفیہ معاملات پر موقوف ہو یا جو معاملہ تمام لوگوں پر ظاہر نہ ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے تمام امور میں فیصلہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دیا اور اگر کسی بادشاہ کیلئے یا کسی اور حاکم کیلئے ظاہر چیز کے خلاف فیصلہ کرنا جائز ہوتا تو سب سے زیادہ اس فیصلہ کرنے کے لائق سید الانبیاء علیہم السلام تھے، کیونکہ آپ کو بہ کثرت لوگوں کے پوشیدہ حالات کا علم تھا اور لوگوں کے ایمان اور نفاق پر بھی مطلع تھے لیکن آپ کسی شخص سے اس وقت تک مواخذہ نہیں فرماتے تھے جب تک کہ اس کا معاملہ ظاہر نہ ہو جاتا اور لوگوں پر عیاں اور بیاں نہ ہو جاتا۔ اسی طرح جب غزوہ تبوک میں منافقین نے اپنے جھوٹے عذر پیش کیے اور اپنے جھوٹے اعذار پر قسمیں کھالیں، حالانکہ آپ کو علم تھا کہ یہ جھوٹے ہیں تو آپ نے ان کے خلاف اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کیا اور جو حجتِ ظاہرہ تھیں وہ ان کی قسمیں تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر کے مطابق فیصلہ کیا جو انہوں نے اپنے کو ظاہر کیا اور انہوں نے اپنی تصدیق اور ایمان کو ظاہر کیا، اسی طرح باوجود اس کے کہ آپ کو علم تھا کہ منافق جھوٹے ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (المنافقون، آیت: ۱)

(اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں O

اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو علم ہو گیا تھا کہ منافق جھوٹے ہیں لیکن جب منافقین نے کلمہ پڑھا اور اپنے ایمان اور اسلام کو ظاہر کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم کے تقاضا پر عمل نہیں کیا بلکہ ظاہر پر عمل کیا اور ان کے ایمان اور اسلام کو قبول فرمالیا اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے نکاح کو جائز قرار دیا اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی وراثت کو جائز قرار دیا اور جب وہ مر گئے تو ان کی نمازِ جنازہ آپ نے پڑھائی اور اسی طرح دیگر اسلامی شعائر کے اوپر آپ نے ظاہری دلیل کے اوپر عمل فرمایا۔ اور اسی طرح ہر مقتدر بادشاہ اور قاضی پر واجب ہے کہ وہ اپنی رعایا کے متعلق اسی طرح عمل کرے جس طرح شارع علیہ السلام نے عمل کیا ہے۔ تو جو شخص اپنے ظاہر قول

Marfat.com

اور فعل سے جس کو ظاہر کرے اسی پر عمل کرنا لازم ہے اور حاکم یا بادشاہ پر اپنے گمان کے مطابق یا ان پر لگائی ہوئی تہمت کے مطابق فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا گمان غلط ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا گمان باطل ہو۔

جھوٹی قسم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے کسی مسلمان کے حقوق کو جھوٹی قسم کھا کر سلب کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس جھوٹی قسم کھانے والے پر ناراض ہوگا اور اس پر لعنت فرمائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب لعان کرنے والی عورت کی جھوٹی قسم پر دلیل قائم ہوگئی کیونکہ اس کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہو گیا جو اس کے جھوٹی ہونے پر دلالت کرتا تھا اور اس سے اس عورت کا پردہ چاک ہو گیا اور وہ دنیا میں اپنی قوم کے سامنے رسوا ہوگئی اور بھاگ گئی، یہ دنیا میں اس کی سزا تھی تو آخرت میں اس کی سزا کا کیا حال ہوگا۔

''وحرة'' کے لغوی معنی

اس حدیث میں ''وحرة'' کا لفظ ہے اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ سرخ چھپکلی ہوتی ہے جو دیواروں پر چڑھتی ہے جیسے سام ابرص ہوتا ہے جو زمین کے اوپر چپکا ہوا چلتا ہے۔ علامہ ابن فارس نے کہا کہ یہ وہ جانور ہے جو گوشت پر چڑھتا ہے اور گوشت کو خراب کر دیتا ہے یعنی اس کو بدبودار کر دیتا ہے اور وہ گوشت سڑ جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے ''وحر الصدر'' کا معنی ہے: اس کے دل میں کینہ اور حسد ہے، اس کو اس چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو زمین پر وحرة کی طرح چلتا ہے۔

(مجمل اللغت ج ۲ ص ۹۱۸، تاج العروس، ج ۷ ص ۵۸۶)۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۴۷۴، ۴۷۱ ملخصاً، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری ۵۳۰۹ سے متعلق فوائد اور مسائل

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ علامتوں اور نشانیوں پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرما دیا تھا کہ ایک عورت کا بچہ اس صفت پر ہوا تو وہ سچی ہے اور اگر اس صفت پر ہوا تو وہ جھوٹی ہے اور اس میں علامتوں پر عمل کرنے کی دلیل ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی حکم ثابت ہو جائے تو اس حکم کو ان نشانیوں کی وجہ سے نہیں توڑا جائے گا جو نشانیاں اس حکم کے جھوٹے ہونے پر دلالت کریں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس لعان کو نہیں توڑا، کیونکہ اگر آپ اس لعان کو توڑتے تو اس عورت کے اوپر زنا کی حد لگائی جاتی، بلکہ آپ نے اس عورت کو اس کے حال پر باقی رکھا اور دوسری حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر کتاب اللہ کا حکم نہ ہوتا تو میرے لیے اس عورت کے متعلق ایک سنگین فیصلہ ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۴۷)

اور اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ اگر حاکم کے فیصلہ کے بعد مال کے گواہ اپنی گواہی سے رجوع کر لیں تو حاکم کا فیصلہ بدلا نہیں جائے گا لیکن ان گواہوں کے اوپر تاوان لازم ہوگا، کیونکہ انہوں نے اپنی جھوٹی گواہی سے صاحب حق کا حق ضائع کر دیا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۸۷، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

مباحث مذکورہ میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ صحیح البخاری ۵۳۰۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو عورت حاملہ ہو تو اس پر بھی لعان کرانا جائز ہے، ابن ابی لیلیٰ، امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، امام ابوعبید الہروی المتوفی ۲۲۷ھ، امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی متوفی ۱۸۳ھ کا یہی مذہب ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ان فقہاء نے کہا کہ جس مرد نے اپنی بیوی کے حمل کی اپنے نسب کی نفی کی تو اس شخص اور اس کی بیوی کے درمیان قاضی لعان کرے گا اور اس کے بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دے گا۔ اور سفیان بن سعید بن مسروق ثوری متوفی ۱۶۱ھ، اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، کا مذہب اور اسی طرح ابن الماجشون المالکی کا مذہب اور امام زفر بن الہذیل المتوفی ۱۵۸ھ نے یہ کہا ہے کہ کسی عورت کے حمل کی وجہ سے اس سے لعان نہیں کرایا جائے گا اور انہوں نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ لعان اس وجہ سے تھا کہ اس عورت کے خاوند نے اس پر زنا کی تہمت لگائی تھی اور یہ لعان اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ عورت حاملہ تھی اور مرد نے اس عورت کے حمل سے اپنی نفی کی تھی۔

جس عورت کے اوپر لعان کیا گیا ہو تو اس کے متعلق علماء کا اجماع ہے کہ اس عورت اور اس کے بچے کے درمیان وراثت جاری ہوگی اور اس بچے کی ماں کی طرف سے جو اصحاب الفروض ہیں وہ ان کا وارث ہوگا اور وہ اس کے اخیافی بھائی ہیں اور اخیافی بہنیں ہیں اور اخیافی نانی اور دادی ہیں۔ پھر بچے کی ماں کی طرف جب اس کا فرض حصہ جو بنتا ہے وہ دے دیا جائے گا اور دیگر اصحاب الفروض کو بھی دے دیا جائے گا اور پھر بھی اس کے ترکہ سے کچھ مال بچ جائے تو وہ اس کی ماں کے آزاد شدہ غلام کو ملے گا، اگر اس کی ولاء ثابت ہو اور اگر اس عورت کا آزاد شدہ غلام نہ ہو تو پھر اس عورت کے ذوی الارحام کو اس کا ترکہ دیا جائے گا۔

جس تہمت زدہ عورت کے بیٹے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا گیا تو اس عورت کی اپنے بیٹے کے ترکہ سے وراثت کی تقسیم میں فقہاء مذاہب کی آراء

اس عورت کو تہائی حصہ دیا جائے گا اگر اس کی اولاد نہ ہو اور نہ اس کے بیٹے کی اولاد ہو اور نہ اس کے اخیافی بہن بھائی میں سے کوئی موجود ہوں اور اگر ان میں سے کوئی موجود ہوں تو ان کو تہائی حصہ دیا جائے گا اور پھر بھی اگر ان میں سے کوئی چیز بچ جائے تو اس کو اصحاب الفروض کی طرف رد کر دیا جائے گا اور پھر بھی کچھ بچ جائے تو بیت المال میں جمع کرا دیا جائے گا۔ یہ ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا مذہب ہے، اور حکم اور حماد بن ابی سلیمان (امام ابوحنیفہ کے استاذ) متوفی ۱۲۰ھ نے کہا ہے کہ وہ عورت اپنے بیٹے کی وارث ہوگی اور اس عورت کی ماں بھی اس بیٹے کی وارث ہوگی، اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس بیٹے کے عصبات اس کی ماں کے عصبات ہیں اور یہ قول حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۶۸ھ اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ سے منقول ہے، امام احمد بن حنبل نے کہا: اگر اس بیٹے کی ماں تنہا ہو اور کوئی وارث نہ ہو تو وہ اپنے بیٹے کے تمام مال کو لے لی گی اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا کہ جب وہ عورت تنہا ہو تو وہ تمام مال کا تیسرا حصہ لے گی اور باقی قاعدہ کے مطابق ذوی الفروض کے اوپر رد کر دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۳ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

حدیث مذکور کی شرح شیوخ دیوبند سے

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لعان مسجد میں کیا جائے گا البتہ اگر عورت حالتِ حیض میں ہو تو مسجد کے دروازے کے پاس کیا جائے گا۔

حنفیہ فرماتے ہیں: مسجد لعان کے لیے متعین نہیں ہے، جہاں حاکم ہو وہاں لعان کیا جائے گا چاہے وہ جگہ مسجد ہو یا کوئی دوسری جگہ۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے مسلکِ حنفیہ کے ساتھ اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے، حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ لعان کے لیے مسجد متعین نہیں ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد لعان کے لیے مسجد کو متعین کرنا نہیں بلکہ ان کا مقصد مسجد میں لعان کے جواز اور وقوع کو بتلانا ہے اور جواز حنفیہ کے نزدیک بھی ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ امام بخاری مسلک حنفیہ کے ساتھ اختلاف کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، درست نہیں۔ (کشف الباری عمانی صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق ص ۵۳۵-۵۳۶)

شیخ سلیم اللہ دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اپنی جماعت کے بہت بڑے شیخ الحدیث کہلاتے ہیں، مفتی رفیع عثمانی، مفتی تقی عثمانی اور شیخ شامزئی اور دیگر بڑے بڑے اکابر علماءِ دیوبند کے استاذ ہیں اور ان کی یہ شرح علماءِ دیوبند کے حلقہ میں بہت مشہور اور بہت مقبول ہے جس کو عمدۃ القاری اور فتح الباری کی شرح کی ٹکر کی شرح قرار دیا جاتا ہے لیکن آپ نے دیکھا کہ انہوں نے اس حدیث کی شرح میں کوئی قابلِ ذکر بات نہیں لکھی، صرف حافظ ابن حجر عسقلانی کے اعتراض اور علامہ عینی کے جواب کو نقل کر دیا، باقی اس حدیث کے جس قدر مباحث ہیں جو ہم نے دیگر عظیم شراح سے نقل کیے ہیں ان کو انہوں نے مس تک نہیں کیا اور یہ "نام بڑے اور درشن چھوٹے" کا مصداق ہیں، جیسی انہوں نے شرح کی ہے یہ کوئی عام طالب علم بھی لکھ سکتا ہے جس کو عمدۃ القاری اور فتح الباری پر عبور ہو، پھر انہوں نے عمدۃ القاری اور فتح الباری کے تمام مباحث کو نہیں لکھا صرف ایک غیر اہم اور چھوٹی سی بات لکھ دی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

النور: ٦ کی تفسیر از امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ

حافظ احمد بن علی الحجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری ۵۳۰۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مجھے ابن شہاب نے الملاعنہ کی خبر دی اور الملاعنہ میں جو سنت طریقہ ہے اس کی خبر دی، جو حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ھ جو کہ بنو ساعدہ کے بھائی ہیں، ان سے منقول ہے اور امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے سورہ نور کی آیت مبارکہ: ٦ کی تفسیر میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (النور: ٦)

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں، تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ

Marfat.com

ضرور سچوں میں سے ہےO

یہ آیت ہلال بن امیہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور امام ابوجعفر نے اس کا مختصر تذکرہ کیا ہے، ابن جریج نے کہا: مجھے ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ نے خبر دی، پس گویا کہ ابن جریج نے اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس آیت کے متعلق نازل ہوا ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۱۲، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں وہی مباحث لکھے ہیں جن کو ہم اس سے پہلے علامہ ابن المنذر متوفی ۳۱۸ھ، علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ اور علامہ ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ اور علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ عثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ اور شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی عبارت سے نقل کر چکے ہیں، اس سے زائد حافظ ابن حجر عسقلانی نے کوئی بات نہیں لکھی جو نقل کرنے کے لائق ہوتی، ہم نے ان کی باقی شرح کو اختصاراً حذف کر دیا۔

النور: ۶ کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۹۹۸ء

جب النور: ۶ نازل ہوئی تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ متوفی ۱۵ھ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے؟ حضور نے فرمایا: اے انصار! سنتے ہو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے، حضرت سعد بولے: یارسول اللہ! خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا ہے لیکن میں یہ خیال کر کے حیران ہو رہا ہوں کہ اگر میں کسی بدبخت کو اپنی بیوی پر سوار دیکھوں تو جب تک میں چار گواہ تلاش کر کے نہ لاؤں اس کے خلاف زبان نہیں ہلا سکتا، اور اگر گواہوں کو بلانے جاؤں گا تو وہ اپنا کام کر کے رفو چکر ہو چکا ہوگا، اس گفتگو کو قلیل عرصہ ہی گزرا تھا کہ ایک رات ہلال بن امیہ اپنے کھیتوں سے جب گھر آئے تو اپنی اہلیہ کے ساتھ ایک آدمی دیکھا، انہوں نے سارا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا، صبح بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سن کر بڑی کوفت ہوئی، صحابہ آپس میں کہنے لگے کہ ابھی ہلال پر حدِ قذف لگائی جائے گی، ہلال نے کہا: میرے دوستو! گھبراتے کیوں ہو، اللہ تعالیٰ ضرور کوئی صورت پیدا فرمائے گا، اسی اثناء میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نزول وحی کے آثار نمودار ہوئے اور سب خاموش ہو گئے، جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ہلال! مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تیری نجات کی صورت پیدا فرما دی ہے، پھر یہ آیت پڑھ کر سنائی اور اس کی بیوی کو بلا بھیجا، وہ آئی تو یہ آیت اسے بھی پڑھ کر سنائی، پھر دونوں کو تنبیہ کی کہ دنیا کے عذاب سے قیامت کا عذاب بہت سخت ہے، ہلال نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے جو عرض کی ہے بخدا! وہ سچ ہے، عورت نے کہا: یہ جھوٹ بولتا ہے، چنانچہ ہلال نے چار مرتبہ قسم اٹھا کر کہا کہ میں سچا ہوں، پانچویں مرتبہ کہا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، پھر عورت کو کہا گیا کہ اسی طرح تو چار مرتبہ حلف کے ساتھ گواہی دے کہ وہ جھوٹا ہے، جب وہ کہہ چکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈر، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہلکا ہے، اگر تو نے پانچویں بار بھی کہہ دیا تو عذابِ آخرت تجھ پر لازم ہو جائے گا، چنانچہ وہ کچھ دیر خاموش رہی، اس نے اپنے قصور کے اعتراف کا ارادہ کیا، پھر کہنے لگی: میں اپنی قوم کو رسوا کرنا نہیں چاہتی، چنانچہ پانچویں دفعہ بھی اس نے کہہ دیا، کہ اگر ہلال سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو، چنانچہ اس طرح قسم اٹھانے سے ہلال حدِ قذف سے بچ گئے اور وہ عورت حدِ زنا سے بچ گئی، لیکن ان کے درمیان ہمیشہ کے لیے جدائی کر دی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب جو بچہ پیدا ہو اس کی نسبت ہلال کی طرف نہ کی جائے بلکہ اس کی ماں

Marfat.com

کی طرف کی جائے اور ساتھ ہی ایک اور حکم بھی دیا کہ اگر اس کے بعد کسی نے اس عورت کو زنا سے متہم کیا یا اس کے بچے کو حرامی کہا تو اس پر حدِ قذف لگائی جائے گی، اس ارشاد سے واضح ہو گیا کہ جس کو شریعت کسی الزام سے بری کر دے پھر اس پر کسی کو زباں درازی کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ اس طریقۂ کار کو "لعان" کہتے ہیں۔ لعان کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور پھر وہ عورت زندگی بھر اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ۳ ص ۲۹۵-۲۹۴ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی پاکستان)

النور: ٦ کی تفسیر از مصنف

زنا کا لغوی معنی

زنا کا لغوی معنی ہے: پہاڑ پر چڑھنا، سائے کا سکڑنا، پیشاب کو روک لینا، حدیث میں ہے:

لایصلی احدکم وھو زناء تم میں سے کوئی شخص پیشاب روکنے کی حالت میں نماز نہ پڑھے۔

(مسند الربیع بن حبیب، ج ۱ ص ٦٠، مکتبۃ الثقافۃ العربیہ بیروت)

اسی طرح حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نماز نہ پڑھے کہ وہ پیشاب اور پاخانے کو روک رہا ہو۔ اس حدیث کی سند قوی ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۷۲، موارد الظمآن رقم الحدیث: ۱۹۵، تلخیص الحبیر رقم الحدیث: ۵۲٦، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۷٦، ۱۷۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کھانا آجائے تو نماز (کامل) نہیں ہوتی اور نہ اس وقت جب نمازی پیشاب اور پاخانے کو روک رہا ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵٦٠، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۹، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۸۰۲، تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۳۴ ص ۱٦۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ زنا کا معنی ہے: کسی عورت کے ساتھ بغیر عقد شرعی کے وطی (مباشرت) کرنا۔

(مختار الصحاح ص ۱۷۰، النہایہ ج ۲ ص ۲۸۴، المفردات ج ۱ ص ۲۸۴)

قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری لکھتے ہیں:

الزنا: اس اندام نہانی میں وطی (مباشرت، جماع) کرنا جو وطی کرنے والے کی ملکیت یا ملکیت کے شبہ سے خالی ہو۔

(دستور العلماء ج ۲ ص ۱۱۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

سید مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

لغت میں زنا کا معنی کسی چیز پر چڑھنا ہے اور اس کا شرعی معنی ہے: کسی ایسی شہوت انگیز اندام نہانی میں حشفہ (آلہ تناسل کے سر) کو داخل کرنا جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۱٦۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰٦ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

Marfat.com

اہل علم کا اس شخص کے زانی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو کسی ایسی عورت کی قبل (اندام نہانی) میں وطی کرے جو حرام ہو اور وطی کسی شبہ سے نہ ہو اور دُبر (سرین) میں وطی کرنا بھی اس کی مثل زنا ہے کیونکہ یہ بھی اس عورت کی فرج (شرمگاہ) میں وطی کرنا ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں ہے اور نہ ملکیت کا شبہ ہے، لہٰذا یہ قبل (اندام نہانی) میں وطی کی طرح ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ (النساء:١٥) اور تمہاری وہ عورتیں جو بے حیائی کا کام کرتی ہیں۔

اور دبر میں وطی کرنا بھی بے حیائی کا کام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے متعلق فرمایا:

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ (الاعراف:٨٠) کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو؟

یعنی مرد، مردوں کی دُبر میں وطی کرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے قوم لوط کے لوگ عورتوں کی دبر میں وطی کرتے تھے، پھر مردوں کی دُبر میں وطی کرنے لگے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص مردہ عورت سے وطی کرے تو اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد ہے اور یہی امام اوزاعی کا قول ہے، کیونکہ اس نے آدم زاد کی فرج میں وطی کی ہے، پس یہ زندہ عورت سے وطی کے مشابہ ہے، نیز اس لیے کہ یہ بہت عظیم گناہ ہے کیونکہ اس میں بے حیائی کے ارتکاب کے علاوہ مردہ کی عزت کو بھی پامال کرنا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے اور یہ حسن کا قول ہے۔ ابوبکر نے کہا: میرا بھی یہی قول ہے مردہ سے وطی کرنا وطی نہ کرنے کی مثل ہے، کیونکہ اس پر شہوت نہیں آتی اور لوگ اس سے کراہت محسوس کرتے ہیں، اس لیے اس سے زجر کو مشروع کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور حد کو زجر کے لیے مشروع کیا گیا ہے...... اور نابالغ لڑکی سے زنا کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر اس سے وطی کرنا ممکن ہو تو اس سے وطی کرنا زنا ہے اور اس سے وطی کرنے پر بالغہ سے وطی کی طرح حد واجب ہو گی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے محرم سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح بالاجماع باطل ہے، اور اگر اس سے وطی کر لی تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق پر اس پر حد واجب ہے۔ حسن، جابر بن زید، امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد، اسحاق، ابو ایوب، ابن ابی خشیمہ کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے، کیونکہ یہ ایسی وطی ہے جس (کے جواز) میں شبہ پیدا ہو گیا اس لیے وطی سے حد واجب نہیں ہو گی، جیسے کوئی شخص اپنی رضاعی بہن کو خرید کر اس سے وطی کر لے۔ اور شبہ کا بیان یہ ہے کہ اس نے محرم سے نکاح کر لیا اور نکاح اباحت وطی کا سبب ہے (اور حضرت آدم کی شریعت میں محارم مثلاً بہن سے نکاح جائز تھا) اس شبہ کی وجہ سے اس پر حد لازم نہیں ہو گی۔ (لیکن ایسے شخص کو تعزیراً قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ ایک شخص نے اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیا۔ (یعنی اس پر حد جاری نہیں کی) نیز حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو۔

(جامع ترمذی ص ۲۳۱ مطبوعہ نور محمد کراچی، اور یہی امام ابو حنیفہ کی دلیل ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں کہ امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد واجب ہے کیونکہ اس نے ایسی عورت کے ساتھ وطی کی ہے جس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اس میں ملکیت کا کوئی شبہ نہیں ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے جیسا کہ جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، اور سنن ابن ماجہ میں ہے۔ حضرت براء کہتے ہیں: میری اپنے

سے ملاقات ہوئی درآں حالیکہ ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ میں نے کہا: کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے کہا: ایک شخص نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کرلیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی گردن مارنے اور اس کا مال ضبط کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ نیز جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کردو''۔ علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ امام احمد کا یہ قول راجح ہے کیونکہ یہ حدیث کے مطابق ہے۔ نیز علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ جو شخص بغیر نکاح کے محرم سے زنا کرے اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو نکاح کے بعد وطی کرنے میں اختلاف ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۹ ص ۵۳-۵۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

مرد اپنے حشفہ (سپاری) کو کسی ایسی فرج (اندام نہانی) میں داخل کردے جو طبعاً مشتہیٰ ہو اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو تو اس وطی پر حد واجب ہوتی ہے۔ اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کی حد رجم ہے اور اس کے ساتھ اس کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، اور اگر غیر محصن (غیر شادی شدہ) ہو تو اس کی حد کوڑے اور شہر بدر کرنا ہے، اس میں مرد اور عورت برابر ہیں۔

محصن ہونے کی تین شرطیں ہیں: پہلی شرط مکلف ہونا ہے، اس لیے بچہ اور مجنون پر حد نہیں لگے گی لیکن ان کو زجر و توبیخ کی جائے گی، دوسری شرط ہے حریت، پس غلام، مکاتب، ام ولد اور جس کا بعض حصہ غلام ہو محصن نہیں ہیں، اور تیسری شرط ہے نکاح صحیح ہونا۔ (روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۸۶، مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ ابن حاجب مالکی نے زنا کی یہ تعریف کی ہے: ''کسی ایسے فرد کی فرج میں عمداً وطی کرے جو اس کی ملک میں بالاتفاق نہ ہو''۔ فرج کی قید سے وہ وطی خارج ہوگئی جو غیر فرج میں ہو، اور آدمی کی قید سے وہ وطی خارج ہوگئی جو جانور کے ساتھ وطی ہو، کیونکہ جانور کے ساتھ وطی کرنے میں حد نہیں، تعزیر ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۴۵، دارالکتب العلمیہ بیروت، طبع قدیم)

فقہاء احناف کے نزدیک زنا کی تعریف

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: جو شخص دارالعدل میں احکام اسلام کا التزام کرنے کے بعد اپنے اختیار سے زندہ مشتہاۃ عورت کی قُبل (اندام نہانی) میں وطی کرے درآں حالیکہ وہ قُبل حقیقتاً ملکیت اور ملکیت کے شبہ اور حق ملک اور حقیقتاً نکاح اور شبہ نکاح اور ملک کے موضع اشتباہ کے شبہ سے خالی ہو۔ (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۳) علامہ ابن ہمام نے بھی یہی تعریف کی ہے۔ (فتح القدیر ج ۷ ص ۳۳ سکھر)

اس تعریف کی قیود کی وضاحت حسب ذیل ہے:

وطی: عورت کی اندام نہانی میں بقدر سپاری آلہ تناسل کو داخل کرنا، پس جس وطی سے حد واجب ہوگی اس میں بقدر سپاری داخل ہونا ضروری ہے اور اس سے کم میں حد واجب نہیں ہوگی۔

Marfat.com

حرام: کسی مکلف شخص نے اجنبی عورت سے وطی کی ہو تو اس کو حرام کہا جائے گا، اگر چہ بچہ یا مجنون نے وطی کی تو اس پر حرام کا حکم نہیں لگے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھالیا گیا، بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے، سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ اس حدیث کو امام ترمذی (رقم: ۱۴۲۳) اور امام ابوداؤد (رقم: ۴۴۱۰) نے روایت کیا ہے۔

قُبُل: عورت کی اندام نہانی کو کہتے ہیں، اس قید کی وجہ سے مرد یا عورت کی دُبر (سرین) میں وطی امام ابوحنیفہ کے نزدیک زنا کی تعریف سے خارج ہوگئی، اس کے برخلاف امام ابویوسف، امام محمد اور فقہاء شافعیہ، فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ عورت کی دُبر میں وطی کو بھی زنا قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ دُبر میں وطی کو لواطت کہتے ہیں اور اس کی حد میں صحابہ کا اختلاف تھا۔ اگر یہ زنا ہوتا تو اختلاف نہ ہوتا، نیز زنا اس لیے حرام ہے کہ اس سے نسب مشتبہ ہوتا ہے اور بچہ ضائع ہوتا ہے اور لواطت میں صرف نطفہ ضائع ہوتا ہے جیسا کہ عزل میں ہے۔

عورت: اس قید کی وجہ سے جانور کے ساتھ وطی، زنا کی تعریف سے خارج ہوگئی، کیونکہ یہ ایک نادر چیز ہے اور طبیعت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

زندہ: اس قید کی وجہ سے مردہ کے ساتھ وطی، زنا کی تعریف سے خارج ہوگئی، کیونکہ یہ بھی ایک نادر امر ہے اور طبیعت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

مشتہاۃ: یعنی اس عورت سے وطی کی جائے جس پر شہوت آتی ہو، اتنی چھوٹی لڑکی جس پر شہوت نہ آتی ہو اس سے وطی کرنا زنا نہیں ہے۔ (ہر چند کہ اتنی چھوٹی لڑکی سے وطی کرنے والے پر تعزیر ہوگی)۔

حالت اختیار: یعنی وطی کرنے والے کو اختیار ہو، اسی طرح حد کے وجوب کے لیے وطی کرانے والی عورت کا مختار ہونا بھی ضروری ہے، اس لیے مکرہ (جس پر جبر کیا گیا ہو) پر حد نہیں ہے، کیونکہ حافظ الہیثمی نے امام طبرانی کی متعدد اسانید کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر، حضرت عمران بن حصین، حضرت ثوبان، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے خطاء، نسیان اور جس کام پر جبر کیا گیا ہو (کے گناہ کو) اٹھالیا گیا۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۵۰، دار الکتاب العربی)

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اگر عورت پر جبر کر کے اس کے ساتھ وطی کی جائے تو اس پر حد نہیں ہے، لیکن مرد میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور محققین مالکیہ کے نزدیک اگر مرد پر جبر کر کے اس سے وطی کرائی جائے تو اس پر حد ہے نہ تعزیر۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد لگائی جائے گی کیونکہ اس کے آلہ کا منتشر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اکراہ نہیں ہے۔ اور وہ اپنے اختیار سے وطی کر رہا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرد پر بھی حد نہیں ہے کیونکہ انتشار اس کے مرد ہونے کی دلیل ہے، اختیار کی دلیل نہیں ہے۔ امام ابویوسف اور امام محمد کا بھی یہی نظریہ ہے۔

دار العدل: دار العدل سے مراد دار الاسلام ہے، کیونکہ دار الحرب اور دار الکفر میں قاضی کو حد جاری کرنے کی قدرت نہیں ہے یعنی اگر کوئی شخص دار الحرب میں یا دار الکفر میں زنا کرے گا تو بھی اسلامی سزا سو کوڑوں یا رجم کا مستحق ہے، لیکن چونکہ قاضی اسلام

Marfat.com

دار الکفر یا دار الحرب میں اسلامی سزائیں نافذ کرنے پر قادر نہیں ہے اس لیے اس پر حد جاری نہیں ہوگی، دار الکفر میں بھی زانی سزا کا مستحق ہے اور اس کا یہ فعل گناہ ہے جیسا کہ سود، چوری، ڈاکہ، قتل اور دیگر جرائم دار الکفر اور دار الحرب میں ناجائز اور گناہ ہیں، اسی طرح زنا بھی وہاں ناجائز اور گناہ ہے۔

احکام اسلام کا التزام: اس قید کی وجہ سے حربی مستامن خارج ہے، کیونکہ اس نے احکام اسلام کا التزام نہیں کیا، مسلمان اور ذمی اگر زنا کریں گے تو ان پر حد جاری کی جائے گی۔

حقیقت ملک سے خالی ہونا: اگر کسی شخص نے ایسی باندی سے وطی کر لی جو مشترکہ ہے اس کی اور کسی کی ملکیت میں ہے، یا اس نے ایسی باندی سے وطی کی جو اس کی محرم تھی تو چونکہ وہ حقیقتاً اس کی ملکیت میں تھی اس لیے اس کا یہ فعل ہر چند کہ ناجائز ہے لیکن زنا نہیں ہے اور اس پر حد نہیں ہے۔

حقیقتِ نکاح سے خالی ہونا: اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے حالتِ حیض یا نفاس میں وطی کر لی یا روزہ دار یا مُحرمہ بیوی سے وطی کر لی یا ایلاء یا ظہار کے بعد وطی کر لی تو ہر چند کہ یہ فعل گناہ ہے لیکن زنا نہیں ہے، کیونکہ عورت حقیقتاً اس کے نکاح میں موجود ہے۔

شبہ ملک سے خالی ہونا: جب مِلک یا نکاح میں شبہ ہو جائے تو حد نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ادرء وا الحدود بالشبهات — شبہات کی بناء پر حدود ساقط کر دو۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۴)

مثلاً اگر کسی شخص نے بیٹے کی باندی سے وطی کر لی تو اس پر حد نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کو یہ شبہ ہوا ہو کہ بیٹے کے مال کا مالک ہوں۔ امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میرا مال بھی ہے اور اولاد بھی ہے اور میرا باپ میرا مال ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انت ومالك لابيك (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۹۱) تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے۔

اسی طرح مکاتب کی باندی سے وطی کرنا بھی زنا نہیں ہے، کیونکہ مکاتب جب تک پوری رقم ادا نہ کرے مالک کا غلام ہے، سو اس کی باندی بھی اس کی ملکیت ہے۔

اسی طرح مکاتب کی باندی سے وطی کرنا بھی زنا نہیں ہے، کیونکہ مکاتب جب تک پوری رقم ادا نہ کرے مالک کا غلام ہے، سو اس کی باندی بھی اس کی ملکیت ہے۔

شبہ نکاح سے خالی ہونا

یعنی عقد نکاح میں شبہ نہ ہو، مثلاً کسی شخص نے بغیر ولی یا بغیر گواہ کے نکاح کر کے وطی کر لی یا نکاح متعہ کر کے وطی کر لی تو اس کا یہ فعل زنا نہیں ہے خواہ وہ اس نکاح کے عدم جواز کا اعتقاد رکھتا ہو کیونکہ اس نکاح کے جواز اور عدم جواز میں علماء کے اختلاف کی وجہ سے اس نکاح میں شبہ آ گیا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے نسبی، رضاعی یا سسرال کے رشتہ سے کسی محرم سے نکاح کر لیا یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کر لیا یا کسی عورت سے اس کی عدت میں نکاح کر لیا اور اس عقد نکاح کی وجہ سے وطی کر لی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہوگی، خواہ اس کو نکاح کی حرمت کا علم ہو، کیونکہ اس وطی میں اس کو شبہ لاحق ہو گیا ہے، لہٰذا یہ وطی زنا نہیں ہے، البتہ اس پر تعزیر ہے۔

فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ، فقہاء حنبلیہ، امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ جو وطی ابداً حرام ہو اس سے حد لازم آتی ہے اور یہ نکاح باطل ہے اور اس کے شبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ البتہ جو وطی ابداً حرام نہ ہو جیسے بیوی کی بہن یا جس نکاح میں اختلاف ہو جیسے بغیر ولی یا بغیر گواہوں کے نکاح، اس وطی کی وجہ سے حد لازم نہیں آتی۔

امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے درمیان منشاء اختلاف یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب نکاح کا اہل شخص اس محل میں نکاح کرے جو مقاصد نکاح کے قابل ہو تو وہ نکاح وجوب حد سے مانع ہے، خواہ وہ نکاح حلال ہو یا حرام اور خواہ وہ تحریم متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ اور خواہ اس کو حرمت کا علم ہو یا نہ ہو، جمہور فقہاء اور صاحبین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس عورت سے نکاح کرے جس پر نکاح کرنا ابداً حرام ہو یا اس کی تحریم پر اتفاق ہو تو اس نکاح سے وطی پر حد لازم آتی ہے اور اگر وہ نکاح ابداً حرام نہ ہو یا اس کی حرمت میں اختلاف ہو تو پھر اس نکاح سے وطی پر حد لازم نہیں آتی۔

(بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۵، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۱۴۵، المہذب ج ۲ ص ۲۶۸، المیزان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۷، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۲۵۱، المغنی ج ۸ ص ۱۸۲، رحمۃ الامۃ ج ۲ ص ۱۳۶)

حد زنا کی شرائط

حد زنا جاری کرنے کے لیے جن شرائط پر فقہاء کا اتفاق ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) زنا کرنے والا بالغ ہو، نابالغ پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔

(۲) زنا کرنے والا عاقل ہو، پاگل اور مجنون پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔

(۳) جمہور فقہاء کے نزدیک زانی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے، شادی شدہ کافر پر فقہاء حنفیہ کے نزدیک حد جاری نہیں ہوتی، البتہ اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک زنا اور شراب خوری کی کافر پر کوئی حد نہیں ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس نے حقوق الٰہیہ کا التزام نہیں کیا، فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کافر نے کافرہ کے ساتھ زنا کیا تو اس پر حد نہیں ہے، البتہ تادیباً اس کو سزا دی جائے گی اور اگر اس نے مسلمان عورت سے جبراً زنا کیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر باہمی رضامندی سے زنا کیا تو عبرتناک سزا دی جائے گی۔

(۴) زانی مختار ہو، اگر اس پر جبر کیا گیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد ہے اور اگر عورت پر جبر کیا گیا تو اس پر بالاتفاق حد نہیں ہے۔

(۵) عورت سے زنا کرے، اگر جانور سے وطی کی ہے تو مذاہب اربعہ میں بالاتفاق اس پر حد نہیں ہے، البتہ تعزیر ہے اور جمہور کے نزدیک جانور کو بالاتفاق قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کو کھانا جائز ہے۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔

(۶) ایسی لڑکی سے زنا کیا ہو جس کے ساتھ عادتاً وطی ہو سکتی ہو، اگر بہت چھوٹی لڑکی سے زنا کیا ہے تو اس پر حد نہیں ہے، نابالغ لڑکی پر حد نہیں ہوتی۔

(۷) زنا کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو، اگر اس نے کسی اجنبی عورت کو یہ گمان کیا کہ وہ اس کی بیوی یا باندی ہے، اور زنا کر لیا تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر حد ہے، جس عقد نکاح کے جواز یا عدم جواز میں

Marfat.com

اختلاف ہو اس نکاح کے بعد وطی کرنے پر حد نہیں ہے، مثلاً بغیر ولی یا بغیر گواہوں کے نکاح ہو، اور جو نکاح بالاتفاق ناجائز ہے جیسے محارم سے نکاح یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس نکاح کے بعد وطی کرنے پر حد نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک حد ہے۔

(۸) اس کو نکاح کی حرمت کا علم ہو، اگر وہ جہل کا دعویٰ کرے اور اس سے جہل متصور ہو تو اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔

(۹) عورت غیر حربی ہو، اگر وہ حربیہ ہے تو اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔

(۱۰) عورت زندہ ہو، اگر وہ مردہ ہے تو اس سے وطی کرنے پر جمہور کے نزدیک حد نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس پر حد ہے۔

(۱۱) مرد کا حشفہ (آلہ تناسل کا سر) عورت کی قُبل (اندام نہانی) میں غائب ہو جائے، اگر عورت کی دُبر میں وطی کرلے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے، اسی طرح لواطت (اغلام) پر بھی حد نہیں ہے، اگر اجنبی عورت کے پیٹ یا رانوں سے لذت حاصل کی تو اس پر بھی تعزیر ہے۔

(۱۲) زنا دارالاسلام میں کیا جائے، دارالکفر یا دارالحرب میں زنا کرنے پر حد نہیں ہے، کیونکہ قاضی اسلام کو وہاں حد جاری کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ (الفقہ الاسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ)

احصان کی تحقیق

فقہاء اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کو رجم کیا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر وہ غیر محصن ہے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے، اس لیے احصان کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔

سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

احصان کا اصل معنی ہے: منع کرنا، عورت اسلام، پاکدامنی، حریت اور نکاح سے محصنہ ہوتی ہے، جوہری نے ثعلب سے نقل کیا ہے: ہر پاک دامن عورت محصنہ ہے اور ہر شادی شدہ عورت محصنہ ہے۔ حاملہ عورت کو بھی محصنہ کہتے ہیں کیونکہ حمل نے اس کو دخول سے ممنوع کر دیا۔ مرد جب شادی شدہ ہو تو محصن ہے۔ حضرت ابن مسعود نے ''فاذا احصن فان اتین بفاحشة'' کی تفسیر میں کہا: باندی کا احصان اس کا مسلمان ہونا ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: باندی کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا ہے۔ زجاج نے محصنین غیر مسافحین کی تفسیر میں کہا: مرد کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا اور پاک دامن (غیر زانی) ہونا ہے اور فرج کا احصان، زنا سے رُکنا ہے اور احصنت فرجھا کا معنی پاک دامن رہنا اور زنا سے باز رہنا ہے اور وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ کا معنی شادی شدہ خواتین ہے۔ (تاج العروس ج ۹ ص ۱۷۹، ۱۳۰۶ھ)

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: جو احصان رجم میں معتبر ہے اس کی سات شرائط ہیں:

(۱) عقل (۲) بلوغ (۳) حریت (۴) اسلام (۵) نکاح صحیح (۶) خاوند اور بیوی دونوں کا ان صفات پر ہونا (۷) نکاح صحیح کے بعد خاوند کا بیوی سے وطی کرنا، لہٰذا بچہ، مجنون، غلام، کافر نکاح فاسد، عدم وطی اور زوجین کے ان صفات پر نہ ہونے سے احصان ثابت نہیں ہوگا۔ (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۸-۳۷، مطبوعہ کراچی ۱۴۰۰ھ)

Marfat.com

زنا کی ممانعت، اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل: ۳۲)

اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ، بے شک وہ بے حیائی کا کام ہے اور برا راستہ ہے O

اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (النور: ۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مردان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو، اور ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے، اگر تم اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو، اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے O

وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۖ (الفرقان: ۶۸-۶۹)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے، اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت عذاب کا سامنا کرے گا O قیامت کے دن اس کے عذاب کو دُگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ ذلت والے عذاب میں رہے گا O

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاۗءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الممتحنہ: ۱۲)

اے نبی! جب آپ کے پاس مؤمن عورتیں ان چیزوں پر بیعت کرنے کے لیے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، نہ چوری کریں گی نہ زنا کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی ایسا بہتان باندھیں گی جس کو وہ خود اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور نہ کسی نیک کام میں آپ کی حکم عدولی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیں اور ان کے لیے استغفار کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O

زنا کی ممانعت، مذمت اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق احادیث اور آثار

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، جہل برقرار رہے گا، شراب پی جائے گی اور زنا کا ظہور ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۰۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۵۰۴، مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۱۹۰)

(۲) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے سامنے سے گزرتی ہے تاکہ لوگوں کو اس کی خوشبو آئے وہ عورت زانیہ ہے۔ (یعنی وہ عورت لوگوں کے دلوں میں زنا کی تحریک پیدا کرتی ہے)۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۷۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۸۶، مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴، مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۵۵۷، مسند البزار رقم

Marfat.com

الحدیث: ۱۵۵۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۴۲۴، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۴۶)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ (سردار یا حاکم) اور متکبر فقیر۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۱۳۸، شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۴۰۵)

(۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے اور تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے، جن تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں: ایک شخص لوگوں کے پاس جا کر سوال کرے، اس کا سوال ان کے ساتھ کسی رشتہ داری کی بناء پر نہ ہو، اور وہ لوگ اس کو منع کر دیں، پھر ایک شخص ان کے پیچھے سے جائے اور چپکے سے اس کو دے دے، اور اس کے عطیہ کو اللہ کے سوا کوئی نہ جانتا ہو، یا وہ شخص جس کو اس نے عطیہ دیا تھا اور وہ لوگ جو رات کو سفر کریں حتیٰ کہ نیند ان کو بہت زیادہ مرغوب ہو جائے، پھر وہ ٹھہر جائیں اور اپنے سر رکھ کر سو جائیں، پھر ان میں سے ایک شخص بیدار ہو کر نماز میں قیام کرے اور میری حمد و ثنا کرے اور میری آیات کی تلاوت کرے، اور وہ شخص جو کسی لشکر میں ہو، اس کا دشمن سے مقابلہ ہو، وہ لشکر شکست کھا جائے اور وہ شخص آگے بڑھ کر حملہ کرے حتیٰ کہ وہ شخص شہید ہو جائے یا فتح یاب ہو، اور جن تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے وہ یہ ہیں: بوڑھا زانی، متکبر فقیر اور مالدار ظالم۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۱۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۲۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۸۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۴۵۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۳۴۹، المستدرک ج ۲ ص ۱۱۳)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا...... اس موقع پر آپ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے۔ پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اللہ سے دعا کرو، اللہ اکبر کہو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو، پھر فرمایا: اے امتِ محمد! اللہ کی قسم! کسی شخص کو اللہ سے زیادہ اس پر غیرت نہیں آتی کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے۔ اے امتِ محمد! اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ضرور کم ہنسو اور تم ضرور زیادہ روؤ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۴۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۰۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۷۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۴۷۴۔۱۴۷۰)

(۶) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب سے اکثر یہ فرمایا کرتے تھے: کیا تم میں سے کسی شخص نے خواب دیکھا ہے، پھر کوئی شخص جو اللہ چاہتا وہ خواب بیان کرتا۔ ایک دن صبح کے وقت آپ نے فرمایا: بے شک آج رات (خواب میں) دو فرشتے آئے اور وہ مجھے اٹھا کر لے گئے، انہوں نے مجھ سے کہا: آپ چلیے، میں ان کے ساتھ چلتا رہا...... میں نے دیکھا کہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں ایک تنور کی مثل میں تھے، اس کا بالائی حصہ تنگ تھا اور نچلا حصہ کشادہ تھا اور اس کے نیچے سے آگ جل رہی تھی، جب آگ کے شعلے بھڑکتے تو وہ لوگ اوپر اٹھ جاتے اور جب آگ کم ہوتی تو وہ نیچے گر جاتے .... فرشتوں نے بتایا: وہ زانی مرد اور زانی عورتیں تھیں۔ الحدیث۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴۷، ۱۳۸۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۹۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۵۸)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے زنا کیا یا شراب پی اللہ اس سے ایمان کو نکال

Marfat.com

لیتا ہے جیسے انسان اپنے سر سے قمیص کو اتارتا ہے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۲۲، شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۳۶۶، الکبائر للذہبی ص ۸۲-۸۳، الترغیب والترہیب للمنذری ج ۳ ص ۲۵۲، دار الحدیث قاہرہ)

(۸) حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت اس وقت تک اچھے حال میں رہے گی جب تک ان کی اولاد زنا کی کثرت سے نہ ہو اور جب ان کی اولاد زنا کی کثرت سے ہوگی تو عنقریب اللہ ان میں عام عذاب نازل فرمائے گا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۰۹۱، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۷)

(۹) امام طبرانی نے حضرت شریک، ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص زنا کرتا ہے اس سے ایمان نکل جاتا ہے، پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۲۲۴، شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۳۶۶، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۱، الترغیب والترہیب للمنذری رقم الحدیث: ۳۵۲۹، حافظ عسقلانی نے کہا: اس کی سند جید ہے، ج ۱۲ ص ۶۱، الاصابہ ج ۳ ص ۳۴۹، قدیم)

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت شرابی شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت چور چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی لٹیرا کسی شریف آدمی کو لوٹتا ہے اور لوگ اس کو نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۷۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۸۷۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۳۶، شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۳۶۳، تاریخ دمشق الکبیر جز ۵۶ ص ۸۶،۸۵، رقم الحدیث: ۱۲۲۴۱، ۱۲۲۴۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۱۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت کا ظہور ہوتا ہے اس قوم کے دلوں میں رعب ڈال دیا جاتا ہے اور جس قوم میں زنا بہ کثرت ہوتا ہے ان میں موت بہ کثرت ہوتی ہے اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے ان سے رزق منقطع ہو جاتا ہے اور جو قوم ناحق فیصلے کرتی ہے ان میں خون ریزی زیادہ ہوتی ہے اور جو قوم عہد شکنی کرتی ہے ان پر اللہ دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۴۶، الموطا رقم الحدیث: ۱۰۲۰، الاستذکار ج ۱۴ ص ۲۱۰-۲۱۱، رقم الحدیث: ۲۰۰۹۰)

(۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے زیادہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، اس نے پوچھا: پھر کون سا ہے؟ فرمایا: تم کھانے کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دو، اس نے پوچھا: پھر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو، پھر اللہ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ (الفرقان: ۶۸)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہو اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا اس کو عذاب کا سامنا ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۶۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۳۱۰، سنن النسائی رقم

Marfat.com

الحدیث: ۱۳۴۰، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۹۸۷)

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم زنا سے بچتے رہو، کیونکہ اس میں چار خصلتیں ہیں:

(۱) اس سے چہرے کی رونق چلی جاتی ہے۔

(۲) رزق منقطع ہو جاتا ہے۔

(۳) رحمٰن ناراض ہوتا ہے۔

(۴) اور دوزخ میں خلود ہوتا ہے (یعنی بہت دیر تک رہنا)۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۰۹۲، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۴، اس کی سند میں رد بن جمیع متروک ہے)

(۱۴) حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عرب کی ہلاک ہونے والی عورتو! مجھے سب سے زیادہ تم پر زنا کا اور شہوت خفیہ (ریاکاری) کا خوف ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲)

(۱۵) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے، بوڑھا زانی، امام کذاب اور متکبر فقیر۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۱۳۰۸، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۳۴، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۵)

(۱۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو دشمنوں کی حکومت ہو جائے گی اور جب کثرت کے ساتھ زنا کیا جائے گا تو لوگ بہ کثرت قید ہوں گے اور جب قوم لوط کا عمل کثرت سے کیا جائے گا تو اللہ مخلوق کے اوپر سے اپنا ہاتھ اٹھائے گا، پھر یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۷۵۲، حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں عبدالخالق بن زید بن واقد ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۵)

(۱۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بوڑھے زانی اور بوڑھی زانیہ کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۳۹۶، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۳۵)، حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی ہے: موسیٰ بن سہل، اس کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی راوی ثقات ہیں

(۱۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ معمر زانی اور متکبر فقیر کی طرف نہیں دیکھے گا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۱۹۵، حافظ الہیثمی نے کہا: اس کا ایک راوی ابن لہیعہ ہے، اس کی حدیث حسن بھی ہوتی ہے اور ضعیف بھی، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۵)

(۱۹) حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متکبر مسکین، بوڑھا زانی اور اپنے عمل سے اللہ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۳۶، حافظ الہیثمی نے کہا: اس کے ایک راوی الصباح بن خالد کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۵)۔

(۲۰) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: سات آسمان اور سات زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی فروج کی بدبو سے اہل دوزخ کو بھی ایذا ہوگی۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۱۵۴۸، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۳۷، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۵)

Marfat.com

(۲۱) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدھی رات کو آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، پھر ایک منادی نداء کرتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا ہو تو اس کی دعا قبول کی جائے، کوئی سائل ہو تو اس کو عطا کیا جائے، کوئی مصیبت زدہ ہو تو اس کی مصیبت دور کردی جائے، پس ہر دعا کرنے والے مسلمان کی دعا قبول کرلی جائے گی سوا اس عورت کے جو پیسے لے کر زنا کراتی ہے اور سوا اس شخص کے جو ظالمانہ ٹیکس لیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۲، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۷۹۰، حافظ منذری نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے، الترغیب والترہیب ج ا رقم الحدیث: ۱۱۶۳، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۸۸)

(۲۲) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زانیوں کے چہروں میں آگ بھڑک رہی ہوگی۔

(الترغیب والترہیب ج ۳ رقم الحدیث: ۳۵۲۴، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۵، اس کی سند پر اعتراض ہے)

(۲۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زنا فقر پیدا کرتا ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۴۱۸، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۲۵)

(۲۴) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں سویا ہوا تھا۔ میرے پاس دو شخص آئے، ان دونوں نے مجھے میری بغلوں سے پکڑ کر اٹھایا اور مجھے ایک سخت چڑھائی والے پہاڑ پر لے گئے، اور مجھ سے کہا: اس پر چڑھیے، میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے چڑھنا آسان کردیں گے، پھر میں چڑھا حتیٰ کہ میں اس پہاڑ کے وسط میں پہنچ گیا، ناگاہ میں نے بہت زور کی آوازیں سنیں۔ میں نے پوچھا: یہ کیسی آوازیں ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ دوزخ کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں ہیں، (الی قولہ) ہم چلتے رہے حتیٰ کہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے بدن بہت پھولے ہوئے تھے اور ان سے سخت بدبو آرہی تھی، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ مقتولین کفار ہیں، وہ پھر مجھے آگے لے گئے۔ وہاں ایسے لوگ تھے جن کے بدن بہت پھولے ہوئے تھے اور ان سے سخت بدبو آرہی تھی گویا کہ وہ پاخانے کی بدبو تھی، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں۔ الحدیث

(صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۹۸۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۴۸، المستدرک ج ا ص ۴۳۰، الترغیب والترہیب ج ۲ رقم الحدیث: ۱۴۸۵)

(۲۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان نکل جاتا ہے گویا کہ وہ اس کے اوپر سائبان ہو اور جب وہ اس سے توبہ کرتا ہے تو اس کا ایمان لوٹ آتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۲۷، المستدرک ج ا ص ۲۲، سنن بیہقی ج ا ص ۵۳۶۶)

(۲۶) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور ہم اکٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ سے ڈرو اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھو، رشتہ داروں سے میل جول سے زیادہ جلد پہنچنے والا اور کوئی ثواب نہیں ہے، اور بغاوت سے (یا زنا سے) بچو کیونکہ اس سے زیادہ جلد پہنچنے والا اور کوئی عذاب نہیں ہے، اور تم ماں باپ کی نافرمانی سے بچو کیونکہ ایک ہزار سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو آتی ہے اور ماں باپ کا نافرمان، رشتہ منقطع کرنے والا، بوڑھا زانی اور تکبر سے تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اس کی خوشبو کو نہیں پائے گا، کبریائی صرف اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔ (الترغیب

Marfat.com

والترہیب ج ۳رقم الحدیث: ۳۰۱۹،مجمع الزوائدج ۵ص ۱۲۵)

(۲۷) راشد بن سعد المقرائی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جن کی کھال آگ کی قینچیوں سے کاٹی جارہی تھی، میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو زنا کرنے کے لیے مزین ہوتے تھے، پھر میں ایک کنویں کے پاس سے گزرا جس سے سخت بدبو آرہی تھی، میں نے پوچھا: اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کرانے کے لیے خود کو مزین کرتی تھیں اور وہ کام کرتی تھیں جو ان کے لیے جائز نہ تھے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۰ ۶۷، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۰)

(۲۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عادتاً زنا کرنے والا بت پرست کی مثل ہے۔

(مساوی الاخلاق للخرائطی رقم الحدیث: ۴۷۷، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۱، تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جز ۲۳ ص ۱۷۳، رقم الحدیث: ۴۹۳۱، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ منذری نے کہا: صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ عادی شرابی بت پرست کی طرح اللہ سے ملاقات کرے گا اور اس میں شک نہیں کہ زنا شراب نوشی سے بڑا گناہ ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۳۸، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

(۲۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بستی میں زنا اور سود کا ظہور ہوا انہوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کرلیا۔ (یہ حدیث صحیح ہے)۔ (المستدرک ج ۲ ص ۳۷، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۳، شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۴۱۷)

(۳۰) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس قوم میں زنا اور سود کا ظہور ہوا انہوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کرلیا۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۹۸۱، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۴، ۲۷۷۰، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۱۸)

(۳۱) حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ تم زنا کے متعلق کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: یہ حرام ہے، اس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔ یہ قیامت تک کے لیے حرام ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اگر کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے تو یہ اس کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے (یعنی ان کی سزا اس سے کم ہے) کہ وہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۸، اس کے راوی ثقات ہیں، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۷)

(۳۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے گا، اس کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا اور نہ اس کو پاک کرے گا اور فرمائے گا: دوزخ میں دوزخیوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

(مساوی الاخلاق للخرائطی رقم الحدیث: ۴۸۵، مسند الفردوس الدیلمی رقم الحدیث: ۳۳۷۱، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۸)

(۳۳) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر غائب ہو، قیامت کے دن اللہ ایک اژدھے کو اس کے اوپر قادر کردے گا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۲۷۸، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۲۳۷، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۹، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۸)

(۳۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھتا ہے جس کا شوہر غائب ہو اس کی مثال

Marfat.com

اس شخص کی طرح ہے جس کو قیامت کے اژدھوں میں سے کوئی سیاہ اژدھا بھنبھوڑ رہا ہو۔
(الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۵۰، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں، مجمع الزوائدج ۶ ص ۲۵۸)

(۳۵) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجاہدین کی بیویوں کی حرمت، جہاد پر نہ جانے والوں کے لیے ان ماؤں کی مثل ہے اور مجاہد جس شخص کے اوپر اپنی اہلیہ کو چھوڑ کر جائے اور وہ اس میں خیانت کرے تو اس کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کی نیکیوں میں سے جس قدر چاہے گا، لے لے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ اس کی کوئی نیکی چھوڑ دے گا؟ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۹۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۹۶، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۱۸۹)

(۳۶) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے ایک عابد نے ساٹھ سال اپنے گرجے میں اللہ کی عبادت کی، پھر بارش ہوئی اور زمین سرسبز ہوگئی۔ راہب نے اپنے گرجے سے باہر جھانکا اور سوچا کہ میں گرجے سے باہر نکل کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں اور زیادہ نیکی حاصل کروں۔ وہ گرجے سے اترا، اس کے ہاتھ میں ایک روٹی یا دو روٹیاں بھی تھیں، جس وقت وہ باہر کھڑا تھا تو ایک عورت آکر اس سے ملی، وہ دونوں ایک دوسرے سے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ اس عابد نے اس سے اپنی خواہش پوری کرلی، پھر اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر وہ ایک گرم تالاب میں نہایا، اس کے بعد ایک سائل آیا تو اس نے ان دو روٹیوں کی طرف اشارہ کیا، پھر اس کی ساٹھ سال کی عبادت کا زنا کے گناہ کے ساتھ وزن کیا گیا تو گناہ کا پلڑہ بھاری نکلا، پھر ان دو روٹیوں کی نیکی کا وزن کیا گیا تو نیکیوں کا پلڑہ بھاری نکلا، سو اس کو بخش دیا گیا۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا بیان ہے، ساٹھ سال کی عبادت ایک زنا کے گناہ سے ضائع کردی اور دو روٹیوں کو صدقہ کرنے کی نیکی سے اس کے گناہ کو بخش دیا، وہ جس گناہ پر چاہے پکڑ لیتا ہے اور جس نیکی کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔
(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۷۹، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۳۱، ۱۳۸۷، ۱۲۹۹)

(۳۷) شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک عورت کو رجم (سنگسار) کیا تو کہا: میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے رجم کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۱۲)

(۳۸) شیبانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجم (سنگسار) کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، میں نے پوچھا: سورۂ نور کے نزول سے پہلے یا اس کے بعد؟ انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔
(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۶۸۱۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۰۲)

اس سوال کا منشاء یہ ہے کہ اگر رجم سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے ہوا ہے تو ہوسکتا ہے کہ سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد وہ منسوخ ہوگیا ہو کیونکہ سورۂ نور میں زانیوں کو کوڑے مارنے کا حکم ہے اور اگر سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجم کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سو کوڑے مارنے کا حکم رجم کرنے کے منافی نہیں ہے، یعنی کنوارے اگر زنا کریں تو ان کو سو کوڑے مارے جائیں اور اگر شادی شدہ زنا کریں تو ان کو رجم (سنگسار) کیا جائے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کیا گیا ہے کیونکہ سورۂ نور کے نزول کے متعلق ہم بیان کرچکے ہیں کہ تین قول ہیں، ۴ ہجری، ۵ ہجری، اور ۶ ہجری، اور صحیح یہ ہے

کہ سورۂ نور شعبان ۵ ہجری میں نازل ہوئی ہے اور رجم اس کے بعد کیا گیا ہے کیونکہ رجم کے موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ موجود تھے اور وہ ۷ ہجری میں اسلام لائے تھے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی والدہ کے ساتھ ۹ ہجری میں مدینہ آئے تھے۔ (فتح الباری ج ۱۴ ص ۹۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ)

(۳۹) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ وہ زنا کر چکا ہے اور اس نے چار مرتبہ قسم کھا کر اپنے متعلق زنا کرنے کا اقرار کیا اور وہ شخص شادی شدہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم (پتھر مار مار کر ہلاک) کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۱۴، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۴۱۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۱۵۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۱۵۵، عالم الکتب بیروت)

(۴۰) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو، اللہ نے زنا کرنے والیوں کی سزا کی راہ بیان فرما دی اگر کنواری کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارو، اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو، اور اگر شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو ان کو رجم (سنگسار) کر دو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۹۰، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۴۱۶، ۴۴۱۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۴، سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۰۹۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۵۰)

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے زانیہ عورتوں کے متعلق فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی سزا کی سبیل بیان فرمائے گا، اس حدیث میں آپ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا کی راہ بیان کر دی ہے اور اپنا وعدہ پورا فرما دیا ہے، سورۃ النساء کی وہ آیت یہ ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ (النساء: ۱۵)

تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان کے خلاف تم اپنوں میں سے چار گواہ طلب کرو، پس اگر وہ شہادت دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو حتیٰ کہ موت ان کی زندگیاں پوری کر دے یا اللہ ان کی کوئی اور سزا مقرر فرما دے ○

سو جس سزا کے مقرر کرنے کا سورہ نساء میں ذکر کیا گیا تھا وہ کنواری عورت کو کوڑے مارنے اور شادی شدہ کو رجم کرنے کا حکم ہے۔ کوڑے مارنے کا حکم سورہ نور میں ہے اور رجم کرنے کا ذکر ان احادیث میں ہے، ہم نے رجم کے ثبوت میں ۱۵۳ احادیث مرفوعہ، ۴۰ آثار صحابہ اور ۵ فتاویٰ تابعین ذکر کیے ہیں، ان کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۸۰۴-۸۱۶ میں مذکور ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ اور یہ اس قدر کثیر احادیث اور آثار ہیں کہ یہ کہنا صحیح ہے کہ رجم کا حکم تواتر سے ثابت ہے۔

میں نے یہاں پر زنا کی ممانعت اور اس کی دنیاوی اور اخروی سزا کے متعلق چالیس احادیث ذکر کی ہیں، احادیث تو ان کے علاوہ اور بھی ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس احادیث کی تبلیغ کرنے پر جو نوید سنائی ہے، میں نے اس کے حصول کی امید میں چالیس احادیث ذکر کی ہیں، وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری امت کو ان کے دین سے متعلق

Marfat.com

چالیس حدیثیں پہنچائیں، اللہ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

(شعب الایمان رقم الحدیث:۱۷۲۶،۱۷۲۵، تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۴ ص ۹۹،۱۱۱، رقم الحدیث:۱۱۸۳۸،۱۱۸۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ المطالب العالیہ رقم الحدیث:۳۰۷۶، الجامع الصغیر رقم الحدیث:۸۶۳۷، حافظ سیوطی نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی رمز کی ہے، جمع الجوامع رقم الحدیث:۲۱۸۵۸، مشکوٰۃ رقم الحدیث:۲۵۸)

یہ چالیس احادیث میں نے زنا سے ترہیب اور تخویف کی ذکر کی ہیں، آخر میں میں زنا سے بچنے کی ترغیب کے سلسلہ میں بھی ایک حدیث درج کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص کی نظر کسی عورت کے حسن کی طرف (بلا قصد) پڑ جائے، پھر وہ اپنی نظر پھیر لے اللہ اس کے دل میں اس کی عبادت میں حلاوت اور لذت پیدا کر دیتا ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۵۴۳۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ)

زنا کی حد میں عورت کے ذکر کو مقدم کرنے کی توجیہ

قرآن مجید میں احکام بیان کرنے کا عام اسلوب یہ ہے کہ صرف مردوں پر کسی حکم کو فرض کیا جاتا ہے اور عورتیں اس حکم میں بالتبع داخل ہو جاتی ہیں لیکن اس آیت میں زنا کرنے والی عورتوں اور مردوں دونوں کا ذکر کیا گیا ہے، نہ صرف یہ بلکہ عورتوں کے ذکر کو مقدم کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں زنا کا سبب اور اس کا محرک عورت ہوتی ہے، عورت سے جنسی لذت حاصل کرنے کے لیے مرد فعل زنا کا مرتکب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدۃ:۳۸) چور مرد اور چور عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دو۔

اس آیت میں چور مرد کا ذکر چور عورت سے پہلے فرمایا کیونکہ اکثر و بیشتر اس فعل کا صدور مرد سے ہوتا ہے۔

کوڑے مارنے کے مسائل اور فقہی احکام

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس چیز کے ساتھ کوڑے لگائے جائیں گے، وہ چابک ہو یا درخت کی شاخ اور وہ چابک یا شاخ متوسط ہو نہ بہت سخت ہو، نہ بہت نرم ہو۔ حدیث میں ہے:

امام مالک، زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے اپنے اوپر زنا کا اعتراف کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مارنے کے لیے ایک چابک منگوایا تو ایک ٹوٹا ہوا چابک لایا گیا، آپ نے فرمایا: اس سے سخت لاؤ تو درخت کی ایک نئی شاخ لائی گئی جس کے پھل بھی نہیں اتارے گئے تھے، آپ نے فرمایا: اس سے ذرا کم لاؤ، پھر ایک استعمال شدہ اور نرم شاخ لائی گئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کوڑے مارنے کا حکم دیا، پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! اب وقت آ گیا ہے کہ تم اللہ کی حدود کے ارتکاب سے باز آ جاؤ اور جس شخص نے ان ناپاک کاموں میں سے کوئی کام کر لیا اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کے ستر کے ساتھ اپنا پردہ رکھے، کیونکہ جس کا جرم ہم پر ظاہر ہو گیا، ہم اس کے اوپر اللہ کی کتاب کو جاری کر دیں گے۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث:۱۵۸۸، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

Marfat.com

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص پر کوڑے لگائے جائیں اس کے کپڑے اتارے جائیں یا نہیں، امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا کہ اس کے اور عورت کے کپڑے نہ اتارے جائیں، البتہ وہ کپڑے اتار دیئے جائیں جو ضرب سے بچاتے ہوں۔ امام اوزاعی نے کہا: مرد کے کپڑے اتروانے میں امام کو اختیار ہے چاہے اس کے کپڑے اتروائے چاہے نہیں۔ شعبی اور نخعی نے کپڑے اتارنے سے منع کیا ہے، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس امت میں کسی کے کپڑے اتارنا جائز نہیں ہے۔ ثوری کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے جو کہا ہے کہ اس کے کپڑے اتارے جائیں غالباً ان کی مراد یہ ہے کہ مرد کے ستر کے علاوہ اس کے کپڑے اتار دیئے جائیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ حد جاری کرتے وقت انسان کے کن اعضاء پر کوڑے مارے جائیں؟ امام مالک نے کہا کہ حدود اور تعزیرات میں صرف پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں۔ امام شافعی اور ان کے اصحاب نے کہا کہ چہرے اور نازک اعضاء کے سوا تمام جسم پر کوڑے مارے جائیں، سر پر مارنے میں اختلاف ہے۔ جمہور نے کہا کہ سر کو بچایا جائے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ سر پر ضرب لگائی جائے، حضرت عمر اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ سر پر ضرب لگائی جائے، امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی خولہ بنت عاصم پر شریک بن السحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کو پیش کیا، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف کے کوڑے لگائے جائیں گے، اس نے کہا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے اوپر کسی مرد کو دیکھے تو کیا وہ گواہوں کو تلاش کرنے جائے گا؟ آپ نے پھر یہی فرمایا کہ تم گواہوں کو پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف لگائی جائے گی، پھر لعان کے احکام نازل ہوئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۴۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۵۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۲۴، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۸۲۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۴۵۱)

کوڑوں کے ساتھ ایسی ضرب لگائی جائے، جس سے چوٹ لگے، درد ہو لیکن زخم نہ آئے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ تمام قسم کی حدود میں ضرب مساوی ہو اس سے کوئی زخم نہ پڑے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ تعزیر میں سخت ضرب لگائی چاہیے، زنا کی ضرب شراب نوشی کی ضرب سے زیادہ شدید ہے اور شراب نوشی کی ضرب قذف (تہمت) کی ضرب سے زیادہ شدید ہے۔

پہلے شراب نوشی کی حد میں اختلاف تھا، عبدالرحمٰن بن ازہر بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے، آپ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو نشہ میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے کہا جو آپ کے پاس تھے تمہارے ہاتھ میں جو چیز آئے اس سے اس کو مارو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹی اٹھا کر اس پر ماری، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو نشہ میں تھا، انہوں نے اس کو چالیس کوڑے مارے۔

ابن وبرہ کلبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو وہاں حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے۔ میں

Marfat.com

نے کہا: حضرت خالد بن ولید نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، انہوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ لوگ اب بہت شراب پینے لگے ہیں اور اس کی سزا کو معمولی سمجھتے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: یہ کبار اصحاب تمہارے سامنے بیٹھے ہیں ان سے پوچھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہماری رائے یہ ہے کہ جب آدمی نشہ میں ہوتا ہے تو ہذیان بکتا ہے اور جب ہذیان بکتا ہے تو لوگوں پر تہمت لگاتا ہے اور تہمت لگانے والے کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہیں۔ حضرت عمر نے مجھ سے کہا: حضرت علی نے جو کہا ہے وہ حضرت خالد کو پہنچا دو، پھر انہوں نے اسی (۸۰) کوڑے مارے اور حضرت عمر نے بھی اسی (۸۰) کوڑے مارے۔

زانی کو کوڑے مارنے کے بعد شہر بدر کرنے میں مذاہب فقہاء

اگر زانی مرد یا زانیہ عورت محصن نہ ہو تو قرآن مجید میں اس کی سزا سو کوڑے مارنا بیان فرمائی ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور: ۲) زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

بعض احادیث میں سو کوڑے مارنے کے علاوہ ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا بھی حکم ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۳۰۱ میں ہے۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا غیر شادی شدہ کے زنا کی حد میں سو کوڑوں کے علاوہ شہر بدر کرنا بھی داخل ہے یا نہیں؟

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ غیر شادی شدہ کے زنا کرنے کی حد میں جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر بھی کیا جائے۔ خلفاء راشدین سے بھی یہی مروی ہے، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے، فقہاء تابعین میں سے عطاء، طاؤس، ثوری ابن ابی لیلیٰ اور ابوثور کا بھی یہی نظریہ ہے، امام شافعی اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ اور یہی امام احمد کا مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد بن حسن یہ کہتے ہیں کہ شہر بدر کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دونوں کو شہر بدر کرنا انہیں فتنہ میں ڈالنے کے لیے کافی ہے، اور ابن المسیب سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کو شراب نوشی کی بناء پر خیبر میں جلاوطن کر دیا۔ وہ ہرقل کے پاس جا کر نصرانی ہو گیا۔ تب حضرت عمر نے فرمایا: اس کے بعد میں کبھی کسی کو شہر بدر نہیں کروں گا۔ نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف کوڑے لگانے کا حکم دیا ہے، اگر شہر بدر کرنے کو واجب قرار دیا جائے تو نص قرآن پر زیادتی لازم آئے گی۔ (المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۳۰، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ)

زانی اور زانیہ کو شہر بدر کرنے میں فقہاء احناف کا موقف اور دلائل

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں: غیر شادی شدہ کی حد میں کوڑوں اور شہر بدر کرنے کو جمع نہیں کیا جائے گا، امام شافعی حد میں ان دونوں سزاؤں کو جمع کرتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

البکر بالبکر جلد ماۃ و تغریب عام۔ (صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی) کنوارہ کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو۔

نیز اس سے زنا کا دروازہ بند ہو جائے گا، کیونکہ دوسرے شہر میں ان کے جان پہچان والے کم ہوں گے۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فاجلدوا، پس کوڑے مارو، اللہ تعالیٰ نے کل

Marfat.com

سو کوڑے بیان کی ہے اور اس کے علاوہ کنوارے شخص کی اور کوئی سزا بیان نہیں کی (پس اگر ایک سال شہر بدر کرنے کو زنا کی حد کا جز قرار دیا جائے تو اخبار آحاد سے نص قرآن پر زیادتی لازم آئے گی اور یہ جائز نہیں ہے، اس کے برخلاف شادی شدہ کو رجم کرنا اخبار آحاد سے نہیں بلکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور احادیث متواترہ سے قرآن مجید کے عام کو خاص کرنا جائز ہے، اس لیے یہ کہا جائے گا کہ قرآن مجید میں الزانی سے مراد کنوارہ زانی ہے اور کوڑے مارنے کا حکم کنواروں کے بارے میں ہے اور شادی شدہ زانی کی سزا یعنی اس کو رجم کرنا احادیث متواترہ سے ثابت ہے جیسا کہ عنقریب اس کی وضاحت کی جائے گی۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں: زانی کو شہر بدر کرنا زنا کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے کیونکہ اپنے شہر میں تو خاندان والوں سے حیاء آئے گی اور دوسرے شہر میں اس کو زنا کرنے سے کوئی حجاب نہیں ہوگا۔ نیز دوسرے شہر میں اس کے کھانے، پینے، رہائش، کپڑوں اور علاج معالجہ کی ضروریات کا کوئی کفیل نہیں ہوگا، اس وجہ سے یہ خطرہ ہے کہ شہر بدر کی ہوئی عورتیں اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے زنا کو کسب معاش بنالیں اور یہ زنا کی بدترین قسم ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: فتنہ میں مبتلا کرنے کے لیے شہر بدر کرنا کافی ہے۔ اور جس حدیث میں کنوارے کی حد میں کوڑوں اور شہر بدر کرنے کو جمع کیا ہے وہ اسی طرح منسوخ ہے جس طرح اس حدیث کا وہ حصہ منسوخ ہے جس میں شادی شدہ کی حد میں رجم اور کوڑوں کو جمع کیا گیا ہے، کیونکہ پوری حدیث اس طرح ہے کنوارہ، کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کردو اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور پتھروں سے رجم کردو۔ (صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد)

علامہ ابوالحسن کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں کوڑے مارنے کے ساتھ شہر بدر کرنے کا حکم ہے، اسی حدیث میں رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا بھی ذکر ہے اور جب جمہور فقہاء باوجود اس حدیث کے رجم کی سزا کے ساتھ کوڑے مارنے کا اضافہ نہیں کرتے تو کنوارے کی سزا میں کوڑے مارنے کے ساتھ شہر بدر کرنے کا اضافہ کیوں کرتے ہیں۔ یہ صراحتاً ترجیح بلا مرجح ہے بلکہ ترجیح بالمرجوح ہے کیونکہ اس سے قرآن مجید کی ذکر کردہ حد پر زیادتی لازم آتی ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی زیر بحث حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: شادی شدہ کی حد میں رجم کے ساتھ کوڑوں کو جمع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے کہا: ان کو جمع کرنا واجب ہے، پہلے کوڑے لگائے جائیں، پھر رجم کیا جائے۔ حضرت علی، حسن بصری، اسحاق بن راہویہ، داؤد، اہل ظاہر اور بعض اصحاب شافعی کا یہی قول ہے، اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ صرف رجم کرنا واجب ہے۔ قاضی عیاض نے بعض محدثین سے نقل کیا ہے کہ جب شادی شدہ زانی بوڑھا ہو تو کوڑے لگا کر رجم کیا جائے اور اگر جوان ہو تو صرف رجم کیا جائے۔ یہ مذہب باطل اور بے اصل ہے۔ اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ احادیث کثیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ کو صرف رجم کرنے پر اقتصار کیا جیسا کہ حضرت ماعز اور غامدیہ کے قصہ سے ظاہر ہے (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵، مطبوعہ نور محمد) نیز احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ کو صرف کوڑے مارے اور شہر بدر نہیں کیا اور کثیر آثار صحابہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب واضح کریں گے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں: ہاں! اگر امام کے نزدیک شہر بدر کرنے میں مصلحت ہو تو وہ جس قدر عرصہ مناسب سمجھے شہر بدر کرسکتا ہے، یہ تعزیر اور سیاست ہے کیونکہ بعض اوقات اس کا فائدہ ہوتا ہے اس لیے یہ امر امام کی رائے پر

موقوف ہے اور بعض صحابہ سے جو شہر بدر کرنے کی روایت ہے وہ بھی تعزیر اور سیاست پر محمول ہے۔
(ہدایہ اولین ص ۴۹۲-۴۹۳ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات اور فقہاء احناف کے دلائل

ائمہ ثلاثہ نے شہر بدر کرنے کی جن روایات سے استدلال کیا ہے وہ صرف تین صحابہ کی روایات ہیں، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہم، اور جو روایت صرف تین صحابہ سے مروی ہو وہ خبر متواتر یا خبر مشہور نہیں ہے صرف خبر واحد ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ احادیث خبر مشہور ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی غیر شادی شدہ زانی کو شہر بدر کیا یا شہر بدر کرنے کا حکم دیا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فعل بطور حد کیا ہو بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے یہ فعل بطور تعزیر کیا ہو، لہٰذا ان احادیث سے شہر بدر کرنے کا حد ہونا ثابت نہیں ہوا۔

غیر شادی شدہ زانی کو صرف کوڑے مارنے کے ثبوت میں احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے جس کا اس نے نام بھی لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کے پاس کسی شخص کو بھیج کر اس سے اس کے متعلق پوچھا: اس عورت نے زنا کرنے سے انکار کیا تو آپ نے اس شخص کو کوڑے مارے اور اس عورت کو چھوڑ دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۶۶، بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو بکر بن لیث کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے چار بار یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت سے زنا کیا ہے، آپ نے اس کو سو کوڑے لگائے، پھر آپ نے فرمایا: اس عورت کے خلاف گواہ لاؤ، عورت نے کہا: خدا کی قسم! یا رسول اللہ! یہ شخص جھوٹا ہے، پھر آپ نے اس کو اسی کوڑے حد قذف لگائی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۶۷)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ اگر غیر شادی شدہ باندی زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: جب وہ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو، اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو، پھر اس کو بیچ دو خواہ رسی کے ایک ٹکڑے کے عوض بیچنا پڑے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۳۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۰۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۶۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۳)

ان دونوں حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر محصن کو حد میں سو کوڑے مارے یا سو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا نہ شہر بدر کرنے کا حکم دیا، اس لیے جن احادیث میں شہر بدر کرنے کا حکم ہے وہ سیاست پر محمول ہیں۔

رجم کی تحقیق

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ شادی شدہ مسلمان مرد یا عورت زنا کرے تو اس کی حد رجم ہے اور فقہاء اسلام میں سے کسی مستند شخص نے اس اجماع کی مخالفت نہیں کی۔ بعض خارجیوں نے اس اجماع کی اگر مخالفت کی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں

Marfat.com

پڑتا، البتہ ہمارے زمانے میں منکرینِ حدیث کی ایک جماعت پیدا ہوئی جنہوں نے سنت کی حجیت کا انکار کیا اور مستشرقین نے اسلام کے خلاف جو کچھ زہر اُگلا اس کو انہوں نے قبول کر لیا۔ ان لوگوں نے جہاں اسلام کے اور بہت سے اجماعی اور مسلمہ عقائد کا انکار کیا ہے ان میں سے ایک رجم کا مسئلہ ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں زانی کی سزا صرف کوڑے مارنا ہے اور جن احادیث میں رجم کا ذکر ہے وہ اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے قرآن مجید کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے۔

منکرین سنت کا یہ قول قطعاً باطل اور مردود ہے، اول تو یہ غلط ہے کہ قرآن مجید میں رجم کا اصلاً ذکر نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں اشارتاً رجم کا ذکر موجود ہے جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب ہم واضح کریں گے اور ثانیاً یہ مفروضہ بھی غلط ہے کہ رجم کا حکم اخبار آحاد سے ثابت ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رجم کا حکم پچاس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے اور یہ احادیث معناً اخبار متواترہ ہیں جیسا کہ ہم ان شاء اللہ اس پر تفصیلاً گفتگو کریں گے اور اخیر میں ہم منکرین سنت کے مشہور اور اہم اعتراضات کے جوابات ذکر کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

قرآن مجید سے رجم کا ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللهِ۔ (المائدہ: ۴۳)

اور وہ کیسے آپ کو منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے!

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے (جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر: ۴۳۲۵ میں ہے) کہ یہود زنا کرنے والوں سے یہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ، اگر وہ منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیں تو اس پر عمل کرنا اور اگر رجم کا حکم دیں تو ان سے دور رہنا۔ علامہ ابن کثیر نے ان آیات کے شانِ نزول میں لکھا ہے کہ سنن ابوداؤد میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کا مقدمہ لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا، آپ نے فرمایا: تم اپنے مذہب کے دو سب سے بڑے عالموں کو لاؤ، وہ صوریا کے دو بیٹوں کو لائے، آپ نے ان کو قسم دے کر پوچھا: ان زنا کرنے والوں کا حکم تورات میں کیا لکھا ہے؟ انہوں نے کہا: تورات میں ہے کہ جب چار آدمی یہ گواہی دیں کہ انہوں نے ان کو اس طرح زنا کرتے دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں جاتی ہے تو ان کو رجم کر دیا جائے، آپ نے فرمایا: تم ان کو رجم کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: ہماری حکومت چلی گئی اور ہم قتل کو ناپسند کرتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہوں کو بلایا اور چار آدمیوں نے آ کر یہ گواہی دی کہ انہوں نے اس طرح دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں ہوتی ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات کے حکم کے مطابق انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۸-۶۹، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

المراد هذا الامر الخاص وهو الرجم لانهم طلبوا الرخصة بالتحكيم۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۶۲)

اس آیت میں حکم اللہ سے مراد بالخصوص رجم ہے کیونکہ یہودیوں نے رخصت حاصل کرنے کیلئے آپ کو حکم بنایا تھا۔

Marfat.com

قرآن مجید اور احادیث میں جو یہ ذکر ہے کہ تورات میں حکم اللہ یعنی رجم موجود ہے، اس کی تفصیل تورات میں حسب ذیل ہے:
پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے O تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ بن گئی۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا O (استثناء:۲۱-۲۲)
اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں O لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنی ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا O (استثناء:۲۳-۲۴)
یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ تورات میں آج تک یہ آیت موجود ہے حالانکہ ہر دور میں تورات میں تحریف ہوتی رہی، بلکہ قدرت خداوندی دیکھئے کہ یہ آیت انجیل میں بھی موجود ہے، یوحنا کی انجیل میں ہے:
اور فقیہ اور فریسی ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور اسے بیچ میں کھڑا کر کے یسوع سے کہا O اے استاد! یہ عورت زنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی ہے۔ توریت میں موسیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ایسی عورتوں کو سنگسار کریں۔ پس تو اس عورت کی نسبت کیا کہتا ہے؟ O انہوں نے اسے آزمانے کے لیے یہ کہا تا کہ اس پر الزام لگانے کا کوئی سبب نکالیں مگر یسوع جھک کر انگلی سے زمین پر لکھنے لگا O جب وہ اس سے سوال کرتے ہی رہے تو اس نے سیدھے ہو کر ان سے کہا کہ جو تم میں بے گناہ ہو وہی پہلے اس کو پتھر مارے O (یوحنا: باب ۸ آیت ۳-۸)
تورات اور انجیل کے ان اقتباسات سے یہ واضح ہو گیا کہ شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا حکم پچھلی آسمانی کتابوں میں موجود تھا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اس وقت (نزول قرآن کے وقت) کی موجودہ کتابوں کا جو مصداق قرار دیا ہے وہ اسی حکم کے اعتبار سے ہے اور اللہ کی قدرت ہے کہ ہزار ہا تحریفات کے باوجود رجم کا یہ حکم تورات اور انجیل میں آج بھی موجود ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زانی یہودیوں کے متعلق جو رجم کا فیصلہ فرمایا تھا اس کے متعلق سورۂ مائدہ میں جو آیات نازل ہوئی تھیں، اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ (المائدہ:۴۸)

اور ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے، درآں حالیکہ یہ ان آسمانی کتابوں کی مصدق اور نگہبان ہے جو اس کے سامنے ہیں، سو آپ ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کیجئے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے، اس سے دور ہو کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ لگیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آسمانی کتابیں تورات اور انجیل موجود تھیں اور خود قرآن مجید ناطق اور شاہد ہے کہ ان کتابوں میں تحریف کی جا چکی ہے، ان کے باوجود قرآن مجید فرماتا ہے کہ قرآن ان کا مصداق اور نگہبان ہے اور جس چیز کا قرآن مجید مصدق ہے وہ رجم کا حکم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم اللہ قرار دیا ہے اور اسی کا قرآن مجید نگہبان ہے اور یہی وجہ ہے کہ آئے دن کی تحریفات کے

Marfat.com

باوجود تورات اور انجیل میں رجم کا حکم آج بھی موجود ہے اور یہ قرآن مجید کا معجزہ اور اس کی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔

رجم کی منسوخ التلاوت آیت

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

عن زر بن حبیش قال قال لی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کاین تعد او کاین تقرء سورۃ الاحزاب قلت ثلث وسبعین آیۃ قال اقط لقد رایتھا وانھا لتعدل سورۃ البقرۃ وان فیھا الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیمO (سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۱)

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سورہ احزاب میں کتنی آیات شمار کرتے ہو؟ میں نے کہا: تہتر (۷۳) آیتیں! حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس یہی؟ حالانکہ ہم دیکھتے تھے کہ یہ سورہ، سورۃ البقرہ کے برابر تھی اور اس میں یہ آیت تھی (ترجمہ) جب بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو ضرور رجم کردو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب، حکمت والا ہےO

''سورۂ احزاب ابتداءً سورۃ البقرہ کے برابر تھی''، اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں اس کی بعض آیات کی تلاوت کو منسوخ کردیا گیا، قرآن مجید میں ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا (البقرہ:۱۰۶)

جس آیت کو ہم منسوخ کردیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں ان سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں۔

جیسا کہ آیت رجم کو منسوخ کردیا گیا، بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اس سورت میں قرآن مجید کی آیات کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام تفسیر بھی لکھ لیتے تھے جس کو بعد میں حذف کردیا۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

کثیر بن صلت کہتے ہیں کہ ہم مروان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہم میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، حضرت زید نے کہا: یہ آیت ہم پڑھتے تھے: جب بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو ضرور رجم کرو، مروان نے کہا: ہم اس آیت کو قرآن مجید میں کیوں نہ داخل کردیں؟ حضرت زید نے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ شادی شدہ جوان آدمیوں کو بھی رجم کیا جاتا ہے۔ حضرت زید نے کہا کہ صحابہ اس پر بحث کررہے تھے اور اس وقت ہم میں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے۔ انہوں نے کہا: اس مسئلہ میں، میں تمہاری تسلی کروں گا اور کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کا ذکر کروں گا اور جب آپ رجم کا ذکر کریں گے تو میں کہوں گا: یارسول اللہ! آیت رجم لکھوا دیجئے، حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے اس کا ذکر کیا، جب آپ نے آیت رجم کا ذکر کیا تو میں نے کہا: یارسول اللہ! آیت رجم لکھوا دیجئے، آپ نے فرمایا: مجھے اس کا اختیار نہیں ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ آیت رجم کا حکم ثابت ہے اور اس کی تلاوت منسوخ ہے اور میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۱، ملتان)

امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس شخص نے رجم کا انکار کیا اس نے قرآن کا انکار کیا، حالانکہ اس کو گمان بھی نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے رسول آچکے ہیں اور وہ ان بہت سی باتوں کو بیان کرتے ہیں جن کو تم چھپاتے تھے'' اور رجم کو بھی یہود چھپاتے تھے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کو بیان نہیں کیا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۳۵۹، مکہ مکرمہ)

کثیر بن صلت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما قرآن مجید کے نسخے لکھ رہے تھے، جب اس آیت پر پہنچے تو حضرت زید نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو ضرور رجم کرو۔ حضرت عمرو نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کیا: اس آیت کو لکھ دیجئے تو آپ نے اس بات کو ناپسند کیا، حضرت عمرو نے کہا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر شادی شدہ بوڑھا زنا کرے تو اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں اور رجم بھی کیا جاتا ہے، اور جب غیر شادی شدہ بوڑھا زنا کرے تو اس کو صرف کوڑے لگائے جاتے ہیں اور جب شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس کو رجم کیا جاتا ہے، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۳۶۰، مکہ مکرمہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے متعدد طرق اور اسانید سے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور انہوں نے اس کے منسوخ التلاوت ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کے الفاظ میں اختلاف ہے، بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں:

بما قضیا من اللذۃ۔ انہوں نے جو لذت حاصل کی ہے (اس وجہ سے رجم کرو)

نیز اس آیت کے الفاظ کے عموم پر عمل نہیں ہوتا کیونکہ مطلقاً بوڑھے شخص کو رجم نہیں کیا جاتا بلکہ اس بوڑھے شخص کو رجم کیا جاتا ہے جو شادی شدہ ہو اور اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں، جیسا کہ حضرت عمرو بن العاص نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۴۳، لاہور)

اس آیت کے منسوخ التلاوت ہونے پر ایک دفعہ ایک فاضل شخص نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ حدیث میں ہے:

کلامی لا ینسخ کلام اللہ۔ (مشکوۃ ص ۳۲) میرا کلام، کلام اللہ کو منسوخ نہیں کرتا۔

پھر حدیث سے یہ آیت کیسے منسوخ ہوگئی؟ میں نے اس کے جواب میں کہا: کلام اللہ سے مراد قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے الفاظ منضبط ہیں اور وہ الفاظ تواتر سے ثابت ہیں اور اس آیت کے الفاظ غیر منضبط ہیں اور ان الفاظ کا ثبوت تواتر سے نہیں ہے، اس لیے یہ الفاظ قرآن مجید نہیں ہیں، لہٰذا ان کے منسوخ التلاوت ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

آیت رجم کی بحث

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: لوگو! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کا کہنا میرے لیے مقدر کر دیا گیا ہے، میں نہیں جانتا شاید میری موت میرے سامنے ہو، جو شخص میری بات کو سمجھ کر اسے یاد رکھے، اسے چاہیے کہ جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہو وہاں تک میری بات لوگوں کو بتا دے اور جسے خوف ہو کہ اس بات کو نہ سمجھ سکے گا تو میں اسے اپنے اوپر

Marfat.com

جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا، وہ بات یہ ہے کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے وہ آیت پڑھی اور اسے سمجھا اور اسے یاد رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور حضور کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ مجھے خوف ہے کہ طویل زمانہ گزر جانے کے بعد کوئی کہنے والا کہہ دے کہ خدا کی قسم! اللہ کی کتاب میں ہم رجم کی آیت نہیں پاتے تو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو جائیں۔ اللہ کی کتاب میں رجم برحق ہے، ہر اس آزاد مرد اور عورت پر جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا، بشرطیکہ شرعی گواہ قائم ہو جائیں یا (عورت کا) حمل ظاہر ہو جائے یا اقرار ہو۔ (بخاری شریف جلد ثانی ص ۱۰۰۹، صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵، مؤطا امام مالک ص ۶۸۵)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن مجید کی آیت الزانیۃ والزانی میں سو کوڑوں کی سزا کا ذکر آزاد غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے ہی ہے اور رجم کی سزا کا تعلق غیر شادی شدہ سے نہیں بلکہ وہ شادی شدہ کیلئے مخصوص ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ غیر شادی شدہ کی سزا قرآن پاک کے الفاظ میں صراحتاً مذکور ہے اور شادی شدہ کی سزا صراحتاً حدیث اور سنت نبوی میں وارد ہے اور ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ وہ احادیث جن میں رجم کی سزا مذکور ہے وہ متواتر المعنی ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت ہیں، جس طرح قرآن کی آیات وحی الٰہی ہیں اسی طرح سنت اور حدیث نبوی بھی وحی الٰہی ہے اور اسی بناء پر اس کا دلیل شرعی ہونا ہم قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں، جو چیز قرآن سے ثابت ہو، اس سے جس حکم کا ثبوت ہو جائے وہ عین قرآن کے مطابق ہے، اسے خلافِ قرآن کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

دیکھیے قبلہ اولیٰ کے قبلہ ہونے کا حکم قرآن میں وارد نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے، اسی طرح پانچ نمازیں، ان کی تعداد رکعات اور ادا کرنے کی ترتیب مثلاً نماز میں رکوع، سجود، قیام اور قعود اور ان سب ارکان کی ترتیب سب سنت نبوی سے ثابت ہے، اگر سنت اور حدیث کو نظر انداز کر کے صرف اقیموا الصلوٰۃ اور اٰتوا الزکوٰۃ کو سامنے رکھ لیا جائے تو نہ اقامت صلوٰۃ کے حکم پر عمل ہو سکتا ہے نہ ہی ایتاء زکوٰۃ کے فریضہ سے سبکدوش ہونا ممکن ہے، اس لیے سنت اور حدیث کو لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا تاکہ قرآن کے معنی سمجھ میں آ جائیں اور مرادِ الٰہی کے مطابق احکامِ قرآنیہ پر عمل کرنا ممکن ہو۔

آیت رجم کا نزول اور اس کا منسوخ التلاوۃ ہونا احادیث صحیحہ کی روشنی میں واضح ہو چکا ہے، اس کے باوجود ہم نزول الفاظ اور نسخِ تلاوت کے قطعی اور متواتر ہونے کا قول نہیں کرتے لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ رجم کے معنی تواتر اور قطعیت کے ساتھ قرآن پاک میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ۔ اور وہ کیسے آپ کو منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے! (المائدہ: ۴۳)

(مقالات کاظمی ج ۳ ص ۳۹۹-۴۰۰ مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ۱۴۰۷ھ)

رجم کی احادیثِ متواترہ

رجم کی صحیح مرفوع متصل احادیث ترپن (۵۳) صحابہ سے مروی ہیں جن کو مسلّم اور مستند جلیل القدر محدثین نے اپنی تصانیف

Marfat.com

میں متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ان کے علاوہ ثقہ تابعین کی چودہ (۱۴) مرسل روایات ہیں، چودہ (۱۴) آثار صحابہ اور پانچ (۵) فتاویٰ تابعین ہیں جن کو کبار محدثین نے اسانید کثیرہ کے ساتھ اپنی مصنفات میں درج کیا ہے، یہ کل چھیاسی (۸۶) احادیث ہیں۔ ہم نے جن اعداد وشمار کا ذکر کیا ہے، یہ ان کتب احادیث سے حاصل کیے گئے ہیں جو ہمارے پاس موجود اور دستیاب ہیں۔ان کے علاوہ بے شمار کتب احادیث ہیں جو ہماری دسترس سے باہر ہیں، اس لیے حتمی اور قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ رجم کے سلسلہ میں کتنی احادیث مرفوعہ، مرسلہ، آثار صحابہ اور فتاویٰ تابعین موجود ہیں۔ بہر حال ہم نے جو اعداد وشمار تتبع اور تلاش سے حاصل کیے ہیں ان کی بناء پر یہ اطمینان اور یقین ہو جاتا ہے کہ رجم کا ثبوت جن احادیث سے ہے وہ معناً متواتر ہیں اور اس عدد سے اس بات پر شرح صدر ہو جاتا ہے کہ یہ احادیث اس قوت میں ہیں کہ ان سے قرآن مجید کی وضاحت کی جاسکتی ہے اور ان احادیث متواترہ کی بناء پر یہ قول صحیح اور برحق ہے کہ قرآن مجید میں جس زانیہ اور زانی کی سزا سو کوڑے مارنا بیان کی ہے اس سے آزاد اور غیر محصن (غیر شادی شدہ) زانی اور زانیہ مراد ہیں، رہے آزاد اور محصن (شادی شدہ) زانیہ اور زانی تو ان کی حد رجم کرنا ہے جیسا کہ احادیث متواترہ میں اس کا بیان ہے۔

منکرین رجم یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ سنت سے قرآن مجید کے عموم قطعی کی تخصیص کیسے کی جاسکتی ہے؟ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ الزانية والزاني میں عموم قطعی نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں باندیوں کے زنا کی سزا کے متعلق ہے:

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ یعنی باندیوں کی سزا آزاد عورتوں کی سزا کا نصف ہے

(النساء: ۲۵)

یعنی باندیوں کی سزا پچاس کوڑے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آیت نور میں جو زانیوں کی سزا سو کوڑے بیان کی گئی ہے اس سے ہر زانی اور زانیہ مراد نہیں ہے بلکہ آزاد زانیہ اور زانی مراد ہے کیونکہ باندیوں کی سزا سورۂ نساء میں اس کی نصف بیان کی گئی ہے اور جب اس آیت میں خود قرآن مجید سے تخصیص ہو گئی تو اس کا عموم قطعی نہ رہا اور یہ ہر زانیہ اور زانی کو شامل نہیں ہے، اس لیے اگر سنت متواترہ سے اس میں تخصیص کی جائے اور اس بناء پر اس کو غیر شادی شدہ زانیوں کے ساتھ مختص قرار دیا جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے!

رہے آزاد اور شادی شدہ زانی تو ان کی سزا رجم ہے جیسا کہ احادیث متواترہ میں اس کا بیان ہے۔

ہم نے شرح صحیح مسلم میں رجم کی ۵۳ احادیث مرفوع بیان کی ہیں، ۱۴ مرسل روایات بیان کی ہیں، ۱۴ آثار صحابہ اور ۵ فتاویٰ تابعین کا ذکر کیا ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۸۰۴-۸۱۶)

حد زنا کے دیگر مباحث شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۸۱۶-۸۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے نکاح کرے گا اور زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی اور مؤمنوں پر اس (نکاح) کو حرام کر دیا گیا O (النور: ۳)

زانیہ کے لیے صرف زانی سے نکاح کی اجازت کی احادیث

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ام مہزول نامی ایک عورت سے نکاح کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، وہ عورت زنا کرتی تھی اور اس پر اجرت لیتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے

Marfat.com

سامنے یہ آیت پڑھی: وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ (النور: ۳)

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۹، قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۶۴۸۰، ۷۰۹۹، ۷۰۱۰، شیخ احمد محمد شاکر نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کے راویوں کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ حاشیہ مسند احمد ج ۶ ص ۳۴-۳۵، دار الحدیث قاہرہ، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۸۱۹، حافظ الہیثمی نے کہا: امام احمد کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۷۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۵۳، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مرثد بن ابی مرثد ایک ایسا شخص تھا جو مکہ سے قیدیوں کو لا کر انہیں مدینہ پہنچاتا تھا، مکہ میں ایک زانیہ عورت تھی جس کا نام عناق تھا، وہ مرثد کی دوست تھی، اس نے مکہ کے کسی قیدی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کو مدینہ پہنچائے گا، اس نے کہا میں مکہ گیا حتیٰ کہ ایک چاندنی رات میں، میں مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے سائے میں پہنچا، پس عناق آ گئی۔ میں نے دیوار کے ساتھ کسی شخص کا سایا دیکھا تھا، میں جب وہاں پہنچا تو میں نے اس کو پہچان لیا، اس نے کہا: مرثد ہے؟ میں نے کہا: مرثد ہوں، اس نے کہا: خوش آمدید، میرے پاس آؤ، میں اس رات اس کے پاس ٹھہرا۔ میں نے اس سے کہا: اے عناق! اللہ نے زنا کو حرام کر دیا ہے، اس عورت نے (مکہ کے لوگوں سے) کہا: اے خیمے والو! یہ شخص تمہارے قیدیوں کو چھڑا کر لے جاتا ہے، سو آٹھ آدمیوں نے میرا پیچھا کیا، میں الخندمہ (مکہ کا ایک پہاڑ) کی طرف گیا اور کسی غار میں گھس گیا، وہ غار کے سر پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے وہاں پیشاب کیا اور ان کا پیشاب میرے سر پر پڑا، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مجھ سے اندھا کر دیا، میں اپنے اس (قیدی) ساتھی کے پاس پلٹا، وہ بہت بھاری جسم کا تھا حتیٰ کہ میں اذخر گھاس کے پاس پہنچا اور میں نے اس کی بیڑیاں کھولیں، پھر میں اس کو اٹھا کر لے گیا اور وہ بھی میری مدد کرتا رہا، حتیٰ کہ میں اسے لے کر مدینہ پہنچ گیا، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میں عناق سے نکاح کر لوں؟ میں نے یہ سوال دو مرتبہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے نکاح کرے گا اور زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی اور مومنوں پر اس (نکاح) کو حرام کر دیا گیا O (النور: ۳)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۵۱، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۲۸، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۱۵۳)

زانیہ سے مؤمن کے نکاح کی ممانعت کی توجیہات

سورۃ النور: ۳ اور مذکور الصدر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان مرد زانیہ عورت سے نکاح نہیں کر سکتا اور کوئی مسلمان عورت زانی مرد سے نکاح نہیں کر سکتی، اس مسئلہ میں فقہاء کے مسالک حسب ذیل ہیں:

(۱) یہ ممانعت عام نہیں ہے بلکہ ام مہزول اور عناق کے ساتھ مخصوص ہے، جیسا کہ ابھی احادیث کے حوالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(۲) ابو صالح نے کہا: یہ ممانعت اہل الصفہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۳) حسن بصری نے کہا: یہ ممانعت ہر زانی اور ہر زانیہ کے لیے عام نہیں ہے بلکہ اس زانی اور زانیہ کے ساتھ مخصوص ہے جس کو حد میں کوڑے لگ چکے ہوں: اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس زانی کو کوڑے مارے جا چکے ہوں، وہ صرف

Marfat.com

اپنی مثل کے ساتھ نکاح کرے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۵۲، المستدرک ج ۲ ص ۲۶۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۴، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۴۶۹۷)

(۴) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اکثر اور غالب زنا کرنے والے اپنی مثل زانیہ سے ہی نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہیں۔ کرخی نے کہا ہے کہ فاسق خبیث جو زنا کرتا ہے وہ کسی نیک خاتون سے نکاح کرنے کو پسند نہیں کرتا، وہ اپنی مثل فاسقہ یا مشرکہ سے نکاح کرنے کو پسند کرتا ہے، اسی طرح فاسقہ خبیثہ عورت کسی نیک باشرع اور متقی مرد سے نکاح کرنے کو پسند نہیں کرتی بلکہ اس سے متنفر ہوتی ہے (جیسا کہ اس دور میں آزاد اور فیشن ایبل الٹرا ماڈرن لڑکیاں کسی نمازی ڈاڑھی رکھنے والے شخص سے نکاح کرنے سے نفرت کرتی ہیں) بلکہ وہ اپنے جیسے فاسق (آزاد فیشن زدہ) مرد سے نکاح کرنے کو پسند کرتی ہیں اور یہ حکم عام، اکثر اور غالب افراد کے اعتبار سے ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نیک کام تو صرف پرہیز گار لوگ کرتے ہیں حالانکہ بعض اوقات فاسق لوگ بھی نیک کام کر لیتے ہیں، اسی طرح اس آیت کا محمل یہ ہے کہ زنا کرنے والا مرد اور زنا کرنے والی عورت صرف اپنے جیسے شخص سے نکاح کرنا پسند کرتے ہیں۔

زانیہ سے مؤمن کے نکاح کی ممانعت کا منسوخ ہونا

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

سورۃ النور: ۳، سورۃ النور: ۳۲ سے منسوخ ہے اور منسوخ کرنے والی آیت یہ ہے:

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ (النور: ۳۲) تم میں سے جو مرد اور عورت بے نکاح ہوں، ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا بھی۔

اس آیت میں مطلقاً بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کرنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ زنا کار ہوں یا نہ ہوں اور جن سے ان کا نکاح کیا جائے خواہ وہ زنا کار ہوں یا نہ ہوں۔

ابوجعفر النحاس نے کہا: یہ اکثر فقہاء اور اہل فتویٰ کا قول ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا ہو اس کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کے علاوہ دوسرے شخص کے لیے بھی اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمر، سالم، جابر بن زید، طاؤس، عطا، امام مالک بن انس اور امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی نے کہا: سعید بن المسیب کا قول صحیح ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا اور دونوں کو سو سو کوڑے مارے، پھر ان کا ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کر دیا اور ان کو ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا۔ حضرت عمر، ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا اول زنا ہے اور اس کا آخر نکاح ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے باغ سے پھل چوری کرے۔ پھر اس کے مالک سے اس باغ کے پھل خرید لے، اس نے جو چوری کی تھی وہ حرام ہے اور جو مال خریدا ہے وہ حلال ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اسی اثر سے استدلال کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۱۵۶-۱۵۷، ملخصاً، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم

Marfat.com

ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں O سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں۔ تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد مہربان ہے O (النور: ۴-۵)

قذف کا لغوی معنی

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ قذف کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قذف بالحجارۃ کا معنی ہے: پتھر پھینکنا، اور قذف المحصنہ کا معنی ہے پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا اور یہ مجاز ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ قذف کا معنیٰ ہے: گالی دینا اور حدیث میں ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی کو شریک کے ساتھ تہمت لگائی، اصل میں قذف کا معنی ہے: پھینکنا، پھر یہ لفظ گالی دینے اور زنا کی تہمت میں استعمال ہوا۔ (تاج العروس ج ۶ ص ۲۱۷ مصر)

قذف کا شرعی معنی

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ قذف کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قذف کا شرعی معنی ہے: کسی محصن (مسلمان پاک دامن) کو زنا کی تہمت لگانا اور فتح القدیر میں ہے: اس پر اجماع ہے کہ حد کا تعلق اس کے ساتھ ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''جو لوگ محصنات (مسلمان اور پاک دامن) عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور پھر اس پر چار مرد گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارو'' اسی آیت میں لفظ رمی سے زنا کی تہمت مراد ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص کو دیگر گناہوں کی تہمت لگائی تو اس پر حد قذف واجب نہیں ہوگی بلکہ تعزیر واجب ہوگی اور اس آیت میں جو چار گواہ نہ لانے کی شرط لگائی ہے، اس سے زنا کی تہمت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ صرف زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کی ضرورت ہے۔ ہر چند کہ اس آیت میں محصنات کا لفظ ہے جو مؤنث کا صیغہ ہے لیکن یہ حکم مردوں کو بھی شامل ہے اور یہ بات نہیں ہے کہ صرف عورت کو زنا کی تہمت لگانے سے حد قذف واجب ہوتی ہے بلکہ مسلمان اور پاک دامن عورت یا مرد جس کو بھی زنا کی تہمت لگائی گئی اور اس کے ثبوت میں چار گواہ نہ لائے جا سکیں تو تہمت لگانے والے پر حد قذف واجب ہوگی۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۲۹-۳۰ مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ھ)

قرآن مجید کی روشنی میں قذف کا حکم

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ (النور: ۴)

اور جو لوگ مسلمان پاک دامن عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں، پھر چار مرد گواہ نہ لائیں ان کو اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کو کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں O

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ (النور: ۲۳)

بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر، مسلمان عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے O

Marfat.com

احادیث کی روشنی میں قذف کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس شخص کے قتل کو حق کے سوا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ موڑنا اور پاک دامن مسلمان بے خبر عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۶۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۷۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۷۱، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۶۱)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میری براءت نازل ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور منبر سے اترنے کے بعد آپ نے دو مردوں اور ایک عورت پر حد لگانے کا حکم دیا، سو ان کو حد لگائی گئی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۷۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۶۷)

عن محمد بن اسحاق بهذا الحديث قال فامر برجلين وامرأة ممن تكلم بالفاحشة حسان بن ثابت ومسطح بن اثاثه قال النفيلى ويقولون والمرأة حمنة بنت جحش۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۷۵)

محمد بن اسحاق نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور کہا: جن دو مردوں اور ایک عورت نے تہمت لگائی تھی آپ نے ان کو حد قذف لگانے کا حکم دیا، حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور عورت حمنہ بنت جحش تھیں۔ (رضی اللہ عنہم)

احصان کی شرائط میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب کوئی مکلف شخص محصن کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف واجب ہوتی ہے اور احصان کی پانچ شرائط ہیں:

(۱) عقل (۲) حریت (۳) اسلام (۴) زنا سے پاک دامن ہونا (۵) وہ شخص اتنا بڑا ہو کہ جماع کرسکتا ہو یا اس سے جماع کیا جاسکتا ہو۔

تمام متقدمین اور متاخرین علماء نے احصان میں ان شرائط کا اعتبار کیا ہے، البتہ داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ غلام کو تہمت لگانے سے بھی حد واجب ہوگی۔ امام احمد سے بلوغ کے متعلق مختلف روایات منقول ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ شرط ہے، امام شافعی، ابوثور اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے کیونکہ بلوغ مکلف ہونے کی ایک شرط ہے اس لیے عقل کے مشابہ ہے اور اس لیے کہ بچہ کے زنا سے حد واجب نہیں ہوتی اس لیے اگر بچہ کسی کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد بھی نہیں ہونی چاہیے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ بلوغ کی شرط نہیں ہے کیونکہ وہ آزاد، صاحب عقل اور پاک دامن ہے اور اس تہمت سے اس کو عار لاحق ہوتا ہے اور اس قول کا صدق ممکن ہے اس لیے وہ بڑے شخص کے مشابہ ہے، یہ امام مالک اور اسحاق کا قول ہے، اس روایت کی بناء پر اس کو کم از کم اتنا بڑا ہونا چاہیے جو جماع کرسکتا ہو اور لڑکا کم از کم دس سال کا اور لڑکی نو سال کی ہو۔ (المغنی مع شرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۹۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ)

Marfat.com

احصان کی شرائط میں مذہب احناف

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

احصان یہ ہے کہ جس شخص کو تہمت لگائی گئی ہے وہ (۱) آزاد (۲) عاقل (۳) بالغ (۴) مسلمان اور (۵) زنا کے فعل سے پاک دامن ہو۔ آزاد ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ قرآن مجید میں آزاد پر احصان کا اطلاق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ ان لونڈیوں کی سزا آزاد عورتوں کی نصف ہے۔

(النساء: ۲۵)

اور عقل و بلوغ کی شرط اس لیے ہے کہ بچہ اور مجنون کو زنا کی تہمت سے عار لاحق نہیں ہوتا کیونکہ ان سے فعل زنا کا تحقق نہیں ہوتا اور اسلام کی شرط اس لیے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اشرك بالله فليس بمحصن۔ (سنن دارقطنی) جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔

اور زنا سے پاک دامن ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ جو پاک دامن نہ ہو اس کو عار لاحق نہیں ہوگا اور تہمت لگانے والا اس تہمت میں سچا ہوگا۔

کوڑے مارنے کے احکام

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں: امام کو ایسے کوڑے کے ساتھ مارنے کا حکم دینا چاہیے جس میں گرہ یا پھل نہ ہوں (یعنی درخت کی ایسی شاخ سے مارا جائے جس میں گرہ نہ ہو اور نہ پھل ہوں) اور متوسط ضرب کے ساتھ مارنا چاہیے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوڑے مارنے لگے تو انہوں نے درخت کی شاخ سے پھل کاٹ دیے، اور متوسط ضرب وہ ہوتی ہے کہ نہ تو اس سے چوٹ کا نشان پڑے اور نہ ایسی ضرب ہو جس سے بالکل تکلیف نہ ہو، کیونکہ پہلی صورت میں ہلاکت کا خدشہ ہے اور دوسری صورت میں کوڑے لگانے کا مقصد فوت ہو جائے گا، مجرم جس کے کوڑے لگائے جائیں اس کے کپڑے اتار لیے جائیں اور صرف چادر (تہبند) باقی رہے اور اس کے جسم کے متفرق اعضاء پر کوڑے مارے جائیں کیونکہ ایک جگہ کوڑے مارنے سے اس کی ہلاکت کا خدشہ ہے اور اس کے سر، چہرہ اور شرمگاہ پر کوڑے نہ مارے جائیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد لگانے والے سے فرمایا: مردوں کو کھڑا کر کے کوڑے ماریں، کوڑے مارتے وقت کوڑے مارنے والا کوڑے کو اپنے سر سے اوپر نہ اٹھائے۔ کوڑے مارے جانے میں مرد اور عورت کے مساوی احکام ہیں۔ البتہ عورت کے صرف فالتو کپڑے اتارے جائیں گے سارے کپڑے اتار کر یا صرف تہبند میں حد نہیں لگائی جائے گی اور اس کو بٹھا کر حد لگائی جائے گی۔ (ہدایہ اولین ۴۸۹-۴۹۰، ملتان)

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ کوڑے مارنے کے لیے درخت کی ایسی شاخ لی جائے جس میں کوئی گرہ ہو نہ کوئی پھل ہو، نہ وہ سوکھی ہوئی خشک شاخ ہو، اگر وہ خشک شاخ ہو تو اس کو چھیل کر نرم کر لیا جائے، کیونکہ امام ابن شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حکم کیا جاتا تھا کہ درخت کی شاخ سے پھل کاٹ لیے جائیں، پھر اس کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کے کوٹ کر نرم کیا جائے، پھر اس سے کوڑے لگائے جاتے۔ علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ ایسی شاخ سے ضرب نہ لگائی جائے جس کی کوئی جانب خشک اور سوکھی ہوئی ہو کیونکہ اس سے زخم لگے گا یا نشان پڑ جائے گا اور

Marfat.com

نہ اس شاخ میں کوئی گرہ یا پھل ہو، کیونکہ امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے لائق حد جرم کیا ہے مجھ پر حد جاری کیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑا منگوایا تو ایک سخت ٹہنی لائی گئی جس میں پھل تھے، آپ نے فرمایا: اس سے کم لاؤ، پھر ایک نرم شاخ لائی گئی، آپ نے فرمایا اس سے کچھ زیادہ لاؤ، پھر ایک درمیانی شاخ لائی گئی، آپ نے فرمایا: یہ ٹھیک ہے، پھر آپ نے اس سے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ متوسط شاخ سے کوڑے لگائے جائیں۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۱۵-۱۶، سکھر)

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان اور پاک دامن مرد یا عورت پر کسی مکلف نے زنا کی تہمت لگائی اور اس پر چار گواہ نہیں پیش کیے تو اس پر اسی (۸۰) کوڑے حد لازم ہوگی۔

جس پر حد قذف لگ چکی ہو اس کی شہادت قبول کرنے میں اختلاف فقہاء

جو شخص کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے، پھر اس پر چار گواہ نہ پیش کر سکے اس کے متعلق تین حکم بیان فرمائے:

ایک یہ کہ اس کو اسی (۸۰) کوڑے مارو، دوسرا یہ کہ ان کی شہادت کو کبھی قبول نہ کرو اور تیسرا یہ کہ وہی فاسق ہیں۔ اس کے بعد فرمایا: سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

اس پر اجماع ہے کہ اس استثناء کا تعلق کوڑے مارنے کی سزا کے ساتھ نہیں ہے یعنی اگر کسی شخص نے تہمت لگانے کے بعد اس تہمت سے رجوع کر لیا اور یہ کہا کہ میں نے جھوٹ بولا تھا تو اس کو پھر بھی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے۔ البتہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس توبہ کے بعد اس کی شہادت قبول کی جائے گی یا نہیں۔ قاضی شریح، ابراہیم نخعی، حسن بصری، سفیان ثوری اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی توبہ اب بھی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور اس سے استثناء کا تعلق فسق سے ہے، یعنی توبہ کرنے کے بعد وہ فاسق نہیں ہیں۔

اور ائمہ ثلاثہ نے یہ کہا ہے کہ اس استثناء کا تعلق توبہ قبول نہ کرنے کے ساتھ ہے یعنی تہمت لگانے کے بعد اس نے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو پھر اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۱۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ائمہ ثلاثہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ صحیح بخاری میں ہے:

حضرت ابوبکرہ، شبل بن معبد اور نافع نے حضرت مغیرہ بن شعبہ پر زنا کی تہمت لگائی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کو اسی، اسی (۸۰، ۸۰) کوڑے مارے کیونکہ یہ چار گواہ نہیں پیش کر سکے تھے۔ پھر فرمایا کہ جو ان میں سے توبہ کر لے گا اس کی شہادت قبول کر لی جائے گی۔ شبل اور نافع نے اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیا اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے قول پر قائم ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الشہادات)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکرہ، نافع اور شبل نے حضرت مغیرہ کے خلاف زنا کی شہادت دی اور زیاد بن ابو سفیان نے ان کی شہادت کے خلاف شہادت دی، حضرت عمر نے ان تینوں کو کوڑے مارے اور فرمایا: تم میں سے جس نے اپنی شہادت سے رجوع کر لیا اس کی شہادت قبول کر لی جائے گی۔ حضرت ابوبکرہ نے اپنی شہادت سے رجوع کرنے سے انکار کر دیا۔ ان چاروں نے حضرت مغیرہ کو الرقطاء ام جمیل بنت عمرو الہلالیہ کے پیٹ کے اوپر دیکھا، انہوں نے جا کر حضرت عمر سے

Marfat.com

شکایت کی، حضرت عمر نے حضرت مغیرہ کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت ابوموسیٰ کو بصرہ کا گورنر بنا دیا، اور حضرت مغیرہ کو حاضر کیا گیا، اول الذکر تینوں نے ان کے خلاف زنا کی شہادت دی اور زیاد بن ابوسفیان نے قطعی شہادت نہیں دی اور کہا: میں نے بہت قبیح منظر دیکھا تھا اور میں نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ فعل کیا تھا یا نہیں، تب حضرت عمر نے ان تینوں پر حد قذف جاری کی۔ حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے کہ زیاد نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک لحاف میں دیکھا، میں نے ان کا زور زور سے سانس سنا اور اس کے بعد کیا ہوا اس کا مجھے پتہ نہیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۵۳-۸۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ) (تبیان القرآن ج ۸ ص ۴۳-۴۷، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور، ۱۴۲۵ھ)

۳۱- بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: اگر میں کسی کو بغیر گواہ کے سنگسار کرتا

۵۳۱۰- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ ذُكِرَ التَّلَاعُنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذٰلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ يَشْكُو إِلَيْهِ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ مَا ابْتُلِيتُ بِهٰذَا الْأَمْرِ إِلَّا لِقَوْلِي فَذَهَبَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ وَكَانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبْطَ الشَّعَرِ وَكَانَ الَّذِي ادَّعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَ أَهْلِهِ خَدْلًا آدَمَ كَثِيرَ اللَّحْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ فَجَاءَتْ شَبِيهًا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَهُ فَلَاعَنَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمَا قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ هِيَ الَّتِي قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ رَجَمْتُ هٰذِهِ فَقَالَ لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ فِي الْإِسْلَامِ السُّوءَ قَالَ أَبُو صَالِحٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ آدَمَ خَدِلًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، از یحییٰ بن سعید از عبدالرحمٰن بن القاسم از القاسم بن محمد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرایا، تو عاصم بن عدی نے اس کے متعلق کوئی بات کہی، پھر وہ واپس چلے گئے، تو ان کی قوم سے ایک مرد آیا اور اس نے یہ شکایت کی کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا، تو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس معاملے میں صرف اپنی بات کی وجہ سے مبتلا ہوا ہوں، پھر وہ اس مرد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور آپ کو بتایا کہ اس مرد نے اپنی بیوی کے پاس ایک مرد کو پایا، اور وہ مرد زرد رو تھا، اس کے جسم پر گوشت کم تھا، اس کے بال سیدھے تھے، اور وہ مرد جس کے خلاف یہ دعویٰ کیا تھا کہ اسے اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا ہے وہ موٹی پنڈلیوں والا، گندم گوں اور پُر گوشت تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ کے حضور) عرض کیا: اے اللہ! اس کا فیصلہ فرما دے، پھر اس مرد کی بیوی کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا جو اس مرد کے مشابہ تھا، جس کے متعلق اس کے خاوند نے کہا کہ اس نے اس مرد کو اپنی بیوی کے پاس پایا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان لعان کرایا، یعنی انہوں نے ایک دوسرے پر لعنت کی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک مرد نے اس مجلس میں

Marfat.com

پوچھا گیا: یہ وہی عورت ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں بغیر کسی گواہ کے کسی کو رجم کرتا یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دیتا تو میں اس عورت کو رجم کر دیتا؟ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: نہیں، یہ وہ عورت تھی جس نے اسلام کا اظہار کیا اور مسلمان ہونے کے بعد برے کام کرتی تھی، ابوصالح اور عبداللہ بن یوسف نے کہا: آدم خدلا، یعنی وہ گندمی چہرے والا موٹی پنڈلیوں والا شخص تھا۔

(صحیح بخاری: ۵۳۱۶، ۶۸۵۵، ۶۸۵۶، ۷۲۳۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۷، نسائی: ۳۴۷۰، ابن ماجہ: ۲۵۶۰، احمد: ۲۰۹۶)

بغیر گواہی اور ثبوت کے کسی کو رجم کرنے کا عدم جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المھلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے بیان کیا: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کبھی انسان اپنی بات کی وجہ سے کسی آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے، کیونکہ حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ کہا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے تو وہ طیش میں آ کر اس کو تلوار سے قتل کر دے گا، حتیٰ کہ پھر اس کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا، پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کو جو حضرت عاصم بن عدی کی قوم کے ایک مرد تھے، اس معاملہ میں مبتلا کر دیا تا کہ اللہ تعالیٰ دکھائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معاملے میں کس طرح فیصلہ کرتے ہیں اور تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کسی کے خون پر دوسرے کو محض اس کے دعویٰ سے مسلط نہیں کیا جاتا اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہوتا ہے تا کہ زمانہ جاہلیت کی رسم منقطع ہو جائے۔

رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو بغیر گواہ کے سنگسار کرتا''۔ تو آپ کا یہ ارشاد اس عورت کے متعلق تھا جو برے کام کرتی تھی، یعنی اگر میں اللہ تعالیٰ کے حق سے اور اس کے حکم سے تجاوز کرتا اور بغیر دلیل کے کسی کو رجم کر دیتا تو میں اس عورت کو رجم کر دیتا، کیونکہ اس کے خلاف دلائل قائم ہو چکے ہیں لیکن کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی گواہ اور ثبوت کے اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح کی ہے کہ اس کی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ اس کے بندوں کے جرائم پر ستر کیا جائے اور ان کی پردہ پوشی کی جائے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اس معاملہ کا فیصلہ فرما دے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی حرص تھی کہ آپ کو بھی کسی مسئلہ کے باطن اور مخفی امر کا علم ہو جائے جس سے آپ حقیقتِ حال کے اوپر واقف ہو جائیں، اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم یہ دیا ہے کہ آپ ظاہر کے مطابق فیصلہ فرمائیں، اور تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ شریعت رہی ہے کہ وہ ظاہر دلائل کی بناء پر فیصلہ کرتے ہیں تا کہ ان انبیاء علیہم السلام کے بعد یہ سنت قائم ہو جائے کہ ان کی امت تو وحی پر مطلع نہیں ہو سکتی جس سے ان کو بواطنِ امور پر اطلاع ہو جائے۔

Marfat.com

''خدل'' کا لغوی معنی

علامہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس حدیث میں ''خدل'' کا لفظ ہے اور خدل کا معنی ہے: جس کی موٹی موٹی پنڈلیاں ہوں اور یہ پتلی پنڈلیوں والے کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: ''رجل ھمش الساقین'' جب کسی شخص کی پنڈلیاں پتلی ہوں، اور خدل کہا جاتا ہے: جب کسی شخص کی پنڈلیاں موٹی ہوں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا باطنی امور پر مطلع ہونے کے لیے حریص ہونا

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: ''اللھم بین''، یعنی اے اللہ! تو اس مخفی معاملے کو مجھ پر منکشف فرمادے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی انسان اپنے قول کی وجہ سے کسی آزمائش کی وجہ سے مبتلا ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کہا کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے اور طیش میں آ کر اس کو قتل کردے، تو وہ اپنے اس قول کی وجہ سے اپنی قوم کے ایک مرد یعنی حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں مبتلا ہو گئے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو دکھائے کہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کیا حکم فرماتا ہے اور تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ محض کسی کے دعوے کی وجہ سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور کسی کو قتل کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے جائز ہوتا ہے تا کہ زمانہ جاہلیت کی رسم کا خاتمہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے کا عدم جواز

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: ''اگر میں کسی کو بغیر گواہ کے رجم کردیتا''۔

یہ آپ نے اس عورت کے متعلق فرمایا جو علی الاعلان برے کام کرتی تھی، یعنی اگر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز کرتا اور اس عورت کو رجم کر دیتا کیونکہ اس عورت کے فسق کے اوپر دلائل قائم تھے لیکن کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر گواہ اور ثبوت کے کسی کو رجم کرے اور سنگسار کرے اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے۔ اور رب جل جلالہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ بندوں کے جرائم کی پردہ پوشی کی جائے۔

باطنی امور پر مطلع ہونے کی حرص

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: ''اللھم بین'' اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو یہ حرص تھی کہ آپ کو کسی مسئلہ کے باطن پر مطلع کیا جائے تاکہ آپ اس کی حقیقت سے واقف ہو جائیں، اگرچہ آپ کی محکم شریعت یہ ہے کہ ظاہر کی بناء پر فیصلہ کیا جائے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی یہی شریعت ہے کہ وہ ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، تا کہ ان انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کی امتوں میں یہ سنت ہو جائے، کہ وہ بھی ظاہر کے مطابق فیصلہ کریں کیونکہ امتیوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی وحی پر مطلع ہونے پر کوئی سبیل اور کوئی ذریعہ نہیں ہے جس سے وہ بواطنِ امور کو جان سکیں۔

حدیث مذکور میں بعض مشکل الفاظ کے لغوی معانی

''الخدل'' (خا پر زبر ہے اور دال پر جزم)، اس کا معنی ہے: جس کی پنڈلیاں بہت بھری بھری اور موٹی ہوں۔ اور یہ

Marfat.com

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کے متعلق سوال کیا جو حضرت عُویمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق حکم معلوم کریں، اور میں نے اس کو صرف اس لیے وثوق سے کہا ہے کہ مجھ پر یہ منکشف ہوگیا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے القاسم بن محمد سے جو روایت کی ہے وہ قصہ واحدہ ہے، اس کے برخلاف جو عکرمہ البربری المتوفی ۱۰۵ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت کی ہے، وہ ایک دوسرا قصہ ہے جیسا کہ سورۂ نور کی تفسیر میں اس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، حافظ ابن عبد البر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے بیان کیا ہے کہ قاسم بن محمد نے لعان کا قصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے جس طرح حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس کی روایت کی ہے، اور اس میں یہ تغیر کر دیا کہ لعان کرنے والے حضرت عُویمر رضی اللہ عنہ ہیں اور میں نے سورۂ نور میں اس کی توجیہ ذکر کر دی ہے۔ اس بناء پر حضرت عاصم کا جو مبہم قول قاسم بن محمد کی روایت میں ہے وہ یہ ہے کہ ''آپ یہ بتائیے کہ ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے، تو آپ اس کو قصاص میں قتل کر دیں گے؟''۔ اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان دونوں قصوں کی معا روایت کی ہے اور ان احادیث کے تعدد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ان حدیثوں کا سیاق مختلف ہے، اور ایک حدیث میں اس چیز کا ذکر نہیں ہے جو دوسری حدیث میں ہے۔

مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کے معانی

''پس حضرت عاصم بن عدی کی قوم میں سے ایک مرد آیا'': وہ حضرت عُویمر العجلانی رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اس مرد کی تفسیر حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت عاصم بن عدی کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے، کیونکہ ہلال بن امیہ بن عامر بن عبد القیس کا تعلق بنو واقف سے ہے، اور وہ مالک بن امرء القیس بن مالک بن العوف ہیں۔ لہٰذا وہ بنو عمر بن عوف کے ساتھ مجتمع نہیں ہے جن کی طرف حضرت عاصم بن عدی کا حلف پہنچتا ہے، سوا حضرت مالک بن العوس کے، کیونکہ حضرت عمرو بن عوف وہ ابن مالک ہیں۔

''پس حضرت عاصم بن عدی نے کہا: میں اس آزمائش میں صرف اپنی بات کی وجہ سے مبتلا ہوا ہوں'': اس کی مراد پہلے واضح ہو چکی ہے، کیونکہ حضرت عُویمر بن عمرو کے نکاح میں حضرت عاصم بن عدی کی صاحبزادی تھیں یا ان کی بھتیجی تھیں، اسی وجہ سے حضرت عاصم بن عدی نے اس قصے کی اپنی ذات کی طرف اضافت کی ہے، کیونکہ انہوں نے کہا کہ ''میں اس آزمائش میں صرف اپنی بات کرنے کی وجہ سے مبتلا ہوا ہوں''۔ یعنی میں نے اس چیز کا سوال کیا جو واقع نہیں ہوئی تھی، گویا کہ انہوں نے کہا کہ اس وجہ سے مجھے میرے اہلِ بیت کے متعلق سزا دی گئی۔

صحیح بخاری کے ایک شارح علامہ الداؤدی متوفی ۴۰۴ھ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مثلاً اگر میں کسی شخص کو اس حال میں پاتا کہ وہ میری بیوی کے ساتھ ناجائز کام میں مشغول ہوتا تو میں اس کو قتل کر دیتا، یا انہوں نے اس کو کسی اور الفاظ کے ساتھ تعبیر کیا اور وہ اس آزمائش کے ساتھ مبتلا ہو گئے۔ علامہ داؤدی کی یہ شرح بھی واقع سے بہت دور ہے، کیونکہ مقاتل بن حیان سے امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۵ھ نے روایت کی ہے کہ حضرت عاصم نے کہا: ''انا للہ وانا الیہ راجعون ھذا'' اللہ کی قسم میرا یہ سوال اس لیے تھا کہ لوگوں کے درمیان اس قسم کا معاملہ پیش آسکتا ہے جس میں، میں مبتلا ہوا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری

Marfat.com

جان ہے، اگر میں اس مرد کو اس حالت میں پاتا تو میں تلوار سے اس کا سر قلم کر دیتا اور یہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ متوفی ۱۵ ھ تھے! جس طرح ان کا واقعہ باب الغیرت میں مذکور ہے۔

حضرت عاصم بن عدی کے قصہ کا تعدد

اور امام ابوجعفر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے از ایوب از عکرمہ مرسلاً روایت کی ہے جس کو امام ابن مردویہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ (النور: ۴) اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں دیکھتا کہ "کوئی مرد میری بیوی کے ساتھ بدکاری کر رہا ہے"۔ پھر انہوں نے اس قصہ کا ذکر کیا اور اس میں یہ مذکور ہے: سو اللہ کی قسم! ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اس قصے کا ذکر کیا اور یہ قصہ سنن ابوداؤد کے اندر از عباد بن منصور از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکور ہے۔ پس اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ حضرت عاصم بن عدی کا یہ قول حضرت عُویمر العجلانی رضی اللہ عنہ کے قصہ کے متعلق ہے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا قصہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے قصہ کے متعلق ہے، سو یہ دونوں حدیثیں مختلف ہیں۔ اور جس چیز سے اس قصے کا تعدد ظاہر ہوتا ہے اور اس تعدد کی تائید اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے آخر میں امام حاکم نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا کہ مدینہ میں اس قصہ کے متعلق بہت شور و شغف تھا اور امام ابوداؤد کی سنن اور دوسروں نے روایت کی ہے کہ عکرمہ البربری متوفی ۱۰۵ ھ نے بیان کیا جو اس کے بعد اہلِ مصر پر گورنر تھے اور جن کو ان کے باپ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، پس یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ملاعنہ کے بعد جو بیٹا پیدا ہوا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک زمانہ تک زندہ رہا اور عکرمہ کی روایت میں جو مذکور ہے کہ وہ مصر پر امیر تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خاص مصر کے گورنر نہیں تھے بلکہ شہروں میں سے کسی شہر کے گورنر تھے، اور ہمارے بعض مشائخ نے یہ گمان کیا کہ ان کی مراد مصر کا مشہور شہر ہے، پس انہوں نے کہا: اس پر اعتراض ہے، کیونکہ مصر کے حکام معروف ہیں اور ان کا شمار کیا گیا ہے اور یہ عکرمہ بربری ان میں سے نہیں ہیں۔

اور امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ ھ نے الطبقات الکبریٰ میں عبداللہ بن جعفر سے یہ روایت کی ہے کہ ملاعنہ کے نتیجہ میں جو بیٹا پیدا ہوا، وہ اس کے بعد دو سال تک زندہ رہا اور مر گیا اور یہ روایت بھی اس کی تقویت کرتی ہے کہ یہ قصہ متعدد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مصفرا کا معنی: میم پر پیش ہے اور صاد پر جزم ہے اور را پر تشدید ہے، یعنی مُصْفَرًّا، اور اس کا معنی ہے کہ اس کا سخت زرد رنگ تھا اور یہ تفسیر حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ ھ کی تفسیر کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ حضرت سہل بن سعد کی حدیث میں مذکور ہے کہ وہ سرخ رنگ کا تھا، یا زیادہ سرخ رنگ تھا، کیونکہ یہ اس شخص کا اصلی رنگ تھا اور بعد میں زردی اس کے سرخ رنگ پر غالب ہو گئی، اور اس حدیث میں مذکور ہے: وہ قلیل اللحم تھا، یعنی اس کا جسم نحیف اور لاغر تھا اور اس حدیث میں ہے: سبط الشعر، یعنی اس کے بال سیدھے تھے، گھنگریالے نہیں تھے۔

خدلا کا معنی: خا پر زبر ہے اور دال ساکن ہے اور لام پر تشدید ہے، یعنی خَدْلًا، اس کا معنی ہے: اس کی پنڈلیاں بھری بھری تھیں، اور ابوالحسین بن فارس نے کہا: "ممتنع الاعضاء" یعنی اس کے تمام اعضاء بھرے بھرے تھے، گداز تھے، اور امام ابوجعفر طبری متوفی

Marfat.com

۳۱۰ھ نے کہا ہے یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ جب اس کی ہڈیاں چوڑی ہوں اور گوشت کے ساتھ بھری ہوئی ہوں۔

کثیر اللحم کا معنی: یعنی اس کا تمام جسم گوشت سے پُر تھا، یہ ہوسکتا ہے کہ یہ خدلاً صفت مبینہ ہو، کیونکہ خدل کا معنی ہے: جس کا بدن بھرا بھرا ہو، اور جس نے یہ کہا کہ اس کی پنڈلیاں بھری بھری تھیں، تو ہوسکتا ہے اس میں تخصیص کے بعد تعمیم ہو، اور سلیمان بن بلال کی روایت جو آنے والی ہے اس میں مذکور ہے کہ اس کے بال سخت گھنگھریالے تھے، اور اس کی تفسیر حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں گزر چکی ہے، اور یہ صفت اس صفت کے موافق ہے جو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے، کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ اس کی سرین بڑی بڑی تھی اور اس کی پنڈلیاں بھری بھری تھیں الخ۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! اس کی حقیقت بیان فرما دے'': اس کی شرح چار ابواب کے بعد عنقریب آئے گی۔

''فجاءت'' سلیمان بن بلال کی روایت میں ہے کہ اس عورت کا حمل وضع ہوگیا یعنی اس کے ہاں بچہ پیدا ہوگیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان لعان کرایا'': اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان لعان مؤخر ہوگیا حتیٰ کہ اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوگیا، پس جس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ان کے درمیان لعان کرایا تو یہ اس کے بعد کا واقعہ ہے، یعنی اس عورت کے ہاں بچہ ہونے کے بعد آپ نے لعان کرایا، پس وہ مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور اس نے آپ کو بتایا کہ اس نے اپنی بیوی کے پاس ایک مرد کو پایا اور اس کے ہاں ویسا ہی بچہ پیدا ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا، اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ وہی مرد تھا اور اس کی شکایت کی وجہ یہ تھی جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ اس پر دلائل قائم ہیں جیسا کہ قاسم کی روایت میں ہے جو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موافق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا محمل کہ اگر میں کسی کو بغیر گواہ اور ثبوت کے رجم کرتا تو اس عورت کو میں رجم کردیتا

بعض فقہاء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی عورت لعان کرنے سے انکار کرے تو اس کے اوپر حد واجب نہیں ہوتی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں بغیر ثبوت کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا، گویا آپ نے اس عورت سے حد کو ساقط کردیا اور یہ الاوزاعی کا قول ہے اور فقہاء احناف کا قول ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ حدود لعان سے انکار کرنے سے ساقط نہیں ہوتیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ اگر میں کسی کو بغیر ثبوت کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا تو یہ صرف لعان کے سبب سے آپ کا ارشاد نہیں ہے۔ یعنی کسی بھی معاملے میں بغیر کسی ثبوت اور گواہی کے کسی کو رجم نہیں کیا جائے گا اور کسی پر حد جاری نہیں کی جائے گی، اور اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا کہ جب کوئی عورت لعان سے انکار کرے تو اس کو قید کرلیا جائے اور اس کو دھمکایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اگر تم نے لعان نہیں کیا تو تم کو رجم کردیا جائے گا کیونکہ اگر وہ صراحتاً زنا کا اقرار کرلیتی اور پھر اس اقرار سے رجوع کرلیتی تو اس کو رجم نہ کیا جاتا، تو اس کو کیسے رجم کیا جائے گا کہ جب اس نے لعان کرنے سے انکار کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا محمل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس مجلس میں کہا: عنقریب اس کی شرح اس باب میں آئے گی کہ جس میں امام نے کہا: اللهم بينه، اے اللہ مجھ پر حقیقتِ حال کو واضح فرما دے۔

Marfat.com

خدلاً کا معنی اور تعلیق مذکور کی تحقیق:

خدل کے لفظ میں دال پر جزم ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خاء اور دال دونوں پر زبر ہے اور اہل اللغت نے جزم کا بھی ذکر کیا ہے اور اس حدیث کی تعلیق میں جو ابو صالح کا ذکر ہے اس سے مراد عبد اللہ بن صالح ہے، جو لیث کے منشی ہیں، اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ متوفی ۳۱ھ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے ابو صالح نے کہا اور عبد اللہ بن یوسف کی روایت میں ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب الحدود میں سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۳-۵۱۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۱۰ کی سند کے بعض رجال کا تعارف

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی سعید بن عُفیر سے روایت کی، اور ان کا نام سعید بن کثیر بن عُفیر ہے (عین پر پیش ہے اور فا پر زبر ہے) یہ الانصار المصری کے آزاد شدہ غلام ہیں، اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، یہ الانصاری ہیں، جو القاسم بن محمد سے روایت کر رہے ہیں، اور عبد الرحمٰن بن القاسم اپنے والد القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور امام احمد بن شعیب النخعی متوفی ۳۰۳ھ کی سنن میں ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کی تخریج

امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب المحاربین میں از عبد اللہ بن یوسف روایت کی ہے اور کتاب الطلاق میں از اسماعیل بن ابی اویس روایت کی ہے، اور امام مسلم نے اس حدیث کی کتاب اللعان میں از محمد بن رمح سے روایت کی ہے اور امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی متوفی ۳۰۳ھ نے اس حدیث کی کتاب الطلاق میں اور کتاب الرجم میں عیسیٰ بن حماد سے روایت کی ہے اور کتاب الطلاق میں انہوں نے اس حدیث کی روایت یحییٰ بن محمد سے کی ہے۔

حدیث مذکور کی مشکل عبارات اور مبہم الفاظ کے معانی

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کا ذکر کیا گیا'': یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس بات کا ذکر کیا اور ان الفاظ کو حذف کر دیا اور اس کی تصریح سلیمان کی روایت میں ہے جو عنقریب آئے گی۔

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کا ذکر کیا گیا'': یہ مجہول کا صیغہ ہے، یعنی لعان کی نسبت کی گئی، یعنی اس مرد کے حکم کا بیان کیا گیا جس نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی، پھر اس تہمت کو تلاعن یا لعان کے ساتھ تعبیر کیا کیونکہ اس تہمت لگانے کا مآل اور مرجع لعان تھا جو لعان سے متعلق آیت کے نازل ہونے کے بعد ہوا، اور سلیمان کی روایت میں دونوں لعان کرنے والوں کا ذکر ہے۔

حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کا تعارف اور تذکرہ

''پس عاصم بن عدی نے کہا'': اس سے مراد ہے العجلان بن حارثہ بن ربیعہ العجلانی البدری کے دادا کا بیٹا ہے، اور وہی حضرت عُوَیمر العجلانی کے صاحب تھے جنہوں نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ الانصاری سے کہا تھا کہ اے عاصم! تم میرے لیے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثِ لعان کے متعلق سوال کرو اور حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں حاضر تھے اور غزوہ احد میں حاضر تھے اور غزوہ خندق میں حاضر تھے اور تمام مشاہد میں حاضر تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ خود غزوہ بدر میں حاضر نہیں تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خلیفہ بنایا تھا جب آپ بدر کی طرف روانہ ہوئے تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہلِ قباء پر خلیفہ بنایا تھا جب آپ غزوہ بدر کی طرف روانہ ہوئے تھے اور آپ نے ان کو اہل عالیہ پر بھی خلیفہ بنایا تھا اور وہ خود غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے لیکن چونکہ وہ غزوہ بدر میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہو کر آئے تھے تو گویا کہ وہ بھی غزوہ بدر میں حاضر ہونے والے صحابہ میں سے تھے اور ان کا شمار ان ہی میں ہوتا تھا اور حضرت عاصم بن عدی کی وفات ۴۵ھ میں ہوئی تھی اور اس وقت ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔

محض کسی کے دعویٰ کی وجہ سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا صریح حکم نہ آجائے

فی ذالک: یعنی حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ نے ایک بات کہی اور یہ بات انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہی کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے تو وہ اس پر تلوار مار کر اس کو قتل کر دے گا، پس حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ جو حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کی قوم کے ایک مرد تھے وہ اس معاملہ میں مبتلا ہوئے، تا کہ اللہ تعالیٰ یہ دکھائے کہ اس معاملہ میں کس طرح فیصلہ کیا جاتا ہے اور تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ فیصلہ منکشف ہو جائے اور آپ یہ جان لیں کہ محض کسی کے دعوے سے کسی کا خون بہانا جائز نہیں ہے اور خون بہانا صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے جائز ہوتا ہے، تا کہ زمانہ جاہلیت کی رسم منقطع ہو جائے۔

علامہ عینی کا علامہ کرمانی کی شرح پر رد کرنا

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عاصم بن عدی نے جو بات کہی وہ ایسی بات تھی کہ اس بات کا کرنا نامناسب ہے کیونکہ وہ بات نفس کے تکبر پر اور فخر پر اور غیرت پر دلالت کرتی ہے اور وہ بات کسی دلیل کے بغیر ہے۔ (الکواکب الدراری ج ۱۹ ص ۲۲۳-۲۲۴، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ)

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ علامہ کرمانی کا یہ کلام حقائق اور واقعات سے بہت دور ہے، پھر ابن حجر نے بہت طویل کلام کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۳، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی کی عبارت میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو حقیقت اور واقع سے دور ہو، لیکن علامہ کرمانی نے اس میں یہ تصریح نہیں کی ہے کہ حضرت عاصم بن عدی نے اپنے قول میں یہ نہیں بتایا کہ اگر وہ اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پاتے تو تلوار سے اس کو مار ڈالتے اور انہوں نے اس عبارت کا ذکر مقتضائے نفس سے کیا، کہ وہ ایسا فعل کرتے کہ جس شخص میں کوئی غیرت ہوتی اور جس کو اپنے نسب پر فخر ہوتا تو وہ ایسی صورت میں اس عورت کو قتل کر دے، رہا یہ کہ انہوں نے اس بات کی نسبت اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے فیصلہ کی طرف نہیں کی تو یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عاصم بن عدی کو یہ علم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں کیا فیصلہ کیا ہے حتیٰ

Marfat.com

کہ وہ اس آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے مناقشہ کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ عینی کے اس اعتراض کا اپنی کتاب انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح بخاری میں کوئی ذکر نہیں کیا۔ (ج ۲ ص ۳۰۹، شرکۃ الریاض، ۱۴۱۸ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ بدرالدین عینی حنفی نے جو علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ کا دفاع کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے اعتراض کو ان سے اٹھایا ہے، اس کا جواب دینے سے حافظ ابن حجر عسقلانی عاجز ہو گئے، لہٰذا انہوں نے انتقاض الاعتراض میں علامہ عینی کے اس اعتراض اور علامہ کرمانی کی طرف سے جو انہوں نے دفاع کیا ہے، اس کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ اور یہ ان کی کتاب انتقاض الاعتراض میں کوئی پہلا موقع نہیں ہے بلکہ اکثر مقامات پر جہاں وہ علامہ عینی کے اعتراضات کے جوابات سے عاجز ہو جاتے ہیں تو وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے ایک اور مناقشہ

حضرت عاصم بن عدی نے کہا کہ میں صرف اپنے اس قول کی وجہ سے مبتلا ہو گیا اور ان کا وہ قول یہ تھا کہ اگر میں کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ پاؤں تو میں تلوار سے اس کی گردن ماردوں گا، یا اگر کوئی شخص ان کو عار دلاتا تو وہ اس میں مبتلا ہو جاتے، اسی طرح اس حدیث کی شرح صحیح بخاری کے ایک شارح علامہ داؤدی متوفی ۴۰۴ھ نے کی ہے اور اس شرح پر حافظ ابن حجر عسقلانی نے رد کیا اور کہا ہے کہ یہ شرح بھی حقائق اور واقعات سے بہت دور ہے کیونکہ مقاتل بن حیان سے امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے روایت کی ہے کہ حضرت عاصم نے کہا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' اللہ کی قسم! میں نے تو یہ سوال صرف اس لیے کیا تھا کہ لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے اور میں خود اس میں مبتلا ہو گیا، اور جو یہ انہوں نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھتا تو تلوار سے اس کی گردن اڑا دیتا تو یہ حضرت عاصم بن عدی نہیں تھے بلکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر کا یہ قول غلط ہے، کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا قول حضرت بلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے متعلق ہے اور حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کا قول حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے، پس یہ دونوں حدیثیں مختلف ہیں۔

اور ابن سیرین نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرد نے ایک شخص کے اوپر ایک پیسہ کی تہمت لگائی، پھر وہ اس پر نادم ہوئے اور سزا کا چالیس سال تک انتظار کرتے رہے، پھر انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۵۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مُصفرًا کا معنی:

مُصفرًا کے لفظ میں را پر تشدید ہے یعنی ان کا سخت زرد رنگ تھا، اور یہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ ان کا رنگ بہت سرخ تھا یا بہت گہرا رنگ تھا کیونکہ سرخ رنگ ان کا اصلی تھا اور خوف کی بنا پر ان کا رنگ

Marfat.com

ظاہر ہو گیا اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ قلیل اللحم تھے یعنی ان کا جسم بہت لاغر اور نحیف تھا۔

سبط الشعر کا معنی

سین پر زبر ہے اور با کے نیچے زیر ہے اور با پر جزم بھی ہے اور سبط الشعر کا معنی ہے: جس کے بال سیدھے ہوں، یعنی گھنگریالے بال نہ ہوں۔

خدلاً کا معنی

خدلاً میں خا پر زبر ہے اور دال پر جزم ہے اور اس کا معنی ہے کہ جس کی پنڈلی بھری بھری اور گداز ہو، اور ابن الفارس نے کہا: اس کے اعضاء بھرے بھرے ہوں اور امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا: یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کی ہڈیاں چوڑی چکلی ہوں اور ان پر گوشت بھرا ہوا ہو، بخاری کے ایک اور شارح علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ بعض کتابوں میں یہ لفظ اس طرح منضبط ہے کہ دال کے نیچے زیر ہے اور لام پر جزم ہے اور بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ لام پر تشدید ہے اور بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ دال ساکن ہے، اسی طریقہ سے کتب لغت میں مذکور ہے اور ابوصالح اور ابن یونس نے بھی اس لفظ کو اسی طرح منضبط کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا محمل

اس حدیث میں مذکور ہے: اے اللہ! مجھے حقیقتِ حال پر مطلع فرما دے، یعنی اس مسئلہ کا حکم بیان فرما دے، اس کی شرح میں یہ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کو اس پر حرص تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مسئلہ کے باطن پر مطلع فرما دے جس سے آپ اس واقعہ کی حقیقت پر واقف ہو جائیں، ہر چند کہ آپ کی شریعت میں یہ مقرر تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ ظاہری دلائل کے مطابق فیصلہ فرمائیں اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں میں یہ مقرر ہے کہ وہ ظاہری دلائل کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں تاکہ یہ ان کے بعد ان کی امتوں میں نمونہ بن جائے کہ ان کی امت وحی کے حصول کی طرف کوئی سبیل نہیں پاتی، کس وحی سے ان کو بواطنِ امور پر اطلاع ہو جائے۔

آیا اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے سے پہلے لعان ہوا تھا یا بچہ پیدا ہونے کے بعد لعان ہوا تھا

سلیمان بن بلال کی روایت میں ہے کہ اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان لعان کرایا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ لعان بچہ کے پیدا ہونے سے پہلے ہوا تھا جیسا کہ عطف کا تقاضا ہے فلاعن اور اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے لعان کے تقاضہ کے مطابق حکم دیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس مرد اور عورت کے درمیان لعان کو مؤخر کر دیا گیا حتیٰ کہ اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا اور حدیث میں جو مذکور ہے فلاعن (آپ نے لعان کرایا) تو یہ اس کے بعد ہے کہ حضرت عویمر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو خبر دی کہ انہوں نے اپنی بیوی کے پاس ایک مرد کو پایا۔

اور یہ مرد وہی تھا جس کا امام بخاری نے کتاب المحاربین میں ذکر کیا ہے اور اس کا نام عبداللہ بن شداد ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا محمل کہ اگر میں کسی کو بغیر گواہ کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کر دیتا

اس عورت سے مراد حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں، یعنی آپ نے اس عورت اور اس کے خاوند کے درمیان لعان کرایا اور اس

Marfat.com

عورت کو رجم نہیں کیا کیونکہ اس میں شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ آیا اس عورت نے فی الواقع زنا کیا ہے یا نہیں، کیونکہ رجم بغیر گواہی اور ثبوت کے نہیں کیا جاتا۔

یہ وہی عورت تھی: اس میں حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کی بیوی کی طرف اشارہ ہے، اور آپ نے فرمایا کہ وہ برے کام کرتی تھی یعنی بے حیائی کے کام کرتی تھی۔

بخاری کے ایک شارح علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو آدمی علی الاعلان برے کام کرے اس کی غیبت کرنا جائز ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جو آدمی علی الاعلان برائی کرتا ہو اس کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ میں اس حدیث کی مفصل تحقیق علامہ ابن الملقن کی شرح کے اندر بیان کر چکا ہوں۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

خدلاً کی تحقیق اور علامہ عینی کا علامہ کرمانی سے مناقشہ

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی الشافعی المتوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے کہ وہ شخص گندمی رنگ کا ہے اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ پُر گوشت تھا؟ علامہ عینی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے کتاب المحاربین میں اس حدیث کی عبد اللہ بن یوسف سے روایت کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ اس مرد کو اس کے گھر والوں نے گندمی رنگ کا پایا، وہ خدل تھا یعنی پُر گوشت تھا، پس علامہ کرمانی نے جو کہا ہے وہ اس روایت کے خلاف ہے اور علامہ کرمانی کا یہ قول محض ظن اور تخییل کی بنا پر ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کی روایت میں خدل کا لفظ ہے جس میں دال کے نیچے زیر ہے اور اس سے پہلی روایت میں خدل کا لفظ ہے جس میں دال ساکن ہے، فافہم۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۴-۴۲۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدود احتمال اور قرائن سے ثابت نہیں ہوتے، حدود کے ثبوت کے لیے گواہی اور دلائل ضروری ہیں

محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ صحیح البخاری: ۵۳۱۰ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو بغیر گواہی کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا''۔

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حدود احتمال اور قرائن سے ثابت نہیں ہوتے، بلکہ حدود کے ثبوت کیلئے گواہوں اور دلائل کی ضرورت ہے، پس یہ عورت جس کے ہاں بچہ ناپسندیدہ وصف کے ساتھ پیدا ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم نہیں کیا کیونکہ اس کا فیصلہ لعان سے ہو چکا تھا لیکن ایک دوسری عورت اسلام لانے کے بعد برے برے کام کرتی تھی اور اس کے حال میں یہ چیز دلالت کرتی تھی کہ وہ برے کام کرنے والی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو رجم کرنے سے رُک گئے اور فرمایا کہ میں بغیر گواہوں کے رجم نہیں کروں گا، پس اگر ہم کسی عورت کو دیکھیں کہ اس کے پاس اجنبی مرد آتے ہیں اور اس کے گرد اس طرح طواف کرتے ہیں جس سے شبہات پیدا ہوتے ہیں کہ شاید وہ برے کام کرتی ہے تو بے شک ہم اس کو رجم نہیں کریں گے خواہ ہم کو یہ ظن غالب ہو کہ وہ عورت زنا کرتی ہے، پھر بھی ہم اس کو رجم نہیں کریں گے، اس لیے کہ رجم کے لیے گواہوں کی ضرورت ہے اور یہاں پر کوئی گواہ نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی شرح میں اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۴، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۹۷، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

شیخ عثیمین کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ شیخ عثیمین نے اس حدیث کی شرح میں کوئی نیا نقطہ نہیں بیان کیا صرف حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کے ایک حصہ کا خلاصہ بیان کر دیا۔

شیوخ دیوبند سے حدیث مذکور کی شرح

شیخ سلیم اللہ خاں دیوبندی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر میں بغیر کسی بینہ اور گواہ کے کسی کو رجم کرتا تو اس عورت کو کرتا، یہ جملہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بدکار اور زانیہ عورت کے متعلق فرمایا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی مشہور بالشر ہو تو صرف شہرت کی وجہ سے اس پر حد جاری نہیں کی جاتی جب تک کہ گواہ نہ ہوں یا اقرار نہ پایا جائے۔

(کشف الباری عما فی صحیح البخاری: کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق ص ۵۴۳-۵۴۸، مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی، ۱۴۲۶ھ)

شیخ سلیم اللہ خاں دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ اپنے حلقہ میں شیخ سلیم اللہ خان کی بہت شہرت ہے مگر انہوں نے اس حدیث کی نہایت ناتمام شرح لکھی ہے، کیونکہ شارحین نے بیان کیا ہے کہ کن کن صورتوں میں پس پشت برائی کرنا غیبت نہیں ہے، ان میں سے بعض ازاں یہ ہیں کہ کوئی مظلوم اپنے ظلم کی فریاد حاکم کے سامنے بیان کرے اور اپنی مظلومیت کا قصہ بیان کرے تو اس کا یہ قول غیبت نہیں ہے یا کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو ضرر سے بچانے کے لیے اس کا عیب بیان کرے تو یہ بھی غیبت نہیں ہے مثلاً کوئی شخص لوگوں سے پیسے قرض لیتا ہو اور اس کو واپس نہ دیتا ہو اور اس کا کوئی خیر خواہ اس سے کہے کہ بھائی! اس کو قرض نہ دینا یہ قرض واپس نہیں کرتا تو اس کا یہ عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے، اسی طرح کوئی درزی کسی کے کپڑے سیے اور اس کے کپڑے میں سے کپڑا چرا لے اور اس کا کوئی دوست اس کو بتائے کہ بھائی اس کو کپڑا نہ دینا یہ کپڑا چرا لیتا ہے تو یہ غیبت نہیں ہے، اسی طرح حضرت فاطمہ بنت قیس جب ایام عدت کے اندر تھیں اور لوگ ان کو منگنی کا پیغام دے رہے تھے اور حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو نکاح کا پیغام دیا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق مشورہ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوجہم کے رشتہ نکاح کو قبول نہ کرنا کیونکہ یہ تو اپنے کاندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہے معاویہ تو وہ مفلس آدمی ہیں، وہ تو اپنا پیٹ نہیں پال سکتے تمہارا پیٹ کیسے پالیں گے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجہم کا بھی عیب بیان فرمایا اور حضرت معاویہ کا بھی عیب بیان فرمایا، اور یہ غیبت نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً کسی کا پس پشت عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہوتا اور شیخ سلیم اللہ خان کا اس کی تعریف میں صرف یہ لکھنا کہ جو شخص مشہور بالشر ہو اس کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے، کافی نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۳۲- بَابُ: صَدَاقِ الْمُلَاعَنَةِ — جس عورت سے لعان کیا گیا ہو اس کے مہر کا شرعی حکم

۵۳۱۱- حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے خبر

Marfat.com

رَجُلٌ قَذَفَ امْرَأَتَهُ فَقَالَ فَرَّقَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ وَقَالَ اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ فَأَبَيَا وَقَالَ اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ فَأَبَيَا فَقَالَ اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ فَأَبَيَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا قَالَ أَيُّوبُ فَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ إِنَّ فِي الْحَدِيثِ شَيْئًا لَا أَرَاكَ تُحَدِّثُهُ قَالَ قَالَ الرَّجُلُ مَالِي قَالَ قِيلَ لَا مَالَ لَكَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَقَدْ دَخَلْتَ بِهَا وَإِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَهُوَ أَبْعَدُ مِنْكَ

دی از ایوب از سعید بن جبیر، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے بنو عجلان کے دو فریقوں کے درمیان تفریق کردی تھی اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم دونوں میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ تو ان دونوں نے انکار کیا اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم دونوں میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے؟ سو ان دونوں نے انکار کیا، آپ نے پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم دونوں میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے، سو ان دونوں نے انکار کیا، پس آپ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کردی، ایوب نے کہا: مجھ سے عمرو بن دینار نے کہا: اس حدیث میں ایک اور بات بھی تھی جس کو میرے خیال میں تم نے نقل نہیں کیا، انہوں نے کہا کہ اس مرد نے پوچھا: میرے مال کا کیا ہوگا (یعنی میں اس عورت کو جو مہر دے چکا ہوں، اس کا کیا بنے گا)، تو اس مرد نے کہا: تو اس سے کہا گیا: تیرے لیے کوئی مال نہیں، اگر تو سچا ہے تو تو نے اس عورت کے ساتھ دخول کرلیا تو تو نے اپنا مہر وصول کرلیا اور اگر تو جھوٹا ہے تو پھر تو بہت بعید ہے کہ تو اس سے مہر وصول کرے۔

(صحیح بخاری: ۵۳۱۲، ۵۳۴۹، ۵۳۵۰، مسلم: ۱۴۹۳، نسائی: ۳۴۷۵، ابوداؤد: ۲۲۵۸، احمد: ۴۴۶۳۔)

جب کوئی مرد لعان کے بعد اپنے نفس کی تکذیب کردے تو اس کے شرعی حکم میں فقہاء مذاہب کی آراء

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''تمہارے لیے اس عورت کے اوپر کوئی سبیل نہیں ہے''۔ اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ وہ عورت کسی وجہ سے بھی اپنے شوہر پر حلال نہیں ہے، کیونکہ اگر وہ اس پر حلال ہوتی تو کسی وجہ سے اس کے شوہر کی اس پر کوئی سبیل ہوتی اور اس کو نبی ﷺ کے اس ارشاد سے مستثنیٰ کرلیا جاتا کہ تمہارے لیے اس عورت پر کوئی سبیل نہیں ہے مگر فلاں صورت میں، مگر آپ نے فرمایا تمہاری اس عورت پر کوئی سبیل نہیں ہے سوائے اس کے کہ تم اپنے آپ کو جھوٹا قرار دو، پس جب آپ نے مطلقاً فرمایا کہ تمہاری اس پر کوئی سبیل نہیں ہے تو اب اس میں کوئی استثناء نہیں کرسکتا اور حدیث کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اپنی عقل سے

حدیث میں کوئی استثناء کرنا جائز نہیں ہے۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے نفس کی تکذیب کر دی تو اس کے اوپر حدِ قذف لگائی جائے گی خواہ وہ شخص نکاح کا پیغام دینے والوں میں سے کوئی ایک ہو اور یہ سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ اور امام ابوحنیفہ النعمان بن الثابت المتوفی ۱۵۰ھ کا قول ہے۔ (المبسوط للسرخسی ج ۷ ص ۴۷ باب الریان)، انہوں نے کہا جب کسی شخص نے اپنے نفس کو جھوٹا قرار دیا تو اس کی بیوی پر طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی اور اس پر حدِ قذف لاگو ہوگی اور یہی امام محمد بن الحسن شیبانی المتوفی ۱۸۹ھ کا قول ہے۔

اور اس مسئلہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے نفس کو جھوٹا قرار دیا تو اس کے اوپر کوڑے لگائے جائیں گے اور اس کی بیوی اس کی طرف واپس کر دی جائے گی جب تک کہ اس کی بیوی عدت میں ہو، اور یہ قول سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ سے منقول ہے (سنن سعید بن منصور: ۱۵۸۵) اور عبید اللہ بن الحسن کی رائے یہ تھی کہ دو لعنت کرنے والوں کے درمیان تفریق طلاقِ بائنہ ہوتی ہے اور ان کی رائے یہ تھی کہ مرد اس عورت سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، کہا گیا ہے کہ ان دونوں نے ایک دوسرے پر لعان کیا، پھر وہ دونوں چلے گئے، حاکم کی تفریق سے پہلے ان کی رائے یہ تھی کہ یہ ان کے درمیان تفریق ہے، اور انہوں نے کہا کہ جو عورت اپنے خاوند سے لعان کرتی ہے پھر اس کا خاوند اس سے نکاح کر لیتا ہے تو وہ اس کے اوپر اب دو طلاقوں کا مالک ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ جب کوئی مرد لعان کے بعد اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی، اسی طرح عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ کا قول ہے۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۷ ص ۱۱۰، ۱۱۲)، اور انہوں نے کہا کہ وہ دونوں متفرق ہو گئے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کے ساتھ لوٹ گئے اور شعبی سے منقول ہے، انہوں نے کہا کہ جب کسی مرد نے لعنت کرنے کے بعد اپنے نفس کی تکذیب کی تو اس کے اوپر دو حدیں جمع نہیں ہوں گی۔

اور العارف العقلی نے کہا اس پر حد نہیں ہے، اس کی حد گزر چکی ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۵۷۸)

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۴۹۰-۴۹۱، دار الفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

جس عورت سے لعان کیا گیا ہو اس کے مہر کی ادائیگی کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابراہیم بن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ لعان یافتہ عورت کا مہر واجب ہوتا ہے اور اس کا خاوند اس کو دیا ہوا مہر واپس نہیں لے گا خواہ اس عورت نے زنا کا اقرار کر لیا ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تمہارے دیے ہوئے مہر کا معاوضہ وہ ہے جو تم نے اس کی شرمگاہ کو حلال کر لیا تھا، اور اگر تم نے اس پر جھوٹ باندھا ہے تو پھر تمہارا مہر اس سے وصول کرنا زیادہ بعید ہے''۔

مہر صرف جماع سے واجب ہوتا ہے نہ کہ خلوتِ صحیحہ سے

علامہ ابن المنذر نیشاپوری متوفی ۳۱۸ھ نے کہا: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مہر صرف جماع سے واجب ہوتا ہے نہ کہ خلوتِ صحیحہ سے تو اس کو یہ کہنے کی گنجائش ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ دخول سے مہر واجب ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

عورت کے ساتھ دخول کو جماع سے تعبیر کیا جاتا ہے

علامہ المہلب المالکی التوفی ۴۳۵ھ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اگر تم سچے ہو تو تم اس کے ساتھ دخول کر چکے ہو''۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورت کے ساتھ جو دخول کیا جاتا ہے وہ جماع سے کنایہ ہے اور اس میں جماع کے وجوب پر دلیلیں ہیں، اگر چہ بعض اوقات دخول کے ساتھ جماع نہیں تھا لیکن کیونکہ اکثر دخول کے ساتھ جماع ہوتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جماع کو دخول سے تعبیر کیا اور کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں عورتوں کی شہوت کو پیدا کر دیا ہے اور عنقریب اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف باب المہر میں دخول علیھا میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امام اور سربراہِ ملک کو چاہیے کہ لعان شروع کرانے سے پہلے فریقین کو نصیحت کرے اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے کہ اگر انہوں نے جھوٹی قسم کھائی تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے؟''۔

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جب امام یا سربراہِ ملک لعان کرانے کا ارادہ کرے تو اس سے پہلے ان کو نصیحت کرے اور ان کو وعظ کرے اور ان کو اس سے ڈرائے کہ وہ جھوٹی قسم کھائیں۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (آل عمران:۷۷)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O

تاکہ لعان کے وقت جس فریق کا موقف باطل ہو وہ جھوٹی قسم کھانے سے باز آئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہر فریق کو پانچویں قسم کھانے کے وقت یہ فرماتے تھے: اللہ سے ڈر، کیونکہ اب جو تم قسم کھاؤ گے یہ تم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کو واجب کر دے گی اگر تمہاری قسم جھوٹی ہے اور بے شک دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے آسان ہے۔

علامہ ابن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نیشاپوری نے کہا: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قسم کھانے سے پہلے امام کو چاہیے کہ وہ فریقین کو نصیحت کرے اور عورت کے قسم کھانے سے پہلے خاوند کو نصیحت کرے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۸۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

لعان کرنے والی عورت سے مہر وصول کرنے کا عدم جواز

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ کی روایت ذکر کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر

Marfat.com

رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ سے سوال کیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو العجلان کے دو فریقوں کے درمیان تفریق کردی تھی اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ضرور کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ تو ان دونوں نے انکار کیا، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک ضرور جھوٹا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ سو ان دونوں نے انکار کیا، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، کیا تم میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے؟ تو ان دونوں نے انکار کیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کردی، تو عمرو بن دینار نے کہا کہ اس حدیث میں کوئی چیز ہے میرا گمان ہے کہ تم نے اس کو بیان نہیں کیا، اس مرد نے کہا: میرے مال یعنی مہر کا کیا ہوگا، تو آپ نے فرمایا تیرا کوئی مال اس پر واجب نہیں، اگر تو سچا ہے تو، تو اپنی بیوی کے ساتھ دخول کر چکا ہے اور اگر تو جھوٹا ہے تو پھر تو مہر وصول کرنے سے زیادہ بعید ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۴۷۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

بیوی کو مہر کی ادائیگی کے متعلق مفصل احکام

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں لعان کرنے والی عورت کے مہر کے حکم کو بیان کیا گیا ہے اور اس پر اجماع منعقد ہے کہ جس عورت کے ساتھ دخول کیا گیا ہو، وہ پورے مہر کی مستحق ہوتی ہے اور جو غیر مدخول بہا ہو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، سو جمہور کا موقف یہ ہے کہ اس کو نصف مہر ادا کیا جائے گا جیسا کہ دیگر مطلقات کو دخول سے پہلے نصف مہر ادا کیا جاتا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ بلکہ اس کو مکمل مہر ادا کیا جائے گا۔ یہ ابوزناد، حکم اور حماد بن ابوسلیمان متوفی ۱۲۰ھ کا قول ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس کو بالکل مہر نہیں دیا جائے گا اور یہ ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ کا قول ہے اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ سے بھی یہی روایت ہے۔

امام بخاری کی روایت مذکورہ کی امام مسلم سے روایت

امام مسلم بن الحجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ نے سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ سے روایت کی ہے اور اس کے اول میں یہ اضافہ ہے کہ المصعب یعنی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق نہیں کی، یعنی جس وقت حضرت مصعب بن زبیر عراق کے گورنر تھے، سعد نے کہا: میں نے یہ بات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یاد دلائی اور دوسری سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کی گورنری کے زمانہ میں سوال کیا گیا کہ جن دو فریقوں کے درمیان لعان کیا گیا ہے، آیا ان دونوں میں تفریق کی جائے گی یا نہیں، تو مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ میں جواب میں کیا کہوں تو میں مکہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر پہنچا۔ الحدیث اور اس میں یہ مذکور ہے میں نے کہا: اے ابوعبد الرحمن! کیا دو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کردی جائے گی؟ تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ! ہاں، سب سے پہلے اس مسئلہ کا سوال فلاں بن فلاں نے کیا تھا اور ان کا قول مکہ میں مشہور ہے اور اس سے پہلے جو روایت ہے اس میں کچھ عبارت محذوف ہے، اصل عبارت یہ ہے: پھر میں نے مکہ کی طرف سفر کیا اور میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس مسئلہ کے متعلق ذکر کیا، اور امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ نے از معمر از ایوب از سعید بن جبیر روایت کی ہے کہ ہم کوفہ میں تھے اور ہمارا لعان کرنے والی عورت کے مسئلہ میں اختلاف تھا، ہم میں سے بعض

Marfat.com

یہ کہتے تھے کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور ہم میں سے دوسرے یہ کہتے تھے کہ ان میں تفریق نہیں کی جائے گی، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں یہ اختلاف قدیم ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ تک اس مسئلہ میں فقہاء بصرہ کے درمیان یہ اختلاف برقرار رہا کہ لعان زوجین کے درمیان تفریق کا تقاضا نہیں کرتا جیسا کہ اس کی تصریح گزر چکی ہے اور گویا کہ حضرت عثمان کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نہیں پہنچی تھی۔

بنو العجلان کے دو فریقوں کے اسماء

اس کے اوپر بحث ایک باب کے بعد آئے گی اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان کے اسماء کا بیان ہو چکا ہے، اور ابو احمد الجرجانی کی روایت میں ہے کہ بنو حدلان کے درمیان میں سے کوئی ایک تھا اور یہ غلط ہے، یہ لفظ بنو عجلان ہے بنو حدلان نہیں ہے۔

عمرو بن دینار کی روایت کا مفصل تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایوب نے کہا: مجھ سے عمرو بن دینار نے کہا کہ اس حدیث میں کوئی ایسی چیز ہے میرا خیال ہے کہ تم نے اس کا ذکر نہیں کیا، انہوں نے بتایا کہ وہ چیز یہ ہے کہ اس مرد نے کہا: میرے مال کا کیا ہوگا، یعنی میں نے اس عورت کو جو مہر دیا ہے اس مہر کا کیا ہوگا، تو انہوں نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تمہارا کوئی مال اس کے ذمہ نہیں ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمرو بن دینار اور ایوب دونوں نے اس حدیث کو سعید بن جبیر سے سنا اور عمرو بن دینار کو اس حدیث کا وہ حصہ محفوظ تھا جو ایوب کو محفوظ نہیں تھا اور سفیان بن عیینہ نے اس کا بیان کیا ہے کیونکہ انہوں نے اس حدیث کو ان دونوں سے روایت کیا ہے۔ اس کا ذکر باب کے بعد والی حدیث میں آئے گا۔

آپ نے جو فرمایا کہ "تمہارا کوئی مال اس کے ذمہ نہیں ہے"، اس کا معنی یہ ہے کہ اس مال کے اوپر تمہاری کوئی سبیل نہیں ہے۔ اور تم اب اس مال کے اوپر مسلط نہیں، گویا کہ اس مرد نے یہ پوچھا تھا: کیا میرا مال ضائع ہو جائے گا اور اس سے مراد مہر ہے۔

قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ نے القبس فی شرح موطا ابن انس میں لکھا ہے:

اس شخص نے جو کہا تھا: میرا مال، تو اس کی مراد یہ تھی کہ میرا مہر جو میں اس کو ادا کر چکا ہوں، اب اس کی واپسی کی کیا صورت ہوگی؟ تو اس کو یہ جواب دیا گیا کہ تم نے جو اپنی بیوی کے ساتھ دخول کیا تھا تو اس کے عوض تم اپنے اس مہر کو حاصل کر چکے ہو اور اس عورت نے جو اپنا نفس تمہارے سپرد کر دیا تھا، اس کے معاوضہ میں تم اس کو مہر دے چکے ہو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسئلہ کو زیادہ مفصل طریقے سے بیان فرمایا کہ اگر تم اپنے دعوے میں اور قسم میں سچے ہو تو تم نے جو اس کو مہر ادا کیا تھا تو اس کا حق تم اس عورت سے وصول کر چکے ہو اور اگر تم نے اس عورت پر جھوٹ باندھا ہے اور جھوٹی قسم کھائی ہے تو پھر تم اس کا مطالبہ کرنے سے بہت زیادہ بعید ہو تا کہ تم پر دو ظلم جمع نہ ہوں، ایک ظلم تو یہ کہ تم اس کی عزت کو پامال کر رہے ہو اور دوسرا ظلم یہ ہے کہ جو مال تم وصول کر چکے ہو، اس پر قبضہ کر چکے ہو، اب تم اس کا سوال کر رہے ہو؟ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جواب کو بہ طور تاکید کے مقرر فرمایا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۵-۵۱۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عجلان کے بھائیوں کے درمیان تفریق کر دی، اس حدیث میں بھائیوں کے لفظ کی وضاحت

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کے اوپر زنا کی تہمت لگائی تو آپ نے بنو عجلان کے بھائیوں کے درمیان تفریق کر دی، بہ ظاہر یہ بنو عجلان کے بھائی نہیں تھے اور اس کے معنی کا حاصل یہ ہے کہ وہ دونوں میاں بیوی قبیلہ عجلان سے تھے، اور آپ نے یہ فرمایا ہے کہ بنو عجلان کے بھائیوں کے درمیان تفریق کر دی، یہ باب تغریب سے ہے کیونکہ بہن کو بھی بھائی کے منزلہ میں قرار دیا گیا اور اخوت کا اطلاق اس اعتبار سے ہے کہ تمام مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اور عرب اخ یعنی بھائی کا اطلاق واحد پر بھی کرتے ہیں جیسے یا اخا بنی تمیم ہے اور اس سے مراد ان میں سے کوئی ایک شخص ہوتا ہے، اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ (الشعراء:۱۰۶) جب ان کے ہم قبیلہ نوح نے ان سے کہا۔

اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کا بھائی فرمایا، حالانکہ وہ ان کے نسبی بھائی نہیں تھے لیکن چونکہ وہ ان کی قوم کے ایک فرد تھے اس لیے ان کو بھائی فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں اور احادیث میں اور محاوراتِ عرب میں جب بھائی کا لفظ بولا جائے تو اس سے مراد نسبی بھائی نہیں ہوتا، کبھی اس سے مراد ایمانی بھائی ہوتا ہے اور کبھی اس سے مراد ان کی قوم کا ایک فرد ہوتا ہے، اسی طرح سے اس حدیث میں جو یہ فرمایا ہے کہ بنو عجلان کے بھائیوں کے درمیان تفریق کر دی، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بنو عجلان کے نسبی بھائیوں کے درمیان آپ نے تفریق کر دی تھی، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ بنو عجلان کے دو فریقوں کے درمیان آپ نے تفریق کر دی، ایک فریق مرد تھا اور ایک فریق عورت تھی، اور دونوں کو بھائی اس لیے فرمایا کہ وہ دونوں قبیلہ بنو عجلان سے تعلق رکھتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فریقین کو توبہ کی تلقین کی تھی، آیا یہ تلقین لعان سے پہلے فرمائی تھی یا لعان کے بعد فرمائی تھی

آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آپ نے لعان سے پہلے فرمایا ہو تا کہ ان دونوں کو جھوٹی قسم کھانے سے ڈرایا جائے اور ان کو جھوٹے قسم کھانے کے ترک پر ترغیب دی جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آپ نے ان کے لعان کرنے کے بعد فرمایا ہو تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان پر توبہ لازم ہے اور المستملی کی روایت میں مذکور ہے، "ان احد کما لکٰذب" تم میں سے کوئی ایک ضرور جھوٹا ہے، بہ ظاہر یہ ہے کہ یہ آپ نے ان کے لعان کے شروع ہونے سے پہلے فرمایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

بیوی کو مہر کی ادائیگی کے متعلق مفصل احکام

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس مرد نے اس عورت کو دیے ہوئے مہر کا مطالبہ کیا جو اس سے لعان کر چکی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مطالبہ کو رد فرما دیا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اگر تم سچے ہو تو تم اس کے ساتھ دخول کر چکے ہو"۔

اور جب کوئی اپنی بیوی کے ساتھ دخول کرتا ہے تو اس کا مہر ساقط ہو جاتا ہے اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ مہر جماع سے مؤکد ہوتا

Marfat.com

ہے اور خلوت سے مؤکد ہوتا ہے اور موت سے مؤکد ہوتا ہے، جب شوہر بیوی سے پہلے مرجائے اور اس پر اس کا مکمل مہر واجب ہوجاتا ہے، اور اسی طرح جب مرد کے کسی عیب کی وجہ سے نکاح فسخ ہوجائے تب بھی راجح قول یہ ہے کہ اس عورت کا مکمل مہر اس پر واجب ہوتا ہے کیونکہ یہی وہ شخص ہے جس نے اس عورت کو دھوکہ میں رکھا اور جب اس نے اس کے ساتھ دخول کیا تو اس کا مہر ساقط ہوگیا اور مرد کو اب مہر واپس نہیں ملے گا۔

قیاس کی صحت پر دلیل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ اگر تم سچے ہو تو تم جماع کے بعد اپنا حق وصول کرچکے ہو اور اگر تم جھوٹے ہو تو تمہارا مطالبہ زیادہ بعید ہے''۔ تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طور قیاس کے فرمایا، تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیاس سے بھی احکام بیان فرماتے تھے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۸۰، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کی شرح شیوخ دیوبند سے

شیخ سلیم اللہ خاں دیوبندی مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ملاعنہ:

وہ عورت جس کے ساتھ لعان کا واقعہ پیش آیا ہوا گر وہ مدخول بہا ہے تو بالا جماع اس کو پورا مہر ملے گا اور اگر غیر مدخول بہا ہے تو جمہور علماء امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی کے نزدیک اسے نصف ملے گا، ابوزناد، حکم بن عیینہ، اور حماد بن ابی سلیمان کے نزدیک اس کو پورا مہر ملے گا، امام زہری کے نزدیک اس کو کچھ نہیں ملے گا، امام مالک کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۳۰، فتح الباری ج ۹ ص ۵۷۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عجلان کے دو بھائیوں کے درمیان تفریق کردی:

بنو عجلان کے بھائیوں سے مراد قبیلہ بنو عجلان سے تعلق رکھنے والے میاں بیوی ہیں، میاں بیوی کو بھائی دینی اعتبار سے فرمایا ہے، قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات:۱۰) بے شک سب مومن آپس میں بھائی ہیں۔

اخوی، اخ کا تثنیہ ہے، اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ حذف کردیا گیا، عورت پر اخ مذکر کا اطلاق درست نہیں، اس کے لیے اخت کا لفظ آتا ہے، یہاں تغلیباً اخت کو اخ کے تابع کر کے اخوی فرمایا ہے، اس سے مراد حضرت عویمر اور ان کی بیوی خولہ ہیں، ان دونوں کا تعلق قبیلہ بنو عجلان سے تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۳۰، ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۸۷)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کردی'':

اس ارشاد سے فقہاء احناف کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ نفس لعان سے فرقت واقع نہیں ہوگی، بلکہ قاضی ان کے درمیان تفریق کرے گا۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۸۷)، (کشف الباری عمانی صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، ص ۵۴۰-۵۴۱)

شیخ سلیم اللہ خاں دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے اس حدیث کی شرح میں کوئی نقطہ افروز بات یا کسی نئی تحقیق کا ذکر نہیں کیا بلکہ فتح الباری، عمدۃ

Marfat.com

القاری اور ارشاد الساری میں جو مباحث مذکور ہیں ان کا خلاصہ ذکر کر دیا ہے، اور جو بات لکھنی چاہیے تھی وہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فریقین کو توبہ کی تلقین کی تھی آیا یہ لعان سے پہلی کی تھی یا لعان کے بعد کی تھی، اور یہ کہ آپ نے یہ تلقین کس وجہ سے کی تھی تا کہ وہ جھوٹی قسم کھانے سے باز آ جائیں اور دنیا کے عذاب کو آخرت کے ساتھ عذاب کے مقابلہ میں قبول کر لیں، لیکن اس اہم بات کو شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے اپنی شرح میں ذکر نہیں کیا اور نہ اس کی وجہ بیان کی کہ اس مرد کا لعان کرنے والی عورت کے اوپر اب کوئی حق نہیں ہے، وہ اس کو دیا ہوا مہر اب وصول نہیں کر سکتا اور اس مسئلہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیاس سے بیان کیا جو قیاس کی صحت پر دلیل ہے جیسا کہ شیخ عثیمین نے بیان کیا ہے، یہ وہ ضروری مباحث تھے جو اس شرح میں سلیم اللہ خان کو بیان کرنے چاہئیں تھے لیکن انہوں نے غالباً کثرتِ مشاغل کی وجہ سے ان پر توجہ نہیں کی اور اس حدیث کی شرح میں از خود غور و فکر نہیں کیا بلکہ اپنے پیش رو شارحین نے جو کچھ لکھا تھا اس کو اختصار کے ساتھ نقل کرنے پر اکتفاء کر لیا۔ سعیدی غفرلہ

۳۳۔ بَابُ: قَوْلِ الْإِمَامِ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ إِنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ

امام کا لعان کرنے والے کو یہ کہنا کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے۔

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھا ہے کہ امام کے اس قول میں مذکر کو مؤنث پر غلبہ دیا ہے؛ کیونکہ فرمایا ہے: ان احد کما کاذب، حالانکہ بیان کرنے والے نے مرد اور عورت دونوں سے بیان کیا ہے اور احد کما کا صیغہ مرد کیلئے ہے، تو گویا مرد کو مؤنث پر غلبہ دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قسم کے جملہ میں یہ نہیں کہا جاتا کہ اس میں مذکر کو مؤنث پر غلبہ دیا ہے، کیونکہ جب تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ خطاب کیا جائے تو اس میں مذکر اور مؤنث مساوی ہوتا ہے۔

اور قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ احد کما کے الفاظ میں ان نحویوں کے قول کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ لفظ احد صرف نفی میں مستعمل ہوتا ہے اور ان نحویوں کا بھی رد ہے جنہوں نے کہا ہے کہ احد کا لفظ صرف وصف میں استعمال ہوتا ہے؛ اور احد کا لفظ واحد کی جگہ پر نہیں رکھا جاتا اور واحد کے مقام پر احد کا لفظ واقع نہیں ہوتا، حالانکہ اس حدیث میں احد کا لفظ بغیر وصف کے استعمال ہوا ہے اور بغیر نفی کے استعمال ہوا ہے اور زمانہ واحد میں استعمال ہوا ہے۔ اور قاضی عیاض پر یہ رد کیا گیا ہے کہ نحویوں نے جو کہا ہے یہ اس احد کے متعلق کہا ہے جو عموم کیلئے ہے، جیسے مافی الدار من احد، یعنی گھر میں کوئی ایک بھی نہیں ہے، اور وما جاءنی من احد، یعنی میرے پاس کوئی ایک بھی نہیں آیا اور رہا وہ احد جو واحد کے معنی میں ہو تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کا استعمال کلامِ مثبت میں بھی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ (الاخلاص: ۱) آپ کہیے: وہ اللہ ایک ہے ۝

Marfat.com

اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ (النور:٦) تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی۔

اور اسی طرح اس حدیث میں یہ ارشاد ہے:

احد کما کاذب۔ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

فهل منکما تائب۔ یعنی کیا تم میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ان کو ہدایت دینے کیلئے فرمایا ہو، کیونکہ ابھی تک ان دونوں میں سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے اپنے قصور کا اعتراف حاصل نہیں ہوا، اور اس لیے کہ خاوند جب اپنے نفس کی تکذیب کردے تو یہ اس کی طرف سے توبہ ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۱۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ حَدِيثِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ حِسَابُكُمَا عَلَى اللهِ أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا قَالَ مَالِي قَالَ لَا مَالَ لَكَ إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ أَبْعَدُ لَكَ قَالَ سُفْيَانُ حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو وَقَالَ أَيُّوبُ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَجُلٌ لَاعَنَ امْرَأَتَهُ فَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ وَفَرَّقَ سُفْيَانُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى فَرَّقَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ وَقَالَ اللهُ يَعْلَمُ إِنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ سُفْيَانُ حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو وَأَيُّوبَ كَمَا أَخْبَرْتُكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، عمرو نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لعان کرنے والوں کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ تمہارا حساب اللہ کے ذمہ ہے، تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، اور تمہارے لیے اس عورت پر کوئی سبیل نہیں ہے، اس مرد نے کہا: میرے دیے ہوئے مال کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تمہارا اس کے اوپر کوئی مال نہیں ہے، اگر تم سچے ہو تو تم اس سے اپنا حق وصول کرچکے ہو، ورنہ تمہارا مطالبہ تو بہت زیادہ بعید ہے۔ سفیان نے کہا: میں نے اس حدیث کو عمرو بن دینار سے یاد رکھا اور ایوب نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے لعان کیا، تو حضرت ابن عمر نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ کیا اور سفیان نے اپنی انگلیوں کو متفرق کیا، ایک انگشت شہادت تھی اور دوسری درمیانی انگلی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عجلان کے دو فریقوں کے درمیان تفریق کردی اور فرمایا: اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی توبہ

Marfat.com

کرنے والا ہے؟ آپ نے یہ کلام تین مرتبہ فرمایا، سفیان نے کہا: میں نے اس حدیث کو عمرو بن دینار سے یاد رکھا اور ایوب سے جیسا کہ میں نے تمہیں اس حدیث کی خبر دی ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۱۲، ۵۳۴۹، ۵۳۵۰، صحیح مسلم: ۱۴۹۳، سنن نسائی: ۳۴۷۵، سنن ابوداؤد: ۲۲۵۸، مسند احمد: ۴۴۶۳)

جس عورت سے لعان کیا گیا ہو، اس کے لیے مہر کا وجوب

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سفیان راوی نے از عمرو بن دینار از سعید بن جبیر روایت کی ہے کہ میں نے اس حدیث کو عمرو بن دینار سے یاد رکھا ہے اور ایوب نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ سے پوچھا کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے لعان کیا تو انہوں نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ کیا اور سفیان نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو متفرق کیا اور بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عجلان کے فریقوں کے درمیان تفریق کر دی تھی اور آپ نے فرمایا کہ اللہ کو خوب علم ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے؟ آپ نے یہ کلام تین بار فرمایا، سفیان نے کہا: میں نے اس حدیث کو اپنے چچا اور ایوب سے محفوظ رکھا جیسا کہ میں نے تمہیں یہ حدیث سنائی۔

اور اجماع اس پر قائم ہے کہ جس عورت سے لعان کیا گیا ہو، اس کا مہر واجب ہوتا ہے، کیونکہ ان دونوں کا نکاح لعان سے پہلے صحیح تھا اور ہر وہ مرد جو کسی شبہ کی بناء پر کسی عورت سے مجامعت کرے تو اس کا مہر واجب ہوتا ہے تو جب شبہ کی بناء پر مہر واجب ہو جاتا ہے تو نکاح صحیح کے اندر مہر کس طرح واجب نہیں ہوگا اور اس حدیث میں دلیل ہے کہ دخول کے بعد مہر واجب ہو جاتا ہے۔

علامہ ابراہیم بن منذر التوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مہر واجب ہو جاتا ہے اور خاوند اس کو مہر ادا کرے گا خواہ اس عورت نے زنا کا اقرار کر لیا ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تو نے اس کے متعلق سچ بولا ہے تو تو دخول کے بعد اس سے اپنا مہر وصول کر چکا ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن ملقن کی شرح میں وہی عبارت مذکور ہے جو اس سے پہلے علامہ ابن بطال کی عبارت میں گزر چکی ہے۔

شریعت میں دلیل ظاہر کا اعتبار ہوتا ہے

امام محمد بن ادریس الشافعی التوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے:

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قصد فرمایا کہ آپ یہ بیان کریں کہ حکم کا تعلق ظاہر کے ساتھ ہوتا ہے، اور باطن کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور اس میں امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کے اس قول کا رد ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں کی جاتی اور اس کو قتل کر دیا جائے گا، امام مالک بن انس کا یہ قول اس لیے غلط ہے کہ جب ظاہر میں زندیق نے توبہ کر لی اور دلیل ظاہر کا اعتبار ہوتا ہے، لہٰذا اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔

اور امام مالک کے قول کی تاویل میں یہ کہا جاتا ہے کہ ظاہر پر اس وقت عمل کیا جاتا ہے جب اس کے خلاف اس کے باطن پر کوئی قرینہ نہ ہو، اور جب لعان کرنے والے نے توبہ کر لی تو معلوم ہو گیا کہ اب اس کا اعتقاد پہلے اعتقاد کے خلاف ہے، اور زندیق

Marfat.com

کے متعلق یہ معلوم نہیں ہے کہ اب اس کی توبہ کرنا اس کے پہلے قول کے خلاف ہے یا نہیں، اس لیے زندیق کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور جو ایک دوسرے پر لعان کرنے والے ہیں ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی، کیونکہ جب انہوں نے اپنے نفس کی تکذیب کر لی تو ان کی توبہ صحیح ہوگی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۴۸۰-۴۸۲ ملخصاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ ھ)

اس کی تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں کو جو توبہ کی تلقین کی تھی یہ لعان سے پہلے تلقین کی تھی یا لعان کے بعد کی تھی

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ نے کہا ہے کہ اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد ان دونوں فریقوں کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد تھا اور اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کسی گناہ گار کے اوپر اجمالاً توبہ کو پیش کرنا چاہیے، اور جب وہ اپنے نفس کو جھوٹا قرار دے گا تو اس سے اس کی توبہ لازم ہو جائے گی۔

اور علامہ داؤدی متوفی ۴۰۴ ھ نے کہا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد لعان سے پہلے تھا تا کہ فریقین کو اس سے ڈرایا جائے کہ وہ جھوٹی قسم کھانے سے باز رہیں اور پہلا احتمال سیاقِ کلام کے ساتھ زیادہ ظاہر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ علامہ داؤدی نے جو شرح کی ہے وہ ایک اور جہت سے زیادہ اولیٰ ہے، اور وہ یہ ہے کہ گناہ میں مبتلا ہونے سے پہلے وعظ کرنا جائز ہے بلکہ وہ گناہ کرنے کے بعد وعظ کرنے کی بہ نسبت زیادہ مؤثر ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا: جریر بن حازم کی روایت از ایوب از عکرمہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما جو امام طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے اور امام حاکم متوفی ۴۰۴ ھ نے اور امام بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ نے حضرت ہلال بن امیہ کے قصہ میں بیان کی ہے، اس میں مذکور ہے: آپ نے ان دونوں کو بلایا، جب لعان کی آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم دونوں میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے؟ تو حضرت ہلال نے کہا: اللہ کی قسم! میں سچا ہوں، میں ضرور سچا ہوں۔ الحدیث۔ اور میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو روایت عکرمہ سے ہے وہ ایک دوسرا قصہ ہے جو حضرت سہل بن سعد اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں مذکور ہے، پس یہ دونوں باتیں تعددِ روایت کے اعتبار سے صحیح ہیں۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۶-۵۱۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

حدیث مذکور کی شرح شیوخ دیوبند سے

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ قاضی اور امام کو چاہیے کہ لعان کرنے والوں سے کہہ دے کہ تم دونوں میں سے ضرور کوئی ایک جھوٹا ہے، تو کیا تم دونوں میں سے کوئی ایک اپنی بات سے توبہ کرنے والا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لعان کرنے والوں سے یہ جملہ فرمایا تھا جیسا کہ روایت باب میں آرہا ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ کلمات لعان سے پہلے کہے جائیں گے یا لعان کے

Marfat.com

بعد۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات توبہ کی ترغیب دینے کے لیے لعان کے بعد کہے تھے،لہٰذا لعان کے بعد کہنا چاہیے۔
داؤدی کے نزدیک آپ نے لعان سے پہلے ڈرانے کیلئے یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے،لہٰذا لعان سے پہلے کہنا چاہیے،روایت میں دونوں احتمال ہیں،حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ پہلے کہنا زیادہ مناسب ہے۔(فتح الباری ج ۹ ص ۵۷۳،طبع لاہور)
بہتر یہ ہے کہ لعان سے پہلے کہے جائیں تاکہ جھوٹا آدمی پہل نہ کرے اور لعان کے بعد بھی کہے جائیں تاکہ جھوٹ بولنے والا توبہ پر متوجہ ہو۔(کشف الباری عما فی صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن،کتاب النکاح،کتاب الطلاق ص ۵۴۲-۵۴۳)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے درمیان اس باب کی عنوان کی شرح کے متعلق جو علمی مناقشہ تھا اس کا اس شرح میں ذکر کرنا نہایت ضروری تھا،کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا تھا کہ ان احدکما کاذب تو لعان کرنے والے تو مرد اور عورت دونوں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احدکما فرمایا اور یہ مذکر کا صیغہ ہے تو گویا حضور نے مذکر کو مونث کے اوپر غلبہ دیا اور ان احدکما فرمایا،علامہ عینی نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ کیا اور یہ بتایا کہ اس قسم کے جملہ میں یہ نہیں کہا جاتا کہ اس میں مذکر کو مونث پر غلبہ دیا ہے کیونکہ تثنیہ کا صیغہ جب خطاب کے لیے ہو تو اس میں مذکر و مونث دونوں مساوی ہوتے ہیں۔
پھر اس کے بعد علامہ عینی نے قاضی عیاض کے اس کلام کو نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحویوں کے قواعد کا رد فرمایا،پھر علامہ عینی نے اس کی توجیہات بیان کیں،یہ بہت ضروری اور علمی مباحث تھے،جس کو ہم نے علامہ عینی کی شرح کے ضمن میں بیان کر دیا ہے،لیکن شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے اس حدیث کی شرح میں جو امور بالکل ظاہر تھے ان کا تو ذکر کر دیا اور جو امور مشکل اور دقیق تھے ان کو چھوڑ دیا،حالانکہ اپنے حلقہ میں وہ جس پائے کے محدث مشہور ہیں،اس کا تقاضا تھا کہ وہ علمی اور دقیق امور کا بھی اپنی شرح میں ذکر کرتے حالانکہ انہوں نے بہت سطحی اور عامیانہ باتوں کا اپنی شرح میں ذکر کیا ہے۔(سعیدی غفرلہ)

۳۴۔بَابُ: التَّفْرِيقِ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ　　لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کرنا

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے پر لعنت کریں تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور یہ عنوان المستملی کی روایت میں ثابت ہے،اور نسفی کی روایت میں فقط لفظ باب لکھا ہوا ہے اور کوئی عنوان ذکر نہیں ہے۔

۵۳۱۳۔حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَرَّقَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ قَذَفَهَا وَأَحْلَفَهُمَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن عیاض رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما،وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دی جس پر اس کے خاوند نے تہمت لگائی تھی اور آپ نے ان دونوں سے حلف لیا۔

(صحیح البخاری: ۴۷۴۸،۵۳۰۶،۵۳۱۳،۵۳۱۴،۵۳۱۵،۶۷۴۸،صحیح مسلم: ۱۴۹۴،سنن ترمذی: ۱۲۰۳،سنن نسائی: ۳۴۷۷،سنن ابو داؤد:

Marfat.com

۲۲۵۹،سنن ابن ماجہ:۲۰۶۹،مسند احمد:۶۰۶۳،مؤطا امام مالک:۱۲۰۲)

لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کا ذکر

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے لعان کرنے والے مرد کے متعلق فرمایا: تمہارے لیے اپنی بیوی کے اوپر کوئی سبیل نہیں ہے، اور یہ ثابت ہو گیا کہ آپ نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی، اور یہ اس کی تفسیر ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی اور ہم نے کتاب اللعان کے شروع میں اس حدیث کی اسانید کو ذکر کر دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے یہ احادیث مروی ہیں کہ دو لعان کرنے والے کبھی بھی جمع نہیں ہوں گے، یہ قول حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے مروی ہے اور حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ کا بھی یہی قول ہے۔

۲۷۷۳: ہمیں علی بن الحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ نے از سفیان، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی الاعمش نے از ابراہیم کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور وہ کبھی بھی مجتمع نہیں ہوں گے۔ (مصنف عبد الرزاق:۱۲۴۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳، ۴۲۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۱۰)

۲۷۷۴: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از عبد الرزاق (المصنف:۱۲۴۳۶)، از قیس بن الربیع از عاصم بن ابی النجود، از زر بن حبیش، از حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ، آپ نے فرمایا کہ لعان کرنے والے کبھی بھی مجتمع نہیں ہوں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۳ ص:۴۲۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۱۰)

۲۷۷۵: اور ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از امام عبد الرزاق (المصنف:۱۲۴۳۴)، از قیس بن الربیع، از عاصم بن ابی النجود، از شقیق بن سلمہ، از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، آپ نے فرمایا کہ لعان کرنے والے کبھی بھی مجتمع نہیں ہوں گے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی:۹۶۶۱، سنن بیہقی: ج ۷ ص ۴۱۰)

لعان کے بعد تفریق کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء اور اقوال

ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی متوفی ۹۶ھ، حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ، عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ، اور ابن شہاب الزہری متوفی ۱۵۲ھ کے بھی یہی اقوال ہیں۔ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ، کا بھی یہی قول ہے۔ (المدونہ ج ۲ ص ۳۵۵)

اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ کا بھی یہی قول ہے (کتاب الام ج ۵ ص ۱۸۹- کتاب النفقات) اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا بھی یہی قول ہے۔ (مسائل احمد واسحاق روایت الکوج ۹۸۹)

اور اسحاق بن ابراہیم بن مخلد ابن راہویہ متوفی ۲۳۷ھ کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام ابوعبید الہروی متوفی ۲۲۷ھ کا بھی یہی قول ہے، اور اوزاعی، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ کا بھی یہی

Marfat.com

قول ہے۔

حدیث مذکور سے فقہاء کا استدلال

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد سے فرمایا کہ تمہارے لیے اپنی بیوی پر کوئی سبیل نہیں ہے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ اس کی بیوی اس کے اوپر کسی وجہ سے بھی حلال نہیں ہے، کیونکہ اگر وہ اس کے لیے حلال ہوتی تو اس کے لیے اپنی بیوی پر کسی وجہ سے کوئی سبیل ہوتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا استثناء فرماتے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے اپنی بیوی کے اوپر کوئی سبیل نہیں ہے الا یہ کہ تم اپنے نفس کو جھوٹا قرار دو، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً یہ فرما دیا تو اب کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس حدیث میں اپنی رائے سے کوئی استثناء کرے اور احادیث کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے، پس اسی طریقہ سے حدیث کے اندر اپنی رائے سے استثناء کرنا جائز نہیں ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا: جب کسی مرد نے اپنے نفس کی تکذیب کر دی تو اس کے اوپر حدِ قذف کے کوڑے لگائے جائیں گے، اور یہ سعید بن المسیب متوفی ۹۰ ھ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ النعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ ھ کا مذہب ہے۔

(المبسوط للسرخسی ج ۷ ص ۴۷، باب اللعان)

انہوں نے کہا کہ جب کسی مرد نے اپنے نفس کی تکذیب کر دی تو یہ طلاقِ بائنہ ہے اور اس پر حدِ قذف کے کوڑے لگائے جائیں گے اور یہی امام محمد بن الحسن الشیبانی الحنفی المتوفی ۱۸۹ ھ کا قول ہے۔

اور اس مسئلہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ جب کسی مرد نے اپنے نفس کی تکذیب کر دی اور اس کو کوڑے مارے گئے تو اس کی بیوی کو اس کی طرف لوٹا دیا جائے گا جب تک کہ وہ عورت عدت کے اندر ہو اور یہ قول سعید بن جبیر متوفی ۹۵ ھ سے منقول ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۵۸۵)

اور عبید اللہ بن الحسن کی رائے یہ تھی کہ لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق طلاقِ بائنہ ہے اور ان کی رائے یہ تھی کہ وہ اس کے ساتھ دوبارہ عقدِ نکاح کر سکتے ہیں، کہا گیا کہ وہ تو دونوں لعان کر کے چلے گئے حاکم کی تفریق کرنے سے پہلے تو انہوں نے کہا کہ یہ ان کے درمیان تفریق ہے اور انہوں نے کہا کہ جس عورت سے اس کا مرد لعان کر لے پھر اس سے نکاح کرے تو وہ دو طلاقوں کا مالک ہوگا۔

اور بعض فقہاء نے کہا: جب کسی مرد نے لعان کرنے کے بعد اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیا تو اس کو حد نہیں لگائی جائے گی، اسی طرح عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ ھ کا قول ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۱۰-۱۱۲)

اور عطاء نے کہا: وہ دونوں متفرق ہو گئے اور وہ مرد اللہ تعالیٰ کی لعنت کے ساتھ لوٹ گیا اور عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ ھ سے منقول ہے کہ جب لعان کرنے والے نے اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیا تو اس کے اوپر دو حدیں جمع نہیں ہوں گی۔

اور الحارث العکلی نے کہا کہ اس کے اوپر کوئی حد نہیں ہے۔ (کتاب الام للشافعی ج ۵ ص ۴۱۹، بحث ما یکون قذفا و ما لا یکون)

جب کسی مرد نے اپنی بیوی کے بچے کی اپنے نسب سے نفی کر دی تو اس کے متعلق فقہاء کی آراء اور اقوال

امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ ھ یہ کہتے تھے کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی کے بچے کے متعلق یہ کہا: لم تلدیہ، تم نے اس بچے کو نہیں پیدا کیا، تو اس مرد سے اس بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا، سوائے اس کے کہ چار عورتیں یہ گواہی دیں کہ اس عورت کے

Marfat.com

ہاں یہ بچہ ہوا ہے اور یہ عورت اس کی بیوی ہے اور اگر وہاں چار عورتیں نہ ہوں اور اس عورت نے مرد سے اس کی قسم کا سوال کیا تو ہم اس مرد کے اوپر قسم دیں گے۔ اگر مرد نے قسم کھالی تو وہ مرد بری ہو جائے گا اور اگر اس نے حلف نہیں اٹھایا تو ہم اس کو جبراً حلف دیں گے۔ (کتاب الام للامام الشافعی ج ۵ ص ۴۱۹)

اور اگر اس عورت نے حلف اٹھالیا تو مرد پر اس بچے کا نسب لازم ہوگا اور اگر اس عورت نے حلف نہیں اٹھایا تو اس کو لازم نہیں ہوگا۔

سفیان بن سعید بن مسروق الثوری التوفی ۱۶۱ھ نے کہا: بچے کے متعلق عورتوں کے دعوے پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، کہ اس نے وہ بچہ اپنے خاوند کے گھر میں پیدا کیا ہے جب تک کہ اس پر گواہ نہ ہوں۔ اور فقہاء احناف نے کہا کہ جب خاوند نے اس بچے کے متعلق کہا جو اس عورت کے ساتھ تھا کہ تم نے یہ بچہ پیدا نہیں کیا ہے تو اس کا نسب کسی سے ثابت نہیں ہوگا اور خاوند پر حد نہیں ہوگی اور نہ ان کے درمیان لعان ہوگا اور اگر اس کی بیوی بچے کی ولادت پر گواہ پیش کر دے تو اس بچے کا نسب میاں بیوی دونوں سے ثابت ہو جائے گا۔ اور جب عورت نے گواہ پیش کیے اور مرد نے اس کی نفی کر دی تو پھر مرد کے اوپر لعان ہے اور بچہ اپنی ماں کے ساتھ لازم رہے گا۔ (المبسوط للسرخسی ج ۷ ص ۵۷، باب اللعان)

علامہ ابوبکر ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی التوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ اگر خاوند نے یہ اقرار کیا کہ اس کی بیوی نے بچہ جنا ہے اور وہ عورت اس کی بیوی ہے اور بچہ اس وقت میں پیدا ہوا جس وقت میں بچے پیدا ہونا ممکن ہے تو وہ بچہ اس کو لازم ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الولد للفراش، بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، اور اس کے خاوند کے اس قول کو قبول نہیں کیا جائے گا کہ اس بچے کا نسب اس سے نہیں ہے۔ (الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۴۸۹-۴۹۲، دار الفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

حدیث ''الولد للفراش'' کی تحقیق اور تخریج

جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے فتح مکہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عبد بن زمعہ میرا بھائی ہے، اور میرے باپ (عتبہ بن ابی وقاص) کی باندی کا بیٹا ہے، جس سے عتبہ بن ابی وقاص نے زنا کیا تھا اور اس کے نتیجے میں عبد بن زمعہ پیدا ہوا تھا، وہ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی وقاص سے فرمایا: وہ تمہارا بھائی ہے اے عبد بن زمعہ! پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، اور زانی کے لیے پتھر ہیں یعنی اس کو سنگسار کیا جائے گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے سودہ! تم عبد بن زمعہ سے پردہ میں رہا کرو، کیونکہ آپ نے عبد بن زمعہ میں عتبہ بن ابی وقاص کی مشابہت دیکھی تھی، تو حضرت سودہ نے اپنے بھائی عبد بن زمعہ کو کبھی نہیں دیکھا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۵۳ (مختصرا)، صحیح البخاری: ۲۲۱۸، ۲۴۲۱، ۲۵۳۳، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲،)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حکم ثابت ہے کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، اور تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے۔ (الاغناء: ۲۵۴۲)

۶۷۵۷: ہمیں یحییٰ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کیلئے پتھر ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۴۵۸، از سند سفیان)

۶۷۵۸: ہمیں حامد بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں اسحاق رازی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں

Marfat.com

مالک بن انس نے حدیث بیان کی (الموطا ص ۵۶۷)، از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کیلئے پتھر ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۲۱۸، صحیح مسلم: ۱۴۵۷ از سند زہری)

مسئلہ مذکورہ میں فقہاء کی آراء اور اقوال

علامہ ابوبکر ابراہیم بن منذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا: جب کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح صحیح کیا، پھر وہ عقدِ نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت یا اس سے زیادہ مدت کے اندر بچے کو لے کر آئی تو بچہ اس مرد کے ساتھ لاحق ہوگا جب کہ ممکن ہو کہ وہ مرد اپنی بیوی کی طرف پہنچ سکا ہو اور اس کا شوہر ان لوگوں میں سے ہو جو مجامعت کر سکتے ہوں، پس جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اپنی بیوی کی طرف نہیں پہنچا ہے اور یہ اس صورت میں ہوگا کہ جب شوہر اور بیوی ایسے دو شہروں کے درمیان رہتے ہوں جن کے درمیان اتنی مسافت ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ ان کے نکاح کے بعد ملاقات نہیں ہوئی، اسی طرح اگر خاوند بچہ ہو اور اس جیسا بچہ وطی نہ کر سکتا ہو پھر اس کی بیوی بچہ جنے تو بچے کا نسب اس مرد سے ثابت نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح اگر اس عورت کا خاوند مقطوع الذکر اور خصیتین ہو تب بھی اس بچے کا نسب اس مرد سے ثابت نہیں ہوگا۔

امام ابوبکر ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی مرد اپنی بیوی سے کئی سال تک غائب رہا ہو، پھر اس کی بیوی کو اس کے شوہر کی وفات کی خبر پہنچ گئی ہو، پھر اس نے عدت گزار لی ہو اور پھر کسی اور مرد سے نکاحِ صحیح کر لیا ہو جو اس کے ولی نے کیا ہو اور اس نکاح کے گواہ بھی موجود ہوں اور دوسرے شوہر نے اس عورت سے دخول کر لیا ہو اور اس سے اس کی کئی اولادیں ہو چکی ہوں، پھر اس کا پہلا شوہر آ جائے تو دوسرا نکاح منسوخ ہو جائے گا اور وہ عورت اپنی عدت گزارے گی اور پہلے شوہر کی طرف واپس کر دی جائے گی اور اس عورت کے لیے دوسرے شوہر کے اوپر مروجہ دستور کے مطابق مہر مثل لازم ہوگا اور اولاد دوسرے شوہر کے ساتھ لاحق ہوگی، کیونکہ وہ اولاد دوسرے شوہر کے بستر پر پیدا ہوئی ہے اور یہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری متوفی ۱۶۱ھ کا قول ہے اور فقہاءِ عراق کا قول ہے اور ابنِ ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے۔ اور یہی امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا قول ہے (المدونہ ج ۶ ص ۱۱۱) اور اہلِ حجاز کا قول ہے اور محمد بن ادریس الشافعی المتوفی ۲۰۴ھ کا اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۳۴۷، بحث امراۃ المفقود)

اور اسی طرح امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ کا قول ہے، اور تمام اہلِ علم جن کے اقوال محفوظ ہیں ان کا یہی قول ہے سوائے امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت المتوفی ۱۵۰ھ کے قول کے (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۱۵) کیونکہ امام ابوحنیفہ کا زعم یہ ہے کہ اولاد پہلے خاوند کی قرار دی جائے گی کیونکہ وہی صاحب فراش ہے۔ (الاقناع: ۲۵۵۹)

اور ہم حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے اس صورت میں یہ فیصلہ کیا کہ اولاد دوسرے شوہر کی قرار پائے گی۔

۷۷۵۹: ہمیں حدیث بیان کی از اسحاق بن راہویہ، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی وکیع نے، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی اسرائیل نے از ابراہیم بن عبد الاعلیٰ از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت مولا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر تھا اوران کے پاس عکرمہ بن خنبص نے اس عورت کے متعلق مقدمہ پیش کیا جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تھا تو حضرت مولیٰ علی نے اس بچے کواس کے پہلے خاوند کے ساتھ لاحق کر دیا، جب کہ اس کی اولاد دوسرے خاوند سے ہوئی تھی اور حضرت علی نے اولاد کو دوسرے خاوند کی اولاد قرار دیا۔

ابراہیم بن منذر کے مسودہ میں یہ لفظ ''حبیس'' لکھا ہوا ہے اور یہ غلط ہے اور صحیح لفظ عکرمہ بن خنبص ہے، امام بخاری نے اس کو اسی طرح لکھا ہے۔ (التاریخ الکبیر ج ۷ ص ۵۰)

اورامام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے (الجرح والتعدیل: ج ۷ ص ۱۰)، انہوں نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے سنا، ان سے ابراہیم بن عبدالاعلیٰ الکوفی نے روایت کی اور امام ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس کو اسی طرح بیان کیا (ج ۵ ص ۲۳۲) اور کہا کہ شیخ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو متقی لوگوں کی حفاظت میں دیا حتیٰ کہ اس کا ایک حیض گزر جائے، پھر حیض گزر جانے کے بعد اس عورت کو اس کے خاوند کی طرف لوٹا دیا۔ (سنن سعید بن منصور: ۵۴۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۱۳-۴۱۴)

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۴۴۹-۴۵۱، دارالفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

مسئلہ مذکورہ میں فقہاءِ اسلام کے اقوال

اس میں اختلاف ہے کہ ایک عورت کے ہاں دو بچے ایک پیٹ سے پیدا ہوئے، پس شوہر نے ان میں سے ایک بچے کا تو اقرار کیا اور دوسرے بچے کی نفی کی، تو فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ جب اس نے ایک بچے کا اقرار کرلیا تو دوسرے بچے کا نسب بھی اس سے ثابت ہو جائے گا خواہ وہ پہلے بچے کا اقرار کرے خواہ دوسرے بچے کا اقرار کرے اور یہی امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ کا قول ہے۔ (کتاب الام، ج ۵ ص ۴۲۰، بحث ما یکون قذفا و مالا یکون)

اور ابوثور اور ابن القاسم کا بھی یہی قول ہے (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۳۵۷، بحث کتاب اللعان)

اور فقہاءِ احناف نے کہا ہے: جب شوہر نے پہلے بچہ کی نفی کی اور دوسرے کا اقرار کیا تو اس پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور لعان نہیں کیا جائے گا اور دونوں بچوں کا نسب ثابت ہوگا۔ اور اگر اس نے پہلے بچے کا اقرار کیا اور دوسرے کی نفی کی تو اس پر لعان کا حکم لگایا جائے گا اور دونوں بچوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا۔ (المبسوط للسرخسی ج ۷ ص ۴۹، بحث باب اللعان)

اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی المتوفی ۹۶ھ نے کہا کہ ایک مرد کی تین اولادیں ہیں، اس نے پہلے بچے کا تو اقرار کیا اور دوسرے کی نفی کی اور تیسری کا اقرار کرلیا تو انہوں نے کہا: اس کو اسی پر محمول کیا جائے گا جس طرح اس مرد نے کہا ہے۔

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۴۹۳-۴۹۲، دارالفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

دولعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کرنے کا حکم اور اس مسئلہ میں فقہاءِ اسلام کے اقوال اور ان کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب لعان سے شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق ہوگئی تو علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی متوفی ۳۱۸ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ لعان کے پورا ہونے سے شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق

واقع ہو جائے گی خواہ حاکم نے تفریق نہ کی ہو اور یہی قول ربیعہ کا اور امام مالک بن انس کا اور اللیث کا اور الاوزاعی کا اور امام زفر بن ہزیل المتوفی ۱۵۸ھ کا ہے اور ابوثور کا ہے۔

اور سفیان بن سعید بن مسروق ثوری المتوفی ۱۶۱ھ نے کہا اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور ان کے دونوں صاحبوں نے کہا کہ لعان کے پورا ہونے سے تفریق واقع نہیں ہو گی حتیٰ کہ حاکم ان کے درمیان تفریق کر دے اور یہی امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا قول ہے، اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا کہ جب خاوند نے لعان کو مکمل کر دیا تو شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق واقع ہو گئی اور وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے اور اگر تفریق مکمل نہ ہو اور خاوند مر جائے تو اس کا بیٹا اس کا وارث ہو گا۔

اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا کہ جب خاوند کا لعان اس سے حد کو ساقط کر دیتا ہے اور بچے کے نسب کی اس سے نفی کر دیتا ہے تو عصمت منقطع ہو جاتی ہے اور الولد للفراش کا حکم ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ عورت کا فراق میں اور عصمت کے منقطع ہونے میں کوئی دخل نہیں ہے اور عورت کے لعان کا کوئی معنی نہیں ہے سوائے اس کے کہ عورت کے لعان کی وجہ سے اس سے حدِ زنا ساقط ہو جائے گی۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قرآن مجید کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (النور: ٦)

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں، تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے ○

اور امام شافعی کے قول کی بناء پر لائق ہے کہ عورت سے لعان نہ کیا جائے اور یہ عورت اس کی بیوی کی غیر ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس کو بائنہ کر دیا، پھر اس پر اس نے زنا کی تہمت لگائی تو عورت سے لعان نہیں کرایا جائے گا، کیونکہ وہ اس کی بیوی نہیں ہے اور قرآن مجید میں بیویوں پر تہمت لگانے کے متعلق لعان کا حکم دیا اور اگر عورت خاوند کے لعان کرنے کی وجہ سے اس سے بائنہ ہو گئی تو پھر عورت کا لعان کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں فقہاءِ احناف کی دلیل

فقہاءِ احناف کی دلیل یہ ہے کہ خاوند اور بیوی کے درمیان نفسِ لعان سے تفریق واقع نہیں ہوتی حتیٰ کہ حاکم ان کے درمیان تفریق کرے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے دو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی، تو حدیث میں تفریق کرنے کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے نہ کہ لعان کی طرف۔ تو فقہاءِ احناف نے کہا: اس سے معلوم ہوا کہ لعان حاکم کے حاضر ہونے کی طرف محتاج ہے تو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق بھی حاکم کی طرف محتاج ہو گی۔ اس کے برخلاف طلاق کا حکم ہے جس کا عنین یعنی نامرد پر قیاس کیا جاتا ہے کیونکہ عنین یعنی نامرد اور اس کی بیوی کے درمیان

Marfat.com

تفریق نہیں کی جاتی حتیٰ کہ حاکم ان کے درمیان تفریق کرے یعنی شوہر کے محض نامرد ہونے کی وجہ سے اس کی اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں ہوگی جب تک کہ حاکم ان کے درمیان تفریق نہ کردے، سو اسی طرح نفسِ لعان سے شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق نہیں ہوگی حتیٰ کہ حاکم ان کے درمیان تفریق کردے۔

مسئلہ مذکورہ میں امام مالک کی دلیل

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور ان کے موافقین کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کردی، جب ان دونوں کا لعان ثابت ہوگیا تو اس سے معلوم ہوا کہ نفسِ لعان سے شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق واجب ہوجاتی ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فیصلہ کیا جب کہ شوہر اور بیوی لعان سے فارغ ہوگئے تو آپ نے فرمایا: اب تمہارا اس عورت پر کوئی حق نہیں رہا اور آپ نے اپنے اس ارشاد سے یہ خبر دی ہے کہ لعان میں شوہر کی بیوی کے اوپر سبیل کے اوپر مرتفع کردیا اور یہ تفریق ان کے درمیان حاکم کے نئے حکم کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی اور یہ تفریق صرف لعان کی وجہ سے واجب ہوئی ہے جس کا معنی ہے: دونوں کو ایک دوسرے سے دور کرنا، اور یہی لعان کا لغوی معنی ہے۔

فقہاء احناف کے دلائل کے جوابات

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ لاعن کا لفظ باب مفاعلہ کا صیغہ ہے جس کا تقاضا ہے کہ طرفین ایک دوسرے پر لعان کریں اور اگر ان کے درمیان نکاح باقی رہے حتیٰ کہ حاکم اس نکاح کی تفریق کرے تو اس سے لازم آئے گا کہ زوجین کے درمیان صحیح نکاح کی تفریق ہوجائے بغیر کسی فاسد امر کے اور بغیر کسی ایسے سبب کے جس کا تقاضا یہ ہو کہ اس نکاح کو فاسد کرلیا جائے اور اگر اس کے مطابق کہا گیا تو یہ قول تمام امت کے اقوال سے خارج ہوجائے گا اور حاکم کے لیے جائز ہوگا کہ وہ جب چاہے شوہر اور بیوی کے درمیان نکاح کی تفریق کردے بغیر کسی ایسے سبب کے جس کا تقاضا یہ ہو کہ ان کے نکاح کو باطل کردیا جائے اور فقہاء احناف کا عنین اور نامرد پر اس کو قیاس کرنا غلط ہے کیونکہ بیوی کے لیے جائز ہے کہ وہ نامرد کے ساتھ نکاح پہ راضی رہے اور جس عورت نے اپنے خاوند سے لعان کرلیا اس کے لیے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا یہ دونوں مسئلے الگ الگ ہوگئے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔

فقہاء احناف کے رد پر تائید مزید

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ لعان کرنے والے کی بیوی اپنے شوہر پر حلال نہیں ہوتی جب تک کہ اس کا شوہر اپنے آپ کو جھوٹا نہ قرار دے، اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ اگر لعان سے نکاح فسخ نہ ہوتا تو العجلانی کی طلاق ان کی بیوی پر واقع ہوجاتی اور وہ دوسرا نکاح کرنے کے بعد العجلانی کیلئے حلال ہوجاتی اور جمہور علماء نے ذکر کیا ہے کہ دو لعنت کرنے والے میاں بیوی کبھی بھی ایک دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتے اور جب اس مرد نے اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے دیا تو اس پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور بچے کا نسب اس کے ساتھ لگا دیا جائے گا اور اس کی بیوی اس کے پاس کبھی بھی لوٹ نہیں سکے گی۔

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے: اس سنت میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ کوئی اختلاف ہے اور علامہ ابن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نے از عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ روایت کی ہے کہ لعنت کرنے والے نے جب لعان کرنے کے بعد اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیا تو اس پر حدِ قذف نہیں لگائی جائے گی اور انہوں نے کہا: وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی لعنت سے الگ الگ ہوگئے۔

Marfat.com

فقہاء احناف کی طرف سے دلیل مذکور کا جواب

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ نے کہا: جب کسی مرد نے اپنے نفس کو جھوٹا قرار دیا اور اس پر حدِ قذف لگ گئی اور بچہ اس کے نسب کے ساتھ لاحق ہو گیا تو وہ جس کو چاہے نکاح کا پیغام دے سکتا ہے اور یہی سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ اور الحسن البصری متوفی ۱۱۰ھ اور سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ کا قول ہے اور ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع قائم ہے کہ جب لعان کرنے والے مرد نے اپنے نفس کی تکذیب کر دی اور اس پر حدِ قذف لاگو ہو گئی اور بچہ اس کے نسب کے ساتھ لاحق ہو گیا تو انہوں نے کہا تو پھر اس کا نکاح بدستور حلال ہو جائے گا اور بچہ اس کی طرف لوٹ آئے گا کیونکہ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

جمہور فقہاء کی طرف سے فقہاء احناف کے جواب پر تبصرہ

جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ لعان کرنے والے مرد اور عورت کبھی بھی مجتمع نہیں ہوتے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کر دی اور آپ نے مرد سے فرمایا کہ ''تمہارے لیے اپنی بیوی کے اوپر اب کوئی سبیل نہیں ہے''۔ اور آپ نے اس سے یہ نہیں فرمایا: سوائے اس کے کہ تم اپنے نفس کی تکذیب کرو تو گویا یہ دائمی تحریم ہے جیسا کہ امہات کے متعلق دائمی تحریم ہے، اور یہ ہر اس تحریم کی شان ہے جس میں مطلقاً دائمی تحریم ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو اس کی بیوی اس پر دائماً حرام نہیں ہوتی اور جب وہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے تو پھر اس کا پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرنا حلال ہو جاتا ہے، اور اگر آپ فرماتے کہ اگر اس نے اس کو طلاق دے دی تو وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوگی تو یہ تحریم مطلق ہوتی اور کبھی اس کے لیے حلال نہ ہوتی، حالانکہ مطلقہ ثلاثہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً تحریم نہیں فرمایا اور لعان کرنے والے مرد اور عورت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً تحریم فرمائی ہے اور اس کو کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں فرمایا، سو یہ دائمی تحریم ہے، پس اگر مرد نے اپنے نفس کو جھوٹا قرار دیا تو بچے کا نسب اس کے ساتھ ملا دیا جائے گا، کیونکہ یہ وہ حق ہے جس کا اس نے پہلے انکار کیا اور پھر دوبارہ اقرار کر کے اس کی طرف رجوع کر لیا اور نکاح میں اس طرح نہیں ہے کیونکہ یہ وہ حق ہے جو اس کے اوپر ثابت تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے لیے اپنی بیوی کے اوپر کوئی سبیل نہیں ہے'' تو اب مرد کے لیے اس کو باطل کرنا جائز نہیں ہوگا اور امام اسحاق بن ابراہیم بن مخلد راہویہ المتوفی ۲۳۷ھ نے اور فقہاء کی جماعت میں ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ سے روایت کی ہے کہ اس معاملہ پر سنت جاری ہو گئی کہ جب فریقین ایک دوسرے پر لعان کریں گے تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور وہ کبھی بھی ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہو سکیں گے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۳۸۶-۳۸۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

لعان پر متفرع ہونے والی تفریق کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ، صحیح البخاری: ۵۳۱۳، ۵۳۱۴ کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں نافع البربری متوفی ۱۱۷ھ کی از حضرت ابن عمر متوفی ۷۳ھ یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن

رضی اللہ عنہما نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دی جس مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی اور ان دونوں سے آپ نے حلف لیا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد اور ایک عورت جو انصار سے تھیں ان کے درمیان آپ نے لعان کرایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی۔

علامہ ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ لعان کے ساتھ تفریق کب واقع ہوگی اور علامہ ابن المنذر متوفی ۳۱۲ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے روایت کی ہے کہ جیسے ہی لعان پورا ہوگا تو تفریق واقع ہو جائے گی خواہ حاکم تفریق نہ کرے اور یہ ربیعہ، امام مالک بن انس، اور لیث اور اوزاعی اور امام زفر بن ھزیل متوفی ۱۵۸ھ کا قول ہے۔ اور ثوری نے کہا اور امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کا بھی یہی مذہب ہے اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا کہ جب تک حاکم تفریق نہ کر دے اس وقت تک صرف لعان سے تفریق نہیں ہوگی۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۵۰۶)

اور امام شافعی نے کہا کہ جب زوج نے لعان کو مکمل کر دیا تو ان کے درمیان تفریق ہو گئی اور وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے اور اگر تفریق مکمل نہ ہوتی اور وہ مرد مر جاتا تو اس کا بیٹا اس کا وارث ہوتا۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۲۸۰-۲۸۱)

اور امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب خاوند کے لعان کرنے سے اس سے حدِ قذف ساقط ہو جاتی ہے اور بچے کے نسب کی نفی ہو جاتی ہے تو ان کے درمیان عصمت منقطع ہو جاتی ہے اور الولد للفراش کا حکم مرتفع ہو جاتا ہے کیونکہ عورت کا فراق میں اور عصمت کے منقطع ہونے میں کوئی دخل نہیں ہے، اور عورت جو لعان کرتی ہے اس کا صرف یہ معنی ہے کہ اس سے حدِ زنا ساقط ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (النور:۶)	اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں، تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے ۝

اور یہ آیت ان کے قول کے خلاف ہے، اور اس کے بھی خلاف ہے کہ انہوں نے کہا: لائق ہے کہ عورت لعان نہ کرے جب کہ وہ اس کی بیوی نہ ہو، اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس نے اس کو خود سے جدا کر دیا پھر اس کے اوپر اس نے زنا کی تہمت لگائی تو اب لعان نہیں کرایا جائے گا کیونکہ اب وہ اس کی بیوی نہیں رہی، اسی طرح جب اس کی بیوی لعان کرنے کی وجہ سے بائن ہو گئی تو اب اس کا لعان کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۵۰۵-۵۰۶)

الثوری اور ان کے موافقین کی اس باب کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفریق کی اضافت مرد کی طرف کی ہے، لعان کی طرف نہیں کی، انہوں نے کہا: جب کہ اس میں مرد کے حاضر ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے تو اسی طرح اس کی تفریق میں بھی اس کے حاضر ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس کے برخلاف عنین یعنی نامرد کی طلاق پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ عنین اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق صرف حاکم کرتا ہے۔

Marfat.com

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی جب ان دونوں کا لعان مکمل ہو گیا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ لعان سے تفریق واجب ہو جاتی ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد فیصلہ فرمایا اور آپ نے مرد سے فرمایا: تمہارے لیے اب اس عورت کے اوپر کوئی سبیل نہیں ہے اور اس میں آپ نے یہ خبر دی ہے کہ لعان نے مرد کی عورت کے اوپر سبیل کو مرتفع کر دیا اور یہ تفریق ان کے درمیان نیا حکم نہیں ہے، یہ تفریق ان کے لعان کی وجہ سے از روئے لغت واجب ہو گئی۔ (الاستذکار، ج ۱۷، ص ۲۲۴-۲۲۶ ملخصاً)

لعان باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کا خاصہ ہے: فاعل میں اشتراک، اگر ان کا نکاح ان کے درمیان باقی رہتا حتیٰ کہ حاکم تفریق کرتا تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ حاکم کسی بھی صحیح نکاح کو اپنی رائے سے بغیر کسی سبب صحیح یا سبب فاسد کے فسخ کر سکتا ہے جب کہ کوئی ایسا سبب درپیش نہ ہو جس کا تقاضا اس نکاح کو فاسد کرنا ہو، اور جس نے یہ قول کیا تو اس کا قول تمام امت کے اجماع سے خارج ہو گا اور پھر حاکم کے لیے جائز ہو گا کہ میاں بیوی میں سے جس کے نکاح کی تفریق کرنا چاہے وہ تفریق کر دے، بغیر کسی ایسے سبب کے جس کا یہ تقاضا ہو کہ ان کا نکاح باطل کر دیا جائے اور فقہاء احناف کا اس پر نامرد کے معاملہ پر قیاس کرنا خطاء ہے کیونکہ بیوی کے لیے یہ جائز ہے کہ اگر وہ عنین اور نامرد کے ساتھ زندگی گزارنے پر راضی ہو تو وہ اس کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہے اور لعان کرنے والی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ لعان کرنے والے مرد سے رجوع کر لے، لہٰذا ان دونوں مسئلوں میں فرق ہے۔

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ لعان کرنے والے کی بیوی لعان کے بعد اپنے شوہر پر حلال نہیں ہوتی جب اس نے اپنے نفس کی تکذیب نہ کی ہو، اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ ان کا نکاح لعان سے فسخ نہیں ہوا اور حضرتِ عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ کی طلاق اپنی بیوی پر واقع ہو گئی اور وہ نکاح کے بعد ان کے لیے حلال تھی۔

اور جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ دو لعان کرنے والے مرد اور عورت کبھی بھی ایک دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتے خواہ مرد نے اپنے نفس کی تکذیب کر دی ہو اور اس پر کوڑے مار دیے گئے ہوں اور اس کا بچہ اس پر لاحق ہو گیا ہو اور اس کی بیوی اس پر کبھی بھی رجوع نہیں کرے گی۔

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا: یہ وہ سنتیں ہیں جن میں نہ کوئی شک ہے اور نہ کوئی اختلاف ہے۔ (المؤطا امام مالک ص ۳۵۱)

اور علامہ ابراہیم بن منذر النیشاپوری متوفی ۳۱۸ھ نے عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ سے روایت کی ہے کہ لعان کرنے والے نے لعان کے بعد جب اپنے نفس کو جھوٹا قرار دیا تو اس پر حدِ قذف نہیں لگائی جائے گی اور کہا: یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی لعنت سے متفرق ہو گئے۔

فقہاء احناف کی طرف سے دلائل مذکورہ کے جواب

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ جب لعان کرنے والے مرد نے لعان کے بعد اپنے نفس کی تکذیب کر دی تو اس کو حد قذف لگائی جائے گی اور اس کا بچہ اس کے ساتھ لاحق ہو جائے گا اور وہ جس وقت چاہے نکاح کا پیغام دے سکتا ہے اور یہ سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ اور الحسن البصری متوفی ۱۱۰ھ اور سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ

کا مذہب ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۵۰۶، الاستذکار ج ۱۷ ص ۲۳۱-۲۳۶ ملخصا)

بخاری کے ایک شارح علامہ ابن التین نے اس عبارت کو نقل کیا ہے اور اس پر انہوں نے حسن بصری کا ذکر نہیں کیا اور محمد بن حسن الشیبانی متوفی ۱۷۹ھ کا اضافہ کیا ہے کہ جب لعان کرنے والے مرد نے اپنے نفس کی تکذیب کردی تو پھر تحریم مرتفع ہوگئی، پھر اس کی بیوی جب تک عدت میں ہو تو وہ اس مرد کی طرف لوٹ سکتی ہے، اور جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع قائم ہے کہ اگر مرد نے اپنے نفس کی تکذیب کردی اور اس پر حدِ قذف لاگو کردی گئی تو بچہ اس کے نسب کے ساتھ لاحق ہو جائے گا، انہوں نے کہا: پھر یہ نکاح حلال ہو کر لوٹ آئے گا جیسا کہ بچہ اپنے نسب کی طرف لوٹ آیا ہے کیونکہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ لعان کرنے والے مرد اور عورت کبھی بھی مجتمع نہیں ہوتے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کردی اور آپ نے مرد سے فرمایا: تمہارے لیے اس بیوی کے اوپر کوئی سبیل نہیں ہے اور آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا: سوائے اس صورت کے کہ تم اپنے نفس کی تکذیب کرو تو گویا کہ یہ دائمی تحریم ہے جیسا کہ امہات کی تحریم ہوتی ہے اور یہ ہر اس تحریم کی شان ہے جس میں دائمی طور پر تحریم کی گئی ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو ان کی تحریم دائمی نہیں ہے اور اس میں یہ شرط ہے کہ جب تین طلاق دینے والے کی بیوی نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلیا تو اس کا پہلے خاوند کی طرف نکاح جدید سے رجوع کرنا جائز ہے اور اگر آپ یوں فرماتے کہ اگر اس مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ اس کے لیے بالکل حلال نہیں ہوتی تو پھر یہ تحریم مطلق ہوتی اور وہ عورت اس کے لیے کبھی حلال نہ ہوتی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان میں تحریم کو مطلقاً قرار دیا ہے اور اس کو کسی خاص وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا ہے تو لعان سے جو تحریم ثابت ہوتی ہے وہ دائمی ہے، پس اگر مرد نے اپنے نفس کی تکذیب کردی تو اس کا بیٹا اس کے ساتھ لاحق ہو جائے گا کیونکہ یہ وہ حق ہے جو اس کے خلاف ثابت ہو چکا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لیے اپنی بیوی کے اوپر کوئی سبیل نہیں ہے، للہذا مرد کیلئے اس کو باطل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (الاستذکار ج ۱۷ ص ۲۳۴-۲۴۳ ملخصا)

اور امام اسحاق بن ابراہیم الحنظلی راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور ابن شہاب زہری کی ایک جماعت نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ اس چیز کے اوپر سنت جاری ہو چکی ہے کہ جب مرد اور عورت نے ایک دوسرے پر لعنت کرلی تو ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی اور وہ کبھی بھی ایک دوسرے کے ساتھ مجتمع نہیں ہو سکتے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۴۸۳-۴۸۶، وزارۃ الاوقات والشؤون الاسلامیہ، القطر ۱۴۲۹ھ)

لعان پر متفرع ہونے والی تفریق کی حدیث کی تحقیق

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری ۵۳۱۳، ۵۳۱۴ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ عنوان یعنی دو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق المستملی کی عبارت سے ثابت ہے اور اس کو اسماعیلی نے ذکر کیا ہے اور علامہ نسفی نے اس باب کو بغیر کسی عنوان کے ذکر کیا ہے اور پہلا طریقہ زیادہ مناسب ہے، اس باب میں یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ نے دو سندوں سے یہ حدیث روایت کی ہے اور پہلی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے حلف لیا، اور دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان

Marfat.com

لعان کیا گیا تو آپ نے ان دونوں سے حلف لیا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ یحییٰ بن نعیم نے اور دوسروں نے مطلقاً اس روایت کو غلط قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ نے دو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی، اس سے مراد وہ ہے جو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ ھ کی حدیث میں مذکور ہے جس کو امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ نے روایت کیا ہے از سفیان بن عیینہ از زہری انہی الفاظ کے ساتھ اور اس کے بعد کہا ہے: ابن عیینہ کی اس حدیث میں کسی نے متابعت نہیں کی، پھر عیینہ کی سند سے از عمر بن دینار از سعید بن جبیر از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عجلان کے دو فریقوں کے درمیان تفریق کر دی۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ ھ نے کہا ہے کہ شاید کہ ابن عیینہ نے اس حدیث کے اندر دوسری حدیث کی مداخلت کر دی اور امام ابن ابی خیثمہ نے ذکر کیا ہے کہ یحییٰ بن معین سے اس حدیث سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: یہ غلط ہے۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی نے کہا کہ اگر ان کا ارادہ یہ ہے کہ حضرت سہل بن سعد ساعدی کی حدیث ہے تو معاملہ سہل ہے ورنہ یحییٰ بن معین کا قول مردود ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس سے پہلے حضرت سہل کی حدیث میں ابن جریر کی سند سے یہ گزر چکا ہے کہ لعان کرنے والوں کے درمیان یہ سنت جاری ہوگئی کہ وہ کبھی بھی مجتمع نہیں ہوں گی لیکن ابن شہاب زہری کی عبارت کے سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا یہ قول مرسل ہے، اور میں بیان کر چکا ہوں کہ اس قول کو کس نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور کس نے اس کو باب اللعان میں مرسلاً روایت کیا ہے۔ اور ہر تقدیر پر یہ واضح ہو گیا کہ دو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق نفسِ لعان سے نہیں ہوتی حتیٰ کہ حاکم اس تفریق کو واقع کرے اور ابن جریج کی روایت مذکورہ اس بات کی تائید کرتی ہے کہ تفریق نفس لعان سے واقع ہو جاتی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ابن شہاب زہری کی یہ حدیث مرسل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام دارقطنی متوفی ۳۸۶ ھ نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ کے حکم سے تفریق واقع نہیں ہوتی اور انہوں نے امام دارقطنی کی ایک دوسری روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں آپ نے مرد سے فرمایا کہ تمہارے لیے اپنی بیوی کے اوپر اب کوئی سبیل نہیں ہے اور اس جواب پر یہ تعاقب کیا گیا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد مرد کے اس سوال کے جواب میں تھا جو اس نے کہا تھا کہ میں نے جو مال اس پر خرچ کیا ہے اس کا کیا ہوگا اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اعتبار عمومی الفاظ سے ہوتا ہے اور یہ الفاظ نکرہ ہیں اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اب مرد اپنی بیوی کے مال پر یا بدن پر کسی وجہ سے تصرف نہیں کر سکتا۔

اس پر بحث کہ آیا نفسِ لعان سے خاوند اور بیوی کے درمیان دائمی تفریق ہو جاتی ہے یا اس کے لیے حاکم کے حکم کی ضرورت ہے

اور امام ابوداؤد متوفی ۲۷۶ ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ کی حدیث کے اخیر میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ اس مرد کے اوپر اس بیوی کا نہ کوئی خرچ ہے اور نہ رہائش ہے، اس وجہ سے وہ دونوں بغیر طلاق کے علیحدہ ہوئے اور نہ خاوند کی وفات ہوئی، اور یہ حدیث اس بات میں ظاہر ہے کہ فرقت یا تفریق لعان کرنے والوں کے درمیان نفس لعان سے

Marfat.com

واقع ہوئی اور اس سے مستفاد یہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو حدیث حضرت سہل سے مروی ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عویمر العجلانی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اس سے پہلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے درمیان علیحدگی کا حکم دیتے اور بے شک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، اس سے پہلے کہ یہ معلوم ہو کہ تفریق نفسِ لعان سے واقع ہوئی ہے، انہوں نے اپنی اس بیوی سے شدید نفرت کی بناء پر اس کو طلاق دینے میں جلدی کی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی یہ ارشاد ہے کہ یہ اب کبھی بھی جمع نہیں ہوں گی، اس سے بھی یہ استدلال کیا گیا ہے کہ لعان کی تفریق دائمی طور پر ہوتی ہے اور بے شک لعان کرنے والا اگر اپنے نفس کو جھوٹا قرار دے دے تب بھی اس کے لیے بعد میں اس عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے نکاح کر لے اور لعان سے صرف ایک طلاقِ بائنہ واقع ہوتی ہے اور یہ قول حماد بن ابی سلیمان متوفی ۱۲۰ھ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کا ہے اور امام محمد بن الحسن الشیبانی متوفی ۱۸۹ھ کا ہے۔ اور سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ جب لعنت کرنے والے نے اپنے نفس کے ساتھ تکذیب کر دی تو جس کو چاہے نکاح کا پیغام دے سکتا ہے، اور شعبی اور زہاب سے مروی ہے کہ جب اس نے اپنے نفس کی تکذیب کر دی تو اس کی بیوی کو واپس لوٹا یا جائے گا۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا میرے نزدیک یہ تیسرا قول ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ: میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ اس کی بیوی اس کے ساتھ نکاح جدید کے ساتھ لوٹا دی جائے گی، تو یہ قول پہلے قول کے موافق ہو جائے گا۔

علامہ ابن سمعانی الشافعی متوفی ۴۸۹ھ نے کہا: میں اس مسئلہ کی دلیل پر واقف نہیں ہوا، کیونکہ نظر کا تقاضا یہ ہے کہ لعان کرنے والوں کے درمیان دائمی تفریق ہو جاتی ہے اور اس مسئلہ میں صرف نص صریح کی اتباع کی جائے گی۔

اور حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا: ہمارے بعض اصحاب نے اس کی تائید کی ہے کہ ایک ملعون دوسرے ملعون کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتا کیونکہ ہر فریق نے دوسرے فریق پر لعنت کر دی تو ایک ملعون دوسرے ملعون کے ساتھ کیسے جمع ہوگا کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی ایک یقیناً ملعون ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب ایک عورت اس کے ساتھ نکاح کر لے کہ جس کے ساتھ اس نے لعان نہیں کیا تھا تو اب اس پر لعنت متحقق نہیں ہے اور اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا کہ ان دونوں کیلئے نکاح کرنا ممتنع ہوتا کیونکہ یہ متحقق ہو گیا کہ ان میں سے کوئی ایک ملعون ہے۔

اور علامہ ابن السمعانی نے کہا ہے کہ بعض فقہاء احناف نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دو لعنت کرنے والے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ دائمی تفریق اس کے ساتھ مشروط ہے کہ زوجین یعنی میاں بیوی کے درمیان تلاعن اور ایک دوسرے پر لعنت کرنا واقع ہو۔

اور فقہاء شافعیہ اس پر اکتفاء کرتے ہیں کہ شوہر کے لعان کرنے سے دائمی تحریم واقع ہو جاتی ہے اور انہوں نے جواب دیا کہ جب شوہر کا لعان کرنا عورت کے لعان کرنے کے سبب سے تھا اور صریح لفظ لعنت مرد کی جانب سے تھا نہ کہ عورت کی جانب سے تو

Marfat.com

اس کو ملاعنہ کا نام دیا گیا، اور نیز اس لیے کہ لعان میں عورت کے اوپر زنا کا اثبات ہے تو یہ اس کو مسلم ہے کہ بیٹے کے نسب کی نفی مرد سے ہو جائے تو پھر الولد للفراش کا حکم منتفی ہو جائے گا اور جب فراش منتفی ہو گیا تو نکاح بھی منقطع ہو گیا۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ جب لعنت کرنے والے نے اپنے نفس کی تکذیب کر دی تو اس سے ملاعنہ کا حکما ارتفاع لازم آئے گا۔ اور جب ملاعنہ مرتفع ہو گیا تو مرد کی بیوی کے ساتھ اس مرد کا استمتاع کرنا جائز ہو گیا، ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ لعان تمہارے نزدیک شہادت ہے اور شاہد جب حکم کے بعد رجوع کر لے تو حکم مرتفع نہیں ہوتا یعنی جب فیصلہ کرنے کے بعد شاہد اپنی گواہی سے رجوع کر لے تو اس سے حاکم کا حکم زائل نہیں ہوتا اور ہمارے نزدیک لعان یمین ہے، یعنی قسم ہے اور وہ حجت ہے اور حکم اس یمین اور قسم کے ساتھ متعلق ہے اور یہ حکم مرتفع نہیں ہو گا تو جب لعنت کرنے والے نے اپنے نفس کی تکذیب کر دی تو اس نے یہ زعم کیا کہ اس سے وہ چیز صادر نہیں ہوئی جو حد کو ساقط کر دے، لہٰذا اس پر حد واجب ہو گی اور لعان کا تقاضا مرتفع نہیں ہو گا۔

(فتح الباری ج ٦ ص ٥١٧-٥١٨، دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

٥٣١٤ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَاعَنَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد اور ایک عورت جن کا تعلق انصار سے تھا ان کے درمیان لعان کرایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی۔

(صحیح البخاری: ٤٧٤٨، ٥٣٠٦، ٥٣١٣، ٥٣١٤، ٥٣١٥، ٦٧٤٨، صحیح مسلم: ١٤٩٣، سنن ترمذی: ١٢٠٣، سنن نسائی: ٣٤٧٧، سنن ابو داؤد: ٢٢٥٩، سنن ابن ماجہ: ٢٠٦٩، مسند احمد: ٦٠٦٣، موطا امام مالک: ١٢٠٢)

حدیث کے مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کے معانی اور ان کی تسہیل اور فقہاء احناف کا اپنے موقف پر استدلال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ صحیح البخاری: ٥٣١٣، ٥٣١٤ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصار کے ایک مرد اور عورت کے درمیان آپ نے لعان کرایا: اس مرد سے مراد حضرت ہلال بن امیہ الانصاری ہیں۔ اور یہی وہ مرد ہیں جنہوں نے اپنی بیوی پر شریک بن السحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی تھی اور وہ شریک بن عبد بن مغیث ہیں جو انصار کے حلیف تھے اور سحماء ان کی ماں کا نام ہے۔

اور حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے کہا کہ جریر بن حازم نے از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ جب حضرت ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو ان سے کہا گیا: تم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٨٠ کوڑے ماریں گے یعنی حدِ قذف، تو حضرت ہلال بن امیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ زیادہ عدل کرنے والا ہے اور بے شک میں نے اس واقعہ کو دیکھا ہے تو پھر ملاعنہ کی آیت نازل ہو گئی۔

اور بخاری کے ایک شارح علامہ ابن التین نے کہا: زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ہلال بن امیہ نے حضرت عویمر العجلانی سے

Marfat.com

پہلے لعان کیا تھا۔

علامہ ابوالحسین علی بن حبیب الماوردی الشافعی متوفی ۴۵۰ھ نے الحاوی الکبیر میں لکھا ہے کہ اکثر فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ کا قصہ حضرت عُویمر العجلانی کے قصہ پر مقدم ہے۔

اور ابن الصباغ نے اپنی کتاب الشامل میں لکھا ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ کا قصہ یہ خبر دیتا ہے کہ یہ آیت کریمہ پہلے نازل ہوئی اور وہ جو کہا گیا ہے کہ حضرت عُویمر سے کہا گیا کہ تمہارے اور تمہاری بیوی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرت ہلال بن امیہ کے متعلق آیت نازل ہوئی تھی کیونکہ یہ حکم تمام لوگوں کے لیے عام ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ قول علماءِ اصول کے اس قاعدے کے مطابق ہے کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے خصوصیتِ سبب کا نہیں ہوتا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ پہلی روایت (صحیح البخاری: ۵۳۱۳) میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے مرد کے درمیان اور اس عورت کے درمیان جس پر مرد نے زنا کی تہمت لگائی تھی تفریق کردی اور ان دونوں سے حلف لیا اور اس دوسری روایت (یعنی صحیح البخاری ۵۳۱۴) میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان لعان کرایا الی آخرہ۔۔۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ آپ نے ان دونوں کے درمیان تفریق فرمادی تو میں کہوں گا: ان دونوں حدیثوں میں معنیٰ کے اعتبار سے حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ لعان کے اندر یہ ضروری ہے اور حاکم کا تفریق کرنا یہ فقہاءِ احناف کی حجت قویہ ہے کہ لعان صرف حاکم کی تفریق سے واقع ہوتا ہے اور ہم اس سے پہلے اس مسئلہ کے اندر اختلاف کا ذکر کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نوٹ: شیخ محمد بن صالح العثیمین نے ان دونوں حدیثوں کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۸۱)

صحیح البخاری: ۵۳۱۴ کے فوائد علمیہ

شیخ محمد علی صابونی اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کے درج ذیل فوائد ہیں:

(۱) لعان چار گواہوں کے قائم مقام ہو، اس وجہ سے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جو شخص لعان کرے تو وہ چار مرتبہ یہ گواہی دے کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے جو اپنی بیوی پر تہمت لگائی ہے میں اس میں سچا ہوں۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب لعان مکمل ہو جائے گا تو شوہر اور بیوی کے درمیان دائمی تفریق کردی جائے گی اور وہ بیوی شوہر کے اوپر کسی حال میں بھی حلال نہیں ہوگی۔

(۳) لعان شوہر اور بیوی کے ساتھ مخصوص ہے، لہٰذا اگر کوئی اجنبی مرد کسی اجنبی عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو پھر ان کے درمیان لعان نہیں کیا جائے گا کیونکہ قرآن مجید میں لعان کو بیویوں کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (النور: ۶)

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو، تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور

Marfat.com

سچوں میں سے ہے O

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ واجب ہے کہ لعان حاکم کے سامنے ہونا چاہیے یا جو حاکم کا نائب ہو، کیونکہ حد کا قائم کرنا حکام کے خصائص میں سے ہے۔

(۵) جب شوہر قسم کھانے سے انکار کردے یا لعان سے انکار کردے تو اس کے اوپر حدِ قذف لاگو ہوگی جو ۸۰ کوڑے ہیں۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۳۳-۱۳۴، المکتبۃ العصریہ لبنان، ۱۴۳۲ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۱۳، ۵۳۱۴ سے امام ابوحنیفہ کے موقف کی تائید

شیخ سلیم اللہ خاں دیوبندی مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ لعان کے بعد متلاعنین کے درمیان حاکم تفریق کردے گا اور انہیں ایک ساتھ نہیں رہنے دیا جائے گا، اس ترجمہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ نفسِ لعان سے فرقت واقع نہیں ہوتی بلکہ حاکم جب تفریق کرے گا تب فرقت واقع ہوگی جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے۔ تفریق کے بعد لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اگر زوج اپنے آپ کو جھٹلادے تو لعان طلاقِ بائن کے درجہ میں ہے اور دوبارہ اس عورت سے شادی کرسکتا ہے۔

امام شافعی، امام مالک، امام ابو یوسف اور امام زفر کے نزدیک لعان کے بعد لعان کرنے والے کسی بھی صورت میں دوبارہ میاں بیوی کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے، اس سے حرمتِ مؤبدہ ثابت ہوتی ہے (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۵۰۶)

کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا لا سبیل لک علیھا، تمہارے لیے اپنی بیوی پر کوئی سبیل نہیں ہے، اور ایک روایت میں ہے: المتلاعنان اذا تفرقا لا یجتمعان ابدا، یعنی جب ایک دوسرے پر لعنت کرنے والے متفرق ہوجائیں تو وہ پھر کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتے (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۷۶، رقم: ۱۱۶، باب المہر)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ متلاعنین جمع نہیں ہوسکتے جب تک وہ اپنے لعان پر قائم رہیں لیکن اگر زوج نے اپنے آپ کو جھٹلادیا تو اس پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور لعان ختم ہوجائے گا، ہاں اگر وہ اپنے لعان پر قائم رہے تو پھر بے شک وہ کبھی جمع نہیں ہوسکتے اور آپس میں ان کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۵۱۶، بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۴۵، کتاب اللعان)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے پھر اس مسئلہ میں فقہاء اسلام کے نظریات اور ان کے اقوال بیان کیے ہیں وہ درست ہیں لیکن ایک ضروری امر ان سے رہ گیا اور وہ یہ ہے کہ وہ یہ بیان کرتے کہ صحیح البخاری کی ان دونوں حدیثوں میں کیا تطبیق ہے اور امام بخاری نے ان دو حدیثوں کو مختلف الفاظ کے ساتھ کیوں وارد کیا ہے، نیز انہوں نے اس چیز کو بھی نظر انداز کردیا کہ اس حدیث کی تحقیق میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو بہت زیادہ عالمانہ بحث کی ہے اس کا کچھ معمولی سا اشارہ ہی کردیتے۔ سعیدی غفرلہ

۳۵۔ بَابٌ: يُلْحَقُ الْوَلَدُ بِالْمُلَاعِنَةِ — بچے کو لعان کرنے والی کے ساتھ ملا دیا جائے گا

باب مذکور کی شرح

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب لعان کرنے والی عورت کے ہاں بچہ ہو اور اس کا خاوند بچہ ہونے سے پہلے اس بچے کی اپنے نسب سے نفی کر دے یا بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کے نسب کی نفی کرے تو پھر اس بچے کو اس عورت کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۲۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۱۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَتِهِ فَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا، اس مرد نے اس بچے کی اپنی ذات سے نفی کی، تو آپ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی، اور بچے کو اس عورت کے ساتھ لاحق کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۴۷۴۸، ۵۳۰۶، ۵۳۱۳، ۵۳۱۴، ۵۳۱۵، ۶۷۴۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۴، سنن ترمذی: ۱۲۰۳، سنن النسائی: ۳۴۷۷، سنن ابوداؤد: ۲۲۵۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۹، مسند احمد: ۲۰۶۳، مؤطا امام مالک: ۱۲۰۲)

اس وقت کا بیان جس وقت میں بچے کے نسب کی نفی کرنا جائز ہے

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ کس وقت میں شوہر کیلئے جائز ہے کہ وہ بچے کے نسب کی اپنی ذات سے نفی کرے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مرد کیلئے جائز ہے کہ وہ کسی بھی وقت میں بچے کے نسب کی اپنی ذات سے نفی کر دے، یہ قول حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ متوفی ۷۸ھ اور ابوالحجاج مجاہد بن جبر القرشی المخذومی متوفی ۱۰۴ھ کا ہے۔ اس کی امام حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۴ھ نے حکایت کی ہے اور الحسن البصری المتوفی ۱۱۰ھ نے کہا: جب مرد نے پہلے بچے کے نسب کا اقرار کیا، پھر انکار کیا تو ان کے درمیان لعان کرایا جائے گا جب تک کہ وہ ماں اس مرد کے پاس ہے تو بچہ اس ماں کے پاس رہے گا، اسی طرح قتادہ بن دعامہ بن عزیز البصری المتوفی ۱۱۷ھ کا قول ہے۔

اور فقہاء کی ایک دوسری جماعت نے کہا کہ جب مرد نے ایک مرتبہ بچے کے نسب کا اقرار کر لیا تو پھر اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کے نسب کا اپنی ذات سے انکار کرے، یہ قول حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی متوفی ۹۶ھ کا ہے۔ اور عمر بن عبدالعزیز خلیفۃ المسلمین

Marfat.com

متوفی ۱۰۱ھ کا بھی یہی قول ہے۔ اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا قول ہے۔ (المبسوط للسرخسی ج ۷ ص ۴۹، باب اللعان)

۷۷۷۶: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از امام عبد الرزاق (المصنف: ۱۲۳۴۷) از الثوری از مجالد، از الشعبی از حضرت عمر رضی اللہ عنہ، آپ نے فرمایا: جب مرد نے ایک ساعت کے لیے بچے کے نسب کا اقرار کیا، پھر انکار کر دیا تو بچے کا نسب اس کے ساتھ لاحق ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۴۵۰، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۱۱-۴۱۲، اخبار القضاۃ للوکیع ج ۲ ص ۱۹۱)

۷۷۷۷: اور انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی از یحییٰ بن یحییٰ، انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، از مجالد، از عامر، از حضرت عمر رضی اللہ عنہ، از مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، از شریح، انہوں نے کہا کہ جب مرد نے بچے کے نسب کا اقرار کر لیا تو پھر اس کے لیے اس کے نسب کی نفی کرنا جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۴۵۰)

اسی طرح ابوثور کا قول ہے اور یہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ کا قول ہے اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا قول ہے۔ (المدونہ ج ۲ ص ۳۵۷، کتاب اللعان)

اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ کا قول ہے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۴۱۹، الوقت فی نفی الولد)

اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت کا بھی یہی قول ہے کہ خاوند کے اوپر بچے کا نسب لازم ہوگا جب اسے بچے کی پیدائش کا علم ہو اور اس کے نسب کی نفی نہ کرے بایں طور کہ وہ حاکم کے پاس جائے اور اس کے لیے حاکم کے پاس جانا اور حاکم کے سامنے بچے کے نسب کی نفی کرنا ممکن ہو۔ (المبسوط ج ۷ ص ۵۵، باب اللعان)

اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ نے کہا: اس کا وقت نفاس ہے، جب اس نے بچے کے نسب کی نفی نفاس میں کر دی تو لعان کرایا جائے گا اور بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لازم کر دیا جائے گا اور جب اس نے نفاس کے بعد بچے کے نسب کی نفی کی تو لعان کرایا جائے گا اور بچہ اس کے باپ کے ساتھ لازم کر دیا جائے گا اور یہ قول امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ سے بھی منقول ہے اور نفاس کا وقت ان کے نزدیک چالیس (۴۰) ایام ہیں اور امام محمد بن حسن شیبانی نے امام ابوحنیفہ النعمان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اس قول کو مستحسن قرار دیا کہ جب اس نے بچے کی نفی کی، جب وہ بچہ پیدا ہوا یا بچہ پیدا ہونے کے ایک دن یا دو دن بعد پیدا ہوا اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ نے کہا: نفاس کا وقت چالیس دن ہیں۔ اور امام ابوعبید الہروی متوفی ۲۲۷ھ نے حکایت کی ہے کہ بعض اہلِ عراق نے کہا کہ اس میں وقت تین دن ہیں یا اس کی مثل ایام ہیں ولادت کے بعد، اور امام ابوعبید نے ذکر کیا کہ اہلِ حجاز کا مذہب یہ ہے کہ اس میں کوئی وقت مقرر نہیں ہے مگر جب خاوند کو بچے کی ولادت کا علم ہو، پس اگر تو اس کے لیے یہ انکار کرنا جائز ہے اور وہ اس عورت کے ساتھ لعان کرے گا، پھر اس کا نسب اس مرد سے زائل ہو جائے گا اور اگر اس نے اس کے بعد نسب کا انکار کیا تو پھر اس کو نسب لازم ہوگا اور وہ اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے لعان کرے گا اور امام ابوعبید کا قول اسی طرح ہے۔

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا کہ ہم نے اپنے زمانے میں جن اہلِ علم کو پایا ان میں سے اکثر کا قول اسی کے مطابق ہے اور یہی امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا آخری قول ہے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۴۱۹، الوقف فی نفی الولد)

اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے، اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے الولد للفراش،

Marfat.com

یعنی بچہ اس کا شمار ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، پس بچہ ثابت النسب ہے اور جس کے بستر پر پیدا ہوا اس کے لیے لازم ہے اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس بچے کے نسب کی اپنی ذات سے نفی کرے سوائے اس کے کہ اس کا ثبوت کتاب سے ہو یا سنت سے ہو یا اجماع سے ہو، پس جب کسی عورت کے ہاں کسی مرد کا بچہ پیدا ہوا اور اس نے اسی وقت اس بچے کے نسب کی اپنی ذات سے نفی کر دی اور لعان کیا تو اس پر اجماع ہے کہ اس بچے کا نسب اس سے ثابت نہیں ہوگا۔ اور اس میں جو بعد میں اختلاف کیا گیا ہے وہ مردود ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بچہ اس کا شمار ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی سے لعان کیا اور بچے کے نسب کی اپنی ذات سے نفی کر دی پھر بچہ مر گیا اور اس نے مال چھوڑا اور پھر وہ مرد اس مال کا دعویٰ کرتا ہے۔

تو فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ بچے کا نسب ثابت ہوگا اور مرد اس کا وارث ہوگا، اسی طرح امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ کا قول ہے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۴۲۱، ما یکون قذفا و ما لا یکون) اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اس مرد نے مال کا دعویٰ کیا ہے اور جب اس نے دعویٰ کیا تھا تو اس وقت وہ زندہ تھا اور بچے کا نسب اس کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح سفیان بن سعید بن مسروق الثوری المتوفی ۱۶۱ھ کا قول ہے۔ اور اس قول کی امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ سے بھی حکایت کی گئی ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۳۶۱، کتاب اللعان)

امام مالک نے کہا: اگر اس مرد کا بچہ ہو تو یہ بچہ اس کی طرف منسوب ہوگا اور اس مرد پر حدِ قذف لگائی جائے گی کیونکہ وہ اپنے بیٹے کے نسب کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور اگر اس کی اولاد نہیں ہے تو اس کے قول کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور اس کے بچے کو اس کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا اور اس کو حد قذف لگائی جائے گی اور اس کے لیے میراث ثابت نہیں ہوگی اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور اس بچے کا نسب اس سے ثابت نہیں ہوگا اور اس کی وراثت سے اسے کوئی چیز نہیں دی جائے گی اور اگر اس بچے نے کسی لڑکے یا لڑکی کو چھوڑا تو اس کا نسب مدعی سے ثابت ہوگا اور اس مرد پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور اس کا باپ اس کا وارث ہوگا، کیونکہ اس نے بچے کے نسب کی نفی کی تھی اور اس کا نسب مدعی سے ثابت ہو گیا۔

(المبسوط للسرخسی ج ۷ ص ۵۶، باب اللعان)

باب لعان کے مسائل

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کہتے ہیں کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی، سو وہ اسلام سے مرتد ہو گئی، اور اس نے حدِ قذف کا مطالبہ کیا تو لعان کرایا جائے گا یا اس پر حدِ قذف لگائی جائے گی کیونکہ قذف اس وقت ہوتا ہے جب وہ خود مرتد ہو جائے اور اس کی بیوی مسلمان ہو تب بھی اس طرح ہوگا۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۴۲۱، ما یکون قذفا و ما لا یکون)

اور ابوثور کہتے تھے کہ جب وہ عورت مرتد ہو جائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح فسخ ہو گیا اور اس عورت کا خون حلال ہو گیا ہے اور وہ مسلمہ نہیں ہے، تو وہ اپنا حق حاصل نہیں کر سکتی۔

اور فقہاء احناف نے کہا کہ ان کے درمیان نہ حد ہے اور نہ لعان ہے اور اگر وہ عورت اسلام کی طرف رجوع کر لے پھر وہ نکاح کر لے تو نہ اس کے اوپر حد ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔ (المبسوط للسرخسی ج ۷ ص ۵۷، باب اللعان)

Marfat.com

جب کسی مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو اس عورت نے اس کے خلاف گواہ قائم کیے کہ اس نے اپنے نفس کی تکذیب کی ہے تو اس مرد پر حدِ قذف لگائی جائے گی اگر اس نے اس کا مطالبہ کیا اور یہ امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے۔

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس مرد پر حد لازم ہوگی اور ان کے درمیان لعان نہیں ہوگا۔

اور موسیٰ نے اس کوان سے نقل کیا ہے اور ابوثور نے ان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے: ان دونوں کے درمیان لعان نہیں ہوگا اور نہ ان پر حد ہوگی۔ (المبسوط للسرخسی ج ۷ ص ۵۸، باب اللعان)

اور جب کسی مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور اس کی بیوی باندی تھی اور پھر اس کو آزاد کر دیا گیا اور اس نے اس پر جب زنا کی تہمت لگائی تھی تو وہ عورت ذمیہ تھی، پھر مسلمان ہوگئی تو امام شافعی کے قول کے مطابق نہ اس پر حد ہے اور نہ اس پر لعان ہے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۴۲۱، ما یکون قذفا وما لا یکون)

اور ابوثور اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے۔ (المبسوط للسرخسی ج ۷ ص ۵۸، باب اللعان)

البتہ امام شافعی نے کہا ہے: اگر وہ چاہے تو وہ لعان کرلے تاکہ وہ اپنے نفس سے تعزیر کو دور کردے۔

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے: ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں اور ہمارے علم میں نہیں ہے کہ اہل علم میں سے کسی نے اس صورت میں حدِ قذف کو واجب کیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۴۹۳-۴۹۷، دار الفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

''لعان کرنے والی عورت کے ساتھ اس کے بچے کو ملا دیا جائے گا'' اس حدیث کے مسائل اور اس کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا، اور اس بچے کے نسب کی نفی کردی اور ان کے درمیان تفریق کردی اور بچے کو اس عورت کے ساتھ لاحق کردیا۔

رہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ آپ نے بچے کو اس مرد کی بیوی کے ساتھ ملا دیا تو یہ بات معلوم ہے کہ اس کی ماں نے اس بچے کے نسب کی اپنی ذات سے نفی نہیں کی، کیونکہ اس کی ماں نے اس بچے کو جنا تھا اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب لعان کی وجہ سے اس بچے کا نسب اس کے باپ سے منتفی ہوگیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ اس بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا گویا کہ اب اس بچے کا کوئی باپ نہیں ہے، پس وہ بچہ اپنے باپ کا وارث نہیں ہوگا اور نہ اس کا باپ اس بچے کا وارث ہوگا اور نہ وہ بچہ کسی کی طرف منسوب ہوگا، وہ بچہ صرف اپنی ماں کے عصبات کی طرف منسوب ہوگا اور ہمارے زمانے کے تمام شہروں کے فقہاء اور فتویٰ دینے والوں کا یہی مذہب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے بلکہ آپ نے بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا، سو اس کی ماں اس کے لیے بمنزلہ باپ اور بمنزلہ ماں ہے، یعنی اس کی ماں ہی اس کا باپ ہے اور اس کی ماں ہے، اور یہ اس حدیث کی بناء پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور علماء کا ملاعنہ کے بیٹے کی میراث میں اختلاف ہے جیسا کہ ہم اس کا ذکر کتاب الفرائض میں کریں گے۔

Marfat.com

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ ملاعنہ کے بیٹے کو اس کی ماں کے ساتھ صرف اس لیے ملایا جاتا ہے اور جب تک اس کا باپ اس بچے کے نسب کی اپنی ذات سے نفی پر برقرار ہو تو اس وقت تک اس بچے کو باپ کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا، پس اگر اس نے ایک دن کے لیے بھی اقرار کرلیا کہ وہ بچہ اس کا ہے تو اس بچے کا نسب اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۸۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

جب مرد بچے کے نسب کی اپنی ذات سے نفی کر دے تو بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن ۸۰۴ھ صحیح البخاری: ۵۳۱۵، کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اس باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا اور اس مرد نے اس عورت کے بچے کی اپنی ذات سے نفی کر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور بچے کو اس عورت کے ساتھ لاحق کر دیا۔

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لعان کے سبب سے بچہ اپنے ماں سے منتفی نہیں ہوتا کیونکہ اس کی ماں سے وہ پیدا ہوا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب اس کا نسب لعان کی وجہ سے اپنے باپ سے منتفی ہو گیا تو آپ نے اس بچے کو اس عورت کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ لاحق کر دیا کیونکہ اب اس بچے کا کوئی باپ نہیں ہے، پس وہ اپنے باپ کا وارث نہیں ہوگا اور نہ اس کا باپ بچے کا وارث ہوگا اور نہ وہ اپنے باپ کے عصبات کے ساتھ لاحق ہوگا وہ صرف اپنی ماں کے عصبات کی طرف منسوب ہوگا، یعنی ماموں وغیرہ کی طرف اور تمام شہروں کے علماء اور فقہاء کا یہی موقف ہے۔

اور کہا گیا ہے بلکہ آپ نے بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دیا، اور اس بچے کی ماں کو اس کے باپ کے منزلہ میں قرار دیا اور علماء کا اختلاف ہے کہ جس عورت سے لعان کیا گیا ہو اس کے بیٹے کی وراثت کس کے پاس جائے گی۔

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ جس عورت سے لعان کیا گیا ہے اس کا بیٹا اپنی ماں کے ساتھ ملایا جائے گا اور جب تک اس کا باپ لعان پر قائم ہو اور بچے کی اپنی ذات سے نفی کرتا ہو تو اس بچے کو اس کے باپ کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا لیکن اگر اس نے ایک دن کیلئے بھی یہ اقرار کرلیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس کا نسب اس کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵، ۴۲۷، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

بچے کے نفی کرنے کی وجہ سے لعان کی مشروعیت اور حافظ ابن حجر کا علامہ طیبی سے مناقشہ

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی متوفی ۸۵۲ھ، صحیح البخاری: ۵۳۱۵ کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی متوفی ۷۴۳ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے "فانتفی من ولدها" یعنی مرد نے اس عورت کے بیٹے کی اپنی ذات سے نفی کر دی، علامہ الطیبی نے کہا: یہ فاسببیہ ہے یعنی ملاعنہ سبب الانتفاع ہے، پس اگر علامہ طیبی کی مراد یہ ہے کہ ملاعنہ سبب ہے نسب کے ثبوت کی نفی کا، تو ان کا کلام جید ہے اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ ملاعنہ نفی ولد کے وجود کا سبب ہے تو اس طرح نہیں ہے، کیونکہ مرد ملاعنہ میں بچے کی نفی کے در پے نہیں ہوتا، لہٰذا صرف لعان سے بچے کے نسب کی نفی نہیں ہوگی اور یہ حدیث مؤطا امام مالک میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: وانتفی، واؤ کے ساتھ نہ کہ فا کے ساتھ، یعنی اگر فا کے ساتھ

ہوتا تو پھر یہ کہا جا سکتا کہ یہ فاسبیہ ہے، مؤطا امام مالک میں یہ حدیث واؤ کے ساتھ ہے۔
اور حافظ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے کہ بعض راویوں نے اس حدیث کا امام مالک کے ساتھ ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:
''وانتقل ''یعنی اس میں قاف کا لفظ ہے فا کے بجائے اور اس کے آخر میں لام ہے، تو گویا کہ یہ لفظ غلط ہے، اور اگر یہ لفظ محفوظ ہوتو اس کا معنی پہلے معنی کے قریب ہے اور یہ حدیث سورۂ نور کی تفسیر میں ایک اور سند کے ساتھ نافع سے منقول ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں کہ ایک مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور اس بچے کے نسب کی اپنی ذات سے نفی کر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لعان کرنے کا حکم دیا، اس سے واضح ہو گیا کہ نفی نسب لعان کا سبب ہے اور لعان نفی ولد کا سبب نہیں ہے۔
اور اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ لعان کی مشروعیت بچے کی نفی کی وجہ سے ہے۔
امام احمد سے روایت ہے کہ بچے کے نسب کی نفی مجرد لعان سے ہو جائے گی خواہ مرد بچے کے نسب کی نفی کے درپے نہ ہو کیونکہ اس کا ذکر لعان میں موجود ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اور اس میں اعتراض ہے، کیونکہ اگر اس بچے کو مرد اپنی طرف کھینچ لیتا تو وہ اس کے ساتھ مل جاتا، اور لعان کی تاثیر صرف اس میں ہے کہ لعان کی وجہ سے مرد سے حدِ قذف ساقط ہو جاتی ہے اور عورت کے زنا کا ثبوت ہو جاتا ہے، پھر عورت سے بھی حدِ زنا ساقط ہو جاتی ہے اس کے لعان کی وجہ سے۔
اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا: اگر مرد نے ملاعنہ میں بچے کی نفی کی تو بچے کا نسب منتفی ہو جائے گا اور اگر خاوند اس بچے کے نسب کی نفی کے درپے نہیں ہوا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ دوبارہ لعان کرے کیونکہ لعان منتفی ہو گیا اور عورت کے اوپر لعان کا اعادہ نہیں ہے۔ اور اگر خاوند کیلئے یہ ممکن ہو کہ وہ حاکم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے اور اس حاکم نے اس کو بغیر عذر کے مؤخر کر دیا، حتیٰ کہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو پھر مرد کیلئے اس بچے کے نسب کی نفی کرنا ممکن نہیں ہوگا جیسا کہ الشفعاء میں ہوتا ہے۔
اور اس پر یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حمل کی نفی کے اندر یہ شرط نہیں ہے کہ مرد یہ تصریح کرے کہ یہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ ایک حیض کے ساتھ استبراء کرے، اور فقہاء مالکیہ سے منقول ہے کہ اس کی شرط ہے اور جن فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے انہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس نے حمل کی اپنی ذات سے نفی کی ہے بغیر اس کے کہ وہ لعان میں اس کے درپے ہوتا ہے، یہ لعان اس کے تہمت لگانے کی وجہ سے واقع ہوا ہے اور امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ حاملہ عورت کو بھی حیض آ جاتا ہے، لہٰذا استبراء کی شرط کی ضرورت نہیں ہے۔
علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے: اس اعتراض کا کوئی ایسا جواب نہیں ہے جس پر قناعت کی جا سکے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور سے ثابت شدہ احکام

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، صحیح البخاری: ۵۳۱۵ کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ حدیث تین احکام پر مشتمل ہے:

Marfat.com

(۱) اللعان:

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور لعان کی صحت اور اس کی مشروعیت پر اجماع ہے۔

(۲) التفرقہ:

لعان کے بعد شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کو ہم عنقریب ذکر کر چکے ہیں۔ امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ سے منقول ہے کہ نفسِ لعان سے شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ سے منقول ہے کہ جب تک حاکم ان کے درمیان تفریق نہ کر دے، اس وقت تک تفریق نہ ہوگی، کیونکہ ظاہر حدیث میں اسی طرح منقول ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے: ''ففرق بینھما'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دی، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کی تفریق کرنے سے تفریق واقع ہوتی ہے اور نفسِ لعان سے تفریق واقع نہیں ہوتی اور یہ حدیث مخالفین پر حجت ہے۔

(۳) بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دینا:

یہ بھی ظاہر حدیث میں مذکور ہے کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے: ''والحق الولد بالمراۃ'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اس عورت کے ساتھ لاحق کر دیا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مرد نے عورت کے ساتھ لعان کیا اور اس سے حمل کے نسب کی نفی کر دی تو بچے کا نسب اس مرد سے منتفی ہو گیا اور بچے کا نسب اس کی ماں سے ثابت ہوگا اور وہ بچہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور اس کی ماں اس بچے کی وارث ہوگی اور اس کی تفصیل عنقریب گزر چکی ہے۔

انتفاءِ نسب میں بعض فقہاء کا اختلاف اور اس کے متعلق جمہور فقہاء کا موقف

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ جب مرد عورت کے بچے کی نفی کر دے تو بچے کا نسب اس سے منتفی نہیں ہوگا اور نہ وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا اور انہوں نے اس پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے فتح مکہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عبد بن زمعہ میرا بھائی ہے، اور میرے باپ (عتبہ بن ابی وقاص) کی باندی کا بیٹا ہے، جس سے عتبہ بن ابی وقاص نے زنا کیا تھا اور اس کے نتیجے میں عبد بن زمعہ پیدا ہوا تھا، وہ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی وقاص سے فرمایا: وہ تمہارا بھائی ہے اے عبد بن زمعہ! پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، اور زانی کے لیے پتھر ہیں یعنی اس کو سنگسار کیا جائے گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے سودہ! تم عبد بن زمعہ سے پردہ میں رہا کرو، کیونکہ آپ نے عبد بن زمعہ میں عتبہ بن ابی وقاص کی مشابہت دیکھی تھی، تو حضرت سودہ نے اپنے بھائی عبد بن زمعہ کو کبھی نہیں دیکھا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۵۳ (مختصراً) صحیح البخاری: ۲۲۱۸، ۲۴۲۱، ۲۵۳۳، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲۔)

۵۷۷: ہمیں یحییٰ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زہری از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو اور زانی کیلئے پتھر ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۴۵۸، از سند سفیان)

Marfat.com

۷۷۵۸: ہمیں حامد بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق رازی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن انس نے حدیث بیان کی (الموطا ص ۵۶۷)، از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کیلئے پتھر ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۲۱۸، صحیح مسلم: ۱۴۵۷، از سند زہری)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی امام ترمذی کے علاوہ دیگر محدثین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ فراش یہ واجب کرتا ہے کہ بچے کا نسب مرد اور عورت دونوں سے ثابت ہوگا اور مرد اور عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس کے نسب کو لعان سے خارج کر دیں یا کسی اور وجہ سے خارج کر دیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ:

امام طحاوی نے اپنی عبارت میں اس سے قوم مراد لی ہے، عامر الشعبی، محمد بن ابی ذئب اور بعض اہل مدینہ اور دوسروں نے ان کی مخالفت کی ہے اور وہ جمہور فقہاء ہیں، تابعین سے اور تبع تابعین سے اور ان ہی میں سے ائمہ اربعہ ہیں اور ان کے اصحاب ہیں کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جب مرد نے اپنی بیوی کے بچے کے نسب کی نفی کی تو لعان کیا جائے گا اور اس کا نسب مرد سے منتفی ہو جائے گا اور اس کا نسب اس کی ماں کے ساتھ لازم رہے گا، پھر اس میں ایک اور وجہ سے بھی اختلاف ہے۔

انکارِ نسب کے لیے مدت کے تعین میں فقہاء کا اختلاف

پس ہمارے اصحاب احناف نے کہا ہے کہ جب مرد بچے کے نسب کی نفی کر کے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے خواہ وہ ولادت کے وقت ہو یا ولادت کے ایک دن یا دو دن کے بعد ہو، یا اتنی مدت کے بعد ہو جتنی مدت کے اندر ولادت عادۃً مہیا ہوتی ہے تو اس کا انکارِ نسب کرنا صحیح ہے، اور اگر اس نے اس مدت کے بعد انکارِ نسب کیا تو پھر نسب منتفی نہیں ہوگا اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے کسی وقت اور مدت کا تعین نہیں کیا اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے سات دن کی مدت کا تعین کیا ہے اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم المتوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد بن الحسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ نے اس کی مدت کا تعین کیا ہے کہ وہ مدت نفاس کی مدت سے زیادہ ہو اور وہ چالیس دن ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس مدت کے اندر مرد کا انکارِ نسب کرنا معتبر ہوگا اور اس مدت کے بعد اس کا انکارِ نسب کرنا معتبر نہیں ہوگا۔

اور امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۴ھ نے علی الفور کا اعتبار کیا ہے، انہوں نے کہا: اگر مرد نے علی الفور بچے کے نسب کی نفی کر دی تو اس کا نسب منتفی ہو جائے گا ورنہ نہیں ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۱۵ کی شرح میں فقہاءِ اسلام کے نظریات اور حدیث سے ثابت شدہ احکام کی تفصیل

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بچہ عورت کے ساتھ لاحق کیا جاتا ہے نسباً اور میراثاً، اور یہی صحیح مذہب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بچے کی ماں کی ماں میراث کی وارث ہوگی اور باقی ترکہ اس کی ماں کے عصبات کے لیے ہوگا اور یہی مذہب مشہور ہے اور پہلا قول شیخ ابن تیمیہ کا مختار ہے اور وہی صحیح ہے۔

مسئلہ:

جب مرد عورت کے درمیان لعان کیا جائے اور ان دونوں سے امام یہ کہے کہ بے شک تم دونوں میں سے کوئی ایک ضرور جھوٹا ہے، پھر ان دونوں میں سے کوئی ایک رجوع کر لے تو کیا اس پر حد قائم کی جائے گی اور ان کے درمیان تفریق کی جائے گی؟

الجواب:

اگر عورت لعان سے رجوع کر لے تو اس پر حدِ زنا قائم کی جائے گی اور اگر مرد لعان سے رجوع کر لے تو اس پر حدِ قذف جاری کی جائے گی اور ان کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی۔

قرآن مجید اور سنت ثابتہ میں دخول کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سے مقصود جماع ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ (النساء: ۲۳) اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری زیر پرورش ہیں تمہاری ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔

اور رہی خلوت تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خلوت کے اوپر بھی دخول کے احکام کو جاری کیا ہے اور کہا ہے کہ جب مرد نے عورت کے ساتھ خلوت کی اور اپنے اور لوگوں کے درمیان پردہ ڈال دیا تو عورت کے لیے مکمل مہر ثابت ہوگا کیونکہ اس نے اس عورت سے اس چیز کو حلال کر دیا جس کو خاوند کے سوا اور کوئی شخص حلال نہیں کرتا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۸۱ مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

جس انصاری صحابی نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی، اس انصاری صحابی کے متعلق تحقیق

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، صحیح البخاری: ۵۳۱۵ کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس انصاری نے اپنی بیوی کو متہم کیا تھا وہ حضرت ہلال بن امیہ انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے شریک بن سحماء جو انصار کے حلیف تھے کے ساتھ اپنی بیوی کو متہم کیا تھا، سحماء اس کی والدہ کا نام ہے اور اس کے والد کا نام عبد بن مغیث ہے، حافظ ابو عمرو ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جریر بن حازم نے ایوب، عکرمہ کے ذریعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی کو تہمت لگائی تو ان سے کہا گیا: بخدا! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ۸۰ کوڑے حدِ قذف کے ماریں گے، حضرت ہلال نے کہا اللہ تعالیٰ بہت بڑا عادل اور منصف ہے، جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ جانتا ہے تو آیت ملاعنہ نازل ہوئی۔ بخاری کے ایک شارح علامہ ابن التین نے کہا صحیح تر یہ ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ نے حضرت عویمر العجلانی سے پہلے لعان کیا تھا۔

علامہ ابو الحسین علی بن محمد بن محمد حمید ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ نے الحاوی الکبیر میں لکھا ہے کہ:

حضرت ہلال کا واقعہ حضرت عویمر العجلانی کے واقعہ سے پہلے کا ہے، ابن صباغ نے کہا: حضرت ہلال کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ ان کے واقعہ میں نازل ہوئی اور حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ سے یہ کہا گیا ہے کہ تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ ہلال کے واقعہ میں نازل ہوا تھا وہی تمہارے متعلق بھی حکم ہے، کیونکہ یہ حکم تمام لوگوں کے لیے عام ہے اور علماء اصول نے کہا ہے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے خصوصیت سبب کا لحاظ نہیں ہوتا۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ پہلی روایت میں ہے کہ مرد و زن کے درمیان تفریق کر دی اور انہیں قسمیں دیں اور اس روایت میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لعان کرایا، پھر ان میں تفریق کر دی، بہ ظاہر ان دونوں حدیثوں میں تضاد ہے، اس کا جواب یہ ہے

Marfat.com

کہ در حقیقت معنی میں کوئی فرق نہیں کیونکہ لعان تو ضروری ہے اور تفریق حاکم کی طرف سے ہے، اس میں فقہاء احناف کی دلیل ہے کہ لعان تب ہی مکمل ہوتا ہے جب زوجین کے درمیان حاکم تفریق کر دے۔ (تفہیم البخاری حصہ ہشتم ص ۳۸۴۔۱، بار اول، الجدہ پرنٹرز لاہور)

صحیح البخاری: ۵۳۱۵ کی شرح از شیوخ دیو بند

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ولد کو لعان کرنے والی عورت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا، شوہر کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جائے گی، چنانچہ روایت میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو عورت کے ساتھ لاحق فرما دیا تھا یعنی بچے کو صرف ماں کی طرف منسوب کر دیا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفس لعان سے بچے کی نفی ہو جائے گی خواہ مرد نے اشارۃً بھی لعان میں اس کا ذکر نہیں کیا ہو۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۷۵) لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ بچے کی نفی کے لیے شوہر کی طرف سے وضاحت ضروری ہے کیونکہ خود لعان بچے کی نفی کے لیے مشروع نہیں ہے، لعان تو شوہر کو حدِ قذف اور بیوی کو حدِ زنا سے بچانے کے لیے ہے، شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے باوجود اگر بچے کو اپنا تسلیم کرتا ہے تو بچے کا نسب ثابت مانا جائے گا، اگر شوہر بچے کے نسب کی نفی کرتا ہے تو شوہر کی طرف سے بچے کی نفی ولادت کے وقت یا اس سے ایک دو دن بعد تو صحیح ہوگی لیکن اس کے بعد اس کی نفی کا اعتبار نہیں ہوگا، البتہ امام صاحب نے اس کے لیے کوئی خاص مدت متعین نہیں فرمائی، سات دن کی ایک روایت ان سے منقول ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد نے چالیس دن کی مدت مقرر فرمائی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فوراً نفی معتبر ہوگی ورنہ نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۲)

(کشف الباری عمانی صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، ص ۵۴۴-۵۴۵، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی نے علامہ عینی کی پوری عبارت نقل نہیں کی بلکہ علامہ عینی کی عبارت میں جو امام طحاوی نے دوسرے فقہاء کا موقف بیان کیا تھا، جس پر علامہ عینی نے اپنا تبصرہ کیا ہے اس کو انہوں نے بالکل چھوڑ دیا، کیونکہ یہ عبارت بہت مشکل اور دقیق تھی، سلیم اللہ خان دیو بندی نے علامہ عینی کی عبارت کا آسان حصہ تو نقل کر دیا اور مشکل اور دقیق عبارت کو ترک کر دیا، ہم نے علامہ عینی کی شرح کا وہ حصہ پوری تفصیل کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ

۳۶۔ بَابُ: قَوْلِ الْإِمَامِ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ — امام اور سربراہ کا یہ دعا کرنا: اے اللہ! اس معاملہ کی حقیقت بیان فرما

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام اور سربراہ کی دعا کا معنی

یہ باب لعان کے متعلق امام کی اس دعا کے متعلق ہے جس میں امام یا سربراہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھ پر حقیقتِ حال کو منکشف فرما دے، یعنی اس پیش آمدہ مسئلہ میں جو شرعی حکم ہے، اس کو ظاہر فرما دے۔

قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی ۵۴۳ھ نے بیان کیا:

Marfat.com

اس دعا کا یہ معنی نہیں ہے کہ امام نے اپنے قول کے صدق پر ثبوت کو طلب کیا ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقتِ واقعہ کو منکشف فرمادے۔

۵۳۱۶۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ ذُكِرَ الْمُتَلَاعِنَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذٰلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَذَكَرَ لَهُ أَنَّهُ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ مَا ابْتُلِيتُ بِهٰذَا الْأَمْرِ إِلَّا لِقَوْلِي فَذَهَبَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ وَكَانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبْطَ الشَّعَرِ وَكَانَ الَّذِي وَجَدَ عِنْدَ أَهْلِهِ آدَمَ خَدْلًا كَثِيرَ اللَّحْمِ جَعْدًا قَطَطًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ فَوَضَعَتْ شَبِيهًا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَ عِنْدَهَا فَلَاعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ هِيَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُ هٰذِهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ السُّوءَ فِي الْإِسْلَامِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن القاسم نے خبر دی از القاسم بن محمد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو والوں کا ذکر کیا گیا تو حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق کوئی بات کہی، پھر واپس چلے گئے، پھر ان کے پاس ان کی قوم میں سے ایک مرد آیا اور اس نے ذکر کیا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک اجنبی مرد کو پایا ہے، تو حضرت عاصم بن عدی نے کہا: میں اس معاملہ میں صرف اپنی بات کی وجہ سے مبتلا ہوا ہوں، پھر وہ اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو بتایا کہ اس شخص نے اپنی بیوی کے پاس ایک اجنبی مرد کو پایا ہے اور وہ مرد زرد رو تھا اس کے جسم پر گوشت کم تھا، اس کے بال گھنگھریالے تھے اور سیدھے تھے، اور جس شخص کو اس نے اپنی بیوی کے پاس پایا تھا وہ گندمی رنگ کا تھا، موٹا تازہ تھا اور پُر گوشت تھا، اس کے بال سخت گھنگھریالے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ کے حضور) عرض کی: اے اللہ بیان فرما، یعنی مجھ پر اس معاملہ کی حقیقت کو منکشف فرمادے، تو اس عورت کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا جو اس مرد کے مشابہ تھا جس کا ذکر اس کے خاوند نے کیا تھا کہ اس نے ایسے مرد کو اس عورت کے پاس پایا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان لعان کرایا، تو اس مرد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس مجلس میں کہا: یہ وہی عورت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی ایک کو بغیر گواہوں کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کر دیتا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں یہ وہ عورت تھی جو اسلام لانے کے بعد برے کام کرتی تھی۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۵۳۱۰، ۵۳۱۶، ۶۸۵۵، ۶۸۵۶، ۷۲۳۲، صحیح مسلم: ۱۴۹۷، سنن نسائی: ۳۴۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۷، مسند احمد: ۳۰۹۶)

جن امور میں وحی نازل نہ ہوئی ہو، ان امور میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ لعان کا معاملہ مؤخر ہو گیا یہاں تک کہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے منقول ہے واضح ہو گیا جو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے، اور اس نے پہلے حضرت سہل کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ لعان ان کے درمیان میں واقع ہوا اس سے پہلے کہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہو، سو اس بناء پر حدیث میں بھی مذکور ہے "فلاعن" یہ بعد کا واقعہ ہے۔ اس مرد نے اس چیز کی خبر دی جس چیز پر اس نے اپنی عورت کو پایا تھا اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ مرد زرد رنگ کا تھا، یہ دو جملوں کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔

ایک مرد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ سائل حضرت عبد اللہ بن شداد بن الہاد تھے، اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ان کا نام ابو زناد نے از القاسم بن محمد اس حدیث میں ذکر کیا ہے جیسا کہ عنقریب کتاب الحدود میں آئے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ عورت اسلام میں بے حیائی کے کام کرتی تھی لیکن نہ تو اس کے خلاف گواہ قائم ہوئے تھے اور نہ اس عورت نے گناہ کا اعتراف کیا تھا۔

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو برے کام کرتا ہو اس کا پس پشت عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس عورت سے یہ بات نہیں سنی، پس اگر علامہ داؤدی کی مراد ہے کسی عیب کو مبہم بیان کرنا تو اس کی گنجائش ہے اور کتاب التفسیر میں از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ روایت بیان ہو چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ کا حکم نازل نہ ہوتا تو میرے لیے اس عورت کے ساتھ سنگین معاملہ ہوتا یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا حکم اس سے پہلے نازل نہ ہوا ہوتا یعنی یہ حکم کہ لعان ہے عورت سے حد کو ساقط کر دیتا ہے، تو میں اس عورت پر حد کو لازم کرتا، جس ظاہری شبہ کی بناء پر اس عورت پر تہمت لگائی گئی ہے۔

اور اس سے مستفاد یہ ہوتا ہے کہ جن چیزوں کے متعلق وحی نازل نہ ہوئی ہو، ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اجتہاد سے فیصلہ فرماتے تھے، پس جب کسی حکم کے متعلق وحی نازل ہو جاتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اجتہاد سے قطع نظر کر کے وحی کے متعلق عمل کرتے اور ظاہر کے مطابق عمل کرتے خواہ کوئی ایسا قرینہ ہو جو خلاف ظاہر کا تقاضا کرتا ہو۔

حدیث لعان کے فوائد

(۱) جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی واقعہ کے متعلق سوال کیا جائے اور آپ کو اس کا حکم معلوم نہ ہو اور آپ کو یہ امید ہو کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نازل ہو گا تو آپ اپنے اجتہاد کی طرف سبقت نہ کریں۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیش آمدہ مسائل کا حل معلوم کرنے کیلئے سفر کرنا چاہیے کیونکہ سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ نے عراق سے مکہ کی طرف سفر کیا ملاعنہ کے مسئلہ کو معلوم کرنے کیلئے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کے پاس اس کے گھر جانا چاہیے خواہ وہ قیلولہ کر رہا ہو، جب اس کو معلوم ہو کہ آنے والا اہل

Marfat.com

تنگ نہیں کرے گا۔

(۴) اس میں عالم کی تعظیم ہے اور اس کی کنیت کے ساتھ اس کو خطاب کرنے کا جواز ہے۔

(۵) تعجب کے موقع پر سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ اور اس میں سعید بن جبیر کے علم کی وسعت ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ ھ پر اس مسئلہ کا حکم مخفی تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو سبحان اللہ کہا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ یہ حکم بہت مشہور ہے، تو ان کو تعجب ہوا کہ بعض لوگوں پر یہ حکم کیسے مخفی رہا۔

(۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام احکام میں سب سے پہلے سبقت کرتے تھے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: سب سے پہلے اس مسئلے کا سوال فلاں نے کیا اور حضرت انس بن مالک متوفی ۹۱ ھ نے کہا کہ یہ پہلا لعان تھا اور اس میں یہ مذکور ہے کہ کوئی شخص اپنے کلام کی وجہ سے امتحان کے اندر مبتلا ہوتا ہے۔

(۷) حاکم کسی فریق کو باطل پر اپنے موقف پر طول دینے سے منع کرے۔ اور اس سلسلے میں اس کو نصیحت کرے اور خوفِ خدا یاد دلائے اور ڈرائے اور اس کو بار بار کہے تا کہ اس کو کامل نصیحت ہو۔

(۸) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دو فاسد کاموں میں جو زیادہ خفیف ہو اس کا ارتکاب کیا جائے اور جو ثقیل ہو اس کو ترک کر دیا جائے، کیونکہ صبر کرنے کی مصیبت اس سے کم ہے جو کسی برے کام پر غیرت کی وجہ سے اور شدت کی وجہ سے طاری ہوتی ہو۔ اور اگر غیرت کی وجہ سے مرد اپنے بیوی کو قتل کر دیتا جس کی وجہ سے اس کو قصاص دینا پڑتا تو اس کو ترک کرنا زیادہ سہل تھا۔

(۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل کو اس پر متنبہ کیا کہ یا تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا پھر وہ لعان کرے بجائے اس کے کہ وہ غیرت میں آ کر اپنی بیوی کو قتل کرے۔

(۱۰) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو، اس کے متعلق سوال کرنا صحابہ کا قدیم معمول ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ خبرِ واحد پر عمل کیا جاتا ہے جب کہ وہ خبر دینے والا ثقہ ہو۔

(۱۱) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حاکم کے لیے سنت یہ ہے کہ لعان کرنے والوں کو وعظ اور نصیحت کرے جب وہ لعان کا ارادہ کرے اور پانچویں مرتبہ زیادہ خصوصیت کے ساتھ ان کو نصیحت کرے، اور دقیق العید نے فقہاء سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے عورت کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے جب وہ غیظ و غضب کے اظہار کا ارادہ کرے۔

(۱۲) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ایسے سوالات کو کرنا مکروہ ہے جن سے کسی مسلمان کے عیب کی پردہ دری ہو یا جس سے کسی مسلمان کی اذیت کا سبب ہو، خواہ کوئی سبب ہو، اور امام شافعی کے کلام میں یہ اشارہ ہے کہ ایسا سوال کرنا مکروہ ہے اور یہ سوال صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مخصوص تھا تا کہ آپ پر اس مسئلہ کے متعلق وحی نازل ہو، تا کہ کسی مباح چیز کے متعلق ایسا سوال نہ کیا جائے کہ اس کے سوال کی وجہ سے کوئی تحریم کا حکم نازل ہو جائے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مسلمانوں میں سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کرے جو حرام نہیں تھی، پھر اس کے سوال کی وجہ سے اس چیز کو حرام کر دیا گیا اور سلف صالحین کی جماعت کا یہ دائمی معمول رہا ہے کہ ایسی چیز کا سوال نہ کیا جائے جو واقع نہ ہوئی ہو لیکن اکثر فقہاء کا عمل اس کے خلاف ہے۔ اور ایسے مسائل بے شمار ہیں جن میں فقہاء نے مسائل کو ان کے وقوع سے پہلے دریافت کیا۔

Marfat.com

(۱۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام اس چیز کے حکم کے متعلق سوال کرتے تھے جس کے متعلق وحی نازل نہیں ہوئی۔
(۱۴) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عالم جب کسی سوال کو مکروہ جانے تو اس کی مذمت کرے۔ اور جس شخص کو کوئی مکروہ کام کسی دوسرے کے سبب سے ملا ہو تو وہ اس کے اوپر ناراضگی کا اظہار کرے۔
(۱۵) جو شخص کسی حکم کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہو تو وہ اس معرفت کے حصول کو ردنہ کرے اس خیال سے کہ عالم اس کے سوال کو ناپسند کرے گا یا اس کے اوپر ناراض ہوگا بلکہ وہ نرمی اور عاجزی کے ساتھ اپنے سوال کو دہرائے حتیٰ کہ اس کی حاجت پوری ہو جائے۔
(۱۶) امورِ دین سے متعلق جو سوالات لازم ہیں ان سوالات کو کرنا مشروع ہے، خواہ سراً سوال کیا جائے یا جہراً یعنی پوشیدہ طور پر سوال کیا جائے یا علی الاعلان سوال کیا جائے اور اس میں سائل کے اوپر کوئی عیب نہیں ہے خواہ اس کا سوال اس چیز کے متعلق ہو جو عادتاً قوی ہے۔
(۱۷) اس حدیث میں توبہ کرنے پر ترغیب دی ہے اور پردہ پوشی کا حکم دیا ہے۔
(۱۸) جب لعان ہو جائے تو لعان کرنے والے مرد سے حدِ قذف ساقط ہو جاتی ہے اور لعان کرنے والی عورت سے حدِ زنا ساقط ہو جاتی ہے۔ اس کے باوجود یہ منقول نہیں ہے کہ تہمت لگانے والے پر حد لگائی گئی، علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا: امام مالک بن انس نے اس طرح نہیں کہا، کیونکہ ان تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی اور اگر ان تک یہ حدیث پہنچتی تو وہ ضرور اس کے مطابق کہتے۔ اور بعض فقہاء مالکیہ نے کہا کہ اس پر یعنی لعان کرنے والے پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور فقہائے احناف نے کہا کہ جس پر تہمت لگائی گئی تھی اس نے حدِ قذف کا مطالبہ نہیں کیا تھا حالانکہ یہ اس کا حق تھا اس لیے یہ منقول نہیں ہے کہ تہمت لگانے والے پر حد لگائی گئی کیونکہ لعان کی وجہ سے حد ساقط ہو گئی۔
(۱۹) قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے ذکر کیا ہے کہ ان کے بعض اصحاب نے یہ عذر پیش کیا ہے کہ شریک یہودی تھا اور میں بیان کر چکا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔
(۲۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ پر یہ لازم نہیں ہے کہ جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ اس کو یہ بتلائے کہ کس نے تم پر تہمت لگائی ہے۔
(۲۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حاملہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے سے پہلے لعان کیا جائے گا کیونکہ حدیث میں ہے: دیکھو اگر اس کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہو تو اس کا یہ حکم ہے جیسا کہ حضرت سہل بن سعد اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیث میں گزر چکا ہے۔ اور امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ سے روایت کی ہے کہ وہ مرد اور اس کی بیوی دونوں آئے، پس ان دونوں نے لعان کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید کہ اس عورت کے ہاں سیاہ رنگ کا گھنگھریالے بالوں والا بچہ پیدا ہوگا تو اس کے ہاں سیاہ رنگ کا گھنگھریالے رنگ والا بچہ پیدا ہوا۔ اور اسی کے مطابق جمہور فقہاء کا قول ہے اور فقہاءِ احناف نے اس کے خلاف کہا ہے کہ حمل کا پیش از وقت علم نہیں ہوتا کیونکہ بعض اوقات پیٹ میں بچہ نہیں ہوتا محض پیٹ میں ہوا بھری ہوتی ہے، اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ لسانِ شرع مرد سے حدِ قذف دور کرنے کے لیے ہے اور عورت سے حدِ زنا کو دور کرنے کے لیے ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ عورت حاملہ ہو یا حاملہ نہ ہو، اسی وجہ سے جو عورت آیسہ ہو یعنی جس کا حیض آنا بند ہو چکا ہو اس کے لیے بھی لعان مشروع ہے

Marfat.com

اور کم عمر لڑکی کے متعلق اختلاف ہے، پس جمہور کا موقف یہ ہے کہ جب مرد نے کسی کم عمر لڑکی پر زنا کی تہمت لگائی تو اس کے لیے لعان کرنا جائز ہے تا کہ اس مرد سے حدِ قذف ساقط ہو جائے۔

(۲۲) اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جھوٹی قسم میں کفارہ نہیں ہوتا کیونکہ اگر جھوٹی قسم میں کفارہ ہوتا تو اس قصہ کے اندر اس کا بیان کر دیا جاتا اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں حانث کا تعین نہیں ہے اور اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اگر جھوٹی قسم میں کفارہ واجب ہوتا تو اس کا حدیث میں بیان ہوتا، مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے: ''کہ تم میں سے جس نے بھی قسم کو توڑ دیا ہے تو وہ کفارا ادا کرے''، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو توبہ کی طرف رہنمائی کی۔

(۲۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم گواہ پیش کرو، ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی، اس میں یہ دلیل ہے کہ اگر تہمت لگانے والا گواہ پیش کرنے سے عاجز ہو تو اس سے قسم لی جائے گی۔

(۲۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی ضرورت تقاضا کرے تو اوصافِ مذمومہ کو ذکر کرنا جائز ہے اور یہ غیبت محرمہ نہیں ہے۔

(۲۵) اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ لعان صرف اس کے لیے مشروع کیا گیا ہے جس کے پاس گواہ نہ ہوں، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر وہ مرد اس عورت کے زنا پر گواہ پیش کرنے کی طاقت رکھتا تو اس کے لیے جائز تھا کہ وہ اس سے لعان کرتا تا کہ بچے کی اپنی ذات سے نفی کرے، کیونکہ یہ مسئلہ زنا میں منحصر نہیں ہے۔ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی اور ان کے متبعین نے اسی کے متعلق کہا ہے۔

(۲۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکم کا تعلق ظاہر کے ساتھ ہوتا ہے اور پوشیدہ امور اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہیں، علامہ ابن التین نے کہا اور اسی سے امام شافعی نے زندیق کی توبہ کو قبول کرنے پر استدلال کیا اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ حکم ظاہر کے ساتھ اس وقت متعلق ہوتا ہے جب اس کے ساتھ باطن کا کوئی حکم متعلق نہ ہو، اور زندیق کے باطن کا حال معلوم ہو جاتا ہے، لہٰذا اس کی ظاہری توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بات ثابت ہو گئی کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر قادر تھے کہ آپ وحی کے ذریعے معلوم کر کے اس جھوٹے کو معین کر دیتے، لیکن آپ نے یہ خبر دی کہ فیصلہ ظاہر شرع کے مطابق ہو گا جس کا تقاضا یہ ہے کہ باطنی معاملات کا کھوج نہ لگایا جائے اور ان کو دریافت کرنے کے درپے نہ ہوا جائے۔

(۲۷) اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حاکم اپنے ظن اور گمان کے مطابق عمل نہ کرے اور حدود میں اشارہ نہ کرے جب کہ حکم ظاہر کے خلاف ہو، جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ: ''مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ ہو گا جب مدعی انکار کرے اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں''۔

(۲۸) اور اس حدیث سے امام شافعی نے اس پر استدلال کیا ہے کہ استحسان کا قول کرنا باطل ہے (استحسان سے مراد قیاسِ خفی ہے جس کے امام ابوحنیفہ قائل ہیں)، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر قسموں کا اعتبار نہ ہوتا تو میرے لیے اور اس عورت کے لیے (یعنی معاملہ سنگین ہوتا)''۔

(۲۹) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حاکم کسی حکم کا فیصلہ کرنے کے لیے اپنی انتہائی کوشش کو بروئے کار لائے اور تمام شرائط کو پورا کرے اور اپنے فیصلہ کو نہ بدلے، سوائے اس صورت کے کہ اس پر یہ ظاہر ہو جائے کہ کوئی شرط نہیں پائی گئی یا کسی سبب میں کمی پائی گئی ہے۔

Marfat.com

(۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لعان ہر عورت کے متعلق مشروع ہے، خواہ اس عورت کے ساتھ دخول کیا گیا ہو یا دخول نہ کیا گیا ہو اور علامہ ابراہیم بن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نے اس کے اوپر اجماع کو نقل کیا ہے۔

(۳۱) اور اس سے معلوم ہوا کہ جو عورت غیر مدخول بہا ہو اس کو اس کا مہر ادا کیا جائے گا اس میں فقہاء حنبلیہ کا اختلاف ہے، پس اگر کسی مرد نے نکاح فاسد کیا یا کسی عورت کو طلاق بائن دی پھر اس کے ہاں اولاد ہوئی، پھر اس نے ارادہ کیا کہ اس اولاد کی اپنی ذات سے نفی کرے تو اس کے لیے لعان کرنا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۰ھ نے کہا: اس صورت کے اندر بچے کا اس مرد سے نسب ثابت ہو جائے گا اور اس سے حدِ قذف ساقط نہیں ہوگی اور نہ لعان ہوگا کیونکہ وہ عورت اجنبیہ ہے، اور اسی طرح اگر اس نے کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائی، پھر اس کو تین طلاقیں دے کر بائن کر دیا تو اس کے لیے بھی لعان ثابت ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہ نے کہا: اس کے لیے لعان نہیں ہوگا۔ اور امام ابن ابی شیبہ نے از ہشیم از مغیرہ روایت کی ہے کہ شعبی نے کہا: جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، پھر اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا، پھر اس نے بچے کی اپنی ذات سے نفی کی تو اس کے لیے لعان کرنا جائز ہے، تو حارث نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ (النور: ۶)

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں، تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے ○

پھر کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ وہ عورت اس کی بیوی ہے، تو عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہوں کہ جب مجھ پر حق واضح ہو جائے تو میں اس کی طرف رجوع نہ کروں، پس اگر مرد نے تین مرتبہ لعان کر لیا اور عورت نے بھی اسی طرح تین مرتبہ لعان کیا تو حاکم ان کے درمیان تفریق کر دے گا، ایسی صورت میں جمہور کے نزدیک تفریق واقع نہیں ہوگی کیونکہ ظاہر قرآن میں یہ تصریح ہے کہ ان دونوں پر حد واجب ہوگئی اور وہ حد ساقط نہیں ہوگی، سوائے اس صورت کے جو ذکر کی گئی ہے۔

اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ شعبی نے سنت کو سمجھنے میں خطا کی اور ان دونوں کے درمیان تفریق واقع ہو جائے گی۔

(۳۲) اور اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ لعان سے حمل منتفی ہو جاتا ہے، اس میں امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے اور امام احمد کی ایک روایت بھی اسی طرح ہے، کیونکہ حدیث اس معاملے میں ظاہر ہے کہ وہ عورت حاملہ تھی اور بچے کو اس عورت کے ساتھ لاحق کر دیا گیا۔

(۳۳) اور اس میں ظنِ غالب کے مطابق حلف لینے کا جواز ہے اور اس کی دلیل اصل کے مطابق عمل کرنا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سے یہ قوی امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سائل کے سوال کی تصدیق کر دے گا، کیونکہ حضرت ہلال بن امیہ سے کہا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم پر حد قذف کے کوڑے مارے گا اور حضرت ہلال بن امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے یہ کوڑے نہیں مارے جائیں گے کیونکہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میں نے اسی چیز کے مطابق سوال کیا ہے جس کو میں نے دیکھا ہے۔

(۳۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قسم کا اس وقت اعتبار کیا جائے گا جب وہ حاکم کی اجازت سے قسم کھائی جائے، کیونکہ حضرت ہلال بن امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور سچا ہوں، پھر ان سے لعان کے کلمات نہیں کہلوائے گئے۔

Marfat.com

(۳۵) اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قیاس کے تقاضے پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ قیاس کا تقاضا اور قیافہ پر عمل کرنا اس وقت جائز نہیں ہوتا جب اس کے مقابلے میں کوئی شریعت کا ظاہری حکم نہ ہو اور جب اس کے مقابلے میں شریعت کا ظاہری حکم نہ ہو تو پھر قیاس اور قیافہ کے تقاضے پر عمل کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۹-۵۲۱، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۴۶۱-۴۶۴، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

اگر کوئی مرد اپنی بیوی کے پاس کسی اجنبی مرد کو پائے اور وہ طیش میں آ کر اس کو قتل کر دے تو اس کے شرعی حکم کا بیان

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، صحیح بخاری ۵۳۱۶ کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسئلہ:

اگر کوئی مرد اپنی بیوی کے پاس کسی دوسرے مرد کو پائے اور وہ غضب میں آ کر اس کو قتل کر دے تو آیا اس کے اوپر قصاص لازم ہوگا؟

الجواب:

نہیں، کیونکہ جس وقت اس نے اپنی بیوی کے پاس دوسرے مرد کو پایا اور اس کو قتل کر دیا تو اس پر نہ قصاص ہوگا اور نہ دیت ہوگی اور نہ کفارہ ہوگا۔

اور جس چیز نے اس عورت کو رجم کرنے سے منع کیا ہے وہ لعان ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ إِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ (النور: ۸)

اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے O

اور یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس عورت کے خلاف کوئی گواہ نہیں تھا، لیکن ایک دوسری عورت تھی جو اسلام لانے کے بعد بے حیائی کے کام کرتی تھی اور وہ عورت شبہ کا محل تھی اور اس کے خلاف قرائن زیادہ تھے لیکن گواہ کوئی نہیں تھا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو بغیر گواہ کے رجم کر دیتا تو میں اس عورت کو رجم کر دیتا۔

(صحیح مسلم: ۱۴۹۷، سنن نسائی: ۳۴۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۰) (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۹۲، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

حدیث: ۵۳۱۶، کے تین شرعی احکام

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث تین احکام شرعیہ پر مشتمل ہے:

(۱) لعان مشروع ہے۔

(۲) لعان کے بعد حاکم مرد و زن میں تفریق کر دے، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ تفریق نفس لعان سے ہو جاتی ہے یا لعان کے بعد حاکم تفریق کرے گا۔

امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ حاکم کے تفریق کرنے سے تفریق ہوگی جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

(۳) اگر شوہر بچے کی پیدائش کے وقت اس کی نفی کر دے تو بچہ ماں سے لاحق کیا جائے گا، جمہور فقہاء، اور چاروں ائمہ کا اس میں

Marfat.com

اتفاق ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر عورت کو بچے کی نفی کی تہمت لگائی تو بچہ منتفی نہیں ہوگا اور نہ ہی اس وقت لعان کیا جائے گا کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الولد للفراش وللعاھر الحجر، (بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی محروم ہے)۔

اور دوسرا اختلاف یہ ہے کہ جب بچے کی نفی بوقت ولادت کرے یا ولادت کے ایک دو روز بعد کرے، پہلی صورت میں بچے کی نفی ہو جائے گی اور دوسری صورت یعنی ایک دو روز بعد نفی کرے تو نفی نہ ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کوئی وقت مقرر نہیں کیا اور ایک روایت ان سے ہے کہ انہوں نے اس کے لیے سات دن مقرر کیے ہیں۔

امام ابو یوسف، امام محمد اور قتادہ نے نفاس کی اکثر مدت مقرر کی ہے اور وہ چالیس روز ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بچے کی پیدائش کے فوراً بعد نفی کا اعتبار ہے ورنہ نفی نہ ہوگی۔ (تفہیم البخاری حصہ ہشتم ص ۳۸۵، الجدہ پرنٹرز، بار اول)

لعان کی تحقیق از مصنف

لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی

لعان کا لفظ لعن سے ماخوذ ہے، علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ لعن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کا معنی ہے: دھتکارنا اور خیر سے دور کرنا، اور جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو یہ بد دعا کا کلمہ ہے اور لکھتے ہیں کہ لعان کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے تو امام اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرائے اور مرد سے ابتداء کرے، مرد چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ اس نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اپنی اس تہمت میں صادق ہوں، جب وہ چار بار یہ قسم کھالے تو پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ زنا کی اس تہمت لگانے میں جھوٹا ہو، تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، پھر عورت کو کھڑا کیا جائے اور وہ چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتی ہوں کہ اس شخص نے جو مجھ پر تہمت لگائی ہے، یہ اس تہمت میں جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر یہ سچوں میں سے ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو، لعان کے بعد وہ عورت اس شخص سے بائنہ ہو جائے گی اور کبھی اس شخص کے لیے حلال نہیں ہوگی، اگر وہ حاملہ ہو تو بچہ اس عورت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔ (تاج العروس ج ۹ ص ۳۳۴-۳۳۵)

لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: کہ لعان کا شرعی معنی ہے: ایسی شہادات جو قسموں سے مؤکد ہوں اور لعنت کے ساتھ مقرون ہوں، اور امام شافعی فرماتے ہیں: یہ وہ قسمیں ہیں جو لفظ شہادت کے ساتھ مؤکد ہوں، امام شافعی کے نزدیک اس میں قسم کی اہلیت شرط ہے، اس لیے مسلمان اور اس کی کافر بیوی اور کافر اور کافرہ، غلام اور اس کی بیوی میں بھی لعان ہو جاتا ہے، امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس میں شہادت کی اہلیت شرط ہے، اس لیے لعان ایسے مسلمان آزاد، عاقل بالغ کے ساتھ خاص ہے جس پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو۔ (عمدۃ القاری جز ۲۰ ص ۲۹۰)

Marfat.com

لعان کی وجہ تسمیہ

مرد لعنت کا لفظ کہتا ہے اور عورت غضب کا لفظ کہتی ہے اور اس مسئلہ کا عنوان لعان بنایا گیا ہے، جب کہ آیت میں لعن اور غضب دونوں الفاظ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء مرد سے ہوتی ہے اور وہ لعنت کا لفظ کہتا ہے اور مرد کی جانب قوی ہے، نیز لعان کرنے نہ کرنے کا مدار مرد ہی پر ہوتا ہے اور عورت کو غضب کے لفظ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کیونکہ مرد کی نسبت عورت کا جرم بڑا ہے، مرد اگر جھوٹا ہو تو وہ حد قذف کا مستحق ہے اور اگر عورت جھوٹی ہو تو وہ سنگسار کی جانے کی مستحق ہے۔ (عمدۃ القاری جز ۲۰ ص ۲۹۰)

زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے اور یہ متحقق ہو جائے کہ اس نے زنا کیا ہے اور وہ شخص اس سبب سے اس زانی کو قتل کر دے تو جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اس پر قصاص لازم آئے گا الا یہ کہ وہ زنا کے ثبوت پر چار گواہ پیش کر دے یا مقتول کے ورثاء اس کے زنا کا اعتراف کر لیں، اور یہ شرط بھی ہے کہ وہ زانی شادی شدہ ہو، یہ دنیاوی ضابطہ ہے اور اگر وہ سچا ہے تو آخرت میں اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا۔ بعض شوافع کا قول یہ ہے کہ جو شخص بھی سلطان کی اجازت کے بغیر کسی شادی شدہ زانی کو قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ (شرح مسلم ج ا ص ۴۸۸، کراچی)

امام ابوحنیفہ کا قول جمہور کے موافق ہے، اگر دو شخص گواہی دیں کہ اس شخص نے فلاں آدمی کو زنا کے سبب سے قتل کیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس سے قصاص لیا جائے گا اور امام احمد کے نزدیک اس پر قصاص نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۴۹، لاہور)

جمہور کی دلیل ابن ماجہ کی روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو حضرت سعد کے جواب میں فرمایا: تلوار کافی گواہ ہے، پھر فرمایا: نہیں! مجھے خدشہ ہے کہ پھر لوگ نشہ اور غیرت میں آکر دھڑا دھڑ قتل کرنا شروع کر دیں گے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۰۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبب سے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی، البتہ جس پر چار گواہوں سے زنا ثابت ہو جائے اس کا معاملہ الگ ہے کیونکہ وہ مباح الدم ہے اس لیے اس صورت میں اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، لیکن کسی شخص کو بھی قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے اور اس وجہ سے وہ مؤاخذہ کا مستحق ہوگا۔

لعان کے بعد تفریق میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام مالک، امام شافعی اور ان کے موافقین کا یہ نظریہ ہے کہ نفس لعان سے، لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے، امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ عورت کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد تفریق ہو جاتی ہے اور امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب کا یہ قول ہے کہ مرد کے لعان سے فارغ ہوتے ہی تفریق ہو جاتی ہے، سحنون مالکی کا بھی یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری کا یہ قول ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی بلکہ لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے تفریق ہوتی ہے، اور امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، ایک میں احناف کے ساتھ ہیں اور دوسرے میں شوافع کے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۵، مصر)

علامہ ابوالحسن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ وجیز میں لکھا ہے کہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور

Marfat.com

محرر، نظم، رعایتین، حاوی صغیر، فروع وغیرہ کتب حنابلہ میں اسی قول کو مقدم کیا ہے، اور امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی جب تک کہ حاکم تفریق نہ کرے۔ خرقی (المغنی ابن قدامہ کا متن) کا بھی مختار ہے۔ قاضی، شریف، ابوالخطاب اور ابن البناء وغیرہم فقہاء حنابلہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، ہدایہ، مذہب، مسبوک الذہب اور دوسری کتب حنابلہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور انتصار میں لکھا ہے کہ عام اصحاب حنابلہ کا بھی یہی مختار ہے۔ (الانصاف ج۹ ص ۲۵۱-۲۵۲، بیروت)

فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت درج کی جس میں پہلے لعان کا واقعہ درج ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے لعان کی کاروائی بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''ثم فرق بینھما'' (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۴) ''پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کردی''۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمر کی اس روایت کو سعید بن جبیر سے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۱) اور نافع سے بھی، نافع سے دو روایات ذکر کی ہیں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

عن نافع ان ابن عمر اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرق بین رجل وامراتہ قذفھا واحلفھا۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کردی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۳)

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعان کے بعد تفریق نہ فرماتے۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ لعان میں یہ بیان کیا ہے کہ لعان کے بعد حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''کذبت علیھا یا رسول اللہ ان امسکتھا فطلقھا ثلاثا قبل ان یامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' یا رسول اللہ! (لعان کے بعد) اگر اب میں اس کو اپنے نکاح میں رکھوں تو پھر میں جھوٹا قرار پاؤں گا، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ فرمانے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں''، اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۰۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۲)

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ حضرت عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اب تین طلاقوں کی کیا ضرورت ہے تفریق تو ہو گئی۔

علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات

علامہ نووی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذھب فلا سبیل لک علیھا: ''جاؤ اب اس عورت پر تمہاری ملکیت نہیں ہے''، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کو رد کر دیا، یعنی اب تمہاری اس پر ملکیت نہیں ہے، اس لیے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۴۸۹، کراچی)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی کی اس دلیل کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شرح مسلم میں علامہ نووی کی اس عبارت سے یہ

Marfat.com

وہم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کے تین طلاقیں دینے کے بعد فرمایا: "لا سبیل لك علیھا" اور یہ کہ یہ جملہ حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت میں موجود ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ جملہ حضرت ابن عمر کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد ہے: اللہ یعلم ان احد کما کاذب۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۲۰، ۱۴۲۱ھ لاہور)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فلا سبیل لك علیھا" کا حضرت عویمر کی دی گئی تین طلاقوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے نہ یہ تین طلاقوں پر رد ہے، اس معاملہ میں علامہ نووی نے ایک کھلا ہوا مغالطہ کھایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "لا سبیل لك علیھا" جس حدیث میں ہے وہ حسب ذیل ہے:

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے لعان کرنے والوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں سے فرمایا: "تمہارا حساب اللہ پر ہے، تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے اور اس عورت پر اب تمہاری ملکیت نہیں ہے"۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۲)

اس حدیث سے نہ صرف یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لا سبیل لك علیھا" کا تعلق حضرت عویمر کے قصہ سے نہیں ہے بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان نفس لعان سے تفریق نہیں ہوئی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوئی ہے۔

نفس لعان سے تفریق نہ ہونے پر ایک واضح دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ اگر نفس لعان سے تفریق ہو جاتی تو آپ ان تین طلاقوں کو مسترد کر دیتے، امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن سھل بن سعد فی ھذا الخبر فطلقھا ثلاث تطلیقات عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانفذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۵۰)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

علامہ نووی نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ دوسری روایت میں ہے: ففارقھا "حضرت عویمر اپنی بیوی سے علیحدہ ہو گئے"۔ لیکن یہ تین طلاقیں دینے کے بعد کا واقعہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ابن شہاب کی حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت سے ظاہر ہے۔ اس لیے اس روایت کا یہ لفظ بھی علامہ نووی اور شوافع کے مسلک کے لیے مفید نہیں ہے۔

(صحیح مسلم کتاب اللعان رقم الباب: ۳، رقم الحدیث بلا تکرار: ۱۴۹۲، رقم الحدیث المسلسل: ۳۶۷۵)

صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر کی بکثرت روایات مذکور ہیں۔ (رقم الباب: ۹، ۸، ۷) جن میں تصریح ہے کہ لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفریق کی اور یہ موقف احناف کی واضح دلیل ہیں اور فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کے موقف پر کوئی حدیث نہیں ہے۔

لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے لعان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۴)

Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء تابعین اور ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ لعان کے بعد بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور باپ سے اس کا نسب منتفی ہوگا۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ عامر، شعبی، محمد بن ابی ذئب اور بعض اہل مدینہ نے اس مسئلہ میں جمہور سے اختلاف کیا ہے کیونکہ بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر ہو، اس لیے لعان کرنے والے شخص سے ہی نسب ثابت ہوگا، لیکن ان کے خلاف یہ حدیث جمہور کی قوی دلیل ہے اور اس قاعدہ میں اس حدیث سے تخصیص کی جائے گی، البتہ ایک اور اختلاف یہ ہے کہ ماں سے نسب اس وقت منتفی ہوگا جب بچہ پیدا ہوتے ہی یا زیادہ دن گزرنے سے پہلے مرد اس کا انکار کر دے، امام ابوحنیفہ نے دن مقرر نہیں کیے۔ امام ابویوسف فرماتے ہیں سات دن کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ اور امام محمد فرماتے ہیں کہ چالیس دن کے بعد انکار معتبر نہیں ہے، یعنی اس سے پہلے انکار کا شرعاً اعتبار ہوگا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر بچہ پیدا ہوتے ہی فوراً انکار کر دیا تو اس کا انکار شرعاً معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۲، مصر) (تبیان القرآن ج ۸ ص ۷۹-۷۵، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

لعان کے متعلق صدر الشریعہ کی تحقیق

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ الغنی متوفی ۱۳۶۷ھ، لعان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (النور: ۶-۹)

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو، تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے O اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو O اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے O اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ (خاوند) سچوں میں سے ہو O

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم!) کیا کسی مرد کو اپنی بی بی کے ساتھ پاؤں تو اسے چھوؤں بھی نہیں، یہاں تک کہ چار گواہ لاؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کی: ہرگز نہیں، قسم ہے اس کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں فوراً تلوار سے کام تمام کر دوں گا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: "سنو تمہارا سردار کیا کہتا ہے، بے شک وہ بڑا غیرت والا ہے اور میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ (عزوجل) مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے"۔ دوسری روایت میں ہے کہ "یہ اللہ (عزوجل) کی غیرت ہی کی وجہ سے ہے کہ فواحش (بے حیائی کی باتوں) کو حرام فرما دیا ہے، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ"۔

(صحیح مسلم، کتاب اللعان، الحدیث: ۱۶، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ص ۸۰۵)

Marfat.com

حدیث ۲: صحیحین میں انہیں سے مروی کہ ایک اعرابی نے حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری عورت کے سیاہ رنگ کا لڑکا پیدا ہوا ہے اور مجھے اس کا اچنبا ہے (یعنی معلوم ہوتا ہے میرا نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تیرے پاس اونٹ ہیں؟''، عرض کی: ہاں! فرمایا: ان کے رنگ کیا ہیں؟ عرض کی، سرخ: فرمایا ''ان میں کوئی بھورا بھی ہے؟'' عرض کی: چند بھورے بھی ہیں، فرمایا: ''تو سرخ رنگ والوں میں یہ بھورا کہاں سے آ گیا؟'' عرض کی: شاید رگ نے کھینچا ہو (یعنی اس کے باپ دادا میں کوئی ایسا ہوگا، اس کا اثر ہوگا) فرمایا: ''تو یہاں بھی شاید رگ نے کھینچ لیا ہو، اتنی بات پر اسے انکار نسب کی اجازت نہ دی''۔

(صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب من شبہ اصلا معلوما، الحدیث: ۷۳۱۴، ج ۴ ص ۵۱۲)

حدیث ۳: صحیح بخاری شریف ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی، ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بی بی پر تہمت لگائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''گواہ لاؤ، ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی''۔ عرض کی: یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کوئی شخص اپنی عورت پر کسی مرد کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈنے جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ پھر ہلال نے کہا: قسم ہے اس کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! بے شک میں سچا ہوں اور خدا کوئی ایسا حکم نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بچاوے۔ اس وقت جبریل علیہ السلام اترے اور (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ) نازل ہوئی، ہلال نے حاضر ہو کر لعان کا مضمون ادا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل جانتا ہے کہ تم میں ایک جھوٹا ہے تو کیا تم دونوں میں کوئی توبہ کرتا ہے، پھر عورت کھڑی ہوئی، اس نے بھی لعان کیا، جب پانچویں بار کی نوبت آئی تو لوگوں نے اسے روک کر کہا، اب کہے گی تو ضرور غضب کی مستحق ہو جائے گی اور اس پر وہ کچھ رکی اور جھجکی جس سے ہم کو خیال ہوا کہ رجوع کرے گی مگر پھر کھڑی ہو کر کہنے لگی: میں تو اپنی قوم کو ہمیشہ کے لیے رسوا نہ کروں گی، پھر وہ پانچواں کلمہ بھی اس نے ادا کر دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر باب ویدرؤا عنھا العذاب۔ الحدیث: ۴۷۴۷، ج ۳ ص ۲۸۰)

حدیث ۴: صحیحین میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد و عورت میں لعان کرایا، پھر شوہر نے عورت کے لڑکے سے انکار کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں تفریق کر دی اور بچہ کو عورت کی طرف منسوب کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کے وقت پہلے مرد کو نصیحت و تذکیر کی اور یہ خبر دی کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت آسان ہے پھر عورت کو بلا کر نصیحت و تذکیر کی اور اسے بھی یہی خبر دی۔ دوسری روایت میں ہے کہ مرد نے اپنے مال (مہر) کا مطالبہ کیا۔ ارشاد فرمایا: کہ ''تم کو مال نہ ملے گا، اگر تم نے سچ کہا ہے تو جو منفعت اس سے اٹھا چکے ہو اس کے بدلے میں ہو گیا اور اگر تم نے جھوٹ کہا ہے تو یہ مطالبہ بہت بعید و بعید تر ہے''۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب اللعان الحدیث: ۳۳۰۵، ۳۳۰۶، ج ۲ ص ۲۵۰)

حدیث ۵: ابن ماجہ میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ''چار عورتوں سے لعان نہیں ہوسکتا: (۱) نصرانیہ جو مسلمان کی زوجہ ہے اور (۲) یہودیہ جو مسلمان کی عورت ہے اور (۳) حرہ جو کسی غلام کے نکاح میں ہے اور (۴) باندی جو آزاد مرد کے نکاح میں ہے''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب اللعان، الحدیث: ۲۰۷۱، ج ۲ ص ۵۲۸)

لعان کے متعلق مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: مرد نے اپنی عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس طرح کہ اگر اجنبیہ عورت کو لگاتا تو حد قذف (تہمت زنا کی حد) اس پر لگائی جاتی، یعنی عورت عاقلہ، بالغہ، حرہ، مسلمہ، عفیفہ (پاک دامن، پارسا عورت) ہو تو لعان کیا جائے گا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے

Marfat.com

حضور پہلے شوہر قسم کے ساتھ چار مرتبہ شہادت دے یعنی کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس میں خدا کی قسم! میں سچا ہوں، پھر پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر خدا کی لعنت اگر اس امر میں کہ اس کو زنا کی تہمت لگائی جھوٹ بولنے والوں سے ہو اور ہر بار لفظ ''اس'' سے عورت کی طرف اشارہ کرے، پھر عورت چار مرتبہ یہ کہے کہ میں شہادت دیتی ہوں خدا کی قسم! اس نے جو مجھے زنا کی تہمت لگائی ہے، اس بات میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر اللہ (عزوجل) کا غضب ہو، اگر یہ اس بات میں سچا ہو جو مجھے زنا کی تہمت لگائی، لعان میں لفظ شہادت شرط ہے، اگر یہ کہا کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ سچا ہوں، لعان نہ ہوا۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱ ص ۵۱۵،۵۱۶)

مسئلہ ۲: لعان کے لیے چند شرطیں ہیں:

(۱) نکاح صحیح ہو، اگر اس عورت سے اس کا نکاح فاسد ہوا ہے اور تہمت لگائی تو لعان نہیں۔

(۲) زوجیت قائم ہو (یعنی عورت نکاح میں موجود ہو) خواہ دخول ہوا ہو یا نہیں، لہٰذا اگر تہمت لگانے کے بعد طلاق بائن دی تو لعان نہیں ہو سکتا، اگرچہ طلاق دینے کے بعد پھر نکاح کر لیا، یوہیں اگر طلاق بائن دینے کے بعد تہمت لگائی یا زوجہ کے مرجانے کے بعد تو لعان نہیں اور اگر تہمت کے بعد رجعی طلاق دی یا رجعی طلاق کے بعد تہمت لگائی تو لعان ساقط نہیں۔

(۳) دونوں آزاد ہوں۔

(۴) دونوں عاقل ہوں۔

(۵) دونوں بالغ ہوں۔

(۶) دونوں مسلمان ہوں۔

(۷) دونوں ناطق ہوں، یعنی ان میں کوئی گونگا نہ ہو۔

(۸) ان میں کسی پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو۔

(۹) مرد نے اپنے اس قول پر گواہ نہ پیش کیے ہوں۔

(۱۰) عورت زنا سے انکار کرتی ہو اور اپنے کو پارسا کہتی ہو، اصطلاح شرع میں پارسا اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ وطی حرام نہ ہوئی ہو نہ وہ اس کے ساتھ متہم ہو (نہ اس پر وطی حرام کی تہمت لگی ہو)، لہٰذا طلاق بائن کی عدت میں اگر شوہر نے اس سے وطی کی اگرچہ وہ اپنی نادانی سے یہ سمجھتا تھا کہ اس سے وطی حلال ہے تو عورت عفیفہ نہیں۔ یوہیں اگر نکاح فاسد کر کے اس سے وطی کی تو عفت (پاکدامنی) جاتی رہی یا عورت کی اولاد ہے جس کے باپ کو یہاں کے لوگ نہ جانتے ہوں اگرچہ حقیقتاً وہ ولد الزنا (زنا سے پیدا ہونے والا بچہ) نہیں ہے، یہ صورت متہم ہونے کی ہے، اس سے بھی عفت جاتی رہتی ہے۔ اور اگر وطی حرام عارضی سبب سے ہو مثلاً حیض ونفاس وغیرہ میں جن میں وطی حرام ہے وطی کی تو اس سے عفت نہیں جاتی۔

(۱۱) صریح زنا کی تہمت لگائی ہو یا اس کی جو اولاد اس کے نکاح میں پیدا ہوئی اس کو کہتا ہو کہ یہ میری نہیں یا جو بچہ عورت کا دوسرے شوہر سے ہے، اس کو کہتا ہو کہ یہ اس کا نہیں۔

(۱۲) دارالاسلام میں یہ تہمت لگائی ہو۔

Marfat.com

(۱۳) عورت قاضی کے پاس اس کا مطالبہ کرے۔
(۱۴) شوہر تہمت لگانے کا اقرار کرتا ہو یا دو مرد گواہوں سے ثابت ہو، لعان کے وقت عورت کا کھڑا ہونا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔
(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱ ص ۵۱۵، الدر المختار و رد المحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج ۵ ص ۱۵۶)

مسئلہ ۳: عورت پر چند بار تہمت لگائی تو ایک ہی بار لعان ہوگا۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱ ص ۵۱۴)

مسئلہ ۴: لعان میں تمادی نہیں یعنی اگر عورت نے زمانۂ دراز تک مطالبہ نہ کیا تو لعان ساقط نہ ہوگا ہر وقت مطالبہ کا اس کو اختیار باقی ہے، لعان معاف نہیں ہو سکتا یعنی اگر شوہر نے تہمت لگائی اور عورت نے اس کو معاف کر دیا اور معاف کرنے کے بعد اب قاضی کے یہاں دعویٰ کرتی ہے تو قاضی لعان کا حکم دے گا اور عورت دعویٰ نہ کرے تو قاضی خود مطالبہ نہیں کر سکتا۔ یوہیں اگر عورت نے کچھ لے کر صلح کر لی تو لعان ساقط نہ ہوا جو لیا ہے اسے واپس کر کے مطالبہ کرنے کا عورت کو حق حاصل ہے، مگر عورت کے لیے افضل یہ ہے کہ ایسی بات کو چھپائے اور حاکم کو بھی چاہیے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم دے۔
(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱ ص ۵۲۶، الدر المختار و رد المحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج ۵ ص ۱۵۴)

مسئلہ ۵: عورت کے مر جانے کے بعد اس کو تہمت لگائی اور اس عورت کی دوسرے شوہر سے اولاد ہے جس کے نسب میں اس کی تہمت کی وجہ سے خرابی پڑتی ہے، اس نے مطالبہ کیا اور شوہر ثبوت نہ دے سکا تو حد قذف قائم کی جائے اور اگر دوسرے سے اولاد نہیں بلکہ اسی کی اولادیں ہیں تو حد قائم نہیں ہو سکتی۔ (رد المحتار کتاب الطلاق، باب اللعان، ج ۵ ص ۱۵۳)

مسئلہ ۶: مرد و عورت دونوں کافر ہوں یا عورت کافرہ یا دونوں مملوک ہوں یا ایک یا دونوں میں سے ایک مجنون ہو یا نابالغ یا کسی پر حد قذف قائم ہوئی ہے تو لعان نہیں ہو سکتا اور اگر دونوں اندھے یا فاسق ہوں یا ایک تو ہو سکتا ہے۔
(الدر المختار، و رد المحتار کتاب الطلاق، باب اللعان ج ۵ ص ۱۵۲)

مسئلہ ۷: شوہر اگر تہمت لگانے سے انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس دو مرد گواہ بھی نہ ہوں تو شوہر سے قسم نہ کھلائی جائے اور اگر قسم کھلائی گئی اس نے قسم کھانے سے انکار کیا تو حد قائم نہ کریں۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج ۵ ص ۱۵۵)

مسئلہ ۸: شوہر نے تہمت لگائی، اور اب لعان سے انکار کرتا ہے تو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ لعان کرے یا کہے: میں نے جھوٹ کہا تھا، اگر جھوٹ کا اقرار کرے تو اس پر حد قذف قائم کریں اور شوہر نے لعان کے الفاظ ادا کر لیے تو ضرور ہے کہ عورت بھی ادا کرے ورنہ قید کی جائے گی، یہاں تک کہ لعان کرے یا شوہر کی تصدیق کرے اور اب لعان نہیں ہو سکتا نہ آئندہ تہمت لگانے سے شوہر پر حد قذف قائم ہوگی مگر عورت پر تصدیق شوہر کی وجہ سے حد زنا بھی قائم نہ ہوگی جب کہ فقط اتنا کہا ہو کہ وہ سچا ہے اور اگر اپنے زنا کا اقرار کیا تو بشرائط اقرار زنا حد زنا قائم ہوگی۔ (الدر المختار، و رد المحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان ج ۵ ص ۱۵۵)

مسئلہ ۹: شوہر کے ناقابل شہادت ہونے کی وجہ سے اگر لعان ساقط ہو مثلاً غلام ہے یا کافر یا اس پر حد قذف لگائی جا چکی ہے تو حد قذف قائم کی جائے بشرطیکہ عاقل بالغ ہو، اور اگر لعان کا ساقط ہونا عورت کی جانب سے ہے کہ وہ اس قابل نہیں مثلاً کافرہ ہے یا باندی یا محدودہ فی القذف یا وہ ایسی ہے کہ اس پر تہمت لگانے والے کے لیے حد قذف نہ ہو، یعنی عفیفہ نہ ہو تو شوہر پر حد قذف نہیں تعزیر ہے مگر جب کہ عفیفہ نہ ہو اور علانیہ زنا کرتی ہو تو تعزیر بھی نہیں اور اگر دونوں محدود فی القذف (یعنی دونوں کو تہمت زنا کی سزا

مل چکی ہو) ہوں تو شوہر پر حد قذف ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج ۵ ص ۱۵۵، ۱۵۷)

مسئلہ ۱۰: اگر عورت سے کہا: تو نے بچپن میں زنا کیا تھا یا حالت جنون میں اور یہ بات معلوم ہے کہ عورت کو جنون تھا تو نہ لعان ہے، نہ شوہر پر حد قذف اور اگر کہا: تو نے حالت کفر میں یا جب تو کنیز تھی اس وقت زنا کیا تھا یا کہا: چالیس (۴۰) برس ہوئے کہ تو نے زنا کیا حالانکہ عورت کی عمر اتنی نہیں تو ان صورتوں میں لعان ہے۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ا ص ۵۱۵)

مسئلہ ۱۱: عورت سے کہا: اے زانیہ یا تو نے زنا کیا یا میں نے تجھے زنا کرتے دیکھا تو یہ سب الفاظ صریح ہیں، ان میں لعان ہوگا اور اگر کہا: تو نے حرام کاری کی یا تجھ سے حرام طور پر جماع کیا گیا یا تجھ سے لواطت کی گئی تو لعان نہیں۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ا ص ۵۱۵)

مسئلہ ۱۲: لعان کا حکم یہ ہے کہ اس سے فارغ ہوتے ہی اس شخص کو اس عورت سے وطی حرام ہے، مگر فقط لعان سے نکاح سے خارج نہ ہوئی بلکہ لعان کے بعد حاکم اسلام تفریق کردے گا اور اب مطلقہ بائن ہوگئی، لہٰذا بعد لعان اگر قاضی نے تفریق نہ کی ہو تو طلاق دے سکتا ہے ایلاء وظہار کرسکتا ہے، دونوں میں سے کوئی مرجائے تو دوسرا اس کا ترکہ پائے گا، اور لعان کے بعد اگر وہ دونوں علیحدہ نہ ہونا چاہیں جب بھی تفریق کردی جائے گی۔ (الجوہرۃ النیرہ، کتاب اللعان، الجزء الثانی ص ۹۲)

مسئلہ ۱۳: اگر لعان کی ابتداء قاضی نے عورت سے کرائی تو شوہر کے الفاظ لعان کہنے کے بعد عورت سے پھر کہلوائے اور دوبارہ عورت سے نہ کہلوائے اور تفریق کردی تو ہوگئی۔ (الجوہرۃ النیرہ، کتاب اللعان، الجزء الثانی ص ۹۲)

مسئلہ ۱۴: لعان ہوجانے کے بعد ابھی تفریق نہ کی تھی کہ خود قاضی کا انتقال ہوگیا یا معزول ہوگیا اور دوسرا اس کی جگہ مقرر کیا گیا تو یہ قاضی دوم اب پھر لعان کرائے۔ (الجوہرۃ النیرہ، کتاب اللعان، الجزء الثانی ص ۹۲)

مسئلہ ۱۵: تین تین بار دونوں نے الفاظ لعان کہے تھے یعنی ابھی پورا لعان نہ ہوا تھا کہ قاضی نے غلطی سے تفریق کردی تو تفریق ہوگئی مگر ایسا کرنا خلافِ سنت ہے اور اگر ایک ایک یا دو دو بار کہنے کے بعد تفریق کی تو تفریق نہ ہوئی اور اگر صرف شوہر نے الفاظِ لعان ادا کیے عورت نے نہیں اور قاضی غیر حنفی نے (جس کا یہ مذہب ہو کہ صرف شوہر کے لعان سے تفریق ہوجاتی ہے) تفریق کردی تو جدائی ہوئی، اور قاضی حنفی ایسا کرے گا تو اس کی قضا نافذ نہ ہوگی کہ یہ اس کے مذہب کے خلاف ہے اور خلاف مذہب حکم کرنے کا اسے حق نہیں۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب اللعان ج ۵ ص ۱۶۰)

مسئلہ ۱۶: لعان کے بعد ابھی تفریق نہیں ہوئی ہے اور دونوں یا ایک کو کوئی ایسا امر لاحق ہوا کہ لعان سے پیشتر ہوتا تو لعان ہی نہ ہوتا مثلاً ایک یا دونوں گونگے یا مرتد ہوگئے یا کسی کو تہمت لگائی اور حد قذف قائم ہوئی یا ایک نے اپنی تکذیب کی یا عورت سے وطی حرام کی گئی تو لعان باطل ہوگیا، لہٰذا قاضی اب تفریق نہ کرے گا اور اگر دونوں میں سے کوئی مجنون ہوگیا تو لعان ساقط نہ ہوگا، لہٰذا تفریق کردے گا، اور اگر بوہرا ہوگیا جب بھی تفریق کردے گا اور اگر مرد نے الفاظ لعان کہہ لیے تھے اور عورت نے ابھی نہیں کہے تھے کہ بوہرا ہوگیا یا عورت بوہری ہوگئی تو تفریق نہ ہوگی نہ عورت سے لعان کرایا جائے۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ا ص ۵۱۷)

مسئلہ ۱۷: لعان کے بعد شوہر یا عورت نے تفریق کے لیے کسی کو اپنا وکیل کیا اور غائب ہوگیا تو قاضی وکیل کے سامنے تفریق

Marfat.com

کردے گا، یوہیں اگر بعد لعان چل دیے پھر کسی کو وکیل بنا کر بھیجا تو قاضی اس وکیل کے سامنے تفریق کر دے گا۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ا ص ۵۱۷)

مسئلہ ۱۸: لعان کے بعد اگر ابھی تفریق نہ ہوئی جب بھی اس عورت سے وطی و دواعی وطی (یعنی وطی پر ابھارنے والے افعال مثلاً بوس وکنار وغیرہ) حرام ہیں اور تفریق ہوگئی تو عدت کا نفقہ و سکنی یعنی رہنے کا مکان پائے گی اور عدت کے اندر جو بچہ پیدا ہوگا اسی شوہر کا ہوگا اگر دو برس کے اندر بچہ پیدا ہو۔ اور اگر عدت اس عورت کے لیے نہ ہو اور چھ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہو تو اسی شوہر کا قرار پائے گا۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان، مطلب: فی الدعاء۔۔۔ الخ، ج ۵ ص ۱۶۰)

مسئلہ ۱۹: اگر شوہر نے اس بچہ کی نسبت جو اس کے نکاح میں پیدا ہوا ہے اور زندہ بھی ہے، یہ کہا کہ یہ میرا نہیں ہے اور لعان ہوا تو قاضی اس بچہ کا نسب شوہر سے منقطع کر دے گا اور وہ بچہ اب ماں کی طرف منتسب ہوگا، بشرطیکہ علوق (نطفہ ٹھہرنا، حمل ٹھہرنا) ایسے وقت میں ہوا کہ عورت میں صلاحیت لعان ہو، لہٰذا اگر اس وقت باندی تھی اب آزاد ہے یا اس وقت کافرہ تھی اب مسلمان ہے تو نسب منتفی نہ ہوگا (یعنی نسب منقطع نہ ہوگا) اس واسطے کہ اس صورت میں لعان ہی نہیں اور اگر وہ بچہ مر چکا ہے تو لعان ہوگا اور نسب منتفی نہیں ہوسکتا ہے۔ یوہیں اگر دو بچے ہوئے اور ایک مر چکا ہے اور ایک زندہ ہے اور دونوں سے شوہر نے انکار کر دیا یا لعان سے پہلے ایک مر گیا تو اس مردہ کا نسب منتفی نہ ہوگا۔ نسب منتفی ہونے کی چھ شرطیں ہیں:

(۱) تفریق

(۲) وقت ولادت یا اس کے ایک دن یا دو دن بعد تک ہو، دو دن کے بعد انکار نہیں کر سکتا۔

(۳) اس انکار سے پہلے اقرار نہ کر چکا ہو اگرچہ دلالۃً اقرار ہو مثلاً اس کو مبارک باد کہی گئی اور اس نے سکوت کیا یا اس کے لیے کھلونے خریدے۔

(۴) تفریق کے وقت بچہ زندہ ہو۔

(۵) تفریق کے بعد اسی حمل سے دوسرا بچہ نہ پیدا ہو یعنی چھ مہینے کے اندر۔

(۶) ثبوت نسب کا حکم شرعاً نہ ہو چکا ہو، مثلاً بچہ پیدا ہوا اور وہ کسی دودھ پیتے بچہ پر گرا اور یہ مر گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ اس بچہ کے باپ کے عصبہ اس کی دیت ادا کریں اور اب باپ یہ کہتا ہے کہ میرا نہیں تو لعان ہوگا اور نسب منقطع نہ ہوگا۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان، جز ۵ ص ۱۶۰)

مسئلہ ۲۰: لعان و تفریق کے بعد پھر اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا، جب تک دونوں اہلیت لعان رکھتے ہوں اور اگر لعان کی کوئی شرط دونوں یا ایک میں مفقود ہو گئی تو اب باہم دونوں نکاح کر سکتے ہیں مثلاً شوہر نے اس تہمت میں اپنے کو جھوٹا بتایا اگرچہ صراحۃً یہ نہ کہا ہو کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی مثلاً وہ بچہ جس کا انکار کر چکا تھا مر گیا اور اس نے مال چھوڑا ترکہ لینے کے لیے یہ کہتا ہے کہ وہ میرا بچہ تھا تو حد قذف قائم ہوگی اور اس کا نکاح اس عورت سے اب ہو سکتا ہے اور اگر حد قذف نہ لگائی گئی جب بھی نکاح ہو سکتا ہے، یوہیں اگر بعد لعان و تفریق کسی اور پر تہمت لگائی اور اس کی وجہ سے حد قذف قائم ہوئی یا عورت نے اس کی تصدیق کی یا عورت سے وطی حرام کی گئی اگرچہ زنا نہ ہو مگر تصدیق زنا سے نکاح اس وقت جائز ہوگا جب کہ چار بار ہو اور حد و لعان ساقط ہونے کے لیے ایک

Marfat.com

بار تصدیق کافی ہے۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱ ص ۵۲۰)

مسئلہ ۲۱: حمل کی نسبت اگر شوہر نے کہا کہ یہ میرا نہیں تو لعان نہیں، ہاں اگر یہ کہے کہ تو نے زنا کیا ہے اور یہ حمل اسی سے ہے تو لعان ہوگا مگر قاضی اس حمل کو شوہر سے نفی نہ کرے گا۔ (الدر المختار کتاب الطلاق، باب اللعان ج ۵ ص ۱۶۲)

مسئلہ ۲۲: کسی نے اس کی عورت پر تہمت لگائی اس نے کہا: تو نے سچ کہا وہ ویسی ہی ہے جیسا تو کہتا ہے تو لعان ہوگا اور اگر فقط اتنا ہی کہا کہ تو سچا ہے تو لعان نہیں نہ حد قذف۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱ ص ۵۱۷)

مسئلہ ۲۳: عورت سے کہا: تجھ پر تین طلاقیں اے زانیہ تو لعان نہیں بلکہ حد قذف ہے اور اگر کہا: اے زانیہ تجھے تین طلاقیں تو نہ لعان ہے نہ حد۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱ ص ۵۱۷)

مسئلہ ۲۴: عورت سے کہا: اے زانیہ، زانیہ کی بچی، تو عورت اور اس کی ماں دونوں پر تہمت لگائی، اب اگر ماں بیٹی دونوں ایک ساتھ مطالبہ کریں تو ماں کا مطالبہ مقدم قرار دے کر حد قذف قائم کریں گے اور لعان ساقط ہوجائے گا اور اگر ماں نے مطالبہ نہ کیا اور عورت نے کیا تو لعان ہوگا، پھر بعد میں اگر ماں نے مطالبہ کیا تو حد قذف قائم کریں گے اور اگر صورت مذکورہ میں عورت کی ماں مرچکی ہے اور عورت نے دونوں مطالبے کیے تو ماں کی تہمت پر حد قذف قائم کریں گے اور لعان ساقط اور اگر صرف اپنا مطالبہ کیا تو لعان ہوگا، یوہیں اگر اجنبیہ پر تہمت لگائی، پھر اس سے نکاح کر کے پھر تہمت لگائی اور عورت نے لعان وحد دونوں کا مطالبہ کیا تو حد ہوگی اور لعان ساقط اور اگر لعان کا مطالبہ کیا اور لعان ہوا، پھر حد کا مطالبہ کیا تو حد بھی قائم کریں گے۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱ ص ۵۱۷)

مسئلہ ۲۵: اپنی عورت سے کہا: میں نے جو تجھ سے نکاح کیا اس سے پہلے تو نے زنا کیا یا نکاح سے پہلے میں نے تجھے زنا کرتے دیکھا تو یہ تہمت چونکہ اب لگائی ہے، لہٰذا لعان ہے اور اگر یہ کہا: نکاح سے پہلے میں نے تجھے زنا کی تہمت لگائی تو لعان نہیں بلکہ حد قائم ہوگی۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱ ص ۵۱۸)

مسئلہ ۲۶: عورت سے کہا: میں نے تجھے بکر نہ پایا تو نہ حد ہے نہ لعان۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱ ص ۵۱۸)

مسئلہ ۲۷: اولاد سے انکار اس وقت صحیح ہے جب مبارک بادی دیتے وقت یا ولادت کے سامان خریدنے کے وقت نفی کی ہو ورنہ سکوت (خاموش رہنا) رضا سمجھا جائے گا اب پھر نفی نہیں ہوسکتی، مگر لعان دونوں صورتوں میں ہوگا اور اگر ولادت کے وقت شوہر موجود نہ تھا تو جب اسے خبر ہوئی نفی کے لیے وہ وقت بمنزلہ ولادت کے ہے (ولادت کے قائم مقام ہے، ولادت کے درجہ میں ہے) شوہر نے اولاد سے انکار کیا اور عورت نے بھی اس کی تصدیق کی تو لعان نہیں ہوسکتا۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب اللعان ج ۵ ص ۱۶۳)

مسئلہ ۲۸: دو بچے ایک حمل سے پیدا ہوئے یعنی دونوں کے درمیان چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہو اور ان دونوں میں پہلے سے انکار کیا دوسرے کا اقرار تو حد لگائی جائے اور اگر پہلے کا اقرار کیا دوسرے سے انکار تو لعان ہوگا بشرطیکہ انکار سے نہ پھرے اور پھر گیا تو حد لگائی جائے مگر بہر حال دونوں ثابت النسب ہیں۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج ۵ ص ۱۶۳)

مسئلہ ۲۹: جس بچے سے انکار کیا اور لعان ہوا وہ مرگیا اور اس نے اولاد چھوڑی اب لعان کرنے والے نے اس کو اپنا پوتا پوتی قرار

Marfat.com

دیا تو وہ ثابت النسب ہے۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج ۵ ص ۱۶۶)

مسئلہ ۳۰: اولاد سے انکار کیا اور ابھی لعان نہ ہوا کہ کسی اجنبی نے عورت پر تہمت لگائی اور اس بچہ کو حرامی کہا اس پر حدِ قذف قائم ہوئی تو اب اس کا نسب ثابت ہے اور کبھی منتفی نہ ہوگا۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج ۵ ص ۱۶۷)

مسئلہ ۳۱: عورت کے بچہ پیدا ہوا شوہر نے کہا: یہ میرا نہیں یا یہ زنا سے ہے اور کسی وجہ سے لعان ساقط ہو گیا تو نسب منتفی نہ ہوگا حد واجب ہو یا نہیں، یوہیں اگر دونوں اہل لعان ہیں مگر لعان نہ ہوا تو نسب منتفی نہ ہوگا۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱ ص ۵۱۹)

مسئلہ ۳۲: نکاح کیا مگر ابھی دخول نہ ہوا بلکہ ابھی عورت کو دیکھا بھی نہیں اور عورت کے بچہ پیدا ہوا، شوہر نے اس سے انکار کیا تو لعان ہو سکتا ہے اور بعد لعان وہ بچہ ماں کے ذمہ ہوگا اور پورا مہر دینا ہوگا۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج ۱ ص ۵۱۹، ۵۲۰)

مسئلہ ۳۳: لعان کے سبب جس لڑکے کا نسب عورت کے شوہر سے منقطع کر دیا گیا، بعض باتوں میں اس کے لیے نسب کے احکام ہیں مثلاً وہ اپنے باپ کے لیے گواہی دے تو مقبول نہیں، نہ باپ کی گواہی اس کے لیے مقبول، نہ وہ اپنے باپ کو زکوۃ دے سکے، نہ باپ اس کو، اور اس لڑکے کے بیٹے کا نکاح باپ کی اس لڑکی سے جو دوسری عورت سے ہے نہیں ہو سکتا یا عکس ہو جب بھی نہیں ہو سکتا اور اگر باپ نے اس کو مار ڈالا تو قصاص نہیں، اور دوسرا شخص یہ کہے کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اس کا نہیں ہو سکتا اگرچہ یہ لڑکا بھی اپنے کو اس کا بیٹا کہے بلکہ تمام باتوں میں وہی احکام ہیں جو ثابت النسب کے ہیں، صرف دو باتوں میں فرق ہے، ایک یہ کہ ایک دوسرے کا وارث نہیں دوسرے یہ کہ ایک کا نفقہ دوسرے پر واجب نہیں۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان ج ۱ ص ۵۲۱، الدر المختار، کتاب الطلاق، باب اللعان ج ۵ ص ۱۶۷)

(بہار شریعت حصہ ہشتم جلد دوم ص ۲۱۸-۲۲۷، مکتبۃ المدینہ، دعوت اسلامی، ۱۴۳۰ھ)

۳۷- بَابٌ: إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ تَزَوَّجَتْ بَعْدَ الْعِدَّةِ زَوْجًا غَيْرَهُ فَلَمْ يَمَسَّهَا

جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، پھر اس عورت نے عدت کے بعد اس کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیا، سو اس نے اس سے جماع نہیں کیا

تین طلاقوں کے بعد عورت کا دوسرے خاوند پر بغیر شرعی حلالہ کے نکاح کے لیے حلال نہ ہونا

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب لعان کرنے والے نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر اس نے لعان کے بعد جب اس کی عدت پوری ہو گئی تو اس نے کسی اور مرد سے نکاح کر لیا جس نے اس سے جماع نہیں کیا، امام بخاری نے اس عنوان کا جواب نہیں لکھا اور اس کا جواب محذوف ہے، اور اصل عبارت یوں ہے کہ کیا اب یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو گی، اگر دوسرے شوہر نے اس عورت کو طلاق دے دی، اس سے پہلے کہ وہ اس کے ساتھ جماع کرتا اور وہ عبارت اس طرح ہے، کہ یہ

Marfat.com

عورت اب پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ جب دوسرا شوہر اس کو طلاق دے اور وہ اس کے ساتھ جماع کر چکا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۱۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ تَزَوَّجَ امْرَأَةً ثُمَّ طَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَتْ آخَرَ فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ لَهُ أَنَّهُ لَا يَأْتِيهَا وَأَنَّهُ لَيْسَ مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ هُدْبَةٍ فَقَالَ لَا حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ح ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی، از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ نے ایک عورت (حضرت تمیمہ بنت وہب رضی اللہ عنہا) سے نکاح کیا، پھر انہوں نے اس کو (تین) طلاقیں دے دیں، پھر اس عورت نے کسی اور مرد سے نکاح کر لیا (یعنی حضرت عبد الرحمٰن بن زبیر) سے نکاح کر لیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے بیان کیا کہ ان کے یہ دوسرے خاوند ان سے جماع نہیں کر سکتے اور ان کے پاس تو صرف کپڑے کے ایک پلو کی مثل ہے تو آپ نے فرمایا: نہیں حتیٰ کہ تم ان کی مٹھاس چکھ لو اور وہ تمہاری مٹھاس چکھ لیں۔

صحیح البخاری: ۲۶۳۹، ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۵، ۵۳۱۷، ۵۷۹۲، ۵۸۲۵، ۶۰۸۴، صحیح مسلم: ۱۴۳۲، سنن ترمذی ۱۱۱۸، سنن نسائی: ۳۲۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۲، مسند احمد: ۲۳۵۷۸، سنن دارمی: ۲۲۶۷)

صحیح البخاری کی دوسری روایت کی تفصیل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ القرظی کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، سو بیان کیا کہ میں حضرت رفاعہ کے نکاح میں تھی، انہوں نے مجھ کو تین طلاقیں دے دیں، پس میں نے حضرت عبد الرحمٰن بن الزبیر سے نکاح کر لیا اور ان کے پاس تو صرف کپڑے کے پلو کی مثل تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم رفاعہ کی طرف واپس جانا چاہتی ہو؟ نہیں، حتیٰ کہ تم اس کی مٹھاس کو چکھ لو اور وہ تمہاری مٹھاس کو چکھ لے، حضرت ابو بکر اس وقت وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت خالد بن سعید بن العاص دروازے پر کھڑے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ اس عورت کے لیے کیا حکم دیا جاتا ہے، تو حضرت خالد نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو بکر کیا آپ نہیں سن رہے کہ یہ عورت کس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بے حیائی سے باتیں کر رہی ہے؟۔ (صحیح البخاری: ۲۶۳۹)

Marfat.com

تین طلاقوں کا ذکر، اور یہ کہ تین طلاقوں کے بعد عورت پہلے خاوند کیلئے حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرا خاوند اس کے ساتھ جماع نہ کر لے

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی التوفی ۳۱۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُهَا لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۳۰)

پھر اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہے یہاں تک کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کر لے، پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے دے تو پھر ان پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس (طلاق کی عدت کے بعد) پھر باہم رجوع کر لیں، اگر ان کا یہ گمان ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود قائم رکھ سکیں گے، یہ اللہ کی حدود ہیں جن کو اللہ ان لوگوں کیلئے بیان فرماتا ہے جو علم والے ہیں O

اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ جس مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں، جب وہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور پھر دوسرا مرد اس کو طلاق دے دے تو وہ پہلے مرد سے نکاح کر سکتی ہے، پس جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے کہ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب دوسرا خاوند اس عورت سے جماع کر لے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو قبول کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے استدلال کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب دوسرا شوہر اس عورت سے جماع کر لے۔

اور ہمارے علم کے مطابق تمام اہل علم نے یہ کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جب تک دوسرا خاوند اس عورت سے جماع نہ کرے وہ عورت پہلے خاوند پر حلال نہیں ہو سکتی، اس میں صرف سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ کا اختلاف ہے، جس کا میں ان شاء اللہ آگے ذکر کروں گا۔ اور ہم نے جو ذکر کیا ہے یہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما متوفی ۷۸ھ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ کا قول ہے۔ اور یہی مسروق اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور اہل مدینہ کا قول ہے اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ کا قول ہے، اور امام مالک کا قول ہے۔ (امام مالک کا مذہب المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۲۱۱، کتاب النکاح میں مذکور ہے) اور فقہاء احناف کا مسلک (المبسوط للسرخسی ج ۶ ص ۱۰-۱۱، کتاب الطلاق میں مذکور ہے) اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا بھی یہی قول ہے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۳۵۷، کتاب الادب)

۷۷۲۱: از سعید بن المسیب، انہوں نے بیان کیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ عورت پہلے خاوند پر اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک کہ دوسرا خاوند اس کے ساتھ جماع نہ کر لے، اور رہا میں، تو میں یہ کہتا ہوں کہ جب دوسرے خاوند نے اس سے نکاح صحیح کر لیا اور وہ اس نکاح سے یہ ارادہ نہیں کرتا کہ وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس سے پہلا

Marfat.com

خاوند نکاح کرسکتا ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۹۸۹)

اور یہ ایسا قول ہے کہ ہمارے علم کے مطابق اہلِ علم میں سے کسی نے اس قول کی موافقت نہیں کی، ہاں! اہلِ خوارج کے طائفہ نے سعید بن مسیب کے قول کی موافقت کی ہے۔

اور علامہ محمد بن ابراہیم ابوبکر النیشا پوری الشافعی متوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں کہ:

جو چیز سنت سے ثابت ہے وہ اس کے ماسوا تمام چیزوں سے مستغنی ہے۔ (الاوسط من السنن والا جماع والاختلاف ج۹ ص ۲۷۳-۲۷۵)

جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں، وہ پہلے شوہر پر اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے جماع نہ کرلے، یہ حکم سنتِ صحیحہ سے ثابت ہے اور اس میں صرف سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ کا اختلاف ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، حدیث صحیح البخاری: ۵۳۱۶ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں وہ اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہو گی حتیٰ کہ دوسرا خاوند اس سے مجامعت کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دے، اور حدیث میں جو الفاظ ہیں کہ تم اس کی مٹھاس چکھ لو اور وہ تمہاری مٹھاس چکھ لے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ دوسرا شوہر اس عورت سے جماع کرلے۔

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشا پوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ:

تمام فقہاء کی جماعت کا یہی مسلک ہے، سوائے سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ کے، انہوں نے کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ عورت پہلے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک وہ دوسرے شوہر کے ساتھ جماع نہ کرلے اور میں یہ کہتا ہوں کہ جب دوسرے مرد نے اس کے ساتھ نکاحِ صحیح کرلیا اور اس نکاح سے مراد اس عورت کو پہلے خاوند کے لیے حلال کرنا نہیں تھا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اب اس عورت سے پہلا خاوند نکاح کرلے اور ہمارے علم کے مطابق سعید بن المسیب کے اس قول کی اہل علم میں سے کسی نے موافقت نہیں کی، سوائے خوارج کی ایک جماعت کے اور جو چیز سنت سے ثابت ہے وہ اس کے ماسوا سے مستغنی ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ میرا گمان یہ ہے کہ سعید بن مسیب کو حدیث العُسیلہ نہیں پہنچی، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم رفاعہ القرظی کی طرف رجوع نہیں کرسکتیں، حتیٰ کہ عبدالرحمٰن بن الزبیر تمہاری مٹھاس چکھ لے اور تم اس کی مٹھاس چکھ لو۔

سعید بن المسیب نے ظاہرِ قرآن کے اوپر عمل کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَنْ يَّتَرَاجَعَآ إِنْ ظَنَّآ أَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۳۰)

پھر اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہے یہاں تک کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرلے پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے دے تو پھر ان پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس

Marfat.com

(طلاق کی عدت کے بعد) پھر باہم رجوع کرلیں، اگر ان کا یہ
گمان ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود قائم رکھ سکیں گے، یہ اللہ کی حدود
ہیں جن کو اللہ ان لوگوں کیلئے بیان فرماتا ہے جو علم والے ہیں O

حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کا شاذ قول

اور قرآن مجید میں یہ ذکر نہیں ہے کہ دوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ جماع کرے تب وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگی، اور سعید بن مسیب سے اس مسئلہ کے متعلق جو حدیث مروی ہے، وہ ان سے غائب رہی۔ اور اسی طرح حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کا بھی قول شاذ ہے، کیونکہ انہوں نے کہا کہ وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی حتیٰ کہ دوسرا شوہر اس کے ساتھ وطی کرلے ایسی وطی جس میں انزال بھی ہو، اور انہوں نے کہا: مٹھاس چکھنے کا معنی ہے: انزال اور باقی تمام فقہاء نے حسن بصری کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے کہا کہ التقاء الختنین یعنی دو شرمگاہوں کا ملنا یہ سبب ہے پہلے خاوند کے لیے اس عورت کے حلال ہونے کا جس چیز سے حد واجب ہوتی ہے اور جس چیز سے غسل واجب ہوتا ہے اور جس چیز سے روزہ فاسد ہوتا ہے اور جس چیز سے پورا مہر واجب ہوتا ہے وہ مطلقہ کو حلال کر دیتا ہے اور عُسیلہ یعنی مٹھاس کو چکھنا یہ لذت سے کنایہ ہے۔

اگر عورت کی لاعلمی میں دوسرے شوہر نے اس سے جماع کیا تب بھی مٹھاس چکھنے کا تقاضا پورا نہیں ہوگا

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا:

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حتیٰ کہ تم اس کی مٹھاس چکھ لو اور وہ تمہاری مٹھاس چکھ لے، اس کے متعلق بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب دوسرا شوہر اس بیوی کے پاس گیا جب وہ بیوی سو رہی تھی یا بیوی بے ہوش تھی اور اس کو پتا نہیں تھا کہ کیا ہو رہا ہے، اس صورت کے اندر وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی، حتیٰ کہ وہ دونوں اس عمل کی مٹھاس چکھ لیں، کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مٹھاس چکھنے کے معاملہ میں ان دونوں کو برابر قرار دیں، اور ان میں سے کوئی ایک مٹھاس چکھ لے تو وہ عورت پہلے خاوند کے اوپر حلال ہو جائے، اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، اور حضرت جابر بن عبداللہ متوفی ۷۸ھ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفی ۵۷ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کا قول ہے، اور علماء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے اور اس میں سعید بن المسیب کے سوا اور کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

جس وطی سے عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جاتی ہے، اس وطی کی صفت میں فقہاء کا اختلاف

جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ عورت پہلے خاوند کے لیے اس وقت حلال ہوگی جب دوسرا خاوند اس کے ساتھ جماع کرلے۔ اس کے متعلق امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا: اس سے مراد وطی مباح ہے، پس اگر اس نے روزے کی حالت میں جماع کیا یا اعتکاف کی حالت میں جماع کیا یا عورت کے حیض یا نفاس کی حالت میں جماع کیا تو پھر جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں وہ اس جماع کی وجہ سے اپنے پہلے خاوند کے اوپر حلال نہیں ہوگی۔ اور نہ ان کے نزدیک ذمی عورت ذمی کی وطی سے حلال ہوگی۔ اور اگر نابالغ بچے نے جب اس عورت سے وطی کی تب بھی وہ عورت پہلے خاوند کے اوپر حلال نہیں ہوگی۔

Marfat.com

فقہاء احناف، امام اوزاعی اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ ھ نے کہا ہے: ہر وہ مرد جس نے نکاح صحیح کے ساتھ اس عورت سے وطی کی جس کو تین طلاقیں دی گئی تھیں تو وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی، اور اسی طرح اگر دوسرے خاوند نے اس عورت سے اس حال میں جماع کیا جب وہ محرمہ تھی یعنی احرام میں تھی یا روزہ دار تھی یا حائضہ تھی یا کسی نابالغ بچے نے اس کے ساتھ وطی کی جو قریب بلوغ تھا تو ان تمام صورتوں میں وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی، اور ذمی عورت مسلمان کے لیے ذمی خاوند کے وطی کرنے کی وجہ سے حلال ہو جائے گی، اور ابن الماجشون نے ان تمام صورتوں میں کہا کہ وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔

جس مرد نے تین طلاق یافتہ عورت کو پہلے خاوند پر حلال کرنے کیلئے عقدِ نکاح کیا اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف

امام مالک نے کہا: دوسرا خاوند تین طلاق یافتہ عورت کو پہلے خاوند کے لیے اسی وقت حلال کر سکتا ہے جب وہ از خود اپنی رغبت سے اس عورت سے نکاح کرے اور اگر اس نے اس قصد سے اس عورت سے نکاح کیا کہ وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے تو اس قصد سے وہ عورت پہلے شوہر پر حلال نہیں ہو گی خواہ اس بات کا علم شوہر اور بیوی کو ہو، یا ان کو اس کا علم نہ ہو، تو ایسی صورت میں وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہو گی اور دخول سے پہلے اور دخول کے بعد وہ نکاح فسخ ہو جائے گا، اور یہ اللیث، الثوری، الاوزاعی اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ کا قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ ھ اور ان کے اصحاب اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ ھ نے کہا ہے: اس صورت میں نکاح جائز ہے اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے اس نکاح کو برقرار رکھے اور یہی عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ ھ اور الحکم کا قول ہے۔

اور القاسم اور سالم اور عروہ اور عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ ھ کا قول ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ دوسرا خاوند تین طلاق یافتہ عورت سے نکاح کرلے تاکہ اس کو پہلے خاوند کے لیے حلال کر دے جب اس عورت اور اس کے خاوند کو اس کا علم نہ ہو اور اس کو اس کی نیت کی وجہ سے اجر ملے گا اور یہ ربیعہ اور یحییٰ بن سعید کا قول ہے۔

حلالہ کے عدم جواز پر دلائل

امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ ھ اور حضرت عقبہ بن عامر الجہنی متوفی ۵۸ ھ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ محلل اور محلل لہ پر لعنت فرماتا ہے، یعنی جو مرد کسی عورت کو پہلے خاوند کے لیے حلال کرتا ہے اور جس کے لیے اس عورت کو حلال کیا جاتا ہے، ان دونوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ اور حضرت عقبہ بن عامر متوفی ۵۸ ھ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کیا تم کو میں یہ نہ بتاؤں کہ ''التیس المستعار'' کون ہے یعنی وہ بکرا جس کو بکری کو گابھن کرنے کے لیے کرایہ پر لیا گیا ہو، تو حضرت عقبہ بن عامر نے فرمایا کہ التیس المستعار المحلل ہے یعنی جو شخص تین طلاق یافتہ عورت کو پہلے خاوند پر حلال کرنے کے لیے نکاح کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو المحلل پر لعنت فرمائی ہے تو وہ صرف اس لیے فرمائی ہے کہ یہ نکاح فاسد ہے اور آپ نے ایسے نکاح کرنے سے ڈرایا ہے اور منع فرمایا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے المحلل کے نکاح کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ زنا ہے۔

Marfat.com

تین طلاق یافتہ عورت کے نکاح کی زوجِ ثانی کی تحلیل کے جواز کے متعلق فقہاءِ احناف کے دلائل

فقہاءِ احناف نے قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ: ۲۳۰)

پھر اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہے یہاں تک کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرلے، پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے دے تو پھر ان پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس (طلاق کی عدت کے بعد) پھر باہم رجوع کرلیں، اگر ان کا یہ گمان ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود قائم رکھ سکیں گے، یہ اللہ کی حدود ہیں جن کو اللہ ان لوگوں کیلئے بیان فرماتا ہے جو علم والے ہیں O

اور یہ شرط پائی گئی جب دوسرے شوہر نے تین طلاق یافتہ عورت سے عقدِ نکاح کیا تو اب وہ تین طلاق یافتہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہوگئی اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ دوسرے شوہر نے عقدِ نکاح کے وقت تحلیل کی نیت کی یا نہ کی ہو، یعنی اس نے یہ نیت کی ہو کہ وہ اس تین طلاق یافتہ عورت کو اس کے پہلے خاوند کے لیے حلال کر رہا ہے یا اس نے یہ نیت نہ کی ہو، اس میں کوئی فرق نہیں ہے، فقہاءِ احناف نے کہا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ عقدِ نکاح جماع کو مباح کر دیتا ہے اور مہر کو واجب کرتا ہے اور نفقہ یعنی بیوی کے خرچ کو واجب کرتا ہے اور طلاق کی تحلیل کو واجب کرتا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ اس میں حلالہ کی نیت کرے یا نہ کرے۔ پس وہ یہ کہے کہ میں اس تین طلاق یافتہ عورت سے نکاح کرتا ہوں تاکہ میں اس کے ساتھ جماع کروں۔ خواہ وہ یہ نیت کرے یا نیت نہ کرے تو وہ تین طلاق یافتہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے حقِ جماع کا مطالبہ کرے اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ فسخِ نکاح کا دعویٰ کرے اور یہ اس وقت ہوگا کہ جب وہ عورت اپنے قول سے یہ دعویٰ کرے کہ اس کا خاوند نامرد ہے اور عورت یہ ارادہ نہ کرے کہ اس نے اپنے شوہر کو صرف کپڑے کے پلو کی طرح پایا ہے۔ اس قول سے اُس عورت کی مراد یہ تھی کہ اس مرد کا آلہ کمزور ہے اور ڈھیلا ہے، اس میں سختی اور انتشار نہیں ہے حتیٰ کہ وہ دخول کر سکے اور یہ چیز از ایوب از عکرمہ کی روایت سے ظاہر ہوگئی کیونکہ اس عورت نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس مرد کے اوپر یعنی حضرت عبد الرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق کسی گناہ کا دعویٰ نہیں کرتی مگر ان کے ساتھ وہ چیز نہیں ہے جس سے کسی عورت کی تسلی ہو سکے اور وہ اس چیز کے ساتھ عورت کے اندر دخول کو سرانجام دے سکے، پھر اس نے اپنے کپڑے کے پلو کو پکڑا، پھر اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تو صرف ایک چمڑے کے ٹکڑے کی طرح ہے، اگر میں نے غلط کہا ہو تو میں جھوٹی ہوں۔

جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرے اور وہ عورت اس سے جماع کا مطالبہ کرے، اس مسئلہ میں فقہاءِ اسلام کی آراء

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ ایک مرد کسی عورت سے نکاح کرتا ہے اور وہ عورت اس سے جماع کا مطالبہ کرتی ہے تو اکثر اہل علم کے نزدیک جب اس مرد نے اس عورت سے ایک مرتبہ جماع کر لیا تو اس کو نامردی کے علاج کی مہلت نہیں دی جائے گی، یہ قول عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۲۴ھ اور طاؤس بن یمانی متوفی ۱۰۶ھ اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ سے منقول ہے اور یہی امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ بن مخلد متوفی ۲۳۸ھ کا مذہب ہے۔ اور ابوثور نے بعض اہل الاثر سے یہ روایت کی ہے کہ جب بھی مرد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے رک گیا تو اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی، کیونکہ اس عورت کے لیے اس سے زیادہ مدت کے لیے جماع کے علاج کے لیے کوئی لائق قناعت مہلت نہیں ہے۔

اور ابوثور نے کہا: جب مرد نے ایک مرتبہ عورت سے جماع کر لیا، پھر رک گیا، پھر عورت نے اس کے خلاف مقدمہ پیش کیا تو اس عورت کے لیے مرد کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ نامردی میں علاج کے لیے اتنی ہی مدت کی مہلت ہوتی ہے، اور میں اس میں یہ غور نہیں کرتا کہ یہ نکاح کے اول میں ہو یا نکاح کے آخر میں ہو، علت بہر حال موجود ہوگی اور یہ جماع کے حقوق میں سے ہے۔ پس جب بھی جماع سے ممانعت کسی بیماری کی وجہ سے ہو تو اس کا حکم وہی ہوگا جو نامرد کا حکم ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۸۹-۳۹۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حضرت رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تفصیل

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ صحیح البخاری: ۵۳۱۷ کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسماعیل متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے نکاح کیا، پھر اس عورت کو طلاق دے دی، پھر اس عورت نے کسی اور مرد سے نکاح کیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ اس کے دوسرے شوہر یعنی حضرت عبد الرحمن بن الزبیر رضی اللہ عنہ، ان سے جماع کرنے پر قادر نہیں ہیں اور ان کے پاس تو صرف کپڑے کے پلو کی مثل ہے۔ تو آپ نے فرمایا: تم اپنے پہلے شوہر کی طرف نہیں جا سکتیں، حتیٰ کہ تمہارا دوسرا شوہر تمہاری مٹھاس کو چکھ لے اور تم اس کی مٹھاس کو چکھ لو۔

(صحیح البخاری: ۵۳۱۷، صحیح مسلم: ۱۴۳۳، فتح الباری ج ۹ ص ۴۶۴)

یہ حدیث صحیح البخاری: ۵۲۶۰ میں زیادہ وضاحت کے ساتھ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دے دی گئی ہوں وہ اپنے پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے جماع کرنے کے بعد اس کو طلاق نہ دے، جیسا کہ ابھی گزرا ہے، اور تمام محدثین اور فقہاء کا اسی

Marfat.com

پر اتفاق ہے، سوائے سعید بن المسیب المتوفی ۹۰ھ کے اور ہمارے علم میں نہیں ہے کہ کسی فقیہ نے سعید بن مسیب کے قول کی موافقت کی ہو اور اس کا قول قابلِ شمار ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت بھی حاکم ہے، اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اور ہوسکتا ہے کہ سعید بن مسیب تک حضرت رفاعہ القرظی کی بیوی کی حدیث نہ پہنچی ہو اور اس حدیث میں جو ذکر ہے ''حتیٰ کہ وہ تمہاری مٹھاس چکھ لے اور تم اس کی مٹھاس چکھ لو''، یہ لذت سے کنایہ ہے۔

تین طلاق یافتہ عورت جس جماع کے بعد پہلے شوہر پر حلال ہو جاتی ہے اس جماع کی کیفیت میں فقہاءِ اسلام کی آراء

تین طلاق یافتہ عورت جس جماع کے بعد پہلے شوہر پر حلال ہو جاتی ہے اس جماع کی صفت کے متعلق امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے: صرف وطئ مباح اور جائز جماع ہی اس عورت کو پہلے خاوند کے لیے حلال کرسکتا ہے، پس اگر دوسرے شوہر نے روزے کی حالت میں عورت سے جماع کیا یا حالتِ اعتکاف کے اندر عورت سے جماع کیا یا دورانِ حج عورت سے جماع کیا یا عورت سے اس کی حالتِ حیض میں جماع کیا یا حالتِ نفاس میں جماع کیا تو وہ مرد اس عورت کو اس کے پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں کرسکے گا۔ اسی طرح ذمی عورت بھی ذمی کے وطی کرنے سے پہلے خاوند پر حلال نہیں ہوگی اور جو نابالغ بچہ اپنی بیوی جماع سے کرے تو وہ بھی اس عورت کو اس کے پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں کرسکے گا۔

اور فقہاءِ کوفہ اور امام اوزاعی اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ ہر خاوند کا جماع جب کہ وہ نکاحِ صحیح کے ساتھ ہو اس عورت کو اس کے پہلے خاوند پر حلال کر دے گا اور اسی طرح اگر اس کے دوسرے خاوند نے اس عورت سے اس کی حالتِ احرام میں جماع کیا، پھر بھی اس جماع سے وہ عورت پہلے خاوند پر حلال ہو جائے گی یا وہ عورت روزے دار تھی یا کسی قریب بہ بلوغ لڑکے نے اس کے ساتھ جماع کیا جو ابھی بالغ نہیں ہوا تھا تب بھی وہ اس عورت کو اس کے پہلے خاوند کے لیے حلال کر دے گا۔ اسی طرح ذمی عورت مسلمان کی وطی کرنے سے اپنے پہلے خاوند کے اوپر حلال ہو جائے گی خواہ اس کے ذمی شوہر نے اس کے ساتھ وطی کی ہو، اور ابن ماجشون نے بھی ان تمام اقوال کو اختیار کیا ہے۔

حلالہ کے لیے کیے ہوئے نکاح کے متعلق فقہاءِ اسلام کی آراء

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا: زوجِ ثانی کے نکاح سے وہ عورت زوجِ اول پر اسی وقت حلال ہوگی جب زوجِ ثانی اپنی رغبت سے اس عورت کے ساتھ نکاح کرے اور اگر اس نے حلالہ کرنے کے قصد سے اس عورت سے نکاح کیا تو پھر وہ عورت زوجِ اول کے لیے حلال نہیں ہوگی خواہ شوہر اور بیوی دونوں کو اس بات کا علم ہو یا ان دونوں کو اس بات کا علم نہ ہو، ایسی صورت میں زوجِ ثانی کا نکاح کرنا اور اس عورت سے جماع کرنا اس عورت کو زوجِ اول کے لیے حلال نہیں کرے گا اور وہ نکاح دخول سے پہلے اور دخول کے بعد فسخ ہو جائے گا اور یہ لیث، ثوری، اوزاعی اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا قول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور ان کے اصحاب اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ یہ نکاح جائز ہے اور زوجِ ثانی کے لیے جائز ہے کہ وہ اس نکاح پر برقرار رہے اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور الحکم کا بھی یہی قول ہے۔ (التمہید ج ۱۳ ص ۲۳۰-۲۳۱)

Marfat.com

اور قاسم، عُروہ اور عامر بن شراحیل متوفی ۱۰۳ھ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر زوجِ ثانی اس عورت سے اس لیے عقدِ نکاح کرے تاکہ وہ اس عورت کو زوجِ اول کے لیے حلال کر دے جب کہ شوہر اور اس کی بیوی کو یہ علم نہ ہو کہ وہ ان کے نکاح کو حلال کرنے کے لیے اس عورت سے نکاح کر رہا ہے اور اس کو اس پر اجر دیا جائے گا اور یہ ربیعہ، یحییٰ بن سعید وغیرھم کا قول ہے اور اس کی پہلے اس سے زیادہ وضاحت ہو چکی ہے اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ محلل اور محلل لہ پر لعنت کی گئی ہے یعنی جو مرد کسی عورت کو اس کے پہلے خاوند پر حلال کرنے کے لیے نکاح کرتا ہے اس پر بھی لعنت ہے اور جس کے لیے حلال کرنے کے لیے وہ نکاح کرتا ہے اس مرد پر بھی لعنت ہے، یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ متوفی ۵۸ھ سے منقول ہے۔ (صحیح ابوداؤد للالبانی: ۱۸۱۱)

امام ترمذی نے اس حدیث کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۱۲۰، سنن نسائی ج ٦ ص ۱۴۹، مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۸، ۴۵۰، سنن دارمی ج ۳ ص ۱۴۵۰)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور شیخ محمد ناصر الدین البانی التوفی ۱۴۲۰ھ، نے اس حدیث کو مشکوٰۃ المصابیح: ۳۲۹٦ میں حدیث صحیح قرار دیا اور اس حدیث کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۳)

اور حضرت عقبہ بن عامر الجہنی التوفی ۵۸ھ نے کہا ہے: کیا میں تمہاری رہنمائی اس کرائے پر لیے ہوئے بکرے پر نہ کروں جو بکری کو گابھن کرنے کے لیے اعارۃً لیا جاتا ہے اور محلل بھی وہی ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۹۳٦، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۷ ص ۲۹۹، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۵۱، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۱۹۹)

امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ نے کہا ہے: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کی روایت نہیں کی، اور حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی متوفی ۷۴۸ھ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور علامہ عبدالحق نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (الاحکام الوسطی ج ۳ ص ۱۵۷)

علامہ ابن القطان نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ علامہ عبدالحق نے اس حدیث کو صحیح نہیں قرار دیا حسن کہا اور صحیح نہ ہونے کی وجہ بیان نہیں کی۔ (بیان الوہم ج ۳ ص ۵۰۴)

حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷٦۲ھ نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابن ماجہ کی سند کے ساتھ صحیح ہے۔

(نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۳۹)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا ہے: اس حدیث کے تمام رُواۃ کی توثیق کی گئی ہے۔

(الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ، ج ۲ ص ۷۳)

اس حدیث میں دو علتیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) اللیث نے مشرح سے کوئی حدیث نہیں سنی اور نہ ان سے کسی چیز کو روایت کیا ہے، یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر کا قول ہے جیسا کہ عللِ ابن ابی حاتم ج ۱ ص ۴۱۱ میں مذکور ہے اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ امام حاکم نے کہا ہے کہ ابوصالح کاتب اللیث نے اللیث اس کا مشرح بن عاہان سے سماع بیان کیا ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۹۸)

Marfat.com

(۲) مشرح بن عاہان کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔اور ابو صالح کاتب اللیث کو بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے، یہ امام عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ کا قول ہے۔(العلل المتناہیہ ج ۲ ص ۱۹۸)

علامہ ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی متوفی ۸۴۰ھ نے کہا ہے کہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مشرح بن عاہان کی ابن معین اور دیگر محدثین نے توثیق کی ہے اور کاتب اللیث میں اختلاف کیا گیا ہے بعض محدثین نے ان کی توثیق کی ہے اور بعض نے ان پر انکار کیا ہے اور ان کی روایت لیث سے بہت زیادہ ہے اور بعض نے اس کی تضعیف کی ہے۔(زوائد ابن ماجہ ص ۲۷۷)

ابن معین نے کہا: مشرح بن عاہان کا کم سے کم حال یہ ہے کہ انہوں نے لیث سے ایک کتاب کی روایت کی اور ان کے سامنے اس کو پڑھ کے سنایا اور لیث نے ان کو اس کی اجازت دی۔

(الجرح والتعدیل ج ۵ ص ۸۶-۸۷، بیان الوہم والایہام ج ۳ ص ۵۰۵) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۴۸۹-۴۹۱، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

اور اس حدیث کو شیخ ناصر الدین البانی متوفی ۱۴۲۰ھ صحیح قرار دیا ہے۔(صحیح ابن ماجہ: ۱۵۷۲)

صحیح البخاری ۵۳۱۷ کی شرح کے ضمن میں متعدد اہم امور کی تفصیل اور تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری: ۵۳۱۷ کی شرح میں لکھتے ہیں: وہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ نے ایک عورت (حضرت تمیمہ بن وہب) سے نکاح کیا، پھر اس کو تین طلاقیں دے دیں، اس عورت نے دوسرے خاوند (حضرت عبدالرحمن بن زبیر) سے نکاح کر لیا، پھر وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ! یہ دوسرا خاوند مجھ سے جماع نہیں کرتا، اس کے پاس ہے کیا سوائے اس کپڑے کے پلو کے، آپ نے فرمایا: تم اپنے پہلے خاوند کے پاس اس وقت تک نہیں جا سکتیں جب تک تم دوسرے خاوند سے مزانہ اٹھاؤ اور وہ خاوند تجھ سے مزانہ پائے۔(صحیح البخاری: ۲۶۳۹)

اگر عورت کو اس کا دوسرا خاوند طلاق دے دے اور اس سے جماع نہ کرے تو آیا وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہے یا نہیں؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں صحیح بخاری کے جن نسخوں پر مطلع ہوا ہوں، ان میں امام بخاری نے کتاب اللعان سے اس حدیث کو منفصل نہیں بیان کیا اور علامہ ابن بطال نے اس حدیث کو اس باب کے قریب بیان کیا ہے اور وہ باب ہے ''والتی یئسن من المحیض'' (کتاب العدت) ''یعنی جو عورتیں حیض سے مایوس ہو چکی ہوں ان کا حکم'' اور بعض شارحین نے اس حدیث کو ابواب العدت میں بیان کیا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اس حدیث کا یہاں پر اثبات کیا جائے، کیونکہ اس باب کا لعان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ لعان میں جس مرد نے جس عورت سے لعان کیا ہو اس کی طرف وہ عورت نہیں لوٹائی جاتی، خواہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے، خواہ اس دوسرے

Marfat.com

مرد نے اس سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

حضرت رفاعہ قرظی اور ان کی بیوی کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت رفاعہ القرظی کا ذکر ہے، ان کا نام رفاعہ القرظی بن سموال ہے، اور قرظی کا تعلق بنو قریظہ سے ہے، ان کا ذکر صحیح بخاری کے مغازی کے اول میں کیا جا چکا ہے۔

صحیح بخاری میں ذکر ہے کہ انہوں نے ایک عورت سے نکاح کیا اور عمرو بن علی نے اسماعیلی سے روایت کی ہے کہ اس عورت کا تعلق بنو قریظہ کے ساتھ تھا، اور ابن وہب اور طبرانی اور دار قطنی نے روایت کی ہے کہ اس عورت کا نام حضرت تمیمہ بنت وہب تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام سُہیمہ تھا، یہ ابو نعیم کا قول ہے اور گویا کہ یہ غلط ہے اور ابن مندہ کے نزدیک ان کا نام عمیمہ تھا، اس کی ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور ان کے والد کا نام الحارث تھا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن الزَبیر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

صحیح البخاری کی اس روایت میں مذکور ہے کہ پھر حضرت رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اور پھر حضرت عبد الرحمٰن بن الزَبیر سے نکاح کر لیا (الزَبیر میں زا پر زبر ہے) اور تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ اس عورت کے پہلے خاوند حضرت رفاعہ تھے اور دوسرے خاوند حضرت عبد الرحمٰن بن الزَبیر تھے۔

سعید بن ابو عروبہ نے کتاب النکاح میں از قتادہ روایت کی ہے کہ حضرت تمیمہ بنت ابی عبید القرظیہ، حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، سو انہوں نے ان کو طلاق دے دی، پھر اس کے بعد انہوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن الزَبیر سے نکاح کر لیا۔

امام ابن اسحاق نے اپنی المغازی میں سلمہ بن الفضل سے روایت کی ہے کہ یہ عورت بنو قریظہ سے تھیں، جن کو تمیمہ کہا جاتا تھا، یہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، سو انہوں نے ان کو طلاق دے دی، پھر انہوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا، پھر انہوں نے اس کو طلاق دے دی، پھر اس عورت نے ارادہ کیا کہ وہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹ جائے، یہ حدیث مرسل ہے اور صحیح المحفوظ وہ ہے جس کے اوپر محدثین کی ایک جماعت متفق ہوئی۔

یہ واقعہ ایک اور عورت کا ہے جس کا قصہ اس کے قریب ہے، امام احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ نے سلیمان بن یسار از عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب روایت کی ہے کہ ایک عورت جس کا نام الغمیصاء تھا یا الرمیصاء تھا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور وہ اپنے خاوند کی شکایت کرتی تھی کہ خاوند اس سے جماع نہیں کر سکتا، پھر تھوڑی دیر گزری تھی کہ اس کے خاوند آئے اور انہوں نے کہا: یہ عورت جھوٹ بولتی ہے لیکن یہ عورت ارادہ کرتی ہے کہ اپنے پہلے خاوند کی طرف لوٹ جائے، آپ نے فرمایا: یہ اس عورت کے لیے جائز نہیں ہے حتیٰ کہ یہ عورت اپنے خاوند کی مٹھاس چکھ لے، اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں، لیکن اس میں سلیمان بن یسار کے متعلق اختلاف ہے، اور ہمارے شیخ نے شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ اس حدیث پر تعاقب کیا گیا ہے اور امام ابن عساکر اور امام المنذری نے اس حدیث کا اعتراف نہیں کیا، اور الغمیصاء کے شوہر کا نام عمرو بن حزم ہے، اس کی امام سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے روایت کی ہے اور امام ابو نعیم نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے اور میں اس عورت کے دوسرے خاوند کے نام پر واقف نہیں ہو سکا۔

Marfat.com

البقرہ: ۲۳۰ کی حافظ ابن حجر عسقلانی سے تفسیر اور تحقیق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ: ۲۳۰)

پھر اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہے یہاں تک کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کر لے، پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے دے تو پھر ان پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس (طلاق کی عدت کے بعد) پھر باہم رجوع کر لیں، اگر ان کا یہ گمان ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود قائم رکھ سکیں گے، یہ اللہ کی حدود ہیں جن کو اللہ ان لوگوں کیلئے بیان فرماتا ہے جو علم والے ہیں O

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت عائشہ بنت عبد الرحمن بن عقیل النظریہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جو ان کے چچا زاد بھائی حضرت رفاعہ بن وہب بن عتیک کے نکاح میں تھیں، سو انہوں نے ان کو طلاق بائن دے دی، پھر اس کے بعد انہوں نے حضرت عبد الرحمن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا، پھر انہوں نے اپنی بیوی حضرت عائشہ بنت عبد الرحمن کو طلاق دے دی، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں سو انہوں نے کہا کہ حضرت عبد الرحمن بن الزبیر نے مجھ کو طلاق دے دی ہے، اس سے پہلے کہ وہ مجھ سے جماع کرتے، کیا میں اپنے چچا زاد بھائی جو میرے پہلے خاوند ہیں یعنی حضرت رفاعہ بن وہب بن عتیک، ان سے دوبارہ نکاح کرلوں؟ تو آپ نے فرمایا: ''نہیں۔''

حضرت رفاعہ القرظی اور حضرت رفاعہ النضری دو الگ شخص ہیں اور ان کے دو الگ قصے ہیں اور جس نے ان دونوں کو ایک گمان کیا، اس کا گمان خطا ہے

حضرت رفاعہ النضری اور حضرت رفاعہ القرظی دو الگ الگ شخص ہیں اور جس نے یہ گمان کیا کہ یہ دونوں ایک ہیں، اس نے غلط گمان کیا، اس حدیث کی سند اگر محفوظ ہے تو اس کے سیاق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ دوسرا قصہ ہے، اور رفاعہ القرظی اور رفاعہ النضری دونوں کا یہ قصہ ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پھر ان دونوں میں سے ہر ایک نے حضرت عبد الرحمن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا، اور حضرت عبد الرحمن بن زبیر نے اپنی بیوی کو اس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے طلاق دے دی، پس ان دونوں کے قصہ میں حکم متحد ہے اور اشخاص متغائر ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس عورت کے نام میں پانچ اقوال ہیں۔

حضرت رفاعہ القرظی کی بیوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبد الرحمن بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے جماع پر قادر نہ ہونے کی جو شکایت کی، اس کی تفصیل اور تحقیق

صحیح البخاری ۵۳۱۷ میں مذکور ہے: کہ جس عورت سے حضرت رفاعہ القرظی نے نکاح کیا تھا وہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔

امام بخاری نے از ابی معاویہ از ہشام روایت کی ہے کہ اس عورت نے کسی اور خاوند سے نکاح کیا اور وہ خاوند اس کے ساتھ اس

Marfat.com

طرح جماع پر قادر نہیں ہوا اور از ابو عوانہ از دراوردی از ہشام روایت ہے کہ پھر اس عورت نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ جماع پر قادر نہ ہو سکے کیونکہ ان کو کوئی عارضہ پیش آیا ہے، جب وہ اپنی بیوی سے جماع کرنا چاہتے تھے تو کوئی جن ان پر عارض ہوا یا ان کو کوئی مرض لاحق ہوا جس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کے ساتھ جماع نہ کر سکے، پھر اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابو معاویہ نے ہشام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے میرے ساتھ بہت حقیر طریقے سے مقاربت کی اور ان کی طرف سے مجھے کوئی چیز نہیں پہنچی۔ اور اس عورت نے ذکر کیا کہ ان کے پاس تو صرف کپڑے کے پلو کی مثل ہے، اس حدیث میں ھدبہ کا لفظ ہے، یعنی جو کپڑا صحیح طریقے سے بنا ہوا نہ ہو، یہ لفظ ھدب العین سے ماخوذ ہے اور یہ پلکوں کے بالوں کو کہتے ہیں، اس عورت کی مراد یہ تھی کہ عبدالرحمٰن بن زبیر کا آلہ کپڑے کے پلو کی طرح ڈھیلا ہے اور اس کے اندر انتشار اور اکڑاؤ نہیں ہے۔

اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ زوجِ ثانی کا وطی کرنا زوجِ اول کے لیے محلل نہیں ہوتا مگر جب تک کہ وہ اس حال میں اپنی بیوی سے جماع نہ کرے کہ اس کا آلہ منتشر ہو اور اس میں اکڑاؤ ہو، پس اگر اس کا ذکر شل ہو یا ئن ہو یا وہ شخص نامرد ہو یا بچہ ہو تو اس کا اپنی بیوی سے جماع کرنا اس کے لیے کافی نہیں ہے کہ وہ اس کی بیوی کو اس کے پہلے خاوند کے لیے حلال کر دے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اور اس کا ذکر عنقریب اس باب میں گزر چکا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تم مجھ پر حرام ہو اور اس مرد کے ساتھ صرف کپڑے کے پلو کی مثل آلہ تھا، اس عورت نے بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر نے مجھ سے بہت حقیر طریقے سے مقاربت کی اور ان کی کوئی چیز مجھ تک نہیں پہنچی، کیا میں اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہو۔۔۔۔ الحدیث۔۔

اور از زہری از عروہ، اوائل طلاق میں یہ حدیث گزری ہے کہ اس مرد کے ساتھ صرف کپڑے کے پلو کی مثل تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شاید کہ تم رفاعہ القرظی کی طرف واپس جانا چاہتی ہو۔۔ فرمایا نہیں۔ الحدیث

اور کتاب اللباس میں عنقریب از ایوب از عکرمہ یہ روایت آئے گی کہ حضرت رفاعہ القرظی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو پھر ان کی بیوی نے حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر سے طلاق لے لی، حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ وہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سبز کپڑا اوڑھے ہوئے آئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور عورتیں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: پھر اس عورت کے خاوند یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر بھی آ گئے اور انہوں نے اپنی بیوی کی شکایت کو سنا اور حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر کے ساتھ ان کے دو بیٹے تھے جو اس عورت کے علاوہ کسی دوسری بیوی سے پیدا ہوئے تھے، ان کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! میں حضرت عبدالرحمٰن پر کسی گناہ کو منسوب نہیں کرتی مگر یہ کہ ان کے پاس ایسی چیز نہیں ہے جو مجھے ان سے مستغنی کر سکے، اور اس نے کپڑے کا ایک پلو اٹھایا، حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر نے کہا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! یہ عورت جھوٹی ہے، میں نے اس عورت کو اس طرح پھاڑا ہے جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں، لیکن یہ عورت نافرمان ہے اور یہ حضرت رفاعہ القرظی کی طرف واپس جانا چاہتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ واقعہ اسی طرح ہے تو یہ عورت حضرت رفاعہ القرظی کے لیے حلال نہیں ہے۔ الحدیث

Marfat.com

اور اس باب کے اخیر میں ہے کہ حضرت خالد بن سعید نے اس کی یہ بات سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ یہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس طرح بے حیائی سے باتیں کر رہی ہے۔ حضرت خالد بن سعید اس وقت دروازے سے باہر تھے اور حضرت ابوبکر صدیق اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اس صورتِ حال کا مشاہدہ کر رہے تھے، اسی وجہ سے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کی بات سن کر مسکرا رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو نہیں ڈانٹا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا اور آپ کا تبسم فرمانا اس عورت کی باتوں پر تعجب کی بناء پر تھا، یا یہ اس وجہ سے کہ اس نے ایسی باتوں کو صراحتاً بیان کیا جن کو بیان کرنے سے عورتیں حیا کرتی ہیں یا اس وجہ سے کہ عورتوں کی عقل کم ہوتی ہے، کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن زَبیر کی بیوی ان سے شدید بغض رکھتی تھی اور اپنے پہلے خاوند کی طرف لوٹنے سے بہت محبت کرتی تھی، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایسی صورت کا وقوع جائز ہے۔

کتاب الشہادات میں بھی یہ حدیث گزری ہے اور اس میں حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ کسی کی آواز سن کر اس پر شہادت دینا جائز ہے۔

اس حدیث میں العُسیلہ کا لفظ مذکور ہے، جس کا معنی ہے: تھوڑا سا شہد یا تھوڑی سی مٹھاس، اس کے لغوی اور عرفی معنی کی تحقیق

صحیح البخاری: ۵۳۱۷ میں مذکور ہے: ''آپ نے اس عورت کی بات سن کر فرمایا: نہیں حتیٰ کہ تم عبدالرحمٰن بن زبیر کی مٹھاس کو چکھ لو اور وہ تمہاری مٹھاس کو چکھ لے''۔ حدیث میں یہ لفظ ''عُسیلہ'' ہے، یعنی تم اس کی تھوڑی سی مٹھاس چکھ لو اور وہ تمہاری تھوڑی سی مٹھاس چکھ لیں اور دونوں جگہ پر یہ لفظ تصغیر ہے، اس کی توجیہ میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ''العَسل'' یعنی شہد کی تصغیر ہے کیونکہ عُسل کا لفظ مؤنث ہے اور قزاز نے اس کی توثیق کی ہے، پھر کہا اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ لفظ از روئے لغت کے مذکر ہے اور الازہری نے کہا: یہ لفظ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ عرب جب کسی چیز کی تحقیر کرتے ہیں تو اس میں ھاءِ تانیث داخل کر دیتے ہیں، اسی وجہ سے ان کا قول ہے دریہمات، انہوں نے درہم کی جمع مونث ذکر کی، جب انہوں نے درہم کی تحقیق کا ارادہ کیا، نیز انہوں نے کہا: ہند کی تصغیر میں ھنیدہ کہا جاتا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں یعنی لفظ عُسیلہ میں تانیث اس اعتبار سے ہے کہ زوجِ اول کے لیے تحلیل کرنے کے لیے اتنا کافی تھا کہ دوسرا شوہر اپنی بیوی کے ساتھ تھوڑی سی مقدار میں جماع کر لیتا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد تھوڑا سا شہد ہے اور تصغیر تقلیل کے لیے ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ زوجِ اول کے لیے اس کی بیوی کو حلال کرنے کے لیے تھوڑی سی مقدار میں جماع کرنا کافی ہے۔

الازہری نے کہا: صحیح یہ ہے کہ العُسیلہ کا معنی ہے: جماع کی حلاوت اور جماع کی مٹھاس جو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب مرد کے آلہ کا سر عورت کی فرج میں غائب ہو جاتا ہے اور علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا: عسیلہ کے لفظ میں تصغیر اس لیے ہے کیونکہ اس کی العسل یعنی شہد کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ العسیلہ کا معنی ہے: النطفہ، اور یہ الحسن البصری متوفی ۱۱۰ھ کے قول کے موافق ہے۔

جمہور علماء نے کہا: العسیلہ یعنی تھوڑے سے شہد کو چکھنا یہ مجامعت سے کنایہ ہے اور یہ اس وقت ہو گا جب مرد کے آلہ کا سر عورت

Marfat.com

کی فرج میں غائب ہو جائے اور الحسن البصری نے اضافہ کیا کہ جب انزال ہو جائے۔ اور الحسن البصری کی جماع میں یہ شرط ان کا تفرد ہے، یہ بات علامہ ابراہیم بن المنذر النیشا پوری متوفی ۳۱۸ھ اور دوسرے شارحین نے کہی ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ حسن بصری کا یہ قول شاذ ہے اور تمام فقہاء نے اس قول کی مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا ہے: جماع کے لیے اتنی مقدار کافی ہے جتنی مقدار سے حد واجب ہو جاتی ہے اور جتنی مقدار سے عورت کا مکمل مہر واجب ہو جاتا ہے اور جتنی مقدار سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

امام ابو عبید الہروی المتوفی ۲۲۷ھ نے کہا ہے کہ العسیلہ سے مراد لذت الجماع ہے، اور عرب ہر وہ چیز جس سے لذت حاصل ہو اس کو عسل یعنی شہد کہتے ہیں اور ان کا یہ قول تشدید میں سعید بن المسیب کی رخصت کے مقابلہ میں ہے۔ اور حسن بصری کے قول کو یہ چیز رد کرتی ہے کہ اگر انزال جماع میں شرط ہوتا تو پھر انزال کا ہونا کافی تھا لیکن ایسا نہیں ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک جماع کے طریقہ سے بعید ہے، مثلاً مرد کو اپنا آلہ پورا داخل کرنے سے پہلے انزال ہو گیا اور جب مرد اور عورت میں سے ہر ایک کو مکمل دخول سے پہلے انزال ہو گیا تو اس تقریر کے اوپر ہر ایک نے دوسرے کی تھوڑی سی مٹھاس نہیں چکھی، یہ اس کے خلاف ہے اگر عسیلہ کی تفسیر انزال منی یا لذتِ جماع کے ساتھ کی جائے۔

سعید بن المسیب کا حدیث العسیلہ کے خلاف یہ کہنا کہ جب نکاح صحیح ہو جائے تو پھر عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہے اور اس کے لیے اس کی تھوڑی سی مٹھاس چکھنا شرط نہیں ہے، سو ان کا یہ قول باطل ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ یہ توجیہ ہے کہ ان تک حدیث العسیلہ نہیں پہنچی

علامہ ابراہیم بن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بیوی زوجِ اول کے لیے اس وقت حلال ہو گی جب زوجِ ثانی بیوی کے ساتھ جماع کر لے، سوا سعید بن المسیب کے، پھر انہوں نے سندِ سعید کے ساتھ یہ روایت کی کہ سعید بن المسیب یہ کہتے تھے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ بیوی زوجِ اول کے لیے حلال نہیں ہوتی، حتیٰ کہ زوجِ ثانی اس سے جماع کر لے اور میں یہ کہتا ہوں کہ جب مرد نے عورت کے ساتھ نکاحِ صحیح کر لیا اور وہ اس سے یہ ارادہ نہیں کرتا تھا کہ وہ اس عورت کو زوجِ اول کے لیے حلال کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ زوجِ اول اس عورت سے نکاح کر لے، اسی طرح اس حدیث کی امام ابن ابی شیبہ نے اور امام سعید بن منصور نے روایت کی ہے۔ اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اس حدیث کی سعید بن المسیب سے روایت کو بعید قرار دیتے ہیں۔

علامہ ابراہیم بن المنذر الشافعی متوفی ۳۱۸ھ نے کہا: سعید بن المسیب کے اس قول کی فقہاء میں سے کسی نے موافقت نہیں کی، سوائے خوارج کے ایک طائفہ کے، اور شاید کہ سعید بن المسیب کو حضرتِ رفاعہ القرظی کی بیوی کی حدیث نہیں پہنچی تو انہوں نے ظاہرِ قرآن سے استدلال کیا، حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ دلیل ہے کہ جو اس مسئلہ کے متعلق حدیث وارد ہے وہ ضعیف ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۱۷ کے خلاف امام نسائی کی روایت پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ نے از شعبی از از صالح از سعید بن المسیب روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے

Marfat.com

بیان کیا کہ ایک مرد کی ایک بیوی تھی، اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پھر اس مرد نے کسی اور عورت سے نکاح کر لیا، پھر اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی، پس وہ عورت پہلے خاوند کی طرف واپس جانے لگی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پہلے خاوند کے پاس نہیں جا سکتی حتیٰ کہ تم دوسرے خاوند کی تھوڑی سی مٹھاس چکھ لو۔

اور امام نسائی متوفی ۳۰۳ھ نے اس حدیث کی از سفیان ثوری از علقمہ بن مرثد روایت کی ہے کہ رزیل بن سلیمان الاحمری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے، امام نسائی نے کہا: یہ روایت صحت و صواب کے زیادہ لائق ہے اور یہ انہوں نے اس لیے کہا کہ ثوری شعبہ کی روایت کو زیادہ مضبوطی سے یاد رکھنے والا ہے۔ اور پہلی روایت صحت اور ثواب کے زیادہ لائق ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں، ایک یہ ہے کہ علقمہ کا شیخ ان دونوں کا شیخ ہے اور وہ زید بن سلیمان ہے جیسا کہ الثوری نے بیان کیا ہے نہ کہ صالح بن رزیل ہے جیسا کہ شعبہ نے کہا ہے، کیونکہ محدثین کی ایک جماعت نے علقمہ سے اسی طرح روایت کی ہے، ان میں سے ہلال بن جامع ہیں جو ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ حدیث سعید بن المسیب کے نزدیک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہوتی تو اس کو لوگوں کے کلام کی طرف منسوب نہ کرتے۔

اور ابراہیم بن المنذر کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوجعفر النحاس نے معانی القرآن میں نقل کیا ہے اور اس کی عبدالوہاب مالکی نے شرح الرسالہ میں اتباع کی ہے۔ اور سعید بن جبیر کا اس کے موافق قول کرنا ان کا وہم ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ابوحیان نے وثوق سے کہا ہے: السعید بن المسیب اور سعید بن جبیر کی کوئی سند مصنفات میں معروف نہیں ہے اور ابراہیم بن المنذر کا قول اس معاملہ میں حجت ہے، اور امام عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے از داؤد سعید بن المسیب کی اس معاملہ میں موافقت کی ہے۔

علامہ قرطبی المالکی کا امام نسائی کی روایت پر تبصرہ

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ نے کہا ہے: اس حدیث سے جمہور کے قول کے موافق یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حکم اس کے ساتھ متعلق ہوتا ہے جس پر اس کا اسم جاری ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حتیٰ کہ تم اس کی تھوڑی سی مٹھاس چکھ لو، اس میں یہ خبر ہے کہ ایسا ہونا ممکن تھا لیکن اس عورت نے جب کہا کہ اس کے دوسرے خاوند کے ساتھ اس کپڑے کے پلو کی مثل ہے یہ ظاہر ہے کہ اس کا جماع کرنا مشکل تھا۔

علامہ کرمانی کی حدیث مذکور کی شرح

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ نے یہ جواب دیا ہے کہ اس عورت نے جو کپڑے کے پلو کے ساتھ اپنے دوسرے شوہر کے آلہ کی مثال دی ہے اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ اس کے دوسرے شوہر کا آلہ باریک ہے اور پتلا ہے کیونکہ وہ بہت ڈھیلا ہے اور حرکت نہیں کرتا اور اس خبر کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس عورت نے یہ شکایت کی تھی کہ اس کے شوہر کا آلہ منتشر نہیں ہوتا اور وہ اس کو اس کی فرج میں داخل کرنے پر قادر نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ نہیں حتیٰ کہ تم اس کی تھوڑی سی مٹھاس چکھ لو تو اس پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ اس کے شوہر کو اس کے ساتھ جماع کرنا جائز الوقوع ہے تو گویا کہ آپ نے فرمایا کہ تم صبر کرو اور انتظار کرو حتیٰ کہ تمہارا یہ دوسرا شوہر جماع کر سکے اور اگر وہ اپنے دوسرے شوہر یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر سے الگ

Marfat.com

ہو جائے تب بھی وہ اپنے پہلے شوہر کی طرف واپس نہیں جا سکتی حتیٰ کہ اس کے بعد کسی اور شوہر سے نکاح کرے اور وہ اس سے جماع کرے، پھر اس کے بعد وہ اپنی مرضی سے اس کو طلاق دے، تب وہ اپنے پہلے شوہر حضرت رفاعہ القرظی کے پاس واپس جا سکتی ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۶۴-۴۶۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۲۱،۵۲۴، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۱۷ کی شرح از شیخ عثیمین

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رفاعہ القرظی نے ایک عورت سے نکاح کیا، پھر اس عورت کو طلاق دے دی، اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئی اور اس نے ذکر کیا کہ اس مرد نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا اور اس مرد کے پاس تو صرف اس کپڑے کے پلو کی مثل ہے تو آپ نے فرمایا: نہیں حتیٰ کہ تم اس کی تھوڑی سی مٹھاس چکھ لو اور وہ تمہاری تھوڑی سی مٹھاس چکھ لے۔ (صحیح البخاری: ۵۳۱۷، صحیح مسلم: ۱۴۳۳، سنن ترمذی: ۱۱۱۸، سنن نسائی: ۳۲۸۳)

تین طلاق یافتہ عورت کے پہلے شوہر کے حق میں حلال ہونے کی شرائط اور نکاحِ صحیح پر تفریعات

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تین طلاق یافتہ عورت کے اپنے شوہر کے لیے حلال ہونے کی یہ شرط ہے کہ اس عورت کا دوسرے مرد سے نکاحِ صحیح ہو، اور اس نے یہ نکاح اس عورت کو پہلے شوہر کے لیے حلال کرنے کی نیت سے نہ کیا ہو اور وہ مرد اس عورت سے جماع کرے۔

مسئلہ:

کیا اس میں یہ شرط ہے کہ جماع کے وقت مرد کا انزال ہو یا نہ ہو؟

الجواب:

صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کامل جماع اس وقت ہوتا ہے جب مرد کا انزال ہو جائے۔

پس اگر مرد نے اس عورت سے عقدِ نکاح کیا اور اس سے جماع کیا، پھر اس کو معلوم یہ ہوا کہ وہ عورت اس کی رضاعی بہن ہے تو وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی کیونکہ یہ نکاح صحیح نہیں ہے یا اس مرد نے اس عورت سے بغیر ولی کے نکاح کیا، پھر اس کو طلاق دے دی، تب بھی وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی کیونکہ یہ نکاح صحیح نہیں ہے اور ہم نے یہ کہا ہے کہ پہلے شوہر کے لیے عورت کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ ان کا نکاح صحیح ہو۔

حلالہ کی نیت سے نکاح کرنے والے کا لعنت کا مستحق ہونا

اگر دوسرے شوہر نے اس عورت سے اس نیت سے نکاح کیا کہ وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے اور اس کو طلاق دے دی تو اگر یہ شرائط مکمل ہو جائیں تب بھی وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی کیونکہ یہ حیلہ ہے اور حیلہ سے کسی چیز کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور یہ محلل اللہ عزوجل کی لعنت کا مستحق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ شخص اس بکرے کی مثل ہے جس کو کسی بکری کو گابھن کرنے کے لیے کرائے پر لیا جاتا ہے، وہ مرد ایک بکرا ہے جس کو بکریوں والے کرائے پر حاصل کریں تاکہ اپنی بکریوں کو اس بکرے سے ایک رات کے لیے گابھن کرائیں اور پھر وہ اس بکرے کو اجرت دے کر واپس کر دے۔

پہلے شوہر کے لیے اس عورت کے حلال ہونے کی تین شرطیں ہیں۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ دوسرا شوہر اس عورت کی فرج میں دخول کرے اور مرد کا آلہ منتشر ہو اور اگر مرد نے اس عورت سے فرج کے علاوہ کسی اور جگہ جماع کیا خواہ انتشار کے ساتھ جماع کیا اور انزال بھی ہوا تب بھی وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی اور اگر اس دوسرے شوہر نے اس عورت کی فرج میں جماع کیا اور اس کا آلہ منتشر نہیں تھا تب بھی وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی کیونکہ جماع کے لیے ضروری ہے کہ مرد کا ذکر منتشر ہو اور وہ عورت کی فرج میں داخل ہو۔

آیا جماع کے وقت انزال ضروری ہے یا نہیں؟

مسئلہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد تمہاری تھوڑی سی مٹھاس چکھ لے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ جماع کے وقت انزال ضروری ہے؟

الجواب:

جماع کی تکمیل اس وقت ہوگی کہ جب انزال ہو جائے لیکن کبھی انزال کے بغیر بھی جماع کی لذت حاصل ہو جاتی ہے لیکن کامل لذت اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ جب انزال بھی ہو۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے زوجِ ثانی کے جماع کے لیے انزال کی شرط عائد کی ہے اور بعض علماء نے اس کی شرط عائد نہیں کی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۸۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۱۷ کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے نکاح کیا، پھر اسے طلاق دے دی، اس نے کسی اور آدمی سے نکاح کر لیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ عورت حاضر ہوئی اور آپ سے ذکر کیا کہ وہ مرد اس سے جماع نہیں کر سکتا ہے اور اس کے پاس صرف کپڑے کے کنارے کی مثل ہے (یعنی وہ نامرد ہے)، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پہلے شوہر کی طرف رجوع نہیں کر سکتی حتیٰ کہ تو اس کے شہد کو چکھ لے اور وہ تمہارا شہد چکھ لے، یعنی تم ایک دوسرے سے جماع کی لذت پاؤ۔ (طلاقِ ثلاثہ کے باب میں اس حدیث کی تشریح ہو چکی ہے)۔ (تفہیم البخاری حصہ ہشتم: ۳۸۸، الجدہ پرنٹرز اردو بازار لاہور، بار اول)

صحیح البخاری: ۵۳۱۷، کی شرح از شیوخ دیو بند

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حلالہ نکاح کا مسئلہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں حلالہ کا مسئلہ بیان فرمایا ہے، اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کو طلاقِ مغلظہ دے دی اور اس کے بعد اس شخص کی بیوی نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا تو کیا محض نکاح شوہر اول کے حق میں حلالہ بن جائے گا اور اس کے لیے پھر پہلے شوہر سے اس نکاح کے بعد اگر طلاق ہو گئی تو عدت کے بعد نکاح جائز ہو جائے گا یا نہیں؟ اس میں تین قول ہیں:

Marfat.com

(۱) حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ دوسرے شخص سے صرف نکاح کا ہو جانا تحلیل کے لیے کافی ہے، ابن الجوزی نے داؤد ظاہری کا قول بھی اسی کے مطابق نقل کیا ہے۔

(۲) جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ دوسرے شخص سے نکاح اور جماع دونوں کا ہونا تحلیل کے لیے ضروری ہیں، صرف نکاح حلالہ کے لیے کافی نہیں بلکہ وطی بھی ضروری ہے، البتہ انزال شرط نہیں۔

(۳) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوسرے شخص سے صرف نکاح اور جماع کا ہونا تحلیل کے لیے کافی نہیں بلکہ انزال بھی اس کے لیے ضروری ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۸۵۴-۸۵۳، عمدۃ القاری، باب من اجاز طلاق الثلاث ج ۲۰ ص ۲۳۶)

جمہور کا مستدل روایت باب ہے جس میں حضرت رفاعہ قرظی کا واقعہ مذکور ہے، حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی نے دوسرے شخص سے نکاح کیا، نکاح کے بعد وہ شوہر اول کے پاس آنا چاہ رہی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''لا، حتی تذوقی عسیلته، ویذوق عسیلتك''، عُسَیْلَة سے مراد جماع ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی یہی تفسیر منقول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۶) تو اس حدیث سے یہ بات صاف معلوم ہوئی کہ عورت جب تک دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد جماع نہ کر لے اس وقت تک وہ شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہو سکتی ہے۔

امرأۃ رفاعہ کا واقعہ

(۱) یہاں حدیث باب میں امرأۃ رفاعہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، رفاعہ بن سموال (بروزن غَضَنْفَر) قرظی نے بنو قریظہ ہی کی ایک عورت سے شادی کی، اس عورت کے نام کے بارے میں اختلاف ہے، تَمِیمہ (تاء کے فتحہ کے ساتھ) تُمیمہ (تصغیر کے ساتھ) سُہیمہ، اُمیمہ مختلف نام روایات میں ملتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۸۰)، رفاعہ نے اس کو طلاقِ مغلظہ دے دی تو اس نے ایک دوسرے شخص سے شادی کی جس کا نام عبدالرحمٰن بن ابی الزَّبیر (زاء کے فتحہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ) تھا، عبدالرحمٰن اس کے ساتھ جماع کرنے پر کسی وجہ سے قادر نہ ہو سکا تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور شکایت کی کہ وہ جماع پر قادر نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تو اپنے پہلے شوہر رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے لیکن اس کے لیے تو اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک تو اس دوسرے شوہر کے جماع سے لطف اندوز نہ ہو جائے۔

لیس معه الامثل هُدْبَه یعنی اس کے پاس نہیں ہے مگر کپڑے کے پھندے کی طرح، هدبہ (ہاء کے ضمہ اور دال کے سکون کے ساتھ) کپڑے کی طرف کو کہتے ہیں، وارادت ان ذکرہ یشبه الهدبه فی الاسترخاء وعدم الانتشار حتی تذوقی عُسیله (فتح الباری: ج ۹ ص ۵۸۲) یہاں تک کہ تو اس کا شہد چکھ لے یعنی اس سے جماع کر کے لطف اندوز ہو جائے عُسیله، عُسَل کی تصغیر ہے، عَسَلٌ مونث ہے، اس لیے اس کی تصغیر میں تاء تانیث ہے، عُسیله کی تفسیر ماقبل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے گزر چکی ہے کہ اس سے مراد جماع ہے، ازہری فرماتے ہیں ''الصواب ان معنی العسیلة حلاوة الجماع الذی یحصل بتغییب الحشفة فی الفرج''۔ (ارشاد الساری: ج ۱۲، فتح الباری: ج ۹ ص ۵۸۳)

(۲) عہد نبوی میں اس طرح کے ایک دوسرے واقعہ کا ذکر بھی روایات میں ملتا ہے، چنانچہ مقاتل بن حیان نے اپنی تفسیر قرآن کریم کی آیت ''فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره'' کی شان نزول میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت عائشہ بنت عبدالرحمٰن بن

Marfat.com

عتیک کے متعلق نازل ہوئی، وہ اپنے چچازاد رفاعہ بن وہب بن عتیک کے نکاح میں تھی، رفاعہ بن وہب نے اس کو تین طلاقیں دیں تو اس نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے شادی کی، عبدالرحمٰن نے اس کو طلاق دی تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا کہ عبد الرحمٰن نے مجھے جماع کیے بغیر طلاق دے دی اب کیا میں اپنے پہلے شوہر کے پاس جاسکتی ہوں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں''۔

(فتح الباری: ج ۹ ص ۵۸۱ تفسیر الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۱ ص ۲۸۳)

بعض حضرات نے مذکورہ دونوں واقعات کو ایک شمار کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ غالب یہ ہے کہ مذکورہ دونوں واقعات الگ الگ ہیں، کیونکہ پہلا واقعہ رفاعہ بن سموال کی بیوی کا ہے اور دوسرا رفاعہ بن وہب کا ہے اور ان دونوں عورتوں نے دوسری شادی عبدالرحمٰن بن زبیر سے کی۔ (فتح الباری: ج ۹ ص ۵۸۲-۵۸۱)

(۳) اس طرح کا ایک تیسرا واقعہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ غُمیصاء یا رُمیصاء نامی عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے شوہر کی شکایت کرنے لگی کہ وہ جماع پر قادر نہیں ہے، تو اس کے شوہر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ جھوٹ بولتی ہے، در اصل یہ اپنے پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہے، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لیس ذالك لها حتی تذوق عسیلة''۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۸۱، والدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۱ ص ۲۸۴، سورۃ البقرہ)

بہر حال ان تمام روایات کے پیش نظر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مطلقہ مغلظہ پہلے شوہر کے لیے اسی وقت حلال ہوسکتی ہے جب دوسرا شوہر نکاح کے بعد اس سے جماع بھی کرے اور جماع کے بعد پھر طلاق دے دے تو تب عدت گزرنے کے بعد وہ شوہر اول کے لیے حلال ہوگی۔

حنفیہ کے مسلک پر ایک اشکال اور اس کا جواب

حنفیہ کے نزدیک خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں! حنفیہ کے مسلک پر یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیثِ باب، خبر واحد ہے، اس سے قرآن کریم کی آیت ''حتی تنکح زوجا غیرہ'' پر زیادتی جائز نہیں، آیت میں صرف نکاح کا ذکر ہے، حدیث سے جماع کی قید کا اضافہ کرنا جائز نہیں ہونا چاہیے۔

(۱) اس اشکال کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نکاح وطی کے معنی میں حقیقت ہے اور مذکورہ آیت کریمہ میں نکاح اسی حقیقی معنی میں مستعمل ہے، اس لیے حدیث سے اس پر زیادتی نہیں ہوئی بلکہ حدیث ظاہر قرآن کی موافق ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۸۵)

(۲) دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث باب خبر واحد نہیں بلکہ خبر مشہور ہے اور خبر مشہور سے زیادتی فی النص جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۶ باب من اجاز طلاق الثلاث)

چنانچہ امام ابوبکر جصاص رازی متوفی ۳۷۰ھ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مشہورہ منقول ہیں کہ عورت پہلے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی حتیٰ کہ دوسرا خاوند اس سے مجامعت کرلے، ان احادیث میں سے از زہری، از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ حضرت رفاعہ القرظی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اور یہ احادیث لوگوں نے قبول کی ہیں، اور فقہاء ان احادیث پر عمل کر رہے ہیں، اور ہمارے نزدیک یہ احادیث

Marfat.com

بمنزلہ متواتر ہیں اور فقہاء کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، مگر سعید بن مسیب سے روایت ہے: انہوں نے کہا کہ وہ عورت پہلے خاوند کے لیے صرف عقدِ نکاح سے حلال ہو جاتی ہے اور اس میں مجامعت کی شرط نہیں ہے اور ہم کو یہ علم نہیں ہے کہ کسی ایک نے سعید بن مسیب کی اس مسئلہ میں متابعت کی ہے، سو یہ شاذ روایت ہے۔ (احکام القرآن للجصاص ج ا ص ۳۹۰، سہیل اکیڈمی لاہور)

(کشف الباری عمانی صحیح البخاری ص ۵۴۶-۵۵۰، کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۱۷، کی شرح از غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ

شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رفاعہ قرظی نے ایک عورت (تمیمہ بنت وہب) سے نکاح کیا، پھر اس کو (تین طلاق) دے دیے، اس نے دوسرا خاوند کر لیا (عبد الرحمن بن زبیر) پھر وہ عورت آنحضرت کے پاس آئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دوسرا خاوند مجھ سے صحبت ہی نہیں کرتا، اس کے پاس کیا ہے سوا ایک کپڑے کا پھندنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پہلے خاوند کے پاس اس وقت تک نہیں جا سکتی جب تک دوسرے خاوند سے مزہ نہ اٹھائے اور وہ تجھ سے مزہ نہ پائے۔

تمام علماء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ حلالہ کے لیے دوسرے خاوند کا صحبت کرنا شرط ہے یعنی حشفہ کا دخول ہو جانا اگرچہ انزال نہ ہو، اور امام حسن بصری نے انزال کو بھی شرط لکھا ہے اور سعید بن المسیب نے صرف نکاح کو حلالہ کے لیے کافی سمجھا ہے اور سعید کے سوا کوئی اس کا قائل نہیں ہوا، البتہ خوارج کا مذہب سعید کے قول کے موافق ہے، اور شاید سعید کو یہ حدیث نہ پہنچی ہوگی۔

(تیسیر الباری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۴۲-۲۴۱ نعمانی کتب خانہ، لاہور جون ۱۹۹۰ء)

صحیح البخاری: ۵۳۱۷، کی شرح از ابن حزم الظاہری الاندلسی

شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵۶ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

۱۹۵۰: مسئلہ:

جس مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اس مرد کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے مگر جب وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کر لے جو اس کی فرج میں نکاحِ صحیح کے ساتھ حالتِ عقل میں وطی کرے اور حالتِ عقل ضروری ہے، اور اس کے لیے نکاحِ فاسد میں اس سے وطی کرنا حلال نہیں ہے اور نہ اس عورت سے اس کی دبر میں وطی کرنا حلال ہے اور نہ اس صورت میں کہ وہ نکاحِ صحیح میں وطی کرے اس حالت میں کہ اس کی بیوی بے ہوش ہو یا نشہ میں ہو یا مجنون ہو، اور مرد اس طرح نہ ہو یا نیند میں اپنی بیوی سے وطی کرے اور اس کو جماع کی لذت کا ادراک نہ ہو تو جب وہ مرد مر جائے تو وہ عورت اس کے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی، یا دوسرا مرد اس عورت کو طلاق دے دے یا نکاح فسخ ہو جائے، پھر بھی وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔

اور اسی طرح اگر ان کا نکاح صحیح ہو، پھر وہ اس عورت سے ایسی حالت میں وطی کرے جس حالت میں وطی کرنا جائز نہیں ہے، مثلاً اس نے فرض روزہ رکھا ہوا ہو یا عورت نے فرض روزہ رکھا ہوا ہو، یا وہ مرد احرام میں ہو یا وہ عورت احرام میں ہو، یا وہ مرد اعتکاف میں ہو یا عورت اعتکاف میں ہو، پس ان تمام صورتوں میں وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی اور اس کی دلیل یہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۳۰)

پھر اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہے یہاں تک کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے، پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے دے تو پھر ان پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس (طلاق کی عدت کے بعد) پھر باہم رجوع کر لیں، اگر ان کا یہ گمان ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود قائم رکھ سکیں گے، یہ اللہ کی حدود ہیں جن کو اللہ ان لوگوں کیلئے بیان فرماتا ہے جو علم والے ہیں ۝

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر خاوند کے متعلق بر سبیل عموم فرمایا ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد اس کی بیوی پہلے خاوند پر حلال نہیں ہوگی اور وہ اس کا خاوند اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ ان کا نکاح صحیح نہ ہو، اور رہا وہ شخص جس نے اس عورت سے نکاح کیا اللہ عزوجل کے حکم کے خلاف تو وہ اس کا خاوند نہیں ہے اور نہ اس کے خاوند میں شمار کیا جائے گا۔

باقی رہا یہ امر کہ اس کی وطی کا کیا معاملہ ہوگا اور جب دوسرا خاوند فوت ہو گیا پھر کیا معاملہ ہوگا اور ان کا نکاح فسخ ہو گیا تو پھر کیا معاملہ ہوگا۔

امام ابوداؤد سجستانی نے حدیث بیان کی از مسدد، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی ابی معاویہ نے از الاعمش از ابراہیم النخعی از الاسود از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مرد کے متعلق سوال کیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر اس عورت نے دوسرا نکاح کر دیا، پھر اس دوسرے مرد نے جماع کرنے سے پہلے اس کو طلاق دے دی، تو کیا وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی، حتیٰ کہ وہ عورت اس دوسرے خاوند کا تھوڑا سا شہد چکھ لے، اور دوسرا خاوند اس عورت کا تھوڑا سا شہد یعنی اس کی مٹھاس چکھ لے۔

یہ حدیث بطور تواتر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفی ۵۷ ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ ھ اور حضرت انس بن مالک متوفی ۹۱ ھ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ ھ اور دیگر صحابہ سے مروی ہے اور حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں کہ:

حضرت رفاعہ القرظی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، پھر ان کی بیوی نے حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، پس کہنے لگیں: یا رسول اللہ! وہ حضرت رفاعہ القرظی کے نکاح میں تھیں، انہوں نے ان کو تین طلاقیں دے دیں، پھر انہوں نے اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا، اور بے شک اللہ کی قسم! ان کے پاس تو صرف اس کپڑے کے پلو کی مثل تھا، اور اس نے اپنی چادر کا ایک پلو پکڑا اور اس کو پکڑ کر دکھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے مسکرائے اور فرمایا کہ شاید تم حضرت رفاعہ القرظی کے پاس جانا چاہتی ہو، آپ نے فرمایا: نہیں حتیٰ کہ وہ تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لے اور تم اس کا تھوڑا سا شہد چکھ لو، یہ صحیح مسلم: ج ۴ ص ۱۵۴، کا متن ہے اور صحیح البخاری: ۵۲۶۰ کا متن ہے، اسی طرح یہ صحیح البخاری، ۵۳۱۶، ۵۳۱۷، میں مذکور ہے۔ اور عنقریب ان شاء اللہ اس حدیث کی باقی اسانید کا ذکر آئے گا اور یہ حدیث بمنزلہ متواتر

Marfat.com

ہے، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کا عورت کے ساتھ وطی کرنا یہی حلال اور حرام کے درمیان حدِ فاصل ہے اور تمام صریح عبارات اسی حدیث کے موافق محمول کی جائیں گی، بلکہ اس حدیث میں حلالہ کی مشروعیت کا ذکر ہے، اور اس کے طلب کرنے کا اور اس کے لیے مساعی کرنے کا ذکر ہے، مگر یہ سب چیزیں وطی کی شرط کے ساتھ ہیں۔

شیخ ابن حزم الظاہری اندلسی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ صرف زوجِ ثانی کی وطی سے وہ عورت زوجِ اول کے لیے حلال ہوگی اور اس کے بغیر نہیں ہوگی، پس اس میں زوجِ ثانی کی موت بھی داخل ہے، اور صحتِ نکاح کے بعد اس نکاح کا فسخ ہونا بھی داخل ہے۔

شیخ ابن حزم الظاہری اندلسی لکھتے ہیں:

اس حدیث کی مخالفت صرف سعید بن المسیب نے کی ہے، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام سعید بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں داؤد بن ابی ھند نے خبر دی از سعید بن المسیب، کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں پھر اس نے کسی سے نکاح کر لیا ہو تو سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ نے کہا لوگ یہ کہتے ہیں، کہ زوجِ اول کی بیوی اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ زوجِ ثانی اس سے جماع نہ کر لے اور میں یہ کہتا ہوں کہ جب زوجِ ثانی نے نکاحِ صحیح کے ساتھ اس عورت سے عقدِ نکاح کر لیا اور اس نے اس نکاح سے حلالہ کا قصد نہیں کیا پھر کوئی حرج نہیں ہے کہ زوجِ اول اس عورت سے نکاح کر لے۔

اس حدیث کے متعلق مصنف کی تحقیق، اور اس پر دلائل کہ تحلیل کی نیت سے دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کو اپنی شریعت میں مقرر فرما دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سعید بن المسیب سے جو یہ قول منقول ہے، یہ صحیح نہیں ہے اور ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے، اور اس قول کی حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے اپنی تفسیر میں اور انہوں نے اس کی نسبت حافظ ابن عبد البر المالکی متوفی ۴۶۳ھ کی طرف الاستذکار میں کی ہے اور انہوں نے اس پر صرف یہ تعاقب کیا ہے کہ اس حدیث کی صحت پر اعتراض ہے۔

علاوہ ازیں حافظ ابو عمرو بن عبد البر المالکی نے اس قول کی حکایت الاستذکار میں کی ہے۔ فاللہ اعلم

میں کہتا ہوں کہ اولاً یہ قول اس بات کو متضمن ہے کہ تین طلاق یافتہ عورت فقط عقدِ نکاح سے زوجِ اول کے لیے حلال ہو جائے گی بغیر اس کے کہ زوجِ ثانی اس سے وطی کرے، اور دوسری اس چیز کو متضمن ہے کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ جب زوجِ ثانی اس عورت سے عقدِ نکاح کرے تو وہ اس سے حلالہ کا قصد نہ کرے اور ان دونوں قولوں کا خلاف ثابت ہے۔ رہا ارادہ تحلیل کی مشروعیت کا جواز تو یہ سعید ابن المسیب کی اس حدیث سے ثابت ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد کے متعلق فرمایا جس کی کوئی بیوی تھی، سو اس نے اس کو طلاق دے دی، پھر اس عورت سے کسی دوسرے مرد نے نکاح کر لیا اور اس مرد نے اس عورت سے دخول کرنے سے پہلے اس کو طلاق دے دی، آیا وہ عورت اپنے پہلے خاوند کی طرف واپس جا سکتی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، حتیٰ کہ وہ مرد اس عورت کا تھوڑا سا شہد چکھ لے اور وہ عورت اس مرد کا تھوڑا سا شہد چکھ لے، پھر حلالہ کی نیت اور اس کی مشروعیت اور اس کا ارادہ بھی دوسری روایات کے اندر اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ ثابت

Marfat.com

ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا کہ حضرت رفاعہ القرظی کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قطعی اقوال کے ساتھ بیان کیا کہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن الزبیر سے جو نکاح کیا تھا وہ صرف اس لیے کیا تھا کہ عبدالرحمٰن بن الزبیر ان کے لیے محلل ہو جائیں تا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کی طرف حضرت رفاعہ القرظی کے پاس واپس جاسکیں، اور یہ بہت واضح صورت ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ حلالہ کی نیت سے بھی پہلے شوہر کی طرف رجوع کرنا جائز ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کے بعد آنے والی احادیث سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو مقرر رکھا اور یہ بیان فرمایا کہ چونکہ دوسرے شوہر نے اس عورت کے ساتھ وطی نہیں کی تھی، اس لیے وہ اپنے پہلے شوہر یعنی حضرت رفاعہ القرظی کی طرف واپس نہیں جاسکتیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت رفاعہ کی بیوی کی اس نیت کو اپنے اس ارشاد سے ظاہر فرمادیا کہ شاید کہ تم رفاعہ کی طرف واپس جانا چاہتی ہو؟ لیکن جب کہ اس نیت کے ظہور کا تقاضا یہ تھا کہ اگر حلالہ کرنے کی نیت دوسرے شوہر سے نکاح کو اور پہلے شوہر کی طرف لوٹنے کو باطل کر دیتی تو حضرت رفاعہ کی بیوی کا حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر جو ان کے دوسرے شوہر تھے، ان کے ساتھ نکاح اصلاً باطل ہو جاتا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت رفاعہ کی بیوی کی اس بات پر موافقت کی کہ وہ اس سے نکلنے کا وسیلہ تلاش کرے بایں طور کہ اگر وطی متحقق ہو جائے تو پھر وہ زوجِ اول کے لیے حلال ہو جائیں گی اور آپ نے ان کے حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر کے ساتھ نکاح کو برقرار رکھا اور اس میں یہ قطعی دلیل ہے کہ تحلیل کی نیت سے ان کا دوسرا نکاح کرنا صحیح ہے، تا کہ وہ زوجِ اول کی طرف رجوع کر سکے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بیان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے رخصت اور اجازت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرمایا ہے اور آپ کے لیے شریعت مقرر فرمائی ہے تا کہ یہ مومنین کے لیے شریعت مقرر ہو جائے کیونکہ آپ مومنین کے لیے رؤف ورحیم ہیں۔ سعیدی غفرلہ

شیخ ابن حزم الظاہری کی طرف سے سعید بن المسیّب کے قول کے رد پر مزید دلائل

شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵۶ ھ اپنے کلام کو جو سعید بن المسیب متوفی ۹۰ ھ کے رد پر مشتمل ہے، اس کو جاری کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مناسب یہ تھا کہ آپ اس کو رد کر دیتے جس طرح آپ نے عمامہ پر مسح کرنے کو رد فرمادیا تھا اور جس طرح پانچ چسکیوں سے دودھ پینے والے بچے کی تحریم نہ ہونے کو رد فرمادیا تھا، کیونکہ یہ دونوں چیزیں صریح قرآن پر زائد ہیں، پس کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس پر عمل کرے سوائے اس کے جو بطریق تواتر ثابت ہو، اور سعید بن المسیب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ ھ نے جو کہا ہے کہ یہ ضروری ہے کہ عورت مرد کا تھوڑا سا شہد چکھے اور مرد تھوڑا سا شہد چکھے، یہ چیز قرآن مجید پر زائد ہے، کیونکہ یہ حدیث صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پانچ چسکیوں کی حدیث ثابت ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں۔

اور یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ متوفی ۹۱ ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ ھ سے بھی ثابت ہے مگر یہ احادیث سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہیں۔

اسی طرح جو شخص سنت ثابتہ کے رد کرنے کا قول کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ یہ کہے کہ بیع اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی جب تک کہ خریدار اور بائع دونوں مجلس سے متفرق نہ ہو جائیں کیونکہ اس مسئلہ میں بہ کثرت لوگ مبتلا ہوتے ہیں، پس اگر سعید بن المسیب سے

Marfat.com

یہ مسئلہ مختلف ہوتا اور اس کے متعلق حسن بصری سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ دوسرے شوہر کی بیوی پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی خواہ دوسرا شوہر اس عورت سے وطی کر لے، سوائے اس کے کہ اس کا اس وطی سے انزال ہو جائے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف کہ جب کوئی مسلمان اپنی کتابیہ بیوی کو تین طلاقیں دے دے، پھر وہ کسی دوسرے سے نکاح کر لے پھر وطی کے بعد وہ مرد مر جائے تو آیا وہ عورت پہلے شوہر کی طرف واپس جا سکتی ہے یا نہیں؟

اور اس میں اختلاف ہے کہ جب مسلمان کتابیہ بیوی کو تین طلاقیں دے دے، پھر وہ عورت کسی دوسرے کتابی مرد سے نکاح کر لے اور اس سے وطی کر لے پھر وہ مرد مر جائے؟ تو حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ اور سفیان بن سعید بن المسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور ان کے اصحاب نے کہا کہ اب وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔

اور ربیعہ اور امام مالک نے کہا کہ وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی اور ہم کو اس مسئلہ میں ان کے صرف اس قول کا علم ہے کہ اس مرد کے لیے اس کتابی عورت کو طلاق دینا جائز نہیں ہے، سو ہم کہتے ہیں کہ کون سی چیز اس صورت میں اس کی بیوی کو پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے سے منع کرے گی، اگر وہ مر جائے یا اس کا نکاح اس عورت سے فسخ ہو جائے۔

(المحلیٰ بالآثار، ج ۹ ص ۴۱۵-۴۲۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۵ھ)

ایک اور غیر مقلد عالم کی صحیح البخاری: ۵۳۱۷، کی شرح اور اس کے متعلق ان کی تحقیق اور اس چیز کا بیان کہ لفظ واحد کے ساتھ تین طلاقوں کو دینا جائز ہے:

شیخ ابو الطیب نواب صدیق ابن الحسن خان بھوپالی المتوفی ۱۳۰۷ھ درج ذیل حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں، سو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! رفاعہ نے مجھ کو طلاق دی ہے اور قطعی طلاق دے دی ہے اور میں نے ان کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن الزبیر القرظی سے نکاح کیا ہے، اور ان کے پاس تو صرف ایک کپڑے کے پلو کی مثل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شاید کہ تم رفاعہ القرظی کے پاس واپس جانا چاہتی ہو؟ نہیں، حتیٰ کہ وہ تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لے اور تم اس کا تھوڑا سا شہد چکھ لو۔

(صحیح البخاری: ۴۹۵۸، التمہید ج ۱۵ ص ۷۹، ج ۱۹ ص ۱۴۱، ج ۲۳ ص ۳۷۸، شرح مسلم للنووی ج ۱۰ ص ۷۰، سبل السلام ج ۳ ص ۱۷۲، ۱۷۱، المغنی ج ۷ ص ۲۸۲، کتاب الام ج ۵ ص ۲۷۳، ۱۳۷، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۶، نیل الاوطار، ج ۷ ص ۱۱)

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رفاعہ القرظی جن کا تعلق بنو قریظہ سے تھا، ان کی بیوی جن کا نام تمیمہ بنت وہب ہے اور ان کے نام میں اور بھی اقوال ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! رفاعہ نے مجھ کو طلاق دے دی ہے، اور قطعی طلاق دی ہے یعنی کلی طلاق دے دی ہے۔

اور امام بخاری نے صحیح البخاری کی کتاب الادب میں یہ حدیث ایک اور سند سے ذکر کی ہے، اس میں یہ مذکور ہے کہ رفاعہ القرظی

نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں اور میں نے اس کے بعد عبد الرحمن بن الزبیر القرظی سے نکاح کر لیا ہے اور ان کے پاس تو صرف کپڑے کے پلو کی مثل ہے، یعنی ایسا کپڑا جو بنا ہوا نہ ہو اور یہ الفاظ اس وقت کہے جاتے ہیں جب اس مرد کو نامرد قرار دیا جائے اور ان کی مراد یہ تھی کہ یا تو ان کا آلہ بہت چھوٹا ہے یا بہت ڈھیلا ہے اور وہ اپنے آلہ کو ان کی فرج میں داخل کرنے پر قادر نہیں ہیں، یعنی وہ اپنے آلہ کے سر کو اپنی بیوی کی فرج میں داخل کرنے پر قادر نہیں ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: شاید کہ تم رفاعہ القرظی کی طرف واپس جانا چاہتی ہو؟ نہیں، تم ان کی طرف واپس نہیں جاسکتیں، حتیٰ کہ عبد الرحمن تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لے اور تم ان کا تھوڑا سا شہد چکھ لو، عُسیلہ کا لفظ تصغیر کے ساتھ مذکور ہے اور یہ جماع کنایہ سے ہے، اور جماع کی لذت کو شہد کی لذت کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اور تصغیر میں مؤنث کا صیغہ لایا گیا ہے کیونکہ عَسل کا لفظ مذکر بھی ہوتا ہے اور مؤنث بھی ہوتا ہے اور اس لیے کہ وہ عسلۃ کی تصغیر ہے یعنی شہد کا ایک ٹکڑا۔

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث کے مطابق اہل علم صحابہ اور تابعین کا عمل ہے، کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو وہ اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے اور دوسرا مرد اس کے ساتھ جماع نہ کر لے۔

اور علامہ ابراہیم بن المنذر متوفی ۳۱۸ھ یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دوسرا شوہر جب اس عورت سے جماع کر لے، اس حال میں کہ وہ عورت سوئی ہوئی ہو یا بے ہوش ہو اور اس کو لذت کا ادراک نہ ہو تو پھر وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہو گی، کیونکہ شہد کو چکھنا اس وقت متحقق ہو گا کہ جب وہ لذت کا ادراک کرے اور عامۃ اہل العلم کے نزدیک وہ عورت اس صورت میں پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے: اس پر اتفاق ہے کہ حشفہ یعنی مرد کے آلہ کے سر کا عورت کی فرج میں غائب ہو جانا خواہ انزال نہ ہو، یہ پہلے شوہر کے لیے اس عورت کے حلال ہونے کے لیے کافی ہے اور الحسن البصری متوفی ۱۱۰ھ نے اس میں انزال کی شرط عائد کی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حتیٰ کہ تم اس کا تھوڑا سا شہد چکھ لو اور وہ تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لے اور اس شہد سے مراد نطفہ ہے۔ اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ حضرت رفاعہ القرظی نے مجھے قطعی طلاق دے دی، کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے تین طلاقیں دفعتاً واحدہ دی ہیں یا تین طلاقیں متفرق طور پر دی ہیں۔

لفظ واحد کے ساتھ دی گئی تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے پر نواب صدیق حسن بھوپالی کے دلائل

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دفعتاً دیں تو ایک طلاق واقع ہو گی اور یہ قول محمد بن اسحاق صاحب المغازی کا ہے، اور انہوں نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے۔

از داؤد بن الحصین از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبید بن یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں، پھر طلاق دینے کے بعد وہ اس پر بہت زیادہ غمگین ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم نے ان کو کیسے طلاق دی تھی، تو انہوں نے کہا: تین طلاقیں ایک مجلس میں دی تھیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک طلاق ہے تم اس طلاق سے رجوع کر لو، اس حدیث کی امام احمد اور امام ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے اور اس کو محمد بن اسحاق کی سند سے

Marfat.com

صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں کہا ہے کہ یہ حدیث اس مسئلہ میں صریح نص ہے جو کسی تاویل کو قبول نہیں کرتی اور اس کے علاوہ دوسری روایات میں تاویل ہو سکتی ہے، پھر فقہاء نے اس حدیث کے چار جواب دیے ہیں:

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ چار جواب لکھے، پھر مزید آٹھ جواب لکھے، پھر کہا کہ راجح یہ ہے کہ جب لفظِ واحد کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس پر اجماع ہو چکا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کسی صحابی سے یہ منقول نہیں ہے کہ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس مسئلہ میں مخالفت کی ہو۔ اور ان تمام صحابہ کا اجماع اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث کا ناسخ موجود ہے۔ اگرچہ بعض صحابہ اور تابعین سے وہ ناسخ مخفی رہا، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں سب پر یہ ظاہر ہو گیا کہ اس حدیث پر عمل کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اور اجماع کی مخالفت معتبر نہیں ہے۔ اور جمہور کا موقف یہی ہے کہ اجماع کے بعد جو اختلاف ظاہر ہو اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

یہ تمام جوابات جن کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے، یہ تمام جوابات مخدوش ہیں، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ان پر رد کیا ہے اور ان کے شاگرد حافظ ابن قیم نے بھی اغاثۃ اللھفان میں ان جوابات کا رد کیا ہے اور اعلام الموقعین میں بھی رد کیا ہے اور دیگر تصانیف میں بھی۔ اور اس مسئلہ میں ہمارے شیخ اور ہماری برکت قاضی محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ اور ان کے متبعین کی طرف رجوع ہے اور یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ایک ہے جس پر شیخ ابن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ کے عہد میں قیامت برپا ہو گئی تھی اور بہ کثرت زلزلے آ گئے تھے، اور اس پر بہت مباحثے اور مناظرے ہوئے، تو جو اس مسئلہ میں ثابت قدم رہا، وہ ثابت قدم رہا اور جو پھسل گیا، وہ پھسل گیا اور انصاف خیر الاوصاف ہے اور مجھے کلام کے طویل ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں یہاں پر مفصل بحث کرتا اور حدیث رکانہ کے جو جوابات دیے گئے ہیں ان کا رد کرتا۔ (عون الباری لحل ادلۃ صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۵۰-۴۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۹ھ)

تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر غیر مقلدین کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ

تین مجموعی طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے متعلق شیخ ابن حزم الظاہری کے دلائل

مشہور غیر مقلد شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں ان کو ایک طلاق قرار دیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے اس کام میں جلدی کر لی جس کام میں ان کے لیے تاخیر تھی، پس اگر ہم ان پر یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں۔ (صحیح مسلم: ۱۴۷۲، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۲۱۹۹، سنن نسائی: ۳۴۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبد یزید رکانہ اور اس کے بھائیوں کے والد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کر لو"۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں تو اس کو تین طلاقیں دے چکا ہوں، آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تم اس کو تین طلاقیں دے چکے ہو تم اس سے رجوع کر لو اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی

عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔ (الطلاق:۱)

امام ابوداؤد نے کہا: نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ از والد خود از جد خود جو روایت ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیوی کو ان کی طرف لوٹا دیا، یہ حدیث زیادہ صحیح ہے کیونکہ کسی مرد کا بیٹا اور اس کی بیوی اس کے احوال سے زیادہ واقف ہوتے ہیں کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طلاق کو ایک طلاق قرار دیا۔ (المحلی بالآثار ج ۸ ص ۳۸۹-۳۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ)

تین مجموعی طلاقوں کے تین طلاقیں ہونے پر جمہور فقہاء کے قرآن مجید سے دلائل

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌ ۢبِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌ ۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ ..... فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ (البقرہ:۲۳۱-۲۲۹)

دو بار طلاق دینے کے بعد یا تو دستور کے مطابق روک لینا ہے یا اس کو حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔۔۔ پس اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔

البقرہ: ۲۳۰، کے شروع میں فرمایا ہے: فَاِنۡ طَلَّقَهَا اس کے شروع میں حرف فاء ہے جو تعقیب بلا مہلت کے لیے آتا ہے اور اب قواعد عربیہ کے اعتبار سے معنی یہ ہوگا کہ دو رجعی طلاقیں دینے کے بعد اگر خاوند نے فوراً تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ شرعی قاعدہ کے مطابق کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کرلے، اس آیت میں اگر حرف ثم ہوتا جو مہلت اور تاخیر پر دلالت کرتا ہے تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ ایک طہر میں ایک طلاق دی جائے اور دوسرے طہر میں دوسری طلاق دی جائے اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی جائے لیکن قرآن میں ثم کی بجائے فاء کا ذکر کیا گیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اگر خاوند نے دو طلاقیں دینے کے بعد فوراً تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں رہے گی۔

قرآن مجید میں اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فرمایا ہے، یعنی دو مرتبہ طلاق، اور دو مرتبہ طلاق دینا اس سے عام ہے کہ ایک مجلس میں دو مرتبہ طلاق دی جائے یا دو طہروں میں دو مرتبہ طلاق دی جائے اور اس کے بعد اگر فوراً تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ اس سے واضح ہو گیا کہ اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین بار تین طلاقیں دیں اور کہا میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی تو یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔

تین مجموعی طلاقوں کے تین طلاقیں ہونے پر جمہور فقہاء کے احادیث صحیحہ سے دلائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن عدی الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، سو ان سے کہا: اے عاصم! اگر تم کسی مرد کو دیکھو کہ اس کی بیوی کسی دوسرے مرد کے ساتھ ہے تو کیا تم اس کو قتل کردو گے یا پھر وہ شخص کیا کرے؟ اے عاصم! تم میری خاطر اس کا سوال کرنا، پس حضرت عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سوال کو ناپسند کیا اور اس کی مذمت کی حتیٰ کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ پر یہ بات بہت سخت گزری جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی، پھر جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اپنے گھر گئے تو ان کے پاس حضرت عویمر رضی اللہ عنہ آئے، پس انہوں نے پوچھا:

Marfat.com

اے عاصم! تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا؟ تو حضرت عاصم نے جواب دیا: میں تمہارے پاس کوئی اچھی خبر نہیں لایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو سوال کیا تھا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسند فرمایا، تب حضرت عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں رکوں گا حتیٰ کہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کروں، پس حضرت عویمر اس وقت آئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے مرد کو دیکھے تو آیا وہ اس کو قتل کر دے تو آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے یا پھر وہ کیا کرے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق اور تمہاری بیوی کے متعلق حکم نازل فرما دیا ہے، پس تم جاؤ اور اپنی بیوی کو لے آؤ، حضرت سہل نے کہا: پس ہم نے ایک دوسرے پر لعان کیا، میں لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا: اگر میں نے اس عورت کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا ہوں گا، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ (صحیح البخاری: ۵۳۰۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۷)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے بیوی اسی وقت حرام ہو جاتی ہے اور تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، اگر ایک مجلس میں تین طلاقوں سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی تو حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول عبث ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے یہ فرماتے کہ بیک وقت تین طلاقوں سے تمہاری بیوی تم سے علیحدہ نہیں ہوئی۔ نیز اس حدیث کی مزید وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۵۰)

اس حدیث میں یہ واضح تصریح ہے کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اس میں رجوع کا اختیار نہیں ہوتا۔

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہ خشعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس نے حضرت حسن سے کہا کہ آپ کو خلافت مبارک ہو تو حضرت حسن نے کہا: تم حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کر رہی ہو، جاؤ میں نے تم کو تین طلاقیں دیں، اس نے اپنے کپڑے اٹھائے اور بیٹھ گئی حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو گئی۔ حضرت حسن نے اس کی طرف اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار درہم صدقہ بھیجا تو اس نے کہا: مجھے اپنے جدا ہونے والے محبوب سے یہ تھوڑا سا سامان ملا ہے، جب حضرت حسن تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے آب دیدہ ہو کر فرمایا: اگر میں نے اپنے نانا سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ آپ نے فرمایا: جس شخص نے بھی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ الگ الگ طہروں میں یا بہ یک وقت تو وہ عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرلے (اگر آپ کا یہ ارشاد نہ ہوتا) تو میں اس سے رجوع کر لیتا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۶ نشر السنہ ملتان، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۳۱-۳۰ نشر السنہ ملتان، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹، دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ)

اس حدیث کی امام طبرانی نے دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے، اس کے متعلق حافظ نور الدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں، ان دونوں حدیثوں کی امام طبرانی نے روایت کی ہے اور پہلی حدیث کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹، دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

اس حدیث میں انتہائی وضاحت کے ساتھ یہ تصریح ہے کہ بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں، خواہ وہ تین طلاقیں مجموعی طور پر دی جائیں یا متفرق طور پر۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ میں کھڑے ہو کر فرمایا: کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، پھر ایک مرد نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! کیا میں اس کو قتل نہ کر دوں! (سنن نسائی: ۳۳۹۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو وہ تین طلاقیں ہی شمار ہوتی ہیں کیونکہ اگر اکٹھی تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اس طلاق سے رجوع کر لو اور اس پر ناراض نہ ہوتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا ناجائز اور گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی حد سے تجاوز کرنا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: تین طلاقیں دینے کے بعد تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تمہارا اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینا گناہ ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۶، بیروت، ۱۴۰۲ھ)

حافظ نور الدین علی بن بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس حدیث کی امام طبرانی نے روایت کی ہے، اس میں ایک راوی علی بن سعید ہے، امام دارقطنی نے کہا: وہ قوی نہیں ہے اور دوسروں نے کہا: وہ بہت عظیم راوی ہے، اور اس حدیث کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

اکٹھی تین طلاقوں کے متعلق آثار صحابہ اور اقوال تابعین

امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ نافذ ہو جائیں گی اور اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۳۹۵، مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۳ھ، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۳۸۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے کہا: اے ابو عباس! میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، حضرت ابن عباس نے (طنزاً) فرمایا: یا ابا عباس! پھر فرمایا: تم میں سے کوئی شخص حماقت سے تین طلاقیں دیتا ہے، پھر کہتا ہے: اے ابو عباس! تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۳۹۷، ۱۱۳۹۶، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

واقع بن سحبان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں؟ حضرت عمران بن حصین نے کہا: اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۱، ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۰۸۷، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین

طلاقیں دی ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اس کو دردناک مار، مارتے اور ان کے درمیان تفریق کر دیتے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۱، ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۰۸۹، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا غلط ہے کہ وہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے تھے ورنہ وہ تین طلاقیں دینے والے کو دردناک طریقہ سے نہ مارتے اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اور وہ جو صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا، اس کے باتفصیل جوابات ان شاء اللہ عنقریب ہدیہ قارئین ہوں گے۔

زہری نے اس شخص کے متعلق کہا جس نے اپنی بیوی کو تین اکٹھی طلاقیں دے دیں، انہوں نے کہا اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے الگ ہو گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۰۹۲، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دے دیں۔ حضرت ابن مسعود نے جواب دیا کہ تین طلاقوں سے اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہو گئی اور باقی ستانوے (۹۷) طلاقیں حد سے تجاوز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۰۹۷، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

حبیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں، تو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری بیوی تین طلاقوں سے علیحدہ ہو گئی باقی طلاقیں دوسری بیویوں میں تقسیم کر دو۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۰۱، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

معاویہ بن ابی یحییٰ بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: یا امیر المومنین! میں نے اپنی بیوی کو سو (۱۰۰) طلاقیں دی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین طلاقوں سے تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی اور باقی ستانوے طلاقیں حد سے تجاوز ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۰۴، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کسی مرد نے سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک سو (۱۰۰) طلاقیں دے دی ہیں، حضرت مغیرہ نے جواب دیا کہ تین طلاقوں نے اس کی بیوی کو اس پر حرام کر دیا اور باقی ستانوے (۹۷) طلاقیں حد سے تجاوز ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳-۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۰۵، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح سے سوال کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دے دی ہیں، انہوں نے کہا: تین طلاقوں سے تمہاری بیوی علیحدہ ہو گئی اور باقی طلاقیں اسراف اور معصیت ہیں۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۰۷، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

حسن بصری کے پاس ایک مرد آیا، سو اس نے کہا: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں تو انہوں نے کہا: تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۰۸، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ ایک شخص نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اس کی بیوی اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی

Marfat.com

جب تک دوسرا شخص اس سے دخول نہ کرلے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۵۶، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو ان سب نے جواب دیا: اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک اس کی بیوی کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۵۹، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کسی شخص نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے اور اگر اس نے اپنی بیوی کو الگ الگ تین طلاقیں دیں تو اس کی بیوی پہلی طلاق کے ساتھ اس سے علیحدہ ہوجائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۸۱۷۶، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

البقرہ: ۲۲۹-۲۳۰، سے واضح ہوگیا کہ تین طلاقیں دینے کے بعد بغیر شرعی حلالہ کے عورت مرد پر حلال نہیں ہوتی خواہ وہ تین طلاقیں اکٹھی دی جائیں یا الگ الگ، اسی طرح احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے بھی واضح ہوگیا کہ اگر ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دے دی جائیں تو مرد پر اس کی بیوی حرام ہوکر اس سے علیحدہ ہوجاتی ہے اور تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے اور شیخ ابن حزم الظاہری، شیخ شوکانی اور دیگر غیر مقلدین نے صحیح مسلم کی از طاؤس از حضرت ابن عباس روایت سے جو استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تین طلاقوں کو تین طلاق ہی قرار دے دیا، سو اب ہم اس روایت کے مفصل جوابات پیش کر رہے ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق

اکٹھی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے ثبوت میں شیخ ابن حزم الظاہری کی پیش کردہ روایت کے مفصل اور متعدد جوابات

صحیح مسلم کی یہ روایت، شاذ، معلل، مردود ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ طاؤس نے اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہوجاتی ہیں، اور اگر اس نے وہ طلاقیں متفرق دی ہیں تو اس کی بیوی پہلی طلاق سے بائنہ ہوجائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۷۶، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ متصور نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث روایت کریں اور خود اس کے خلاف فتویٰ دیں، اس لیے یہ روایت شاذ ہے اور حضرت ابن عباس کی طرف اس روایت کو منسوب کرنے میں طاؤس کو وہم ہوا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۴۱، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۳، دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے جواب کی وضاحت امام بیہقی کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن میں امام بخاری اور امام مالک کا اختلاف ہے، امام مسلم نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو ترک کر دیا اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی باقی روایات کے خلاف ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلے انسان تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کر لیتا تھا، پھر البقرہ: ۱۲۹، الطلاق مرتٰن نے اس کو منسوخ کر دیا۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ اس پر حرام ہوگئی۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دی ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ تم تین طلاقیں لے لو اور ستانوے طلاقوں کو چھوڑ دو۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دی ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے اپنی بیوی کی نافرمانی کی، سو تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی تم نے اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں کیا، سو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کوئی راستہ نہیں رکھا۔

طاؤس کے علاوہ عطاء، عمرو بن دینار اور مالک بن حارث وغیرہم جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلامذہ ہیں، ان سب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کی ہے کہ بہ یک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہوجاتی ہیں، ان کے برخلاف صرف طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ عہد رسالت اور عہد ابوبکر میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۷۲، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۲۱۹۹، سنن نسائی: ۳۶۰۶)

سو یہ روایت طاؤس کا وہم ہے اور شاذ اور معلل ہے، صحیح نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۳۷ نشر السنہ ملتان)

قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: حضرت ابن عباس کے تمام شاگردوں نے حضرت ابن عباس سے طاؤس کے خلاف روایت کی ہے، سعید بن جبیر، مجاہد اور نافع نے حضرت ابن عباس سے اس کے خلاف روایت کی ہے۔

(نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۲، مکتبۃ الکلیات الازہریہ قاہرہ، ۱۳۹۸ھ)

طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل

خود طاؤس کا فتویٰ بھی اپنی روایت کے خلاف تھا، طاؤس یہ کہتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو وہ ایک طلاق شمار ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۶، ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

طاؤس کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ مطلقاً تین طلاقوں کو ایک طلاق نہیں قرار دیتے تھے بلکہ جب کوئی مرد دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو پھر اس کی تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوگی۔

علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی متوفی ۸۴۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے لکھا ہے کہ طاؤس کی یہ روایت وہم اور غلط ہے اور علماء میں سے کسی ایک نے بھی ان روایت کو قبول نہیں کیا، کیونکہ ثقہ راویوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف روایت کی ہے۔ (الجوہر النقی علی ہامش

Marfat.com

السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۷-۳۳۸، نشر السنہ ملتان)

طاؤس کی روایت کا صحیح محمل

جمہور محدثین اور فقہاء اسلام نے اس حدیث کو اس کے فنی سقم کی وجہ سے مسترد کر دیا ہے، تاہم بر سبیل تنزل اس حدیث سے یہ تاویل کی کہ عہد رسالت اور دور صحابہ میں مسلمان تاکید کی نیت سے تین بار طلاق دیتے تھے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بعض مسلمانوں نے تین طلاق دینے کی نیت سے تین بار طلاق دینا شروع کر دیا۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نیات کے اعتبار سے ان تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کو نہیں بدلا بلکہ اس چیز کو نافذ کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہے، حدیث میں ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبد اللہ بن یزید بن رکانہ از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی ہے، آپ نے دریافت فرمایا: تم نے اس سے کیا ارادہ کیا تھا، میں نے عرض کیا، میں نے اس سے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا، آپ نے پوچھا: اللہ کی قسم! میں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ نے فرمایا: پس یہ وہی طلاق ہے جس کا تم نے ارادہ کیا تھا۔ (سنن ترمذی: ۱۱۷۷)

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے تین سندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۰۶، ۲۲۰۷، ۲۲۰۸)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقوں کا ارادہ کرنا جائز ہے کیونکہ اگر یہ ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رکانہ سے یہ استفسار نہ فرماتے کہ تم نے طلاق البتہ سے کیا مراد لیا ہے، اور ان کی مراد پر قسم طلب نہ فرماتے، بلکہ صاف فرما دیتے کہ ایک مجلس میں ایک لفظ سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت رکانہ سے ان کی طلاق کی تعداد کو دریافت کرنا اور ان کی مراد پر قسم لینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مجلس واحد میں لفظ واحد میں دی ہوئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا تھا وہ اس حدیث کے مطابق تھا، اور جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ بھی اسی حدیث کے مطابق ہے۔

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے ثبوت میں سنن ابوداؤد کی روایت کا جواب

اس جگہ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد یزید ابو رکانہ سے فرمایا: تم اپنی بیوی کو طلاق دو، سو انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پھر آپ نے فرمایا: تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کر لو، انہوں نے کہا: میں تو اس کو تین طلاقیں دے چکا ہوں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے تم اس سے رجوع کر لو۔ الحدیث (سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد بھی رجوع کرنا صحیح ہے کیونکہ ابو رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین طلاقوں سے رجوع کرنے کا حکم دیا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد حدیث: ۲۱۹۶، کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ابوداؤد نے کہا: نافع بن عجیر اور عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں: کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی ان کی طرف واپس کر دی، امام ابوداؤد نے کہا: یہ حدیث زیادہ صحیح ہے کیونکہ کسی مرد کا بیٹا اور اس کے گھر والے اس کے احوال سے زیادہ واقف ہوتے ہیں کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو صرف طلاق البتہ دی تھی، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک طلاق قرار دیا۔

امام ابوداؤد نے اپنی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ درج ذیل ہے:

از نافع بن عجیر بن عبد یزید بن رکانہ روایت ہے کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق البتہ دی، پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی اور کہا اللہ کی قسم! میں نے اس سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم نے اس سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا؟ تو حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی ان کی طرف واپس کر دی، پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اپنی بیوی کو دوسری طلاق دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے اپنی بیوی کو تیسری طلاق دی۔

(سنن ابوداؤد: ۲۲۰۶، سنن ترمذی: ۱۱۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۵۱)

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے ثبوت میں مسند احمد کی روایت کا مفصل اور محقق جواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر وہ اس پر بہت زیادہ غمگین ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم نے اپنی بیوی کو کیسے طلاق دی تھی؟ انہوں نے بتایا: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں، آپ نے پوچھا: ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ تین طلاقیں ایک طلاق ہے۔ اگر تم چاہو تو اس طلاق سے رجوع کر لو، حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر حضرت رکانہ نے اس طلاق سے رجوع کر لیا۔

(مسند احمد ج ا ص ۲۶۵، مسند احمد: ۲۳۸۷، موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

شیخ شعیب الارنؤوط اور دیگر محققین اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں داؤد بن الحصین کی عکرمہ سے روایت ہے، علی بن المدینی نے کہا کہ داؤد بن الحصین نے عکرمہ سے جو حدیث روایت کی ہے سو وہ منکر ہے، اور امام ابوداؤد نے کہا کہ عکرمہ سے اس کی روایات مناکیر ہیں اور علامہ ذہبی نے اپنی کتاب میں کہا کہ اس کی روایات غرائب مستنکرہ ہیں، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''تقریب التہذیب'' میں کہا ہے کہ یہ عکرمہ کے سوا دوسری روایات میں ثقہ ہیں۔

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے کہا ہے: اس حدیث سے حجت قائم نہیں ہوتی جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آٹھ (۸) شاگرد اس روایت کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں، علاوہ ازیں حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی اولاد نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو صرف ایک طلاق دی تھی۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۹)

امام ابویعلیٰ اور امام عبدالرزاق اور امام ابوداؤد نے از ابن جریج از بعض بنی ابورافع از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ ابورکانہ نے ام رکانہ کو طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''تم اپنی بیوی سے رجوع کر لو'' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں، آپ نے فرمایا: ''مجھے معلوم ہے تم ان سے رجوع کر لو''۔ (مسند ابویعلیٰ:

۲۵۰۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۳۳۴، سنن ابوداؤد: ۲۱۹۶)

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند پر اعتراض ہے کیونکہ ابن جریج نے اس حدیث کی ابورافع کے بعض بیٹوں سے روایت کی ہے اور ان کا نام ذکر نہیں کیا اور سند مجہول حجت نہیں ہوتی۔ (معالم السنن ج ۳ ص ۲۳۶)

نیز علامہ خطابی نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل اس حدیث کی تمام سندوں کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور علامہ ابن قدامہ حنبلی نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے حضرت رکانہ کی اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کو ترک کر دیا ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۱۰ ص ۳۶۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں نہیں دی تھیں، بلکہ طلاق البتہ دی تھی، امام ابوداؤد نے اس کو ترجیح دی ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۳ طبع لاہور، فتح الباری ج ۶ ص ۴۴۱، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)۔ (حاشیہ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۱۵-۲۱۷، موسسہ الرسالہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

اکٹھی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کی مبحث کا خلاصہ

شیخ ابن حزم الظاہری اور دیگر غیر مقلدین ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں، اس کے برخلاف ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اور محدثین ان تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دیتے ہیں، ہم نے اس مبحث میں پہلے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے بیان کیا ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں، تین طلاقیں ہی ہوتی ہیں، ایک طلاق نہیں ہوتی۔ اس کے بعد شیخ ابن حزم الظاہری اور غیر مقلدین نے جن احادیث سے اپنے اس موقف پر استدلال کیا ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک طلاق ہوتی ہے، اس کا تفصیلی دلائل سے رد کیا ہے اور حق کو واضح تر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے اور میرے گناہوں کو معاف فرمادے۔ آمین یارب العالمین

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

٦٩۔ کِتَابُ الْعِدَّۃِ

عدت کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ باب احکام العدۃ کے بیان میں ہے، اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح میں اس عنوان میں لفظ کتاب لکھا ہوا ہے اور یہی صحیح ہے، اور عدت کا معنی ہے کہ عورت اپنے شوہر کی وفات کے بعد کچھ مدت تک دوسرا نکاح کرنے سے ٹھہری رہے یا شوہر کی طلاق لینے کے بعد کچھ مدت تک دوسرا نکاح کرنے سے ٹھہری رہے اور یہ عدت یا تو اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے سے ختم ہوگی، یا تین حیض گزرنے سے یہ عدت ختم ہوگی اور اگر اس عورت کو حیض نہ آتا ہو تو پھر تین ماہ گزرنے سے یہ عدت ختم ہوگی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: عدت کا لفظ عد یعد کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: عددت الشیء، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب تم کسی چیز کا شمار کرو، اور اس کا شرعی معنی ہے اس مدت تک انتظار کرنا جس مدت کے بعد عورت کے نکاح کا زوال ہو جاتا ہے یا نکاح کی شبہ کا زوال ہو جاتا ہے، اور آزاد عورت کی عدت طلاق سے یا بغیر طلاق سے فسخ نکاح سے یا مثلاً خیارِ عتق سے اور خیارِ بلوغ سے یا زوجین میں سے کسی ایک کی ملکیت اپنے صاحب سے یا ارتداد سے یا عدم کفر سے تین حیض ہوتی ہے، اگر وہ عورت "ذواۃ الحیض" سے ہو، اور اگر اس کو کم عمر ہونے کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو پھر اس کی عدت تین ماہ ہوتی ہے اور اگر عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوتی ہے خواہ وہ عورت مسلمان ہو یا کتابیہ ہو یا کسی مسلمان مرد کے نکاح میں ہو، کم عمر ہو یا بڑی عمر کی ہو، دخول سے پہلے یا دخول کے بعد اور باندی کی عدت دو حیض ہیں عدتِ طلاق میں اگر وہ عورت ان عورتوں میں سے ہو جن کو حیض آتا ہو، اور اگر وہ عورت ان عورتوں میں سے ہو جن کو حیض نہیں آتا ان کے کم عمر ہونے کی وجہ سے یا ان کے بہت بڑھاپے کی وجہ سے یا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو اس کی عدت طلاق ڈیڑھ ماہ ہے دخول کے بعد، اور دو مہینے اور پانچ دن اس کی عدتِ وفات ہے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ عورت محض باندی ہو یا ام الولد ہو یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو یا اس عورت کا بعض حصہ آزاد کیا گیا ہو، یہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک ہے۔

اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، یعنی اس کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے۔ عام ازیں کہ وہ آزاد عورت ہو یا باندی ہو اور عام ازیں کہ وہ عدت طلاق سے ہو یا وفات سے ہو یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے ہو، اور عدت الفار ابعد الاجلین ہے، یعنی عدت الوفات اور عدت الطلاق میں سے جس کی مدت زیادہ ہو، وہ اس کی عدت ہے، یہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ کے نزدیک اس کی عدت، عدتِ وفات ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۳۸۔ باب: قول الله تعالٰی: وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ (الطلاق: ۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو۔

الطلاق: ۴ کی تفسیر از علامہ ازہری

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری المتوفی ۱۹۹۸ھ، اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وہ مطلقہ جس کو حیض آتا ہو، اور وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو، ان کی عدت کے احکام سورہ بقرہ میں آپ پڑھ چکے ہیں، یہاں ان عورتوں کی عدت بیان کی جارہی ہے جنہیں حیض نہ آتا ہو، ان کی تین قسمیں ہیں: (۱) وہ عورتیں جو سنِ ایاس کو پہنچ چکی ہوں، جن کو حیض آنے کی قطعاً امید نہ ہو۔ بعض علماء نے پچپن سال اور بعض نے تریسٹھ سال کی عمر کو سن ایاس کہا ہے، لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جس عمر میں حیض کا آنا یقیناً بند ہو جائے۔ (۲) وہ عورتیں جو ابھی نابالغ ہوں یا جن کو حیض تو نہیں آیا لیکن وہ عمر کے اعتبار سے بالغ ہو گئی ہوں۔ (۳) جو حاملہ ہوں۔

پہلی دو قسموں کی عدت تین ماہ ہے، آیسہ طلاق کے بعد تین ماہ گزارے، اسی طرح نابالغہ۔

حاملہ کی عدت کا ذکر بعد میں آرہا ہے۔

وہ عورتیں جن کا حیض کسی عارضہ کی وجہ سے بند ہو گیا، ان کی عدت کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت عثمان، حضرت علی، زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی رائے یہ ہے کہ یہ عورت انتظار کرے، یہاں تک کہ سنِ ایاس کو پہنچ جائے اور اس کے بعد تین ماہ عدت گزارے۔ اگر اس عورت کو پھر حیض شروع ہو جائے تو پھر تین حیض عدت گزارے۔ احناف نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ امام ثوری، لیث اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ عورت نو ماہ انتظار کرے، اگر اس اثناء میں اسے حیض نہ آئے تو تین ماہ عدت گزارے اور اگر نو ماہ میں حمل کے آثار ہوں تو پھر اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔ حضرت ابن عباس کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک کا یہی مسلک ہے۔

امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی جوان بیوی کو طلاق دی اور اسے حیض آنا بند ہو گیا تو پورا سال عدت گزارے۔

امام حسن بصری کہتے ہیں کہ وہ سال بھر انتظار کرے۔ اگر اس عرصہ میں حیض نہ آئے تو پھر تین ماہ عدت گزارے، یہاں تین ماہ سے مراد قمری مہینے ہیں۔ اگر پہلی تاریخ کو طلاق ہوئی تو تین چاند شمار ہوں گے، انتیس کے ہوں یا تیس کے۔ اور اگر درمیان میں طلاق ہوئی تو پھر اس تاریخ سے نوے دن گنے جائیں گے۔ صاحبین کے نزدیک وہ مہینہ تیس کا شمار ہوگا، اس کے بعد دو مہینے چاند کے حساب سے شمار ہوں گے۔

یہ حکم مطلقہ کے لیے ہے، لیکن جس کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ حاملہ نہ ہو تو پھر ہر حال میں چار ماہ دس دن عدت گزارے گی خواہ وہ صغیرہ ہو، آیسہ ہو یا جوان ہو۔

یہ آیت اگرچہ عام ہے مطلقہ اور بیوہ دونوں کو شامل ہے لیکن اجماع سے اس عموم کی تخصیص ہو گئی۔ (تفسیرات احمدیہ، ملا جیون،

Marfat.com

احکام القرآن للجصاص)

اب حاملہ عورت کی عدت بیان کی جارہی ہے، اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر مطلقہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ اگر بیوہ حاملہ ہو تو اس کی عدت کیا ہوگی؟ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی ایک آیت میں مطلق بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کی گئی ہے اور یہاں مطلق حاملہ کی عدت وضعِ حمل بتائی گئی ہے، اگر بیوہ غیر حاملہ ہو تو اس کی عدت بالاتفاق چار ماہ دس دن ہوگی اور اگر مطلقہ حاملہ ہو تو اس کی عدت بالاتفاق وضعِ حمل ہوگی لیکن اگر بیوہ ہو اور حاملہ بھی ہو تو اس کی عدت میں اختلاف ہے۔ حضرت سیدنا علی، حضرت ابن عباس کے نزدیک دونوں آیتوں پر عمل کرتے ہوئے ابعد الاجلین عدت ہوگی، یعنی اگر خاوند کی وفات کے فوراً بعد بچہ پیدا ہوا تو چار ماہ دس دن عدت گزارے گی اور اگر مدتِ حمل چار ماہ دس دن سے تجاوز کر گئی تو پھر وضعِ حمل کے وقت اس کی عدت ختم ہوگی۔

لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ یہ آیت سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے، اس لیے یہ آیت پہلی آیت کی مخصص ہوگی، گویا چار ماہ دس دن اس عورت کی عدت ہوگی جو حاملہ نہ ہو، اور جو حاملہ ہو خواہ مطلقہ ہو یا بیوہ، اس کی عدت وضعِ حمل تک ہوگی، اس قول کی تائید متعدد صحیح احادیث سے ہوتی ہے۔ امام مالک نے اپنے موطا میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک دفعہ اس مسئلہ پر حضرت ابنِ عباس اور عبد الرحمٰن بن عوف کے صاحبزادے ابو سلمہ کے درمیان گفتگو ہوئی۔ ابنِ عباس ابعد الاجلین کے قائل تھے اور ابو سلمہ وضعِ حمل کو عدت کی انتہا کہتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ میں اس مسئلہ میں اپنے بھتیجے ابو سلمہ کی تائید کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس کے غلام کریب کو حضرت ام المومنین ام سلمہ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ ام المومنین نے بتایا کہ سبیعہ اسلمیہ کا خاوند فوت ہوا، وہ حاملہ تھیں، چند روز کے بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ سبیعہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عدت کے بارے میں پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تو حلال ہوگئی، جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہی حدیث سبیعہ اسلمیہ کی زبانی روایت کی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں سعد بن خولہ کی بیوی تھی، حجۃ الوداع کے موقع پر انہوں نے وفات پائی۔ میں اس وقت حاملہ تھی، ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا، مجھے ایک آدمی نے بتایا کہ تمہیں چار ماہ دس دن عدت پوری کرنی ہوگی تب تم نکاح کرسکتی ہو، میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور اپنا ماجرا بیان کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم آزاد ہو، اگر کسی سے نکاح کرنا چاہو تو کرسکتی ہو۔

صحابہ کرام کی کثیر تعداد کا یہی مسلک ہے، ائمہ اربعہ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے۔

مسئلہ: اگر پیٹ میں ایک سے زیادہ بچے ہوں تو عدت آخری بچے کی پیدائش کے وقت ختم ہوگی۔

مسئلہ: اگر حمل ساقط ہو جائے اور یہ یقین ہو کہ جو چیز نکلی ہے وہ حمل ہی ہے تو اس وقت بھی عدت ختم ہو جائے گی۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۲۸۲-۲۸۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

الطلاق: ۴ کی تفسیر از مصنف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے، اور وہ

Marfat.com

عورتیں جن کو حیض ابھی نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدت ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کاموں کو آسان کردے گا۔ (الطلاق: ۴)

جن بوڑھی عورتوں کو حیض نہیں آتا، ان کی عدت میں شک ہونے کے محامل

جن عورتوں کو حیض آتا ہے ان کی عدت اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان فرما چکا ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۔ طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

(البقرہ: ۲۲۸)

اور اس آیت میں بتایا ہے کہ جن عورتوں کو نابالغہ ہونے کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا، ان کی عدت تین ماہ ہے، پھر اس آیت میں جو فرمایا ہے: اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو، اس کے تین محمل ہیں:

(۱) مجاہد نے کہا: اگر تم کو معلوم نہ ہو جو عورت، حیض سے رک گئی ہے یا جس کا حیض شروع نہیں ہوا تو اس کی عدت تین ماہ ہے، زہری نے کہا: جو عورت بوڑھی ہے اور اس کو حیض میں شک ہے تو وہ تین ماہ عدت گزارے گی۔ اگر جوان عورت کو حیض نہ آئے تو دیکھا جائے گا وہ حاملہ ہے یا غیر حاملہ۔ اگر متعین ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے، نہیں تو انتظار کیا جائے حتیٰ کہ حمل کا معاملہ صاف ہو جائے اور انتظار کی مدت ایک سال ہے۔

ابن زید نے کہا: اگر عورت یا مرد کو حیض کے آنے میں شک ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر حمل کا انتظار ہو تو اس کی عدت نو ماہ ہے۔

(۲) ابن ابی کعب نے کہا: یا رسول اللہ! قرآن مجید میں بوڑھی عورت، نابالغہ اور حاملہ کی عدت بیان نہیں کی گئی تو یہ آیت نازل ہوگئی۔

(۳) عکرمہ نے کہا: اگر عورت کو مہینہ میں بار بار خون آتا ہے اور کئی مہینہ خون آتا رہتا ہے اور اس کو شک ہے اور یہ متعین نہیں ہوتا کہ یہ حیض کا خون ہے یا استحاضہ کا، یعنی یہ خون رحم سے آیا ہے یا بیماری کی وجہ سے کسی رگ سے آیا ہے تو پھر اس کی عدت تین ماہ ہے۔

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اسی آخری قول کو ترجیح دی ہے۔

(جامع البیان جز ۲۸ ص ۱۷۹-۱۸۰، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نیز فرمایا: اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے فرمایا: اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔

بیوہ حاملہ کی عدت میں اختلاف صحابہ

اس میں اختلاف ہے کہ جس حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے یا اس کی عدت وضع حمل ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مختار یہ ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے، وہ کہتے تھے: جو چاہے میں اس سے اس مسئلہ پر مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں کہ الطلاق: ۴ میں فرمایا: حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، البقرہ: ۲۳۴ کے بعد نازل ہوئی ہے جس میں فرمایا ہے کہ بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور وہ قسم کھا کر فرماتے: النساء القصریٰ (الطلاق) النساء الطولیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے کہ اس کی عدت زیادہ لمبی مدت ہے، یعنی اگر وضع حمل کی مدت

Marfat.com

چار ماہ سے زیادہ ہوتو وہ اس کی عدت ہے اور اگر چار ماہ دس دن کی مدت وضع حمل کے عرصہ سے زیادہ ہوتو وہ اس کی عدت ہے۔
(جامع البیان جز ۲۸ ص ۱۸۴، ۱۸۳، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ہم سورۃ الطلاق کے تعارف میں اس اختلاف کو تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

نابالغہ، بوڑھی اور حاملہ عورتوں کی عدت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جس عورت کو کم عمر ہونے کی وجہ سے حیض نہیں آتا بایں طور کہ اس کی عمر نو سال سے کم ہو، اس کی عدت تین ماہ ہے یا جو عورت بوڑھی ہو اور سن ایاس کو پہنچ چکی ہو، اس کی عدت بھی تین ماہ ہے، یا جو عورت بالغہ ہو چکی ہو اور بار بار حیض آنے کے بعد اس کا طہر دائم ہو اور بوڑھی ہونے تک اس کو دوبارہ حیض نہ آیا ہو اس کی عدت بھی تین ماہ ہے اور مہینوں کا اعتبار چاند کی تاریخوں کے حساب سے ہوگا۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۴۶-۱۴۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اور عدت وفات چاند کی تاریخوں کے اعتبار سے چار ماہ دس دن ہے اور حاملہ عورت کی عدت مطلقاً وضع حمل ہے، خواہ وہ عدتِ طلاق گزار رہی ہو یا عدتِ وفات۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۵۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

رہی عدتِ حمل تو اس کی مقدار اتنی ہی ہے جتنی مدت وضع حمل میں رہ گئی ہے، خواہ کم ہو یا زیادہ حتیٰ کہ عدت واجب کے ایک دن یا ایک گھنٹہ بعد بھی ولادت ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ - اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔
(الطلاق: ۴)

اور کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ اگر میت تختِ غسل پر ہو اور اس کی بیوی کے ہاں ولادت ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی، پھر لکھتے ہیں: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ - اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔
(الطلاق: ۴)

تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آیت مطلقہ کی عدت کے بارے میں ہے یا بیوہ کی عدت کے بارے میں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں کے بارے میں ہے، اور سبیعہ بنت الحارث نے روایت کیا ہے کہ ان کے شوہر کی موت کے بیس اور کچھ دنوں کے بعد ان کو نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۰۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۸۵، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۹۴)

نیز عدت سے مقصود یہ ہے کہ براءت رحم واضح ہو جائے اور تین حیض گزر جانے سے بھی براءت رحم واضح ہو جاتی ہے اور وضع حمل سے اس سے بھی زیادہ براءت رحم واضح ہو جاتی ہے، پس وضع حمل سے عدت کا پورا ہونا مہینوں کی بہ نسبت زیادہ واضح ہے اور قرآن مجید کی اس آیت میں عموم ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۴ ص ۴۳۰-۴۳۲، ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)
(تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۸۱-۷۹، فرید بک اسٹال لاہور)

اس کا بیان کہ نابالغہ عورتوں اور بہت بوڑھی عورتوں کی عدت تین ماہ ہے

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء الحنفی المتوفی ۲۰۷ ھ نے اپنی کتاب معانی القرآن میں لکھا ہے:

محدثین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ متوفی ۱۸ ھ نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، پس عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے اس عورت کی عدت کو جان لیا جس کو حیض آتا ہے، سو جو بہت بوڑھی عورت ہو، جو حیض کے آنے سے مایوس ہو چکی ہو، اس کی عدت کتنی ہوگی، تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَ الّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۔ (الطلاق: ۴) اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔

پھر ایک مرد کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا: پھر اس عورت کی عدت کا کیا حکم ہے جس کو حیض اس کی کم عمر ہونے اور نابالغ ہونے کی وجہ سے نہ آتا ہو؟ تو آپ نے فرمایا: جن عورتوں کو حیض نہ آتا ہو، وہ بوڑھی عورتوں کے حکم میں ہیں، جو اپنی عدت سے مایوس ہو چکی ہیں۔ ان کی عدت بھی تین ماہ ہے، پھر ایک اور مرد کھڑا ہوا، اور جو حاملہ عورتیں ہیں، یارسول اللہ! ان کی عدت کتنی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جو حاملہ عورتیں ہیں ان کی عدت ان کا وضع حمل ہے یعنی جب ان کے ہاں بچہ ہو جائے گا تو ان کی عدت پوری ہو جائے گی:

وَ الّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ○ (الطلاق: ۴) اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدت ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے کام میں آسانی کر دے گا ○

پس جب حاملہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی اور اس کا کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز ہوگا، خواہ اس کے شوہر کی میت ابھی غسل کے تخت پر ہو اور اس کی تدفین نہ کی گئی ہو، اور امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ ھ سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی متوفی ۴۶۸ ھ، نے حضرت ابوعثمان عمرو بن صالح سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ جب سورۃ البقرہ میں عورتوں کی عدت کا حکم نازل ہوا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۲ ھ نے کہا: یارسول اللہ! اہل مدینہ کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کی عدت کا حکم باقی ہے، جس کا ذکر اس سورت کی آیت میں نہیں ہے، آپ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: کم عمر عورتیں اور بوڑھی عورتوں اور حاملہ عورتوں کی عدت کا تو بیان ہے، تو پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور تفسیر مقاتل میں مذکور ہے کہ خلاد انصاری نے کہا: یارسول اللہ! جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت کتنی ہے، تو پھر یہ آیت نازل ہوگئی یعنی الطلاق: ۴۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

اس باب کی حدیث میں امام بخاری کی تعلیق

قَالَ مُجَاهِدٌ اِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا یَحِضْنَ اَوْ لَا یَحِضْنَ وَاللَّائِیْ قَعَدْنَ عَنِ الْمَحِیْضِ وَاللَّائِیْ لَمْ یَحِضْنَ

مجاہد نے کہا: اگر تم کو یہ علم نہ ہو کہ ان عورتوں کو حیض آتا ہے یا حیض نہیں آتا اور وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو کر بیٹھ گئی ہیں اور وہ عورتیں جن

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ (تفسیر ابن جریر ج ۱۲ ص ۱۳۲) کو ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابوالحجاج مجاہد بن جبر القرشی المخزومی المتوفی ۱۰۴ھ نے اپنی تفسیر میں کہا:

الطلاق: ۴ میں مذکور ہے: ''اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدت ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے کام میں آسانی کر دے گا''۔

امام عبد بن حمید نے از شبابہ از غرقہ از ابن ابی نجیح اس تعلیق کی روایت سند موصول کے ساتھ کی ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جو عورت حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہو، اس کی عدت تین ماہ ہے اور رہی حاملہ عورتیں تو ان کے متعلق اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے اور جس کے اوپر عمل متواتر ہے وہ یہ ہے کہ جب حاملہ عورت کا وضع حمل ہو جائے اور اس کے ہاں بچہ ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو گئی اور اس مسئلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ کا اختلاف ہے، ان دونوں صحابہ نے یہ کہا کہ اس عورت کی عدت آخر الاجلین ہے یعنی عدت وفات چار ماہ دس دن اور وضع حمل کی مدت، ان میں سے جس کی مدت زیادہ ہو وہ اس حاملہ عورت کی عدت ہے، اگر چار ماہ دس دن کی مدت زیادہ ہے تو پھر وہ عدت ہے اور اگر وضع حمل کی مدت چار ماہ دس دن سے زیادہ ہے تو پھر وہ اس کی عدت ہے۔ سحنون مالکی سے بھی اس طرح روایت ہے، اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس موقف سے رجوع کر لیا تھا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اصحاب عطاء بن ابی رباح، اور عکرمہ اور جابر بن زید رحمہم اللہ، ان سب نے جمہور فقہاء کے قول کی مثل کہا اور حماد بن ابی سلیمان استاذ امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ متوفی ۱۲۰ھ نے کہا کہ وہ حاملہ عورت اس وقت تک اپنی عدت سے نہیں نکلے گی حتیٰ کہ اس کا نفاس مکمل ہو جائے اور وہ نفاس کے بعد غسل کر لے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ کی شرح

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

اب جس عورت کو حیض آتا ہو لیکن بند ہو گیا ہو اس کی عدت میں اختلاف ہے، اکثر فقہاء کا یہ قول ہے کہ وہ حیض کی منتظر رہے یہاں تک کہ اس عمر کو پہنچے جس میں حیض موقوف ہو جاتا ہے اور اس وقت نو مہینے عدت کرے لیکن یہ قول باعث جرح اور آسان امام مالک اور اوزاعی کا قول ہے کہ ایسی عورت نو مہینے تک انتظار کرے یعنی اگر حیض آئے تو فبہا ورنہ تین مہینے عدت کر کے دوسرا نکاح کرے، اور بعضوں نے کہا ان ارتبتم کا معنی یہ ہے کہ باسٹھ سال کی عمر میں خون آئے اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ خون حیض کا ہے یا استحاضہ کا تو ایسی عورت کی عدت تین مہینے ہو گی۔ (تیسیر الباری ج ۵ ص ۲۴۲، نعمانی کتب خانہ، جون ۱۹۹۰ء)

عدت کے متعلق احکام از علامہ رضوی

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

کتاب العدة: عدت کا لغوی معنی شمار کرنا ہے اور شریعت میں عورت کا ایک مدت تک انتظار کرنا ہے جو اس پر نکاح زائل ہونے کے بعد لازم ہے۔

باب: تمہاری عورتیں جو حیض سے ناامید ہو جائیں اگر تم اس کے وجود میں تردد کرو

اس کی تفسیر میں مجاہد نے کہا: اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ انہیں حیض آتا ہے یا نہیں آتا اور وہ عورتیں جو حیض سے بیٹھ گئی ہیں (بوڑھی ہو گئی ہیں) اور وہ عورتیں جنہیں حیض نہیں آیا (وہ کمسن ہیں) ان کی عدت تین ماہ ہے۔

تشریح: آزاد عورت کو اگر طلاق ہو جائے یا طلاق کے بغیر نکاح فسخ ہو جائے جیسے خیارِ بلوغ میں ہے اگر حیض آتا ہے اور دخول کے بعد طلاق ہوئی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ اگر وہ کم سن یا بوڑھی ہے تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ اگر اس کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، اگرچہ وہ کتابیہ مسلم کی بیوی ہو کم سن ہو یا بوڑھی ہو، اس سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اگر لونڈی ہو تو اس کی عدت طلاق دو حیض ہیں۔ اگر کم سن یا بوڑھی ہونے کے سبب اسے حیض نہ آتا ہو یا اس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت جماع کے بعد طلاق کی صورت میں ڈیڑھ ماہ اور وفاتِ شوہر کی تقدیر پر دو ماہ پانچ دن ہے۔ اس میں قنہ، ام ولد، مدبرہ، مکاتبہ اور معتقة البعض سب مساوی ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہی ہے، اگر وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے اس میں آزاد اور لونڈی دونوں برابر ہیں۔

فراء نے کتاب معانی القرآن میں ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ (جن عورتوں کو حیض آتا ہے) ان کی عدت تو ہمیں معلوم ہو گئی ہے جو عورتیں بوڑھی ہو گئی ہوں اور حیض سے ناامید ہو چکی ہوں ان کی عدت کیا ہے، تو یہ آیت کریمہ فعدتھن ثلاثة اشهر، نازل ہوئی کہ ان کی عدت تین ماہ ہے، پھر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ کم سن سے حیض نہ آتا ہو اس کی عدت کیا ہے؟ فرمایا: ان کی عدت وہی ہے جو بوڑھی عورتیں حیض سے ناامید ہو چکی ہوں یعنی تین ماہ، پھر ایک شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم حاملہ عورتوں کی عدت کیا ہے؟ فرمایا: ''واولات الاحمال ان یضعن حملھن'' یعنی ان کی عدت وضع حمل ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اگرچہ اسے غسل دیا جارہا ہو اور ابھی دفن نہ کیا گیا ہو اور اس کی بیوی حاملہ وضع حمل کر دے تو اس کی عدت ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عدت الوفات ابعد الاجلین ہے، عبداللہ بن مسعود نے کہا: جو چاہے میں اس سے مباہلہ کے لئے تیار ہوں کہ سورۂ طلاق قصریٰ جس میں عدت الوفات وضع حمل ہے، سورۂ طلاق کبریٰ (نساء) جس میں عدت الوفات چار ماہ دس دن ہے کے بعد نازل ہوئی یعنی سورۂ نساء میں چار ماہ دس دن ان عورتوں کی عدت ہے جو حاملہ نہ ہوں اور جو حاملہ ہوں ان کی عدت وضع حمل ہے جیسے سورۂ طلاق میں ہے۔ واللہ اعلم

(تفہیم البخاری حصہ ہشتم ص ۷۳، ۷۴، ۷۳، جدہ پرنٹرز بار اول)

نابالغہ اور آیسہ کی عدت کے متعلق شرعی احکام

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی تعلیق میں جو ابوالحجاج مجاہد بن جبر القرشی المخذ ومی کا اثر ہے، اس کی الفریابی نے سند موصول کے ساتھ روایت کی

Marfat.com

ہے اور سورۃ الطلاق کی تفسیر میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

اور امام عبدالرحمٰن محمد بن ادریس بن حاتم رازی شافعی متوفی ۳۲۷ھ نے اپنی سند کے ساتھ از یونس از الزہری کہا ہے: اللہ ہی کو معلوم ہے کہ اس آیت میں ارتیاب کا کیا معنی ہے اور جس عورت کو اپنے بیٹھنے کے متعلق شک تھا اور اپنے بچے کے متعلق شک تھا اور اپنے حیض کے متعلق شک تھا، آیا اس کو حیض آیا ہے یا نہیں، اور اس کو شک تھا کہ اس کا حیض ابھی تک منقطع ہوا ہے یا ابھی اس کا حیض جاری ہے اور جس عورت کے کم سن ہونے کی وجہ سے اس کو یہ شک تھا کہ آیا وہ حیض آنے کی عمر کو پہنچ گئی ہے یا نہیں؟ اور جس کو یہ شک تھا کہ آیا وہ حاملہ ہوگئی ہے یا نہیں، پس جس کو ان تمام صورتوں میں شک ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے، اور یہ وہ ہے جس پر ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ نے جزم اور وثوق کیا ہے، اور اس میں اختلاف ہے کہ جس کا حیض منقطع ہو گیا جب کہ پہلے اس کا حیض جاری تھا تو اکثر شہروں کے فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ وہ حیض کا انتظار کرے یہاں تک کہ وہ اس عمر کو پہنچ جائے جس عمر میں حیض نہیں آتا، پھر وہ اس وقت نو ماہ عدت گزارے گی۔

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور الاوزاعی سے روایت ہے کہ وہ نو مہینے انتظار کرے گی، پس اگر اس کو حیض آ گیا تو فبہا ورنہ وہ تین ماہ عدت گزارے گی اور امام اوزاعی سے روایت ہے کہ اگر وہ نوجوان عورت ہے تو اس کے لیے بھی یہی سنت ہے، اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور جمہور کی حجت ظاہر قرآن ہے، کیونکہ ظاہر قرآن میں آیسہ یعنی وہ عورت جو حیض سے نا امید ہو چکی ہے اور جو عورت نابالغہ ہو ان کے متعلق قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ وہ تین ماہ عدت گزارے گی لیکن امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا ایک قول یہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ کا بھی یہی قول ہے اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم کو اس حکم کے متعلق شک ہو نہ کہ اس عورت کے حیض سے نا امید ہونے کے متعلق شک ہو۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۰۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۲۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

کتاب العدۃ

جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، اس کی عدت کا بیان

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (البقرۃ: ۲۳۴)

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں، اور جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں، تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے ۝

اور یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الفریعہ بنت مالک بن سنان کے متعلق فرمایا اور ان کے خاوند فوت ہو چکے تھے، آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھر میں ٹھہری رہو، حتیٰ کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ جائے۔

Marfat.com

اور تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ آزاد مسلمان عورت جو کہ اپنے خاوند کی وفات سے حاملہ نہ ہو، اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے خواہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا ہو، خواہ صغیرہ ہو یا بالغہ خواہ بالغہ ہو چکی ہو۔ (الاجماع لابن المنذر: ۴۴۱، الاقناع: ۲۳۹۰)

۹۷۷۷: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن انس نے خبر دی (الموطا ج ۲ ص ۴۶۱-۴۶۲، مسند الشافعی: ۲۴۲، ۲۴۱) اور سعید بن عبد الرحمن اور یحییٰ بن عبد اللہ بن سالم اور ابن لہیعہ وغیرہ نے بیان کیا کہ سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم نے ان کو حدیث بیان کی از ان کی پھوپھی حضرت زینب بنت کعب بن عجرہ، کہ الفریعہ بنت مالک بن سنان نے کہا اور یہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ متوفی ۷۴ھ، کی بہن ہیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پوچھنے کے لیے آئیں کہ وہ اپنے گھر والوں کے پاس بنو خدرہ میں چلی جائیں اور ان کے خاوند اپنے ان بھاگے ہوئے غلاموں کی تلاش میں گئے ہوئے تھے حتیٰ کہ جب وہ طرف القدوم پر پہنچے تو انہوں نے ان غلاموں کو پالیا اور ان غلاموں نے ان کے شوہر کو قتل کر دیا۔ (صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۱۲۹ رقم الحدیث: ۴۲۹۲، طرف القدوم یہ حجاز کی ایک جگہ ہے اور یہ وہی جگہ ہے جس کے متعلق بعض احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طرف القدوم کے اندر ختنہ ہوا تھا)، تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ اجازت دیں کہ وہ اپنے گھر والوں یعنی بنو خدرہ کی طرف لوٹ جائیں، ان کے خاوند نے ان کے لیے کوئی گھر نہیں چھوڑا جس کے وہ مالک ہوں، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤں، آپ نے فرمایا: ہاں، پس وہ وہاں سے نکل کر ایک حجرہ میں گئیں یا مسجد میں گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا یا بلانے کا حکم دیا: پھر آپ نے فرمایا: میں نے تم سے کیا کہا تھا تو میں نے آپ کے سامنے وہ قصہ دہرایا جو میرے شوہر کے متعلق تھا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں ٹھہرو حتیٰ کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ جائے حتیٰ کہ تمہاری عدت پوری ہو جائے، حضرت الفریعہ نے کہا: سو میں نے چار ماہ دس دن عدت گزاری، پھر جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے مجھے بلوایا اور مجھ سے سوال کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی اتباع کی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۲۹۴، سنن ترمذی: ۱۲۰۴، سنن نسائی: ۳۵۲۲، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳۱، مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۰)، یہ تمام روایات از سعد بن اسحاق مروی ہیں اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت الفریعہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ اسی جگہ عدت گزارے گی جہاں پر وہ سکونت رکھتی تھی حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے خواہ وہ مسکن کسی غیر کی ملکیت ہو، اور اس حدیث میں یہ اجازت ہے کہ مسکن کی اضافت مساکین کی طرف کی جائے اگرچہ وہ اس کا مالک نہ ہو، اور یہ حدیث اس کے خلاف حجت ہے جس کا یہ زعم ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا وہ جہاں چاہے عدت گزارے اور اس میں دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ حکم بیان کیا ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے اوپر اس حکم کو بیان کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کے اوپر یہ واجب کیا ہے کہ وہ چار ماہ دس دن عدت گزارے گی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ حکم واجب کیا ہے کہ جس مقام

Marfat.com

میں وہ رہتی تھی وہیں پر عدت گزارے گی اور اس کے اوپر سوگ کرنے کو لازم کیا ہے۔ اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں زانی کے اوپر حد نازل کی ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس کو شہر بدر کرنے کا حکم نازل کیا ہے۔
(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج۹ ص ۵۰۳-۵۰۵، دار الفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ کس جگہ عدت گزارے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے الفریعہ بنت مالک سے فرمایا: کہ تم اپنے گھر میں سکونت رکھو حتیٰ کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ جائے اور ہم بھی اسی کے مطابق کہتے ہیں، اور اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔
فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ اپنے گھر میں ٹھہرے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے، کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ نے جن عورتوں کے خاوند فوت ہو گئے تھے ان کو ذوالحلیفہ سے لوٹایا جب کہ وہ حج کرنے کے لیے یا عمرہ کرنے کے لیے گئی ہوئی تھیں۔
(موطا امام مالک ج ۲ ص ۵۹۱، مصنف عبد الرزاق: ۱۲۰۷۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۴ ص ۱۳۰، سنن سعید بن منصور: ۱۳۴۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۳۵)
اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ سے روایت ہے کہ ان کی صاحبزادی کے خاوند فوت ہو گئے تو انہوں نے حکم دیا کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں لوٹ جائیں اور وہاں پر عدت گزاریں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۲۰۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)
اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ نے حکم دیا کہ جن عورتوں کے شوہر فوت ہو گئے ہیں جب رات کا وقت ہو تو ہر عورت اپنے گھر میں لوٹ آئے۔
(مصنف عبد الرزاق: ۱۲۰۶۸، ۱۲۰۶۹، سنن سعید بن منصور: ۱۳۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۳۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۳۶)
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ یہ فرماتے تھے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ اپنے خاوند کے گھر سے نہ نکلے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔ (موطا امام مالک ج ۲ ص ۵۹۲، مصنف عبد الرزاق: ۱۲۰۶۳)
حضرت ام سلمہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے متعلق فرمایا جس کا خاوند فوت ہو گیا تھا کہ تم رات کے دو حصوں میں سے کوئی ایک حصہ اپنے گھر میں گزارو۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۲۰۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۳۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۳۶)
اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ یہ کہتے تھے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ اپنے رشتہ داروں کی زیارت کرے اور پھر اپنے گھر میں لوٹ آئے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۴۲)
اور یہ اللیث بن سعد اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری المتوفی ۱۶۱ھ کا قول ہے اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا مذہب ہے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۳۲۸، بحث مقام المتوفی عنہا زوجہا والمطلقۃ فی بیتھا)
اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا ہے کہ وہ عورت رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں گزارے گی۔ (مسائل احمد: ۱۱۵۵)
اور امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت المتوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے کہ وہ عورت نہ رات کو گھر سے باہر نکلے گی اور نہ دن کو گھر سے باہر نکلے

Marfat.com

گی یعنی جس عورت کو طلاق دی گئی ہو اور وہ عدت گزار رہی ہو یا جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اور وہ عدت گزار رہی ہو تو وہ دن میں باہر نکل سکتی ہے لیکن رات بہر حال اپنے گھر میں گزارے گی۔ (المبسوط للسرخسی ج ۶ ص ۳۷ بحث باب العدة وخروج المراة من بیتها)

اور امام محمد بن حسن الشیبانی المتوفی ۱۸۹ھ نے کہا ہے: جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں یا ایک طلاقِ بائن دی گئی ہو یا ایک رجعی طلاق دی گئی ہو، اس عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ رات یا دن میں اپنے گھر سے باہر نکلے حتیٰ کہ اس کی عدت مکمل ہو جائے اور انہوں نے کہا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اور وہ عدت وفات گزار رہی ہو اور مطلقہ عورت یہ دونوں عدت کے دوران گھر سے باہر نہیں نکلیں گی۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ جہاں چاہے عدت گزارے، یہ قول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت جابر بن عبد اللہ متوفی ۷۸ھ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ سے منقول ہے۔

اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور جابر بن زید اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کا بھی یہی قول ہے۔

۷۷۸۰: ہم کو الربیع بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم کو امام شافعی نے خبر دی (کتاب الام ج ۵ ص ۲۳۵) انہوں نے کہا: ہمیں عبد المجید نے خبر دی، از ابن جریج، انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزبیر نے خبر دی، از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما متوفی ۷۸ھ، انہوں نے کہا: میری خالہ کو طلاق دی گئی تو انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے باغات کی کھجوروں کو کاٹنے کے لیے نکلیں تو ان کو ایک مرد نے گھر سے باہر نکلنے کے لیے منع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے باغ کی کھجوروں کو کاٹو، شاید کہ تم ان کھجوروں کا صدقہ کرو گی اور نیک کام کرو گی۔ (صحیح مسلم: ۱۴۸۳ از طریق ابن جریج)

امام محمد بن ادریس الشافعی نے کہا ہے کہ انصار کے کھجوروں کے باغات ان کے گھروں کے قریب تھے اور درختوں سے کھجوروں کا اتارنا دن کے اوقات میں ہوتا تھا۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۲۳۹-۲۴۰، بحث سکنی المطلقات ونفقتهن)

علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

انصار کی کھجوروں کے باغات جیسا کہ امام شافعی نے ذکر کیا ہے ان کے گھروں کے قریب ہیں اور اس حدیث میں یہ اجازت نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رات کے وقت اپنے گھر سے باہر نکلنے کا حکم دیا ہو، اور نہ اس میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے گھر سے باہر رات گزاری اور جو عورت عدت گزار رہی ہو اس کے لیے اپنی ضروریات کو حاصل کرنے کے لیے دن کے وقت میں گھر سے باہر نکلنا جائز ہے جب کہ رات کو وہ اپنے گھر لوٹ آئے۔

اور امام ابو عبید الہروی المتوفی ۲۲۷ھ یہ کہتے تھے کہ بعض احادیث میں رات کے وقت کھیتوں کی فصل کاٹنے سے ممانعت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ شاید تم اپنے باغ کے پھلوں کو صدقہ کرو گی اور نیکی کرو گی۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ دن کے وقت میں عدت گزارنے والی عورت کا اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ اور جب کہ مساکین باغوں سے پھل اتارنے کے لیے دن کے وقت میں حاضر ہوتے تھے اور وہ یہ کام رات کے اوقات میں نہیں کرتے تھے۔ (الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۵۰۵-۵۰۸، دار الفلاح ریاض، ۱۴۳۰ھ)

Marfat.com

عدت گزارنے والی عورت کا حج یا عمرہ کے لیے گھر سے باہر نکلنا

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ کوئی عدت گزارنے والی عورت حج یا عمرہ کے لیے گھر سے باہر نکلے۔

سو فقہاء کی ایک جماعت نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور اس سے منع کیا ہے، پس جن فقہاء نے ان عورتوں کو جو حج کے لیے جانے والی ہوں یا عمرہ کے لیے جانے والی ہوں اور ان کے خاوند فوت ہو چکے ہوں تو جنہوں نے ان کو گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا وہ حضرت عمر بن الخطاب متوفی ۲۴ھ ہیں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ ہیں اور القاسم بن محمد اور سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ کا بھی یہی قول ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۱۰ ص ۲۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا جب تک اس نے احرام نہیں باندھا اس کو واپس بلایا جائے گا۔

(المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۴۲، بحث باب فی خروج المطلقۃ فی النھار والمتوفی عنھا زوجھا وسفرھا)

اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا: جب تک اس کی عدت پوری نہ ہو جائے وہ حج نہ کرے۔

(کتاب الام ج ۵ ص ۳۳۰، بحث باب مقام المتوفی عنھا والمطلقۃ فی بیتھا)

فقہاء احناف نے کہا ہے: جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں، یا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو اس کو حج کرنے کے لیے روانہ نہیں ہونا چاہیے اور وہ ذی محرم کے ساتھ سفر نہ کرے اور نہ غیر ذی محرم کے ساتھ سفر کرے۔

(المبسوط للسرخسی ج ۶ ص ۴۱، بحث باب العدۃ وخروج المراۃ من بیتھا)

اور امام ابو عبید الہروی نے اس قول کی سفیان بن سعید بن مسروق الثوری المتوفی ۱۶۱ھ سے روایت کی ہے اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ سے روایت کی اور فقہاء احناف سے روایت کی ہے۔

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ھ فرماتے ہیں: ہمارا بھی اسی طرح قول ہے

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے: اس عورت کے لیے عدت کے دوران حج کے لیے روانہ ہونا جائز ہے۔

یہ قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے کہا ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اور جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، یہ دونوں جب تک چاہیں عدت گزاریں اور عدت کے دوران حج کے لیے روانہ ہوں اگر وہ دونوں چاہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر کی امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ نے روایت کی ہے۔

(المصنف: ۱۲۰۵۴، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۳۶)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کی امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ نے روایت کی ہے)۔ (المصنف: ۱۲۰۵۲،۱۲۰۵۱)

اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور طاؤس بن کیسان الیمانی متوفی ۱۰۶ھ نے کہا ہے: جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ حج کے لیے بھی روانہ ہو اور عمرہ کے لیے بھی روانہ ہو۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۲۰۶۰) اور الحسن البصری متوفی ۱۱۰ھ نے کہا ہے کہ وہ عدت کے دوران حج کے لیے روانہ ہو، اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا ہے: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت طلاق کی

Marfat.com

عدت میں حج کے لیے روانہ ہو۔ (مسائل احمد واسحاق: ۱۱۴۱) اسی طرح اسحاق بن ابراہیم بن مخلد ابن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ نے کہا ہے کہ جب اس کو تین طلاقیں دی گئی ہوں تو وہ حج کے لیے روانہ ہو سکتی ہے۔

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں: کہ ہم پہلے قول کے مطابق کہتے ہیں اور اسی قول کو اختیار کرتے ہیں۔ (الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۵۰۸ دار الفلاح ریاض، ۱۴۳۰ھ)

جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، اس کے پاس اس کے فوت ہونے کی خبر اس وقت آئے جب وہ اپنے خاوند کے گھر میں نہ ہو

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ جس عورت کے پاس اس کے خاوند کی وفات کی خبر آئی اور وہ اس گھر میں سکونت پذیر نہ ہو جس گھر میں وہ رہتی تھی۔

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ وہ اپنے مسکن کی طرف واپس آجائے اور وہیں پر ٹھہرے جب تک کہ وہ کسی ایسے گھر میں آکر نہ ٹھہرے جہاں پر وہ رہائش کا ارادہ رکھتی ہو۔

(المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۴۴، بحث فی رجوع المطلقۃ والمتوفی عنھن ازواجھن الی بیوتھن یعتددن فیھا)

اور ربیعہ یہ کہتے تھے کہ وہ اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے سوائے اس صورت کے کہ جس گھر میں اس کا خاوند فوت ہوا ہے، وہ گھر اس جگہ سے بہت دور ہو اور درمیان میں کافی فاصلہ ہو۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۴۵)

اور حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفۃ المسلمین المتوفی ۱۰۱ھ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو حکم دیا جس کا خاوند شام میں فوت ہو گیا تھا کہ وہ مصر کی طرف سفر کرے، اس سے پہلے کہ اس کی عدت پوری ہو جائے اور وہ اپنی عدت مصر کے گھر میں پوری کرے اور یحییٰ بن سعید انصاری یہ کہتے تھے کہ جو مرد الاسکندریہ میں فوت ہو گیا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی ہے اور وہاں اس کا گھر ہے اور فسطاط میں بھی اس کا گھر ہے، اگر وہ چاہے تو وہاں عدت گزارے جہاں اس کا خاوند فوت ہوا ہے اور اگر وہ چاہے تو اپنے خاوند کے گھر کی طرف واپس آجائے اور فسطاط میں ٹھہرے اور وہیں عدت گزارے حتیٰ کہ واپس آجائے۔

اور سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ سے منقول ہے، انہوں نے کہا: اگر اس عورت کے پاس اس کے خاوند کی وفات کی خبر آئے اور وہ پہاڑ کی چوٹی پر ہو تو وہاں سے نہ نکلے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔

اور سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس عورت کے متعلق سوال کیا گیا جس کا خاوند ایک شہر کی طرف نکلا اور پھر وہیں فوت ہو گیا، آیا وہ اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے یا اپنے گھر والوں کے گھر کی طرف لوٹ آئے؟ تو سالم نے جواب دیا: وہ وہیں عدت گزارے جہاں اس کا خاوند فوت ہوا ہے یا وہ اپنے خاوند کے گھر کی طرف لوٹ آئے۔ (المحلی بالآثار ج ۱۰ ص ۲۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اور فقہاء احناف نے کہا ہے: جب کسی عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دی اور وہ اس وقت اپنے گھر والوں کے گھر میں تھی یا کسی اور گھر میں ملاقات اور زیارت کے لیے گئی ہوئی تھی تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں واپس آجائے حتیٰ کہ وہیں عدت گزارے۔ (المبسوط للسرخسی ج ۶ ص ۳۹، بحث باب العدۃ وخروج المراۃ من بیتھا)

Marfat.com

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

میں امام مالک کے قول کے مطابق کہتا ہوں کہ وہ عورت اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے، سو وہیں عدت گزارے، سوائے اس صورت کے کہ اس گھر کے درمیان مسافتِ بعیدہ ہو یا وہ عورت حج کا احرام باندھ چکی ہو یا عمرہ کا احرام باندھ چکی ہو تو پھر وہ حج یا عمرہ کے لیے روانہ ہو حتیٰ کہ حج اور عمرہ کے مناسک کو ادا کرلے، اور اگر اس کی عدت کا کچھ وقت باقی ہو تو وہیں پر عدت گزارے۔

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۵۰۹-۵۱۱، دار الفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء الحنفی المتوفی ۲۰۷ھ نے معانی القرآن مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ متوفی ۱۸ھ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، پس عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے اس عورت کی عدت کو جان لیا کہ جس کو حیض آتا ہے، پس اس بوڑھی عورت کی عدت کتنی ہے جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہے تو الطلاق: ۴ نازل ہوئی، پھر ایک مرد نے پوچھا: اس نابالغ لڑکی کی عدت کتنی ہوئی تو آپ نے فرمایا: وہ عورتیں جن کو حیض نہیں آیا وہ اس بوڑھی عورت کے حکم میں ہیں جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہیں اور ان دونوں کی عدت تین ماہ ہے، پھر ایک اور مرد کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! اور حاملہ عورتوں کی عدت کتنی ہے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی:

وَّالّٰٓئِیۡ لَمۡ یَحِضۡنَ ؕ وَ اُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ؕ وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ یُسۡرًا ۝ (الطلاق: ۴)

اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدت ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے کام میں آسانی کردے گا O

پس جب اس عورت کا حمل وضع ہو جائے تو وہ اپنے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی خواہ اس کا خاوند مر چکا ہو اور وہ غسل کے لیے تخت پر ہو اور ابھی تک اس کی تدفین نہ کی گئی ہو۔ (معانی القرآن ج ۳ ص ۱۶۳، مطبوعہ بیروت)

اور امام عبد بن حمید نے بھی اپنی تفسیر میں اس اثر کا ذکر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۸ ص ۱۶۲، مطبوعہ بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی متوفی ۴۶۸ھ نے بھی اس حدیث کی ابوعثمان عمرو بن سالم سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب سورۃ البقرہ میں عورتوں کی عدت کے متعلق احکام نازل ہوئے تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۲ھ نے کہا: یارسول اللہ! اہل مدینہ کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کی عدت کے کچھ احکام باقی ہیں جن کا اس سورت میں ذکر نہیں کیا گیا، آپ نے پوچھا: وہ کیا ہیں، تو انہوں نے کہا: نابالغ لڑکیاں، بوڑھی عورتیں اور حاملہ عورتیں، تو الطلاق: ۴ نازل ہو گئی۔

(اسباب النزول ص ۴۵۸)

اور مقاتل نے اپنی تفسیر میں از حضرت خلاد انصاری رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے: یارسول اللہ! ان عورتوں کی عدت کتنی ہو گی جن کو ابھی تک حیض نہیں آیا تو یہ آیت یعنی الطلاق: ۴ نازل ہو گئی۔ (تفسیر عبد بن حمید بحوالہ السیوطی ج ۶ ص ۳۵۸، دار الفکر بیروت)

اور زجاج نے کہا ہے کہ امام مالک کا جو مذہب ہے اور جس پر لغت دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ان ارتبتم کا معنی ہے: اگر

تمہیں کسی عورت کے حیض آنے یا نہ آنے کے متعلق شک ہواور اس کا حیض منقطع ہو چکا ہواور وہ عورت ان عورتوں میں سے ہو جن کی مثل کو حیض آتا ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب اس کو نو ماہ کی مقدار چھوڑ دیا جائے جو حمل کی مدت ہے، پھر حمل کی مدت گزارنے کے بعد وہ تین ماہ عدت گزارے، پس اگر اس کو ان تین مہینوں میں حیض آجائے تو اس کے تین حیض پورے ہو جائیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا حیض متاخر ہو جائے۔ پھر جب بھی وہ ان تین مہینوں کے قریب پہنچے گی اور اس کو حیض آجائے گا تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی اور یہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے بھی منقول ہے۔

اور اہل عراق نے یہ کہا ہے کہ اس عورت کو چھوڑ دیا جائے گا خواہ اس کو تیس مہینوں سے زیادہ گزر جائیں اور اگر اس کے اوپر ستر مہینے گزر گئے حتیٰ کہ وہ اتنی عمر کو پہنچ گئی جتنی عمر میں حیض نہیں آتا۔

(مختصر اختلاف العلماء للامام ابی بکر احمد بن علی الجصاص الرازی المتوفی ۳۷۰ھ، ج ۲ ص ۳۸۲، دار البشائر الاسلامیہ ۱۴۱۷ھ)

انہوں نے کہا: اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس عورت کو اس سے زیادہ مدت کے لیے مبتلا کر دیتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ○ (الطلاق: ۴)	اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدت ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے کام میں آسانی کر دے گا ○

امام مالک متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تمہیں ان کی عدت کے متعلق شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے، لیکن بہت بوڑھی عورت جس کی مثل کو حیض نہیں آتا اور وہ نابالغ لڑکی جس کے متعلق کوئی شک نہیں ہے کہ اس کی مثل کو حیض نہیں آتا تو امام مالک کے نزدیک اس کی طلاق میں کوئی عدت نہیں ہے۔ اور امام مالک اور دوسرے فقہاء کے نزدیک اس پر اجماع ہے کہ جو عورت حیض سے مایوس ہو چکی ہو اور تین ماہ کی مدت گزرنے کے بعد اس کو حیض نہ آئے اور قرآن عظیم میں اس کے متعلق کوئی نص صریح نہیں ہے، تو اس کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ (النوادر والزیادات، ج ۵ ص ۲۴)

رہی وہ نابالغ لڑکی جس کی مثل کے ساتھ وطی نہیں کی جاتی، پس اگر اس کے خاوند نے اس کے ساتھ دخول کیا اور اس کے ساتھ وطی کر لی پس گویا کہ اس نے اس کو زخمی کر دیا اور امام مالک کے نزدیک اس پر عدت نہیں ہے، سوائے اس صورت کے کہ اس کی مثل وطی کی صورت کے اندر سلامت رہتی ہو، اور قرآن مجید میں مذکور ہے کہ وہ عورت جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو اور اس میں کوئی شک نہ ہو تو واجب ہے کہ وہ تین ماہ عدت گزارے۔ اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جو عورت حیض سے مایوس ہو چکی ہو زیادہ بوڑھی ہونے کی وجہ سے اس کی عدت تین ماہ ہے، اور اسی طرح سے وہ نابالغ لڑکی جس کو ابھی حیض آنا شروع نہ ہوا ہو، اس کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ (الموطا امام مالک ص ۳۶۰)

اور علامہ ابن القاسم مالکی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ وہ اس دن سے عدت گزارے گی جس دن اس کا حیض مرتفع ہوا ہو، نہ اس دن سے عدت گزارے گی جس دن اس کو طلاق دی گئی ہو، وہ نو ماہ تک انتظار کرے گی اور اس کو حیض نہ آیا تو پھر وہ تین ماہ مزید عدت گزارے گی اور اگر اس کو اس سے پہلے حیض آ گیا کہ وہ یہ مدت مکمل کرتی تو امام اوزاعی نے کہا کہ جب مرد نے اپنی اس بیوی کو طلاق دی اور وہ جوان تھی اور اس کا حیض مرتفع ہو گیا اور اس نے تین ماہ تک کوئی چیز نہیں دیکھی تو وہ ایک سال عدت گزارے

Marfat.com

گی۔ (مختصر اختلاف العلماء للامام ابی بکر احمد بن علی الجصاص رازی الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ ج ۲ ص ۳۸۲، دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۱۷ھ)
(الاستذکار للعلامہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، ج ۱۸ ص ۹۵-۹۶، موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور اللیث اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے: جس عورت کا حیض مرتفع ہوجائے اور وہ عورت غیر آیسہ ہو یعنی وہ حیض آنے سے مایوس نہ ہوئی ہو تو اس کی عدت ہمیشہ حیض ہے، اور اگر دو حیضوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو حتیٰ کہ وہ عورت اس عمر میں داخل ہوجائے جس عمر میں اس کی مثل کو حیض نہیں آتا، تو اس کی عدت دوبارہ وہ شروع ہوگی جو حیض سے مایوس عورت کی عدت ہوتی ہے یعنی تین ماہ اور یہ مذہب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت زید بن ثابت متوفی ۴۵ھ سے منقول ہے۔ اور امام مالک نے اس مسئلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کے قول سے استدلال کیا ہے اور اسی قول کے مطابق انہوں نے بھی فتویٰ دیا ہے اور اہلِ مدینہ نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء للامام ابی بکر احمد بن علی الجصاص رازی الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ ج ۲ ص ۳۸۲، دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۱۷ھ)
(الاستذکار للعلامہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، ج ۱۸ ص ۹۵، موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

فقہاءِ احناف نے ظاہرِ قرآن پر عمل کیا ہے اور ظاہرِ قرآن میں حیض والی عورتوں کی عدت وہ نہیں ہے جو حیض سے مایوس عورت کی عدت ہے اور جو نابالغہ کی عدت ہے، سو جو عورت ان میں سے نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے، خواہ وہ حیض ایک دوسرے سے کتنے ہی فاصلہ پر کیوں نہ ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح: ج ۲۵ ص ۴۹۷-۵۵۰، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

احکام العدۃ

شیخ ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵۶ھ احکام عدت کے متعلق لکھتے ہیں:

۱۹۸۴۔ مسئلہ: عدت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جس شخص نے نکاح کے بعد ایک مرتبہ یا زیادہ مرتبہ وطی کی اور پھر اس نے طلاق دی۔

(۲) عدتِ وفات، خواہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ وطی کی ہو یا نہ کی ہو۔

(۳) جس عورت کو آزاد کردیا گیا ہو، جب اس نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا ہو اور اپنے خاوند سے علیحدگی کو اختیار کرلیا ہو، سو یہ اسی عورت کے ساتھ خاص ہے نہ کہ فسخ کی باقی صورتوں کے ساتھ، اس کی عدت وہی ہے جو مطلقہ کی عدت ہوتی ہے برابر برابر۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ عدتِ طلاق اور عدتِ وفات قرآن مجید میں مذکور ہے، اور اسی طرح جس عورت کو طلاق دی گئی اور اس عورت کے ساتھ طلاق دینے والے نے اس نکاح میں وطی نہیں کی تو اس کی عدت ساقط ہے۔

رہی وہ عورت جس کو آزاد کیا گیا ہے اور اس نے اپنے نکاح کے فسخ کو اختیار کرلیا، اسی طرح ہم نے اس حدیث کی روایت کی ہے از ابوداؤد، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند ایک سیاہ فام غلام تھے جن کا نام مغیث تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو خیار دیا اور حکم دیا کہ وہ عدت گزاریں۔

شیخ ابومحمد ابن حزم الظاہری اندلسی نے کہا: اگر اس عورت کی عدت اس کے سوا ہو جو قرآن مجید میں مذکور ہے تو اس کو ضرور

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقینی طور پر بیان فرماتے اور ہم نے کہا: یہ عدت طلاق ہے کیونکہ یہ زندہ کی عدت ہے نہ کہ مردہ کی عدت، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر سے علیحدہ ہو کر عدت گزارے اور اس کا شوہر زندہ ہے تو یہ وہ عدت ہے جو زندہ سے مفارقت کی یقینی طور پر عدت ہے۔

رہی فسخ کی وجوہ کی باقی صورتیں، عام ازیں کہ وہ نکاح صحیح سے ہو یا عقدِ فاسد سے ہو ان میں سے کسی کی بھی عدت نہیں ہے، کیونکہ اس عدت کو نہ قرآن نے واجب کیا ہے نہ سنت نے واجب کیا ہے اور قرآن وسنت کے علاوہ اور کوئی چیز حجت نہیں ہے، اور طلاق صرف نکاح صحیح میں ہوتی ہے۔

اسی طرح اس کی بھی عدت وفات نہیں ہے جس کے نکاح کا عقد صحیح نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نہ عدتِ طلاق کو واجب کیا ہے نہ عدتِ وفات کو واجب کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے صرف اسی کی عدت کو واجب کیا ہے جس کا اپنے شوہر سے عقدِ صحیح ہو اور جس کا عقد فاسد ہے وہ اس کا خاوند نہیں ہے، سو نہ اس کی طلاق ہے اور نہ اس کے لیے مفارقت کے بعد عدت طلاق ہے اور نہ اس کے خاوند کی وفات کے بعد اس کے لیے عدتِ وفات ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ (الطلاق:۱) اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

پس اگر وہ یہ کہے کہ ہم ہر فسخ کو المعتقہ پر قیاس کرتے ہیں جو اپنے خاوند سے فراق کو اختیار کرتی ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ پورا قیاس باطل ہے، پھر اگر یہ برحق ہوتا تو یہ عین باطل ہوتا، کیونکہ فسخ نکاح کی تمام صورتوں میں نکاح کو فسخ کرنے والے کے لیے کوئی اختیار نہیں ہوتا سوائے المعتقہ کے، اور اس پر بلا خلاف اجماع ہے، اور جو عدتِ واجبہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کا امر اور اس کا حکم ہے۔ اور ان میں سے کوئی چیز استبراءِ رحم کی وجہ سے نہیں ہے۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے مخالفین مخالفت نہیں کرتے، کہ وہ کم عمر لڑکی جس سے وطی کی گئی ہو جو حاملہ نہیں ہوسکتی، اور وہ بوڑھی عورت جو حاملہ نہیں ہوتی تو ان کی عدت طلاق میں اور وفات میں تین ماہ ہے۔ اور اگر وہ عدتِ طلاق میں کم سن لڑکی سے متعلق ہماری مخالفت کریں تو ہمارے قول کی صحت اور ان کے قول کے بطلان پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ○ (الطلاق:۴)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدت ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے کام میں آسانی کر دے گا○

اسی طرح ان کا اس میں بھی اختلاف نہیں ہے، وہ خصی جس کا اتنا ذکر باقی ہو جس سے وہ دخول کر سکے تو اس کی عورت پر بھی عدت ہے تو یقینی طور پر اس کا بچہ کبھی بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ان کا اس میں بھی اختلاف نہیں ہے کہ جس نے اپنی عورت سے ایک مرتبہ وطی کی، پھر وہ اس سے دس سال تک غائب رہا، پھر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کی بیوی پر کوئی عدت نہیں ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس صورت میں بھی اس کی بیوی حاملہ نہیں ہوگی اور اگر عدت حمل کے خوف کی وجہ سے ہوتی تو

Marfat.com

اس کے لیے ایک حیض کافی تھا۔ (المحلی بالآثار ج ۱۰ ص ۲۶-۲۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۵ھ)

نابالغ لڑکیوں اور بوڑھی عورتوں کی عدت

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ طلاق کی آیت کریمہ ذکر فرمائی ہے جس میں دو قسم کی عورتوں کی عدت بیان کی گئی ہے، ایک وہ عورتیں جو سن یاس کو پہنچ جائیں اور ان کو حیض آنا بند ہو جائے اور دوسری وہ بچیاں جن کو حیض آنا ابھی شروع نہیں ہوا، ان دونوں قسم کی عورتوں کی عدت تین ماہ ہے۔ آیتِ کریمہ میں ''ان ارتبتم'' کی تفسیر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد کا قول نقل کیا ہے ان لم تعلموا یحضن یعنی ''ان ارتبتم'' کے معنی یہ ہیں کہ تم کو معلوم نہ ہو کہ ان عورتوں کو ابھی حیض آئے گا یا نہیں، جن عورتوں کے حیض آنے اور نہ آنے کے متعلق تم کو شک اور ارتیاب ہو ان کی عدت تین ماہ ہے۔

لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ''ارتیاب فی اتیان الحیض وفی عدم اتیان الحیض'' مراد نہیں یعنی حیض آنے نہ آنے میں شک وارتیاب مراد نہیں بلکہ ارتیاب فی الحکم مراد ہے یعنی مذکورہ دونوں قسم کی عورتوں کے حکم میں اگر تم کو شک اور ارتیاب ہے کہ ان کی عدت کا قانون کیا ہونا چاہیے اور ان کے لیے شریعت کا کیا فیصلہ ہے تو ان کی عدت تین ماہ بتادی گئی ہے۔

چنانچہ واحدی نے اس آیت کریمہ کی شان نزول میں روایت نقل کی ہے کہ سورہ بقرہ میں جب عدت کی آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ بعض عورتیں ایسی باقی رہ گئی ہیں کہ ان کی عدت کا حکم نازل نہیں ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کونسی عورتیں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا الصغار والکبار وذوا الحمل، یعنی بچیاں اور سن یاس تک پہنچ جانے والی بوڑھی عورتیں اور حاملہ عورتیں، تو اس پر مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ان عورتوں کی عدت کا حکم بیان کیا گیا ہے (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۳) مجاہد کی تعلیقِ باب کو فریابی نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۹۳)

(کشف الباری عمانی صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق ص ۵۵۱-۵۵۰، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

۳۹۔ باب: وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق: ۴)

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے

یہ باب الطلاق: ۴ کی تفسیر سے متعلق ہے۔

۵۳۱۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ الْأَعْرَجِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَسْلَمَ يُقَالُ لَهَا سُبَيْعَةُ كَانَتْ تَحْتَ زَوْجِهَا تُوُفِّيَ عَنْهَا وَهِيَ حُبْلَى فَخَطَبَهَا أَبُو

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از عبد الرحمٰن بن ہرمز الاعرج، انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ زینب ابنۃ ابی سلمہ نے ان کو خبر دی از ام خود، حضرت ام سلمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ، وہ بیان کرتی ہیں کہ قبیلہ اسلم کی ایک عورت جس کو سبیعہ کہا جاتا تھا، وہ

Marfat.com

السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ فَأَبَتْ أَنْ تَنْكِحَهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا يَصْلُحُ أَنْ تَنْكِحِيهِ حَتّٰى تَعْتَدِّي آخِرَ الْأَجَلَيْنِ فَمَكُثَتْ قَرِيبًا مِنْ عَشْرِ لَيَالٍ ثُمَّ جَائَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ انْكِحِي۔

اپنے خاوند کے نکاح میں تھیں جو فوت ہو گیا تھا اور اس وقت یہ حاملہ تھیں، پس سُبیعہ کو ابو السنابل بن بعکک نے نکاح کا پیغام دیا، سو اس نے انکار کیا کہ وہ اس سے نکاح کرے، تو ابو سنابل نے کہا: اللہ کی قسم! تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس سے نکاح کرو حتیٰ کہ تم دو عدتوں میں سے جس کی مدت زیادہ ہے وہ عدت گزار لو، وہ تقریباً دس راتیں ٹھہری رہیں، اور پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نکاح کر لو۔

امام بخاری نے اس حدیث کی ایک اور سند کے ساتھ روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ، انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ نے خبر دی، انہوں نے بتایا کہ ایک مرد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اس نے کہا: مجھے اس عورت کے متعلق فتویٰ دیں جس کے ہاں اپنے خاوند کی وفات کے چالیس راتوں کے بعد بچہ پیدا ہو گیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کی عدت وہ ہے جس کی مدت دو عدتوں میں سب سے زیادہ ہے، تو میں نے کہا یعنی حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ط اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

(الطلاق: ۴)

حضرت ابو ہریرہ نے کہا: میں اپنے بھتیجے یعنی ابو سلمہ کے ساتھ تھا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام کریب کو حضرت ام سلمہ کی طرف بھیجا اور ان سے اس کے متعلق سوال کیا، تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت سُبیعہ الاسلمیہ کے خاوند شہید ہو گئے اور وہ اس وقت حاملہ تھیں، پھر ان کی شہادت کے چالیس راتوں کے بعد ان کو نکاح کا پیغام دیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا اور ابو سنابل بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۹۰۹، ۵۳۱۸، صحیح مسلم: ۱۴۸۵، سنن ترمذی: ۱۱۹۴، سنن نسائی: ۳۵۱۱، مسند احمد: ۲۶۱۱۸، موطا امام مالک: ۱۲۵۳، سنن داری: ۲۲۷۹)

ابو سنابل کا سُبیعہ کو غلط مسئلہ بتلانا تا کہ وہ کسی اپنی پسند کے جوان آدمی کے رشتہ کو ترک کر کے اس جیسے بوڑھے آدمی کے رشتہ پر راضی ہو جائے

نواب وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کہ ابو سنابل بوڑھا شخص تھا، پھر ابو بشر بن حارث نے جو جوان شخص تھا، اس کو نکاح کا پیغام بھیجا، وہ عورت راضی ہو گئی اور بناؤ سنگھار کرنے لگی، تو ابو سنابل نے کہا کہ تم اس سے نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ دو مدتوں میں سے جو مدت زیادہ لمبی ہے وہ پوری نہ ہو جائے، ابو سنابل نے اس عورت کو یہ غلط مسئلہ بتایا تھا، اس لیے اس کو تھڑکا یا یعنی گمراہ کیا تا کہ وہ عورت بالفعل اپنا نکاح ملتوی کر دے، اس عورت کے عزیز و اقارب اس وقت موجود نہ تھے۔ اس کا خیال تھا کہ جب اس عورت کے عزیز و اقارب آ جائیں گے

Marfat.com

تو وہ اس کو سمجھا کر مجھ سے نکاح کرنے پر راضی کر لیں گے۔ (تیسیر الباری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۴۳ نعمانی کتب خانہ جون ۱۹۹۰ء)

۵۳۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ يَزِيدَ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ إِلَيْهِ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِ الْأَرْقَمِ أَنْ يَسْأَلَ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ كَيْفَ أَفْتَاهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَتْ أَفْتَانِي إِذَا وَضَعْتُ أَنْ أَنْكِحَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی از اللیث از یزید کہ ابن شہاب نے ان کی طرف مکتوب لکھا کہ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ نے ان کو اپنے والد رضی اللہ عنہ سے یہ خبر دی، کہ انہوں نے زید بن ارقم کی طرف مکتوب لکھا اور ان سے سُبیعہ اسلمیہ کے متعلق دریافت کیا کہ نبی ﷺ نے ان کے متعلق کیا فتویٰ دیا تھا، تو سبیعہ اسلمیہ نے بتایا کہ مجھے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب میرے ہاں بچہ ہو جائے تو میں نکاح کر سکتی ہوں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی درج ذیل دوسری روایت کی ہے:

اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے حضرت عمر بن عبد اللہ بن ارقم الزہری کی طرف مکتوب لکھا، اس میں یہ حکم دیا کہ وہ سُبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کی حدیث کے متعلق سوال کریں اور یہ کہ جب انہوں نے نبی ﷺ سے اپنے نکاح کے متعلق سوال کیا تو نبی ﷺ نے ان کو کیا جواب دیا، پھر عمر بن عبد اللہ بن الارقم نے عبد اللہ بن عتبہ کی طرف مکتوب لکھا اور اس میں یہ خبر دی کہ سُبیعہ بنت الحارث نے ان کو خبر دی کہ وہ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان کا تعلق بنو عامر سے تھا اور یہ ان صحابہ میں سے تھے جو غزوہ بدر میں حاضر تھے، پس وہ حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اور اس وقت وہ حاملہ تھیں، پس وہ چند دن ٹھہریں یہاں تک کہ ان کے ہاں ان کی شوہر کی وفات کے بعد بچہ ہو گیا، پھر جب وہ نفاس سے فارغ ہو گئیں تو انہوں نے نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے بناؤ سنگھار کیا، تو ان کے پاس ابو السنابل بن بعکک داخل ہوئے، یہ بنو عبد الدار سے تعلق رکھنے والے ایک مرد تھے، اس نے ان سے کہا: کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے بناؤ سنگھار کیا ہے، کیا تم نکاح کی توقع رکھتی ہو؟ پس بے شک اللہ کی قسم! تم اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتیں حتیٰ کہ تمہارے اوپر چار مہینے دس دن کی مدت نہ گزر جائے۔ سُبیعہ نے کہا: جب ابو السنابل نے مجھ سے کہا تو میں نے اپنے کپڑے اکٹھے کیے حتیٰ کہ میں شام کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور میں نے آپ سے اس معاملہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے یہ جواب دیا کہ جب میرا وضع حمل ہو گیا اور میرے ہاں بچہ ہو گیا تو میری عدت پوری ہو گئی اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں جس کو پسند کروں اس سے نکاح کر لوں۔

(صحیح البخاری: ۳۹۹۱، ۵۳۱۹، صحیح مسلم: ۱۴۸۴، سنن نسائی: ۳۵۱۸، سنن ابوداؤد: ۲۳۰۶، سنن ابن ماجہ: ۲۰۲۸، مسند احمد: ۲۶۸۸۹)

نواب وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ نے کہا ہے کہ آیت مبارکہ:

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ (الطلاق: ۴)

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

Marfat.com

اس آیت کی مخصص ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (البقرہ: ۲۳۴)

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں، اور جب وہ اپنی عدت پوری کرلیں، تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے O

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ ھ سے منقول ہے کہ اس عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے یعنی دو مدتوں میں سے جس کی مدت زیادہ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ کا بھی یہی قول ہے، لیکن باقی تمام صحابہ اس کے خلاف ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس قول سے رجوع بھی منقول ہے، اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ ھ یہ کہتے تھے کہ جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرنے پر حاضر ہوں کہ سورہ طلاق آخر میں اتری ہے اور اس سے یہ آیت ''وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ (البقرہ: ۲۳۴)'' منسوخ ہوگئی ہے۔ (تیسیر الباری ج ۵ ص ۲۴۳ نعمانی کتب خانہ لاہور جون ۱۹۹۰ء)

۵۳۲۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تَنْكِحَ فَأَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ۔

(سنن نسائی: ۳۵۰۶، سنن ابن ماجہ: ۲۰۲۹، مسند احمد: ۱۸۴۳۸، موطا امام مالک: ۱۲۵۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، کہ سبیعہ اسلمیہ کے خاوند کی وفات ہوگئی اور اس کی چند راتوں کے بعد انہوں نے بچے کو جنم دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے اجازت طلب کی کہ وہ کسی اور سے نکاح کرلیں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی اور انہوں نے نکاح کرلیا۔

عدتِ طلاق اور عدتِ وفات کی انواع

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۗ (الطلاق: ۴)

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

پس اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ ہر حاملہ مطلقہ کی عدت جس سے اس کا خاوند رجوع کا مالک ہو یا رجوع کا مالک نہ ہو خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو تو اس کی عدت یہ ہے کہ اس کا وضع حمل ہو جائے، اور اس کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے۔

(الاجماع: ۴۴۵، الموطا امام مالک: ۸۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۱۹، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۳۰)

ان تینوں نے از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر روایت کی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا اس عورت سے متعلق جس کا خاوند فوت ہو گیا

اور وہ حاملہ تھی؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: جب اس کا وضع حمل ہو گیا تو وہ دوسرے شوہر سے نکاح کے لیے حلال ہو گئی، پھر انصار کے ایک مرد نے ان کو خبر دی کہ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ ھ کے پاس تھے، انہوں نے اس کا اسی طرح ذکر کیا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۱۷)

اور اس میں اختلاف ہے کہ جس حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو گیا اس کی عدت کتنی ہو گی، تو اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ اس کی عدت یہ ہے کہ اس کا حمل وضع ہو جائے، خواہ اپنے خاوند کی وفات کے ایک دن بعد اس کا وضع حمل ہو جائے یا ایک گھنٹہ بعد اس کا وضع حمل ہو جائے، یہ حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ اگر اس کا وضع حمل ہوا اور اس کا خاوند میت کے غسل کے تختہ پر تھا تب بھی وہ حلال ہو جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۱۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۳۰، موطا امام مالک ج ۲ ص ۵۸۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ ھ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ ھ، کا بھی یہی قول ہے۔ اور سعید بن المسیب متوفی ۹۰ ھ اور الزہری متوفی ۱۵۲ ھ اور قتادہ بن دعامہ بن عزیز البصری متوفی ۱۱۷ ھ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ ھ اور سفیان بن سعید بن المسروق الثوری متوفی ۱۶۱ ھ اور امام اوزاعی اور الحارث العکلی اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ ھ اور امام ابوعبید الہروی متوفی ۲۲۷ ھ اور ابو ثور اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے۔

(شرح زرقانی ج ۳ ص ۲۸۶، کتاب الام ج ۵ ص ۳۸۲، بحث عدۃ الوفات، المبسوط للسرخسی ج ۶ ص ۳۵، بحث باب العدۃ وخروج المرأۃ من بیتھا)

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ ھ فرماتے ہیں:

ہم بھی یہی کہتے ہیں کیونکہ یہ اقوال اور مذاہب قرآن مجید کی ظاہر آیت کے موافق ہیں:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ط اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

(الطلاق: ۴)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت سُبیعہ کو نکاح کرنے کی اجازت دی۔ (صحیح البخاری: ۳۹۹۱، صحیح مسلم: ۱۴۸۴)

۴۹۰۹: ہمیں ابراہیم بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں یزید بن ہارون نے خبر دی، از یحییٰ بن سعید از سلیمان بن یسار، ان کو ابو سلمہ نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ ابو سلمہ اور حضرت ابن عباس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں یہ ذکر کیا کہ ایک مرد اپنی بیوی سے فوت ہو گیا اور اس کی موت کی چند راتوں کے بعد بچہ پیدا ہوا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کی عدت آخر الاجلین، یعنی دو عدتوں میں سے جس کی مدت سب سے زیادہ ہو، وہ اس کی عدت ہے، تو ابو سلمہ نے ان سے کہا کہ جب اس کا بچہ پیدا ہو گیا تو وہ عورت نکاح کرنے کے لیے حلال ہو گئی، پھر حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے آپس میں بحث کی، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنے بھتیجے یعنی حضرت ابو سلمہ کے ساتھ ہوں، پھر انہوں نے حضرت ابن عباس کے آزاد شدہ غلام کریب کو حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا تو حضرت ام سلمہ نے کہا کہ حضرت سُبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ کے خاوند فوت ہو گئے، اس کی چند راتوں کے بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور بنو عبد الدار کے ایک مرد نے ان کو نکاح کا پیغام دیا اور ان کو یہ خبر دی کہ وہ حلال ہو چکی ہیں، پس انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کر لیں تو ان سے ابو سنابل نے کہا کہ تم حلال نہیں ہو، پھر حضرت سُبیعہ نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

Marfat.com

کو حکم دیا کہ وہ نکاح کر لیں۔ (صحیح مسلم: ۱۴۸۵، صحیح البخاری: ۴۹۰۹)

اور اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی عدت آخر الاجلین ہے یعنی دو عدتوں میں سے جس کی مدت زیادہ ہو وہ اس کی عدت ہے، یہ قول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ سے منقول ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۵۱۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۱۴، سنن سعید بن منصور: ۱۵۱۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۱۲)

حسن بصری متوفی ۱۱۰ ھ اور عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ ھ نے اس قول کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۵۲۳)

اور حماد بن ابی سلیمان استاذ امام ابوحنیفہ المتوفی ۱۲۰ ھ نے کہا ہے کہ وہ عورت اس وقت تک نکاح نہ کرے حتیٰ کہ غسل کر لے اور باقی اہل علم نے اس کو حالتِ نفاس میں بھی نکاح کی اجازت دی ہے اور علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشا پوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ ھ لکھتے ہیں: اور ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں کیونکہ یہ قول ظاہر کتاب اور سنت کے موافق ہے۔

(الاوسط من السنن والا جماع والاختلاف ج ۹ ص ۵۲۹، ۵۲۷، دار الفلاح ریاض ۱۴۳۰ ھ)

جس حاملہ عورت کے پیٹ میں دو بچے ہوں اس کی عدت ختم ہونے کا بیان

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشا پوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم نے یہ کہا ہے کہ اس عورت کی عدت ختم نہیں ہوگی حتیٰ کہ اس کے پیٹ میں جو کچھ بھی ہے اس کا وضع حمل ہو جائے۔ یہ قول حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب متوفی ۴۰ ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ سے منقول ہے اور اسی قول کے مطابق عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ ھ اور سعید ابن المسیب متوفی ۹۰ ھ اور سلیمان بن یسار اور ابن شہاب الزہری متوفی ۱۵۲ ھ اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمن وغیرہم کے اقوال ہیں۔

ابوزناد عبداللہ بن ذکوان متوفی ۲۴۲ ھ نے اس قول کی امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ ھ سے روایت کی ہے۔

(المدونۃ ج ۲ ص ۲۳۳، بحث کتاب الرجعت)

اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ ھ اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ ھ کا بھی یہی قول ہے۔

(کتاب الام ج ۵ ص ۳۱۹، بحث عدۃ الحامل)

اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے۔ (المبسوط للسرخسی ج ۳ ص ۳۴، بحث باب المستحاضہ)

اور اسی طرح امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ اور اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ ھ اور ابوثور کا قول ہے۔ (مسائل احمد واسحاق: ۹۴۴)

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشا پوری المتوفی ۳۱۸ ھ لکھتے ہیں:

ہم بھی اس قولِ اول کے مطابق کہتے ہیں، کیونکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ كُنَّ اُولٰتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو اجرت دو۔

(الطلاق: ۶)

اور وہ عورت جس کے پیٹ میں بچہ غیر واضح ہو اور وہ نماز کو نہ چھوڑتی ہو اور اس کے لیے نفاس کا حکم صرف آخر اولاد سے ہو، پس

Marfat.com

اگر اس کے شوہر نے اس کو طلاقِ رجعی دی اور بچہ کا بعض حصہ پیٹ سے باہر آ گیا تو اس کے لیے اس سے رجوع کرنا جائز ہے حتیٰ کہ بچہ ظاہر ہو جائے، کیونکہ بچے کا بعض حصے کا حمل غیر واضع ہے، اور یہ قول عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ سے منقول ہے۔ اور یہ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے قول پر مبنی ہے اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق کے اقوال پر مبنی ہے۔

(کتاب الام ج ۵ ص ۳۱۹، بحث عدۃ الحامل) (الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۵۲۹-۵۳۰، دار الفلاح ریاض، ۱۴۳۰ھ)

نا تمام بچے کی عدت پوری ہونے کا بیان

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

وہ تمام اہل علم جن کے اقوال محفوظ ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ جو عورت مطلقہ ہو اس کا جب نا تمام بچہ پیدا ہو جائے اور یہ معلوم ہو کہ یہ اس کی اولاد ہے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ (الاجماع: ۴۴۶)

اسی طرح حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور محمد بن سیرین اور عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی المتوفی ۹۶ھ کا قول ہے۔ اور اسی طرح حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ متوفی ۷۸ھ کا قول ہے۔ اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ کا قول ہے اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ کا قول ہے۔ (المدونہ ج ۲ ص ۲۳۷، بحث دعوی المرأۃ انقضاء عدتھا)

امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا قول ہے۔ (مسائل احمد واسحاق: ۹۴۴)

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۵۳۰، دار الفلاح ریاض، ۱۴۳۰ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۱۸ میں امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از عبد الرحمٰن بن ہرمز الاعرج انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ زینب ابنۃ ابی سلمہ نے ان کو خبر دی از ام خود، حضرت ام سلمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ، وہ بیان کرتی ہیں کہ قبیلہ اسلم کی ایک عورت جس کو سُبیعہ کہا جاتا تھا، وہ اپنے خاوند کے نکاح میں تھیں جو فوت ہو گیا تھا اور اس وقت یہ حاملہ تھیں، پس سُبیعہ کو ابو السنابل بن بعکک نے نکاح کا پیغام دیا، سو اس نے انکار کیا کہ وہ اس سے نکاح کرے، تو ابو سنابل نے کہا: اللہ کی قسم! تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم مجھ سے نکاح کرو حتیٰ کہ تم دو عدتوں میں سے جس کی مدت زیادہ ہے وہ عدت گزار لو، وہ تقریباً دس راتیں ٹھہری رہیں، اور پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نکاح کر لو۔

صحیح البخاری: ۵۳۱۹ میں امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی از اللیث از یزید کہ ابن شہاب نے ان کی طرف مکتوب لکھا کہ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ نے ان کو اپنے والد رضی اللہ عنہ سے یہ خبر دی، کہ انہوں نے زید بن ارقم کی طرف مکتوب لکھا اور ان سے سُبیعہ اسلمیہ کے متعلق دریافت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق کیا فتویٰ دیا تھا، تو سبیعہ اسلمیہ نے بتایا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب میرے ہاں بچہ ہو جائے تو میں نکاح کر سکتی ہوں۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، ان حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو عورت اپنے بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہو، اس کی عدت تین ماہ ہے اور جس

Marfat.com

عورت کو ابھی حیض نہ آیا ہو تو کم عمر ہونے کی وجہ سے اس کی عدت بھی تین ماہ ہے۔

جس نوجوان عورت کا حیض مرتفع ہو گیا ہو اور اس عورت کی مثل سے حیض آنا ممکن ہو، اس کی عدت کے متعلق فقہاء کے اقوال

اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب کسی جوان عورت کا حیض نہ آئے جب کہ اس کی مثل عورت کا حیض آنا ممکن ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس عورت کو بھی طلاق دی گئی پھر اس کو ایک حیض آیا یا دو حیض آ گئے، پھر اس کا حیض مرتفع ہو گیا تو وہ نو مہینے تک انتظار کرے، پھر اگر اس کا حمل ظاہر ہو گیا تو فبہا ورنہ وہ نو مہینے کے بعد تین مہینے انتظار کرے۔ پھر وہ عدت سے حلال ہو جائے گی اور اسی کی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ جس عورت کی عدت میں شک ہو تو حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ سے مروی ہے اور یہی امام مالک اور امام اوزاعی کا قول ہے کہ اس کی عدت ایک سال ہے۔

اور ابن القاسم مالکی نے کہا کہ وہ اس دن سے عدت گزارے گی جس دن اس کا حیض مرتفع ہو گیا نہ اس دن سے جس دن اس کو طلاق دی گئی، وہ نو مہینے انتظار کرے گی، پس اگر اس کو ان ایام میں حیض نہیں آیا تو وہ تین ماہ عدت گزارے گی اور اگر اس کو تین ماہ مکمل ہونے سے پہلے حیض آ گیا تو از سر نو حیض کا شمار ہو گا اور امام اوزاعی نے کہا: جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ نوجوان عورت تھی، پھر اس کا حیض مرتفع ہو گیا اور اس نے کوئی چیز نہیں دیکھی تو وہ ایک سال تک عدت گزارے گی۔

جو عورت نہ حیض سے مایوس ہو اور نہ وہ عورت نابالغہ ہو، اس کی عدت کے متعلق امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے مسالک

اور امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور اللیث اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا: جس عورت کا حیض مرتفع ہو جائے اور وہ حیض آنے سے مایوس نہ ہو تو اس کی عدت ہمیشہ حیض ہے، اور اگر دو حیضوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو حتیٰ کہ وہ عورت اس عمر میں داخل ہو جائے جس عمر میں اس کی مثل عورتوں سے حیض نہیں آتا تو وہ اس عورت کی عدت دوبارہ گزارے گی جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو اور وہ عدت تین ماہ ہے۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت زید بن ثابت متوفی ۴۵ھ کا مذہب ہے۔

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے اس مسئلہ میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کے قول پر عمل کیا ہے، اور ان کا گمان ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے، اور اہلِ مدینہ کے علماء کا عمل ہے۔ اور فقہاء احناف نے ظاہر قرآن پر عمل کیا ہے اور ظاہر قرآن میں جس عورت کو حیض آتا ہو اس کی عدت میں مہینوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اور مہینوں کا دخل صرف اس عورت کے متعلق ہے جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہو اور اس نابالغہ سے متعلق ہے جس کو ابھی حیض آنا شروع نہ ہوا ہو، پس جو عورت نہ حیض سے مایوس ہو اور نہ بالغہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیضوں کے درمیان کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو۔

امام مالک کے دلائل

اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ جس عورت کو اپنی عدت کے مہینوں کے متعلق شک ہو، تو یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کا حمل نو مہینے تک

Marfat.com

مستمر رہے، کیونکہ نو مہینے کی مدت کے اندر حمل ہر حال میں ظاہر ہو جاتا ہے، پس جب یہ یقین ہو گیا کہ اس مدت میں اس کو حمل نہیں ٹھہرا تو ایک قول یہ ہے کہ ہم نے جان لیا کہ وہ عورت ان عورتوں میں سے نہیں ہے جس کو اپنی عدت کے مہینوں کے متعلق شک ہو اور نہ وہ عورت ان عورتوں میں سے ہے جن کو حیض آتا ہو تو وہ دوبارہ تین ماہ عدت گزارے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے متعلق فرمایا جن کو حیض نہیں آتا، اس کا قیاس ان کی عدت پر ہے جن کی عدت مہینوں سے شمار ہوتی ہے، اس کا قیاس اس عورت پر ہے جو کم سن ہو اور اس کو تین مہینوں سے پہلے حیض آ جائے تو معلوم ہو گیا کہ وہ ان عورتوں میں سے ہے جنہیں حیض آتا ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ دوبارہ تین حیض کو شمار کرے۔ رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

(الطلاق: ۴)

کیونکہ اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ اکثر علماء اس پر متفق ہیں اور اسی کے اوپر عمل جاری ہے، کہ جب حاملہ عورت کا وضع حمل ہو گیا تو اس کی عدت پوری ہو گئی اور ان کا مذہب یہ ہے کہ یہ آیت ہر عدت گزارنے والی عورت کے متعلق عام ہے، خواہ وہ عدتِ طلاق ہو یا عدتِ وفات ہو، کیونکہ یہ آیت مجمل ہے اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ بالخصوص مطلقہ کے لیے ہے اور نہ اس میں یہ ذکر ہے کہ یہ بالخصوص اس عورت کے لیے جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو، پس یہ ہر عدت گزارنے والی عورت کے حق میں عام ہے، تو واجب ہے کہ اس کی عدت حیض سے ہو اور تین مہینے کی مدت مطلقہ کے لیے اس وقت ہے جب وہ حاملہ نہ ہو جیسا کہ اس کے متعلق نص صریح وارد ہے اور واجب ہے کہ اس کی عدت چار مہینے دس دن ہو جو کہ اس عورت کی عدت ہوتی ہے جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو جب کہ وہ حاملہ نہ ہو اور واجب ہے کہ ہر وہ عورت جو حاملہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہو چکا ہو یا اس کے خاوند نے اس کو طلاق دے دی ہو تو اس کی عدت یہ ہے کہ اس کا حمل وضع ہو جائے اور اس کے ہاں بچہ ہو جائے۔

مسئلہ مذکورہ کے متعلق دوسرے فقہاء کا نظریہ

دوسرے علماء نے کہا: حضرت سُبیعہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس قول کی صحت پر شاہد ہے اور اسی پر علماء حجاز اور علماء عراق اور علماء شام کا عمل ہے اور میرے علم میں سلف صالحین میں سے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا، سوائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ کے، اور ایک روایت حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی بھی ہے، ان دونوں نے یہ کہا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کی عدت ابعد الاجلین ہے، یعنی چار ماہ دس دن اور وضع حمل، ان میں سے جس کی مدت بھی زیادہ ہو وہ اس عورت کی عدت ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ نے کہا کہ جب ان کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول پہنچا تو انہوں نے کہا: جو شخص چاہے مجھ سے اس بات کے اوپر مباہلہ کر لے کہ یہ آیت جو سورۃ النساء القصریٰ یعنی سورہ طلاق میں ہے یعنی:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

(الطلاق: ۴)

یہ آیت اس آیت کے بعد نازل ہوئی ہے جو سورۃ البقرہ کی درج ذیل آیت ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ

بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (البقرہ: ۲۳۴)

جائیں، تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں، اور جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں، تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے O

اگر حضرت سُبیعہ کی حدیث نہ ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان دو آیتوں کے متعلق بیان نہ ہوتا تو اس میں حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول معتبر ہوتا، اس لیے کہ یہ دو عدتیں جمع ہو گئی ہیں تو ان دو عدتوں میں سے کوئی ایک عدت بھی بغیر یقین کے خارج نہیں ہوگی، اور یقین ابعد الاجلین کے اندر ہے یعنی وضع حمل اور چار ماہ دس دن ان میں سے جس کی مدت زیادہ ہو وہی اس عورت کی عدت ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ فقہاء حجاز اور فقہاء عراق نے ام الولد کے متعلق کہا: جس کا خاوند فوت ہو گیا اور اس کا مالک بھی فوت ہو گیا اور یہ پتا نہیں چل سکا کہ ان میں سے کون پہلے فوت ہوا ہے تو انہوں نے کہا: اس کے اوپر دو عدتیں ہیں، چار ماہ دس دن اور امام شافعی کے نزدیک ایک حیض، اور یہی اس کے لیے ابعد الاجلین ہے۔

صورتِ مذکورہ میں فقہاء احناف کا مذہب

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت نے کہا: اس صورت میں کوئی حیض نہیں ہے، یعنی اس صورت میں ایک حیض کی عدت نہیں ہے، اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ نے کہا: اس عورت کی عدت تین حیض ہے، مگر سنت اس طرح وارد ہے کہ جس حاملہ کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو وہ عدت پوری ہونے کے بعد کسی سے نکاح کر سکتی ہے، جیسا کہ حضرت سبیعہ کے متعلق حدیث میں ذکر ہے، اگر یہ حدیث حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو پہنچ جاتی تو وہ اس حدیث کو ترک نہ کرتے اور رہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو ان سے مروی ہے کہ انہوں نے بحث اور مناظرہ کے بعد حضرت سبیعہ کی حدیث کی طرف رجوع کر لیا اور ان کے اصحاب میں سے عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور عکرمہ بن البربری متوفی ۱۰۵ھ اور جابر بن زید یہ کہتے تھے کہ جب حاملہ عورت کا حمل وضع ہو جائے تو وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرنے کے لیے حلال ہو جاتی ہے خواہ وہ اپنے خاوند کی موت کے ایک گھنٹہ کے بعد اس کا وضع حمل ہو جائے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۹۲-۳۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حاملہ عورتوں کی عدت کا بیان

حافظ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ صحیح البخاری کی درج ذیل احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

۵۳۱۸: امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از عبد الرحمٰن بن ہرمز الاعرج انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ زینب ابنۃ ابی سلمہ نے ان کو خبر دی از ام خود، حضرت ام سلمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ، وہ بیان کرتی ہیں کہ قبیلہ اسلم کی ایک عورت جس کو سُبیعہ کہا جاتا تھا، وہ اپنے خاوند کے نکاح میں تھیں جو فوت ہو گیا تھا اور اس وقت یہ حاملہ تھیں، پس سُبیعہ کو ابو السنابل بن بعکک نے نکاح کا پیغام دیا، سو اس نے انکار کیا کہ وہ اس سے نکاح کرے، تو ابو سنابل نے کہا: اللہ کی قسم! تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم مجھ سے

Marfat.com

نکاح کرو حتیٰ کہ تم دو عدتوں میں سے جس کی مدت زیادہ ہے وہ عدت گزار لو، وہ تقریباً دس راتیں ٹھہری رہیں، اور پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نکاح کر لو۔

۵۳۱۹: امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی از اللیث از یزید کہ ابن شہاب نے ان کی طرف مکتوب لکھا کہ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ نے ان کو اپنے والد رضی اللہ عنہ سے یہ خبر دی، کہ انہوں نے زید بن ارقم کی طرف مکتوب لکھا اور ان سے سُبیعہ اسلمیہ کے متعلق دریافت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق کیا فتویٰ دیا تھا، تو سبیعہ اسلمیہ نے بتایا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب میرے ہاں بچہ ہو جائے تو میں نکاح کر سکتی ہوں۔

۵۳۲۰: امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، ہمیں یحییٰ بن قضاعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از والد خود از حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، کہ سبیعہ اسلمیہ کے خاوند کی وفات ہو گئی اور اس کی چند راتوں کے بعد وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے اجازت طلب کی کہ وہ کسی اور سے نکاح کر لیں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی اور انہوں نے نکاح کر لیا۔

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں کہ:

حضرت سبیعہ کی حدیث کی شرح کتاب التفسیر میں گزر چکی ہے۔

اور لیث نے کہا ہے کہ مجھے یزید نے حدیث بیان کی از ابن شہاب اور وہ یزید بن ابی حبیب ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا اطراف میں ذکر کیا اور اس کی امام ابو نعیم اور امام طبرانی نے تصریح کی ہے۔ (المعجم الکبیر: ۸۷۴، ج ۲۴ ص ۲۹۴)

اور امام نسائی نے اس کی روایت یزید بن ابی انیسہ از یزید بن ابی حبیب از محمد بن مسلم۔ (سنن نسائی ج ۶ ص ۱۹۵)

اور رہے علامہ الدمیاطی تو انہوں نے کہا: یہ یزید بن عبد اللہ بن اسامہ بن الہاد ہے۔

اور حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی ایک اور بھی سند ہے جس کو امام احمد نے اپنی مسند میں از اسحاق بن عیسیٰ روایت کی ہے انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی ابن لہیعہ نے از بکیر از بسر از ابی بن کعب کہ ان کی بیوی ام طفیل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سُبیعہ کو یہ حکم دیا تھا کہ جب ان کا حمل وضع ہو جائے تو وہ دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۷۵)

مسئلہ زیر بحث کے متعلق فقہاءِ اسلام کی آراء

قاضی اسماعیل نے کہا: کہ اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے اور اسی کے اوپر اکثر علماء کا عمل ہے کہ جب کسی عورت کا حمل وضع ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جاتی ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ الطلاق: ۴، ہر عدت گزارنے والی کے حق میں عام ہے خواہ وہ عدتِ طلاق ہو یا عدتِ وفات ہو، کیونکہ یہ آیت مجمل ہے، پس اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ آیت بالخصوص مطلقہ کے متعلق ہے اور نہ بالخصوص یہ ذکر ہے کہ یہ اس عورت کے متعلق ہے جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو، سو یہ آیت ہر عدت گزارنے والی عورت کے حق میں عام ہے، پس واجب یہ ہے کہ یہ عدت حیض کے ساتھ ہو اور مطلقہ کیلئے تین مہینوں کے ساتھ ہو۔

جیسا کہ صریح نص میں مذکور ہے، پس واجب ہے کہ چار مہینے دس دن تو اس عورت کی عدت ہے جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو جب

کہ وہ حاملہ نہ ہو اور واجب ہے کہ یہ آیت ہر حاملہ عورت کے متعلق ہو جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو یا جس خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پس اس کی عدت یہ ہے کہ اس کا حمل وضع ہو جائے۔ اور اس باب کی حدیث اس پر شاہد ہے اور اسی کے مطابق علماء حجاز اور علماء عراق اور علماء شام کا عمل ہے، انہی میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ ہیں اور میرے علم کے مطابق سلف صالحین میں سے اس مسئلہ میں کسی نے اختلاف نہیں کیا سوائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے، اور ایک روایت حضرت علی کی ہے، سو ان دونوں نے کہا: اس عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے، اگر عدت چار مہینے دس دن زیادہ ہو تو وہ عدت ہے اور اگر وضع حمل کی مدت زیادہ ہو تو وہ اس کی عدت ہے۔

اور نیز سحنون مالکی سے روایت ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا اور ان کے اصحاب میں سے عطاء بن ابی رباح اور عکرمہ اور جابر بن زید نے حضرت ابن عباس کے رجوع کی تصدیق کی ہے اور انہوں نے جمہور کے قول کے مطابق کہا ہے۔ اور حماد بن ابی سلیمان استاذ امام ابو حنیفہ متوفی ۱۲۰ھ نے کہا ہے کہ وہ عورت عدت سے باہر نہیں آئے گی حتیٰ کہ اس کا نفاس ختم ہو جائے اور وہ نفاس کے بعد غسل کر لے اور یہ قول حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور ابراہیم النخعی متوفی ۹۶ھ اور عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ سے منقول ہے۔ (النوادر والزیادات ج ۵ ص ۲۵، الاستذکار ج ۱۸ ص ۱۷۷-۱۷۸)

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے مذہب کی تائید

ابن القصار مالکی نے کہا: اور یہی امام ابو حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ کے قول کا قیاس ہے، کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں: الاقراء کا معنی حیض ہے، پس جب تین حیض گزر جائیں گے تو عورت عدت سے نہیں نکلے گی حتیٰ کہ وہ غسل کر لے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ، نے اس مسئلہ میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ، کے متعلق کہا: جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرنے پر تیار ہوں کہ یہ آیت جو سورۃ النساء القصریٰ یعنی سورۃ الطلاق میں ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ (الطلاق: ۴)

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

سورۃ البقرہ کی اس آیت کے بعد نازل ہوئی ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ (البقرہ: ۲۳۴)

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں، اور جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں، تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے ○

اور اگر حضرت سبیعہ کی حدیث نہ ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دو آیتوں کے متعلق بیان نہ ہوتا، تو پھر وہی قول معتبر ہوتا جو حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے، کیونکہ یہ دو عدتیں جمع ہو گئی ہیں، پس ان میں سے کوئی عدت یقین کے بغیر خارج

Marfat.com

نہیں ہوگی اور یقین اس مسئلہ میں آخر الاجلین ہے یعنی وہ عدت جس کی مدت دونوں میں سب سے زیادہ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ فقہاء حجاز اور فقہاء عراق کا اس ام الولد کے متعلق یہ قول ہے جس کا خاوند فوت ہوگیا ہو اور اس کا مالک بھی فوت ہوگیا ہو اور یہ معلوم نہ ہوسکا ہو کہ ان میں سے کون پہلے فوت ہوا ہے، تو اس صورت میں اس پر دو عدتیں ہیں۔ چار ماہ دس دن اور امام شافعی کے نزدیک ایک حیض اور یہ اس کے لیے آخر الاجلین ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں کوئی حیض نہیں ہے۔ اور امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی کے نزدیک اس میں عدت تین حیض ہے، مگر سنت اس مسئلہ میں وارد ہے کہ جس حاملہ عورت کا خاوند فوت ہوگیا ہو تو وہ عدت کے بعد نکاح کرسکتی ہے جیسا کہ حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک یہ حدیث پہنچ جاتی تو وہ اس حدیث کو ترک نہ کرتے اور رہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو ان سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی طرف بحث اور مناظرہ کے بعد رجوع کرلیا تھا۔

حضرت سُبیعہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حضرت سُبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ رضی اللہ عنہا، ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ تھے جو بنو عامر بن لوی کے آزاد شدہ غلام تھے اور ان کا تعلق یمن سے تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا تعلق عجم فارس سے تھا، انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور غزوہ بدر میں حاضر ہوئے اور اس کے بعد کے غزوات میں بھی حاضر ہوئے اور مکہ میں حجۃ الوداع کے بعد فوت ہوگئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ یہ مکہ میں فوت ہوگئے اور ان کی وفات کے بعد ان کی بیوی حضرت سُبیعہ کا ان کی چند راتوں کے بعد وضع حمل ہوگیا، اور ایک قول یہ ہے کہ پچیس راتوں کے بعد اور ایک قول ہے کہ اس سے بھی کم راتوں کے بعد وضع حمل ہوگیا۔

(الاستیعاب ج ۴ ص ۱۱۴، اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۳۷، تہذیب الکمال ج ۳۵ ص ۱۹۳)

حضرت ابوسنابل بن بعکک رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حضرت ابوسنابل بن بعکک ابن الحارث بن الصباغ بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ رضی اللہ عنہ ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام حبہ ہے، اور ایک قول اس کے علاوہ ہے، یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اور یہ شاعر تھے اور یہ مکہ میں فوت ہوئے اور غزوہ بدر میں ان کو قید کیا گیا تھا۔

(الاستیعاب ج ۴ ص ۲۴۶، اسد الغابہ ج ۶ ص ۱۵۶، تہذیب الکمال ج ۳۳ ص ۳۸۵، رقم: ۷۴۱۶، الاصابہ: ج ۴ ص ۹۵، رقم: ۵۷۰)

ابن الارقم کا تذکرہ

حضرت ابن الارقم ان کا نام عبداللہ بن الارقم بن عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ رضی اللہ عنہ ہے، یہ فتح مکہ کے ساتھ اسلام لائے تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، پھر یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ متوفی ۱۳ھ کے کاتب تھے، پھر یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ کے کاتب تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ نے ان کو دو سال بیت المال کا عامل بنایا تھا، پھر انہوں نے استعفیٰ دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کا استعفیٰ قبول کرلیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق کہا کہ میں نے ان سے زیادہ کوئی اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا نہیں دیکھا۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۳، رقم: ۱۴۷۷، اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۷۲، تہذیب الکمال: ج ۱۴ ص ۳۰۱، رقم: ۳۱۶۰، سیر اعلام النبلاء: ج ۲ ص ۴۸۲، رقم: ۹۸)

Marfat.com

حضرت سُبیعہ کی عدت پوری ہونے کے بعد ان کو نکاح کرنے کی رخصت عطا فرمانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سُبیعہ نے کہا کہ میں وضع حمل کے بعد تقریباً دس راتیں ٹھہری اور الموطا میں مذکور ہے کہ ان کے شوہر کی وفات کے پندرہ دن بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا، پھر ان کو دو مردوں نے نکاح کا پیغام دیا، ایک مرد نو جوان تھا اور دوسرا امرد ادھیڑ عمر کا تھا، حضرت سُبیعہ نو جوان کی طرف مائل ہوئیں تو ادھیڑ عمر مرد نے کہا: تم کیوں بناؤ سنگھار کر رہی ہو، اور ان کے گھر والے اس وقت موجود نہیں تھے، اس ادھیڑ عمر (ابو سنابل) کو یہ امید تھی کہ جب حضرت سُبیعہ کے گھر والے آئیں گے تو وہ ان کو حضرت ابو سنابل کی طرف مائل کر لیں گے، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں، آپ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: تم جس سے چاہو نکاح کر لو۔ (الموطا بروایۃ یحییٰ ص ۳۶۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۵۰۲-۵۰۶، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۱۸، ۵۳۱۹، ۵۳۲۰، کی شرح از حافظ علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

صحیح البخاری: ۵۳۱۸، میں مذکور ہے کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو خبر دی یعنی ابن عبد الاسد المخزومی کو اور یہ حدیث کتاب الطلاق کی تفسیر میں گزر چکی ہے، جس میں ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے از کریب از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، اس روایت میں مذکور ہے کہ پس حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور الاعرج کی سند کے ساتھ مذکور ہے کہ مجھے حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو خبر دی از والد خود از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، اسی طرح اعرج نے حضرت ابو سلمہ سے روایت کی اور یحییٰ بن ابی کثیر نے از حضرت ابو سلمہ از کریب از حضرت ام سلمہ روایت کی ہے جیسا کہ سورۃ الطلاق کی تفسیر میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

اور امام مسلم نے سلیمان بن یسار کی سند سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابو سلمہ دونوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے، پس انہوں نے کریب کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا اور ان سے اس کے متعلق سوال کیا، پس حضرت ام سلمہ نے ایک قصہ کا ذکر کیا اور کریب اعرج کی روایت کے موقع پر حاضر تھے۔

اور امام مالک نے الموطا میں از عبد ربہ بن سعید از ابو سلمہ روایت کی ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا، اور امام نسائی نے داؤد بن ابی عاصم کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو سلمہ نے ان کو خبر دی، پھر حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ کا جوان کے ساتھ قصہ تھا، وہ ذکر کیا اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد نے مجھے خبر دی، اور امام احمد بن حنبل نے ابن اسحاق کی سند سے ذکر کیا کہ مجھے محمد بن ابراہیم التیمی نے حدیث بیان کی از حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سُبیعہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور یہ اختلاف اس حدیث کی صحت میں کوئی طعن پیدا نہیں کرتا، کیونکہ حضرت ابو سلمہ کا اس قصہ میں اعتبار ہے جب ان کا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا آپس میں تنازع ہوا، پس گویا کہ جب ان کو کریب سے حضرت ام سلمہ کی یہ حدیث پہنچی تو انہوں نے اس پر قناعت نہیں کی حتیٰ کہ وہ خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے اور پھر حضرت سُبیعہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے جن کا یہ قصہ ہے، پھر انہوں نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد سے حاصل کیا اور یہ مرد ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت المسور بن مخرمہ ہوں، جیسا اس حدیث کی تیسری سند میں آئے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مرد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہوں، جیسا کہ امام

Marfat.com

نسائی کی حدیث کے آخر میں آئے گا، پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس قصہ پر شاہد تھا تو ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوسلمہ نے اس قصہ کو مبہم رکھا ہو، جب انہوں نے یہ کہا تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد نے اس قصہ کی خبر دی تھی۔

اور رہا یہ کہ امام عبد بن حمید نے صالح بن ابی حسان کی روایت سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے اجتماع کا قصہ بیان کیا، انہوں نے مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا، پس حضرت عائشہ نے حضرت سبیعہ کی حدیث کا ذکر کیا، سو یہ روایت شاذ ہے اور صالح بن ابی حسان مختلف فیہ ہیں اور شاید کہ یہی اس وہم کا سبب ہے جس کی امام حمیدی نے از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حکایت کی ہے اور اس کا ذکر سورۃ الطلاق کی تفسیر میں ہو چکا ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۷۰-۴۷۶، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۲۶-۵۳۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: ان تین حدیثوں کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی اسی طرح کی غیر محصل اور طول طویل عبارات ہیں، انہوں نے متعدد اسانید کے ساتھ روایات ذکر کی ہیں اور کوئی روایت پوری ذکر نہیں کی اور ہر روایت کا ایک حصہ ذکر کر کے اس کو چھوڑ دیا اور بعد میں دوسری روایت کو ذکر کر دیا اور ان کی شرح کا کوئی معنی حاصل نہیں ہوتا، اس لیے ان کی اس شرح کو چھوڑنے میں ہی ہماری اور قارئین کی عافیت ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۱۸، کے مشکل الفاظ کے معانی اور مبہم عبارات کے محامل اور اسمائے رواۃ کا تذکرہ

علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے:

من اسلم: یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور یہ قبیلہ اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو کی طرف نسبت ہے۔

سُبیعہ: یہ سبعہ کی تصغیر ہے، سبعہ جوستہ کے بعد ہوتا ہے، یہ بنت الحارث ہیں اور ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ ہیں جن کا تعلق بنو عامر بن لوی سے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ان کے حلیف تھے، یہ مکہ میں حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے تھے اور یہی صحیح ہے۔

وھی حبلی: اس میں واؤ حال کے لیے ہے یعنی اس وقت حضرت سُبیعہ حاملہ تھیں۔

ابو السنابل: السنابل سُنبلۃ کی جمع ہے، (جس کا معنی خوشہ یا گچھا ہے) ان کا نام عمرو ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام حبہ بن بعلک الحجاج بن حارث ابن السباق بن عبد الدار بن قصی القرشی العبدری ہے، یہ ان لوگوں میں سے تھے جو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے اور یہ شاعر تھے اور مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔

حضرت سُبیعہ نے ان کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کیا: تو حضرت ابو سنابل نے کہا کہ تم لمبی مدت گزارو گی یعنی جو عدت وفات چار ماہ دس دن ہے اور جو وضع حمل کی عدت ہے ان میں سے جو زیادہ طویل مدت ہوگی وہ تمہاری عدت ہے۔

انکحی: یعنی جب ان کی عدت پوری ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم جس سے چاہو نکاح کر لو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔
(الطلاق: ۴)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں یہ بتایا کہ الطلاق: ۴ میں سورۃ البقرہ کی اس آیت کی تخصیص کر دی۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (البقرہ: ۲۳۴)

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن رو کے رکھیں، اور جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں، تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے ۝

اور اس حدیث کے مطابق علماء حجاز اور علماء عراق اور علماء شام کا عمل ہے اور اس میں ان کا کوئی مخالف نہیں ہے سوائے اس کے جو حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے وہ یہ کہتے تھے کہ اس عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے، بعد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۳-۴۳۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۱۹، کی شرح از علامہ عینی اور ابن الارقم کا تذکرہ

علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی دوسری سند ہے، جو از یحییٰ بن بکیر از یزید امام بخاری نے ذکر کی ہے۔

اس حدیث میں ابن الارقم کا ذکر ہے، ان کا نام عبد اللہ بن الارقم ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کی تصریح ہے، اور اس کی عبارت اس طرح ہے: از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے حضرت عمر بن عبد اللہ بن الارقم کی طرف مکتوب لکھا اور تمام شارحین نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ عبد اللہ بن ارقم ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ صحیح بخاری کے پہلے شارح کو اس میں وہم ہوا ہے اور پھر بعد کے تمام شارحین نے اس وہم کی اتباع کی اور عبد اللہ کا پورا نام اس طرح ہے: وہ عبد اللہ بن الارقم بن عبد یغوث بن وہب بن عبد زہرہ ہیں، وہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب تھے، پھر حضرت ابوبکر کے کاتب ہوئے اور پھر حضرت عمر کے کاتب ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو دو سال بیت المال پر عامل رکھا اور پھر وہ مستعفی ہو گئے اور خلیفہ بن خیاط نے کہا ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پوری مدت خلافت میں بیت المال کے اوپر عامل رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بیت المال کے عامل رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق کہا کہ میں نے کسی کو بھی ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں پایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۲۰، کی شرح از علامہ عینی، اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سُبیعہ کے خاوند کی وفات کے کتنے دنوں کے بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس مسئلہ میں مختلف روایات ہیں جن میں تطبیق مشکل ہے

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جو از یحییٰ بن قزعہ، امام بخاری نے ذکر کی ہے، اس حدیث میں مذکور ہے:

Marfat.com

نفست: یہ لفظ نفاس سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی ولادت ہیں، یعنی بچہ جننا۔

بلیال: یعنی خاوند کی وفات کے چند راتوں بعد، ایک روایت میں ہے کہ پچیس راتیں تھیں، ایک روایت میں ہے کہ اس سے کم تھیں اور زہری کی روایت میں ہے کہ خاوند کی وفات کے چند دنوں بعد، اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ میں اپنے خاوند کی وفات کے بعد دو ماہ ٹھہری تھی حتیٰ کہ میرے ہاں بچہ ہو گیا اور سورۃ الطلاق کی تفسیر میں گزرا ہے کہ خاوند کی وفات کے چالیس راتوں بعد، اور امام نسائی کی روایت میں ہے: بیس راتوں کے بعد، اور امام ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے: پندرہ یا بیس دنوں کے بعد، اور امام ترمذی اور امام نسائی کی روایت میں ہے: تیئس دن کے بعد یا پچیس دن کے بعد اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے: بیس دن کے بعد، اور ان روایات کے درمیان تطبیق دینا بہت مشکل ہے کیونکہ یہ قصہ ایک ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اس مدت کو مبہم رکھا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۴-۴۳۵، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۱۰۱) باب عدة المطلقة والمختلعة

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمن ابن باز الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۰ھ لکھتے ہیں:

سوال: جب کسی عورت کو اس کی نافرمانی کی وجہ سے طلاق دی گئی اور اس کی مدت ایک سال یا دو سال تک طویل ہو گئی یا اس سے کم ہو گئی اور استبراء رحم کی مدت گزر گئی تو کیا اس عورت کو عدت لازم ہو گی یا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور اس پر کوئی عدت نہیں ہے، کیونکہ اس کو یہ علم ہے کہ اس کے شوہر نے اس کو کسی عوض پر طلاق دی تھی اور وہ اس عورت سے رجوع کرنے میں رغبت نہیں رکھتا۔ (۲۹ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ)

الجواب: جب کسی ایسی عورت کو طلاق دی گئی جس کے اوپر طلاق کے بعد عدت واجب ہے خواہ اس پر مدتِ بعیدہ گزر چکی ہو تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اس پر عدت لازم ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۔ اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقد ثانی) سے روکے رکھیں۔ (البقرہ: ۲۲۸)

اور اس لیے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے جب ان سے خلع کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ خلع کے بعد ایک حیض عدت گزاریں اور صحیح یہ ہے کہ جس عورت نے خلع کیا ہو اس کی عدت کے لیے ایک حیض تک طلاق کے بعد اپنے آپ کو روکے رکھنا کافی ہے، اس حدیث شریف کی بناء پر اور یہ حدیث البقرہ: ۲۲۸ کے لیے مخصص ہے، پس اگر خلع کرنے والی عورت نے عدت گزاری اور اس کو مال کے عوض طلاق دی گئی تھی اور اس کے تین حیض گزر گئے تو یہ زیادہ کامل ہے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے تاکہ بعض اہل علم کے اختلاف سے نکلا جائے جو کہتے ہیں کہ اس صورت میں تین حیض عدت لازم آئے گی، کیونکہ آیت مذکورہ یعنی البقرہ: ۲۲۸ میں عموم ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ومقالات متنوعہ ج ۲۲ ص ۱۷۴-۱۷۶، مکتبۃ المورد، الطبعۃ الرابعۃ ۱۴۲۷ھ)

شیخ عبداللہ بن باز کے فتویٰ پر مصنف کا تعاقب

میں کہتا ہوں: شیخ عبداللہ بن باز متوفی ۱۴۲۰ھ کا یہ فتویٰ غلط ہے، کیونکہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب قرآن مجید کی نص صریح اور جو آیت بالعموم ہو اس کا خبرِ واحد سے تعارض ہو تو قرآن مجید کی آیہ مبارکہ کو ترجیح دی جاتی ہے اور خبرِ واحد میں اتنی صلاحیت نہیں ہے

Marfat.com

کہ وہ قرآن مجید کے عموم کے مزاحم ہو سکے، لہٰذا عبد اللہ بن باز نجدی حنبلی متوفی ۱۴۲۰ھ کا یہ فتویٰ صراحتاً غلط ہے اور جس عورت نے خلع کیا ہو تو اس کی عدت بھی تین حیض ہے، صرف ایک حیض اس کی عدت نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(۱۰۲) جو شوہر اپنی بیوی سے بیس سال تک غائب رہا ہو، پھر اس نے اس کو طلاق دی ہو

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن ابن باز الحنبلی النجدی ۱۴۲۰ھ لکھتے ہیں:

سوال: ایک مرد سفر میں گیا اور ایک لمبی مدت تک اپنی بیوی سے غائب رہا حتیٰ کہ بیس سال گزر گئے، پھر اس مدت کے بعد اس نے اپنی بیوی کو طلاق بالخلع بھیجی طلاقِ صحیح اور اس کی بیوی یہ ارادہ کرتی ہے کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلے تو کیا اس کے اوپر عدت واجب ہے؟ جب کہ اس کے شوہر کو سفر پر گئے ہوئے بیس سال گزر چکے ہیں اور اس مرد نے اس عورت کے ساتھ جماع نہیں کیا کیا یہ عدت استبراء رحم کے لیے ہوگی یا کسی اور وجہ سے؟ (۲۸ صفر ۱۳۹۲ھ)

الجواب: اگر یہ واقعہ اسی طرح ہے جس طرح تم نے ذکر کیا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس عورت کے اوپر عدت ہے، کیونکہ عدت صرف طلاق کے بعد ہوتی ہے، خواہ شوہر کا مطلقہ سے غائب ہونا کافی مدت کے لیے ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ (البقرہ: ۲۲۸) اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقد ثانی) سے روکے رکھیں۔

اور اس میں حکمت یہ ہے جیسا کہ شیخ ابن قیم نے اپنی کتاب ''اعلام الموقعین'' میں ذکر کیا اور اس موضوع پر نفیس بحث کی ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ صرف استبراء رحم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہاں پر اور حکمتیں بھی ہیں، اسی لیے جس عورت کا شوہر وفات پا جائے اس کے اوپر عدت واجب ہوتی ہے، اگرچہ اس شوہر نے اس عورت کے ساتھ دخول نہ کیا ہو، اور اگر اس کی بیوی صغیرہ اور کم سن ہو اور یہ گمان نہ ہو کہ اس عورت کو حمل ہو سکتا ہے اور اسی طرح جو عورت حیض سے مایوس ہو چکی ہو اس کے اوپر بھی عدت واجب ہوتی ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہٗ نے عدت میں استبراء رحم کے علاوہ اور بھی بہت حکمتیں رکھی ہیں، لیکن جب کہ وہ عورت اس طرح ہے جس طرح تم نے ذکر کیا ہے کہ اس نے اپنا مال خرچ کر کے طلاق حاصل کی ہے تو اس وجہ سے وہ خلع کرنے والی عورت ہوگئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جو عورت خلع کرے اس کے لیے ایک حیض عدت گزارنا کافی ہے، اور اسی کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اور سلف اور خلف کی ایک جماعت نے فتویٰ دیا ہے اور شیخ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد شیخ ابن قیم کا بھی یہی مختار ہے اور یہی صحیح ہے ان شاء اللہ، خاص طور پر کہ جب اس کی ضرورت پیش آئے اور یہ خدشہ ہو کہ کفو کا رشتہ نہیں ملے گا، یعنی اگر تین حیض گزرنے یا تین ماہ گزرنے تک انتظار کیا جائے تو کفو کا رشتہ نہیں ملے گا، اور میں اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اور تم کو اور ہمارے تمام بھائیوں کو دین کی فقہ سمجھنے کی اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ (مجموع الفتاویٰ ومقالات متنوعہ ج ۲۲ ص ۱۷۴-۱۷۶، مکتبۃ المورد، الطبعۃ الرابعہ ۱۴۲۷ھ)

شیخ ابن باز کے دوسرے فتویٰ کا بھی غلط ہونا

میں کہتا ہوں کہ شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن باز الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۰ھ کا یہ فتویٰ بھی پہلے فتویٰ کی طرح غلط ہے، کیونکہ جب قرآن مجید کی صریح آیت میں یہ تصریح ہے کہ مطلقہ عورت تین حیض تک اپنے آپ کو دوسرے نکاح سے روکے

Marfat.com

رکھے گی، تو شیخ ابن باز حنبلی النجدی کا خبرِ واحد اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اثر سے یہ فتویٰ دینا کہ ایک حیض گزرنے کے بعد اس کی عدت پوری ہو جائے گی، یہ محض غلط ہے اور خبرِ واحد اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اثر میں یہ طاقت نہیں ہے کہ قرآن مجید کی نصِ صریح سے متصادم اور متعارض ہو سکے، لہٰذا اس صورت میں امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کا یہ قول صحیح ہے کہ اس صورت میں بھی اس عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے تین حیض کی مدت تک روکے رکھے۔ سعیدی غفرلہٗ

(۱۰۳) جو عورت خلع کا مطالبہ کرے اس کی عدت کا بیان

سوال: یہاں ایک عورت ہے جس کے شوہر نے اس وقت سفر کیا جب وہ عورت حاملہ تھی، اور اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا اور وہ شوہر اس عورت سے غائب تھا اور اپنے سفر کے اندر وہ بیمار تھا، اور عورت اس دوران خرچ کی استطاعت نہیں رکھتی تھی اور ایک طویل مدت کے بعد اس نے خلع بالطلاق کا مطالبہ کیا اور شوہر غائب تھا اور اس نے اپنی بیوی کو بچہ پیدا ہونے کے بعد جماع کرنے سے پہلے طلاق دے دی، کیا اس عورت پر عدت گزارنا لازم ہے یا اس سے عدت ساقط ہو جائے گی کیونکہ اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان بچہ پیدا ہونے کے بعد جماع نہیں ہوا۔ (۲۸ شعبان ۱۴۱۹ھ)

الجواب: جن عورتوں کو طلاق دی جائے، ان کے اوپر عدت گزارنا لازم ہے خواہ ان کے شوہر نے ان کو ایک مدتِ طویلہ تک چھوڑے رکھا ہو اور حاملہ ہونے اور بچہ پیدا ہونے کے بعد ان سے جماع نہ کیا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقد ثانی) سے روکے رکھیں۔ (البقرہ: ۲۲۸)

اور قرآن مجید کا یہ حکم تمام مطلقات کیلئے عام ہے خواہ وہ مدخول بھا ہوں یا نہ ہوں، پس ہر وہ عورت جس کے ساتھ اس کے خاوند نے دخول کیا، پھر اس کو طلاق دے دی تو اس پر عدت لازم ہے، خواہ وہ طلاق بچے کی ولادت کے بعد بھی ہو، اور خواہ اس اثناء میں شوہر نے اپنی بیوی کے ساتھ جماع نہ کیا ہو تو وہ عورت عدت گزارے گی کیونکہ اس آیت کریمہ میں عام حکم دیا گیا ہے۔

لیکن علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس عورت سے خلع کیا گیا ہے، آیا وہ تین حیض تک عدت گزارے گی یا ایک حیض عدت گزارے گی، یہ خلع شدہ عورت ہے جب کہ اس نے طلاق کے عوض مال مقرر دیا ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس کے لیے ایک حیض عدت گزارنا کافی ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: کہ جب حضرت ربیع بنت معوذ نے اپنے شوہر سے خلع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ ایک حیض عدت گزاریں، اسی طرح حضرت ثابت بن قیس کی بیوی بھی، پس مقصود یہ ہے کہ جو خلع شدہ عورت ہو اور اس کو اس کے خاوند نے مال کے عوض طلاق دی ہو، اگر اس نے تین حیض عدت گزاری تو یہ افضل اور احوط ہے، اور اگر اس نے ایک حیض عدت گزاری تو یہ اس کے لیے کافی ہے، جیسا کہ اہل علم کا صحیح قول ہے۔ واللہ ولی التوفیق

(مجموع الفتاویٰ ومقالات متنوعہ، ج ۲۲ ص ۱۷۶-۱۷۷، مکتبۃ المورد، الطبعۃ الرابعۃ ۱۴۲۷ھ)

مصنف کا شیخ ابن باز الحنبلی النجدی کے فتاویٰ پر تبصرہ اور تعاقب

میں کہتا ہوں کہ شیخ ابن باز کا یہ فتویٰ بھی ان کے پہلے دو فتووں کی طرح غلط ہے، کیونکہ جب قرآن مجید کی صریح آیت ہے اور اس میں بالعموم یہ حکم ہے کہ ہر مطلقہ عورت تین حیض تک عدت گزارے گی اور اپنے اس فتویٰ میں شیخ ابن باز حنبلی نے بھی یہ تسلیم کیا

Marfat.com

ہے کہ اس آیت کا یہ حکم عام ہے اور ہر مطلقہ پر لازم ہے کہ وہ تین حیض تک عدت گزارے، اس کے باوجود شیخ ابن باز کا خبر واحد کی بناء پر یہ فتویٰ دینا کہ جس عورت کو خلع کی صورت میں طلاق دی گئی ہو اس کے لیے ایک حیض عدت گزارنا کافی ہے، ان کا یہ فتویٰ صراحتاً خلافِ قرآن ہے اور تمام فقہاءِ امت کے مذاہب کے خلاف ہے اور ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ افضل اور احوط یہ ہے کہ وہ تین حیض عدت گزارے بلکہ ان کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ اس عورت پر واجب یہ ہے کہ وہ تین حیض عدت گزارے، کیونکہ قرآن نے یہ حکم دیا ہے کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہو تو وہ تین حیض تک عدت گزارے گی جیسا کہ شیخ ابن باز کو بھی یہ تسلیم ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کا حکم ہر مطلقہ کو عام ہے، لہٰذا تمام دلائل سے واضح ہو گیا کہ شیخ ابن باز کا یہ فتویٰ قرآن کے خلاف ہے اور تصریحاتِ مذاہبِ فقہاء کے خلاف ہے۔ سعیدی غفرلہٗ

صحیح البخاری: ۵۳۱۸، ۵۳۱۹، ۵۳۲۰، کی شرح از شیخ عثیمین الحنبلی النجدی

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حاملہ عورت کی عدت خواہ وہ عدتِ وفات ہو یا عدتِ طلاق ہو یا فسخِ نکاح کی عدت، تو اس کی عدت وضع حمل ہے، پس اگر کسی عورت کا خاوند وضع حمل کے بعد فوت ہو جائے اور ایک دن گزرا ہو تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی، اور اس عورت کے اوپر سوگ کرنا لازم ہوگا، کیونکہ خاوند کی وفات پر سوگ کرنا عدت کے تابع ہے، کیونکہ قرآن مجید کا یہ حکم عام ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

(الطلاق: ۴)

اس آیت میں لفظِ مفرد کو حمل کی طرف مضاف کیا گیا ہے اور یہ حمل کی تمام انواع اور اقسام کے لیے عام ہے، پس اگر عورت کے ہاں دو بچے اکٹھے پیدا ہوئے تو جب تک دوسرا بچہ پیدا نہ ہو جائے اس عورت کی عدت مکمل نہیں ہو گی۔

سوال: اگر اس میں اشتباہ ہو جائے کہ کون سا بچہ پہلے پیدا ہوا ہے یا کون سا بچہ پہلے مرا ہے تو پھر کیا ہو گا؟

الجواب: اس صورت میں ہم احتیاط پر عمل کریں گے، پس اس پر لازم ہے کہ وہ چار مہینے دس دن عدت گزارے۔

(شرح صحیح البخاری: ج ۵ ص ۸۴-۸۵، مکتبۃ الطبری للنشر والتوزیع، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۱۸، ۵۳۱۹، ۵۳۲۰، کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

۵۳۱۸: ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے کہا کہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد ابوسلمہ سے اور انہوں ام المومنین ام سلمہ زوجۂ محترمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی کہ قبیلہ اسلم کی ایک عورت جس کو سُبیعہ کہا جاتا ہے کا شوہر فوت ہو گیا جب کہ وہ حاملہ تھی، اسے ابوالسنابل نے منگنی کا پیغام بھیجا۔ اس نے اس کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا، ابوالسنابل بن بعکک نے کہا: بخدا! تو نکاح نہیں کر سکتی حتیٰ کہ دو عدتوں (چار ماہ دس دن اور وضع حمل) میں سے لمبی عدت نہ پوری کرے۔ وہ تقریباً دس (۱۰) روز ٹھہری، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نکاح کر سکتی ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عدت الوفات چار ماہ دس دن ہے، اس سے ان عورتوں کی عدت مُستثنیٰ ہے جن کے شوہر فوت

Marfat.com

ہو جائیں حالانکہ وہ حاملہ ہوں کیونکہ ان کی عدت وضع حمل ہے۔

۵۳۱۹: یزید سے روایت ہے کہ انہیں ابن شہاب نے خط لکھا کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے انہیں اپنے والد سے خبر دی کہ انہوں نے ابن ارقم کو خط لکھا کہ وہ سبیعہ اسلمیہ سے دریافت کریں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیا فتویٰ دیا تھا؟ فاطمہ نے کہا: مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ جب حمل وضع کرے تو نکاح کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت بالکتابہ جائز ہے، ابن ارقم کا نام عمر بن عبد اللہ بن ارقم بن عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف زہرہ ہے، وہ فتح مکہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب رہے، پھر ابوبکر صدیق اور ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے کاتب رہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کئی سال بیت المال پر مقرر کیا، پھر وہ مستعفی ہو گئے، خلیفہ بن خیاط نے کہا عبد اللہ بن ارقم عمر فاروق کے پورے عہدِ خلافت میں بیت المال پر قائم رہے اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں دو سال بیت المال پر حاکم رہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا کوئی نہیں دیکھا، رضی اللہ عنہ۔

۵۳۲۰: مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ سبیعہ اسلمیہ نے اپنے شوہر کی وفات کے چند روز بعد بچہ کو جنم دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نکاح کی اجازت چاہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دیدی، پھر اس نے نکاح کر لیا۔

اس حدیث میں مدتِ ولادت مبہم ذکر کی ہے، مناسب بھی یہی ہے، کیونکہ اس مدت میں مختلف اقوال ہیں، بعض پچیس روز اور بعض اس سے کم ذکر کرتے ہیں، بعض دو ماہ اور بعض چالیس روز ذکر کرتے ہیں، حالانکہ واقعہ ایک ہی ہے، لہٰذا اس میں ابہام ہی موزوں ہے۔ (تفہیم البخاری حصہ ہشتم ص ۵۹۰-۵۹۳، البدر پرنٹرز لاہور، بار اول)

صحیح البخاری: ۵۳۱۸، ۵۳۱۹، ۵۳۲۰، کی شرح شیوخ دیوبند سے

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حاملہ عورتوں کی عدت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں حاملہ عورتوں کی عدت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آیت میں ہے اور یہی جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا مسلک ہے، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس سے منقول ہے کہ حاملہ عورتوں کی عدت ابعد الاجلین ہوگی یعنی اگر وضع حمل چار ماہ دس دن سے پہلے ہو جاتا ہے تو عدت چار ماہ دس دن ہوگی اور اگر وضع حمل چار ماہ دس دن کے بعد ہوتا ہے تو عدت وضع حمل ہوگی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مذہب جمہور کی طرف رجوع بھی منقول ہے (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۴)، روایت باب جمہور کا مستدل ہے کہ اس میں وضع حمل کو عدت قرار دیا گیا ہے؛ کتاب التفسیر میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

حضرت سُبیعہ کا واقعہ

باب کی روایات میں سُبیعہ بنت حارث کا واقعہ نقل کیا گیا ہے، ان کے شوہر حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، جیسا کہ

Marfat.com

کتاب المغازی کی روایت میں ہے (کشف الباری، کتاب المغازی باب فضل من شھد بدرا:۱۴۵) وضع حمل کے بعد ابوالسنابل نے ان کے پاس پیغام نکاح بھیجا تو انہوں نے انکار کیا، موطا کی روایت میں ہے کہ ان کو دو آدمیوں نے پیغام نکاح دیا تھا جن میں ایک جوان اور دوسرا ادھیڑ عمر تھا (فتح الباری ج ۹ ص ۵۹۰) جو جوان تھا اس کا نام ابوالبشر بن حارث تھا (فتح الباری ج ۹ ص ۵۹۰) اور ابوالسنابل ادھیڑ عمر تھا اس لیے سبیعہ نے جوان کے پیغامِ نکاح کو قبول کرنا چاہا، اس پر ابوالسنابل نے کہا کہ جب تک چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں اس وقت تک تمہارے لیے کسی سے نکاح کرنا حلال نہیں، ان کا وضع حمل شوہر کی وفات کے دو تین ماہ بعد ہوا تھا، بعض روایات میں دو ماہ، بعض میں چالیس دن، بعض میں پچیس دن کا ذکر ہے (فتح الباری ج ۹ ص ۵۹۲)، بہر حال چار ماہ دس دن ابھی نہیں گزرے تھے، ابوالسنابل نے یہ اس لیے کہا کہ اس وقت سبیعہ کے دوسرے رشتہ دار موجود نہیں تھے، ان کا خیال تھا کہ تب تک ان کے رشتہ دار آجائیں گے اور ان سے بات ہوگی تو شاید یہ میرے ساتھ نکاح پر آمادہ ہو جائیں (الموطا للامام مالک، کتاب الطلاق، باب عدۃ المتوفی عنھا زوجھا اذا کانت حاملا، ج ۲ ص ۵۸۹) سبیعہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ میرا وضع حمل ہو گیا ہے، کیا میں اب نکاح کر سکتی ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تو نکاح کر سکتی ہے۔

ابوسنابل نے کہا: اللہ کی قسم! تم اس سے نکاح نہیں کر سکتیں

صحیح بخاری کے کئی نسخوں میں ''فقال'' کے بجائے ''فقالت'' ہے لیکن صحیح ''فقال'' مذکر کا صیغہ ہے، ضمیر ابوالسنابل کی طرف راجع ہے ''ان تنکحیه'' میں ''ان'' مصدریہ ہے اور بتاویل مصدر ہو کر یہ جملہ ''یصلح'' کا فاعل ہے، ابوالسنابل کے مختلف نام روایات میں آتے ہیں، عمرو، عامر، اصرم، عبداللہ۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۹۰)

باب کی دوسری روایت کتاب المغازی میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

(دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی باب من شھد بدرا ص ۱۴۵)، تیسری روایت میں ''ان سبیعة نفست'' (نون کے ضمہ اور فاء کے کسرہ کے ساتھ) بمعنی ولدت۔

مطلقات کی عدت قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں تین قروء بتائی گئی ہے، اس پر تو سب کا اتفاق ہے لیکن ''قرء'' کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک ''قرء'' یہاں حیض کے معنی میں ہے اور یہی امام احمد بن حنبل کا صحیح قول ہے، حضرات صحابہ میں سے حضرت عمر بن عبدالخطاب، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی یہی قول منقول ہے، بلکہ اثرم نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اکابر صحابہ کا یہی قول ہے۔

امام شافعی، امام مالک فرماتے ہیں کہ ''قرء'' ''طھر'' کے معنی میں ہے، حضرات صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے یہی قول منقول ہے، امام احمد کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔

امام بخاری کا رجحان

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب میں حضرت ابراہیم نخعی کا جو اثر نقل کیا ہے، اس میں اگرچہ ایک دوسرا مسئلہ بیان ہوا ہے لیکن اس اثر کے ذکر کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اور میلان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ''قرء'' حیض کے معنی میں ہے اور

وہ اس مسئلہ میں حضرات حنفیہ کی موافقت کر رہے ہیں، کیونکہ اس اثر میں مطلقہ کی عدت حیض سے شمار کی گئی ہے، طہر سے نہیں۔

حضرت ابراہیم نخعی کے اثر کا حاصل

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے اثر کا حاصل یہ ہے کہ ایک مطلقہ عورت نے عدت کے اندر دوسری شادی کر لی، مثلاً ابھی تک اس کی عدت کا ایک ہی حیض گزرا تھا کہ اس نے دوسرا نکاح کر لیا، نکاح کے بعد دوسرے شوہر نے بھی طلاق دیدی، اب پہلے شوہر کی عدت بھی اس پر لازم ہے اور دوسرے شوہر کی عدت بھی اس پر لازم ہے، پہلے شوہر کی عدت ختم ہونے کے لیے دو حیض اور دوسرے شوہر کی عدت کے لیے تین حیض باقی ہیں، تو اب جو دو حیض آئیں گے ان کو دوسرے شوہر کی عدت میں بھی شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ یہ دو حیض دوسرے شوہر کی عدت میں شمار نہیں ہوں گے بلکہ صرف پہلے شوہر کی عدت میں شمار ہوں گے، اور دوسرے شوہر کی عدت کے لیے اس کے بعد مستقل تین مزید حیض اس کو گزارنے ہوں گے لیکن امام زہری فرماتے ہیں کہ یہ دو حیض دوسرے شوہر کی عدت کے لیے بھی شمار ہوں گے، آگے دوسری عدت پوری ہونے کے لیے صرف ایک حیض کی ضرورت ہوگی، اس طرح کل چار حیض سے دونوں شوہروں کی عدت گزر جائے گی، زہری کے اس قول کو سفیان نے بھی پسندیدہ قرار دیا اور حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے، امام مالک کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔ (الابواب والتراجم ج ۲ ص ۸۳، فتح الباری ج ۹ ص ۵۹۵، ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۹۶) حضرت ابراہیم نخعی کی اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۹۶)

''اقرأت'' کے لفظ کے دو معانی

ابو عبیدہ معمر بن مثنی فرماتے ہیں کہ ''اقرات'' کا استعمال اس وقت بھی ہوتا ہے جب حیض کا زمانہ قریب آجائے اور اس وقت بھی ہوتا ہے جب زمانہ طہر قریب آجائے، حاصل یہ ہے کہ مذکورہ لفظ حیض اور طہر دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

بانجھ عورت کے لیے ''اقرات'' کے لفظ کا استعمال

ماقرأت بسلاقط: اس وقت کہا جاتا ہے جب عورت بانجھ ہو اور وہ پیٹ میں بچے کو جمع نہ کر سکے، معلوم ہوا قرء کے معنی جمع کرنے کے آتے ہیں، حیض کو قرء اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں جمع شدہ خون کا خروج ہوتا ہے، اور طہر کو قرء اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں رحم کے اندر خون جمع ہوا کرتا ہے، کتاب التفسیر میں سورہ نور کے تحت بھی یہ جملہ گزر چکا ہے۔ (کشف الباری کتاب التفسیر: ۴۹۴)

(کشف الباری عما فی صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، ص ۵۵۲-۵۵۶، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

۴۰۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (البقرہ: ۲۲۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقد ثانی) سے روکے رکھیں۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

آیا ہر مطلقہ کی عدت تین حیض ہے خواہ وہ آزاد عورت ہو یا باندی، یا اس عموم سے باندیاں مستثنیٰ ہیں اور باندیوں کی عدت دو حیض ہے؟

المطلقات: سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کے ساتھ دخول کیا گیا ہو اور ان کو حیض آتا ہو، یتربصن: کا معنی ہے: وہ انتظار کریں، یعنی تین حیض تک وہ دوسرا نکاح کرنے کے لیے انتظار کریں، اور یہ خبر کا صیغہ ہے اور یہ امر کے معنی میں ہے یعنی ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ تین حیض تک دوسری جگہ نکاح کرنے سے رکی رہیں، یعنی جب ان کا خاوند ان کو طلاق دے دے اور تین حیض تک وہ رکی رہیں، پھر اگر وہ چاہیں تو دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہیں۔

اور ائمہ اربعہ نے اس آیت کے عموم سے باندی کو خارج کیا ہے کیونکہ جب اس کو طلاق دی جائے تو اس کی عدت آزاد عورت کی نصف ہوتی ہے، اور حیض کی تجزی اور تقسیم نہیں ہوتی، تو پھر باندی کی عدت مکمل دو حیض ہیں۔ اور چونکہ ابن جریج نے مظاہر بن اسلم المخزومی المدنی سے روایت کی ہے از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ باندی کی طلاق دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں، اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے: لیکن اس کا ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں الکلیہ ہے اور وہ ضعیف راوی ہے، امام دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اور ان کے علاوہ دوسروں نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ خود القاسم بن محمد کا قول ہے اور اس کی امام ابن ماجہ نے عطیہ العوفی کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے اور امام دارقطنی نے کہا کہ صحیح وہ ہے جس کی روایت سالم اور نافع نے از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کی ہے، اور اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ صحابہ کرام کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور بعض مقدمین نے کہا: بلکہ باندی کی عدت بھی وہی ہے جو آزاد عورت کی عدت ہے، کیونکہ اس آیت میں بر سبیل العموم یہ فرمایا ہے کہ ہر مطلقہ اپنے نفس کو تین حیض تک دوسروں سے نکاح سے روکے رکھے اور اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ یہ امر جبلی اور فطری ہے، سو اس میں آزاد عورتیں اور باندیاں دونوں برابر ہیں، اور اس قول کی حکایت ابو عمر نے ابن سیرین سے کی، اور بعض اہل الظاہر نے اس اثر کو ضعیف قرار دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی پہلی تعلیق

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ فِيمَنْ تَزَوَّجَ فِي الْعِدَّةِ فَحَاضَتْ عِنْدَهُ ثَلَاثَ حِيَضٍ بَانَتْ مِنَ الْأَوَّلِ وَلَا تَحْتَسِبُ بِهِ لِمَنْ بَعْدَهُ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۵۷)

اور ابراہیم نے کہا جس مرد نے عدت کے دوران کسی عورت سے نکاح کیا، پس اس عورت کو اس کے پاس تین حیض آ گئے، سو وہ پہلے حیض سے بائنہ ہو جائے گی، اور اس کے بعد کے حیضوں کا شمار نہیں کیا جائے گا۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ، اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کے شروع میں مذکور ہے، ابراہیم نے کہا۔

ابراہیم کا تعارف

ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی متوفی ۹۶ھ، یہ حماد بن ابی سلیمان متوفی ۱۲۰ھ کے استاذ ہیں، اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے استاذ الاستاذ ہیں۔

''اجتماع العدتین'' کی تفسیر

اس مسئلہ کا تعلق اجتماع العدتین سے ہے۔

پس ہم اولاً یہ کہتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے عدت کے دوران نکاح کیا، اس کا نکاح فسخ کر دیا جائے گا اور شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق کر دی جائے گی، پس جب اس نے عدت میں نکاح کیا اور اس عورت کو اس کے پاس تین حیض آ گئے تو وہ عورت پہلے حیض سے بائنہ ہو جائے گی، کیونکہ اس کی عدت اسی حیض سے ہے۔

پھر اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا: اور اس عورت کے اس حیض کا شمار نہیں کیا جائے گا، یعنی اس عورت کو اس حیض کے سبب سے اس کے پہلے خاوند کے بعد شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ دوسرے شوہر کے لیے اس کو ایک اور عدت گزارنی ہوگی، یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے جس کی امام ابن ابی شیبہ نے از عبدہ بن ابی سلیمان از اسماعیل بن ابی خالد روایت کی ہے۔

اور مدنیون نے امام مالک متوفی ۱۷۹ھ سے روایت کی ہے: اگر اس عورت کو اس کے پاس ایک حیض آ گیا یا دو حیض آ گئے، پہلے خاوند سے تو وہ اپنی بقیہ عدت کو پوری کرے گی، پھر دوسرے شوہر کے لیے از سر نو عدت گزارے گی، جس طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ سے مروی ہے اور یہی لیث اور امام محمد بن ادریس الشافعی المتوفی ۲۰۴ھ کا قول ہے۔ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا قول ہے، اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا قول ہے۔

اور ابن القاسم مالکی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ ان میں سے ایک کی عدت دونوں کی عدت ہو جائے گی، یعنی زوجِ اول کی عدت بھی ہو جائے گی اور زوجِ ثانی کی عدت بھی ہو جائے گی، اور یہی قول اوزاعی کا ہے اور ثوری کا ہے اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور ان کے اصحاب کا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی دوسری تعلیق

قَالَ الزُّهْرِيُّ تَحْتَسِبُ وَهٰذَا أَحَبُّ إِلَى سُفْيَانَ يَعْنِي قَوْلَ الزُّهْرِيِّ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۵۷)

اور زہری نے کہا اس کا شمار کیا جائے گا، اور یہ قول سفیان کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، یعنی زہری کا قول۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ، اس دوسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن فقہاء نے یہ کہا کہ یہ حیض دونوں شوہروں کی عدت ہے اور جنہوں نے یہ کہا کہ یہ صرف پہلے شوہر کی عدت ہے، اس مسئلہ میں طرفین کے دلائل

یعنی محمد بن مسلم بن شہاب الزہری متوفی ۱۵۲ھ نے کہا: اس حیض کا شمار کیا جائے گا، پس یہ حیض دونوں شوہروں کی عدت

ہو جائے گا جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اور یہ زہری کا قول سفیان ثوری کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، اور ابن شہاب زہری اور ان کے متبعین کی دلیل یہ ہے کہ اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ پہلا شوہر اس عورت سے دوسرے شوہر کی بقیہ عدت میں نکاح نہیں کرے گا، سو اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ دوسرے شوہر کی عدت ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اس عورت سے اس کی عدت میں نکاح کر لیتا، اور اولین کی دلیل یہ ہے کہ یہ دو حق ہیں اور یہ دونوں اس عورت پر واجب ہیں اس کے دونوں شوہروں کے لیے جیسا کہ باقی حقوق ہیں اور ایک کا حق دوسرے کے حق میں داخل نہیں ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی تیسری تعلیق

وَقَالَ مَعْمَرٌ: يُقَالُ: أَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ: إِذَا دَنَا حَيْضُهَا وَأَقْرَأَتْ: إِذَا دَنَا طُهْرُهَا، وَيُقَالُ: مَا قَرَأَتْ بِسَلًى قَطُّ: إِذَا لَمْ تَجْمَعْ وَلَدًا فِي بَطْنِهَا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۵۷)

اور معمر نے کہا: کہا جاتا ہے: ''اقرأت المراۃ''، جب اس کا حیض قریب آجائے'' اور ''اقرأت'' کہا جاتا ہے جب اس کا طہر قریب آجائے اور کہا جاتا ہے: ما قرأت بسلی قط: یعنی جب عورت کے پیٹ میں بچہ جمع نہ ہو۔ (تغلیق التعلیق ج ۴ ص ۴۷۷)

باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ، اس تیسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

معمر کا تعارف

معمر: کے اسم میں دونوں میموں پر زبر ہے اور عین پر جزم ہے، امام ابو عبیدہ بن المثنی نے کہا: معمر ۲۱۰ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

''قرء'' کا لفظ حیض اور طہر دونوں معنی میں مستعمل ہوتا ہے، اس سلسلے میں فقہاء کے اقوال اور ان کے مآخذ

اس حدیث میں مذکور ہے، کہا جاتا ہے: ''اقرأت المراۃ'' اس سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ ''قرء'' کا لفظ حیض اور طہر دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے یعنی یہ لفظ لغتِ اضداد میں سے ہے، اور فقہاء کا اختلاف ہے کہ ''اقرء'' کا لفظ جب عورت کو طلاق دی جائے تو وہ کس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ضحاک، الاوزاعی، ثوری، نخعی، سعید بن المسیب، علقمہ، اسود، مجاہد، عطاء، طاؤس، سعید بن جبیر، عکرمہ، محمد بن سیرین، حسن بصری، قتادہ اور الشعبی، الربیع، مقاتل بن حیان، السدی، مکحول اور عطاء الخراسانی نے کہا کہ ''الاقرء'' الحیض ہے اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، اور امام احمد بن حنبل کی دو روایتوں میں سے جو زیادہ صحیح روایت ہے اس میں بھی یہی مذکور ہے اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے اور اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابو الدرداء، حضرت عبادہ بن الصامت، حضرت انس بن مالک، حضرت ابن مسعود، حضرت عباس، حضرت معاذ، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

اور سالم اور قاسم، اور عروہ اور سلمان بن یسار، ابن عثمان، زہری اور باقی امام مالک، امام شافعی، امام ابو ثور، داؤد ظاہری اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت میں یہ قول ہے کہ ''الاقرء'' کا ''معنی الاطہار'' ہے، اور یہ قول حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت

Marfat.com

رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور ابو عمر حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا قول ہے، پس ان کے نزدیک مطلقہ عورت نکاح کے لیے حلال ہو جاتی ہے، جب وہ تیسرے حیض کے خون میں داخل ہو، عام ازیں کہ اس طہر کا کچھ حصہ باقی رہے جس میں اس عورت کو طلاق دی گئی تھی، ایک دن ہو یا زیادہ ہو یا ایک گھنٹہ ہو یا زیادہ ہو، سو اس طہر کا شمار کیا جائے گا۔

اور فقہاء کی پہلی جماعت نے کہا کہ مطلقہ عورت نکاح کے لیے حلال نہیں ہوتی، حتیٰ کہ وہ تیسرے حیض کے بعد غسل کر لے۔

جن فقہاء نے یہ کہا کہ ''الاقرء'' کے معنی میں توقف ہے، ان کا بیان

اور فقہاء کی ایک اور جماعت نے الاقرء کے معنی میں توقف کیا، آیا یہ حیض ہے یا طہر ہے، اور یہ فقہاء سلیمان بن یسار ہیں اور فضالہ بن عبید ہیں اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل ہیں۔

''ما قرأت بسلا'' کے لغوی معنی کی تحقیق اور اس میں ارباب لغت کے اقوال

اس کے بعد امام بخاری نے کہا: ''ما قرأت بسلی'' اس میں سین کے نیچے زیر ہے اور یاء مقصورہ ہے اور سلی اس باریک کھال کو کہتے ہیں جس میں مویشیوں میں سے کسی مویشی مادہ کا بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا رحم بچے کے ساتھ ملا نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ قرء کا لفظ جمع اور ملنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

الاصمعی نے کہا ہے: ''القرء'' (قاف پر پیش) اور ابوزید نے کہا: ''القرء'' (قاف پر زبر) واقرأت المراۃ، جب منی عورت کے رحم میں ٹھہر جائے اور قعدت المرأۃ ایام اقرائھا، یہ اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب عورت حیض کے ایام میں بیٹھ جائے اور ابو عمر حافظ ابن عبد البر نے کہا: ''القرء'' کا لفظ اصل لغت کے اندر ''الوقت'' ہے اور ''الطہر'' ہے اور ''الحمل'' ہے اور ''الجمع'' ہے۔

ثعلب نے کہا: ''القرء'' کا معنی ہے: ''الاوقات'' اور اس کا واحد قرء ہے، اور اس کا معنی ہے: وقت، اور کبھی یہ لفظ حیض کے لیے استعمال ہوتا ہے اور کبھی یہ لفظ طہر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

آیا ''قرء'' کا لفظ حیض اور طہر، دو معنی میں مشترک ہے، یا ایک میں حقیقت ہے اور دوسرے میں مجاز ہے

اور قطرب نے کہا: عرب کہتے ہیں: ''ما اقرأت الناقۃ سلا قط'' یعنی اونٹنی نے اپنے رحم کی جھلی کو نہیں گرایا۔ اور کہا جاتا ہے: ''اقرأت الناقۃ قرء'' اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب نر اونٹ مادہ کے پاس بار بار جائے۔ نیز انہوں نے کہا: کہا جاتا ہے: ''قرأت المرأۃ قرء'' جب عورت کو حیض آئے یا جب عورت حیض سے پاک ہو جائے۔ اور ''قرأت'' کہا جاتا ہے جب عورت حاملہ ہو جائے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ اسماء مشترکہ میں سے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ لفظ حیض میں حقیقت ہے اور طہر میں مجاز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳۶-۴۳۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

البقرہ: ۲۳۱ کی تفسیر از علامہ ازہری سے

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری المتوفی ۱۹۹۸ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

طلاق سے یہاں مراد طلاق رجعی ہے، یعنی جب تک تم نے طلاق مغلظ نہیں دی اس وقت تک تمہیں اختیار ہے، چاہے تو رجوع

Marfat.com

کرلو اور اسے اپنے گھر بسالو اور اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو، اور اگر رجوع کا ارادہ نہیں تو پھر اسے عمدگی اور شائستگی سے علیحدہ کر دو، جو صورت بھی اختیار کرو اس میں نیک نیتی ملحوظ ہو، عورت کو ضرر دینا اور اسے تنگ کرنا ہرگز مقصود نہیں ہونا چاہیے۔

گھریلو زندگی کی اہمیت کے پیش نظر ان قوانین کو غلط استعمال کرنے والوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر تم نے ان قواعد کی تعمیل میں تاویل سے کام لینا شروع کیا تو یاد رکھو تمہارا یہ جرم نظر انداز نہیں کیا جائے گا، کیونکہ تم آیاتِ خداوندی کا مذاق اڑا رہے ہو، اور یہ بڑا سنگین جرم ہے، اس کی سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی۔

پہلے جملے میں سرزنش کی گئی تھی۔ اب ملاطفت وشفقت سے ان قوانین کے اتباع کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ دیکھو قرآن ایسی کتاب ہدایت تمہیں عطا فرمائی گئی ہے، تمہیں اس نعمتِ عظمیٰ کا پاس ہمیشہ رہنا چاہئے، تبھی تو تم اس احسانِ عظیم کی شکر گزاری کا حق ادا کر سکتے ہو، ترغیب وترہیب کی کیا حسین آمیزش ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ص ۱۵۹-۱۶۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، جولائی ۲۰۱۱ء)

البقرہ: ۲۳۱ کی تفسیر از مصنف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۚ (البقرہ: ۲۳۱)

اور جب تم عورتوں کو (رجعی) طلاق دو، پھر وہ اپنی عدت (کی میعاد) کو پہنچیں تو انہیں دستور کے مطابق (اپنے نکاح میں) روک لو یا ان کو حسنِ سلوک کے ساتھ چھوڑ دو، اور ان کو ضرر پہنچانے کیلئے نہ روکے رکھو تا کہ تم ان پر زیادتی کرو، اور جس نے ایسا کیا تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، اور اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ۔

جس عورت کو خاوند خرچ نہ دے اس کی گلو خلاصی میں آراء ائمہ

ائمہ ثلاثہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی شخص کا اپنی منکوحہ کو بہ طور ظلم اور زیادتی کے نکاح میں روکے رکھنا جائز نہیں ہے، بایں طور کہ اس کو نہ کھانے، پینے، کپڑوں اور رہائش کے اخراجات دے اور نہ اس کو اپنے نکاح کی قید سے آزاد کرے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس صورت کا حکم یہ ہے کہ قاضی ان کا نکاح فسخ کر دے اور عدت کے بعد وہ عورت نکاح ثانی کے لیے آزاد ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک اس صورت میں قاضی کو تفریق کا حق نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ جب خاوند نامرد ہو تو فقہاء احناف کے نزدیک بھی قاضی کو تفریق کا حق ہے، جب کہ خاوند کے مرد ہونے سے عورت کو شہوانی تسکین ہوتی ہے اور کھانے پینے کے خرچ نہ ہونے سے اس کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے گی اس لیے اس صورت میں قاضی تفریق کرنے کا زیادہ مستحق ہے، فقہاء احناف نے اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ استدلال اس آیت کے شانِ نزول کے خلاف ہے، علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس آیت کو بہ طور ظلم عورت کو نکاح میں روکنے کی ممانعت اور حسن معاشرت کے ساتھ عورت کے ہمراہ رہنے کے حکم پر محمول کیا ہے، لیکن یہ تقریر اس آیت کے شانِ نزول کے خلاف ہے کیونکہ امام ابن جریر، امام ابن المنذر وغیرہ نے سدی سے روایت کیا ہے کہ ثابت بن یسار انصاری نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور جب اس کی عدت ختم ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو اس سے رجوع کر لیا اور اس کو پھر طلاق دے دی اور جب دوبارہ اس کی عدت ختم ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو اس سے پھر

Marfat.com

رجوع کرلیا اور سہ بارہ اسی طرح کیا حتیٰ کہ اس عورت کی عدت نو ماہ ہوگئی، تب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنی عورتوں کو ضرر پہنچانے کے لیے (عدت میں) نہ روکے رکھو۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۱۴۲-۱۴۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ آلوسی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ خصوصیت مرد کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ عموم الفاظ کا لحاظ ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی ہمدردی، قوت استدلال اور عدل و انصاف اور ہمہ گیری اور ہمہ جہتی کے لحاظ سے ائمہ ثلاثہ کا مسلک راجح ہے، اور علماء احناف کو اس خالص انسانی مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے مسلک پر فتویٰ دینا چاہیے، جب کہ فقہاء احناف نے یہ تصریح کی ہے کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینا جائز ہے۔ میں نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد ثالث کے اخیر میں اس مسئلہ پر بہت تفصیل اور تحقیق سے گفتگو کی ہے۔

خرچ سے محروم عورت کی گلوخلاصی پر جمہور فقہاء کے دلائل

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دستور کے مطابق عورتوں کو نکاح میں رکھنے کا حکم دیا ہے اور دستور کے مطابق رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ خاوند اس کو کھانے پینے کا خرچ دے اور اگر یہ نہیں دے سکتا تو پھر اس کو طلاق دے دے، اور اگر وہ اس کو پھر بھی طلاق نہیں دیتا تو وہ عورت کو دستور کے مطابق رکھنے کے حکم سے خارج ہوگیا، اب حاکم اس عورت پر طلاق واقع کردے گا تاکہ شوہر کی طرف سے نفقہ نہ ملنے کی وجہ سے عورت کو ضرر نہ لاحق ہو، کیونکہ بھوک اور پیاس پر کوئی صبر نہیں کرسکتا (اس کے برعکس شہوانی خواہش پوری نہ ہونے پر صبر ہوسکتا ہے)۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابوثور، ابوعبید، یحییٰ قطان اور عبد الرحمن بن مہدی کا یہی مذہب ہے، صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ کا یہی مذہب ہے اور تابعین میں سے سعید بن المسیب کا یہی مذہب ہے اور انہوں نے کہا: یہی سنت ہے اور اس کو حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس کے برعکس امام ابوحنیفہ، ثوری اور زہری کا قول یہ ہے کہ جب شوہر خرچ نہ دے تو عورت پر صبر لازم ہے اور حاکم کے حکم سے یہ نفقہ شوہر کے ذمہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ (البقرہ: ۲۸۰) اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو فراخ دستی تک مہلت دو۔

(قرض لے کر بیوی کو کھلانا اس وقت متصور ہوگا جب اس کی نیت بیوی کو تنگ کرنا اور ضرر پہنچانا نہ ہو، اور مفروضہ صورت میں شوہر دانستہ بیوی کو خرچ نہیں دیتا)، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ۚ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (النور: ۳۲)

اور تم اپنے بے نکاح (آزاد) مردوں اور عورتوں کا نکاح کردو اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا نکاح کردو، اگر وہ فقراء ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فقراء کا نکاح کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے فقر علیحدگی کا سبب نہیں بن سکتا (کسی شخص کا فقر کی وجہ سے نفقہ دینے پر قادر نہ ہونا اور بات ہے وہ قرض لے کر بھی بیوی کو کھلا سکتا ہے اور کسی شخص کا قدرت کے باوجود عورت کو محض تنگ کرنے کے لیے نفقہ نہ دینا اور چیز ہے اور ہماری بحث اسی میں ہے اور زیر بحث آیت میں بھی عورت کو ضرر پہنچانے کی نیت سے نکاح میں روکے رکھنے سے منع کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

نیز شوہر اور بیوی کے درمیان اجماعاً نکاح منعقد ہو گیا، اب یہ نکاح اجماع سے منسوخ ہو گا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جس کا کوئی معارض نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی رائے کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوشحالی ہو، اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے، اپنے عیال سے خرچ کی ابتداء کرو، عورت کہے گی: یا مجھے کھلاؤ یا مجھے طلاق دو، غلام کہے گا: مجھے کھلاؤ اور مجھ سے کام لو، بیٹا کہے گا: مجھے کھلاؤ، مجھے کس پر چھوڑتے ہو؟ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۲-۵۲۴-۵۲۷)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ بیوی کو یا خرچ دیا جائے ورنہ اس کو طلاق دے دی جائے اور یہ ائمہ ثلاثہ کے موقف پر قوی دلیل ہے بلکہ اس اختلاف میں بہ منزلہ حکم ہے۔ نفقہ نہ دینے کی وجہ سے قاضی جو تفریق کرے گا وہ امام شافعی کے نزدیک طلاق بائنہ ہے اور امام مالک کے نزدیک طلاق رجعی کے قائم مقام ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۵۵-۱۵۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران، ۱۳۸۷ھ)

مذاق میں دی ہوئی طلاق کا نافذ ہونا

حافظ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں: امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک آدمی کسی شخص سے کہتا: میں نے تم سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا، پھر کہتا: میں تو تم سے مذاق کر رہا تھا اور کوئی شخص کہتا: میں نے غلام آزاد کر دیا اور پھر کہتا: میں تو مذاق کر رہا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ''اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ کوئی شخص ان کو مذاق سے کہے یا بغیر مذاق کے، وہ نافذ ہو جائیں گی، طلاق، عتاق (غلام آزاد کرنا) اور نکاح۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بغیر ارادۂ طلاق کے مذاق سے طلاق دے دیتا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ''اللہ کی آیتوں کو مذاق نہ بناؤ'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو لازم کر دیا۔

امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے: نکاح، طلاق اور رجوع کرنا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۸۶، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی، ایران)

احکام شرعیہ کو مذاق بنا لینا حرام ہے اور ان کا مذاق اڑانا کفر ہے، مذاق میں طلاق دینا حرام ہے اور یہ طلاق نافذ ہو جائے گی۔ اسی طرح عمل گناہ کرتے رہنا اور زبان سے توبہ کرتے رہنا بھی احکامِ شرعیہ کو مذاق بنانا ہے۔

(تبیان القرآن ج ۱ ص ۸۳۹-۸۴۱، فرید بک اسٹال لاہور)

جس طلاق کے بعد رجوع کیا جائے، پھر طلاق دی جائے

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ، اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ (البقرہ:۲۳۱)

اور جب تم عورتوں کو (رجعی) طلاق دو، پھر وہ اپنی عدت (کی میعاد) کو پہنچیں تو انہیں دستور کے مطابق (اپنے نکاح میں) روک لو یا ان کو حسنِ سلوک کے ساتھ چھوڑ دو، اور ان کو ضرر پہنچانے کے لیے نہ روکے رکھو تا کہ تم ان پر زیادتی کرو، اور جس نے ایسا کیا تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرد اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا، تو اس طلاق سے رجوع کر لیتا تھا، پھر اس کو دوبارہ طلاق دیتا تھا، پھر رجوع کر لیتا تھا، اور اس کو یوں ہی ضرر پہنچاتا رہتا تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا۔ اور یہ قول مجاہد سے اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ سے اور ذہاب سے اور عامر بن شراحیل متوفی ۲۰۳ھ سے اور قتادہ بن دعامہ بن عزیز البصری متوفی ۱۱۷ھ سے مروی ہے۔

(تفسیر طبری ج ۲ ص ۴۹۷، تفسیر الدر المنثور ج ۱ ص ۶۸۱)

جو مرد اپنی بیوی کو ضرر پہنچانے کے لیے بار بار طلاق دے اور پھر اس طلاق سے رجوع کر لے اس کے متعلق فقہاءِ اسلام کی آراء

اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جو شخص اپنی بیوی کو ضرر پہنچانے کے لیے بار بار ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے، اور اس کی عدت کب پوری ہوگی، جب اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پھر رجوع کیا، پھر طلاق دی، تو اکثر اہل علم نے یہ کہا ہے کہ اس کی آخری طلاق کے بعد اس کی عدت شروع ہو جائے گی۔

اور ابوقلابہ نے کہا: جب اس نے زبان سے رجوع کر لیا تو یہ رجوع ہے، پس اگر اس نے جماع سے پہلے طلاق دی تو عدت دوبارہ شروع کی جائے گی اور یہ رجوع عدتِ اولیٰ کا ہے، اسی طرح حماد بن ابی سلیمان متوفی ۱۲۰ھ کا قول ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۰۹۴۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری المتوفی ۱۶۱ھ نے کہا: ہمارے نزدیک اس پر فقہاء کا اجماع ہے۔

اور الزہری نے کہا: جب اس نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا تو وہ آخری طلاق سے عدت گزارے گی اور جب اس نے رجوع نہیں کیا تو پہلی طلاق سے عدت گزارے گی۔

اور جابر بن زید نے کہا: جس دن اس نے طلاق دی ہے، اس دن سے عدت گزارے گی۔

ابن جریج نے کہا: اور عمرو نے اور عبد الکریم نے اور الحسن بن مسلم نے اور دوسروں نے اور طاؤس نے کہا کہ امام مالک بن انس نے کہا ہے کہ وہ اس دن سے عدت گزارے گی جس دن اس کے شوہر نے اس کو آخری طلاق دی۔ (المدونہ ج ۲ ص ۴، بحث طلاق السنۃ)

اور ابن جابر اور سعید بن عبد العزیز اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور امام ابوعبید متوفی ۲۲۷ھ اور ابوثور اور فقہاءِ احناف کا بھی یہی قول ہے۔ (المبسوط للسرخسی ج ۶ ص ۳۲، بحث باب الرجعت)

اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں:

Marfat.com

ایک قول یہ ہے کہ وہ آخری طلاق سے عدت گزارے گی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ پہلی طلاق سے عدت گزارے گی، اور مزنی امام شافعی کے پہلے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ، امام شافعی کے دوسرے قول کو ترجیح دیتے تھے، اور وہ یہ ہے کہ جب اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اور اس نے کچھ عدت گزاری، پھر رجوع کرلیا اور انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ⑲ (الاحزاب:۴۹)

اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو، تو تمہارے لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے، جس کا تم شمار کرو، سو تم ان کو کچھ ان کے فائدہ کی چیزیں دے کر حسنِ سلوک سے ان کو رخصت کر دو O

علامہ ابوبکر محمد ابن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی متوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ کا جو قول ہے، وہی قیاس کا تقاضا ہے، اور وہی اس آیت کے مطابق ہے کہ اس کے اوپر کوئی عدت نہیں ہے، اور میں نے بعض فقہاء سے سنا جنہوں نے اس کے خلاف کہا اور ان دو قولوں میں پہلا قول زیادہ اولیٰ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۵۳۱-۵۳۳، دار الفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

جو عورت غائب ہو اور اس کے پاس اس کے خاوند کی وفات کی خبر آ جائے یا خاوند کے طلاق دینے کی خبر آ جائے

علامہ ابوبکر محمد ابن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی متوفی ۳۱۸ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

اہلِ علم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جس عورت کے پاس اس کے خاوند کی وفات کی خبر پہنچی یا اس کی طلاق کی خبر پہنچی تو اس کا کیا حکم ہے؟ پس ایک جماعت نے کہا: عدتِ طلاق اور عدتِ وفات اس دن سے شروع ہوگی جس دن اس کے خاوند کی وفات ہوئی یا جس دن اس کے خاوند نے اس کو طلاق دی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۲۷-۳۳۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۲۵)

اور سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور مجاہد بن جبر القرشی المخزومی متوفی ۱۰۴ھ اور طاؤس بن کیسان الیمانی متوفی ۱۰۶ھ اور عکرمہ البربری التوفی ۱۰۵ھ اور سلیمان بن یسار، اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی التوفی ۹۶ھ اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور ابوالعلیاء اور نافع مولیٰ ابن عمر متوفی ۱۱۷ھ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور اسی طرح امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا قول ہے۔ (المدونہ ج ۲ ص ۱۲، بحث عدۃ التوفی عنھا زوجھا)

اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور امام محمد بن ادریس الشافعی التوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ (مسائل احمد واسحاق: ۲۷۴) اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور امام ابوعبید الہروی التوفی ۲۲۷ھ اور ابوثور اور فقہاءِ احناف کا مذہب ہے۔ (المبسوط للسرخسی ج ۶ ص ۳۶، بحث باب العدۃ وخروج المرأۃ من بیتھا)

اور اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس عورت کی عدت اس دن سے شروع ہوگی جس دن اس کو کسی نے خبر پہنچائی ہے، یہ قول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ کا ہے اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور قتادہ بن دعامہ بن عزیز البصری متوفی ۱۱۷ھ اور عطاء الخراسانی متوفی ۱۵۳ھ اور خلاس بن عمرو کا بھی یہی قول ہے۔

اور اس مسئلہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ اس کی عدت اس وقت شروع ہوگی جب اس پر گواہ قائم ہو جائیں کہ فلاں دن اس کا شوہر فوت ہوا تھا یا فلاں دن اس کے شوہر نے طلاق دی تھی، اور اگر گواہ قائم نہ ہوں تو اس کی عدت اس دن سے شروع ہوگی جس دن اس کو خبر پہنچی ہے اور یہ سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ اور عمر بن عبد العزیز خلیفۃ المسلمین متوفی ۱۰۱ھ کا قول ہے۔

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا:

میں پہلے قول کے مطابق کہتا ہوں، اور عدت طلاق سے یا وفات سے واجب ہوگی، کیونکہ کوئی عورت اس سے خالی نہیں ہے کہ اس کا شوہر جب فوت ہو گیا ہو یا اس نے طلاق دی ہو، اور یہ کہ اس کی بیوی عدت گزارے گی، پس جب فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ وہ عورت فی الحال اس کی بیوی نہیں ہے اور اگر اس کا شوہر تین طلاق دینے کے بعد فوت ہو گیا تو وہ اس بناء پر اپنے شوہر کی وارث نہیں ہوگی کہ وہ معتدہ ہے یعنی عدت گزارے گی، اور ان کا اس پر اجماع ہے کہ اگر وہ شوہر کی طلاق کے وقت حاملہ ہوتی اور اس کو طلاق کا علم نہ ہوتا حتیٰ کہ اس کے ہاں بچہ ہو جاتا تو وضع حمل کے ساتھ اس کی عدت پوری ہو جاتی، سو واجب ہے کہ دوسری عدت کا بھی یہی حکم ہو۔ (الاجماع: ۴۴۷، الاقناع: ۲۴۰۳)، (الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۹ ص ۵۳۳-۵۳۴، دار الفلاح ریاض ۱۴۳۰ھ)

باب:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

(البقرہ: ۲۲۸)

امام بخاری اس باب کی تعلیقات میں لکھتے ہیں:

(۱) اور ابراہیم نے کہا: جس مرد نے عدت کے دوران کسی عورت سے نکاح کیا، پس اس عورت کو اس کے پاس تین حیض آ گئے، سو وہ پہلے حیض سے بائنہ ہو جائے گی، اور اس کے بعد کے حیضوں کا شمار نہیں کیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۵۷)

(۲) اور زہری نے کہا: اس کا شمار کیا جائے گا، اور یہ قول سفیان کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، یعنی زہری کا قول۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۵۷)

(۳) اور معمر نے کہا: کہا جاتا ہے: "اقرأت المراة"، جب اس کا حیض قریب آ جائے" اور "اقرأت" کہا جاتا ہے جب اس کا طہر قریب آ جائے اور کہا جاتا ہے: ماقرأت بسلی قط: یعنی جب عورت کے پیٹ میں بچہ جمع نہ ہو۔ (تغلیق التعلیق ج ۴ ص ۴۷۷)

اس مسئلہ میں فقہاء اسلام کے اقوال کہ مرد کو طلاق سے رجوع کرنے کا حق ہوتا ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، ان تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب عورت کو طلاق دی جائے تو اس کے اوپر "الاقرء" واجب ہوتے ہیں، ان اقراء کا کیا معنی ہے، اور وہ کون سا وقت ہے جس وقت میں بیوی اپنے شوہر سے بائنہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ مرد اپنی بیوی سے رجوع نہیں کر سکتا۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مرد عورت سے رجوع کرنے کا زیادہ حق دار ہے حتیٰ کہ وہ تیسرے حیض سے غسل کر لے۔ اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ کا قول ہے اور یہ قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متوفی ۱۳ھ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

Marfat.com

متوفی ۵۲ھ اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ متوفی ۳۴ھ، حضرت ابو الدرداء متوفی ۳۲ھ کا قول ہے اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور ابو عبید متوفی ۲۲۷ھ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کے اقوال کہ ''الاقراء'' کا معنی حیض ہے یا طہر

اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ مرد کو رجوع کا اس وقت تک حق ہے جب تک وہ عورت حیض میں ہو، یہ طاؤس بن کیسان الیمانی متوفی ۱۰۶ھ اور سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ کا قول ہے اور یہ قول ان فقہاء کے مذہب پر مبنی ہے جو کہتے ہیں کہ ''الاقراء'' کا معنی حیض ہے، اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ''الاقراء'' کا معنی الاطہار ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ مرد اس وقت طلاق سے رجوع کر سکتا ہے جب تک کہ تیسرے حیض کا پہلا قطرہ نہ ہو، اور جب مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ طاہر تھی اور یہ امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام شافعی اور ابو ثور کا قول ہے اور جن فقہاء نے کہا: ''الاقراء'' کا معنی ''الاطہار'' ہے، وہ سلف صالحین میں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عمر متوفی ۷۳ھ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ اور قاسم اور سالم ہیں۔

اور ابو بکر بن عبد الرحمٰن نے کہا: میں نے جن فقہاء کو بھی پایا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق کہتے تھے، اور اہل لغت کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ عرب حیض کو ''قرء'' کہتے ہیں، اور طہر کو بھی ''قرء'' کہتے ہیں اور جس وقت میں حیض اور طہر جمع ہو اس کو بھی ''قرء'' کہتے ہیں، پس جب کہ یہ لفظ از روئے لغت کے ان معانی کا متحمل ہے تو قرآن مجید کی آیت مبارکہ میں الاقراء کے معنی کو دیکھنا ہوگا:

فقہاء مالکیہ اور فقہاء شافعیہ کے اس پر دلائل کہ الاقراء کا معنی ''الاطہار'' ہے

وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

(البقرہ: ۲۲۸)

اس آیت میں ''قرء'' کا کیا معنی ہے، تو ہم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے یہ دلیل پائی کہ ''الاقراء'' ''الاطہار'' ہیں، کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ طہر میں طلاق دیں، اور آپ نے اس طہر کو عدت قرار دیا اور آپ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کو اس مدت میں طلاق دی جائے۔ اور آپ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حیض میں طلاق دینے سے منع فرمادیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ''الاقراء'' کا معنی ''الاطہار'' ہے۔

پس اگر فقہاء احناف یہ کہیں کہ ''الاقراء'' کا معنی ''الحیض'' ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اقعدی ایام اقرائک'' یعنی تم اپنے حیض کے ایام میں ٹھہری رہو، یعنی تم ان ایام میں نماز نہ پڑھو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایام طہر میں نماز پڑھنے سے منع نہیں فرما سکتے۔

اس کے جواب میں ان سے یہ کہا جائے گا: اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ''القرء'' کا لفظ حیض کی بھی صلاحیت رکھتا ہے جس طرح طہر کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے، ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم اس قول کو ترجیح دیتے ہیں کہ حیض کا معنی طہر ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے ''دعی الصلوۃ ایام اقرائک'' اس کا محمل یہ ہے کہ آپ کا یہ خطاب مستحاضہ کے لیے تھا، کہ جب وہ حیض کا خون دیکھے تو نماز کو ترک کردے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث

Marfat.com

میں "الاقراء" کا معنی طہر ہے، وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ الاقرء کا اعتبار طہر میں کیا گیا ہے۔ اور مُستحاضہ جب خون کو آتا ہوا دیکھ لے تو وہ نماز کو ترک کر دے گی، یہ ہم کو مُضر نہیں ہے، کیونکہ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں، ایک مسئلہ عدت کا ہے اور ایک مسئلہ نماز کا ہے۔

اگر فقہاء احناف یہ کہیں کہ قرء کے اسم کا اطلاق حیض پر بھی ہوتا ہے کیونکہ جب کسی عورت کو حیض آ جائے تو اس کو ذوات الاقرء کہا جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرء کا اسم طہر کے لیے وضع کیا گیا ہے اور یہ حیض کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ طہر محض کا اسم ہے، ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ حیض والی عورتوں کے لیے وضع کیا گیا ہے جن کو ذوات الاقرء کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ وہ طہر ہے جس کے بعد حیض نہیں آتا، پس جب اس کے بعد حیض آ جائے تو طہر پایا گیا جس کے بعد حیض آیا۔

بحث مذکور کا حاصل

اور صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، پس لائق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کے قول کو مقدم رکھا جائے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حیض کے حال کو زیادہ جاننے والی ہیں، کیونکہ حیض کی حالت عورتوں کے ساتھ خاص ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت قُرب حاصل تھا، اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت قرب حاصل تھا اور انہوں نے جان لیا تھا کہ حیض کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور جس مصیبت میں وہ مبتلا ہو چکے تو اس کو دوسروں کو بہ نسبت زیادہ جاننے والے تھے۔

رہا ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی المتوفی ۹۶ھ کا یہ قول کہ جس نے کسی عورت سے عدت میں نکاح کیا اور اس کے پاس اس عورت کو تین حیض آ گئے تو وہ پہلے حیض سے بائنہ ہو جائے گی اور اس حیض کا شمار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ عدت میں جو نکاح کیا جاتا ہے وہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور اس مرد اور عورت کے درمیان تفریق کی جاتی ہے اور یہ اجماع العدتین کا مسئلہ ہے۔

اور فقہاء کا اس میں اختلاف ہے، پس اہلِ مدینہ کے فقہاء نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اگر عورت کو ایک حیض آیا یا دو حیض آئے تو وہ اپنی عدت کے باقی ایام پورے کرے گی اور پھر دوبارہ دوسری عدت گزارے گی، اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ سے مروی ہے، اور یہی اللیث، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا قول ہے۔

اور ابن القاسم مالکی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ ان دو عدتوں میں سے ایک عدت دونوں کی عدت ہو جائے گی، برابر ہے کہ یہاں پر عدت حمل کے ساتھ ہو یا حیض کے ساتھ ہو یا مہینوں کے ساتھ ہو، اور یہی امام اوزاعی، الثوری، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت اور ان کے اصحاب کا قول ہے۔ اور ابن القاسم کی جو امام مالک سے روایت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کا اس پر اجماع ہے کہ پہلا مرد اس عورت سے بقیہ عدت کے اندر دوسرے مرد سے پہلے نکاح نہیں کرے گا، اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ دوسرے مرد کی عدت ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ مرد اس کی عدت میں اس عورت سے نکاح کر سکتا تھا۔ اور دوسری روایت کی وجہ یہ ہے کہ یہ دو حق ہیں جو دونوں واجب ہیں، اس عورت کے دونوں شوہروں کے لیے، جیسا کہ اس کے باقی حقوق ہیں اور ایک کا حق دوسرے

کے حق میں داخل نہیں ہوگا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۳۹۳-۳۹۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

نوٹ: حافظ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے تعلیقاتِ مذکورہ کی شرح میں وہی لکھا ہے جو ہم اس سے پہلے علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح سے نقل کر چکے ہیں، تاہم انہوں نے ابن القاسم مالکی کے قول کا یہ حوالہ ذکر کیا ہے۔

(مختصر اختلاف العلماء للامام ابوبکر جصاص رازی متوفی ۳۷۰ھ ج ۲ ص ۴۰۰، دارالبشائر الاسلامیہ ۱۴۱۷ھ، الاستذکار للحافظ ابوعمر بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ ج ۱۷ ص ۱۹، موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

قرء کے لغوی معنی کی تحقیق اور ''قرء'' کے مصداق میں مذاہب فقہاء

امام ابوعبیدہ اللغوی المتوفی ۲۲۴ھ نے کہا ہے: ''الاقراء'' قرء کی جمع ہے، اور ''القرء'' کے معنی ہیں: اوقات، کبھی یہ وقت طہر کے لیے ہوتا ہے اور کبھی یہ وقت حیض کے لیے ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے: ''القرء'' کا معنی طہر ہے۔ اسی طرح جو عورت طاہرہ ہو اس کے لیے بھی اس لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے، اور قرء کا لفظ کبھی ہمزہ کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی بغیر ہمزہ کے۔

اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو ''اقراء'' عورت پر واجب ہوتے ہیں، جب اس کو طلاق دی جائے تو ان اقراء کا کیا مصداق ہے، فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ جب تک کوئی عورت تیسرے حیض سے غسل نہ کرلے اس وقت تک اس کا شوہر اس سے رجوع کرنے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما متوفی ۳۲ھ کا قول ہے۔ (مجمل اللغت ج ۲ ص ۷۵۰، مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۱۵-۳۱۶، الاستذکار ج ۱۸ ص ۳۴)

اور یہ مذہب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متوفی ۱۳ھ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ متوفی ۵۲ھ اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ متوفی ۳۴ھ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ کا قول ہے۔ اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری المتوفی ۱۶۱ھ اور اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور امام ابوعبید الہروی متوفی ۲۲۴ھ کا بھی یہی مذہب ہے۔

فقہاء شافعیہ اور فقہاء احناف کے اس پر دلائل کہ قرء کا لفظ حیض کے لیے وضع کیا گیا ہے یا طہر کے لیے وضع کیا گیا ہے؟

اور ابوبکر بن عبد الرحمٰن نے کہا: میں نے جن فقہاء کو پایا، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ کے قول کے مطابق کہتے تھے کہ الاقراء کا معنی الطہر ہے اور اس میں اہل لغت کا اختلاف نہیں ہے کہ عرب حیض اور طہر دونوں کو قرء کہتے ہیں اور جس وقت میں حیض اور طہر جمع ہو اس کو بھی قرء کہتے ہیں، پس جب لفظ از روئے لغت ان معانی کا محتمل ہے تو واجب ہے کہ ہم اس پر دلیل کو طلب کریں کہ اس آیت یعنی البقرہ: ۲۲۸ھ میں ثلاثۃ قروء کا لفظ جو مذکور ہے اس میں قرء کا کیا معنی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: یہی وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے یعنی طہر میں۔ (صحیح البخاری: ۴۹۰۸)

اور امام مالک اور امام شافعی کے مخالف یعنی فقہاء احناف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''دعی الصلوٰۃ ایام اقرائک'' یعنی تم حیض کے ایام میں نماز کو چھوڑ دو، اس حدیث میں اقراء کا اطلاق حیض پر کیا گیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایامِ طہر میں نماز کو چھوڑنے کا حکم نہیں دیں گے، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قرء کا اطلاق

Marfat.com

حیض پر بھی کیا جاتا ہے اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ قرء کا اطلاق حیض پر کیا جاتا ہے کیونکہ جب عورت کو حیض آ جائے تو اس کو ذوات الاقرء کہا جاتا ہے، تو ہم کہیں گے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ قرء کا اسم اس طہر کے لیے ہے جو حیض سے منتقل ہوتا ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ اس لفظ کو طہر کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۵۰۸-۵۱۱ ملخصاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

قرء کا اطلاق حیض پر ہوتا ہے یا طہر پر، اس پر فریقین کے دلائل

شیخ ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مسعود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے از ابن جریج حدیث بیان کی از مظاہر بن اسلم، از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: باندی کی طلاق دو طلاقیں ہیں، اور اس کی عدت دو حیض ہیں، اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ باندی کی عدت دو حیض ہے، اس سے معلوم ہوا کہ البقرہ: ۲۲۸، میں جو ثلٰثۃ قروء کا لفظ ہے اس میں قرء کا معنی حیض ہے نہ کہ طہر۔

شیخ ابومحمد کہتے ہیں: کہ یہ دونوں حدیثیں ساقط ہیں، ان سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ مظاہر بن اسلم ضعیف راوی ہیں، اسی طرح عمر بن شبیب بھی ضعیف راوی ہیں، اور عطیہ بھی ضعیف ہیں، ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا اور اگر ان میں سے کسی ایک کی روایت صحیح ہوتی یا دونوں کی صحیح ہوتی تو ہم اس کی مخالفت نہ کرتے۔

ابن حزم الظاہری کی دلیل پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: امام ابوداؤد کی کتاب صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے، اور جس حدیث کے اوپر امام ابوداؤد سکوت فرمائیں وہ حدیث ان کے نزدیک حجت ہوتی ہے اور جو حدیث امام ابوداؤد کے نزدیک حجت ہے اس پر ابن حزم الظاہری کی جرح کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ سعیدی غفرلہ

فقہاء احناف کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے مستحاضہ کے لیے فرمایا: ''اذا اتاك قرئك فلا تصلی'' یعنی جب تمہارے پاس تمہارا اقرء یعنی حیض آ جائے تو تم نماز نہ پڑھنا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: واذا مر القرء تطھری، جب وہ حیض گزر جائے تو تم غسل کرنا، پھر تم نماز پڑھنا ایک حیض سے دوسرے حیض تک، اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے مستحاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ نماز کو اتنے ایام میں ترک کر دے جتنے ایام میں وہ حیض کے دوران نماز کو ترک کرتی تھی۔

شیخ ابن حزم الظاہری اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں: کہ ہم اس کا انکار نہیں کرتے کہ حیض کو قرء بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ تم اس کا انکار نہیں کرتے کہ طہر کو بھی قرء کہا جاتا ہے، ہمارا اختلاف اس بات میں ہے کہ البقرہ: ۲۲۸، میں جو ثلٰثۃ قروء کا لفظ ہے اس میں قرء سے مراد آیا حیض ہے یا طہر ہے؟۔

شیخ ابن حزم الظاہری کی جرح پر مصنف کا تبصرہ

شیخ ابن حزم الظاہری نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ حیض پر بھی قرء کا اطلاق ہوتا ہے، رہا یہ کہ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ البقرہ: ۲۲۸، میں قرء سے

Marfat.com

مراد آیا حیض ہے یا طہر ہے؟ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ثَلٰثَةَ کا لفظ فرمایا ہے یعنی تین قروء، اگر حیض کا معنی اس آیت میں طہر ہو تو جس طہر میں طلاق دی گئی ہے اگر اس کو شمار کیا جائے تو یہ اڑھائی طہر ہوں گے تین طہر نہیں ہوں گے اور جس طہر میں طلاق دی گئی ہے اس طہر کو شمار نہ کیا جائے تو پھر یہ ساڑھے تین طہر ہوں گے، مکمل تین طہر کسی صورت میں بھی نہیں ہوں گے، تو ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ لفظ خاص ہے اور اس سے مراد خاص تین قروء ہیں، اور یہ تین قروء مکمل اسی وقت ہو سکتے ہیں جب قروء سے مراد حیض لیا جائے اور اگر اس سے مراد طہر ہو تو پھر یہ اڑھائی قروء ہوں گے یا ساڑھے تین قروء ہوں گے اور تین قروء اسی وقت ہو سکتے ہیں جب اس سے مراد حیض ہو۔ سعیدی غفرلہ

نیز شیخ ابن حزم الظاہری کہتے ہیں کہ طلاق کے بعد عدت بلا مہلت گزارنا فرض ہے اور طلاق طہر میں دی جاتی ہے، پس معلوم ہوا کہ جو طہر طلاق کے ساتھ متصل ہے، اسی سے عدت شمار ہوگی، نہ کہ حیض کے ساتھ جو کہ طلاق کے ساتھ متصل نہیں ہے اور اگر قرء کا معنی حیض ہو تو ان کے قاعدے کے مطابق یہ واجب ہوگا کہ جس مرد نے عورت کو حالتِ حیض میں طلاق دی، وہ اسی حیض کو قرء قرار دے کر اس کو عدت شمار کرے۔

شیخ ابن حزم الظاہری کی دلیل کا جواب

میں کہتا ہوں کہ ابن حزم الظاہری کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے، اور اس طلاق کا شمار نہیں کیا جائے گا، لہٰذا شیخ ابن حزم الظاہری کی یہ دلیل احناف کے خلاف حجت نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ (المحلی بالآثار ج ۱۰ ص ۳۵-۳۷ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۵ھ)

علامہ السمر قندی الحنفی کی طرف سے ''قرء'' کی تحقیق

امام ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمر قندی الحنفی المتوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا: عدت میں القرء کا معنی ہے: ''الطہر''۔

اور ہمارے نزدیک القرء کا معنی ہے: الحیض۔

(المبسوط للسرخسی ج ۶ ص ۱۳، البدائع الصنائع للکاسانی ج ۴ ص ۲۰۳، البنایہ شرح البدایہ للعینی ج ۴ ص ۱۷۷، مغنی المحتاج للشربینی ج ۳ ص ۳۸۵، کتاب الام للامام الشافعی ج ۵ ص ۲۰۹، الشرح الصغیر للمالکیہ ج ۱ ص ۴۶۲، المغنی لابن قدامہ الحنبلی ج ۷ ص ۴۵۲)

علامہ سمر قندی لکھتے ہیں:

قرء کا لفظ طہر اور حیض دونوں میں حقیقت ہے، کیونکہ یہ لفظ حیض اور طہر دونوں میں شرعاً مستعمل ہوتا ہے اور لغۃً، لغت پر دلیل شاعر کا یہ شعر ہے، اور لغت میں قرء کا معنی حیض ہونے پر یہ شعر دلیل ہے:

یارب ذی ضغن وضب فارض　　له قرء کقرء الحائض

ترجمہ: اے میرے رب! میل کچیل والی اور بوڑھی گوہ　　اس کا حیض، حائض عورت کے حیض کی طرح ہے

اور لغت میں قرء کے معنی طہر ہونے پر یہ شعر دلیل ہے:

مورثة مال وفی الحی رفعه　　لما ضاع فیها من قرء نسائكا

Marfat.com

ترجمہ: وہ مال کی وارث کرنے والی ہے اور قبیلہ میں مال کو اٹھانے والی ہے جب کہ اس عورت کا طہر ضائع ہو گیا۔ یعنی جب اس عورت کے رحم میں تمہاری بیویوں کا طہر ضائع ہو گیا، اس شعر میں شاعر نے قرء سے مراد طہر لیا ہے۔

(المبسوط ج ٦ ص ١٣، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

اور شریعت میں قرء کا معنی حیض ہے، اس پر دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

عن ابو امامۃ الباھلی عن النبی ﷺ: اقل الحیض الجاریۃ البکر والثیب ثلاثۃ ایام ولیالیھا واکثرھا عشرۃ ایام۔

حضرت ابو امامہ باہلی متوفی ٨٦ھ اپنی سند کے ساتھ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کہ کنواری لڑکی ہو یا شادی شدہ ہو، اس کے حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور راتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ مدت دس ایام ہیں۔

(سنن دار قطنی عن علقمہ عن عبد اللہ، رقم: ١٩، وعن انس: رقم ٢٠، ٢١، ٢٢، ٢٣، ٢٥، وعن سفیان: رقم: ٢٤، وعن عثمان بن ابی العاص، رقم: ٢٩، ٣٠، کتاب الحیض ج ١ ص ٢٠٩، ٢١٠، والطبر انی عن ابی امامہ کنز العمال وابن الجوزی عن ابی سعید الخذری فی العلل المتناہیہ، وعن عائشہ فی التحقیق، وایضا ابن عدی عن انس، ورواہ الطبر انی البنایہ شرح الہدایہ للعینی ج ١ ص ٦١٧، ٦١٦)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ احادیث ضعیف ہیں (الدرایہ لتخریج احادیث الہدایہ ج ١ ص ٨٤) اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٧ھ نے کہا ہے: رہی حدیث واثلہ اور حدیث امامہ اور حدیث انس، پس یہ تمام احادیث ضعیف ہیں اور محدثین کے نزدیک ان کے ضعف پر اتفاق ہے، اور ان کے ضعف کی وضاحت امام دارقطنی متوفی ٣٨٥ھ، اور امام بیہقی متوفی ٤٥٨ھ نے کتاب الخلافیات میں ذکر میں کی ہے اور پھر انہوں نے اس کا ذکر السنن الکبیر میں کیا ہے۔ (المجموع شرح المہذب ج ٢ ص ٣٦٠)

اور حضرت واثلہ بن الاسقع کی حدیث سے مراد یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اقل الحیض ثلاثۃ ایام واکثرھا عشرۃ ایام، یعنی حیض کی کم سے کم مقدار تین دن ہیں اور زیادہ سے زیادہ مقدار دس دن ہیں، اور رہی حضرت انس کی حدیث، تو انہوں نے کہا: حیض کی مدت تین دن ہے، چار دن ہے، پانچ دن ہے، چھ دن ہے، سات دن ہے آٹھ دن ہے اور نو دن ہے، اور رہی حدیث واثلہ، تو اس کی امام الدار قطنی نے روایت کی ہے اور رہی حدیث حضرت انس کی تو اس کی روایت امام ابن عدی نے الکامل فی ضعفاء میں کی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ حضرت فاطمہ بنت ابی حُبیش رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں:

''دعی الصلوٰۃ قدر الایام التی تحیضین فیھا'' اور دوسری روایت میں ہے ''دعی الصلوٰۃ یوم قرئك''۔

(صحیح البخاری: ٣٢٥، بحث کتاب الحیض)

اس حدیث میں قرء کا اطلاق حیض پر ہے، اور اس میں قلیل اور کثیر کا فرق نہیں بیان کیا گیا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کہ جن ایام میں تم کو استحاضہ آ رہا ہے، ان ایام میں تم اتنے دن نماز کو چھوڑ دو، جتنے دن تم حیض کے ایام میں نماز کو چھوڑتی ہو۔

Marfat.com

اورامام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ، نے اس حدیث کی ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

تمکثی قدر ما کانت تحبسك حیضتك ثم اغتسلی وصلی۔ (صحیح مسلم: ۱۵۶۶، کتاب الحیض باب المستحاضہ)
یعنی تم اتنے دنوں تک ٹھہری رہو جتنے دنوں تک تم کو حیض ٹھہراتا تھا، پھر تم غسل کرنا اور نماز پڑھنا۔

اورامام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ، نے اس حدیث کی ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

فامرها ان تدع الصلوٰۃ ایام اقرائها۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۱، کتاب الطهارة، باب المرأة تستحاض)
یعنی آپ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کو یہ حکم دیا کہ وہ ایام اقراء میں نماز کو چھوڑ دیں۔

اور چونکہ ایام طہر میں نماز کو نہیں چھوڑا جاتا اس لیے اس حدیث میں اقراء سے مراد ایام حیض ہیں۔

اورامام احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ نے اس حدیث کی ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

تترك الصلوٰۃ قدر اقرائها وحیضها وتغتسل وتصلی۔
یعنی ایام اقراء اور ایام حیض میں تم نماز کو چھوڑ دو، اور پھر غسل کرو اور نماز پڑھو۔

اور اس روایت کے دوسرے الفاظ ہیں:

واذا اتاك قرئك فلا تصلی واذا مر قرئك فلتطهری، یعنی جب تمہارے پاس تمہارا حیض آجائے تو تم نماز نہ پڑھنا، اور جب تمہارا حیض گزر جائے، پھر تم غسل کرنا۔ (سنن نسائی: ج۱ ص ۱۸۴-۱۸۳، بحث کتاب الحیض والاستحاضہ باب ذکر الاقراء)

اورامام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ نے اس حدیث کی ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

اذا اتاك قرئك فلا تصلی، یعنی جب تمہارے پاس تمہارا حیض آجائے تو تم نماز نہ پڑھنا (سنن ابن ماجہ: رقم: ۶۲۰)، اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: دعی قدر الایام ولیالی التی کنت تحیضین، تم اتنے دن اور اتنی راتوں میں حیض آنے کی صورت میں نماز چھوڑ دیتی ہو، اتنے دن نماز کو چھوڑ دینا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم: ۶۲۳)

اور ان الفاظ کے ساتھ بھی روایت ہے۔

درج ذیل حدیث ہے کہ:

حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ (ان کو ابن وہب بھی کہا جاتا ہے اور ان کو ابن عمر بن وہب بن عریب بن وہب بن رباح الباہلی ابوامامہ بھی کہا جاتا ہے، یہ ۸۶ھ میں فوت ہو گئے تھے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

تدع الصلوٰۃ ایام اقرائها۔
تم ایام حیض کے اندر نماز کو چھوڑ دو۔

(سنن ابن ماجہ رقم: ۶۲۵، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی المستحاضة قد عدت ایام اقرائها)

اورامام احمد نے کتاب الحیض والنفاس باب المستحاضہ میں اس حدیث کی انہی الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

(الفتح الربانی ج۲ ص ۱۷۲، رقم الحدیث: ۳۹)

اورامام احمد بن حسین بیہقی الشافعی متوفی ۴۵۸ھ نے اس حدیث کی ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

Marfat.com

امکثی قدر ما کانت تحبسک حیضتک، ثم اغتسلی۔

اور ان الفاظ کے ساتھ بھی روایت کی ہے:

ان اتاک قرئک فلا تصلی۔

یعنی جب تمہارے پاس تمہارا اقرء یعنی حیض آجائے تو تم نماز نہ پڑھنا اور اتنے دنوں تک نماز نہ پڑھنا جتنے دنوں تک تمہارا حیض تمہیں نماز پڑھنے سے روکے رکھتا ہے، پھر تم غسل کر کے نماز پڑھنا۔ (سنن بیہقی: ج ا ص ۴۳۲، ۴۳۱)

امام دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنت میں سے یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ہر قرء میں ایک طلاق دے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۸۴، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۶)

اس حدیث میں قرء سے مراد طہر ہے اور یہ اس لیے ہے کہ قرء کا لفظ وقت کے لیے ہے اور ہر طلاق کے لیے الگ الگ وقت ہے، پس قرء کا لفظ حیض اور طہر دونوں میں حقیقت ہے، مگر ہمارے اصحابِ احناف نے باب العدۃ کے اندر حیض کو ترجیح دی ہے، اور امام شافعی نے باب العدۃ میں طہر کو ترجیح دی ہے۔

(فتاویٰ ابو اللیث السمر قندی المسامۃ بختلف الروایہ، ج ۲ ص ۱۰۴۶-۱۰۴۷، مکتبہ محمدیہ، سلام کتب مارکیٹ گرومندر کراچی)

قرء کے لغوی معنی کی تحقیق

الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

الاصمعی نے کہا ہے: القرء (قاف پر پیش ہے اور ابو زید نے کہا قاف: پر زبر ہے) ''اقرأت المراۃ'' یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب عورت کے رحم میں نطفہ مستقر ہو جائے اور کہا جاتا ہے: ''قعدت المرأۃ ایام اقرائها'' یعنی عورت ایامِ حیض میں بیٹھ گئی، اور ثعلب نے کہا: القرء کا معنی ہے: الوقت، اور یہ لفظ کبھی حیض میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی طہر میں، نیز انہوں نے کہا: قرأت المرأۃ قرءا، یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب عورت کو حیض آئے اور وہ حیض سے پاک ہو جائے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لفظ اسمائے مشترکہ میں سے ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ القرء حیض میں حقیقت ہے اور طہر میں مجاز ہے۔

ان صحابہ کے اسماء گرامی جنہوں نے کہا کہ قرء کا معنی حیض ہے

اور جن صحابہ کرام نے یہ کہا کہ قرء کا معنی حیض ہے، وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ متوفی ۱۳ھ ہیں، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ اور حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ، اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ، اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ متوفی ۳۴ھ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ متوفی ۹۱ھ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ متوفی ۱۸ھ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۲ھ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ متوفی ۵۲ھ۔

ان فقہاء اور تبع تابعین کے اسماء جنہوں نے کہا قرء کے معنی حیض ہے

اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن مسیب متوفی ۹۰ھ، اور علقمہ اور الاسود، اور ابو الحجاج مجاہد بن جبر القرشی مخزومی متوفی ۱۰۴ھ

اورعطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ اور عکرمہ البربری متوفی ۱۰۵ھ اور محمد بن سیرین اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور قتادہ بن دعامہ متوفی ۱۱۷ھ اور عامر بن شراحیل الشعبی متوفی ۱۰۳ھ اور مکحول اور عطاء بن ابی مسلم الخراسانی متوفی ۱۵۳ھ۔

اور تابعین میں سے ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی (استاذ حماد) متوفی ۹۶ھ اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور امام اوزاعی۔ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا بھی زیادہ صحیح قول یہی ہے۔(الفقہ الحنفی وادلتہ، ج ۲ ص ۲۴۳-۲۴۴، دارالکلم الطیب، دمشق بیروت ۱۴۲۰ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۚ طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

(البقرہ:۲۲۸)

اس آیت میں المطلقات سے مراد ذوات الحیض ہیں، یعنی جن عورتوں کو حیض آتا ہو، جیسا کہ سورۃ الطلاق میں مذکور ہے اور تربص کا معنی ہے: انتظار اور یہ صیغہ خبر کا ہے اور معنی میں امر ہے، یعنی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ان کو طلاق دی جائے تو وہ تین حیض تک اپنے آپ کو دوسروں کے ساتھ نکاح سے روکے رکھیں۔

حافظ ابوعمر بن عبدالبر مالکی نے کہا ہے: میرے علم میں ایسا کوئی فقیہ نہیں ہے جس نے کہا ہو الاقرء کا معنی الاطہار ہے۔ اور یہ زہری کے علاوہ کسی نے کہا ہے۔ اور اس قول پر یہ لازم آتا ہے کہ جو عورت عدت گزار رہی ہے وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو گی حتیٰ کہ وہ چوتھے حیض میں داخل ہو جائے۔ اور علماء مدینہ کا صحابہ اور تابعین میں سے اس پر اتفاق ہے اور اسی طرح امام شافعی کا اور امام مالک کا اور امام احمد کا اور ان کے متبعین کا، کہ جب کوئی عورت تیسرے حیض میں ہو تو وہ پاک ہو جائے گی، اس شرط کے ساتھ کہ اس کو طہر میں طلاق دی گئی، لیکن اگر اس کو حیض میں طلاق دی گئی ہے تو اس حیض کا شمار نہیں کیا جائے گا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جس عورت کے اوپر دو عدتیں جمع ہو جائیں تو وہ دونوں عدتیں گزارے گی۔ اور فقہاء احناف سے روایت ہے اور امام مالک سے بھی ایک روایت ہے کہ اس کے لیے ایک عدت کو گزارنا کافی ہے، اسی طرح الزہری کا قول ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۷۶، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، پاکستان ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۳۰-۵۳۱، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (البقرہ:۲۲۸)

طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقدِ ثانی سے) روکے رکھیں، اور اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں (بچہ دانیوں) میں پیدا کیا ہے، اور ان (طلاقِ رجعی پانے والیوں) کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں، بشرطیکہ ان کا ارادہ حسن سلوک کے

Marfat.com

ساتھ رہنے کا ہو، اور عورتوں کے لیے دستور کے مطابق مردوں پر
اسی طرح حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں
اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے، اور اللہ بہت غالب
بڑی حکمت والا ہے O

البقرہ: ۲۲۸ کی شرح از مصنف، قرء کے معنی کی تحقیق اور شوہر اور بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق

حضرت اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں طلاق دی گئی، اس وقت مطلقہ کے لیے کوئی عدت نہیں ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کی عدت کو بیان فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج۱ ص ۲۷۴)

اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی عدت تین قروء بیان فرمائی ہے اور قروء کا معنی حیض ہے، اس کی ایک اور جمع اقراء بھی آتی ہے۔ (الصحاح ج۱ ص ۶۴) قروء کے معنی حیض ہونے پر یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استحاضہ کے متعلق فرمایا: تم اپنے ایام اقراء (''قرء'' کی جمع ہے) میں نماز کو چھوڑ دو، جن میں تم کو حیض آتا ہے، پھر تم غسل کرو اور ہر نماز کے لیے وضو کرو، نماز پڑھو اور روزہ رکھو۔ (جامع ترمذی ص ۴۴، سنن ابوداؤد ج۱ ص ۴۷)

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عدت والی عورت کو بہ وقتِ ضرورت اپنا حیض یا اپنا حمل نہیں چھپانا چاہئے ورنہ وہ سخت ترین گناہ گار ہوگی۔

عورتوں کے مردوں پر یہ حقوق ہیں: (۱) مرد عورتوں کے ساتھ زبردستی نکاح نہ کریں (۲) کھانے پینے، بات چیت کرنے اور دیگر عائلی اور خانگی معاملات میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کے ساتھ رہیں (۳) اسی طرح عورت کی صورت یا سیرت ناپسند ہونے پر بھی اس سے ازدواج کے ناطے کو نہ توڑیں اور صبر وشکر کے ساتھ اس کے ہمراہ زندگی بسر کریں۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت سے ایسی اولاد عطا کرے جس کو دیکھ کر اس کی بری عادات مرد کو بھول جائیں یا کسی اور وجہ سے اللہ تعالیٰ اس نکاح میں ڈھیروں برکتیں نازل فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور ان کو جسمانی اور عقلی قوت زیادہ عطا کی ہے۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں کے اخراجات کا کفیل بنایا ہے اور ان کے گھر کا منتظم بنایا ہے تیسری فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت پر حاکم بنایا اور عورت کو مرد کی فرمانبرداری کا پابند کیا ہے۔ چوتھی فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت پر فضیلت دی کہ وہ اس کو اس کی نافرمانی پر تادیباً مار سکتا ہے اور پانچویں فضیلت یہ دی کہ عورت کو اس کا پابند کیا کہ وہ مرد کی غیر حاضری میں اس کی عزت کی حفاظت کرے اور اپنی پارسائی کو مجروح نہ کرے اور اس کے مال کی بھی حفاظت کرے، غرضیکہ جسمانی قویٰ، کھانے پینے، رہائش اور لباس کے اخراجات اور شوہر کے احکام کی تعمیل اور اس کے مال اور اپنی عفت کی حفاظت، ہر اعتبار سے عورت کو مرد کا تابع اور محکوم قرار دیا ہے ''بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ'' (البقرہ: ۲۳۷) نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے، اس آیت میں یہ بتایا کہ نکاح کی گرہ کو قائم رکھنے یا طلاق کے ذریعہ اس کو توڑنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے مرد کے ہاتھ میں رکھا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مرد و عورت میں سے ہر فریق دوسرے کے حقوق کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے، بیوی خاوند کی اطاعت کرے اور خاوند اس کے جملہ حقوق کا خیال رکھے اور ہر ایک دوسرے کے لیے بن سنور کر رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں اپنی بیوی کے لیے بن سنور کر رہتا ہوں،

Marfat.com

جیسے وہ میرے لیے بن ٹھن کر رہتی ہے، ضرورت کے وقت ہر فریق دوسرے کے کام آئے اور بیماری میں ہر فریق دوسرے کا علاج اور خدمت کرے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۵۶، فرید بک اسٹال لاہور)

صحیح البخاری کی تعلیقات کی شرح از العثیمین، شیخ عثیمین کا شیخ ابن تیمیہ پر تعاقب

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، ان تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی المتوفی ۷۲۸ھ نے کہا ہے کہ البقرہ: ۲۲۸، میں المطلقات سے مراد ہے: طلاق یافتہ رجعیہ جو تین حیض عدت گزاریں گی اور باقی عورتیں ایک حیض عدت گزاریں گی، لیکن اس آیت کو عموم پر محمول کرنا زیادہ اولیٰ اور احوط ہے، کیونکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول شاذ ہے، اور گویا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اپنے شذوذ پر مطلع نہیں ہوئے۔

جس مرد نے عدت کے دوران نکاح کیا اس کے نکاح کا فساد

ہر حال میں مسئلہ یہ ہے کہ جس مرد نے کسی عورت سے دورانِ عدت نکاح کیا اور پھر اس سے جماع کر لیا تو اس کا نکاح فاسد ہے، کیونکہ عدت کے دوران نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٣٥﴾

(البقرہ: ۲۳۵)

اور تم پر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم (عدت والی عورتوں کو) اشارہ، کنایہ سے نکاح کا پیغام دو یا تم اپنے دلوں میں چھپاؤ، اللہ کو علم ہے کہ (عدت کے بعد) عنقریب تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے، لیکن تم (عدت سے پہلے) ان سے کوئی خفیہ وعدہ نہ کرو، البتہ شریعت کے موافق ان سے بات کرو، اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے (ان سے) عقد نکاح کا عزم نہ کرو، اور یقین رکھو کہ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے، سو اس سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا، نہایت حلم والا ہے O

عدت کے دوران پیغام نکاح دینے کی ممانعت کی تفصیل اور عدت کے احکام شرعیہ اور عزم کا معنی

عدت خواہ کوئی بھی ہو، اس کے احکام شرعیہ یہ ہیں:

مسلمان منکوحہ بالغہ عورت جب طلاقِ ثلاثہ مغلظہ کی عدت گزارے یا عدت وفات گزارے تو انقطاع نکاح پر افسوس کے اظہار کے لیے زینت کو ترک کر دے، زیورات اور ریشمی کپڑے نہ پہنے، باریک دندانوں کی کنگھی سے بال نہ سنوارے، خوشبو اور تیل نہ لگائے، سرمہ اور مہندی نہ لگائے، زعفران اور سرخ یا زرد رنگ کے کپڑے پہن سکتی ہے، ہاں! عذر کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کر سکتی ہے۔ (در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۲۱۶-۲۱۷)

ہر قسم کی عدت گزارنے والی کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے، البتہ اشارہ کنایہ سے اپنا مدعا ظاہر کرنا جائز ہے، مثلاً کہے: مجھے امید ہے کہ ہم اکٹھے رہیں گے، یا آپ بہت خوبصورت ہیں یا نیک ہیں، بہ شرطیکہ وہ عورت عدتِ وفات گزار رہی ہو اور عدتِ طلاق میں

Marfat.com

ایسا کہنا مطلقاً جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے اس کے شوہر کے ساتھ عداوت پیدا ہوگی۔(در مختار علی هامش الروج ۱ اص ۲۱۷-۲۱۸)

اس آیت میں طلاق یا وفات کی عدت گزارنے والی عورت سے نکاح کرنے کے ارادہ سے بھی منع فرمایا ہے اور دوران عدت اس سے نکاح کا عزم (پکا ارادہ) کرنا حرام ہے اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان تلواروں سے لڑیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے، مقتول کے جہنمی ہونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی اپنے حریف کے قتل پر حریص تھا۔(صحیح البخاری: ج ۱ ص ۹)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اگر کسی شخص نے قتل نہ کیا ہو بلکہ صرف قتل کا عزم کیا ہو، وہ پھر بھی جہنمی ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ فعل حرام کا عزم اور پکا ارادہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس پر استحقاق عذاب ہے، البتہ ''هَم'' پر مواخذہ نہیں ہوتا ''هَم'' اور ''عزم'' میں فرق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص راجح اور غالب طور پر کسی کام کو کرنا چاہے اور مرجوح اور مغلوب طور پر کام نہ کرنا چاہے تو یہ ''هَم'' ہے اور جب سو فیصد کام کا پختہ ارادہ ہو تو یہ ''عزم'' ہے۔(انوار تبیان القرآن ص ۶۰-۵۹، فرید بک اسٹال لاہور)

عدت کے دوران کیے ہوئے نکاح کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف ہے، پس ابراہیم نخعی متوفی ۹۶ھ کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں پہلی عدت مکمل ہونے کے بعد دوبارہ عدت کو شروع کیا جائے گا، پس اس عورت کے او پر چھ حیض ہوں گے، تین حیض پہلی عدت کے ہوں گے اور تین حیض دوسری عدت کے، اور ابراہیم نخعی المتوفی ۹۶ھ، اور محمد بن عبد اللہ بن مسلم بن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ کی رائے یہ ہے کہ وہ تین حیض دونوں عدتوں کے لیے شمار کیے جائیں گے اور ایک عدت دوسری عدت میں داخل ہو جائے گی، اور اس پر لازم ہے کہ وہ تین حیض عدت گزارے اور ان میں سے ہر ایک کے قول کی توجیہ ہے۔

رہے ابراہیم النخعی تو ان کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ یہ دونوں عدتیں دو شخصوں کی ہیں، ان میں سے ہر ایک کا حق ہے، اور ایک کا حق دوسرے کے حق میں داخل نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر پہلا شخص یہ ارادہ کرے کہ وہ اس عورت سے رجوع کرلے تو اس کے لیے تیسرے حیض کی ابتداء میں رجوع کرنا جائز ہے اور اگر یہ عدت دوسرے کی ہوتی تو یہ رجوع نہ کرسکتا۔

اور رہے زہری تو ان کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ عدت سے یہ مراد ہے کہ عورت کے رحم سے بری ہونے کا علم ہو جائے، اور یہ عدت کی سب سے بڑی وجہ ہے اور اس سے حقوق کی اور ازواج کی حفاظت ہوتی ہے اور اس کے لیے تین حیض کی عدت کافی ہے، عام ازیں کہ یہ عدت ایک مرد کی ہو یا متعدد مردوں کی ہو۔ امام شافعی، امام احمد اور امام مالک کا مشہور مذہب پہلا ہے جیسا کہ ابراہیم نخعی کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کا مذہب وہ ہے جو زہری کا قول ہے، اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے۔(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۸۶، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

باب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد: طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض انتظار کریں

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان مطلقات سے مراد وہ عورتیں ہیں جنہیں حیض آتا ہو اور ان کے شوہروں نے ان سے جماع کیا ہو، ان کے شوہر اگر انہیں

Marfat.com

طلاق دیں تو تین حیض عدت پوری کرنے کے بعد وہ نکاح کرسکتی ہیں، اس عموم سے منکوحہ لونڈی جسے طلاق دی جائے مستثنیٰ ہے، وہ دو حیض عدت پوری کرے گی، کیونکہ لونڈی منکوحہ کی عدت آزاد عورت کی عدت سے نصف ہے، اور تین حیض کا نصف ڈیڑھ حیض ہے، چونکہ حیض متجزی نہیں ہے، اس لئے دوسرا حیض بھی مکمل شمار ہوگا، اس میں چاروں اماموں کا اتفاق ہے اور یہ کہنا ضعیف ہے کہ اس میں آزاد اور لونڈی برابر ہیں۔

ابراہیم نخعی نے اس شخص کے بارے میں جو عدت میں نکاح کرے اور اس کے پاس عورت کو تین حیض آئیں، کہا کہ وہ پہلے حیض سے بائنہ ہوجائے گی اور اس حیض کو بعد والے شوہر کے لیے شمار نہ کرے گی۔

اس صورت میں دو عدتوں کا اجتماع ہے۔ علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ جس شخص نے عدت میں نکاح کرلیا اس کا نکاح فسخ کیا جائے گا اور ان میں تفریق کردی جائے گی، پس اگر کسی نے عدت میں نکاح کیا اور اس کے پاس عورت کو تین حیض آئے تو وہ پہلے حیض سے بائن ہوجائے گی، کیونکہ اس شوہر سے اس عورت کی یہی عدت ہے اور یہ عورت پہلے شوہر کے بعد اس حیض کو شمار نہ کرے گی بلکہ دوسرے شوہر کے لئے دوسری عدت پوری کرے گی۔ مدینہ منورہ والے امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر اسے پہلے شوہر کے پاس ایک یا دو حیض آئے تو اس کی وہ باقی عدت بھی پوری کرے، پھر دوسرے شوہر کے لئے مستقل عدت پوری کرے، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک سے ابن قاسم کی روایت کے مطابق ایک عدت دونوں کے لئے شمار ہوگی، اوزاعی، سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ کا یہی مذہب ہے، کذا فی الہدایہ۔

زہری نے کہا: یہ عورت اس حیض کو پہلے شوہر کے بعد شمار کرے گی، زہری کا قول سفیان ثوری کو بہت پسند ہے۔ یعنی پہلا حیض دونوں عدتوں میں شمار ہوگا اور وہ اس میں متداخل ہوں گے اور دوسرے دو حیض دوسرے کے لئے ہوں گے، لہٰذا متداخل سمیت اور دو حیض پورے کرکے شوہر ثانی سے نکاح کرسکتی ہے۔

معمر نے کہا: جب عورت کا حیض قریب آجائے تو کہا جاتا ہے: ''اقرأت المرءة''۔

اور جب طہر قریب آجائے تو اقراءت کہا جاتا ہے اور جب عورت کے پیٹ میں بچہ کی صورت پیدا نہ ہوسکے تو کہا جاتا ہے: ''ما قرأت بسلی قط''۔ اس سے امام کا مقصد یہ ہے کہ لفظ قرء حیض اور طہر دونوں میں مستعمل ہے اور یہ اضداد میں سے ہے کہ ایک لفظ دو ضدوں میں استعمال ہو، علماء کی ایک جماعت نے کہا: قرء بمعنی حیض ہے امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ اور صحیح تر روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل بھی یہی کہتے ہیں، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان وعلی اور دیگر صحابہ کرام سے بھی یہی منقول ہے۔

امام مالک، شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کہتے ہیں کہ قرء بمعنی طہر ہے۔ یہ ابن عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ان حضرات کے نزدیک مطلقہ جب تیسرے حیض کے خون میں داخل ہوگی تو عورت اس حیض کو شمار کرے گی اگرچہ اس طہر میں جس میں طلاق واقع ہوئی تھی کے ایک دو دن باقی ہوں، اور پہلے حضرات کے نزدیک مطلقہ کسی شخص کے لئے حلال نہ ہوگی، حتیٰ کہ تیسرے حیض کے بعد غسل کرے۔ کتب فقہ میں اس مسئلہ کی تفصیل مذکور ہے۔ (تفہیم البخاری ج ۸ ص ۳۹۴-۳۹۳، جدہ پرنٹرز لاہور، بار اول)

۴۱- بَابُ: قِصَّةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ — حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا قصہ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا — اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، تم ان کو (دوران عدت)

يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ (الطلاق:۱)

ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے O

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ (الطلاق:۷،۶)

ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو، اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو، اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو، اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کر لو، اور اگر تم دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی O صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا O

الطلاق:۱ کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری المتوفی ۱۹۹۸ھ، مذکورہ آیات کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

عدت کے ساتھ بہت سے فقہی مسائل وابستہ ہیں، ایام عدت میں عورت کا نفقہ اور سکنی مرد کے ذمہ ہے، ایام عدت میں اگر زوجین میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو دوسرا متوفی کا وارث ہوتا ہے، عدت گزارنے سے پہلے عورت کسی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی۔ عدت گزر جانے کے بعد عورت آزاد ہے، جس سے چاہے نکاح کرے، پہلا خاوند یا اس کے رشتہ دار اس کو روک نہیں سکتے، اس کے علاوہ کئی دیگر مسائل کا عدت سے گہرا تعلق ہے، اگر اس کو معمولی سی بات سمجھ لیا گیا، اس کی ابتداء اور انتہاء کا پوری طرح خیال نہ کیا گیا تو طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی، عدالت بھی اس وقت تک کوئی فیصلہ صادر نہ کر سکے گی، جب تک عدت کی ابتداء اور انتہاء کا صحیح طریقہ نہ ہو جائے۔ اس لیے حکم دیا کہ عدت کو پوری احتیاط کے ساتھ شمار کرو، یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہی نہیں، عورتیں بھی اس میں داخل ہیں کیونکہ دونوں کے متنوع قسم کے مفادات کا اس پر دار و مدار ہے، کیونکہ ان مسائل کا تعلق مرد اور عورت کی پرائیویٹ زندگی سے ہے، ان کا صحیح علم انہی کو حاصل ہے، دوسرے لوگ ان حالات پر آگاہ نہیں ہو سکتے، اس لیے یہاں خاص طور پر فریقین کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔

مردوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ طلاق دینے کے فوراً بعد وہ اپنی بیوی کو اس کی رہائش گاہ سے باہر نہ نکال دیں، اس کو یوں بے سہارا اور بے آسرا کر کے گھر سے نکال دینا بڑی سنگ دلی ہے، جب تک وہ عدت گزار رہی ہے اس کا نفقہ اور اس کی رہائش کا انتظام مرد

Marfat.com

کے ذمہ ہے، اسی طرح عورت کو بھی حکم دیا کہ وہ طلاق مل جانے کے بعد اپنے اس پہلے گھر سے فوراً نہ نکل جائے بلکہ ایام عدت وہاں ہی پورے کرے، اس کے نان نفقہ کی ذمہ داری مرد پر عائد کر دی گئی ہے اور اس کی رہائش کا انتظام بھی مرد کے ذمہ ہی ہے۔ اس کی حکمت آیت کے آخری جملہ لا تدری لعل اللہ الآیہ میں بیان کی گئی ہے کہ طلاقِ رجعی کی صورت میں اگر وہ ایک جگہ رہیں گے تو عین ممکن ہے کہ خاوند کے دل میں اس کے بارے میں جو نفرت پیدا ہوگئی ہے وہ محبت سے بدل جائے، وقتی جوش میں آ کر اس نے جو اقدام کیا ہے اس پر وہ نظر ثانی کرے یا عورت اپنی کوتاہیوں پر نادم ہو کر اپنے خاوند کو راضی کر لے اور اس طرح ایک اجڑا ہوا گھر پھر آباد ہو جائے۔

آپ نے دیکھا اسلام آخری وقت میں بھی دلوں کو جوڑنے کی کس طرح کوشش کرتا ہے، بگڑے ہوئے حالات کو سنوارنے کا آخری موقع بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ (یہاں چند فقہی مسائل کا ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا):

(۱) وہ عورت جسے خاوند نے رجعی یا بائن طلاق دے دی ہو وہ اپنے گھر سے نہ دن کو نکل سکتی ہے نہ رات کو، البتہ بیوہ عورت کو ضروری کام کے لیے دن میں نکلنے کی اجازت ہے لیکن رات وہ اپنے گھر میں آ کر بسر کرے۔

(۲) اگر طلاق رجعی ہے تو پھر مرد اور عورت کے درمیان کسی حجاب کی ضرورت نہیں، بلکہ عورت کے لیے مستحسن ہے کہ وہ بناؤ سنگھار کرے تاکہ دلوں کی کدورت دور ہو۔

(۳) اگر طلاقِ بائن ہے تو پھر عورت کو مرد سے پردہ کرنا چاہیے، بہتر ہے کہ کوئی ایسی ثقہ عورت ان کے پاس رہے جس کی موجودگی میں یہ کوئی غیر شرعی حرکت نہ کر سکیں۔

(۴) اگر خاوند فاسق ہے یا مکان بہت تنگ ہے تو پھر مرد کو کہا جائے گا کہ وہ اس گھر سے نکل جائے۔

ہاں عورت اگر حرام کاری کا ارتکاب کرتی ہے یا چوری چکاری سے باز نہیں آتی، یا بڑی بدزبان ہے اور اپنے خاوند کے ماں باپ، بھائی بہن سے گالی گلوچ کرتی اور برا بھلا کہتی رہتی ہے یا اب بھی خاوند کے سامنے سرکشی اور نافرمانی کا مظاہرہ کرتی ہے تو ان تمام صورتوں میں خاوند اپنے گھر سے نکال سکتا ہے، یہ مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ جصاص لکھتے ہیں:

ھٰذہ المعانی کلھا یحتملھا اللفظ وجائز ان یکون جمیعھا مرادا، آیت کے الفاظ ان تمام معانی کا احتمال رکھتے ہیں اور جائز ہے کہ آیت سے یہ تمام معانی مراد ہوں۔ (احکام القرآن للجصاص)، تنبیہ فرما دی کہ یہ مسائل ایسے نہیں ہیں جن پر عمل کرنا یا نہ کرنا تمہاری مرضی پر موقوف ہو، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں جو سراپا حکمت ہیں، تمہارے لیے اطمینان و سکون کا باعث ہیں جو شخص ان کی پابندی سے گریز کرے گا، وہ اپنے آپ پر ظلم توڑے گا، اس کی زندگی سکون اور اطمینان سے محروم ہو جائے گی، اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا بھی وہ حقدار بن جائے گا۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ۵ ص ۲۷۵-۲۷۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

الطلاق: ۱، ۶، ۷، کی تفسیر از مصنف

دورانِ عدت عورتوں کو گھروں سے نکالنے یا ان کے از خود نکلنے کی ممانعت

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں شوہروں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ دورانِ عدت اپنی بیویوں کو گھروں سے نکالیں، اور عورتوں کو بھی از خود نکلنے

Marfat.com

سے منع فرمایا ہے اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ دورانِ عدت عورتوں کو رہائش فراہم کرنا واجب ہے، کیونکہ جن گھروں سے عورتوں کے نکالنے کو منع فرمایا ہے یہ وہ گھر ہیں جن میں عورتیں طلاق سے پہلے رہتی تھیں، اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کو انہی گھروں میں رکھا جائے، ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ شوہر کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مطلقہ عورت کو اپنے ساتھ لے کر سفر پر جائے حتیٰ کہ وہ اس سے رجوع کرے اور رجوع پر گواہ قائم کرے، اور انہوں نے مطلقہ عورت کو عدت کے دوران سفر کرنے سے منع کیا ہے۔

اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ شوہر پر واجب ہے کہ وہ طلاق رجعی میں بیوی کو کھانے پینے کا خرچ اور رہائش مہیا کرے اور اس کو اپنے گھر سے نہ نکالے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۵۴)

کھلی بے حیائی کی متعدد تفاسیر

کھلی بے حیائی کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عدت پوری ہونے سے پہلے عورت کا گھر سے نکلنا کھلی بے حیائی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب عورت دورانِ عدت اپنے خاوند سے بدزبانی اور بدکلامی کرے تو خاوند کا اس کو گھر سے نکالنا جائز ہے۔

ضحاک نے کہا: اس آیت میں کھلی بے حیائی سے مراد یہ ہے کہ مطلقہ عورت خاوند کی نافرمانی کرے۔

حسن بصری اور زید بن اسلم نے کہا: کھلی بے حیائی سے مراد ہے وہ زنا کرے، پھر اجرائے حد کے لیے اس کو گھر سے باہر جانا پڑے گا۔

علامہ ابوبکر رازی نے کہا: کھلی بے حیائی کی تفسیر میں یہ تمام معانی درست ہیں۔

پھر فرمایا: اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۴۵۴، سہیل اکیڈمی، لاہور)

ایک طہر میں تین طلاق دینے کی تحریم

اس آیت میں یہ دلیل ہے جس نے خلافِ سنت طلاق دی اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، کیونکہ اس سے پہلے فرمایا ہے: جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو، سو جس نے اس کے خلاف کیا یعنی حیض میں طلاق دی یا اس طہر میں طلاق دی جس میں وہ اس سے جماع کر چکا تھا تو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، نیز سنت طریقہ یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دی جائے، سو جس نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اس نے بھی اپنی جان پر ظلم کیا۔

ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کی اباحت پر امام شافعی کے دلائل

امام شافعی اور ابن حزم ظاہری کے نزدیک تین طلاقیں دینا مباح ہے، ان کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

سلمہ بن ابی سلمہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ام سلمہ کو ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دیں اور ہم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ ان کے اصحاب میں سے کسی نے ان پر مذمت کی۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۸۵۷)

سلمہ بن ابی سلمہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

عہد میں کلمہ واحدہ کے ساتھ تین طلاقیں دیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ان کے شوہر سے الگ کر دیا اور ہم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ان کی مذمت کی۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۳۸۵۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۹)

کلمہ واحدہ کے ساتھ تین طلاق دینے کی تحریم کے متعلق احادیث اور ان کی وجہ ترجیح

کلمہ واحدہ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کی تحریم پر امام دار قطنی اور امام بیہقی کو حدیث نہیں پہنچی، لیکن ہمارے پاس بہ کثرت احادیث موجود ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دینے پر ناراضی کا اظہار فرمایا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب اباحت کی احادیث اور تحریم کی احادیث میں تعارض ہو تو تحریم کی احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب میں آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میں اس کو قتل نہ کر دوں؟ (سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۴۹۸)

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پھر یہ ارادہ کیا کہ ان کو دو طہروں میں مزید دو طلاقیں دیں، جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: اے ابن عمر! اللہ تعالیٰ نے اس طرح نہیں فرمایا، تم نے سنت طلاق (طریقہ طلاق) میں خطا کی، سنت یہ ہے کہ تم طہر کا استقبال کرو اور ہر طہر میں طلاق دو۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو میں نے اس طلاق سے رجوع کر لیا، پھر آپ نے فرمایا: جب وہ پاک ہو جائے تو پھر تم اس طہر میں خواہ اس کو طلاق دو، خواہ اپنے پاس رکھو، پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیں اگر میں اس کو تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لیے جائز ہوتا کہ میں اس سے رجوع کر لیتا؟ آپ نے فرمایا: نہیں! وہ تم سے الگ ہو جاتی اور تمہارا یہ فعل معصیت ہوتا۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۳۹۰۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۴)

فی نفسہ طلاق کے ناپسندیدہ ہونے کے متعلق احادیث

تین طلاقیں دینا سنت کیسے ہو سکتا ہے جب کہ فی نفسہ طلاق دینا ناپسندیدہ عمل ہے، اور بہ کثرت احادیث میں طلاق دینے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے، طلاق دینا صرف شدید ضرورت کی بناء پر مشروع کیا گیا ہے جب شوہر اور بیوی کے درمیان مزاج کی ہم آہنگی نہ ہو اور کسی طرح بھی ان میں موافقت نہ ہو سکے یا بیوی بد چلن اور آوارہ ہو اور سمجھانے سے باز نہ آئے اور جب کوئی ایسی ناگزیر وجہ نہ ہو تو طلاق دینا سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حلال کاموں میں جو کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ موجب غضب ہے وہ طلاق دینا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۷۸)

حضرت محارب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی ایسی چیز کو حلال نہیں کیا جو اس کے نزدیک طلاق سے زیادہ موجب بغض ہو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۷۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۱۸)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی عیب کے بغیر عورتوں کو طلاق مت دو، کیونکہ اللہ عزوجل چکھنے والے مردوں اور چکھنے والی عورتوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۱۴۹۷-۱۴۹۸)

Marfat.com

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جو اس کے نزدیک غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہو اور اس نے روئے زمین پر کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جو اس کے نزدیک طلاق دینے سے زیادہ مبغوض ہو اور جب کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا: تو ان شاء اللہ آزاد ہے تو وہ اسی وقت آزاد ہو جائے گا اور ان شاء اللہ کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: ان شاء اللہ تجھے طلاق ہے تو اس پر طلاق نہیں پڑے گی اور وہ استثناء کر سکتا ہے۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۱۹۱۸، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۱۳۳۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۶۱، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۱۶۴۳)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: طلاق کی چار قسمیں ہیں۔ دو حلال ہیں اور دو حرام ہیں، جو دو طلاقیں حلال ہیں وہ یہ ہیں: (۱) کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طہر میں طلاق دے جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو (۲) وہ اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دے جب اس کا حمل ظاہر ہو چکا ہو، اور جو دو طلاقیں حرام ہیں، وہ یہ ہیں: (۱) کوئی شخص اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے (۲) کوئی شخص جماع کرتے وقت اپنی بیوی کو طلاق دے اور اس کو اس کا پتا نہ ہو کہ اس کا نطفہ رحم میں پہنچ گیا ہے یا نہیں۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۹۲۴)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نکاح کرو اور (بلا عذر) طلاق نہ دو، کیونکہ طلاق دینے سے عرش کانپنے لگتا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۹۱، الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۱۲، علامہ سیوطی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے، اللآلی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۵۱، تنزیہ الشریعۃ ج ۲ ص ۲۰۲، الاحادیث الضعیفہ رقم الحدیث: ۱۳۱۷، اس حدیث کی سند ضعیف ہے)۔

عدت طلاق کے دوران عورت کے گھر سے باہر نکلنے پر ایک حدیث سے جواز کا استدلال

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ (الطلاق: ۱) تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔

اس آیت کی تفسیر میں ہم نے لکھا ہے کہ فقہاءِ احناف کا مذہب یہ ہے کہ عدتِ طلاق کے دوران عورت کا گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ درج ذیل حدیث اس کے خلاف ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق دی گئی، انہوں نے اپنی کھجوریں درخت سے اتارنے کا ارادہ کیا تو ایک شخص نے ان کو گھر سے نکلنے سے منع کیا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں، آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! تم اپنے درخت سے کھجوریں اتارو کیونکہ ہو سکتا ہے تم ان کھجوروں کو صدقہ کر دو یا کوئی اور نیک کام کرو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۸۳)

اس حدیث کی بناء پر علامہ قرطبی مالکی کا مذہب احناف کو رد کرنا

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل کے اس قول پر دلیل ہے کہ جو عورت عدت طلاق میں ہو، وہ اپنی ضروریات کے لیے دن میں گھر سے باہر جا سکتی ہے اور رات میں اس پر لازم ہے کہ وہ گھر آ جائے، امام مالک فرماتے ہیں: خواہ اس کو طلاق رجعی دی گئی ہو یا طلاق بائن دی گئی ہو، امام شافعی فرماتے ہیں کہ طلاق رجعی میں وہ رات اور دن کے کسی وقت

میں گھر سے باہر نہ نکلے اور جس کو طلاقِ بائنہ دی گئی ہو وہ دن میں گھر سے باہر جاسکتی ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جو عورت عدتِ وفات گزار رہی ہو وہ صرف دن میں گھر سے باہر جاسکتی ہے اور جو عورت عدتِ طلاق گزار رہی ہو وہ رات اور دن کے کسی وقت میں گھر سے باہر نہ نکلے اور یہ حدیث ان کے مذہب کا رد کرتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۴۴، دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ قرطبی کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں: ہمارا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ (الطلاق:۱) تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔

اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت کو دورانِ عدت بغیر کسی استثناء یا قید کے مطلقاً گھر سے باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے اور قرآن مجید حضرت جابر کی خالہ کی حدیث پر مقدم ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو حضرت جابر کی خالہ کو دورانِ عدت گھر سے نکلنے کی اجازت دی تھی، ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہو، تیسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں نکلنے کی ممانعت کا حکم عام ہے اور حضرت جابر کی حدیث میں ان کی خالہ کے لیے نکلنے کا حکم خاص ہے اور عام خاص پر مقدم ہوتا ہے، چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کی حدیث میں دورانِ عدت ان کی خالہ کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اباحت ہے اور اس آیت میں مطلقہ کے لیے دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنے کی تحریم ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تحریم اور اباحت کے دلائل میں تعارض ہو تو تحریم کے دلائل کی اباحت کے دلائل پر ترجیح ہوتی ہے، پانچواں جواب یہ ہے کہ مطلقہ عورت کا دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنا مطلقاً ممنوع ہے، لیکن آپ نے اپنے خصوصی اختیار سے حضرت جابر کی خالہ کو دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی، اس حدیث میں آپ نے مخصوص مطلقہ کو دورانِ عدت ضرورت کی وجہ سے گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے، بالعموم یہ نہیں فرمایا کہ ہر مطلقہ دورانِ عدت اپنی ضرورت کی وجہ سے دن میں باہر نکل سکتی ہے، اس لیے اس خاص جزئیہ سے حکم عام پر استدلال کرنا درست نہیں ہے اور اس کی بہت نظائر ہیں، دیکھئے میت پر نوحہ کرنا مطلقاً ممنوع ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو مخصوص میت پر نوحہ کرنے کی اجازت دی، جب یہ آیت نازل ہوئی:

يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (الممتحنہ:۱۲) ہجرت کرکے آنے والی خواتین آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہیں کریں گی۔۔۔۔اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

حضرت ام عطیہ نے کہا: ان احکام میں میت پر نوحہ کرنے سے ممانعت بھی تھی، پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آلِ فلاں پر نوحہ کرنے کی اجازت دے دیں، کیونکہ انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں نوحہ میں میری موافقت کی تھی، سو میرے لیے بھی ان کی موافقت کرنا ضروری ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماسوا آلِ فلاں کے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۳۷، السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۵۸۷)

حضرت ام عطیہ کو آلِ فلاں پر نوحہ کرنے کی اجازت دینے سے یہ لازم نہیں آیا کہ مطلقاً میت پر نوحہ کرنا جائز ہے۔

اسی طرح چھ ماہ کی بکری کی قربانی کرنا بالعموم جائز نہیں ہے لیکن آپ نے حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کی بکری کی قربانی

Marfat.com

کرنے کی اجازت دے دی۔ آپ نے ان سے فرمایا: تم اس کی قربانی کرلو اور تمہارے علاوہ یہ کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۵۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۰۰، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۰۸، سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۵۶۲)

آپ نے مکہ کے درختوں کو کاٹنے سے مطلقاً منع فرمایا لیکن قریش کے ایک شخص نے اذخر (گھاس) کاٹنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اذخر کاٹنے کی اجازت دے دی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۲)

قرآن مجید میں اڑھائی سال کے بعد بچہ کو دودھ پلانے کی ممانعت ہے لیکن آپ نے حضرت سالم کو بلوغت کے بعد جوانی میں سہلہ بنت سہیل نامی ایک صحابیہ کا دودھ پینے کی اجازت دے دی اور حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا کو ان کی رضاعی ماں بنا دیا۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۵۳، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۳۲۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۴۳)

ریشم پہننا مردوں کو مطلقاً ممنوع ہے لیکن آپ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دے دی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۷۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۵۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۹۲، سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۳۱۰)

ان احادیث سے واضح ہوگیا کہ جو کام مطلقاً ممنوع ہو، اگر آپ کسی شخص کو اس کام کرنے کی اجازت دے دیں تو اس اجازت کی وجہ سے وہ کام بالعموم جائز نہیں ہو جاتا اور وہ اجازت صرف اس کی حد تک رہتی ہے، سو آپ نے حضرت جابر کی خالہ کو عدت طلاق میں کھجوریں اتارنے کے لیے گھر سے باہر جانے کی جو اجازت دی تھی یہ اجازت صرف ان کی حد تک ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عدتِ طلاق میں دن کے وقت عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا بالعموم جائز ہو جائے، لہٰذا اس حدیث کی بناء پر مذہب احناف کا مردود ہونا لازم نہیں آتا۔ مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہٗ نے اس مسودہ کو دیکھ کر مجھ سے کہا: آپ شرح صحیح مسلم کے جواب کو بھی یہاں لکھ دیں، سو وہ جواب یہ ہے:

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

حضرت جابر کی روایت کا ایک جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر کی خالہ نے اپنے شوہر سے خلع کیا ہو اور خلع میں عدت کا نفقہ معاف کر دیا ہو، اس وجہ سے وہ تلاشِ معاش میں باہر گئی ہوں اور اس قسم کے مسائل میں احناف کے نزدیک بھی رخصت ہے۔ "ہدایہ" اور "فتح القدیر" میں اس کی تصریح ہے۔ دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہو اور اب منسوخ ہو چکا ہو، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر جو اس حدیث کے راوی ہیں خود یہ فتویٰ دیتے تھے کہ مطلقہ کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ابوالزبیر نے حضرت جابر سے پوچھا: کیا مطلقہ اور بیوہ اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں؟ حضرت جابر نے کہا: نہیں۔ الحدیث۔۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت جابر اپنی خالہ کے دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور خود اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ان کے نزدیک منسوخ ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۴۶، کراچی) نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور وہ گھر سے جانا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کو روکو! اس نے

کہا: میں نہیں روک سکتا، فرمایا: اس کو قید کرلو، کہا: اس کے بھائی بہت طاقتور ہیں، فرمایا: امیر سے مدد طلب کرو۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۴۳۱) اور امام ابن ابی شیبہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور عثمان حج اور عمرہ سے عورتوں کو روکتے تھے تاوقتیکہ وہ عدت پوری کرلیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۸۲، ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ)

علامہ قرطبی کا حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے امام ابوحنیفہ پر رد اور اس کے جوابات

علامہ قرطبی مالکی نے امام ابوحنیفہ پر دوسرا رد اس حدیث سے کیا ہے:

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ ابوحفص بن المغیرہ المخزومی نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو تین طلاقیں دے دیں، اور وہ خود یمن چلے گئے اور ان کے گھر والوں نے حضرت فاطمہ بن قیس سے کہا: تمہارا نفقہ ہمارے ذمہ نہیں ہے، پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ حضرت میمونہ کے گھر تھے، انہوں نے بتایا کہ ابوحفص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، کیا اس کا نفقہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا نفقہ نہیں ہے اور اس پر عدت ہے اور حضرت فاطمہ بنت قیس کو یہ پیغام بھیجا کہ تم خود کہیں نہ جانا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر چلی جائیں، پھر ان کو یہ پیغام بھیجا کہ ام شریک کے گھر تو مہاجرین اولین آتے ہیں، وہ ابن مکتوم جو نابینا ہیں ان کے گھر چلی جائیں، کیونکہ جب تم اپنا دوپٹا اتاروگی تو وہ تم کو نہیں دیکھیں گے، پس وہ ان کے گھر چلی گئیں اور جب ان کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے ان کا نکاح کردیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۸۰، الرقم المسلسل: ۳۶۳۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۸۴، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۵۴۶، السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۵۳۵۳)

علامہ قرطبی مالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس عدتِ طلاق میں تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عدت کے ایام شوہر کے گھر کے بجائے حضرت ابن ام مکتوم کے گھر گزارنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ عورت عدتِ طلاق میں شوہر کے گھر سے نکل سکتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۴۵، دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث کے بھی وہی پانچ جوابات ہیں جو ہم اس سے پہلے حضرت جابر کی خالہ کی حدیث کے سلسلے میں بیان کرچکے ہیں اور مزید چھٹا جواب یہ ہے کہ جمہور صحابہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس روایت کو رد کردیا ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد بیان کیا کہ:

اسود بن یزید نے حضرت عمر کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اللہ کی کتاب کو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے ترک نہیں کریں گے، شاید اس کو یاد رہا، یا بھول گئی، مطلقہ عورت کے لیے شوہر کی طرف سے رہائش بھی ہوگی اور اس کے ذمہ اس کا خرچ بھی ہوگا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (الطلاق:۱) تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

(صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۳۶۴۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۹۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳۶)

امام دارقطنی نے اس قصہ کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے: عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ، فاطمہ بنت قیس پر رد کرتی تھیں اور

Marfat.com

دورانِ عدت مطلقہ کے گھر سے نکلنے کا انکار کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ عدت پوری ہونے سے پہلے مطلقہ اپنے گھر سے نہ نکلے۔
(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۳۹۰۴، مسند احمد ج ۶ ص ۴۱۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۸۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۷۲)

تین طلاقوں کی ممانعت پر دلیل

نیز فرمایا: تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی صورت پیدا کر دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام بنو آدم کے قلوب رحمن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک قلب کی طرح ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے قلب کو الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ الحدیث۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۸۶۱، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ کثرت یہ دعا کرتے تھے: اے دلوں کو پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین اور اپنی اطاعت پر قائم رکھ، آپ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ بہت زیادہ یہ دعا کرتے ہیں، اے دلوں کو پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر اور اپنی اطاعت پر قائم رکھ، آپ نے فرمایا: مجھے کون مامون رکھ سکتا ہے، بندوں کے دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، جب وہ کسی بندے کا دل پلٹنا چاہتا ہے تو پلٹ دیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۱ طبع قدیم، مسند احمد ج ۴۳ ص ۲۳۰، رقم الحدیث: ۲۶۱۳۳، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث: ۴۶۶۹، کتاب الدعا للطبرانی رقم الحدیث: ۱۲۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۱۰، ج ۱۱ ص ۳۷، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۵۳، اس حدیث کی سند صحیح لغیرہ ہے، کیونکہ اس کی سند کا ایک راوی علی بن زید ابن جدعان ضعیف ہے، باقی رجال ثقہ ہیں)۔

جب احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے دل پلٹتا اور بدلتا رہتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ شوہر آج اپنی بیوی سے ناراض ہے کل راضی ہو جائے، آج اس کو بیوی سے نفرت ہے اور کل وہ نفرت محبت سے بدل جائے اور وہ بیوی کو طلاق دینے پر نادم ہو اور اس طلاق سے رجوع کر لے، اس لیے فرمایا: تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ شوہر پر لازم ہے کہ وہ یک بار تین طلاقیں نہ دے بلکہ ہر طہر میں ایک طلاق دے شاید کہ ایک حیض یا ایک ماہ گزرنے کے بعد حالات بدل جائیں اور اس کا دل پلٹ جائے اور جس وجہ سے وہ بیوی کو طلاق دے رہا تھا وہ وجہ زائل ہو جائے، اور وہ پہلے طہر میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لے اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ تین طلاقیں دینا ممنوع اور مذموم ہے ورنہ اس آیت کا پھر کیا محمل ہوگا اور اس آیت میں امام شافعی اور ابن حزم ظاہری کا رد ہے جنہوں نے کہا ہے کہ تین طلاقیں دینا سنت ہے۔

ہمارے زمانہ میں لوگ وثیقہ نویس یا وکیل سے طلاق نامہ لکھواتے ہیں اور عموماً وہ اس طرح کی عبارت لکھتا ہے کہ میں بہ قائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ اپنی فلاں منکوحہ کو تین طلاقیں دے کر اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اور اپنے نکاح سے خارج کرتا ہوں اور بعض لکھتے ہیں کہ میں اپنی منکوحہ کو طلاق ثلثہ مثلثہ مغلظہ دے کر اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اور شوہر اس پر دستخط کر دیتا ہے اور اس طلاق کے بعد رجوع کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی، بعد میں جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ شوہر کا دل بدل دیتا ہے، پھر شوہر نادم اور پریشان ہوتا ہے اس کو خیال آتا ہے اب بچوں کا کیا ہوگا، پھر مفتیوں کے پاس جاتا ہے، کبھی حلالہ کرانے کا سوچتا ہے کبھی اپنا مذہب بدل کر غیر مقلد مولویوں کے پاس جا کر یہ باطل فتویٰ حاصل کرتا ہے کہ تین طلاقیں ایک بار گی واقع نہیں ہوتیں، یہ

Marfat.com

ایک طلاق ہے اور یہ ساری مصیبت اس وجہ سے آئی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑا، اللہ تعالیٰ کے برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حد رکھی تھی کہ وہ ایک طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو صرف ایک طلاق دے لیکن اس نے غصہ میں بے قابو ہو کر اللہ کی حدود کو توڑا اور اب پچھتاتا پھر رہا ہے، ہونا یہ چاہیے کہ جب انسان اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو کسی عالم یا مفتی کے پاس جائے وہ اس کو بتائے گا کہ جس طہر میں تم نے مباشرت نہ کی ہو اس میں صرف ایک طلاق دے کر چھوڑ دو، اگر بعد میں ناراضگی ختم ہو جائے تو رجوع کر لینا اور اگر تین حیض گزر گئے اور تم نے رجوع نہیں کیا تو تمہاری بیوی بائنہ ہو کر تم سے الگ ہو جائے گی، پھر بھی یہ گنجائش ہو گی کہ عدت کے بعد باہمی رضامندی سے تم پھر اس سے دوسری بار نکاح کر لو۔ میں ۳۸ سال سے فتاویٰ لکھ رہا ہوں، میرے پاس جب بھی کوئی آیا، وثیقہ نویس یا وکیل سے تین پکی طلاقیں لکھوا کر اس پر دستخط کر کے اپنا گھر اجاڑ کر آیا اور اب مجھ سے یہ چاہتا ہے کہ میں اس کے اجڑے ہوئے گھر کو پھر بسا دوں، طلاق دینے سے پہلے طلاق دینے کا طریقہ معلوم کرنے کوئی نہیں آتا، وائے افسوس!

اللہ کے بندو! اللہ کی حدود کو نہ توڑو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ (الطلاق:۱)

اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے ۝

فاطمہ بنتِ قیس کی وہ روایت جس سے ائمہ ثلاثہ نے مطلقہ کے خرچ کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے خاوند نے مجھ کو تین طلاقیں دے دیں، میں نے گھر سے نکلنے کا ارادہ کیا، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے عم زاد عمرو بن ام مکتوم کے پاس جاؤ اور ان کے پاس عدت گزارو۔
(صحیح مسلم، کتاب الطلاق باب ۶ رقم الحدیث: ۴۵)

شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کر کے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے رہائش اور خرچ مقرر نہیں کیا تھا، پھر اسود نے ایک مٹھی میں کنکریاں لے کر ان کو ماریں اور کہا: تم پر افسوس ہے، تم ایسی حدیث بیان کرتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ہم اللہ کی کتاب کو اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر ترک نہیں کریں گے، اس کو اصل حدیث یاد ہے یا شاید وہ بھول گئی ہو، اس کے لیے رہائش بھی ہو گی اور خرچ بھی ہو گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ (الطلاق:۱)

تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

طلاقِ ثلاثہ کے بعد نفقہ اور سکنیٰ کے استحقاق میں مذاہب

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے شوہر پر ہر حال میں نفقہ اور سکنیٰ (کھانے اور رہائش کا خرچ) لازم ہے، خواہ مطلقہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ اگر حاملہ ہو تو اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ لازم ہے ورنہ کچھ نہیں، امام شافعی اور امام مالک کہتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنیٰ ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ صرف اس صورت میں جب وہ حاملہ ہو۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ حسن بصری، عمرو بن دینار، طاؤس، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ، شعبی، امام احمد بن حنبل، اسحاق اور غیر مقلدین کے نزدیک جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں اگر وہ حاملہ ہے تو اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے ورنہ اس کے لیے نفقہ واجب ہے نہ سکنیٰ، اور حماد، شریح، نخعی، ثوری، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، حسن بن صالح، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام محمد کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مسلک ہے اور عبد الرحمٰن بن مہدی، ابو عبیدہ، امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنیٰ تو ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ اس وقت لازم ہوگا جب وہ حاملہ ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۷-۳۰۸، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ)

مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں کہ جنہوں نے مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ دونوں کو واجب کیا ہے، وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ''اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ'' (الطلاق: ۶)، ''مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے موافق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو''۔ اس آیت میں سکنیٰ کا امر ہے اور نفقہ اس لیے واجب ہے کہ وہ اس کے پاس مقید ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے، پتا نہیں وہ مسئلہ سے ناواقف ہے یا بھول گئی۔ (مالکی اور شافعی) علماء نے کہا کہ کتاب اللہ میں فقط سکنیٰ کا ذکر ہے، امام دارقطنی نے کہا کہ حضرت عمر کے قول میں ''ہمارے نبی کی سنت'' کے الفاظ ایسی زیادتی ہے جو غیر محفوظ ہے۔ ثقہ راویوں نے اس کا ذکر نہیں کیا اور فقہاء حنبلیہ کا استدلال، حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: ''اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ'' (الطلاق: ۶) اس آیت میں صرف سکنیٰ کو واجب کیا ہے نفقہ کو واجب نہیں کیا اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے بھی نفقہ کا عدم وجوب ثابت ہوتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ'' (الطلاق: ۶) اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو ان کو نفقہ دو تا وقتیکہ حمل وضع ہو جائے، اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو مطلقہ غیر حاملہ ہو اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۳، اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ کے وجوب پر فقہاء احناف کے قرآن مجید سے دلائل

ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے، اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ مطلقہ ثلاثہ حاملہ کے لیے بھی نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے، اختلاف اس مطلقہ ثلاثہ میں ہے جو غیر حاملہ ہو، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کے لیے سکنیٰ واجب ہے نفقہ واجب نہیں ہے، امام احمد بن حنبل اور غیر مقلدین کے نزدیک اس کے لیے نفقہ واجب ہے نہ سکنیٰ، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ دونوں واجب ہے، فقہاء احناف قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ○ اور مطلقہ عورتوں کے لیے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق

(البقرہ:۲۴۱) نان ونفقہ دینا پرہیز گاروں پر لازم ہے O

امام فخر الدین رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(والقول الثانی) ان المراد بهذه المتعة النفقة والنفقة قد تسمى متاعا واذا حملنا هذه المتاع على النفقة اندفع التكرار۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں متعہ سے مراد نفقہ ہے اور نفقہ کو متاع بھی کہا جاتا ہے اور جب ہم متاع کو نفقہ پر محمول کریں گے تو تکرار نہیں رہے گا۔

ایک آیت میں ہے:

وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (البقرہ:۲۳۶)

اور مطلقہ عورتوں کو کچھ برتنے کے لیے دو (یعنی کم از کم کپڑوں کا ایک جوڑا) خوشحال اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دے، یہ نیکی کرنے والوں پر واجب ہے O

سورۂ بقرہ کی آیت:۲۳۶ میں مطلقہ عورتوں کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق متاع دینے کو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اور یہاں متاع سے مراد بالاتفاق ایسی چیز ہے جس سے وقتی طور پر نفع اٹھایا جا سکے جیسے کپڑوں کا جوڑا، خادم یا کچھ نقد رقم وغیرہ، پس اگر بقرہ کی آیت:۲۴۱ میں بھی متاع سے مراد یہی ہو (جیسا کہ ائمہ ثلاثہ نے سمجھا ہے) تو تکرار لازم آئے گا، اس تکرار سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ دوسری آیت میں متاع کو نفقہ پر محمول کیا جائے جب کہ از روئے لغت متاع کا اطلاق نفقہ پر بھی ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی متاع کا اطلاق نفقہ پر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ (البقرہ:۲۴۰)

اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی بیویوں کو ایک سال تک نان اور نفقہ ادا کرنے کی وصیت کریں اور اس مدت میں ان عورتوں کو گھر سے نہ نکالا جائے۔

اس آیت میں متاع سے بالاتفاق اور بالاجماع نفقہ مراد ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مطلقہ عورتوں کے لیے البقرہ:۲۳۶، میں متاع دینے کا حکم کیا ہے اور اس سے بالاتفاق وقتی نفع کی چیز مثلاً جوڑا وغیرہ مراد ہے، اس کے بعد البقرہ:۲۴۱ میں پھر مطلقہ عورتوں کے لیے متاع دینے کا حکم دیا گیا ہے، اب اگر اس سے پھر وہی وقتی نفع کی چیز مراد لی جائے تو تکرار ہوگا، اس لیے امام رازی فرماتے ہیں کہ تکرار سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں متاع سے مراد نفقہ لیا جائے جبکہ لغت اور قرآن مجید سے متاع پر نفقہ کا اطلاق ثابت ہے، امام رازی کی تفسیر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ان دونوں آیتوں میں متاع کا لفظ نکرہ ہے اور اصول عرب یہ ہے کہ نکرہ جب مکرر ہو تو ثانی پہلے کا غیر ہوتا ہے اور جب پہلے متاع سے مراد وقتی نفع کی چیز ہے تو ضروری ہوا کہ دوسرے متاع سے مراد نان ونفقہ ہو اور اس آیت میں مطلقات کا لفظ عام ہے اور تمام مطلقات کو شامل ہے، وہ حاملہ ہوں یا غیر حاملہ، اور امام رازی کی تفسیر اور اصول عرب سے ثابت ہوا کہ ہر مطلقہ عورت کے لیے دورانِ عدت نفقہ واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

فقہاءِ احناف کی دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ (الطلاق:٦)

ان مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اور ان پر تنگی کرنے کے لیے ان کو ضرر نہ پہنچاؤ اور اگر یہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل ہونے تک ان پر خرچ کرو۔

علامہ ابوبکر الجصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے وجوب پر اس آیت میں تین دلیلیں ہیں: (۱) سکنیٰ مالیات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطلقہ کے لیے مال میں حق واجب کیا ہے، خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ ہو اور سکنیٰ بھی نفقہ کا ایک حصہ ہے (۲) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت کو ضرر پہنچانے سے منع کیا (وَ لَا تُضَآرُّوهُنَّ) اور مطلقہ عورت کو نان ونفقہ نہ دینا بھی ضرر ہے (۳) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت پر تنگی کرنے سے منع کیا ہے (لتضیقوا علیھن) یعنی نہ سکنیٰ میں تنگی کرو نہ نان ونفقہ میں تنگی کرو، یہ نہی دونوں کو شامل ہے، اس کے بعد علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ'' اگر وہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہیں تو ان پر خرچ کرو، اس میں مطلقہ سے مراد ہے عام، خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ، کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ اگر مطلقہ ثلاثہ حاملہ ہو تو اس کا نفقہ بھی واجب ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ نفقہ کا وجوب حاملہ ہونے کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ وہ دورانِ عدت اس کے گھر رہے گی اور جب کہ اس پر اتفاق ہے کہ رجعیہ کا نفقہ بھی اس آیت سے ثابت ہے اور وہ حمل کی وجہ سے نہیں بلکہ دورانِ عدت اس کے گھر رہے گی اور جب کہ اس پر اتفاق ہے کہ رجعیہ کا نفقہ بھی اس آیت سے ثابت ہے اور وہ حمل کی وجہ سے نہیں بلکہ دورانِ عدت اس کے گھر رہنے کی وجہ سے ہے کیونکہ رجعیہ اگر غیر حاملہ ہو پھر بھی اس کا نفقہ واجب ہے تو پھر مطلقہ ثلاثہ کا نفقہ بھی اس وجہ سے واجب ہوگا کہ وہ دوران عدت خاوند کے گھر رہے گی۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۴۶۰، ۴۵۹، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

اور یہ بھی واضح رہے کہ جب مطلقہ ثلاثہ کے لیے امام شافعی اور امام مالک اس آیت سے سکنیٰ کا وجوب مانتے ہیں تو نفقہ کا وجوب بطریق اولیٰ ثابت ہوگا کیونکہ نان ونفقہ سکنیٰ سے زیادہ اہم ہے۔

مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ کے وجوب پر احادیث سے دلائل

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن حرب بن ابی العالیة عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المطلقة ثلاثا لها السکنیٰ والنفقه۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنیٰ بھی ہے اور نفقہ بھی۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۰)

علامہ زیلعی لکھتے ہیں: عبدالحق نے احکام میں لکھا ہے کہ ابوالزبیر عن جابر کی روایت اس وقت صحیح ہوتی ہے جب اس میں سماع کی تصریح ہو یا عن اللیث عن ابی الزبیر ہو (یعنی لیث کے علاوہ کوئی اور راوی عن ابی الزبیر عن جابر روایت کرے تو صحیح نہیں ہے) اور حرب بن ابی العالیہ سے بھی استدلال نہیں ہوتا، کیونکہ یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اس لیے اقرب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت جابر پر موقوف ہے۔ (نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۷۴ مجلس علمی، ہند)

عبدالحق کے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں متعدد احادیث عن ابی الزبیر عن جابر کی سند سے بیان کی

ہیں اور اس سند میں لیث نہیں ہے، مثلاً کتاب الحج کے ''باب جواز دخول مكة بغير احرام'' میں ہے ''نامعاویه بن عمار الدهنی عن ابی الزبیرعن جابر'' نیز اسی باب میں ہے: ''فی روایة قتیبة قال نا ابو الزبیرعن جابر''۔ ان اسانید میں نہ لیث ہے نہ حضرت جابر سے ابوالزبیر کے سماع کی تصریح ہے، پس واضح ہوگیا کہ عبدالحق کا بیان کردہ قاعدہ امام مسلم کے نزدیک مسلم نہیں ہے، ورنہ امام مسلم ان اسانید کے ساتھ روایات کو اپنی صحیح میں درج نہ کرتے اور جب یہ سند حدیث کی صحت کے منافی نہیں تو دارقطنی کی مذکورہ روایت کی صحت کے لیے بھی موجب طعن نہیں ہے۔

اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ حرب بن ابی العالیہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے تاہم ان کی ثقاہت کی بھی تصریح ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حرب بن ابی العالیہ کا امام حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام مسلم اور امام نسائی ان کی روایات سے استدلال کرتے ہیں، پس ثابت ہوگیا کہ حرب بن ابی العالیہ رجال صحیح میں سے ہیں۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل صحیح مسلم کی حسب ذیل روایت ہے:

قال عمر لا نترك كتاب الله وسنة رسوله لقول امرأة لاندری لعلها حفظت اونسيت لها السكنى والنفقة قال الله عزوجل لا تخرجوهن من بيوتهن الا ان ياتين بفاحشة مبينة۔

حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سن کر حضرت عمر نے فرمایا: ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے، پتا نہیں اس نے حدیث کو یاد رکھا یا بھول گئی، مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنیٰ بھی ہے اور نفقہ بھی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو الا یہ کہ وہ کھلی بدکاری کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہ تھی کہ مطلقہ ثلاثہ کا سکنیٰ اور نفقہ واجب ہے، باقی اس پر علامہ نووی نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ دارقطنی کے نزدیک ''نہ سنت رسول کو ترک کریں گے'' یہ زیادتی غیر محفوظ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی امام مسلم کے نزدیک ثابت ہے اور امام مسلم کی تصحیح اور ان کی روایت دارقطنی کی جرح سے زیادہ قوی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس زیادتی کے متعدد متابع ہیں، نیز امام مسلم نے متعدد اسانید سے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت پر حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار بھی روایت کیا ہے، ان کے شوہر حضرت اسامہ بھی اس روایت کا انکار کرتے تھے۔

نفقہ کے عدم وجوب پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

امام احمد بن حنبل نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ اور سکنیٰ کے وجوب کی نفی پر حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سے استدلال کیا ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ کے وجوب کی نفی پر اسی روایت سے استدلال کیا ہے، جیسا کہ ہم علامہ نووی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ علامہ سرخسی حنفی اس استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جب بھی حضرت فاطمہ سے اس روایت کو سنتے تو پوری قوت سے اس روایت کا رد کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: یہ عورت اس روایت سے دنیا میں ایک فتنہ پیدا کر رہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے، پتا نہیں وہ سچی ہے یا

Marfat.com

جھوٹی؟ اس کو مسئلہ یاد ہے یا بھول گئی، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مطلقہ ثلاثہ کے لیے دورانِ عدت نفقہ اور سکنیٰ ہے۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں: اگر بالفرض یہ حدیث ثابت ہو تو اس کی دو تاویلیں ہیں، پہلی تاویل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر غائب تھے، مدینہ سے یمن کی طرف گئے ہوئے تھے، انہوں نے اپنے بھائی کو جو کا آٹا بہ طور نفقہ دینے کا وکیل بنایا، انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور ان کا خاوند وہاں موجود نہیں تھا، جو اس کے بدلہ میں کوئی اور چیز ادا کرتا، دوسری تاویل یہ ہے کہ روایات کے مطابق حضرت فاطمہ بنت قیس بہت زبان دراز تھیں اور اپنے دیوروں (خاوند کے بھائیوں) کو بہت تنگ کرتی تھیں، اس وجہ سے ان لوگوں نے ان کو گھر سے نکال دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا، جس وجہ سے انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفقہ اور سکنیٰ مقرر نہیں فرمایا۔

(المبسوط ج ۵ ص ۲۰۱-۲۰۲، دار المعرفہ بیروت)

اس کے بعد فرمایا: اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو، اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کرلو اور اگر تم دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی O

دودھ پلانے کی اجرت لینے کا جواز

علامہ ابوبکر احمد بن علی الجصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر بچہ کی ماں اس بچہ کو دودھ پلانے پر راضی ہو (خواہ وہ مطلقہ ہو یا نہ ہو) تو باپ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ بچہ کو دودھ پلانے کے لیے کوئی اور دایہ مقرر کرے، اور بچہ کے باپ پر یہ لازم ہے کہ وہ بچہ کی ماں کو دودھ پلانے کی اجرت ادا کرے، بہ شرطیکہ بچہ کی ماں رواج اور دستور کے مطابق دودھ پلانے کی اجرت طلب کرے۔ (واضح رہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں سے صرف مذہب اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ دودھ پلانے کی اجرت کا اس کے باپ سے مطالبہ کرسکتی ہے) اور اگر بچہ کی ماں دودھ پلانے کی اجرت رواج اور دستور سے زیادہ کا مطالبہ کرے تو پھر فریقین باہمی مشاورت سے کسی اور دایہ کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کر سکتے ہیں۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۶۶۳-۶۶۴، سہیل اکیڈمی، لاہور)

شوہر پر اس کی بیوی اور بچوں کے خرچ دینے کا وجوب

الطلاق: ۷ میں فرمایا: صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا O

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مطلقہ کا خرچ شوہر کی حیثیت کے مطابق اس پر واجب ہے، جو خوش حال ہو اور اپنی وسعت کے مطابق خرچ دے اور جو تنگ دست ہو وہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ دے۔

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص تنگ دست ہے تو وہ یہ امید رکھے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو خوش حال کر دے گا۔

Marfat.com

شوہر پر بیوی کا خرچ واجب ہے، اس سلسلہ میں یہ آیت بھی ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کی ماؤں کا روٹی اور کپڑا ہے جو دستور اور رواج کے مطابق ہو۔ (البقرہ: ۲۳۳)

شوہر پر واجب ہے کہ وہ رواج اور دستور کے مطابق بیوی اور بچوں کا خرچ دے اور اگر شوہر پورا خرچ نہ دے تو بیوی کے لیے جائز ہے کہ وہ شوہر کے پیسوں میں سے اپنی ضرورت کے مطابق رقم نکال لے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کنجوس آدمی ہیں، وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو، سوا اس کے کہ میں ان کی لاعلمی میں ان کے پیسے نکال لوں، آپ نے فرمایا: تم دستور کے مطابق اتنے پیسے لو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے کافی ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۶۴۔ ۲۲۱۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۳۲، سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۴۲۱، مسند احمد ج ۶ ص ۴۰۔ ۳۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ طور فے عطا فرمائے تھے، ان کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے، سو وہ اموال خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال میں سے اپنی ازواج مطہرات کو ایک سال کا خرچ دیا کرتے تھے اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے ہتھیاروں اور سواریوں پر خرچ کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۰۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۵۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۶۵، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۷۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی رہے، تمہاری بیوی کہے گی: مجھے کھانا کھلاؤ ورنہ مجھے طلاق دو، اور تمہارا خادم کہے گا: مجھے کھانا کھلاؤ ورنہ مجھے بیچ دو، اور تمہاری اولاد کہے گی: تم مجھے کس پر چھوڑ رہے ہو۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۷۴۳۳، دارالفکر بیروت، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۵)

اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرو، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے، آپ نے فرمایا: اس کو اپنے نفس پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ نے فرمایا: اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ نے فرمایا: تم اس کے مصرف کو خود بہتر جانتے ہو۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۳۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۳۵، اس حدیث کی سند حسن ہے)

امام ابن حبان نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد اور حاکم نے اولاد کو بیوی پر مقدم کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۱، المستدرک ج ۱ ص ۴۱۵ قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۱۵۱۴ جدید، تلخیص الحبیر رقم الحدیث: ۱۶۶۶)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جب تم اس ترتیب پر غور کرو گے تو جان لو گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الاولیٰ فالاولیٰ اور الاقرب فالاقرب کو مقدم کیا ہے، اور آپ نے یہ حکم دیا ہے کہ انسان پہلے اپنے اوپر خرچ کرے، پھر اپنی اولاد پر کیونکہ اولاد اسی کے جز کی طرح ہے

اور جب وہ اس پر خرچ نہ کرے اور کوئی اور بھی ان پر خرچ کرنے میں اس کے قائم مقام نہ ہو تو وہ ہلاک ہو جائیں گے، پھر تیسرے درجہ میں بیوی کا ذکر فرمایا اور اس کو اولاد سے کم درجہ میں رکھا، کیونکہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو خرچ نہیں دے گا تو ان میں تفریق کر دی جائے گی اور اس کو اس کے شوہر کی طرف سے یا اس کے محرم کی طرف سے اس کا خرچ دیا جائے گا، چوتھے درجہ میں اس کے خادم کا ذکر کیا، کیونکہ اگر وہ اس کو خرچ نہیں دے گا تو اس کو فروخت کر دیا جائے گا، (یہ غلام ہونے کی صورت میں ہے اور اگر وہ آزاد ہو تو کہیں اور نوکری کر لے گا) علامہ خطابی کا کلام ختم ہوا۔

ہمارے شیخ زین الدین نے کہا: ہمارے اصحاب کا یہی مختار ہے کہ نابالغ اولاد کا خرچ بیوی کے خرچ پر مقدم ہے، علامہ نووی شافعی نے بیوی کے خرچ کو اولاد کے خرچ پر مقدم کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اولاد اس کا جز اور اس کا حصہ ہے اور بیوی اجنبیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۵۔ ۴۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بچوں اور بیوی کے بعد ماں باپ اور اجداد کا خرچ بھی واجب ہے، بہ شرطیکہ وہ محتاج ہوں۔ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (لقمان: ۱۵) اور دنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے رہنا۔ (ہدایہ اولین ص ۴۴۵)، (تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۸۷-۹۰، فرید بک اسٹال لاہور)

۵۳۲۱، ۵۳۲۲ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَهُمَا يَذْكُرَانِ أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَكَمِ فَانْتَقَلَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَأَرْسَلَتْ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ اتَّقِ اللّٰهَ وَارْدُدْهَا إِلَى بَيْتِهَا قَالَ مَرْوَانُ فِي حَدِيثِ سُلَيْمَانَ إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَكَمِ غَلَبَنِي وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَوَمَا بَلَغَكِ شَأْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَذْكُرَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ فَقَالَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ إِنْ كَانَ بِكِ شَرٌّ فَحَسْبُكِ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از القاسم بن محمد و سلیمان بن یسار، انہوں نے ان دونوں سے سنا، وہ دونوں ذکر کرتے تھے کہ یحییٰ بن سعید بن العاص نے حضرت عبد الرحمٰن بن الحکم کی بیٹی (عمرہ) کو طلاق دے دی، تو اس کے والد عبد الرحمٰن اپنی بیٹی کو وہاں سے اٹھا کر لے آئے، یہ خبر سن کر حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے مروان (لڑکی کے چچا) جو ان دنوں (حضرت معاویہ کی طرف سے) مدینہ کے گورنر تھے کو بلا بھیجا اور ان سے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اس لڑکی کو اس کے گھر کی طرف بھیج دو جہاں اسے طلاق دی گئی ہے، سلیمان کی حدیث میں ہے کہ مروان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ جواب دیا کہ عبد الرحمٰن بن الحکم (لڑکی کے والد) نے مجھ کو مجبور کر دیا (میرا کہنا نہیں مانا) اور نقصان ہے، پس مروان نے کہا: اگر فاطمہ کے گھر سے نکلنے کا سبب یہ تھا کہ اس میں اور اس کے خاوند کے عزیزوں میں آئے دن جھگڑا رہتا تھا تو یہاں بھی میاں بیوی میں جو جھگڑا ہے وہ مکان سے نکلنے کے لیے کافی ہے، یعنی آپ کے لیے وہ خرابی کافی ہے جو ان دونوں خرابیوں کے درمیان ہے۔

Marfat.com

قاسم بن محمد یہ کہتے ہیں کہ مروان نے کہا: کیا آپ کو حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث نہیں پہنچی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر تم فاطمہ کا قصہ نہ بیان کرو تو کیا ہو۔

(صحیح البخاری: ۵۳۲۴، ۵۳۲۶، ۵۳۲۸، صحیح مسلم: ۱۴۸۱، سنن ابوداؤد: ۲۲۹۵، موطا امام مالک: ۱۲۳۰)

شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس کا تذکرہ اور حدیث مذکور کے مطالب

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ضحاک کی بہن تھیں جو یزید پلید کی طرف سے عراق کے حاکم مقرر ہوئے تھے، حضرت فاطمہ بنت قیس عمر میں ضحاک سے بہت بڑی اور بہت حسین اور سمجھدار عورت تھیں، ان کے خاوند ابوعمرو بن حفص حضرت خالد بن ولید کے چچازاد بھائی تھے، انہوں نے یمن سے ان کو تیسری طلاق بھجوادی، حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکان اور خرچ نہ ملنے کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ تم کو مکان ملے گا نہ خرچ۔ امام احمد اور اہل حدیث نے اسی حدیث کے مطابق یہ کہا ہے کہ تیسری طلاق کے بعد عورت کا مسکن اور خرچ خاوند پر لازم نہیں ہوگا۔ اور فقہائے احناف کے نزدیک تیسری طلاق کے بعد بھی عورت کے لیے مسکن اور خرچ لازم ہوگا۔

سعید بن عاص نے عبدالرحمن بن حکم کی بیٹی عمرہ کو طلاق دی تو اس کے والد اپنی بیٹی کو وہاں سے اٹھا کر لے آئے یعنی جہاں اس کو طلاق دی گئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان سے کہا: خدا سے ڈرو اور اس لڑکی کو اسی گھر میں بھیج دو جہاں اس کو طلاق دی گئی ہے اور عدت پوری ہونے تک اس کو وہیں رکھو۔ مروان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ جواب دیا کہ کیا آپ کو حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث نہیں پہنچی؟ یعنی وہ بھی اپنے خاوند کے گھر سے چلی گئی تھیں اور انہوں نے دوسری جگہ اپنی عدت پوری کی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان سے فرمایا: اگر تم فاطمہ بنت قیس کا قصہ نہ بھی بیان کرو تو اس میں تمہارا کیا حرج ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ تم حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے کیوں استدلال کرتے ہو؟

حضرت فاطمہ کا اس گھر سے نکلنا ایک قدرتی وجہ سے تھا، اس عذر میں اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے کہ وہ گھر خوفناک تھا، کوئی کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ بدزبان عورت تھیں۔

مروان نے کہا: اگر حضرت فاطمہ کے نکلنے کا سبب یہ تھا کہ ان میں اور ان کے خاوند کے عزیزوں کے درمیان آئے دن جھگڑا رہتا تھا تو یہی وجہ یہاں بھی ہے، یعنی عمرہ اور اس کے خاوند یحییٰ بن سعید کے درمیان بھی آئے دن جھگڑا رہتا تھا اور وہ اس کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر سے نکل جائیں اور کہیں اور عدت گزاریں۔

(تیسیر الباری شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۴۴-۲۴۵ نعمانی کتب خانہ، جون ۱۹۹۰ء)

۵۳۲۳، ۵۳۲۴ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ أَلَا تَتَّقِي اللهَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمن

Marfat.com

یَعْنِي فِي قَوْلِهَا لَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَةَ

بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتیں؟ یعنی تم جو یہ کہتی ہو کہ مطلقہ کے لیے نہ رہائش ہوگی اور نہ اس کو خرچ ملے گا، تو کیا تم اس بات میں اللہ سے نہیں ڈرتیں؟

(صحیح البخاری: ۵۳۲۴، ۵۳۲۶، ۵۳۲۸، صحیح مسلم: ۱۴۸۱، سنن ابوداؤد: ۲۲۹۵، موطا امام مالک: ۱۲۳۰)

حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث کے مطالب اور اس کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

لیکن جس عورت کو طلاقِ رجعی دی جائے اس کے لیے سب کے نزدیک اس کی رہائش اور اس کا خرچ خاوند پر لازم ہے، یعنی عدت پوری ہونے تک خواہ وہ حاملہ نہ ہو اور جس مطلقہ کو طلاقِ بائن دی گئی ہو تو بعض متقدمین نے اس کے لیے رہائش کو واجب قرار دیا ہے ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ (الطلاق: ۶)

ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو، اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو۔

اور چونکہ اس آیت میں مطلقہ بائنہ کے لیے صرف رہائش کا ذکر ہے اور نفقہ اور خرچ کا ذکر نہیں ہے، اس لیے بعض متقدمین نے مطلقہ بائنہ کے لیے صرف رہائش کو خاوند کے ذمہ لازم کیا ہے اور اس کے خرچ کو خاوند کے ذمہ لازم نہیں کیا، تاہم جو عورت حاملہ ہو تو انہوں نے وضعِ حمل تک اس کے خرچ کو بھی لازم کیا ہے۔

فقہاء احناف نے مطلقہ بائنہ کے لئے بھی رہائش اور نفقہ کو واجب قرار دیا ہے، کیونکہ الطلاق: ۶ کی آیت میں حکم عام ہے، نیز ان کا استدلال حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ کے اس اثر سے بھی ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کو رد کر دیا تھا اور ان سے فرمایا تھا کہ ہم اللہ کی کتاب کے حکم اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو صرف ایک عورت کے کہنے پر ترک نہیں کر سکتے، معلوم نہیں اس نے یاد رکھا یا بھول گئی، حالانکہ حضرت عمر نے مطلقہ بائنہ کے لیے صرف رہائش کو لازم قرار دیا تھا نہ کہ نفقہ کو۔ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول ثابت نہیں ہے، اور شیخ شوکانی نے اہل حدیث کا یہ مذہب قرار دیا ہے کہ نفقہ اور سکنہ صرف مطلقہ رجعیہ کے لیے واجب ہے مطلقہ بائنہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ واجب نہیں ہے، ہاں اگر وہ حاملہ ہو تو اس کے لیے بھی وضع حمل تک نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے۔ (تیسیر الباری شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۴۶-۲۴۷ نعمانی کتب خانہ، لاہور جون ۱۹۹۰ء)

۵۳۲۵، ۵۳۲۶ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ لِعَائِشَةَ أَلَمْ تَرَيْ إِلَى فُلَانَةَ بِنْتِ الْحَكَمِ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن قاسم از والد خود، کہ عروہ بن زبیر نے حضرت

Marfat.com

فَخَرَجَتْ فَقَالَتْ بِئْسَ مَا صَنَعَتْ قَالَ أَلَمْ تَسْمَعِي فِي قَوْلِ فَاطِمَةَ قَالَتْ أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ لَهَا خَيْرٌ فِي ذِكْرِ هَذَا الْحَدِيثِ. وَزَادَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَابَتْ عَائِشَةُ أَشَدَّ الْعَيْبِ وَقَالَتْ إِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَكَانٍ وَحْشٍ فَخِيفَ عَلَى نَاحِيَتِهَا فَلِذَلِكَ أَرْخَصَ لَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا آپ فلانہ بنت الحکم کی طرف نہیں دیکھتیں جن کو ان کے خاوند نے تین طلاقیں دے دی تھیں، پھر وہ گھر سے نکل گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس نے بہت برا کام کیا، انہوں نے کہا: کیا آپ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی بات نہیں سنی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ فاطمہ بنت قیس کے لیے اس حدیث کو بیان کرنا اچھا نہیں ہے، (کیونکہ اس حدیث سے دوسرے لوگ بھی مطلقہ کا گھر سے نکل جانا جائز سمجھیں گی حالانکہ یہ اجازت صرف حضرت فاطمہ بنت قیس کے ساتھ مخصوص تھی)۔ اور عبد الرحمن بن ابی زناد نے ہشام سے، انہوں نے اپنے والد عروہ سے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ بنت قیس پر بہت بڑا عیب لگایا تھا (کہ وہ یہ حدیث بیان کرتی پھرتی ہیں کہ مطلقہ بائنہ کے لیے نہ رہائش ہوگی نہ خرچ ہوگا)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ (طلاق کے وقت) ایک غیر آباد مکان میں رہتی تھیں، انہیں یہ ڈر ہوا کہ کہیں بدکار لوگ انہیں پریشان نہ کریں، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس مکان سے نکلنے کی اجازت دے دی تھی۔

(صحیح البخاری: ۵۳۲۳، ۵۳۲۶، ۵۳۲۸، صحیح مسلم: ۱۴۸۱، سنن ابوداؤد: ۲۲۹۵، موطا امام مالک: ۱۲۳۰)

حضرت فاطمہ بنت قیس اور حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس بن خالد الاکبر بن وہب بن ثعلبہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر القرشیہ الفہریہ یہ ضحاک بن قیس کی بہن تھیں، کہا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس عمر میں ان سے دس سال بڑی تھیں، اور وہ مہاجرات اول میں سے تھیں (یعنی جن خواتین نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی) یہ بہت حسین و جمیل اور بہت عقل اور کمال والی تھیں، اور انہی کے گھر میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ کی شہادت کے بعد اصحاب شوریٰ کا اجتماع ہوا تھا، اور انہوں نے اپنا مشہور خطبہ دیا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ بہت حسین اور ذہین خاتون تھیں۔

ابو عمرو حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ان سے الشعبی اور ابو سلمہ نے احادیث کی روایت کی ہے اور رہے الضحاک بن قیس تو وہ کم عمر صحابہ میں سے تھے۔ اور حافظ ابو عمر نے کہا: کہ کہا جاتا ہے: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تقریباً سات سال پہلے پیدا

Marfat.com

ہوئے تھے اور محدثین ان کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع کی نفی کرتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو زیاد کے بعد کوفہ کا عامل بنادیا تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ترپین (۵۳) ھ کے اندر کوفہ کا حاکم بنادیا تھا اور ستاون (۵۷) ھ میں ان کو معزول کردیا تھا اور ان کی جگہ عبدالرحمٰن بن ام الحکم کو عامل بنادیا تھا اور ان کو شام کی طرف، اور پھر وہ حضرت معاویہ کے ساتھ ہی رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھا اور خلافت میں ان کے قائم مقام ہو گئے حتیٰ کہ یزید بن معاویہ آ گیا، پھر وہ یزید کے ساتھ رہے یہاں تک کہ یزید مر گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا معاویہ بن یزید، اور مروان بن الحکم نے بعض اہل شام پر حملہ کیا اور مروان کی بیعت کی گئی، پس حضرت ضحاک نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لی، اور اکثر اہل شام حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، مروان نے ان پر حملہ کیا اور ان کے ساتھ لڑائی کی، پس حضرت الضحاک بن قیس مرج کے اندر شہید کر دیے گئے، یہ ۱۵ ذی الحجہ ۶۴ ھ کا واقعہ ہے، ضحاک بن قیس سے حسن بصری اور تمیم بن طرفہ اور سماک بن حرب نے احادیث کی روایت کی ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا قصہ

حضرت فاطمہ بنت قیس کا قصہ اسانید صحیحہ متواترہ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

امام مسلم نے یہ باب قائم کیا ہے ''المطلقة ثلاثا لا نفقة لها'' (تین طلاق یافتہ عورت کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہوگا)۔

پھر انہوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے قصہ کو متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے، ان میں سے پہلی حدیث یہ ہے: ہمیں یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اس حدیث کی امام مالک پر قراءت کی از عبداللہ بن یزید مولیٰ الاسود از سلمہ بن عبدالرحمٰن از حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، کہ حضرت ابوعمرو بن حفص نے ان کو تین طلاقیں دے دیں، اور وہ کہیں غائب تھے، تو ان کے وکیل نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے پاس نفقہ کے طور پر کچھ جو بھیجے، تو حضرت فاطمہ بنت قیس ناراض ہوئیں تو وکیل نے کہا: اللہ کی قسم! تمہارے لیے ہم پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے اپنے خاوند کے اوپر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے اور آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ حضرت ام شریک کے گھر میں عدت گذاریں، پھر فرمایا: کہ یہ وہ خاتون ہیں کہ جن کے گھر کو میرے اصحاب نے ڈھانپ رکھا ہے، تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو، کیونکہ وہ ایک نابینا مرد ہیں، تم اپنے کپڑے اتار کر رکھو گی تو وہ دیکھ نہیں سکیں گے، پس جب تمہاری عدت پوری ہو جائے گی تو مجھے اطلاع دینا، حضرت فاطمہ بنت قیس نے کہا: جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ سے ذکر کیا کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان نے اور حضرت ابوجہم نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہے ابوجہم تو وہ تو اپنے کاندھے سے لاٹھی نہیں اتارتے، رہے معاویہ تو وہ مفلس ہیں، ان کے پاس مال نہیں ہے، تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو، میں نے ان کو ناپسند کیا، آپ نے پھر فرمایا: کہ تم اسامہ سے نکاح کر لو تو میں نے اسامہ سے نکاح کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بہت خیر رکھی اور مجھ پر رشک کیا گیا، امام مسلم کی اس روایت میں ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے لیے نہ نفقہ ہے اور نہ سکنیٰ ہے، یعنی نہ تم کو خرچ ملے گا اور نہ تم کو رہائش ملے گی اور دوسری روایت میں ہے کہ تمہارے لیے نفقہ نہیں ہے، پس تم کہیں اور منتقل ہو جاؤ اور ابن ام مکتوم کے گھر چلی جاؤ اور وہیں پر رہو، اور ابوبکر بن ابی جہم کی روایت میں ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا، حضرت فاطمہ بنت

Marfat.com

قیس رضی اللہ عنہا یہ کہتی تھیں کہ میرے خاوند ابو عمر بن حفص ابو مغیرہ نے مجھے طلاق دے دی، اور اس کے ساتھ مجھے پانچ صاع (۲۰ کلو گرام) کھجوریں اور پانچ صاع جو یعنی (۲۰ کلوگرام) جو بھیجے، تو میں نے کہا: کیا میرے لیے صرف یہی نفقہ ہے اور میں تمہارے گھر میں عدت نہیں گزاروں گی، تو اس نے کہا: نہیں، حضرت فاطمہ بنت قیس نے بتایا کہ پھر میں نے اپنے کپڑے باندھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے پوچھا: تمہیں کتنی طلاقیں دی، میں نے کہا: تین، آپ نے فرمایا: تمہارے لیے کوئی نفقہ نہیں، تم اپنے چچا کے بیٹے ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو۔

اور امام احمد بن محمد طحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث کو سولہ (۱۶) صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

- ہمیں محمد بن عبد اللہ بن میمون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی از الاوزاعی از یحییٰ، انہوں نے کہا ہمیں ابوسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی ابو عمرو بن حفص المخزومی نے ان کو تین طلاقیں دے دیں، پھر انہوں نے میرے لیے نفقہ کا حکم دیا جس کو میں نے کم سمجھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تھا، پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنومخزوم کے چند لوگوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، انہوں نے بتایا یا رسول اللہ! ابو عمرو بن حفص نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو تین طلاقیں دے دیں، کیا اس کے لیے کوئی نفقہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نہ اس کے لیے نفقہ ہے اور نہ سکنیٰ ہے، یعنی نہ اس کو خرچ ملے گا اور نہ رہائش ہوگی، اور آپ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ وہ حضرت ام شریک کے گھر کی طرف منتقل ہو جائیں، پھر ان کی طرف پیغام بھیجا کہ ام شریک کے گھر میں تو مہاجرین اولین بہت آتے ہیں، تو تم ابن ام مکتوم کے گھر کی طرف منتقل ہو جاؤ، کیونکہ جب تم اپنے کپڑے اتار کر رکھو گی تو وہ تم کو نہیں دیکھ سکیں گے۔

تین طلاق یافتہ خاتون کے لیے نفقہ اور سکنیٰ نہ ہونے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

فقہاء اسلام کے ایک گروہ نے یہ کہا ہے: جس خاتون کو تین طلاقیں دی گئیں، اس کے لیے کوئی نفقہ اور سکنیٰ واجب نہیں ہے جب کہ وہ خاتون غیر حاملہ ہو، اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جن کو ابھی ذکر کیا گیا ہے اور یہ فقہاء حسن بصری ۱۱۰ھ ہیں اور عمرو بن دینار ہیں اور طاؤس بن کیسان الیمانی المتوفی ۱۰۶ھ ہیں اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ ہیں اور عکرمہ البربری متوفی ۱۰۵ھ ہیں اور عامر بن شراحیل الشعبی متوفی ۱۰۳ھ ہیں اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ ہیں اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ ہیں، اور اہل ظاہر یعنی غیر مقلدین سے بھی یہی روایت ہے۔

اور فقہاء کے دوسرے گروہ نے یہ کہا ہے کہ تین طلاق یافتہ عورت کے لیے نفقہ بھی واجب ہوگا اور سکنیٰ بھی واجب ہوگا خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو، اور یہ فقہاء حماد بن ابی سلیمان (استاذ امام اعظم) المتوفی ۱۲۰ھ ہیں اور حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ متوفی ۷۸ھ ہیں، اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی متوفی ۹۶ھ ہیں، سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ ہیں۔ اور ابن ابی لیلیٰ ہیں اور ابن شبرمہ ہیں اور الحسن بن صالح ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ ہیں اور قاضی ابو یوسف بن ابراہیم المتوفی ۱۸۳ھ ہیں، اور امام محمد بن الحسن الشیبانی المتوفی ۱۸۹ھ ہیں۔ اور یہی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ کا مذہب ہے۔

فقہاء کے تیسرے گروہ نے یہ کہا ہے کہ تین طلاق یافتہ خاتون کے لیے ہر حال میں نفقہ ہوگا، جب کہ وہ حاملہ ہو اور یہ فقہاء عبدالرحمٰن بن مہدی ہیں اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ ہیں اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ ہیں۔

ہمارے اصحاب احناف نے اپنے مذہب کا اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما متوفی ۵۸ھ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو مسترد کر دیا ہے اور ان کا انکار کیا ہے۔ اور ان کا عمل اس پر تھا جس کی روایت الاعمش نے از ابراہیم از الاسود از حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے، آپ نے فرمایا: ہم اپنے رب کی کتاب کو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر ترک نہیں کریں گے، اس کو وہم ہو گیا یا وہ بھول گئی، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین طلاق یافتہ عورت کے لیے نفقہ بھی واجب کرتے تھے اور سکنیٰ بھی واجب کرتے تھے۔

امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ نے روایت کی ہے: ہمیں ابواحمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں الاسود بن یزید کے ساتھ مسجد اعظم میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ الشعبی بھی تھے، اور الشعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے نہ سکنیٰ واجب کیا نہ نفقہ، پھر اسود نے اپنے ہاتھ سے کنکریاں اٹھا کر پھینکیں اور کہا: تم پر افسوس ہے کہ تم جیسا شخص یہ حدیث بیان کرتا ہے، حضرت عمر رضی نے کہا: ہم اللہ کی کتاب کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر ترک نہیں کریں گے۔ تین طلاق یافتہ عورت کے لیے سکنیٰ بھی واجب ہوگا اور نفقہ بھی واجب ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (الطلاق:۱)

تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں

اور امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نہیں جانتے کہ اس عورت نے اس بات کو یاد رکھا یا نہیں رکھا۔

اور امام احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر فاطمہ بنت قیس دو گواہ لے کر آئیں تو ہم ان کی بات کو سن لیں گے، جو یہ گواہی دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا، ورنہ ہم ایک عورت کے قول کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ترک نہیں کریں گے۔

تین طلاق یافتہ خاتون کے اپنے گھر سے نکلنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ سے روایت ہے اور اسی کے مطابق سعید بن المسیب، القاسم، سالم، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید اور سلیمان بن یسار، ان سب کا یہی قول ہے، انہوں نے کہا کہ تین طلاق یافتہ عورت اپنے خاوند کے گھر میں عدت گزارے گی جہاں اس نے اس کو طلاق دی ہے، اور امام ابوعبید نے بھی اس قول کی روایت امام مالک سے، ثوری سے اور فقہاء احناف سے کی ہے، اور ان سب کی رائے یہ ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں یا جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا وہ صرف اپنے گھر میں عدت گزارے گی۔

Marfat.com

اور یہاں پر ایک دوسرا قول بھی ہے، وہ یہ ہے کہ تین طلاق یافتہ عورت جہاں چاہے عدت گزارے، اور یہ موقف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ، اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما متوفی ۷۸ ھ، اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ ھ اور طاؤس بن کیسان متوفی ۱۰۶ ھ اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ ھ اور عکرمہ البربری متوفی ۱۰۵ ھ کا قول ہے۔

اور امام مالک متوفی ۱۷۹ ھ یہ کہتے تھے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہے وہ اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے جائے گی اور عشاء کے بعد تک ان کے پاس ٹھہرے گی پھر اپنے گھر لوٹ آئے گی اور یہی اللیث اور امام محمد بن ادریس الشافعی اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ کا قول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ ھ نے کہا: جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہے وہ دن میں تو باہر نکل سکتی ہے لیکن رات صرف اپنے گھر میں گزارے گی اور جو عورت مطلقہ ہے وہ رات اور دن کے کسی وقت میں بھی گھر سے باہر نہیں نکلے گی اور امام محمد بن حسن شیبانی المتوفی ۱۸۹ ھ نے کہا: تین طلاق یافتہ عورت اور جس عورت کا خاوند فوت ہو چکا ہے وہ عدت کے دوران رات اور دن کے کسی وقت میں بھی گھر سے باہر نہیں نکلے گی۔

اور اس پر اجماع قائم ہو گیا کہ جس عورت کو طلاقِ رجعی دی گئی ہے، وہ رہائش کی بھی مستحق ہو گی اور خرچ کی بھی مستحق ہو گی، کیونکہ جس عورت کو طلاقِ رجعی دی گئی ہے اس کا حکم وہی ہے جو تمام معاملات میں بیویوں کا حکم ہوتا ہے۔

تین طلاق یافتہ عورتوں کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۚ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ (الطلاق:۱)

اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے ۝

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۚ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۚ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ (الطلاق:۶،۷)

ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو، اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو، اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو، اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کر لو، اور اگر تم دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی ۝ صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا ۝

Marfat.com

آیاتِ مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمْ (الطلاق:۱)۔الآیہ۔یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور اپنی بیویوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو یعنی جن گھروں میں وہ بیویاں رہتی ہیں اور یہ ان کے شوہروں کے گھر ہیں، ان گھروں کی اضافت بیویوں کی طرف کی گئی ہے، کیونکہ رہائش کے اعتبار سے وہ عورتیں ان گھروں کے ساتھ مخصوص ہیں، الآیہ۔۔ کا معنی ہے یعنی یہ آیت آخر تک پڑھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ (الطلاق:۱) یعنی وہ مطلقہ عورتیں اپنے گھروں سے نہ نکلیں، سوائے اس صورت کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔

کھلی بے حیائی کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد زنا ہے، پھر وہ عورتیں گھروں سے نکلیں گی تا کہ ان پر حد قائم کی جائے، دوسرا قول یہ ہے کہ کھلی بے حیائی سے مراد ہے شوہر کی نافرمانی، اور اس آیت کا معنی یہ ہے: سوائے اس صورت کہ ان عورتوں کو نافرمانی کی بناء پر طلاق دی جائے، پھر وہ عورتیں گھر سے نکلیں گی، کیونکہ شوہر کی نافرمانی ان کا گھروں میں جو رہنے کا حق ہے اس کو ساقط کر دے گی، تیسرا قول یہ ہے کہ کھلی بے حیائی سے مراد یہ ہے کہ وہ زبان درازی اور بدزبانی کریں اور فحش کلام کریں یعنی ایسی باتیں کریں جو بے حیائی کے امور پر مشتمل ہوں۔

''تلك حدود الله، ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه'': یعنی جن احکام کا ذکر کیا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کیا، اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی سزا کا مستحق ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا تدری، اس کا معنی ہے: کوئی شخص نہیں جانتا، دوسرا قول یہ ہے: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی از خود نہیں جانتے، تیسرا قول یہ ہے کہ اے طلاق والے! تم بھی نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''لعل الله يحدث بعد ذالك'': یعنی ایک طلاق دینے کے بعد یا دو طلاقیں دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کیا نئی صورت پیدا کر دے گا، ''امرا'': یعنی جب تک وہ عورت عدت میں ہے تو اس کے شوہر کو اللہ تعالیٰ طلاق سے رجوع کی توفیق دے گا۔

اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ (الطلاق:٦): یعنی تم نے اپنی جن عورتوں کو طلاق دی ہے ان کو وہیں پر رکھو جہاں پر تم خود رہتے ہو، اور اس آیت میں من تبعیض کے لیے ہے، یعنی اپنے رہائشی مکانوں میں سے کسی مکان میں رکھو، اور قتادہ سے منقول ہے کہ اگر اس مرد کا صرف ایک گھر ہو تو وہ اس کو اپنے گھر کے بعض حصوں میں رکھے گا۔

مِّنْ وُّجْدِکُمْ: یعنی تم اپنی بیوی کو وہاں رکھو جہاں رکھنے کی تم کو طاقت ہے اور تمہاری گنجائش ہے اور تمہاری وسعت ہے حتیٰ کہ عورتیں وہاں پر عدت گزار لیں۔ وَلَا تُضَآرُّوْھُنَّ: یعنی ان کو ان گھروں میں ایذا نہ پہنچاؤ تا کہ وہ ان گھروں سے نکل جائیں۔

وَاِنْ کُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْھِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَھُنَّ: یعنی اگر وہ عورتیں حاملہ ہوں تو تم ان پر خرچ کرو حتیٰ کہ ان کا حمل وضع ہو جائے، پھر وہ عدت سے نکل جائیں۔

Marfat.com

''فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ'': یعنی اگر وہ تمہاری اولاد کو دودھ پلائیں تو انہیں دودھ پلانے کی اجرت دو ان کی مرضی اور اپنی وسعت کے مطابق۔

ضرورت کے وقت انتقالِ خون کا جواز اور اس کی شرائط اور احکام

عورت جو اپنے بچے کو دودھ پلائے، اس کو دودھ پلانے کی اجرت کا حکم صرف اسلام نے دیا ہے، اور کسی مذہب میں عورت کا یہ استحقاق نہیں ہے کہ وہ بچے کو دودھ پلانے کی اجرت کا خاوند سے تقاضا کرے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام نے عورتوں کو کتنے وسیع حقوق عطا فرمائے ہیں اور اس میں اجرت کا بھی ثبوت ہے اور اس میں یہ ثبوت بھی ہے کہ ضرورت کی وجہ سے عورت اپنے جسم کا کوئی حصہ دوسرے کو دے سکتی ہے، کیونکہ عورت جو دودھ پلاتی ہے وہ اس کے جسم کا حصہ ہوتا ہے اور بچے کی نشو ونما کی ضرورت کی وجہ سے عورت کے لیے جائز قرار دیا کہ وہ بچے کو دودھ پلائے اور اپنے جسم کا حصہ اس کو عطا کرے۔ اور اسی سے یہ مسئلہ بھی مستنبط کیا ہے کہ ضرورتِ علاج کی وجہ سے انتقالِ خون جائز ہے کیونکہ جس طریقہ سے دودھ جسم کا حصہ ہے خون بھی جسم کا حصہ ہے اور جب ضرورتِ نشو ونما کی وجہ سے بچے کو دودھ پلانا جائز ہے تو ضرورتِ علاج کی وجہ سے کسی مریض کو کوئی شخص اپنا خون بھی دے سکتا ہے، جو شخص بلڈ کینسر کا مریض ہو اس کا علاج صرف اسی صورت میں ہوتا ہے کہ اس کے جسم کا سارا خون تبدیل کر دیا جائے اور کسی صحت مند جسم کا خون اس کے جسم میں منتقل کر دیا جائے، اسی طرح بعض صورتوں میں کوئی بڑی سرجری ہوتی ہے یا کوئی بڑا حادثہ ہو جاتا ہے اور کسی انسان کے جسم کا بہت زیادہ خون نکل جاتا ہے اور اس کے جسم میں جب تک متبادل خون منتقل نہ کیا جائے اس کا جانبر ہونا انتہائی مشکل اور دشوار ہوتا ہے، اس لیے اس ضرورت کی بناء پر کسی انسان کے جسم میں دوسرے انسان کا خون کا منتقل کرنا جائز ہے۔

ہمارے زمانے میں بعض متاخرین فقہاء انتقالِ خون کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن جس انسان کا انتقالِ خون کے بغیر جانبر ہونا مشکل اور دشوار ہو یا بعض صورتوں میں ناممکن ہو اگر اس کو خون نہ دیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ اسلام میں تمہیں خون دینے کی اجازت نہیں ہے، دوسرے لفظوں میں اسلام میں تمہیں زندہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شخص اسلام سے متنفر ہو جائے کہ جو مذہب میری حیات پر راضی نہیں ہے میں اس مذہب پر کیسے راضی ہوں۔

امام طحاوی کی جب پیدائش قریب تھی تو ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا اور فقہاء شافعیہ کے قول کے مطابق ماں کا پیٹ چیر کر مردہ ماں کے پیٹ سے بچے کو نکالنا جائز نہیں ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے، جب امام طحاوی اپنے ماموں سے فقہ پڑھ رہے تھے، تب انہیں اس مسئلے کا علم ہوا کہ اگر فقہ حنفی پر عمل نہ کیا جاتا تو ان کو اپنی مردہ ماں کے پیٹ میں ہی زندہ دفن کر دیا جاتا، تو انہوں نے بے ساختہ کہا: میں اس مذہب پر راضی نہیں ہوں جو میری موت پر راضی ہو اور وہ فقہ شافعی کو چھوڑ کر فقہ حنفی کی طرف منتقل ہو گئے، تو جس مسلمان مرد کو یہ بتایا جائے کہ اسلام میں خون دینا جائز نہیں ہے اور بغیر خون دیے اس کی حیات عادۃً متصور نہ ہو تو یہ خطرہ ہے کہ وہ بھی امام طحاوی کی طرح اپنے مذہب کو تبدیل کر لے گا، اس لیے اس خطرہ سے بچنے کے لیے یہ کہنا ضروری ہے کہ ضرورت کے وقت انتقالِ خون جائز ہے، تاہم ہم یہ کہتے ہیں کہ مطلقاً خون کی خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ خون کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور بغیر اضطرار کے کسی حرام کے ساتھ حلال کا معاملہ نہیں کیا جاتا لیکن جب مسلمان ماہر ڈاکٹر اور سرجن یہ کہیں کہ اس شخص کو خون دینا ضروری ہے ورنہ اس کی زندگی کا بچنا محال ہے تو اس ضرورت کی بناء پر اس کو کسی ایسے انسان کا خون دیا جا سکتا ہے

جس کے خون کا گروپ اس انسان کے خون کے گروپ سے ملتا ہو اور ڈاکٹر یہ بھی چھان بین کر لیں کہ اس خون کے اندر کوئی اور مہلک بیماری مثلاً ایڈز یا کینسر اور ہیپاٹائٹس وغیرہ کے جراثیم نہیں ہیں اور اس چھان بین کے بعد اس کو خون دینا جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

پیوند کاری کے عدمِ جواز پر دلائل اور یہ کہ اس کا انتقالِ خون پر قیاس کرنا غلط ہے

بعض لوگ انتقالِ خون کے جواز کے اوپر اعضاء کی پیوند کاری کو قیاس کرتے ہیں، لیکن ان کا یہ قیاس درست نہیں ہے، کیونکہ خون سیال (مائع) مادہ ہے، جس کا کوئی ٹھوس اور مشخص جسم نہیں ہے، اس کے برخلاف اعضاء کا ٹھوس اور مشخص جسم ہوتا ہے، لہٰذا خون کے اوپر اعضاء کو قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز کسی جسم سے بقدرِ ضرورت خون نکال لیا جائے تو اس شخص کے تشخص میں اور اس کی صحت میں اور اس کی توانائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور جتنا خون نکالا گیا ہو، چند دنوں بعد اتنا ہی خون اس کے جسم میں پھر پیدا ہو جاتا ہے، اس کے برخلاف اعضاء کا ایک ٹھوس اور مشخص وجود ہے، مثلاً کسی کی آنکھ نکال لی جائے، یا کسی کی ناک نکال لی جائے یا کسی کا گردہ نکال لیا جائے یا کسی کا کوئی اور عضو نکال لیا جائے تو اس کے جسم کا تشخص تبدیل ہو جائے گا اور کوئی ایسی صورت نہیں ہے کہ اس کا متبادل عضو بن جائے، نیز انتقالِ خون اس وقت جائز ہے کہ جب کسی ضرورت مند مریض کی جان کو خطرہ ہو اور اگر اس کو خون نہ دیا جائے تو ڈاکٹر یہ کہیں کہ یہ شخص مر جائے گا تو اس صورت میں علاج کی وجہ سے اس کو خون دینا جائز ہے، اس کے برخلاف اعضاء کی پیوند کاری جو کی جاتی ہے، اس میں اگر کسی کا گردہ تبدیل نہ کیا جائے یا کسی کی پُتلی کی پیوند کاری نہ کی جائے تو اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا، اور آنکھ کی پُتلی کی صورت میں تو بالکل ظاہر ہے، اور جہاں تک گردے کا تعلق ہے تو ایک گردے کے ساتھ بھی انسان زندہ رہتا ہے اور اگر کسی کے دونوں گردے فیل ہو جائیں تب بھی جدید میڈیکل سائنس نے ڈائی لیسس کے ذریعے ایسا حل پیش کر دیا ہے کہ وہ ناکارہ گردوں کے ساتھ بھی طویل عرصہ تک صحت مند انسان کی طرح زندگی گزار سکتا ہے اور ہمارے علم میں اور ہمارے مشاہدے میں ایسی بہت مثالیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو کسی بڑی آزمائش سے محفوظ رکھے، ہم جو یہ کہتے ہیں کہ اعضاء کی پیوند کاری جائز نہیں ہے وہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ انسان نہ اپنے پورے جسم کا مالک ہے نہ جسم کے کسی ایک حصہ کا مالک ہے، جس طرح انسان اپنے پورے جسم کو ہلاک نہیں کر سکتا، قرآن کریم میں ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ (البقرہ:۱۹۵) اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ۝ (النساء:۲۹) اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، بے شک اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے O

سو قرآن کریم کی اس آیت کے اعتبار سے خودکشی کرنا اور اپنے پورے جسم کو ہلاک کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے، انسان کے جسم کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر انسان نہ اپنے پورے جسم کو ہلاک کر سکتا ہے اور نہ اپنے جسم کے کسی ایک حصہ کو ہلاک کر سکتا ہے، اس وجہ سے خودکشی کرنا بھی جائز نہیں ہے اور اعضاء کی پیوند کاری کرنا بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔

نیز حدیث میں ہے:

امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہمیں ابوبکر بن ابی شیبہ اور اسحاق بن ابراہیم دونوں نے حدیث بیان کی از سلیمان، اور ابوبکر نے کہا: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از حجاج الصواف، از ابوزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت طفیل بن عمر الدوسی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے ایک مضبوط قلعہ میں جانے کی اجازت دیتے ہیں، انہوں نے بتایا کہ قبیلہ دوس کا زمانہ جاہلیت میں ایک قلعہ تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرمایا، کیونکہ اس گھر کا اللہ تعالیٰ نے انصار کے لیے ذخیرہ کرلیا تھا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو حضرت طفیل بن عمرو نے بھی آپ کی طرف ہجرت کی اور آپ کے ساتھ ان کی قوم کے ایک فرد نے بھی ہجرت کی، ان کو مدینہ راس نہیں آیا اور وہ بیمار ہو گئے، اور انہوں نے بے صبری کی اور چھری لی اور اپنی انگلیوں کے ایک جوڑ کو کاٹ ڈالا اور ان سے بہت زیادہ خون بہنے لگا جس کی وجہ سے وہ انتقال کر گئے، پھر حضرت طفیل بن عمرو نے اس مرد کو خواب میں دیکھا کہ وہ اچھی حالت میں ہے اور دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں پٹی بندھی ہوئی ہے، انہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو ہجرت کی تھی اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی، حضرت طفیل نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی دیکھ رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ مجھ سے کہا گیا: جس عضو کو تمہاری طرف سے فاسد کیا گیا ہے ہم اس کو ٹھیک نہیں کریں گے۔ پھر حضرت عمرو الطفیل الدوسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ قصہ بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی: اے اللہ! اس کے ہاتھوں کی بھی مغفرت فرمادے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶، الرقم المسلسل: ۲۱۲، مسند احمد: ۱۴۹۸۶)

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کے سبب سے اس مرد کی مغفرت فرمادی لیکن اس نے جو چھری سے اپنے ہاتھوں کے جوڑوں کی رگوں کو کاٹ دیا اس کی اللہ تعالیٰ نے اصلاح نہیں فرمائی اور فرمایا کہ جس عضو کو تم نے اپنے ہاتھوں سے فاسد کیا ہے ہم اس کی ہرگز اصلاح نہیں کریں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں کی بھی اصلاح فرمادی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کے کسی عضو کو تلف کردے یا ضائع کردے یا اس کی منفعت کو ختم کردے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ جس عضو کو تم نے فاسد کیا ہے ہم اس کی اصلاح نہیں کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعضاء کی پیوند کاری کی وجہ سے کسی عضو کو تلف کرنا جائز نہیں ہے۔

قرآن مجید اور اس حدیث صحیحہ کی بناء پر ہم نے یہی سمجھا ہے کہ اعضاء کی پیوند کاری جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں کسی آزمائش سے محفوظ رکھے اور جو مسلمان اس عارضہ میں مبتلا ہو گئے ہیں ان کو اعضاء کی پیوند کاری کے بغیر شفا عطا فرمائے، تاہم ہوسکتا ہے کہ بعد میں ایسے دلائل ظاہر ہوں جن پر ہماری نظر نہیں ہے اور ان کی رُو سے اعضاء کی پیوند کاری بھی جائز ہو جائے تو ہم یہی کہیں گے: ''لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا''، یعنی اب تک تو ہم نے یہی سمجھا ہے کہ اعضاء کی پیوند کاری جائز نہیں ہے، لیکن ہوسکتا ہے جو دلائل ہم پر منکشف نہیں ہوئے ہوں، ان میں سے کسی دلیل کی وجہ سے اعضاء کی پیوند کاری جائز ہو جائے، جب تک ہمارے علم میں کوئی ایسی دلیل نہ آئے اس وقت تک ہم اعضاء کی پیوند کاری کے جواز کا قول نہیں کرسکتے۔

میں کہتا ہوں: اس ضمن میں انتقال خون اور اعضاء کی پیوند کاری کا مسئلہ آ گیا، اب اس کے بعد ہم پھر الطلاق کی آیات کی جو

Marfat.com

علامہ عینی نے تفسیر کی ہے، اس کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ: اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کرلو، یعنی تم میں سے مسلمان ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں جب وہ ان کو بھلائی اور نیکی کا حکم دیں، الفراء نے کہا: جب وہ ارادہ کرلیں اور الکسائی نے کہا: جب وہ مشورہ کریں اور اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے: اگر تمہاری یہ مطلقہ بیویاں تمہاری اولاد کو دودھ پلائیں تو ان کو اس دودھ پلانے کی بھی اجرت عطا کرو، اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک اگر وہ بچہ خود اس عورت کا ہے تو اس کے لیے دودھ پلانے کی اجرت خاوند سے لینا جائز نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔
وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ: ''اور اگر تم دونوں دشواری محسوس کرو''، یعنی اگر دودھ پلانے میں تم کو دشواری محسوس ہو اور شوہر بیوی کو دودھ پلانے کی اجرت دینے سے انکار کرے اور اس کی ماں اس کو بغیر اجرت کے دودھ پلانے سے انکار کرے تو شوہر کے لیے اپنی بیوی کو دودھ پلانے پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔
فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَى: ''تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی''، یعنی پھر تمہیں بچے کی ماں کے علاوہ کوئی اور دوسری عورت دودھ پلانے کے لیے مل جائے گی۔
لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ: ''صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے''۔ یعنی شوہر کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی وسعت اور گنجائش دی ہے، اس کے مطابق خرچ کرے اور جس کے اوپر رزق تنگ ہے تو جتنا اس کو میسر ہے اتنا اس کو خرچ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔
سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا: ''اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کردے گا''۔ یعنی عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی معیشت کے بعد آسانی پیدا فرمادے گا اور وسعت اور گنجائش پیدا فرمادے گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے تنگ دست شوہروں کے لیے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اوپر رزق کے ابواب کشادہ فرمادے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۳-۴۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۲۲، ۵۳۲۱، کے رجال کا تذکرہ

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، ان کا نام اسماعیل بن ابی اویس ہے، اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، یہ الانصاری ہیں، اور اس حدیث کی سند میں القاسم بن محمد کا ذکر ہے، یہ ابن محمد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان بن یسار کا ذکر ہے، یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد شدہ غلام ہیں۔ اور ان کے والد مدینہ میں حضرت معاویہ کی طرف سے گورنر تھے، اور یحییٰ وہ عمرو بن سعید کے بھائی ہیں جو الاشدق کے نام سے معروف تھے۔
اس حدیث کی امام ابوداؤد نے بھی کتاب الطلاق میں از القعنبی از مالک روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور مبہم عبارات کی توضیح

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فانتقلها''، یعنی حضرت عمرہ کو عبدالرحمن بن الحکم نے جو ان کے والد تھے، اس مسکن سے منتقل کیا

Marfat.com

جس میں ان کو طلاق دی گئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: فارسلت العائشة: اس میں کچھ عبارت محذوف ہے، یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا کہ عبد الرحمٰن بن الحکم اپنی بیٹی کو اس مسکن سے منتقل کر رہے ہیں جس میں ان کو ان کے خاوند نے طلاق دی تھی، جن کا نام یحییٰ بن سعید ہے، حضرت عائشہ نے مروان بن الحکم کی طرف پیغام بھیجا اور وہ اس وقت مدینہ کا امیر تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اتق اللہ وارددھا، یعنی اس مطلقہ مذکورہ کو واپس بلاؤ، اور اس کو یہ حکم دو کہ وہ اس گھر کی طرف لوٹ جائے جس میں اس کو طلاق دی گئی تھی۔ تو مروان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ جواب دیا کہ عبدالرحمٰن بن الحکم جو کہ عمرہ کے والد ہیں، وہ مجھ پر غالب آگئے ہیں اور میں اس پر قادر نہیں ہوا کہ ان کو ان کے مکان سے منتقل کروں (یہ سلیمان بن یسار کی روایت ہے۔)

اور القاسم بن محمد کی روایت میں مذکور ہے کہ مروان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا آپ کو فاطمہ بنت قیس کے قصہ کی خبر نہیں پہنچی؟ اور وہ قصہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے خاوند کے گھر میں عدت نہیں گزاری بلکہ دوسرے گھر میں منتقل ہو گئیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: کہ حضرت عائشہ نے کہا: تمہیں کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ یعنی حضرت عائشہ نے مروان سے کہا کہ اگر تم فاطمہ بنت قیس کی حدیث کا ذکر نہ کرتے تو تم پر کوئی نقصان نہیں تھا۔ حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ تم اس سے استدلال نہ کرو کہ تم نے عمرہ کو ان کے شوہر کے گھر منتقل ہونے سے حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث کی وجہ سے چھوڑ دیا، کیونکہ حضرت فاطمہ بنت قیس جو اپنے شوہر کے گھر سے منتقل ہوئی تھیں تو وہ ایک خاص سبب کی وجہ سے تھا اور وہ سبب یہ تھا کہ ان کا مکان بالکل الگ تھا اور اس میں ان کو وحشت ہوتی تھی اور اس میں ان کو خوف ہوتا تھا، کہا گیا ہے کہ اس میں ایک اور سبب بھی تھا اور وہ یہ ہے کہ وہ کمزور تھیں، اور اپنے گھر کا سارا سامان دوسری جگہ منتقل نہیں کر سکتی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "فقال مروان" یعنی مروان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ اگر آپ کے نزدیک فاطمہ بنت قیس کے مکان میں کوئی خرابی تھی یا کوئی خاص سبب تھا جس سے وہ دوسرے گھر منتقل ہوئیں تو یہ عذر آپ کے لیے کافی ہے کہ مطلقہ کو اگر ایسا کوئی عذر درپیش ہو تو وہ اپنے خاوند کے گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں منتقل ہو سکتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ خطاب مروان کی بھتیجی کے لیے تھا جس کو طلاق دی گئی تھی کہ اگر تمہارے ساتھ بھی کوئی خرابی ہو تو تمہارے لیے ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونے کے لیے یہ عذر کافی ہے کہ تم اپنے خاوند کے گھر کو چھوڑ کر اپنے والد کے گھر منتقل ہو جاؤ۔

اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے مروان کے اس قول کی شرح میں لکھا ہے:

اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس نے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا حکم دیا تھا، یہ اس خرابی کی وجہ سے تھا جو عمرہ اور ان لوگوں کے درمیان واقع ہو گئی۔

تمام صحابہ کا اس پر اجماع کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی جو یہ روایت ہے کہ مطلقہ کیلئے نفقہ اور سکنیٰ نہیں ہوگا، یہ روایت غلط ہے

علامہ عینی فرماتے ہیں:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت پر عمل نہیں کیا اور اس روایت کا انکار کیا، اسی

Marfat.com

طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کا انکار کرتے تھے اور اسی طرح حضرت اسامہ اور سعید بن مسیب اور دوسرے صحابہ اور تابعین بھی حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس روایت کا انکار کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کا انکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت کے سامنے کیا اور کسی نے بھی حضرت عمر کے اوپر اعتراض یا انکار نہیں کیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ تمام صحابہ کا اس مسئلہ میں وہی موقف تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۴۱-۴۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۲۴، ۵۳۲۳، کی مبہم عبارات کی توضیح

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حدثنی محمد بن بشار: الحافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی شافعی متوفی ۷۴۲ھ نے لکھا ہے کہ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اس حدیث کی روایت محمد سے کی ہے اور ان کو کسی کی طرف منسوب نہیں کیا اور یہ دراصل محمد بن بشار ہیں، اسی طرح ابو مسعود نے ان کو اس طرف منسوب کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ما لفاطمة؟: یعنی حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو کیا ہوا، اور جو کچھ وہ اس قصہ میں بیان کرتی ہیں، کیا وہ اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی نہیں ہیں، یعنی حضرت فاطمہ بنت قیس نے جو یہ حدیث بیان کی ہے کہ مطلقہ کے لیے نہ نفقہ ہوگا اور نہ سکنیٰ ہوگا، یعنی مطلقہ کے زوج کے اوپر مطلقہ کے لیے نہ خرچ واجب ہوگا اور نہ اس کے لیے رہائش واجب ہوگی۔ اور حال یہ ہے کہ ان کے قصہ سے یقینی طور پر یہ معلوم ہو گیا کہ انہوں نے جو اپنے خاوند کے گھر سے اپنے والد کے گھر منتقل ہونے کا حکم دیا تھا تو وہ ایک خاص سبب کی وجہ سے تھا۔

المہلب نے کہا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے جو حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کا انکار کیا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ شارع علیہ السلام نے ان کے لیے خاوند کے گھر سے منتقل ہونے اور خاوند کے گھر کو چھوڑنے کو مباح فرما دیا تھا، اور شارع علیہ السلام کو اس سبب کی خبر نہیں دی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۲۶-۵۳۲۵، کے مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کی توضیح

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''عن ابیه'' اس سے مراد القاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''الم ترین الی فلانة بنت الحکم'': اس حدیث میں حضرت فاطمہ بنت قیس کی نسبت ان کے دادا کی طرف کی گئی ہے اور وہ درحقیقت عبد الرحمٰن بن الحکم کی بیٹی ہیں، جیسا کہ پہلی حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''البتة'' یعنی ان کے شوہر نے ان کو طلاق مغلظہ دے دی اور وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو گئیں، اور ان کی طلاق رجعی نہیں تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فخرجت'': یعنی جس گھر میں ان کو طلاق دی گئی تھی، وہ اس گھر سے نکل گئیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''بئس ما صنعت'': اور الکشمیہنی کی روایت میں مذکور ہے، بئس ما صنعت، یعنی ان کے خاوند

نے جوان کو طلاق دے کر گھر سے نکلنے کا موقع دیا، یہ انہوں نے اچھا نہیں کیا، یا عمرہ کے والد نے جوان کو اس گھر سے منتقل ہونے کا موقع دیا، یہ اچھا نہیں کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لیس لها خیر فی ذکر هذا الحدیث": یعنی حضرت فاطمہ بنت قیس نے جو اس حدیث کا ذکر کیا ہے، اس میں ان کے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔ کیونکہ کسی شخص کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ کسی ایسی چیز کا ذکر کرے جس پر انکار کیا جا سکتا ہو۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اور ابن ابی الزناد نے اضافہ کیا، یعنی عبدالرحمٰن بن ابی زناد جن کا نام عبداللہ ابومحمد المدنی ہے، انہوں نے یہ اضافہ کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ابن ابی الزناد کی روایت میں بحث ہے، امام نسائی نے کہا: ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جائے گا، اور امام ابن عدی نے کہا: ان کی بعض روایات میں ان کا کوئی متابع نہیں ہے، اور یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ ثقہ اور صدوق ہیں اور ان کی بعض احادیث میں ضعف ہے اور یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ہشام بن عروہ کی روایات میں تمام لوگوں سے زیادہ ثابت ہیں، امام بخاری نے ان کی روایات کے ساتھ اپنی صحیح میں استدلال کیا ہے، اور امام مسلم نے بھی اپنی کتاب کے مقدمہ میں ان کی روایت سے استدلال کیا ہے اور امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے بھی ان کی روایات کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور ابوداؤد نے سلیمان بن ابوداؤد سے اس حدیث معلق کی سند موصول ذکر کی ہے۔

"عابت عائشة" یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی سخت مذمت کی۔

"فلذالك" یعنی کیونکہ حضرت فاطمہ بنت قیس کو اس مکان میں وحشت ہوتی تھی تو ان کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ اس مکان سے منتقل ہو جائیں، اور ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے، کیونکہ یہ ابن ابی زناد کی روایت ہے اور وہ سخت ضعیف راوی ہیں، اور ابن حزم ظاہری کے اس قول کو رد کیا گیا ہے، خصوصاً یحییٰ بن معین نے کہا کہ ہشام بن عروہ کی روایت میں جو سب سے زیادہ ثابت ہیں۔

احادیث مذکورہ کا خلاصہ

علامہ عینی فرماتے ہیں: ان احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو مسترد کر دیا، اور یہ ثابت کیا ہے کہ مطلقہ بائنہ کے لیے عدت کا خرچ بھی ہوتا ہے اور دورانِ عدت اس کی رہائش بھی اس کے شوہر پر ثابت ہوتی ہے۔

اور صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ نے کہا ہے: کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسترد کر دیا تھا کیونکہ حضرت عمر نے فرمایا تھا: ہم اپنے رب کی کتاب کو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر ترک نہیں کر سکتے ہمیں معلوم نہیں کہ اس عورت نے سچ کہا ہے یا جھوٹ کہا ہے اور اس عورت کو وہ حدیث یاد رہی ہے یا وہ بھول گئی ہے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تین طلاق یافتہ عورت کے لیے اس کے شوہر کے اوپر عدت کے دوران کا خرچ بھی لازم ہوتا ہے اور اس کی رہائش بھی لازم ہوتی ہے جب کہ وہ عدت کے اندر ہو۔ اور حضرت زید بن

ثابت اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت جابر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے بھی ان کی اس حدیث کو رد کر دیا۔
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں فقہاء احناف پر اعتراض کیا ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی کی پوری عبارت اس طرح ہے:
اور بعض فقہاء احناف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ انہوں نے فرمایا: تین طلاق یافتہ عورتوں کے لیے اس کے شوہر کے ذمہ عدت کے دوران رہائش بھی ہوتی ہے اور خرچ بھی ہوتا ہے۔ اور ابن السمعانی نے اس کا رد کر دیا ہے کہ یہ بعض مجازفین کا قول ہے یعنی یہ ان لوگوں کا قول ہے جو بے تکی باتیں کرتے ہیں اور اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں، لہٰذا اس روایت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔
اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے: اس روایت کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اصلاً ثبوت نہیں ہے۔ اور شاید کہ ان کا ارادہ یہ ہے کہ جو ابراہیم نخعی کی حضرت عمر سے روایت ہے کیونکہ ابراہیم نخعی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔
(فتح الباری ج ۹ ص ۴۸۱، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۳۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:
المجازف وہی ہے جس نے بغیر کسی ثبوت کے علماء کی طرف مجازفت کی نسبت کی ہے یعنی جس نے بغیر کسی ثبوت کے علماء کی طرف بے تکی باتیں کرنے کی نسبت کی ہے، درحقیقت وہی بے تکی باتیں کرنے والا ہے۔ اگر اس کی مراد یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثبوت کا انکار کیا ہے تو یہ اس کو مفید نہیں ہے، کیونکہ جنہوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثبوت ہے، اور مثبت نافی سے اولیٰ ہوتا ہے، کیونکہ جو کسی چیز کو ثابت کرتا ہے اس کے پاس اس کی بہ نسبت زیادہ علم ہوتا ہے جو اس کی نفی کرتا ہے۔
اور امام طحاوی نے کہا ہے جو اس فن کے بہت بڑے امام ہیں، کہ جب حضرت فاطمہ بنت قیس آئیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی کہ آپ نے ان سے فرمایا: کہ رہائش اور خرچ شوہر کے ذمہ اس کے لیے ہے جس کو طلاقِ رجعی دی گئی ہے، اور حضرت فاطمہ بنت قیس نے اس روایت میں کتاب اللہ کی نصِ صریح کی مخالفت کی کہ کتاب اللہ میں جو عورت کو طلاقِ بائن دی گئی ہو، اس کے لئے شوہر کے ذمہ ثابت کیا ہے اور حضرت فاطمہ بنت قیس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے خلاف روایت کی ہے، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس روایت کا انکار کرنا انکارِ صحیح ہے اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت باطل ہے، لہٰذا اس کے اوپر اصلاً عمل واجب نہیں ہے۔
اور اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اس کے لیے اس کے شوہر کے ذمہ رہائش بھی ہے اور خرچ بھی ہے۔
اور امام دارقطنی نے حرب بن ابی العالیہ سے از ابی الزبیر از جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی روایت ذکر کی ہے۔

امام طحاوی اور امام دارقطنی کی روایات پر ایک اشکال کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام عبد الحق نے اپنی کتاب ''الاحکام'' میں یہ لکھا ہے کہ حرب بن ابی العالیہ کی روایات سے استدلال نہیں

Marfat.com

کیا جاتا اور ان کو یحییٰ بن معین نے دراوردی کی روایات میں ضعیف قرار دیا ہے اور ابن ابی خیثمہ کی روایات میں بھی ضعیف قرار دیا ہے، اور اشبہ کی روایت یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث موقوف ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حرب بن ابی العالیہ کی یہ حدیث صحیح مسلم کی احادیث میں درج ہے اور ان کی احادیث کی امام حاکم نے بھی مستدرک میں روایات کو درج کیا ہے اور حرب بن ابی العالیہ کی روایات کی توثیق کے لیے امام مسلم کا ان کی روایات سے استدلال کرنا کافی ہے۔ اور امام طحاوی نے بھی شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس نے یہ خبر دی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ نے یہ حدیث بیان کی کہ ان کے خاوند نے ان کو تین طلاقیں دیں، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے تمہارے شوہر کے ذمہ عدت کے درمیان نہ خرچ ہے اور نہ رہائش ہے، سو اس حدیث کی انہوں نے ابراہیم نخعی کو خبر دی، تو ابراہیم نخعی نے کہا: حضرت عمر نے بتایا: کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: آپ نے فرمایا: تین طلاق یافتہ عورت کے لیے شوہر کے ذمہ رہائش بھی ہوتی ہے اور خرچ بھی ہوتا ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ ابراہیم نخعی نے تو حضرت عمر کو نہیں پایا تھا، کیونکہ ابراہیم نخعی حضرت عمر کی وفات کے دو سال بعد پیدا ہوئے تو میں کہوں گا کہ اس کا ہمیں کوئی ضرر نہیں ہے، کیونکہ ابراہیم نخعی کی مرسل روایات سے استدلال کیا جاتا ہے، خاص طور پر وہ احادیث جو ہمارے قواعد کے موافق ہوں۔ فافہم

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۴۲-۴۴۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

جو عورت مطلقہ بائنہ ہو، اس کے عدت کے دوران گھر سے نکلنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ محمد بن ابراہیم المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جس عورت کو طلاقِ بائنہ دی گئی ہو وہ عدت کے دوران اپنے گھر سے نکل سکتی ہے یا نہیں؟

پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ نے اس سے منع کیا ہے۔

اور سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ اور القاسم اور سالم اور ابو بکر بن عبد الرحمن اور خارجہ بن زید اور سلیمان بن یسار کی رائے یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں عدت پوری کرے گی جس گھر میں اس کے خاوند نے اس کو طلاق دی ہے۔ اور امام ابو عبید الہروی المتوفی ۲۲۴ھ نے کہا ہے کہ امام مالک المتوفی ۱۷۹ھ اور فقہاء کوفہ اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری المتوفی ۱۶۱ھ ان سب کی رائے یہ ہے کہ جس عورت کو طلاق بائنہ دی گئی ہو یا جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ صرف اپنے خاوند کے گھر میں عدت پوری کرے گی۔

اور اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں، وہ جہاں چاہے عدت گزارے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت جابر بن عبد اللہ متوفی رضی اللہ عنہ ۷۸ھ اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور طاؤس بن کیسان الیمانی متوفی ۱۰۶ھ اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور عکرمہ البربری متوفی ۱۰۵ھ کا قول ہے۔

Marfat.com

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ نے کہا ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں وہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث کے مطابق گھر سے نکلے گی اور اس کے شوہر کے ذمہ نہ اس کی رہائش ہوگی اور نہ اس کی عدت کے دوران کا خرچ ہوگا۔

علامہ ابن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے: اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا تین طلاق یافتہ عورت عدت کے دوران گھر سے نکل سکتی ہے یا نہیں؟ اور جس عورت کو طلاقِ رجعی دی گئی ہو تو وہ گھر سے نکل سکتی ہے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ یعنی وہ مطلقہ عورتیں اپنے گھروں سے نہ نکلیں، سوائے اس صورت کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں (الطلاق:۱)

جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کی عدت کے دوران گھر سے نکلنے کے متعلق فقہاءِ اسلام کی آراء

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا: جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ عدت کے دوران دن کے وقت میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور رات صرف اپنے خاوند کے گھر میں گزارے گی اور جس عورت کو طلاق دی گئی ہے وہ عدت کے دوران نہ رات میں گھر سے باہر نکلے گی اور نہ دن میں، اور انہوں نے ان دونوں مسئلوں میں یہ فرق کیا ہے کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہے، ہمارے نزدیک اس کی رہائش شوہر پر لازم ہے اور اس کی عدت کے دوران اس کا خرچ بھی شوہر پر لازم ہے، اور چونکہ اس کے شوہر پر رہائش اور خرچ اس کی عدت کے دوران لازم ہے تو یہ اس کو گھر سے باہر نکلنے سے مستغنی کر دیتا ہے، اور جس عورت کا خاوند فوت ہو چکا ہے تو اس کا نہ کوئی خرچ شوہر پر لازم ہے کیونکہ وہ فوت ہو چکا ہے، اسی لیے وہ اپنے معاش کی تلاش کے لیے دن کے وقت گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور دن کے اوقات میں وہ اپنے معاش کی ضروریات کے لیے تگ و دو کرے گی۔

اور امام محمد بن الحسن شیبانی المتوفی ۱۸۹ھ نے کہا ہے کہ خواہ مطلقہ ہو خواہ وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو، وہ عدت کے دوران نہ دن کو باہر نکل سکتی ہے اور نہ رات کو گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

اور فقہاء کی ایک اور جماعت نے کہا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہے وہ جہاں چاہے عدت گزارے۔ یہ قول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما متوفی ۷۸ھ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کی طرف منسوب ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہے وہ چار ماہ دس دن عدت گزارے اور یہ قید نہیں لگائی کہ وہ اپنے خاوند کے گھر عدت گزارے، پس وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس عورت کو رجعی طلاق دی گئی ہے تو اس کا شوہر اس سے رجوع کر سکتا ہے، اور اس کے شوہر کے ذمہ اس کی عدت کے دوران اس کا خرچہ بھی ہے اور اس کی رہائش بھی ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو بیویوں کا تمام امور میں ہوتا ہے۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ تین طلاق یافتہ عورت کے لیے شوہر کے ذمہ خرچ اور رہائش واجب ہے یا نہیں؟

سو حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۸ھ نے یہ کہا ہے کہ

جو تین طلاق یافتہ عورت حاملہ نہ ہو تو اس کی رہائش اور اس کا خرچ شوہر کے ذمہ نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا:

جس عورت کو طلاقِ بائنہ دی گئی ہے اس کی رہائش تو شوہر کے ذمہ ہے اور اس کا خرچ شوہر کے ذمہ نہیں ہے، یہ سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ اور سلیمان بن یسار اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور عامر بن شراحیل الشعبی متوفی ۱۰۳ھ اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کا قول ہے۔ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور ابن ابی لیلیٰ اور لیث اور اوزاعی اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے: کہ ہر مطلقہ کے لیے اس کے شوہر پر رہائش اور خرچ لازم ہوتا ہے جب کہ وہ عورت عدت کے اندر ہو خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو، خواہ اس کو طلاقِ بائنہ دی گئی ہو یا طلاقِ رجعی دی گئی ہو، یہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ کا قول ہے اور فقہاء کوفہ کا قول ہے، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ کا بھی یہی قول ہے۔

اور فقہاءِ احناف نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما متوفی ۵۸ھ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو مسترد کر دیا تھا اور ان پر انکار کیا تھا اور انہوں نے اس مسئلہ پر از ابراہیم از الاسود از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے رب کی کتاب کو اور اس کے نبی کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر نہیں چھوڑ سکتے، معلوم نہیں وہ بھول گئی ہے یا اس کو یاد نہیں رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کو مسترد کرنا اور مطلقہ بائنہ کے لیے عدت کے دوران رہائش اور خرچ کو واجب قرار دینا

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مطلقہ بائنہ کے لیے اس کے شوہر کے ذمہ خرچ اور عدت کے دوران رہائش کو لازم کرتے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ (الطلاق:۱)

اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو، اور عدت کا شمار رکھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے O

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ

ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو، اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ،

حَمۡلٍ فَاَنۡفِقُوۡا عَلَیۡهِنَّ حَتّٰی یَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ۚ فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَكُمۡ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ ۚ وَاۡتَمِرُوۡا بَیۡنَكُمۡ بِمَعۡرُوۡفٍ ۚ وَاِنۡ تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ اُخۡرٰی ؕ﴿۶﴾ لِیُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنۡ قُدِرَ عَلَیۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡیُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَیَجۡعَلُ اللّٰهُ بَعۡدَ عُسۡرٍ یُّسۡرًا ﴿۷﴾ (الطلاق:۶،۷)

اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو، اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو، اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کرلو، اور اگر تم دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی O صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کردے گا O

پس جب حضرت فاطمہ بنت قیس آئیں اور انہوں نے یہ روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ شوہر کے ذمہ رہائش اور عدت کے دوران کا خرچ اس عورت کے لیے ہوتا ہے جس کو طلاقِ رجعی دی گئی ہو تو انہوں نے اپنی اس روایت سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی نص صریح سے مخالفت کی، عدت کو لازم کیا ہے، جس کو طلاق رجعی نہ دی گئی ہے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی بھی مخالفت کی ہے کیونکہ حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ بنت قیس کے خلاف حدیث روایت کی ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا اور حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت باطل ہو گئی، لہٰذا اس کے موافق عمل واجب نہیں ہے۔

مطلقہ بائنہ کی عدت کے دوران رہائش اور خرچ کے متعلق فقہاءِ احناف اور فقہاءِ مالکیہ کے نظریات

اور فقہاءِ احناف نے یہ کہا ہے کہ رہائش خرچ کے تابع ہوتی ہے اور رہائش خرچ کے وجوب کے ساتھ واجب ہوتی ہے اور رہائش خرچ کے سقوط کے ساتھ ساقط ہوتی ہے۔ ان سے اصحابِ مالک نے یہ کہا کہ رہائش اس وقت لازم ہوتی ہے جب وہ اپنے شوہر کے نکاح میں ہو اور اس وقت نفقہ بھی اس کے تابع ہوتا ہے کیونکہ اس کا شوہر اس سے نفع اٹھانے پر قادر ہوتا ہے، اس صورت میں یہ جائز نہیں ہے کہ ایک کے سقوط سے دوسرے کا سقوط ہو جائے، اور طلاقِ بائن کے بعد اللہ کا حق، پس اس صورت کے اندر عدت کے دوران کا خرچ رہائش کے تابع نہیں ہوگا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ شوہر اور بیوی اگر دونوں اس پر متفق ہو جائیں کہ وہ رہائش کو ساقط کر دیں تو اس عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ شوہر کے اس گھر کے علاوہ جس گھر میں اس نے طلاق دی ہے کہیں اور عدت گزارے، اور جس حال میں شوہر بیوی کے نکاح میں ہو تو اس وقت اس کے لیے جائز ہے کہ جس گھر میں چاہے منتقل ہو جائے اور طلاق کا حکم اس طرح نہیں ہے۔

جن فقہاء نے رہائش سے منع کیا ہے، ان کے دلائل

اور جن فقہاء نے شوہر کے ذمہ رہائش اور عدت کے دوران خرچ سے منع کیا ہے انہوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے استدلال کیا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر یہ اس لیے انکار کیا تھا کہ ان کے نزدیک حضرت فاطمہ بنت قیس نے کتاب اللہ کی مخالفت کی تھی یعنی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی:

اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَیۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ (الطلاق:۶)

ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم

خود رہتے ہو۔

انہوں نے کہا: اس آیت کا حکم مطلقہ رجعیہ کے متعلق ہے اور حضرت فاطمہ بنت قیس مطلقہ بائنہ تھیں، اور ان کے لیے ان کے شوہر پر رجوع کا حق نہیں تھا اور حضرت فاطمہ بنت قیس نے یہ کہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ عدت کے دوران کا خرچ اور رہائش اس شوہر کے ذمہ ہوتی ہے جس عورت کو طلاقِ رجعی دی گئی ہو اور حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو طلاقِ رجعی نہیں دی گئی تھی، پس انہوں نے اس مسئلہ میں جو روایت کی ہے وہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف نہیں ہے۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما متوفی ۵۸ھ نے جو حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کا انکار کیا اور اس روایت کے خلاف کہا۔

اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کی متابعت حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ متوفی ۷۸ھ نے کی ہے اور عامر بن شراحیل الشعبی متوفی ۱۰۳ھ کی روایت میں اس کی زیادہ تفصیل ہے۔

ہشیم نے روایت کی ہے: ہمیں مغیرہ، حصین، اور اسماعیل بن ابی خالد نے اور مجالد نے از شعبی روایت کی ہے کہ میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، پس ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلہ کے متعلق پوچھا جو عدت کے دوران رہائش اور خرچ کے متعلق ہے تو حضرت فاطمہ بنت قیس نے بیان کیا: کہ مجھے میرے خاوند نے قطعی طلاق دے دی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا مقدمہ پیش کیا، تو انہوں نے میرے لیے رہائش اور خرچ کو نہیں چھوڑا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے عدت کے دوران رہائش اور عدت کے دوران خرچ کو لازم نہیں کیا، اور مجھے حکم دیا کہ میں حضرت ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزاروں اور مجالد نے اپنی حدیث میں یہ ذکر کیا کہ رہائش اور نفقہ یعنی عدت کے دوران رہائش اور عدت کے دوران خرچ اس عورت کے لیے لازم ہوتا ہے جس عورت کو طلاقِ رجعی دی گئی ہو۔

جن فقہاء نے رہائش کو واجب کیا ہے اور خرچ کو واجب نہیں کیا ہے ان کے دلائل

اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جس عورت کو طلاقِ بائنہ دی گئی ہو اس کے شوہر پر رہائش تو لازم ہے لیکن عدت کے دوران کا خرچ لازم نہیں ہے، انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک شعبی کی یہ روایت غلط ہے، کیونکہ شعبی سے یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے جس عورت کو طلاقِ بائنہ دی گئی ہو اس کے لیے رہائش کو لازم کیا ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا کہ اس کے شوہر کے اوپر رہائش بھی لازم ہے اور عدت کے دوران کا خرچ بھی لازم ہے۔

اور اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے: ہمیں امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے بیان کیا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حسین بن صالح از سُدی از ابراہیم النخعی، انہوں نے تین طلاق یافتہ عورت کے متعلق کہا کہ اس کے لیے عدت کے دوران رہائش بھی لازم ہے اور عدت کے دوران کا خرچ بھی لازم ہے اور یہ حدیث الشعبی کی روایت کو ضعیف قرار دیتی ہے۔

اور امام ابن اسحاق نے کہا: کہ میں اسود بن یزید کے ساتھ جامع مسجد میں تھا اور ہمارے ساتھ الشعبی بھی تھے تو انہوں نے ہمیں حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے شوہر کے ذمہ رہائش کو اور عدت کے دوران خرچ کو لازم نہیں کیا تھا، تو اسود بن یزید نے کنکریاں اٹھا کر ان کو ماریں اور کہا: تم پر افسوس ہے کہ تم یہ روایت بیان کرتے ہو، اسماعیل نے کہا: پس

شاید کہ الشعبی نے اس کے خلاف فتویٰ دیا جو حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے کیونکہ تمام لوگ اس روایت کا انکار کرتے تھے۔

اور ابوعوانہ نے از منصور از ابراہیم تین طلاق یافتہ عورت کے متعلق یہ حدیث روایت کی ہے کہ اس کے شوہر کے ذمہ عدت کے دوران رہائش بھی ہے اور عدت کے دوران خرچ بھی لازم ہے اور اس کو خرچ دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

اسماعیل نے کہا: پس منصور نے اس روایت کی تلخیص کی جو اس کے ضبط پر دلالت کرتی ہے اور یہ بیان کیا کہ ابراہیم کی مراد یہ تھی کہ تین طلاق یافتہ عورت کے لیے رہائش لازم ہے اور خرچ لازم نہیں ہے، اور رہائش کا ساقط کرنا حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت میں ہے جس پر انکار کیا گیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس کا انکار کیا ہے اور اس سبب کو مخفی رکھا جس سبب کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو اپنے شوہر کے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی تھی، حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو اور اس راز کو نہ چھپاؤ جس راز کی وجہ سے تمہیں اپنے شوہر کے گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی تھی اور وہ راز یہ تھا کہ حضرت فاطمہ بنت قیس بہت منہ پھٹ تھیں اور زبان دراز تھیں اور اپنے شوہر کے خلاف بدزبانی کرتی تھیں، تو ان کے شوہر کے گھر والے ان کو عدت کے دوران اپنے گھر میں رہنا برداشت نہیں کرتے تھے اس وجہ سے وہ اس گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوئیں نہ کہ اس وجہ سے کہ مطلقہ بائنہ کے لیے اس کے شوہر پر نہ کوئی رہائش لازم ہوتی ہے اور نہ خرچ۔ اور ہمارے نزدیک جب کسی عورت کو اس کے شوہر کے گھر والے اس کی اذیت رسانی کی وجہ سے اس کے گھر میں رہنے سے منع کریں تو پھر اس عورت کے لیے کسی اور گھر کی طرف منتقل ہونا جائز ہے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جانتی تھیں کہ کس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو اس گھر سے دوسرے گھر منتقل ہونے کی اجازت دی تھی، اور حضرت فاطمہ بنت قیس نے اس سلسلہ میں جو حدیث روایت کی ہے، وہ محض اپنی رائے سے روایت کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مروان کے درمیان مباحثہ

کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ نے مروان سے کہا: تم فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو چھوڑ دو، کیونکہ ان کا ایک الگ قصہ ہے۔ اور فرمایا کہ فاطمہ بنت قیس کیا اللہ سے نہیں ڈرتیں اور وہ یقینی طور پر اصل صورت حال کو جانتی تھیں اور مروان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر فاطمہ بنت قیس کے معاملہ میں کوئی شر ہے تو آپ کو ان دو شر کے درمیان اختیار ہے، مروان کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کو اپنے شوہر کے گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونے کا حکم دیا گیا تھا تو وہ کسی شر کی وجہ سے تھا جو حضرت فاطمہ بنت قیس اور ان کے گھر والوں کے درمیان تھا، اور جب شر اور شقاق زوجین کے درمیان واقع ہو تو حاکم کے لیے جائز ہے کہ دو منصفوں کو بھیجے اور وہ ان کو جمع کرنے کا حکم دے یا الگ الگ ہونے کا حکم دے، پس معتدہ (عدت والی) کا اپنے خاوند کے گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا اس شر کی وجہ سے تھا۔

حضرت فاطمہ بنت قیس کی اپنے گھر سے نکل کر دوسرے گھر میں عدت گزارنے کی توجیہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (الطلاق:۱)

تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

Marfat.com

اس آیت میں جس کھلی بے حیائی کا ذکر ہے اس کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں۔

بعض علماء نے کہا: کھلی بے حیائی سے مراد بدزبانی اور بدخلقی ہے۔ اور یہ مروان کے اس قول کے مشابہ ہے کہ اگر اس میں کوئی شر ہے تو آپ کے لیے وہ شر کافی ہے جو ان دو شر کے درمیان ہے۔ اور اس کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں جو اس باب کے بعد ان شاء اللہ ذکر کیے جائیں گے۔ علامہ المھلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت فاطمہ بنت قیس پر انکار کیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے خاوند کے گھر سے نکلنے اور دوسرے گھر میں عدت گزارنے کی جو اجازت دی تھی وہ ایک خاص سبب کی وجہ سے تھی اور حضرت فاطمہ بنت قیس نے اس سبب کا ذکر نہیں کیا تھا۔

حدیث مذکور کی فقہ

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو مرد عالم ہو جب اسے کسی مسئلہ کا علم نہ ہو تو اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ جب اس سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا جائے تو وہ اس کا جواب دے، جیسا کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو اس وجہ کا علم نہیں تھا جس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونے کی اجازت دی تھی، پس انہوں نے یہ وہم کیا کہ مطلقہ بائنہ کے لیے شوہر کے ذمہ رہائش نہیں ہوتی۔ اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ شوہر کے ذمہ رہائش واجب ہوتی ہے اور نفقہ باطل نہیں ہوتا، انہوں نے اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَ اْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ (الطلاق:٦)	ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو، اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو، اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو، اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کرلو، اور اگر تم دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی O

پس اگر عدت کے دوران خرچ واجب ہوتا جیسا کہ عدت کے دوران رہائش واجب ہے تو پھر حاملہ عورت کے لیے عدت کے دوران خرچ کی تخصیص کی کوئی وجہ نہ ہوتی۔ پس جب تخصیص واقع ہوئی تو واجب ہے کہ مطلقہ کے لیے اس کے خاوند پر کوئی خرچ واجب نہ ہو جب کہ وہ حاملہ نہ ہو، اور نیز یہ بھی واجب ہے کہ یہ عورت وہ نہیں ہے جس کا خاوند اس سے رجوع کرنے کا حق رکھتا ہے، کیونکہ جس عورت سے اس کا خاوند رجوع کرنے کا حق رکھے، اس کا حق خاوند پر واجب ہوتا ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس عورت کی رہائش اس کے خاوند پر واجب ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ	ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو، اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو، اور اگر وہ تمہارے

أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ ۖ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ۝ (الطلاق:٦)

لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو، اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کرلو، اور اگر تم دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلادے گی O

کیونکہ جو عورت بائنہ ہے اس کی طلاق پائی گئی ہے، اور وہ بیویوں کے کل احکام سے خارج نہیں ہوئی، خواہ وراثت کے احکام ہوں خواہ دوسرے احکام ہوں، پس اس کی رہائش کا ذکر دوبارہ کیا گیا تا کہ جب تک وہ عدت کے اندر ہو، اس کی حفاظت رہے، اور جو عدت سے پہلے اس کے احکام تھے وہی احکام ثابت رہیں، اور اس سے عدت کے دوران کا خرچ ساقط کر دیا گیا ہے جو کہ اس عورت کے اپنے شوہر سے بائنہ ہونے سے پہلے ثابت تھا اور وہ خرچ اس کی عدت کے دوران نہیں مقرر کیا گیا، سوائے اس صورت کے کہ وہ عورت حاملہ ہو۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۴۰۱-۳۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مطلقہ بائنہ کے عدت کے دوران گھر سے نکلنے کے متعلق فقہاءِ اسلام کے نظریات

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابو عمر بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ کی یہ حدیث متعدد سنداتِ صحیحہ متواترہ سے مروی ہے۔ (التمہید ج ۱۹ ص ۱۵۵)

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے جیسا کہ علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ مطلقہ بائنہ کی عدت کے دوران گھر سے نکلنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، پس علماء کے ایک گروہ نے اس سے منع کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ کا یہی موقف ہے۔

اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب اور قاسم اور سالم اور ابو بکر بن عبد الرحمٰن اور خارجہ بن زید اور سلیمان بن یسار کا موقف یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں عدت گزارے گی جہاں اس کے خاوند نے اس کو طلاق دی تھی، اور امام ابو عبید نے اس قول کی امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور فقہاءِ احناف سے روایت کی ہے۔ ان سب کی رائے یہ ہے کہ مطلقہ بائنہ اور جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، وہ رات صرف اپنے خاوند کے گھر میں گزارے گی۔

اور اس مسئلہ میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ مطلقہ بائنہ جہاں چاہے عدت گزارے گی، یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ متوفی ۷۸ھ اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور طاؤس بن کیسان الیمانی متوفی ۱۰۶ھ اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور عکرمہ البربری متوفی ۱۰۵ھ سے مروی ہے۔

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ نے کہا ہے: جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں، وہ اپنے خاوند کے گھر سے نکل کر کہیں اور عدت گزارے گی اور نہ اس کے لیے اس کے خاوند پر رہائش لازم ہوگی اور نہ عدت کے دوران کا خرچ لازم ہوگا، جیسا کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔

علامہ ابن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ علماء کا اختلاف صرف تین طلاق یافتہ عورت کے دورانِ عدت گھر سے نکلنے کے متعلق ہے، یا اس مطلقہ کے متعلق یہ اختلاف ہے جو مطلقہ بائنہ ہو اور خاوند کے لیے اس کی عدت کا کوئی حق نہ ہو، لیکن جس عورت کو

طلاقِ رجعی دی گئی ہو وہ بیویوں کے حکم میں ہے اور تمام اہل علم نے یہ کہا ہے کہ خاوند کے لیے اس کے گھر سے نکلنے سے منع کرنے کا حق ہے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ (الطلاق:۱) تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، یہ کہتے تھے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو چکا ہو، وہ اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے عدت کے دوران گھر سے باہر جائے گی اور عشاء کے بعد اپنے گھر واپس آجائے گی۔ (المدونہ ج ۲ ص ۱۰۴-۱۰۵)

اور یہی اللیث اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا موقف ہے۔ (الاستذکار ج ۱۸ ص ۱۸۱)

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے: جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، وہ عدت کے دوران دن کے وقت میں گھر سے باہر نکلے گی اور رات صرف اپنے خاوند کے گھر میں گزارے گی اور جو عورت مطلقہ ہو وہ عدت کے دوران نہ رات میں گھر سے باہر نکلے گی اور نہ دن میں گھر سے باہر نکلے گی۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۳۹۴-۳۹۵)

اور فقہاء احناف نے اس فرق کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ مطلقہ کے لیے ہمارے نزدیک عدت کے دوران رہائش اور خرچ لازم ہوتا ہے اور یہ اس کو گھر سے باہر نکلنے سے مستغنی کرتا ہے اور جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، اس کا کوئی نفقہ کا کفیل نہیں ہوتا، پس اس کے لیے جائز ہے کہ وہ دن کی روشنی میں گھر سے باہر نکلے اور اپنے رب کے فضل کو تلاش کرے تاکہ اپنی کفالت کر سکے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۸۱، مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۳۹۴-۳۹۵)

اور امام محمد بن حسن شیبانی نے کہا کہ عدت کے دوران مطلقہ گھر سے باہر نکلے اور نہ وہ عورت گھر سے باہر نکلے جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو، نہ رات میں اور نہ دن میں۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۸۱، مختصر اختلاف العلماء ص ۳۹۳-۳۹۵، المبسوط للسرخسی ج ۶ ص ۳۲)

جن فقہاء کے نزدیک جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ متوفی ۷۸ھ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ اور فقہاء تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ، اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ نے یہ کہا ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے صرف یہ فرمایا ہے کہ وہ عورت چار ماہ دس دن عدت گزارے اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں عدت گزارے، سو وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۹-۳۰، مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

اور اس پر اجماع ہے کہ جس عورت کو طلاقِ رجعی دی گئی ہو وہ رہائش اور عدت کے دوران خرچ کی مستحق ہوتی ہے کیونکہ اس کا حکم تمام معاملات میں بیویوں کا حکم ہے۔

اور جو عورت تین طلاق یافتہ ہو اس کے متعلق رہائش کے استحقاق کے وجوب میں اختلاف ہے جب کہ وہ حاملہ نہ ہو، سوا ایک گروہ نے یہ کہا ہے اس باب میں کوئی نص صریح نہیں ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی

Marfat.com

۶۸ھ اور یہی امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور ابوثور کا قول ہے۔

مطلقہ بائنہ کے عدت کے دوران خرچ کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

اور ابراہیم نخعی کی ایک روایت ہے کہ جو مطلقہ بائنہ ہو اس کے لیے نفقہ ثابت نہیں، اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ، اور عکرمہ البربری متوفی ۱۰۵ھ اور سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ اور عُروہ بن زبیر نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس کے متعلق امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اس کو اسانید جیدہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۴۲، رقم الحدیث: ۱۸۶۶۴، ۱۸۶۶۱)

اور اس مسئلے میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما متوفی ۷۸ھ اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ اور حضرت قاضی شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ متوفی ۷۸ھ اور حکم اور حماد بن ابی سلیمان متوفی ۱۲۰ھ اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی متوفی ۹۶ھ نے اختلاف کیا ہے۔ اور امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اس کے متعلق بھی اپنی سند کے ساتھ روایات کو ذکر کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۴۱)

اور فقہاء کے تیسرے گروہ نے یہ کہا ہے کہ ہر مطلقہ کے لیے رہائش اور عدت کے دوران کا خرچ واجب ہے جب تک کہ وہ عدت میں ہو خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو، خواہ اس کو طلاقِ بائن دی گئی ہو یا طلاقِ رجعی دی گئی ہو، یہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ کا قول ہے اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۳۹۹، الاستذکار ج ۱۸ ص ۵۳-۵۴)

اور یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ سے بھی منقول ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۴۲)

اور فقہاء احناف نے اس پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ اور حضرت اسامہ بن زید متوفی ۵۸ھ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کو رد کر دیا تھا اور اس پر انکار کیا تھا اور انہوں نے کہا کہ الاعمش نے از ابراہیم از الاسود از حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اپنے رب کی کتاب کو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر ترک نہیں کریں گے، اس کو وہم ہو گیا یا وہ بھول گئی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس عورت (یعنی مطلقہ بائنہ) کے لیے عدت کے دوران کے خرچ اور رہائش کو واجب کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۸۰، کتاب الطلاق، باب المطلقۃ الثلاثۃ لانفقۃ لھا)

اور ابن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ نے کہا: ہم اپنے دین میں کسی عورت کی شہادت کا اعتبار نہیں کریں گے اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ نے از اعمش از ابراہیم از اسود از حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ (المحلی ج ۱۰ ص ۲۹۵)

اور امام دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر تم اس پر دو گواہ لے آئیں جو یہ گواہی دیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سنا ہے، تو فبہا ورنہ ہم ایک عورت کے قول کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو ترک نہیں کریں گے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (الطلاق: ۱)

تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

Marfat.com

اور اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت عمر نے یہ کہا کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر ترک نہیں کریں گے اور یہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔

اور احمد بن شعیب النسائی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک نہیں کریں گے۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ○ (الطلاق:١)

اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے!) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو، اور عدت کا شمار رکھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کردے ○

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ○ (الطلاق:٦)

ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو، اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو، اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو، اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کرلو، اور اگر تم دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی ○

(سنن نسائی ج٦ ص٢٠٩) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٢٥ ص٥١٣-٥١٧، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، ١٤٢٩ھ)

تنبیہ:

علامہ ابن الملقن شافعی نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث کی بہت زیادہ طویل شرح کی ہے، ہم نے اس میں سے کچھ حصہ پیش کیا ہے اور باقی شرح کو ہم ترک کر رہے ہیں، کیونکہ اس شرح کا اکثر حصہ وہی ہے جو ہم اس سے پہلے علامہ ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ کی شرح سے نقل کر چکے ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے قصہ میں سورۃ الطلاق کی آیات کی تفسیر از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ (الطلاق:١): ''اور تم اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے''۔

اس آیت میں وہ احکام بیان کیے گئے ہیں جو شوہر اور بیوی سے متعلق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توجہ کا اس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کے ساتھ شروع کیا، سو فرمایا:

Marfat.com

''یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ'' اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو، اور عدت کا شمار رکھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ'' یعنی اے ایمان والو! جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو'' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا بہت اہتمام فرمایا ہے اور بہت توجہ فرمائی ہے۔

پھر فرمایا: ''جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو، اور عدت کا شمار رکھو'':

اس آیت میں لام توقیت کے لئے ہے، یعنی جس وقت میں عدت شروع ہوگی، اور وہ وقت یہ ہے کہ عورت حاملہ ہو یا وہ بغیر جماع کے طاہرہ ہو، اور یہی وہ وقت ہے جس میں عدت شروع ہوتی ہے، کیونکہ جب عورت کو اس حال میں طلاق دی گئی کہ وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت فوراً شروع ہو جائے گی اور جب اس کو طلاق دی گئی اس حال میں کہ وہ بغیر جماع کے طاہرہ تھی، تب بھی عدت شروع ہو جائے گی جو کہ عدتِ معلومہ ہے اور وہ تین حیض ہے، لیکن جب عورت کو اس حال میں طلاق دی گئی ہے کہ وہ عورت حائضہ تھی تو عدت شروع نہیں ہوگی کیونکہ جس حیض میں عورت کو طلاق دی جائے، اس کو عدت میں شمار نہیں کیا جاتا، اسی طرح جب عورت کو اس حال میں طلاق دی گئی کہ وہ جماع سے طاہرہ تھی، تب بھی عدت کو شمار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ ہوسکتا ہے اس جماع کی وجہ سے وہ عورت حاملہ ہوگئی ہو یا حاملہ نہ ہوئی ہو، سو اس صورت کے اندر عدت معلوم نہیں ہوگی، سو ضروری ہے کہ عدت اس حال میں شروع کی جائے جب وہ حاملہ ہو یا اس حال میں طلاق دی جائے کہ وہ طاہرہ ہو بغیر جماع کے۔

''وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ'': ''اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے''۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ یہ سب سے اہم موضوع ہے۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ؕ (الطلاق:۱)

تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

اس آیت میں عورت کے شوہر کو خطاب ہے اور عورت کو بھی خطاب ہے، کہ نہ تو تم اپنی بیویوں کو اپنے گھروں سے نکالو اور نہ وہ بیویاں از خود گھروں سے نکلیں، پس اس آیت میں شوہر اور بیوی دونوں کے لئے ممانعت ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں''۔

اس آیت میں ''الفاحشة المبينة'' کے الفاظ ہیں، ان کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فحش گفتاری ہے اور بدزبانی ہے، یعنی عورت اپنی بدزبانی کی وجہ سے اپنے پڑوسیوں کو ایذاء پہنچائے۔ اور جب وہ اپنی بدزبانی کی وجہ سے اپنے شوہر کے گھر والوں کو بھی ایذاء پہنچائے، خاص طور پر جب اس کا شوہر اس کو طلاق دے، تو پھر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ عورت گھر سے نکل جائے، اسی طرح اگر وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی بدزبانی سے ایذاء پہنچائے تب بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر سے نکل جائے۔

وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ اور یہ اللہ کی حدود ہیں۔

Marfat.com

اس میں اشارہ ان احکام کی طرف ہے جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ عورتوں کو ان کی عدت کے وقت میں طلاق دی جائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا وجوب اور عورتوں کو اپنے گھروں سے نکالنے کی ممانعت اور عورتوں کے از خود اپنے گھر سے نکلنے کی ممانعت اور عدت کا شمار کرنا بایں طور کہ عدت کے ایام کو لکھ کر محفوظ کر لیا جائے، سو یہ تمام احکام اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: ''وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ'' اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا''۔

کیونکہ تمہاری جان تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، تو جب تم اللہ تعالیٰ کے محارم کی پردہ دری کرو گے تو تم اپنی جان کے لیے ظلم کرنے والے ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس جو امانت رکھی تھی، اس میں خیانت کرنے والے ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ (الاحزاب:۷۲)

بے شک ہم نے آسمانوں اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر (اپنے احکام کی) امانت پیش کی تو انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی، بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہے O

''فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ'' (الطلاق:۱) کی مناسبت سے الاحزاب:۷۲ کی تفسیر از مصنف

اکثر مترجمین نے اس آیت میں ''حمل'' کا معنی اٹھانا کیا ہے، ان مترجمین کے ترجمہ پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے با اختیار نہیں بنایا کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل کریں یا نہ کریں، با اختیار اللہ نے صرف انسانوں اور جنات کو بنایا ہے، اس لیے آسمانوں اور زمینوں کا اس امانت کو اٹھانے سے انکار کرنا محل اعتراض ہے۔ ہم نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے: ''انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا''۔ اور اب اس آیت پر یہ اشکال وارد نہیں ہوتا کہ آسمان اور زمین وغیرہ با اختیار نہیں ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ''وحملها الانسان'' کا ترجمہ اکثر مترجمین نے کیا ہے: ''اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے''، اور اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی جس امانت کو اٹھانے سے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا تو انسان کو باعث تحسین و آفرین ہونا چاہیے تھا، اس کو اللہ تعالیٰ نے بہت ظالم اور بہت جاہل کیوں فرمایا؟ اور ہم نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے: ''اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی، بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہے''، کیونکہ ''حمل'' کا معنی جس طرح اٹھانا ہے اسی طرح ''حمل'' کا معنی خیانت کرنا بھی ہے۔ علامہ جمال الدین افریقی لکھتے ہیں: الزجاج نے کہا ''یحملنها'' کا معنی ہے ''یخنها'' یعنی آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے، اور جو شخص کسی امانت میں خیانت کرے، وہ اس کے بوجھ کو اٹھاتا ہے، اسی طرح جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے، وہ اس گناہ کو اٹھاتا ہے، حسن نے کہا: یہی معنی صحیح ہے۔

(لسان العرب ج ۱۱ ص ۱۷۵، القاموس المحیط ج ۳ ص ۵۲۹) (انوار تبیان القرآن ص ۶۸۲، فرید بک اسٹال لاہور)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۝ تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کردے O (الطلاق:۱)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں، پہلے ارشاد کی علت بیان کی گئی ہے کہ تم عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ عورتیں از خود نکلیں۔ یعنی تم نہیں جانتے کہ جب تم اپنی بیوی کو طلاق دو گے تو شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی ایسی صورت حال پیدا کرے کہ تم طلاق دینے کے بعد اس عورت سے رجوع کرنے میں رغبت کرو۔ اور جب تم اس طلاق سے رجوع کرلو گے تو گویا کہ تم نے پہلے وہ طلاق نہیں دی، کیونکہ لوگ اس چیز کو نہیں جانتے، پھر جب وہ عورت گھر سے باہر نہیں نکلے گی اور گھر میں رہے گی تو اس کو طلاق دینے کے بعد رجوع کرنا زیادہ آسان ہوگا، بہ نسبت اس کے کہ وہ تمہارا گھر چھوڑ کر اپنے میکے چلی جائے، کیونکہ جب وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس چلی جائے گی تو اس عورت اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی ظاہر ہو جائے گی، اور ہوسکتا ہے پھر اس کے گھر والے اس کو شوہر کی طرف واپس جانے سے منع کریں اور شوہر کو بھی رجوع کرنے سے منع کریں لیکن جب وہ عورت گھر میں ہوگی تو پھر شوہر کا اس سے رجوع کرنا آسان ہوگا۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (الطلاق:۶) ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو۔

اَسْكِنُوْهُنَّ میں ضمیر مطلقات کی طرف راجع ہے، اور مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ کا معنی ہے یعنی جس مکان میں تم رہتے ہو، مِّنْ وُّجْدِكُمْ کا معنی ہے یعنی تمہاری فراخی اور تنگی کے اعتبار سے جو تمہاری رہائش ہے، اس میں اپنی بیویوں کو رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا۔

وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ (الطلاق:۶) ''اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ''۔

بسا اوقات شوہر اپنی بیوی کو تنگ کرنے کے لئے ضرر پہنچاتا ہے، یعنی اس کو کھانے اور پینے کی چیزیں اپنے وقت پر مہیا نہیں کرتا یا اس کے حال کے مناسب اس کو کھانا پینا مہیا نہیں کرتا تو پھر وہ عورت اپنی ضرورت کے مطابق گھر سے باہر نکلنے کے لیے مجبور ہوتی ہے، اس لیے فرمایا کہ تم ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ پہنچاؤ۔

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق:۶) ''اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو''۔

یعنی اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں، تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو، یہاں تک کہ ان کا وضع حمل ہو جائے، اور رہائش ہر مطلقہ کے لیے واجب ہے اور خرچ صرف حاملہ کے لیے واجب ہے، اور اس آیت کریمہ کا ظاہر یہ ہے کہ غیر حاملہ کے لیے خرچ واجب نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرو حتیٰ کہ وضع حمل ہو جائے، لیکن اہل علم نے اس حکم کے ساتھ مطلقہ بائنہ کو بھی خاص کرلیا اور کہا ہے کہ جو مطلقہ غیر بائنہ ہے، یعنی مطلقہ رجعی ہے، اس پر تو خرچ کرنا مطلقاً لازم ہے، عام ازیں کہ وہ حاملہ ہو یا حاملہ نہ ہو۔ اور فرمایا حتیٰ کہ ان کا وضع حمل ہو جائے، یعنی ضروری ہے کہ اس وقت تک ان پر خرچ کیا جائے یہاں تک کہ ان حاملہ عورتوں کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے، اور اگر حمل اس کے پیٹ میں دو سال رہے یا تین سال رہے یا چار سال رہے تو اسے اس پوری مدت حمل تک خرچ کرنا ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حتیٰ کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔

Marfat.com

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ (الطلاق:٦) ''اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو''۔ یعنی مطلقہ بائنہ، کیونکہ وہ بیوی نہیں ہے، پس اس کا حکم اجنبی عورت کا حکم ہے، تو جب وہ اپنے شوہر کے بچے کو دودھ پلائے تو اس کو اجرت دینا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ اس میں یہ دلیل ہے کہ دودھ پلانے کا خرچہ شوہر کے اوپر واجب ہے، اس لیے یہ نہیں فرمایا کہ اگر وہ عورتیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں، بلکہ یہ فرمایا کہ اگر وہ عورتیں تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں، کیونکہ جو مسئول ہے وہ شوہر ہے اور بچے کا باپ ہے، نیز اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اگر اس کی بیوی یہ اختیار کرے کہ وہ اس کے بچے کو دودھ پلائے گی اور اس کے شوہر کو ایسی عورت مل جائے جو مفت میں اس کے بچے کو دودھ پلائے، تو بچے کو اس کی ماں دودھ پلائے گی کیونکہ وہ زیادہ حق دار ہے اور اس لیے کہ بچے کی ماں کا دودھ بچے کے لیے زیادہ نفع آور ہے اور اس لیے کہ دوسری عورت کی بہ نسبت ماں بچے پر زیادہ شفیق ہے، اور اس لیے کہ دودھ پلانے والی کے اخلاق میں کوئی ایسی چیز ہو جو اس بچے کے اوپر اثر ڈالے، اسی لیے انسان کو یہ منع کیا گیا ہے کہ وہ کسی بیوقوف عورت سے اپنے بچے کو دودھ پلوائے، کیونکہ اس کی حماقت بچے کی طبیعت میں اثر انداز ہو گی۔

وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ (الطلاق:٦) ''اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کر لو''۔

اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تعلیم دی ہے کہ تم دودھ پلانے کے متعلق آپس میں مشورہ کر لو، کہ کتنے زمانے تک دودھ پلایا جائے گا اور جو امور دودھ پلانے سے متعلق ہوتے ہیں، ان کے متعلق باہم مشورہ کر لیا جائے گا۔

یہ معاملہ عورت کی طرف مفوض کیا گیا ہے نہ کہ باپ کی طرف، کیونکہ بعض عورتوں کے مزاج میں سختی اور درشتی ہوتی ہے اور وہ اس کی پرواہ نہیں کرتیں کہ بچہ بھوکا ہے یا اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے، اسی طرح بعض مردوں کے مزاج اور ان کی طبیعت میں بھی سختی اور غلظت ہوتی ہے اور وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس کا بیٹا بھوکا ہے یا ان کا پیٹ بھرا ہوا ہے، پس جب ان کا باہمی مشورہ ہو گا اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں گے تو پھر خیر کا حصول ہو گا۔

وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ (الطلاق:٦) ''اور اگر تم دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی''۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، یعنی تم یہ گمان نہ کرو کہ اگر تم اپنی غربت اور مفلسی کی وجہ سے بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت نہ دے سکو، پس باپ یہ چاہے کہ اس کو کم اجرت دے، اور ماں یہ چاہے کہ اس کو زیادہ اجرت ملے، تو تم یہ گمان نہ کرو کہ بچہ ضائع ہو جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے لیے اس عورت کو میسر کر دے گا جو اس کو دودھ پلائے گی۔

لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا (الطلاق:٧) ''صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے''۔

یعنی جو شخص صاحب حیثیت ہے اور مالدار ہے اور خوشحال ہے تو وہ فراخ دستی کے ساتھ خرچ کرے اور جس کے اوپر اس کی معیشت کو تنگ کر دیا گیا ہے، حتیٰ کہ وہ مفلس اور تنگدست ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جتنا عطا کیا ہے اس کی حیثیت کے مطابق وہ اس پر خرچ کرے، اگر اس کے پاس مال قلیل ہے تو وہ کم مال کو خرچ کرے۔

Marfat.com

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی علت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا، یعنی کسی شخص کو اتنا مال ادا کرنے کا مکلف نہیں کرتا جتنا مال اس کو عطا نہیں کیا، سو جس کے پاس بالکل مال نہیں ہے، اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے اور جو مفلس ہے اس کے اوپر حج فرض نہیں ہے اور نہ اس پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں پر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اتنا مکلف نہیں کرتا جتنی اس کے پاس طاقت نہیں ہے۔ وہ کہے گا: میں کہاں سے خرچ کروں، کیا میں پہاڑ کھود کر مال نکالوں، اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیسیر ہے اور آسانی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو تنگی رزق میں مبتلا کرتا ہے تو اس سے شرعی احکام میں تخفیف کر دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ (الطلاق:۷) ''عنقریب اللہ تعالیٰ مشکل کے بعد آسانی کر دے گا''۔ پس تم کشادگی کا انتظار کرو، پس عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی اور مفلسی کے بعد آسانی اور کشادگی کو پیدا کر دے گا، اور کبھی بھی ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ (الم نشرح:۶،۵)

پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے ○ بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے ○

اس آیت میں ''اَلْعُسْرِ'' معرفہ ہے اور ''يُسْرًا'' نکرہ ہے اور العسر اور یسر دونوں کو دوبار ذکر کیا گیا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ جب معرفہ مکرر ہو تو ثانی عینِ اول ہوتا ہے اور جب نکرہ مکرر ہو تو ثانی غیرِ اول ہوتا ہے، اس کا معنی یہ ہوا کہ مشکل تو ایک ہی ہے اور اس کے ساتھ آسانیاں دو ہیں، شاعر کا شعر ہے:

اذا اشتدت بك البلویٰ ففکر فی الم نشرح فعسر بین یسرین اذا قراته فافرح

ترجمہ: جب تم پر کوئی مصیبت بھاری ہو تو سورہ الم نشرح میں غور کرو، پس ایک مشکل دو آسانیوں کے درمیان میں ہے، جب تم اس کو پڑھو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔

یعنی جب تمہیں کوئی مشکل درپیش ہو تو پھر آسانی کا انتظار کرو اور تنگی کے بعد کشادگی کے منتظر رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا اور ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی، اور ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو مکرر بیان فرمایا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانفال:۷۰)

اے نبی! ان قیدیوں سے کہیے جو آپ کے قبضہ میں ہیں: اگر اللہ تمہارے دلوں کی کسی نیکی کو ظاہر فرمائے گا تو وہ تم کو اس سے بہت زیادہ دے گا جو (بطور فدیہ) تم سے لیا گیا ہے، اور اللہ تم کو بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

الانفال: ۷۰ کی تفسیر از مصنف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے معاملہ میں مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر

Marfat.com

صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اپنی قوم کا خیال فرمائیں، ان سے فدیہ لے لیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو قتل کر دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا۔ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔
(المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۳۴۸)

بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں ان صحابہ کو ملامت کی گئی ہے جنہوں نے فدیہ لے کر قیدی آزاد کرنے کا مشورہ دیا تھا، لیکن حقیقتاً یہ خطاب ان تمام صحابہ کرام کی طرف متوجہ نہیں ہے بلکہ اس آیت کا روئے سخن ان بعض مسلمانوں کی طرف ہے، جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا اور مال دنیا کی طمع میں فدیہ لینے کی خواہش کی تھی، ورنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مال دنیا کی طمع سے بری ہیں، ان کا مشورہ اس وجہ سے تھا کہ ہوسکتا ہے ان میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئیں اور اسلام کی نشر و اشاعت میں اضافہ ہو اور مسلمانوں کو شوکت اور غلبہ حاصل ہو، سو حضرت ابوبکر نے جو فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کرنے کا مشورہ دیا تھا، وہ آخرت کی بناء پر ہی تھا اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مشورہ کو قبول فرمایا، لہٰذا یہ آیت قیدیوں کو رہا کرنے کے خلاف نہیں ہے۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فدیہ لینے کی وجہ سے تم عذاب کے مستحق تھے، کیونکہ اس سے پہلے فدیہ لینے سے ممانعت نہیں کی گئی تھی، پھر فدیہ لینا عذاب کا سبب کیسے ہوسکتا ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی شریعتوں میں مالِ غنیمت لینا حرام تھا اور ابھی اس کے حلال ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور جب بلا اجازت مسلمانوں نے کافروں کا مالِ غنیمت لوٹ لیا تو یہ آیت نازل ہوئی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے بنی آدم میں سے کسی کے لیے بھی مالِ غنیمت حلال نہیں کیا گیا، اور جب جنگ بدر ہوئی تو مالِ غنیمت کی حلت کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں نے مالِ غنیمت لوٹنا شروع کر دیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (سنن ترمذی: ۳۰۹۶)، اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ الانفال کی ان آیات میں قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کرنے کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ بلا اجازت مالِ غنیمت لینے پر ملامت کی گئی ہے اور اگر بالفرض ان آیات کا ربط قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کرنے سے ہی جوڑا جائے تو اس ملامت کی وجہ یہ ہے کہ ابتداءِ اسلام میں کفار کی بیخ کنی ہی مطلوب تھی، اس وجہ سے کفار کو قتل نہ کرنے اور گرفتار کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا لیکن بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرمایا اور مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تو پھر یہی حکم نازل ہوا کہ میدانِ جنگ میں کافروں کی گردنیں اڑا دو، پھر ان کو گرفتار کرلو اور گرفتار کرنے کے بعد ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دو یا بلا فدیہ رہا کر دو۔

جو لوگ بدر میں قید ہو کر آئے، ان میں حضرت عباس بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر قیدیوں کی طرح حضرت عباس سے فرمایا: اے عباس! تم اپنا بھی فدیہ دو اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث اور اپنے حلیف عتبہ بن مجدم کا فدیہ بھی دو، حضرت عباس نے ان کا فدیہ دینے سے انکار کیا اور کہا: میں اس غزوہ سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا، یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے معاملہ کو خوب جاننے والا ہے، اگر تمہارا دعویٰ برحق ہے تو اللہ تم کو اس کی جزا دے گا، لیکن تمہارا ظاہر حال یہ ہے کہ تم ہم پر حملہ آور ہوئے ہو، سو تم اپنا فدیہ ادا کرو، حضرت عباس نے کہا: مجھ سے آپ نے بہ طورِ غنیمت جو بیس اوقیہ سونا وصول کیا ہے، اس کو فدیہ میں کاٹ لیں، میرے پاس اور مال نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ سے روانگی کے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اور اس وقت تم دونوں کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور تم نے یہ کہا

Marfat.com

تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آ گیا تو اس مال میں سے اتنا فضل کو دینا، اتنا قثم کو دینا اور اتنا عبد اللہ کو دینا، تب عباس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے اور ام الفضل کے سوا اس کو اور کوئی نہیں جانتا اور اب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل: ۳۳۱۰، ج ۱ مجمع الزوائد ج ۶ ص ۸۶، المستدرک ج ۳ ص ۳۲۴)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا ثبوت ہے اور یہ علمِ غیب آپ کو اللہ عزوجل کی عطاء سے حاصل ہوا تھا، میں نے اس حدیث کو ۳۶ مستند حوالہ جات کے ساتھ ذکر کیا ہے تا کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ہر مکتبہ فکر کے قدیم و جدید علماء کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب مسلم اور غیر نزاعی ہے، اور یہ آیت حضرت عباس ہی کے متعلق نازل ہوئی۔ (المعجم الاوسط ج ۹ ص ۴۹)

(انوار تبیان القرآن ص ۲۹۶-۲۹۵، فرید بک اسٹال لاہور)

شیخ عثیمین نے لکھا ہے:

اسی طرح غزوہ بدر کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ تم نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ نہیں لینا تو بہ ظاہر مسلمانوں کو یہ حکم دشوار لگا، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی، تو یہ بھی مشکل کے بعد آسانی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مشکل کے بعد آسانی پیدا فرماتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کرتا ہے، تنگی کے بعد فراخی پیدا کرتا ہے، مصیبت کے بعد راحت پیدا کرتا ہے اور جب بندہ مایوس ہو جاتا ہے تو اچانک اللہ تعالیٰ اس کے اوپر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

اور جو مشکل کے بعد آسانی کو بعید سمجھے تو اس کے لیے مشکل کے بعد آسانی نہیں ہوتی۔ العیاذ باللہ

(شرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۸۷-۸۹، موضحا و مخرجا، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۲۱، ۵۳۲۲، ۵۳۲۳، ۵۳۲۴، ۵۳۲۵، ۵۳۲۶، کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا واقعہ

فاطمہ بنت قیس قرشیہ فہریہ ضحاک بن قیس کی ہمشیرہ ہیں، وہ اس سے دس سال بڑی تھیں اور مہاجرات اول سے ہیں، وہ بہت خوبصورت اور عقلمند تھیں اور نہایت ہی با کمال تھیں۔ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کے گھر میں ہی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا تھا، ابو عمرو نے کہا: ان سے شعبی اور ابو سلمہ نے روایت کی ہے۔ ان کے بھائی ضحاک بن قیس ان صحابہ کرام میں سے ہیں جو کمسن تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے سات سال قبل پیدا ہوئے، کہا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا سماع ثابت نہیں، وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے زیاد کے بعد کوفہ کے حاکم رہے جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ترپین (۵۳) ہجری میں حاکم مقرر کیا تھا۔ پھر ستاون (۵۷) ہجری میں انہیں معزول کر کے ان کی جگہ عبد الرحمٰن بن عوف بن حکم کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا اور انہیں شام بلا لیا، وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک شام میں رہے اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھی، جب یزید بن معاویہ فوت ہوا تو مروان نے شام کے بعض علاقہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے لوگوں نے اس کی بیعت کی، جب کہ ضحاک بن قیس اور اکثر اہل شام نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، وہ چونسٹھ ہجری کو ذوالحجہ کے مہینہ میں مرج راہط میں شہید ہو گئے، حسن بصری، تمیم بن طرفہ، محمد بن سوید فہری، میمون بن مہران اور سماک بن حرب نے ان سے روایت کی ہے۔

Marfat.com

فاطمہ بنت قیس کا واقعہ یہ ہے کہ ان کے شوہر ابوعمرو بن حفص نے انہیں تین طلاقیں دیں جب کہ وہ غائب تھے اور اپنے وکیل کو کچھ جو دے کر اس کے پاس بھیجا تو وہ اس سے ناراض ہوگئیں۔ اس نے کہا: تمہارے لئے ہمارے ذمہ کچھ نہیں۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا واقعہ عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے ذمہ تمہارا خرچہ وغیرہ نہیں ہے اور اسے حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر میں عدت پوری کرے، پھر فرمایا: وہ عورت بہت مہمان نواز ہے، وہاں مہمان بہت آتے جاتے ہیں، تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت پوری کرو کہ وہ نابینا شخص ہے تم اپنے کپڑے بھی کبھی اتار سکوگی۔ جب عدت پوری ہو جائے تو مجھے اطلاع کرو، فاطمہ نے کہا: جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! معاویہ بن ابوسفیان اور ابو جہم نے اسے منگنی کے پیغام بھیجے ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوجہم اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتے ہیں (عورتوں کو بہت مارتے ہیں) اور معاویہ بن ابوسفیان غریب آدمی ہے، تو اسامہ بن زید سے نکاح کرلے، پہلے پہلے تو میں نے اچھا نہ جانا، جب میرا اسامہ سے نکاح ہوگیا تو عورتیں مجھ پر رشک کرتی تھیں اور اس میں اللہ تعالیٰ نے میرے لئے خیر ہی خیر کی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ سے فرمایا: تیرے لئے نہ تو خرچہ ہے اور نہ رہنے کا مکان ہے۔ اس سے بعض علماء نے استدلال کیا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں اس کے لئے نفقہ اور سکنیٰ نہیں ہے، جب کہ وہ حاملہ نہ ہو، لیکن بعض علماء نے کہا: مطلقہ ثلاث کے لئے نفقہ اور سکنیٰ ہے حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ کا یہی مذہب ہے۔ امام مالک اور امام شافعی نے کہا: اس کے لئے ہر حال میں سکنیٰ ہے اور اگر حاملہ ہو تو وہ نفقہ کی مستحق ہے ورنہ نہیں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم مسلک حضرات اور حضرت عمر فاروق ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور اسامہ بن زید نے فاطمہ بنت قیس کی حدیث کا انکار کیا ہے، انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کیا کہ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے، کیا معلوم اس نے وہم کیا ہے یا بھول گئی ہے۔ مطلقہ ثلاث کے لئے نفقہ اور سکنیٰ دونوں واجب ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (الطلاق:١)

تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں، وہ عدت میں اپنے گھر سے باہر نہیں جاسکتی۔ عبداللہ بن مسعود اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی روایت کیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھر میں جہاں اسے طلاق ہوئی ہے عدت پوری کرے۔ ابن عباس، جابر، عطاء، طاؤس اور حسن بصری نے کہا: جہاں چاہے عدت پوری کرے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ عشاء کے بعد لوگوں کے سونے تک باہر جاسکتی ہے، پھر واپس آجائے۔ ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ دن کو باہر جاسکتی ہے اور رات اپنے گھر میں ہی رہے گی۔ اور جس عورت کو طلاق دی گئی ہو وہ نہ رات کو اور نہ دن میں باہر نکل سکتی ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مطلقہ اور جس کا شوہر فوت ہوگیا وہ نہ رات نہ دن کے وقت عدت میں باہر نکل سکتی ہے اور جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اس میں تمام علماء کا اتفاق اور اجماع ہے کہ وہ سکنیٰ اور نفقہ کی مستحق ہے، جیسے منکوحہ عورت مستحق ہوتی ہے، وہ تمام امور میں زوجات کے حکم میں ہے۔ (عینی)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے'':
عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو اور عورتیں باہر نہ نکلیں مگر یہ کہ بدکاری کریں۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں جو کوئی اللہ کی حدوں سے آگے گزرے گا۔ وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا، اے طلاق دینے والے تو نہیں جانتا کہ شاید اللہ تعالیٰ طلاق کے بعد کوئی شے ظاہر کردے اور مطلقہ عورتوں کو ٹھہراؤ جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت کے مطابق' ان کو تنگی نہ پہنچاؤ نہ ان پر مسکن تنگ کرو، اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو خرچہ دو، یہاں تک کہ وہ اپنے حمل وضع کریں۔
''بعد عسر یسرا'': یعنی جن عورتوں کو ایک طلاق، یا دو طلاقیں ہوں یا وہ خلع کے سبب بائن ہوں یا تین طلاقیں ہوں وہ حاملہ ہوں یا نہ ہوں، جس گھر میں وہ رہی ہوں اور وہاں عدت گزارنے بیٹھی ہوں تو ان کو وہاں سے مت نکالو!
اس اعتبار سے بیوت کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے، ہاں اگر وہ بدکاری یعنی زناء کریں تو حد قائم کرنے کے لئے انہیں باہر نکالو۔ بعض نے کہا: فاحشہ سے مراد نشوز (نافرمانی) ہے اور نشوز سے سکنیٰ کا حق ساقط ہو جاتا ہے، لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا، یعنی شاید اللہ تعالیٰ ایک بار یا دو بار طلاق دینے کے بعد کوئی شے ظاہر کردے اور طلاق کے بعد پریشان اور نادم ہو اور اس کے دل میں عورت کی محبت ظاہر ہو اور وہ رجوع کرلے، واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!
۵۳۲۱،۵۳۲۲: یحییٰ بن سعید نے قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہما کو یہ ذکر کرتے ہوئے سنا کہ یحییٰ بن سعید بن عاص نے عبدالرحمٰن بن حکم کی بیٹی کو طلاق دے دی تو عبدالرحمٰن اس کو وہاں سے لے گیا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان بن حکم (برادر عبدالرحمٰن بن حکم) کو پیغام بھیجا جب کہ مروان مدینہ منورہ کا حاکم تھا کہ اللہ سے ڈرو اور لڑکی کو اپنے گھر واپس کرو، سلیمان کی حدیث میں ہے کہ (مائی صاحبہ کے جواب میں) مروان نے کہا: عبدالرحمٰن بن حکم مجھ پر غالب آگیا ہے (میری بات تسلیم نہیں کرتا) اپنی روایت میں قاسم بن محمد نے کہا (کہ مروان نے جواب میں کہا:) کیا آپ کو فاطمہ بنت قیس کی خبر نہیں پہنچی؟ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تجھے یہ بات تکلیف نہ دے کہ فاطمہ کا قصہ ذکر نہ کرو (اس کے جواب میں) مروان نے کہا: اگر آپ کے نزدیک کوئی شر ہے تو آپ کو ان دونوں کے درمیان شر کافی ہے۔
یعنی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان کو پیغام بھیجا کہ اپنے بھائی عبدالرحمٰن سے کہو کہ وہ اپنی مطلقہ بیٹی کو وہاں چھوڑ دے جہاں اسے طلاق ہوئی ہے، اس کو وہاں سے باہر لانا مناسب نہیں، مروان نے کہا: میرا بھائی مجھ پر غالب ہے، وہ میری بات کو قبول نہیں کرتا۔ قاسم بن محمد نے اپنی روایت میں کہا کہ مروان نے مائی صاحبہ کو جواب دیا کہ یا ام المومنین! فاطمہ بنت قیس کا قصہ معروف ہے کہ ان کو تین طلاقیں دی گئی تھیں، اس کو نان ونفقہ اور مسکن وغیرہ نہ دیا گیا اور اس نے اپنے شوہر کے گھر میں عدت پوری نہ کی تھی، بریں قیاس اگر عبدالرحمٰن کی بیٹی بھی اپنے شوہر کے گھر میں عدت پوری نہ کرے تو حرج نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے جواب میں ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر تو فاطمہ کا قصہ ذکر نہ کرے تو تجھے تکلیف نہیں ہونی چاہیے یعنی فاطمہ پر قیاس نہ کرو، کیونکہ فاطمہ جہاں رہتی تھی، وہ جگہ خطرناک تھی اس لئے وہ وہاں سے منتقل ہوگئی تھی، وہ سبب عبدالرحمٰن کی بیٹی کے لئے نہیں ہے۔ اس کے جواب میں مروان نے کہا: اگر فاطمہ اور اس کی رہائش میں کوئی شر تھی جو شوہر کے گھر سے باہر آنے کا سبب تھی تو ایسا سبب یہاں بھی ہے کہ ان دونوں یعنی عبدالرحمٰن کی بیٹی اور اس کے شوہر میں باہم ناراضگی ہے جس کے سبب طلاق واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا اس کے مسکن

Marfat.com

سے باہر جانے کا یہ سبب کافی ہے۔

۵۳۲۳، ۵۳۲۴: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فاطمہ کا کیا حال ہے، کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتی ہے، یعنی اپنی بات میں کہ مطلقہ ثلاث کے لیے نفقہ اور سکنیٰ نہیں ہے۔ (یعنی فاطمہ بنت قیس کا شوہر کے مسکن سے نکلنا کسی سبب سے تھا اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے لئے سکنیٰ ونفقہ ہی نہیں)۔ (تفہیم البخاری ج ۸ ص ۴۰۰-۳۹۵، جدہ پرنٹرز لاہور، بار اول)

صحیح البخاری: ۵۳۲۱، ۵۳۲۲، ۵۳۲۳، ۵۳۲۴، ۵۳۲۵، ۵۳۲۶، کی شرح شیوخ دیوبند سے

شیخ سلیم اللہ خاں دیوبندی، مہتمم جامعہ فاروقیہ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فاطمہ بنت قیس کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے، اس لیے کہ ان کے قصے کی روایات امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہیں، البتہ امام مسلم اور امام ابوداؤد نے ان کا قصہ تفصیل سے بیان کیا ہے، امام بخاری نے اس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا واقعہ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا صاحب عقل و جمال عورت تھیں، ابوعمرو بن حفص نے ان سے نکاح کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن بھیجا تو ابوعمرو بھی ان کے ساتھ گئے اور وہیں سے انہوں نے اپنی بیوی فاطمہ کو تیسری طلاق بھیجی اور اپنے چچازاد بھائی حارث بن ہشام کو کہلا بھیجا کہ فاطمہ کو کچھ کھجوریں اور جو دیدیں، فاطمہ کو وہ کم معلوم ہوئے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر شکایت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "لیس لک سکنیٰ ولا نفقة" (فتح الباری ج ۹ ص ۴۹۷) اور انہیں حکم دیا کہ "تم ام شریک کے گھر میں عدت پوری کرو" پھر فرمایا کہ ام شریک کے پاس ہمارے اصحاب بکثرت آتے جاتے ہیں اس لیے وہاں کے بجائے تم عبد اللہ ابن ام مکتوم کے گھر عدت پوری کرو، اس لیے کہ وہ نابینا آدمی ہیں، وہاں تم آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ رہ سکو گی، جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے اطلاع دے دینا، چنانچہ عدت پوری ہونے پر انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور کہا کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوجہم تو اپنی لاٹھی کندھے سے نہیں اتارتا (بہت سخت گیر ہیں) اور معاویہ مفلس آدمی ہیں، اس کے پاس مال نہیں ہے، تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر فاطمہ نے اسامہ سے نکاح کر لیا، فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی خیر عطا فرمائی کہ عورتیں مجھ پر رشک کرنے لگیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، ج ۲ ص ۱۱۱۴، رقم الحدیث: ۱۴۸۰)

معتدہ مبتوتہ کے نفقہ اور سکنیٰ کا حکم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں دراصل معتدہ مبتوتہ کے نفقہ اور سکنیٰ کا مسئلہ بیان کیا ہے یعنی وہ عورت جس کو طلاق بائن دی گئی اور وہ غیر حاملہ ہے تو دورانِ عدت اس کو شوہر کی طرف سے نفقہ اور سکنیٰ ملے گا کہ نہیں، اس میں اختلاف ہے:

مطلقہ رجعیہ کو تو بالاتفاق دوران عدت نفقہ اور سکنیٰ ملے گا، مطلقہ مبتوتہ اگر حاملہ ہے تو اس کو بھی بالاتفاق دورانِ عدت نفقہ اور سکنیٰ ملے گا، اختلاف مطلقہ مبتوتہ غیر حاملہ میں ہے۔

Marfat.com

(۱) امام احمد، امام اسحاق، حسن بصری اور ظاہریہ کے نزدیک معتدہ مبتوتہ غیر حاملہ کو دورانِ عدت نہ نفقہ ملے گا، نہ سکنیٰ۔

(۲) امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، ابراہیم نخعی کے نزدیک اس کو دورانِ عدت نفقہ اور سکنیٰ دونوں ملیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

(۳) امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک اس کو دوران عدت سکنیٰ ملے گا، البتہ نفقہ نہیں ملے گا۔

(الابواب والتراجم، ج ۲ ص ۸۳، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۷، فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۰، بدایۃ المجتہد، کتاب الطلاق، بیان احکام العدد: ج ۲ ص ۹۵)

اور امام بخاری کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے باب میں جو آیت ذکر فرمائی اس سے سکنیٰ ثابت ہوتا ہے اور نفقہ کے وجوب کے متعلق کوئی دلیل انہوں نے ذکر نہیں کی، فاطمہ بنت قیس کے واقعہ کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تردید والی روایت ذکر فرمائی۔

امام احمد، امام اسحاق، حضرت فاطمہ بنت قیس کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''لا نفقة لك ولا سكنى'' تمہارے لیے نہ نفقہ ہے، نہ سکنیٰ ہے۔

امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مستدل قرآن کریم کی آیت ہے جو امام بخاری نے یہاں ترجمۃ الباب میں ذکر فرمائی ہے:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ (الطلاق: ۶)

ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو، اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سکنیٰ کا حکم تو مطلق دیا ہے اور نفقہ کا حکم حاملہ ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چونکہ مفہوم مخالف حجت ہے اور اس کا اعتبار نہیں ہوتا ہے اس لیے وہ اس آیت کریمہ سے ثابت کرتے ہیں کہ اگر عورت حاملہ نہ ہو تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۰)

حضرت فاطمہ بنت قیس کے قصے سے بھی وہ اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ اس میں دو حکم ہیں: لا نفقة لك ولا سكنى، سکنیٰ کا حکم چونکہ قرآن کریم کی آیت ''اسکنوھن'' سے معارض ہے اس لیے اس کا اعتبار نہیں ہوگا، البتہ نفقہ کا حکم چونکہ کسی آیت کے معارض نہیں اس لیے اس کا اعتبار ہوگا۔

دلائل احناف

حضرات حنفیہ بھی اپنے مسلک کے لیے قرآن وحدیث وآثار سے دلائل پیش کرتے ہیں:

(۱) سورۃ البقرہ میں ہے ''وللمطلقات متاع بالمعروف حقا على المتقين''، اس آیت میں ''مطلقات'' کا لفظ رجعیہ اور مبتوتہ دونوں کو شامل ہے، اسی طرح ''متاع'' کا لفظ نفقہ اور کسوہ سب کو شامل ہے۔

(تفسیر ابن جریر طبری ج ۲ ص ۳۴۲، کذا فی التکملۃ ج ۱ ص ۲۰۲)

(۲) ایک دوسری روایت میں مطلقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے ''وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف'' یعنی والد کے ذمہ ان عورتوں کا کھانا اور لباس دستور کے ہے، یہاں بھی مبتوتہ اور رجعیہ میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔

Marfat.com

(۳) دارقطنی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "المطلقة ثلاثا، لها السکنی والنفقة"

(سنن دارقطنی: کتاب الطلاق: ج ۴ ص ۲۱، وانظر للتفصیل اعلاء السنن، باب ان المطلقة المبتوتة لها السکنی والنفقة ج ۱۱ ص ۱۰۴)

جہاں تک تعلق ہے حضرت فاطمہ بنت قیس کے واقعہ کا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کی حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسامہ بن زید نے رد کر دیا تھا۔ (عمدة القاری ج ۲۰ ص ۳۰۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب وہ حدیث پیش کی گئی تو انہوں نے فرمایا:

"لانترك كتاب الله وسنة نبينا بقول امراة، لاندری حفظت او نسيت لها السكنى والنفقة" (صحیح مسلم (مع تکملہ فتح الملہم) کتاب الطلاق: باب المطلقة البائن لا نفقة لها: ج ۱ ص ۲۱۳) یعنی کتاب اللہ اور اپنے نبی کی سنت کو ہم کسی عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے، معلوم نہیں اس کو بات صحیح یاد بھی رہی ہے یا نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مبتوتہ کے لیے سکنیٰ اور نفقہ دونوں ہیں، کتاب اللہ میں سکنیٰ کا حکم تو صراحتاً موجود ہے، ارشاد ہے "اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ" تاہم حنفیہ نے اس آیت کریمہ سے نفقہ کے وجوب پر بھی چار طریقے سے استدلال کیا ہے:

(۱) سکنیٰ ایک مالی حق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تصریح کے ساتھ شوہر کے ذمہ واجب فرمایا ہے اور یہ حق مبتوتہ اور رجعیہ دونوں کے لیے ثابت ہیں، حق سکنیٰ کا واجب ہونا وجوب نفقہ کا بھی تقاضہ کرتا ہے کیونکہ سکنیٰ ایک مالی حق ہونے کی بناء پر نفقہ ہی کا ایک حصہ ہے تو جب سکنیٰ واجب ہے تو نفقہ بھی واجب ہونا چاہیے۔

(۲) اس آیت کریمہ میں ہے "وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ" یعنی ان مطلقہ عورتوں کو ضرر اور تکلیف نہ دو اور نفقہ نہ دینے میں بھی ضرر اور تکلیف ہے۔

(۳) اس جملے کے آگے کا جملہ ہے "لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ" اور تنگی و تضییق جس طرح سکنیٰ میں ہو سکتی ہے، اسی طرح ترک نفقہ بھی تنگی میں داخل ہے۔

امام جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ سے نفقہ کے وجوب پر مذکورہ تین طریقوں سے استدلال کیا ہے۔

(احکام القرآن للجصاص، سورۃ الطلاق: ج ۳ ص ۵۶۵)

بعض حضرات نے اس آیت کریمہ سے نفقہ کے ثبوت پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ لفظ "اَسْكِنُوْهُنَّ" سے سکنیٰ اور نفقہ دونوں ثابت ہوتے ہیں "سکنیٰ" تو واضح ہے کہ وہ اس لفظ کا منطوق ہے اور نفقہ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ معتدہ، حق زوج کے لیے دورانِ عدت شوہر کے گھر میں محبوس رہتی ہے اور قاعدہ ہے کہ جو شخص جس کے لیے محبوس رہتا ہے، اس کا نفقہ اسی کے ذمہ لازم ہوا کرتا ہے، جیسے قاضی عامۃ المسلمین کے لیے محبوس ہوتا ہے تو اس کا نفقہ اور وظیفہ عامۃ المسلمین کے بیت المال سے ادا کیا جاتا ہے، اس قاعدہ کے پیش نظر معتدہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہونا چاہیے۔

حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم میں "اَسْكِنُوْهُنَّ" سے صراحتاً سکنیٰ کا وجوب ثابت ہوا تو مذکورہ قاعدہ جس سے نفقہ از خود واجب ہو گیا، اس طرح گویا کتاب اللہ سے نفقہ اور سکنیٰ دونوں کا ثبوت ہو گیا۔ (احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۵۶۵)

Marfat.com

(۴) پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ''فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ'' کا اضافہ ہے، ان کی قراءت ہے ''اَسْکِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ وَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ مِنْ وُّجْدِکُمْ'' (روح المعانی ج ۲۸ ص ۱۳۹ سورۃ الطلاق) اس قراءت میں سکنیٰ کے حکم کی طرح نفقہ کا حکم بھی صراحت کے ساتھ ہے، ممکن ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی یہی قراءت ہو، تب ہی تو انہوں نے ''لا ندع کتاب ربنا'' کہا کہ ہمارے رب کی کتاب میں نفقہ اور سکنیٰ دونوں کا ذکر ہے۔

اب رہا ''وسنة نبینا'' کہ سنت سے نفقہ کا ثبوت کیسے ہوسکتا ہے، وہ اس طرح ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح معانی الآثار میں یہی روایت حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس کے آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ''سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لها السکنی والنفقة'' (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵) اس مرفوع حدیث میں صراحت کے ساتھ مبتوتہ کے لیے سکنیٰ اور نفقہ دونوں کے وجوب کا ذکر ہے۔

ابراہیم نخعی کی مراسیل حجت ہیں

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت پر اشکال کیا گیا کہ یہ منقطع ہے، کیونکہ ابراہیم نخعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ابراہیم نخعی کی یہ روایت زیادہ سے زیادہ مرسل کہلائے گی اور ابراہیم نخعی کی مراسیل کو حضرات محدثین نے معتبر اور صحیح قرار دیا ہے۔

امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ''مراسیل ابراھیم احب الی من مراسیل الشعبی''۔

(تہذیب الکمال: ج ۲ ص ۲۳۸، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۷۷، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۲۲)

اور شعبی کی مراسیل کے متعلق عجلی فرماتے ہیں: ''ومرسل الشعبی صحیح'' (خلاصۃ الخزرجی: ۱۸۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے شعبی کی مراسیل بالاتفاق صحیح ہیں، انہوں نے خود اپنا معمول اور اصول بیان کیا ہے کہ جب کوئی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مجھے ایک استاد سے ملتی ہے تو میں اس استاذ کا نام لے کر اس روایت کو بیان کرتا ہوں اور جب کئی اساتذہ سے پہنچی ہوتی ہے تو میں ان اساتذہ کے نام نہیں لیتا بلکہ براہ راست اس کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل بیان کرتا ہوں۔ (کتاب العلل للترمذی ج ۲ ص ۲۴۷، فی آخر سننہ) اس لیے حافظ ابن رجب نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابراہیم نخعی کی مراسیل ان کی اسانید سے زیادہ قوی اور صحیح ہوتی ہیں۔ (تعلیقات تہذیب الکمال ج ۲ ص ۲۳۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ان کی تمام مراسیل درست ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر نے ''التمہید'' میں اس بات کی تصریح کی ہے۔ (التمہید لابن عبدالبر باب بیان التدلیس ومن یقبل نقلہ ویقبل مرزج ۱ ص ۳۷، ۳۸) اور مذکورہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے۔

اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت ابراہیم نخعی کی یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے حجت نہیں تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ ''لا ندع کتابنا وسنة نبینا'' کی صحت میں تو بہر حال کسی کو شک نہیں اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ کسی صحابی کا ''السنة کذا'' کہنا حدیث مرفوع کے درجے میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۱۱)

Marfat.com

بیہقی نے اس پر اشکال کیا ہے کہ "سنة نبینا" کے الفاظ ابو احمد زبیری کا تفرد ہے کیونکہ ابو احمد کے شیخ عمار بن زریق سے یحییٰ بن آدم نے بھی یہ روایت نقل کی ہے لیکن انہوں نے "وسنة نبینا" کے الفاظ نہیں کہے اور یحییٰ بن آدم زبیری سے احفظ ہیں۔

لیکن ماردینی نے اس کا جواب دیا کہ یحییٰ اور زبیری کی روایت میں تعارض نہیں، کیونکہ زبیری نے یحییٰ کی مخالفت نہیں کی بلکہ ایک اضافہ کیا ہے جس سے یحییٰ کی روایت خالی ہے اور زبیری ثقہ ہیں، ثقہ کی زیادتی اور اضافہ قبول کیا جاتا ہے، پھر زبیری اس اضافہ میں منفرد بھی نہیں ہیں بلکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس کے شواہد اور متابعات بھی ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۴۷)

حضرت فاطمہ بنت قیس کے واقعہ کا جواب

جہاں تک تعلق ہے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے واقع کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں سکنیٰ اور نفقہ ان کی مخصوص حالت کی وجہ سے نہیں دیا گیا، سکنیٰ ایک تو اس وجہ سے نہیں دیا گیا کہ ان کے شوہر کا گھر ویرانے میں تھا اور وہاں ان کا عدت گزارنا مناسب نہیں تھا، دوسرے وہ زبان کی قدرے تیز تھیں، جس کی وجہ سے سسرال والوں سے نہیں بنتی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی آیت "وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ" پر عمل کرتے ہوئے انہیں دوسری جگہ منتقل کر دیا، آیت کریمہ میں "فاحشہ" کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بدگوئی اور زبان درازی منقول ہے۔

(مصنف عبدالرزاق، کتاب الانکاح، باب الاان یاتین بفاحشة مبینة، ج ۶ ص ۳۲۳، رقم الحدیث: ۱۱۰۲۲)

باقی رہا نفقہ تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ جب انہیں سکنیٰ نہیں دیا گیا تو نفقہ کی بھی وہ مستحق نہیں رہیں، کیونکہ نفقہ تو احتباس کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، جب احتباس نہ رہا تو نفقہ بھی نہ رہا۔

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کے شوہر نے اپنے وکیل کے ذریعہ بطور نفقہ ان کے لیے کچھ کھجوریں اور جو بھیجے تھے لیکن انہوں نے وہ اپنے حق سے کم سمجھ کر واپس کر دیے تھے تو ممکن ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "لانفقة لك" میں زائد نفقہ کی نفی ہے جس کا وہ مطالبہ کر رہی تھی، مطلقاً نفقہ کی نفی نہیں۔ (احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۵۶۸)

باقی "وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ" کے مفہوم مخالف سے حضرات شوافع نے جو استدلال کیا ہے، اس کا جواب حضرات حنفیہ کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ مفہوم مخالف ہمارے نزدیک نصوص میں حجت نہیں اور "اُولَاتِ حَمْلٍ" کی یہ قید، قید احترازی نہیں بلکہ حاملہ عورتوں کو بطور خاص اس لیے ذکر فرمایا کہ بسا اوقات مدت حمل طویل ہو جاتی ہے، اس لیے متنبہ فرمایا کہ اگر بالفرض مدت حمل طویل ہو جائے تو بھی وضع حمل تک نان نفقہ سابقہ شوہر کے ذمہ ہوگا۔

دلیل یہ ہے کہ مذکورہ آیت مطلقہ رجعیہ اور مبتوتہ دونوں کو شامل ہے اور مطلقہ رجعیہ پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ غیر حاملہ ہو تو بھی اس کو نفقہ ملے گا، جس سے معلوم ہوا کہ مطلقہ رجعیہ کے حق میں "وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ" کے مفہوم مخالف کا اعتبار کوئی بھی نہیں کرتا، لہٰذا مبتوتہ کے حق میں بھی اس کا اعتبار نہیں ہونا چاہیے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۵۶۵)

۵۳۲۱، ۵۳۲۲: یحییٰ بن سعید یہ روایت قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار دونوں سے نقل کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات کو انہوں نے یہ تذکرہ کرتے ہوئے سنا کہ یحییٰ بن سعید بن العاص نے عبدالرحمٰن بن الحکم کی بیٹی (جس کا نام عمرہ تھا) کو طلاق دی (یہ مشہور گورنر مروان بن الحکم کی بھتیجی تھی) عبدالرحمٰن نے اپنی بیٹی شوہر کے گھر سے منتقل کر دی، اس پر ام المومنین حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا نے مدینہ کے امیر اورلڑکی کے چچا، مروان بن الحکم کے پاس کہلا بھیجا کہ اللہ سے ڈریں اور لڑکی کو شوہر کے گھر لوٹا دیں (تا کہ وہ وہاں عدت گزارے) مروان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کا کیا جواب دیا؟ یہ روایت قاسم اور سلیمان دو حضرات سے ہے اور ان دونوں کی روایت میں مروان کا جواب مختلف ہے:

سلیمان بن یسار کی روایت میں ہے کہ مروان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس سلسلہ میں مجھ پر (میرے بھائی) عبد الرحمن غالب آ گئے اور (انہوں نے اپنی بیٹی شوہر کے گھر سے منتقل کردی) اور قاسم کی روایت میں ہے کہ مروان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کیا آپ کو فاطمہ بنت قیس کا واقعہ نہیں معلوم؟ (کہ وہ شوہر کے گھر سے منتقل ہوگئی تھی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''تمہارا کوئی حرج نہیں ہوگا اگر تم فاطمہ کی حدیث ذکر نہ کرو'' (مطلب یہ ہے کہ وہ واقعہ آپ کے لیے حجت نہیں کیونکہ فاطمہ زبان دراز تھی اور ان کا ہر وقت سسرال سے جھگڑا رہتا تھا، انہیں ان کی مخصوص حالت کی وجہ سے الگ کیا تھا، اس لیے وہ واقعہ آپ کے لیے حجت نہیں) مروان بن الحکم نے کہا: ''ان کان بك شر فحسبك مابين هذا لشر'' (فتح الباری ج ۹ ص ۵۹۸) اس میں ''بک'' ''عند'' کے معنی میں ہے یعنی اگر آپ کے نزدیک وہاں شر تھا تو ان دونوں کے درمیان بھی شر ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ وہاں ان کا نباہ نہیں ہوسکتا تھا، شوہر کے گھر میں وہ شر اور نزاع کی وجہ سے نہیں رہ سکتی تھی، اس لیے انہیں منتقل کیا گیا تھا، تو یہاں بھی میاں بیوی کے درمیان شدید اختلاف اور نزاع ہے جس کی وجہ سے عبد الرحمن کی بیٹی کو یحییٰ بن سعید کے گھر سے منتقل کیا گیا ہے، وہاں خروج اور انتقال کا سبب اگر نزاع اور شر تھا تو وہ سبب یہاں بھی ہے۔

۵۳۲۳، ۵۳۲۴: باب کی دوسری روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''فاطمہ کو کیا ہو گیا ہے، کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتی کہ کہتی ہے: مطلقہ کو نہ نفقہ ملے گا اور نہ سکنیٰ''۔

۵۳۲۵، ۵۳۲۶: تیسری روایت میں ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ''کیا آپ نے حکم کی فلاں پوتی کو نہیں دیکھا کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق بائنہ دے دی ہے اور وہ گھر سے نکل گئی ہے''، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''اس نے برا کیا''، عروہ نے کہا: ''کیا آپ نے فاطمہ کا قول نہیں سنا کہ (لا سکنی ولا نفقة)، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس حدیث کو بیان کرنے میں فاطمہ کے لیے کوئی بھلائی نہیں''۔

عبد الرحمن بن ابی زناد کی روایت میں اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہ کو سخت سست کہا اور بہت معیوب سمجھا اور کہا کہ فاطمہ ایک ویران مکان میں رہتی تھی جس کے اطراف میں ہمیشہ ڈر لگا رہتا تھا، اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رخصت دے دی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ایک مخصوص واقعہ ہے اور ایک خاص سبب کی وجہ سے اسے شوہر کے گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی تھی، اس کو عام قانون قرار دے کر استدلال میں پیش کرنا درست نہیں۔

وزاد ابن ابی الزناد عن هشام عن ابيه...

امام ابو داؤد نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے، مکان وحش (واؤ فتحہ کے ساتھ) بمعنی ویران، ابن حزم نے اعتراض کیا ہے کہ عبد الرحمن بن ابی زناد انتہائی ضعیف راوی ہیں اور ان کی یہ روایت باطل ہے لیکن ان کی یہ بات درست نہیں، بے شک ابوالزناد پر

Marfat.com

بعض ائمہ نے جرح کی ہے لیکن وہ متروک الحدیث نہیں بلکہ یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''انہ ثبت الناس فی ھشام بن عروہ'' (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۰) اور ان کی یہ روایت ہشام ہی سے ہے ''فللہ در البخاری ما اکثر استحضارہ واحسن تصرفہ فی الحدیث والفقہ''۔ (فتح الباری ج۹ ص ۶۰۰، طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۲۴)

۴۲۔ بَابُ: الْمُطَلَّقَةِ إِذَا خُشِيَ عَلَيْهَا فِي مَسْكَنِ زَوْجِهَا أَنْ يُقْتَحَمَ عَلَيْهَا أَوْ تَبْذُوَ عَلَى أَهْلِهَا بِفَاحِشَةٍ

جب مطلقہ عورت کے متعلق یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ اپنے خاوند کے گھر میں رہے گی تو اس کے گھر میں کوئی اجنبی داخل ہو جائے گا یا وہ عورت اپنے خاوند کے گھر والوں سے بے حیائی اور بدزبانی سے گفتگو کرے گی (تو اس وقت وہ خاوند کے گھر کے علاوہ کہیں اور عدت گزارے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے)

مطلقہ بائنہ کی صورت میں اپنے خاوند کے گھر سے باہر عدت گزار سکتی ہے

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس مطلقہ عورت کے حکم کے بیان میں ہے کہ جب وہ اپنے خاوند کے گھر میں عدت گزارے تو اس کو یہ خطرہ ہو کہ کوئی اجنبی مرد اس کے گھر میں اچانک داخل ہو جائے گا، جس سے اس کی ناموس کو خطرہ ہوگا، یا وہ عورت بدکلام اور بدزبان ہو اور وہ اپنے شوہر کے گھر والوں کے ساتھ بدکلامی اور بے حیائی کے ساتھ پیش آتی ہو۔

سو یہ باب دو چیزوں پر مشتمل ہے:

(۱) اس کا خطرہ ہو کہ اس کے خاوند کے گھر میں اچانک کوئی اجنبی آ جائے گا۔

(۲) وہ عورت بدزبان ہو، ان دونوں عنوانوں کے درمیان جو علتِ جامعہ ہے اور سبب مشترک ہے، وہ ہے مصلحت کی رعایت اور شدید ضرورت کے وقت ایسی چیز سے احتراز کرنا جو مصلحت کے خلاف ہو، اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرتِ فاطمہ بنت قیس سے فرمایا: کہ تم کو تمہارے گھر سے تمہاری بدزبانی نے نکالا ہے، امام بخاری نے ان دونوں عنوانوں کا جواب ذکر نہیں کیا، جیسا کہ امام بخاری کی عادت ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں مطلقہ بائنہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر کو چھوڑ کر کسی اور گھر کے اندر منتقل ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۴۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۲۷، ۵۳۲۸۔ حَدَّثَنِي حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَنْكَرَتْ ذٰلِكَ عَلَى فَاطِمَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی: انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے حضرت فاطمہ

Marfat.com

بنت قیس کے قول پر انکار کیا۔

(صحیح البخاری: ۵۳۲۲، صحیح مسلم: ۱۴۸۱، سنن ابوداؤد: ۲۲۹۵، موطا امام مالک: ۱۲۳۰)

حدیث مذکور کی تخریج

امام بخاری نے اس حدیث کی مختصراً از حبان بن موسیٰ المروزی از عبداللہ بن المبارک المروزی از عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج از محمد بن مسلم بن شہاب از زہری از عروہ بن الزبیر روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے اس قول پر انکار کیا کہ مطلقہ بائنہ کے لیے رہائش نہیں ہے، پس امام بخاری نے اس حدیث کی از ابن جریج از ابن شہاب مختصراً روایت کی ہے۔

اور امام مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ نے اس حدیث کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب روایت کی ہے کہ ان کو ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف نے خبر دی کہ حضرت فاطمہ بنت قیس نے ان کو خبر دی کہ وہ حضرت ابوعمرو بن حفص بن المغیرہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، تو انہوں نے ان کو تین طلاقیں دے دیں، پس انہوں نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور یہ سوال کیا کہ وہ اپنے خاوند کے گھر سے کسی اور کے گھر منتقل ہو کر وہاں عدت گزارے، تو آپ نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ ابن ام مکتوم کے گھر میں منتقل ہو جائیں جو کہ نابینا صحابی ہیں، پس مروان بن الحکم نے اس کا انکار کیا کہ مطلقہ اپنے خاوند کے گھر سے نکل سکتی ہے اور عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی اس حدیث پر انکار کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۴۴-۴۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

فاحشہ مبینہ کی متعدد تفاسیر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ صحیح البخاری: ۵۳۲۷، کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابوالزناد کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا اپنے گھر سے نکلنا اور اس میں عدت نہ گزارنا اس وجہ سے تھا کہ ان کا گھر ایسی جگہ میں تھا جس میں وحشت تھی تو ان کو وہاں رہنے سے خوف دامن گیر ہوا۔

اور امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان کے اندر حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی فحش گفتاری کا سبب نہیں بیان کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے کہا: تم کو اس گھر سے تمہاری زبان نے نکالا ہے، اس حدیث کا ذکر اسماعیل نے کیا از محمد بن اسحاق از محمد بن ابراہیم از حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

اور اس حدیث کی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے بھی مروی ہے، انہوں نے کہا: ''الفاحشة المبينه'' سے مراد ہے شوہر کی نافرمانی اور بدخلقی اور ان پر زبان دراز کرنا، پس اگر مطلقہ عورت اپنے خاوند کے گھر والوں کے ساتھ زبان درازی کرے اور فحش گفتاری کرے تو ان کے لیے جائز ہے کہ اس کو اپنے گھر سے نکال دیں۔

اور عکرمہ البربری متوفی ۱۰۵ھ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس، حضرت ابی بن کعب کی قراءت میں ''اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ'' (الطلاق: ۱) کو اس طرح پڑھتے تھے ''الا ان تفحش عليكم''، یعنی وہ عورتیں گھر سے نہ نکلیں نہ ان کو نکالا

جائے، بجز اس صورت میں کہ وہ تم سے فحش کلام کریں اور زبان درازی کریں۔

اور الحارث بن ابی سلمہ نے از یزید بن ہارون از عمر بن میمون بن مہران از والد خود از سعید بن المسیب روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا اپنے دیوروں کے ساتھ زبان درازی کرتی تھیں اور اپنی زبان سے ان کو ایذاء پہنچاتی تھیں۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ مطلقہ عورتوں کا گھر سے نکلنا فاحشہ ہے یعنی بے حیائی کا سبب ہے، اور یہی عامر بن شراحیل الشعبی متوفی ۱۰۳ھ کا قول ہے جس کو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (الطلاق:۱) سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

انہوں نے کہا: اس آیت میں ''فاحشہ مبینہ'' سے مراد زنا ہے، انہوں نے کہا کہ جب کوئی مطلقہ عورت زنا کرے تو اسے گھر سے نکال دیا جائے گا اور اس پر حد جاری کی جائے گی اور یہی زید بن اسلم کا قول ہے۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: ان میں سے ہر ایک نے اپنے صاحب کے مذہب کے خلاف کہا، سوائے اس کے کہ جب ''فاحشہ مبینہ'' کا لفظ کہا جائے تو وہ اس کی دلیل ہے کہ بعض چیزیں دوسری بعض چیزوں سے زیادہ واضح ہوتی ہیں اور رہا زنا وغیرہ تو وہ حدود میں سے ہے، کیونکہ یہ حد ہے جو محدود ہے اور جب انسان اس حد پر پہنچ جائے تو وہ زانی ہوگا، اس کے علاوہ اگر کوئی اور جرم ہو تو یہ وہ شر ہے جو مرد اور عورت کے درمیان واقع ہوتا ہے، اور اس میں کوئی شر دوسرے شر سے زیادہ ہوتا ہے اور ہم کو اس میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر وہ ایسا شر ہو کہ شوہر اور بیوی کے درمیان اس کی اصلاح کی امید نہ ہو تو عورت شوہر کے گھر سے کسی دوسرے کے گھر کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ رہا زنا تو اس میں اجتہاد اور رائے کا دخل نہیں ہے۔

اور جنہوں نے کہا کہ مطلقہ عورت کا گھر سے نکلنا فاحشہ ہے تو یہ کلام عرب میں جائز ہے، سوا اس کے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ مطلقہ عورت کا گھر سے نکلنا فاحشہ کے علاوہ کسی اور سبب سے بھی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی قول کو واجب کرے اور اس کا یہ زعم ہو کہ یہی قول صحیح ہے اور دوسرا قول صحیح نہیں ہے۔ اور وہ جو حضرت ابی بن کعب کی قراءت ہے جس میں ''اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ'' کی جگہ ''الا ان تفحش علیکم''، یعنی سوائے اس صورت کے کہ تم سے بدکلامی کریں تو یہ حجت قویہ ہے۔

اور وہ جو امام بخاری نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کا گھر ایسی جگہ میں تھا جہاں پر وحشت تھی، تنہائی تھی تو ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کوئی ان کی عصمت اور آبرو پر ڈاکہ ڈالے گا تو یہ امام مالک کے اس قول کے مشابہ ہے کہ جو دیہاتی عورت عدت گزار رہی ہو وہ اپنے خاوند کے ساتھ جہاں چاہے عدت گزارے۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا: اگر یہ روایت صحیح ہو کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کو ان کی بدکلامی یا بدخلقی کی وجہ سے گھر سے نکال دیا گیا تو اس میں یہ دلیل ہے کہ جو مرد فحش گفتار ہو اور بدکلامی کرتا ہو اور اپنے پڑوسیوں کو ایذاء دیتا ہو تو اس کے گھر کو فروخت کر دیا جائے گا اور اس کی رہائش کو وہاں سے ساقط کر دیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۰۱-۴۰۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اوراس حدیث کی مؤید دیگر روایات

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کے بعض طرق میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کا گھر ایک مکانِ وحش میں تھا، الوحش اس جگہ کو کہتے ہیں جو ویران ہو، جہاں پر کوئی رہنے والا نہ ہو، اوراس حدیث میں تبذو کا لفظ ہے، یہ لفظ البذاءت سے ماخوذ ہے، علامہ ابن التین شارح بخاری نے کہا ہے: جو شخص بدزبان اور بدخُلق ہو اس کو بذی ء اللسان کہا جاتا ہے، اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی زبان میں ایذاء رسانی تھی۔

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا متوفی ۵۷ھ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم کو اس گھر سے تمہاری زبان نے نکالا ہے، اوراس کا ذکر اسماعیل نے از ابن اسحاق از محمد بن ابراہیم از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کیا ہے۔
(المحلی لابن حزم ظاہری ج ۱۰ ص ۲۹۳)

اوراس کی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا: الفاحشة المبينه، شوہر کی نافرمانی اور بدخلقی ہے اور یہ کہ عورت شوہر کے گھر والوں کے خلاف زبان درازی کرے، پس جب عورت اس طرح کی زبان درازی کرے تو اس کے گھر والوں کے لیے اس کو اپنے گھر سے نکالنا جائز ہے۔

اس حدیث کی روایت امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے اپنی تفسیر میں کی ہے۔
(تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۹۰۴، رقم الحدیث: ۵۰۴۰)

اور حارث بن ابی امہ نے از یزید بن ہارون، از عمرو بن میمون بن مہران از والد خود از سعید بن مسیب روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا اپنے دیوروں کے خلاف زبان درازی کرتی تھیں اوران کو اپنی زبان سے ایذاء پہنچاتی تھیں۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اس حدیث کی روایت کی ہے (سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۳۳ نشر السنہ ملتان)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ عورتوں کا اپنے گھر سے نکلنا فاحشہ ہے، اوراس سے پہلے گزر چکا ہے کہ یہ عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ کا قول ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۹۵، رقم الحدیث: ۱۹۲۰۰)
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۵۳۴-۵۳۵، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: علامہ ابن ملقن نے اس شرح کے بعد جو عبارت ذکر کی ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو علامہ ابن بطال مالکی کی شرح میں درج ہے، جس کو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی اوراس حدیث کی مؤید دیگر روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے یہ لفظ ذکر کیا ہے ''ان یقتحم علیك''۔
یقتحم، اقتحام سے ماخوذ ہے اور اقتحام کے معنی ہیں کسی شخص کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہو جانا اور امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں ''تبذو'' کا لفظ استعمال کیا ہے اور بذاء کا معنی القول الفاحش یعنی فحش گفتاری یا بدکلامی ہے۔

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ نے اس حدیث کو صالح بن کیسان از ابن شہاب روایت کیا ہے، کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے ان کو خبر دی کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے شوہر کے گھر کو چھوڑ کر کسی اور کے گھر میں عدت کے ایام گزاریں، تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ابن ام مکتوم جو نابینا صحابی ہیں ان کے گھر میں منتقل ہو جائیں، سو مروان نے اس روایت کا انکار کیا اور کہا کہ مطلقہ بائنہ کا اپنے گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے اور عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی اس روایت کا انکار کیا تھا۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۸۱، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۳۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مطلقہ عورت کی اقسام اور ان کے احکام

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

مطلقہ کی دو قسمیں ہیں، ایک مطلقہ رجعی ہے اور دوسری مطلقہ بائن ہے۔ پس جو مطلقہ رجعی ہے اس کے لیے نفقہ بھی ہوتا ہے اور کسوہ بھی ہوتا ہے یعنی عدت کے دوران اس کا خرچ بھی دیا جائے گا اور اس کا لباس بھی دیا جائے گا اور اس کو رہائش بھی ہر حال میں دی جائے گی، کیونکہ مطلقہ رجعی جو ہے وہ بیویوں کے حکم میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَ لَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (البقرہ: ۲۲۸)

اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقد ثانی) سے روکے رکھیں، اور اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں (بچہ دانیوں) میں پیدا کیا ہے اور ان (طلاق رجعی پانے والیوں) کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں بشرطیکہ ان کا ارادہ حسن سلوک کے ساتھ رہنے کا ہو۔ اور عورتوں کے لیے بھی دستور کے مطابق مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جس طرح مردوں کے ان پر ہیں اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے اور اللہ بہت غالب، بڑی حکمت والا ہے O

طلاق کا لغوی و اصطلاحی معنی

میں کہتا ہوں: عورت کی طلاق کے دو معنی ہیں:

(۱) نکاح کی گرہ کو کھول دینا (۲) ترک کر دینا، چھوڑ دینا (تاج العروس ج ۶ ص ۴۲۵)

فقہی اصطلاح میں الفاظ مخصوصہ کے ساتھ فی الفور یا از روئے مآل نکاح کی قید کو اٹھا دینا طلاق ہے، الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادہ طلاق پر صراحۃً یا کنایۃً مشتمل ہوں، اس میں خلع بھی شامل ہے۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۵)۔ (سعیدی غفرلہٗ)

شیخ عثیمین نے لکھا ہے کہ:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زوجِ مطلق کو شوہر فرمایا ہے، اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ طلاقِ رجعی کے بعد بھی

Marfat.com

زوجیت کے احکام باقی رہتے ہیں۔

رہی طلاق بائن جو فسخ نکاح کی وجہ سے ہو، یا طلاق کی وجہ سے ہو یا شوہر فوت ہو گیا ہو تو ایسی عورت کے لئے نہ عدت کے دوران کا خرچہ ہوگا، نہ لباس ہوگا، نہ رہائش ہوگی، سوائے اس کے کہ وہ عورت حاملہ ہو اور اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ مطلقہ بائنہ کی دو قسمیں ہیں (۱) حامل (۲) حائل

رہی حاملہ تو اس کے لیے نفقہ ہے اور رہی حائلہ تو اس کے لئے کچھ بھی نہیں۔

سوال: کیا مطلقہ پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں رہے؟

جواب: نہیں! اس کے برخلاف جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو، کیونکہ مطلقہ رجعیہ کے متعلق صحیح یہ ہے کہ اس کے لیے گھر میں رہنا ضروری نہیں ہے، اس معنی پر کہ وہ گھر سے باہر نہیں جائے گی، جیسا کہ اس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو وہ گھر سے باہر نہیں جاتی۔ رہا گھر میں رہائش کا معاملہ تو وہ گھر میں رہائش رکھے گی، لیکن اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کے لئے، یا اپنی سہیلیوں کے لئے یا اپنے اور رشتہ داروں سے ملنے کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہے۔

سوال: جو بائن حائل ہو تو کیا اس کو بھی متعہ دیا جائے گا (چند کپڑے)؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ جو عورت دخول سے پہلے مطلقہ ہو اور اس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو اس کو المتعہ یعنی چند کپڑے دینا واجب ہے اور جب اس کا مہر مقرر کیا گیا ہو تو پھر اس کو نصف مہر دینا کافی ہے اور جس عورت کے ساتھ دخول ہو چکا ہو، اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ کیا اس کے لئے بھی المتعہ واجب ہے یا نہیں؟

پس بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ یہ وجوب مطلقاً ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ اور مطلقہ عورتوں کے لیے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا پرہیز گاروں پر لازم ہے ○ (البقرہ: ۲۴۱)

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم بہ طور استحباب ہے اور قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم بہ طور وجوب ہے۔

سوال: جب کسی عورت کو طلاقِ رجعی دی گئی تو کیا وہ اپنے گھر والوں کے پاس جا سکتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: یہ خطا ہے، اور طلباءِ علم پر واجب ہے کہ وہ اس چیز کو لوگوں کے سامنے بیان کریں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۹۱-۹۲، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۲۸، ۵۳۲۷ کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عروہ بن زبیر نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا آپ نے فلانہ بنت الحکم کو نہیں دیکھا کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاقیں دیں تو وہ گھر سے باہر چلی گئی، ام المومنین نے فرمایا: اس نے برا کیا ہے، عروہ نے کہا: یا ام المومنین! آپ نے فاطمہ بنت قیس کا کلام نہیں سنا؟ مائی صاحبہ نے فرمایا: اس حدیث کے ذکر کرنے میں فاطمہ کی خیریت نہیں ہے۔ ابن ابی زناد نے ہشام سے، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے سخت معیوب جانا اور فرمایا کہ فاطمہ وحشت مکان میں تھی، اس کو

Marfat.com

اس کی جانب سے خطرہ لاحق تھا یعنی فاطمہ بنت قیس وحشت ناک مکان میں رہتی تھی جہاں کوئی انیس نہ تھا اور اسے ہر طرف سے خطرہ تھا، اس لئے وہاں سے انتقال کی رخصت دی گئی، اسی لئے ام المومنین فرمایا کرتی تھیں کہ جہاں فاطمہ یہ کہتی ہے کہ مطلقہ ثلاث کے لئے نفقہ سکنیٰ نہیں، وہاں اسے اس کا سبب بھی ظاہر کرنا چاہیے، اور علت بیان کئے بغیر اسے یہ نہیں ذکر کرنا چاہیے تھا، مطلقہ ثلاث کے لئے نفقہ اور سکنیٰ دونوں ہیں، اور فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسترد کر دیا تھا، جب کہ انہوں نے فرمایا: ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ایک عورت کے کہنے پر ترک نہیں کر سکتے۔ ہمیں معلوم نہیں وہ اس بات میں سچی ہے یا جھوٹی ہے، اس کو یاد رہا ہے یا بھول گئی ہے، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے مطلقہ ثلاث کے لئے عدت میں نفقہ اور سکنیٰ ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم! (تفہیم البخاری ج ۸ ص ۴۰۰-۳۹۹، جدہ پرنٹرز لاہور، بار اول)

صحیح البخاری: ۵۳۲۸، ۵۳۲۷، کی شرح از شیوخ دیوبند

شیخ سلیم اللہ خاں دیوبندی، مہتمم جامعہ فاروقیہ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ماقبل باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا تھا کہ معتدہ بائنہ کے لیے سکنیٰ ہوگا، اب یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی عذر پیش آجائے جس کی وجہ سے وہ شوہر کے گھر سے دورانِ عدت منتقل ہونا چاہے تو وہ منتقل ہو سکتی ہے۔

عذر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکان ایسی جگہ واقع ہے کہ وہاں کسی اجنبی آدمی یا طلاق دینے والے سابقہ شوہر کے گھس آنے کا خطرہ ہو جو عورت کے لیے ضرر کا باعث بن سکتا ہے اور عذر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عورت زبان دراز ہے شوہر اور اس کے رشتہ داروں کے ساتھ ہر وقت لڑتی جھگڑتی ہے اور اس نے جینا دوبھر کر دیا ہے۔

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ دونوں باتیں نقل کی گئی ہیں کہ ان کا گھر ویران جگہ میں تھا، جہاں کسی آدمی کے آنے کا خطرہ تھا، امام ابوداؤد نے اس کا ذکر موصولاً اور امام بخاری نے تعلیقاً کیا ہے جیسا کہ پہلے باب میں گزر چکا اور حضرت سعید بن المسیب سے امام نسائی کی روایت میں دوسری بات کا بھی ذکر ہے، اس میں حضرت فاطمہ بنت قیس کے متعلق ہے ''انها كانت لسنة'' یعنی وہ زبان دراز تھیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۹۸)

ترجمۃ الباب میں ہے ''المطلقة اذا خشي عليها'' ''خُشِیَ'' مجہول کا صیغہ ہے اور اس کا نائب فاعل ''ان يقتحم عليها'' ہے یعنی جب اس پر کسی کے گھس آنے کا خوف ہو، اقتحام کے معنی ہیں ''الهجوم على الشخص بغير اذن: بغیر اجازت کے کسی پر داخل ہونا، تبذو: بذاء سے ہے جس کے معنی بدگوئی اور زبان درازی کے آتے ہیں، بعض نسخوں میں ''على اهله'' ہے ای على اهل المطلق اس صورت میں ''اهله'' کی ضمیر طلاق دینے والے کی طرف راجع ہوگی۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۱، ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۰۰)

''اذا خُشِیَ عليها اوتبذو على اهلها'' شرط ہے، جزاء محذوف ہے، تقدیر ہوگی ''تنتقل الى مسكن غير مسكن الطلاق'' (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۰۰) یعنی وہ کہیں اور منتقل ہو سکتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کے تحت حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ''ان عائشة انكرت ذالك على فاطمه'' یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ بنت قیس پر اس کے قول کے متعلق نکیر کی ''ذالك'' کا مشار الیہ فاطمہ بنت قیس کا قول ''لانفقة ولا سكنى'' ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۰۱)

Marfat.com

حضرت عُروہ کی یہ حدیث پہلے باب کے آخر میں ذرا تفصیل سے گزر چکی ہے، اس کے آخر میں ہے''ان فاطمة کانت فی مکان وحش فخیف علی ناحیھا فلذالك ارخص لھا النبی ﷺ'' اور نسائی کی روایت بھی گزر چکی ہے جس میں ''انھا کانت لَسِنة'' کے الفاظ ہیں، امام بخاری نے ان روایات کے مجموعے سے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے اور نسائی والی روایت چونکہ امام بخاری کی شرط پر نہ تھی اس لیے اس کو باب میں ذکر نہیں کیا۔

مطلب یہ ہے کہ امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں معتدہ کے جواز خروج کے لیے دو علتیں بیان کی ہیں، ایک الخوف علیھا یعنی اس پر کسی کے گھس آنے کا خدشہ ہو تو نکل سکتی ہے، دوم الخوف منھا، یعنی اس کی زبان درازی سے خوف ہو تو بھی نکل سکتی ہے لیکن روایت میں صرف پہلی علت کا ذکر ہے، دوسری علت کا ذکر نہیں، روایت باب میں اگرچہ پہلی علت کا ذکر بھی نہیں کیونکہ وہ یہاں بہت مختصر ہے البتہ اس سے ماقبل والے باب کے آخر میں مذکورہ علت کا ذکر اسی روایت میں ہے۔

اور دوسری علت آپ قیاس سے ثابت کر سکتے ہیں کہ جب اس پر کسی کے گھس آنے کا خوف طلاق دینے والے شوہر کے گھر سے نکلنے کا سبب بن سکتا ہے تو اس کی زبان درازی سے خوف بھی خروج کے جواز کا سبب بننا چاہیے، اور بعض روایات میں اس دوسری علت کی تصریح بھی ہے لیکن وہ روایات امام بخاری کی شرط پر نہیں، اس لیے انہیں ذکر نہیں کیا۔

معتدہ مطلقہ کے گھر سے نکلنے کا حکم

معتدہ مطلقہ کے گھر سے نکلنے کے بارے میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے:

(۱) امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مطلقہ عورت دن کے وقت ضرورت کی بناء پر دوران عدت گھر سے باہر نکل سکتی ہے

(۲) حضراتِ حنفیہ کے نزدیک معتدہ مطلقہ گھر سے باہر نہیں نکل سکتی۔

(الابواب والتراجم، ج ۱۲ ص ۸۳، وتکملۃ فتح الملہم کتاب الطلاق وباب جواز خروج البائن)

ائمہ ثلاثہ کا استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے جس کو امام مسلم اور امام ابوداؤد نے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق ہوگئی تو انہوں نے (دورانِ عدت) میں چاہا کہ اپنے باغ کا پھل کاٹ لیں، انہیں ایک شخص نے گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا، تو وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نکل کر اپنے باغ کا پھل کاٹ سکتی ہو، بہت ممکن ہے کہ تم اسے صدقہ کرو یا دوسری بھلائی میں خرچ کرو۔

ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ مطلقہ عورت دوران عدت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، جیسا کہ اس روایت میں ہے۔ حضرات حنفیہ قرآن کریم کی آیت سے استدلال کرتے ہیں، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

''وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ'' یعنی وہ مطلقہ عورتیں گھر سے نہیں نکل سکتیں مگر یہ کہ وہ کسی واضح برائی کا ارتکاب کرلیں۔ اس آیت کریمہ کے عموم سے استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ اس میں تمام مطلقات کو صراحتاً عدت ختم ہونے تک گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا معتدہ مطلقہ گھر سے باہر نہیں نکل سکتی۔

باقی رہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص یا تقیید جائز

Marfat.com

نہیں، اوراس حدیث کی یہ تاویل بھی کر سکتے ہیں کہ وہ احکامِ عدت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہو۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اپنا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے، ان سے پوچھا گیا کہ معتدہ مطلقہ اور معتدہ وفات دوران عدت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، تو انہوں نے فرمایا: نہیں نکل سکتیں۔ (شرح معانی الآثار، کتاب الطلاق ۲)

معتدۃ الوفاۃ کے نفقہ اور سکنیٰ کا حکم

یہ ساری تفصیل معتدہ مطلقہ کے متعلق تھی، جہاں تک تعلق ہے معتدۃ الوفات کے نفقہ اور سکنیٰ کا تو اس کی تفصیل کتاب التفسیر میں گزر چکی ہے، معتدۃ الوفات دن کے وقت اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہے، اور احناف کے نزدیک معتدۃ الوفات (بیوہ) کے لیے نہ نفقہ ہے، نہ سکنیٰ ہے۔ حاملہ ہو یا غیر حاملہ چونکہ زوج کے انتقال کے بعد اس کے اموال ورثہ کو منقول ہو گئے، لہٰذا ورثہ کے مال سے نہ نفقہ ادا کیا جائے گا نہ سکنیٰ۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۱۱، اوجز المسالک ج ۱۰ ص ۱۸۵)

علامہ نووی کے مطابق شوافع کے یہاں نفقہ تو واجب نہیں خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ، البتہ سکنیٰ کے لیے نووی فرماتے ہیں: ''والاصح عندنا وجوب السکنی'' (الصحیح لمسلم مع شرحہ الکامل للنووی ج ۱ ص ۴۸۳) گویا دوسری روایت میں ان کے یہاں اس کے لیے سکنیٰ نہیں ہے۔ حنابلہ کے یہاں اگر وہ غیر حاملہ ہے تو نہ نفقہ ہے نہ سکنیٰ اور اگر حاملہ ہو تو دو روایتیں ہیں، ایک روایت میں حاملہ کے لیے بھی نفقہ اور سکنیٰ نہیں، اور دوسری روایت میں حاملہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ ہے، کذا قال الموفق (اوجز المسالک ج ۱۰ ص ۱۸۵)

مالکیہ کے نزدیک متوفی عنہا زوجہا کے لیے نفقہ نہیں، حاملہ ہو یا غیر حاملہ، البتہ سکنیٰ اس صورت میں ہے جب گھر زوج کی ملکیت ہو یا کرایہ کا ہو اور شوہر نے وفات سے قبل کرایہ ادا کر دیا ہو، ورنہ نہیں۔ کذا قال الباجی۔

(اوجز المسالک ج ۱۰ ص ۱۸۵، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۷ ص ۶۵۹)

(کشف الباری عمافی صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، کتاب الطلاق، کتاب النکاح ص ۵۷۱-۵۶۶، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

۴۳۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَ لَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْۤ اَرْحَامِهِنَّ﴾ (البقرہ: ۲۲۸) مِنَ الْحَیْضِ وَالْحَبَلِ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور ان عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں (بچہ دانیوں) میں پیدا کیا ہے، یعنی وہ اپنے حیض کو چھپائیں یا اپنے حمل کو چھپائیں۔

عورتوں کا اپنے رحموں میں مستور حیض اور حمل کے اوپر امین ہونا

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں حیض یا حمل کو جو پیدا کیا ہے وہ اس کو چھپائیں، امام بخاری نے جو اس باب میں ''الحیض والحمل'' لکھا ہے، یہ اس آیت کے ماقبل کی تفسیر ہے، اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور مجاہد بن جبر مخزومی متوفی ۱۰۴ھ اور عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ اور الحکم

Marfat.com

بن عیینہ اور ربیع بن انس اور ضحاک اور متعدد صحابہ اور تابعین کا قول ہے۔

اس حدیث میں ''الحمل'' کا لفظ ہے اور بعض روایات میں ''الحبل'' کا لفظ ہے۔

علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں بچے کو پیدا کیا ہے یا حیض کا خون پیدا کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عورت اپنے خاوند سے الگ ہونے کا ارادہ کرے تو اپنے حیض کو چھپا لیتی ہے، تا کہ وہ طلاق کا انتظار نہ کرے یا وضع حمل کا انتظار نہ کرے یا تا کہ اس کے اوپر بچے کی پیدائش دشوار ہو اور خاوند اس کو چھوڑ دے، یا وہ اپنے حیض کو چھپا لیتی ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں حائضہ تھی اب طاہرہ ہو چکی ہوں، تا کہ اس کو جلدی طلاق مل جائے (علامہ زمخشری کی عبارت ختم ہوئی)۔

اس کے بعد فرمایا: ''فی ارحامھن'' اور امام بخاری نے بیان کیا کہ جو ان کے رحموں میں حیض یا حمل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کا ارادہ کیا ہے اور اس آیت کی قراءت کا ارادہ نہیں کیا۔

اور اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ جب عدت کا معاملہ حیض اور طہر کے درمیان دائر ہو اور اس پر اطلاع غالباً عورتوں کی جہت سے ہوتی ہے تو اس معاملہ میں عورت کو امین بنایا گیا ہے۔ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۲ھ نے کہا ہے کہ عورت کو جس طرح اس کی شرمگاہ پر امینہ بنایا گیا ہے، اسی طرح حیض اور حمل کے معاملہ پر بھی امینہ بنایا گیا ہے۔

اور اسماعیل نے کہا ہے: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو عورت عدت میں ہو وہ بھی اپنے رحم میں حیض اور حمل کے اوپر امینہ ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ مجھے حیض آ گیا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر وہ یہ کہے کہ اس کے ہاں بچہ ہو گیا ہے تب بھی اس کی تصدیق کی جائے گی، سوائے اس صورت کے کہ کسی دلیل سے اس کا جھوٹ ظاہر ہو جائے۔ اسی طرح ہر امین کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے جب تک کہ اس کا جھوٹ کسی دلیل سے ظاہر نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۵۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۲۹۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها قَالَتْ لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَنْفِرَ إِذَا صَفِيَّةُ عَلَى بَابِ خِبَائِهَا كَئِيبَةً فَقَالَ لَهَا عَقْرَى أَوْ حَلْقَى إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا أَكُنْتِ أَفَضْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِي إِذًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف کوچ کا ارادہ فرمایا (ارکانِ حج سے فارغ ہونے کے بعد) تو اس وقت حضرت صفیہ ام المومنین رضی اللہ عنہا خیمہ کے دروازے کے اوپر رنجیدہ صورت میں کھڑی ہوئی تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارا حلق زخمی ہو گیا ہے یا تمہارا سر مونڈ دیا گیا ہے، کیا تم ہم کو روانگی سے روکنے والی ہو، کیا تم نے دس ذوالحج کو قربانی کے دن طواف زیارت کر لیا تھا؟ حضرت صفیہ نے بتایا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: پھر تم ہمارے ساتھ روانہ ہو۔

Marfat.com

(صحیح بخاری: ۲۹۳، ۳۰۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱۲، ۱۵۱۸، ۱۵۵۶، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۶۳۸، ۱۶۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷۶۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۶، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۴۴۰۱، ۵۳۳۸، مسلم: ۱۲۱۱، سنن نسائی: ۲۲۹۰، سنن ابو داؤد: ۱۷۸۲، سنن ابن ماجہ: ۲۹۶۳، مسند احمد: ۲۵۳۱۰)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ عورتیں اپنے رحم میں حیض یا حمل کے متعلق جو دعویٰ کریں، ان کے اس دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے یہ پوچھا کہ کیا تم نے دس ذی الحجہ کو طواف زیارت کر لیا تھا، انہوں نے کہا: جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس قول کے اوپر کسی دلیل کو طلب نہیں کیا گویا کہ ان کے دعویٰ کی تصدیق کر دی۔ تو اسی طرح عورت جو اپنے رحم میں حیض یا حمل کی خبر دے، ان کی اس خبر کی بھی تصدیق کی جائے گی اور ان سے اس پر کسی دلیل کو طلب نہیں کیا جائے گا، سو یہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور مبہم عبارات کے محامل

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ان ینفر'' یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے بعد روانگی کا ارادہ فرمایا، اور حج میں دو روانگیاں ہیں، ایک روانگی ایامِ تشریق کے دوسرے دن ہے اور دوسری روانگی ایامِ تشریق کے تیسرے دن ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اذا'' یعنی آپ نے اچانک حضرت صفیہ بنت حیی ام المومنین کو دیکھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''کئیبۃ'' یعنی آپ نے ان کو رنجیدہ اور غمزدہ پایا۔

اور اس میں مذکور ہے: ''عقری'' اس کا معنی ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس میں کوئی بیماری پیدا کر دے یا اس کے حلق میں درد ہو جائے اور ایک قول یہ ہے کہ عقری، دعویٰ کی طرح مصدر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عقیر کی جمع ہے، اصمعی اور ابو عمرو نے کہا ہے: یہ اس عورت کے متعلق کہا جاتا ہے جو ایذاء پہنچانے والی ہو۔ اور یہ بد دعا کا کلمہ ہے لیکن عرب جب یہ لفظ بولتے ہیں تو ان کا مقصد بد دعا نہیں ہوتا بلکہ یہ الفاظ ان کی زبان پر بد دعا کے قصد کے بغیر جاری ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''او حلقی''، اس میں راوی کو شک ہے کہ آپ نے عقریٰ فرمایا تھا یا حلقی فرمایا تھا اور حلق کے معنی سر مونڈنے کے ہیں، اور یہ بھی بد دعائیہ کلمہ ہے یعنی تم زخمی ہو جاؤ، تمہارے حلق میں زخم ہو جائے، یا تم بیمار ہو جاؤ یا تمہارا سر مونڈ دیا جائے، اور ان الفاظ کو بغیر بد دعا کے قصد کے اہل عرب کہتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: جیسے ہمارے عرف میں مائیں بچوں کو کہتی ہیں: تم مر جاؤ، تمہیں ہیضہ ہو جائے، تمہیں چیچک نکل آئے، اور ان کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ فی الواقع وہ اپنے بچوں کو بد دعائیں دے رہی ہیں بلکہ وہ محض اپنے غصہ کے اظہار کے لیے بچوں کے متعلق یہ الفاظ کہتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صفیہ کو یہ الفاظ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ماں یا باپ یا کوئی بڑا اپنے چھوٹوں کو ایسے الفاظ کہے جن کا بہ ظاہر معنی بد دعا ہو اور اس کا قصد بد دعا نہ ہو بلکہ محض اپنے غصہ کا اظہار ہو تو ان الفاظ کا کہنا جائز ہے اور شریعت میں اس کی گنجائش ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لحابستنا'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روکنے کی نسبت حضرت صفیہ کی طرف فرمائی، کیونکہ اگر انہوں نے طوافِ زیارت نہ کیا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف کوچ نہیں فرما سکتے تھے، تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ہم کو روکنے والی ہیں، ''افضت'': اس کا معنی ہے: کیا تم نے طوافِ زیارت کر لیا تھا؟، پھر فرمایا: ''انفری'' یعنی اب تم روانہ ہو سکتی ہو، کیونکہ جس عورت نے طوافِ زیارت کر لیا ہو اور وہ حائضہ ہو تو اس سے طوافِ وداع ساقط ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۴۵-۴۴۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح میں فقہاء اسلام کے اقوال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس آیت (البقرہ: ۲۲۸) کی تفسیر میں علماء کے کئی اقوال ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۲ھ نے کہا کہ امانت میں سے یہ ہے کہ عورت اپنی شرمگاہ پر امین ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ نے کہا کہ عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اگر وہ حاملہ ہوں تو اپنے حمل کو چھپائیں اور نہ ان کے لیے یہ جائز ہے کہ اگر وہ حائضہ ہوں تو وہ اپنے حیض کو چھپائیں، یعنی جو عورتیں مطلقہ ہوں۔ ابن شہاب نے کہا: تاکہ عدت پوری ہو جائے، اور اس کا خاوند رجوع کرنے کا مالک نہ رہے، جب کہ اس کے لیے رجوع کا حق ہو، اور مجاہد نے کہا: یہ اس صورت میں ہے کہ جب عورت اپنے خاوند سے بغض رکھتی ہو یا اپنے خاوند سے محبت رکھتی ہو۔ یعنی بغض کی وجہ سے وہ چاہے گی کہ اس کا خاوند اس کو جلدی طلاق دے دے اور محبت کی وجہ سے یہ چاہے گی کہ اس کا خاوند اس کو طلاق نہ دے۔

اور قتادہ نے کہا کہ عورت اپنے حمل کو چھپاتی تھی، اور دوسری مدت تک چلی جاتی تھی، اس خوف سے کہ اس کا خاوند اس سے رجوع کر لے گا، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا۔

اور اسماعیل بن اسحٰق نے کہا: کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو عورت عدت میں ہے وہ اپنے رحم میں جو حیض ہے یا حمل ہے اس کے اوپر امین ہے، اگر وہ یہ کہے کہ مجھے حیض آ گیا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر وہ یہ کہے کہ اس کے ہاں بچہ ہو گیا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی، سوائے اس صورت کے کہ کوئی ایسی دلیل پائی جائے جس سے اس عورت کا جھوٹ ظاہر ہو جائے، اور اسی طرح ہر امین کے متعلق یہ حکم ہے کہ اس کے دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی جب تک کہ اس کے دعویٰ کے متعلق کوئی چیز ظاہر نہ ہو، اور اس کی نظیر درج ذیل آیت میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ (البقرہ: ۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہیے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے لکھنا سکھایا ہو اس کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے، اور جس شخص پر قرض ہو لکھوانا اس کی ذمہ داری ہے اور اس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے، جو اس کا رب ہے اور اس (قرض سے) کچھ کم نہ کرے۔

Marfat.com

جس طرح کاتب کو اللہ تعالیٰ نے یہ وصیت کی ہے کہ جو حق ثابت ہے، اس کو وہ من وعن لکھے، اس میں کوئی کمی نہ کرے، اسی طرح عورتوں کو وصیت کی ہے کہ ان کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کو نہ چھپائیں، اگر حیض ہے تو بتادیں کہ ان کو حیض ہے، اور اگر حمل ہے تو بتادیں کہ ان کو حمل ہے، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تفسیر بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔

اور سلیمان بن یسار نے کہا: اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ اپنی فرج کو کھول کر دکھائیں تا کہ معلوم ہو کہ ان کے پیٹ میں حیض ہے یا طہر، لیکن جب وہ عورتیں مومنہ ہیں تو یہ تمام معاملات ان کے اقوال اور ان کے دعاوی کی طرف مفوض کر دیے۔

المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتیں اپنے حیض اور حمل کے بارے میں جو دعویٰ کریں، اس کی تصدیق کی جائے گی، اور عورتوں کی دائیوں (لیڈی ڈاکٹر) سے اس کی تصدیق طلب نہیں کی جائے گی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ بتایا کہ وہ حائضہ ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا: کہ تمام مسلمانوں کو روانگی سے روک لیں، اور آپ نے اس معاملے میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا امتحان نہیں لیا اور نہ ان کو جھوٹا قرار دیا، سو اسی طرح کوئی عورت اپنے رحم میں حیض یا حمل کی جو خبر دے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس کا امتحان نہیں لیا جائے گا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۰۲-۴۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

تنبیہ: علامہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ نے صحیح البخاری: ۵۳۲۹ کی وہی شرح کی ہے جو ہم اس سے پہلے علامہ ابن بطال کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۵۳۷-۵۳۹)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی صحیح البخاری: ۵۳۲۹ کی تقریباً وہی شرح کی ہے جو ہم اس سے پہلے علامہ عینی اور علامہ ابن بطال سے نقل کر چکے ہیں، تاہم ان کی شرح کا خلاصہ یہ ہے:

صحیح البخاری: ۵۳۲۹ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

امام حاکم نے المستدرک میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۲ھ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ عورت کو اس کی شرمگاہ پر امین بنایا جاتا ہے، اسی طرح اس کے رحم پر بھی امین بنایا جاتا ہے، اور اس کی شرح سورۃ الاحزاب کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور حاکم کی روایت کے رجال صحیح ہیں، پھر امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو ذکر کیا ہے، جب کہ حضرت صفیہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ایام منیٰ میں حائضہ ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تم ہم کو مکہ سے مدینہ روانہ ہونے سے روکنے والی ہو اور اس کی شرح کتاب الحج میں گزر چکی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جو عورت طواف زیارت کر چکی ہو، پھر اس کو طواف وداع کرنے سے پہلے حیض آ جائے تو اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ طواف وداع کرنے کے لیے ٹھہری رہے، وہ قافلے کے ساتھ روانہ ہو سکتی ہے۔

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اس قول پر بناء کی کہ وہ حائض ہیں، اپنا سفر موخر کر دیا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں عورت کی تصدیق کی جائے گی جب وہ یہ بتائے کہ اس کو حیض آ گیا ہے یا اس کو حمل ہو گیا ہے تو اس میں صرف عورت کے بیان کو قبول کیا جائے گا۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۸۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۳۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

بعض طبی حیلوں سے حیض کو یا حمل کو روکنے کی ممانعت اور کن صورتوں میں عورت کے دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی اور کن صورتوں میں اس کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کی جائے گی

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے عورت کے رحم میں جو حیض کو پیدا کیا ہے یا حمل کو پیدا کیا ہے، عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس حیض کو یا حمل کو چھپائے اور اس کو چھپانا بہت بری بات ہے، اور سب سے بری بات یہ ہے کہ بعض عورتیں العیاذ باللہ، جب انہیں حمل کی ابتداء میں طلاق دی جائے تو وہ اسقاطِ حمل کراتی ہیں، تاکہ ان کے اوپر عدت لازم نہ ہو، سو یہ امر جائز نہیں ہے، اسی طرح بعض عورتیں ایسی دوائیں کھالیتی ہیں جس سے مقررہ وقت پر حیض نہیں آسکتا تو جب مرد ان کو طلاق دے تو وہ عدت کو طول دینے کے لیے ایسی گولیاں کھالیتی ہیں جس سے حیض نہ آئے۔

رہا اسقاطِ حمل کا عدمِ جواز تو اس کی وجہ یہ ہے کہ استقرارِ حمل خاوند کا حق ہے اور رہا دوسری صورت کا عدمِ جواز تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خاوند کو ظلم میں مبتلا کرنا ہے کیونکہ عورت جب تک عدت میں ہوگی اور اس عورت کو طلاقِ رجعی دی گئی ہو تو اس کے خاوند کے اوپر اس کا خرچ واجب ہوگا۔

اور علماء نے کہا ہے کہ جب عورت یہ دعویٰ کرے کہ اس کی عدت پوری ہو چکی ہے تو اس کی تین حالتیں ہیں:

ایک حالت میں اس کے دعویٰ کا صحیح ہونا ممکن نہیں ہے اور دوسری حالت میں بعض نادر صورتوں میں اس کے دعویٰ کا صحیح ہونا ممکن ہے اور تیسری صورت میں اس کے دعویٰ کا صحیح ہونا عادت کے مطابق ہے۔

(۱) پہلی حالت میں اس کے دعویٰ کو بالکل نہیں سنا جائے گا مثلاً وہ یہ کہے کہ اس کی عدت حیض کے ساتھ ہے اور بیس دن کے بعد وہ آئے اور کہے کہ اس کی عدت مکمل ہوگئی ہے تو ہم اس کے دعویٰ کو بالکل نہیں سنیں گے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ بیس دنوں میں تین حیض آکر گزر جائیں۔

(۲) جب وہ عورت بیس دن کے بعد یہ دعویٰ کرے کہ اس کے تین حیض مکمل ہو گئے ہیں تو اس کے اس دعویٰ کو بغیر گواہوں کے قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ بہت نادر ہے کہ تیس دنوں میں تین حیض آکر گزر جائیں۔

(۳) جب عورت یہ دعویٰ کرے کہ تین مہینوں میں یا دو مہینوں میں اس کی عدت پوری ہوگئی ہے تو اس کا یہ دعویٰ قبول کیا جائے گا اور اس سے کسی گواہ کو طلب نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ امر عادتاً ممکن اور واقع ہے کہ اتنی عدت میں تین حیض پورے ہو جاتے ہیں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۹۳-۹۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۲۹ کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''عورتوں کے لیے حلال نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کے پیٹوں میں حیض اور حمل پیدا کیا ہے اسے پوشیدہ رکھیں''۔

Marfat.com

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج سے واپسی کا ارادہ کیا تو اچانک ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ اپنے خیمہ کے دروازہ پر غمناک کھڑی ہیں، حضور نے ان سے عقری یا حلقی فرمایا کہ تو ہمیں مکہ میں روکنے والی ہے، کیا تو نے نحر کے روز طواف زیارت کیا تھا؟ عرض کیا: جی ہاں، فرمایا: اس وقت چلو (کوئی حرج نہیں)۔

یعنی جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کا ارادہ کیا تو طواف سے پہلے ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا، اس لئے وہ اندوہ ناک اور غمگین ہوئیں، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ کلمہ عقری، حلقی فرمایا، اس کے معنی میں کئی اقوال ہیں، ابوعبیدہ نے کہا: اس کے معنی یہ ہیں کہ ''اللہ اس کے جسم کو زخمی کرے اور اس کے حلق میں درد ہو، صاحب محکم نے کہا: اس کے معنی یہ ہیں کہ ''اللہ اس کو ہلاک کرے اور اس کے بال حلق کرے''بعض نے یہ کہا کہ وہ اپنی قوم کو ہلاک کرے اور ان کا حلق کرے کہ وہ منحوس ہے، بعض یوں کہتے ہیں: عقری بانجھ ہو اور ''حلقی''منحوس ہو، بہرحال اس کے معنی جو بھی ہوں اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے جیسے ''تربت یداہ'' کا حقیقی معنی مراد نہیں اسی طرح ''قاتلہ اللہ'' کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ یہ آپ نے بہ طور شفقت فرمایا ہے۔
(تفہیم البخاری، ج۸ ص ۴۰۲، جدہ پرنٹرز لاہور بار اول)

صحیح البخاری: ۵۳۲۹ کی شرح از شیوخ دیوبند

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی مہتمم جامعہ فاروقیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عدت کا تعلق حیض اور حمل سے ہے، اس لیے عورت کو حیض اور حمل کے کتمان کی اجازت نہیں ہے، اس سلسلے میں وہ امین ہے، امام حاکم نے مستدرک میں روایت نقل کی ہے ''ان من الامانة ان اءتمنت المراة علی فرجها'' (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۲) لہٰذا اگر عورت حیض اور حمل کے متعلق کوئی بات پیش کرے گی تو اسے تسلیم کیا جائے گا، ہاں معتدہ اگر کوئی ایسی بات کہتی ہے جو عقل سے بالکل باہر ہے اور جس کا کھلا کذب ہونا معلوم ہے تو اس کو معتبر نہیں قرار دیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب (حجۃ الوداع) میں واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضرت صفیہ اپنے خیمہ کے دروازے کے پاس غمگین کھڑی تھیں (کیونکہ انہیں منیٰ میں طواف زیارت کرنے کے بعد معذوری کے ایام شروع ہو گئے تھے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''کیا تو ہمیں روکے رکھے گی، کیا تو نے نحر کے دن یعنی دسویں ذوالحجہ کو طواف زیارت کر لیا ہے'' انہوں نے کہا ''جی ہاں'' تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تو، پھر تو چل کوئی حرج نہیں'' (کیونکہ طواف وداع حائضہ کے لئے ضروری نہیں)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض وغیرہ کے سلسلہ میں عورت کے قول کا اعتبار ہوتا ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ کے ایام بیماری شروع ہونے کی وجہ سے سفر کو مؤخر کرنے کا ارادہ فرما لیا تھا اور ان سے کوئی تحقیق نہیں کی کہ واقعتاً بیماری کے ایام شروع ہوئے کہ نہیں، ان کی تکذیب نہیں فرمائی، معلوم ہوا اس بارے میں عورت کا قول معتبر ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۲) یہ حدیث کتاب الحج میں ''باب التمتع'' کے تحت گزر چکی ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۰۲)

فقال لها عقری او حلقی انك لحابستنا: اس جملہ کی ترکیب اور لغوی تشریح میں مختلف قول ہیں:

(۱) ابوعبید اور امام سیبویہ کے نزدیک ''عقرًا، حلقًا'' تنوین کے ساتھ ہیں اور یہ دونوں عَقَرَ اور حَلَقَ کے مصدر ہیں، ترکیب میں

Marfat.com

یہ مفعول مطلق واقع ہو رہے ہیں، جیسے سقیا، رعیا اور جدعًا کے الفاظ مفعول مطلق واقع ہوتے ہیں۔ تقدیر عبارت ہے: عقرك الله عقرا (اللہ تجھے بانجھ کردے) وحلقك الله حلقا (اللہ تیرے گلے کو خراب کردے، اللہ کرے تیرے حلق میں تکلیف ہو)۔
(النہایہ لابن الاثیرج ۳ ص ۲۷۳)

(۲) علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ "عقری" اور "حلقی" الف کے ساتھ ہیں اور ترکیب میں خبر واقع ہو رہے ہیں، مبتدا محذوف ہے ای ھی عقری یا انت عقری۔ (مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۶۴۰)

(۳) بعضوں کے نزدیک عقری اور حلقی (الف کے ساتھ) فعلی کے وزن پر مصدر ہیں بمعنی العقر والحلق، جس طرح شکوی شکو کے معنی میں مصدر ہے۔ (النہایہ ج ۳ ص ۲۷۳)

یہ اگر چہ لغوی اعتبار سے بددعائیہ کلمات ہیں لیکن عام استعمال میں اس کے لغوی معنی مراد نہیں لیے جاتے بلکہ بطور تعجب اور تحیر کے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں (مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۴۰)، یہاں پر بھی بطور تعجب اور تحیر کے استعمال کئے گئے ہیں۔
(کشف الباری عمانی صحیح البخاری ص ۵۷۳-۵۷۱، کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

۴۴۔ بَابٌ: ﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ﴾ (البقرہ: ۲۲۸) فِي الْعِدَّةِ وَكَيْفَ يُرَاجِعُ الْمَرْأَةَ إِذَا طَلَّقَهَا وَاحِدَةً أَوْ ثِنْتَيْنِ، وقوله ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ﴾ (البقرہ: ۲۳۲)

اور ان (طلاقِ رجعی پانے والیوں) کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ (البقرہ ۲۲۸) اور عدت کے دوران مرد اپنی بیوی سے کس طرح رجوع کرے جب وہ اس کو ایک یا دو طلاقیں دے چکا ہو، اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "انہیں ان کے (انہی پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو"۔ (البقرہ: ۲۳۲)

۵۳۳۰۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ زَوَّجَ مَعْقِلٌ أُخْتَهُ فَطَلَّقَهَا تَطْلِيقَةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الحسن انہوں نے کہا: حضرت معقل بن یسار نے اپنی بہن کا نکاح کیا، پھر اس کے خاوند نے اس کو ایک طلاق دے دی۔

(صحیح البخاری: ۴۵۲۹، ۵۱۳۰، ۵۳۳۰، ۵۳۳۱، سنن ترمذی: ۲۹۸۱، سنن ابوداود: ۲۰۸۷)

۵۳۳۱۔ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ أَنَّ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ كَانَتْ أُخْتُهُ تَحْتَ رَجُلٍ فَطَلَّقَهَا ثُمَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: اور مجھے محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی عبد الاعلی نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی سعید نے از

Marfat.com

خَلَّى عَنْهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا ثُمَّ خَطَبَهَا فَحَمِيَ مَعْقِلٌ مِنْ ذٰلِكَ أَنَفًا فَقَالَ خَلَّى عَنْهَا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَخْطُبُهَا فَحَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ (البقرہ: ۲۳۲) فَدَعَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَرَأَ عَلَيْهِ فَتَرَكَ الْحَمِيَّةَ وَاسْتَقَادَ لِأَمْرِ اللّٰهِ

قتادہ، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی الحسن نے کہ حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن ایک مرد کے نکاح میں تھیں، اس مرد نے انکو طلاق دے دی، پھر ان سے الگ ہوگیا حتیٰ کہ ان کی عدت پوری ہوگئی، پھر ان کو نکاح کا پیغام دیا تو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو اس پر غصہ اور غیرت آئی، انہوں نے کہا: یہ مرد اپنی بیوی سے علیحدہ ہوگیا ہے حالانکہ وہ عدت کے دوران اس سے رجوع کرنے پر قادر تھا اور اب اس کو نکاح کا پیغام دے رہا ہے، پس حضرت معقل بن یسار اس مرد اور اس کی بیوی کے نکاح کے درمیان حائل ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (انہی پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو، جب وہ دستور کے مطابق ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں، اس حکم کے ساتھ ہر اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو، یہ (حکم) تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے، اور اللہ (ہی) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے O پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان پر اس آیت کی تلاوت فرمائی، تو انہوں نے اپنے غصے اور غیرت کو ترک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کے لیے جھک گئے۔

باب مذکور کے عنوان کی شرح از علامہ عینی اور البقرہ: ۲۲۸ کی تفسیر

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب البقرہ: ۲۲۸ کی تفسیر کے بیان میں ہے، اس عنوان میں البعولۃ کا لفظ ہے، یہ لفظ بعل کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے خاوند، مفسرین نے کہا ہے: جس خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ جب تک اس کی بیوی عدت کے دوران ہے، وہ اس بیوی کو دی ہوئی طلاق سے رجوع کرلے اور یہی معنی ہے امام بخاری کے اس قول کا کہ عدت کے دوران، اور یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ جب اس کی عدت پوری ہوگئی تو اب وہ خاوند کے رجوع کرنے کا محل نہیں رہے گی اور اس میں اجازت طلب کرنے کی ضرورت ہوگی اور گواہوں کی ضرورت ہوگی اور عقد جدید کی ضرورت ہوگی۔

امام بخاری نے لکھا ہے: ''فی العدۃ'' یہ آیت کا جز نہیں ہے، اسی لئے ابوذر نے اس کو فاصلے کے ساتھ بیان کیا ہے، یعنی عدت

Marfat.com

کے دوران رجوع کرنے کے متعلق، اور یہ بتایا ہے کہ مراد یہ ہے کہ رجوع کرنے کا حق عدت کے دوران ہے، اور یہی جمہور علماء کا قول ہے، اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے: ان عورتوں کے شوہر عدت کے دوران رجوع کرنے کے زیادہ حق دار ہیں اور یہ زیادہ واضح ہے، اس میں کسی اور چیز کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ تم عورتوں کو عدت میں اس سے منع نہ کرو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کریں۔

رجوع کے معتبر ہونے میں فقہاءِ اسلام کی مختلف عبارات

اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کس صورت میں مرد عورت سے رجوع کرنے والا ہوگا، ایک جماعت نے کہا کہ جب مرد نے اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو اس نے رجوع کرلیا، یہ قول سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ، اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور طاؤس بن کیسان الیمانی متوفی ۱۰۶ھ اور امام اوزاعی سے منقول ہے۔

اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ ان دونوں نے کہا ہے کہ جب اس نے اپنی بیوی کو چھوایا اس کی شرمگاہ کی طرف شہوت سے دیکھا رجوع کے قصد کے بغیر تب بھی یہ رجوع ہے اور مناسب یہ ہے کہ اس پر گواہ قائم کرلیں اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ نے کہا ہے کہ جب اس نے عدت کے دوران اپنی بیوی سے وطی کرلی، اور وہ رجوع کا ارادہ رکھتا تھا اور اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ گواہ بنائے، تب بھی یہ رجوع ہے، اور عورت کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اس کو وطی کرنے سے منع کرے حتیٰ کہ وہ اس بات پر گواہ بنالے کہ وہ رجوع کر رہا ہے۔

اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا: جب اس نے رجوع کرلیا اور گواہ نہیں بنایا تب بھی رجوع کرنا صحیح ہوگا اور ہمارے اصحاب احناف کا بھی یہی قول ہے اور گواہ بنانا مستحب ہے۔

اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا کہ رجوع صرف کلام کے ساتھ ہوتا ہے، اگر اس نے رجوع کی نیت سے جماع کرلیا تو یہ رجوع نہیں ہے۔ اور اس عورت کے لیے مہرِ مثل واجب ہوگا لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ وہ عورت تو اس کی بیویوں کے حکم میں ہے اور زید نے کہا کہ جب اس نے اپنے دل میں رجوع کرلیا تو یہ لغو ہے۔

امام بخاری کے اس قول کی شرح کہ مرد اپنی بیوی سے کس طرح رجوع کرے

امام بخاری نے اس مسئلہ کا جواب نہیں لکھا، یا تو اس وجہ سے کہ ان کی عادت ہے کہ حدیث پڑھنے والا خود غور کر کے سمجھ لے گا کہ اس کا کیا جواب ہے یا اس وجہ سے کہ اس باب کی احادیث کے مطالعہ کے بعد اس کا جواب واضح ہوجائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۴۴۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی صحیح البخاری: ۵۳۳۱ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور مبہم عبارات کے محامل

''حمی'': اس کا معنی ہے: جب کسی شخص کو کسی کام کے کرنے سے عار محسوس ہو، اور اس کو اس کام کے کرنے پر غصہ اور غیرت آئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انفا''، اور اس کا معنی ہے: غیظ اور تکبر، یعنی حضرت معقل بن یسار کو اس بات پر غصہ آیا کہ ان کی بہن

Marfat.com

کے شوہر نے عدت کے دوران ان کی بہن سے رجوع نہیں کیا اور جب ان کی بہن کی عدت پوری ہوگئی تو اب وہ ان کو نکاح کا پیغام دے رہا ہے، اس وجہ سے ان کو غیرت آئی اور انہوں نے اپنی بہن کو اپنے شوہر سے نکاح کرنے سے منع کیا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: ''واستقاد'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا اور اپنی غیرت اور غصے کو ترک کر دیا اور نکاح کی اجازت دے دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

البقرہ: ۲۳۲ کی تفسیر از علامہ ازہری

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری المتوفی ۱۹۹۸ھ، البقرہ: ۲۳۲ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی مطلقہ عورت جب اپنی عدت پوری کر لے اور اپنے پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو عورت کے ولی اسے منع نہ کریں، اس کا دوسرا مطلب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایسی عورت اگر اپنے تجویز کردہ خاوند کے ساتھ عدت گزرنے کے بعد نکاح کرنا چاہے تو پہلا خاوند اسے نہ روکے اور یہ کوشش نہ کرے کہ جب میں نے اسے طلاق دے دی ہے تو کوئی دوسرا بھی اس سے نکاح نہ کرے۔

(تفسیر ضیاء القرآن ج ۱ ص ۲۶۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

البقرہ: ۲۳۲ کی تفسیر از مصنف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (ان ہی پہلے خاوندوں کے) ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو، جب وہ دستور کے مطابق ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں۔ (البقرہ: ۲۳۲)

بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کے متعلق مذاہب اربعہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت معقل بن یسار کی بہن کو ان کے خاوند نے طلاق دے دی اور ان کو چھوڑے رکھا حتیٰ کہ ان کی عدت پوری ہوگئی، پھر ان کی بہن کے خاوند نے دوبارہ نکاح کا پیغام دیا تو حضرت معقل نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی ۱۳۸۱ھ)

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر عورت کا از خود نکاح جائز نہیں ہے، وہ اس آیت سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ اگر بغیر ولی کی اجازت کے عورت کا از خود نکاح کرنا جائز ہوتا تو حضرت معقل کی بہن از خود اپنا نکاح اپنے پچھلے خاوند سے کر لیتیں اور ان کے خاوند کو یہ ضرورت نہ پڑتی کہ وہ ان کے بھائی سے رشتہ مانگیں، اور نہ ان کے بھائی کے منع کرنے کی کوئی وجہ ہوتی، اسی لیے امام شافعی نے کہا ہے کہ بغیر ولی کے عورت کے نکاح کے عدم جواز پر یہ آیت قوی دلیل ہے، نیز ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ حدیث بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عورت نے اپنے اولیاء کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، اس کا نکاح باطل ہے، یہ تین بار فرمایا، نیز فرمایا: جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ بالغہ عورت اپنا نکاح خود کر لے، ان کا استدلال بھی اسی آیت سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نکاح کا اسناد عورتوں کی طرف کیا گیا ہے، اور ان کو نکاح سے روکنے سے منع فرمایا ہے اور اس لیے بھی کہ یہ خاص ان کا حق ہے کیونکہ وہی اہل مباشرت ہیں اس لیے ان کا یہ تصرف صحیح ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ

Marfat.com

وہ نابالغہ اور مجنونہ پر محمول ہے۔

بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوحنیفہ کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: غیر شادی شدہ لڑکی (خواہ کنواری ہو یا بیوہ) ولی کی بہ نسبت اپنے نکاح کی زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: غیر شادی شدہ لڑکی کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ فرمایا: اس کی خاموشی۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۷۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت خنساء بن حزام انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا درآں حالیکہ وہ بیوہ تھیں اور ان کو یہ نکاح ناپسند تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے اس نکاح کو مسترد کر دیا۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۷۷۴-۸۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ میرے بیٹے کے چچا (دیور) نے میرے نکاح کا پیغام دیا، اور میرے باپ نے اس نکاح کو مسترد کر دیا اور میرا نکاح وہاں کر دیا جہاں مجھے پسند نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے والد کو بلایا اور اس سے یہ معاملہ دریافت فرمایا، اس کے باپ نے کہا: میں نے اس کے نکاح میں کسی خیر کو ترک نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ نکاح نہیں ہوا، (اور عورت سے فرمایا:) جاؤ جس سے چاہو نکاح کرلو۔ (المصنف ج ۴ ر ص ۱۳۲-۱۳۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ)

قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی حفصہ کا نکاح منذر بن الزبیر سے کر دیا۔ اس وقت حضرت عبدالرحمٰن موجود نہیں تھے، جب وہ آئے تو انہوں نے ناراض ہو کر کہا: اے خدا کے بندو! کیا مجھ ایسے شخص کی بیٹی کا نکاح اس کے مشورہ کے بغیر کیا جا سکتا ہے؟ حضرت عائشہ ناراض ہوئیں اور فرمایا: کیا تم منذر کو ناپسند کرتے ہو؟

(المصنف ج ۴ ر ۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۰۶ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ولی کے بغیر ایک عورت کے نکاح کو جائز قرار دیا، اس عورت کی مرضی سے اس کی ماں نے اس کا نکاح کر دیا تھا۔ (المصنف ج ۴ ر ص ۱۳۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

(تبیان القرآن ج ۱ ص ۸۴۳-۸۴۱، فرید بک اسٹال لاہور)

٥٣٣٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہما طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ وَهِيَ حَائِضٌ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو

Marfat.com

ﷺ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْسِكَهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ عِنْدَهُ حَيْضَةً أُخْرَى ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتَّى تَطْهُرَ مِنْ حَيْضِهَا فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا حِينَ تَطْهُرُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُجَامِعَهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ إِذَا سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ قَالَ لِأَحَدِهِمْ إِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ وَزَادَ فِيهِ غَيْرُهُ عَنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَنِي بِهَذَا

طلاق دے دی جبکہ وہ حائضہ تھیں اور انہیں ایک طلاق دی، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس طلاق سے رجوع کرلیں، پھر ٹھہرے رہیں حتیٰ کہ ان کی بیوی اس حیض سے پاک ہوجائے، پھر اس کو ان کے پاس دوبارہ حیض آئے، پھر اس کو مہلت دیں، حتیٰ کہ وہ اس حیض سے پاک ہوجائے، پس اگر وہ اس کو طلاق دینے کا ارادہ کریں تو ان کو اس طہر میں طلاق دیں جس طہر میں انہوں نے اپنی بیوی سے جماع نہ کیا ہو، پس یہ وہ عدت یا مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہی کہ عورتوں کو طلاق دی جائے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب اس کے متعلق سوال کیا جاتا، تو وہ کسی سے کہتے کہ اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں تو وہ تم پر حرام ہوگئی ہے، حتیٰ کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرلے۔ اور دوسروں نے اس حدیث میں از اللیث یہ اضافہ کیا ہے کہ مجھے نافع نے حدیث بیان کی، انہوں نے بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب تم نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی یا دو طلاقیں دیں تو نبی ﷺ نے مجھے اس کے متعلق حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ۴۹۰۸، ۵۲۵۱، ۵۲۵۲، ۵۲۵۳، ۵۲۵۸، ۵۲۶۴، ۵۳۳۲، ۵۳۳۳، ۷۱۶۰، صحیح مسلم: ۱۴۷۱، سنن نسائی: ۳۳۹۱، سنن ابوداؤد: ۲۱۷۹، مسند احمد: ۶۱۰۶، موطا امام مالک: ۱۲۲۰، سنن دارمی: ۲۲۶۲)

صحیح البخاری: ۵۳۳۲-۵۳۳۰ کی شرح از علامہ ابن بطال

طلاقِ رجعی کے بعد رجوع کی کیفیت اور تین طلاقوں کے بعد رجوع کا عدم جواز اور عقدِ جدید کے ساتھ دوبارہ نکاح کا ضروری ہونا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ (البقرہ: ۲۲۸)

اور ان (طلاقِ رجعی پانے والیوں) کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں۔

اہل تفسیر نے اس آیت کے متعلق یہ کہا ہے کہ طلاق رجعی یافتہ عورتوں سے ان کے شوہر عدت کے دوران ان سے رجوع کے زیادہ حق دار ہیں۔

رہا امام بخاری کا یہ قول کہ عورت کس طرح رجوع کرے گی، جب اس کو اس کے شوہر نے ایک طلاق دی یا دو طلاقیں دیں، سو

Marfat.com

مراجعت کی دو قسمیں ہیں، ایک تو عدت کے دوران مراجعت ہے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ اور ایک عدت کے بعد مراجعت ہے جیسا کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ آزاد مرد نے جب اپنی آزاد بیوی کو طلاق دی اور وہ مدخول بھا تھی خواہ ایک طلاق دی یا دو طلاقیں دی تو وہ اس سے رجوع کرنے کا حق دار ہے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے، خواہ وہ عورت کو ناپسند کرے، اسی طرح مفسرین نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہا ہے:

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ (الطلاق:۱) شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے ۝

مفسرین نے کہا ہے: اس سے مراد رجوع کرنا ہے، اسی لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ یہ کہتے تھے کہ اگر تم نے ایک مرتبہ طلاق دی یا دو مرتبہ طلاق دی اس خوف سے کہ اس کا رجوع کرنا میرے لیے ظاہر ہوگا، اور اگر اسے طلاقِ مغلظہ دے دی یعنی تین طلاقیں دے دیں تو اب اس کے لیے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ پس اگر طلاق دینے والے نے اپنی بیوی سے سنت کے مطابق رجوع نہیں کیا حتیٰ کہ اس عورت کی عدت پوری ہوگئی تو وہ عورت اپنے نفس کی خود زیادہ مختار ہے، اور وہ عورت اپنے شوہر کے لیے اجنبیہ ہو جائے گی، اور بغیر اس کے کہ وہ عورت کو دوبارہ نکاح کا پیغام دے اور دوبارہ نکاح کریں ولی اور گواہوں کی موجودگی میں تو یہ رجوع کی سنت کے مطابق نہیں ہے یعنی اس طلاق کے بعد رجوع نہیں ہوگا بلکہ نکاحِ جدید کرنا ہوگا اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قصہ کی تفصیل

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ وغیرہ نے یہ کہا ہے: اسی تفصیل کے مطابق حضرت معقل بن یسار کا قصہ ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان کی بہن کا شوہر اگر عدت کے دوران ان کی طلاق یافتہ بہن سے رجوع کر لیتا تو وہ اس کا زیادہ مالک ہوتا، پس جب حضرت معقل کی بہن کی عدت پوری ہوگئی اور وہ اپنے شوہر کے لیے اجنبی عورت ہوگئی، اب ان کے شوہر نے ان سے رجوع کرنے کو پسند کیا، تو ان کے بھائی نے ان کو اس سے منع کیا اور دوبارہ ان سے نکاح کرنے سے روکا اور یہ ممانعت جائز نہیں تھی، سوائے اس کے کہ پہلے یہ مباح تھی، اور ان کے شوہر کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ حضرت معقل کی بہن کو واپس بلائیں، سوائے نکاحِ جدید کے اور مہرِ جدید کے اور سوائے گواہوں کے، سو اس باب میں حضرت معقل بن یسار کا جو قصہ ہے اس کا یہی معنی ہے۔

رہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تو اس کے معنی میں اختلاف ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر کو یہ حکم دیا تھا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی ہے، وہ اس طلاق سے رجوع کر لیں، اور اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو مہر دینے کی ضرورت تھی اور نہ یہ ذکر ہے کہ ان کو اس معاملے میں اپنی بیوی کے ولی کی ضرورت تھی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا تھا جو انہوں نے حیض کی حالت میں دی تھی تو اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ عورت اس پر راضی تھی یا اس کا ولی اس پر راضی تھا، اور اگر مہر دینے کی اور ولی کی ضرورت ہوتی تو صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حکم نہ دیا جاتا بلکہ عورت اور اس کے ولی کو بھی حکم دیا جاتا اور یہی حکم ہے ہر اس شخص کا جو عدت کے دوران طلاق سے رجوع کرے گا، کہ اس کو نکاح کے احکام میں سے کوئی چیز لازم نہیں ہوگی سوائے رجوع کرنے پر شہادت کے۔ اور یہ علماء کا اجماع ہے اور اس کو نکاح کے فرائض میں سے کوئی چیز لازم نہیں ہوگی اس لیے کہ جو شخص سنت کے مطابق طلاق دیتا ہے وہ اس نکاح میں کسی ایسی چیز کو داخل نہیں کرتا جو نکاح کے منافی ہو۔

Marfat.com

طلاقِ رجعی میں رجوع کے وقت گواہوں کے قائم کرنے کا حکم

اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ رجوع کرنے میں سنت یہ ہے کہ اس رجوع پر گواہ قائم کیے جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رجوع کرنے میں بھی گواہی کا ذکر فرمایا ہے، اور اس کا نکاح میں اور طلاق میں ذکر نہیں فرمایا جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ (الطلاق:۲)

پھر جب وہ تکمیل عدت کو پہنچنے لگیں تو ان کو اچھائی کے ساتھ روک لو یا ان کو دستور کے مطابق جدا کر دو، اور اپنے دو نیک آدمیوں کو گواہ بنالو، اور اللہ کے لیے گواہی دو۔

جب مرد اپنی بیوی سے عدت کے دوران رجوع کرے تو اس کی کیفیت میں فقہاء اسلام کے اقوال

اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب کسی مرد نے ایک رجعی طلاق یا دو رجعی طلاق کے بعد رجوع کیا تو اس رجوع کی کیا کیفیت ہوگی؟

سعید بن المسیب التوفی ۹۰ھ، عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور طاؤس بن کیسان الیمانی متوفی ۱۰۶ھ نے یہ کہا ہے کہ اس صورت میں جب مرد نے اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو اس کا رجوع متحقق ہو گیا۔

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ، نے کہا ہے: جب مرد نے اپنی بیوی سے عدت کے دوران جماع کیا اور وہ رجوع کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، اور وہ اس سے ناواقف تھا کہ رجوع کرنے میں گواہوں کا بنانا ضروری ہے تو عورت کو چاہیے کہ اس کو جماع کرنے سے روک دے حتیٰ کہ مرد اپنے رجوع کے اوپر گواہ بنائے اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا ہے کہ جب اس نے رجوع کرلیا اور گواہ نہیں بنائے تب بھی اس کا رجوع کرنا صحیح ہے۔

اور فقہاء احناف اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ نے کہا ہے: اگر اس نے اپنی بیوی کو شہوت کے ساتھ مس کیا یعنی چھوا یا شہوت کے ساتھ اس کی شرمگاہ کو دیکھا تو یہ بھی اس کا رجوع ہے اور اس کو چاہیے کہ اس رجوع پر گواہ بنائے۔

اور امام محمد بن ادریس الشافعی نے کہا ہے: رجوع بغیر کلام کے متحقق نہیں ہوگا، بایں طور کہ وہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا اور یہی ابو ثور کا قول ہے اور امام شافعی نے کہا: اگر اس نے رجوع کی نیت سے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرلیا یا رجوع کی نیت نہیں تھی تو یہ اس کا رجوع نہیں ہے اور عورت کے لیے مرد کے اوپر مہرِ مثل واجب ہے لیکن امام شافعی کا یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ وہ عورت اس کی بیویوں کے حکم میں ہے اور اس کی وارث ہوگی اور وہ مرد اس کا وارث ہوگا، پس اگر وہ اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرتا ہے تو اس کے اوپر مہر کس طرح واجب ہوگا۔

حائضہ سے رجوع کرنے سے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

علامہ ابراہیم بن المنذر التوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ حائضہ سے رجوع کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، پس امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا: جس مرد نے اپنی بیوی کو طلاق اس حالت میں دی کہ وہ حیض میں تھی یا نفاس میں تھی تو اس کو اس

Marfat.com

طلاق سے رجوع کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اور فقہاء احناف نے کہا ہے: اس مرد کے لیے مناسب ہے کہ وہ اس طلاق سے رجوع کرلے اور یہی ابوثور کا قول ہے اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ اس کو رجوع کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ابن عمر کو حکم دو کہ وہ اس طلاق سے رجوع کرلے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنا فرض ہے اور یہی ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں: جس نے حالتِ حیض یا نفاس میں اپنی بیوی کو طلاق دی، اس کو اس طلاق سے رجوع کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

بغیر ولی کے نکاح کے جواز میں فقہاء کا اختلاف

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے، اور جب کسی عورت کو اس کا ولی کسی سے نکاح کرنے سے منع کرے تو پھر سلطان یا سربراہِ ملک کو یہ چاہیے کہ وہ کس وجہ سے اس عورت کو نکاح کرنے سے منع کر رہا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معقل بن یسار کو منع کیا جب انہوں نے اپنی بہن کو ان کے شوہر سے عدت کے بعد نکاح کرنے سے منع کیا تھا، سو اس میں جمہور فقہاء کی یہ دلیل ہے کہ ولی شرطِ نکاح سے ہے۔

میں کہتا ہوں:

فقہاء احناف کے نزدیک عاقلہ بالغہ عورت اپنی مرضی سے کسی مرد سے نکاح کرسکتی ہے، اور مناسب یہ ہے کہ وہ کفو میں نکاح کرے، لیکن اگر اس نے اپنے ولی یا سرپرست کی اجازت کے بغیر کسی مرد سے نکاح کرلیا تو فقہاء احناف کے نزدیک یہ نکاح منعقد ہو جائے گا اور ان کی دلیل یہی حدیث ہے کہ جب حضرت معقل بن یسار نے اپنی بہن کو اس سے منع کیا کہ وہ اس مرد سے نکاح کریں جو ان کو طلاق دے چکا ہے اور عدت گزر چکی ہے اور وہ عورت بائنہ ہو چکی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معقل بن یسار کو اس سے منع فرمایا حالانکہ وہ اپنی بہن کے ولی تھے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ آزاد عاقلہ بالغہ عورت کسی مرد سے اپنی مرضی سے نکاح کرے تو ولی کو اس نکاح سے منع کرنے کا حق نہیں ہے اور آزاد عاقلہ بالغہ کا اپنی مرضی سے کسی مرد سے نکاح کرنا جائز ہے اور مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے کفو میں نکاح کرے۔

ہمارے زمانے میں اکثر و بیشتر ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ عورتیں اپنے والدین کی اجازت اور مرضی کے بغیر اپنی پسند سے نکاح کرلیتی ہیں، اور ان عورتوں کے سرپرست اس نکاح کے خلاف عدالت میں مقدمہ پیش کرتے ہیں اور عدالتیں عورت کے حق میں فیصلہ کر دیتی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء احناف کا موقف درست ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۰۴-۴۰۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

تنبیہ: (صحیح البخاری ۵۳۳۲-۵۳۳۰ کی شرح علامہ ابن ملقن نے کتاب الطلاق میں نہیں کی بلکہ اس کی شرح انہوں نے کتاب التفسیر میں کی ہے، اب ہم اس شرح کو وہاں سے نقل کر رہے ہیں)۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے شوہر کا طلاق دینا اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کی پیشکش کرنا اور حضرت معقل بن یسار کا اس نکاح سے منع کرنا

علامہ ابوالحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۵۲۹ ۴ میں مذکور ہے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری بہن تھی، جن کی طرف نکاح کا پیغام دیا گیا، اور دوسری سند سے مذکور ہے کہ حضرت معقل بن یسار کی بہن کو ان کے خاوند نے طلاق دے دی پھر ان کو چھوڑے رکھا حتیٰ کہ ان کی عدت پوری ہوگئی، پھر ان کو دوبارہ نکاح کا پیغام دیا تو حضرت معقل بن یسار نے اپنی بہن کا ان کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا، تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۳۲)

اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (انہی پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو، جب وہ دستور کے مطابق ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں،، اس حکم کے ساتھ ہر اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو، یہ (حکم) تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے، اور اللہ (ہی) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے O

حضرت معقل بن یسار کی بہن کا نام اور البقرہ: ۲۳۲ کے شان نزول میں مختلف اقوال

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے روایت کی ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کا نام جُمیل بنت یسار تھا (جُمیل اسم تصغیر ہے اور جیم پر پیش ہے)، (الاکمال لابن ماکولاج ۲ ص ۱۲۵)۔ یہ ابوالبداح کے نکاح میں تھیں اور امام ابن اسحاق کی روایت ہے کہ ان کا نام فاطمہ بنت یسار ہے، اور ابن فتحون نے بیان کیا ہے کہ ان کا نام جمیلہ تھا اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام جمیل تھا اور علامہ ابراہیم المنذری متوفی ۳۱۸ھ نے ان کا نام لیلیٰ ذکر کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ البقرہ: ۲۳۲ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما متوفی ۷۸ھ کے متعلق نازل ہوئی ہے، ان کی ایک چچازاد بہن تھی جن کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی، پھر ان کی عدت پوری ہوگئی، پھر ان کے شوہر نے ارادہ کیا کہ وہ ان سے رجوع کر لیں تو حضرت جابر نے اس سے منع کیا تو یہ آیت نازل ہوئی، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پھر جب اس کی عدت پوری ہوگئی تو اس نے اپنی بیوی کو اس سے منع کیا کہ وہ کسی اور سے نکاح کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ (تفسیر الطبری ج ۲ ص ۴۹۸-۵۰۰)

آیت مذکورہ میں ''لا تعضلوا'' کا معنی

لا تعضلوا کا مصدر العضل ہے، اس کا معنی ہے منع کرنا، یعنی تم ان کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے منع کر کے ان پر تنگی نہ کرو، اور یہ لفظ ضاد کے کسرہ کے ساتھ لا تعضِلوا بھی پڑھا گیا ہے اور ضاد کے زبر کے ساتھ لا تعضَلوا بھی پڑھا گیا ہے اور مشہور قراءت پیش

Marfat.com

کے ساتھ ہے یعنی لا تعضلوا، کہا جاتا ہے: ''عَضَلَتِ الناقة فهی معضل'' جب کسی اونٹنی کا بچہ اس کے پیٹ میں روک دیا جائے۔

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے عدم جواز پر فقہاء شافعیہ کی دلیل

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ البقرہ: ۲۳۲ سے ثابت ہوتا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر کوئی عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی، کیونکہ اگر عورت اپنا نکاح خود کرنے کی مالک ہوتی اور اس میں ولی کی اجازت کی ضرورت نہ ہوتی تو حضرت معقل بن یسار کی بہن از خود اپنا نکاح کر لیتی اور حضرت معقل بن یسار کے منع کرنے پر البقرہ: ۲۳۲ نازل نہ ہوتی۔ سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی عورت کے نکاح کرنے کا معاملہ اس کے ولی کی طرف مفوض ہے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۱۴۹)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲، ۱۰۱-۱۰۲، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

امام شافعی کی دلیل پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں:

اس کے برعکس اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ آزاد عاقلہ بالغہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے، جب ہی تو جب حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن نے اپنے پہلے شوہر سے نکاح کا ارادہ کیا اور اس پر حضرت معقل بن یسار نے ان کو منع کیا تو قرآن کریم نے حضرت معقل بن یسار کے منع کرنے کے رد پر البقرہ: ۲۳۲ نازل فرمائی اور یہ ظاہر فرمادیا کہ اگر آزاد عاقلہ بالغہ عورت اپنا نکاح از خود کہیں کرنا چاہے تو اس کے شوہر کو اس کو منع کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے اس حکم کو تسلیم کر لیا۔ سو واضح ہو گیا کہ آزاد عاقلہ بالغہ عورت اپنا نکاح از خود کہیں کر سکتی ہے اور اس کے ولی اور سرپرست کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اس کو اس نکاح کرنے سے روکے اور منع کرے اور یہی فقہاء احناف کا موقف ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو از خود نکاح سے روکنے اور اس پر البقرہ ۲۳۲ نازل ہونے کے متعلق

حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری کی ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے اس حدیث کی جو شرح لکھی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رجوع کی دو قسمیں ہیں:

(۱) یا تو رجوع عدت میں ہوگا، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ اس طلاق سے رجوع کر لیں اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ انہیں اس رجوع میں عقدِ جدید کی ضرورت ہے۔ اور یا رجوع عدت کے بعد ہوگا جیسا کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں مذکور ہے اور اس پر اجماع ہے کہ آزاد مرد جب آزاد عورت کو دخول کے بعد ایک طلاق دے یا دو طلاقیں دے تو وہ اس سے رجوع کرنے کا زیادہ حق دار ہے خواہ اس کی بیوی اس رجوع کو ناپسند کرتی ہے، پس اگر اس نے رجوع نہیں کیا حتیٰ کہ عدت پوری ہو گئی تو پھر اس کی بیوی اس کے لئے اجنبی عورت کی طرح ہو جائے گی، اور اب وہ بیوی اس کے لئے حلال نہیں ہوگی حتیٰ کہ اس کے ساتھ وہ دوبارہ نکاح کرے اور سلف صالحین کا اس میں اختلاف ہے کہ مرد کس صورت میں اپنی بیوی سے رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔

Marfat.com

امام اوزاعی نے کہا: جب مرد نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا تو اس نے اس کو دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لیا اور بعض تابعین سے بھی اسی طرح منقول ہے اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا بھی یہی قول ہے اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا بھی یہی قول ہے بشرطیکہ وہ اس جماع میں رجوع کی نیت کرے۔

اور فقہاء احناف نے امام اوزاعی کی مثل کہا ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر اس نے اپنی بیوی کو شہوت کے ساتھ چھوا یا اس کی شرمگاہ کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھا تب بھی رجوع ہو گیا اور امام شافعی نے کہا ہے کہ رجوع صرف کلام کرنے سے متحقق ہوگا۔ اور اس اختلاف پر یہ مسئلہ مبنی ہے کہ اس صورت میں مرد کا بیوی کے ساتھ جماع کرنا جائز ہوگا یا حرام ہوگا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ طلاق نکاح کو زائل کر دیتی ہے اور اس کے زیادہ قریب یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس رجوع کے بعد مرد کا عورت کے ساتھ جماع کرنا جائز ہوگا یا نہیں ہوگا، جیسا کہ مشرکین میں سے کوئی فریق اسلام لے آیا، اور دوسرا فریق عدت میں اسلام لایا، اور جب کہ جماع کا جواز روزے اور احرام اور حیض سے اٹھ جاتا ہے، پھر جب یہ معانی زائل ہو جائیں تو اس کا جماع کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۸۳-۴۸۴، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۵۳۲، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۳۲-۵۳۳۰ کی شرح از شیخ عثیمین، اصلاح کی نیت سے رجوع کرنے کا جواز اور بیوی کو ضرر پہنچانے کے لیے رجوع کرنے کا عدم جواز

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض ناواقف لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پھر اس کی عدت پوری ہو گئی اور عدت پوری ہونے کے بعد اس کے شوہر نے پھر اس کو نکاح کا پیغام دیا تو وہ کہتے ہیں: تم نے ہماری بیٹی کو طلاق دے دی اور آج تم پھر اسے نکاح کا پیغام دے رہے ہو، ہم اس سے نکاح نہیں کریں گے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ ذٰلِكُمْ أَزْكٰى لَكُمْ وَ أَطْهَرُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۳۲)

اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (انہی پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو، جب وہ دستور کے مطابق ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں، اس حکم کے ساتھ ہر اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو، یہ (حکم) تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے، اور اللہ (ہی) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۝

خلاصہ یہ ہے کہ کسی انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ جو عورت اس کے زیر ولایت اور زیر سرپرستی ہو خواہ اس کی بہن ہو یا اس کی بیٹی ہو اور وہ از خود اپنے سابق شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو وہ اس کو اس کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کرے۔

رہا یہ کہ وہ عورت جب تک عدت میں ہے اور اس کو طلاق رجعی دی گئی ہے تو اس کے شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے رجوع کر لے خواہ وہ عورت چاہے یا انکار کرے، یا اس عورت کے گھر والے چاہیں یا انکار کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًا ؕ (البقرہ:۲۲۸) اور ان (طلاق رجعی پانے والیوں) کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں، بشرطیکہ ان کا ارادہ حسن سلوک کے ساتھ رہنے کا ہو۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس رجوع کے لیے شرط عائد کی ہے کہ ان کا ارادہ اصلاح کا ہولیکن جب ان کا ارادہ ضرر پہنچانے کا ہوتو اللہ تعالیٰ کے نزدیک شوہر رجوع کرنے کا حقدار نہیں ہے۔ اگر چہ دنیا میں اس کو رجوع کرنے کا حق ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو یہ حق نہیں ہے کہ جب وہ اصلاح کا ارادہ نہ کرتا ہوتو پھر بیوی کو دی ہوئی طلاق سے رجوع کرے جب کہ وہ بیوی کو ضرر پہنچانے کا ارادہ کرتا ہو کہ وہ اس کو دی ہوئی طلاق سے رجوع کرلے اور پھر اس کو دوبارہ طلاق دے تاکہ اس کی عدت طویل ہوتی جائے اور پھر وہ رجوع کرتا جائے، جس طرح اس زمانے میں بعض لوگ ایسا کرتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی مطلقہ عورت طلاقِ رجعی کے بعد اپنے شوہر کے گھر میں رہے تو کیا اس میں کوئی فتنہ ہوگا یعنی اس کا شوہر اس مطلقہ رجعیہ سے جماع کرے گا؟

جواب: اس میں کوئی فتنہ نہیں ہے، کیونکہ جب مرد مطلقہ رجعیہ سے جماع کرلے گا تو اس کا رجوع متحقق ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے مطلقہ رجعیہ کے لیے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو گھر سے نکالا نہ جائے بلکہ گھر میں رکھا جائے تو جب عورت خاوند کے گھر میں رہے گی تو خاوند کے لیے جائز ہوگا کہ اس کے ساتھ جماع کرلے اور جب وہ اس کے ساتھ جماع کرلے گا تو اس کی دی ہوئی طلاق سے رجوع ہو جائے گا، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ جب بیوی اس کے گھر میں رہے گی تو وہ بیوی کو دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے میں رغبت کرے گا۔

سوال: جب مرد مطلقہ عورت سے جماع کرے تو کیا اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ رجوع کی نیت کرے؟

جواب: مذہب مختار یہ ہے کہ جب وہ مطلقہ رجعیہ سے جماع کرے گا تو اس کا رجوع متحقق ہو جائے گا خواہ اس میں وہ رجوع کی نیت نہ کرے۔

اور صحیح یہ ہے کہ جب مرد نے مطلقہ رجعیہ سے جماع کیا تو یا تو وہ رجوع کی نیت نہیں کرے گا یا رجوع کی نیت کرے گا یا اس کے دل میں کوئی نیت نہیں ہوگی۔ پس اگر اس نے رجوع کی نیت نہیں کی تو یہ رجوع نہیں ہے، اور اس کو اس فعل پر تعزیر دی جائے گی، اور اگر اس نے رجوع کی نیت کی ہے تو پھر معاملہ واضح ہے اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی، اس کے دل میں کوئی بات نہیں تھی تب بھی معتمد قول یہ ہے کہ یہ رجوع متحقق ہو گیا کیونکہ اس نے طلاق رجعی دی تھی اور وہ اس کی بیوی تھی اور جب اس نے اپنی بیوی سے جماع کیا تو اس کا یہ فعل جائز ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۹۵، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۳۲-۵۳۳۰ کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب: مطلقہ عورتوں کے شوہر عدت میں رجوع کرنے کے زیادہ حق دار ہیں

جب بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دیں تو اس سے رجوع کس طرح کرے گا، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: عورتوں کو منع نہ کرو

۵۳۳۰: بعولۃ بعل کی جمع ہے بمعنی شوہر، مفسرین نے کہا: جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی، جب تک اس کی عدت ختم نہ ہو وہ اس کو واپس لانے کا مستحق ہے اور اگر عدت ختم ہو جائے تو وہ بائنہ ہو جائے گی اور رجعت کا محل نہ رہے گی، اب اسے اجازتِ نکاح حاصل کرنا ہوگی اور شروطِ نکاح کے ساتھ عقدِ جدید کرے گا۔

مراجعت کی صورت میں بعض علماء نے کہا: جب اس سے جماع کرے گا تو رجوع ہو جائے گا، سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے۔ نیز انہوں نے کہا: اگر اس کو مس کیا یا قصدِ رجعت کے بغیر اس کی شرمگاہ کو بنظرِ شہوت دیکھ لیا تو رجوع ثابت ہو جائے گا۔ اس پر گواہ بنانا مناسب ہے، امام مالک اور اسحاق نے فرمایا: جب رجعت کے ارادہ سے عدت میں جماع کیا اور گواہ قائم کرنے سے جاہل تھا تو رجوع ثابت ہوگا اور جب تک رجعت پر گواہ قائم نہ کرے، بیوی اس کو جماع کرنے سے روک سکتی ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا: جب رجوع کیا اور گواہ نہ بنائے تو رجوع صحیح ہے۔ احناف بھی یہی کہتے ہیں، البتہ گواہ قائم کرنا مستحب ہے، امام شافعی نے فرمایا: رجوع صرف کلام سے ہوتا ہے اور اگر رجعت کے ارادے سے جماع کیا تو رجوع نہ ہوگا اور اس کو مہر مثل ادا کرے گا، لیکن اس میں اشکال ہے کہ وہ عورت بیوی کے حکم میں ہے، لہٰذا یہ وطی موجب مہر مثل نہیں۔ امام مالک نے فرمایا: جب اس کو حالتِ حیض یا نفاس میں طلاق دی تو اسے رجوع پر مجبور کیا جائے گا۔ ابن ابی شیبہ نے جابر بن زید سے روایت کی کہ جب دل میں رجوع کیا تو یہ رجوع نہ ہوگا۔

۵۳۳۱: حسن بصری نے کہا: معقل بن یسار کی ہمشیرہ ایک آدمی کی بیوی تھی، اس نے اسے طلاق دے دی، پھر اس سے علیحدہ رہا حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہوگئی پھر اسے منگنی کا پیغام بھیجا تو معقل بن یسار نے غصہ سے اس کا انکار کر دیا اور کہا: وہ اس سے علیحدہ رہا حالانکہ وہ اس پر قادر تھا پھر اب منگنی کا پیغام دیتا ہے اور اپنی ہمشیرہ اور اس کے شوہر کے درمیان حائل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ ''جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں اپنے سابق شوہر سے نکاح سے منع نہ کرو'' نازل ہوئی۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معقل کو بلایا اور اس کے سامنے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی تو اس نے غصہ ترک کیا اور اللہ کے حکم کے تابع ہوا''۔ (ایک روایت میں ہے کہ معقل نے سابق شوہر کو بلایا اور اس سے اپنی ہمشیرہ کا نکاح کر دیا)۔

۵۳۳۲: نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، حالانکہ وہ حالتِ حیض میں تھی، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ رجوع کرے، پھر اس کو روک رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کے پاس دوسری بار حیض آئے، پھر اس کو روک رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کے پاس تیسری بار حیض آئے، پھر اس کو مہلت دے حتیٰ کہ حیض سے پاک ہو جائے، اب اگر اس کو طلاق دینے کا ارادہ ہو تو جس وقت پاک ہو جائے جماع کرنے سے پہلے طلاق دے، یہی وہ عدت ہے جس میں عورتوں کو طلاق دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق پوچھا جاتا تو ان میں سے کسی سے کہتے تھے: اگر تو نے بیوی کو تین طلاقیں دیں تو وہ تیرے اوپر حرام ہوگئی یہاں تک کہ وہ

Marfat.com

تیرے سوا کسی اور شخص سے نکاح کرے، اس حدیث میں قتیبہ کے غیر نے لیث سے روایت میں اضافہ کیا کہ مجھے نافع نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر تو ایک یا دو طلاق دے تو بہتر ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہی حکم فرمایا تھا۔

(تفہیم البخاری حصہ ہشتم ص ۴۰۵-۴۰۲، جدہ پرنٹرز لاہور بار اول)

صحیح البخاری: ۵۳۳۲ کی شرح شیوخ دیو بند سے

شیخ سلیم اللہ خاں دیو بندی مہتمم جامعہ فاروقیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طلاق سے رجوع کا مسئلہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں رجوع عن الطلاق کا مسئلہ بیان فرمایا ہے، اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی تو عدت کے اندر اگر وہ رجوع کرے تو نئے نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر عدت گزر گئی تب وہ رجوع کرنا چاہے تو اس صورت میں عقد جدید اور نئے نکاح کی ضرورت ہوگی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کے اندر حضرت عبد اللہ بن عمر کی جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں رجوع کی پہلی صورت پائی جاتی ہے، یعنی رجوع فی العدت، اور حضرت معقل بن یسار کی جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں رجوع کی دوسری صورت پائی جاتی ہے، یعنی رجوع بعد العدت۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شوہر طلاق رجعی دینے کے بعد عدت کے اندر رجوع کا حق رکھتا ہے، اگر چہ عورت کو ناپسند ہو اور وہ اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی ہو۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۰۴)

طلاق سے کیسے رجوع کیا جائے گا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب میں آگے فرماتے ہیں: ''وکیف یراجع المراۃ اذا طلقھا۔ یعنی طلاق سے رجوع کا طریقہ کیا ہوگا؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رجوع بالکلام ہوگا، شوہر کہے کہ میں نے طلاق سے رجوع کر لیا۔ امام اوزاعی اور امام مالک کے نزدیک رجوع بالجماع ہوگا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نیت کی شرط بھی لگاتے ہیں کہ شوہر رجوع عن الطلاق کی نیت سے جماع اور صحبت کرے تب رجوع صحیح ہوگا، حنفیہ کے نزدیک رجوع قول اور عمل دونوں سے ہوسکتا ہے، جماع، مس بالشہوۃ، نظر الی فرجھا بالشھوۃ، سے رجوع ہو جائے گا اگر چہ اس نے رجوع کا قصد نہ کیا ہو۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۰۴، الابواب والتراجم ج ۲ ص ۸۴)

امام احمد سے ایک قول امام شافعی کے موافق اور دوسرا قول امام اوزاعی کے موافق منقول ہے۔

باب کے تحت امام بخاری نے جو روایات ذکر فرمائی ہیں، یہ پہلے گزر چکی ہیں، پہلی روایت میں ہے فحمی معقل من ذالک انفا، یعنی حضرت معقل (بفتح المیم، وسکون العین وکسر القاف) خودداری کی وجہ سے اس سے رکا اور انہوں نے دوبارہ اپنی بہن کو اس شوہر کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں دی، حمی از باب سمع من حمی عن الشیئی، رکنا، حمایت کرنا، انفا (ہمزہ اور نون کے فتحہ کے ساتھ) خودداری (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۰۳) ''واستقاد لامر اللہ''، یعنی اس نے اللہ کے حکم کی اطاعت کی۔

(کشف الباری عمانی صحیح البخاری، ص ۵۷۵-۵۷۴، کتاب الطلاق، کتاب النکاح، کتاب فضائل القرآن، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

Marfat.com

۴۵- بَابٌ: مُرَاجَعَةِ الْحَائِضِ

حیض والی عورت کو دی ہوئی طلاق سے رجوع کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تو آیا اس طلاق کا شمار ہوگا یا نہیں؟

۵۳۳۳- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَسَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُطَلِّقَ مِنْ قَبْلِ عِدَّتِهَا قُلْتُ فَتَعْتَدُّ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس بن جبیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، پس انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس طلاق سے رجوع کر لیں، پھر عدت پوری ہونے سے پہلے اس کو طلاق دے دیں، میں نے پوچھا: کیا اس طلاق کا شمار کیا جائے گا؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے سے عاجز ہو اور بیوقوف ہو (یعنی تب وہ ایسا کرے گا اور جو احکامِ شرعیہ پر عامل ہو اور صاحب عقل ہو تو وہ ایسا نہیں کرے گا، یعنی اس طلاق کا شمار ہوگا)۔

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الطلاق کے اوائل میں ذکر کیا ہے اور اس کا متن درج ذیل ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ ان کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی، پھر حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے، پھر آپ نے فرمایا: ابن عمر کو حکم دو کہ وہ اس دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لے، پھر وہ اس کو اپنے پاس رکھے حتیٰ کہ وہ اس حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کو حیض آئے، پھر اس حیض سے پاک ہو جائے، پھر اگر اس پر یہ منکشف ہو کہ وہ اس کو طلاق دے، تو وہ اس کو اس طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو، پس یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۹۰۸، ۵۲۵۱، ۵۲۵۲، ۵۲۵۳، ۵۲۵۸، ۵۲۶۴، ۵۳۳۲، ۵۳۳۳، ۷۱۶۰، صحیح مسلم: ۱۴۷۱، سنن نسائی: ۳۳۹۱، سنن ابوداؤد: ۲۱۷۹، مسند احمد: ۶۱۰۶، موطا امام مالک: ۱۲۲۰، سنن دارمی: ۲۲۶۲)

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت، اس کے مطالب اور مبہم عبارات کی وضاحت

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۵۳۳۳، کی باب کے ساتھ مطابقت واضح ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں حیض والی عورت سے رجوع کرنے کا ذکر ہے، اور حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی سند میں حجاج کا لفظ ہے، جو فعال کے وزن پر ہے، اور حجاج میں جیم پر تشدید ہے، ان کا پورا نام ہے حجاج بن منھال، اور اس حدیث میں یزید کا ذکر ہے جس کا مصدر زیادت ہے، اور ان کا نام ہے یزید بن ابراہیم التستری۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یونس بن جبیر نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر سے سوال کیا، یعنی یہ سوال کیا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی ہو اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے جواب میں کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی، اس جملہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے آپ کو صیغۂ غائب سے تعبیر کیا ہے، بہ ظاہر یوں کہنا چاہیے تھا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی تھی، لیکن اس کے بجائے انہوں نے یوں کہا کہ ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی تھی۔

پس حضرت عمر نے سوال کیا یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے حکم دیا کہ ابن عمر سے کہو کہ وہ اس طلاق سے رجوع کرلے اور عدت کے اندر اس کو دوبارہ طلاق دے۔

میں نے کہا: کیا اس طلاق کا شمار کیا جائے گا؟ یہ کہنے والے یونس بن جبیر ہیں تو انہوں نے حضرت ابن عمر سے یہ سوال کیا تو حضرت ابن عمر نے یہ جواب دیا کہ یہ بتاؤ کہ ابن عمر احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے سے عاجز ہو یا بیوقوف ہو تو کیا وہ ایسا کرے گا، یعنی حضرت ابن عمر کو اس طلاق کے شمار کرنے سے کیا چیز منع کرے گی؟ یا تو جہالت منع کرے گی، یا حماقت منع کرے گی اور یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں، تو پھر اس طلاق کا شمار کیا جائے گا۔

علامہ ابن التین کی شرح پر علامہ عینی کا تعاقب

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ''الاقراء'' سے مراد ''الاطھار'' ہے، اور اس میں امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ الاقراء سے مراد حیض ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: سبحان اللہ! اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی تخصیص کی کیا دلیل ہے اور امام ابوحنیفہ اس قول میں منفرد نہیں ہیں لیکن جب آدمی ان کی طبیعت میں باطل تعصب ہو تو وہ اس کو اس قسم کی باتوں پر برانگیختہ کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قرء کے معنی حیض ہونے پر مصنف کی طرف سے دلیل

امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ قرء کا معنی حیض ہے، اور اس سے پہلے اس پر بہت دلائل ذکر کیے جا چکے ہیں، ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

Marfat.com

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ط (البقرہ:۲۲۸) طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

اس آیت میں طلاق یافتہ عورت کی عدت تین قروء بیان کی گئی ہے، اگر طلاق کا معنی حیض کیا جائے تو پھر تین حیض متصور ہوں گے اور اگر قروء کا معنی طہر کیا جائے تو جس طہر میں طلاق دی جائے گی اگر اس کو شمار کیا جائے تو پھر یہ ڈھائی طہر ہوں گے اور اگر اس کو شمار نہ کیا جائے تو پھر یہ ساڑھے تین طہر ہوں گے اور ثلاثہ کے لفظ پر عمل نہیں ہوگا، اور ثلاثہ ایک لفظ خاص ہے جس کا معنی ہے مکمل تین عدد، اور مکمل تین عدد صرف حیض میں ہوں گے طہر میں مکمل تین عدد نہیں ہو سکتے، اس لیے امام ابوحنیفہ کا مذہب قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

رجوع کے شرعی معنی کی تحقیق

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رجوع سے مراد ہے عدت کے اندر رجوع کرنا، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں مذکور ہے، اور رجوع کا ایک معنی ہے عدت کے بعد رجوع کرنا (عدت کے بعد عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ نکاح باقی نہیں رہتا، اب اس کی طرف رجوع کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس سے دوبارہ نکاح کیا جائے، دوبارہ مہر رکھا جائے، دوبارہ گواہ قائم کیے جائیں۔ سعیدی غفرلہ)

عدت کے بعد رجوع کرنے کی مثال وہ ہے جس کا ذکر حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کے معاملہ میں گذر چکا ہے اور اس پر اجماع قائم ہے کہ مرد جب اپنی آزاد عورت کو طلاق دے دے اور وہ اس سے دخول کر چکا ہو اور اس نے اس کو ایک طلاق دی ہو یا دو طلاقیں دی ہوں تو وہ اس طلاق سے رجوع کرنے کا زیادہ حق دار ہے حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے، خواہ عورت اس کو ناپسند کرتی ہو۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِىْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ط (البقرہ:۲۲۸) اور ان (طلاقِ رجعی پانے والیوں) کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں، بشرطیکہ ان کا ارادہ حسن سلوک کے ساتھ رہنے کا ہو۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت مذکورہ میں رجوع کا بیان ہے، اسی لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ اگر میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی یا دو طلاقیں دیں، پھر مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ میں اس طلاق سے رجوع کر لوں، اور حضرت ابن عمر طلاقِ مغلظہ دے چکے تھے تو ان کو اس سے رجوع کرنا میسر نہ ہوا۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح

اگر طلاق دینے والے نے سنت کے مطابق طلاق نہیں دی حتیٰ کہ مطلقہ کی عدت پوری ہوگئی تو وہ خود اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے، پس عدت کے بعد وہ مطلقہ اپنے خاوند کے لیے اجنبی عورت کی طرح ہو جائے گی اور وہ اپنے خاوند کے لیے بغیر نکاح کے پیغام دینے اور دوبارہ نکاح کرنے جو ولی اور گواہوں کے ساتھ ہو، حلال نہیں ہوگی، اور یہ رجوع کے طریقے پر نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے۔

Marfat.com

اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کا نکاح کیا، اگر ان کا شوہر عدت کے دوران رجوع کر لیتا تو وہ اس کا مالک تھا، لیکن جب ان کی بیوی کی عدت مکمل ہوگئی اور وہ اپنے شوہر کے لیے اجنبیہ ہوگئیں تو اب انہوں نے پسند کیا کہ وہ دوبارہ ان سے رجوع کریں تو ان کی بیوی کے بھائیوں نے منع کیا اور ان کے ساتھ دوبارہ نکاح سے بھی منع کیا اور ان کا منع کرنا جائز نہیں تھا، اگرچہ یہ پہلے مباح تھا اور بغیر نکاح جدید کے اور مہر کے اور گواہوں کے ان کا حضرت معقل بن یسار کی بہن سے دوبارہ نکاح کرنا جائز نہیں تھا اور یہی حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی شرح

رہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث، سو وہ اس شرح کے خلاف ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ انہوں نے حیض میں جو طلاق دی ہے، وہ اس طلاق سے رجوع کر لیں اور اس حدیث میں آپ نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس رجوع میں ان کو دوبارہ مہر مقرر کرنے یا دوبارہ ولی کی اجازت کی ضرورت ہوگی، کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا تو آپ نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ ان کی بیوی بھی اس پر راضی ہو اور نہ یہ ذکر فرمایا کہ ان کا ولی اس پر راضی ہو اور اگر اس کی ضرورت ہوتی تو صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس کا ذکر نہ کیا جاتا بلکہ ان کی عورت کو بھی حکم دیا جاتا اور عورت کے ولی کو بھی حکم دیا جاتا، سو ہر وہ شخص جو عدت کے دوران دی ہوئی طلاق سے رجوع کرے تو اس کا یہی حکم ہے کہ اس پر احکامِ نکاح میں سے کوئی حکم لازم نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ وہ اس رجوع کے اوپر گواہ قائم کر لے اور اس پر علماء کا اجماع ہے اور اس پر نکاح کے فرائض میں سے کوئی فرض اس لیے لازم نہیں ہے کہ وہ سنت کے مطابق طلاق دینے والا ہے اور اس نکاح میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس نکاح کے منافی ہو۔

اور اس معنی کی تائید قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ سے ہوتی ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَ لَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْۤ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًا ؕ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ (البقرہ: ۲۲۸)

طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقدِ ثانی سے) روکے رکھیں، اور اگر وہ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں (بچہ دانیوں) میں پیدا کیا ہے، اور ان (طلاقِ رجعی پانے والیوں) کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں، بشرطیکہ ان کا ارادہ حسن سلوک کے ساتھ رہنے کا ہو، اور عورتوں کے لیے دستور کے مطابق مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے، اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O

یعنی عورتوں کے شوہر عدت کے دوران رجوع کرنے کے زیادہ حق دار ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ رجوع

Marfat.com

کرلیں یہ لازم نہیں کیا کہ وہ عورتوں سے اجازت طلب کریں اور نہ نکاح کے فرائض میں سے اور کسی فرض کو لازم کیا ہے۔
اور طلاقِ سنت میں علماء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب وہ رجوع کریں تو اس پر گواہ قائم کرلیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
اَسْکِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (الطلاق:٦) ''مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے موافق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو''۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں کو اپنے پاس رکھنے کا حکم دیا ہے اور یہ ذکر نہیں فرمایا کہ تم ان پر گواہ بناؤ اور نہ نکاح میں گواہ بنانے کا ذکر کیا ہے اور نہ طلاق میں گواہ بنانے کا ذکر کیا ہے، لیکن رجوع کرنے میں گواہ بنانے کا حکم دیا ہے:
فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ (الطلاق:٢) پھر جب وہ تکمیل عدت کو پہنچنے لگیں تو ان کو اچھائی کے ساتھ روک لو یا ان کو دستور کے مطابق جدا کردو، اور اپنے دو نیک آدمیوں کو گواہ بنالو، اور اللہ کے لیے گواہی دو۔
جب یہ ثابت ہوگیا کہ جب مرد اپنی بیوی سے رجوع کرے تو وہ اس پر گواہ قائم کرلے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ کس صورت میں اس کا رجوع متحقق ہوگا۔ سعید بن المسیب التوفی ۹۰ھ، عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور طاوس بن کیسان الیمانی متوفی ۱۰۶ھ نے کہا ہے کہ جب مرد نے مطلقہ رجعیہ سے جماع کرلیا تو اس کا رجوع متحقق ہوگیا۔
اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ نے کہا ہے: جب اس نے اپنی بیوی کے ساتھ عدت کے دوران جماع کیا اور وہ رجوع کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور وہ اس سے ناواقف تھا کہ وہ اس رجوع کے لیے گواہ قائم کرلے تو عورت کو چاہیے کہ اس کو جماع کرنے سے منع کرے حتیٰ کہ وہ رجوع کے اوپر گواہ قائم کرلے اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا: جب اس نے رجوع کیا اور گواہ نہیں بنایا تو اس کا رجوع صحیح ہے، اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا کہ رجوع صرف کلام کے ساتھ صحیح ہوتا ہے بایں طور کہ وہ اپنی بیوی سے کہے: میں نے تم سے رجوع کرلیا اور یہی ابوثور کا قول ہے، پس اگر اس نے رجوع کی نیت سے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کیا یا اس کے بغیر جماع کیا تو اس کا رجوع صحیح نہیں ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مہرِ مثل ادا کرے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۳۸۸-۳۸۹، الاشراف ج ۱ ص ۲۷۶-۲۷۷)
امام شافعی کے مذہب پر یہ اشکال ہے کہ مطلقہ رجعیہ بیویوں کے حکم میں ہوتی ہے تو اگر وہ مطلقہ رجعیہ سے جماع کرے گا تو اس پر مہرِ مثل کیونکر واجب ہوگا؟ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ کے نزدیک اگر اس نے اپنی بیوی کو چھوا یا اس کی شرمگاہ کی طرف شہوت سے دیکھا اور اس کا رجوع کرنے کا قصد نہیں تھا تب بھی اس کا رجوع متحقق ہوگیا اور مناسب یہ ہے کہ وہ اس کے اوپر گواہ قائم کرلے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۳۸۸)

حائضہ سے رجوع کرنے کے متعلق فقہاءِ اسلام کا اختلاف

علامہ ابراہیم بن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے: حائضہ سے رجوع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، پس امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا: جس نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں یا حالتِ نفاس میں طلاق دی تو اس کو اس طلاق سے رجوع کرنے پر مجبور

Marfat.com

کیا جائے گا اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ حیض یا نفاس میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کرلے اور یہی ابوثور کا قول ہے۔

اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے: اس صورت میں یعنی حیض یا نفاس میں دی ہوئی طلاق میں اس کو رجوع کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے پر مرد کو مجبور کیا جائے گا ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا تھا کہ تم ابن عمر کو حکم دو کہ اس نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں جو طلاق دی ہے اس سے رجوع کرلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنا فرض ہے۔ (الاشراف ج۱ ص۲۸۱)

طلاقِ رجعی میں جماع کرنے کا حکم

علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک طلاق رجعی میں اپنی بیوی سے جماع کرنا حرام ہے اور اس میں فقہاء نے مخالفت کی ہے اور جس عورت کو طلاقِ بائنہ دی گئی ہو وہ عدت کے دوران اور عدت کے بعد دوسرا نکاح کرسکتی ہے، نہ وہ عورت جس کو تین طلاقیں دی گئی ہیں، مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور وہ اس کو اپنی مرضی سے طلاق دے، پھر وہ اس طلاق کی عدت گزارے تو پھر وہ پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے، اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے اس کی دُبر (سرین) میں وطی کی تو یہ رجوع نہیں ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ یہ بھی رجوع ہے۔

دل میں رجوع کرنے کا حکم

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں جابر بن زید سے روایت کی ہے کہ جب کسی مرد نے اپنے دل میں رجوع کی نیت کی تو اس کا یہ نیت کرنا لغو ہے، انہوں نے کہا: اگر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پھر اس نے اپنی بیوی کو رجوع کرنے کی خبر نہیں دی حتیٰ کہ اس کی عدت مکمل ہوگئی اور اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کرلیا اور دوسرے مرد نے اس کے ساتھ دخول کرلیا تو اس مرد کے لیے کوئی چیز ثابت نہیں ہوگی۔

اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ نے فرمایا: جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس سے رجوع کرنے پر گواہ قائم کر لیے تو وہ اس کی بدستور بیوی ہے، خواہ اس نے اس کو اس کی خبر دی ہو یا نہ دی ہو اور دوسرے شوہر نے اس کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ نے فرمایا: اگر اس نے اپنی بیوی کو دوسرا نکاح کرنے سے پہلے پالیا تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے اور دوسری روایت میں ہے: جب تک کہ دوسرے مرد نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو، اور سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پھر اپنی بیوی کے پاس اس نے پیغام بھیجا کہ اس نے رجوع کرلیا ہے، اور اس کی بیوی تک یہ پیغام نہ پہنچا ہو حتیٰ کہ اس نے نکاح کرلیا تو انہوں نے کہا: وہ عورت اس سے بائنہ ہوجائے گی، اور اگر اس عورت تک اس سے پہلے رجوع کا پیغام پہنچ گیا کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرتی، تو وہ اس کی بدستور بیوی رہے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۴ ص۱۶۴-۱۶۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی المتوفی ۹۶ھ نے کہا: جب کسی مرد نے عدت پوری ہونے کے بعد اپنے رجوع کرنے کا دعویٰ کیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس دعویٰ کے اوپر گواہ پیش کرے اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ نے کہا ہے کہ اس صورت میں

Marfat.com

اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی خواہ وہ گواہ پیش کرے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ نے کہا: اگر مرد نے عدت پوری ہونے کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ میں تم سے رجوع کر چکا تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ ھ اور ابراہیم نخعی نے کہا: اگر اس نے چپکے سے طلاق دی ہے تو وہ چپکے سے رجوع کرلے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ ھ نے کہا کہ یہ رجوع ہے اور اگر اس نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس نے کھلم کھلا طلاق دی تھی اور رجوع کر لیا تو وہ اپنے رجوع کے اوپر گواہ قائم کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۹۵-۱۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ ھ)

بغیر ولی اور سرپرست کی اجازت کے نکاح کے جواز میں فقہاء اسلام کا اختلاف

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ ھ کہتے ہیں کہ حضرت معقل بن یسار کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے، اور جب ولی اس کو نکاح کرنے سے روکے تو سلطان یا سربراہ کے لیے جائز ہے کہ اس سے یہ پوچھے کہ وہ کس وجہ سے اس عورت کو نکاح سے منع کر رہا ہے، سو اس حدیث میں جمہور کی یہ دلیل ہے کہ نکاح کی شرط ولی کی اجازت ہے، اور امام ابوعبید الہروی المتوفی ۲۳۸ ھ نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت معقل بن یسار کے قصہ میں نازل ہوئی ہے اور ہمارے نزدیک یہ نکاح میں ولی کی اجازت کے لیے اصل ہے۔

میں کہتا ہوں: اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا موقف یہ ہے کہ آزاد، عاقلہ، بالغہ از خود اپنی مرضی سے کسی جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اور حدیث میں ارشاد ہے کہ جو کنواری لڑکی بالغہ ہو اس کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اور اس کی اجازت کے بغیر اس کا کہیں نکاح نہیں کیا جائے گا، اور حضرت معقل بن یسار کی حدیث میں فقہاء احناف کی دلیل ہے کیونکہ جب حضرت معقل بن یسار نے اپنی بہن کو ان کے سابق شوہر کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۳۲)

اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (انہی پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو، جب وہ دستور کے مطابق ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں، اس حکم کے ساتھ ہر اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو، یہ (حکم) تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے، اور اللہ (ہی) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۝

سو اس آیت کے نزول کے بعد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ جو پہلے اپنی بہن کو ان کے سابق شوہر کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر رہے تھے، انہوں نے اپنے منع کرنے سے رجوع کر لیا اور بہن کو اجازت دے دی کہ وہ سابق شوہر سے نکاح کر سکتی ہیں، تو جس طرح حضرت معقل بن یسار نے اس آیت کے نزول کے بعد اپنا سرِ تسلیم خم کر دیا اور یہ مان لیا کہ آزاد عاقلہ بالغہ عورت اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے، کاش! فقہاء شافعیہ بھی اس آیت کے سامنے اپنا سرِ تسلیم خم کر دیتے اور یہ مان لیتے کہ آزاد عاقلہ

Marfat.com

بالغہ عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے اور مناسب یہ ہے کہ وہ کفو کے اندر نکاح کرے۔ (سعیدی غفرلہ)

ہوائے نفس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترجیح دینا

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو اس بات پر غصہ تھا کہ جب ان کے بہنوئی نے عدت کے دوران ان کی بہن کو دی ہوئی طلاق سے رجوع نہیں کیا، اب وہ عدت گزرنے کے بعد جب ان کی بہن بائنہ ہو چکی ہے تو وہ اس سے کیوں دوبارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں، ان کو اس پر غیرت آئی اور انہوں نے اپنی بہن کو ان کے نکاح میں دوبارہ دینا اپنے لیے باعثِ عار سمجھا لیکن جب البقرہ: ۲۳۲ نازل ہوئی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ تم عورتوں کو نکاح کرنے سے منع نہ کرو تو انہوں نے اپنا غصہ تھوک دیا اور اپنے عار اور اپنی غیرت کو پسِ پشت ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اپنی بہن کو اپنے بہنوئی کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے سے منع نہیں کیا، سو معلوم ہوا کہ جب انسان ہوائے نفس میں مبتلا ہو اور اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو تو وہ ہوائے نفس کو ترک کر دے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف کہ قرء کا معنی طہر ہے یا حیض

علامہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں: کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قرء کا معنی طہر ہے، اس کو علامہ ابن التین شارح بخاری نے ذکر کیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کریں، پھر ان کو دوبارہ طلاق دیں ان کی عدت پوری ہونے سے پہلے، یعنی طہر میں طلاق دیں، اور اس کا امام بخاری نے اس طرح ذکر نہیں کیا۔

پھر علامہ ابن التین نے ذکر کیا ہے کہ اس میں امام ابوحنیفہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ قرء کا معنی حیض ہے۔ (ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ جو کہتے ہیں کہ قرء کا معنی حیض ہے اس پر ان کے کیا دلائل ہیں۔ سعیدی غفرلہ)۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۵۴۲-۵۴۷، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حالتِ حیض میں دی ہوئی طلاق کے متعلق فقہاءِ اسلام کا اختلاف

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، صحیح البخاری: ۵۳۳۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، اکثر اہل علم یہ کہتے ہیں کہ حالتِ حیض میں دی ہوئی طلاق، طلاقِ رجعی ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ حیض میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور شیخ ابن تیمیہ کا موقف یہ ہے کہ حالتِ حیض میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی اور ان کے شاگرد ابنِ قیم نے بھی اس مسئلہ میں ان کی موافقت کی ہے اور انہوں نے اپنی کتاب زاد المعاد میں اس پر بہت زیادہ دلائل قائم کیے ہیں، جو ان کا مطالعہ کرے گا اس پر واضح ہو جائے گا کہ یہی قولِ راجح ہے کہ حالت حیض میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، کیونکہ قاعدہ عظیمہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے امر کے موافق نہیں ہے تو اس کا وہ عمل مردود ہے، کیونکہ حالتِ حیض میں طلاق دینا ایسا عمل ہے جس کے موافق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امر نہیں ہے، پس جب اس کے موافق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امر نہیں ہے، تو وہ عمل مردود ہے اور وہ عمل مقبول نہیں ہے اور وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور جو احادیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس قصہ کے متعلق وارد

Marfat.com

ہیں، وہ مختلف ہیں، بعض احادیث میں ہے: اس پر اعتماد کیا جائے گا، اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ نے اس کا بالکل اعتبار نہیں کیا، کیونکہ یہ طلاق ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے بغیر واقع ہوئی ہے۔

اور جب دلائل میں تعارض ہو اور ان میں سے کوئی ایک دلیل دوسری دلیل سے زیادہ واضح نہیں ہے تو واجب ہے کہ اس حکم کو اس طرح لوٹایا جائے جس طرح راسخین فی العلم متشابہ کو محکم کی طرف لوٹاتے ہیں اور محکم یہ ہے کہ حالتِ حیض میں طلاق واقع نہیں ہوتی، اس حدیث کی بناء پر جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے کہ جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے (صحیح البخاری: ۲۶۹۷، صحیح مسلم: ۱۷۱۸) اور اس لیے کہ اگر ہم حالتِ حیض میں دی ہوئی طلاق کو واقع کر دیں تو یہ اللہ عزوجل کے حکم کے خلاف ہے۔

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا تھا کہ وہ اس طلاق سے رجوع کر لیں اور یہ تفصیل نہیں کی تھی کہ یہ پہلی طلاق ہے یا تیسری طلاق ہے اور اس میں دلیل ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی اور اس کا شمار نہیں کیا گیا، کیونکہ اگر یہ طلاق واقع ہوتی تو حضرت عبد اللہ بن عمر پوچھتے کہ کیا یہ پہلی طلاق ہے یا تیسری طلاق ہے، اور اس لیے کہ اگر یہ تیسری طلاق ہوتی تو پھر رجوع کرنا ممکن نہیں تھا۔

اور صحیح مسلم میں یہ دلیل ہے کہ یہ پہلی طلاق ہے اور اس سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ طلاق واقع ہو گئی ہے۔

پس میرے نزدیک راجح قول وہ ہے جس کی طرف شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ حالتِ حیض میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ اس طہر میں دی ہوئی طلاق واقع ہوتی ہے جس میں مرد اپنی بیوی سے جماع کر چکا ہو، حتیٰ کہ اس کا عمل ظاہر ہو جائے۔ اگر مرد نے اپنی بیوی کو اس طہر میں طلاق دی جس میں وہ جماع کر چکا ہے تو اس کی وہ طلاق لغو ہے، کیونکہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی عورت حاملہ ہے تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کی عدت وضع حمل ہو گی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۹۶-۹۷، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

شیخ عثیمین کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں شیخ عثیمین کا شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن قیم کے ساتھ تخصیص کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک حالتِ حیض میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس طلاق سے رجوع کرے اور اس طلاق کا شمار نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث سے واضح ہے اور شیخ عثیمین پر حیرت ہے کہ جب اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صریح حدیث موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ تم عبد اللہ بن عمر سے کہو کہ اس طلاق سے رجوع کر لے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حالتِ حیض میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی تو پھر اس صریح حدیث کے ہوتے ہوئے شیخ عثیمین نے اس مسئلہ پر اس عمومی حدیث سے استدلال کیا ہے: ''جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے''، سو جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس خاص مسئلہ کے متعلق صریح حدیث موجود ہے تو پھر اس عمومی حدیث سے استدلال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ (سعیدی غفرلہ)

تنبیہ: مولانا غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ نے صحیح البخاری: ۵۳۳۳ کی شرح نہیں کی ہے اور صرف ترجمہ کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

Marfat.com

باب: حائضہ مطلقہ سے رجوع کرنا

۵۳۳۳: یونس بن جبیر نے کہا: میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا: عبداللہ بن عمر نے طلاق دی جب کہ ان کی بیوی حالتِ حیض میں تھی، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس کے متعلق) سوال عرض کیا تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ کہو: اس سے رجوع کرے، پھر جب عدت کا وقت آئے تو اس کو طلاق دے (طہر میں طلاق دے)، یونس نے کہا: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اس طلاق کو شمار کیا جائے گا (جو حالتِ حیض میں دی گئی تھی) تو انہوں نے کہا: مجھے خبر دو اگر عبداللہ عاجز آ گیا ہو اور حماقت کی وجہ سے طلاق دے دی تو طلاق واقع نہ ہوگی؟ (تفہیم البخاری ج ۸ ص ۴۰۶-۴۰۵، جدہ پرنٹرز لاہور، بار اول)

صحیح البخاری: ۵۳۳۳، کی شرح از شیوخ دیوبند

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر کسی آدمی نے زمانہ حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسکو رجوع کر لینا چاہیے، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، البتہ اس رجوع کی شرعی حیثیت میں اختلاف ہے، امام مالک، داؤد ظاہری کے نزدیک رجوع واجب ہے، امام احمد کی بھی ایک روایت اسی کے مطابق ہے، اور حنفیہ کا مذہب مختار بھی یہی ہے، امام شافعی کے نزدیک رجوع مستحب ہے، امام احمد کا ظاہر مذہب بھی اسی کے مطابق ہے اور حنفیہ میں قدوری نے اسی کو مختار قرار دیا ہے، دلائل کی تفصیل کتاب الطلاق کے شروع میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب مراجعۃ الحائض'' کا ترجمہ تو قائم کیا ہے لیکن وجوب اور عدم وجوب پر انہوں نے کوئی بحث نہیں کی۔ (کشف الباری عما فی صحیح البخاری، کتاب الطلاق، ص ۴۷۵، مکتبہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی کراچی)

۴۶۔ بَابٌ: تُحِدُّ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہے، وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے

باب مذکور کی تعلیق

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا أَرَى أَنْ تَقْرَبَ الصَّبِيَّةُ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا الطِّيبَ لِأَنَّ عَلَيْهَا الْعِدَّةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ هَذِهِ الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۱۱۷)

اور زہری نے کہا: کہ میری رائے یہ نہیں ہے کہ جس بچی کا شوہر فوت ہو گیا ہو تو وہ خوشبو کے قریب جائے، کیونکہ اس پر بھی عدت واجب ہے، ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از حمید بن نافع از زینب بنت ابی سلمہ، انہوں نے ان تین حدیثوں کی خبر دی۔

احداد کا صیغہ اور اس کے لغوی اور اصطلاحی معنی کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، حدیث مذکور کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

"تحد" اس میں پہلے حرف پر پیش ہے اور دوسرے حرف پر زیر ہے اور یہ رباعی سے ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ پہلے حرف پر زبر ہو اور دوسرے حرف پر پیش ہو ثلاثی سے۔

اہلِ لغت نے کہا ہے: "الاحداد" کا اصل معنی ہے منع کرنا، اسی وجہ سے دربان کو حداد کہا جاتا ہے کیونکہ وہ آنے والے کو گھر میں داخل ہونے سے منع کرتا ہے، اور اسی وجہ سے "العقوبت" یعنی سزا کو حد کہا جاتا ہے، کیونکہ سزا بھی انسان کو گناہ کے کرنے سے روکتی ہے اور ابن درستویہ نے کہا ہے کہ احداد کا معنی ہے جو عورت عدت گزار رہی ہو، اس کو زینت اختیار کرنے سے منع کرنا اور اس کو اپنے بدن پر خوشبو لگانے سے منع کرنا اور جو لوگ اس عورت کو نکاح کا پیغام دینا چاہیں ان کو منع کرنا، اور جو لوگ اس سے نکاح میں رغبت کرنا چاہیں ان کو منع کرنا، جیسا کہ حد معصیت سے منع کرتی ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۸۵، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۴۳، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ اور اس باب کے عنوان کی شرح

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ تحد کے صیغہ میں پہلے حرف پر ضمہ ہے اور دوسرے حرف پر زیر ہے اور یہ رباعی سے ہے، علامہ عینی اس پر رد فرماتے ہیں کہ یہ اہلِ صرف کی اصطلاح نہیں ہے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ثلاثی مزید سے ہے، اور اس کا باب احداد ہے۔ ثعلب نے کہا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کی وفات کے سوگ میں زینت کو ترک کر دے تو کہا جاتا ہے "حدت المرأة علی زوجها تحد حدادا"۔

اور ابن درستویہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے نفس اور بدن پر زینت کو منع کرتی ہے، اور اس عورت کو نکاح کا پیغام دینے والوں کو بھی منع کرتی ہے کہ وہ اس کو نکاح کا پیغام دیں یا اس سے نکاح میں رغبت کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳-۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی، بچی پر سوگ کے وجوب میں ائمہ اربعہ کا اختلاف

یعنی محمد بن مسلم الزہری متوفی ۱۵۲ھ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ جس بچی کا خاوند فوت ہو گیا ہو، یعنی جو نابالغہ ہو وہ بھی خوشبو لگانے کے قریب نہ جائے کیونکہ اس پر بھی عدت واجب ہے۔

ابن شہاب زہری نے بچی کا ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، پس امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک بچی پر سوگ واجب نہیں ہے اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد متوفی ۲۴۱ھ اور امام ابوعبید متوفی ۲۳۸ھ اور ابوثور کے نزدیک بچی پر سوگ واجب ہے۔

ابن شہاب زہری نے کہا: کیونکہ بچی پر بھی سوگ واجب ہے، اس میں انہوں نے یہ اشارہ کیا ہے کہ عدت کے وجوب میں بچی بھی بالغہ کی مثل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے اس باب میں تین احادیث کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

Marfat.com

۵۳۳۴۔ قَالَتْ زَيْنَبُ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ فَدَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔

حضرت زینب نے کہا: میں حضرت ام حبیبہ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین کے پاس گئی، جب ان کے والد ابوسفیان بن حرب فوت ہو گئے تھے تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ایک کریم کی مثل زرد رنگ کی خوشبو منگوائی جو جسم پر لگانے والی تھی، پھر ان کی ایک باندی نے اس خوشبودار کریم کو ان کے رخساروں پر ملا، پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اب خوشبو لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت پر یقین رکھتی ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت کے اوپر تین راتوں سے زیادہ سوگ کرے، سوا اپنے خاوند کے جس پر وہ چار مہینے دس دن سوگ کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۵۳۳۴، ۵۳۳۹، ۵۳۴۵، صحیح مسلم: ۱۴۸۶، سنن ترمذی: ۱۱۹۵، سنن نسائی: ۳۵۰۴، سنن ابوداود: ۲۲۹۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۶، مسند احمد: ۲۵۹۱۴، موطا امام مالک: ۱۲۶۸، سنن دارمی: ۲۲۸۴)

بیوہ عورت کے سوگ کے متعلق فقہاء کے نظریات

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سوگ کی تعریف یہ ہے کہ بیوہ عورت زیب و زینت نہ کرے، رنگی پوشاک زینت کی نیت سے نہ پہنے، سرمہ اور خوشبو نہ لگائے، نہ زعفران یا مہندی لگائے، اسی طرح جو زیورات زینت کے لیے پہنے جاتے ہیں وہ نہ پہنے، بس ہماری شریعت میں صرف خاوند کے لیے اس کی بیوہ کو چار مہینے اور دس دن سوگ منانے کا حکم ہے، اور دوسرے مردوں کی مرگ پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور اہل حدیث (غیر مقلدین) کا یہی قول ہے اور فقہاء احناف نے اس کے خلاف کہا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ نابالغ لڑکی پر عدت واجب نہیں ہے۔

ہمارے زمانے میں نصاریٰ نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جب ان کا کوئی رئیس یا بادشاہ مرجاتا ہے تو مہینوں تک سوگ کرتے ہیں اور اپنی رعیت کو بھی سوگ کا حکم دیتے ہیں، مسلمانوں کو ان کی پیروی ہرگز نہ کرنا چاہیے، بس تین دن سوگ کافی ہے۔ اور شیعوں نے اس صحیح حدیث کے خلاف یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ہر محرم میں دس دن تک امام حسین علیہ السلام پر سوگ کیا کرتے ہیں، پان وغیرہ نہیں کھاتے، ان کی عورتیں زیور اتار ڈالتی ہیں، بعض عورتیں گوشت وغیرہ نہیں کھاتیں، یہ سب نادانی اور جہالت کے کام ہیں، افسوس ... مسلمان تیرہ سو سال گزرنے کے بعد کے واقعات پر تو سوگ کرتے ہیں اور اب جو ان کی آنکھوں کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کی خرابی ہو رہی ہے، اس کو دیکھ کر ایک آنسو بھی نہیں نکالتے، نہ اپنی قوم کی اصلاح اور فلاح کی کوئی تدبیر کرتے ہیں، ہاتھ

پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا، کھانا پینا، چین اڑانا، آپ خوش تو سارا جہان خوش، یہ مسلمانوں کا شیوہ ہو گیا ہے، یہ مسلمان محنت اور مشقت سے ایسا جی چراتے ہیں کہ کچھ نہ پوچھو، خالی عیش کرنے، اوقات ضائع کرنے، باوجود اس کے کہ مسلمانوں میں بہت سے انگریزی خواں اور مالدار بھی ہیں، مگر کسی ایک کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ قرآن شریف اور احادیث کی صحیح کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کر کے انگلستان اور امریکہ بھیجیں تا کہ وہاں کے مسلمان ان کتابوں سے فائدہ اٹھائیں، دو تین انگریزوں نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے مگر وہ کس کام کا؟ اول تو ترجمہ غلط، دوسرے مخالفانہ نظر سے انہوں نے قرآن شریف کے مضامین پر چوٹ کی ہے، خیر یہ تو ہوا۔ رونا اس پر آتا ہے کہ اگر کوئی دوسرا بندۂ خدا حدیث یا قرآن کا ترجمہ پھیلائے تو اس کو روکتے ہیں، مناع للخیر بن کر اپنے آپ کو دوزخ کا کندھا بناتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس حدیث کی رو سے بعض علماء نے علاج کی غرض سے سوگ کرنے والی عورت کے لیے سرمہ لگانے کو جائز قرار دیا ہے، لیکن موطا امام مالک کی روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کو سرمہ لگا لے اور صبح کو پونچھ ڈالے، اس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر ضرورت ہو تو بیوہ عورت رات کو سرمہ لگا سکتی ہے لیکن دن کو پونچھ ڈالے۔

(تیسیر الباری ج ۵ ص ۲۵۰-۲۵۲ نعمانی کتب خانہ، جون ۱۹۹۰ء)

احداد کی تعریف

علامہ عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

احداد کا لغوی معنی ہے سوگ، اس سے مراد یہ ہے کہ بیوہ عورت زینت کی تمام انواع اور اقسام کو ترک کر دے، نہ رنگین لباس پہنے، نہ خوشبو لگائے، نہ زیورات پہنے اور جب تک عدت کے اندر ہے تو سرمہ نہ لگائے، اور اس کی پوری تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کا زیب و زینت کرنا اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ اس سے نکاح کیا جائے، اور عدت کے دوران نکاح کرنا یا نکاح کا پیغام دینا ممنوع ہے تو اس لیے عدت کے دوران سوگ کرنا واجب ہے، اور بیوہ عورت کو زیب و زینت کرنے سے منع کر دیا گیا ہے تا کہ اس کے نکاح کرنے کا سدِ باب ہو اور اللہ تعالیٰ کی حدود محفوظ رہیں۔

کہا جاتا ہے "امرأۃ حاد و محد" اور احداد کا لغوی معنی ہے منع کرنا، اسی وجہ سے دربان کو حداد کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ گھر میں داخل ہونے والوں کو روکتا ہے اور شرعی سزا کو حد کہا جاتا ہے، کیونکہ شرعی سزا بھی انسان کو گناہوں کے ارتکاب سے روکتی ہے۔

القزاز نے کہا ہے: بیوہ عورت کے لئے حاد کا لفظ آتا ہے، حادۃ نہیں آتا، (کیونکہ یہ لفظ مرد کے لئے مستعمل نہیں ہوتا، مرد سوگ نہیں کرتا، صرف عورت ہی سوگ کرتی ہے جیسے حیض والی عورت کے لئے حائض کا لفظ آتا ہے، حائضہ کا لفظ نہیں آتا، کیونکہ حیض بھی عورت کے ساتھ خاص ہے مرد کو حیض نہیں آتا، نیز کہا جاتا ہے امراۃ حامل، اور یوں نہیں کہا جاتا امراۃ حاملۃ، کیونکہ بچہ کا حمل ہونا عورت کے ساتھ مخصوص ہے، مرد کو بچہ کا حمل نہیں ہوتا، اسی لیے امراۃ حامل کہا جاتا ہے، کیونکہ مرد حامل نہیں ہوتا، اسی طرح سوگ بھی عورت کے ساتھ خاص ہے مرد سوگ نہیں کرتا، اس لیے امراۃ حاد کہا جاتا ہے اور امراۃ حادۃ نہیں کہا جاتا۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

ابن درستویہ نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ بیوہ عورت کو اپنی زینت کرنے سے اور اپنے بدن پر خوشبو لگانے سے منع کیا ہے تا کہ جو لوگ اسے نکاح کا پیغام دینا چاہتے ہوں اور نکاح کا پیغام دینے میں رغبت رکھتے ہوں، وہ رک جائیں۔

Marfat.com

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تم تین دن سوگ کروں، پھر تم جو چاہو کرنا۔ (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۴۳۸)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ عبداللہ بن شداد کا حضرت اسماء بن عمیس سے سماع ثابت نہیں ہے، سو یہ حدیث مرسل ہے۔

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: یہ حدیث دوسری احادیث کے مخالف ہے، جیسا کہ فقہاء کے نزدیک ثابت ہے اور شیخ ابن حزم ظاہری نے از ابن ارطاۃ از الحسن بن سعید از عبداللہ بن شداد روایت کی ہے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد حضرت اسماء کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ غسل کر لیں اور سرمہ لگائیں۔ (المحلی ج ۱۰ ص ۲۸۰)

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کی روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس دن کے بعد پھر تم سوگ نہ کرنا"۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۶۹)

میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی کی روایت میں اور ابن حزم ظاہری اور امام احمد بن حنبل کی حدیثوں میں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں ہے، کیونکہ امام بیہقی کی روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین دن سوگ کرنے کا حکم دیا اور ابن حزم ظاہری کی روایت میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: تم تین دن کے بعد غسل کر لینا اور سرمہ لگا لینا اور امام احمد کی روایت میں ہے: تم اس دن کے بعد سوگ نہ کرنا، اور ان سب کا مآل (خلاصہ) یہی ہے کہ خاوند کے علاوہ اور کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے، جب کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا اپنے خاوند کی شہادت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرنا ان کی خصوصیت ہے۔

(سعیدی غفرلہ)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مسائل اور فوائد

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کی حدیث متعدد معانی پر دلالت کرتی ہے، جن کا بیان درج ذیل ہے:

(۱) مسلمان عورتوں پر یہ حرام کیا گیا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کی موت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کریں، اور ان کے لیے اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کی موت پر تین دن تک سوگ کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔

(۲) مسلمان بیوی کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی کی موت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کریں، اگر کسی مسلمان کی بیوی یہودیہ ہو یا نصرانیہ ہو تو اس کے لیے یہ حکم نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ پر ایمان رکھتی ہو اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، تو وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، اور ذمی عورت اس خطاب میں داخل نہیں ہے۔ (الاشراف ج ۱ ص ۲۷۰)

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن بیویوں کو اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع فرمایا ہے یہ ان عورتوں سے متعلق ہے جن کی عدت مہینوں کے ساتھ ہے، نہ کہ ان عورتوں سے متعلق جو حاملہ ہوں۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں، اس کے اوپر سوگ لازم نہیں ہوتا، اور اس پر ظاہر

Marfat.com

حدیث دلالت کرتی ہے۔ (الاشراف ج ۱ ص ۲۷۲)

(۵) اس مسئلہ میں اجماع نہیں ہے، کیونکہ حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ سوگ کے قائل نہیں ہیں اور ان کا قول شاذ اور غریب ہے۔ (الاشراف ج ۱ ص ۲۶۹)

(۶) امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور سفیان بن سعید بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ، اور فقہاء احناف اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ اگر باندی کا خاوند فوت ہو جائے تو اس پر بھی سوگ کرنا لازم ہے، کیونکہ باندی بھی تمام ازواج میں داخل ہے اور میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے سوائے حسن بصری کے، کیونکہ وہ سوگ کے قائل نہیں ہیں۔

(۷) اس پر اجماع ہے کہ جب ام ولد کا مالک فوت ہو جائے تو اس پر سوگ لازم نہیں ہے، کیونکہ سوگ کرنے کا حکم شوہر کی موت سے متعلق ہے نہ کہ مالک کی موت کے ساتھ، اور ام ولد بیوی نہیں ہے۔ (الاشراف ج ۱ ص ۲۶۲-۲۷۰)

میں کہتا ہوں کہ النیشاپوری کا یہ کہنا غلط ہے کہ اس پر اجماع ہے کیونکہ حضرت عمرو بن العاص کی حدیث میں یہ حکم ہے کہ ام ولد کی عدت بھی آزاد مسلمان عورت کی مثل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۰۸)

تنبیہ: علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی التوفی ۳۱۸ھ کے ذکر کردہ فوائد ختم ہوئے۔

یہودیہ اور عیسائیہ کا شوہر فوت ہو جائے تو آیا اس پر بھی سوگ کرنا لازم ہے یا نہیں؟

اگر کتابیہ (یعنی یہودیہ یا عیسائیہ) کا مسلمان شوہر فوت ہو جائے تو امام مالک کے نزدیک اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس کے اوپر اپنے شوہر کا سوگ کرنا لازم ہے یا نہیں ہے؟، پس اشعب مالکی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اس کے اوپر سوگ لازم نہیں ہے، اور یہی ابن نافع اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ (الاستذکار لابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ ج ۱۸ ص ۲۱۹، موسسۃ الرسالہ بیروت)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ یہودیہ یا عیسائیہ کے اوپر اپنے شوہر کی وفات کے سبب سے سوگ کیسے لازم ہوگا جب کہ وہ شرک کرتی ہے اور جو فرائض کو ترک کرتی ہے وہ بھی بہت سنگین بات ہے۔

اور امام مالک سے دوسری روایت ہے کہ اس یہودیہ یا عیسائیہ پر بھی سوگ کرنا لازم ہے اور یہی اللیث، اور امام شافعی اور ابوثور اور ابن حیی کا قول ہے۔ (الاستذکار لابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ ج ۱۸ ص ۲۱۹، موسسۃ الرسالہ بیروت)

اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ سوگ کرنا اس کے خاوند کا حق ہے اور وہ نسب کی حفاظت کرتا ہے جیسے عدت اس کا حق ہے، اور کافرہ عورت بھی اس حکم میں داخل ہے۔

امام بخاری نے روایت کی ہے کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع نہ کرے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۲۷، صحیح مسلم)

کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح کے اوپر نکاح کا پیغام نہ دے حتیٰ کہ اس کا بھائی اس کو اجازت دے دے، یا اپنے پیغامِ نکاح کو ترک کر دے۔ سو جس طرح کافر کی بیع کے اوپر بیع کرنا جائز نہیں ہے اور کافر کے پیغامِ نکاح کے اوپر نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے، سو اسی طرح سے خاوند کی وفات کے اوپر سوگ کرنا بھی خاوند کا حق ہے، خواہ اس کی بیوی کافرہ ہو۔

نیز اس پر یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ اگرچہ حدیث میں یہ خطاب مومنات کے ساتھ ہے، لیکن ذمی عورت بھی اس میں داخل ہے، کیونکہ وہ بھی زوجیت میں داخل ہے، کیونکہ ذمی عورت کے لیے بھی نفقہ لازم ہوتا ہے رہائش لازم ہوتی ہے اور عدت لازم ہوتی ہے اور

ان تمام احکام میں وہ مسلمان عورت کی طرح ہے، اسی طرح شوہر کی وفات پر سوگ کرنے میں بھی وہ مسلمان عورتوں کی طرح ہے۔

کم سن نابالغہ کا شوہر فوت ہو جائے تو آیا اس پر بھی سوگ لازم ہے یا نہیں؟

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام ابوعبید الہروی متوفی ۲۳۸ھ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، اور ان کے اصحاب نے کہا ہے: نابالغہ عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کے اوپر اپنے شوہر کی موت پر سوگ کرنا لازم نہیں ہے۔

(الاستذکار لابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ ج ۱۸ ص ۲۱۹-۲۲۰، موسسۃ الرسالہ بیروت)

ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کی موت کے علاوہ کسی اور کی موت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ حکم بالغہ عورت کے ساتھ مخصوص ہے اور جو نابالغہ ہے وہ اس حکم میں داخل نہیں ہے، اس پر صرف عدت لازم ہے۔ علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری کا اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے۔

جن فقہاء نے کہا ہے کہ نابالغہ پر بھی لازم ہے کہ جب اس کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ اس پر سوگ کرے کیونکہ جب نابالغہ کا نکاح ہر نکاح کرنے والے کے ساتھ جائز ہے جیسا کہ بالغہ عورت کا نکاح ہر نکاح کرنے والے کے ساتھ جائز ہوتا ہے تو واجب ہے کہ سوگ کرنے کا مسئلہ بھی اسی طرح ہو اور اس پر اجماع ہے کہ نابالغہ پر عدت وفات لازم ہے تو اسی طرح اس پر سوگ بھی لازم ہوگا۔

تین طلاق یافتہ عورت کا شوہر اگر فوت ہو جائے تو آیا اس پر بھی شوہر کی موت پر سوگ کرنا لازم ہے یا نہیں؟

سعید بن المسیب المتوفی ۹۰ھ اور سلیمان بن یسار اور ابن سیرین اور حکم نے کہا: اس پر بھی اپنے شوہر کی موت پر سوگ کرنا لازم ہے، اور فقہاء احناف اور ابوثور اور امام ابوعبید الہروی کا بھی یہی قول ہے۔

(الاستذکار لابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ ج ۱۸ ص ۲۲۲، موسسۃ الرسالہ بیروت)

امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ نے کہا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ تین طلاق یافتہ عورت بھی زینت کو ترک کر دے، اور ابراہیم بن یزید بن قیس الاسود النخعی متوفی ۹۶ھ سے بھی اسی قول کی حکایت ہے۔ (الاستذکار لابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ ج ۱۸ ص ۲۲۲، موسسۃ الرسالہ بیروت، المفہم ج ۴ ص ۲۸۴)

عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ تین طلاق یافتہ عورت پر اس کے شوہر کی موت کے سبب سے اس پر سوگ کرنا لازم نہیں ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت ام حبیبہ نے ایک خوشبو منگوائی، جس میں زرد رنگ کا خلوق تھا (یعنی زرد رنگ کی کریم تھی) اور خلوق کا معنی ہے ایسی خوشبو جو کریم میں ملی ہوئی ہو"۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: پھر حضرت ام حبیبہ نے اس خوشبودار کریم کو اپنے عارضین پر ملا، اس حدیث میں عارضین سے مراد ہے دو رخسار، اور علامہ قرطبی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ العوارض کی اصل الاسنان ہے یعنی دانت۔ اور رخساروں کو عوارض اس

Marfat.com

لیے کہا گیا ہے کہ اس میں کسی چیز پر اس کے مجاور کا اطلاق ہے۔ (المفہم ج ۴ ص ۲۸۲-۲۸۳، دار ابن کثیر بیروت)

صاحب الموعب نے کہا ہے: العارض کا معنی ہے "رُخسار" کہا جاتا ہے: "اخذ من عارضیه"، یعنی جب کوئی شخص اپنے رخساروں سے بال چنے، تو اس طرح کہا جاتا ہے۔ الازہری نے اپنی تہذیب میں کہا ہے العارض کا معنی ہے الخد، یعنی رخسار، کہا جاتا ہے "اخذ الشعر من عارضیه"، یعنی اس نے اپنے رخساروں سے بال چن لیے۔ (تہذیب اللغت ج ۳ ص ۲۴۰۲)

یہ قول صاحب الموعب کے قول کی مثل ہے اور اللحیانی نے کہا ہے "عارضا الوجه وعروضها" اس کا معنی ہے چہرے کی دو جانبیں۔ اور ابن سیدہ نے کہا ہے العارضان کا معنی ہے داڑھی یا جبڑے کی دو جانبیں، اور عارض کا معنی ہے رُخسار۔ (المحکم ج ۱ ص ۲۴۷)

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی المتوفی ۳۹۸ھ نے کہا ہے کہ "عارضة الانسان" کا معنی ہے: اس کے رُخسار کے دو صفحے اور عرب کہتے ہیں "فلان خفیف العارضین" اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کے رخساروں پر بال کم ہیں۔

(الصحاح ج ۳ ص ۱۰۸۶، دار العلم بیروت ۱۴۰۴ھ)

اور ابن فارس نے کہا ہے: بسا اوقات عرب لوگ عوارض سے اسنان یعنی دانتوں کا ارادہ کرتے ہیں۔ (مجمل اللغت ج ۲ ص ۶۶۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مرد کی سعادت اس میں ہے کہ اس کے عارضین خفیف ہوں یعنی اس کے رخساروں پر بال کم ہوں، کیونکہ جب وہ وضو کرے گا تو وہ پانی کو بالوں کی جڑوں تک پہنچانے کا محتاج نہیں ہوگا اور نہ غسل میں اپنے رُخساروں کے بالوں کو دھونے میں مبالغہ کرنے کا محتاج ہوگا۔

(المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۲۱۱، الکامل لابن عدی ج ۸ ص ۵۰۶، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۹۷)

خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں سکین راوی مجہول اور منکر الحدیث ہے اور دوسرا راوی مغیرہ بن سوید بھی مجہول ہے اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس کی سند میں یوسف بن الغرق ہے، وہ بھی منکر الحدیث ہے۔

علامہ نور الدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں یوسف بن الغرق ہے، العضدی نے اس کے متعلق کہا کہ وہ کذاب ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۱-۱۶۵)

شیخ البانی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ (ضعیف الجامع: ۵۳۰۳)، اسی طرح شیخ البانی نے الاحادیث الضعیفہ ۱۹۳ھ میں بھی اسی طرح کہا ہے۔

نیز اس حدیث میں ارشاد ہے: کہ جو عورت اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے وہ تین راتوں سے زیادہ اپنے خاوند کے علاوہ کسی کی موت کے اوپر سوگ نہ کرے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ تین دنوں سے زیادہ سوگ نہ کرے اور ایک اور روایت میں ہے: تین سے زیادہ سوگ نہ کرے اور اس سے مراد راتیں ہیں۔ اسی وجہ سے المعدود کو مونث کا صیغہ لایا گیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایام سے مراد ان کی راتوں کے ساتھ ہے۔ اس کی علامہ قرطبی نے حکایت کی ہے اور پہلا قول علامہ اوزاعی کا ہے۔

(المفہم ج ۴ ص ۲۸۴، دار ابن کثیر بیروت)

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا مذہب یہ ہے کہ جب حاملہ عورت کے ہاں چار مہینے دس دن سے پہلے بچہ ہو جائے تو وہ چار مہینے دس دن عدت پوری کرے گی۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ کوئی عورت اپنے خاوند کی موت کے سوا کسی کی موت پر تین دن

Marfat.com

سے زیادہ سوگ نہیں کرے گی، اس حدیث میں خاوند سے مراد ہر خاوند ہے، عام ازیں کہ دخول کے بعد ہو یا دخول سے پہلے ہو، اسی طرح ہر عورت سے مراد عام ہے وہ نابالغہ ہو یا بالغہ ہو یا باندی ہو یا آزاد ہو۔

نابالغہ کو اس حدیث میں داخل کرنے پر اعتراض ہے اور یہودیہ یا نصرانیہ بھی اس میں داخل نہیں ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۵۴۹-۵۶۰، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۳۳۵۔ قَالَتْ زَيْنَبُ فَدَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ أَمَا وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: پس میں حضرت زینب بنت جحش ام المومنین کے پاس گئی، جب ان کے بھائی کی وفات ہوگئی تھی تو انہوں نے ایک خوشبودار کریم منگوائی اور اس سے کچھ کریم لگائی، پھر انہوں نے کہا: سنو اللہ کی قسم! مجھے خوشبو لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ منبر پر فرما رہے تھے کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی فوت شدہ شخص کے اوپر تین راتوں سے زیادہ سوگ کرے، سوائے اپنے شوہر کے اس پر چار ماہ اور دس دن سوگ کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۵۳۳۴، ۵۳۳۹، ۵۳۴۵، صحیح مسلم: ۱۴۸۶، سنن ترمذی: ۱۱۹۵، سنن نسائی: ۳۵۰۴، سنن ابوداود: ۲۹۹۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۶، مسند احمد: ۲۵۹۱۴، موطا امام مالک: ۱۲۶۸، سنن دارمی: ۲۲۸۴)

اس کی توجیہ کہ عدتِ وفات گزارنے والی عورت کو بناؤ سنگھار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور عدتِ طلاق گزارنے والی عورت کو بناؤ سنگھار کرنے سے منع نہیں کیا گیا

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المازری نے کہا ہے کہ عدتِ وفات گزارنے والی عورت کو زینت اور بناؤ سنگھار سے منع کیا گیا ہے اور عدتِ طلاق گزارنے والی عورت کو زینت اختیار کرنے سے منع نہیں کیا گیا، کیونکہ زیب و زینت کرنا اور خوشبو لگانا نکاح کی دعوت دیتا ہے اور نکاح میں واقع کرتا ہے تو اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے تاکہ زیب و زینت سے منع کرنا نکاح سے روکنے کے لیے زیادہ موثر ہو۔ اور جب کہ عدتِ وفات میں عدت گزارنے والی عورت کا شوہر موجود نہیں ہوتا اور وہ اپنی بیوی کو کسی غلط کام سے روک نہیں سکتا، اس کے برخلاف طلاق دینے والا زندہ ہوتا ہے اور وہ اپنی مطلقہ بیوی کی حفاظت کرتا ہے، کیونکہ اس کا نسب اس کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے، لہٰذا مطلقہ کے شوہر کے ہوتے ہوئے کسی اور روکنے والے کی ضرورت نہیں ہے۔ (المعلم ج ۱ ص ۴۶۵، مطبوعہ بیروت)

مفقود (جس عورت کا شوہر غائب ہو اور اس کی خبر معلوم نہ ہو) کی بیوی کی عدت کے متعلق فقہائے اسلام کی آراء

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ مفقود کی بیوی عدت کے دوران سوگ کرے گی، اور ابن الماجشون نے کہا: اس پر کوئی عدت نہیں ہے۔ (الاستذکار ج ۱۸ ص ۲۲۱، موسستہ الرسالہ بیروت)

Marfat.com

ام ولد کی عدت کا مسئلہ

شیخ ابن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ام ولد کی عدت نہیں ہوتی، خواہ اس کو آزاد کر دیا جائے اور اس کا مالک فوت ہو چکا ہو، اور نہ کسی اور باندی کی عدت ہوتی ہے جس کا مالک فوت ہو چکا ہو یا اس کو آزاد کر چکا ہو، کیونکہ کتاب اور سنت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے اور ان کے لیے جائز ہے کہ وہ جب چاہیں نکاح کر لیں۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: تم ہمارے اوپر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو مشتبہ نہ کرو، جب ام ولد کا مالک فوت ہو جائے تو اس کی وہی عدت ہوتی ہے جو آزاد عورت کی عدت ہوتی ہے، اور وہ عدت چار ماہ دس دن ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۰۸)

اس حدیث کی تصریح کے مطابق ابن حزم ظاہری کا یہ کہنا غلط ہے کہ ام ولد کی کوئی عدت نہیں ہوتی۔

بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کرنے کی توجیہ

بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن اس لیے ہوتی ہے کہ چار ماہ کے دوران حمل کا پتا چل جاتا ہے، کیونکہ نطفہ رحم میں چالیس دن باقی رہتا ہے، پھر وہ نطفہ علقہ بن جاتا ہے یعنی جما ہوا خون، پھر وہ علقہ مضغہ بن جاتا ہے یعنی گوشت بن جاتا ہے، پھر چالیس دن کے بعد اس میں روح پھونک دی جاتی ہے، جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۰۸)

پھر جب یہ تین چالیس دن گزر گئے تو یہ چار ماہ کی مدت ہے، اس میں مزید دس دن کا اضافہ ہے تا کہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس عورت کو حمل ٹھہرا ہے یا نہیں، اس لیے بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کی گئی ہے کہ اگر اس کو حمل نہیں ٹھہرا تو پھر اس کی یہی عدت ہے اور اگر اس مدت کے دوران اس کا حمل ظاہر ہو گیا تو پھر اس کی عدت وضع حمل ہو گی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۵ ص ۵۶۲-۵۶۵، ملخصاً وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۳۳۶۔ قَالَتْ زَيْنَبُ وَسَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ تَقُولُ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَهَا أَفَتَكْحُلُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلَّ ذٰلِكَ يَقُولُ لَا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ۔

حضرت زینب نے کہا: اور میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ بیان کرتی تھیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک میری بیٹی کا خاوند فوت ہو گیا ہے، اور اس کی آنکھ میں تکلیف ہے، کیا وہ اپنی آنکھ میں سرمہ لگا لے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! دو مرتبہ یا تین مرتبہ اس نے پوچھا تو آپ نے ہر مرتبہ فرمایا: نہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی عدت تو چار ماہ دس دن ہے اور تم میں سے کوئی ایک عورت زمانہ جاہلیت کے اندر ایک سال کے بعد اونٹ کی مینگنی کو پھینک دیتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۵۳۳۸، ۵۷۰۶، صحیح مسلم: ۱۴۸۹، سنن ترمذی: ۱۱۹۷، سنن نسائی: ۳۵۳۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۴، موطا امام مالک: ۱۲۷۰)

Marfat.com

۵۳۳۷۔ قَالَ حُمَيْدٌ فَقُلْتُ لِزَيْنَبَ وَمَا تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ فَقَالَتْ زَيْنَبُ كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا حَتَّى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ ثُمَّ تُؤْتَى بِدَابَّةٍ حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ فَتَفْتَضُّ بِهِ فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطَى بَعْرَةً فَتَرْمِي ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ طِيبٍ أَوْ غَيْرِهِ سُئِلَ مَالِكٌ مَا تَفْتَضُّ بِهِ قَالَ تَمْسَحُ بِهِ جِلْدَهَا۔

(موطاامام مالک: ۱۲۷۰)

حُمید نے کہا: میں نے حضرت زینب سے پوچھا: وہ ایک سال کے بعد اونٹ کی مینگنی کو کس طرح پھینکتی تھیں، تو حضرت زینب نے بتایا کہ جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو وہ کسی جھونپڑی میں داخل ہو جاتی اور بہت خراب کپڑے پہن لیتی، اور خوشبو نہ لگاتی حتیٰ کہ ایک سال گزر جاتا، پھر کسی جانور کو لایا جاتا، گدھے کو یا بکری کو یا پرندے کو، وہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو رگڑتی، بعض اوقات جب وہ اپنا جسم اس کے ساتھ رگڑتی تو وہ جانور مرجاتا، پھر وہ عورت جھونپڑی سے نکلتی، سو اس کو اونٹ کی مینگنی دی جاتی، وہ اس اونٹ کی مینگنی کو پھینک دیتی، پھر اس کے بعد وہ جس طرح چاہتی خوشبو لگاتی اور زیب و زینت اختیار کرتی (یعنی وہ ایک سال کی مدت اس حالت میں گزارتی اور ایک سال کے بعد کسی جانور سے اپنا جسم رگڑنے کے بعد اونٹ کی مینگنی کو پھینک دیتی تو اس کی عدت ختم ہو جاتی اور پھر وہ زیب و زینت اور خوشبو کو اختیار کر لیتی۔ سعیدی غفرلہ) امام مالک سے سوال کیا گیا: وہ جانور سے کس طرح اپنے آپ کو رگڑتی تھی تو انہوں نے بتایا کہ وہ اس جانور کے ساتھ اپنی کھال کو رگڑتی تھی۔

زمانہ جاہلیت کی عدت کا طریقہ

غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی وہ عورت بھوتنی کی صورت میں ہوتی، بال اور ناخن بڑھے ہوئے، میلی کچیلی غلیظ۔

وہ نہ نہاتی تھی، نہ کپڑے بدلتی تھی، اور نہ ناخن کاٹتی تھی، کم بخت سال بھر اس پورے حال میں رہنے کی وجہ سے وہ عورت کیا معلوم ہوتی، بھوتنی معلوم ہوتی، اس کے بدن پر تمام زہریلا مادہ میل کچیل جم جاتا، اور یہی وجہ تھی کہ جانور پر اپنا بدن رگڑنے کے بعد وہ بیچارہ جانور مر جاتا۔ واہ رے جہالت، اپنی جان کو بھی تکلیف دی، اوپر سے ایک بے چارے جانور کی بھی جان لی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ جانور کے ساتھ اپنی شرمگاہ کو رگڑتی اور بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ دوڑ کر اپنے ماں باپ کے گھر میں چلی جاتی، کیونکہ اس کو اپنا حال دیکھ کر شرم آتی، کہیں دوسرے لوگ دیکھیں گے، اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اپنا سوگ اس جانور سے توڑتی، اور بعض نے کہا ہے کہ وہ غسل کر کے پاک صاف ہوتی۔ ان علماء نے یہ حدیث میں مذکور ''تفتض'' کی شرح میں بیان کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم چار ماہ دس دن کی عدت کو اپنے اوپر بوجھ سمجھ رہی ہو، اور زمانہ جہالت کی عدت کی تکلیفوں کو بھول گئیں، اول تو اس میں سال بھر تک انتظار کرنا، ثانی کسی دوسرے ایسے خراب جھونپڑے میں ایک سال تک

Marfat.com

اور ایسے پھٹے پرانے بدبودار کپڑوں کے ساتھ رہنا، یہ کتنی شدید مصیبت تھی، اور اسلام کے زمانہ میں جو تم کو آسانی حاصل ہوئی ہے، اس کی تم قدر نہیں کرتیں، اب چار مہینے دس دن بھی تم سے صبر نہیں کیا جاتا۔ اتنے دن اسی حال میں بھی گزر جائیں، اگر سرمہ نہ لگاؤ گی تو کیا مر جاؤ گی۔ (تیسیر الباری ج ۵ ص ۲۵۲، نعمانی کتب خانہ لاہور جون ۱۹۹۰ء)

بیوہ عورت کو عدت کے دوران سرمہ لگانے کی ممانعت کے متعلق علماء کے نظریات

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں بیوہ عورت کو عدت کے دوران جو سرمہ لگانے سے منع فرمایا ہے، یہ ممانعت بہ طور تحریم نہیں ہے، یعنی یہ نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ نہی تنزیہی ہے اور اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ یہ نہی تحریم کے لیے ہے تو یہ اس وقت ہے کہ جب سرمہ لگانے کی ضرورت نہ ہو، لیکن جب سرمہ لگانے کی ضرورت ہو تو پھر بیوہ عورت سرمہ لگا سکتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دین میں آسانی ہے، مشکل نہیں ہے۔ یعنی جب شدید ضرورت اور احتیاج نہ ہو تو پھر بیوہ عورت کو عدت کے دوران سرمہ لگانے کی ممانعت ہے اور جب شدید ضرورت اور احتیاج ہو تو پھر اس کو سرمہ لگانے کی رخصت ہے۔ یعنی اس کے لیے سرمہ لگانا بہ طور زینت کے ممنوع ہے اور بہ طور علاج معالجہ کے ممنوع نہیں ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بیوہ عورت کو حالتِ سوگ میں سرمہ لگانے سے منع کیا گیا ہے، خواہ اس کو سرمہ لگانے کی ضرورت ہو یا نہ ہو، لیکن علامہ نووی کی اس عبارت پر یہ رد کیا گیا ہے کہ احکامِ شرعیہ میں ضرورت مستثنیٰ ہوتی ہے۔

اس دور میں سرمہ لگانے کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ آنکھ بہت نازک عضو ہے، اس کی بہت حفاظت کرنا چاہیے اور سرمہ لگانے سے پہلے کسی آنکھوں کے ماہر ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیے کہ آیا سرمہ لگانے سے اس کی آنکھوں میں کوئی ضرر تو نہیں ہوگا، اگر کوئی آنکھوں کا اسپیشلسٹ سرمہ لگانے سے منع کرے تو پھر سرمہ نہیں لگانا چاہیے کیونکہ اس دور میں ویسے بھی جو حکیمانہ دوائیاں اور میک اپ کا سامان بنایا جاتا ہے، اس میں احتیاط کے تقاضوں کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا اور ان چیزوں کے استعمال سے اکثر انسان نقصانات سے دوچار ہوتا ہے، لہٰذا کسی ماہر ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر بہتر ہے کہ آنکھوں میں سرمہ لگانے سے احتراز کیا جائے۔ (سعیدی غفرلہ)

بیوہ عورت کے لیے سرمہ لگانے کی دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

موطا امام مالک میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم رات کو سرمہ لگاؤ اور دن میں اس کو پونچھ کر صاف کر دو۔ اور حدیثِ مذکور میں مطلقاً بیوہ عورت کو سرمہ لگانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، ان دو حدیثوں میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ جب اسے سرمہ لگانے کی ضرورت نہ ہو یعنی کسی بیماری کے علاج کے لیے اسے سرمہ لگانے کی ضرورت نہ ہو تو پھر اس کے لیے سرمہ لگانا جائز نہیں ہے اور اگر کسی بیماری کے علاج کے لیے اسے سرمہ لگانے کی ضرورت ہے تو دن میں اس کے لیے سرمہ لگانا جائز نہیں ہے اور رات میں وہ سرمہ لگا سکتی ہے۔

Marfat.com

دوسری تطبیق یہ ہے کہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں جو بیوہ عورت کو سرمہ لگانے سے منع کیا ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ جب اس کی آنکھوں میں کوئی خوف نہ ہو، لیکن اس توجیہ کا رد کیا گیا ہے کہ شعبی کی روایت میں ہے کہ اس عورت کے گھر والوں کو اس کی آنکھوں پر خطرہ تھا اور ابن مندہ کی روایت میں ہے: اس کی آنکھوں میں سخت تکلیف تھی اور اس کی بینائی میں خطرہ تھا، پھر بھی آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ اس کو سرمہ لگانے سے منع فرمایا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ سرمہ لگانا جائز ہے خواہ اس میں خوشبو ہو اور انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں نہی تنزیہی ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ عورت کو عدت کے دوران مخصوص سرمہ لگانے سے منع فرمایا ہے جس سرمہ سے عورتیں زینت حاصل کرتی ہیں۔

چار ماہ دس دن کے تعین کی توجیہ

شریعت میں بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کی گئی ہے، کہا گیا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ ایک سو بیس (۱۲۰) دن کے بعد بچہ کی خلقت مکمل ہوتی ہے اور پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ اور کبھی چاند کم و بیش دن کا ہوتا ہے تو بطریق احتیاط عدت چار ماہ دس دن مقرر کی گئی ہے اور عشر کا لفظ مونث ہے، اس سے مراد راتیں ہیں اور راتوں کے ساتھ دن کا بھی شمار ہے۔ پس عورت عدت سے اس وقت تک باہر نہیں آئے گی جب تک کہ گیارہویں رات شروع نہ ہو جائے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے "قال حُمید": اس حدیث کے راوی کا نام ہے حُمید بن رافع۔

"فقلت لزینب": اس سے مراد ہے حضرت زینب بنت ام سلمہ۔

"وما ترمی بالبعرۃ": یعنی مجھے بتائیں کہ اس حدیث میں عورت سے خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ تم اونٹ کی مینگنی مارتی تھیں۔

"حفشا": امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ نے امام مالک کی سند سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد ہے بیت صغیر، یعنی کوٹھڑی۔ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، نے کہا ہے کہ حفش سے مراد ہے بیت ذلیل، یعنی اس سے مراد وہ جھونپڑی ہے جس میں عدت گزارنے والی اپنا سامان وغیرہ رکھتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے بیت صغیر حقیر، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے بیت صغیر ضیق، یعنی اتنا تنگ اور چھوٹا گھر جس میں کوئی انسان کروٹ بھی نہ بدل سکے۔ علامہ حمد بن محمد خطابی نے کہا ہے کہ جھونپڑی کو حفش اس لیے کہا ہے کہ یہ تنگ ہوتا ہے اور اس کی دیواریں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوتی ہیں۔

اس کے بعد حدیث میں ہے "ثم تؤتی بدابۃ": یعنی اس عورت کے پاس پھر ایک جانور کو لایا جاتا ہے جو گدھا ہوتا ہے یا بکری ہوتی ہے یا پرندہ ہوتا ہے، اس میں او کا لفظ تنویع کے لئے ہے، اور جانوروں پر دابۃ کا اطلاق لغوی اعتبار سے ہے عرفی اعتبار سے نہیں ہے۔

"فتفتض بہ": علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ لفظ فضضت الشیء سے ماخوذ ہے، یعنی جب تم کسی چیز کو توڑ ڈالو اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو، یعنی وہ معتدہ اپنے جسم کو اس جانور کے ساتھ رگڑ کر عدت کو توڑ ڈالتی ہے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے۔

علامہ القتبی نے کہا ہے: میں نے علماء حجاز سے اس لفظ کے معنی کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: عدت گزارنے والی عورت

Marfat.com

غسل نہیں کرتی تھی اور پانی کو نہیں چھوتی تھی اور نہ اپنے ناخن کاٹتی تھی اور ایک سال کے بعد انتہائی قبیح منظر کے ساتھ اس جھونپڑی سے باہر آتی تھی، پھر وہ پرندے کو اپنی فرج کے ساتھ رگڑتی جس سے وہ زندہ نہیں رہتا تھا، اور ابن وہب نے کہا: وہ اپنے ہاتھ کو اس کی پشت پر رگڑتی، پھر اس کے بعد صاف پانی سے نہاتی، حتیٰ کہ صاف وشفاف ہو جاتی اور الخلیل نے کہا ہے: ''القفص'' کا معنی ہے: میٹھا پانی، کہا جاتا ہے ''افتضضت بہ'' یعنی میں نے میٹھے پانی کے ساتھ غسل کیا۔

''فتعطی بنرۃ فترمی بھا'': یعنی اس عدت گزارنے والی عورت کو اونٹ کی مینگنی دی جاتی اور وہ اس مینگنی کو پھینکتی۔

ابن الماجشون نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ عورت بکری کی مینگنی پھینکتی یا اونٹنی کی مینگنی پھینکتی اور اس کو اپنے سامنے ڈالتی، اور یہ اس کی علامت ہوتی کہ اس کی عدت پوری ہو گئی ہے اور ابن وہب کی روایت ہے کہ وہ بکری کی مینگنی اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینکتی، ایک قول یہ ہے کہ اونٹنی یا بکری کی مینگنی کو پھینکنے میں یہ اشارہ ہے کہ اس نے جو اتنے دن مشقت اٹھا کر صبر کیا اور عدت گزاری تو اونٹنی کی مینگنی پھینک کر اس نے اس عدت کو ختم کرنے کا استخفاف کیا اور استحقار کیا اور اپنے خاوند کے حق کی تعظیم کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس لیے اونٹنی کی مینگنی کو پھینکتی ہے تا کہ اس میں یہ شگون ہو کہ وہ دوبارہ اس مصیبت میں مبتلا نہیں ہو گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵-۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بیوہ عورت کے سرمہ لگانے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری بیٹی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے تو کیا وہ سرمہ لگا لے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا: نہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۳۳۶)

ابراہیم نخعی اور عطاء اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی عورت مرض کی وجہ سے مجبور ہو تو وہ رات کے اندر سرمہ لگا لے اور دن کے اندر سرمہ کو پونچھ لے، اور ان کا استدلال حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث مذکور سے ہے۔

(المنتقی للباجی مالکی ج ۴ ص ۱۴۵)

اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اضطرار کی صورت میں بیوہ عورت کے لیے سرمہ لگانا جائز ہے، خواہ اس میں خوشبو بھی ہو اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ رات کے وقت اس سرمہ کو لگانا جائز ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بیوہ عورت کو حالتِ سوگ میں سرمہ لگانے سے منع فرمایا ہے، تو ہو سکتا ہے کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہو، علاوہ ازیں اس وقت اس کی آنکھوں کے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

بیوہ عورت کی عدت کے متعلق قرآن مجید کی دو آیات

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ (البقرہ: ۲۴۰)

اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نہ نکالا جائے، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام میں کوئی گناہ نہیں ہے، جو انہوں نے دستور

Marfat.com

کے مطابق کیا ہے، اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O

اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ موت کی آہٹ کو محسوس کریں یا قریب المرگ ہوں، وہ اپنی بیویوں کے لیے یہ وصیت کریں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالا جائے، جمہور فقہاء اور مفسرین کے نزدیک یہ آیت سورہ بقرہ کی اس آیت سے منسوخ ہے جس میں فرمایا ہے: تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ (عورتیں) اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک (عقد ثانی) سے روکے رکھیں۔ (البقرہ: ۲۳۴) اور وہ آیت درج ذیل ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (البقرہ: ۲۳۴)

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں، اور جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں، تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے O

اس آیت میں غیر حاملہ کے لیے عدتِ وفات چار ماہ دس دن بیان کی گئی ہے۔ عدت خواہ کوئی بھی ہو اس کے احکام شرعیہ یہ ہیں: مسلمان منکوحہ بالغہ عورت جب طلاقِ ثلاثہ مغلظہ کی عدت گزارے یا عدت وفات گزارے تو انقطاع نکاح پر افسوس کے اظہار کے لیے زینت ترک کر دے، زیورات اور ریشمی کپڑے نہ پہنے، باریک دندانوں کی کنگھی سے بال نہ سنوارے، خوشبو اور تیل نہ لگائے، سرمہ اور مہندی نہ لگائے، زعفران اور سرخ یا زرد رنگ کے کپڑے پہن سکتی ہے، ہاں! عذر کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کر سکتی ہے۔ (درمختار علی ھامش الرد ج ۱ ص ۲۱۶-۲۱۷)

ان آیات کی تفسیر اور ان کی شرح مصنف نے ربط قائم کرنے کے لئے کی ہے۔

علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں: صحیح البخاری: ۵۳۳۶ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عدت صرف چار ماہ دس دن ہے، اس ارشاد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت کو کم کر دیا ہے، اور عورتوں کو عدت گزارنے میں صبر کی تلقین کی ہے، اور اس حصر کا فائدہ یہ ہے کہ حاملہ کی عدت بھی اس مدت سے زیادہ نہیں ہے، اور اس میں امام مالک متوفی ۱۷۹ھ کا اختلاف ہے۔ نیز اس ارشاد میں یہ تصریح ہے کہ پہلے جو ایک سال تک عدت گزارنے کا حکم دیا تھا وہ حکم اب منسوخ ہو گیا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک پہلے زمانہ جاہلیت کے اندر سال پورا ہونے کے بعد اونٹ کی مینگنی پھینک دیتی تھی۔ (صحیح البخاری: ۵۳۳۸، ۵۷۰۶، صحیح مسلم: ۱۴۸۸)، سو اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا کہ پہلے عورتیں ایک سال تک عدت گزارتی تھیں، اور اب اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی ہے اور ان کی عدت صرف چار ماہ دس دن مقرر فرما دی ہے۔

حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے: یہ دو آیتیں، ناسخ اور منسوخ میں سے ہیں، جن کے متعلق علماء کا اختلاف نہیں ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ سورۃ البقرہ: ۲۴۰ میں ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ (البقرہ: ۲۴۰)

اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ

Marfat.com

دیا جائے اور (گھر سے) نہ نکالا جائے۔

اس پر اجماع کہ ایک سال تک عدت گزارنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے

یہ آیت جمہور کے نزدیک منسوخ ہے، اور اب یہ حکم نہیں ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کے لیے ایک سال تک رہائش کی وصیت کرے، مگر ایک روایت شاذہ ہے از ابن ابی نجیح از مجاہد اور اس روایت کا کوئی متابع نہیں ہے اور کسی نے اس روایت کے متابع یہ قول نہیں کیا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ اب عدت چار ماہ دس دن سے زائد ہے نہ صحابہ میں سے، اور نہ تابعین میں سے اور نہ بعد کے فقہاء میں سے۔ پس اس پر اجماع ہو گیا اور اب خلاف مرتفع ہو گیا اور ایک سال تک عدت کا حکم چار ماہ دس دن کی عدت کے حکم سے اتفاقاً منسوخ ہو گیا۔

اور رہا رہائش اور خرچ کی وصیت کرنے کا حکم تو فقہاء نے کہا ہے: یہ وصیت کے احکام سے منسوخ ہو گیا، اور یہ فقہاء اکثر اہل حجاز ہیں اور رہے اہلِ عراق تو ان کے نزدیک یہ سنت سے منسوخ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا وصیة لوارث'' سو ان دو وجہوں میں سے جو وجہ بھی ہو، بہر حال اس پر اجماع ہے کہ ایک سال تک عدت گزارنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں میں تعارض اور صحیح مسلم کی روایت کو ترجیح

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زینب نے کہا: میں حضرت ام حبیبہ کے پاس گئی، جب ان کے والد ابوسفیان فوت ہو گئے تھے اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ کی بیٹی نے کہا کہ حضرت ام سلمہ کے بھائی فوت ہو گئے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۸۶، کتاب الطلاق باب وجوہ الاحداد فی عدۃ الوفاۃ)

اسی طرح الجلودی وغیرہ کی روایت بھی ہے اور یہی درست ہے۔ اور ابن الحذاء کی روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ کے بھائی فوت ہو گئے، یعنی حضرت ام حبیبہ کی جگہ حضرت ام سلمہ کے بھائی کا ذکر ہے، یعنی حضرت ام سلمہ کے بھائی فوت ہوئے تھے نہ کہ ام حبیبہ کے بھائی۔

اور اس حدیث کی امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں روایت کی ہے، از عمرو بن شعیب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے، اور عمرو بن شعیب تابعی نہیں ہیں، لہٰذا اس حدیث کا مراسیل میں ذکر صحیح نہیں ہے۔

صحیح یہ ہے کہ عمرو بن شعیب تابعی ہیں اور انہوں نے حضرت ربیع بنت معوذ اور حضرت زینب بنت ام سلمہ سے رضی اللہ عنہا سے سماع کیا ہے۔ اور علامہ ابن ملقن نے یہ کلام علوم ابن الصلاح سے استفادہ کیا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے، لہٰذا عمرو بن شعیب تابعی ہیں، اور انہوں نے بہ کثرت صحابہ سے سماع کیا ہے۔

حضرت زینب بنت ام سلمہ کا تذکرہ

حضرت زینب بنت ام سلمہ نے ان تینوں احادیث کی روایت کی ہے (یعنی صحیح البخاری، ۵۳۳۴، ۵۳۳۵، ۵۳۳۶)۔

ان کے والد ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد ہیں، یہ مخزومیہ ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ ہیں، یعنی آپ کی لے پالک ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام برہ ہے اور یہ صحابیہ ہیں، ان سے حضرت عبد اللہ بن زمعہ بن الاسود نے نکاح کیا تھا، پھر ان کے دو بیٹے یوم

الحرہ میں شہید کردیئے گئے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور اپنی والدہ سے اور متعدد صحابہ سے، اور ان سے عروہ، اور ابوسلمہ نے احادیث کی روایت کی ہے۔ یہ تہتر (۷۳ھ) میں فوت ہوگئی تھیں۔

(معجم الصحابہ ج ۶ ص ۳۳۳۷، الاستیعاب ج ۴ ص ۴۴۱۰، اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۳۱)

شارح بخاری علامہ ابن التین نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ حضرت زینب بنت سلمہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت نہیں ہے، اور ان کے بھائی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، علامہ ابن التین کی یہ عبارت بہت عجیب ہے، اس سے اجتناب کرو۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں، ان کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے، انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، پھر ان کے خاوند وہاں فوت ہوگئے تھے، پھر حبشہ کے بادشاہ النجاشی نے ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کردیا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب کے ذریعے سے حضرت نجاشی کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ حضرت رملہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کردیں، اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مرد ایک شہر میں ہو اور عورت دوسرے شہر میں ہو تو ان کے درمیان اس طرح نکاح ہوسکتا ہے کہ مرد دوسرے شہر میں کسی کو اپنا وکیل بنادے خواہ خط کے ذریعے بنائے یا پیغام بھیج کر بنائے تو ان کا نکاح ہوسکتا ہے، آج کل جو طریقہ مروج ہے کہ مرد ایک شہر میں ہو اور عورت دوسرے شہر میں ہو تو ٹیلی فون کے ذریعے ان کے درمیان میں نکاح کردیا جاتا ہے، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ضروری ہے کہ مجلس نکاح کے اندر دو گواہ موجود ہوں یا تو شوہر خود موجود ہو، یا اس کا وکیل موجود ہو، جب حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان کا نکاح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہاں موجود نہیں تھے لیکن آپ کے وکیل حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے اور انہوں نے آپ کا نکاح حضرت رملہ بنت ابی سفیان سے کردیا۔ سعیدی غفرلہٗ)

حضرت ام حبیبہ کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ ہے، اور حضرت ام حبیبہ سے ان کے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عنبسہ اور عروہ نے روایت کی ہے، اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا چوالیس (۴۴ھ) میں فوت ہوگئی تھیں۔

(الاستیعاب ج ۴ ص ۴۸۳، معرفۃ الصحابہ ج ۶ ص ۳۲۱۶، ۳۲۱۸، اسد الغابہ ج ۷ ص ۳۱۵، 115)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الممتحنہ: ۷)

عنقریب اللہ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا فرمادے گا، اور اللہ بہت قادر ہے اور اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے ۝

اس کی امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۹۹، الکامل الضعفاء لابن عدی ج ۳ ص ۳۹۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۵۶۹، ۵۶۵ ملخصاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۳۴، ۵۳۳۵، ۵۳۳۶، ۵۳۳۷ کی شرح از علامہ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تنبیہ: میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کا اکثر حصہ علامہ بدر الدین عینی حنفی اور علامہ ابن الملقن شافعی کی شرح میں آ چکا ہے، تاہم جو بعض زائد امور ہیں، ان کو ہم لکھ رہے ہیں:

نابالغہ کے سوگ نہ کرنے پر فقہاء احناف کا استدلال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ان کے والد حضرت ابوسفیان بن حرب کی وفات ہوگئی تو حضرت ام حبیبہ نے ایک زرد رنگ کی خوشبودار کریم منگوائی اور ایک لڑکی نے ان کے رخساروں پر اس کو لگایا، پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! مجھے خوشبو لگانے کی اب کوئی ضرورت تو نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت بھی اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے کسی میت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اپنے خاوند کے جس پر وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے گی۔ (صحیح البخاری: ۵۳۳۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فقہاء احناف نے اس حدیث کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس عورت کو سوگ کرنے کی اجازت دی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہو۔ اور عورت کا لفظ جو فرمایا ہے، اس سے نابالغ لڑکی نکل گئی، نیز فرمایا کہ وہ اللہ اور رسول پر ایمان رکھتی ہو یعنی مکلفہ ہو، اس قید سے بھی نابالغ لڑکی نکل گئی تو معلوم ہوا کہ سوگ کرنا صرف اس عورت پر واجب ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہو اور نابالغہ کے لیے سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔

اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ نابالغہ لڑکی پر بھی اپنے شوہر کی موت کے اوپر سوگ کرنا واجب ہے، جس طرح نابالغہ لڑکی پر اس کے شوہر کی موت کی وجہ سے اس پر عدت واجب ہے اور انہوں نے کہا: اس حدیث میں عورت کی جو قید لگائی ہے یہ باعتبار اکثر اور غالب کے ہے اور غیر مکلفہ ہونے کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں نابالغہ لڑکی کا ولی مخاطب ہے، کیونکہ وہی اس کو عدت میں بیٹھنے کا بھی حکم دے گا اور سوگ کرنے کا بھی حکم دے گا اور آپ نے جو فرمایا کہ ہر وہ عورت جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہو اس کے عموم میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا اور آزاد یا باندی یا جس کا بعض حصہ آزاد ہو یا جو مکاتب ہو یا جو ام ولد ہو وہ سب داخل ہیں، کیونکہ جب کسی باندی یا ام ولد کا مالک فوت ہو جائے تو اس کے اوپر بھی عدت کرنا واجب ہے اور اس کی موت پر سوگ کرنا واجب ہے، اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں خاوند کی قید ہے کہ وہ صرف اپنے خاوند کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی تو اس سے معلوم ہوا کہ باندی کا مالک فوت ہو جائے یا ام ولد کا مالک فوت ہو جائے تو اس کے اوپر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔

ذمیہ کے خاوند پر سوگ کرنے کے وجوب میں فقہاء اسلام کا اختلاف

حدیث مذکور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''ہر وہ عورت جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو''، اس سے فقہاء احناف نے یہ استدلال کیا ہے کہ ذمیہ عورت کا خاوند اگر فوت ہو جائے تو اس پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں ایمان کی

قید ہے اور بعض مالکیہ اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے اور اسی کے موافق امام نسائی نے باب قائم کیا ہے اور جمہور فقہاء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ مبالغہ میں تاکید کے لیے فرمایا ہے اور اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے۔ اور نیز سوگ کرنا خاوند کا حق ہے اور یہ عدت کے ساتھ ملا ہوا ہے، لہٰذا کافرہ بھی اس معنی میں داخل ہے جیسا کہ کافر اس ممانعت میں داخل ہے کہ وہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، اور علامہ سبکی نے اپنے فتاویٰ میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ ذمیہ بھی اس حدیث میں داخل ہے کہ اللہ پر ایمان لائے اور آخرت پر ایمان لائے۔ نیز اس حدیث میں ارشاد ہے ''کہ عورت کسی میت پر سوگ نہ کرے سوائے اپنے خاوند کے''، اس حدیث میں میت کی قید سے مفقود الخبر نکل گیا ہے کیونکہ مفقود الخبر کی موت متحقق نہیں ہے، لہٰذا مفقود الخبر پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۸۵-۴۸۶، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۳۸-۵۳۹، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ نابالغہ پر سوگ کے واجب نہ ہونے پر علامہ کورانی نے دلائل پیش کیے ہیں، جن کا ہم نے ان کی شرح میں تفصیل سے ذکر کر دیا ہے، سو احناف کے موقف پر دلائل علامہ کورانی حنفی کی شرح میں ملاحظہ فرمائیں جو عنقریب آئے گی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صغیرہ نابالغہ کے سوگ پر دلائل

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

زہری نے کہا: میری یہ رائے نہیں ہے کہ جس کم سن لڑکی کا خاوند فوت ہو گیا ہو، وہ خوشبو لگائے، کیونکہ اس پر عدت واجب ہے، شیخ عثیمین نے کہا: زہری کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، خواہ وہ کم سن ہو اور پالنے اور پنگوڑہ میں ہو یعنی مہد میں ہو، اس پر بھی عدت واجب ہے اور سوگ کرنا واجب ہے۔ پس اگر کوئی انسان کسی بچی سے اس کے پالنے میں نکاح کرے اور وہ فوت ہو جائے تو اس بچی کے اوپر عدت بھی واجب ہے اور اس پر سوگ بھی واجب ہے اور وہ کسی زینت کو اختیار نہیں کرے گی اور نہ خوشبو کے قریب جائے گی، کیونکہ اس پر عدتِ وفات اور سوگ کرنا واجب ہے۔ اور اگر اس کا خاوند اس کو طلاق دے دے تو اس کے اوپر عدت واجب نہیں ہے حتیٰ کہ اس کا خاوند اس کے ساتھ خلوت کرے، اگر اس کے خاوند نے اس کو پکڑا اور وہ پالنے میں بچی تھی اور اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھا اور اس سے کھیلنے لگا تو اس پر عدت نہیں ہے۔ اور اگر اس نے اس کو طلاق دے دی تو اس خلوت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ خلوت اسی کے ساتھ معتبر ہوتی ہے کہ جس کے ساتھ وطی کی جا سکے لیکن عدتِ وفات میں اس کم سنی کے باوجود عدت واجب ہوتی ہے، تو اس بچی کا ولی اس کو حکم دے گا کہ وہ بناؤ سنگھار کی ان چیزوں سے اجتناب کرے جن سے سوگ کرنے والی عورت اجتناب کرتی ہے۔

سوال: کیا جو لڑکی سات سال سے کم عمر کی ہو اس کا عقدِ نکاح کرنا صحیح ہے؟

جواب: ہاں! اس کا نکاح صحیح ہے، کیونکہ اس کا قبول کرنا اس کے باپ کی طرف سے ہوگا، لیکن جو باپ کا غیر ہو، اس کے لیے اس کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

باپ یا بھائی اور دیگر رشتہ داروں پر سوگ کرنے کا جواز

صحیح البخاری: ۵۳۳۴، سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ کسی عورت کے لیے جائز ہے کہ جب اس کا کوئی قریبی رشتہ دار باپ یا بھائی یا اس کی مثل فوت ہو جائے تو اس پر تین دن سوگ کر سکتی ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے خاوند کے سوا کسی پر بھی تین دن سے زیادہ سوگ

کرنے سے منع فرمایا ہے اور خاوند کے اوپر چار ماہ دس دن سوگ کرنے کو لازم فرمایا ہے۔

سوال: اس حدیث میں یہ قید ہے کہ وہ عورت اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، تو وہی اپنے خاوند کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی، اور خاوند کے علاوہ کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہیں کرے گی، تو کیا اس میں یہ دلیل ہے کہ کافرہ اپنے کسی عزیز اور رشتہ دار کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کر سکتی ہے؟

جواب: نہیں! کیونکہ یہ وصف برانگیختہ کرنے کے لیے ذکر کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ حقیقتاً ایمان رکھتی ہے تو وہ ایسا نہیں کرے گی، اور یہ اس پر دلیل ہے کہ اپنے کسی رشتہ دار کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا گناہِ کبیرہ ہے، کیونکہ ایسا کرنے والے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کی نفی کی ہے۔

سوال: کیا اسی طرح مرد کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ اپنے کسی رشتہ دار کی موت پر تین دن سوگ کرے؟

جواب: علماء نے کہا ہے کہ ہاں مرد بھی اپنے کسی رشتہ دار کی موت پر تین دن یا اس سے کم سوگ کر سکتا ہے، کیونکہ جب عورت کے لیے اجازت دی گئی ہے تو یہ اجازت مرد کو بھی شامل ہے، کیونکہ انسان کو اپنے کسی رشتہ دار کی موت سے غم ہوتا ہے اور وہ اپنے کسی رشتہ دار کی موت کے اوپر مجلس میں اسی طرح ہنسی خوشی نہیں رہے گا جس طرح اس کی زندگی میں ہنسی خوشی کے ساتھ رہتا تھا، لیکن تین دن سے زیادہ اس کا اپنے کسی رشتہ دار کی موت کے اوپر غم کرنا اور لوگوں سے ہنسی خوشی کے ساتھ نہ ملنا یہ جائز نہیں ہے۔

جاہلوں کی بعض رسموں پر شیخ عثیمین کا رد اور ابطال

بعض جاہل لوگ یہ کرتے ہیں کہ جب ان کا کوئی رشتہ دار فوت ہو جاتا ہے تو وہ اس پر چالیس دن تک یا اس سے زیادہ مدت تک ماتم کرتے ہیں، اور یہ عقلی طور پر جہالت ہے اور دین میں گمراہی ہے، کیونکہ اس سے نہ میت کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ زندہ کو، کیونکہ اگر وہ اپنے غم میں صادق ہو، تو اس سے اس کا غم اور تازہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے کبھی کبھی شیطان اس کے پاس میت کی صورت میں آتا ہے، تاکہ اس کا غم تازہ ہو جائے اور وہ اس سے پوچھتا ہے: کیا تم نے میرے باپ کو دیکھا یا میرے چچا کو دیکھا یا میرے بھائی کو دیکھا، میں اس کے لیے کیا کروں، کیا میں اس کے لیے صدقہ کروں یا اس کے لیے نماز پڑھوں یا کیا کروں؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسا کچھ نہ کریں کیونکہ یہ صرف شیطان اس میت کے غم کو تازہ کرنے کے لیے ایسا کرتا ہے۔

شیخ عثیمین کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ کسی فوت شدہ انسان پر غم ہونا فطری بات ہے، اور وہ اپنے کسی فوت شدہ عزیز کے لیے صدقہ اور خیرات کرے اور ایصالِ ثواب کرے تو ان چیزوں کا ثبوت قرآن اور سنت میں موجود ہے۔

کسی عزیز کی موت پر غم کا ثبوت

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے پاس گئے، جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دایہ کے شوہر تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو اٹھایا ان کو بوسہ دیا، ان کو سونگھا، پھر وہ اس کے بعد داخل ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی جان اللہ کو سپرد کر رہے تھے، تو

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، تو ان سے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ بھی؟، آپ نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ آنسو رحمت ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ آنکھ سے آنسو نکلتے ہیں اور دل غمزدہ ہوتا ہے اور ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو، اور اے ابراہیم! ہم تمہارے فراق پر غمزدہ ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۳۰۳، صحیح مسلم: ۲۳۱۵، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۶، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۹، مسند احمد: ۱۳۶۰۲)

قرآن مجید سے ایصال ثواب کا ثبوت

اللہ تعالیٰ والدین کے لیے دعا کرنے کا حکم دیتا ہے:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (اسراء: ۲۴) اور کہو کہ اے میرے رب میرے والدین پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے O

جس طرح اولاد کی دعا سے والدین کو نفع پہنچتا ہے، اسی طرح اولاد کے ایصال ثواب سے بھی والدین کو نفع پہنچتا ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ۔ اے ہمارے رب! ہماری بخشش فرما اور ہمارے ان مسلمان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے فوت ہو چکے ہیں۔ (حشر: ۱۰)

اس آیت میں مسلمانوں کے فوت شدہ بھائیوں کے لیے دعا کا ذکر ہے، اور جس طرح مسلمانوں کی دعا سے مسلمان میت کو فائدہ پہنچتا ہے، اسی طرح مسلمانوں کے دیگر نیک اعمال سے بھی مسلمان میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور قرآن مجید کی وہ تمام آیات جن میں دوسروں کے لئے شفاعت کا ذکر ہے، ایصال ثواب کی واضح دلیل ہیں۔

احادیث اور آثار سے ایصال ثواب کا ثبوت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئیں اور میرا گمان یہی ہے کہ اگر وہ کچھ بات کر سکتیں تو صدقہ کرتیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو کیا ان کو اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہو گئیں اور وہ موجود نہ تھے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں غائب تھا اور میری والدہ فوت ہو گئیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا کہ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی والدہ کی طرف صدقہ کر دیا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! سعد کی والدہ فوت ہو گئیں، پس کس چیز کا صدقہ کرنا سب سے افضل ہے، آپ نے فرمایا: پانی کا، انہوں نے کنواں کھدوا اور کہا: یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۶، مطبوعہ

Marfat.com

مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہ نے اپنی ماں کی طرف سے باغ بھی صدقہ کیا اور کنواں بھی صدقہ کر دیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگوں والے سرمئی خصی مینڈھے ذبح کیے، جب آپ نے ان کو قبلہ کے رخ گرایا تو آپ نے یہ دعا پڑھی:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین، ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العٰلمین لا شریك له وبذالك امرت وانا من المسلمین، اللهم منك ولك عن محمد وامته بسم الله والله اکبر، اس کے بعد آپ نے ذبح کیا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ)

امام ابوداؤد کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

”اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے اس کو قبول فرما۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ)

حنش کہتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا، میں نے کہا: یہ کیا ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں، پس میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹-۳۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ)

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں، اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے، یہ اسناد صحیح ہے (یعنی روزوں کا فدیہ دے)۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آ کر کہا: میری بہن فوت ہو گئی اور اس پر روزے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی، اور وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں اس کی طرف سے حج کرو، یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: پھر اللہ کا قرض ادا کرو، کیونکہ وہ ادا کیے جانے کا زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہو گئیں اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اور تم پانی کا صدقہ کرو، اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص نفلی صدقہ کرے اور اس کو اپنے والدین کی طرف سے کردے تو اس کے والدین کو اس کا اجر ملتا ہے اور اس کے اجر سے کچھ کمی نہیں ہوتی، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں خارجہ بن مصعب ضعیف راوی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۸-۱۳۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ موت کے بعد میت کے لیے ایک درجہ بلند کیا جائے گا، وہ کہے گا: اے رب! یہ کیا ہے؟ پس کہا جائے گا: تیرے بیٹے نے تیرے لیے بخشش کی دعا کی ہے! (الادب المفرد، ص ۲۰-۲۱، مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ، سانگلہ ہل)

ایصالِ ثواب کے متعلق علماء غیر مقلدین کا نظریہ

نواب صدیق حسن خان بھوپالی کہتے ہیں:

زندہ انسان، نماز، روزہ، تلاوت قرآن، حج اور دیگر عبادات کا جو ثواب میت کو ہدیہ کرتا ہے وہ میت کو پہنچتا ہے، اور زندہ انسان کا اپنے فوت شدہ بھائی کے لیے یہ عمل نیکی، احسان اور صلہ رحمی کے قبیل سے ہے، اور تمام مخلوقات میں جس کو نیکی اور احسان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، وہ میت ہے جو تحت الثریٰ میں رہتے ہیں، اور اب نیک اعمال کرنے سے عاجز ہے، پھر اپنے فوت شدہ بھائی کے لیے عبادات کا ہدیہ پیش کرنا ایک نیکی ہے اور ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے، سو جو شخص میت کے لیے ایک دن کے روزے یا قرآن مجید کے ایک پارے کی تلاوت کا ہدیہ پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دس روزوں اور دس پاروں کا اجر عطا فرمائے گا۔

اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی عبادات کو دوسروں کے لیے ہدیۃً پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ان عبادات کا اپنے لیے ذخیرہ کرے، یہی وجہ ہے کہ جس صحابی نے کہا تھا کہ میں اپنی دعا کا تمام وقت آپ پر صلوٰۃ پڑھنے میں صرف کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے لیے کافی ہے! یہ وہ صحابی ہیں جو بعد کے تمام لوگوں سے افضل ہیں، پھر اس قول کا کیا جواز ہے کہ سلف صالحین نے فوت شدہ لوگوں کے لیے ایصالِ ثواب نہیں کیا! کیونکہ اس قسم کے ایصال ثواب کے لیے لوگوں کی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ سلف صالحین نے ایصال ثواب نہیں کیا تھا تو اس سے ایصال ثواب میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ مستحب ہے، واجب نہیں ہے اور ہمارے لیے ایصالِ ثواب کے جواز کی دلیل موجود ہے خواہ ہم سے پہلے کسی نے ایصالِ ثواب کیا ہو یا نہ!

شیخ ابن قیم نے ایصالِ ثواب کے دلائل میں سے دعاء، استغفار اور نمازِ جنازہ کو پیش کیا ہے اور ان تمام کاموں کو سلف صالحین نے کیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ کے لیے اذان کے بعد فضیلت اور وسیلہ (بلند درجہ) کی دعا کی جائے، اور آپ پر صلوٰۃ پڑھی جائے، اور یہ قیامت تک مشروع ہے، اور ہم نے اپنے مشائخ اور قرابت داروں کو دعاء، تلاوت قرآن اور صدقات کا ثواب پہنچایا اور ہم نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے اس پر ہمارا شکریہ ادا کیا اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان تک ہمارا نفع پہنچا ہے، عبدالحق نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر سورۂ بقرہ پڑھی جائے، امام احمد پہلے ایصال ثواب کا انکار کرتے تھے، جب انہیں حضرت ابن عمر کے اس قول کا علم ہوا تو انہوں نے اس انکار سے رجوع کر لیا۔ امام ابن ابی شیبہ نے حجاج

بن دینار سے مرفوعاً روایت کیا ہے: تم اپنی نمازوں کے ساتھ ماں باپ کی طرف سے نماز پڑھو، اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کی طرف سے روزے رکھو اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے صدقہ کرو، حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے مردوں پر یٰسین پڑھو"، اس کا ایک احتمال یہ ہے کہ انسان کی موت کے وقت پڑھو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کی قبر پر پڑھو، علامہ سیوطی نے کہا: جمہور نے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے اور شیخ ابن قیم نے کئی دلائل سے دوسری صورت کو ترجیح دی ہے، عبد الواحد مقدسی نے کہا: یہ احادیث مرفوعہ اور صالحین کی خواب میں بشارتیں ایصال ثواب کے جواز پر اور میت کو اس سے نفع پہنچنے پر دلالت کرتی ہیں، شیخ نے کہا: ہر چند کہ سلف صالحین کی بشارات دلیل نہیں بن سکتیں، لیکن بکثرت بشارات اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: تمہارے خوابوں سے اس کی موافقت ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے۔

(السراج الوہاج ج ۲ ص ۵۵، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۰۲ھ)

ایصال ثواب کے متعلق علماءِ دیوبند کا نظریہ

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

میت کی طرف سے قرضوں کو ادا کرنا، صدقات کرنا اور دیگر تمام عبادات معتبر ہیں۔

(فیض الباری ج ۳ ص ۴۱۳، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ)

شیخ شبیر احمد عثمانی نے متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے ایصال ثواب کے ثبوت میں احادیث بیان کیں، اور اس کے بعد لکھا: ان احادیث اور آثار کے علاوہ بکثرت احادیث اور آثار ہیں جو حد تواتر تک پہنچتے ہیں، اور ان سے ایصال ثواب ثابت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی عبادات کا ثواب دوسروں کو پہنچاتا ہے اس سے دوسروں کو نفع ہوتا ہے اور یہ چیز تواتر سے ثابت ہے۔

(فتح الملہم ج ۳ ص ۳۹، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی)

ایصالِ ثواب کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ

فاتحہ دلاتے وقت کھانا سامنے رکھنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اور وقت فاتحہ کھانے کے قاری کے پیش نظر ہونا اگر چہ بے کار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصولی ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں، جو اسے ناجائز و ناروا کہے، ثبوت اس کا دلیل شرعی سے دے، ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا اور رسول کسی چیز کو ناجائز و ناروا کہہ دینا خدا اور رسول پر افتراء کرنا ہے، ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے کچھ بھی حرف نہیں آتا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۹۵، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ)

ایصال ثواب کی تفصیل اور غنی کے کھانے کی تحقیق بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

طعام تین قسم کا ہے، ایک وہ کہ عوام ایام موت میں بطور دعوت کرتے ہیں یہ ناجائز و ممنوع ہے، لان الدعوۃ انما شرعت فی السرور لا فی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور، اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں، دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصال ثواب کے لیے بہ نیت تصدق کیا جاتا ہے، فقراء اس کے لیے احق ہیں، اغنیاء کو نہ چاہیے، تیسرے وہ طعام کہ نذر

ارواح طیبہ (اس نذر سے مراد ایصالِ ثواب کی نذر ہے، یہ نذر عرفی ہے، شرعی اور فقہی نذر مراد نہیں ہے کیونکہ وہ نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کے لیے حرام ہے، اس نذر عرفی کی مزید وضاحت عنقریب اعلیٰ حضرت کی دیگر عبارات سے پیش کی جائے گی۔ سعیدی غفرلہ)، حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کیا جاتا ہے اور فقراء و اغنیاء سب کو بطور تبرک دیا جاتا ہے، یہ سب کو بلا تکلف روا ہے اور وہ ضرور باعث برکت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۴، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ)

(شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۰۹-۵۰۰، مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات انڈیا، ۱۴۲۳ھ)

زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کی عدت کا فرق

شیخ عثیمین لکھتے ہیں:

اسلام میں عورت چار ماہ دس دن عدت گزارے گی، اور عدت کے دوران اس کو غسل کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا اور نہ لوگوں کے ساتھ مجلس سے منع کیا جائے گا، اور جب وہ حیض سے پاک ہو جائے گی، تو وہ خوشبو لگائے گی تاکہ حیض کی بدبو زائل ہو جائے اور جیسے کپڑے چاہے گی وہ پہنے گی، لیکن وہ زینت کو اختیار نہیں کرے گی، اور کوئی شک نہیں کہ یہ اسلام اور جاہلیت میں فرق ہے۔

اور جاہلیت میں جب کسی عورت کا خاوند مر جائے تو اس کی بیوی کسی کے ساتھ نہیں بیٹھتی اور نہ خوشبو لگاتی ہے اور وہ اپنے میلے کچیلے کپڑوں اور بدبو کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے اور اپنے حیض میں بھی اسی طرح رہتی ہے اور پورے ایک سال تک وہ پانی کو نہیں چھوتی، اور جب سال گزر جاتا ہے تو اس کے لیے گدھا لایا جاتا ہے یا کوئی اور جانور لایا جاتا ہے یا پرندہ لایا جاتا ہے، پھر وہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو رگڑتی ہے اور اس کی سخت بدبو کی وجہ سے وہ جانور مر جاتا ہے، پھر وہ اونٹ کی ایک مینگنی اٹھا کر مارتی ہے اور اونٹ کی مینگنی اٹھا کر مارنا اس بات کی علامت ہے کہ اس کی عدت ختم ہو گئی ہے۔ اور یہ بہت بڑی جہالت ہے اور سخت حماقت ہے۔ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اسلام ایک مکمل مذہب ہے جس نے یہ ہدایت دی کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہے وہ صرف چار ماہ دس دن عدت گزارے گی اور یہ اس کے خاوند کا اس پر حق ہے۔

خلاصہ بحث

جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا، خواہ وہ عورت کم سن ہو یا بالغہ ہو اس کے ساتھ دخول کیا گیا ہو یا دخول نہ کیا گیا ہو، اس پر واجب ہے کہ وہ اس عدت کی مدت کے اندر سوگ کرے، لیکن جب وہ عورت حاملہ ہو تو وہ وضع حمل تک عدت گزارے، اور اگر وہ غیر حاملہ ہو تو پھر اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، حتیٰ کہ جب اس مدت کے اندر اس کو صرف ایک مرتبہ حیض آئے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر کبھی حیض نہ آئے تو جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہے اس کے اوپر کوئی عدت نہیں ہے۔

سوال: جو عورت تین دن حیض گزار رہی ہے، اگر اس کا خاوند اس کو جماع کے لیے بلائے تو کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو منع کرے؟

جواب: نہیں یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ عورت کسی کے حق کو ضائع نہیں کر سکتی، لیکن اس کے خاوند کو چاہیے کہ وہ اس کے سوگ کی رعایت کرے اور سوگ کے ایام میں اس کو مباشرت کے لیے نہ بلائے۔

(شرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۰۰-۱۰۲، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

''الاحداد'' کا معنی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، سوگ کے متعلق لکھتے ہیں:

''الاحداد'' کا معنی ہے: زینت کو ترک کرنا اور عمدہ کپڑے اور زیورات کو نہ پہننا، یہ لفظ حد سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ''المنع''، کہا جاتا ہے ''حدت المراۃ واحدت''، جب عورت سوگ کرے، اور امام ترمذی نے حکایت کی ہے کہ یہ لفظ تحد کے بجائے تجد ہے اور جد سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''قطع'' ہے، مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند کی وفات کے ایام میں اچھے کپڑوں اور زیورات سے منقطع ہو جاتی ہے۔

نابالغہ اور کافرہ کے سوگ کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات اور فقہاء احناف کی دلیل

ابن شہاب زہری نے کہا ہے: میری رائے یہ ہے کہ نابالغہ لڑکی بھی خوشبو کے قریب نہ جائے، اور زہری کے اسی قول کے موافق امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا مذہب ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ سوگ کرنا خاوند کا حق ہے، خواہ اس کی بیوی مکلفہ ہو یا غیر مکلفہ ہو، مسلمان ہو یا کافر ہو، اور حدیث میں جو ارشاد ہے ''کہ وہ عورت اللہ پر ایمان رکھتی ہو اور آخرت پر''، یہ ارشاد باعتبار اکثر اور غالب کے ہے، اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ کافرہ اور نابالغہ کو احکام شرعیہ کا خطاب نہیں ہوتا، لہٰذا جو عورت نابالغہ ہے یا کافرہ ہے اس کو سوگ کے اس حکم کے ساتھ مخاطب نہیں کیا گیا، لہٰذا نابالغہ اور کافرہ کا خاوند اگر فوت ہو جائے تو اس کے اوپر اپنے خاوند کی موت کے اوپر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔

کفار کے فروع کے مکلف ہونے میں علماء بخارا اور علماء شافعیہ کا اختلاف اور صحیح موقف کا بیان

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کفار فروع (مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ) کے مکلف فقط اعتقاد میں ہیں، یا اداء اور اعتقاد دونوں کے مکلف ہیں، بخارا کے علماء احناف کا مسلک یہ ہے کہ وہ صرف حق اعتقاد میں مکلف ہیں، یعنی کفار پر یہ ضروری ہے کہ وہ نماز، روزہ وغیرہ کی فرضیت کا اعتقاد رکھیں اور جب تک وہ ایمان نہ لائیں ان پر ان عبادات کا ادا کرنا فرض نہیں ہے، اور عراق کے علماء احناف اور علماء شافعیہ کا یہ مسلک ہے کہ کفار نماز، روزہ وغیرہ کی فرضیت پر ایمان لانے اور ان کو ادا کرنے دونوں کے مکلف ہیں اور ان کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے ان کو عذاب ہوگا، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے ان میں سے کسی جانب تصریح نہیں کی، البتہ امام محمد کی بعض عبارات سے عراقی علماء کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید کی ان آیات کا بھی یہ ظاہر یہی تقاضا ہے:

وَوَيۡلٌ لِّلۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ ○ (حم السجدہ:۶) اور عذاب ہے مشرکوں کے لیے ○ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہی آخرت کے منکر ہیں ○

علماء بخارا اس آیت کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ مشرکین کو زکوٰۃ کی فرضیت کا اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے عذاب ہوگا، فریقین کے اس اختلاف کا بہ غور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علماء بخارا کا نظریہ صحیح ہے، کیونکہ اگر کفار اپنے کفر کے زمانہ میں نماز اور روزہ وغیرہ کے ادا کرنے کے مکلف ہوں تو اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر نمازوں اور روزوں کی قضاء لازم ہونی چاہیے، حالانکہ عہد رسالت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اسلام قبول کرنے کے بعد زمانہ کفر میں چھوڑی ہوئی

Marfat.com

نمازوں اور روزوں کا مکلف کیا ہو۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ عراقیوں کا قول ہی معتمد ہے جو کہتے ہیں کہ کفار اعتقاد اور اداء دونوں کے مخاطب ہیں۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۲۲۳، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

(تبیان القرآن ج ۱ ص ۴۰۴-۴۰۵، فرید بک اسٹال لاہور)

صحیح البخاری: ۵۳۳۸ میں مذکور ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا! یارسول اللہ! میری بیٹی کا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھیں دکھ رہی ہیں تو کیا وہ سرمہ لگا لے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا: نہیں!، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عدت تو صرف چار ماہ دس دن ہے اور اس سے پہلے تم زمانہ جاہلیت کے اندر اونٹ کی ایک مینگنی ایک سال کے بعد پھینکتی تھیں۔

سوگ کرنے والی عورت کو سرمہ سے منع کرنے کی تحقیق

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ منع فرمایا، یہ آپ نے ممانعت میں مبالغہ اور جھڑکنے کے لیے منع فرمایا ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ اور امام نسائی متوفی ۱۷۹ھ نے روایت کی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کسی عورت کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں سرمہ لگانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے رات میں سرمہ لگانے کی اجازت دی۔

(سنن نسائی: ۳۵۴۷، کتاب الطلاق، باب رخصۃ للحادۃ، سنن ابوداؤد: ۲۳۰۵، فی ماتجتنبہ المعتدۃ فی عدتھا)

میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ سرمہ لگانا یا تو زینت کی وجہ سے ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ اس عورت کو سرمہ لگانے کی اپنے مرض کی وجہ سے ضرورت ہے، اس لیے آپ نے اجازت دی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم میں سے کوئی ایک زمانہ جاہلیت میں ایک سال کے بعد اونٹ کی ایک مینگنی پھینک دیتی تھی۔

یعنی زمانہ جاہلیت میں عدت اس طرح ہوتی تھی۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ اونٹ کی مینگنی پھینکنے سے ان کا کیا ارادہ ہوتا، تو میں کہوں گا کہ بیوہ عورت کا عدت گزارنا اور سوگ کرنا اس اونٹنی کی مینگنی کے پھینکنے سے زیادہ آسان ہے اور اس میں یہ کنایہ ہے کہ اس کے خاوند کی موت کا معاملہ بہت سنگین ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں ایک سال تک سوگ کرنے والی عورت کے اپنے جسم کو کسی جانور کے ساتھ رگڑنے کی توجیہ

پھر اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر کسی چوپائے یا گدھے یا بکری یا پرندے کو لایا جاتا ہے اور وہ عورت اس کے ساتھ اپنے جسم کو رگڑتی ہے۔ یعنی وہ اس کے ساتھ اپنی فرج کو رگڑتی ہے اور اتنا عرصہ حیض کے خون کو نہ دھونے کی وجہ سے اس کی فرج میں سخت بدبو ہوتی ہے اور وہ جانور اس سخت بدبو کی وجہ سے مر جاتا ہے اور عرب یہ معاملہ کر کے یہ تجربہ کرتے تھے کہ آیا اس عورت نے اس ایک سال کے اندر حیض آنے کے بعد اپنی فرج کو دھویا یا نہیں، کیونکہ اگر وہ اپنی فرج کو دھو لیتی تو اس سے اتنی سخت بدبو نہ آتی، اور جب سخت بدبو آئی اور وہ جانور اس بدبو کی وجہ سے مر گیا تو عرب کے لوگوں کو یہ تسکین اور تسلی ہو گئی کہ اس عرصہ میں اس عورت نے غسل نہیں کیا اور وہ اسی طرح میلی کچیلی اور بدبو کی حالت میں زندگی گزارتی رہی۔

Marfat.com

عدت وفات میں سوگ کرنے کی توجیہ

علامہ مازری وغیرہ نے لکھا ہے کہ زینت اور خوش بو نکاح کی محرک ہوتی ہیں اور خاوند معدوم ہے، اور زینت نکاح کے تابع ہے، لیکن یہ توجیہ لغو ہے کیونکہ خاوند وفات اور طلاق دونوں میں معدوم ہوتا ہے، بلکہ سوگ کو عدتِ وفات کے ساتھ اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ سوگ کی حکمت یہ ہے کہ خاوند کے فوت ہونے کی وجہ سے مصیبت کا اظہار کیا جائے اور عدتِ طلاق کے اندر خاوند کی کوئی حرمت نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی رعایت ہے کیونکہ خاوند ہی نے طلاق دے کر بیوی کو ایذاء پہنچائی ہے، علاوہ ازیں امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جس عورت کو طلاقِ بائن دی گئی ہے وہ سوگ کرے گی اور امام احمد بن حنبل سے بھی یہی ایک روایت ہے اور امام شافعی نے بھی کہا ہے کہ اس کے لیے سوگ کرنا مستحب ہے۔ (الکوثر الجاری، ج ۹ ص ۵۹-۶۱، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۳۵، ۵۳۳۶، ۵۳۳۷ کی شرح از علامہ رضوی

باب: ''جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے''

دراصل ''احداد'' بمعنی منع ہے اور اس سے مراد وہ عورت ہے جو اپنے آپ کو زینت اور خوشبو وغیرہ سے دور رکھے، اور منگنی کرنے والوں اور اس میں طمع کرنے سے منع کرے۔

''زہری نے کہا: میں نہیں جانتا کہ کم سن لڑکی جس کا شوہر فوت ہو جائے وہ خوشبو کے قریب جائے، کیونکہ اس پر عدت ہے''۔

کمسن لڑکی جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کے زینت ترک کرنے میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر ترکِ زینت واجب نہیں اور دوسرے تینوں ائمہ کرام کے نزدیک واجب ہے، ظاہر یہ ہے کہ زہری نے یہ اجتہاد سے کہا ہے، اس میں کوئی روایت ذکر نہیں کی، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ان کے خلاف ہے، اور دوسرے ائمہ کا اجتہاد ان کے موافق ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ کم سن لڑکی موطوءَ ہے یا غیر موطوءَ ہے۔

حمید بن نافع نے زینب بنت ام سلمہ سے روایت کی کہ انہوں نے اسے تینوں حدیثوں کی خبر دی (ان میں سے ایک یہ ہے)، زینب نے کہا: میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ محترمہَ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی جب کہ ان کے والد ابوسفیان بن حرب فوت ہو گئے، ام حبیبہ نے خوشبو منگائی جس میں خلوق وغیرہ کی زردی تھی، انہوں نے اس سے کم سن بچی کو خوشبو لگائی، پھر اپنے رخساروں کو لگائی، پھر فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی حاجت تو نہیں لیکن میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی عورت، جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، مگر شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ منائے، زینب نے کہا: میں ام المومنین زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی جس وقت ان کا بھائی فوت ہوا تھا تو انہوں نے خوشبو منگائی اور اس سے کچھ خوشبو لگائی: پھر فرمایا، بخدا! مجھے خوشبو کی حاجت نہیں، لیکن میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر شریف پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی عورت کے لئے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے حلال نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ منائے، زینب نے کہا: میں نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک عورت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بیٹی کا شوہر

فوت ہوگیا ہے اور اس کی آنکھوں میں درد ہے، کیا میں اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا سکتی ہوں؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سرمہ مت لگاؤ! دو یا تین بار فرمایا، ہر بار فرماتے: سرمہ مت لگاؤ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو صرف چار ماہ دس دن ہیں، حالانکہ تم میں کوئی عورت جاہلیت کے زمانہ میں ایک سال کے بعد مینگنی پھینکتی تھی، حمید نے کہا: میں نے زینب سے کہا: اس کے معنی کیا ہیں کہ وہ سال کے بعد مینگنی پھینکتی تھی، زینب نے کہا: جس عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تھا وہ چھوٹے سے کمرہ میں داخل ہو جاتی اور بدترین کپڑے پہن لیتی اور خوشبو وغیرہ نہ لگاتی حتیٰ کہ اس پر ایک سال گزر جاتا، پھر کوئی جانور گدھا یا بکری یا پرندہ لایا جاتا تو وہ اس کے چمڑے پر ہاتھ پھیرتی تو بہت کم ایسا ہوتا کہ جس پر وہ ہاتھ پھیرتی مگر وہ مر جاتا تھا، پھر وہ باہر نکلتی تو اس کو مینگنی دی جاتی اس کو وہ پس پشت پھینکتی، پھر اس کے بعد خوشبو وغیرہ لگاتی تھی، امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: تفتض کے معنی کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اس سے اپنی کھال ملتی تھی۔

جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس کی بیوہ کو چار ماہ دس دن عدت وفات پوری کرنے میں حکمت یہ ہے کہ عورت کے پیٹ میں بچے کی کمالِ تخلیق اور اس میں نفخ روح ایک سو بیس دن کے بعد ہوتا ہے، چونکہ چاند کی کمی بیشی سے فرق پڑ جاتا ہے اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے اس عدد پر احتیاطاً دس روز کا اضافہ کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کے سوا اور کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں۔ جس عورت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال عرض کیا تھا اس کا نام عاتکہ بنت نعیم بن عبداللہ بن نحام ہے، بعض نے کہا: عورت کا نام عاتکہ ہے اور اس کی ماں کا نام معلوم نہیں، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں دو تین بار فرمایا کہ وہ سرمہ مت لگائے، لیکن موطا وغیرہ میں ہے کہ حضور نے فرمایا: رات کو لگالیا کرو اور دن کو صاف کر دیا کرو، یعنی جب سرمہ لگانے کی ضرورت نہ ہو تو جائز نہیں اور جب اس کی احتیاج ہو تو رات کو جائز ہے دن میں جائز نہیں، بہتر یہ ہے کہ سرمہ ہرگز نہ لگائے اگر لگایا ہو تو دن کو پونچھ دے، لیکن متن کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ عدت کے ایام میں سرمہ کرنا حرام ہے اگرچہ اس کی احتیاج ہو، لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے، بعض نے کہا: حدیث میں نہی تنزیہہ کے لیے ہے، بعض نے مخصوص سرمہ پر محمول کیا ہے اور وہ سرمہ ہے جس سے زینت کی جاتی ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قد کانت احداکن فی الجاھلیۃ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اسلام میں اس کے خلاف حکم ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول، پھر یہ حکم اس سے پہلی آیت سے منسوخ ہوگیا اور وہ یہ کہ ''یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا'' یہ ناسخ تلاوت کے اعتبار سے مقدم اور نزول کے اعتبار سے متاخر ہے۔

قولہ خفشا، بکسر الخاء وسکون الفاء اور اس کے بعد شین ہے، اس کا معنی ہے: چھوٹا سا کمرہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ذلیل اور پرانا کمرہ ہے۔

قولہ فتفتض بہ، ابن قتیبہ نے کہا: میں نے اہل حجاز سے افتضاض کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ذکر کیا: معتدہ عورت نہ تو پانی کو ہاتھ لگاتی، نہ ناخن ترشواتی اور نہ بال اترواتی تھی، اور سال کے بعد بری حالت میں باہر نکلتی، پھر وہ عدت کو پرندہ سے توڑتی اور اس کو اپنی شرمگاہ سے مس کر کے پھینک دیتی، اس کے بعد وہ زندہ نہیں رہتا تھا۔

خطابی نے کہا: یہ ''فضضت الشئی'' سے ہے جب کہ اس کو توڑے اور جدا جدا کر دے، یعنی وہ سوگ کو اس پرندے سے توڑتی

Marfat.com

تھی، اخفش نے کہا: یہ فضہ سے ماخوذ ہے، صفائی اور سفیدی میں چاندی سے تشبیہ دی گئی ہے، یعنی وہ جانور کو مس کر کے غسل کرتی حتیٰ کہ چاندی کی طرح سفید ہو جاتی۔ خلیل نے کہا: الفضفض کے معنی خوش ذائقہ پانی ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: افتضضته بہ یعنی اس کے ساتھ غسل کیا۔

قولہ فترمی، یعنی اس مینگنے کو اپنے آگے پھینکتی تو یہ اس کو چھوٹے سے ذلیل اور برے کمرہ سے نکلنے کو حلال کرتا تھا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ عدت کو ایسے پھینکتی جیسے مینگنا پھینکا جاتا ہے، بعض نے کہا: اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ جس مصیبت پر صبر اور انتظار کرتی رہی جس میں مبتلا تھی، جب وہ ختم ہوگئی تو وہ اس کے نزدیک مینگنے کی مانند ہے جس کو حقارت سے پھینکا جاتا ہے، اس میں حقِ زوج کی تعظیم مقصود ہے۔

قولہ سُئِل مالك، یعنی امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: تفتض کے معنی کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا: وہ اپنے چمڑے سے مینگنے کو مس کرتی لیکن ہم نے اس سے پہلے جو ابن قتیبہ سے ابھی ابھی نقل کیا ہے کہ وہ اپنی شرمگاہ کو مس کر کے پھینک دیتی کے منافی نہیں، لیکن اس سے خاص ہے، کیونکہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے مطلق جلد ذکر کی ہے اور جو ابن قتیبہ سے منقول ہے وہ شرمگاہ کی جلد ہے، بات ایک ہی ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تقبص بالصاد ہے، اور قبص کے معنی انگلیوں کے کناروں سے پکڑنا ہے اور یہ جلدی سے کنایہ ہے یعنی وہ برے منظر سے کثرت حیاء اور نکاح کے شوق کے باعث دوڑتی ہوئی تیزی سے اپنے والدین کے گھر جاتی تھی (قسطلانی) واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم! (تفہیم البخاری ج ہشتم ص ۴۰۶-۴۱۰، جدہ پرنٹرز لاہور، بار اول)

صحیح البخاری: ۵۳۳۵، ۵۳۳۶، ۵۳۳۷ کی شرح از شیوخ دیوبند

تُحد، احداد سے ہے، احداد کے معنی ترک زینت اور سوگ کرنے کے آتے ہیں، احداد لغت میں منع کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں معتدہ کا دورانِ عدت اپنے آپ کو زینت مثلاً خوشبو وغیرہ سامان زیبائش سے روکنے کو کہتے ہیں، بیوہ دوران عدت چار ماہ دس دن تک زینت سے احتراز کرے گی اور یہ سوگ کرنا اس پر واجب ہے، حضرت حسن بصری اور شعبی کے نزدیک واجب نہیں لیکن ان کا قول شاذ ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۷)

وقال الزهري: لا اری ان تقرب الصبية الطيب، لان عليها العدة۔

ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ کم سن لڑکی (جس کا شوہر مرجائے) خوش بو کے قریب جائے اور خوش بو لگائے اس لیے کہ اس پر بھی عدت ہے۔

اگر کمسن لڑکی اور نابالغ لڑکی کا شوہر مرجائے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس پر بھی سوگ منانا واجب ہے، حضرات حنفیہ کے نزدیک اس پر سوگ واجب نہیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۶، الابواب والتراجم ج ۲ ص ۸۴)

امام بخاری نے حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیق ذکر کر کے ائمہ ثلاثہ کی تائید فرمائی ہے، ''لان عليها العدة'' سے جو علت ذکر فرمائی یہ امام زہری کے قول کا حصہ نہیں بلکہ امام بخاری نے ذکر فرمائی ہے کیونکہ ابن وہب نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۶) حاصل یہ ہے کہ چونکہ کم سن نابالغ لڑکی پر بھی عدت گزارنا واجب ہے اس لیے سوگ منانا

بھی اس پر واجب ہونا چاہیے۔

حضرات حنفیہ روایت باب سے استدلال کرتے ہیں، جس میں ہے ''لا یحل لامرأۃ تومن باللہ والیوم الآخر'' اس میں امرأۃ کا لفظ بولا گیا ہے جس کا اطلاق بالغہ پر ہوتا ہے نابالغ لڑکی کو ''امرأۃ'' نہیں کہتے، اس لیے نابالغ بچی کو سوگ منانے کا پابند نہیں بنایا جائے گا۔

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: کہ فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ کمسن لڑکی یعنی نابالغہ اور کافرہ احکام شرع کی مکلف نہیں ہیں، احکام شرع کے مکلف مسلمان بالغ افراد ہیں، لہٰذا نابالغہ لڑکی پر ایام عدت میں شوہر کی موت پر سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ فقہاء احناف کی بہت زبردست دلیل ہے، شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی کو اس اہم دلیل کا بھی ذکر کرنا چاہیے تھا لیکن انہوں نے اپنے مطالعہ کی کمی کی وجہ سے فقہاء احناف کی اس اہم دلیل کا ذکر نہیں کیا۔ (سعیدی غفرلہ)

سوگ کی مدت

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب میں حضرت حمید بن نافع کے واسطے سے حضرت زینب بن ابی سلمہ سے تین روایات نقل کی ہیں، ایک روایت میں حضرت ام حبیبہ، دوسری روایت میں حضرت زینب بنت جحش اور تیسری روایت میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ نقل کیا گیا ہے، زینب بنت ابی سلمہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ربیبہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی (شوہر اول سے) بیٹی ہیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۶)

وہ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ کے پاس اس وقت گئی، جب ان کے والد حضرت ابوسفیان کا انتقال ہو گیا، حضرت ام حبیبہ نے خوشبو منگوائی جس میں خَلُوق یا کسی اور چیز کی زردی تھی، اور ایک لڑکی کو لگائی، پھر وہ ہاتھ اپنے رخسار پر پھیر لیے اور کہا کہ بخدا! مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں لیکن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، بجز شوہر کے کہ اس کا سوگ چار ماہ دس دن تک منائے۔

زینب فرماتی ہیں کہ میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی جب ان کے بھائی فوت ہوئے، انہوں نے بھی خوشبو منگوا کر اسے استعمال کیا اور فرمایا کہ بخدا! مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں مگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ کسی عورت کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے بجز شوہر کے کہ اس کا سوگ چار ماہ دس دن تک منائے۔

زینب بنت ابی سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے (اپنی والدہ) ام سلمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میری بیٹی کا شوہر مر گیا ہے اور اس کی آنکھ میں تکلیف ہے، تو کیا ہم اس کو سرمہ لگا سکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو یا تین بار فرمایا: ''نہیں نہیں''۔

Marfat.com

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوہ عورت کے لیے ایام عدت اور ایام سوگ میں سرمہ لگانا مطلقاً ممنوع ہے، جب کہ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے اس بحث میں لکھا ہے کہ فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک بیوہ عورت رات اور دن میں ضرورت کے وقت سرمہ لگاسکتی ہے اور انہوں نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ سعیدی غفرلہٗ

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اب تو عدت کی مدت چار ماہ دس دن ہے جب کہ زمانۂ جاہلیت میں تم میں سے ایک عورت سال پورا ہونے پر مینگنی پھینکا کرتی تھی (اس کے بعد عدت سے باہر ہوتی تھی)۔

زمانہ جاہلیت کی عدت

راویٔ حدیث حضرت حمید کہتے ہیں: میں نے زینب بنت ابی سلمہ سے پوچھا کہ سال پورا ہونے پر مینگنی پھینکنے کا کیا مطلب ہے؟ تو زینب نے فرمایا: جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جاتا تو وہ ایک تنگ کوٹھری میں داخل ہو جاتی، خراب قسم کا کپڑا پہن لیتی اور کسی قسم کی خوشبو نہیں لگاتی، یہاں تک کہ ایک سال گزر جاتا، اس کے بعد اس کے پاس ایک چوپایہ (گدھا، بکری یا کوئی پرندہ) لایا جاتا اور وہ اس پر اپنا جسم اور کھال پھیرتی، بہت کم ایسا ہوتا کہ جس پر وہ جسم پھیرے اور وہ مر نہ جائے، پھر وہ باہر نکل آتی، اس کو ایک مینگنی دی جاتی، وہ اسے پھینکتی، پھر وہ واپس ہو جاتی اور خوشبو وغیرہ جو چاہتی لگاتی (اس طرح اس کی عدت مکمل ہو جاتی)۔

امام مالک سے کسی نے پوچھا کہ "تفتض بہ" سے کیا مراد ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ عورت اس (جانور) سے اپنی کھال ملتی تھی۔

انہا اخبرتہ ھذہ الاحادیث الثلاثۃ۔

حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے حمید بن نافع کو تین احادیث سنائیں، ان تین میں سے ابتدائی دو روایات کتاب الجنائز میں گزر چکی ہیں۔ (صحیح البخاری کتاب الجنائز، باب احداد المرأۃ علی غیر زوجھا، رقم الحدیث: ۱۲۸۰، ۱۲۸۲، ج ص ۲۵۱)۔

البتہ آخری روایت یہاں پہلی بار ذکر فرمائی۔

حنفیہ اور مالکیہ اس سے استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ سوگ مومنہ پر واجب ہے، ذمیہ پر نہیں، کیونکہ یہ حکم صرف مومنہ کو شامل ہے، ذمیہ سے خاموش ہے اور اشیاء میں چونکہ اصل اباحت ہے، لہٰذا ذمیہ پر سوگ واجب نہیں، شوافع کے نزدیک ذمیہ پر بھی سوگ واجب ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۷) مالکیہ کے نزدیک مفقود الخبر کی بیوی بھی سوگ منائے گی، جمہور کے نزدیک نہیں، جمہور اس لفظ سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ مفقود الخبر کی وفات متحقق اور یقینی نہیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۷)

شوہر کے علاوہ کسی دوسرے رشتہ دار پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا درست نہیں، امام ابوداؤد نے "مراسیل" میں عمرو بن شعیب کی روایت نقل کی ہے کہ باپ پر سات دن تک سوگ کیا جاسکتا ہے لیکن وہ روایت مرسل ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۸)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ مراسیل ابوداؤد کی یہ روایت کہ باپ کی وفات پر بھی سات دن تک سوگ کیا جاسکتا ہے بالکل صحیح نہیں ہے اور

Marfat.com

جب کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح کی احادیث مستندہ میں یہ تصریح ہے کہ شوہر کی مرگ کے علاوہ اور کسی کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ نہیں کیا جاسکتا، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ باپ کی موت کے اوپر سات دن تک سوگ کی اجازت دی جائے، شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کو چاہیے تھا کہ ابوداؤد کی اس مرسل روایت کو رد کردیتے اور کہتے کہ مستندہ روایات کے خلاف یہ مرسل روایت ہے، اس لیے اس روایت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور شوہر کی موت کے علاوہ اور کسی کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ باپ کی موت پر سات دن سوگ کرنے کی اجازت ہو جب کہ سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جو سوگ تین دن کے بعد کریم لگا کر توڑا تھا تو وہ ان کے والد سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال پر ہی تو تھا، اور وہ سب سے زیادہ قرآن وحدیث کو جاننے والی ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ بچہ کی کامل تخلیق اور نفخ روح کا مرحلہ ایک سو بیس دن گزرنے کے بعد مکمل ہوتا ہے، چار ماہ میں سے ہر ماہ اگر تیس دن کا ہو تو چار مہینوں کے ایک سو بیس دن بنتے ہیں لیکن چونکہ مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے اس لیے دس دن احتیاطاً بڑھائے دیئے گئے ہیں اور چار ماہ دس دن مقرر کیے گئے ہیں۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۰۶)

ایک اشکال اور اس کے جوابات

اس پر امام احمد کی ایک روایت سے اشکال ہوسکتا ہے جو حضرت جعفر بن ابی طالب کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے دن میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آج کے بعد تم نے سوگ نہیں منانا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۷۰۸)

اس سے سوگ منانے کی مدت تین دن معلوم ہوتی ہے، اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱) یہ حدیث شاذ ہے، کیونکہ یہ باب کی صحیح احادیث کی مخالف ہے، اس لیے معتبر نہیں۔

(۲) امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حکم پہلے تھا بعد میں احادیث باب سے منسوخ ہوگیا۔

(۳) اس میں جس سوگ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا وہ عام سوگ نہیں تھا بلکہ حضرت اسماء نے معروف سوگ سے ہٹ کر بہت زیادہ مبالغہ کے ساتھ سوگ منایا جس سے منع کیا گیا۔

(۴) بعضوں نے کہا کہ حضرت اسماء حاملہ تھیں، تین دن کے بعد وضع حمل ہوگیا تھا اور وضع حمل سے عدت پوری ہوجاتی ہے، اس لیے سوگ سے انہیں منع کیا گیا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۷۰۹)

جاءت امراة الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس عورت کا نام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تھی، ابن وہب کی روایت میں عاتکہ بنت نعیم آیا ہے، البتہ اس کی بیٹی کا نام معلوم نہ ہوسکا، اس کی بیٹی کے شوہر کا نام اسی روایت میں مغیرہ مخزومی مذکور ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۹۰۹، ۹۰۱)

اشتکت عینھا:

''عینھا'' ،''اشتکت'' کے لیے فاعل بھی بن سکتا ہے، اس کی آنکھ شکایت کر رہی تھی، شکایت کی نسبت اس صورت میں ''عین'' کی طرف مجازاً ہوگی، اور ''عینھا'' کو مفعول بہ بھی بنایا جاسکتا ہے، ''اشتکت'' میں ضمیر فاعل ہوگی یعنی وہ لڑکی اپنی آنکھ کی

Marfat.com

شکایت کر رہی تھی، منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس دوسری صورت کو راجح قرار دیا اور علامہ حریری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو درست کہا، چنانچہ وہ ''درة الغواص'' میں فرماتے ہیں: ''لا یقال: اشتکت عین فلان، والصواب ان یقال: اشتکی فلان عینه لانه هو المشتکی لاهی''۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۰۸)

افنکحلها:

نکحل نون کے ضمہ کے ساتھ باب افعال سے ہے، بمعنی سرمہ لگانا یعنی کیا ہم اس کو سرمہ لگا سکتے ہیں۔

کانت المرأة اذا توفی عنها زوجها دخلت حفشا۔

حفش (حاء کے کسرہ، فاء کے سکون کے ساتھ) چھوٹے گھر، تنگ کوٹھری کو کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۱۱۱) بعرة: مینگنی کو کہتے ہیں۔

فقلما تفتض بشئی الا مات:

یہاں ''تفتض به'' کا جو لفظ استعمال ہوا ہے، اس کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حدیث کے آخر میں گزر چکا کہ اس کے معنی ہیں تمسح به جلدها۔ یعنی وہ عورت اس جانور کے ساتھ اپنا جسم مل لیتی تھی۔

(۲) ابن قتیبہ نے اسی کے قریب قریب ''افتضاض'' کی تشریح کی، وہ فرماتے ہیں: میں نے حجازیین سے افتضاض کے معنی پوچھے ہیں، تو انہوں نے کہا: معتدہ نہ پانی کو ہاتھ لگاتی تھی، نہ ناخن کاٹتی، نہ بالوں کو صاف کرتی، ایک سال کے بعد وہ تنگ کوٹھری سے بہت بری صورت میں نکلتی، اور عدت کی پابندیوں کو ایک پرندے کے ذریعہ ختم کر ڈالتی، اس طرح کہ اس پرندے سے اپنی شرمگاہ کو پونچھتی اور پھر اس کو پھینک دیتی، وہ پرندہ افتضاض کے اس عمل کے بعد عموماً زندہ نہیں رہتا تھا۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے افتضاض ''فضضت الشئی'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی توڑنے کے آتے ہیں، چونکہ پرندے کے ساتھ مذکورہ عمل کے بعد معتدہ عورت عدت کی پابندیوں کو توڑ دیتی اور ختم کر دیتی، اس لیے اس کو افتضاض کہتے ہیں (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۰۹)، ''تفتض به'' میں باء سببیہ ہے۔

(۳) بعضوں نے کہا: ''افتضاض'' کے معنی میٹھے پانی سے غسل کرنے کے آتے ہیں، تفتض کے معنی ہیں: وہ میٹھے پانی سے غسل کر کے فِضّة (چاندی) کی طرح صاف ہو کر چمک جاتی، چنانچہ امام اخفش نے فرمایا کہ ''افتضاض'' فضة سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی پاک ہونے اور نظافت حاصل کرنے کے ہیں، اور امام خلیل فرماتے ہیں: فضفض، میٹھے پانی کو کہتے ہیں اور افتضاض غسل کرنے کو کہتے ہیں۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۰۹)

جس جانور کے ساتھ معتدہ عورت اپنا جسم ملتی وہ جانور اکثر مر جاتا، ممکن ہے یہ شیطان اور جنات کا اثر ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گندگی کی وجہ سے اس کے جسم سے ایسے جراثیم پیدا ہو جاتے ہوں جن سے جانور مر جاتے ہوں، یا سال بھر اس طرح رہنے کی وجہ سے اس کے جسم میں ایسی حرارت اور گرمی پیدا ہو جاتی کہ جانور اس سے مر جاتا تھا۔ واللہ اعلم

Marfat.com

فتعطی بعرة:

تعطی: اعطاء سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے، ضمیر اس کے اندر نائب فاعل ہے اور بعرة مفعول بہ ہے، معتدہ کو مینگنی دی جاتی وہ اس کو پھینکتی، اس کا مقصد یا تو اس طرف اشارہ کرنا ہوتا تھا کہ اس نے مینگنی کی طرح عدت کی اس کیفیت کو بھی اب پھینک دیا ہے اور یا اس طرف اشارہ ہوتا تھا کہ مشقت اور تکلیف کی یہ حالت اس کے لیے شوہر کے حق کی تعظیم کی وجہ سے باعث بوجھ نہیں تھی بلکہ مینگنی کی طرح ہلکی حقیر تھی، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ معتدہ تفاؤلاً مینگنی پھینکتی تھی کہ یہ حالت دوبارہ کبھی اس کی طرف لوٹ کر نہ آئے۔

(فتح الباری ج۹ ص ۶۱۲)

فدخلت علی زینب ابنة جحش حین توفی اخوھا:

یہ باب کی دوسری روایت میں ہے، زینب بنت ابی سلمہ فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے پاس آئی، جب ان کے بھائی کا انتقال ہوا، حضرت زینب بنت جحش کے تین بھائی تھے، ایک عبداللہ بن جحش، دوسرے عبیداللہ بن جحش اور تیسرے عبد بن جحش، جن کی کنیت ابواحمد الاعمٰی تھی۔

عبداللہ بن جحش تو یہاں مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے، اور زینب بنت ابی سلمہ اس وقت بچی تھیں، وہ اس حالت میں حضرت زینب بنت جحش کے پاس تعزیت کے لیے کیسے آسکتی تھیں۔

عبیداللہ بن جحش بھی مراد نہیں لے سکتے، اس لیے کہ اس نے مرتد ہو کر نصرانی مذہب قبول کر لیا تھا، اور ۵ ھ یا ۶ ھ میں حبشہ میں نصرانی ہونے کی حالت میں اس کا انتقال ہوا۔

عبد بن جحش بھی مراد نہیں لے سکتے اس لیے کہ ان کا انتقال اپنی بہن حضرت زینب بنت جحش کے بعد ہوا ہے (اگرچہ بعض حضرات نے انہیں کو مراد لیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا انتقال پہلے ہوا ہے۔)

بعض علماء نے اس اشکال کا یہ جواب دیا کہ بھائی سے یہاں عبیداللہ بن جحش ہی مراد ہیں، وہ اگرچہ مرتد ہو گیا تھا تاہم چونکہ بھائی تھا، اس لیے حضرت زینب کو اس کا غم تھا خاص کر نصرانیت کی حالت میں انتقال تو اور زیادہ باعث غم تھا اس لیے حضرت زینب نے سوگ منایا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھائی سے ان کا کوئی علاتی یا رضاعی بھائی مراد ہو۔ (فتح الباری ج۹ ص ۶۰۶)

(کشف الباری عمانی صحیح البخاری کتاب الطلاق، ص ۵۷۷-۵۸۴ مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی، کراچی)

عدت کے متعلق صدر الشریعہ کی تحقیق

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ الغنی متوفی ۱۳۶۷ ھ، عدت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ؕ (الطلاق:۱)

اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو، اور عدت کا شمار رکھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، تم ان کو (دوران عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور

Marfat.com

نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ (البقرہ:۲۲۸)

طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقدِ ثانی سے) رو کے رکھیں، اور اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں (بچہ دانیوں) میں پیدا کیا ہے۔

وَالّٰٓئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ (الطلاق:۴)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدت ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (البقرہ:۲۳۴)

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن رو کے رکھیں، اور جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں، تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے ۝

حدیث ۱: صحیح بخاری شریف میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی وفات کے چند دن بعد بچہ پیدا ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نکاح کی اجازت طلب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ (صحیح البخاری، کتاب الطلاق، الحدیث: ۵۳۲۰، ج ۳ ص ۴۶۰)، نیز اس میں ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۂ طلاق (جس میں حمل کی عدت کا بیان ہے) سورۂ بقرہ (کہ اس میں عدت وفات چار مہینے دس دن ہے) کے بعد نازل ہوئی، (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، الحدیث: ۴۵۳۲، ج ۳ ص ۱۸۳)، یعنی حمل والی کی عدت چار ماہ دس دن نہیں بلکہ وضع حمل ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس پر مباہلہ کر سکتا ہوں کہ وہ اس کے بعد نازل ہوئی۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی عدۃ الحامل، الحدیث: ۲۳۰۷، ج ۲ ص ۳۲۷)

حدیث ۲: امام مالک و شافعی و بیہقی حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے راوی کہ وفات کے بعد اگر بچہ پیدا ہو گیا اور ہنوز مردہ چار پائی پر ہو تو عدت پوری ہو گئی۔ (الموطا امام مالک، کتاب الطلاق، باب عدۃ المتوفی عنہا، الحدیث: ۱۲۸۴، ج ۲ ص ۱۳۲)

عدت کے متعلق مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: نکاح زائل ہونے یا شبہ نکاح کے بعد عورت کا نکاح سے ممنوع ہونا اور ایک زمانہ تک انتظار کرنا عدت ہے۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج ۱ ص ۵۲۶)

مسئلہ ۲: نکاح زائل ہونے کے بعد اس وقت عدت ہے کہ شوہر کا انتقال ہوا ہو یا خلوت صحیحہ ہوئی ہو، زانیہ کے لیے عدت نہیں، اگرچہ حاملہ ہو اور یہ نکاح کر سکتی ہے مگر جس کے زنا سے حمل ہے اس کے سوا دوسرے سے نکاح کرے تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو وطی

جائز نہیں۔ نکاح فاسد میں دخول سے قبل تفریق ہوئی تو عدت نہیں اور دخول کے بعد ہوئی تو ہے۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، ج ۱ ص ۵۲۶)

مسئلہ ۳: جس عورت کا مقام بند ہے، اس سے خلوت ہوئی تو طلاق کے بعد عدت نہیں۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ج ۵ ص ۱۸۳)

مسئلہ ۴: عورت کو طلاق دی، بائن یا رجعی یا کسی طرح نکاح فسخ (یعنی ختم) ہوگیا، اگرچہ یوں کہ شوہر کے بیٹے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا اور ان صورتوں میں دخول ہو چکا ہو یا خلوت ہوئی ہو اور اس وقت حمل نہ ہو اور عورت کو حیض آتا ہے تو عدت پورے تین حیض ہے جب کہ عورت آزاد ہو اور باندی ہو تو دو حیض اور اگر عورت ام ولد ہے اس کے مولیٰ کا انتقال ہوگیا یا اس نے آزاد کر دیا تو اس کی عدت بھی تین حیض ہے۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ج ۵ ص ۱۹۱)

مسئلہ ۵: ان صورتوں میں اگر عورت کو حیض نہیں آتا ہے کہ ابھی ایسے سن کو نہیں پہنچی یا سن ایاس کو پہنچ چکی ہے یا عمر کے حسابوں بالغہ ہو چکی ہے مگر ابھی حیض نہیں آیا ہے تو عدت تین مہینے ہے اور باندی ہے تو ڈیڑھ ماہ۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ج ۵ ص ۱۹۲-۱۸۶)

مسئلہ ۶: اگر طلاق یا فسخ پہلی تاریخ کو ہوا اگرچہ عصر کے وقت تو چاند کے حساب سے تین مہینے ورنہ ہر مہینہ تیس دن کا قرار دیا جائے یعنی عدت کے کل دن نوے ہوں گے۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، ج ۱ ص ۵۲۷، الجوہرة النیرہ، کتاب العدة، الجزء الثانی ص ۹۶)

مسئلہ ۷: عورت کو حیض آچکا ہے مگر اب نہیں آتا اور ابھی سن ایاس کو بھی نہیں پہنچی ہے اس کی عدت بھی حیض سے ہے، جب تک تین حیض نہ آلیں یا سن ایاس کو نہ پہنچے اس کی عدت ختم نہیں ہو سکتی اور اگر حیض آیا ہی نہ تھا اور مہینوں سے عدت گزار رہی تھی کہ اثنائے عدت میں حیض آگیا تو اب حیض سے عدت گزارے یعنی جب تک تین حیض نہ آلیں، عدت پوری نہ ہوگی۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، ج ۱ ص ۵۲۷)

مسئلہ ۸: حیض کی حالت میں طلاق دی تو یہ حیض عدت میں شمار نہ کیا جائے بلکہ اس کے بعد پورے تین حیض ختم ہونے پر عدت پوری ہوگی۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، ج ۱ ص ۵۲۷)

مسئلہ ۹: جس عورت سے نکاح فاسد ہوا اور دخول ہو چکا ہو یا جس عورت سے شبہۂ وطی ہوئی اس کی عدت فرقت و موت دونوں میں حیض سے ہے اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے، اور وہ عورت کسی کی باندی ہو تو عدت ڈیڑھ ماہ۔

(الجوہرة النیرہ، کتاب العدة، الجزء الثانی ص ۹۵، ۹۶، الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة ج ۱ ص ۵۲۷)

مسئلہ ۱۰: اس کی عورت کسی کی کنیز ہے اس نے خود خرید لی تو نکاح جاتا رہا، مگر عدت نہیں یعنی اس کو وطی کرنا جائز مگر دوسرے سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا، جب تک دو حیض نہ گزار لیں۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة ج ۱ ص ۵۲۷)

مسئلہ ۱۱: اپنی عورت کو جو کنیز تھی خریدا اور ایک حیض آنے کے بعد آزاد کر دیا تو اس حیض کے بعد دو حیض اور عدت میں رہے اور حرہ (آزاد عورت) کا سا سوگ کرے، اور اگر ایک بائن طلاق دے کر خریدی تو ملکِ یمین (لونڈی کا مالک ہونے) کی وجہ سے وطی

Marfat.com

کر سکتا ہے اور دو طلاقیں دیں تو بغیر حلالہ وطی نہیں کر سکتا اور اگر دو حیض کے بعد آزاد کر دی تو نکاح کی وجہ سے عدت نہیں، ہاں عتق (آزاد ہونے) کی وجہ سے عدت گزارے۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج ا ص ۵۲۷)

مسئلہ ۱۲: جس عورت سے نابالغ نے شبہۃً یا نکاح فاسد میں وطی کی، اس پر بھی یہی عدت ہے، یوہیں اگر نابالغی میں خلوت ہوئی اور بالغ ہونے کے بعد طلاق دی جب بھی یہی عدت ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج ۵ ص ۱۹۰)

مسئلہ ۱۳: نکاح فاسد میں تفریق یا متارکہ کے وقت سے عدت شمار کی جائے گی، متارکہ یہ کہ مرد نے یہ کہا کہ میں نے اسے چھوڑا یا اس سے وطی ترک کی یا اسی قسم کے اور الفاظ کہے جب تک متارکہ یا تفریق نہ ہو کتنا ہی زمانہ گزر جائے عدت نہیں، اگرچہ دل میں ارادہ کر لیا کہ وطی نہ کرے گا، اور اگر عورت کے سامنے نکاح سے انکار کرتا ہے تو یہ متارکہ ہے ورنہ نہیں، لہٰذا اس کا اعتبار نہیں۔

(الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج ۵ ص ۲۰۸، ۲۰۹، الجوہرۃ النیرہ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی ص ۱۰۲)

مسئلہ ۱۴: طلاق کی عدت وقتِ طلاق سے ہے اگرچہ عورت کو اس کی اطلاع نہ ہو کہ شوہر نے اسے طلاق دی ہے اور تین حیض آنے کے بعد معلوم ہوا تو عدت ختم ہو چکی اور اگر شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو اتنے زمانہ سے طلاق دی ہے تو عورت اس کی تصدیق کرے یا تکذیب، عدت وقت اقرار سے شمار ہوگی۔ (الجوہرۃ النیرہ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی ص ۱۰۱، ۱۰۲)

مسئلہ ۱۵: عورت کو کسی نے خبر دی کہ اس کے شوہر نے تین طلاقیں دے دیں یا شوہر کا خط آیا اور اس میں اسے طلاق لکھی ہے، اگر عورت کا غالب گمان ہے کہ وہ سچ کہتا ہے یا یہ خط اسی کا ہے تو عدت گزار کر نکاح کر سکتی ہے۔

(الجوہرۃ النیرہ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی ص ۱۰۲)

مسئلہ ۱۶: عورت کو تین طلاقیں دے دیں مگر لوگوں پر ظاہر نہ کیا اور دو حیض آنے کے بعد عورت سے وطی کی اور حمل رہ گیا اب اس نے لوگوں سے طلاق دینا بیان کیا تو عدت وضع حمل ہے اور وضع حمل تک نفقہ اس پر واجب۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج ا ص ۵۳۲)

مسئلہ ۱۷: طلاق دے کر منکر گیا، عورت نے قاضی کے پاس دعویٰ کیا اور گواہ سے طلاق دینا ثابت کر دیا اور قاضی نے تفریق کا حکم دیا تو عدت وقت طلاق سے ہے، اس وقت سے نہیں۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج ا ص ۵۳۲)

مسئلہ ۱۸: پچھلا حیض اگر پورے دس دن پر ختم ہوا ہے تو ختم ہوتے ہی عدت ختم ہو گئی اگرچہ ابھی تک غسل نہ کیا بلکہ اگرچہ اتنا وقت بھی ابھی نہیں گزرا ہے کہ اس میں غسل کر سکتی اور طلاق رجعی تھی تو شوہر اب رجعت نہیں کر سکتا اور اب یہ عورت نکاح کر سکتی ہے اور اگر دس دن سے کم میں ختم ہوا ہے تو جب تک نہا نہ لے یا ایک نماز کا پورا وقت نہ گزر لے عدت ختم نہ ہوگی یہ حکم مسلمان عورت کے ہیں، اور کتابیہ ہو تو بہرحال حیض ختم ہوتے ہی عدت پوری ہو جائے گی۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج ا ص ۵۲۸)

مسئلہ ۱۹: وطی بالشبہ کی چند صورتیں ہیں:

(۱) عورت عدت میں تھی اور شوہر کے سوا کسی اور کے پاس بھیج دی گئی اور یہ ظاہر کیا گیا کہ تیری عورت ہے اس نے وطی کی بعد کو حال کھلا۔

(۲) عورت کو تین طلاقیں دے کر بغیر حلالہ اس سے نکاح کر لیا اور وطی کی۔

Marfat.com

(۳) عورت کو تین طلاقیں دے کر عدت میں وطی کی اور کہتا ہے: میرا گمان یہ تھا کہ اس سے وطی حلال ہے۔
(۴) مال کے عوض یا لفظ کنایہ سے طلاق دی اور عدت میں وطی کی۔
(۵) خاوند والی عورت تھی اور شبہۃً اس سے کسی اور نے وطی کی، پھر شوہر نے اس کو طلاق دے دی ان سب صورتوں میں عورت پر دو عدتیں ہیں اور بعد تفریق دوسری عدت پہلی عدت میں داخل ہو جائے گی، یعنی اب جو حیض آئے گا دونوں عدتوں میں شمار ہوگا۔
(الجوہرۃ النیرہ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی ص ۱۰۱)

مسئلہ ۲۰: مطلقہ نے ایک حیض کے بعد دوسرے سے نکاح کیا اور اس دوسرے نے اس سے وطی کی، پھر دونوں میں تفریق کر دی گئی اور تفریق کے بعد دو حیض آئے تو پہلی عدت ختم ہو گئی مگر ابھی دوسری ختم نہ ہوئی، لہٰذا یہ شخص اس سے نکاح کر سکتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا جب تک بعد تفریق تین حیض نہ آ لیں اور تین حیض آنے پر دونوں عدتیں ختم ہو گئیں۔
(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج ۱ ص ۵۳۲)

مسئلہ ۲۱: عورت کو طلاق بائن دی تھی ایک یا دو، اور عدت کے اندر وطی کی اور جانتا تھا کہ وطی حرام ہے اور حرام ہونے کا اقرار بھی کرتا ہے تو ہر بار کی وطی پر عدت ہے مگر سب متداخل ہوں گی اور تین طلاقیں دے چکا ہے اور عدت میں وطی کی اور جانتا ہے کہ وطی حرام ہے اور مقر (اقرار کرنے والا) بھی ہے تو اس وطی کے لیے عدت نہیں ہے بلکہ مرد کو رجم کا حکم ہے اور عورت بھی اقرار کرتی ہے تو اس پر بھی۔ (الفتاوی الھندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج ۱ ص ۵۳۲)

مسئلہ ۲۲: موت کی عدت چار مہینے دس دن ہے یعنی دسویں رات بھی گزر لے بشرطیکہ نکاح صحیح ہو دخول ہوا ہو یا نہیں دونوں کا ایک حکم ہے، اگرچہ شوہر نابالغ ہو یا زوجہ نابالغہ ہو، یوہیں اگر شوہر مسلمان تھا اور عورت کتابیہ تو اس کی بھی یہی عدت ہے مگر اس عدت میں شرط یہ ہے کہ عورت کو حمل نہ ہو۔ (الجوہرۃ النیرہ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی ص ۹۷، وغیرھا)

مسئلہ ۲۳: عورت کنیز ہے تو اس کی عدت دو مہینے پانچ دن ہے شوہر آزاد ہو یا غلام کہ عدت میں شوہر کے حال کا لحاظ نہیں بلکہ عورت کے اعتبار سے ہے، پھر موت پہلی تاریخ کو ہو تو چاند سے مہینے لیے جائیں ورنہ حرہ کے لیے ایک سو تیس دن اور باندی کے لیے پینسٹھ دن۔ (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج ۵ ص ۱۹۲-۱۹۰)

مسئلہ ۲۴: عورت حاملہ ہے تو عدت وضع حمل ہے عورت حرہ ہو یا کنیز مسلمہ ہو یا کتابیہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی یا متارکہ یا وطی بالشبہ کی حمل ثابت النسب ہو یا زنا کا مثلاً زانیہ حاملہ سے نکاح کیا اور شوہر مر گیا یا وطی کے بعد طلاق دی تو عدت وضعِ حمل ہے۔
(الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج ۵ ص ۱۹۲، الفتاوی الھندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ ج ۱ ص ۵۲۸، وغیرھا)

مسئلہ ۲۵: وضع حمل سے عدت پوری ہونے کے لیے کوئی خاص مدت مقرر نہیں موت یا طلاق کے بعد جس وقت بچہ پیدا ہو عدت ختم ہو جائے گی اگرچہ ایک منٹ بعد حمل ساقط ہو گیا اور اعضاء بن چکے ہیں، عدت پوری ہو گئی ورنہ نہیں اور اگر دو یا تین بچے ایک حمل سے ہوئے تو پچھلے کے پیدا ہونے سے عدت پوری ہوگی۔ (الجوہرۃ النیرہ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی ص ۹۶)

مسئلہ ۲۶: بچہ کا اکثر حصہ باہر آ چکا تو رجعت نہیں کر سکتا مگر دوسرے سے نکاح اس وقت حلال ہوگا کہ پورا بچہ پیدا ہو لے۔
(ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، مطلب فی عدۃ الموت، ج ۵ ص ۱۹۳)

Marfat.com

مسئلہ ۲۷: موت کے بعد اگر حمل قرار پایا تو عدت وضعِ حمل سے نہ ہوگی بلکہ دنوں سے۔(الجوہرۃ النیرہ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی ص ۱۰۰)

مسئلہ ۲۸: بارہ برس سے کم عمر والے کا انتقال ہوا اور اس کی عورت کے چھ مہینے سے کم کے اندر بچہ پیدا ہوا تو عدت وضعِ حمل ہے اور چھ مہینے یا زائد میں ہوا تو چار مہینے دس دن اور نسب بہر حال ثابت نہ ہوگا، اور اگر شوہر مراہق ہو تو دونوں صورتوں میں وضعِ حمل سے عدت پوری ہوگی، اور بچہ ثابت النسب ہے۔(الجوہرۃ النیرہ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی ص ۱۰۰، الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج ۵ ص ۱۹۳)

مسئلہ ۲۹: جو شخص خصی تھا اس کا انتقال ہوا اور اس کی عورت حاملہ ہے یا مرنے کے بعد حاملہ ہونا معلوم ہوا تو عدت وضعِ حمل ہے اور بچہ ثابت النسب ہے۔ (الجوہرۃ النیرہ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی ص ۱۰۰)

مسئلہ ۳۰: عورت کو طلاقِ رجعی دی تھی اور عدت میں مر گیا تو عورت موت کی عدت پوری کرے اور طلاق کی عدت جاتی رہی خواہ صحت کی حالت میں طلاق دی ہو یا مرض میں، اور اگر بائن طلاق دی تھی یا تین تو طلاق کی عدت پوری کرلے جب کہ صحت میں طلاق دی ہو اور اگر مرض میں دی ہو تو دونوں عدتیں پوری کرے یعنی اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض پورے ہو چکے تو عدت پوری ہو چکی اور اگر تین حیض پورے ہو چکے ہیں مگر چار مہینے دس دن پورے نہ ہوئے تو ان کو پورا کرے اور اگر یہ دن پورے ہو گئے مگر ابھی تین حیض پورے نہ ہوئے تو ان کے پورے ہونے کا انتظار کرے۔(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج ۱ ص ۵۳۰)

مسئلہ ۳۱: عورت کنیز تھی، اسے رجعی طلاق دی اور عدت کے اندر آزاد ہوگئی تو حرہ کی عدت پوری کرے یعنی تین حیض یا تین مہینے اور طلاقِ بائن یا موت کی عدت میں آزاد ہوئی تو باندی کی عدت یعنی دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ یا دو مہینے پانچ دن۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج ۵ ص ۱۹۶)

مسئلہ ۳۲: عورت کہتی ہے کہ عدت پوری ہو چکی اگر اتنا زمانہ گزرا ہے کہ پوری ہو سکتی ہے تو قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے اور اگر اتنا زمانہ نہیں گزرا تو نہیں۔ مہینوں سے عدت ہو جب تو ظاہر ہے کہ اتنے دن گزرنے پر عدت ہو چکی اور حیض سے ہو تو آزاد عورت کے لیے کم از کم ساٹھ دن ہیں اور لونڈی کے لیے چالیس بلکہ ایک روایت میں حرہ کے لیے انتالیس دن کہ تین حیض کی اقل (کم سے کم) مدت نو دن ہے اور دو طہر کی تیس دن اور باندی کے لیے اکیس دن کہ دو حیض کے چھ دن اور ایک طہر درمیان کا پندرہ دن۔

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج ۵ ص ۲۱۰)

مسئلہ ۳۳: مطلقہ کہتی ہے کہ عدت پوری ہوگئی کہ حمل تھا ساقط ہو گیا اگر حمل کی مدت اتنی تھی کہ اعضاء بن چکے تھے تو مان لیا جائے گا ورنہ نہیں، مثلاً نکاح سے ایک مہینے بعد طلاق دی اور طلاق کے ایک ماہ بعد حمل ساقط ہونا بتاتی ہے تو عدت پوری نہ ہوئی کہ بچے کے اعضاء چار ماہ میں بنتے ہیں۔(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج ۵ ص ۲۱۱)

مسئلہ ۳۴: اپنی عورت مطلقہ سے عدت میں نکاح کیا اور قبل وطی طلاق دے دی تو پورا مہر واجب ہوگا اور سرے سے عدت بیٹھے، یوہیں اگر پہلا نکاح فاسد تھا اور دخول کے بعد تفریق ہوئی اور عدت کے اندر نکاح صحیح کر کے طلاق دے دی یا دخول کے بعد کفو نہ ہونے کی وجہ سے تفریق ہوئی، پھر نکاح کر کے طلاق دی یا نابالغہ سے نکاح کر کے وطی کی، پھر طلاق دی اور عدت کے اندر نکاح کیا اب وہ لڑکی بالغہ ہوئی اور اپنے نفس کو اختیار کیا یا نابالغہ سے نکاح کر کے وطی کی، پھر لڑکی نے بالغہ ہو کر اپنے کو اختیار کیا اور عدت کے اندر پھر اس سے نکاح کیا اور قبلِ دخول طلاق دے دی ان سب صورتوں میں دوسرے نکاح کا پورا مہر اور طلاق کے بعد عدت

Marfat.com

واجب ہے، اگرچہ دوسرے نکاح کے بعد وطی نہیں ہوئی کہ نکاح اول کی وطی نکاح ثانی میں بھی وطی قرار دی جائے گی۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج ۵ ص ۲۱۲)

مسئلہ ۳۵: بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو طلاق دی تو جب تک اسے تین حیض نہ آلیں دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی یا سن ایاس کو پہنچ کر مہینوں سے عدت پوری کرے اگرچہ بچہ پیدا ہونے سے قبل اسے حیض نہ آیا ہو۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج ۵ ص ۲۱۷)

(بہار شریعت، حصہ ہشتم، جلد دوم ص ۲۴۰-۲۴۲، مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی) ۱۴۳۰ھ)

۴۷۔ بَابٌ: اَلْكُحْلِ لِلْحَادَّةِ — سوگ کرنے والے کے لیے سرمہ لگانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا سوگ کرنے والی بیوہ کے لیے سرمہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

۵۳۳۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّهَا أَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا فَخَشُوا عَلَى عَيْنَيْهَا فَأَتَوْا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاسْتَأْذَنُوهُ فِي الْكُحْلِ فَقَالَ لَا تَكَحَّلْ قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا أَوْ شَرِّ بَيْتِهَا فَإِذَا كَانَ حَوْلٌ فَمَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بِبَعَرَةٍ فَلَا حَتَّى تَمْضِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن نافع نے حدیث بیان کی از زینب ابنۃ ام سلمہ از مادرِ خود، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا تو لوگوں کو اس کی آنکھوں کے اوپر خطرہ محسوس ہوا (کہ کہیں وہ اندھی نہ ہو جائے) تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لیے سرمہ لگانے کی اجازت طلب کی، تو آپ نے فرمایا کہ وہ سرمہ نہ لگائے، (اس سے پہلے) تم میں سے کوئی ایک عورت بہت خراب چادروں میں اور بہت خراب گھر میں ایک سال تک رہتی تھی، پھر جب سال کے بعد کتا گزرتا تو وہ اونٹ کی مینگنی پھینک دیتی، پھر گھر سے نہیں نکلتی، تو اب تم عدت گزارو حتیٰ کہ چار ماہ دس دن گزر جائیں۔

(صحیح البخاری: ۵۳۳۶، صحیح مسلم: ۱۴۸۹، سنن ترمذی: ۱۱۹۷، سنن نسائی: ۳۵۳۲، سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۴، موطا امام مالک: ۱۲۷۰)

۵۳۳۹۔ وَسَمِعْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ تُحَدِّثُ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا عَلَى زَوْجِهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

اور میں نے زینب ابنۃ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان عورت اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے، سوا اپنے خاوند کی موت کے، اس کا چار ماہ دس دن تک سوگ کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۵۳۳۴، ۵۳۳۹، ۵۳۴۵، صحیح مسلم: ۱۴۸۶، سنن ترمذی: ۱۱۹۵، سنن نسائی: ۳۵۰۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۹۹، سنن ابن

Marfat.com

ماجہ:۲۰۸۶،مسند احمد:۲۵۱۴،موطا امام مالک:۱۲۶۸،سنن داری:۲۲۸۴)

۵۳۴۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوْجٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلمہ بن علقمہ نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ہمیں خاوند کے سوا کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری:۳۱۳،۱۲۷۸،۱۲۷۹،۵۳۴۰،۵۳۴۱،۵۳۴۲،۵۳۴۳،صحیح مسلم:۹۳۸،سنن نسائی:۳۵۳۴،سنن ابوداؤد:۲۳۰۲،سنن ابن ماجہ:۲۰۸۷،مسند احمد:۲۰۲۷۰،سنن داری:۲۲۸۶)

جو وصف مونث کے ساتھ مخصوص ہو، اس کے صیغہ میں تاء نہ لگانے کی بحث

امام بخاری نے ان احادیث کا عنوان قائم کیا ہے: ''الکحل للحادۃ'' یعنی سوگ کرنے والی عورت کے لئے سرمہ لگانا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ صیغہ ثلاثی مجرد کا ہے اور اگر یہ رباعی (یعنی ثلاثی مزید) کا ہوتا تو المحدۃ کہا جاتا۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ الحاد کہا جائے، بغیر تاء کے، کیونکہ یہ مونث کی صفت ہے جیسا کہ طالق اور حائض، (حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:) حادۃ کہنا یہ غلط نہیں ہے اگرچہ حاد کہنا راجح ہے۔

(فتح الباری ج۹ ص ۴۹۰، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج۶ ص ۵۴۲، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ الحادۃ کے بجائے الحاد لکھا جائے، کیونکہ یہ مونث کی صفت ہے جیسے طالق اور حائض، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: لیکن یہ جائز ہے خطا نہیں ہے، یعنی الحادہ لکھنا بھی جائز ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر طالق کے صیغہ میں طالقۃ کہا جاتا اور حائض کے صیغہ میں حائضۃ کہا جاتا تو پھر حادۃ کہنا بھی جائز ہے اور اگر طالقۃ اور حائضۃ نہیں کہا جاتا تو پھر حادۃ بھی نہیں کہا جائے گا، اور صحیح وہ ہے جو علامہ ابن التین نے کہا اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو کہا ہے کہ حادۃ کہنا بھی جائز ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۷، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ)

حادۃ اور حاد کے صیغہ کی بحث میں محاکمہ

قاضی بدرالدین الدمامینی مالکی المتوفی ۸۲۷ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

السفاقسی نے کہا ہے کہ صحیح لفظ الحاد ہے، جیسے طالق اور حائض ہے، کیونکہ یہ صرف مونث کی صفت ہے اور اس میں مذکر شریک نہیں ہوتا۔ (التنقیح ج۳ ص۱۰۷۵)

Marfat.com

(علامہ دمامینی فرماتے ہیں): علامہ زمخشری وغیرہ نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر ان صفات سے حدوث کا معنی مراد لیا جائے (یعنی یہ قصد کیا جائے کہ اس وقت اس کو بالفعل حیض آ رہا ہے)، تو پھر اس صیغہ کے ساتھ تاء لانا لازم ہے جیسے کہا جاتا ہے "حاضت فھی حائضة"، یعنی اس عورت کو حیض آ گیا اور وہ حائضہ ہوگئی، اس صورت میں اس صیغہ کے ساتھ تاء لانا لازم ہے اور کہا جاتا ہے: "طلقت فھی طالقة" یعنی اس عورت کو اس وقت طلاق دی گئی تو وہ طلاق یافتہ ہوگئی، اور اگر اس کے ساتھ حدوث کے معنی کا قصد نہ کیا جائے جیسے مرضعة اور حاملة تو پھر اس کے ساتھ تاء نہیں لگائی جائے گی، یعنی دودھ پلانے والی عورت اور حاملہ عورت، اور اس صورت میں "مرضع اور حامل" کہا جائے گا، اور ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے جو الکحل للحادہ کہا ہے تو ان کی مراد بھی یہ ہو کہ جس عورت میں سوگ حادث ہوا ہے یعنی حادة۔ (مصابیح الجامع ج ۹ ص ۹۸، دار النوادر دمشق، ۱۴۳۱ھ)

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس بحث میں لکھتے ہیں:

صحیح الفاظ یہ ہیں "الکحل للحاد" اور شرح ابن بطال میں مذکور ہے "الکحل للحادة" اور صحیح الفاظ پہلے ہیں، کیونکہ جو صفت مونث کے ساتھ مخصوص ہو اور مذکر اس میں شریک نہ ہو تو اس کے صیغہ میں تاء نہیں لائی جاتی جیسے طالق (طلاق یافتہ) طامث (حیض والی)، حائض (اس کا معنی بھی ہے: حیض والی)۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح مُرضع ہے یعنی دودھ پلانے والی، کیونکہ مرد بچہ کو دودھ نہیں پلاتا، اور اسی طرح حامل ہے یعنی جس عورت کو بچہ کا حمل ہو، کیونکہ مرد کو بچہ کا حمل نہیں ہوتا، تو یہ صیغے بھی مونث کے ساتھ مخصوص ہیں، اس لیے ان کے ساتھ تاء نہیں لگائی جاتی۔ (سعیدی غفرلہ)۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۵ ص ۱۷۵، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۳۸، ۵۳۳۹، ۵۳۴۰ کے مباحث کی شرح از علامہ ابن ملقن

احلاس کا معنی:

صحیح البخاری: ۵۳۳۸، میں مذکور ہے: "قد کانت احداکن تمکث فی شر احلاسھا"۔

اس حدیث میں "احلاس" کا لفظ ہے، یہ حلس کی جمع ہے، حلس اس چادر کو کہتے ہیں جس کو بچھا کر اس پر بیٹھا جاتا ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم اس سے پہلے بہت بری چادر پر بیٹھتی تھیں، اور اس پر وقت گزارتی تھیں۔

سوگ کرنے والی عورت کے لیے سرمہ لگانے کے متعلق مباحث

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: "فخشوا علی عینیھا" یعنی لوگوں کو اس کی آنکھوں پر خطرہ محسوس ہوا، اور انہوں نے اس کی آنکھوں میں سرمہ لگانے کی اجازت طلب کی۔

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں کہ اس سے پہلے باب میں سوگ کرنے والی عورت کے لیے سرمہ لگانے کا حکم بیان کیا جا چکا ہے، اور علامہ ابن التین نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ عورت اس حالت کو نہیں پہنچی تھی کہ سرمہ نہ لگانے سے اس کو ایذاء پہنچتی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دی تھی کہ وہ رات میں سرمہ لگالے اور دن میں اس کو نکال لے، علامہ ابن التین نے کہا: امام مالک متوفی ۱۷۹ھ کا مذہب یہ ہے کہ اگر سوگ کرنے والی عورت مجبور ہو کہ سرمہ نہیں لگائے گی تو اس کا مرض بڑھ جائے گا تو وہ

سرمہ لگا سکتی ہے، خواہ اس سرمہ میں خوشبو بھی ہو۔

علامہ ابن الجلاب نے کہا ہے کہ جب سوگ کرنے والی عورت مرض سے مجبور ہو تو رات میں سرمہ لگا لے اور دن میں اس کو صاف کر لے۔

اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوئے اور وہ ابو سلمہ پر سوگ کر رہی تھیں، اور انہوں نے اپنی آنکھوں میں صبر (ایلواء، ایک قسم کی دوائی) لگائی ہوئی تھی، تو آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ! یہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا: یہ صبر (یعنی ایلوا) ہے یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا: تم اس کو رات میں لگا لیا کرو اور دن میں اس کو پونچھ دیا کرو۔ (الموطا: ۱۷۴۳)

اور ابن ابی صفرہ نے کہا ہے کہ سوگ کرنے والی عورت کو سرمہ لگانے کی ممانعت قطع ذرائع کے لیے ہے، یعنی سد باب کے لئے ہے، کیونکہ سرمہ لگانا نکاح کے محرکات میں سے ہے، سو جو عورت عدت گزار رہی ہے اس کو سرمہ لگانے سے منع کیا گیا ہے تاکہ کوئی اس کے ساتھ نکاح کا ارادہ نہ کرے، اور اس میں میت کے لیے احتیاط ہے، لیکن جب لوگوں کو سرمہ نہ لگانے سے مشقت ہوئی ہو تو ان سے اس حکم میں تخفیف کی گئی ہے اور رات میں سرمہ لگانے کی اجازت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ سوگ کرنے والی عورت کو سرمہ لگانے کی ممانعت تحریم کے لئے نہیں ہے، تنزیہ کے لئے ہے۔ پس جو چاہے تو اپنے نفس پر شدت کو اختیار کرے، جیسا کہ حضرت صفیہ بنت ابی عبید نے سرمہ لگانے کو بالکل ترک کر دیا، حتیٰ کہ ان کی آنکھیں جلنے لگیں اور جو چاہے رخصت پر عمل کرے یعنی رات کو سرمہ لگا لے اور دن میں آنکھوں کو دھو ڈالے تو اس کی بعض سلف نے اجازت دی ہے۔

اور امام مالک نے ذکر کیا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ سالم بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار نے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو سرمہ لگانے کی اجازت دی جو اپنے خاوند کی موت کے اوپر سوگ کر رہی ہو، جب کہ اس عورت کو اپنی آنکھوں پر خطرہ ہو اور اس کی آنکھوں میں مرض ہو جو سرمہ لگانے یا دوا لگانے سے زائل ہو جائے خواہ اس میں خوش بو ہو، امام مالک نے کہا: کیونکہ یہ ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں آسانی ہے۔ (الموطا ص ۳۷۰)

امام محمد بن ادریس الشافعی نے کہا ہے: ہر وہ سرمہ جس میں آنکھوں کی زینت ہو جیسے الاثمد اور اس کے مشابہ سرمے، ایسے سرموں کو لگانے میں کوئی خیر نہیں ہے، لیکن جو فارسی سرمہ ہو تو اس کو ضرورت کے وقت لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ وہ زینت نہیں ہے بلکہ اس کے لگانے سے آنکھ زیادہ بدنما ہو جاتی ہے اور جس کو مرض کی وجہ سے ایسے سرمہ لگانے کی ضرورت ہو جس میں زینت ہے تو وہ اس سرمہ کو رات میں لگا لے اور دن میں اس سرمہ کو صاف کر دے۔ اور انہوں نے امام مالک کی حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

امام شافعی نے کہا کہ ایلواء لگانے سے آنکھ زرد ہو جاتی ہے تو اس میں زینت ہے اور خوشبو نہیں ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کو رات میں ایلواء لگانے کی اجازت دی، کیونکہ رات میں وہ دکھائی نہیں دیتا۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۲۱۳)

علامہ ابن المنذر شافعی نے کہا ہے کہ تمام فقہاء نے ضرورت کے وقت سوگ کرنے والی عورت کے لئے سرمہ لگانے کی اجازت دی ہے، جیسے عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور ابراہیم نخعی متوفی ۹۶ھ اور یہی امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور فقہاء احناف کا

Marfat.com

قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ سیاہ سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ سوگ کرنے والی عورت کی آنکھوں میں مرض ہو۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۵۷۱-۵۷۳، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

سوگ کرنے والی عورت کے سرمہ لگانے کے متعلق فقہاءِ حنبلیہ کا مسلک

شیخ محمد صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:
خاوند کے اوپر سوگ کرنے والی عورت کے اوپر ایام سوگ میں سرمہ لگانا حرام ہے، خواہ آنکھ میں تکلیف کی وجہ سے اس کو سرمہ لگانے کی ضرورت ہو، لیکن اگر سرمہ کے علاوہ کوئی اور دوا مثلاً قطرات ڈالنے سے اس کو شفا ہو تو رات میں وہ آنکھ میں قطرات ڈالنا جائز ہے اور دن میں ان کو پونچھ ڈالے لیکن سرمہ لگانے سے منع کیا جائے گا، کیونکہ اس میں آنکھ کی خوبصورتی ہے، سو اس کو منع کیا جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۰۲، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

احادیثِ مذکورہ کی شرح از علامہ کورانی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، لکھتے ہیں:
اس باب میں اس عورت کی حدیث کو بیان کیا گیا ہے جس نے اپنی بیٹی کے لئے سرمہ لگانے کا سوال کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا، جیسا کہ اس سے پہلے باب میں گزر چکا ہے۔
صحیح البخاری: ۵۳۳۹، میں احلاس کا لفظ ہے، یہ حلس کی جمع ہے، اس میں حاء پر زیر ہے یعنی جِلس ہے، اس کا معنی ہے: باریک چادر۔ حضرت ام عطیہ نے بیان کیا کہ ہمیں منع کیا گیا ہے کہ ہم خاوند کی موت کے علاوہ کسی اور کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کریں۔ (الکوثر الجاری ج ۹ ص ۶۱-۶۲، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

احادیثِ مذکورہ کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
حادہ، ثلاثی مجرد حد یحد سے ہے اور محدہ احداد سے افعال ہے، سفاقسی نے کہا: صحیح حاد ہے ہا کے بغیر، جیسے طالق اور حائض ہا کے بغیر ہیں، کیونکہ یہ عورت کی ایسی صفت ہے جس میں مرد شریک نہیں۔ شیخ ابن حجر نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ جائز ہے خطا نہیں اگرچہ دوسرا زیادہ راجح ہے۔ علامہ عینی نے کہا: اگر طالق میں طالقۃ اور حائض میں حائضۃ کہا جاتا ہے تو حادہ بھی کہا جاسکتا ہے اور اگر طالقہ اور حائضہ نہیں کہا جاتا تو حادہ بھی نہیں کہا جائے گا، لیکن درست وہی ہے جو سفاقسی نے کہا ہے اور شیخ ابن حجر کا اس میں جواز کا دعویٰ کرنا نظر سے خالی نہیں جو غیر مخفی ہے۔
صاحب مصابیح نے زمخشری سے نقل کیا کہ اگر ان صفات میں حدوث کا معنی مقصود ہو تو تاء لانا ضروری ہے جیسے حاضت فھی حائضۃ و طلقت فھی طلقۃ، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدوث کا معنی مقصود نہیں ہوتا پھر بھی تاء لاحق کر دیتے ہیں جیسے مُرضعۃ وحاملۃ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ کا کلام اسی نہج پر ہے۔
زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ام المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہو گیا تو لوگوں نے اس کی

Marfat.com

دونوں آنکھوں پر خوف محسوس کیا، وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے آنکھوں میں سرمہ لگانے کی اجازت چاہی تو فرمایا: سرمہ نہ لگائے، آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی عورت (جاہلیت کے زمانہ میں) خراب قسم کے گھر اور گندھے کپڑوں میں رہتی تھی، جب سال گزر جاتا اور کوئی کتا وہاں سے گزرتا تو اس کی طرف مینگنیاں پھینکتی اور عدت سے باہر ہوتی۔ میں سرمہ کی اجازت نہیں دیتا یہاں تک کہ چار ماہ دس دن گزر جائیں (نافع نے کہا:) میں نے زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان عورت جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر اپنے شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ منائے۔ (ام حبیبہ ام المومنین زوجۂ محترمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حضرت ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ کی ہمشیرہ ہیں، ان کا نام رملہ ہے)۔

محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم کو شوہر پر سوگ منانے کے علاوہ تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کیا گیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایک روایت کے مطابق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عورت کو رخصت دی کہ وہ عدت ختم ہونے تک اپنے شوہر پر سوگ مناتی رہے اور اپنے والد پر سات روز سوگ منائے اور ان کے سوا دوسروں پر تین تین دن سوگ منائے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ جب ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو انہوں نے تین دن سوگ منانے کے بعد خوشبو استعمال کی اور سائل نے جو حدیث ذکر کی ہے، وہ ابوداؤد نے مراسیل میں عمرو بن شعیب کے ذریعے معضل ذکر کی ہے۔ علامہ عینی نے کہا: ابوداؤد کا اس حدیث کو مراسیل میں ذکر کرنا یہ کوئی توجیہ نہیں، لیکن اگر ارسال سے انقطاع مراد لیا جائے تو توجیہ ہو سکتی ہے کیونکہ عمر تابعی نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم! (تفہیم البخاری ج ۸ ص ۴۱۱-۴۱۲، جدہ پرنٹرز لاہور بار اول)

احادیثِ مذکورہ کی شرح از شیوخ دیوبند

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حادۃ، سوگ والی عورت کو کہتے ہیں، باب کی پہلی روایت میں ہے کہ ایک عورت کا شوہر مر گیا، لوگوں کو اس کی آنکھ کے متعلق خطرہ محسوس ہوا تو وہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آئے اور سرمہ لگانے کی اجازت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''سرمہ نہ لگاؤ''، (زمانہ جاہلیت میں عدت گزارنے کا طریقہ تو یہ تھا کہ) تم میں سے ایک عورت خراب قسم کی کوٹھری میں رہتی، جب سال گزر جاتا، پھر ایک کتا گزرتا جس پر معتدہ مینگنی پھینکتی تھی (تب عدت ختم ہوتی تھی اب اسلام میں تو سہولت دے دی گئی ہے) لہٰذا جب تک چار مہینے دس دن نہ گزر جائیں اس وقت تک سرمہ نہ لگائے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب میں بھی گزر چکی ہے۔ احلاس: حِلس (حاء کے کسرہ اور لام کے سکون کے ساتھ) کی جمع ہے، کپڑے اور باریک چادر کو کہتے ہیں، او شر بیتھا: راوی کو شک ہے کہ شر احلاسھا کہا یا شر بیتھا، کہا تھا، کپڑے اور مکان دونوں کی صفت کو اس نے بیان کیا، فلا حتی تمضی: ای فلا تکتحل حتی تمض اربعۃ اشھر وعشرۃ ایام۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

شیخ سلیم اللہ کو چاہیے تھا کہ یہ بیان کرتے کہ امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں حادۃ کا لفظ کہا، جب کہ صحیح لفظ حاد ہے،

Marfat.com

کیوں کہ جو صفت مونث کے ساتھ مخصوص ہو اور مذکر کے لیے وہ صفت نہ آتی ہو، تو اس میں مونث کے صیغہ میں تاء نہیں لائی جاتی جیسا کہ حیض مونث کے ساتھ مخصوص ہے تو مونث کی صفت میں حائض کہا جاتا ہے حائضۃ نہیں کہا جاتا، کیونکہ مرد کو حیض نہیں آتا، اسی طرح حمل مونث کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ مردوں کو حمل نہیں ہوتا، اس لیے مونث کے لیے حامل کہا جاتا ہے، حاملۃ نہیں کہا جاتا، اسی طرح دودھ پلانے والی عورت کے لیے مُرضع کہا جاتا ہے کیونکہ مرد اپنا دودھ نہیں پلاتا، اس لیے مونث کے لیے مرضعۃ نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح طامث کہا جاتا ہے طامثۃ نہیں کہا جاتا۔ (سعیدی غفرلہٗ)۔

سوگ منانے والی عورت کے سرمہ لگانے کا حکم

شیخ سلیم اللہ خان لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں سوگ والی عورت کے سرمہ لگانے کا مسئلہ بیان فرمایا ہے، اس پر تو ائمہ کا اتفاق ہے کہ سوگ والی عورت کے لیے بغیر ضرورت اور حاجت کے سرمہ لگانا جائز نہیں، البتہ ضرورت کی صورت میں بھی سرمہ لگا سکتی ہے کہ نہیں، اس میں اختلاف ہے۔

(۱) ظاہریہ کے نزدیک ضرورت کے وقت بھی سوگ والی عورت سرمہ نہیں لگا سکتی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے باب میں جو حدیث بیان کی ہے وہ ظاہریہ کا مستدل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ میں تکلیف کے باوجود اس سوگ والی معتدہ عورت کو سرمہ لگانے کی اجازت نہیں دی۔

(۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضرورت کے وقت سوگ والی عورت رات کو سرمہ لگا سکتی ہے، دن کو نہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے، ان کا استدلال حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ہے جس کو امام مالک، امام احمد اور امام ابو داؤد نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک معتدہ نے سرمہ لگانے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: "لا تکتحل به الا من امر لابد منه يشتد عليك فتكتحلين بالليل وتمسحينه بالنهار" اور پھر فرمایا کہ میں نے بھی اپنے شوہر ابوسلمہ کی وفات پر اس طرح کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "فلا تجعليه الا بالليل، وتنزعيه بالنهار" اور موطا کی روایت میں ہے "اجعليه بالليل وامسحيه بالنهار"۔

(۳) حضرات حنفیہ کے نزدیک ضرورت کے وقت سوگ والی عورت دن کو بھی سرمہ لگا سکتی ہے، اور رات کو بھی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح روایت بھی اسی کے مطابق ہے، لان الضرورات تبيح المحظورات۔

حدیث باب کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمہ لگانے سے اس لیے منع فرمایا کہ آپ کے نزدیک ضرورت متحقق نہیں تھی، یا تو اس لیے کہ وہ بیماری ہلکی تھی اور یا اس لیے کہ اس کا علاج سرمہ کے علاوہ دوسری چیز سے ممکن تھا۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۶۱۰) (کشف الباری عمانی صحیح البخاری، کتاب الطلاق ص ۵۸۵-۵۶۸، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

شیخ سلیم اللہ دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

شیخ سلیم اللہ خان نے لکھا ہے: حضرات حنفیہ کے نزدیک ضرورت کے وقت سوگ والی عورت دن کو بھی سرمہ لگا سکتی ہے اور رات کو بھی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح روایت بھی اسی کے متعلق ہے۔ (کشف الباری عمانی صحیح البخاری ص ۵۸۶)

میں کہتا ہوں کہ شیخ سلیم اللہ خان نے فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کا جو مسلک نقل کیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ دونوں کے نزدیک جب خاوند کی موت پر سوگ کرنے والی عورت کی آنکھ میں ضرر ہو اور اس کے مرض کے بڑھنے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں اس کو رات میں سرمہ لگانے کی اجازت ہے اور ان فقہاء نے تصریح کی ہے کہ دن کے وقت میں وہ اس سرمہ کو پونچھ ڈالے، جب کہ شیخ سلیم اللہ خان نے اس کے برخلاف دن میں بھی سرمہ لگانے کو فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کی طرف منسوب کیا ہے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ سرمہ لگانے کی بجائے آنکھ کی دوائی کے جو قطرات ہوتے ہیں وہ رات کو آنکھ میں ڈال لیے جائیں اور دن میں پونچھ لیے جائیں، کیونکہ سرمہ لگانا بہرحال آنکھ کی خوبصورتی اور زینت کا سبب ہے، جب کہ سوگ کے ایام میں زیب و زینت سے احتراز کرنا ضروری ہے، ہم اس سے پہلے علامہ عینی حنفی اور علامہ کورانی حنفی اور علامہ ابن ملقن کی شرح سے فقہاء مالکیہ کا مسلک نقل کر چکے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی خاوند کی موت پر صبر کرنے والی عورت کو دن میں سرمہ لگانے کی اجازت نہیں دی، شیخ سلیم اللہ خان کو چاہیے تھا کہ وہ یہ شرح لکھنے سے پہلے فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کی عبارات پر اچھی طرح غور وفکر کر لیتے۔ (سعیدی غفرلہ)

جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو ایام عدت میں اس کے سرمہ لگانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب

صحیح البخاری: ۵۳۳۸ میں مذکور ہے کہ حضرت زینب بنت ام سلمہ نے اپنی والدہ سے روایت کی کہ ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا تو لوگوں کو اس کی آنکھوں پر خطرہ محسوس ہوا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس کو سرمہ لگانے سے متعلق اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ وہ سرمہ نہ لگائے۔ الحدیث۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے روایت کی ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہ ان کے خاوند ابوسلمہ کی وفات پر سوگ میں تھیں اور انہوں نے اپنی آنکھوں پر صبر (ایلواء، ایک قسم کی دوائی) لگایا ہوا تھا، آپ نے پوچھا: اے ام سلمہ! یہ کیا ہے، انہوں نے کہا: یہ صبر ہے یا رسول اللہ! (یعنی ایلواء) تو آپ نے فرمایا: اس کو رات میں لگایا کرو اور دن میں اس کو دھو ڈالو، اور یہ حدیث اس باب کی حدیث کے مخالف ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کی بیٹی کو جب ان کا خاوند فوت ہو گیا تو سرمہ لگانے کی اجازت نہیں دی نہ رات میں اور نہ دن میں۔

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کے غلط حوالہ پر ایک اور رد، از مصنف

میں کہتا ہوں: علامہ ابن بطال مالکی کی اس عبارت میں سلیم اللہ خان دیوبندی کا رد ہے، کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ فقہاء مالکیہ نے ضرورت کی وجہ سے رات اور دن دونوں میں سرمہ لگانے کی اجازت دی ہے، حالانکہ علامہ ابن بطال مالکی نے حضرت ام سلمہ کی حدیث سے یہ بتایا ہے کہ وہ رات میں تو ایلواء لگا سکتی ہیں دن میں نہیں۔ اور صحیح البخاری: ۵۳۳۸ میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ عورت کو ایام عدت میں نہ رات میں سرمہ لگانے کی اجازت دی ہے اور نہ دن میں، اور اس حدیث کو بھی علامہ ابن بطال مالکی نے نقل کیا ہے، پس بغیر تحقیق کے شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے فقہاء احناف اور مالکیہ کی طرف یہ کیسے منسوب کر دیا کہ وہ ضرورت کے وقت بیوہ عورت کو ایام عدت کے اندر دن اور رات دونوں میں سرمہ لگانے کی اجازت دیتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۳۸ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تطبیق

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: ابوعبداللہ بن ابی صفرہ نے کہا: ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام عدت میں خوشبودار کریم لگانے اور زینت سے منع کیا تا کہ عدت کے دوران زیب و زینت کا سد باب ہو، کیونکہ زیب و زینت کرنا نکاح کے محرکات میں سے ہے، جس سے بیوہ کو منع کیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ عدت سے نکل جائے اور اس میں میت کے حق کی حفاظت ہے، لیکن جب لوگوں کے اوپر اس سے مشقت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو سرمہ لگانے کی اجازت دے دی، اور دوسری حدیث میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً بیوہ عورت کو ایام عدت میں سرمہ لگانے سے منع فرمایا ہے تو یہ ممانعت تحریم کے لئے نہیں ہے، یہ ممانعت کراہیت کے لیے ہے اور یہ ممانعت تنزیہی ہے، پس جو چاہے تو وہ اپنے نفس پر شدت کرے، جیسا کہ حضرت صفیہ بنت ابی عبید نے سرمہ لگانے کو بالکل ترک کر دیا تھا حتیٰ کہ ان کی آنکھیں جلنے لگیں، سو جو چاہے وہ رخصت پر عمل کرے اور جو چاہے وہ عزیمت پر عمل کرے۔ (عزیمت کا معنی ہے: حکم شرعی پر اصل کے مطابق عمل کرنا اور رخصت کا معنی ہے کہ اگر اصل حکم پر عمل کرنے میں کوئی دشواری اور مشقت ہو تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کیا جائے۔ سعیدی غفرلہٗ)

مسئلہ مذکورہ میں فقہاء مالکیہ کی تصریحات

امام مالک نے الموطا میں ذکر کیا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے از سالم بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار، ان دونوں نے یہ اجازت دی کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، جب اس کو اپنی بینائی پر خطرہ ہو کہ اس بیماری کی وجہ سے اس کی بینائی زائل ہو جائے گی تو وہ سرمہ لگا لے۔ اور دوا استعمال کرے جس میں خوشبو ہو، امام مالک نے کہا کہ جب اس کی ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دین میں آسانی ہے۔

سرمہ لگانے کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ جدید طبی تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ سرمہ لگانے سے بینائی کا خطرہ زائل نہیں ہوتا، ہوسکتا ہے کہ قدیم زمانہ میں ایسا ہوتا ہو، لیکن اب ایسی دوائیں ایجاد ہوگئی ہیں اور ایسے قطرات ایجاد ہو گئے ہیں کہ ان قطرات کو ڈالنے سے انسان کی نظر محفوظ رہتی ہے اور ایسی دوائیں بھی ایجاد ہوگئی ہیں جن کے کھانے سے انسان کی نظر برقرار رہتی ہے، میرا اپنا تجربہ ہے کہ جب میں ۶ رجولائی ۱۹۸۵ء کو کراچی آیا تھا، اس وقت میری نظر کا نمبر ساڑھے چار تھا اور میں بغیر چشمہ کے لکھ اور پڑھ نہیں سکتا تھا، اور میری نظر بہت کمزور تھی، لیکن مسلسل جدید طبی دواؤں کے استعمال کرنے اور قطرات کو آنکھوں میں ڈالنے سے الحمد للہ! اب میری نظر بہت بہتر ہوگئی ہے اور بغیر چشمہ کے لکھنے اور پڑھنے کا کام کر لیتا ہوں اور اس وقت جو میں نعم الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۰ کو لکھوا رہا ہوں جس کی میرے عزیز حافظ محمد جمشید سلمہ اللہ العزیز وزیدحبہ لیپ ٹاپ پر کمپوزنگ کر رہے ہیں اور میں لیپ ٹاپ کی اسکرین پر اس کو پڑھ رہا ہوں تو بغیر کسی چشمہ کے اس کو پڑھ رہا ہوں اور میں سرمہ بالکل نہیں لگاتا، تو ہوسکتا ہے کہ قدیم زمانہ میں ایسا ہو کہ سرمہ لگانے سے بینائی کے جانے کا خطرہ ٹل جاتا ہو لیکن اب جدید میڈیکل سائنس نے ایسی دوائیں اور ڈراپس ایجاد کر دیے ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان کی نظر اور بینائی محفوظ رہتی ہے اور مستند ڈاکٹر سرمہ لگانے سے منع کرتے ہیں، کیونکہ اول تو سرمہ بنانے والے اتنی احتیاط

نہیں کرتے اور نہ جانے کیا کیا چیزیں پیس کر سرمہ بنا دیتے ہیں جن سے انسان کی نظر کو اور اس کی بینائی کو نقصان پہنچتا ہے، اس لیے حتی الامکان سرمہ لگانے سے اجتناب کرنا چاہیے اور جو مستند، ماہر آنکھوں کے ڈاکٹر (Eye Secialist) دوائیں بتائیں اور قطرات بتائیں ان کو استعمال کرنا چاہیے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: المختصر الصغیر میں بیان کیا ہے کہ بیوہ عورت بغیر شدید ضرورت کے سرمہ نہ لگائے اور ایسا سرمہ لگائے جس میں خوشبو نہ ہو، اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ہر وہ سرمہ جس میں آنکھوں کی زینت ہو، مثلاً اثمد اور اس کے مشابہ سرمہ جات، ان میں کوئی خیر نہیں ہے اور رہا فارسی اور اس کے مشابہ سرمہ جات، تو ضرورت کے وقت ان کے لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ وہ زینت نہیں ہے بلکہ اس سے آنکھوں میں بدصورتی پیدا ہوتی ہے، اور اگر شدید ضرورت ہو تو ایسا سرمہ جس میں زینت ہو تو اسے رات کو لگانا جائز ہے اور دن میں اسے پونچھ ڈالے اور امام مالک نے اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

امام شافعی نے کہا: ''الصبر'' (ایلوہ) آنکھوں کو زرد کر دیتا ہے، اس میں زینت ہے اور خوشبو نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رات میں اس کو لگانے کی اجازت دی ہے حتیٰ کہ دکھائی نہ دے، اسی طرح اس کے مشابہ اور جو چیزیں ہیں، اور علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ، نے کہا ہے کہ ضرورت کے وقت عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور ابراہیم نخعی متوفی ۹۶ھ اور امام مالک اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ سیاہ سرمہ لگانے کے اندر بھی ضرورت کے وقت کوئی حرج نہیں ہے جب آنکھوں میں کوئی مرض یا بیماری ہو۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۱۰-۴۱۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

آیا جو بیوہ عورت عدتِ وفات گزار رہی ہو، اس کے لیے سرمہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

صحیح البخاری: ۵۳۳۸ میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا، تو لوگوں کو اس کی آنکھوں پر خطرہ محسوس ہوا، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے اس کے لیے سرمہ لگانے کی اجازت طلب کی، تو آپ نے فرمایا: وہ سرمہ نہ لگائے، تم میں سے ایک عورت بری چادروں میں رہتی تھی یا برے مکان میں رہتی تھی، پھر جب ایک سال گزر جاتا تو کوئی کتا گزرتا اور وہ اونٹ کی مینگنی پھینکتی، تو اب وہ چار ماہ دس دن تک نہیں ٹھہر سکتی؟۔

الشیخ محمد علی صابونی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اشتکت عینھا'' یعنی اس کی آنکھوں میں کوئی مرض پیدا ہو گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''شر احلاسھا'': احلاس جلس کی جمع ہے اور یہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کپڑا کسی سواری کی پشت پر بچھایا جاتا ہے، اور یہاں اس سے مراد ہے کہ بیوہ عورت ایام عدت کے اندر جو خراب اور میلے کچیلے کپڑے پہنتی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رمت ببعرۃ'' یعنی وہ اونٹ کی مینگنی پھینک دیتی، اس میں اشارہ ہے کہ اس کی عدت ختم ہو گئی ہے اور یہ زمانہ جاہلیت کی عادات میں سے تھا، جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرما دیا۔

حدیث مذکور کی شرح

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو وہ ایک سال تک ٹھہری رہتی، اور انتہائی میلے کچیلے اور

Marfat.com

خراب کپڑوں کے اندر عدت گزارتی، کسی ایسے مکان میں جو تنگ ہوتا اور وحشت ناک ہوتا اس مکان میں وہ اپنے خاوند کے اوپر سوگ کرتی، اور جب ایک سال گزر جاتا تو وہ عدت سے نکل آتی، پھر وہ کسی بکری یا اونٹ کی مینگنی لیتی اور جب اس کے پاس سے کوئی کتا یا گدھا گزرتا تو وہ مینگنی اس کتے یا گدھے کے اوپر پھینکتی اور یہ اشارہ کرتی کہ اس کی یہ مدت ختم ہو گئی ہے اور اب اس کا خاوند کی موت کے اوپر سوگ ختم ہو چکا ہے۔

اور حضرت عاتکہ بنت نعیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور یہ سوال کیا کہ ان کی بیٹی کا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھ میں مرض پیدا ہو گیا ہے اور خطرہ ہے کہ اس کا مرض بڑھ جائے گا تو کیا وہ سرمہ لگالے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ سرمہ نہ لگائے، کیونکہ سرمہ لگانا زینت کے لیے ہوتا ہے اور جو عورت ایامِ سوگ میں ہو، اس کے لیے زینت کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ وہ سرمہ کے علاوہ کسی اور دوا سے اپنا علاج کرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں عورت اپنے خاوند کی وفات پر پورا ایک سال سوگ کرتی تھی اور شریعت اسلامیہ نے سہولت دی اور عدت چار مہینہ دس دن مقرر کر دی اور بیوہ عورت کو یہ حکم دیا کہ وہ اس مدت کے اندر زینت کو ترک کر دے اور زمانہ جاہلیت کے اندر جو مشکل احکام تھے ان کی تخفیف کر دی، اور بیوہ عورت کو یہ اجازت دی کہ وہ ایامِ عدت میں غسل کر سکتی ہے اور جو کپڑے عام طور پر پہنتی ہے وہ پہن سکتی ہے اور جب اس کو دوا اور علاج کی ضرورت ہو تو وہ دوا اور علاج کر سکتی ہے، بغیر اس کے کہ اس دوا کے اندر کوئی زینت ہو۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۳۵-۱۳۶، مکتبۃ العصریہ، مکہ مکرمہ ۱۴۳۲ھ)

۴۸۔ بَابٌ: اَلْقُسْطِ لِلْحَادَّةِ عِنْدَ الطُّهْرِ سوگ کرنے والی عورت کے لیے غسل کے وقت "قسط" (ایک قسم کی خوشبو) کو استعمال کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب سوگ کرنے والی عورت حیض ختم ہونے کے بعد غسل کرے، جب وہ عورت ایسی ہو جس کو حیض آتا ہو تو وہ غسل کے وقت قسط کو استعمال کرے۔ اور قسط ایک قسم کی خوشبو ہے جو کافور کی طرح ہوتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قسط لوبان کی طرح ایک چیز ہوتی ہے جس کو سلگانے سے اس کے دھوئیں سے خوشبو آتی ہے۔

۵۳۴۱۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُنْهَى أَنْ نُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلَ وَلَا نَتَطَيَّبَ وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيضِهَا فِي نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ أَظْفَارٍ وَكُنَّا نُنْهَى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، از ایوب از حفصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم کو اس سے منع کیا جاتا کہ ہم کسی کی موت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کریں سوائے خاوند کے، اس کے اوپر چار مہینے دس دن سوگ کیا جاتا ہے اور ہم نہ سرمہ لگائیں اور نہ خوشبو لگائیں اور نہ رنگے ہوئے کپڑے پہنیں، ہاں یمن کا دھاری دار رنگین کپڑا پہن سکتی ہیں، اور ہم کو یہ رخصت دی

Marfat.com

گئی کہ غسل کے وقت جب کوئی عورت حیض سے غسل کرے تو تھوڑا سا قسط اظفار (یعنی ایک قسم کی خوشبو اپنی فرج پر ملے جس سے حیض کی بد بو زائل ہو جائے) لگالے۔ اور ہم کو جنازوں کے پیچھے جانے سے منع کیا جاتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۵۳۴۰، ۵۳۴۱، ۵۳۴۲، ۵۳۴۳، صحیح مسلم: ۹۳۸، سنن نسائی: ۳۵۳۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۰۲، سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۷، مسند احمد: ۲۰۲۷۰، سنن دارمی: ۲۲۸۶)

حدیث کے بعض مشکل الفاظ کے معانی از نواب وحید الزماں متوفی ۱۳۲۸ھ

قسط: یہ لفظ کاف اور تاء کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی کست، اور قاف اور طاء کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی قُسط۔

اس حدیث میں ثوب عصب کا لفظ ہے، عصب اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا دھاگا باندھ کر رنگا جاتا ہے، پھر بنایا جاتا ہے، پھر بندھا ہوا مقام سفید رہتا ہے باقی رنگین رہتا ہے، اس کپڑے پر اس چھینٹ کو بھی قیاس کر سکتے ہیں جس کا رنگ پختہ ہوتا ہے۔

اور حدیث میں اظفار کا لفظ ہے، یہ عدنان کے ساحل پر ایک جگہ ہے۔ (تیسیر الباری ج ۵ ص ۲۵۴ نعمانی کتب خانہ لاہور، جون ۱۹۹۰ء)

حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی از علامہ عینی (قسط، اظفار اور ثوب عصب کے معانی)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قُسط: یہ لفظ اصل میں کُست ہے، پس کاف کو قاف سے بدل دیا گیا اور تاء کو طاء سے بدل دیا گیا۔ اس کی تفسیر "کتاب الحیض باب الطیب للمرأة عند غسلها من الحیض" میں گزر چکی ہے۔

ثوب عصب: یہ یمن کا دھاری دھار کپڑا ہے، جس کو پہلے بناجاتا ہے، پھر رنگا جاتا ہے۔

فی نبذة: اس کا معنی ہے: تھوڑی سی چیز۔

قسط اظفار: اظفار عدن کے ساحل پر ایک جگہ ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ ظفار ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ "القُسط والاظفار" یہ بخور کی دو معروف قسمیں ہیں، یعنی بخور کو سلگا کر اس کے دھوئیں سے حیض کی بد بو کو زائل کیا جاتا ہے، اس سے مقصود خوشبو لگانا نہیں ہوتا۔

امام ابو عبداللہ البخاری نے کہا ہے کہ القُسط اور الکُست، یہ الکافور اور القافور کی مثل ہیں: اور نُبذَة کا معنی ہے: ایک ٹکڑا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس عبارت سے یہ اشارہ کیا ہے کہ قُسط میں قاف، کاف سے تبدیل کیا ہوا ہے، جیسے الکافور میں کاف، قاف سے تبدیل کیا ہوا ہے اور القُسط میں طاء، تاء سے تبدیل کی ہوئی ہے کیونکہ یہ دونوں قریب المخرج ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

لفظ "قُسط" اور "اظفار" کی تحقیق

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

"قُسط" کا لفظ قاف کے ساتھ بھی تلفظ کیا جاتا ہے اور کاف کے ساتھ بھی تلفظ کیا جاتا ہے یعنی قسط اور کُست، اور بخور کا معنی

Marfat.com

معلوم ہے، اور یہ ہندی میں لوبان کو کہتے ہیں۔ (المجمل ج ۲ ص ۷۵۲)

اسی طرح الاظفار ہے اور یہ تھوڑا سا عطر ہے جو ناخن کی مقدار کے مشابہ ہے۔ اور قُسط اظفار کا لفظ صحیح نہیں ہے اور نہ جزع اظفار کا لفظ صحیح ہے اور قُسط ظفار کہا جاتا ہے اور جزع ظفار کہا جاتا ہے، یہ یمن کے ایک شہر کی طرف مشہور ہے جس کو ظِفار کہا جاتا ہے۔

النُّبذۃ: نَبَذ کا معنی ہے: کسی چیز کو پھینکنا، یعنی تھوڑا سا بخور یا لوبان جو آگ میں پھینک دیا جائے یا ڈال دیا جائے جس سے دھواں نکلے، اور ''نُبذۃ'' کا معنی ہے: تھوڑی سی چیز، اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ لوبان کو پیسا جاتا ہے، پھر اس کو پانی میں ڈال دیا جاتا ہے، اور اس پانی کے ساتھ حیض والی عورت اپنی شرمگاہ کو دھوتی ہے تاکہ اس سے حیض کی بدبو زائل ہو جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۵۷۵-۵۷۶، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

''العصب'' کی تحقیق:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، صحیح البخاری: ۵۳۴۱ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''ثوب عصب'' کا لفظ ہے، یہ یمن کی چادریں ہیں جن کو بُنا جاتا ہے، پھر باندھا جاتا ہے، پھر رنگا جاتا ہے، اور اس سے سفید رنگ کا کپڑا بنتا ہے جو رنگا ہوا نہیں ہوتا۔

صاحب منتہی نے کہا ہے ''العصب'' کا معنی ہے: یمن کی بُنی ہوئی چادریں، اور بعض اہل یمن سے مروی ہے کہ العصب ایک سمندری جانور ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ فرعون کی گھوڑی ہے، اس سے سیپیاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں، اور یہ سفید رنگ کا ہوتا ہے اور یہ بہت عجیب وغریب معنی ہے، اور اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب معنی وہ ہے جو علامہ سہیلی نے بیان کیا ہے کہ العصب ایک گھاس ہے، جو صرف یمن میں پیدا ہوتی ہے اور انہوں نے اس قول کو ابو حنیفہ الدینوری کی طرف منسوب کیا ہے اور اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب قول علامہ داؤدی کا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ العصب کا معنی ہے: سبز رنگ کا دھاری دار کپڑا، اور سلف صالحین کے اندر عصب کی تفسیر میں سبز رنگ کا ذکر نہیں ہے۔

سوگ کرنے والی عورت کے رنگ دار کپڑے پہننے، ریشمی کپڑے پہننے اور زیورات پہننے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سوگ کرنے والی عورت کے لیے زرد رنگ کے یا اور کسی رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے پہننا جائز نہیں ہے، سوائے اس کے کہ جو کالے کپڑے ہیں، اس کی امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے اجازت دی ہے، کیونکہ سیاہ کپڑے زینت کے لیے نہیں بنائے جاتے بلکہ یہ غم کا لباس ہے، اور عُروہ نے اسود غالب کپڑوں کے پہننے کو بھی مکروہ قرار دیا اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے موٹے کپڑے پہننے کو ''رہ قرار دیا، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے: ہمارے نزدیک یہ کپڑے پہننا مطلقاً حرام ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے جنہوں نے اس کی اجازت دی۔

اور ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس حدیث کے مفہوم سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جن کپڑوں کو رنگا نہ گیا ہو اور وہ سفید کپڑے

Marfat.com

ہوں، ان کو سوگ والی عورت کے لیے پہننا جائز ہے، اور بعض فقہاء مالکیہ نے کہا ہے کہ جن کپڑوں کو زینت کے لیے بنایا جاتا ہے، ان کا پہننا منع ہے، اسی طرح اگر سیاہ کپڑے بھی زینت کے لیے بنائے جاتے ہوں تو ان کا استعمال کرنا بھی منع ہے اور علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے اجازت دی ہے کہ جن کپڑوں کو زینت کے لیے نہ پہنا جائے، ان کا پہننا سوگ والی عورت کے لیے جائز ہے خواہ وہ کپڑے رنگے ہوئے ہوں اور ریشمی کپڑے پہننے میں اختلاف ہے، اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک یہ مطلقاً ممنوع ہے، خواہ وہ کپڑے رنگے ہوئے ہوں یا غیر رنگے ہوئے ہوں، کیونکہ ریشمی کپڑے عورتوں کے لیے بطورِ زینت کے پہننا مباح ہے اور جو عورت سوگ کر رہی ہو تو اس کو زینت کرنے سے منع کیا جاتا ہے تو جس طرح مردوں کو ریشمی کپڑا پہننا منع ہے اسی طرح جو عورت ایامِ سوگ میں ہو اس کو بھی ریشمی کپڑا پہننا منع ہے اور سونے اور چاندی اور موتیوں کے زیورات پہننے میں دو قول ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ سوگ کرنے والی عورتوں کے لیے مقصود تو زینت کو ترک کرنا ہے اور زیورات پہننے میں زینت ہوتی ہے۔

''قسطِ اظفار'' کی تحقیق

علامہ نووی نے کہا ہے ''القسط والاظفار''، یہ البُخور کی دو معروف قسمیں ہیں اور ان سے خوشبو مقصود نہیں ہوتی اور حیض والی عورت کے لیے غسل کے وقت اس کی اجازت دی گئی ہے تاکہ حیض کی بدبو کو اس کے دھوئیں سے زائل کیا جائے نہ کہ اس سے خوشبو کا حصول ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ان کے ساتھ خوشبو لگانے سے مقصود یہ ہے کہ ان کے ساتھ دوسرے اجزاء ملا لیے جائیں، پھر ان کو پیسا جائے تو ایک خاص خوشبو بن جائے اور اس سے مقصود یہ ہو کہ حیض کے خون کے اثر کو زائل کیا جائے اور اس کی بدبو کو دور کیا جائے نہ کہ اس سے خوشبو کو حاصل کیا جائے اور علامہ داؤدی کا یہ الزام ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قسط کو پیسا جائے اور اس کو پانی میں ڈالا جائے، پھر اس پانی سے عورت اپنی شرمگاہ کو دھوئے، تاکہ حیض کی بدبو زائل ہو جائے۔ قاضی عیاض نے اس معنی کا رد کیا ہے، کیونکہ حدیث کا ظاہر اس معنی کا انکار کرتا ہے، اور حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ قسط یعنی بُخور کے دھوئیں سے بدبو زائل ہو جائے اور اس پر بھی اعتراض ہے، اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس چیز میں منفعت کو اس کا استعمال کرنا سوگ والی عورت کیلئے جائز ہے جب کہ اس میں نہ زینت ہو اور نہ خوشبو ہو جیسا کہ زیتون کا تیل سر میں لگایا جائے یا کوئی غیر خوشبودار تیل سر میں لگایا جائے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۹۱-۴۹۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۴۲-۵۴۳، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح بخاری: ۵۳۴۱ کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایامِ سوگ والی عورت کے لیے حیض سے غسل کے وقت لوبان کے دھوئیں کے استعمال کا جواز

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کے سوا سب کا اس پر اجماع

Marfat.com

ہے کہ جو عورت سوگ میں ہو، اس کے لیے خوشبو کو اور زینت کو استعمال کرنا ممنوع ہے، سوائے اس کے جو حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مذکور ہے کہ ان کو اجازت دی گئی کہ جب وہ حیض سے غسل کریں، تھوڑا سا قسط (یعنی لوبان کا دھواں) لگالیں، کیونکہ قسط اس خوشبو میں سے نہیں ہے جس سے سوگ والی عورت کو منع کیا گیا ہے اور قسط بطور منفعت کے استعمال کیا جاتا ہے، اور بدبو کو زائل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور صفائی، ستھرائی اور پاکیزگی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور حیض والی عورت کو ایسا تیل لگانے کی بھی اجازت دی گئی ہے جس میں خوشبو نہ ہو اور یہ عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور ابو ثور کا قول ہے۔

ایام سوگ والی عورت کیلئے تیل، مہندی اور خضاب وغیرہ استعمال کرنے کا مسئلہ اور اس میں فقہاء اسلام کی عبارات

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ بیوہ عورت ایسا تیل استعمال کر سکتی ہے جس میں خوشبو نہ ہو، امام مالک نے بیان کیا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ فرماتی تھیں کہ سوگ والی عورت اپنے بالوں میں کنگھی کرے اور زیتون کا تیل لگائے کیونکہ اس میں خوشبو نہیں ہے۔

اور عطاء بن رباح متوفی ۱۱۴ھ نے کہا کہ سوگ والی عورت مہندی، اور سیاہ خضاب کو ملا کر اپنے بالوں کو رنگ سکتی ہے۔ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا کہ سوگ والی عورت مہندی اور خضاب کے ساتھ اپنے بالوں میں کنگھی نہ کرے، وہ اپنے بالوں کو صرف بیری کے پتوں سے دھوئے، ایسی چیز کے ساتھ جس سے اس کے بالوں میں رنگ اور خوشبو نہ آئے اور انہوں نے کنگھی کرنے سے بھی منع کیا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور عروہ اور سعید بن المسیب، ان سب نے سوگ والی عورت کو خضاب لگانے سے منع کیا ہے۔

علامہ ابراہیم بن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نے کہا: تمام اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ خضاب لگانا زینت میں داخل ہے اور یہ ممنوع ہے۔

سوگ کرنے والی بیوہ عورت کے لباس پہننے کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

نیز علامہ ابراہیم بن المنذر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ سوگ والی عورت رنگ دار لباس اور زرد لباس نہ پہنے مگر سیاہ کپڑوں میں رنگے ہوئے لباس کو پہن سکتی ہے اور عروہ بن زبیر اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے سوگ کرنے والی بیوہ عورت کے لیے سیاہ کپڑے پہننے کی اجازت دی ہے اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ نے کہا ہے کہ سیاہ لباس پہننا مکروہ ہے اور عروہ یہ کہتے تھے کہ سوگ کرنے والی بیوہ عورت سرخ لباس نہ پہنے مگر یمن کا دھاری دار لباس پہن سکتی ہے اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ نے کہا ہے کہ رنگ دار لباس کو صاف کرلے مگر یمن کا دھاری دار لباس پہن سکتی ہے اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ نے کہا ہے کہ یمن کا دھاری دار لباس بھی نہ پہنے اور ان کا یہ قول اس حدیث کے خلاف ہے۔

امام محمد بن ادریس الشافعی المتوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے: ہر وہ رنگ جس میں زینت ہو اور کپڑے میں نقش و نگار ہو یا دھاری دار کپڑوں میں نقش و نگار ہو تو سوگ کرنے والی بیوہ ایسے کپڑوں کو نہ پہنے خواہ وہ کپڑے باریک ہوں یا موٹے ہوں۔

اور علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے امام مالک متوفی ۱۷۹ھ سے نقل کیا ہے کہ سوگ کرنے والی

Marfat.com

عورت مہندی سے اور رنگ دار کپڑوں سے اجتناب کرے، سوا سیاہ کپڑوں کے ان کو وہ پہن سکتی ہے خواہ وہ ریشمی ہوں اور رنگ دار کپڑے خواہ اونی ہوں یا غیر اونی ہوں ان کو نہ پہنے اور نہ سبز رنگ کے کپڑے پہنے۔ اور المدونہ میں مذکور ہے کہ اگر اس کو کوئی اور کپڑے نہ ملیں تو وہ پہن سکتی ہے، نیز المدونہ میں مذکور ہے کہ باریک کپڑے نہ پہنے اور نہ یمن کے دھاری دار کپڑے پہنے اور موٹے کپڑے پہننے کے لیے انہوں نے گنجائش رکھی ہے، اور سفید کپڑے باریک پہن سکتی ہے اور ریشم کے موٹے کپڑے پہن سکتی ہے اور سوتی کپڑے پہن سکتی ہے۔

بیوہ عورت کے بناؤ سنگھار کے متعلق حسن بصری کا شاذ قول جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہے

علامہ ابراہیم بن المنذر شافعی النیشاپوری التوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ تمام اہل علم کے برخلاف سوگ کرنے کی رائے نہیں دیتے تھے۔ انہوں نے کہا: جو عورت بھی طلاق یافتہ ہو اور جو عورت بیوہ ہو وہ دونوں سرمہ بھی لگائیں اور کنگھی بھی کریں اور جوتی بھی پہنیں، بالوں کو رنگیں، خوشبو لگائیں اور جو چاہیں کریں۔

علامہ ابراہیم بن المنذر نے کہا ہے: جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بیوہ عورت پر سوگ کرنا لازم ہے، اور جس شخص کو بھی یہ احادیث پہنچی ہوں اس کے لیے لازم ہے کہ وہ ان احادیث کو تسلیم کریں اور ہو سکتا ہے کہ حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ تک یہ احادیث نہ پہنچی ہوں، یا انہوں نے ان احادیث میں وہ تاویل کی ہو جو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے، حماد بن سلمہ نے از حجاج از حسن بن سعد از عبداللہ بن شداد از حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالب پر روئیں تو آپ نے انہیں تین دن تک رونے کی اجازت دی، پھر آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ تم تین دن کے بعد غسل کر لینا اور سرمہ لگا لینا۔

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ اہل علم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو کئی وجوہ سے مسترد کر دیا اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، یہ کہتے تھے کہ یہ حدیث شاذ ہے اس کے اوپر عمل نہیں کیا جائے گا، اور امام ابوعبید الہروی التوفی ۲۳۸ھ نے کہا ہے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف روایت کی ہے، پھر حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ بیوہ عورت سوگ کے ایام میں ان چیزوں سے اجتناب کرے گی یعنی بناؤ سنگھار کی چیزوں سے اور تمام سلف صالحین کا اس پر عمل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۱۱-۴۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں جو ''الحادة'' کا لفظ لکھا ہے، اس پر علامہ کورانی کا اعتراض اور اس کا جواب

صحیح البخاری: ۵۳۴۱ کا امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے: ''القسط للحادة عند الطهر''۔

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی التوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی متوفی ۶۰۶ھ، نے کہا ہے کہ امام بخاری کا ''الحادة'' لکھنا غلط ہے، کیونکہ سوگوار بیوہ کے لیے الحاد بغیر تاء کے لکھا جاتا ہے، کہا جاتا ہے: ''احدت وحدت فهی محد وحاد''، لیکن انہوں نے باب الحیض میں کہا ہے: حائض

Marfat.com

وحائضۃ، پس اس قیاس پر حادۃ کہنا بھی جائز ہے۔

بیوہ عورت کے لباس کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

اس حدیث میں ''ثوب عصب'' کا لفظ ہے، کہا گیا ہے کہ یہ وہ کپڑا ہے جس کو رنگنے کے بعد بُنا جائے، امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے بیوہ عورت کے لیے سیاہ کپڑوں کے پہننے کو بھی جائز قرار دیا ہے، کیونکہ اس سے زینت کا قصد نہیں کیا جاتا، لیکن اس پر اعتراض ہے، کیونکہ بعض اوقات سیاہ لباس کے اندر دوسرے رنگ دار لباس کی بہ نسبت زیادہ زینت ہوتی ہے، اور مختلف شہروں کے اعتبار سے اس کا حکم مختلف ہوتا ہے۔

''کست اظفار'' کا معنی اور اس کا حکم

اس کے بعد حدیث میں ''کست اظفار'' کا لفظ ہے، اس کو القسط بھی کہا جاتا ہے اور امام بخاری نے عنوان میں القُسط ہی لکھا ہے، علامہ ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ نے کہا ہے کہ قُسط کا معنی ہے: عمدہ گھاس، اور اظفار، ظُفر کی جمع ہے اور یہ خوشبو کی ایک قسم ہے، اور قسط کی اضافت اظفار کی طرف اس لیے ہے کہ یہ بھی اس کا ایک جز ہے اور ایک روایت میں قسط اور اظفار کا لفظ ہے، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس قسم کی خوشبو کی بقدرِ ضرورت اجازت ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۹ ص ۶۲، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۱، کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

۵۳۴۱: ام عطیہ نے کہا: ہم کو میت پر تین دن سے زیادہ سوگ سے منع کیا جاتا تھا، مگر شوہر پر چار ماہ دس دن تک اور ہم سرمہ نہ لگاتی تھیں، نہ خوشبو لگاتی تھیں اور نہ ہی رنگے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں، مگر وہ کپڑا جو پہلے سے رنگا ہوا ہو اور جب کوئی ہم سے حیض سے پاک ہو اور غسل کرے تو تھوڑا سا قسط ظفار کے استعمال کی رخصت دی جاتی ہے اور ہم کو جنازوں کے پیچھے چلنے سے منع کیا جاتا تھا۔

ابوعبداللہ بخاری نے کہا: ''قسط'' اور ''کست'' کافور قافور کی طرح ہے، نُبذَۃ کا معنی قطعہ ہے۔

عصب یمنی چادریں ہیں: ان کو بننے سے پہلے ان کے دھاگے رنگ دیئے جاتے تھے۔ ظفار میں ہمزہ پڑھنا خطا ہے، ظفار عدن کے ساحل کے کنارے ایک موضع ہے۔ (تفہیم البخاری ج ۸ ص ۴۱۳، جدہ پرنٹرز لاہور بار اول)

صحیح البخاری: ۵۳۴۱، کی شرح از شیوخ دیوبند

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی مہتمم جامعہ فاروقیہ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سوگ والی عورت کے حیض سے پاک ہونے کے وقت قسط خوشبو کے استعمال کرنے کو بیان کیا ہے، حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں کو کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کیا جاتا تھا، مگر شوہر پر چار مہینے دس دن تک (سوگ مناتے تھے)، ہم نہ سرمہ لگاتے تھے، نہ خوشبو لگاتے تھے، نہ رنگا ہوا کپڑا پہنتے تھے، البتہ ثوب عَصب کی اجازت تھی (ثوب عصب کی تفصیل آگے آ رہی ہے)، جب ہم میں سے کوئی عورت حیض سے غسل کر کے پاک ہوتی تو تھوڑے سے قُسط اظفار (کے استعمال کرنے کی) ہمیں اجازت دی جاتی اور ہم لوگوں کو جنازے کے پیچھے چلنے سے منع کیا جاتا تھا۔

Marfat.com

نُنْهی: مضارع مجہول جمع متکلم کا صیغہ ہے، نون اول کے ضمہ اور ھاء کے فتح کے ساتھ رُخِصَ (بضم الراء وکسر الخاء) ماضی مجہول کا صیغہ ہے، نُبْذَۃ بمعنی شئ قلیل، کست اظفار: اظفار جگہ کا نام ہے، صنعانی نے فرمایا کہ صحیح لفظ ظفار ہے جو عدن کے ساحل پر ایک جگہ کا نام ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۱۱۲)

قال ابوعبد الله: القسط والكست، مثل الكافور والقافور، نُبذة: قطعة۔

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قسط کا لفظ قاف کے ساتھ بھی ہے اور کاف کے ساتھ بھی ہے جس طرح کافور کاف اور قاف دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، نبذۃ بمعنی ٹکڑا، تھوڑا سا حصہ۔ (کشف الباری عما فی صحیح البخاری، کتاب الطلاق ص ۵۸۷، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے صحیح البخاری: ۵۳۴۱ کی شرح کی، اس حدیث میں قُسطِ اظفار کا لفظ ہے اور امام بخاری کے عنوان میں ''القُسط'' کا لفظ ہے، شیخ سلیم اللہ خان کو یہ چاہیے تھا کہ ''القُسط'' اور ''الکُست'' کے معنی کا بیان کرتے جو انہوں نے نہیں کیا، جب کہ اس حدیث کی شرح میں قُسط اور کُست کے معنی کو بیان کرنا ضروری تھا، پھر امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں ''القُسط'' کا لفظ لکھا ہے اور حدیث میں ''کست اظفار'' لکھا ہے، سو انہیں چاہیے تھا کہ وہ یہ بیان کرتے کہ عنوان میں اور حدیث میں کیا مناسبت ہے اور یہ کہ اس حدیث میں جن چیزوں کی شرح ضروری تھی، ان کی شیخ سلیم اللہ خان نے شرح نہیں کی۔

۴۹۔ بَابٌ: تَلْبَسُ الْحَادَّةُ ثِيَابَ الْعَصْبِ — سوگ کرنے والی بیوہ یمن کے دھاری دار کپڑے پہنے

باب مذکور کے عنوان کی شرح

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ سوگ کرنے والی بیوہ ''ثیاب العصب'' پہنے اور ہم عنقریب ذکر کر چکے ہیں کہ عَصَب کا معنی ہے: یمن کی چادریں، جن کو پہلے بُنا جاتا ہے، پھر رنگ کیا جاتا ہے، پھر بُنا جاتا ہے، پھر اس کے کناروں پر نقش ونگار بنائے جاتے ہیں، تاکہ سفید رنگ باقی رہے، اور کہا جاتا ہے: برد عصب اور برود عصب، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دھاری دار چادریں ہیں۔

علامہ ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے کہا ہے کہ عدت گزارنے والی عورت کو ان کپڑوں کے پہننے سے منع کیا گیا ہے جنہیں بُننے کے بعد رنگ کیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۴۲۔ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ قَالَ لِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا لَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن دکین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد السلام بن حرب نے حدیث بیان کی، از ہشام از حفصہ از ام عطیہ، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ پر ایمان رکھتی ہو اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کی موت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، سوائے اپنے

خاوند کے، کیونکہ نہ وہ سرمہ لگائے گی اور نہ وہ رنگین کپڑے پہنے گی، مگر دھاری دار یمن کے کپڑے پہن سکتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۵۳۴۰، ۵۳۴۱، ۵۳۴۲، ۵۳۴۳، صحیح مسلم: ۹۳۸، سنن نسائی: ۳۵۳۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۰۲، سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۷، مسند احمد: ۲۰۲۷۰، سنن دارمی: ۲۲۸۶)

۵۳۴۳۔ وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ حَدَّثَتْنِي أُمُّ عَطِيَّةَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ وَلَا تَمَسَّ طِيبًا إِلَّا أَدْنَى طُهْرِهَا إِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ وَأَظْفَارٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْقُسْطُ وَالْكُسْتُ مِثْلُ الْكَافُورِ وَالْقَافُورِ۔

اور انصاری نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حفصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگانے سے منع فرمایا، مگر جس وقت عورت اپنے حیض سے غسل کرے، اس وقت تھوڑا سا قسط اور اظفار لگا لے، مگر لوبان کے دھوئیں سے حیض کی بدبو کو زائل کرے، امام عبد اللہ بخاری نے کہا ہے قُسط اور کُست، کافور اور قافور کی مثل ہے یعنی ایک قسم کی خوشبو ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۵۳۴۰، ۵۳۴۱، ۵۳۴۲، ۵۳۴۳، صحیح مسلم: ۹۳۸، سنن نسائی: ۳۵۳۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۰۲، سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۷، مسند احمد: ۲۰۲۷۰، سنن دارمی: ۲۲۸۶)

صحیح البخاری: ۵۳۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، اس سے مراد ہشام بن حسان القردوسی ہیں (قاف کے پیش اور راء کے سکون کے ساتھ)۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کے ساتھ مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ہشام سے مراد ہشام الدستوائی ہیں، جن کا اس سے پہلے حدیث میں ذکر ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۹۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۲۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۴۳، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا ان کو ہشام الدستوائی لکھنا غلط ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ ہشام بن حسان ہیں۔ اسی طرح الحافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف بن مزی شافعی متوفی ۷۴۲ھ نے کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰)

نیز اس حدیث میں حفصہ کا ذکر ہے، اس سے مراد حفصہ بنت سیرین ہیں جو محمد بن سیرین کی بہن ہیں، اور امام بخاری نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو یہاں پر صراحۃً مرفوعاً بیان کیا ہے۔

سوگ کرنے والی بیوہ کے لباس پہننے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

علامہ ابراہیم بن منذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جو بیوہ سوگ کے ایام گزار رہی ہو، اس کے لیے رنگ دار کپڑے پہننا اور زرد کپڑے پہننا جائز نہیں ہے، مگر ان کپڑوں کو پہننا جائز ہے جن کو سیاہ رنگ کے ساتھ رنگا گیا

Marfat.com

ہو، اور عُروہ بن زبیر اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے بیوہ عورت کے لیے سیاہ رنگ کے کپڑے پہننے کی اجازت دی ہے اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، اور عُروہ یہ کہتے تھے کہ بیوہ عورت سرخ رنگ کے کپڑے نہ پہنے مگر یمن کی دھاری دار چادریں پہن سکتی ہے اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ نے کہا ہے کہ بیوہ عورت رنگ دار کپڑے پہننے سے بچے، مگر یمن کی دھاری دار چادریں پہن سکتی ہے، اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ نے کہا کہ بیوہ عورت یمن کی دھاری دار چادریں نہ پہنے اور زُہری کا یہ قول حدیث مذکور کے خلاف ہے۔

اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ ہر وہ رنگا ہوا کپڑا جس میں زینت ہو یا وہ کپڑا دھاری دار ہو یا اس کے کناروں پر نقش ونگار ہو تو بیوہ عورت ان کپڑوں کو نہ پہنے خواہ وہ کپڑے موٹے ہوں یا باریک ہوں۔ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ بیوہ عورت مہندی لگانے سے اور رنگ کرنے سے اجتناب کرے، البتہ سیاہ رنگ کے کپڑے پہن سکتی ہے، بشرطیکہ وہ کپڑے ریشمی نہ ہوں اور اون کے رنگین کپڑے نہ پہنے اور المدونہ میں مذکور ہے کہ اگر اسے کوئی اور کپڑا نہ ملے تو پھر وہ پہن سکتی ہے اور وہ باریک کپڑے نہ پہنے اور یمن کے دھاری دار کپڑے نہ پہنے اور موٹے کپڑوں میں گنجائش ہے اور سفید باریک کپڑے پہن سکتی ہے اور موٹے ریشمی کپڑے بھی پہن سکتی ہے اور سُوتی کپڑے بھی پہن سکتی ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے: بیوہ عورت کے اوپر سونے اور چاندی کے زیورات کو پہننا حرام ہے، اسی طرح موتیوں کا پہننا بھی حرام ہے، اور موتیوں کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ جائز ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں امام بخاری نے کہا ہے: ''الانصاری'': اس سے مراد ہیں: محمد بن عبد اللہ بن المثنیٰ بن عبد اللہ بن انس بن مالک، جو بصرہ کے قاضی ہیں اور امام بخاری کے شیخ ہیں، امام بخاری نے ان سے اکثر احادیث روایت کی ہیں بالواسطہ بھی اور بلاواسطہ بھی، اور شاید کہ امام بخاری نے اس حدیث کی ان سے مذاکرۃً روایت کی ہے، اس لیے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہمیں انصاری نے حدیث بیان کی۔

اور اس حدیث کی سند میں ہشام بن حسان ہے، ان کا تذکرہ عنقریب ہو چکا ہے۔

اور امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اس حدیث کو امام ابو حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ سے سند موصول کے ساتھ صرف لفظِ انصاری کے ساتھ روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ عورت کو کسی کی موت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع فرمایا ہے، سوائے اس کے خاوند کے، کیونکہ وہ اس کے اوپر چار مہینے دس دن سوگ کرے اور نہ کوئی رنگین کپڑے پہنے، سوائے یمن کے دھاری دار کپڑوں کے، اور نہ سرمہ لگائے اور نہ خوشبو لگائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ اور مُبہم عبارات کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگانے سے منع فرمایا ہے، یہاں عبارت محذوف ہے، یعنی بیوہ عورت خوشبو نہ لگائے مگر جس وقت وہ اپنے حیض سے غسل کرے تو اس وقت وہ خوشبو لگا سکتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے نُبذۃ یعنی وہ لوبان کا تھوڑا سا دھواں سُلگائے اور اس سے حیض کی بدبو کو زائل کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حیض کی بدبو زائل کرنے کے لیے خوشبو اور لوبان کے دھویں کو استعمال کرنے کے متعلق فقہاءِ اسلام کے اقوال

ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی التوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کے سوا تمام علماء کا اس پر اجماع ہے، کہ سوگ کرنے والی بیوہ کے لیے خوش بو لگانا اور زینت کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے، لیکن حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب سوگ کرنے والی عورت حیض کا غسل کرے تو حیض کی بدبو زائل کرنے کے لیے تھوڑا سا لوبان کا دھواں استعمال کر سکتی ہے، کیونکہ لوبان کا دھواں وہ خوشبو نہیں ہے جس سے سوگ کرنے والی بیوہ کو منع کیا جائے، اور لوبان کا دھواں صرف منفعت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور بدبوؤں کو زائل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور صفائی اور پاکیزگی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور سوگ کرنے والی بیوہ کے لیے اس تیل کو بھی استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے جس میں خوشبو نہ ہو اور یہ عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ، اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ کا قول ہے اور امام مالک بن انس نے کہا ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، وہ زیتون کا تیل لگائے اور اس کے مشابہ جو غیر خوشبودار تیل ہو اس کا استعمال کرے۔

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا یہ بیان کرتی ہیں کہ سوگ کرنے والی بیوہ اپنے اوپر زیتون کا تیل لگائے کیونکہ اس میں خوشبو نہیں ہے۔ (الموطا ص ۳۷۱-۳۷۰)

اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ نے کہا کہ وہ مہندی کے ساتھ کنگھی کرے جس میں خضاب ملا ہوا ہو۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۶، رقم الحدیث: ۱۲۱۲۲)

اور امام مالک بن انس نے کہا کہ وہ کسی ایسی چیز کے ساتھ کنگھی نہ کرے جس میں خضاب ہو، وہ اپنا سر بیری کے پتوں سے دھوئے اور انہوں نے بیوہ عورت کو کنگھی کرنے سے منع کیا ہے۔ (الموطا ص ۳۷۰)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور عُروہ اور سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ نے بیوہ عورت کو خضاب لگانے سے منع کیا ہے، علامہ ابراہیم بن المنذر نے کہا ہے: تمام اہل علم کا اس مسئلہ کے اندر کوئی اختلاف منقول نہیں ہے۔

Marfat.com

بیوہ عورت کس قسم کے کپڑے پہن سکتی ہے؟ اس مسئلہ کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

اور خضاب زینت کی ان اقسام میں داخل ہے جن سے بیوہ عورت کو منع کیا گیا ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ بیوہ عورت رنگین کپڑے نہ پہنے اور زرد کپڑے نہ پہنے، ہاں جو سیاہ رنگ کے ساتھ کپڑے رنگے ہوئے ہوں، وہ پہن سکتی ہے اور عُروہ بن زبیر اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے سیاہ کپڑے پہننے کی رخصت دی ہے۔ اور ابن شہاب زہری نے بیوہ عورت کو سیاہ کپڑے پہننے سے منع کیا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۴)

اور عُروہ کہتے تھے کہ بیوہ عورت سرخ کپڑے نہ پہنے مگر یمن کے دھاری دار کپڑے پہن سکتی ہے، اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ نے کہا ہے کہ بیوہ عورت رنگ دار کپڑے پہننے سے اجتناب کرے، سوائے یمن کے دھاری دار کپڑوں کے۔

اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ نے کہا ہے کہ بیوہ عورت یمن کے دھاری دار کپڑے نہ پہنے، اور زہری کا یہ قول حدیث مذکور کے خلاف ہے اور امام شافعی یہ کہتے تھے کہ ہر وہ رنگین کپڑا جس میں زینت ہو اور جس کپڑے میں نقش و نگار ہو، یا جو دھاری دار کپڑے ہوں اور اس میں نقش و نگار ہوں تو بیوہ عورت ان کو نہ پہنے، خواہ وہ کپڑے موٹے ہوں یا باریک ہوں۔

(کتاب الام ج ۵ ص ۲۱۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ)

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ بیوہ عورت مہندی لگانے سے اور بالوں کو رنگنے سے اجتناب کرے، سوائے سیاہ کپڑوں کے پہننے سے، کیونکہ اس کے لیے سیاہ کپڑے پہننا جائز ہے خواہ وہ ریشمی کپڑے ہوں، اور اون کے رنگین کپڑے نہ پہنے اور نہ سبز رنگ کے کپڑے پہنے، اور المدونہ میں مذکور ہے کہ اگر اس کو ان کے سوا کوئی اور کپڑا نہ ملے تو پھر اس کے لیے ان کا پہننا جائز ہے اور امام مالک نے کہا کہ وہ باریک کپڑے نہ پہنے، اور نہ یمن کے دھاری دار کپڑے پہنے، یعنی باریک اور موٹے کپڑے پہننے کی انہوں نے اجازت دی ہے، اور انہوں نے کہا کہ وہ سفید کپڑے باریک پہن سکتی ہے اور ریشمی موٹے کپڑے پہن سکتی ہے، اور سوتی کپڑے پہن سکتی ہے اور اونی کپڑے پہن سکتی ہے۔ (المدونہ ج ۲ ص ۷۷، دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ ریشمی کپڑے پہننا حرام نہیں ہے۔

(روضۃ الطالبین ج ۸ ص ۴۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ، نے کہا ہے کہ تمام علماء نے کہا ہے کہ بیوہ عورت سفید کپڑے پہن سکتی ہے۔ علامہ الابہری نے کہا ہے: جن کپڑوں کا پہننا بیوہ عورت کے لیے مباح کیا گیا ہے، ان میں زینت نہیں ہے، کیونکہ بیوہ عورت کو زینت والے کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے کپڑے وہ پہن سکتی ہے۔

علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک ان کپڑوں کا پہننا حرام نہیں ہے جن کپڑوں کو بُنا گیا ہو جیسے چادریں، (الوسیط ج ۳ ص ۸۱) اور انہوں نے حدیث میں جو یمن کے دھاری دار کپڑوں کا استثناء ذکر کیا گیا ہے، اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اس سے مراد یمن کے وہ دھاری دار کپڑے ہیں جن کو رنگا نہ گیا ہو۔ اسی طرح امام بیہقی نے روایت کی ہے۔

(معرفۃ السنن والآثار ج ۱۱ ص ۲۲۲)

Marfat.com

بیوہ عورت کے زیورات پہننے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

ہمارے نزدیک بیوہ عورت کے لیے سونے اور چاندی کے زیورات کو پہننا منع ہے، کیونکہ سنن ابوداؤد میں اس کی تصریح ہے۔
(سنن ابوداؤد: ۲۳۰۴) اسی طرح سنن نسائی میں بھی سند حسن کے ساتھ اس کی تصریح کی ہے۔ (سنن نسائی ج ۶ ص ۲۰۳)

اسی طرح علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ: ہمارے نزدیک بیوہ عورت کے لیے موتیوں والا لباس پہننا بھی صحیح مذہب میں ممنوع ہے۔ (روضۃ الطالبین ج ۸ ص ۴۰۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ)

اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کی رائے یہ تھی کہ بیوہ عورت کے لیے سوگ کرنا ضروری نہیں ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۰۵، رقم الحدیث: ۱۹۲۸۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ عورت کو سوگ کرنے کا حکم دیا ہے اور کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے جس تک یہ احادیث پہنچ گئی ہوں کہ وہ ان احادیث کو تسلیم نہ کرے، اور ہو سکتا ہے کہ حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کو یہ احادیث نہ پہنچی ہوں، یا یہ احادیث ان کو پہنچی ہوں لیکن انہوں نے ان احادیث میں تاویل کی ہوں، جیسا کہ حضرت اسماء بنت عمیس کی حدیث ہے کہ حماد بن سلمہ نے از حجاج از الحسن بن سعد روایت کی ہے۔ اور اہل علم نے اس حدیث کو مسترد کر دیا ہے، اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، یہ کہتے تھے کہ یہ حدیث شاذ ہے اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

اور امام ابو عبید الہروی نے کہا کہ تمام امہات المومنین جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیوہ عورت کے سوگ کے متعلق احادیث روایت کی ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو زیادہ جاننے والی تھیں، پھر حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ بیوہ عورت عدت کے دوران سوگ کرے اور زینت والے لباس سے اجتناب کرے۔

بیوہ عورتوں کے جنائز کے ساتھ جانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

اس سے پہلے یہ حکم کتاب الجنائز میں گزر چکا ہے، علامہ ابن التین شارح بخاری نے از ابن القرطبی روایت کی ہے کہ عورتوں کے جنازہ کے ساتھ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور المدونہ میں مذکور ہے کہ اگر نوجوان عورتیں بھی جنائز کے ساتھ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے، پس وہ خاوند کے جنازے میں اور بھائی کے جنازے میں اور بیٹے کے جنازے میں اور والد کے جنازے میں جا سکتی ہیں اور ان کے علاوہ کسی اور کے جنازے میں ان کا جانا مکروہ ہے۔ (المدونہ ج ۱ ص ۱۶۹-۱۷۰)

اور علامہ ابن حبیب مالکی نے اس حدیث کی بناء پر تمام عورتوں کو جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۵۷۶-۵۷۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۲، ۵۳۴۳، ۵۳۴۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

ایام سوگ کے مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۳۴۲، میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی روایت کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصریح ہے کہ جو عورت اللہ اور آخرت پر یقین رکھتی ہے، وہ کسی کی موت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے خاوند کی موت کے، پس وہ نہ سرمہ لگائے اور نہ رنگین کپڑے پہنے مگر یمن کے دھاری دار کپڑے۔

یہ حدیث حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مثل ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ نہ وہ سرمہ لگائے اور نہ وہ رنگین کپڑے پہنے مگر دھاری دار یمن کے کپڑے اور اس سے پہلے اس کی شرح گزر چکی ہے۔ اور اس میں یہ ذکر ہے کہ تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے اور اس سے پہلی روایت میں تین راتوں کا ذکر ہے، اور ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ راتوں سے مراد دنوں کے ساتھ راتیں ہیں، اور مطلق مقید کے اوپر محمول ہے اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ وہ صرف تین راتیں سوگ کرے۔

اور صحیح البخاری: ۵۳۴۳، میں مذکور ہے کہ انصاری نے کہا: اس سے مراد محمد بن عبد اللہ بن المثنیٰ ہیں جو امام بخاری کے شیخ ہیں، اور امام بخاری نے ان کی احادیث کو بہ کثرت روایت کیا ہے، بالواسطہ بھی اور بلا واسطہ بھی۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، اس سے مراد ہشام الدستوائی ہیں جو اس سے پہلی حدیث میں مذکور ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ نہ وہ خوشبو لگائے، یہاں امام بخاری نے اس کو اختصار سے روایت کیا ہے، اور امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے امام ابو حاتم رازی متوفی ۲۷۷ھ کی سند سے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی عورت تین دن سے زیادہ کسی کی مرگ پر سوگ نہ کرے، سوائے خاوند کی موت کے، کیونکہ اس کی موت پر وہ چار مہینے دس دن سوگ کرے گی، اور نہ وہ رنگین کپڑے پہنے مگر یمن کے دھاری دار کپڑے پہن سکتی ہے اور نہ وہ سرمہ لگائے اور نہ خوشبو لگائے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۹۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، فتح الباری ج ۶ ص ۵۴۳، دار المعرفہ بیروت)

صحیح البخاری: ۵۳۴۲، ۵۳۴۳، کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں برود یمنیہ کا ذکر ہے، جس میں سفید اور کالی دھاریاں ہوتی ہیں، اور عصب بمعنی معصوب ہے، اور ثیاب کی اضافت عصب کی طرف، موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے۔

حدیث مذکور کی سند کی شرح

علامہ قسطلانی اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں الفضل بن دُکین کا ذکر ہے (دال پر پیش ہے اور کاف پر زبر ہے)، اس کے بعد اس سند میں عبد السلام بن حرب کا ذکر ہے، یہ ابو بکر النہدی الکوفی ہیں، اس کے بعد ہشام کا ذکر ہے، یہ ابن حسان القردوسی ہیں (قاف پر پیش) حافظ ابن حجر نے کہا ہے یہ الدستوائی ہیں۔ از حفصہ، یہ بنت سیرین ہیں، از ام عطیہ: یہ نسیبہ ہیں۔

ثوب عصب کی شرح

اس قید سے رنگین کپڑے اور ریشمی کپڑے نکل گئے، جن میں نقش و نگار کی زینت ہے، لیکن جو کپڑے رنگین ہوں اور زینت

Marfat.com

کے لیے نہ ہوں بلکہ مصیبت کے لیے ہوں یا کالے کپڑے ہوں تا کہ میل کچیل سے بچے رہیں، ان کے پہننے میں حرج نہیں۔
(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۱۳۰-۱۳۱، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی باقی شرح وہی ہے جو حافظ ابن حجر عسقلانی ان حدیثوں کی شرح کر چکے ہیں۔

تنبیہ: شیخ عثیمین نے اپنی شرح میں فتح الباری کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

ماتم کرنے کی ممانعت

شیخ محمد داؤد راز میواتی غیر مقلد عالم ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی بھی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا منع ہے، مگر خاوند کے لیے چار مہینے دس دن کے سوگ کی اجازت ہے، اب وہ لوگ خود غور کر لیں، جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر ہر سال محرم میں سوگ کرتے ہیں، سیاہ کپڑے پہنتے ہیں اور ماتم کرتے ہوئے اپنی چھاتی کو کوٹتے ہیں، یہ لوگ یقیناً اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان ہیں، اللہ ان کو ہدایت فرمائے۔ آمین

اس سلسلہ میں سنی حضرات کو ضرور غور کرنا چاہیے کہ وہ اہل سنت کے مسلک کے خلاف حرکت کر کے سخت گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ (شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۹۳، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۴ء)

صحیح البخاری: ۵۳۴۲، ۵۳۴۳ کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب: سوگ والی عورت بُننے سے پہلے رنگے ہوئے کپڑے پہنے

۵۳۴۲: ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کے لئے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے، شوہر پر سوگ کے علاوہ تین دن سے زیادہ سوگ منانا حلال نہیں۔ وہ نہ تو سرمہ استعمال کرے اور نہ رنگے ہوئے کپڑے پہنے مگر وہ کپڑے پہن سکتی ہے جو بُننے سے پہلے ان کے دھاگے رنگے ہوئے ہوں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن المنذر سے نقل کیا کہ علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ سوگ منانے والی عورت کے لئے رنگے ہوئے کپڑے اور زرد رنگ والے کپڑے پہننے جائز نہیں لیکن سیاہ رنگ کے کپڑے پہن سکتی ہے۔ اس کی عروہ بن زبیر، امام مالک، اور امام شافعی نے بھی رخصت دی ہے۔ زہری نے سیاہ رنگ والے کپڑوں کو مکروہ کہا ہے۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں: بُننے سے پہلے رنگے ہوئے کپڑے جائز ہیں۔ سفیان ثوری نے کہا: رنگے ہوئے کپڑوں سے اجتناب کرے، البتہ بُننے سے پہلے رنگے ہوئے کپڑے جائز ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس رنگ میں زینت ہو کپڑا باریک ہو یا موٹا ہو وہ نہ پہنے۔

۵۳۴۳: انصاری نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی، انہوں نے حفصہ اور ام عطیہ کے ذریعہ روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوگ منانے والی عورت خوشبو استعمال نہ کرے، لیکن جب طہر کا وقت قریب ہو جب کہ وہ پاک ہو جائے تو تھوڑا سا قسط ظفار استعمال کرے۔

حدیث میں کچھ عبارت مقدر ہے۔ دراصل عبارت یہ ہے: "نهى النبي صلى الله عليه وسلم وقال ولا تمس طيبا" یعنی نبی کریم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، چنانچہ فرمایا خوشبو نہ ملے۔

قولہ ادنیٰ بمعنی قریب ہے۔ قولہ "نبذۃ" طیبا سے بدل واقع ہے، یا فعل مقدر کا مفعول ہے یعنی وتمس طیبا من قسط واظفار، اظفار خوشبو کی قسم ہے، بعض حواشی میں ہے کہ قسط واظفار بخور کی دو قسمیں ہیں، کہ جو عورت حیض سے پاک ہو کر غسل کرے، تو بدبو دور کرنے کے لئے خون کے اثرات پر خوشبو ملے تا کہ خون کا تعفن جاتا رہے۔ یہ خوشبو کے استعمال کی رخصت نہیں۔

یعنی قسط ظفار کا ٹکڑا ملے تا کہ بُو جاتی رہے۔ (تفہیم البخاری، ج ۸ ص ۴۱۴-۴۱۵، جدہ پرنٹرز لاہور، بار اول)

صحیح البخاری: ۵۳۴۲، ۵۳۴۳ کی شرح از شیوخ دیو بند

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سوگ والی عورت کے لیے ثیاب عَصب کے استعمال کی اجازت کو بیان فرمایا ہے کہ سوگ والی عورت ثیاب عصب استعمال کر سکتی ہے۔

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عصب ایک گھاس کا نام ہے جو یمن میں ہوتی ہے، جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں، ان کپڑوں کو جو اس گھاس میں رنگے جاتے ہیں، ثیاب عَصب کہا جاتا ہے۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس تشریح کو غریب قرار دیا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۱۴)

مشہور یہ ہے کہ سوت کاتنے کے بعد اسے باندھ کر رنگ میں ڈالا جاتا ہے، اس کے بعد پھر اس کو کھولتے اور بُنتے ہیں، جہاں جہاں اس سوت کے اندر بندش ہوتی ہے وہاں رنگ نہیں پہنچتا، اس سے جو کپڑا بُنا جاتا ہے اس میں زینت نہیں ہوتی، اس لیے سوگ اور احداد کے زمانے میں اس کے پہننے کی اجازت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سوگ والی عورت کو رنگین کپڑے اور ثوب مصبوغ پہننے سے منع کیا گیا ہے لیکن یہ ممانعت ثیاب عصب کو شامل نہیں بلکہ ممانعت ان کپڑوں کے استعمال سے ہے جو بُننے کے بعد رنگے جاتے ہیں، جب کہ ثیاب بُننے سے پہلے رنگ میں ڈالے جاتے ہیں۔

دوسری روایت میں "قال الانصاری" سے محمد بن عبد اللہ بن المثنیٰ مراد ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔

شیخ سلیم اللہ خان لکھتے ہیں:

یعنی سوگ والی عورت خوشبو استعمال نہیں کر سکتی، البتہ زمانہ طہر کے قریب تھوڑا سا قسطِ ظفار استعمال کر سکتی ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۶۱۵)

سوگ والی عورت کے لیے ثیاب عصب کا حکم

سوگ والی عورت کے لیے ثیاب عصب کے استعمال میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے، اس پر تو اتفاق ہے کہ معتدہ رنگین، خوبصورت اور زینت والے کپڑے استعمال نہیں کر سکتی، ثیاب عصب کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح قول یہ ہے کہ معتدۃ الوفات کے لیے اس کا استعمال حرام ہے اور یہی مسلک حضرات حنفیہ کا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ کپڑا موٹا ہے، ملائم اور پتلا نہیں ہے تو پھر جائز ہے لیکن اگر وہ ملائم اور رقیق و باریک ہے

Marfat.com

تو پھر اس کا استعمال ناجائز ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے جواز اور عدم جواز دونوں قسم کی روایات منقول ہیں، لیکن ان کی اصح روایت عدم جواز کی ہے۔

(الابواب والتراجم ج ۲ ص ۸۳، فتح الباری ج ۹ ص ۶۱۴)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عراق اور کوفہ وغیرہ میں ثوب عصب کی ترقی یافتہ شکل تیار ہوگئی تھی اور زینت کے مواقع میں اس کا استعمال کیا جاتا تھا اس لیے ہمارے فقہاء نے اپنے زمانے اور علاقے کے عرف کے مطابق معتدہ کے لیے اس کا استعمال ممنوع قرار دیا، حدیث میں ثوب عصب کی اجازت دی گئی ہے کہ اس وقت وہ ایک سادہ کپڑا شمار ہوتا تھا اور زینت کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔

(کشف الباری عمانی صحیح البخاری، کتاب الطلاق، ص ۵۸۹-۵۸۷، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

۵۰- بابٌ: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۲۳۴

(البقرہ: ۲۳۴)

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں، اور جب وہ اپنی عدت پوری کرلیں، تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے O

۵۳۴۴- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شِبْلٌ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ ﴿وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ قَالَ كَانَتْ هَذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ أَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبًا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ﴾ (البقرہ: ۲۴۰) قَالَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ أَشْهُرٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَصِيَّةً إِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ (البقرہ: ۲۴۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شبل نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد، کہ قرآن مجید میں ہے: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں۔ مجاہد نے کہا: یہ وہ عدت ہے جس میں بیوہ کو خاوند کے گھر والوں کے پاس عدت کے ایام میں رہنا واجب ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نہ نکالا جائے، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام میں کوئی گناہ نہیں ہے، جو انہوں نے دستور کے مطابق کیا ہے، اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔ مجاہد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بیوہ کی عدت میں

Marfat.com

سال پورا کر کے سات مہینے بیس دن بڑھا دیے، یعنی خاوند کے مرنے کے بعد عورت کو اختیار ہے خواہ وہ ایک سال تک عدت گزارے اس وصیت کے مطابق، اور اگر چاہے تو وہ گھر سے نکل جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور (گھر سے) نہ نکالا جائے، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

فَالْعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا زَعَمَ ذٰلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ أَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى ﴿غَيْرَ إِخْرَاجٍ﴾

پس یہ عدت اس طرح بیوہ عورت پر گزارنا واجب ہے، یہ مجاہد کا زعم ہے، اور عطاء نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس آیت نے اس عدت کو منسوخ کر دیا ہے کہ عورت پر واجب تھا کہ وہ خاوند کے گھر والوں کے پاس رہے، اب وہ عورت جہاں چاہے عدت گزارے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: اور (گھر سے) نہ نکالا جائے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ شَاءَتْ اعْتَدَّتْ عِنْدَ أَهْلِهَا وَسَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللهِ

تو عطاء بن ابی رباح نے اس کی تفسیر میں کہا کہ اگر بیوہ عورت چاہے تو خاوند کے گھر والوں کے پاس عدت گزارے اور اس وصیت کے مطابق وہاں رہے، اور اگر چاہے تو ان کے گھر سے نکل جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِيْ أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوْفٍ﴾ (البقرہ: ۲۴۰) قَالَ عَطَاءٌ ثُمَّ جَاءَ الْمِيرَاثُ فَنَسَخَ السُّكْنَى فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَلَا سُكْنَى لَهَا۔

تو تم پر (ان کے) اس کام میں کوئی گناہ نہیں ہے، جو انہوں نے دستور کے مطابق کیا ہے۔ عطاء نے کہا: پھر میراث کی آیت نازل ہوئی، اور اس نے خاوند کے گھر میں رہائش کو منسوخ کر دیا، اب بیوہ عورت جہاں چاہے عدت گزارے اور اس کے لیے رہائش نہیں ہوگی۔

(صحیح البخاری: ۴۵۳۱، ۵۳۴۴، سنن نسائی: ۳۵۳۱، سنن ابوداؤد: ۲۳۰۱)

شیخ وحید الزمان غیر مقلد متوفی ۱۳۳۸ھ صحیح البخاری: ۵۳۴۴، کی شرح میں لکھتے ہیں:

البقرہ: ۲۳۴ اور البقرہ: ۲۴۰ میں سے کون سی آیت منسوخ ہے؟

اگر عورت سات مہینے بیس دن یعنی ایک سال پورا ہونے تک اپنے سسرال میں رہنا چاہے تو سسرال والے اس کو نکال نہیں سکتے، غیر اخراج کا یہی مطلب ہے، یہ مذہب خاص مجاہد کا ہے، انہوں نے یہ خیال کیا کہ ایک سال کی عدت کا حکم بعد میں نازل ہوا ہے اور چار مہینے دس دن کی عدت کا حکم پہلے نازل ہوا ہے، اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ناسخ منسوخ سے پہلے نازل ہوا ہو، اس لیے انہوں

Marfat.com

نے دونوں آیتوں میں اس طرح تطبیق دی، باقی تمام مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ایک سال کی عدت کی آیت منسوخ ہے اور چار مہینے دس دن کی آیت اس کی ناسخ ہے، اور پہلے ایک سال کی مدت کا حکم نازل ہوا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو کم کر کے چار مہینے دس دن کی عدت مقرر فرمائی اور دوسری آیت نازل فرمائی۔ (تیسیر الباری شرح صحیح بخاری، ج ۵ ص ۲۵۵ نعمانی کتب خانہ)

دوسرے غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عام مفسرین کا یہ قول ہے کہ ایک سال کی مدت کی آیت منسوخ ہے، اور چار مہینے دس دن کی آیت اس کی ناسخ ہے، اور پہلے ایک سال کی عدت کا حکم نازل ہوا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے کم کر کے چار مہینے اور دس دن کی عدت مقرر کر کے دوسری آیت نازل فرمائی، اگر وہ عورت سات مہینے بیس دن یا ایک سال پورا ہونے تک اپنے سسرال میں رہنا چاہے تو سسرال والے اسے نکال نہیں سکتے، غیر اخراج کی یہی تفسیر ہے۔ یہ مذہب خاص مجاہد کا ہے، ان کی رائے یہ ہے کہ ایک سال کی عدت کا حکم بعد میں نازل ہوا ہے اور چار مہینے دس دن کا حکم پہلے نازل ہوا ہے، اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ناسخ منسوخ سے پہلے نازل ہوا ہو، اس لیے انہوں نے ان دونوں آیتوں میں اس طرح تطبیق دی، تاہم باقی مفسرین کا یہ قول ہے کہ ایک سال کی عدت کی آیت منسوخ ہے اور چار مہینے دس دن کی عدت کی آیت اس کی ناسخ ہے۔ اور پہلے ایک سال کی عدت کا حکم نازل ہوا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو کم کر کے چار مہینے دس دن کی عدت کا حکم نازل فرمایا اور دوسری آیت نازل فرمائی یعنی اربعة اشهر وعشرا، اب عورت خواہ سسرال میں رہے، خواہ اپنے میکے میں رہے، اسی طرح تین طلاق کے بعد خاوند کے گھر میں رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، خاوند کے گھر میں عدت پوری کرنا اس وقت عورت پر واجب ہے جب طلاق رجعی ہو کیونکہ خاوند کے رجوع کرنے کی امید ہوتی ہے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۹۴-۹۵، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۴ء)

شیخ داؤد راز کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

شیخ داؤد راز نے یہ غلط لکھا ہے کہ تین طلاق یافتہ عورت پر خاوند کے گھر میں عدت پوری کرنا واجب نہیں ہے، کیونکہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے یہ کہا تھا کہ ان کے خاوند نے ان کو تین طلاقیں دے دیں، اور ان کے لیے نہ رہائش مہیا کی اور نہ ان کو خرچ دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے نہ رہائش ہے نہ خرچ ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس روایت کو مسترد کر دیا، اور فرمایا کہ ہم ایک عورت کے قول کی بناء پر کتاب اللہ کے حکم کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں ترک کریں گے، پتا نہیں اس عورت نے اس حدیث کو یاد رکھا یا بھول گئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کے لیے رہائش کو واجب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم

ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو، اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو، اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو، اور رواج کے

بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰىؕ﴿۶﴾ مطابق آپس میں مشورہ کرلو، اور اگر تم دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی O (الطلاق:٦)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً مطلقہ کے لیے رہائش اور عدت کے دوران خرچ کو واجب فرمایا ہے، اور اس کی طلاقِ رجعی کے ساتھ کوئی تخصیص نہیں فرمائی، لہٰذا شیخ داؤد راز کا رہائش کو طلاقِ رجعی کے ساتھ خاص کرنا قطعاً باطل ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ نے بھی حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی اس روایت کو مسترد کر دیا تھا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۴، کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں شبل کا ذکر ہے (شین پر زبر ہے اور باء پر جزم ہے) یہ شبل بن عباد ہیں، (عین پر زبر اور باء پر تشدید) یہ مکی ہیں، یہ عبداللہ بن ابی نجیح سے روایت کرتے ہیں، اور ان کا نام یسار ہے جو یمین کی ضد ہے، اور یہ حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ (صحیح البخاری:۴۵۳۱)

حدیث مذکور کے بعض مبہم الفاظ کی شرح اور مشکل الفاظ کے معانی

مجاہد نے کہا کہ بیوہ عورت کے اوپر یہ عدت واجب ہے: علامہ عینی لکھتے ہیں کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ عبارت یوں ہوتی ''کہ بیوہ عورت پر یہ عدت واجبۃ ہے'' اور تانیث کا صیغہ ہوتا، لیکن اس کی توجیہ یوں ہے کہ بیوہ عورت کے لیے یہ امر واجب ہے، یا یہ کہا جائے کہ واجب سے مراد وہ ہے کہ جس کے تارک کی مذمت کی جائے، اور اس کی وصفیت سے قطع نظر کی جائے۔

مجاہد کے کلام کا حاصل

مجاہد کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ بیوہ کی عدت چار مہینے دس دن ہے، اور بیوہ کے گھر والوں پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ اس کو سات مہینے بیس دن تک اپنے گھر میں رہنے دیں تاکہ سال پورا ہو جائے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: یہ قول مفسرین میں سے کسی کا بھی نہیں ہے، اور نہ بعد کے فقہاء تابعین کا یہ قول ہے، بلکہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ ایک سال عدت گزارنے کی آیت منسوخ ہو چکی ہے اور رہائش عدت کے تابع ہے، پس جب ایک سال کی عدت کا حکم منسوخ ہو گیا، چار مہینے دس دن کی آیت سے، تو ایک سال تک شوہر کے گھر میں رہنے کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ ایک سال کی عدت کا حکم چار مہینے دس دن کی عدت کے حکم سے منسوخ ہو گیا، اور علماء کا غیر اخراج کی تفسیر میں اختلاف ہے، سو جمہور کا موقف یہ ہے کہ یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا ہے۔

امام بخاری نے کہا: یہ مجاہد کا زعم ہے، یعنی ابن ابی نجیح نے کہا: مجاہد سے منقول ہے کہ عدت چار مہینے دس دن واجب تھی، اور پورا سال کرنا وصیت کے ازواج سے بیوہ کے لیے اختیار تھا، اگر وہ چاہے تو وصیت کو قبول کرے اور پورا سال عدت گزارے اور اگر چاہے تو عدت واجبہ پر کفایت کر لے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہو کہ عدت پورا سال تک مکمل

Marfat.com

کرنا واجب ہے لیکن رہائش خاوند کے گھر والوں کے پاس چار مہینے دس دن تک واجب ہے اور سال پورا کرنے میں بیوہ کو اختیار ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مجاہد نسخ کے قول کا اعتبار نہیں کرتے۔ واللہ اعلم

امام بخاری نے لکھا ہے: اور عطاء نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت نے بیوہ عورت کی عدت کو کے گھر والوں کے پاس رہنے کے لزوم کو منسوخ کر دیا، اب وہ جہاں چاہے عدت گزارے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا معنی ہے: ''غَيْرَ اِخْرَاجٍ''۔

یعنی عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ نے از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے یہ روایت کی ہے اور اس کی تفسیر سورۃ البقرہ میں گزر چکی ہے۔

اور امام بخاری نے کہا کہ عطاء نے کہا: اگر بیوہ عورت چاہے اپنے خاوند کے گھر والوں کے پاس عدت گزارے اور وصیت کے مطابق وہاں رہائش رکھے، اور اگر چاہے تو ان کے گھر سے چلی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ (البقرہ: ۲۴۰) تو تم پر (ان کے) اس کام میں کوئی گناہ نہیں ہے، جو انہوں نے دستور کے مطابق کیا ہے۔

عطاء نے کہا: پھر میراث کی آیت نازل ہوئی اور رہائش کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا، اب بیوہ عورت جہاں چاہے عدت گزارے اور اس کے اوپر خاوند کے گھر میں رہائش لازم نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کا یہی قول ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہے، اس کے لیے خاوند کے اوپر رہائش لازم نہیں ہے، اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے کہ جس طرح اس پر نفقہ واجب نہیں ہے، رہائش بھی لازم نہیں ہے، اور امام شافعی کا زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ واجب ہے، اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ کا قول یہ ہے کہ بیوہ عورت کے لیے رہائش لازم ہے، جب کہ گھر میت کی ملکیت میں ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱-۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں شبل کا ذکر ہے، یہ شبل بن عباد المکی ہیں، امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی نجیح کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن یسار ہیں۔

اس حدیث میں ''النعی'' کا لفظ ہے (عین کے نیچے زیر اور یا مشدد) اس کا معنی ہے: موت کی خبر۔

حدیث مذکور کا خلاصہ

مجاہد نے جو کہا ہے کہ بیوہ عورت کے اوپر ایک سال پورا کرنے کی عدت لازم ہے، یہ غریب قول ہے، اور حضرت ابن الزبیر

Marfat.com

رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے اس آیت یعنی البقرہ: ۲۴۰ کو کیوں ثابت رکھا ہے، حالانکہ اس کو دوسری آیت یعنی البقرہ: ۲۳۴ منسوخ کر چکی ہے، تو انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں کسی چیز کو اس کی جگہ سے متغیر نہیں کرتا۔
(صحیح البخاری: ۴۵۳۰)

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی مراد یہ تھی کہ البقرہ: ۲۴۰ کو جس میں ایک سال تک عدت گزارنے کا حکم ہے، اس کو البقرہ: ۲۳۴ نے منسوخ کر دیا جس میں چار مہینے دس دن عدت گزارنے کا ذکر ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اس آیت نے بیوہ عورت کے لیے اس حکم کو منسوخ کر دیا کہ وہ ایک سال تک شوہر کے گھر والوں کے پاس عدت گزارے، تو وہ جہاں چاہے عدت گزارے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورتوں کو اس حکم کے ساتھ خاص کیا ہے کہ وہ ایک سال تک عدت گزاریں۔

اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ کا قول یہ ہے کہ پھر میراث کی آیت نازل ہوئی تو اس نے بیوہ عورت کے لیے رہائش کے حکم کو منسوخ کر دیا، پس وہ جہاں چاہے عدت گزارے، اور اس کے لیے رہائش نہیں ہوگی۔ (صحیح البخاری: ۴۵۳۱)

بیوہ عورت کے لیے رہائش کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

اور یہی امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کا قول ہے کہ بیوہ عورت کے لیے رہائش لازم نہیں ہے اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے دو قولوں میں سے بھی ایک قول یہی ہے کہ جس طرح اس کے لیے خرچ واجب نہیں ہے، اسی طرح رہائش بھی واجب نہیں ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کے لیے رہائش بھی واجب ہے اور خرچ بھی واجب ہے، کیونکہ حضرت الفریعہ کی حدیث اس کے متعلق درج ذیل کتب حدیث میں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۰۰، سنن ترمذی: ۱۲۰۴، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۹۹-۲۰۰)

اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ بیوہ عورت کے لیے رہائش لازم ہے، اگر وہ گھر میت کی ملکیت میں ہو یا وہ اس کو کرائے پر لے کر دے۔ (المنتقیٰ للباجی ج ۴ ص ۱۳۴)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس آیت کا حکم میراث کی آیت سے منسوخ ہو گیا، اور ایک سال عدت گزارنے کا حکم منسوخ ہو گیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورت کی عدت چار مہینے دس دن مقرر کر دی ہے، اور حضرت الفریعہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: تم اپنے گھر میں عدت گزارو حتیٰ کہ کتاب کا حکم اپنی مدت کو پہنچ جائے۔

امام مالک سے ایک روایت ہے کہ بیوہ عورت کے لیے رہائش ہے، اور دوسری روایت ہے کہ اس کے لیے رہائش نہیں ہے، امام مالک نے کہا: میت کی زوجہ کرایہ ادا کرنے کے بعد زیادہ حق دار ہے، یعنی جب وہ ماہانہ کرایہ دے یا سالانہ کرایہ دے، اور اگر اس نے سالانہ کرایہ نقد دیا تو وہ رہائش کی زیادہ حق دار ہے۔

اگر بیوہ عورت سفر کے لیے دو دن یا زیادہ دن کی مسافت کے لیے جائے اور واپس آ جائے تو اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ وہاں رات گزارے جیسا کہ اس کے اوپر واجب ہے کہ اپنے خاوند کے گھر رات گزارے اور اصبغ مالکی نے کہا ہے کہ وہ اگلے دن لوٹ آئے، اگر وہ اس پر قادر ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۵ ص ۵۸۱-۵۸۲، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۴۴ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مجاہد کے مذہب کا بیان

مجاہد کا مذہب یہ ہے کہ جس آیت میں مذکور ہے:

يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ (البقرہ: ۲۳۴)

وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں۔

وہ کہتے ہیں یہ آیت درج ذیل آیت سے پہلے نازل ہوئی ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا ۖ وَّصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْ أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ (البقرہ: ۲۴۰)

اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نہ نکالا جائے، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام میں کوئی گناہ نہیں ہے، جو انہوں نے دستور کے مطابق کیا ہے، اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O

مجاہد کے مذہب پر ایک اشکال

اور انہوں نے ایک سال کی عدت والی آیت کو چار ماہ دس دن کی عدت والی آیت سے منسوخ نہیں قرار دیا، اور ان پر یہ اشکال ہوا کہ منسوخ کا ناسخ کے ساتھ استعمال کرنا ممکن نہیں ہے، اور مجاہد کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں کو استعمال کرنا ممکن ہے، کیونکہ ان دونوں کے حکم میں کوئی تعارض نہیں ہے، اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورت کے اوپر چار ماہ دس دن کی عدت لازم کی ہو، تو اس کے اوپر فرض ہے کہ وہ چار ماہ دس دن تک اپنے گھر سے نہ نکلے، اور اس کے گھر والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اس کو سات ماہ اور بیس راتوں تک مزید رہنے دیں تاکہ سال مکمل ہو جائے، اگر وہ عورت چاہے، یا وہ نکلنا چاہے تب بھی اس پر کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَّصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ (البقرہ: ۲۴۰)

وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نہ نکالا جائے۔

مجاہد کی رائے یہ ہے کہ کتاب اللہ کے کسی حکم کو ساقط نہ کیا جائے جس کا استعمال کرنا ممکن ہو اور جس کا منسوخ ہونا ظاہر نہ ہوا ہو، لیکن مجاہد کا یہ قول وہ ہے کہ جس کو مفسرین قرآن میں سے ان کے علاوہ کسی نے بھی نہیں کہا اور نہ فقہاء امت کے تابعین میں سے کسی نے کہا ہے، بلکہ جماعتِ مفسرین اور تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ البقرہ: ۲۴۰ جس میں ایک سال تک عدت گزارنے کا حکم ہے، وہ درج ذیل آیت سے منسوخ ہو گیا ہے:

Marfat.com

مجاہد کے مذہب کا رد

يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں۔ (البقرہ: ۲۳۴)

اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ایک عورت پہلے ایک سال کے بعد اونٹ کی مینگنی پھینکتی تھی اور ایک سال عدت گزارتی تھی تو اب تم پر چار ماہ دس دن عدت گزارنا کیوں مشکل ہے؟۔

مجاہد کے قول کے غلط ہونے پر مزید دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیوہ عورت کے لیے چار ماہ دس دن کی عدت کو لازم کیا ہے، پس امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اس عدت کے بعد وہ عورت اپنے شوہر کے لیے اجنبی ہو جائے گی اور نہ اس کے لیے رہائش ہوگی اور نہ کچھ اور ہوگا، وہ عورت چاہے یا نہ چاہے، اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ عدت کے بعد اپنے شوہر کے گھر میں رہے جبکہ وہ اب اس کی بیوی نہیں ہے اور نہ اس کے پیٹ میں حمل ہے جو اس بات کو واجب کرے کہ وضع حمل تک وہ اپنے شوہر کے گھر میں رہے۔ اور نیز جب اللہ تعالیٰ نے ایک سال کی عدت کو منسوخ کر دیا اور رہائش عدت کے ساتھ مربوط تھی اور جب اللہ تعالیٰ نے چار سال کی عدت کا حکم نازل فرما دیا، تو محال ہے کہ عدت کے غیر میں اس کے لیے رہائش ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی وضاحت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ بیوہ عورت جہاں چاہے عدت گزارے، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عائشہ، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ رہائش کا حکم مطلقہ کے لیے واجب ہے، اور یہ قرآن مجید کی نصِ صریح سے ثابت ہے اور قرآن مجید میں مطلقہ کو رہائش دینے کا حکم ہے، اور احکام صرف قرآن مجید کی نصِ صریح سے یا سنت سے یا اجماع سے ثابت ہوتے ہیں اور اس سے پہلے اس مسئلہ میں اہلِ علم کا اختلاف گزر چکا ہے جو حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گزر چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں، اس کے لیے تو کتاب اور سنت سے رہائش لازم ہے، لیکن بیوہ عورت کے لیے چار ماہ دس دن کے بعد ایک سال تک رہائش قرآن وسنت میں واجب نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال، ج ۷ ص ۱۵-۱۴-۴۱۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ مجاہد کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں۔ (البقرہ: ۲۳۴)

یہ آیت، درج ذیل آیت سے پہلے نازل ہوئی:

وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ ۚ وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نہ نکالا جائے۔ (البقرہ: ۲۴۰)

جیسا کہ البقرہ: ۲۳۴ تلاوت میں پہلے ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو یہ اشکال تھا کہ ناسخ منسوخ سے پہلے ہے، ان کی رائے یہ تھی کہ اس کا استعمال ممکن ہے، اور متعارض نہیں ہے، کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیوہ پر چار ماہ دس دن عدت واجب کی ہو اور اس کے گھر والوں پر یہ واجب کیا ہو کہ ان کے پاس سات مہینے اور بیس راتیں رہے تا کہ سال پورا ہو جائے۔ اور یہ وہ قول ہے کہ مفسرین میں سے مجاہد کے علاوہ اور کسی نے بھی نہیں کہا، اور نہ فقہاء اسلام میں سے کسی نے مجاہد کی متابعت کی ہے اور تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ ایک سال تک عدت گزارنے کی آیت جو ہے یہ منسوخ ہو گئی ہے، اور رہائش بھی عدت کے تابع ہے، پس جب چار مہینے دس دن کی عدت سے ایک سال کی عدت منسوخ ہو گئی تو ایک سال کی رہائش بھی منسوخ ہو گئی۔

حافظ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ ایک سال کی عدت چار مہینے دس دن کی عدت سے منسوخ ہو گئی ہے، اور گھر سے نہ نکالنے کا حکم بھی منسوخ ہو گیا ہے اور صحابہ اور تابعین اور علماء اسلام میں سے کسی نے بھی مجاہد کی موافقت نہیں کی ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۹۳-۴۹۴، دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۴۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۴ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک سال کی عدت گزارنے کی حکمت اور سوگ کرنے والی بیوہ کے لیے ضرورت کے اوقات میں گھر سے نکلنے کی اجازت

یہ حکم شوہر کے متعلق اس اعتبار سے ہے کہ اس کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ یہ وصیت کرے کہ اس کی بیوہ اس کے گھر میں پورا ایک سال عدت گزارے لیکن اگر وہ چاہے تو گھر سے باہر نکل سکتی ہے، اور اگر چاہے تو وہ گھر میں باقی رہے، پس وہ آزاد ہے، یعنی چار ماہ دس دن عدت گزارنے کے بعد وہ آزاد ہے، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ خاوند کے حق کی حفاظت کی جائے، اور عدت کے دوران نکاح کا پیغام دینے والے اس مدت کے دوران اس کو نکاح کا پیغام نہ دیں، سو وہ گھر سے نہ نکلے، مگر اہل علم نے کہا ہے کہ جائز ہے کہ وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے دن میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے، مثلاً بیوہ عورت کے پاس کوئی ایسا شخص نہ ہو جو اس کو کھانے پینے کی چیزیں لا دے، پس وہ گھر سے باہر جائے تا کہ وہ روٹی اور طعام یا اس کے مشابہ چیزیں خرید لے، اور اگر وہ پڑھانے والی ہے تو تدریس کے لیے جائے، کیونکہ پڑھانا بھی اس کی ضروریات میں سے ہے، اسی طرح طالبہ کو امتحان کے ایام میں گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت ہوتی ہے، پس اگر وہ طالبہ سوگ کے ایام میں ہو تو وہ دن میں امتحان دینے کے لیے جاسکتی ہے لیکن رات میں بغیر شدید ضرورت کے نہ جائے، مثلاً اس کو یہ خطرہ ہو کہ اس کے گھر کی چھت بارش کی وجہ سے گر جائے گی یا اس کے گھر کو آگ لگ جائے گی، تو اس صورت میں وہ گھر سے باہر نکل سکتی ہے، یا اس کو یہ خطرہ ہو کہ گھر کی دیوار گر جائے گی تو ایسی ناگزیر

صورتوں میں سوگ میں عدت گزارنے والی عورت کے لیے رات کو بھی گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۰۶، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۴، کی شرح از علامہ کورانی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

احادیث کی روشنی میں مجاہد اور عطاء بن ابی رباح کے قول اور ان کے رد کا حکم

اگر تم یہ سوال کرو کہ مجاہد کے کلام کا خلاصہ کیا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ مجاہد نے یہ زعم کیا کہ البقرہ: ۲۳۴ پہلے نازل ہوئی ہے اور البقرہ: ۲۴۰ بعد میں نازل ہوئی ہے، لیکن عدت گزارنے والی عورت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو پورا سال عدت گزارے اور اگر وہ چاہے تو سال پورا ہونے سے پہلے گھر سے نکل جائے اور مجاہد کا یہ قول ایسا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی، کیونکہ امام ابوداؤد اور نسائی نے یہ روایت کی ہے کہ ایک سال کی عدت چار ماہ دس دن کی عدت سے منسوخ ہوگئی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۲۹۸، کتاب الطلاق، باب نسخ المتوفی عنہا زوجہا)

اور عطاء نے کہا: پھر میراث کی آیت نازل ہوئی تو بیوہ کے لیے رہائش کے حکم کو منسوخ کر دیا اور اس کے لیے رہائش نہیں ہوگی۔
علامہ کورانی فرماتے ہیں: عطاء کے اس قول کے موافق ائمہ میں سے کسی کا بھی مذہب نہیں ہے، کیونکہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ حضرت فریعہ بنت مالک بن سنان نے بیان کیا کہ میرے خاوند شاسعہ کے گھر میں شہید کر دیے گئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ کسی اور گھر میں منتقل ہو کر عدت گزاریں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسی گھر میں عدت گزارو، جس گھر میں تمہارے خاوند کی موت کی خبر پہنچی ہے حتیٰ کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ جائے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۰۴، سنن نسائی: ۳۵۳۲، سنن ابوداؤد: ۲۳۰۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳۱، مسند احمد: ۲۷۶۵۴)

صحیح البخاری: ۵۳۴۴، کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مجاہد کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ معتدہ (عدت گزارنے والی عورت) چار ماہ دس دن تک انتظار کرے اور اس کے گھر والوں پر واجب کیا گیا کہ وہ ان کے پاس باقی سات مہینے اور بیس دن یعنی پورا سال مکمل کرے۔ ابن بطال نے: کہا کسی مفسر نے یہ تفسیر نہیں کی اور نہ ہی کسی فقیہ نے یہ کہا ہے بلکہ انہوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ سال والی آیت منسوخ ہے اور سکنیٰ سال کی عدت کے تابع ہے۔ جب چار ماہ دس دن عدت سے سال بھر کی عدت منسوخ ہوگئی تو سکنیٰ بھی منسوخ ہو گیا، چنانچہ ابن عبدالبر نے کہا کہ علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ چار ماہ دس دن عدت نے سال بھر کی عدت کو منسوخ کر دیا ہے، البتہ اختلاف صرف ''غیر اخراج'' میں ہے۔
جمہور علماء نے کہا: یہ بھی منسوخ ہے۔

ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ جو عدت واجب ہے وہ صرف چار ماہ دس دن ہے اور سال بھر عدت میں رہنا یعنی سات ماہ بیس روز زیادہ عدت گزارنا وصیت کے اعتبار سے اس کے اختیار میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو وصیت کو قبول کرے اور پورا

Marfat.com

سال عدت گزارے اور اگر چاہے تو صرف واجب پر اکتفاء کرے جو چار ماہ دس دن ہے۔ بعض نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ پورا سال عدت واجب ہے اور شوہر کے گھر والوں کے پاس سکونت چار ماہ دس دن واجب ہے اور باقی سات ماہ بیس دن اسے اختیار ہے اور ''فالعدة کما هی واجب علیها'' اس احتمال کی تائید کرتا ہے یعنی یہ نسخ کا قول نہیں کرتے۔

(تفہیم البخاری ج ۸ ص ۴۱۷-۴۱۸، جدہ پرنٹرز لاہور، بار اول)

صحیح البخاری: ۵۳۴۴، کی شرح از شیوخ دیو بند

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی مہتمم جامعہ فاروقیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متوفی عنہا زوجہا کی عدت کا مسئلہ بیان کیا ہے۔ متوفی عنہا زوجہا کی عدت کے بارے میں دو آیتیں نازل ہوئیں۔ ایک آیت ہے ''وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا'' اور دوسری آیت ہے ''وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ''۔

ان دونوں آیتوں میں دو باتوں کے اندر اختلاف ہے، اول تو یہ کہ عدت شوہر کے گھر گزاری جائے گی کہ نہیں، دوم یہ کہ مدت عدت چار ماہ دس دن ہے یا ایک سال ہے؟

پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عدت شوہر کے گھر میں گزاری جائے گی ''يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ'' میں تربص سے تربص فی بیت الزوج مراد ہے اور مدت عدت اس میں چار ماہ دس دن ہے اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تربص ایک سال تک کرنا ہوگا اور اگر نکلنا چاہے تو نکل بھی سکتی ہے۔

جمہور علماء جن میں ائمہ اربعہ بھی داخل ہیں، کی رائے یہ ہے کہ ''يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ'' والی آیت ناسخ ہے اور ''وصیة لازواجهم متاعا الی الحول'' والی آیت منسوخ ہے، اگرچہ تلاوت میں ناسخ مقدم اور منسوخ موخر ہے۔

مجاہد اور عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف نقل کیا ہے کہ آیت الحول منسوخ نہیں، وصیت کا حکم آیت الحول میں چار ماہ دس دن کی عدت کے مقرر ہونے کے بعد آیا ہے، پھر زوجات کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہیں تو اس وصیت سے استفادہ کریں یا ان کی مرضی استفادہ کرنے کی نہ ہو تو نہ کریں، اب یہ سمجھیے کہ یہاں تین چیزیں ہیں:

(۱) متوفی عنہا زوجہا کے لیے چار ماہ دس دن کی عدت کا واجب ہونا۔

(۲) متوفی عنہا زوجہا کی سکونت کا بیت زوج میں لازم ہونا۔

(۳) ازواج پر وصیت کا واجب ہونا۔

امام بخاری نے ایک قول حضرت مجاہد کا نقل کیا اور ایک قول عطاء کا، اور یہ دونوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں، تو گویا انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پیش کی ہے، حضرت مجاہد نے یہ کہا ہے کہ ''وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ'' کا چار ماہ دس دن کی عدت سے کوئی تعلق نہیں، آیت الحول کے نازل ہونے کے بعد چار ماہ دس دن کی عدت اسی طرح واجب ہے جس طرح پہلے واجب تھی، آیت الحول میں ازواج کو اسی کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ زوجات کے لیے

Marfat.com

مزید سات ماہ اور بیس دن کی وصیت کریں، متاع اور سکنیٰ کے لیے تا کہ سال پورا ہو جائے اور زوجات کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس وصیت کے مطابق بیتِ زوج میں رہنا پسند کریں تو رہیں اور اگر رہنا پسند نہ کریں تو نہ رہیں۔

عطاء کہتے ہیں کہ ''وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ'' والی آیت الحول میں امورِ ثلثہ میں سے امرِ ثانی کو منسوخ کیا گیا ہے اور عورت کے لیے بیتِ زوج میں عدت گزارنا ضروری نہیں رہا، عطاء کہتے ہیں کہ نہ چار ماہ دس دن کی عدت میں شوہر کے گھر رہنا ضروری ہے اور نہ مدت وصیت میں بیت زوج میں سکونت اختیار کرنا ضروری ہے، عطاء کے نزدیک چار ماہ دس دن کی عدت کا حکم اپنی جگہ باقی ہے، آیت الحول کے نازل ہونے سے سکونت فی بیت الزوج کا وجوب ختم ہو گیا، نہ مدت عدت چار ماہ دس دن میں یہ وجوب باقی رہا، نہ مدت وصیت سات ماہ بیس دن میں۔

مجاہد نے مدتِ وصیت میں تو عورت کے اختیار کا ذکر کیا ہے لیکن عدت کی مدت یعنی چار ماہ دس دن کے بارے میں مجاہد نے سکوت کیا ہے، لیکن ظاہر یہ ہے کہ مجاہد کے نزدیک بھی جس طرح مدتِ وصیت میں عورت کے لیے بیت زوج میں سکونت واجب نہیں اسی طرح عدت کی مدت چار ماہ دس دن میں بھی سکونت فی بیت الزوج واجب نہیں، اگرچہ انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا، اس لیے کہ جب مدتِ وصیت میں جو بڑی مدت ہے سکونت فی بیت الزوج ضروری نہیں تو مدتِ عدت چار ماہ دس دن میں جو کہ چھوٹی مدت ہے یہ سکونت ضروری نہ ہوگی، لہٰذا اگر یہ مان لیا جائے کہ مجاہد بھی سکونت فی بیت الزوج کو نہ مدتِ وصیت میں ضروری سمجھتے ہیں نہ مدتِ عدت میں تو پھر عطاء اور مجاہد میں اختلاف باقی نہیں رہتا۔

اس کے بعد عطاء نے فرمایا ہے کہ آیتِ میراث کے نزول کے بعد عورت کے لیے بیتِ زوج میں رہنے کا اختیار ختم ہو گیا، نہ وہ چار ماہ دس دن مدت عدت میں وہاں رہ سکتی ہے اور نہ مدتِ وصیت سات ماہ بیس دن میں وہاں رہ سکتی ہے، اگر رہے گی تو کرایہ دینا ہوگا، میراث اس کو مل گئی، پیسے اس کے پاس ہیں اور رہنا چاہتی ہے تو کرایہ دے بلکہ آیتِ میراث کے بعد تو یہ وصیت بھی جائز نہیں کیونکہ آیتِ میراث نے آیت الحول کو منسوخ کر دیا، آیت تربص سے وہ منسوخ نہیں ہوئی تھی کیونکہ آیت تربص نزول میں مقدم تھی اور آیت الحول موخر تھی، مگر آیت المیراث اس سے بھی مؤخر ہے، لہٰذا وہ آیت الحول کے لیے ناسخ ہے۔

اس تیسرے مسئلہ میں بھی کہ آیت الحول آیت المیراث سے منسوخ ہو گئی، عطاء اور مجاہد کا اختلاف نہیں دونوں اس نسخ کے قائل ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مجاہد اور عطاء کے بیان میں ابن عباس کا مذہب بیان کرنے میں اختلاف نہیں ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات میں اختلاف واقع ہوا ہے، بعض روایات سے عدمِ نسخ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امام بخاری نے نقل کیا ہے اور اس کی تفصیل آپ کے سامنے پیش کی گئی اور بعض روایات سے نسخ معلوم ہوتا ہے۔

(کشف الباری عمانی صحیح البخاری، کتاب الطلاق ص ۵۹۰-۵۹۲، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

٥٣٤٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ لَمَّا جَاءَهَا نَعِيُّ أَبِيهَا دَعَتْ بِطِيبٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی از سفیان از عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم، انہوں نے کہا: مجھے حمید بن نافع نے حدیث بیان کی از زینب ابنۃ ام سلمہ از حضرت ام حبیبہ ابنۃ ابی سفیان رضی اللہ عنہا، جب حضرت ام

Marfat.com

فَمَسَحَتْ ذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔

المومنین ام حبیبہ کے پاس ان کے والد کی وفات کی خبر آئی تو انہوں نے خوشبودار کریم منگائی اور اس کو اپنے رخساروں پر لگایا اور کہا: مجھے اب خوشبو لگانے کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے، اگر میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کی موت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، سوائے اپنے خاوند کی موت کے کہ اس اوپر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۵۳۳۴، ۵۳۳۹، ۵۳۴۵، صحیح مسلم: ۱۴۸۶، سنن ترمذی: ۱۱۹۵، سنن نسائی: ۳۵۰۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۹۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۶، مسند احمد: ۲۵۹۱۴، موطا امام مالک: ۱۲۶۸، سنن دارمی: ۲۲۸۴)

تنبیہ:

اس حدیث کی شرح نعم الباری میں متعدد مرتبہ کی جا چکی ہے اور تمام شارحین نے اس کی شرح کو ترک کر دیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ

یہاں تک ہم نے عدت گزارنے والی بیوہ کے سوگ کے متعلق احادیث اور ان کی شروح کو شارحین کی عبارت سے بیان کیا ہے، اب ہم اس مسئلہ کے متعلق اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور صدر الشریعہ کے فتاویٰ کو نقل کر رہے ہیں:

سوگ کے متعلق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے فتاویٰ جات

اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، امام احمد رضا فاضل بریلی متوفی ۱۳۴۰ھ سوگ کے مسائل کے متعلق فتاویٰ تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ (۹۶): مسئولہ محمد عنایت اللہ، ۶ ربیع الاول شریف، ۱۳۰۸ھ

حضرت مولوی تسلیم عرض، وہ لڑکی کہ بیوہ ہوگئی ہے میں اسے شاہجہان پور لے جانا چاہتا ہوں، اس میں کیا حکم ہے؟ اور ایام عدت وفات میں عورت بضرورت بھی دوسرے مکان یا دوسری جگہ جاسکتی ہے یا نہیں؟ والسلام۔ محمد عنایت اللہ

الجواب: تاختم عدت عورت پر اسی مکان میں رہنا واجب ہے، شاہجہانپور خواہ کسی جگہ لے جانا جائز نہیں، ہاں جس کے پاس کھانے پہننے کو نہیں اور اسے ان چیزوں کی تحصیل میں باہر نکلنے کی ضرورت ہے کہ بغیر اس کے خورد ونوش کا سامان گھر میں بیٹھے نہیں کر سکتی، تو وہ صبح وشام باہر نکلے اور شب اسی مکان میں بسر کرے دوسرے مکان میں چلے جانا ہرگز جائز نہیں، مگر یہ مکان اس کا نہ تھا مالکانِ مکان نے جبراً نکال دیا، یا کرایہ پر رہتی تھی اب کرایہ دینے کی طاقت نہیں یا مکان گر پڑا یا گرنے کو ہے یا اور کسی طرح اپنی جان یا مال کا اندیشہ ہے، غرض اسی طرح کی ضرورتیں ہوں تو وہاں سے نکل کر جو مکان اس کے مکان سے قریب تر ہو، اس میں چلی جائے ورنہ ہرگز نہیں، درمختار میں ہے:

موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے، اور رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں ہی رہے کیونکہ اس نے اپنا خرچہ خود پورا کرنا ہے اس لئے وہ باہر نکلنے کی محتاج ہے حتیٰ کہ اگر اپنی کفایت اور ضرورت کے لئے اس کے پاس نفقہ ہو تو یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر نکلنا حلال نہیں ہے۔ (درمختار، باب الحداد ج ۱ ص ۲۶۰، مطبع مجتبائی دہلی)

Marfat.com

میں کہتا ہوں: یونہی اگر وہ گھر میں رہ کر کوئی محنت کر کے اپنا خرچہ بنا سکتی ہے تو نکلنا حلال نہ ہوگا کیونکہ اس کا باہر نکلنا ضرورت کی بناء پر جائز ہوا ہے اور جب ضرورت نہیں تو جواز بھی نہیں، اور یہ بات بالکل واضح ہے۔

اسی میں ہے:

موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی گھر میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہوئی اور وہاں سے باہر نہ نکلیں، الا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو، یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر تھا عورت میں کرایہ دینے کی طاقت نہ ہو یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں تو قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے، اور طلاق والی کو یہ حکم ہے کہ جہاں پر خاوند اسے سکونت دے وہاں رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (درمختار، باب الحداد ج ا ص ۲۶۰ مطبع مجتبائی دہلی)

مسئلہ (۹۷): از بریلی محلہ شاہ آباد متصل چاہ کنکر مسئولہ سید منصور علی صاحب، ۱۵ شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت جس کا خاوند مر گیا وہ ایام عدت میں اپنے کسی استحقاق وراثت کے استحکام کے واسطے باہر گھر سے جا سکتی ہے یا نہیں اور اگر باہر جائے تو کس قدر عرصہ تک اور اس کے باہر جانے سے اس کے کسی حقوق میں فرق تو نہ آئے گا؟ بینوا توجروا

الجواب: سائل نے ظاہر کیا کہ عورت مسکینہ ہے پانچ روپے کی ایک معاش کہ اس کے شوہر نے اسے لکھ دی تھی صرف وہی پاس رکھتی ہے، اور اہلکار کچہری کو کمیشن دے کر بلانے کی استطاعت اصلاً نہیں، اور اگر نہ جائے تو وہ جائداد اس کے نام نہ ہوگی اور وہ جگہ جہاں جانا چاہتی ہے اس کے مکان عدت سے صرف چھ میل دور ہے، دن ہی دن میں جانا اور مکان میں واپس آنا ہو جائے گا، رات یہیں آ کر بسر کرے گی، اگر بات یونہی ہے تو صورت مذکورہ میں اسے جانا اور دن کے وقت واپس آ کر رات مکانِ عدت میں ہی بسر کرنے کی اجازت ہے۔ درمختار میں ہے:

موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے نکلے اور رات کا اکثر حصہ واپس اپنے مکان ہی میں بسر کرے، کیونکہ اس کا اپنا خرچہ خود اس کے ذمہ ہے اس لئے وہ محتاج ہے کہ باہر نکلے، حتیٰ کہ اگر اس کے پاس کفایت کے مطابق خرچہ موجود ہے تو پھر یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر جانا جائز نہیں ہے، فتح اور قنیہ میں اسے اپنی ضروری اشیاء کی اصلاح کے لئے نکلنا جائز قرار دیا ہے، مثلاً زراعت کی نگرانی کرنی ہے اور اس کا کوئی وکیل نہ ہو۔ (درمختار، باب الحداد ج ا ص ۲۶۰ مطبع مجتبائی دہلی)

ردالمحتار میں ہے:

نہر میں کہا ہے یہاں یہ قید ضروری ہے کہ رات کو خاوند والے گھر واپس آئے اور وہاں رات گزارے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ردالمحتار، باب الحداد، ج ۲ ص ۶۲۰، داراحیاء التراث العربی بیروت)

مسئلہ (۹۸): از شہر روہیلی ٹولہ بریلی مسئولہ مسیت خاں، ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید فوت ہوا، اس کی زوجہ کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی اور نہ کوئی شخص ورثاء و متعلقین متوفی سے اس کے نان و نفقہ کا متکفل ہو بلکہ اشخاص مذکور کی جانب سے چور شارب الخمر تارک الصلوٰۃ قمار باز ہیں، و نیز دیگر امور خلاف شریعت کے مرتکب رہتے ہیں، نسبت مسماۃ مذکور کے انعدام عصمت و اتلاف مال و دیگر قسم کے فسادات کا اندیشہ کامل وقوی ہے، ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کو

Marfat.com

مکان مسکونہ اپنا چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پر ایام گزاری عدت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: عدتِ موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا، خود اپنے پاس سے کھائے، پاس نہ ہو تو دن کو محنت و مزدوری کے لئے باہر جاسکتی ہے، چار مہینے دس دن وہیں گزارنا فرض ہے، اللہ عزوجل کے ادائے فرض میں حیلے نہ کئے جائیں، "والله يعلم المفسد من الصلح" (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے) اگر اندیشہ واقعی وصحیح ہے بذریعہ حکومت بندوبست کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۹۹): از پرانا شہر روہیلی ٹولہ بریلی مرسلہ احمد اللہ خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ قوم حجام سے ہے اور ہمیشہ سے بوجہ پیشہ حجامی باہر نکلتی ہے، ایسی صورت میں اس کو بایامِ عدت دن میں اور شب میں باہر نکلنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قیامِ شب دوسرے مکان پر کرسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: سائل کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہ عدت موت کی ہے، پس اگر عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ چار ماہ دس دن گھر بیٹھ کر کھائے جب تو اسے نکلنا بالکل جائز نہیں ورنہ جتنے دنوں کھانے کا سامان پاس رکھتی ہے اتنے دنوں اسے گھر بیٹھ کر کھانا لازم، اور پھر نکلنا جائز، رات اپنے گھر میں گزارے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۰۰): از شہر بریلی ۳۰ رمضان ۱۳۳۶ھ

زید فوت ہوا، ایک زوجہ حاملہ اور ایک لڑکا اور دو لڑکیاں نابالغ چھوڑیں، وہ ایک غریب آدمی تھا جس کے رہنے کو مکان بھی نہ تھا کرایہ کا مکان تھا، مکان والے کا دو مہینہ کا کرایہ چاہئے، وہ کہتا ہے کہ کرایہ دو یا مکان خالی کرو، زوجۂ زید کے پاس نہ کھانے پینے کو کچھ ہے اور نہ کرایۂ مکان ادا کرنے کو، ایسی حالت میں زوجۂ زید اندر میعادِ عدت کے وہ مکان جس میں زید فوت ہوا چھوڑ کر اپنی ماں کے گھر جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: جہاں سے ممکن ہو کرایہ ادا کرے اور عدت کے دن وہیں گزارے۔

جس کا خاوند فوت ہوگیا تھا یہ بات میں نے اس کی ماں سے کہی وہی سائلہ تھی تو اس بات پر وہ راضی ہوگئی تو میں نے معلوم کرلیا کہ عورت کرایہ اور نفقہ پر قادر ہے، اور یہ بیان منتقل ہونے کا ایک بہانہ تھا، اس کا تجربہ بارہا ہم کرچکے ہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

اگر موت کی عدت والی کسی کرایہ کے مکان میں ہو اور کرایہ دینے پر قادر ہو تو اس کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں بلکہ کرایہ ادا کرے۔ (ردالمحتار، باب الحداد، ج ۲ ص ۶۲۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

درمختار میں ہے:

موت اور طلاق کی عدت والی عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے اسی مکان میں عدت بسر کریں جہاں عدت واجب ہوئی ہے الا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو، یا مکان کرایہ پر تھا، عورت کرایہ دینے کی طاقت نہ رکھتی ہو، یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں جن سے مجبور ہو تو قریب ترین موضع میں منتقل ہوجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (درمختار، باب الحداد ج ۱ ص ۲۶۰، مطبع مجتبائی دہلی)

Marfat.com

مسئلہ (۱۰۱): یہ چند مسائل محمد میر خاں صاحب پیلی بھیت کو ارسال فرمائے گئے، بتاریخ ۴ شعبان المعظم

عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں، ہر قسم کا گہنا، یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی، مہندی، سرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار، پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو، سر میں کنگھی کرنا، اور اگر مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سلجھا لے پٹی نہ جھکا لے، پھلیل، میٹھا تیل، کسم، کیسر کے رنگے کپڑے، یونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگرچہ پڑیا گیرو کا، چوڑیاں اگرچہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے۔ چارپائی پر سونا، بچھونا سونے یا بیٹھنے میں بچھانا منع نہیں۔

مسئلہ (۱۰۲): از میونڈی ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب، ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ درمیان عدت کے عورت سے واسطے کرنے نکاح کے دریافت کرنا کیسا ہے؟

الجواب: عدت میں نکاح کا پیغام دینا بھی حرام ہے اور اگر پیام نہیں، مثلاً اس کے گھر والے دریافت کریں کہ نکاح ثانی کا ارادہ ہے یا کیا، تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۰۳): از شہر متصل جامع مسجد پیارے میاں، معرفت عنایت خاں، ۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ باہر تھی اور خبر انتقال شوہر سن کر آئی اور ایک مکان میں قیام کیا جس میں بیٹھک ہے اور ایک دروازہ صدر ہے، لہٰذا ایام عدت میں بیٹھک سے مکان میں جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: سائل نے بیان کیا کہ عورت گوالیار میں تھی اور وہاں سے آئی، شوہر کا مکان گاؤں میں، یہ وہاں نہ گئی بلکہ شہر میں ایک غیر شخص کے یہاں ٹھہری، اس کی بیٹھک اور زنانخانہ کا کیا پوچھنا اسے سفر کر کے آنا حرام تھا اور غیر شخص کے یہاں ٹھہرنا حرام تھا، بیٹھک ہو یا زنانخانہ اسے حکم ہے کہ شوہر کے مکان میں عدت پورے کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۰۴): ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مر گیا حالتِ نابالغی میں، عمر ۱۴ یا ۱۵ برس کی تھی، زوجہ اس کی ہندہ ۱۳ سال کی، کوئی علامت بلوغت نہ تھی، بعد مرنے زید کے تین روز کے بعد زید کا باپ زید کی زوجہ کو اپنے مکان کو لے گیا، موضع سواڑ میں، اور وہاں لے جا کر ہندہ سے اسٹامپ لکھایا معافی مہر کا، دو چار روز رہ کر پھر اسی مکان پر آ گیا جہاں زید کا انتقال ہوا تھا وہ مکان زید کی نانی کا تھا، اب زید کا باپ ہندہ کے باپ کو ہندہ کو دیکھنے نہیں دیتا، کہتا ہے بعد عدت یا عدت کے اندر میں ہندہ کا نکاح اپنی رائے سے کر دوں گا، اور ہندہ بیمار ہے جاڑا بخار آتا ہے، ہندہ کے باپ کو صدمہ ہوتا ہے کہ میں اس کا علاج کروں لیکن زید کا باپ نہیں بھیجتا نہ دیکھنے دے، ہندہ کے کسی رشتہ دار کو نہیں دیکھنے دیتا، ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ شریعتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بدلنے مکان کے وہی قید باقی رہی، ہندہ کے ذمہ یا بدل گئی کیونکہ زید کا باپ ہندہ کو اس مکان سے اور مکان میں لے گیا دو چار روز رکھا اب ہندہ کا باپ چاہتا ہے کہ شریعت اجازت دے تو میں ہندہ کو اپنے مکان پر لے آؤں اس وجہ سے کہ ہندہ کو زید کے سامنے تکلیف پہنچا تا تھا اب تو اور بھی زیادہ تکلیف پہنچتی ہے ہندہ کو، لہٰذا سوال کا جواب عنایت فرمایا جائے، زید کی نانی کے مکان سے زید کے باپ کا مکان چار کوس ہے۔

الجواب: عدت کے اندر اسے دوسری جگہ لے جانا حرام تھا اور جب تک وہاں رکھا یہ بھی حرام ہوگا مگر اس سے عدت جاتی نہ رہی، موت سے چار مہینے دس دن تک شوہر ہی کے مکان میں رہنا پڑے گا، اگر وہ نابالغہ ہے تو اس کے معاف کئے سے مہر معاف نہیں ہو سکتا اور

Marfat.com

عدت کے اندر تو کوئی اس کا نکاح نہیں کر سکتا جو کرے گا باطل محض ہوگا، عدت کے بعد ہندہ کے باپ کو اس کے نکاح کا اختیار ہے، پدرِ زید کو کچھ اختیار نہیں، اگر یہ کر دے گا، پدرِ ہندہ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر وہ رد کر دے فوراً رد ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۰۵): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور وہ غیر شہر میں جس مکان میں اس کا شوہر سکونت رکھتا تھا، عدت میں ہے لیکن بسبب نادانی اور غیر محرم کے وحشت ناک ہو کر چاہتی ہے کہ والدین کے مکان میں جا کر رہوں، آیا اس کو شرع اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: اولاً یہاں شرعاً واقعی عذر سچی مجبوری دیکھی جاتی ہے، ''واللہ یعلم المفسد من المصلح'' (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے) خدا ہر ایک کا نہاں وعیاں سب جانتا ہے، اگر ایامِ عدت تک وہاں رہنے میں کوئی خوف صحیح واندیشہ واقعہ ہندہ کے مال یا جان یا ناموس پر نہیں، کوئی ضرر صحیح وہاں اتنے دن گزارنے میں نہیں یا ہے تو اس کا علاج اسے ممکن ہے مثلاً اس کے بعض اعزہ محارم اس کے پاس رہ سکتے ہیں، یا قابلِ اعتماد عورات کو سات کے لئے رکھ سکتی ہے اگر چہ اجرت دے کر، تو اسے ہرگز اجازت نہیں ہو سکتی، خوف میں شاید اور عجب نہیں کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ خوف صحیح منشاء صحیح سے ناشی ہونا چاہیے نہ اس وحشت کا کچھ اعتبار جو کم عمری کا لازمہ ہے، خصوصاً ایسے غم کی حالت میں جب تک وہ ایسی شدت پر نہ ہو جس سے نقصان صریح عقل وغیرہ پر پہنچنے کا خطرہ ہو۔

ثانیاً اور اگر واقعہ حالتِ مجبوری ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس مکان سکونت سے قریب تک کون سا مکان ایسا ہے جس میں وہ اندیشہ وخطرہ نہ ہو، اگر اسی شہر میں کوئی دوسرا مکان قابلِ اطمینان اپنے کسی عزیز کا ہو تو وہاں چلی جائے، شہر سے باہر جانے کی اجازت نہیں، بلکہ وہیں دو محلوں میں دو مکان قابلِ اطمینان ہوں ایک دور ایک پاس، تو دور والے میں جانے کی اجازت نہیں، اور اگر اس شہر میں نہ ہو مگر دوسرے شہر کی بہ نسبت شہر والدین اور اس شہر سکونت سے قریب تر ہے میں کوئی مکان قابلِ اطمینان ہے تو وہیں جائے، ہاں اگر سب صورتیں معدوم ہوں تو البتہ بحالتِ ضرر صریح ومجبوری محض اجازت ہے۔ درمختار میں ہے:

موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی مکان میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہوئی ہو، اور وہاں سے منتقل نہ ہوں الا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر ہو اور عورت کرایہ نہ پائے اور دیگر ایسی ضروریات کی وجہ سے مجبور ہو تو قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے، اور طلاق والی عورت کو یہ حکم ہے کہ جہاں خاوند انتظام کرے وہاں رہے۔ (درمختار، باب الحداد، ج ا ص ۲۶۰، مطبع مجتبائی دہلی)

عالمگیریہ میں ہے:

عدت والی عورت جب کسی ایسے مکان میں ہو کہ وہاں اس کے ساتھ کوئی نہ رہتا ہو اور چوروں یا پڑوسیوں سے خائف نہ ہو لیکن وہ عورت رات کو ڈرتی ہو، اگر یہ ڈر شدید نہ ہو تو عورت کو وہاں سے منتقل ہونا جائز نہیں، اور اگر یہ ڈر شدید ہو تو پھر منتقل ہونا جائز ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ایسے ہی مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ ہندیہ، ج ا ص ۵۳۵، الباب الرابع عشر فی الحداد، نورانی کتب خانہ پشاور)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۳ ص ۳۲۷-۳۲۴، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان ۱۴۱۸ھ)

سوگ کے متعلق صدر الشریعہ کی تحقیق

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ الغنی متوفی ۱۳۶۷ھ، سوگ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

حدیث (۱): صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میری بیٹی کے شوہر کی وفات ہوگئی (یعنی وہ عدت میں ہے) اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں، کیا اسے سرمہ لگائیں؟ ارشاد فرمایا: نہیں، دو یا تین بار یہی فرمایا کہ نہیں، پھر فرمایا: کہ ''یہ تو یہی چار مہینے دس دن ہیں اور جاہلیت میں تو ایک سال گزرنے پر مینگنی پھینکا کرتی تھی''۔ (یہ جاہلیت کی رسم تھی کہ سال بھر کی عدت ایک جھونپڑے میں گزارتی اور نہایت میلے کچیلے کپڑے پہنتی، جب سال پورا ہوتا تو وہاں سے مینگنی پھینکتی ہوئی نکلتی اور اب عدت پوری ہوتی)۔

(صحیح البخاری، کتاب الطلاق باب تحد المتوفی عنہا، رقم الحدیث: ۵۳۳۶ ج ۳ ص ۵۰۶)

حدیث (۲): صحیحین میں ام المومنین ام حبیبہ وام المومنین زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے مروی، کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت اللہ (عزوجل) اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اسے یہ حلال نہیں کہ کسی میت پر تین راتوں سے زیادہ سوگ کرے، مگر شوہر پر کہ چار مہینے دس دن سوگ کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب حد المراۃ علی غیر زوجہا، حدیث: ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ج ۱ ص ۴۳۳)

حدیث (۳): ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، مگر شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ کرے اور رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے، مگر وہ کپڑا کہ بننے سے پہلے اس کا سوت جگہ جگہ باندھ کر رنگتے ہیں، اور سرمہ نہ لگائے اور نہ خوشبو چھوئے، مگر جب حیض سے پاک ہو تو تھوڑا سا عود استعمال کرسکتی ہے'' اور ابوداؤد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ مہندی نہ لگائے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ۔ الحدیث ۱۴۹۱ ص ۷۹۹، سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فیما تجتنبہ المعتدۃ فی عدتہا۔ الحدیث: ۲۳۰۲، ج ۲ ص ۴۵۲)

حدیث (۴): ابوداؤد و نسائی نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''جس عورت کا شوہر مر گیا ہے وہ نہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنے اور نہ گیرو کا رنگا ہوا اور نہ زیور پہنے اور نہ مہندی لگائے اور نہ سرمہ''۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق باب فیما تجتنبہ المعتدۃ فی عدتہا، الحدیث: ۲۳۰۴، ج ۲ ص ۴۵۲)

حدیث (۵): ابوداؤد و نسائی، انہیں سے راوی کہ جب میرے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میں نے مصبر (ایلوہ) لگا رکھا تھا، فرمایا: ''ام سلمہ یہ کیا ہے؟''، میں نے عرض کی، یہ ایلوہ ہے اس میں خوشبو نہیں، فرمایا: ''اس سے چہرہ میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے، اگر لگانا ہی ہے تو رات میں لگا لیا کرو، اور دن میں صاف کر ڈالا کرو اور خوشبو اور مہندی سے بال نہ سنوارو''، میں نے عرض کی: کنگھا کرنے کے لیے کیا چیز سر پر لگاؤں؟ فرمایا: کہ ''بیری کے پتے سر پر تھوپ لیا کرو پھر کنگھا کرو''۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق باب فیما تجتنبہ المعتدۃ فی عدتہا، الحدیث: ۲۳۰۵، ج ۲ ص ۴۵۲)

حدیث (۶): حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن کے شوہر کو ان کے غلاموں نے قتل کر ڈالا تھا، وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں کہ مجھے میکے میں عدت گزارنے کی اجازت دی جائے کہ میرے شوہر نے کوئی اپنا مکان نہیں چھوڑا اور نہ خرچ چھوڑا، اجازت دے دی پھر بلا کر فرمایا: ''اسی گھر میں رہو جس میں رہتی ہو، جب تک عدت پوری نہ ہو''۔ لہٰذا انہوں نے چار

Marfat.com

ماہ دس دن اسی مکان میں پورے کیے۔ (جامع الترمذی، ابواب الطلاق، باب ماجاء این تعتد المتوفی عنھا زوجھا الحدیث: ۱۲۰۸، ج ۲ ص ۴۱۱)

سوگ کے متعلق مسائل فقہیہ

مسئلہ (۱): سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے اگرچہ سیاہ ہوں نہ پہنے اور خوشبو کا بدن یا کپڑوں میں استعمال نہ کرے اور نہ تیل کا استعمال کرے اگرچہ اس میں خوشبو نہ ہو جیسے روغن زیتون اور کنگھا کرنا اور سیاہ سرمہ لگانا، یوہیں سفید خوشبودار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا اور زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے، ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے۔ یوہیں پڑیا کا رنگ گلابی، دھانی، چمپئی اور طرح طرح کے رنگ جن میں تزین (یعنی بناؤ سنگھار) ہوتا ہے سب کو ترک کرے۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق فصل فی الحداد ج ۵ ص ۲۲۱، الفتاوی الھندیہ کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد ج ۱ ص ۵۳۳، الجوھرۃ النیرہ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی ص ۱۰۲)

مسئلہ (۲): جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں اسے پہن سکتی ہے، یوہیں سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں جب کہ ریشم کے نہ ہوں۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد ج ۱ ص ۵۳۳)

مسئلہ (۳): عذر کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے مگر اس حال میں اس کا استعمال زینت کے قصد (یعنی ارادہ) سے نہ ہو مثلاً دردسر کی وجہ سے تیل لگا سکتی ہے، یا تیل لگانے کی عادی ہے جانتی ہے کہ نہ لگانے میں دردسر ہو جائے گا تو لگانا جائز ہے، یا دردسر کے وقت کنگھا کر سکتی ہے مگر اس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں ادھر سے نہیں جدھر باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لیے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے، یا سرمہ لگانے کی ضرورت ہے کہ آنکھوں میں درد ہے، یا خارشت (ایک جلدی بیماری جس میں بدن پر پھنسیاں نکل آتی ہیں اور کھجلی ہوتی ہے) ہے تو ریشمی کپڑے پہن سکتی ہے۔ یا اس کے پاس اور کپڑا نہیں ہے تو یہی ریشمی یا رنگا ہوا پہنے مگر یہ ضرور ہے کہ ان کی اجازت ضرورت کے وقت ہے، لہٰذا بقدر ضرورت اجازت ہے، ضرورت سے زیادہ ممنوع مثلاً آنکھ کی بیماری میں سرمہ لگانے کی ضرورت ہو تو یہ لحاظ ضروری ہے کہ سیاہ سرمہ اس وقت لگا سکتی ہے جب سفید سرمہ سے کام نہ چلے اور اگر صرف رات میں لگانا کافی ہے تو دن میں لگانے کی اجازت نہیں۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد، ج ۱ ص ۵۳۳، الدر المختار ورد المحتار کتاب الطلاق فصل فی الحداد ج ۵ ص ۲۲۲)

مسئلہ (۴): سوگ اس پر ہے جو عاقلہ بالغہ مسلمان ہو اور موت یا طلاق بائن کی عدت ہو اگرچہ عورت باندی ہو، شوہر کے عنین ہونے یا عضو تناسل کے کٹے ہونے کی وجہ سے فرقت ہوئی تو اس کی عدت میں بھی سوگ واجب ہے۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، ج ۵ ص ۲۲۱، الفتاوی الھندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد ج ۱ ص ۵۳۴)

مسئلہ (۵): طلاق دینے والا سوگ کرنے سے منع کرتا ہے یا شوہر نے مرنے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ سوگ نہ کرنا جب بھی سوگ کرنا واجب ہے۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق فصل فی الحداد ج ۵ ص ۲۲۱)

مسئلہ (۶): نابالغہ و مجنونہ و کافرہ پر سوگ نہیں۔ ہاں اگر اثنائے عدت میں نابالغہ، بالغہ ہوئی مجنونہ کا جنون جاتا رہا اور کافرہ مسلمان ہوگئی تو جو دن باقی رہ گئے ہیں ان میں سوگ کرے۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق فصل فی الحداد، ج ۵ ص ۲۲۳)

Marfat.com

مسئلہ(۷): ام ولد کو اس کے مولیٰ نے آزاد کر دیا یا مولیٰ کا انتقال ہو گیا تو عدت بیٹھے گی مگر اس عدت میں سوگ واجب نہیں، یوہیں نکاح فاسد اور وطی بالشبہ اور طلاق رجعی کی عدت میں سوگ نہیں۔

(الجوہرۃ النیرہ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی ص ۱۰۳، الفتاوی الھندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد، ج ۱ ص ۵۳۴)

مسئلہ(۸): کسی قریب کے مرجانے پر عورت کو تین دن تک سوگ کرنے کی اجازت ہے اس سے زائد کی نہیں اور عورت شوہر والی ہو تو شوہر اس سے بھی منع کر سکتا ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق فصل فی الحداد، ج ۵ ص ۲۲۳)

مسئلہ(۹): کسی کے مرنے کے غم میں سیاہ کپڑے پہننا جائز نہیں مگر عورت کو تین دن تک شوہر کے مرنے پر غم کی وجہ سے سیاہ کپڑے پہننا جائز ہے اور سیاہ کپڑے غم ظاہر کرنے کے لیے نہ ہوں تو مطلقاً جائز ہیں۔

(الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الطلاق فصل فی الحداد، ج ۵ ص ۲۲۴)

مسئلہ(۱۰): عدت کے اندر چارپائی پر سوسکتی ہے کہ یہ زینت میں داخل نہیں ہے۔

مسئلہ(۱۱): جو عورت عدت میں ہو اس کے پاس صراحۃً نکاح کا پیغام دینا حرام ہے اگرچہ نکاح فاسد یا عتق کی عدت میں ہو اور موت کی عدت ہو تو اشارۃً کہہ سکتے ہیں اور طلاق رجعی یا بائن یا فسخ کی عدت میں اشارۃً بھی نہیں کہہ سکتے اور وطی بالشبہ یا نکاح فاسد کی عدت میں اشارۃً کہہ سکتے ہیں اشارۃً کہنے کی صورت یہ ہے کہ کہے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں مگر یہ نہ کہے کہ تجھ سے، ورنہ صراحت ہو جائے گی یا کہے میں ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں جس میں یہ یہ وصف ہوں اور وہ اوصاف بیان کرے جو اس عورت میں ہیں یا مجھے تجھ جیسی کہاں ملے گی۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد، ج ۱ ص ۵۳۴، الدرالمختار، کتاب الطلاق فصل فی الحداد ج ۵ ص ۲۲۵)

مسئلہ(۱۲): جو عورت طلاق رجعی یا بائن کی عدت میں ہے یا کسی وجہ سے فرقت ہوئی اگرچہ شوہر کے بیٹے کا بوسہ لینے سے اور اس کی عدت میں ہو یا خلع کی عدت میں ہو اگرچہ نفقۂ عدت پر خلع ہوا ہو یا اس پر خلع ہوا کہ عدت میں شوہر کے مکان میں نہ رہے گی تو ان عورتوں کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں نہ دن میں نہ رات میں جب کہ آزاد ہوں یا لونڈی ہو جو شوہر کے پاس رہتی ہے اور عاقلہ، بالغہ، مسلمہ ہو اگرچہ شوہر نے اسے باہر نکلنے کی اجازت بھی دی ہو اور نابالغہ لڑکی طلاقِ رجعی کی عدت میں شوہر کی اجازت سے باہر جاسکتی ہے اور بغیر اجازت نہیں اور نابالغہ بائن طلاق کی عدت میں اجازت و بے اجازت دونوں صورت میں جاسکتی ہے، ہاں اگر قریب البلوغ (بالغ ہونے کے قریب) ہے تو بغیر اجازت نہیں جاسکتی اور عورت پگلی یا بوہری یا کتابیہ ہے تو جاسکتی ہے مگر شوہر کو منع کرنے کا حق ہے۔ مرد و عورت مجوسی (آگ کی پوجا کرنے والے) تھے، شوہر مسلمان ہو گیا اور عورت نے اسلام لانے سے انکار کیا اور فرقت ہو گئی اور مدخولہ تھی لہٰذا عدت بھی واجب ہوئی تو عدت کے اندر اس کا شوہر نکلنے سے منع کر سکتا ہے۔ مولیٰ نے ام ولد کو آزاد کیا تو اس عدت میں باہر جاسکتی ہے اور نکاحِ فاسد کی عدت میں نکلنے کی اجازت ہے مگر شوہر منع کر سکتا ہے۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد، ج ۱ ص ۵۳۴، الدرالمختار، کتاب الطلاق فصل فی الحداد ج ۵ ص ۲۲۷)

مسئلہ(۱۳): چند مکان کا ایک صحن ہو اور وہ سب مکان شوہر کے ہوں تو صحن میں آسکتی ہے اوروں کے ہوں تو نہیں۔

(الدرالمختار، کتاب الطلاق فصل فی الحداد، ج ۵ ص ۲۲۷)

Marfat.com

مسئلہ (۱۴): اگر کرایہ کے مکان میں رہتی تھی جب بھی مکان بدلنے کی اجازت نہیں، شوہر کے ذمہ زمانہ عدت کا کرایہ ہے اور اگر شوہر غائب ہے اور عورت خود کرایہ دے سکتی ہے جب بھی اسی میں رہے۔

(ردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد مطلب الحق ان علی المفتی۔ ج ۵ ص ۲۲۸)

مسئلہ (۱۵): موت کی عدت میں اگر باہر جانے کی حاجت ہو کہ عورت کے پاس بقدر کفایت مال نہیں اور باہر جا کر محنت مزدوری کر کے لائے گی تو کام چلے گا تو اسے اجازت ہے کہ دن میں اور رات کے کچھ حصے میں باہر جائے اور رات کا اکثر حصہ اپنے مکان میں گزارے مگر حاجت سے زیادہ باہر ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر بقدر کفایت اس کے پاس خرچ موجود ہے تو اسے بھی گھر سے نکلنا مطلقاً منع ہے اور اگر خرچ موجود ہے مگر باہر نہ جائے تو کوئی نقصان پہنچے گا مثلاً زراعت کا کوئی دیکھنے بھالنے والا نہیں اور کوئی ایسا نہیں جسے اس کام پر مقرر کرے تو اس کے لیے بھی جا سکتی ہے مگر رات کو اسی گھر میں رہنا ہوگا۔

(الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، مطلب: الحق ان علی المفتی ج ۵ ص ۲۲۸)

مسئلہ (۱۶): موت یا فرقت (علیحدگی) کے وقت جس مکان میں عورت کی سکونت (رہائش) تھی، اسی مکان میں عدت پوری کرے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ گھر سے باہر نہیں جا سکتی اس سے مراد یہی گھر ہے اور اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں بھی سکونت نہیں کر سکتی، مگر بضرورت اور ضرورت کی صورتیں ہم آگے لکھیں گے آج کل معمولی باتوں کو جس کی کچھ حاجت نہ ہو محض طبیعت کی خواہش کو ضرورت بولا کرتے ہیں وہ یہاں مراد نہیں بلکہ ضرورت وہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو۔

مسئلہ (۱۷): عورت اپنے میکے گئی تھی یا کسی کام کے لیے کہیں اور گئی تھی اس وقت شوہر نے طلاق دی یا مر گیا تو فوراً بلا توقف وہاں سے واپس آئے۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد، ج ۱ ص ۵۳۵)

مسئلہ (۱۸): جس مکان میں عدت گزارنا واجب ہے اس کو چھوڑ نہیں سکتی مگر اس وقت کہ اسے کوئی نکال دے مثلاً طلاق کی عدت میں شوہر نے گھر میں سے اس کو نکال دیا، یا کرایہ کا مکان ہے اور عدت عدتِ وفات ہے، مالک مکان کہتا ہے کہ کرایہ دے یا مکان خالی کر اور اس کے پاس کرایہ نہیں یا وہ مکان شوہر کا ہے مگر اس کے حصہ میں جتنا پہنچا وہ قابل سکونت نہیں اور ورثہ اپنے حصہ میں اسے رہنے نہیں دیتے یا کرایہ مانگتے ہیں اور پاس کرایہ نہیں یا مکان ڈھ رہا ہو (گر رہا ہو) یا ڈھنے کا خوف ہو یا چوروں کا خوف ہو، مال تلف (ضائع) ہو جانے کا اندیشہ ہے یا آبادی کے کنارے مکان ہے اور مال وغیرہ کا اندیشہ ہے تو ان صورتوں میں مکان بدل سکتی ہے، اور اگر کرایہ کا مکان ہو اور کرایہ دے سکتی ہے یا ورثہ کو کرایہ دے کر رہ سکتی ہے تو اسی میں رہنا لازم ہے۔ اور اگر حصہ اتنا ملا کہ اس کے رہنے کے لیے کافی ہے تو اسی میں رہے اور دیگر ورثہ شوہر جن سے پردہ فرض ہے ان سے پردہ کرے اور اگر اس مکان میں نہ چور کا خوف ہے نہ پڑوسیوں کا، مگر اس میں کوئی اور نہیں ہے اور تنہا رہتے خوف کرتی ہے تو اگر خوف زیادہ ہو مکان بدلنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں اور طلاق بائن کی عدت ہے اور شوہر فاسق ہے اور کوئی وہاں ایسا نہیں کہ اگر اس کی نیت بد ہو تو روک سکے، ایسی حالت میں مکان بدل لے۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد، ج ۱ ص ۵۳۵، ردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، ج ۵ ص ۲۲۹)

مسئلہ (۱۹): وفات کی عدت میں اگر مکان بدلنا پڑے تو اس مکان سے جہاں تک قریب کا میسر آ سکے اسے لے اور عدت طلاق کی ہو تو جس مکان میں شوہر اسے رکھنا چاہے اور اگر شوہر غائب ہے تو عورت کو اختیار ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر

Marfat.com

فی الحداد، ج ۱ ص ۵۳۵)

مسئلہ (۲۰): جب مکان بدلا تو دوسرے مکان کا وہی حکم ہے جو پہلے کا تھا یعنی اب اس مکان سے باہر جانے کی اجازت نہیں، مگر عدتِ وفات میں بوقتِ حاجت بقدرِ حاجت جس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد، ج ۱ ص ۵۳۵)

مسئلہ (۲۱): طلاقِ بائن کی عدت میں یہ ضروری ہے کہ شوہر و عورت میں پردہ ہو یعنی کسی چیز سے آڑ کردی جائے کہ ایک طرف شوہر رہے اور دوسری طرف عورت، عورت کا اس کے سامنے اپنا بدن چھپانا کافی نہیں اس واسطے کہ عورت اب اجنبیہ ہے اور اجنبیہ سے خلوت جائز نہیں بلکہ یہاں فتنہ کا زیادہ اندیشہ ہے اور اگر مکان میں تنگی ہو اتنا نہیں کہ دونوں الگ الگ رہ سکیں تو شوہر اتنے دنوں تک مکان چھوڑ دے، یہ نہ کرے کہ عورت کو دوسرے مکان میں بھیج دے اور خود اس میں رہے کہ عورت کو مکان بدلنے کی بغیر ضرورت اجازت نہیں اور اگر شوہر فاسق ہو تو اسے حکماً اس مکان سے علیحدہ کردیا جائے اور اگر نہ نکلے تو اس مکان میں کوئی ثقہ (معتبر، قابلِ اعتماد) عورت رکھ دی جائے جو فتنہ کے روکنے پر قادر ہو اور اگر رجعی کی عدت ہو تو پردہ کی کچھ حاجت نہیں اگرچہ شوہر فاسق ہو کہ یہ نکاح سے باہر نہ ہوئی۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، مطلب: الحق ان علی المفتی۔ ج ۵ ص ۲۳۰)

مسئلہ (۲۲): تین طلاق کی عدت کا بھی وہی حکم ہے جو طلاق بائن کی عدت کا ہے، زن و شو اگر بڑھیا بوڑھے ہوں اور فرقت واقع ہوئی اور ان کی اولادیں جن کی مفارقت گوارا نہ ہو تو دونوں ایک مکان میں رہ سکتے ہیں جب کہ زن و شو کی طرح نہ رہتے ہوں۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، ج ۵ ص ۲۳۱)

مسئلہ (۲۳): سفر میں شوہر نے طلاق بائن دی یا اس کا انتقال ہوا اب وہ جگہ شہر ہے یا نہیں اور وہاں سے جہاں جانا ہے مدتِ سفر ہے یا نہیں اور بہر صورت مکان مدتِ سفر ہے یا نہیں، اگر کسی طرف مسافت سفر نہ ہو تو عورت کو اختیار ہے وہاں جائے یا گھر واپس آئے اس کے ساتھ محرم ہو یا نہ ہو، مگر بہتر یہ ہے کہ گھر واپس آئے اور اگر ایک طرف مسافتِ سفر ہے اور دوسری طرف نہیں تو جدھر مسافت سفر نہ ہو اس کو اختیار کرے اور اگر دونوں طرف مسافتِ سفر ہے اور وہاں آبادی نہ ہو تو اختیار ہے جائے یا واپس آئے، ساتھ میں محرم ہو یا نہ ہو اور بہتر گھر واپس آنا ہے اور اگر اس وقت شہر میں ہے تو وہیں عدت پوری کرے، محرم یا بغیر محرم نہ ادھر آسکتی ہے نہ ادھر جاسکتی اور اگر اس وقت جنگل میں ہے مگر راستہ میں گاؤں یا شہر ملے گا اور وہاں ٹھہر سکتی ہے کہ مال یا آبرو کا اندیشہ نہیں اور ضرورت کی چیزیں وہاں ملتی ہوں تو وہیں عدت پوری کرے پھر محرم کے ساتھ وہاں سے سفر کرے۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، ج ۵ ص ۲۳۲، فتاویٰ ہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد، ج ۱ ص ۵۳۵)

مسئلہ (۲۴): عورت کو عدت میں شوہر سفر میں نہیں لے جاسکتا، اگرچہ وہ رجعی کی عدت ہو۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، ج ۵ ص ۲۳۳)

مسئلہ (۲۵): رجعی کی عدت کے وہی احکام ہیں جو بائن کے ہیں، مگر اس کے لیے سوگ نہیں اور سفر میں رجعی طلاق دی تو شوہر کے ہی ساتھ رہے اور کسی طرف مسافت سفر (یعنی ساڑھے ستاون میل (تقریباً ۹۲ کلومیٹر) کی راہ) ہے تو ادھر نہیں جاسکتی۔

(درمختار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، ج ۵ ص ۲۳۳)

(بہارِ شریعت، ج ۲ ص ۲۴۰-۲۴۴ مجلس المدینۃ العلمیہ، دعوتِ اسلامی)

Marfat.com

۵۱۔ بَابُ: مَهْرِ الْبَغِيِّ وَالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ

طوائف کا معاوضہ اور نکاح فاسد کا بیان

وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا تَزَوَّجَ مُحَرَّمَةً وَهُوَ لَا يَشْعُرُ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَلَهَا مَا أَخَذَتْ وَلَيْسَ لَهَا غَيْرُهُ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ لَهَا صَدَاقُهَا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۶)

اور حسن بصری نے کہا: اگر کسی شخص نے عمداً کسی عورت سے نکاح کرلیا جو اس پر حرام تھی، تو اس عورت کو اس کے خاوند سے الگ کردیں گے، اگر عورت مہر میں سے کچھ لے چکی ہے تو اس کو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ملے گا، پھر اس کے بعد حسن بصری نے کہا: اس کو مہرِ مثل ملے گا۔

تنبیہ:

یہ امام بخاری کی اس باب میں تعلیق ہے۔

جس مرد نے کسی مُحرّمہ سے دانستہ نکاح کیا، یا بے خبری میں نکاح کیا، اس کے متعلق فقہاءِ اسلام کے اقوال

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ، نے کہا کہ جب کسی مرد نے مُحرّمہ (میم پر پیش ہے اور راء پر تشدید ہے) سے نکاح کرلیا، یعنی جس عورت سے نکاح کرنا اس پر حرام تھا، اور مستملی کی روایت میں یہ لفظ مَحرمہ ہے (میم پر زبر اور حاء پر جزم اور راء پر زبر)، اور علامہ ابن التین نے کہا: اس سے مراد وہ عورت ہے جو محرم ہے، اور اس مرد نے اس عورت سے اس حال میں نکاح کیا کہ اس کو پتا نہیں تھا کہ یہ عورت اس کے اوپر حرام ہے تو ان دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے گی، اور وہ عورت اپنے شوہر سے جو مہر وصول کرچکی ہے اس کو وہی ملے گا اس کے علاوہ اس کو کچھ نہیں ملے گا، یہ امام مالک کا مشہور قول ہے۔

پھر حسن بصری نے اس قول کے بعد کہا: اس کو مہرِ مثل ملے گا، اور فقہاء کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ اس کو مہرِ مثل ملے گا اور دوسرے گروہ نے کہا ہے: اس کو وہ مہر ملے گا جو اس کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

لیکن کسی مرد نے کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا اس پر حرام تھا، اور اس کو یہ علم تھا کہ اس سے نکاح کرنا حرام ہے، امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ، اور امام محمد حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا: اس مرد پر حد لازم ہوگی اور اس عورت کا کوئی مہر نہیں ہوگا۔

اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ نے کہا اور امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا کہ اس پر حد نہیں ہے، خواہ اس کو یہ علم ہو کہ اس عورت سے نکاح کرنا حرام ہے، اس پر تعزیر لگائی جائے گی۔

اور امام ابوحنیفہ نے کہا یہ تعزیر چالیس کوڑوں سے کم ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۴۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رضی الله عنه قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از ابوبکر بن عبد الرحمٰن از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان

Marfat.com

ثَمَنِ الْكَلْبِ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ۔

کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت سے اور کاہن (غیب کی باتیں بتانے والا) کی مٹھائی سے اور طوائف کے معاوضہ سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۳۷، ۲۲۸۲، ۵۳۴۶، ۵۷۶۱، صحیح مسلم: ۱۵۶۷، سنن ترمذی: ۱۱۳۳، سنن نسائی: ۴۲۹۲، سنن ابو داؤد: ۳۴۸۱، سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۹، مسند احمد: ۱۶۶۲۲، موطا امام مالک ۱۳۶۳، سنن دارمی: ۲۵۶۸)

شیخ وحید الزماں غیر مقلد متوفی ۱۳۲۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کاہن اور کتے کی بیع اور طوائف کی آمدنی کا حرام ہونا اور طوائفوں کی آمدنی سے دعوتیں کھانے کا حرام ہونا

کاہن سے مراد ہے جو غیب کی باتیں بتا کر مال کمائے، یہ سب کمائیاں حرام ہیں، بعضوں نے شکاری کتے کی بیع جائز قرار دی ہے، جو مولوی مشائخ رنڈیوں کی دعوتیں کھاتے ہیں یا فال تعویذ گنڈے کر کے رنڈیوں سے پیسے لیتے ہیں، وہ مولوی مشائخ کہاں ہیں، اچھے خاصے حرام خور ہیں۔ (تیسیر الباری ج ۵ ص ۲۵۷، نعمانی کتب خانہ کراچی جون ۱۹۹۰ء)

شیخ وحید الزمان کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

یہ درست ہے کہ طوائفوں کی آمدنی حرام ہے، اور ان کی آمدنی سے دعوتوں کا کھانا بھی حرام ہے، لیکن شیخ وحید الزمان نے کس دلیل کی بناء پر یہ کہا کہ علماء اور مشائخ طوائفوں کی آمدنی سے دعوتیں کھاتے ہیں، یہ محض ان کی بدگمانی ہے اور علماء اور مشائخ پر تہمت ہے، اور عوام کو علماء اور مشائخ سے بدظن کرنا ہے، قرآن مجید میں ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحجرات: ۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں، اور نہ تم (کسی کے متعلق) تجسس کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اس کو ناپسند کرو گے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O

علماء اور مشائخ عوام کو احکامِ شرعیہ بیان کرتے ہیں اور وعظ اور نصیحت کرتے ہیں اور جب آپ ان پر بہتان باندھ کر اور تہمت لگا کر عوام کو ان سے متنفر کریں گے تو پھر عوام کو احکامِ شرعیہ کون بیان کرے گا اور وعظ و نصیحت کرن کرے گا، کاش! شیخ وحید الزمان اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور علماء اور مشائخ پر بہتان نہ باندھتے۔ سعیدی غفرلہٗ

دوسرے غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی نے بھی اس حدیث کی شرح میں شیخ وحید الزمان کی عبارت نقل کر دی ہے۔ اور ان کی شرح پر بھی وہی تبصرہ ہے جو ہم شیخ وحید الزمان پر تبصرہ کر چکے ہیں۔ (شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۹۶، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۴ء)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے بعض رجال

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، جو ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، تو وہ سفیان بن عیینہ ہیں، اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن کا ذکر ہے، وہ ابن الحارث بن ہشام المخزومی ہیں۔ اور حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، وہ عقبہ بن عمرو الانصاری البدری ہیں۔

کتے کی قیمت کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

حسن بصری، ربیعہ، حماد بن ابی سلیمان، الاوزاعی، امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ، اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، اور داؤد ظاہری متوفی ۳۰۷ھ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، کے نزدیک کتے کی قیمت حرام ہے، اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی متوفی ۹۶ھ، اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد بن حسن الشیبانی متوفی ۱۸۹ھ اور سحنون مالکیہ کے نزدیک جس کتے سے کوئی نفع حاصل ہو (مثلاً شکار کا کتا، یا کھیتوں کی حفاظت کا کتا، یا گھروں کی حفاظت کا کتا) تو اس کی بیع اور اس کی قیمت کو لینا جائز ہے، اور ان مذکور فقہاء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں کتوں کی بیع سے اس وقت منع فرمایا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور جب آپ نے شکار کرنے کے لیے کتوں کو رکھنے کی اجازت دی اور مطلقاً کتوں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا تو اس حدیث کے اندر کتوں کی قیمت کی ممانعت کا جو حکم ہے، وہ منسوخ ہو گیا۔

کاہن کی اجرت اور طوائف کی آمدنی کا حکم

رہی کاہن کی شیرینی یا اس کی آمدنی تو یہ رشوت ہے، جس کو کاہن لیتا ہے اور یہ باطل ہے۔ (کاہن وہ شخص ہے جس سے زمانہ جاہلیت میں لوگ پوچھتے تھے کہ بارش کب ہوگی یا پوچھتے تھے کہ وہ کاشت کاری کر رہے ہیں اس میں انہیں فائدہ ہوگا یا نقصان، یا وہ سفر پر جا رہے ہیں، یا تجارت کے لیے جا رہے ہیں، اس میں ان کو فائدہ ہوگا یا نقصان، تو کاہن انکل پچو سے ان کو غیب کی باتیں بتاتا تھا، اگر وہ کہتا کہ سفر میں فائدہ ہوگا تو وہ سفر پر چلے جاتے اور اگر وہ کہتا کہ سفر میں نقصان ہوگا، تو وہ سفر پر نہیں جاتے، اس زمانہ میں جو سڑکوں پر بیٹھے ہوئے نجومی ہیں، ان کا بھی یہی حکم ہے یا جو ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر غیب کی باتیں بتاتے ہیں، ان کا بھی یہی حکم ہے، یا جو اخباروں میں ہر ہفتے چھپتا ہے کہ آپ کا یہ ہفتہ کیسا گزرے گا اور غیب کی باتیں بتاتے ہیں کہ آپ کو فلاں کام میں فائدہ ہوگا یا نقصان ہوگا، تو یہ سب کاہن کے حکم میں ہیں، ان سے پوچھنا بھی حرام ہے، ان کا بتانا بھی حرام ہے اور ان کی آمدنی بھی حرام ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

رہا طوائف کا معاوضہ تو یہ وہ ہے جو اس نکاح پر دیا جاتا ہے جو حرام ہے، سو یہ حرام ہے، اور قاضی نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں

Marfat.com

اختلاف نہیں ہے کہ طوائف کی آمدنی اور اس کی اجرت اور اس کا معاوضہ حرام ہے، اور اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے گانے والے کی اور ماتم کرنے والے کی اجرت کو حرام قرار دیا ہے اور اس کے بطلان پر فقہاء کا اجماع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۳-۱۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن شافعی

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کتوں کی قیمت کی ممانعت کی تفصیل

اس حدیث میں کتے کی قیمت سے جو منع فرمایا ہے یہ ممانعت ہر قسم کے کتے کو شامل ہے۔

علامہ ابن التین شارح بخاری نے کہا ہے کہ کتے کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم ہے گھروں کا کتا اور دوسری قسم ہے کھیتوں کی حفاظت کا کتا اور مویشیوں کی حفاظت کا کتا، سو پہلی قسم کے کتوں کی قیمت کو لینا اور ان کی بیع حرام ہے، کیونکہ یہ کتے لوگوں کو خوف زدہ کرتے ہیں اور ان کو ایذاء پہنچاتے ہیں، لہٰذا ان کی قیمت حرام ہے۔

اور شکاری کتوں اور مویشیوں کی حفاظت کے کتوں کی خرید و فروخت میں اختلاف ہے، اور اگر کوئی ان کتوں کو قتل کر دے تو اس کے معاوضہ میں قیمت کو لینے میں بھی اختلاف ہے۔

کاہن کی مٹھائی کی قیمت کی تفصیل

کاہن کی مٹھائی سے مراد وہ چیز ہے جو کاہن کو اُجرت دی جاتی ہے، کہا جاتا ہے ''حلوتہ'' یعنی میں نے اس کو مٹھائی دی، اور ''الحُلوان'' رشوت ہے، اور اس کی اصل حلاوت یعنی مٹھاس سے ہے اور اس کو کسی میٹھی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے، کہا جاتا ہے ''حلوتُ فلانا'' جب تم نے اس کو مٹھائی کھلائی، جیسے کہا جاتا ہے ''عسلتہٗ'' میں نے اس کو شہد کھلایا اور ''تمرتہٗ'' میں نے اس کو کھجور کھلائی۔

علامہ ابن ملقن کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: کہ علامہ ابن الملقن نے کاہن کی تعریف ذکر نہیں کی، کاہن وہ شخص ہے جس سے زمانہ جاہلیت میں لوگ مستقبل میں پیش آمدہ مسائل کے متعلق سوالات کرتے تھے، اور ان کے جوابات کے مطابق اپنے آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرتے تھے۔ مثلاً وہ کاہن سے پوچھتے کہ بارش کب ہوگی؟ سفر میں فائدہ ہوگا یا نقصان ہوگا؟ جنات فرشتوں کی باتیں سن کر ان کے کانوں میں کوئی بات ڈال دیتے تھے اور وہ ایک بات کے ساتھ اپنے طرف سے سو باتیں ملا کر بیان کر دیتے تھے، کاہن کے پاس جانا اور اس سے غیب کی باتیں دریافت کرنا جائز نہیں ہے، صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ جو شخص کاہن کے پاس گیا اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔

علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی علمِ غیب پر مطلع فرماتا ہے اور اسی طرح اولیاءِ کرام کو بھی علمِ غیب پر مطلع فرماتا ہے، اور ان دونوں کے علمِ غیب میں فرق ہے

اس زمانہ میں جو لوگ نجومیوں کے پاس جاتے ہیں، یا اخبارات میں پیش گوئیاں پڑھ کر ان کے مطابق عمل کرتے ہیں ان کا

بھی یہی حکم ہے، ان سب چیزوں سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ علامہ عینی کی شرح میں ہم اس کو مزید تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اللہ تعالیٰ نے بہت ساری چیزیں انسان کو نہیں بتائیں مثلاً وہ کب مرے گا، کہاں مرے گا، قیامت کب آئے گی، ان تمام چیزوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے، اور ان کے متعلق تجسس کرنا اور ان کی تحقیق میں پڑنا جائز نہیں ہے، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو اور بعض برگزیدہ اولیاء کرام کو بعض غیب کی باتوں پر مطلع فرما دیتا ہے، معتزلہ کراماتِ اولیاء کے منکر ہیں، اس لیے وہ اولیاء کرام کے لیے علمِ غیب کے قائل نہیں ہیں، لیکن علماءِ اہلسنت دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں اولیاء کرام کے لیے بھی علمِ غیب کے قائل ہیں، اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو بھی علمِ غیب عطا فرماتا ہے، لیکن ان کا علم وحی سے حاصل ہوتا ہے اور وہ قطعی ہوتا ہے اور اولیاء کرام کو جو علمِ غیب حاصل ہوتا ہے وہ الہام کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور وہ ظنی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ

فاحشہ یا طوائف کے معاوضہ اور اس کی آمدنی کی تفصیل

طوائف کا مہر زنا کی قیمت ہے، اور ''البغی'' کے لفظ میں باء پر زبر ہے اور غین پر زیر ہے اور یا پر تشدید ہے، اس حدیث کی بناء پر فقہاء نے کہا ہے کہ جو شخص کسی عورت کو زنا پر مجبور کرے، اس کا مہر نہیں ہوتا۔

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ شارح بخاری نے کہا ہے اس طرح نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کے ناحق قتل کی ممانعت فرمائی ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ جس نے کسی غلام کو قتل کیا تو اس پر اس کی قیمت کا ادا کرنا لازم ہے، اور جس نے کسی آزاد کو قتل کیا تو اس پر اس کی دیت کا ادا کرنا لازم ہے۔

کتے کی قیمت اور فاحشہ کے مہر اور کاہن کی مٹھائی کا حدیث میں ایک ساتھ ذکر اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ان سب کا حکم بھی ایک ہو

اس حدیث میں کتے کی قیمت کا ذکر ہے اور وہ مکروہ ہے اور فاحشہ کے مہر کا ذکر ہے اور کاہن کی مٹھائی کا ذکر ہے اور یہ دونوں حرام ہیں، اور ان کو جمع کرنا ان کے درمیان حکم میں مساوات کو واجب نہیں کرتا، کیونکہ بعض اوقات واجب اور مستحب کو ایک آیت میں جمع کر دیا جاتا ہے، جیسے قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (النحل: ۹۰) بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ عدل اور احسان (نیک کام) کرو۔

عدل اور احسان کا فرق از مصنف

احسان کا درجہ عدل سے بڑھ کر ہے، کیونکہ عدل یہ ہے کہ انسان کسی کو اتنا دے جتنا دینا اس پر واجب ہے اور اس سے اتنا لے جتنا لینے کا اس کا حق ہے اور احسان یہ ہے کہ جتنا اس پر واجب ہے اس سے زیادہ دے اور جتنا اس کا حق ہے اس سے کم لے۔ اسی طرح عدل یہ ہے کہ کسی نے اس کو جتنی ایذاء پہنچائی تھی، وہ اس کو اتنی ہی ایذاء پہنچائے اور احسان یہ ہے کہ وہ اس کی زیادتی کو معاف کر دے، اور اس کے ساتھ نیکی کرے، قرآن مجید میں ہے: ''وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ'' (الشوریٰ: ۴۰) ''برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے، پھر جس نے معاف کر دیا اور نیکی کی تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے اور حدیث میں ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے سب سے افضل عمل

Marfat.com

بتائیے، آپ نے فرمایا: اے عقبہ! جو تم سے قطع تعلق کرے، اس سے تعلق جوڑو، جو تم کو محروم کرے اس کو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرو (اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو معاف کردو)۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۸) (سعیدی غفرلہٗ)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عدل کرنا واجب ہے اور احسان کرنا مستحب ہے، اسی لیے علامہ ابن الملقن نے فرمایا کہ اس آیت میں عدل اور احسان دونوں کا حکم دیا ہے، حالانکہ عدل واجب ہے اور احسان مستحب ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ ایک آیت میں واجب اور مستحب دونوں کا ذکر ہوتا ہے، اسی طرح اس حدیث میں کتے کی قیمت جو مکروہ ہے اور کاہن کی مٹھائی اور فاحشہ کے مہر کو ذکر کیا گیا ہے، حالانکہ یہ دونوں حرام ہیں، اسی لیے ان تینوں کا حدیث میں ایک ساتھ ذکر کرنا اس کو واجب نہیں کرتا کہ ان تینوں کا شرعی حکم بھی ایک ہو، جس طرح عدل اور احسان کا النحل: ۹۰، میں ایک ساتھ ذکر کرنا اس کو واجب نہیں کرتا کہ دونوں کا حکم ایک ہو۔

اور اس پر اجماع ہے کہ فاحشہ عورت کو مہر دینا حرام ہے، اور اس سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔

نکاحِ فاسد کی تفصیل اور نکاحِ فاسد کی دو قسمیں، یا عقدِ نکاح میں فساد ہو اور یا مہر میں فساد ہو

علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

نکاحِ فاسد میں فساد یا تو عقدِ نکاح میں ہوتا ہے یا اس میں فساد مہر میں ہوتا ہے، جو فساد عقدِ نکاح میں ہو تو اکثر امت کے نزدیک وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، اور ان میں سے بعض فقہاء کے نزدیک منعقد ہو جاتے ہیں۔ سو جو نکاح بناء سے پہلے فسخ ہو جائے یہ اس قبیل سے ہے جو عقدِ نکاح میں فساد کی وجہ سے ہوا ہے، اس میں مہر نہیں ہوتا، اور اگر عورت نے کوئی مہر لیا ہے، تو واپس کیا جائے گا، اور جو نکاح بناء کے بعد فسخ ہوا ہے تو اس میں وہ مہر دیا جائے گا جو مقرر ہو چکا ہے۔

اور جو نکاح مہر میں فساد کی وجہ سے فاسد ہوا ہے جیسا کہ خرید و فروخت میں قیمت کے فساد کی وجہ سے بیع فاسد ہوتی ہے، تو یہ نکاح دخول سے پہلے فسخ کر دیا جائے گا، اور اگر مرد دخول کے بعد فوت ہو گیا ہو تو مہر ادا کیا جائے گا۔

عقدِ نکاح میں فساد کی اقسام

اور علامہ ابن القاسم مالکی کا قول ہے کہ ہر وہ نکاح جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح ہے کہ وہ حرام ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں کیا جائے گا، سو وہ نکاح بغیر طلاق کے فسخ کر دیا جائے گا، اور اگر اس نے طلاق دی تو وہ لازم نہیں ہوگی اور شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے جیسا کہ کوئی مرد چار بیویوں کے بعد پانچویں عورت سے نکاح کرلے یا جیسے کوئی مرد اپنی رضاعی بہن سے نکاح کرلے یا اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی پھوپھی سے نکاح کرلے یا اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی خالہ سے نکاح کرلے یا عدت کے دوران عدت والی عورت سے نکاح کرلے۔

جو نکاح حرام ہو اور اس کی حرمت میں اختلاف ہو تو وہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے

نیز علامہ ابن القاسم مالکی نے کہا: ہر وہ نکاح جس کی اجازت یا اس کے فسخ میں علماء کا اختلاف ہے تو اس نکاح میں فسخ طلاق نہیں ہے، اور اس کے اندر وراثت بھی جاری ہوگی اور طلاق بھی جاری ہوگی اور خلع بھی جاری ہوگا، جب تک کہ اس نکاح کو فسخ نہ کر دیا جائے، جیسا کہ کوئی عورت از خود اپنا نکاح کرلے یا بغیر ولی کی اجازت کے نکاح کرلے (میں کہتا ہوں: کہ یہ نکاح ائمہ ثلاثہ

Marfat.com

کے نزدیک ناجائز ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک کسی عاقلہ بالغہ عورت کا اپنے اختیار سے از خود نکاح کرنا یا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا جائز ہے۔سعیدی غفرلہٗ)، یا کوئی باندی اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے یا مہر میں دھوکہ دے، کیونکہ اگر قاضی نے اس کے متعلق فیصلہ کر دیا تو اس کا فیصلہ نہیں توڑا جائے گا، اسی طرح جو نکاح حرام ہو یا جو نکاحِ شغار ہو (نکاحِ شغار کا مطلب یہ ہے کہ ادلہ بدلہ کا نکاح، مثلاً کوئی مرد یہ کہے کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دو اس کے بدلہ میں میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر دوں گا، اس میں طرفین سے مہر مقرر کیا جائے تو اس نکاح کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن اگر مہر مقرر نہ کیا جائے اور صرف یہی مہر ہو کہ تم اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کر دو، میں اپنی بیٹی کا تم سے نکاح کر دوں گا تو یہ نکاح باطل ہے، لیکن اس صورت میں بھی مہرِ مثل لازم ہوگا۔سعیدی غفرلہٗ)، علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں کیونکہ اس قسم کے نکاحوں میں فقہاء کا اختلاف ہے، جیسا کہ ہم نے بتایا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا یا نکاحِ شغار۔

جس نے دانستہ یا نادانستہ نکاحِ حرام کیا، اس کے شرعی احکام

علامہ ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

جس نے ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا، اور اس کو یہ علم نہیں تھا کہ اس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے تو شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور ان پر حد لازم نہیں ہوگی۔اور اس کے مہر میں علماء کے دو قول ہیں، حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ نے یہ کہا کہ جو اس کا مہر مقرر ہو چکا ہے وہ اس مہر کو وصول کرے گی، اور ان کا دوسرا قول ہے کہ اس کے لیے مہرِ مثل لازم ہوگا اور باقی فقہاء بھی انہی دو قولوں پر متفق ہیں، بعض فقہاء نے کہا کہ اس کے لیے مہرِ مثل ہوگا اور بعض فقہاء نے کہا کہ اس کے لیے مقرر شدہ مہر ہوگا۔

اور جس نے کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا اور اس کو علم تھا کہ یہ نکاح حرام ہے تو امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے: اس پر حد لازم ہوگی اور اس کا مہر نہیں دیا جائے گا۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۴۹)

اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے: اس پر حد نہیں ہے اور اگر اس کو تحریم کا علم ہو تو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور امام ابو حنیفہ نے کہا: یہ تعزیر چالیس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہوگی۔

بعض مالکیوں کا باندیوں کے ساتھ وطی حرام اور عورت کے ساتھ نکاحِ حرام کرنے میں حد لازم ہونے یا حد لازم نہ ہونے کا فرق کرنا اور فقہاء احناف کا ان صورتوں میں حد کو لازم نہ کرنا، اس مسئلہ میں فقہاء احناف کے دلائل

ابن القاسم مالکی نے باندیوں کے ساتھ وطی حرام کے اوپر اور آزاد عورتوں کے ساتھ وطی حرام میں فرق کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ جب مرد نے کسی عورت کے ساتھ نکاحِ حرام کیا اور اس کو معلوم تھا کہ یہ نکاح حرام ہے تو اس پر حد واجب ہوگی۔اور جب کسی مرد نے کسی باندی کو خریدا اور اس سے حرام وطی کی اور اس کو معلوم تھا کہ یہ وطی حرام ہے تو اس پر حد نہیں ہوگی۔

اور فقہاء احناف کے سوا باقی فقہاء نکاح میں اور باندی کے ساتھ وطی کرنے میں کوئی فرق نہیں کرتے، اور ان دونوں صورتوں

Marfat.com

میں حد کو واجب کرتے ہیں۔

اور امام ابوحنیفہ جوان صورتوں میں حد کو واجب نہیں کرتے تو ان کی دلیل یہ ہے کہ عقد کی وجہ سے شبہ پیدا ہو گیا ہے خواہ وہ شبہ فاسد ہو، اور شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں، جیسا کہ کسی مرد نے اس باندی کے ساتھ وطی کی جو اس کے اور اس کے شریک کے درمیان مشترک تھی تو یہ وطی بالاتفاق حرام ہے، لیکن اس پر حد نہیں ہوگی، کیونکہ شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی، ہاں ان دونوں صورتوں میں تعزیر ہوگی۔

اسی طرح جو نکاح فاسد ہیں، جیسے معتوعہ عورت سے نکاح کرنا یا بغیر ولی کی اجازت کے نکاح کرنا، یا بغیر گواہوں کے نکاح کرنا یا حائض سے وطی کرنا یا معتکفہ سے وطی کرنا، تو یہ تمام صورتیں حرام ہیں، اور ان تمام صورتوں میں وطی حرام ہے اور اس پر اور مرد پر حد نہیں ہوگی۔

امام مالک ابن انس متوفی ۱۷۹ھ، جو حد واجب کرتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ (النساء:۱۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان) مردوں کی گواہی طلب کرو، پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں میں مقید رکھو حتیٰ کہ انہیں موت آ جائے، یا اللہ ان کے لیے کوئی (اور) راہ پیدا کر دے گا O

علامہ ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ فرماتے ہیں کہ یہ فاحشہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ ان کے لیے کوئی اور راہ پیدا کر دے گا، اور وہ اللہ تعالیٰ نے راہ پیدا کر دی ہے کہ جو عورتیں بدکاری کریں ان کو رجم کر دیا جائے، یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے اور اس پر اجماع قائم ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں سے عقدِ نکاح کر لے اور اپنی بہن سے عقدِ نکاح کر لے تو یہ نکاح جائز نہیں ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور وہ شخص صرف زانی ہے، زنا کا قصد کرتا ہے اور نکاح کی وجہ سے خود سے حد کو ساقط کر رہا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵، ۵۸۷-۵۹۰، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن کی شرح پر مصنف کا تبصرہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل

علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اپنی اس عبارت میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر اعتراض کیا ہے، کیونکہ ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنی ماں یا بہن یا دیگر محرمات کے ساتھ عقدِ نکاح کر کے وطی کر لے تو اس پر حد واجب ہوتی ہے اور اس کو رجم کر دیا جائے گا، اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ اس نے عقدِ نکاح کر لیا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن بھائی کے ساتھ نکاح کرنا جائز تھا، تو ہو سکتا ہے اس کے ذہن میں یہ شبہ ہو کہ جب پچھلی شریعتوں میں محرمات کے ساتھ نکاح جائز تھا، تو اب بھی محرمات کے ساتھ نکاح جائز ہوگا، ہر چند کہ یہ شبہ فاسد ہے، لیکن شبہات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں، اس لیے اگر کسی شخص نے محرمات سے عقدِ نکاح کر لیا تو اس پر حد لازم نہیں ہوگی بلکہ تعزیر ہوگی۔

صحیح البخاری: ۵۳۴۶ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

نکاحِ فاسد کی دو قسمیں اور ان کے احکام کی تفصیل

فاحشہ عورت یا طوائف کا مہر یا اس کا معاوضہ اجماعِ امت سے حرام ہے اور اس سے نسب ثابت نہیں ہوتا، رہا نکاحِ فاسد تو اس کی دو قسمیں ہیں، کبھی عقدِ نکاح میں فساد ہوتا ہے اور کبھی مہر میں فساد ہوتا ہے، جو عقدِ نکاح میں فساد ہو تو اکثر ائمہ کے نزدیک وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، اور جو نکاح مہر کے فساد کی وجہ سے فاسد ہو جیسے خرید و فروخت کے اندر قیمت میں فساد ہوتا ہے تو وہ نکاح دخول سے پہلے فسخ ہو جائے گا اور وہ نکاح باقی رہے گا جب وہ مرد دخول کے بعد فوت ہو جائے۔

اور ابن القاسم مالکی کا آخری قول یہ ہے کہ جس نکاح کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریم پر صریح نص کر دی ہے، اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وہ نکاح بغیر طلاق کے فسخ ہو جائے گا اور اگر اس نے طلاق دی تو وہ لازم نہیں ہوگی اور شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے، جیسا کہ کوئی مرد چار بیویوں سے نکاح کرنے کے بعد پانچویں عورت سے نکاح کر لے، یا اپنی رضاعی بہن کے ساتھ نکاح کر لے، یا اپنی بیوی کی پھوپھی کے اوپر نکاح کر لے، یا اپنی بہن کی خالہ پر نکاح کر لے یا عدت کے اندر نکاح کر لے تو یہ تمام نکاح قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی تصریحات سے حرام ہیں۔

اور ہر وہ نکاح جس کے انعقاد کے جواز میں اور اس کے فسخ میں علماء کا اختلاف ہو، تو اس میں طلاق کے ساتھ نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور اس میں وراثت بھی جاری ہوتی ہے اور طلاق اور خلع کے احکام بھی جاری ہوتے ہیں جب تک نکاح فسخ نہ ہو، جیسا کہ کوئی عورت از خود اپنا نکاح کر لے یا کوئی عورت بغیر ولی کے نکاح کر لے یا کوئی باندی اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے یا مہر میں دھوکہ ہو، یا نکاح شغار ہو تو کیونکہ اس قسم کے نکاحوں کے جواز اور عدمِ جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے، سو یہ نکاح دیگر فقہاء کے نزدیک منعقد ہو جائیں گے۔

علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ اور بغیر ولی کے نکاح کے جواز پر فقہاء احناف کے دلائل

میں کہتا ہوں: ہم متعدد بار بیان کر چکے ہیں کہ عاقلہ بالغہ آزاد عورت کا از خود نکاح کرنا جائز ہے، ہر چند کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نکاح جائز نہیں ہے لیکن تحقیق یہی ہے کہ یہ نکاح جائز ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۳۲)

اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (انہی پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو، جب وہ دستور کے مطابق ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں، اس حکم کے ساتھ ہر اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو، یہ (حکم) تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے، اور اللہ (ہی) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے O

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے خاوند نے طلاق دے دی، حتیٰ کہ عدت گزر گئی اور وہ بائنہ ہو گئیں، پھر ان کی بہن کے خاوند نے ان کو دوبارہ نکاح کا پیغام دیا لیکن حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اپنی حمیت اور عار کی وجہ سے اپنی بہن کو ان کے سابق خاوند کے ساتھ نکاح کرنے سے روکا اور منع کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب طلاق کے بعد عورتوں کی عدت

Marfat.com

پوری ہو جائے اور وہ سابق خاوند سے نکاح کرنا چاہیں تو تم ان کو نکاح کرنے سے نہ روکو، سو جب یہ آیت نازل ہوگئی تو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اپنی حمیت اور عار پر خاک ڈالی اور اپنی بہن کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے سابق خاوند سے نکاح کر لیں، اسی طرح صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے "لاتجبر البکر البالغة" "بالغہ عورت کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جائے گا" اس سے معلوم ہوا کہ آزاد عاقلہ بالغہ عورت اپنی مرضی سے کسی جگہ نکاح کر سکتی ہے اور بہتر یہ ہے کہ وہ کفو کے اندر نکاح کرے تا کہ اس کے خاندان والوں کو غیر کفو میں نکاح کرنے کی وجہ سے عار محسوس نہ ہو۔ (سعیدی غفرلہ)

جس شخص نے کسی ایسی عورت سے نکاح کیا، جس سے نکاح کرنا حرام تھا تو آیا اس پر حد لازم ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء اسلام کا اختلاف

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:

جس مرد نے کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا اور مرد اور عورت دونوں کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ نکاح حرام ہے تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور ان دونوں پر حد نہیں ہوگی، اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس عورت کا مہر لازم ہوگا یا نہیں؟۔

حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ نے کہا ہے: اس عورت نے جو مقرر شدہ مہر لے لیا سو وہ اس کا ہے، پھر ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو مہر مثل ملے گا اور باقی فقہاء کے بھی یہی دو قول ہیں۔

اور جس مرد نے کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا اور اس کو علم تھا کہ یہ نکاح حرام ہے، تو امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے اس مرد پر حد زنا لازم ہوگی، اور اس عورت کے لیے کوئی ملک ثابت نہیں ہوگا اور امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے کہ اس مرد پر حد لازم نہیں ہوگی، خواہ اس کو تحریم کا علم ہو، اس پر تعزیر لگائی جائے گی، (کیونکہ عقد نکاح کی وجہ سے اس نکاح میں شبہ پیدا ہو گیا اور شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ سعیدی غفرلہ)۔ امام ابو حنیفہ نے کہا: اس کی تعزیر میں چالیس کوڑوں سے کم کوڑے لگائے جائیں گے۔

میں کہتا ہوں: کیونکہ اسی کوڑے آزاد مرد کے لیے حدِ قذف ہیں اور چالیس کوڑے غلام کے لیے حد قذف ہیں اور تعزیر حد سے کم ہوتی ہے، اس وجہ سے اس کو چالیس کوڑوں سے کم کوڑے لگائے جائیں گے۔ (سعیدی غفرلہ)

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر بن عمر القریشی المخزومی الاسکندری المالکی التوفی ۸۲۷ھ نے اس حدیث کی شرح میں "صرف محرمة" کی لفظی تحقیق کی ہے کہ یہ لفظ مُحرمة ہے یعنی میم پر زبر ہے حاء پر جزم ہے اور راء پر زبر ہے اور اخیر میں تا پر پیش ہے اور اس سے مراد ہے: "جس سے نکاح کرنا حرام ہو" اور بعض شارحین نے اس کو اسم مفعول قرار دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ حاء پر زبر ہے راء پر تشدید ہے۔ (مصابیح الجامع شرح الجامع الصحیح للبخاری ج ۹ ص ۹۹، دار النوادر، دمشق ۱۴۳۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب کی پہلی حدیث حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری سے مروی ہے جس میں کتوں کی قیمت اور کاہن کی مٹھائی اور فاحشہ عورت کے مہر سے منع فرمایا ہے۔
علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمہور نے کہا ہے جس نے اس عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا اور اس کو علم تھا کہ یہ نکاح حرام ہے تو اس پر حد واجب ہو جائے گی، کیونکہ اس نکاح کی تحریم پر اجماع ہے تو یہاں کوئی ایسا شبہ نہیں ہے جس سے حد ساقط ہو جائے اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے کہ عقدِ نکاح شبہ ہے اور ان کا استدلال اس سے ہے کہ اگر کسی مرد نے ایسی باندی سے وطی کی جس میں اس کا کوئی شریک تھا تو یہ نکاح بالاتفاق حرام ہے اور شبہ کی وجہ سے اس سے حد ساقط ہو جائے گی اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس مرد کا اس باندی کی ملکیت میں جو حصہ ہے وہ حصولِ شبہ کا تقاضا کرتا ہے بخلاف اس نکاح کے جو حرام ہو، اس میں اس کی ملکیت اصلاً نہیں ہے، لہٰذا دونوں مسئلوں میں فرق ہے، اور ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ آزاد عورت سے وطی کرنے میں حد ہے اور مملوکہ سے وطی کرنے میں حد نہیں ہے۔ واللہ اعلم
(فتح الباری ج ۹ ص ۴۹۴-۴۹۵، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۴۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

امام ابوحنیفہ پر اعتراض کا جواب از مصنف

میں کہتا ہوں: کہ امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جس مرد نے کسی ایسی عورت سے عمداً نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا، تو اس پر حد واجب نہیں ہوگی، صرف تعزیر ہوگی، اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ اس پر حد لازم ہوگی، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے جو اس نکاحِ حرام میں عقد کیا تھا تو وہ عقد اس شبہ کو پیدا کرتا ہے کہ شاید اس عقد کی وجہ سے وہ نکاح حلال ہو، اور شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں، جیسا کہ محرمات کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے لیکن اگر کوئی مرد اپنی ماں یا بہن سے عقدِ نکاح کرلے اور اس کو یہ شبہ ہو کہ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بھائی اور بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز تھا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ محرمات کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز ہے، ہرچند کہ یہ شبہ باطل ہے لیکن شبہات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں، لہٰذا اس صورت میں بھی حد ساقط ہو جائے گی اور صرف تعزیر لازم ہوگی۔ سعیدی غفرلہٗ۔

صحیح البخاری: ۵۳۴۶ کی شرح، از علامہ قسطلانی

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری البدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے، خواہ وہ کتا سدھایا ہوا ہو یا نہ ہو، کیونکہ کتا نجس ہے اور فقہاء احناف اور سحنون مالکی نے کہا ہے کہ جن کتوں سے نفع حاصل ہوتا ہے، ان کی بیع جائز ہے (جیسے گھر کی حفاظت کا کتا یا کھیتوں کی حفاظت کا کتا یا مویشیوں کی حفاظت کا کتا۔ وضاحت از سعیدی غفرلہٗ)
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کاہن کی مٹھائی سے بھی منع فرمایا ہے، کاہن وہ شخص ہے جو کسی جن کے واسطہ سے علمِ غیب کا دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کو غیب کی خبریں بتاتا ہے اور اس پر معاوضہ لیتا ہے، یعنی جنات فرشتوں کی مستقبل کے متعلق باتیں سنتے

Marfat.com

ہیں اور کوئی بات سن کر کاہن کے کان میں پھونک دیتے ہیں اور کاہن اس ایک بات کے ساتھ اپنی طرف سے کئی باتیں ملا کر لوگوں کو بتاتا ہے۔

علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ نے الحاوی الکبیر میں لکھا ہے کہ جو مرد کہانت کا کسب کرتا ہے اور لہو ولعب کرتا ہے اس کو منع کیا جائے گا اور وہ جو اس کا معاوضہ لیتا ہے تو اس کو اور دینے والے کو تادیباً سزا دی جائے گی۔

اور اس حدیث میں فاحشہ کے مہر سے بھی منع کیا گیا ہے، یعنی جو زانیہ عورت زنا پر اجرت لیتی ہے اور اس کا نام مہر رکھتی ہے، اس کو مہر تشبیہاً کہا گیا ہے یا اس پر معنی لغوی کے اعتبار سے مہر کا اطلاق کیا گیا ہے اور یہ حدیث اس سے پہلے کتاب البیع میں گزر چکی ہے۔

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۴ ۱۳، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۶ کی شرح، از علامہ کورانی

محارم کے ساتھ نکاح کا باطل ہونا اور اس میں دانستہ اور نادانستہ نکاح کرنے کے احکام کا فرق

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

محارم کے ساتھ نکاح کرنا باطل ہے اور علماء کے نزدیک اس نکاح میں مہر واجب نہیں ہوتا، اگر اس کو اس نکاح کے حرام ہونے کا علم ہو اور اس پر جمہور کے نزدیک حد لازم ہے، اور اگر اس نے کسی عورت سے نکاح حرام کیا اور اس کو اس نکاح کے حرام ہونے کا علم نہیں تھا تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، انہوں نے کہا: دخول سے پہلے اس میں کوئی چیز لازم نہیں ہے اور دخول کے بعد بعض نے کہا: مہرِ مقرر لازم ہے اور بعض نے کہا کہ مہرِ مثل لازم ہوگا۔

کتوں کی قیمت اور کاہن کی مٹھائی کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

علامہ کورانی حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت ابو مسعود عقبہ بدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتوں کی قیمت سے منع فرمایا ہے، اور اس حدیث میں امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کی یہ دلیل ہے کہ کتوں کی بیع جائز نہیں ہے، اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ سے بھی یہی روایت ہے اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے الموطا میں کہا ہے کہ میں اس بیع کو مکروہ قرار دیتا ہوں۔

''کاہن'' اور ''العراف'' کا فرق

حلوان الکاہن: اس لفظ میں حاء پر پیش ہے، یعنی کسی کاہن کو کہانت کی جو اجرت دی جاتی ہے، علامہ ابن الاثیر الجزری الشافعی متوفی ۶۰۶ھ نے کہا ہے: کاہن وہ شخص ہے جو امورِ مستقبلہ کی خبر دیتا ہے، اور اس کا یہ زعم ہوتا ہے کہ ایک جن اس کو آکر غیب کی خبریں بتاتا ہے، اور جو شخص قیافہ سے غیب کی خبر بیان کرتا ہے تو اس کو ''العراف'' کہا جاتا ہے، اس کا یہ حکم نہیں ہے۔

(الکوثر الجاری شرح صحیح البخاری، ج ۹ ص ۶۴-۶۵، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ کورانی کی شرح پر مصنف کا اضافہ، بدلتے ہوئے موسم کی پیش گوئی کرنا، سورج اور چاند گرہن کی پیش گوئی کرنا اور دواؤں کے متعلق پیش گوئی کرنا، کہانت کے حکم میں نہیں ہے

میں کہتا ہوں: جو سائنسدان آلات کے ذریعہ موسم کی خبر دیتے ہیں اور پورے ایک ہفتہ کا موسم بیان کر دیتے ہیں کہ فلاں دن

Marfat.com

اتنا درجہ حرارت ہوگا اور فلاں دن اتنا درجہ حرارت ہوگا اور فلاں دن بارش ہوگی اور فلاں دن بارش نہیں ہوگی، یا آلات کے ذریعہ یہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں سال فلاں مہینے اور فلاں دن سورج گرہن ہوگا یا چاند گرہن ہوگا اور وقت بھی معین کر دیتے ہیں اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ ایسا ہی ہوتا ہے، سو یہ بھی کاہن کے حکم میں نہیں ہے بلکہ عراف کے حکم میں ہے، کیونکہ یہ سائنسدان غیب کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ سورج اور زمین کی حرکت اور ان کے درمیان زمین کے حائل ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے اور دیگر علامات کی وجہ سے یہ پیش گوئی کرتے ہیں اور یہ غیب کا دعویٰ نہیں کرتے اور ان کی دی ہوئی خبر قطعی اور یقینی نہیں ہوتی بلکہ ظنی ہوتی ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ جیسا کہ ایلو پیتھک دواؤں کے اوپر ایکسپائرڈیٹ لکھی ہوتی ہے کہ یہ دوا فلاں تاریخ تک قابل استعمال ہے، اس کے بعد یہ دوا قابل استعمال نہیں ہے، تو میڈیکل سائنٹسٹ اپنے تجربات سے یہ پیشگوئی کرتے ہیں اور ان کی یہ پیشگوئی تقریباً سو فیصد ثابت ہوتی ہے اور جس طرح مختلف ایلو پیتھک دواؤں کے متعلق ڈاکٹرز بتاتے ہیں کہ اس دوا سے سر درد کو آرام آئے گا، اس دوا سے بخار اتر جائے گا، اس دوا سے نمونیہ میں فائدہ ہوگا، سو ان کے یہ اقوال بھی غیب کی خبر پر مبنی نہیں ہوتے بلکہ تجربات پر مبنی ہوتے ہیں، تو جس طرح ان کے مطابق عمل کرنا کاہن کی اٹکل پچو سے دی ہوئی غیب کی خبروں کے حکم میں نہیں ہے بلکہ عراف کے حکم میں ہے، اس لیے موسمی علامات اور سورج گرہن وغیرہ اور دواؤں کے متعلق ان کی خبروں پر عمل کرنا بھی کاہن کی خبروں پر عمل کرنے کے حکم میں نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ

صحیح البخاری: ۵۳۴۶، کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ پہلے تو یہ کہتے تھے کہ اگر کسی نے ایسی عورت سے نکاح کیا جو اس پر حرام ہے اور اس کو تحریم کا علم نہ تھا تو ان کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے اور نکاح کے وقت جو مہر مقرر کیا تھا وہ عورت وہی لے گی اس کے علاوہ کسی شے کی مستحق نہیں، اس کے بعد حسن بصری نے یہ فتویٰ دیا کہ اس کے لئے مہر مثل ہے۔ ان ہی دونوں اقوال پر فقہاء کے اقوال ہیں، بعض مہر مثل کے قائل ہیں اور بعض نکاح کے وقت مقرر شدہ مہر کے قائل ہیں، اور جس نے مُحرمہ سے نکاح کیا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ یہ عورت مجھ پر حرام ہے تو امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک اس پر حد واجب ہے، اور مہر وغیرہ کچھ نہیں۔ سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما نے کہا: اس پر حد نہیں تعزیر ہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تعزیر چالیس کوڑوں سے کم ہوگی۔

اس حدیث سے حسن بصری، ربیعہ، حماد بن ابی سلیمان، اوزاعی، شافعی، احمد اور ایک روایت کے مطابق امام مالک رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا ہے کہ کتے کی قیمت حرام ہے، عطاء، ابراہیم نخعی، امام ابو حنیفہ اور امام محمد رضی اللہ عنہم نے کہا: جن کتوں سے نفع حاصل ہو سکتا ہے ان کی بیع جائز ہے، اور قیمت مباح ہے، انہوں نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کی قیمت کی ممانعت اس وقت تھی جب کتوں کو قتل کرنے کا حکم تھا، جب شکار وغیرہ کے لئے ان سے انتفاع مباح ہوا تو ان کی قیمت بھی مباح ہوگئی اور ان کو قتل کرنے کی نہی منسوخ ہوگئی، ہاں جن کتوں سے انتفاع جائز نہیں ان کی قیمت حرام ہے۔

کاہن لوگوں کو باطل باتیں بتا کر ان سے رشوت وصول کرتے ہیں، یہ حرام ہے، امام طحاوی نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین اشیاء حرام ہیں اور صحیح کی حدیث ایسی روایت ذکر کی۔ (تفہیم البخاری ج ۸ ص ۴۲۰-۴۲۱، جلد ا

Marfat.com

پرنٹرز لاہور، بار اول)

صحیح البخاری: ۵۳۴۶، کی شرح از شیوخ دیوبند

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بغی (باء کے فتحہ، غین کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ) بروزن فعیل، زانیہ کو کہتے ہیں، یہ صفت کا صیغہ ہے اور بِغاء سے مشتق ہے، جس کے معنی زنا کے آتے ہیں، مذکر اور مونث دونوں کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا وزن فعول ہے، اصل میں بَغُوئٌ تھا، واؤ کو یاء سے بدل دیا اور یاء کی مناسبت سے غین کو کسرہ دے کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا گیا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۱۷، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱)

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ درحقیقت نکاح فاسد میں مہر کا مسئلہ بیان فرمانا چاہتے ہیں، لیکن نکاح فاسد کے سلسلہ میں چونکہ ان کے پاس کوئی روایت موجود نہیں ہے، اس لیے انہوں نے مَہرِ بغی کی روایت سے استدلال کیا ہے اور ترجمہ میں ''مہر بغی'' کا اضافہ کر دیا ہے چونکہ نکاح فاسد میں جو وطی ہوتی ہے وہ بھی ایک قسم کا بغاء اور زنا ہے۔

نکاح فاسد کی کئی صورتیں ہیں مثلاً: گواہوں کے بغیر نکاح، زمانہ عدت میں نکاح، نکاح موقت، یہ نکاح فاسد کی صورتیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱)

مُحرمہ: (میم کے ضمہ اور راء کی تشدید کے ساتھ) ای امراۃ محرمۃ علیہ، مُستملی کی روایت میں مَحرمۃ (میم کے فتحہ، حاء کے سکون اور راء کے فتحہ کے ساتھ) ای ذا محرمۃ یعنی ذی رحم محرم خاتون۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی ذی رحم محرم خاتون کے ساتھ نکاح کر لیا اور اس کو معلوم نہیں تھا تو معلوم ہونے کے بعد دونوں کے درمیان تفریق اور جدائی کر دی جائے گی۔

اب رہا یہ کہ اس عورت کو کچھ ملے گا یا نہیں تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ اس کو صداق مسمّی ملے گا یعنی نکاح میں جو مہر طے ہو گیا تھا وہی اس کو ملے گا۔ ''ولها ما اخذت'' سے یہی مراد ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو مہر مثل ملے گا، ''لها صداقها''، یعنی ''صداق مثلها''، یہی دونوں قول جمہور کی طرف منسوب ہیں، بعضوں نے کہا: صداق مسمّی ملے گا اور بعض فرماتے ہیں: مہر مثل ملے گا، ابن بطال نے اس کو اکثر علماء کا قول قرار دیا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۱۸)

محرم سے نکاح کرنے والے کا حکم

یہ صورت تو اس وقت ہے جب کسی آدمی نے بے خبری میں کسی محرمہ سے نکاح کر لیا ہو، لیکن اگر کسی نے دیدہ ودانستہ اس شنیع حرکت کا ارتکاب کیا تو ایسے شخص کے حکم میں اختلافِ فقہاء ہے:

(۱) امام مالک، امام شافعی، حضرت حسن بصری اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ایسے شخص پر حدِ زنا جاری کی جائے گی۔ (المحلی لابن حزم، کتاب الحدود، حکم القتل فیمن اعرس بامراۃ ابیہ، ج ۱۲ ص ۲۰۰)

(۲) امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق کے نزدیک ذی رحم محرم خاتون سے شادی کرنے والے کو قتل کیا جائے گا اور اس کا مال ضبط کر لیا جائے گا۔ (بذل المجہود، کتاب الحدود، باب فی الرجل یزنی بحریمۃ ج ۱۷ ص ۴۲۳)

Marfat.com

(۳) ابن حزم ظاہری کے نزدیک باپ کی بیوی سے نکاح کرنے والے کو تو قتل کیا جائے گا لیکن باقی محارم سے نکاح کرنے والے پر حدزنا جاری کی جائے گی۔ (المحلی لابن حزم ج ۱۲ ص ۲۰۴)

(۴) امام ابوحنیفہ اور حضرت سفیان ثوری کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی بلکہ تعزیراً اس کو سزا دی جائے گی۔ (بذل المجہود ص ۱۷ ص ۴۲۳)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''الحدود تندری بالشبہات'' حدود کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ وہ شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں اور یہاں شبہۃ العقد ہے اس لیے حد شرعی جاری نہیں کی جائے گی، البتہ سخت سزا دی جائے گی۔ (بذل المجہود ج ۱۲ ص ۴۲۲)

شیخ سلیم اللہ خان کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: کہ امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جس مرد نے کسی ایسی عورت سے عمداً نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا، تو اس پر حد واجب نہیں ہوگی، صرف تعزیر ہوگی، اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ اس پر حد لازم ہوگی، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے جو اس نکاحِ حرام میں عقد کیا تھا تو وہ عقد اس شبہ کو پیدا کرتا ہے کہ شاید اس عقد کی وجہ سے وہ نکاح حلال ہو، اور شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں، جیسا کہ محرمات کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے لیکن اگر کوئی مرد اپنی ماں یا بہن سے عقدِ نکاح کر لے اور اس کو یہ شبہ ہو کہ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بھائی اور بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز تھا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ محرمات کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز ہے، ہر چند کہ یہ شبہ باطل ہے لیکن شبہات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں، لہٰذا اس صورت میں بھی حد ساقط ہو جائے گی اور صرف تعزیر لازم ہوگی۔ سعیدی غفرلہٗ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سنن ابی داؤد کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ میرے اپنے چچا (ابو بردہ بن نیار) سے ملاقات ہوئی، ان کے پاس جھنڈا تھا، میں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے تو وہ کہنے لگے: ''بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی رجل نکح امراۃ ابیہ فامرنی ان اضرب عنقہ وآخذ مالہ'' (سنن ابوداؤد، کتاب الحدود ج ۴ ص ۴۵۵، رقم الحدیث: ۴۴۵۷)

حافظ ابن حجر نے ''الاصابۃ'' میں فرمایا کہ نکاح کرنے والے اس شخص کا نام منظور بن زبان اور عورت کا نام ملیکہ بنت خارجہ تھا، لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ منظور بن زبان تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ رہا جب کہ حدیث میں ہے کہ مذکورہ شخص کی گردن مارنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ (تعلیقات بذل المجہود ج ۱۲ ص ۴۲۲)

بہر حال اس روایت سے استدلال کر کے امام احمد فرماتے ہیں کہ ذی رحم محرم سے نکاح کرنے والے کو قتل کیا جائے گا۔

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے قتل کے اس حکم کو مَورِدِ حدیث کے ساتھ خاص کر دیا ہے کہ امراۃ الاب سے نکاح کرنے کی صورت میں تو قتل کیا جائے گا لیکن دوسری محارم میں قتل نہیں بلکہ حدزنا جاری کی جائے گی۔ (المحلی لابن حزم ج ۱۲ ص ۲۰۵)

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ''القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے اور حضرات حنفیہ کے مسلک کو اس میں مدلل بیان کیا ہے۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، کاہن کی اجرت اور زنا کار عورت کی کمائی کے کھانے سے منع فرمایا۔

Marfat.com

یہ حدیث کتاب البیوع میں "باب ثمن الکلب" کے تحت گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱)

کتا فروخت کر کے اس کی قیمت لینا حضرت حسن بصری، امام شافعی، امام احمد کے نزدیک حرام ہے۔

حدیث باب ان حضرات کا مستدل ہے۔

ابراہیم نخعی، سحنون مالکی اور حضرات حنفیہ کے نزدیک ثمن الکلب جائز ہے۔ حدیث میں جو نہی وارد ہے یہ ان حضرات کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واشمۃ (گودنے والی) اور مستوشمۃ (گدوانے والی) پر اور سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت کی ہے اور کتے کی قیمت اور زنا کار کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور تصویر بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔

یہ حدیث بھی کتاب البیوع میں باب ثمن الکلب کے تحت گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱)

تیسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب اماء (باندیوں کی کمائی) سے منع فرمایا، یعنی لونڈیوں نے زنا کر کے جو رقم حاصل کی ہو اس سے منع فرمایا۔ یہ حدیث بھی کتاب البیوع کے آخر میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱)

(کشف الباری عمانی صحیح البخاری، کتاب الطلاق ص ۵۹۳-۵۹۶، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

۵۳۴۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَنَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْبَغِيِّ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرِينَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عون بن ابی جحیفہ نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "الواشمہ" (گودنے والی) اور "المستوشمہ" (گودوانے والی) اور سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے اور کتے کی قیمت سے اور طوائف کی کمائی سے منع فرمایا اور تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۸۶، ۲۲۳۸، ۵۳۴۷، ۵۹۴۵، ۵۹۶۲، صحیح مسلم: ۱۵۹۷، سنن ترمذی: ۱۲۰۶، سنن نسائی: ۳۴۱۶، سنن ابوداؤد: ۳۴۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۷۷، مسند احمد: ۱۸۲۸۱، سنن دارمی: ۲۵۳۵)

صحیح البخاری: ۵۳۴۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند کے تیسرے راوی ہیں عون بن ابی جحیفہ، اس اسم میں جیم پر پیش ہے اور ان کا نام ہے وہب بن عبد اللہ السوائی، انہوں نے کوفہ میں رہائش اختیار کی اور وہیں مکان بنالیا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح کتاب البیوع میں گزر چکی ہے۔ اور کتے کی قیمت کے متعلق اس سے پہلے باب میں تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں ''الواشمہ'' کا لفظ ہے، یہ الوشم سے ماخوذ ہے، اردو میں الوشم کو گودنا کہتے ہیں، اس کا معنی ہے: سوئی سے کھال میں سوراخ کرنا، پھر ان سوراخوں میں سرمہ یا نیل بھر دیا جاتا ہے، (کبھی ان سوراخوں کے ذریعہ گودوانے والے کا نام لکھا جاتا ہے اور کبھی کوئی شخص اپنی کلائی پر اپنے محبوب یا کسی عزیز دوست کا نام لکھ دیتا ہے اور کبھی کسی جانور کی تصویر بنائی جاتی ہے سعیدی غفرلہ)

اور ''المستوشمہ'' کا معنی ہے: جو عورت کسی عورت سے اپنی کلائی پر یہ کام کراتی ہے۔

اس حدیث میں ''آکل الربٰوا'' اور ''موکل الربٰوا'' کا ذکر ہے، ''آکل الربوا'' کا معنی ہے سود کھانے والا اور ''موکل الربٰوا'' کا معنی ہے سود کھلانے والا۔ ان دونوں کو گناہ میں مساوی قرار دیا گیا ہے، اگرچہ ایک میں فائدہ ہے اور دوسرے میں نقصان ہے، یعنی سود کھانے میں فائدہ ہے اور سود کھلانے میں نقصان ہے، اس لیے کہ یہ دونوں فعل حرام ہیں اور دونوں گناہ میں شریک ہیں اور ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی شرح پر مصنف کا اضافہ، سود کھانے والے اور سود کھلانے والے کی مذمت کی توجیہ

ہمارے زمانہ میں سود کا کاروبار بہت عام ہے، اور بعض نام نہاد ترقی پسند لوگ کہتے ہیں کہ زمانۂ اسلام میں سود کی ممانعت اور حرمت اس وجہ سے تھی کہ سود کے ذریعہ غریبوں کا استحصال ہوتا تھا، کوئی غریب شخص اپنی کسی مجبوری میں کسی امیر شخص سے قرض لیتا تو وہ اس سے کہتا کہ اگر تم نے مثلاً ایک ماہ کے بعد میری رقم واپس نہیں کی تو تم کو اس پر اتنا زیادہ سود ادا کرنا ہوگا، یعنی اصل رقم سے زائد دینی ہوگی، پھر اگر ایک ماہ کے بعد وہ اصل رقم اور سود کو ادا نہ کر سکے تو اس مجموعی رقم کے اوپر مزید سود لگا دیا جاتا ہے اور یوں ہر مہینے سود در سود کا اضافہ ہوتا رہتا ہے اور وہ غریب شخص قرض میں بال بال ڈوب جاتا ہے، کبھی ایسا ہوتا کہ ادائیگی کی مدت ایک ماہ کی بجائے ایک سال ہوتی، لیکن اس صورت میں بھی غریب قرض میں بال بال ڈوب جاتا اور امیر کو بغیر کسی محنت کے اور بغیر کسی ذہنی مشقت کے اپنے سرمایہ کو بڑھانے کا موقع ملتا اور یوں امیر امیر تر ہوجاتا اور غریب غریب تر ہوجاتا تو اس وجہ سے اسلام میں سود کی ممانعت کر دی اور سود کو حرام قرار دے دیا، لیکن اس زمانہ میں ایسا نہیں ہے، اس زمانہ میں لوگ کاروبار کرنے کے لیے بینک سے قرض لیتے ہیں اور ان کو جو قرض حاصل ہوتا ہے اس سے وہ تجارت کرتے ہیں اور کارخانے بناتے ہیں، ملز اور فیکٹریاں بناتے ہیں اور پھر اس میں ان کو بے اندازہ نفع حاصل ہوتا ہے اور سال کے بعد وہ بینک کو چھ فیصد مارک اپ ادا کر دیتے ہیں، تو اب ایسا نہیں ہے کہ سود کی وجہ سے غریبوں کا استحصال ہوتا ہو بلکہ سود کی وجہ سے معیشت میں ترقی ہوتی ہے، جب فیکٹریاں بنتی ہیں اور کارخانے قائم ہوتے ہیں تو لوگوں کو روزگار کے مواقع حاصل ہوتے ہیں، اس لیے اس زمانہ میں سود کو جائز قرار دینا چاہیے۔

ہم کہتے ہیں کہ اول تو جو شخص اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے اس کو اللہ اور رسول کے احکام پر عمل کرنا چاہیے، جب اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کر دیا ہے تو خواہ معیشت میں ترقی ہو یا نہ ہو سود سے اجتناب کرنا لازم ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ کاروبار اور تجارت میں اضافہ کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ سود سے رقم حاصل کی جائے، بلکہ اسلام نے اس کا متبادل حل یہ پیش کیا ہے کہ مضاربت کی بنیاد پر ایک فریق رقم مہیا کرے اور دوسرا فریق کاروبار کرے اور ایک مدت خواہ وہ ایک سال ہو کے بعد جو نفع حاصل ہو اس میں رقم لگانے والے اور کاروبار کرنے والے دونوں کو پہلے سے طے شدہ اصول کے مطابق منافع تقسیم کر دیا جائے، اس صورت میں کاروبار کرنے والے کو مضارب کہا جائے گا اور رقم لگانے والے کو رب المال کہا جائے گا، خواہ وہ رب المال بینک ہو یا کوئی اور ادارہ ہو اور

Marfat.com

آج ہمارے ملک میں بلکہ پوری اسلامی دنیا میں مُضاربت کی بنیاد پر اسلامی بینکنگ ہو رہی ہے، لہٰذا یہ عذر صحیح نہیں ہے کہ اگر سود کو ختم کر دیا جائے تو کاروبار اور معیشت تباہ ہو جائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں سود کھلانے والے پر بھی لعنت فرمائی گئی ہے، بعض لوگ بینک سے سود لیتے ہیں اور وہ سودی رقم غریبوں اور ضرورت مندوں کو دے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو سود نہیں کھاتے، ہم لوگوں کو کھلا دیتے ہیں، ظاہر ہے یہ بھی ناجائز ہے، اگر آپ نے غریبوں کی مدد کرنی ہے تو آپ سود کی حرام رقم سے غریب کی مدد کیوں کرتے ہیں، آپ اپنی حلال کمائی سے اور جائز آمدنی سے غریبوں کی مدد کریں اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہم بینک سے سود نہیں لیں گے تو بینک والے وہ سود کی رقم عیسائی مشنریوں کو دے دیں گے اور عیسائی مشنریاں اس رقم کو اسلام کے خلاف تبلیغ پر خرچ کریں گے، تو ہم اس کا سدِ باب اور سدِ ذرائع کرنے کے لیے بینک سے سود لے کر غریبوں کو دے دیتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: یہ دلیل بھی غلط ہے، کیونکہ بینک کے پاس جو سود کی رقم ہے اس کا بینک مالک ہے، وہ جو چاہے اس رقم کا کرے، آپ سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا، آپ سے یہ سوال کیا جائے گا کہ جب سود لینا منع تھا تو آپ نے بینک سے سود کیوں لیا اور جب سود کی رقم کھلانا ممنوع تھا تو آپ نے سود کی رقم غریبوں کو کیوں کھلائی؟ فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے مالِ حرام سے صدقہ کیا اور ثواب کی توقع رکھی تو وہ کافر ہو گیا اور اگر لینے والے نے دینے والے کو دعا دی تو وہ بھی کافر ہو گیا، کیونکہ مالِ حرام سے صدقہ کرنا جب کہ اس کی حرمت قطعی ہو جیسے سود کی حرمت قطعی ہے، اس حرام کو حلال کرنے کے مترادف ہے، اسی طرح جب لینے والا سود کی رقم لے کر دینے والے کو دعا دے گا تو وہ بھی اس حرام کو حلال کرنے کے مترادف ہے، اور حرامِ قطعی کو حلال قرار دینا کفر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ مالِ حرام سے کسی صدقہ کو قبول نہیں فرماتا، اور نہ مالِ حرام سے کسی عبادت کو قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ (البقرہ: ۲۶۷)

اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے پاک چیزوں کو خرچ کرو، اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔

حلال کمائی کی مدح

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام احمد نے حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے اچھا کسب (کمائی) کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: جائز تجارت اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، حضرت عائشہ نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنی پاکیزہ کمائی سے کھاؤ، اور تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی ہے، تمہاری اولاد اور ان کے اموال تمہاری ملکیت ہیں۔

امام احمد، امام عبد بن حمید، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے عمدہ کھانا وہ ہے جس کو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور انسان کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔

حرام مال سے صدقہ کرنے کا وبال

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس کی کمائی حرام ہے اس سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔

امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی حلال کمائی سے حج کے لیے جاتا ہے اور سواری پر بیٹھ کر ندا کرتا ہے ''اللھم لبیک'' تو آسمان سے فرشتہ ندا کرتا ہے ''لبیک وسعدیک'' تمہارا زادِ راہ حلال ہے اور تمہاری سواری حلال ہے، تمہارا حج مبرور ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، اور جب کوئی شخص حرام کمائی سے حج کے لیے جاتا ہے اور سواری پر بیٹھتا ہے اور ''لبیک اللھم لبیک'' کہتا ہے تو آسمان سے فرشتہ ندا کرتا ہے: تمہارا ''لبیک'' کہنا مقبول نہیں، تمہارا سفر خرچ حرام ہے، تمہارا حج غیر مبرور ہے اور مقبول نہیں ہے۔

امام اصبہانی نے ''الترغیب'' میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حرام مال سے حج کیا اور ''لبیک اللھم لبیک'' کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تمہارا ''لبیک'' کہنا مردود ہے، تمہارا حج مردود ہے۔

(الدر المنثور ج ا ص ۳۴۷، مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی، ایران)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کرتا اور چوری کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔ (جامع ترمذی ص ۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی)

اگر کسی شخص کے پاس ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ مال ہو اور اب اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مال اصل مالکوں کو واپس کر دے، اگر وہ فوت ہو چکے ہوں تو ان کے وارثوں کو واپس کر دے، اور اگر ان کا پتا نہ چلے تو اس مال کو ان مالکوں کی طرف سے صدقہ کر دے اور یہ بہر حال جائز نہیں ہے کہ وہ مال حرام سے زکوٰۃ ادا کرے، صدقات و خیرات اور حج و عمرہ کرے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی فقیر کو مالِ حرام سے کوئی چیز دی اور اس میں ثواب کی امید رکھی تو وہ کافر ہو جائے گا، اور اگر فقیر کو معلوم ہو کہ اس کو مالِ حرام سے دیا ہے اور اس نے دینے والے کو دعا دی اور دینے والے نے آمین کہی تو دونوں کافر ہو جائیں گے، لیکن تکفیر اس وقت ہوگی جب اس مال حرام کی حرمت قطعی ہو مثلاً سود، یا خمر اور زنا کی آمدنی۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

ہمارے زمانہ میں لوگ اسمگلنگ کر کے سرمایہ جمع کرتے ہیں، رشوت کے ذریعہ سرمایہ جمع کرتے ہیں، سود کے ذریعہ اور ناجائز لوٹ کھسوٹ کے ذریعہ سرمایہ جمع کرتے ہیں اور متعدد ناجائز طریقوں سے سرمایہ جمع کرتے ہیں، پھر اس سرمایہ سے حج کرتے ہیں، عمرہ کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور خیرات و صدقات کرتے ہیں، ان کو اس مذکور تفصیل پر غور کرنا چاہیے اور اپنے طریقہ کار کو اسلامی طریقہ کے مطابق ڈھالنا چاہیے۔ وما علینا الا البلاغ۔ سعیدی غفرلہ

Marfat.com

تصویر بنانے والوں کی تحقیق

اس حدیث میں مصورین پر بھی لعنت فرمائی گئی ہے، بعض ترقی پسند علماء یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ تصویریں ہیں جو ہاتھ سے کسی کپڑے یا کاغذ پر بنائی جاتی تھیں، جیسے پینٹنگ کے ذریعہ تصویریں بنائی جاتی ہیں، اور کیمرہ کے ذریعہ جو تصویر کھینچی جائے وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے، لیکن ان کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے، کیونکہ حدیث کے اندر تصویر بنانے والے کی حرمت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ تصویر بنانے والا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت کرتا ہے تو اگر کیمرہ کے ساتھ تصویر بنائی جائے خواہ وہ عام کیمرہ ہو یا ویڈیو کیمرہ ہو تو اس سے جو تصویر حاصل ہوگی تو بہر حال وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے مشابہ ہوگی، اس لیے وہ بھی ممانعت اور حرمت میں داخل ہے، تاہم ضرورت کی بناء پر بقدرِ ضرورت کسی حرام کام کے ارتکاب کی گنجائش ہوتی ہے جیسے مردار، خنزیر اور شراب حرام ہے، لیکن اگر کوئی آدمی مر رہا ہو اور اس کو کوئی حلال چیز کھانے کے لیے میسر نہ ہو تو اس کے لیے اتنی مقدار میں حرام چیز کو کھانا جائز ہے جس سے اس کی جان بچ جائے، اسی اصول کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ تصاویر بنانا ممنوع ہے لیکن اس زمانہ میں بعض معاشی ضروریات، کاروباری ضروریات، تعلیمی ضروریات کی وجہ سے تصویر بنانے کی اجازت دی جائے گی، مثلاً شناختی کارڈ بنانا ضروری ہے، اگر شناختی کارڈ نہ بنایا جائے تو آدمی بینک کے اندر اپنا اکاؤنٹ نہیں کھول سکتا، اگر شناختی کارڈ نہ ہو تو آدمی حج یا عمرہ کے لیے سفر نہیں کر سکتا، اگر شناختی کارڈ نہ ہو تو راستہ میں اس کو پولیس تنگ کرتی ہے، اسی طرح ڈرائیونگ لائسنس کے لیے بھی تصویر کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح اسکول اور کالج کے اندر داخلہ کے لیے اور امتحانات کے لیے بھی آئیڈنٹی کارڈ پر تصویر ضروری ہے، اور یہ سب قانونی ضروریات ہیں، اور کوئی آدمی اس زمانہ میں تصویر کے بغیر نہ تعلیم حاصل کر سکتا ہے، نہ کاروبار کر سکتا ہے، نہ سفر کر سکتا ہے، تاہم یہ تصویر اتنی بنانی چاہیے جو پاسپورٹ سائز کی ہو اور پورے جسم کی تصویر نہیں ہونی چاہیے اور شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں اور پکنک وغیرہ میں جو لوگ تفریحاً تصویریں کھینچتے ہیں، ان کی کوئی معاشی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور دینی مدارس کی سالانہ تقسیم اسناد کے جلسوں میں جو تصویریں بنائی جاتی ہیں، ان کی بھی کوئی معاشی ضرورت نہیں ہے، وہ محض تفریحاً بنائی جاتی ہیں یا شوقیہ بنائی جاتی ہیں، لہٰذا ان کی اجازت نہیں دی جائے گی، باقی جو ملکی قانون کی وجہ سے تصویر کھینچنا لازمی ہے، اس میں عام لوگ مسئول نہیں ہوں گے، اس میں مسئول حکومت ہوگی۔ سعیدی غفرلہ

صحیح البخاری: ۵۳۴۷ کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''واشمہ'' وشم سے ہے وہ یہ ہے کہ سوئی کے ساتھ جلد کو چیرا جاتا ہے، پھر اس میں سرمہ بھرا جاتا ہے، ''مستوشمہ'' وہ عورت ہے جس کو اس کام کے لئے بلایا جاتا ہے، سود کھانے والے اور کھلانے والے میں اگرچہ ایک کو خسارہ ہوتا ہے لیکن وہ دونوں حرام فعل ہیں، ایک دوسرے کے معاون اور شریک ہیں۔ (تفہیم البخاری ج ۸ ص ۴۲۱، جدہ پرنٹرز لاہور، بار اول)

۵۳۴۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ نَهَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از

Marfat.com

النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ کَسْبِ الْإِمَاءِ۔

محمد بن جُحادہ از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باندیوں کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۸۳، ۵۳۴۸، سنن ابوداؤد: ۳۴۲۵، مسند احمد: ۹۸۶۹، سنن دارمی: ۲۶۲۰)

شیخ وحید الزمان اہل حدیث متوفی ۱۳۲۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ نے کہا: اگر عمداً کوئی محرم عورت مثلاً ماں بہن بیٹی وغیرہ سے اس کو حرام جان کر نکاح کرے تو اس پر حد پڑے گی ائمہ ثلاثہ اور اہل حدیث کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ نے ایک عجیب بات کہی ہے کہ محرم عورت سے نکاح کرنے میں حد ساقط ہو جائے گی۔

(تیسیر الباری ج ۵ ص ۲۵۸ نعمانی کتب خانہ لاہور جون ۱۹۹۰ء)

شیخ وحید الزمان کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

شیخ وحید الزمان نے اس حدیث کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اس کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس حدیث میں تو باندیوں کی کمائی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ محارم سے نکاح کرنا ممنوع ہے، رہا یہ کہ شیخ وحید الزمان نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی جو عبارت نقل کی ہے اور امام ابوحنیفہ پر جو اعتراض کیا ہے، اس کی تفصیل ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ نکاح کی وجہ سے شبہ پیدا ہو گیا اور شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ سعیدی غفرلہ

دوسرے اہل حدیث عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی نے بھی شیخ وحید الزمان کی شرح من وعن نقل کر دی ہے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۹۶، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۴ء)

شیخ میواتی کی اس شرح پر بھی وہی تبصرہ ہے جو ہم اس سے پہلے شیخ وحید الزمان کی شرح پر کر چکے ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۳۴۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ''مھر البغی'' کا ذکر ہے، اور اس حدیث میں باندیوں کی کمائی کا ذکر ہے تو اس کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باندیوں کی کمائی سے مراد وہ ہے جو باندیاں زنا کرنے کے بعد اس کی اجرت لیتی ہیں تو یہ اجرت بھی ''مھر البغی'' میں داخل ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن جُحادہ (جیم پر پیش) کا ذکر ہے، اور اس حدیث کے ایک اور راوی ابو حازم ہیں ان کا نام سلیمان اشجعی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس باب کی مؤخر الذکر دو حدیثوں کی شرح نہیں لکھی، اسی طرح علامہ ابن بطال

Marfat.com

مالکی نے بھی ان مؤخر الذکر حدیثوں کی شرح نہیں لکھی۔

اسی طرح علامہ کورانی نے بھی اس حدیث کی شرح میں صرف یہی لکھا ہے کہ "علی بن الجعد" میں جیم پر زبر ہے اور عین پر جزم ہے اور نُجادہ میں جیم پر پیش ہے اور حاء پر زبر ہے اور ان کا نام سلیمان اشجعی ہے)۔

(الکوثر الجاری ج ۹ ص ۶۵، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۸ کی شرح از علامہ رضوی

علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسب اماء سے مراد یہ ہے کہ ان سے بدکاری کرا کر مال وصول کیا جائے، یہ حرام ہے اور یہ بدکار عورت کی کمائی میں داخل ہے۔

(تفہیم البخاری ج ۸ ص ۴۲۱، جدہ پرنٹرز لاہور، بار اول)

۵۲- بَابٌ: اَلْمَهْرُ لِلْمَدْخُولِ عَلَيْهَا وَكَيْفَ الدُّخُولُ أَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ وَالْمَسِيسِ

جس عورت سے دخول کیا ہو اس کے پورے مہر کا واجب ہونا، اور دخول سے کیا مراد ہے اور دخول اور مساس (یعنی عورت کو چھونا اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرنا) سے پہلے طلاق دینے کا کیا حکم ہے؟

شیخ وحید الزمان اہل حدیث متوفی ۱۳۲۸ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

جماع کرنا یا خلوت ہو جانا امام ابو حنیفہ، امام محمد اور امام اوزاعی اور اہل کوفہ کا مذہب ہے کہ جب عورت مرد میں خلوت ہو جائے دروازہ بند کر لیں پردہ ڈال لیں تو بس پورا مہر واجب ہو گیا، بشرطیکہ مرد عورت میں کوئی جماع کا مانع نہ ہو مثلاً بیماری یا روزہ یا حیض وغیرہ، اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ پورا مہر اسی وقت واجب ہو گا جب شوہر بیوی سے جماع کر لے۔

(تیسیر الباری شرح بخاری ج ۵ ص ۲۵۸ نعمانی کتب خانہ، جون ۱۹۹۰ء)

باب مذکور کے عنوان کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر صرف خلوت ہو اور جماع نہ ہو تو اس صورت میں مہر کے وجوب کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

یعنی اس باب میں عورت مدخول بھا کے مہر کا حکم بیان کیا گیا ہے، اور کیف الدخول کا مطلب یہ ہے کہ جب مرد نے دروازہ بند کر دیا اور عورت کے اوپر پردہ ڈال دیا تو اس پر مکمل مہر واجب ہو جائے گا اور اس عورت کے لیے عدت بھی ثابت ہو گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ، حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ، اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ متوفی ۱۸ھ، اور حضرت عبد اللہ بن عمر متوفی ۷۳ھ، رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے۔ اور یہی فقہاء احناف کا قول ہے اور لیث اور الاوزاعی اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور فقہاء کے دوسرے گروہ نے یہ کہا ہے کہ مہر صرف مسیس سے یعنی جماع کرنے سے واجب ہوتا ہے، اور یہ قول حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ متوفی ۶۸ھ سے منقول ہے، اسی کے موافق شریح نے اور عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ کا قول ہے اور یہی امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا اور ابوثور کا مذہب ہے۔

امام بخاری نے کہا: ''او طلقها قبل الدخول والمسیس'' یعنی جب مرد نے دخول سے اور جماع سے پہلے عورت کو طلاق دے دی، امام بخاری نے دو لفظ کہے ہیں، دخول اور مسیس، اس میں دو مذہبوں کی طرف اشارہ ہے، ایک مذہب یہ ہے کہ خلوت پر کفایت کی جائے گی اور جماع کی ضرورت ہوگی، اور لفظ مسیس صرف نسفی کی روایت میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴-۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۴۹۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَجُلٌ قَذَفَ امْرَأَتَهُ فَقَالَ فَرَّقَ نَبِيُّ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ وَقَالَ اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ فَأَبَيَا فَقَالَ اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ فَأَبَيَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا قَالَ أَيُّوبُ فَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ فِي الْحَدِيثِ شَيْءٌ لَا أَرَاكَ تُحَدِّثُهُ قَالَ قَالَ الرَّجُلُ مَالِي قَالَ لَا مَالَ لَكَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَقَدْ دَخَلْتَ بِهَا وَإِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَهُوَ أَبْعَدُ مِنْكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے خبر دی از ایوب از سعید بن جبیر، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا ایک مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو العجلان کے بھائیوں (یعنی دو فریقوں) کے درمیان تفریق کردی تھی، اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ بے شک تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے، تو ان دونوں نے انکار کیا، تو آپ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کردی۔ ایوب نے کہا: پس مجھ سے عمرو بن دینار نے کہا: اس حدیث میں کوئی چیز ہے اور میرا گمان ہے کہ تم نے اس کو بیان نہیں کیا، انہوں نے بیان کیا کہ مرد نے کہا: میرے مال کا کیا ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے کوئی مال نہیں ہے اگر تم سچے ہو تو تم اس عورت کے ساتھ دخول کر چکے ہو اور اگر تم جھوٹے ہو تو پھر تم اس سے زیادہ بعید ہو۔

(صحیح البخاری: ۵۳۱۱، ۵۳۱۲، ۵۳۴۹، ۵۳۵۰، صحیح مسلم: ۱۴۹۳، سنن نسائی: ۳۴۷۵، سنن ابوداؤد: ۲۲۵۸، مسند احمد: ۴۴۶۳)

علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ''صداق الملاعنہ'' کے باب میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی تشریح ہو چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۴۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

دخول اور خلوتِ صحیحہ میں فقہاء اسلام کے اقوال

جس مرد نے اپنی بیوی کے اوپر دروازہ کو بند کر دیا اور عورت کے اوپر پردہ ڈال دیا تو عورت کے لیے مہر واجب ہو گیا اور عورت پر عدت بھی ثابت ہو گئی، فقہاء میں سے اللیث، الاوزاعی اور فقہاء احناف اور امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے اور حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ خلوتِ صحیحہ سے مکمل مہر واجب ہو جاتا ہے، خواہ مرد نے بیوی سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو، سوا اس کے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک مریض ہو یا روزہ دار ہو یا محرم ہو یا عورت حائض ہو تو اس صورت میں اس پر عدت ہو گی اور احناف کی دلیل یہ ہے کہ غالب یہ ہے کہ جب دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور عورت پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے تو جماع واقع ہو جاتا ہے تو یہ فعل جماع کے قائم مقام ہے، کیونکہ لوگوں کی فطرت ہے کہ اس حالت میں جماع کرنے سے صبر نہیں کرتے کیونکہ ان پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور جماع کے محرک بہت ہوتے ہیں۔ اور امام شافعی اور فقہاء کی دوسری جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مہر اس وقت واجب ہوتا ہے جب بیوی کے ساتھ جماع کر لیا جائے اور ان کا استدلال قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (البقرہ: ۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی، درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے، البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں، یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)، اور تمہارا زیادہ ادا کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور تم ایک دوسرے پر نیکی کو فراموش نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے کیے ہوئے کاموں کو دیکھنے والا ہے O

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۹۵، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۴۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ خلوتِ صحیحہ سے مہر واجب نہیں ہوتا، صرف جماع سے مہر واجب ہوتا ہے، اس آیت میں جو فرمایا ہے "اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی" تو یہ قرآن کے اسلوب کے مطابق جماع سے کنایہ ہے۔ سعیدی غفرلہٗ

البقرہ: ۲۳۷ کی تفسیر از مصنف

غیر مدخولہ کے مہر اور متاع کی ادائیگی کا بیان

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے عورت کی عدت کے مفصل احکام بیان فرمائے تھے اور اس کے ضمن میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ مردوں کے حقوق عورتوں سے زیادہ ہیں اور عدت طلاق ہو یا عدت وفات اس کے نتیجے میں عورت کے مہر کی ادائیگی مرد پر

واجب ہو جاتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں مہر کے بعض احکام بیان فرمائے، جس عورت کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہے جس کا نکاح کے وقت کوئی مہر مقرر نہیں کیا گیا اور دوسری وہ ہے جس کا نکاح کے وقت مہر مقرر کیا گیا ہو، اول الذکر کو شوہر اپنی حیثیت کے مطابق کچھ استعمال کی چیزیں دے دے اور ثانی الذکر کو نصف مہر ادا کرنا لازم ہے الا یہ کہ عورت نصف مہر سے کچھ رقم معاف کر دے یا شوہر نصف مہر سے زائد ادا کرے اور شوہر کا نصف مہر سے زائد ادا کرنا مکارم اخلاق کے زیادہ قریب ہے۔ غیر مدخولہ کو استعمال کی کچھ چیزیں یا نصف مہر ادا کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ مباشرت سے پہلے فوراً اس کو طلاق دینے سے اس کے مستقبل پر برا اثر پڑے گا اور اس قدر جلد طلاق ہونے سے چہ میگوئیاں ہوں گی اور اس کے لیے جو نکاح کے مزید پیغام آنے ہیں ان میں کمی ہوگی تو اس کی اشک شوئی اور تلافی کے لیے اس کے واسطے نصف مہر کو لازم کیا گیا ہے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نکاح سے پہلے مہر کو مقرر نہ کیا جائے تو نکاح پھر بھی صحیح ہے، تاہم اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا لازم ہوتا ہے یعنی اس جیسی لڑکی یا اس لڑکے کے خاندان میں جتنے مہر کو مقرر کرنے کا رواج ہوا تنا مہر ادا کیا جائے۔

(تبیان القرآن ج ۱ ص ۸۵۰-۸۵۱، فرید بک اسٹال لاہور)

صحیح البخاری: ۵۳۴۹، کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خلوتِ صحیحہ کی وجہ سے مہر اور عدت کے وجوب میں فقہاءِ اسلام کا اختلاف

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: جب شوہر نے دروازہ بند کر دیا اور اپنے بیوی کے اوپر پردہ ڈال دیا تو اس کا مہر اور اس کی عدت واجب ہوگئی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ متوفی ۱۸ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کا یہی مذہب ہے اور یہی فقہاءِ احناف، ثوری، لیث، الاوزاعی اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا مذہب ہے۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ سے فرمایا جنہوں نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی اور پھر مہر کا مطالبہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا: ''اگر تم سچے ہو تو تم اس کے ساتھ دخول کر چکے ہو''، فقہاء نے کہا ہے: پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کے ساتھ دخول کو جماع کی دلیل قرار دیا ہے اگرچہ کبھی دخول کے ساتھ جماع نہیں ہوتا لیکن چونکہ اکثر دخول کے ساتھ جماع ہو جاتا ہے، لہٰذا دخول کو جماع پر محمول فرمایا اور کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں عورتوں کی شہوت مرکوب رکھی ہے۔

فقہاءِ احناف کے دلائل

فقہاءِ احناف نے کہا ہے کہ خلوتِ صحیحہ کے ساتھ طلاق کے بعد پورا مہر واجب ہوتا ہے خواہ اس نے اپنی بیوی سے مباشرت کی ہو یا نہ کی ہو، خواہ اس کی بیوی نے مباشرت کا دعویٰ کیا ہو یا نہ کیا ہو، سوا اس صورت کے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک مُحرِم نہ ہو، یا مریض ہو یا روزہ دار ہو یا عورت حائضہ ہو، پس اگر خلوت اس حال میں ہو پھر خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کے اوپر صرف نصف مہر واجب ہوگا اور اس کی بیوی پر ان کے نزدیک عدت بھی ہوگی ان تمام صورتوں میں۔

Marfat.com

دوسرے فقہاء کے دلائل

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مہر صرف مسیس (یعنی جماع سے) واجب ہوتا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ٦٨ھ سے اسی طرح مروی ہے، اور یہی قاضی شریح بن ھانی متوفی ۷۸ھ اور عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ اور ابن سیرین کا مذہب ہے اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (البقرہ: ۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی، درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے، البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں، یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)، اور تمہارا زیادہ ادا کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور تم ایک دوسرے پر نیکی کو فراموش نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے کیے ہوئے کاموں کو دیکھنے والا ہے O

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ (الاحزاب: ۴۹)

پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے، جس کا تم شمار کرو۔

الاحزاب: ۴۹ کی تفسیر از مصنف

اس آیت میں بیوی کو ہاتھ نہ لگانے کا ذکر ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک خلوت صحیحہ بیوی کو ہاتھ لگانے (عمل زوجیت) کے قائم مقام ہے اور خلوتِ صحیحہ کی تعریف یہ ہے کہ خاوند کی بیوی کے ساتھ خلوت میں عمل زوجیت سے کوئی شرعی مانع نہ ہو مثلاً دونوں میں سے کسی نے احرام باندھا ہو، یا کسی کا روزہ ہو یا بیوی کو حیض ہو اور نہ کوئی حسی مانع ہو مثلاً بیوی کو ایسی بیماری ہو جو اس عمل سے مانع ہو، اور نہ کوئی عقلی مانع ہو مثلاً وہاں کوئی ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے خاوند اس عمل سے حیاء کرے، اگر اس طریقہ سے خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہو، پھر خاوند نے اس عمل سے پہلے بیوی کو طلاق دے دی تو خاوند پر مکمل مہر واجب ہوگا اور اس عورت پر احتیاطاً عدت واجب ہوگی اور اگر اس طرح خلوت نہ ہوئی ہو اور نہ خاوند نے عمل تزویج کیا ہو تو اس پر نصف مہر واجب ہوگا اور عورت پر عدت واجب نہیں ہوگی۔ (حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ٦ ص ۶۴۷)۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ خبر دی ہے کہ عورت طلاق کی وجہ سے جماع سے پہلے نصف مہر کی مستحق ہوگی اور جماع کی وجہ سے اس پر عدت واجب ہوگی اور بغیر جماع کے خلوت معروف نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے شخص یعنی حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا کہ اگر تو سچا ہے تو تو نے جو اپنی بیوی کی فرج کو حلال قرار دیا تھا، اس وجہ سے تو

Marfat.com

اپنے مہر کو وصول کر چکا ہے، اس حدیث کو امام بخاری نے متلاعنین کے باب میں ذکر کیا ہے۔

صورتِ مذکورہ میں تیسرا قول

سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ نے کہا ہے: جب کسی مرد نے اپنے گھر میں عورت کے ساتھ دخول کیا تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور جب عورت نے مرد کے گھر میں دخول کیا تب بھی اس کی تصدیق کی جائے گی اور یہی امام مالک کا قول ہے اور امام مالک کے اصحاب نے اس پر یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کے دعویٰ کی خاوند کے گھر میں تصدیق کی جائے گی کیونکہ گھر مرد کا گھر ہے جو شب باشی کے لیے بنایا گیا ہے اور مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اس گھر میں رکھے، پس لوگوں نے اس عورت کو مرد کے گھر میں داخل کر دیا اور یہ اس کے گھر میں بسانے کے لیے ہے، اور یہ جو کہا ہے کہ عورت کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ مرد کے گھر میں داخل ہوئی، اس سے مراد یہ ہے کہ جب مرد نے عورت سے اس کے گھر میں ملاقات کی اس کے گھر والوں کے ساتھ یا تنہا اور اس کے ساتھ دخول نہیں کیا اور عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ مرد نے اس کو چھوا ہے یا اس کے ساتھ جماع کیا ہے اور مرد نے انکار کیا تو مرد کے قول کا اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ مرد مدعیٰ علیہ ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ پر ثبوت پیش کرے ورنہ مدعیٰ علیہ کے انکار پر فیصلہ کیا جائے گا۔

بیوی کے لیے نصف مہر ثابت ہونے پر امام مالک کے دلائل

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے: پس جب مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ دخول کیا سو اس کو بوسہ دیا اور اس کے کپڑے اتارے اور دونوں اس پر متفق ہیں کہ مرد نے بیوی کے ساتھ جماع نہیں کیا تو بیوی کے لیے نصف مہر ہوگا، اگر زمانہ قریب میں یہ واقعہ ہوا اور اگر اس میں مدت طویل ہوگئی، پھر مرد نے بیوی کو طلاق دی تو پھر بیوی کے لیے مکمل مہر ہوگا اور اس پر دائماً عدت ثابت ہوگی۔ اس قول کو ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے۔

امام شافعی کی دلیل

اور علامہ ابن القصار نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ جب مرد نے عورت کے ساتھ دخول کیا پس، جب یہ کہا گیا کہ اس نے بیوی کے ساتھ وطی نہیں کی اور عورت کہتی ہے: اس نے میرے ساتھ وطی کی ہے تو پھر مرد کے قول کا اعتبار ہوگا، کیونکہ خلوت اس جماع کی غیر ہے جو مہر کو واجب کرتا ہے۔

فقہاءِ احناف کی دلیل

اور ابن عُلیہ نے از عوف از زُرارۃ بن اوفی سے روایت کی ہے کہ خلفاءِ راشدین مہدیین کا اسی پر عمل ہے کہ جس نے اپنا دروازہ بند کر دیا، یا پردہ ڈال دیا تو اس پر مہر واجب ہو جائے گا اور عدت بھی واجب ہو جائے گی اور اسی اثر کے ساتھ فقہاءِ احناف نے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ معلوم ہے عموماً پردہ اسی وقت ڈالا جاتا ہے جب مرد نے بیوی کے ساتھ وطی کی ہو، تو پردہ ڈالنا وطی سے کنایہ ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۱۸-۴۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

صحیح البخاری کی حدیث مذکور کتاب اللعان میں گذر چکی ہے اور یہ درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۹۳، سنن ابوداؤد: ۲۲۵۸، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۷۷)

یہ حدیث اس مسئلہ میں ظاہر ہے کہ مہر دخول کے ساتھ واجب ہوتا ہے اور دخول کا معنی یہ ہے کہ مرد کے آلہ کا سر عورت کی اندام نہانی میں داخل ہو جائے۔

دخول فی الفرج کے علاوہ دیگر صورتوں کے فقہی مسائل

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جب کسی مرد نے دبر میں وطی کی اور جب اس نے اپنی انگلی کی پور کو اپنی بیوی کی دبر میں داخل کر دیا تو علامہ ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ اس کے لیے پورا مہر ثابت ہوگا (ہمارے نزدیک یہ فعلِ مذموم ہے اور یہ جماع نہیں ہے بلکہ اس فعل پر وعید ہے اور اس سے مہر ثابت نہیں ہوگا۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور جس مرد کا آلہ کٹا ہوا ہو یا جو نامرد ہو اور جو اس کی مثل ہو اس میں بھی اختلاف ہے، پس مغیرہ نے کہا کہ جب مدت طویل ہو جائے تو عورت مہر کی مستحق ہوگی، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے مہر کامل ہوگا، خواہ مدت طویل نہ ہو کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان عورتوں کا کیا قصور ہے جب کہ عجز تمہاری طرف سے آیا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۰۸۷۳)

خلوتِ صحیحہ کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ، حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ متوفی ۱۸ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ کا قول یہ ہے کہ جب مرد نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور اپنی بیوی کے اوپر پردہ ڈال دیا تو اس پر مہر واجب ہو گیا اور عدت ثابت ہوگئی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۸۵-۲۸۶، السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۲۵۵)

اور یہی فقہاء احناف، ثوری، لیث اور اوزاعی اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا قول ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۹۱، الاستذکار ج ۱۶ ص ۱۳۰-۱۳۳)

اور ان فقہاء کرام کی دلیل یہ ہے کہ اس باب کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر العجلانی سے فرمایا: ''اگر تم سچے ہو تو تم اپنی بیوی کے ساتھ دخول کر چکے ہو''۔

سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول کو جماع کی دلیل قرار دیا، ہر چند کہ بعض اوقات دخول کے باوجود جماع نہیں ہوتا لیکن چونکہ اکثر دخول کے ساتھ جماع ہو جاتا ہے، اس لیے آپ نے اس کو اکثر پر محمول کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں عورتوں کی شہوت کو رکھا ہوا ہے۔

فقہاء احناف کا مذہب

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ خلوتِ صحیحہ کے ساتھ طلاق کے بعد مکمل مہر واجب ہو جاتا ہے، خواہ شوہر نے اپنی بیوی کے ساتھ وطی کی ہو یا وطی نہ کی ہو یا بیوی نے اس کے وطی کرنے کا دعویٰ کیا ہو یا نہ کیا ہو، سوا اس صورت کے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک محرم

Marfat.com

ہو یا بیمار ہو یا روزہ دار ہو، یا عورت حائضہ ہو۔ پس اگر خلوت اس حال میں ہو اور پھر مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس پر صرف نصف مہر واجب ہوگا اور عورت پر عدت ثابت ہوگی ان تمام صورتوں میں۔ (الاستذکار ج ۱۶ ص ۱۳۰-۱۳۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۵ ص ۵۹۱-۵۹۳ ملخصا وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: اس کے بعد علامہ ابن ملقن نے وہی اقوال بیان کیے ہیں جن کو ہم علامہ ابن بطال کی شرح میں ذکر کر چکے ہیں:

صحیح البخاری: ۵۳۴۹ کی شرح از علامہ کورانی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی متوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کو دخول سے پہلے طلاق دے دی جائے تو اس کے لیے نصف مہر واجب ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ نے خلوتِ صحیحہ کو وطی کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ اور امام مالک نے کہا: اگر مرد بیوی کے پاس داخل ہوا اور مدت طویل گذر گئی تو اس پر مکمل مہر واجب ہوگا۔

پھر امام بخاری نے اس باب میں حضرت عُویمر کے لعان کی حدیث ذکر کی ہے، اور استدلال کا مقام یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُویمر سے اس وقت فرمایا جب انہوں نے اپنی بیوی کو دیے ہوئے مہر کا مطالبہ کیا، تو آپ نے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو تم اس کے ساتھ دخول کر چکے ہو، اور اس حدیث میں دخول کو مکمل مہر کا سبب قرار دیا گیا ہے اور اس میں ان فقہاء کا رد ہے جنہوں نے خلوت کو دخول کے ساتھ ملایا ہے اور اس دلیل پر اعتراض ہے، کیونکہ یہ اس حادثہ کا جواب ہے اور کسی اور امر کی وجہ سے یہ خلوتِ صحیحہ کے سبب سے مہر کے وجوب کے منافی نہیں ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۹ ص ۶۵-۶۶، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۴۹ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دخول اور خلوت کے بعد مہر کے ثبوت اور مہر کے سقوط کی تفصیل

قاعدہ عامہ یہ ہے کہ جب دخول اور خلوت کے بعد تفریق ہو تو ہر حال میں مہر ثابت ہوتا ہے اور اس مہر کا ساقط کرنا ممکن نہیں ہے، لیکن فرض کیا جائے کہ عورت میں کوئی عیب ہے جس کا مرد کو کوئی علم نہیں تھا تو وہ دھوکہ کھانے کی وجہ سے اس مہر کی رقم کو واپس لے گا۔ اور جب دخول اور خلوت سے پہلے تفریق ہو تو عورت کو کچھ نہیں ملے گا، اور اگر دخول کے بعد تفریق ہو تو اس کو نصف مہر ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (البقرہ: ۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی، درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے۔

دخول یا خلوت سے پہلے تفریق ہو تو عورت کو مکمل مہر ملے گا یا نصف مہر ملے گا؟

رہا یہ کہ جب تفریق دخول سے پہلے ہو یا خلوت سے پہلے ہو یا ان کے بعد ہو، اگر تفریق دخول اور خلوت سے پہلے ہو تو اس کی

Marfat.com

تفصیل یہ ہے: اگر تفریق عورت کی جہت سے ہو تو اسے کچھ نہیں ملے گا، اور اگر تفریق مرد کی جہت سے ہو تو اس کو نصف مہر ملے گا الا یہ کہ عورتیں اپنا حق معاف کر دیں اور جب تفریق دخول کے بعد ہو یا خلوت کے بعد ہو تو عورت مکمل مہر کی مستحق ہوگی، کیونکہ مہر دخول کے ساتھ موکد ہو جاتا ہے اور ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح موت کے سبب سے بھی، پس دو فریقوں میں سے اگر ایک فریق مر جائے خواہ دخول سے پہلے تو مکمل مہر ثابت ہوگا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے اس مرد کے متعلق فیصلہ کیا جس نے ایک عورت سے عقد کیا اور پھر وہ فوت ہو گیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ اس عورت کو وراثت بھی ملے گی اور مہر بھی ملے گا اور اس پر عدت بھی ہوگی، تو ایک مرد نے کھڑے ہو کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق جو ہماری ایک عورت تھی، اس کے متعلق ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا جس طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا ہے، تو حضرت مسعود رضی اللہ عنہ اس سے خوش ہوئے۔

خلوتِ صحیحہ سے مہر کے وجوب کے متعلق فقہاءِ اسلام کی عبارات

لیث، اوزاعی اور فقہاء احناف اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ جس مرد نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور اپنے بیوی پر پردہ ڈال دیا تو اس کے لیے مہر واجب ہو جائے گا اور اس عورت پر عدت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ متوفی ۱۸ھ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کا بھی یہی موقف ہے۔

اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ خلوتِ صحیحہ سے مکمل مہر واجب ہوتا ہے، خواہ مرد نے عورت کے ساتھ مباشرت کی ہو یا نہ کی ہو، سوا اس صورت کے کہ دونوں میں سے کوئی ایک مریض ہو یا روزہ دار ہو یا مُحرم ہو، یا عورت حائضہ ہو تو اس کے لیے نصف مہر ہوگا اور اس پر مکمل عدت ہوگی اور ان کا استدلال اس سے ہے کہ غالب اور اکثر یہ ہے کہ جب دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور عورت پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے تو پھر جماع کا وقوع ہوتا ہے، تو گمانِ غالب یہ ہے کہ کمرہ بند کرنا اور عورت پر پردہ ڈالنا جماع سے کنایہ ہے، کیونکہ مردوں کی طبیعت میں یہ چیز رکھی گئی ہے کہ وہ جماع سے صبر نہیں کر سکتے کیونکہ ان پر شہوت غالب ہوتی ہے اور شہوت پورا کرنے کے محرکات بکثرت ہوتے ہیں۔

اور فقہاءِ شافعیہ اور دوسرے گروہ نے یہ کہا ہے کہ مکمل مہر صرف جماع سے واجب ہوتا ہے اور ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (البقرہ: ۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی، درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور شریح ھانی ۷۸ھ اور عامر بن شراحیل ۱۰۳ھ سے بھی اس قسم کا اثر مروی ہے۔

اور اس باب کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عُویمر نے لعان کے بعد یہ کہا کہ میرے دیے ہوئے مال کا کیا ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مال اس کے عوض میں ہے جو تم نے اپنی بیوی کی فرج کو حلال کیا تھا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۱۱۱-۱۱۱۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری:۵۳۴۹ کی شرح از شیوخ دیو بند

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی مہتمم جامعہ فاروقیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مدخول بہا کے لیے مہر واجب ہے، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ جو عورت مدخول بہا ہے، اس کے لیے مہر واجب ہے، اگر مہر مسمی ہے اور پہلے سے مقرر ہے تو مہر مثل واجب ہوتا ہے۔

وکیف الدخول:

دخول کی کیفیت اور اس کی حقیقت شرعیہ کی تفصیل میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے۔
حضرات حنفیہ، امام احمد اور ایک روایت میں امام مالک فرماتے ہیں کہ دخول حقیقت میں خلوت صحیحہ ہے، اگر عورت کے ساتھ مرد کی خلوت ہو جائے، اس طرح کہ کوئی شرعی یا حسی مانع موجود نہ ہو تو ایسی خلوت کو دخول قرار دیا جائے گا۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دخول سے مراد جماع ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔
(فتح الباری ج ۹ ص ۶۱۹)
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر دخول شوہر کے گھر میں ہوا ہے تو وہاں عورت کا قول معتبر ہوگا یعنی اختلاف کی صورت میں شوہر کو بینہ اور گواہوں کے ذریعہ ثابت کرنا پڑے گا اور اگر ثابت نہ کر سکے تو عورت کا قول مع الیمین معتبر ہوگا۔
اور اگر بیوی کے گھر میں دخول ہوا ہے تو وہاں زوج کا قول معتبر ہوگا۔ یعنی اگر اختلاف ہو جائے تو عورت کو بینہ سے ثابت کرنا پڑے گا نہیں تو مرد کا قول مع الیمین معتبر ہوگا اور بینہ سے ثابت کرنا کوئی مشکل بات نہیں اس لیے کہ ان کے ہاں دخول سے مراد خلوت ہے اور اس کا علم لوگوں کو ہو جاتا ہے۔

او طلقها قبل الدخول والمسیس

یعنی اگر کسی آدمی نے دخول اور مسیس سے پہلے طلاق دے دی تو اس کا کیا حکم ہے؟ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دخول کے بعد ''مسیس'' کا لفظ ذکر کیا ہے اور یہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ دخول، مسیس، مس اور جماع ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دخول کے بعد مسیس کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وہ امام شافعی کی تائید فرما رہے ہیں کیونکہ ان کے یہاں دخول جماع کے معنی میں ہے۔
باب کے تحت امام نے جو حدیث نقل فرمائی ہے، اس کے آخر میں ہے ''ان کنت صادقا فقد دخلت بها'' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدخول بہا مہر کی حق دار ہوتی ہے۔ (کشف الباری عمانی صحیح البخاری، کتاب الطلاق، ص ۵۹۷-۵۹۸، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

۵۳- بَابُ: اَلْمُتْعَةِ لِلَّتِي لَمْ يُفْرَضْ لَهَا

جب عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو تو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کے لیے اسے کچھ چیزیں (کپڑے، زیور، یا نقد روپیہ) دینا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَ اَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۚ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

(البقرہ:۲۳۶-۲۳۷)

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو، اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو، خوشحال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق، دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے O اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی، درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے، البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں، یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)، اور تمہارا زیادہ ادا کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور تم ایک دوسرے پر نیکی کو فراموش نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے کیے ہوئے کاموں کو دیکھنے والا ہے O۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾

(البقرہ:۲۴۱-۲۴۲)

اور مطلقہ عورتوں کے لیے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا پرہیز گاروں پر لازم ہے O اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیات کو بیان فرماتا ہے تا کہ تم سمجھو O

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاعنہ میں لعان والی عورت کو کچھ دینے کو واجب نہیں کیا، جب اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی۔

باب مذکور کی شرح از نواب وحید الزمان غیر مقلد

غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

مطلقہ عورت کو حسنِ سلوک کے لیے جو چیزیں دی جاتی ہیں، اس کو اصطلاح میں مُتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کہتے ہیں، اس کے متعلق حنفیہ اور عطاء اور شعبی اور نخعی کا یہ قول ہے کہ یہ مُتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) اس عورت کے لیے واجب ہے جس کا مہر مقرر نہ ہوا ہو، اور صحبت سے پہلے اس کو طلاق دے دی جائے، بعضوں نے کہا: کسی کے لیے متعہ واجب نہیں ہے، امام مالک سے یہی منقول ہے، امام بخاری کا میلان دوسرے قول کی طرف معلوم ہوتا ہے، یہ متعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) مہر کے علاوہ ہے، اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے، جتنا ہو سکے دے سکتے ہیں کم از کم بیس درہم کی مالیت دے اور نصف مہر سے زیادہ نہ دے، اور حسن بصری نے کہا کہ بیس درہم متعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) میں دیے جائیں۔ (تیسیر الباری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۵۹ نعمانی کتب خانہ لاہور، جون ۱۹۹۰ء)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کے ثبوت میں فقہاءِ اسلام کے اقوال

یعنی یہ باب اس مطلقہ کے المتعہ کے حکم کے بیان میں ہے، جس کے ساتھ دخول نہ کیا گیا ہو اور اس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔

المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) میں اختلاف ہے، فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) ہر مطلقہ کے لیے واجب ہے خواہ اس کے ساتھ دخول نہ کیا گیا ہو، اور اس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو، یہ قول حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ سے منقول ہے، اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی متوفی ۹۶ھ اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ کا بھی یہی قول ہے۔ اور فقہاءِ احناف کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کے ساتھ مہر جمع نہیں ہوتا۔

اور حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ اور شریح بن ھانی متوفی ۷۸ھ اور حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

اور فقہاءِ احناف نے کہا ہے: اگر مرد نے عورت کے ساتھ دخول کیا، پھر اس کو طلاق دے دی تو وہ اس کو المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) پیش کرے گا، اور اس پر جبر نہیں کیا جائے گا اور یہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور الاوزاعی کا قول ہے۔ مگر الاوزاعی نے کہا: اگر زوجین میں سے کوئی ایک غلام ہو تو پھر المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) واجب نہیں ہے۔ اور حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ امام شافعی سے بھی امام ابو حنیفہ کے قول کے مثل منقول ہے۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے: ہر مطلقہ عورت کے لیے المتعہ ہے، خواہ وہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا ہو۔ جب اس کو طلاق دے دی جائے اور اس کا مقرر شدہ مہر اس کو نہ دیا گیا ہو، اور اس کو دخول سے پہلے طلاق دی اور یہی امام شافعی اور ابو ثور کا قول ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ سے روایت ہے کہ ہر مطلقہ عورت کے لیے متعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) ہے، اور اسی کی مثل حسن بصری، سعید بن جُبیر اور ابو قلابہ سے منقول ہے۔

فقہاء کی ایک اور جماعت نے کہا ہے کہ المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کسی جگہ پر بھی واجب نہیں ہے، اور یہ ابنِ ابی لیلیٰ، ربیعہ، امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور لیث اور ابن ابی اسامہ کا قول ہے۔

امام بخاری نے اس عنوان پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

امام بخاری کا اپنے موقف پر البقرہ ۲۳۷-۲۳۶، سے استدلال

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو، اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو، خوشحال پر اس کے

Marfat.com

الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ (البقرہ:۲۳۶-۲۳۷)

موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق، دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے O اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی، درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے، البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں، یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)، اور تمہارا زیادہ ادا کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور تم ایک دوسرے پر نیکی کو فراموش نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے کیے ہوئے کاموں کو دیکھنے والا ہے O

امام بخاری کے استدلال کی تقریر از علامہ عینی اور اس آیت کا شانِ نزول

امام بخاری کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ ہر مطلقہ کے لیے مُطلقاً مُتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) واجب ہے، اور یہ سعید بن جُبیرہ وغیرہ کا قول ہے اور امام محمد بن جریر طبری کا بھی یہی مختار ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے: ''متعوھن'' اس میں المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) دینے کا امر ہے، اور یہ اس کا معاوضہ ہے کہ جو شوہر سے فوت ہو گیا یا رہ گیا وہ یہ معاوضہ اپنی حیثیت کے مطابق دے، جو خوش حال ہو وہ اپنی وسعت کے مطابق دے اور جو تنگدست ہو وہ اپنی گنجائش کے مطابق دے۔

یہ آیت انصار کے ایک مرد کے متعلق نازل ہوئی جس نے بنوحنیفہ کی ایک عورت سے نکاح کیا تھا اور اس کا مہر مقرر نہیں کیا تھا، پھر دخول سے پہلے اس کو طلاق دے دی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو المتعہ دو، خواہ ایک ٹوپی دو''۔

المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزوں) کے وجوب کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ صرف اسی عورت کے لیے متعہ واجب ہے اور باقی مطلقات کے لیے مُتعہ مستحب ہے۔ نیز اس آیت میں فرمایا: ''متاعا'' یعنی شریعت میں یہ حسن سلوک کرنا مستحسن ہے، اور محسنین کے اوپر یہ واجب ہے کہ وہ مطلقات کے ساتھ حسن سلوک کریں اور ان کو المتعہ (یعنی کچھ چیزیں) دیں۔ اس کے بعد امام بخاری نے درج ذیل آیات پیش کیں:

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ ۝ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (البقرہ:۲۴۱-۲۴۲)

اور مطلقہ عورتوں کے لیے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا پرہیز گاروں پر لازم ہے O اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیات کو بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ''، امام بخاری نے اس آیت کے عموم سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر مطلقہ مطلقاً کے لیے متعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) دینا واجب ہے، اور علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے کہا ہے کہ اس آیت میں ''المطلقات'' کا بہ طور عموم ذکر فرمایا ہے اور ان کے لیے المتعہ کو (یعنی بہ طور حسن سلوک کے استعمال کی

Marfat.com

چند چیزیں) واجب قرار دیا ہے، جب کہ ان میں سے کسی ایک کے لیے متعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کو دینا واجب ہے اور یہ وہ مطلقہ ہے جو غیر مدخول بہا ہو۔

البقرہ: ۲۴۱ کا البقرہ ۲۳۶ سے منسوخ ہونا اور اس پر یہ اشکال کہ پہلی آیت بعد والی آیت سے کیسے منسوخ ہوگئی اور اس کا علامہ زمخشری کی طرف سے جواب

اور البقرہ: ۲۴۱ میں فرمایا ''حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ''، اور البقرہ: ۲۳۶ میں فرمایا ''حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ''، اور یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ○ (البقرہ: ۲۳۶)

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو، اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو، خوشحال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق، دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے ○

اگر تم یہ سوال کرو کہ آیتِ متقدمہ آیتِ متاخرہ سے کیسے منسوخ ہوگئی تو میں کہوں گا: کبھی آیت تلاوت میں متقدم ہوتی ہے اور تنزیل میں متاخر ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تلاوت میں مقدم ہونے اور تنزیل میں مؤخر ہونے کی نظیر

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ (البقرہ: ۱۴۲)

عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ ان (مسلمانوں) کو ان کے اس قبلہ (بیت المقدس) سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ (پہلے) تھے، آپ کہیے کہ مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں۔

یہ آیت تلاوت میں مقدم ہے اور اس کے ساتھ دوسری آیت یہ ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ○ (البقرہ: ۱۴۴)

بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں، پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں، اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیر لو، اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ اس سے غافل نہیں ہے ○

سو پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تحویلِ قبلہ کا حکم دیا گیا، اور جب تحویلِ قبلہ ہوگئی، اس پر یہودیوں نے اعتراض کیا، لیکن تلاوت میں یہودیوں کے اعتراض کا پہلے ذکر ہے اور تحویلِ قبلہ کا بعد میں ذکر ہے، تو اس طرح بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تلاوت میں ایک چیز کا

حکم پہلے ہوتا ہے اور اس کے متعلق آیت بعد میں نازل ہوتی ہے۔

المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزوں) کی مقدار کے متعین نہ ہونے اور اس کی مقدار کے متعلق فقہاءِ اسلام کے اقوال

اور حافظ ابو عمر ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ ھ نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ قرآن مجید میں جس المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کا ذکر ہے اس کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، نہ اس کی کوئی حد متعین ہے۔ اور امام مالک بن انس سے مروی ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو ان کو متعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) میں ایک باندی پیش کی، اور ابن سیرین متعہ میں خادم کو اور نفقہ کو اور لباس کو پیش کرتے تھے، اور حسن بن علی اپنی بیوی کو دس ہزار درہم بہ طور متعہ دیتے تھے، تو ان کی بیوی نے کہا: یہ جدا ہونے والے دوست کی طرف سے متاع قلیل ہے۔ اور قاضی شریح پانچ سو درہم بطور متعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) دیتے تھے اور اسود بن یزید تین سو درہم بہ طور متعہ دیتے تھے، اور عروہ ایک خادم کو پیش کرتے تھے، اور قتادہ نے کہا: المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) ایک چادر ہے ایک دوپٹہ ہے اور ایک قمیص ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے کہا: یہ متعہ ہر آزاد عورت کے لیے ہے یا باندی کے لیے ہے اور کتابیہ کے لیے ہے جو خاوند کی جہت سے ہو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ ھ سے منقول ہے کہ المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) تیس درہم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک باندی کو متعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) میں دیتے تھے۔

احادیث لعان میں لعان شدہ عورت کے لیے المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزوں) کا ذکر نہ ہونے کی بحث

اس کے بعد امام بخاری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاعنہ میں متعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کا ذکر نہیں کیا جب لعان والی عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس کلام سے یہ ارادہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لعان کے متعلق جو احادیث روایت کی گئی ہیں ان میں المتعہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور گویا کہ امام بخاری نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس عورت سے لعان کیا گیا ہو اس کے لیے المتعہ ثابت نہیں ہوتا۔

علامہ محمد یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ نے کہا ہے کہ امام بخاری کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ ہر مطلقہ کے لیے المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) ثابت ہوتا ہے، اور جس عورت سے لعان کیا گیا ہو، وہ مطلقات میں داخل نہیں ہے، پھر انہوں نے کہا کہ امام بخاری نے جو "طلقها" کا لفظ کہا ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ لعان شدہ عورت بھی مطلقہ ہے، پھر علامہ کرمانی نے یہ جواب دیا کہ نفسِ لعان سے فراق حاصل ہو جاتا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: تمہارے لیے اس عورت پر کوئی سبیل نہیں ہے۔ اور حضرت عویمر نے جو اپنی بیوی کو طلاق دی تھی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے طلاق نہیں دی تھی بلکہ

Marfat.com

یہ کلام زائد ہے جوان سے صادر ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۵-۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۵۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ حِسَابُكُمَا عَلَى اللهِ أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَالِي قَالَ لَا مَالَ لَكَ إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ أَبْعَدُ وَأَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از سعید بن جبیر از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے لعان کرنے والے دو فریقوں سے کہا: تمہارا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، اور مرد سے فرمایا: تمہاری اس عورت کے اوپر کوئی سبیل نہیں ہے، تو اس مرد نے: کہا یا رسول اللہ! اور میرے مال کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے کوئی مال نہیں ہے، اگر تم صادق ہو تو تم نے جو اپنی بیوی کی فرج کو حلال کیا ہے تو وہ مال اس کا معاوضہ ہے اور اگر تم جھوٹے ہو تو پھر تم زیادہ بعید ہو اور تمہارا مال اس عورت سے زیادہ بعید ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۱۱، ۵۳۱۲، ۵۳۴۹، ۵۳۵۰، صحیح مسلم: ۱۴۹۳، سنن نسائی: ۳۴۷۵، سنن ابوداؤد: 2258، مسند احمد: ۴۴۶۳)

صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث عنقریب گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے اس عورت کے لیے المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کا ذکر نہیں کیا جس کے ساتھ ان کے شوہر نے لعان کیا تھا، کیونکہ اس میں متعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کے ساتھ تعارض نہیں کیا گیا، اور نبی ﷺ نے فرمایا: کہ تم اس سے زیادہ بعید ہو، یہ اسمِ تفضیل کا صیغہ ہے، یعنی جب تم اس سے مباشرت کر چکے ہو تو تمہارا اس سے مطالبہ کرنا یہ بہت زیادہ بعید ہے اور اس کو آپ نے تاکید کے لیے دوبارہ ذکر فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزوں) کے ثبوت کے متعلق فقہاءِ اسلام کے اقوال

المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کے ثبوت میں فقہاءِ اسلام کا اختلاف ہے، فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ المتعہ دینا اس مطلقہ کے لیے واجب ہے جس کے ساتھ دخول نہ کیا گیا ہو اور اس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کا مذہب ہے، اور عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور عامر بن شراحیل الشعبی متوفی ۱۰۳ھ اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی متوفی ۹۶ھ اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ کا بھی یہی قول

ہے اور فقہاء احناف کا بھی یہی مذہب ہے، اور مہر کو المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۲۶۵)

(یہ تمام آثار امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی متوفی ۲۳۵ھ نے ذکر کیے ہیں: مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۴۵، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۶ھ)

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ قاضی شریح بن ھانی متوفی ۷۸ھ اور حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ (الاستذکار ج ۱۷ ص ۲۸۰-۲۸۱، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

فقہاء احناف نے کہا ہے: اگر مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ دخول کیا، پھر اس کو طلاق دے دی تو وہ اس کو المتعہ (یعنی بہ طور حسن سلوک کے چند چیزیں، مثلاً کچھ کپڑے، کچھ زیور یا کچھ نقد روپیہ یا غلام یا باندی) دے گا، اور مرد کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور یہ الثوری، اور ابن حی اور الاوزاعی کا قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر زوجین میں سے کوئی ایک غلام ہو تو پھر اس پر المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) دینا واجب نہیں ہے، خواہ اس نے دخول سے پہلے طلاق دی ہو اور اس کے لیے مہر مقرر نہ کیا ہو۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۲۶۵-۲۶۶)

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ سے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے قول کی مثل منقول ہے۔ اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے: ہر مطلقہ کے لیے المتعہ ہوتا ہے (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) خواہ وہ عورت مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا، جب جدائی مرد کی جانب سے ہو یا نکاح مرد کی جانب سے مکمل نہ ہوا ہو، سوا اس عورت کے جس کا مہر مقرر کیا گیا ہو اور اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی ہو، اسی طرح نامرد کی بیوی، اور یہ امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر مطلقہ کے لیے متعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) ہوتا ہے اور اسی کی مثل حسن بصری، سعید بن جبیر، ابوقلابہ اور فقہاء کی ایک جماعت سے منقول ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ (البقرہ: ۲۴۱)

اور مطلقہ عورتوں کے لیے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا پرہیز گاروں پر لازم ہے ○

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ وہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا ہو۔

(الاستذکار للحافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ ج ۱۷ ص ۲۸۵، ۲۸۳، ۲۸۲، ۲۸۰، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) کسی جگہ بھی واجب نہیں ہے اور یہ ابن ابی لیلیٰ اور ربیعہ کا قول ہے، اور یہی امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور اللیث اور ابن ابی سلمہ کا قول ہے۔

اور امام شافعی کی دلیل وہ ہے جس کو امام مالک نے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ ہر مطلقہ کے لیے مُتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) ہے، سوا اس عورت کے کہ جس کا مہر مقرر کیا گیا ہو اور اس کو طلاق دی گئی ہو اور اس کے شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو، تو اس کے لیے نصف مہر ہوگا۔ (الموطاص ۳۵۴)

امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے: میرا گمان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے

Marfat.com

استدلال کیا ہے:

وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ (البقرہ: ۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی، درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے، البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں، یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)، اور تمہارا زیادہ ادا کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور تم ایک دوسرے پر نیکی کو فراموش نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے کیے ہوئے کاموں کو دیکھنے والا ہے O

سو انہوں نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا کہ اس عورت کا حکم تمام مطلقات کے حکم سے خالی ہے، اور شاید کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ مطلقہ نے شوہر سے طلاق کے وقت جو بھی فائدہ اٹھایا ہے وہ اس کو لے لے، پس جب کہ مدخول بہا کوئی چیز لے لیتی ہے اور غیر مدخول بہا بھی کچھ لے لیتی ہے تو جب اس کے لیے مہر فرض نہیں کیا گیا اور یہ عورت غیر مدخول بہا تھی اور اس کے لیے فرض کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے نصف مہر لے اور نصف مہر جو ہے وہ المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) سے زائد ہے۔ اور اس نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تو اس کے لیے المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) واجب نہیں ہوگا۔ (کتاب الام ج ۷ ص ۲۲۸، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ)

فقہاءِ احناف کے دلائل

فقہاءِ احناف کی دلیل وہ ہے جس کو امام ابو عبید الھروی متوفی ۲۲۷ھ نے بیان کیا ہے، کہ ہم نے دیکھا کہ عورتوں کی المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) میں تین قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جس میں دو قسموں کے لیے متعین کو ذکر کیا گیا ہے، اور یہ وہ عورتیں ہیں جنہیں دخول کے بعد طلاق دی گئی ہو، خواہ ان کے لیے مہر مقرر کیا گیا ہو یا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو، اور دوسری قسم وہ مطلقات ہیں جن کو دخول سے پہلے طلاق دی گئی ہو اور ان کا مہر مقرر کیا گیا ہو، پس ان عورتوں کے لیے کامل مقرر شدہ مہر ہوگا، پس جب یہ دو حق ان کے لیے واجب ہو گئے تو اب ان کو المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) دینا محض اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وجہ سے ہوگا اور واجب نہیں ہوگا۔ اور ہم نے دو واجب پائے اور اس وقت المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وجہ سے غیر واجب ہے اور ہم نے اس آیت کو پایا جس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ خوش حال کے لیے اس کی حیثیت کے مطابق المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) ہے اور تنگ دست کے لیے اس کی گنجائش کے مطابق المتعہ (یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں) ہے۔ اور یہی تیسری قسم ہے اور یہ وہ مطلقات ہیں جن کے ساتھ دخول نہیں کیا گیا اور نہ ان کے لیے مہر فرض کیا گیا ہے اور وہ آیت یہ ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَةً ۖۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو، اور

قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (البقرہ:۲۳۶) تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو، خوشحال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق، دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے O

پس اس صورت میں المتعہ دینا حتمی اور واجب ہے، اور اگر یہ متعہ نہ ہوتا تو اس وقت عقدِ نکاح باطل ہو جاتا، اس وجہ سے کہ وہ ان عورتوں کے ساتھ جماع نہیں ہوتا تا کہ وہ صدقات کی مستحق ہوں اور ان کے لیے مہر فرض نہیں کیا جاتا تا کہ وہ صدقات کی مستحق ہوں، اس لیے ہر حال میں ان کو متعہ دینا واجب ہے۔

جو فقہاء المتعہ کو واجب قرار نہیں دیتے، ان کے دلائل

اور جن فقہاء نے متعہ کو اصلاً واجب نہیں قرار دیا، ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

''ومتعوھن''، ''اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو''۔ اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ اس حکم پر عمل کرنا واجب ہے لیکن اس کے ساتھ وہ چیز نہیں ہے جو اس حکم کے اثبات پر دلیل ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے ساتھ خوش حال اور تنگدست کو ملا کر ذکر کیا ہے۔

اور نکاح میں واجبات کی دو قسمیں ہیں یا تو نکاح منکوحات کے حال کے اعتبار سے ہوگا جیسے مہر جو مہر مثل کو واجب کرتا ہے۔

یا زوجین کے حال کے اعتبار سے ہوگا جیسا کہ نفقات اور متعہ (یعنی بہ طور حسن سلوک کے چند چیزیں) ان دونوں قسموں سے خالی ہے، کیونکہ اس میں صرف مرد کی حالت کا اعتبار کیا گیا ہے، بایں طور کہ خوشحال زیادہ متعہ دے گا اور تنگ دست کم متعہ دے گا۔

نیز المتعہ (یعنی بہ طور حسن سلوک کے چند چیزیں) اگر فرض ہوتا، تو اس کی ایک مقدار معلوم ہوتی جیسا کہ دیگر مالی فرائض کی مقدار معلوم ہوتی ہے، مثلاً زکوٰۃ اور فطرہ کی، اور ہم نے نہیں دیکھا کہ مال میں کوئی فرض اور واجب ہو اور اس کی مقدار غیر معلوم ہو، اور جب اس طرح سے نہیں ہے، تو پھر المتعہ (یعنی بہ طور حسن سلوک کے چند چیزیں) فرض کی حد سے نکل کر استحباب اور ارشاد کی طرف نکل گیا، اور اس میں جو احادیث ہیں وہ صلۂ رحم اور ہدیہ کے طور پر ہیں۔

نیز جب اللہ تعالیٰ نے المتعہ کو مخصوص عورتوں کے متعلق ثابت کیا ہے یعنی جن عورتوں کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور ان کو جماع سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو تو ان کے لیے المتعہ یعنی بہ طور حسن سلوک استعمال کی چند چیزوں کے دینے کو ثابت فرمایا ہے، تو اس میں یہ دلیل ہے کہ متعہ غیر واجب ہے، کیونکہ واجبات وہ ہوتے ہیں جو لوگوں پر عموماً لازم ہوتے ہیں جیسے نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ، پھر جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ'' (البقرہ:۲۳۶) اور فرمایا ''عَلَى الْمُتَّقِيْنَ'' (البقرہ:۲۴۱)

اسی طرح شریح بن حانی نے تاویل کی ہے انہوں نے ایک مرد سے کہا اگر تم محسنین میں سے ہو تو متعہ (یعنی بہ طور حسن سلوک کے چند چیزیں) دو، اور اگر تم متقی ہو تب بھی المتعہ دو۔ اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ المتعہ واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وعلی المتقین'' (البقرہ:) اور علیٰ وجوب کے لیے آتا ہے، اور ''عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ'' (البقرہ:۲۳۶) میں اس کو مستحب قرار دیا ہے۔

فقہاءِ مالکیہ کا مسلک اور ان کے دلائل

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا: یہ وہ تفسیر ہے، جس سے ہمارے اصحاب نے استدلال کیا ہے اور اس کا یہ

Marfat.com

جواب دیا گیا ہے کہ اس کو ترک کرنے میں کوئی ایسی تحدید نہیں ہے جو اس کے وجوب کو ساقط کردے جیسے اولاد کا اور بیویوں کا نفقہ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرہ:۲۳۳)

جس کا بچہ ہے، اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے۔

اور ہم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بچے کے باپ کے اوپر بچے کی ماؤں کے لیے کوئی معین مقدار واجب کی ہو، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا (الطلاق:۷)

صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کردے گا O

المتعہ کی مقدار معین نہ ہونے پر دلائل

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ہند زوجہ ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم (ابوسفیان کے مال سے) اتنی مقدار خرچ لے لو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو (صحیح البخاری:۲۲۱۱) اور اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرچ کی کسی مقدار کو معین نہیں فرمایا۔

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے روایت کی ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور ان کو متعہ (یعنی بہ طور حسن سلوک کے چند چیزیں) میں ایک باندی دی۔ (الموطا امام مالک ص ۳۵۴)

اور محمد بن سیرین المتعہ (بہ طور حسن سلوک کے چند چیزیں) میں خادم اور نفقہ اور لباس دیتے تھے۔ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو متعہ میں دس ہزار درہم دیے، تو انہوں نے یہ کہا کہ متاع قلیل ہے جو جدا ہونے والے دوست سے پہنچی ہے۔

اور شریح بن ہانی متوفی ۷۸ھ نے متعہ میں پانچ سو درہم دیے، اور اسود بن یزید نے متعہ میں تین سو درہم دیے، اور عروہ نے متعہ میں ایک خادم دیا، اور قتادہ نے کہا: المتعہ میں ایک چادر ہے، ایک قمیص ہے اور دوپٹہ ہے۔

یہ تمام آثار امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ نے المصنف عبدالرزاق میں روایت کیے ہیں۔

(ج ۷ ص ۷۳-۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نیز یہ آثار امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی متوفی ۲۲۷ھ نے بھی روایت کیے ہیں۔

(سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۳-۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کا بھی یہی مذہب ہے، انہوں نے کہا: یہ متعہ ہر آزاد عورت کے لیے ہے، یا باندی اور کتابیہ کے لیے ہے جب مرد کی جہت سے اس کو طلاق واقع ہو، اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ نے کہا ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ طلاق دینے والا المتعہ میں خادم دے اور خلّہ (ایک نوع کی دو چادریں) یا نفقہ دے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ

Marfat.com

سے مروی ہے کہ وہ المتعہ میں تیس درہم دے۔ ان آثار کو امام عبد الرزاق بن ھمام متوفی ۲۱۱ھ نے روایت کیے ہیں۔
(مصنف عبد الرزاق ج ۷ ص ۷۳-۷۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے المتعہ میں ایک باندی دی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۷۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ، الاستذکار ج ۱۷ ص ۲۷۵، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

امام بخاری کے قول سے ان کے استدلال کی شرح اور لعان کرنے والی عورت کے لیے المتعہ کا عدم وجوب اور اسی طرح خلع کرنے والی عورت کے لیے بھی المتعہ کا عدم وجوب

امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان میں المتعہ کا ذکر نہیں کیا، جب لعان والی عورت کو ان کے خاوند نے طلاق دی، یہ حدیث ان کی دلیل ہے جنہوں نے کہا ہے کہ ہر مطلقہ کے لیے متعہ ہوتا ہے، اور لعان مطلقات میں داخل نہیں ہے، لہٰذا اس کے لیے متعہ نہیں ہوگا، امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا یہی مذہب ہے اور ابن القاسم مالکی نے کہا: ہر فسخ شدہ نکاح کے اندر متعہ نہیں ہے۔

اور لعان فقہاء کے نزدیک فسخ کی مثل ہے، کیونکہ لعان کرنے والے دو فریق نکاح پر برقرار نہیں رہتے، پس یہ ارتداد کے مشابہ ہے، اور ہر فرقہ میں عورت کی طرف سے بناء سے پہلے اور بناء کے بعد اس کے لیے متعہ نہیں ہوتا، اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے خلع کرنے والی عورت کے لیے متعہ کو واجب کیا ہے، اور امام مالک کے اصحاب نے کہا کہ فدیہ دینے والی عورت کے لیے کیسے متعہ واجب ہوگا؟ فدیہ دینے والی عورت تو طلاق کے حصول کے لیے کچھ مال دیتی ہے، تو وہ متعہ (بہ طور حسن سلوک کے چند چیزیں) کیسے حاصل کرے گی؟۔

اگر شوہر فوت ہو جائے اور اس نے بیوی کے لیے مہر مقرر نہ کیا ہو تو اس بیوی کے مہر، اس کی وراثت اور اس کی عدت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات اور اس سلسلہ میں احادیث

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (البقرہ: ۲۳۶)

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو، اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو، خوشحال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق، دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے ۝

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عورت کے لیے نکاح کرنا مباح ہے اور اس کے لیے مہر کو فرض نہیں کیا گیا ہے، پھر اگر اس کا شوہر دخول کے بعد فوت ہو گیا تو اس کے بعد مہر مثل لازم ہوگا اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر اس کا شوہر مر گیا اور اس نے اس کے لیے مہر مقرر نہیں کیا تو فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: اس کے لیے مہر مثل ہوگا اور اس کے لیے میراث بھی ہوگی اور اس پر عدت بھی ہوگی،

Marfat.com

یہ قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ سے منقول ہے، اور اسی کے مطابق امام ابن ابی لیلیٰ اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری متوفی ۱۶۱ھ اور فقہاء احناف اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور ابوثور کا قول ہے۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ اس عورت کے لیے میراث بھی ہوگی اور اس پر عدت بھی ہوگی اور اس کے لیے مہر نہیں ہوگا۔ یہ مذہب حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۴۵ھ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ سے منقول ہے۔ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام اوزاعی کا بھی یہی قول ہے، اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، زیادہ ظاہر پہلا قول ہے۔

جو مرد کسی عورت سے نکاح کرے اور فوت ہو جائے اور اس نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو اور نہ مہر مقرر کیا ہو تو اس کا شرعی حکم

اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ وہ عورت اس میں داخل نہیں ہوگی حتیٰ کہ اس کو پہلے کوئی چیز پیش کر دی جائے جو کم از کم چوتھائی دینار ہے،، نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا، پھر وہ فوت ہو گیا اور اس نے اس کے ساتھ دخول نہیں کیا تھا اور نہ اس کے لیے کوئی مہر مقرر کیا تھا، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو مکمل مہر ملے گا اور اس کے لیے عدت ثابت ہوگی اور اس کے لیے وراثت بھی ہوگی۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۱۴، سنن ترمذی: ۱۱۴۵، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۲۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۱)

اور حضرت معقل بن سنان نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے حضرت بروع بنت واشق کے متعلق اسی طرح فیصلہ فرمایا تھا۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، نیز اس حدیث کو امام ابن حبان، امام حاکم، امام بیہقی اور ابن حزم ظاہری وغیرہم نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۴۵، صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۴۰۸، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۱۸۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۴۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۵ ص ۵۹۶-۶۰۱، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہاء کا المتعہ (بہ طور حسن سلوک چند چیزیں مطلقہ کو دینے) کے متعلق فقہاء کا اختلاف

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس مطلقہ کے ساتھ دخول نہیں کیا گیا اور اس کا مہر مقرر نہیں کیا گیا اس کو المتعہ (بہ طور حسن سلوک چند چیزیں) دینے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ کا موقف یہ ہے کہ اس کو المتعہ (بہ طور حسن سلوک چند چیزیں) دینا واجب ہے۔ اور یہی عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ، عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۰۳ھ، اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی متوفی ۹۶ھ اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ کا قول ہے، اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے اور مہر کو المتعہ کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

اور فقہاء کی دوسری جماعتوں نے کہا ہے کہ ہر مطلقہ کو متعہ (بہ طور حسن سلوک چند چیزیں) دینا واجب ہے خواہ وہ مطلقہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا ہو، جب کہ جدائی شوہر کی جانب سے ہو اور شوہر نے اس کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور دخول سے پہلے طلاق دے دی ہو، اور یہ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور ابوثور کا قول ہے۔

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ سے روایت ہے کہ ہر مطلقہ کے لیے المتعہ دینا ثابت ہے اور اسی کی مثل حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور ابوقلابہ اور فقہاء کی ایک جماعت کا مذہب ہے، ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ہے:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ اور مطلقہ عورتوں کے لیے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے O (البقرہ:۲۴۱)

کیونکہ اس آیت میں کسی مطلقہ کی تخصیص نہیں کی گئی۔

فقہاء کی تیسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ المتعہ دینا کسی جگہ بھی واجب نہیں ہے، اور یہ ابن ابی لیلیٰ اور ابوزناد اور ربیعہ کا قول ہے اور یہی امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا مذہب ہے اور لیث اور ابن ابی سلمہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام شافعی کے دلائل

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ امام مالک نے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ روایت کی ہے کہ ہر مطلقہ کے لیے متعہ ثابت ہے، سوا اس کے کہ جس کا مہر مقرر کیا گیا ہو اور اس کو طلاق دی گئی ہو اور اس کے ساتھ دخول نہ کیا گیا ہو تو اس کو نصف مہر دینا کافی ہے، اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (البقرہ:۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی، درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے، البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں، یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)، اور تمہارا زیادہ ادا کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور تم ایک دوسرے پر نیکی کو فراموش نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے کیے ہوئے کاموں کو دیکھنے والا ہے O

پس حضرت ابن عمر نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا کہ یہ عورت تمام مطلقات کے حکم سے خارج ہے۔

اور شاید حضرت ابن عمر کی رائے یہ ہے کہ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ مطلقہ اپنے زوج سے طلاق کے وقت کچھ نہ کچھ متاع حاصل کر لیتی ہے، پس جب کہ مدخول بہا بھی کچھ چیزیں لے لیتی ہے اور غیر مدخول بہا بھی کچھ چیزیں لے لیتی ہے تو جب اس کے لیے مہر مقرر نہیں کیا گیا ہو اور اس کے ساتھ دخول نہ کیا گیا ہو، اور اس کا مہر مقرر کیا گیا ہو، تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نصف مہر لے گی اور نصف مہر جو ہے وہ المتعہ یعنی بہ طور حسنِ سلوک استعمال کی چند چیزوں سے زیادہ ہے، لہٰذا اس کے لیے المتعہ یعنی استعمال کی چند چیزیں واجب نہیں ہیں۔

Marfat.com

فقہاء احناف کے دلائل

امام ابوعبید الہروی المتوفی ۲۳۸ھ نے کہا ہے کہ فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے المتعہ کے ثبوت میں عورتوں کی تین قسمیں دیکھی ہیں۔ پس یہ آیت جس میں المتعہ کا ذکر کیا گیا ہے، تو اس میں ان مطلقات کی دو قسمیں ہیں جن کو دخول کے بعد طلاق دی گئی ہے، خواہ ان کے لیے مہر مقرر کیا گیا ہو یا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو، اور جو مطلقات دخول سے پہلے ہیں، اور ان کا مہر مقرر کیا گیا ہے، پس ان عورتوں کے لیے جماع کے ساتھ مکمل مہر ہوگا اور پہلی عورتوں کے ساتھ یعنی جن کے ساتھ دخول نہیں کیا گیا، ان کے لیے مقرر شدہ مہر کا نصف ہوگا، پس جب یہ دونوں حق واجب ہیں تو پھر المتعہ یعنی بہ طورِ حسنِ سلوک کے چند چیزیں دینا محض اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وجہ سے ہے اور واجب نہیں ہے، اور ہم نے اس آیت کو دیکھا جس میں خوش حال اور تنگ دست کا ذکر کیا گیا ہے، اور تیسری قسم ان مطلقات کی ہے جن کے ساتھ دخول نہیں کیا گیا اور نہ ان کے لیے مہر فرض کیا گیا ہے، ان کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ (البقرہ: ۲۳۶)

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو، اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو، خوشحال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق، دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے O

اس آیت سے واضح ہوا کہ متعہ یعنی بہ طورِ حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں دینا حتمی اور واجب ہے اور اگر یہ متعہ نہ ہو، تو پھر عقدِ نکاح باطل ہو جائے گا کیونکہ ان عورتوں کے ساتھ جماع نہیں ہوگا تو وہ صدقات کی مستحق ہوتیں اور نہ ان کے لیے مہر مقرر کیا گیا ہے، پس ضروری ہے کہ ان کے لیے ہر حال کے اندر المتعہ یعنی بہ طورِ حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں ثابت ہوں۔

ان فقہاء کے دلائل جنہوں نے کہا کہ المتعہ یعنی بہ طورِ حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزوں کو دینا بالکل واجب نہیں ہے، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ (البقرہ: ۲۳۶)

اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو، خوشحال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق، دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے O

چونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: ''مَتِّعُوْهُنَّ''، یعنی ان عورتوں کو المتعہ دو، اور یہ امر کا صیغہ ہے، اور اس کا ظاہر وجوب ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان عورتوں کو المتعہ دینا واجب ہے، لیکن اس حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو ملایا ہے جو اس حکم کے استحباب پر دلالت کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: خوش حال کے اوپر اس کی حیثیت کے مطابق المتعہ دینا ہے اور تنگ دست کے اوپر اس کی گنجائش کے مطابق متعہ دینا ہے، اس سے معلوم یہ ہوا کہ المتعہ واجب نہیں ہے۔

اور نکاح میں واجبات کی دو قسمیں ہیں، یا تو وہ منکوحات کے حال کے اعتبار سے ہوتے ہیں جیسے مہر جو پہلے مقرر کیا گیا ہو ورنہ مہر مثل ہوگا، اور اسی طرح نفقات کا ادا کرنا بھی واجب ہوتا ہے اور المتعہ یعنی بہ طورِ حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں دینا ان

Marfat.com

دونوں کے معنی سے فارغ ہے، کیونکہ المتعہ میں صرف مرد کے حال کا اعتبار کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ خوش حال کے اوپر متعہ زیادہ ہے بہ نسبت تنگ دست کے، نیز اگر المتعہ فرض ہوتا تو اس کی مقدار معلوم اور متعین ہوتی جیسے دیگر مالی فرائض کی مقدار معلوم اور معین ہے اور ہم نے کوئی مالی فرض ایسا نہیں دیکھا جس کی مالی مقدار معلوم اور معین نہ ہو، پس جب کہ المتعہ اس طرح نہیں ہے یعنی اس کی مقدار معلوم اور معین نہیں ہے تو پھر المتعہ کا ادا کرنا فرائض کی حد سے نکل کر استحباب کی حد میں داخل ہو گیا ہے، اور المتعہ یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں دینا، ایسا ہے جیسے رشتہ داروں کو حسنِ سلوک کے اعتبار سے چند چیزیں دینا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے المتعہ کو ایک خاص قوم پر واجب کیا ہے، یعنی جس مرد نے اپنی بیوی کو جماع سے پہلے طلاق دی ہو اور اس کے لیے مہر مقرر نہ کیا ہو تو اس کے لیے المتعہ کو واجب کیا ہے۔ اور ہر مطلقہ پر واجب نہیں کیا اور واجبات وہ ہوتے ہیں جو بالعموم واجب ہوتے ہیں جیسے نماز ہے، روزہ ہے اور حج ہے اور زکوٰۃ ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ المتعہ واجب نہیں ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ'' (البقرہ:۲۳۶)، یعنی المتعہ کو دینا احسان کرنے والوں پر حق ہے اور فرمایا ''حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ'' (البقرہ:۲۴۱) یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے المتعہ کو دینا ثابت ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً مطلقہ عورت کو المتعہ یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں دینا واجب نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۲۰-۴۲۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی التوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المتعہ یعنی بہ طور حسن سلوک مطلقہ کو استعمال کی چند چیزیں دینے کے مسائل

المتعہ: یہ وہ مال ہے جو کو خاوند اس مطلقہ کو دیتا ہے جس کے لیے نصف مہر واجب نہیں ہوا، اور نہ اس کے لیے مہر مقرر کیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (البقرہ:۲۳۶)

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو، اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو، خوشحال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق، دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے O

پس تم مطلقہ کو بہ طور فضل جو چیزیں دو گے اس میں اللہ تعالیٰ تم کو جزا دے گا کیونکہ جس عورت نے اپنا نفس تمہارے سپرد کر دیا اور اس کو کوئی چیز حاصل نہیں ہوئی تو اس کو المتعہ یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے چند چیزوں کا دینا واجب ہے تا کہ اس کو وحشت نہ ہو اور اس لیے کہ مہر تو بیوی کی فرج سے منفعت حاصل کرنے کے عوض میں ہوتا ہے جس کو شوہر حاصل کر چکا ہوتا ہے اور جب ایسا نہیں ہوا تو پھر واجب ہے کہ اس کو المتعہ یعنی بہ طور حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں دی جائیں لیکن جس مطلقہ کے لیے نصف مہر واجب ہو گیا ہے تو اس کے لیے متعہ نہیں ہوگا۔ اور اس کے لیے نصف مہر کو لینا کافی ہے تا کہ اسے وحشت نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نصف مہر

Marfat.com

کے سوا اس کے لیے کسی چیز کو واجب نہیں کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾ (البقرہ: ۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی، درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے، البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں، یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)، اور تمہارا زیادہ ادا کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور تم ایک دوسرے پر نیکی کو فراموش نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے کیے ہوئے کاموں کو دیکھنے والا ہے O

اور سنت یہ ہے کہ المتعہ تیس درہم سے کم نہ ہو، اور نصف مہر تک نہ پہنچے اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ ایک خادم سے زیادہ نہ ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے کم ہو جس سے مالداری کا حصول ہو اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو دس ہزار درہم متعہ میں دیے اور ان کی بیوی نے کہا: یہ متاع قلیل ہے جو جدا ہونے والے محبوب کی طرف سے مجھے ملی ہے۔

اور فقہاء مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ المتعہ بالکل واجب نہیں، اور بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ متعہ کی مقدار معلوم اور معین نہیں ہے، اور واجب کی مقدار معلوم اور معین ہوتی ہے اور اس دلیل کا یہ جواب دیا گیا ہے، کہ مقدار کا معلوم اور معین نہ ہونا وجوب کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ رشتہ دار کو خرچ دینا بھی واجب ہے اور اس کی مقدار معلوم نہیں ہے۔

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ سے روایت ہے کہ المتعہ اس مطلقہ کے ساتھ مخصوص ہے جس کو دخول سے پہلے طلاق دی گئی ہو، اور اس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۷ ۱۳-۸ ۱۳، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المتعہ (یعنی بہ طورِ حسنِ سلوک مطلقہ کو استعمال کی چند چیزیں دینے) کی تحقیق

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ (البقرہ: ۲۳۶)

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو، اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو، خوشحال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق، دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے O

یعنی تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم جماع سے پہلے اپنی بیویوں کو طلاق دے دو اور ان کا مہر مقرر کرنے سے پہلے مثلاً ایک مرد نے کسی عورت سے عقدِ نکاح کیا اور مہر مقرر نہیں کیا، پھر مرد نے اس عورت کو اس کے ساتھ دخول سے پہلے طلاق دے دی تو اس

میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں اس لیے گناہ کی نفی کی ہے، تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ وہ اس حال میں گناہ گار ہوگا کیونکہ عنقریب لوگ سوال کریں گے کہ جب کسی مرد نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس سے پہلے کہ وہ اس کی طرف دیکھتا تو اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں گناہ کی نفی فرما دی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ المتعہ یعنی بہ طورِ حسنِ سلوک کے استعمال کی چند چیزیں دینا ہر شخص پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے، اس سے معلوم یہ ہوا کہ فی نفسہ المتعہ دینا واجب نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۱۲-۱۱۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از علامہ کورانی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المتعہ، یعنی (بہ طورِ حسنِ سلوک کے مطلقہ کو چند چیزیں دینا) پر دلائل اور المتعہ کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب کا خلاصہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (البقرہ: ۲۳۶)

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو، اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو، خوشحال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق، دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے ۝

امام شافعی نے کہا: جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو، تو اس کو المتعہ دینا واجب ہے، اور امام مالک نے کہا ہے کہ ہر طلاق یافتہ عورت کے لیے متعہ دینا مستحب ہے، اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جس عورت کے ساتھ دخول نہ کیا ہو اور اس کا مہر مقرر نہ کیا ہو، اس کے لیے متعہ دینا مستحب ہے، اور امام احمد بن حنبل کا مذہب امام شافعی کے قول کی مثل ہے، سوا دخول بہا کے۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۹ ص ٦٦، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۰ کی شرح از شیوخ دیو بند

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث بعینہٖ اسی متن اور سند کے ساتھ کتاب التفسیر میں گزر چکی ہے، اور وہاں اس کی تشریح بھی گزر چکی ہے۔

(کشف الباری، کتاب التفسیر: ۷۹، ۸۰)

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقہ کے لیے متعہ کا مسئلہ بیان فرمایا ہے، متعہ مطلقہ عورت کو رخصت کرتے ہوئے کچھ دینے کو کہتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک متعہ کے طور پر دوپٹہ، اوڑھنی اور کپڑا دینا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱)

اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔

Marfat.com

(۱) امام مالک اور امام احمد کے نزدیک متعہ مطلقاً واجب نہیں، چاہے عورت مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا ہو، مہر مقرر کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔

(۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک متعہ ہر مطلقہ کے لیے واجب ہے، خواہ وہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا، مہر طے شدہ ہو یا نہ۔

(۳) حضرات حنفیہ کے نزدیک متعہ صرف اس مطلقہ کے لیے واجب ہے جو غیر مدخول بہا ہو اور اس کے لیے مہر مقرر نہ کیا گیا ہو، ''ولا یجمع المهر مع المتعة''۔ (الابواب والتراجم، ج ۲ ص ۸۴، ۸۵، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱)

چنانچہ ترجمۃ الباب کی آیت میں یہ دونوں قید ہیں ''مالم تمسوهن او تفرضوا لهن فريضة''، اس میں دونوں باتیں مذکور ہیں کہ وہ مدخول بہا بھی نہ ہو اور اس کے لیے مہر کا تسمیہ بھی نہ ہوا ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان میں لعان کرنے والی عورت کے لیے متعہ کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا، یہاں تک کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی، حالانکہ وہ ملاعنہ مدخول بہا تھی، معلوم ہوا کہ متعہ صرف اس مطلقہ کے لیے ہے جو غیر مدخول بہا ہو۔ حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک ملاعنہ (لعان والی عورت) مطلقہ کے حکم میں ہے ''فتجب فی ماتجب للمطلقة''، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ملاعنہ کے لیے متعہ نہیں۔ (الابواب والتراجم ج ۲ ص ۸۵) (کشف الباری عمافی صحیح البخاری، کتاب الطلاق ص ۶۰۰)

کتاب العدت کا اختتام اور خاتمہ

کتاب الطلاق اور اس کے توابع یعنی لعان اور ظہار وغیرہ میں ایک سو آٹھ (۱۰۸) احادیث مرفوعہ ہیں، ان میں سے چھبیس (۲۶) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں، اور ان میں مکرر احادیث کی تعداد بیانوے (۹۲) ہے، اور خالص احادیث کی تعداد بیس (۲۰) ہے۔

''نعم الباری'' جلد عاشر (۱۰) کی تکمیل

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری جلد عاشر کا افتتاح ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ/ 18 مارچ 2012ء، بروز اتوار کو ہوا تھا اور اب اس کی تکمیل ۲۴ شعبان ۱۴۳۳ھ/ 15 جولائی 2012ء، کو ہوگئی ہے۔ الحمد لله على ذالك حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه كما يحب ربنا ويرضى والصلوٰة والسلام على سيدنا محمد وعلى اله واصحابه اجمعين۔

اس جلد میں سڑسٹھ (۶۷) احادیث کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ آگئی ہے، پہلے میں نے اس جلد کے تقریباً نصف صفحات کو مولانا وقار الحسن سے قلم سے املاء کرایا تھا، بعد ازاں میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لیپ ٹاپ خرید لیا اور میرے نہایت عزیز شاگرد مولانا حافظ محمد جمشید ہاشمی سلمہ اللہ تعالیٰ وزید علمہ وفضلہ نے اس جلد کے بقیہ حصہ کو کمپوز کرنا شروع کیا، پھر بعد ازاں جو قلم سے لکھا گیا تھا اس کو بھی کمپوز کر دیا، اب یہ جلد عاشر مکمل کمپوزنگ کے ساتھ ہے اور ہمارے معزز اور مکرم عزیز سید عمیر الحسن البرنی زید حبہ، نے نہایت عرق ریزی سے پڑھ بھی لیا ہے، اس لیے توقع ہے کہ اس میں کمپوزنگ کی اغلاط بہت کم ہوں گی یا برائے نام ہوں گی۔

یہ جلد اس لیے جلد مکمل ہوگئی ہے کہ اس کا نصف میں پہلے لکھوا چکا تھا اور بعد میں اسی کی کمپوزنگ کی گئی ہے، اور یہ درمیانی عرصہ دار العلوم نعیمیہ کی تعلیمی تعطیلات کا تھا، اس وجہ سے زیادہ سرعت کے ساتھ کام ہو گیا اور نعم الباری کی بقیہ جلدیں اتنی سرعت کے ساتھ تو نہیں ہوں گی، لیکن پھر بھی پہلے کی بہ نسبت ان شاء اللہ العزیز جلد ان کی تکمیل ہو جائے گی۔

Marfat.com

جلد عاشر باب الخلع سے شروع ہوئی ہے اور اس کا اختتام کتاب العدۃ پر ہوا ہے اور جلد حادی عشر (۱۱) ان شاء اللہ کتاب النفقات سے شروع ہوگی۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور نعم الباری کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمائے۔
پہلے بخاری شریف کی شرح نعمۃ الباری کے نام سے چھپتی رہی ہے لیکن اب آٹھویں (۸) جلد سے میں نے اس کا نام بدل کر "نعم الباری" رکھ دیا ہے۔

میں اس جلد کی تکمیل میں اپنے تمام معاونین کا صمیمِ قلب سے شکر گزار ہوں اور ان کے لیے دعا گو ہوں۔ خصوصاً مفتی پاکستان علامہ منیب الرحمٰن زید حبہم و لطفہم وصاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی مدظلہ ومحترم حفیظ البرکات شاہ صاحب شکر اللہ سعیہم اور حافظ محمد اکرم ساجد صاحب مدظلہ اور مولانا مختار احمد صاحب اور اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک کے تمام معاونین کے لیے دعا گو ہوں۔ خصوصاً حافظ سلیم اکبر قادری سلمہ، کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے دعوتِ اسلامی کی (مجلس المدینۃ العلمیہ) کی تخریج کے ساتھ شائع شدہ بہارِ شریعت مہیا کی جس سے میں نے نویں جلد میں بھی استفادہ کیا ہے اور دسویں جلد میں بھی استفادہ کیا ہے اور نعم الباری کی باقی مجلدات میں بھی ان شاء اللہ استفادہ ہوتا رہے گا اور خصوصاً حافظ محمد جمشید ہاشمی سلمہ اللہ تعالیٰ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں ترقی عطا فرمائے اور ان کو صحت وتوانائی کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحت اور توانائی کے ساتھ اسلام پر قائم رکھے اور ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے ہماری مغفرت فرمائے، ہمیں بڑھاپے کے عوارض سے، سکرات الموت سے، قیامت کی ہولناکیوں سے اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ اور مامون فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور نعم الباری کی تمام مجلدات کو تا قیامت برقرار اور فیض آفریں رکھے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیٰ اصحابہ وازواجہ وذریتہ الف الف صلوات وتسلیمات دائما ابدا۔

Marfat.com

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد عاشر (۱۰) کی ڈائری

افتتاح: 24/ربیع الثانی 1433ھ/ 18/مارچ 2012ء بروز اتوار

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
18/مارچ 2012ء	۲۴ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ	اتوار	۵۸	۵۸	۵۲۸۳
یکم اپریل 2012ء	جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ	اتوار	۹۲	۱۵۰	۵۲۸۹
یکم مئی 2012ء	جمادی الاخری ۱۴۳۳ھ	منگل	۱۵۵	۳۰۵	۵۲۹۳
یکم جون 2012ء	رجب ۱۴۳۳ھ	جمعہ	۱۱۵	۴۲۰	۵۳۰۸
یکم جولائی 2012	شعبان ۱۴۳۳ھ	اتوار	۳۲۵	۷۵۰	۵۳۳۲
15 جولائی 2012ء	۲۴شعبان ۱۴۳۳ھ	اتوار	۲۲۰	۹۷۰	۵۳۵۰

مصادر التحقیق فی نعم الباری

کتب سماویہ

۱۔ قرآن مجید
۲۔ تورات
۳۔ زبور
۴۔ انجیل

کتب احادیث

۵۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی 150ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز کراچی، المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ ۱۴۳۱ھ

۶۔ امام مالک بن انس اصبحی، متوفی 179ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالفکر بیروت، 1409ھ، المکتبۃ التوفیقیہ، دارالمعرفہ بیروت، 1420ھ

۷۔ امام عبداللہ بن مبارک حنفی، متوفی 181ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۸۔ امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی، متوفی 183ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۱۰۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1407ھ

۱۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، المسند، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1400ھ

۱۲۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود شافعی، متوفی 204ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1425ھ

۱۳۔ امام محمد بن عمر بن واقد شافعی، متوفی 207ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت، 1404ھ

۱۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی شیعی، متوفی 211ھ، مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ: مکتب اسلامی بیروت 1390ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۵۔ الامام الجلیل ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، متوفی 216ھ، مسند ابوعوانہ، دارالمعرفہ بیروت

۱۶۔ امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی شافعی، متوفی 219ھ، المسند، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۱۷۔ امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی، متوفی 227ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالصمیعی 1428ھ

Marfat.com

۱۸۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، المصنف، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1406ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۱۹۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۰۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: مجلس علمی، بیروت 1427ھ
۲۱۔ امام احمد بن حنبل، متوفی 241ھ، المسند، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، 1398ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دار الفکر، بیروت 1415ھ، موسسۃ الرسالہ، بیروت 1420، عالم الکتب، بیروت 1419ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ
۲۲۔ امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی شافعی، متوفی 255ھ، سنن دارمی، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1407ھ، دار المعرفہ، بیروت 1420ھ
۲۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1430ھ، دار ارقم، بیروت، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1431ھ، دار الفکر بیروت 1421ھ، موسسۃ الرسالہ 1431ھ، دار المعرفہ، بیروت 1425ھ، دار العلم الحدیث، 1426ھ
۲۴۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، الادب المفرد، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1412ھ
۲۵۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی، متوفی 261ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ، دار الفکر، بیروت 1424ھ
۲۶۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی، متوفی 273ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1415ھ، دار الجیل، بیروت، دار الفکر، بیروت 1421ھ
۲۷۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی 275ھ، سنن ابو داؤد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ، دار الفکر بیروت، 1421ھ
۲۸۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی 275ھ، مراسیل ابو داؤد، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۲۹۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279، سنن ترمذی، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1422ھ، دار الجیل، بیروت 1998ء، دار المعرفہ بیروت 1423ھ
۳۰۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، 1415ھ
۳۱۔ حافظ ابو بکر عمرو بن ضحاک بن مخلد الشیبانی، متوفی، 287ھ، کتاب السنہ، المکتب الاسلامی 1400ھ
۳۲۔ امام ابن ابی عاصم شافعی، متوفی 287ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ: دار الرایہ، ریاض، 1411ھ
۳۳۔ امام احمد عمرو بن عبد الخالق بزار شافعی، متوفی 292ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت
۳۴۔ امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن نسائی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1412ھ، دار الفکر،

بیروت، 1421ھ
۳۵۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت 1408ھ
۳۶۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1411ھ موسسۃ الرسالہ 1421ھ
۳۷۔ امام ابو بکر محمد بن ہارون الرویانی شافعی، متوفی 307ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۸۔ امام احمد بن عالی المثنی التمیمی شافعی، متوفی 307ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی، مطبوعہ: دار المامون التراث، بیروت 1404ھ
۳۹۔ امام عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری شافعی، متوفی 307ھ، المنتقٰی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۴۰۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی، متوفی 311ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1395ھ
۴۱۔ امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق شافعی، متوفی 316ھ، مسند ابو عوانہ، مطبوعہ: دار الباز، مکہ مکرمہ
۴۲۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ: دار بلنسیہ، ریاض 1420ھ
۴۳۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، مشکل الآثار، مطبوعہ: مکتبہ دار الباز 1415ھ
۴۴۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ: مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، 1404ھ، قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۵۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1427ھ
۴۶۔ امام ابو جعفر محمد احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ مسند الطحاوی، مطبوعہ: مکتبۃ الحرمین، دبئی 1426ھ
۴۷۔ امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی شافعی، متوفی 322ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۴۸۔ امام ابو بکر احمد بن مروان بن محمد الدینوری القاضی المالکی، متوفی 333ھ، المجالسۃ وجواھر العلم، دار ابن حزم بیروت، 1419ھ
۴۹۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1407ھ
۵۰۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1425ھ
۵۱۔ امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجری الشافعی، متوفی 360ھ، کتاب الشریعہ، مطبوعہ: موسسۃ الریان 1429ھ
۵۲۔ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم صغیر، مطبوعہ: مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ 1388ھ، مکتبہ اسلامی، بیروت 1405ھ
۵۳۔ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم کبیر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۵۴۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم اوسط، مطبوعہ: مکتبۃ المعارف، ریاض 1405ھ، دارالفکر بیروت، 1420ھ
۵۵۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1409ھ
۵۶۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی، شافعی، متوفی 364ھ، کتاب عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، 1408ھ
۵۷۔ امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی شافعی، متوفی 365ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۵۸۔ امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین شافعی، متوفی 385ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
۵۹۔ امام الحافظ علی بن عمر الدارقطنی، متوفی 385ھ، سنن الدارقطنی، مطبوعہ: دارالمعرفہ بیروت، لبنان 1422ھ
۶۰۔ امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ شافعی، متوفی 396ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۶۱۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری شافعی، متوفی 405ھ، المستدرک، مطبوعہ: دارالباز، مکہ مکرمہ، دارالمعرفہ بیروت، 1427ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1420ھ
۶۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عمر واقد الواقدی شافعی، متوفی 407ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۶۳۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دارالکتب العربی 1407ھ
۶۴۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دارالنفائس، بیروت
۶۵۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: نشرالسنہ، ملتان
۶۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت
۶۷۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۶۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دارلکتب العلمیہ، بیروت، 1423ھ
۶۹۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ
۷۰۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ: مکتبۃ المینارہ، مکہ مکرمہ 1410ھ
۷۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ
۷۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1423ھ
۷۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، البعث والنشور، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ

٧٤۔ امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی مالکی، متوفی 463ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

٧٥۔ حافظ ابی بکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی المعروف بابن ابی الدنیا، متوفی 184ھ، موسوعہ الامام ابن ابی الدنیا، مطبوعہ: مکتبۃ العصریہ، بیروت

٧٦۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی شافعی، متوفی 488ھ، الجمع بین الصحیحین، مطبوعہ: دار ابن حزم 1423ھ

٧٧۔ امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی شافعی، متوفی 509ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

٧٨۔ امام حسین بن مسعود بغوی شافعی، متوفی 516ھ، شرح السنہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

٧٩۔ علامہ عمر بن عبدالعزیز ابن مازہ البخاری الحنفی الملقب بالصدر الشہید المتوفی 536ھ، شرح الجامع الصغیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت 1427ھ

٨٠۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ

٨١۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1407ھ

٨٢۔ امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، جامع المسانید، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

٨٣۔ امام مجدالدین بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری شافعی، متوفی 606ھ، جامع الاصول، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، دار ابن کثیر، بیروت 1432ھ

٨٤۔ امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری شافعی، متوفی 656ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ: دارالحدیث، قاہرہ 1407ھ، دار ابن کثیر، بیروت 1414ھ

٨٥۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، التذکرہ فی امور الآخرہ، مطبوعہ: دارالبخاری، مدینہ منورہ

٨٦۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی شافعی، متوفی 676ھ، الاذکار من کلام سید الابرار، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1417ھ

٨٧۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفی 676ھ، ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ، کراچی

٨٨۔ امام ابومحمد علی بن زکریا المنبجی الحنفی، متوفی 686ھ، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، دار خضر، بیروت 1419ھ

٨٩۔ امام محی الدین تبریزی شافعی، متوفی 742ھ، مشکوۃ، مطبوعہ: اصح المطابع، دہلی، دار ارقم، بیروت، دار ابن حزم 1423ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت

٩٠۔ امام علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی الشافعی، متوفی 746ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ: الدائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد، دکن

Marfat.com

۹۱۔ تاج الدین علی بن عبد اللہ بن الحسن الارزدیلی التبریزی الشافعی، متوفی 746ھ، المعیار فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ التی استشھد بھا الفقہاء، دار الاصلاح 2009ء
۹۲۔ امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر المعروف بابن قیم الجوزیہ حنبلی، متوفی 751ھ، جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد خیر الانام، مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت 1417ھ، دار الطباعۃ المحمدیہ 1388ھ
۹۳۔ حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی حنفی، متوفی 762ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ: مجلس علمی سورۃ ہند، 1357ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۹۴۔ حافظ ابوالفرج زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی البغدادی الدمشقی، متوفی 795ھ، احوال القبور واحوال اھلھا الی النشور، دار الکتب العربی، بیروت 1418ھ
۹۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت 1402ھ، دار الفکر، بیروت 1414ھ
۹۶۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، کشف الاستار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1404ھ
۹۷۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1420ھ
۹۸۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1442ھ
۹۹۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1414ھ،
۱۰۰۔ حافظ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی حنفی، متوفی 845ھ، الجوہر النقی، مطبوعہ: نشر السنہ ملتان
۱۰۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 848ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ: مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ
۱۰۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ: مکتبۃ دار الباز، مکہ مکرمہ، درا الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۰۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، 1421ھ
۱۰۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث رافعی الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، 1417ھ
۱۰۵۔ امام زین الدین ابوالعباس احمد بن عبد اللطیف الزبیری حنفی متوفی 893ھ، التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت، 1430ھ

Marfat.com

۱۰۶۔ امام عبدالرحمٰن بن عبدالسلام بن عبدالرحمٰن بن عثمان الصفوری الشافعی، متوفی 894ھ، نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۰۷۔ حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی الشافعی، متوفی 902ھ، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، مطبوعہ: مکتبۃ المؤید، دمشق 1408ھ
۱۰۸۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ
۱۰۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ
۱۱۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ
۱۱۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ، دار ابن حزم، بیروت 1414ھ
۱۱۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۱۱۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۱۱۴۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ، مطبوعہ: مکتبۃ القاہرہ، مصر 1385ھ
۱۱۵۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی، متوفی 975ھ، کنز العمال، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت
۱۱۶۔ حافظ عبدالرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی الشافعی، متوفی 1031ھ، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۱۱۷۔ امام محمد بن سلیمان المغربی المالکی، متوفی 1094ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، مطبوعہ: مکتبہ ابن کثیر 1418ھ
۱۱۸۔ امام ابوعبداللہ محمد بن درویش الحوت البیرونی الحنفی، متوفی 1276ھ، اسنی المطالب فی احادیث مختلف المراتب، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1412ھ
۱۱۹۔ الحافظ ابوالفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی الشافعی، متوفی 1380ھ، المداوی لعلل الجامع الصغیرہ وشرح المناوی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1996ھ
۱۲۰۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی الحنفی المتوفی 1420ھ، سلسلۃ الاحادیث صحیحہ، مطبوعہ: انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع 1420ھ
۱۲۱۔ مولانا صالح بن عبداللہ بن حمید، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، مطبوعہ: دارالوسیلہ للنشر والتوزیع

Marfat.com

1425ھ

۱۲۲۔ مولانا عبد السلام بن محمد بن عمر علوش، کتاب الجامع فی الاحادیث القدسیہ، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامی، 1426ھ

کتب تفاسیر

۱۲۳۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء حنفی، متوفی 207ھ، معانی القرآن، مطبوعہ: بیروت

۱۲۴۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، جامع البیان، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1409ھ، دار الفکر بیروت

۱۲۵۔ امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی شافعی، متوفی 327ھ، تفسیر القرآن العظیم، مطبوعہ: نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ

۱۲۶۔ امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی 333ھ، تاویلات اہل السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۲۷۔ امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی 370ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، 1400ھ

۱۲۸۔ امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، متوفی 427ھ، تفسیر الثعلبی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1422ھ

۱۲۹۔ امام ابوالقاسم عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک القشیری الشافعی، متوفی 465ھ، تفسیر القشیری المسمیٰ لطائف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۱۳۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی، متوفی 468ھ، الوسیط، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۳۱۔ امام شیخ الاسلام ابوالمظفر السمعانی الشافعی، متوفی 489ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ: دار الوطن، ریاض 1418ھ

۱۳۲۔ علامہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی، متوفی 538ھ، الکشاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ،

۱۳۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی 543ھ، احکام القرآن، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

۱۳۴۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ تفسیر کبیر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ

۱۳۵۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ، اسرار التنزیل وانوار التاویل، مطبوعہ: دار الکتب الوثائق، بغداد، عراق 1990ء

۱۳۶۔ علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1415ھ

۱۳۷۔ قاضی ابوالخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی 685ھ، انوار التنزیل واسرار التاویل، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع مصر

۱۳۸۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ: دار الکتب العربیہ، پشاور

Marfat.com

۱۳۹۔ علامہ عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی 857ھ، تفسیر الثعالبی، مطبوعہ: موسسۃ العالمی للمطبوعات، بیروت
۱۴۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جلالین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۴۱۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی 1137ھ، روح البیان، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۱۴۲۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی 1223ھ، تفسیر صاوی، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1421ھ
۱۴۳۔ علامہ السید عبد اللہ سبر، متوفی 1242ھ، تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ: دار الاسوۃ للطباعۃ والنشر، 1421ھ
۱۴۴۔ علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی 1270ھ، روح المعانی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر بیروت 1417ھ
۱۴۵۔ نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، فتح البیان، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۱۴۶۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
۱۴۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، بیان القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
۱۴۸۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی بریلوی، متوفی 1367ھ، خزائن العرفان
۱۴۹۔ مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1391ھ، نور العرفان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، گجرات
۱۵۰۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور
۱۵۱۔ غزالئ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی بریلوی، متوفی 1406ھ، التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم، مطبوعہ: مکتبہ فانوس پبلی کیشنز، پاکستان 2003ء
۱۵۲۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری حنفی بریلوی، متوفی 1418ھ، ضیاء القرآن، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
۱۵۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ
۱۵۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، انوار تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1431ھ
۱۵۵۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، ترجمہ وتحقیق وتخریج تفسیر خازن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور 1427ھ
۱۵۶۔ مولانا حافظ محمد واحد بخش غوثوی مہاروی حنفی بریلوی غفرلہ، برکات القرآن، ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل، فرید بک اسٹال لاہور 1430ھ

شروح احادیث

۱۵۷۔ امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی 318ھ، الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، مطبوعہ: دار الفلاح 1430ھ
۱۵۸۔ الامام ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، معالم السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۵۹۔ الامام ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، اعلام السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

Marfat.com

۱۶۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی، متوفی 449ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1420ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۶۱۔ حافظ ابوعمروابن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستذکار (شرح الموطا)، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1413ھ
۱۶۲۔ حافظ ابوعمرو بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، التمہید، مطبوعہ: مکتبۃ القدوسیہ، لاہور 1404ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۶۳۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، القبس فی شرح موطا بن انس، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۶۴۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، دارالکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ
۱۶۵۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ: دارالوفاء بیروت 1419ھ
۱۶۶۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1444ھ
۱۶۷۔ امام ابومحمد عبدالجلیل بن موسیٰ اندلسی مالکی، متوفی 608ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ
۱۶۸۔ امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری شافعی، متوفی 656ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت
۱۶۹۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، متوفی 656ھ، المفہم، مطبوعہ: دارابن کثیر، بیروت 1417ھ
۱۷۰۔ علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی 661ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ، مکتبہ نزار مصطفی 1422ھ
۱۷۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، شرح مسلم، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی 1375ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز 1417ھ
۱۷۲۔ امام ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المالکی، متوفی 699ھ، بہجۃ النفوس، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1428ھ
۱۷۳۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، فتح الباری مطبوعہ: دارابن الجوزی، ریاض 1417ھ
۱۷۴۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، الاحادیث والآثار، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1429ھ
۱۷۵۔ علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی 743ھ، شرح الطیبی، ادارۃ القرآن 1413ھ
۱۷۶۔ حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبداللہ الحنفی المتوفی 762ھ، شرح ابن ماجہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1424ھ
۱۷۷۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی، متوفی 786ھ، تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ

Marfat.com

۱۷۸۔ علامہ محمد بن بہادر الزرکشی التوفی 794ھ، التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح، دارالکتب العلمیہ بیروت 1424ھ
۱۷۹۔ علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن، متوفی 804ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، مطبوعہ: وزارۃ الاوقاف، قطر 1429ھ
۱۸۰۔ امام قاضی بدرالدین الدمامینی المالکی، متوفی 827ھ، مصابیح الجامع، مطبوعہ: دارالنور 1431ھ
۱۸۱۔ علامہ ابوعبد اللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی، متوفی 828ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۱۸۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، المکتب الاسلامی بیروت 1420ھ
۱۸۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، فتح الباری، مطبوعہ: دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور 1401ھ، بیروت 1420ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1426ھ
۱۸۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری، مکتبۃ الرشد، ریاض 1418ھ
۱۸۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار، مطبوعہ: دارابن کثیر، بیروت
۱۸۶۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر 1348ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۱۸۷۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع 1420ھ
۱۸۸۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی 895ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۱۸۹۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ: مطبع میمنہ مصر 1306ھ
۱۹۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت 1420ھ
۱۹۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1412ھ
۱۹۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، بیروت 1418ھ
۱۹۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الرسائل العشر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1409ھ
۱۹۴۔ علامہ ابویحیٰی زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، تحفۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ،

Marfat.com

بیروت 1425ھ
۱۹۵۔ علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفّٰی 926ھ، منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1426ھ
۱۹۶۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفّٰی 974ھ، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۹۷۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفّٰی 1003ھ، فیض القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ
۱۹۸۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفّٰی 1003ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ: اصح المطابع، کراچی
۱۹۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّٰی 1014ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۲۰۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّٰی 1014ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۲۰۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّٰی 1014ھ، مرقات، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان 1390ھ
۲۰۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّٰی 1014ھ، اسرار المرفوعہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۲۰۳۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی غیر مقلد، متوفّٰی 1025ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ: مطبع مصطفی البابی، مصر 1350ھ
۲۰۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفّٰی 1052ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ: مطبع تیج کمار لکھنو، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۰۵۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری الحنفی، متوفّٰی 1069ھ، نسیم الریاض فی شرح الشفاء قاضی عیاض، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۲۰۶۔ شیخ نور الحق محدث دہلوی حنفی، متوفّٰی 1073ھ، تیسیر القاری فی شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۰۷۔ امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری المالکی، متوفّٰی 1122ھ، شرح الزرقانی (شرح موطا امام مالک)، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ
۲۰۸۔ شیخ ابوالطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی غیر مقلد، متوفّٰی 1307ھ، عون الباری لحل ادلۃ الصحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ
۲۰۹۔ امام محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی، متوفّٰی 1398ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1430ھ
۲۱۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفّٰی 1323ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی
۲۱۱۔ شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد، متوفّٰی 1325ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۱۲۔ شیخ وحید الزمان غیر مقلد، متوفّٰی 1328ھ، تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری، مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور 1990ھ

Marfat.com

۲۱۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جامع الاحادیث، مطبوعہ: مکتبہ مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات 1422ھ

۲۱۴۔ شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی، متوفی 1352ھ، فیض الباری، مطبوعہ: مطبع حجازی، مصر 1375ھ

۲۱۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی، متوفی 1369ھ، فتح الملھم، مطبوعہ: مکتبۃ الحجاز، کراچی

۲۱۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی الحنفی، متوفی 1414ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکلم الطیب، بیروت 1430ھ

۲۱۷۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی، متوفی 1421ھ، شرح صحیح بخاری، مکتبۃ الطبری، 1429ھ

۲۱۸۔ شیخ محمد بن زکریا بن محمد کاندھلوی دیوبندی، اوجز المسالک الی موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۲۱۹۔ شیخ محمد تقی عثمانی دیوبندی، انعام الباری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء

۲۲۰۔ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی، کشف الباری، مطبوعہ: مکتبہ فاروقیہ، کراچی

۲۲۱۔ ابو محمد عبد اللہ بن مانع الروقی، الحلل الابریزیہ من التعلیقات البازیہ علی صحیح البخاری، دار التدمریہ، ریاض 1428ھ

کتب اصول احادیث

۲۲۲۔ علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم الحازمی الھمدانی المتوفی 584ھ، کتاب الفیصل فی علم الحدیث، مکتبۃ الرشد، ریاض 1428ھ

۲۲۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تقریب النواوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ

۲۲۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تدریب الراوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ

۲۲۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

کتب اسماء الرجال

۲۲۶۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ

۲۲۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1424ھ

۲۲۸۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی، متوفی 436ھ، تاریخ بغداد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۲۲۹۔ حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی شافعی، متوفی 742ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ

۲۳۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۲۳۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، الکاشف، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1418ھ

۲۳۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

Marfat.com

۲۳۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ تقریب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۳۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۳۶۔ حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی الشافعی، متوفی 923ھ، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۳۷۔ علامہ محمد بن طولون شافعی، متوفی 953ھ، الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ
۲۳۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی شافعی، متوفی 963ھ، تنزیہہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشریعہ الموضوعہ
۲۳۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ
۲۴۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ: مکتبہ مجتبائی دہلی
۲۴۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، مطبوعہ: دارالباز للنشر والتوزیع 1405ھ
۲۴۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، مطبوعہ: مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، حلب 1389ھ
۲۴۳۔ علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی 1164ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ: مکتبہ الغزالی، دمشق
۲۴۴۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1415ھ
۲۴۵۔ یوسف عبدالرحمٰن المرعشلی معجم المعاجم والمشیخات، مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

کتب لغت

۲۴۶۔ امام اللغۃ خلیل بن احمد فراہیدی، متوفی 175ھ، کتاب العین، مطبوعہ: انتشارات اسوہ، ایران 1414ھ
۲۴۷۔ امام ابو عبید القاسم بن سلام الہروی الشافعی، متوفی 224ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۲۴۸۔ امام ابومحمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، متوفی 276ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1408ھ
۲۴۹۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی، متوفی 398ھ، الصحاح، مطبوعہ: دارالعلم، بیروت 1404ھ
۲۵۰۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی، متوفی 502ھ، المفردات، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ

Marfat.com

۲۵۱۔ علامہ نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد النسفی الحنفی، متوفی 537ھ، طلبۃ الطلبہ فی الاصلاحات الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۲۔ امام ابونصر احمد بن محمد سمرقندی حنفی، متوفی 550ھ، انیس الفقہاء فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ،
۲۵۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی، متوفی 606ھ، نہایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۴۔ علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی حنفی، متوفی 660ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۵۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۵۶۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی 711ھ، لسان العرب، مطبوعہ: نشر ادب الحوزہ، قم ایران، دار صادر، بیروت 2003ء
۲۵۷۔ علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی، متوفی 816ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۲۵۸۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی 817ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۵۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ: مکتبہ دار الایمان، مدینہ منورہ 1415ھ
۲۶۰۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی 1205ھ، تاج العروس، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریہ، مصر
۲۶۱۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد، مطبوعہ المطبع الفاثولیکیہ، بیروت 1927ء
۲۶۲۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد مترجم، مطبوعہ: دار الاشاعت، کراچی
۲۶۳۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی الاعلام، مطبوعہ: دار المشرق، بیروت 1976ء
۲۶۴۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی اللغت، مطبوعہ: انتشارات اسلام 1379ء
۲۶۵۔ مولانا محمد غیاث الدین، غیاث اللغات (فارسی)، مطبوعہ: مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۲۶۶۔ الحاج مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو)، مطبوعہ، مطبع فیروز سنز لمیٹڈ
۲۶۷۔ سعدی الوجیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، پاکستان
۲۶۸۔ غلام احمد پرویز، متوفی 1985، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام گلبرگ لاہور 1984ء
۲۶۹۔ قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری حنفی، دستور العلماء، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، بیروت 1421ھ
۲۷۰۔ ابونعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۲۷۱۔ امام ابومحمد عبد الملک بن ہشام المعافری، متوفی 218ھ، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ

Marfat.com

۲۷۲۔ امام محمد بن سعد، متوفّٰی 230ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ: دارصادر، بیروت 1388ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ
۲۷۳۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفّٰی 310ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ: دارالقلم، بیروت
۲۷۴۔ امام ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل السامری الخرائطی، متوفّٰی 327ھ، مکارم الاخلاق ومعالیہا ومحمود طرائقہا ومرضیہا، مطبوعہ: مطبع المدنی، موسسۃ السعودیہ، 1411ھ
۲۷۵۔ امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفّٰی 405ھ، اعلام النبوۃ، داراحیاء العلوم، بیروت 1408ھ
۲۷۶۔ امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری شافعی، متوفّٰی 406ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ: دارالبشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ 1424ھ
۲۷۷۔ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، متوفّٰی 463ھ، تاریخ بغداد، دارالفکر بیروت، 1424ھ
۲۷۸۔ حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی، متوفّٰی 463ھ، الاستیعاب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۷۹۔ امام محی السنہ الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی الشافعی، متوفّٰی 510ھ، الانوار فی شمائل النبی المختار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۲۸۰۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفّٰی 544ھ، الشفاء، مطبوعہ: عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، دارالفکر بیروت 1415ھ
۲۸۱۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد الخثعمی السہیلی، متوفّٰی 581ھ، الروض الانف فی تفسیر سیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۸۲۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفّٰی 597ھ، الوفاء، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۲۸۳۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفّٰی 597ھ، مولد العروس الشہیر بابن الجوزی، مطبوعہ: المکتبۃ الثقافیہ، بیروت
۲۸۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر شافعی، متوفّٰی 630ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالفکر بیروت
۲۸۵۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفّٰی 630ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۶۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان شافعی، متوفّٰی 681ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ: منشورات الشریف الرضی، ایران
۲۸۷۔ امام ابوجعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری، متوفّٰی 694ھ، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۸۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفّٰی 748ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1417ھ
۲۸۹۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ الحنبلی، متوفّٰی 751ھ، زادالمعاد، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1419ھ
۲۹۰۔ حافظ علاؤالدین ابوعبداللہ مغلطائی بن قلیج، متوفّٰی 762ھ، الاشارۃ الیٰ سیرۃ المصطفیٰ وتاریخ من بعدہ من الخلفاء،

Marfat.com

مطبوعہ: دارالقلم، دمشق 1416ھ
۲۹۱۔ علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی شافعی، متوفی 771ھ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۹۲۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی 774ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ
۲۹۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، الاصابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۹۴۔ شیخ عبدالرحمٰن الثعلبی، متوفی 875ھ، الانوار فی آیات النبی المختار، مطبوعہ: دار ابن حزم 1426ھ
۲۹۵۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی شافعی، متوفی 911ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ
۲۹۶۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۹۷۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی 942ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۹۸۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، مدارج النبوۃ، مکتبہ نوریہ، سکھر پاکستان 1397ھ
۲۹۹۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی، متوفی 1124ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1393ھ
۳۰۰۔ شیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفی 1242ھ، مختصر سیرۃ الرسول، مطبوعہ: المکتبۃ السلفیہ 1399ھ

کتب فقہ حنفی

۳۰۱۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی
۳۰۲۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ: دارالمعرفہ بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۳۰۳۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: مصطفائی ہند 1291ھ
۳۰۴۔ امام محمد بن محمد بن الشہیر الحاکم الشہید البلخی الحنفی، متوفی 344ھ، الکافی، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۳۰۵۔ امام ابوبکر الرازی الجصاص المتوفی 370ھ، شرح مختصر الطحاوی، فتاویٰ فی الفقہ الحنفی، مکتبۃ الکریمیہ کانسی روڈ کوئٹہ
۳۰۶۔ ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، امجد اکیڈمی، لاہور 1397ھ
۳۰۷۔ امام ابواللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی المتوفی 373ھ، فتاویٰ ابواللیث سمرقندی، السیاۃ بمختلف الروایۃ، مکتبہ محمدیہ 1423ھ
۳۰۸۔ امام ابواللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، المکتبۃ الغفوریہ العاصمیہ، کراچی
۳۰۹۔ شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابوالحفص علی بن الحسن بن محمد السعدی الحنفی المتوفی 461ھ، النتف فی الفتاویٰ، مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ
۳۱۰۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، المبسوط، مطبوعہ: دارالمعرفہ بیروت 1398ھ

Marfat.com

۳۱۱۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامیہ، افغانستان 1405ھ

۳۱۲۔ علامہ علاؤ الدین محمد السمر قندی، متوفی 539ھ، تحفۃ الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۳۱۳۔ الامام اکمل الفقیہ الامجد طاہر بن عبد الرشید البخاری، متوفی 542ھ، خلاصۃ الفتاویٰ مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

۳۱۴۔ الوزیر عون الدین ابو المظفر یحییٰ بن محمد ہبیرہ، متوفی 560ھ، الافصاح عن معانی الصحاح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۱۵۔ علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی، متوفی 587ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۱۶۔ علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی 592ھ، فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ: کبریٰ بولاق، مصر 1310ھ

۳۱۷۔ علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی 592ھ، شرح الزیادات، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۱۸۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ: شرکت علمیہ، ملتان

۳۱۹۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، کتاب التجنیس والمزید، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ 1424ھ

۳۲۰۔ علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی 616ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1424ھ

۳۲۱۔ علامہ عبد اللہ بن محمود ن مودود حنفی، متوفی 683ھ، الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع

۳۲۲۔ امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی 743ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی 1421ھ

۳۲۳۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی 786ھ، عنایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1415ھ

۳۲۴۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی 786ھ، فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ: ادارۃ القرآن کراچی 1411ھ

۳۲۵۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، بنایہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1411ھ

۳۲۶۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی 861ھ، فتح القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۳۲۷۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی 956ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور 1412ھ

۳۲۸۔ امام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی، متوفی 962ھ، جامع الرموز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

۳۲۹۔ علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی 970ھ، البحر الرائق، مطبوعہ: علمیہ، مصر 1311ھ

۳۴۰۔ امام شہاب الدین احمد محمد بن علی بن حجر الہیتمی، متوفی 974ھ، الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۴۱۔ امام سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی، متوفی 1005ھ، النہر الفائق، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی

۳۴۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

Marfat.com

۳۴۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، مناسک ملا علی قاری، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ 1417ھ
۳۴۴۔ ملا نظام الدین، متوفی 1061ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ: مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، 1310ھ
۳۴۵۔ علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الفقیہ العصری الحنفی، متوفی 1069ھ، امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجات الارواح، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۳۴۶۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی 1078ھ، مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ: المکتبۃ الغفاریہ، کوئٹہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۳۴۷۔ علامہ خیر الدین رملی، متوفی 1081ھ، جامع الفصولین، مکتبۃ القدس، کوئٹہ 1300ھ
۳۴۸۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی 1088ھ، الدر المختار، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۴۹۔ علامہ السید اسعد بن ابی بکر آفندی الحنفی التوفی 110ھ، الفتاوی الاسعدیہ فی الفقہ الحنفیہ، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ
۳۵۰۔ علامہ شاہ عبد العزیز محمد دہلوی، متوفی 1229ھ، فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1390ھ
۳۵۱۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی 1231ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۵۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مصر 1311ھ
۳۵۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ: دارالاشاعۃ العربی، کوئٹہ
۳۵۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رسائل ابن عابدین شامی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور
۳۵۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، ردالمحتار، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۳۵۶۔ علامہ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی، متوفی 1309ھ، فتاویٰ مسعودی، سرہند پبلی کیشنز 1407ھ
۳۵۷۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
۳۵۸۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، احسن الفتاویٰ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی 1425ھ
۳۵۹۔ امام احمد رضا خان بریلوی، متوفی 1340ھ، العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور 1427ھ
۳۶۰۔ علامہ سید پیر مہر علی شاہ، متوفی 1356ھ، فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1418ھ
۳۶۱۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، بہار شریعت، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1416ھ
۳۶۲۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ 1419ھ
۳۶۳۔ شیخ محمد شفیع دیوبندی، متوفی 1396ھ، جواہر الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی 1395ھ
۳۶۴۔ مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری حنفی بریلوی، متوفی 1403ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ: کمبائن پرنٹرز، لاہور 1983ھ
۳۶۵۔ مولانا وقار الدین حنفی بریلوی، متوفی 1413ھ، وقار الفتاویٰ، مطبوعہ: بزم وقار الدین 1997ء
۳۶۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاگروجی الحنفی التوفی 1414ھ، الفقہ الحنفی وادلتہ، دارالکلم الطیب، بیروت 1420ھ
۳۶۷۔ مولانا محمد عبد اللہ نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1982ھ، فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ، ناشر: مفتی اعظم سندھ اکیڈمی 1411ھ

Marfat.com

۳۶۸۔ شیخ الاسلام علامہ الشیخ عبدالغنی النابلسی الحنفی النقشبندی المتوفی 1123ھ، فتاوی النابلسی المسماۃ بنھایۃ المراد فی شرح ہدایہ، ابن العماد، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ 1429ھ

۳۶۹۔ مفتی اہلسنت علامہ سید شجاعت علی قادری حنفی بریلوی، متوفی 1993ء، فقہ اہلسنت، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1978ء

۳۷۰۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن حنفی بریلوی غفرلہ، تفہیم المسائل، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 1407ھ

۳۷۱۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی، انوار الفتاویٰ، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ

۳۷۲۔ شیخ سعید بن علی السمرقندی الحنفی الفتاوی فی الحیل والمخارج المسمی بجنۃ الاحکام وجنۃ الخصام، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ

۳۷۳۔ شیخ عبدالحمید محمود طہمار، الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید، المکتبۃ الحقانیہ کوئٹہ 1418ھ

کتب فقہ شافعیہ

۳۷۴۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الام، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1403ھ

۳۷۵۔ علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب الماوردی شافعی، متوفی 450ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1414ھ

۳۷۶۔ علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی 455ھ، المہذب، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، 1393ھ

۳۷۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، شرح المہذب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت 1423ھ

۳۷۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۳۷۹۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، الفتاویٰ الحدیثیہ، 1419ھ

کتب فقہ مالکیہ

۳۸۰۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی 256ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۸۱۔ امام ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی، متوفی 494ھ، المنتقی شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1331ھ

۳۸۲۔ قاضی عبدالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی 595ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

۳۸۳۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن الخطاب المغربی، متوفی 954ھ، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، مطبوعہ: مکتبۃ النجاح، لیبیا

۳۸۴۔ علامہ علی بن عبداللہ بن الخرشی، متوفی 1101ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ: دار صادر، بیروت

۳۸۵۔ علامہ ابوالبرکات، احمد دردیر مالکی، متوفی 1197ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

۳۸۶۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی 1219ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

Marfat.com

کتب فقہ حنبلی

۳۸۷۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، المغنی، مطبوعہ: دار الحدیث قاہرہ، 1425ھ
۳۸۸۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، الکافی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۳۸۹۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، مجموعۃ الفتاوی، مطبوعہ: ریاض، دار الجیل، بیروت 1418ھ
۳۹۰۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1424ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1426ھ
۳۹۱۔ علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی 763ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت
۳۹۲۔ علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی 885ھ، الانصاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1387ھ
۳۹۳۔ علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی 960ھ، الاقناع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ
۳۹۴۔ شیخ منصور بن یونس البھوتی الحنبلی، متوفی 1015ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۹۵۔ شیخ عبد العزیز بن عبداللہ بن عبد الرحمن ابن باز حنبلی، متوفی 1420ھ، 1999ء، مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ، مکتبۃ المورد، ریاض 1427ھ

کتب فقہ غیر مقلدین

۳۹۶۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی 456ھ، المحلی بالآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۳۹۷۔ شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی 1250ھ، نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر 1398ھ، دار الوفاء، 1421ھ
۳۹۸۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، متوفی 1367ھ، فتاویٰ ثنائیہ، مطبوعہ: النور اکیڈمی، مکتبہ ثنائیہ سرگودھا
۳۹۹۔ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، متوفی 1805ھ، فتاویٰ نذیریہ، مکتبۃ المعارف الاسلامیہ، پاکستان 1333ھ
۴۰۰۔ شیخ حافظ عبداللہ محدث روپڑی، متوفی 1920ھ، فتاویٰ اہلحدیث، مطبوعہ: دار احیاء السنۃ النبویہ، پاکستان 1404ھ

کتب اصول فقہ

۴۰۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الرسالہ، مطبوعہ: مطبع امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1312ھ
۴۰۲۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی، متوفی 482ھ، اصول بزدوی، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۴۰۳۔ علامہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی، متوفی 483ھ، اصول السرخسی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت
۴۰۴۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ، مستصفیٰ، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۴۰۵۔ علامہ علاؤ الدین عبد العزیز بن احمد البخاری الحنفی، متوفی 730ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1411ھ
۴۰۶۔ علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی 772ھ، شرح المنہاج، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی، متوفی 861ھ تحریر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1403ھ

Marfat.com

۴۰۸۔ علامہ ابن امیر الحاج حنفی، متوفی 879ھ، التقریر والتحریر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۹۔ بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین حنفی، متوفی 1225ھ، فواتح الرحموت، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۴۱۰۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۴۱۱۔ علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی حنفی، متوفی 1252ھ، شرح شرح المنار للعلامۃ الشامی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

مذاہب اربعہ

۴۱۲۔ امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی المتوفی 370ھ، مختصر اختلاف العلماء، دار البشاء الاسلامیہ، 1417ھ
۴۱۳۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ: مطبع مصطفی البابی واولادہ، مصر 1359ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۴۱۴۔ علامہ عبد الرحمٰن الجزیری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۴۱۵۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ القاہرہ، 1400ھ
۴۱۶۔ ڈاکٹر وھبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1405ھ
۴۱۷۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ: القاہرہ 1410ھ

کتب شیعہ

۴۱۸۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الاصول من الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۱۹۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۰۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، تہذیب الاحکام، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۱۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، الاستبصار، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۲۔ نہج البلاغہ (مع فارسی)، مطبوعہ: انتشارات زرین، ایران
۴۲۳۔ نہج البلاغہ (مع اردو)، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز
۴۲۴۔ شیخ عز الدین عبد الحمید بن ابی الحدید، متوفی 656ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ: موسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران
۴۲۵۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، بحار الانوار، مطبوعۃ المطبعہ الاسلامیہ، تہران 1392ھ
۴۲۶۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حق الیقین، مطبوعہ: خیابان ناصر خسرو، ایران 1347ھ
۴۲۷۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ: انصاف پریس، لاہور
۴۲۸۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حیات القلوب (مترجم) مطبوعہ: حمایت اہل بیت وقف، لاہور
۴۲۹۔ شیخ محمد بن حسین طباطبائی، متوفی 1293ھ، المیزان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، ایران 1302ھ

Marfat.com

کتب متفرقات

۴۳۰۔ ابو المعالی عبد الملک الجوینی الشہیر بامام الحرمین الشافعی، متوفی 478ھ، مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، مطبوعہ: مکتبہ قدوسیہ، لاہور 1400ھ

۴۳۱۔ امام ابوالفتح ظہیر الدین الولوالجیہ حنفی، متوفی 540ھ، الفتاوی الولوالجیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۴۳۲۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر الدمشقی المعروف بابن قیم حنبلی، متوفی 751ھ، الداء والدواء، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، 1410ھ

۴۳۳۔ علامہ علی بن سلطان القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، القائلین بوحدۃ الوجود، مطبوعہ: دار المامون للتراث 1415ھ

۴۳۴۔ میر عبدالواحد بلگرامی حنفی، متوفی 1016ھ، سبع سنابل، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1402ھ

۴۳۵۔ ملا باقر مجلسی شیعی، متوفی 1110ھ، ضیاء العیون، مطبوعہ: ایرانی کتب خانہ

۴۳۶۔ شیخ سید محمد اسماعیل دہلوی دیوبندی، متوفی 1246ھ، تقویۃ الایمان، مطبوعہ: مطبع علیمی، اندرون لاہور

۴۳۷۔ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حنفی، متوفی 1258ھ، شمائم امدادیہ، مطبوعہ: مدنی کتب خانہ، ملتان 1405ھ

۴۳۸۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، آب حیات، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان 1413ھ

۴۳۹۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، تحذیر الناس، دار الاشاعت، کراچی

۴۴۰۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی حنفی، متوفی 1304ھ، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت 1408ھ

۴۴۱۔ شیخ محمود بن حسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، الجہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل، مکتبہ مدینہ، لاہور 1409ھ

۴۴۲۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۴۴۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، 1401ھ

۴۴۴۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، احکام شریعت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2002ء

۴۴۵۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الامن والعلی، شبیر برادرز، لاہور 1396ھ

۴۴۶۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ، صدیقی پبلشرز 2009ء

۴۴۷۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ: موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ

۴۴۸۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، انباء الحی، موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ

۴۴۹۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، متوفی 1346ھ، البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ: مطبع بلالی، ڈھونڈ

۴۵۰۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، گولڑہ شریف، اسلام آباد 1421ھ

۴۵۱۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، ملفوظات مہریہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور 1406ھ۔

۴۵۲۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ، گولڑہ شریف، کتب خانہ درگاہ غوثیہ 1421ھ
۴۵۳۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور، 1406ھ
۴۵۴۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹر 1415ھ
۴۵۵۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تصفیہ مابین السنی والشیعہ، پاکستان انٹرنیشنل، لاہور 1399ھ
۴۵۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، حفظ الایمان مع بسط البنان وتغیر العنوان، مکتبہ تھانوی، کراچی
۴۵۸۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق
۴۵۹۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، جمال الاولیاء
۴۶۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1975ھ
۴۶۱۔ مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری غیر مقلد، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، المکتبۃ السلفیہ، لاہور 1391ھ
۴۶۲۔ ابوالحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی حنفی بریلوی، انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1998ء
۴۶۳۔ شیخ عبدالحی الکتانی، نظام الحکومت النبویہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۴۶۴۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، متوفی 1985ء، دو اسلام، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی
۴۶۵۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ: اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1982ء
۴۶۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ: دانش گاہ پنجاب، لاہور
۴۶۷۔ میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۶۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز
۴۶۹۔ عقیدہ ختم نبوت، الادارہ لتحفظ العقائد الاسلامیہ، پاکستان
۴۷۰۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، دیوبندی، متوفی 1346ھ، المھند علی المفند، ادارہ اسلامیات 1404ھ
۴۷۱۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، منظور نعمانی، عقائد علماء دیوبند اور حسام الحرمین، دارالاشاعت، کراچی
۴۷۲۔ شیخ حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، میر محمد کتب خانہ، کراچی
۴۷۳۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور، ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ 1407ھ
۴۷۴۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، عبارات اکابر، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ
۴۷۵۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، تحفہ قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان 2001ء

Marfat.com

۴۷۶۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، اختلاف امت اور صراطِ مستقیم، مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن، کراچی 1399ھ
۴۷۷۔ مخدوم محمد ہاشم سندھی، متوفی 1174ھ، ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول، مکتبہ لدھیانوی، کراچی 1995ء
۴۷۸۔ محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 2001ء
۴۷۹۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری بریلوی، متوفی 1354ھ، فتاویٰ دیداریہ، مطبوعہ: مکتبۃ العصر، گجرات
۴۸۰۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی حنفی بریلوی، متوفی 2003ء، مقالاتِ مفتیٔ اعظم، مطبوعہ: بزم رضا، لاہور 1428ھ
۴۸۱۔ مولانا محمد منشاء تابش قصوری حنفی بریلوی غفرلہ، دعوتِ فکر، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، مرید کے شیخوپورہ 1403ھ
۴۸۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، حیاتِ استاذ العلماء، مطبوعہ: دارالاسلام لاہور 1433ھ
۴۸۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، توضیح البیان، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1422ھ
۴۸۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، ذکر بالجہر، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ
۴۸۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ
۴۸۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقالاتِ سعیدی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ
۴۸۷۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقام ولایت و نبوت، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ
۴۸۸۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تاریخ نجد و حجاز، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 2004ء
۴۸۹۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، حقائق شرح صحیح مسلم و دقائق تبیان القرآن، فرید بک اسٹال لاہور، 1425ھ
۴۹۰۔ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی حنفی بریلوی، غفرلہ سفر آخرت کی منازل، فرید بک اسٹال لاہور، 1427ھ

ضروری یادداشت

Marfat.com

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن

کی زیورِ طبع سے آراستہ ہونے والی مؤثر تصنیف

تفہیمُ المسائل

قرآن وحدیث کی روشنی میں
فقہی مسائل کا
مؤثر انداز میں نچوڑ

تفسیرِ سُورۃُ النسآء

دورِ جدید کی منفرد جامع اور عام فہم تفسیر، اندازِ بیان مؤثر و دلکش قدیم و جدید اہم تفاسیر کا نچوڑ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Marfat.com

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے تفاسیری کارنامے

تفسیر ضیاء القرآن ۵ جلد
فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

جمال القرآن فی ترجمۃ القرآن
قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے
پڑھنے سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

تفسیرات احمدیہ
ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر ابن کثیر
علامہ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر نور العرفان
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر خزائن العرفان
صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر احکام القرآن
مولانا جلال الدین قادری مدظلہ

تفسیر الحسنات
ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

الدر المنثور ۶ جلد
علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر مظہری ۱۰ جلد
عارف باللہ حضرت قاضی
ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر قرطبی
امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر سورۃ الناس
مولانا محمد کرم شاہ الازہری

یا ایہا الذین آمنوا
مفتی محمد خان قادری مدظلہ

Marfat.com

شہرہ آفاق، عالمگیر اور متداول
مجموعہ ہائے حدیث

صحاح ستہ

کا نیا ایمان افروز
اور
روح پرور ترجمہ

ادارہ ضیاء المصنفین کی زیر نگرانی
بھیرہ شریف

مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی نئی کاوش

بخاری شریف مترجم 3 جلد
صحیح مسلم شریف مترجم 3 جلد
سنن ابی داؤد مترجم 3 جلد
سنن نسائی مترجم 3 جلد
سنن ترمذی شریف مترجم 2 جلد
سنن ابن ماجہ مترجم 2 جلد

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

زیور طباعت سے آراستہ ہو کر
منظر عام پر آچکی ہیں

Marfat.com

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی سیرت طیبہ پر جامع اور مستند کتب

- **ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۷ جلد** — حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
- **شرح سیرت ابن ہشام (الروض الانف)** — امام عبدالرحمٰن سہیلی رحمۃ اللہ علیہ ۴ جلد
- **مدارج النبوت ۲ جلد** — شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- **جان عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — علامہ سید سعادت قادری رحمۃ اللہ علیہ
- **الخصائص الکبریٰ** — امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
- **حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین** — امام محمد یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
- **سعادت الدارین** — علامہ محمد یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
- **دلائل النبوۃ** — امام ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ
- **فضائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** (ترجمہ جواہر البحار ۵ جلد) — امام محمد یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
- **مقام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — مفتی منظور احمد فیضی
- **شان حبیب کبریا** صحاح ستہ کی روشنی میں — علامہ عبدالرسول ارشد
- **النبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — مترجم: مولانا ملک محمد بوستان
- **الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — مترجم: مولانا مختار احمد رومی
- **سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ
- **عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — نواز رومانی
- **ذکر جمیل** — مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ
- **جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — پروفیسر محمد یعقوب
- **محمد اول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — علامہ سراج احمد سعیدی
- **النبی الاطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — امام عبدالرحمٰن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ
- **فضائل محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — مترجم: علامہ مختار احمد رومی
- **سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
- **اللہ کے شہکار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — علامہ محمد عبدالحق ظفر چشتی رحمۃ اللہ علیہ
- **المصطفیٰ والمرتضیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** — علامہ سید ذاکر حسین سیالوی
- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت **پیغمبر عدل و امن** — ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

Marfat.com

Marfat.com

قال تعالیٰ وان تعدوا نعمت الله لا تحصوها

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

شرح صحیح البخاری کے نام ''نِعم الباری'' کی توجیہ

میں نے 18 رجنوری 2006ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ کی مشہور زمانہ کتاب ''المسند الصحیح الجامع المعروف بہ صحیح البخاری'' کی شرح لکھنے کا آغاز کیا، میں نے ابتداءً اس کا نام انعام الباری رکھا تھا، بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ شیخ محمد تقی عثمانی بھی اس نام سے صحیح البخاری کی شرح لکھ رہے ہیں اور اس وقت تک انعام الباری کی چار جلدیں ہو چکی تھیں، اس لیے میں نے اس کا نام بدل کر نعمۃ الباری رکھ دیا اور فرید بک اسٹال لاہور سے اس کی سات جلدیں لکھنے کا معاہدہ کیا اور 14 ستمبر 2010 کو میں نے نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل کر کے سید محسن اعجاز شاہ صاحب کے حوالہ کر دی اور یوں میری حد تک اس معاہدہ کی تکمیل ہو گئی۔

بعد ازاں میرا رابطہ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز سے ہوا اور میں نے محترم محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب سے شرح صحیح البخاری لکھنے کا معاہدہ طے کیا اور اب آٹھویں جلد سے میں نے اس کا نام نعمۃ الباری کے بجائے ''**نِعم الباری**'' رکھ دیا ہے تا کہ معاندین اور مفسدین کے لیے کسی شر کی گنجائش نہ رہے اور وہ یہ نہ کہیں کہ نعمۃ الباری کا معاہدہ تو ہم سے تھا اب یہ ضیاء القرآن اس کو کیوں شائع کر رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کا نام ہی بدل دیا ہے اور بجائے نعمۃ الباری کے اس کا نام ''**نِعم الباری**'' رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میرا اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کا حافظ اور ناصر ہو اور ہمیں معاندین اور مفسدین کے شر اور فساد سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ الف الف صلوات وتسلیمات دائما ابدا۔

غلام رسول سعیدی

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی 38

Marfat.com

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نِعَمُ الباری

فی

شرح صحیح البُخاری

تصنیف

علامہ غُلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء حادی عاشر

Marfat.com

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

جلد حادی عاشر (۱۱)

الاحادیث: ۵۳۵۱ — ۵۶۷۷

کتاب النفقات، کتاب الاطعمہ، کتاب العقیقہ، کتاب الذبائح والصید

کتاب الاضاحی، کتاب الاشربہ، کتاب المرضیٰ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
(یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے)

نام کتاب	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد حادی عاشر (۱۱)
تصنیف	علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی
سال اشاعت	جنوری 2013ء
بار	اول
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS24

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔021-32212011-32630411 فیکس:۔021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فہرست مضامین

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد عاشر)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	افتتاحیہ	62
	٦٩_ كِتَابُ النَّفَقَاتِ	63
1	نفقہ کے لغوی معنی از مستند محقق ارباب لغت	63
2	نفقہ کے متعلق قرآن مجید کی آیت مبارکہ	67
3	البقرہ:۲۱۹ کی تفسیر از علامہ ماتریدی حنفی	67
4	ضرورت سے زائد تمام مال کو صدقہ کرنے کا استحباب	67
5	سوشلسٹ لوگوں کا البقرہ:۲۱۹ سے نجی ملکیت کے خلاف استدلال کرنے کا بطلان اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اس مسئلہ میں اجتہادی خطا کا بیان، اضافہ از مصنف	67
6	رواں سال میں زکوٰۃ کا نصاب	69
7	البقرہ:۲۱۹۔۲۲۰ کی تفسیر از امام بغوی	69
8	"العفو" کا معنی اور ضرورت سے زائد مال کو خرچ کرنے کے متعلق احادیث میں ہدایات	69
9	البقرہ:۲۲۰۔۲۱۹ کی تفسیر از علامہ ابن عطیہ اندلسی	70
10	"العفو" کا معنی ہے نفلی نفقات اور البقرہ ۲۱۹ کا زکوٰۃ مفروضہ سے منسوخ ہونا اور اس آیت کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال اور ضرورت سے زائد مال کو خرچ کرنے کے متعلق احادیث	70
11	البقرہ:۲۱۹ کی تفسیر از علامہ زمخشری	71
12	"العفو" کا معنی اور تمام مال کو صدقہ کرنے کی مذمت	71
13	البقرہ:۲۱۹ کی تفسیر از علامہ ابن الجوزی حنبلی	71
14	رسول اللہ ﷺ سے نفقہ کے متعلق سوال کرنے والے صحابی کا نام، اور العفو کا لغوی معنی اور "العفو" کے متعلق مفسرین کے پانچ اقوال	71
15	البقرہ:۲۱۹ کے متعلق الناسخ والمنسوخ کی بحث	72
16	البقرہ:۲۱۹ کی تفسیر از علامہ سیوطی شافعی	72
17	البقرہ:۲۱۹ کی تفسیر میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے اقوال اور تاویلات اور البقرہ:۲۱۹ کے حکم کا منسوخ ہونا	72
18	البقرہ:۲۱۹، کی تفسیر از پیر محمد کرم شاہ الازہری	74
19	البقرہ:۲۱۹، کی تفسیر از مصنف	74
20	نفقات کے متعلق احادیث اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے محامل اور مصارف اور خرچ کرنے کی فضیلت میں چالیس (۴۰) احادیث مبارکہ	75

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
21	نفقات کے متعلق دیگر احادیث، خرچ کرنے کی فضیلت اور خرچ نہ کرنے کی مذمت اور صدقہ کی فضیلت	77
22	نفقات کے متعلق فقہاء شافعیہ کے نظریات، نفقات کے مسائل اور دیگر تحقیقات	81
23	زیرِ کفالت لوگوں پر مال خرچ نہ کرنے پر وعید	81
24	عورتوں اور بیویوں کے ساتھ احسان کرنے کی ترغیب کے متعلق احادیث	82
24	میانہ روی سے خرچ کرنا	82
25	خوش حال اور تنگدست کے خرچ کرنے کے متعلق فقہاءِ اسلام کے اقوال	82
26	والدین پر خرچ کرنے کے احکام	82
27	باپ کے اوپر اولاد کے خرچ کا واجب ہونا	83
28	نفقات کے متعلق فقہاء حنبلیہ کے نظریات، نفقات کے مسائل اور دیگر تحقیقات	83
29	بیویوں پر خرچ کرنے کی مقدار اور امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس خرچ کی کوئی مقدار معین نہیں ہے	84
30	نفقات کے متعلق فقہاء احناف کے نظریات، نفقات کے مسائل اور دیگر تحقیقات	84
31	نفقات کے متعلق مذاہب اربعہ کا خلاصہ	87
	ا۔ باب	87
32	بیوی پر خرچ کرنے کی فضیلت	87
33	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	88
34	ائمہ لغت کے نزدیک اہل وعیال کا مصداق	89
35	اس سوال کا جواب کہ بیوی پر خرچ کرنا تو واجب ہے، پھر اس کو صدقہ کیوں فرمایا؟	89
36	اہل وعیال پر خرچ کرنے کے متعلق فقہاءِ اسلام کے اقوال	89
37	بہنوں اور بھائیوں اور محارم پر خرچ کرنے کے متعلق فقہاءِ اسلام کی عبارات	90
38	صحیح البخاری:۵۳۵۱ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	90
39	اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال اور دیگر ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کی تفصیل	90
40	صحیح البخاری:۵۳۵۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	91
41	صحیح البخاری:۵۳۵۱، کی شرح از علامہ صابونی	91
42	حدیث مذکور کے الفاظ کی شرح	91
43	حدیث مذکور کے مطالب	92
44	حدیث مذکور کے فوائد	92
45	صحیح البخاری باب:۶۹ کے عنوان کی شرح از علامہ قسطلانی	92
46	صحیح البخاری باب:۶۹، کتاب النفقات کی شرح از شیخ عثیمین	93
47	حدیث مذکور کی شرح	94
48	شیخ عثیمین کی شرح پر مصنف کا رد اور اس کی تحقیق کہ ہر نیک اور جائز کام پر مسلمان کو اجر ملتا ہے خواہ وہ کام عبادت کی نیت سے کرے یا عادتاً کرے یا غفلت سے کرے "	94
49	حدیث مذکور کی شرح از مصنف	95
50	حدیث مذکور کی شرح از قاضی عیاض مالکی	96
51	آیا فقراء افضل ہیں یا مالدار؟	96
52	مباح کاموں کا بھی حسنِ نیت سے عبادات ہو جانا	96
53	بعض محققین کا مذہب ہے کہ شریعت میں کوئی کام مباح نہیں ہے	96

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
54	حدیث مذکور کی شرح از علامہ اُبّی مالکی	97
55	صحابہ نے جو بیوی سے جماع پر اجر کے استحقاق کے متعلق سوال کیا، اس سوال کی توجیہ	97
56	ہر جائز کام کرنے پر مسلمان اجر کا مستحق ہو گا خواہ وہ کام غفلت سے کرے یا عادتاً کرے	97
57	صحیح البخاری: ۵۳۵۱، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	98
58	حدیث مذکور کا مکمل متن	98
59	صحیح البخاری: ۵۳۵۲ کی شرح از علامہ عینی	99
60	حدیث مذکور کے رجال کا تذکرہ	99
61	حدیث مذکور کی صرفی اور نحوی تحقیق	99
62	حدیث مذکور کی شرح میں مصنف کا اضافہ، بندہ مخلوق کے ساتھ جیسا عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اسی طرح کی جزا دے گا	99
63	صحیح البخاری: ۵۳۵۲ کی شرح از علامہ القسطلانی	99
64	اللہ تعالیٰ کے خرچ کرنے اور بندوں کے خرچ کرنے میں محض صوری مشاکلت ہے ورنہ بندہ جس مال سے خرچ کرتا ہے وہ متناہی اور منقطع ہے اور اللہ تعالیٰ کے خزانے غیر متناہی اور غیر منقطع ہیں	100
65	النحل: ۹۶ کی تفسیر، آخرت کی نعمتوں کی برتری کی وجوہ	100
66	اس حدیث میں ابن آدم سے مراد خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا عام افراد امت، اس کی تحقیق	100
67	صحیح البخاری: ۵۳۵۲ کی شرح از شیخ عثیمین	100
68	حدیث مذکور کا مشروط ہونا	100
69	اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں	101
70	شیخ عثیمین کی شرح میں مصنف کا اضافہ	101
71	صحیح البخاری: ۵۳۵۲ کی شرح از علامہ کورانی حنفی	101
72	حدیث مذکور میں خرچ کرنے کی ترغیب	102
73	صحیح البخاری: ۵۳۵۳ کی شرح از شیخ وحید الزمان غیر مقلد	102
74	شیخ وحید الزمان کا مسلمانوں کے طرز عمل سے شکوہ	102
75	شیخ وحید الزمان کی شرح پر مصنف کا تبصرہ اور یہ کہ مسلمانوں نے بھی فلاحی ادارے قائم کیے ہیں اور یتیموں اور بیواؤں کی دادرسی کے لیے مختلف شعبہ جات قائم کیے ہیں	103
76	صحیح البخاری: ۵۳۵۳ کی شرح از علامہ عینی	103
77	حدیث مذکور کے رجال کا تذکرہ	103
78	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	103
79	صحیح البخاری: ۵۳۵۳ کی شرح از علامہ القسطلانی	104
80	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت	104
81	صحیح البخاری: ۵۳۵۳ کی شرح از شیخ عثیمین	104
82	بیوہ اور مسکین کی کفالت بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے	104
83	صحیح البخاری: ۵۳۵۳ کی شرح از شیخ محمد علی صابونی	104
84	رشتہ داروں کو صدقہ دینے کا عظیم اجر ہونا	104
85	حدیث مذکور کے فوائد	105
86	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن الملقن	106
87	فوت شدہ لوگوں پر مرثیہ کرنے کی ممانعت	107
88	حضرت سعد بن ابی وقاص کا تذکرہ	107
89	حضرت سعد بن خولہ کا تذکرہ	108
90	حدیث مذکور کے فوائد	108
91	صحیح البخاری: ۵۳۵۴ کی شرح از شیخ وحید الزمان غیر مقلد	110
92	شیخ وحید الزمان غیر مقلد کی شرح پر مصنف کا تبصرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا ثبوت	110
93	صحیح البخاری: ۵۳۵۴ کی شرح از علامہ عینی	111
94	حدیث مذکور کے لغوی معانی، نحوی ترکیب اور نبی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بیان	111
95	صحیح البخاری: ۵۳۵۴ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	111
96	صحیح البخاری: ۵۳۵۴ کی شرح از علامہ کورانی	111
97	۲۔ باب	112
98	بیوی اور بچوں پر خرچ کرنے کا وجوب	112
99	باب مذکور کے عنوان کی شرح از علامہ عینی	112
100	صحیح البخاری: ۵۳۵۵ کی شرح از علامہ عینی	112
101	حدیث مذکور کے رجال	112
102	''الکیس'' کی تحقیق	113
103	حدیث مذکور سے استنباط شدہ مسائل اور احکام	113
104	اگر کوئی شخص افلاس کی وجہ سے بیوی کو خرچ نہ دے تو بیوی کی اپنے شوہر سے علیحدگی کے متعلق فقہاء کا اختلاف	113
105	جمہور فقہاء کے دلائل کا علامہ عینی کی طرف سے جواب	113
106	فقہاء احناف کے مذکورہ مسلک پر ایک اشکال اور اس کا حل	114
107	صحیح البخاری: ۵۳۵۵ کی شرح از علامہ ابن ملقن	115
108	ہر مسئول سائل سے افضل نہیں ہوتا	115
109	شوہر کے افلاس کی وجہ سے نکاح کے فسخ ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	116
110	بیوی اور بچوں پر خرچ کرنے کے وجوب پر اجماع	116
111	جس شخص کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی ضرورت ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسروں کی ضروریات کو پورا کرے الا یہ کہ اس کے پاس اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات سے زیادہ مال ہو	117
112	بیٹے اور خادم پر خرچ کرنے کا وجوب	117
113	بیوی پر خرچ کرنے کا وجوب	117
113	جو بچے مالدار نہ ہوں، ان پر خرچ کے وجوب میں فقہاء اسلام کے اقوال	117
114	فقہاء مالکیہ نے کہا ہے کہ باپ پر واجب ہے کہ وہ اپنی صلبی اولاد پر خرچ کرے	118
115	امام شافعی کے نزدیک نابالغ اولاد پر خرچ کرنا ضروری ہے اور جب وہ بالغ ہو جائیں تو پھر ان پر خرچ کرنا ضروری نہیں ہے سوا اس کے کہ وہ اپاہج ہو جائیں	118
116	صحیح البخاری: ۵۳۵۵ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	119
117	اہل اور عیال کے نفقہ کے وجوب پر فقہاء اسلام کی عبارات	119
118	شوہر کے افلاس کی وجہ سے شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان مفارقت کے متعلق اختلاف فقہاء	119
119	صحیح البخاری: ۵۳۵۵ کی شرح از علامہ القسطلانی الشافعی	120
120	نفقہ کے وجوب کے اسباب	121
121	نسب اور ملکیت کی وجہ سے نفقات کا وجوب	121
122	جس نفقہ کی مدت گزر گئی ہے اس کے وجوب کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	121
123	صحیح البخاری: ۵۳۵۵ کی شرح از شیخ عثیمین	122
124	جب شوہر فقیر ہو تو بیوی کو اس سے طلاق کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے	122
125	صحیح البخاری: ۵۳۵۵ کی شرح از علامہ کورانی حنفی	122
126	اپنا تمام مال صدقہ کرنے کے جواز کا محمل	122
127	صحیح البخاری: ۵۳۵۶ کی شرح از علامہ عینی	123

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
128	صحیح البخاری:۵۳۵۶ کی شرح از علامہ قسطلانی شافعی	123
129	غنی کی پشت کے معانی	123
130	صحیح البخاری:۵۳۵۶ کی شرح از شیخ عثیمین	124
131	حدیث مذکور کا ایک دوسری حدیث سے تعارض کا جواب	124
132	۳۔باب	124
133	مرد کا اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کے خرچ کو روک لینا، اور اہل وعیال کے خرچ کی کیفیت	124
134	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	125
135	صحیح البخاری:۵۳۵۷ کی شرح از علامہ عینی	126
136	بنو نضیر کا مصداق اور حدیث مذکور سے مستنبط مسائل	126
137	بنو نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کرنے کا سبب	126
138	توکل کی تعریف میں مصنف کی تحقیق	126
139	صحیح البخاری:۵۳۵۷ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	127
140	صحیح البخاری:۵۳۵۷ کی شرح از شیخ عثیمین	127
141	جو چیزیں سال بھر محفوظ رہ سکتی ہوں، ان کو ایک سال کے خرچ کے لیے جمع کر کے رکھنے کا جواز	127
142	ایک سال کے لیے خوراک کو محفوظ کرنا اس بات کو	
143	مستلزم نہیں ہے کہ پورا سال وہ خوراک محفوظ رہے	128
144	کم سن اولاد اور بڑی عمر کی اولاد کے متعلق خرچ کو چھوڑنے کی تحقیق	128
145	صحیح البخاری:۵۳۵۷ کی شرح از علامہ کورانی	128
146	مالک بن اوس کی حدیث کے فقہی فوائد	132
147	حضرت عباس اور حضرت علی کے درمیان منازعت اور جھگڑے کی تفصیل	133
148	حضرت سیدہ فاطمہ کے حضرت ابوبکر سے وراثت کے سوال کرنے کی توجیہ	133
149	حدیث مذکور کے بقیہ فوائد	134
150	صحیح البخاری:۵۳۵۸ کی شرح از علامہ عینی	134
151	اس سوال کا جواب کہ جب حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترکہ صدقہ ہے، تو پھر وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے کیوں آئے؟	134
152	صحیح البخاری:۵۳۵۸ کی شرح از علامہ کورانی	135
153	حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے مطالبہ کو تسلیم نہ کرنے کی توجیہ	135
154	۴۔باب	135
155	باب مذکور کی تعلیق	136
156	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی	137
157	البقرہ:۲۳۳ کی شرح از علامہ عینی	138
158	البقرہ:۲۳۳ کی شرح از پیر محمد کرم شاہ الازہری	139
159	البقرہ:۲۳۳ کی شرح از مصنف	139
160	دودھ پلانے کے شرعی احکام	139
161	دودھ پلانے کی مدت میں ائمہ مذاہب کی آراء	140
162	الطلاق:۶۔۷ کی تفسیر از علامہ عینی	141
163	باب مذکور کی شرح کا خلاصہ	142
164	باب:۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن	142
165	باب:۴ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	143
166	دودھ پلانے کی اجرت کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	143
167	۵۔باب	144
168	جب بیوی کا شوہر غائب ہو تو اس کا اور اس کی اولاد کا خرچ	144

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
169	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	144
170	حدیث مذکور کی شرح از علامہ عینی	144
171	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	144
172	صحیح البخاری: ۵۳۵۹ کی شرح از علامہ ابن الملقن	145
173	علامہ ابن الملقن کا علامہ ابن البطال پر تعاقب	145
174	حدیث مذکور کی تائید میں ایک اور حدیث	145
175	شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے مال سے خرچ کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کا اختلاف	146
176	حدیث مذکور کے فوائد	146
177	صحیح البخاری: ۵۳۵۹ کی شرح از شیخ وحید الزمان غیر مقلد	147
178	شیخ وحید الزمان کی شرح پر مصنف کا تبصرہ، اس حدیث کا قضاء علی الغائب سے تعلق ہے نہ مفقود الخبر سے اور نہ معنت سے، معنت وہ شخص ہے جو سرکشی کی بناء پر نہ عورت کو خرچ دے اور نہ اس کو طلاق دے	147
179	صحیح البخاری: ۵۳۵۹ کی شرح از علامہ قسطلانی	148
180	حدیث مذکور میں نبی ﷺ نے مال لینے کا جو حکم دیا ہے، یہ امر اباحت ہے	148
181	نبی ﷺ نے حضرت ہند کو جو حضرت ابوسفیان کے مال سے بقدرِ ضرورت خرچ کرنے کی اجازت دی تھی، آیا یہ فتویٰ تھا یا قضاء تھی؟	148
182	صحیح البخاری: ۵۳۵۹ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	148
183	اہل و عیال کے خرچ کے وجوب کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	148
184	صحیح البخاری: ۵۳۶۰ کی شرح از علامہ عینی	149
185	اس اعتراض کا جواب کہ حدیث مذکور باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے	149
186	شوہر کو نصف اجر ملنے کی توجیہ	149
187	ہر نیک اور جائز کام سے پہلے اس کی خصوصی نیت کا ضروری نہ ہونا	150
188	حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	150
189	خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی کے خرچ کرنے کے متعلق متعدد احادیث کی شرح اور ان میں باہمی تعارض کی تطبیق	150
190	صحیح البخاری: ۵۳۶۰ کی شرح از شیخ وحید الزمان	151
191	شیخ وحید الزمان کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	151
192	۶۔ باب	152
193	عورت کا خاوند کے گھر میں کام کاج کرنا	152
194	صحیح البخاری: ۵۳۶۱ کی شرح از علامہ عینی	152
195	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	153
196	حدیث مذکور کے بعض رجال کا تذکرہ	153
197	حدیث مذکور کی شرح اور خلاصہ از مصنف	153
198	اس سوال کا جواب کہ حضرت سیدہ فاطمہ کو تو خادم کی ضرورت تھی، نبی ﷺ نے اس کے حل کے لیے ان کو تسبیحات پڑھنے کا حکم دیا، ان تسبیحات سے	
199	حضرت سیدہ فاطمہ کی ضرورت کیسے پوری ہوگی؟	154
200	صحیح البخاری: ۵۳۶۱ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	154
201	صحیح البخاری: ۵۳۶۱ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	154
202	قدر و منزلت والی خاتون کے لیے بھی گھر کے کام کرنے کا ثبوت	154
203	جب خاوند خوش حال ہو تو اس کو چاہیے کہ گھر کے کاموں کے لیے کسی خادم کا خرچ دے	155

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
204	صحیح البخاری:۵۳۶۱ کی شرح از علامہ القسطلانی شافعی	156
205	بیویوں کو چاہیے کہ وہ از خود گھر کا کام کاج کیا کریں، اور اس میں عار اور بوجھ نہ سمجھیں	156
206	صحیح البخاری:۵۳۶۱ کی شرح از علامہ کورانی حنفی	156
207	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خادم کی ضرورت ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم عطا نہ کرنے کی توجیہات	156
208	رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی سادہ اور بے تکلف زندگی	157
209	۷-باب	157
210	عورت کا خادم	157
211	صحیح البخاری:۵۳۶۲، کی شرح از علامہ عینی	158
212	صحیح البخاری:۵۳۶۲ کی شرح از علامہ ابن الملقن	159
213	صحیح البخاری: ۵۳۶۲ کی شرح از علامہ قسطلانی شافعی	159
214	۸-باب	160
215	مرد کا اپنے گھر کے کام کاج کرنا	160
216	صحیح البخاری:۵۳۶۳ کی شرح از علامہ عینی	160
217	نبی ﷺ کے گھر میں کام کاج کرنے کے متعلق مزید احادیث	160
218	رسول اللہ ﷺ کے کپڑوں میں جوؤں کی تحقیق	161
219	دیگر روایات کے حوالہ جات	161
220	صحیح البخاری:۵۳۶۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن	161
221	۹-باب	162
222	جب مرد خرچ نہ کرے تو عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ مرد کے علم کے بغیر اتنی مقدار لے لے جو اس کے اور اس کی اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو	162
223	صحیح البخاری: ۵۳۶۴ کی شرح از علامہ عینی	162
224	لفظ ھند کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح سے پڑھنے کا جواز	162
225	شحیح کا معنی	162
226	مرد پر اس کی اولاد کے نفقہ کا لزوم	163
227	حدیث مذکور کے بعض دیگر مسائل	163
228	صحیح البخاری: ۵۳۶۴ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	163
229	حضرت ہند کے اسلام لانے کی تفصیل	163
230	حضرت ابوسفیان کا تذکرہ	164
231	شحیح اور بخیل کا فرق	164
232	حدیث مذکور کے فوائد	165
233	۱۰-باب	166
234	عورت کا اپنے خاوند کے مال کی اور اس کے دیے ہوئے خرچ کی حفاظت کرنا	166
235	صحیح البخاری:۵۳۶۵ کی شرح از علامہ عینی	166
236	حدیث مذکور کے بعض رجال کا تذکرہ	166
237	حدیث مذکور میں اونٹوں سے مراد گدھے ہیں	166
238	اونٹوں پر سواری کرنے والی قریش کی عورتوں کے متعلق دیگر روایات	167
239	صحیح البخاری ۵۳۶۵ کی شرح از علامہ ابن الملقن شافعی	167
240	اس کی تحقیق کہ بعیر کا معنی صرف اونٹ نہیں ہوتا بلکہ گدھا بھی ہوتا ہے	167
241	قریش کی عورتوں کی دوسری عورتوں پر فضیلت	168
242	۱۱-باب	168
243	دستور کے مطابق عورت کا لباس مہیا کرنا	168

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
244	صحیح البخاری:۵۳۶۶ کی شرح از علامہ عینی	169
245	حلہ اور سیراء کا معنی اور جن عورتوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان ریشمی چادروں کو تقسیم کیا تھا ان کا بیان	169
246	صحیح البخاری ۵۳۶۶ کی شرح از علامہ ابن الملقن شافعی	169
247	مرد پر عورت کے نفقہ اور لباس کا وجوب	170
248	صحیح البخاری:۵۳۶۶ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	170
249	۱۲۔باب	170
250	عورت کا اپنے شوہر کے بچوں کی خدمت میں مدد کرنا	170
251	صحیح البخاری:۵۳۶۷ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	171
252	خاوند کی اولاد کی خدمت کرنے کا استحباب	171
253	۱۳۔باب	171
254	مفلس مرد پر اس کی بیوی بچوں کا خرچ	171
255	صحیح البخاری ۵۳۶۸ کی شرح از علامہ عینی	172
256	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	172
257	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	173
258	صحیح البخاری:۵۳۶۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن	173
259	تنگدست پر اہل وعیال کے خرچ کا لزوم	173
260	اس تنگدست مرد سے کفارہ ساقط نہیں ہوا بلکہ اس کی تنگدستی کی وجہ سے اس کی ادائیگی مؤخر ہوگئی	173
261	رمضان میں عمداً جماع کرنے اور بھولے سے جماع کرنے کے شرعی احکام	173
262	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ کی ادائیگی میں جن امور کو بیان فرمایا آیا ان میں ترتیب لازم ہے یا نہیں؟	174
263	مسکین کو کفارہ ادا کرنے کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف	174
264	"العرق" کا معنی	174
265	فقہاء کا اس میں اختلاف کہ اس تنگدست مرد کے کھجوروں کے کھا لینے سے اس کا کفارہ ادا ہوا یا نہیں؟	174
266	صحیح البخاری:۵۳۶۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	175
267	صحیح البخاری:۵۳۶۸، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	175
268	۱۴۔باب	175
269	اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہے، اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے، کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا جائے گا، نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے اور نہ باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے اور وارث پر بھی اسی طرح لازم ہے۔	176
270	کیا عورت کے اوپر بھی بچوں کی کفالت کے لیے خرچ کرنا واجب ہے؟	176
271	اور اللہ (ایک اور) مثال بیان فرماتا ہے دو مرد ہیں ان میں سے ایک گونگا ہے جو کوئی کام نہیں کرسکتا اور وہ اپنے مالک پر بار ہے اس کا مالک اسے جہاں بھی بھیجے وہ کوئی خیر کی خبر نہیں لاتا، کیا یہ شخص اس کے برابر ہوجائے گا جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور وہ راہ راست پر ہے۔	176
272	باب مذکور کے عنوان کی شرح از علامہ عینی	176
273	صحیح البخاری ۵۳۶۹ کی شرح از علامہ عینی	177
274	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	178
275	حدیث کے مشکل الفاظ کی شرح	178

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
276	صحیح البخاری:۵۳۶۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن	178
277	صحیح البخاری:۵۳۷۰ کی شرح از علامہ عینی	179
278	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	179
279	صحیح البخاری:۵۳۷۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن	179
280	ماں پر اولاد کا خرچ واجب نہیں ہے، صرف باپ پر اولاد کا خرچ واجب ہے، اس پر علامہ ابن ملقن شافعی کے دلائل	179
281	صحیح بخاری:۵۳۷۰ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	179
282	باپ پر اولاد کا خرچ واجب ہے اور باپ کے علاوہ کسی اور رشتہ دار پر اس کی اولاد کا خرچ واجب نہیں ہے، اس پر علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل ہے	180
283	۱۵۔باب	181
284	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص نے قرض کا بوجھ چھوڑا یا اولاد کی پرورش کی ذمہ داری چھوڑی تو اس کا انتظام میرے ذمہ ہے	181
285	صحیح البخاری:۵۳۷۱ کے باب کی شرح از علامہ عینی	182
286	باب مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	182
287	عوام کی کفالت کی ذمہ داری حکومت پر ہے، قرونِ اولیٰ میں مسلمان حکمران ایسا ہی کرتے تھے اور اب کفار تو اپنے ملکوں میں عوام کی فلاح وبہبود کے لیے ایسے انتظامات کرتے ہیں اور مسلمان حکام سرکاری خزانوں سے صرف اپنے لیے مال جمع کرتے ہیں اور پرتعیش زندگی بسر کرنے کا بندوبست کرتے ہیں	182
288	صحیح البخاری:۵۳۷۱ کی شرح از علامہ عینی	183
289	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے اجتناب کی توجیہ	183
290	صحیح البخاری:۵۳۷۱،کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	183
291	صحیح البخاری:۵۳۷۱،کی شرح از علامہ کورانی حنفی	184
292	''الکَلّ اور الضَیاع'' کا معنی اور مقروض کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کی توجیہ	184
293	۱۶۔باب	184
294	دودھ پلانے والیاں خواہ وہ باندیاں ہوں یا آزاد	184
295	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	184
296	صحیح البخاری:۵۳۷۲ کی شرح از علامہ عینی	185
297	نفقہ کے متعلق صدر الشریعہ علامہ امجد علی کی تحقیق	186
298	مسائل فقہیہ	187
299	۷۰۔کِتَابُ الْأَطْعِمَةِ	195
300	کھانے پینے کی چیزوں کا بیان	195
301	۱۔باب	195
302	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔	195
303	اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے پاک چیزوں کو خرچ کرو۔	195
304	اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرتے رہو، بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو میں اس کو خوب جاننے والا ہوںO	195
305	البقرہ:۲۶۷،کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری	195
306	المومنون:۵۱ کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری	196
307	البقرہ:۱۷۲ کی تفسیر از مصنف	196
308	حرام مال کھانے کا وبال	196
309	البقرہ:۲۶۷ کی تفسیر از مصنف	196

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
310	عشر کا بیان	197
311	عشر کے نصاب میں فقہاء کے نظریات	197
312	عشر کے نصاب میں ائمہ ثلاثہ کا نظریہ	197
313	عشر کے نصاب میں امام ابوحنیفہ کا نظریہ	197
314	عشری اور خراجی اراضی کی تعریفیں	200
315	خراج کی مقدار کا بیان	200
316	اراضی پاکستان کے عشری ہونے کا بیان	201
317	المومنون:۵۱ کی تفسیر از مصنف	202
318	تمام رسولوں سے بیک وقت خطاب کرنے کی توجیہ	202
319	اپنی حلال کمائی سے کھانے کی ترغیب اور ناپاک اور حرام چیزیں کھانے کی ترہیب (ممانعت)	202
320	صحیح البخاری: ۵۳۷۳ کی شرح از علامہ عینی	205
321	حدیث مذکور کی سند کے رجال کا تذکرہ	205
322	صحیح البخاری: ۵۳۷۳ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی	205
323	ضرورت مند اور سائل کو اس کی ضرورت کے مطابق مال دینے کی تفصیل	206
324	صحیح البخاری: ۵۳۷۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن	206
325	صحیح البخاری: ۵۳۷۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	207
326	صحیح البخاری: ۵۳۷۳ کی شرح از شیخ عثیمین	207
327	صحیح البخاری: ۵۳۷۴ کی شرح از علامہ عینی	208
328	حدیث مذکور کی سند کے رجال کا تذکرہ	208
329	حدیث مذکور کے بعض مجمل الفاظ کی تفصیل	208
330	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح پر مواخذہ اور کم کھانے کی فضیلت کا بیان	208
331	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے درمیان مصنف کا محاکمہ	209

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
332	صحیح البخاری: ۵۳۷۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن	209
333	صحیح البخاری: ۵۳۷۵ کی شرح از علامہ عینی	210
334	حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی	211
335	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ	211
336	حدیث مذکور کے فوائد از علامہ عینی	212
337	صحیح البخاری: ۵۳۷۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	212
338	حدیث مذکور کے فوائد از علامہ ابن الملقن	213
339	صحیح البخاری: ۵۳۷۵ کی شرح از شیخ عثیمین	214
340	حدیث مذکور کے فوائد از شیخ عثیمین	214
341	صحیح البخاری: ۵۳۷۵، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	215
342	صحیح البخاری: ۵۳۷۵ کی شرح از علامہ دمامینی مالکی	215
343	صحیح البخاری: ۵۳۷۵ کی شرح از شیخ محمد علی صابونی	215
344	حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی	215
345	حدیث مذکور کی شرح	216
346	حدیث مذکور کے فوائد از علامہ صابونی	217
347	صحیح البخاری: ۵۳۷۵ کا مفصل متن سنن ترمذی میں	218
348	۲۔ باب	219
349	کھانے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا اور دائیں ہاتھ سے کھانا	219
350	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	219
351	کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے متعلق مزید احادیث	219
352	کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے حکم کی تفصیل	220
353	دائیں ہاتھ سے کھانے کے متعلق احادیث	220
354	دائیں ہاتھ سے کھانے کے حکم کی تفصیل	220
355	صحیح البخاری: ۵۳۷۶ کی شرح از علامہ عینی	221

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
356	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	221
357	حدیث مذکور کے رجال کا تذکرہ	221
358	حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ	222
359	حَجْر کا معنی	222
360	صَحْفَة کا معنی	222
361	دائیں ہاتھ سے کھانے کا استحباب اور بائیں ہاتھ سے کھانے پر وعید	223
362	شیطان اور جنات کے کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	223
363	صحیح البخاری: ۵۳۷۶ کی شرح از علامہ ابن ملقن	224
364	بسم اللہ پڑھ کر کھانے اور دائیں ہاتھ سے کھانے کے متعلق مزید احادیث	224
365	طعام پر بسم اللہ پڑھنے کے مسائل	226
366	طعام کو دائیں ہاتھ سے کھانے کے مسائل	226
367	صحیح البخاری: ۵۳۷۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	227
368	کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا مستحب ہونا	227
369	دائیں ہاتھ سے اور اپنے قریب سے کھانے کے متعلق فقہاء کے اقوال	227
370	صحیح البخاری: ۵۳۷۶ کی شرح از شیخ عثیمین	227
371	جب مرد کے ساتھ کھانے میں کوئی اور شریک نہ ہو یا کھانا کئی قسم کا ہو تو پھر پیالہ میں ادھر ادھر سے کھانے کا جواز	227
372	صحیح البخاری: ۵۳۷۶، کی شرح از علامہ صابونی	228
373	حدیث مذکور کے فوائد	228
374	تنبیہ لطیف	228
375	۳۔ باب	228
376	اپنے قریب سے کھانا	228

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
377	صحیح البخاری: ۵۳۷۸ کی شرح از علامہ عینی	229
378	اس سوال کا جواب کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث مرسل کی روایت کیوں کی ہے؟	230
379	صحیح البخاری: ۵۳۷۷، ۵۳۷۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن	230
380	کھانے پینے کے احکام اور آداب کے متعلق احادیث اور ان کی شروح	230
381	آداب طعام کے متعلق متعدد اور متفرق فصول	231
382	گوشت کھانے کا جواز	231
383	طعام کے حصول کے آداب	232
384	کھانے سے پہلے ہاتھوں کو دھونا	232
385	"خُوان" اور "سفرۃ" یعنی دستر خوان پر کھانا	233
386	کھانے کے وقت بیٹھنے کا طریقہ	234
387	نمکین چیز کو کھانے سے ابتداء کرنا	234
388	دائماً گوشت کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے	234
389	کھانے میں تکلف نہ کیا جائے	234
390	کھانا پکانے والے خادم کو بھی اپنے ساتھ کھانا کھلائیں	234
391	مجوسی کے برتنوں کو دھوئے بغیر ان میں کھانا نہ کھائے	235
392	اگرچہ گنجائش ہو پھر بھی آدھے پیٹ کھانا کھائے	235
393	کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا	235
394	مذکور دعا کا ترجمہ	235
395	ایک تھال سے جمع ہو کر کھانا	235
396	کھانے کے بعد دانتوں میں خلال کرنا	235
397	مجذوم (جس کو جذام یا کوڑھی کا مرض ہو) کو ساتھ بٹھا کر کھلانا	236
398	۴۔ باب	236
399	پیالہ کے اطراف سے کھانے کا جواز جب کھانے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	والے کو معلوم ہو کہ اس کے ساتھ کھانے والے کو اس سے کراہیت نہیں ہوگی	236
400	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	237
401	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ	237
402	صحیح البخاری: ۵۳۷۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن	238
403	جب کسی کو کھانے والے کے پیالہ میں ہاتھ کی گردش سے گھن نہ آئے تو پھر کھانے والے کے ہاتھ کا پیالہ میں گردش کرنا جائز ہے	238
404	نبی ﷺ کے ہاتھ کے پیالہ میں گردش کسی صحابی کو ناگوار نہیں تھی، کیونکہ صحابہ تو آپ کے لعابِ دہن اور آپ کے بلغم سے بھی تبرک حاصل کرتے تھے	239
405	حدیث مذکور میں بعض اضافات	239
406	حدیث میں مذکور درزی کا تذکرہ اور لوکی کے قتلوں کے متعلق دیگر احادیث	239
407	کھانے والے کے ہاتھ کی پیالہ میں گردش کا جواز	240
	حضرت انس رضی اللہ عنہ جو لوکی سے محبت کرتے تھے، اس کی توجیہ	241
408	نبی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے کھانے پینے پر کفار کا اعتراض اور اس کے جوابات	241
409	الفرقان: ۷ کی تفسیر از مصنف	241
410	رسول اللہ ﷺ کے کھانے پینے کے فوائد، حکمتیں اور عظمتیں	241
411	شیخ تھانوی کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کا نجس ہونا	242
412	بعض غیر مقلد علماء کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کا نجس ہونا	242
413	اکثر شافعیہ کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات مبارکہ طاہر ہیں	243
414	رسول اللہ ﷺ کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث	243
415	۵۔ باب	247
416	کھانا کھانے اور دوسرے کاموں میں دائیں ہاتھ سے ابتداء کرنا	247
417	صحیح البخاری: ۵۳۸۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	247
418	صحیح البخاری: ۵۳۸۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن	248
419	بیت الخلاء میں دخول کے وقت اور مسجد سے خروج	
420	کے وقت بائیں جانب سے ابتداء کرنا مستحب ہے	248
421	دائیں جانب سے ابتداء کے احکام	248
422	فائدہ	248
423	صحیح البخاری: ۵۳۸۰ کی شرح از علامہ قسطلانی	249
424	صحیح البخاری: ۵۳۸۰ کی شرح از شیخ عثیمین	249
425	۶۔ باب	250
426	جس نے کھایا حتی کہ سیر ہو گیا	250
427	صحیح البخاری: ۵۳۸۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	251
428	حدیث مذکور کے مباحث	251
429	(۱) انبیاء علیہم السلام کو بھوک لگنے کی توجیہ	251
430	(۲) آواز سن کر شہادت دینے کی تحقیق	252
431	(۳) بغیر سوال کیے اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا کرنا	252
432	(۴) جب یہ معلوم ہو کہ چند لوگوں کا ساتھ جانا دعوت دینے والے کے لیے باعث مسرت ہے تو پھر ان کا دعوت دینے والے کے ساتھ جانا جائز ہے	252
433	(۵) نبی ﷺ کو اس معاملہ کا علم وحی سے ہوا یا قرائن سے؟ اور حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا کی فقاہت	253
434	(۶) عورت کی کنیت کا جواز اور ''عُکّۃ'' اور	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	''ادام'' کا معنی	253
435	(۷) مہمانوں اور ملاقات کے لیے آنے والوں کے استقبال کے لیے جانا اور سیر ہو کر کھانے کا جواز	253
436	(۸) بھوک اور پیاس کو ختم کرنے سے زیادہ مقدار میں کھانا اسراف ہے	254
437	رسول اللہ ﷺ کا عظیم معجزہ	254
438	صحیح البخاری: ۵۳۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	255
439	علامہ کرمانی کے اس قول پر حافظ ابن حجر کا رد کہ نبی ﷺ کی وفات سے پہلے صحابہ سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے	255
440	بعض احادیث میں سیر ہو کر کھانے کا جواز ہے اور بعض میں اس کی ممانعت ہے، ان میں تطبیق	255
441	سیر ہو کر کھانے کی سات اقسام	256
442	صحیح البخاری ۵۳۸۱، کی شرح از شیخ عثیمین	256
443	رسول اللہ ﷺ پر بشری تقاضوں کا طاری ہونا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی ذکاوت، نبی ﷺ کا معجزہ اور سیر ہو کر کھانے کا جواز	256
444	صحیح البخاری: ۵۳۸۱، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	257
445	بعض مواقع پر رسول اللہ ﷺ کا میزبان سے اجازت طلب کرنا اور بعض مواقع پر اجازت طلب نہ کرنا، ان میں تطبیق	257
446	صحیح البخاری: ۵۳۸۲ کی شرح از علامہ عینی	258
447	حدیث مذکور کی سند کے رجال	258
448	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	258
449	صحیح البخاری ۵۳۸۲، کی شرح از شیخ عثیمین	259
450	طعام کی کثرت میں نبی ﷺ کا معجزہ، مشرک سے اس سوال کا جواز کہ تم ہماری دعوت کرو گے یا ہم کو فروخت کرو گے؟	259
451	گوشت کو ذخیرہ کرنے کا جواز اور غائبین کا حصہ رکھنے کا جواز	259
452	کافر اور مشرک سے خرید و فروخت کا جواز	259
453	صحیح البخاری: ۵۳۸۳ کی شرح از علامہ عینی	260
454	حدیث مذکور کی سند کے رجال	260
455	نبی ﷺ کی وفات کے وقت صرف کھجور اور پانی سے سیر ہونے کا بیان	260
456	''الاسودین'' کا معنی اور باب تغلیب کی متعدد مثالیں	260
457	بھوک کے متعلق دو آراء	261
458	۷- باب	261
459	نابینا پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے، اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ، یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے قبضے میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے، اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ، پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کرو اور اللہ سے اچھی دعا کرو کہ برکت اور پاکیزگی اللہ کی طرف سے نازل ہو، اللہ اسی طرح تمہارے لیے آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ لو○	262

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
460	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	262
461	صحیح البخاری: ۵۳۸۴ کی شرح از علامہ عینی	263
462	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	263
463	۸۔باب	264
464	باریک روٹیوں (چپاتیوں) کو کھانا اور میزوں اور دسترخوانوں پر کھانا	264
465	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	264
466	''خبز مرقق''، ''خوان'' اور ''سُفرة'' کے معانی	264
467	صحیح البخاری: ۵۳۸۵ کی شرح از علامہ عینی	264
468	حدیث مذکور کی سند کے رجال	264
469	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	264
470	چپاتی کھانے کا جواز اور اس سوال کا جواب کہ بعض احادیث میں ہے: نبی ﷺ نے بھنی ہوئی بکری کھائی ہے	265
471	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	266
472	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	266
473	صحیح البخاری: ۵۳۸۶ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	266
474	صحیح البخاری: ۵۳۸۷ کی شرح از علامہ عینی	267
475	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	267
476	صحیح البخاری: ۵۳۸۸ کی شرح از علامہ عینی	268
477	اہل شام کا مصداق	268
478	نطاقان کی شرح	268
479	گوہ کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	269
480	گوہ کھانے کے مکروہ تحریمی ہونے متعلق احادیث	269
481	صحیح البخاری: ۵۳۸۹ کی شرح از علامہ عینی	270
482	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	270
483	گوہ کا معنی	270
484	۹۔باب	270
485	ستو کا بیان	270
486	صحیح البخاری: ۵۳۹۰ کی شرح از علامہ عینی	271
487	حدیث مذکور کے رجال	271
488	مشکل الفاظ کے معانی	271
489	۱۰۔باب	271
490	اس بات کا بیان کہ نبی ﷺ کسی چیز کو نہیں کھاتے تھے حتی کہ اس کا نام لیا جاتا، سو آپ جان لیتے کہ کیا چیز ہے	271
491	اس باب کے عنوان کی شرح از علامہ عینی	271
492	صحیح البخاری: ۵۳۹۱، کی شرح از علامہ عینی	272
493	حدیث مذکور کے رجال	273
494	''محنوذ'' کا معنی	273
495	''النسوة الحضور'' میں موصوف اور صفت میں عدم مطابقت کے اعتراض کا جواب	273
496	گوہ کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	273
497	گوہ کھانے کی کراہت پر دلیل اور جن احادیث میں گوہ کھانے کا جواز ہے ان کا منسوخ ہونا	274
498	گوہ کھانے کی کراہت پر مزید احادیث اور فقہاء شافعیہ کے اعتراضات کے جوابات	274
499	صحیح البخاری: ۵۳۹۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	275
500	کھانے کی چیزوں کے متعلق سوال کرنے کی توجیہ	275
501	صحیح البخاری: ۵۳۹۱ کی شرح از شیخ عثیمین	275
502	۱۱۔باب	276
503	ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کافی ہوتا ہے۔	276
504	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	276
505	امام بخاری کا یہ عنوان صرف حضرت ابو ہریرہ	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مناسب ہے جو امام بخاری کی شرط کے مطابق ہے	276
506	صحیح البخاری: ۵۳۹۲، کی شرح از علامہ عینی	277
507	ان احادیث سے مراد ہمدردی اور غمگساری ہے	277
508	مل کر کھانے کی ترغیب	277
509	پرہیزی کھانا الگ کھانے کا جواز	277
510	صحیح البخاری: ۵۳۹۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن	278
511	ان احادیث سے مراد اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دینا ہے اور سخاوت اور غمگساری کرنا ہے	278
512	صحیح البخاری: ۵۳۹۲، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	278
513	صحیح البخاری: ۵۳۹۲، کی شرح از علامہ صابونی	279
514	قناعت اور مکارمِ اخلاق کی ترغیب	279
515	حدیث مذکور کے فوائد	279
516	۱۲۔ باب	280
517	مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے	280
518	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	280
519	صحیح البخاری: ۵۳۹۳، کی شرح از علامہ عینی	280
520	حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت	280
521	حدیث مذکور کی سند کے رجال کا تذکرہ	280
522	حدیث مذکور میں کافر اور مومن کے مصداق کے متعلق متعدد اقوال	281
523	جس مرد نے حالتِ کفر میں سات گنا کھایا اور حالتِ اسلام میں اس کی ایک مثل کھائی	282
524	سات آنتوں سے مبالغہ مراد ہے یا حقیقتِ عدد	282
525	کافر کی سات صفات	282
526	شہوت کی سات قسمیں	282
527	صحیح البخاری: ۵۳۹۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن	283
528	مومن اور کافر کے ایک آنت اور سات آنتوں میں کھانے کے متعلق پانچ اقوال	283
529	کھانے والوں کے تین طبقات	284
530	صحیح البخاری: ۵۳۹۳ کی شرح از شیخ محمد علی صابونی	285
531	مومن کی ایک آنت اور کافر کی سات آنتوں کا ذکر بہ طور تمثیل اور تشبیہ ہے، بہ طور تحقیق نہیں ہے	285
532	صحیح البخاری: ۵۳۹۴، کی شرح از علامہ عینی	286
533	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال	286
534	حدیث مذکور کی تعلیق	286
535	صحیح البخاری: ۵۳۹۵، کی شرح از علامہ عینی	287
536	ابونہیک کا تعارف	287
537	صحیح البخاری: ۵۳۹۷، کی شرح از علامہ عینی	288
538	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف	288
539	حدیث مذکور کی مزید تخریج	288
540	۱۳۔ باب	288
541	ٹیک لگا کر کھانے کا بیان	288
542	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	288
543	صحیح البخاری: ۵۳۹۸، کی شرح از علامہ عینی	289
544	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال	289
545	حدیث مذکور کے معانی، ٹیک لگا کر بیٹھنا متکبرین کا طریقہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس طرح بیٹھ کر کھائے جس طرح تشہد میں بیٹھتے ہیں	289
546	صحیح البخاری: ۵۳۹۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن	290
547	ٹیک لگا کر کھانے کے متعلق مختلف متعدد احادیث	290
548	ٹیک لگا کر کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	291
549	صحیح البخاری: ۵۳۹۹، کی شرح از علامہ عینی	292
550	صحیح بخاری کی دونوں روایتوں کا فرق	292

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
551	۱۴۔ باب	293
552	بھنا ہوا گوشت کھانا	293
553	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	293
554	ہود: ۶۹ کا شانِ نزول	293
555	۱۵۔ باب	294
556	خزیرہ (ایک قسم کا حلوہ)	294
557	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	294
558	''خزیرہ'' کا معنی	294
559	''النضر'' کا تذکرہ	294
560	صحیح البخاری: ۵۴۰۱، کی شرح از علامہ عینی	296
561	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	296
562	صحیح البخاری: ۵۴۰۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	297
563	صحیح البخاری ۵۴۰۱، کی شرح از علامہ عثیمین	297
564	شیخ عثیمین کے ذکر کردہ ۱۵ فوائد اور بعض فوائد پر مصنف کا تعاقب	297
565	۱۶۔ باب	299
566	پنیر کا بیان	299
567	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	299
568	پنیر بنانے کے طریقے	299
569	باب مذکور کی تعلیق میں حُمید اور عمرو بن ابی عمرو کا تذکرہ اور ''حَیس'' کا معنی	300
570	صحیح البخاری: ۵۴۰۲، کی شرح از علامہ عینی	30
571	صحیح البخاری: ۵۴۰۲ کی شرح از شیخ عثیمین	301
572	فصد لگانے کی اجرت پر استدلال	301
573	۱۷۔ باب	301
574	چقندر اور جو کا بیان	301
575	صحیح البخاری: ۵۴۰۳، کی شرح از علامہ عینی	301
576	زوال سے پہلے نماز جمعہ منعقد نہ ہونا	302

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
577	صحیح البخاری: ۵۴۰۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	302
578	سلف صالحین کی دنیا سے بے رغبتی	302
579	صحیح البخاری: ۵۴۰۳ کی شرح از شیخ عثیمین	302
580	چقندر کے فوائد، صحابہ کرام جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے خوش ہوتے تھے مگر ان کی یہ عادت تھی کہ چقندر کھانے کی ان کی دعوت ہوتی تھی، اور گھر والے کا سلطان کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حق دار ہونا	302
581	۱۸۔ باب	303
582	گوشت کو دانتوں سے کھانا اور دیگچی سے گوشت نکال کر کھانا	303
583	صحیح البخاری: ۵۴۰۴، ۵۴۰۵، کی شرح از علامہ عینی	303
584	''النہس'' اور ''انتشال اللحم'' کا معنی	303
585	صحیح البخاری: ۵۴۰۴، ۵۴۰۵، کی شرح از شیخ عثیمین	304
586	۱۹۔ باب	304
587	بازو کو دانتوں سے کھانا	304
588	صحیح البخاری: ۵۴۰۷ کی شرح از علامہ عینی	305
589	حدیث کے الفاظ کے معانی	305
590	صحیح البخاری: ۵۴۰۷ کی شرح از شیخ عثیمین	306
591	ایک چیز کا مختلف جہات سے حلال اور حرام ہونا	306
592	مفتی کو چاہیے کہ وہ فتویٰ دیتے وقت اپنے فتویٰ پر عمل کر کے دکھائے تا کہ مستفتی کو اطمینان ہو	306
593	شیخ ابن تیمیہ حنبلی کا حدیث مذکور سے یہ استدلال کہ حالتِ جہاد میں مقیم کے لیے بھی روزہ کو افطار کرنا جائز ہے	306
594	صحابہ کرام محارم سے مجتنب رہتے تھے	307

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
595	حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	307
596	۲۰۔باب	308
597	گوشت کو چھری سے کاٹنا	308
598	صحیح البخاری: ۵۴۰۸ کی شرح از علامہ عینی	308
599	گوشت کو چھری سے کاٹنے کے خلاف معجم طبرانی اور سنن ابوداؤد کی احادیث سے اعتراض کا جواب	309
600	صحیح البخاری: ۵۴۰۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	309
601	صحیح البخاری: ۵۴۰۸ کی شرح از شیخ عثیمین	310
602	ضرورت کے وقت چھری سے گوشت کاٹنے کا جواز اور چھری اور کانٹوں کے ساتھ اور الٹے ہاتھ سے کھانے کی کراہت	310
603	جب کھانا حاضر ہو تو نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور اس حدیث میں ہے کہ آپ کھانے کو ترک کر کے نماز میں مشغول ہو گئے	310
604	۲۱۔باب	310
605	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے کا عیب نہیں بیان کیا	310
606	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	310
607	صحیح البخاری: ۵۴۰۹، کی شرح از علامہ عینی	311
608	صحیح البخاری: ۵۴۰۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	311
609	طعام اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے نہ کہ اس کا عیب نکالنا چاہیے	311
610	صحیح البخاری: ۵۴۰۹ کی شرح از شیخ عثیمین	312
611	اصلاح کی غرض سے طعام کو تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں یا پکانے والے کو تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں	312
612	صحیح البخاری: ۵۴۰۹ کی شرح از شیخ محمد علی صابونی	312
613	۲۲۔باب	313
614	جَو پینے کے بعد اس پر پھونک مار کر اس کے چھلکے وغیرہ اڑانا	313
615	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	313
616	حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کہ پھونک مارنے کی ممانعت صرف پکے ہوئے طعام کے ساتھ مخصوص ہے اور علامہ عینی کا اس سے اختلاف	313
617	صحیح البخاری: ۵۴۱۰، کی شرح از علامہ عینی	314
618	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	314
619	''النقی'' (یعنی میدہ کا بیان)	314
620	حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد چھلنی کو نہیں دیکھا	314
621	حافظ ابن حجر کی تحقیق پر علامہ عینی کے تین اعتراضات	314
622	صحیح البخاری: ۵۴۱۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	315
623	سلف صالحین کا لذت اندوزی اور تعیش کو ترک کرنا	315
624	صحیح البخاری: ۵۴۱۰ کی شرح از شیخ عثیمین	316
625	پسے ہوئے جَو وغیرہ میں پھونک مارنے کا مشروع ہونا اور مشروبات میں پھونک مارنے کی ممانعت	316
626	''النقی'' کا معنی	316
627	کسی حرام کام سے منع کرنا چاہیے اور اگر کوئی شخص باز نہ آئے تو اس کی مجلس کو ترک کر دے	316
628	۲۳۔باب	316
629	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کیا چیزیں کھاتے تھے؟	316
630	صحیح البخاری: ۵۴۱۱، کی شرح از علامہ عینی	317
631	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	317
632	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	317

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
633	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	317
634	صحیح البخاری:۵۴۱۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	317
635	بعض احادیث میں سات کھجوریں عطا فرمانے کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں پانچ کھجوریں عطا فرمانے کا ذکر ہے، ان میں تطبیق	317
636	''الحشفة'' کا معنی	318
637	صحیح البخاری:۵۴۱۱ کی شرح از شیخ عثیمین	318
638	سخت کھجور کو پسند کرنے کی وجہ	318
639	صحیح البخاری:۵۴۱۲، کی شرح از علامہ عینی	319
640	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	319
641	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	319
642	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	319
643	بنو اسد کے متعلق علامہ عینی کی تحقیق کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ نہیں تھا	320
644	نبی ﷺ اور صحابہ کا طعام کیکر کے درخت کے پتے کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ نبی ﷺ کو اموالِ فئے حاصل تھے اور صحابہ میں سے بھی اکثر مالدار تھے؟	320
645	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی توجیہ کہ آلِ محمد (ﷺ) نے تین دن مسلسل گندم کا طعام نہیں کھایا	321
646	اس حدیث کی توجیہ کہ نبی ﷺ نے کبھی جو کی روٹی کو پیٹ بھر کر نہیں کھایا	321
647	ضرورت کے وقت اپنی خود تعریف کرنے کا جواز	321
648	صحیح البخاری:۵۴۱۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	322
649	''حُبلة'' کا معنی	322
650	صحیح البخاری:۵۴۱۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	323
651	حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح میں یہ اضافہ ہے کہ مذکور الصدر سات صحابہ میں سے چار صحابہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے اسلام لائے تھے	323
652	صحیح البخاری:۵۴۱۳، کی شرح از علامہ عینی	324
653	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	324
654	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	324
655	حدیث مذکور کے بعض الفاظ کے معانی	324
656	''مناخل'' اور ''ثرّیناه'' کے معنی	324
657	صحیح البخاری:۵۴۱۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	325
658	صحیح البخاری:۵۴۱۴، کی شرح از علامہ عینی	325
659	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	325
660	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	325
661	''مصلية'' کا معنی	326
662	صحیح البخاری:۵۴۱۵، کی شرح از علامہ عینی	326
663	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	326
664	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	326
665	صحیح البخاری:۵۴۱۶، کی شرح از علامہ عینی	327
666	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	327
667	حدیث مذکور کے معانی	327
668	پیٹ بھر کر کھانے کی مذمت کے متعلق احادیث اور آثار	327
669	صحیح البخاری:۵۴۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	328
670	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ نے تین دن گندم نہیں کھایا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، ان دونوں حدیثوں میں تعارض کا جواب	328
671	اس سوال کا جواب کہ جب نبی ﷺ کے پاس	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	بہ کثرت اموالِ فئے آتے تھے تو پھر آپ کیوں تین تین دن پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے؟	329
672	۲۴۔باب	330
673	التلبینہ (دودھ کے مشابہ طعام)	330
674	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	330
675	صحیح البخاری: ۵۴۱۷، کی شرح از علامہ عینی	331
676	''مَجَمَّةٌ'' کا معنی	331
677	صحیح البخاری: ۵۴۱۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	331
678	۲۵۔باب	332
679	ثرید کا بیان	332
680	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	332
681	صحیح البخاری: ۵۴۱۸، کی شرح از علامہ عینی	333
682	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	333
683	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	333
684	حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باہمی فضیلت کا بیان	333
685	صحیح البخاری: ۵۴۱۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	333
686	صحیح البخاری: ۵۴۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	334
687	صحیح البخاری ۵۴۱۸، کی شرح از علامہ قسطلانی	334
688	حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی باہمی فضیلت کے متعلق علامہ قسطلانی شافعی کی رائے	334
689	صحیح البخاری: ۵۴۱۸، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	334
	صحیح البخاری ۵۴۱۸، کتاب النفقات کی شرح از شیخ عثیمین	335
690	''ثرید'' کا مصداق	335
691	صحیح البخاری: ۵۴۲۰، کی شرح از علامہ عینی	336
692	صحیح البخاری: ۵۴۲۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	336

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
693	ثرید کی فضیلت	336
694	حضرت مریم اور حضرت عائشہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی	
695	دیگر ازواج کی باہمی فضیلت میں تفصیل اور بحث	336
696	۲۶۔باب	338
697	کھال سمیت بھنی ہوئی بکری اور کندھے اور پسلی	
698	کے گوشت کا بیان	338
699	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	338
700	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	338
701	صحیح البخاری: ۵۴۲۱، کی شرح از علامہ عینی	339
702	۲۷۔باب	339
703	سلف صالحین اپنے گھروں میں اور اپنے سفر وغیرہ میں کھانے اور گوشت وغیرہ کا جو ذخیرہ کرتے تھے، اس کا بیان	339
704	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	340
705	ان صوفیاء کا رد جو کہتے ہیں: کل کے لیے بچا کر کھانا نہیں رکھنا چاہیے	340
706	باب مذکور کی تعلیق کی باب کے ساتھ مناسبت	340
707	حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ	340
708	صحیح البخاری: ۵۴۲۳، کی شرح از علامہ عینی	341
709	باب مذکور کی تعلیق کی شرح	341
710	پائے کا ذکر طعام کو شامل ہے	341
711	خلاد بن یحییٰ کا تذکرہ	342
712	تین دن سے زیادہ گوشت جمع کرنے کی ممانعت کا منسوخ ہونا	342
713	صحیح البخاری: ۵۴۲۴، کی شرح از علامہ عینی	343
714	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح	343
715	۲۸۔باب	343
716	حیس (یعنی ملیدہ) کا بیان	343

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
717	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	343
718	صحیح البخاری: ۵۴۲۵، کی شرح از علامہ عینی	344
719	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کی شرح	345
720	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	345
721	رسول اللہ ﷺ کے کمال حسن کا معجزہ اور آپ کی حیات پر دلائل	346
722	مدینہ کے حرم ہونے کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ	346
723	مکہ مکرمہ کے حرم ہونے اور مدینہ منورہ کے حرم ہونے کا فرق	347
724	صحیح البخاری: ۵۴۲۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	347
725	رسول اللہ ﷺ کے دعائیہ کلمات کے معانی	347
726	صحیح البخاری ۵۴۲۵، کی شرح از شیخ عثیمین	348
727	حدیث مذکور کے فوائد	348
728	صحیح البخاری: ۵۴۲۵ کی شرح از علامہ القسطلانی	350
729	پہاڑ کا نبی ﷺ سے محبت کرنا حقیقی ہے	350
730	۲۹۔ باب	351
731	چاندی کے برتن میں کھانے کا حکم	351
732	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	351
733	صحیح البخاری: ۵۴۲۶، کی شرح از علامہ عینی	352
734	حدیث مذکور پر اعتراض کا جواب	352
735	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	353
736	حدیث مذکور کے معانی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی پر تغلیظ کی توجیہ	353
737	صحیح البخاری: ۵۴۲۶ کی شرح از علامہ ابن ملقن	353
738	سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث	354
739	سونے اور چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے کا فقہی حکم	354
740	ریشم کے لباس کا فقہی حکم	354
741	جس حدیث میں چاندی کے برتن سے پینے کی ممانعت ہے، اس کا محمل	354
742	صحیح البخاری: ۵۴۲۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	355
743	صحیح البخاری: ۵۴۲۶، کی شرح از علامہ صابونی	355
744	مشکل الفاظ کے معانی	355
745	۳۰۔ باب	356
746	کھانے کا بیان	356
747	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	356
748	صحیح البخاری: ۵۴۲۷، کی شرح از علامہ عینی	357
749	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت	357
750	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	357
751	حدیث مذکور کے معانی	357
752	صحیح البخاری: ۵۴۲۹، کی شرح از علامہ عینی	358
753	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	358
754	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	358
755	احادیث ثلثہ کی شرح از علامہ ابن ملقن	358
756	صحیح البخاری: ۵۴۲۹ کی شرح از شیخ عثیمین	359
757	موجودہ زمانے میں بھی سفر میں عذاب اور تکلیف ہوتی ہے	359
758	حدیث مذکور کے فوائد	359
759	۳۱۔ باب	360
760	سالن کا بیان	360
761	حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کی شرح از مصنف	361
762	صحیح البخاری: ۵۴۳۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	362

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
763	گوشت کے سالن کا پسندیدہ ہونا	362
764	۳۲۔باب	363
765	میٹھی چیز اور شہد کا بیان	363
766	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	363
767	صحیح البخاری: ۵۴۳۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	363
768	حلواء کا لغوی معنی اور اس کا مصداق اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلواء کو پسند کرنے کی توجیہ	363
769	صحیح البخاری: ۵۴۳۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	364
770	حدیث میں جس حلواء کا ذکر ہے، اس سے مراد آج کل کا بنایا ہوا حلوہ نہیں ہے	364
771	صحیح البخاری: ۵۴۳۱ کی شرح از شیخ عثیمین	365
772	حلواء کو پسند کرنے کی توجیہ اور حلواء کے فوائد	365
773	بہ کثرت میٹھی چیزیں نہیں کھانی چاہئیں، کیونکہ اس سے شوگر کا خطرہ ہے	365
774	صحیح البخاری: ۵۴۳۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	366
775	حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل	366
776	صحیح البخاری: ۵۴۳۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	367
777	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے فقر کے بعض احوال	367
778	صحیح البخاری: ۵۴۳۲ کی شرح از شیخ عثیمین	367
779	۳۳۔باب	368
780	لوکی یا کدو کا بیان	368
781	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	368
782	صحیح البخاری: ۵۴۳۳، کی شرح از علامہ عینی	368
783	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کی تخریج	368
784	حدیث مذکور کی تحقیق	369
785	صحیح البخاری: ۵۴۳۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	369
786	لوکی کے متعلق ایک اور حدیث کا تذکرہ	369
788	۳۴۔باب	369
789	مرد اپنے بھائیوں کی ضیافت کے لیے تکلف سے کھانا تیار کرے	369
790	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	369
791	صحیح البخاری: ۵۴۳۴، کی شرح از علامہ عینی	370
792	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	370
793	حدیث مذکور کے معانی	370
794	بن بلائے مہمان کے متعدد نام	371
795	حدیث مذکور کے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ تعارض کے جوابات	371
796	محمد بن یوسف کی تعلیق کی شرح	371
797	صحیح البخاری: ۵۴۳۴ کی شرح از شیخ عثیمین	372
798	دوستوں کی ضیافت میں اعتدال	372
799	۳۵۔باب	372
800	جس شخص نے کسی مرد کو کھانے کی دعوت دی اور وہ اپنے کام میں لگ گیا	372
801	صحیح البخاری: ۵۴۳۵، کی شرح از علامہ عینی	373
802	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	373
803	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	373
804	صحیح البخاری: ۵۴۳۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	373
805	۳۶۔باب	374
806	شوربہ کا بیان	374
807	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	374
808	شوربہ زیادہ بنانے کی فضیلت میں احادیث	374
809	صحیح البخاری: ۵۴۳۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	375
810	گوشت اور شوربہ کے متعلق احادیث	375

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
811	۳۷۔باب	375
812	خشک گوشت کا بیان	375
813	صحیح البخاری:۵۴۳۸،کی شرح از علامہ عینی	376
814	۳۸۔باب	377
815	جس نے دستر خوان کے اوپر سے (کھانے کی) کوئی چیز اٹھائی یا اپنے صاحب کی طرف بڑھائی، اس کا حکم	377
816	امام بخاری کی تعلیق مذکور کی شرح	377
817	صحیح البخاری:۵۴۳۹،کی شرح از علامہ عینی	378
818	ایک دستر خوان سے کھانے کی کوئی چیز اٹھا کر دوسرے شریک کو دینے کا جواز،اور دوسرے دستر خوان سے اٹھا کر کوئی چیز دینے کی ممانعت	378
819	۳۹۔باب	378
820	تازہ کھجوروں کو ککڑی کے ساتھ کھانا	378
821	صحیح البخاری:۵۴۴۰،کی شرح از علامہ عینی	378
822	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	379
823	باب مذکور کی مناسب دیگر روایات	379
824	تازہ کھجور اور ککڑی کو ملا کر کھانے کی حکمت	379
825	صحیح البخاری:۵۴۴۰،کی شرح از علامہ ابن ملقن	379
826	۴۰۔باب	380
827	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	380
828	باب مذکور کا کوئی عنوان نہ بنانے کی توجیہ	380
829	صحیح البخاری:۵۴۴۱،کی شرح از علامہ عینی	381
830	صحیح البخاری:۵۴۴۱(م) کی شرح از علامہ عینی	381
831	حدیث مذکور کی سند کا تذکرہ	382
832	حدیث مذکور میں تعارض کا جواب	382
833	۴۱۔باب	382
834	تازہ کھجوریں اور خشک کھجوریں	382
835	اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور آپ اس کھجور کے درخت کو اپنی طرف ہلائیں تو آپ کے اوپر تر و تازہ کھجوریں گریں گی O	382
836	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	383
837	صحیح البخاری:۵۴۴۳ کی شرح از علامہ عینی	386
838	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	386
839	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	386
840	ابراہیم کی روایت کردہ حدیث مذکور پر شارحین کے اعتراضات اور ان کے جوابات	386
841	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	387
842	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ	388
843	صحیح البخاری:۵۴۴۳،کی شرح از علامہ ابن ملقن	388
844	کھجوروں کا عمدہ خوراک ہونا	388
845	یہ قرض حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر تھا یا ان کے والد پر تھا؟	388
846	حدیث مذکور کے بعض فوائد	388
847	صحیح البخاری:۵۴۴۳ کی شرح از شیخ عثیمین	388
848	بیع سلم یا بیع سلف کی تعریف	389
849	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	389
850	۴۲۔باب	391
851	کھجور کے درخت کا گوند جو چربی کے مشابہ ہوتا ہے،اس کے کھانے کا بیان	391
852	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	391
853	صحیح البخاری:۵۴۴۰،کی شرح از علامہ عینی	391
854	صحیح البخاری:۵۴۴۴،کی شرح از علامہ قسطلانی	392
855	صحیح البخاری:۵۴۴۴ کی شرح از شیخ عثیمین	392
856	''جُمّار'' کا معنی	393
857	حدیث مذکور کے فوائد	393

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
858	۴۳۔باب	393
859	''العجوۃ'' کا بیان	393
860	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	393
861	صحیح البخاری:۵۴۴۵، کی شرح از علامہ عینی	394
862	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	394
863	حدیث مذکور کے معانی	394
864	ذیابیطس کے مریض کے لیے کھجوروں کے استعمال کی تفصیل	395
865	۴۴۔باب	395
866	دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کا حکم	395
867	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	395
868	صحیح البخاری:۵۴۴۶، کی شرح از علامہ عینی	396
869	باب مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	396
870	حدیث مذکور کے معانی	396
871	دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کے متعلق فقہاء کے اقوال	396
872	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کی دیگر احادیث سے تائید	397
873	صحیح البخاری:۵۴۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	397
874	صحیح البخاری:۵۴۴۶ کی شرح از شیخ عثیمین	397
875	۴۵۔باب	398
876	ککڑی کا بیان	398
877	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	398
878	۴۶۔باب	398
879	کھجور کے درخت کی برکت	398
880	۴۷۔باب	399
881	ایک وقت میں دو قسم کے پھل یا دو قسم کے کھانے جمع کر کے کھانے کا حکم	399

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
882	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	399
883	سالن کو ملا کر کھانے کا جواز اور دودھ جو شہد سے ملا ہوا اس کو تواضعاً ترک کرنا	399
884	۴۸۔باب	400
885	دس دس مہمانوں کو بٹھا کر کھلانے اور طعام پر دس دس کو بٹھانے کا حکم	400
886	صحیح البخاری:۵۴۵۰، کی شرح از علامہ عینی	401
887	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	401
888	حدیث مذکور کے معانی	401
889	صحیح البخاری:۵۴۵۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	402
890	ایک گھر میں دس دس صحابہ کو داخل کرنے کی توجیہ	402
891	حدیث مذکور کے فوائد	402
892	اس کی توجیہ کہ اس حدیث میں میزبان سے اجازت طلب کرنے کا ذکر نہیں ہے	402
893	۴۹۔باب	403
894	لہسن اور دوسری بدبو والی ترکاریوں کے کھانے کا بیان	403
895	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	403
896	امام بخاری کی تعلیق کی شرح	403
897	صحیح البخاری:۵۴۵۲، کی شرح از علامہ عینی	404
898	علامہ عینی کی شرح پر مصنف کا مواخذہ	404
899	صحیح البخاری:۵۴۵۱، ۵۴۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	404
900	کچا لہسن کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت کے	
901	متعلق احادیث	405
902	حافظ ابن حجر کی نامکمل شرح	405
903	صحیح البخاری:۵۴۵۲ کی شرح از شیخ عثیمین	405
904	لہسن اور پیاز کھانے کا جواز	405

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
905	شیخ عثیمین کی شرح پر مصنف کا تعاقب	406
906	۵۰۔باب	407
907	کباث، اور وہ پیلو کے درخت کا پھل ہے	407
908	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	407
909	صحیح البخاری: ۵۴۵۳، کی شرح از علامہ عینی	408
910	حدیث مذکور کے معانی	408
911	صحیح البخاری: ۵۴۵۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	408
912	حدیث مذکور کے فوائد	409
913	۵۱۔باب	409
914	کھانے کے بعد کلی کرنا	409
915	صحیح البخاری: ۵۴۵۵، کی شرح از علامہ عینی	410
916	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	410
917	کھانے کے بعد کلی کے فوائد	410
918	۵۲۔باب	410
919	تولیہ یا رومال سے ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹنا اور چوسنا	410
920	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	410
921	ہاتھوں کو پونچھنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹنے اور چوسنے کے متعلق دیگر احادیث	411
922	صحیح البخاری: ۵۴۵۶، کی شرح از علامہ عینی	411
923	حدیث میں مذکور یا کا لفظ شک کے لیے ہے یا تقسیم کے لیے ہے؟ اور اپنی انگلیوں کو اس سے چٹوائے جن کو چاٹنے سے گھن نہ آئے	411
924	کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنے کے فوائد	412
925	صحیح البخاری: ۵۴۵۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	414
926	کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کے متعلق متعدد احادیث	414
927	صحیح البخاری: ۵۴۵۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	415
928	پانچ انگلیوں کے ساتھ کھانے کا جواز	415
929	صحیح البخاری: ۵۴۵۶، کی شرح از علامہ صابونی	415
930	۵۳۔باب	416
931	رومال یا تولیہ کا بیان	416
932	صحیح البخاری ۵۴۵۷، کی شرح از علامہ عینی	416
933	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	416
934	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	416
935	حدیث مذکور کے معانی	417
936	صحیح البخاری: ۵۴۵۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	417
937	۵۴۔باب	417
938	انسان کھانا کھانے سے فراغت کے بعد کیا دعا کرے؟	417
939	صحیح البخاری ۵۴۵۸، کی شرح از علامہ عینی	418
940	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	418
941	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	418
942	حدیث مذکور کے معانی	418
943	صحیح البخاری: ۵۴۵۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	419
944	کھانے پینے کے بعد دعائیہ کلمات کے متعلق احادیث	419
945	۵۵۔باب	421
946	خادم کے ساتھ کھانے کا بیان	421
947	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	421
948	صحیح البخاری ۵۴۶۰، کی شرح از علامہ عینی	421
949	خادم کو ساتھ کھلانے کے متعلق دیگر احادیث	421
950	اس مسئلہ میں علماء کے اقوال کہ آیا خادم کو وہی کھلانا ضروری ہے جس کو انسان خود کھاتا ہے	422
951	صحیح البخاری: ۵۴۶۰ کی شرح از شیخ عثیمین	422

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
952	۵۶_باب	423
953	کھانا کھا کر شکر کرنے والا صبر کرنے والے روزہ دار کی مثل ہے	423
954	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	423
955	شاکر اور صابر میں جمیع وجوہ سے مماثلت نہیں ہے	423
956	باب مذکور کی تعلیق کی شرح	423
957	کھانا کھا کر شکر ادا کرنے کی مختلف تعریفات	423
958	اللہ تعالیٰ کی حمد بھی اس کا شکر ہے	424
959	۵۷_باب	424
960	جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ کہے: یہ شخص بھی میرے ساتھ ہے۔	424
961	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	424
962	تعلیق مذکور کی شرح	424
963	صحیح البخاری: ۵۴۶۱ کی شرح از علامہ عینی	426
964	صحیح البخاری: ۵۴۶۱ کی شرح از شیخ عثیمین	426
965	۵۸_باب	427
966	جب عشائیہ (رات کا کھانا) حاضر ہو تو عشاء کی نماز پڑھنے میں جلدی نہ کرے	427
967	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	427
968	صحیح البخاری: ۵۴۶۲ کی شرح از علامہ عینی	427
969	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	427
970	آپ بکری کا بازو کھا رہے تھے یا بکری کی دستی کھا رہے تھے	428
971	جب رات کا کھانا آجائے اور نماز کھڑی ہو تو دونوں امر جائز ہیں خواہ پہلے کھانا کھا لے اور خواہ پہلے نماز پڑھ لے	428
972	صحیح البخاری: ۵۴۶۳ کی شرح از علامہ عینی	428
973	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	428

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
974	حدیث مذکور کے معانی	429
975	صحیح البخاری: ۵۴۶۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	429
976	صحیح البخاری: ۵۴۶۵ کی شرح از شیخ عثیمین	430
977	۵۹_باب	430
978	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ“۔	430
979	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	430
980	صحیح البخاری: ۵۴۶۶ کی شرح از علامہ عینی	431
981	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	431
982	حدیث مذکور کے معانی	432
983	الاحزاب: ۵۳ کی تفسیر از مصنف	432
984	صحیح البخاری: ۵۴۶۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	433
985	صحیح البخاری: ۵۴۶۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	433
986	صحیح البخاری: ۵۴۶۶ کی شرح از شیخ عثیمین	433
987	کھانے کے متعلق صدر الشریعہ علامہ امجد علی کی تحقیق	434
988	مسائل فقہیہ	440
1	۷۱_کِتَابُ الْعَقِیْقَةِ	443
2	عقیقہ کا بیان	443
3	۱_باب	443
4	اگر بچے کا عقیقہ کا ارادہ نہ ہو تو بچے کی ولادت کے دن ہی بچے کا نام رکھنا اور اس کو گھٹی دینے کا جواز	443
5	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	443
6	عقیقہ کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	443
7	تحنیک کا معنی	444
8	صحیح البخاری: ۵۴۶۷ کی شرح از علامہ عینی	445

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
9	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	445	33	صحیح البخاری: ۵۴۷۱، کی شرح از علامہ عینی	459
10	بچے کا نام رکھنے کا بیان	445	34	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	459
11	بچے کو گھٹی دینے کا بیان	446	35	صحیح البخاری: ۵۴۷۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	460
12	صحیح البخاری: ۵۴۶۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	447	36	بال مونڈنے کو عقیقہ کا نام دینے کی توجیہ	460
13	صبح کے وقت گھٹی دینے کی قید اتفاقی ہے	447	37	ان لوگوں کا رد جنہوں نے کہا کہ بچے کے بالوں کو خون کے ساتھ لتھیڑا جائے	460
14	گھٹی کا معنی	447	38	بڑی عمر کے لڑکے کا عقیقہ کرنے کا بیان	461
15	عقیقہ کے احکام	447	39	اس کا بیان کہ عقیقہ کرنا کس پر واجب ہے	461
16	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	448	40	صحیح البخاری: ۵۴۷۲، کی شرح از علامہ عینی	462
17	عقیقہ کا لغوی معنی	448	41	حدیث مذکور سے یہ استدلال درست نہیں کہ لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے	462
18	عقیقہ کا حکم	449	42	لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ کرنے کے متعلق احادیث	463
19	صحیح البخاری: ۵۴۶۷ کی شرح از شیخ عثیمین	451	43	گھناؤنی چیز کو زائل کرنے کا بیان	463
20	صحیح البخاری: ۵۴۶۷، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	452	44	تعلیق مذکور کے رجال کا تذکرہ	464
21	عقیقہ کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے قول کی تحقیق از مصنف	452	45	اس کی توجیہ کہ امام بخاری نے عقیقہ کے متعلق حدیث ذکر نہیں کی	464
22	صحیح البخاری: ۵۴۶۹ کی شرح از علامہ عینی	455	46	ساتویں دن عقیقہ کرنے کا بیان	464
23	صحیح البخاری: ۵۴۶۹، کی شرح از علامہ صابونی	455	47	بچے کے سر کے بال مونڈنے کا بیان	464
24	حدیث مذکور کے فوائد	455	48	بچے کا نام رکھنے کا بیان	465
25	تنبیہ لطیف	456	49	صحیح البخاری: ۵۴۷۲ کی شرح از شیخ عثیمین	465
26	صحیح البخاری: ۵۴۷۰ کی شرح از علامہ عینی	457	50	عقیقہ کا سنت ہونا اور واجب نہ ہونا	465
27	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	457	51	بچے سے گھناؤنی چیز کو زائل کرنا	465
28	حدیث مذکور کے معانی	457	52	لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے عقیقہ کیا جائے	466
29	حدیث مذکور کے فوائد	457	53	گھناؤنی چیز کا بیان	466
30	۲۔باب	458	54	عقیقہ میں شرکت اور بکری کی جگہ اونٹ سے عقیقہ کرنے کا بیان	466
31	عقیقہ کے دن بچے سے گھناؤنی چیزوں کو دور کرنا (یعنی اس کے بال مونڈنا)	458			
32	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	458	55	صحیح البخاری: ۵۴۷۲، کی شرح از علامہ صابونی	467

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
56	عقیقہ کا سنت مستحبہ ہونا	467
57	۳۔ باب	467
58	الفرع کا بیان	467
59	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	467
60	صحیح البخاری: ۵۴۷۳، کی شرح از علامہ عینی	468
61	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	468
62	"اَلْفَرَع" اور "اَلْعَتِيرَة" کے متعلق مختلف احادیث	468
63	"اَلْعَتِيرَة" اور "اَلْفَرَع" سے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	469
64	صحیح البخاری: ۵۴۷۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	470
65	صحیح البخاری: ۵۴۷۳، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	470
66	صحیح البخاری: ۵۴۷۳ کی شرح از علامہ القسطلانی	470
67	صحیح البخاری: ۵۴۷۳، کی شرح از علامہ صابونی	471
68	"اَلْفَرَع" اور "اَلْعَتِيرَة" کا اسلام میں متروک ہونا اور ان کے معانی	471
69	۴۔ باب	471
70	عتیرہ کا بیان	471
71	صحیح البخاری: ۵۴۷۴، کی شرح از علامہ عینی	471
72	صحیح البخاری: ۵۴۷۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	472
73	خلاصہ بحث	474
74	صحیح البخاری: ۵۴۷۴ کی شرح از شیخ عثیمین	474
1	۷۲۔ كِتَابُ الذَّبَائِحِ وَالصَّيْدِ وَالتَّسْمِيَةِ عَلَى الصَّيْدِ	476
2	ذبیحوں اور شکار کا بیان اور شکار پر بسم اللہ پڑھنے کا بیان	476
3	۱۔ باب	476
4	باب مذکور کی آیات کی ترتیب از علامہ عینی	477
5	المائدہ: ۹۴ کا شانِ نزول	477
6	المائدہ: ۱ کی تفسیر	478
7	المائدہ: ۳ کی تفسیر	478
8	باب میں مذکور تعلیق کی شرح از علامہ عینی	479
9	صحیح البخاری: ۵۴۷۵، کی شرح از علامہ عینی	481
10	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	481
11	حدیث مذکور کی سند میں بعض رجال کا تذکرہ	481
12	حدیث مذکور کے معانی	481
13	شکار کا مشروع ہونا	482
14	معراض کے ساتھ شکار کا جواز	483
15	سدھائے ہوئے کتے کا شکار کو قتل کرنے کا ذبح ہونا	483
16	شکار پر بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کی شرط	484
17	صحیح البخاری: ۵۴۷۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	485
18	المائدہ: ۱، ۲، ۳ کی تفسیر	485
19	حضرت عدی بن حاتم کی حدیث کی شرح از علامہ ابن الملقن	486
20	ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کے حکم کی تفصیل	487
21	حضرت عدی بن حاتم کی حدیث کے فوائد	487
22	بابِ مذکور کی شرح از شیخ عثیمین	488
23	ذبائح اور صید کے معانی	488
24	المائدہ: ۹۴ کی تفسیر	488
25	علمِ ازلی اور علمِ تقدیر کا فرق	489
26	نبی ﷺ کے اصحاب اور بنی اسرائیل کی آزمائش کا فرق	489
27	المائدہ: ۳ کی تفسیر (اس کی توجیہ کہ المائدہ: ۳ میں فرمایا: مردار کو حرام کیا گیا اور یہ نہیں فرمایا کہ مردار کو ہم نے حرام کیا)	490
28	مردار کی تعریف	490

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
29	خون کی تعریف	490
30	خنزیر کا گوشت	490
31	جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو	491
32	۲۔باب	491
33	بے پر کے تیر یعنی لاٹھی وغیرہ سے شکار کا بیان	491
34	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	491
35	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	492
36	صحیح البخاری:۵۴۷۶ کی شرح از علامہ عینی	493
37	صحیح البخاری:۵۴۷۶،کی شرح از علامہ ابن ملقن	494
38	غلیل کی گولی سے کیے ہوئے شکار کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	494
39	معراض سے شکار کے مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کیا جائے گا	494
40	شکاری پرندوں اور شکاری کتوں کے کیے ہوئے شکار کی تفصیل	495
41	صحیح البخاری:۵۴۷۶ کی شرح از شیخ عثیمین	495
42	غلیل اور بندوق سے کیے ہوئے شکار کا فرق	495
43	۳۔باب	496
44	لکڑی کے عرض (یعنی چوڑائی) سے مارے ہوئے شکار کا بیان	496
45	صحیح البخاری:۵۴۷۷ کی شرح از علامہ عینی	496
46	"خزق" اور "خسق" کے معانی	496
47	معراض سے کیے ہوئے شکار سے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	496
48	صحیح البخاری:۵۴۷۷ کی شرح از شیخ عثیمین	497
49	حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے شیخ عثیمین کا المعراض اور سدھائے ہوئے کتے کے شکار کے درمیان فرق کرنا	497

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
50	اہل کتاب کے طعام کے متعلق بھی مذکور بالا تفصیل	498
51	مصنف کے نزدیک اہل کتاب کے ذبیحہ میں بھی خون کا بہنا ضروری ہے اور سدھائے ہوئے کتے کے شکار میں بھی خون کا بہنا ضروری ہے	498
52	۴۔باب	498
53	تیر کمان کے ساتھ شکار کرنا	498
54	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	498
55	باب مذکور کی تعلیق	499
56	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	499
57	الاعمش، زید اور آل عبد اللہ کا مصداق	500
58	جب شکار پر ضرب سے اس کا کچھ حصہ کٹ کر الگ ہو جائے، اس کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	500
59	صحیح البخاری:۵۴۷۸،کی شرح از باب علامہ عینی	501
60	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	501
61	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	501
62	بعض مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کے معانی	502
63	اہل کتاب کے استعمال شدہ برتنوں کا فقہی حکم	502
64	تیر کمان سے شکار اور سدھائے ہوئے اور غیر سدھائے ہوئے کتوں سے شکار کا بیان	503
65	حدیث مذکور سے مستنبط پانچ فوائد	503
66	صحیح البخاری:۵۴۷۸،کی شرح از علامہ قسطلانی	504
67	صحیح البخاری:۵۴۷۸،کی شرح از علامہ صابونی	504
68	حدیث مذکور کے فوائد	504
69	۵۔باب	505
70	کنکر اور غلیل کی گولی مارنے کا بیان	505
71	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	505
72	صحیح البخاری:۵۴۷۹،کی شرح از علامہ عینی	506

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
73	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	506
74	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	506
75	حدیث مذکور کے معانی	507
76	کنکر پھینکنے والے مرد کا مصداق اور خذف کی تفسیر اور خذف کی ممانعت کی توجیہ	507
77	خلافِ سنت کام کرنے والے سے ترکِ تعلق کی تحقیق	507
78	غلیل کی گولی سے شکار کرنے کی تحقیق	507
79	مفہومِ مخالف سے استدلال کا غیر معتبر ہونا	508
80	صحیح البخاری: ۵۴۷۹ کی شرح از شیخ عثیمین	508
81	صحابہ کرام کا تقویٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا	508
82	جس کام میں نفع نہ ہو یا اس کام میں ضرر زیادہ ہو تو شریعت میں وہ کام ممنوع ہے	508
83	صحیح البخاری: ۵۴۷۹، کی شرح از علامہ صابونی	508
84	بعض الفاظ کی شرح	508
85	حدیث مذکور کے فوائد	509
86	۶۔باب	509
87	اس کا بیان کہ جس نے ایسا کتا رکھا جو نہ شکار کے لیے تھا اور نہ مویشیوں کی حفاظت کے لیے تھا	509
88	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	509
89	صحیح البخاری: ۵۴۸۰، کی شرح از علامہ عینی	510
90	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	510
91	اس حدیث میں دو قیراط کا ذکر ہے اور ایک اور حدیث میں ایک قیراط کا ذکر ہے، ان میں تطبیق	510
92	اس کا بیان کہ اس کی کن نیکیوں میں سے ایک قیراط روز کم ہوگا اور قیراط کی مقدار	511
93	صحیح البخاری: ۵۴۸۰، کی شرح از علامہ صابونی	511
94	گھروں اور مکانوں میں کتوں کو رکھنے کی مذمت	511
95	صحیح البخاری: ۵۴۸۱، کی شرح از علامہ عینی	512
96	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	512
97	حدیث مذکور کے معانی	513
98	ایسے کتے کو رکھنے سے نیکیوں کے اجر میں کمی کی توجیہ	513
99	صحیح البخاری: ۵۴۸۰،۵۴۸۱، ۵۴۸۲، کی شرح از شیخ عثیمین	513
100	شیخ عثیمین کا اجر میں کمی کی صورت میں بھی قیراط کو بڑے پہاڑ پر محمول کرنا اور مصنف کا اس پر مواخذہ	514
101	صحیح البخاری: ۵۴۸۰،۵۴۸۱،۵۴۸۲، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	515
102	۷۔باب	515
103	اس کا بیان جب کتا شکار میں سے خود کھالے	515
104	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	515
105	المائدہ: ۴ کے شانِ نزول میں احادیث اور آثار	516
106	المائدہ: ۴ کی تفسیر میں آثار اور فقہاء اسلام کے اقوال	516
107	مُكَلِّبِيْنَ کے ماخذ اشتقاق میں علامہ عینی کا بعض شارحین سے اختلاف	516
108	''الصواعد'' اور ''الکواسب'' کا معنی	517
109	کتوں کو سدھانے کا طریقہ	517
110	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق کی شرح	517
111	اگر شکاری کتے نے شکاری جانور سے خود کھالیا تو	
112	اس شکار کو کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	517
113	صحیح البخاری: ۵۴۸۳، کی شرح از علامہ عینی	518
114	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	518

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
115	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	518
116	حدیث مذکور کے معانی	519
117	۸۔باب	519
118	جب شکار، شکاری سے دو یا تین دن غائب رہے، اس کا بیان	519
119	صحیح البخاری: ۵۴۸۴، کی شرح از علامہ عینی	520
120	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	520
121	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	520
122	حدیث مذکور سے مستنبط شدہ احکام	520
123	صحیح البخاری: ۵۴۸۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن	521
124	جب شکار کیا ہوا جانور ایک دن یا دو دن بعد ملے تو اس کو کھانے کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	521
125	صحیح البخاری: ۵۴۸۵، کی شرح از علامہ عینی	523
126	اگر دو یا تین دن بعد شکار مردہ حالت میں ملے تو اس کو کھانے کا بیان	523
127	۹۔باب	523
128	جب شکاری نے شکار کے ساتھ دوسرے کتے کو پایا، اس کا بیان	523
129	صحیح البخاری: ۵۴۸۶، کی شرح از علامہ عینی	524
130	صحیح البخاری: ۵۴۸۶ کی شرح از علامہ ابن ملقن	524
131	جب ایک شکار پر کئی کتے پائے جائیں تو اس کو کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	524
132	صحیح البخاری: ۵۴۸۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	525
133	صحیح البخاری: ۵۴۸۶، کی شرح از شیخ عثیمین	525
134	شکار پر بسم اللہ پڑھنے کی شرط	525
135	۱۰۔باب	527
136	شکار میں مشغول ہونے کا بیان	527
137	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	527
138	صحیح البخاری: ۵۴۸۷، کی شرح از علامہ عینی	527
139	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	527
140	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	528
141	صحیح البخاری: ۵۴۸۸، کی شرح از علامہ عینی	529
142	صحیح البخاری: ۵۴۸۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن	529
143	حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	529
144	صحیح البخاری ۵۴۸۸، کی شرح از علامہ قسطلانی	530
145	غیر مسلموں کے برتنوں کو استعمال کرنے کا بیان	530
146	صحیح البخاری: ۵۴۸۹، کی شرح از علامہ عینی	531
147	حدیث مذکور کے معانی	531
148	صحیح البخاری: ۵۴۸۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن	531
149	صحیح البخاری: ۵۴۹۰، کی شرح از علامہ عینی	532
150	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	532
151	حدیث مذکور کی سند میں مذکور بعض رجال کا تذکرہ	532
152	صحیح البخاری: ۵۴۹۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن	533
153	اس سوال کا جواب کہ جب حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ غیر	
154	مُحرم تھے تو انہوں نے میقات سے تجاوز کیوں کیا؟	533
155	شکار میں مُحرم کے لیے غیر محرم کی مدد کرنے کا عدمِ جواز	533
156	جب مُحرم کے لیے شکار نہ کیا گیا ہو تو پھر مُحرم کے لیے شکار کو کھانے کا جواز	533
157	بہ طور پیشہ اور کسب معاش کے لیے شکار کرنے کا جواز	533
158	صحیح البخاری: ۵۴۹۱، کی شرح از علامہ عینی	534
159	صحیح البخاری: ۵۴۸۷، ۵۴۸۸، ۵۴۸۹،	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۵۴۹۰،۵۴۹۱،کی شرح از شیخ عثیمین	534
160	۱۱۔باب	535
161	پہاڑوں پر شکار کرنا	535
162	صحیح البخاری: ۵۴۹۲،کی شرح از علامہ عینی	536
163	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت	536
164	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	536
165	حدیث مذکور کے معانی	537
166	صحیح البخاری: ۵۴۹۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن	537
167	شکار کے حصول کے لیے مشقت برداشت کرنے کا جواز	537
168	۱۲۔باب	537
169	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے، تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے	537
170	صحیح البخاری باب: ۱۲ کی تعلیقات	537
171	تعلیقاتِ مذکورہ کی شرح از علامہ عینی	538
172	سمندری جانور کا حلال ہونا	538
173	سمندر میں مرا ہوا جانور جو سطح آب پر آ کر تیرنے لگے، اس کے حرام ہونے کی تحقیق	539
174	سمندری طعام کا بیان	540
175	بام مچھلی کے کھانے کا جواز	541
176	سمندر کے ہر جانور کے مذبوح ہونے کا بیان	541
177	تمام سمندری جانوروں سے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	541
178	سمندری پرندوں کو ذبح کرنے کا بیان	542
179	دریاؤں کی مچھلیوں کے شکار اور سیلاب کے پانی میں جمع شدہ مچھلیوں کے شکار کا بیان	542
180	سمندری کتوں کا بیان	542
181	مینڈک کے حلال یا حرام ہونے کا بیان	543
182	کچھوے کے حلال یا حرام ہونے کا بیان	544
183	غیر مسلموں کے سمندری شکار کا بیان	544
184	شراب میں ڈوبی ہوئی مچھلی کا بیان	544
185	صحیح البخاری: ۵۴۹۳،کی شرح از علامہ عینی	546
186	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	546
187	حدیث مذکور کے معانی	546
188	صحیح البخاری: ۵۴۹۴،کی شرح از علامہ عینی	547
189	صحیح البخاری: ۵۴۹۴،کی شرح از شیخ عثیمین	547
190	سمندری مردہ مچھلی اور درخت کے پتوں کو کھانے کا جواز	547
191	سمندری شکار کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء	547
192	۱۳۔باب	548
193	ٹڈی کو کھانے کا بیان	548
194	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	548
195	ٹڈی کی تعریف اور ٹڈی کو کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	548
196	صحیح البخاری: ۵۴۹۵،کی شرح از علامہ عینی	549
197	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	549
198	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	549
199	حدیث مذکور کے معانی	549
200	ٹڈی کھانے کے جواز کے متعلق احادیث	550
201	ٹڈی کھانے کی ممانعت کے متعلق احادیث	550
202	صحیح البخاری: ۵۴۹۵،کی شرح از علامہ صابونی	550
203	صحیح البخاری: ۵۴۹۵ کی شرح از علامہ القسطلانی	551
204	صحیح البخاری: ۵۴۹۵،کی شرح از شیخ عثیمین	551
205	۱۴۔باب	551
206	مجوس کے برتنوں اور مردار کے کھانے کا بیان	551

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
207	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	551
208	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	553
209	صحیح البخاری: ۵۴۹۷، کی شرح از علامہ عینی	553
210	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	553
211	حدیث مذکور کے معانی	554
212	صحیح البخاری: ۵۴۹۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن	554
213	باب مذکور میں مردار کے ذکر کی توجیہ	554
214	اس سوال کا جواب کہ اس حدیث میں مجوس کا ذکر نہیں ہے، اہل کتاب کا ذکر ہے	554
215	اس سوال کا جواب کہ اہل کتاب کے برتنوں میں کھانے کی ممانعت ہے حالانکہ ان کا طعام حلال ہے	555
216	پالتو گدھوں کے حرام ہونے کی توجیہ	555
217	جن ہانڈیوں میں پالتو گدھوں کا گوشت پکا ہوا تھا، ان ہانڈیوں کو پلٹنے کے حکم کی توجیہ	556
218	صحیح البخاری: ۵۴۹۷، کی شرح از شیخ عثیمین	556
219	حدیث مذکور سے مسائل ثابتہ	556
220	۱۵۔باب	557
221	ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا، اور جو عمداً بسم اللہ پڑھنے کو ترک کردے، اس کا بیان	557
222	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	557
223	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	557
224	صحیح البخاری: ۵۴۹۸، کی شرح از علامہ عینی	559
225	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	559
226	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	559
227	حدیث مذکور کے معانی	560
228	صحیح البخاری: ۵۴۹۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن	561
229	ہانڈیوں کو الٹنے کی توجیہ	561
230	وحشت سے بھاگنے والے جانور کو روکنے کا طریقہ	561
231	دانتوں اور ناخنوں سے ذبح کرنے کا بیان	561
232	صحیح البخاری: ۵۴۹۸، کی شرح از شیخ عثیمین	562
233	حدیث مذکور کے فوائد	562
234	دانتوں سے ذبح کرنے کی ممانعت کی حکمت	562
235	حبشیوں کے ساتھ مشابہت سے ممانعت کی حکمت	563
236	۱۶۔باب	563
237	جن جانوروں کو پتھروں اور بتوں پر ذبح کیا گیا، ان کا بیان	563
239	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	563
240	''نُصُب'' کا معنی	563
241	''اصنام'' کا معنی	563
242	صحیح البخاری: ۵۴۹۹، کی شرح از علامہ عینی	564
243	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	564
244	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	564
245	حدیث مذکور کے معانی	564
246	زید بن عمرو بن نفیل کا تذکرہ	565
247	''بلدح'' کا بیان	565
248	زید بن عمرو بن نفیل کے اس گوشت کے کھانے سے انکار کی توجیہ	565
249	غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کے	
250	کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	565
251	کتاب المناقب میں اس حدیث کی شرح	566
252	صحیح البخاری: ۵۴۹۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن	566
253	رسول اللہ ﷺ اس کے زیادہ لائق تھے کہ آپ قریش کے دسترخوان سے گوشت کھانے سے رکتے	566
254	''النُصُب'' کا معنی	566
255	زید بن عمرو کا تذکرہ	566

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
256	صحیح البخاری:۵۴۹۹، کی شرح از شیخ عثیمین	567
257	ذبح کی اقسام	567
258	۱۷۔باب	567
259	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: اس کو چاہیے کہ اللہ کے نام پر ذبح کرے	567
260	صحیح البخاری:۵۵۰۰، کی شرح از علامہ عینی	568
261	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	568
262	جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی وہ نماز عید کے بعد دوبارہ قربانی ذبح کرے	568
263	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	568
264	حدیث مذکور کے معانی	568
265	صحیح البخاری:۵۵۰۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن	568
266	ذبح کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی صفت	569
267	صحیح البخاری:۵۵۰۰، کی شرح از شیخ عثیمین	570
268	حدیث مذکور کے فوائد	570
269	۱۸۔باب	570
270	سرکنڈا، دھارے والے بانس یا لکڑی، سفید پتلا پتھر جو دھار والا ہو اور (دھار والے) لوہے میں سے جو بھی خون بہا دے، اس سے ذبح کرنے کا بیان	570
271	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	570
272	سرکنڈے اور سفید پتلے پتھر کے ساتھ ذبح کرنے کا بیان	570
273	لوہے کے ساتھ ذبح کرنے کا بیان	571
274	سفید پتلے پتھر اور چھری سے ذبح کرنے کا بیان	571
275	صحیح البخاری:۵۵۰۱، کی شرح از علامہ عینی	572
276	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	572
277	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	572
278	حدیث مذکور کے معانی	572
279	حدیث مذکور کے فوائد	573
280	صحیح البخاری:۵۵۰۱ کی شرح از علامہ ابن ملقن	573
281	عورت اور بچے کے ذبح کرنے کا بیان	573
282	مالک کی اجازت کے بغیر کیے ہوئے ذبیحہ کا بیان	573
283	غیر مختون کے ذبیحہ کا بیان	573
284	صحیح البخاری:۵۵۰۲، کی شرح از علامہ عینی	574
285	صحیح البخاری:۵۵۰۳، کی شرح از علامہ عینی	575
286	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	575
287	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	575
288	۱۹۔باب	575
289	عورت اور باندی کے ذبیحہ کا بیان	575
290	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	575
291	صحیح البخاری:۵۵۰۴، کی شرح از علامہ عینی	576
292	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	576
293	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	576
294	صحیح البخاری:۵۵۰۵، کی شرح از علامہ عینی	577
295	۲۰۔باب	577
296	اس کا بیان کہ دانت، ہڈی اور ناخن سے ذبح نہ کیا جائے	577
297	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	577
298	صحیح البخاری:۵۵۰۶، کی شرح از علامہ عینی	578
299	۲۱۔باب	578
300	دیہاتیوں اور ان جیسے لوگوں کے ذبیحہ کا بیان	578
301	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	578
302	صحیح البخاری:۵۵۰۷، کی شرح از علامہ عینی	579
303	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	579
304	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	579

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
305	حدیث مذکور کے معانی	579
306	مشینی ذبیحہ کے جواز پر استدلال کا جواب	580
37	امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیق کی شرح از علامہ عینی	580
308	صحیح البخاری:۵۵۰۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن	580
309	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	580
310	ذبح سے پہلے بسم اللہ کے پڑھنے کا فرض یا واجب	
	نہ ہونا	581
311	بازاروں میں جو گوشت بکتا ہے اس کے ذبیحہ کے	
	صحیح ہونے پر دلیل	582
312	صحیح البخاری:۵۵۰۷، کی شرح از شیخ عثیمین	583
313	مسلمان کے ذبیحہ کے متعلق سوال کرنا عبث ہے	583
314	اگر غالب گمان یہ ہو کہ ذبح کرنے والے نے بسم	
	اللہ نہیں پڑھی، پھر بھی اس ذبیحہ کو کھالیا جائے گا	583
315	درآمد شدہ گوشت کا بیان	583
316	۲۲۔باب	584
317	اہل کتاب کے ذبیحوں اور ان کے ذبائح کی	
	چربیوں کا بیان، خواہ وہ حربی ہوں یا غیر حربی ہوں	584
318	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	584
319	اہل کتاب کے ذبیحہ اور ذبیحہ کی چربی کے متعلق	
	فقہاء اسلام کے اقوال	584
320	امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیق کی شرح از علامہ عینی	585
321	عرب کے بعض عیسائیوں کے ذبیحہ کے حلال	
	ہونے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اختلاف	585
322	''الاقلف'' کا معنی اور اس کے متعلق دیگر آثار	585
323	المائدہ:۵ کی تفسیر	586
324	صحیح البخاری:۵۵۰۸، کی شرح از علامہ عینی	586
325	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	586
326	حدیث مذکور کے معانی	586

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
327	یہودیوں کے ذبائح کی چربی کو کھانے کا جواز	586
328	بزرگوں کے سامنے کھانے پینے کی چیزوں پر لپکنے	
	کا نامناسب ہونا	587
329	صحیح البخاری:۵۵۰۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن	587
330	یہود پر جو چربی حرام کی گئی تھی، اس کے متعلق	
	فقہاء اسلام کے اقوال	587
331	۲۳۔باب	587
332	اس کا بیان کہ جو پالتو جانور بدک جائے، وہ وحشی	
	جانور کے حکم میں ہے	587
333	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	588
334	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	588
335	صحیح البخاری:۵۵۰۹، کی شرح از علامہ عینی	590
336	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	590
337	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	590
338	حدیث مذکور کے معانی	590
339	جس جانور کو معروف طریقہ سے ذبح کرنے پر	
340	قدرت نہ ہو تو اس کے حلال ہونے کی صورت	591
341	صحیح البخاری:۵۵۰۹، کی شرح از شیخ عثیمین	591
342	نحر اور ذبح کا فرق	591
343	۲۴۔باب	591
344	نحر اور ذبح کا بیان	591
345	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	592
346	صحیح بخاری کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	593
347	ذبح کی بجائے نحر کرنے کے جواز پر دلیل	593
348	ذبح کی تعریف میں کتنی رگوں کا کاٹنا ضروری ہے	593
349	ذبیحہ کے حلال ہونے کے لیے کتنی رگوں کا کاٹنا	
	ضروری ہے، اس میں فقہاء اسلام کا اختلاف	594
350	ذبح کے وقت حرام مغز کو کاٹنے اور سر کو دھڑ سے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	الگ کرنے کا بیان	594
351	''لَبّہ'' کی تعریف	595
652	اس کا بیان کہ جب ذبح کے وقت سر دھڑ سے الگ ہوجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟	595
353	صحیح البخاری: ۵۵۱۰، کی شرح از علامہ عینی	596
354	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	596
355	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	596
356	گھوڑے کو کھانے کا بیان	596
357	امام ابوحنیفہ نے جو گھوڑوں کے گوشت کے کھانے کو مکروہ کہا ہے، اس کی وضاحت	596
358	۲۵۔باب	597
359	کسی جانور کے اعضاء کاٹنے، اور کسی جانور کو باندھ کر اس پر تیر مارنے اور کسی جانور کو بٹھا کر اس پر تیر مارنے کی کراہت کا بیان	597
360	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	597
361	''مصبورۃ'' اور ''مجثمہ'' کا فرق	598
362	''مصبورۃ'' کی ممانعت کے متعلق احادیث	598
363	صحیح البخاری: ۵۵۱۳، کی شرح از علامہ عینی	599
364	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت	599
365	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	599
366	حدیث مذکور کے معانی	599
367	مصبورہ کے کھانے کی ممانعت کے متعلق منفرد روایت	599
368	علامہ عینی کا اپنے شیخ زین الدین سے اختلاف	599
369	صحیح البخاری: ۵۵۱۳ کی شرح از علامہ ابن الملقن	600
370	صحیح البخاری: ۵۵۱۴، کی شرح از علامہ عینی	601
371	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	601
372	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	601
373	حدیث مذکور کے معانی	601
374	اس اعتراض کا جواب کہ حدیث میں ھذا الطیر کا لفظ ہے، حالانکہ اشارہ مرغی کی طرف ہے جو واحد ہے	602
375	اعتراضِ مذکور کا بعض شارحین کی طرف سے جواب اور اس پر علامہ عینی کی تنقید	602
376	پرندوں اور جانوروں دونوں کو باندھ کر مارنے کی ممانعت	602
377	صحیح البخاری: ۵۵۱۵، کی شرح از علامہ عینی	603
378	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	603
379	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	603
380	حدیث مذکور کے معانی	603
381	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی	604
382	جانور کو باندھ کر مارنے کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث	604
383	صحیح البخاری: ۵۵۱۵، کی شرح از شیخ عثیمین	604
384	کسی برے کام کو اپنے ہاتھ سے متغیر کرنے کا وجوب، اور گھر والوں پر اپنی اولاد کو تادیب کا وجوب اور مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل کو بیان کرنے کا استحباب	604
385	صحیح البخاری: ۵۵۱۵، کی شرح از علامہ صابونی	605
386	جاندار کو ''مُثلہ'' کرنے کی ممانعت	605
387	صحیح البخاری: ۵۵۱۶، کی شرح از علامہ عینی	605
388	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	605
389	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	605
390	حدیث مذکور کے معانی	606
391	صحیح البخاری: ۵۵۱۶ کی شرح از علامہ ابن ملقن	606
392	''نُہبی'' کے معانی	606

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
393	''مصبورہ'' اور'' مجثمہ'' کے کھانے کی ممانعت	606
394	''المصبورہ'' کی کراہیت کی وجوہ	606
395	۲۶۔باب	607
396	مرغی کے گوشت کا بیان	607
397	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	607
398	''دَجاجۃٌ'' کا لغوی معنی	607
399	صحیح البخاری:۵۵۱۷،کی شرح از علامہ عینی	608
400	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	608
401	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	608
402	صحیح البخاری:۵۵۱۷،کی شرح از علامہ صابونی	608
403	صحیح البخاری:۵۵۱۸،کی شرح از علامہ عینی	610
404	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	610
405	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	610
406	حدیث مذکور کے معانی	610
407	سرخ رنگ کے مرد کا مصداق	610
408	حدیث مذکور کا خلاصہ	611
409	جو جانور گندی چیزیں بھی کھالے،ان کے احکام کا بیان	611
410	صحیح البخاری:۵۵۱۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن	612
411	جلالہ کے متعلق دیگر احادیث اور آثار	612
412	''جلالہ'' کو کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	612
413	''جلالہ'' کے متعلق علامہ شامی کی تحقیق	613
414	۲۷۔باب	614
415	گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کا بیان	614
416	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	614
417	صحیح البخاری:۵۵۱۹،کی شرح از علامہ عینی	614
418	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	614
419	صحیح البخاری:۵۵۲۰،کی شرح از علامہ عینی	615
420	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	615
421	حدیث مذکور کے معانی	615
422	گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	615
423	گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	616
424	صحیح البخاری:۵۵۲۰،کی شرح از علامہ ابن ملقن	618
425	۲۸۔باب	619
426	پالتو گدھوں کے گوشت کا بیان	619
427	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	619
428	صحیح البخاری:۵۵۲۱،کی شرح از علامہ عینی	619
429	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	620
430	صحیح البخاری:۵۵۲۴،کی شرح از علامہ عینی	621
431	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	621
432	صحیح البخاری:۵۵۲۵،۵۵۲۶: کی شرح از علامہ عینی	621
433	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	621
434	صحیح البخاری:۵۵۲۷،کی شرح از علامہ عینی	622
435	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	622
436	صحیح البخاری:۵۵۲۸: کی شرح از علامہ عینی	623
437	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	623
438	ندا کرنے والے صحابی کا نام اور اس میں تعارض کی تطبیق	623
439	حدیث مذکور کے معانی	623
440	صحیح البخاری:۵۵۲۹،کی شرح از علامہ عینی	624
441	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	624

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
442	حدیث مذکور کے معانی	624
443	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کی شرح سے مناقشہ	625
444	اس سوال کا جواب کہ الانعام:۱۴۵ میں صرف چار چیزوں کو حرام کیا گیا اور المائدہ:۳ میں ان کے علاوہ اور بھی جانوروں کو حرام قرار دیا گیا	625
445	اس سوال کا جواب کہ پالتو گدھوں کے گوشت کی ممانعت پر عمل کیا جائے تو لازم آئے گا کہ خبر	
446	واحد سے الانعام:۱۴۵ کو منسوخ قرار دیا جائے	625
447	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد پر ہونے والے اشکال کا جواب از مصنف	626
448	شیخ داؤد راز کے جواب پر مصنف کا تعاقب	626
449	پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے کی ممانعت کے متعلق چار توجیہات	626
450	صحیح البخاری:۵۵۲۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	627
451	پالتو گدھوں کو فتح مکہ کے دن دوبارہ حرام قرار دینے کی توجیہ	627
452	پالتو گدھے کی تحریم پر شبہات کے جوابات	628
453	۲۹۔ باب	629
454	ہر کچلیوں والے درندے کے کھانے کا بیان	629
455	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	629
456	صحیح البخاری:۵۵۳۰، کی شرح از علامہ عینی	629
457	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	629
458	کچلیوں والے جانوروں کا بیان	629
459	صحیح البخاری:۵۵۳۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	630
500	کچلیوں والے درندوں کی تحریم میں مذاہب فقہاء	630
501	بعض جنگلی جانوروں کو کھانے کا بیان	631
502	چیرنے پھاڑنے والے پرندوں کا بیان	632
503	۳۰۔ باب	632
504	مردار جانور کی کھالوں کا بیان	632
505	صحیح البخاری:۵۵۳۱، کی شرح از علامہ عینی	633
506	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	633
507	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	633
508	حدیث مذکور کے معانی	633
509	صحیح البخاری:۵۵۳۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	634
510	مردار کی کھال کو رنگنے کے بعد اس کے پاک ہونے کے متعلق احادیث اور آثار	634
511	صحیح البخاری:۵۵۳۲، کی شرح از علامہ عینی	635
512	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	635
513	مذکورہ تین حمصی راویوں پر جرح اور اس کا جواب حافظ ابن حجر کی طرف سے	636
514	حدیث مذکور کے معانی	636
515	۳۱۔ باب	637
516	مشک کا بیان	637
517	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	637
518	صحیح البخاری:۵۵۳۳، کی شرح از علامہ عینی	638
519	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	638
520	حدیث مذکور کے معانی	638
521	صحیح البخاری:۵۵۳۳، کی شرح از شیخ عثیمین	638
522	مشک کی تعریف	638
523	جنگ میں مارے جانے والے شخص کے متعلق وثوق سے کہنا کہ یہ شہید ہے، جائز نہیں ہے	638
524	صحیح البخاری:۵۵۳۴، کی شرح از علامہ عینی	639
525	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	639
526	حدیث مذکور کے معانی	639
527	صحیح البخاری:۵۵۳۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	640

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
528	مشک کی طہارت پر دلائل	640
529	مشک کی طہارت کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	640
530	حدیث مذکور کے معانی	641
531	صحیح البخاری: ۵۵۳۴، کی شرح از شیخ عثیمین	641
532	صحیح البخاری: ۵۵۳۴، کی شرح از علامہ صابونی	641
533	۳۲۔باب	642
534	خرگوش کا بیان	642
535	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	642
536	صحیح البخاری: ۵۵۳۵، کی شرح از علامہ عینی	642
537	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	643
538	حدیث مذکور کے معانی	643
539	خرگوش کے کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے	
	اقوال	643
540	خرگوش کو کھانے کے جواز کے متعلق احادیث اور	
	آثار	643
541	صحیح البخاری: ۵۵۳۵ کی شرح از شیخ عثیمین	644
542	۳۳۔باب	644
543	گوہ کا بیان	644
544	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	644
545	گوہ کا تذکرہ اور تعارف	644
546	صحیح البخاری: ۵۵۳۶، کی شرح از علامہ عینی	645
547	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	645
548	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	645
549	صحیح البخاری: ۵۵۳۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	646
550	گوہ کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	647
551	گوہ کے متعلق احادیث اور آثار	647
552	صحیح البخاری: ۵۵۳۷، کی شرح از علامہ عینی	649
553	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	649
554	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	649
555	صحیح البخاری: ۵۵۳۷ کی شرح از شیخ عثیمین	649
556	گوہ کے متعلق احکام	649
557	۳۴۔باب	650
558	جب جمے ہوئے یا پگھلے ہوئے گھی میں چوہا گر	
	جائے تو اس کا بیان	650
559	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	650
560	صحیح البخاری: ۵۵۳۸، کی شرح از علامہ عینی	651
561	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	651
562	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	651
563	حدیث مذکور کے معانی	651
564	جس پگھلے ہوئے گھی میں چوہا گر گیا، اس کے دیگر	
565	احکام کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	652
566	صحیح البخاری: ۵۵۳۸ کی شرح از علامہ القسطلانی	652
567	صحیح البخاری: ۵۵۳۸، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	653
568	صحیح البخاری: ۵۵۳۹، کی شرح از علامہ عینی	654
569	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	654
570	حدیث مذکور کے معانی	654
571	صحیح البخاری: ۵۵۴۰، کی شرح از علامہ عینی	655
572	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	655
573	حدیث مذکور کے معانی	655
574	گھی میں چوہا گرنے کا سوال کرنے والے سائل	
	کی تعیین	655
575	۳۵۔باب	655
576	چہرہ پر داغ لگانے اور نشان لگانے کا بیان	655
577	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	655
578	صحیح البخاری: ۵۵۴۱، کی شرح از علامہ عینی	656
579	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	656

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
580	حدیث مذکور کے معانی	656	602	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	664
581	صحیح البخاری: ۵۵۴۱، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	657	603	حلال وحرام جانوروں کے متعلق صدر الشریعہ	
582	صحیح البخاری: ۵۵۴۲، کی شرح از علامہ عینی	657		علامہ امجد علی کی تحقیق	666
583	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	657	604	حلال وحرام جانوروں کا بیان	666
584	حدیث مذکور کے معانی	657	605	مسائل فقہیہ	668
585	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	658	1	۷۳۔ کِتَابُ الْأَضَاحِیِّ	670
586	۳۶۔ باب	658	2	قربانیوں کا بیان	670
587	جب کسی قوم کو مال غنیمت ملے، پس ان میں سے		3	۱۔ باب	670
	کسی نے بکری یا اونٹ کو اپنے اصحاب کی اجازت		4	قربانی کے سنت ہونے کا بیان	670
	کے بغیر ذبح کر دیا تو اس کو کھایا نہیں جائے گا	658	5	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	670
588	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	659	6	قربانی کے حکم میں فقہاء اسلام کے اقوال	670
589	امام بخاری کے نزدیک جس کو ولایت ذبح حاصل		7	باب مذکور کی شرح از شیخ عثیمین	671
	نہ ہو، اس کا ذبح کرنا غیر معتبر ہے	659	8	قربانی کے جانور کو ذبح کرنا اس سے افضل ہے کہ	
590	صحیح البخاری: ۵۵۴۳، کی شرح از علامہ عینی	660		قربانی کے جانور کی قیمت کو صدقہ کر دیا جائے	672
591	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	660	9	قربانی کے حکم میں فقہاء اسلام کے مذاہب	672
592	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	660	10	اموات کی طرف سے قربانی کرنے کے متعلق شیخ	
593	۳۷۔ باب	661		عثیمین حنبلی نجدی کی تحقیق	672
594	اس کا بیان کہ جب کسی قوم کا اونٹ بدک کر بھاگے،		11	شیخ عثیمین کی تقریر پر مصنف کا تبصرہ	673
	پھر ان میں سے کوئی اس کو تیر مارے اور اس کو		12	صحیح البخاری: ۵۵۴۵، کی شرح از علامہ عینی	674
	ہلاک کر دے	661	13	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	674
595	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	661	14	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	675
596	صحیح البخاری: ۵۵۴۴، کی شرح از علامہ عینی	662	15	حدیث مذکور کے معانی	675
597	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	662	16	صحیح البخاری: ۵۵۴۵ کی شرح از شیخ عثیمین	675
598	۳۸۔ باب	662	17	حدیث مذکور کے فوائد	676
599	جو شخص بھوک سے بے قرار ہو اس کے کھانے کا حکم	662	18	(۱) عید الاضحیٰ کے دن پہلے نماز عید پڑھی جائے	
600	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	663	19	اور پھر اس کے بعد قربانی کی جائے	676
601	بھوک سے بے قرار شخص کتنی مقدار مردار کھا سکتا		20	(۲) قربانی کرنے اور گوشت کھانے کے لیے	
	ہے؟ اس کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	664		جانور کو ذبح کرنے کا فرق	676

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
21	(۳) جو عبادت کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص ہو، اس عبادت کو اس سے پہلے کرنا جائز نہیں ہے	676
22	(۴) امت کے بعض افراد کی کسی حکم کے ساتھ تخصیص	677
23	مصنف کے نزدیک حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو گواہوں کی شہادت کے برابر قرار دینے کا ایک اور سبب	677
24	صحیح البخاری: ۵۵۴۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	678
25	قربانی کے وجوب میں اہلِ علم کا اختلاف	678
26	قربانی کے عدمِ وجوب کے دلائل	678
27	قربانی کو واجب قرار دینے کے دلائل	678
28	قربانی کے وجوب کے متعلق دیگر احادیث	679
29	احادیث مذکورہ پر ابن حزم ظاہری کے اعتراضات اور علامہ ابن الملقن کے جوابات	680
30	قربانی کے وجوب کے متعلق مزید آثار	680
31	قربانی کے وجوب پر قرآن مجید سے دلائل	681
32	صحیح البخاری: ۵۵۴۶، کی شرح از علامہ عینی	682
33	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	682
34	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	682
35	۲۔باب	682
36	امام کا قربانی کے جانوروں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کرنا	682
37	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	682
38	علامہ عینی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	683
39	صحیح البخاری: ۵۵۴۷، کی شرح از علامہ عینی	684
40	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	684
41	حدیث مذکور کے معانی	684
42	جذعہ کا معنی	684
43	''الجذع'' کا معنی	684
44	۳۔باب	685
45	مسافر اور عورتوں کے لیے قربانی کا بیان	685
46	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	685
47	صحیح البخاری: ۵۵۴۸، کی شرح از علامہ عینی	686
48	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	686
49	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	686
50	مسافر پر قربانی کے حکم کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	686
51	عورتوں پر قربانی کا بیان	686
52	حدیث مذکور کے معانی	686
53	بیت اللہ کے طواف کے لیے طہارت کی شرط کا بیان	687.
54	صحیح البخاری: ۵۵۴۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	687
55	مسافر پر قربانی کے وجوب کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	687
56	صحیح البخاری: ۵۵۴۸ کی شرح از شیخ عثیمین	688
57	عورتوں پر حیض کو لکھے جانے کا معنی	688
58	مسافروں پر حج کی مشروعیت کی دلیل	689
59	۴۔باب	689
60	قربانی کے دن گوشت کی خواہش کا بیان	689
61	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	689
62	صحیح البخاری: ۵۵۴۹، کی شرح از علامہ عینی	691
63	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	691
64	میں بھی حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	691
65	حدیث مذکور کے معانی	691
66	صحیح البخاری: ۵۵۴۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	692
67	حضرت ابو بردہ بن نیار کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی رخصت کی توجیہ	692

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
68	پڑوسیوں کی غم گساری اور ان پر شفقت کرنا	692
69	بکری کی قربانی کرنا اونٹ اور گائے کی قربانی سے	
	افضل ہے	692
70	صحیح البخاری: ۵۵۴۹، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	693
71	صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی دو روایتوں میں تطبیق،	
	ایک روایت میں ہے: قربانی کا گوشت مکروہ ہے،	
	اور دوسری روایت میں ہے کہ قربانی کے دن	
	گوشت کی خواہش ہوتی ہے	693
72	صحیح البخاری: ۵۵۴۹ کی شرح از شیخ عثیمین	693
73	۵۔باب	694
74	ان فقہاء کا بیان جنہوں نے کہا: قربانی یوم النحر	
	(دس ذوالحجہ) کو ہے	694
75	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	694
76	قربانی کے ایام میں فقہاء اسلام کے اقوال	694
77	امام بخاری کی دلیل کا جواب	695
78	علامہ عینی کی عبارت کا خلاصہ	696
79	صحیح البخاری: ۵۵۵۰، کی شرح از علامہ عینی	698
80	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	698
81	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	698
85	حدیث مذکور کے معانی	698
83	زمانہ جاہلیت میں عربوں کے مہینوں کو موخر کرنے	
	کی توجیہ	698
84	"مُضر" کی رجب کی طرف اضافت کی توجیہ	698
85	صحیح البخاری: ۵۵۵۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	699
86	قربانی کے ایام کی تحقیق	699
87	صحیح البخاری: ۵۵۵۰، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	700

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
88	۶۔باب	701
89	اس کا بیان کہ قربانی کو ذبح اور نحر عید گاہ میں کیا	
	جائے	701
90	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	701
91	صحیح البخاری: ۵۵۵۱، کی شرح از علامہ عینی	702
92	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	702
93	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	702
94	صحیح البخاری: ۵۵۵۲، کی شرح از علامہ عینی	702
95	۷۔باب	703
96	اس کا بیان کہ نبی ﷺ دو سینگوں والے مینڈھوں	
	کی قربانی کرتے تھے اور فربہ مینڈھوں کا بھی ذکر کیا	
	گیا ہے	703
97	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	703
98	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	703
99	صحیح البخاری: ۵۵۵۳، کی شرح از علامہ عینی	704
100	صحیح البخاری: ۵۵۵۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	704
101	اپنی طرف سے اور دوسروں کی طرف سے قربانی	
	کرنے کے ثبوت میں احادیث	704
102	ایک قربانی کو متعدد کی طرف سے کرنے کے متعلق	
	مذاہب فقہاء	705
103	فقہاء احناف کے قول کی وضاحت	705
104	صحیح البخاری: ۵۵۵۴، کی شرح از علامہ عینی	706
105	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	706
106	حدیث مذکور کے معانی	706
107	صحیح البخاری: ۵۵۵۴ کی شرح از شیخ عثیمین	707
108	حدیث مذکور کے فوائد	707
109	صحیح البخاری: ۵۵۵۵، کی شرح از علامہ عینی	708
110	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	708

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
111	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	708
112	''غنم'' کا معنی	708
113	کیا امام بیت المال سے بکرے یا دنبے قربانی کے لیے کسی کو دے سکتا ہے؟	708
114	''عتود'' کا معنی	709
115	۸۔باب	709
116	نبی ﷺ کا حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد کہ تم اس چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کر لو اور تمہارے بعد کسی اور کے لیے اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی	709
117	صحیح البخاری: ۵۵۵۶، کی شرح از علامہ عینی	710
118	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	710
119	حدیث مذکور کے معانی	710
120	تعلیقات مذکورہ میں احادیث کا بیان	711
121	صحیح البخاری: ۵۵۵۷، کی شرح از علامہ عینی	712
122	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	712
123	حدیث مذکور کے معانی	712
124	صحیح البخاری: ۵۵۵۷ کی شرح از شیخ عثیمین	713
125	جہالت کی وجہ سے شروط ساقط نہیں ہوتیں	713
126	صحیح البخاری: ۵۳۵۷، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	713
127	۹۔باب	714
128	اس کا بیان کہ جس نے قربانیوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا	714
129	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	714
130	قربانی کے جانور کو دوسرے شخص سے ذبح کرانے کی تفصیل	714
131	صحیح البخاری: ۵۵۵۸، کی شرح از علامہ عینی	714
132	حدیث مذکور کے معانی	714
133	صحیح البخاری: ۵۵۵۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	715

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
134	''الصفاح'' کا معنی	715
135	اپنے ہاتھ سے جانور کو ذبح کرنے کا استحباب	715
136	قربانی کے جانور پر تکبیر پڑھنے کا بیان	716
137	۱۰۔باب	717
138	اس کا بیان جس نے دوسرے کی قربانی کو ذبح کیا	717
139	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	717
140	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح	717
141	صحیح البخاری: ۵۵۵۹، کی شرح از علامہ عینی	718
142	۱۱۔باب	718
143	نماز (عید) کے بعد قربانی کو ذبح کرنے کا بیان	718
144	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	718
145	۱۲۔باب	719
146	جس نے نماز (عید) سے پہلے قربانی کی، وہ دوبارہ قربانی کرے	719
147	صحیح البخاری: ۵۵۶۳، کی شرح از علامہ عینی	721
148	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	721
149	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	721
150	حدیث مذکور کے معانی	721
151	گاؤں اور دیہات کے لوگوں کی قربانی کا بیان	722
152	۱۳۔باب	722
153	ذبیحہ کی گردن پر پیر رکھنے کا بیان	722
154	۱۴۔باب	722
155	ذبح کے وقت تکبیر پڑھنے کا بیان	722
156	۱۵۔باب	723
157	جب کوئی شخص اپنی ہدی (قربانی کے جانور) کو (حرم میں) ذبح کے لیے بھیجے، تو اس پر کوئی چیز حرام نہیں ہوگی	723
158	صحیح البخاری: ۵۵۶۶، کی شرح از علامہ عینی	723

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
159	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	723	181	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	732
160	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	724	182	حدیث مذکور کی فقہ	732
161	حدیث مذکور کے معانی	724	183	صحیح البخاری: ۵۵۷۰، کی شرح از علامہ عینی	733
162	ہدی بھیجنے کی وجہ سے بھیجنے والے کے محرم ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	724	184	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	733
163	ہلالِ ذوالحجہ دیکھنے کے بعد قربانی کرنے والے کے احکام	724	185	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	734
164	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی تائید	725	186	صحیح بخاری کی حدیث مذکور کا سنن ترمذی کی حدیث سے تعارض اور اس کا جواب	734
165	صحیح البخاری: ۵۵۶۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	725	187	تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کے کھانے کی ممانعت کی متعدد توجیہات	734
	ہلالِ ذوالحجہ کے بعد کے احکام	725	188	قربانی کرنے والے پر آیا اپنی قربانی سے گوشت کھانا واجب ہے یا نہیں؟	735
166	۱۶۔ باب	726			
167	قربانیوں کے گوشت میں سے کتنی مقدار کھائی جائے اور کتنی مقدار کو زادِ راہ کے لیے جمع کیا جائے	726	189	عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں روزہ رکھنے سے ممانعت کی حکمت	735
168	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	726	190	صحیح البخاری: ۵۵۷۲، کی شرح از علامہ عینی	736
169	صحیح البخاری: ۵۵۶۷، کی شرح از علامہ عینی	727	191	حدیث مذکور کے معانی	736
170	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	727	192	جمعہ کا دن بھی مسلمانوں کی عید ہے	737
171	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	727	193	دیہات میں جمعہ کی نماز کے نہ ہونے کی دلیل	737
172	حدیث مذکور کے معانی	728	194	جمعہ کی نماز کی فرضیت کے لیے شہر ہونے پر دلیل اور شہر کا مصداق	737
173	صحیح البخاری: ۵۵۶۸، کی شرح از علامہ عینی	728			
174	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	728	195	صحیح البخاری: ۵۵۷۳، کی شرح از علامہ عینی	738
175	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	728	196	حدیث مذکور کے معانی	738
176	حدیث مذکور کے معانی	729	197	تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنے کی اجازت کے متعلق احادیث	738
177	تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کو کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	729	198	صحیح البخاری: ۵۵۷۴، کی شرح از علامہ عینی	739
178	صحیح البخاری: ۵۵۶۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	730	199	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	740
179	قربانی کے تین دن بعد قربانی کا گوشت کھانے اور رکھنے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	730	200	حدیث مذکور کے معانی	740
			201	قربانی کے متعلق صدر الشریعہ علامہ امجد علی کی تحقیق	740
180	صحیح البخاری: ۵۵۶۹، کی شرح از علامہ عینی	732	202	مسائل فقہیہ	741

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	۷۴۔ كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ	747
2	مشروبات کا بیان	747
3	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں سے ہیں، سو تم ان سے اجتناب کرو تا کہ تم کامیاب ہو O	747
4	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	747
5	المائدہ: ۹۰ کا شان نزول	747
6	''خمر'' کا معنی	748
7	''مَیْسِر'' کا معنی	748
8	''الانصاب'' کا معنی	749
9	''الازلام'' کا معنی	749
10	صحیح البخاری: ۵۵۷۵، کی شرح از علامہ عینی	750
11	حدیث مذکور کے معانی	750
12	اس کی تحقیق کہ جو شخص دنیا میں خمر کو پیے گا، آیا وہ آخرت میں خمر سے محروم ہوگا یا نہیں؟	750
13	صحیح البخاری: ۵۵۷۶، کی شرح از علامہ عینی	751
14	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	752
15	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	752
16	حدیث مذکور کے معانی	752
17	متابعات کی شرح	752
18	صحیح البخاری: ۵۵۷۷، کی شرح از علامہ عینی	753
19	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	753
20	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	753
21	حدیث مذکور کے معانی	753
22	صحیح البخاری: ۵۵۷۸، کی شرح از علامہ عینی	754
23	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	754
24	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	755
25	حدیث مذکور کے معانی	755
26	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	756
27	خمر کی تحریم کے متعلق دیگر احادیث	756
28	باب مذکور کی شرح از شیخ عثیمین	757
29	۲۔ باب	758
30	خمر انگور وغیرہ سے تیار ہوتی ہے	758
31	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	758
32	صحیح البخاری: ۵۵۷۹، کی شرح از علامہ عینی	760
33	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	760
34	حدیث مذکور کے معانی	760
35	صحیح البخاری: ۵۵۸۰، کی شرح از علامہ عینی	761
36	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	761
37	حدیث مذکور کے معانی	761
38	ائمہ ثلاثہ کا اس پر استدلال کہ انگور کے علاوہ دیگر چیزوں سے بھی خمر بنائی جاتی ہے اور علامہ عینی کی طرف سے اس کا جواب	762
39	صحیح البخاری: ۵۵۸۱، کی شرح از علامہ عینی	763
40	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	763
41	۳۔ باب	764
42	خمر کی تحریم نازل ہوئی اور خمر کچی اور پکی کھجوروں سے بنائی جاتی تھی	764
43	صحیح البخاری: ۵۵۸۲، کی شرح از علامہ عینی	764
44	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	764
45	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	765
46	حدیث مذکور کے معانی	765
47	صحیح البخاری: ۵۵۸۳، کی شرح از علامہ عینی	766
48	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	766
49	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	766

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
50	حدیث مذکور کے معانی	767
51	صحیح البخاری: ۵۵۸۴، کی شرح از علامہ عینی	767
52	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	768
53	حدیث مذکور کے معانی	768
54	۴۔ باب	768
55	خمر شہد سے (بھی) بنتی ہے اور اس کو ''البتع'' کہتے ہیں	768
56	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	768
57	تعلیق مذکور کی شرح	769
58	صحیح البخاری: ۵۵۸۵، کی شرح از علامہ عینی	769
59	صحیح البخاری: ۵۵۸۷، کی شرح از علامہ عینی	770
60	حدیث: (۵۵۸۶) کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	770
	حدیث مذکور کے معانی	771
61	صحیح البخاری: ۵۵۸۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	771
62	پہلے جن برتنوں میں پینے سے منع فرمایا تھا، اس ممانعت کے منسوخ ہونے کا بیان	771
63	ہر برتن میں نبیذ بنانے کی اجازت	771
64	نشہ کی حد کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	772
65	۵۔ باب	773
66	ان احادیث کا بیان جن میں وارد ہے کہ جو مشروب عقل کو ڈھانپ لے وہ خمر ہے	773
67	صحیح البخاری: ۵۵۸۸، کی شرح از علامہ عینی	774
68	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	774
69	حدیث مذکور کے معانی	774
70	حدیث میں جن پانچ چیزوں پر خمر کا اطلاق ہے، یہ اطلاق تشبیہا اور مجاز ہے	775
71	ان تین مسائل کا بیان جن کو جاننے کی حضرت عمر	
72	رضی اللہ عنہ نے تمنا کی تھی	775

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
73	صحیح البخاری: ۵۵۸۹، کی شرح از علامہ عینی	776
74	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	776
75	صاحب ہدایہ کی پہلی دلیل اور حافظ ابن حجر	
76	عسقلانی کی طرف سے اس کے جواب کا بیان	777
77	صاحب ہدایہ کی دوسری دلیل اور اس کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	779
78	حافظ ابن حجر عسقلانی کے جواب مذکور کو علامہ عینی کا رد کرنا	780
79	صاحب ہدایہ کی تیسری دلیل اور اس کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	780
80	حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس جواب کو علامہ عینی کا رد کرنا	780
81	متاخرین غیر مقلدین کا فقہاء احناف پر طعن	781
82	غیر مقلدین کے طعن کا جواب	781
83	۶۔ باب	782
84	ان لوگوں کا بیان جو خمر کو حلال قرار دیتے ہیں اور خمر کا کوئی اور نام رکھتے ہیں	782
85	صحیح البخاری: ۵۵۹۰، کی شرح از علامہ عینی	783
86	صحیح البخاری: ۵۵۹۰ کی تحقیق	783
87	حدیث مذکور کے معانی	784
88	صحیح البخاری: ۵۵۹۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن	785
89	صحیح بخاری کی حدیث مذکور کی تائید میں دیگر احادیث	785
90	حدیث میں مذکور سخت عذاب کی توجیہ از مصنف	786
91	صحیح البخاری: ۵۵۹۰ کی شرح از شیخ عثیمین	787
92	اس پر دلیل کہ کسی چیز کا نام بدلنے سے حقائق تبدیل نہیں ہوتے	787
93	''یستحلون'' کے دو محمل کا بیان	788
94	''معازف'' کا معنی	788

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
95	حدیث مذکور میں دوگروہوں کے دوقسم کے عذاب	
	کابیان	788
96	۷۔باب	788
97	برتنوں میں اور پتھر کے پیالہ میں نبیذ بنانا	788
98	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	788
99	صحیح البخاری: ۵۵۹۱، کی شرح از علامہ عینی	789
100	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	789
101	حدیث مذکور کے معانی	789
102	نبیذ کی تعریف اور نبیذ میں مذاہب فقہاء	789
103	۸۔باب	790
104	ممانعت کے بعد تمام برتنوں اور ظروف میں نبیذ	
105	بنانے کی اجازت دینا	790
106	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	790
107	صحیح البخاری: ۵۵۹۲، کی شرح از علامہ عینی	790
108	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	790
109	حدیث مذکور کے معانی	791
110	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مخصوص برتنوں میں نبیذ	
	بنانے سے منع فرمایا، پھر بعد میں اس کی اجازت	
	دے دی، اس کی توجیہات	791
111	صحیح البخاری: ۵۵۹۳، کی شرح از علامہ عینی	792
112	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	792
113	حدیث مذکور کے معانی	792
114	صحیح البخاری: ۵۵۹۴، کی شرح از علامہ عینی	793
115	صحیح البخاری: ۵۵۹۵، کی شرح از علامہ عینی	794
116	حدیث مذکور کے معانی	794
117	صحیح البخاری: ۵۵۹۶، کی شرح از علامہ عینی	794
118	حدیث مذکور کے معانی	794
119	جب نبیذ نشہ آور نہ ہو، تو ہر قسم کے برتن میں نبیذ کا	
	بنانا جائز ہے	795
120	صحیح البخاری: ۵۵۹۶، کی شرح از شیخ عثیمین	795
121	مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت کے	
	منسوخ ہونے کی تحقیق	795
122	۹۔باب	796
123	کھجور کے نبیذ کا بیان جب تک وہ نشہ آور نہ ہو	796
124	۱۰۔باب	797
125	باذق (انگور کا تھوڑا سا پکا ہوا شیرہ) کا بیان اور جس	
	نے ہر نشہ آور مشروب سے منع کیا	797
126	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	797
127	طلاء، باذق اور المُنَصَّف کی تعریفات	797
128	حدیث مذکور کی تعلیقات کی شرح	798
129	صحیح البخاری: ۵۵۹۸، کی شرح از علامہ عینی	800
130	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	800
131	حدیث مذکور کے معانی	800
132	حرام مشروب کا نام بدلنے سے وہ حلال نہیں ہوتا	800
133	صحیح البخاری: ۵۵۹۹، کی شرح از علامہ عینی	801
134	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	801
135	۱۱۔باب	801
136	جن فقہاء کے نزدیک کچی اور پکی کھجوروں کو مخلوط	
	نہ کیا جائے جب کہ ان کا اختلاط نشہ آور ہو اور	
	دو مختلف سالنوں کو ایک سالن میں نہ کیا جائے	801
137	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	801
138	صحیح البخاری: ۵۵۹۹، کی شرح از علامہ عینی	802
139	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	802
140	صحیح البخاری: ۵۶۰۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن	803
	دو قسم کی مخلوط کھجوروں کے نبیذ کے متعلق فقہاء	
141	اسلام کے اقوال	803

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
142	صحیح البخاری: ۵۶۰۱، کی شرح از علامہ عینی	805
143	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	805
144	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	805
145	حدیث مذکور کے معانی	805
146	آیا تخلیط کو ترک کرنا واجب ہے یا مستحب ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف	805
147	تخلیط کے جواز پر امام ابو حنیفہ کی طرف سے احادیث اور آثار	806
148	تخلیط کے جواز کی احادیث پر ابن حزم ظاہری کے اعتراضات	807
149	ابن حزم ظاہری کے اعتراضات کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات	807
150	صحیح البخاری: ۵۶۰۲، کی شرح از علامہ عینی	808
151	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	808
152	حدیث مذکور کے معانی	808
153	دو سالنوں کو جمع کرنے کی کراہت کا تنزیہی ہونا	808
154	''ادام'' کے معنی کی تحقیق	808
155	۱۲۔ باب	809
156	دودھ پینے کا بیان	809
157	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	809
158	صحیح البخاری: ۵۶۰۳، کی شرح از علامہ عینی	810
159	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	810
160	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	810
161	صحیح البخاری: ۵۶۰۴، کی شرح از علامہ عینی	811
162	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	811
163	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	811
164	حدیث مذکور کے معانی	811
165	صحیح البخاری: ۵۶۰۵، کی شرح از علامہ عینی	811
166	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	811
167	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	812
168	''النقیع'' کا محل وقوع	812
169	دودھ کو ڈھانپنے کے حکم کی توجیہ	812
170	صحیح البخاری: ۵۶۰۷، کی شرح از علامہ عینی	813
171	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	813
172	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	813
173	حدیث مذکور کے معانی	813
174	اس سوال کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غیر سے دودھ کس طرح پی لیا؟	814
175	صحیح البخاری: ۵۶۰۷ کی شرح از شیخ عثیمین	814
176	صحیح البخاری: ۵۶۰۸، کی شرح از علامہ عینی	815
177	حدیث مذکور کے معانی	815
178	صحیح البخاری: ۵۶۰۹، کی شرح از علامہ عینی	816
179	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	816
180	صحیح البخاری: ۵۶۱۰، کی شرح از علامہ عینی	817
181	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	817
182	حدیث مذکور کے معانی	817
183	صحیح البخاری: ۵۶۱۰ کی شرح از شیخ عثیمین	817
184	نیل اور فرات کے جنت کے دریاؤں میں سے ہونے کی تحقیق	818
185	۱۳۔ باب	818
186	میٹھا پانی طلب کرنے کا بیان	818
187	صحیح البخاری: ۵۶۱۱، کی شرح از علامہ عینی	819
188	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	819
189	۱۴۔ باب	820
190	دودھ میں پانی ملا کر پینے کا بیان	820
191	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	820

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
192	صحیح البخاری: ۵۶۱۲، کی شرح از علامہ عینی	820	218	کھڑے ہو کر پانی پینے کے متعلق فقہاء اسلام کے	
193	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	821		نظریات	829
194	حدیث مذکور کے معانی	821	219	صحیح البخاری: ۵۶۱۶، کی شرح از علامہ عینی	830
195	اشخاص کی رعایت کی بجائے اصول کی رعایت	821	220	حدیث مذکور کے معانی	830
	کرنا	821	221	کھڑے ہو کر پینے کے باب کی شرح از علامہ ابن	
196	صحیح البخاری: ۵۶۱۲ کی شرح از شیخ عثیمین	821		ملقن	831
197	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	821	222	کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کے متعلق	
198	صحیح البخاری: ۵۶۱۳، کی شرح از علامہ عینی	823		احادیث اور آثار	831
199	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	823	223	کھڑے ہو کر پانی پینے کے عدمِ جواز کے متعلق	
200	حدیث مذکور کے معانی	823		احادیث اور آثار	832
201	حدیث مذکور کے فوائد	823	224	کھڑے ہو کر پینے کے جواز اور عدمِ جواز کی	
202	۱۵۔ باب	824		احادیث میں تطبیق	833
203	میٹھے مشروب اور شہد کا بیان	824	225	صحیح البخاری: ۵۶۱۶ کی شرح از شیخ عثیمین	833
204	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	824	226	حدیث مذکور کے فوائد	833
205	باب میں مذکور پہلی تعلیق کی شرح	824	227	کھڑے ہو کر پانی پینے کے متعلق مصنف کی تحقیق	834
206	باب میں مذکور دوسری تعلیق کی شرح	825	228	۱۷۔ باب	834
207	صحیح البخاری: ۵۶۱۴، کی شرح از علامہ عینی	826	229	اس کا بیان کہ جس نے اونٹ پر سوار ہونے کی	
208	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	826		حالت میں پیا	834
209	۱۶۔ باب	826	230	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	834
210	کھڑے ہو کر پینے کا بیان	826	231	صحیح البخاری: ۵۶۱۸، کی شرح از علامہ عینی	835
211	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	826	232	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	835
212	صحیح البخاری: ۵۶۱۵، کی شرح از علامہ عینی	827	233	حدیث مذکور کے معانی	836
213	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	827	234	۱۸۔ باب	836
214	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	827	235	اس کا بیان کہ دائیں جانب سے، پھر دائیں جانب	
215	حدیث مذکور کے معانی	827		سے پینے کی ابتداء کی جائے	836
216	کھڑے ہو کر پینے کے جواز کے متعلق احادیث	827	236	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	836
217	کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کے متعلق		237	صحیح البخاری: ۵۶۱۹، کی شرح از علامہ عینی	836
	احادیث	828	238	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	837

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
239	حدیث مذکور کے معانی	837
240	دائیں جانب میں بیٹھے ہوئے اعرابی کو اپنا بچا ہوا دودھ عطا فرمانے کی توجیہ	837
241	۱۹۔باب	837
242	کیا دائیں جانب والے سے مرد پینے کی اجازت طلب کرے تا کہ بڑی عمر والے کو دے	837
243	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	837
244	صحیح البخاری: ۵۶۲۰، کی شرح از علامہ عینی	838
245	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	838
246	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	838
247	حدیث مذکور کے معانی	838
248	حدیث مذکور میں کم عمر لڑکے کو دینے کا جواز، حالانکہ دیگر احادیث میں بڑی عمر والوں کو دینے کا حکم ہے، اس اعتراض کا جواب	838
249	حدیث مذکور پر ایک اشکال	839
250	صحیح البخاری: ۵۶۲۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن	839
251	لڑکے کا مصداق اور "تلّ" کے معنی کی تحقیق	839
252	اشیاخ کا مصداق اور حدیث مذکور کی تفصیل	840
253	حدیث مذکور سے مستنبط فقہی مسئلہ	840
254	صحیح البخاری: ۵۶۲۰، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	840
255	اس کی توجیہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے سے اجازت طلب کی اور اعرابی سے اجازت طلب نہیں کی تھی	840
256	۲۰۔باب	841
257	حوض سے منہ لگا کر پینے کا جواز	841
258	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	841
259	صحیح البخاری: ۵۶۲۱، کی شرح از علامہ عینی	842
260	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	842
261	حدیث مذکور کے معانی	842
262	صحیح البخاری: ۵۶۲۱ کی شرح از علامہ ابن ملقن	842
263	مشک یا حوض سے منہ لگا کر پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث	842
264	جن احادیث میں منہ لگا کر پینے سے منع کیا گیا ہے، ان کی توجیہ	843
265	۲۱۔باب	843
266	چھوٹوں کا بڑوں کی خدمت کرنا	843
267	۲۲۔باب	844
268	برتنوں کو ڈھانپنے کا بیان	844
269	صحیح البخاری: ۵۶۲۳، کی شرح از علامہ عینی	844
270	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	844
271	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	844
272	حدیث مذکور کے معانی	845
273	۲۳۔باب	846
274	مشک کا منہ مروڑ کر اس سے پینے کا بیان	846
275	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	846
276	صحیح البخاری: ۵۶۲۵، کی شرح از علامہ عینی	846
277	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	846
278	حدیث مذکور کے معانی	846
279	مشک کا منہ مروڑ کر پانی پینے سے منع کرنے کی حکمت	846
280	صحیح البخاری: ۵۶۲۵، کی شرح از علامہ عینی	847
281	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	847
282	حدیث مذکور کے معانی	847
283	۲۴۔باب	848
284	مشک کے منہ سے پینے کا بیان	848
285	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	848

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
286	صحیح البخاری: ۵۶۲۷، کی شرح از علامہ عینی	849
287	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	850
288	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	850
289	حدیث مذکور کے معانی	850
290	صحیح البخاری: ۵۶۲۸، کی شرح از علامہ عینی	851
291	مشک کے منہ سے پانی پینے کے متعلق فقہاء کے اقوال	851
292	مشک کے منہ سے پینے کی ممانعت کی حکمت	851
293	۲۵۔باب	852
294	برتن میں سانس لینے کی ممانعت کا بیان	852
295	صحیح البخاری: ۵۶۲۸، کی شرح از علامہ عینی	852
296	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	852
297	حدیث مذکور کے معانی	852
298	صحیح البخاری: ۵۶۳۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن	852
299	حدیث مذکور کی نظیر	853
300	پانی کے برتن میں سانس لینے کی ممانعت کی جدید میڈیکل سائنس سے تائید	853
301	صحیح البخاری: ۵۶۳۰ کی شرح از شیخ عثیمین	853
302	۲۶۔باب	854
303	دو یا تین سانس لے کر پانی پینے کا بیان	854
304	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	854
305	صحیح البخاری: ۵۶۳۱، کی شرح از علامہ عینی	854
306	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	854
307	حدیث مذکور کے معانی	854
308	ایک سانس میں پانی پینے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	855
309	صحیح البخاری: ۵۶۳۱ کی شرح از علامہ ابن ملقن	855
310	دو حدیثوں میں تعارض کا جواب	855

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
211	۲۷۔باب	856
312	سونے کے برتنوں میں پینے کا بیان	856
313	صحیح البخاری: ۵۶۳۲، کی شرح از علامہ عینی	857
314	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	857
315	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	857
316	حدیث مذکور کے معانی	857
317	صحیح البخاری: ۵۶۳۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن	858
318	سونے اور چاندی کے استعمال کی بعض صورتیں	858
319	۲۸۔باب	859
320	چاندی کے برتنوں کا بیان	859
321	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	859
322	صحیح البخاری: ۵۶۳۳، کی شرح از علامہ عینی	859
322	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	859
323	حدیث مذکور کے معانی	859
324	صحیح البخاری: ۵۶۳۴، کی شرح از علامہ عینی	860
325	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	860
326	حدیث مذکور کے معانی	860
327	صحیح البخاری: ۵۶۳۴، کی شرح از علامہ صابونی	861
328	حدیث مذکور کے فوائد	861
329	صحیح البخاری: ۵۶۳۵، کی شرح از علامہ عینی	862
330	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	862
331	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	862
332	حدیث مذکور کے معانی	862
333	صحیح البخاری: ۵۶۳۵ کی شرح از شیخ عثیمین	863
334	۲۹۔باب	866
335	پیالوں میں پینے کا بیان	866
336	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	866
337	پیالوں کی اقسام اور نبی ﷺ کے پیالوں کا بیان	866

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
338	صحیح البخاری: ۵۶۳۶، کی شرح از علامہ عینی	867
339	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف	867
340	۳۰۔ باب	867
341	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے اور آپ کے برتنوں میں	
	پینے کا بیان	867
342	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	867
343	صحیح بخاری کی تعلیق کی شرح	868
344	صحیح البخاری: ۵۶۳۷، کی شرح از علامہ عینی	869
345	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	869
346	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	869
347	حدیث مذکور کے معانی	869
348	حدیث مذکور کے فوائد	870
349	صحیح البخاری: ۵۶۳۸، کی شرح از علامہ عینی	871
350	حدیث مذکور کے معانی	871
351	حدیث مذکور کے فوائد	871
352	صحیح البخاری: ۵۶۳۸، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	872
353	۳۱۔ باب	872
354	برکت کو پینا اور برکت والے پانی کا بیان	872
355	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	872
356	صحیح البخاری: ۵۶۳۹، کی شرح از علامہ عینی	873
357	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	873
358	حدیث مذکور کے معانی	874
359	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کی عظمت کا بیان	874
360	صحیح البخاری: ۵۶۳۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	874
361	حدیث مذکور سے مستنبط فقہی مسئلہ	874
362	اَشرِبہ کے متعلق صدر الشریعہ علامہ امجد علی کی تحقیق	875
363	اَشرِبہ کے متعلق مسائل فقہیہ	876

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	۷۵۔ کِتَابُ الْمَرْضٰی	879
2	مریضوں کا بیان	879
3	۱۔ باب	879
4	مرض کے کفارہ ہونے کے متعلق جو احادیث	
5	وارد ہیں، ان کا بیان	879
6	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	879
7	صحیح البخاری: ۵۶۴۰، کی شرح از علامہ عینی	880
8	حدیث مذکور کے معانی	880
9	صحیح البخاری: ۵۶۴۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	880
10	مومن پر مصائب اور امراض نازل ہونے کے	
	متعلق دیگر احادیث	880
11	صحیح البخاری: ۵۶۴۱، ۵۶۴۲، کی شرح از علامہ	
	عینی	882
12	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	882
13	حدیث مذکور کے معانی	883
14	صحیح البخاری: ۵۶۴۳، کی شرح از علامہ عینی	883
15	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	884
16	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	884
17	حدیث مذکور کے معانی	884
18	صحیح البخاری: ۵۶۴۳، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	884
19	صحیح البخاری: ۵۶۴۳ کی شرح از شیخ عثیمین	884
20	صحیح البخاری: ۵۶۴۴، کی شرح از علامہ عینی	885
21	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	885
22	حدیث مذکور کے معانی	886
23	صحیح البخاری: ۵۶۴۵، کی شرح از علامہ عینی	886
24	حدیث مذکور کے معانی	886

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
25	۲۔باب	887
26	مرض کی شدت اور سختی کا بیان	887
27	صحیح البخاری: ۵۶۴۶، کی شرح از علامہ عینی	887
28	حدیث مذکور کے معانی	887
29	صحیح البخاری: ۵۶۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	887
30	شدت مرض کے متعلق دیگر احادیث	887
31	صحیح البخاری: ۵۶۴۶ کی شرح از شیخ عثیمین	888
32	انبیاء علیہم السلام پر بیماری کی شدت کی توجیہ	888
33	صحیح البخاری: ۵۶۴۶، کی شرح از علامہ صابونی	888
34	انبیاء علیہم السلام کو بیماری کی شدت میں مبتلاء	
35	کرنے کی حکمت	888
36	صحیح البخاری: ۵۶۴۷، کی شرح از علامہ عینی	889
37	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	889
38	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	890
39	حدیث مذکور کے معانی	890
40	۳۔باب	890
41	سب سے زیادہ آزمائش انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے، پھر جو انبیاء علیہم السلام کے زیادہ قریب ہو، پھر جو ان کے قریب ہوں	890
42	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	890
43	صحیح البخاری: ۵۶۴۸، کی شرح از علامہ عینی	891
44	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	891
45	حدیث مذکور کے معانی	892
46	۴۔باب	892
47	بیمار کی عیادت کے واجب ہونے کا بیان	892
48	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	892
49	صحیح البخاری: ۵۶۴۹، کی شرح از علامہ عینی	893
50	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	893
51	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	893
52	حدیث مذکور کے معانی	893
53	صحیح البخاری: ۵۶۵۰، کی شرح از علامہ عینی	894
54	۵۔باب	894
55	بے ہوش کی عیادت کا بیان	894
56	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	894
57	صحیح البخاری: ۵۶۵۱، کی شرح از علامہ عینی	895
58	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	895
59	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	895
60	حدیث مذکور کے معانی	895
61	صحیح البخاری: ۵۶۵۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	896
62	حدیث مذکور کے فوائد	896
63	صحیح البخاری: ۵۶۵۱ کی شرح از شیخ عثیمین	896
64	حدیث مذکور کے فوائد	896
65	۶۔باب	897
66	ریح کے سبب سے مرگی کا دورہ پڑنے کی فضیلت کا بیان	897
67	مرگی کے مرض کا بیان	897
68	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	897
69	جنات کے انسانوں میں داخل ہونے کے متعلق مصنف کی تحقیق	898
70	صحیح البخاری: ۵۶۵۲، کی شرح از علامہ عینی	899
71	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	899
72	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	899
73	حدیث مذکور کے معانی	899
74	صحیح البخاری: ۵۶۵۲، کی شرح از علامہ صابونی	900
75	حدیث مذکور کے الفاظ کی شرح	900
76	حدیث مذکور کا خلاصہ	900

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
77	حدیث مذکور کے فوائد	901
78	۷۔باب	901
79	اس شخص کی فضیلت جس کی بینائی چلی جائے	901
80	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	901
81	صحیح البخاری: ۵۶۵۳، کی شرح از علامہ عینی	902
82	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	902
83	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	902
84	حدیث مذکور کے معانی	902
85	صحیح البخاری: ۵۶۵۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	903
86	باب مذکور کی حدیث کے مناسب دیگر احادیث	903
87	۸۔باب	903
88	عورتوں کا مردوں کی عیادت کرنے کا بیان	903
89	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	904
90	تعلیق مذکور کی شرح اور حضرت ام الدرداء رضی اللہ	
91	عنہا کی تعیین اور ان کا تذکرہ	904
92	صحیح البخاری: ۵۶۵۴، کی شرح از علامہ عینی	905
93	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	906
94	حدیث مذکور کے معانی	906
95	صحیح البخاری: ۵۶۵۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	906
96	حدیث مذکور کے فوائد	906
97	۹۔باب	907
98	بچوں کی عیادت کا بیان	907
99	صحیح البخاری: ۵۶۵۵، کی شرح از علامہ عینی	908
100	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	908
101	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	908
102	حدیث مذکور کے معانی	908
103	صحیح البخاری: ۵۶۵۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	909
104	حدیث مذکور کی فقہ	909
105	۱۰۔باب	909
106	دیہاتیوں کی عیادت کرنے کا بیان	909
107	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	909
108	صحیح البخاری: ۵۶۵۶، کی شرح از علامہ عینی	910
109	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	910
110	حدیث مذکور کے معانی	910
111	حدیث مذکور کے فوائد	911
112	۱۱۔باب	911
113	مشرک کی عیادت کرنے کا بیان	911
114	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	911
115	صحیح البخاری: ۵۶۵۷، کی شرح از علامہ عینی	912
116	صحیح البخاری: ۵۶۵۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	912
117	صحیح البخاری: ۵۶۵۷ کی شرح از شیخ عثیمین	912
118	۱۲۔باب	912
119	جب کوئی شخص مریض کی عیادت کرے اور اس	
120	دوران نماز کا وقت آجائے تو وہ مریض لوگوں کو	
	باجماعت نماز پڑھائے	912
121	صحیح البخاری: ۵۶۵۸، کی شرح از علامہ عینی	913
122	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	913
123	حدیث مذکور کے معانی	913
124	صحیح البخاری: ۵۶۵۸ کی شرح از شیخ عثیمین	914
125	جب مریض بیٹھ کر نماز پڑھائے تو آیا اس کے پیچھے	
126	نماز پڑھنے والے بیٹھ کر نماز پڑھیں یا کھڑے ہو کر	
	نماز پڑھیں؟	914
127	صحیح البخاری: ۵۶۵۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	915
128	۱۳۔باب	916
129	بیمار کے اوپر ہاتھ رکھنے کا بیان	916
130	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	916

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
131	صحیح البخاری:۵۶۵۹،کی شرح ازعلامہ عینی	917
132	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	917
133	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	917
134	حدیث مذکور کے معانی	917
135	صحیح البخاری:۵۶۵۹ کی شرح ازشیخ عثیمین	917
136	مریض کی دلجوئی اور اس کے اطمینان کے لیے اس پر ہاتھ پھیرنا	917
137	صحیح البخاری:۵۶۶۰،کی شرح ازعلامہ عینی	918
138	۱۴۔باب	919
139	مریض سے کیا کہا جائے اور وہ کیا جواب دے، اس کا بیان	919
140	صحیح البخاری:۵۶۶۱،کی شرح ازعلامہ عینی	919
141	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	919
142	صحیح البخاری:۵۶۶۱،کی شرح ازعلامہ ابن ملقن	919
143	مریض سے تسلی کے کلمات کہنے کا بیان	919
144	۱۵۔باب	920
145	سوار ہو کر اور پیدل اور کسی کے پیچھے گدھے پر بیٹھ کر مریض کی عیادت کے لیے جانے کا بیان	920
146	صحیح البخاری: ۵۶۶۳،کی شرح ازعلامہ عینی	922
147	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	922
148	حدیث مذکور کے معانی	922
149	صحیح البخاری: ۵۶۶۳ کی شرح ازشیخ عثیمین	922
150	جدید دور میں عیادت کا طریقہ	923
151	گدھے پر سواری کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے	923
152	صحیح البخاری: ۵۶۶۴،کی شرح ازعلامہ صابونی	923
153	''برذون'' کا معنی	923
154	حدیث مذکور کی شرح	924

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
155	۱۶۔باب	924
156	اس کا بیان کہ مریض کو یہ کہنے کی اجازت دی گئی ہے کہ مجھے درد ہے، یا ہائے میرا سر، یا میرا درد بہت زیادہ ہو گیا ہے	924
157	باب مذکور کی شرح ازعلامہ عینی	924
158	صحیح البخاری:۵۶۶۵،کی شرح ازعلامہ عینی	926
159	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	926
160	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	926
161	جس مُحرم کو جوؤں کی تکلیف کی وجہ سے سر منڈانے	
162	کی ضرورت ہو، اس کے فدیہ کا بیان	926
163	باب مذکور کی شرح ازعلامہ ابن ملقن	926
164	اپنی تکلیف کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرنے کا عدمِ جواز اور اپنے بھائیوں سے اپنی تکلیف کا اظہار کرنے کا جواز	926
165	صحیح البخاری:۵۶۶۶،کی شرح ازعلامہ عینی	928
166	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	928
167	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	928
168	حدیث مذکور کے معانی	928
169	صحیح البخاری:۵۶۶۷،کی شرح ازعلامہ عینی	930
170	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	930
171	صحیح البخاری:۵۶۶۷،کی شرح ازعلامہ صابونی	930
172	حدیث مذکور کی شرح	930
173	حدیث مذکور کے فوائد	931
174	صحیح البخاری:۵۶۶۸،کی شرح ازعلامہ عینی	932
175	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	932
176	۱۷۔باب	932
177	بیمار کا یہ کہنا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ	932
178	صحیح البخاری:۵۶۶۹ کی شرح ازعلامہ ابن ملقن	933

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
179	حدیث مذکور سے مستنبط فقہی مسئلہ	933
180	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب منگوانے کی حکمت	933
181	صحیح البخاری ۵۶۶۹، کی شرح از علامہ قسطلانی	934
182	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چیز لکھوانا چاہتے تھے؟	934
183	صحیح البخاری: ۵۶۶۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	934
184	عیادت کرنے کے آداب	934
185	۱۸۔باب	935
186	بیمار بچے کو (کسی بزرگ کے پاس) لے جانا تاکہ اس کے لیے دعا کی جائے	935
187	صحیح البخاری: ۵۶۷۰، کی شرح از علامہ عینی	935
188	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	935
189	۱۹۔باب	936
190	بیمار کا موت کی تمنا کرنا	936
191	صحیح البخاری: ۵۶۷۱، کی شرح از علامہ عینی	936
192	حدیث مذکور کے معانی	936
193	آیا موت کی تمنا کرنا منسوخ ہے یا نہیں؟	936
194	صحیح البخاری: ۵۶۷۱ کی شرح از علامہ ابن ملقن	937
195	موت کی تمنا کے متعلق دیگر احادیث	937
196	حدیث مذکور کی فقہ	938
197	صحیح البخاری: ۵۶۷۲، کی شرح از علامہ عینی	939
198	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	939
199	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	939
200	حدیث مذکور کے معانی	939
201	صحیح البخاری: ۵۶۷۳، کی شرح از علامہ عینی	940
202	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	940
203	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	941
204	حدیث مذکور کے معانی	941
205	اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت میں دخول پر ایک اشکال کا جواب	942
206	جنت کے حصول کا سبب اللہ کا فضل ہے، اس کے متعلق قرآن مجید کی آیات	942
207	ثواب اور عذاب کے متعلق اہل سنت کا مذہب	943
208	''فسددوا'' کا معنی	943
209	''استعتاب'' کا معنی	943
210	صحیح البخاری: ۵۶۷۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن	943
211	صحیح البخاری: ۵۶۷۴، کی شرح از علامہ عینی	944
212	کیا رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کی دعا کرنا موت کی دعا کو مستلزم ہے؟	944
213	صحیح البخاری: ۵۶۷۴ کی شرح از شیخ عثیمین	945
214	اس کی تحقیق کہ رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کی دعا موت کی دعا نہیں ہے	945
215	رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کی دعا کی تحقیق از مصنف	945
216	۲۰۔باب	946
217	عیادت کرنے والے کی مریض کیلئے دعا کا بیان	946
218	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	946
219	صحیح البخاری: ۵۶۷۵، کی شرح از علامہ عینی	947
220	حدیث مذکور کے معانی	947
221	صحیح البخاری: ۵۶۷۵ کی شرح از علامہ ابن ملقن	947
222	مصائب اور بیماریوں کی فضیلت اور بیماریوں میں شفاء کی دعا کی توجیہ	947
223	صحیح البخاری: ۵۶۷۵ کی شرح از شیخ عثیمین	948
224	دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا ثبوت اور شیخ عثیمین کا رد از مصنف	948
225	۲۱۔باب	949
226	مریض کی عیادت کرنے والے کے وضو کرنے کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	بیان	949			
227	کلالہ اور فرائض کا معنی	949			
228	۲۲۔باب	950			
229	جس نے وبا اور بخار کے اٹھ جانے کی دعا کی	950			
230	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	950			
231	صحیح البخاری: ۵۶۷۷، کی شرح از علامہ عینی	951			
232	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	951			
233	نعم الباری کی گیارہویں (۱۱) جلد کی تکمیل	951			
234	ڈائری	952			
235	مصادر التحقیق	953			

Marfat.com

افتتاحیہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله رب العالمین، الذی جعلنا من المسلمین، ووصفنا بخیر امۃ من الأمم الماضین، و انعم علینا بتنزیل القرآن الکریم و ھدانا بہ الی الصراط المستقیم، و الصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین، الذی شرح الفرقان باحادیثہ و بیانہ القویم، و کشف عن اسرارہ و غوامضہ لھدایۃ الناس اجمعین، و انقذنا بحسن سیرتہ من الظلمات والضلال المبین، و علی الہ الطیبین واصحابہ الطاھرین الذین قاموا باشاعۃ الدین المتین مع کمال الخلوص والجھد العظیم، و علی ازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین، و علی جمیع الائمۃ التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین۔

و بعد فیقول العبد الفقیر الی مولاہ القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربہ السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیہ نعم الباری) توکلا علی رحمۃ اللہ و فضلہ العمیم۔ ولا یکون تحریرہ و تقریرہ و تکمیلہ الا نعمتہ العظمیٰ۔ فلذا سمیتہ بنعمۃ الباری فی شرح الصحیح للبخاری۔ (تقبلہ اللہ بلطفہ و تغمدنی بغفرانہ بمحض فضلہ)

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا و مولانا محمدا عبدہ و رسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور نفسی و من سیئات اعمالی۔ من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ۔ اللھم ارنی الحق حقاً وارزقنی اتباعہ۔ اللھم ارنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابہ۔ اللھم اجعلنی فی تصنیف ھذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعلہ موافقاً باسمہ واحفظہ من شرور الاشرار و الحاسدین۔ اللھم اجعلہ خالصا لوجھک الکریم و مقبولاً عندک و عند رسولک الرؤف الرحیم واجعلہ شائعاً و مستفیضاً و مفیضاً و مرغوباً فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبی الکریم ﷺ فی الدنیا و شفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ و امتنی علی الایمان بالکرامۃ۔ اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت۔ اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی و علی والدی وان اعمل صالحاً ترضٰہ۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

Marfat.com

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن کریم نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونۂ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں تفسیر تبیان القرآن سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے صحیح بخاری کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعم الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے، پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٦٩ - كِتَابُ النَّفَقَاتِ

بیوی کے خرچ کا بیان

نِعَم الباری جلد حادی عشر ''کتاب النفقات'' سے شروع ہو رہی ہے، کتاب کا معنی ہے: ان مسائل کا مجموعہ جن مسائل کی جنس واحد ہو اور انواع اور اصناف مختلف ہوں، اور النفقات، النفقۃ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: خرچ کرنا۔

ہم اس مبحث کے شروع میں پہلے النفقۃ کا لغوی معنی مستند اور محقق اہل لغت کے حوالہ جات سے نقل کریں گے، اور پھر نفقہ کے متعلق قرآن مجید کی آیت اور مستند اور محقق مفسرین کی تفاسیر کو نقل کریں گے، پھر خرچ کرنے کی فضیلت اور بخل کی مذمت میں احادیث کا ذکر کریں گے، اور نفقہ کے متعلق مذاہب اربعہ کے فقہاء کی آراء کو نقل کریں گے، اور پھر اس کے بعد امام محمد بن اسماعیل بخاری التوفی ۲۵۶ھ نے جو النفقات کے متعلق احادیث ذکر کی ہیں، ان کا ذکر کریں گے اور صحیح البخاری کے مشہور شارحین نے جو ان احادیث کی شرح کی ہے، اس کو پیش کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

نفقہ کے لغوی معنی از مستند و محقق اربابِ لغت

امام خلیل بن احمد الفراہیدی التوفی ۱۷۵ھ، نفقہ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نفقہ وہ ہے جس کو تم خود اپنے اوپر خرچ کرو اور اپنے عیال (زیر پرورش لوگوں) پر خرچ کرو یا تم سے ان کا خرچ طلب کیا جائے۔ (کتاب العین ج ۳ ص ۱۸۲۵، المطبعہ باقری، قم (ایران)، ۱۴۱۴ھ)

امام ابو القاسم الحسین بن محمد المعروف بہ راغب الاصفہانی التوفی ۵۰۶ھ، نفقہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''نفق الشیئی مضی ونفد''، یعنی کسی چیز کو خرچ کرنا یہ ہے کہ وہ چیز ختم ہو جائے، یا تو فروخت کرنے سے، جیسے کہا جاتا ہے: ''نفق البیع نفاقا''، یعنی کسی بھی چیز کو فروخت کر کے اس کو ختم کر دیا، اور اسی سے ماخوذ ہے ''نفاق الایم''، یعنی بیوہ کا خرچ۔

اور انفاق مال میں ہوتا ہے کبھی دوسری چیزوں میں اور کبھی انفاق یعنی خرچ کرنا واجب ہوتا ہے اور کبھی نفل ہوتا ہے۔

انفاق کے متعلق قرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں:

وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (البقرہ: ۱۹۵)	اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔
اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ: ۲۵۴)	ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں۔
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ (آل عمران: ۹۲)	تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کر سکو گے حتیٰ کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو، اور تم جس چیز کو بھی خرچ کرتے ہو، اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے O

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ (سبا:۳۹)
اور تم جو کچھ بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو، وہ اس کا بدل مہیا کردے گا۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ (الحدید:۱۰)
(اے مسلمانو!) تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہوسکتا جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ (بنی اسرائیل:۱۰۰)
آپ کہیے: اگر تم (بالفرض) میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم خرچ کے ڈر سے ان کو روک رکھتے۔

(المفردات فی غریب القرآن، ج ۲ ص ۶۵۰، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

امام مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نفقہ کے معنی کے متعلق لکھتے ہیں:

کہا جاتا ہے: "نفقة السلعة فهي نافقة" یعنی سودا چل پڑا اور کہا جاتا ہے: "انفقتها" یعنی جب میں نے سودا کو خرچ کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جھوٹی قسم سودا کو چلانے والی ہوتی ہے اور برکت کو مٹانے والی ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: البیوع، ۲۶، صحیح مسلم: المساقات: ۱۳۱، مسند احمد: ج ۲ ص ۲۳۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص دوسروں کے لیے خرچ نہ کرے۔ (سنن ترمذی، البیوع: ۴۱)

اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو رغبت دلانے کے لیے اپنے سودے کی قیمت کم نہ لگائے تاکہ خریدار اس کی زیادہ قیمت لگائے، اور یہ اس کے سودا فروخت کرنے کا سبب بن جائے۔

احادیث میں نفاق کا ذکر بہ کثرت ہے اور جو اس سے اسم اور فعل مشتق ہے اس کا ذکر بھی بہت کثیر ہے، اور یہ اسلامی اسم ہے، عرب اس کے معنی مخصوص کو نہیں جانتے تھے، منافق اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنا کفر چھپاتا ہے اور ایمان کو ظاہر کرتا ہے، اگرچہ اس کی اصل لغت میں معروف ہے، کہا جاتا ہے: "نافق ینافق منافقة ونفاقا"، یہ الیربوع کے بل کے لیے کہتے ہیں، "الیربوع" اس چوہے کو کہتے ہیں جس کے اگلے پاؤں چھوٹے اور پچھلے پاؤں لمبے ہوتے ہیں۔ جب اس کو تلاش کیا جائے تو یہ بل کے ایک منہ میں داخل ہو کر بل کے دوسرے منہ سے نکل جاتا ہے۔ اور اسی سے "النفق" ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: سرنگ، جس میں کوئی شخص چھپ جاتا ہے، کیونکہ منافق بھی ایمان کو ظاہر کر کے اپنے کفر کو چھپالیتا ہے، اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "نافق حنظلة" یعنی حنظلہ منافق ہو گیا"۔ (صحیح مسلم، التوبہ: ۱۲، مسند احمد ج ۴ ص ۳۴۶)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں تو ان میں بہت زیادہ اخلاص ہوتا ہے اور دنیا سے بہت بے رغبتی ہوتی ہے اور جب وہ آپ کی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو ان کی پہلی کیفیت زائل ہو جاتی ہے اور وہ پھر دنیا میں راغب ہو جاتے ہیں تو گویا کہ یہ بھی ایک قسم کا ظاہر اور باطن کا اختلاف تھا، اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو منافق کہا۔

نیز حدیث میں ہے: "اس امت کے اکثر منافق قرآن کی قراءت کرنے والے ہیں"۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۰، ج ۴ ص ۱۵۵، ۱۵۱، مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

اس حدیث میں نفاق سے مراد ریاکاری اور دکھاوا ہے، کیونکہ نفاق اور ریاکاری دونوں میں باطن کے خلاف ظاہر کیا جاتا

Marfat.com

ہے۔ (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ج ۵ ص ۸۵-۸۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

امام ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی البصری المتوفی ۷۱۱ھ نفقہ کے متعلق لکھتے ہیں:

نفقہ کا معنی ہے: کسی چیز کا ناقص ہونا اور کم ہونا اور یہ بھی کہا گیا ہے: کسی چیز کا فنا ہونا اور ختم ہو جانا، اور کہا جاتا ہے: ''انفق الرجل'' جب وہ محتاج ہو جائے۔ اور ''انفق المال'' اس کا معنی ہے: مال کو خرچ کرنا، قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ (یٰس: ۴۷) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان چیزوں میں سے بعض کو خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دی ہیں۔

نفقہ کا معنی ہے: جو خرچ کیا جائے اور اس کی جمع نفاق ہے، جو آدمی بہت زیادہ خرچ کرتا ہو اس کو ''رجل منفاق'' کہا جاتا ہے، اور نفقہ کا معنی ہے: جس مال کو انسان اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال کے اوپر خرچ کرے، اور جب کسی بیوہ کے پاس نکاح کے پیغام بہ کثرت آئیں تو کہا جاتا ہے: ''نفقة الايم'' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

من حظ المرء نفاق ایمه۔ یعنی کسی مرد کی سعادت یہ ہے کہ اس کی بیٹیوں اور بہنوں کے رشتے بہ کثرت آئیں۔

اور ''النفق'' کا معنی ہے: جو چیز بہت جلد منقطع ہو جائے اور ''فرس نَفِق'' کا معنی ہے: جو گھوڑا بہت تیزی سے قدم اٹھا کر دوڑتا ہو، اور ''النفق'' کا معنی ہے: زمین میں سرنگ بنانا، قرآن مجید میں ہے:

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ (الانعام: ۳۵) تو آپ اگر زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر سکتے ہیں۔

اور کہا جاتا ہے: ''انفق الضب واليربوع'' جب گوہ اور جنگلی چوہا ایک سوراخ سے نکل کر دوسرے سوراخ میں داخل ہو جائیں اور اسی سے منافق کا اسم ماخوذ ہے، کیونکہ وہ بھی گوہ اور جنگلی چوہے کی طرح اپنے کفر کو چھپا کر ایمان کو ظاہر کرتا ہے، اور نفاق کہتے ہیں: ایک طریقہ سے اسلام میں داخل ہونا اور دوسرے طریقہ سے اسلام سے نکل جانا، اور اسی اعتبار سے حاسدے کے لیے قرآن پڑھنے والوں کو بھی حدیث میں منافقین کہا گیا ہے۔ (لسان العرب لابن منظور ج ۱۴ ص ۳۲۶-۳۲۷، دار صادر، بیروت ۲۰۰۳ء)

امام محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی الحنفی المتوفی ۶۶۰ھ نفقہ کے معنی کے متعلق لکھتے ہیں:

''نفقت الدابة'' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب سواری مر جائے؛ ''نفق البيع'' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب سودا چل پڑے، اور نفاق، منافق کے فعل کو کہا جاتا ہے اور منافق وہ شخص ہے جو اپنے کفر کو چھپائے اور اسلام کو ظاہر کرے اور ''انفق الرجل'' اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص محتاج ہو جائے اور ''النفق'' کا معنی ہے: زمین میں سرنگ۔

(مختار الصحاح ص ۳۸۷، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

غلام احمد پرویز متوفی ۱۹۸۵ء نفقہ کے متعلق لکھتے ہیں:

نفق اس سرنگ کو کہتے ہیں جس کے داخل ہونے اور نکلنے کے دونوں راستے کھلے ہوں۔ (جس سرنگ میں نکلنے کا راستہ نہ ہو اسے سَرَب کہتے ہیں)، النُّفقة، والنّافِقاء جنگلی چوہے کے بل کے متعدد سوراخوں میں سے ایک سوراخ کو کہتے ہیں جس پر وہ مٹی کی

باریک سی پتری بچھا کر اسے بند رکھتا ہے اور اسے اس وقت سر مار کر کھول لیتا ہے جب اس کا کوئی دشمن اسے بل کے اندر سے پکڑنے کی کوشش کرے، نَیْفَق اس نیفہ کو کہتے ہیں جس کے دونوں کنارے کھلے ہوں، (بعض کا خیال ہے کہ یہ نیفہ سے معرب ہے)، اسی لئے مُنافق اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی نظام (یا سوسائٹی) میں داخل ہونے سے پہلے یہ دیکھ لے کہ اس سے باہر نکلنے کا راستہ کون سا ہے؟ نَفَقَتِ السُّوق، بازار گرم ہوا، اور اس کے سامان کی مانگ ہوئی، (یعنی جو اشیاء کی درآمد اور برآمد کے لئے ہر وقت کھلا رہے، ہر وقت مال آتا رہے اور اس کا نکاس ہوتا رہے)، لہٰذا انفاق کے معنی ہیں: اپنی دولت کو کھلا رکھنا، عام کر دینا، باقی نہ رکھنا، ختم کر دینا (تاج وابن فارس) قرآن کریم نے اس کے مقابل میں ''امساک'' (روک رکھنے) کا لفظ لا کر اس کے معانی کو واضح کر دیا ہے۔

چونکہ روپے کو کھلا رکھنے کا نتیجہ سرمایہ کی نفی (ختم ہو جانا) یا کمی ہوتا ہے، اس لئے نفاق کے معنی کسی چیز کے کم ہو جانے یا ختم ہو جانے کے بھی لئے گئے، یہاں تک کہ ان معانی کو بنیادی معنی کی سی اہمیت حاصل ہو گئی، چنانچہ ''اَنْفَقَتِ الْاِبِلُ'' اس وقت کہتے ہیں جب موٹاپے کی وجہ سے اونٹوں کی اون جھڑ جائے، یعنی منتشر اور پراگندہ ہو کر ضائع ہو جائے۔

قرآن کریم میں انفاق کے بنیادی معنی اپنی محنت کے ماحصل کو ربوبیت عالمی کے لئے کھلا رکھنا ہیں، ''وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ'' (البقرہ:۲۱۹) یہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کس قدر مال و دولت (ربوبیت عامہ کے لیے) کھلا رکھیں، ان سے کہو کہ جس قدر تمہاری ضرورت سے زائد ہے، سب کا سب، یعنی فاضل دولت (Surplus money)، جو سرمایہ داری کی بنیاد ہے،، سب کی سب ربوبیت عامہ کے لیے وقف ہونی چاہیے، یہ کسی کی ذاتی ملکیت میں نہیں رہ سکتی۔

یہ قرآنی نظام کا بنیادی نقطہ ہے، مومن کی ہمیانی کے دونوں سرے کھلے رہتے ہیں اور یہ ہمیانی نظام کے ہاتھ میں رہتی ہے، اس میں ہر فرد اپنی محنت کا ماحصل ڈالتا جاتا ہے اور نظام ربوبیت اسے نوع انسانی کی نشوونما کے لئے صرف کرتا جاتا ہے، چونکہ اس نظام میں ہر فرد کی تمام ضروریات زندگی کی ذمہ داری خود نظام پر ہوتی ہے، اس لئے کسی فرد کو کچھ بچا کر رکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی، نہ ہی اسے اپنے یا اپنی اولاد کے مستقبل کے متعلق کوئی خدشہ یا اندیشہ رہتا ہے، یہ تمام ذمہ داریاں نظام کے سر ہوتی ہیں جو قوانین خداوندی کے مطابق قائم ہوتا ہے۔

بنا بریں ان مقامات میں انفاق کے معنی خرچ کرنے کی بجائے کھلا رکھنا زیادہ مناسب ہیں؛ ''کھلا رکھنے'' کا مطلب ہوگا: نوع انسانی کی ربوبیت عامہ کے لئے نظام خداوندی کی تقسیم میں رکھنا، نَفَقَةٌ ہر وہ چیز جسے اس طرح کھلا رکھا جائے، بعض مقامات میں اس کے معنی خرچ کرنے کے بھی آئیں گے۔

نَافَقَ، منافق ہونا، معاشرہ میں منافق سب سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں، ایک تو وہ لوگ ہیں جو دل کے پورے جھکاؤ کے ساتھ نظام خداوندی سے وابستہ ہو جاتے ہیں، یہ مومن ہیں، دوسرے وہ ہیں جو کھلے بندوں اس نظام سے باہر رہتے اور اس کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں کافر کہیے، تیسرے وہ ہیں جو محض اپنی مطلب براری کے لئے جماعت مومنین کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں، منافع میں ان کے برابر کے شریک رہتے ہیں اور جہاں کسی مشکل کا سامنا ہوا، تو یا جماعت کا ساتھ چھوڑ کر صاف نکل گئے، اور یا اس میں بددلی پھیلانے اور فتنہ پردازی کرنے لگ گئے، یہ منافق ہیں اور بدترین خلائق، اسی لئے قرآن کریم نے ان کا مقام جہنم کا سب سے نچلا طبقہ بتایا ہے، قرآن کریم نے (سورہ فاتحہ کے بعد) سب سے پہلے انہی تینوں جماعتوں (مومن، کافر، منافق) کا ذکر

Marfat.com

واضح الفاظ میں کیا ہے، اس کے بعد، سارے قرآن کریم میں ان تین جماعتوں کا ذکر ہے، یہ جماعتیں زمانہ نزول قرآن تک محدود نہ تھیں، یہ ہمیشہ رہی ہیں اور ہمیشہ رہیں گی، ان کی خصوصیات اس قدر طویل ہیں کہ ان کی تفصیل بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔

(لغات القرآن، ج ا ص ۱۶۵۱-۱۶۵۳، ادارہ طلوع اسلام لاہور)

نفقہ کے متعلق قرآن مجید کی آیت مبارکہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ ۗ یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں؟ آپ کہیے: جو چیز ضرورت سے زائد ہو (وہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں)۔ (البقرہ:۲۱۹)

البقرہ:۲۱۹ کی تفسیر از علامہ ماتریدی حنفی

امام ابومنصور محمد بن محمد الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''العَفْوَ'' کا معنی ہے: جو چیز انسان کی روزی یا اس کے خرچ سے زائد ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ کاشت کار لوگ اپنی زراعت میں سے ایک سال کی خوراک سے جو زراعت زائد ہوتی تھی اس کو صدقہ کر دیا کرتے تھے اور جو تاجر ہوتے تھے، ان کی ایک مہینہ کی آمدنی میں سے ان کے اخراجات میں سے جو مقدار زائد ہوتی تھی اس کو صدقہ کر دیا کرتے تھے، اور محنت کش لوگ ایک دن کی کمائی میں سے ان کے اخراجات میں سے جو مقدار زائد ہوتی تھی، اس کو صدقہ کر دیا کرتے تھے، پھر یہ معاملہ منسوخ کر دیا گیا، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ نے ہر صدقہ کو منسوخ کر دیا اور رمضان کے مہینہ کے روزوں نے ہر نفلی روزہ کو منسوخ کر دیا اور قربانی نے ہر نفلی قربانی کو منسوخ کر دیا۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۸۱، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶۲)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ صدقات زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے تھے۔ (تفسیر جامع البیان: ۲۱۲۷، ۱۰، ۲ ص ۲۱۰)

ضرورت سے زائد تمام مال کو صدقہ کرنے کا استحباب

اس میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس اس دور سے لے کر آج تک بہت زیادہ اموال تھے اور وہ اموال ان کی ملکیت سے نہیں نکلے تھے، اور نہ وہ ان تمام اموال کا صدقہ کرتے تھے اور نہ ان پر کسی نے انکار کیا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اس آیت میں جو حکم ہے کہ ضرورت سے زائد چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو، یہ حکم اب منسوخ ہو گیا ہے، یا پھر یہ حکم استحباب پر محمول ہے۔

سوشلسٹ لوگوں کا البقرہ:۲۱۹ سے نجی ملکیت کے خلاف استدلال کرنے کا بطلان اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اس مسئلہ میں اجتہادی خطا کا بیان، اضافہ از مصنف

میں کہتا ہوں: جو مسلمان سوشلسٹ اور اشتراکی نظریات کے حامل ہیں، وہ اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ تمام مسلمانوں پر اس آیت میں یہ فرض کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد تمام چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں، اور اسی بناء

پر وہ نجی ملکیت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے پاس جو مال ان کی ضرورت سے زائد ہے، اس سب کو قومی ملکیت میں لے لیا جائے، لیکن علامہ ماتریدی کی اس تفسیر سے یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے، اسی لیے نجی ملکیت کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور اسلام میں اشتراکی نظریہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی نظریہ تھا، وہ فرماتے تھے کہ مسلمانوں کے پاس جو مال ان کی ضرورت سے زائد ہو، ان پر واجب ہے کہ وہ اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں اور مال کو جمع کرنا جائز نہیں ہے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اس نظریہ کی وجہ سے مسلمانوں میں کافی اختلاف ہوگیا تھا اور انتشار ہوگیا تھا، اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کا سدباب کرنے کے لیے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ربذہ (مدینہ کے قریب ایک ریگستانی علاقہ) میں جلاوطن کر دیا تھا، اور کہا تھا کہ آپ کا کلام بہت بلند وبالا ہے اور عام لوگ آپ کے کلام کو سمجھ نہیں سکتے۔

نیز اگر نجی ملکیت کا انکار کر دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ انسان کے پاس ضرورت سے زائد جس قدر مال ہو، اس سب کا صدقہ کرنا واجب ہے، تو پھر زکوٰۃ کی فرضیت کی ضرورت نہیں رہے گی، کیونکہ زکوٰۃ تو مسلمان پر اس وقت واجب ہوتی ہے جب اس کے پاس سارا سال مال جمع رہے تو اس کے اخراجات نکالنے کے بعد اس میں سے ڈھائی فیصد زکوٰۃ اس پر واجب ہوتی ہے، اور ڈھائی فیصد زکوٰۃ نکالنے کے بعد اس کے لیے مال کو جمع کرنا جائز ہوجاتا ہے، اسی طرح قربانی بھی مسلمان پر اس وقت واجب ہوتی ہے، جب دس ذی الحجہ کو اس کے پاس اس کی ضروریات سے زائد بقدر نصاب رقم جمع ہو، جو یا تو دو سو درہم کی مالیت ہے، یا اس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا ہو، یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو۔ اسی طرح صدقۂ فطر بھی اسی وقت واجب ہوتا ہے جب عید کے دن مسلمان کے پاس اس کی ضروریات سے زائد بقدر نصاب مال ہو اور حج اگرچہ زندگی میں ایک سال میں فرض ہوتا ہے لیکن یہ بھی اسی وقت فرض ہوگا جب اس کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ حرمین شریفین کے آنے جانے کا خرچ اٹھا سکے اور ایام حج میں حرمین شریفین میں رہائش کا خرچ اٹھا سکے اور اس دوران جن کی کفالت اس پر واجب ہے ان کا خرچ ادا کر سکے، اور اگر اس پر کوئی قرض ہو تو وہ ادا کر دے، تو اگر اپنی ضرورت سے زائد تمام مال کا صدقہ کرنا فرض ہو اور نجی ملکیت بالکل جائز نہ ہو تو حج کی فرضیت کا کوئی معنی نہیں ہوگا نہ زکوٰۃ کی فرضیت کا کوئی معنی ہوگا نہ قربانی اور صدقۂ فطر کے وجوب کا کوئی معنی رہے گا، اسی طرح اسلام میں جو چوری اور ڈاکہ کی حدود مقرر کی ہیں، وہ بھی اس وقت نافذ ہوں گی جب انسان کے پاس اتنا مال ہوگا کہ جس کی چوری ہو سکے یا جس پر ڈاکہ ڈالا جا سکے، تو اسلام کے تمام احکام نجی ملکیت کے جواز کے اوپر موقوف ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ اسلام میں نجی ملکیت جائز نہیں ہے اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد ہر چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو پھر اسلام کے یہ تمام احکام ساقط ہوجائیں گے اس لیے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ اجتہادی نظریہ بھی صحیح نہیں ہے اور نہ اشتراکیت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے اور اب عملاً دنیا میں اشتراکی نظریہ دم توڑ چکا ہے، پاکستان میں بھی ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں نجی ملکیت کا خاتمہ کر دیا گیا تھا اور بڑے بڑے کارخانوں اور فیکٹریوں کو قومیا لیا گیا تھا لیکن بالآخر یہ نظریہ ناکام ہوگیا اور ان تمام قومیائی گئی فیکٹریوں اور کارخانوں کو بحال کر دیا گیا اور نجی ملکیت کو جائز قرار دے دیا گیا، لہٰذا علامہ ماتریدی نے جو تفسیر کی ہے وہی صحیح ہے اور ہر ضرورت سے زائد چیز کو صدقہ کرنا فرض نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

رواں سال میں زکوٰۃ کا نصاب

رواں سال اسلامی زکوٰۃ کا نصاب اکیاون ہزار چھیاسی روپے (51,086) روپے مقرر کیا گیا ہے۔ (روزنامہ ایکسپریس کراچی ۱۹ جولائی ۲۰۱۲ء، ۲۸ شعبان ۱۴۳۳ھ، صفحہ اول)

اس حساب سے دوسو درہم اکیاون ہزار چھیاسی روپے کے برابر ہیں اور ایک درہم کی قیمت 255.43 روپے ہے۔ اور دس درہم کی قیمت 2554.3 روپے ہے اور یہ کم از کم شرعی مہر کی مقدار ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ (البقرہ:۲۱۹-۲۲۰) اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تا کہ تم تدبر کرو○ دنیا اور آخرت کے کاموں میں۔

علامہ ماتریدی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو دنیا میں یہ آیات بیان فرماتا ہے تا کہ تم جان لو کہ یہ دنیا دار البلاء اور دار الفناء ہے اور آخرت دار جزاء اور بقا ہے، سو تم غور وفکر کرو اور دار جزاء اور دار البقاء کے لیے عمل کرو۔ حسن بصری نے کہا ہے یعنی جس نے یہ تفکر کیا کہ دنیا دار البلاء ہے اور آخرت دار البقاء ہے تو وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو گیا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۱۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

البقرہ:۲۱۹-۲۲۰ کی تفسیر از امام بغوی

''العفو'' کا معنی اور ضرورت سے زائد مال کو خرچ کرنے کے متعلق احادیث میں ہدایات

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے پر برانگیختہ کیا تو مسلمانوں نے پوچھا کہ ہم کیا خرچ کریں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''العفو''۔

''العفو'' کے معنی میں اختلاف ہے، قتادہ، عطاء اور السدی نے کہا ہے کہ ''العفو'' کا معنی ہے: جو چیز ضرورت سے زائد ہو اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین محنت مزدوری کر کے مال کو حاصل کرتے تھے اور اپنے خرچ کی مقدار کو رکھ لیتے تھے اور باقی مال کو صدقہ کر دیتے تھے، تا کہ اس آیت کے حکم پر عمل ہو، پھر اس آیت کو زکوٰۃ کی آیت سے منسوخ کر دیا گیا ہے، اور مجاہد نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آدمی کی پشت خوشحال ہو اس وقت وہ صدقہ کرے تا کہ اپنا سارا مال صدقہ کر کے وہ لوگوں پر بوجھ نہ بن جائے۔

حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو غنی کی پشت سے دیا جائے، اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور تم اپنے زیر کفالت لوگوں کو دینے سے خرچ کی ابتداء کرو۔

(صحیح البخاری: ۵۳۵۵، ۵۳۵۶، ۱۴۲۶، مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۲، ۴۷۸، ۲۷۶، ۵۲۴، ۲۴۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۶۶، ۴۷۱، سنن نسائی ج ۵ ص ۶۹، صحیح ابن حبان: ۳۲۴۲، ۳۳۶۳، شرح السنۃ: ۱۶۶۸)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنے اوپر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنی اولاد کے اوپر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو اپنے اہل کے اوپر خرچ کرو یعنی اپنی بیوی پر، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے تو آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے متعلق اپنے علم سے خرچ کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۹۱، مسند الشافعی ج ۲ ص ۶۳-۶۴، صحیح ابن حبان: ۴۲۳۳، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۴۱۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۶۶، سنن نسائی ج ۵ ص ۶۲، مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۱، ۲۵۱، شرح السنہ: ۱۶۷۹)

علامہ بغوی فرماتے ہیں: اس آیت میں ارشاد ہے:

''اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم تدبر کرو O دنیا اور آخرت کے کاموں میں''۔ (البقرہ: ۲۲۰-۲۱۹)

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے، لیکن یہ خطاب تمام امت کو شامل ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ۔ (الطلاق ۱)

اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو۔

اس آیت میں بھی خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن یہ حکم تمام امت کے لیے ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے نفقہ یعنی خرچ کرنے کے حکم کو بیان فرماتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت میں غور کرو، تو تم اپنے اموال میں سے اس طرح خرچ کرو جو تمہارے لیے دنیا کی معاش میں اصلاح کا باعث ہو اور باقی اموال کو خرچ کرنے میں تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے اموال کو ان مدات میں خرچ کرو جس سے تم کو آخرت میں فائدہ ہو۔

اور اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیات کو بیان فرماتا ہے تاکہ تم یہ غور و فکر کرو کہ دنیا زائل ہونے والی ہے اور فناء ہونے والی ہے، سو تم دنیا میں رغبت نہ کرو اور آخرت کی طرف متوجہ ہو جو باقی رہنے والی ہے اور آخرت میں فائدہ دینے والے کاموں میں رغبت کرو۔ (معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۸۱-۲۸۳ ملخصاً، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ)

البقرہ: ۲۱۹-۲۲۰ کی تفسیر از علامہ ابن عطیہ اندلسی

علامہ ابو محمد عبد الحق بن عطیہ الاندلسی المتوفی ۵۴۱ھ، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''العفو'' کا معنی ہے: نفلی نفقات اور البقرہ ۲۱۹ کا زکوٰۃ مفروضہ سے منسوخ ہونا اور اس آیت کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال اور ضرورت سے زائد مال کو خرچ کرنے کے متعلق احادیث

قیس بن سعد نے کہا ہے: یہ آیت زکوٰۃ مفروضہ سے متعلق ہے، یعنی ''العفو'' کا معنی ہے: ''زکوٰۃ مفروضہ''۔ اور جمہور علماء نے کہا ہے: بلکہ اس سے مراد نفلی نفقات ہیں اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت فرضیت زکوٰۃ سے منسوخ ہوگئی ہے، اور بعض مفسرین نے کہا: بلکہ یہ آیت محکمہ ہے اور مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حقوق ہیں۔

''اَلْعَفْو'' کا معنی ہے: جس مال کو مرد اپنی محنت سے حاصل کر کے خرچ کرے اور اس کے متعلق مفسرین کی عبارت یہ ہے کہ ''اَلْعَفْو''، ''عفا الشئی'' سے ماخوذ ہے، یعنی جب کوئی چیز بہت زیادہ ہو جائے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہاری ضروریات سے زائد جو مال ہو اس کو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اس خرچ کی وجہ سے تم اپنی جانوں کو ایذاء نہ دو حتی کہ تم تنگدست ہو جاؤ۔

اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس آدمی کے پاس ضرورت سے زائد مال ہو، وہ اس کو اپنے اوپر خرچ کرے، پھر ان پر خرچ کرے جو اس کے زیر کفالت ہوں، پھر بھی اگر مال بچ جائے تو اس کو صدقہ کرو۔

اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے کہ جس کے بعد مسلمان خوش حال رہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے کہ جو آدمی خوشحالی کی پشت سے ادا کرے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو یہ بیان کیا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں غور و فکر کریں اور یہی نجات کا طریقہ ہے۔

(المحرر الوجیز فی تفسیر کتاب العزیز ص ۱۹۳، دار ابن حزم ۱۴۲۳ھ)

البقرہ:۲۱۹ کی تفسیر از علامہ زمخشری

علامہ ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اَلْعَفْو''، مشقت کی ضد ہے، یعنی مسلمان اس مال کو خرچ کرے جس کے حصول میں اس کو کوئی مشقت نہ اٹھانی پڑی ہو اور زیادہ کوشش نہ کرنی پڑی ہو۔

''اَلْعَفْو'' کا معنی اور تمام مال کو صدقہ کرنے کی مذمت

جو زمین نرم اور سہل ہو اس کو ''اَلْعَفْو'' کہا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا جس کو کسی غزوہ میں سونے کا انڈا ملا تھا تو اس مرد نے کہا: آپ اس سونے کے انڈا کو لے لیجئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا، تو وہ دائیں جانب سے آیا، پھر اسی کی مثل کہا، آپ نے پھر اعراض فرمایا، پھر وہ بائیں جانب سے آیا، آپ نے پھر اس سے اعراض فرمایا، پھر آپ نے ناراض ہو کر فرمایا: لاؤ، سونے کا انڈا دو اور اس کو لے کر آپ نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، پھر فرمایا: تم میں سے کوئی مرد اپنا تمام مال لے کر آتا ہے تا کہ وہ اس کو صدقہ کرے پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے لیے بیٹھ جاتا ہے، صدقہ صرف وہی عمدہ ہے جس کے بعد انسان خوشحال رہے۔

(سنن داری: زکوۃ ۲۵، ۳۹)، (تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل ص ۱۲۸، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۳۰ھ)

البقرہ:۲۱۹ کی تفسیر از علامہ ابن الجوزی حنبلی

الامام ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفقہ کے متعلق سوال کرنے والے صحابی کا نام، اور العفو کا لغوی معنی اور ''اَلْعَفْو'' کے متعلق مفسرین کے پانچ اقوال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفقہ کے متعلق سوال کیا، ان کا نام حضرت عمرو بن

Marfat.com

الجموح رضی اللہ عنہ تھا، علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں نفقہ سے مراد صدقہ اور عطا ہے۔

الزجاج نے کہا ہے کہ لغت میں العفو کا معنی ہے: الکثرۃ اور الفضل یعنی کسی چیز کا ضرورت سے زائد ہونا کہا جاتا ہے: ''قد عفا القوم'' جب لوگ بہت زیادہ ہو جائیں اور العفو اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر مشقت کے حاصل ہو، اور علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے: العفو وہ مال ہے جو سہولت سے حاصل ہو، کہا جاتا ہے: ''خذ ما عفاف'' یعنی جو مال تمہارے پاس سہولت سے آیا ہو اور اس میں تم کو کوئی جبر اور مشقت اٹھانی نہ پڑی ہو، اس کو لے لو۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں العفو سے مراد پانچ اقوال ہیں:

(۱) جو مال مرد کی اپنی اور اپنے عیال کی ضرورت سے زائد ہو، اس قول کو مقسم نے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے۔

(۲) جس مال کو لوگ اپنی خوشی سے عطا کریں، خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو، اس قول کو عطیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(۳) جس مال کو اسراف اور اقتار یعنی فضول خرچی اور بخل کے بغیر خرچ کیا جائے، یہ قول حسن بصری، عطاء اور سعید بن جبیر کا ہے۔

(۴) اس سے مراد صدقۂ مفروضہ ہے یعنی زکوٰۃ، یہ مجاہد کا قول ہے۔

(۵) یعنی جس مال کو خرچ کرنے کی مقدار لوگوں پر منکشف نہ ہو، کیونکہ عرب کہتے ہیں: ''عفا الاثر'' جب کوئی چیز مخفی ہو اور مٹ جائے۔ اس قول کو ہمارے شیخ نے متعدد مفسرین سے نقل کیا ہے۔

البقرہ: ۲۱۹ کے متعلق الناسخ والمنسوخ کی بحث

السدی نے اپنے شیوخ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت زکوٰۃ سے منسوخ ہو گئی ہے، یعنی پہلے ہر ضرورت سے زائد چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم تھا، پھر جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور دوسرے مفسرین نے اس کے منسوخ ہونے کا انکار کیا ہے۔

اور بعض مفسرین نے تفسیر کی ہے، انہوں نے کہا کہ جب البقرہ: ۲۱۹ سے ہر زائد مال کو صدقہ کرنا فرض ہو گیا تو زکوٰۃ کی آیت نازل ہونے کے بعد یہ آیت منسوخ ہو گئی، اور جب ہم یہ کہیں کہ یہ آیت زکوٰۃ مفروضہ پر محمول ہے جیسا کہ مجاہد نے کہا یا صدقہ مستحبہ پر محمول ہے تو پھر یہ آیت محکمہ ہے۔ (زاد المسیر فی علم التفسیر ص ۱۲۹، دار ابن حزم، بیروت ۱۴۲۳ھ)

البقرہ: ۲۱۹ کی تفسیر از علامہ سیوطی شافعی

حافظ جلال الدین سیوطی الشافعی متوفی ۹۱۱ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

البقرہ: ۲۱۹ کی تفسیر میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے اقوال اور تاویلات اور البقرہ: ۲۱۹ کے حکم کا منسوخ ہونا

امام ابن اسحاق اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب صحابہ کرام کی ایک جماعت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، سو انہوں نے کہا: ہم از خود نہیں جانتے کہ یہ کونسا نفقہ ہے جس کو ہمیں اپنے اموال میں سے خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو ہم اپنے اموال میں سے کس چیز کو خرچ کریں؟ تب یہ

Marfat.com

آیت نازل ہوئی:

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ ۗ (البقرہ:۲۱۹) یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں؟ آپ کہیے: جو چیز ضرورت سے زائد ہو، (وہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں)۔

اور اس سے پہلے مسلمان اپنے مال میں سے خرچ کرتے تھے اور ان کو یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کتنا مال صدقہ کریں اور کتنے مال میں سے از خود کھائیں۔

اور امام ابن ابی حاتم نے از ابان از یحییٰ روایت کی ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہما دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، پس ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس غلام بھی ہیں اور ہمارے گھر والے بھی ہیں تو ہم اپنے اموال میں سے کتنا صدقہ کریں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اور امام ابن جریر اور امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم اور امام النحاس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا کہ العفو سے مراد وہ مال ہے جس کے خرچ کرنے کی مقدار تم کو معلوم نہیں ہے، اور یہ حکم زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے نازل ہوا تھا۔

اور امام وکیع، سعید بن منصور، عبد بن حمید، امام ابن جریر، امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم وغیرہ نے امام الطبرانی اور امام بیہقی سے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: العفو سے مراد وہ چیز ہے جو تمہارے گھر والوں کی ضروریات سے زائد ہو اور دوسری روایت میں مذکور ہے کہ العفو سے مراد وہ مال ہے جو تمہارے بال بچوں کی ضروریات سے زائد ہو۔

اور امام ابن المنذر نے از عطاء بن دینار الہذلی روایت کی ہے کہ عبد الملک بن مروان نے حضرت سعید بن جبیر کو خط لکھا اور ان سے "العفو" کے متعلق سوال کیا تو حضرت سعید بن جبیر نے کہا: العفو کے تین معانی ہیں: (۱) گناہ سے درگزر کرنا (۲) میانہ روی سے خرچ کرنا (۳) لوگوں کے ساتھ احسان کرنا اور نیکی کرنا، مثلاً تنگ دست بیماروں کا علاج کرنا، ضرورت مندوں کو قرض دینا اور اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی مدد کرنا۔

امام عبد بن حمید نے از ابن ابی نجیح از طاؤس روایت کی ہے: العفو کا معنی ہے: ہر چیز میں آسان خرچ کرنا۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ العفو کے متعلق کوئی مقدار معین نازل نہیں ہوئی، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ (الاعراف:۱۹۹) آپ عفو و درگزر کا طریقہ اختیار کیجئے اور نیکی کا حکم دیجئے۔

پھر اس کے بعد فرائض سے متعلق احکام نازل ہوئے۔

امام ابن جریر نے السدی سے روایت کی ہے کہ البقرہ:۲۱۹ کو زکوٰۃ کی آیت نے منسوخ کر دیا۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۱ ص ۵۲۸-۵۲۹، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

البقرہ:۲۱۹، کی تفسیر از پیر محمد کرم شاہ الازہری

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری الحنفی المتوفی ۱۹۹۸ء اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جو تمہاری ضروریات سے زیادہ ہو یا جس کا خرچ کرنا تمہاری طبیعتوں پر بوجھ نہ ہو ''العفو ماسهل وتيسر وفضل ولم يشق على القلب اخراجه'' (قرطبی)، ایک شخص سونے کا انڈا لیے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری طرف سے یہ صدقہ قبول فرمائیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا، وہ بار بار اصرار کرتا رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعراض فرماتے رہے۔ جب وہ باز نہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انڈا اس سے لے کر غصے سے دور پھینک دیا، اور اگر وہ اسے لگ جاتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا، پھر اس حکیم و شفیق استاد اور مربی نے فرمایا: تم میں سے کوئی آتا ہے اور اپنا سارا مال خیرات کر دیتا ہے اور پھر لوگوں سے بھیک مانگنے لگتا ہے، صدقہ تو تب ہے جب احتیاج نہ ہو، نیز اس لفظ میں ان لوگوں کے لیے بھی درسِ عبرت ہے جن کے پاس بے حساب دولت ہے اور ان کے گرد و نواح اور پڑوس میں کئی غریب، مسکین اور محتاج زندگی کی اہم ضروریات کے لیے بھی ترس رہے ہوتے ہیں، وہ بھی یہ نہ سمجھیں کہ زکوۃ ادا کر کے اب وہ ہر قسم کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے ہیں بلکہ ان کی ضروریات سے زیادہ جو سرمایہ ہے، اس سے وہ اپنے اسلامی بھائیوں کی ضرور مدد کریں۔ بعض کا خیال ہے کہ زکوۃ سے پہلے یہ حکم تھا کہ ضرورت سے زیادہ مال صدقہ کر دیا کرو، لیکن زکوۃ کی فرضیت کے بعد یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں کہ یہ رائے درست نہیں کیونکہ آیتِ زکوۃ جو سورۂ بقرہ کی ابتداء میں ہے، اس آیت سے پہلے نازل ہوئی، اس لیے وہ اس آیت کی ناسخ نہیں بن سکتی۔ (مظہری) نیز یہاں نسخ کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ زکوۃ فرضی صدقہ ہے اور یہ آیت نفلی صدقات کے بارے میں ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن، جلد اول ص ۱۵۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

البقرہ:۲۱۹، کی تفسیر از مصنف

اب ہم اس آیت کو ذرا زیادہ گہرائی سے دیکھتے ہیں، اس آیت میں لفظ ''عفو'' سے استدلال کیا گیا ہے، ہم نے ائمہ تفسیر سے اس لفظ کے تین معانی نقل کیے ہیں: زائد از ضرورت، میانہ روی اور آسان۔ جن صحابہ، تابعین اور ائمہ تفسیر نے اس کا معنی زائد از ضرورت بیان کیا ہے انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ زائد از ضرورت مال خرچ کرنے کا حکم زکوۃ کی فرضیت اور اس کی مقدار بیان کرنے سے پہلے تھا، اور اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا، اور جن ائمہ تفسیر نے یہ بیان کیا کہ اس کا معنی ہے: راہِ خدا میں میانہ روی سے خرچ کرو یا جس کا خرچ کرنا آسان ہو اس کو خرچ کرو، سو اس معنی میں یہ حکم اب بھی باقی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ''عفو'' کا معنی زائد از ضرورت ہے تو زکوۃ کی فرضیت کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اگر اس کا معنی ہے: میانہ روی سے خرچ کرنا یا جس کو خرچ کرنا آسان ہو اس کو خرچ کرنا تو یہ حکم اب بھی باقی ہے، ہم نے جو کچھ لکھا اس کی تائید حسب ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام بخاری اور امام نسائی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوشحالی رہے، اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے (یعنی سارا مال صدقہ نہ کرو کہ اس کے بعد بھیک مانگتے پھرو) خرچ کی ابتداء اپنے اہل و عیال سے کرو، بیوی کہے گی: یا مجھے نفقہ دو یا مجھے طلاق دو، خادم کہے گا: مجھے کھانا دو اور مجھ سے کام لو، بیٹا کہے گا: مجھے

Marfat.com

کھلاؤ! تم مجھے کس پر چھوڑتے ہو؟

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اپنی ضروریات سے زائد کل مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا شرعاً محمود اور مستحسن بھی نہیں ہے۔ اگر ہر شخص پر یہ لازم ہوتا کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد چیز خدا کی راہ میں دے دے تو کوئی شخص صاحب نصاب نہ ہوتا نہ کسی کے نصاب پر سال گزرتا اور پھر زکوٰۃ کا فرض کرنا بالکل لغو اور بے فائدہ ہوتا، نہ کسی شخص پر قربانی واجب ہوتی نہ کسی پر حج فرض ہوتا، نہ صدقہ فطر ہوتا تو پھر قربانی اور حج کی مشروعیت کے احکام بھی عبث ہوتے، کیونکہ جب مال جمع کرنا شرعاً جائز ہی نہیں ہے تو پھر ان احکام کے کیا معنی؟ اور عشر اور نصف عشر کے احکام صحیح نہ ہوتے، یہ حکم نہ ہوتا کہ اپنی زرعی پیداوار کا دسواں حصہ راہِ خدا میں دو بلکہ یہ حکم ہوتا کہ اپنی ضرورت کا غلہ رکھ کر باقی سارا غلہ راہِ خدا میں دے دو، چور کا ہاتھ کاٹنا بھی غلط ہوتا بلکہ الٹا چور مالک سے باز پرس کرتا کہ تم نے اتنا مال جمع ہی کیوں کیا جس کو چرایا جاسکے، غرضیکہ سوشلسٹ علماء کے مزعوم کے مطابق اگر اس آیت کی (بزعم خود غلط) تفسیر کی گئی تو ساری شریعت اسلامیہ ہی غلط ہو جائے گی، العیاذ باللہ! (تبیان القرآن ج اول ص ۹۷۷-۹۸۰، فرید بک اسٹال لاہور)

نفقات کے متعلق احادیث اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے محامل اور مصارف اور خرچ کرنے کی فضیلت میں چالیس (۴۰) احادیث مبارکہ

(۱) امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل صدقہ وہ ہے جس کے بعد انسان خوشحال رہے اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور جب تم خرچ کرو تو اپنے زیر پرورش لوگوں سے ابتداء کرو، عورت کہے گی: یا تو تم مجھے کھلاؤ اور یا مجھے طلاق دو اور نوکر کہے گا: تم مجھے کھانا کھلاؤ یا مجھ سے کام کراؤ اور بیٹا کہے گا: مجھے کھانا کھلاؤ، تم مجھے کس کے سپرد کرتے ہو؟

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۳۴، باب الصدقۃ عن ظہر غنی)

(۲) امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جو خوش حالی سے دیا جائے اور اپنے زیر پرورش لوگوں سے ابتداء کرو۔

(صحیح البخاری: ۱۴۲۶، صحیح مسلم: ۱۰۳۴، سنن نسائی: ۲۵۳۴، سنن ابوداؤد: ۱۶۷۶، مسند احمد: ۷۰۹۸، سنن دارمی: ۱۶۵۱)

(۳) امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے، آپ نے فرمایا: اس کو اپنے اوپر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ نے فرمایا اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو، اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، تو آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے، تو آپ نے فرمایا: اس کے متعلق تم خود بصیرت رکھتے ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۹۱، مسند الشافعی ج ۲ ص ۶۳-۶۴، صحیح ابن حبان: ۴۲۳۳، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۴۱۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۶۶، سنن نسائی ج ۵ ص ۶۲، مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۱، ۲۵۱، شرح السنۃ: ۱۶۷۹)

(۴) امام محمد بن اسحاق، امام ابوداؤد اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ہم رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ کی خدمت میں ایک مرد حاضر ہوا اور وہ کبوتر کے انڈے کے برابر سونا لے کر آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے یہ سونا معدنیات میں سے ملا ہے، آپ نے فرمایا: اس کو تم رکھ لو، اس نے کہا: یہ صدقہ ہے اور میں اس کے علاوہ اور کسی چیز کا مالک نہیں ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا، وہ پھر آپ کے پیچھے سے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سونے کو لے کر پھینک دیا، اور اگر وہ سونا اس مرد کو لگ جاتا تو اس کو بہت تکلیف ہوتی یا وہ مرد زخمی ہو جاتا، پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس چیز کو لے کر آتا ہے جو اس کی ملکیت میں ہوتی ہے، پھر کہتا ہے کہ یہ صدقہ ہے، پھر صدقہ کرنے کے بعد وہ بیٹھ کر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے گا، بہترین صدقہ وہ ہے جو خوش حالی کے بعد کیا جائے اور اپنے زیر پرورش لوگوں سے خرچ کرنے کی ابتداء کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۷۳ ،سنن نسائی: ۲۵۳۶)

(۵) امام بخاری اور امام مسلم نے از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور تم خرچ میں اپنے زیر کفالت لوگوں سے ابتداء کرو اور بہترین صدقہ وہ ہے جو خوش حالی کے بعد ہو، اور جو سوال سے رکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو روکے رکھتا ہے اور جو لوگوں سے مستغنی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۲۷، صحیح مسلم: ۱۰۳۴، سنن نسائی: ۲۵۴۴، سنن ابوداؤد: ۱۶۷۶، مسند احمد: ۸۹۷۰، سنن دارمی: ۱۶۵۱)

(۶) امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد سے فرمایا: تم اپنے آپ سے خرچ کی ابتداء کرو اور اپنے اوپر صدقہ کرو، پس اگر کوئی چیز بچ جائے تو وہ تمہارے اہل کے لیے ہے، پھر اگر کوئی چیز بچ جائے تو وہ تمہارے رشتہ داروں کے لیے ہے، پھر دیگر رشتہ داروں کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۹۷، سنن نسائی: ۲۵۴۲، مسند احمد: ۱۴۲۷۷، ۱۴۹۷۴)

(۷) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد مسجد میں داخل ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کے لیے کپڑے پھینکیں، تو صحابہ نے کپڑے پھینکے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ ان میں سے دو کپڑے لے لو، پھر آپ نے صحابہ کو صدقہ کرنے پر برانگیختہ کیا، پھر ایک مرد آیا اور اس نے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا پھینکا تو آپ نے اس مرد سے فرمایا: تم ان کپڑوں میں سے ایک کپڑا اٹھا لو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۷۵، سنن ترمذی: ۵۱۱، سنن نسائی: ۲۵۳۵)

(۸) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا، اس دن اتفاق سے میرے پاس بہت مال تھا تو میں نے دل میں کہا: اگر میں کسی دن ابوبکر پر سبقت کر سکتا ہوں تو آج صدقہ کروں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کتنا رکھا ہے، میں نے عرض کیا: اتنا ہی رکھا ہے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے، اور وہ جتنا بھی مال تھا سب لے آئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا بچا کر رکھا ہے، تو انہوں نے کہا: میں نے اللہ اور اس کے رسول کو ان کے لیے بچا کر رکھا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دل میں کہا کہ میں ابوبکر پر کبھی بھی سبقت نہیں کر سکوں گا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۷۸، سنن ترمذی: ۳۶۷۵)

(۹) امام ابن عدی اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبد الرحمن بن عوف سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ابن عوف! تم مال دار لوگوں میں سے ہو اور جنت میں جو بھی جائے گا وہ سرین کے بل گھسٹتا ہوا جائے گا، سو تم اللہ کو

Marfat.com

قرض دو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے قدموں سے چلنا آسان کر دے، انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں کیا قرض دوں؟ آپ نے فرمایا: تمہیں شام کو جو سونا حاصل ہوا ہے، وہ اللہ کی راہ میں دو، انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، پھر حضرت ابن عوف چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکر میں تھے تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: عبدالرحمٰن بن عوف کو حکم دو کہ وہ مہمان کی مہمان نوازی کریں اور مساکین کو کھانا کھلائیں اور سائل کو عطا کریں اور اپنے زیرِ کفالت لوگوں سے خرچ کی ابتداء کریں، سو جب انہوں نے ایسا کر لیا تو اس سے ان کا تزکیہ ہو جائے گا۔

(کنز العمال: ۱۶۱۴۱، مسانید ج ۲ ص ۵۲۸)

نفقات کے متعلق دیگر احادیث، خرچ کرنے کی فضیلت اور خرچ نہ کرنے کی مذمت اور صدقہ کی فضیلت

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہوتا تو مجھے اس سے خوشی ہوتی کہ مجھ پر تین راتیں نہ گزریں اور میرے پاس ان میں سے کچھ بھی باقی رہے، سوا اس چیز کے جس کو میں قرض کی ادائیگی کے لیے رکھ لوں۔ (صحیح البخاری: ۲۳۸۹، صحیح مسلم: ۹۹۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۳۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۶)

(۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعا کرتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس مال کا بدلہ عطا فرما اور دوسرا دعا کرتا ہے: اے اللہ خرچ نہ کرنے والے کے مال کو ضائع کر دے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۴۲، صحیح مسلم: ۱۰۱۰، مسند احمد: ج ۲ ص ۳۰۵)

(۱۲) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خرچ کرو اور گن گن کے نہ رکھو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے لیے گن گن کے رکھے گا اور تم مال کو جمع نہ کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے لیے مال کو جمع کرے گا اور جتنا ہو سکتا ہے تم خرچ کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۵۹۱، صحیح مسلم: ۱۰۲۹، مسند احمد: ج ۶ ص ۳۵۴)

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تم خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۵۲، صحیح مسلم: ۹۹۳، مسند احمد: ج ۲ ص ۲۴۲)

(۱۴) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! تم ضرورت سے زائد چیز کو خرچ کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم اس کو روک کے رکھو گے تو یہ تمہارے لیے شر ہے، اور بقدر ضرورت خرچ کرنے پر تمہیں ملامت نہیں کی جائے گی اور خرچ کرنے کی ابتداء اپنے زیرِ کفالت لوگوں سے کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۰۳۶)

(۱۵) حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرو، کیونکہ تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک مرد اپنے صدقہ کو لے کر جائے گا تو اس سے اس صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا اور کوئی شخص یہ کہے گا: اگر تم کل آتے تو میں یہ صدقہ قبول کر لیتا لیکن آج مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۱، صحیح مسلم: ۱۰۱۱، سنن نسائی: ۲۵۵۵، مسند احمد: ج ۴ ص ۳۰۶)

(۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! کون سے صدقہ کا سب سے زیادہ اجر ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس وقت صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور تمہیں مال کی ضرورت ہو اور تمہیں فقر کا خوف ہو اور تمہیں خوش حالی کی امید

Marfat.com

ہو اور صدقہ کرنے کو مہلت نہ دیتے رہو حتیٰ کہ جب تمہاری روح حلقوم تک پہنچ جائے تو تم کہو یہ مال فلاں کے لیے ہے اور یہ مال فلاں کے لیے ہے اور یہ تو اب فلاں کے لیے ہو ہی جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۹، صحیح مسلم: ۱۰۳۲، سنن نسائی: ۲۵۴۲، مسند احمد: ج ۲ ص ۲۳۱)

(۱۷) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم! وہ ضرور نقصان اٹھانے والے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور میری ماں قربان ہوں، وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو بہت زیادہ مال جمع کرتے ہیں، سوا ان کے جو اس طرح اور اس طرح اور اس طرح خرچ کرتے ہیں، اپنے آگے سے، اپنے پیچھے سے اور اپنی دائیں جانب سے اور اپنی بائیں جانب سے، اور فرمایا: یہ بہت کم لوگ ہیں۔

(صحیح البخاری: ۶۶۳۸، صحیح مسلم: ۹۹۰، سنن ترمذی: ۶۱۷، سنن نسائی: ۲۴۴۰، مسند احمد: ج ۵ ص ۱۵۲)

(۱۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی مرد اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے اور جنت کے قریب ہوتا ہے، اور لوگوں کے قریب ہوتا ہے اور دوزخ سے دور ہوتا ہے اور بخیل مرد اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے اور جنت سے دور ہوتا ہے اور لوگوں سے دور ہوتا ہے اور دوزخ کے قریب ہوتا ہے اور جاہل سخی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبادت گزار بخیل سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۶۱)

(۱۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں ایک درہم خرچ کرے یا صدقہ کرے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ موت کے وقت سو درہم صدقہ کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۶۶)

(۲۰) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنی موت کے وقت صدقہ کرتا ہے یا غلام آزاد کرتا ہے، اس شخص کی طرح ہے جو سیر ہونے کے بعد صدقہ کرتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۹۶۸، سنن ترمذی: ۲۱۲۳، سنن نسائی: ۳۶۱۴، سنن دارمی: ۳۲۲۶، مسند احمد: ج ۵ ص ۱۹۷)

(۲۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں، بخل اور بدخلقی۔ (سنن ترمذی: ۱۹۶۲)

(۲۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں دغاباز داخل نہ ہوگا، اور نہ بخیل داخل ہوگا اور نہ احسان جتلانے والا داخل ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۱۹۶۳، مسند احمد: ج ۱ ص ۷)

(۲۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد کی بدترین خصلت یہ ہے کہ وہ بخیل اور ڈرپوک ہو اور بزدل ہو اور اپنی جگہ سے ہٹنے والا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۱، مسند احمد: ج ۲ ص ۳۰۲)

(۲۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرد نے کہا: میں ضرور صدقہ کروں گا، وہ اپنا صدقہ لے کر گھر سے نکلا اور کسی چور کے ہاتھ میں رکھ دیا تو صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک چور پر صدقہ کیا گیا، اس مرد نے کہا: اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے کہ میں نے چور پر صدقہ کیا، میں ضرور صدقہ کروں گا، پھر وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک زانیہ کے

Marfat.com

ہاتھ پر صدقہ رکھ دیا تو صبح لوگوں نے باتیں کیں کہ آج رات ایک زانیہ پر صدقہ کیا گیا، اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے کہ میں نے ایک زانیہ پر صدقہ کیا، میں ضرور صدقہ کروں گا، پھر وہ نکلا اور اس نے ایک مالدار کے ہاتھ پر صدقہ کر دیا، پھر لوگوں نے باتیں کیں کہ آج رات ایک مالدار پر صدقہ کیا گیا، اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے کہ میں نے ایک چور پر صدقہ کیا، اور زانیہ پر صدقہ کیا اور ایک مالدار پر صدقہ کیا، پھر اس کے پاس ایک فرشتے نے آ کر بتایا: تم نے جو چور پر صدقہ کیا تو شاید کہ وہ چوری سے باز آجائے، اور تم نے جو زانیہ پر صدقہ کیا، شاید کہ وہ زنا سے باز آجائے، اور تم نے جو مالدار پر صدقہ کیا تو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا ہے، وہ اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۲۱، صحیح مسلم: ۱۰۲۲، سنن نسائی: ۲۵۲۳، مسند احمد: ج ۲ ص ۳۲۲)

(۲۵) حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک مسکین میرے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے حتیٰ کہ مجھے حیاء آتی ہے اور میں اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتی جو اس کے ہاتھ پر رکھ دوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ بھی تمہارے ہاتھ میں ہے، وہ اس کو دو، خواہ وہ بکری کا جلا ہوا پایا کیوں نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۶۷، سنن ترمذی: ۶۶۵، سنن نسائی: ۲۵۷۴، مسند احمد: ج ۶ ص ۳۸۳)

(۲۶) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام نے بیان کیا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو گوشت کا ایک پارچہ صدقہ کیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت پسند تھا، تو انہوں نے خادم سے کہا: اس کو گھر میں رکھ دو شاید کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کھائیں، تو انہوں نے گوشت کے اس پارچہ کو گھر کے ایک طاق میں رکھ دیا اور ایک سائل آ کر دروازہ پر کھڑا ہوا، اس نے کہا: صدقہ کریں اللہ تعالیٰ آپ وا س میں برکت دے گا، تو گھر والوں نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، وہ سائل چلا گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے، آپ نے پوچھا: اے ام سلمہ! کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے خادم سے کہا: جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ گوشت کا پارچہ لے آؤ، وہ خادمہ گئیں تو اس طاق میں صرف پتھر کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا پایا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہی گوشت ہے جو پتھر کا ٹکڑا بن گیا کیونکہ تم نے سائل کو گوشت نہیں دیا تھا۔ (مشکوٰۃ: ۱۸۸۰، بحوالہ دلائل النبوۃ للبیہقی)

(۲۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین مرد کون ہے؟ عرض کیا گیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: جس شخص سے اللہ تعالیٰ کے نام سے سوال کیا جائے اور وہ اس کو نہ عطا کرے۔ (سنن نسائی: ۲۵۶۹، سنن دارمی: ۲۳۹۵)

(۲۸) حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی، آپ نے سلام پھیرا، پھر آپ جلدی سے کھڑے ہو گئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے نکلے اور اپنی ازواج کے کسی حجرہ میں چلے گئے، سو لوگ آپ کے جلد جانے سے گھبرائے، پھر لوگ آپ کے پاس آئے اور آپ نے فرمایا: تم کو میرے جلد جانے سے تعجب ہوا ہے، آپ نے فرمایا: مجھے یاد آیا کہ میرے پاس سونے کا ایک ٹکڑا ہے، میں نے ناپسند کیا کہ وہ سونے کا ٹکڑا مجھے اپنے پاس مشغول رکھے تو میں نے حکم دیا کہ اس سونے کو تقسیم کر دیا جائے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳۰، سنن نسائی: ۱۳۶۵، مسند احمد: ج ۴ ص ۷)

(۲۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی بیماری کے ایام میں چھ یا سات دینار تھے، رسول

اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کو تقسیم کروں، پھر میں رسول اللہ ﷺ کی بیماری کی وجہ سے مشغول رہی، پھر آپ نے مجھ سے ان دیناروں کے متعلق سوال کیا کہ تم نے ان چھ یا سات دیناروں کا کیا کیا؟ انہوں نے بتایا کہ اللہ کی قسم! میں آپ کی مرض کی وجہ سے مشغول رہی، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دیناروں کو منگوایا اور ان کو ہاتھوں میں رکھا اور آپ نے فرمایا: اللہ کے نبی کے متعلق کیا گمان کرتی ہو کہ وہ اللہ سے ملاقات کرے اور ان کے پاس یہ دینار ہوں۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۴)

(۳۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر تھا، آپ نے پوچھا: اے بلال یہ کیسا ڈھیر ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ وہ کھجوریں ہیں جن کو میں نے کل کے لیے ذخیرہ کر کے رکھا ہے، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ کل قیامت کے دن تم جہنم کی آگ میں دھوئیں کو دیکھو۔ اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے کمی کرنے کا خوف نہ کرو۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۱۳۴۶)

(۳۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سخی مردوں کے لیے جنت میں ایک درخت ہے، سو جو شخص سخی ہو گا وہ اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑے گا، پھر اس شاخ کو نہیں چھوڑے گا حتیٰ کہ وہ شاخ اس کو جنت میں داخل کر دے گی، اور بخیل کے لیے دوزخ میں ایک درخت ہے، سو جو شخص بخیل ہو گا وہ اس کی ایک شاخ کو پکڑے گا، پھر جب وہ اس شاخ کو چھوڑے گا تو وہ شاخ اس کو دوزخ میں داخل کر دے گی۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۱۰۸۷۶)

(۳۲) حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ کرنے میں جلدی کرو، کیونکہ مصائب صدقات سے تجاوز نہیں کرتے۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۳۳۵۳)

(۳۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے عطا فرما رہے تھے تو میں کہتا: آپ فلاں مرد کو دے دیں وہ مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے، آپ فرماتے: تم اس مال کو لے لو، جب تمہارے پاس یہ مال اس حال میں آئے کہ تم اس مال کی طرف جھکنے والے نہ ہو، نہ سوال کرنے والے ہو، تم اس مال کو لے کر اپنی ملکیت میں رکھو، پھر اگر چاہو تو سارا مال رکھو اور اگر چاہو تو اس کو صدقہ کر دو، اور جو اس طرح نہ ہو تو تم اس مال کے درپے نہ ہو، سالم بن عبداللہ بن عمر نے کہا: پس اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی شخص سے سوال نہیں کرتے تھے اور جو شخص ان کو کوئی چیز دیتا تو اس کو رد نہیں کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۴۷، صحیح مسلم: ۱۰۴۵، سنن نسائی: ج ۵ ص ۱۰۵)

(۳۴) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، وہ شخص ملعون ہے جس نے اللہ کے نام سے سوال کیا، اور وہ شخص ملعون ہے جس سے اللہ کے نام سے سوال کیا گیا، پھر اس نے سائل کو منع کر دیا۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۳)

(۳۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نام سے صرف جنت کا سوال کیا جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۷۱، المقاصد الحسنہ: ۱۳۲۳)

(۳۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنی حلال کمائی سے کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کیا، اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کی کمائی سے صدقہ کو قبول فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کو بڑھاتا رہتا ہے جیسے تم میں کوئی شخص اپنے

Marfat.com

گھوڑے کی مالش کر کے اس کو بڑھاتا ہے، حتیٰ کہ وہ کھجور کا ٹکڑا پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۰، صحیح مسلم: ۱۰۱۴، سنن نسائی: ج ۵ ص ۵۷، سنن ترمذی: ۶۶۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۲۵)

(۳۷) حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بندہ روٹی کے ایک ٹکڑہ کو صدقہ کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ احد پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے۔ (مجمع الزوائد: ج ۳ ص ۱۱۰-۱۱۱)

(۳۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ عزت کو زیادہ کرتا ہے اور جو شخص بھی اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے، اللہ عزوجل اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۵۸۸، سنن ترمذی: ۲۰۲۹)

(۳۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو اور نیک اعمال میں سبقت کرو اور اللہ تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور ظاہر اور پوشیدہ صدقہ بہ کثرت کرو، تمہیں رزق دیا جائے گا اور تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہارے نقصان کو پورا کیا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۱، الترغیب والترہیب: ۷۱۹)

(۴۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے گھر والوں نے ایک بکری کو ذبح کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس میں سے کیا باقی ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: صرف ایک دستی باقی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کل باقی ہے، سوا اس دستی کے، (یعنی جو اللہ کی راہ میں دے دیا جائے وہ باقی ہے اور جو اپنے لیے رکھ لیا جائے وہ فانی ہے)۔ (سنن ترمذی: ۲۴۷۰)

نفقات یعنی خرچ کرنے کی فضیلت اور خرچ نہ کرنے کی مذمت میں احادیث بہت زیادہ ہیں، لیکن ہم نے صرف چالیس احادیث کے ذکر کرنے پر اکتفاء کی ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: اس کے لیے بشارت ہے کہ جو شخص میری امت کو میری چالیس حدیثیں پہنچائے گا، قیامت کے دن اس کا حشر علماء میں کیا جائے گا، اس بشارت کے پیش نظر میں نے تبیان القرآن اور نعمۃ الباری میں متعدد عنوانات پر چالیس احادیث کو جمع کیا ہے، اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بخش دے اور میرا حشر قیامت کے دن علماء اور فقہاء کے گروہ میں کرے۔ آمین یارب العالمین

نفقات کے متعلق فقہاء شافعیہ کے نظریات، نفقات کے مسائل اور دیگر تحقیقات

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر الشافعی النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

زیر کفالت لوگوں پر مال خرچ نہ کرنے پر وعید

وہب بن جابر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس تھا تو ان کا غلام کھانا لے کر آیا، انہوں نے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کو کھانا دے دیا ہے؟، اس نے کہا: نہیں! انہوں نے فرمایا: جاؤ ان کو کھانا دو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کسی آدمی کے گناہگار ہونے کے لیے کافی ہے کہ جن کی روزی اس پر واجب ہے اس کو وہ ضائع کر دے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۸۹، مسند احمد: ج ۲ ص ۱۶۰، مسند الحمیدی: ۵۹۹)

Marfat.com

عورتوں اور بیویوں کے ساتھ احسان کرنے کی ترغیب کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنوں میں سب سے کامل ایمان والا یا سب سے افضل ایمان والا وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اور تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہترین ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ٦ ص ٨٨، سنن ابوداؤد: ٤٦٨٢، سنن ترمذی: ١١٦٢، مسند احمد: ج ٢ ص ٢٥٠، صحیح البخاری: ٣٥٥٩، صحیح مسلم: ٢١٢٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہو۔ (سنن ترمذی: ٣٨٩٥، سنن دارمی: ٢٢٦٠، صحیح ابن حبان: ٤١٧٧)

میانہ روی سے خرچ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۝ (الفرقان: ٦٧)

اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ وہ فضول خرچ کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا میانہ روی سے ہوتا ہے O

از ابوالاحوص از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میانہ روی سے کام لیا، وہ فقر میں مبتلا نہیں ہوگا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ٦ ص ٢٥٢، المعجم الاوسط: ٥٠٩٤، مسند احمد: ج ١ ص ٤٤٧، المعجم الکبیر: ١٠١١٨، مجمع الزوائد ج ١٠ ص ٢٥٥)

خوش حال اور تنگدست کے خرچ کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ شوہر کے اوپر بیوی کا کتنا خرچ دینا فرض ہے، امام مالک بن انس متوفی ١٧٩ھ نے کہا ہے کہ وہ ہر روز ایک کلو گندم اپنی بیوی کو خرچ دے۔ (المنتقیٰ ج ٥ ص ٤٣٨، باب فی قدر النفقۃ)

اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ٢٠٤ھ نے کہا ہے: جو شخص تنگ دست ہو وہ اپنے شہر کی روزی سے اس کو گندم دے یا جو دے یا جوار دے یا زیتون کا تیل دے یا گھی دے، جو تقریباً تیس کلو کے برابر ہو، اور یہ خرچ خوش حال شخص کے لیے اپنی وسعت کے مطابق ہے اور تنگ دست کے لیے اپنی گنجائش کے مطابق ہے۔ (کتاب الام ج ٥ ص ١٢٩)

علامہ ابراہیم بن المنذر شافعی متوفی ٣١٨ھ نے کہا ہے کہ جو فقہاء، بیوی کے خرچ میں تحدید کو فرض نہیں قرار دیتے، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہند سے فرمایا کہ تم ابوسفیان کے مال سے اتنا لے لیا کرو جتنا تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ٧١٨٠، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ١٧١٤)

اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے: اس کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، یہ ہر شخص کی حیثیت کے مطابق ہے۔

والدین پر خرچ کرنے کے احکام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاکیزہ رزق وہ ہے جو مرد اپنی کمائی سے کھاتا ہے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی سے ہے۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٢٢٠، سنن ابن ماجہ: ٢١٣٧، سنن نسائی: ٤٤٦١، سنن ابوداؤد: ٣٥٢٢)

علامہ ابراہیم بن المنذر الشافعی النیشاپوری متوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں کہ امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور سفیان ثوری اور حسن بن صالح اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور ان کے اصحاب نے کہا اور اسی طرح امام احمد اور اسحاق اور ابوثور نے کہا کہ کسی شخص کے لیے اپنے والدین کے اوپر خرچ کرنا واجب ہے، اور اس مسئلہ میں ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے۔

(بدائع الصنائع، ج ۴ ص ۳۰ (فصل فی نفقۃ الاقارب) کتاب الام للشافعی ج ۵ ص ۱۲۸، المدونہ ج ۲ ص ۲۶۳ (باب فی نفقۃ الولد علی والدیہ).)

باپ کے اوپر اولاد کے خرچ کا واجب ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ہند ام معاویہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا: یا رسول اللہ! ابوسفیان بخیل مرد ہیں اور وہ مجھے اتنا نہیں دیتے جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو مگر وہ جو میں چپکے سے ان کے مال سے نکال لوں اور ان کو علم نہ ہو، کیا اس سے مجھ پر کوئی حرج ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اتنی مقدار لے لو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو۔ (مسند الشافعی ص ۲۸۸، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۷۰، صحیح البخاری: ۷۱۸۰، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۹، صحیح مسلم: ۱۷۱۴)

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، ج ۹ ص ۵۲-۸۴ ملخصاً وملتقطاً، دار الفلاح، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

نفقات کے متعلق فقہاء حنبلیہ کے نظریات، نفقات کے مسائل اور دیگر تحقیقات

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی الدمشقی الحنبلی المتوفی ۶۲۰ھ، ان مسائل کے متعلق لکھتے ہیں:

بیوی کا نفقہ یعنی اس پر خرچ کرنا، کتاب سنت اور اجماع سے واجب ہے، کتاب کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۟ (الطلاق: ۷)

صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا ○

اور اس کے متعلق حدیث درج ذیل ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خطبہ دیا، پس فرمایا: تم لوگ اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرو، کیونکہ وہ بیویاں تمہاری مددگار ہیں، تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے، اور تم نے ان کی فروج کو اللہ کے حکم سے حلال کیا ہے اور ان بیویوں کے لیے تم پر ان کا رزق اور ان کا لباس دستور کے مطابق واجب ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۹۲، سنن ابوداؤد: ۱۹۰۵)

حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! تمہارے لیے تمہاری بیویوں کے حقوق ہیں اور تمہاری بیویوں کے تم پر حقوق ہیں، تمہارا تمہاری بیویوں پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر اس کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے گھروں میں اس کو نہ آنے دیں جس کے آنے کو تم ناپسند کرتے ہو اور سنو تم پر تمہاری بیویوں کا حق یہ ہے کہ تم ان کے لباس میں اور ان کے طعام میں ان کے ساتھ احسان کرو۔

(سنن ترمذی: ۱۱۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۱، سنن نسائی: ۲۸۷، زاد المعاد ج ۵ ص ۹۷، مسند احمد ج ۵ ص ۷۳، ۲۰۷۲، الارواء للالبانی: ۲۰۳۰)

Marfat.com

نیز اس مسئلہ میں حضرت ہند زوجہ ابوسفیان رضی اللہ عنہا کی بھی حدیث ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۶۴، صحیح مسلم: ۱۷۱۴، سنن نسائی: ج ۸ ص ۲۴۷، سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۳، مسند احمد: ج ۶ ص ۳۹، سنن بیہقی: ج ۷ ص ۴۶۶، ج ۱۰ ص ۱۴۱، ۲۷۰)

رہا اس مسئلہ میں اجماع، تو تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ بیویوں کے نفقات ان کے شوہروں پر واجب ہیں، سوا اس کے کہ ان کی بیویاں نافرمان ہوں۔

بیویوں پر خرچ کرنے کی مقدار اور امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس خرچ کی کوئی مقدار معین نہیں ہے

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ بیویوں پر خرچ کرنا انسان کی حیثیت کے مطابق فرض کیا گیا ہے اور انسان کی حیثیت کے اعتبار سے یہ حکم مختلف ہوتا ہے۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ غریب شخص کے اوپر ایک کلو طعام دینا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفارہ قسم میں ایک مد کو واجب کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ (المائدہ: ۸۹) جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو۔

نیز امام شافعی نے کہا کہ جو شخص خوشحال ہو اس پر دو کلو طعام دینا ہر روز واجب ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں مقدار معین نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم ابوسفیان کے مال سے اتنا لے لو جو تمہاری اور تمہاری اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خرچ میں کسی مقدار کو معین نہیں فرمایا۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ (البقرہ: ۲۳۳) جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کی ماؤں کا روٹی اور کپڑا ہے جو دستور اور رواج کے مطابق ہو۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بچوں کی ماؤں کے لیے کسی خرچ کی مقدار کو معین نہیں فرمایا۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیویوں کے لیے تم پر ان کا رزق اور ان کا لباس دینا دستور کے مطابق واجب ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۹۲، سنن ابوداؤد: ۱۹۰۵)

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیویوں کے خرچ کے لیے کسی مقدار کو معین نہیں فرمایا۔

(المغنی ج ۱۱ ص ۱۷۴-۱۷۷، ملخصاً وملتقطاً، دار الحدیث القاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

نفقات کے متعلق فقہاء احناف کے نظریات، نفقات کے مسائل اور دیگر تحقیقات

علامہ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مصنف نے کہا: خاوند کے اوپر بیوی کا نفقہ واجب ہے، مسلمان ہو یا کافرہ ہو۔ جب بیوی نے اپنے نفس کو خاوند کے گھر میں سپرد کر دیا تو خاوند کے اوپر اس کا نفقہ یعنی خرچ اور اس کا لباس اور اس کی رہائش واجب ہے، اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

Marfat.com

لِيُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنۡ قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡيُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰٮهَا ؕ سَيَجۡعَلُ اللّٰهُ بَعۡدَ عُسۡرٍ يُّسۡرًا ۝ (الطلاق: ۷)

صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا ۝

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَلَى الۡمَوۡلُوۡدِ لَهٗ رِزۡقُهُنَّ وَكِسۡوَتُهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ (البقرہ: ۲۳۳)

جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کی ماؤں کا روٹی اور کپڑا ہے جو دستور اور رواج کے مطابق ہو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع میں یہ ارشاد ہے:

حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! تمہارے لیے تمہاری بیویوں کے حقوق ہیں اور تمہاری بیویوں کے تم پر حقوق ہیں، تمہارا تمہاری بیویوں پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر اس کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے گھروں میں اس کو نہ آنے دیں جس کے آنے کو تم ناپسند کرتے ہو اور سنو تم پر تمہاری بیویوں کا حق یہ ہے کہ تم ان کے لباس میں اور ان کے طعام میں ان کے ساتھ احسان کرو۔

(سنن ترمذی: ۱۱۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۱، سنن نسائی: ۲۸۷، زاد المعاد ج ۵ ص ۹۷، مسند احمد ج ۵ ص ۷۳، ۷۲، الارواء الغلیل: ۲۰۳۰)

اور عقلی دلیل یہ ہے کہ نفقہ یعنی خرچ بیوی کو روکنے کی جزا ہے، پس ہر وہ شخص جو کسی غیر کے مقصود کی وجہ سے رکا ہوا ہو، تو اس کا نفقہ اس شخص پر واجب ہے، اور صدقات کے عامل کا بھی خرچ واجب ہے اور ان دلائل کے اندر مسلمان عورت اور کافر عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں اور اس میں ان دونوں کے حال کا اعتبار کیا جائے گا۔

العبد الضعیف نے کہا ہے کہ یہ امام خصاف کا مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب شوہر اور بیوی دونوں مالدار ہوں تو بیوی کے لیے خوشحالی کا نفقہ واجب ہے، اگر وہ دونوں غریب ہوں تو پھر غربت کا نفقہ واجب ہے اور اگر عورت غریب ہو اور مرد مالدار ہو تو عورت کا نفقہ مالدار عورتوں کے نفقہ سے کم ہو گا اور غریب عورتوں کے نفقہ سے زیادہ ہو گا اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شوہر کے حال کا اعتبار کیا جائے گا اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لِيُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنۡ قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡيُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰٮهَا ؕ سَيَجۡعَلُ اللّٰهُ بَعۡدَ عُسۡرٍ يُّسۡرًا ۝ (الطلاق: ۷)

صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا ۝

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ہند سے فرمایا: تم اپنے خاوند کے مال سے اتنا لے لو جتنا تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت معاویہ کی والدہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! ابو سفیان کنجوس مرد ہیں اور

Marfat.com

وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کے لیے کافی ہو، سوا اس کے کہ میں از خود ان کے مال سے نکال لوں اور ان کو علم نہ ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اور اپنی اولاد کے لیے دستور کے مطابق لے لو۔

(صحیح البخاری، البیوع باب: ۹۵، النفقات باب ۱۴، ۹، الاحکام، باب: ۲۸ صحیح مسلم: حدیث: ۷، سنن ابوداؤد: البیوع باب ۸۹ حدیث: ۳۵۳۲، سنن نسائی، کتاب القضاۃ باب ۳۱: حدیث: ۵۰۱۰، سنن ابن ماجہ: التجارات، باب: ۶۵، حدیث: ۲۲۹۳، سنن دارمی: باب ۵۴، مسند احمد ج ۶ ص ۳۹، ۵۰، ۲۰۶)

اس دلیل کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرچ کے معاملہ میں عورت کے حال کا اعتبار کیا (مرد کی مالی حالت کا اعتبار نہیں کیا جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے)، کیونکہ خرچ بطریق کفایت واجب ہوتا ہے اور جو عورت فقیرہ ہو وہ مال دار عورتوں کی کفایت کی محتاج نہیں ہوتی، لہٰذا اس کو زیادہ خرچ دینے کی کوئی وجہ نہیں۔

اور رہی قرآن مجید کی نص صریح، تو ہم بھی اس کے مطابق کہتے ہیں کہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق مخاطب ہے، اور جو باقی خرچ ہے وہ اس کے ذمہ قرض ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ دستور کے مطابق اس کا خرچ واجب ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ متوسط خرچ، اور اس سے واضح ہو گیا کہ خرچ کی مقدار کا تعین کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے، کہ انہوں نے کہا: جو مالدار ہو، اس پر ہر روز دو کلو طعام دینا واجب ہے اور جو غریب ہو اس پر ہر روز ایک کلو طعام دینا واجب ہے اور جو متوسط ہو اس پر ڈیڑھ کلو طعام دینا واجب ہے، کیونکہ جو چیز بہ طور کفایت واجب ہے، اس کی شریعت میں کوئی مقدار متعین نہیں ہوتی۔

اور اگر بیوی اپنا نفس سپرد کرنے سے انکار کرے حتیٰ کہ اس کا پورا مہر دے دیا جائے تب بھی اس کا نفقہ اور خرچ واجب ہے، کیونکہ منع کرنا اس کا حق ہے اور نفقہ اور خرچ اس وجہ سے واجب ہوتا ہے کہ اس نے اپنے نفس کو اپنے خاوند کے لیے ٹھہرایا ہوا ہے۔

اگر بیوی نافرمانی کرے تو اس کے لیے نفقہ اور خرچ نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ اپنے شوہر کے گھر واپس آ جائے، کیونکہ شوہر کے گھر میں قیام کا فوت ہونا عورت کی جہت سے ہے اور اگر عورت لوٹ آئے اور وہ شوہر کے گھر میں ٹھہرے تو اس کا نفقہ واجب ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر وہ گھر میں شوہر کو اپنے نفس پر قادر نہ ہونے دے تب بھی اس پر نفقہ واجب ہوگا کیونکہ شوہر جبراً اس کے ساتھ جماع کر سکتا ہے۔

اور اگر بیوی کم سن ہو اور شوہر اس سے مباشرت پر قادر نہ ہو تو پھر اس کم سن بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہوگا، کیونکہ بیوی کا شوہر کے گھر میں ٹھہرنا اس لیے ہوتا ہے کہ نکاح سے جو مقصود ہے وہ حاصل ہو، اور جب وہ مقصود حاصل نہیں ہوا تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہیں ہوگا۔

اور امام شافعی نے کہا: کم سن بیوی کا بھی نفقہ واجب ہوگا، کیونکہ نفقہ ملکیت کے عوض میں سے ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ مہر ملکیت کا عوض ہے اور ایک معوض کے دو عوض جمع نہیں ہوتے۔

اور اگر شوہر کم عمر ہو اور وہ جماع پر قادر نہ ہو اور عورت بڑی عمر کی ہو تو شوہر کے مال سے اس پر بھی نفقہ اور خرچ واجب ہوگا کیونکہ وہ اپنے آپ کو شوہر کے سپرد کر چکی ہے اور جماع سے عاجز ہونا شوہر کی طرف سے ہے، تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی شوہر مقطوع الذکر ہو یا نامرد ہو، تب بھی اس کا نفقہ بیوی کے لیے واجب ہوتا ہے۔

Marfat.com

اگر بیوی شوہر کے گھر میں بیمار ہو جائے تو اس کے لیے نفقہ واجب ہوگا، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے نفقہ واجب نہ ہو، کیونکہ جب مرد بیمار ہو اور وہ جماع نہ کر سکے تو پھر بھی مرد پر خرچ واجب ہوتا ہے اور الاستحسان کی وجہ یہ ہے کہ بیوی جب شوہر کے گھر ٹھہر گئی تو شوہر اس کے ساتھ مانوس ہوگا اور اس کو چھوئے گا اور بیوی اس کے گھر کی حفاظت کرے گی، اور بیوی کا بیمار ہونا ایک عارضہ کی وجہ سے ہے، سو یہ حیض کے مشابہ ہے، کیونکہ حالت حیض میں بھی مرد بیوی سے جماع نہیں کر سکتا لیکن اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہوتا ہے۔ (الہدایہ مع نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۹۶-۳۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

نفقات کے متعلق مذاہب اربعہ کا خلاصہ

صاحب تکملۃ المجموع شرح المہذب اس بحث میں لکھتے ہیں:

نفقہ کا لغوی معنی ہے کہ انسان اپنے اوپر یا دوسرے کے اوپر جو دراہم خرچ کرتا ہے۔

اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک نفقہ کا اصطلاحی معنی ہے: وہ طعام جو بیوی اور اس کے خادم کے لیے اس کے خاوند کے اوپر فرض کیا جاتا ہے یا ان کے غیر کے لیے جن کا تعلق اصل اور فرع اور غلام اور حیوان سے ہو، اتنی مقدار جو ان کے لیے کافی ہو۔

اس تعریف میں جو طعام کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد وہ طعام ہے جو عرف کے مطابق ہو اور اس میں لباس اور رہائش بھی داخل ہے۔

اور فقہاء احناف کے نزدیک نفقہ کا اصطلاحی معنی ہے کہ بیوی کو ایسی چیز مہیا کرنا اور اس کے لیے خرچ کرنا جس سے اس کی بقاء کا حصول ہو، اور بقاء سے مراد وہ ہے جو امور ضروری ہوں یعنی طعام، لباس اور رہائش۔

اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک نفقہ کی اصطلاحی تعریف ہے: اتنی مقدار خرچ کرنا جس سے عادتاً آدمی زندگی گزار سکے۔ یعنی اس کو اتنی روزی دینا جس سے اس کی زندگی بسر ہو اور اس میں طعام اور لباس اور جمیع ضروریات شامل ہیں، اور فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نفقہ کی تعریف یہ ہے کہ بیوی کو اتنا خرچ مہیا کرنا جس سے وہ روٹی اور سالن اور لباس اور رہائش اور دیگر ضروریات پوری کر سکے۔

(تکملۃ المجموع شرح المہذب، ج ۲۲ ص ۲۱۱-۲۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

ہم نے کتاب النفقات کی شرح کے شروع میں لکھا تھا کہ ہم اس کی شرح میں نفقات کے لغوی معنی بیان کریں گے، سو ہم نے مستند اہل لغت کے حوالوں سے نفقہ کے لغوی معنی بیان کیے ہیں، پھر ہم نے لکھا تھا: ہم اس کے بعد نفقہ کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور محقق مفسرین کے حوالوں سے ان کی تفسیر ذکر کریں گے، پھر ہم نے لکھا تھا: پھر ہم اس کے بعد نفقہ کے متعلق احادیث کا ذکر کریں گے، سو ہم نے اس سلسلہ میں چالیس احادیث باحوالہ بیان کیں، پھر ہم نے لکھا تھا: ہم اس کے بعد نفقات کے سلسلہ میں فقہاء مذاہب کی آراء بیان کریں گے، سو ہم نے تفصیل کے ساتھ یہ چاروں امور بیان کر دیئے۔ اب ہم ان شاء اللہ العزیز صحیح البخاری میں کتاب النفقات کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی شرح کریں گے۔

۱- بَابُ: فَضْلِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ — بیوی پر خرچ کرنے کی فضیلت

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۗ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ — یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں؟ آپ کہیے: جو

Marfat.com

اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ ۙ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (البقرہ:۲۱۹-۲۲۰)

چیز ضرورت سے زائد ہو، (وہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں)، اسی طرح اللہ تمہارے لیے (اپنی) آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم تدبر کرو ○ دنیا اور آخرت کے کاموں میں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ الْعَفْوُ الْفَضْلُ۔

حسن بصری نے کہا: العفو کا معنی ہے الفضل یعنی جو مال ضرورت سے زائد ہو۔ (تفسیر جامع البیان ج ۲ ص ۳۶۹)

تنبیہ: اس آیت کی تفسیر ہم کتاب کے شروع میں متعدد مفسرین کے حوالہ جات سے بیان کر چکے ہیں۔

۵۳۵۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ فَقُلْتُ عَنِ النَّبِيِّ فَقَالَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا أَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن یزید الانصاری رضی اللہ عنہ سے سنا از حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: از نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو انہوں نے کہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنی بیوی پر خرچ کرے اور اس میں وہ ثواب کی نیت کرے تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۵، ۴۰۰۶، ۵۳۵۱، صحیح مسلم: ۱۰۰۲، سنن نسائی: ۲۵۴۵، مسند احمد: ۱۶۶۳۴، سنن دارمی: ۲۶۶۴)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ کتاب نفقات کے احکام کے بیان میں ہے اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے کی فضیلت کے بیان میں ہے۔

علامہ عینی البقرہ: ۲۱۹-۲۲۰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں فرمایا ہے: ''قل العفو''، اس آیت کے نزول کا سبب وہ ہے جس کو امام ابن ابی حاتم نے سند مرسل کے ساتھ از یحییٰ بن ابی کثیر روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبیر اور حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہما کو جب یہ آیت پہنچی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: بے شک ہمارے پاس غلام بھی ہیں اور ہمارے گھر والے بھی ہیں تو ہم اپنے اموال میں سے کیا خرچ کریں؟ تو پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم ''العفو'' یعنی زائد از ضرورت کو خرچ کرو۔

''العفو'' کی تفسیر میں اختلاف ہے، پس سالم اور قاسم سے روایت ہے کہ العفو سے مراد ہے: وہ زائد مال جس کو خوشحالی کے ساتھ صدقہ کیا جائے، اور مجاہد سے روایت ہے کہ یہ صدقہ مفروضہ ہے اور زجاج نے کہا کہ لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ زائد مال کو خرچ کریں حتیٰ کہ زکوٰۃ فرض کردی گئی، پھر جو لوگ روزانہ مشقت کر کے کمائی کرتے تھے، وہ ہر روز کی کمائی میں سے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہوتا اس کو رکھ لیتے اور باقی کو صدقہ کر دیتے اور جو مالدار لوگ سونا اور چاندی رکھتے تھے، وہ پورا سال سونے اور چاندی

Marfat.com

کو خرچ کرتے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''العفو'' کا معنی ہے کہ جو سہولت سے دیا جا سکے اور یہ اس حدیث کے مطابق ہے کہ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جس کو خوش حالی کی پشت سے دیا جائے اور اس آیت میں فرمایا ہے: ''لعلکم تتفکرون'' تا کہ تم غور وفکر کرو اور تم یہ جان لو کہ دنیا پر آخرت کی فضیلت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ تمہارے لیے دنیا اور آخرت کے احکام بیان کرتا ہے تا کہ تم غور وفکر کرو۔

اور امام بخاری نے اپنی تعلیق میں کہا ہے: ''العفو'' سے مراد ہے: ''الفضل''۔

حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ نے کہا ہے کہ ''العفو'' کا معنی ہے: زائد چیز، یعنی جو مال انسان کی ضرورت سے زائد ہو، اور اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور حسن بصری سے روایت ہے: تم اتنا مال خرچ نہ کرو کہ پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ اور لوگوں سے سوال کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، صحیح البخاری: ۵۳۵۱، کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو مسعود انصاری البدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نفقہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جب مسلمان اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے صدقہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔

ائمہ لغت کے نزدیک اہل وعیال کا مصداق

صاحب المغرب نے کہا ہے کہ گھر والوں سے مراد مرد کی بیوی اور اس کی اولاد ہیں اور وہ لوگ جو اس کے زیر پرورش ہیں اور اسی طرح اس کا ہر بھائی یا ہر بہن یا چچا یا چچا کا بیٹا یا وہ اجنبی بچہ جو اس کے گھر میں زیر پرورش ہے۔

اور الازہری نے کہا ہے کہ گھر والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو مرد کے ساتھ مخصوص ہیں اور اس کی جمع اھلین اور اھالی خلاف قیاس آتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الاھل میں اس کی بیوی اور اس کے رشتہ داروں کا احتمال ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ گھر والوں کے ساتھ بیوی مخصوص ہے، کیونکہ بیوی پر خرچ کرنا واجب ہے اور دوسروں کی بہ نسبت واجب کا ثواب زیادہ اولیٰ ہے۔

اس سوال کا جواب کہ بیوی پر خرچ کرنا تو واجب ہے، پھر اس کو صدقہ کیوں فرمایا؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ مرد کا اپنی بیوی کو کھلانا کس طرح صدقہ ہوگا حالانکہ مرد پر واجب ہے کہ وہ بیوی کو کھلائے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ عام قرار دیا ہے خواہ فرض ہو یا نفل ہو اور مرد کو اس کے قصد کے اعتبار سے جزا ملے گی، اور اس میں کوئی منافات نہیں ہے کہ صدقہ واجبہ پر صدقہ نفلی کا اطلاق کر دیا جائے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شارع نے فرض صدقہ پر نفل کا اس لیے اطلاق کیا ہے تا کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ واجب پر عمل کرنے سے ان کو اجر نہیں ہوتا۔

اہل وعیال پر خرچ کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

اور المہلب المالکی نے کہا ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنا بالاجماع واجب ہے۔

اور امام طبری نے کہا ہے کہ جب تک اولاد نابالغ ہو اس وقت تک اولاد پر خرچ کرنا بھی فرض ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

Marfat.com

ارشاد ہے کہ تم خرچ کی ابتداء ان سے کرو جو تمہارے زیر پرورش ہوں اور اولاد جب تک کم سن اور نابالغ ہے وہ مرد کے زیر پرورش ہے۔

اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ مرد کی اولاد میں سے جو نابالغ ہوں اور ان کے پاس مال نہ ہو اور نہ وہ کمائی کر سکتے ہوں تو ان پر خرچ کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، فقہاء کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ باپ پر واجب ہے کہ وہ اپنی صلبی اولاد پر خرچ کرے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائیں اور بیٹیوں پر خرچ کرے حتیٰ کہ وہ ان کا نکاح کر دے، اور اگر بیٹیوں کو رخصتی سے پہلے طلاق دے دی جائے تو ان کا خرچ بھی اس کے ذمہ ہے، اور اگر ان کو رخصتی کے بعد طلاق دی یا ان کا خاوند فوت ہو گیا تو پھر باپ کے اوپر ان کا نفقہ لازم نہیں ہے اور نہ پوتوں کا نفقہ دادا پر لازم ہے، یہ امام مالک کا قول ہے۔

بہنوں اور بھائیوں اور محارم پر خرچ کرنے کے متعلق فقہاءِ اسلام کی عبارات

اور ہمارے نزدیک بھائیوں اور بہنوں اور چچاؤں، پھوپھیوں اور خالاؤں پر خرچ کرنا بھی واجب ہے بشرطیکہ وہ عاجز ہوں اور ان کو ضرورت ہو، لیکن چچاؤں کی اولاد اور پھوپھیوں کی اولاد پر خرچ کرنا عام علماء کے نزدیک واجب نہیں ہے، اس میں ابن ابی لیلیٰ کا اختلاف ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: کہ وہ ثواب کی نیت سے خرچ کریں، یعنی محض اللہ کی رضا کے لیے خرچ کریں۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ یعنی وہ یہ یاد کرے کہ اس کے اوپر ان کا خرچ کرنا واجب ہے اور اس واجب کو ادا کرنے کے لیے وہ خرچ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس باب اور اس حدیث کی شرح میں کوئی زائد بات نہیں لکھی، ان کی شرح وہی ہے جس کو ہم اس سے پہلے علامہ بدر الدین عینی حنفی سے نقل کر چکے ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۳۵۱ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اپنے نفس اور اپنے اہل و عیال اور دیگر ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کی تفصیل

اللہ تعالیٰ نے بعض صدقات فرض قرار دیے ہیں اور بعض صدقات نفل قرار دیے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ فرض کو ادا کرنا نفل کو ادا کرنے سے افضل ہے، پس جب مرد کے پاس اس کی روزی کی مقدار ہو اور اس کے پاس اس کی اپنی روزی سے زائد کوئی چیز نہ ہو اور اس کو اپنے اوپر خرچ کرنے کی ضرورت ہو اور اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ دوسروں پر خرچ کر کے ایثار کرے گا تو وہ ہلاک ہو جائے گا یا اور کچھ ہو جائے گا یا اس کا غیر ایسا ہو کہ اس کی ضرورت بھی اس کی اپنی ضرورت کے مثل ہو خواہ وہ اس کا والد ہو یا اس کی اولاد ہو یا اس کی بیوی ہو یا اس کا خادم ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ پہلے اپنے نفس کو زندہ رکھے، پھر اگر اس کے پاس زائد مال ہو تو دوسروں پر خرچ کرے جن پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اور اگر اس کے پاس اس سے زائد مال ہو جو اس کی اپنی ضروریات اور اس کے اہل و عیال کی ضروریات سے زائد ہو تو پھر وہ ان پر بھی خرچ کرے اور اگر اس کے پاس اس سے بھی زائد مال ہو کہ جن پر

Marfat.com

خرچ کرنا اس پر واجب نہیں ہے ان پر بھی خرچ کر سکتا ہو اور اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر اس نے ان پر بھی خرچ کیا تو وہ اور اس کے گھر والے ہلاکت میں پڑ جائیں گے تو پھر اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ان پر خرچ کرے اور اگر اس کے پاس وسعت اور گنجائش ہو اور اس کو اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال پر خطرہ نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان پر خرچ کرے جن پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ نے اس کے مال سے واجب کیا ہے، پھر زائد مال کو خرچ کرنے میں وہ چاہے تو نفلی صدقہ کی نیت کر لے اور اگر چاہے تو اس مال کا ذخیرہ کر لے اور اپنی بیوی پر خرچ کرنا نفلی صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۵۲۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''یحتسبھا'' کا لفظ ہے، یہ احتساب سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: اجر کے طلب کا قصد کرنا۔

اور صدقہ سے مراد ثواب ہے اور بیوی کے اوپر خرچ کرنے کو جو صدقہ فرمایا ہے، یہ مجاز ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اگر اس کی بیوی ہاشمیہ ہو تو اس پر بھی خرچ کرنے کا اس کو ثواب ملے گا، اور اس میں اصل ثواب کی تشبیہ ہے، اس کی مقدار اور کیفیت میں تشبیہ نہیں ہے۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اجر اس عمل پر ملتا ہے جو عبادت کی نیت کے ساتھ ملا ہوا ہو، اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا ہے کہ ''اعمال کا مدار نیات پر ہے''۔ اور اس حدیث میں اجر کی مقدار کا ذکر نہیں فرمایا تاکہ یہ قلیل اور کثیر اجر کو شامل ہو۔ اس حدیث میں اہل سے مراد بیوی اور رشتہ دار ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اہل کا لفظ بیوی کے ساتھ مخصوص ہو اور دیگر لوگ اس میں بہ طریق اولیٰ شامل ہوں، کیونکہ جب واجب کو ادا کرنے پر ثواب ملے گا تو جن پر خرچ کرنا اس پر واجب نہیں ہے ان پر خرچ کرنے سے اس کو بہ طریق اولیٰ ثواب ملے گا۔

امام ابو جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ اہل پر خرچ کرنا واجب ہے اور جو اہل پر عبادت کے قصد سے خرچ کرے گا، اس کو اجر دیا جائے گا اور اس میں کوئی منافات نہیں ہے کہ جو خرچ واجب ہو، اس پر صدقہ کا اطلاق کر دیا جائے بلکہ یہ نفلی صدقہ سے افضل ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۹۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۴۹، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۱، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے الفاظ کی شرح

اس حدیث میں ارشاد ہے: ''علی اھلہ'' یعنی جب مسلمان اپنے اہل پر خرچ کرے۔

اہل سے مراد اس کی بیوی اور اس کی اولاد ہے اور وہ لوگ جو اس کے زیر پرورش ہوں یا اس کے رشتہ دار ہوں مثلاً بھائی اور بہن اور چچا، اس کے بعد اس حدیث میں ارشاد ہے: ''یحتسبھا'' اس کا معنی ہے: وہ اس خرچ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کرے اور اس خرچ پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کو طلب کرے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے مطالب

رسول اللہ ﷺ الصادق المصدوق نے خبر دی ہے کہ جو مسلمان اپنی بیوی پر اور اپنی اولاد پر خرچ کرے اور ان رشتہ داروں پر خرچ کرے جو اس کے زیر کفالت ہوں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا قصد کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زیر پرورش لوگوں پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور رشتہ داروں پر خرچ کرنے کا بھی حکم دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ (الطلاق: ۷)

صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا O

سو یہ خرچ اس کے لیے صدقہ ہو جائے گا، گویا کہ اس نے غرباء پر صدقہ کیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندۂ مومن کے اوپر کرم اور فضل ہے کہ وہ اس کو بندہ کی نیت صالحہ پر اجر و ثواب عطا فرماتا ہے حالانکہ بندہ کے اوپر اس کی بیوی اور اولاد کا خرچ واجب ہے، لیکن جب وہ اس حکم پر عمل کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی نیت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو صدقہ کرنے کا کامل اجر عطا فرمائے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے جب آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ بے شک تم جو بھی خرچ کرو گے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی نیت کرو گے تو تمہیں اس پر اجر دیا جائے گا حتیٰ کہ تم جو اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھتے ہو، اس پر بھی تم کو اجر دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۵۶، صحیح مسلم: ۱۶۲۸، سنن ترمذی: ۲۱۱۶، سنن ابوداؤد: ۲۸۶۴، مسند احمد: ۱۵۴۹، موطا امام مالک: ۱۴۹۵)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اجر اور ثواب محض عمل پر مرتب نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہے کہ عمل کے ساتھ نیت صالحہ بھی کی جائے۔

(۲) اہل پر خرچ کرنا واجب ہے اور مرد جو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرتا ہے اس پر بھی اس کو اجر ملے گا۔

(۳) اہل کے اوپر خرچ کرنے کو جو صدقہ فرمایا ہے یہ مجاز ہے اور اس سے مراد ثواب ہے، کیونکہ اہل پر خرچ کرنا فرض لازم ہے اور صدقۂ نافلہ جو ہے اس کا تعلق احسان کے ساتھ ہے۔

(الشرح المیسر المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۴۰، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

صحیح البخاری باب: ۶۹ کے عنوان کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں امام بخاری نے کہا ہے: ''کتاب النفقات'' نفقہ کا لفظ نفوق سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: ہلاک ہونا، کہا جاتا ہے: ''نفقت الدابة تنفق نفوقا'' جب سواری ہلاک ہو جائے۔ اور کہا جاتا ہے ''نفقة الدراهم تنفق نفقا'' جب دراہم خرچ ہو جائیں۔ اور کہا جاتا ہے: ''انفق الرجل'' جب مرد محتاج ہو جائے اور اس کا تمام مال چلا جائے۔

Marfat.com

علامہ ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ نے کہا ہے: ہر وہ مادہ جس میں فاءکلمہ نون ہو اور اس کا عین کلمہ فاء ہو، وہ نکلنے اور جانے پر دلالت کرتا ہے جیسے نفق، نفر، نفخ، نفس اور نفذ، اور شریعت میں نفقہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کو بیوی پر یا رشتہ دار پر یا نوکر اور غلام پر خرچ کرنا واجب ہو اور اس کی جمع نفقات اس وجہ سے ہے کہ اس کی انواع مختلف ہیں یعنی بیوی پر خرچ کرنا، رشتہ دار پر خرچ کرنا اور نوکر و غلام پر خرچ کرنا۔

صحیح البخاری: ۵۳۵۱ میں مذکور ہے کہ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو مسلمان اپنی بیوی پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے وہ اس کے لیے صدقہ ہوگا۔

ثواب کی نیت سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی رضا جوئی کا ارادہ کرے بایں طور کہ یہ یاد کرے کہ اس کے اوپر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی پر خرچ کرے تو وہ اس نیت سے خرچ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو ادا کرنے کے لیے خرچ کر رہا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ یہ نفقہ اس کے لیے صدقہ ہو جائے گا یعنی یہ ثواب میں صدقہ کی مثل ہوگا اور اس سے مراد صدقہ واجبہ نہیں ہے، ورنہ اگر اس کی بیوی ہاشمیہ اور مطلبیہ ہو تو ان پر تو صدقہ واجبہ نہیں لگتا تو اس سے مراد صرف ثواب ہے۔

المھلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ بیوی پر خرچ کرنا اجماعاً واجب ہے اور شارع علیہ السلام نے اس کو صدقہ اس لیے فرمایا ہے کہ لوگ یہ گمان کریں گے کہ واجب پر عمل کرنے سے اجر نہیں ہوتا اور لوگوں کو معلوم ہے کہ صدقہ کرنے میں بہت اجر ہوتا ہے، اسی لیے آپ نے لوگوں کو یہ بتایا کہ یہ ان کے لیے صدقہ ہے حتیٰ کہ لوگ اس کو اپنی بیوی کے غیر کے اوپر خرچ نہ کریں، سوا اس صورت کے کہ وہ غیر بھی ان کے زیر کفالت ہوں۔

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ بیوی پر خرچ کرنے کو صدقہ اس طرح فرمایا ہے جیسے بیوی کے مہر کو 'نحلة'' فرمایا ہے، کیونکہ مرد کو عورت کی احتیاج اس سے لذت حاصل کرنے کے لیے اور اس سے انس حاصل کرنے کے لیے اور اپنا گھر بسانے کے لیے اور اولاد کو طلب کرنے کے لیے ہوتی ہے، تو اصل یہ تھی کہ عورت پر اس کے لیے کوئی چیز واجب نہ ہوتی مگر اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے کیونکہ مرد اس کے قیام کا انتظام کرتا ہے، اس وجہ سے مردوں کا عورتوں پر درجہ بلند رکھا ہے اور اسی وجہ سے مہر کے اوپر نحلة کا اطلاق ہوتا ہے اور نفقہ پر صدقہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۱۳۹-۱۴۰، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری باب: ۶۹، کتاب النفقات کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

النفقات سے مراد ہے طعام: مشروب، لباس اور مسکن، اور یہ ہر حال میں بیوی کو دینا مرد پر واجب ہے، عام ازیں کہ بیوی مالدار ہو یا فقیر ہو، کیونکہ یہ نفقہ اس کے معاوضہ میں ہے جو اس نے بیوی سے استمتاع کیا ہے اور رہے بیوی کے غیر اور دوسرے رشتہ داران پر خرچ کرنا کئی شرائط کے ساتھ واجب ہے، یعنی جو رشتہ دار ضرورت مند ہو اور مرد کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد اس پر خرچ کر سکے اور وہ خوشحال ہو اور اس مرد اور رشتہ دار دونوں کا دین مساوی ہو اور وہ رشتہ دار یا اس کا وارث ہو یا عصبہ ہو، سو رشتہ داروں پر خرچ کرنے کی یہ چار شرائط ہیں، مگر چوتھی شرط سے اس کے اصول اور فروع مستثنیٰ ہیں، کیونکہ اصول اور فروع میں باہمی وراثت کی شرط نہیں ہے، ان کی قوت قرابت اور صلہ رحم کی وجہ سے۔

Marfat.com

پس خاوند پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی پر ہر حال میں خرچ کرے، خواہ خاوند اس کا وارث ہو یا وارث نہ ہو اور خواہ اس کی بیوی مالدار ہو یا فقیر ہو، لیکن رشتہ داروں میں یہ چار شرطیں ہیں:

(۱) خرچ کرنے والا غنی ہو۔

(۲) جس پر خرچ کیا جائے وہ ضرورت مند ہو۔

(۳) دونوں دین میں متفق ہوں۔

(۴) خرچ کرنے والا اس کا وارث ہو جس پر خرچ کیا جائے، سوا اصول اور فروع کے۔

حدیث مذکور کی شرح

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ جو مسلمان اپنی بیوی پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو یہ اس کا صدقہ ہے، ثواب کی نیت کی قید لگانے سے وہ خرچ نکل گیا جو مرد اپنی بیوی پر غفلت سے خرچ کرے، یعنی اس کو روٹی، سالن، گوشت اور طعام لا کر دے اور اس میں ثواب کی نیت نہ کرے، تو اس کو اس میں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوگی اور یہ اس کے لیے صدقہ نہیں ہوگا لیکن جب وہ اس میں ثواب کی نیت کرے گا تو پھر یہ اس کے لیے صدقہ اور باعث ثواب ہوگا اور اکثر لوگ اس سے غافل ہیں، وہ بے پروائی سے اور غفلت سے اپنی بیوی کو کھانے پینے کی اور اس کی ضروریات کی چیزیں لا کر دیتے ہیں اور اس میں ثواب کی نیت نہیں کرتے اور وہ عادتاً بیوی پر خرچ کرتے ہیں۔

اور یہ حدیث ان تمام احادیث کے لیے مقید ہے جن میں علی الاطلاق خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، خواہ بندہ اپنے نفس پر خرچ کرے یا بیوی پر یا رشتہ داروں پر خرچ کرے اور اس میں ثواب کی نیت نہ کرے، تو اجر و ثواب کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس میں ثواب کی نیت کرے۔

شیخ عثیمین کی شرح پر مصنف کا رد اور اس کی تحقیق کہ ہر نیک اور جائز کام پر مسلمان کو اجر ملتا ہے خواہ وہ کام عبادت کی نیت سے کرے یا عادتاً کرے یا غفلت سے کرے

شیخ عثیمین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی انسان ثواب کی نیت سے کوئی جائز یا نیک کام کرے پھر اس کو اجر ملتا ہے، اور اگر ثواب کی نیت کے بغیر کوئی جائز یا نیک کام کرے تو پھر اس کو اجر نہیں ملتا، شیخ عثیمین کی یہ شرح صراحتاً حدیث کے خلاف ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مال دار لوگ اجر لے گئے، وہ نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: تم بھی نماز پڑھتے ہو، روزے رکھتے ہو اور حج کرتے ہو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کرتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے کاموں میں بھی صدقہ کا اجر ہے، تم راستے سے کوئی ہڈی اٹھا لو تو یہ بھی صدقہ ہے، تم کسی کو راستہ دکھا دو تو یہ بھی صدقہ ہے اور تم کسی کمزور آدمی کو اپنی فاضل روزی دو تو یہ بھی صدقہ ہے، اور کسی کو نا معلوم چیز کا بیان کرنا یہ بھی صدقہ ہے اور تمہارا اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا یہ بھی صدقہ ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم اپنی شہوت کے ساتھ اپنی بیوی کے ساتھ جماع کریں، پھر بھی ہمیں اجر ملے گا؟ تو آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ

Marfat.com

اگر تم اپنی شہوت کو حرام طریقے سے پورا کرتے تو کیا تم گناہگار ہوتے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: سو تم کو شر پر سزا ملے گی اور خیر پر جزا نہیں ملے گی؟

(سنن بیہقی ج ٦ ص ٨٢، شعب الایمان للبیہقی: ٧٦١٩، الادب المفرد للبخاری: ٨٩١، مسند احمد: ج ٥ ص ١٦٧-١٦٨، موسسۃ الرسالہ بیروت، ١٤٢٠ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے قضاء شہوت کے لیے جماع کرے اور اس میں ثواب کی نیت نہ کرے، پھر بھی اس کا یہ عمل صدقہ ہے اور اس کو اجر ملے گا، تو جو شخص اپنی بیوی کو عادتاً کھانے پینے کی چیزیں اور لباس اور رہائش مہیا کرے گا تو اس کا یہ عمل صدقہ کیوں نہیں ہوگا؟ (سعیدی غفرلہٗ)

مسند احمد کی یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی مذکور ہے اور اس کا متن درج ذیل ہے:

امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری متوفی ٢٦١ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مالدار لوگ تو اجور لے گئے، وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں، وہ روزہ رکھتے ہیں جس طرح ہم روزہ رکھتے ہیں اور وہ اپنے فاضل اموال سے صدقہ کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے صدقہ مقرر نہیں کیا، ہر سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے اور ہر الحمد للہ کہنا صدقہ ہے اور ہر لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور ہر نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور ہر برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے، اور تم میں سے کوئی مرد جو اپنی بیوی کی فرج میں جماع کرتا ہے اس میں بھی صدقہ ہے، تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی مرد اپنی بیوی کے پاس اپنی شہوت کے تقاضے کو پورا کرنے کے لیے جائے تو کیا اس میں بھی اس کو اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ یہ کام حرام جگہ میں کرتا تو کیا اس پر گناہ ہوتا؟ اسی طرح جب وہ اپنی شہوت کو حلال طریقہ سے پورا کرے گا تو اس کو اس کا اجر ملے گا۔

(صحیح مسلم: ١٠٠٦، الرقم المسلسل: ٢٢١٩، مسند احمد: ٢١٥٢٩، ٢١٥٣٨)

حدیث مذکور کی شرح از مصنف

اس حدیث کے فوائد حسب ذیل ہیں:

(١) تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ کا پڑھنا) کی طرح نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے، یاد رہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا فرض کفایہ ہے اور اگر مسئلہ جاننے والا منفرد ہو تو پھر فرض عین ہے اور فرض کا ثواب ہر حال میں نفل سے زیادہ ہوتا ہے۔

(٢) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل تزویج (اپنی بیوی سے جماع کرنا) کو بھی صدقہ قرار دیا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مباح کام بھی حسن نیت سے مستحب ہو جاتا ہے، جب مسلمان عمل تزویج کرتے وقت عورت کا حق ادا کرنے کی نیت کرے یا نیک اولاد کی طلب کی نیت کرے یا خود کو اور بیوی کو گناہ سے دور رکھنے کی نیت کرے یا اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی نیت کرے تو یہ فعل بھی عبادت بن جاتا ہے۔

(٣) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ قضاء شہوت کی نیت سے بھی عمل تزویج ثواب ہے کیونکہ ناجائز طریقہ سے قضاء شہوت جب گناہ ہے، تو جائز طریقہ سے یہ کام ثواب ہوگا، آپ نے اس ارشاد میں قیاس فرمایا اور یہ حدیث قیاس کے حجت ہونے کی واضح

Marfat.com

دلیل ہے، اس حدیث میں جس قیاس کا ذکر ہے اس کو فقہ کی اصطلاح میں قیاس عکس کہتے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم جلد دوم، ص ۹۳۸-۹۳۹، مرکز اھل سنت برکات رضا، امام احمد رضا روڈ پور بندر گجرات انڈیا، ۱۴۲۳ھ)

حدیث مذکور کی شرح از قاضی عیاض مالکی

امام ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سبحان اللہ، اللہ اکبر، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ، پڑھنے کو بھی صدقہ فرمایا ہے، کیونکہ ان کے پڑھنے سے صدقہ کرنے کا اجر ملتا ہے اور یہ کام اجور میں صدقات کی مثل ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بندہ نے ان کلمات کو پڑھ کر اپنے نفس کے ایمان کی تصدیق کی۔

آیا فقراء افضل ہیں یا مالدار؟

بعض اصحاب معانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں فقراء کی جوان اجور کے ساتھ تخصیص کی ہے اور ان کلمات کے پڑھنے کو صدقات کا قائم مقام قرار دیا ہے، تو اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ فقراء کو اُمراء پر فضیلت حاصل ہے، لیکن دوسری احادیث میں ہے کہ مالدار بھی یہ تسبیحات پڑھتے ہیں تو ان کو زائد اجر ملتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مالداروں کو فقراء پر فضیلت حاصل ہے اور یہی صحیح بات ہے۔

مباح کاموں کا بھی حسنِ نیت سے عبادات ہو جانا

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک جو اپنی بیوی کی فرج میں جماع کرتا ہے، اس میں بھی صدقہ ہے، اس میں یہ بیان ہے کہ مباح کام بھی نیتِ صادقہ سے عبادات بن جاتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قیاس فرمایا کہ جب حرام طریقہ سے شہوت پوری کی جائے تو اس سے بندہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اگر وہ جائز طریقہ سے شہوت پوری کرے گا تو اس کو اجر ملے گا۔

بعض محققین کا مذہب ہے کہ شریعت میں کوئی کام مباح نہیں ہے

امام مازری نے کہا ہے: الکعبی کا مذہب یہ ہے کہ شریعت میں کوئی کام مباح نہیں ہے، کیونکہ ہر وہ کام جس کو بندہ کرے مثلاً وہ چلے پھرے، یا کھائے پیے اور گناہ سے مجتنب رہے تو اس میں اس کو اجر ملے گا، کیونکہ اس کے یہ افعال معصیت سے مجتنب ہیں، اور اسی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ جب کوئی انسان زنا میں مشغول ہونے کی وجہ سے کسی اور گناہ سے مجتنب ہو تو اس پر بھی اس کو اجر ملے گا، لیکن اس کا محققین نے رد کر دیا ہے کیونکہ اجر اس وقت ملے گا جب اس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ حلال کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے حرام کام سے مجتنب ہے اور اگر وہ کسی مباح کام کے قصد سے معصیت سے منقطع ہونے کا اِرادہ کرے تو اس پر وہ ماجور ہوگا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ذہنوں میں اس مسئلہ کو سمجھانے کے لیے یہ بتایا کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ تمہاری عقول میں یہ مرقوم ہے کہ زنا کے فعل سے لذت حاصل ہوتی ہے جب کہ اس سے بندہ گناہگار ہوتا ہے حالانکہ یہ امر طبعی ہے، اسی طرح سے یہ بعید نہیں ہے کہ جب بندہ اس لذت کو حلال طریقہ سے حاصل کرے تو ہر چند کہ یہ بھی امر طبعی ہے لیکن اس پر بھی وہ اجر کا مستحق

Marfat.com

ہوگا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم، ج ۳ ص ۵۲۶-۵۲۸، ملخصاً، دارالوفاء، بیروت)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ اُبی مالکی

امام محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی متوفی ۸۲۷ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحابہ نے جو بیوی سے جماع پر اجر کے استحقاق کے متعلق سوال کیا، اس سوال کی توجیہ

صحابہ نے جو پوچھا کہ اگر ہم میں سے کوئی مرد شہوت پوری کرنے کے لیے اپنی بیوی کے پاس جائے تو کیا اس میں بھی اس کو اجر ملے گا؟، دراصل صحابہ نے اس کو بعید سمجھا تھا کہ کوئی شخص بغیر عبادت کی نیت کے قضاءِ شہوت کرے تو اس پر بھی وہ اجر کا مستحق ہوگا۔ اور یہ نہ کہا جائے کہ ان کو اس پر اجر کے استحقاق کو بعید سمجھنا معتزلہ کے مذہب کو ثابت کرتا ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ حسن اور قبح عقلی ہوتا ہے، کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ صحابہ نے اس وجہ سے اس اجر کو بعید سمجھا ہو کہ ان کو معلوم ہے کہ شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ انسان کو بقدرِ مشقت اجر ملتا ہے، اور یہ فعل ایسا ہے جس سے لذت حاصل ہوتی ہے اور طبیعت اس کی طرف میلان کرتی ہے، اور ان کا یہ سوال کرنا وحی کا انکار نہیں تھا بلکہ ان کو یہ اشکال ہوا کہ اجر تو کسی مشقت والے کام پر ملتا ہے اور یہ مشقت والا کام نہیں ہے بلکہ لذت والا کام ہے تو اس کو سمجھنے کے لیے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص محض قضائے شہوت کے لیے اپنی بیوی کے پاس جائے تو کیا اس کو بھی اجر ملے گا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طورِ قیاس فرمایا کہ اگر وہ لذت حرام طریقہ سے حاصل کرتا تو گناہ کا مرتکب ہوتا؟ سو اسی طرح جب وہ حلال طریقہ سے اپنی شہوت کو پورا کرے گا تو وہ اجر کا مستحق ہوگا۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۶۷-۴۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)

ہر جائز کام کرنے پر مسلمان اجر کا مستحق ہوگا خواہ وہ کام غفلت سے کرے یا عادتاً کرے

صحیح مسلم کی حدیث مذکور اور شارحین نے جو اس کی شرح کی ہے، اس سے یہ واضح ہو گیا کہ شیخ عثیمین کا یہ کہنا غلط ہے کہ اگر کوئی شخص غفلت سے اپنی بیوی کو کھانا کھلائے یا عادتاً کھانا کھلائے اور اس میں ثواب کی نیت نہ کرے تو اس کو اجر نہیں ملے گا، جب کہ اس حدیث مذکور سے واضح ہوا کہ انسان جو بھی جائز کام کرے، خواہ اس میں ثواب کی نیت نہ کرے تو وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور یہ تو بہت بعید ہے کہ انسان ہر ہر کام کے اندر ثواب کی نیت کرے، مثلاً انسان چلتا پھرتا ہے، سوتا جاگتا ہے، کھاتا پیتا ہے، اعزاء اور اقرباء سے ملاقات کرتا ہے، محنت مزدوری کرتا ہے، کاروبار کرتا ہے، ملازمت کرتا ہے، سفر کرتا ہے، تو ان میں سے ہر ہر کام کے اوپر بلکہ چلنے پھرنے میں ہر ہر قدم کے اوپر اور کسی سے کلام کرنے میں ہر ہر بات کے اوپر وہ ثواب کی نیت کرے تو یہ عادتاً مشکل اور متعذر ہے بلکہ جب وہ ان تمام کاموں کے اندر حرام سے مجتنب رہے گا، مثلاً اس کا چلنا پھرنا کسی جائز مقصد کے لیے ہوگا، اس کا کھانا پینا حلال چیز سے ہوگا، سفر کرنا جائز ذرائع سے ہوگا، ملازمت اور محنت مزدوری جائز ذرائع سے ہوگی تو وہ ان کاموں کے اندر اجر اور ثواب کا مستحق ہوگا، خواہ وہ ان تمام افعال میں ہر ہر فعل کے اوپر ثواب کی نیت نہ کرے، کیونکہ انسان دن اور رات میں ہزاروں کام کرتا ہے اور ہزاروں باتیں کرتا ہے اور ہر ہر کام اور ہر ہر بات میں ثواب کی نیت کرنا بہت مشکل اور متعذر ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۵۱، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یحتسبھا کا لفظ ہے، اس کا مصدر الاحتساب ہے، یعنی وہ جو کام کرے اس میں یہ نیت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے وہ کام کر رہا ہے یا جو کام اس نے واجب کیا ہے اس کو ادا کرنے کے لیے وہ کر رہا ہے، اور اس کے صدقہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس پر وہ ثواب مرتب ہوگا جو صدقہ کا ثواب ہوتا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ایک دینار تم غلام کو آزاد کرنے کے لیے دیتے ہو اور ایک دینار تم کسی مسکین کو دیتے ہو اور ایک دینار تم اللہ کی راہ میں دیتے ہو اور ایک دینار تم اپنی بیوی پر خرچ کرنے کے لیے دیتے ہو، پس وہ دینار جو تم اپنی بیوی پر خرچ کرنے کے لیے دیتے ہو، اس کا سب سے زیادہ اجر ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۹۵، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال)

میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ ہے کہ آدمی ہر نئے کام سے پہلے یہ نیت کرلے کہ وہ اس کام کو اللہ کی رضا کے لیے کر رہا ہے اور اس کے حکم پر عمل کرنے کے لیے کر رہا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہر ہر جزی کام سے پہلے یہ نیت کرے، بلکہ اس کے دل و دماغ میں اجمالاً یہ معنی مرکوز ہو کہ وہ کسی بھی نئے کام کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے گا اور اس کام میں گناہ اور ممانعت سے اجتناب کرے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ) (الکوثر الجاری، ج ۹ ص ۶۸، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۵۳۵۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ قَالَ اللهُ أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا۔

(صحیح البخاری: ۴۶۸۴، ۵۳۵۲، ۷۴۱۱، ۷۴۱۹، ۷۴۹۶، صحیح مسلم: ۹۹۳، سنن ترمذی: ۳۰۴۵، سنن ابن ماجہ: ۱۹۷، مسند احمد: ۷۲۵۶)

حدیث مذکور کا مکمل متن

میں کہتا ہوں امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۳۵۲ میں اس حدیث کو مختصراً ذکر کیا ہے اور اس حدیث کی تفصیل صحیح البخاری: ۴۶۸۴ میں ہے، اس کا متن درج ذیل ہے:

امام بخاری کہتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: تم خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا، اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، اس کے ہاتھ میں کسی پر خرچ کرنے سے کمی نہیں ہوتی، وہ رات اور دن سخاوت کرتا ہے، یہ بتاؤ کہ جب سے اس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ کتنا خرچ کر چکا ہے اور اس خرچ کے باوجود جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس میں کمی نہیں ہوئی، اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اسی کے ہاتھ میں میزان ہے جس کو وہ جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے۔

Marfat.com

اس متن کے بعد امام بخاری نے قرآن مجید میں مذکور چند الفاظ کے معانی ذکر کیے ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۳۵۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، ان کا نام ہے اسماعیل بن ابی اویس اور ابوالزناد کا ذکر ہے، ان کا نام ہے عبداللہ بن ذکوان، اور الاعرج کا ذکر ہے ان کا نام ہے، عبدالرحمٰن بن ہرمز، امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کی صرفی اور نحوی تحقیق

اس حدیث میں ''انفق'' کا لفظ ہے، اس میں الف پر زبر ہے اور یہ انفاق کا امر ہے یعنی خرچ کرو، اس کے بعد مذکور ہے، ''اُنفق علیك'' یہ مضارع کی بحث سے متکلم کا صیغہ ہے اور امر کے جواب میں یعنی تم خرچ کرو تو میں تم پر خرچ کروں گا، اور صحیح مسلم میں از ہمام از ابوہریرہ ان الفاظ کے ساتھ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: تم خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح میں مصنف کا اضافہ، بندہ مخلوق کے ساتھ جیسا عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اسی طرح کی جزا دے گا

اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے، وہ فرماتا ہے: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ ''سو تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا''۔ (البقرہ: ۱۵۲)

اور فرماتا ہے: اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ''تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا''۔ (البقرہ: ۴۰)

اور فرماتا ہے: اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ ''دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں''۔ (البقرہ: ۱۸۶)

نیز حدیث میں ہے: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم گن گن کر نہ دو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی گن گن کر دے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳۳، صحیح مسلم: ۱۰۲۹، سنن ترمذی: ۱۹۶۰، سنن نسائی: ۲۵۵۱، سنن ابوداؤد: ۱۶۹۹، مسند احمد: ۲۶۳ ۲۷)

اسی طریقہ سے اس حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم! تم خرچ کرو تو میں تم پر خرچ کروں گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو یہ تلقین کی ہے کہ تم اس کے بندوں کے ساتھ جیسا سلوک کرو گے اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ویسا سلوک کرے گا، نیز اللہ تعالیٰ بندوں کو یاد کرتا ہے تو بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ اس کو یاد کریں، اللہ تعالیٰ بندوں سے کیا ہوا وعدہ پورا فرماتا ہے تو بندوں کو بھی چاہیے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کریں، نیز اللہ تعالیٰ بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے تو بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ اس کے احکام پر عمل کریں۔

صحیح البخاری: ۵۳۵۲ کی شرح از علامہ القسطلانی

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے خرچ کرنے اور بندوں کے خرچ کرنے میں محض صوری مشاکلت ہے ورنہ بندہ جس مال سے خرچ کرتا ہے وہ متناہی اور منقطع ہے اور اللہ تعالیٰ کے خزانے غیر متناہی اور غیر منقطع ہیں

شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ یہ حدیث باب مشاکلۃ سے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خرچ کرنے اور بندوں کے خرچ کرنے میں زمین و آسمان سے زیادہ فرق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خزانے میں سے کوئی چیز کم نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے اور خرچ کرنے سے اس میں کمی نہیں ہوتی اور قرآن مجید میں ہے:

مَاعِنۡدَ کُمۡ یَنۡفَدُ وَمَاعِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ (النحل:۹۶) جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا۔

النحل:۹۶ کی تفسیر، آخرت کی نعمتوں کی برتری کی وجوہ

آخرت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے دو وجوہات کی بناء پر افضل ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اعلیٰ درجہ کی دنیا کی نعمتیں ہوں تو جس وقت وہ نعمتیں اس کے پاس ہوں گی اس وقت بھی وہ بہت فکر اور پریشانی میں ہوگا کہ کہیں وہ نعمتیں اس کے پاس سے چھن نہ جائیں، گم نہ ہو جائیں اور ضائع نہ ہو جائیں اور جب وہ نعمتیں اس کے پاس سے چھن جائیں گی تو اس کا دن رات غم وغصہ، حسرت اور افسوس میں گزرے گا، کاش! وہ ان نعمتوں کی حفاظت کرتا، کاش وہ اس کے پاس سے نہ جاتیں، پس واضح ہو گیا کہ آخرت کی نعمتیں ہی بہتر ہیں جن کو فنا نہیں ہے، جو دائمی اور غیر منقطع ہیں اور اگر دنیا کی نعمتیں اعلیٰ درجہ کی نہیں ہیں، بہت معمولی قسم کی ہیں تو پھر ظاہر ہے کہ جنت کی نعمتیں بہت اعلیٰ اور بہت افضل ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں ابنِ آدم سے مراد خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں یا عام افرادِ امت، اس کی تحقیق

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

صحیح مسلم میں از ہمام از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! تم میرے لیے خرچ کرو میں تمہارے لیے خرچ کروں گا، اور ابنِ آدم سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں یا بنو آدم کی جنس ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اضافت کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ آپ تمام مسلمانوں کے سردار ہیں، تو آپ کی طرف خطاب متوجہ ہوتا کہ آپ اس خطاب کے مطابق عمل کریں اور اپنی امت کو تبلیغ کریں۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۱۴۱، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۲ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کا مشروط ہونا

اس حدیث میں جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا، اس حدیث کا منطوق یہ ہے کہ جب تم خرچ کرو گے تو اللہ تم پر خرچ کرے گا، اور اس کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ اگر تم خرچ نہیں کرو گے تو اللہ تم پر خرچ نہیں کرے گا، اور اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

Marfat.com

از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جمع کر کے نہ رکھو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر جمع کر کے رکھے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳۳، صحیح مسلم: ۱۰۲۹)

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "انفق" یعنی میں خرچ کروں گا، یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ پر اس فعل کے اسم کا اطلاق کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کو "المنفق" کہا جائے، کیونکہ صفات کا باب اسماء سے زیادہ وسیع ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۱۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

شیخ عثیمین کی شرح میں مصنف کا اضافہ

میں کہتا ہوں: کہ اللہ تعالیٰ کے افعال سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ان افعال سے مشتق اسماء کا بھی اطلاق کیا جائے، مثلاً قرآن مجید میں مذکور ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ۔ (البقرہ: ۳۱) اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیے۔

لیکن علم کے اطلاق سے اللہ تعالیٰ پر معلم کا اطلاق لازم نہیں آتا، کیونکہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے معلم کا لفظ نہیں ہے اور اس میں معنوی سقم یہ ہے کہ معلم اس کو کہتے ہیں جو معاوضہ لے کر تعلیم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بلا معاوضہ تعلیم دیتا ہے، اسی طرح قرآن مجید میں علام کا لفظ ہے:

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ (المائدہ) بے شک تو ہی تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔

لیکن علام کے اطلاق سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر علامہ کا بھی اطلاق کیا جائے، حالانکہ علامہ کے لفظ میں تاء کا اضافہ ہے اور زیادتی لفظ زیادتی معنی پر دلالت کرتی ہے، تو علامہ کے لفظ میں علام کی بہ نسبت زیادہ مبالغہ ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات پر علامہ کا اطلاق جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں تاء کا بھی ذکر ہے اور تاء تانیث کے لیے بھی آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے عیب اور نقص سے بری ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات پر علام کا اطلاق جائز ہے کیونکہ وہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور علامہ کا اطلاق جائز نہیں ہے۔

پس واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر جن اسماء کا اطلاق آ گیا ہے، انہی اسماء کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر جائز ہے۔ یہاں پر یہ شبہ نہ ہو کہ پھر اللہ تعالیٰ کو خدا بھی نہیں کہنا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسماء کے توقیفی ہونے کا قاعدہ اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات میں ہے اسماء اعلام میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی بھی زبان میں جس لفظ سے تعبیر کیا جائے، اس کا اطلاق جائز ہے اور لفظِ خدا سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا ارادہ کیا جاتا ہے نہ کہ اس کی کسی صفت کا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات پر خدا کا اطلاق کرنا جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۲ کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور میں خرچ کرنے کی ترغیب

اس حدیث میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے اور خرچ نہ کرنے سے تنفر فرمایا ہے اور محققین و مشائخ نے یہ کہا ہے کہ متوکل وہ ہے جس کا اعتماد اس پر ہو جو اللہ کے پاس ہو، نہ اس پر اعتماد ہو جو بندہ کے پاس ہو، کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ لازوال ہے اور جو بندہ کے پاس ہے وہ زوال پذیر ہے، اس حدیث میں اگرچہ ابن آدم کو خطاب ہے یعنی آدم کے بیٹوں کو لیکن آدم کی بیٹیاں بھی اس خطاب میں شامل ہیں، کیونکہ یہ حقیقت عرفیہ ہے یا قیاس ہے۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۹ ص ۶۸-۶۹، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۹ھ)

۵۳۵۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوِ الْقَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ثور بن یزید از ابوالغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لیے سعی (کوشش) کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثل ہے یا اس کی مثل ہے جو رات کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۵۳، ۶۰۰۶، ۶۰۰۷، صحیح مسلم: ۲۹۸۲، سنن ترمذی: ۱۹۶۹، سنن نسائی: ۲۵۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۴۰، مسند احمد: ۸۵۱۵)

صحیح البخاری: ۵۳۵۳ کی شرح از شیخ وحید الزمان غیر مقلد

شیخ وحید الزمان کا مسلمانوں کے طرزِ عمل سے شکوہ

شیخ وحید الزمان غیر مقلد المتوفی ۱۳۲۸ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یتیم خانہ یا محتاج خانہ بنواؤ گے، یتیموں اور بیواؤں اور محتاجوں کی پرورش بھی مسلمانوں نے بالکل چھوڑ دی ہے، نصاریٰ نے اپنے ملکوں میں اس کا بھی انتظام خوب کیا ہے، ان کی قوم کا کوئی شخص محتاجی کی وجہ سے دوسری قوموں میں جا کر نہیں ملتا اور مسلمانوں کی لاپرواہی کی وجہ سے ان کی بیوائیں اور یتیم بچے مجبور ہو کر عیسائیوں میں جا کر مل جاتے ہیں، مسلمان ریاستوں میں جا کر دیکھو تو عجب منظر نظر آتا ہے، بڑے بڑے امراء اور رئیس اور ان کے عالیشان محل اور مکانات، اور پر تکلف سواریوں پر سوار ہو کر نکلتے ہیں، کئی رئیس دن بھر میں چار جوڑے بدلتے ہیں اور رات دن گانوں بجانوں اور ناچ کے جلسوں میں اور شادی بیاہ میں ہزار ہا روپیہ لٹاتے ہیں مگر خود انہی کے محلوں میں ہزار ہا یتیم لڑکے مسلمانوں کے اور بیوائیں بھوکی مرتی ہیں، ان کی خبر تک نہیں لیتے، جس اسلامی ریاست میں جا کر دیکھو نہ کوئی محتاج خانہ نظر آتا ہے نہ کوئی یتیم خانہ نہ کہیں بیوہ فنڈ کا سراغ ملتا ہے، غرض عجب اندھا دھند ہے یہ اللہ کا قہر نہیں ہے تو کیا ہے، ان کی عقل اوندھی ہو گئی ہے۔ (تیسیر الباری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۶۱ نعمانی کتب خانہ لاہور، جون ۱۹۹۰ء)

Marfat.com

شیخ وحید الزمان کی شرح پر مصنف کا تبصرہ اور یہ کہ مسلمانوں نے بھی فلاحی ادارے قائم کیے ہیں اور یتیموں اور بیواؤں کی دادرسی کے لیے مختلف شعبہ جات قائم کیے ہیں

میں کہتا ہوں کہ شیخ وحید الزمان نے مسلمانوں کی بے حسی اور لاپرواہی کی جو تصویر کشی کی ہے فی الواقع ایسا نہیں ہے، اگرچہ اسلامی ممالک میں یورپ کی طرح بے روزگاری فنڈ نہیں ہوتا پھر بھی مسلمانوں نے یتیم خانے بھی قائم کیے ہوئے ہیں، محتاج خانے بھی قائم کیے ہوئے ہیں۔ ہمارے شہر کراچی میں سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ کے متعدد شعبہ جات قائم ہیں جہاں پر صبح شام غریبوں اور فقراء کو مفت کھانا کھلایا جاتا ہے، اور اسی طرح عالمگیر ٹرسٹ ہے، اس میں بھی صبح وشام غریبوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، اور ملک اور بیرون ملک ضرورت مندوں، سیلاب زدگان اور مصیبت زدہ لوگوں کے لیے ضرورت کے سامان کی ترسیل کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح المصطفیٰ ویلفیئر ٹرسٹ ہے جو غریب مریضوں کا مفت علاج کرتے ہیں اور دیگر فلاحی کام کرتے ہیں، اسی طرح عبدالستار ایدھی کا ٹرسٹ ہے جو انواع واقسام کے فلاحی کام کرتے ہیں، اور لاوارث مرنے والوں کی اور ضرورت مند لوگوں کی میتوں کی تجہیز وتکفین کرتے ہیں، اور شہر میں جو مختلف حوادث اور ٹارگٹ کلنگ کی وجہ سے مختلف مقامات پر لاشیں پڑی ہوتی ہیں، ان لاشوں کو اٹھاتے ہیں اور ان کی تجہیز وتکفین کرتے ہیں، اور نادار لڑکیوں کی شادیاں کراتے ہیں، بیماروں کا علاج کرتے ہیں اور یتیموں کی کفالت کرتے ہیں، اسی طرح 2005ء میں جب زلزلہ آیا تو سعودی عربیہ اور دیگر مسلمان ممالک کی طرف سے مسلمانوں کی بڑے پیمانے پر امداد کی گئی، ان کے لیے خیمے مہیا کیے گئے اور کھانے پینے کے لیے راشن مہیا کیا گیا، اسی طرح چند سال پہلے جب پاکستان میں سیلاب آیا تو سیلاب زدگان کی امداد کے لیے خود پاکستانی قوم نے اور دیگر اسلامی ممالک نے سیلاب زدگان کی بڑے پیمانے پر امداد کی، تو ایسا نہیں ہے کہ مسلمان قوم بالکل ہی بے حس ہوگئی ہو اور اس نے غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی دادرسی کا بالکل انتظام نہ کیا ہو اور قرآن مجید اور احادیث کے احکام کو کلیۃً فراموش کر دیا ہو، مگر شکوہ ہے تو حکومت سے یعنی جو کام حکومت کی طرف سے ہونا چاہیے تھا وہ مسلمان اہل ثروت اور درمیانہ طبقہ کے لوگ کر رہے ہیں۔ اگر ان کو حکومتی سرپرستی حاصل ہو تو مزید کارِ خیر انجام دیے جاسکتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ثور کا ذکر ہے، یہ لفظ ثاء کے ساتھ ہے اور ابوالغیث کا ذکر ہے یہ سالم ہیں جو ابن مطیع القرشی کے آزاد شدہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''الارملة'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: بیوہ عورت جس کا خاوند فوت ہوگیا ہو۔ اور اس حدیث میں ''او القائم اللیل'' کا ذکر ہے، یہ راوی کو شک ہے اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں واؤ کے ساتھ ہے، اور ''القائم اللیل'' میں تینوں حرکات

Marfat.com

جائز ہیں جیسے الحسن الوجہ میں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۳ کی شرح از علامہ القسطلانی

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت

اس باب کا عنوان ہے: ''اہل پر خرچ کرنے کی فضیلت'' اور اس حدیث میں بیوہ اور مسکین پر خرچ کرنے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، اس کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ جب بیوہ اور مسکین پر خرچ کرنے کا ایسا مرتبہ ہے کہ جو آدمی دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو قیام کرتا ہو جب کہ بیوہ اور مسکین اس کے اہل میں سے نہیں ہیں تو پھر اپنے اہل پر خرچ کرنے کا ثواب بہ طریقِ اولیٰ زیادہ ہوگا۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۴۲، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۳ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیوہ اور مسکین کی کفالت بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے

اس حدیث میں جن لوگوں کا ذکر کیا ہے، ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیواؤں اور یتیموں کی کفالت کرتے ہیں اور ان کی اصلاحِ احوال کے لیے انتظامی امور سر انجام دیتے ہیں، کیونکہ جو ان لوگوں کی کفالت کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو یا راتوں کو قیام کرتا ہو اور دن کو روزہ رکھتا ہو اور یہ بندہ کے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ وہ اپنی اولاد پر خرچ کرے اور اپنی بیوی پر خرچ کرے اور اس خرچ کرنے کی وجہ سے وہ مجاہد اور روزہ دار کے ثواب کو پالے۔
(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۱۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۳ کی شرح از شیخ محمد علی صابونی

شیخ محمد علی صابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

رشتہ داروں کو صدقہ دینے کا عظیم اجر ہونا

کمزوروں اور بیواؤں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ احسان کرنا اللہ تعالیٰ کی عظیم قربات اور عبادات میں سے ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے جس نے کسی بیوہ عورت کی مدد کی اور جس نے کسی کمزور مسکین پر خرچ کیا تو وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے مرتبہ میں ہے، کیونکہ اس احسان کے ذریعہ ان کمزور لوگوں کی حیات کے حصول کا سبب ہے تو ایسا شخص اس مرد کی طرح ہے جو رات کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور دن میں روزہ رکھتا ہے، اور اس میں اجرِ عظیم ہے، اور وہ کتنا عظیم اجر ہے جس کو مومن آخرت میں حاصل کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ	پس آپ قرابت داروں کو ان کا حق ادا کریں، اور مسکینوں کو اور مسافروں کو، یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کا ارادہ

Marfat.com

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ (الروم) کرتے ہیں اور وہی کامیاب ہیں O

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب مالدار لوگ غریبوں کی مدد کریں تو اس میں ترجیح یہ ہے کہ پہلے اپنے قرابت داروں کو دیں کیونکہ اس میں صلہ رحم ہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو، خواہ زیورات سے کیا کرو، حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے کہا: آپ خالی ہاتھ اور مفلس ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے، آپ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کریں کہ اگر آپ کو دینا بھی ادائیگی صدقہ کے لیے کافی ہو تو فبہا ورنہ میں آپ کے سوا کسی اور کو صدقہ دے دیتی ہوں، حضرت زینب بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: تم خود جاؤ، حضرت زینب بیان کرتی ہیں کہ میں گئی تو میں نے دیکھا کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑی ہے اور اس کو بھی یہی مسئلہ درپیش تھا اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مرعوب رہتے تھے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے تو ہم نے کہا: آپ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں کہ دو عورتیں دروازہ پر یہ معلوم کرنے کے لیے کھڑی ہیں کہ وہ اپنے شوہروں اور ان کی گود میں جو یتیم بچے ہوں اور وہ ان کو صدقہ دیں تو کیا ان کا صدقہ ادا ہو جائے گا؟ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔ حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے یہ مسئلہ معلوم کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے پوچھا: وہ عورتیں کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ ایک انصار کی عورت ہے اور دوسری زینب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کونسی زینب؟ انہوں نے بتایا کہ عبداللہ بن مسعود کی بیوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں دو اجر ملیں گے، ایک اجر قرابت کا اور ایک اجر صدقہ کا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۶۶)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں کمزوروں اور خصوصاً بیواؤں اور مسکینوں پر خرچ کرنے کی فضیلت اور ترغیب ہے۔

(۲) ان ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کا اجر اس مجاہد کے اجر کی مثل ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس روزہ دار کے اجر کی مثل ہے جو دن میں روزہ رکھتا ہے اور رات کو اٹھ کر نمازیں پڑھتا ہے اور اس کو سستی عارض نہیں ہوتی۔ اور حدیث قدسی میں ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے ابن آدم! خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا''۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۴۱، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۵۳۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ رضی الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَعُودُنِي وَأَنَا مَرِيضٌ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لِي مَالٌ أُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرِ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثِ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ وَمَهْمَا أَنْفَقْتَ فَهُوَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از سعد بن ابراہیم از عامر بن سعد از حضرت سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت فرما رہے تھے اور میں مکہ میں بیمار تھا تو میں نے عرض کیا: میرے پاس مال ہے، میں اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: تو کیا میں آدھے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں

لَكَ صَدَقَةٌ حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا فِي امْرَأَتِكَ وَلَعَلَّ اللهَ يَرْفَعُكَ يَنْتَفِعُ بِكَ نَاسٌ وَيُضَرُّ بِكَ آخَرُونَ۔

نے کہا: پھر میں تہائی مال کی وصیت کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تہائی مال، اور تہائی مال بہت زیادہ ہے، اگر تم اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑ دو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو، وہ لوگوں کے سامنے اپنے ہاتھوں کو پھیلائیں اور تم جو بھی خرچ کرو گے تو وہ تمہارے لیے صدقہ ہوگا حتیٰ کہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو، وہ بھی صدقہ ہوگا اور یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارا مرتبہ بلند کرے گا (یعنی تم کو حاکم بنائے گا)، اور تم سے لوگوں کو نفع ہوگا (یعنی مسلمانوں کو) اور دوسروں کو (یعنی کافروں کو) تم سے نقصان پہنچے گا۔

(صحیح البخاری: ۵۶، ۱۲۹۵، ۲۷۴۲، ۲۷۴۴، ۳۹۳۶، ۴۴۰۹، ۵۳۵۴، ۵۶۵۹، ۵۶۶۸، ۶۳۷۳، ۶۷۳۳، صحیح مسلم: ۱۶۲۸، سنن ترمذی: ۲۱۱۶، سنن ابوداؤد: ۲۸۶۴، مسند احمد: ۱۵۴۹، موطا امام مالک: ۱۴۹۵)

امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۶ میں اس حدیث کا مکمل متن نہیں لکھا، اس حدیث کا مکمل متن صحیح البخاری: ۱۲۹۵ میں مذکور ہے جو درج ذیل ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال مجھے شدید درد تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے، سو میں نے کہا: مجھے سخت درد ہو رہا ہے اور میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے، کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر میں نے پوچھا: میں آدھا مال صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر آپ نے فرمایا: تم تہائی مال صدقہ کردو، تہائی مال بھی بہت زیادہ ہے، بے شک اگر تم اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں، اور بے شک تم جو بھی خرچ کرو گے جس سے تم اللہ کی رضا جوئی کا ارادہ کرو گے تو تم کو اس پر اجر ملے گا حتیٰ کہ تم جو کچھ اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے (اس پر بھی تم کو اجر ملے گا)، پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، کیا میں اپنے اصحاب کے پیچھے رہ جاؤں گا، آپ نے فرمایا: تم بے شک ہرگز پیچھے نہیں چھوڑے جاؤ گے، تم جو بھی نیک کام کرو گے اس سے تمہارا درجہ اور بلند ہوگا، پھر یقیناً تم پیچھے چھوڑے جاؤ گے حتیٰ کہ ایک قوم تم سے نفع حاصل کرے گی اور دوسری قوم تم سے نقصان اٹھائے گی، اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھنا اور ان کو ان کی ایڑھیوں پر نہ لوٹانا، لیکن بے چارہ (حضرت) سعد بن خولہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے افسوس کر رہے تھے کیونکہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن الملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر مرثیہ پڑھا یعنی اظہار افسوس کیا، کیونکہ وہ مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد مکہ میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

Marfat.com

فوت شدہ لوگوں پر مرثیہ کرنے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرثیہ پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۳۸۳ (کتاب الجنائز) .)

قاضی عیاض نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حدیث میں جو ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں ان کی وفات پر اظہار افسوس کر رہے تھے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام نہ ہو، کیونکہ ایک روایت میں ہے لیکن سعد بن خولہ بے چارہ اس زمین میں فوت ہو گیا جس زمین سے اس نے ہجرت کی تھی اور اس میں مرثیہ کا لفظ نہیں ہے۔ (اکمال المعلم ج ۵ ص ۳۶۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص کا تذکرہ

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ ھ، لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص کا نام سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری ہے، ان کی والدہ کا نام حمنہ بنت ابی سفیان بن امیہ ہے۔

یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، یہ چھ افراد کے بعد مسلمان ہوئے تھے، ایک قول یہ ہے کہ چار افراد کے بعد مسلمان ہوئے تھے، جس وقت انہوں نے اسلام قبول کیا ان کی عمر سترہ سال تھی، یہ ان عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی اور ان چھ صحابہ میں سے ہیں جن کو حضرت عمر نے مجلس شوریٰ میں شامل کیا تھا، جن کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شہادت دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے وقت ان سے راضی تھے۔ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے ہیں، یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے راہ خدا میں خون بہایا، یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پہلا عرب ہوں جس نے راہِ خدا میں تیر چلایا، بخدا! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتے تھے اور درختوں کے پتوں کے سوا ہمارے کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نماز پڑھنے کے بعد پہاڑ کی گھاٹیوں میں کفار قریش کے خوف سے چھپ جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک گھاٹی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ چند صحابہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اچانک کچھ مشرکین آگئے، انہوں نے مسلمانوں کی مذمت کی اور ان کے دین کو برا کہا، پھر ان سے لڑائی چھڑ گئی، حضرت سعد نے اونٹ کے جبڑے کی ایک ہڈی ایک مشرک کو مار کر اس کا سر پھاڑ دیا، اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون بہایا گیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فارسیوں کے خلاف جو فوج بھیجی تھی، اس کا امیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا، حضرت سعد نے ایرانیوں کو قادسیہ کے مقام پر شکست دی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہی مدائن کسریٰ کو عراق میں فتح کیا، کوفہ کی بنیاد رکھی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عراق کا گورنر بنایا گیا، پھر معزول کر دیا گیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شوریٰ میں رکھا تھا تو فرمایا: اگر ان کو خلیفہ بنا دیا جائے تو فبہا، ورنہ میرے بعد جو بھی شخص خلیفہ بنے میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ سعد کو گورنر بنائے، کیونکہ میں نے سعد کو کسی عجز یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا گورنر بنایا، پھر ان کو معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔

Marfat.com

قیس بن حازم، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی: اے اللہ سعد! کی دعاؤں کو قبول فرما، حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب بھی دعا کرتے تھے، ان کی دعا قبول ہوتی تھی، لوگوں کو اس کا علم تھا اور وہ حضرت سعد کی دعاءِ ضرر سے ڈرتے تھے، جب حضرت عثمان شہید کر دیے گئے اور مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ ہوئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص فتنہ سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھے رہے، ان کے بیٹے اور بھتیجوں نے یہ چاہا کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت سعد لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دیں لیکن انہوں نے یہ بات نہیں مانی اور سلامتی کو طلب کیا، حضرت معاویہ نے انہیں اپنے ساتھ ملانا چاہا لیکن حضرت سعد نے انکار کر دیا۔

حضرت سعد نے ۵۵ھ میں وفات پائی، مروان نے نماز جنازہ پڑھائی، مہاجرین میں سے فوت ہونے والے آپ آخری صحابی تھے۔

(اسد الغابہ، ج ۲ ص ۴۵۶-۴۵۲ ملخصا، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت سعد بن خولہ کا تذکرہ

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد البر القرطبی المالکی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

موسیٰ بن عقبہ نے حضرت سعد بن خولہ کا تذکرہ بدریین میں کیا ہے اور یہ حضرت سُبیعہ اسلمیہ کے خاوند تھے، جن کے ہاں ان کی وفات کے چند راتوں کے بعد بچہ پیدا ہوا تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اب تمہاری عدت پوری ہوگئی ہے اب تم جس سے چاہو نکاح کرو۔

امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ مروان نے حضرت عبد اللہ بن عتبہ کو حضرت سبیعہ بنت الحارث کے پاس بھیجا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو کیا فتویٰ دیا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ وہ حضرت سعد بن خولہ کے نکاح میں تھیں، وہ حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اور وہ بدری صحابی تھے اور ان کی وفات کے چند راتوں بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تمہاری عدت پوری ہوگئی ہے اب تم جس سے چاہو نکاح کرو۔

اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حضرت سعد بن خولہ مکہ میں حجۃ الوداع میں فوت ہوئے تھے، سوا اس کے کہ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ ۷ ہجری میں فوت ہوئے تھے اور صحیح یہ ہے کہ وہ حجۃ الوداع میں فوت ہوئے تھے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۲ ص ۱۵۳-۱۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے، اور امام اور سربراہِ ملک کا اپنے اصحاب کی عیادت کرنا مستحب ہے، خواہ وہ سفر میں ہوں اور حضر میں عیادت کرنا زیادہ بہتر ہے۔ نیز حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو مرض کی شدت پہنچے تو وہ اس کا اظہار کرے، نہ بہ طور ناراضگی اور شکایت کے بلکہ اس لیے کہ اس کے لیے دوا حاصل کی جائے اور علاج کیا جائے یا کوئی مرد صالح اس کے لیے دعا کرے یا وصیت کرے یا وہ اپنے حال کے متعلق فتویٰ حاصل کرے اور یہ اس کے مرض کے اجر کے منافی نہیں ہے، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال کو جمع کرنا مباح اور جائز ہے، اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ میرے پاس بہت مال ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۸)

Marfat.com

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مالداروں کے لیے صدقہ کرنا مستحب ہے اور وصیت میں وارث کی رعایت کرنی چاہیے اور وارث کے لیے تہائی مال کی وصیت کرنا مخصوص ہے اور اس میں ظاہریہ کا اختلاف ہے اور ان کا قول غلط ہے جنہوں نے کہا کہ تہائی مال کی وصیت اس کے لیے جائز ہے جس کا کوئی وارث نہ ہو، جو اس کے ترکہ سے مال حاصل کرے۔

(۳) وصیت کرنے میں تہائی مال کی وصیت کرنا کثرت کی حد ہے اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس کا وارث ہو تو اس کی وصیت تہائی مال سے زیادہ میں جائز نہیں ہے، اور جس کا کوئی وارث نہ ہو تو ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس کے لیے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام اسحاق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل نے ایک روایت میں اس کو جائز قرار دیا ہے۔ (الشرح الکبیر ج ۱۷ص ۲۱۷، احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۱۱۲)

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وارثوں کے لیے خوش حالی کو طلب کرنا اس پر راجح ہے کہ ان کو حالِ فقر میں چھوڑ دیا جائے، اور اسی وجہ سے غنی شاکر کو فقیر صابر پر فضیلت دی گئی ہے۔

(۵) اس حدیث میں صلۂ ارحام اور اقارب کی طرف احسان کو برانگیختہ کیا ہے، اور یہ کہ اقارب میں سے جو بتدریج قریب ہو اس کے ساتھ بتدریج احسان کیا جائے۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ثواب کے حصول میں اور نیکی کے کام میں خرچ کرنے میں اخلاص شرط ہے، اور مباح بھی نیت صالحہ کے ساتھ عبادت ہو جاتا ہے کیونکہ بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنا انسان کی عادت ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی کرتا ہے، لیکن اس میں بھی اللہ کے حکم پر عمل کرنے کی نیت کی جائے تو اس پر بھی اس کا ثواب ملے گا۔

(۷) کبھی انسان کے مقاصد دینیہ ہوتے ہیں اور وہ مصائب میں مبتلا ہوتا ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا انجام بخیر کرے اور اس حدیث میں طویل عمر کی بھی فضیلت ہے تاکہ طویل عمر کی وجہ سے انسان نیک کام زیادہ کرے۔

(۸) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ظاہرہ ہیں، کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ حضرت سعد کی عمر طویل ہوگی تو وہ شہروں کو فتح کریں گے اور کچھ قومیں ان سے فائدہ حاصل کریں گی یعنی مسلمان قومیں اور کچھ قوموں کو ان سے ضرر ہوگا یعنی کافر قومیں، اور اس حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی منقبت اور فضیلت ہے اور اس حدیث میں اور بھی بے شمار فضائل ہیں کہ نیکی کے کاموں کی طرف سبقت کرنا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر کمالِ شفقت کا بیان ہے اور ہجرت کی تعظیم کا بیان ہے۔

(۹) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے لیے وصیت کریں اور یہ تو اس حدیث میں خبر ہے کہ ان کی وارث صرف ان کی بیٹی تھی، اور اگر رشتہ داروں کے لیے وصیت منسوخ نہ ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کو یہ حکم دیتے کہ تم باقی رشتہ داروں کے لیے بھی وصیت کرو، اس سے معلوم ہوا کہ یہ رشتہ داروں کے لیے وصیت منسوخ نہیں ہے، لیکن عام علماء کے نزدیک رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا منسوخ ہو چکا ہے۔

اور شعبی اور النخعی نے کہا ہے کہ رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا مستحب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپ نے رشتہ داروں کے لیے وصیت نہیں کی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی بیماری کے ایام میں آپ کے پاس گئے، انہوں نے ارادہ کیا کہ آپ ان کے لیے وصیت کریں تو آپ نے ان کو منع فرمایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۳۶، کتاب الوصایا، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۲۷۳-۲۷۴)

Marfat.com

(١٠) صحیح مسلم میں یہ حدیث مذکور ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت سعد نے کہا: مجھے یہ خوف ہے کہ میں اس زمین میں فوت ہو جاؤں گا جس سے مجھے ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تھا، تو آپ نے تین مرتبہ دعا فرمائی: اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما، اور اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ تمہارا اپنے مال سے صدقہ کرنا بھی صدقہ ہے، اور تمہارا اپنے عیال پر بھی صدقہ کرنا یہ بھی صدقہ ہے اور تمہاری بیوی جو تمہارے مال سے کھائے وہ بھی صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۸، کتاب الوصیت، باب الوصیۃ بالثلث)

اور حاکم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا، پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے اور پیٹ پر پھیرا اور پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو مکمل فرما۔

(المستدرک ج ۱ ص ۳۴۲، کتاب الجنائز، باب ثواب عیادۃ المریض)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۹ ص ۵۴۲-۵۵۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: اس حدیث کی شرح نعمۃ الباری ج ۳ ص ۴۴۸-۴۵۱ میں گزر چکی ہے، وہاں ہم نے اس کی شرح عمدۃ القاری اور شرح ابن بطال کے حوالہ سے کی تھی اور یہاں اس کی شرح علامہ ابن الملقن کی التوضیح کے حوالہ سے کی ہے اور یہ شرح پہلی شرح سے زیادہ مفصل اور زیادہ محقق ہے اور اس وقت ہمارے پاس قطر سے علامہ ابن الملقن کی التوضیح نہیں پہنچی تھی، سو یہاں ہم نے علامہ ابن الملقن کی اس شرح کو تفصیل سے ذکر کر دیا اور یہ تنبیہ اس لیے کر دی ہے کہ قارئین میں سے کسی کو شرح کی تکرار کا وہم نہ ہو۔

صحیح البخاری: ۵۳۵۴ کی شرح از شیخ وحید الزمان غیر مقلد

شیخ وحید الزمان غیر مقلد متوفی ۱۳۳۸ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسی امید ظاہر فرمائی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کیا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آنحضرت کی وفات کے بعد مدت دراز تک زندہ رہے، عراق کا ملک انہوں نے ہی فتح کیا، کافروں کو زیر کیا، مدتوں عراق کے حاکم رہے۔

(تیسیر الباری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۶۲ نعمانی کتب خانہ لاہور، جون ۱۹۹۰ء)

شیخ وحید الزمان غیر مقلد کی شرح پر مصنف کا تبصرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا ثبوت

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں جب لَعَلَّ کا لفظ آئے تو اس کا معنی شاید یا امید نہیں ہوتا بلکہ یقین ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق جو پیش گوئی فرمائی تھی، یہ کسی امید یا احتمال کی وجہ سے نہیں فرمائی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ علم غیب سے مطلع فرما دیا تھا اور آپ نے جان لیا تھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس بیماری میں فوت نہیں ہوں گے اور مدت دراز تک زندہ رہیں گے اور عراق ان کے ہاتھوں پر فتح ہوگا اور ان کی وجہ سے اسلامی مملکت میں اضافہ ہوگا، مسلمان فتحیاب ہوں گے اور کفار خائب و خاسر اور ناکام ہوں گے اور ان کو شکست ہوگی، سو اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے اور چونکہ شیخ وحید الزمان غیر مقلد ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عطائی علم غیب کے قائل نہیں ہیں، اس لیے انہوں نے یہاں علم غیب کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امید پوری ہوگئی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۵۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے لغوی معانی، نحوی ترکیب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بیان

یہ حدیث کتاب الجنائز باب رثاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے وہاں اس حدیث کو از عبد اللہ بن یوسف از مالک از ابن شہاب از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود روایت کی ہے اور وہاں اس حدیث کی زیادہ تفصیل ہے۔

علامہ عینی نے اس حدیث کی عربی عبارات کی ترکیب بیان کی ہے اور لغوی معنی بیان کیا ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ ''شطر'' کا معنی ہے: نصف اور یہ منصوب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الثلث''، یعنی تم تہائی دے دو، اور تہائی دینا تمہیں کافی ہوگا۔ پھر علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جب تم اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھو گے تو اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا، حالانکہ بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی عبادت کے قبیل سے نہیں ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنے سے بھی اجر ملے گا تو جو بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرے گا تو اس کو تو بہ طریق اولیٰ زیادہ اجر ملے گا۔

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں معجزہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص زندہ رہے حتیٰ کہ انہوں نے عراق کو فتح کیا اور ان سے مسلمانوں کو ان کے دین اور دنیا میں نفع پہنچا اور کفار کو اپنے عقائد میں ضرر پہنچا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰-۲۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۴ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عنقریب کتاب الادب میں یہ حدیث آئے گی، اس میں یہ الفاظ ہیں: اس کا اجر اس شخص کی طرح ہے جو رات کو قیام کرتا ہو اور سست نہ ہوتا ہو اور دن کو اس روزہ دار کی طرح ہے جو روزہ چھوڑتا نہ ہو اور سعی کا معنی یہ ہے کہ جو بیوہ اور مسکین کے لیے آتا اور جاتا ہے اور ''الارملة'' کا معنی ہے: جو عورت فوت ہو جائے اور اس کا خاوند نہ ہو۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۹۹، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۵۰، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۴ کی شرح از علامہ کورانی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو مکہ میں بیمار ہو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عیادت کی، اور اس میں تہائی مال کی وصیت کرنے کا حکم ہے اور یہ ارشاد ہے کہ اپنے ورثاء کو فقراء نہ چھوڑو کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں، کہ لوگ ان کے ہاتھوں میں اپنے صدقات عطا کریں۔ یہ حدیث کتاب الوصایا میں گزر چکی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۴۲)

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۹ ص ۶۹، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

٢- بَابٌ: وُجُوبِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ وَالْعِيَالِ بیوی اور بچوں پر خرچ کرنے کا وجوب

باب مذکور کے عنوان کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل کا نفقہ مرد کے اوپر واجب ہے اور اہل سے یہاں مراد بیوی ہے اور اس پر العیال کا عطف ہے، اور یہ عام کا خاص پر عطف ہے، اور عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر مرد خرچ کرتا ہے اور ان کو روزی مہیا کرتا ہے اور جوہری نے کہا ہے: عیال کا واحد عیل ہے، اور اس کی جمع عیائل ہے، جیسے جید اور جیاد اور جیائید ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢١ ص ٢١، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٥٣٥٥- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غِنًى وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ تَقُولُ الْمَرْأَةُ إِمَّا أَنْ تُطْعِمَنِي وَإِمَّا أَنْ تُطَلِّقَنِي وَيَقُولُ الْعَبْدُ أَطْعِمْنِي وَاسْتَعْمِلْنِي وَيَقُولُ الِابْنُ أَطْعِمْنِي إِلَى مَنْ تَدَعُنِي فَقَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ لَا هَذَا مِنْ كِيسِ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو خوشحالی کو چھوڑے اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کرنے کی ابتداء اپنے زیر کفالت لوگوں سے کرو، بیوی کہے گی: یا تو مجھے تم کھلاؤ یا تم مجھے طلاق دو اور نوکر یا غلام کہے گا: مجھے کھلاؤ اور مجھ سے کام لو، اور بیٹا کہے گا: مجھے کھلاؤ تم مجھے کس کے سپرد کرتے ہو؟ لوگوں نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! کیا تم نے یہ پوری حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، انہوں نے کہا: نہیں، یہ ابو ہریرہ کی فراست سے مستفاد ہے۔

(صحیح البخاری: ١٤٢٦، ١٤٢٨، ٥٣٥٥، ٥٣٥٦، صحیح مسلم: ١٠٣٤، سنن نسائی: ٢٥٤٤، سنن ابوداؤد: ١٦٧٦، مسند احمد: ٨٩٧٠، سنن دارمی: ١٦٥١)

صحیح البخاری: ٥٣٥٥ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کی سند مذکور ہے کہ عمر بن حفص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد کا نام حفص بن غیاث ہے اور اس سند میں مذکور ہے کہ وہ الاعمش سے روایت کرتے ہیں، اس سے مراد ہیں سلیمان الاعمش: پھر مذکور ہے کہ وہ ابو صالح سے روایت

Marfat.com

کرتے ہیں اور ابو صالح کا نام ہے ذکوان السمان۔

''الکیس'' کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے: یہ کیس ابو ہریرہ سے ہے یعنی یہ ابو ہریرہ کا قول ہے، یہ صاحب التوضیح نے کہا ہے اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ الکیس میں کاف کے نیچے زیر ہے یعنی کیس اور اس سے مراد ہے ظرف اور اس قول سے حضرت ابو ہریرہ نے ان پر انکار کیا ہے جو ان سے اس حدیث سے متعلق سوال کرتے تھے یعنی یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عقل اور فراست سے تفصیل مستفاد ہے اور بعض شارحین نے کہا: یہ حدیث مدرج ہے۔

حدیث مذکور سے استنباط شدہ مسائل اور احکام

(۱) مرد کا حق دوسروں کے حقوق پر مقدم ہے۔

(۲) اولاد اور بیوی کا خرچ فرض ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۳) نوکر اور غلام کا خرچ بھی واجب ہے۔

اگر کوئی شخص افلاس کی وجہ سے بیوی کو خرچ نہ دے تو بیوی کی اپنے شوہر سے علیحدگی کے متعلق فقہاء کا اختلاف

(۴) اس حدیث میں ارشاد ہے: ''بیوی کہے گی: یا تو مجھے کھلاؤ یا مجھ کو طلاق دو''، اس سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر مرد بیوی کو اپنی غربت اور افلاس کی وجہ سے خرچ نہ دے سکے اور عورت اس سے علیحدگی چاہے تو ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

بعض علماء نے کہا ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور مخالف نے کہا ہے کہ عورت پر لازم ہے کہ وہ صبر کرے اور عورت کا خرچ مرد کے ذمہ لازم ہے اور جمہور فقہاء کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا (البقرۃ:۲۳۱) اور ان کی بیویوں کو ضرر پہنچانے کے لئے نہ روکے رکھو تا کہ تم ان پر زیادتی کرو۔

اور فقہاء احناف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اگر اس صورت میں شوہر اور بیوی کے درمیان مفارقت واجب ہوتی تو اگر عورت اس تنگدستی میں رہنے پر راضی ہوتی تو ان کے درمیان نکاح کی بقاء جائز نہ ہوتی اور اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ ان کا اجماع ان کی بقاء کے جواز پر دلالت کرتا ہے بشرطیکہ عورت راضی ہو جائے اور جب عورت راضی نہ ہو تو وہ ممانعت کے عموم پر باقی ہے اور اس کا قیاس ہے غلام اور حیوان پر، کیونکہ جو شخص غلام کو اپنی غربت کی وجہ سے نہ کھلا سکے تو اس کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس غلام کو فروخت کر دے۔

جمہور فقہاء کے دلائل کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف نے جو کہا ہے وہی عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ اور ابن شہاب زہری متوفی ۱۵۲ھ کا قول ہے، اور ابن شبرمہ اور ابو سلیمان اور عمر بن عبد العزیز متوفی ۱۰۱ھ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے بھی یہی منقول ہے اور عبد الوارث نے از عبید اللہ بن عمر از نافع از ابن عمر اسی طرح روایت کی ہے اور انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لشکر کے

امراء کی طرف مکتوب لکھا کہ فلاں اور فلاں کو بلاؤ، کیونکہ کچھ لوگ مدینہ سے منقطع ہو گئے اور مدینہ سے سفر کر کے چلے گئے یا تو وہ اپنی بیویوں کے پاس واپس جائیں یا اپنی بیویوں کا نفقہ ان کی طرف بھیجیں اور یا ان کو طلاق دے دیں اور جو پچھلا نفقہ گزر چکا ہے وہ بھی ادا کریں، اور اس کے علاوہ اور کسی چیز سے انہوں نے تعارض نہیں کیا اور اس معترض نے جو کہا ہے کہ مخالف نے کہا ہے اگر اس سے اس کی مراد امام ابوحنیفہ ہیں تو امام ابوحنیفہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے جب کہ بہ کثرت فقہاء تابعین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے، اور اس کا یہ قول محض اس کے تعصب کی بناء پر ہے، اور اگر معترض کی مراد بالخصوص امام ابوحنیفہ نہیں ہے تو اس کو چاہیے تھا کہ وہ یوں کہتا کہ مخالفین نے یہ جواب دیا ہے اور ان کا استدلال البقرہ: ۲۳۱ سے مکمل نہیں ہوتا، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد اور مسروق اور حسن بصری اور قتادہ اور ضحاک اور ربیع اور مقاتل بن حیان اور متعدد فقہاء تابعین نے کہا ہے کہ یہ آیت اس مرد کے متعلق ہے جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور جب وہ عدت کے قریب پہنچ جاتی ہے تو اس سے رجوع کر لیتا ہے تاکہ بیوی کو ضرر پہنچائے اور وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کر سکے، پھر اس کو طلاق دیتا ہے، پھر وہ عدت گزارتی ہے، پھر جب وہ عدت پوری ہونے کے قریب پہنچتی ہے تو پھر اس کو طلاق دے دیتا ہے تاکہ اس کی عدت مسلسل طویل ہوتی جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس فعل سے منع کر دیا اور ان پر وعید سنائی اور فرمایا:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ (البقرہ: ۲۳۱) اور جس نے ایسا کیا تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی اور اپنی جان پر ظلم کیا، لہٰذا جمہور فقہاء کا اس آیت سے استدلال کرنا باطل ہو گیا۔ اور اس ممانعت کا عموم اس طرح نہیں ہے جس طرح انہوں نے بیان کیا ہے، بلکہ یہ ممانعت اس مرد کے متعلق ہے جو مرد اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں روکے رکھنے کے لیے طلاق دیتا ہے اور عدت پوری ہونے سے پہلے پھر رجوع کر لیتا ہے تاکہ بیوی کو تنگ کرے، اور ان کا غلام اور حیوان پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ غلام اور حیوان کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے اور نہ غلام کو ایسا شخص میسر ہوتا ہے جو اس کی کفالت کے لیے اس کو قرض دے اور وہ خرچ نہ ملنے پر صبر نہیں کر سکتا، اس کے برخلاف بیوی صبر کر سکتی ہے اور بیوی کے ذمہ جو اس کا خرچ ہے اس کے لیے قرض لے سکتی ہے اور اس لیے کہ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان اس صورت میں طلاق لازم ہو تو بیوی کا حق باطل ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

فقہاء احناف کے مذکورہ مسلک پر ایک اشکال اور اس کا حل

یہ درست ہے کہ جو مرد عورت کو تنگ کرنے کے لیے طلاق دیتے ہیں اور عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کر لیتے ہیں، اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ تم بیویوں کو ضرر پہنچانے کے لیے اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو، اور جو ایسا کرے گا وہ یقیناً اپنی جان پر ظلم کرے گا اور گناہ گار ہو گا اور ایسی صورت میں عورت کو یہ چاہیے کہ وہ صبر کرے اور خاوند کے ذمہ جو اس کا خرچ ہے اتنی مقدار کسی سے قرض لے کر اپنا گزارہ کرے، لیکن ہمارے زمانے میں بالعموم ایسا ہوتا ہے کہ شوہر بیوی کو اس کا خرچ نہیں دیتا اور طلاق بھی نہیں دیتا کہ وہ کسی اور سے نکاح کر کے اپنا گزارہ کر لے اور اس کو کوئی ایسا کفیل میسر نہیں ہوتا جو اس کو ایک طویل مدت تک بہ طور قرض خرچ دیتا رہے، عورت اس صورت میں خلع کا مطالبہ کرتی ہے اور عدالت میں شوہر کے خلاف دعویٰ دائر کرتی ہے تو شوہر پیش نہیں ہوتا، تو فقہ حنفی میں تو اس کی اجازت نہیں ہے کہ عورت ایسی صورت میں خلع کر لے اور اس ظالم خاوند سے نجات حاصل کر لے، لیکن

Marfat.com

ائمہ ثلاثہ نے اس صورت میں اجازت دی ہے کہ وہ عورت ائمہ ثلاثہ کے مذہب پر خلع حاصل کر لے اور دوسری جگہ نکاح کر لے، کیونکہ اس پر آشوب دور میں عورت کا ملازمت کے لیے نکلنا اور جوان عورت کا عرصۂ دراز تک اپنی خواہشات پر قابو پانا بہت مشکل ہے اور یہ ایک مشکل صورت حال ہے اور اس سے نجات کی صورت یہی ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے مذہب پر عدالت سے خلع حاصل کر لیا جائے اور وہ مظلوم اور مجبور عورت دوسری جگہ نکاح کر لے۔

میں نے اس مسئلہ میں کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ان مسائل میں جو عورتیں اور ان کے متعلقین پریشان پھرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بتلایئے جب خاوند عورت کو نہ آباد کرے نہ طلاق دے تو وہ کیا کرے؟ اسلام میں اس کا کیا حل ہے، یا ایک جوان عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا ہو یا پاگل ہو گیا یا کسی اور لاعلاج مرض میں مبتلا ہو گیا یا کسی جرم کی وجہ سے اس کو عمر قید کی سزا ہو گئی اور اس کی بیوی کے خرچ کی کوئی سبیل نہیں، شوہر طلاق دینے کا اہل نہیں یا دیتا نہیں، اور اس پرفتن دور میں وہ عورت عزت و آبرو کے ساتھ کسب معاش نہیں کر سکتی، بتلایئے وہ عورت کیا کرے؟ اسلام میں اس کا کیا حل ہے؟ تو ہمارے زمانے کے مفتی یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ اسی شوہر کے نکاح میں بیٹھی رہے، جب تک وہ طلاق نہیں دیتا وہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی، فقہ حنفی کا یہی حکم ہے اور اگر وہ عورت عدالت میں چلی جائے اور شوہر پیش نہ ہو اور عدالت طلاق دے دے تو ہمارے زمانے کے فقہاء اس کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ غیر اسلامی طلاق ہے، اس وجہ سے میرے دل میں مدت سے یہ تڑپ تھی کہ میں اس مسئلہ کا حل پیش کروں، صحیح مسلم میں نان ونفقہ سے متعلق حدیث کے تحت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے اقوال میں بے شک اس مسئلہ کا حل نہیں ہے لیکن امام اعظم کے اقوال سے ہی فقہاء حنفیہ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینا، قضاء کرنا اور عمل کرنا جائز ہے، سو اس قاعدہ کی روشنی میں میں نے ائمہ ثلاثہ خصوصاً امام مالک اور امام احمد کے اقوال کے مطابق ان مسائل کا حل بیان کیا ہے، اور میں نے صرف ان اقوال پر اکتفا نہیں کی بلکہ قرآن مجید، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ان مسائل کو ثابت کیا ہے، میری یہ کاوش صرف اس لیے ہے کہ کوئی شخص اسلام کو ناقابل عمل دین نہ سمجھے بلکہ یہ یقین رکھے کہ اسلام میں ہر پیش آمدہ مشکل کا حل موجود ہے، اگر ہم اس حل کو تلاش نہیں کر سکے تو یہ ہماری فہم اور مطالعہ کی کمی ہے، اسلام میں کوئی کمی نہیں ہے۔

اے اللہ! اس مقالہ کو نافع بنا، اسے قبول عام فرما، اس کے مصنف، قاری اور معاون کی خطاؤں سے درگزر کر اور ان کے لیے دارین کی خیر اور سعادت کو مقدر کر دے۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد خاتم النبیین سید المرسلین قائد غر المحجلین وعلیٰ الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

صحیح البخاری: ۵۳۵۵ کی شرح از علامہ ابن ملقن

ہر مسئول سائل سے افضل نہیں ہوتا

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے پہلے اوپر والے ہاتھ اور نیچے والے ہاتھ کی تفسیر میں اقوال گزر چکے ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ سوال کرنے والا ہے، اور ہر وہ شخص جس سے سوال کیا جائے وہ سائل سے افضل نہیں ہوتا، کیونکہ حضرت

Marfat.com

موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام نے بستی والوں سے کھانے کو طلب کرنے کے لیے سوال کیا حالانکہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام دونوں نبی تھے اور انبیاء علیہم السلام عام لوگوں سے ہر حال میں افضل ہوتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو آپ نے سوال کیا کہ کوئی کھانے کی چیز ہے، تو گھر والوں نے بتایا: کچھ نہیں، آپ نے فرمایا: وہ دیگچی میں جو گوشت ہے، تو گھر والوں نے بتایا وہ تو بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے، تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ یہاں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر والوں سے کھانے کی چیز کے متعلق سوال کیا تھا حالانکہ آپ گھر والوں سے افضل تھے۔

شوہر کے افلاس کی وجہ سے نکاح کے فسخ ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ عورت یہ کہے گی کہ مجھے کھانا کھلاؤ ورنہ مجھ کو علیحدہ کر دو۔ (السنن الکبری للنسائی: ۹۲۱۱)

اس حدیث سے امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر شوہر مفلس ہو اور بیوی کو کھانا نہ کھلا سکے تو ان کے درمیان نکاح فسخ کر دیا جائے گا اور اس میں امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کا اختلاف ہے۔ (مختصر الطحاوی ص ۲۲۳، الموطا للامام مالک ص ۳۶۴، کتاب الام للامام الشافعی ج ۵ ص ۹۶، الہدایہ للمرغینانی ج ۲ ص ۳۲۲)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک افلاس کی مدت میں اختلاف ہے، آیا وہ ایک مہینہ ہے یا تین مہینے ہیں یا چند ایام ہیں، سو اس صورت کے کہ مرد نے اس عورت سے حالتِ فقر میں نکاح کیا ہو اور عورت اس کے حال سے واقف ہو تو اب نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ (المنتقی ج ۴ ص ۱۳۱)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ (الطلاق: ٦)

ان مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اور ان پر تنگی کرنے کے لیے ان کو ضرر نہ پہنچاؤ۔

سو افلاس کی حالت میں عورت کو نکاح میں روکے رکھنا اس پر ضرر کی حالت ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بیوی کا خرچ اس سے حصولِ نفع اور حصولِ لذت کی بناء پر واجب ہوتا ہے، کیونکہ اگر عورت نافرمانی کرے اور اس کو جماع کا موقع نہ دے تو اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہوتا، اور جیسا کہ اگر شوہر نامرد ہو تو اس سے مفارقت ہو جاتی ہے، اسی طرح جب شوہر بیوی کو خرچ دینے پر قادر نہ ہو اور اس کو نکاح میں روکے رکھے تو اب بھی مفارقت واجب ہو جائے گی۔

بیوی اور بچوں پر خرچ کرنے کے وجوب پر اجماع

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے دعویٰ کیا ہے کہ مرد پر اہل اور عیال کا خرچ واجب ہے، اور حدیث اس مفہوم میں ظاہر ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اور تم اپنے زیرِ کفالت لوگوں سے صدقہ کی ابتداء کرو'' اور آپ نے صرف صدقہ کا ذکر کیا ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ مرد اپنے زیرِ کفالت افراد پر یعنی اپنی بیوی پر اور اپنی اولاد پر جو خرچ کرتا ہے اس کا شمار بھی صدقہ میں ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بیوی پر خرچ کرنے کے حکم سے ابتداء کی ہے، تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ بیوی پر خرچ کرنے پر کوئی اجر نہیں ہوتا، پس لوگوں کو بتایا کہ بیوی پر خرچ کرنا بھی ان کے لیے صدقہ ہے، یعنی اس حدیث میں جو بیوی اور بچوں پر خرچ کو صدقہ

Marfat.com

فرمایا ہے اس سے یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ خرچ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ نفلی صدقہ کی طرح ہے، سو اس کی توجیہ یہ ہے کہ اگرچہ بیوی اور بچوں پر خرچ کرنا واجب ہے لیکن اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے صدقہ فرمایا ہے کہ اس واجب پر عمل کرنے سے بھی صدقہ کا اجر و ثواب ملتا ہے۔

جس شخص کو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کی ضرورت ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسروں کی ضروریات کو پورا کرے الا یہ کہ اس کے پاس اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات سے زیادہ مال ہو

اس حدیث میں ارشاد ہے" کہ تم اپنے عیال پر صدقہ کرنے سے ابتداء کرو"، یہ آپ نے اس لیے ارشاد فرمایا کہ انسان پر یہ واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے بعد سب سے پہلے اپنے نفس کے حقوق کو ادا کرے، اور جب یہ صحیح ہے تو جس شخص کو اپنے نفس پر خرچ کرنے کی ضرورت ہے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مال کو کسی اور پر خرچ کرے، کیونکہ کسی شخص کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس اور اپنے اہل و عیال کے نفوس کو ضائع کر کے دوسروں کے نفوس کو زندہ کرے، ہاں اس کے لیے دوسروں پر خرچ کرنا اس وقت جائز ہے جب اس کے پاس اس کی اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کرنے سے زائد اور فارغ مال ہو، تو پھر وہ دوسروں کی ضروریات کو بھی پورا کرے، کیونکہ اس کے اوپر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اور اس پر یہ فرض نہیں ہے کہ وہ دوسروں کے اوپر بھی خرچ کرے، البتہ یہ نفل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فرض پر عمل کرنا نفلی عبادات کو ترجیح دینے سے افضل ہے۔

بیٹے اور خادم پر خرچ کرنے کا وجوب

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اولاد پر خرچ کرنا بھی فرض ہے جب کہ وہ اولاد کم سن اور نابالغ ہو، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ "بیٹا یہ کہے گا کہ آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں اور اسی طرح غلام اور نوکر یہ کہے گا کہ مجھے کھلاؤ اور مجھ سے کام لو"، اس سے معلوم ہوا کہ ان پر خرچ کرنا بھی واجب ہے، علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: اسی طرح اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ اپنے عیال پر صدقہ کرنے کی ابتداء کرو"، بلکہ یہ زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ اس کا بیٹا اور اس کا خادم بھی اس کے عیال میں سے ہیں۔

بیوی پر خرچ کرنے کا وجوب

بیوی پر خرچ کرنا بھی قرآن مجید اور حدیث کی نصوص سے واجب ہے، اور نصوص میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ کو فرمایا: "ان بیویوں کا تم پر رزق اور لباس دستور کے مطابق واجب ہے"۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱۸، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "تم ابوسفیان کے مال سے اتنا لے لو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو"۔ (صحیح البخاری: ۲۲۱۱)

جو بچے مالدار نہ ہوں، ان پر خرچ کے وجوب میں فقہاء اسلام کے اقوال

اس پر بھی اجماع قائم ہے کہ مرد پر اپنے کم سن بچوں کا خرچ واجب ہے جن بچوں کے پاس نہ مال ہو اور نہ وہ کمانے پر قادر ہوں۔

Marfat.com

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ جو اولاد بالغ ہو اور مالدار نہ ہوں اور نہ وہ کمائی پر قادر ہوں، ان کے خرچ میں بھی اختلاف ہے۔

فقہاءِ مالکیہ نے کہا ہے کہ باپ پر واجب ہے کہ وہ اپنی صلبی اولاد پر خرچ کرے

فقہاء کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ باپ پر واجب ہے کہ اپنی صلبی اولاد میں سے جو نابالغ مرد ہوں ان پر خرچ کرے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائیں اور بیٹیوں پر خرچ کرے حتیٰ کہ ان کا نکاح کر دے اور ان کی رخصتی ہو جائے، اگر ان کا شوہر رخصتی کے بعد طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو پھر باپ کے ذمہ اس کا خرچ نہیں ہے، اور اگر اس نے رخصتی سے پہلے طلاق دی تو پھر باپ کے ذمہ اس کا خرچ ہے، اور امام مالک کے نزدیک بیٹے کی اولاد کا خرچ دادا پر واجب نہیں ہے۔ (المدونہ ج ۲ ص ۲۵۲)

امام شافعی کے نزدیک نابالغ اولاد پر خرچ کرنا ضروری ہے اور جب وہ بالغ ہو جائیں تو پھر ان پر خرچ کرنا ضروری نہیں ہے سوا اس کے کہ وہ اپاہج ہو جائیں

اور فقہاء کے دوسرے گروہ نے کہا ہے کہ وہ اپنی اولاد پر اس وقت تک خرچ کرے حتیٰ کہ لڑکے کو احتلام ہو جائے اور لڑکی کو حیض آ جائے، یعنی دونوں بالغ ہو جائیں، پھر باپ کے اوپر ان کا نفقہ واجب نہیں ہے، سوا اس صورت کے کہ اس کی اولاد اپاہج ہو، برابر ہے کہ وہ مرد ہو یا عورت جب تک کہ ان کے پاس اموال نہ ہوں اور اس میں بیٹا اور بیٹے کی اولاد کا حکم ایک ہی ہے، جب تک کہ ان کے لیے ان کا باپ ان پر خرچ پر قادر نہ ہو اور یہ امام شافعی کا قول ہے، اور الثوری نے کہا: مرد کو اس کی کم سن اولاد کے خرچ پر مجبور کیا جائے گا اور مردوں کے خرچ پر بھی مجبور کیا جائے گا لڑکا ہو یا لڑکی، پس اگر وہ بڑے ہوں تو لڑکیوں کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا اور لڑکوں کے نفقہ پر مجبور نہیں کیا جائے گا سوا اس کے کہ وہ اپاہج ہوں۔

اور فقہاء کے ایک اور گروہ نے کہا ہے کہ تمام بچوں کا خرچ دینا ضروری ہے، خواہ لڑکا اور لڑکی بالغ ہوں یا نہ ہوں اور ان کے پاس اموال ہوں، خواہ وہ خرچ سے مستغنی ہوں یا نہ ہوں، جیسا کہ حضرت ہند کی ظاہر حدیث کا تقاضا ہے اور انہوں نے بالغ کا استثناء نہیں کیا۔

علامہ ابن الملقن کہتے ہیں کہ حضرت ہند کی حدیث میں ایک واقعہ کا ذکر ہے اور اس میں عموم نہیں ہے، اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ بیٹا کہے گا: مجھے کھلاؤ مجھے کس کے سپرد کرتے ہو، یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا یہ اس وقت کہے گا جب اسے روزی کمانے اور محنت مزدوری کی طاقت نہ ہو اور جو بلوغت کی عمر کو پہنچ گیا وہ ایسا نہیں کرے گا، کیونکہ جو چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گیا اور کمانے کی عمر کو پہنچ گیا تو پھر اس کا خرچ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (النساء: ۶) اور یتیموں کا (بہ طور تربیت) امتحان لیتے رہو، حتیٰ کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں۔

اس آیت میں نکاح کی حد تک پہنچنے کو بلوغت کی حد قرار دیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶، ص ۱۵-۱۸، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۵۵ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی الشافعی المتوفی ۴۴۹ ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل اور عیال کے نفقہ کے وجوب پر فقہاءِ اسلام کی عبارات

المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ اہل وعیال کا نفقہ بالاجماع واجب ہے،اور یہ حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ''تم اپنے عیال سے خرچ کی ابتداء کرو''۔الحدیث۔اس سلسلہ میں حجت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اپنے عیال سے خرچ کی ابتداء کرواور صرف صدقہ کا ذکر فرمایا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ مرد پر ان کا نفقہ واجب ہے جو اس کے زیر کفالت ہوں اس کی بیوی ہو اور اس کی اولاد،اور ان پر خرچ کو صدقہ میں شمار کیا گیا ہے،اور اس کو صدقہ سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے تاکہ معلوم ہو کہ بیوی اور اولاد پر خرچ کرنے سے بھی وہی اجر ملتا ہے جو صدقہ کرنے کا اجر ہوتا ہے۔

امام ابوجعفر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اپنے عیال سے خرچ کی ابتداء کرو۔یہ اس لیے فرمایا ہے کہ مرد پر سب سے زیادہ حق تو اس کے اپنے نفس کا ہوتا ہے اور جب یہ صحیح ہے تو کسی محتاج پر اسے خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کیونکہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو ضائع کر کے دوسروں پر خرچ کرے اور اس کے لیے دوسروں پر خرچ کرنا اس وقت جائز ہوگا کہ جب اس کو خطرہ نہ ہو کہ اگر اس نے اس مال کو اپنے آپ پر اور اپنے اہل اور اپنی اولاد پر خرچ نہیں کیا تو وہ ضائع ہو جائے گا،کیونکہ اس کے اوپر اپنے اہل وعیال کا خرچ فرض ہے اور دوسروں پر خرچ کرنا اس پر فرض نہیں ہے،اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فرض پر عمل کرنا دوسروں پر نفلی ایثار کرنے سے زیادہ اولیٰ ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب تک اولاد کم سن ہو تو ان پر خرچ کرنا فرض ہے،کیونکہ بیٹا کہتا ہے تم مجھے کس کے سپرد کرو گے،اسی طرح نوکر اور خادم کا خرچ کرنا بھی مرد پر لازم ہے۔

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ ھ نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ اس کے جو بیٹے بالغ ہوں اور ان کے پاس مال نہ ہو اور نہ وہ کمائی کرنے پر قادر ہوں تو ایک گروہ نے کہا ہے کہ باپ پر لازم ہے کہ اپنے صلبی بیٹوں پر خرچ کرے،حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائیں اور عورتوں پر خرچ کرے حتیٰ کہ ان کا نکاح کردے اور ان کی رخصتی ہو جائے،پس اگر رخصتی کے بعد ان کے شوہر نے طلاق دے دی یا ان کا شوہر فوت ہو گیا تو باپ پر اس کا کوئی نفقہ واجب نہیں ہے اور اگر رخصتی سے پہلے طلاق دے دی تو اس کا نفقہ باپ پر لازم ہوگا۔

شوہر کے افلاس کی وجہ سے شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان مفارقت کے متعلق اختلافِ فقہاء

اگر شوہر مفلس ہو تو آیا اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان خرچ نہ ہونے کی وجہ سے مفارقت کردی جائے گی،تو امام مالک، اللیث،الاوزاعی،امام شافعی،امام احمد،اسحاق اور ابوثور نے کہا کہ جب شوہر بیوی کو خرچ دینے سے عاجز ہو تو پھر بیوی کو اختیار ہے کہ وہ اس کے پاس رہے یا نہ رہے اور بیوی کا کوئی خرچ شوہر کے ذمہ نہیں ہوگا۔اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ شوہر سے علیحدگی کو طلب کرے گی یا نہیں اور حاکم ان کے درمیان تفریق کرے گا یا نہیں؟ صحابہ میں سے حضرت عمر،حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ

رضی اللہ عنہم، اور تابعین میں سے سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے، یعنی حاکم ان کے درمیان تفریق کردے گا۔
اور فقہاء کے ایک دوسرے گروہ نے کہا ہے کہ ان کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی اور عورت پر لازم ہے کہ وہ صبر کرے اور عورت کے نفقہ کا حاکم حکم دے گا کہ وہ مرد کے ذمہ لازم ہے، یہ عطاء بن ابی رباح، الزہری کا قول ہے اور فقہاء احناف اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کی دلیل قرآن مجید کی درج ذیل آیت ہے:

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ (البقرہ: ٢٨٠) اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو فراخ دستی تک مہلت دو۔

پس واجب ہے کہ شوہر کو مہلت دی جائے حتیٰ کہ وہ خرچ ادا کرنے پر قادر ہو جائے، اور نیز ان کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ (النور: ٣٢) اور تم اپنے بے نکاح (آزاد) مردوں اور عورتوں کا نکاح کردو اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا نکاح کردو، اگر وہ فقراء ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔

اس آیت میں بھی یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ فقراء ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا، اور اس میں فقہاء احناف کی یہ دلیل ہے کہ عورت کو صبر کرنا چاہیے کہ اگر اس کا شوہر مفلس اور محتاج ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو غنی کردے گا اور جب وہ اس کو غنی کردے گا تو وہ بیوی کو اس کا خرچ ادا کردے گا۔
اور جمہور فقہاء نے فقہاء احناف کے خلاف اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بیوی کہے گی: یا تو تم مجھے کھلاؤ یا تم مجھے طلاق دو، اور اس موضعِ اختلاف کے اندر یہ حدیث نصِ قاطع اور نص صریح ہے، یعنی شوہر پر فی الفور ضروری ہے کہ وہ بیوی کو اس کا نفقہ ادا کرے۔ اور اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ عورت کو اس وقت تک صبر کرنا چاہیے حتیٰ کہ اس کا شوہر اس کا خرچ ادا کرنے پر قادر ہو جائے۔
اور النور: ٣٢ میں یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ فقراء ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو غنی کردے گا، اس سے وہ فقیر مراد نہیں ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، بلکہ اس سے وہ فقیر مراد ہے جس کی حالت خوش حال مرد سے کم ہو، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے نکاح کو مستحب قرار دیا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ جو مرد بیوی کے نفقہ پر قادر نہ ہو اس کا نکاح کرنا مندوب اور مستحب نہیں ہے۔
اور البقرہ: ٢٨٠ میں جو فرمایا ہے کہ اگر وہ غریب ہے تو اس کو خوش حالی تک مہلت دو، اس کا تعلق نکاح سے نہیں ہے، اس کا تعلق قرض سے ہے، اور جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے البقرہ: ٢٣١ میں فرمایا ہے کہ عورتوں کو ضرر پہنچانے کے لیے نہ روکو، اور جب مرد بیوی پر خرچ نہیں کرے گا تو وہ اس کو ضرر پہنچائے گا، تو اس پر واجب ہے کہ وہ بیوی کو خود سے علیحدہ کردے اگر بیوی مطالبہ کرے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ٧ ص ٤٢٦-٤٢٧، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

صحیح البخاری: ٥٣٥٥ کی شرح از علامہ القسطلانی الشافعی

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ٩١١ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

نفقہ کے وجوب کے اسباب

مرد کی عیال میں وہ لوگ ہیں جو اس کے زیر کفالت ہوں اور جن پر وہ خرچ کرے اور اس حدیث میں خرچ کی ابتداء بیوی سے کی گئی ہے، کیونکہ اس کا اس پر خرچ کرنا زیادہ قوی ہے، کیونکہ وہ بیوی سے جماع کر کے خرچ کے ذریعہ اس کا عوض ادا کرتا ہے اور بیوی اس کے ساتھ جو غمگساری کرتی ہے، اس کا معاوضہ ادا کرتا ہے، نیز اس لیے کہ بیوی کا خرچ ساقط نہیں ہوتا خواہ مدت گزر جائے یا مرد عاجز ہو جائے، اس کے برخلاف دوسروں پر جو خرچ کیا جاتا ہے وہ زیادہ مدت کے گزرنے اور عجز کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے، اور نفقہ کے وجوب کے دو سبب ہیں، ایک سبب نسب ہے اور دوسرا سبب ملکیت ہے، پس نسب کی وجہ سے درج ذیل نفقات واجب ہوتے ہیں:

نسب اور ملکیت کی وجہ سے نفقات کا وجوب

(۱) آزاد مرد اور اس کے آباء اور اس کے امہات پر خرچ کرنا واجب ہے اور آزاد ماں اور اس کے آباء اور اس کی امہات پر خرچ کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا۔ (لقمان:۱۵) اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

(۲) آزاد اولاد اور ان کی اولاد کا خرچ بشرطیکہ وہ اس قدر خوش حال ہو کہ وہ اپنی بیوی پر خرچ کے بعد ان پر خرچ کر سکے۔

(۳) اور بیوی کے خادم پر خرچ کرنا اور اپنے خادم پر خرچ کرنا اور اس کی اولاد پر خرچ کرنا اور اس خرچ میں لباس اور رہائش کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔

اور ملکیت کی وجہ سے بھی چند نفقات واجب ہوتے ہیں:

(۱) بیوی کا خرچ (۲) بیوی کی باندی کا خرچ (۳) عدت گزارنے والی عورت کا خرچ اگر اس کو طلاقِ رجعی دی ہو یا اس کی بیوی حاملہ ہو اور اس کی باندی کا خرچ۔

پس بیوی کے لیے غنی کے اوپر ایک کلو طعام دینا واجب ہے، اور اس کے خادم کے لیے تین پاؤ طعام دینا واجب ہے، اور متوسط پر واجب ہے کہ وہ نصف کلو اور چوتھائی کلو خرچ دے۔

اور ہم نے جس کے لیے نفقہ واجب کیا ہے اس کے لیے لباس اور رہائش کو بھی واجب کیا ہے، اور ایک مدت تک اگر کوئی نفقہ ادا نہیں کیا تو بیوی کے سوا دوسروں کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے اور بیوی کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا بلکہ شوہر کے ذمہ قرض ہوتا ہے، کیونکہ بیوی کا نفقہ اس معاوضہ میں ہے کہ بیوی نے شوہر کو جماع کی پیش کش کی اور دوسروں کا نفقہ غم خواری کے قبیل سے ہے۔

جس نفقہ کی مدت گزر گئی ہے اس کے وجوب کے متعلق فقہاءِ احناف کا مذہب

فقہاءِ احناف نے کہا ہے کہ جس نفقہ کی مدت گزر گئی ہے وہ نفقہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ یہ صلہ ہے اور بغیر قبضہ کے عورت اس کی مالک نہیں ہوگی سوائے اس صورت کے کہ قاضی اس کے لیے نفقہ کو مقرر کر دے یا بیوی شوہر سے نفقہ کی کسی مقدار کے اوپر صلح کر لے، کیونکہ اس میں دو حق ہیں، بیوی کا حق بھی ہے اور شریعت کا حق بھی ہے، چونکہ بیوی نے اس کو جماع کا موقع دیا ہے تو یہ بیوی کا

Marfat.com

حق ہے اور اس کو شہوت پوری کرنے کا حق دیا ہے تو یہ بھی بیوی کا حق ہے اور اس حیثیت سے کہ نکاح کی وجہ سے اولاد کا حصول ہوتا ہے اور فریقین میں سے ہر ایک زنا سے بچا رہتا ہے تو یہ شریعت کا حق ہے، تو مرد کے حق کے اعتبار سے یہ معاوضہ ہے اور شریعت کے حق کے اعتبار سے یہ صلہ ہے، پس جب معاملہ ان دو چیزوں میں متردد ہو گیا تو اس میں قاضی کے حکم کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۴۳، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۵ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب شوہر فقیر ہو تو بیوی کو اس سے طلاق کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے

بیوی پر خرچ کرنا اس سے جماع کا فائدہ حاصل کرنے کے معاوضہ میں ہے، اس کے باوجود شوہر کو اس پر خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے لیکن ماں باپ اور بہن بھائیوں پر خرچ کرنا محض فضل اور احسان ہے۔

سوال: جب شوہر فقیر ہو تو کیا اس کی بیوی کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ صبر کرے یا طلاق کا مطالبہ کرے؟

جواب: افضل یہ ہے کہ وہ صبر کرے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، بلکہ جب وہ طلاق کا مطالبہ کرے گی تو طلاق تو عورت کے اختیار میں نہیں ہے، طلاق کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے اور یہ اکثر اہل علم کا مذہب ہے، اور قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے:

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۗ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۗ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ (الطلاق: ۷)

اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا ۝

اس آیت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ طلاق کا مطالبہ کرے۔

میں کہتا ہوں: فقہاء احناف کا بھی یہی مسلک ہے جیسا کہ شیخ عثیمین حنبلی نے لکھا ہے، البتہ امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ایسی صورت میں عورت خاوند سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۲۰)

صحیح البخاری: ۵۳۵۵ کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اپنا تمام مال صدقہ کرنے کے جواز کا محمل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوشحالی باقی رہے، یعنی صدقہ کرنے کے بعد بھی صدقہ کرنے والا خوش حال رہے، اس کا محمل یہ ہے کہ جب اس کے پاس قوت نہ ہو اور مقام توکل میں صبر نہ ہو اور اس سے کوئی حقِ واجب فوت نہ ہو، کیونکہ حدیث میں ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: افضل صدقہ جہد المقل ہے، (یعنی وہ صدقہ ہے جو تنگ دست کی مشقت

Marfat.com

سے دیا جائے)۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۷۷، کتاب الزکوۃ، باب الرخصۃ فی ذالک)۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا تھا اور اپنے لیے کچھ باقی نہیں رکھا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہیں فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۷۵، سنن ابوداؤد: ۱۶۷۸، سنن دارمی: ۱۶۶۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی اپنا سارا مال بھی صدقہ کر دے حتیٰ کہ اس کے پاس کچھ مال باقی نہ بچے تو یہ بھی جائز ہے لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب کسی شخص میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح قوتِ توکل ہو اور فقر پر برداشت کرنے کی قوت ہو اور اس کو یہ خطرہ نہ ہو کہ اتنا مال صدقہ کرنے سے وہ اور اس کے اہل وعیال کسی ناگہانی مصیبت سے دوچار ہو جائیں گے، لیکن جب اس کو علاج معالجہ کی اور طعام کے لیے مال کی ضرورت ہو یا دیگر ضروریات زندگی کے لیے مال کی ضرورت ہو اور اس کو کسی کا قرض نہ دینا ہو اور اس میں اس درجہ کا صبر اور توکل نہ ہو تو پھر اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو خطرہ میں ڈالے اور لوگوں کا جو قرض اس نے دینا ہے ان کے مال کو خطرہ میں ڈالے اور اپنا سارا مال خرچ کر کے بیٹھ جائے۔

۵۳۵۶۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ مُسَافِرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ۔

۵۳۵۶۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن خالد بن مسافر نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوشحالی رہے اور خرچ کی ابتداء ان سے کرو جو تمہارے عیال ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۴۲۶، ۱۴۲۸، ۵۳۵۵، ۵۳۵۶، صحیح مسلم: ۱۰۳۴، سنن نسائی: ۲۵۴۴، سنن ابوداؤد: ۱۶۷۶، مسند احمد: ۷۰۹۷، سنن دارمی: ۱۶۵۱)

صحیح البخاری: ۵۳۵۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی باقی رہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس مال کو صدقہ کرے جو اس کے زیر پرورش لوگوں پر خرچ کرنے سے زائد ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۶ کی شرح از علامہ قسطلانی شافعی

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غنی کی پشت کے معانی

صاحب شرح السنہ نے کہا ہے: یعنی صدقہ کرنے کے بعد وہ ایسا غنی رہے جو پیش آمدہ مشکلات اور مصائب کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

Marfat.com

علامہ التورپشتی نے کہا ہے: یہ ان کے اس قول کی مثل ہے جیسے وہ کہتے ہیں کہ وہ ایسی سواری کی پشت پر ہے، جس کی پشت سلامت رہے، اور یہ اس قسم کے الفاظ ہیں جن سے اس معنی کی تعبیر کی جاتی ہے کہ وہ حالات کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

علامہ طیبی نے کہا ہے: خرچ کرنے کے لیے صدقہ کے لفظ کا استعارہ کیا گیا ہے، تاکہ خرچ کرنے پر برانگیختہ کیا جائے اور خرچ کرنے والا اس میں عظیم ثواب کی توقع رکھے۔ نیز اس حدیث میں ارشاد ہے کہ خرچ کرنے کی ابتداء اپنے عیال سے کرو، اس میں نفلی صدقہ اور واجب صدقہ دونوں شامل ہیں، اور اس میں یہ بتایا ہے کہ صدقہ اصل مال سے نہ کیا جائے بلکہ اصل مال کے نفع سے کیا جائے۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۴۵، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۶ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کا ایک دوسری حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی رہے، اس کے برخلاف دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''جھد المقل'' یعنی تنگ دست جو مشقت اٹھا کر صدقہ کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۷۶، سنن نسائی: ۲۵۴۴)

ان میں اس لیے تعارض نہیں ہے کہ اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی رہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے بعد انسان بہت زیادہ خوش حال رہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ کرنے کے بعد اس کے پاس اتنا مال ہو جس سے وہ اپنی ضروریات کو پورا کر سکے، تو وہ بھی غنی ہے اگرچہ لوگوں کے نزدیک وہ تنگدست ہو، یعنی اس کے پاس زیادہ مال نہیں ہے اور وہ فی نفسہٖ تنگ دست ہے لیکن وہ اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے تو اس اعتبار سے اس کو المقل فرمایا اور چونکہ وہ اپنی ضروریات پوری کرنے میں لوگوں کا محتاج نہیں ہے اس اعتبار سے اس کو غنی اور خوش حال فرمایا۔

(شرح صحیح البخاری: ج ۵ ص ۱۲۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۔ بَابُ: حَبْسِ نَفَقَةِ الرَّجُلِ قُوتَ سَنَةٍ عَلَى أَهْلِهِ وَكَيْفَ نَفَقَاتُ الْعِيَالِ؟

مرد کا اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کے خرچ کو روک لینا، اور اہل وعیال کے خرچ کی کیفیت

یہ باب اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ کل کے لیے کچھ نہیں رکھتے تھے، کیونکہ دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ خاص اپنے لیے کچھ نہیں رکھتے تھے، اور جس روایت میں مذکور ہے کہ وفات کے وقت آپ کی زرہ چند جَو کے عوض ایک یہودی کے پاس گروی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ سال بھر کا خرچ اہل وعیال کے لیے نکال رکھتے مگر غیر معمولی مہمانوں کے آجانے سے وہ مال پہلے ہی خرچ ہو جاتا تو قرض لینے کی ضرورت پڑ جاتی، علامہ قسطلانی نے کہا ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنے کے لیے سال بھر کا غلہ فراہم کرنا اور رکھ لینا توکل کے خلاف نہیں ہے کیونکہ سید المتوکلین نے ایسا کیا ہے اور اسباب کا ترک کرنا توکل کے لیے ضروری نہیں ہے بلکہ ممنوع ہے، توکل کی تعریف یہ ہے کہ اسباب حاصل کر کے اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے جو کہ

Marfat.com

مسبب الاسباب ہے، یہی توکل ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ایک سال کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خرچ کو ذخیرہ کر کے رکھ لے، یعنی اپنے اہل وعیال کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک سال کی روزی جمع کر کے رکھ لے، اور اہل وعیال پر خرچ کرنے کی کیا کیفیت ہے؟ اور کیفیت نفقات کی صفات کی طرف راجع ہے یعنی وہ نفقات واجبہ ہوں یا غیر واجبہ ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۵۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قَالَ لِي مَعْمَرٌ قَالَ لِي الثَّوْرِيُّ هَلْ سَمِعْتَ فِي الرَّجُلِ يَجْمَعُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ أَوْ بَعْضِ السَّنَةِ قَالَ مَعْمَرٌ فَلَمْ يَحْضُرْنِي ثُمَّ ذَكَرْتُ حَدِيثًا حَدَّثَنَاهُ ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَبِيعُ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَيَحْبِسُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از ابن عیینہ، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے معمر نے کہا، انہوں نے کہا: مجھ سے الثوری نے کہا: کیا تم نے اس کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے کہ ایک مرد اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کی روزی جمع کرتا ہے یا سال کے بعد حصہ کی روزی جمع کرتا ہے تو معمر نے کہا: مجھے یہ مستحضر نہیں ہے، پھر مجھے وہ حدیث یاد آئی جو ہمیں ابن شہاب زہری نے بیان کی تھی از مالک بن اوس از حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کہ نبی ﷺ بنو نضیر کے درختوں کے کھجوروں کو فروخت کرتے تھے اور اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کی روزی جمع کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۰۴، ۳۰۹۴، ۴۰۳۳، ۴۸۸۵، ۵۳۵۷، ۵۳۵۸، ۶۷۲۸، ۷۳۰۵، صحیح مسلم: ۱۷۵۷، سنن ترمذی: ۱۷۱۹، سنن نسائی: ۴۱۴۰، سنن ابوداؤد: ۲۹۶۵، مسند احمد: ۱۷۲)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۳۵۷ میں اس حدیث کا مکمل متن ذکر نہیں کیا، اس حدیث کا مکمل متن صحیح البخاری: ۲۹۰۴ میں مذکور ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر کے اموال اس قسم میں سے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بہ طور فئے عطا کیا تھا۔ (مال فے کا مطلب یہ ہے کہ دشمنانِ اسلام اپنا جو ترکہ مسلمانوں کے پاس چھوڑ کر چلے جائیں تو مسلمانوں کا اس پر قبضہ کرنا اور اس کو خرچ کرنا جائز ہے، جیسے برصغیر کی تقسیم کے وقت ہندو اور سکھ جو اپنی جائیداد اور دکانیں اور اموال چھوڑ کر بھارت منتقل ہو گئے تو ہجرت کے بعد مسلمانوں نے ان پر قبضہ کر لیا تو یہ بھی مال فے ہے اور ان کا یہ قبضہ کرنا اور اس کو اپنی ضروریات پر خرچ کرنا جائز تھا، اسی طرح جب نبی ﷺ نے بنو نضیر کو ان کی سازشوں اور اسلام دشمنی کی وجہ سے مدینہ سے جلا وطن کر دیا تو وہ بنو نضیر میں اپنے باغات کو چھوڑ کر چلے گئے، اور ان پر رسول اللہ ﷺ نے قبضہ کر لیا، سعیدی غفرلہ)۔ یہ مال اس قبیل سے تھا کہ جس

Marfat.com

کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اپنے اونٹ نہیں دوڑائے تھے تو یہ اموال خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال سے اپنے اہل کے اوپر سال بھر خرچ کرتے تھے، پھر باقی اموال سے ہتھیار اور گھوڑے خریدتے تھے جو کہ جہاد فی سبیل اللہ میں کام آتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۰۴)

صحیح البخاری: ۵۳۵۷ کی شرح از علامہ عینی

بنونضیر کا مصداق اور حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بنونضیر: اس لفظ میں نون پر زبر ہے اور ضاد کے نیچے زیر ہے اور راء کے نیچے بھی زیر ہے، اور یہ خیبر کے یہود کا ایک قبیلہ ہے جو عرب میں داخل ہو گئے تھے اور ان کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف ہے۔

بنونضیر کو مدینہ سے جلاوطن کرنے کا سبب

میں کہتا ہوں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہجرت فرمائی تو بنونضیر سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کفار قریش کی مدد نہیں کریں گے، لیکن انہوں نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور مسلمانوں اور خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء رسانی کی کوشش کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے ان کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا۔ وہ اپنے باغات چھوڑ کر چلے گئے اور ان باغات کو مالِ فئے قرار دیا گیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنے کے لیے مال کو جمع کرنا جائز ہے، اور یہ ذخیرہ اندوزی نہیں ہے، اور انسان جو اپنے کھیتوں میں سے یا اپنے باغات میں سے یا پھلوں میں سے سال بھر کے خرچ کے لیے نکال لے تو اس کو ذخیرہ اندوزی نہیں کہا جاتا اور اس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان صوفیاء کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ کل کے لیے بچا کر رکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جو انسان کل کے لیے مال بچا کر رکھے وہ اپنے رب پر توکل نہیں کرتا اور اس قول کا فساد مخفی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

توکل کی تعریف میں مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ توکل کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کے حصول کے لیے جو اسباب عادتاً مقرر ہیں، ان اسباب کو حاصل کر کے نتائج کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا مثلاً انسان کھیتوں کی فصل کے لیے زمین میں ہل چلاتا ہے، بیج بوتا ہے، زمین میں پانی دیتا ہے، پھر جو اس کے بس میں ہے وہ کرتا ہے اور نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سورج کی گرمی سے غلہ کو پکاتا ہے، چاند کی کرنوں سے اس میں ذائقہ پیدا کرتا ہے اور نرم ونازک بیج سخت زمین کو چیر کر اس میں سے پودا نکالتا ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا رہتا ہے، حتیٰ کہ کبھی وہ تناور درخت بن جاتا ہے اور کبھی اس سے فصل تیار ہو جاتی ہے، تو اسی طرح ہر معاملہ میں اسباب کو اختیار کر کے نتائج کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید المتوکلین ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔ (المائدہ: ٦٧) اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

اس بشارت کے باوجود رسول اللہ ﷺ زرہ پہن کر میدانِ جہاد میں جاتے تھے اور ہتھیار اپنے ساتھ رکھتے تھے اور بعض اوقات صحابہ آپ کے گھر کے باہر آپ کی حفاظت کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی مقصود کے حصول کے لیے اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ اسی لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ امتحان کی تیاری کے لیے دن رات محنت کریں اور رزق کی تلاش کے لیے محنت مزدوری کریں اور ملازمت کریں اور صرف یہ نہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ رزاق ہے اور ہمیں صرف اس پر توکل کرنا چاہیے کہ وہی رزق دے گا، اسی طرح بیماریوں میں علاج کرنا چاہیے اور قدرتی آفات اور مصائب میں اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرنی چاہیے اور یہ تمام امور توکل کے خلاف نہیں ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۷ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اپنے اہل وعیال کے خرچ کے لیے ایک سال کی روزی کو جمع کرنا جائز ہے، دوسری احادیث میں ہے کہ نبی ﷺ کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرتے تھے، ان احادیث کا اس باب کی حدیث سے تعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنی ذات کے لیے کسی چیز کو کل کے لیے بچا کر نہیں رکھتے تھے اور اس باب کی حدیث میں ہے کہ آپ دوسروں کے لیے یعنی اپنے اہل وعیال کی ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے ایک سال کا مال جمع کر کے رکھتے تھے۔

اور اس حدیث میں امام ابو جعفر طبری کے رد کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مطلقاً مال جمع کرنا جائز ہے، برخلاف ان لوگوں کے جو مطلقاً مال جمع کرنے کو منع کرتے ہیں، لیکن امام طبری کا استدلال قوی ہے اور اس حدیث کے اندر جو ایک سال کے خرچ کو جمع کرنے کا جواز ہے یہ ضرورت کی بناء پر ہے، کیونکہ نبی ﷺ یا تو کھجوروں کو جمع کرتے تھے یا جَو کو جمع کرتے تھے، اور نبی ﷺ اپنے عیال کی روزی کے لیے ایک سال کی روزی کو جمع کرتے تھے اور سال کے درمیان میں بسا اوقات جو آپ کے پاس سائلین آتے آپ ان پر خرچ کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ چند جَو کے عوض یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۰۳ ملخصاً، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۵۳، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۷ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو چیزیں سال بھر محفوظ رہ سکتی ہوں، ان کو ایک سال کے خرچ کے لیے جمع کر کے رکھنے کا جواز

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو وسعت دی ہو، اور اس کے لیے آسان ہو کہ وہ اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کا خرچ جمع کر کے رکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کا خرچ جمع کر کے رکھے، تاہم جو

دن رات خرچ کرنے والی چیزیں ہیں مثلاً روٹی سالن وغیرہ، توان کو ایک سال تک جمع کر کے رکھنا ممکن نہیں ہے، لیکن جن چیزوں کو ایک سال تک جمع کر کے رکھنا ممکن ہو ان کو ایک سال کے خرچ کے لیے جمع کر کے رکھنا چاہیے جیسے گندم، جو، چاول اور کھجوریں وغیرہ۔

ایک سال کے لیے خوراک کو محفوظ کرنا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ پورا سال وہ خوراک محفوظ رہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کی خوراک کو جمع کر کے رکھتے تھے، سو کیا یہ لازم ہے کہ آپ سال کے اخیر تک خوراک کو جمع کر کے رکھتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں ہے، کیونکہ احادیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مرد مہمان آیا تو آپ نے اس کو اپنے گھر بھیجا اور وہ آپ کے نو گھروں میں گیا اور وہاں پر سوائے پانی کے اور کوئی چیز نہیں ملی، اس میں یہ دلیل ہے کہ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال کے لیے خوراک کو جمع کر کے رکھتے تھے لیکن کبھی وہ خوراک ختم ہو جاتی تھی اور باقی نہیں رہتی تھی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرم نوازی کے ساتھ معروف تھے اور مہمانوں پر خرچ کرتے تھے، ضرورت مندوں کو عطا کرتے تھے حتیٰ کہ وہ سال بھر کی خوراک سال سے پہلے ختم ہو جاتی تھی۔

کم سن اولاد اور بڑی عمر کی اولاد کے متعلق خرچ کو چھوڑنے کی تحقیق

سوال: بعض لوگ اپنی بالغ اولاد کا اس وقت نکاح کر دیتے ہیں جب وہ نکاح کرنے کی عمر کو پہنچ جائے اور ان کی کم سن اولاد بھی ہوتی ہے، تو وہ اپنی کم سن اولاد کے لیے مہر کی مقدار کے برابر وصیت کر دیتے ہیں، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ حرام ہے، اور کسی انسان کے لیے وصیت کو نافذ کرنا اس کے بغیر جائز نہیں ہے کہ باقی ورثاء اس پر راضی ہو جائیں اور اس لیے کہ نکاح اس خرچ کی مثل ہے جو اس کی حاجتِ اصلیہ پر زائد ہے، ہاں چھوٹا بچہ جو ابھی زیرِ پرورش ہو اور پنگوڑے میں ہو تو اس کے لیے خرچ کو چھوڑنا جائز ہے، لیکن جو بڑا بیٹا بالغ ہو اور خود کما سکتا ہو اس کے لیے خرچ کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری: ج ۵ ص ۱۲۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۷ کی شرح از علامہ کورانی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے کھجوروں کے درخت کو فروخت کر دیتے تھے: یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا تھا اور ان کے اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (بہ طورِ فئے) مخصوص ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مال کو جمع کرنا توکل کے منافی نہیں ہے اور اس حدیث میں جو ایک سال کی قید ہے وہ خصوصیت سبب کی وجہ سے ہے، کیونکہ کھجوروں کے درختوں کے پھل صرف ایک سال کے لیے حاصل ہوتے ہیں اور اس حدیث میں ایک سال سے زائد مال کو رکھنے کی ممانعت نہیں ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ دوسری حدیث میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۳۶۲، کتاب الزہد، باب ماجاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحیح ابن حبان: ۶۳۵۶، شعب الایمان للبیہقی: ۱۴۷۸)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لیے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ

Marfat.com

اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کے خرچ کو جمع کرتے تھے۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۹ ص ۷۱، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۵۳۵۸۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِنْ حَدِيثِهِ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ مَالِكٌ انْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ إِذْ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ يَسْتَأْذِنُونَ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ قَالَ فَدَخَلُوا وَسَلَّمُوا فَجَلَسُوا ثُمَّ لَبِثَ يَرْفَا قَلِيلًا فَقَالَ لِعُمَرَ هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمَا فَلَمَّا دَخَلَا سَلَّمَا وَجَلَسَا فَقَالَ عَبَّاسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا فَقَالَ الرَّهْطُ عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ فَقَالَ عُمَرُ اتَّئِدُوا أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَفْسَهُ قَالَ الرَّهْطُ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ ذٰلِكَ قَالَا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ قَدْ خَصَّ رَسُولَهُ صلى الله عليه وسلم فِي هٰذَا الْمَالِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ قَالَ اللّٰهُ ﴿وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿قَدِيرٌ﴾ فَكَانَتْ هٰذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ وَلَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عُقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے مالک بن عوف بن الحدثان نے خبر دی اور محمد بن جبیر بن مطعم نے مجھ سے اس حدیث کا کچھ ذکر بیان کیا تھا، پس میں گیا حتیٰ کہ میں مالک بن اوس کے پاس پہنچا، میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو مالک بن اوس نے کہا: میں گیا حتیٰ کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوا، جب ان کے پاس ان کا دربان یرفا آیا، اس نے کہا: آپ کی حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمٰن، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا رائے ہے، وہ آپ سے اجازت طلب کر رہے ہیں، حضرت عمر نے فرمایا: ہاں! پس ان کو ملاقات کی اجازت دے دی، یرفا نے کہا: وہ لوگ آئے اور انہوں نے سلام کیا، پس وہ بیٹھ گئے، پھر یرفا تھوڑی دیر ٹھہرے تو انہوں نے حضرت عمر سے کہا: آپ کی حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق کیا رائے ہے، آپ نے فرمایا: ہاں! پس ان کو بھی ملاقات کی اجازت دے دی، پھر وہ دونوں آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اے امیر المومنین! میرے اور اس شخص (یعنی حضرت علی) کے درمیان فیصلہ کر دیجئے، تو حضرت عثمان اور دیگر صحابہ کی جماعت نے بھی کہا کہ اے امیر المومنین ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے راحت میں رکھیے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھہرو، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم دیتا ہوں، جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں! کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہمارا (گروہِ انبیاء کا) کوئی وارث نہیں بنایا جاتا، ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا

Marfat.com

اسْتَأْثَرَبِهَا عَلَيْكُمْ لَقَدْ أَعْطَاكُمُوهَا وَبَثَّهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هَذَا الْمَالُ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هَذَا الْمَالِ ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللهِ فَعَمِلَ بِذَلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَيَاتَهُ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ قَالُوا نَعَمْ قَالَ لِعَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ قَالَا نَعَمْ ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ ﷺ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ فَقَبَضَهَا أَبُو بَكْرٍ يَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ فِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنْتُمَا حِينَئِذٍ وَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ تَزْعُمَانِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَذَا وَكَذَا وَاللهُ يَعْلَمُ أَنَّهُ فِيهَا صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ أَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ ثُمَّ جِئْتُمَانِي وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ جِئْتَنِي تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ وَأَتَى هَذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا فَقُلْتُ إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ وَمِيثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَبِمَا عَمِلَ بِهِ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ وَبِمَا عَمِلْتُ بِهِ فِيهَا مُنْذُ وَلِيتُهَا وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي فِيهَا فَقُلْتُمَا ادْفَعْهَا إِلَيْنَا بِذَلِكَ فَدَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْهِمَا بِذَلِكَ فَقَالَ الرَّهْطُ نَعَمْ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ أَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ فَوَالَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءً

ہے وہ صدقہ ہے، رسول اللہ ﷺ کی مراد آپ کی اپنی ذات تھی، تو جماعتِ صحابہ نے کہا: بے شک آپ نے اس طرح فرمایا تھا، پس حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا تھا؟ ان دونوں نے کہا: بے شک آپ نے اس طرح فرمایا تھا، حضرت عمر نے کہا: پس اب میں تمہیں اس معاملہ کے متعلق حدیث بیان کرتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس مال (اموالِ بنو نضیر) میں سے چند چیزوں کے ساتھ خاص کر لیا تھا، اور وہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا اور کسی کو نہیں دی تھیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور اللہ نے جو اموال ان (کافروں) سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے، حالانکہ تم نے ان کے حصول کے لیے نہ گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ، لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جن پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O پس یہ اموالِ فئے خالص رسول اللہ ﷺ کی ملکیت تھے، اور اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے تمہیں چھوڑ کر ان اموالِ فئے کو اپنے لیے جمع نہیں کیا اور نہ رسول اللہ ﷺ نے ان اموالِ فئے کو اپنے ساتھ مخصوص کیا، بے شک رسول اللہ ﷺ نے ان اموال میں سے تم کو بھی عطا کیا ہے اور یہ اموال تمہارے درمیان تقسیم کر دیئے حتیٰ کہ ان اموال میں سے اب یہ مال باقی بچ گیا ہے (یعنی اموالِ بنو نضیر)، پس رسول اللہ ﷺ ان اموال میں سے اپنے گھر والوں کو ایک سال کا خرچ دیتے تھے، پھر جو باقی بچ جاتا اس کو اللہ تعالیٰ کا مال قرار دیتے، سو رسول اللہ ﷺ اپنی پوری حیات میں اسی طرح عمل کرتے رہے، میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم کو اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: میں تم دونوں کو قسم دیتا ہوں کیا تم اس بات کو جانتے ہو، تو ان دونوں نے کہا: جی ہاں،

Marfat.com

غَيْرَ ذٰلِكَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهَا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی اور خلیفہ ہوں، پھر ان اموالِ فئے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قبضہ کر لیا اور اس میں وہی عمل کرتے رہے جس طرح ان اموالِ فدک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے، اور اب تم دونوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے، یعنی اب تم دونوں یہ گمان کرتے ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسے تھے اور ایسے تھے، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ سچے تھے، نیک تھے، ہدایت یافتہ تھے اور حق کی پیروی کرنے والے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو وفات دے دی تو میں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا خلیفہ ہوں، پس میں نے دو سال تک ان اموال (اموالِ بنونضیر) کو اپنے قبضہ میں رکھا اور میں ان میں وہی عمل کرتا رہا جو ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عمل کرتے تھے، پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور تم دونوں ایک بات کر رہے تھے اور تمہارا معاملہ متفق علیہ تھا، حتیٰ کہ تم (یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ) میرے پاس آئے اور تم نے ان اموالِ بنونضیر میں سے اپنا اور اپنے بھتیجے کا حصہ طلب کیا اور یہ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) آئے اور یہ ان اموال میں سے اپنی زوجہ کا حصہ جو ان کو ان کے والد کی طرف سے ملا ہے، وہ طلب کرتے ہیں، سو میں نے کہا: اگر تم چاہو تو میں یہ اموالِ بنونضیر تمہارے حوالہ اس شرط پر کر دیتا ہوں کہ تم دونوں پر یہ ذمہ ہے کہ تم دونوں اللہ تعالیٰ کے عہد اور میثاق کو پورا کرتے رہو اور تم دونوں ان اموال میں وہی عمل کرو جو ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا تھا اور حضرت ابوبکر نے عمل کیا تھا اور جو میں نے ان اموال میں عمل کیا ہے، جب سے میں ان اموال کا متولی ہوا ہوں، ورنہ تم دونوں ان اموال کے متعلق مجھ سے کلام نہ کرو، پس تم دونوں نے کہا کہ یہ اموال ہمارے سپرد کر دیں، تو میں نے یہ

Marfat.com

اموال تم دونوں کے سپرد کر دیئے، اب میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا میں نے اس شرط کے ساتھ یہ اموال تمہارے حوالہ کیے تھے، تو جماعت صحابہ نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے پس فرمایا میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا میں نے تم کو یہ اموال اس شرط کے ساتھ حوالہ کیے تھے، ان دونوں نے کہا: جی ہاں، حضرت عمر نے کہا: کیا اب تم مجھ سے اس کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو، پس اس ذات کی قسم جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں میں ان اموالِ بنونضیر میں اس کے سوا اور کوئی فیصلہ نہیں کروں گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے، پس اگر تم دونوں ان اموال میں کسی طرح تصرف کرنے سے عاجز ہو جاؤ تو پھر تم یہ اموال میرے سپرد کر دو، میں تمہاری جگہ ان میں تصرف کروں گا۔

(صحیح البخاری: ۴۰۹۴، صحیح مسلم: ۱۷۵۷، سنن ابوداؤد: ۲۹۶۳، سنن ترمذی: ۱۶۱۰، مسند احمد: ۱۷۸۵)

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مالک بن اوس کی حدیث کے فقہی فوائد

(۱) ہر قبیلہ پر واجب ہے کہ وہ اپنے معاملات کو اپنے قبیلے کے سردار کے سپرد کر دے، کیونکہ وہ سردار ان معاملات کو تمام مردوں سے زیادہ جاننے والا ہے، جیسا کہ اموالِ فدک کے معاملات کو صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تھا۔

(۲) خلیفۃ المسلمین کے دربان کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی معزز مرد کو اس کے نام کے ساتھ پکارے اور اس میں اس معزز آدمی کی کوئی کمی نہیں ہے اور نہ یہ اس کے لیے باعثِ عار ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربان یرفا نے کہا کہ آپ کی حضرت عثمان، اور عبد الرحمن اور زبیر اور سعد (رضی اللہ عنہم) کے متعلق کیا رائے ہے؟ وہ آپ سے ملاقات کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔

(۳) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ خلیفہ اور امام دربان کو مقرر کر سکتا ہے، تا کہ کوئی معزز آدمی ہو یا غیر معزز ہو وہ خلیفہ کی اجازت کے بغیر اس سے ملنے نہ آسکے۔

(۴) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب دو فریق کسی معاملہ میں جھگڑا کریں تو کوئی شخص امام اور خلیفہ سے ان کے درمیان صلح کی سفارش کر سکتا ہے، جیسا کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اموالِ بنونضیر کے متعلق ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے کہ ان کی تولیت کون کرے گا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ آپ حضرت عباس اور حضرت علی کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے سے راحت دلایئے، کیونکہ صحیح البخاری: ۴۰۳۳ میں یہ مذکور ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے بنونضیر کے اموال کے معاملہ میں ایک دوسرے کو برا کہا۔

(۵) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ خلیفۃ المسلمین اور امام اپنے فیصلہ کے اوپر لوگوں کو گواہ بنالیں۔

حضرت عباس اور حضرت علی کے درمیان منازعت اور جھگڑے کی تفصیل

حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے اور ان سے یہ مطالبہ کررہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کی زمین میں جو ترکہ چھوڑا ہے، اور جو خیبر کی زمین میں آپ کا حصہ ہے اور جو مدینے میں آپ کے صدقات ہیں، ان کی وراثت میں سے ان کو حصہ عطا کریں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ مطالبہ کیا تھا، کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے ان کی وراثت کو تقسیم کریں، جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اموالِ فئے عطا کیے تھے، اس میں سے ان کا حصہ دیں۔ (صحیح البخاری: ۳۰۹۳، ۳۷۱۱، ۴۰۳۵، ۴۲۴۰، ۶۷۲۵، صحیح مسلم: ۱۷۵۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو اس کا جواب دیا تھا، وہ درج ذیل حدیث میں ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو بھی ترکہ چھوڑا وہ صدقہ ہے تو سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑے رکھا اور اس وقت تک ان سے ملاقات نہیں کی حتیٰ کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں تھیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ترکہ میں سے حصہ طلب کرتی تھیں جو خیبر کی زمین میں تھا اور جو مدینہ کے صدقات میں تھا تو حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زمین میں جو کچھ بھی کرتے تھے میں اس کو ترک کرنے والا نہیں ہوں، بلکہ میں اس میں وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کرتے تھے، کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے عمل میں سے کسی چیز کو ترک کیا تو میں گمراہ ہوجاؤں گا، پھر رہا مدینہ کا صدقہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے سپرد کردیا اور رہا خیبر اور فدک کا حصہ تو اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک لیا اور کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے لیے خاص ہے اور آپ کی ضروریات کے لیے اور ان کی تولیت کا معاملہ اسی کی طرف مفوض ہوگا جو آپ کا خلیفہ ہو، اور اب تک اس زمین کے معاملات اسی طرح قائم ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۷۱۲، ۴۰۳۶، ۴۲۴۱، ۶۷۲۶، صحیح مسلم: ۱۷۵۹)

حضرت سیدہ فاطمہ کے حضرت ابوبکر سے وراثت کے سوال کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر سے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کا سوال کیا، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ کس طرح ان صدقات کو طلب کرتی تھیں، حالانکہ وہ تمام مومنین کے لیے صدقہ تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس صدقہ کو طلب کررہی تھیں جو ان کے گمان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھا، حضرت ابوبکر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا، اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے تو پھر حضرت سیدہ نے حضرت ابوبکر سے وراثت کا سوال کیوں کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سیدہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا علم نہیں تھا۔

Marfat.com

نیز علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئی تھیں اور فدک اور خیبر اور ان کے علاوہ بنو نضیر کے صدقات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث سے سوال کرتی تھیں، اور فدک کی زمینیں اس قبیل سے تھیں جس زمین میں مسلمانوں نے اپنے گھوڑے نہیں دوڑائے تھے، سو اس میں خمس جائز نہیں اور رہا خیبر تو زہری نے بھی ذکر کیا ہے کہ خیبر کی بعض زمینیں صلح سے فتح ہوئی تھیں اور بعض زمینیں جنگ سے فتح ہوئی تھیں، سو ان میں خمس جاری ہو سکتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہمارا جو بھی ترکہ ہے وہ صدقہ ہے، اس کو حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی تسلیم کر لیا تھا اور باقی صحابہ نے بھی تسلیم کر لیا تھا۔

حدیث مذکور کے بقیہ فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی ذات کی مدح کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ اس کی مدح حق اور صواب پر مبنی ہو، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ میں اس زمین میں وہی عمل کرتا رہا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور حضرت ابوبکر نے عمل کیا تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اپنی اس بات میں سچا ہوں، نیک ہوں، ہدایت یافتہ ہوں اور حق کے تابع ہوں۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کی روزی کو جمع کر کے رکھ سکتا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر بنو نضیر اور فدک کی زمینوں کو فتح کر دیا تو آپ نے ان زمینوں کی آمدنی سے اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کا خرچ جمع کر لیا اور اس میں ان جاہل صوفیوں کا رد ہے جو مال جمع کرنے سے منع کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جس نے کل کے لیے مال جمع کیا اس نے اپنے رب کے ساتھ بدگمانی کی اور اس نے اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل نہیں کیا جو توکل کرنے کا حق تھا۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس اور حضرت فاطمہ کے خلاف اس حدیث سے فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا اور آپ نے اس سلسلہ میں کسی اور سے محاکمہ نہیں کیا، اسی طرح واجب ہے کہ حکام اور ائمہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کریں جب کہ ان کو یہ معلوم ہو کہ انہوں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ صحیح ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۱۸، ص ۷۲-۷۷ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ جب حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترکہ صدقہ ہے، تو پھر وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے کیوں آئے؟

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جب حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما

Marfat.com

دونوں معترف تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا، ہم نے جو بھی ترک کیا ہے وہ صدقہ ہے، تو پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کیوں آئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنو نضیر اور فدک کی زمین کا انتظام اور تولیت حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے سپرد کر دی تھی کہ آپ دونوں مل کر اس میں اس طرح انتظام کریں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان زمینوں میں انتظام کرتے تھے، اور ان دونوں کو اس میں شرکت پسند نہیں تھی، اور ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ وہ اس انتظام کرنے میں منفرد اور مستقل ہو، تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا کہ ان دونوں کو الگ الگ انتظام کرنے کا متصرف بنا دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا کہ کہیں اس سے یہ دروازہ نہ کھل جائے کہ جو مال وقف ہو اس کا کسی کو مالک بنایا جا سکتا ہے، اور پھر جب زمانہ طویل ہو جائے تو لوگ یہ سمجھیں کہ یہ حضرات ان زمینوں میں تصرف کرنے کے مالک ہیں، حالانکہ یہ زمینیں از قبیل وقف تھیں اور وقف کا کوئی مالک نہیں ہوتا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مطالبہ کو تسلیم نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۸ کی شرح از علامہ کورانی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے مطالبہ کو تسلیم نہ کرنے کی توجیہ

یہ حدیث ابواب الخمس میں مکرر گزر چکی ہے، (صحیح البخاری: ۳۰۹۴)۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات جو بنو نضیر اور فدک کی زمینوں سے متعلق تھے، وہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں میں تھے کہ وہ غور و فکر سے ان زمینوں کی پیداوار کو تقسیم کریں، پھر ان میں سے ہر فریق نے یہ ارادہ کیا کہ ان کو الگ الگ مستقل طور پر ان زمینوں میں تصرف کرنے کی اجازت دی جائے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں زیادہ وقت گزرنے کے بعد ان میں سے ہر ایک کی ذریت یہ دعویٰ نہ کرے کہ وہ ان زمینوں کی مالک ہے، اس کا سدِ باب کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے مطالبہ کو تسلیم نہیں کیا۔ (الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۹ ص ۲۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۴۔ باب:

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا

۴۔ باب:

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لیے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہے، اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے، کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا جائے گا، نہ ماں کو اس کی بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے گا اور نہ باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے گا اور وارث پر بھی اسی طرح لازم ہے، پھر اگر ماں اور باپ باہمی مشورہ اور رضامندی سے دودھ

Marfat.com

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝
(البقرہ:۲۳۳)

چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی حرج نہیں ہے اور اگر تم دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے، بہ شرطیکہ تم (ان کو) دستور کے مطابق اجرت ادا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور یقین رکھو کہ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے O
(البقرہ:۲۳۳)

وَقَالَ: وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا۔
(الاحقاف:۱۵)

اور اس کو پیٹ میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا۔ (الاحقاف:۱۵)

وَقَالَ: وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ۝ لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝
(الطلاق:۷۔۶)

اور اگر تم دونوں کوئی دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی O صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا O (الطلاق:۷۔۶)

باب مذکور کی تعلیق

وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَهَى اللَّهُ أَنْ تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَذَلِكَ أَنْ تَقُولَ الْوَالِدَةُ لَسْتُ مُرْضِعَتَهُ وَهِيَ أَمْثَلُ لَهُ غِذَاءً وَأَشْفَقُ عَلَيْهِ وَأَرْفَقُ بِهِ مِنْ غَيْرِهَا فَلَيْسَ لَهَا أَنْ تَأْبَى بَعْدَ أَنْ يُعْطِيَهَا مِنْ نَفْسِهِ مَا جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَيْسَ لِلْمَوْلُودِ لَهُ أَنْ يُضَارَّ بِوَلَدِهِ وَالِدَتَهُ فَيَمْنَعَهَا أَنْ تُرْضِعَهُ ضِرَارًا لَهَا إِلَى غَيْرِهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَسْتَرْضِعَا عَنْ طِيبِ نَفْسِ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَةِ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا بَعْدَ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فِصَالُهُ فِطَامُهُ۔

اور یونس نے کہا از زہری، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے ضرر دیا جائے، اور یہ اس وقت ہے کہ جب ماں یہ کہے کہ وہ دودھ نہیں پلائے گی، اور ماں کا دودھ بچہ کے لیے غذا اور شفقت اور ملائمت کے اعتبار سے دوسری عورتوں کے دودھ کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے، پس ماں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب بچہ کا باپ اس کو اپنی طرف سے دودھ پلانے کی اجرت دے وہ دودھ پلانے سے انکار کرے، حالانکہ ماں کا دودھ بچہ کی اچھی غذا ہے اور ماں کو جو اپنے بچہ پر شفقت اور محبت ہوتی ہے وہ دوسری عورت کو کہاں سے ہونے لگی تو ماں کو دودھ پلانے سے انکار کا حق نہیں پہنچتا جب بچہ کا باپ اس کا حق ادا کرے (روٹی کپڑا دے)، اسی طرح فرمایا: یعنی باپ اپنے بچہ کی وجہ سے ماں کو نقصان نہ پہنچائے، اس کی صورت یہ ہے مثلاً باپ بچہ کی ماں کو دودھ پلانے سے روکے، اور کسی دوسری عورت کو دودھ

Marfat.com

پلانے کے لیے مقرر کرے، البتہ اگر ماں باپ دونوں اپنی خوشی سے کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کریں تو دونوں پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔ اگر ماں اور باپ دونوں اپنی خوشی سے مشورہ کر کے بچہ کا دودھ چھڑانا چاہیں تب بھی ان پر کچھ گناہ نہ ہوگا، جب کہ وہ دونوں اپنی خوشی سے مشورہ کر کے اپنے بچہ کا دودھ چھڑائیں، تب بھی ان پر کچھ گناہ نہ ہوگا (خواہ ابھی مدتِ رضاعت باقی ہو) اور فصالہ کا معنی ہے: دودھ چھڑانا۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

یعنی یونس بن یزید القرشی الایلی نے کہا از محمد بن مسلم زہری۔

اس تعلیق کی عبداللہ بن وہب نے اپنی جامع میں از یونس سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

البقرہ: ۲۳۳ کی تفسیر میں مذکور ہے کہ کوئی ماں اپنے بچہ کی وجہ سے اپنے شوہر کو ضرر نہ دے بایں طور کہ بچہ کو اپنے سے دور کردے تاکہ اس کے باپ کو ضرر پہنچائے، لیکن اس کے لیے اس بچہ کو دور کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ بچہ اس سے پیدا ہوا ہے، حتیٰ کہ اس کو دودھ پلائے کیونکہ عموماً بچہ ماں کے دودھ کے بغیر زندہ نہیں رہتا، پھر دودھ پلانے کے بعد وہ اگر چاہے تو بچہ کو اپنے سے دور کر سکتی ہے، لیکن اگر اس سے بچہ کے باپ کو ضرر ہو تب بھی بچے کی ماں کے لیے یہ جائز نہیں ہے، جیسا کہ باپ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بچہ کو ماں سے چھین لے۔

اور بچہ کی ماں کا بچہ کو دودھ پلانا اس کے لیے بچہ کی غذا کے اعتبار سے زیادہ افضل ہے، کیونکہ بچہ کی ماں بچہ کے اوپر دوسروں کی بہ نسبت زیادہ شفیق ہوتی ہے۔

اور جب بچہ کا باپ بچے کی ماں کو اس کا خرچ اور دودھ پلانے کی اجرت دے تو پھر بچہ کی ماں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو دودھ پلانے سے انکار کردے۔

اگر بچہ کے ماں باپ دونوں اس پر متفق ہو جائیں کہ دو سال سے پہلے بچہ کو دودھ چھڑا دیں اور اس میں وہ باہمی مشورہ سے کوئی مصلحت دیکھیں اور ان کا اس پر اتفاق ہو تو اس میں ان پر کوئی حرج نہیں ہے، اور بغیر باہمی مشورہ کے ان میں سے کسی ایک کا فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

فِصَالُہٗ: کا معنی ہے: بچہ کا دودھ چھڑانا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے جس کی امام طبری نے روایت کی ہے، اور لفظ الفصال مصدر ہے، کہا جاتا ہے: "فاصلتہ وفاصلہ مفاصلۃ وفصالاً" یہ اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب دو مردوں کے درمیان جو چیز مشترک ہو، اس سے علیحدگی کا ارادہ کیا جائے، اور بچہ کا فصال یہ ہے کہ بچہ کو دودھ پینے سے منع کیا جائے۔

(عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

البقرہ: ۲۳۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں جملہ خبریہ ہے اور اس کا معنی امر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے اور یہ لازم کیا ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں، یعنی ان کے شوہروں سے جو اولاد پیدا ہوئی ہے، وہ ان کو دودھ پلائیں اور ان کو دودھ پلانے کی وہ زیادہ حق دار ہیں اور یہ حکم بہ طورِ وجوب اور فرضیت کے نہیں ہے، جب کہ اس بچہ کا باپ زندہ ہو اور خوشحال ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الطلاق میں یہ فرمایا ہے:

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ (الطلاق:٦) اور اگر وہ (تمہارے بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو۔

اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں مراد وہ مائیں ہیں جو فقط مبتوتات ہوں یعنی جن کو طلاقِ بائنہ ہو چکی ہو، اور اس پر اجماع ہے کہ دودھ پلانے کی اجرت خاوند کے ذمہ ہے، جب مطلقہ عدت سے نکل جائے اور اس میں اختلاف ہے کہ جو مائیں شوہر والیاں ہوں تو کیا ان کو بچہ کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا؟ ابن ابی لیلیٰ نے کہا: ہاں جب تک وہ اس کی بیوی ہے، اس کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا اور یہی امام مالک اور ابوثور کا مذہب ہے، اور ثوری اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ عورت پر دودھ پلانا لازم نہیں ہے، اور دودھ پلانے کی اجرت ہر حال میں خاوند کے ذمہ ہے اور ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ شوہروں کو دودھ پلانے کی اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، سوا اس صورت کے کہ ان ماؤں کی مثل کوئی اور عورت ہو جو بچہ کو دودھ پلائے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ یعنی دودھ پلانے کی اجرت دو سال ہے۔

اور الاحقاف: ۱۵، میں فرمایا ہے، حمل کی مدت اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے، اس آیت کریمہ کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس مدت کو بیان کیا جائے جس میں دودھ پلانا واجب ہے اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کم سے کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے، کیونکہ دودھ پلانے کی مدت پورے دو سال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے البقرہ: ۲۳۳ میں حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ فرمایا، یعنی دودھ پلانے کی مدت پورے دو سال ہے، پس حمل کے لیے چھ ماہ باقی بچے۔

بعجہ بن عبداللہ الجہنی روایت کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا، سو چھ ماہ کے بعد اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا، وہ مرد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا، تو ان کے پاس حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا یعنی حمل کی مدت اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے، اور فرمایا کہ دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہے، کیونکہ سورہ لقمان میں ارشاد ہے: وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ (لقمان: ۱۴) اور دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب دودھ پلانے کی مدت کو منہا کر لیا جائے تو پھر حمل کی مدت چھ ماہ رہ جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی عورت کے ہاں نکاح کے چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہو جائے تو اس بچہ کا نسب ثابت ہو گا اور اس عورت کو رجم نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے اختلاف اسی بنیاد پر کیا تھا۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

البقرہ: ۲۳۳ کی شرح از پیر محمد کرم شاہ الازہری

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری الحنفی المتوفی ۱۹۹۸ء اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہاں طلاق کے بعد یہ سوال طبعاً سامنے آتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت کی گود میں شیر خوار بچہ ہو تو اس جدائی کے بعد اس کی پرورش کا کیا طریقہ ہوگا، اس لیے ضروری تھا کہ بچہ کی پرورش کی ذمہ داریاں جو ماں باپ پر ہیں انہیں اس موقع پر بیان فرما دیا جائے، لہٰذا یہاں ان مسائل کا بیان ہوا۔

مسئلہ: ماں خواہ مطلقہ ہو یا نہ ہو اس پر اپنے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو اجرت پر دودھ پلوانے کی قدرت واستطاعت نہ ہو یا کوئی دودھ پلانے والی میسر نہ آئے یا بچہ ماں کے سوا اور کسی کا دودھ قبول نہ کرے، اگر یہ باتیں نہ ہوں یعنی بچہ کی پرورش خاص ماں کے دودھ پر موقوف نہ ہو تو ماں پر دودھ پلانا واجب نہیں مستحب ہے۔ (منقول از حاشیہ صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ مراد آبادی)

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور عدت گزر چکی تو وہ اس بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے۔

(حاشیہ صدر الافاضل)

(تفسیر ضیاء القرآن ج ا ص ۱۶۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

البقرہ: ۲۳۳ کی شرح از مصنف

دودھ پلانے کے شرعی احکام

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے طلاق کے احکام بیان کیے جس سے فرقت واقع ہوئی ہے، اور اب ان چیزوں کے احکام بیان کیے جو نکاح کے نتیجہ میں واقع ہوتی ہیں، کیونکہ بعض مطلقہ عورتوں کے دودھ پیتے بچے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ماں باپ کے جھگڑوں کی وجہ سے دودھ پیتے بچے ضائع ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات باپ سے انتقام لینے کے لیے ان کی مائیں دودھ نہیں پلاتیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ماؤں کو یہ نصیحت کی کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں اور یہ کہ باہمی رضامندی سے وہ بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں، اور بچوں کے باپ پر یہ لازم کیا کہ وہ اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق دودھ پلانے والیوں کو کھانے اور کپڑوں کا خرچ مہیا کریں اور یہ کہ بچوں کی وجہ سے ماں باپ میں سے کوئی فریق دوسرے پر زیادتی نہ کرے، مثلاً ماں بچوں کو پالنے اور پرورش کرنے کی وجہ سے باپ کو ضرر پہنچائے اور کھانے اور کپڑوں کا دستور سے زیادہ خرچ طلب کرے، یا ماں بچوں کو دودھ پلانا چاہتی ہے اور باپ زبردستی بچوں کو ماں سے چھین لے یا اس کو دودھ پلانے پر مجبور کرے یا اس کے خرچ میں قدر معروف سے کمی کرے، اس تفسیر کی بناء پر اس آیت میں وہ مطلقہ عورتیں مراد ہیں جن کی ان کے خاوندوں سے اولاد ہو، اور اجنبی دائیوں کی بہ نسبت دودھ پلانے کی وہ زیادہ حق دار ہیں اور بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ اس آیت میں مطلقاً دودھ پلانے والی مائیں مراد ہیں خواہ وہ مطلقہ عورتیں ہوں یا منکوحہ عورتیں ہوں۔

امام مالک کے نزدیک ماں پر دودھ پلانا واجب ہے خواہ وہ منکوحہ ہو یا مطلقہ اور جمہور کے نزدیک ماں پر اس وقت دودھ پلانا واجب ہے جب بچہ کسی اور عورت کا دودھ نہ پئے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دودھ پلانے کی مکمل مدت دو سال ہے، کیونکہ

Marfat.com

اس مدت میں بچہ کو اپنی نشوونما کے لیے دودھ کی حاجت ہوتی ہے، نیز اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کم از کم دودھ پلانے کی کوئی حد نہیں ہے، کیونکہ ماں باپ باہمی مشورہ سے جتنے عرصہ تک چاہیں دودھ پلائیں اور اس کے بعد دودھ چھڑادیں۔اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دودھ پلانے والی کے کھانے اور کپڑے کا خرچ باپ کے ذمہ ہے اور دایہ کی اجرت بھی باپ کے ذمہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک بچہ کی ماں کا بھی دودھ پلانے کی اجرت طلب کرنا جائز ہے، خواہ وہ نکاح میں ہو یا عدت میں، اور بچہ کا خرچ بھی باپ کے ذمہ ہے اور اگر باپ زندہ نہ ہو تو باپ کے وارث کے ذمہ بھی یہی احکام ہیں، اس پر لازم ہے کہ وہ دودھ پلانے والی کے کھانے اور کپڑے کا خرچ دے اور دودھ پلانے کی اجرت دے اور دودھ پلانے والی کو ترک نہ کرے۔امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک یہ آیت محارم کے نفقہ کے وجوب کی اصل ہے، ان کے نزدیک ہر ذو رحم محرم پر خرچ واجب ہے مثلاً ماموں اور پھوپھی پر اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک بچوں کا خرچ صرف والدین پر واجب ہے، بچہ کا خرچ باپ پر واجب ہے، باپ فوت ہو گیا ہو تو اس کے ترکہ سے خرچ کرنا واجب ہے اور اگر اس کا مال نہ ہو تو پھر ماں پر واجب ہے، قرآن مجید کی اس آیت سے امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی رائے کی تاکید ہوتی ہے، کیونکہ قرآن مجید نے باپ کے بعد وارث پر بچہ کے خرچ کو واجب کیا ہے۔

دودھ پلانے کی مدت میں ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں: دو سال کی مدت کی تفسیر میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جس عورت کے ہاں چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہو جائے، وہ دو سال دودھ پلائے تاکہ تیس مہینے پورے ہو جائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ (الاحقاف:۱۵) اور حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور عطاء اور ثوری کا قول یہ ہے کہ ہر بچہ کو دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔

(النکت والعیون ج ۱ ص ۳۰۰ مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی نے لکھا ہے کہ دودھ پلانے کی کم از کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے اور زیادہ سے زیادہ حد دو سال ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۲۷۳ مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ کے علاوہ باقی ازواج مطہرات، امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد، شعبی، اوزاعی اور ابوثور کا یہی مسلک ہے۔ (المغنی ج ۸ ص ۱۴۲ مطبوعہ: دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

علامہ المرغینانی الحنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دو سال ہے، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام زفر کے نزدیک یہ مدت تین سال ہے، کیونکہ دو سال کے بعد بچے کو دفعۃً دودھ سے غذا کی طرف لانا مشکل ہے، اس لیے بعد کے ایک سال میں دودھ کے ساتھ اس کو غذا کا عادی بنایا جائے اور تین سال کے بعد مکمل دودھ چھڑا دیا جائے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔ (الاحقاف:۱۵) اور کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے تو دودھ چھڑانے کے لیے دو سال باقی بچے، امام دار قطنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طفولیت کی دو سال کی عمر کے بعد دودھ

Marfat.com

پلانے کا عمل نہیں ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۷۴) اس حدیث کو امام عبدالرزاق اور امام مالک نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہی آیت ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں ذکر کیں (حمل اور دودھ چھڑانا) اور دونوں کی ایک مدت ذکر فرمائی یعنی تیس مہینے، لہٰذا ان میں سے ہر ایک کی مدت مکمل تیس ماہ ہوگی لیکن ان میں ایک یعنی حمل کی مدت ایک حدیث سے دو سال متعین ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ نہیں باقی رہتا۔ (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۳۲۲ مطبوعہ ملتان، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۳ مطبوعہ ملتان)

ان میں سے ایک کی مدت اس حدیث کی بناء پر دو سال رہ گئی تو دوسرے یعنی دودھ چھڑانے کی مدت اپنی اصل پر تیس ماہ رہے گی، نیز دو سال تک بچہ کو دودھ پلانے کے بعد فوراً غذا کی طرف راجع کرنا مشکل ہوگا اس لیے اس کو بقیہ چھ مہینے میں بہ تدریج غذا کا عادی بنایا جائے گا اور اڑھائی سال کے بعد کلی طور پر دودھ چھڑا دیا جائے گا اور سورۂ بقرہ میں جو ارشاد ہے: اور مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں۔ (البقرہ: ۲۳۳) اور حدیث میں ہے: دو سال کے بعد دودھ پلانا نہیں ہے، اس آیت اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ دو سال سے زیادہ بچے کو دودھ پلانے کا استحقاق نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۳۵۰-۳۵۱ مطبوعہ: مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

ہر چند کہ امام اعظم اور صاحبین دونوں کے قول مفتیٰ بہ ہیں لیکن علامہ حصکفی نے امام اعظم کے قول کو ترجیح دی ہے۔

(درمختار علی ہامش الرد ج ا ص ۴۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(تبیان القرآن ج ا ص ۸۴۴-۸۴۵ مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، ۱۴۳۰ھ)

الطلاق: ۶-۷ کی تفسیر از علامہ عینی

وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰىؕ لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُؕ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَاؕ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا۠ (الطلاق: ۶-۷)

اور اگر تم دونوں کوئی دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی O صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا O

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ سے خرچ کرنے کی مقدار کی طرف اشارہ کیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ خرچ کرنے کی مقدار خرچ کرنے والے کی حیثیت کے اعتبار سے ہے، پھر فرمایا: اگر تم کو دودھ پلانے میں دشواری ہو اور شوہر بیوی کو دودھ پلانے کی اجرت دینے سے انکار کرے اور ماں زائد اجرت کے بغیر دودھ پلانے سے انکار کرے تو شوہر کے لیے عورت کو دودھ پلانے پر مجبور کرنے کا حق نہیں ہے، سو کوئی اور عورت بچہ کو دودھ پلا دے گی، اور یہ مشکل نہیں ہے کہ بچہ کی ماں کے علاوہ کوئی اور عورت بچہ کو دودھ پلائے، اس کے بعد فرمایا: کہ جو شخص خوشحال ہو وہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے، اور جو شخص تنگدست ہو وہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے، اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس کو دیا ہے اس کے مطابق خرچ کرے، اگر اس کی گنجائش کم ہے تو اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ مشکل کے بعد آسانی پیدا فرما دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶-۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح کا خلاصہ

میں کہتا ہوں کہ باب مذکور کی شرح کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی آیت سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ ماں پر اپنے بچہ کو دودھ پلانا واجب ہے، یہ اس صورت میں ہے جب بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پیئے یا کوئی دوسری عورت نہ ملے، یا باپ محتاج ہو اور دودھ پلانے والی کے خرچ کو اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو، اس آیت میں یعنی وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ (البقرہ: ۲۳۳) ماؤں سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کو ان کے خاوند نے طلاق دے دی ہے، تو ایسی عورتوں کو دودھ پلانے کی اجرت خاوند کو دینی ہوگی۔ اور دوسری آیت یعنی وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (الاحقاف: ۱۵)، میں دودھ پلانے کی مدت کا ذکر ہے، اس آیت کو اور سورۂ لقمان کی آیت وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ (لقمان: ۱۴) ان دونوں آیتوں کو ملا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ نتیجہ نکالا کہ حمل کی کم از کم مدت چھ مہینے ہیں، اور تیسری آیت یعنی (الطلاق: ۷۔۶) میں مذکور ہے کہ خاوند دودھ پلانے کی اجرت اپنی طاقت کے مطابق دے۔

باب: ۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

البقرہ: ۲۳۳ میں جملہ خبریہ ہے، اور اس کا معنی امر اور حکم ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ لازم کیا ہے کہ مائیں اپنی اس اولاد کو جو ان کے خاوند سے پیدا ہوئی ہے دودھ پلانے کی زیادہ حق دار ہیں اور یہ واجب نہیں ہے جب کہ بچہ کا باپ زندہ ہو اور خوش حال ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الطلاق میں فرمایا ہے:

وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰی ؕ لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا ۝ (الطلاق: ۷۔۶)

اور اگر تم دونوں کوئی دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی ○ صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا ○

یعنی اگر شوہر اور بیوی پر اجرت دشوار ہو تو کوئی اور عورت بچہ کو دودھ پلا دے۔

اور البقرہ: ۲۳۳ میں دو سال کا ذکر فرمایا ہے، کیونکہ یہ شارع کے نزدیک دودھ پلانے کی انتہائی مدت ہے۔

اور اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں ماؤں سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کو فقط طلاق بائن دی جا چکی ہو۔

اور اس پر اجماع ہے کہ دودھ پلانے کی اجرت خاوند کے ذمہ ہے جب مطلقہ عورت عدت سے نکل جائے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو طلاقِ رجعی دی ہو تو پھر عورت کے ذمہ بچہ کو دودھ پلانا ہے، جب تک کہ عدت پوری نہ ہو، پس اگر مطلقہ رجعیہ کی عدت پوری ہوگئی ہے تو پھر باپ کے ذمہ دودھ پلانے کی اجرت ہے، اسی طرح جب طلاقِ بائن ہو تب بھی خاوند کے ذمہ دودھ پلانے کی اجرت ہے، خواہ عدت پوری نہ ہوئی ہو اور ماں دودھ پلانے کے زیادہ لائق ہو، اور اگر بچہ

Marfat.com

کسی اور عورت کا دودھ نہ پیے اور بچہ کی جان کو خطرہ ہو تو پھر اس کی ماں کو دودھ پلانے کی اجرت رواج کے مطابق ملے گی، اور ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔ (المدونہ ج ۲ ص ۲۹۵)

اور اس میں اختلاف ہے کہ جو عورت شوہر والی ہو، کیا اسے بچہ کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا؟

ابن ابی لیلیٰ نے کہا: ہاں! مجبور کیا جائے گا جب تک وہ اس کی بیوی ہے، یہ امام مالک اور ابوثور کا قول ہے، اور الثوری اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس عورت کو بچہ کے دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اور دودھ پلانے کا خرچ ہر حال میں شوہر کے ذمہ ہے۔

اور علامہ ابن القاسم مالکی نے کہا: عورت کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا، سوا اس صورت کے کہ اس عورت کی مثل کوئی دودھ نہ پلائے، تو اس صورت میں دودھ پلانے کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے۔

جن لوگوں نے کہا ہے کہ دودھ پلانا ماں کے ذمہ ہے، ان کا اس آیت سے استدلال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ (البقرہ: ۲۳۳) یعنی بچہ کے باپ کے ذمہ دودھ پلانے والی کا رزق ہے، پس جو منکوحہ عورتیں مائیں ہیں، انہیں دودھ پلانے کا حکم دیا ہے اور ان کے خاوندوں پر یہ لازم کیا ہے کہ ان کو خرچ اور کپڑے وغیرہ دیں، اس آیت میں دودھ پلانے کی اجرت کا ذکر نہیں کیا، صرف یہ ذکر کیا ہے کہ دودھ پلانے والیوں کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن الملقن نے وہی مباحث تفصیل سے لکھے ہیں جن کو ہم علامہ عینی کی شرح میں ذکر کر چکے ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۳۲-۳۴، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

باب: ۴ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

دودھ پلانے کی اجرت کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا ہے: اگر شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی ہو، تو جب تک عدت پوری نہ ہوئی ہو، عورت پر لازم ہے کہ وہ بچہ کو دودھ پلائے، اور اگر عدت پوری ہو گئی ہو تو پھر باپ کے ذمہ دودھ پلانے کی اجرت ہے اور اسی طرح اگر مرد نے عورت کو تین طلاقیں دی ہوں، پھر بھی اس کے ذمہ دودھ پلانے کی اجرت ہے اور اگر عدت پوری نہیں ہوئی تو ماں دودھ پلانے کی زیادہ حق دار ہے، سوا اس صورت کے کہ باپ کو عورت کے سوال کے بغیر کوئی اور دودھ پلانے والی میسر ہو جائے، اب اس کو اختیار ہے کہ ماں سے دودھ پلوائے یا کسی اور عورت سے، ہاں اگر بچہ دوسری عورت کا دودھ قبول نہ کرے اور بچہ کی موت کا خطرہ ہو تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ بچہ کی ماں کو دودھ پلانے کی اجرت دے اور اس کی ماں کو اس صورت میں دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔

اور جو عورت شوہر والی ہو، اس کے متعلق اختلاف ہے، کیا اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے بچہ کو دودھ پلائے؟ تو ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ ہاں اس کو مجبور کیا جائے گا جب تک کہ وہ اپنے شوہر کی بیوی ہے اور یہ امام مالک اور ابوثور کا بھی قول ہے۔

اور فقہاء احناف، ثوری اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس عورت پر دودھ پلانا لازم نہیں ہے، دودھ پلانے کی اجرت ہر حال میں شوہر کو دینا لازم ہے، اور ابن القاسم مالکی نے کہا: عورت کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا، سوا اس صورت کے کہ ایسی عورت دودھ

Marfat.com

نہ پلاسکتی ہو، پر اس صورت میں اس کے شوہر کو اختیار ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۲۹-۴۳۰، ملخصاً وملتقطاً، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۵۔ بَابُ: نَفَقَةِ الْمَرْأَةِ إِذَا غَابَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَنَفَقَةِ الْوَلَدِ

جب بیوی کا شوہر غائب ہو تو اس کا اور اس کی اولاد کا خرچ

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان صرف اولاد کے خرچ میں ظاہر ہے، کیونکہ اس وقت حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ شہر میں موجود تھے اور شہر سے غائب نہیں تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۵۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدٌ بِنْتُ عُتْبَةَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا قَالَ لَا إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا آئیں، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ابو سفیان کنجوس مرد ہیں، پس کیا مجھ پر کوئی حرج ہے اگر میں اپنی اولاد کو ان کے مال سے کھلاؤں، آپ نے فرمایا نہیں، مگر دستور کے مطابق۔

(صحیح البخاری: ۲۲۱۱، ۲۴۶۰، ۳۸۲۵، ۵۳۵۹، ۵۳۶۴، ۵۳۷۰، ۶۶۴۱، ۷۱۶۱، ۷۱۸۰، صحیح مسلم: ۱۷۱۴، سنن نسائی: ۵۴۲۰، سنن ابوداؤد: ۳۵۳۲، سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۳، مسند احمد: ۲۵۱۸۵، سنن دارمی: ۲۲۵۹)

میں کہتا ہوں: امام بخاری نے اس حدیث کا پورا متن ذکر نہیں کیا، اس حدیث کا پورا متن حسبِ ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ہند جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا: بے شک (حضرت) ابوسفیان بخیل مرد ہیں، کیا مجھ پر کوئی گناہ ہوگا اگر میں ان کے مال میں سے چپکے سے نکال لوں، آپ نے فرمایا: تم لو اور تمہارے بیٹے لیں جو تمہیں دستور کے مطابق خرچ کے لیے کافی ہو۔

حدیث مذکور کی شرح از علامہ عینی

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد اللہ کا ذکر ہے، اور وہ عبد اللہ بن المبارک المروزی ہیں۔

حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہے۔

Marfat.com

ہند میں ہا پر پیش ہے اور نون پر جزم ہے، اور عتبہ سے مراد ہے: عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے فتح مکہ کے سال اپنے شوہر حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام قبول کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ان کے نکاح پر قائم رکھا اور حضرت ہند رضی اللہ عنہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں فوت ہوگئی تھیں، جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے، اور حضرت ابوسفیان کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے، ان کا تینتیس (۳۳ھ) میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انتقال ہوا اور ان کے بیٹے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عثمان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، ان کو البقیع میں دفن کیا گیا تھا، اس وقت ان کی عمر ۸۸ سال تھی اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۹۲ سال تھی۔

مسیک کا معنی: اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ہند نے کہا کہ ابوسفیان مسیک مرد ہیں، یعنی بخیل ہیں جو اپنے مال میں سے کچھ دیتے نہیں ہیں، اور مسیک فاعل کا وزن ہے جو فاعل کے معنی میں ہے۔

حضرت ہند نے پوچھا: کیا مجھ پر کوئی حرج ہے یعنی کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو صرف دستور کے مطابق کھلاؤ، یعنی تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ اور تم ان کے مال میں سے صرف دستور کے مطابق خرچ کرو، اور یہ وہ مقدار ہے جو عرف میں لوگ اپنی اولاد پر بغیر اسراف کے خرچ کرتے ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے کہ تم اسراف نہ کرو اور دستور کے مطابق کھلاؤ۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اولاد پر خرچ کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۹ کی شرح از علامہ ابن الملقن

علامہ سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن الملقن کا علامہ ابن البطال پر تعاقب

علامہ ابن بطال نے اس حدیث سے قضاء علی الغائب پر استدلال کیا ہے، یعنی جو شخص شہر میں موجود نہ ہو بلکہ شہر سے غائب ہو، اس کے خلاف فیصلہ کرنا لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مکہ سے غائب نہیں تھے، حتیٰ کہ اس حدیث سے قضاء علی الغائب پر استدلال کیا جائے، بلکہ وہ مجلسِ حاکم سے غائب تھے، یعنی حضرت ہند نے حضرت ابوسفیان کی غیر موجودگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ چونکہ وہ پورا خرچ نہیں دیتے تو کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں ان کے مال میں سے کچھ نکال کر ان کی اولاد پر خرچ کروں، اور امام بخاری نے جو اس حدیث کے عنوان میں یہ کہا ہے کہ "بیوی کا خرچ جب اس سے اس کا شوہر غائب ہو" تو اس سے امام بخاری کی مراد یہ نہیں ہے کہ اس کا شوہر شہر سے غائب ہو بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ اس کا شوہر مجلس حاکم سے غیر حاضر ہو، اور شوہر کی غیر موجودگی میں بیوی شوہر کے مال سے خرچ کرنے کے متعلق سوال کرے۔

حدیث مذکور کی تائید میں ایک اور حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت اپنے شوہر کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ

کرے تو بیوی کو بھی شوہر کا نصف اجر ملتا ہے۔
(صحیح البخاری:۲۰۶۶، ۵۱۹۲، ۵۱۹۵، ۵۳۶۰ صحیح مسلم:۱۰۲۶، سنن ابوداؤد:۱۶۸۷، مسند احمد:۲۷۴۰۵)

سو یہ حدیث نفلی صدقات کے متعلق ہے اور حضرت ہند کی حدیث انصاف کے حصول کے متعلق ہے، جب بیوی اپنے اس حق کو حاصل کرے جس سے اس کو روک دیا گیا ہو۔

اور ان دونوں حدیثوں میں امرِ مشترک یہ ہے کہ جس طرح عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ اپنے شوہر کے مال سے اس کے حکم کے بغیر صدقہ کرے، جب کہ عورت کو یہ معلوم ہو کہ اس کا شوہر بھی اس قسم کے مال کا صدقہ کرتا ہے، اور وہ صدقہ کرنا نہ شوہر پر واجب ہو اور نہ اس کی بیوی پر واجب ہو اور وہ اس کے مال سے صدقہ کر دے، گویا وہ شوہر کے مال سے کچھ مال اس کی اجازت کے بغیر نکالے اور جو مال شوہر نے قرض خواہوں کو دینا ہو یا جن کا حق شوہر پر واجب ہو اس میں اس عورت کا خرچ کرنا بہ طریقِ اولیٰ جائز ہے، اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ بیوی اور بچوں کا خرچ شوہر پر واجب ہے، اور شوہر پر یہ خرچ کرنا لازم ہے، اگرچہ وہ مجلسِ حاکم سے غائب ہو جب کہ اس کا مال شہر میں موجود ہو۔

شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے مال سے خرچ کرنے کے متعلق فقہاءِ اسلام کا اختلاف

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ عورت کا خرچ شوہر کی غیر موجودگی میں بھی شوہر پر ثابت ہے اور ائمہ ثلاثہ کا بھی یہی مذہب ہے، سوائے امام ابوحنیفہ کے، کیونکہ انہوں نے کہا: عورت کے لیے اس وقت تک خرچ ثابت نہیں ہوگا جب تک کہ سلطان یا سربراہِ ملک اس کے لیے اس خرچ کو مقرر نہ کر دے، اور اگر عورت شوہر کے اوپر قرض لے اور شوہر موجود نہ ہو تو عورت کے لیے کچھ مقرر نہیں کیا جائے گا، اور ائمہ میں سے اسحاق اور ابوثور نے امام ابوحنیفہ کی موافقت کی ہے۔
(مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۳۷۰)

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے:

بیوی کا خرچ شوہر کے اوپر فرض ہے، اور یہ خرچ اس پر واجب ہے اور یہ اس کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگا مگر صرف ایک صورت میں اور وہ یہ ہے کہ عورت شوہر کی نافرمانی کرتی ہو، اور اس کو جماع کا موقع نہ دیتی ہو، سو اس صورت میں اس پر اجماع ہے کہ بیوی کا خرچ شوہر سے ساقط ہو جاتا ہے، سوائے الحکم بن عتیبہ اور ابن القاسم مالکی کے، اور ان کا قول شاذ ہے، اور جن کا قول جماعت سے شاذ ہو ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے اور سنت سے اس کی فرضیت ثابت ہے اس میں حاکم کے حکم کی ضرورت نہیں ہے، اور فرائض اور قرض وغیرہ کا ادا کرنا واجب ہے، اسی طرح نذر کو پورا کرنا بھی واجب ہے، اسی طرح جنایات میں جو اموال واجب ہوتے ہیں ان کا پورا کرنا بھی واجب ہے، اسی طرح حج میں بھی مال کو خرچ کرنا واجب ہے، اور حاکم کے حکم نہ ہونے کی وجہ سے ان کا وجوب ساقط نہیں ہوگا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) عورت کے لیے اپنے بچوں کے خرچ کے اوپر قبضہ کرنا جائز ہے۔
(۲) اگر کوئی شخص کسی کے حق کی ادائیگی میں کمی کرے تو وہ پسِ پشت اس کے حق میں کمی کرنے کو بیان کر سکتا ہے، اور یہ غیبت نہیں

Marfat.com

ہے۔نیز حاکم کے سامنے اپنے حق کے وصول کا معاملہ پیش کرنا اور جو حق دار کو اس کا حق نہ دے اس کے حق نہ دینے کو بیان کرنا تا کہ انصاف کا حصول ہو، یہ بھی غیبت نہیں ہے۔

(۳)اس حدیث میں فرمایا: کہ اگر تم دستور اور عرف کے مطابق اپنے اوپر اور اپنی اولاد کے اوپر خرچ کرو تو اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، یعنی تم اسراف نہ کرنا اور غیر ضروری اخراجات نہ کرنا، مثلاً کھانے پینے، لباس اور رہائش میں تو خرچ کرنا اور سامان تعیش کے حصول میں خرچ نہ کرنا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲٦ ص ۷-۳۸، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری:۵۳۵۹ کی شرح از شیخ وحید الزمان غیر مقلد

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر خاوند کہیں چل دیا ہو اور اس کا پتا معلوم نہ ہو تو عورت اپنے شہر کے قاضی کے پاس جائے، وہ اس شہر کے قاضی کو لکھ کر اس کے خاوند پر جو عورت کا خرچ ہے وہ منگوا دے، اگر پیام ممکن نہ ہو تو جیسے ہمارے زمانہ میں ہے کہ ہر ایک ایک پر کافر مسلط ہیں اور بے چارے قاضیوں کو ایک دمڑی برابر اختیار ان کافروں نے نہیں دیا ہے تو عورت اپنے شہر کے قاضی کو اطلاع دے اور وہ نکاح فسخ کر دے، اسی پر فتویٰ ہے، اگر خاوند کا بالکل پتا نہ ہو تب بھی قاضی نکاح کو فسخ کر سکتا ہے، اسی طرح خاوند اگر مفلس ہو اور نان نفقہ نہ دے سکتا ہو تب بھی یہی قول ہے، حنفیہ نے جو مذہب اختیار کیا ہے وہ صریح ظلم ہے عورتوں پر تکلیف مالا یطاق ہے، اور اس زمانہ میں کوئی عورت اس پر نہیں چل سکتی، وہ کہتے ہیں: خاوند مفلس ہو یا غائب ہر حالت میں عورت صبر کیے بیٹھی رہے، البتہ اس کے نام پر قرض لے کر کھا سکتی ہے، بتلائیے مفلس یا غائب کو کون قرض دے گا، اس زمانہ میں تو مالداروں کو بھی بغیر گروی کے کوئی قرض نہیں دیتا۔ (تیسیر الباری ج ۵ ص ۲٦۸-۲٦۹ نعمانی کتب خانہ، لاہور، جون ۱۹۹۰ء)

شیخ وحید الزمان کی شرح پر مصنف کا تبصرہ، اس حدیث کا قضاء علی الغائب سے تعلق ہے نہ مفقود الخبر سے اور نہ متعنت سے، متعنت وہ شخص ہے جو سرکشی کی بناء پر نہ عورت کو خرچ دے اور نہ اس کو طلاق دے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی شرح میں شیخ وحید الزمان نے سخت مغالطہ آفرینی کی ہے، اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت ہند نے حضرت ابوسفیان کی غیر موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں اگر ابوسفیان کے مال میں سے کچھ لے کر اپنے اوپر اور اپنی اولاد پر خرچ کروں تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟ تو حضرت ابوسفیان اس وقت مکہ سے غائب نہیں تھے مکہ میں موجود تھے، صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر نہیں تھے، اس لیے شیخ وحید الزمان نے اس حدیث کی شرح میں جو مفقود الخبر کا مسئلہ بیان کیا ہے، وہ اس حدیث سے متعلق نہیں ہے، نیز انہوں نے جو یہ لکھا ہے کہ احناف یہ کہتے ہیں کہ اگر مرد عورت کو خرچ نہ دے تو عورت اس کے اوپر صبر کرے، یہ بھی انہوں نے محض فقہاء احناف پر طعن کرنے کے لیے لکھا ہے، ورنہ اگر کوئی مرد بیوی پر ظلم کرے، نہ اس کو خرچ دے اور نہ اس کو طلاق دے کر آزاد کرے تا کہ وہ کسی دوسری جگہ نکاح کر سکے تو اس صورت میں متاخرین فقہاء نے عورت کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ عدالت میں خلع کی درخواست دے اور عدالت شوہر کو حکم دے کہ وہ عدالت میں پیش ہو کر یا تو بیوی کو خرچ دے اور یا اس کو طلاق دے، اور اگر شوہر بار بار بلانے پر بھی عدالت میں پیش نہ ہو تو متاخرین فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ائمہ ثلاثہ

Marfat.com

کے مذہب پر عدالت کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا اور عدالت جو خلع کا فیصلہ کرے گی، وہ طلاقِ بائن کے قائم مقام ہوگا اور اس فیصلہ کی بنیاد پر عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۵۹ کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال لینے کا جو حکم دیا ہے، یہ امرِ اباحت ہے

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے مال سے بقدرِ ضرورت لے لو، یہ امرِ اباحت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ اباحت اگرچہ لفظاً مطلقہ ہے لیکن معناً مقید یہ ہے، گویا کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے جو ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے تو پھر تم بقدرِ ضرورت لے سکتی ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہند کو جو حضرتِ ابوسفیان کے مال سے بقدرِ ضرورت خرچ کرنے کی اجازت دی تھی، آیا یہ فتویٰ تھا یا قضاء تھی؟

اور ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا کسی عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ضرورت کے وقت قاضی کی اجازت کے بغیر از خود شوہر کے مال سے خرچ لے سکے؟ اور اس کی دو صورتیں ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ہند کو لینے کی اجازت دی تھی، یہ فتویٰ تھا یا قضاء تھی، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ فتویٰ تھا، پس یہ ہر اس صورت میں جاری ہوگا جو حضرت ہند کے معاملہ کے مشابہ ہو، اور اگر یہ قضاء ہو تو یہ حضرت ہند کے علاوہ اور کسی کے لیے جائز نہیں ہوگا، سوائے قاضی کے اذن کے، اور ابن دقیق العید نے اس کی تائید کی ہے کہ یہ فتویٰ تھا، کیونکہ جس حکم میں کسی ایسے سبب کو ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو غیر کے مال کے لینے کو جائز قرار دیتا ہو اور اس میں فتویٰ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس وقت شہر میں حاضر تھے، اور اس حدیث میں قضاء علی الغائب کا ثبوت نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوسفیان کو مجلس حاکم میں حاضر کرنا اور ان کا دعویٰ سننا یہ ممکن تھا۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ج ۱۲ ص ۱۵۳)

صحیح البخاری: ۵۳۵۹ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل وعیال کے خرچ کے وجوب کے متعلق فقہاءِ اسلام کے اقوال

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر شوہر غائب ہو اور اس کا مال موجود ہو تو اس کے اہل اور عیال کا خرچ شوہر کے ذمہ واجب ہے اور شوہر پر لازم ہے۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ اور حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ کا مذہب یہ ہے کہ جب شوہر موجود نہ ہو اور مال موجود ہو تو اس کے اہل وعیال کا خرچ شوہر پر واجب ہے، اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور ابوثور کا بھی یہی مذہب

ہے، اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ عورت کے لیے از خود نفقہ واجب نہیں ہوتا مگر یہ کہ سلطان یا سربراہِ ملک اس کے لیے خرچ کو مقرر کر دیں اور اگر عورت شوہر پر قرض لے اور شوہر غائب ہو تو عورت کے لیے کچھ مقرر نہیں کیا جائے گا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۳۰-۴۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

تنبیہ: علامہ ابن بطال مالکی نے اس کے بعد علامہ ابن المنذر کی عبارت پیش کی ہے جس کا ذکر التوضیح لشرح الجامع الصحیح میں علامہ ابن الملقن نے کر دیا ہے، اس لیے ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے، اور علامہ ابن بطال نے حضرت ہند کی اس حدیث میں اور حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث میں جس میں مذکور ہے کہ عورت اپنے شوہر کی کمائی سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرے تو شوہر کو نصف اجر ملتا ہے، ان دونوں میں تطبیق بیان کی ہے، اس کا ذکر بھی علامہ ابن ملقن کی شرح میں آ چکا ہے۔

۵۳۶۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی ﷺ، آپ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی عورت اپنے شوہر کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے تو شوہر کو نصف اجر ملتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۶۶، ۲۱۹۲، ۵۱۹۲، ۵۱۹۵، ۵۳۶۰، صحیح مسلم: ۱۰۲۶، سنن ابو داؤد: ۱۶۸۷، مسند احمد: ۲۷۴۰۵)

صحیح البخاری: ۵۳۶۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اعتراض کا جواب کہ حدیث مذکور باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے

اس باب کا عنوان ہے کہ شوہر کی غیر موجودگی میں بیوی کا اپنے اوپر اور اپنی اولاد کے اوپر خرچ کرنا اور حدیث مذکور کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جب عورت شوہر کے مال سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے گی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ شوہر کے مال میں اس قسم کی سخاوت کر سکتی ہے اور یہ اس پر واجب نہیں ہے، کیونکہ شوہر کا جو خرچ واجب ہے جب وہ اس کو اس کی غیر موجودگی میں لے سکتی ہے تو جو خرچ شوہر پر واجب نہیں ہے، اس کو بھی اس کی غیر موجودگی میں بہ طریق اولیٰ لے سکتی ہے۔

شوہر کو نصف اجر ملنے کی توجیہ

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ جب بیوی شوہر کے مال سے خرچ کرے گی تو شوہر کو بھی نصف اجر ملے گا، اس کی توجیہ یہ ہے کہ جو طعام گھر میں موجود ہے، وہ شوہر اور بیوی دونوں کے خرچ کے لیے ہے، تو بیوی اس مال سے خرچ کر سکتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ شوہر کے صراحتاً امر کے بغیر بیوی خرچ کرے تو اس کو نصف اجر ملے گا، لیکن جب یہ معمول ہو کہ بیوی

Marfat.com

شوہر کے مال سے خرچ کرتی رہتی ہے یا اس پر قرائن موجود ہوں کہ بیوی شوہر کے مال سے خرچ کرے تو شوہر کو اعتراض نہیں ہوتا تو پھر شوہر کو نصف اجر ملے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸-۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ہر نیک اور جائز کام سے پہلے اس کی خصوصی نیت کا ضروری نہ ہونا

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو نیک اور جائز کام معمول کے مطابق کیا جائے، اس پر اجر وثواب ملتا ہے خواہ خصوصیت سے اس میں ثواب کی نیت نہ کی جائے، کیونکہ ہم دن اور رات میں سینکڑوں نیک اور جائز کام کرتے ہیں اور ان کاموں سے پہلے بالخصوص ان کاموں میں ثواب کی نیت نہیں کرتے جیسے نمازیں پڑھنا، نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھنا، خرید وفروخت کرنا، درس وتدریس کرنا، اور دیگر اس طرح کے نیک اور جائز کام ہیں، تاہم ان کاموں سے پہلے ان میں ثواب کی نیت کرنا مستحب ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

میں کہتا ہوں: یہ حدیث صحیح البخاری: ۵۱۹۵ میں بھی مذکور ہے، وہاں اس کی شرح میں حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی کے خرچ کرنے کے متعلق متعدد احادیث کی شرح اور ان میں باہمی تعارض کی تطبیق

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ کرے، اس سے مراد ہے اس کی صریح اجازت کے بغیر خرچ کرے اور آیا شوہر کی رضا کی علامات بھی اس کی تصریح کے قائم مقام ہیں یا نہیں، سو اس میں بحث ہے، کیونکہ کتاب النفقات میں یہ حدیث ہے کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے تو اس کو نصف اجر ملتا ہے۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اگر عورت مقدارِ واجب سے زیادہ شوہر کی کمائی سے خرچ کرے تو جتنا زیادہ وہ خرچ کرے گی، اس پر اس کا تاوان ہوگا اور مقدارِ واجب کے مطابق خرچ کرنے کے جواز کی دلیل حضرت ہند کی حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ تم ابوسفیان کے مال سے دستور کے مطابق لے کر اپنے اوپر اور اپنی اولاد پر خرچ کرو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ حدیث میں جو ارشاد ہے، شوہر کے حکم کے بغیر، اس سے مراد ہے کہ شوہر کے صریح حکم کے بغیر مقدارِ معین میں خرچ کرے اور یہ اس کو منافی نہیں ہے کہ اس سے پہلے اس کے شوہر نے اس کو اذنِ عام دیا ہو جو اس مقدار کے خرچ کرنے کو بھی شامل ہو، یا صراحتاً حکم دیا ہو یا عرف سے وہ حکم ثابت ہو۔

اور یاد رکھنا چاہیے کہ خرچ کرنے کی یہ تمام صورتیں معمولی مقدار میں ہیں، اس معمولی مقدار سے عرفاً مالک کی رضا معلوم ہو، پس اگر اس معمولی مقدار سے زیادہ عورت اس کو خرچ کرے تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ کتاب الزکوٰۃ اور کتاب البیوع میں یہ حدیث ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب عورت گھر کے کھانے کو خرچ کرے اور اس کھانے کو خراب کرنے والی نہ ہو تو اس کو اجر ملے گا، کیونکہ یہ معلوم ہے کس قسم کے خرچ میں شوہر کی رضا عادتاً معلوم ہوتی ہے، اور طعام کے لفظ میں یہ تنبیہ ہے کہ عادتاً طعام کو

Marfat.com

خرچ کر دیا جاتا ہے بخلاف سونا چاندی کے۔

اور اس تقیید کی تائید یہ ہے کہ سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے: کسی نے پوچھا کہ عورت اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ کرے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! صرف خوراک میں سے خرچ کرے اور اجر دونوں کو ملے گا، اور عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرے۔

نیز امام ابوداؤد اور امام ابن خزیمہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہم اپنے ماں باپ کو اور اپنے شوہروں کو اور بیٹوں کو کھلاتے ہیں، ان کے اموال میں سے ہمارے لیے کیا چیز حلال ہے تو آپ نے فرمایا: جو تازہ اور تر کھجوریں ہوں، وہ تم کھلا بھی سکتی ہو اور ہدیہ بھی دے سکتی ہو۔

اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر کی کسی چیز کو خرچ نہ کرے مگر خاوند کی اجازت سے، پوچھا گیا: طعام کو بھی خرچ نہ کرے؟ فرمایا: وہ تو ہمارے افضل اموال میں سے ہے۔ بہ ظاہر اس حدیث کا حدیث سابق سے تعارض ہے، کیونکہ حدیثِ سابق میں یہ تصریح ہے کہ تازہ اور تر کھجوریں تم کھلا بھی سکتی ہو اور ہدیہ بھی دی سکتی ہو، اور ان میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ ان چیزوں کو خاوند کی اجازت کے بغیر صدقہ کیا جا سکتا ہے جن کو اگر گھر میں رکھا جائے تو ان کے خراب اور فاسد ہونے کا اندیشہ ہو، لیکن جن چیزوں کو گھر میں رکھنے سے ان کے خراب اور فاسد ہونے کا یا سڑ جانے کا خطرہ اور خدشہ نہ ہو جیسے گندم یا چاول وغیرہ یا سونا چاندی تو ان کو خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، تاہم اگر خاوند کی طرف سے ان چیزوں کے خرچ کرنے کی ممانعت نہ ہو اور عورت ان چیزوں کو خرچ کرتی ہو اور خاوند منع نہ کرتا ہو تو پھر ان کا خرچ کرنا بھی جائز ہوگا، کیونکہ ہر چیز کے خرچ کرنے میں صراحتاً اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۲۹۶-۲۹۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور پاکستان، فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۷-۳۸۸، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۶۰ کی شرح از شیخ وحید الزمان

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ نکلا کہ ضرورت کے وقت عورت خاوند کا مال بے اس کی اجازت کے خرچ کر سکتی ہے، شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں، بعضوں نے کہا کہ قاضی سے اجازت لے کر خرچ کرے۔ (تیسیر الباری ج ۵ ص ۲۶۹، نعمانی کتب خانہ جون ۱۹۹۰ء)

شیخ وحید الزمان کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

فقہاء شافعیہ کے اس مسئلہ میں ایسے دو قول نہیں ہیں جو شیخ وحید الزمان نے ذکر کیے ہیں، البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے خرچ کی یہ تفصیل ذکر کی ہے کہ جس طعام کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو، اس کو تو عورت خاوند کی صراحتاً اجازت کے بغیر خرچ کر سکتی ہے اور جس طعام یا جس مال کے خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو، اس میں شوہر کی اجازت کی ضرورت ہے یا صراحتاً اجازت ہو یا عرفاً اجازت ہو۔ (سعیدی غفرلہ)

٦ـ بَابُ: عَمَلِ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا

عورت کا خاوند کے گھر میں کام کاج کرنا

٥٣٦١ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَنَا عَلِيٌّ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ تَشْكُو إِلَيْهِ مَا تَلْقَى فِي يَدِهَا مِنَ الرَّحَى وَبَلَغَهَا أَنَّهُ جَاءَهُ رَقِيقٌ فَلَمْ تُصَادِفْهُ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ قَالَ فَجَاءَنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا نَقُومُ فَقَالَ عَلَى مَكَانِكُمَا فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى بَطْنِي فَقَالَ أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا أَوْ أَوَيْتُمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ، انہوں نے کہا: مجھے حکم نے حدیث بیان کی از ابن ابی لیلیٰ، انہوں نے کہا کہ ہمیں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور وہ شکایت کر رہی تھیں جو چکی پینے سے ان کے ہاتھوں میں تکلیف اور مشقت پہنچی ہے اور حضرت فاطمہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ غلام آئے ہیں، پس حضرت فاطمہ کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوئی، سو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا پھر اس بات کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا جب آپ گھر میں تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے اور اس وقت ہم اپنے بستروں میں لیٹ چکے تھے، ہم کھڑے ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: تم اسی طرح لیٹے رہو، پس آپ آئے اور میرے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بیٹھ گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی، پس آپ نے فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی اس چیز پر نہ کروں جو تمہارے کیے ہوئے سوال سے بہتر ہے؟ جب تم اپنے لیٹنے کی جگہوں پر جاؤ یا فرمایا: جب تم اپنے بستروں پر جاؤ تو تم دونوں تینتیس بار سبحان اللہ پڑھو، اور تینتیس بار الحمد للہ پڑھو، اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھو، تو یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۱۳، ۳۷۰۵، ۵۳۶۱، ۵۳۶۲، ۶۳۱۸، صحیح مسلم: ۲۷۲۷، سنن ترمذی: ۳۴۰۸، سنن ابوداؤد: ۵۰۶۲، مسند احمد: ۱۱۴۵، سنن دارمی: ۲۶۸۵)

صحیح البخاری: ۵۳۶۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چکی پیستی تھیں، جس سے ان کے ہاتھوں میں مشقت اور تکلیف ہوتی، اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے کام کاج کرتی تھیں، چکی میں آٹا پیستی تھیں اور آٹا گوندتی تھیں اور روٹی پکاتی تھیں اور یہ گھر کے وہ کام ہیں جو عورتیں اپنے خاوند کے گھروں میں کرتی ہیں۔

حدیث مذکور کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے اور وہ ابن سعید القطان ہیں، اور اس حدیث کی سند میں الحکم کا ذکر ہے اور یہ ابن عتیبہ ہیں اور عُتیبہ تصغیر کا صیغہ ہے اور اس میں ابن ابی لیلیٰ کا ذکر ہے، ان کا نام عبدالرحمٰن ہے اور ابولیلیٰ کا نام یسار ہے، جو یمین کی ضد ہے۔

حدیث مذکور کی شرح اور خلاصہ از مصنف

خلاصہ یہ ہے کہ چکی کی سختی سے جو حضرت سیدہ کے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے اور حضرت سیدہ کو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں جن کو آپ نے غلام بنا کر صحابہ میں تقسیم کیا ہے تو انہوں نے چاہا کہ کوئی غلام بہ طور خادم کے انہیں بھی دے دیا جائے تاکہ وہ غلام چکی میں آٹا پیسے اور سیدہ فاطمہ چکی میں آٹا پیسنے کی مشقت سے راحت پا لیں، جب حضرت سیدہ آئیں تو اس وقت گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہیں تھے، بعد ازاں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ کسی کام سے حضرت سیدہ فاطمہ آئی تھیں اور آپ نہیں ملے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ام المومنین عائشہ اور حضرت سیدہ فاطمہ زہراء کے درمیان بہت الفت اور یگانگت تھی جبھی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ کے آنے کی خبر دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از راہِ کرم خود ان کے گھر تشریف لے گئے، اور آپ نے حضرت سیدہ کے آنے کا سبب معلوم کیا، جب آپ تشریف لائے تو حضرت مولیٰ علی اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں آپ کے استقبال کے لیے کھڑے ہونے لگے اور اس میں قیامِ تعظیمی کے جواز کا ثبوت ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسی طرح اپنے بستروں میں لیٹے رہو، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مسئلہ کا حل بیان فرمایا۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام آئے تو آپ نے وہ صحابہ میں تقسیم کر دیے اور اپنی ضرورت مند بیٹی کو نہیں دیے، جن کے ہاتھوں میں خود چکی پیسنے سے چھالے پڑ جاتے تھے، آج ہمارا حال یہ ہے کہ اگر کسی افسر کے پاس کہیں سے کوئی مال آئے تو سب سے پہلے تو وہ اس سے اپنا گھر بھرے گا، پھر اپنے رشتہ داروں کو دے گا، پھر اگر کچھ بچ گیا تو مستحقین کو بھی اس میں سے دے دے گا، زمانہ قریب میں جب زلزلہ آیا یا سیلاب آیا تو زلزلہ زدگان اور سیلاب زدگان کی امداد کے لیے جو دنیا بھر سے امداد آئی اس امداد کا بیشتر حصہ تو تقسیم کاروں نے اپنے گھر والوں میں، رشتہ داروں میں، دوستوں اور عزیزوں میں تقسیم کیا اور خانہ پُری کے لیے کچھ ضرورت مند لوگوں کو بھی دے دیا۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر کوئی کیسے یقین کرے گا کہ یہ اسی نبی کو ماننے والی امت ہے جس کے پاس غلام اور خدام آئے تو سب کو دیے نہیں دیا تو صرف اپنی ضرورت مند بیٹی کو نہیں دیا۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

اس سوال کا جواب کہ حضرت سیدہ فاطمہ کو تو خادم کی ضرورت تھی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حل کے لیے ان کو تسبیحات پڑھنے کا حکم دیا، ان تسبیحات سے حضرت سیدہ فاطمہ کی ضرورت کیسے پوری ہوگی؟

علامہ عینی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ تسبیح پڑھنے والے کو ایسی قوت عطا فرمائے، جس کی وجہ سے وہ از خود گھر کے کام کاج کرنے پر خادم کی بہ نسبت زیادہ قوت پائے یا اس کے لیے گھر کے کام کاج کرنا سہل اور آسان ہو جائے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ تسبیح کا نفع آخرت میں ملے گا اور خادم کا نفع دنیا میں ملے گا، وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ۝ (الاعلیٰ) اور آخرت ہی بہت عمدہ اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے O''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹-۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۶۱ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کو لازم رکھو گی تو اللہ تعالیٰ تم کو ایسی قوت عطا فرمائے گا جو خادم کو عطا کرنے سے زیادہ مفید ہوگی یا تم پر کام آسان ہو جائیں گے حتیٰ کہ تمہیں خادم کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اسی طرح بعض شارحین نے اس حدیث کے مسائل میں بیان کیا ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ تسبیح کا نفع آخرت کے ساتھ مختص ہے اور خادم کا نفع دنیا کے ساتھ مختص ہے اور آخرت زیادہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۰۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، فتح الباری ج ۶ ص ۵۵۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۶۱ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

قدر و منزلت والی خاتون کے لیے بھی گھر کے کام کرنے کا ثبوت

علامہ ابن حبیب نے کہا ہے کہ جب شوہر تنگدست ہو اور اس کی بیوی قدر و منزلت اور فضیلت والی ہو تو اس کی بیوی پر گھر کے کاموں کی خدمت کرنا لازم ہے مثلاً آٹا گوندھنا، روٹی پکانا، گھر کی صفائی کرنا اور دیگر اس قسم کے کام کرنا، اسی طرح اس حدیث کی ابن الماجشون اور اصبغ نے روایت کی، علامہ ابن الحبیب نے کہا: اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گھر کے کاموں میں خدمت کرنے کا حکم دیا، اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو ظاہری کاموں میں خدمت کرنے کا حکم دیا، اور میرے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو احادیث ثابتہ ہیں، ان میں ہمیں یہ چیز معلوم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خدمتِ باطنہ کا حکم دیا، ان کا نکاح صرف حسنِ معاشرت کے طریقہ سے ہوا تھا، رہا یہ کہ عورت کو گھر کی خدمت پر مجبور کیا جائے تو اس کی اصل سنت میں نہیں ہے، بلکہ اس پر اجماع ہے کہ خاوند کے اوپر بیوی کی تمام مشقتوں کی ذمہ داری ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے: اس میں اختلاف نہیں ہے کہ عورت پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی خدمت کرے اور زوج پر یہ لازم ہے کہ وہ ان کاموں میں اپنی بیوی سے کفایت کرے اور اگر بیوی کے ساتھ کوئی خادم ہو تو خاوند کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس خادم کو گھر سے نکالے، پس خاوند کے ذمہ لازم ہے کہ وہ خادم کی ضروریات کو پورا کرے اور ابن حکم نے از امام مالک یہ روایت کی ہے کہ

Marfat.com

بیوی کے اوپر خاوند کی خدمت کرنا لازم نہیں ہے۔

علامہ ابو جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو عورتیں گھروں میں روٹی پکاتی ہیں یا آٹا پیستی ہیں یا گھروں میں اور ایسے کام کرتی ہیں جس میں گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ہوتی، تو ان کاموں کے کرنے کا اس کا خاوند مکلف نہیں ہے، جیسا کہ اس کی بیوی بیمار ہو یا اپاہج ہو اور پھر وہ کام نہ کرے تو اس کا خاوند اس کا مکلف نہیں ہے کہ اس سے وہ کام کرائے، کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ شکایت کی کہ چکی میں آٹا پیسنے سے اور آٹا گوندھنے سے ان کو مشقت ہوتی ہے اور انہوں نے ان کاموں کے لیے خادم کا سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو کوئی خادم مہیا کریں جو یہ کام کر سکے اور نہ یہ حکم دیا کہ تم اجرت پر کوئی خادم مقرر کرو، بلکہ یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے میری بیٹی! صبر کرو، کیونکہ عورتوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو نفع پہنچائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا ان خدمات کو انجام دینے کے باوجود بعض پر مشقت کاموں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کرتی تھیں۔ اور اگر حضرت علی کے اوپر یہ واجب ہوتا کہ وہ ان کاموں میں حضرت فاطمہ کے لیے کسی خادم کو مہیا کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم دیتے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو حکم دیا تھا کہ حضرت فاطمہ کا مہر ادا کرو اور فرمایا تھا: تمہاری زرہ کہاں ہے؟، اور یہ جائز نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو تو محاسن اخلاق کی تعلیم دیں اور گھر والوں کے لیے فرائض کے بیان کو ترک فرما دیں، کیونکہ آپ نے حضرت علی کو مہر دینے کا حکم دیا تھا، حالانکہ مہر کی ادائیگی میں تاخیر بھی جائز ہے۔

جب خاوند خوش حال ہو تو اس کو چاہیے کہ گھر کے کاموں کے لیے کسی خادم کا خرچ دے

اہلِ ظاہر کا یہ قول شاذ ہے کہ مرد پر یہ لازم نہیں ہے کہ جب وہ خوش حال ہو تو اپنی بیوی کو خادم مہیا کرے یا جب اس کی بیوی ان عورتوں میں سے ہو کہ ان جیسی عورتیں گھر کے کام کاج نہیں کرتیں اور دیگر فقہاء کی دلیل یہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (النساء:١٩) اور تم ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

اور جب عورت کو خادم کی ضرورت ہو اور اس کا خاوند اس کو خادم مہیا نہ کرے تو وہ اس کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا نہیں ہے۔

اور امام مالک بن انس، اللیث اور محمد بن حسن شیبانی نے کہا ہے کہ خاوند بیوی کے لیے اور اس کے خادموں کے لیے خرچ مہیا کرے جب کہ اس کی بیوی شرف اور مرتبہ والی ہو۔

اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا ہے کہ وہ بیوی کے لیے اور اس کے خادم کے لیے نفقہ مقرر کرے۔

عام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جو مرد تنگ دست ہو اور خادم کا خرچ نہ اٹھا سکتا ہو، تو اس مرد اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی، خواہ اس کی بیوی قدر و منزلت والی ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ لازم نہیں کیا کہ وہ اپنی تنگدستی میں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے کوئی خادم مہیا کریں اور نہ ان کو یہ حکم دیا کہ وہ چکی سے آٹا پیسنے میں ان کی مدد کریں۔

اور المہلب مالکی نے کہا ہے: اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو عورت بلند مرتبہ والی ہو اس کو گھر کے کام مثلاً چکی سے آٹا پیسنا اور روٹی پکانے کی مشقت برداشت کرنی چاہیے، کیونکہ کوئی عورت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سے زیادہ بلند مرتبہ والی نہیں ہے

Marfat.com

،اور یہ حضرات آخرت کو ترجیح دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے او پر اس کی عبادت میں تواضع کرتے تھے۔
نیز اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ دنیا کی تھوڑی مقدار پر کفایت کرنی چاہیے اور دنیا سے بے رغبتی کرنی چاہیے اور آخرت کے ثواب میں رغبت کرنی چاہیے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کیا میں تم کو ایسی چیز پر رہنمائی نہ کروں جو تم دونوں کے سوال سے بہتر ہو، پھر آپ نے ان کو سبحان اللہ، الحمد للہ، اور اللہ اکبر پڑھنے کی طرف رہنمائی فرمائی۔
(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۵۳۳-۵۳۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۶۱ کی شرح از علامہ القسطلانی شافعی

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیویوں کو چاہیے کہ وہ از خود گھر کا کام کاج کیا کریں، اور اس میں عار اور بوجھ نہ سمجھیں

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چند کلمات ہیں جن کی مجھے حضرت جبریل علیہ السلام نے تعلیم دی ہے، پس تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہو اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہو اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو، تو یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے، اس حدیث سے یہ مستفاد ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کو لازم رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اتنی قوت عطا فرماتا ہے جتنی قوت کے ساتھ کوئی خادم اس کے لیے عمل کرتا ہے، یا اس سے مراد یہ ہے کہ تسبیح مختص ہے دارِ آخرت کے ساتھ اور خادم کا نفع مختص ہے دارِ دنیا کے ساتھ اور آخرت زیادہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند پر یہ بھی لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے خادم یا خادمہ کو مہیا کرے، جب کہ بیوی گھر کے کام کاج از خود کرتی ہو، روٹی پکاتی ہو آٹا گوندتی ہو اور گھر کی صفائی کرتی ہو اور جب کہ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خادم کا سوال کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ حضرت فاطمہ کو خادم یا خادمہ مہیا کریں، اور ابن حبیب نے اصبغ سے روایت کی ہے اور انہوں نے امام مالک سے کہ بیوی پر لازم ہے کہ وہ گھر کے کام کاج کرے خواہ وہ بہت بلند مرتبہ کی ہو جب کہ اس کا خاوند تنگ دست اور غریب ہو، اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بلند مرتبہ والی خاتون کون ہوگی، پس جب وہ اپنے گھر کا کام کرنے میں عار محسوس نہیں کرتی تھیں اور اس کو بوجھ نہیں سمجھتی تھیں تو عام عورتوں کو بدرجہ اولیٰ گھر کے کام کاج کرنے چاہئیں اور اس کو اپنے اوپر عار اور بوجھ نہیں سمجھنا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور آپ کی صاحبزادیوں کا یہی اسوہ اور یہی طریقہ ہے۔
(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۱۵۵، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۶۱ کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خادم کی ضرورت ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم عطا نہ کرنے کی توجیہات

اگر تم یہ سوال کرو کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خادم کی ضرورت تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خادم مہیا کرنے سے

Marfat.com

کیوں منع فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ سیدہ فاطمہ اس مشقت والے کام پر قدرت رکھتی ہیں اور وہ مجبور نہیں ہیں اور فقراء صحابہ ان سے زیادہ ضرورت مند تھے، یا آپ کو یہ علم تھا کہ سیدہ فاطمہ ان پر مشقت کاموں پر صبر کر سکتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور حدیث میں یہ ارشاد ہے: میں ایک مرد کو عطا کرتا ہوں اور دوسرا مرد مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جس کو میں عطا نہیں کر رہا، اس کی طبیعت کے اندر غنا ہے۔ (صحیح البخاری: ۹۲۳، مسند احمد: ۲۰۱۴۹)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی کے گھر میں کام کاج کرتی تھیں اور یہ اگر چہ ان پر واجب نہیں تھا، کیونکہ جب وہ یہ کام کرتی تھیں تو ان کے خاوند کو اس پر عار محسوس نہیں ہوتا تھا۔ (الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۹ ص ۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی سادہ اور بے تکلف زندگی

میں کہتا ہوں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے اس طرح سادگی سے زندگی بسر کی ہے کہ اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں، پانی بھر کر لے آتی تھیں، تو ان کے مقابلہ میں دوسری دنیا دار عورتوں کی کیا حقیقت ہے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر ان کاموں کو ننگ و عار محسوس کریں، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے چیزیں خرید کر اپنے ہاتھ میں اٹھا کر لاتے تھے، حالانکہ صدہا خدام اپنی جان کو آپ پر نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی اور آپ کی صاحبزادی کی پر مشقت زندگی کو دیکھ کر بھی کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے پر شک کرے تو اس سے بڑا بدنصیب کون ہوگا۔ (سعیدی غفرلہ)

۷۔ بَابٌ: خَادِمِ الْمَرْأَةِ

عورت کا خادم

۵۳۶۲۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ سَمِعَ مُجَاهِدًا سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام أَتَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكِ مَا هُوَ خَيْرٌ لَكِ مِنْهُ تُسَبِّحِينَ اللّٰهَ عِنْدَ مَنَامِكِ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتَحْمَدِينَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتُكَبِّرِينَ اللّٰهَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ ثُمَّ قَالَ سُفْيَانُ إِحْدَاهُنَّ أَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ فَمَا تَرَكْتُهَا بَعْدُ قِيلَ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ قَالَ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن ابی یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے مجاہد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے سنا، وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں، اور آپ سے خادم کا سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں خبر نہ دوں جو تمہارے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے، تم سونے کے وقت تینتیس مرتبہ سبحان اللہ پڑھو، اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ پڑھو اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھو، پھر سفیان نے کہا: ان میں سے ایک چونتیس مرتبہ ہے، پھر میں نے ان تسبیحات کو کبھی ترک نہیں کیا، کہا گیا: اور آپ نے صفین کی رات میں بھی ترک نہیں کیا، حضرت علی

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے صفین کی رات میں بھی اس کو ترک نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۱۳، ۳۷۰۵، ۵۳۶۱، ۵۳۶۲، ۶۳۱۸، مسند احمد: ۷۴۰، صحیح مسلم: ۶۹۱۵)

صحیح البخاری: ۵۳۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے مذکور ہے، لیکن اس کا سیاق زیادہ مختصر ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جو عورت گھر کے کام کاج کرنے اور گھر کی خدمت کرنے کی طاقت رکھتی ہو مثلاً روٹی پکا سکتی ہو، چکی میں آٹا پیس سکتی ہو، آٹا گوندسکتی ہو اور اس طرح کے کام کر سکتی ہو تو اس کے خاوند پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے کوئی خادمہ رکھے، جب کہ یہ معلوم ہو کہ اس جیسی عورت اس قسم کے کام از خود کر لیتی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خادم کا سوال کیا تو آپ نے ان کے شوہر کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ سیدہ فاطمہ کے لیے کوئی خادم مہیا کریں، یا اجرت پر کوئی خادم مہیا کریں، یا خود ان کے ساتھ مل کر یہ کام کریں، اور اگر حضرت علی کے لیے ان کاموں کے کرنے میں کفایت ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے لیے خادم مہیا کرنے کا حکم دیتے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے اور باب کے عنوان کی وضاحت کرتی ہے، کیونکہ امام بخاری نے جو باب کے عنوان میں کہا ہے: ''خادم المرأۃ'' یعنی عورت کا خادم اور یہ مبہم ہے اور باب کی حدیث میں اس کی وضاحت کر دی۔

علامہ ابن بطال مالکی نے بعض شیوخ سے نقل کیا ہے کہ ہم کو کسی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہو کہ وہ گھر کے کام کاج کیا کریں اور یہ چیز عرف پر مبنی ہے اور حسنِ معاشرت پر مبنی ہے اور عمدہ اخلاق پر مبنی ہے، رہا یہ کہ عورت کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ گھر کے کام کاج کیا کرے تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ اجماع اس پر منعقد ہے کہ خاوند کے ذمہ ہے کہ وہ عورت کے تمام پُر مشقت کاموں کی ذمہ داری قبول کرے اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ خاوند پر یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کی خادمہ کو گھر سے نکال دے، بلکہ خاوند پر یہ لازم ہے کہ بیوی کی خادمہ کا بھی حسب ضرورت حق ادا کرے۔

اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا ہے کہ خاوند پر لازم ہے کہ وہ خادم کا اور اس کی بیوی کا خرچ مقرر کرے۔

سفیان نے کہا کہ حضرت علی نے صفین میں بھی ان تسبیحات کے پڑھنے کو ترک نہیں کیا، اور صفین کے لفظ میں صاد کے نیچے زیر ہے اور فاء پر تشدید ہے اور نون سے پہلے یاء ہے اور یہ عراق اور شام کے درمیان ایک جگہ ہے، جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان عظیم معرکہ برپا ہوا تھا، اور سفیان کی مراد یہ ہے کہ اس رات میں اتنی عظیم جنگ کے باوجود اور اتنے سنگین معاملات ہونے کے باوجود میں نے ان تسبیحات کو پڑھنا نہیں چھوڑا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰-۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۶۲ کی شرح از علامہ ابن الملقن

علامہ سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن التوفی ۸۰۴ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر مومنات کو اپنی صاحبزادی پر ترجیح دی، کیونکہ آپ کی صاحبزادی کی شان بہت بلند تھی۔

ابن حبیب نے کہا ہے کہ جب خاوند تنگ دست ہو اور اس کی بیوی عظیم المرتبت اور عظیم القدر ہو تب بھی اس کی بیوی پر لازم ہے کہ وہ خدمتِ باطنہ یعنی گھر کے کام کاج کرے، آٹا گوندھے، روٹی پکائے، گھر کی صفائی کرے اور اس قسم کے دیگر کام کاج کرے۔

نیز علامہ ابن حبیب نے کہا ہے: اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خدمتِ باطنہ کا حکم دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدمتِ ظاہرہ کا حکم دیا یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو گھر کے کام کاج کریں اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ گھر کی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر کے باہر حصولِ رزق کی تگ و دو کریں۔

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میری بیٹی صبر کرو، کیونکہ عورتوں میں سے بہترین عورت وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو نفع پہنچائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۰۵۹۴)

عام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جب مرد تنگ دست ہو اور وہ بیوی کی خادمہ کا خرچ نہ اٹھا سکتا ہو تو اس مرد اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی خواہ اس کی بیوی شرف اور مرتبہ والی ہو، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شارع علیہ السلام نے یہ لازم نہیں کیا کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان کی تنگدستی میں کوئی خادمہ مہیا کریں۔

اور المہلب مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو عورت بلند مرتبہ والی ہو، اس کے لیے بھی اپنے خاوند کی خدمت کرنے میں مشقت کو برداشت کرنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سے بڑھ کر تو کوئی خاتون نہیں ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے تھے اور گھر کے کام کاج کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے، اور عبادت میں تواضع کرتے تھے، اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ دنیا کی تھوڑی چیزوں پر کفایت کرنی چاہیے اور دنیا میں بے رغبتی کرنی چاہیے اور ثواب میں رغبت کرنی چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا: کہ خادمہ کے حصول سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ تم رات کو سونے سے پہلے سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۴۱-۴۳ ملخصاً وملتقطاً وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، ۱۴۳۱ھ)

تنبیہ: علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اپنی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح سے استفادہ کیا ہے اور ہم نے اس میں سے قدرے ضروری کو ذکر کیا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۶۲ کی شرح از علامہ قسطلانی شافعی

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی التوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ خاوند پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے خادمہ کو مہیا کرے، لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس

Marfat.com

حدیث کو اس پر محمول کیا جائے جو حُسنِ معاشرت اور عمدہ اخلاق کا تقاضا ہے، ورنہ خاوند پر واجب ہے خواہ وہ تنگدست ہو یا غلام ہو کہ وہ آزاد عورت کی خدمت کے لیے خواہ وہ عورت ذمیہ ہو تو وہ کسی خادمہ کو مہیا کرے جو اس کے گھر کے کام کاج کرے کیونکہ یہ بھی حسنِ معاشرت میں سے ہے اور عرف کے مطابق ہے۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ج ۱۲ ص ۱۵۶، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٨ - بَابُ: خِدْمَةِ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ

مرد کا اپنے گھر کے کام کاج کرنا

٥٣٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رضي الله عنها مَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَصْنَعُ فِي الْبَيْتِ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ فَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ خَرَجَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عَرعَرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم بن عُتیبہ از ابراہیم از اسود بن یزید، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے، تو انہوں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے پر مشقت کاموں میں مصروف رہتے تھے، پھر جب آپ اذان کو سنتے تو گھر سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔

(صحیح البخاری: ٦٧٦، ٥٣٦٣، ٦٠٣٩، سنن ترمذی: ٢٤٨٩، مسند احمد: ٢٤٢٠٧)

صحیح البخاری: ٥٣٦٣ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے، اس باب میں ''جو شخص اپنے گھر میں مصروف ہو، پھر نماز کی اقامت کہی جائے تو وہ گھر سے باہر جائے''۔

اس حدیث میں ''المهنة'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: خدمت۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ گھر کی خدمت کرنا اور گھر والوں کی خدمت کرنا اللہ کے نیک بندوں کی سنت اور ان کا طریقہ ہے اور اس حدیث میں جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت ہے، کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ جب آپ اذان کو سنتے تو گھر سے باہر چلے جاتے یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے چلے جاتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں کام کاج کرنے کے متعلق مزید احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ شمائل میں روایت کرتے ہیں:

عَمرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے، تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشروں میں سے بشر تھے، اپنے کپڑے سے جوئیں چن لیتے تھے اور بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور گھر والوں کی خدمت کرتے تھے۔ (الشمائل المحمدیہ: ۳۴۲، دارالمنہاج للنشر والتوزیع، المدینۃ المنورہ، ۱۴۲۸ھ)

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں میں جوؤں کی تحقیق

امام فقیہ ابراہیم بن محمد الباجوری الشافعی التوفی ۱۲۷۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ بشروں میں سے ایک بشر تھے، یہ بطور تمہید ہے اور اس میں کفار کے اس عقیدہ کا رد ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب اس کے منافی ہے کہ آپ وہ کام کریں جو کام عام لوگ کرتے ہیں، آپ کی شان کے یہ لائق ہے کہ آپ بادشاہوں کی طرح رہیں اور عام لوگوں سے اپنے آپ کو بلند و بالا رکھیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: "یفلی ثوبہ" یعنی جوں نکال کر پھینک دیتے تھے، یعنی اپنے کپڑے سے جوؤں کو تلاش کرتے تا کہ اس کو نکال کر پھینک دیں، اس کا معنی ہے کہ کپڑوں میں کانٹوں کی مثل کوئی چبھنے والی چیز ہوتی تو اس کو نکال دیتے، یا کپڑا کہیں سے پھٹا ہوا ہوتا تو اس میں پیوند لگا لیتے تھے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کے کپڑوں میں فی الواقع جوں ہوتی تھی، کیونکہ جوں تعفن کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور آپ کے بدن میں تعفن نہیں تھا، اور جوں اکثر پسینے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور آپ کا پسینہ پاکیزہ اور خوشبودار تھا، اسی وجہ سے شراحِ شفاء میں سے ابن سبع نے کہا ہے کہ آپ کے بدن اور کپڑے میں جوئیں نہیں تھیں، کیونکہ آپ نور تھے اور جس نے کہا کہ آپ کے کپڑے یا بدن میں جوئیں تھیں اس نے آپ کی تنقیص کی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے کپڑے میں جوئیں تھیں لیکن وہ آپ کو ایذاء نہیں پہنچاتی تھیں اور آپ کپڑوں سے جوئیں اس لیے نکالتے تھے کہ آپ کو ان سے گھن آتی تھی۔ (میں کہتا ہوں کہ پہلا قول صحیح ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور اس حدیث میں مذکور ہے آپ اپنی خدمت کرتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ اپنا کپڑا سی لیتے تھے اور اپنی جوتی کی مرمت کر لیتے تھے اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے تھے اور وہ تمام کام کرتے تھے جو مرد اپنے گھروں میں کرتے ہیں، پس مرد کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی خدمت کرے، کیونکہ اس میں تواضع ہے اور تکبر کو ترک کرنا ہے۔ (المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ ص ۵۴۸-۵۴۹، دار المنہاج للنشر والتوزیع، ۱۴۲۸ھ)

دیگر روایات کے حوالہ جات

(مصنف عبد الرزاق: ۲۰۴۹۲، مسند احمد: ج ۶ ص ۱۶۷، ۱۲۱، ۱۰۶، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۸۴، مسند ابو یعلیٰ: ۴۶۵۳، صحیح ابن حبان: ۲۱۳۳، شرح السنۃ: ۳۶۷۸، ۳۶۷۵)

صحیح البخاری: ۵۳۶۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر والوں کی خدمت میں رہتے تھے اور جب اذان سنتے تو گھر سے باہر نکل جاتے۔ (صحیح البخاری: ۶۷۶)، یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے اور کتاب الادب میں آئے گی۔ (صحیح البخاری: ۶۰۳۹)

علامہ مہلب مالکی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے کام کاج بہ طور تواضع کرتے تھے تا کہ آپ کی امت کے لیے گھر کے کاموں کا کرنا سنت ہو جائے، اور سنت سے یہ ہے کہ انسان اپنے گھر کے کام کرے جو اس کے گھر میں دنیاوی ضروریات سے متعلق ہوں اور جن کاموں سے اسے اس کے دین پر مدد حاصل ہو اور اپنے آپ کو ان کاموں سے بلند سمجھنا یہ قابل تعریف نہیں ہے اور نہ یہ

Marfat.com

صالحین کا طریقہ ہے، یہ تو عجمی بادشاہوں کا طریقہ ہے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سب سے مؤکد سنت ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے شدید بیماری کی حالت کے جماعت کو ترک نہیں فرمایا اور آپ نماز با جماعت کی بہت زیادہ حفاظت فرماتے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۴۴، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۹۔ بَابٌ: إِذَا لَمْ يُنْفِقِ الرَّجُلُ فَلِلْمَرْأَةِ أَنْ تَأْخُذَ بِغَيْرِ عِلْمِهِ مَا يَكْفِيهَا وَوَلَدَهَا بِالْمَعْرُوفِ

جب مرد خرچ نہ کرے تو عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ مرد کے علم کے بغیر اتنی مقدار لے لے جو اس کے اور اس کی اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو

۵۳۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، کہ حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک ابوسفیان بخیل مرد ہیں، وہ مجھے خرچ کی اتنی مقدار نہیں دیتے جو میرے لیے کافی ہو اور میری اولاد کے لیے کافی ہو، سوا اس کے کہ جو میں ان کے مال سے نکال لوں اور ان کو اس کا علم نہ ہو، تو آپ نے فرمایا: تم اتنی مقدار لے لو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو۔

(صحیح البخاری: ۲۲۱۱، ۲۴۶۰، ۳۸۲۵، ۵۳۵۹، ۵۳۶۴، ۵۳۷۰، ۶۶۴۱، ۷۱۶۱، ۷۱۸۰، صحیح مسلم: ۱۷۱۴، سنن نسائی: ۵۴۲۰، سنن ابوداؤد: ۳۵۳۲، سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۳، مسند احمد: ۲۵۱۸۵، سنن دارمی: ۲۲۵۹)

صحیح البخاری: ۵۳۶۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لفظ ھند کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح سے پڑھنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ان ھند أبنت عتبۃ'' یہ لفظ منصرف ہے، کیونکہ اس پر تنوین داخل ہے اور اس سے پہلی حدیث میں جو کتاب المظالم میں گزر چکی ہے یہ لفظ غیر منصرف ہے، اور یہ معلوم ہے کہ اس لفظ کا درمیانی حرف ساکن ہے اور جب کسی اسم کا درمیانی حرف ساکن ہو تو اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، جیسا کہ نوح میں۔

شحیح کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوسفیان شحیح ہیں، شحیح کا معنی بخیل ہے، اور اس سے پہلی روایت میں مذکور ہے کہ وہ

Marfat.com

مسنیک ہیں، یعنی وہ کم خرچ کرتے ہیں۔

مرد پر اس کی اولاد کے نفقہ کا لزوم

اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد پر اس کی اولاد کا نفقہ لازم ہے، خواہ وہ بڑی عمر کی ہو اور اس استدلال کو رد کیا گیا ہے کہ یہ خصوصی واقعہ ہے اور اس میں افعال کا عموم نہیں ہے، اور ہو سکتا ہے کہ یہ اس وقت ہو جب اولاد کم سن ہو یا بڑی عمر کی ہو اور اپاہج ہو اور کمانے سے عاجز ہو اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ مرد پر اولاد کا نفقہ لازم ہے جب اس کی اولاد اپاہج ہو۔

حدیث مذکور کے بعض دیگر مسائل

جب کسی انسان کا دوسرے انسان پر حق ثابت ہو اور اس سے اس کا حق ملنا دشوار ہو تو پھر اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کی لاعلمی میں اپنا حق وصول کر لے یا جب وہ غیر موجود ہو تو اپنا حق وصول کر لے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہند کو حضرت ابوسفیان کے مال سے بقدر ضرورت لینے سے منع نہیں فرمایا۔

اس حدیث سے بعض شافعیہ نے فقہاء احناف کے خلاف یہ استدلال کیا ہے کہ فقہاء احناف قضاء علی الغائب کو ناجائز کہتے ہیں، یعنی جو شخص موجود نہ ہو اس کے خلاف فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے کہ حضرت ابوسفیان موجود نہیں تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فیصلہ فرمایا، تو اس حدیث میں قضاء علی الغائب کا ثبوت ہے۔ فقہاء احناف اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ واقعہ مکہ مکرمہ کا ہے اور اس وقت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ عورت اور اس کی اولاد کے خرچ کی کتنی مقدار شوہر پر مقرر کی جائے، تو امام مالک نے کہا ہے کہ اتنی مقدار فرض کی جائے جو اس کے لیے تنگی اور فراخی میں کافی ہو، اور اس میں عورت اور مرد دونوں کے حال کا اعتبار کیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ نے کہا: اس کی کوئی مقدار معین نہیں اور امام شافعی نے کہا: اس کی مقدار کا تعین کرنا حاکم اور قاضی کی رائے اور اس کے اجتہاد پر موقوف ہے اور حاکم خرچ کی مقدار متعین کرتے وقت مرد کی حالت کا اعتبار کرے گا نہ کہ عورت کی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱-۳۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۶۴ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ہند کے اسلام لانے کی تفصیل

حضرت ہند کا نام ہے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

انس بن عیاض نے ہشام سے روایت کی ہے کہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اور جب حضرت ہند کے باپ عتبہ اور ان کے چچا شیبہ کو قتل کر دیا گیا اور ان کے بھائی ولید بن عتبہ کو غزوہ بدر کے دن قتل کر دیا گیا تو ان پر یہ چیز بہت شاق اور دشوار تھی، پس غزوہ احد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو یہ اس سے بہت خوش ہوئیں اور انہوں نے حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کیا اور ان کا کلیجہ (جگر) نکالا، پھر اس کو چبایا، پھر اس کو تھوک دیا، پس جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت ابوسفیان مکہ میں مسلمان

Marfat.com

ہو کر داخل ہوئے، جب ان کو نبی ﷺ کے گھوڑے سواروں نے گرفتار کرلیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو پناہ دی، تو حضرت ہند حضرت ابو سفیان کے اسلام لانے پر بہت ناراض ہوئیں اور ان کی ڈاڑھی کو پکڑ لیا، پھر بعد میں جب نبی ﷺ مکہ میں ٹھہر گئے تو یہ آپ کے پاس آئیں اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور آپ سے بیعت کرلی، اور اواخر مناقب میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پہلے روئے زمین کے اوپر مجھے اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں تھی کہ آپ کے گھر والے ذلیل وخوار ہوں، اور اب روئے زمین پر میرے نزدیک سب سے زیادہ معزز اور محبوب آپ کے گھر والے ہیں۔

اور اسی حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک ابو سفیان بخیل مرد ہے، اور حافظ ابن عبد البر مالکی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ہند چودہ (۱۴) ہجری محرم میں فوت ہوئی تھیں جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے۔ اور امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے الطبقات الکبریٰ میں ایک روایت ذکر کی ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس کے بعد بھی زندہ رہی ہیں۔

اور علامہ الواقدی نے از ابن ابی سبرہ از عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم، روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ کو ان کے بھائی کی جگہ عامل مقرر کیا تھا، پھر حضرت معاویہ حضرت عمر کی طرف سے والی اور گورنر رہے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے اور انہوں نے حضرت معاویہ کو اس منصب پر برقرار رکھا اور ان کو شام کی پوری سلطنت کا مستقل گورنر بنادیا، اور حضرت ابو سفیان حضرت معاویہ کی طرف روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے عتبہ اور عنبسہ تھے، تو حضرت ہند نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ تمہارے پاس تمہارے باپ اور تمہارے دو بھائی آرہے ہیں، تم اپنے باپ کو گھوڑے پر سوار کرنا اور اس کو چار ہزار درہم دینا اور عتبہ کو ایک خچر پر سوار کرنا اور اس کو دو ہزار درہم دینا اور عنبسہ کو دراز گوش پر سوار کرنا اور ان کو ایک ہزار درہم دینا، تو حضرت معاویہ نے اسی طرح کیا، پس حضرت ابو سفیان نے کہا: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ حضرت ہند نے اپنی رائے سے کہا تھا۔

اور ''الامثال المیدانی'' میں مذکور ہے کہ حضرت ہند حضرت ابو سفیان کی وفات کے بعد بھی زندہ رہیں، اور اس میں یہ قصہ مذکور ہے کہ ایک مرد نے حضرت معاویہ سے سوال کیا کہ وہ اپنی والدہ کی شادی اس کے ساتھ کردیں، تو حضرت معاویہ نے کہا کہ اب حضرت ہند اس عمر سے گزر چکی ہیں کہ ان کے ہاں بچے ہوں اور حضرت ابو سفیان کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی تھی۔

حضرت ابو سفیان کا تذکرہ

حضرت ابو سفیان کا نام ہے صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔ انہوں نے حضرت ہند سے واقعہ بدر کے بعد نکاح کیا تھا، اور واقعہ بدر کے بعد یہ قریش کے سردار تھے اور قریش کو لے کر یہ جنگِ احد میں روانہ ہوئے تھے، پھر جنگ احزاب میں انہوں نے قیادت کی، پھر جنگِ خندق میں قیادت کی، پھر فتح مکہ کی شب کو انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اس کا تفصیل سے ذکر کتاب المغازی میں ہو چکا ہے۔

شحیح اور بخیل کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو سفیان کے متعلق حضرت ہند نے کہا: ''وہ رجل شحیح ہیں''، اور تین ابواب پہلے گزر

ہے "وہ رجل مسیک ہیں"، اور شح کا معنی ہے۔ وہ بخل جس کے ساتھ حرص بھی ہو، اور شح بخل سے زیادہ عام ہے، کیونکہ بخیل وہ شخص ہے جو مال سے منع کرتا ہے اور شحیح وہ شخص ہے جو ہر چیز کو منع کرتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شح طبعی وصف ہے اور لازم ہے اور بخل غیر لازم ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) انسان کا ذکر تعظیم کے ساتھ کرنا جائز ہے، مثلاً لقب کے ساتھ اور کنیت کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے، مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابوسفیان اپنی کنیت کے ساتھ مشہور تھے نہ کہ اسم کے ساتھ، پس حضرت ہند کا یہ قول اس پر دلالت نہیں کرتا کہ انہوں نے ابوسفیان کا لفظ ذکر کر کے ان کی تعظیم کا ارادہ کیا ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو فریقوں میں سے کسی ایک فریق کا کلام دوسرے کی غیر موجودگی میں سننا جائز ہے۔

(۳) حضرت ہند نے حضرت ابوسفیان کے مال سے ان کی موجودگی میں خرچ کرنے کی اجازت طلب کی، اور اس کا عذر بھی بیان کیا کہ حضرت ابوسفیان ان کو ان کا اور ان کے بچوں کا پورا خرچ نہیں دیتے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص اپنی طرف کسی کمی کی نسبت کرے تو اسے چاہیے کہ اس کا عذر بھی بیان کر دے۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حاکم اور مفتی کے سامنے کسی اجنبی عورت کی بات سننا جائز ہے، اور یہ ان کے مذہب پر ہے جو کہتے ہیں کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، اور یہاں پر ضرورت کی بناء پر اجنبی عورت کا کلام سننا جائز ہے۔

(۵) جب عورت خرچ پر قبضہ کرنے کے متعلق کہے تو اس میں صرف عورت کا قول معتبر ہوگا، کیونکہ اگر یہاں مرد کا قول معتبر ہوتا اور مرد موجود نہیں تھا تو اس پر گواہی کی ضرورت ہوتی، اور علامہ مازری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس بحث کا تعلق فتوی کے ساتھ ہے نہ کہ قضاء کے ساتھ۔

(۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بیوی کا خرچ واجب ہے، اور اس کی مقدار وہ ہے جو اس کی ضروریات کے لیے کافی ہو، اور یہی اکثر علماء کا قول ہے۔

(۷) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اولاد کا خرچ بھی مرد کے ذمہ واجب ہے، جب اس کی ضرورت ہو اور امام شافعی کے نزدیک یہ اس وقت ہے کہ جب اولاد کم سن ہو یا اپاہج ہو۔

(۸) اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی خادمہ کا خرچ بھی مرد کے ذمہ ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کیونکہ حضرت ابوسفیان اپنی قوم کے سردار تھے اور یہ بعید ہے کہ وہ اپنی بیوی اور اولاد کو خرچ دینے سے منع کرے، پس گویا کہ وہ حضرت ہند کو اور ان کی اولاد کو بقدر کفایت دیتے تھے اور ان کے خادموں کا خرچ نہیں دیتے تھے، تو حضرت ہند نے خادموں کے خرچ کو بھی اپنی ذات کی طرف منسوب کیا، کیونکہ عورت کا خادم بھی اس کے حقوق میں داخل ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۰۷-۵۰۹، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ٦ ص ۵۵٦-۵۵۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲٦ھ)

Marfat.com

١٠ ۔ بَابُ: حِفْظِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي ذَاتِ يَدِهِ وَالنَّفَقَةِ

عورت کا اپنے خاوند کے مال کی اور اس کے دیے ہوئے خرچ کی حفاظت کرنا

٥٣٦٥ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ وَأَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ نِسَاءُ قُرَيْشٍ وَقَالَ الْآخَرُ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ وَيُذْكَرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(صحیح البخاری: ٣٤٣٤، صحیح مسلم: ٢٤٠٧، مسند احمد: ٩١١٣)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود اور ابوالزناد نے از الاعرج از ابوہریرہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین عورتیں جو اونٹوں پر سواری کرتی ہیں، وہ قریش کی عورتیں ہیں اور دوسرے نے کہا کہ قریش کی عورتوں میں صالح وہ ہیں جو اپنے بچوں پر ان کے بچپن میں شفیق ہوں اور اپنے خاوند کا جو مال خاوند کے پاس ہے اس کی زیادہ رعایت اور حفاظت کرنے والی ہوں اور از حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ حدیث ذکر کی جاتی ہے۔

صحیح البخاری: ٥٣٦٥ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، جو ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں، اور سفیان سے مراد ہیں سفیان بن عیینہ، اور ابن طاؤس کا نام عبداللہ ہے، اور ابوالزناد کا نام عبداللہ بن ذکوان ہے، اور الاعرج سے مراد عبدالرحمن بن ہرمز ہیں۔

حدیث مذکور میں اونٹوں سے مراد گدھے ہیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بہترین عورتیں جو اونٹوں پر سواری کرتی ہوں وہ قریش کی عورتیں ہیں اور سعید بن المسیب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ یہ کہتے تھے کہ حضرت مریم ابنۃ عمران کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بہترین عورتیں جو اونٹوں پر سوار ہوئی ہوں، اور صاحب النجم الثاقب نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا تھا کہ بعیر کا لفظ بھی ابل سے ہے، یعنی بعیر سے مراد بھی اونٹ ہیں، حالانکہ بعیر کبھی گدھے کو بھی کہتے ہیں:

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝ (یوسف: ٧٢)

اور جو اس کو لے کر آئے گا اس کو غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں ۝

Marfat.com

ابن خالویہ نے کہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی سواریوں میں صرف گدھے تھے اور ان کے پاس اونٹ نہیں تھے، اور وہ اپنے سفر وغیرہ میں صرف گدھوں پر آتے جاتے تھے، اسی طرح مجاہد نے کہا ہے کہ ''البعیر'' سے یہاں پر مراد ''الحمار'' ہے یعنی اونٹ سے مراد یہاں گدھے ہیں اور یہ بھی ایک لغت ہے جس کی الکواشی نے یہاں حکایت کی ہے۔

اونٹوں پر سواری کرنے والی قریش کی عورتوں کے متعلق دیگر روایات

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی جو روایت ہے اس کی امام احمد اور امام طبرانی نے از زید بن ابی عتاب از حضرت معاویہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اور وہ ابن طاؤس کی روایت کے مثل ہے جس میں مذکور ہے کہ قریش کی عورتیں صالحات ہیں اور وہ اپنے بچوں پر زیادہ مہربان اور شفیق ہیں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کی امام احمد نے از شہر بن حوشب روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا جس کا نام سوداء تھا، جس کے اس کے شوہر سے پانچ یا چھ بچے تھے جو فوت ہو چکا تھا، اس نے آپ سے کہا کہ مجھے کیا چیز منع کرے گی کہ میں آپ سے نکاح کروں جب کہ آپ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں، مگر میں چاہتی ہوں کہ آپ میری اس بچی کو اپنے سر کے پاس رکھیں، تو آپ نے اس عورت سے فرمایا: اللہ تم پر رحم فرمائے، بہترین عورتیں وہ ہیں جو اونٹوں کے پچھلے دھڑ پر سواری کرتی ہیں۔ الحدیث

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عورت ام ہانی تھیں اور شاید ان کا لقب سودہ تھا، علامہ عینی فرماتے ہیں: مشہور یہ ہے کہ ان کا نام فاختہ تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام ہند تھا، یہ وہ سودہ نہیں ہیں جو سودہ بنت زمعہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بہت پہلے مکہ میں نکاح کیا تھا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد، اور ان کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دخول سے پہلے دخول کیا تھا اور حضرت سودہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں فوت ہو گئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲-۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۵۳۶۵ کی شرح از علامہ ابن الملقن شافعی

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی تحقیق کہ بعیر کا معنی صرف اونٹ نہیں ہوتا بلکہ گدھا بھی ہوتا ہے

یہ حدیث اوائل نکاح میں ابو زناد کی سند سے گزر چکی ہے، اس کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ ''صالح نساء قریش'' یعنی قریش کی عورتوں میں عمدہ وہ ہیں، اور دوسری روایت میں ہے قریش کی عورتیں کم سن بچوں پر ان کی کم سنی میں شفیق ہوتی ہیں، اور ابن المسیب کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے بارے میں کہتے تھے کہ حضرت مریم ابنۃ عمران کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بہترین عورتیں وہ ہیں جو اونٹوں پر سواری کرتی ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۵۲۷، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل نساء قریش)

صاحب النجم الثاقب نے ذکر کیا ہے کہ قریش کے مناقب میں جو احادیث وارد ہیں ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا ہے کہ البعیر کا معنی فقط اونٹ ہے، اور اس طرح نہیں ہے بلکہ البعیر کا معنی گدھا بھی ہوتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ ○ اور جو اس کو لے کر آئے گا اس کو غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ (گدھا) ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں ○ (یوسف: ۷۲)

ابن خالویہ نے کہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی سواریوں میں صرف گدھے تھے اور ان کے پاس اونٹ نہیں تھے، اور وہ اپنے سفر وغیرہ میں صرف گدھوں پر آتے جاتے تھے، اسی طرح مجاہد نے کہا ہے کہ "البعیر" سے یہاں پر مراد "الحمار" ہے یعنی اونٹ سے مراد یہاں گدھے ہیں اور یہ بھی ایک لغت ہے جس کی الکواشی نے یہاں حکایت کی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ کی مراد یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ مستفاد نہیں ہوتا کہ قریش کی عورتیں حضرت مریم سے افضل ہیں کیونکہ حضرت مریم کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں، اور شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بہترین عورتیں وہ ہیں جو اونٹ پر سوار ہوتی ہیں۔

قریش کی عورتوں کی دوسری عورتوں پر فضیلت

اس حدیث میں قریش کی عورتوں کی عرب کی باقی عورتوں پر دو وجہ سے فضیلت ہے:

(۱) قریش کی عورتیں بچوں پر شفیق ہوتی ہیں اور بچوں کی عمدہ طریقہ سے تربیت کرتی ہیں۔

(۲) شوہر کی ملک میں جو مال ہوتا ہے، قریش کی عورتیں اس کی بہت عمدہ طریقہ سے حفاظت کرتی ہیں اور اسی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک عورت کی فضیلت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اس عورت کی مدح کی جو دہر کے خلاف مدد کرتی ہے اور دہر اس کے خلاف مدد نہیں کرتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۱۴۱)

اور ابن التین نے کہا ہے: یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے بچوں کی پرورش کے لیے قائم رہتی ہیں اور دوسرا نکاح نہیں کرتیں۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۴۷-۴۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے اس حدیث کی شرح میں قریش کی عورتوں کی باقی عرب کی عورتوں پر فضیلت کی یہی دو وجہیں بیان کی ہیں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، ج ۷ ص ۴۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں حضرت معاویہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیث کو بیان کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے ہوسکتا ہے وہ ام ہانی ہوں۔
(فتح الباری ج ۹ ص ۵۱۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، فتح الباری ج ۶ ص ۵۵۹، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۱- بَابُ: كِسْوَةِ الْمَرْأَةِ بِالْمَعْرُوْفِ — دستور کے مطابق عورت کا لباس مہیا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خاوند پر واجب ہے کہ وہ عورت کو دستور کے مطابق لباس مہیا کرے۔

۵۳۶۶ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه قَالَ آتَى إِلَيَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حُلَّةً سِيَرَاءَ فَلَبِسْتُهَا فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد الملک بن میسرہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا از حضرت علی

Marfat.com

وَجْهِهٖ فَشَقَّقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي۔

رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ریشمی حلہ عطا فرمایا، سو میں نے اس کو پہن لیا، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ناراضگی کے آثار دیکھے، پس میں نے اس کو پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۶۱۴، ۵۳۶۶، ۵۸۴۰، صحیح مسلم: ۲۰۷۱، سنن نسائی: ۵۲۹۸، سنن ابوداؤد: ۴۰۴۳، مسند احمد: ۷۵۷)

صحیح البخاری: ۵۳۶۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حُلّہ اور سیراء کا معنی اور جن عورتوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان ریشمی چادروں کو تقسیم کیا تھا ان کا بیان

حلہ کا معنی ہے: دو چادریں، ایک اوپر اوڑھنے کی چادر اور ایک تہبند۔ امام ابوعبید نے کہا ہے کہ حُلہ اس وقت کہا جاتا ہے جب دو کپڑے ہوں، اور اس حدیث میں سیراء کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: وہ چادر جس میں زرد رنگ کی دھاریاں ہوں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ریشمی کپڑا ہے، اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے اس کپڑے کو پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا، اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مراد ہے کہ انہوں نے اس کپڑے کو حضرت فاطمہ اور ان کے قرابت داروں میں تقسیم کر دیا، کیونکہ اس وقت علی رضی اللہ عنہ کے عقد میں صرف حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا تھیں اور کوئی بیوی نہ تھی اور نہ کوئی باندی تھی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت کے لیے خاوند کے ذمہ خرچ کے ساتھ لباس بھی لازم ہوتا ہے جو اس کی ضرورت کے لیے کافی ہو اور یہ اس کی تنگدستی اور خوشحالی کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ حلہ کی تقسیم درج ذیل طریقہ سے ہوئی:

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: میں نے اس حلہ کو پھاڑ کر چار دوپٹے بنائے، ایک دوپٹہ اپنی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کے لیے، دوسرا دوپٹہ اپنی زوجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے، تیسرا دوپٹہ حضرت فاطمہ بنت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کے لیے، چوتھے کو راوی بھول گیا۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حق کے مشابہ یہ ہے کہ چوتھا دوپٹہ حضرت فاطمہ بنت شیبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا کے لیے تھا جو حضرت علی کے بھائی عُقیل کی زوجہ تھیں اور ابوالعلاء بن سلیمان نے کہا ہے کہ یہ حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے لیے تھا، اس کے علاوہ دو قول اور ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۷-۲۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۵۳۶۶ کی شرح از علامہ ابن الملقن شافعی

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر ہے، جنہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ریشمی حلہ عطا فرمایا تو میں نے اس کو پہنا، تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ میں غضب کے آثار دیکھے تو میں نے اس کپڑے کو پھاڑ کر اپنی عورتوں کے دوپٹے بنا لیے۔

Marfat.com

مرد پر عورت کے نفقہ اور لباس کا وجوب

اس پر اجماع ہے کہ مرد کے ذمہ عورت کا خرچ اور اس کا لباس دستور کے مطابق واجب ہے، اور بعض اہل علم نے یہ ذکر کیا ہے کہ مرد پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اس شہر کے کپڑے پہنائے، اور صحیح یہ ہے کہ عرف کے مطابق جس شہر کے کپڑے بیوی کو پہنائے جاتے ہیں، وہ کپڑے پہنائے اور یہ مرد کی خوشحالی اور تنگدستی کے اعتبار سے ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حلہ کو پھاڑ کر اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا جب کہ وہ اس پر قادر نہیں تھے کہ ان عورتوں میں سے ہر ایک کو الگ الگ حلہ دیں، میں کہتا ہوں کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقد میں صرف حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا تھیں، اگرچہ حدیث میں یہ لفظ ہے کہ میں نے اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا، اور حدیث کے یہ الفاظ اس شرح کے خلاف ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۵۰، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے بھی مرد پر عورت کے کپڑوں کے وجوب کے متعلق وہی لکھا ہے جو ہم علامہ ابن الملقن شافعی کی شرح سے نقل کر چکے ہیں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۶۶ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور عورتوں کے لیے تم پر ان کا رزق اور ان کا لباس دستور کے مطابق واجب ہے، لیکن جب کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں تھی تو انہوں نے اس دوسری حدیث سے عورتوں کے لباس کے وجوب کے حکم کو مستنبط کیا، جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ریشمی حلہ دیا اور انہوں نے اس کو پہنا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ریشمی حلہ پہننے کی وجہ سے ناراض ہیں تو انہوں نے اس کو پھاڑ کر اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر نے عورتوں کے لباس کے وجوب کے متعلق وہی احکام بیان کیے ہیں جن کو ہم اس سے پہلے علامہ ابن الملقن اور ابن بطال اور علامہ عینی کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۱۲-۵۱۳، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۰۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۲- بَابُ: عَوْنِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي وَلَدِهِ — عورت کا اپنے شوہر کے بچوں کی خدمت میں مدد کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کا اپنے شوہر کے بچوں کی خدمت میں مدد کرنا مستحب ہے۔

۵۳۶۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ هَلَكَ أَبِي وَتَرَكَ سَبْعَ بَنَاتٍ أَوْ تِسْعَ بَنَاتٍ فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً ثَيِّبًا فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَزَوَّجْتَ يَا جَابِرُ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد شہید ہو گئے اور انہوں نے سات بیٹیاں چھوڑی تھیں یا نو بیٹیاں چھوڑی تھیں، میں نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا،

Marfat.com

قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ وَتُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ عَبْدَ اللهِ هَلَكَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَجِيئَهُنَّ بِمِثْلِهِنَّ فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً تَقُومُ عَلَيْهِنَّ وَتُصْلِحُهُنَّ فَقَالَ بَارَكَ اللهُ لَكَ أَوْ قَالَ خَيْرًا

(صحیح مسلم: ۷۱۵، سنن ترمذی: ۱۱۰۰، سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۰، مسند احمد: ۱۴۴۴۷، سنن دارمی: ۲۲۱۶)

پس مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے جابر! تم نے نکاح کرلیا ہے، میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے، میں نے عرض کیا: بیوہ عورت سے نکاح کیا ہے، آپ نے فرمایا: پس تم نے کیوں نہ ایک لڑکی سے نکاح کیا، تم اس کے ساتھ کھیلتے وہ تمہارے ساتھ کھیلتی، تم اس کے ساتھ ہنستے اور دل لگی کرتے اور وہ تمہارے ساتھ ہنستی اور دل لگی کرتی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے والد حضرت عبداللہ شہید ہو گئے اور انہوں نے بیٹیاں چھوڑیں اور میں نے ناپسند کیا کہ میں ان کے پاس ان کی ہم عمر عورت کو لے آؤں تو میں نے ایسی عورت سے نکاح کیا جو ان کی حفاظت کرے اور ان کی اصلاح کرے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے یا اللہ تعالیٰ تم کو نیکی عطا کرے۔

صحیح البخاری: ۵۳۶۷ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خاوند کی اولاد کی خدمت کرنے کا استحباب

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شوہر کی اولاد کی خدمت کرنا عورت پر واجب نہیں ہے، یہ حسن صحبت کا تقاضا ہے اور معاشرت کی خوبی ہے اور نیک خواتین کی سیرت ہے کہ جو ان میں سے فضیلت والی تھیں وہ اپنے خاوند کی اولاد کی خدمت کرتی تھیں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

تنبیہ: باقی شارحین نے اس حدیث کی مطلقاً شرح نہیں کی، علامہ کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ حدیث متعدد بار گزر چکی ہے، اور صحیح البخاری: ۲۰۹۷ میں اس حدیث کی مفصل شرح کی جا چکی ہے۔

۱۳- بَابُ: نَفَقَةِ الْمُعْسِرِ عَلَى أَهْلِهِ

مفلس مرد پر اس کی بیوی بچوں کا خرچ

۵۳۶۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَجُلٌ فَقَالَ هَلَكْتُ قَالَ وَلِمَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ قَالَ فَأَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَيْسَ عِنْدِي قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از حُمید بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا، سو اس نے کہا: میں ہلاک

فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا أَسْتَطِيعُ قَالَ فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا أَجِدُ فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ فَقَالَ أَيْنَ السَّائِلُ قَالَ هَا أَنَا ذَا قَالَ تَصَدَّقْ بِهَذَا قَالَ عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُولَ اللهِ فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ قَالَ فَأَنْتُمْ إِذًا۔

ہوگیا، آپ نے پوچھا: کس وجہ سے؟، اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرلیا، آپ نے فرمایا: تم ایک غلام کو آزاد کرو، اس نے کہا: میرے پاس غلام نہیں ہے، آپ نے فرمایا: تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو، اس نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، اس نے کہا: میرے پاس اتنا مال نہیں ہے، پھر نبی ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا یا تھیلا آیا، تو آپ نے پوچھا: وہ سائل کہاں ہے؟، اس نے کہا: میں یہاں پر موجود ہوں، آپ نے فرمایا: ان کھجوروں کو صدقہ کردو، اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم سے بھی زیادہ محتاج پر؟ پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے: مدینہ کی ان دو سیاہ پتھروں والی زمینوں کے درمیان کوئی گھر ہم سے زیادہ محتاج نہیں ہے، تو نبی ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، آپ نے فرمایا: پھر تم ہی خرچ کرلو۔

(صحیح البخاری: ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، سنن ترمذی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱، مسند احمد: ۷۲۸۸، موطا امام مالک: ۶۶۰، سنن دارمی: ۱۷۱۶)

صحیح البخاری ۵۳۶۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: ”تنگدست کا اپنے اہل پر خرچ کرنا“۔ کیونکہ اس خرچ کو کفارہ پر مقدم کیا ہے، کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ نے اس کو جائز قرار دیا کہ وہ ان کھجوروں کو اپنے اہل کو کھلا دے اور کفارہ نہ دے۔

(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جو شخص عمداً رمضان کا روزہ توڑ دے، تو وہ یہ کفارہ ادا کرے، لیکن نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے کہ آپ اگر چاہیں تو اس قاعدہ کی وضاحت فرما سکتے ہیں، آپ نے اس شخص کی مجبوری کی حالت کو دیکھتے ہوئے اس کو یہ اجازت دی کہ صدقہ میں جو کھجوریں آپ کے پاس آئی تھیں، وہ کھجوریں وہ اپنے اہل کو کھلا دے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ تنگدست آدمی کو جہاں سے بھی کوئی چیز مل جائے، وہ اس چیز کو اپنے اہل کو کھلائے تاکہ اہل کا نفقہ ادا ہوجائے، اور کفارہ کو مؤخر کردے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ یہ حدیث کتاب الصوم کے دو ابواب میں گزر چکی ہے۔ ایک باب ہے ”جب کسی شخص نے رمضان میں جماع کیا“ اور دوسرا باب ہے ”رمضان میں جماع کرنے کا حکم“۔ اور اس کی مفصل شرح وہیں کی جاچکی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''عرق'' کا لفظ ہے، جس میں عین پر زبر ہے، یہ ایسا ٹوکرا ہے جس میں پندرہ صاع (یعنی ساٹھ کلوگرام) چیزیں رکھنے کی گنجائش ہوتی ہے، اور اس حدیث میں دوسرا لفظ ہے: ''لابتیھا''، یعنی مدینہ کی دو طرفوں میں پتھریلی زمینیں جنہوں نے مدینہ کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اور اس حدیث کے آخر میں یہ لفظ ہے ''فانتم اذا'' یعنی پھر تم ان کھجوروں کے زیادہ حق دار ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۶۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تنگدست پر اہل وعیال کے خرچ کا لزوم

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ تنگ دست پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے اہل پر خرچ کرے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تنگ دست مرد پر یہ مباح کیا کہ آپ کے پاس جو کھجوریں آئی تھیں وہ اپنے بیوی بچوں کو کھلا دے اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ تم کو کفارہ ادا کرنے سے کافی ہوگا، کیونکہ اس مرد کے اوپر اپنے اہل کا خرچ دینا فرض تھا اور جب اس کو وہ کھجوریں مل گئیں تو اپنے اہل کو خرچ دینا اس کے اوپر کفارہ سے زیادہ لازم تھا۔

اس تنگدست مرد سے کفارہ ساقط نہیں ہوا بلکہ اس کی تنگدستی کی وجہ سے اس کی ادائیگی مؤخر ہوگئی

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے یہ کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا اور ثوری کا قول یہ ہے کہ قیاس یہ ہے کہ کفارہ اس کے ذمہ قرض ہے جو اس کی تنگدستی کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگا، اور یہی امام مالک اور عام علماء کا قول ہے، اور اس کی اصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا ادا کرنا خوشحالی میں لازم ہو تو وہ اس کے ذمہ لازم رہے گی جب تک اس کو خوشحالی میسر ہو۔

رمضان میں عمداً جماع کرنے اور بھولے سے جماع کرنے کے شرعی احکام

اس تنگدست مرد نے کہا: میں ہلاک ہوگیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ اس مرد نے رمضان میں عمداً جماع کیا تھا، کیونکہ اگر اس نے بھولے سے جماع کیا ہوتا تو وہ یہ نہ کہتا کہ میں ہلاک ہوگیا، دوسرا قول یہ ہے کہ جب اس کو کھجوروں کا ٹوکرا دے دیا گیا اور وہ ضرورت مند تھا تو اس کے لیے ان کھجوروں میں سے صدقہ کرنا جائز نہیں تھا، کیونکہ صدقہ کرنے میں افضل یہ ہے کہ خوش حالی سے صدقہ کیا جائے، پس جب وہ اس میں سے ایک دن کی خوراک کھالے گا تو وہ صدقہ کم ہو جائے گا تو اس کا کھانا جائز نہیں رہے گا اور کفارہ اس کے ذمہ لازم رہے گا اور جو شخص بھول کر رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرلے تو امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے اس پر کفارہ نہیں ہے۔ (المدونہ ج ۱ ص ۱۸۵، کتاب الام ج ۲ ص ۸۵)

اور ابن نافع اور ابن الماجیشون نے کہا ہے: اس پر کفارہ لازم ہے۔ (النوادر والزیادات، ج ۲ ص ۴۹) اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ واضح نہیں ہے کہ اس نے یہ جماع عمداً کیا تھا یا بھول کر کیا تھا، (میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک بھی رمضان میں بھول کر جماع کرنے والے پر بھی کفارہ لازم ہے اور اس کو رمضان میں بھول کر کھانے پینے پر

Marfat.com

قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ جماع کرنے میں ایسے افعال ہوتے ہیں جن سے انسان کو یاد رہتا ہے کہ وہ یہ کام کر رہا ہے حالانکہ وہ روزہ سے ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کفارہ کی ادائیگی میں جن امور کو بیان فرمایا آیا ان میں ترتیب لازم ہے یا نہیں؟

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''پس تم غلام آزاد کرو''، اس مرد نے کہا: میرے پاس غلام نہیں ہے، آپ نے فرمایا: پھر تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو، اس سے ظاہر یہ ہے کہ اس میں ترتیب ہے یعنی پہلے غلام آزاد کرے اور غلام میسر نہ ہو تو پھر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

اور ابن حبیب مالکی کا بھی یہی قول ہے، اور امام مالک نے کہا کہ اس کو اختیار ہے اور اس کو کھانا کھلانا مستحب ہے۔

مسکین کو کفارہ ادا کرنے کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف

اور حدیث میں مذکور ہے کہ ''تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ'' اور امام مالک کے نزدیک اس کی مقدار یہ ہے کہ ہر مسکین کو ایک کلو طعام کھلائے جیسا کہ قسم کے کفارہ میں ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ ہر مسکین کو دو کلو گندم یا اس کی قیمت دے۔

(المدونہ ج ۱ ص ۱۹۱، المبسوط للسرخسی ج ۷ ص ۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

''العَرق'' کا معنی

اور اس حدیث میں ''العرق'' کا لفظ ہے، یہ عین کی زبر کے ساتھ ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ ایسا تھیلا ہے یا ایسا ٹوکرا ہے جس میں پندرہ (۱۵) صاع یعنی ساٹھ (۶۰) کلو سے لے کر بیس (۲۰) صاع یعنی اسی (۸۰) کلو تک کی گنجائش ہو، ایک حدیث میں اس کی تفسیر المکتل ہے اور یہ بھی زنبیل (یعنی تھیلے) کی ایک قسم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اس تھیلہ میں کھجوریں تھیں'' اور یہ گزر چکا ہے کہ اس میں پندرہ (۱۵) صاع سے لے کر بیس (۲۰) صاع تک کھجوریں تھیں اور اسی طرح الموطا (ص ۱۹۸) میں مذکور ہے، اور اس کی ابن حبیب مالکی نے امام مالک سے روایت کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ اس میں بیس (۲۰) صاع کھجوریں تھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۹۵)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں''۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے ہنسنے کی وجہ یہ ہو کہ اس مرد کے اوپر کفارہ دینا واجب تھا تاکہ وہ ان کھجوروں کو نکال کر کفارہ ادا کرتا اور اس نے ان کھجوروں کو لے لیا اور اٹھا کر لے گیا اور اس کے باوجود وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور یہ ہمارے رب (عزوجل) کے احسانات میں سے ہے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف کہ اس تنگدست مرد کے کھجوروں کے کھالینے سے اس کا کفارہ ادا ہوا یا نہیں؟

کیا اس کا ان کھجوروں کو کھانا اس کے کفارہ کو ادا کرنے سے کفایت کرے گا؟ زہری نے کہا: ان کھجوروں کو کھانا اس کے ساتھ مخصوص تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اس کو کفایت نہیں کرے گا اور اس کو جو کھجوریں کھانے کی اجازت دی گئی وہ اس کی ضرورت کی وجہ سے تھی اور کفارہ اس کے ذمہ باقی ہے، اور ہمارے نزدیک یہی زیادہ ظاہر ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جب آپ نے اس کو کھجوریں دیں کیونکہ وہ ضرورت مند تھا تو اس کے لیے ان کھجوروں کو صدقہ کرنا جائز نہ

Marfat.com

تھا، کیونکہ افضل صدقہ وہ ہے جو خوشحالی کی حالت میں دیا جائے، پس جب وہ اس میں سے ایک دن کی خوراک کھالیتا تو وہ صدقہ اپنی مقدار سے کم ہو جاتا، پھر یہ کفارہ اس کے ذمہ باقی رہا، یہ تمام امور پہلے بیان کیے جا چکے ہیں، لیکن ان کو دہرانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ ان کا بیان کافی دور ہو چکا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۵۳-۵۵، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۶۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر ہے جس میں اس مرد کا قصہ ہے جس نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا تھا اور اس کی مفصل شرح کتاب الصیام میں گذر چکی ہے، علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ تنگدست کے اوپر بھی اپنے اہل و عیال کا خرچ دینا لازم ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے کھجوریں مباح کر دی تھیں اور یہ نہیں فرمایا تھا کہ تمہارے لیے ان کھجوروں کو کھانا تمہارے کفارہ سے کفایت کرے گا کیونکہ اس کے اوپر اس کے اہل و عیال کا خرچ دینا لازم تھا اور جب اسے کھجوریں مل گئیں تو ان کھجوروں کو اپنے اہل و عیال کو کھلانا کفارہ کی بہ نسبت زیادہ لازم تھا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: علامہ ابن بطال کا یہ دعویٰ دلیل کا محتاج ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جب آپ نے اسے کھجوریں دیں کہ وہ کفارہ ادا کرے اور اس مرد نے کہا: مجھ سے زیادہ محتاج تو کوئی ہے نہیں، تو اگر اس پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہوتا تو آپ فرماتے کہ تم پہلے کفارہ ادا کرو۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۱۴، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۶۱، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۶۸، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث ابواب الصوم میں گزر چکی ہے، اور حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تنگدست مرد سے فرمایا کہ تم ان کھجوروں کو صدقہ کرو تو اسے چاہیے تھا کہ وہ ان کھجوروں کو صدقہ کرنے میں جلدی کرتا، اس سے معلوم ہوا کہ اس پر ان کھجوروں کو صدقہ کرنا واجب نہیں تھا، علامہ کورانی فرماتے ہیں: اس تفصیل کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اس کا سبقت کرنا کسی حکم شرعی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ اپنے گھر والوں کو وہ طعام کھلائے، تو اس میں یہ دلیل ہے کہ تنگدست کے اوپر بھی اپنے اہل و عیال کا خرچ دینا واجب ہے، ورنہ اس کے لیے کفارۂ واجبہ کو ترک کرنا جائز نہ ہوتا۔

(الکوثر الجاری، ج ۹ ص ۷۰، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۱۴- بَابٌ: وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہے، اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے، کسی شخص کو

Marfat.com

وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ (البقرہ: ۲۳۳)

اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا جائے گا، نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے اور نہ باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے اور وارث پر بھی اسی طرح لازم ہے۔

وَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْهُ شَيْءٌ

کیا عورت کے اوپر بھی بچوں کی کفالت کے لیے خرچ کرنا واجب ہے؟

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (النحل: ۷۶)

اور اللہ (ایک اور) مثال بیان فرماتا ہے، دو مرد ہیں ان میں سے ایک گونگا ہے جو کوئی کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے مالک پر بار ہے اس کا مالک اسے جہاں بھی بھیجے وہ کوئی خیر کی خبر نہیں لاتا، کیا یہ شخص اس کے برابر ہو جائے گا جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور وہ راہِ راست پر ہے O

اس باب کے عنوان کا خلاصہ یہ ہے کہ دودھ پلانے والی کو خرچ دینے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور امام بخاری کا مختار یہ ہے کہ عورت کی مثال گونگے مرد کی سی ہے، اور گونگے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں فرمایا ہے کہ وہ کسی چیز پر قادر نہیں ہوتا عورت پر بھی کوئی خرچ واجب نہیں ہوگا۔

باب مذکور کے عنوان کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

البقرہ: ۲۳۳ کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''مثلُ ذٰلک'' کا معنی یہ ہے کہ بچہ کے رشتہ دار کو اس کی وجہ سے ضرر نہیں دیا جائے گا، اور یہی مجاہد، شعبی اور ضحاک کا قول ہے۔ اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب بچہ کا مال نہ ہو تو اس کے وارث کے اوپر دودھ پلانے والی کی اجرت کو دینا لازم ہے اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ وارثوں میں سے کسی ایک پر بھی تاوان نہیں ہے، اور ان کے اوپر بچہ کا نفقہ بھی لازم نہیں ہے۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ وارث سے مراد کون ہے، حسن بصری اور نخعی نے کہا ہے کہ مردوں اور عورتوں میں سے جو بھی بچے کے باپ کا وارث ہو، اس سے وہ مراد ہے، اور یہی امام احمد اور امام اسحاق کا قول ہے، اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ وارث سے مراد وہ ہے جو بچہ کا ذو رحم محرم ہو، اور قبیصہ بن ذویب، نے کہا ہے کہ اس سے مراد خود وہ مولود ہے یعنی بچہ، اور زید بن ثابت نے کہا ہے کہ جب اس نے ماں یا چچا کو چھوڑا ہو تو ان میں سے ہر ایک کے اوپر بچہ کے دودھ پلانے کا خرچ لازم ہے

Marfat.com

مقدار سے وہ اس بچہ کا وارث ہوگا اور یہی ثوری کا قول ہے۔

اور امام بخاری نے کہا کہ عورت کے اوپر بھی بچہ کے دودھ پلانے کا خرچ لازم ہے اور یہاں پر نفی استفہام کے لیے ہے، اور امام بخاری نے اپنے اس قول سے ثوری کے قولِ مذکور کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے اور عورت کی جو وارث کی طرف سے میراث ہے، اس کو گونگے کے منزلہ میں قرار دیا ہے جو کسی متکلم سے بولنے پر قادر نہیں ہوتا، اور اس آیت میں اس کو اپنے پرورش کرنے والوں پر بار قرار دیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس قول سے ثوری کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے وارث کی عورت کو گونگے مرد کے مرتبہ میں قرار دیا ہے۔

علامہ الزمخشری نے النحل: ۷۶ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرماتا ہے:

تم جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک کرتے ہو اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی آدمی اپنے اس غلام کو جو تصرف کرنے سے عاجز ہو، آزاد مرد کے مساوی قرار دیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مال عطا کیا ہو جس میں اس نے تصرف کیا ہو اور جس میں وہ مال خرچ کرتا ہو، اس آیت میں فرمایا: اس کا مالک اس کو جہاں بھی بھیجے وہ کوئی خیر کی خبر نہیں لاتا، یعنی وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے اسے جہاں بھی بھیجتا ہے وہ خیر کی کوئی خبر نہیں لاتا یعنی اپنے مالک کو کوئی نفع نہیں پہنچاتا، تو کیا ایسا غلام جو گونگا اور ناکارہ ہو اس آزاد کے برابر ہو سکتا ہے جو لوگوں کو عدل اور خیر کا حکم دیتا ہو اور وہ فی نفسہ صراط مستقیم پر ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ گونگا کسی چیز پر قادر نہیں ہوتا۔ اسی طرح عورت پر بھی یہ لازم نہیں ہے کہ وہ بچہ کے دودھ پلانے کا خرچ ادا کرے، کیونکہ وہ بھی کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۳۶۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ لِي مِنْ أَجْرٍ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ قَالَ نَعَمْ لَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ۔

(صحیح البخاری: ۱۴۶۸، ۵۳۶۹، صحیح مسلم: ۱۰۰۱، مسند احمد: ۲۶۱۳۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از والد خود، از زینب ابنۃ ابی سلمہ از ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں ابوسلمہ کے بچوں پر کچھ خرچ کروں تو کیا مجھے اس پر کوئی اجر ملے گا، اور میں اس کو اس طرح اور اس طرح چھوڑنے والی نہیں ہوں کیونکہ وہ میری بھی اولاد ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تم جو ان پر خرچ کرو گی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔

صحیح البخاری ۵۳۶۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ بچہ کی ماں بچہ کے باپ کے اوپر بار ہے، پس بچہ کی ماں پر اس کے مرد کے بچوں کا خرچ واجب نہیں ہے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ بچوں کے باپ کی اولاد پر خرچ کریں اور یہ فرمایا: کہ اگر تم خرچ کرو گی تو تمہیں اس پر اجر ملے گا۔

حدیث کے مشکل الفاظ کی شرح

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں ان بچوں کو اس طرح اور اس طرح چھوڑنے والی نہیں ہوں"۔ یعنی ان کو محتاج اور بے یار و مددگار چھوڑنے والی نہیں ہوں، اور کہا کہ وہ میرے بیٹے ہیں، یعنی جو حضرت بنو سلمہ کے بیٹے ہیں وہ میرے بیٹے بھی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم ان پر خرچ کرو، تم جو ان پر خرچ کرو گی اس کا تمہیں اجر ملے گا"، اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ پر اپنے شوہر کے بچوں پر خرچ کرنا واجب نہیں تھا، بلکہ ان کا اپنے شوہر کے بچوں پر خرچ کرنا مستحب تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۶۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ (البقرہ: ۲۳۳) کی تاویل میں اختلاف ہے، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مرد پر لازم ہے کہ وارث کو ضرر نہ پہنچائے، اور یہی شعبی، مجاہد اور ضحاک اور امام مالک کا قول ہے، انہوں نے کہا کہ مرد پر واجب ہے کہ وارث کو ضرر نہ پہنچائے اور نہ اس پر کوئی تاوان ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۹۰، ۱۸۹، المدونہ: ج ۲ ص ۲۵۲)

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ جب بچہ کی ملکیت میں مال نہ ہو تو اس کے وارث پر دودھ پلانے کی اجرت لازم ہے، پھر ان فقہاء نے وارث کے متعلق کئی اقوال ذکر کیے ہیں، فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: یہ ہر وہ شخص ہے جو باپ کا وارث ہے، بھائی ہو یا چچا ہو یا چچازاد ہو یا بھتیجا ہو۔ اور یہ قول حسن بصری سے مروی ہے، انہوں نے وعلی الوارث مثل ذلک کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد مرد ہیں نہ کہ عورتیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۹۰)

اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ اس سے مراد اس کے وارثوں میں سے وہ ہیں جو بچہ کا ذو رحم محرم ہیں، لیکن جو ذو رحم ہو اور محرم نہ ہو جیسے چچا کا بیٹا اور آزاد شدہ غلام تو وہ اس آیت میں مراد نہیں ہیں اور یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے، اور دوسروں نے کہا: اس سے خود بچہ مراد ہے۔

قبیصہ بن ذویب اور ضحاک نے وَعَلَى الْوَارِثِ کی تاویل المولود کے ساتھ کی ہے، یعنی جو مولود لہ یعنی بچہ کے باپ کے ذمہ ہو، اور امام بخاری نے اس باب کے تحت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے جو ابو سلمہ سے پیدا ہوئے تھے اور ان کے پاس نفقہ نہیں تھا، تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر حضرت ابو سلمہ کے بیٹوں پر خرچ کرنے سے ان کو اجر ملے تو وہ ان پر خرچ کریں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ ان کو اس میں

Marfat.com

اجر ملے گا، اس سے معلوم ہوا کہ مرد کی اولاد کا نفقہ اس کی بیوی پر واجب نہیں ہے، اور اگر واجب ہوتا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ نہ کہتیں کہ اب میں ان بچوں کو چھوڑنے والی نہیں ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے کہ ان کا نفقہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پر واجب ہے، خواہ وہ ان کو چھوڑیں یا نہ چھوڑیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۵۷-۵۸، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۳۷۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ هِنْدُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ مَا يَكْفِينِي وَبَنِيَّ قَالَ خُذِي بِالْمَعْرُوفِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ہند نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک ابوسفیان مرد بخیل ہیں کیا مجھ پر کوئی گناہ ہوگا اگر میں ان کے مال سے اتنی مقدار لے لوں جو مجھے اور میری اولاد کے لیے کافی ہو؟ آپ نے فرمایا: تم دستور کے مطابق لے لو۔

(صحیح البخاری: ۲۲۱۱، ۲۴۶۰، ۳۸۲۵، ۵۳۵۹، ۵۳۶۴، ۵۳۷۰، ۶۶۴۱، ۷۱۶۱، ۷۱۸۰، صحیح مسلم: ۱۷۱۴، سنن نسائی: ۵۴۲۰، سنن ابوداؤد: ۳۵۳۲، سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۳، مسند احمد: ۲۵۱۸۵، سنن دارمی: ۲۲۵۹)

صحیح البخاری ۵۳۷۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں یہ بتایا تھا کہ عورت پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اپنے مال سے شوہر کی اولاد پر خرچ کرے، اور اس باب کی حدیث میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا کو یہ حکم نہیں دیا کہ تم اپنے مال سے ابوسفیان کے بچوں کو کھلاؤ، بلکہ یہ فرمایا کہ تم ابوسفیان کے مال سے دستور کے مطابق اتنی مقدار لے لو جو تمہارے اور ابوسفیان کے بچوں کے لیے کافی ہو، اور اس کی حدیث کی مفصل شرح عنقریب گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ماں پر اولاد کا خرچ واجب نہیں ہے، صرف باپ پر اولاد کا خرچ واجب ہے، اس پر علامہ ابن ملقن شافعی کے دلائل

رہی حضرت ہند کی حدیث تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ بچوں کے باپ کے مال سے خرچ لے لیں اور حضرت ہند پر یہ واجب نہیں کیا جیسا کہ بچوں کے باپ کے اوپر خرچ کو واجب کیا تھا تو امام بخاری نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ ماؤں پر ان کے بچوں کے آباء کی زندگی میں بچوں کا خرچ واجب نہیں ہے، اسی طرح سے جب بچوں کے باپ فوت ہو جائیں تب بھی ماؤں پر

Marfat.com

ان کا خرچ واجب نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: باپ کے فوت ہونے کے بعد ماں پر بچوں کا خرچ واجب تو نہیں ہے لیکن ہمارے ہاں ایسا ہوتا ہے کہ جب باپ فوت ہو جائے تو ماں محنت مزدوری کر کے نوکریاں کر کے اپنے یتیم بچوں کا پیٹ پالتی ہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر ماں دوسری جگہ نکاح کر لیتی ہے اور بچوں کی پرورش کی کوشش کرتی ہے، اللہ تعالیٰ ایسی ماؤں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: پھر دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ (البقرہ: ۲۳۳) اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے۔

اس آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ بچوں کی پرورش کا خرچ اور اس کی ذمہ داری بچوں کے باپ پر ہے ماں پر نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶، ص ۵۸، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۰ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باپ پر اولاد کا خرچ واجب ہے اور باپ کے علاوہ کسی اور رشتہ دار پر اس کی اولاد کا خرچ واجب نہیں ہے، اس پر علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل

اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے: رہا امام ابوحنیفہ کا یہ قول کہ بچہ کو دودھ پلانا اور اس کا خرچ ہر ذی رحم مَحرم پر واجب ہے، مثلاً ایک مرد کا کم عمر بھانجا ہو جو ضرورت مند ہو یا اس کا کم عمر بھتیجا ہو جو ضرورت مند ہو اور وہ مرد اس بھانجے یا بھتیجے کا وارث ہو تو نفقہ ہر حال میں ماموں پر واجب ہے اس کے بہن کے بیٹے کی وجہ سے جس کا وہ وارث نہیں ہوگا اور ساقط ہو جائے گا اس کے چچا کے بیٹے کے لیے جس کا وہ وارث ہوگا، فقہاء نے کہا: یہ ایسا قول ہے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے، اور نہ ہمارے علم میں کسی اور نے ایسا قول کہا ہے، ہاں بعض فقہاء نے دودھ پلانے کے خرچ کو وارث پر واجب کیا ہے، جب کہ انہوں نے قرآن میں تاویل کی ہے اور بعض فقہاء نے اس کو وارث سے ساقط کر دیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ وارث پر لازم ہے کہ اس کو نہ ضرر دیا جائے اور نہ اس پر تاوان ڈالا جائے لیکن ہر ذو رحم مَحرم کا خرچ، تو اس قول کی قرآن مجید میں کوئی تاویل نہیں ہے اور نہ حدیث میں اس کی اتباع ہے اور نہ اس کا کسی اصلِ صحیح پر قیاس ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے اور امام مالک کا اس باب میں مذہب یہ ہے کہ کم عمر کا نفقہ صرف باپ پر واجب ہے خاص طور پر اور اسی کا قرآن مجید میں ذکر ہے، اور وہ آیت ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ (البقرہ: ۲۳۳) اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے۔

اور دوسری قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو اور اگر وہ

حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ۔ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو اجرت دو۔

(الطلاق:٦)

پس جب باپ پر واجب ہے کہ وہ اس عورت کو اجرت دے جو اس کے بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو باپ پر اپنی اولاد کا نفقہ اور خرچ بھی واجب ہے جب وہ دودھ پینے کی مدت سے نکل جائے جب تک کہ وہ کم عمر ہو، اور باپ پر واجب ہے کہ اس کو طعام کے ساتھ غذا مہیا کرے جیسا کہ پہلے وہ اس کو دودھ کے ساتھ غذا مہیا کرتا تھا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، ج ٧ ص ٤٤٠، دارالکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢٤ھ)

١٥- بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ تَرَكَ كَلًّا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جس شخص نے قرض کا بوجھ چھوڑا یا اولاد کی پرورش کی ذمہ داری چھوڑی تو اس کا انتظام میرے ذمہ ہے

٥٣٧١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَسْأَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً صَلَّى وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَالَ أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابو سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک فوت شدہ مرد لایا جاتا جس پر قرض ہوتا، تو آپ سوال کرتے: کیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے کوئی زائد مال چھوڑا ہے، اگر آپ کو یہ بتایا جاتا کہ اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے زائد مال چھوڑا ہے تو آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیتے، اور اگر یہ بتایا جاتا کہ اس نے کوئی زائد مال نہیں چھوڑا تو آپ فرماتے: تم اپنے صاحب کی نمازِ جنازہ خود پڑھ لو، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحاتِ اسلامیہ کھول دیں تو آپ نے فرمایا: میں مومنوں کی جانوں سے زیادہ ان پر متصرف ہوں، پس مومنین میں سے جو فوت ہو گیا اور اس نے قرض کا بوجھ چھوڑا تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

(صحیح البخاری: ٢٢٩٨، ٢٣٩٨، ٢٣٩٩، ٤٧٨١، ٥٣٧١، ٦٧٣١، ٦٧٤٥، ٦٧٦٣، صحیح مسلم: ١٦١٩، سنن ترمذی: ١٠٧٠، سنن نسائی: ١٩٦٣، سنن ابن ماجہ: ٢٤١٥، مسند احمد: ٩٥٣٨)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۷۱ کے باب کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس باب کے عنوان میں ''الکَلّ'' کا لفظ ہے، (کاف پر زبر اور لام پر تشدید)، اس کا معنی ہے: قرض وغیرہ کا بوجھ۔

ابن فارس نے کہا ہے: ''الکَلّ'' کا معنی ہے: العیال اور بوجھ، اور اس باب کے عنوان میں ''الضَیاع'' کا لفظ ہے (اس میں ضاد پر زبر ہے) اس کا معنی ہے: ہلاک، یعنی جو اپنا خرچ اٹھانے میں مستقل اور منفرد نہ ہو اور اگر اس کو اس کے نفس کے سپرد کر دیا جائے تو وہ ہلاک ہو جائے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''الضِیاع'' (ضاد کے نیچے زیر) یہ ضائع کی جمع ہے، اور اس باب میں فرمایا: ''اِلَیَّ'' یعنی میرے ذمہ ہے، اس کا معنی ہے کہ اس کا قرض اور اس کے وہ بچے جو خود اپنی کفالت نہ کر سکتے ہوں ان کا تدارک کرنا میرے ذمہ ہے، یعنی میں اس کا قرض ادا کروں گا اور اس کے عیال کی مصلحتوں کا انتظام کروں گا۔

عوام کی کفالت کی ذمہ داری حکومت پر ہے، قرونِ اولیٰ میں مسلمان حکمران ایسا ہی کرتے تھے اور اب کفار تو اپنے ملکوں میں عوام کی فلاح وبہبود کے لیے ایسے انتظامات کرتے ہیں اور مسلمان حکام سرکاری خزانوں سے صرف اپنے لیے مال جمع کرتے ہیں اور پر تعیش زندگی بسر کرنے کا بندوبست کرتے ہیں

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص قرض چھوڑ کر فوت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا قرض میں ادا کروں گا اور اگر کوئی شخص نابالغ بچوں کو چھوڑ کر فوت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی کفالت میرے ذمہ ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت دی ہے کہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ عوام کی کفالت کرے، عوام کی زندگی میں بھی اور عوام کی وفات کے بعد بھی، زندگی میں جو لوگ نادار اور مفلس ہوں تو حکومت ان کی کفالت کے لیے وظائف مقرر کرے، جو بے روزگار ہوں ان کے لیے روزگار کے حصول تک ان کے خرچ کا بندوبست کرے اور موت کے بعد بھی ان کی کفالت کرے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

خلفاء راشدین کے دور میں ایسا ہی ہوتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ راتوں کو مدینہ میں گشت کرتے اور جو لوگ ضرورت مند ہوتے اور ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں نہ ہوتیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو کھانے پینے کی چیزیں مہیا کرتے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اگر نیل کے ساحل پر کوئی بکری بھی بھوک سے مر گئی تو مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے اس کے متعلق پرسش ہوگی، مسلم حکمرانوں کے دور میں بیت المال کے اندر جو مالِ غنیمت جمع ہوتا تھا اور مالِ فئے جمع ہوتا تھا اور عشر اور زکوٰۃ کی رقومات جمع ہوتی تھیں، ان اموال کو مسلمانوں کی کفالت کے اوپر خرچ کیا جاتا تھا، اور ہمارے دور میں سرکاری خزانہ میں جو مال جمع ہوتا ہے وہ حکمرانوں کے تعیش میں خرچ ہوتا ہے، حکمران اپنے لیے اور اپنے وزیروں اور مشیروں کے لیے اور دیگر سرکاری افسروں کے لیے بڑی بڑی پر تعیش کاریں خریدتے ہیں، بڑے بڑے بنگلے بناتے ہیں جو پرانے زمانے کے محلات کی مثل ہوتے ہیں اور عیش وعشرت کی بھرمار ہوتی ہے، اور غریب عوام کو پیٹ بھر کر روٹی بھی میسر نہیں ہوتی۔

Marfat.com

افسوس یہ ہے کہ مغربی ممالک میں یہ انتظام ہے کہ وہاں بے روزگاروں کے لیے وظائف مقرر کیے جاتے ہیں، جن کے پاس مکانات نہیں ہوتے، حکومت اپنے خرچ سے ان کے لیے مکان مہیا کرتی ہے، ان کے بچوں کی پرورش کا انتظام کرتی ہے، جن بچوں کے ماں باپ فوت ہو جائیں ان کی تعلیم کا بوجھ اٹھاتی ہے، اور جو لوگ بیمار ہوں اور علاج کی سہولت نہ رکھتے ہوں حکومت اپنے خرچ پر ان کا علاج کرتی ہے، ان کے لیے بڑے بڑے ہسپتال قائم کرتی ہے جہاں ان کا مفت علاج ہوتا ہے، سو جو کام قرونِ اولیٰ میں مسلم حکام اپنے عوام کے مفاد اور خیر خواہی کے لیے کرتے تھے، وہ تمام کام اب دوسری اقوام اپنے عوام کے لیے کرتی ہیں اور ہمارے اسلامی ممالک میں حکمران صرف لوٹ مار کر کے اپنے خزانوں کو بھرتے ہیں اور غریبوں کو فاقہ کشی اور تنگ دستی میں چھوڑ دیتے ہیں۔

ایک المیہ یہ ہے کہ اس دور کے حکمران اور بڑے بڑے سرمایہ دار لوٹ کھسوٹ کر کے اور عوام کا استحصال کر کے اپنی دولت کو غیر ملکی بینکوں میں محفوظ رکھے ہوئے ہیں، دوسرا المیہ یہ ہے کہ صدر اور وزیر اعظم وغیرہ اپنے آپ کو احتساب سے بالاتر سمجھتے ہیں اور عدالت میں حاضر ہونے کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، جب کہ عہدِ رسالت میں صحابہ کرام عدالتوں میں پیش ہوتے رہے اور خلفاء راشدین کے دور میں حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما عدالت میں پیش ہوئے، کیا اس دور کے حکمران اپنے آپ کو صحابہ اور خلفاء راشدین سے بھی اعلیٰ اور برتر خیال کرتے ہیں، جو اپنے آپ کو عدالت میں پیش ہونے سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں؟ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے اجتناب کی توجیہ

اس حدیث میں فضلاً کا لفظ ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اتنا مال چھوڑ کر جائے کہ اس کے ذمہ جو قرض ہے وہ ادا کر دیا جائے اور الا کا لفظ ہے یعنی اگر اس نے اتنا مال نہیں چھوڑا جو اس کے قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہو تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے فرماتے: تم خود اپنے صاحب کا جنازہ پڑھ لو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقروض پر نمازِ جنازہ پڑھنے سے انکار کرنا اس لیے تھا کہ لوگ قرض کی ادائیگی کے لیے جلدی کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر قرض ہو اور وہ مر جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور دعا سے محروم رہیں۔

صحیح البخاری: ۵۳۷۱ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث باب الاستقراض اور باب الکفالہ میں گذر چکی ہے اور اس کی باقی شرح ان شاء اللہ کتاب الفرائض میں آئے گی۔

اور امام بخاری نے اس حدیث کو ابواب النفقات میں داخل کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کی اولاد ہو اور وہ ان کے خرچ کے لیے کوئی ترکہ نہ چھوڑے تو ان کا خرچ مسلمانوں کے بیت المال سے واجب ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۱۶، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، فتح الباری ج ۶ ص ۵۶۲، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

تنبیہ: علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی نے بھی اس حدیث کی شرح میں اسی کا خلاصہ لکھا ہے جو ہم عمدۃ القاری اور فتح

Marfat.com

الباری سے نقل کر چکے ہیں۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۶۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۱ کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الکلّ'' اور ''الضیاع'' کا معنی اور مقروض کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کی توجیہ

علامہ ابن الاثیر الجزری نے لکھا ہے کہ ''الکلّ'' کا معنی ہے: ثقل یعنی بوجھ اور ہر وہ چیز جس میں تکلف ہو اور اس سے مراد قرض ہے اور باقی حقوقِ لازمہ ہیں، اور ''ضَیاع'' (ضاد پر زبر) اس سے مراد ہے وہ عیال جو ہلاکت کے قریب ہوں، اور یہ حدیث ''ابواب الکفالۃ'' میں گزر چکی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۹۷)

اور ہم نے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقروض کی نمازِ جنازہ اس لیے نہیں پڑھی کیونکہ قرض ایسی چیز ہے جو معاف نہیں ہو سکتی، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ یہ اس لیے کرتے تھے کہ لوگ قرض کے ادا کرنے میں جلدی کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ بندہ مر جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں اور وہ آپ کی دعا سے محروم ہو جائے۔ اور امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب النفقات میں ذکر کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کی اولاد فقراء ہو اور ان کی کفالت کرنے والا کوئی نہ ہو تو ان کا خرچ بیت المال پر واجب ہے۔ (الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۹ ص ۸۱، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۱۶۔ بَابٌ: الْمَرَاضِعِ مِنَ الْمَوَالِيَاتِ وَغَيْرِهِنَّ
دودھ پلانے والیاں خواہ وہ باندیاں ہوں یا آزاد

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب ان دودھ پلانے والیوں کے حکم میں ہے جو المُوالیات میں سے ہیں، علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ لفظ المُوالیات ہے اور المُوالِیۃ کی جمع ہے، اور یہ درست نہیں ہے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ میم پر زبر ہے اور یہ مولاۃ کے معنی میں ہے جو کہ باندی ہے اور یہ لفظ موالات کے معنی میں نہیں ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ عرب پہلے زمانہ میں باندیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلوانا ناپسند قرار دیتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ آزاد عورتیں ان کو دودھ پلائیں تاکہ ان کی اولاد کے پیٹ میں عمدہ دودھ اور خون پہنچے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتایا کہ غیر عرب نے بھی بچوں کو دودھ پلایا ہے اور باندیوں کا دودھ پلانا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۷۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ انْكِحْ أُخْتِي بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، انہوں نے بتایا کہ مجھے عُروہ نے خبر دی کہ زینب ابنۃ ابی سلمہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت ام حبیبہ

Marfat.com

قَالَ وَتُحِبِّينَ ذَلِكِ قُلْتُ نَعَمْ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي الْخَيْرِ أُخْتِي فَقَالَ إِنَّ ذَلِكِ لَا يَحِلُّ لِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَوَاللَّهِ إِنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ فَقَالَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَوَاللَّهِ لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي إِنَّهَا بِنْتُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ وَقَالَ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ ثُوَيْبَةُ أَعْتَقَهَا أَبُو لَهَبٍ۔

زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ میری بہن جو حضرت ابوسفیان کی بیٹی ہے ان سے نکاح کرلیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتی ہو، تو انہوں نے کہا: جی ہاں، لیکن میں آپ کو چھوڑ نے والی نہیں ہوں، اور میں یہ پسند کرتی ہوں کہ جو خیر میں میری شریک ہو وہ میری بہن ہو، آپ نے فرمایا: یہ میرے لیے حلال نہیں ہے، میں نے پوچھا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم!) اللہ کی قسم! ہم یہ باتیں کرتے ہیں کہ آپ دُرّۃ ابنۃ ابی سلمہ سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا: ابنۃ ام سلمہ؟ تو میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر وہ میری گود میں لے پالک نہ ہوتی (یعنی اس نے میری گود میں پرورش نہ پائی ہوتی) تب بھی اس سے نکاح کرنا میرے لیے حلال نہیں تھا، کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے، مجھے اور ابوسلمہ کو ثُویبہ نے دودھ پلایا ہے (ثُویبہ ابولہب کی باندی تھی)، پس تم اپنے بیٹیوں کو اور اپنی بہنوں کو مجھ پر ہرگز پیش نہ کرو۔ شعیب نے کہا از زہری، عروہ نے کہا: ثُویبہ کو ابولہب نے آزاد کر دیا تھا، (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں)۔

(صحیح البخاری: ۵۱۰۱، ۵۱۰۶، ۵۱۰۷، ۵۱۲۳، ۵۳۷۲، صحیح مسلم: ۱۴۴۹، سنن نسائی: ۳۲۸۴، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۶، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۹، مسند احمد: ۲۶۸۶۶)

صحیح البخاری: ۵۳۷۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب النکاح میں اس باب میں گزر چکی ہے "امھاتکم التی ارضعنکم" اور وہاں اس کی شرح بیان کی جا چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہے، ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان ہے اور ان کی بہن کا نام عزّۃ ہے۔ اور اس حدیث میں "دُرّۃ" کا ذکر ہے (دال پر پیش ہے اور راء پر تشدید ہے)، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دُرّۃ دو وجہوں سے مجھ پر حلال نہیں ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ وہ میری لے پالک ہے، یعنی اس نے میری گود میں پرورش پائی ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے، اور اس حدیث میں ثُویبۃ کا ذکر ہے (ثاء پر پیش ہے اور واؤ پر زبر ہے اور یاء پر جزم ہے اور باء پر زبر ہے، یہ تصغیر کا صیغہ ہے) یہ ابولہب عبد العزّیٰ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا تھا، اس کی باندی تھی، اور جب ثُویبۃ نے ابولہب کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی بشارت دی تو اس نے انگلی کے اشارہ سے ثُویبہ کو آزاد کر دیا اور اسی وجہ سے ابولہب کے عذاب میں پیر کے دن تخفیف ہوتی ہے، اور

Marfat.com

علماء نے لکھا ہے کہ ابولہب جو کافر تھا اور اس نے نسبی رشتہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی منائی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عذاب میں تخفیف کر دی، تو مسلمان جب ایمان کے رشتہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کو منائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے ان شاء اللہ ان کی بھی نجات ہو جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۳ موضحاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: کتاب النفقات میں پچیس (۲۵) احادیث مرفوعہ ہیں، ان میں سے تین تعلیقات ہیں، اور تین کے سوا باقی احادیث مکررہ ہیں۔

نفقہ کے متعلق صدر الشریعہ علامہ امجد علی کی تحقیق

صدر الشریعہ بدر الطریقۃ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ تحریر فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ (الطلاق: ۷)

صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے، اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا ۝

اور فرماتا ہے:

وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔ (البقرہ: ۲۳۳)

جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کی ماؤں کا روٹی اور کپڑا ہے جو دستور اور رواج کے مطابق ہو، اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے، کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا جائے گا، نہ ماں کو اس کی بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے گا اور نہ باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے گا اور وارث پر بھی اسی طرح لازم ہے۔

اور فرماتا ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ (الطلاق: ۶)

ان مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اور ان پر تنگی کرنے کے لیے ان کو ضرر نہ پہنچاؤ۔

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کہ وہ تمہارے پاس قیدی کی مثل ہیں، اللہ (عزوجل) کی امانت کے ساتھ تم نے ان کو لیا اور اللہ (عزوجل) کے کلمہ کے ساتھ ان کے فروج کو حلال کیا، تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ تمہارے بچھونوں پر (مکانوں میں) ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند رکھتے ہو اور اگر ایسا کریں تو تم اس طرح مار سکتے ہو جس سے ہڈی نہ ٹوٹے اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ انہیں کھانے اور پہننے کو دستور کے موافق دو۔ (صحیح مسلم: کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۲۱۸، ص ۶۳۴)

Marfat.com

حدیث ۲: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابوسفیان (میرے شوہر) بخیل ہیں، وہ مجھے اتنا نفقہ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو مگر اس صورت میں کہ ان کی بغیر اطلاع میں کچھ لے لوں (تو آیا اس طرح لینا جائز ہے؟) فرمایا: کہ ''اس کے مال میں سے اتنا تو لے سکتی ہے جو تجھے اور تیرے بچوں کو دستور کے موافق خرچ کے لیے کافی ہو''۔ (صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب اذا لم ینفق الرجل، الحدیث: ۵۳۶۴، ج ۳ ص ۵۱۶)

حدیث ۳: صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب خدا کسی کو مال دے تو خود اپنے اور گھر والوں پر خرچ کرے''۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب الناس تبع لقریش۔۔ الحدیث: ۱۸۲۲، ص ۱۰۱۳)

حدیث ۴: صحیح بخاری میں ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان جو کچھ اپنے اہل پر خرچ کرے اور نیت ثواب کی ہو تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل۔۔۔ الحدیث: ۵۳۵۱، ج ۳ ص ۵۱۱)

حدیث ۵: بخاری شریف میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو کچھ تو خرچ کرے گا وہ تیرے لیے صدقہ ہے، یہاں تک کہ لقمہ جو بی بی کے منہ میں اٹھا کر دے دے''۔

(صحیح البخاری، کتاب النفقات: باب اذا لم ینفق الرجل۔۔۔ الحدیث: ۵۳۵۴، ج ۳ ص ۵۱۲)

حدیث ۶: صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''آدمی کو گنہگار ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جس کا کھانا اس کے ذمہ ہو، اسے کھانے کو نہ دے''۔

(صحیح مسلم: کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال۔۔ الحدیث: ۹۹۴، ص ۴۹۹)

حدیث ۷: ابوداؤد و ابن ماجہ بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ راوی کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، کہ میرے پاس مال ہے اور میرے والد کو میرے مال کی حاجت ہے؟ فرمایا: ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہیں، تمہاری اولاد تمہاری عمدہ کمائی سے ہیں، اپنی اولاد کی کمائی کھاؤ''۔

(سنن ابوداود، کتاب البیوع، باب فی الرجل یاکل من مال ولدہ، الحدیث: ۳۵۳۰، ج ۳ ص ۴۰۳)

مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: نفقہ سے مراد کھانا کپڑا رہنے کا مکان ہے اور نفقہ واجب ہونے کے تین سبب ہیں، زوجیت (نکاح میں ہونا)، نسب، مِلک (ملکیت)۔ (الجوہرۃ النیرہ، کتاب النفقات، الجزء الثانی ص ۱۰۸، الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۲۸۳)

مسئلہ ۲: جس عورت سے نکاح صحیح ہوا اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے، عورت مسلمان ہو یا کافرہ، آزاد ہو یا مکاتبہ، محتاج ہو یا مالدار، دخول ہوا ہو یا نہیں، بالغہ ہو یا نابالغہ مگر شرط یہ ہے کہ جماع کی طاقت رکھتی ہو یا مشتہاۃ ہو، اور شوہر کی جانب کوئی شرط نہیں بلکہ کتنا ہی صغیر السن (کم عمر) ہو اس پر نفقہ واجب ہے، اس کے مال سے دیا جائے گا، اور اگر اس کی ملک میں مال نہ ہو تو اس کی عورت کا نفقہ اس کے باپ پر واجب نہیں، ہاں اگر اس کے باپ نے نفقہ کی ضمانت کی ہو تو باپ پر واجب ہے شوہر عنین ہے یا اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا مریض ہے کہ جماع کی طاقت نہیں رکھتا یا حج کو گیا ہے جب بھی نفقہ واجب ہے۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ، ج ۱ ص ۵۴۴، الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ ج ۵ ص ۲۸۳)

Marfat.com

مسئلہ ۳: نابالغہ جو قابلِ جماع نہ ہو، اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں، خواہ شوہر کے یہاں ہو یا اپنے باپ کے گھر جب تک قابلِ وطی نہ ہو جائے، ہاں اگر اس قابل ہو کہ خدمت کر سکے یا اس سے اُنس حاصل ہو سکے اور شوہر نے اپنے مکان میں رکھا تو نفقہ واجب ہے اور نہیں رکھا تو نہیں۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ، ج ۱ ص ۵۴۴، الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ ج ۵ ص ۲۸۶)

مسئلہ ۴: عورت کا مقام بند ہے جس کے سبب سے وطی نہیں ہو سکتی یا دیوانی ہے یا بوہری تو نفقہ واجب ہے۔

(درمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۲۸۶)

مسئلہ ۵: زوجہ کنیز ہے یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ واجب ہونے کے لیے تبوِیہ شرط ہے، یعنی اگر مولیٰ کے گھر رہتی ہے تو واجب نہیں۔

(الجوہرۃ النیرہ، کتاب النفقات، الجزء الثانی ص ۱۰۸)

مسئلہ ۶: نکاحِ فاسد مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح ہو تو اس میں یا اس کی عدت میں نفقہ واجب نہیں۔ یوہیں وطی بالشبہ میں اور اگر بظاہر نکاح صحیح ہوا اور قاضی شرع نے نفقہ مقرر کر دیا بعد کو معلوم ہوا کہ نکاح صحیح نہیں مثلاً وہ عورت اس کی رضاعی بہن ثابت ہوئی تو جو کچھ نفقہ میں دیا ہے واپس لے سکتا ہے اور اگر بطورِ خود بلا حکمِ قاضی (قاضی کے حکم کے بغیر) دیا ہے تو نہیں لے سکتا۔

(الجوہرۃ النیرہ، کتاب النفقات، الجزء الثانی ص ۱۰۸، ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب، ج ۵ ص ۲۸۸)

مسئلہ ۷: انجانے میں عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ سے نکاح کیا، بعد کو معلوم ہوا اور تفریق ہوئی تو جب تک اس کی عدت پوری نہ ہوگی عورت سے جماع نہیں کر سکتا، مگر عورت کا نفقہ واجب ہے اور اس کی بہن، پھوپھی، خالہ کا نہیں اگرچہ ان عورتوں پر عدت واجب ہے۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول ج ۱ ص ۵۴۷)

مسئلہ ۸: بالغہ عورت جب اپنے نفقہ کا مطالبہ کرے اور ابھی رخصت نہیں ہوئی ہے تو اس کا مطالبہ درست ہے جب کہ شوہر نے اپنے مکان پر لے جانے کو اس سے نہ کہا ہو، اور اگر شوہر نے کہا: تو میرے یہاں چل اور عورت نے انکار نہ کیا جب بھی نفقہ کی مستحق ہے اور اگر عورت نے انکار کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر کہتی ہے: جب تک مہرِ معجل نہ دو گے نہیں جاؤں گی جب بھی نفقہ پائے گی کہ اس کا انکار ناحق نہیں اور اگر انکار ناحق ہے مثلاً مہرِ معجل ادا کر چکا ہے یا مہرِ معجل تھا ہی نہیں یا عورت معاف کر چکی ہے تو اب نفقہ کی مستحق نہیں جب تک شوہر کے مکان پر نہ آئے۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول ج ۱ ص ۵۴۷)

مسئلہ ۹: دخول ہونے کے بعد اگر عورت شوہر کے یہاں آنے سے انکار کرتی ہے تو اگر مہرِ معجل کا مطالبہ کرتی ہے کہ دے دو تو چلوں تو نفقہ کی مستحق ہے، ورنہ نہیں۔ (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۲۸۶)

مسئلہ ۱۰: شوہر کے مکان میں رہتی ہے مگر اس کے قابو میں نہیں آتی، تو نفقہ ساقط نہیں اور اگر جس مکان میں رہتی ہے وہ عورت کی ملک ہے اور شوہر کا وہاں آنا بند کر دیا تو نفقہ نہیں پائے گی، ہاں اگر اس نے شوہر سے کہا کہ مجھے اپنے مکان میں لے چلو یا میرے لیے کرایہ پر کوئی مکان لے دو اور شوہر نہ لے گیا تو قصور شوہر کا ہے، لہٰذا نفقہ کی مستحق ہے۔ یوہیں اگر شوہر نے پرایا مکان غصب کر لیا ہے اس میں رہتا ہے عورت وہاں رہنے سے انکار کرتی ہے تو نفقہ کی مستحق ہے۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول ج ۱ ص ۵۴۵)

مسئلہ ۱۱: شوہر عورت کو سفر میں لے جانا چاہتا ہے اور عورت انکار کرتی ہے یا عورت مسافتِ سفر (یعنی ساڑھے ستاون میل (تقریباً ۹۲ کلومیٹر) کی راہ) پر ہے، شوہر نے کسی اجنبی شخص کو بھیجا کہ اسے یہاں اپنے ساتھ لے آ، عورت اس کے ساتھ جانے سے انکار کرتی ہے تو نفقہ (کھانے پینے اور رہائش وغیرہ کے اخراجات) ساقط نہ ہوگا اور اگر عورت کے محرم کو بھیجا اور آنے سے انکار کرے تو نفقہ ساقط ہے۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۲۹۰)

مسئلہ ۱۲: عورت شوہر کے گھر بیمار ہوئی یا بیمار ہو کر اس کے یہاں گئی یا اپنے ہی گھر رہی مگر شوہر کے یہاں جانے سے انکار نہ کیا تو نفقہ واجب ہے اور اگر شوہر کے یہاں بیمار ہوئی اور اپنے باپ کے یہاں چلی گئی، اگر اتنی بیمار ہے کہ ڈولی وغیرہ پر بھی نہیں آسکتی تو نفقہ کی مستحق ہے اور اگر آسکتی ہے مگر نہیں آئی تو نہیں۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۲۹۰)

مسئلہ ۱۳: عورت شوہر کے یہاں سے ناحق چلی گئی تو نفقہ نہیں پائے گی جب تک واپس نہ آئے اور اگر اس وقت واپس آئی کہ شوہر مکان پر نہیں بلکہ پردیس چلا گیا ہے جب بھی نفقہ کی مستحق ہے، اور اگر عورت یہ کہتی ہے کہ میں شوہر کی اجازت سے گئی تھی اور شوہر انکار کرتا ہے یا یہ ثابت ہو گیا کہ بلا اجازت چلی گئی تھی، مگر عورت کہتی ہے کہ گئی تو تھی بغیر اجازت مگر کچھ دنوں شوہر نے وہاں رہنے کی اجازت دے دی تھی تو بظاہر عورت کا قول معتبر نہ ہوگا۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لا تجب علی الاب ۔۔۔۔ الخ، ج ۵ ص ۲۸۹)

مسئلہ ۱۴: چند مہینے کا نفقہ شوہر پر باقی تھا، عورت اس کے مکان سے بغیر اجازت چلی گئی تو یہ نفقہ بھی ساقط ہو گیا اور لوٹ کر آئے جب بھی اس کی مستحق نہ ہوگی اور اگر با اجازت اس نے قرض لے کر نفقہ میں صرف کیا تھا اور اب چلی گئی تو ساقط نہ ہوگا۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لا تجب علی الاب ۔۔۔۔ الخ، ج ۵ ص ۲۸۹)

مسئلہ ۱۵: عورت اگر قید ہو گئی اگر چہ ظلماً تو شوہر پر نفقہ واجب نہیں، ہاں اگر خود شوہر کا عورت پر دَین تھا اسی نے قید کرایا تو ساقط نہ ہوگا، یوہیں اگر عورت کو کوئی اٹھا لے گیا یا چھین لے گیا جب بھی شوہر پر نفقہ واجب نہیں۔

(الجوہرۃ النیرہ، کتاب النفقات، الجزء الثانی ص ۱۱۱)

مسئلہ ۱۶: عورت حج کے لیے گئی اور شوہر ساتھ نہ ہو تو نفقہ واجب نہیں اگر چہ محرم (ایسا رشتہ دار جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ حرام ہو) کے ساتھ گئی ہو اگر چہ حج فرض ہو۔ اگر چہ شوہر کے مکان پر رہتی تھی اور اگر شوہر کے ہمراہ ہے تو نفقہ واجب ہے حج فرض ہو یا نفل مگر سفر کے مطابق نفقہ واجب نہیں بلکہ حضر کا نفقہ (حالت اقامت کا نفقہ) واجب ہے، لہٰذا کرایہ وغیرہ مصارفِ سفر (سفر کے اخراجات) شوہر پر واجب نہیں۔ (الفتاوی الخانیہ، کتاب النکاح، باب النفقۃ، ج ۱ ص ۱۹۶، الجوہرۃ النیرہ، کتاب النفقات، الجزء الثانی ص ۱۱۱)

مسئلہ ۱۷: کسی عورت کو حمل ہے لوگوں کو شبہ ہے کہ فلاں شخص کا حمل ہے، لہٰذا عورت کے باپ نے اسی سے نکاح کر دیا مگر وہ کہتا ہے کہ حمل مجھ سے نہیں تو نکاح ہو جائے گا مگر نفقہ شوہر پر واجب نہیں اور اگر حمل کا اقرار کرتا ہے تو نفقہ واجب ہے۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول ج ۱ ص ۵۴۶)

مسئلہ ۱۸: جس عورت کو طلاق دی گئی ہے بہر حال عدت کے اندر نفقہ پائے گی، طلاق رجعی ہو یا بائن یا تین طلاقیں، عورت کو حمل ہو یا نہیں۔ (الفتاوی الخانیہ، کتاب النکاح، باب النفقۃ، ج ۱ ص ۱۹۶)

Marfat.com

مسئلہ ۱۹: جوعورت بے اجازتِ شوہر گھر سے چلی جایا کرتی ہے اس بنا پر اسے طلاق دے دی تو عدت کا نفقہ نہیں پائے گی، ہاں اگر بعد طلاق شوہر کے گھر میں رہی اور باہر جانا چھوڑ دیا تو پائے گی۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج ۱ ص ۵۴۵)

مسئلہ ۲۰: جب تک عورت سنِ ایاس (یعنی ایسی عمر جس میں حیض کا خون آنا بند ہو جاتا ہے) کو نہ پہنچے اس کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے اور اگر اس عمر سے پہلے کسی وجہ سے جوان عورت کو حیض نہیں آتا تو اس کی عدت کتنی ہی طویل ہو زمانہ عدت کا نفقہ واجب ہے، یہاں تک کہ اگر سنِ ایاس تک حیض نہ آیا تو بعدِ ایاس تین ماہ گزرنے پر عدت ختم ہوگی اور اس وقت تک نفقہ دینا ہوگا۔ ہاں اگر شوہر گواہوں سے ثابت کردے کہ عورت نے اقرار کیا ہے کہ تین حیض آئے اور عدت ختم ہوگئی تو نفقہ ساقط کہ عدت پوری ہو چکی اور اگر عورت کو طلاق ہوئی اس نے اپنے کو حاملہ بتایا تو وقتِ طلاق سے دو برس تک وضعِ حمل (بچے پیدا ہونے) کا انتظار کیا جائے وضعِ حمل تک نفقہ واجب ہے اور دو (۲) برس پر بھی بچہ نہ ہوا اور عورت کہتی ہے کہ مجھے حیض نہیں آیا اور حمل کا گمان تھا تو نفقہ برابر لیتی رہے گی یہاں تک کہ تین حیض آئیں یا سنِ ایاس آکر تین مہینے گزر جائیں۔

(الفتاوی الخانیہ، کتاب النکاح، فصل فی نفقۃ العدۃ، ج ۱ ص ۲۰۲)

مسئلہ ۲۱: عدت کے نفقہ کا نہ دعویٰ کیا نہ قاضی نے مقرر کیا تو عدت گزرنے کے بعد نفقہ ساقط ہوگیا۔

مسئلہ ۲۲: مفقود (وہ شخص جس کا کوئی پتا نہ ہو اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا ہے) کی عورت نے نکاح کر لیا اور اس دوسرے شوہر نے دخول بھی کر لیا ہے، اب پہلا شوہر آیا تو عورت اور دوسرے شوہر میں تفریق کردی جائے گی اور عورت عدت گزارے گی، مگر اس عدت کا نفقہ نہ پہلے شوہر پر ہے نہ دوسرے پر۔ (الفتاوی الخانیہ، کتاب النکاح، باب النفقۃ، ج ۱ ص ۱۹۶)

مسئلہ ۲۳: اپنی مدخولہ عورت کو تین طلاقیں دے دیں، عورت نے عدت میں دوسرے سے نکاح کر لیا اور دخول بھی ہوا تو تفریق کر دی جائے اور پہلے شوہر پر نفقہ ہے، اور منکوحہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور دخول کے بعد معلوم ہوا اور تفریق کرائی گئی، پھر شوہر کو معلوم ہوا اس نے تین طلاقیں دے دیں تو عورت پر دونوں کی عدت واجب ہے اور نفقہ کسی پر نہیں۔

(الفتاوی الخانیہ، کتاب النکاح، باب النفقۃ، ج ۱ ص ۱۹۶)

مسئلہ ۲۴: عدت اگر مہینوں سے ہو تو کسی مقدارِ معین پر صلح ہو سکتی ہے اور حیض یا وضعِ حمل سے ہو تو نہیں کہ یہ معلوم نہیں کہ کتنے دنوں میں عدت پوری ہوگی۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۳۴۲)

مسئلہ ۲۵: وفات کی عدت میں نفقہ واجب نہیں، خواہ عورت کو حمل ہو یا نہیں۔ یوہیں جو فرقت عورت کی جانب سے معصیت کے ساتھ ہو اس میں بھی نہیں مثلاً عورت مرتدہ ہوگئی یا شہوت کے ساتھ شوہر کے بیٹے یا باپ کا بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ چھوا، ہاں اگر مجبور کی گئی تو ساقط نہ ہوگا۔ یوہیں اگر عدت میں مرتدہ ہوگئی تو نفقہ ساقط ہوگیا پھر اگر اسلام لائی تو نفقہ عود کر آئے گا۔ اور اگر عدت میں شوہر کے بیٹے یا باپ کا بوسہ لیا تو نفقہ ساقط نہ ہوا اور جو فرقت زوجہ کی جانب سے سبب مباح سے ہو اس میں نفقۂ عدت ساقط نہیں، مثلاً خیارِ عتق، خیارِ بلوغ عورت کو حاصل ہوا، اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا بشرطیکہ دخول کے بعد ہو ورنہ عدت ہی نہیں اور خلع میں نفقہ ہے، ہاں اگر خلع اس شرط پر ہوا کہ عورت نفقہ و سکنیٰ (یعنی رہنے کا مکان) معاف کرے تو نفقہ اب نہیں پائے گی مگر سکنیٰ سے

Marfat.com

شوہراب بھی بری نہیں کہ عورت اس کو معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔ (الجوہرۃ النیرۃ، کتاب النفقات، الجزء الثانی ص ۱۱۰، ۱۱۱)

مسئلہ ۲۶: عورت سے ایلاء یا ظہار یا لعان کیا یا شوہر مرتد ہو گیا یا شوہر نے عورت کی ماں سے جماع کیا یا عنین کی عورت نے فرقت اختیار کی تو ان سب صورتوں میں نفقہ پائے گی۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الثالث فی نفقۃ المعتدۃ، ج ا ص ۵۵۷)

مسئلہ ۲۷: عورت نے کسی کے بچہ کو دودھ پلانے کی نوکری کی مگر دودھ پلانے جاتی نہیں بلکہ بچہ کو یہاں لاتے ہیں تو نفقہ ساقط نہیں، البتہ شوہر کو اختیار ہے کہ اس سے روک دے بلکہ اگر اپنے بچہ کو جو دوسرے شوہر سے ہے دودھ پلائے تو شوہر کو منع کر دینے کا اختیار حاصل بلکہ ہر ایسے کام سے منع کر سکتا ہے جس سے اسے ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ سلائی وغیرہ ایسے کاموں سے بھی منع کر سکتا ہے بلکہ اگر شوہر کو مہندی کی بو ناپسند ہے تو مہندی لگانے سے بھی منع کر سکتا ہے اور اگر دودھ پلانے وہاں جاتی ہے خواہ دن میں وہاں رہتی ہے یا رات میں تو نفقہ ساقط ہے۔ یوہیں اگر عورت مُردہ نہلانے یا دائی کا کام کرتی ہے اور اپنے کام کے لیے باہر جاتی ہے مگر رات میں شوہر کے یہاں رہتی ہے اگر شوہر نے منع کیا اور بغیر اجازت گئی تو نفقہ ساقط ہے۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ ج ۵ ص ۲۹۰)

مسئلہ ۲۸: اگر مرد وعورت دونوں مالدار ہوں تو نفقہ مالداروں کا سا ہوگا اور دونوں محتاج ہوں تو محتاجوں کا سا اور ایک مالدار ہے، دوسرا محتاج ہے تو متوسط درجہ کا یعنی محتاج جیسا کھاتے ہوں اس سے عمدہ اور اغنیاء جیسا کھاتے ہوں اس سے کم اور شوہر مالدار ہو اور عورت محتاج تو بہتر یہ ہے کہ جیسا آپ کھاتا ہو عورت کو بھی کھلائے، مگر یہ واجب نہیں متوسط ہے۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۲۸۶ وغیرہ)

مسئلہ ۲۹: نفقہ کا تعین روپوں سے نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیشہ اتنے ہی روپے دیے جائیں اس لیے کہ نرخ بدلتا رہتا ہے ارزانی وگرانی (بھاؤ کا اتار چڑھاؤ، یعنی سستائی اور مہنگائی) دونوں کے مصارف یکساں نہیں ہوتے بلکہ گرانی میں اس کے لحاظ سے تعداد بڑھائی جائے گی اور ارزانی میں کمی کی جائے گی۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج ا ص ۵۴۷)

مسئلہ ۳۰: عورت آٹا پیسنے روٹی پکانے سے انکار کرتی ہے، اگر وہ ایسے گھرانے کی ہے کہ ان کے یہاں کی عورتیں اپنے آپ یہ کام نہیں کرتیں یا وہ بیمار یا کمزور ہے کہ کر نہیں سکتی تو پکا ہوا کھانا دینا ہوگا یا کوئی ایسا آدمی دے جو کھانا پکاوے، پکانے پر مجبور نہیں کی جا سکتی اور اگر نہ ایسے گھرانے کی ہے نہ کوئی سبب ایسا ہے کہ کھانا نہ پکا سکے تو شوہر پر یہ واجب نہیں کہ پکا ہوا اسے دے اور اگر عورت خود پکاتی ہے مگر پکانے کی اجرت مانگتی ہے تو اجرت نہیں دی جائے گی۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول ج ا ص ۵۴۸، الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ ج ۵ ص ۲۹۳)

مسئلہ ۳۱: کھانا پکانے کے تمام برتن اور سامان شوہر پر واجب ہے، مثلاً چکی، ہانڈی، توا، چمٹا، رکابی، پیالہ، چمچہ وغیرہا جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے حسب حیثیت اعلیٰ، ادنیٰ، متوسط۔ یوہیں حسب حیثیت اثاث البیت دینا واجب، مثلاً چٹائی، دری، قالین، چارپائی، لحاف، توشک (پلنگ کا بچھونا، گدا)، تکیہ، چادر وغیرہا۔ یوہیں کنگھا، تیل، سر دھونے کے لیے کھلی (تل یا سرسوں کا پھوک جو سر دھونے سے پہلے سر پر لگاتے ہیں) وغیرہ اور صابن یا بیسن (چنے کا آٹا، یہ پہلے ہاتھ دھونے کے لیے استعمال ہوتا تھا)، میل دور کرنے کے لیے اور سرمہ، مسی (ایک سیاہ قسم کا منجن یا پاؤڈر جسے دانتوں پر ملتے ہیں)، مہندی دینا شوہر پر واجب نہیں، اگر لائے

Marfat.com

تو عورت کو استعمال ضروری ہے۔ عطر وغیرہ خوشبو کی اتنی ضرورت ہے جس سے بغل اور پسینہ کی بُو کو دفع کر سکے۔
(الجوہرۃ النیرہ، کتاب النفقات، الجزء الثانی ص ۱۰۸، وغیرہا)

مسئلہ ۳۲: غسل و وضو کا پانی شوہر کے ذمہ ہے عورت غنی ہو یا فقیر۔
(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج ۱ ص ۵۴۹)

مسئلہ ۳۳: عورت اگر چائے یا حقہ پیتی ہے تو ان کے مصارف شوہر پر واجب نہیں اگر چہ نہ پینے سے اس کو ضرر پہنچے گا۔ یوہیں پان، چھالیا، تمباکو شوہر پر واجب نہیں۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب۔۔۔ الخ ج ۵ ص ۲۹۴)

مسئلہ ۳۴: عورت بیمار ہو تو اس کی دوا کی قیمت اور طبیب کی فیس شوہر پر واجب نہیں، فصد یا پچھنے کی ضرورت ہو تو یہ بھی شوہر پر نہیں۔ (الجوہرۃ النیرہ، کتاب النفقات، الجزء الثانی ص ۱۰۹)

مسئلہ ۳۵: بچہ پیدا ہو تو جنائی کی اجرت شوہر پر ہے اگر شوہر نے بلایا، اور عورت پر ہے اگر عورت نے بلوایا اور اگر وہ خود بغیر ان دونوں میں کسی کے بلائے آجائے تو ظاہر یہ ہے کہ شوہر پر ہے۔
(البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۴ ص ۲۹۹، ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب۔۔۔ الخ، ج ۵ ص ۲۹۴)

مسئلہ ۳۶: سال میں دو (۲) جوڑے کپڑے دینا واجب ہے ہر ششماہی پر ایک جوڑا، جب ایک جوڑا کپڑا دیدیا تو جب تک مدت پوری نہ ہو دینا واجب نہیں اور اگر مدت کے اندر پھاڑ ڈالا اور عادۃً جس طرح پہنا جاتا ہے اس طرح پہنتی تو نہیں پھٹتا تو دوسرے کپڑے اس ششماہی میں واجب نہیں ورنہ واجب ہیں، اور اگر مدت پوری ہوگئی اور وہ جوڑا باقی ہے تو اگر پہنا ہی نہیں یا کبھی اس کو پہنتی تھی اور کبھی اس کپڑے کو اس وجہ سے باقی ہے تو اب دوسرا جوڑا دینا واجب ہے اور اگر یہ وجہ نہیں بلکہ کپڑا مضبوط تھا اس وجہ سے نہیں پھٹا تو دوسرا جوڑا واجب نہیں۔ (الجوہرۃ النیرہ، کتاب النفقات، الجزء الثانی ص ۱۰۹)

مسئلہ ۳۷: جاڑوں میں (سردیوں میں) جاڑے کے مناسب اور گرمیوں میں گرمی کے مناسب کپڑے دے مگر بہر حال اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر دونوں مالدار ہوں تو مالداروں کے سے کپڑے ہوں اور محتاج ہوں تو غریبوں کے سے اور ایک مالدار ہو اور ایک محتاج تو متوسط جیسے کھانے میں تینوں باتوں کا لحاظ ہے۔ اور لباس میں اس شہر کے رواج کا اعتبار ہے جاڑے گرمی میں جیسے کپڑوں کا وہاں چلن (رواج) ہے وہ دے، چمڑے کے موزے عورت کے لیے شوہر پر واجب نہیں مگر عورت کی باندی (لونڈی) کے موزے شوہر پر واجب ہیں، اور سوتی، اونی موزے جو جاڑوں میں سردی کی وجہ سے پہنے جاتے ہیں یہ دینے ہوں گے۔
(الدر المختار و ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب۔۔۔ الخ ج ۵ ص ۲۹۴)

مسئلہ ۳۸: عورت جب رخصت ہو کر آئی تو اسی وقت سے شوہر کے ذمے اس کا لباس ہے اس کا انتظار نہ کرے گا کہ چھ مہینے گزر لیں تو کپڑے بنائے، اگر چہ عورت کے پاس کتنے ہی جوڑے ہوں نہ عورت پر یہ واجب کہ میکے سے جو کپڑے لائی ہے وہ پہنے بلکہ اب سب شوہر کے ذمہ ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب۔۔۔ ج ۵ ص ۲۹۴)

مسئلہ ۳۹: شوہر کو خود ہی چاہیے کہ عورت کے مصارف اپنے ذمہ لے یعنی جس چیز کی ضرورت ہو لا کر یا منگا کر دے، اور اگر لانے میں ڈھیل ڈالتا ہے (یعنی تاخیر کرتا ہے) تو قاضی کوئی مقدار وقت اور حال کے لحاظ سے مقرر کر دے کہ شوہر وہ رقم دے دیا کرے۔

Marfat.com

اور عورت اپنے طور پر خرچ کرے، اور اگر اپنے اوپر تکلیف اٹھا کر عورت اس میں سے کچھ بچالے تو وہ عورت کا ہے واپس نہ کرے گی نہ آئندہ کے نفقہ میں مُجرا دیگی (یعنی بچائی ہوئی رقم آئندہ کے نفقہ میں شامل نہ ہوگی) اور اگر شوہر بقدرِ کفایت عورت کو نہیں دیتا تو بغیر اجازتِ شوہر عورت اس کے مال سے لے کر صرف کر سکتی ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لاتجب علی الاب۔۔۔الخ، ج ۵ ص ۲۹۵، البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۴ ص ۲۹۴)

مسئلہ ۴۰: نفقہ کی مقدار معین کی جائے تو اس میں جو طریقہ آسان ہو وہ برتا جائے مثلاً مزدوری کرنے والے کے لیے یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ عورت کو روزانہ شام کو اتنا دے دیا کرے کہ دوسرے دن کے لیے کافی ہو کہ مزدور ایک مہینے کے تمام مصارف ایک ساتھ نہیں دے سکتا اور تاجر اور نوکری پیشہ جو ماہوار تنخواہ پاتے ہیں، مہینے کا نفقہ ایک ساتھ دے دیا کریں اور ہفتہ میں تنخواہ ملتی ہے تو ہفتہ وار اور کھیتی کرنے والے ہر سال یا ربیع وخریف دو فصلوں میں دیا کریں۔ (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۲۹۶)

مسئلہ ۴۱: اگر شوہر باہر چلا جاتا ہو اور عورت کو خرچ کی ضرورت پڑتی ہو تو اسے یہ حق ہے کہ شوہر سے کہے کہ کسی کو ضامن بنا دو کہ مہینے پر اس سے خرچ لے لوں، پھر اگر عورت کو معلوم ہے کہ شوہر ایک مہینے تک باہر رہے گا تو ایک مہینے کے لیے ضامن طلب کرے اور یہ معلوم ہے کہ زیادہ دنوں سفر میں رہے گا مثلاً حج کو جاتا ہے تو جتنے دنوں کے لیے جاتا ہے، اتنے دنوں کے لیے ضامن مانگے اور اس شخص نے اگر یہ کہہ دیا کہ میں ہر مہینے میں دے دیا کروں گا تو ہمیشہ کے لیے ضامن ہو گیا۔

(الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: فی اخذ المراۃ۔۔۔الخ، ج ۵ ص ۲۹۷)

مسئلہ ۴۲: شوہر عورت کو جتنے روپے کھانے کے لیے دیتا ہے اپنے اوپر تکلیف اٹھا کر ان میں سے کچھ بچا لیتی ہے اور خوف ہے کہ لاغر ہو جائے گی تو شوہر کو حق ہے کہ اسے تنگی کرنے سے روک دے، نہ مانے تو قاضی کے یہاں اس کا دعویٰ کر کے رکوا سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے جمال میں فرق آئے گا اور یہ شوہر کا حق ہے۔ (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۳۰۰)

مسئلہ ۴۳: اگر باہم رضامندی سے کوئی مقدار معین ہوئی یا قاضی نے معین کر دی اور چند ماہ تک وہ رقم نہ دی تو عورت وصول کر سکتی ہے اور معاف کرنا چاہے تو کر سکتی ہے بلکہ جو مہینہ آ گیا ہے اس کا بھی نفقہ معاف کر سکتی ہے جب کہ ماہ بماہ نفقہ دینا ٹھہرا ہو اور سالانہ مقرر ہوا تو اس سنہ (سال) اور سال گزشتہ کا معاف کر سکتی ہے، پہلی صورت میں بعد والے مہینے کا دوسری میں اس سال کا جو ابھی نہیں آیا معاف نہیں کر سکتی اور اگر نہ باہم کوئی مقدار معین ہوئی نہ قاضی نے معین کی تو زمانہ گزشتہ کا نفقہ نہ طلب کر سکتی ہے، نہ معاف کر سکتی ہے کہ وہ شوہر کے ذمہ واجب ہی نہیں، ہاں اگر اس شرط پر خلع ہوا کہ عورت عدت کا نفقہ معاف کر دے تو یہ معاف ہو جائے گا۔ (الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب فی الابراء عن النفقۃ، ج ۵ ص ۳۰۳)

مسئلہ ۴۴: عورت کو مثلاً مہینہ بھر کا نفقہ دے دیا اس نے فضول خرچی سے مہینہ پورا ہونے سے پہلے خرچ کر ڈالا یا چوری جاتا رہا یا کسی اور وجہ سے ہلاک ہو گیا تو اس مہینے کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔ (الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۳۰۶)

مسئلہ ۴۵: عورت کے لیے اگر کوئی خادم مملوک ہو یعنی لونڈی یا غلام تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر ہے، بشرطیکہ شوہر تنگدست نہ ہو اور عورت آزاد ہو اور اگر عورت کو چند خادموں کی ضرورت ہو کہ عورت صاحب اولاد ہے ایک سے کام نہیں چلتا تو دو تین جتنے کی ضرورت ہے ان کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے۔ (الفتاوی الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول ج ۱ ص ۵۴۷۔

الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۳۰۷-۳۰۹)

مسئلہ ۴۶: شوہر اگر ناداری کے سبب نفقہ دینے سے عاجز ہے تو اس کی وجہ سے تفریق نہ کی جائے، یوہیں اگر مالدار ہے مگر مال یہاں موجود نہیں جب بھی تفریق نہ کریں بلکہ اگر نفقہ مقرر ہو چکا ہے تو قاضی حکم دے کہ قرض لے کر یا کچھ کام کر کے صرف کرے اور وہ سب شوہر کے ذمہ ہے کہ اسے دینا ہوگا۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۳۰۷-۳۰۹)

مسئلہ ۴۷: عورت نے قاضی کے پاس آکر بیان کیا کہ میرا شوہر کہیں گیا ہے اور مجھے نفقہ کے لیے کچھ دے کر نہ گیا تو اگر کچھ روپے یا غلہ چھوڑ گیا ہے اور قاضی کو معلوم ہے کہ یہ اس کی عورت ہے تو قاضی حکم دے گا کہ اس میں سے خرچ کرے مگر فضول خرچ نہ کرے مگر یہ قسم لے لے کہ اس سے نفقہ نہیں پایا ہے اور کوئی ایسی بات بھی نہیں ہوئی ہے جس سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے اور عورت سے کوئی ضامن بھی لے۔ (الفتاوی الخانیہ، کتاب النکاح، باب النفقۃ، ج ۱ ص ۱۹۸)

مسئلہ ۴۸: شوہر کہیں چلا گیا ہے اور نفقہ نہیں دے گیا مگر گھر میں اسباب وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو نفقہ کی جنس سے نہیں تو عورت ان چیزوں کو بیچ کر کھانے وغیرہ میں نہیں صرف کر سکتی۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول، ج ۱ ص ۵۵۰)

مسئلہ ۴۹: جس مقدار پر رضامندی ہوئی یا قاضی نے مقرر کی، عورت کہتی ہے کہ یہ نا کافی ہے تو مقدار بڑھا دی جائے یا شوہر کہتا ہے کہ یہ زیادہ ہے اس سے کم میں کام چل جائے گا کیونکہ اب ارزانی ہے یا مقرر ہی زیادہ مقدار ہوئی اور قاضی کو بھی معلوم ہو گیا کہ یہ رقم زائد ہے تو کم کر دی جائے۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۳۱۴)

مسئلہ ۵۰: چند مہینے کا نفقہ باقی تھا اور دونوں میں سے کوئی مر گیا تو نفقہ ساقط ہو گیا: ہاں اگر قاضی نے عورت کو حکم دیا تھا کہ قرض لے کر صرف کرے پھر کوئی مر گیا تو ساقط نہ ہوگا۔ طلاق سے بھی پیشتر کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے، مگر جب کہ اسی لیے طلاق دی ہو کہ نفقہ ساقط ہو جائے تو ساقط نہ ہوگا۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ج ۵ ص ۳۱۷)

(بہار شریعت ج دوم، حصہ ہشتم ص ۲۶۰-۲۶۸، مکتبۃ المدینہ (دعوت اسلامی) ۱۴۳۰ھ)

تنبیہ: باقی شارحین نے بھی اس باب اور حدیث کی کوئی قابلِ ذکر شرح نہیں کی ہے، اس لیے ہم کتاب النفقات کے بعد اب ''کتاب الاطعمہ'' کو شروع کر رہے ہیں۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۷۰۔ کِتَابُ الْأَطْعِمَةِ

کھانے پینے کی چیزوں کا بیان

۱۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی: كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ:۱۷۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔

وَقَوْلِهٖ: اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (البقرہ:۲۶۷)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے پاک چیزوں کو خرچ کرو۔

وَقَوْلِهٖ: كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (المومنون:۵۱)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرتے رہو، بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو میں اس کو خوب جاننے والا ہوں O

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ کتاب اطعمہ کی انواع اور احکام کے بیان میں ہے اور اطعمہ کا لفظ طعام کی جمع ہے، علامہ جوہری نے کہا ہے: طعام اس کو کہتے ہیں جسے کھایا جائے اور بعض اوقات طعام گندم کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے، اور الطعم (طاء پر زبر) اس چیز کو کہتے ہیں جس کو چکھ کر کسی چیز کی مٹھاس یا کڑواہٹ کا پتا چلے، اور الطُعم (طاء پر پیش) اس کا معنی ہے: کھانا، کہا جاتا ہے: ''طعم یطعم طعمافھو طاعم''، جب کوئی مرد کسی چیز کو کھائے یا چکھے جیسے کہا جاتا ہے: ''غنم یغنم غنمافھوغانم'' یعنی کسی شخص نے مالِ غنیمت حاصل کیا اور وہ مالِ غنیمت حاصل کرنے والا ہے۔

اس باب میں امام بخاری نے البقرہ کی دو آیتیں اور المومنون کی ایک آیت درج کی ہے، ان کی تفسیر حسب ذیل ہے:

البقرہ:۲۶۷، کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری الحنفی المتوفی ۱۹۹۸ء اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

طیبات سے وہ چیزیں مراد ہیں جو عمدہ بھی ہوں، حلال بھی ہوں اور حلال طریقہ سے کمائی بھی گئی ہوں، کیونکہ اس طرح خرچ کرنے کے تین مقاصد ہیں، غریب کا فائدہ، اپنے نفس کی اصلاح اور اللہ تعالیٰ کی رضا۔ اور یہ مقاصد تب ہی حاصل ہو سکتے ہیں جب کہ عمدہ اور پاکیزہ چیز خرچ کی جائے۔ اگر ردی چیز خرچ کی تو نہ غریب کو کچھ فائدہ پہنچا، نہ بخل کی آلودگی سے نفس کی صفائی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ وہ ذات جو اپنے بہتر سے بہتر انعامات کی تم پر بارش فرما رہی ہے، جب اس

Marfat.com

کے نام پر دینے کا وقت آیا تو سب سے ناکارہ چیز تم نے اس کی راہ میں دے دی تو وہ کیونکر تم سے راضی ہوگا، کیونکہ جب ردّی چیز تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ردّی چیزوں کو کب پسند فرمائے گا۔ (ضیاء القرآن، جلد اول، ص ۱۸۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

المومنون: ۵۱ کی تفسیر از علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری الحنفی المتوفی ۱۹۹۸ء اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایک روز نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ پاک ہے اور پاک چیز کو ہی پسند فرماتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا تھا، اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔ (البقرہ: ۱۷۲) اے ایمان والو! پاکیزہ طیب چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا فرمائی ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا: ایک آدمی دور دراز کا سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا ہے، یارب! یارب! کہتا ہے، حالانکہ اس نے جو کھایا ہے وہ بھی حرام ہے اور جو اس نے پیا ہے وہ بھی حرام، جو اس نے پہنا ہوا ہے وہ بھی حرام، اور اس کی خوراک بھی حرام مال سے ہے، (تو ایسے حرام خور آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی؟) (رواہ البخاری عن ابی ھریرہ)، اس ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ قبولیتِ دعا کے لیے رزقِ حلال ایک بنیادی شرط ہے، کاملینِ امت نے فرمایا ہے کہ اکلِ حلال (حلال روزی) اور صدقِ مقال (سچی بات) کا نام ہی ولایت ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد سوم، ص ۲۵۸، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

البقرہ: ۱۷۲ کی تفسیر از مصنف

حرام مال کھانے کا وبال

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز کے سوا کسی اور چیز کو قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا تھا، سو فرمایا: اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو، میں تمہارے کاموں سے باخبر ہوں، اور فرمایا: اے مسلمانو! ہماری دی ہوئی چیزوں سے پاک چیزیں کھاؤ، پھر آپ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: یارب! یارب! اس کا کھانا پینا حرام ہو، اس کا لباس حرام ہو، اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی!

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۶، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۲۱۰-۲۱۱، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان)

البقرہ: ۲۶۷ کی تفسیر از مصنف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ۔ (البقرہ:۲۶۷)

اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے پاک چیزوں کو خرچ کرو، اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔

عشر کا بیان

اس آیت میں صدقات فرضیہ زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کا حکم دیا ہے، امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا: اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں، تو حضرت علی نے فرمایا: یعنی دانے (غلہ)، پھل اور ہر وہ چیز جس پر زکوٰۃ ہے۔

(جامع البیان، ج ۳ ص ۵۵۔ ۵۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

چونکہ اس آیت میں اصالۃً زمین کی پیداوار سے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے ہم زرعی پیداوار پر عشر میں مذاہب فقہاء بیان کر رہے ہیں:

عشر کے نصاب میں فقہاء کے نظریات

غلہ اور پھلوں کی زکوٰۃ (عشر) کے نصاب میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل حدیث مذکور کی روشنی میں غلہ اور پھلوں کے لیے پانچ وسق (بتیس من) کو نصاب قرار دیتے ہیں، جس شخص کے کھیتوں اور باغات سے پانچ وسق یا اس سے زائد پیداوار حاصل ہو جائے اس پر عشر واجب ہوگا اور جس شخص کی پیداوار پانچ وسق سے کم ہو اس پر عشر واجب نہیں ہوگا۔ اس کے برخلاف امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین کی پیداوار کے لیے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے، غلہ، پھل اور سبزیوں کی زمین سے جس قدر پیداوار ہو اس پر عشر یا نصف عشر دینا واجب ہوگا۔

عشر کے نصاب میں ائمہ ثلاثہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام مالک، امام ثوری، امام اوزاعی، امام ابن ابی لیلیٰ، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد اور تمام اہل علم کا قول یہ ہے کہ پھلوں اور غلہ میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب ان کی مقدار پانچ وسق کو پہنچ جائے، البتہ امام ابو حنیفہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ قلیل اور کثیر سب میں زکوٰۃ واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم فرمایا ہے: جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور چونکہ زمین کی پیداوار میں سال گزرنے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لیے اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے، یہ حدیث خاص ہے اور امام ابو حنیفہ کی پیش کردہ حدیث عام ہے، جس کی اس حدیث سے تخصیص کرنا واجب ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۲۹۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

عشر کے نصاب میں امام ابو حنیفہ کا نظریہ

امام ابو حنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ زرعی پیداوار کا کوئی نصاب نہیں ہے اور زمین سے جس قدر بھی پیداوار حاصل ہو اس پر عشر یا

نصف عشر واجب ہے، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ۔ درخت کا پھل جب پھل دے تو اس سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔ (الانعام:۱۴۱)

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھلوں سے زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے پھلوں کا کوئی نصاب نہیں بیان کیا، اس سے معلوم ہوا کہ درخت کے پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے، خواہ ان کی مقدار کثیر ہو یا قلیل ہو، نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۪۔ (البقرہ:۲۶۷) اے ایمان والو! اپنی کمائی سے پاک چیزوں کو خرچ کرو، اور جو کچھ زمین سے ہم نے تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں خرچ کرو)۔

امام ابوحنیفہ کا استدلال یوں ہے کہ اس آیت میں ''ما'' عام ہے جس کا تقاضا ہے: زمین سے ہم نے جو بھی تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو، اور پانچ وسق والی حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ خبر واحد ظنی ہے اور قرآن مجید کا عموم قطعی ہے اور ظنی دلیل سے قطعی کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے۔

خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہ کرنا، امام ابوحنیفہ کا مشہور قاعدہ ہے اور یہ انتہائی دقت نظری اور باریک بینی پر مبنی ہے، اس قاعدہ میں فرق مراتب ملحوظ رکھا گیا ہے اور قرآن مجید سے ثابت شدہ چیز کو حدیث شریف سے ثابت شدہ چیز پر ترجیح اور فوقیت دی گئی ہے۔ فقہ حنفی کے متعدد احکام اس قاعدہ پر موقوف ہیں اور یہ صرف فقہ حنفی کی خصوصیت ہے جب کہ دیگر ائمہ ثلاثہ اس اصول کو پیش نظر نہیں رکھتے اور قرآن مجید کے عموم قطعی کی احادیث غیر متواترہ سے تخصیص کر کے قرآن مجید کو حدیث کے تابع کر دیتے ہیں، اسی وجہ سے وہ آیت کریمہ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ کی پانچ وسق والی حدیث سے تخصیص کر دیتے ہیں۔

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں:

ہم آیت کریمہ کے عموم کے مقابلہ میں پانچ وسق والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور قرآن کریم کے عموم کی خبر واحد سے تخصیص کرنے میں اختلاف ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۱۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قرآن مجید کے علاوہ احادیث صحیحہ میں بھی زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم عام ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا دریائی پانی سے سیراب ہو اس پر عشر (۱/۱۰) ہے اور جس زمین کو کنویں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر ہے (یعنی ۱/۲۰)۔ (صحیح البخاری: ج ۱ ص ۲۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلیل اور کثیر کا فرق کیے بغیر مطلقاً زمین سے حاصل شدہ پیداوار پر عشر یا نصف عشر کا حکم عائد فرمایا اور یہ حدیث عموم قرآن کے مطابق ہے، نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس زمین کو دریا یا بارش سیراب کرے اس پر عشر (۱/۱۰) ہے اور جس زمین کو کنوئیں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر (۱/۲۰، بیسواں حصہ)

Marfat.com

ہے۔(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۷۵ھ)

امام ابوداؤد نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کی ان دونوں روایات کو ذکر فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس زمین کو بارش یا چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

اس حدیث کے بعد امام ابن ماجہ نے حضرت جابر کی حدیث کو بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام نے اپنی ''مصنف'' میں اس مضمون کی انیس احادیث روایت کی ہیں، ہم ان میں سے چند کا ذکر کر رہے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ معمر نے کہا: میں نے تمام (معتبر) لوگوں کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لکھا ہوا فرمان دیکھا کہ جس زمین کو رسیوں اور ڈولوں کے ذریعہ کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے (معمر کہتے ہیں کہ میرے علم میں اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے) اور جس زمین کو بارش یا دریائی پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے، معمر کہتے ہیں کہ میرے علم میں اس بات میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔(المصنف ج ۴ ص ۱۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۰ھ)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی ''سنن'' میں روایت کیا ہے۔(سنن کبریٰ ج ۴ ص ۱۳۰، مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس زمین کو دریائی پانی، بارش اور چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو رسیوں کے ذریعہ کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(المصنف ج ۴ ص ۱۳۴، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۰ھ)

عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو ڈول کے ذریعہ کنویں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(المصنف ج ۴ ص ۱۳۳، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ)

مجاہد بیان کرتے ہیں: زمین جس چیز کو بھی نکالے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، اس میں عشر یا نصف عشر ہے۔

(المصنف ج ۳ ص ۱۳۹، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

حماد کہتے ہیں: ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں عشر ہے یا نصف عشر ہے۔

(المصنف ج ۳ ص ۱۳۹، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

ابراہیم کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے، اس میں زکوٰۃ ہے۔

(المصنف ج ۳ ص ۱۳۹، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

Marfat.com

ائمہ ثلاثہ جو پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ کو واجب نہیں قرار دیتے، قرآن کریم کی عمومی آیت اور ان تمام احادیث اور آثار کے تارک ہیں اور عمومی دلائل کے پیش نظر ان کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔

پانچ وسق والی احادیث کی احناف یہ توجیہ کرتے ہیں کہ یہ احادیث اموال تجارت پر محمول ہیں، کیونکہ اس وقت پانچ وسق (بارہ سو کلوگرام) دو سو درہم کے برابر ہوتے تھے، اس لیے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عشری اور خراجی اراضی کی تعریفیں

جو زمین عشری ہو اس سے عشر (زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ) لیا جاتا ہے اور جو زمین خراجی ہو اس سے خراج لیا جاتا ہے، عشر کی ادائیگی عبادت ہے اور یہ صرف مسلمانوں سے وصول کیا جاتا ہے، اور خراج اصالۃً غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے اور اس کی مختلف پیداوار کے اعتبار سے ادائیگی کی مختلف شرح ہے، جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آ رہی ہے، اگر مسلمان کسی خراجی زمین کو خرید لے تب بھی اس سے حسب سابق خراج ہی وصول کیا جائے گا، عشری اور خراجی زمین کے بیان میں علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ہر وہ زمین جہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہو، یا جس زمین کو جنگ سے فتح کر کے مال غنیمت حاصل کرنے والوں (مجاہدین) میں تقسیم کر دیا ہو وہ زمین عشری ہے، اور ہر وہ زمین جس کو جنگ سے فتح کیا گیا ہو اور وہاں کے رہنے والوں کو اسی زمین پر برقرار رکھا گیا ہو وہ زمین خراجی ہے، اور اسی طرح اس زمین کا حکم ہے جہاں کے رہنے والوں سے صلح کر کے اس پر قبضہ کیا ہو، اور مکہ مکرمہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو جنگ اور غلبہ سے فتح کیا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہیں رہنے دیا اور ان پر خراج مقرر نہیں کیا، اور ''جامع صغیر'' میں مذکور ہے کہ ہر وہ زمین جس کو جنگ سے فتح کیا گیا ہو اور اس میں دریاؤں کا پانی پہنچتا ہو تو وہ خراجی زمین ہے اور اگر اس تک دریاؤں کا پانی نہ پہنچتا ہو اور اس زمین سے چشمہ نکالا جائے تو وہ عشری زمین ہے، کیونکہ عشر کا تعلق اس زمین سے ہوتا ہے جس میں نشوونما ہو، اور نشوونما کا تعلق اس زمین کے پانی سے ہے اس لیے عشر کے پانی یا خراج کے پانی سے سیرابی کا اعتبار کیا جائے گا۔

جس شخص نے کسی غیر آباد زمین کو آباد کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس زمین کے عشری یا خراجی ہونے میں اس کے قرب کا اعتبار کیا جائے گا، اگر وہ خراجی زمین کے قریب ہے تو خراجی ہے اور اگر عشری زمین کے قریب ہے تو عشری ہے، اور امام محمد نے کہا: اگر اس نے اس زمین میں کنواں کھود کر اس کے پانی کو سیراب کیا ہے یا اس زمین کے چشمہ سے اس کو سیراب کیا ہے یا ان بڑے بڑے دریاؤں سے پانی کو سیراب کیا ہے تو بھی وہ زمین عشری ہے اور اگر اس زمین کو عجمیوں کی کھودی ہوئی نہروں سے سیراب کیا ہے تو وہ زمین خراجی ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۵۹۰-۵۹۱، مطبوعہ: مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

خراج کی مقدار کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کو فتح کرنے کے بعد ہر جریب (تیس گز زمین) پر ایک صاع (چار کلوگرام غلہ) اور ایک درہم مقرر کیا تھا بہ شرطیکہ اس زمین میں پانی پہنچتا ہو، اور جس زمین میں ککڑی، خربوزے اور بینگن وغیرہ سبزیوں کی کاشت ہو اس میں ہر جریب پر پانچ درہم مقرر کیے اور جس زمین میں انگور کی بیلیں لگی ہوں یا کھجور کے درخت ہوں اس میں ہر جریب پر دس درہم مقرر کیے، حضرت عمر نے صحابہ کی جماعت کے سامنے یہ شرح مقرر کی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا، اس لیے اس پر اجماع ہو گیا، نیز اس

Marfat.com

لیے کہ کاشتکاری میں کم وبیش مشقت ہوتی ہے، انگوروں کی بیل لگانے میں سب سے کم مشقت اور غلہ اگانے میں سب سے زیادہ مشقت ہے، اور سبزیوں کی کاشت میں درمیانی مشقت ہے، اور مشقت کے فرق کی وجہ سے وظیفہ خراج میں بھی تفریق کی گئی اور انگوروں کی بیل میں سب سے زیادہ یعنی دس درہم فی جریب وظیفہ مقرر کیا گیا اور غلہ کی کھیتی باڑی میں سب سے کم یعنی ایک صاع غلہ اور ایک درہم فی جریب مقرر کیا گیا اور سبزیوں کی کاشت میں درمیانی وظیفہ یعنی پانچ درہم فی جریب مقرر کیا گیا، ان کے علاوہ زراعت کی دیگر اجناس مثلاً زعفران اور باغات (جن کے گرد چار دیواری ہو) میں کاشتکاری کی مشقت کے اعتبار سے خراج مقرر کیا جائے گا اور یہ امام کے اجتہاد پر موقوف ہے، ہمارے مشائخ نے یہ کہا ہے کہ ان زمینوں سے پیداوار کے نصف سے زیادہ خراج نہ لیا جائے کیونکہ کاشتکار نصف پیداوار سے زیادہ ادا کرنے کا متحمل نہیں ہوگا، اگر کاشتکار امام کے مقرر کردہ خراج کو ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھے تو پھر امام کو اس کی مقدار میں کمی کر دینی چاہیے۔ (ہدایہ اولین ص ۵۹۲۔۵۹۱، مطبوعہ: شرکت علمیہ، ملتان)

ایک درہم ۶۰ء۳ گرام چاندی کے برابر ہے اور پانچ درہم ۳ء۱۵ گرام چاندی کے برابر ہیں اور دس درہم ۶ء۳۰ گرام چاندی کے برابر ہیں۔

اراضی پاکستان کے عشری ہونے کا بیان

جو زمینیں پاکستان کے زمینداروں کی ملکیت میں ہیں، ان پر قطعیت کے ساتھ عشری یا خراجی ہونے کا حکم لگانا بہت مشکل ہے، کیونکہ جب سلاطین اسلام نے ابتداءً ہندوستان کے اس حصہ کو فتح کیا تھا تو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان سلاطین نے کون سی صورت اختیار کی تھی، بعض صورتیں عشری زمین کی ہیں اور بعض خراجی زمین کی، اور جو زمینیں مسلمانوں کے زیر تصرف ہوں اور ان کے متعلق عشری یا خراجی ہونا یقینی اور متحقق نہ ہو ان کو عشری زمین پر محمول کیا جائے گا۔

علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں:

ہر وہ شہر جس کے رہنے والے بہ خوشی مسلمان ہوئے اس کی زمین عشری ہے، کیونکہ مسلمانوں کے مسلمانوں پر وظیفہ (زمین کا محصول) مقرر کرنے کی ابتداء خراج سے نہیں کی جائے گی تاکہ مسلمان کو ذلت سے محفوظ رکھا جا سکے، لہٰذا ان پر عشر ہوگا۔

(المبسوط ج ۳ ص ۷، مطبوعہ: دارالمعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ)

لہٰذا جب پاکستان بنا اور مسلمان مسلمانوں پر حاکم ہوئے تو یہاں کے کاشتکاروں سے زمین میں زراعت کرنے کے وظیفہ کی ابتداء بھی عشر سے کی جائے گی نہ کہ خراج سے، کیونکہ عشر اصالۃً مسلمانوں کا فریضہ ہے اور خراج اصالۃً کافروں پر ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

زمینیں وظیفہ (محصول یا ٹیکس) کی ادائیگی سے خالی نہیں ہیں اور یہ وظیفہ یا عشر ہوگا یا خراج اور مسلمانوں کے زیر تصرف زمین میں عشر سے ابتداء کرنا اولیٰ ہے، کیونکہ عشر میں عبادت کا معنی ہے: خراج میں ذلت کا معنی ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۷، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۰ھ)

اسی طرح حکومت پاکستان نے جو زمینیں مسلمانوں کو الاٹ کر دیں یا ان کو بہ طور عطیہ دیں، یا کسی کارگزاری یا خدمت کے معاوضہ میں دیں، وہ بھی عشری ہیں، علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

Marfat.com

جس زمین کو مال غنیمت حاصل کرنے والوں (مجاہدین) کے غیر میں ہماری حکومت تقسیم کرے وہ بھی عشری ہے، کیونکہ مسلمان پر ابتداءً خراج مقرر نہیں کیا جاتا۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۲۵۴، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

(تبیان القرآن ج اول ص ۹۵۸-۹۶۳، فرید بک اسٹال لاہور ۱۴۳۰ھ)

المومنون: ۵۱ کی تفسیر از مصنف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًاؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌؕ۝ (المومنون: ۵۱)

اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرتے رہو، بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو میں اس کو خوب جاننے والا ہوں O

تمام رسولوں سے بیک وقت خطاب کرنے کی توجیہ

اس آیت میں بہ ظاہر تمام رسولوں سے خطاب ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ تمام رسولوں کو الگ الگ قوموں کی طرف الگ الگ زمانوں میں مبعوث کیا گیا ہے، پھر تمام رسولوں کی طرف یہ خطاب کس طرح متوجہ ہوگا، اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس آیت کا محمل یہ ہے کہ ہر رسول کے ساتھ اس کے زمانہ میں یہ خطاب کیا گیا اور اس کو یہ ندا اور وصیت کی گئی اور یہاں پر اس کو جمع کے صیغے سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے تاکہ سننے والا یہ جان لے کہ یہ وہ حکم ہے جو تمام رسولوں کو دیا گیا اور سب کو اس حکم کی وصیت کی گئی ہے، اس لئے یہ حکم اس لائق ہے کہ اس پر مضبوطی کے ساتھ دائماً عمل کیا جائے۔

(۲) اس آیت میں الرسل سے مراد ہمارے رسول ہیں، کیونکہ تمام رسولوں کے ذکر کے بعد آپ کا ذکر کیا گیا اور آپ کو جمع کے صیغہ ''الرسل'' سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ ہر چند کہ آپ واحد رسول ہیں لیکن آپ تمام رسولوں کی صفات محمودہ کے جامع اور تمام رسولوں کے کمالات کو محیط ہیں۔

(۳) یہ حکم ہمارے رسول کو دیا گیا ہے اور تمام رسولوں کے ساتھ اس لئے تعبیر فرمایا کہ اگر تمام رسول اس وقت حاضر اور مجتمع ہوتے تو ان سے بھی یہی خطاب کیا جاتا تاکہ ہمارے رسول یہ جان لیں کہ اس حکم کا بوجھ صرف آپ پر نہیں ہے بلکہ یہ حکم تمام انبیاء علیہم السلام کو لازم رہا ہے۔

(۴) ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

اپنی حلال کمائی سے کھانے کی ترغیب اور ناپاک اور حرام چیزیں کھانے کی ترہیب (ممانعت)

اس آیت میں پاک چیزوں سے کھانے کا حکم دیا گیا ہے اور پاک چیزوں سے مراد حلال چیزیں ہیں اور سب سے زیادہ حلال چیز وہ ہے جس کو انسان نے اپنے کسب اور محنت سے حاصل کیا ہو، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی بھیجا اس نے بکریاں چرائی ہیں، آپ کے اصحاب نے پوچھا: اور آپ نے؟ فرمایا: ہاں میں چند قیراط کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چراتا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:

Marfat.com

۲۲۶۲، دار ارقم بیروت)

قیراط سے مراد درہم یا دینار کا ایک جز ہے، آپ ہر بکری کو چرانے کا ایک قیراط لیتے تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص نے بھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر طعام نہیں کھایا اور اللہ کے نبی داؤد اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۳۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۳۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص لکڑیاں کاٹ کر اس کا گٹھا اپنی پشت پر لاد کر لائے، وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور وہ اس کو دیں یا منع کر دیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۸۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۳۱۵، عالم الکتب، بیروت)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پاک اور حلال چیزوں کے کھانے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم اس حکم کو متضمن ہے کہ ناپاک اور حرام چیزیں نہ کھائی جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ طیب ہے اور وہ سوا طیب اور طاہر چیز کے کسی چیز کو قبول نہیں کرتا (طاہر کا معنی ہے: وہ چیز فی نفسہٖ حلال ہو اور طیب کا معنی ہے: وہ چیز حلال ذرائع سے حاصل کی گئی ہو مثلاً چوری کا دودھ فی نفسہٖ حلال ہے لیکن حلال ذریعہ سے حاصل نہیں ہوا اس لئے وہ طاہر ہے طیب نہیں ہے اور انسان دودھ خرید کر لائے اور اس میں کوئی ناپاک چیز گر جائے تو وہ دودھ طیب تو ہے لیکن طاہر نہیں ہے) اور بے شک اللہ نے مسلمانوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس چیز کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا ہے، اس نے فرمایا:

يَاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (المومنون: ۵۱)

اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرتے رہو، بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو میں اس کو خوب جاننے والا ہوں ○

اور فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔ (البقرہ: ۱۷۲)

اے ایمان والو! ان پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔

پھر آپ نے اس شخص کا ذکر فرمایا جو دور دراز کا سفر طے کر کے آتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں، وہ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اس کی غذا حرام ہوتی ہے تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی؟

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۸۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۸)

عبد الوہاب بن ابی حفص بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام شام کو روزے سے تھے، افطار کے وقت ان کے پینے کے لئے دودھ لایا گیا، انہوں نے پوچھا: تمہارے پاس یہ دودھ کہاں سے آیا؟ کہا: یہ ہماری بکریوں کا دودھ ہے، آپ نے پوچھا: اس کی قیمت

Marfat.com

کہاں سے آئی، انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ یہ سوال کیوں کر رہے ہیں، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہم رسولوں کی جماعت کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم پاک چیزوں سے کھائیں اور نیک عمل کریں۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۶۹، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ)

ام عبداللہ بن شداد بن اوس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ سے تھے، میں نے آپ کے افطار کے لئے ایک پیالہ میں دودھ بھیجا، اس وقت ابتدائی دن کا وقت تھا اور شدید گرمی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پیالہ واپس کر دیا اور پوچھا: جس بکری کا یہ دودھ ہے، وہ بکری کہاں سے آئی ہے؟ میں نے کہا: میں نے اپنے مال سے خریدی تھی، تب آپ نے اس دودھ کو پیا، دوسرے دن صبح کو ام عبداللہ بنت شداد آپ کے پاس آئیں اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کے پاس بہت اچھا دودھ بھیجا تھا، وہ دن بہت طویل اور سخت گرم تھا، پھر آپ نے وہ دودھ میری طرف واپس بھیج دیا تھا، آپ نے فرمایا: رسولوں کی اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ سوا طیب چیزوں کے اور کچھ نہ کھائیں اور سوا نیکی کے اور کوئی عمل نہ کریں۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۳ ص ۲۷۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ، حافظ ابن کثیر نے یہ حدیث امام ابن ابی حاتم کی سند سے ذکر کی ہے لیکن مطبوعہ تفسیر امام ابن ابی حاتم میں یہ حدیث نہیں ہے اور امام رازی نے اس حدیث کو بلا حوالہ نقل فرمایا ہے، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۸۱، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ، اور حدیث کی کسی کتاب میں ہم کو یہ حدیث نہیں ملی)۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے طیب چیز کو کھایا اور سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگوں کو اپنے مظالم سے محفوظ رکھا وہ جنت میں ہوگا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۵۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرنے کا زیادہ سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا ڈر اور اچھے اخلاق! اور آپ سے سوال کیا گیا کہ کون سی چیز لوگوں کو دوزخ میں داخل کرنے کا زیادہ سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: شرم گاہ اور منہ۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۵۶)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جنت میں وہ گوشت اور خون داخل نہیں ہوگا جو اس مال سے حاصل کیا گیا ہو جو لوگوں کا حق مار کر اور انہیں نقصان پہنچا کر حاصل کیا گیا ہو۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۵۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے منہ میں مٹی ڈال لے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے منہ میں اس چیز کو ڈالے جس کو اللہ عزوجل نے حرام کر دیا ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کے لئے کچھ مال کما کر لاتا تھا، اور حضرت ابوبکر اس مال سے کھاتے تھے، ایک دن وہ کوئی چیز لے کر آیا جس سے حضرت ابوبکر نے کھا لیا، پھر اس غلام نے آپ سے کہا: کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا، بتاؤ کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: میں زمانہ جاہلیت میں کاہنوں (نجومیوں) کا کام کرتا تھا اور مجھے یہ کام اچھی طرح نہیں آتا تھا، مگر میں لوگوں کو فریب دیتا تھا، آج مجھے ایک شخص ملا جس نے مجھے اس کام کا معاوضہ دیا اور یہ وہی معاوضہ ہے جس سے آپ نے کھایا، حضرت ابوبکر نے اپنا ہاتھ حلق میں ڈالا اور ہر اس چیز کی قے کر دی جو ان کے پیٹ میں گئی تھی۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۷۰)

Marfat.com

حسب ذیل حدیث میں اس کی زیادہ وضاحت ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ان کے پاس ان کا ایک غلام طعام لے کر آیا، انہوں نے اس میں سے ایک لقمہ کھا لیا، پھر پوچھا: تم نے یہ طعام کیسے حاصل کیا تھا، اس نے کہا: میں زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا پادری تھا، انہوں نے مجھے کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا، آج انہوں نے مجھے یہ طعام دیا تھا، آپ نے فرمایا: میں یہی گمان کرتا ہوں کہ تم نے مجھے اس طعام سے کھلایا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے، پھر آپ نے حلق میں انگلیاں ڈال کر قے کر دی، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو گوشت لقمۂ حرام سے بنا وہ دوزخ کے زیادہ لائق ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۶۱) (تبیان القرآن ج ہفتم ص ۸۷۷-۸۷۹، فرید بک اسٹال لاہور ۱۴۳۱ھ)

۵۳۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ قَالَ سُفْيَانُ وَالْعَانِي الْأَسِيرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از ابی وائل از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھوکے کو کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو، اور قیدی کو قید سے چھڑاؤ۔

سفیان نے کہا: اَلْعَانِیْ سے مراد ہے: قیدی۔

(صحیح البخاری: ۳۰۴۶، ۵۱۷۴، ۵۳۷۳، ۵۶۴۹، ۷۱۷۳، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۵، مسند احمد: ۱۹۱۴۴، سنن دارمی: ۲۴۶۵)

صحیح البخاری: ۵۳۷۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے رجال کا تذکرہ

سفیان سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں اور منصور سے مراد ابن المعتمر ہیں، اور ابووائل سے مراد شقیق بن سلمہ ہیں، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ حدیث کتاب النکاح کے باب ''من حق اجابة الولیمه'' میں گزر چکی ہے، اور اس کی عبارت اس طرح ہے: ''قیدیوں کو چھڑاؤ اور دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرو اور مریض کی عیادت کرو''۔ اور یہ حدیث کتاب الجہاد کے باب ''فکاك الاسیر'' میں بھی گزر چکی ہے اور اس کی عبارت ہے: ''قیدیوں کو چھڑاؤ اور بھوکے کو کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو''۔

''اَلْعَانِیْ'' 'عنا یعنوا' سے ماخوذ ہے اور اس کی جمع ''عوان'' ہے، اور ہر وہ آدمی جو ذلیل ہو اور مسکین ہو وہ عانی ہے۔

(عمدة القاری ج ۲۱ ص ۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۳ کی شرح از علامہ ابن بطال مالکی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

ضرورت منداور سائل کواس کی ضرورت کے مطابق مال دینے کی تفصیل

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لوگوں کے ساتھ غم گساری کا حکم دیا اور بھوکے کو کھانا کھلانے کا حکم دیا اور یہ چیزیں فروضِ کفایہ میں سے ہیں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: سوا اس صورت کے کہ مرد خود محتاج ہو اور اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے وہ ان حقوق کو ادا کرے، پس اس پر واجب ہے کہ جتنا کسی کو دے سکتا ہے اتنا دے، اور ضرورت منداس سے جبراً لے لے، اور اگر جبراً لینے پر قادر نہ ہو تو خفیہ طریقہ سے لے لے، اور اس حدیث میں سائل کو دینے کا بھی حکم ہے، اور اگر اسے کوئی چیز میسر ہو تو وہ اس کو دے، اور اگر کوئی چیز میسر نہ ہو اور جس سے سوال کیا گیا ہے اس کو معلوم ہو کہ اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے جو اس کو دے سکے، تو اس کو چاہیے کہ اس سے کوئی نیک اور اچھی بات کہے اور یہ حدیث باب ''فکاک الاسیر'' میں گزر چکی ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۴۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

الفضیل بن عیاض سے سوال کیا گیا: جو مرد عمدہ اور پاکیزہ چیزوں کو ترک کردے یعنی کنیزوں کو حاصل نہ کرے اور نہ گوشت کھائے اور نہ حلوہ کھائے اور اس کی وجہ زُہد ہو تو اس کا کیا حکم ہے، تو انہوں نے جواب دیا: جس نے حلوہ کھایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے، شاید کہ تم اللہ سے ڈرو اور کھالو اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کو ناپسند نہیں کرتا کہ تم حرام سے بچو اور حلال چیز کو کھاؤ، اور البقرہ: ۱۷۲ میں طَيِّبٰتِ سے مراد حلال چیزیں ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ عمدہ اور پاکیزہ چیزیں اور اس کی تائید حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ بعض صحابہ اپنے پھلوں میں سے ردی چیزوں کو صدقہ کرتے تھے اور اپنے طعام میں سے خراب طعام کو صدقہ کرتے تھے، تو پھر یہ آیت نازل ہوئی، قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (المائدہ)

اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو، جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا O

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے اپنے اوپر لذیذ طعام اور لذائذ مباحہ کو حرام قرار دے دیا تھا، عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عثمان بن مظعون اور ان کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے جب انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ عورتوں کو اور گوشت کو چھوڑ دیں گے اور خصی ہو جائیں گے، اور انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ دنیا کو ترک کر دیں گے اور زُہد کو اختیار کریں گے، اور ان میں سے حضرت علی، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما بھی تھے، اور اس کا کچھ حصہ ''باب ما یکرہ من التبتل والخصاء'' میں گزر چکا ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے از ابووائل از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھوکے کو کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو، اور قیدی کو چھڑاؤ اور یہ حدیث بھی ''باب الولیمہ'' میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اور اسی کے متعلق یہ حدیث ہے کہ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔

(سنن ترمذی: ۱۱۶۳، سنن ماجہ: ۱۸۵۱، السنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۲۷۳)

اور اسی سے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہ ہو، وہ قیدیوں کو چھڑاتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۸۹۹، سنن ابن ماجہ: ۲۷۳۸، مسند ابوداؤد الطیالسی، ج ۲ ص ۶۶)

ماموں کے متعلق قیدی کا معنی یہ ہے کہ انسان کو جو جنایات لازم ہوتی ہیں، تو ماموں ان کو چھڑاتا ہے، یہ اس کے نزدیک ہے جو ماموں کو وارث بناتا ہے اور جو ماموں کو وارث نہیں بناتا اس کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ یہ وہ لقمہ ہے جس کو ماموں کھلاتا ہے۔

تنبیہ: اس کے بعد علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی وہی شرح کی ہے جو ہم اس سے پہلے علامہ ابن بطال سے نقل کر چکے ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۶۶-۶۸، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں جو بھوکے کو کھانا کھلانے اور مریض کی عیادت کا حکم دیا ہے یہ حکم استحباب کے لیے ہے، اور بعض احوال میں یہ حکم واجب ہو جاتا ہے اور اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے جس میں بھوکے کو کھانا کھلانے کا حکم دیا ہے کہ اس کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے کیونکہ پیٹ بھرنے سے پہلے وہ بھوکا ہی ہوگا، اور اس کو کھلانے کا حکم دائمی ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۱۹، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، فتح الباری ج ۶ ص ۵۶۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۳ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلائیں تو بھوکے کو بھی یہی حکم ہے کہ وہ اپنے آپ کو خود کھلائے، اسی لیے جو شخص بھوکا ہو اور اس کو ہلاک ہونے کا خطرہ ہو، اس پر واجب ہے کہ کچھ کھائے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۳۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۵۳۷۴۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ طَعَامٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى قُبِضَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد ﷺ کی آل نے کبھی تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۵۳۷۴، صحیح مسلم: ۲۹۷۶، سنن ترمذی: ۲۳۵۸، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۳، مسند احمد: ۹۳۲۸)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۷۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے رجال کا تذکرہ

یوسف بن عیسیٰ ابو یعقوب المروزی ہیں، اور محمد بن فضیل (جو فضل کی تصغیر ہے)، یہ اپنے باپ فضیل بن غزوان بن جریر سے روایت کرتے ہیں، اور ابوالفضیل الکوفی، ابو حازم سلمان الاشجعی سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱، دار الکتب العلمیہ)

حدیث مذکور کے بعض مجمل الفاظ کی تفصیل

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کا تذکرہ ہے، اس سے مراد آپ کے قریبی رشتہ دار ہیں۔

اس حدیث میں تین ایام کا ذکر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ تین دن مسلسل آپ کی آل نے پیٹ بھر کر نہیں کھایا اور صحیح مسلم کی روایت میں تین راتوں کا ذکر ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ دن اور رات دونوں کا مجموعہ مراد ہے۔

اور سنن ترمذی میں یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ کبھی آپ نے دو مسلسل دن جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ پیٹ بھر کر اس لیے نہیں کھاتے تھے کہ آپ کے پاس کھانے کی چیزیں کم ہوتی تھیں، علاوہ ازیں کبھی آپ کھانے کی چیزیں تو پاتے تھے لیکن دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے اور عنقریب کتاب الرقاق میں حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ نے کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۱۹، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، فتح الباری ج ۶ ص ۵۶۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح پر مواخذہ اور کم کھانے کی فضیلت کا بیان

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہ وجہ نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی چیزیں میسر نہیں تھیں، بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ آپ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے تھے یا اس لیے کہ آپ کے نزدیک پیٹ بھر کر کھانا مذموم تھا اور فضیل بن عیاض نے کہا ہے کہ سیر ہو کر کھانا مذموم اور باعث ملامت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ بھوکے رہنے سے بدن کا تزکیہ ہوتا ہے، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا کھانا کم ہو اس کا پیٹ تندرست رہتا ہے اور اس کا دل صاف رہتا ہے اور جس کا کھانا زیادہ ہو، اس کا پیٹ بیمار رہتا ہے، اس کا دل سخت ہو جاتا ہے، اور روایت ہے کہ زیادہ کھانے سے اور زیادہ پینے سے اپنے دلوں کو مردہ نہ کرو، کیونکہ دل کھیت کی فصل کی طرح پھل ہے، جب کھیت میں پانی زیادہ دیا جائے گا تو پھل زیادہ ہوں گے اور علامہ زمخشری نے ربیع الابرار میں حضرت مقدام بن معدیکرب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی ابن آدم کا بھرا ہوا برتن اس سے زیادہ شر نہیں ہے جو اس کا بھرا ہوا پیٹ ہو، پس مرد کے لیے کافی یہ ہے کہ وہ اتنا کھائے کہ جس سے اس کی پیٹھ اور پشت قائم رہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے درمیان مصنف کا محاکمہ

اس حدیث میں ہے: سیدنا محمد ﷺ کی آل نے تین دن مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں، ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ کے پاس کھانے کی قلت تھی، اور دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ کھانے پینے کی چیزیں دوسروں کو دے دیتے تھے، علامہ عینی نے پہلی وجہ سے اختلاف کیا اور فرمایا ہے کہ صحیح وجہ یہی ہے کہ آپ کھانے پینے کی چیزیں دوسروں کو کھلا دیتے تھے اور خود پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے اور علامہ عینی کی بیان کردہ وجہ زیادہ راجح ہے اور نبی ﷺ کی سیرت کے زیادہ مشابہ اور زیادہ مناسب ہے، کیونکہ آپ کی سیرت یہی تھی کہ آپ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے تھے اور خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلاتے تھے۔ علامہ عینی کی شرح میں رسول اللہ ﷺ کی زیادہ تعظیم ہے اور رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبت کا اظہار ہے، لہٰذا حافظ ابن حجر کی شرح کی بہ نسبت علامہ عینی کی شرح نہایت نفیس اور عمدہ ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ نے لوگوں کے ساتھ غمگساری کرنے کا حکم دیا ہے اور بھوکے کو کھانا کھلانے کا حکم دیا ہے اور یہ فروضِ کفایہ میں سے ہے۔

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: سوا اس صورت کے کہ مرد خود محتاج ہو اور وہ ایسی چیز کو نہ پائے جو کسی کو کھلا سکے اور کسی کی ضرورت پوری کر سکے، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو ایسی چیز میسر ہو جو وہ سائل کو دے سکے تو اسے چاہیے کہ وہ چیز سائل کو دے دے، اور اگر اس کے پاس ایسی کوئی چیز حاضر نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ سائل کی مدد کرے، خواہ اس کا حال معلوم نہ ہو اور اس سے مناسب بات کہے۔

امام مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اور آپ کے اہل نے مسلسل تین دنوں تک گندم کی روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۷۶، کتاب الزہد والرقاق)

نیز حدیث میں ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جس کا کھانا کم ہو اس کا پیٹ تندرست رہتا ہے اور اس کا دل صاف رہتا ہے اور جس کا کھانا زیادہ ہو تو اس کا دل بیمار رہتا ہے اور اس کا دل سخت رہتا ہے۔

(تخریج احادیث الاحیاء، ج ۳ ص ۷۱، العراقی نے کہا: میں اس حدیث کی اصل پر مطلع نہیں ہو سکا)

علامہ زمخشری نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ابن آدم کا اس سے برا کوئی برتن نہیں ہے کہ اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو، مرد کے لیے اتنا کھانا کافی ہے جس سے اس کی پشت سیدھی رہ سکے۔

(سنن ترمذی: ۲۳۸۰، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۹، سنن کبریٰ للنسائی: ج ۴ ص ۱۷۷، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۲)

پس ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے پیٹ بھر کر کھانے کو ان وجوہ سے ترک فرمادیا ہو، نہ اس وجہ سے کہ آپ کو کھانا میسر نہیں تھا، اور فضیل بن عیاض نے کہا ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا کھانا باعث ملامت ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۶۸-۶۹، وزارۃ الاوقاف

Marfat.com

والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۳۷۵ - وَعَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَصَابَنِي جَهْدٌ شَدِيدٌ فَلَقِيتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَاسْتَقْرَأْتُهُ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ فَدَخَلَ دَارَهُ وَفَتَحَهَا عَلَيَّ فَمَشَيْتُ غَيْرَ بَعِيدٍ فَخَرَرْتُ لِوَجْهِي مِنَ الْجَهْدِ وَالْجُوعِ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِي فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَقَامَنِي وَعَرَفَ الَّذِي بِي فَانْطَلَقَ بِي إِلَى رَحْلِهِ فَأَمَرَ لِي بِعُسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ عُدْ يَا أَبَا هِرٍّ فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ ثُمَّ قَالَ عُدْ فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ حَتَّى اسْتَوَى بَطْنِي فَصَارَ كَالْقِدْحِ قَالَ فَلَقِيتُ عُمَرَ وَذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِي وَقُلْتُ لَهُ فَوَلَّى اللهُ ذٰلِكَ مَنْ كَانَ أَحَقَّ بِهِ مِنْكَ يَا عُمَرُ وَاللهِ لَقَدِ اسْتَقْرَأْتُكَ الْآيَةَ وَلَأَنَا أَقْرَأُ لَهَا مِنْكَ قَالَ عُمَرُ وَاللهِ لَأَنْ أَكُونَ أَدْخَلْتُكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي مِثْلُ حُمْرِ النَّعَمِ۔

اور ابو حازم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: (میں فاقوں کی وجہ سے) سخت تکلیف اور مشقت میں مبتلا تھا، پس میری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کی قراءت کے متعلق سوال کیا، پھر وہ اپنے گھر چلے گئے اور مجھ کو وہ آیت پڑھ کر سنائی، پھر میں تھوڑی دور چلا تو بھوک اور تکلیف (کی شدت) سے بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑا، پس اچانک رسول اللہ ﷺ میرے سر کے پاس کھڑے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! اور میں آپ کا حکم ماننے کے لیے تیار ہوں، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کیا اور آپ نے جان لیا کہ مجھ پر جو بھوک اور تکلیف طاری ہے، آپ مجھے اپنے گھر لے گئے، پھر مجھے حکم دیا کہ میں ایک دودھ کا بڑا پیالہ اٹھاؤں، پس میں نے اس سے پیا، پھر آپ نے فرمایا: اور پیو اے ابو ہریرہ! پس میں نے دوبارہ پیا، پھر آپ نے فرمایا: اور پیو، پھر میں نے اور پیا حتیٰ کہ میرا پیٹ تیر کی مثل (سیدھا) ہو گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا، اور میں نے ان سے ذکر کیا جو میرے ساتھ معاملہ پیش آیا تھا اور میں نے کہا: اے عمر! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ذات کی طرف پھیر دیا جو آپ سے زیادہ حق دار تھی، اور اللہ کی قسم! میں نے آپ سے قرآن مجید کی آیت کے متعلق دریافت کیا تھا اور بے شک میں اس آیت کو آپ سے زیادہ پڑھنے والا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں تمہیں اپنے گھر میں داخل کرتا تو میرے نزدیک یہ اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہوتا کہ مجھے سرخ اونٹ مل جاتے۔

(صحیح البخاری: ۶۲۴۶، ۶۴۵۲، سنن ترمذی: ۲۴۷۷، مسند احمد: ۱۰۳۰۱)

صحیح البخاری: ۵۳۷۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: مجھ کو جُھد پیش آئی، جُھد میں اگر جیم پر پیش ہو تو اس کا معنی ہے: طاقت اور اگر جیم پر زبر ہو تو اس کا معنی ہے انتہائی مشقت، اور یہاں اس سے مراد ہے: سخت بھوک۔

اس کے بعد اس حدیث میں مذکور ہے: ''فاستقراتہ'': اس کا معنی ہے: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ میرے سامنے قرآن مجید کی آیت معینہ پڑھیں تا کہ مجھے اس سے استفادہ ہو۔

ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جس آیت کے متعلق سوال کیا تھا، وہ آلِ عمران کی آیت تھی اور اس میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے مجھے وہ آیت پڑھائی، حالانکہ میں آیت کے پڑھنے کا ارادہ نہیں کرتا تھا، میرا ارادہ یہ تھا کہ حضرت عمر مجھے کھانا کھلائیں، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ میری مراد کو نہیں سمجھ سکے۔

اس حدیث میں عُسّ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: بڑا پیالہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عمر! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شخص کی طرف پھیر دیا جو آپ سے زیادہ حق دار تھا اور میں نے آپ سے اس آیت کے متعلق پڑھنے کو کہا تھا حالانکہ میں آپ سے زیادہ اس آیت کو پڑھنے والا ہوں۔

ابن بطال نے کہا ہے کہ صحابہ کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی شخص قرآن کی کسی آیت کے پڑھنے کو طلب کرتا تو وہ اس کو اپنے گھر لے جاتا اور گھر میں جو طعام میسر ہوتا وہ اس کو کھلاتا، اور حضرت عمر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو کھانا نہیں کھلایا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو کوئی ایسا کام تھا جس کی وجہ سے ان کو کھانا کھلانے کی طرف توجہ نہیں ہوئی یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کھلاتے، اور یہ دوسری وجہ بعید ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کھانا نہ کھلانے پر بعد میں افسوس کا اظہار کیا اور مجھ سے محدث دیار الحلبیہ نے کہا کہ ہمارے شیخ سراج الدین البلقینی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کو مستبعد قرار دیا ہے کہ میں اس آیت کو آپ سے زیادہ پڑھنے والا تھا۔ ایک وجہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رعب ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع نہیں تھی کہ حضرت عمر بھی ان کی طرح اس آیت کو پڑھ سکتے ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: مجھے اس اعتراض پر تعجب ہے کیونکہ یہ اعتراض دراصل اس حدیث کے بعض راویوں کے اوپر اعتراض ہے، اور ان کی طرف غلطی کی نسبت ہے، جب کہ اس کی توجیہ واضح ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ کلام کیا اور اس وقت وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرعوب نہیں تھے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور حضرت عمر نے اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی واسطہ سے سنا تھا۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۲۰، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، فتح الباری ج ۶ ص ۵۶۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: معاملہ اس طرح نہیں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو کلام کیا تھا، وہ بہ طور عتاب کیا تھا،

Marfat.com

کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مراد کونہیں سمجھ سکے تھے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ اس آیت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھتے، بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو کوئی چیز کھلاتے، اور اس کی وضاحت اس چیز سے ہوتی ہے کہ اسی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آپ سے یہ آیت اس لیے نہیں پوچھی تھی کہ آپ مجھے پڑھائیں بلکہ میری مراد یہ تھی کہ آپ مجھے اپنا کھانا کھلائیں، اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول کو برقرار رکھا، یعنی ان کو اس سے حیاء آئی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کچھ نہیں کھلایا اور وہ خاموش رہے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر انکار کیا اور حافظ ابن حجر نے جو اس کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہ پیش کی ہے، اس میں ایک طرح سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ تمہیں کھانا کھلانا میرے نزدیک سرخ اونٹوں کے ملنے سے زیادہ پسندیدہ تھا، کیونکہ عرب والوں کے نزدیک سرخ اونٹ بہت زیادہ عمدہ مال ہیں، اور اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیک کاموں کے اوپر حرص ہے اور غم گساری کی ترغیب ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد از علامہ عینی

(۱) اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ صراحتاً سوال کرنے سے حیاء کرنی چاہیے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صراحتاً یہ نہیں کہا کہ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلائیں، بلکہ ان سے ایک آیت کے متعلق دریافت کیا تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے حال پر مطلع ہو جائیں اور ان کو کھانا کھلائیں۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان کو فاقوں کی وجہ سے سخت مشقت اور تکلیف پہنچے تو اس کا کنایہ کے ساتھ اظہار کرنا چاہیے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بھوک کے وقت سیر ہو کر کھانا جائز ہے۔

(۴) سلف صالحین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ طعام کی قلت کے اوپر اور تنگی گزران کے اوپر صبر کرتے تھے اور دنیا کی تھوڑی چیز کے حصول کے اوپر راضی رہتے تھے۔

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کی عادت یہ تھی کہ جب ان سے کوئی قرآن مجید کی آیت سے متعلق دریافت کرتا تو وہ ان کو گھر لے جاتے اور جو طعام میسر ہوتا وہ اس کو کھلاتے۔

(۶) اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراست، آپ کا علم غیب اور آپ کی سخاوت کا علم ہوا کہ آپ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال دیکھ کر انہیں اپنے گھر لے گئے اور ان کو دودھ پلایا اور بار بار دودھ پینے کا حکم دیا تاکہ وہ اچھی طرح سیر ہو کر دودھ پی لیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۵ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کے فوائد از علامہ ابن الملقن

(۱) اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں ابوہریرہ کو اپنے گھر میں لے جاتا تو یہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر تھا۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ وہ بھوکے کو کھلانے پر ترغیب دیتے تھے اور ان کو نیکی کے کاموں پر حرص تھی اور غمگساری کرنے کی طلب تھی اور سُرخ اونٹ عربوں کے نزدیک نہایت پسندیدہ ومحبوب مال ہوتا ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سوال کو کنایۃً پیش کرنا چاہیے اور جب انسان کو شدید بھوک ہو تو وہ صراحتاً سوال کرنے سے حیاء کرے۔

(۴) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بھوک کے وقت پیٹ بھر کر کھانا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار کر کے بار بار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا۔

(۵) پہلے بھوک کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں گڑھا پڑا ہوا تھا اور ان کا پیٹ میڑھا ہو گیا، پھر جب تین بار دودھ پیا تو ان کا پیٹ بالکل تیر کی طرح سیدھا ہو گیا۔

(۶) اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سلف صالحین کی یہ عادت تھی کہ وہ کھانے کی کم مقدار کے اوپر صبر کرتے تھے اور تنگی معیشت کے باوجود اللہ سے راضی رہتے تھے اور دنیا کے تھوڑے مال پر کفایت کرتے تھے۔

(۷) کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو صرف یہ فکر تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی بھوک کو مٹا دیں، پھر جب شارع علیہ السلام نے ان کو پیٹ بھر کر دودھ پلا دیا تو انہوں نے اس پر قناعت کر لی اور اس کے سوا اور کسی چیز کو طلب نہیں کیا، اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ دنیا کی جس قدر چیز مل جائے وہ اس پر کفایت کرتے تھے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل نے تین دن سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔

(۸) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کرے، جب اس کو معلوم ہو کہ اس کے بھائی کو ضرورت ہے خواہ اس کے بھائی نے اس سے سوال نہ کیا ہو۔

(۹) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہدِ رسالت میں صحابہ کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص اپنے کسی صاحب سے قرآن مجید کی کسی آیت کو معلوم کرتا تو وہ اسے اپنے گھر لے جاتا اور جو اس کے پاس طعام میسر ہوتا وہ اس کو کھلاتا، اور اللہ ہی کو علم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا کیوں نہیں کیا، حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے قرآن مجید کی آیت کو طلب کیا یا تو وہ کسی کام میں مصروف تھے اور ان کی توجہ اس طرف نہیں ہوئی، یا ان کو کوئی ایسی چیز میسر نہیں تھی جس سے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کھلاتے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ نیکی کے کاموں پر حرص کرنی چاہیے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر افسوس ہوا کہ وہ کیوں نہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر لے گئے اور انہیں کھانا کھلاتے جب کہ ان کو ضرورت تھی اور یہ کھانا کھلانا ان کو سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۷۰-۷۱، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۷۵ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد از شیخ عثیمین

(۱) اس حدیث میں دلیل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خوشی کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔

(۲) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسنِ اخلاق کا بیان ہے۔

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کبھی کبھی پیٹ بھر کر کھانا چاہیے۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصرار کر کے بار بار ان کو دودھ پلایا حتیٰ کہ ان کا پیٹ تیر کی طرح سیدھا ہو گیا اور اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی جب کہ آپ کا ارشاد ہے کہ ابن آدم کے لیے اتنے لقمے کافی ہیں جن سے اس کی پشت سیدھی رہے اور اگر اس نے لامحالہ زیادہ کھانا ہو تو ایک تہائی پیٹ کام کے لیے رکھے اور ایک تہائی پیٹ پانی کے لیے رکھے اور ایک تہائی پیٹ سانس لینے کے لیے رکھے۔ (الاحادیث الصحیحہ للالبانی: ۲۲۶۵)

(۴) اور تعجب کی بات یہ ہے کہ حکماء اور اطباء نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی موافقت کی ہے اور یہ کہا ہے: انسان کا بہترین کھانا یہ ہے کہ وہ ایک تہائی پیٹ خالی رکھے۔

(۵) اس حدیث میں حیلہ کے جواز کی دلیل ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کی آیت کے متعلق دریافت کیا تو اس میں ان کا یہ حیلہ تھا کہ شاید اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی بھوک کے حال کی طرف متوجہ ہوں اور ان کو کھانا کھلائیں۔

(۶) نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان اپنے غلبہ ظن کے اعتبار سے اللہ کی قسم کھا سکتا ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے آپ سے جس آیت کے متعلق دریافت کیا تھا، مجھے آپ سے زیادہ اس کا علم تھا، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات اللہ کی قسم کھا کر کہی کیونکہ ان کو غالب گمان یہ تھا کہ فی الواقع ان کو اس آیت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم ہے۔

(۷) لیکن ان کی مراد یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی بھوک کے حال کو دیکھ کر یہ سمجھ جائیں گے کہ حضرت ابوہریرہ بھوکے ہیں اور انہیں اپنے گھر لے جائیں گے اور انہیں کھانا کھلائیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان کی بھوک دور کرنے کے لیے زیادہ بہتر وسیلہ عطا فرما دیا تھا۔

(۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اصحاب کے احوال کی طرف متوجہ رہتے تھے اور ان کے احوال کی جستجو میں رہتے تھے، اور اپنی فراست سے کام لیتے تھے۔

(میں کہتا ہوں: اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست کا ذکر نہیں ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراست اور آپ کے علم غیب کا ذکر ہے، لہٰذا زیادہ بہتر یہ کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے احوال کی طرف متوجہ رہتے تھے اور ان کے احوال کی جستجو میں رہتے تھے اور اپنی فراست سے کام لے کر ان کی ضرورت میں مداوا کرتے تھے، سو یہ فائدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منطبق ہو رہا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

Marfat.com

(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصرار فرما کر بار بار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی ضرورت مند حیاء کرے یا تکلف سے کام لے اور کھانا کم کھائے تو اصرار کر کے اس کو زیادہ کھلانا چاہیے۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی بار کے بعد دو مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اور پیو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کو اصرار کر کے دو یا تین مرتبہ کھلانا چاہیے۔ (شرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۳۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۵، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض شارحین نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی کام تھا یا ان کے پاس کوئی کھانے کی چیز نہیں تھی، تو اس وجہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کھانا نہیں کھلایا، کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ یہ تھا کہ جو شخص ان سے کسی آیت کے متعلق دریافت کرتا تو اس کو اپنے گھروں کی طرف لے جاتے، لیکن یہ شرح درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر افسوس کیا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کیوں نہیں کھلایا اور انہوں نے کہا: اگر میں ان کو کھانا کھلا دیتا تو مجھے یہ کھانا کھلانا سرخ اونٹوں کے ملنے سے زیادہ بہتر ہوتا۔ (الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۹ ص ۸۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۵ کی شرح از علامہ دمامینی مالکی

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر بن عمر القرشی المخزومی الاسکندرانی المالکی المتوفی ۸۲۷ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عُسّ کا لفظ ہے، اس میں عین پر تشدید ہے اور سین پر بھی تشدید ہے، اس کی جمع عِساس ہے، اور کا معنی ہے: بڑا پیالہ۔ (التنقیح ج ۳ ص ۱۰۷۹)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: ''حتی استوی بطنی '' یعنی حتیٰ کہ میرا پیٹ سیدھا ہو گیا، اس سے مراد ہے: میرا پیٹ بھر گیا۔

اس کے بعد حدیث میں ہے: ''فصار کالقدح '': اَلْقِدح اس تیر کو کہتے ہیں جس میں پیکان نہ ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس میں یہ کنایہ کیا ہے کہ پہلے ان کے پیٹ میں بھوک کی وجہ سے گڑھا تھا، پیٹ بھرنے کے بعد وہ تیر کی طرح سیدھا ہو گیا۔

(مصابیح الجامع، ج ۹ ص ۱۰۸-۱۰۹، دار النوادر بیروت ۱۴۳۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۵ کی شرح از شیخ محمد علی صابونی

شیخ محمد علی صابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اصابنی جھد '': یعنی مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی جس کی وجہ سے میری قوتیں کمزور ہو رہی تھیں حتیٰ کہ قریب تھا کہ میں بھوک کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فاستقراتہ ایۃ '': یعنی میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے طلب کیا کہ ایک آیت معینہ مجھے پڑھائیں، حالانکہ میں پڑھنے کا ارادہ نہیں کرتا تھا، میں تو یہ ارادہ کرتا تھا کہ مجھے کھانا کھلائیں۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے:''فتحها علی'': یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے وہ آیت پڑھائی اور وہ میری مراد کو نہیں سمجھ سکے کہ میں تو اس آیت کو جانتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے:''فخررت لوجهی'': یعنی میں بھوک کی شدت اور کمزوری کی وجہ سے زمین پر منہ کے بل گر گیا۔

''الیٰ رحله'': یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے مسکن کی طرف لے گئے۔

''عُسٌّ من لبن'': یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بڑا پیالہ لانے کا حکم دیا جس میں دودھ تھا۔

''استوی بطنی'': یعنی دودھ پینے سے میرا پیٹ بھر گیا اور بھوک کی تکلیف دور ہوگئی جب کہ قریب تھا کہ میں پہلے بھوک کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا۔

''فصار کالقدح'': یعنی میرا پیٹ اس تیر کی طرح سیدھا ہو گیا جس میں پیکان نہ ہو، ان کی مراد یہ تھی کہ میرا پیٹ اتنا بھر گیا کہ اس میں اور کچھ کھانے کی گنجائش نہیں تھی۔

''اقرأ لها منك'': یعنی مجھے یہ آیت آپ سے زیادہ محفوظ ہے اور مجھے اس کی قراءت آپ سے زیادہ آتی ہے۔

''حُمر النعم'': یعنی آپ کی میزبانی میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب تھی کہ مجھے سرخ اونٹ مل جاتے اور سرخ اونٹ عرب والوں کے نزدیک سب سے بہترین مال ہوتے ہیں، لیکن میں آپ کی مراد کو سمجھ نہیں سکا۔

حدیث مذکور کی شرح

کسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائیوں کے راستہ میں کھڑے ہو گئے کہ شاید ان میں سے کوئی ایک ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو گھر لے جائے اور ان کو کھانا کھلائے اور وہ جان لے کہ ان کو کتنی شدید بھوک ہے تو ان کے پاس سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ گزرے، پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق سوال کیا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اچھی طرح یاد تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھا اور ان کی مراد اور غرض کو نہ جان سکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر نہیں لے گئے، حتیٰ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک کی شدت سے نڈھال ہو کر اور کمزوری کے غلبہ کی وجہ سے زمین پر گر گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے، آپ نے ان کو زمین سے اٹھایا اور آپ نے جان لیا کہ ان کا زمین پر گرنے کا کیا سبب تھا؟ آپ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر لے گئے اور ان کے سامنے دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا اور ان سے فرمایا: اے ابو ہریرہ! بیٹھو اور یہ دودھ پیو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اور پیو، انہوں نے اور پیا، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اب میں اپنے پیٹ میں مزید دودھ پینے کی گنجائش نہیں پاتا۔

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے کہا: کیا آپ کو یاد ہے کہ میں نے آپ سے فلاں آیت کے متعلق عرض کیا تھا تو آپ نے مجھے وہ آیت پڑھائی اور اللہ کی قسم! مجھے یہ آیت یاد تھی اور اس کی قراءت مجھے رواں تھی اور میں نے تو آپ سے صرف اس لیے پوچھا تھا کہ آپ مجھے اپنے گھر لے جائیں گے اور آپ مجھے کھانا کھلائیں گے کیونکہ اس دن مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی لیکن آپ میری غرض کو نہیں سمجھ سکے۔

Marfat.com

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں اس دن آپ کو مہمان بنا کر لے جاتا تو یہ میرے نزدیک اپنے مال میں سے سب سے زیادہ محبوب مال ہوتا، جس مال کو عرب بہت محبوب رکھتے ہیں اور وہ سرخ اونٹ ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حسرت ہوئی کہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مراد کو کیوں نہ سمجھ سکے۔

حدیث مذکور کے فوائد از علامہ صابونی

(۱) اس حدیث میں نیکی کے کام پر اور غم گساری پر برانگیختہ کرنا ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر غم ہوا کہ انہوں نے اس دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کیوں نہ کھانا کھلایا۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوال کرنا چاہیے اور اپنی غرض نہیں بتانی چاہیے اور طعام کو طلب کرنے سے حیاء کرنی چاہیے جو کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقصد تھا۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر انسان کو شدید بھوک ہو تو وہ اپنا حال کسی کے سامنے بیان کرے تو یہ جائز ہے۔

(۴) سلف صالحین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ مال کی قلت پر صبر کرتے تھے اور تنگی معیشت پر بھی صبر کرتے تھے اور دنیا کے تھوڑے مال پر راضی رہتے تھے۔

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شدید بھوک کے وقت سیر ہو کر کھانا بھی جائز ہے، اسی لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین بار دودھ پیا حتیٰ کہ ان کا پیٹ بھر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے فعل کو برقرار رکھا۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کے حیلہ پر پردہ رکھے، جب اس کو اپنے بھائی کی ضرورت معلوم ہو اور وہ اس سے سوال کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال نہیں کیا کہ تمہارا کیا حال ہے اور تم اس آیت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیوں دریافت کر رہے تھے؟

(۷) صحابہ کا یہ معمول تھا کہ جب ان سے کوئی قرآن مجید کی آیت کے متعلق دریافت کرتے تو وہ ان کو اپنے گھر لے جاتے اور ان کو جو طعام میسر ہوتا وہ ان کو کھلاتے۔ (الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۴۷، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

میں کہتا ہوں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح البخاری: ۵۳۷۵، صحیح البخاری: ۶۲۴۶، میں بہت اختصار کے ساتھ صرف دو تین سطروں میں مذکور ہے اور صحیح البخاری: ۶۴۵۲ میں یہ حدیث اسی طرح تفصیل سے مذکور ہے جس طرح امام ترمذی نے اپنی سنن میں اس حدیث کی بہت تفصیل کے ساتھ روایت کی ہے۔ صحیح البخاری: ۶۴۵۲ کی شرح تو اپنے مقام پر آئے گی، ہم قارئین کے مطالعہ کے لیے اس حدیث کو سنن ترمذی کے حوالہ سے بیان کر رہے ہیں، تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ وہ دودھ کا ایک پیالہ تمام اہل صفہ کو کافی ہو گیا تھا اور اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو پلایا اور پھر بعد میں خود بھی اس پیالہ سے پیا، چونکہ صحیح البخاری: ۵۳۷۵ میں یہ تفصیل نہیں تھی، اس لیے ہم نے چاہا کہ قارئین کو یہ تفصیل معلوم ہو جائے اور اس کا مکمل بیان ان شاء اللہ صحیح البخاری: ۶۴۵۲ کی شرح میں آئے گا۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۷۵ کا مفصل متن سنن ترمذی میں

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ از ہناد از یونس بن بکیر از عمر بن ذر از مجاہد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل صفہ اہلِ اسلام کے مہمان تھے، وہ کسی گھر میں نہیں رہتے تھے اور نہ ان کے پاس کوئی مال تھا، اور اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! بے شک میں بھوک کی شدت سے اپنے جگر کو زمین کے ساتھ چپکا تا تھا اور بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا، اور ایک دن میں صحابہ کے راستے میں بیٹھا ہوا تھا اور صحابہ نکل کر جا رہے تھے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے، میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق سوال کیا، اور میں نے ان سے یہ سوال صرف اس لیے کیا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں مگر وہ گزر گئے اور وہ مجھے اپنے ساتھ نہیں لے گئے، پھر میرے پاس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے، پس میں نے ان سے بھی کتاب اللہ کی آیت کے متعلق سوال کیا اور میں نے ان سے بھی اس لئے سوال کیا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں مگر وہ گزر گئے اور مجھے اپنے ساتھ نہیں لے گئے، پھر میرے پاس سے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے، آپ نے جب مجھے دیکھا تو آپ مسکرائے، آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ؟ میں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: میرے ساتھ آؤ، میں گیا، پس میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا اور آپ اپنے گھر میں داخل ہو گئے، پس میں نے اجازت طلب کی تو مجھے اجازت دی گئی، پھر آپ کو دودھ کا ایک پیالہ ملا، آپ نے گھر والوں سے پوچھا: تمہارے پاس یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ فلاں نے یہ دودھ ہمیں ہدیہ بھیجا ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے کہا: لبیک، آپ نے فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو بلا کر لاؤ اور وہ بھی اہلِ اسلام کے مہمان ہیں، ان کا بھی نہ کوئی گھر ہے اور نہ کوئی مال ہے، جب آپ کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ ان کے پاس بھیج دیتے اور آپ خود اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو آپ ان کی طرف بھیجتے اور آپ خود بھی اس میں سے لیتے اور اہلِ صفہ کو بھی اس میں شریک کرتے، سو اس بات نے مجھے رنجیدہ کیا اور میں نے دل میں کہا: یہ ایک پیالہ تمام اہلِ صفہ کے درمیان کیسے پورا ہو گا؟ اور میں اب ان کو بلانے جا رہا ہوں، اب عنقریب آپ مجھے حکم دیں گے کہ میں یہ پیالہ ان کو پیش کروں، پھر مجھے یہ توقع نہیں ہے کہ مجھے اس میں سے کچھ ملے گا، اور میں یہ امید رکھتا تھا کہ اس دودھ کے پیالہ میں سے اتنا ملے گا کہ جو مجھے کفایت کر دے گا اور میرے لیے اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کے سوا چارہ نہیں تھا، پس میں اہلِ صفہ کے پاس گیا اور میں نے ان کو دعوت دی، پس جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ! یہ پیالہ لو اور ان کو پیش کرو، میں نے پیالہ لیا تو میں وہ پیالہ ایک مرد کو دیتا، وہ اس میں سے پیتا حتیٰ کہ وہ سیر ہو جاتا، پھر وہ مجھے پیالہ واپس کر دیتا، پھر میں دوسرے کو پیالہ دیتا حتیٰ کہ آخر میں میں وہ پیالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور تمام اہلِ صفہ سیر ہو چکے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ لیا اور اس کو اپنے ہاتھوں پر رکھا، پھر آپ نے سر اٹھایا، پھر آپ مسکرائے، پھر فرمایا: ابو ہریرہ! پیو، سو میں نے پیا، پھر فرمایا: پیو، پھر مسلسل پیتا رہا اور آپ فرماتے رہے، پیو، حتیٰ کہ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے: میں اب اپنے پیٹ میں اتنی گنجائش نہیں پاتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ لیا اور اللہ کی حمد کی اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھی، پھر آپ نے اس پیالہ سے دودھ پیا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۴۷۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۳ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۵)

۲۔ بَابُ: التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ وَالْأَكْلِ بِالْيَمِينِ
کھانے پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا اور دائیں ہاتھ سے کھانا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ کھانے پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنی چاہیے، یعنی کھانے کی ابتداء میں، کیونکہ امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے از ام کلثوم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو کہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، پس اگر وہ کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو پھر کہے: بسم اللہ اولہ وآخرہ۔ (سنن ترمذی: ۱۸۵۷، سنن ابوداؤد: ۳۷۶۷)

میں کہتا ہوں: کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنے کے متعلق مزید احادیث بھی مروی ہیں جن کو ہم پیش کر رہے ہیں:

کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنے کے متعلق مزید احادیث

(۱) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی مرد اپنے گھر میں داخل ہو اور گھر میں داخل ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور اس کے پاس کھانا بھی ہو تو شیطان کہتا ہے: تمہارے لیے نہ رات کو کوئی ٹھکانا ہے اور نہ رات کا کوئی کھانا ہے اور جب کوئی مرد رات کو گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے، تو شیطان کہتا ہے: تمہارے لیے رات کا ٹھکانا ہے، پھر جب وہ کھانے پر اللہ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے: تم نے رات کا ٹھکانا بھی پالیا اور رات کا کھانا بھی پالیا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۱۸، سنن ابوداؤد: ۳۷۶۵، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۷)

(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی طعام یا کھانے پر حاضر ہوتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنا ہاتھ نہ رکھتا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا ہاتھ رکھتے، اور ایک مرتبہ ہم آپ کے ساتھ کھانے پر حاضر ہوئے تو ایک اعرابی (دیہاتی) آیا، گویا کہ وہ جلدی میں تھا، اور وہ اپنا ہاتھ طعام پر رکھنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ایک باندی آئی گویا کہ وہ بھی جلدی میں تھی، وہ بھی اپنا ہاتھ طعام پر رکھنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور فرمایا: شیطان اس طعام کو حلال کر لیتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر نہ کیا جائے اور بے شک جب یہ اعرابی آیا تو شیطان اس طعام کو حلال کر دے اور میں نے اس اعرابی کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر جب یہ باندی آئی تو شیطان اس طعام کو اپنے لیے حلال کرنے لگا تو میں نے اس باندی کا ہاتھ پکڑ لیا، پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک شیطان کا ہاتھ میرے ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۱۷، سنن ابوداؤد: ۳۷۶۶)

(۳) امیہ بن مخشی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور ایک مرد کھانا کھا رہا تھا، اس نے بِسْمِ اللّٰهِ نہیں پڑھی تھی حتیٰ کہ پورے کھانے میں سے صرف ایک لقمہ رہ گیا تھا، جب اس مرد نے وہ لقمہ اٹھایا تو اس نے کہا: بسم اللہ اولہ وآخرہ، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے اور آپ نے فرمایا: شیطان مسلسل اس کے ساتھ کھا رہا تھا اور جب

اس نے اللہ عزوجل کے نام کا ذکر کیا تو شیطان نے جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا اس کی قے کر دی۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۶۸)

کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے کے حکم کی تفصیل

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کا حکم استحباب پر محمول ہے اور بعض علماء نے اس حکم کو ظاہر امر کی وجہ سے وجوب پر محمول کیا ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ نے کہا ہے: کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے کے استحباب پر اجماع ہے، اسی طرح کھانے کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے استحباب پر بھی اجماع ہے اور علماء نے کہا ہے کہ بلند آواز سے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھیں تاکہ دوسروں کو تنبیہ ہو، اگر اس نے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کو عمداً یا نسیاناً یا ناواقفیت کی بناء پر یا اکراہ کی بناء پر یا عجز کی بناء پر یا کسی اور عارضہ کی بناء پر ترک کیا، پھر کھانے کے درمیان اس کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے کا موقع ملا تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ درمیان میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ لے اور صرف بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے سے بھی اس حکم پر عمل ہو جاتا ہے لیکن اگر اس نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھا تو یہ مستحسن ہے اور جتنے بھی کھانے والے ہیں وہ سب بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھیں اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک نے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ لی تو بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کے حکم پر عمل ہو گیا۔

اس باب کا دوسرا جزء ہے: دائیں ہاتھ سے کھانا۔

دائیں ہاتھ سے کھانے کے متعلق احادیث

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو وہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھائے اور جب پانی پیے تو دائیں ہاتھ سے پانی پیے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۰، سنن ابوداؤد: ۳۷۷۶، سنن ترمذی: ۱۸۰۰)

(۲) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹے! قریب ہو، پس اللہ کا نام لو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۷۷)

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پیے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۳۳ باب آداب الطعام والشراب، سنن ابوداؤد: ۳۲۶۸، باب الاکل بالیمین، سنن ترمذی: ۱۷۹۹، مسند احمد ج ۲ ص ۸)

دائیں ہاتھ سے کھانے کے حکم کی تفصیل

علامہ عینی دائیں ہاتھ سے کھانے کے متعلق فرماتے ہیں:

ہمارے شیخ زین الدین نے کہا ہے کہ اپنے سامنے سے کھانے اور دائیں ہاتھ سے کھانے کے حکم کو اکثر علماء نے استحباب پر محمول کیا ہے، امام غزالی اور علامہ نووی نے اس کی تصریح کی ہے اور امام شافعی نے کتاب الام میں اس کے واجب ہونے کی تصریح

Marfat.com

کی ہے، اور علامہ قرطبی کا یہ کہنا ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم استحباب پر محمول ہے، کیونکہ اس میں دائیں ہاتھ کی فضیلت اور شرف ہے اور اس لیے کہ دائیں ہاتھ عمل کرنے میں قوی ہے، ثابت ہے اور اس کا زیادہ تصرف ہوتا ہے اور اس لیے بھی دائیں ہاتھ کو عربی میں ایمن کہتے ہیں اور ایمن کا لفظ یُمن سے ماخوذ ہے اور یُمن کے معنی ہیں: برکت۔

امام ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو کھانے اور پینے کے لیے استعمال کریں اور باقی کاموں کے لیے بائیں ہاتھ کو استعمال کریں اور اگر اسے بائیں ہاتھ کو استعمال کرنے کی ضرورت ہو تو اس کو بالطبع استعمال کرے اور علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ اپنے آگے سے کھانے کا سنت ہونا متفق علیہ ہے اور اس کا خلاف کرنا مکروہ ہے اور شدید قبیح ہے جب کہ کھانا ایک قسم کا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۷۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ يَقُولُ كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَا غُلَامُ سَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، الولید بن کثیر نے کہا: مجھے انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے وہب بن کیسان سے سنا، انہوں نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے زیر پرورش ایک لڑکا تھا اور میرا ہاتھ پیالہ میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا (یعنی کبھی ایک طرف سے کھاتا اور کبھی دوسری طرف سے کھاتا)، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ، پھر میں ہمیشہ اس کے بعد اسی طریقہ سے کھاتا رہا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۱۹، ۵۳۷۷، ۵۳۷۸ صحیح مسلم: ۲۰۲۲، سنن ابوداؤد: ۳۷۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۲۶۷، مسند احمد: ۱۵۸۹۵، موطا امام مالک: ۱۷۳۸، سنن داری: ۲۰۱۹)

صحیح البخاری: ۵۳۷۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے دو جز ہیں، ایک جز ہے طعام سے پہلے بِسْمِ اللهِ پڑھنا اور دوسرا جز ہے دائیں ہاتھ سے کھانا اور یہ حدیث باب کے دوسرے جز کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: علی بن عبد اللہ، اور وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث میں سفیان کا ذکر ہے، وہ سفیان بن

Marfat.com

عُیینہ ہیں۔

اس کی سند میں مذکور ہے کہ الولید بن کثیر نے کہا: یہ المخزومی القرشی ہیں اور اہل مدینہ سے ہیں۔ انہوں نے یہ خبر دی کہ الولید نے وہب بن کیسان سے سنا جو حضرت عبداللہ بن زبیر بن العوام کے آزاد شدہ غلام تھے۔ اسی طرح ہمیں سفیان نے خبر دی، الولید بن کثیر نے کہا کہ انہوں نے وہب بن کیسان سے سنا ہے اور اس کے آخر میں مذکور ہے: ''اَخْبَرَنِیْ'' اور یہ راوی کے تصرف میں سے ہے۔

اور حضرت عمر بن ابی سلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، ابوسلمہ کا نام عبداللہ بن عبدالاسد ہے اور ان کی ماں کا نام برہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم ہے اور عمر مذکور کی ماں وہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں اور حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب تھے یعنی آپ کے زیر پرورش تھے، ان سے کئی احادیث مروی ہیں جو ان کے شرف صحبت کو واجب کرتی ہیں، یعنی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف اور فضیلت حاصل تھی اور ان کی عمر طویل ہوئی۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن ابی سلمہ نے کہا: میں غلام تھا یعنی نابالغ (لڑکا) تھا اور جب بچہ پیدا ہو تو اس کے بالغ ہونے تک اس کو غلام کہا جاتا ہے، اور حافظ ابن عبدالبر مالکی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما ہجرت کے دوسرے سال سرزمین حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اور متعدد مورخین نے اس کی پیروی کی ہے، لیکن اس میں اعتراض ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ اس سے پہلے پیدا ہوئے تھے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ میں اور عمر بن ابی سلمہ عورتوں کے ساتھ خندق کے دن سے تھے اور وہ مجھ سے دو سال بڑے تھے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی پیدائش صحیح قول کے مطابق ہجرت کے پہلے سال ہوئی تھی، پس حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کی پیدائش ہجرت سے دو سال پہلے ہوئی تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس قائل کے اعتراض پر بھی اعتراض ہے، کیونکہ حافظ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کی عمر جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، نو سال تھی، پس غور کرو، کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی ولادت ایک ہجری میں ہوئی تھی۔

حَجَر کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش تھا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لے پالک تھا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: حجر کے لفظ میں حاء پر زبر بھی ہے اور حاء کے نیچے زیر بھی ہے اور وہی صحیح ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: حَجَر کا اطلاق پرورش کرنے پر بھی ہوتا ہے اور کپڑے پر بھی ہوتا ہے اور اس کے اندر اس لفظ پر زبر اور زیر دونوں جائز ہیں اور جب اس سے پرورش کے معنی کا ارادہ کیا جائے تو اس پر زبر ہی ہوگی یعنی اَلْحَجَر ہی ہوگا۔

صَحْفَة کا معنی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرا ہاتھ جو تھا وہ پیالہ کے اطراف میں حرکت کر رہا تھا اور کسی ایک جگہ ٹھہر نہیں رہا تھا، اس حدیث میں ''الصحفة'' کا لفظ ہے، صَحْفَة اس پیالے کو کہتے ہیں جس سے پانچ آدمی سیر ہو کر کھا سکیں اور ''القصعة'' اس بڑے

Marfat.com

پیالہ کو کہتے ہیں جس سے دس آدمی سیر ہو کر کھا سکیں، پھر میں ہمیشہ اسی طرح کھاتا رہا یعنی میں ہمیشہ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر کھاتا اور دائیں ہاتھ سے کھاتا اور اپنے قریب سے کھاتا۔

دائیں ہاتھ سے کھانے کا استحباب اور بائیں ہاتھ سے کھانے پر وعید

ہم نے عنقریب ذکر کیا ہے کہ کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا حکم جمہور کے نزدیک استحباب پر محمول ہے اور رہا دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم تو بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ واجب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے اور بائیں ہاتھ سے کھانے کے اوپر وعید ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا جو بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا: میں دائیں ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہیں رکھتا اور اس کو صرف تکبر نے منع کیا تھا، تو آپ نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھو گے۔ اس کے بعد وہ مرد اپنے منہ تک وہ ہاتھ نہیں پہنچا سکا۔

اور امام احمد نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے شیطان اس کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔

اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔

شیطان اور جنات کے کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ آپ نے جو فرمایا کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان اپنے ان دوستوں کو جو انسانوں میں سے ہیں، اس پر برانگیختہ کرتا ہے کہ تم بائیں ہاتھ سے کھاؤ تا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو ضرر پہنچائے۔

اور بعض علماء نے کہا اس میں ظاہر سے عدول ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ خبر کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے کیونکہ شیطان حقیقتاً کھاتا ہے اور عقل کے نزدیک شیطان کا کھانا مستبعد نہیں ہے، اور جب حدیث میں شیطان کے کھانے کے متعلق حدیث وارد ہے تو اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ شیطان کے کھانے کے متعلق علماء کے تین قول ہیں:

(۱) شیطان کی ایک قسم ہے جو کھاتی ہے اور پیتی ہے۔

(۲) شیطان کی ایک قسم وہ ہے جو نہ کھاتی ہے اور نہ پیتی ہے۔

(۳) تمام شیاطین کھاتے ہیں اور پیتے نہیں ہیں، اور یہ قول ساقط الاعتبار ہے۔

اور حافظ ابو عمر نے اپنی سند کے ساتھ از وہب بن منبہ روایت کی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ جنات کون ہیں؟ کیا وہ کھاتے اور پیتے ہیں اور کیا وہ نکاح کرتے ہیں اور مرتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا: جنات کی کئی اجناس ہیں، سو جو خالص الجن ہیں وہ صرف ہوا ہیں، وہ نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ ان میں توالد اور تناسل ہوتا ہے، اور ان کی بعض اجناس ایسی ہیں جو کھاتی ہیں اور پیتی ہیں اور ان میں توالد ہوتا ہے اور ان میں نکاح ہوتا ہے۔ انہی میں سے ''السعالی'' ہے اور ''الغول'' ہے اور ''القطرب'' وغیرہ ہیں۔

Marfat.com

اور جولوگ کہتے ہیں کہ جنات کھاتے اور پیتے ہیں، ان کے دو قول ہیں:
(۱) ان کا کھانا اور پینا صرف سونگھنا ہے اس میں چبانا اور نگلنا نہیں ہوتا اور اس قول کے اوپر کوئی دلیل نہیں ہے۔
(۲) ان کے کھانے اور پینے میں چبانا اور نگلنا ہوتا ہے اور یہ وہ قول ہے جس کی احادیث صحیحہ میں تائید ہے۔
(عمدة القاری ج ۲۱ ص ۴۳-۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۶ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر کھانے اور دائیں ہاتھ سے کھانے کے متعلق مزید احادیث

(۱) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹے! قریب ہو، پس بِسْمِ اللّٰهِ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے یا اپنے قریب سے کھاؤ۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۷۷)
(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان اس طعام کو حلال قرار دیتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ پڑھا جائے، پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ اللہ کا نام لو اور کھاؤ۔ (صحیح مسلم: ۲۰۱۷، کتاب الاشربہ، باب ادب الطعام والشراب واحکامہما)

میں کہتا ہوں: اس حدیث کا اصل متن درج ذیل ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک کھانے پر حاضر تھے، ہم کھانے پر ہاتھ نہیں رکھتے تھے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے کے اوپر ہاتھ رکھتے اور ہم ایک مرتبہ آپ کے ساتھ کھانے پر حاضر تھے تو ایک باندی آئی، گویا وہ جلدی میں تھی اور وہ کھانے پر ہاتھ رکھنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا، پھر ایک دیہاتی آیا تو وہ بھی بہت جلدی میں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اس طعام کو حلال قرار دیتا ہے جس پر اللہ کے نام کا ذکر نہ کیا جائے اور شیطان اس باندی کے ساتھ آیا تھا کہ کھانے کو حلال قرار دے تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اس دیہاتی کے ساتھ آیا کہ کھانے کو حلال کر دے، پھر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک اس کا ہاتھ میرے ہاتھ کے ساتھ تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۱۷، سنن ابوداؤد: ۳۷۶۶، مسند احمد: ۲۳۳۰۹)
(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تم میں سے کوئی ایک کھانا کھائے تو اس کو چاہیے کہ وہ کہے: بِسْمِ اللّٰهِ، پس اگر ابتداء میں وہ کہنا بھول جائے تو آخر میں کہے: بسم اللہ فی اولہ و اٰخرہ۔ (سنن ترمذی: ۱۸۵۸، سنن ابوداؤد: ۳۷۶۷)
(۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مرد اپنے گھر میں جائے اور داخل ہوتے وقت اللہ کا نام لے اور کھانے کے وقت بھی اللہ کا نام لے تو شیطان کہتا ہے: نہ تمہارے لیے رات کا کوئی ٹھکانا ہے اور نہ رات کا کوئی کھانا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۱۸)
(۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور دائیں ہاتھ سے پانی پیے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۲۰)
(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: وہ دائیں ہاتھ سے کوئی چیز لے اور دائیں ہاتھ سے کوئی چیز

Marfat.com

دے۔(سنن ابن ماجہ:۳۲۶۶)

علامہ بوصیری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں اور البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(الاحادیث الصحیحہ:۱۲۳۶)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھ اصحاب کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، پس ایک اعرابی آیا اور اس نے وہ سارا کھانا دو لقموں میں کھا لیا تو آپ نے فرمایا: اگر یہ اعرابی بِسْمِ اللّٰہِ پڑھتا تو یہ کھانا تم سب کے لیے کافی ہو جاتا۔(سنن ترمذی:۱۸۵۸)

(۸) حضرت عکراش بن ذؤیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور میرا ہاتھ پیالہ کے چاروں طرف گھوم رہا تھا تو آپ نے فرمایا: اے عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ، کیونکہ یہ ایک کھانا ہے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ ہمارے پاس ایک طباق لایا گیا جس میں مختلف قسم کے پھل تھے تو میں اپنے سامنے سے کھا رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ گھوم رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عکراش! تم جہاں سے چاہو کھاؤ، کیونکہ یہ مختلف قسم کے پھل ہیں۔

(سنن ترمذی:۱۸۴۸، سنن ابن ماجہ:۳۲۷۴، کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۱۲۵)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر پیالہ یا رکابی یا پلیٹ میں ایک ہی قسم کے کھانے کی چیزیں ہوں تو صرف اپنے قریب سے کھانا چاہیے، اور اگر اس میں مختلف اجناس کی چیزیں ہوں تو پھر آدمی کو جو چیز اچھی لگے اس کو اٹھا کر کھا لے۔

(سعیدی غفرلہ)

(۹) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری لائی گئی، تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم اللہ کا نام پڑھو اور کھاؤ، صحابہ نے کہا: ہم نے کھایا تو ہم میں سے کسی کو بھی اس زہر آلود گوشت سے ضرر نہیں ہوا۔

(کشف الاستار:۲۴۲۴، المستدرک ج ۴ ص ۱۰۹، حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور عابد الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی امام بزار نے روایت کی ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۵)

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھانا کھائے اور پانی پئے تو بائیں ہاتھ سے پئے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۱، مسند ابو یعلیٰ ج ۷ ص ۲۶۰-۲۶۱، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۲ ص ۶۲، رقم الحدیث:۱۲۵۳)

(۱۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے کسی ایک کو منع کیا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھائے۔

(صحیح مسلم:۲۰۱۹، کتاب الاشربہ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما)

(۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ (لے پالک) حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد سے فرمایا: جو چیز تمہارے ہاتھ میں ہے اس کو رکھ دو، پھر بِسْمِ اللّٰہِ پڑھو اور اپنے قریب سے کھاؤ تو تم سیر ہو جاؤ گے۔

(صحیح مسلم:۲۰۲۱، الاحاد والمثانی:۳۳۴۴، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۴ ص ۳۰۰، حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام طبرانی کی سند کے رجال ثقات ہیں، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲-۲۳)

(۱۳) حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ اور اللہ کا نام لو۔

(سنن ابن ماجہ:۳۲۷۶،مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۰،المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۲۲ ص ۹۰-۹۱،المستدرک ج ۴ ص ۱۱۶-۱۱۷،الاحادیث الصحیحۃ للالبانی:۲۰۳۰)

طعام پر بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنے کے مسائل

طعام پر ابتداء میں بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنا سنتِ موکدہ ہے بالاجماع اور بلند آواز سے بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنا مستحب ہے تاکہ دوسروں کو تنبیہ ہو، اور کھانے کے آخر میں بلند آواز سے الحمدللہ پڑھنا بھی مستحب ہے اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مستحب ہے، اگر کسی شخص نے عمداً بِسۡمِ اللّٰہِ کو ترک کر دیا یا بھول کر یا جبر سے یا کسی اور وجہ سے، پھر وہ کھانے کے درمیان میں بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنے پر قادر ہوا تو اس کو چاہیے کہ اس کا تدارک کرے اور یوں پڑھے: ''بسم اللہ اولا و آخرا'' جیسا کہ حدیث میں ہے۔

صرف بسم اللہ پڑھنے سے بھی ان احادیث پر عمل ہو جاتا ہے، اگر اس کے بعد بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھا تو یہ مستحسن ہے اور جتنے بھی کھانے والے ہیں وہ سب بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھیں، اگر ان میں سے کسی ایک نے پڑھ لیا تب بھی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے پڑھنے کے حکم پر عمل ہو جائے گا۔

اور اہلِ ظاہر کے نزدیک کھانے والے پر بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنا فرض ہے۔(المحلی ج ۷ ص ۴۲۴)

طعام کو دائیں ہاتھ سے کھانے کے مسائل

حدیث میں ہے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھانا نسیان کو پیدا کرتا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۱) اور یہ حدیث استحباب پر محمول ہے، کیونکہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت ہے اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی بہ نسبت زیادہ قوی اور ثابت ہے، کیونکہ دائیں ہاتھ کو ایمن کہتے ہیں اور یہ یُمن سے ماخوذ ہے جس کے معنی برکت اور شرف ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کو یہ فضیلت عطا کی ہے کہ ان کو اصحاب الیمین فرمایا ہے، پس ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اچھے اور نیک اعمال کو دائیں ہاتھ سے شروع کیا جائے۔ سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ہے کہ دائیں ہاتھ کو کھانے اور پینے کے لیے رکھا جائے اور بائیں ہاتھ کو باقی کاموں کے لیے۔

(سنن ابوداؤد:۳۲،الاحادیث الصحیحۃ للالبانی:۲۵)

اور صحیح مسلم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔(صحیح مسلم:۲۶۲)

اگر بائیں ہاتھ کی مدد کی ضرورت ہو تو بالطبع بائیں ہاتھ کو بھی استعمال کرنا جائز ہے، کیونکہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تازہ کھجوروں کو خربوزوں کے ساتھ کھا رہے تھے، آپ کے ایک ہاتھ میں تازہ کھجور تھی اور دوسرے ہاتھ میں خربوزہ تھا۔

(المعجم الاوسط ج ۸ ص ۴۴،المستدرک: ج ۴ ص ۱۲۰-۱۲۱،شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۱۱، حافظ الہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں یوسف بن عطیہ بن السفار ہے اور وہ متروک ہے۔(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۸) اور علامہ العراقی نے تخریج احادیث الاحیاء ج ۲ ص ۶۸ میں اور علامہ العجلونی نے کشف الاستار ج ۱ ص ۱۷۴ میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں یوسف بن عطیہ بن السفار ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے)۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۷۲-۷۷،وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۶ ، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کتاب الاذکار کے آداب الاکل میں لکھا ہے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا ان اہم کاموں میں سے ہے جن کی معرفت حاصل کرنی چاہیے اور افضل یہ ہے کہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھے اور اگر اس نے صرف بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھا تو بھی کافی ہے اور سنت حاصل ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ نووی نے جو افضلیت کا دعویٰ کیا ہے، اس کے اوپر میں نے کوئی دلیلِ خاص نہیں دیکھی۔

کھانے سے پہلے بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھنے کا مستحب ہونا

اور امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے احیاء العلوم کی کتاب ''آداب الاکل'' میں لکھا ہے کہ اگر کھانے والے نے ہر لقمہ پر بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھی تو یہ مستحسن ہے اور مستحب یہ ہے کہ پہلے لقمہ کے ساتھ بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھے اور دوسرے لقمہ کے ساتھ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ پڑھے اور تیسرے لقمہ کے ساتھ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ میں نے اس کے استحباب پر کوئی دلیل دیکھی نہ اس کے تکرار پر۔

دائیں ہاتھ سے اور اپنے قریب سے کھانے کے متعلق فقہاء کے اقوال

ہمارے شیخ نے شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ اکثر شافعیہ نے دائیں ہاتھ سے کھانے اور اپنے قریب سے کھانے کو مستحب قرار دیا، پھر علامہ نووی اور امام غزالی نے اس کو وثوق کے ساتھ لکھا ہے، لیکن امام شافعی نے ''الرسالہ'' میں اور ''کتاب الام'' میں ایک جگہ پر لکھا ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اسی طرح اس مسئلہ کو الصیرفی نے ''شرح الرسالہ'' میں لکھا ہے اور علامہ بویطی نے اس کو اپنی مختصر میں نقل کیا ہے کہ راستہ میں ثرید کو کھانا اور کھجوروں کو ملا کر کھانا اس قبیل سے ہے کہ اس کی ضد حرام ہے، اور قاضی بیضاوی نے اپنی کتاب منہاج میں لکھا ہے کہ یہ مستحب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آگے سے کھاؤ، اور تاج الدین سبکی وغیرہ نے اس پر تعاقب کیا ہے کہ امام شافعی نے متعدد مقامات پر یہ تصریح کی ہے کہ جس شخص نے اپنے آگے سے نہ کھایا جب کہ اس کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ کوئی شخص اپنے آگے کے بغیر سے نہ کھائے بلکہ ادھر ادھر سے کھائے، پھر بھی اگر اس نے ادھر ادھر سے کھایا تو وہ گناہگار ہوگا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۲۱-۵۲۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، فتح الباری ج ۶ ص ۵۶۸، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۶ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب مرد کے ساتھ کھانے میں کوئی اور شریک نہ ہو یا کھانا کئی قسم کا ہو تو پھر پیالہ میں ادھر ادھر سے کھانے کا جواز

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کھانے کی ابتداء میں بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھنی چاہیے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اے لڑکے! بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھو اور اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ بچوں کو آدابِ شریعہ سکھانا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے! بِسْمِ اللّٰہِ پڑھو، اور اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے، کیونکہ آپ نے فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آگے سے کھاؤ، یہ حکم اس وقت ہے جب اس کے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہو اور جب اس کے ساتھ کوئی اور نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اپنے آگے سے نہ کھائے اور ادھر ادھر سے کھائے اور یہ بھی اس صورت کے ساتھ مقید ہے کہ جب طعام مختلف اقسام کا نہ ہو، اگر طعام مختلف اقسام کا ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اپنے آگے سے نہ کھائے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سالن میں سے کدو (لوکی) کو تلاش کر کے کھا رہے تھے۔

(شرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۳۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۶، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) بچوں کو طعام کے آداب اجتماعیہ کے سکھانے کی ضرورت۔

(۲) سنت یہ ہے کہ اپنے سامنے سے اور اپنے قریب سے کھائے۔

(۳) اس حدیث میں بائیں ہاتھ سے کھانے کی ممانعت ہے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔

تنبیہ لطیف

اس حدیث میں تین چیزیں ہیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور یہ تینوں آداب طعام سے ہیں۔

(۱) کھانے کے ارادہ کے وقت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا یا بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا۔

(۲) دائیں ہاتھ سے کھانا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ سے کھانے کی مذمت کی ہے۔ امام مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا: میں طاقت نہیں رکھتا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہ رکھو گے، پھر وہ لقمہ کو اپنے منہ تک نہ لے جا سکا اور اس شخص نے محض تکبر کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ (میں کہتا ہوں: اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا اسی طرح ہو گیا۔ سعیدی غفرلہٗ)

(۳) انسان اپنے آگے سے اور اپنے قریب سے کھائے اور برتن کے اطراف سے نہ کھائے، کیونکہ برتن کے اطراف سے کھانا مروت کے منافی ہے، گویا کہ وہ اپنے لیے سب سے اچھی چیز کو اختیار کر رہا ہے۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی لشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۴۸-۱۴۹، المکتبۃ العصریہ، لبنان، ۱۴۳۲ھ)

۳۔ بَابُ: الْأَكْلِ مِمَّا يَلِيهِ — اپنے قریب سے کھانا

وَقَالَ أَنَسٌ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَلْيَأْكُلْ — حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ

كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيهِ۔ (کتاب ابن ابی عاصم فی الاطعمہ) کے نام کا ذکر کرو اور ہر شخص اپنے قریب سے کھائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو تعلیق ہے، اس کو امام ابن ابی عاصم نے کتاب الاطعمہ میں روایت کیا ہے، اور اس کی اصل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۷۷۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ الدِّيلِيِّ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَبِي نُعَيْمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ وَهُوَ ابْنُ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَكَلْتُ يَوْمًا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ طَعَامًا فَجَعَلْتُ آكُلُ مِنْ نَوَاحِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ كُلْ مِمَّا يَلِيكَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از محمد بن عمرو بن حلحلہ الدیلی از وہب بن کیسان ابی نعیم از حضرت عمر بن ابی سلمہ اور وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کے بیٹے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا تو میں پیالہ کے اطراف سے کھا رہا تھا، مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے قریب سے کھاؤ۔

(صحیح البخاری: ۵۳۷۷، ۵۳۷۸، صحیح مسلم: ۲۰۲۲، سنن ابوداؤد: ۳۷۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۲۶۷، مسند احمد: ۱۸۹۵، موطا امام مالک: ۱۷۳۸، سنن دارمی: ۲۰۱۹)

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ صحیح البخاری: ۵۳۷۶ میں جس حدیث کی روایت کی گئی ہے، یہ اس حدیث کی دوسری سند سے روایت ہے۔

امام مسلم نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا تو میں پیالہ کے اطراف سے گوشت کو اٹھا رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آگے سے کھاؤ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَبِي نُعَيْمٍ قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِطَعَامٍ وَمَعَهُ رَبِيبُهُ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ فَقَالَ سَمِّ اللهَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از وہب بن کیسان ابو نعیم، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا اور آپ کے ساتھ آپ کے ربیب (لے پالک) عمر بن ابی سلمہ تھے، آپ نے فرمایا: اللہ کا نام لو اور اپنے قریب سے کھاؤ۔

(اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے)۔

صحیح البخاری: ۵۳۷۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس سوال کا جواب کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث مرسل کی روایت کیوں کی ہے؟

یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ وہب بن کیسان جو تابعی ہیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے، سو یہ حدیث مرسل ہوگئی۔ اسی طرح امام مالک کے اصحاب نے الموطا میں اس کی روایت کی ہے اور خالد بن مخلد نے اور یحییٰ بن صالح الوحاظی نے اس حدیث کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے، ان دونوں نے کہا از امام مالک از وہب بن کیسان از حضرت عمر بن ابی سلمہ۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ اسحاق بن ابراہیم الحنینی نے اس حدیث کی امام مالک سے روایت کی ہے از وہب بن کیسان از جابر؟ تو میں کہوں گا: یہ حدیث منکر ہے، اور اسحاق بن ابراہیم الحنینی ضعیف راوی ہیں۔

اگر تم سوال کرو کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں کیوں روایت کیا جب کہ امام مالک سے یہ منقول ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے، میں کہوں گا: جب کہ اس سے پہلی سند کے ساتھ یہ واضح ہوگیا کہ وہب بن کیسان نے حضرت عمر بن ابی سلمہ سے اس حدیث کو سنا ہے تو یہ محقق ہوگیا کہ یہ حدیث اصل میں موصول ہے اگر چہ امام مالک نے اس کی سند کو مختصر کیا اور اس حدیث کے موصول ہونے کی تصریح نہیں کی، اس وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کی روایت کو جائز قرار دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵-۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۷۷، ۵۳۷۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کھانے پینے کے احکام اور آداب کے متعلق احادیث اور ان کی شروح

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طعام کی دعوت دی جو اس نے تیار کیا تھا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طعام کی طرف گیا، درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے روٹی اور شوربہ رکھا جس میں کدو کے ٹکڑے تھے اور گوشت تھا، پس میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیالہ کے گرد سے کدو کے ٹکڑوں کو ڈھونڈ رہے ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں اس دن سے کدو سے محبت رکھتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۰۹۲، صحیح مسلم: ۲۰۴۱، سنن ترمذی: ۱۸۵۰، سنن ابوداؤد: ۳۷۸۲، مسند احمد: ۱۲۴۵۰، موطا امام مالک: ۱۶۲۱، سنن دارمی: ۲۰۵۰)

علامہ ابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۵۳۷۷ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ کے اطراف میں ہاتھ مارنے سے منع فرمایا اور حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اپنے آگے سے کھاؤ، اور صحیح البخاری: ۲۰۹۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پیالہ کے اطراف سے کدو کے قتلوں کو ڈھونڈ کر کھایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیالہ کے اطراف میں ہاتھ مارنا جائز ہے۔

علامہ ابن التین نے ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ جب انسان کے ساتھ اس کے خدام اور عیال کے سوا اور کوئی نہ ہو تو پیالہ کے اطراف میں ہاتھ نہ مارے، اور جب انسان کے ساتھ اس کے خادم ہوں تو پھر پیالہ کے اطراف میں ہاتھ مارنا جائز ہے، کیونکہ دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے اور درزی تھا اور وہ بھی

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد شدہ غلام تھا جیسا کہ عنقریب باب الدباء میں آئے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۴۳۳)

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے اس کی اجازت دی ہے کہ آدمی اپنے گھر والوں کے ساتھ کھائے اور اس کا ہاتھ پیالہ میں گھومتا رہے اور یہ اس وقت ہے کہ جب برتن میں ایک قسم کی کھانے کی چیزیں ہوں، اور اگر برتن میں مختلف انواع کی چیزیں ہوں، پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ آدمی اپنے سامنے کے علاوہ برتن کے دوسرے اطراف سے بھی کھائے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے کہ طعام کے آداب میں سے یہ ہے کہ جب برتن میں مختلف قسم کے کھانے کی چیزیں ہوں، تو پھر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ برتن کے کسی بھی طرف سے نکال کر کھانے کی چیزیں کھائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عکراش سے اس وقت فرمایا جب آپ کے پاس ایک طباق میں تر اور خشک کھجوریں لائی گئیں تو آپ نے فرمایا: تم جہاں سے چاہو کھاؤ، کیونکہ یہ ایک قسم کی چیزیں نہیں ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی نے لکھا ہے کہ اپنے قریب اور اپنے سامنے سے کھانا متفق علیہ سنت ہے اور اس کے خلاف کرنا شدید مکروہ اور قبیح ہے جب کہ طعام ایک قسم کا ہو، جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ (المفہم ج ۵ ص ۲۹۸) لیکن امام شافعی نے کتاب الام میں اور الرسالہ میں تصریح کی ہے کہ اپنے قریب کے علاوہ سے کھانا حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے جب کہ کھانے والے کو ممانعت کا علم ہو۔

(کتاب الام ج ۷ ص ۲۶۶)

آدابِ طعام کے متعلق متعدد اور متفرق فصول

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: میں آدابِ طعام کے متعلق فصولِ متفرقہ ذکر کروں گا۔

شیخ ابن حزم ظاہری نے کہا ہے: کھانے پر بِسۡمِ اللہِ پڑھنا فرض ہے۔ (المحلی ج ۷ ص ۴۲۴)

گوشت کھانے کا جواز

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوۡا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ اِنِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ ؕ (المومنون)

اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرتے رہو، بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو میں اس کو خوب جاننے والا ہوں O

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَـكُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ ۞ (المائدہ)

اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو، جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا O

ان آیتوں کے شانِ نزول کے متعلق امام ابن ابی عاصم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: بے شک میں جب گوشت کھاتا ہوں تو مجھ میں شہوت بیدار ہوتی ہے اور میں عورتوں کے پاس جاتا ہوں، تو انہوں نے گوشت کو اپنے اوپر حرام قرار دے دیا۔

(سنن ترمذی: ۳۰۵۴، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۱ ص ۳۵۰، الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۹۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گوشت کو چھری سے نہ کاٹو کیونکہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے اور

Marfat.com

گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھاؤ، یہ زیادہ خوش گوار اور لذیذ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۷۸، امام ابوداؤد نے کہا: یہ حدیث قوی نہیں ہے)

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھا رہا تھا، پس میں گوشت کو ہڈی سے اپنے ہاتھ سے چھڑا رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہڈی کو اپنے منہ کے پاس لے جاؤ، یہ زیادہ خوشگوار اور زیادہ لذیذ ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۷۹، امام ابوداؤد نے کہا: یہ حدیث عثمان بن ابی سلیمان نے حضرت صفوان سے روایت کی ہے، اور عثمان کا صفوان سے سماع نہیں ہے، سو یہ حدیث مرسل ہے)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کا دودھ بہت زیادہ محبوب تھا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۸۰)

محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کی دستی کا گوشت زیادہ محبوب تھا اور آپ کو بکری کی دستی میں زہر دیا گیا تھا اور ان کا گمان یہ تھا کہ یہود نے آپ کو زہر دیا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسندیدہ کھانا وہ تھا جو ثرید ہو یعنی جو گوشت کے سالن اور روٹی کے ٹکڑوں کو ملا کر بنایا گیا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۸۳، امام ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے)

طعام کے حصول کے آداب

جب آدمی طعام کو حاصل کرے تو اس کو خود خریدے اور اس کے لیے خود عمل کرے اور اس کا وہ عمل حلال محض ہونا چاہیے۔

کسب اور کمانے کی جہت سے ضروری ہے کہ وہ بیع فاسد سے اور اس کے مشابہ بیوع سے اجتناب کرے، امام دارمی نے کتاب الاطعمہ میں یہ حدیث روایت کی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مرد بھی حلال مال سے کمائے تو وہ اسے خود بھی کھائے اور خود بھی پہنے اور اللہ کی مخلوق میں سے تم جس کو دیکھو اسے کھلاؤ اور پلاؤ، کیونکہ یہ اس آدمی کے لیے زکوٰۃ ہو جائے گی۔

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں کہ اس حدیث کی امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے (صحیح ابن حبان: ۴۲۳۶) اور الحاکم نے المستدرک میں روایت کی ہے (ج ۴ ص ۱۲۹) اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں بہت طویل روایت کی ہے (ج ۲ ص ۸۶) اور البانی نے اس کو ضعیف اور جامع میں ذکر کیا ہے۔ (۲۲۳۹)

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: جس مال سے انسان نے طعام حاصل کیا ہے، ضروری ہے کہ وہ مال رشوت نہ ہو اور نہ کسی فاسد چیز کا عوض ہو اور نہ کسی بدعتی کے ہاتھ سے وہ طعام لیا ہو اور نہ ظالم کے ہاتھ سے اور نہ وہ مال سود پر مشتمل ہو اور نہ ایسے تاجر سے مال حاصل کیا ہو جس کی غالب کمائی حرام ہو، اور اگر کوئی نیک آدمی اس کو طعام پیش کرے تو وہ اس کے متعلق اس سے سوال نہ کرے اور وہ یہ نیت رکھے کہ اس کا حصول اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہے اور وہ اس طعام کو اس نیت کے ساتھ کھائے کہ اس کے کھانے سے اس کو عبادت پر طاقت حاصل ہوگی اور اگر اس نے لذت کی نیت سے طعام کو کھایا تو یہ بھی جائز ہے، اور وہ منعم کا شکر ادا کرے۔

کھانے سے پہلے ہاتھوں کو دھونا

طعام کے آداب میں سے یہ ہے کہ کھانے سے پہلے صفائی کے حصول کے لیے ہاتھوں کو دھوئے، ہر چند کہ اس میں ایک حدیث

Marfat.com

ضعیف بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھوں کو دھونا فقر اور تنگدستی سے بچاتا ہے اور بعد میں ہاتھوں کو دھونا گناہوں سے بچاتا ہے، (اس حدیث کو امام ابن الجوزی نے ضعیف قرار دیا ہے)۔

نیز حدیث میں ہے:

طعام کی برکت یہ ہے کہ کھانے سے پہلے بھی ہاتھوں کو دھوئے اور کھانے کے بعد بھی ہاتھوں کو دھوئے۔

(سنن الترمذی ۱۸۴۶، سنن ابوداؤد: ۳۷۶۱، مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۱، المستدرک ج ۴ ص ۱۰۶-۱۰۷)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء سے آئے تو آپ کے پاس طعام لایا گیا، تو گھر والوں نے آپ سے وضو کرنے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: میں نماز پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہوں جو وضو کروں؟

(صحیح مسلم: ۳۷۴، الرقم المسلسل: ۷۱۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے، آپ قضاء حاجت سے آئے، آپ کے پاس طعام لایا گیا، آپ سے کہا گیا: کیا آپ وضو نہیں کریں گے، آپ نے فرمایا: کیوں؟ کیا میں نماز پڑھ رہا ہوں جو وضو کروں؟

(صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۷۱۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت سے فارغ ہو کر بیت الخلاء سے آئے تو آپ کے پاس طعام لایا گیا، آپ نے وہ کھایا اور پانی کو نہیں چھوا۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۷۱۶)

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں کہ کھانے والا ہاتھ دھونے سے عبادت کی نیت کرے، کیونکہ جب اس نے یہ نیت کی کہ اس کو کھانے سے عبادت پر طاقت حاصل ہوگی تو اس کے لیے مستحب ہے کہ ہاتھوں کو دھوئے اور وہ کھانے کے بعد بھی ہاتھوں کو دھوئے۔

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان احادیث میں کھانے سے پہلے وضو کرنے پر اعتراض کیا اور فرمایا: میں کوئی نماز تو نہیں پڑھ رہا جو وضو کروں، تو ان احادیث میں کھانے سے پہلے ہاتھوں کو دھونے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ آپ نے یہ تعلیم دی ہے کہ کھانے سے پہلے وضو کرنا فرض نہیں ہے، وضو کرنا صرف نماز کے لیے ہے اور کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھوں کو دھونے کا ثبوت ان احادیث میں ہے جو سنن ترمذی اور سنن ابوداؤد وغیرہما کے حوالہ سے ابھی گزری ہیں۔

''خوان'' اور ''سفرۃ'' یعنی دسترخوان پر کھانا

کھانے والے کو چاہیے کہ زمین پر بیٹھ کر کھائے نہ کہ دسترخوان پر، کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑے کے دسترخوان پر نہیں کھاتے تھے، لیکن اگر اس نے دسترخوان پر کھانا رکھ کر کھایا تو اگرچہ یہ بدعت ہے لیکن اس میں کوئی کراہت نہیں ہے اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُفر یعنی چمڑے کے دسترخوان پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کپڑے کے دسترخوان پر اور نہ رکابی یا پلیٹ پر رکھ کر کھانا کھایا، قتادہ نے پوچھا: پھر وہ کس چیز پر کھاتے تھے؟ انہوں نے کہا: وہ چمڑے کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۸۶، سنن ابوداؤد: ۳۲۹۲، سنن ترمذی: ۱۷۹۵)

میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کپڑے کے دسترخوان اور رکابی یا پلیٹ میں کھانا رکھ کر کھانے سے منع بھی نہیں فرمایا۔ غالباً

Marfat.com

اس زمانہ میں ان چیزوں پر کھانا رکھ کر کھانے کا معمول نہیں تھا۔ اسی طرح میز اور کرسی پر کھانا رکھ کر کھانے سے بھی آپ نے منع نہیں فرمایا، کیونکہ اس زمانہ میں اس کا معمول نہیں تھا، لیکن چونکہ وقت کے بدلنے سے تمدن اور معاشرت کی چلن اور طور طریقے بدل جاتے ہیں، اس زمانہ میں چمڑے کے مستطیل ٹکروں پر رکھ کر کھانا کھایا جاتا تھا، لیکن اب چونکہ اتنا وافر چمڑا دستیاب نہیں ہوتا اور تہذیب اور تمدن کے تقاضوں سے اب گھروں میں پلاسٹک کی شیٹس، کپڑے کے دستر خوان اور پلیٹوں پر رکھ کر کھانا کھاتے ہیں اور ہوٹلوں میں میز اور کرسی پر رکھ کر کھانا کھایا جاتا ہے اور ان چیزوں کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے، لہٰذا اب اگر اس طرح کھانا کھایا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

کھانے کے وقت بیٹھنے کا طریقہ

کھانے والے کو چاہیے کہ زمین پر بیٹھے اور دایاں پیر نصب کرلے اور بائیں پیر پر بیٹھے اور لیٹے نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا، جب میں واپس آیا تو آپ کھجوریں کھا رہے تھے اور آپ بطور اقعاء بیٹھے ہوئے تھے، یعنی سرین کے بل بیٹھے ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۷۱، صحیح مسلم: ۲۰۴۴)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

(صحیح البخاری: ۵۳۹۸، سنن ابوداؤد: ۳۷۶۹، سنن ترمذی: ۱۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۲۶۲)

نمکین چیز کو کھانے سے ابتداء کرنا

اور کھانے کے آداب میں سے یہ ہے کہ نمکین چیز سے کھانے کی ابتداء کرے، ابن طاہر نے صفۃ التصوف میں از جعفر بن محمد از والد خود از جد خود یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! نمکین چیز سے ابتداء کرو اور اسی پر ختم کرو، کیونکہ اس میں ستر بیماریوں سے شفاء ہے۔ (بغیۃ الباحث: ۴۶۸، اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

دائماً گوشت کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے

اور دائماً گوشت نہ کھائے، کیونکہ حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے اس سے منع کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۲۰، ۲۴۵۲۱)

کھانے میں تکلف نہ کیا جائے

انسان کو جو کھانے کی چیز مل جائے اس پر راضی رہے اور تکلف نہ کرے اور اکیلے نہ کھائے، کیونکہ جب وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ کھائے گا تو اس سے تکبر دور ہوگا۔ (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۵۳، یہ حدیث حضرت جابر پر موقوف ہے)

کھانا پکانے والے خادم کو بھی اپنے ساتھ کھانا کھلائیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے پاس اس کا خادم کھانا لے کر آئے تو اگر وہ اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر نہ کھلا سکے تو اس کو ایک لقمہ یا دو لقمے کھلائے، کیونکہ اس نے کھانا پکانے کی مشقت برداشت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۵۵۷، صحیح مسلم: ۱۶۶۳، سنن ترمذی: ۱۸۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۹، مسند احمد: ۷۴۹۲، سنن دارمی: ۲۰۷۴)

مجوسی کے برتنوں کو دھوئے بغیر ان میں کھانا نہ کھائے

اگر کسی شخص کو مجوسی کے برتنوں میں کھانے کی ضرورت پڑے تو ان برتنوں کو دھو کر ان میں کھائے، کیونکہ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ مجھے مجوسی کے برتنوں کے بارے میں بتلائیں، جب ہمیں ان کے برتنوں میں کھانے کی ضرورت ہو، تو آپ نے فرمایا: ان برتنوں کو دھو لو اور پھر ان میں کھانا کھا لو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۵۷)

اگرچہ گنجائش ہو پھر بھی آدھے پیٹ کھانا کھائے

حدیث میں ہے: پیٹ کا تیسرا حصہ کھانے کیلئے ہے اور پیٹ کا تیسرا حصہ پانی کے لیے اور پیٹ کا تیسرا حصہ سانس کے لیے۔
(سنن الترمذی: ۲۳۸۰، السنن الکبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۱۷۷، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۲، صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۴۱، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۱۲۱)
اور المہلب نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے سال یہ ارادہ کیا کہ ہر گھر پر یہ لازم کر دیں کہ اپنے ساتھ دوسرے گھر کے لوگوں کو بھی کھلائیں اور فرمایا: کوئی آدمی اگر اپنی نصف خوراک کو کھائے گا تو وہ ہلاک نہیں ہوگا۔

کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا

کھانے کے بعد بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور یہ کلمات کہے:
''الحمد للہ حمداً طیبا مبارکا فیہ غیر مکفی ولا مکفور ولا مودع ولا مستغنٰی عنه ربنا''، جیسا کہ اس کا ذکر عنقریب صحیح البخاری: ۵۴۵۸ میں آئے گا۔

مذکور دعا کا ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو بہت زیادہ بہت پاکیزہ اور بہت برکت والا ہے، ہم اس کھانے کا پوری طرح حق ادا نہ کر سکے اور یہ کھانا ہمیشہ کے لیے رخصت نہیں کیا گیا ہے (یہ اس لیے کہا تا کہ) اس سے ہم کو بے پرواہی کا خیال نہ ہو، اے ہمارے رب!

ایک تھال سے جمع ہو کر کھانا

ایک طشت یا ایک تھال میں لوگ جمع ہو کر کھائیں، کیونکہ حدیث میں ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تھالوں کی حفاظت کرو اور مجوس کی مخالفت کرو۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۷۱، تاریخ بغداد ج ۵ ص ۹)
اور گیلے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو صاف کرے اور ہاتھ کو نہ جھاڑے، کیونکہ حدیث میں ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم وضو کرو تو اپنی آنکھوں کو پانی کے ساتھ دھوؤ۔
(مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰، الطبرانی ج ۴ ص ۱۷۷، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۳۵، ج ۵ ص ۳۰)
میں کہتا ہوں: کہ میڈیکل سائنس سے بھی یہ ثابت ہے کہ آنکھوں کو دھونے سے آنکھوں کی حفاظت ہوتی ہے اور بینائی تیز ہوتی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

کھانے کے بعد دانتوں میں خلال کرنا

کھانا کھانے کے بعد کلی کرنی چاہیے اور کھانے کے ذرات کو منہ سے صاف کرنا چاہیے اور دانتوں میں جو گوشت کے ریشے

Marfat.com

پھنسے ہوئے ہوں، ان کو نکالنا چاہیے، کیونکہ حدیث میں ہے:

کتنے اچھے لوگ ہیں وہ جو کھانے کے بعد خلال کرتے ہیں، کیونکہ بندہ کے ساتھ جو فرشتہ ہوتا ہے، اس پر اس سے زیادہ کوئی چیز دشوار نہیں ہوتی کہ اسے کھانے کی بدبو آئے۔

اور اگر اس کے دانتوں میں جو گوشت کے ریشے ہیں اس کو اس نے زبان سے کھالیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے سرمہ لگایا تو طاق مرتبہ لگائے، جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں اور جس نے استنجا کیا وہ بھی طاق مرتبہ کرے، جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں، اور جس نے کھانا کھایا تو جو اس کے دانتوں میں گوشت کے ریشے پھنسے ہیں وہ ان کو نکال کر پھینک دے، اور جس نے ان کو زبان سے کھالیا ہے تو اس کو نگل لے، جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ الحدیث۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۴۹۸)

مجذوم (جس کو جذام یا کوڑھی کا مرض ہو) کو ساتھ بٹھا کر کھلانا

اگر مرد کے ساتھ کوئی بیمار آدمی کھانا کھائے تو وہ اس سے الگ نہ ہو، بشرطیکہ اس پر یہ آسان ہو اور اسے مرض کے متعدی ہونے کا خوف نہ ہو، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑا، اور اس کے ہاتھ کو پیالہ میں رکھا اور فرمایا: اللہ پر اعتماد کر کے کھاؤ اور اس پر توکل کر کے کھاؤ۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۲۵، سنن ترمذی: ۱۸۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۲)

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ پر شدید متوکل تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے یہ مطلع فرمایا تھا کہ اس مجذوم کو ساتھ کھلانے سے آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوگا، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے: کہ جذام کے مریض سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے شیر کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی ہے کہ جذام کے مرض کا جرثومہ بعینہٖ شیر کی شکل کا ہوتا ہے، اور جدید میڈیکل سائنس سے بھی ثابت ہے کہ مہلک بیماریاں متعدی ہوتی ہیں، اس لیے مہلک بیماریوں والے کے ساتھ کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (سعیدی غفرلہٗ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۸۰-۹۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: علامہ ابن الملقن نے کھانے کے آداب میں اور بھی بہت مسائل ذکر کیے ہیں، لیکن ہم نے جتنے مسائل ذکر کیے ہیں اور ان کی تائید میں احادیث تلاش کر کے لکھی ہیں ان میں کفایت ہے۔

۴- بَابٌ: مَنْ تَتَبَّعَ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ مَعَ صَاحِبِهِ إِذَا لَمْ يَعْرِفْ مِنْهُ كَرَاهِيَةً

پیالہ کے اطراف سے کھانے کا جواز جب کھانے والے کو معلوم ہو کہ اس کے ساتھ کھانے والے کو اس سے کراہیت نہیں ہوگی

Marfat.com

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پیالہ کے اطراف میں ہاتھ بڑھانا جائز ہے، جب کہ ہاتھ بڑھانے والے کو یہ معلوم ہو کہ اس کے اس عمل سے اس کے صاحب کو کراہیت نہیں ہوگی۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ عنوان اس سے پہلے واردشدہ احادیث کے خلاف ہے، جس میں نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اپنے قریب سے کھاؤ۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس عنوان کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ جب چاروں طرف ہاتھ بڑھانے والے کو یہ معلوم ہو کہ جو اس کے ساتھ کھانا کھا رہا ہے وہ اس کے اس امر پر راضی ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں حضرت انس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ پیالہ سے کدو تلاش کر کے کھا رہے تھے اور یہ حدیث بظاہر اس سے پہلے ذکر کی ہوئی ان احادیث کے خلاف ہے جن میں آپ نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنے قریب سے کھاؤ، پس امام بخاری نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ جب کھانے والے کو یہ علم ہو کہ جو اس کے ساتھ کھا رہا ہے، وہ اس کے اس عمل پر راضی ہوگا تو اس کا اس طرح کرنا جائز ہے، اور اس میں اشارہ کیا ہے کہ حضرت عکراش کی وہ حدیث ضعیف ہے جس کی امام ترمذی نے روایت کی ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کھانا ایک قسم کا ہو تو وہ اپنے قریب کے کھانے سے تجاوز نہ کرے اور اگر کھانا کئی قسم کا ہو تو پھر اس کا اپنے قریب کے کھانے سے تجاوز کرنا جائز ہے۔

اور بعض شارحین نے رسول اللہ ﷺ کے اس فعل کو اس پر محمول کیا ہے کہ جب کھانا شوربہ اور کدو اور گوشت پر مشتمل ہو اور کھانے والے کو کدو پسند ہو تو جو اس کو پسند نہیں ہے وہ اس کو چھوڑ دے، مثلاً گوشت کو چھوڑ دے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۲۴، دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، فتح الباری ج ۶ ص ۵۷۰، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ

علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابوالہذیل نے بیان کیا: مجھے عبیداللہ بن عکراش نے حدیث بیان کی از والد خود عکراش بن ذؤیب، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بنومرہ بن عبید نے اپنے اموال کے صدقات دے کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا، میں آپ کے پاس وہ صدقات لے کر مدینہ میں آیا، میں نے دیکھا آپ مہاجرین اور انصار کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے گئے، آپ نے پوچھا: کیا گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہے؟ تو ہمارے پاس ایک بڑا برتن لایا گیا جس میں بہت زیادہ ثرید (گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے ڈالے ہوئے ہوں تو اس کو ثرید کہتے ہیں) تھا، پس ہم اس میں سے کھانے لگے تو میرا ہاتھ برتن میں گھوم رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ اپنے سامنے سے کھا رہے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑ لیا اور پھر فرمایا: اے عکراش!

Marfat.com

ایک جگہ سے کھاؤ، کیونکہ یہ ایک قسم کا کھانا ہے، پھر ہمارے پاس ایک طباق لایا گیا جس میں مختلف اقسام کی خشک اور تر کھجوریں تھیں، تو میں اپنے سامنے سے کھانے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ طباق میں چاروں طرف گھوم رہا تھا، آپ نے فرمایا: اے عکراش! تم جس جگہ سے چاہو کھاؤ، کیونکہ یہ ایک قسم کا کھانا نہیں ہے، پھر ہمارے پاس پانی لایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو دھویا اور اپنے ہاتھوں کی تری سے اپنے چہرے، کلائیوں اور سر پر مسح کیا اور فرمایا: اے عکراش! یہ ان چیزوں کے کھانے کے بعد وضو ہے جن کو آگ نے متغیر نہ کیا ہو۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف العلاء بن فضل کی حدیث سے پہچانتے ہیں اور علاء اس حدیث میں متفرد ہیں، اور ہم عکراش کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف اسی حدیث سے پہچانتے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۱۸۴۸)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

کاش میری عقل حافظ ابن حجر عسقلانی کے پاس موجود ہوتی، انہوں نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ امام بخاری نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۷۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِطَعَامٍ صَنَعَهُ قَالَ أَنَسٌ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَأَيْتُهُ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ قَالَ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے کی دعوت کی جو اس نے تیار کیا تھا، تو حضرت انس نے کہا: پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا، پس میں نے دیکھا کہ آپ پیالہ کے اطراف سے کدو (یعنی لوکی) کے قتلوں کو تلاش کر رہے تھے۔ حضرت انس نے بتایا پس میں اس دن سے ہمیشہ لوکی سے محبت کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۰۹۲، ۵۳۷۹، ۵۴۲۰، ۵۴۳۳، ۵۴۳۵، ۵۴۳۶، ۵۴۳۷، ۵۴۳۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۱، سنن ترمذی: ۱۸۵۰، سنن ابوداؤد: ۳۷۸۲، مسند احمد: ۱۲۴۵۰، موطا امام مالک: ۱۱۶۱، سنن دارمی: ۲۰۵۰)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۹۲ میں گزر چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۷۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن

جب کسی کو کھانے والے کے پیالہ میں ہاتھ کی گردش سے گھن نہ آئے تو پھر کھانے والے کے ہاتھ کا پیالہ میں گردش کرنا جائز ہے

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ وہ پہلے ایک باب قائم کرتے ہیں جس میں کسی چیز کا بیان ہوتا ہے، پھر اس کے بعد دوسرا باب بیان کرتے ہیں جس سے پہلے باب کی مراد ظاہر ہوتی ہے، پس پہلے امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی کہ ہر شخص اپنے قریب سے

Marfat.com

اور سامنے سے کھائے، پھر اس کے بعد یہ باب بیان کیا کہ جب ایسی حالت ہو کہ کھانے والے کو پتہ ہو کہ دوسرے آدمی کو اس کے ہاتھ کے پیالہ کے اطراف میں گھومنے سے کراہت نہیں آئے گی تو پھر پیالہ کے اطراف سے کھانا جائز ہے۔ تو اس لیے درحقیقت یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی پیالہ میں گردش کسی صحابی کو ناگوار نہیں تھی، کیونکہ صحابہ تو آپ کے لعابِ دہن اور آپ کے بلغم سے بھی تبرک حاصل کرتے تھے

اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ نہ کھا رہا ہو اور ان لوگوں کے ساتھ کھا رہا ہو جو کھانے کے پیالہ میں اس کے ہاتھ کی گردش کو مکروہ سمجھیں تو اس کو صرف اپنے سامنے سے کھانا چاہیے، لیکن جب وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ کھائے جو اس کے خالص بھائی ہوں اور ان پر اس کے ہاتھ کا پیالہ کے اطراف میں گردش کرنا ناپسندیدہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ پیالہ کے اطراف سے کھائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ہاتھ پیالہ کے اطراف میں اس لیے گردش کر رہا تھا کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ کسی کو بھی آپ کے ہاتھ کا پیالہ میں گردش کرنا ناگوار نہیں گزرے گا اور کسی کو اس سے گھن نہیں آئے گی بلکہ ہر مومن کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ آپ کے لعابِ مبارک سے تبرک حاصل کرے اور جس چیز کو آپ کے ہاتھ نے چھوا ہے، اس سے برکت حاصل کرے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلغم تھوکتے تھے تو صحابہ اس بلغم سے تبرک حاصل کرتے تھے، اسی وجہ سے اگر آپ کسی کے ساتھ کھاتے اور آپ کا ہاتھ پیالہ میں گردش کرتا تو کسی کو ناگوار نہیں ہوتا تھا اور کسی کو اس سے گھن نہیں آتی تھی۔

حدیث مذکور میں بعض اضافات

حافظ ابن عبد البر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے لکھا ہے کہ الموطا میں تمام رواۃ سے یہ حدیث اسی طرح مذکور ہے اور بعض راویوں نے اس میں گوشت کا بھی اضافہ کیا ہے، امام ابو نعیم نے از اسحاق از حضرت انس رضی اللہ عنہ متوفی ۹۱ھ کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سالن لایا گیا جس میں لوکی کے قتلے اور گوشت تھا۔ الحدیث۔ اور اس حدیث کا امام بخاری نے بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۴۳۷، باب القدید)

اور امام مالک نے اس حدیث کو شادی کے ولیمہ کے باب میں داخل کیا ہے۔ (التمہید ج ۱ ص ۲۷۱-۲۷۲، بیروت)

حدیث میں مذکور درزی کا تذکرہ اور لوکی کے قتلوں کے متعلق دیگر احادیث

ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ درزی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور انہوں نے اس کا ذکر باب الدباء میں کیا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۴۳۳)

اور امام بخاری نے اس باب میں یہ حدیث ذکر کی ہے: ''جس نے کسی مرد کو کھانے کی دعوت دی''۔ پس امام بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آزاد کردہ غلام پر داخل ہوئے جو درزی تھا، وہ آپ کے پاس ایک پیالہ لایا جس میں طعام تھا اور اس پر لوکی کے قتلے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکی کے قتلوں کو تلاش کر رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے لوکی کے قتلوں کو جمع کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا، اور امام بخاری نے ''باب القدید'' میں بھی اس

Marfat.com

حدیث کی روایت کی ہے، یہ حدیث عنقریب صحیح البخاری: ۵۴۳۵ میں آئے گی، اور یہ حدیث اس باب کی موافق ہے۔

اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں لوکی کے قتلوں کو آپ کے آگے ڈال رہا تھا اور خود اس میں سے نہیں کھا رہا تھا۔ اور امام مسلم کی روایت میں ہے: آپ کے سامنے جَو کی روٹی اور لوکی کا شوربہ اور گوشت ایک پیالہ میں پیش کیا گیا اور اس پیالہ میں ثرید تھا اور اس میں لوکی کے قتلے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۴۱، کتاب الاشربہ باب: اکل المرق)

اور امام دارمی نے کتاب الاطعمہ میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوکی کے قتلے پسند تھے، تو میں لوکی کے قتلوں کو پکڑتا اور آپ کے آگے رکھتا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ آپ اس سے خوش ہوتے ہیں۔

اور امام ترمذی نے حکیم بن جابر سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو میں نے آپ کے پاس لوکی کے قتلے دیکھے، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس سے ہم اپنے طعام میں اضافہ کرتے ہیں۔ (الشمائل المحمدیہ: ۱۶۳، یعنی شمائل ترمذی)

کھانے والے کے ہاتھ کی پیالہ میں گردش کا جواز

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں پیالہ کے اندر ہاتھ کی گردش کا ثبوت ہے اور اہل علم کے نزدیک یہ صرف اس شخص کے لیے جائز ہے جو رئیس ہو اور گھر کا مالک ہو اور نیز جب شوربہ اور سالن اور باقی کھانوں میں کھانے کی دو قسمیں ہوں یا کئی اقسام ہوں تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کھانے والے کا ہاتھ برتن میں گردش کرے، کیونکہ جب دسترخوان میں مختلف قسم کے کھانے ہوں تو کھانے والے کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ جہاں سے چاہے کھائے، اور جب کہ اس پیالہ میں کئی قسم کی چیزیں تھیں، گوشت تھا اور لوکی کے قتلے تھے اور ثرید تھا یا شوربہ تھا تو کھانے والے کے لیے یہ مستحسن تھا کہ وہ جہاں سے چاہے نکال کر کھائے۔ (التمہید ج ۱ ص ۲۷۶-۲۷۷)

علامہ ابن التین شارح بخاری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ عمل اس لیے کیا کہ آپ تنہا کھا رہے تھے، کیونکہ حدیث میں مذکور ہے کہ درزی اپنے کام پر چلا گیا تھا اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپ کے آگے لوکی کے قتلے ڈال رہا تھا اور خود نہیں کھا رہا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھانا رکھ کر درزی کا اپنے کام کرنے کے لیے چلے جانا، اس میں کوئی بے ادبی نہیں ہے، اور نہ کسی اور کے لیے بے ادبی ہے اگر وہ اس طرح کرے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عمل کو مقرر رکھا اور اس پر انکار نہیں کیا۔ اور اگر میزبان اس پر قادر ہو کہ وہ مہمان کے ساتھ کھائے تو اس میں میزبان کی خوشی کے زیادہ اثرات ہیں اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

اسی سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پیالہ کے وسط سے کھانے کو مکروہ فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ برکت پیالہ کے وسط میں نازل ہوتی ہے۔

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی المتوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے: یہ اس وقت ہے جب آدمی دوسروں کے ساتھ کھانا کھا رہا ہو۔ اس وقت وہ پیالہ کے وسط سے نہ کھائے لیکن جب وہ اکیلا کھا رہا ہو تو پھر پیالہ کے وسط سے کھانا بھی جائز ہے۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ جولوکی سے محبت کرتے تھے، اس کی توجیہ

اس حدیث میں صالحین کے ساتھ مشابہت کی حرص ہے اور اہلِ خیر کے کھانے کے طریقہ کی اتباع کرنے کی ترغیب ہے اور تمام احوال میں ان سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۹۹-۱۰۳، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے کھانے پینے پر کفار کا اعتراض اور اس کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے کھانے پینے پر درج ذیل اعتراض کا ذکر ہے:

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ (المومنون)

اور رسول کی قوم کے وہ کافر سردار جنہوں نے آخرت کی ملاقات کی تکذیب کی تھی اور جن کو ہم نے دنیا کی زندگی میں فراوانی عطا فرمائی تھی، (وہ) کہنے لگے: یہ رسول صرف تمہاری مثل بشر ہے، یہ ان ہی چیزوں میں سے کھاتا ہے جن سے تم کھاتے ہو اور ان ہی چیزوں سے پیتا ہے جن سے تم پیتے ہو O

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۙ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ (الفرقان: ۷)

اور کافروں نے کہا: یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا جو اس کے ساتھ (عذاب سے) ڈرانے والا ہوتا O

الفرقان: ۷ کی تفسیر از مصنف

مشرکین قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یہ اعتراض کیا تھا کہ آپ تجارت اور کسب معاش کے لیے بازاروں میں چلتے تھے، ان کا یہ اعتراض بالکل لغو تھا، کیونکہ تجارت اور کسب معاش کے لیے بازاروں میں جانا مباح ہے، نیز جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسب معاش کے لیے بازاروں میں گئے تو امت کے لئے کسب معاش کے لیے بازاروں میں جانے کا نمونہ فراہم ہو گیا اور تجارت کرنا سنت اور باعثِ ثواب ہو گیا۔ قابل اعتراض چیز بازاروں میں شور کرنا اور بدکلامی کرنا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں سے پاک اور منزہ تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں فرمایا: اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور ان پڑھ قوم کی پناہ بنا کر بھیجا ہے، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ وہ نہ درشت کلام ہیں نہ بدزبان ہیں، نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں لیکن معاف کرتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۸۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے کے فوائد، حکمتیں اور عظمتیں

میں کہتا ہوں: کفار نے صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری کھانے پینے کو دیکھا اور اس میں جو مستور حکمتیں ہیں ان پر غور نہیں کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا پیا اور کھانے پینے کے آداب سکھائے، آپ نے تعلیم دی کہ کھانے کے اول میں بسم اللہ پڑھنا چاہیے اور کھانے

کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے اور دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے اور اپنے آگے سے کھانا چاہیے اور اگر وہ تنہا ہو تو ایک پیالہ میں سے کئی جگہ سے بھی کھا سکتا ہے، پھر ہمارے کھانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کھانے میں فرق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس چیز کو کھاتے اس چیز کا کھانا سنت ہو جاتا، جس چیز کو پسند فرماتے اس چیز کا مرتبہ بڑھ جاتا، آپ نے لوکی کے قتلوں کو پسند فرمایا تو لوکی کے قتلوں کا مرتبہ بڑھ گیا۔ اب لوگ اور سبزی کا تو صرف نام لیتے ہیں لیکن لوکی کے متعلق لوکی شریف یا کدو شریف کہتے ہیں، پھر جب ہم کھاتے ہیں تو اس سے جو چیز بنتی ہے مثلاً خون بنتا ہے تو وہ ناپاک ہے، بول و براز بنتا ہے تو وہ ناپاک ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خون مبارک بھی پاک تھا اور آپ کے فضلاتِ کریمہ بھی پاک تھے، جس نے بھولے سے آپ کا پیشاب پی لیا اس کے منہ سے خوشبو آتی رہی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب آپ قضائے حاجت کر کے آتے تو وہاں کچھ نہیں ہوتا تھا، زمین آپ کے فضلات کو نگل لیتی تھی اور بیت الخلاء سے خوشبو آ رہی ہوتی، اور کھانے پینے سے جو چیز آپ کے جسم کا جز و بن جاتی اس کی عظمت کا کیا کہنا، کیونکہ آپ افضل الخلق ہیں، آپ کا پسینہ بھی خوشبودار ہے اور آپ کے تمام فضلات طیب و طاہر ہیں حتیٰ کہ صحابہ آپ کے تھوکے ہوئے بلغم کو بھی اپنے ہاتھوں پر لے لیتے تھے اور اس کو کھا جاتے تھے۔ (سعیدی غفرلہ)

شیخ تھانوی کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضلات کا نجس ہونا

اسی طرح شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ نے بھی اپنی آخری تصنیف میں لکھا ہے:

بعض روایات کا تو ثبوت مقدوح ہے اور بعض کی دلالت اور بعض روایات میں شارحین کا یہ قول مذکور ہے: میں نے پیا اور مجھے پتا نہیں تھا اور ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نہی فرمانا مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ سالم بن ابی الحجاج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فصد لگائی، پھر خون نگل لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے اور دوسری روایت میں دوبارہ نہ پینا، کیونکہ ہر خون حرام ہے، پس مسئلہ بالکل منقح ہو گیا کہ طہارت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ (بوادر النوادر ص ۴۴۹، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

شیخ تھانوی نے اس پر غور نہیں کیا کہ کسی چیز کا حرام ہونا، اس کی نجاست کو مستلزم نہیں ہے، انسان کا گوشت کھانا بھی حرام ہے، لیکن وہ نجاست کی بناء پر حرام نہیں ہے، کرامت کی بناء پر حرام ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خون کا پینا تو بہ طریقِ اولیٰ کرامت کی وجہ سے حرام ہو گا نہ کہ نجاست کی بناء پر۔

الماوردی کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منڈائے ہوئے بال اور آپ کے فضلات نجس ہیں (العیاذ باللہ) لیکن بہ کثرت علماء شافعیہ کے نزدیک آپ کے بال مبارک اور آپ کے فضلات طاہر ہیں۔

بعض غیر مقلد علماء کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضلات کا نجس ہونا

معروف غیر مقلد عالم عبداللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

ام ایمن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ایک مٹی کا پیالہ تھا، جس میں آپ رات کو (عذر کی بناء پر) پیشاب کیا کرتے تھے۔ ایک رات میں پیاسی ہو گئی، پس غلطی سے وہ پیشاب پی لیا، پس رسول اللہ کے پاس میں نے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا: اس دن کے بعد تجھے کبھی پیٹ کا درد نہیں ہو گا۔ اس روایت سے آپ کے پیشاب کا پاک ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ غلطی سے پیا گیا ہے۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ تیرے پیٹ میں درد نہیں ہو گا، یہ علاج ہے۔ بعض نجس چیز بھی علاج بن جاتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

Marfat.com

چونکہ یہ غلطی اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی وجہ سے ہوئی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا معاوضہ یہ دیا کہ اس نجس چیز کو اس کے لیے شفاء بنا دیا، بہر صورت اس غلط فعل کو طہارت کی دلیل بنانا غلط ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۲۵۰-۲۵۱ مطبوعہ: دار احیاء السنۃ النبویہ، سرگودھا)

حیرت ہے کہ یہی صاحب جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب کو نجس لکھا ہے یہی مصنف بیل بلکہ ہر وہ جانور جس کا گوشت کھایا جاتا ہو، اس کے پیشاب کو نہ صرف پاک بلکہ حلال قرار دیتے ہیں۔ ان کی عبارت درج ذیل ہے:

قضیب گاؤ (بیل کا آلۂ تناسل) حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، مگر یہ مذہب صحیح نہیں ہے، بلکہ ماکول اللحم (جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو) کا گوبر پیشاب تک پاک اور حلال ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۵۶۶)

تاہم بعض غیر مقلد علماء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کو پاک لکھا ہے۔ چنانچہ شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

آنحضرت کے تو تمام فضلات تک پاک اور طاہر تھے، آپ پر دوسرے آدمیوں کا قیاس نہیں ہو سکتا ہے۔

(تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور ۱۹۹۰ء)

اکثر شافعیہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلاتِ مبارکہ طاہر ہیں

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ انسان کا بال جسم سے الگ ہونے کے بعد پاک ہوتا ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال کو اپنے پاس بہ طور تبرک رکھا، تاہم اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مکرم ہے، اس پر دوسرے انسان کے بال کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، علامہ ابن المنذر اور علامہ خطابی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی اور اصل میں خصوصیت کا نہ ہونا ہے۔ اس جواب کا یہ رد کیا گیا ہے کہ ان کو چاہیے کہ یہ منی کی طہارت پر بھی اس حدیث سے استدلال نہ کریں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کو کھرچ دیا کرتی تھیں، کیونکہ یہ کہنا جائز ہے کہ آپ کی منی پاک ہے اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جائے گا، اور حق یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں آپ کا وہی حکم ہے جو تمام مکلفین کا ہے، ماسوا ان احکام کے جن کی خصوصیت دلیل سے ثابت ہو اور آپ کے فضلات (خون، منی، بول اور براز وغیرہ) کی طہارت پر بہ کثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیت قرار دیا ہے اور ائمہ نے آپ کے فضلات کی طہارت کو آپ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے، اس لیے اکثر فقہاء شافعیہ کی کتابوں میں اس کے خلاف جو کچھ لکھا ہے، اس کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ ائمہ کے درمیان اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی طہارت کی بحث میں چونکہ آپ کے فضلات (خون اور بول و براز) کی طہارت کا ذکر کیا گیا ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اصل احادیث کے حوالوں سے آپ کے فضلات کی طہارت کو بیان کر دیں۔ فنقول وباللہ التوفیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے (بیت الخلاء میں) گئے، پھر میں گئی تو میں نے وہاں جا کر کوئی چیز نہیں دیکھی اور مجھے وہاں مشک کی خوشبو آ رہی تھی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی،

Marfat.com

آپ نے فرمایا: بے شک زمین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت سے جو کچھ نکلے، اس کو ڈھانپ لے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۷۲، طبع قدیم، المستدرک: ۶۹۵۰ طبع جدید، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۲۰ھ، کنز العمال: ۳۴۲۵۳، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۵ طبع جدید، علامہ خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے لکھا ہے کہ ابن دحیہ نے کہا: اس حدیث کی سند ثابت ہے اور یہ اس باب میں سب سے قوی حدیث ہے، نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۱ طبع جدید، ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم جماعت انبیاء کے اجسام اہل جنت کی ارواح پر بنائے گئے ہیں اور زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم سے جو چیز نکلے، اس کو نگل لے۔

(الفردوس بماثور الخطاب: ۱۴۳۱، جمع الجوامع: ۸۰۳۶، کنز العمال: ۳۲۲۴)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر کی ایک جانب میں مٹی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا، آپ رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات میں اٹھی، مجھے پیاس لگ رہی تھی، میں نے اس برتن سے پی لیا اور مجھے پتا نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے) جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ام ایمن! اس مٹی کے برتن کو اٹھاؤ اور اس میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو، میں نے کہا: اللہ کی قسم! اس میں جو کچھ ہے، اس کو میں نے پی لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ نے فرمایا: سنو! اس کے بعد کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔

(المستدرک ج ۴ ص ۶۳-۶۴، طبع قدیم، المستدرک: ۶۹۱۲ طبع جدید، المعجم الکبیر: ۲۳۰، ج ۲۵ ص ۸۹، کنز العمال: ۳۲۲۵۶، جمع الجوامع: ۲۷۵۴۹، تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۰۸۹-۲۰۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱، البدایہ والنہایہ، ج ۴ ص ۴۲۱، الطبع الجدید، ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ برکہ نام کی دو عورتوں نے لکڑی کے پیالہ سے آپ کا پیشاب پیا، ایک کی کنیت ام ایمن تھی اور دوسری کی کنیت ام یوسف تھی، جب ام یوسف نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا: تم صحت مند رہو گی، سو وہ تاحیات بیمار نہیں ہوئیں۔ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۴)

حکیمہ بنت امیمہ بنت رقیقہ اپنی ماں رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشاب کرتے تھے اور اس کو اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے، آپ نے اس میں پیشاب کیا، پھر آپ آئے تو دیکھا کہ اس پیالہ میں کوئی چیز نہیں تھی، ایک خاتون جن کا نام برکہ تھا، جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھیں اور ان کے ساتھ سرزمین حبشہ سے آئی تھیں، آپ نے ان سے پوچھا: وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کو پی لیا، آپ نے فرمایا: تم پر دوزخ کی آگ منع کر دی گئی ہے۔

(المعجم الکبیر: ۴۷۷، ج ۲۴ ص ۱۸۹، المعجم الکبیر: ۵۲۷، ج ۲۴ ص ۲۰۶، ۲۰۶، السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۶۷، تاریخ دمشق الکبیر: ۵۲۰۰۔ ج ۳ ص ۳۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے راوی صحیح ہیں اور ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۲۲، ۳۲۱، طبع جدید، ۱۴۱۸ھ)

عامر بن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فصد لگائی، آپ نے مجھ

Marfat.com

سے پوچھا: تم نے اس (خون) کا کیا کیا؟ میں نے کہا: میں نے اس کو غائب کر دیا، آپ نے فرمایا: شاید تم نے پی لیا، میں نے کہا: میں نے اس کو پی لیا۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار: ۲۴۳۶، حافظ الہیثمی نے کہا: بزار کی سند صحیح اور ثقہ ہے، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

بریہ بن عمر بن سفینہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی، آپ نے فرمایا: یہ خون لے جاؤ اور اس کو چوپایوں، پرندوں اور لوگوں سے چھپا کر دفن کر دو، میں نے اس کو چھپ کر پی لیا، پھر میں نے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے۔

(المعجم الکبیر: ۶۴۳۴، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، التاریخ الکبیر للبخاری: ۵۴۱۸، ۲۵۲۴، ج ۴ ص ۱۸۰، المطالب العالیہ، ۳۸۴۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۷، تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۲)

عبدالرحمن بن ابی سعید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون چوس کر نگل لیا، ان سے کہا گیا: کیا تم نے خون پی لیا؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پی لیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خون جس کے خون کے ساتھ مل گیا، اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

(المعجم الاوسط: ۹۰۹۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۱۴، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اجماع ہو، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو انہوں نے آپ کے زخم سے خون چوس لیا، حتیٰ کہ آپ کا چہرہ بالکل سفید اور صاف ہو گیا، ان سے کہا گیا کہ اس خون کو تھوک دو، انہوں نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! میں اس خون کو کبھی نہیں تھوکوں گا! پھر وہ پیٹھ موڑ کر جہاد کرنے چلے گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے، وہ اس کو دیکھ لے، پس وہ شہید ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۳، رقم الحدیث: ۱۹)

عامر بن عبد اللہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی، جب وہ فصد لگا کر فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عبد اللہ! اس خون کو ایسی جگہ گرا دو، جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گیا تو میں نے اس خون کو پی لیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گیا تو آپ نے فرمایا: شاید تم نے اس کو پی لیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم کو خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا؟ تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہو گا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہو گا! دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: تم نے وہ خون کیوں پیا؟ حضرت ابن الزبیر نے کہا: میں نے یہ پسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون میرے پیٹ میں ہو، آپ نے حضرت ابن الزبیر کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہو گا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہو گا اور تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم، حلیۃ الاولیاء: ۱۱۶۷، ۱۱۶۶، طبع جدید، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۲۸ طبع قدیم، سنن دار قطنی: ۸۷۱ طبع جدید،

Marfat.com

المستدرک ج ۳ ص ۵۵۴، طبع قدیم، المستدرک ۶۳۴۳، طبع جدید، تاریخ دمشق الکبیر: ۶۲۲۵-۶۲۲۴، ۶۲۲۳، ۶۲۲۲، ج ۳۰ ص ۱۲۵-۱۲۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۷، تلخیص الحبیر : ۱۸، ج ۱ ص ۴۳-۴۲، کنز العمال: ۳۷۲۳۴-۳۳۵۹۱، ۳۳، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۹۹-۹۸، الطبع الجدید، ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن الزبیر سے فرمایا: تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا، اس میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی ہے، حضرت ابن الزبیر نے ۶۳ھ میں مکہ میں اپنی حکومت قائم کرلی تھی، بنوامیہ کو اس پر افسوس ہوا، یزید نے محرم چونسٹھ ہجری میں ان کے خلاف لشکر بھیجا اور کعبہ پر سنگ باری کی گئی اور کعبہ کے پردوں کو جلایا گیا اور چودہ ربیع الاول ۶۴ھ کو یزید کے مرنے کے بعد یہ لشکر واپس آ گیا، پھر عبد الملک بن مروان نے اپنے دورِ حکومت میں حجاج بن یوسف کی کمان میں لشکر بھیجا، بالآخر سترہ جمادی الاولیٰ ۷۲ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا گیا اور حضرت ابن الزبیر اور بنوامیہ دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے افسوس ہوا اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن الزبیر سے جو یہ فرمایا کہ تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ کی آگ چھوئے گی، اس میں ان آیتوں کی طرف اشارہ ہے:

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (مریم: ۷۲-۷۱)

اور بے شک تم سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا، یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے ○ پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے ○

اس آیت کی تفسیر میں جمہور مفسرین کا مختار یہ ہے کہ مسلمانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی اس قسم کو پورا کرنے کے لیے دوزخ میں داخل کیا جائے گا اور پھر ان کو نکال لیا جائے گا اور دوزخ مسلمانوں پر ٹھنڈی ہوگی اور کافروں کو جلا رہی ہوگی، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ کافروں کو دہرا عذاب ہو، ایک عذاب ان کو اپنے جلنے کا ہوگا اور دوسرا عذاب یہ ہوگا کہ ان کے مخالف مسلمان اسی دوزخ سے گزر رہے ہیں اور ان کو عذاب نہیں ہو رہا، حسب ذیل احادیث اس تفسیر پر دلیل ہیں:

حضرت یعلیٰ بن منبہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن دوزخ مومن سے کہے گی: جزیا مومن فقد اطفانورک لهبی۔ اے مومن! (جلدی سے) گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میرے شعلہ کو بجھا دیا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۵۸، حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں سلیم بن منصور بن عمار ضعیف راوی ہیں، مجمع الزوائد: ۱۸۴۴۶)

حضرت ابوسمینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس آیت میں ''ورود'' کا معنی دخول ہے، پس ہر نیک اور بد شخص دوزخ میں داخل ہوگا اور مومنوں پر دوزخ اس طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی، پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد: ۱۸۴۴۷)

اس کی پوری بحث تبیان القرآن جلد سابع میں مریم: ۷۲-۷۱ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض ائمہ شافعیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں، اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۳-۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۹ھ)

۵۔ بَابُ: التَّيَمُّنِ فِي الْأَكْلِ وَغَيْرِهِ — کھانا کھانے اور دوسرے کاموں میں دائیں ہاتھ سے ابتداء کرنا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا مسنون ہے، خواہ کھانے پینے سے متعلق کام ہوں یا دوسرے کام ہوں۔

قَالَ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم كُلْ بِيَمِينِكَ۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ نے کہا: مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ (صحیح البخاری: ۵۳۷۶)

۵۳۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي طُهُورِهِ وَتَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَكَانَ قَالَ بِوَاسِطٍ قَبْلَ هَذَا فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از اشعث از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر طاقت ہو دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند فرماتے تھے، وضو کرنے میں اور جوتا پہننے میں اور کنگھی کرنے میں، اور راوی نے واسط میں اس سے پہلے کہا تھا کہ آپ تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۸، ۴۲۶، ۵۳۸۰، ۵۸۵۴، ۵۹۲۶، صحیح مسلم: ۲۶۸، سنن ترمذی: ۶۰۸، سنن نسائی: ۴۲۱، سنن ابوداؤد: ۴۱۴۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۱، مسند احمد: ۲۵۰۱۸)

صحیح البخاری: ۵۳۸۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی التوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض شارحین نے گمان کیا ہے کہ اس باب کے عنوان میں تکرار ہے، کیونکہ اس سے پہلے "باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین" میں بھی دائیں ہاتھ سے کھانے کی ابتداء کا حکم گزر چکا ہے، علامہ ابن بطال نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ عنوان پہلے عنوان سے عام ہے، کیونکہ پہلے عنوان میں صرف کھانے کے فعل کا ذکر ہے اور اس عنوان میں تمام افعال داخل ہیں اور اس میں کھانا اور پینا اور دوسرے کاموں کی دائیں جانب سے ابتداء کرنا شامل ہے، اور اس سے اور بھی احکام مستنبط ہوتے ہیں، مثلاً دائیں ہاتھ

Marfat.com

سے کھانا کھانا، کسی کو تحفہ دینا ہو تو دائیں ہاتھ سے تحفہ دینا اور اسی طرح ہر نیک اور عمدہ کام کو دائیں ہاتھ سے کرنا۔
(فتح الباری ج ۹ ص ۵۲۶، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۷۱، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۸۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف با بن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
تنبیہ: علامہ ابن ملقن نے اس حدیث کی شرح یہاں پر نہیں کی، بلکہ کتاب الوضوء میں صحیح البخاری: ۱۶۸ میں اس کی شرح کی ہے۔
وہاں پر علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں:

بیت الخلاء میں دخول کے وقت اور مسجد سے خروج کے وقت بائیں جانب سے ابتداء کرنا مستحب ہے

''التنعل'' کا معنی ہے: جوتا پہننا اور ''الترجل'' کا معنی ہے: بالوں کو سنوارنا، نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتداء کو پسند کرتے تھے، اس عموم سے بیت الخلاء میں داخلہ مخصوص ہے، کیونکہ بیت الخلاء میں دخول کی ابتداء بائیں جانب سے کرنی چاہیے اور مسجد سے خروج بھی مخصوص ہے، کیونکہ مسجد سے نکلتے وقت بائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیے اسی طرح اور جو اس کے مشابہ کام ہیں۔

دائیں جانب سے ابتداء کے احکام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ دائیں جانب سے ابتداء مستحب ہے۔
علامہ ابن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ جس نے دائیں جانب سے ابتداء کرنے سے پہلے وضو میں بائیں جانب سے ابتداء کرلی تو اس پر وضو کا اعادہ نہیں ہے اور ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ سے روایت ہے کہ ان دونوں صحابہ نے کہا: تم پرواہ نہ کرو جس ہاتھ سے بھی تم نے ابتداء کی ہو۔
(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۸۸، کتاب الطہارت: باب ماروی فی جواز تقدیم الیسریٰ علی الیمنیٰ)
اور امام دارقطنی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا قول قدیم یہ ہے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر مقدم کرنا واجب ہے اور علامہ رافعی نے اس کو امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ غریب ہے۔

فائدہ

ابن عمرو سے مروی ہے: بہترین قیام کی جگہ مسجد ہے اور پھر مسجد کی دائیں جانب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۳۴)
اور سعید بن المسیب متوفی ۹۰ھ مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۳۹)
اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی المتوفی ۹۶ھ اس کو پسند کرتے تھے کہ وہ امام کی دائیں جانب کھڑے ہوں۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۳۶)
اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ متوفی ۹۱ھ دائیں جانب میں نماز پڑھتے تھے اور اسی طرح حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ اور ابن سیرین بھی مسجد میں دائیں جانب نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۳۷، ۳۴۳۸)
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۴ ص ۲۲۴، ۲۲۲، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۸۰ کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سیبویہ نے کہا کہ ''الطھور'' کے لفظ میں طاء پر زبر ہے اور اس کا معنی ہے: پانی اور یہ مصدر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور ''تنعل'' کا معنی ہے: جوتی پہننا اور ''ترجل'' کا معنی ہے: بال سنوارنا۔ اور حدیث میں ''تنعلہ وترجلہ'' کے الفاظ نہیں ہیں، کیونکہ طہور سے مراد وہ افعال ہیں جن کا تعلق عبادت کے ساتھ ہو، اور اگر حدیث میں ''تطھرہ'' کا لفظ ہوتا تو اس میں نجاست کو زائل کرنا اور باقی صفائی کے کام بھی داخل ہوتے، اور اس لیے طہور کا لفظ ''تنعل اور ترجل'' کے ساتھ متعلق نہیں ہے۔

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتداء کرتے تھے، ان کاموں سے مسجد سے خروج اور بیت الخلاء میں دخول مستثنیٰ ہیں۔ ان کاموں سے مراد وہ ہیں جن میں برکت کا حصول مشروع ہو اور جو بابِ تکریم سے ہوں جیسے قمیص پہننا اور شلوار پہننا، موزے پہننا اور مسجد میں داخل ہونا اور بیت الخلاء سے نکلنا، مثلاً قمیص پہنے تو پہلے دائیں آستین میں ہاتھ ڈالے، شلوار پہنے تو پہلے دائیں پائنچے میں ٹانگ داخل کرے، اسی طرح اگر موزے پہنے تو پہلے دائیں موزے میں پاؤں داخل کرے، اور مسجد میں داخل ہو تو پہلے دایاں پاؤں داخل کرے اور بیت الخلاء میں داخل ہو تو پہلے بائیں پاؤں داخل کرے۔

(ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۱۷۴-۱۷۳، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۸۰ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''التیمن فی الاکل'' کا معنی ہے: دائیں ہاتھ سے کھائے، اسی طرح دوسرے کاموں میں بھی دائیں جانب سے ابتداء کرے مثلاً کپڑے پہننے میں وغیرہ۔

مسئلہ: جب انسان کے سامنے مختلف اقسام کے کھانے ہوں تو کیا وہ دائیں جانب سے ابتداء کرے یا جو چیز اس کو پسند ہو اس سے ابتداء کرے؟

الجواب: جو چیز اس کو پسند ہو اس سے ابتداء کرے۔

مسئلہ: کیا اس حدیث سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ دائیں صف میں داخل ہونا مطلقاً افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب کو افضل قرار دیا اور فرمایا ہے کہ دائیں جانب افضل ہے؟

الجواب: اس جواب کی چند صورتیں ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے قریب نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے، تو دائیں جانب سے اس وقت کھڑا ہو جب امام کے قریب ہو۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم میں سے صاحبانِ عقل اور بالغ میرے قریب کھڑے ہوں۔

(صحیح مسلم: ۴۳۲، سنن ترمذی: ۲۲۸، سنن نسائی: ۸۰۷، سنن ابوداؤد: ۶۷۴، سنن ابن ماجہ: ۹۷۶)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاقل، بالغ کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ آپ کے قریب کھڑا ہو، سو دائیں جانب سے نماز کی صف

میں کھڑے ہونا بھی اسی کے ساتھ مقید ہے۔

(۳) جب امام کے پیچھے صرف تین مسلمان ہوں تو ان کے لیے مشروع یہ ہے کہ ایک امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور دوسرا امام کے بائیں جانب کھڑا ہو اور اگر دائیں جانب کھڑا ہونا مطلقاً افضل ہوتا تو یہ دو مرد امام کے دائیں جانب ہوتے۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب تک دائیں جانب کو اختیار کرنا ممکن اور سہل ہو تو دائیں جانب کو اختیار کیا جائے۔

(شرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۳۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

٦ - بَابٌ: مَنْ أَكَلَ حَتَّى شَبِعَ

جس نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گیا

اس باب کے عنوان سے مقصود یہ ہے کہ سیر ہو کر کھانا جائز ہے۔

٥٣٨١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ضَعِيفًا أَعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ ثُمَّ أَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِي وَرَدَّتْنِي بِبَعْضِهِ ثُمَّ أَرْسَلَتْنِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فَذَهَبْتُ بِهِ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ قَالَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِمَنْ مَعَهُ قُومُوا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَتَّى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مِنَ الطَّعَامِ مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتِ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَانْطَلَقَ أَبُو طَلْحَةَ حَتَّى لَقِيَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَقْبَلَ أَبُو طَلْحَةَ وَرَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى دَخَلَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم هَلُمِّي يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ فَأَتَتْ بِذَلِكَ الْخُبْزِ فَأَمَرَ بِهِ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً لَهَا فَأَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی جس میں ضعف تھا اور میں نے اس میں بھوک کو پہچانا، کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ تو حضرت ام سُلیم نے جو کی چند روٹیاں نکالیں اور پھر اپنا دوپٹہ نکالا اور روٹیوں کو دوپٹہ کے بعض حصہ میں لپیٹ دیا، پھر ان روٹیوں کو میرے کپڑے کے نیچے چھپا دیا اور اس کپڑے کا کچھ حصہ مجھے لوٹا دیا، پھر انہوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں وہ لے کر گیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہیں اور آپ کے ساتھ کافی لوگ تھے، تو میں وہاں کھڑا ہو گیا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ سے فرمایا جو ان کے ساتھ تھے: چلو! پھر آپ چلے اور میں بھی ان کے ساتھ چلا، حتیٰ کہ میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: اے ام سلیم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی لوگوں کو لے کر آئے ہیں اور ہمارے پاس تو اتنا کھانا نہیں ہے جتنا ہم سب کو کھلا سکیں، تو

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ أَذِنَ لِعَشَرَةٍ فَأَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا وَالْقَوْمُ ثَمَانُونَ رَجُلًا۔

حضرت ام سلیم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گئے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، پس حضرت ابوطلحہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں آئے اور گھر میں داخل ہو گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ، تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا وہ روٹیاں لے آئیں، آپ نے فرمایا: ان روٹیوں کو چورا چورا کرو اور ان کے اوپر برتن سے گھی ڈال لو اور وہ گھی سالن ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چاہا وہ کلمات دعائیہ پڑھے، پھر آپ نے فرمایا: دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دو، تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دی، وہ آئے کھانا کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے اور چلے گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوطلحہ! دس کو اجازت دو، پس انہوں نے دس کو اجازت دی، سو انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے، پھر وہ چلے گئے، پھر فرمایا: دس کو اجازت دو، پھر انہوں نے دس کو اجازت دی، سو انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے، پھر وہ گھر سے چلے گئے، پھر انہوں نے دس کو اجازت دی، پس سب لوگوں نے کھالیا اور سب سیر ہو گئے اور چلے گئے، اور اس وقت ان لوگوں کی تعداد اسی (۸۰) مرد تھی۔

(صحیح البخاری: ۴۲۲، ۳۵۷۸، ۵۳۸۱، ۵۴۵۰، ۶۶۸۸، صحیح مسلم: ۲۰۴۰، سنن ترمذی: ۳۶۳۰، موطا امام مالک: ۱۷۲۵)

صحیح البخاری: ۵۳۸۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مباحث

(۱) انبیاء علیہم السلام کو بھوک لگنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پست آواز سے آپ میں بھوک کے آثار محسوس کیے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو دنیا سے بے رغبت بنایا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کی وجہ سے

Marfat.com

بھوک کے آثار محسوس کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ چاہیں تو وہ نبی اور بندہ بنیں اور چاہیں تو بادشاہ بنیں، تو آپ نے نبی اور بندہ بننے کو اختیار کر لیا، اور آپ پر دنیا پیش کی گئی تو آپ نے دنیا کو مسترد کر دیا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس اجر ہے اس کو اختیار کر لیا تا کہ آپ کی امت بھی آپ کی سنت پر عمل کرے اور دنیا سے بے رغبتی کو اختیار کرے۔

اس حدیث میں امام ابن حبان کے اس قول کا رد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھوک نہیں لگی اور وہ جو بعض احادیث میں ہے کہ آپ پیٹ کے اوپر پتھر باندھتے تھے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے، اصل میں الحجر کا لفظ نہیں ہے بلکہ الحَجَز کا لفظ ہے یعنی آپ تہبند کو کس کر باندھتے تھے۔ (صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۳۴۵)

(۲) آواز سن کر شہادت دینے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پست آواز کو سن کر حضرت ابوطلحہ نے یہ سمجھا کہ آپ کو بھوک لگی ہوئی ہے، اس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ آواز کی بنیاد پر بھی شہادت دینا جائز ہے اور علامہ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ نابینا کا آواز سن کر شہادت دینا جائز ہے، کیونکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن کر یہ جانا کہ آپ کو بھوک لگی ہوئی ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز متغیر تھی، اور چونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اس لیے انہوں نے جان لیا کہ آپ کو بھوک لگی ہے اور اگر انہوں نے آپ کو نہ دیکھا ہوتا تو ان پر اشتباہ ہوتا کہ اس پست آواز کی وجہ بھوک ہے یا نہیں ہے۔

(۳) بغیر سوال کیے اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال نہیں کیا کہ آیا آپ کو کھانا کھانے کی ضرورت ہے اور اس سوال کے بغیر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ اس کے بھائی کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو وہ اس کی ضرورت کو پورا کرے اور وہ اس سے سوال نہ کرے کہ کیا آپ کو اس چیز کی ضرورت ہے یا نہیں، اور یہ مکارمِ اخلاق میں سے ہے۔

(۴) جب یہ معلوم ہو کہ چند لوگوں کا ساتھ جانا دعوت دینے والے کے لیے باعث مسرت ہے تو پھر ان کا دعوت دینے والے کے ساتھ جانا جائز ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ اگر آپ اپنے ساتھ اپنے اصحاب کو بھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی دعوت پر لے گئے تو وہ اس سے خوش ہوں گے، اسی وجہ سے ابوطلحہ آپ کو آپ کے اصحاب کے ساتھ لے جا کر خوش ہوئے، لیکن سب لوگ اس کی گنجائش نہیں رکھتے۔

اسی طرح امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے: جس شخص کو ولیمہ یا کسی اور دعوت پر بلایا گیا تو اس کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی لے جائے، کیونکہ اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ دعوت دینے والا دوسرے لوگوں کے ساتھ جانے سے خوش ہوگا یا نہیں؟ ہاں اگر اس نے یہ کہا کہ جو آپ کو ملے اس کو بھی لے جائیں، تو پھر جائز ہے۔

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: قاعدہ یہ ہے کہ اس میں دعوت دینے والے کے حال کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر وہ دوسروں کے جانے

سے خوش ہو تو دوسروں کو لے جانا جائز ہے اور اگر وہ دوسروں کو لے جانے سے خوش نہ ہو تو پھر دوسروں کو لے جانا جائز نہیں ہے۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس معاملہ کا علم وحی سے ہوا یا قرائن سے؟ اور حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا کی فقاہت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! ہو سکتا ہے کہ آپ کو وحی سے معلوم ہوا ہو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا یا چونکہ حضرت ابوطلحہ ان کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے، اس سے آپ نے یہ استدلال کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے۔

حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی لوگوں کو لے کر آ گئے ہیں، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول تقاضائے عادت کے مطابق تھا اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں کہا: اللہ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ طور معجزہ کے علم ہے کہ اس صورت حال میں کیا کیا جائے گا، اور یہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی عظیم فضیلت ہے اور یہ ان کی عظیم فقہ پر دلیل ہے، کیونکہ انہوں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معلوم ہے کہ ہمارے ہاں کھانے کی مقدار کم ہے اور وہ کھانا اسی (۸۰) مردوں کے لیے کافی نہیں ہوگا، تو انہوں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا بہتر تدارک کر لیں گے۔

(۶) عورت کی کنیت کا جواز اور ''عُکّة'' اور ''ادام'' کا معنی

اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کا ذکر ام سُلیم کے ساتھ کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی کنیت بھی جائز ہے۔

اور ''عُکّة'' چھوٹے سے برتن کو کہتے ہیں، اس کی جمع ''عُکَک'' اور ''عُکاک'' آتی ہے، اس برتن میں شہد بھی رکھا جاتا ہے اور گھی بھی، مگر علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ یہ برتن گھی کے ساتھ خاص ہے۔ (النہایہ ج ۳ ص ۲۸۴)

اس حدیث میں مذکور ہے: ''آدمته''، انہوں نے اسے سالن بنایا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: ''آدمته''، ''الادام'' سے ماخوذ ہے، ''الادام'' اس کو کہتے ہیں کہ جو اچھا کھانا ہو۔

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: کہ حدیث میں ہے: اہلِ دنیا اور آخرت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے اور آپ نے اس کو ادم فرمایا۔

(۷) مہمانوں اور ملاقات کے لیے آنے والوں کے استقبال کے لیے جانا اور سیر ہو کر کھانے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ'' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی، پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہوئے''۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے استقبال کے لیے گھر سے باہر نکلے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے دوست کو گھر میں بلائے اور گھر سے باہر جا کر اس کا استقبال کرے، جب کہ اسے یہ معلوم ہو کہ وہ لوگ اس کے استقبال کرنے سے خوش ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس روٹی کو چورا چورا کر لو اور اس کے اوپر گھی ڈال لو اور پھر فرمایا: جو تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ''۔

اس حدیث سے ثرید کی برکت لازم ہوئی، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اتنا کھانا کہ آدمی سیر ہو جائے یہ جائز ہے، اور اس

Marfat.com

کے جواز کے لیے امام بخاری نے یہ باب منعقد کیا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ سیر ہو کر کھانا مباح ہے۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بھی مذکور ہے کہ سیر ہو کر کھانا مستحب ہے، اگر چہ بعض اوقات میں سیر ہو کر کھانے کو ترک کرنا افضل ہوتا ہے۔

اور حضرت سلمان اور حضرت ابو جُحیفہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اکثر جو لوگ دنیا میں سیر ہو کر کھاتے ہیں، آخرت میں ان کی بھوک لمبی ہوگی۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۳۵۱، مسند البزار: ج ۶ ص ۴۶۱، حلیۃ الاولیاء لابی نُعیم ج ۱ ص ۱۹۸، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۶۰۴، شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۲۷)

(۸) بھوک اور پیاس کو ختم کرنے سے زیادہ مقدار میں کھانا اسراف ہے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ اگر چہ سیر ہو کر کھانا مباح ہے لیکن اس کی ایک حد ہے اور اس حد سے زائد کھایا جائے گا تو وہ اسراف ہے، تو یہ اس صورت میں جائز ہے کہ جب سیر ہو کر کھانے سے عبادت کے اوپر اعانت حاصل ہو اور سیر ہو کر کھانے سے وہ کسی واجب کو ادا کرنے سے قاصر نہ ہو، اور یہ اس وقت ہے کہ جب زیادہ کھانا اس کے معدہ پر بار نہ ہو اور نفلی عبادات کے کرنے میں رکاوٹ نہ ہو، پس حق یہ ہے کہ بندہ اپنے کھانے اور پینے میں اتنی مقدار پر کفایت کرے جس سے اس کی بھوک مٹ جائے اور پیاس ختم ہو جائے اور اگر اس نے اس سے تجاوز کیا جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے سے قاصر رہا تو اس نے اپنے کھانے اور پینے میں اسراف کیا۔

حدیث میں ہے: کہ ہر وہ چیز جو گھر کے سائے سے اور روٹی کے ٹکڑے سے اور کپڑے کی اتنی مقدار سے جس سے اس کا ستر ہو سکے، زائد ہو تو اس میں ابنِ آدم کا حق نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۶۲، مسند عبد بن حمید: ۴۶، سنن ترمذی: ۲۳۴۱، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۱۲، الاحادیث الضعیفہ للالبانی: ۱۰۶۳)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ ابن آدم کے لیے طعام کی اتنی مقدار کافی ہے جس سے اس کی بھوک مٹ جائے اور پیاس ختم ہو جائے اور لباس کی اتنی مقدار کافی ہے جس سے وہ اپنی شرمگاہ کو چھپا لے، اور گھر کی اتنی مقدار کافی ہے جس سے اس کو سایہ حاصل ہو اور سردی اور گرمی میں وہ رہ سکے، اور اس سے زائد میں اس کا حق نہیں ہے، اور جو مرد اس سے زیادہ نعمتوں کو حاصل کرے گا تو ان نعمتوں کے بوجھ کا وبال اس کے اوپر ہوگا، تو جو لوگ بہت زیادہ کھانے پینے اور رہائش میں خرچ کرتے ہیں، ان کا کیا حال ہوگا؟ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۱۰۶-۱۱۱، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ افضل اور اولیٰ تو یہی ہے کہ انسان عموماً سیر ہو کر نہ کھائے لیکن شارح علیہ السلام نے بعض احوال میں سیر ہو کر کھانے کو بھی جائز قرار دیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ جن صحابہ کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے دعوت دی تھی سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا، تاہم اتنا زیادہ نہ کھائے جو اس کے معدہ پر گراں بار ہو اور عبادات کی انجام دہی میں مخل ہو۔ (سعیدی غفرلہٗ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم معجزہ

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم معجزہ کا بیان ہے، کیونکہ آپ نے چند جو کی روٹیوں پر دعائیہ کلمات پڑھے تو وہ روٹیاں اسی (۸۰) صحابہ کے لیے کافی ہو گئیں اور ان سب نے سیر ہو کر کھایا۔ اگر چہ یہ دعائیہ کلمات کی تاثیر ہے لیکن یہ دعا

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلی تھی، ہم اگر کم کھانے پر ڈھیروں دعائیہ کلمات پڑھیں تو کچھ نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چند جَو کی روٹیوں پر دعائیہ کلمات پڑھے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت ڈال دی کہ وہ اسی (۸۰) صحابہ کے لیے کافی ہوگئیں۔ اور اس قسم کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور بھی بہت معجزات ہیں جن کا ذکر اس باب کی احادیث میں آگے چل کر آئے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۳۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں تین حدیثیں ذکر کی ہیں، پہلی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے طعام میں کثرت ہوگئی اور اس حدیث کی شرح علاماتِ نبوت میں گزر چکی ہے، اور دوسری حدیث وہ ہے جو حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے لوگوں کو بکری کی کلیجی کھلائی اور وہ ایک سو تیس مرد تھے، سو ہم سب نے کھالیا اور سیر ہوگئے، اس حدیث کی شرح کتاب الھبہ میں گزر چکی ہے، اور تیسری حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جب وفات ہوئی تو ہم پانی اور کھجوروں سے سیر ہوکر کھاتے تھے، اس میں اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات سے پہلے وہ سیر ہوکر نہیں کھاتے تھے، یہ علامہ کرمانی کا قول ہے۔

علامہ کرمانی کے اس قول پر حافظ ابن حجر کا رد کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات سے پہلے صحابہ سیر ہوکر نہیں کھاتے تھے

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: لیکن اس حدیث کا ظاہر مراد نہیں ہے اور اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے جو غزوہ خیبر میں تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا: اب ہم سیر ہوکر کھجوریں کھایا کریں گے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ ہم اس وقت تک سیر ہوکر نہیں کھاتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر خیبر کو فتح کردیا، تو مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فتح خیبر کے بعد سیر ہوکر کھاتے تھے اور ان کا سیر ہوکر کھانا برقرار رہا اور اس کی ابتداء فتحِ خیبر سے ہوئی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات سے تین سال پہلے کی بات ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ وہ خصوصاً فتحِ خیبر کے بعد کھجوروں سے سیر ہوکر کھاتی تھیں نہ کہ پانی لیکن حضرت عائشہ نے کھجوروں کے ساتھ پانی کا بھی ذکر کیا، کیونکہ مکمل سیرابی پانی اور کھجوروں کے ساتھ ہوتی ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے قصہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ میزبانی کے آداب سے یہ ہے کہ میزبان مہمان کے ساتھ اس کی تعظیم کے لیے دروازہ تک جائے۔

بعض احادیث میں سیر ہوکر کھانے کا جواز ہے اور بعض میں اس کی ممانعت ہے، ان میں تطبیق

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ان احادیث میں سیر ہوکر کھانے کا جواز ہے اور اگر اس کو کبھی بھی ترک کردیں تو یہ افضل ہے۔

اور حضرت سلمان اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو لوگ دنیا میں زیادہ سیر ہوکر کھاتے ہیں، آخرت میں ان کی بھوک زیادہ ہوگی۔

Marfat.com

علامہ قرطبی نے المفہم میں لکھا ہے کہ حضرت ابوالہیثم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے لیے بکری کو ذبح کیا، پس ان سب نے کھایا اور سیر ہو گئے، اس حدیث میں بھی یہ دلیل ہے کہ سیر ہو کر کھانا جائز ہے اور وہ جو بعض احادیث میں سیر ہو کر کھانے کی ممانعت ہے، وہ اس پر محمول ہیں کہ اتنا زیادہ کھائے جو معدہ پر ثقیل ہو جائے اور انسان کے لیے اس کی عبادات میں رکاوٹ ہو اور وہ تکبر اور فخر کی طرف مفضی ہو اور نیند اور سستی کی طرف لے جائے، اور اسی طرح کی دیگر خرابیوں کی وجہ سے زیادہ کھانا مکروہ تحریمی ہے۔

امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کسی آدمی کا اس سے زیادہ برا برتن نہیں ہے جو اس کا بھرا ہوا پیٹ ہو، ابن آدم کے لیے چند لقمے کھانا کافی ہے جس سے اس کی پشت سیدھی رہے، پس اگر آدمی کو غلبہ ہو تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے، اور ان تین چیزوں کا ذکر اس لیے ہے کہ یہ جاندار کی حیات کے اسباب ہیں۔

سیر ہو کر کھانے کی سات اقسام

اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ سیر ہو کر کھانے کے سات مرتبے ہیں:

(۱) اتنا کھائے جس سے حیات قائم رہے۔

(۲) اس سے زیادہ کھائے حتیٰ کہ روزہ رکھ سکے، نماز پڑھ سکے اور تراویح پڑھ سکے، اور یہ فرض اور واجب ہے۔

(۳) اس سے زیادہ کھائے حتیٰ کہ نفلی عبادات کو ادا کرنے کی قوت حاصل ہو۔

(۴) اس سے بھی زیادہ کھائے حتیٰ کہ وہ محنت مزدوری کرنے اور رزق کے حصول کے لیے کمانے پر قادر ہو۔

(۵) تہائی پیٹ کو بھر لے، اور یہ بھی جائز ہے۔

(۶) اس سے زیادہ کھائے حتیٰ کہ اس کا بدن بھاری ہو جائے اور نیند زیادہ آئے اور یہ مکروہ ہے۔

(۷) اس سے بھی زیادہ کھائے حتیٰ کہ زیادہ کھانے کی وجہ سے اس کے جسم کو ضرر ہو اور اس کو پیٹ کی بیماریاں ہوں۔ اور یہ حرام ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۲۷-۵۲۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۷۲-۵۷۳، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری ۵۳۸۱ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں تین حدیثیں ذکر کی ہیں اور ان میں مسائل عظیمہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بشری تقاضوں کا طاری ہونا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی ذکاوت، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ اور سیر ہو کر کھانے کا جواز

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوع بشر سے مبعوث ہوئے، اور آپ کو بھی بشری تقاضوں سے وہ چیزیں پہنچتی تھیں جو عام بشر کو پہنچتی ہیں۔ کیونکہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز میں ضعف کو پایا جس سے میں نے یہ جانا کہ آپ کو بھوک لگی ہوئی ہے، اسی طرح باقی احوال بشریہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طاری ہوتے تھے، آپ کو بھوک لگتی تھی، پیاس لگتی تھی،

Marfat.com

سردی لگتی تھی، گرمی لگتی تھی، آپ کو بخار آتا تھا اور دیگر بیماریاں بھی ہوتی تھیں۔

(۲) اس حدیث میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی ذکاوت اور ذہانت کی دلیل ہے کہ جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو کافی لوگوں کو لے کر آئے ہیں، تو انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ تمہارے پاس کتنا کھانا ہے تو انہوں نے بتایا: ہمارے پاس اتنا کھانا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں سے جان لیا کہ یہ کھانا سب لوگوں کو کافی ہو جائے گا۔

(۳) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بیان ہے کہ آپ کی برکت سے کم کھانا زیادہ لوگوں کو کافی ہو گیا۔

(۴) اس حدیث میں سیر ہو کر کھانے کا جواز ہے، کیونکہ تمام صحابہ نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔

(شرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۳۷، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۸۱، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میزبان سے اجازت طلب کرنا اور بعض مواقع پر اجازت طلب نہ کرنا، ان میں تطبیق

اگر تم یہ سوال کرو کہ ایک گوشت بیچنے والے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تو ایک اور مرد بھی آپ کے ساتھ مل گیا تو آپ نے گوشت بیچنے والے سے کہا کہ یہ مرد ہمارے ساتھ مل گیا ہے، اگر تم چاہو تو اس کو اجازت دو۔

(صحیح البخاری: کتاب البیوع، باب ما قیل فی اللحام والجزار: ۲۰۸۱، صحیح مسلم: ۲۰۳۶، کتاب الاشربہ باب ما یفعل الضیف اذا تبعہ غیر من دعاہ صاحب الطعام)

سو اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک آدمی بھی آپ کے ساتھ مل گیا تو آپ نے میزبان سے اجازت طلب کی اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور میں ہے کہ اسی (۸۰) آدمی آپ کے ساتھ مل گئے اور آپ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب نہیں کی۔ ان میں تطبیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ابوطلحہ ایسے فیاض ہیں کہ اگر آپ کے ساتھ پوری امت بھی ہوتی تو وہ اس سے خوش ہوتے اور اس گوشت فروخت کرنے والے کے حال کے متعلق آپ کو یہ علم نہیں تھا اس لئے آپ نے اس سے اجازت طلب کی کہ یہ ایک بندہ ہمارے ساتھ مل گیا ہے تم چاہو تو اس کو بھی اجازت دے دو۔ (الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۹ ص ۸۸)

۵۳۸۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَحَدَّثَ أَبُو عُثْمَانَ أَيْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ثَلَاثِينَ وَمِائَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ طَعَامٌ فَإِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ أَوْ نَحْوُهُ فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے کہا کہ ابو عثمان نے بھی یہ حدیث بیان کی از حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سو تیس (۱۳۰) صحابہ تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی طعام ہے؟ پس اس وقت

Marfat.com

فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَبَيْعٌ أَمْ عَطِيَّةٌ أَوْ قَالَ هِبَةٌ قَالَ لَا بَلْ بَيْعٌ قَالَ فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ فَأَمَرَ نَبِيُّ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِسَوَادِ الْبَطْنِ يُشْوَى وَايْمُ اللهِ مَا مِنَ الثَّلَاثِينَ وَمِائَةٍ إِلَّا قَدْ حَزَّ لَهُ حُزَّةً مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهَا إِيَّاهُ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَأَهَا لَهُ ثُمَّ جَعَلَ فِيهَا قَصْعَتَيْنِ فَأَكَلْنَا أَجْمَعُونَ وَشَبِعْنَا وَفَضَلَ فِي الْقَصْعَتَيْنِ فَحَمَلْتُهُ عَلَى الْبَعِيرِ أَوْ كَمَا قَالَ۔

ایک مرد کے ساتھ ایک صاع (چار کلوگرام) طعام تھا یا اس کی مثل تھا، پس آٹا گوندھا گیا، پھر ایک لمبا تڑنگا مشرک اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوا آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم یہ بکریاں فروخت کرو گے یا عطیہ دو گے یا ہبہ کرو گے؟ اس نے کہا: نہیں! بلکہ میں فروخت کروں گا، تو آپ نے اس سے ایک بکری خرید لی، پھر اس بکری کا گوشت تیار کیا گیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کلیجی کو بھوننے کا حکم دیا، اور اللہ کی قسم! ان ایک سوتیس (۱۳۰) میں سے کوئی شخص بھی نہیں تھا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے اس بکری کی کلیجی میں سے اس کا حصہ کاٹ کر رکھ دیا، جو حاضر تھا اس کو وہ حصہ عطا فرما دیا، اور جو غائب تھا تو اس کا حصہ چھپا کر رکھ دیا، پھر آپ نے اس باقی ماندہ کلیجی کو دو برتنوں میں ڈالا، ہم سب نے اس کلیجی سے کھایا اور ہم سب سیر ہو گئے اور باقی ان دو برتنوں میں رہا، تو میں نے اس برتن کو اونٹ پر لاد لیا یا جس طرح بھی حضرت عبد الرحمٰن (رضی اللہ عنہ) نے بتایا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۱۶، ۲۶۱۸، ۵۳۸۲، صحیح مسلم: ۲۰۵۶، مسند احمد: ۱۷۱۳)

صحیح البخاری: ۵۳۸۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے رجال

اس حدیث کی سند میں موسیٰ کا ذکر ہے، یہ موسیٰ بن اسماعیل المنقری ہیں اور معتمر کا ذکر ہے یہ ابن سلیمان ہیں جو اپنے والد سلیمان بن طرخان التیمی البصری سے روایت کرتے ہیں۔ نیز اس کی سند میں مذکور ہے کہ ابوعثمان نے بھی یہ حدیث بیان کی، اس سے مراد یہ ہے کہ سلیمان نے کہا: مجھے یہ حدیث ابوعثمان کے علاوہ نے بھی بیان کی ہے اور مجھے یہ حدیث ابوعثمان نے بھی بیان کی ہے، اور وہ بھی عبد الرحمٰن بن مل النہدی ہیں۔ یہ علامہ کرمانی کا قول ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''مشعان'' کا لفظ ہے، اس میں میم پر پیش بھی ہے اور میم کے نیچے زیر بھی ہے، اس کا معنی ہے: جس کا قد بہت زیادہ لمبا ہو، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ مرد ہے جس کے بال بہت لمبے اور بکھرے ہوئے ہوں۔

اور اس حدیث میں ''سواد البطن'' کا ذکر ہے اس سے مراد ہے کلیجی۔

Marfat.com

اور اس حدیث میں ''حزلہ حزۃ'' ''حَزَّ'' کا معنی ہے: ٹکڑے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۸-۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۵۳۸۲، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طعام کی کثرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ، مشرک سے اس سوال کا جواز کہ تم ہماری دعوت کرو گے یا ہم کو فروخت کرو گے؟

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ طعام کثیر ہو گیا اور یہ لوگ ایک سو سے زیادہ تھے، اس کے باوجود ان میں سے ہر ایک نے اپنا حصہ کاٹ لیا اور ہم جانتے ہیں کہ بکری کی کلیجی دس مردوں کو بھی کافی نہیں ہوتی، اس کے باوجود وہ بکری کی کلیجی ایک سو تیس مردوں کو کافی ہو گئی۔

اور میں کہتا ہوں: اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر معجزہ ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری ہانکنے والے مشرک سے پوچھا کہ کیا یہ بکری تم فروخت کر رہے ہو یا عطا کر رہے ہو؟

مسئلہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشرک سے یہ کیونکر کہا کہ یہ فروخت کر رہے ہو یا عطیہ، اور کیا اس میں اس مرد سے یہ سوال ہے کہ تم ہم کو یہ بکری عطا کرو؟

الجواب: نہیں! لیکن جب آپ نے یہ دیکھا کہ یہ مرد اپنی بکریوں کو لے کر آ رہا ہے تو آپ نے یہ گمان کیا کہ شاید یہ مسلمانوں کی ضیافت کرے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم یہ بکری فروخت کرو گے یا عطا کرو گے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ عرب جو ہدیہ دیتے تھے آپ اس کو قبول فرما لیتے تھے اور جب اس نے کہا کہ میں اس کو فروخت کروں گا تو آپ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

گوشت کو ذخیرہ کرنے کا جواز اور غائبین کا حصہ رکھنے کا جواز

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ گوشت کا ذخیرہ کرنا جائز ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے زائد گوشت کو دو برتنوں میں رکھا اور حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے اس گوشت کو اونٹ پر لاد دیا۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غائب کے لیے بھی ذخیرہ کر کے رکھنا چاہیے لیکن اس وقت جب وہ چیز زیادہ ہو، لیکن جب وہ چیز صرف حاضرین کے لیے کافی ہو تو پھر حاضرین غائبین سے زیادہ حق دار ہیں۔

کافر اور مشرک سے خرید و فروخت کا جواز

نیز اس حدیث میں دلیل ہے کہ امیر یا سلطان یا حاکم کا خریدنا۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ کافر سے خریدنا جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کافر مشرک سے بکری کو خریدا اور آپ نے یہودی سے بھی طعام کو خریدا، لیکن جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ ان کو ایسی چیز فروخت کریں گے جس سے ہم کو نقصان ہو گا تو پھر اس میں احتیاط لازم ہے، اور جب کوئی خطرہ نہ ہو تو پھر ان سے خریداری میں کوئی خطرہ نہیں ہے، کیونکہ اصل یہ ہے کہ مشرک کے ساتھ

Marfat.com

خرید وفروخت کے معاملات جائز ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۷ ۱۳-۸ ۱۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۳۸۳۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حِينَ شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ التَّمْرِ وَالْمَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وُہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از مادرِ خود از ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اس وقت ہم دو سیاہ چیزوں سے سیر ہوتے تھے، کھجور سے اور پانی سے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۴۲، صحیح مسلم: ۲۹۷۵، مسند احمد: ۲۴۴۴۲)

صحیح البخاری: ۵۳۸۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے رجال

اس حدیث کی سند میں مسلم بن ابراہیم البصری القصاب کا ذکر ہے اور وُہیب اسم مصغر ہے اور یہ وہب بن خالد البصری ہیں اور منصور ابن عبد الرحمن التیمی ہیں جو اپنی والدہ صفیہ بنت شیبہ بن عثمان الحجبی سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے آخر کتاب میں از یحییٰ وغیرہ سے روایت کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف کھجور اور پانی سے سیر ہونے کا بیان

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی جب ہم ''الاسودین'' یعنی دو سیاہ چیزوں سے سیر ہوتے تھے، اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے زمانہ سے پہلے سیر ہوکر نہیں کھاتے تھے، یعنی دنیا سے بہت کم خوراک لیتے تھے اور دنیا میں بے رغبتی کرتے تھے، اسی طرح اس حدیث کی علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے تفسیر کی ہے۔ اور یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ہم ان دو سیاہ چیزوں یعنی کھجوروں اور پانی سے سیر ہوتے تھے، کھجور کھاتے تھے اور اوپر سے پانی پی لیتے تھے۔

اور ہماری شرح کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ اس سے پہلے غزوۂ خیبر میں از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ حدیث گزری ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا: اب ہم سیر ہوکر کھجوریں کھائیں گے اور حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ہم اس وقت تک سیر ہوکر نہیں کھاتے تھے حتیٰ کہ ہم نے خیبر کو فتح کرلیا، اس سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کے سیر ہوکر کھانے کی ابتداء فتح خیبر سے ہوئی تھی اور خیبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین سال پہلے فتح ہوا تھا۔

''الاسودین'' کا معنی اور باب تغلیب کی متعدد مثالیں

الاسودین، الاسود کا تثنیہ ہے، اور یہ اطلاق باب تغلیب سے ہے، کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ پانی شفاف ہوتا ہے اس کا رنگ نہیں

Marfat.com

ہوتا اور یہ تغلیب اس طرح ہے جیسے ''الابوین'' باپ اور ماں کو کہا جاتا ہے، اور ''القمرین'' سورج اور چاند کو کہا جاتا ہے، اور ''الاحمرین'' گوشت اور شراب کو کہا جاتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ سونے اور زعفران کو ''الاصفرین'' کہا جاتا ہے اور پانی اور دودھ کو ''الابیضین'' کہا جاتا ہے۔ اور پانی اور نمک کو ''الاسمرین'' بھی کہا جاتا ہے۔ اور اسی طرح حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ کے لیے ''عُمرین'' کہا جاتا ہے، اور جس نے کہا عُمرین سے مراد حضرت عمر بن الخطاب اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما ہیں تو اس کا یہ قول بعید ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ کسی چیز کا نام اس کے مقارب سے رکھنا ہے، کیونکہ اسودان میں سے صرف کھجور ہے، پانی کا تو کوئی رنگ نہیں ہوتا۔

بھوک کے متعلق دو آراء

امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بھوک کی حد کی دو رائے ہیں:

(۱) ایک رائے یہ ہے کہ آدمی کو صرف روٹی کی خواہش ہو، تو پھر یہ بھوک ہے اور جب وہ روٹی کے ساتھ سالن کی خواہش رکھے تو وہ بھوکا نہیں ہے۔

(۲) دوسری رائے یہ ہے کہ جب آدمی زمین پر تھوکے تو اس پر مکھی نہ بیٹھے۔

اس کے بعد علامہ عینی نے سیر ہونے کے سات مراتب ذکر کیے ہیں، جن کو ہم اس سے پہلے حافظ ابن حجر کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۹-۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابٌ: لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَنْ تَاْکُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآئِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِکُمْ اَوْ مَا مَلَکْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِیْقِکُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ (النور: ۶۱)

نابینا پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے، اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ، یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے قبضے میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے، اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ، پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے

لوگوں پر سلام کرو اور اللہ سے اچھی دعا کرو کہ برکت اور پاکیزگی اللہ کی طرف سے نازل ہو، اللہ اسی طرح تمہارے لیے آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ لوO

والنِّهد: الاجتماع على الطعام۔

نِهد کا معنی ہے: طعام پر مجتمع ہونا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بیان میں ہے اور یہ وہ طویل آیت ہے جو سورۂ نور میں ہے نہ کہ وہ آیت جو سورۃ الفتح میں ہے، کیونکہ ابواب اطعمہ کے مناسب وہ آیت ہے جو سورۂ نور میں ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ عنوان صرف نسفی کی روایت میں ہے اور نِہد میں نون کے نیچے زیر ہے اور ھاء پر جزم ہے، یہ لفظ مناہدہ سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے رفقاء میں سے ہر فریق اتنا نفقہ نکالے جتنا نفقہ اس کا صاحب نکالتا ہے، اور اس کی تفسیر ''باب الشرکۃ والطعام والنهد'' میں گزر چکی ہے۔

اور ''الاجتماع على الطعام'' کا معنی ہے کھانے میں مجتمع ہونا، اور اس لفظ میں علیٰ بمعنی فی ہے، جیسے قرآن مجید کی اس آیت میں فی بمعنی علیٰ ہے:

وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ۔ (طٰہٰ: ۷۱)

اور میں تم کو ضرور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا۔ (طٰہٰ: ۷۱)

۵۳۸۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ بُشَيْرَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى خَيْبَرَ فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ قَالَ يَحْيَى وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلَى رَوْحَةٍ دَعَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِطَعَامٍ فَمَا أُتِيَ إِلَّا بِسَوِيقٍ فَلُكْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ سُفْيَانُ سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَوْدًا وَبَدْءًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے بُشیر بن یسار سے سنا وہ کہتے ہیں: ہمیں سوید بن نعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف گئے، جب ہم مقامِ الصہباء پر پہنچے تو یحییٰ نے کہا: یہ خیبر سے دوپہر کی مسافت کے فاصلہ پر ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام منگایا، تو آپ کے پاس صرف ستو لائے گئے، ہم نے وہ ستو سوکھے پھانک لیے، پھر آپ نے پانی منگایا اور آپ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی، پھر آپ نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔ سفیان نے کہا: میں نے اس حدیث کو یحییٰ سے اس طرح سنا کہ آپ نے عائداً اور مبتداءً وضو نہیں کیا، یعنی اولاً اور آخراً وضو نہیں کیا۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۲۰۹، ۲۱۵، ۲۹۸۱، ۴۱۷۵، ۴۱۹۵، ۵۳۸۴، ۵۳۹۰، ۵۴۸۴، ۵۴۵۵، سنن نسائی: ۱۸۶، سنن ابن ماجہ: ۴۹۳، مسند احمد: ۱۵۵۶۰، موطا امام مالک: ۹۱)

صحیح البخاری: ۵۳۸۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں سورۂ نور: ۶۱ کا ذکر ہے اور اس کے وسط میں درج ذیل ارشاد ہے:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا۔ (النور: ۶۱)
اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ۔

اور یہ مل کر کھانے یا الگ الگ کھانے کی اصل ہے، اسی لیے امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں ''النہد'' کا ذکر کیا ہے، یعنی ہر فریق اپنے کھانے کا حصہ اپنے صاحب کے حصہ کے برابر نکال لے۔

بعض علماء (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے کہ صرف ستو لائے گئے، اور یہ لفظ نہد سے ظاہراً مراد نہیں ہے، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ ستو صرف ایک جہت سے لائے گئے ہوں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ یہ احتمال بعید ہے اور اس پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوتا، بلکہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جس شخص کے پاس جو کچھ ستو تھے اس نے وہ لا کر حاضر کر دیے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طعام منگوایا اور آپ نے کسی شخص معین سے نہیں منگوایا تھا بلکہ آپ نے برسبیلِ عموم فرمایا تھا کہ کھانے کی چیزیں لاؤ اور حال اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے پاس بھی کوئی چیز تھی، اس نے وہ لا کر حاضر کر دی۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس آیت کی حضرت سُوید بن نعمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مناسبت یہ ہے کہ اہلِ تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ جب وہ لوگ کھانے کے لیے جمع ہوتے تو نابینا کو الگ کر دیتے اور لنگڑے کو علیحدہ کر دیتے اور بیمار کو علیحدہ کر دیتے تاکہ وہ کھانے کے وقت تندرستوں سے الگ رہیں، پھر ان کو اس میں حرج ہوتا کہ ان کے لیے علیحدہ کھانا بچائیں، یہ کلبی کا قول ہے۔

اور عطاء بن یزید نے کہا کہ نابینا کو اس میں رنج ہوتا تھا کہ وہ دوسرے کا طعام کھائے، تو وہ اپنا ہاتھ کھانے کے علاوہ کسی اور جگہ پر رکھ دیتا اور لنگڑا بھی اسی طرح کرتا، کیونکہ کھانے کی جگہ وسیع ہوتی تھی، تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لیے دوسرے کے ساتھ کھانے کو مباح کر دیا اور حضرت سُوید بن نعمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیت کا معنی یہ ہے کہ صحابہ اپنے زادِ سفر میں جو کچھ میسر ہوتا اس میں برابر برابر ہاتھ رکھتے تھے، تو یہی سنت ہو گیا کہ سب لوگ جماعت کے ساتھ مل کر کھائیں اور اگر کوئی زیادہ کھالے یا کم کھالے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور سفر و حضر کی دعوتوں میں بھی اسی اصول کو برقرار رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

یہ حدیث کتاب الوضوء، میں مذکور ہے اس باب میں ''من مضمض من السویق ولم یتوضا''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵۰-۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابُ: اَلْخُبْزِ الْمُرَقَّقِ وَالْأَكْلِ عَلَى الْخِوَانِ وَالسُّفْرَةِ

باریک روٹیوں (چپاتیوں) کو کھانا اور میزوں اور دستر خوانوں پر کھانا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

''خبز مرقق''، ''خوان'' اور ''سُفرۃ'' کے معانی

''مُرقق'' کا معنی ہے: نرم اور ملائم، یہ ایسی روٹی ہے جس کو عرف میں چپاتی کہتے ہیں۔ اور ''خُوان'' کا معنی ہے: پیتل کا بڑا طباق جس کے نیچے پیتل کی کرسی ہو اور اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو، اس کا طول ایک ہاتھ کے برابر ہے اور امیر لوگ اس پر کھانا رکھ کر کھاتے ہیں، اور ''سُفرۃ'' کا معنی ہے: چمڑے کا گول ٹکڑا، اور مسافر لوگ اس میں کھانا رکھ کر لے جاتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵۱-۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۸۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَنَسٍ وَعِنْدَهُ خَبَّازٌ لَهُ فَقَالَ مَا أَكَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم خُبْزًا مُرَقَّقًا وَلَا شَاةً مَسْمُوطَةً حَتَّى لَقِيَ اللهَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس ان کا باورچی تھا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پتلی روٹی (چپاتی) نہیں کھائی اور نہ مسلم بھنی ہوئی بکری کھائی، حتیٰ کہ آپ کی اللہ عزوجل سے ملاقات ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۵۴۲۱، ۶۴۵۷، سنن ترمذی: ۲۳۶۳، سنن ابن ماجہ: ۳۳۳۹، مسند احمد: ۱۱۸۸۷)

صحیح البخاری: ۵۳۸۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے رجال

محمد بن سنان، ان کا نام ہے ابو بکر العوفی الباہلی الاعمی (یعنی نابینا)۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

''شاۃ مسموطۃ'': علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: ''الشاۃ السمیطۃ'' اس بکری کو کہتے ہیں جو بھنی ہوئی ہو، یہ فعیل کا لفظ مفعول کے معنی میں ہے، ابن الجوزی نے کہا: یہ امیر لوگوں کا کھانا ہے، وہ بکری کی کھال کو اتار لیتے ہیں تا کہ اس سے نفع حاصل

Marfat.com

کریں اور ''المسموط'' اس کو کہا جاتا ہے جس کے بال گرم پانی سے اتار لیے جائیں اور اس کو اس کی کھال سمیت پکالیا جائے یا بھون لیا جائے، اور کم عمر بکری کو اس طرح پکایا جاتا ہے، اور یہ دو وجہوں سے امیر لوگوں کا طریقہ ہے:

(۱) تا کہ بکری کو جلدی ذبح کر لیا جائے۔

(۲) اس کی کھال اتار لی جائے تا کہ اس کی کھال سے لباس وغیرہ بنا کر نفع حاصل کیا جائے۔

یہ امیر لوگوں کا طریقہ ہے اس لئے اس کو پسند نہیں کیا گیا، کیونکہ اگر اس بکری کے بچہ کو چھوڑ دیا جاتا تو وہ بڑا ہو کر قیمت اور گوشت کے اعتبار سے زیادہ مفید ہوتا، اسی طرح اس کی کھال سے بھی نفع حاصل ہو سکتا تھا، لیکن کھال سمیت پکانے سے اس کا امکان جاتا رہا اس لیے یہ پسندیدہ عمل نہیں ہے، تاہم جائز ہے۔

چپاتی کھانے کا جواز اور اس سوال کا جواب کہ بعض احادیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھنی ہوئی بکری کھائی ہے

علامہ ابن بطال مالکی نے لکھا ہے کہ پتلی روٹی (یعنی چپاتی) کا کھانا جائز ہے اور مباح ہے، اور ہمارے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صرف اس لیے ترک کیا کہ آپ کو دنیا سے بے رغبتی تھی اور دنیا کی نعمتوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے پاس جو اجر ہے اس کو اختیار کرنا چاہتے تھے، اسی طرح ''خوان'' پر کھانا بھی جائز ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خوان پر نہیں کھایا اور نہ کبھی آپ نے بھنی ہوئی بکری کھائی تو یہ انہوں نے اپنے علم کے مطابق کہا ہے، ورنہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوان پر کھایا ہے اور آپ نے بھنی ہوئی بکری بھی کھائی ہے اور ہر شخص نے اسی کے مطابق خبر دی ہے جس کے مطابق اس کو علم تھا، اور جس کو علم تھا اس کے اوپر نفی کرنے والے کا قول حجت نہیں ہوگا کیونکہ اس نے ایک چیز کا اضافہ کیا ہے اور اس کو قبول کرنا واجب ہے۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نہیں جانتا یا میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے بھنی ہوئی بکری کھائی ہے، اور یقین سے میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے بھنی ہوئی بکری کھائی ہے۔ اور ابن بطال کا یہ قول اس پر مبنی ہے کہ ''مسموط'' سے مراد بھنی ہوئی بکری ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ مسموط سے مراد بھنی ہوئی بکری ہے تو اس کے معارض وہ حدیث ہے جس کی امام ترمذی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھنا ہوا پہلو لایا گیا تو آپ نے اس سے کھایا، تو میں کہوں گا کہ ہر ایک نے اپنے علم کے مطابق حدیث کا ایک حصہ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵۲-۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۸۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يُونُسَ قَالَ عَلِيٌّ هُوَ الْإِسْكَافُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ مَا عَلِمْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَكَلَ عَلَى سُكُرُّجَةٍ قَطُّ وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَطُّ وَلَا أَكَلَ عَلَى خِوَانٍ قَطُّ قِيلَ لِقَتَادَةَ فَعَلَامَ كَانُوا يَأْكُلُونَ قَالَ عَلَى السُّفَرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس، علی نے کہا اور وہ اسکاف ہیں (یعنی ان کا نام اسکاف ہے) از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پلیٹ یا رکابی پر کھانا رکھ کر کھایا ہو اور نہ کبھی آپ نے پتلی چپاتی کھائی اور نہ کبھی آپ نے خوان

Marfat.com

(میز) پر کھانا رکھ کر کھایا، قتادہ سے پوچھا گیا، پھر وہ کس چیز پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: چمڑے کے دستر خوان پر۔

(صحیح البخاری: ۵۴۱۵، ۶۴۵۰، سنن الترمذی: ۱۷۸۸، سنن ابن ماجہ: ۳۲۹۲، مسند احمد: ۱۱۹۱۶)

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

علی بن عبد اللہ سے مراد ابن المدینی ہیں، اور معاذ بن ہشام اپنے والد ہشام بن ابو عبد اللہ الدستوائی سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابو عبد اللہ کا نام سفیان ہے اور الدستوائی میں دستواء کی طرف نسبت ہے جو اہواز کے اطراف میں ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''سُکُرَّجَۃٌ'' کا لفظ ہے (سین اور کاف پر پیش ہے اور راء پر تشدید اور جیم پر زبر ہے)، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ لفظ اصل میں فارسی کا ہے، اس کو عربی بنالیا گیا ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ چونکہ عرب اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں اس لیے یہ لفظ عربی ہی ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ یہ چھوٹا چکنا پیالہ ہوتا ہے اور ابن قرقول نے کہا ہے کہ یہ ایسا چھوٹا پیالہ ہوتا ہے جس کے نیچے لکڑی کے چھوٹے پائے ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ کس پر کھاتے تھے؟ تو قتادہ نے کہا کہ وہ چمڑے کے دستر خوان پر کھاتے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ فعل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی چمڑے کے دستر خوان پر کھانے میں آپ کی اتباع کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵۲-۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۸۶ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن مکی نے کہا ہے: یہ چھوٹی پیالیاں ہوتی ہیں جن میں کھایا جاتا ہے اور اس میں بڑے پیالے بھی ہوتے ہیں اور چھوٹی پیالیاں بھی ہوتی ہیں، بڑے پیالے وہ ہوتے ہیں جو زیادہ طعام کی گنجائش رکھتے ہیں، چھوٹی پیالیوں کا استعمال اس لیے ہوتا تھا کہ عجمی لوگ ان پیالوں میں ''الکوامیخ والجواریخ'' (یعنی اچار اور چٹنی وغیرہ) رکھتے تھے، جس سے ہضم میں مدد حاصل ہوتی تھی۔ (اور اچار اور چٹنی کا استعمال وہ لوگ کرتے تھے جو زیادہ کھانے کے شوقین ہوتے تھے)، (اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چونکہ زیادہ کھانے سے بے رغبتی تھی، اس لیے آپ ایسا نہیں کرتے تھے۔ سعیدی غفرلہ)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ صحابہ کے ساتھ مل کر اجتماعی ہیئت میں کھانا کھاتے تھے تو اس وجہ سے چھوٹی پیالیوں میں نہیں کھاتے تھے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۳۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۷۵-۵۷۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۳۸۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی،

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم يَبْنِي بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَأُلْقِيَ عَلَيْهَا التَّمْرُ وَالْأَقِطُ وَالسَّمْنُ وَقَالَ عَمْرٌو عَنْ أَنَسٍ بَنَى بِهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ۔

انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب زفاف گزار کر اٹھے، تو میں نے مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمہ کی طرف بلایا، آپ نے چمڑے کے ایک بڑے ٹکڑے کو بچھانے کا حکم دیا، سو اس کو بچھایا گیا، پھر اس پر کھجوریں، پنیر اور گھی رکھ دیا گیا، عمرو نے کہا از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب زفاف گزاری، پھر آپ نے حلوہ بنا کر چمڑے کے دستر خوان پر رکھا۔

(صحیح البخاری: ۳۷۱، ۶۱۰، ۹۴۷، ۲۲۲۸، ۲۲۳۵، ۲۸۸۹، ۲۸۹۳، ۲۹۴۳، ۲۹۴۴، ۲۹۴۵، ۲۹۹۱، ۲۰۸۵، ۲۰۸۶، ۲۲۶۷، ۳۶۴۷، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۱، ۴۲۰۲، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۵۰۸۵، ۵۱۵۹، ۵۱۶۹، ۵۳۸۷، ۵۴۲۵، ۵۵۲۸، ۵۸۵۹، ۵۹۶۸، ۶۱۸۵، ۶۳۶۳، ۶۳۶۹، ۷۳۳۳، صحیح مسلم: ۱۳۶۵، سنن ترمذی: ۱۵۵۰، سنن نسائی: ۳۳۸۰، مسند احمد: ۱۱۵۸۱، موطا امام مالک: ۱۰۲۰، سنن ابوداؤد: ۲۹۹۸)

صحیح البخاری: ۵۳۸۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابن ابی مریم کا ذکر ہے اور وہ سعید بن محمد بن حکم بن ابی مریم مصری ہیں۔ ان کی حدیث غزوۂ خیبر میں طوالت کے ساتھ گزری ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: عمرو نے کہا، اس سے مراد عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب بن عبد اللہ بن حنطب ہیں از حضرت انس رضی اللہ عنہ، یہ حدیث بھی کتاب المغازی میں طوالت کے ساتھ گزر چکی ہے۔

''حیس'' کا معنی: اس حدیث میں حیس کا لفظ ہے اور یہ کھجوروں اور گھی کو ملا کر ایک قسم کا حلوہ بنایا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۸۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ وَعَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الشَّأْمِ يُعَيِّرُونَ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُونَ يَا ابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَيْنِ فَقَالَتْ لَهُ أَسْمَاءُ يَا بُنَيَّ إِنَّهُمْ يُعَيِّرُونَكَ بِالنِّطَاقَيْنِ هَلْ تَدْرِي مَا كَانَ النِّطَاقَانِ إِنَّمَا كَانَ نِطَاقِي شَقَقْتُهُ نِصْفَيْنِ فَأَوْكَيْتُ قِرْبَةَ رَسُولِ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از وہب بن کیسان، انہوں نے بیان کیا کہ اہل شام حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو طعنہ دیتے تھے اور کہتے تھے: اے دو کمر بند والی کے بیٹے! تو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے

Marfat.com

ﷺ بِأَحَدِهِمَا وَجَعَلْتُ فِي سُفْرَتِهِ آخَرَ قَالَ فَكَانَ أَهْلُ الشَّأْمِ إِذَا عَيَّرُوهُ بِالنِّطَاقَيْنِ يَقُولُ إِيهًا وَالْإِلَهِ تِلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا۔

کہا: اے میرے بیٹے! یہ تم کو دو کمر بند والی کے ساتھ طعنہ دیتے ہیں اور عار دلاتے ہیں، کیا تم جانتے ہو یہ دو کمر بند کیا تھے؟ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت میرا ایک کمر بند تھا جس کے میں نے دو ٹکڑے کیے، ایک ٹکڑے کے ساتھ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے پانی کا مشکیزہ باندھا اور دوسرے ٹکڑے کے ساتھ اس میں آپ کا ناشتہ لپیٹا، پھر جب اہلِ شام حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دو کمر بند والی کے بیٹے کا طعنہ دیتے تو وہ کہتے تھے: یہ ایسا طعنہ ہے، جو مجھے اللہ کی قسم! اچھا لگتا ہے، یا یہ ایسی بات ہے جس کی مجھے تصدیق اور اعتراف ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۸۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل شام کا مصداق

اس سے مراد حجاج بن یوسف کا لشکر ہے جو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مکہ میں قتال کرنے آئے تھے، اور یہ لشکر عبد الملک بن مروان کی طرف سے مقرر ہوا تھا، اور اس سے مراد الحسین بن نمیر ہے جنہوں نے اس سے پہلے یزید بن معاویہ کی طرف سے قتال کیا تھا۔

نطاقان کی شرح

اہل شام حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو طعنہ دیتے تھے کہ تم اس عورت کے بیٹے ہو جس کے دو کمر بند تھے، عورتیں ایک کمر بند کے ساتھ اپنی کمر کو باندھتی تھیں اور اس کا ایک سرا گھٹنے تک لٹکا رہتا تھا، جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہجرت کی شب غارِ ثور میں تھے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر کے لیے پانی کا مشکیزہ اور طعام لے جاتی تھیں، انہوں نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کیے، ایک ٹکڑے کے ساتھ مشکیزے کا منہ باندھ دیا اور دوسرے ٹکڑے کے ساتھ کھانے کو لپیٹ کر باندھ دیا اور وہ اس طرح پانی کا مشکیزہ اور کھانا غارِ ثور میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہنچاتی تھیں۔ جب اہل شام نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو یہ طعنہ دیا کہ تم دو کمر بند والی کے بیٹے ہو تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو تسلی دی کہ اے میرے بیٹے! اس سے تم رنجیدہ نہ ہو، میں نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر لیے تھے تا کہ رسول اللہ ﷺ کو کھانا پہنچا سکوں، پھر جب اہل شام حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو ''ابن ذات النطاقین'' کا طعنہ دیتے، تو حضرت عبد اللہ بن زبیر کہتے: ''ای ھا والالہ'' یعنی مجھے اس کا اعتراف ہے اللہ کی قسم! یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اور کہو اللہ کی قسم! یہ بات مجھے محبوب ہے، کیونکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے لیے یہ بات باعثِ فخر تھی کہ ان کی والدہ نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کیے تا کہ ایک

Marfat.com

سے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے پانی کا مشکیزہ باندھیں اور دوسرے میں وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کھانا باندھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵۴-۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أُمَّ حُفَيْدٍ بِنْتَ الْحَارِثِ بْنِ حَزْنٍ خَالَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ أَهْدَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَمْنًا وَأَقِطًا وَأَضُبًّا فَدَعَا بِهِنَّ فَأُكِلْنَ عَلَى مَائِدَتِهِ وَتَرَكَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ كَالْمُسْتَقْذِرِ لَهُنَّ وَلَوْ كُنَّ حَرَامًا مَا أُكِلْنَ عَلَى مَائِدَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا أَمَرَ بِأَكْلِهِنَّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، کہ حضرت ام حُفَید بنت الحارث بن حزن جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ہدیہ میں گھی، پنیر اور کئی گوہ بھیجیں، نبی ﷺ نے ان کو منگایا، پھر نبی ﷺ کے دسترخوان پر وہ چیزیں کھائی گئیں اور نبی ﷺ نے ان کو ترک فرما دیا، گویا آپ کو ان سے گھن آرہی تھی، اور اگر یہ چیزیں حرام ہوتیں تو نبی ﷺ کے دسترخوان پر نہ کھائی جاتیں اور نہ آپ انہیں کھانے کا حکم دیتے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۷۵، ۵۳۸۹، ۵۴۰۲، ۷۳۵۸، صحیح مسلم: ۱۹۴۷، سنن نسائی: ۴۳۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۷۹۳، مسند احمد: ۲۹۵۴)

میں کہتا ہوں: صحیح البخاری: ۲۵۷۵ میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے گوہ کو گھن کھاتے ہوئے ترک کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی ہے اور اگر گوہ حرام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر نہ کھائی جاتی۔

گوہ کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن محمد قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک گوہ کا کھانا مباح ہے، ان میں حضرت عمر بن الخطاب اور دیگر نبی ﷺ کے اصحاب ہیں، حضرت ابو سعید نے کہا: ہمیں سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب کو اگر کوئی شخص گوہ ہدیہ میں دیتا تو وہ اس کے نزدیک مرغی سے زیادہ پسندیدہ تھی، حضرت عمر نے کہا: اگر مجھے ہر گوہ کے بدلہ میں فربہ مرغی ملتی تو میں یہ چاہتا کہ مجھے ہر سوراخ میں گوہ مل جاتی، امام مالک، امام شافعی، لیث، اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے، اور امام ابوحنیفہ نے کہا: گوہ حرام ہے (بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔ سعیدی غفرلہ) سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے۔

گوہ کھانے کے مکروہ تحریمی ہونے متعلق احادیث

حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گوہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۹۶)

حضرت خزیمہ بن جز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کیا کوئی گوہ کو کھائے گا! اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام ابن ماجہ نے اس

Marfat.com

حدیث کی ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ گوہ کون کھائے گا؟ اور امام احمد، اسحاق اور امام ابویعلیٰ نے روایت کی ہے کہ سعید بن المسیب سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔
(الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ مع ہدایہ اخیرین ص ۴۴۰، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوہ ہدیہ میں پیش کی گئی تو آپ نے اسے نہیں کھایا، پھر ایک سائل آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو گوہ دینے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کو وہ چیز دے رہی ہو جس کو تم خود نہیں کھاتیں۔
(شرح معانی الآثار: ۶۲۲۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے اور دوسروں کے کھانے کے لیے گوہ کو مکروہ قرار دیا۔

صحیح البخاری: ۵۳۸۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ حدیث کتاب الہبہ میں باب قبول الھدیہ میں گزر چکی ہے، اور اس کی مکمل شرح وہاں ذکر کی گئی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

ام حُفید: (حاء پر پیش ہے اور فاء پر زبر ہے اور یاء پر جزم ہے)، بنت الحارث بن حزن، ان کا نام ہزیلہ ہے، یہ لفظ ہزلہ کی تصغیر ہے اور ان کی کئی بہنیں تھیں، ام خالد بن ولید اور ان کا نام لبابہ ہے اور یہ لبابہ صغریٰ ہیں، اور ام ابن عباس یہ لبابہ کبریٰ ہیں، اور حضرت میمونہ ام المومنین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ، یہ سب الحارث بن الحزن الہلالی کی بیٹیاں ہیں۔

گوہ کا معنی

اس حدیث میں ''الضب'' کا لفظ ہے، اس میں الف پر زبر ہے اور ضاد پر پیش ہے اور باء پر تشدید ہے، یہ لفظ ضب کی جمع ہے جیسے فلس کی جمع افلس ہے، اور کتاب العین میں مذکور ہے، ''الضب'' کی کنیت ''ابوحلس'' ہے اور یہ ایسا جانور ہے جو ''الوَرَل'' کے مشابہ ہوتا ہے، (الوَرَل کا معنی ہے: گوہ کی مثل ایک جانور اور گوہ کو اردو میں سوسمار کہتے ہیں)۔ عرب اس جانور کو کھاتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے: ''کالمتقذر'' یعنی اس کو مکروہ سمجھتے ہوئے اور اس کو صفائی کے خلاف سمجھتے ہوئے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵۶-۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابُ: السَّوِيق — ستو کا بیان

اس باب میں ستو کا بیان ہے۔
جَو یا گندم کو بھون کر آٹے کی طرح پیس لیا جائے، پھر جو اس سے حاصل ہوتا ہے اس کو ستو کہتے ہیں۔ اس کو پانی میں گھول کر اور اس میں شکر ملا کر بھی پیا جاتا ہے، اور اس میں گھی ملا کر اور چینی ڈال کر بھی جامد حالت میں کھایا جاتا ہے۔ احادیث میں ستو کے دونوں طرح کھانے کا ذکر ہے۔

Marfat.com

۵۳۹۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ عَلَى رَوْحَةٍ مِنْ خَيْبَرَ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَدَعَا بِطَعَامٍ فَلَمْ يَجِدْهُ إِلَّا سَوِيقًا فَلَاكَ مِنْهُ فَلُكْنَا مَعَهُ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ ثُمَّ صَلَّى وَصَلَّيْنَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از بُشیر بن یسار از سُوید بن نعمان، انہوں نے ان کو خبر دی کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ مقام الصہباء میں تھے اور یہ جگہ خیبر سے دو پہر کے وقت کی مسافت کے فاصلہ پر ہے، پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے کھانا منگایا، تو سوائے ستو کے اور کوئی چیز نہیں ملی تو آپ نے ستو پھانک لیے، ہم نے بھی آپ کے ساتھ پھانکے، پھر آپ نے پانی منگایا، آپ نے کلی کی اور آپ نے نماز پڑھی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ نے وضو نہیں فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۹، ۲۱۵، ۲۹۸۱، ۴۱۷۵، ۴۱۹۵، ۵۳۸۴، ۵۳۹۰، ۵۴۵۴، ۵۴۵۵)

صحیح البخاری: ۵۳۹۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث میں حماد کا ذکر ہے، یہ ابن زید ہیں اور یحییٰ کا ذکر ہے اور یہ ابن سعید الانصاری ہیں، اور بُشَیر (با، پر پیش اور شین پر زبر) یہ ابن یسار ہیں، اور یسار کا معنی ہے: یمین کی ضد۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فلاك منه''، یہ لفظ لوث سے ماخوذ ہے، یعنی کسی چیز کو منہ میں رکھ کر گھولنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''آپ نے وضو نہیں کیا''، اس میں یہ بیان ہے کہ آپ نے ستو کھانے کو وضو توڑنے کا سبب قرار نہیں دیا اور اس سے معلوم ہوا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۰۔ بَابٌ: مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُسَمَّى لَهُ فَيَعْلَمَ مَا هُوَ

اس بات کا بیان کہ نبی ﷺ کسی چیز کو نہیں کھاتے تھے حتیٰ کہ اس کا نام لیا جاتا، سو آپ جان لیتے کہ کیا چیز ہے

اس باب کے عنوان کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے جو چیز رکھی جاتی، آپ اس کو اس وقت تک نہیں کھاتے تھے جب تک

Marfat.com

کہ اس چیز کا نام آپ کو نہ بتایا جائے۔

علامہ ابن بطال بیان کرتے ہیں کہ عرب کا طریقہ یہ تھا کہ کھانے کی جو چیز سامنے ہوتی تو وہ اس کے متعلق سوال نہیں کرتے تھے، کیونکہ کھانے کی چیزیں کم ہوتی تھیں، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے سے پہلے خود سوال نہیں کیا تھا۔

۵۳۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ سَيْفُ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوذًا قَدْ قَدِمَتْ بِهِ أُخْتُهَا حُفَيْدَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَكَانَ قَلَّمَا يُقَدِّمُ يَدَهُ لِطَعَامٍ حَتَّى يُحَدَّثَ بِهِ وَيُسَمَّى لَهُ فَأَهْوَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَدَهُ إِلَى الضَّبِّ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الْحُضُورِ أَخْبِرْنَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا قَدَّمْتُنَّ لَهُ هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللهِ فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَدَهُ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ أَحَرَامٌ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لَا وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهُ فَأَكَلْتُهُ وَرَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَنْظُرُ إِلَيَّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری، انہوں نے کہا: مجھے خبر دی ابوامامہ بن سہل بن حُنیف الانصاری نے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی، کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جن کو سیف اللہ کہا جاتا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہ ان کی خالہ تھیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی خالہ تھیں، پس وہاں انہوں نے ایک بھنی ہوئی گوہ پائی، جس کو ان کی بہن حضرت حُفیدۃ بنت الحارث نجد سے لے کر آئی تھیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوہ رکھ دی گئی اور کم ایسا ہوتا تھا کہ آپ کھانے کے اوپر ہاتھ بڑھاتے حتیٰ کہ آپ کو بتایا جاتا اور نام لیا جاتا کہ یہ کیا کھانا ہے، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ گوہ کی طرف بڑھایا، پس ایک خاتون نے جو اس وقت وہاں تھیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاؤ تم نے آپ کے سامنے کیا چیز پیش کی ہے، یا رسول اللہ! وہ گوہ ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے اپنا ہاتھ اٹھالیا، پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا گوہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، لیکن یہ ہم لوگوں کی سرزمین میں نہیں ہوتی، میں اس سے متنفر ہوتا ہوں، حضرت خالد بن ولید نے کہا: پس میں نے اس کو گھسیٹ لیا اور اس کو کھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۰۰، ۵۵۳۷، صحیح مسلم: ۱۹۴۶، سنن نسائی: ۴۳۱۶، سنن ابوداؤد: ۳۷۹۴، مسند احمد: ۲۶۷۹، موطا امام مالک: ۱۸۰۵، سنن دارمی: ۲۰۱۷)

صحیح البخاری: ۵۳۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے اور یہ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں، اور یونس کا ذکر ہے اور یہ یونس بن یزید ہیں۔ اور زہری کا ذکر ہے اور یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں، اور ابوامامہ کا ذکر ہے، یہ اسعد بن سہل بن حنیف ہیں۔

اس حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی خالہ تھیں اور ہم اس سے پہلے اس باب میں لکھ چکے ہیں جس میں چپاتیوں کا ذکر تھا کہ حضرت لبابہ صغریٰ یہ حضرت خالد بن ولید کی ماں ہیں اور حضرت لبابہ کبریٰ حضرت ابن عباس کی ماں ہیں، اور حضرت اُم حفیدہ آپس میں بہنیں ہیں اور یہ الحارث بن حزن کی بیٹیاں ہیں اور یہاں پر ذکر کیا ہے کہ حضرت حفیدہ یہی امِ حفیدہ ہیں اور یہی اہل نسب کے نزدیک محفوظ ہیں اور ان کا نام ہزیلہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا تھا۔

''محنوذ'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''محنوذا'' یعنی بھنی ہوئی، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ (ہود) پھر تھوڑی دیر بعد وہ گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے O

کہا جاتا ہے: ''حنذت الشاة'' یعنی میں نے بکری کو بھون لیا اور اس کے اوپر پتھر رکھ دیئے تاکہ وہ پک جائے۔

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھانے کا ارادہ کیا تو حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ یہ گوہ کا گوشت ہے تو آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

''النسوة الحضور'' میں موصوف اور صفت میں عدم مطابقت کے اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فقالت امراة من النسوة الحضور''، اس پر یہ اعتراض ہے کہ النسوة مؤنث ہے اور الحضور جمع کا صیغہ ہے اور صفت اور موصوف کے اندر تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر صورۃ الجمع مراد ہے یا یہ کہا جائے کہ یہاں پر الحضور مصدر ہے اس لیے یہ مذکر اور مونث کے برابر ہے۔

اس حدیث میں ''اعافه'' کا لفظ ہے، یعنی میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔

گوہ کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اور سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی متوفی ۹۶ھ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۷ھ، نے یہ استدلال کیا ہے کہ گوہ کا کھانا جائز ہے، اور یہی ظاہریہ (غیر مقلدین) کا مذہب بھی ہے۔ اور ابن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ گوہ کھانے کی اباحت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے منقول ہے اور دیگر صحابہ سے بھی۔

صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ نے کہا ہے کہ گوہ کا کھانا مکروہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کے کھانے سے منع فرمایا تھا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے کھانے کے متعلق سوال کیا، لیکن امام ابو

جعفر احمد بن محمد طحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے گوہ کھانے کی اباحت کی طرف رجوع کر لیا اور کہا کہ گوہ کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہمارے نزدیک یہی قول معتبر ہے اور امام طحاوی نے کہا: اور ایک قوم نے گوہ کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے، ان میں سے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ، اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: امام طحاوی کی قوم سے مراد الحارث بن مالک اور یزید بن ابی زیاد اور وکیع ہیں، کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ گوہ کا کھانا مکروہ ہے، اور یہ مذہب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ، اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما متوفی ۷۸ھ کا ہے۔ پھر ہمارے اصحاب کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ گوہ کھانے کی کراہت، کراہتِ تنزیہی ہے کراہتِ تحریمی نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ گوہ کھانا حرام نہیں ہے۔

گوہ کھانے کی کراہت پر دلیل اور جن احادیث میں گوہ کھانے کا جواز ہے ان کا منسوخ ہونا

اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ بعض احادیث گوہ کھانے کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور بعض احادیث گوہ کھانے کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور تاریخ معلوم نہیں ہے۔ پس محرم (حرام کرنے والی) کو مبیح (مباح کرنے والی) سے مؤخر قرار دیا جائے گا تو یہ نسخ کی دلیل ہے اور ان تمام احادیث میں سے جو گوہ کھانے کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جس کو صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی نے ذکر کیا ہے، لیکن اس میں بحث ہے کیونکہ صاحب تخریج احادیث الہدایہ (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث غریب ہے۔

گوہ کھانے کی کراہت پر مزید احادیث اور فقہاء شافعیہ کے اعتراضات کے جوابات

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: کہ محمد بن الحسن نے از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ، سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گوہ پیش کی گئی تو آپ نے اس کو نہیں کھایا، پھر میں نے آپ سے گوہ کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے مجھے اس سے منع فرمایا، پھر ایک سائل آیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سائل کو گوہ دینے کا ارادہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو وہ چیز دے رہی ہو جو تم خود نہیں کھاتیں، سو یہ نہی (ممانعت) تحریم پر دلالت کرتی ہے۔

نیز امام ابوداؤد نے کتاب الاطعمہ میں اس اسماعیل بن عیاش از ضمضم بن زرعہ از شریح بن عبید از ابی راشد الحبرانی از عبدالرحمن بن شبل روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی روایت میں ابن عیاش منفرد ہیں اور یہ حدیث حجت نہیں ہے اور حافظ المنذری نے کہا ہے: اسماعیل بن عیاش اور ضمضم دونوں میں مقال ہے، اور علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند اس پائے کی نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ ضمضم حمصی اور ابن عیاش جب شامیین سے روایت کریں تو ان کی حدیث صحیح ہوتی ہے، اسی طرح اس کو امام بخاری اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے اور امام بیہقی پر تعجب ہے کہ انہوں نے "باب ترك الوضوء من الدم" میں

Marfat.com

بھی امام بخاری اور یحییٰ بن معین کی مثل کہا ہے اور یہاں پر کہا ہے کہ وہ حجت نہیں ہے، اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت کی اور اس پر سکوت کیا۔ اور امام ابوداؤد کا قاعدہ یہ ہے کہ جس حدیث پر وہ سکوت کریں تو وہ ان کے نزدیک حسن ہوتی ہے، جیسا کہ اصولِ حدیث میں معروف ہے۔

نیز امام ترمذی نے سندِ صحیح کے ساتھ ابن عیاش از شرحبیل بن مسلم از ابی امامہ اور شرحبیل شامی روایت کی ہے اور امام طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کی ہے عبدالرحمٰن بن حسنہ کی طرف اسناد کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک ایسی سرزمین میں داخل ہوئے جس میں گوہ بہت زیادہ تھیں، ہم کو بھوک لگی ہوئی تھی، ہم نے چند گوہ لے کر پکالیں اور پتیلیوں میں گوہ کا گوشت اُبل رہا تھا، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ ہم نے بتایا کہ گوہ ہیں جن کو ہم نے پایا ہے، آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک امت کو مسخ کر کے زمین کا ایک جانور بنا دیا گیا تھا اور مجھے خطرہ ہے کہ وہ جانور یہی گوہ ہے، سو تم ان پتیلیوں کو الٹ دو۔

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے اور یہ فقہاء احناف کی قوی دلیل ہے کہ گوہ کھانا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵۸-۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۹۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کھانے کی چیزوں کے متعلق سوال کرنے کی توجیہ

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ کھانے کے متعلق اس لیے سوال کیا جاتا تھا کہ عرب کھانے کی چیزوں میں سے کسی کو ناپسند نہیں کرتے تھے، کیونکہ ان کے ہاں کھانے کی چیزیں کم ہوتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض چیزوں کو ناپسند کرتے تھے، اور اس لیے ان کے متعلق سوال کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کہتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سوال کا سبب یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر جنگلوں میں نہیں رہتے تھے، اس لیے آپ کو بہ کثرت حیوانات کی خبر نہیں تھی، یا اس وجہ سے کہ شریعت نے بعض حیوانات کو تو حرام قرار دیا اور بعض حیوانات کو مباح قرار دیا اور صحابہ از خود کسی چیز کو حرام نہیں قرار دیتے تھے اور بسا اوقات وہ کوئی جانور پکا ہوا لاتے اور کوئی جانور بھنا ہوا لاتے، پس ان کے نزدیک حلال ہونا متمیز نہ ہوتا سوائے اس کے کہ وہ اس کے متعلق سوال کریں۔

پھر امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث گوہ کے قصہ میں ذکر کی ہے اور اس کی شرح ''کتاب الصید والذبائح'' میں آئے گی۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۳۴-۵۳۵، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۷۷-۵۷۸، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۹۱ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث پہلی حدیث کی مثل ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز لائی جاتی تو بہت کم ایسا

Marfat.com

ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے متعلق سوال کرتے حتیٰ کہ آپ کو بتایا جاتا اور کہا جاتا کہ یہ چیز اس طرح ہے، اس طرح ہے، تا کہ آپ کا نفس مطمئن ہو۔

اور بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودی عورت خیبر میں زہر آلود بکری لائی تو اس کے بعد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز لائی جاتی تو آپ اس وقت تک نہیں کھاتے تھے جب تک کہ یہ معلوم نہیں کر لیتے کہ یہ کیا چیز ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پرہیز کرنا چاہیے اور احتیاط کے تقاضوں پر عمل کرنا چاہیے، اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متقی تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا ہاتھ گوہ سے کھینچ لیا تو حضرت خالد بن ولید نے پوچھا: کیا گوہ حرام ہے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)؟۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۴۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۱۔ بَابٌ: طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الِاثْنَيْنِ — ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کافی ہوتا ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کا یہ عنوان صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مناسب ہے جو امام بخاری کی شرط کے مطابق ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کافی ہوتا ہے۔ اور یہ عنوان اس حدیث میں ہے جس کی امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک آدمی کا طعام دو آدمیوں کو کافی ہوتا ہے، اور دو آدمیوں کا طعام تین آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور چار آدمیوں کا طعام پانچ آدمیوں کو کافی ہوتا ہے۔

اور امام سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۳ھ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مل کر کھاؤ اور علیحدہ علیحدہ نہ کھاؤ، کیونکہ ایک آدمی کا طعام دو کو کافی ہوتا ہے اور امام طبرانی نے نیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کا طعام دو آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور دو آدمیوں کا طعام چار کو کافی ہوتا ہے، اور نیز امام طبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ متوفی ۵۸ھ، سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کا طعام دو آدمیوں کو کافی ہوتا ہے۔

اور اس باب کی حدیث عنوان کے مخالف ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کا مرجع نصف ہے، اور دوسری احادیث کا مرجع ثلث اور ربع ہے، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ الفاظ جو ان احادیث میں ذکر کیے گئے ہیں، یہ احادیث امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں تھیں تو انہوں نے عنوان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ذکر کیا کیونکہ وہ ان کی شرط کے مطابق تھی۔

۵۳۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ح — امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ

Marfat.com

وحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ الله ﷺ طَعَامُ الِاثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ۔

بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی، ح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی زناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کافی ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۵۸، سنن ترمذی: ۱۸۲۰، مسند احمد: ۹۰۲۴، موطا امام مالک: ۱۷۲۶)

صحیح البخاری: ۵۳۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان احادیث سے مراد ہمدردی اور غمگساری ہے

اس حدیث میں ارشاد ہے "دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کافی ہوتا ہے": یعنی جتنے کھانے سے دو آدمی سیر ہو جاتے ہیں تو تین آدمی بھی سیر ہو کر کھا سکتے ہیں اور جتنے کھانے سے تین آدمی سیر ہو کر کھا سکتے ہیں، اتنے کھانے سے چار آدمی بھی سیر ہو کر کھا سکتے ہیں۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: ان احادیث سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو کھانے کی اتنی مقدار پر کفایت کرنے کی ترغیب دی جائے جس سے ان کو قناعت ہو جائے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور سخاوت کا موقع حاصل ہو۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر حال میں دو کا کھانا تین کے لیے کافی ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد لوگوں کے ساتھ غمگساری اور حسنِ سلوک ہے اور چاہیے کہ دو آدمی تیسرے آدمی کو اپنے ساتھ کھانے میں داخل کر لیں اور چوتھے کو بھی داخل کر لیں اگر وہ حاضر ہو تو۔

مل کر کھانے کی ترغیب

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ کھانا مل کر کھانا چاہیے اور کوئی مرد اکیلا نہ کھائے، کیونکہ اس سے برکت حاصل ہوتی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ہم نے ذکر کیا ہے کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مل کر کھاؤ اور متفرق طور پر نہ کھاؤ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

پرہیزی کھانا الگ کھانے کا جواز

میں کہتا ہوں: اصل اور سنت تو یہی ہے کہ مل کر کھانا چاہیے اور الگ الگ بیٹھ کر نہیں کھانا چاہیے لیکن اگر کوئی آدمی بیمار ہو اور اس کا کھانا پرہیزی ہو اور دوسرے صحت مند ہوں جو عام قسم کا کھانا کھاتے ہوں تو پھر بیمار آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا پرہیزی کھانا الگ بیٹھ کر کھالے۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۹۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان احادیث سے مراد اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دینا ہے اور سخاوت اور غمگساری کرنا ہے

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کافی ہوتا ہے، اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور چار آدمیوں کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کافی ہوتا ہے۔

تاہم یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے: ان احادیث سے مراد کھانے میں سخاوت ہے اور غمگساری ہے اور اپنے نفس کے اوپر دوسروں کو ترجیح دینا ہے۔ اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر آدمی کھانے میں برابر ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کو کافی ہے، یہ دلیل ہے کہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دی جائے، جس کی وجہ سے صحابہ کی اور مسلمانوں کی ستائش کی گئی ہے اور کھانے کی جتنی مقدار سے قناعت ہو جائے اتنی مقدار کے اوپر کفایت کی جائے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس سال قحط پڑ گیا تھا یہ ارادہ کیا کہ ہر گھر والا اپنے ساتھ اتنے لوگوں کو کھلائے جتنے لوگ اس کے گھر میں ہیں اور فرمایا: کوئی شخص اپنی نصف خوراک کے کھانے سے ہلاک نہیں ہوگا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مجتمع ہو کر کھانا مستحب ہے اور کوئی شخص اکیلا نہ کھائے، اور اسی میں برکت ہے اور عنقریب اس باب میں آئے گا کہ جس نے دس دس مہمانوں کو اپنے گھر میں داخل کیا اور اس سے ظاہر یہ ہو گیا کہ یہاں سیر ہو کر کھانا مراد نہیں ہے بلکہ اتنا کھانا مراد ہے جو ایک وقت کے لیے کافی ہو، کیونکہ حدیث میں ہے کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہوتا ہے اور دو کا کھانا چار کو کافی ہوتا ہے علیٰ ھذا القیاس۔ اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ جتنے کھانے سے ایک آدمی سیر ہو کر کھا سکتا ہو، وہ کھانا دو آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۱۳۲-۱۳۴، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۹۲، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو اس حدیث میں جو فرمایا ہے: ''دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کافی ہوتا ہے''۔ اس سے کیا مراد ہے؟ تو میں کہوں گا: اس سے مراد سیر ہو کر کھانا ہے۔ بعض شارحین نے کہا ہے: اگر تم کہو کہ عنوان اس پر دلالت کرتا ہے کہ ایک کا کھانا نصف سیر ہونے کے لیے کافی ہے اور حدیث دلالت کرتی ہے کہ دو تہائی کا کھانا چار آدمیوں کے سیر ہونے کے لیے کافی ہے تو میں کہوں گا: یہ کلام بہ طور تشبیہ یا بہ تقریب کے ہے، بہ طور تہدید کے نہیں ہے اور شارع علیہ السلام کی غرض یہ ہے کہ ایک کھانے کو زیادہ لوگ مل کر کھائیں تا کہ برکت حاصل ہو۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۹ ص ۹۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۳۹۲، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

قناعت اور مکارم اخلاق کی ترغیب

طعام اگر قلیل بھی ہو تو لوگوں کو مل کر کھانا چاہیے کیونکہ اس سے برکت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے کھانے کو مل کر کھاؤ تو اللہ تعالیٰ تم کو اس میں برکت عطا فرمائے گا اور اس حدیث کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ غمگساری اور حیات میں تعاون کی دعوت دی جائے، کیونکہ جو طعام ایک آدمی کے لیے کافی ہوتا ہے وہ دو کے لیے بھی کافی ہو جاتا ہے جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں ہے۔

اور اس حدیث شریف کا تقاضا یہ ہے کہ پانچ آدمیوں کا کھانا دس کو کافی ہوگا اور اس حدیث سے مقصود غمگساری ہے اور یہ کہ مسلمان اپنے کھانے میں بخل نہ کرے اور یہ کہے کہ یہ کھانا کافی نہیں ہے، یہ کھانا تو صرف ایک شخص کے لیے کافی ہے یا تین شخصوں کے لیے کافی ہے، تو ہم دوسروں کو کیسے دعوت دیں۔ اور اس حدیث میں مکارمِ اخلاق کی ترغیب ہے اور جو چیز میسر ہو، اس پر قناعت کرنے کو برانگیختہ کرنا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) مل کر کھانا مستحب ہے اور یہ کہ انسان اکیلا نہ کھائے۔

(۲) ان احادیث میں غمگساری کی طرف اشارہ ہے، اس سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں O (الدہر)

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کے پاس جو کھانا ہو، وہ اس کو حقیر نہ سمجھے اور وہ دوسروں کو کھلانے سے گریز نہ کرے، کیونکہ کبھی قلیل مقدار سے بھی بھوک مٹ جاتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص سے اس کا رب عنقریب کلام فرمائے گا، اور اس شخص کے درمیان اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، پس وہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسی عمل کو دیکھے گا جو اس نے پہلے بھیجا ہے اور پھر بائیں جانب دیکھے گا تو اسی عمل کو دیکھے گا جو اس نے پہلے دیکھا ہے، پھر اپنے سامنے دیکھے گا تو وہ اپنے سامنے صرف دوزخ کی آگ دیکھے گا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کی آگ سے بچو، اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کر کے بچو، اور دوسری حدیث میں یہ اضافہ ہے اور خواہ نیک بات سے۔ (صحیح البخاری: ۷۵۱۲)

(الشرح المیسیر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی، ج ۵ ص ۱۵۳، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

Marfat.com

١٢۔ بَابٌ: اَلْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ (فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم)

مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور لفظ "مِعًی" اسم مقصور ہے، اس میں میم کے نیچے زیر ہے اور تنوین ہے اس کی جمع "امعاء" آتی ہے اور اس کا تثنیہ "معیان" تا ہے، امام ابو حاتم نے کہا کہ یہ لفظ مذکر مقصور ہے اور میں نے کسی سے نہیں سنا کہ یہ لفظ مونث ہے۔

اور قاضی عیاض نے اہل طب سے اور اہل تشریح سے نقل کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ انسان کی سات آنتیں ہوتی ہیں اور معدہ ہوتا ہے، پھر تین آنتیں اس کے بعد متصل ہوتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُؤْتَى بِمِسْكِينٍ يَأْكُلُ مَعَهُ فَأَدْخَلْتُ رَجُلًا يَأْكُلُ مَعَهُ فَأَكَلَ كَثِيرًا فَقَالَ يَا نَافِعُ لَا تُدْخِلْ هٰذَا عَلَيَّ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واقد بن محمد از نافع، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس وقت تک نہیں کھاتے تھے حتیٰ کہ ایک مسکین کو لایا جاتا جو ان کے ساتھ کھانا کھاتا، سو میں نے ایک مرد کو داخل کیا جو ان کے ساتھ کھا رہا تھا، اس نے بہت زیادہ کھانا کھایا، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے نافع! تم اس کو میرے پاس داخل نہ کرنا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۹۳، ۵۳۹۴، ۵۳۹۵)

صحیح البخاری: ۵۳۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان اس باب میں مذکور حدیث کا نصف ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں عبدالصمد کا ذکر ہے اور وہ عبدالوارث ہیں، اور واقد بن محمد کا ذکر ہے، اور یہ ابن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور میں کافر اور مومن کے مصداق کے متعلق متعدد اقوال

اس میں اختلاف ہے کہ اس حدیث سے کیا مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس میں مومن کی مثال بیان کی گئی ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے اور کافر کی مثال بیان کی گئی ہے کہ وہ دنیا پر حرص کرتا ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں مومن کی تخصیص ہے کہ وہ زیادہ کھانے سے پرہیز کرتا ہے جس سے دل کی سختی اور نیند پیدا ہوتی ہے اور کافر کا وصف کیا گیا ہے کہ وہ زیادہ کھاتا ہے تاکہ مومن کافر کی صفت سے اجتناب کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اس آیت میں ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ○ (محمد)

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ (دنیا میں) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور جانوروں کی طرح کھا رہے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے ○

اور یہ غالب اور اکثر احوال کے اعتبار سے ہے، ورنہ بعض مومنین بھی اپنی عادت یا کسی عارضہ کی وجہ سے زیادہ کھاتے ہیں اور کفار بھی بعض ایسے ہیں جو عادتاً کم کھاتے ہیں یا تو صحت کی رعایت کی وجہ سے جیسا کہ اطباء کہتے ہیں، یا رُہبانیت کی وجہ سے دنیا کو ترک کرتے ہیں یا معدہ کے ضعف کی وجہ سے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث میں مومن سے مراد وہ مومن ہو جو کھانے کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتا ہے تو اس کے کھانے میں شیطان شریک نہیں ہوتا اور کافر کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھتا تو شیطان اس کے کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ مومن سے مراد ہے مومنِ کامل، جس کا ایمان مکمل ہوتا ہے، کیونکہ جو اسلام میں اچھے کام کرے اور اس کا ایمان کامل ہو تو اس کی فکر اس میں مشغول رہتی ہے کہ موت کے وقت اور موت کے بعد اس کے کیا احوال ہوں گے، اور یہ فکر اس کو کھانے کی شہوت کو پورا کرنے سے روکتی ہے، اور رہا کافر تو اس کی شان سے حرص ہے، سو وہ اس طرح کھاتا ہے جس طرح جانور کھاتے ہیں، اور وہ اپنے بدن کی اصلاح کا خیال نہیں کرتا۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا: میں نے ابن ابی عمر سے سنا، وہ یہ کہتے تھے کہ ایک قوم اس حدیث کو دنیا میں رغبت پر محمول کرتی ہے جیسے کہتے ہیں: فلاں آدمی دنیا کو کھاتا ہے، یعنی دنیا میں رغبت کرتا ہے اور دنیا پر حرص کرتا ہے، سو مومن ایک آنت میں کھاتا ہے، کیونکہ اس کو دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے، اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے، کیونکہ اس کو دنیا میں رغبت ہوتی ہے اور انہوں نے اس کو طعام پر محمول نہیں کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے دیکھا کئی مومن کافر سے زیادہ کھاتے ہیں اور اگر اس کی طعام سے تاویل کی جائے تو حدیث کا معنی محال ہوگا۔

پانچواں قول یہ ہے کہ یہ حدیث خاص معین مرد کے متعلق ہے، وہ پہلے کافر تھا، پھر مسلمان ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق یہ فرمایا اور اس مرد کے نام میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ ثمامہ بن اثال ہیں، المازری اور علامہ نووی نے اسی کو وثوق سے کہا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ جھجاہ الغفاری ہیں۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ وہ نضلہ بن عمرو الغفاری ہیں اور چوتھا قول یہ ہے کہ وہ

Marfat.com

ابو بصرہ الغفاری ہیں۔ اور پانچواں قول یہ ہے کہ وہ ان کے بیٹے ابن بصرہ بن ابی بصرہ الغفاری ہیں، اور چھٹا قول یہ ہے کہ ابو غزوان ہیں۔

جس مرد نے حالتِ کفر میں سات گنا کھایا اور حالتِ اسلام میں اس کی ایک مثل کھائی

اور امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ ابو عبد الرحمٰن الحبلی از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات مرد آئے، پس ہر مرد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد نے لے لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک مرد کو لے لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد سے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: ابوغزوان، حضرت عبد اللہ بن عمرو نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ سات بکریوں کا دودھ دوہا تو اس نے ان ساتوں بکریوں کا دودھ پی لیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے ابوغزوان، تمہاری کیا رائے ہے کہ تم اسلام قبول کرلو، اس نے کہا: جی ہاں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا، پھر جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ایک بکری کا دودھ بھیجا تو وہ ایک بکری کا دودھ نہ پی سکا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: اے ابو غزوان! کیا ہوا؟ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں سیر ہو گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل تمہارے لیے سات آنتیں تھیں اور آج تمہارے لیے صرف ایک آنت ہے۔

میں کہتا ہوں: ابو بصرہ کا نام حُمیل ہے (حاء پر پیش اور میم پر زبر) یہ اسم تصغیر ہے۔

سات آنتوں سے مبالغہ مراد ہے یا حقیقتِ عدد

اس حدیث میں سات آنتوں کا ذکر ہے، اس کی مراد میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اپنے ظاہر پر محمول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مبالغہ کے لیے ہے، اور حقیقتاً سات آنتوں کا عدد مراد نہیں ہے اور یہ اکثر اور غالب احوال کے اعتبار سے ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ سات کی تخصیص مبالغہ میں کثرت کے لیے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (لقمان)

اور اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی ہوں اور اس کے بعد ان میں سات سمندروں کا اور اضافہ ہو، تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے، بے شک اللہ بہت غالب، بے حد حکمت والا ہے ○ (لقمان: ۲۷)

کافر کی سات صفات

علامہ نووی نے کہا ہے: کافر کی سات صفات درج ذیل ہیں:

(۱) حرص (۲) بہت زیادہ حرص (۳) لمبی امید (۴) طمع (۵) بدمزاجی (۶) حسد (۷) موٹاپے سے محبت

شہوت کی سات قسمیں

علامہ قرطبی نے کہا: شہوات کی سات قسمیں ہیں:

(۱) طبعی شہوت، یعنی طبیعت کے تقاضوں کو پورا کرنا۔

Marfat.com

(۲) نفس کی شہوت، یعنی لذتِ جماع کا حصول۔
(۳) آنکھوں کی شہوت، یعنی خوبصورت چیزوں کو دیکھنے کی خواہش کرنا۔
(۴) منہ کی شہوت، یعنی لذیذ کھانوں کی خواہش کرنا۔
(۵) کانوں کی شہوت، یعنی سریلی آوازوں کو سننے کی خواہش کرنا۔
(۶) ناک کی شہوت، خوشبودار چیزوں کو سونگھنے کی خواہش کرنا۔
(۷) بھوک کی شہوت، پیٹ بھر کر کھانے کی خواہش کرنا۔

اور بھوک کی شہوت مومن کے لیے ضروری ہے اور رہا کافر تو وہ سب اقسام سے کھاتا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۱-۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۹۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مومن اور کافر کے ایک آنت اور سات آنتوں میں کھانے کے متعلق پانچ اقوال

حافظ ابوعمر بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بکریوں کا دودھ نکالا، تو ایک شخص نے وہ ساتوں بکریوں کا دودھ پی لیا، پھر جب وہ شخص مسلمان ہو گیا تو اس نے صرف ایک بکری کا دودھ پیا۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۴۳)

امام ابوعبید وغیرہ نے کہا ہے: یہ حدیث خاص اس مرد کے متعلق ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا، تو ہم نے دیکھا کہ مسلمان کی بہ نسبت کافر زیادہ کھاتا ہے۔ (غریب الحدیث: ج ۱ ص ۳۸۷)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث میں تمثیل بیان کی گئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ ہے کہ کافر کی فکر اور جد و جہد صرف اپنا پیٹ بھرنے کے لیے ہوتی ہے اور مومن کو اللہ تعالیٰ نے قناعت عطا کی ہے اور اس کی اکثر فکر دین کے متعلق ہوتی ہے اور وہ اپنے رب عزوجل کے رزق پر توکل کرنے والا ہوتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ مومن کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتا ہے، تو اس میں برکت ہوتی ہے تو اس کو اتنا کھانا کافی ہو جاتا ہے جو کافر کو کافی نہیں ہوتا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ بعض مومنین کفار سے زیادہ کھانے والے ہوتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ زیادہ کھانے والا مومن کافر ہوتا تو اس سے زیادہ کھاتا اور اگر کم کھانے والا کافر مومن ہوتا تو وہ پہلے کی بہ نسبت زیادہ کم کھاتا۔

اور چوتھا قول یہ ہے کہ علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے کہ یہ تمثیل ہے، جو تقلیل اور تکثیر سے متعلق ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوجہم اپنے کاندھے سے لاٹھی نہیں اتارتے''، علامہ خطابی نے کہا: اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جو زیادہ کھانے والا ہوگا اس کا اسلام ناقص ہوگا، کیونکہ متعدد اسلاف سے منقول ہے کہ بہت سے افاضل سلف زیادہ کھاتے تھے اور اس سے ان کے ایمان میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔

اور پانچواں قول یہ ہے کہ مومن حلال کھاتا ہے اور حلال کھانا حرام کی بہ نسبت کم ہوتا ہے اور کافر حرام کھاتا ہے اور وہ حلال کی بہ

Marfat.com

نسبت زیادہ ہوتا ہے، سو یہ پانچ اقوال ہیں۔

کھانے والوں کے تین طبقات

(۱) ایک طبقہ وہ ہے جو ہر کھانے پینے کی چیز کو کھالیتا ہے خواہ اس کو کھانے پینے کی ضرورت ہو یا نہ ہو اور یہ گدھوں کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ○ (محمد) اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ (دنیا میں) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور جانوروں کی طرح کھا رہے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے ○

وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ○ (الفجر) اور تم وراثت کا پورا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو ○

(۲) دوسرا طبقہ وہ ہے جنہیں جب بھوک لگتی ہے تب کھاتے ہیں اور جب بھوک مٹ جاتی ہے تو رک جاتے ہیں اور یہ ان لوگوں کی عادت ہے جو میانہ روی سے کام لیتے ہیں اور شمائل اور اخلاق میں نیک صفت ہوتے ہیں۔

(۳) تیسرا طبقہ وہ ہے جو بھوکے رہتے ہیں اور بھوک سے شہوتِ نفس کو مٹانے کا ارادہ کرتے ہیں اور سخت ضرورت کے بغیر نہیں کھاتے اور اس وقت بھی صرف اتنا کھاتے ہیں جس سے بھوک کی شدت مٹ جائے۔ یہ ابرار اور صالحین اور اخیار کا طریقہ ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھانے کو لازم کرلو، اور آخرت میں غور و فکر کرو، کیونکہ جس کا غور و فکر آخرت میں زیادہ ہوتا ہے تو اس کا طعام کم ہوجاتا ہے اور اس کی زبان کم بولتی ہے اور جس کو آخرت کی فکر کم ہوتی ہے، اس کا کھانا زیادہ ہوتا ہے اور اس کا گناہ زیادہ ہوتا ہے اور اس کا دل سخت ہوجاتا ہے اور جس کا دل سخت ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہوتا ہے۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۵۱، المستدرک ج ۱ ص ۸۸، تاہم محدث ابن جوزی نے حدیث کو الموضوعات میں درج کیا ہے)

اس باب کی ان احادیث میں دنیا کے کم مال کو لینے پر برانگیختہ کیا ہے اور بے رغبتی کی ترغیب دی ہے، اور جتنا مال مل جائے اس پر قناعت کو ابھارا ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کیا، میں نے آپ سے پھر سوال کیا، آپ نے پھر مجھے عطا کیا، میں نے پھر آپ سے سوال کیا، آپ نے مجھے پھر عطا کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حکیم! یہ مال میٹھا ہے، جو اس کو سخاوتِ نفس سے لے گا اس میں برکت دی جائے گی اور جو اس مال کو اپنے نفس کو جھکا کر لے گا اس میں برکت نہیں ہوگی اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۱۴۷۲، صحیح مسلم: ۱۰۳۵، سنن ترمذی: ۲۴۶۳، سنن نسائی: ۲۶۰۲، مسند احمد: ۱۵۱۳۶)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن میں ایک صاع (چار کلوگرام) کھجوریں کھالیتے تھے اور ان سے بڑھ کر کس کا ایمان ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کا علم ہے اور اس بات کا علم ہے کہ وہ کھانے پینے اور لباس کی بہت کم چیزوں کو حاصل کرتے تھے، تو وہ یہ اعتراض نہیں کرے گا اور یہ وہم نہیں کرے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر دن میں چار کلوگرام کھجوریں کھاتے تھے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انتہا سے زیادہ کھانے پینے اور لباس میں کم خرچ کرتے تھے، اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنے والے تھے، ہاں کسی دن ایسا ہوا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھوک کی شدت کی وجہ سے ایک دن میں چار کلو کھجوریں کھالی ہوں۔

صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ مومن کے لیے چند چھوٹے لقمے کافی ہیں جن سے اس کی پشت سیدھی رہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۴ ص ۲۵)

اور ربیع الابرار میں مذکور ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ایک رات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس روزہ افطار کرتے اور دوسری رات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس افطار کرتے اور تیسری رات حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس روزہ افطار کرتے، اور دو یا تین لقموں سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۱۳۶-۱۴۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۹۳ کی شرح از شیخ محمد علی صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

مومن کی ایک آنت اور کافر کی سات آنتوں کا ذکر بہ طور تمثیل اور تشبیہ ہے، بہ طور تحقیق نہیں ہے

یہ احادیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہیں، کیونکہ تمام انسان نیک ہوں یا بد ہوں، مومن ہوں یا کافر ہوں، ان کی خلقت ایک جیسی ہے اور ایسا نہیں ہوگا کہ ایک انسان کی تو ایک آنت ہو اور دوسرے انسان کی سات آنتیں ہوں اور اگر ہم تجربہ کریں اور جراحی کریں تو ہم دیکھیں گے کہ جس طرح مومن کی ایک آنت ہوتی ہے، اسی طرح کافر کی بھی ایک آنت ہوتی ہے، تو پھر یہ حدیث تشبیہ اور تمثیل پر محمول ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے زُہد اور دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے فرمایا کہ وہ ایک آنت میں کھاتا ہے اور چونکہ کافر کو دنیا سے محبت اور رغبت ہوتی ہے تو اس کے متعلق فرمایا کہ وہ سات آنتوں میں کھاتا ہے، یعنی آنت تو اس کی ایک ہی ہے لیکن اس کے کھانے سے یوں لگتا ہے جیسے وہ سات آنتوں میں کھا رہا ہو، جیسے کہا جاتا ہے: عقلمند انسان اس لیے کھاتا ہے تاکہ وہ زندہ رہے اور جاہل انسان کھانے کے لیے زندہ رہتا ہے، پس گویا کہ مومن دنیا سے کم حصہ لینے کی وجہ سے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے پاس رغبت کی وجہ سے کم کھاتا ہے، زیادہ نہیں کھاتا اور کافر کو چونکہ دنیا میں شدید رغبت ہوتی ہے اور وہ دنیا کی لذیذ چیزوں سے فائدہ اٹھانے سے محبت رکھتا ہے، تو وہ گویا کہ سات آنتوں میں کھاتا ہے، اور وہ اس طرح کھاتا ہے جیسے جانور کھاتے ہیں اور حلال اور حرام میں تدبر نہیں کرتا اور نہ وہ یومِ حساب اور یومِ جزا میں تدبر کرتا ہے اور وہ اس طرح زندہ رہتا ہے جیسے جانور جو اپنے پیٹوں کو بھرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَ یَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝ (محمد)

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ (دنیا میں) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور جانوروں کی طرح کھا رہے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے ۝

اور اس کی دلیل کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آنت اور سات آنتوں کا ذکر بہ طور تمثیل اور تصویر فرمایا ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا اور وہ کافر تھا، تو آپ نے اس کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا، اس نے اس کا سارا دودھ پی لیا، حتیٰ کہ سات بکریوں کا دودھ پی لیا، پھر وہ صبح کو مسلمان ہو گیا، پھر آپ نے اس کے لیے

Marfat.com

دودھ نکالنے کا حکم دیا تو وہ ایک بکری کے دودھ سے سیر ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: مومن ایک آنت سے کھاتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ آنت تو اس کی ایک ہی تھی لیکن کفر کی حالت میں وہ اتنا زیادہ کھاتا تھا کہ لگتا تھا کہ وہ سات آنتوں میں کھا رہا ہے۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۵۴-۱۵۵، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۵۳۹۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ وَإِنَّ الْكَافِرَ أَوِ الْمُنَافِقَ فَلَا أَدْرِي أَيَّهُمَا قَالَ عُبَيْدُ اللهِ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ وَقَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِمِثْلِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور بے شک کافر یا منافق، راوی کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں آپ نے کون سا کلمہ کہا ہے، عبید اللہ نے کہا کہ وہ سات آنتوں میں کھاتا ہے۔
ابن بکیر نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اسی کی مثل۔

اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے، یعنی جو تخریج صحیح البخاری: ۵۳۹۳ کی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال

اس حدیث میں ''عبدۃ'' کا ذکر ہے، یہ ابن سلیمان ہیں اور ''عبید اللہ'' کا ذکر ہے، یہ عبید اللہ بن عمر العمری ہیں اور امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: کافر یا منافق، یہ عبدۃ کو شک ہے کہ حدیث میں کیا لفظ ہے اور اس کی طرف انہوں نے یہ اشارہ کیا کہ مجھے از خود معلوم نہیں کہ عبید اللہ نے کیا کہا تھا، یعنی عبید اللہ بن عمر العمری نے کیا کہا تھا۔ امام مسلم نے اس حدیث کو از یحییٰ القطان از عبید اللہ بن عمر لفظ کافر کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں شک کا لفظ نہیں ہے، اسی طرح اس حدیث کی عمرو بن دینار نے روایت کی ہے جیسا کہ اگلے باب میں آئے گا، اور طبرانی کی روایت میں حضرت سمرہ کی حدیث میں منافق کی بجائے کافر کا لفظ ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق

اس حدیث کے آخر میں ایک تعلیق ہے جس میں مذکور ہے کہ ابن بکیر نے کہا، اس سے مراد یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ہیں، ابو زکریا المخزومی المصری ان سے امام بخاری نے بدء الوحی اور متعدد جگہ حدیث کی روایت کی ہے، علامہ الدمیاطی نے کہا کہ ابن یونس نے بیان کیا کہ یحییٰ بن بکیر ایک سو چون (۱۵۴ھ) میں پیدا ہوئے تھے اور صفر دو سو اکتیس (۲۳۱ھ) میں وفات ہوئی ہے، اس تعلیق کی

Marfat.com

امام ابونعیم نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۳۹۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ كَانَ أَبُو نَهِيكٍ رَجُلًا أَكُولًا فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْكَافِرَ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ فَقَالَ فَأَنَا أُومِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو، انہوں نے کہا کہ ابونہیک بہت زیادہ کھانے والے مرد تھے، تو ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے، تو ابونہیک نے کہا: میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں۔

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری: ۵۳۹۳ کی تخریج ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند سے روایت ہے، اور یہ حدیث بھی امام بخاری کی منفرد روایات میں سے ہے۔

ابونہیک کا تعارف

لفظ نہیک میں نون پر زبر ہے اور ھاء کے نیچے زیر ہے، علامہ کرمانی نے کہا: یہ اہلِ مکہ کے ایک مرد تھے، علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ کرمانی نے یہ عبارت امام حمیدی کے کلام سے اخذ کی، کیونکہ ان کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ ابونہیک اہلِ مکہ کے ایک مرد ہیں جو بہت زیادہ کھانا کھاتے تھے، تو ابونہیک نے کہا: میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۳۹۶۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ الْمُسْلِمُ فِي مِعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری: ۵۳۹۳ کی تخریج ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے۔

۵۳۹۷۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا كَثِيرًا فَأَسْلَمَ فَكَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا قَلِيلًا فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد بہت زیادہ کھانا کھاتا تھا،

Marfat.com

فِی مِعًی وَاحِدٍ وَالْکَافِرُ یَأْکُلُ فِی سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ۔

پھر وہ مسلمان ہوگیا تو وہ پھر تھوڑا کھانا کھاتا تھا، سو اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری: ۵۳۹۳ کی تخریج ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی امام بخاری نے از سلیمان بن حرب از شعبہ بن الحجاج روایت کی ہے، از عدی بن ثابت اور وہ عدی بن ابان بن ثابت الانصاری الکوفی ہیں، اور ان کے بیٹے کا بیٹا عبداللہ بن یزید الخطمی ہے جو ۱۱۵ھ میں فوت ہوگئے تھے، اور وہ شیعہ کی مسجد کے امام تھے اور کوفہ میں انہی کے قاضی تھے۔ امام بخاری اور امام مسلم ان کی حدیث سے استدلال کرنے پر متفق ہیں اور وہ ابوحازم سلمان الاشجعی سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ سلمہ بن دینار زاہد نہیں ہیں کیونکہ وہ الاشجعی سے عمر میں کم ہیں اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

حدیث مذکور کی مزید تخریج

اس حدیث کی امام نسائی نے باب الولیمہ میں اور امام ابن ماجہ نے کتاب الاطعمہ میں از ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ روایت کی ہے اور امام مسلم نے اس کی اپنی سند کے ساتھ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد کی میزبانی کی اور وہ کافر تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بکری کو لانے کا حکم دیا، اس کا دودھ نکالا گیا تو وہ اس کا سارا دودھ پی گیا، پھر دوسری بکری کا دودھ پی گیا، پھر تیسری بکری کا دودھ پی گیا حتیٰ کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا، پھر صبح کو وہ مسلمان ہوگیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بکری کا دودھ نکالنے کا حکم دیا تو اس نے اس کو پی لیا، اور دوسری بکری کا دودھ نکالنے کا حکم دیا تو اس نے نہیں پیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۳۔ بَابُ: الْأَکْلِ مُتَّکِئًا — ٹیک لگا کر کھانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ٹیک لگا کر کھانے کا کیا حکم ہے، امام بخاری نے وثوق کے ساتھ اس کا حکم نہیں بیان کیا، کیونکہ اس کے متعلق کوئی صریح ممانعت نہیں آئی اور امام ترمذی نے اس باب کا یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے، پھر انہوں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روایت کی ہے، جس کی امام بخاری نے بھی روایت کی ہے، اور ہمارے شیخ زین

الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: امام ترمذی نے ٹیک لگا کر کھانے کی احادیث کو کراہت پر محمول کیا ہے، جیسا کہ انہوں نے باب کا عنوان قائم کیا ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور متعدد صحابہ اور تابعین ٹیک لگا کر کھاتے تھے، ان احادیث کی امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کی ہے، پھر انہوں نے کہا کہ اس میں اختلاف ہے کہ کھانے کے وقت ٹیک لگانے سے کیا مراد ہے؟، پس ایک قول یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ چارزانوں بیٹھ کر کھائے جس سے معلوم ہو کہ وہ کھانے کے لیے تیار ہے۔

اور صاحب تلویح نے کہا کہ کھانے کے وقت زمین کے اوپر بیٹھے، اور اپنی سرین کو جما کر بیٹھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ٹیک لگانے سے مراد یہ ہے کہ کسی ایک جانب پر ٹیک لگائے اور یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۴-۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۳۹۸- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا آكُلُ مُتَّكِئًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از علی بن الاقمر، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

(صحیح البخاری: ۵۳۹۹، سنن ترمذی: ۱۸۰۳، سنن ابوداؤد ۱۸۶۹، سنن ابن ماجہ: ۳۲۶۲، مسند احمد: ۱۸۲۷۹، سنن دارمی: ۲۰۷۱)

صحیح البخاری: ۵۳۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال

ابونعیم کا نام ہے الفضل بن دکین، اور یہ مِسعر (میم کے نیچے زیر اور سین پر جزم) بن کدام العامری الکوفی ہیں۔ اور علی بن الاقمر بن عمرو بن الحارث بن معاویہ الہمدانی الکوفی تمام کے نزدیک ثقہ ہیں اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی حدیث ہے اور حضرت ابوجُحیفہ (جیم پر پیش اور حاء پر زبر اور یاء پر جزم) ان کا نام وہب بن عبداللہ السوائی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی، ٹیک لگا کر بیٹھنا متکبرین کا طریقہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس طرح بیٹھ کر کھائے جس طرح تشہد میں بیٹھتے ہیں

اس حدیث میں ارشاد ہے: "میں ٹیک لگائے ہوئے نہیں کھاتا"۔ یعنی جس حال میں میں نے ٹیک لگائی ہوئی ہو، اس حال میں، میں نہیں کھاتا۔

علامہ حمد بن محمد الخطابی الشافعی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ عام لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ ٹیک لگانے والا وہ شخص ہے جس کی ایک جانب دوسری طرف جھکی ہوئی ہو اور اس طرح نہیں ہے، بلکہ ٹیک لگانے والا وہ ہے جس نے اس چیز پر اعتماد کیا ہو جس پر وہ بیٹھا ہوا ہے اور ہر وہ شخص جو اپنی جگہ پر سیدھا بیٹھا ہو تو وہ ٹیک لگانے والا ہے۔ یعنی جب میں کھاتا ہوں تو جگہوں پر متمکن ہو کر نہیں

Marfat.com

بیٹھتا، اور سنن ترمذی میں حدیث ہے: رہا میں تو میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ اور بعض علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ ٹیک لگا کر نہ کھانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے اور ابو العباس بن العاص نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت نہیں ہے، کیونکہ امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹیک لگا کر نہ کھاؤ اور اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور امام بیہقی نے کہا: یہ بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے اور اس کی اصل عجم کے بادشاہوں سے منقول ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اور حضرت خالد بن ولید، عبیدہ السلمانی، محمد بن سیرین، عطاء بن ابی یسار اور زہری سے اس کے مطلقاً جواز کی روایت کی ہے اور جب یہ ثابت ہو جائے کہ ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے یا خلافِ اولیٰ ہے تو بیٹھنے کی صفت میں مستحب میں ہے کہ جب کوئی شخص بھوکا ہو تو وہ اپنے دونوں گھٹنوں پر بیٹھے اور اپنے دونوں قدموں کو ظاہر کرے یا دایاں پاؤں نصب کرے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے جیسا کہ تشہد میں بیٹھتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۹۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ٹیک لگا کر کھانے کے متعلق مختلف متعدد احادیث

حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ یہ نہیں دیکھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹیک لگا کر کھایا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۷۰)

ابن شاہین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ٹیک لگا کر کھانا کھایا، پھر آپ نے اس سے منع فرما دیا۔
(الناسخ والمنسوخ لابن شاہین، ج ۱ ص ۴۲۴-۴۲۵)

اور عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی علیہ السلام کو ٹیک لگا کر کھاتے دیکھا تو انہوں نے آپ کو اس سے منع فرمایا، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے منع کیا تو پھر میں نے آپ کو ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ابن شاہین نے کہا ہے: اس مسئلہ میں تشدید بہ طورِ اختیار کے ہے، بہ طورِ تحریم کے نہیں ہے، اور کھانے کے آداب میں سے اولیٰ یہ ہے کہ بغیر ٹیک لگا کے کھایا جائے اور ٹیک لگا کر کھانے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ (الناسخ والمنسوخ لابن شاہین، ج ۱ ص ۴۷۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ بھیجا، انہوں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو اختیار دیتا ہے کہ آپ چاہیں تو عبد اور نبی ہوں اور آپ چاہیں تو عبد اور بادشاہ ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ میں عبد اور نبی ہوں، پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا۔

(السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۱۷۱)

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ مجاہد بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ ٹیک لگا کر کھانا کھایا اور کہا: اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرا رسول ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ٹیک لگا کر کھاتے تھے، تو میں کہوں گا: اس حدیث کی سند

Marfat.com

ضعیف ہے، امام ابن ابی شیبہ نے اس کی یزید بن ابی زیاد سے روایت کی ہے کہ مجھے اس نے خبر دی جس نے حضرت ابن عباس کو ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے دیکھا۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے از ہشیم از حصین بن عبدالرحمٰن روایت کی ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے صبح کا ناشتہ منگایا اور ٹیک لگا کر کھایا۔

اور عطاء بیان کرتے ہیں کہ ہم کھانا کھاتے تھے اور ہم ٹیک لگائے ہوئے تھے، اور ابو ہلال نے کہا کہ میں نے ابن سیرین کو دیکھا کہ وہ ٹیک لگا کر کھا رہے تھے اور میں نے عبیدہ سے ٹیک لگا کر کھانے سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ فقہاء تابعین ٹیک لگا کر کھانے کو اس لیے مکروہ قرار دیتے تھے کہ اس سے ان کا پیٹ بڑھ جائے گا۔

اور امام ابن ابی حاتم نے از عبداللہ بن سائب بن خباب از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر کچھ کھا رہے تھے، پھر انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ یہ حدیث باطل ہے۔ (علل ابن ابی حاتم ج ۲ ص ۱۸-۱۹)

ٹیک لگا کر کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: کہ جب یہ احادیث واضح ہو گئیں تو معلوم ہو گیا کہ شارع علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تواضع اور اس کے سامنے تذلل کرنے کے لیے ٹیک لگا کر کھانے سے احتراز کیا، اور اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ آیا جو صرف اسی مرتبہ آیا تھا اور اس نے کہا: آپ کا رب آپ کو یہ خبر دیتا ہے کہ آپ عبد نبی بنیں یا بادشاہ نبی بنیں، تو آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا گویا کہ مشورہ طلب کر رہے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ تواضع کریں، آپ نے فرمایا: میں عبد نبی ہوں، پھر آپ نے ٹیک لگا کر نہیں کھایا۔

اور مجاہد نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ ٹیک لگا کر کھایا، پھر آپ گھبرا کر بیٹھ گئے اور یہ دعا کی: اے اللہ! میں تیرا بندہ اور تیرا رسول ہوں، اور جس نے ٹیک لگا کر کھایا اس نے کسی حرام کا ارتکاب نہیں کیا، یہ صرف مکروہ ہے کیونکہ یہ اس تواضع کے خلاف ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے لیے اور اپنے پسندیدہ بندوں کے پسند فرمایا ہے۔

اور ابن سیرین اور زہری نے ٹیک لگا کر کھانے کی اجازت دی ہے۔

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ٹیک لگا کر کھانا اس لیے مکروہ ہے کہ یہ مکثرین یعنی زیادہ کھانے والوں کا طریقہ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس کا فعل ہے جو مختلف قسم کے دسترخوانوں کو اپنے سامنے رکھتا ہے، گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر اس لیے نہیں کھاتا کہ میں کم کھاتا ہوں اور کم مقدار پر کفایت کرتا ہوں، پس میں جم کر بیٹھ کر کھاتا ہوں اور کھانے سے فارغ ہو کر جلدی کھڑا ہو جاتا ہوں۔

اور امام ابن عدی نے سند مرسل سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ڈانٹا کہ کوئی شخص اپنے بائیں ہاتھ پر کھاتے وقت ٹیک لگائے، امام مالک نے کہا: یہ بھی اتکاء (ٹیک لگانے) کی ایک قسم ہے۔ (المنتقی ج ۷ ص ۲۵۰)

اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پر دو زانوں بیٹھ گئے تو آپ سے کسی نے کہا: یہ آپ کس طرح بیٹھے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے عبد کریم بنایا ہے اور جبار عنید نہیں بنایا''۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۷۳)۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں: اس حدیث کا مکمل متن درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بہت بڑا پیالہ تھا جس کو چار آدمی اٹھاتے تھے، اس کو الغراء کہا جاتا تھا، پس جب مسلمان قربانی کرتے اور چاشت کی نماز پڑھتے تو اس بڑے پیالہ کو لایا جاتا اور اس میں ثرید بنایا گیا تھا، پس جب زیادہ لوگ آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو زانوں بیٹھ گئے تو ایک اعرابی نے کہا: یہ کیسا بیٹھنا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے عبدِ کریم بنایا ہے اور مجھے سرکش جبار نہیں بنایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے اطراف سے کھاؤ اور اس کے درمیان کو چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۷۳، سنن ابن ماجہ: ۳۲۶۳)

نیز امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت مصعب بن سُلیم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا، جب میں واپس آیا تو آپ بیٹھے ہوئے کھجوریں کھا رہے تھے اور آپ نے ایک زانو بچھایا ہوا تھا اور دوسرا زانو نصب کیا ہوا تھا۔ (بیٹھنے کی اس کیفیت کو ''اقعاء'' کہتے ہیں)۔ (صحیح مسلم: ۲۰۴۴، سنن ابوداؤد: ۳۷۷۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۱۴۶-۱۴۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۳۹۹ ۔ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ لَا آكُلُ وَأَنَا مُتَّكِئٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از منصور از علی بن الاقمر از حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا تو آپ نے اپنے پاس ایک مرد سے فرمایا: میں اس حال میں نہیں کھاتا کہ میں ٹیک لگائے ہوئے ہوں۔

اس حدیث کی وہی تخریج ہے جو صحیح البخاری: ۵۳۹۸ کی تخریج ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی دونوں روایتوں کا فرق

صحیح البخاری: ۵۳۹۸ میں مذکور ہے: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا، یہ جملہ فعلیہ ہے جو حدوث پر دلالت کرتا ہے اور صحیح البخاری: ۵۳۹۹ میں مذکور ہے: میں اس حال میں نہیں کھاتا کہ میں ٹیک لگائے ہوئے ہوں۔ یہ جملہ اسمیہ ہے جو ثبوت پر دلالت کرتا ہے، پس دوسری حدیث پہلی حدیث سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس میں ثبوت اور دوام ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابوداؤد نے از حضرت عبداللہ بن عمرو از والد خود یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور امام نسائی نے از ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کو حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھیجا، اس فرشتے نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو اختیار دیتا ہے اس کے درمیان کہ آپ عبد نبی ہوں اور اس کے درمیان کہ آپ عبد بادشاہ ہوں، تو آپ نے کہا: نہیں! بلکہ میں نبی عبد ہوں گا، پھر اس کے بعد آپ کو ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

Marfat.com

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث جس میں مذکور ہے کہ آپ کو ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، اس فرشتہ کے واقعہ کے بعد ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیسے روایت کی کہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹیک لگا کر نہیں کھایا حالانکہ امام ابن ابی شیبہ نے یزید بن ابی زیاد سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: مجھے اس نے خبر دی ہے جس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے دیکھا، تو میں کہوں گا کہ امام ابن ابی شیبہ کی روایت ضعیف ہے، اور اگر یہ صحیح ہو تو اعتبار ان کی روایت کا ہے، نہ کہ ان کی رائے کا اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب راوی اپنی روایت کے خلاف کوئی بات کہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ روایت اس کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۵-۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۴۔ بَابُ: الشِّوَاءِ

بھنا ہوا گوشت کھانا

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ (ہود:٦٩) أَيْ مَشْوِيٍّ۔

اور اللہ عزوجل کا ارشاد: پھر تھوڑی دیر بعد وہ گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ (ہود:٦٩) یعنی بھنا ہوا گوشت۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہود:٦٩ کا شانِ نزول

یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے جن کے پاس بھنا ہوا بچھڑا لایا گیا تھا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے جب زمین میں فساد کیا اور سرکشی کی اور بغاوت کی تو حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ ان کی قوم کے خلاف ان کی مدد فرمائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے چار فرشتے بھیجے۔ حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت دردائیل تاکہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کر دیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دیں، پس وہ فرشتے خوبصورت مردوں کی شکلوں میں آئے حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر ٹھہرے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پندرہ راتوں سے کوئی مہمان نہیں آیا تھا، حتیٰ کہ ان پر یہ دشوار ہو رہا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جہاں تک ہو سکتا وہ کسی مہمان کے ساتھ کھاتے تھے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان چار خوبصورت مردوں کو دیکھا تو خوش ہو گئے اور فرمایا کہ ان لوگوں کی صرف میں خدمت کروں گا، سو وہ اپنے گھر گئے اور ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے جس کو پتھروں پر رکھ کر بھونا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ٦٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۰۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِضَبٍّ مَشْوِيٍّ فَأَهْوَى إِلَيْهِ لِيَأْكُلَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهُ ضَبٌّ فَأَمْسَكَ يَدَهُ فَقَالَ خَالِدٌ أَحَرَامٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از ابوامامہ بن سہل از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، از حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھنی

Marfat.com

هُوَ قَالَ لَا وَلٰكِنَّهُ لَا يَكُونُ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ فَأَكَلَ خَالِدٌ وَرَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَنْظُرُ قَالَ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِضَبٍّ مَحْنُوذٍ۔

ہوئی گوہ لائی گئی، آپ نے اس کی طرف کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ گوہ ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ روک لیا، پس حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، لیکن یہ میری قوم کے علاقے میں نہیں ہے، اس لیے میں اس سے متنفر ہوتا ہوں، پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ گوہ کھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ امام مالک نے از ابن شہاب روایت کی ہے: ''بضب محنوذ'' یعنی (بھنی ہوئی گوہ)۔

اس حدیث کی وہی تخریج ہے جو صحیح البخاری: ۵۳۹۱ میں گزر چکی ہے۔
اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۳۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۔ بَابُ: الْخَزِيرَةِ

خزیرہ (ایک قسم کا حلوہ)

قَالَ النَّضْرُ الْخَزِيرَةُ مِنَ النُّخَالَةِ وَالْحَرِيرَةُ مِنَ اللَّبَنِ

النضر نے کہا: خزیرہ بھوسی سے بنایا جاتا ہے اور حریرہ دودھ سے بنایا جاتا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''خزیرہ'' کا معنی

اس باب میں خزیرہ کا ذکر ہے، (خاء پر زبر ہے اور زاء پر کسرہ ہے، پھر بعد میں راء پر زبر ہے)، طبری نے کہا ہے: حریرہ وہ ہے جو آٹے سے عصیدہ کی شکل پر بنایا جاتا ہے لیکن یہ عصیدہ سے نرم ہوتا ہے، اور ابن فارس نے کہا: یہ آٹے سے بنایا جاتا ہے اور اس میں چربی ملائی جاتی ہے، اور جوہری نے کہا کہ خزیرہ یہ ہے کہ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے جائیں اور ان کے اوپر پانی ڈالا جائے اور اس پر آٹا چھڑک دیا جائے، اور اگر اس میں گوشت نہ ہو تو یہ عصیدہ ہوتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خزیرہ صاف شوربہ ہوتا ہے جس میں بھوسی ملا کر اس کو پکاتے ہیں، اور ابن اثیر نے کہا ہے کہ یہ ایک قسم کا کھانا ہے، جو آٹے، پانی اور تیل سے بنایا جاتا ہے اور اس کے اندر مٹھاس ملائی جاتی ہے تو یہ رقیق ہو جاتا ہے اور اس کو چاٹ کر کھایا جاتا ہے۔

''النضر'' کا تذکرہ

اس حدیث کی تعلیق میں النضر کا ذکر ہے، اور یہ نضر بن شمیل ہیں، یہ نحوی اور لغوی اور مشہور محدث ہیں، ان کی کنیت ابو الحسن ہے، یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں اور ان کی پیدائش مرو الروذ میں ہوئی، یہ اپنے والد کے ساتھ بھاگ کر ۱۲۸ھ کے فتنہ میں بصرہ چلے گئے تھے، اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی، پھر یہ مرو الروذ کی طرف لوٹ آئے، انہوں نے اسرائیل، شعبہ اور ہشام اور عروہ

Marfat.com

وغیرہ سے سماع کیا، اوران سے اسحاق الحنظلی محمود بن غیلان محمد بن مقاتل اور دوسروں نے سماع کیا، ابوجعفر الدارمی نے بیان کیا کہ ۲۰۴ھ میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔

۵۴۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ لَهُمْ فَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى فَقَالَ سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ لِي أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَرْتُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَكَبَّرَ فَصَفَفْنَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرٍ صَنَعْنَاهُ فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُو عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوا فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَقُلْ أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ قَالَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ قُلْنَا فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ فَقَالَ فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ وَكَانَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حضرت محمود بن الربیع الانصاری نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالک نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے جو انصار میں سے غزوہ بدر میں حاضر ہوئے تھے، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، پس کہا: یارسول اللہ! میری بینائی کمزور ہوگئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں، پس جب بارشیں ہوتی ہیں تو وادی بہتی ہے، جو میرے اور ان کے درمیان ہے، اور میں یہ طاقت نہیں رکھتا کہ ان کی مسجد میں جا کر ان کو نماز پڑھاؤ، پس میں چاہتا ہوں یارسول اللہ! کہ آپ میرے پاس آئیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں تو میں اس جگہ کو مصلّٰی بنالوں، پس آپ نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا ان شاء اللہ!۔ حضرت عتبان نے کہا: پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے جب دن چڑھ چکا تھا، تو نبی ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی، پس آپ نہیں بیٹھے حتیٰ کہ گھر میں داخل ہوگئے، پھر آپ نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں پسند کرتے ہو جہاں میں تمہارے گھر میں نماز پڑھاؤں؟ تو میں نے گھر کی ایک جانب اشارہ کیا، پھر نبی ﷺ کھڑے ہوگئے اور آپ نے اللہ اکبر کہا، ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی، آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی، پھر آپ نے سلام پھیر دیا، اور ہم نے آپ کو خزیر کے لیے روک لیا، جو ہم نے آپ کے لیے تیار کیا تھا، پھر اس حویلی کے گھروں میں سے بہت سارے لوگ جمع ہوگئے، تو کسی کہنے والے نے کہا: مالک بن دخشن کہاں ہے؟ تو ان میں سے بعض نے کہا: وہ منافق ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا، نبی

Marfat.com

فَصَدَّقَهُ۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ نہ کہو، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ، اور وہ اس سے اللہ کی رضا کا ارادہ کرتا ہے؟ اس شخص نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، اس نے کہا: ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا رخ اور اس کی خیر خواہی منافقین کی طرف ہوتی ہے، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر اس شخص کو حرام کر دیا ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس سے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کرتا ہے، ابن شہاب نے کہا: میں نے حصین بن محمد الانصاری سے سوال کیا، جو بنو سالم میں سے ایک ہیں اور ان کے سرداروں میں سے ہیں، ان سے میں نے محمود کی حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی۔

(صحیح البخاری: ۴۲۴، ۴۲۵، ۶۶۷، ۶۸۶، ۸۳۸، ۸۴۰، ۱۱۸۶، ۴۰۰۹، ۴۰۱۰، ۵۴۰۱، ۶۴۲۳، ۶۹۳۸، صحیح مسلم: ۳۳، سنن ابن ماجہ: ۷۵۴)

صحیح البخاری: ۵۴۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہم نے آپ کو خزیر پر روک لیا۔ یہ حدیث ''کتاب الصلوٰۃ باب مساجد البیوت'' میں گزر چکی ہے، نیز یہ باب الرخصۃ فی المطر والعلۃ میں بھی گزر چکی ہے، وہاں اس کی شرح مفصل بیان کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''انکرت بصری''، اس کا معنی ہے کہ میری بینائی کمزور ہوگئی، یا اس کا معنی ہے کہ وہ نابینا ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''وحبسناہ''، یعنی ہم نے آپ کو اپنے گھر سے نکلنے سے منع کیا، کیونکہ ہم نے آپ کے لیے خزیر تیار کر لیا تھا، تاکہ آپ اسے کھائیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فثاب من اھل الدار'' یعنی محلے کے لوگ جمع ہو گئے۔

نیز اس حدیث میں ''ابن الدخشن'' کا لفظ ہے اور اس کی روایت ''دُخیشن'' بھی کی گئی، حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ یہ غنم بن عوف بن عمرو بن عوف سے متعلق تھے، یہ ابن اسحاق، موسیٰ اور واقدی کے قول کے مطابق عقبہ میں حاضر ہوئے اور ابو معشر نے کہا کہ عقبہ میں حاضر نہیں ہوئے تھے، اور حافظ ابو عمر نے کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور بعد کے مشاہد میں بھی حاضر ہوئے تھے اور ان پر نفاق کی تہمت تھی اور ان سے نفاق ثابت نہیں ہے، اور انہوں نے اسلام میں ایسے افعال کیے جس سے نفاق کی تہمت کی نفی ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۰۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن ملقن نے اس حدیث کی شرح میں خزیرہ کے وہ معانی بیان کیے ہیں جن کو ہم علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں، اور انہوں نے اس حدیث کے فوائد میں یہ ذکر کیا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نابینا کا نماز پڑھانا جائز ہے جب کہ وہ اپنی قوم میں سب سے افضل ہو۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نفل نماز جماعت کے ساتھ جائز ہے، امام مالک نے اس کی اجازت دی ہے۔ ابن حبیب مالکی نے کہا: یہ اس وقت ہے جب نماز سراً پڑھی جائے اور جہراً نہ پڑھی جائے اور جماعت میں کم لوگ ہوں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۱۵۲-۱۵۳، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری ۵۴۰۱، کی شرح از علامہ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ عثیمین کے ذکر کردہ ۱۵ فوائد اور بعض فوائد پر مصنف کا تعاقب

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کو قبول فرماتے تھے۔

(۲) سیلاب اور بارشوں کی وجہ سے جماعت سے نماز نہ پڑھنے کا عذر۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہونا۔

(۴) انسان کو چاہیے کہ جب وہ مستقبل کی کسی چیز کا وعدہ کرے، تو ان شاء اللہ کہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ (الکہف: ۲۳-۲۴) اور آپ کسی کام کے متعلق یہ ہرگز نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں O مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

(۵) خواہ انسان کسی عظیم مرتبہ کا ہو اور بڑا آدمی ہو، پھر بھی وہ جب کسی کے گھر جائے تو اجازت طلب کر کے جائے۔

(۶) اس میں اجازت طلب کرنے کی مشروعیت ہے، خواہ انسان کو دعوت دی گئی ہو اور خواہ گھر کا دروازہ کھلا ہوا ہو، پھر بھی وہ اجازت طلب کر کے جائے گا۔

(۷) انسان کو چاہیے کہ اس چیز سے ابتداء کرے جو اس کا اصل مقصود ہو، یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھاؤں؟

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنا، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور آپ کے غیر کے آثار سے تبرک حاصل نہ کیا جائے۔

میں کہتا ہوں: کہ شیخ عثیمین نے یہ فائدہ اپنے نجدی عقیدہ کے مطابق لکھا ہے، یہ درست ہے کہ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو اس سے جو برکت حاصل ہوگی وہ بے مثل ہوگی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے صالحین کسی جگہ نماز پڑھیں گے تو اس سے برکت نہ ہوگی، یقیناً یہ برکت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل شدہ برکت سے کم ہوگی لیکن اس میں بھی برکت ہوگی اور اس کی دلیل

Marfat.com

یہ حدیث ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قحط پڑھنے پر حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی اور کہا: ہم پہلے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تیری طرف توسل کرتے تھے، پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا، اور اب بے شک ہم اپنے نبی کے چچا محترم کے توسل سے بارش طلب کر رہے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما، پس ان پر بارش نازل ہوتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ صالحین اور اہل بیت نبوت کے توسل سے دعا کرنی چاہیے، بلکہ انہوں نے تو یہ لکھا ہے کہ صالحین اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنی چاہیے۔

نیز جب آیتِ تیمم نازل ہوئی تو حضرت اسید بن الحضیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے آل ابوبکر! یہ آپ کی کوئی پہلی برکت تو نہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۳۴)

قیامت تک کے مسلمانوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی اور ان کو تیمم کی سہولت مل گئی۔

نیز حدیث میں ہے: بعض درخت ایسے ہیں کہ ان کی برکت ضرور مسلمان کی برکت کی مثل ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۴۴)

غرض ایسی بہت حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مسلمانوں میں اور دوسری چیزوں میں بھی برکت رکھی ہے اور ان سے فائدہ حاصل کرنا اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(۹) اس حدیث میں نفل کی نماز کو جماعت سے پڑھنے کا ثبوت ہے، لیکن یہ ہمیشہ نہیں بلکہ کبھی کبھی ہونا چاہیے۔

(۱۰) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عتبان بن مالک کے گھر والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خزیر کھلانے کے لیے روک لیا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو گھر بلا کر اس کو کھانے کے لیے روکنا جائز ہے۔

(۱۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے حضرت مالک بن دخشن کے متعلق کہا: وہ منافق ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہے اور وہ صرف اللہ کی رضا سے کہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ محض بدگمانی سے کسی شخص پر تہمت نہیں لگانی چاہیے۔

(۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی محبت کرتے تھے کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عتبان کے گھر تشریف لائے ہیں تو سب محلے والے آپ سے ملاقات کے لیے جمع ہو گئے ہیں۔

(۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص منافقین سے میل جول رکھے، اس پر نفاق کا خدشہ ہوتا ہے، کیونکہ حضرت مالک بن دخشن منافقین کے ساتھ میل جول رکھتے تھے تو لوگوں نے ان پر نفاق کی تہمت لگائی۔

(۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات نصوص میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ مطلق ہوتا ہے اور بعض اوقات نصوص میں اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے ساتھ کوئی قید ہوتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ کی رضا کے لیے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا، اللہ تعالیٰ اس کے اوپر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ اگر ہم اس حدیث کو اپنے عموم اور اطلاق پر رکھیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کبھی بھی شرک کے سوا عذاب نہیں دے گا، حالانکہ اگر انسان شرک کے علاوہ اس سے کم درجہ کے گناہ کرے تب بھی وہ دوزخ میں دخول کا مستحق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۙ وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۧ (الماعون)

سو ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے O جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں O جو ریا کاری کرتے ہیں O اور وہ استعمال کی معمولی چیز دینے سے منع کرتے ہیں O

لہٰذا اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے اللہ کی رضا کے لیے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کے دائمی عذاب کو حرام کر دیتا ہے نہ یہ کہ اس کے اوپر دوزخ میں مطلقاً دخول حرام کر دیتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک سے کم درجہ کے گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے، اس کو عذاب دیتا ہے۔

(۱۵) بعض لوگوں نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو بندہ تارکِ نماز ہو وہ کافر نہیں ہوتا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بالعموم فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتا ہے جس نے اللہ کی رضا کے لیے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا۔ لیکن یہ درست نہیں ہے، کیونکہ احادیث میں تصریح ہے کہ جس نے عمداً نماز کو ترک کیا، اس نے کفر کیا۔

میں کہتا ہوں: شیخ عثیمین کا یہ فائدہ ذکر کرنا بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ تارکِ نماز پر کفر کا اطلاق کفر کے اصطلاحی معنی میں نہیں ہے، بلکہ اس کا معنی ناشکری ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے وقت پر نماز نہیں پڑھی اس نے کافروں کے مشابہ کام کیا، کیونکہ کافر بھی وقت پر نماز نہیں پڑھتے۔ (سعیدی غفرلہٗ) (شرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۵۲-۱۵۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۱۶۔ بَابُ: الْأَقِطِ

پنیر کا بیان

وَقَالَ حُمَيْدٌ سَمِعْتُ أَنَسًا بَنَى النَّبِيُّ ﷺ بِصَفِيَّةَ فَأَلْقَى التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسٍ صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَيْسًا۔

حمید نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شبِ زفاف گزاری، پھر آپ نے کھجوریں اور پنیر اور گھی (بطورِ ولیمہ) رکھا، عمرو بن ابی عمرو نے کہا از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قسم کا حلوہ بنایا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

پنیر بنانے کے طریقے

اس باب میں پنیر کا ذکر کیا جائے گا، ''اَقِط'' کے لفظ میں ہمزہ پر زبر ہے اور قاف کے نیچے زیر ہے اور کبھی اس پر جزم بھی ہوتا ہے اور اس کے آخر میں طاء ساکن ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے: ''اَقِط'' وہ چیز ہے جس کو دودھ بنایا جاتا ہے اور دودھ کو برتن میں جوش دیتے ہیں، پھر جب دودھ کی سفیدی اوپر آجاتی ہے تو اس کو ایک برتن میں جمع کیا جاتا ہے اور یہ عرب کے کھانوں میں سے ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں یہ عرب کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام شمالی شہروں میں اور ترک میں ''اَقِط'' یعنی پنیر بنایا جاتا ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: ''اَقِط'' دودھ کو خشک کر کے اس کو پکا لیا جاتا ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس کو اس وقت تک نہیں پکاتے جب تک کسی برتن میں اس کو گرم پانی میں نہیں ڈالتے حتیٰ کہ یہ دودھ کی طرح ہو جاتا ہے، پھر اس کو پکاتے ہیں۔
میں کہتا ہوں کہ یہ پنیر بنانے کا پرانے زمانہ کا طریقہ ہے، اب جدید دور میں مختلف جدید کیمیائی طریقوں سے پنیر کو بنایا جاتا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

باب مذکور کی تعلیق میں حُمید اور عمرو بن ابی عمرو کا تذکرہ اور ''حَیس'' کا معنی

اس حدیث کی تعلیق میں حُمید کا ذکر ہے، جنہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب زفاف گزاری۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حُمید ابن ابی حُمید الطویل ہیں، اور یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ ''باب الخبز المرقق'' میں گزر چکی ہے۔
اس کے بعد اس تعلیق میں ذکر ہے کہ عمرو بن ابی عمرو نے از حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''حیس'' یعنی ایک قسم کا حلوہ بنایا۔
عمرو بن ابی عمرو، یہ المطلب بن عبد اللہ المخزومی کے آزاد شدہ غلام ہیں، اور یہ تعلیق بھی اس باب میں گزر چکی ہے اور اس پر کلام بھی گزر چکا ہے۔
نیز اس تعلیق میں ''حَیس'' کا ذکر ہے، یہ ایک قسم کا حلوہ ہے جو کھجوروں، گھی اور پنیر کے آمیزہ سے تیار کیا جاتا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۰۲۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أَهْدَتْ خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ضِبَابًا وَأَقِطًا وَلَبَنًا فَوُضِعَ الضَّبُّ عَلَى مَائِدَتِهِ فَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُوضَعْ وَشَرِبَ اللَّبَنَ وَأَكَلَ الْأَقِطَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گوہ اور پنیر اور دودھ کا ہدیہ بھیجا، پس گوہ کو آپ کے دستر خوان پر رکھا گیا، پس اگر گوہ حرام ہوتی تو آپ کے دستر خوان پر نہ رکھی جاتی اور آپ نے دودھ پی لیا اور پنیر کھا لیا۔

(صحیح البخاری: ۲۵۷۵، ۵۳۸۹، ۵۴۰۲، ۷۳۵۸، صحیح مسلم: ۱۹۴۷، سنن نسائی: ۴۳۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۷۹۳، مسند احمد: ۲۹۵۴)

صحیح البخاری: ۵۴۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر کھا لیا۔ یہ حدیث کتاب الھبہ

Marfat.com

میں باب قبول الهدیہ میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جاچکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۹-۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۰۲ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فصد لگانے کی اجرت پر استدلال

جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر گوہ کا کھانا حرام ہوتا تو گوہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر نہ رکھا جاتا، اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ استدلال بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگانے والے کو اجرت عطا فرمائی ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۹۱، صحیح مسلم: ۱۲۰۲)

سو اگر فصد لگانے کی اجرت حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصد لگانے کی اجرت عطا نہ فرماتے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۵۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۱۷۔ بَابُ: السِّلْقِ وَالشَّعِيرِ

چقندر اور جو کا بیان

اس باب میں چقندر اور جو کا ذکر کیا جائے گا۔

۵۴۰۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ إِنْ كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ أُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ إِذَا صَلَّيْنَا زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا وَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَمَا كُنَّا نَتَغَدّٰى وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَاللّٰهِ مَا فِيهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن بہت خوش ہوتے تھے، کیونکہ ایک بوڑھی عورت تھی جو چقندر کی جڑوں کو لے کر پتیلی میں ڈالتی اور اس میں جو کے دانے ڈالتی اور پکاتی، جب ہم نماز جمعہ پڑھ لیتے تو ہم ان کی زیارت کے لیے جاتے تو وہ ہمارے سامنے چقندر اور جو پیش کرتی، اور ہم جمعہ کے دن اس وجہ سے خوش ہوتے تھے۔ اور ہم صبح ناشتہ نہیں کرتے تھے اور نہ قیلولہ کرتے تھے مگر نماز جمعہ کے بعد اور اللہ کی قسم! اس سالن میں چربی ہوتی تھی نہ چکنائی۔

(صحیح البخاری: ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۱، ۲۳۴۹، ۵۴۰۳، ۶۲۴۸، ۶۲۷۹، صحیح مسلم: ۸۵۹، سنن ترمذی: ۵۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۹)

صحیح البخاری: ۵۴۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

زوال سے پہلے نمازِ جمعہ منعقد نہ ہونا

ابوحازم کا نام سلمہ بن دینار ہے، اور یہ حدیث اواخر کتاب الجمعہ میں درج ذیل باب میں گزر چکی ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ (الجمعہ:۱۰) پھر جب نماز پڑھی لی جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نمازِ جمعہ کے بعد ناشتہ کرتے تھے اور قیلولہ کرتے تھے۔ اس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نمازِ جمعہ زوال سے پہلے بھی ہوسکتی ہے، لیکن جمہور کے نزدیک نمازِ جمعہ زوالِ آفتاب کے بعد ہوتی ہے اور اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۰۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سلف صالحین کی دنیا سے بے رغبتی

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اپنی پسندیدہ اور لذیذ چیزوں کو عام طور پر نہیں کھاتے تھے اور تھوڑی مقدار کھانے پر کفایت کرتے تھے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ صحابہ کو چُقندر اور جَو کے کھانے پر حرص تھی، اس سے معلوم ہوا کہ ان کو ہر وقت چُقندر اور جَو کھانا میسر نہیں تھا اور ان کو اپنی پسندیدہ چیزیں کھانے کی فکر نہیں ہوتی تھی، وہ صرف عبادات کے اندر مشغول رہتے تھے اور بھوک کی تیزی کو جہاں تک ممکن ہوسکتا تھا برداشت کرتے تھے، پس جو شخص آخرت پر حریص ہو، اس کو چاہیے کہ وہ صالحین کے نمونہ کی پیروی کرے اور ان کے طریقہ پر عمل کرے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۲۶ ص ۱۵۵، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۰۳ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

چُقندر کے فوائد، صحابہ کرام جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے خوش ہوتے تھے مگر ان کی یہ عادت تھی کہ چُقندر کھانے کی ان کی دعوت ہوتی تھی، اور گھر والے کا سلطان کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حق دار ہونا

چُقندر ایک معروف سبزی ہے جو جگر کے سدوں کو کھولتی ہے اور پیٹ کی اصلاح کرتی ہے۔ پھر امام بخاری نے اس باب میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ذکر کیا ہے کہ ایک بوڑھی عورت ان کے لیے ایک دیگچی میں چُقندر کی جڑیں پکاتی تھی۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلف صالحین میانہ روی کے ساتھ زندگی گزارتے تھے اور کم خوراک کے اوپر صبر اور قناعت کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فتوحِ عظیمہ کو کھول دیا، اور بعض صحابہ ایسے بھی تھے جو اس سے بھی کم خوراک کے اوپر قناعت کرتے تھے۔

سوال: کیا وہ چُقندر کھانے کی وجہ سے نمازِ جمعہ کے دن خوش ہوتے تھے؟

جواب: نہیں! وہ کھانے کی وجہ سے خوش نہیں ہوتے تھے، بلکہ اس دن عادت یہ تھی کہ ان کو چُقندر کھلائے جاتے تھے، خوش تو وہ نماز ہی کی وجہ سے ہوتے تھے۔

سوال: اگر کسی مرد کو سلطان اپنے گھر میں بلائے اور نماز کا وقت آجائے تو امام گھر والا ہوگا یا سلطان؟
جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کوئی مرد دوسرے مرد کے گھر میں امامت نہ کرے اور گھر والا امامت کرنے کا زیادہ حق دار ہے، لیکن فقہاء نے کہا ہے کہ سلطان زیادہ حق دار ہے، کیونکہ اس کی ولایت عام ہے جو گھر کی ولایت کو بھی شامل ہے اور تمام لوگوں پر اس کی ولایت ہے، اسی لیے انہوں نے کہا ہے کہ گھر والا اور امام المسجد امامت کا زیادہ حقدار ہے، سوائے سلطان کے، کیونکہ اس کی سلطنت صاحب البیت پر بھی ہے اور مسجد پر بھی ہے، لیکن ظاہر یہ ہے کہ سنت اس کے خلاف ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر والے کو نماز پڑھانے کا زیادہ حق دار قرار دیا ہے۔ (شرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۵۶، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۱۸۔ بَابُ: النَّهْسِ وَانْتِشَالِ اللَّحْمِ — گوشت کو دانتوں سے کھانا اور دیگچی سے گوشت نکال کر کھانا

۵۴۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ تَعَرَّقَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَتِفًا ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کی دستی کا گوشت نوچ کر کھایا، پھر آپ کھڑے ہوئے، پس آپ نے نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۷، ۵۴۰۴، ۵۴۰۵، صحیح مسلم: ۳۵۴، سنن نسائی: ۱۸۴، سنن ابوداؤد: ۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۴۸۸، مسند احمد: ۱۹۸۹، موطا امام مالک: ۵۰)

۵۴۰۵۔ وَعَنْ أَيُّوبَ وَعَاصِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْتَشَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَرْقًا مِنْ قِدْرٍ فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: اور از ایوب وعاصم از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگچی سے گوشت نکالا، پس کھایا، پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۷، ۵۴۰۴، ۵۴۰۵، صحیح مسلم: ۳۵۴، سنن نسائی: ۱۸۴، سنن ابوداؤد: ۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۴۸۸، مسند احمد: ۱۹۸۹، موطا امام مالک: ۵۰)

صحیح البخاری: ۵۴۰۴، ۵۴۰۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''النھس'' اور ''انتشال اللحم'' کا معنی

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک اور حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روٹی گوشت آیا تو آپ نے اس

Marfat.com

میں سے چند لقمے کھائے۔الحدیث۔تو میں کہوں گا: ظاہر یہ ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔
نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ''النھس'' کا معنی ہے: دانتوں سے گوشت کو کاٹنا یا نوچ کر کھانا اور ''انتشال اللحم'' کا معنی ہے: پتیلی سے گوشت کو نکال کر کھانا۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۰۴، ۵۴۰۵ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگچی سے گوشت نکال کر کھایا اور وضو نہیں فرمایا۔
سوال: کیا اونٹ کا پکا ہوا گوشت کھانے سے بھی وضو واجب نہیں ہے؟
جواب: نہیں! اونٹ کے پکے ہوئے گوشت کے کھانے سے وضو کرنا واجب ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ اونٹ کا گوشت وضو کو نہیں توڑتا۔(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۵۷، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۱۹۔ بَابٌ: تَعَرُّقِ الْعَضُدِ

بازو کو دانتوں سے کھانا

۵۴۰۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَ مَكَّةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوحازم المدنی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن ابی قتادہ نے اپنے والد سے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف گئے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۲۵۷۰، ۲۸۵۴، ۲۹۱۴، ۴۱۴۹، ۵۴۰۶، ۵۴۰۷، ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، ۵۴۹۲، صحیح مسلم: ۱۱۹۶، سنن نسائی: ۲۸۲۴، مسند احمد: ۲۲۰۶۳، موطا امام مالک: ۷۸۶، سنن دارمی: ۱۸۲۶)

۵۴۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي مَنْزِلٍ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ وَرَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَازِلٌ أَمَامَنَا وَالْقَوْمُ مُحْرِمُونَ وَأَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ فَأَبْصَرُوا حِمَارًا وَحْشِيًّا وَأَنَا مَشْغُولٌ أَخْصِفُ نَعْلِي فَلَمْ يُؤْذِنُونِي لَهُ وَأَحَبُّوا لَوْ أَنِّي أَبْصَرْتُهُ فَالْتَفَتُّ فَأَبْصَرْتُهُ فَقُمْتُ إِلَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی حازم از عبداللہ بن ابی قتادہ السلمی از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں (یعنی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) کہ میں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ مکہ کے راستہ کی منزل میں بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے آگے ٹھہرے ہوئے تھے اور صحابہ احرام باندھے ہوئے تھے اور میں غیر محرم تھا، اور صحابہ نے ایک جنگلی گدھے کو دیکھا اور میں

Marfat.com

الْفَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ فَقُلْتُ لَهُمْ نَاوِلُونِي السَّوْطَ وَالرُّمْحَ فَقَالُوا لَا وَاللَّهِ لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ فَغَضِبْتُ فَنَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُمَا ثُمَّ رَكِبْتُ فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ فَوَقَعُوا فِيهِ يَأْكُلُونَهُ ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ فَرُحْنَا وَخَبَأْتُ الْعَضُدَ مَعِي فَأَدْرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ فَأَكَلَهَا حَتَّى تَعَرَّقَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ مِثْلَهُ

اپنی جوتی کی مرمت میں مشغول تھا، سوانہوں نے مجھے اس جنگلی گدھے کی خبر نہیں دی، اوران کو یہ پسند تھا کہ کاش میں بھی اس کو دیکھ لیتا، پس میں نے توجہ کی اوراس کو دیکھا تو میں اپنے گھوڑے کی طرف کھڑا ہوا اس پر زین ڈالی اور پھر میں اس پر سوار ہوا اور میں کوڑا اور نیزہ اٹھانا بھول گیا، تو میں نے ان سے کہا: مجھے کوڑا اور نیزہ اٹھا دو تو انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ہم تمہاری بالکل مدد نہیں کریں گے، سو مجھے غصہ آیا اور میں اترا اور میں نے کوڑے اور نیزہ کو اٹھالیا، اور میں سوار ہوا، میں نے جنگلی گدھے کو زخمی کر دیا اور اس کو لے کر آیا، صحابہ اس کو کھانے لگے، پھر ان کو اس کے کھانے کے متعلق شک ہوا کیونکہ وہ احرام باندھے ہوئے تھے، پس ہم چل پڑے اور میں نے اس کا ایک بازو اپنے ساتھ چھپالیا، پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیا، پھر ہم نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا، پھر آپ نے فرمایا: تمہارے پاس اس کی کوئی چیز ہے، پھر میں نے وہ بازو آپ کو پیش کیا اور آپ نے اس کو دانتوں سے چبا کر کھایا اور آپ اس وقت محرم تھے۔ محمد بن جعفر نے کہا: اور مجھے زید بن اسلم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از ابی قتادہ اسی کی مثل۔

(صحیح البخاری:۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۲۵۷۰، ۲۸۵۴، ۲۹۱۴، ۴۱۴۹، ۵۴۰۶، ۵۴۰۷، ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، ۵۴۹۲، صحیح مسلم:۱۱۹۶، سنن نسائی:۲۸۲۴، مسند احمد:۲۲۰۶۳، موطا امام مالک:۷۸۶، سنن دارمی:۱۸۲۶)

صحیح البخاری:۵۴۰۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث کے الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''میں اپنی جوتی کی مرمت کررہا تھا اور صحابہ نے مجھ کو نہیں بتایا کہ یہاں پر ایک شکار موجود ہے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''پس صحابہ اس شکار کو کھانے لگے''۔ یعنی اس کو پکانے اور اس کی اصلاح کرنے کے بعد۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ کو شک ہوا، یعنی اس بات میں شک ہوا کہ ان کے لیے اس جنگلی گدھے کا گوشت کھانا حلال ہے یا حرام ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الحج میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہیں پر کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر غیر محرم نے کسی جانور کو شکار کیا ہو اور وہ محرم کو وہ گوشت کھلائے تو محرم کا اس گوشت کو کھانا جائز ہے، کیونکہ صحابہ نے بھی اس شکار کیے ہوئے گوشت سے کھایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس جنگلی گدھے کے بازو کو دانتوں سے کھایا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

تنبیہ: حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۴۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۸۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۰۷ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طور پر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگلی گدھے کے بازو کو دانتوں سے کھایا حتیٰ کہ اس کی ہڈی کے ساتھ جو گوشت ملا ہوا تھا وہ آپ نے کھالیا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ محرم پر یہ حرام ہے کہ وہ کسی کو شکار کے جانور کو بتائے، جس کا محرم پر شکار کرنا حرام ہے، پس شکار یہاں پر احرام باندھنے والوں کے اوپر حرام تھا اور دوسرے لوگوں کے اوپر اس کا شکار کرنا مباح تھا۔

ایک چیز کا مختلف جہات سے حلال اور حرام ہونا

سوال: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم کسی چیز کے متعلق یہ کہیں کہ وہ حلال بھی ہے اور وہ حرام بھی ہے؟

جواب: کیونکہ اس میں جہات مختلف ہیں، کیونکہ محرم کے لیے کسی جانور کو شکار کرنا حرام ہے اور غیر محرم کے لیے اس کو شکار کرنا جائز ہے، جیسے کوئی شخص ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھے جس کپڑے کو پہننا اس پر حرام ہے تو اگر اس کے پاس اور کوئی کپڑا نہ ہو تو اس کا نماز پڑھنا جائز ہے لیکن کسی حرام کپڑے کو پہننا جائز نہیں ہے۔

مفتی کو چاہیے کہ وہ فتویٰ دیتے وقت اپنے فتویٰ پر عمل کر کے دکھائے تا کہ مستفتی کو اطمینان ہو

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مفتی کو چاہیے کہ وہ ایسا فعل کرے جس سے مستفتی اس کے فتویٰ پر مطمئن ہو جائے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس شکار کے جانور میں سے کچھ ہے؟ یعنی اگر آپ صرف یہ فرما دیتے کہ غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کے لیے کھانا جائز ہے تب بھی صحابہ کو مسئلہ تو معلوم ہو جاتا لیکن جب آپ نے یہ پوچھا کہ تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت ہے تو انہوں نے بتایا کہ ایک بازو ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بازو کو کھایا تو صحابہ کو اطمینان ہو گیا کہ اگر غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کے لیے حرام ہوتا تو آپ اس کو نہ کھاتے۔

شیخ ابن تیمیہ حنبلی کا حدیث مذکور سے یہ استدلال کہ حالتِ جہاد میں مقیم کے لیے بھی روزہ کو افطار کرنا جائز ہے

شیخ ابن تیمیہ نے اسی کی مثل فیصلہ کیا جب تاتاریوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا تو یہ رمضان میں ہوا تھا تو شیخ ابن تیمیہ نے لشکر کو

روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور دوسروں نے فتویٰ دیا کہ روزہ افطار نہ کریں، جنہوں نے افطار کرنے سے منع کیا تھا تو انہوں نے کہا: یہ روزہ کیسے افطار کریں گے حالانکہ نہ تو یہ سفر میں ہیں اور نہ بیمار ہیں بلکہ مقیم ہیں اور افطار کا سبب یا مرض ہوتا ہے یا سفر ہوتا ہے۔

رہے شیخ ابن تیمیہ تو انہوں نے کہا کہ جنگ اور قتال روزہ کے افطار کا سبب مبیح ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے غزوہ کے اندر رمضان میں تھے، آپ نے اپنے اصحاب کو روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور ان کو ندا کی لیکن سختی سے حکم نہیں دیا اور دوسری مرتبہ اور تیسری مرتبہ ان کو سختی سے حکم دیا اور فرمایا: تم صبح دشمن سے جنگ کرو گے اور روزہ کو افطار کرنا تمہارے لیے جہاد میں مددگار ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱۱۲۰، سنن ابوداؤد: ۲۴۰۶)

پس شیخ ابن تیمیہ نے یہ استدلال کیا کہ روزہ کا افطار کرنا دشمن سے مقابلہ کے وقت زیادہ قوی ہے اور کہا: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے وقت روزہ کو افطار کرنا جائز ہے خواہ انسان اپنے شہر میں مقیم ہو۔

صحابہ کرام محارم سے مجتنب رہتے تھے

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے محارم سے بہت دور رہتے تھے، کیونکہ جب انہوں نے جنگلی گدھے کو دیکھا تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو نہیں بتایا کہ یہاں پر جنگلی گدھا موجود ہے کیونکہ محرم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو شکار کی طرف رہنمائی کرے اور بعد میں جب حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ خود سوار ہوئے اور کوڑا اور نیزہ اٹھانا بھول گئے اور صحابہ سے طلب کیا کہ انہیں کوڑا اور نیزہ اٹھا کر دیں تو انہوں نے انکار کیا۔

اور اس میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام دنیا کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے محارم کا ارتکاب نہیں کرتے تھے، کیونکہ وہ صحابہ محرم تھے اور محرم کے لیے شکار کی مدد کے لیے نیزہ اور کوڑا وغیرہ فراہم کرنا جائز نہیں ہے، تو اگرچہ انہیں بھی گوشت کھانے کی ضرورت تھی لیکن انہوں نے محارم سے بچنے کے لیے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو کوڑا اور نیزہ فراہم نہیں کیا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے اور آپ کو جنگلی گدھے کا گوشت ہدیہ کیا گیا تو آپ نے اس کو واپس کر دیا، پس جب آپ نے دینے والے کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے تو آپ نے فرمایا: ہم نے یہ جنگلی گدھا تم کو اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔ سو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر محرم کا کیا ہوا شکار اگر محرم کو پیش کیا جائے تو اس کا کھانا جائز ہے اور حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لیے پیش کردہ شکار کو کھانا جائز نہیں ہے۔

سو اہل علم نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ حجۃ الوداع کا ہے اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا واقعہ غزوہ حدیبیہ کا ہے اور ان کے درمیان چار سال کی مدت ہے اور جو حدیث آخری ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ ہے کہ آپ نے غیر محرم کے کیے ہوئے شکار کو اس لیے قبول نہیں کیا کہ آپ محرم تھے۔

اور اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ نے وہ جنگلی گدھا حضور کو پیش کرنے کے لیے شکار کیا تھا، اس لیے آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جس جنگلی گدھے کو شکار کیا تھا، وہ خصوصیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

شکار نہیں کیا تھا، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے شکار کیے ہوئے جانور سے کھالیا تھا اور حضرت صعب بن جثامہ کے شکار کیے ہوئے جنگلی گدھے کو قبول نہیں فرمایا تھا۔

اور اس جواب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خشکی کا شکار تمہارے لیے حلال ہے جب تک کہ تم اس کا خود شکار نہ کرو یا تمہیں پیش کرنے کے لیے شکار کیا جائے۔ (سنن ترمذی: ۸۴۶، سنن ابوداؤد: ۱۸۵۱)

یعنی اگر مُحرم خشکی کا شکار خود کرے تو وہ اس کے لیے جائز نہیں ہے اور اگر غیر مُحرم، مُحرم کو پیش کرنے کے لیے شکار کرے تب بھی وہ مُحرم کے لیے جائز نہیں ہے۔

سوال: ان دونوں حدیثوں میں کس طرح تطبیق ہوگی؟

جواب: جب حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو صحابہ نے کوڑا اور نیزہ دینے سے منع کیا اور اس پر ناراض ہوئے تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوقتادہ کی یہ نیت نہیں تھی کہ وہ ان صحابہ کو شکار کر کے کھلائیں، انہوں نے خود اپنے لیے شکار کیا تھا اور ان کے لیے جائز تھا کہ وہ جس کو چاہیں اس شکار سے کھلا دیں، اس کے برخلاف حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے اس جنگلی گدھے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شکار کیا تھا اور ان کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ وہ جس کو چاہیں اس جنگلی گدھے کا مالک بنا دیں اور جس کو چاہیں عطا کریں، انہوں نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس جنگلی گدھے کو شکار کیا تھا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۵۸-۱۵۹، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۰۔ بَابُ: قَطْعِ اللَّحْمِ بِالسِّكِّينِ — گوشت کو چھری سے کاٹنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ گوشت کو چھری سے کاٹنا جائز ہے۔

۵۴۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ عَمْرَو بْنَ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِي يَدِهِ فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْقَاهَا وَالسِّكِّينَ الَّتِي يَحْتَزُّ بِهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ ان کے والد حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کا بازو اپنے ہاتھ میں کاٹ رہے تھے۔ پھر نماز کی دعوت دی گئی تو آپ نے وہ بازو بھی پھینک دیا اور وہ چھری بھی پھینک دی جس سے کاٹ رہے تھے پھر آپ کھڑے ہوئے، نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۸، ۶۷۵، ۲۹۲۳، ۵۴۰۸، ۵۴۲۲، ۵۴۶۲، صحیح مسلم: ۳۵۵، سنن ترمذی: ۱۸۳۶، سنن دارمی: ۷۲۷)

صحیح البخاری: ۵۴۰۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، یہ حکم بن نافع ہیں اور شعیب کا ذکر ہے یہ شعیب بن ابی حمزہ الحمصی ہیں اور یہ حدیث کتاب الطہارۃ باب من لم یتوضأ من لحم الشاۃ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں ''یحتز'' کا لفظ ہے یعنی کاٹتے تھے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گوشت کو چھری سے کاٹنا جائز ہے، شیخ ابن حزم ظاہری نے کہا کہ کھانے کے لیے گوشت کو چھری سے کاٹنا مستحسن ہے اور مکروہ نہیں ہے، نیز روٹی کو چھری سے کاٹنے کے متعلق کوئی صریح ممانعت نہیں آئی ہے۔

گوشت کو چھری سے کاٹنے کے خلاف معجم طبرانی اور سنن ابوداؤد کی احادیث سے اعتراض کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ روٹی کو چھری سے اس طرح نہ کاٹو جس طرح عجمی لوگ روٹی کو چھری سے کاٹتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی ایک گوشت کو کھانے کا ارادہ کرے تو اس کو چھری سے نہ کاٹے بلکہ گوشت کو اپنے ہاتھ سے پکڑے اور منہ میں رکھ کر دانتوں سے کھائے، یہ زیادہ لذت بخش اور خوشگوار ہے۔

اور امام ابوداؤد نے از ابومعشر از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گوشت کو چھری سے نہ کاٹو کیونکہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے، گوشت کو منہ میں رکھ کر دانتوں سے کاٹ کر کھاؤ، یہ زیادہ خوشگوار اور زیادہ لذت بخش ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: امام طبرانی کی حدیث کی سند میں عباس بن کثیر الثقفی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے، اور امام ابوداؤد کی حدیث کے متعلق امام نسائی نے کہا کہ اس حدیث کی سند میں ابومعشر راوی ہے جس کی روایات منکر ہیں۔ اور امام ابن عدی نے کہا: اس حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے اور یہ ضعیف ہے اور ابومعشر کا نام نجیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۷۳-۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۰۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے از ابومعشر نجیح سے روایت کی ہے اور وہ ضعیف راوی ہیں از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گوشت کو چھری سے نہ کاٹو، کیونکہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے، گوشت کو منہ میں رکھ کر دانتوں سے کاٹو یہ زیادہ خوشگوار اور زیادہ لذیذ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۷۸)

امام ابوداؤد نے کہا کہ یہ قوی راوی نہیں ہیں اور حافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری شافعی، متوفی ۶۵۶ھ نے اپنی مختصر میں کہا ہے کہ یحییٰ القطان ابومعشر سے روایت نہیں کرتے تھے اور اس کو بہت ضعیف قرار دیتے تھے اور جب ان کا نام لیا جاتا تو ہنستے تھے اور ایک سے زیادہ ائمہ نے ان کے متعلق کلام کیا ہے۔ (مختصر سنن ابوداؤد، ج ۵ ص ۳۰۴، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت)

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۸۳۵)۔ العراقی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند منقطع ہے۔

شیخ ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانا مستحسن ہے اور مکروہ نہیں ہے، اسی طرح روٹیوں کو کاٹ کر کھانا بھی مکروہ نہیں ہے، کیونکہ اس کے متعلق کوئی صریح ممانعت نہیں آئی کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹا جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۱۶۱-۱۶۲، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۰۸ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ضرورت کے وقت چھری سے گوشت کاٹنے کا جواز اور چھری اور کانٹوں کے ساتھ اور الٹے ہاتھ سے کھانے کی کراہت

گوشت میں کچھ سختی ہوتی ہے اس لیے اس کو چھری سے کاٹنے کی ضرورت پڑتی ہے، بعض احادیث میں چھری سے کاٹنے کی ممانعت ہے، ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ جب چھری سے کاٹنے سے اپنی بلندی اور برتری مقصود ہو تو یہ ممنوع ہے اور اگر گوشت کو چھری سے کاٹنا کبھی کبھار ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس دور میں ہم نے دیکھا کہ بعض لوگ اپنے ہاتھوں کو گوشت سے دور رکھتے ہیں اور چھری اور کانٹے کے ساتھ کھاتے ہیں اور الٹے ہاتھ سے کھاتے ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خلاف ہے، لیکن جب انسان کو چھری کے ساتھ گوشت کاٹنے کی ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا ہے اور جب اس کی ضرورت نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ گوشت کو ہاتھ سے پکڑے اور دانتوں کے ساتھ کاٹ کر کھائے۔

جب کھانا حاضر ہو تو نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور اس حدیث میں ہے کہ آپ کھانے کو ترک کر کے نماز میں مشغول ہو گئے

سوال: اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب طعام حاضر ہو تو نماز نہیں پڑھنی چاہیے، اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ طعام حاضر تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے لیے چھری سے گوشت کو کاٹ رہے تھے، پھر آپ نے چھری اور گوشت کو چھوڑ دیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

جواب: کھانے کے وقت نماز پڑھنے سے ممانعت اس پر محمول ہے کہ جب نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے کھانا متروک ہو جائے، لیکن اگر یہ خطرہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ جب کھانا حاضر ہو اور اس کے لیے کھانے کو کھانا ممکن نہ ہو تو پھر وہ نماز پڑھنے سے مانع نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۶۰، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس سوال کا صحیح جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ اگرچہ کھانے کے وقت نماز شروع ہو جائے تو آدمی پہلے کھانا کھالے پھر نماز پڑھے تاہم ایسا کرنا ضروری نہیں ہے اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ وہ کھانے کو چھوڑ دے اور پہلے نماز پڑھ لے، کیونکہ اللہ کا حق ادا کرنا بندہ کے حق ادا کرنے پر مقدم ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۲۱- بَابُ: مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے کا عیب نہیں بیان کیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی طعام کا عیب نہیں بیان کیا، جب کہ وہ طعام مباح ہو لیکن جو طعام حرام ہو

Marfat.com

آپ اس کی مذمت کرتے تھے اور اس کے تناول سے منع فرماتے تھے، یہ بھی کہا گیا ہے: اگر خلقت کی جہت سے عیب نکالنا ہو تو وہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خلقت کا عیب نہیں بیان کیا جاتا لیکن اگر آدمیوں کے بنانے کی وجہ سے اس میں عیب ہو تو اس کو بیان کرنا جائز ہے، مثلاً انگوروں سے خمر بنائی جاتی ہے تو انگور کا عیب بیان کرنا جائز نہیں ہے اور خمر کا عیب بیان کرنا جائز ہے یا گندم اور جو سے بھی شراب بنائی جاتی ہے، اسی طرح چاول اور مکئی وغیرہ سے بھی شراب بنائی جاتی ہے تو ان اجناس کی مذمت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ کی تخلیق سے ہیں اور جو انسان ان سے شراب بناتا ہے اس کا عیب بیان کرنا اور اس کی مذمت کرنا جائز ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: کھانے کے آداب سے یہ ہے کہ کھانے کا عیب نہ نکالا جائے، جیسے تھوڑے نمک کی یا تھوڑی کھٹاس کی یا کھانا زیادہ گلا ہوا نہ ہو تو اس کا عیب نکالنا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۰۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی طعام کا عیب نہیں بیان کیا، اگر آپ کو طعام کی خواہش ہوتی تو آپ اسے کھا لیتے اور اگر ناپسند فرماتے تو اسے ترک کر دیتے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۶۳، ۵۴۰۹، صحیح مسلم: ۲۰۶۴، سنن ترمذی: ۲۰۳۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۶۳، مسند احمد: ۹۸۲۲)

صحیح البخاری: ۵۴۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہے۔ اور محمد بن کثیر میں کثیر کا لفظ قلیل کی ضد ہے اور سُفیان سے مراد ابن عُیینہ ہے اور اعمش سے مراد سلیمان ہے اور ابو حازم سلمان الاشجعی ہیں۔

یہ حدیث باب ''صفۃ النبی ﷺ'' میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۰۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طعام اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے نہ کہ اس کا عیب نکالنا چاہیے

یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حُسنِ ادب پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ جب کوئی مرد کسی طعام کو ناپسند کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے رزق کو مسترد کرتا ہے، اور کبھی بعض لوگ کسی طعام کو ناپسند کرتے ہیں اور دوسرے اس طعام کو پسند کرتے ہیں۔ (مثلاً بعض لوگ اونٹ اور گھوڑے کے گوشت کو ناپسند کرتے ہیں اور بعض ان کو پسند کرتے ہیں، بعض لوگ بینگن کو ناپسند کرتے ہیں اور بعض پسند کرتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ ناشپاتی کو ناپسند کرتے ہیں اور بعض پسند کرتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

نعمتوں کا عیب نکالنا نہیں چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ہمارے لیے ان نعمتوں میں سے کوئی نعمت واجب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا کر دے تو یہ اس کا فضل ہے اور کوئی نعمت روک لے تو یہ اس کا عدل ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۱۶۳، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: اسی طرح صحت اور بیماری ہے، صحت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور بیماری اس کا عدل ہے بلکہ بعض اوقات بیماری بھی اس کا فضل ہوتی ہے کیونکہ بیماری کی وجہ سے انسان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا شکر گزار بندہ بنائے اور ناشکرا نہ بنائے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل چاہتے ہیں اور اس کے عذاب سے اور اس کی گرفت سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۴۰۹ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اصلاح کی غرض سے طعام کو تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں یا پکانے والے کو تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں

اسی طرح انسان کو چاہیے کہ وہ طعام کا عیب نہ نکالے، اگر اس کو پسند ہو تو کھا لے اور ناپسند ہو تو ترک کر دے، لیکن اگر وہ اپنے گھر والوں کو بہ طور اصلاح کے بتائے کہ آج جو کھانا پکایا اس میں نمک زیادہ تھا یا اس میں زیادہ مرچ مصالحہ تھا اور اس سے عیب نکالنے کا قصد نہ کرے بلکہ یہ قصد کرے کہ آئندہ کھانے میں نمک زیادہ ڈالا نہ جائے یا مرچ مصالحہ زیادہ نہ ڈالا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مصنوع میں عیب نہ نکالا جائے اور صانع کا عیب نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً جو کھانا پکاتا ہے اس نے اچھی طرح کھانا نہیں پکایا تو وہ کہے کہ ہم کسی دوسرے کھانا پکانے والے کو رکھتے ہیں اور کھانے میں عیب نہ نکالے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعام میں عیب نہیں نکالتے تھے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۶۰-۱۶۱، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۰۹ کی شرح از شیخ محمد علی صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلقِ کریم جس سے آپ آراستہ تھے، وہ یہ تھا کہ جب آپ کھانے کے لیے بیٹھتے تو اس کا عیب نہیں نکالتے تھے، مثلاً آپ یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ طعام ردّی ہے اور یہ طعام غیر طیب ہے، بلکہ جب آپ کا جی چاہتا تو کوئی چیز کھا لیتے اور جب جی نہ چاہتا تو اس کو ترک فرما دیتے، جیسا کہ گوہ کے معاملہ میں واقع ہوا، جب آپ کے دسترخوان پر گوہ کو دیکھا گیا تو آپ نے اس کو نہیں کھایا، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن میں اپنے دل میں اس کی کراہیت پاتا ہوں اور یہی حُسنِ ادب ہے کہ انسان طعام کا عیب نہ نکالے، کیونکہ انسان کبھی کسی چیز کو پسند نہیں کرتا اور دوسرے اس چیز کو پسند کرتے ہیں اور ہر طعام کو شریعت کی طرف سے کھانے کی اجازت ہے اور اس میں فی نفسہ کوئی عیب نہیں ہے، اور طعام کے آداب میں سے ہے کہ اس میں عیب نہ نکالا جائے، کیونکہ یہ خالق کی مخلوق پر نعمت ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (البقرہ)

اے ایمان والو! ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو O

(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۵۷، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۲۲۔ بَابُ: النَّفْخِ فِي الشَّعِيرِ

جَو پیسنے کے بعد اس پر پھونک مار کر اس کے چھلکے وغیرہ اڑانا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جَو پیسنے کے بعد اس میں پھونک مار کر اس کے چھلکوں کو اڑانا جائز ہے اور جَو پیسنے کے بعد اس کو چھلنی کے ساتھ نہ چھانا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کہ پھونک مارنے کی ممانعت صرف پکے ہوئے طعام کے ساتھ مخصوص ہے اور علامہ عینی کا اس سے اختلاف

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس باب کی شرح میں لکھا ہے:

امام بخاری نے اس باب سے اس پر تنبیہ کی ہے کہ کھانے میں پھونک مار کر کھانے کی جو ممانعت ہے وہ پکے ہوئے کھانے کے ساتھ مخصوص ہے اور کچے طعام میں پھونک مار کر کھانا جائز ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۴۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۵۸۸، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جَو کو جب پیسا جائے تو اس میں پھونک ماری جائے حتیٰ کہ اس کے چھلکے وغیرہ نکل جائیں، پھر اس پسے ہوئے جَو کی روٹی پکائی جائے، یا طعام بنایا جائے یا ستو بنایا جائے یا اور کچھ بنایا جائے اور چھلنی سے نہ چھانا جائے اور یہ معنی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے اور جو حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے وہ حدیث کے معنی سے بہت بعید ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث میں غور نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۱۰۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ أَنَّهُ سَأَلَ سَهْلًا هَلْ رَأَيْتُمْ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم النَّقِيَّ قَالَ لَا فَقُلْتُ فَهَلْ كُنْتُمْ تَنْخُلُونَ الشَّعِيرَ قَالَ لَا وَلَكِنْ كُنَّا نَنْفُخُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میدہ دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! انہوں نے پھر پوچھا: کیا تم جَو کو پیس کر (چھلنی میں) چھانتے تھے؟

Marfat.com

انہوں نے کہا: نہیں! لیکن ہم اس میں پھونک مارتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۱۳، سنن ترمذی: ۲۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۳۳۳۵، مسند احمد: ۲۲۳۰۷)

صحیح البخاری: ۵۴۱۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوغسان کا ذکر ہے، وہ محمد بن المطرف اللیثی ہیں اور ابوحازم کا ذکر ہے اور وہ سلمہ بن دینار ہیں نہ کہ سلمان الاشجعی اور یہ دونوں تابعی ہیں اور سہل سے مراد حضرت سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ صحابی ہیں۔

''النقی'' (یعنی میدہ کا بیان)

میدہ کی روٹی سفید ہوتی ہے، اور گندم یا جَو کو پیس کر اسے چھانا جائے تو جو سفید آٹا نکلتا ہے اس کو میدہ کہتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے: ''کیا تم جَو کو چھانتے تھے؟ (یعنی اس کو پیسنے کے بعد)''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد چھلنی کو نہیں دیکھا

اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے:
اس باب کے بعد مذکور ہے کہ کیا تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چھلنیاں تھیں، تو حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھلنی کو نہیں دیکھا جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔ اور میرا گمان ہے کہ اس حدیث میں اس سے احتراز ہے کہ جو بعثت سے پہلے واقعہ ہوتا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مدت میں شام کی طرف بہ طور تاجر سفر کرتے تھے اور شام اس وقت روم کے ساتھ تھا، اور میدہ کی روٹی ان کے نزدیک بہت زیادہ ہوتی تھی، اسی طرح چھلنیاں وغیرہ بھی آسائش اور تعیش کے آلات میں سے ہیں، پس کوئی شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں پر چھلنیوں کو نہ دیکھا ہو، لیکن بعثت کے بعد آپ مکہ میں رہے اور طائف میں اور مدینہ میں، اور تبوک کی طرف پہنچے جو شام کی اطراف میں ہے، لیکن آپ نے تبوک کو فتح نہیں کیا اور نہ آپ نے وہاں زیادہ عرصہ قیام کیا۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۴۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۸۸، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کی تحقیق پر علامہ عینی کے تین اعتراضات

علامہ عینی حافظ ابن حجر سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: حافظ ابن حجر نے جو یہ شرح کی ہے، اس میں کئی وجوہ سے اعتراضات ہیں:

(۱) حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مدت میں تاجر تھے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاجر نہیں تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے شام کی سرزمین میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ گئے اور اس وقت آپ کی عمر بارہ سال دو مہینے اور چند ایام تھی، پہلی

Marfat.com

واقدی کا قول ہے اور امام ابوجعفر طبری نے کہا کہ اس وقت آپ کی عمر نو سال تھی، اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اور اسی سفر میں بُحیرہ راہب کا واقعہ پیش آیا اور دوسری مرتبہ آپ شام کی طرف اس وقت گئے جب آپ کی عمر پچیس (۲۵) سال تھی۔ اس وقت آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد کے ساتھ شام گئے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اُجرت پر رکھا تھا، آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر گئے اور آپ کے لیے اس مال میں کچھ نہیں تھا، اور دونوں مرتبہ آپ نے بصرہ سے تجاوز نہیں کیا اور تھوڑی مدت ٹھہرے تھے (خلاصہ یہ ہے کہ آپ ان دونوں سفر میں تاجر نہیں تھے)۔

(۲) حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس وقت شام روم کے ساتھ تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ نے اس وقت چھلنی اور میدہ کو دیکھا۔ سو حافظ ابن حجر کا یہ کہنا بھی غلط ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت رومیوں کے ساتھ مختلط نہیں ہوئے تھے اور نہ ان کے ساتھ نشست و برخاست کی تھی اور نہ ان کے ساتھ کھانا کھایا تھا، پس آپ کہاں سے واقف ہوئے کہ وہ لوگ میدہ اور سفید آٹے کی روٹی پکاتے ہیں اور آپ نے کہاں سے چھلنیوں کو دیکھا حتیٰ کہ حافظ ابن حجر نے وثوق سے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ نے اس وقت چھلنیوں اور میدہ کو دیکھا۔

(۳) حافظ ابن حجر نے کہا کہ بعثت کے بعد آپ مکہ اور طائف اور مدینہ میں رہے اور تبوک تک پہنچے جو اطراف شام میں سے تھا۔۔۔ الیٰ قولہ۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ بعثت کے بعد سے لے کر آخر زمانہ تک یہ لازم نہیں ہے کہ آپ نے چھلنی کو نہ دیکھا ہو یا چھلنی کو نہ سنا ہو، کیونکہ چھلنی اس وقت بھی موجود تھی اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم جَو کو چھانتے تھے یعنی چھلنی میں چھانتے تھے؟، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے چھلنی کو نہیں دیکھا کیونکہ انہوں نے اس کو طلب نہیں کیا تھا، کیونکہ وہ پیسے ہوئے جَو میں سے پھونک مار کر چھلکے اتارنے کو کافی سمجھتے تھے، خواہ وہ پیسے ہوئے جَو ہوں یا پیسے ہوئے گندم ہوں، لیکن چونکہ ان کی غالب خوراک جَو تھی تو اسی لیے ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے جَو کے چھاننے کے متعلق دریافت کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۱۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سلف صالحین کا لذت اندوزی اور تعیش کو ترک کرنا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلف صالحین اپنے کھانے پینے میں نرم، ملائم اور لذیذ چیزوں کو ترک کر کے سخت چیزیں کھاتے تھے، چھلنی میں آٹا نہیں چھانتے تھے حالانکہ یہ ان کے لیے مباح تھا لیکن انہوں نے سخت کوشی کو اختیار کیا اور سہل پسندی کو ترک کیا اور ہم نے ان کے اس پسندیدہ طریقہ کو ترک کیا اور دنیاوی لذائذ اور تن آسانیوں کو اختیار کیا اور اپنے کھانے پینے میں عیش و عشرت کو پسند کیا، اور ہم اس چیز سے راضی نہیں ہوئے جس سے سلف صالحین راضی تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۱۶۴، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۱۰ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پیسے ہوئے جو وغیرہ میں پھونک مارنے کا مشروع ہونا اور مشروبات میں پھونک مارنے کی ممانعت

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پیسے ہوئے جو وغیرہ میں چھلکے اڑانے کے لیے پھونک مارنا جائز ہے لیکن مشروبات مثلاً دودھ اور پانی وغیرہ میں پھونک مارنا منع ہے۔

''النقی'' کا معنی

''النقی'' کا معنی ہے: جس آٹے سے بھوسی نکال کر اس کو صاف کر دیا جائے، جس کو میدہ کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ لوگوں کو حشر کے دن ایسی زمین پر اٹھایا جائے گا جو میدہ کی طرح سفید ہوگی اور یہ حدیث عنقریب آرہی ہے۔

تنبیہ: اس کے بعد شیخ عثیمین نے حافظ ابن حجر کی وہ شرح لکھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد سے چھلنی کو نہیں دیکھا، اور اس شرح کا علامہ عینی نے رد کر دیا ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

کسی حرام کام سے منع کرنا چاہیے اور اگر کوئی شخص باز نہ آئے تو اس کی مجلس کو ترک کر دے

مسئلہ: جب کوئی مرد کسی شخص کو دیکھے کہ وہ الٹے ہاتھ سے کھا رہا ہے یا بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے اور وہ اس کو نصیحت کرے، لیکن وہ شخص اس کی نصیحت کا انکار کرے تو کیا اس کے لیے جائز ہے کہ اس کو اس حال پر چھوڑ دے یا اس پر واجب ہے کہ وہ اٹھ کر چلا جائے؟

الجواب: بائیں ہاتھ سے کھانا حرام ہے اور حرام کے فاعل کے ساتھ بیٹھنا جائز نہیں ہے، اگر اس میں یہ طاقت ہو کہ اس کی اصلاح کرے تو وہ افضل ہے خواہ وہ اس کا مہمان ہو اور اسے کہے کہ میں تمہیں برے کام سے روکتا ہوں اور اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے تو پھر افضل یہ ہے کہ وہ وہاں سے اٹھ جائے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۶۲، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۳۔ بَابُ: مَا كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَصْحَابُهُ يَأْكُلُونَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کیا چیزیں کھاتے تھے؟

اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی خوراک میں کیا چیزیں ہوتی تھیں۔

۵۴۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَسَمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمًا بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا فَأَعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ فَأَعْطَانِي سَبْعَ تَمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ حَشَفَةٌ فَلَمْ يَكُنْ فِيهِنَّ تَمْرَةٌ أَعْجَبَ إِلَيَّ مِنْهَا شَدَّتْ فِي مَضَاغِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عباس الجریری، از ابی عثمان النہدی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں کھجوریں تقسیم کیں، سو ہر انسان کو سات کھجوریں عطا فرمائیں، پس مجھے بھی سات کھجوریں عطا فرمائیں۔ ان میں سے ایک کھجور بہت سخت تھی اور ان میں اور کوئی کھجور مجھے اس سے

زیادہ پسند نہیں تھی، اس کا چبانا مجھ پر بہت مشکل ہو گیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۴۴۱ و ۵۴۴۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۷، مسند احمد: ۹۱۰۹)

صحیح البخاری: ۵۴۱۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اکثر اور غالب اوقات میں کھجوریں کھاتے تھے اور تھوڑی کھجوروں پر قناعت کرتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

امام بخاری نے اس حدیث کی روایت ابوالنعمان سے کی ہے، اور وہ محمد بن الفضل ہیں جن کو عارم السدوسی البصری کہا جاتا ہے۔ اور اس حدیث میں عباس الجریری کا ذکر ہے، اس میں جیم پر پیش ہے اور پہلی راء پر زبر ہے، یہ بصری ہیں اور یہ نسبت جریر بن عباد کی طرف ہے جو الحارث بن عباد بن ضبیعہ بن قیس بن بکر بن وائل کے بھائی تھے، اور ابوعثمان عبدالرحمٰن بن مل النہدی ہیں، نہدی میں نون پر زبر ہے اور یہ نہد بن لیث بن سود کی طرف نسبت ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "حشفة" کا ذکر ہے اور وہ سب سے بدتر کھجور ہوتی ہے جو کھجور کے درخت پر پکتی نہیں ہے اور اس کا ذائقہ مکمل نہیں ہوتا اور وہ سوکھ جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کا چبانا مجھ پر دشوار اور مشکل ہو جاتا ہے، یا جس طرح دنداسہ سخت ہوتا ہے اس کو چبانا مشکل ہوتا ہے، اسی طرح وہ کھجور بھی سخت اور سوکھی ہوئی تھی جس کا چبانا مشکل تھا، اور ان کھجوروں میں اور کوئی ایسی کھجور نہیں تھی جو اس سے بہتر ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۱۱ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں سات کھجوریں عطا فرمانے کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں پانچ کھجوریں عطا فرمانے کا ذکر ہے، ان میں تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر انسان کو سات کھجوریں دیں اور اس کے بعد حدیث میں ہے کہ ہر انسان کو پانچ کھجوریں دیں۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: یا تو سات اور پانچ میں سے کسی ایک میں راوی کو وہم ہوا ہے، اور یا یہ کہ آپ نے دو مرتبہ کھجوریں دیں، ایک مرتبہ ہر انسان کو سات کھجوریں دیں اور دوسری مرتبہ پانچ کھجوریں دیں۔

Marfat.com

"الحشفة" کا معنی

"حشفة" اس کھجور کو کہتے ہیں جو کھجور کے درخت پر پکی ہوئی نہ ہو اور سوکھ جائے، اور وہ سب سے ردی کھجور ہے، اس کو "حشفة" اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سوکھی ہوئی ہوتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کا چبانا مجھ پر سخت تھا، یعنی وہ میرے منہ میں کافی دیر تک رہتی اور میں اس کو چباتا رہتا۔ یعنی اس کھجور میں چباتے وقت قوت ہوتی تھی۔

اس حدیث کی سند میں عباس الجریری کا ذکر ہے، ان کی وفات ۱۴۴ھ میں ہوئی تھی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۱۶۶-۱۶۷، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۱۱ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سخت کھجور کو پسند کرنے کی وجہ

تازہ کھجور نرم ہوتی ہے اور منہ میں جلدی گھل جاتی ہے اور حشفۃ سخت ہوتی ہے اور اس کو بار بار چبانا پڑتا ہے اور منہ میں گھلانا پڑتا ہے، چونکہ حشفۃ کھجور کو دیر تک منہ میں رکھنا اور چبانا اور گھلانا پڑتا ہے اس وجہ سے مجھے حشفۃ کھجور دوسری کھجوروں سے زیادہ پسند تھی۔

مسئلہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت سات کھجوریں کھاتے تھے، کیا روزہ دار کے لیے بھی یہ ممکن ہے کہ وہ سات کھجوروں سے روزہ افطار کرے؟

الجواب: اس طرح کسی حدیث میں وارد نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے سات عجوہ کھجوروں کے ساتھ صبح کی تو اس کو اس دن نہ زہر ضرر دے گا اور نہ جادو۔ (صحیح البخاری: ۵۴۴۵، صحیح مسلم: ۲۰۴۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۶)

پس یا تو یہ عجوہ کھجور کی خاصیت ہے یا ہر کھجور کی یہ تاثیر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عجوہ کا ذکر بہ طور مثال فرمایا ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۶۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۵۴۱۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ أَوِ الْحَبَلَةِ حَتّٰى يَضَعَ أَحَدُنَا مَا تَضَعُ الشَّاةُ ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ تُعَزِّرُنِي عَلَى الْإِسْلَامِ خَسِرْتُ إِذًا وَضَلَّ سَعْيِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتواں شخص تھا جو مسلمان ہوا تھا اور ہمارے پاس جو طعام تھا وہ صرف کیکر کے درخت کے پتے تھے یا کیکر کے درخت کا پھل تھا، حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی ایک بکری کی مینگنیوں کی طرح قضاء

Marfat.com

حاجت کرتا، پھر یہ بنو اسد میرے اسلام پر ملامت کرتے تھے،
پھر تو میں ناکام ہو گیا اور میری کوشش رائیگاں گئی۔

(صحیح البخاری: ۳۷۲۸، ۵۴۱۲، ۶۴۵۳، صحیح مسلم: ۲۹۶۶، سنن ترمذی: ۲۳۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱، مسند احمد: ۱۶۲۱)

میں کہتا ہوں: امام بخاری نے اس حدیث کا مکمل متن یہاں روایت نہیں کیا ہے۔ اس حدیث کا مکمل متن درج ذیل ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں عربوں میں وہ پہلا شخص ہوں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا، اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ہمارے لیے جو طعام تھا وہ صرف درخت کے پتے تھے، حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی ایک قضاء حاجت اس طرح کرتا تھا جیسے اونٹ مینگنیاں کرتا ہے یا بکری مینگنیاں کرتی ہے، اور وہ مینگنیاں خشک ہوتی تھیں، آپس میں جڑی ہوئی نہیں ہوتی تھیں، اب حال یہ ہے کہ بنو اسد اسلام پر عمل کرنے میں میرے عیب نکالتے ہیں۔ (اگر ایسا ہے) تو میں بالکل ناکام ہو گیا اور میرے اعمال برباد ہو گئے اور بنو اسد نے اسی طرح ان کی حضرت عمر کی طرف جھوٹی شکایت کی تھی کہ وہ نماز نہیں پڑھتے۔

صحیح البخاری: ۵۴۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کس طرح تنگی معیشت کے ساتھ گزر کرتے تھے اور قناعت کرتے تھے اور اللہ عزوجل نے جو ان کے لیے مقسوم کیا تھا اس پر راضی رہتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن محمد کا ذکر ہے، یہ المسندی کے ساتھ معروف ہے اور اس حدیث میں اسماعیل کا ذکر ہے، یہ ابن ابی خالد ہیں، اور اس حدیث میں قیس کا ذکر ہے یہ ابن ابی حازم ہیں اور حضرت سعد کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں جو صحابی ہیں اور ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو زندگی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی۔

اور التوضیح میں مذکور ہے از قیس بن سعد از والد خود گویا کہ صاحب توضیح یعنی علامہ ابن ملقن نے یہ وہم کیا کہ یہ قیس بن سعد بن عبادہ ہیں اور یہ فاحش غلطی ہے، صحیح مسلم کی روایت میں مذکور ہے از قیس، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا۔

یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مناقب میں گذر چکی ہے، اس میں مذکور ہے کہ کوفہ کے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی جو اس وقت کوفہ کے گورنر تھے اور اس شکایت میں یہ کہا کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے، اس کی تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''رایتنی'' یعنی میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتواں مسلمان تھا۔ اس

Marfat.com

سے حضرت سعد بن ابی وقاص کی مراد یہ ہے کہ وہ قدیم الاسلام ہیں اور جو لوگ پہلے پہلے اسلام لائے، ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص ساتویں تھے، اور امام ابوخیثمہ نے روایت کی ہے کہ ان سات صحابہ کرام کے یہ نام ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ (۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔

(۳) حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ۔ (۴) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔

(۵) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ۔ (۶) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔

(۷) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ہمارا طعام صرف کیکر کے درخت کے پتے تھے''۔ اس سے حضرت سعد نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس وقت میں خوراک کی قلت تھی اور تنگی معیشت تھی اور ان کو صرف کیکر کے درخت کے پتے میسر تھے۔ ''حبلۃ'' کیکر کے درخت کے پھل کو کہتے ہیں جو لوبیا کے مشابہ ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ایک کانٹے دار درخت تھا۔

اس حدیث میں ہے کہ وہ کیکر کے درخت کے پتے تھے یا اس کا پھل تھا۔

بنو اسد کے متعلق علامہ عینی کی تحقیق کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ نہیں تھا

اس حدیث میں مذکور ہے: اب ''بنو اسد یہ کہتے ہیں'' ایک قول یہ ہے کہ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ مراد ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بنو اسد سے تھے، اسی طرح علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے نقل کیا ہے لیکن وہ معذور ہیں، اس لیے کہ انہوں نے اس عبارت کو علامہ ابن بطال سے نقل کیا ہے، کیونکہ انہوں نے کہا: اور ''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بنو اسد سے تھے'' اور یہ اجماع کے خلاف ہے، اور علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدی بن کعب کے قبیلہ سے تھے اور وہ بنو اسد سے نہیں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''تعزرنی'' یعنی وہ مجھے ادب سکھاتے ہیں یا وہ مجھے اسلام کے احکام کی تعلیم دیتے ہیں اور اسلام کے طریقے سکھاتے ہیں، کیونکہ بنو اسد نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف شکایت کی تھی کہ یہ نماز صحیح نہیں پڑھاتے، اور تعذیر کا معنی ہے: ادب سکھانا، اسی لیے حد سے کم کوڑے مارنے کو تعزیر کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر تو میں ناکام ہو گیا''۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ قول جواب الجزاء ہے، اور مراد یہ ہے کہ اگر ایسا ہی ہے جس طرح بنو اسد نے کہا ہے اور میں اسلام کے آداب سیکھنے اور اسلام کی تعلیم کا محتاج ہوں، تو اس سے پہلے میں نے جو اسلام کی خدمات کی ہیں وہ سب رائیگاں گئیں اور میرا مشن ناکام ہو گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا طعام کیکر کے درخت کے پتے کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اموالِ فئے حاصل تھے اور صحابہ میں سے بھی اکثر مالدار تھے؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت سعد کے اس قول کی کیا توجیہ ہے کہ ہمارا طعام صرف کیکر کے درخت کے پتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنو نضیر سے جو اموال بطورِ فے ملے تھے اور فدک سے جو خوراک ملی تھی وہ آپ کے اہل وعیال کے سال بھر کی خوراک کے لیے کافی تھی، اور آپ عطیات عطا فرماتے تھے اور صحابہ میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو بہت مالدار تھے جیسے حضرت ابوبکر اور حضرت

Marfat.com

عثمان رضی اللہ عنہما اوران کے مشابہ صحابہ کرام۔اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب سے آل محمد مدینہ میں آئے تو تین دن انہوں نے مسلسل گندم کا کھانا نہیں کھایا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی،اسی طرح اس کے مشابہ اور بھی احادیث ہیں،تو پھر یہ کیسے متصور ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے لیے کھانے کا طعام صرف کیکر کے درخت کے پتے ہوں؟

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: امام ابوجعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ کوئی وقت تھا کیونکہ صحابہ کرام میں سے بعض مالدار تھے اوران کا مال حقوق کی ذمہ داریوں میں محیط تھا،اوروہ مہمانوں کی ضیافت کرتے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات زیادہ مال خرچ ہوجاتا اور بعض اوقات بالکل بھی مال نہیں رہتا،اس لیے یہ بعید نہیں ہے کہ کسی وقت میں ان پر ایسا بھی حال آیا ہو کہ وہ صرف کیکر کے درخت کے پتوں کو کھا کر گزارا کرتے ہوں،جیسا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی توجیہ کہ آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تین دن مسلسل گندم کا طعام نہیں کھایا

اور رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول کہ آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تین دن مسلسل گندم کا طعام نہیں کھایا تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ گندم ان کے پاس کم مقدار میں تھی اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے شہر والوں کو جَو اور کھجور کے ساتھ ایثار کرتے ہوں اور اس کو ناپسند کرتے ہوں کہ اپنے لیے اس غذا کو خاص کریں جو عام مسلمانوں کو میسر نہیں ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ کریمہ اور آپ کے اخلاقِ جمیلہ کے مشابہ یہی چیز ہے۔

اس حدیث کی توجیہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی جَو کی روٹی کو پیٹ بھر کر نہیں کھایا

اور رہی وہ روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جَو کی روٹی کو کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اکثر اور غالب اوقات میں آپ کو جَو کی روٹی میسر نہیں ہوتی تھی،کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات سے پہلے تمام عرب کا مالِ فئے آپ کو عطا کر دیا تھا اور آپ کی طرف خراج کے اموال بھی منقول ہوتے تھے اور اکثر بلادِ عجم سے مالِ غنیمت آتا تھا،لیکن اکثر مال آپ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں خرچ کر دیتے تھے اور آپ پیٹ بھر کر کھانے اور زیادہ کھانے کو ناپسند کرتے تھے۔

ضرورت کے وقت اپنی خود تعریف کرنے کا جواز

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کیونکر جائز ہوا کہ وہ خود اپنی تعریف کریں اور مومن کی شان یہ ہے کہ وہ تواضع کرے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی مرد اپنی شناخت کرانے کے لیے اور حقیقتِ حال کو واضح کرنے کے لیے اپنی تعریف بیان کرنے کا محتاج ہو تو اس کے لیے اپنی تعریف کرنا جائز ہے،جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ (یوسف) بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں O

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۷۶-۷۷،دارالکتب العلمیہ،بیروت،۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۱۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
قیس بن سعد کی حدیث کتاب فضائل الصحابہ میں گزر چکی ہے۔ صحیح البخاری: ۳۷۲۸، اور عنقریب صحیح البخاری: ۶۴۵۳ میں آئے گی، اس باب کے تحت کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیشت کس طرح تھی؟ اور یہ حدیث صحیح مسلم کی کتاب الزہد: ۲۹۶۶ اور امام نسائی کی فضائل الصحابہ السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۱۶۱ میں گزر چکی ہے۔

''حُبلة'' کا معنی

اس لفظ میں حاء پر پیش ہے اور باء ساکن ہے، یہ ایک پھل ہے جو لوبیا کے مشابہ ہوتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ کانٹے دار درخت کا پھل ہے، اور پہلا قول معروف ہے۔ اور ''اَلْحَبَلَة'' یہ انگور کے درخت کے پتے ہیں، اور الجوہری نے الصحاح میں لکھا ہے کہ ابن فارس نے لکھا ہے: الحبلہ کانٹے دار درخت کا پھل ہے۔ اور ''العضاۃ'' وہ درخت ہے جس میں کانٹے ہوتے ہیں، اور ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ الحبلہ کیکر کے درخت کا پھل ہے جو لوبیا کے مشابہ ہے۔

(مشارق الانوار ج ۱ ص ۲۸۸، الصحاح للجوہری ج ۴ ص ۱۶۶۴، مقاییس اللغۃ ص ۲۷۶، کتاب العین ج ۳ ص ۲۳۸)

اس حدیث میں مذکور ہے: ''تعزرنی'' یعنی مجھے ایذاء پہنچاتے، اور یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس لیے کہا کہ بنو سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا تھا کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے، تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مجھے اسلام کے احکام کی تعلیم دیتے ہیں اور اسلام کے آداب سکھاتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں: ''عزر السلطان فلانا'' یعنی جب بادشاہ نے کسی کو ادب سکھایا اور اس کو ٹھیک کر دیا۔

اور الزاہر کی عبارت کی یہ ہے کہ یہ مجھے ''الفقہ'' کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور تعزیر کا اصل معنی ادب سکھانا ہے، اسی وجہ سے حد سے کم کوڑے لگانے کو تعزیر کہتے ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب اہلِ کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تھی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

اور علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بنو اسد سے ہیں اور یہ بہت تعجب کی بات ہے، کیونکہ عدی بن کعب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہے اور وہ بنو اسد سے نہیں ہیں، پس اگر کہا جائے کہ حضرت سعد نے اپنی مدح کیسے کی حالانکہ مومن کی شان تو تواضع ہے تو میں کہوں گا کہ کبھی انسان اپنی پہچان کرانے کے لیے اپنی تعریف کا محتاج ہوتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ (یوسف) بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں O

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے فضائل اور اسلام میں اپنی سابقہ خدمات کو بیان کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ اہلِ باطل اس کی تنقیص کرتے ہوں اور اس کی شان کم کرتے ہوں اور اس کا اپنے فضائل کو بیان کرنا اپنے اوپر فخر کرنے کی وجہ سے نہ ہو، کیونکہ فخر اور تکبر کی وجہ سے اپنے فضائل کو بیان کرنا ممنوع ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۶۷-۱۶۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

تنبیہ: میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن کی شرح وہی ہے جس کو ہم اس سے پہلے علامہ عینی کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ علامہ ابن ملقن علامہ عینی پر مقدم ہیں اور ان کے استاذ ہیں لیکن علامہ عینی نے علامہ ابن ملقن سے بہتر شرح کی ہے اور انہوں نے اپنی شرح میں اس حدیث کی مشکل عبارات کو بھی کھول دیا ہے اور اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کو تو مختلف ذرائع سے بہت اموال حاصل تھے، پھر انہیں کیکر کے درخت کے پتوں کو کھانے کی کیا ضرورت تھی؟ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۴۱۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح میں یہ اضافہ ہے کہ مذکور الصدر سات صحابہ میں سے چار صحابہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے اسلام لائے تھے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام لانے والے صحابہ میں ساتواں تھا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص قدیم الاسلام تھے اور اس کا بیان کتاب المناقب میں گزر چکا ہے اور امام ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ سات مذکورین یہ ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۳) حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ (۴) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (۵) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (۶) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (۷) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

ان میں سے پہلے چار جو اسلام لائے تھے، وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے اسلام لائے تھے، جن کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعثت کی ابتداء میں تبلیغ کی تھی اور رہے حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابتداءِ بعثت میں اسلام لائے تھے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۵۰، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۴۱۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَأَلْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ فَقُلْتُ هَلْ أَكَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم النَّقِيَّ فَقَالَ سَهْلٌ مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم النَّقِيَّ مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللهُ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ قَالَ فَقُلْتُ هَلْ كَانَتْ لَكُمْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَنَاخِلُ قَالَ مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مُنْخُلًا مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللهُ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَنْخُولٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از ابی حازم، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدہ کھایا ہے؟ تو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا، آپ نے میدہ دیکھا تک نہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی، انہوں نے پوچھا: کیا تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چھلنیاں

Marfat.com

قَالَ كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ فَيَطِيرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ فَأَكَلْنَاهُ۔

تھیں؟ انہوں نے کہا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا، آپ نے چھلنیاں نہیں دیکھیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی، انہوں نے پوچھا: تو پھر آپ لوگ بغیر چھلنی کے کس طرح جَو کھاتے تھے؟، تو انہوں نے کہا: ہم جَو کو پیستے اور اس کے چھلکے کو پھونک مار کر اڑا دیتے اور جو جَو رہ جاتا اس کی روٹی پکا کر کھا لیتے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۱۰، ۵۴۱۳، سنن ترمذی: ۲۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۳۳۳۵، مسند احمد: ۲۲۳۰۷)

صحیح البخاری: ۵۴۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس باب کا عنوان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کیا کھاتے تھے؟ اور اس حدیث میں بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ میدہ کھاتے تھے اور نہ جَو کے آٹے کو چھلنی میں چھان کر کھاتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یعقوب کا ذکر ہے، یہ ابن عبد الرحمٰن القاری ہیں، اور یہ قبیلہ "القارہ" سے ماخوذ ہیں، اور یہ بنو زہرہ کے حلیف ہیں اور اس حدیث کی سند میں ابو حازم کا ذکر ہے، اور یہ سلمہ بن دینار ہیں جو حضرت سہل کی حدیث کے راوی ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے راوی ہیں، اور یہ حدیث عنقریب گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے بعض الفاظ کے معانی

"مناخل" اور "ثرّیناہ" کے معنی

اس حدیث میں لفظِ مناخل مذکور ہے، یہ مُنخل کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: چھلنی، علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس کا معنی غربال ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: منخل، غربال کا غیر ہے، کیونکہ غربال ایسی چھلنی ہے جس سے گندم اور جو وغیرہ کو چھانا جاتا ہے، اور منخل وہ چھلنی ہے جس سے آٹے کو چھانا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "ثرّیناہ"، اس کا معنی ہے: ہم نے ستو کو پانی کے ساتھ تر کر لیا یا بھگو لیا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آٹا گوندھ کر روٹی پکائی جائے اور اس سے مراد صرف یہ ہے کہ جب وہ جَو کو پیستے تو اس کے آٹے کو لے کر اس میں پھونک مار کر اس سے جَو کے چھلکے اڑا دیتے اور جو باقی آٹا بچتا اس کو پانی میں بھگو کر بہ طور ستو کھاتے، اسی طرح ابن الاثیر نے کہا ہے۔

اور الجوہری نے کہا ہے: "ثریت السویق" کا معنی ہے: میں نے ستو کو پانی میں بھگو لیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۱۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
''ثریت السویق تثریة'' اس وقت کہا جاتا ہے جب ستو میں پانی ڈال کر اس کو کیچڑ کی طرح بنالیا جاتا ہے۔ اور ''منخل'' کا معنی ہے: چھلنی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۱۶۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)
تنبیہ: زیادہ تر شارحین نے اس حدیث کی شرح کو ترک کر دیا ہے، اور اسی طرح اس باب کی دیگر احادیث کی شرح کو بھی ترک کر دیا ہے۔

۵۴۱۴- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ فَدَعَوْهُ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ وَقَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی، پس انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، تو انہوں نے اس کو کھانے سے انکار کیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ نے جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

تنبیہ: بسیار تلاش کے باوجود بھی اس حدیث کی تخریج نہیں مل سکی۔

صحیح البخاری: ۵۴۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح سے ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت حاضر ہوتے تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تنگی معیشت کے ساتھ گزارہ کرتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے اس بکری کے کھانے سے انکار کر دیا جو لوگوں کے سامنے بھنی ہوئی موجود تھی، حالانکہ ان لوگوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کھانے کی دعوت دی تھی، اور یہ انکار دعوت کا انکار نہیں ہے کیونکہ ولیمہ میں جانے سے انکار کرنا ممنوع ہے، اور ہر طعام کو کھانے سے انکار کرنا ممنوع نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسحاق بن ابراہیم کا ذکر ہے، اس سے مراد ابن راہویہ ہیں، اور ابن ابی ذئب کا ذکر ہے، یہ محمد بن عبدالرحمن بن ابی ذئب ہیں۔ ذئب سے مراد مشہور جانور ہے یعنی بھیڑیا۔ اور اس میں سعید کا ذکر ہے، اور یہ سعید بن ابی سعید ہیں، ان کے والد کا نام ابوسعید کیسان المدنی ہے جو بنولیث کے آزاد شدہ غلام ہیں، ان کو مقبری کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مقبرہ یعنی قبرستان

Marfat.com

کے قریب رہتے تھے۔اس حدیث کی روایت میں امام بخاری متفرد ہیں۔
(اسی لیے اس حدیث کی تخریج نہیں کی گئی، کیونکہ دوسرے محدثین نے اس حدیث کی روایت نہیں کی۔سعیدی غفرلہٗ)

''مصلیۃ'' کا معنی

مصلیۃ کا معنی ہے: مشویۃ، یعنی بھنی ہوئی۔بعض شارحین نے کہا ہے: یہ ''الصِلاء'' سے ماخوذ ہے (صاد کے نیچے زیر اور لام پر مد ہے)۔علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ درست نہیں ہے، ''صلیت اللحم'' کا معنی ہے: جب گوشت کو آگ پر پکا کر بھون لیا جائے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: علامہ ابن ملقن نے بھی مصلیۃ کا معنی اسی طرح لکھا ہے۔(التوضیح ج ۲۱ ص ۱۷۰، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۴۱۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يُونُسَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى خِوَانٍ وَلَا فِي سُكُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَلَهُ مُرَقَّقٌ قُلْتُ لِقَتَادَةَ عَلَامَ يَأْكُلُونَ قَالَ عَلَى السُّفَرِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی دستر خوان پر نہیں کھایا اور نہ کبھی رکابی یا پلیٹ پر کھایا اور نہ کبھی آپ کے لیے باریک چپاتی پکائی گئی، میں نے قتادہ سے پوچھا: پھر وہ کس چیز پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: وہ چمڑے کے ٹکڑے پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۸۶، ۵۴۱۵، ۶۴۵۰، سنن ترمذی: ۱۷۸۸، سنن ابن ماجہ: ۳۲۹۲، مسند احمد: ۱۱۸۱۶)

صحیح البخاری: ۵۴۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔
میں کہتا ہوں: باب کا عنوان ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کیا کھاتے تھے؟ اور اس حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ وہ کیا کھاتے تھے بلکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ پتلی چپاتی نہیں کھاتے تھے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ چمڑے کے ٹکڑے پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے۔گویا یہ حدیث باب کے ساتھ من وجہ مطابق ہے، من کل الوجوہ مطابق نہیں ہے۔(سعیدی غفرلہٗ)

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں عبد اللہ بن ابی الاسود کا ذکر ہے، اور یہ عبد اللہ بن محمد بن ابی الاسود ہیں، اور ابو الاسود کا نام حُمید بن الاسود ہے؛ اور معاذ ابن ہشام الدستوائی ہیں جو اپنے والد ہشام سے روایت کرتے ہیں، اور یونس وہ ابن ابی الفراس القرشی ہیں۔

Marfat.com

یہ حدیث باب الخبز المرقق میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۱۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتَّى قُبِضَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سے نبی ﷺ مدینہ میں آئے، محمد ﷺ کی آل نے مسلسل تین راتیں گندم کو نہیں کھایا حتیٰ کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۶۴۵۴، صحیح مسلم: ۲۹۷۰، سنن نسائی: ۴۴۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۴، مسند احمد: ۲۴۱۳۱)

صحیح البخاری: ۵۴۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

جریر سے مراد ابن عبد الحمید ہیں، اور منصور سے مراد ابن المعتمر ہیں، اور ابراہیم سے مراد النخعی ہیں اور اسود سے مراد ابن یزید النخعی ہیں جو ابراہیم النخعی کے ماموں ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''طعام البر'' اس میں عام کی اضافت خاص کی طرف ہے یا اضافتِ بیانیہ ہے جیسے کہا جاتا ہے: ''شجرۃ العراک'' یعنی پیلو کا درخت۔ اسی طرح ''طعام البر'' کا معنی ہے: گندم کا طعام۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''تباعا'' یعنی مسلسل تین راتیں یا مسلسل تین دن آپ نے اور آپ کی آل نے گندم کی روٹی نہیں کھائی، حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

اور بھوک کو اور کم کھانے کو اختیار کرنا باوجود اس کے کہ زیادہ کھانے کے وسائل میسر تھے اور کبھی آپ بھوک برداشت کرتے اور کبھی کچھ زیادہ کھا لیتے تو یہ صحابہ اور تابعین کی سیرت ہے۔

پیٹ بھر کر کھانے کی مذمت کے متعلق احادیث اور آثار

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے گھی میں ڈوبا ہوا ثرید کھایا، پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں ڈکار لے رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو جحیفہ! اپنی ڈکار بند کرو، کیونکہ اکثر جو لوگ دنیا میں پیٹ بھر کر کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن بھوکے اٹھیں گے، پھر اس کے بعد حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا حتیٰ کہ دنیا سے رخصت ہو گئے، اور حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ جب صبح ناشتہ کرتے تو رات کو کھانا نہیں کھاتے تھے اور جب رات کو کھانا کھاتے تو صبح ناشتہ نہیں

Marfat.com

کرتے تھے۔

اور وہب بن کیسان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی، اور میرے پاس گوشت تھا جس کو میں نے ایک درہم سے خریدا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! یہ گوشت ہے جس کو میں نے بچوں اور عورتوں کے لیے خریدا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص کسی چیز کی خواہش کرے گا وہ اس کی مصیبت میں مبتلا ہوگا، تمہاری توجہ اس آیت کی طرف نہیں ہے:

وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَاۚ فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ۠ (الاحقاف)

اور جس دن کفار کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا:) تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو، پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا، کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور کیونکہ تم نافرمانی کرتے تھے O

میں کہتا ہوں: اگرچہ یہ آیت کفار کے متعلق ہے لیکن اس آیت میں کفار پر وعید اس لیے ہے کہ وہ اپنی پسند کی چیزیں دنیا میں کھاتے تھے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو گوشت کھانے سے منع فرمایا، اور یہ زُہد اور دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے ہے۔

اور ابن سیرین نے بیان کیا ہے کہ ایک مرد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں جوارش کو استعمال کرتا ہوں، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: وہ جوارش کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ ایک دوائی ہے جس سے کھانا جلدی ہضم ہوتا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ میں نے چار مہینے سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ مجھے کھانا میسر نہیں تھا لیکن میں ایسے لوگوں میں رہا ہوں جو کبھی پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور کبھی بھوکے رہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۷۹-۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ نے تین دن گندم نہیں کھایا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے کبھی جَو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، ان دونوں حدیثوں میں تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ”سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل نے جب سے آپ مدینہ میں آئے مسلسل تین راتیں گندم کو نہیں کھایا“ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ نے کبھی جَو کی روٹی سے پیٹ بھر کر نہیں کھایا“۔ سو یہ ہو سکتا ہے کہ کبھی آپ کھاتے ہوں لیکن سیر ہو کر نہ کھاتے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس چیز کا علم ہو جس کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا۔

اور اس کے بعد امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل نے کبھی تین دن روٹی سالن کے ساتھ نہیں کھائی۔

Marfat.com

اس سوال کا جواب کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہ کثرت اموالِ فئے آتے تھے تو پھر آپ کیوں تین تین دن پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے؟

امام ابوجعفر طبری نے کہا ہے کہ ان احادیث کی کیا توجیہ ہوگی جن میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین دن مسلسل پیٹ بھر کر نہیں کھایا؟، جب کہ صحیح احادیث سے یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنونضیر اور فدک سے اموالِ فئے حاصل ہوئے تھے جن سے آپ اپنی اور اپنے عیال کی ایک سال کی خوراک جمع کرتے تھے، اور آپ نے تقریباً ایک ہزار اونٹ اموالِ فئے کے اپنے حصے میں سے اور اموالِ ہوازن سے تقسیم کیے، اور آپ نے حجۃ الوداع میں ایک سو (۱۰۰) اونٹوں کو نحر کیا اور مساکین کو کھلایا، اور آپ اس اعرابی کے لیے حکم دیتے جو اسلام قبول کرتا کہ اس کو بکری کا گوشت دیا جائے، اور آپ کے اصحاب میں سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق، حضرت عثمان وغیرہم رضی اللہ عنہم، بہت مالدار تھے اور وہ اپنے اموال کو اپنی ضروریات اور اپنی اولاد پر خرچ کرتے تھے، اور اپنے اموال میں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے تھے اور انصار بھی اپنے اموال میں سے مہاجرین پر خرچ کرتے تھے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے خرچ نہ کرتے حالانکہ آپ کو شدید ضرورت تھی۔

پھر امام طبری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ تمام احادیث صحیح ہیں اور ایسا وقتاً فوقتاً ہوتا تھا، کیونکہ بعض اوقات گھریلو اخراجات اور مہمانوں کی مہمان داری اور وفود کی تواضع میں بہت زیادہ مال خرچ ہو جاتا تھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا کیوں کہ ہم نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا پورا مال لے آئے، تو اسی طرح ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ اموالِ فئے اور اموالِ فدک سے ایک سال کی خوراک حاصل ہوتی تھی لیکن وہ اکثر اموال کو خرچ کر دیتے تھے۔

اور اسی سیرت کے مطابق یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا گیا کہ انہوں نے غزوۂ تبوک کے لشکر میں اپنا بہت زیادہ مال دیا۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کی ترغیب دی تو وہ چار ہزار دینار صدقہ لے کر آئے، اور یہ معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے یہ اخلاق اور افعال اس طرح تھے کہ کبھی ان کے پاس مال زیادہ ہوتا تو وہ راہِ خدا میں خرچ کر دیتے اور کبھی ان کے پاس مال کم ہوتا تو تین دن مسلسل پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے۔

اور وہ جو روایت میں ہے کہ آپ نے تین دن مسلسل گندم نہیں کھایا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس گندم کی مقدار کم تھی اور غالب ان کی خوراک جَو اور کھجوریں تھیں اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ ان کے اور ان کے اہل و عیال کے پاس ایک سال کی خوراک موجود ہو۔

اور وہ جو روایت ہے کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ نے جَو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی تو یہ بھی بعض احوال میں ہوتا تھا، اور یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات سے پہلے بہ کثرت اموالِ فئے عطا کئے اور تمام عرب کے شہروں سے آپ کی طرف خراج لا کر پیش کیا جاتا تھا، جیسے ایلۃ اور بحرین اور حجر وغیرہ سے، لیکن آپ ان اموال میں سے اللہ کے حقوق کو ادا کرتے اور آپ پیٹ بھر کر کھانے کو ناپسند کرتے تھے، جیسا کہ حضرت عامر جہنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو لوگ دنیا میں پیٹ بھر کر کھاتے ہیں ان میں سے اکثر قیامت کے دن بھوکے ہوں گے۔ اسی طرح

Marfat.com

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو جُحیفہ رضی اللہ عنہ کو ڈکار لینے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے ابو جُحیفہ! ہمارے سامنے ڈکار نہ لو، کیونکہ اکثر جو لوگ دنیا میں پیٹ بھر کر کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن بہت زیادہ بھوکے ہوں گے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۱۷۰-۱۷۳، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۲۴- بَابُ: التَّلْبِینَةِ

التلبینہ (دودھ کے مشابہ طعام)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''التلبینہ'' کا ذکر ہے، (اس میں تاء پر زبر ہے اور لام پر جزم ہے اور باء کے نیچے زیر ہے اور یاء ساکن ہے اور آخر میں نون ہے)۔ یہ وہ طعام ہے جو آٹے یا بھوسی سے بنایا جاتا ہے اور بعض اوقات اس میں شہد بھی ڈالا جاتا ہے، اس کو التلبینہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سفید ہونے میں اور پتلے ہونے میں دودھ کے مشابہ ہوتا ہے، اور جو اس میں رقیق ہو اور پکا ہوا ہو، وہ نفع آور ہوتا ہے اور جو گاڑھا اور کچا ہو، وہ نفع آور نہیں ہوتا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''التلبینہ'' سے مراد ''الحساء'' ہے، یعنی وہ طعام جو آٹے یا بھوسی میں پانی ملا کر پتلا پتلا تیار کیا جاتا ہے، اور اس کو ''التلبین'' بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ سفیدی میں دودھ کے مشابہ ہو، پس اگر یہ پتلا نہ ہو اور گاڑھا ہو تو اس کو الخزیرہ کہتے ہیں، اور کبھی اس میں شہد اور دودھ بھی ڈالا جاتا ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: ''التلبین'' اور التلبیہ وہ خوراک ہے جو آٹے سے بنائی جاتی ہے: اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو پانی اور تیل سے بنایا جاتا ہے اور کبھی یہ میٹھا ہوتا ہے اور کبھی پتلا ہوتا ہے اور اس کو چاٹ چاٹ کر کھایا جاتا ہے یا گھونٹ گھونٹ بھر کر پیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۱۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا فَاجْتَمَعَ لِذَلِكَ النِّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلَّا أَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ فَطُبِخَتْ ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيدٌ فَصُبَّتِ التَّلْبِينَةُ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ كُلْنَ مِنْهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ التَّلْبِينَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب از عُروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ، وہ بیان کرتی ہیں: جب کسی گھر میں کوئی فوت ہو جاتا تو اس کی تعزیت کے لیے عورتیں جمع ہوتیں، پھر متفرق ہو جاتیں، سوا گھر والوں کے اور مخصوص افراد کے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک پتیلی میں تلبینہ بنانے کا حکم دیتیں، سو اس کو جوش دیا جاتا، پھر اس کے اوپر ثرید (گوشت والے سالن میں ڈالے ہوئے روٹی کے ٹکڑے) ڈالا جاتا، پھر اس کے اوپر التلبینہ ڈالا جاتا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں: اس سے کھاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''التلبینہ'' مریض کے

Marfat.com

دل کو سکون پہنچاتا ہے اور کچھ غم کو دور کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۸۹، ۵۶۹۰، صحیح مسلم: ۲۲۱۶، مسند احمد: ۲۳۹۹۱)

صحیح البخاری: ۵۴۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''مَجَمَّۃٌ'' کا معنی

''مَجَمَّۃٌ'' میں (میم پر زبر ہے اور جیم پر بھی زبر ہے اور دوسری میم مشدد ہے اور اس پر بھی زبر ہے)۔اس کا معنی ہے: آرام کی جگہ۔یعنی اس سے مریض کے دل کو راحت پہنچتی ہے۔اور یہ لفظ ''مُجِمَّۃٌ'' بھی پڑھا گیا ہے (یعنی میم پر پیش اور جیم کے نیچے زیر) اس کا معنی ہے: راحت دینے والی چیز، کہا جاتا ہے: ''جَمَّ الْفَرَسُ'' جب گھوڑے کی تھکاوٹ دور ہو جائے، اور جمام کے معنی ہیں راحت۔

عبداللطیف نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ''الفؤاد'' سے مراد ہے معدہ کا سر، کیونکہ جب معدہ خشک ہو اور اس میں جگہ کم ہو تو انسان غمگین ہوتا ہے اور یہ غذاء معدہ کو تر کرتی ہے اور اس کو طاقت دیتی ہے اور اس طرح مریض کے دل کو راحت پہنچتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۱۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کسی کو بخار آتا تو آپ ''الحِساء'' بنانے کا حکم دیتے یعنی آٹے اور پانی سے بنی ہوئی پتلی خوراک جو پکی ہوئی ہو، پھر اس کو بنایا جاتا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے کہ اس کو گھونٹ گھونٹ بھر کر پیو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ ''الحِساء'' غمگین دل کو خوشگوار کرتا ہے اور بیمار کے دل کو خوش کرتا ہے جیسا کہ تم میں کوئی شخص اپنے چہرہ پر پانی ڈال کر میل کو دور کر کے خوش ہوتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۰۳۹، سنن ابن ماجہ: ۳۴۴۵، سنن کبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۳۷۲، مسند احمد: ج ۶ ص ۳۲، حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۲۸)

اور امام ابونُعیم کی روایت میں ہے: جب آپ کے گھر میں سے کوئی بیمار ہوتا تو دیگچی کو آگ پر رکھ دیا جاتا حتیٰ کہ آدھا پانی خشک ہو جاتا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۴۴۶، السنن الکبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۳۷۲، مسند احمد: ج ۶ ص ۷۹)

اور اسحاق بن ابی طلحہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''التلبین'' ہر بیماری میں شفاء ہے۔

(الطب النبوی ج ۲ ص ۴۳۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو ہم پتیلی کو چولہے پر رکھ دیتے، پھر اس میں گندم اور گھی ڈالتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے سینے میں سختی کی اور سر میں درد کی شکایت کی، تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ''التلبین'' بنا کر چاٹو، کیونکہ اس میں اس کا علاج ہے۔

ابونعیم نے کہا: ''التلبینہ'' خالص آٹا ہے اور دوسری قوموں نے کہا کہ اس میں چربی ملی ہوئی ہوتی ہے۔

(الطب النبوی ج ۲ ص ۴۳۵)

الاصمعی نے کہا ہے کہ ''حِساء'' ایک خوراک ہے جو آٹے یا بھوسی سے بنائی جاتی ہے اور اس میں شہد ڈالا جاتا ہے، ابن قتیبہ نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ اس کو تلبینہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ سفیدی اور رِقت میں دودھ کے مشابہ ہے۔

(لسان العرب ج ۷ ص ۳۹۹۱، مادہ: لبن)

اور عبد اللطیف بغدادی نے کہا ہے کہ ''الحِساء'' وہ رقیق خوراک ہے جو دودھ کے قوام میں بنائی جاتی ہے اور یہ بیماروں کے لیے نفع آور ہے جب کہ پتلا اور پکا ہوا ہو نہ کہ غلیظ اور کچا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۱۷۶-۱۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے ''التلبینة'' کی شرح میں اسی طرح لکھا ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۵۰، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز لکھتے ہیں:

''التلبینة'' آٹے اور دودھ سے یا بھوسی اور دودھ سے بنایا جاتا ہے، اس میں شہد بھی ڈالتے ہیں اور گوشت کے شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر پکائیں تو اسے ثرید کہتے ہیں اور کبھی اس میں گوشت بھی شریک رہتا ہے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۴۰، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۴ء)

۲۵۔ بَابُ: الثَّرِيدِ — ثرید کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ثرید کا ذکر کیا جائے گا اور باقی کھانوں پر اس کی فضیلت کا ذکر کیا جائے گا۔ ثرید کے اسم میں ثاء کے اوپر زبر ہے اور راء کے نیچے زیر ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ روٹی کے ٹکڑے گوشت کے سالن میں ڈال دیے جائیں۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ثرید غالباً گوشت سے بنایا جاتا ہے، اور عرب بہت کم ثرید کے بغیر کھانا کھاتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجَمَلِيِّ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ الجملی از مرہ الہمدانی از حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں تو بہت لوگ کامل

عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ۔ ہیں اور عورتوں میں سوائے مریم بنت عمران کے اور آسیہ زوجہ فرعون کے کوئی کامل نہیں ہے، اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۱۱، ۳۴۳۳، ۳۷۶۹، ۵۴۱۸، صحیح مسلم: ۲۴۳۱، سنن ترمذی: ۱۸۳۴، سنن نسائی: ۳۹۴۷، سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۰، مسند احمد: ۱۹۰۲۹)

صحیح البخاری: ۵۴۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں ثرید کے کھانے کی فضیلت کا بیان ہے، اور باب کا عنوان بھی ثرید ہے، اس وجہ سے اس کی مطابقت باب کے ساتھ ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے، یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے، اور اس حدیث کی سند میں عمرو بن مُرّہ کا ذکر ہے، اس میں میم پر پیش ہے اور راء پر تشدید ہے، اور اس کی سند میں الجملی کا ذکر ہے، اس لفظ میں جیم پر زبر ہے اور یہ جمل کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ مراد کی ایک شاخ ہے، اور مرہ الہمدانی کا ذکر ہے، اس میں بھی میم پر پیش ہے اور راء پر تشدید ہے، یہ ابن شراحیل الہمدانی الکوفی ہیں، اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

یہ حدیث کتاب الانبیاء میں اس باب میں گزر چکی ہے: وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ (آل عمران: ۴۲) اور اس کی شرح وہاں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ "عائشہ کی فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر" اس سے آپ کی مراد معین ثرید نہیں ہے بلکہ اس سے آپ کی مراد وہ کھانا ہے جو گوشت اور روٹی کے ٹکڑوں کے ساتھ بنایا گیا ہو۔

حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باہمی فضیلت کا بیان

التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا پر فضیلت ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں، کیونکہ حضرت فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا حصہ ہیں اور آپ کے جسم کے برابر اور کوئی چیز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۱۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر افضل ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

افضل ہیں، کیونکہ حضرت فاطمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جز ہیں اور آپ کے جز کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔
علامہ سبکی نے کہا ہے کہ ہم دیانت داری سے یہ سمجھتے ہیں کہ سب سے افضل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، اور اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے، لیکن حق کی پیروی کرنا واجب ہے اور شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ کے درمیان فضیلت کی جہات متقارب ہیں، گویا ان کی رائے توقف ہے، اور شیخ ابن القیم نے کہا ہے کہ اس پر اجماع قائم ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ کے درمیان اختلاف باقی ہے۔
(حاشیۃ التوضیح ج ۲۶ ص ۱۸۱)

صحیح البخاری: ۵۴۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری نے اس باب میں تین احادیث ذکر کی ہیں، پہلی اور دوسری حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حضرت انس سے حضرت عائشہ کی فضیلت میں مروی ہے اور پہلی دو حدیثیں کتاب المناقب میں گزر چکی ہیں اور احادیث الانبیاء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں گزر چکی ہیں جہاں پر فرعون کی بیوی کا ذکر کیا گیا تھا اور حضرت مریم کا ذکر کیا گیا ہے، اور اس حدیث کی شرح وہاں گزر چکی ہے۔
امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سحری میں برکت کی دعا کی اور ثرید میں برکت کی دعا کی اور اس کی سند میں ضعف ہے۔
(فتح الباری ج ۹ ص ۵۵۱، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۱، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری ۵۴۱۸، کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باہمی فضیلت کے متعلق علامہ قسطلانی شافعی کی رائے

اس حدیث میں ثرید کی باقی کھانوں پر افضلیت کا ذکر ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ثرید ہر جہت سے تمام کھانوں سے افضل ہو، نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیگر خواتین پر فضیلت ہے لیکن جو زیادہ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جز ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جز کے برابر اور کوئی چیز نہیں ہے۔
علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ جنت میں حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گی اور حضرت مریم عیسیٰ علیہم السلام کے ساتھ ہوں گی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درجہ سے اونچا ہے، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا درجہ زیادہ اعلیٰ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ وہی افضل ہیں۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۲۰۸، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۱۸، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ہے اور فضیلت کا سبب صفاتِ کمال ہوتی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں سے زیادہ عالمہ تھیں بلکہ اکثر صحابہ کرام سے بھی زیادہ عالمہ تھیں، کیونکہ صحابہ کرام اکثر معاملات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کرتے تھے، مگر زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ سے افضل ہیں، کیونکہ حضرت فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جز ہیں اور اسی طرح حضرت مریم کے استثناء سے بھی معلوم ہوتا ہے، علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گی اور حضرت مریم عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ سے اونچا ہے، اس سے لازم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت حضرت مریم سے زیادہ ہو، لیکن یہ دلیل ضعیف ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات آپ کے ساتھ ہوں گی، علاوہ ازیں حضرت مریم بھی جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گی کیونکہ وہ آپ کی زوجہ ہوں گی۔ (الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۹ ص ۱۰۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری ۵۴۱۸، کتاب النفقات کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''ثرید'' کا مصداق

جس روٹی میں گوشت ہو، وہ ثرید ہے، عام ازیں کہ روٹی خفیف ہو یا رقیق ہو اور اس بناء پر جس شوربہ میں گوشت ہو، وہ بھی ثرید میں معتبر ہوتا ہے، اسی طرح جو چپاتیاں خواہ وہ خفیف ہوں یا تر ہوں، جب اس میں گوشت ہو تو وہ بھی ثرید ہے۔

سوال: اس حدیث میں کہا ہے کہ عورتوں میں کامل صرف مریم بنت عمران ہیں اور آسیہ زوجہ فرعون ہیں، اس حدیث میں کمال سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ دین اور عقل میں کمال مراد ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۱۶، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۴۱۹۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي طُوَالَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از ابی طوالہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۷۷۰، ۵۴۱۹، ۵۴۲۸، صحیح مسلم: ۲۴۴۶، سنن ترمذی: ۳۸۸۷، سنن نسائی: ۳۹۴۷، سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۱، مسند احمد: ۱۳۳۷۴، سنن دارمی: ۲۰۶۹)

تنبیہ: اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔

۵۴۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ أَبَا حَاتِمٍ الْأَشْهَلَ بْنَ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ النَّبِيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مُنیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو حاتم الاشہل بن حاتم سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی غُلَامٍ لَهُ خَيَّاطٍ فَقَدَّمَ إِلَيْهِ قَصْعَةً فِيهَا ثَرِيدٌ قَالَ وَأَقْبَلَ عَلٰى عَمَلِهِ قَالَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ قَالَ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُهُ فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ فَمَا زِلْتُ بَعْدُ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ

ثمامہ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے ایک غلام کے پاس گیا جو درزی تھا، اس نے آپ کے سامنے ایک پیالہ میں ثرید کو پیش کیا اور اپنے کام پر چلا گیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سالن میں سے لوکی کے قتلوں کو تلاش کر رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سو میں بھی اس دن سے لوکی کے قتلوں کو تلاش کر کے لوکی کے قتلوں کو آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور انہوں نے کہا: میں اس دن کے بعد سے لوکی سے یعنی کدو سے محبت کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۰۹۲، ۵۳۷۸، ۵۴۲۰، ۵۴۳۳، ۵۴۳۵، ۵۴۳۶، ۵۴۳۷، ۵۴۳۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۱، سنن ترمذی: ۱۸۵۰، سنن ابوداؤد: ۳۷۸۲، مسند احمد: ۱۲۴۵۰، موطا امام مالک: ۱۱۶۱، سنن دارمی: ۲۰۵۰)

صحیح البخاری: ۵۴۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کا ذکر ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ یہ نہیں پتا چل سکا کہ اس غلام کا نام کیا تھا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب سے میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکی کے قتلے تلاش کر رہے تھے، اس دن سے میں لوکی کے قتلوں سے محبت کرتا ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۲۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ثرید کی فضیلت

ثرید سب سے عمدہ کھانا ہے اور اس میں سب سے زیادہ برکت ہے، اور یہ عرب کا کھانا ہے اور شارح علیہ السلام نے تمام کھانوں پر اس کی فضیلت کی شہادت دی ہے۔

حضرت مریم اور حضرت عائشہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج کی باہمی فضیلت میں تفصیل اور بحث

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت مریم اور آسیہ کامل ہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی شہادت دی ہے۔ اور اس فضیلت میں حضرت مریم اور آسیہ بھی داخل ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت مریم کی فضیلت نصِ قرآن سے ثابت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مختارہ فرمایا۔ اور ان کو کفر سے اور حیض اور نفاس کی نجاست سے مطہرہ قرار دیا اور ان کو تمام زمانے کی عورتوں پر فضیلت دی، اس لیے یہ دلیل ہے کہ حضرت مریم تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں کیونکہ عالمین عالم کی جمع ہے اور حضرت مریم

Marfat.com

اوران کے بیٹے کواللہ تعالیٰ نے اپنی نشانی قرار دیا، کیونکہ حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اوراس میں کسی مرد کا دخل نہیں تھا، حضرت جبریل حضرت مریم کے پاس آئے اور کسی اور عورت کے پاس حضرت جبرائیل نہیں گئے اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا (مریم:۱۷) ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا۔

اورایک جماعت کا مختار یہ ہے کہ حضرت مریم نبیہ ہیں، ان میں سے ابن وہب، ابواسحاق، الزجاج، ابوبکر بن اللباد ہیں، اس بناء پر، پس اس حدیث کا اول علی العموم ہے حضرت مریم اورآسیہ کے بارے میں اوراس حدیث کا آخر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے مخصوص ہے اوراس کا معنی یہ ہے کہ حضرت مریم تو تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس زمانہ کی یا اس جہان کی عورتوں سے بالخصوص افضل ہیں۔

اوردوسری جماعت نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ہے، اوروہ حضرت مریم کی نبوت کا قول نہیں کرتے اور نہ کسی اور عورت کو نبی مانتے ہیں۔ اورانہوں نے کہا: اس حدیث کا آخر عموم پر محمول ہے اوراس حدیث کا اول خصوص پر محمول ہے۔ یعنی حضرت مریم کی فضیلت علی العموم ہے اور حضرت عائشہ کی فضیلت علی الخصوص ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿﴾ (آل عمران) اے مریم! بے شک اللہ نے تمہیں منتخب کرلیا اور تمہیں پاک کر دیا اور تمہیں تمام جہانوں کی عورتوں پر برگزیدگی دی O

یعنی حضرت مریم کو ان کے زمانہ کی تمام عورتوں پر فضیلت دی۔ اور یہ حسن بصری اور ابن جریج کا قول ہے۔ اوراس حدیث میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان ہے اس کا معنی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام دنیا کی عورتوں پر افضل ہیں اوراس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے متعلق فرمایا:

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:۱۱۰) جو امتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں، تم ان سب میں بہترین امت ہو۔

اس خطاب سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان تمام امتوں سے افضل ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (البقرہ:۱۴۳) اوراسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا۔

اور ''الوسط'' کا معنی ہے: ''العدل''، سواس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امت کی افضلیت کی شہادت دی ہے اوراس کو معین کر دیا ہے تو یہ اس سے افضل ہے جس کی پچھلی امتوں میں فضیلت بیان کی گئی ہے اوراس تاویل کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب:۳۲) اے نبی کی بیویو! تم (عام) عورتوں میں سے کسی ایک کی (بھی) مثل نہیں ہو۔

تواس آیت کے الفاظ کے عموم میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج ان سے پہلی عورتوں پر بھی افضل ہیں اوران کے بعد کی عورتوں پر بھی افضل ہیں۔

اوراس پر اجماع ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں، اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات بھی تمام دنیا

Marfat.com

کی عورتوں سے افضل ہیں، اور یہ بھی صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ کی ازواج آپ کے ساتھ جنت میں ہوں گی، اور حضرت مریم اپنے بیٹے اور اپنی ماں کے ساتھ جنت میں ہوں گی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں درجہ ان تمام درجات سے بلند و بالا ہے اور فضیلت کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۱۸۲-۱۸۳، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۶۔ بَابُ: شَاةٍ مَسْمُوطَةٍ وَالْكَتِفِ وَالْجَنْبِ — کھال سمیت بھنی ہوئی بکری اور کندھے اور پسلی کے گوشت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں کھال سمیت بھنی ہوئی بکری اور کندھے کا ذکر ہے، اور ان دونوں چیزوں کا اس باب کی دو حدیثوں میں ذکر ہے۔ لیکن پسلی کے گوشت کا اس حدیث میں بیان نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دونوں حدیثوں میں پسلی کے گوشت کا ذکر نہیں ہے، اس عنوان سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھنا ہوا پسلی کا گوشت پیش کیا، آپ نے اس سے کھایا۔ پھر آپ نماز کی طرف کھڑے ہو گئے، اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۲۲، دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۲، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی شرح سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ امام بخاری نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے؟ حالانکہ اشارہ تو صرف حاضر کے لیے ہوتا ہے اور باب کے ساتھ مناسبت کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ امام بخاری نے پسلی کا ذکر طبعاً کر دیا اور اس کو کندھے اور بھنی ہوئی بکری کے ساتھ ملا دیا اگرچہ حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۲۱۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ قَالَ كُنَّا نَأْتِي أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضي الله عنه وَخَبَّازُهُ قَائِمٌ قَالَ كُلُوا فَمَا أَعْلَمُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَأَى رَغِيفًا مُرَقَّقًا حَتَّى لَحِقَ بِاللهِ وَلَا رَأَى شَاةً سَمِيطًا بِعَيْنِهِ قَطُّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے پاس ان کا باورچی بھی کھڑا ہوا تھا، انہوں نے کہا: کھاؤ! پس میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پتلی

چپاتی دیکھی ہو، حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل ہو گئے، اور نہ کبھی آپ نے اپنی آنکھ سے مسلم بھنی ہوئی بکری دیکھی۔

(صحیح البخاری: ۵۳۸۵، ۵۴۲۱، ۶۴۵۷، سنن ترمذی: ۲۳۶۳، سنن ابن ماجہ: ۳۳۳۹، مسند احمد: ۱۱۸۸۷)

صحیح البخاری: ۵۴۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث عنقریب گزر چکی ہے جس باب میں پتلی روٹی کا بیان تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ مجھے علم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پتلی چپاتی دیکھی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نفی علم کا ذکر کیا ہے اور ان کی مراد نفی معلوم ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ مُسلم بھنی ہوئی بکری کو کھانا جائز ہے، اور آپ نے مُسلم بھنی ہوئی بکری نہیں دیکھی، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے بکری کا کوئی عضو بھنا ہوا نہ دیکھا ہو اور نہ کھایا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۵۴۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّينَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے بازو سے گوشت کاٹ رہے تھے، پھر آپ نے اس سے کھایا، پھر نماز کی اذان کہی گئی تو آپ نے چھری پھینک دی اور پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۸، ۶۷۵، ۲۹۲۳، ۵۴۰۸، ۵۴۲۲، ۵۴۶۲، صحیح مسلم: ۳۵۵، سنن ترمذی: ۱۸۳۶، سنن دارمی: ۷۲۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانا جائز ہے اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ دانتوں سے کاٹ کر گوشت کو کھا رہے تھے، اور یہ کہ کھانا کھاتے وقت اگر اذان ہو جائے تو کھانا چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لیے جانا چاہیے، یہی آپ کی سنت ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس حدیث کی مفصل شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۲۷۔ بَابٌ: مَا كَانَ السَّلَفُ يَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِهِمْ وَأَسْفَارِهِمْ مِنَ الطَّعَامِ وَاللَّحْمِ وَغَيْرِهِ

سلف صالحین اپنے گھروں میں اور اپنے سفر وغیرہ میں کھانے اور گوشت وغیرہ کا جو ذخیرہ کرتے تھے، اس کا بیان

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ صَنَعْنَا لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَبِي

حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ہم نے نبی

Marfat.com

بَكْرٍ سُفْرَةً۔ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کر کے دستر خوان پر رکھا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین اپنے گھروں میں کھانے کی چیزوں کو جمع کر کے رکھتے تھے تاکہ مستقبل میں اس سے خوراک حاصل کریں۔ اور وہ اپنے سفر وغیرہ میں بھی زادِ راہ کے لیے کھانے کی چیزوں کا ذخیرہ کرتے تھے تاکہ سفر کے ایام کی مدت میں ان کے لیے وہ خوراک کافی ہو۔

اس باب کے عنوان میں لکھا ہے: ''من الطعام واللحم''، یہ من بیانیہ ہے یعنی خواہ کسی قسم کا طعام ہو یا خواہ کسی قسم کا گوشت ہو، جس کو ذخیرہ کیا جا سکے اور جس سے خوراک حاصل کی جا سکے۔

ان صوفیاء کا رد جو کہتے ہیں: کل کے لیے بچا کر کھانا نہیں رکھنا چاہیے

امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے ان صوفیاء کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں: کل کے لیے کھانا بچا کر نہیں رکھنا چاہیے، اور جو مومن کامل الایمان ہو وہ ولی کہلانے کا اس وقت تک مستحق نہیں ہوتا حتیٰ کہ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد جو بچے اس کو صدقہ کر دے اور کل کے کھانے کے لیے بچا کر نہ رکھے، اور صبح اور شام کے کھانے میں سے کچھ بھی بچا کر نہ رکھے، اور جس نے اس کے خلاف کیا، اس نے اپنے رب کے ساتھ بدگمانی کی اور اپنے رب پر ایسا توکل نہیں کیا جیسا توکل اس کو کرنا چاہیے تھا، اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ صحابہ کرام کھانے کو ذخیرہ کرتے تھے اور شارح علیہ السلام اور آپ کے اصحاب نے اپنے سفر وغیرہ میں بھی کھانے کو ساتھ لیا ہے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ نبی ﷺ اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال کا خرچ بنو نضیر کے اموالِ فئے سے نکال کر رکھتے تھے، جیسا کہ کتاب الخمس میں گزر چکا ہے۔ اور اس میں ان صوفیاء کے رد کے لیے کافی حجت ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی باب کے ساتھ مناسبت

اس باب کی تعلیق میں امام بخاری نے کہا: ''حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم نے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ایک دستر خوان میں کھانا بنا کر رکھا''۔

اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے دستر خوان میں کھانا اُس وقت رکھا تھا جب نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے سفر کیا تھا اور اس کا ذکر باب ہجرة النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ میں ہو چکا ہے اور وہ طویل حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا اور اس کو تھیلے میں رکھا، اور اس میں بہت قوی دلیل ہے کہ مسافر اپنے کھانے کی چیزوں کو ساتھ لے جائے۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باپ شریک بہن ہیں، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان

Marfat.com

بنت عامر ہیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ ام العزیٰ قیلۃ ہیں، اور یہ حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی سگی بہن ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۳-۸۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۲۳۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَنَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ تُؤْكَلَ لُحُومُ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ قَالَتْ مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِي عَامٍ جَاعَ النَّاسُ فِيهِ فَأَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنِيُّ الْفَقِيرَ وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ فَنَأْكُلُهُ بَعْدَ خَمْسَ عَشْرَةَ قِيلَ مَا اضْطَرَّكُمْ إِلَيْهِ فَضَحِكَتْ قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ خُبْزِ بُرٍّ مَأْدُومٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ بِهٰذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن عابس از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صرف اس سال کیا تھا جس سال لوگ بھوکے تھے، تو آپ نے ارادہ کیا کہ غنی فقیر کو کھلائے، اور بے شک ہم بکری کے پائے اٹھا کر رکھتے تھے اور اس کو پندرہ دن بعد کھاتے تھے، آپ سے پوچھا گیا: آپ کو اس میں کیا مجبوری تھی؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہنسیں اور کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے گندم کی روٹی سالن کے ساتھ مسلسل تین دن تک نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل ہو گئے، اور ابن کثیر نے کہا کہ ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالرحمٰن بن عابس نے یہ حدیث بیان کی۔

(صحیح البخاری: ۵۴۳۸، ۵۵۷۰، ۶۶۸۷، صحیح مسلم: ۲۹۷۰، سنن نسائی: ۴۴۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۴، مسند احمد: ۲۳۶۳۱)

صحیح البخاری: ۵۴۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کی تعلیق کی شرح

اس حدیث کے اخیر میں امام بخاری نے یہ تعلیق لکھی ہے کہ "محمد بن کثیر نے بیان کیا"۔ اور محمد بن کثیر امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن عابس نے اس حدیث کو بیان کیا، اس تعلیق کی امام طبرانی نے سندِ موصول کے ساتھ المعجم الکبیر میں روایت کی ہے۔

اور امام بخاری کی اس تعلیق سے غرض یہ ہے کہ سفیان ثوری نے عبدالرحمٰن بن عابس سے اس حدیث کو سنا ہے۔

پائے کا ذکر طعام کو شامل ہے

علامہ عینی فرماتے ہیں:

Marfat.com

بعض شارحین نے ذکر کیا ہے کہ اس باب کے عنوان میں طعام کو ذخیرہ کرنے کا ذکر ہے، اور حدیث میں پائے جمع کرنے کا ذکر ہے، تو یہاں پر پائے کو طعام کے ساتھ ملا دیا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ عجیب تصرف ہے کیونکہ پائے بھی تو از قبیلِ طعام ہیں۔

خلاد بن یحییٰ کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں خلاد بن یحییٰ کا ذکر ہے، اس میں خاء پر زبر ہے اور لام پر تشدید ہے، یہ ابو محمد سلمی الکوفی ہیں جو مکہ میں سکونت پذیر رہے اور وہیں فوت ہو گئے اور وہیں ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے۔

تین دن سے زیادہ گوشت جمع کرنے کی ممانعت کا منسوخ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بطریق استفہام کہا گیا: کیا تین دن سے زیادہ گوشت کو جمع کر کے کھانے سے آپ نے منع فرمایا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آپ نے ایسا صرف اس سال کیا تھا جس سال لوگ بھوکے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس سے مراد یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ گوشت کو جمع کر کے رکھنے کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے اور ممانعت کا سبب خاص ہے کیونکہ اس سال لوگ بھوکے تھے تو آپ نے یہ پسند نہیں کیا کہ لوگ اپنے پاس گوشت جمع کر کے رکھے رہیں اور دوسرے لوگ بھوکے ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہنسیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہنسنا عابس کے سوال کی وجہ سے تھا، کیونکہ ان کو علم تھا کہ صحابہ کے پاس خوراک کم ہوتی تھی اور وہ تنگی معیشت میں وقت گزارتے تھے اور اس چیز کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے بیان کیا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے پاس تین دن ایسے نہیں گزرے جب انہوں نے پیٹ بھر کر گندم کی روٹی سالن کے ساتھ کھائی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۵-۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: دیگر شارحین نے اس حدیث کی شرح میں کوئی قابلِ ذکر اور نئی بات نہیں لکھی۔

۵۴۲۴۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُومَ الْهَدْيِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْمَدِينَةِ تَابَعَهُ مُحَمَّدٌ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَقَالَ حَتَّى جِئْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ لَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قربانی کے گوشت کو مدینہ تک بہ طور زادِ راہ لے جاتے تھے۔

اس حدیث کی محمد نے متابعت کی ہے از ابن عیینہ اور ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے کہا: کیا انہوں نے کہا تھا کہ حتیٰ کہ ہم مدینہ آئے؟ انہوں نے کہا: نہیں!

(صحیح البخاری: ۱۷۱۹، ۲۹۸۰، ۵۴۲۴، ۵۵۶۷، صحیح مسلم: ۱۹۷۲، سنن نسائی: ۴۴۲۶، مسند احمد: ۱۴۰۰۳، موطا امام مالک: ۱۰۴۶)

صحیح البخاری: ۵۴۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے، اس میں ہدی کا ذکر ہے یعنی قربانی کے اونٹوں کو جو حرم کی طرف لے جایا جاتا ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسافروں کے لیے اپنے سفروں میں زادِراہ کو لے جانا جائز ہے اور ''تزود'' کا معنی ہے: ذخیرہ کرنا۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن محمد المسندی نے محمد بن سلام کی متابعت کی از سفیان بن عُیینہ، بعض شارحین نے کہا ہے: اس محمد سے مراد محمد بن سلام ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس کلام کے قائل علامہ کرمانی ہیں، اور صرف انہوں نے یہ نہیں کہا بلکہ امام ابونُعیم نے بھی اسی طرح کہا ہے، پھر انہوں نے اس حدیث کی روایت حُمیدی سے کی ہے اور کہا: ہمیں سفیان بن عُیینہ نے حدیث بیان کی۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ''میں نے عطاء سے پوچھا: کیا انہوں نے کہا تھا کہ ہم مدینہ آئے، تو انہوں نے جواب دیا: نہیں!''

یعنی عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے کہا کہ کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ ہم قربانی کے گوشت کو جمع کرتے حتیٰ کہ ہم مدینہ آئے، تو عطاء نے کہا: نہیں، یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس طرح نہیں کہا۔

اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ حتیٰ کہ ہم مدینہ آئے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! اور ان دونوں روایتوں میں اختلاف ہے اور امام حُمیدی نے امام بخاری اور امام مسلم کے اختلاف میں اس کی تطبیق کی ہے اور یہ نہیں ذکر کیا کہ ان کے نزدیک کس کا کلام راجح ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جو امام بخاری نے کہا ہے اس کو ترجیح دی جائے۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۸۔ بَابُ: الْحَيْسِ — حیس (یعنی ملیدہ) کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حَیس کا ذکر کیا جائے گا، اس لفظ میں حاء پر زبر ہے اور یاء ساکن ہے اور یہ طعام کھجور، پنیر اور گھی سے بنایا جاتا ہے اور کبھی پنیر کی جگہ اس میں آٹا ملا دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

(یہ دراصل مَلیدہ ہے یعنی کھجور، پنیر اور گھی کو مخلوط کر کے ہاتھوں سے رگڑا جاتا ہے جس کو ہمارے عرف میں ملیدہ کہتے ہیں۔ یہ ایک قسم کا میٹھا طعام ہے جس کو حلوہ بھی کہتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

۵۴۲۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب بن عبد اللہ بن

الله ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ الْتَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ يُرْدِفُنِي وَرَائَهُ فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ الله ﷺ كُلَّمَا نَزَلَ فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ فَلَمْ أَزَلْ أَخْدُمُهُ حَتَّى أَقْبَلْنَا مِنْ خَيْبَرَ وَأَقْبَلَ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ قَدْ حَازَهَا فَكُنْتُ أَرَاهُ يُحَوِّي لَهَا وَرَائَهُ بِعَبَاءَةٍ أَوْ بِكِسَاءٍ ثُمَّ يُرْدِفُهَا وَرَائَهُ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَدَعَوْتُ رِجَالًا فَأَكَلُوا وَكَانَ ذَلِكَ بِنَائَهُ بِهَا ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا بَدَا لَهُ أُحُدٌ قَالَ هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ جَبَلَيْهَا مِثْلَ مَا حَرَّمَ بِهِ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ۔

حنطب، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنے لڑکوں میں سے میرے لیے ایک لڑکا تلاش کرو جو میری خدمت کیا کرے، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتا رہا، جب بھی آپ ٹھہرتے تو میں آپ سے سنتا آپ بہ کثرت یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے فکر اور غم سے پناہ طلب کرتا ہوں، اور عاجزی اور سستی سے پناہ طلب کرتا ہوں اور بخل اور بزدلی سے پناہ طلب کرتا ہوں اور قرض کے غلبہ سے پناہ طلب کرتا ہوں اور لوگوں کے قہر سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ سو میں آپ کی خدمت کرتا رہا حتیٰ کہ ہم خیبر کی طرف آئے اور حضرت صفیہ بنت حُیَی رضی اللہ عنہا آئیں جن کو آپ نے حاصل کیا تھا، پس میں آپ کو دیکھ رہا تھا، آپ حضرت صفیہ کے کے لیے اپنی سواری کے پیچھے کپڑے یا چادر کو ڈال رہے تھے، پھر آپ نے ان کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا حتیٰ کہ جب ہم مقام الصہباء پر پہنچے تو آپ نے ایک طعام بنا کر چمڑے کے دستر خوان پر رکھا، پھر مجھے لوگوں کو یا صحابہ کو بلانے کے لیے بھیجا، انہوں نے آ کر وہ طعام کھایا اور یہ نبی ﷺ کی شب باشی کا ولیمہ تھا۔ پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ آپ کے لیے اُحد پہاڑ ظاہر ہوا، آپ نے یہ فرمایا: کہ یہ پہاڑ ہے، یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جب آپ نے بلندی سے مدینہ کو دیکھا تو آپ نے کہا: اے اللہ! مدینہ کے دو پہاڑوں کے درمیان جو جگہ ہے اس کو میں اس طرح حرم قرار دیتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا، اے اللہ! ان کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما۔

(صحیح مسلم: ۱۳۶۵، سنن ترمذی: ۳۹۲۲، مسند احمد: ۱۲۲۰۵)

صحیح البخاری: ۵۴۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کی شرح

اس حدیث میں حضرتِ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام زید بن سہل ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں کے شوہر ہیں۔

من الھم والحزن: یعنی فکر سے اور حُزن سے، ان دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عقل جس ناپسندیدہ چیز کا حال میں تصور کرتی ہے، وہ ھَم ہے اور حُزن اس کو کہتے ہیں جس ناپسندیدہ چیز کا ماضی میں تصور کرتے ہیں۔ یعنی ھَم کا تعلق حال اور مستقبل سے ہے اور حُزن کا تعلق ماضی سے ہے۔

اَلْکَسَل: اس کا معنی ہے: سستی اور بوجھل پن، اور کسی کام کو چُستی اور پھُرتی سے نہ کرنا۔

اَلْبُخل: یہ کرم اور سخاوت کی ضد ہے، یعنی جن مواضع میں خرچ کرنا چاہیے، ان میں خرچ نہ کرنا۔

اَلْجُبن: یہ شجاعت اور بہادری کی ضد ہے، یعنی کئی آدمی مل کر بھی ایک آدمی سے مقابلہ میں خود کو عاجز پائیں۔

ضَلَعُ الدین: اس کا معنی ہے: قرض کی شدت اور اس کا بوجھ۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے: فضائل کی تین اقسام ہیں:

نفسیہ، بدنیہ اور خارجیہ۔

پس نفسانی فضائل تین قوتوں کے اعتبار سے ہیں، جو انسان کو حاصل ہوتی ہیں۔

قوتِ عقلیہ، قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہویہ، سو ہم اور حُزن کا تعلق قوتِ عقلیہ کے ساتھ ہے اور جُبن کا تعلق قوتِ غضبیہ کے ساتھ ہے اور بُخل کا تعلق قوتِ شہویہ کے ساتھ ہے اور عجز اور کسل کا تعلق قوتِ بدنیہ کے ساتھ ہے۔

اور دوسری قسم اعضاء اور تمام آلات کی سلامتی سے حاصل ہوتی ہے۔

اور پہلی قسم عُضو کے نقصان سے ہوتی ہے، جیسا کہ جو آدمی نابینا ہو اور مفلوج ہو۔

اور قرض کی شدت اور غلبہ امورِ خارجیہ کے اعتبار سے ہیں، پس یہ دعا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم سے ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرتِ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، لفظِ صفیہ میں صاد پر زبر ہے اور فاء کے نیچے زیر ہے اور اس کے آخر میں یاء پر تشدید ہے، حضرت صفیہ بنتِ حیی بن اخطب النضر یہ، یہ حضرت ہارون بن عمران کی بیٹیوں میں سے ہیں۔ حضرت ہارون حضرت موسیٰ بن عمران علیہم السلام کے بھائی تھے اور ان کی والدہ برہ بنت سموال ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فتحِ خیبر کے ساتھ رمضان ۷ ھ میں قید کرلیا اور باندی بنالیا، پھر ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کرلیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ۵۰ ھ میں وفات پا گئی تھیں، اور دوسروں نے ذکر کیا ہے کہ یہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ۳۶ ھ میں فوت ہوئی تھیں۔

قدحازھا: یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو مالِ غنیمت میں سے اختیار کرلیا تھا، اور مرد جس چیز کو اپنے ساتھ ملالے تو اس کے لیے حازھا کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

یحوی لھا: یاء کے اوپر پیش ہے اور حاء پر زبر ہے اور واؤ کے نیچے زیر اور تشدید ہے۔ یعنی آپ نے ان کے لیے حویہ کو بنایا۔ حویہ

Marfat.com

کے معنی ہیں: ایک چادر، جس کو سواری پر باندھا جاتا ہے تاکہ اس چادر کی وجہ سے سواری کے پیچھے بیٹھنے والا سواری سے گرنے سے محفوظ رہے اور اس کے ساتھ ٹیک لگا کر راحت پائے، چونکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ام المومنین تھیں، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حجاب کے لیے سواری کے پیچھے چادر کو باندھا۔

الصہباء: یہ خیبر اور مدینہ کے درمیان ایک منزل کا نام ہے۔

وکان ذالک بناؤہ بہا: یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو طعام بنا کر صحابہ کی دعوت کی، یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب باشی کے بعد ولیمہ تھا۔

بدا لہ: یعنی دور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احد پہاڑ نظر آیا۔

یُحبنا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، یہ مجاز ہے یا یہاں پر یہ عبارت مقدر ہے کہ اس پہاڑ کے پاس رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں، اور وہ اہلِ مدینہ ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حقیقت میں پہاڑ ہی محبت کرتا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کو شامل ہے کہ پہاڑ کے دل میں محبت پیدا فرمادے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۶-۸۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالِ حسن کا معجزہ اور آپ کی حیات پر دلائل

میں کہتا ہوں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اور آپ کے حسن کا کمال ہے کہ پہاڑ اور پتھر بھی آپ سے محبت کرتے تھے، اور محبت کا معنیٰ ہے: دل کا نرم اور ملائم ہونا اور پتھر کی حقیقت میں سختی ہے، یہی وجہ ہے کہ جو شخص نرم دل نہ ہو اور رحم دل نہ ہو اس کو سنگ دل کہتے ہیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال یہ ہے کہ جس کی حقیقت میں نرمی نہیں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں بھی نرمی پیدا کردی اور اپنی محبت ڈال دی، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہاڑوں میں بھی ادراک اور شعور ہوتا ہے، حتیٰ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات اور فضائل کو جان لیا اور آپ کو محبوب جانا۔

نیز آپ نے فرمایا: ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر پہاڑ اور پتھر بھی آپ سے محبت کریں تو آپ ان کو بھی محروم نہیں کرتے، بلکہ محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں، تو اگر انسان بلکہ مومن آپ سے محبت کرے تو آپ اسے کب محروم کریں گے اور اس کی محبت کا جواب محبت سے کیوں نہیں دیں گے؟ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے جس تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے، جب منبر بنادیا گیا اور آپ نے اس کھجور کے تنے سے ٹیک نہیں لگائی تو وہ اس اونٹنی کی طرح دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا جو اپنے بچے کے فراق میں رو رہی ہو، تو کھجور کے اس تنے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پیدا ہوگئی اور چیخیں مار کر رونا بغیر حیات کے متصور نہیں ہوتا، اور محبت بھی بغیر حیات کے متصور نہیں ہوتی، تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لمس اور آپ کی توجہ سے درخت کے تنے میں بھی حیات آگئی اور پہاڑوں اور پتھروں میں بھی حیات آگئی، سو کتنا افسوس ہوتا ہے جو لوگ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے قائل نہیں ہیں اور آپ کو معاذ اللہ مُردہ قرار دیتے ہیں، حالانکہ آپ شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی حیات پر بہ کثرت دلائل ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

مدینہ کے حرم ہونے کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ

غیر مقلد عالم شیخ داؤد راز میواتی نے لکھا ہے:

Marfat.com

مدینہ بھی مکہ کی طرح حرم ہے، جو لوگ مدینہ کی حرمت کا انکار کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں، اس بارے میں اہلحدیث ہی کا مسلک صحیح ہے کہ مدینہ بھی مثلِ مکہ حرم ہے۔ (ترجمہ و شرح صحیح بخاری، ج ۷ ص ۱۴۵، مکتبہ قدوسیہ لاہور ۲۰۰۴ء)

مکہ مکرمہ کے حرم ہونے اور مدینہ منورہ کے حرم ہونے کا فرق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں ان دو پہاڑوں کے درمیان جو زمین ہے، اس کو حرم قرار دیتا ہوں۔

جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مدینہ منورہ کو تعظیم کے لیے حرم قرار دیا ہے، ورنہ مدینہ منورہ مکہ کی طرح حرم نہیں ہے۔ مکہ کے درختوں کو کاٹنا منع ہے، مکہ میں شکار کرنا منع ہے، اور مدینہ کے درختوں کو کاٹنا منع نہیں ہے، اور نہ وہاں کے جانوروں کا شکار کرنا ممنوع ہے۔ سو مکہ کے حرم ہونے میں اور مدینہ کے حرم ہونے میں فرق ہے لیکن تعظیم کی وجہ سے مکہ اور مدینہ دونوں کو حرمین کہا جاتا ہے۔

مکہ مکرمہ کو حرم قرار دینے کے متعلق قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰۤى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۝ (القصص:۵۷)

کیا ہم نے ان کو حرم میں نہیں آباد کیا جو امن والا ہے، اس کی طرف ہمارے دیئے ہوئے ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں لیکن ان کے اکثر (لوگ) نہیں جانتے O

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ۝ (العنکبوت:۶۷)

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا ہے، حالانکہ ان کے گرد و نواح سے لوگوں کو اغواء کرلیا جاتا ہے تو کیا وہ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کو نہیں مانتے O

صحیح البخاری: ۵۴۲۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعائیہ کلمات کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ھَمّ (فکر اور تشویش) سے پناہ طلب کی، کہا جاتا ہے: مجھے اس کام نے ھَمّ میں ڈالا یعنی اس کام نے مجھے خوف میں مبتلاء کیا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ھَمّ سے مراد مرض ہو جب وہ انسان کو گھلا دے اور پگھلا دے اور یہ ''ھَمّ الشَّحْمُ'' سے ماخوذ ہے۔ یعنی جب کوئی چیز چربی کو پگھلا دے اور کہا جاتا ہے ''الشیء محموم'' یعنی وہ چیز پگھلی ہوئی ہے۔ یعنی آپ نے اس مرض سے پناہ طلب کی، جس مرض میں آدمی کا بدن گھل جاتا ہے اور کمزور اور دبلا ہو جاتا ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: غم اس چیز کو کہتے ہیں جو دل کو مشغول رکھے اور انسان کے بدن پر غم سے مضر کوئی چیز نہیں ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ حُزن وہ چیز ہے جو مرد کو اس کے گھر کے متعلق تفکرات لاحق ہوتے ہیں۔ اور قزاز کے نزدیک ھمّ اور حُزن دونوں برابر ہیں۔ اور عجز کا معنی ہے: کسی وجہ سے قدرت نہ رہے، اور یہ قدرت کے باوجود سستی کو بھی کہتے ہیں کہ جب آدمی کسی کام کے کرنے میں سست ہو اور یہ عجز اور کسل دونوں ایسی چیزیں ہیں جن سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔

Marfat.com

علامہ داؤدی نے کہا ہے:
عجز اس کو کہتے ہیں کہ جس کام کا کرنا واجب ہے اس کو ترک کر دیا جائے اور کسل کہتے ہیں: نفس کی فترت اور کمزوری کو اور ضلع الدین کا معنی ہے: قرض کا بوجھ، کہا جاتا ہے: ''اضلعنی ھذا الامر'' یعنی اس کام نے مجھ کو تھکا دیا یا مجھ پر بوجھ ڈال دیا۔
الاصمعی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: ثقل اور قوت (مجمل اللغۃ، ج ۱ ص ۵۶۵، مادہ: ضلغ)
دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: میلان اور رجحان، یعنی قرض کے بوجھ کی وجہ سے انسان وعدہ پورا کرنے کی بجائے جھوٹ بولتا ہے۔
ابن فارس نے کہا ''ضلعت ضلعا'' اس وقت کہا جاتا ہے، جب تم تھک جاؤ۔
امام ابو یوسف سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (مجمل اللغۃ، ج ۱ ص ۵۶۵)
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۱۸۸-۱۸۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری ۵۴۲۵، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کے لیے خادم کو طلب کرنا جائز ہے، اور خادم کا سوال کرنا مکروہ نہیں ہے، یہ نہ کہا جائے کہ بعض اوقات خادم مخدوم کے حکم کی اطاعت کرتا ہے تو یہ گویا امرِ مکروہ کے باب سے ہے، کیونکہ عموماً خادم اُجرت لے کر خدمت کرتا ہے۔
(۲) اس حدیث میں جن کلماتِ دعائیہ کا ذکر ہے ان کی فضیلت ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کرتے تھے: ''اے اللہ! میں تجھ سے ھَمّ اور حُزن سے پناہ طلب کرتا ہوں، اور عجز اور کسل سے پناہ طلب کرتا ہوں اور بخل اور جُبن سے پناہ طلب کرتا ہوں، اور قرض کی زیادتی اور لوگوں کے غلبہ سے پناہ طلب کرتا ہوں''۔
ھَمّ کا تعلق ان تفکرات کے ساتھ ہے جو مستقبل میں ہوتے ہیں اور حُزن کا تعلق ان پریشانیوں اور غم سے ہے جو انسان کو ماضی میں لاحق ہوتی ہیں، گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کرتے: ''اے اللہ! جو معاملات گزر چکے ہوں میں ان کو بھول جاؤں اور ان پر غم نہ کروں اور مجھے ایسا کر دے کہ مجھے مستقبل کے متعلق تفکرات نہ ہوں، سوائے ان امور کے جو انسان کو زمانۂ حاضر میں درپیش ہوتے ہیں، جن کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ انسان جب مستقبل بعید کے متعلق پریشان رہتا ہے اور اپنے آپ کو تھکاتا ہے تو بعض اوقات زمانۂ حاضر میں اس کی مصلحتیں ضائع ہو جاتی ہیں، اس لیے آپ نے اللہ عزوجل سے ھَمّ اور حُزن سے پناہ طلب کی ہے۔ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے مستقبل کے متعلق غور و فکر نہ کرے اور اس کا انتظام نہ کرے، گویا کہ آدمی یوں کہے کہ میں اس مرتبہ سفر کرنے سے ڈرتا ہوں کہیں نقصان نہ ہو جائے، یا کہے کہ میں علم کو طلب کرنے میں ڈرتا ہوں کہ مجھے علم حاصل نہ ہو، اور اس کے علاوہ ایسی دوسری چیزیں جن کی وجہ سے صرف حیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔
اور آپ ''العجز'' اور ''الکسل'' سے پناہ طلب کرتے تھے، کیونکہ انسان بدن کی عاجزی کی وجہ سے اپنے ارادوں کو پورا نہیں کر سکتا یا سستی اور تھکاوٹ کی وجہ سے اپنے ارادوں کو پورا نہیں کر سکتا، خواہ اس میں اپنا ارادہ پورا کرنے کی قوت اور طاقت ہو

Marfat.com

اور اگر اس کے پاس قوت ہو لیکن اس کی سستی اس کو اپنا ارادہ پورا کرنے سے مانع ہوتی ہو۔

اور آپ نے ''البُخل'' اور ''الجُبن'' سے پناہ طلب کی ہے، بُخل کا معنی ہے: مال کو خرچ نہ کرنا اور جُبن کا معنی ہے: اپنے نفس کو کام میں نہ لانا۔

اور آپ نے قرض کی زیادتی اور مردوں کے غلبہ سے پناہ طلب کی ہے، یعنی ایسی تنگی جس کی وجہ سے انسان کو قرض خواہ کی باتیں سُننی پڑیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صاحبِ حق کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے، اور غلبۃ الرجال کا معنی ہے: یعنی لوگ ناحق مرد پر تنگی کریں۔

لوگ انسان کے اوپر یا تو حق کی وجہ سے تنگی کرتے ہیں اور یا قرض کی زیادتی کی وجہ سے، یا ناحق انسان پر تنگی کرتے ہیں اور یہ مردوں کے غلبہ کی وجہ سے ہے۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں سے پناہ طلب کی ہے، پس انسان کو چاہیے کہ بہ کثرت یہ دعا کیا کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ کے ساتھ حُسنِ معاشرت کے ساتھ رہتے تھے، کیونکہ آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شادی کے بعد ولیمہ کرنا مشروع ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مَلیدہ بنایا تھا یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب باشی کے بعد صحابہ کرام کی دعوت تھی جس کو عرف میں ولیمہ کہتے ہیں۔

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو ولیمہ کی دعوت دینی چاہیے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تو میں نے مردوں کو بلایا اور انہوں نے وہ ملیدہ کھایا۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احد پہاڑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ سے محبت کرتے تھے، اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ احد پہاڑ جماد ہے، پس وہ کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا؟ تو ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات کے اندر بھی ادراک اور شعور رکھا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ (بنی سرائیل)

سات آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے، بے شک وہ نہایت حلم والا، بہت بخشنے والا ہے ۝

نیز قرآن مجید میں ہے:

فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ (الکہف:۷۷)

پھر ان دونوں (حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام) نے اس بستی میں ایک دیوار کو دیکھا جو گرا ہی چاہتی تھی، تو اس نے (حضرت خضر نے) اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔

سو جب آسمانوں اور زمینوں کی طرف حمد اور تسبیح کی نسبت ہے اور دیوار کی طرف گرنے کی نسبت ہے، تو پہاڑ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نسبت مستبعد نہیں ہے، پس وہ پہاڑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا اور آپ بھی اس سے محبت فرماتے تھے،

Marfat.com

اور ظاہر یہ ہے کہ آپ تمام مومنین سے محبت کرتے ہیں اور ہم بھی اس پہاڑ سے محبت کرتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پہاڑ سے محبت کرتے تھے۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ غزوہ اُحد میں اس پہاڑ کے پاس مسلمان شکست سے دوچار ہو گئے تھے، تو یہ عظیم آزمائش جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو لاحق ہوئی اور انسان کی عادت یہ ہے کہ جس جگہ اسے کوئی آزمائش پہنچی ہو یا شکست آئی ہو، تو وہ اس جگہ کی بدفالی نکالتا ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُحد پہاڑ کے ساتھ اپنی محبت کا ذکر کیا اور اُحد پہاڑ کی محبت کا ذکر کیا، تا کہ مسلمانوں کو اس پر تنبیہ ہو کہ اگر انہیں کسی جگہ یا کسی مقام پر کوئی تکلیف پہنچی ہو یا کوئی آزمائش آئی ہو یا وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوئے ہوں تو انہیں اس جگہ کو برا نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بندہ پر جو مصائب طاری فرماتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت حکمتیں ہوتی ہیں۔

اس لیے جس جگہ کوئی مصیبت آئی ہو، اس جگہ سے بغض نہیں رکھنا چاہیے، کیونکہ احد پہاڑ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ آزمائش سے دوچار ہوئے تھے، پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُحد پہاڑ سے محبت رکھتے تھے اور اس آزمائش کے بعد مسلمانوں کو بہت خیر کثیر حاصل ہوئی۔

(۷) مدینہ بھی حرم ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو پہاڑوں کے درمیان جو مدینہ کی سرزمین تھی، جس کو الحرتان کہا جاتا ہے، اس کو حرم فرمایا ہے، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا تو میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں، لیکن مدینہ کا حرم ہونا مکہ کے حرم ہونے کی طرح نہیں ہے اور نہ مدینہ کے حرم ہونے کی وہ تاکید ہے اور نہ وہ حقوق ہیں جو مکہ کے حرم ہونے کے ہیں، کیونکہ مکہ کے درختوں کو کاٹنا جائز نہیں ہے اور مدینہ کے درختوں کو کاٹنا جائز ہے اور مکہ کے جانوروں کو شکار کرنے پر جزا لازم ہوتی ہے اور مدینہ کے جانوروں کو شکار کرنے پر جزا لازم نہیں ہے۔ نیز مکہ کو پہلے حرم بنایا گیا اور مدینہ منورہ کو بعد میں حرم بنایا گیا۔

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ مدینہ کے مُد اور صاع میں برکت کی دعا کی، اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ مدینہ بہت خوشحال ہیں اور عرصہ دراز تک مدینہ منورہ اسلام کا مرکز اور دار الخلافہ رہا اور مدینہ میں اسلامی علوم وفنون کی وہ ترقی ہوئی جو کسی اور اسلامی شہر میں نہیں ہوئی، اور مسلمانوں کے دلوں میں مدینہ منورہ کی بہت زیادہ محبت ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں شہادت کی تمنا کی اور اب بھی مسلمان یہ دعا کرتے ہیں کہ ان کو مدینہ میں موت آئے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۶۹-۱۷۰، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۲۵ کی شرح از علامہ القسطلانی

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پہاڑ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا حقیقی ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، اس سے حقیقی محبت مراد ہے جیسے کھجور کے درخت کا تنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں چیخ چیخ کر رو رہا تھا، یا پھر یہ مجاز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا وَإِنَّا لَصٰدِقُونَ ۝ (یوسف) اور آپ اس بستی (والوں) سے پوچھ لیجیے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے پوچھ لیجیے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں اور بے شک ہم

ضرور سچے ہیں O

کیونکہ یہ احد پہاڑ اس بستی میں ہے جس سے ہم محبت کرتے ہیں اور وہ انصار ہیں، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف گردن اٹھا کر دیکھا تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! میں ان دو پہاڑوں کے درمیان کی سرزمین کو حرم بناتا ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا، اور مدینہ میں ایک اور پہاڑ ہے جس کو جبلِ ثور کہتے ہیں۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں، تو اس سے مراد تحریم تعظیم ہے اور اس سے حرم کے باقی احکام مراد نہیں ہیں جو مکہ کے حرم ہونے سے متعلق ہیں، اور امام شافعی اور امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ مدینہ کے جانوروں کے شکار کو بھی حرام قرار دیتے ہیں اور درختوں کے کاٹنے کو بھی حرام قرار دیتے ہیں لیکن اس میں تاوان لازم نہیں قرار دیتے۔

نیز اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ کے لیے برکت کی دعا فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو قبول فرمایا اور خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں مشارق اور مغارب سے قیصر و کسریٰ کے خزانے اور تُرک کے بے شمار خزانے مدینہ کی طرف منتقل کر دیے اور اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے تجارتی پیمانوں میں برکت عطا فرمائی۔ سو میں اللہ تعالیٰ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کریم کے وسیلہ سے اور اللہ تعالیٰ کے نبی عظیم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اور میرے مسلمان احباب پر یہ احسان فرمائے کہ ہمیں مدینہ کی رہائش میسر ہو اور ہماری امیدیں پوری ہوں اور ہماری وفات اسلام پر ہو اور ہمیں دار السلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہو۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۲۱۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۹۔ بَابُ: الْأَكْلِ فِي إِنَاءٍ مُفَضَّضٍ — چاندی کے برتن میں کھانے کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چاندی کے برتن میں کھانا حرام ہے، یہ وہ برتن ہے جس میں چاندی کے نقش و نگار بنے ہوئے ہوں، اور اسی طرح وہ برتن جس میں چاندی کے نقش و نگار ہوں، لیکن جس برتن میں چاندی کے نقش و نگار ہوں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے پانی پینا جائز ہے جب کہ چاندی کی جگہ سے اجتناب کیا جائے، اور وہ یہ ہے کہ چاندی کو منہ سے نہ لگایا جائے اور نہ اس پر ہاتھ لگایا جائے۔ اسی طرح جس تخت اور کرسی پر چاندی چڑھی ہوئی ہو، اس پر بھی اسی شرط کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے۔

اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ یہ بھی مکروہ ہے، اور امام محمد کا ایک قول امام ابوحنیفہ کی طرح ہے اور ایک قول امام ابو یوسف کی طرح ہے، لیکن جو برتن چاندی سے بنایا گیا ہو، اس کا استعمال اصلاً جائز نہیں ہے، نہ کھانے پینے سے اور نہ تیل لگانے سے اور نہ اور کسی طریقہ سے، مردوں کے لیے بھی اور عورتوں کے لیے بھی۔

۵۴۲۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ حُذَيْفَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سیف بن ابی سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا، انہوں نے

Marfat.com

فَاسْتَسْقٰى فَسَقَاهُ مَجُوسِيٌّ فَلَمَّا وَضَعَ الْقَدَحَ فِي يَدِهٖ رَمَاهُ بِهٖ وَقَالَ لَوْلَا أَنِّي نَهَيْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ كَأَنَّهُ يَقُولُ لَمْ أَفْعَلْ هٰذَا وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ۔

کہا: مجھے عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی، وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی منگایا تو مجوسی نے ان کو پانی لا کر پلایا، پس جب اس نے پیالہ ان کے ہاتھ میں رکھا، تو انہوں نے اس پیالہ کو اس کے اوپر پھینک دیا اور کہا: کہ میں نے اس کو اگر ایک مرتبہ یا دو مرتبہ منع نہ کیا ہوتا تو میں اس طرح نہ کرتا، یعنی اس پر پیالہ نہ پھینکتا، لیکن میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ریشم نہ پہنو اور نہ دیباج پہنو اور نہ تم سونے اور چاندی کے برتنوں میں پیو اور نہ سونے اور چاندی کے پیالوں یا پلیٹوں میں کھاؤ، کیونکہ یہ برتن ان کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۳۲، ۵۶۳۳، ۵۸۳۱، ۵۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۰۶۷، سنن ترمذی: ۱۸۷۸، سنن نسائی: ۵۳۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۳، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۴، مسند احمد: ۲۲۸۰۳)

صحیح البخاری: ۵۴۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور پر اعتراض کا جواب

صاحب التلویح نے اعتراض کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث اور باب کے عنوان میں مطابقت نہیں ہے، کیونکہ باب کا عنوان "مفضض" یعنی چاندی سے ملمع کیے ہوئے برتن سے متعلق ہے اور حدیث اس برتن سے متعلق ہے جو چاندی سے بنایا گیا ہو، مگر جس برتن میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو پانی پلایا تھا، اس میں چاندی کا کام کیا ہوا تھا اور چاندی ان کے منہ لگانے کی جگہ پر تھی، جب پانی پیا جائے، تو اس کی بھی ایک توجیہ ہے۔

اور علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اگرچہ مفضض چاندی سے ملمع شدہ برتن کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، لیکن اس کا استعمال اس کے لیے بھی ہوتا ہے جو چاندی سے بنایا گیا ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر ان کی مراد یہ ہے کہ مفضض کا لفظ ملمع شدہ برتن اور چاندی سے بنائے ہوئے برتن دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کی دلیل لغت سے پیش کرنا ضروری ہے، اگرچہ فقہاء کی اصطلاح کے اعتبار سے انہوں نے چاندی سے ملمع شدہ برتن اور چاندی سے بنائے ہوئے برتن میں فرق کیا ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ مفضض سونے اور چاندی کا برتن نہیں ہے، یہ تو صرف سونے اور چاندی سے ملمع شدہ برتن ہے اور اس کو استعمال کرنا حرام نہیں ہے، جب تک کہ اس کے متعلق صراحتاً ممانعت وارد نہ ہو، اور مضبب کا بھی یہی معنی ہے، یعنی جو

Marfat.com

چاندی یا سونے سے ملمع شدہ ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونُعیم کا ذکر ہے، یہ الفضل بن دُکین ہیں، اور سیف بن ابی سلیمان کا ذکر ہے، ان کو ابن سلیمان المخزومی کہا جاتا ہے۔ یحییٰ القطان نے کہا کہ یہ ۱۵۰ھ میں زندہ تھے اور ہمارے نزدیک یہ ثقہ ہیں اور صادق ہیں اور حافظ ہیں۔ امام مسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

اور اس حدیث میں حُذیفہ کا ذکر ہے، یہ حضرت حُذیفہ بن یمان العبسی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی اور حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی پر تغلیظ کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ کو ایک مجوسی نے پانی پلایا اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن حُکیم سے روایت ہے کہ ہم حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس مدائن میں تھے تو حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی طلب کیا تو ان کے پاس ایک دہقان چاندی کے برتن میں پانی لے کر آیا، انہوں نے وہ برتن اس کے اوپر پھینک دیا اور فرمایا: کہ میں نے اس کو کئی بار منع کیا ہے، سو یہ انکار کرتا ہے اور باز نہیں آتا۔ الحدیث۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے اس کو پھینک دیا، یعنی پیالہ کو پھینک دیا یا پیالہ میں جو پانی تھا اس کو پھینک دیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے اس کو کئی مرتبہ منع کیا ہے کہ چاندی اور سونے کے برتن کو استعمال نہ کیا کرو، اگر میں نے اس کو منع نہ کیا ہوتا تو میں اس برتن کو نہ پھینکتا اور صرف زبانی ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفاء کر لیتا، لیکن جب میں نے کئی مرتبہ زبان سے منع کیا اور یہ باز نہیں آیا تو میں نے تغلیظ کے لیے برتن اٹھا کر پھینک دیا، پھر حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم اور دیباج کے لباس سے منع فرمایا ہے اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (التوبہ: ۳۴)

اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اسکو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انکو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے ۝

اس آیت میں اگرچہ سونے اور چاندی کو جمع کرنے پر وعید ہے، لیکن اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ سونے اور چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنا بھی ممنوع ہے۔

اس حدیث میں ریشم اور دیباج کے کپڑوں کو پہننے کی ممانعت ہے اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت ہے اور ائمہ اربعہ کا یہی قول ہے، اور امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے، اور جدید قول یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص۸۸-۸۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۲۶ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مرد چاندی کے برتن میں پیے گا، تو وہ پانی اس کے پیٹ میں دوزخ کی آگ بن کر بھڑکتا رہے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۶۳۴)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے دنیا میں چاندی یا سونے کے برتن میں پیا، تو آخرت میں وہ اس ان برتنوں میں نہیں پی سکے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۶۶، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال اناء الذھب)

سونے اور چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے کا فقہی حکم

جب یہ احادیث ثابت ہوگئیں تو سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا اور پینا حرام ہے اور اس کی حرمت میں اجماع منقول ہے، اگرچہ امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے چاندی کے برتن سے تیل لگانا اور اس میں لوبان کی دھونی دینے کو مکروہ کہا ہے، اور جس آئینہ میں چاندی کا حلقہ ہو اس کو بھی مکروہ کہا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی اور سونے کے برتنوں کو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ برتن دنیا میں کفار کے لیے ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں ہیں۔

ریشم کے لباس کا فقہی حکم

اس حدیث میں ریشم کے لباس پہننے کی ممانعت ہے، کیونکہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے کبر اور عُجب پیدا ہوتا ہے۔ رہا سونے کا لباس تو وہ بھی ممنوع ہے اور رہا چاندی کے برتنوں میں پینا تو اس میں اسراف ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے برتن پھینکنے کا عذر پیش کیا تا کہ پانی پھینکنے میں ان کی اقتداء نہ کی جائے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجوسی سے خدمت لینا جائز ہے۔

جس حدیث میں چاندی کے برتن سے پینے کی ممانعت ہے، اس کا محمل

حدیث میں ہے کہ جس نے دنیا میں چاندی کے برتنوں میں پیا، وہ آخرت میں نہیں پی سکے گا، یہ حدیث اس طرح ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا: جس نے دنیا میں خمر کو پیا تو وہ آخرت میں خمر کو نہیں پی سکے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۷۵)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب اس نے چاندی کے برتن میں پینے سے توبہ نہیں کی، یا وہ دائماً چاندی کے برتن میں پیتا رہا اور اسی حالت میں مرگیا، پس اگر اس نے توبہ کرلی تو جو گناہ سے توبہ کرلیتا ہے تو وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہیں کیا، ورنہ اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ اس کا انجام اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض ہے۔ اگر وہ اس کو عذاب دے گا تو دائماً عذاب نہیں دے گا بلکہ اس کو اس کے ایمان کی وجہ سے دوزخ سے نجات دے دے گا۔

اور صحابہ کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ وہ جنت میں چاندی کے برتنوں میں نہیں پیے گا اور جس نے دنیا میں ریشم کو پہنا وہ آخرت میں ریشم نہیں پہنے گا اور یہ نعمت اس کو جنت میں نہیں ملے گی، کیونکہ جس چیز کے استعمال میں اسے تاخیر کا حکم دیا گیا تھا، اس کے استعمال میں اس نے جلدی کی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۱۹۱-۱۹۳، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۲۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تمام برتنوں میں کھانا مباح ہے مگر سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا ممنوع ہے، اور اس برتن میں اختلاف ہے جس میں تھوڑا سا سونا یا تھوڑی سی چاندی ہو، یا تو سونے اور چاندی کا ملمع ہو، یا سونا اور چاندی دوسری دھاتوں میں ملا ہوا ہو، یا سونا اور چاندی کا رنگ چڑھایا ہوا ہو اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث کا اس باب میں ذکر ہے اس میں سونے اور چاندی کے برتن میں پینے کی ممانعت ہے اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے کا حکم بھی اس میں شامل ہے۔

سنن دارقطنی اور بیہقی میں روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سونے یا چاندی کے برتن میں پیا یا کسی ایسے برتن میں جس میں سونا اور چاندی تھی تو اس کے پیٹ میں جہنم کی آگ بھڑکتی رہے گی۔ امام بیہقی نے کہا: مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

اور اسی طرح امام ابن ابی شیبہ کی ایک اور سند سے روایت ہے کہ وہ اس پیالہ میں نہیں پیتے تھے جس میں چاندی کا حلقہ ہو یا جس میں چاندی کا ملمع ہو، اور ایک اور سند سے روایت ہے کہ وہ اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

اور امام طبرانی نے معجم الاوسط میں روایت کی ہے: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتنوں میں چاندی کے ملمع سے منع فرمایا، پھر عورتوں کو اس کی اجازت دی۔

حافظ علاؤ الدین ابو عبد اللہ مغلطائی بن قلیج حنفی متوفی 762ھ (صاحب التلویح) نے کہا ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، سوائے اس کے کہ جس برتن سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مجوسی نے پانی پلایا تھا، اس میں چاندی کا ملمع کیا ہوا تھا اور وہ ملمع پانی پینے کی جگہ پر تھا۔

اور علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ لفظ مفضض اگرچہ ملمع میں ظاہر ہے، لیکن یہ اس کو بھی شامل ہے کہ جو برتن چاندی سے بنایا گیا ہو، اور چاندی کے برتن سے پینے کی ممانعت چاندی کے برتن میں کھانے کی ممانعت کو بھی شامل ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۵۴-۵۵۵، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۲۶، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں دیباج کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: موٹا ریشم اور جو ریشم باریک ہو اس کو استبرق کہتے ہیں۔

اس حدیث میں "صحاف" کا لفظ ہے، یہ صحفۃ کی جمع ہے، اور یہ اس برتن کو کہتے ہیں جس میں کھانا رکھا جاتا ہے جیسے پیالے اور پلیٹیں اور رکابیاں وغیرہ، قرآن مجید میں ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَ فِيْهَا مَا ان کے گرد سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کو گردش میں لایا جائے گا

Marfat.com

تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۚ وَ أَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (الزخرف)

اور جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جسے ان کے دل چاہیں گے اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم جنت میں ہمیشہ رہو گے ○

جب کہ ریشم، سونا اور چاندی اہلِ جنت کا لباس ہیں، تو شارح علیہ السلام نے حریر اور دیباج کو حرام فرمادیا، جس طرح سونے کے برتنوں میں کھانے اور پینے کو حرام فرمادیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تحریم کی حکمت بیان فرمائی کہ یہ نعمتیں کفار کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہوں گی۔ اور مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جنت کی نعمتوں کو جلدی طلب کرے، پس وہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھائے اور پیئے۔ (الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۶۵، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۳۰۔ بَابُ: ذِكْرِ الطَّعَامِ کھانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں طعام کا ذکر ہے، یعنی کھانے کا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس عنوان کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اس میں صرف طعام کا ذکر ہے اور صاحب التوضیح (یعنی ابن ملقن) نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میٹھے کھانے کو کھانا مباح ہے، اور جو کڑوا کھانا ہو، اس کو کھانا مکروہ ہے، اور زُہد اس کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ اس باب کی حدیث میں اس مومن کو جو قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، سنگترے کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کا ذائقہ میٹھا ہے اور اس کی خوشبو بھی عمدہ ہے اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا اس کو کھجور کے ساتھ تشبیہ دی ہے، جس کا ذائقہ تو میٹھا ہے اور اس میں خوشبو نہیں ہے، اور منافق کو تشبیہ دی ہے اندرائن کے ساتھ، (جس کو عربی میں حنظل اور پنجابی میں کوڑتما کہتے ہیں، اس کی کڑواہٹ ضرب المثل ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور ریحانہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے؛ ان کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور یہ انتہائی کڑوا کھانا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۲۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی، از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مومن قرآن پڑھتا ہے، اس کی مثال سنگترے کی طرح ہے، اس کی خوشبو بھی پسندیدہ ہے اور اس کا ذائقہ بھی پسندیدہ ہے اور جو مومن قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرتا، وہ کھجور کی مثل ہے، جس میں خوشبو تو نہیں ہوتی لیکن اس کا ذائقہ میٹھا ہوتا ہے، اور جو منافق قرآن مجید پڑھتا ہے وہ ریحانہ کی طرح ہے، اس کی خوشبو اچھی ہے لیکن اس کا ذائقہ کڑوا ہے، اور جو منافق قرآن مجید نہیں پڑھتا، اس کی مثال اندرائن

کی طرح ہے، جس کی خوشبو نہیں ہے اور اس کا ذائقہ کڑوا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۰۲۰، ۵۰۵۹، ۵۴۲۷، ۷۵۶۰، صحیح مسلم: ۷۹۷، سنن ترمذی: ۲۸۶۵، سنن نسائی: ۵۰۳۸، سنن ابوداؤد: ۴۸۲۹، سنن ابن ماجہ: ۲۱۴، مسند احمد: ۱۹۰۵۵، سنن داری: ۳۳۶۳)

صحیح البخاری: ۵۴۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت

اس حدیث میں طعام کا لفظ کئی مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوعوانہ کا ذکر ہے، ان کا نام ہے: الوضاح الیشکری، اور اس حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کا ذکر ہے، ان کا نام ہے: عبداللہ بن قیس الاشعری، اور اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اور یہ دونوں صحابی ہیں، سو اس حدیث میں صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''الاترجۃ'' کا ذکر ہے اور اس کی روایت ''الاترنجۃ'' بھی ہے۔ ان دونوں لفظوں کا معنی ہے سنگترہ یا اس جیسا اور کوئی پھل مثلاً مالٹا وغیرہ۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں اس مومن کا ذکر کیا گیا ہے جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کا ذکر نہیں کیا گیا کہ جو قرآن پر عمل کرتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر قرآن پڑھنے والے اور قرآن نہ پڑھنے والے کے درمیان فرق بیان کرنا مقصود ہے اور عمل کا حکم بیان کرنا مقصود نہیں ہے، باوجود اس کے کہ مومن کامل کے لیے عمل کرنا لازم ہے خواہ اس کا ذکر کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۹-۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۲۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از انس از نبی ﷺ، آپ نے ارشاد فرمایا: عائشہ کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۱۱، ۳۴۳۳، ۳۷۶۹، ۵۴۱۸، ۵۴۲۸، صحیح مسلم: ۲۴۳۱، سنن ترمذی: ۱۸۳۴، سنن نسائی: ۳۹۴۷، سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۰، مسند احمد: ۱۹۰۲۹)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۵۴۲۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ مِنْ وَجْهِهِ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے ارشاد فرمایا: سفر عذاب کا ٹکڑا ہے، جو تم میں سے کسی ایک کو نیند سے اور کھانے سے منع کرتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص اپنی حاجت کو حسب منشاء پوری کر لے تو وہ اپنے گھر کی طرف جلدی واپس جائے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۰۴، ۳۰۰۱، ۵۴۲۹، صحیح مسلم: ۱۹۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۸۸۲، مسند احمد: ۷۱۸۴، موطا امام مالک: ۱۸۳۵، سنن دارمی: ۲۶۷۰)

صحیح البخاری: ۵۴۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں بھی طعام کا لفظ ہے، کیونکہ سفر کسی آدمی کو اس کے طعام اور اس کے کھانے سے روک دیتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے، اور وہ الفضل بن دکین ہیں اور سُمی کا ذکر ہے، یہ ابوبکر بن عبد الرحمٰن مخزومی کے آزاد شدہ غلام ہیں۔ اور اس حدیث میں ابوصالح کا ذکر ہے، ان کا نام ذکوان السمان ہے۔

اس حدیث میں امام مالک از سمی از ابوصالح از ابو ہریرہ منفرد ہیں۔ انہوں نے کہا: کیا وجہ ہے کہ اہلِ عراق اس حدیث کے متعلق سوال کرتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں کہا گیا: کیوں کہ آپ اس کی روایت میں منفرد ہیں۔ امام مالک نے کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں اس کی روایت میں منفرد ہوں تو میں اس حدیث کو بیان نہ کرتا۔

اس حدیث میں ''نھمتہ'' کا لفظ ہے، اس میں نون پر زبر بھی ہے اور نون پر پیش بھی ہے اور نون کے نیچے زیر بھی ہے، اس کا معنی ہے: کسی کام میں اپنی ہمت کو پہنچ جانا، اور اس میں ''من وجھہ'' کا لفظ ہے، اس کا مطلب ہے: جس غرض سے سفر کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

احادیث ثلثہ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی پہلی حدیث یعنی: ۵۴۲۷، میں میٹھا کھانا کھانے کی اباحت کو بیان کیا گیا ہے اور کڑوے کھانے کی کراہت بیان کیا گیا ہے اور اس کے خلاف میں زہد نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ نے قرآن پڑھنے والے مومن کو سنگترہ کے ساتھ

تشبیہ دی ہے، جس کا ذائقہ میٹھا ہے اور خوشبو اس کی پسندیدہ ہے، اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا اس کو کھجور کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کا ذائقہ میٹھا ہے اور اس کی خوشبو نہیں ہے، اس حدیث میں عمدہ اور میٹھے کھانے کو کھانے کی ترغیب دی ہے۔ اور اگر اس میں زُہد افضل ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ایک مرتبہ قرآن کے ساتھ اور دوسری مرتبہ ایمان کے ساتھ تشبیہ نہ دیتے، پس جس طرح مومن کو قرآن اور ایمان کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے، اسی طرح جو کھانا میٹھا اور خوشبودار ہو اس کی باقی کھانوں پر فضیلت ہے، اور اس کی تائید ثرید کی فضیلت سے ہے، اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ثرید کو کھانا اور اس کو استعمال کرنا اس کی فضیلت ہے، اور منافق کو تشبیہ دی ہے اندرائن اور ریحانہ کے ساتھ جن کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے۔ اور یہ کڑوے کھانے کی انتہائی مذمت ہے، مگر یہ کہ سلف صالحین عمدہ اور لذیذ چیزوں کو بہ کثرت اور دائماً کھانے کو ناپسند کرتے تھے۔ اس خطرہ سے کہ یہ ان کی عادت بن جائے گی، پھر جب یہ چیزیں نہیں ملیں گی تو وہ ان کے لیے ان چیزوں کے نہ ملنے پر صبر کرنا مشکل ہوگا۔ اس فعل میں وہ ریاضت کرتے تھے اور تواضع کرتے تھے۔

رہی دوسری حدیث، تو اس میں افضل طعام کا ذکر نہیں ہے اور نہ ادنیٰ طعام کا ذکر ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ ابن آدم کے لیے دنیا میں اتنا کھانا ضروری ہے جس سے اس کا جسم قائم رہے اور اس کو اپنے رب کی اطاعت کے اوپر قوت رہے۔ اور بے شک رب جل جلالہ نے نفوس کو کھانے پینے اور سونے کی طبیعت پر پیدا کیا ہے اور اسی سے حیات کا قوام حاصل ہوتا ہے۔ اور بعض لوگ اس میں کمی کرتے ہیں اور بعض لوگ اس میں اضافہ کرتے ہیں۔ اور مومن اس میں سے اتنی مقدار لیتا ہے جتنی مقدار سے اس کو آخرت پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

رہی تیسری حدیث تو اس کی روایت میں امام مالک منفرد ہیں۔

اس حدیث میں ''نہمۃ'' کا ذکر ہے یعنی انسان جس غرض سے سفر کرے، وہ اس کو پورا کرلے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۱۹۵-۱۹۶، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۲۹ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

موجودہ زمانے میں بھی سفر میں عذاب اور تکلیف ہوتی ہے

اگرچہ ہمارے زمانہ میں سفر کی سہولتیں حاصل ہیں، جب کہ پہلے زمانہ میں اونٹوں اور خچروں پر سفر ہوتا تھا۔ اور اب ریل گاڑیوں اور طیاروں پر اور بسوں کے ذریعے سفر ہوتا ہے، پہلے زمانہ میں سفر میں بدنی عذاب بھی ہوتا تھا اور قلبی عذاب بھی ہوتا تھا، اور ہمارے زمانہ میں سفر میں بدنی عذاب تو اتنا نہیں ہوتا، کیونکہ انسان کو گھر میں جو آرام اور آسائش حاصل ہوتی ہے تو خواہ ہوائی جہاز کا سفر ہو یا ٹرین کا سفر ہو، اس میں وہ آرام اور آسائش حاصل نہیں ہوتی، لیکن قلبی عذاب بہرحال ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) انسان کو چاہیے کہ جب سفر سے اس کی حسب منشاء غرض پوری ہو جائے تو اپنے گھر واپس چلا جائے، کیونکہ اس کی غیر حاضری میں اس کے بہت سارے کام فوت ہو جاتے ہیں اور اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والے اپنی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے۔ اور وہ

خاص کام جو وہ اپنے وطن میں اقامت کے دوران کرتا تھا، سفر میں وہ کام نہیں ہو سکتا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ان آداب کی تعلیم دی ہے کہ جب انسان کسی جگہ سفر کے لیے جائے تو اس کو چاہیے کہ سفر سے اپنی غرض پوری ہونے کے بعد اپنے گھر واپس آجائے تا کہ وہ اپنے گھر کے فرائض کو انجام دے سکے۔

(۲) اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جب انسان کسی جگہ دعوت پر جائے تو وہاں بھی زیادہ دیر نہ ٹھہرے، اور بلاوجہ کسی کے گھر میں قیام نہ کرے، پس افضل یہ ہے کہ وہ دعوت کا کھانا کھا کر اپنے گھر واپس آجائے، کیونکہ اس کا اس حال میں میزبان کے گھر میں ٹھہرنا وقت کو ضائع کرنا ہے اور اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۷۲-۱۷۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: بعض محافل اور تقاریب میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے، اور گانا بجانا ہوتا ہے اور بعض جگہ رقص بھی ہوتا ہے، اور یہ تمام غیر شرعی امور ہیں، اس لیے ان محافل میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۳۱۔ بَابُ: الْأُدُمِ سالن کا بیان

الاُدُم میں الف پر پیش ہے اور دال پر بھی پیش ہے، اور یہ ادام کی جمع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۰)

۵۴۳۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيعَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ أَرَادَتْ عَائِشَةُ أَنْ تَشْتَرِيَهَا فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ أَهْلُهَا وَلَنَا الْوَلَاءُ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ لَوْ شِئْتِ شَرَطْتِيهِ لَهُمْ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ قَالَ وَأُعْتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِي أَنْ تَقَرَّ تَحْتَ زَوْجِهَا أَوْ تُفَارِقَهُ وَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا بَيْتَ عَائِشَةَ وَعَلَى النَّارِ بُرْمَةٌ تَفُورُ فَدَعَا بِالْغَدَاءِ فَأُتِيَ بِخُبْزٍ وَأُدْمٍ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ أَلَمْ أَرَ لَحْمًا قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ وَلَكِنَّهُ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَأَهْدَتْهُ لَنَا فَقَالَ هُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا وَهَدِيَّةٌ لَنَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ربیعہ، انہوں نے القاسم بن محمد سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا میں تین خصلتیں تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خرید کر انہیں آزاد کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت بریرہ کے گھر والوں نے کہا: ''الولاء'' ہمارے لیے ہوگی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ شرط لگا بھی لو، کیونکہ ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو غلام کو یا باندی کو آزاد کرتا ہے، القاسم بن محمد نے بیان کیا: اور حضرت بریرہ کو آزاد کر دیا گیا، پھر ان کو اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے خاوند کے نکاح میں برقرار رہیں اور اگر چاہیں تو ان سے الگ ہو جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور آگ پر دیگچی میں جوش آرہا تھا، آپ نے ناشتہ منگایا تو آپ کے لیے روٹی اور گھر کے سالنوں میں سے کوئی سالن لایا گیا، آپ نے فرمایا: کیا میں گوشت کو نہیں دیکھ رہا؟ تو گھر والوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! لیکن یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے، سو انہوں نے ہم

Marfat.com

پر یہ گوشت ہدیہ کر دیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ یہ ان پر صدقہ ہے
اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

(صحیح البخاری:۴۵۶، ۱۴۹۳، ۲۱۵۵، ۲۱۶۸، ۲۵۳۶، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۷۸، ۲۷۱۷، ۲۷۲۶، ۲۷۲۹، ۲۷۳۵، ۵۰۹۷، ۵۲۷۹، ۵۲۸۴، ۵۴۳۰، ۶۷۱۷، ۶۵۵۱، ۶۷۵۴، ۶۷۵۸، ۶۷۶۰، صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ترمذی: ۱۲۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۹۲۹، موطا امام مالک:۱۵۱۹)

تنبیہ: علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے کہا ہے کہ یہ حدیث بیس سے زیادہ مرتبہ گزر چکی ہے، اور اس کی شرح پہلے کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کی شرح از مصنف

اس حدیث میں ''الولاء'' کا ذکر ہے۔ الولاء کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی غلام یا باندی کو آزاد کرے اور آزاد ہونے کے بعد وہ غلام یا باندی کثیر مال کو حاصل کرلے تو اس کے مرنے کے بعد اس کا وہ مال اس کے وارثوں میں تقسیم ہو جائے گا، اور اگر اس کا کوئی اصحاب الفروض اور عصبات میں سے وارث موجود نہ ہو، تو پھر اس کا مال اس کے آزاد کرنے والے کو دے دیا جائے گا، اس کو وَلاء کہتے ہیں۔

یہودی کہتے تھے کہ ہم بریرہ کو مکاتبہ کر دیتے ہیں لیکن اس کی وَلاء ہمارے لیے ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ ان کا وَلاء کی شرط لگانا باطل ہے، اور باطل شرط کا اعتبار نہیں کیا جاتا خواہ اس کی سو مرتبہ بھی شرط لگائی جائے، وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو غلام یا باندی کو آزاد کرتا ہے۔ سو تم یہودیوں سے بریرہ کو خرید لو اور اس کی وَلاء تمہارے لیے ہوگی۔

اس حدیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خصلت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب ان کو آزاد کیا گیا تو وہ حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں۔ اور وہ اس وقت غلام تھے تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ چاہیں تو اس نکاح میں برقرار رہیں اور چاہیں تو اس نکاح کو فسخ کر دیں، اس سے معلوم ہوا کہ جب باندی کو آزاد کیا جائے تو اس کو خیارِ عتق ملتا ہے۔ وہ چاہے تو نکاحِ سابق پر برقرار رہے اور چاہے تو اس کو مسترد کر دے، سو حضرت بریرہ نے اس نکاح کو مسترد کر دیا تھا اور حضرت مغیث ان کے فراق میں روتے رہتے تھے۔

اور اس حدیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی تیسری خصلت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے اور آپ کے سامنے ناشتہ پیش کیا گیا اور آپ نے دیکھا کہ پتیلی پر گوشت پک رہا ہے تو آپ نے فرمایا: ہمیں گوشت کیوں نہیں دیتے؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ گوشت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا ہے اور آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ بریرہ پر صدقہ ہے اور جب بریرہ ہم کو وہ گوشت دے گی تو ہمارے لیے وہ ہدیہ ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی ملکیت کے بدلنے سے وہ چیز بدل جاتی ہے، پہلے وہ گوشت صدقہ تھا، اور جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے وہ گوشت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کر دیا تو اب وہ صدقہ نہیں رہا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوشت کھانا پسند تھا۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۳۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گوشت کے سالن کا پسندیدہ ہونا

اس باب میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس روٹی لائی گئی اور گھر کا کوئی سالن لایا گیا۔ امام طبری نے کہا ہے کہ اس میں یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانوں میں گوشت کو دوسری چیزوں پر پسند کرتے تھے، جب کہ گوشت میسر ہوتا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ نے اپنے گھر میں دیکھا کہ گوشت پک رہا ہے تو آپ نے فرمایا: کیا میں گوشت کو نہیں دیکھ رہا؟ گھر والوں نے بتایا کہ یہ گوشت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ جب گوشت کے حصول کا کوئی ذریعہ ہوتا تو آپ گوشت کو ترجیح دیتے تھے، کیونکہ یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب آپ کے پاس کوئی اور کھانا پیش کیا گیا۔

نیز حدیث میں ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا اور آخرت میں سالن کا سردار گوشت ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی ج ۷ ص ۱۷۲، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۵)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص قصابوں کے پاس زیادہ جاتا تھا تو انہوں نے کہا: تم اپنے اموال کو قصابوں پر خرچ کرنے سے گریز کرو، کیونکہ گوشت میں خمر کی طرح نشہ ہوتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر اپنا دُرّہ اٹھایا۔

حسن بصری نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ کے پاس گئے اور ان کے پاس تازہ گوشت دیکھا تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ وہ گوشت ہے جس کی ہم نے خواہش کی تھی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جب بھی گوشت کی خواہش کرتے ہو تو گوشت کھاتے ہو، کسی مرد کے اسراف کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر اس چیز کو کھائے جس کی وہ خواہش کرتا ہے۔

(کتاب الزہد لامام احمد ص ۱۵۳)

امام طبری نے کہا ہے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گوشت کھانے کو اس لیے ناپسند کیا تھا کہ زیادہ گوشت کھانے سے اس شخص کا مال ختم نہ ہو جائے، لیکن جب وہ تھوڑا گوشت خرید کر کھائے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ دنیا کی پسندیدہ چیزوں میں سے اپنے حصہ کو ترک کردے تا کہ زُہد برقرار رہے۔

پھر اس کے بعد امام طبری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بکری کا بچہ ذبح کیا اور اس کو بنایا، جب میں نے آپ کے سامنے اس کا بنایا ہوا کھانا رکھا تو آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: گویا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہم گوشت سے محبت کرتے ہیں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۳، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۸۹-۱۹۳، صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۲۶۴-۲۶۵، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۳۶)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۱۹۷-۱۹۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۳۲۔ بَابُ: الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ — میٹھی چیز اور شہد کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں میٹھی چیز اور شہد کا ذکر کیا گیا ہے، الاصمعی کے نزدیک ''الحلواء'' مد کے ساتھ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ مد کے ساتھ بھی ہے اور قصر کے ساتھ بھی۔ ابن سیدہ نے کہا ہے: ہر وہ طعام جس میں مٹھاس ہو، وہ حلواء ہے اور پھلوں کو بھی اس میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۳۱۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی از ابو اسامہ از ہشام، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۳۱، صحیح مسلم: ۱۴۷۴، سنن ترمذی: ۱۸۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۳۲۳، سنن دارمی: ۲۰۷۵)

صحیح البخاری: ۵۴۳۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حلواء کا لغوی معنی اور اس کا مصداق اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلواء کو پسند کرنے کی توجیہ

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''حلواء'' کے اسم کا اطلاق اس چیز پر کیا جاتا ہے جس میں انسان کے بنانے کا دخل ہو۔ اور ابن سیدہ نے مخصص میں لکھا ہے: جس طعام میں مٹھاس ہو اس کو حلواء کہتے ہیں اور اس کا اطلاق پھلوں پر بھی ہوتا ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ حلواء اور شہد ان پسندیدہ چیزوں میں سے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید کی ان آیتوں میں ہے:

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ: ۱۷۲)

ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ؕ (المومنون)

پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرتے رہو، بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو میں اس کو خوب جاننے والا ہوں O

اور ان آیتوں میں ان فقہاء کے قول کی تقویت ہے جو کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ لذیذ چیزوں کا کھانا مباح ہے، اور اس حدیث کے معنی میں کھانے کی ہر وہ چیز داخل ہے جو کھانے کی لذیذ چیز ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ بہت زیادہ میٹھی چیز کھاتے تھے یا بہت زیادہ شہد کھاتے تھے، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ کے پاس میٹھی چیز یا شہد کو پیش کیا جاتا تو آپ اس کو تناول فرما لیتے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ اس کو پسند فرماتے اور اس سے معلوم ہوا کہ طعام کی مختلف چیزوں کو بنانا جائز ہے اور بعض

Marfat.com

متقی لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میٹھی چیز کو بنانا مکروہ ہے، سوا ان چیزوں کے جن میں طبعی مٹھاس ہو جیسے کھجور اور شہد میں ہے۔ اور اس حدیث میں ان کے اس قول کا رد ہے اور اس حدیث میں ان کا بھی رد ہے جن کا یہ زعم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز شہد کا ایک پیالہ پیتے تھے، لیکن جو حلواء بنایا جاتا ہے اس کو آپ نہیں پہچانتے تھے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حلواء سے مراد فالودہ ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۵۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۶، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۳۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں جس حلواء کا ذکر ہے، اس سے مراد آج کل کا بنایا ہوا حلوہ نہیں ہے

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو "الحلواء" کا ذکر ہے، اس سے وہ حلوہ مراد نہیں ہے جو آج کل معروف ہے، جس کو بطور اسراف کے بنایا جاتا ہے اور اس کے اندر بہت زیادہ مفردات ڈالے جاتے ہیں، اس سے مراد میٹھی چیز ہے، خواہ وہ نبیذ تمر ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا میٹھی چیز کو اور شہد کو پسند کرنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ بہت زیادہ میٹھی چیز کھاتے تھے یا بہت زیادہ شہد پیتے تھے اور آپ کی طبیعت بہت زیادہ میٹھی چیزوں اور شہد کی طرف راغب ہوتی تھی، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ کے سامنے میٹھی چیز کو پیش کیا جاتا یا شہد کو پیش کیا جاتا اور اس کے حصول میں کوئی دشواری نہ ہوتی تو آپ اس کو تناول فرماتے تھے اور اس کے ذائقہ اور مٹھاس کو پسند فرماتے تھے۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مختلف قسم کے کھانے بنانے چاہئیں، اور بعض متقی لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں اور میٹھی چیزوں کو کھانے کی اجازت نہیں دیتے، مگر جن میں طبعی مٹھاس ہو جیسے کھجور اور شہد یا دیگر میٹھے پھلوں میں۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں یہ حدیث روایت کی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی ایک کے پاس حلواء پیش کیا جائے تو اس میں سے کھالے اور اس کو واپس نہ کرے۔ (المعجم الاوسط ج ۷ ص ۱۹۱، شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۹۹)

ابو زرعہ نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ (علل الحدیث لابن ابی حاتم، ج ۲ ص ۱۴)

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ الحلواء اور العسل یعنی میٹھی چیز اور شہد ان پسندیدہ چیزوں میں سے ہیں، جن کے کھانے کو اللہ تعالیٰ نے مباح کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (المائدہ)

اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو، جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۝

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (الاعراف)

(اے نبی!) آپ کہیے: اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے، اور اس کی دی ہوئی پاک چیزوں کو، آپ کہیے: یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو خصوصاً ان ہی کے لیے۔

Marfat.com

ہیں، ہم جاننے والے لوگوں کے لیے اسی طرح تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں O

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس تاویل کی صحت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ شارح علیہ السلام میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے اور یہ صالحین اور ابرار کا طعام ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے تھے، کیونکہ آپ ان سے محبت کرتے تھے۔ اور اس کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جو اس کے مشابہ ہو، کھانے کی دیگر میٹھی چیزیں جیسے کھجور، انگور، انجیر، انار اور دیگر پھل۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۰۴-۲۰۵، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۳۱ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حلواء کو پسند کرنے کی توجیہ اور حلواء کے فوائد

حلواء یعنی میٹھی چیز لذیذ طعام میں سے ہے، کیونکہ اس کی خوشبو بھی لذیذ ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ اور لذیذ چیز کو پسند فرماتے تھے، اور جب کہ انسان ان لذیذ چیزوں کی طرف میلان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے اندر ان کی طرف رغبت کو پیدا کر دیا۔

میٹھی چیز کا فائدہ یہ ہے کہ یہ سہولت سے ہضم ہوتی ہے اور خون کو صاف کرتی ہے اور شہد کو گرم پانی میں ملا کر پیا جائے تو اس سے بھی خون صاف ہوتا ہے، بہر حال شہد کے بہت فوائد ہیں لیکن ہمارے نزدیک سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد کو پسند فرماتے تھے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۷۴، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

بہ کثرت میٹھی چیزیں نہیں کھانی چاہئیں، کیونکہ اس سے شوگر کا خطرہ ہے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی شرح میں شارحین نے بیان کیا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ کثرت میٹھی چیز کھاتے تھے یا بہ کثرت شہد پیتے تھے، بلکہ اگر آپ کو کبھی حلواء یا میٹھی چیز پیش کی جاتی تو آپ تناول فرما لیتے اور اب جدید میڈیکل سائنس سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ زیادہ میٹھی چیزیں کھانے سے ذیابیطس (یعنی شوگر کا مرض) پیدا ہو جاتا ہے، اس لیے زیادہ میٹھی چیزیں کھانے سے احتراز کرنا چاہیے۔ نیز زیادہ میٹھی چیزیں کھانے سے انسان میں موٹاپا بڑھتا ہے اور اس سے بھی شوگر کا خطرہ ہے اور خصوصاً ذیابیطس کے مریضوں کے لیے تو میٹھی چیزیں اور شہد زہر قاتل ہیں اور قرآن مجید میں جو شہد کو شفاء فرمایا ہے، وہ اس کے لیے فرمایا ہے جسے شوگر کا مرض نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال کو جاننے والا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۴۳۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شَيْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي الْفُدَيْكِ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَلْزَمُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لِشِبَعِ بَطْنِي حِينَ لَا آكُلُ الْخَمِيرَ وَلَا أَلْبَسُ الْحَرِيرَ وَلَا يَخْدُمُنِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحمن بن شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی الفدیک نے خبر دی از ابن ابی ذئب از المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ جب میرا پیٹ بھرا ہوتا تھا تو میں نبی

Marfat.com

فُلَانٌ وَلَا فُلَانَةُ وَأُلْصِقُ بَطْنِي بِالْحَصْبَاءِ وَأَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْآيَةَ وَهِيَ مَعِي كَيْ يَنْقَلِبَ بِي فَيُطْعِمَنِي وَخَيْرُ النَّاسِ لِلْمَسَاكِينِ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِي بَيْتِهِ حَتَّى إِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ إِلَيْنَا الْعُكَّةَ لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ فَنَشُقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيهَا۔

(صحیح البخاری:۳۷۰۸)

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لازم رہتا تھا، اس وقت میں خمیری روٹی نہیں کھاتا تھا اور نہ ریشم کے کپڑے پہنتا تھا اور نہ فلاں مرد اور فلاں عورت میری خدمت کرتی تھی، اور میں (بھوک کی شدت سے) اپنے پیٹ پر چھوٹے چھوٹے پتھر باندھ لیتا تھا اور کسی مرد سے میں کوئی آیت پوچھتا، حالانکہ وہ آیت مجھے یاد ہوتی تھی تاکہ وہ مرد مجھے اپنے ساتھ لے جائے اور مجھے کچھ کھلائے۔ اور لوگوں میں سے مساکین کے لیے سب سے بہتر حضرت جعفر بن ابی طالب تھے، وہ ہمیں اپنے ساتھ لے جاتے اور جو کچھ ان کے گھر میں ہوتا ہمیں کھلاتے، حتیٰ کہ بعض اوقات وہ ہمارے پاس ایک چمڑے کی تھیلی لاتے جس میں کچھ بھی نہیں ہوتا تھا، تو ہم اس تھیلی کو چاٹ لیتے تھے تاکہ اس میں جو (شہد یا گھی) ہے، وہ ہم چاٹ لیں۔

صحیح البخاری: ۵۴۳۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل

اس حدیث میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے اور ان کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ ان میں کرم تھا اور تواضع تھی اور وہ مساکین کی حفاظت کرتے تھے اور اپنے گھر میں جو کھانا ہوتا تھا وہ انہیں کھلاتے تھے اور ان کی تکریم کرتے تھے۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تھوڑی چیز بھی کسی کو پیش کرنا جائز ہے۔

تنبیہ: علامہ ابن ملقن نے صحیح البخاری: ۵۴۳۲ میں اتنی ہی شرح لکھی ہے اور صحیح البخاری: ۳۷۰۸ کی شرح میں اس حدیث کے مزید فوائد لکھے ہیں۔ اس میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے: ان کا نام ابو عبداللہ الہاشمی الطیار ہے، یہ ان صحابہ میں سے ہیں جو سابقین اولین تھے اور شہداء قدیم تھے۔ یہ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں اور یہ غزوۂ موتہ میں ۸ ھ میں شہید ہو گئے تھے، اس وقت ان کی عمر اکتالیس یا تینتالیس (۴۱ یا ۴۳) سال تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا: تم میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۶۱۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو سلام کرتے تھے تو کہتے: ''السلام علیك یا ابن ذی الجناحین'' ''یعنی اے دو پروں والوں کے بیٹے تم کو سلام ہو''۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ جہاد میں ان کے دونوں بازو شہید ہو گئے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے جنت میں ان کے ان دو بازوؤں کے عوض ان کو دو پر عطا فرما دیے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ مساکین کے لیے تمام لوگوں سے بہتر تھے، یعنی سخاوت میں، اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صورت اور سیرت میں اپنے مشابہ فرمایا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۰، ص ۳۱۱-۳۱۲، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۳۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے فقر کے بعض احوال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں اس وقت ریشم نہیں پہنتا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بعد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ریشم کا لباس پہنا ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہ پہلے کبھی ریشم کا لباس پہنا اور نہ بعد میں۔ اس حدیث میں صرف اس وقت کی صورت حال کا بیان ہے، یا اس سے مراد یہ ہے کہ میں دھاری دار اور رنگین کپڑے نہیں پہنتا تھا اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں اس وقت خمیری روٹی نہیں کھاتا تھا اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ بعد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خمیری روٹی کھائی ہو۔

اور امام ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں یتیمی میں پروان چڑھا اور میں نے مسکینی میں ہجرت کی اور میں بسرہ بنت غزوان کی مزدوری کرتا تھا، اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسکینوں سے محبت کرتے تھے اور ان کے پاس بیٹھتے تھے اور ان کے ساتھ باتیں کرتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کنیت ابوالمساکین رکھی تھی۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۵۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۶، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۳۲ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کسی شخص سے قرآن مجید کی کسی آیت کو پوچھتے، حالانکہ وہ ان کو یاد ہوتی تھی، تو کیا اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ کوئی شخص علم کو طلب کرے اور اس کا علم کو طلب کرنا علم کی طلب کی وجہ سے نہ ہو بلکہ دنیاوی ضرر کو دور کرنے کے لیے ہو، مثلاً بھوک کے ضرر کو دور کرنے کے لیے ہو جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

اور کیا کوئی انسان اس لیے علم کو طلب کرے کہ وہ اس سے تدریس کر سکے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے علم کو طلب نہیں کیا، کیونکہ وہ خود عالم تھے، بلکہ اس زمانہ میں عادت یہ تھی کہ جب کوئی کسی شخص سے قرآن مجید کی آیت کو معلوم کرتا تو وہ اس شخص کو ساتھ لے جاتا اور اس کے گھر میں جو ہوتا وہ اس کو کھلاتا، اس لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی قرآن مجید کی آیت کا پوچھتے تھے اور ان کا ارادہ اس آیت کو معلوم کرنا نہیں ہوتا تھا اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ایک آیت کو پوچھا، حالانکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کی بہ نسبت اس آیت کو زیادہ جاننے والے تھے۔

رہا یہ کہ کوئی شخص اس لیے علم کو طلب کرے تاکہ اس کو تدریس کے مواقع حاصل ہوں، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۷۶، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۳۴۔ بَابُ: الدُّبَّاءِ لوکی یا کدو کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان اس لیے قائم کیا ہو کہ لوکی میں کچھ ایسی خاصیت ہے جو اسی کے ساتھ مختص ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوکی کو پسند فرماتے تھے۔

امام طبرانی نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوکی کو لازم رکھو، کیونکہ یہ دماغ کو تقویت دیتا ہے۔ اور فوائدِ شافعی میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سالن پکایا جائے اور اس میں لوکی کو زیادہ ڈالا جائے تو وہ غمزدہ دل کو مضبوط کرتا ہے۔

اور ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ اس سے عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور امام احمد نے روایت کی ہے کہ لوکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ پسندیدہ طعام تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۳۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَتَى مَوْلًى لَهُ خَيَّاطًا فَأُتِيَ بِدُبَّاءٍ فَجَعَلَ يَأْكُلُهُ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَأْكُلُهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ازہر بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن عون از ثمامہ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کا آزاد شدہ غلام جو درزی تھا، وہ آیا اس کو لوکی کا سالن دیا گیا تھا، آپ اس کو کھا رہے تھے، پس میں اس وقت سے ہمیشہ لوکی سے محبت رکھتا ہوں، جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی کھاتے ہوئے دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۹۲، ۵۳۷۹، ۵۴۲۰، ۵۴۳۳، ۵۴۳۵، ۵۴۳۶، ۵۴۳۷، ۵۴۳۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۱، سنن ترمذی: ۱۸۵۰، سنن ابوداؤد: ۳۷۸۲، مسند احمد: ۱۲۴۵۰، موطا امام مالک: ۱۱۶۱، سنن دارمی: ۲۰۵۰)

صحیح البخاری: ۵۴۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کی تخریج

اس حدیث کی سند میں عمرو بن علی بن بحر کا ذکر ہے، یہ ابو حفص الباہلی البصری الصیرفی ہیں، اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں، اور اس کی سند میں ازہر بن سعد الباہلی کا ذکر ہے، اور وہ السمان البصری ہیں، اور اس حدیث کی سند میں ابو عون کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عون ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ثمامہ بن عبداللہ بن انس کا ذکر ہے، وہ اپنے دادا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کی تحقیق

یہ حدیث کتاب الاطعمہ میں اس باب میں گزر چکی ہے: ''جس نے پیالہ کے چاروں طرف ہاتھ ڈالا''۔اور یہ حدیث ''کتاب البیوع'' میں بھی گزر چکی ہے جس میں درزی کا ذکر ہے۔اور بعض روایات میں ذکر ہے کہ درزی نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی،اور آپ کے سامنے روٹی اور سالن پیش کیا جس میں لوکی تھا اور گوشت تھا۔اور پہلے باب میں ذکر ہے کہ درزی نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی اور اس میں صرف لوکی کا ذکر ہے۔اور اس باب کی حدیث میں ذکر ہے کہ آپ کا آزاد کردہ غلام درزی تھا،اور ان روایات میں کوئی منافات نہیں ہے،کیونکہ ثقہ راوی جو حدیث کے الفاظ میں اضافہ کرے تو اس کا اضافہ مقبول ہوتا ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حدیث کو لکھتے تھے اور بعض اوقات راوی لکھتے وقت کوئی کلمہ بھول جاتا تھا یا چھوڑ دیتا تھا۔(عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۹۳،دار الکتب العلمیہ،بیروت،۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: علامہ ابن ملقن کی شرح میں بھی اس حدیث کی تحقیق ہے جو ہم نے علامہ عینی سے ذکر کی ہے،لیکن علامہ عینی کی تحقیق زیادہ ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۶ ص ۲۰۷،وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ،قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۳۳،کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لوکی کے متعلق ایک اور حدیث کا تذکرہ

امام ترمذی،امام نسائی،امام ابن ماجہ نے از حکیم بن جابر از والد خود روایت کی ہے کہ میں نبی ﷺ کے گھر میں داخل ہوا اور آپ کے پاس لوکی تھا۔میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ''القرع'' ہے یعنی لوکی۔ہم اس کے ساتھ سالن کو زیادہ کرتے ہیں۔(فتح الباری ج۹ ص ۵۵۹،دار نشر الکتب الاسلامیہ،لاہور ۱۴۰۱ھ،فتح الباری ج۶ ص ۵۹۷،دار المعرفہ بیروت،۱۴۲۶ھ)

۳۴۔بَابٌ: الرَّجُلِ يَتَكَلَّفُ الطَّعَامَ لِإِخْوَانِهِ

مرد اپنے بھائیوں کی ضیافت کے لیے تکلف سے کھانا تیار کرے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائیوں کی ضیافت کے لیے تکلف سے کھانا تیار کرے،علامہ کرمانی نے ذکر کیا ہے کہ تکلف کی وجہ یہ ہے کہ اس باب کی حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو دعوت دی گئی تھی ان کا عدد محصور ہے اور حاصر متکلف ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس کی وجہ یہ ہے کہ دعوت دینے والے نے اپنے نفس کے اوپر ایک عددِ معین کو لازم کر لیا تھا اور یہ تکلف ہے جو زیادتی اور کمی دونوں کی گنجائش رکھتا ہے۔(عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۹۳،دار الکتب العلمیہ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۳۴ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ اصْنَعْ لِي طَعَامًا أَدْعُو رَسُولَ اللهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَدَعَا رَسُولَ اللهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّكَ دَعَوْتَنَا خَامِسَ خَمْسَةٍ وَهَذَا رَجُلٌ قَدْ تَبِعَنَا فَإِنْ شِئْتَ أَذِنْتَ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ قَالَ بَلْ أَذِنْتُ لَهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ إِذَا كَانَ الْقَوْمُ عَلَى الْمَائِدَةِ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يُنَاوِلُوا مِنْ مَائِدَةٍ إِلَى مَائِدَةٍ أُخْرَى وَلَكِنْ يُنَاوِلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي تِلْكَ الْمَائِدَةِ أَوْ يَدَعُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: کہ انصار میں سے ایک مرد تھا جس کو ابو شعیب کہا جاتا تھا اور اس کا ایک غلام تھا جو گوشت فروخت کرتا تھا، اس نے کہا: میرے لیے کھانا بناؤ، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دوں گا، جو پانچ میں سے پانچویں ہوں گے، پھر ایک اور مرد بھی ان کے ساتھ مل گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ہم پانچ مردوں کو دعوت دی تھی اور یہ مرد بھی ہمارے ساتھ آ گیا، اگر تم چاہو تو تم اس کو اجازت دو، اور اگر تم چاہو تو اس کو چھوڑ دو، تو حضرت ابو شعیب نے کہا: بلکہ میں اس کو بھی اجازت دیتا ہوں۔

محمد بن یوسف (حدیث مذکور کے راوی) نے بیان کیا کہ میں نے امام محمد بن اسماعیل سے سنا، وہ کہتے تھے: جب لوگ دسترخوان پر بیٹھے ہوں، تو ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک دسترخوان سے کوئی چیز اٹھا کر دوسرے دسترخوان پر رکھیں، لیکن وہ اس دسترخوان سے ایک دوسرے کو کھلائیں یا چھوڑ دیں۔

(صحیح البخاری: ۲۰۸۱، ۲۴۵۶، ۵۴۳۴، ۵۴۶۱، صحیح مسلم: ۲۰۳۶، سنن ترمذی: ۱۰۹۹، مسند احمد: ۶: ۱۶۶۳)

صحیح البخاری: ۵۴۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن یوسف کا ذکر ہے، یہ ابو احمد بخاری بیکندی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث میں الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان ہیں۔ اور ابو وائل کا ذکر ہے، یہ شقیق بن سلمہ ہیں، اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ حضرت عقبہ بن عمرو الانصاری البدری ہیں (یعنی بدری صحابی ہیں)۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں لحام کا ذکر ہے، یعنی گوشت بیچنے والا، اور کتاب البیوع میں یہ حدیث اس باب میں گزر چکی ہے: "باب ما قیل فی اللحام والجزار"۔

خامس خمسۃ: اس کا معنی یہ ہے کہ چار مردوں کو دعوت دو اور ان میں سے پانچویں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ کہا جاتا ہے: ''خامس اربعۃ و خامس خمسۃ'' دونوں لفظوں کا ایک ہی معنی ہے۔

بن بلائے مہمان کے متعدد نام

ان کے ساتھ ایک مرد بھی شامل ہو گیا جس کو دعوت نہیں دی گئی تھی، ایسے شخص کو طفیلی کہا جاتا ہے۔ یہ اہلِ کوفہ کے ایک مرد کی طرف منسوب ہیں، جن کا نام طفیل تھا۔ یہ بنو عبد اللہ بن غطفان سے تھے۔ یہ ولیموں اور دعوتوں میں بن بلائے چلے جاتے تھے، اور ان کو طفیل الاعراس کہا جاتا تھا۔ اور یہ لفظ اس معنی میں مشہور ہو گیا۔ اور طفیل کے بعد جو بھی بن بلائے کسی دعوت میں جاتا اس کو طفیلی کہا جاتا۔ اور عرب ایسے شخص کو الوارش کہتے تھے، اس کا معنی ہے: جو شخص کہیں کھانا کھانے کے لیے جائے اور اس کو بلایا نہ گیا ہو۔ اور جو شخص کہیں مشروبات پینے کے لیے گیا ہو، اور اس کو بلایا نہ گیا ہو، اس کو ''الواغل'' کہتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ مرد ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ اگر تم چاہو تو اس کو اجازت دو، اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا: بلکہ میں اس کو اجازت دیتا ہوں، اور جریر کی روایت میں ہے: یا رسول اللہ آپ اس کو اجازت دے دیں، اور دوسری روایت میں ہے: ہم نے اس کو اجازت دے دی، پس یہ بھی داخل ہو جائے۔

حدیث مذکور کے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ تعارض کے جوابات

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اجازت دو تو یہ بھی ساتھ چلا آئے، اور دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابو طلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے تمام حاضرین سے کہا کہ چلو ابو طلحہ کے گھر، اور وہاں آپ نے اجازت طلب نہیں کی۔ اس کے تعارض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ اگر آپ اپنے ساتھ حاضرین کو بھی لے گئے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اس پر راضی رہیں گے، اور حضرت ابو شعیب کی رضا کا آپ کو علم نہیں تھا، اس لیے آپ نے فرمایا: تم اگر اجازت دو تو اس شخص کو بھی ساتھ لے چلیں۔

(۲) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی دعوت میں جو حاضرین نے کھایا، یہ معجزہ تھا، کیونکہ انہوں نے تو بہت تھوڑا کھانا تیار کیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت ڈال کر اس کو زیادہ کر دیا، تو گویا اس زیادہ کھانے میں حضرت ابو طلحہ کی ملکیت کا دخل نہیں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین کو اس کھانے میں سے کھلایا، جس کھانے کے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مالک نہیں تھے، تو ان سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔

(۳) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند روٹیاں لے کر مسجد میں آئے تھے، تا کہ آپ ان روٹیوں کو لے لیں، آپ نے ان روٹیوں کو قبول فرما لیا، اور یہ روٹیاں آپ کی مِلک ہو گئیں۔ تو جو چیز آپ کی ملکیت میں تھی، اس کے لیے آپ کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں تھی۔

محمد بن یوسف کی تعلیق کی شرح

اس کے بعد امام بخاری نے محمد بن یوسف کی تعلیق درج کی ہے، اور امام بخاری نے اس کلام میں جو عبارت ذکر کی ہے، وہ ان

Marfat.com

کا اپنا کلام ہے جس کو امام بخاری نے اس حدیث سے مستنبط کیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کے لیے اجازت طلب کی جو آ کر مل گیا تھا، اس سے امام بخاری نے یہ استنباط کیا کہ جن کو کھانے کی دعوت دی گئی ہو، ان میں تصرف کرنا جائز ہے۔ اور جن کو کھانے کی دعوت نہیں دی گئی، ان میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۴-۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۳۴ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دوستوں کی ضیافت میں اعتدال

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ مرد اپنے دوستوں اور بھائیوں کی ضیافت میں تکلف کرے، انسان کو چاہیے کہ جب وہ کسی کی ضیافت کرے تو اس میں مناسب طعام مہیا کرے، بایں طور کہ عام گھر کا کھانا نہ ہو بلکہ ان کے لیے مخصوص کھانا تیار کرائے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اس کی مقدار اور کیفیت میں اسراف نہیں ہونا چاہیے۔

سوال: حدیث میں ہے کہ جو لوگ سونا اور چاندی دنیا میں استعمال کرتے ہیں، تو یہ کفار کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔ تو اگر کوئی مومن صالح سونا اور چاندی سے خدمت طلب کرتا ہے، تو کیا آخرت میں وہ سونے اور چاندی سے محروم ہو جائے گا؟

الجواب: ریشم اور خمر کے متعلق یہ وارد ہے کہ جو دنیا میں اس کو استعمال کرے گا تو وہ آخرت میں ریشم کو استعمال نہیں کرے گا اور جو دنیا میں خمر کو پئے گا وہ آخرت میں خمر کو نہیں پئے گا خواہ وہ مومن ہو، لیکن اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا اس کا جنت میں دخول ہو گا یا نہیں؟ کیونکہ جب وہ جنت میں داخل ہو گا تو عنقریب وہ ریشم بھی پہنے گا اور خمر بھی پئے گا، یا اس کا معنی ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی ایک مدت تک جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہو گی، وہ ان نعمتوں سے محروم رہے گا۔
(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۷۶، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۵- بَابٌ: مَنْ أَضَافَ رَجُلًا إِلَى طَعَامٍ وَأَقْبَلَ هُوَ عَلَى عَمَلِهِ

جس شخص نے کسی مرد کو کھانے کی دعوت دی اور وہ اپنے کام میں لگ گیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی ضیافت کرے، تو یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بھی مہمان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو، بلکہ مہمان کو کھانا دے کر خود اپنے کام کاج میں لگ جائے تو یہ جائز ہے۔

۵۴۳۵- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ النَّضْرَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ كُنْتُ غُلَامًا أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى غُلَامٍ لَهُ خَيَّاطٍ فَأَتَاهُ بِقَصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن منیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے النضر سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبد اللہ بن انس نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نوعمر لڑکا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا،

Marfat.com

وَعَلَيْهِ دُبَّاءٌ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ قَالَ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ جَعَلْتُ أَجْمَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ فَأَقْبَلَ الْغُلَامُ عَلَى عَمَلِهِ قَالَ أَنَسٌ لَا أَزَالُ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَنَعَ مَا صَنَعَ.

پس رسول اللہ ﷺ اپنے ایک غلام کے پاس گئے جو درزی تھا۔ وہ آپ کے پاس ایک پیالہ لے کر آیا جس میں طعام تھا اور اس کے اوپر لوکی (کدو) کے قتلے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ لوکی کے قتلوں کو تلاش کر رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا تو میں لوکی کے قتلوں کو جمع کر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھنے لگا اور وہ غلام اپنے کام پر چلا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لوکی کے قتلوں کو تلاش کر رہے تھے۔ اس وقت سے میں لوکی کے قتلوں سے محبت رکھتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۹۲ میں گزر چکی ہے اور اس کی مفصل تخریج صحیح البخاری: ۵۴۳۳ میں گزر چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ درزی غلام نبی ﷺ کے سامنے پیالہ رکھ کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا اور نبی ﷺ اس میں سے لوکی کے قتلے تلاش کر کے کھا رہے تھے اور غلام اپنا کام کر رہا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میزبان کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ میزبان کے لیے یہ شرط ہو کہ وہ مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھائے مگر یہ کشادہ روئی کے لیے مستحسن ہے، تو جس نے مہمان کی دلجوئی کے لیے اس کے ساتھ شرکت کی تو یہ بہتر ہے اور جس نے شرکت نہیں کی تو یہ بھی جائز ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن منیر کا ذکر ہے، یہ انار ینیر کے باب سے اسم فاعل ہے، اور نضر میں نون پر زبر ہے اور ضاد ساکن ہے، یہ ابن شمیل ہیں اور یہ عبداللہ بن عون سے روایت کرتے ہیں، اور ثمامہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، ان کا ذکر بھی گزر چکا ہے اور اس حدیث کی شرح باب الثرید میں کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۵-۹۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۳۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ میزبان مہمان کے سامنے کھانا پیش کر دے اور خود اس کے ساتھ نہ کھائے تو یہ جائز ہے۔ اور یہ

Marfat.com

مہمان کے ساتھ بے ادبی نہیں ہے اور نہ اس کے ساتھ اخلاقِ کریمانہ کے منافی ہے، کیونکہ ایسا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا گیا اور اگر اس میں اخلاق کے خلاف کوئی بات ہوتی تو نبی ﷺ اس سے منع فرما دیتے، کیونکہ آپ عمدہ اخلاق کے لیے معلم ہیں، سو جس نے مہمان کے ساتھ کھایا تو اس نے اس کے ساتھ نیکی کی، اور جس نے اس کو ترک کر دیا تو اس کی بھی گنجائش ہے اور عنقریب کتاب الادب میں یہ حدیث آئے گی کہ مہمان نے اپنے اصحاب سے کہا: میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم بھی نہ کھاؤ، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ مہمانوں کو کھلائیں، اور پہلے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہمانوں کے ساتھ نہیں کھایا تھا لیکن جب انہوں نے اس کھانے میں برکت دیکھی تو پھر انہوں نے بھی مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۰۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۳۶۔ بَابٌ: الْمَرَقِ — شوربہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں شوربہ کا ذکر کیا جائے گا، اور امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے، کہ شوربہ والے سالن کو گاڑھے اور بھنے ہوئے سالن پر فضیلت ہے، اسی لیے سلف صالحین شوربہ والا کھانا کھاتے تھے۔

شوربہ زیادہ بنانے کی فضیلت میں احادیث

صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم پتیلی کے اندر سالن پکاؤ تو اس میں شوربہ زیادہ کرو، اور اس حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ اپنے پڑوسی کو بھی کھلاؤ۔

اور نبی ﷺ نے توسّع کے قصد سے شوربہ زیادہ کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ گھر والوں کو بھی اور فقراء کو بھی۔

اور اس حدیث میں امر استحباب پر محمول ہے۔ اور امام ترمذی نے علقمہ بن عبد اللہ المزنی کی از والد خود روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص گوشت کو خریدے تو اس میں شوربہ زیادہ رکھے، کیونکہ اگر کسی شخص کو گوشت نہیں ملے گا تو وہ شوربہ سے کھانا کھالے گا اور شوربہ بھی دو گوشتوں میں سے ایک گوشت ہے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم گوشت خریدو یا پتیلی میں گوشت پکاؤ تو اس میں شوربہ زیادہ رکھو، اور اس میں سے اپنے پڑوسی کو بھی کھلاؤ۔

۵۴۳۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَنَّ خَيَّاطًا دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ فَذَهَبْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک درزی نے نبی ﷺ کی طعام کی دعوت کی جو اس نے تیار کیا تھا، پس میں نبی ﷺ کے ساتھ گیا، اس نے آپ کے آگے جو کی

Marfat.com

الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّائَ بَعْدَ يَوْمِئِذٍ۔

روٹی اور شوربہ رکھا، جس میں لوکی (کدو) کے قتلے تھے اور گوشت تھا، پس میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیالہ کے چاروں طرف سے لوکی کے قتلے تلاش کر رہے تھے، پس اس دن کے بعد سے میں لوکی کے قتلوں سے محبت رکھتا ہوں۔

اس حدیث کی تخریج صحیح البخاری: ۵۴۳۳، میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیالہ کے اطراف سے کسی چیز کو تلاش کر کے کھانا جائز ہے، اور اس حدیث کی شرح اس باب میں گزر چکی ہے کہ ''جس نے پیالہ کے اطراف سے تلاش کیا''۔

صحیح البخاری: ۵۴۳۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گوشت اور شوربہ کے متعلق احادیث

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی شخص کو کوئی اچھی چیز نہ ملے، تو وہ اپنے بھائی سے کشادہ روئی اور اچھے اخلاق سے ملے، اور جب تم گوشت خریدو یا گوشت دیگچی میں پکاؤ تو اس میں شوربہ زیادہ کرو اور اپنے پڑوسی کو بھی اس گوشت میں سے کھلاؤ۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۸۳۳، صحیح مسلم: ۲۶۲۵، ۲۶۲۶)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم پتیلی میں سالن پکاؤ تو شوربہ زیادہ رکھو۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۵، کتاب البر والصلہ، باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۱۰، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۳۷۔ بَابُ: الْقَدِيْدِ — خشک گوشت کا بیان

اس باب میں گوشت کا ذکر کیا جائے گا، اور امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ خشک گوشت کو کھانا بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلف صالحین کے طعام میں سے ہے۔

۵۴۳۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أُتِيَ بِمَرَقَةٍ فِيهَا دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ فَرَأَيْتُهُ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ يَأْكُلُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن انس نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبد اللہ، از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شوربہ لایا گیا جس میں لوکی (کدو) کے قتلے اور خشک گوشت تھا، سو میں نے دیکھا کہ آپ لوکی کے قتلوں کو تلاش کر کے کھا رہے تھے۔

اس حدیث کی تخریج صحیح البخاری: ۵۴۳۳ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اور اس حدیث کی شرح بھی اس سے پہلے ابواب میں گزر چکی ہے۔

۵۴۳۸۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِي عَامٍ جَاعَ النَّاسُ أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنِيُّ الْفَقِيرَ وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ بَعْدَ خَمْسَ عَشْرَةَ وَمَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ خُبْزِ بُرٍّ مَأْدُومٍ ثَلَاثًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن عابس از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے نہیں منع فرمایا)، مگر جس سال لوگ زیادہ تعداد میں بھوکے تھے، اس سال یہ حکم دیا تھا۔ اور آپ کا ارادہ یہ تھا کہ خوشحال لوگ فُقراء کو کھلائیں (کیونکہ اس سال قحط کی وجہ سے لوگ فاقوں میں مبتلا تھے)، اور ہم تو بکری کے پائے محفوظ کر کے رکھ لیتے تھے اور پندرہ دن بعد تک کھاتے رہتے تھے، اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل نے کبھی گندم کی روٹی سالن کے ساتھ مسلسل تین دن تک نہیں کھائی۔

(صحیح البخاری: ۵۴۲۳، ۵۴۳۸، ۵۵۷۰، ۶۶۸۷، صحیح مسلم: ۲۹۷۰، سنن نسائی: ۴۴۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۴، مسند احمد: ۲۴۳۶۱)

صحیح البخاری: ۵۴۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صرف اس سال کیا تھا جب زیادہ لوگ بھوکے تھے، یعنی پہلے اس باب میں گزر چکا ہے کہ سلف صالحین گوشت کو خشک کر کے ذخیرہ کرتے تھے، تو راوی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد گوشت کو جمع کر کے رکھنے سے منع فرمایا تھا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس سال منع فرمایا تھا جس سال زیادہ لوگ بھوکے تھے، تا کہ لوگ گوشت کو خشک کر کے جمع کر کے نہ رکھیں بلکہ خوش حال لوگ ضرورت مندوں کو کھلائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

پہلے زمانہ میں گوشت کو محفوظ رکھنے کا یہی طریقہ تھا کہ گوشت کو دھوپ میں سکھا کر خشک کر کے محفوظ کر لیتے تھے تا کہ گوشت زیادہ دیر تک صحیح حالت میں رہے، ایسے گوشت کو عربی میں قدید کہتے ہیں۔ اور گاؤں اور دیہاتوں میں اب بھی اس طریقہ سے گوشت کو محفوظ کر کے رکھا جاتا ہے اور چونکہ یہ ترقی یافتہ دور ہے اور خوشحالی کا زمانہ ہے اس لیے اب لوگوں کے پاس ڈیپ فریزرز ہیں جن میں وہ گوشت کو رکھ لیتے ہیں اور اس کو سکھانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لوگ کئی کئی بکروں کی قربانی کرتے ہیں اور ڈیپ فریزرز میں گوشت محفوظ کر کے مہینوں تک کھاتے رہتے ہیں۔ تاہم اس سے گوشت کی افادیت کم ہو جاتی ہے، بہتر یہ ہے کہ تھوڑا بہت گوشت جمع کر کے رکھ لیا جائے اور باقی گوشت کو صدقہ اور خیرات کر دیا جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۳۸۔ بَابٌ: مَنْ نَاوَلَ أَوْ قَدَّمَ إِلَى صَاحِبِهِ عَلَى الْمَائِدَةِ شَيْئًا

جس نے دسترخوان کے اوپر سے (کھانے کی) کوئی چیز اٹھائی یا اپنے صاحب کی طرف بڑھائی، اس کا حکم

قَالَ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ لَا بَأْسَ أَنْ يُنَاوِلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَلَا يُنَاوِلُ مِنْ هَذِهِ الْمَائِدَةِ إِلَى مَائِدَةٍ أُخْرَى

امام بخاری نے کہا: ابن المبارک نے بیان کیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو کوئی چیز دے اور اس دسترخوان (یعنی جس دسترخوان سے خود کھا رہا ہے) سے دوسرے دسترخوان کی طرف کوئی چیز نہ دے۔

امام بخاری کی تعلیق مذکور کی شرح

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی عبداللہ بن المبارک المروزی نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک دسترخوان سے ایک دوسرے کو کھانے کی کوئی چیز دے، کیونکہ جو طعام ان کی طرف پیش کیا گیا ہے، اس میں سب کھانے والے معین ہیں اور شریک ہیں، پس جب کوئی شخص اپنا حصہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے کسی صاحب کو دے تو گویا کہ اس نے اپنا حصہ دیا جس میں دوسرے بھی شریک تھے، اور ایک دسترخوان سے دوسرے دسترخوان میں سے نکال کر دینا اس لیے ممنوع ہے کہ اس میں دوسرے دسترخوان والوں کی مشارکت نہیں ہے، جس میں پہلے دسترخوان والے شریک تھے۔ اور جو اٹھا کر دے رہا ہے اس کا اگرچہ اپنے سامنے والی چیزوں میں حق ہے، لیکن اس کا دوسرے دسترخوان والوں کی چیزوں میں حق نہیں ہے، کیونکہ دوسرے دسترخوان میں اس کی شرکت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۳۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِطَعَامٍ صَنَعَهُ قَالَ أَنَسٌ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ قَالَ أَنَسٌ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوْلِ الصَّحْفَةِ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ وَقَالَ ثُمَامَةُ عَنْ أَنَسٍ فَجَعَلْتُ أَجْمَعُ الدُّبَّاءَ بَيْنَ يَدَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کھانے کی دعوت دی، جو اس نے تیار کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: سو میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کھانے کی طرف گیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو کی روٹی اور شوربہ پیش کیا جس میں لوکی یا کدو تھا اور خشک گوشت تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پیالہ کے چاروں طرف سے لوکی کے قتلے تلاش کر رہے تھے۔ پس اس دن سے میں بھی ہمیشہ لوکی سے محبت کرتا ہوں اور

Marfat.com

ثمامہ نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں لوکی کے قتلے تلاش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ رہا تھا۔

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری: ۵۴۳۳ میں گزر چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک دستر خوان سے کھانے کی کوئی چیز اٹھا کر دوسرے شریک کو دینے کا جواز، اور دوسرے دستر خوان سے اٹھا کر کوئی چیز دینے کی ممانعت

یہ حدیث اس سے پہلے ''باب المرق'' میں گزر چکی ہے، وہاں امام بخاری نے اس حدیث کی عبد اللہ بن المبارک اور یہاں پر اس حدیث کی اسماعیل بن ابی اویس از امام مالک روایت کی ہے اور چاہیے تھا کہ اس حدیث کو بھی وہیں ذکر کرتے، اور یہاں اس حدیث کو لانے کی کوئی وجہ نہیں اور بعض شارحین نے اس کی مطابقت بیان کرنے میں تکلف کیا اور کہا: اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ایک برتن سے اٹھا کر دوسرے برتن میں رکھے یا ایک برتن سے اٹھا کر دوسرے برتن میں ملائے جس سے وہ کھا رہا ہے، علامہ عینی اس کا رد فرماتے ہیں، اس مطابقت میں بہت بُعد ہے، کیونکہ جس برتن سے وہ کھا رہا ہے، اس میں اس کا حق ہے جس میں دوسرے شرکاء بھی مشترک ہیں، اس کے برخلاف دوسرے برتن میں اس کا کوئی حق نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۷-۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۹۔ بَابُ: الرُّطَبِ بِالْقِثَّاءِ — تازہ کھجوروں کو ککڑی کے ساتھ کھانا

یعنی تازہ کھجوروں کو ککڑی کے ساتھ ملا کر کھانا۔

۵۴۴۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہما قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تازہ کھجوروں کو ککڑی کے ساتھ ملا کر کھا رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۴۰، ۵۴۴۷، ۵۴۴۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۳، سنن ترمذی: ۱۸۴۴، سنن ابو داؤد: ۳۸۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۳۲۵، مسند احمد: ۱۷۴۳، سنن دارمی: ۲۰۵۸)

صحیح البخاری: ۵۴۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن سعد کا ذکر ہے، جو اپنے والد سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں جو صغار تابعین سے ہیں۔ اور اس کی سند میں عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے، یہ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ یہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے حبشہ کی سرزمین میں پیدا ہوئے تھے اور یہ پہلے بچے ہیں جو سرزمین حبشہ میں اسلام میں پیدا ہوئے اور یہ اپنے والد کے ساتھ مدینہ منورہ آئے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد رکھیں اور روایت کیں اور یہ مدینہ میں ۸۰ ھ میں فوت ہوئے، اس وقت ان کی عمر ۹۰ سال تھی۔ ان کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی اور وہ اس وقت مدینہ کے گورنر تھے، ان کو بحر الجود کہا جاتا تھا، کہا جاتا ہے کہ اسلام میں ان سے زیادہ سخی کوئی نہیں تھا۔

باب مذکور کی مناسب دیگر روایات

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب ککڑی تھی اور بائیں جانب تازہ کھجور تھی، اور کبھی آپ ایک طرف سے ککڑی کھاتے اور دوسری طرف سے تازہ کھجور کھاتے، اس حدیث کی سند میں اصرم بن حوشب ہے، اور وہ بہت ضعیف ہے اور اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ بائیں ہاتھ سے کھا رہے تھے، کیونکہ آپ دائیں ہاتھ سے بائیں جانب سے اٹھا کر تازہ کھجور کھا رہے تھے اور اس کو ککڑی کے ساتھ ملا کر کھاتے جو دائیں جانب تھی اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

تازہ کھجور اور ککڑی کو ملا کر کھانے کی حکمت

تازہ کھجور کو ککڑی کے ساتھ ملا کر کھانے کی حکمت یہ ہے کہ کھجور کی گرمی کو ککڑی کی ٹھنڈک ختم کر دیتی ہے۔

ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب اخلاق رسول اللہ میں اپنی سند سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خربوزہ کو تازہ کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھاتے تھے اور ککڑی کو نمک کے ساتھ ملا کر کھاتے تھے، لیکن دوسرے محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۴۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ککڑی کو تازہ کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھانے کے دو معنی ہیں:

ایک یہ ہے کہ تازہ کھجوروں کو اس کی ضد کے ساتھ ملا کر کھایا جائے، کیونکہ ککڑی تر اور سرد تر ہے اور کھجور گرم اور خشک ہے، پس یہ دونوں مل کر معتدل ہو جائیں۔

اور دوسرا معنی یہ ہے کہ کھانے کی چیزوں میں توسع کو اختیار کیا جائے اور جو چیز لذیذ اور مباح ہو، اسے کھایا جائے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جو طعام گرم ہو اس کو سرد طعام کے ساتھ ملا کر کھایا جائے تاکہ اعتدال ہو جائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تازہ کھجوروں کو ککڑی کے ساتھ ملا کر کھاتے تھے، اور کبھی آپ تازہ کھجوروں کو خربوزہ کے ساتھ ملا کر بھی کھاتے تھے۔ (التوضیح لشرح

Marfat.com

الجامع الصحیح ج ۲۶، ۲۱۳-۲۱۴، ۲۱۴، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: دیگر شارحین نے بھی اس حدیث کی اسی طرح شرح کی ہے۔

۴۰۔ باب

باب

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کا کوئی عنوان نہ بنانے کی توجیہ

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں بنایا ہے، اور امام بخاری کی عادت یہ ہے کہ اس قسم کے باب کو پہلے باب سے بطور فصل لاتے ہیں اور جو باب ذکر کیا گیا ہے، یہ پہلے باب کے ساتھ کسی مناسبت کی وجہ سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ اور یہاں کوئی مناسبت نہیں ہے، کیونکہ اس سے پہلے باب میں ککڑی اور تازہ کھجوروں کو ساتھ ملا کر کھانے کا ذکر تھا۔ اور اس باب کی حدیث میں رات کے تین حصے کر کے جاگنے کا ذکر ہے، اس لیے اسماعیلی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کی حدیثِ سابق کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں اس باب کا عنوان ہے "ردی کھجور"۔ کیونکہ اس باب کی حدیث میں ردی کھجور کا ذکر ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان کھجور بنایا تھا، پھر اس کو چھوڑ دیا، یا تو وہ بھول گئے یا اس کی دوبارہ تلافی نہیں کر سکے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صحیح بخاری کا نسخہ نقل کرنے والے نے اس لفظ کو چھوڑ دیا ہو۔

۵۴۴۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ تَضَيَّفْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَبْعًا فَكَانَ هُوَ وَامْرَأَتُهُ وَخَادِمُهُ يَعْتَقِبُونَ اللَّيْلَ أَثْلَاثًا يُصَلِّي هَذَا ثُمَّ يُوقِظُ هَذَا وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ قَسَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا فَأَصَابَنِي سَبْعُ تَمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ حَشَفَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عباس الجریری از ابی عثمان، انہوں نے کہا: میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں سات دن مہمان رہا، وہاں حضرت ابو ہریرہ تھے اور ان کی بیوی تھی اور ان کے خادم تھے، ان تینوں نے رات کے تین حصے کر کے جاگنے کی تقسیم کر لی تھی۔ پہلے ایک نماز پڑھتا پھر وہ دوسرے کو جگا دیتا، اور ابو عثمان نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب میں کھجوریں تقسیم کیں، سو مجھ کو بھی سات کھجوریں ملیں، ان میں سے ایک کھجور بہت سخت تھی یا خراب تھی۔

(صحیح البخاری: ۵۴۴۱ و ۵۴۴۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۷، مسند احمد: ۹۱۰۹)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''تضیفتُ'' یعنی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں سات راتیں مہمان ٹھہرا، علامہ کرمانی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: یعنی ایک ہفتہ مہمان ٹھہرا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''وہاں ان کی بیوی تھیں''، ان کا نام حضرت بُسریٰ ہے، باء پر پیش اور سین پر جزم ہے، یہ بنت غزوان صحابیہ ہیں۔ اور حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ بُسریٰ بنت غزوان کے ہاں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مزدوری کرتے تھے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا اور میں نے کسی اور کو نہیں دیکھا جس نے اس بات کا ذکر کیا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''یعتقبون اثلاثا''، یعنی انہوں نے رات کے تین حصے کر لیے تھے اور ہر ایک رات کو باری باری اٹھ کر رات میں عبادت کرتا تھا اور نماز پڑھتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کھجوروں میں ایک ''حشفہ'' تھی۔ یعنی وہ ردّی کھجور تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ایسی کھجور تھی جس میں گٹھلی نہیں تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کھجوریں دیں اور ان میں ایک سخت کھجور تھی، جس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ چبا چبا کر اور منہ میں گھلا کر کھایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوب کی طرف سے جو چیز بھی ملے، اس کو خوشی سے قبول کرنا چاہیے اور ناپسند نہیں کرنا چاہیے۔

نیز یہ حدیث صحیح البخاری: ۵۴۱۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۴۴۱ (م)۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَسَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَنَا تَمْرًا فَأَصَابَنِي مِنْهُ خَمْسٌ أَرْبَعُ تَمَرَاتٍ وَحَشَفَةٌ ثُمَّ رَأَيْتُ الْحَشَفَةَ هِيَ أَشَدُّهُنَّ لِضِرْسِي۔

(م)۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریا نے حدیث بیان کی از عاصم از ابی عثمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھجوریں تقسیم فرمائیں، پس مجھے ان میں سے پانچ کھجوریں ملیں، چار کھجوریں تھیں اور ایک ردّی کھجور تھی۔ پھر وہ ردّی کھجور جو تھی، وہ میری ڈاڑھوں میں بہت سخت تھی۔

(صحیح البخاری: ۵۴۴۱ و ۵۴۴۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۷، مسند احمد: ۹۱۰۹)

صحیح البخاری: ۵۴۴۱ (م) کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کا تذکرہ

یہ اس حدیث مذکور کی دوسری سند ہے، جس کی امام بخاری نے محمد بن الصباح سے روایت کی ہے از اسماعیل بن زکریا الخلقانی الکوفی از عاصم الاحول از ابی عثمان عبدالرحمٰن بن ابی ہریرہ۔

حدیث مذکور میں تعارض کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ پہلی حدیث میں سات کھجوروں کا ذکر ہے اور اس حدیث میں پانچ کھجوروں کا ذکر ہے، تو میں کہوں گا کہ علامہ ابن التین نے ذکر کیا ہے کہ یا تو دو روایتوں میں سے ایک روایت وہم ہے، یا یہ دو واقعات ہیں، ایک مرتبہ پانچ کھجوریں دی تھیں اور دوسری مرتبہ سات کھجوریں دی تھیں۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ دوسرا جواب بعید ہے، کیونکہ دونوں حدیثوں کا راوی ایک ہی ہے، پھر انہوں نے کہا کہ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ تخصیص بالعدد زائد کے منافی نہیں ہوتی، یعنی ہوسکتا ہے کہ دی تو سات کھجوریں ہوں لیکن دوسری روایت میں ان کو پانچ ذکر کر دیا کیونکہ سات کھجوروں میں بھی پانچ کھجوریں موجود ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ پہلی مرتبہ پانچ پانچ کھجوریں دیں اور دوسری مرتبہ دو دو کھجوریں دیں، علامہ عینی اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دو مرتبہ تقسیم کرنے پر کوئی دلیل ہونی چاہیے۔

امام ابن ماجہ اور امام احمد کی روایت میں اسی سند کے ساتھ مذکور ہے کہ صحابہ کو بھوک لگی اور وہ سات صحابہ تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سات کھجوریں دیں اور ہر انسان کے لیے ایک کھجور دی اور یہ روایات معنوی طور پر متفق ہیں، کیونکہ تقسیم میں ایک ایک کھجور دی گئی اور بہ ظاہر یہ حدیث امام بخاری کی روایت کے خلاف ہے، لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہوں، ایک مرتبہ ابوعثمان کو سات کھجوریں دی ہوں اور دوسری مرتبہ سات صحابہ کو سات کھجوریں دی ہوں اور ہر ایک کے حصہ میں ایک کھجور آئی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۱۔ باب: الرُّطَبِ وَالتَّمْرِ

تازہ کھجوریں اور خشک کھجوریں

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿ (مریم)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور آپ اس کھجور کے درخت کو اپنی طرف ہلائیں تو آپ کے اوپر تر و تازہ کھجوریں گریں گی ○

اس آیت سے پہلے درج ذیل آیات ہیں:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۗ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ

اس کتاب میں مریم کا ذکر کیجیے جب وہ اپنے گھر والوں سے دور مشرق میں ایک جگہ چلی گئیں ○ سو انہوں نے لوگوں کی طرف سے ایک آڑ بنالی، پس ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا، اس نے مریم کے سامنے ایک تندرست بشر کی شکل اختیار کر لی ○ مریم نے کہا: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے ○ فرشتہ نے کہا: میں تو صرف تمہارے رب کا بھیجا

Marfat.com

رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهُۥٓ ءَايَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِۦ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَأَجَآءَهَا ٱلْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ ٱلنَّخْلَةِ قَالَتْ يَٰلَيْتَنِى مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادَىٰهَا مِن تَحْتِهَآ أَلَّا تَحْزَنِى قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّىٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ ٱلنَّخْلَةِ تُسَٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِى وَٱشْرَبِى وَقَرِّى عَيْنًا ۖ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ ٱلْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِىٓ إِنِّى نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ ٱلْيَوْمَ إِنسِيًّا ﴿٢٦﴾ (مریم)

ہوا ہوں تا کہ میں تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا دوں O مریم نے کہا: میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار ہوں O فرشتہ نے کہا: اسی طرح ہوگا، آپ کے رب نے فرمادیا ہے: یہ مجھ پر آسان ہے تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنادیں، اور اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے O پس مریم کو اس کا حمل ہو گیا اور وہ اس حمل کے ساتھ دور جگہ پر چلی گئیں O پھر دردِ زِہ ان کو ایک کھجور کے درخت کے پاس لے گیا، انہوں نے کہا: کاش! میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی بسری ہو جاتی O پھر درخت کے نیچے سے (فرشتہ نے) ان کو آواز دی: آپ پریشان نہ ہوں، آپ کے رب نے آپ کے نیچے سے ایک نہر جاری کردی ہے O اور آپ اس کھجور کے درخت کو اپنی طرف ہلائیں تو آپ کے اوپر تروتازہ کھجوریں گریں گی O سو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی رکھو، سو تم جب بھی کسی انسان کو دیکھو تو اس کو اشارہ سے کہو کہ میں نے رحمٰن کے لیے (خاموشی کے) روزے کی نذر مانی ہے، سو میں آج ہرگز کسی انسان سے بات نہیں کروں گی O

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں سورۂ مریم کی آیت نمبر ۲۵ ذکر کی تھی، ہم نے اس سے پہلے اور بعد کی آیتوں کو ذکر کردیا ہے تا کہ اس آیت کا سیاق وسباق معلوم ہو جائے اور مضمون کا ربط قائم ہو جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں، وہ گھر والے بھوکے رہیں گے، اور انہوں نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور تروتازہ کھجوریں اور خشک کھجوریں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں جو اس نے بندوں کو نفع پہنچانے کے لیے پیدا کی ہیں اور یہ اہلِ حجاز کا طعام ہے اور ان کی عمدہ خوراک ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کی کھجوروں میں برکت کی دعا کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی کھجوروں میں برکت کی دعا کی، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی، پس قیامت تک مدینہ منورہ کی کھجوروں میں اور پھلوں میں برکت ہے۔

مریم: ۲۵ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کو خطاب ہے یعنی آپ کھجور کے تنے کو ہلائیں۔ اس کھجور کے تنے کے

Marfat.com

اندر کھجور کے خوشے نہیں تھے، اور جس جگہ یہ تنا تھا اس کو بیتِ لحم کہتے ہیں اور یہ بیت المقدس سے تین میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے، جب حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حمل ہو گیا تو انہیں اپنی قوم سے خطرہ ہوا تو وہ اپنے چچازاد بھائی یوسف کے ساتھ مصر کی سرزمین کو طلب کرنے کے لیے گئیں، جب وہ اس کھجور کے تنے پر پہنچیں تو ان کو دردِ زِہ ہوا تو وہ اس تنے کے پاس آ گئیں، اور فرشتوں نے ان کو گھیر لیا اور کہا کہ آپ غمگین نہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے نیچے ایک نہر جاری کر دی ہے (مریم: ۲۴) اور وہاں پر کوئی نہر نہیں تھی اور نہ ہی کوئی چشمہ تھا، اور یہ بھی ایک قول ہے کہ اس سری کے لفظ سے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات مراد ہے، لیکن جمہور کے نزدیک اس سے مراد نہر ہے، اور مقاتل نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا پیر زمین پر مارا تو اس سے ایک چشمہ نکل آیا اور وہاں کھجور کا ایک تنا ظاہر ہو گیا اور اس میں پھل لگ گئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ آپ اس تنے کو ہلائیں تو آپ پر تر و تازہ کھجوریں گریں گی۔

الربیع بن خیثم نے کہا ہے: جس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہو، اس کے لیے تازہ کھجوروں سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے اور مریض کے لیے شہد سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ اور پھر انہوں نے اس آیت کو پڑھا۔

امام ابن ابی حاتم نے اور امام ابویعلیٰ الموصلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تمہاری جن عورتوں کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہو، ان کو تازہ کھجوریں کھلاؤ، اگر تازہ کھجوریں میسر نہ ہوں تو خشک کھجوریں کھلاؤ، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس درخت سے بڑھ کر کوئی درخت مکرم نہیں ہے جس درخت کے نیچے حضرت مریم علیہا السلام آ کر ٹھہری تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰۰-۱۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۴۲ـ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ حَدَّثَتْنِي أُمِّي عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَقَدْ شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ التَّمْرِ وَالْمَاءِ۔

اور محمد بن یوسف نے کہا از سفیان از منصور بن صفیہ، مجھے میری والدہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور ہم صرف دو سیاہ چیزوں سے سیر ہوتے تھے، کھجور سے اور پانی سے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۴۲، صحیح مسلم: ۲۹۷۵، مسند احمد: ۲۴۴۴۲)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۳۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۵۴۴۳ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما قَالَ كَانَ بِالْمَدِينَةِ يَهُودِيٌّ وَكَانَ يُسْلِفُنِي فِي تَمْرِي إِلَى الْجِدَادِ وَكَانَتْ لِجَابِرٍ الْأَرْضُ الَّتِي بِطَرِيقِ رُومَةَ فَجَلَسَتْ فَخَلَا عَامًا فَجَاءَنِي الْيَهُودِيُّ عِنْدَ الْجِدَادِ وَلَمْ أَجُدَّ مِنْهَا شَيْئًا فَجَعَلْتُ أَسْتَنْظِرُهُ إِلَى قَابِلٍ فَيَأْبَى فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں ایک یہودی تھا، وہ مجھے کھجوریں ادھار دیتا تھا، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی رومہ کے راستہ میں زمین تھی، پس میں بیٹھ گیا، سو ایک سال گزر گیا حتیٰ کہ میرے پاس وہ یہودی آیا جب کھجوریں درختوں سے اتارنے کا وقت تھا

Marfat.com

فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ امْشُوا نَسْتَنْظِرْ لِجَابِرٍ مِنَ الْيَهُودِيِّ فَجَاؤُنِي فِي نَخْلِي فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَلِّمُ الْيَهُودِيَّ فَيَقُولُ أَبَا الْقَاسِمِ لَا أُنْظِرُهُ فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ ﷺ قَامَ فَطَافَ فِي النَّخْلِ ثُمَّ جَاءَهُ فَكَلَّمَهُ فَأَبَى فَقُمْتُ فَجِئْتُ بِقَلِيلِ رُطَبٍ فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَكَلَ ثُمَّ قَالَ أَيْنَ عَرِيشُكَ يَا جَابِرُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ افْرُشْ لِي فِيهِ فَفَرَشْتُهُ فَدَخَلَ فَرَقَدَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَجِئْتُهُ بِقَبْضَةٍ أُخْرَى فَأَكَلَ مِنْهَا ثُمَّ قَامَ فَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ فَأَبَى عَلَيْهِ فَقَامَ فِي الرِّطَابِ فِي النَّخْلِ الثَّانِيَةَ ثُمَّ قَالَ يَا جَابِرُ جُدَّ وَاقْضِ فَوَقَفَ فِي الْجَدَادِ فَجَدَدْتُ مِنْهَا مَا قَضَيْتُهُ وَفَضَلَ مِنْهُ فَخَرَجْتُ حَتَّى جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَبَشَّرْتُهُ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ عُرُوشٌ وَعَرِيشٌ بِنَاءٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعْرُوشَاتٍ مَا يُعَرَّشُ مِنَ الْكُرُومِ وَغَيْرِ ذَلِكَ يُقَالُ عُرُوشُهَا أَبْنِيَتُهَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ فَخَلَا لَيْسَ عِنْدِي مُقَيَّدًا ثُمَّ قَالَ فَجَلَّى لَيْسَ فِيهِ شَكٌّ۔

اور مجھے درختوں سے کوئی چیز نہیں ملی، تو میں نے اس یہودی سے اگلے سال تک کی مہلت مانگی تو وہ انکار کرنے لگا، پس میں نے اس کی نبی ﷺ کو خبر دی تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: چلو ہم جابر کے لیے اس یہودی سے مہلت طلب کریں، پس وہ میرے پاس میرے باغ میں آئے تو نبی ﷺ نے اس یہودی سے سفارش کی تو اس یہودی نے کہا: اے ابوالقاسم! میں اس کو مہلت نہیں دوں گا، پس جب نبی ﷺ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے کھجور کے درختوں کے درمیان طواف کیا، پھر آپ اس کے پاس آئے، پھر آپ نے سفارش کی اور پھر اس نے انکار کیا، پس میں کھڑا ہوا اور میں تھوڑی سی تر و تازہ کھجوریں لے کر آیا اور ان کو حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا، آپ نے ان کھجوروں کو کھایا اور فرمایا: اے جابر! تمہاری جھونپڑی کہاں ہے؟ سو میں نے آپ کو اس کی خبر دی، آپ نے فرمایا: میرے لیے اس میں بستر بچھاؤ، پس میں نے آپ کے لیے بستر بچھایا، آپ جھونپڑی میں داخل ہوئے، پھر آپ سو گئے، پھر آپ بیدار ہوئے، پھر میں آپ کے پاس کچھ اور تر و تازہ کھجوریں لے کر آیا، آپ نے اس سے کھایا، پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور پھر آپ نے یہودی سے بات کی، اس نے پھر انکار کیا، پھر آپ دوسری مرتبہ درخت کی ان تر و تازہ کھجوروں میں کھڑے ہوئے، پھر آپ نے فرمایا: اے جابر! کھجوریں اتارو اور اپنا قرض پورا کرو، پس آپ ٹھہرے رہے اور میں کھجوریں اتارتا رہا، پھر میں نے اتنی کھجوریں اتاریں کہ میں نے اس یہودی کا قرض ادا کر دیا اور کھجوریں پھر بھی بچ گئیں، پھر میں باہر نکلا حتیٰ کہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ ﷺ کو خوشخبری دی، تو آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

عروش و عریش کا معنی ہے: عمارت کی چھت، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: معروشٰت'' (سورہ انعام میں لفظ معروشات

سے مراد انگور وغیرہ کی بیلیں ہیں)، اور کہا جاتا ہے: "عروشها" یعنی اس کے مکان یا اس کی جھونپڑیاں۔ (سورہ بقرہ میں ہے: وهى خاوية على عروشها، وہ بستی اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی) محمد بن یوسف نے بیان کیا کہ ابو جعفر نے کہا: محمد بن اسماعیل نے کہا: "فخلا" میرے نزدیک یہ مقید نہیں ہے، پھر کہا: "نخلا" اس میں شک نہیں ہے۔ (دوسرے نسخہ میں فخلٰی کی جگہ فجلی کا ذکر ہے اور اس میں شک نہیں ہے)۔

(سنن نسائی: ۳۶۴۰، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۴، مسند احمد: ۱۳۹۴۹)

صحیح البخاری: ۵۴۴۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے ساتھ مطابقت تروتازہ کھجوروں کے ذکر میں ہے، کیونکہ اس حدیث میں تین مرتبہ تروتازہ کھجوروں کا ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوغسان کا ذکر ہے، اس میں غین پر زبر ہے اور سین پر تشدید ہے اور آخر میں نون ہے، ان کا نام محمد بن مُطرف ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوحازم کا ذکر ہے، وہ سلمہ بن دینار ہیں۔ اور ابراہیم کا ذکر ہے، وہ ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی ربیعہ المخزومی ہیں۔ اور ابوربیعہ کا نام عمرو ہے، اور ان کو حذیفہ بھی کہا جاتا ہے اور ان کا لقب تھا دو نیزے والا۔ ان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یمن کے شہروں میں لشکر کا امیر بنایا اور وہ ہمیشہ لشکر کے امیر رہے حتیٰ کہ وہ سال آ گیا جس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا، وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے گئے تو اپنی سواری سے گر گئے، پس ابراہیم فوت ہو گئے۔ اور ابراہیم سے امام نسائی نے بھی روایت کی ہے، امام ابوحاتم نے کہا کہ یہ روایت مرسلہ ہے۔ اور صحیح بخاری میں اس حدیث کی سوا ابراہیم کے اور کوئی روایت نہیں ہے اور ان کی والدہ حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور ابراہیم نے اپنی ماں اور اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں سے روایت کی ہے، اور امام بخاری اس روایت میں منفرد ہیں۔

ابراہیم کی روایت کردہ حدیث مذکور پر شارحین کے اعتراضات اور ان کے جوابات

اور اسماعیلی نے اس حدیث کی از محمد بن احمد بن القاسم روایت کی ہے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن صاعد نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی احمد بن منصور نے اور سعید بن ابی مریم نے برابر برابر، پھر انہوں نے کہا: یہ قصہ معروف راویوں نے بیان کیا ہے کہ یہ قصہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کے قرض کے متعلق ہے۔ اور کھجوریں اتارنے تک قرض کی ادائیگی کو

Marfat.com

امام بخاری اور دوسرے ائمہ جائز نہیں قرار دیتے، پس اس حدیث کی سند میں اعتراض ہے۔ اسی طرح علامہ ابن التین شارح بخاری نے کہا ہے کہ اکثر احادیث میں یہ مذکور ہے کہ یہ قرض حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد پر تھا اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس میں سوا ابراہیم کے حال کے اور کسی پر اعتراض نہیں ہے اور امام ابن حبان نے ابراہیم کو ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے۔ اور ان کے بیٹے اسماعیل نے بھی ان سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

اور یہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ امام بخاری کھجوریں اتارنے تک قرض کو جائز قرار نہیں دیتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بیع سلم کے قبیل سے ہے جس میں مدت معینہ تک رقم کی ادائیگی جائز ہوتی ہے، پس اس حدیث کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس میں اقتصار ہے کہ کھجوریں اتارنے تک قرض کو مؤخر کیا گیا، دراصل قرض کی ادائیگی کا وقت معین تھا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کے قرض کا قصہ متعدد ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ میں جو کاروائی کی، یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مختص تھی کہ ان کے والد کے اوپر جو قرض تھا، اس قرض کی ادائیگی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے باغ کے گرد پھیرے لگائے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ درخت سے تم کھجوروں کو اتارو اور ان کا قرض ادا کردو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''یسلفنی الی الجداد''، یعنی وہ یہودی مجھے درختوں سے کھجوریں اتارنے تک قرض کی ادائیگی کی مہلت دیتا تھا۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے: ''وکانت لجابر الارض التی بطریق رومة''، اس جملہ میں حاضر سے غائب کی طرف التفات ہے، یعنی بظاہر یوں ہونا چاہیے تھا کہ میری زمین رومہ کے راستہ میں تھی، اس کی بجائے ذکر ہے کہ جابر کی زمین رومہ کے راستہ میں تھی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ راوی کا کلام ہو جو اس حدیث میں مدرج ہے، تو میں کہوں گا: اس سے مانع یہ ہے کہ امام ابونعیم نے المستخرج میں سعید بن ابی مریم شیخ بخاری سے روایت کی ہے کہ میرے لیے رومہ کے راستہ میں زمین تھی۔ رُومہ وہ کنواں ہے جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید لیا تھا۔ اور یہ کنواں نفسِ مدینہ میں تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ رُومہ بنو غفار کا ایک مرد تھا، اس کا کنواں تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خریدنے سے پہلے تھا، پھر اس کنویں کی اس کی طرف نسبت کردی گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فجلست''، یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں زمین پر بیٹھ گیا اور اس انتظار میں رہا کہ درخت سے کھجوروں کو اتاروں اور میں نے کھجوریں اتارنے کے وقت تک کھجوروں کو نہیں پایا۔

پھر اس حدیث میں مذکور ہے: ''استنظرہ''، یعنی میں اس یہودی سے مہلت طلب کرتا تھا کہ اگلے سال تمہیں کھجوریں دے دوں گا تو اس یہودی نے انکار کیا، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کرائی، تو اس یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش قبول کرنے سے بھی انکار کردیا۔

اس حدیث میں ''عریشك'' کا لفظ ہے۔ اس کا معنی ہے: جس چھت کے نیچے بیٹھ کر سایہ حاصل کیا جائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد عمارت ہے، یعنی باغ میں جو عمارت بنائی گئی تھی تاکہ وہاں پر سایہ حاصل کیا جائے اور اس عمارت کے اوپر انگوروں کی بیل تھی۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اقض'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ تم اپنا قرض ادا کردو جو تم نے اس یہودی کو دینا ہے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے: ''وفضل مثلہ'' یعنی یہودی کو کھجوریں دینے کے بعد بھی اتنی ہی کھجوریں باقی بچ گئیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں'' ۔ آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خلافِ عادت فعل ظاہر ہوا جو آپ کے دلائل نبوت میں سے ایک دلیل ہے اور اس سے معلوم یہ ہوا کہ جو کھجوریں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قرض ادا کرنے کے لیے پوری نہیں ہوتی تھیں، ان کھجوروں سے ان کا قرض بھی ادا ہو گیا اور اتنی ہی کھجوریں باقی بچ گئیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰۲-۱۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۴۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کھجوروں کا عمدہ خوراک ہونا

تر و تازہ اور خشک کھجوریں ان چیزوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہلِ حجاز کا عمدہ طعام ہے اور ان کی عمدہ خوراک ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ میں برکت کی دعا کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی کھجوروں کے لیے برکت کی دعا کی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کی کھجوروں کے لیے کی تھی اور یہ برکت وہاں کے پھلوں اور وہاں کی کھجوروں میں قیامت تک رہے گی۔

یہ قرض حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر تھا یا ان کے والد پر تھا؟

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قرض حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر تھا، اور اکثر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرض حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد پر تھا۔

حدیث مذکور کے بعض فوائد

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ یہودی اپنے قرض کی ادائیگی میں مہلت نہیں دیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرض سے پناہ طلب کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ کی زِرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ آپ قرض کی کثرت سے پناہ طلب کرتے تھے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعض اصحاب کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۱۷-۲۱۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۴۳ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

Marfat.com

بیع سلم یا بیع سلف کی تعریف

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجوروں کو قرض پر حاصل کرنا جائز ہے، بایں طور کہ کوئی شخص کسی کو دراہم دے کر مدت معینہ کے ادھار پر کھجوریں خریدے، یعنی ثمن معجل ہو اور مثمن مؤجل ہو، یعنی قیمت نقد ادا کر دے اور اس کے عوض میں جنس کی ادائیگی بعد میں ہو، اور بیوع میں اکثر تعامل اس کے برعکس ہوتا ہے، یعنی اکثر یہ ہوتا ہے کہ ثمن بعد میں دی جاتی ہے اور مثمن یعنی جنس پہلے لی جاتی ہے لیکن کبھی معاملہ برعکس بھی ہوتا ہے جب آدمی کو دراہم کی ضرورت ہو، تو وہ کسی انسان سے دراہم لیتا ہے کہ اس کے عوض میں ایک سال یا دو سال کے بعد جنس یا مثمن ادا کرے گا، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو وہ پھلوں میں بیع سلف کرتے تھے، یعنی ایک سال اور دو سال کے لیے کھجوریں ادھار پر فروخت کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی چیز میں بیع سلف کرے تو اس میں سلف کرے جس کی مقدار معلوم ہو اور وزن معلوم ہو اور ادائیگی کی مدت معلوم ہو۔

اور اس یہودی مرد نے کھجوریں، درختوں سے کھجوریں اتارنے تک کے ادھار پر دی تھیں، پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس سے مہلت کو طلب کیا تو اس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا، پھر انہوں نے اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ اس باغ میں آئے، تاکہ یہودی سے سفارش کریں لیکن یہودی نے آپ کی سفارش کو ماننے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ یہ قضیہ حاصل ہو گیا۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہود سے معاملہ کرنا جائز ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اس معاملہ پر برقرار رکھا اور یہ معلوم ہے کہ یہودی سود لیتے تھے اور سود کا کاروبار کرتے تھے۔ اسی حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جو انسان سودی کاروبار کرتا ہو، اس سے معاملہ کرنا جائز ہے جب کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی حرام کام نہ ہو، تب اس کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے۔

(۲) اس حدیث میں بیع سلم یا بیع سلف کے جواز پر دلیل ہے، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی سے بیع سلم کی تھی۔

سوال: کیا بیع سلف کرنا قیاس کے موافق ہے یا قیاس کے خلاف ہے؟

جواب: یہ قیاس کے موافق ہے، اس کے برخلاف بعض لوگوں نے کہا کہ یہ خلافِ قیاس ہے، اور نظر کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حرام ہو، لیکن لوگوں کی ضرورت کی بناء پر اس کو جائز قرار دیا گیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ بیع سلف میں بیع معدوم ہو اور جو چیز معدوم ہو اس کو سپرد کرنے پر انسان قادر نہیں ہے، لہٰذا نظر کا تقاضا یہ ہے کہ بیع سلف حرام ہو۔

لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے، کیونکہ بیع سلف بیع معدوم نہیں ہے، کیونکہ تم معین کھجوروں کو فروخت نہیں کر رہے، تم یہ نہیں کہہ رہے کہ اس معین درخت سے جو کھجوریں حاصل ہوں گی، وہ تم کو دی جائیں گی، سو یہ کسی شے معین کی معدوم بیع نہیں ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ یہ قیاس کے موافق اس لیے ہے کہ اس میں دو طرف کی مصلحتیں ہیں۔ ایک طرف کی مصلحت یہ ہے کہ ضرورت کو پورا کیا جائے اور دوسری طرف کی مصلحت یہ ہے کہ بیع کو حلال قرار دیا جائے۔

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فصل کٹنے یا باغ کے درختوں سے پھل اتارنے تک بیع سلف جائز ہے، اور اس کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہے۔

Marfat.com

(۴) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض خواہ سے مہلت طلب کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس سے اگلے سال تک کی مہلت طلب کی۔

(۵) اس حدیث کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی انسان اپنے دوستوں اور خیر خواہوں کو بھی ساتھ لے جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: چلو! جابر کے قرض خواہ سے مہلت طلب کرتے ہیں۔

(۶) اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ مرتبہ کے شخص کا ادنیٰ مرتبہ کے شخص سے سفارش کرنا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قرض کے لیے یہودی سے مہلت طلب کرنے کے لیے سفارش کی، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو مرتبہ ہے، یہودی اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

(۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سائے میں بیٹھنا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی جھونپڑی کے سایہ میں بیٹھے اور وہاں آپ نے تھوڑی سی کھجوریں تناول فرمائیں اور یہ دنیا کی عیش و عشرت نہیں ہے۔

(۸) اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ اپنے بیٹھنے کے لیے فرش بچھانے کو طلب کرنا جائز ہے، اور یہ نہ کہا جائے کہ تم زمین پر سوؤ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ تم فرش بچھاؤ۔

(۹) بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے نفس پر سختی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید المتقین اور سید الزاہدین ہیں، اس کے باوجود آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہاری جھونپڑی کہاں ہے اور فرمایا: اس میں میرے لیے فرش بچھاؤ۔

(۱۰) اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ کھانے کے بعد سونا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجوریں کھانے کے بعد سو گئے اور پھر دوبارہ اٹھے۔

(۱۱) اس حدیث میں دلیل ہے کہ کسی انسان کا بار بار سفارش کرنا جائز ہے، اور انسان اپنے لیے بار بار سفارش کرنے میں عار محسوس نہ کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے لیے اس یہودی سے کئی بار سفارش کی۔

(۱۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہوا اور جو کھجوریں بہت کم تھیں، ان سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قرض ادا ہو گیا، بلکہ پھر بھی کھجوریں اتنی ہی بچ گئیں۔

(۱۳) اس حدیث میں خوشخبری دینے کی دلیل ہے، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا جب قرض ادا ہو گیا تو انہوں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خوشخبری دی، اور جس چیز سے انسان کو مسرت اور خوشی حاصل ہو، وہ دوسرے کو اس کی خوشخبری دے۔

(۱۴) جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرض کی ادائیگی کی بشارت دی تو آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ معجزات کا ظہور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے۔

(۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اپنی رسالت کی گواہی دیتے تھے۔

(۱۶) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوش ہونا دو وجہ سے تھا، ایک اس وجہ سے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قرض ادا ہو گیا، اور دوسری اس وجہ سے کہ آپ کی برکت کی وجہ سے معجزہ کا ظہور ہوا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۸۱-۱۸۴، ملخصا وملتقطا، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۴۲۔ بَابُ: أَكْلِ الْجُمَّارِ
کھجور کے درخت کا گوند جو چربی کے مشابہ ہوتا ہے، اس کے کھانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں جُمّار کے کھانے کا بیان ہے، جُمّار کے لفظ میں جیم پر پیش ہے اور میم مشدد ہے اور یہ جمارۃ کی جمع ہے، اور وہ کھجور کے درخت کا قلب اور اس کی چربی ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ کتب لغت میں لکھا ہے کہ جُمّار کھجور کے درخت کا گوند ہے جو چربی کے مشابہ ہوتا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۴۴۴۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ جُلُوسٌ إِذَا أُتِيَ بِجُمَّارِ نَخْلَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ لَمَا بَرَكَتُهُ كَبَرَكَةِ الْمُسْلِمِ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَعْنِي النَّخْلَةَ فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ هِيَ النَّخْلَةُ يَا رَسُولَ اللهِ ثُمَّ الْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا عَاشِرُ عَشَرَةٍ أَنَا أَحْدَثُهُمْ فَسَكَتُّ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هِيَ النَّخْلَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مجاہد نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اچانک آپ کے پاس کھجور کے درخت کا گوند لایا گیا (اس کو کھجور کا گابھا بھی کہتے ہیں)، تب نبی ﷺ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ اس کی برکت مسلمان کی برکت کی مثل ہے، سو میں نے گمان کیا کہ اس سے مراد کھجور کا درخت ہے، میں نے چاہا کہ میں بیان کروں کہ یہ کھجور کا درخت ہے یارسول اللہ! پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو میں دس صحابہ میں سے دسواں تھا اور میں ان سب میں سے کم عمر تھا، پس میں خاموش رہا، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

(صحیح البخاری:۶۱، ۶۲، ۷۲، ۱۳۱، ۲۲۰۹، ۴۶۹۸، ۵۴۴۴، ۵۴۴۸، ۶۱۲۲، ۶۱۴۴، صحیح مسلم:۲۸۱۱، سنن ترمذی:۲۸۶۷، مسند احمد:۴۸۴۴، سنن دارمی:۲۸۲)

صحیح البخاری: ۵۴۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب العلم میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے کتاب العلم میں اس حدیث کو چار جگہ ذکر کیا ہے:

(۱) اس باب میں جس میں محدث نے کہا ہو کہ ہمیں بیان کرو یعنی حَدَّثَنَا۔

(۲) اس باب میں جس میں امام نے لوگوں کے اوپر کوئی سوال ڈالا ہو (یعنی پہیلی یا بجھارت)۔

Marfat.com

(۳) اس باب میں جس میں علم کی فہم کو بیان کیا ہو۔

(۴) اس باب میں جس میں علم کی بات بتانے میں حیاء کا ذکر کیا گیا ہو۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ پتا تھا کہ یہ درخت کھجور کا ہے، لیکن چونکہ اس مجلس میں ان سے بڑے بڑے صحابہ موجود تھے، اس لیے انہوں نے حیاء کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰۴-۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: علامہ ابن الملقن شافعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی اور یہ لکھا ہے کہ کتاب العلم میں اس حدیث کی مفصل شرح کی جا چکی ہے اور کتاب البیوع میں جمار کے کھانے کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۴۴، کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب العلم میں متعدد بار گزر چکی ہے، امام بزار نے اس حدیث کے فوائد ذکر کیے ہیں اور یہ حکمت بیان کی ہے کہ کھجور کے درخت کو مومن کے ساتھ کیوں تمثیل دی ہے، کیونکہ کھجور کے درخت میں زیادہ خیر ہوتی ہے اور اس کا نفع دائمی ہوتا ہے اور اس کا پھل تازہ بھی کھایا جاتا ہے اور خشک ہونے کے بعد بھی کھایا جاتا ہے، اور یہ غذا بھی ہے اور دوا بھی ہے اور خوراک بھی ہے اور مٹھاس بھی ہے اور پھل بھی ہے، اور کھجور کے درخت کو انسان کے ساتھ اس لیے مشابہ فرمایا ہے کہ کھجور کے درخت کا قد سیدھا ہوتا ہے اور لمبا ہوتا ہے اور کھجور کے درخت میں نر بھی ہوتا ہے اور مادہ بھی ہوتی ہے، اور یہ کہ کھجور کے درخت کے اوپر جب تک دوسری کھجور کا پیوند نہ لایا جائے تو یہ پھل نہیں لاتا، اور اس کے شگوفے کی بو انسان کی منی کی بو کی مثل ہوتی ہے، اور جب اس کے درخت کا سر کاٹ دیا جائے تو یہ درخت ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرے درخت اس طرح نہیں ہوتے، اور کھجور کے درخت کی فضیلت اور شرف اور کثرت خیر کے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ شہادت کو کھجور کے درخت کی مثل قرار دیا ہے، فرمایا:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ (ابراہیم)	کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ کلمہ (بات) کی کیسی مثال بیان فرمائی، وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں O

سو جس طرح کھجور کے درخت کا ثبوت زمین میں شدید اور مضبوط ہوتا ہے، اسی طرح مومن کے قلب میں ایمان شدید اور مضبوط ہوتا ہے اور جس طرح کھجور کی شاخیں آسمان میں ہوتی ہیں، اسی طرح مومن کے نیک اعمال جو ہیں قبولیت کے لیے آسمانوں کی طرف لے جائے جاتے ہیں اور جس طرح کھجور سال میں ہر وقت کھائی جاتی ہے، اسی طرح مومن کے کسب کی برکت اور اس کے ایمان کی برکت بھی ہمیشہ رہتی ہے اور اس کا ثواب اسے ہمیشہ ملتا رہتا ہے، اور عموماً کھجور کے درخت بلادِ اسلام میں پائے جاتے ہیں۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ج ۱۲ ص ۲۳۳، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۴۴ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

''جُمّار'' کا معنی

جمار کھجور کے درخت کا سفید رنگ کا قلب ہے جس کو جمار کہتے ہیں اور کبھی جمار کھجور کے خوشوں میں ہوتا ہے، جب اس کی اصل کو کاٹ دیا جائے تو کھجور کے خوشوں کے نیچے سفید رنگ ہوتا ہے جس کو جمار کہتے ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کھجور کے درخت کی سفید چربی کو کھانا جائز ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں حیاء کی دلیل ہے، کیونکہ بعض اوقات انسان حیاء کی وجہ سے اپنے علم کو ظاہر نہیں کرتا اور اپنے علاوہ دوسروں کی طرف ان کی بزرگی کی وجہ سے بات کو مُفوض کر دیتا ہے۔ اس کے برخلاف آج کل بعض چھوٹے، بڑوں سے پہلے اپنی بات کہہ دیتے ہیں اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جن کے دل میں یہ بات آئی کہ یہ درخت کھجور کا ہے لیکن جب کہ وہ دس صحابہ میں سب سے کم عمر تھے، اس لیے وہ خاموش رہے، کیونکہ اگر وہ بتا دیتے اور باقی لوگ نہ بتاتے، تو باقی بزرگوں کو بعد میں شرمندگی ہوتی کہ وہ بڑے ہو کر نہیں بتا سکے اور چھوٹے نے بات بتا دی۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عالم اور استاذ کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے شاگردوں کا امتحان لے اور ان کے اوپر کوئی سوال ڈالے تا کہ وہ غور و فکر کریں اور اس پہیلی یا بجھارت کو حل کرنے کی کوشش کریں اور اپنے طلباء کا امتحان لینے کے لیے اور ان کو مشق کرانے کے لیے پہیلی اور بجھارت کو ڈالنا جائز ہے، لیکن دوسروں کی کم علمی ظاہر کرنے کے لیے اور ان کو شرمندہ کرنے کے لیے پہیلی اور بجھارت ڈالنا جائز نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۸۴-۱۸۵، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۴۳۔ بَابُ: الْعَجْوَةِ ''العجوۃ'' کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں دوسری کھجوروں پر عجوہ کھجور کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، اور اس کو کھانے کی ترغیب دی گئی ہے، عجوہ میں عین پر زبر ہے اور جیم ساکن ہے اور یہ مدینہ منورہ کی بہترین کھجوروں میں سے ہے، اور اہل مدینہ اس کو ''لینۃ'' بھی کہتے ہیں۔ اس کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے۔

علامہ ابن التین شارح بخاری نے بیان کیا ہے کہ عجوہ کھجور کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگایا تھا۔

۵۴۴۵۔ حَدَّثَنَا جُمْعَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ أَخْبَرَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں جمعہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مروان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عامر بن سعد نے اپنے والد سے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا: جس مرد نے صبح کو سات عجوہ کھجوریں کھائیں تو اس کو اس دن میں نہ زہر سے ضرر ہوگا اور نہ جادو سے ضرر ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۵۷۶۸، ۵۷۶۹، ۵۷۷۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۶، مسند احمد: ۱۵۷۵)

صحیح البخاری: ۵۴۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جُمعہ کا لفظ ہے، اس میں جیم پر پیش اور میم ساکن ہے، ان کا نام ہے: جمعہ بن عبداللہ بن زیاد بن شداد السلمی ابوبکر البلخی، اور کہا جاتا ہے کہ ان کا نام یحییٰ ہے اور جمعہ لقب ہے۔ اور ان کو ابوخاقان بھی کہا جاتا ہے اور یہ تہران کے ائمہ میں سے تھے، پھر بعد میں ائمہ حدیث میں سے ہو گئے۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ یہ ایک سو تینتیس (۱۳۳ھ) میں فوت ہو گئے تھے اور امام بخاری کی کتاب میں اس حدیث کے سوا ان کی کوئی روایت نہیں ہے، بلکہ صحاح ستہ میں اس حدیث کے سوا ان کی اور کوئی روایت نہیں ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں مروان کا ذکر ہے، ان کا نام مروان بن معاویہ الفزاری ہے، اور ہاشم بن ہاشم کا ذکر ہے، یہ ہاشم بن ہاشم بن عتبہ ہیں، اور عامر بن سعد اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص کا نام مالک بن اُہَیب الزہری ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: "من تصبح" یعنی جس نے صبح کے وقت نہار منہ سات کھجوریں کھائیں۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کو زہر سے ضرر نہیں ہوگا۔ اور خطابی نے کہا ہے کہ اس کی جادو سے حفاظت ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عجوہ کھجور کے لیے دعا کی ہے، اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ یہ کھجور کے خواص میں سے ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ مدینہ کی عجوہ کی تخصیص اور سات کھجوروں کے عدد کی تخصیص یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو شارع علیہ السلام جانتے ہیں، اور ہم نہیں جانتے۔ سو ہمارا اس پر ایمان لانا واجب ہے جیسے نماز کی رکعات کی تعداد یا زکوٰۃ کا نصاب ہے، تو اب صبح کی نماز کی دو رکعت کیوں ہیں اور ظہر کی چار رکعت کیوں ہیں اور مغرب کی تین رکعات کیوں ہیں، اس کی حکمت کو ہم نہیں جانتے، ہمارے لیے اس پر ایمان ضروری ہے کہ ان نمازوں کے اوقات میں اتنی رکعات ہوتی ہیں۔

المُظہر نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سات کے عدد میں کوئی خاصیت ہو۔

شہر بن حوشب نے حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "العجوۃ" جنت سے ہے اور اس میں زہر سے شفاء ہے۔

اور مشمعل بن ایاس سے روایت ہے کہ "العجوۃ" اور "الصخرۃ" جنت سے ہیں، اور امام ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کی عجوہ کھجوروں میں سے سات کھجوریں اگر سات دن تک ہر روز کھائی جائیں تو اس سے جذام میں شفا حاصل ہوتی ہے۔

پھر کہا کہ اس حدیث کی سند میں میرے علم میں الطفاوی کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اور الطفاوی کے بہت غرائب ہیں اور متفرد روایات ہیں۔

علامہ ابن معین نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی صالح ہے، ابوحاتم نے کہا: وہ بہت سچا ہے اور طفاوی کے لفظ میں بنوطفاوۃ کی طرف نسبت ہے اور کہا گیا ہے کہ ''الطفاوۃ'' بصرہ سے ایک منزل پر ہے۔

اور علامہ طیبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مدینہ کی عجوہ، اس میں مدینہ کی تخصیص ہے، کیونکہ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے برکت حاصل ہوئی اور مدینہ کی کھجوریں جو ہیں وہ مرد کے مزاج کے زیادہ موافق ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰۵-۱۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ذیابیطس کے مریض کے لیے کھجوروں کے استعمال کی تفصیل

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ذیابیطس اور شوگر کے مرض میں تو کھجوریں نقصان دیتی ہیں، اسی طرح جس کے پیٹ میں بیماری ہو اس کو بھی کھجوریں نقصان دیتی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے العجوہ کھجور کو مطلقاً شفاء نہیں فرمایا، ہوسکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ جس کو شوگر کو مرض نہیں ہے یا جس کے پیٹ میں گرم چیزوں سے ضرر نہیں ہوتا، اس کے لیے العجوہ کھجور شفاء ہے، یا آپ نے عموم اور غالب کے اعتبار سے فرمایا ہے اور جن چیزوں میں آپ نے فرمایا ہے کہ ان سے العجوہ میں شفا ہوتی ہے ان کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ ان میں العجوہ سے شفاء ہوتی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۴۴- بَابٌ: اَلْقِرَانِ فِي التَّمْرِ دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کا ذکر ہے، لیکن امام بخاری نے اس کا حکم بیان نہیں کیا، کیونکہ انہوں نے اس باب کی حدیث کو اس کے حکم کے بیان کے لیے کافی قرار دیا ہے۔

اور قران سے مراد ہے: ایک کھجور کو دوسری کھجور کے ساتھ ملا کر کھانا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰۶-۱۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۴۶- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ قَالَ أَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَرَزَقَنَا تَمْرًا فَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَأْكُلُ وَيَقُولُ لَا تُقَارِنُوا فَإِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جبلہ بن سحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: جس سال ہم پر قحط آیا تھا، میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے

Marfat.com

الْقِرَانِ ثُمَّ يَقُولُ إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ قَالَ شُعْبَةُ الْإِذْنُ مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ۔

ساتھ تھا، انہوں نے ہمیں کھجوریں دیں، پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزرے اور ہم کھجوریں کھا رہے تھے تو وہ کہہ رہے تھے کہ تم کھجوریں ملا کر نہ کھاؤ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملا کر کھجوریں کھانے سے منع فرمایا ہے، پھر انہوں نے فرمایا: سوا اس کے کہ کوئی مرد اپنے بھائی سے اجازت طلب کرے، شعبہ نے کہا کہ اجازت کا قول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۵۵، ۲۴۸۹، ۲۴۹۰، ۵۴۴۶، صحیح مسلم: ۲۰۴۵، سنن ترمذی: ۱۸۱۴، سنن ابوداؤد: ۳۸۳۴، سنن ابن ماجہ: ۳۳۳۱، مسند احمد: ۵۰۴۳)

صحیح البخاری: ۵۴۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں جبلۃ کا ذکر ہے، جیم اور باء دونوں پر زبر ہے اور سُحیم میں سین پر پیش ہے اور حاء پر زبر ہے اور آخر میں یا ساکن ہے، یہ تابعی کوفی ہیں۔ امام بخاری نے ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صرف یہی حدیث روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''عام سنة'' کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے: قحط اور مہنگائی کا سال۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''میں ابن الزبیر کے ساتھ تھا''، اس سے مراد ہے حضرت عبداللہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما۔ اور یہ ان ایام کا ذکر ہے جب حضرت عبداللہ بن زبیر الحجاز میں تھے، پس انہوں نے ہم کو رزق میں کھجوریں دیں، یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس خراج میں جو کھجوریں آتی تھیں، ان میں سے ہمیں کھجوریں دیں، کیونکہ اس سال خوراک کم تھی اور لوگوں کو بھوک در پیش تھی۔ ہم کھا رہے تھے تو ہم سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دو کھجوروں کو ملا کر نہ کھاؤ۔

دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے: اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہ کے لیے ہے، یعنی کراہت تنزیہی کے لیے ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے، پس اگر کھانا مشترک ہو تو بغیر ساتھ کھانے والوں کی مرضی کے دو کھجوروں کو ملا کر کھانا حرام ہے اور ان کی رضا یا تو صراحت کے ساتھ حاصل ہوگی بایں طور کہ وہ کہیں: تم دو کھجور ملا کر کھاؤ، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے اور یا قرینہ کی وجہ سے ظن غالب کی بناء پر حاصل ہوگی بایں طور کہ کوئی دوسرے کو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع نہ کرے۔ اور اگر کھانا کسی اور کا ہو تو پھر دو کھجوروں کو ملا کر کھانا حرام ہے، اور اگر کھانا کسی ایک کا ہو اور وہ دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی اجازت دے دے تو پھر دو کھجوروں کو ملا کر کھانا جائز ہے اور اجازت کے بغیر حرام ہے۔

Marfat.com

علامہ خطابی نے ذکر کیا ہے کہ اجازت طلب کرنے کی شرط اس صورت میں ہے جب کہ کھانے کی قلت ہو، لیکن آج کل وسعت ہے اور خوشحالی ہے اور اب اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ علامہ نووی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس باب میں تفصیل ہے، کیونکہ اعتبار عمومِ الفاظ کا ہوتا ہے، خصوصیتِ سبب کا نہیں ہوتا۔ اور اگر سبب ثابت ہوتو وہ ہر صورت میں تو ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کی دیگر احادیث سے تائید

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ امام بزار نے شعبی کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان کھجوروں کو تقسیم کیا، پس بعض صحابہ دو کھجوروں کو ملا کر کھا رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو کھجوروں کو ملا کر کھانے سے منع فرمایا، سوا اس صورت کے کہ وہ اپنے اصحاب سے اجازت لے لیں۔

امام حاکم نے المستدرک میں اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں اصحابِ صفہ میں تھا تو ہماری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عجوہ کھجور بھیجی، اور ہم بھوک کی وجہ سے دو کھجوروں کو ملا کر کھا رہے تھے، پس جب ہم میں سے کوئی ایک کھجوروں کو ملا کر کھا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: میں بھی دو کھجوروں کو ملا کر کھاتا ہوں، تم بھی دو کھجوروں کو ملا کر کھاؤ، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بزار نے اور امام طبرانی نے اپنی اوسط میں از عطاء الخراسانی از عبد اللہ بن بریدہ از والد خود یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع کیا تھا، پس بے شک اللہ تعالیٰ نے اب تم پر وسعت کر دی ہے، تم ملا کر کھاؤ، تو میں کہوں گا: اس حدیث کی سند میں یزید بن یزیغ ہے، اس کو یحییٰ بن معین اور الدارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰۶-۱۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جو کہا ہے کہ انسان اپنے اصحاب سے اجازت لے لے تو پھر اس کا دو کھجوروں کو ملا کر کھانا جائز ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول صحیح ہے اور امام مالک نے ممانعت کی علت یہ بیان کی ہے کہ جب کھجوروں میں سب شریک ہوں، اس وقت شرکاء کی اجازت کے بغیر دو کھجوروں کو ملا کر کھانا جائز نہیں ہے، اور ابن نافع نے روایت کی ہے کہ اگر وہ خود کھلانے والا ہو تو پھر دو کھجوروں کو ملا کر کھانا جائز ہے۔

اس حدیث میں لفظِ ''قران'' ہے جیسا کہ حج اور عمرہ میں لفظِ قران ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۲۴، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۴۶ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اسی طرح انار کھانے کا حکم ہے، کہ اگر انار کے دانوں کو ملا کر کھایا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور انگوروں کو بھی اگر ملا کر کھایا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور کھجور میں عادت یہ ہے کہ کھجور ایک ایک کر کے کھائی جاتی ہے لیکن اگر کھانے والے کے ساتھ کوئی اور بھی ہو تو پھر وہ ملا کر نہ کھائے، خاص طور پر جو بھوک یا قحط کا سال ہو، کیونکہ اس سے اپنے بھائی کے حق کے اوپر تجاوز کرنا لازم آئے گا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۸۶، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۴۵۔ بَابُ: الْقِثَّاءِ — ککڑی کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں ککڑی کا ذکر ہے، اور یہ عنوان زائد ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ عنقریب ذکر کیا ہے: ''باب الرطب بالقثاء'' یعنی تر و تازہ کھجوروں کو ککڑی کے ساتھ ملا کر کھانا۔ اور یہی حدیث اس باب میں ذکر کی ہے اور دونوں بابوں میں امام بخاری کے شیخ کا اختلاف ہے، کیونکہ وہاں انہوں نے اس حدیث کی از عبدالعزیز بن عبداللہ روایت کی ہے اور یہاں اس حدیث کی از اسماعیل بن عبداللہ روایت کی ہے اور یہ دونوں حدیثیں ابراہیم بن سعد سے مروی ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۴۷۔ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا نبی ﷺ تر و تازہ کھجوروں کو ککڑی کے ساتھ ملا کر کھا رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۴۰، ۵۴۴۷، ۵۴۴۹ صحیح مسلم: ۲۰۴۳، سنن ترمذی: ۱۸۴۴، سنن ابوداؤد: ۳۸۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۳۲۵، مسند احمد: ۱۷۴۳، سنن دارمی: ۲۰۵۸)

تنبیہ: دیگر شارحین نے بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۴۶۔ بَابُ: بَرَكَةِ النَّخْلِ — کھجور کے درخت کی برکت

اس باب میں کھجور کے درخت کی برکت بیان کی گئی ہے۔

۵۴۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً تَكُونُ مِثْلَ الْمُسْلِمِ وَهِيَ النَّخْلَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن طلحہ نے حدیث بیان کی از زبید از مجاہد، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی ﷺ، آپ نے ارشاد فرمایا: درختوں میں سے

Marfat.com

ایک درخت ہے جو مسلمان کی مثل ہے اور وہ کھجور کا درخت ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۱، ۶۲، ۷۲، ۱۳۱، ۲۲۰۹، ۴۶۹۸، ۵۴۴۴، ۵۴۴۸، ۶۱۲۲، ۶۱۴۴، صحیح مسلم: ۲۸۱۱، سنن ترمذی: ۲۸۶۷، مسند احمد: ۴۸۴۴، سنن دارمی: ۲۸۲)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۴۷۔ بَابُ: جَمْعِ اللَّوْنَيْنِ أَوِ الطَّعَامَيْنِ بِمَرَّةٍ

ایک وقت میں دو قسم کے پھل یا دو قسم کے کھانے جمع کر کے کھانے کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دو قسم کے پھل یا دو قسم کے کھانوں کو ایک مرتبہ جمع کر کے کھانا، یعنی حالتِ واحدہ میں۔ اور یہ عنوان ساقط ہے، کیونکہ صحیح بخاری کے دوسرے نسخوں میں یہ عنوان مذکور نہیں ہے۔

سالن کو ملا کر کھانے کا جواز اور دودھ جو شہد سے ملا ہوا ہو اس کو تواضعاً ترک کرنا

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی نے سالن کو ملا کر کھانے سے منع کیا ہو، مگر وہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور ممکن ہے کہ انہوں نے اسراف کی وجہ سے منع فرمایا ہو، کیونکہ تروتازہ کھجوروں کو ککڑی کے ساتھ ملا کر کھانا جائز ہے اور خشک گوشت کو لوکی کے قتلوں کے ساتھ ملا کر کھانا جائز ہے۔ اور اس حدیث کا بیان اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمر القواریری نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی: ہمیں سلمہ بن حبیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت سے یہ خبر دی کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں تشریف لائے اور آپ روزہ سے تھے تو ایک مرد نے آپ کا انتظار کیا جس کا نام اوس بن خولی تھا، حتیٰ کہ اس نے افطاری کو آپ کے قریب رکھا، آپ کے پاس ایک پیالہ لے کر آیا جس میں دودھ اور شہد تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آگے سے پیالہ اٹھایا اور اس کو زمین پر رکھ دیا، آپ نے فرمایا: اے اوس بن خولی! یہ کیسا مشروب ہے؟ اس نے کہا: یہ دودھ اور شہد ہے، آپ نے فرمایا: میں اس کو حرام قرار نہیں دیتا لیکن میں اس کو اللہ تعالیٰ کی تواضع کے لیے چھوڑ رہا ہوں، کیونکہ جو اللہ کے لیے تواضع کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو سربلند کرتا ہے اور جو تکبر کرے اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرتا ہے، اور جو فضول خرچی کرے اللہ تعالیٰ اس کو فقیر بنا دیتا ہے اور جو میانہ روی اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو غنی بنا دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰۸-۱۰۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۴۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ رضي الله عنهما قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے خبر دی از والد خود از حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تروتازہ کھجوروں کو ککڑی کے ساتھ ملا کر کھا

Marfat.com

رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۴۰، ۵۴۴۷، ۵۴۴۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۳، سنن ترمذی: ۱۸۴۴، سنن ابوداؤد: ۳۸۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۵، مسند احمد: ۱۷۴۳، سنن داری: ۲۰۵۸)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۴۸۔ بَابُ: مَنْ أَدْخَلَ الضِّيفَانَ عَشَرَةً عَشَرَةً وَالْجُلُوسِ عَلَى الطَّعَامِ عَشَرَةً عَشَرَةً

دس دس مہمانوں کو بٹھا کر کھلانے اور طعام پر دس دس کو بٹھانے کا حکم

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جس نے دس دس مہمانوں کو اپنے گھر میں بٹھایا، اس کا کیا حکم ہے اور جس نے دستر خوان پر دس دس کو بٹھایا، اس کا کیا حکم ہے، اور اس کی وجہ یا طعام کی قلت ہے یا جگہ کی تنگی ہے۔

۵۴۵۰۔ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَنَسٍ ح وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ ح وَعَنْ سِنَانٍ أَبِي رَبِيعَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ أُمَّهُ عَمَدَتْ إِلَى مُدٍّ مِنْ شَعِيرٍ جَشَّتْهُ وَجَعَلَتْ مِنْهُ خَطِيفَةً وَعَصَرَتْ عُكَّةً عِنْدَهَا ثُمَّ بَعَثَتْنِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ فَدَعَوْتُهُ قَالَ وَمَنْ مَعِي فَجِئْتُ فَقُلْتُ إِنَّهُ يَقُولُ وَمَنْ مَعِي فَخَرَجَ إِلَيْهِ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ صَنَعَتْهُ أُمُّ سُلَيْمٍ فَدَخَلَ فَجِيءَ بِهِ وَقَالَ أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشَرَةً فَدَخَلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ قَالَ أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشَرَةً فَدَخَلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ قَالَ أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشَرَةً حَتَّى عَدَّ أَرْبَعِينَ ثُمَّ أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَامَ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ هَلْ نَقَصَ مِنْهَا شَيْءٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از الجعد ابی عثمان از حضرت انس رضی اللہ عنہ ح اور از ہشام از محمد از حضرت انس رضی اللہ عنہ ح اور از سنان ابی ربیعہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سُلیم جو حضرت انس رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں، ان کی والدہ نے ایک کلوگرام جَو لیے اور ان کو پیس کر ان کا خطیفہ بنایا (آٹے کو دودھ میں ملا کر پکایا)۔ اور ان کے پاس جو گھی کی کپی تھی اس میں سے گھی نچوڑ کر اس پر ڈالا، پھر انہوں نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ اپنے اصحاب کے ساتھ تھے، سو میں نے آپ کو دعوت دی۔ آپ نے فرمایا: جو اصحاب میرے ساتھ ہیں؟ پھر میں آیا اور میں نے کہا کہ آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے ساتھ ہیں وہ بھی چلیں گے؟، پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، وہ تو صرف ایک کھانا ہے جس کو ام سُلیم نے بنایا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہوئے اور وہ طعام لایا گیا، آپ نے فرمایا: میرے پاس دس صحابہ کو بلاؤ، پس وہ داخل ہوئے اور انہوں نے وہ طعام کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے، پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس دس اور صحابہ کو بلاؤ، سو وہ داخل ہوئے اور انہوں نے

کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے، پھر فرمایا: میرے پاس دس اور صحابہ کو بلاؤ، حتیٰ کہ چالیس آدمیوں کو آپ نے گنا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا، پھر آپ کھڑے ہو گئے، پھر میں دیکھ رہا تھا کہ کیا اس طعام میں سے کوئی چیز کم ہوئی ہے؟

(صحیح البخاری: ۵۴۵۰ صحیح مسلم: ۲۰۴۰ ، سنن ترمذی: ۳۶۳۰ ، مسند احمد: ۱۲۰۸۲ ، موطا امام مالک: ۱۷۲۵ ، سنن دارمی: ۴۳)

صحیح البخاری: ۵۴۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور یہ قصہ اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ ''باب علامات النبوۃ'' میں گزر چکا ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو تین سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے:

(۱) الصلت بن محمد الخارکی از حماد بن زید از الجعد از حضرت انس رضی اللہ عنہ

(۲) از حماد بن زید از ہشام بن حسان از الازرق از محمد بن سیرین از حضرت انس رضی اللہ عنہ

(۳) از حماد بن زید از سنان از حضرت انس رضی اللہ عنہ

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''خطیفه'' کا ذکر ہے۔ یہ وہ طعام ہے جس میں آٹے پر دودھ کو چھڑک دیا جاتا ہے، پھر اس کو پکایا جاتا ہے، پھر اس کو لوگ چاٹ کر کھاتے ہیں اور جلدی جلدی کھاتے ہیں۔

اور اس حدیث میں ''عكة'' کا لفظ ہے، یہ ایک برتن ہے جس میں گھی رکھا جاتا ہے۔

اور اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ کا ذکر ہے۔ ان کا نام زید بن سہل ہے اور یہ حضرت ام سُلیم کے خاوند ہیں، اور ام سُلیم کے نام میں کئی اقوال ہیں جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ وہ کھانا ہے جس کو ام سُلیم نے تیار کیا ہے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ یہ صرف تھوڑا سا کھانا ہے جس کو صرف آپ کے لیے بنایا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ طعام کو مل جل کر کھانے سے برکت ہوتی ہے، امام ابوداؤد نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے طعام کو مجتمع ہو کر کھاؤ اور اللہ کا نام لو، اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے کیونکہ یہ ایک کلو کی مقدار کھانا تھا، جس سے چالیس صحابہ نے سیر ہو کر کھالیا اور اس کھانے

Marfat.com

میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰۹-۱۱۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۵۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک گھر میں دس دس صحابہ کو داخل کرنے کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں دس دس صحابہ کو داخل کیا، کیونکہ پیالہ ایک تھا اور اس میں ایک کلو جو کا طعام تھا، اور ایک بڑی جماعت کا اس پیالہ سے کھانا بغیر مشقت کے ممکن نہیں تھا اور بسا اوقات بعض کو بعض سے ایذاء پہنچتی ہے، اور اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ ایک دسترخوان پر دس سے زیادہ نہیں بیٹھ سکتے جیسا کہ بعض شارحین نے اس حدیث کی شرح میں یہ زعم کیا ہے، کیونکہ صحابہ نے دعوتوں میں ایک دسترخوان پر جمع ہو کر بیٹھ کر کھایا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) طعام کو مل کر کھانا اسباب برکت میں سے ہے، روایت ہے از ابراہیم بن موسیٰ از ولید بن مسلم از وحشی بن حرب از والد خود از جد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تم الگ الگ بیٹھ کر کھاتے ہو، صحابہ نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مل کر کھاؤ اور اللہ کا نام لو اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۶۴، صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۲۷)

(۲) اس حدیث میں نبوت کے علوم کا ذکر ہے، کیونکہ طعام ایک کلو جو تھا اور اس سے چالیس آدمیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت معصومہ سے سیر ہو کر کھایا، پھر آپ نے اس کے بعد کھایا اور طعام اسی حال پر باقی تھا، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی عظیم براہین میں سے ہے اور اکبر معجزات میں سے ہے۔

(۳) اس حدیث میں ہے کہ وہ چالیس (۴۰) صحابہ تھے، اور صحیح البخاری: ۵۳۸۱ میں ہے کہ وہ اسی (۸۰) صحابہ تھے اور صحیح البخاری: ۳۵۷۸ میں ہے کہ ستر (۷۰) صحابہ تھے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔

اس کی توجیہ کہ اس حدیث میں میزبان سے اجازت طلب کرنے کا ذکر نہیں ہے

صحیح البخاری: ۲۰۸۱ میں جو حدیث ہے اس میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میزبان سے اجازت طلب کی تھی اور اس حدیث میں میزبان سے اجازت طلب کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بغیر اجازت کے ان چالیس صحابہ کو بلانا ناگوار نہیں ہوگا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ آپ کی برکت سے یہ کم مقدار کا کھانا چالیس صحابہ کو کافی ہو جائے گا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس طعام کا مالک بنا دیا تھا، لہٰذا آپ کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ (التوضیح للشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۲۹-۲۳۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: جب دس دس صحابہ نے آ کر کھایا تو بعد والوں نے پہلے والوں کا بچا ہوا کھایا، اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا

Marfat.com

بچا ہوا کھانا جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

تنبیہ: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح میں مذکور الصدر احادیث کی شرح میں کوئی نئی اور قابلِ ذکر بات نہیں لکھی ہے۔

۴۹۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ الثُّومِ وَالْبُقُولِ — لہسن اور دوسری بد بو والی ترکاریوں کے کھانے کا بیان

فِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔ — اس کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی ﷺ سے روایت ہے۔ (صحیح البخاری: ۸۵۳)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس کا بیان ہے کہ کچے لہسن کو کھانا مکروہ ہے خواہ وہ کچا ہو یا پکا ہوا اور دیگر ایسی کچی سبزیاں جن کے کھانے سے بدبو آتی ہو جیسے مولی وغیرہ، ان کو بھی کھانا مکروہ ہے کیونکہ اس سے ناگوار بو آتی ہے۔

امام بخاری کی تعلیق کی شرح

اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی ﷺ سے روایت ہے اور یہ روایت کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں گزر چکی ہے، اس باب کا عنوان ہے: "باب ما جاء فی الثوم النیئ والبصل والکراث" یعنی ان احادیث کے بیان میں جو کچے لہسن اور کچی پیاز اور گیندنا (پیاز کے مشابہ ایک سبزی جس کی بو ناگوار ہوتی ہے) کے متعلق ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر میں فرمایا: جس نے اس درخت یعنی لہسن کی جڑ سے کھایا، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ اس کی شرح گزر چکی ہے، کیونکہ جو شخص کچا لہسن یا کچا پیاز کھا کر مسجد میں آ کر نماز پڑھے گا، اس کی بو سے نمازیوں اور فرشتوں کو اذیت ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۵۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ قِيلَ لِأَنَسٍ مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي الثُّومِ فَقَالَ مَنْ أَكَلَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز، انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا آپ نے سنا ہے نبی ﷺ کچے لہسن کے متعلق کیا فرماتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ آپ نے فرمایا: جس نے کچا لہسن کھایا وہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔

(صحیح البخاری: ۸۵۶، ۵۴۵۱، صحیح مسلم: ۵۶۲، مسند احمد بن حنبل: ۲۷۸۳۳)

۵۴۵۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضي الله

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو صفوان عبد اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے

عنهما زَعَمَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا.

خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، انہوں نے زعم کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے لہسن کھایا یا پیاز کھائی وہ ہم سے الگ رہے، یا ہماری مسجد سے الگ رہے۔

(سنن ترمذی: ۱۸۰۶، سنن نسائی: ۷۰۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲، مسند احمد: ۱۴۸۷۵)

صحیح البخاری: ۵۴۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کچے اور پکے ہوئے لہسن دونوں کو شامل ہے اور یہ جمعہ اور جماعت کو ترک کرنے کا عذر ہے، کیونکہ اس کی بدبو مسجد میں نمازیوں کو ایذاء پہنچاتی ہے اور فرشتے اس سے متنفر ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۰-۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی شرح پر مصنف کا مواخذہ

میں کہتا ہوں: علامہ عینی کا پکے ہوئے لہسن اور پکی ہوئی پیاز کے کھانے کو بھی اس ممانعت میں داخل کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس درخت سے کھایا یعنی لہسن کو کھایا، وہ ہماری مساجد کو نہ ڈھانپے، عطاء نے کہا کہ آپ کی اس سے کیا مراد تھی؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ کی اس سے مراد کچا لہسن تھا اور مخلد بن یزید نے از ابن جریج روایت کی ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ نے صرف کچے لہسن سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۵۴، صحیح مسلم: ۵۶۴، سنن ترمذی: ۱۸۰۶، سنن نسائی: ۷۰۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲، مسند احمد: ۱۴۶۵۱)

اور یہی ظاہر ہے، کیونکہ کچے لہسن کو کھانے سے اور کچی پیاز اور کچی مولی کو کھانے سے منہ سے ناگوار بو آتی ہے اور پکے ہوئے لہسن یا پکی ہوئی پیاز یا مولی کو کھانے سے منہ سے ناگوار بو نہیں آتی۔ نیز علامہ عینی کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ کچا لہسن اور کچی پیاز کھانا جمعہ اور جماعت کو ترک کرنے کا عذر ہے، بلکہ یوں لکھنا چاہیے کہ جس نے کچی پیاز یا کچا لہسن کھایا تو وہ اپنے منہ سے بدبو کو زائل کر کے مسجد میں نماز پڑھنے جائے۔ اسی طرح جن دوسری چیزوں کو منہ میں ڈالنے یا کھانے پینے سے بدبو آتی ہے، ان کو کھا کر یا پی کر بھی منہ صاف کیے بغیر مسجد میں نہ آئے۔ مثلاً سگریٹ یا حقہ پی کر، یا منہ میں نسوار ڈال کر مسجد میں جائے گا تو اس سے سخت بدبو آئے گی اور نمازیوں اور فرشتوں کو تکلیف ہوگی، اس لیے چاہیے یہ کہ ایسی چیزوں کا کھانا کلیۃً ترک کردے اور اگر اس نے کھالی ہیں تو بغیر منہ کو صاف کیے مسجد میں نہ جائے۔ اور ان چیزوں کو کھانا یا پینا ایسا عذر نہیں ہے جس کا تدارک یا جس کی تلافی نہ ہو سکے، اس لیے جماعت سے نماز پڑھنے اور جمعہ پڑھنے کو ترک نہ کیا جائے، البتہ مسجد میں جانے سے پہلے ان چیزوں کے کھانے پینے کو ترک کر دیا جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۴۵۱، ۵۴۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

کچا لہسن کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام بخاری نے یہاں یہ حدیث روایت کی ہے کہ جس نے لہسن کھایا، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اور دوسری حدیث میں ہے جس نے لہسن یا پیاز کھایا وہ ہم سے الگ رہے یا ہماری مسجد سے الگ رہے اور ایک اور حدیث میں ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ تم کھاؤ، کیونکہ میں اس سے مناجات کرتا ہوں جس سے تم مناجات نہیں کرتے، اس حدیث میں دوسروں کے لیے لہسن اور پیاز کھانے کی اباحت ہے جب اس سے نمازیوں کو ایذاء نہ پہنچے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اختلاف ہے، آیا آپ کے لیے لہسن اور پیاز کھانا حرام تھا یا نہیں؟ اور صحیح یہ ہے کہ آپ کے لیے مکروہ تھا، کیونکہ جب آپ سے یہ پوچھا گیا کیا: یہ حرام ہے تو آپ نے فرمایا: نہیں، اور جنہوں نے کہا کہ یہ آپ کے لیے حرام تھا، ان کی دلیل یہ ہے کہ آپ کے ساتھ ہمیشہ فرشتے رہتے تھے اور ہر ساعت میں کوئی نہ کوئی فرشتہ ساتھ ہوتا تھا۔

اور ان احادیث میں لہسن اور پیاز کھانے کا ثبوت ہے، سوائے اس کے کہ جس نے ان کو کھایا اس کے لیے مسجد میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور فقہاء نے لہسن اور پیاز کے ساتھ دوسری ان سبزیوں کو بھی ملا دیا ہے جن کی ناگوار بو ہو۔

قاضی عیاض نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان چیزوں کا کھانا مطلقاً حرام ہے، کیونکہ یہ چیزیں جماعت سے حاضر ہونے کو منع کرتی ہیں اور جماعت فرضِ عین ہے، لیکن ابن حزم ظاہری نے جواز کی تصریح کی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ مسجد میں حاضر ہوتے وقت لہسن اور پیاز کھانا مکروہ ہے اور ابن حزم اپنے مذہب کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والے ہیں۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۷۵، دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۶۱۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کی نامکمل شرح

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہ وضاحت نہیں کی کہ مطلقاً لہسن کھا کر مسجد میں جانا منع ہے یا کچا لہسن کھا کر مسجد میں جانا منع ہے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کچا لہسن کھا کر مسجد میں جانا منع ہے کیونکہ اسی کی ناگوار بو ہوتی ہے اور پکے ہوئے لہسن کی ناگوار بو نہیں ہوتی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۴۵۲ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لہسن اور پیاز کھانے کا جواز

ان احادیث میں لہسن اور پیاز کھانے کے جواز کی دلیل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جس چیز کو اللہ نے حلال کیا ہو میں اس کو حرام نہیں کرتا، بلکہ آپ نے اس سے منع کیا ہے کہ جس نے لہسن اور پیاز کھایا ہو، وہ نمازیوں کے قریب نہ جائے، صحابہ نے پوچھا: کیا آپ نے اس کو حرام کر دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہو، میں اس کو حرام کرنے والا نہیں ہوں۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مصلحتِ عامہ، مصلحتِ خاصہ پر مقدم ہے، کیونکہ مصلحت کی وجہ سے لہسن کھانے والے کو مسجد

Marfat.com

میں داخل ہونے سے منع فرمایا، کیونکہ لہسن کی ناگوار بو سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

سوال: اگر کوئی کہنے والا کہے کہ جب سب لوگ پیاز اور لہسن کھائیں تو کیا سب لوگ مسجد میں حاضر نہیں ہوں گے؟

جواب: ہم کہتے ہیں ہاں! حتیٰ کہ اگر سب لوگ پیاز یا لہسن کھائیں تو ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ فرشتوں کو ایذاء پہنچائیں، پس وہ مسجد میں داخل نہ ہوں۔

سوال: کیا وہ گھر میں جماعت سے نماز پڑھ لیں؟

جواب: ہاں وہ گھر میں جماعت سے نماز پڑھ لیں۔

سوال: اگر کوئی کہنے والا کہے کہ تم پیاز اور لہسن کو کیوں حرام قرار نہیں دیتے، کیوں کہ اس کا کھانا نماز با جماعت کے ترک کا ذریعہ ہے؟

جواب: ہم اس کو حرام قرار نہیں دیتے، کیوں کہ لہسن اور پیاز کے کھانے پر کوئی عذاب نہیں ہے، اسی لیے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں لہسن اور پیاز کھاتا ہوں تاکہ اس حالت میں مسجد میں نہ جاؤں تو اس پر کھانا حرام ہوگا، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی واجب کی ہوئی عبادت کو ترک کرنے کا ذریعہ بنایا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۸۹، مکتبۃ الطبری القاہرہ مصر، ۱۴۲۹ھ)

شیخ عثیمین کی شرح پر مصنف کا تعاقب

میں کہتا ہوں کہ شیخ عثیمین نے ان احادیث سے یہ سمجھا ہے کہ مطلقاً لہسن یا پیاز کھانے کے بعد مسجد میں داخل ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے، لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہے بلکہ کچا لہسن اور کچا پیاز کھا کر مسجد میں داخل ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس درخت سے کھایا یعنی لہسن کو کھایا، وہ ہماری مساجد کو نہ ڈھانپے، عطاء نے کہا کہ آپ کی اس سے کیا مراد تھی؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ کی اس سے مراد کچا لہسن تھا اور مخلد بن یزید نے از ابن جریج روایت کی ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ نے صرف کچے لہسن سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۵۴، صحیح مسلم: ۵۶۴، سنن ترمذی: ۱۸۰۶، سنن نسائی: ۷۰۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲، مسند احمد: ۱۴۶۵۱)

دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: اے لوگو! تم ان دو درختوں سے کھاتے ہو اور میری رائے میں یہ دونوں درخت خبیث ہیں، پیاز اور لہسن۔ اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد سے ان کی بدبو پائی جو مسجد میں داخل ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ اس کو بقیع کی طرف نکال دیا جائے، پس جو لہسن یا پیاز کو کھائے تو اس کو پکا کر اس کی بدبو کو زائل کر دے۔ (صحیح مسلم: ۵۶۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۴، سنن نسائی: ۷۰۳، مسند احمد: ۳۴۱)

اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ جب لہسن اور پیاز کو پکا کر ان کی بدبو زائل کر دی جائے تو پھر ان کا کھانا جائز ہے۔ اور اس سے واضح ہو گیا کہ کچا لہسن اور کچا پیاز کھا کر مسجد میں داخل ہونا منع ہے اور پکی ہوئی پیاز اور پکے ہوئے لہسن کو کھا کر مسجد میں داخل ہونا منع نہیں ہے۔

اور تیسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے اس مسئلہ میں یہ باب قائم کیا ہے "۱۶۰۔ باب: ما جاء فی الثوم النیء والبصل والکراث"، یعنی کچے لہسن، پیاز اور گیندنا کے متعلق احادیث وارد ہیں۔

Marfat.com

یہ باب صحیح البخاری: ۸۵۳ کا عنوان ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے واضح ہو گیا کہ امام بخاری کے نزدیک بھی مطلقاً لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں داخل ہونا منع نہیں ہے، بلکہ کچا لہسن اور کچی پیاز کھا کر مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔

علامہ عینی نے صحیح البخاری: ۸۵۴ کی شرح میں یہ عنوان قائم کیا ہے ''اس حدیث سے مستفاد ہونے والے مسائل''۔ اور اس میں لکھا ہے کہ کچا لہسن کھانا مکروہ ہے اور حرام نہیں ہے اور اس کی کراہت اس کی ناگوار بو کی وجہ سے ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حیرت ہے کہ علامہ عینی صحیح البخاری: ۸۵۴ کی شرح میں خود لکھ چکے ہیں کہ کچا لہسن کھا کر مسجد میں داخل ہونا منع ہے اور یہاں صحیح البخاری: ۵۴۵۲، کی شرح میں انہوں نے لکھ دیا ہے کہ کچا لہسن ہو یا پکا لہسن ہو، اس کو کھا کر مسجد میں داخل ہونا منع ہے اور یہ امام بخاری کے عنوان اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول میں تصریح ہے کہ آپ کی مراد کچا لہسن کھا کر مسجد میں داخل ہونا منع ہے اور صحیح مسلم میں بھی یہ تصریح ہے کہ لہسن کو پکا کر اس کی بدبو کو زائل کر لیا جائے تو پھر اس کے کھانے میں کراہت نہیں ہے اور اس صورت میں مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم شیخ داؤد راز نے بھی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

اگر لہسن یا پیاز پکا کر کھائی جائے جب کہ اس میں بو نہ رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۶۰، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۴ء)

اور دیگر شارحین نے یہ وضاحت نہیں کی کہ کچا لہسن کھا کر مسجد میں داخل ہونا منع ہے اور پکا ہوا لہسن کھا کر مسجد میں داخل ہونا منع نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ شیخ عثیمین نے لکھا ہے کہ جس نے لہسن اور پیاز کھایا وہ مسجد میں جا کر نماز نہ پڑھے بلکہ گھر میں نماز پڑھے۔ اول تو پکا ہوا لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت نہیں ہے اور ثانی یہ کہ اگر کچا لہسن اور پیاز بھی کھایا ہو تو یہ ایسا عذر نہیں ہے جس کا تدارک نہ ہو سکے، آدمی کچے لہسن کی بدبو زائل کر کے مسجد میں جا کر نماز پڑھ لے یا پہلے مسجد میں جا کر نماز پڑھ لے اور بعد میں کچا لہسن اور پیاز کھا لے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۰۔ بَابُ: الْكَبَاثِ وَهُوَ ثَمَرُ الْأَرَاكِ — کباث، اور وہ پیلو کے درخت کا پھل ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں کباث کے کھانے کی حلت بیان کی گئی ہے، کباث میں کاف پر زبر ہے اور یہ ایک مشہور و معروف درخت ہے، (اس کو اردو میں پیلو کا درخت کہتے ہیں اور بعض علاقائی زبانوں میں اس کو جال کا درخت کہتے ہیں۔ سعیدی غفرلہ) جب یہ کالے رنگ کا ہو تو اس کو زیادہ پکا یا جاتا ہے، بعض شارحین نے کہا ہے کہ پیلو کے درخت کے پتے صحیح نہیں ہیں بلکہ یہ پیلو کے درخت کا پھل ہے۔ ابو الزناد نے کہا: یہ انجیر کے مشابہ ہے جس کو لوگ کھاتے ہیں اور اونٹ کھاتے ہیں اور ابو عمر نے کہا: یہ گرم مزاج کا اور نمکین ہے گویا کہ اس میں نمک ملا ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۵۴۵۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَرِّ الظَّهْرَانِ نَجْنِي الْكَبَاثَ فَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَيْطَبُ فَقَالَ أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ قَالَ نَعَمْ وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا رَعَاهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام بنو الظہر ان میں تھے، ہم پیلو کے درخت کے پھل کو چن رہے تھے تو آپ نے فرمایا: تم کالا پھل چنو، کیونکہ وہ خوشگوار ہوتا ہے، آپ سے پوچھا گیا: کیا آپ بکریاں چراتے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۴۰۶، ۵۴۵۳ صحیح مسلم: ۲۰۵۰، مسند احمد: ۱۴۰۸۸)

صحیح البخاری: ۵۴۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''مرالظهران'' کا ذکر ہے۔ اس میں میم پر زبر ہے اور راء پر تشدید ہے، اور ظہران لفظ ظہر کا تثنیہ ہے اور یہ مکہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ہم کباث، یعنی پیلو کے درخت کے پھل کو چُن رہے تھے''۔ ایسا ابتداءِ اسلام میں ہوتا تھا جب مسلمانوں کو کھانے کی زیادہ خوراک میسر نہیں تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو گندم اور مختلف دانوں کے رزق سے مستغنی کر دیا اور رزق کو وسیع کر دیا اور اب پیلو کے درخت کے پھل کو کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ ابن التین نے داؤدی سے نقل کیا ہے: بکریوں کے اختصاص کی وجہ یہ ہے کہ بکریوں پر سواری نہیں کی جاتی۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں تواضع کو اختیار کیا جائے اور خلوت میں ان کے دل کی صفائی ہو اور بکریوں کا انتظام کرنے سے ان کو امت کے انتظام اور امت کی مصلحت اور امت پر شفقت کرنے کی مشق ہو۔ اور بکریوں کو روکنے ٹوکنے سے انہیں امت کو ہدایت دینے کی مشق ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۱-۱۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۵۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں امام بخاری نے الکباث کی تفسیر کی ہے: ''پیلو کے درخت کے پتے''۔ علامہ ابن التین نے

Marfat.com

اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، اور اہل لغت نے یہ کہا ہے کہ یہ پیلو کے درخت کا پھل ہے پتے نہیں ہیں۔
علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: ہم نے امام بخاری کے کسی نسخہ میں یہ تفسیر نہیں دیکھی۔

حدیث مذکور کے فوائد

چونکہ صحابہ پیلو کے درخت کے پھل کو چن رہے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ درخت کے جس پھل کا کوئی مالک نہ ہو، اس کو اٹھا کے کھانا جائز ہے، اور یہ ابتداءِ اسلام میں ہوتا تھا جب مسلمانوں کے پاس خوراک نہیں تھی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو گندم اور غلہ کی دوسری اجناس سے پیلو کے درخت سے مستغنی کر دیا اور اب ان کو پیلو کے درخت کے پھل کو اٹھا کر کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بکریوں کے چرانے کے ساتھ مختص کیا گیا ہے، کیونکہ بکریوں پر سواری نہیں کی جاتی کہ وہ اپنے سوار کو گرا دیں۔

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: اگرچہ بعض شہروں میں بکروں پر پہاڑوں میں اور گرم علاقوں میں سواری کی جاتی ہے جیسا کہ المسعودی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بکریوں کو چرانے میں فضیلت ہے اور بکریوں کو چرانے سے سکون اور وقار پیدا ہوتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ٢٦ ص ٢٣٣-٢٣٤، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ١٤٢٩ھ)

۵۱۔بَابُ: اَلْمَضْمَضَةِ بَعْدَ الطَّعَامِ — کھانے کے بعد کلی کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کھانے کے بعد کلی کرنی چاہیے۔

۵۴۵۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى خَيْبَرَ فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ دَعَا بِطَعَامٍ فَمَا أُتِيَ إِلَّا بِسَوِيقٍ فَأَكَلْنَا فَقَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَتَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا از بُشیر بن یسار از سُوید بن النعمان، انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر میں گئے، پس جب ہم مقام صہباء کی طرف پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا منگایا، پس آپ کے پاس صرف ستو لائے گئے، پس ہم نے ستو کھائے، پھر آپ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہو گئے، آپ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی۔

(صحیح البخاری: ۲۰۹، ۲۱۵، ۲۹۸۱، ۴۱۷۵، ۴۱۹۵، ۵۳۸۴، ۵۳۹۰، ۵۴۵۴، ۵۴۵۵، سنن نسائی: ۱۸۶، سنن ابن ماجہ: ۴۹۳، مسند احمد: ۱۵۵۶۰، موطا امام مالک: ۵۱)

۵۴۵۵۔ قَالَ يَحْيَى سَمِعْتُ بُشَيْرًا يَقُولُ حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى خَيْبَرَ فَلَمَّا

یحییٰ نے کہا: میں نے بشیر سے سنا کہ ہمیں سوید نے حدیث بیان کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف گئے، پس جب

Marfat.com

كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ قَالَ يَحْيَى وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلَى رَوْحَةٍ دَعَا بِطَعَامٍ فَمَا أُتِيَ إِلَّا بِسَوِيقٍ فَلُكْنَاهُ فَأَكَلْنَا مَعَهُ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا مَعَهُ ثُمَّ صَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَقَالَ سُفْيَانُ كَأَنَّكَ تَسْمَعُهُ مِنْ يَحْيَى۔

ہم مقامِ الصہباء پر پہنچے تو یحییٰ نے بتایا کہ یہ جگہ خیبر سے دوپہر کی مسافت کے فاصلہ پر ہے، تو آپ نے کھانا منگوایا تو آپ کے پاس ستو لائے گئے، پس ہم نے وہ ستو پھانکے، پھر ہم نے آپ کے ساتھ ستو کھائے، پھر آپ نے پانی منگایا، پھر آپ نے کلی کی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کلی کی، پھر آپ نے ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا، اور سفیان نے کہا: گویا کہ یہ حدیث تم یحییٰ سے ہی سن رہے ہو۔

(صحیح البخاری: ۲۰۹، ۲۱۵، ۲۹۸۱، ۴۱۷۵، ۴۱۹۵، ۵۳۸۴، ۵۳۹۰، ۵۴۵۴، ۵۴۵۵، سنن نسائی: ۱۸۶، سنن ابن ماجہ: ۴۹۳، مسند احمد: ۱۵۵۶۰، موطا امام مالک: ۵۱)

صحیح البخاری: ۵۴۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی کا ذکر ہے، یہ علی بن عبداللہ ہیں جو ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں اور سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں اور یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، یہ انصاری ہیں اور بُشیر بن یسار کا ذکر ہے، یسار کا لفظ یمین کی ضد ہے۔ یہ حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ کتاب الاطعمہ کے باب ''لیس علی الاعمی حرج'' میں گزر چکی ہے، اور وہاں اس کی شرح بیان کی جا چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ میں نے اس حدیث کو یحییٰ بن سعید سے انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے، پس گویا کہ تم یہ حدیث یحییٰ سے ہی سن رہے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

کھانے کے بعد کلی کرنے کے فوائد

میں کہتا ہوں کہ کھانے کے بعد کلی کرنے سے منہ بھی صاف ہوتا ہے اور دانت بھی صاف ہوتے ہیں اور منہ سے بدبو نہیں آتی، اور انسان کئی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

تنبیہ: حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر شارحین نے بھی اس حدیث کی کوئی خاص شرح نہیں کی۔

۵۲۔ بَابٌ: لَعْقِ الْأَصَابِعِ وَمَصِّهَا قَبْلَ أَنْ تُمْسَحَ بِالْمِنْدِيلِ

تولیہ یا رومال سے ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹنا اور چوسنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہاتھوں کو پونچھنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹنے اور چوسنے کے متعلق دیگر احادیث

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کھانا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد تولیہ یا رومال سے ہاتھ کو پونچھنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹنا اور چوسنا مستحب ہے، اور رومال کے ساتھ مقید کر کے صحیح مسلم کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں از سفیان ثوری از زبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ اپنے ہاتھ رومال سے نہ پونچھے، اور چاٹنے کے لفظ سے اشارہ کیا ہے کہ ایک اور سند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کی امام ابن ابی شیبہ نے ابوسفیان سے روایت کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک کھانا کھائے تو اپنے ہاتھوں کو نہ پونچھے حتیٰ کہ ان کو چاٹ لے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۵۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عطاء، از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک کھانا کھائے تو اپنے ہاتھوں کو نہ پونچھے حتیٰ کہ ان کو خود چاٹ لے یا کوئی اور شخص چاٹ لے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۳۱، سنن ابوداؤد: ۳۸۴۷، سنن ابن ماجہ: ۳۲۶۹، مسند احمد: ۲۷۷۳، سنن دارمی: ۲۰۲۶)

صحیح البخاری: ۵۴۵۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور یا کا لفظ شک کے لیے ہے یا تقسیم کے لیے ہے؟ اور اپنی انگلیوں کو اس سے چٹوائے جس کو چاٹنے سے گھن نہ آئے

اس حدیث میں جو ارشاد ہے کہ خود چاٹ لے یا کوئی اور شخص چاٹ لے، تو یہ شک کے لیے نہیں ہے بلکہ چاٹنے کی دو قسمیں بیان کی ہیں، کہ چاہے تو خود اپنی انگلیوں کو چاٹ لے یا کوئی اور اس کی انگلیوں کو چاٹ لے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ اس وقت تک اپنا ہاتھ تولیہ سے نہ پونچھے حتیٰ کہ خود اپنی انگلیوں کو چاٹ لے، پس اگر اس نے خود نہیں چاٹا تو کوئی دوسرا اس کی انگلیوں کو چاٹ لے، جس کے چاٹنے سے اس کو گھن نہ آئے، مثلاً اس کی بیوی یا اس کا بیٹا یا اس کا پسندیدہ خادم اور وہ اس سے گھن اور کراہیت محسوس نہ کریں۔ اسی طرح جو ان کے معنی میں ہوں مثلاً اس کا شاگرد جو اس کی انگلیوں کو چاٹنے میں برکت کا اعتقاد رکھتا ہو۔

امام بیہقی نے کہا ہے: اس حدیث میں ''او'' کا لفظ راوی کے شک کی وجہ سے ہے اور یہ دونوں لفظ محفوظ ہیں، یعنی یا تو کوئی بچہ اس کی انگلیوں کو چاٹ لے یا وہ چاٹ لے جس کے متعلق اس کو علم ہے کہ اس کو گھن نہیں آئے گی، اور وہ انگلیوں کو اپنے منہ سے چاٹ لے۔

Marfat.com

کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنے کے فوائد

(۱) کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا مستحب ہے، اس میں صفائی کی حفاظت ہے اور تکبر کو دور کرنا ہے۔ اور اس حدیث میں جو چاٹنے کا حکم ہے یہ جمہور کے نزدیک ارشاد اور استحباب پر محمول ہے۔ ارشاد کا مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ طور شفقت ہماری رہنمائی فرمائی۔

اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے اس امر کو وجوب پر محمول کیا ہے۔ علامہ حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے انگلیوں کے چاٹنے کو عیب قرار دیا ہے، کیونکہ تکبر نے ان کی عقلوں کو فاسد کر دیا ہے اور ان کی طبیعتوں کی سیرابی نے متغیر کر دیا ہے اور انہوں نے یہ زعم کیا کہ انگلیاں چاٹنا قبیح ہے یا اس سے گھن آتی ہے، اور وہ یہ نہیں جانتے کہ جس طعام کے ذرات ان کی انگلیوں پر لگے ہوئے ہیں یہ اسی طعام کا جز ہیں جس کو انہوں نے کھایا تھا، پس ان ذرات کو چاٹنے سے وہی شخص بے زار ہوگا جو متکبر ہو، تارک سنت ہو اور اپنے آپ کو سنت پر عمل کرنے سے بلند اور برتر خیال کرتا ہو۔

(۲) انگلیاں چاٹنے کی حکمت وہ ہے جس کا اس حدیث میں بیان ہے:

امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک کھانا کھائے تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ طعام کے کون سے جز میں برکت ہے۔

اور امام مسلم، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے از سفیان ثوری از زبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جب تم میں سے کسی ایک کا لقمہ گر جائے تو وہ اس کو اٹھالے اور اس پر جو گھناؤنی چیز لگ گئی ہے اس کو زائل کر دے اور اس لقمہ کو کھالے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ کو تولیہ یا رومال سے صاف نہ کرے حتیٰ کہ اپنی انگلیوں کو چاٹ لے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ طعام کے کون سے جز میں برکت ہے۔ یعنی وہ نہیں جانتا کہ جو وہ کھا چکا ہے اس میں برکت تھی یا جو اس کی انگلیوں پر باقی رہ گیا ہے اس میں برکت ہے، یا جو برتن کے اندر باقی رہ گیا ہے اس میں برکت ہے، پس وہ اپنے ہاتھ کو بھی چاٹ لے اور برتن کو بھی چاٹ لے اور برکت کے حصول کی امید رکھے اور برکت سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے، برکت سے مراد یہ ہے کہ جس جس سے غذا حاصل ہو اور اس کھانے کا انجام اذیت سے محفوظ رہے اور اس کھانے سے اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر طاقت حاصل ہو وغیر ذلک۔

علامہ نووی نے کہا ہے برکت کے اصل معنی اضافہ اور زیادتی ہے اور ثبوتِ خیر ہے اور اس سے نفع حاصل کرنا ہے۔

(۳) کھانے والے کو چاہیے کہ پہلے درمیانی انگلی کو چاٹے، پھر انگشتِ شہادت کو چاٹے پھر انگوٹھے کو، کیونکہ امام طبرانی نے اپنی الاوسط میں حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تولیہ سے ہاتھ پونچھنے سے پہلے اپنی تین انگلیوں کو چاٹتے تھے، انگوٹھے کو اور اس کے ساتھ والی انگلی کو اور درمیانی انگلی کو۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ تین انگلیوں کو چاٹتے تھے، پس درمیانی انگلی کو اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو ملا کر چاٹتے تھے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ درمیانی انگلی جو ہے وہ تین انگلیوں میں بڑی ہے اور اس میں طعام زیادہ لگتا ہے، تو درمیانی انگلی میں باقی انگلیوں کی بہ نسبت طعام زیادہ لگتا ہے، اس لیے آپ اس کو پہلے چاٹتے تھے۔

Marfat.com

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے کہ اپنے ہاتھ کو تولیہ یا رومال سے نہ پونچھے حتیٰ کہ انگلیوں کو چاٹ لے، اس میں مطلقاً انگلیوں کو چاٹنے کا ذکر ہے، لیکن مراد وہ تین انگلیاں ہیں جن تین انگلیوں کے ساتھ کھانے کا حکم ہے، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے از حماد بن سلمہ الثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طعام کھاتے تھے تو تین انگلیوں کو چاٹتے تھے اور تین انگلیوں کا بیان حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تین انگلیوں کے ساتھ کھاتے تھے جن کا حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے تو پانچوں انگلیوں کے ساتھ کھائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہڈی سے گوشت نکال کر کھاتے تھے اور دانتوں سے گوشت نوچ کر کھاتے تھے اور یہ عادتاً اسی صورت میں ممکن ہے جب پانچوں انگلیوں کے ساتھ ہڈی کو اور گوشت کو پکڑے۔

ہمارے شیخ نے کہا: اس پر اعتراض ہے کیونکہ تین انگلیوں کے ساتھ بھی ہڈی اور گوشت کو پکڑنا ممکن ہے اور اگر ہم یہ مان بھی لیں تو بھی اس سے پانچ انگلیوں کے ساتھ ہڈی یا گوشت کو کھانا لازم نہیں آتا۔ وہ صرف انگلیوں کے ساتھ ہڈی یا گوشت کو پکڑے ہوئے ہے اور اس کے ساتھ کھا نہیں رہا۔ اور اگر ہم یہ مان لیں کہ اس نے ان پانچ انگلیوں کے ساتھ کھایا ہے تو یہ ضرورت کی وجہ سے ہے جیسا کہ جس آدمی کا دایاں ہاتھ نہ ہو تو وہ ضرورت کی وجہ سے بائیں ہاتھ سے کھائے گا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے شیخ نے علامہ ابن العربی کے استدلال پر اعتراض کیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ سنت یہ ہے کہ تین انگلیوں کے ساتھ کھائے، اگر چہ پانچ انگلیوں کے ساتھ کھانا بھی ممنوع نہیں ہے لیکن وہ تارکِ سنت ہوگا، سوائے مواضع ضرورت کے۔

(۵) انگلیوں کو چاٹنے کا استحباب درج ذیل حدیث سے ثابت ہے:

امام طبرانی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پلیٹ یا پیالہ کو چاٹا یا اپنی انگلیوں کو چاٹا، اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں سیر رکھے گا۔

اور امام ترمذی نے ابوالیمان سے حدیث روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ ہمیں ام عاصم نے حدیث بیان کی اور یہ سنان بن سلمہ کی ام ولد تھیں، انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے پاس نبیشۃ الخیر آئے اور اس وقت ہم پیالہ یا پلیٹ میں کھانا کھا رہے تھے، انہوں نے ہمیں یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پیالہ یا پلیٹ میں کھانا کھایا، پھر اس کو چاٹ لیا تو وہ پیالہ اس کے لیے مغفرت طلب کرتا ہے، اور انہوں نے کہا: یہ حدیث غریب ہے، اور نُبیشہ میں نون پر پیش ہے اور باء پر زبر ہے اور آخر میں شین ہے ان کو نُبیشۃ الخیر کہا جاتا ہے، اور نُبیشۃ الخیل بھی مذکور ہے اور یہ سلمہ بن المحبق کے چچا کے بیٹے ہیں۔

(۶) پیالہ کے استغفار سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پیالہ میں تمیز اور نطق پیدا کر دیا ہو اور وہ مغفرت کو طلب کرتا ہو، اور بعض آثار میں روایت ہے کہ وہ پیالہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ تم کو محفوظ رکھے جیسا کہ تم نے مجھ کو شیطان سے

Marfat.com

محفوظ رکھا، یعنی شیطان اب اس پیالہ کو نہیں چاٹے گا، اور اس استغفار سے حقیقی استغفار مراد لینے میں کوئی مانع نہیں ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد مجاز ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۳-۱۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ پانچ انگلیوں کے ساتھ کھانا بھی جائز ہے، جیسا کہ علامہ ابن العربی نے کہا ہے لیکن بہر حال سنت یہ ہے کہ تین انگلیوں کے ساتھ کھانا کھایا جائے جیسا کہ علامہ عینی نے متعدد احادیث کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ ہمارے عرف اور عادت میں تین انگلیوں کے ساتھ کھانے کا معمول نہیں ہے، اس لیے عام لوگوں کو یہ عجیب لگے گا لیکن اس سے نفرت اور بے زاری نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ بہر حال حدیث سے ثابت ہے اور سنت ہے اور سنت کی تحقیر کرنا جذبۂ ایمان کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور ہمیں سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۴۵۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کے متعلق متعدد احادیث

ازسفیان ازابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ تولیہ یا رومال سے ہاتھ نہ پونچھے جائیں حتیٰ کہ انگلیوں کو چاٹ لیں۔
(صحیح مسلم: ۲۰۳۲، کتاب الاشربہ، باب: استحباب لعق الاصابع والقصعۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص تولیہ یا رومال سے ہاتھ نہ پونچھے، حتیٰ کہ اپنی انگلیوں کو چاٹ لے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ طعام کے کون سے جُز میں اس کے لیے برکت رکھی گئی ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۴، صحیح مسلم: ۲۰۳۳)

امام نسائی نے روایت کی ہے کہ پیالہ یا پلیٹ کو نہ اٹھایا جائے حتیٰ کہ اس کو چاٹ لیا جائے، کیونکہ آخر طعام میں برکت ہوتی ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۱۷۷)

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی کھانا کھائے تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کونسے جز میں برکت ہے۔
(سنن ترمذی: ۱۸۰۱، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔)

امام مسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین انگلیوں کے ساتھ کھاتے، پس جب کھانے سے فارغ ہوتے تو ان تین انگلیوں کو چاٹ لیتے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۳۲، کتاب الاشربہ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ)

اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ اپنے ہاتھ کو نہ پونچھے حتیٰ کہ انگلیوں کو چاٹ لے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۴۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طعام کھاتے تو اپنی تین انگلیوں کو چاٹتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی لقمہ تم سے گر جائے تو اس پر جو ناگوار چیز لگی ہو اس کو ہٹا دو اور اس لقمہ کو شیطان کے لیے نہ چھوڑو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ پیالہ کو چاٹ لیا جائے، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کون سے طعام میں برکت ہے؟
(صحیح مسلم: ۲۰۳۴، کتاب الاشربہ باب: استحباب لعق الاصابع)

اور امام ابوعاصم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ وہ اپنی انگلیوں کو چاٹتے تھے جب کھانا کھاتے، اور

Marfat.com

کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ انسان نہیں جانتا کہ اس کے طعام کے کون سے جز میں برکت ہے؟

(کشف الاستار: ۲۸۸۵، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے رجال صحیح ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۷)

امام بخاری نے اس باب میں انگلیوں کے چوسنے کا بھی ذکر کیا ہے، انگلیوں کو چوسنا بھی انگلیوں کے چاٹنے سے مستنبط ہے۔

علماء نے کہا ہے: انگلیوں کو چاٹنا مستحب ہے اور اس میں طعام کی برکت کی حفاظت ہے اور تکبر کو دور کرنا ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ یا انگلیوں کو کسی سے چٹوائے یعنی اپنے خادم سے یا اپنے بیٹے سے یا جس کو انگلیوں کے چاٹنے سے گھن نہ آئے اور ان کے علاوہ اور کسی سے بھی انگلیوں کو چٹوائے تو یہ جائز ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۳۷-۲۳۹، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۵۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پانچ انگلیوں کے ساتھ کھانے کا جواز

امام مسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں کے ساتھ کھاتے تھے اور جب آپ کھانے سے فارغ ہوتے تو ان انگلیوں کو چاٹ لیتے۔ سو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں انگلیوں کا اطلاق ہاتھ پر ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہاتھ سے مراد پوری ہتھیلی ہو، پس یہ حکم اس کو بھی شامل ہے جس نے پورے ہاتھ سے کھایا یا انگلیوں سے کھایا یا بعض انگلیوں سے کھایا۔

حضرت کعب بن مالک کی حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ سنت تین انگلیوں کے ساتھ کھانا ہے اور تین انگلیوں سے زیادہ کے ساتھ کھانا بھی جائز ہے۔

اور امام سعید بن منصور نے از سفیان از عبید اللہ بن ابی یزید روایت کی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب کھاتے تھے تو اپنی تین انگلیوں کو چاٹتے تھے۔

قاضی عیاض نے کہا: تین انگلیوں سے زیادہ انگلیوں کے ساتھ کھانا حرص اور بے ادبی ہے اور لقمہ کو بڑا کرنا ہے، کیونکہ وہ تین انگلیوں سے زیادہ انگلیاں لگانے کی طرف مجبور نہیں ہے۔ اور اگر مجبور ہو تو اس کے ساتھ چوتھی انگلی یا پانچویں انگلی کو بھی ملا لے۔ اور امام سعید بن منصور نے ابن شہاب کی مرسل سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جب کھاتے تو پانچ انگلیوں کے ساتھ کھاتے، تو اس حدیث کو حضرت کعب بن مالک کی حدیث کے ساتھ جمع کیا جائے گا۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن کو ہم علامہ عینی اور علامہ ابن ملقن کے حوالہ سے اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۷۷-۵۷۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۶۱۲، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۵۶، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ کھانے کے بعد تولیہ سے ہاتھ کو صاف کر لے اور جب تولیہ نہ ہو تو انگلیوں کو منہ سے چاٹ لے تاکہ چکنائی کم ہو جائے، تاکہ جب وہ سوئے تو چکنائی سے اس کو ضرر نہ ہو، کیونکہ امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو شخص سویا اور اس کے ہاتھوں پر کھانے کی چکنائی کے آثار تھے اور اس نے ہاتھوں کو نہیں دھویا، پھر اس کو کوئی ناپسندیدہ چیز عارض ہوئی تو پھر وہ اپنے نفس کو ملامت کرے۔ (الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر والآلی ج ۵ ص ۲۷۱، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۵۳۔ بَابُ: الْمِنْدِيلِ

رومال یا تولیہ کا بیان

۵۴۵۷۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَ لَا قَدْ كُنَّا زَمَانَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا نَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ مِنَ الطَّعَامِ إِلَّا قَلِيلًا فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيلُ إِلَّا أَكُفَّنَا وَسَوَاعِدَنَا وَأَقْدَامَنَا ثُمَّ نُصَلِّي وَلَا نَتَوَضَّأُ۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن فُلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از سعید بن الحارث از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، ان سے سعید بن حارث نے سوال کیا کہ کیا آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس قسم کا طعام بہت کم پاتے تھے، پس جب ہم اس قسم کا طعام پاتے تو ہمارے پاس رومال یا تولیے نہیں ہوتے تھے مگر ہماری ہتھیلیاں ہوتی تھیں اور ہماری کلائیاں ہوتی تھیں اور ہمارے اقدام ہوتے تھے، پھر ہم نماز پڑھتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے۔

صحیح البخاری ۵۴۵۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہمارے پاس رومال اور تولیہ نہیں ہوتے تھے۔ اور اسی لفظ کے ساتھ اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن فُلیح مذکور ہے، اس میں فاء پر پیش ہے اور لام پر زبر ہے، یہ اپنے والد فُلیح بن سلیمان مدنی سے روایت کرتے ہیں اور اس حدیث کی سند میں سعید بن الحارث بن ابی الاعلیٰ الانصاری کا ذکر ہے، یہ مدینہ کے قاضی تھے۔

اس حدیث کی امام ابن ماجہ نے بھی کتاب الاطعمہ میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس حدیث کے راوی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا: آیا آگ پر پکی ہوئی کو کھانے کے بعد وضو کرنا واجب ہے یا نہیں؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے پہ وضو کرنا واجب نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس قسم کا طعام بہت کم ہوتا تھا۔ تو جب ہمیں کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنے کی ضرورت ہوتی اور ہمارے پاس رومال یا تولیہ نہ ہوتے تو ہم اپنی ہتھیلیوں سے اور اپنی کلائیوں سے اور اپنے اقدام سے پونچھ لیتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے پیروں سے پونچھ لیتے تھے۔

امام مالک نے کہا: یہ آگ پر پکی ہوئی چیز پر کھانے کا حکم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۵۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن وہب نے بیان کیا کہ امام مالک سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا ''جس نے رات گزاری اور اس کے ہاتھ پر گوشت کی چکنائی تھی، تو وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے''۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۵۲)

امام مالک نے کہا: میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا اور میں نے سنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قدموں کے بطن یعنی تلووں کو فرماتے تھے کہ یہ عمر کا تولیہ ہے۔ امام مالک سے پوچھا گیا: کیا وہ اپنے ہاتھوں کو آٹے سے دھولے؟ تو امام مالک نے کہا: آٹے کے علاوہ کسی اور چیز سے دھولے تو مستحب ہے، اور اگر اس نے ایسا کیا تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تلووں سے گوشت کی چکنائی کو پونچھا۔

اور ابن وہب نے روایت کی ہے: اس میں سنت یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو دھولے اور گرم پانی سے رگڑنے اور جب اس کے ہاتھوں میں چکنی ہو تو اس پر زیتون کا تیل یا گھی وغیرہ لگائے۔ اور اشعب سے سوال کیا گیا کہ آیا آٹے کے ساتھ ہاتھوں کو دھونا یا بھوسی کے ساتھ ہاتھوں کو دھونا جائز ہے، تو انہوں نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں ہے اور اس کے ساتھ وضو نہ کرے، اور اگر اس نے کچھ کرنا ہو تو مٹی کے ساتھ ہاتھوں کو دھوئے۔ (المنتقی شرح موطا امام مالک ج ۷ ص ۲۴۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت 1331ھ)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۴۰-۲۴۱، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۴۔ بَابُ: مَا يَقُولُ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ — انسان کھانا کھانے سے فراغت کے بعد کیا دعا کرے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کیا دعا کرے؟

۵۴۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ثور از خالد بن معدان از ابی امامہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے:

Marfat.com

عَنْهُ رَبَّنَا۔ ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بہت زیادہ پاکیزہ ہیں اور برکت والی ہیں، ہم اس کھانے کا حق پوری طرح ادا نہ کر سکے اور یہ کھانا ہمیشہ کے لیے رخصت نہیں کیا گیا ہے (اور یہ دعا اس لیے کی گئی ہے تا کہ) اس سے ہم کو بے پرواہی کا خیال نہ ہوا ے ہمارے رب!''۔

(صحیح البخاری:۵۴۵۹، سنن ترمذی:۳۴۵۶، سنن ابوداؤد:۳۸۴۹، سنن ابن ماجہ:۳۲۸۴، مسند احمد:۲۱۶۶۴، سنن داری:۲۰۲۳)

صحیح البخاری ۵۴۵۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں جو کھانے کے بعد دعا مذکور ہے، اس سے باب کے عنوان کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے، ان کا نام الفضل بن دُکین ہے، اور اس میں سفیان کا ذکر ہے، اس سے مراد سفیان ثوری ہیں۔ اور اس میں ثور کا ذکر ہے، ثور کا معنی بیل ہے اور ان کا نام یزید شامی ہے، اور اس حدیث میں خالد بن معدان کا ذکر ہے، یہ الکلاعی ہیں، اور ابواُمامہ کا ذکر ہے، ان کا نام صدی بن عجلان الباہلی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث پر یہ سوال ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ کا دسترخوان اٹھایا جاتا اور دوسری احادیث میں یہ بیان ہے کہ آپ نے دسترخوان پر کھانا نہیں کھایا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں دسترخوان سے مراد طعام ہے۔ یا اس حدیث کے راوی جو حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا یہ خیال نہیں تھا کہ آپ نے دسترخوان پر کھایا ہے یا آپ کا دسترخوان تو تھا لیکن آپ نے خود اس پر نہیں کھایا اور امام بخاری سے یہ سوال کیا گیا کہ انہوں نے یہاں پر دسترخوان کا ذکر کیا ہے اور دوسری جگہ چمڑے کے ٹکڑے کا ذکر کیا ہے، دسترخوان کا ذکر نہیں کیا تو امام بخاری نے جواب دیا کہ جب کسی چیز پر طعام کو کھایا جائے اور وہ چیز اٹھالی جائے اور طعام اٹھالیا جائے تو کہا جاتا ہے: دسترخوان اٹھالیا گیا ہے۔

اس حدیث کے دعائیہ کلمات میں ''طیبا'' کا ذکر ہے اس کا معنی ہے: خالص اور ''مُبٰرکا'' کا ذکر ہے یعنی حمد زیادہ کلمات کے ساتھ کی گئی۔

اس حدیث میں ''غیر مکفی'' کا ذکر ہے، علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ ''کفات الاناء'' سے ماخوذ ہو جب برتن کو پلٹ دیا جائے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو طعام عطا کیا ہے، تو جب انسان طعام سے سیر ہو جائے تو وہ طعام رد نہیں کیا جاتا، گویا کہ یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل نہ مردود ہے نہ مجور ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کفایت سے ماخوذ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی

Marfat.com

رزق دینے والا نہیں ہے، اپنے بندوں کو رزق دینے کے لیے وہی کافی ہے۔ علامہ خطابی نے کہا: یعنی اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے، پس وہ کافی ہے، وہی کھلاتا ہے اور وہی کافی ہے۔

اور علامہ داؤدی نے کہا: ''غیر مکفی'' کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نعمت سے کفایت نہیں ہوتی۔ اور علامہ ابن جوزی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بدلہ نہیں دیا جا سکتا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ فضول کی تطویلات ہیں اور ''مکفی'' کا لفظ کفایت سے ماخوذ ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے کھایا ہے، یہ کافی نہیں ہے، یعنی یہی کھانا ہمارا آخری کھانا ہے اور اس کے بعد نہیں ملے گا، بلکہ یہ اس کے بعد بھی جاری رہے گا اور ہماری پوری عمروں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شاملِ حال رہیں گی اور کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ اور اس حدیث میں ''غیر مودع'' کے الفاظ ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اس طعام سے رخصت نہیں ہو رہے، یعنی یہ ہمارا آخری طعام نہیں ہوگا۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا مستغنی عنہ''، اس کا حاصل یہ ہے کہ اس طعام سے ہم کو بے پرواہی حاصل نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۵۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ وَقَالَ مَرَّةً إِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَفَانَا وَأَرْوَانَا غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُورٍ وَقَالَ مَرَّةً الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّنَا غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى رَبَّنَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ثور بن یزید از خالد بن معدان از ابی اُمامہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب طعام سے فارغ ہوتے اور ایک مرتبہ کہا: جب آپ کا دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ یہ دعا کرتے: ''تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے ہماری کفایت کی اور ہمیں سیر کیا، ہم اس کھانے کا پوری طرح حق ادا نہیں کر سکے، اور نہ ہم اس نعمت کی ناشکری کرتے ہیں اور ایک مرتبہ یوں دعا کی: اے ہمارے رب! تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں، ہم اس طعام کا حق ادا نہیں کر سکے اور نہ یہ طعام ہمیشہ کے لیے رخصت کیا گیا ہے (یہ اس لیے دعا کی تا کہ) اس سے ہم کو بے نیازی اور بے پرواہی کا خیال نہ ہو، اے ہمارے رب!

(صحیح البخاری: ۵۴۵۹، سنن ترمذی: ۳۴۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۸۴۹، سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۴، مسند احمد: ۲۱۶۶۴، سنن دارمی: ۲۰۲۳)

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۵۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کھانے پینے کے بعد دعائیہ کلمات کے متعلق احادیث

امام ابو عاصم نے سندِ جید کے ساتھ روایت کی ہے: حضرت ابو اُمامہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ تعلیم دی

Marfat.com

کہ میں کھانے سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا کروں:

الحمد للہ الذی اطعمتنا واسقیتنا وارویتنا، الحمد للہ غیر مکفور ولا مودع ولا مستغنی عنہ۔

اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے تو نے ہمیں کھلایا، تو نے ہمیں پلایا اور تو نے ہمیں سیر کیا، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جن کی ناشکری نہیں کی گئی اور نہ ان نعمتوں کو رخصت کیا گیا اور نہ ان سے بے پرواہی برتی گئی۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۷۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو ایک لقمہ کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے یا ایک گھونٹ پانی پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۳۴، کتاب الذکر والدعا، باب استحباب حمد اللہ تعالیٰ بعد الاکل والشرب)

نیز حدیث میں ہے: کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر پر جاتے تو یہ دعا کرتے:

الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وآوانا فکم ممن لا کافی لہ ولا مؤوی۔

(صحیح مسلم: ۲۷۱۵، کتاب الذکر والدعاء باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور جس نے ہمیں پلایا اور جو ہمیں کافی ہے اور جس نے ہم کو ٹھکانا مہیا کیا، پس کتنے لوگ ایسے ہیں جن کو کوئی کفایت کرنے والا نہیں ہے اور جن کو کوئی ٹھکانا دینے والا نہیں ہے۔

اور امام ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد کا طعام رکھا جاتا اور وہ طعام اٹھایا نہیں جاتا حتیٰ کہ اس کی مغفرت کر دی جاتی، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کس وجہ سے، آپ نے فرمایا: جب طعام رکھا جاتا ہے تو وہ پڑھتا ہے: بِسْمِ اللّٰہِ اور جب طعام اٹھایا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی بحوالہ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲)

عبد اللہ بن ہبیرہ بیان کرتے ہیں از عبد الرحمٰن بن جبیرہ، کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آٹھ سال خدمت کی اور اس نے سنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی طعام قریب لایا جاتا تو آپ فرماتے: بِسْمِ اللّٰہِ اور جب آپ طعام سے فارغ ہوتے تو دعا کرتے

اللھم اطعمت وسقیت واغنیت واقنیت وھدیت واحییت فلک الحمد علی ما اعطیت

اے اللہ! تو نے مجھے کھلایا اور تو نے مجھے پلایا اور تو نے مجھے غنی کیا اور تو نے مجھے قریب کیا اور تو نے مجھے ہدایت دی اور تو نے مجھے زندہ کیا، پس تیرے ہی لئے حمد ہے ان نعمتوں پر جو تو نے مجھے عطا کیں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۶۲، السنن الکبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۲۰۲، عمل الیوم لابن السنی ص ۲۲۰)

حضرت سہل بن معاذ از والد خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے طعام کھانے کے بعد کہا:

الحمد للہ الذی اطعمنی ھذا ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوۃ۔

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کھلایا اور مجھے یہ رزق دیا بغیر میری قوت اور طاقت کے (تو اللہ تعالیٰ اس کے

Marfat.com

گزشتہ گناہوں کو بخش دیتا ہے)۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۲۳، سنن ترمذی: ۳۴۵۸، سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۵)

ابوایوب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے یا پیتے تو یہ دعا کرتے:

الحمد لله الذی اطعم وسقٰی وسوغه وجعل له مخرجا۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے کھلایا اور پلایا اور اس کو میرے حلق کے نیچے سے گزارا اور اس کے فضلات کے نکلنے کی جگہ بنائی۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۵۱، سنن کبریٰ للنسائی: ۶۸۹۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۴۲-۲۴۵، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۵۔ بَابُ: الْأَكْلِ مَعَ الْخَادِمِ — خادم کے ساتھ کھانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ تواضع اور تذلل کے قصد سے اور تکبر کو ترک کرنے کے قصد سے خادم کے ساتھ کھانا چاہیے اور یہ مومنین کے آداب میں سے ہے اور اخلاقِ مرسلین میں سے ہے۔ اور خادم کا اطلاق مذکر اور مؤنث دونوں پر ہوتا ہے اور یہ اس سے عام ہے کہ خادم غلام ہو یا آزاد ہو۔

۵۴۶۰۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ هُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ فَلْيُنَاوِلْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ أَوْ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ فَإِنَّهُ وَلِيَ حَرَّهُ وَعِلَاجَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد، وہ ابن زیاد ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم کھانا لے کر آئے، پس اگر اس نے اس کو ساتھ نہیں بٹھایا تو اس کو ایک لقمہ یا دو لقمے کھلائے۔ (آپ نے فرمایا: اسے ایک اُکلہ یا دو اُکلے یا ایک لقمہ یا دو لقمے کھلائے) کیونکہ اس نے کھانا پکانے میں گرمی اور مشقت کو برداشت کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۵۷، ۵۴۶۰، صحیح مسلم: ۱۶۶۳، سنن ترمذی: ۱۸۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۹، مسند احمد: ۷۴۹۲، سنن دارمی: ۲۰۷۴)

صحیح البخاری ۵۴۶۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خادم کو ساتھ کھلانے کے متعلق دیگر احادیث

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک

Marfat.com

کے خادم نے کھانا پکانے میں گرمی اور دھوئیں کو برداشت کیا ہے تو اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھائے، اگر وہ انکار کرے تو اس کو ایک لقمہ کھلائے، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور امام طبرانی نے روایت کی ہے: جب تم میں سے کسی ایک کا مملوک کھانا پکائے اور اس کی گرمی اور مشقت کو برداشت کرے اور پھر کھانا تمہیں کھلائے تو اس کو بلائے اور اپنے ساتھ کھانا کھلائے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کے ہاتھ کے اوپر کچھ کھانا رکھ دے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ احادیث استحباب پر محمول ہیں۔

اس مسئلہ میں علماء کے اقوال کہ آیا خادم کو وہی کھلانا ضروری ہے جس کو انسان خود کھاتا ہے

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: یہ حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے جس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ خادم کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور خادم کو وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے، کیونکہ حضرت ابوذر کی حدیث میں اس کو واجب نہیں قرار دیا کہ تم خادم کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو بلکہ اس میں یہ حکم ہے کہ خادم کو اپنے کھانے میں شریک رکھے۔

اور علامہ ابن المنذر نے نقل کیا ہے کہ تمام اہلِ علم نے یہ کہا ہے کہ خادم کو اس کھانے سے کھلانا واجب ہے جس کھانے کو وہ خود عام طور پر کھاتا ہے اور جو کھانا اس شہر میں عام طور پر کھایا جاتا ہے۔ اسی طرح کپڑوں وغیرہ کے پہنانے کی بھی یہی تفسیر ہے۔ اور مالک کے لیے جائز ہے کہ خود عمدہ کپڑے پہنے، اگرچہ افضل یہ ہے کہ خادم کو بھی ویسے ہی کپڑے پہنائے۔

اور علامہ ابن ملقن نے التوضیح میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر اس کو اپنے ساتھ نہیں بٹھاتا تو اس کو ایک لقمہ یا دو لقمے کھلائے، اس میں یہ دلیل ہے کہ مرد پر واجب ہے کہ جو خود کھاتا ہے اس میں سے کھلائے۔

امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کیا مرد اس طعام سے کھا سکتا ہے جس طعام کو اس کے گھر والے اور اس کے بال بچے اور اس کا غلام نہیں کھاتے، اور وہ لباس پہن سکتا ہے جس کو وہ لوگ نہیں پہنتے، تو امام مالک نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم! ایسا کر سکتا ہے لیکن ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا چاہیے، ان سے پوچھا گیا: تو پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا کیا محمل ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ عام طور پر لوگوں کو اس کی طاقت نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۷-۱۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: علامہ ابن ملقن کی شرح میں بھی اسی شرح کو اختصار سے ذکر کیا گیا ہے، یعنی علامہ عینی نے علامہ ابن ملقن کی شرح کی تفصیل کر دی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۶۰ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انسان کو چاہیے کہ بہ طور تواضع خادم کو اپنے ساتھ کھلائے اور خادم کو خوش رکھے اور اگر کسی وجہ سے ایسا نہ کر سکے تو اس کو ایک یا دو لقمے کھلا دے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ خادم نے تمہارے لیے کھانا پکانے کی مشقت اور گرمی کو برداشت کیا ہے تو اس کو بھی اس کا اجر ملنا چاہیے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۹۴، مکتبۃ الطبری القاہرہ مصر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۵۶۔ بَابٌ: الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ
کھانا کھا کر شکر کرنے والا صبر کرنے والے روزہ دار کی مثل ہے

فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔
اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

شاکر اور صابر میں جمیع وجوہ سے مماثلت نہیں ہے

اس باب میں کہا جاتا ہے کہ کھا کر شکر ادا کرنے والا صبر کرنے والے روزہ دار کی مثل ہے، یعنی جو شاکر کھاتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، اس کا ثواب اس کی مثل ہے جو روزہ رکھتا ہے اور بھوک پر صبر کرتا ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ شکر نعمت کا نتیجہ ہے اور صبر مصیبت کا نتیجہ ہے تو کس طرح شاکر کو صابر کے ساتھ تشبیہ دی جائے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تشبیہ اصلِ استحقاق میں ہے نہ کہ مقدار اور کیفیت میں اور تشبیہ میں جمیع وجوہ سے مماثلت لازم نہیں آتی۔

علامہ طیبی نے کہا ہے: حدیث میں ہے: ایمان کے دو حصے ہیں، نصف صبر ہے اور نصف شکر ہے۔ اور کبھی کوئی وہم کرنے والا یہ وہم کرتا ہے کہ شکر کا ثواب صبر کے ثواب سے کم ہوتا ہے تو اس کے وہم کا ازالہ یہ ہے کہ یہ دونوں ثواب میں برابر ہیں۔

یا مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ شکر کرنے والا اپنے دل میں منعم کی محبت پاتا ہے اور زبان سے اس کا اظہار کرتا ہے۔ اور ابن العربی نے کہا ہے کہ ان دو درجوں کو برابر رکھا گیا ہے۔ غنی اطاعت کرتا ہے اور فقیر صبر کرتا ہے اور دونوں کا اجر برابر ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس تعلیق کو ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے اس اضافہ کو اپنی شرح میں ذکر نہیں کیا، بلکہ انہوں نے اس باب کو آنے والے باب کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس تعلیق کو اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے کھا کر شکر ادا کرنے والا روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کی طرح ہے۔ اور حاکم نے اس لفظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ وہ صائم اور صابر کی مثل ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی اور امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سنان بن سنہ الاسلمی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانا کھا کر شکر ادا کرنے والے کو روزہ دار کے اجر کی مثل اجر ملے گا۔

کھانا کھا کر شکر ادا کرنے کی مختلف تعریفات

امام ابن حبان نے اس حدیث کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ جو آدمی کھانا کھاتا ہے، پھر اپنے خالق کی نافرمانی اپنی طاقت سے نہیں کرتا اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اپنے اعضاء سے اس کی عبادت بجالاتا ہے، کیونکہ روزہ دار بھی کھانے پر صبر کرتا ہے اور ممنوعہ

Marfat.com

کاموں کے ارتکاب پر صبر کرتا ہے اور کھانا کھانے کے بعد شکر کو اس کے ساتھ ذکر کیا ہے، پس واجب ہے کہ یہ شکر روزہ دار کے صبر کے مقابلہ میں ہو اور ممنوعہ کاموں کے ترک کرنے میں اس کے ساتھ شریک ہو۔

اللہ تعالیٰ کی حمد بھی اس کا شکر ہے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا اللہ کی حمد کرنے والے کو بھی شکر کرنے والے کا نام دیا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! کیونکہ معمر نے از قتادہ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حمد شکر کا سردار ہے، جس بندے نے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی، اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔

اور حسن بصری نے کہا کہ جس بندہ کو اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت عطا کی اور اس نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر حمد کی، تو اس کی حمد کا بہت عظیم درجہ ہوگا۔

اور ابراہیم نخعی نے کہا: طعام کا شکر یہ ہے کہ جب تم کھانا کھاؤ تو بسم اللہ پڑھو اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔

اور علل ابن حاتم میں روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ طعام کا شکر یہ ہے کہ تم کہو: الحمد للہ!

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: اس باب کے تحت امام بخاری نے کسی حدیث کی روایت نہیں کی۔

۵۷۔ بَابٌ: الرَّجُلِ يُدْعَى إِلَى طَعَامٍ فَيَقُولُ وَهٰذَا مَعِي

جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ کہے: یہ شخص بھی میرے ساتھ ہے

وَقَالَ أَنَسٌ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى مُسْلِمٍ لَا يُتَّهَمُ فَكُلْ مِنْ طَعَامِهِ وَاشْرَبْ مِنْ شَرَابِهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم کسی ایسے مسلمان کے گھر داخل ہو جس کے دین پر کوئی تہمت نہ ہو، تو تم اس کا کھانا کھاؤ اور اس کا پانی پیو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا شخص بھی مل جائے جس کو دعوت نہ دی گئی ہو تو مدعو (جس کو دعوت دی گئی ہے)، یہ کہے کہ یہ مرد بھی میرے ساتھ ہے، یعنی میرے تابع ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو امام بخاری نے بہ طور تعلیق کے ذکر کیا ہے کہ جب کوئی مرد کسی مسلمان مرد کے گھر داخل ہو خواہ اس نے دعوت دی ہو یا اس کے بغیر داخل ہو اور وہاں پر کوئی کھانے یا پینے کی چیز پائے تو کیا وہ اس کھانے پینے کی چیز کو تناول

کرے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کھائے اور پیے، بشرطیکہ وہ جس مسلمان مرد کے پاس گیا ہے، اس کے دین کے متعلق اور اس کے مال کے متعلق کوئی تہمت نہ ہو۔

اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے، وہ بھی اسی کی مثل ہے اور اس میں یہ مذکور ہے کہ جس مرد پر وہ کوئی تہمت نہ لگاتا ہو۔

اور امام احمد، امام حاکم اور طبرانی نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے گھر داخل ہو اور وہ اس کو کھانا کھلائے تو وہ اس کا دیا ہوا کھانا کھالے اور اس کے متعلق سوال نہ کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۶۱ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَأَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ فَعَرَفَ الْجُوعَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَهَبَ إِلَى غُلَامِهِ اللَّحَّامِ فَقَالَ اصْنَعْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً لَعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم خَامِسَ خَمْسَةٍ فَصَنَعَ لَهُ طُعَيِّمًا ثُمَّ أَتَاهُ فَدَعَاهُ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَا أَبَا شُعَيْبٍ إِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا فَإِنْ شِئْتَ أَذِنْتَ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ قَالَ لَا بَلْ أَذِنْتُ لَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو مسعود انصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ انصار کے ایک مرد کی کنیت ابوشعیب تھی، اور ان کا غلام گوشت فروخت کرتا تھا، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، اس وقت آپ اپنے اصحاب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے میں بھوک کے آثار محسوس کیے، وہ اپنے اس گوشت فروخت کرنے والے غلام کے پاس گئے، اور اس سے کہا: میرے لیے اتنا کھانا بناؤ جو پانچ آدمیوں کے لیے کافی ہو، شاید کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دوں، اور آپ پانچ میں سے پانچویں ہوں۔ پس اس نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو دعوت دی، تو آپ کے پیچھے ایک اور مرد بھی چل پڑا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوشعیب! یہ مرد ہمارے تابع ہو گیا ہے، اگر تم چاہو تو اس کو اجازت دو، اور اگر تم چاہو تو اس کو چھوڑ دو، حضرت ابوشعیب نے کہا: نہیں! بلکہ میں اس کو بھی اجازت دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۰۸۱، ۲۴۵۶، ۵۴۳۴، ۵۴۶۱، صحیح مسلم: ۲۰۳۶، سنن ترمذی: ۱۰۹۹، مسند احمد: ۱۶۶۳۶)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۶۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الاطعمہ کے اس باب میں گزر چکی ہے: "الرجل یتکلف الطعام لاخوانہ"۔ وہاں امام بخاری نے اس حدیث کی از محمد بن یوسف از الاعمش از ابی وائل از ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری روایت کی ہے۔

اس حدیث کی سند میں ابوالاسود کا ذکر ہے، یہ حُمید بن الاسود البصری الحافظ ہیں۔ اور اس حدیث میں ابواُسامہ کا ذکر ہے، یہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور اس حدیث میں اعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان بن اعمش ہیں، اور ابووائل کا ذکر ہے: یہ شقیق بن سلمہ ہیں اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ صحابی ہیں اور ان کا نام حضرت عقبہ بن عمرو الانصاری ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو دعوت دی جائے اور اس کے ساتھ کوئی بن بلایا مہمان بھی مل جائے، تو دعوت دینے والے کی اجازت سے اس کو بھی دعوت میں شامل کر لیا جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۴۶۱ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جب کسی انسان کو دعوت دی جائے اور اس کے تابع کوئی اور شخص بھی ہو جائے تو وہ اس کو اپنے ساتھ دعوت میں نہ لے جائے حتیٰ کہ دعوت دینے والے سے اجازت طلب کرے، اور اس کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) کبھی کھانا صرف میزبان اور مہمان کے لیے ہوتا ہے اور زائد نہیں ہوتا حتیٰ کہ بن بلائے مہمان کو بھی کھلایا جا سکے۔

(۲) میزبان مہمان کے ساتھ ایسی باتیں کرنا چاہتا ہے جن کے متعلق وہ یہ نہیں چاہتا کہ دوسرا شخص بھی ان باتوں پر مطلع ہو۔

(۳) تاکہ تابعین کو اور بن بلائے مہمانوں کو ادب شرعی کی تعلیم دی جائے کہ اگر ان کے لیے اجازت دی جائے تو داخل ہوں اور اگر اجازت نہ دی جائے تو داخل نہ ہوں اور واپس چلے جائیں۔

اور بعض لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ وہ اجازت طلب کریں، اگر ان سے کہا جائے، واپس جاؤ، تو چلے جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (النور)

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو، جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو○ اور اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو، حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے، اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ، یہ (لوٹ جانا) تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کا خوب جاننے والا ہے○

Marfat.com

نیز اس باب کی تعلیق میں مذکور ہے: جب تم کسی ایسے مسلمان کے گھر جاؤ جس کے اوپر کوئی تہمت نہ ہو تو اس کے کھانے میں سے کھاؤ اور اس کے پانی میں سے پیو۔

اس تعلیق کا معنی یہ ہے کہ جب تم کسی ایسے مسلمان کے گھر جاؤ جس پر یہ تہمت نہ ہو کہ وہ حرام مال کھاتا ہے، مثلاً سودی کاروبار کرتا ہے یا ملاوٹ کرتا ہے یا اور ناجائز کاروبار کرتا ہے تو پھر تم اس کے ہاں کھانا کھالو اور اگر اس پر یہ تہمت ہو تو پھر اس کے ہاں کھانا نہ کھاؤ۔ (شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۱۹۵، مکتبۃ الطبری القاہرہ مصر ۱۴۲۹ھ)

۵۸۔ بَابٌ: إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ فَلَا يَعْجَلْ عَنْ عَشَائِهِ

جب عشائیہ (رات کا کھانا) حاضر ہو تو عشاء کی نماز پڑھنے میں جلدی نہ کرے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب عشاء حاضر ہو (یعنی رات کا کھانا)۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ لفظ عشاء میں زبر بھی ہے اور اس کے نیچے زیر بھی ہے، اگر اس کے نیچے زیر ہو یعنی عِشا، تو یہ مغرب سے لے کر عشاء کی نماز تک کا وقت ہے اور اگر اس پر زبر ہو تو اس سے مراد رات کا کھانا ہے جو صبح کے ناشتہ کے برعکس ہوتا ہے۔

۵۴۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ عَمْرَو بْنَ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِي يَدِهِ فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْقَاهَا وَالسِّكِّينَ الَّتِي كَانَ يَحْتَزُّ بِهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ ان کے والد عمرو بن امیہ نے ان کو خبر دی، انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے بکری کا بازو کاٹ کر کھا رہے تھے۔ پھر نماز کی دعوت دی گئی تو آپ نے اس بازو کو پھینک دیا اور چھری کو بھی پھینک دیا جس سے کاٹ رہے تھے، پھر آپ کھڑے ہوئے، آپ نے نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۸، ۶۷۵، ۲۹۲۳، ۵۴۰۸، ۵۴۲۲، ۵۴۶۲، صحیح مسلم: ۳۵۵، سنن ترمذی: ۱۸۳۶، سنن دارمی: ۷۲۷)

صحیح البخاری: ۵۴۶۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نماز کے وقت کھانے کے ساتھ مشغول تھے۔

Marfat.com

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس میں عشاء کی نماز کی تخصیص کہاں ہے، حدیث میں تو نماز کا لفظ ہے اور نماز عشاء کے لفظ سے عام ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں مطلق مقید پر محمول ہے، یعنی حدیث میں اگرچہ نماز کا لفظ ہے مگر مراد اس سے عشاء کی نماز ہے، کیونکہ اس کے بعد حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نماز کی جماعت میں گزرے۔

آپ بکری کا بازو کھا رہے تھے یا بکری کی دستی کھا رہے تھے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ بکری کی دستی کھا رہے تھے، اور یہاں ذکر ہے کہ آپ بکری کا بازو کھا رہے تھے۔ تو میں کہوں گا کہ آپ کے پاس جو حاضرین تھے وہ بکری کا بازو بھی کھا رہے تھے اور بکری کی دستی بھی کھا رہے تھے، یا یہ دونوں لفظ ہاتھ کے ساتھ متعلق ہیں اور ہاتھ دونوں کو شامل ہیں۔

جب رات کا کھانا آجائے اور نماز کھڑی ہو تو دونوں امر جائز ہیں خواہ پہلے کھانا کھالے اور خواہ پہلے نماز پڑھ لے

میں کہتا ہوں: بہ ظاہر اس باب کے عنوان کا معنی یہ ہے کہ جب رات کا کھانا آجائے اور نماز کھڑی ہو تو پہلے رات کا کھانا کھالیا جائے، پھر نماز پڑھی جائے، مگر اس باب کی پہلی حدیث جو ہے وہ اس عنوان کے اس مقصود کے خلاف ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ اس باب کی دوسری حدیث عنوان کے اس مقصود کے مطابق آرہی ہے اور ان دونوں حدیثوں سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر رات کے کھانے کے وقت نماز کا وقت آجائے تو دونوں امر جائز ہیں۔ کھانا چھوڑ کر نماز پڑھ لے یا کھانے کو مقدم کرے۔ اور اس کا اعتبار انسان کی بھوک کی کیفیت سے ہوگا۔ اگر بھوک شدید ہو تو پہلے رات کا کھانا کھالے اور اگر بھوک شدید نہ ہو تو پھر پہلے نماز پڑھ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق بندہ کے حق پر مقدم ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۴۶۳۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مُعلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وُہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جب رات کا کھانا رکھ دیا جائے اور نماز کی اقامت کہی جائے تو تم رات کے کھانے سے ابتداء کرو۔ اور از ایوب نافع از ابن عمر از نبی ﷺ اسی کی مثل مروی ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۲، ۵۴۶۳، صحیح مسلم: ۵۵۸، مسند احمد: ۱۲۲۳۴)

صحیح البخاری: ۵۴۶۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں معلّٰی بن اسد کا ذکر ہے، یہ لفظ بابِ تعلیہ کا اسمِ مفعول ہے اور اس کی سند میں وُہیب کا ذکر ہے، یہ وہب

Marfat.com

کی تصغیر ہے۔ان کا نام وہب بن خالد ہے، اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، یہ سختیانی ہیں اور ابو قلابہ کا ذکر ہے، یہ عبد اللہ بن زید الجرمی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: جب العَشاء کو رکھ دیا جائے تو العَشاء سے ابتداء کرو۔ دونوں جگہوں پر یہ لفظ العَشاء ہے یعنی عشائیہ اور رات کا کھانا، اور رات کے کھانے کو مقدم کیا جائے اور عشاء کی نماز مؤخر کی جائے تا کہ ایسا نہ ہو کہ نماز کی حالت میں دل کھانے میں لگا رہے۔

۵۴۶۴۔ وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ تَعَشَّى مَرَّةً وَهُوَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ

اور از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ رات کا کھانا کھا رہے تھے اور امام کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۳، ۶۷۴، ۵۴۶۴، صحیح مسلم: ۵۵۹، سنن ابو داؤد: ۳۷۵۷، مسند احمد: ۴۷۰۹)

میں کہتا ہوں: یہاں امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کی الگ الگ روایت کی ہے، اور صحیح البخاری: ۶۷۳ میں ان دونوں حدیثوں کی ملا کر روایت کی ہے، اور وہ درج ذیل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کا رات کا کھانا آ جائے اور نماز کی اقامت کہی جائے تو وہ رات کے کھانے سے ابتداء کرے اور جلدی نہ کرے حتیٰ کہ کھانے سے فارغ ہو جائے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس جب کھانا رکھا جاتا اور نماز کی اقامت کہی جاتی تو وہ نماز پڑھنے نہ جاتے بلکہ کھانا کھاتے رہتے حتیٰ کہ وہ کھانے سے فارغ ہو جاتے اور وہ امام کے قرآن پڑھنے کی آواز سنتے رہتے۔

۵۴۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَحَضَرَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ قَالَ وُهَيْبٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب نماز کی اقامت کہی جائے اور عشائیہ (یعنی رات کا کھانا) حاضر ہو تو تم عشائیہ سے ابتداء کرو۔ وہیب اور یحییٰ بن سعید نے کہا از ہشام: جب عشائیہ رکھ دیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۱، ۵۴۶۵، صحیح مسلم: ۵۵۷، سنن ابن ماجہ: ۹۳۵، سنن ترمذی: ۳۵۳، سنن نسائی: ۸۵۳، مسند احمد: ۲۴۰۰۳، سنن دارمی: ۱۲۸۰)

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۶۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو چیز میرے لیے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیث میں

Marfat.com

جو مذکور ہے کہ نماز میں جلدی کی جائے کھانے سے پہلے تو یہ بطورِ وجوب نہیں ہے، یعنی بعض اوقات کھانے کو نماز پر مقدم بھی کیا جائے، اور ان احادیث میں نماز سے مراد نمازِ مغرب ہے یعنی نماز مغرب کے وقت اگر کھانا آ جائے تو بعض صورتوں میں پہلے نماز پڑھی جائے اور بعض صورتوں میں پہلے کھانا کھایا جائے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۸۵، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱، فتح الباری ج ۶ ص ۶۱۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۶۵ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دونوں حدیثوں کا محمل یہ ہے کہ جب انسان کو بھوک لگی ہو اور اس کو یہ خیال ہو کہ اگر وہ نماز میں مشغول ہو گیا تو نماز میں کھانے کا خیال رہے گا تو وہ پہلے کھانا کھالے، اور جب یہ صورت نہ ہو تو پھر اولیٰ یہ ہے کہ پہلے نماز پڑھنے کے لیے جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو بکری کے گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور نماز پڑھنے کے لیے چلے گئے اور نماز پڑھائی اور آپ نے یہ نہیں فرمایا: کہ مجھے مہلت دو حتیٰ کہ میں بکری کی دستی کھالوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ پس جب آپ اس چیز میں داخل ہوتے جو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو آپ کھانے کو بھول جاتے اور کھانے کا اہتمام نہ کرتے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گنجائش رکھی ہے کہ جب انسان کو زیادہ بھوک لگی ہو تو وہ پہلے کھانا کھالے، پھر کھانے سے فارغ ہو کر اطمینان سے نماز پڑھے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۹۶، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۵۹۔ بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا۔ (الاحزاب: ۵۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ''

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تم کھانا کھا چکو تو مکان سے اٹھ کر چلے جاؤ، اور اس کی تفسیر سورۃ الاحزاب میں گزر چکی ہے۔

۵۴۶۶۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَنَسًا قَالَ أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِالْحِجَابِ كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَسْأَلُنِي عَنْهُ أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَرُوسًا بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَكَانَ تَزَوَّجَهَا بِالْمَدِينَةِ فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَجَلَسَ مَعَهُ رِجَالٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پردے کے حکم کو لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں، اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ مجھ سے پردہ کے حکم کے متعلق سوال کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت

Marfat.com

بَعْدَ مَا قَامَ الْقَوْمُ حَتّٰى قَامَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَشٰى وَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتّٰى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ مَكَانَهُمْ فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ قَدْ قَامُوا فَضَرَبَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ سِتْرًا وَأُنْزِلَ الْحِجَابُ۔

جحش کے ساتھ بہ طورِ دولہا کے صبح کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مدینہ میں نکاح کیا تھا، آپ نے دن چڑھنے کے بعد لوگوں کو کھانے کی دعوت دی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ کے ساتھ چند مرد بھی بیٹھ گئے جب کہ باقی لوگ اٹھ کر چلے گئے تھے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، پس آپ چل کر گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ چل کر گیا حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ تک پہنچے، پھر آپ نے گمان فرمایا کہ اب وہ لوگ چلے گئے ہوں گے، پس میں آپ کے ساتھ واپس گیا تو ابھی وہ لوگ ان جگہوں پر بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ واپس آ گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ دوبارہ واپس آیا حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے دروازہ تک پہنچے، پھر آپ لوٹ آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ آیا، اس وقت وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور پردہ کا حکم نازل ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۴۷۹۱، ۴۷۹۲، ۴۷۹۳، ۴۷۹۴، ۵۱۵۴، ۵۱۶۳، ۵۱۶۶، ۵۱۶۸، ۵۱۷۰، ۵۱۷۱، ۵۴۶۶، ۶۲۳۸، ۶۲۳۹، ۶۲۷۱، ۷۴۲۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۸، سنن ترمذی: ۳۲۱۷، مسند احمد: ۱۲۹۴۸)

صحیح البخاری: ۵۴۶۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں آیتِ حجاب نازل ہونے کا بیان کیا گیا ہے، اور اس باب کے عنوان میں اس کا سبب بیان کیا گیا ہے، کیونکہ چند لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے کھانا کھانے کے بعد اٹھے نہیں اور دیر تک بیٹھے رہے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو رہی تھی۔ اور حضرت زینب بنت جحش بھی گھر میں ایک جگہ بیٹھی تھیں کہ وہ لوگ چلے جائیں تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آئیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو، سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے، کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو، بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ، بے

Marfat.com

وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ۝ (الاحزاب)

شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، سو وہ تم سے حیاء کرتے ہیں، اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا، اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے، تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو، بے شک اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے O

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''حجاب'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے کہ پردہ کی آیت کے نزول کے متعلق یہ حدیث ہے، اور اس حدیث میں ''عروس'' کا لفظ ہے، اس کا مذکر اور مؤنث (یعنی دولہا اور دلہن) دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔

یہ حدیث سورۂ احزاب کی تفسیر میں گزر چکی ہے، وہاں امام بخاری نے متعدد اسانید کے ساتھ اس حدیث کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس کی مفصل شرح وہاں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

الاحزاب: ۵۳ کی تفسیر از مصنف

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، کاش! آپ امہات المومنین کو حجاب میں رہنے کا حکم دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۹۰)

نیز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح، اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی دعوت کی، انہوں نے کھانا کھایا، پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور اس وقت ایسا لگا جیسے آپ جانے لگے ہوں، لیکن مسلمان نہیں اٹھے، جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہوئے، جب آپ کھڑے ہو گئے تو مسلمانوں میں سے بھی بعض کھڑے ہو گئے اور تین شخص بیٹھے رہے، پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے، میں نکل کر گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے حتیٰ کہ حجرے میں داخل ہو گئے، میں بھی داخل ہونے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ۔ (الاحزاب: ۵۳) (صحیح البخاری: ۴۷۹۱)

اس سے مراد دنیا اور دنیا کی تمام وہ چیزیں ہیں جن کی ضرورت پیش آتی ہے، نیز اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان ازواج مطہرات سے پردہ کی اوٹ سے دینی مسائل بھی معلوم کر سکتے ہیں اور دنیاوی ضرورت کی چیزیں بھی طلب کر سکتے ہیں، اس اجازت میں عام مسلم خواتین بھی داخل ہیں، کیونکہ عورتیں مجسم چھپائی جانے والی جنس ہیں، ان کا بدن اور ان کی آواز سب مستور ہے بلکہ واجب

Marfat.com

الستر ہے اور سوائے شہادت یا علاج کے ان کے لیے اپنے جسم کے کسی حصہ کو کسی بھی نامحرم کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر عدت واجب نہیں ہے، کیونکہ عدت اس مدت کو کہتے ہیں جس میں بیویاں کسی دوسرے سے نکاح کرنے سے رکی رہتی ہیں اور کسی دوسرے شخص سے نکاح کا انتظار کرتی ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے کسی دوسرے شخص کا نکاح کرنا جائز نہ تھا اور وہ بدستور آپ کے نکاح میں تھیں اور آپ کی زوجات تھیں، حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ورثاء میرے دینار کو تقسیم نہیں کریں گے، میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور اپنے عامل کے معاوضہ کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے، وہ صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۷۶)، نیز حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر سبب (رشتہ نکاح) اور ہر نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا، سوا میرے سبب اور میرے نسب کے۔ (المعجم الکبیر: ۲۶۳۴)

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تعظیم کی خبر دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خواہ حیات ظاہری میں ہوں یا وصال فرما چکے ہوں، آپ کی حرمت اور عزت اور آپ کی تعظیم اور تکریم کرنا واجب ہے۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۵۰۱)

صحیح البخاری: ۵۴۶۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص دوسرے کے گھر میں زیادہ دیر تک بیٹھے حتیٰ کہ گھر والے کو اس کے زیادہ دیر بیٹھنے سے تکلیف ہو تو گھر والے کے لیے جائز ہے کہ وہاں سے اٹھ کر چلا جائے اور اپنے جانے سے یہ خبر دے کہ اس کو جانے کی ضرورت ہے تاکہ وہ لوگ بھی چلے جائیں اور یہ ادب کے خلاف نہیں ہے اور عنقریب کتاب الادب میں اس کی شرح آئے گی۔ اور یہ حدیث کتاب الاطعمہ کی آخری حدیث ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۵۸، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۶۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کھانا کھانے کے بعد کسی کے گھر سے اٹھ کر چلے جانا چاہیے تاکہ گھر والے کو اس کے زیادہ دیر بیٹھنے سے تکلیف اور ناگواری نہ ہو۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۸۶، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۶۱۹، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۶۶ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان جب کسی کے گھر میں کھانا کھالے تو وہاں سے چلا جائے، کیونکہ جب وہ وہاں ٹھہرا رہے گا تو گھر والے کو اس سے ایذاء ہوگی مگر جب اس کو یہ معلوم ہو کہ گھر والا بھی اس میں رغبت کرتا ہے کہ وہ اس کے پاس ٹھہرے تو پھر اس کے ہاں زیادہ دیر ٹھہرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو، سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے، کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو، بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ، بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے۔

اس آیت میں گھر سے چلے جانے کے حکم کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر میزبان کو مہمان کے ٹھہرنے سے تکلیف نہ پہنچے تو پھر مہمان کا گھر میں زیادہ دیر تک ٹھہرنا جائز ہے، کیونکہ جو حکم کسی علت پر مبنی ہو تو علت کے ارتفاع سے وہ حکم بھی مرتفع ہو جاتا ہے۔

سوال: کتاب الاطعمہ مکمل ہوگئی اور اس میں کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کے متعلق حدیث کا ذکر نہیں ہے؟

جواب: کیونکہ امام بخاری کی شرط کے مطابق یہ حدیث نہیں ہے اور امام بخاری اسی حدیث کا ذکر کرتے ہیں جو ان کی شرط کے مطابق ہو۔

سوال: کیا کھانے سے پہلے ہاتھوں کا دھونا سنت ہے؟

جواب: صحیح یہ ہے کہ یہ سنتِ مطلقہ نہیں ہے، کیونکہ کبھی انسان کے ہاتھ میل کچیل یا گندگی کے ساتھ ملوث ہوتے ہیں اس وقت تو ان کو دھونا چاہیے، ورنہ کھانے سے پہلے ہاتھوں کا دھونا ضروری نہیں ہے۔

سوال: کیا کسی واقعے سے پہلے اس پر قرآن مجید کی کسی آیت سے استشہاد اور استدلال کرنا چاہیے؟

جواب: اگر اس واقعہ کے متعلق کوئی آیت ہو تو اس سے استشہاد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ جب حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر آئے، تاکہ ان کو اٹھائیں اور آپ نے یہ آیت پڑھی، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ (التغابن: ۱۵) تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو صرف آزمائش ہیں۔

کتاب الاطعمہ مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ کتاب العقیقہ شروع ہوگی۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۹۷، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: کتاب الاطعمہ میں ایک سو بارہ احادیث مرفوعہ ہیں، جن میں سے چودہ تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں، اور اس میں نوے احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث بائیس ہیں۔

کھانے کے متعلق صدر الشریعہ علامہ امجد علی کی تحقیق

صدر الشریعہ بدر الطریقۃ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ تحریر فرماتے ہیں:

حدیث ا: صحیح مسلم شریف میں (حضرت) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "جس کھانے پر بِسْمِ اللہِ نہ پڑھی جائے، شیطان کے لیے وہ کھانا حلال ہو جاتا ہے"۔ یعنی بِسْمِ اللہِ نہ پڑھنے کی صورت میں شیطان اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب۔۔۔ الحدیث: ۱۰۲، (۲۰۱۷)، ص ۱۱۱۶)

Marfat.com

حدیث ۲: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص مکان میں آیا اور داخل ہوتے وقت اور کھانے کے وقت اس نے بِسْمِ اللہِ پڑھ لی تو شیطان اپنی ذُرِّیت سے کہتا ہے کہ اس گھر میں نہ تمہیں رہنا ملے گا نہ کھانا اور اگر داخل ہوتے وقت بِسْمِ اللہِ نہ پڑھی تو کہتا ہے: اب تمہیں رہنے کی جگہ مل گئی اور کھانے کے وقت بھی بِسْمِ اللہِ نہ پڑھی تو کہتا ہے کہ رہنے کی جگہ بھی ملی اور کھانا بھی ملا''۔ (صحیح مسلم: کتاب الاشربہ، باب آداب الطعام والشرب۔۔الحدیث: ۱۰۳، (۲۰۱۸) ص۱۱۱۶)

حدیث ۳: صحیح بخاری و مسلم میں عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی، کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا (یعنی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب اور ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ہیں) کھاتے وقت برتن میں ہر طرف ہاتھ ڈال دیتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بِسْمِ اللہِ پڑھو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کی اس جانب سے کھاؤ، جو تمہارے قریب ہے''۔ (صحیح مسلم: کتاب الاشربہ، باب آداب الطعام والشرب۔۔الحدیث: ۱۰۸، (۲۰۲۲) ص۱۱۱۸)

حدیث ۴: ابوداؤد و ترمذی و حاکم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص کھانا کھائے تو اللہ (عزوجل) کا نام ذکر کرے یعنی بِسْمِ اللہِ پڑھے اور اگر شروع میں بِسْمِ اللہِ پڑھنا بھول جائے تو یوں کہے: ''بسم اللہ اولہ وآخرہ''۔ (سنن ابی داود: کتاب الاطعمہ، باب التسمیۃ علی الطعام، الحدیث: ۳۷۶۷، ج ۳ ص ۴۸۷)

اور امام احمد و ابن ماجہ و ابن حبان و بیہقی کی روایت میں یوں ہے: ''بسم اللہ فی اولہ واخرہ''۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب التسمیۃ عند الطعام، الحدیث: ۳۲۶۴، ج ۴ ص ۱۱)

حدیث ۵: امام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و حاکم وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ ارشاد فرمایا: ''مجتمع ہو کر کھانا کھاؤ اور بِسْمِ اللہِ پڑھو تمہارے لیے اس میں برکت ہوگی''۔ (سنن ابی داود، کتاب الاطعمہ، باب فی الاجتماع علی الطعام، الحدیث: ۳۷۶۴، ج ۳ ص ۴۸۶)

ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کھاتے ہیں اور پیٹ نہیں بھرتا، ارشاد فرمایا کہ ''شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے، عرض کی: ہاں۔ فرمایا: اکٹھے ہو کر کھاؤ اور بِسْمِ اللہِ پڑھو، برکت ہوگی''۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب الاجتماع علی الطعام، الحدیث: ۳۲۸۶، ج ۴ ص ۲۱)

حدیث ۶: شرح السنہ میں ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، کھانا پیش کیا گیا، ابتدا میں اتنی برکت ہم نے کسی کھانے میں نہیں دیکھی، مگر آخر میں بے برکتی دیکھی، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا کیوں ہوا؟ ارشاد فرمایا: ''ہم سب نے کھانے کے وقت بِسْمِ اللہِ پڑھی تھی، پھر ایک شخص بغیر بِسْمِ اللہِ پڑھے کھانے کو بیٹھ گیا، اس کے ساتھ شیطان نے کھانا کھالیا''۔ (شرح السنہ، کتاب الاطعمہ، باب التسمیۃ علی الاکل۔۔الخ، الحدیث: ۲۸۱۸، ج ۶ ص ۶۱۔۶۲)

حدیث ۷: ابوداؤد نے اُمیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: ایک شخص بغیر بِسْمِ اللہِ پڑھے کھانا کھا رہا تھا، جب کھا چکا صرف ایک لقمہ باقی رہ گیا، یہ لقمہ اٹھایا اور یہ کہا: بسم اللہ اولہ واخرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور یہ فرمایا کہ ''شیطان اس کے ساتھ کھا رہا تھا، جب اس نے اللہ (عزوجل) کا نام ذکر کیا جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا اُگل دیا''۔ اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ بِسْمِ اللہِ نہ کہنے سے کھانے کی برکت جو چلی گئی تھی واپس آ گئی۔

(سنن ابی داود، کتاب الاطعمہ، باب التسمیۃ علی الطعام، الحدیث: ۳۷۶۸، ج ۳ ص ۴۸۸)

Marfat.com

حدیث ۸: صحیح مسلم میں حُذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: جب ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں حاضر ہوتے تو جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم شروع نہ کرتے، کھانے میں ہم ہاتھ نہیں ڈالتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے، ایک لڑکی دوڑتی ہوئی آئی جیسے اسے کوئی دھکیل رہا ہے، اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ایک اعرابی دوڑتا ہوا آیا جیسے اسے کوئی دھکیل رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور یہ فرمایا کہ ''جب کھانے پر اللہ (عزوجل) کا نام نہیں لیا جاتا تو وہ کھانا شیطان کے لیے حلال ہو جاتا ہے۔ شیطان اس لڑکی کے ساتھ آیا کہ اس کے ساتھ کھائے، میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اس اعرابی کے ساتھ آیا کہ اس کے ساتھ کھائے، میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اس کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے، اس کے بعد حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اللہ (عزوجل) کا نام ذکر کیا یعنی بِسْمِ اللّٰہِ کہی اور کھانا کھایا۔ اسی کے مثل امام احمد و ابوداؤد و نسائی و حاکم نے بھی روایت کی ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب آداب الطعام والشرب۔۔۔ الخ الحدیث: ۱۰۲ (۲۰۱۷) ص ۱۱۱۶)

حدیث ۹: ابن عساکر نے عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس کھانے پر اللہ (عزوجل) کا نام ذکر نہ کیا ہو، وہ بیماری ہے اور اس میں برکت نہیں ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اگر ابھی دسترخوان نہ اٹھایا گیا ہو تو بسم اللہ پڑھ کر کچھ کھالے اور دسترخوان اٹھا لیا گیا ہو تو بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر انگلیاں چاٹ لے''۔ (تاریخ دمشق، لابن عساکر، رقم: ۴۷۴۴ ۱۲، ج ۶ ص ۳۲۵)

حدیث ۱۰: دَیلمی نے اَنَس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کھائے یا پیے تو یہ کہہ لے:

بسم اللہ وباللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء یاحی یا قیوم۔	اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، اے ہمیشہ زندہ وقائم رہنے والے۔

پھر اس سے کوئی بیماری نہ ہوگی، اگرچہ اس میں زہر ہو''۔ (الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۱۱۱۳، ج ۱ ص ۱۶۸)

حدیث ۱۱: صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کھانا کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور پانی پیے تو داہنے ہاتھ سے پیے''۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب آداب الطعام والشرب۔۔۔ الخ الحدیث: ۱۰۵، (۲۰۲۰)، ص ۱۱۱۷)

حدیث ۱۲: صحیح مسلم میں انہیں سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی شخص نہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھائے، نہ پانی پیے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے''۔
(صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب آداب الطعام والشرب۔۔۔ الخ الحدیث: ۱۰۶، (۲۰۲۰)، ص ۱۱۱۷)

حدیث ۱۳: ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ''دہنے ہاتھ سے کھائے اور دہنے ہاتھ سے پیے اور دہنے ہاتھ سے لے اور دہنے ہاتھ سے دے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور بائیں سے دیتا ہے''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب الاکل بالیمین، الحدیث: ۳۲۶۶، ج ۴ ص ۱۲)

حدیث ۱۴: ابن النجار نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین انگلیوں سے کھانا انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے''۔ (الجامع الصغیر للسیوطی، الحدیث: ۳۰۷۴، ص ۱۸۴)

Marfat.com

اور حکیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تین انگلیوں سے کھاؤ کہ یہ سنت ہے اور پانچوں انگلیوں سے نہ کھاؤ کہ یہ اعراب (گنواروں) کا طریقہ ہے''۔ (کنز العمال، کتاب المعیشۃ، الخ، رقم: ۴۰۸۷۲، ج ۱۵، ص ۱۱۵)

حدیث ۱۵: صحیح مسلم میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور پونچھنے سے پہلے ہاتھ چاٹ لیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب استحباب لعق الاصابع ۔۔ الخ، الحدیث ۱۳۲ ۔ (۲۰۳۲) ص ۱۱۲۲)

حدیث ۱۶: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگلیوں اور برتن کے چاٹنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ ''تمہیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے''۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب استحباب لعق الاصابع ،، الحدیث: ۱۳۳ ۔ (۲۰۳۳) ص ۱۱۲۲)

حدیث ۱۷: صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''کھانے کے بعد ہاتھ کو نہ پونچھے، جب تک چاٹ نہ لے یا دوسرے کو چٹا نہ دے''۔ یعنی ایسے شخص کو چٹا دے جو کراہت و نفرت نہ کرتا ہو، مثلاً تلامذہ و مریدین کہ یہ استاد و شیخ کے جھوٹے کو تبرک جانتے ہیں اور بڑی خوشی سے استعمال کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمہ، باب لعق الاصابع، الخ۔ الحدیث: ۵۴۵۶، ج ۳ ص ۵۳۲)

حدیث ۱۸: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے نُبیشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو کھانے کے بعد برتن کو چاٹے گا، وہ برتن اس کے لیے استغفار کرے گا''۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند البصریین، حدیث نبیشۃ الھذلی، الحدیث: ۲۰۷۵۵، ج ۷ ص ۳۸۲)

رزین کی روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ برتن یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو جہنم سے آزاد کرے، جس طرح تو نے مجھے شیطان سے نجات دی۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب الاطعمہ، الفصل الثالث، الحدیث: ۴۲۲۳، ج ۲ ص ۴۵۵)

حدیث ۱۹: طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے اور پانی میں پھونکنے سے ممانعت فرمائی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، الحدیث: ۲۸۱۸، ج ۱ ص ۶۶۲، المعجم الاوسط، باب المیم، الحدیث: ۵۱۳۸، ج ۴ ص ۴۰)

حدیث ۲۰: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''شیطان تمہارے ہر کام میں حاضر ہوجاتا ہے، کھانے کے وقت بھی حاضر ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اگر لقمہ گر جائے اور اس میں کچھ لگ جائے تو صاف کر کے کھالے اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے اور جب کھانے سے فارغ ہوجائے تو انگلیاں چاٹ لے، کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے''۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب استحباب لعق الاصابع، الحدیث: ۱۳۵ (۲۰۳۳)، ص ۱۱۲۳)

حدیث ۲۱: ابن ماجہ نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے، ان کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا، انہوں نے اٹھالیا اور صاف کر کے کھالیا۔ یہ دیکھ کر گنواروں نے آنکھوں سے اشارہ کیا (کہ یہ کتنی حقیر و ذلیل بات ہے کہ گرے ہوئے لقمہ کو انہوں نے کھالیا)، کسی نے ان سے کہا: خدا امیر کا بھلا کرے (معقل بن یسار وہاں امیر و سردار کی حیثیت سے تھے) یہ گنوار نکھیوں سے اشارہ کرتے ہیں کہ آپ نے گرا ہوا لقمہ کھالیا اور آپ کے سامنے یہ کھانا موجود ہے، انہوں نے فرمایا: ان عجمیوں کی وجہ سے میں اس چیز کو نہیں چھوڑ سکتا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، ہم کو حکم تھا کہ جب لقمہ گر جائے، اسے صاف کر کے کھایا جائے، شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب اللقمۃ اذا سقطت، الحدیث: ۳۲۷۸، ج ۴ ص ۱۷)

Marfat.com

حدیث ۲۲: ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکان میں تشریف لائے، روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا، اس کو لے کر پونچھا پھر کھالیا اور فرمایا: ''عائشہ! اچھی چیز کا احترام کرو کہ یہ چیز (یعنی روٹی) جب کسی قوم سے بھاگی ہے تو لوٹ کر نہیں آئی''۔ یعنی اگر ناشکری کی وجہ سے کسی قوم سے رزق چلا جاتا ہے تو پھر واپس نہیں آتا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب النھی عن القاء الطعام، الحدیث: ۳۳۵۳، ج ۴ ص ۴۹)

حدیث ۲۳: طبرانی نے عبداللہ بن ام حرام رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''روٹی کا احترام کرو کہ وہ آسمان وزمین کی برکات سے ہے، جو شخص دسترخوان سے گری ہوئی روٹی کو کھالے گا، اس کی مغفرت ہوجائے گی''۔

(الجامع الصغیر للسیوطی، الحدیث: ۱۴۲۶، ص ۸۸)

حدیث ۲۴: دارمی نے اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہ جب ان کے پاس ثرید لایا جاتا تو حکم کرتیں کہ چھپادیا جائے کہ اس کی بھاپ کا جوش ختم ہوجائے اور فرماتیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ اس سے برکت زیادہ ہوتی ہے۔

(سنن دارمی، کتاب الاطعمہ، باب النھی عن اکل الطعام الحار، الحدیث: ۲۰۴۷، ج ۲ ص ۱۳۷)

حدیث ۲۵: حاکم جابر رضی اللہ عنہ سے اور ابوداؤد اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا: ''کھانے کو ٹھنڈا کرلیا کرو کہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہے''۔ (المستدرک للحاکم، کتاب الاطعمہ، باب ابردو الطعام الحار، الحدیث: ۷۲۰۷، ج ۵ ص ۱۶۲)

حدیث ۲۶: صحیح بخاری میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ جب دسترخوان اٹھایا جاتا، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پڑھتے:

الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے بے شمار تعریفیں، نہایت پاکیزہ اور بابرکت نہ کفایت کی گئی نہ چھوڑی گئی اور نہ اس سے لاپرواہی برتی گئی، اے ہمارے رب! (قبول فرما)

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمہ، باب مایقول اذا فرغ من طعامہ، الحدیث: ۵۴۵۸، ج ۳ ص ۵۴۳، سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا فرغ من الطعام، الحدیث: ۳۴۶۷، ج ۵ ص ۲۸۳)

حدیث ۲۷: صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس بندہ سے راضی ہوتا ہے کہ جب لقمہ اٹھاتا ہے تو اس پر (اللہ عزوجل) کی حمد کرتا ہے اور پانی پیتا ہے تو اس پر اس کی حمد کرتا ہے''۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء۔۔۔ الخ، باب استحباب حمد اللہ، الخ، الحدیث: ۸۹ (۲۷۳۴)، ص ۱۴۶۳)

حدیث ۲۸: ترمذی وابوداؤد وابن ماجہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے سے فارغ ہوکر یہ پڑھتے:

الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمہ، باب: مایقول الرجل اذا طعم، الحدیث: ۳۸۵۰، ج ۳ ص ۵۱۳)

حدیث ۲۹: ترمذی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کھانے والا شکر گزار ویسا ہی ہے جیسا روزہ دار صبر کرنے والا''۔ (سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب: ۴۳، الحدیث: ۲۴۹۴، ج ۴ ص ۲۱۹)

حدیث ۳۰: ابوداؤد نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھاتے یا پیتے، یہ پڑھتے:

الحمد للہ الذی اطعم وسقٰی وسوغه وجعل له مخرجا۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے کھلایا، پلایا اور اسے با آسانی اتارا اور اس کے نکلنے کا راستہ بنایا۔

حدیث ۳۱: ضیاء نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ارشاد فرمایا: ''آدمی کے سامنے کھانا رکھا جاتا ہے اور اٹھانے سے پہلے اس کی مغفرت ہوجاتی ہے''، اس کی صورت یہ ہے کہ جب رکھا جائے بِسْمِ اللّٰہِ کہے اور جب اٹھایا جانے لگے تو الحمد للہ کہے۔

(الاحادیث المختارۃ، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۲۳۰۰، ج ۶ ص ۲۸۶)

حدیث ۳۲: نسائی وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے:

الحمد للہ الذی یطعم ولا یطعم ومن علینا فھدانا واطعمنا وسقانا وکل بلاء حسن ابلانا، الحمد للہ غیر مودع ربی ولا مکافی ولا مکفور ولا مستغنی عنه، الحمد للہ الذی اطعمنا من الطعام وسقانا من الشراب وکسانا من العری وھدانا من الضلال وبصرنا من العمی وفضلنا علی کثیر من خلقه تفضیلا والحمد للہ رب العالمین۔

(کنز العمال، کتاب المعیشۃ، رقم: ۴۰۸۴۳، ج ۱۵ ص ۱۱۳)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا، اس نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں ہدایت دی اور ہمیں کھلایا، پلایا اور ہمیں ہر نعمت خوب عطا کی۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، اس حال میں کہ نہ تو وہ نعمت چھوڑی گئی نہ اس کا بدلہ دیا گیا اور نہ ناشکری کی گئی اور نہ اس سے لاپرواہی برتی گئی۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور برہنگی میں کپڑا پہنایا اور گمراہی سے ہدایت دی اور اندھے پن سے بینا کیا اور اپنی بہت سی مخلوق پر ہمیں فضیلت دی، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

حدیث ۳۳: امام احمد وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص کھانا کھائے تو یہ کہے: ''اللھم بارک لنا فیه وابدلنا خیرا منه''، اے اللہ! (عزوجل) ہمارے لیے اس (کھانے) میں برکت عطا فرما اور ہمیں اس سے بہتر بدل عطا فرما۔ اور جب دودھ پیے تو یہ کہے: ''اللھم بارک لنا فیه وزدنا منه، اے اللہ! (عزوجل) ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں مزید عطا فرما۔ کیونکہ دودھ کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں جو کھانے اور پانی دونوں کی قائم مقام ہو''۔ (شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب، الحدیث: ۵۹۵۷، ج ۵ ص ۱۰۴)

حدیث ۳۴: ابن ماجہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے پر سے اٹھنے کی ممانعت کی، جب تک کھانا اٹھا نہ لیا جائے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب النھی ان یقام عن الطعام حتی یرفع۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۲۹۴، ج ۴ ص ۲۴)

حدیث ۳۵: ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب دسترخوان چنا جائے تو کوئی شخص دسترخوان سے نہ اٹھے، جب تک دسترخوان نہ اٹھالیا جائے اور کھانے سے ہاتھ نہ کھینچے اگرچہ کھاچکا ہو، جب تک سب لوگ فارغ نہ ہوجائیں اور اگر ہاتھ روکنا ہی چاہتا ہے تو معذرت پیش کرے کیونکہ اگر بغیر معذرت کیے ہاتھ روک لے گا تو اس کے ساتھ دوسرا شخص جو کھانا کھا رہا ہے شرمندہ ہوگا، وہ بھی ہاتھ کھینچ لے گا اور شاید ابھی اس کو کھانے کی حاجت باقی ہو''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب

الاطعمہ، باب النھی ان یقام عن الطعام حتی یرفع۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۲۹۵، ج ۴ ص ۲۴)

اسی حدیث کی بناء پر علماء یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کم خوراک ہو تو آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کھائے اور اس کے باوجود بھی اگر جماعت کا ساتھ نہ دے سکے تو معذرت پیش کرے تاکہ دوسروں کو شرمندگی نہ ہو۔

حدیث ۳۶: ترمذی و ابوداؤد نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے توریت میں پڑھا تھا کہ کھانے کے بعد وضو کرنا یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا برکت ہے۔ اس کو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کھانے کی برکت اس کے پہلے وضو کرنا اور اس کے بعد وضو کرنا ہے''۔ (اس حدیث میں وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہے)۔

(سنن الترمذی، کتاب الاطعمہ، باب ماجاء فی الوضوء قبل الطعام وبعدہ، الحدیث: ۱۸۵۳، ج ۳ ص ۳۳۴)

حدیث ۳۷: طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ ارشاد فرمایا: ''کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرنا (ہاتھ منہ دھونا) محتاجی کو دور کرتا ہے اور یہ مرسلین (علیہم السلام) کی سنتوں میں سے ہے''۔ (المعجم الاوسط، باب المیم، الحدیث: ۷۱۶۶، ج ۵ ص ۲۳۱)

حدیث ۳۸: ابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا: ''جو یہ پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں زیادہ خیر کرے تو جب کھانا حاضر کیا جائے، وضو کرے اور جب اٹھایا جائے اس وقت وضو کرے، یعنی ہاتھ منہ دھولے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب الوضوء عند الطعام، الحدیث: ۳۲۶۰، ج ۴ ص ۹)

حدیث ۳۹: ابن ماجہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اکٹھے ہو کر کھاؤ، الگ الگ نہ کھاؤ کہ برکت جماعت کے ساتھ ہے''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب الاجتماع علی الطعام، الحدیث: ۳۲۸۷، ج ۴ ص ۲۱)

حدیث ۴۰: ترمذی نے عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: ہمارے پاس ایک برتن میں بہت سی ثرید اور بوٹیاں لائیں گئیں۔ میرا ہاتھ برتن میں ہر طرف پڑنے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سامنے سے تناول فرمایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا داہنا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ کہ یہ ایک ہی قسم کا کھانا ہے۔ اس کے بعد طبق میں طرح طرح کی کھجوریں لائیں گئیں، میں نے اپنے سامنے سے کھانی شروع کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ مختلف جگہ طباق میں پڑتا۔ پھر فرمایا کہ عکراش جہاں سے چاہو کھاؤ، کہ یہ ایک قسم کی چیز نہیں۔ پھر پانی لایا گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ دھوئے اور ہاتھوں کی تری سے منہ اور کلائیوں اور سر پر مسح کر لیا اور فرمایا کہ ''عکراش جس چیز کو آگ نے چھوا یعنی جو آگ سے پکائی گئی ہو، اس کے کھانے کے بعد یہ وضو ہے''۔ (سنن الترمذی، کتاب الاطعمہ، باب ماجاء فی التسمیۃ، الحدیث: ۱۸۵۵، ج ۳ ص ۳۳۵)

مسائل فقہیہ

بعض صورت میں کھانا فرض ہے کہ کھانے پر ثواب ہے اور نہ کھانے میں عذاب۔ اگر بھوک کا اتنا غلبہ ہو کہ جانتا ہو کہ نہ کھانے سے مر جائے گا تو اتنا کھا لینا جس سے جان بچ جائے فرض ہے اور اس صورت میں اگر نہیں کھایا یہاں تک کہ مر گیا تو گنہگار ہوا۔ اتنا کھا لینا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت آجائے اور روزہ رکھ سکے یعنی نہ کھانے سے اتنا کمزور ہو جائے گا کہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا اور روزہ نہ رکھ سکے گا تو اس مقدار سے کھا لینا ضروری ہے اور اس میں بھی ثواب ہے۔

(الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۹ ص ۵۵۹)

Marfat.com

مسئلہ ۱: اضطرار کی حالت میں یعنی جب کہ جان جانے کا اندیشہ ہے اگر حلال چیز کھانے کے لیے نہیں ملتی تو حرام چیز یا مردار یا دوسرے کی چیز کھا کر اپنی جان بچائے اور ان چیزوں کے کھالینے پر اس صورت میں مواخذہ نہیں، بلکہ نہ کھا کر مر جانے میں مواخذہ ہے اگرچہ پرائی چیز کھانے میں تاوان (یعنی جو کچھ نقصان ہوا، وہ ادا کرے) دینا ہوگا۔ (الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ ج ۹ ص ۵۵۹)

مسئلہ ۲: پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے تو کسی چیز کو پی کر اپنے کو ہلاکت سے بچانا فرض ہے۔ پانی نہیں ہے اور شراب موجود ہے اور معلوم ہے کہ اس کے پی لینے میں جان بچ جائے گی تو اتنی پی لے جس سے یہ اندیشہ جاتا رہے۔

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۹ ص ۵۵۹)

مسئلہ ۳: دوسرے کے پاس کھانے پینے کی چیز ہے، تو قیمت سے خرید کر کھا پی لے، وہ قیمت سے بھی نہیں دیتا اور اس کی جان پر بنی ہے تو اس سے زبردستی چھین لے اور اگر اس کے لیے بھی یہی اندیشہ ہے تو کچھ لے لے اور کچھ اس کے لیے چھوڑ دے۔

(رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۹ ص ۵۵۹)

مسئلہ ۴: ایک شخص اضطرار کی حالت میں ہے، دوسرا شخص اس سے یہ کہتا ہے کہ تم میرا ہاتھ کاٹ کر اس کا گوشت کھالو۔ اس کے لیے اس گوشت کے کھانے کی اجازت نہیں ہے، یعنی انسان کا گوشت کھانا اس حالت میں بھی مباح نہیں۔

(رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۹ ص ۵۵۹)

مسئلہ ۵: کھانے پینے پر دوا اور علاج کو قیاس نہ کیا جائے، یعنی حالتِ اضطرار میں مردار اور شراب کو کھانے پینے کا حکم ہے مگر دوا کے طور پر شراب جائز نہیں کیونکہ مردار کا گوشت اور شراب یقینی طور پر بھوک اور پیاس کا دفعیہ ہے اور دوا کے طور پر شراب پینے میں یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ مرض کا ازالہ ہو ہی جائے گا۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۹ ص ۵۵۹)

مسئلہ ۶: بھوک سے کم کھانا چاہیے اور پوری بھوک بھر کر کھانا کھالینا مباح ہے یعنی نہ ثواب ہے نہ گناہ، کیونکہ اس کا بھی صحیح مقصد ہوسکتا ہے کہ طاقت زیادہ ہوگی اور بھوک سے زیادہ کھالینا حرام ہے، زیادہ کا مطلب ہے کہ اتنا کھالینا جس سے پیٹ خراب ہونے کا گمان ہے، مثلاً دست آئیں گے اور طبیعت بدمزہ ہو جائے گی۔ (الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۹ ص ۵۶۰)

مسئلہ ۷: اگر بھوک سے کچھ زیادہ اس لیے کھالیا کہ کل کا روزہ اچھی طرح رکھ سکے گا روزہ میں کمزوری نہیں پیدا ہوگی تو حرج نہیں، جب کہ اتنی ہی زیادتی ہو جس سے معدہ خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور معلوم ہے کہ زیادہ نہ کھایا تو کمزوری ہوگی، دوسرے کاموں میں دقت ہوگی۔ یوہیں اگر مہمان کے ساتھ کھا رہا ہے اور معلوم ہے کہ یہ ہاتھ روک دے گا تو مہمان شرما جائے گا اور سیر ہوکر نہ کھائے گا تو اس صورت میں بھی کچھ زیادہ کھالینے کی اجازت ہے۔ (الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۹ ص ۵۶۱)

مسئلہ ۸: سیر ہوکر کھانا اس لیے کہ نوافل کثرت سے پڑھ سکے گا اور پڑھنے پڑھانے میں کمزوری پیدا نہ ہوگی، اچھی طرح اس کام کو انجام دے سکے گا یہ مندوب ہے اور سیری سے زیادہ کھایا مگر اتنا زیادہ نہیں کہ شکم خراب ہو جائے یہ مکروہ ہے۔ عبادت گزار شخص کو یہ اختیار ہے کہ بقدرِ مباح تناول کرے یا بقدرِ مندوب، مگر اسے یہ نیت کرنی چاہیے کہ اس کے لیے کھاتا ہوں کہ عبادت کی قوت پیدا ہو، کہ اس نیت سے کھانا ایک قسم کی طاعت ہے۔ کھانے سے اس کا مقصد تلذذ و تنعم (یعنی صرف حصول لذت اور خواہش کی تکمیل کے لیے نہ ہو) کہ یہ بری صفت ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں کفار کی یہ صفت بیان کی گئی، کہ کھانے سے ان کا مقصود تمتع و تنعم ہوتا ہے اور حدیث میں کثرت خوری کفار کی صفت بتائی گئی۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹ ص۵۶۰)

مسئلہ ۹: ریاضت و مجاہدہ میں ایسی تقلیل غذا (یعنی کھانے میں کمی کرنا) کہ عباداتِ مفروضہ (یعنی فرض کی ہوئی عبادت) کی ادائیگی میں ضعف پیدا ہو جائے، مثلاً اتنا کمزور ہو گیا کہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا، یہ ناجائز ہے اور اگر اس حد کی کمزوری پیدا نہ ہو تو حرج نہیں۔ (درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹ ص۵۶۱)

مسئلہ ۱۰: زیادہ کھا لیا اس لیے کہ قے کر ڈالے گا اور یہ صورت اس کے لیے مفید ہو تو حرج نہیں، اگرچہ افضل یہ ہے کہ ایسا نہ کرے۔
(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹ ص۵۶۱)

مسئلہ ۱۱: طرح طرح کے میوے کھانے میں حرج نہیں، اگرچہ افضل یہ ہے کہ ایسا نہ کرے۔ (الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹ ص۵۶۱)

مسئلہ ۱۲: جوان آدمی کو یہ اندیشہ ہے کہ سیر ہو کر کھائے گا تو غلبۂ شہوت ہوگا تو کھانے میں کمی کرے کہ غلبۂ شہوت نہ ہو، مگر اتنی کمی نہ کرے کہ عبادت میں قصور پیدا ہو۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ، ج۵ ص۳۳۶)

اسی طرح بعض لوگوں کو گوشت کھانے سے غلبۂ شہوت ہوتا ہے، وہ بھی گوشت میں کمی کر دیں۔

مسئلہ ۱۳: ایک قسم کا کھانا ہوگا تو بقدر حاجت نہ کھا سکے گا طبیعت گھبرا جائے گی، لہٰذا کئی قسم کے کھانے تیار کراتا ہے کہ سب میں سے کچھ کچھ کھا کر ضرورت پوری کر لے گا، اس مقصد کے لیے متعدد قسم کے کھانے میں حرج نہیں یا اس لیے بہت سے کھانے پکواتا ہے کہ لوگوں کی ضیافت کرنی ہے، وہ سب کھانے میں صرف ہو جائیں گے تو اس میں بھی حرج نہیں اور یہ مقصود نہ ہو تو اسراف ہے۔
(الفتاوی الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ، ج۵ ص۳۳۶)

مسئلہ ۱۴: کھانے کے آداب و سنن یہ ہیں:
(۱) کھانے سے پہلے
(۲) اور بعد میں ہاتھ دھونا
(۳) کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھے نہ جائیں اور
(۴) کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر رومال یا تولیا سے پونچھ لیں کہ کھانے کا اثر باقی نہ رہے۔
(الفتاوی الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ، ج۵ ص۳۳۷)

مسئلہ ۱۵: سنت یہ ہے کہ قبلِ طعام اور بعدِ طعام دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے جائیں، بعض لوگ صرف ایک ہاتھ یا فقط انگلیاں دھو لیتے ہیں بلکہ صرف چٹکی دھونے پر کفایت کرتے ہیں اس سے سنت ادا نہیں ہوتی۔
(الفتاوی الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ، ج۵ ص۳۳۷)

مسئلہ ۱۶: مستحب یہ ہے کہ ہاتھ دھوتے وقت خود اپنے ہاتھ سے پانی ڈالے، دوسرے سے اس میں مدد نہ لے یعنی اس کا وہی حکم ہے جو وضو کا ہے۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ، ج۵ ص۳۳۷)
(بہار شریعت حصہ شانزدہم، جلد سوم ص۳۶۷-۳۵۹ ملخصاً وملتقطاً، مکتبۃ المدینہ، دعوتِ اسلامی، ۱۴۳۲ھ)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۷۱۔ کتاب العقیقۃ

عقیقہ کا بیان

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

یہ کتاب عقیقہ کے احکام کے بیان میں ہے۔ الاصمعی نے کہا ہے: عقیقہ اصل میں ان بالوں کو کہتے ہیں جو ولادت کے وقت بچے کے سر پر ہوتے ہیں، اور اس حال میں جو بکری ذبح کی جاتی ہے، اس کو بھی عقیقہ کہتے ہیں، کیونکہ ذبح کے وقت بچے کے سر سے اس کے بالوں کو مونڈ دیا جاتا ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عقیقہ اس بکری کا نام ہے جس کو بچے کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے۔ اور اس کو عقیقہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ذبح کرنے والے کی طرف سے اس کو ذبح کیا جاتا ہے یعنی بکری کو شق کیا جاتا ہے اور کاٹا جاتا ہے، اور "عق" کے معنی شق اور کاٹنا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ بالوں کو عقیقہ اس لیے کہتے ہیں کہ بالوں کو مونڈنے کے بعد بطور استعارہ عقیقہ کہتے ہیں۔

بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جاتا ہے اور اس کے سر کے بال مونڈ کر ایک بکری کو ذبح کیا جاتا ہے، اگر لڑکا ہو تو اس کی طرف سے دو بکریاں ذبح کی جاتی ہیں اور لڑکی ہو تو ایک بکری ذبح کی جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۔ باب: تسمیۃ المولود غداۃ یولد لمن لم یعق عنہ وتحنیکہ

اگر بچے کا عقیقہ کا ارادہ نہ ہو تو بچے کی ولادت کے دن ہی بچے کا نام رکھنا اور اس کو گھٹی دینے کا جواز

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے جس صبح کو بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کے عقیقہ کا ارادہ نہ ہو تو اس دن اس کا نام رکھنا جائز ہے اور اس کو گھٹی دینا بھی جائز ہے۔ یعنی ولادت کے وقت بچہ کا نام رکھنا جائز ہے اگر اس کا عقیقہ حاصل نہ ہو۔ اور اگر عقیقہ حاصل ہو تو پھر ساتویں دن بچہ کا نام رکھا جائے۔ اور نسفی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ولادت کے وقت بچے کا نام رکھیں عام ازیں کہ عقیقہ ہو یا نہ ہو، لیکن پہلی تفسیر زیادہ اولیٰ ہے کہ احادیث میں مذکور ہے کہ ساتویں دن بچہ کا نام رکھا جائے۔ اور نسفی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ واجب نہیں ہے۔

عقیقہ کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور ابو ثور ...

Marfat.com

اسحاق نے کہا ہے کہ عقیقہ کرنا سنت ہے۔اور جو شخص عقیقہ کرنے پر قادر ہو اسے عقیقہ کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ عقیقہ کی قیمت کو مساکین پر صدقہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ عقیقہ کو ذبح کیا جائے یعنی ایک بکری یا دو بکریوں کو ذبح کیا جائے اور ایک مرتبہ انہوں نے کہا: یہ وہ کام ہے جس پر ہمارے نزدیک ہمیشہ سے لوگوں کا عمل رہا ہے۔اور امام مالک نے کہا: یہ وہ کام ہے جس میں فقہاء کے نزدیک کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم عقیقہ کو مشروع قرار دیتے تھے۔اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح مروی ہے۔اور حسن بصری اور اہل الظاہر سے منقول ہے کہ عقیقہ کرنا واجب ہے اور ان کی تاویل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے،اور یہ وجوب پر محمول ہے اور ابن حزم ظاہری نے کہا کہ عقیقہ کرنا فرض یا واجب ہے،انسان کو عقیقہ کرنے پر مجبور کیا جائے گا جب اس کے لیے اس کی روزمرہ کی خوراک سے زائد رقم ہو،اور شرح السنہ میں مذکور ہے کہ حسن بصری نے عقیقہ کو واجب قرار دیا،انہوں نے کہا کہ لڑکے کی طرف سے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے،اگر اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو وہ خود اپنا عقیقہ کرلے۔

اور علامہ ابن التین شارح بخاری نے کہا کہ ابو وائل نے کہا ہے کہ عقیقہ کرنا لڑکوں اور لڑکیوں میں سنت ہے۔

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں ہے اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ عقیقہ کرنا نفلی قربانی ہے۔لوگ عقیقہ کرتے تھے،پھر عقیقہ کو دس ذوالحجہ کی قربانی سے منسوخ کر دیا گیا ہے۔

صاحب التوضیح علامہ ابن الملقن نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ امام ابوحنیفہ اور فقہاء کوفہ کے نزدیک عقیقہ کرنا بدعت ہے،اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ افتراء ہے اور اس کی امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ہے۔اور امام ابوحنیفہ اس سے بری ہیں کہ وہ ایسی بات کہیں،اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ یہ سنت نہیں ہے،اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ سنت ثابتہ نہیں ہے،یا اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق نے از داؤد بن قیس روایت کی ہے کہ میں نے عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں خون بہانے کو پسند نہیں کرتا،صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم میں سے کسی شخص کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ قربانی کرتا ہے،تو آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بچہ سے قربانی کرنے کو پسند کرے تو وہ قربانی کرے،لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عقیقہ کرنا مستحب ہے۔

تحنیک کا معنی

تحنیک یعنی گھٹی دینا،اس سے مراد یہ ہے کہ کسی کھانے کی چیز کو چبا کر نرم کر دیا جائے،پھر اس کو بچہ کے منہ میں رکھ دیا جائے۔عموماً کھجور کو چبا کر نرم کر کے بچے کے منہ میں رکھ دیتے ہیں،اگر کھجور میسر نہ ہو تو تازہ کھجور ہو اور وہ بھی میسر نہ ہو تو کوئی میٹھی چیز ہو۔اور شہد کو چٹانا دوسری چیزوں سے بہتر ہے اور ایسی چیز سے گھٹی دی جائے جو آگ پر پکی ہوئی نہ ہو۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص

Marfat.com

۱۲۳-۱۲۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۶۷- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي بُرَيْدٌ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رضى الله عنه قَالَ وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے برید نے حدیث بیان کی از ابی بُردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک بچہ پیدا ہوا، میں اس کو نبی ﷺ کے پاس لے کر گیا، آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا، پھر اس کو ایک کھجور کی گھٹی دی اور اس کے لیے برکت کی دعا کی اور وہ بچہ میری طرف دے دیا، اور وہ بچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔

(صحیح البخاری: ۶۱۹۸، صحیح مسلم: ۲۱۴۵، مسند احمد: ۱۹۰۷۶)

صحیح البخاری: ۵۴۶۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسحاق بن نصر کا ذکر ہے، ان کا نام اسحاق بن ابراہیم بن نصر البخاری ہے، یہ مدینہ میں آ گئے تھے، امام بخاری کبھی ان کو کبھی اسحاق بن ابراہیم لکھتے ہیں اور کبھی ان کے دادا کی طرف نسبت کر کے اسحاق بن نصر لکھتے ہیں۔ اور امام بخاری ان سے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو اسامہ کا ذکر ہے، ان کا نام حماد بن اسامہ ہے۔ اور برید کا ذکر ہے، اس میں باء پر پیش، راء پر زبر اور یاء ساکن ہے۔ یہ ابن عبداللہ بن ابی بُردہ ہیں، اور ان کا نام عامر بن ابی موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری ہے۔

بچے کا نام رکھنے کا بیان

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیدا ہوتے ہی بچے کا نام رکھنا جائز ہے اور ساتویں دن تک انتظار نہ کیا جائے، کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بچے کو نبی ﷺ کی طرف لے جانے میں جلدی کی اور آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی ۴۵۸ھ، نے کہا ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی نام رکھنے سے وہ حدیث زیادہ صحیح ہے جس میں مذکور ہے کہ بچے کا ساتویں دن نام رکھا جائے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام بزار نے اور امام ابن حبان نے اور امام حاکم نے صحیح حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ساتویں دن عقیقہ کیا اور ان کا نام رکھا۔

اور امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کا نام رکھا جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سات کام سنت ہیں:

(۱) بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن اس کا نام رکھا جائے (۲) اس کا ختنہ کیا جائے (۳) اس سے گھناؤنی چیز کو زائل کیا جائے، (۴) اس کے کان میں سوراخ کیا جائے (۵) اس کا عقیقہ کیا جائے (۶) اس کے سر کے بال کاٹے جائیں اور عقیقہ کے خون میں بالوں کو لتھیڑا جائے (۷) بالوں کے وزن کے برابر چاندی یا سونے کو صدقہ کیا جائے۔ اس حدیث کی امام الدارقطنی نے الاوسط میں روایت کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ بالوں کو خون میں لتھیڑا جائے، لیکن امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ بالوں کو خون میں نہ لتھیڑا جائے۔ (سنن ابن ماجہ:۳۱۶۶) سعیدی غفرلہٗ)۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بچہ کی پیدائش کا ساتواں دن ہو تو اس سے خون بہاؤ اور اس کی گھناؤنی چیز کو زائل کر دو۔ اور اس حدیث کی سند حسن ہے۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ اکثر فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ بچے کا نام ساتویں دن سے پہلے رکھنا بھی جائز ہے۔ محمد بن سیرین اور قتادہ اور اوزاعی نے کہا ہے کہ جب پیدا ہو جائے اور اس کی خلقت مکمل ہو تو چاہے تو اسی وقت اس کا نام رکھ دے۔

اور علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ جب باپ بچے کے عقیقہ کی نیت نہ کرے تو پیدائش کے ایک دن بعد یا دو دن بعد بچے کا نام رکھنا جائز ہے۔ اور اگر وہ اس کے عقیقہ کا ارادہ کرے تو سنت یہ ہے کہ اس کے نام رکھنے کو بچے کی طرف سے قربانی تک مؤخر کیا جائے اور وہ ساتواں دن ہے۔

بچے کو گھٹی دینے کا بیان

گھٹی سے مراد یہ ہے کہ کھجور کو چبا کر نرم کیا جائے اور اسے بچے کے منہ میں رکھ دیا جائے یا بچے کو شہد چٹا دیا جائے، یا کوئی اور میٹھی چیز بچے کو چٹا دی جائے، تاہم وہ ایسی چیز ہو جو آگ پر پکی ہوئی نہ ہو۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ بچے کو گھٹی دینے کی حکمت کیا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: یہ اس لیے کیا جائے تا کہ بچے کو کھانا کھانے کی مشق ہو جائے اور اس پر قوت حاصل ہو۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: سبحان اللہ! یہ کیسا کلام کیا ہے، جس وقت بچے کو گھٹی دی جاتی ہے اس وقت بچہ کہاں کوئی چیز کھاتا ہے؟ کیونکہ بچے کو گھٹی اس کی پیدائش کے وقت دی جاتی ہے اور وہ دو سال یا اس سے کم یا زیادہ مدت کے بعد کھانا شروع کرتا ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ اسے کھانے کی مشق کے لیے گھٹی دی جاتی ہے درست نہیں ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ گھٹی کے ذریعہ ایمان کی نیک فال اور نیک شگون لیا جائے، کیونکہ کھجور اس درخت کا پھل ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے مشابہ فرمایا ہے اور اس کی مٹھاس کی وجہ سے بھی۔ اور خاص طور پر جب گھٹی دینے والا اہل فضل میں سے ہو اور علماء میں سے ہو اور صالحین میں سے ہو، کیونکہ بچے کے پیٹ میں ان علماء اور صالحین کا لعاب پہنچے گا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو گھٹی دی تو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بے شمار فضائل اور کمالات

Marfat.com

کو جمع کرلیا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر قرآن کے قاری تھے، اسلام میں پاک دامن تھے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹی دی، وہ بھی اہلِ علم اور اہلِ فضل سے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کی برکت سے ان میں کمالات اور فضائل حاصل ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۲۴-۱۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۶۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صبح کے وقت گھٹی دینے کی قید اتفاقی ہے

اس باب میں مذکور ہے: جس صبح کو بچہ پیدا ہو، اس صبح کو بچے کو گھٹی دینا اور گویا کہ امام بخاری نے صبح کے لفظ کی قید لگائی تا کہ حدیث کی اتباع ہو۔ اور ''غداۃ'' یعنی صبح کا لفظ بولا جاتا ہے اور اس سے مطلق وقت مراد ہوتا ہے اور یہی یہاں پر مراد ہے۔ اور کبھی واقع کی ضرورت کی بناء پر اس میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے۔ اور جیسے اتفاق ہو کہ بچہ مثلاً دوپہر کے وقت پیدا ہوا ہے تو صبح کے بعد گھٹی دی جائے گی اور بچے کا نام رکھا جائے گا۔

گھٹی کا معنی

گھٹی کا معنی ہے: کسی چیز کو چبا کر بچے کے منہ میں رکھا جائے۔ اسے بچے کو گھٹی دینا کہتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کیا جاتا ہے تا کہ بچے کو کھانے کی عادت پڑ جائے اور اسے کھانے کی قوت حاصل ہو۔ (میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کی بیان کردہ اس حکمت کو مسترد کر دیا ہے کہ پیدائش کے وقت بچہ کہاں کھاتا پیتا ہے جو اس کو کھانے کی مشق کرائی جائے۔ سعیدی غفرلہ)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: کہ گھٹی دیتے وقت بچے کا منہ کھولنا چاہیے، حتیٰ کہ وہ گھٹی بچے کے پیٹ میں چلی جائے اور بہتر یہ ہے کہ کھجور کو چبا کر گھٹی دی جائے، کھجور میسر نہ ہو تو تازہ کھجور اور وہ بھی نہ ہو تو کوئی اور میٹھی چیز ہو اور شہد دوسری چیزوں سے زیادہ اولیٰ ہے۔

عقیقہ کے احکام

امام بخاری نے کہا: اور اگر اس کا عقیقہ نہ کیا جائے، اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ عقیقہ واجب نہیں ہے اور امام شافعی نے کہا: دو مردوں نے عقیقہ کے متعلق افراد کیا ہے، ایک نے کہا کہ عقیقہ بدعت ہے اور دوسرے نے کہا: عقیقہ واجب ہے۔ اور وجوب کے قائل سے انہوں نے اللیث بن سعد کی طرف اشارہ کیا اور امام الحرمین نے وجوب کو صرف داؤد ظاہری کے قول سے پہچانا۔ جب امام شافعی کی وفات ہوئی تو اس وقت داؤد ظاہری کی عمر چار (۴) سال تھی۔ اور وجوب کا قول ابوالزناد سے بھی مروی ہے اور وہ امام احمد سے بھی روایت ہے۔ اور جن کے متعلق امام شافعی نے کہا کہ انہوں نے کہا: عقیقہ بدعت ہے، اس سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں۔

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی نے کہا ہے کہ اصحاب الرائے (یعنی فقہاء احناف) نے عقیقہ کے سنت ہونے کا انکار کیا ہے اور انہوں نے آثار ثابتہ کی مخالفت کی ہے اور بعض فقہاء نے امام مالک کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''لا احب العقوق'' یعنی میں خون بہانے کو پسند نہیں کرتا، گویا کہ آپ نے ''عق'' کے لفظ کو ناپسند فرمایا۔

Marfat.com

اور امام مالک نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس نے قربانی کرنے کو پسند کیا تو وہ قربانی کرے۔

اور محمد بن الحسن شیبانی نے کہا کہ عقیقہ اس حدیث سے منسوخ ہو گیا: آپ نے فرمایا: کہ "قربانی نے ہر ذبح کو منسوخ کر دیا"۔

اس حدیث کی امام دارقطنی نے روایت کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے عقیقہ واجب ہو، پھر اس کے وجوب کو منسوخ کر دیا گیا ہو اور اس کا استحباب باقی رہا ہو، جیسا کہ دس محرم کا روزہ، لہٰذا عقیقہ کی مشروعیت کی نفی پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس تحقیق کو بھی رد کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور فقہاء احناف کی طرف جو یہ نسبت کی گئی ہے کہ ان کے نزدیک عقیقہ کرنا بدعت ہے اور مشروع نہیں ہے، یہ امام ابوحنیفہ پر افتراء ہے، وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ یہ سنتِ ثابتہ یا سنتِ موکدہ نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کہا ہے کہ جس حدیث میں ہے کہ جس صبح کو بچہ پیدا ہوا ہو، اس صبح کو اس کا نام رکھا جائے۔ یہ حدیث ان احادیث سے زیادہ صحیح ہے جن میں یہ مذکور ہے کہ ساتویں دن نام رکھا جائے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ساتویں دن عقیقہ کرنے کے متعلق بھی احادیث ہیں کہ مسند البزار اور صحیح ابن حبان اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ساتویں دن عقیقہ کیا اور ان کا نام رکھا۔ اور امام ترمذی نے بھی از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ میں ساتویں دن بچے کا نام رکھوں۔ اس طرح اور بھی احادیث ہیں۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۸۹۔۵۸۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۶۲۱، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن عقیقہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

عقیقہ کا لغوی معنی

مشہور اور معروف یہ ہے کہ عقیقہ اس بکری کا نام ہے جس کو پیدا ہونے والے بچے کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے، اس کو عقیقہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذبیحہ کو کاٹا جاتا ہے اور شق کیا جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عقیقہ اصل میں ان بالوں کا نام ہے جن کو مونڈا جاتا ہے۔

لغات المنہاج میں مذکور ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے سر پر جو بال ہوتے ہیں، جب ان بالوں کو مونڈ دیا جائے اور دوسرے بال پیدا ہو جائیں تو اس سے عقیقہ کا اسم زائل ہو جاتا ہے، اور بالوں کو مونڈنے کے بعد استعارۃً اور مجازاً عقیقہ کہا جاتا ہے۔

اور قزاز کی عبارت ہے کہ العق کا معنی ہے: الشق، یعنی چیز کو کاٹنا اور پھاڑنا اور عقیقہ معقوقہ کے معنی میں ہے اور نوزائدہ بچے کے بالوں کو عقیقہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کو کاٹا جاتا ہے۔

اور امام ابوعبید نے کہا ہے: حدیث میں "امیطوا عنه الاذیٰ" یعنی گھن والے بالوں کو بچہ سے زائل کر دو۔

(غریب الحدیث ج ۱ ص ۶۳)

Marfat.com

اور مجمل اللغۃ میں مذکور ہے کہ عقیقہ صرف ان بالوں کو کہا جاتا ہے جن بالوں کو بچے کی پیدائش کے بعد مونڈ دیا جاتا ہے۔
(مجمل اللغۃ ج ۲ ص ۶۰۹)

الازہری نے کہا ہے: عقیقہ بالوں کو بھی کہتے ہیں اور ذبیحہ کو بھی عقیقہ کہا جاتا ہے، کیونکہ نوزائدہ بچے کی طرف سے بکری کو ذبح کیا جاتا ہے یعنی اس کے حلقوم کو چھری سے کاٹا جاتا ہے۔ (تہذیب اللغۃ ج ۳ ص ۲۵۱۹)

امام احمد بن حنبل نے ابوعبیدہ کی عقیقہ کے متعلق جو تفسیر ہے، اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے: عقیقہ صرف نفسِ ذبح کو کہتے ہیں۔
(التمہید، ج ۴ ص ۳۰۹-۳۱۰)

عقیقہ کا حکم

جمہور کے نزدیک عقیقہ سنت ہے، امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور ابوثور اور اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ کا یہی قول ہے۔ اور جو شخص عقیقہ کرنے پر قادر ہو، اس کو عقیقہ کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ (الاستذکار ج ۱۵ ص ۳۷۳)

امام احمد بن حنبل نے کہا: میرے نزدیک عقیقہ میں بکری کو ذبح کرنا اس بکری کی قیمت کو مساکین پر صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ (المغنی ج ۱۳ ص ۳۹۵)

اور علامہ ابراہیم بن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نے کہا: حضرت ابن عباس، حضرت عمر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم عقیقہ کو مشروع قرار دیتے تھے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے بھی یہی روایت ہے۔ (الموطا ص ۳۱۱)

امام اوزاعی نے کہا کہ عقیقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور اس کے مقابلہ میں دو قول ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ عقیقہ بدعت ہے اور یہ فقہاء کوفہ سے اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے اور ان کے اصحاب نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا: یہ اجماع کے خلاف ہے، امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ عقیقہ مباح ہے۔ اور یہ بھی فقہاء کی اس تصریح کے خلاف ہے کہ عقیقہ مستحب ہے، کیونکہ عقیقہ کی ترغیب دی گئی ہے اور اس پر برانگیختہ کیا گیا ہے۔ (میں کہتا ہوں: کہ صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ عقیقہ سنتِ ثابتہ یا موکدہ نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

(۲) عقیقہ کرنا واجب ہے، یہ قول حسن بصری اور اہلِ ظاہر سے منقول ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حدیث میں ہے: لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے اور یہ حدیث وجوب پر محمول ہے، اور فقیہ اللیث بھی عقیقہ کو واجب قرار دیتے تھے۔
(المجموع: ج ۸ ص ۴۳۰، المحلی ج ۷ ص ۵۲۳، المغنی ج ۱۳ ص ۳۹۴، مختصر اختلاف العلماء ج ۳ ص ۲۳۳، الاستذکار ج ۱۵ ص ۳۷۵)

امام بغوی نے شرح السنہ میں کہا ہے کہ حسن بصری نے عقیقہ کو واجب قرار دیا، انہوں نے کہا: لڑکے کی ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے، اگر اس کا عقیقہ نہ کیا جائے تو وہ خود اپنا عقیقہ کرلے۔ (شرح السنہ ج ۱۱ ص ۲۶۴)

امام محمد بن حسن نے کہا کہ عقیقہ نفل ہے، لوگ عقیقہ کرتے تھے، پھر قربانی کے وجوب سے اس کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔
(مختصر اختلاف العلماء ج ۳ ص ۲۳۲)

اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ عقیقہ کے متعلق احادیث مشہورہ ہیں، ان میں سے موطا امام مالک کی یہ حدیث ہے کہ جس کے ہاں

Marfat.com

بچہ پیدا ہوا اور اس نے اس کی طرف سے قربانی دینے کو پسند کیا تو وہ قربانی کرے۔ (الموطاص:۳۱۰)

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ ام کرز الخزاعیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکری کو ذبح کرو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کو ذبح کرو۔ (المحلی ج ۷ ص ۵۲۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا سات دن کے بعد ختنہ کیا اور ان کی طرف سے عقیقہ کیا۔ (المعجم الاوسط للطبرانی ج ۷ ص ۱۲، المعجم الصغیر ج ۲ ص ۲۲، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۲۴)

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری، اور تمہیں اس سے کوئی ضرر نہیں ہوگا کہ وہ بکرے ہوں یا بکریاں ہوں۔ (سنن ترمذی:۱۵۱۶)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لڑکا اپنے عقیقہ کے سبب سے رہن رکھا ہوا ہوتا ہے، ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔ (سنن ابوداؤد:۲۸۳۸، سنن نسائی ج ۷ ص ۱۶۶)

امام ابن ماجہ نے سندِ جید کے ساتھ یزید بن عبید المزنی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اور اس کے سر کو خون کے ساتھ لتھیڑا نہ جائے۔ (سنن ابن ماجہ:۳۱۶۶)

امام عبدالرزاق نے از ابن جریج از یوسف بن ماہک از حفصہ روایت کی ہے کہ ان کی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریوں کا عقیقہ کیا جائے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کیا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۲۹۔۳۲۸، رقم الحدیث:۷۹۵۶)

امام ترمذی نے اس حدیث کی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی:۱۵۱۳)

ابوشیخ نے اپنی کتاب العقیقہ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو بکریوں کا عقیقہ کیا جائے یعنی دو بکریوں کو ذبح کیا جائے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کیا جائے یعنی ایک بکری کو ذبح کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو بکریوں کا عقیقہ کیا ہے اور ان بکریوں کو ان کی پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا اور ان کا نام رکھا اور کہا: اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کہو:

اللھم منک والیک ھٰذہٖ عقیقۃ فلان۔ اے اللہ! یہ تیری جانب سے ہے اور تیرے ہی لئے ہے اور یہ فلاں کا عقیقہ ہے۔

امام ابوشیخ نے اپنی کتاب میں سند جید کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ رہن رکھا ہوا ہے، اس کی ولادت کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے اونٹوں سے اور گائیوں سے اور بکریوں سے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۵۰، رقم:۲۲۹)

علامہ الہیثمی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی روایت صرف مسعدۃ بن الیسع نے کی ہے اور وہ کذاب ہے۔
(ج ۴ ص ۵۸)

Marfat.com

امام ابن البزار نے روایت کی ہے کہ یہود لڑکے کی طرف سے ایک مینڈھا ذبح کرتے ہیں اور لڑکی کی طرف سے کچھ ذبح نہیں کرتے، تم لڑکے کی طرف سے دو مینڈھے ذبح کرو اور لڑکی کی طرف سے ایک مینڈھا ذبح کرو۔

(کشف الاستار: ۱۲۳۳، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۵۸)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عقیقہ میں ساتویں دن ذبح کیا جائے یا نو دن بعد یا اکیس دن بعد۔ (المعجم الاوسط للطبرانی ج ۵ ص ۱۳۶، المعجم الصغیر ج ۲ ص ۲۹، سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۰۳)

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ طبرانی کی صغیر اور اوسط کی روایت میں ایک راوی اسماعیل بن مسلم المکی ہے اور یہ ضعیف راوی ہے، کیونکہ اس کو اکثر غلطی ہوتی تھی اور اکثر وہم ہوتے تھے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۵۹)

ابو عمر نے عبد اللہ بن محمد بن محرر کی از قتادہ از انس روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت کے بعد اپنی طرف سے اپنا عقیقہ کیا۔

(الاستذکار ج ۱۵ ص ۳۷۶)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۹ ص ۳۰۰ نشر السنہ ملتان)

امام عبد الرزاق نے کہا کہ ائمہ نے ابن محرر کی حدیث کو اس وجہ سے ترک کر دیا۔ (تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۳۲)

امام بیہقی نے کہا کہ یہ حدیث ایک اور سند کے ساتھ بھی قتادہ سے مروی ہے اور دوسری سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ حدیث کچھ بھی نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۹ ص ۳۰۰)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔ (المجموع شرح المہذب ج ۸ ص ۴۳۱)

زید بن اسلم نے بنو ضمرہ کے ایک مرد سے از والد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں ''العقوق'' یعنی خون بہانے کو پسند نہیں کرتا، گویا کہ آپ نے عقیقہ کے اسم اور لفظ کو ناپسند فرمایا اور آپ نے ارشاد فرمایا: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ قربانی کرنا پسند کرتا ہو تو وہ اپنے بچے کی طرف سے قربانی کرے۔ (الموطا: ص ۳۱۰)

یہ حدیث مصنف عبد الرزاق (ج ۴ ص ۳۳۰) میں بھی مذکور ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ملخصاً وملتقطاً ج ۲۶ ص ۲۸۲، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: ان احادیث اور آثار کو علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے بھی ذکر کیا ہے، مگر علامہ ابن الملقن کی شرح میں ان احادیث اور آثار کی تخریج مذکور ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۶۷ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عقیقة، فعیلة کے وزن پر ہے اور یہ مفعولة کے معنی میں ہے یعنی معقوقة۔ اور ''العق'' کا معنی ہے: ''القطع''۔ اس کا نام عقیقہ اس لیے رکھا جاتا ہے کہ اس میں بکری کو ذبح کیا جاتا ہے اور رگوں کو کاٹا جاتا ہے، کیونکہ ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ رہن رکھا ہوا ہوتا ہے اور عقیقہ سنت ہے۔

امام بخاری نے کہا: جس صبح کو بچہ پیدا ہوا ہو، اس صبح کو اس کا نام رکھنا جس نے اس کے عقیقہ کا ارادہ اور گھٹی دینے کا ارادہ نہ کیا

Marfat.com

ہو۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس حدیث کو اور اس دوسری حدیث کو جمع کرے جس میں مذکور ہے کہ ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ رہن رکھا ہوا ہوتا ہے۔اور ساتویں دن اس کی طرف سے بکری کو ذبح کیا جاتا ہے اور بچہ کا سر مونڈا جاتا ہے اور اس کا نام رکھا جاتا ہے۔(سنن ابوداؤد: ۲۸۳۷، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۵، سنن نسائی: ۴۲۲۰)

کیونکہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ساتویں دن نام رکھا جائے ،تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارادہ کیا کہ ان دونوں حدیثوں کو جمع کریں کہ جس کا ارادہ ہو کہ وہ عقیقہ کرے گا تو وہ ساتویں دن نام رکھے اور جس کا ارادہ عقیقہ کرنے کا نہ ہو تو وہ بچہ پیدا ہوتے ہی اس کا نام رکھ دے۔

اور بعض شارحین نے ان حدیثوں کو ایک اور طریقہ سے جمع کیا ہے، انہوں نے کہا: اگر اس نے ولادت کے وقت نام رکھا بایں طور کہ اس نے پہلے سے نام تجویز کیا ہوا تھا تو ولادت کے وقت نام رکھ دے اور اگر ولادت سے پہلے نام تجویز کیا ہوا نہ تھا تو پھر نام رکھنے کے معاملہ کو ساتویں دن تک مؤخر کر دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس نے پہلے سے نام تجویز کیا ہوا تھا تو ولادت کے وقت بچے کا نام رکھ دے اور اگر پہلے سے نام تجویز نہیں کیا ہوا تھا تو ساتویں دن عقیقہ کر کے بچے کا نام رکھ دے۔(شرح صحیح بخاری، ج ۵ ص ۲۰۱، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۶۷، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مجد الدین بن محمد الشیبانی المعروف با بن الاثیر الجزری شافعی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے کہ عقیقہ اس ذبیحہ کا نام ہے جو ولادت کے وقت رکھا جاتا ہے، یہ لفظ العق سے ماخوذ ہے اور العق کا معنی ہے: الشق، کیونکہ ذبیحہ کا حلق شق کیا جاتا ہے اور عقیقہ کا اطلاق ان بالوں پر بھی مجازاً کیا جاتا ہے جو بچہ کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں، پھر ان کو کاٹ دیا جاتا ہے اور بعض علماء نے کہا: بالوں میں حقیقت ہے اور ذبیحہ میں مجاز ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عقیقہ مستحب ہے اور یہ لڑکوں میں دو بکریوں کو ساتویں دن ذبح کیا جاتا ہے اور لڑکیوں میں ایک بکری کو ساتویں دن ذبح کیا جاتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا احب العقوق''، یعنی میں عقیقہ کو یا خون بہانے کو پسند نہیں کرتا۔(موطا امام مالک: ۱۰۸۲) میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو ناپسند فرمایا ہے جو عقوق پر دلالت کرتا ہے یعنی کاٹنے پر، جیسا کہ آپ بعض ان ناموں کو ناپسند فرماتے تھے جن کا معنی غیر مستحسن ہوتا ہے۔اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: عقیقہ بدعت ہے، گویا کہ انہوں نے اس لفظ کو ظاہر (یعنی کاٹنے) پر محمول کیا ہے۔ورنہ شرعی اعتبار سے عقیقہ کرنا احادیث سے ثابت ہے۔(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۹ ص ۱۳۴، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

عقیقہ کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے قول کی تحقیق از مصنف

امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

امام محمد از امام ابویوسف از امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں کہ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔

(الجامع الصغیر: ۵۳۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

Marfat.com

نیز امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں تھا اور ابتداء اسلام میں بھی عقیقہ کیا گیا، پھر قربانی نے ہر اس ذبیحہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے ہوتا تھا، اور رمضان کے روزوں نے ہر اس روزہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے رکھا جاتا تھا اور غسل جنابت نے ہر اس غسل کی فرضیت کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے فرض تھا اور زکوٰۃ نے ہر اس صدقہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، ہم کو اسی طرح حدیث پہنچی ہے۔ (موطا امام محمد ص ۸۸-۸۹، مطبوعہ نور محمد کراچی)

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

عقیقہ وہ ذبیحہ ہے جو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن کیا جاتا ہے، ہم نے عقیقہ اور عتیرہ کا منسوخ ہونا اس روایت سے پہچانا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رمضان کے روزے نے اس سے پہلے ہر روزے کو منسوخ کر دیا اور قربانی نے اس سے پہلے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا اور غسل جنابت نے اس سے پہلے ہر غسل کی فرضیت کو منسوخ کر دیا اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا تھا کیونکہ اجتہاد سے کسی چیز کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا (الی قولہ)۔ امام محمد نے جامع الصغیر میں ذکر کیا ہے کہ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا، اس عبارت سے عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ عقیقہ کرنے میں فضیلت تھی۔ کیونکہ جب فضیلت منسوخ ہو گئی تو اس کا صرف مکروہ ہونا باقی رہ گیا۔ (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۹، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اور فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے:

ولادت کے ساتویں دن لڑکے یا لڑکی کی طرف سے بکری ذبح کرنا اور لوگوں کو دعوت دینا اور بچہ کے بال مونڈنا عقیقہ ہے، یہ نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے۔ اسی طرح علامہ کردری کی وجیز میں لکھا ہوا ہے۔ اور امام محمد نے عقیقہ کے متعلق ذکر کیا ہے، جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے۔ اس کا اشارہ عقیقہ کی اباحت کی طرف ہے اس لیے اس کا سنت ہونا ممنوع ہے۔ اور امام محمد نے جامع الصغیر میں ذکر کیا ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح بدائع الصنائع کی کتاب الاضحیہ میں ہے۔ (عالم گیری ج ۵ ص ۳۶۲، مطبوعہ امیریہ کبری بولاق، مصر)

علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ عقیقہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حنفیہ کے نزدیک عقیقہ مباح و مستحب ہے، یہ جو بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سنت مؤکدہ نہیں ہے ورنہ جب خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اس کا ثبوت موجود ہے تو مطلقاً اس کی سنت سے انکار کرنا صحیح نہیں ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۱۵ ص ۱۵، شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ ابن ملقن، علامہ کورانی وغیرہم شارحین صحیح بخاری نے لکھا ہے کہ امام اعظم سے منقول ہے کہ عقیقہ بدعت ہے، اس کی تصریح ہم کو نہیں ملی۔ اور امام محمد بن حسن شیبانی کی عبارت سے عقیقہ کی کراہت یا عقیقہ کی اباحت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ غالباً اسی کو ان شارحین نے اس طرح تعبیر کر دیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقیقہ بدعت ہے۔ ورنہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی کتابوں میں یہ تصریح نہیں ہے کہ عقیقہ کرنا بدعت ہے، البتہ امام محمد کی عبارت سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقیقہ کرنا سنت نہیں ہے۔ اور علامہ عینی نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقیقہ کرنا

Marfat.com

سنت سے ثابت نہیں ہے یا سنتِ موکدہ نہیں ہے اور صاحب بہارِ شریعت نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ غالباً ابتداءً علامہ ابن ملقن نے امام شافعی سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقیقہ کرنا بدعت ہے، پھر امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تحقیق کیے بغیر سب اس کو نقل کرتے چلے گئے۔ بہرحال عقیقہ سنت اور مستحب ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں اس کا ثبوت موجود ہے اور تمام امت نے ان احادیث کو قبول کیا ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ امام اعظم کو یہ احادیث نہ پہنچی ہوں، ورنہ امام حسن بن شیبانی عقیقہ کو مکروہ نہ کہتے، کیونکہ اس زمانہ میں نشر و اشاعت کے وسائل اتنے میسر نہ تھے جتنے اب ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے، اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیح امام اعظم کے قول کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کیا جائے گا۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۶۳، مطبوعہ استنبول)

۵۴۶۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ أُتِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِصَبِيٍّ يُحَنِّكُهُ فَبَالَ عَلَيْهِ فَأَتْبَعَهُ الْمَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ کو لایا گیا، آپ اس کو گھٹی دے رہے تھے، اس بچہ نے آپ پر پیشاب کردیا، تو آپ نے اس پیشاب پر پانی بہادیا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۲، ۵۴۶۸، ۶۰۰۲، ۶۳۵۵، صحیح مسلم: ۲۸۶، سنن نسائی: ۳۰۳، سنن ابن ماجہ: ۵۲۳، مسند احمد: ۲۵۲۴۰، موطا امام مالک: ۱۴۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا تھا تاکہ آپ اس کو گھٹی دیں یا اس کو آپ سے برکت حاصل ہو۔

امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاک ہوتا ہے، جس کپڑے پر اس نے پیشاب کیا ہو اس کو دھونا ضروری نہیں ہے، اس پر صرف پانی چھڑکنا کافی ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہایا، چھڑکا نہیں اور یہ فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے موقف پر قوی دلیل ہے کہ بچے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہایا جاتا ہے چھڑکا نہیں جاتا۔

۵۴۶۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضى الله عنهما أَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَأَنَا مُتِمٌّ فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَنَزَلْتُ قُبَاءً فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهِ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيهِ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيقُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ حَنَّكَهُ بِالتَّمْرَةِ ثُمَّ دَعَا لَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان از والد خود از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، وہ مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے حاملہ ہوگئی تھیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب میں ہجرت کے لیے نکلی تو میرے حمل کے ایام پورے ہوگئے تھے، سو میں مدینہ آئی اور قباء میں ٹھہری اور وہیں قباء میں میرے ہاں بچہ پیدا ہوگیا، پھر میں اس بچہ کو لے کر رسول اللہ

فَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ فَفَرِحُوا بِهِ فَرَحًا شَدِيدًا لِأَنَّهُمْ قِيلَ لَهُمْ إِنَّ الْيَهُودَ قَدْ سَحَرَتْكُمْ فَلَا يُولَدُ لَكُمْ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس بچہ کو آپ کی گود میں رکھ دیا، پھر آپ نے ایک کھجور منگائی اور اس کو چبایا، پھر حضرت ابن زبیر کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا، پس پہلی چیز جو حضرت ابن الزبیر کے پیٹ میں پہنچی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب تھا، پھر آپ نے ان کو کھجور کی گھٹی دی (یعنی کھجور کو چبا کر نرم کر کے ان کے منہ میں ڈالا)، پھر ان کے لیے برکت کی دعا کی، اور یہ پہلا بچہ تھے جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوا۔ تو مسلمان اس سے بہت خوش ہوئے کیونکہ مسلمانوں سے یہ کہا گیا تھا کہ یہود نے تم پر جادو کر دیا ہے، اب تمہارے ہاں اولاد نہیں ہوگی۔

(صحیح البخاری:۳۹۰۹، ۵۴۶۹، صحیح مسلم:۲۱۴۶، مسند احمد:۲۶۳۹۸)

صحیح البخاری:۵۴۶۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: "وانا متم" یعنی میرا حمل پورا ہونے والا تھا، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب ایام حمل پورے ہو جائیں۔ یہ اسلام میں پہلے مولود تھے یعنی ہجرت کے بعد مدینہ میں مہاجرین کی اولاد سے سب سے پہلے حضرت ابن زبیر پیدا ہوئے تھے ورنہ حضرت نعمان بن بشیر انصاری ہجرت سے پہلے پیدا ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۵۴۶۹، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مدینہ میں پیدا ہوئے، اور یہ مہاجرین کے پہلے بچے تھے جو اسلام میں پیدا ہوئے۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو گھٹی دی، آپ نے مدینہ کی کسی کھجور کو چبایا اور اس کو نرم کیا اور اپنا لعاب بچے کے منہ میں رکھا۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھٹی دینے میں سنت یہ ہے کوئی میٹھی چیز بچے کے منہ میں رکھی جائے، وہ کوئی عام کھجور ہو یا تر و تازہ کھجور ہو یا شہد ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین سے تبرک حاصل کرنا چاہیے اور ان کی دعا حاصل کرنی چاہیے اور ان سے بچے کا نام رکھوانا چاہیے اور اپنے ہاتھوں پر بچے کو اٹھا کر ان کے پاس لے جانا چاہیے۔

Marfat.com

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پہلے بچے تھے جو مہاجرین کے ہاں پیدا ہوئے۔

تنبیہ لطیف

روایت ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے اور وہاں ٹھہرے تو ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی، تو بعض مہاجرین نے کہا کہ ہم پر یہود نے جادو کر دیا ہے حتیٰ کہ یہ بات بہت زیادہ کہی جانے لگی تو ہجرت کے بعد جو سب سے پہلا بچہ پیدا ہوا تو وہ حضرت عبداللہ بن زبیر تھے، تو مسلمانوں نے بہت بلند آواز سے تکبیر بلند کی حتیٰ کہ مدینہ منورہ گونج اٹھا۔

اسی طرح حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۹ ص ۵۸۹ میں لکھا ہے۔

(الشرح المیسر صحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۸۰-۱۸۱، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۵۴۷۰۔ حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ كَانَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُبِضَ الصَّبِيُّ فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ مَا فَعَلَ ابْنِي قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ هُوَ أَسْكَنُ مَا كَانَ فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشَّى ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ وَارُوا الصَّبِيَّ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا قَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ احْفَظْهُ حَتَّى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ ﷺ وَأَرْسَلَتْ مَعَهُ بِتَمَرَاتٍ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَمَعَهُ شَيْءٌ قَالُوا نَعَمْ تَمَرَاتٌ فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَمَضَغَهَا ثُمَّ أَخَذَ مِنْ فِيهِ فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ وَحَنَّكَهُ بِهِ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ۔

(صحیح مسلم: ۲۱۴۴، مسند احمد: ۱۱۶۱۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عون نے خبر دی از انس بن سیرین از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار تھا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر گئے، پس بچہ فوت ہو گیا، جب گھر واپس آئے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ میرے بیٹے کا کیا حال ہے، تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ پہلے سے زیادہ پرسکون ہے، پھر حضرت ام سلیم نے ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا، پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے جماع کیا، جب فارغ ہو گئے تو حضرت ام سلیم نے کہا: اس بچہ کو دفن کر دو، پھر جب صبح ہوئی تو حضرت ابو طلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس کی خبر دی، تو آپ نے پوچھا: تم نے رات گزار دی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے دعا کی اے اللہ! ان کی اس رات میں برکت عطا فرما، پھر ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، حضرت ابوطلحہ نے مجھ سے کہا: اس کی نگرانی کرنا یہاں تک کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے جائیں، پس وہ بچہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور حضرت ام سلیم نے کچھ کھجوریں بھیجیں تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو لیا، پھر فرمایا: کیا اس کے ساتھ کوئی چیز ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں کھجوریں ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو لیا، پھر

Marfat.com

ان کو چبایا، پھر اپنے منہ سے نکالا اور بچہ کے منہ میں اس کھجور کو ڈالا اور اس کی گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ ہمیں محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از محمد از انس اور اس حدیث کو بیان کیا۔

صحیح البخاری: ۵۴۷۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حضرت ابوطلحہ کا ذکر ہے، ان کا نام یزید بن سہل ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے خاوند ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں یشتکی کا لفظ ہے، یہ اشتکی سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: مرض اور بیماری۔

نیز اس حدیث میں حضرت ام سلیم کا ذکر ہے، یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ بچہ پہلے سے زیادہ پر سکون ہے، حضرت ام سلیم کی مراد یہ تھی کہ اب وہ بچہ فوت ہو گیا ہے۔ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ اب وہ بچہ تندرست ہو گیا ہے، اس کو شفا ہوگئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ثم اصاب منها'' یعنی حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم سے جماع کیا۔

حضرت ام سلیم نے کہا: ''واروا'' بچہ کو چھپادو، یعنی اس کو دفن کردو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''اعرستم'' کیا تم نے رات گزار لی ہے، اس سے مراد ہے: کیا تم نے آپس میں جماع کر لیا؟

بعض شارحین نے کہا کہ یہ لفظ عرستم ہے، قاضی عیاض نے کہا: یہ غلط ہے، کیونکہ تعریس کے معنی ہیں: رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا، اور آپ کا یہ سوال ان کی کاروائی پر تعجب کی بناء پر تھا۔ اور ان کے صبر پر تعجب کی بناء پر تھا۔ اور اس بناء پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش تھے اور اس کی قضاء پر راضی تھے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بچہ پیدا ہوا ہو اس کی ولادت کے وقت اس کو گھٹی دینا مستحب ہے۔ بچہ کو کسی مرد صالح کے پاس لے جانا چاہیے تا کہ وہ اس کو گھٹی دے۔

(۲) اور جس دن بچہ پیدا ہو اس دن اس کا نام رکھنا جائز ہے۔

(۳) بچہ کے نام رکھنے کو کسی مرد صالح کے سپرد کرنا چاہیے، کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔

(۴) اس حدیث میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے، کیونکہ انہوں نے بچہ کی وفات پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی قضاء پر راضی رہیں اور ان کی عقل کی خوبی ہے کہ انہوں نے بچے کی وفات کو بچے کے باپ سے رات کے ابتدائی حصہ میں مخفی رکھا تا کہ بچے کا باپ

آرام سے رات گزار لے۔

(۵) اس حدیث میں توریہ اور تعریض کے استعمال کا ثبوت ہے، کیونکہ حضرت ام سلیم نے کہا کہ وہ بچہ پہلے سے زیادہ پر سکون ہے، اور ان کی اس سے مراد یہ تھی کہ اب ان کی وفات ہوگئی ہے اور اس کو مرض سے نجات مل گئی ہے۔

(۶) اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مقبول ہونے کا ثبوت ہے، کیونکہ بعد میں حضرت ام سلیم کو حضرت عبد اللہ بن ابی طلحہ کا حمل ہوا اور حضرت عبد اللہ بن ابی طلحہ کے ہاں دس نیک علماء پیدا ہوئے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کی دوسری سند سے روایت کی ہے۔ پہلی حدیث حضرت انس بن سیرین سے مروی تھی اور اس دوسری سند سے جو حدیث ہے، وہ ان کے بھائی محمد بن سیرین سے مروی ہے۔ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث دونوں بھائیوں سے مروی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۲۶-۱۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابُ: إِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الصَّبِيِّ فِي الْعَقِيقَةِ

عقیقہ کے دن بچے سے گھناؤنی چیزوں کو دور کرنا (یعنی اس کے بال مونڈنا)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ عینی نے التوضیح کے حوالہ سے لکھا ہے کہ گھناؤنی چیزوں کو دور کرنے سے مراد یہ ہے کہ بچے کے سر کے بال مونڈے جائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ وَقَالَ حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ وَقَتَادَةُ وَهِشَامٌ وَحَبِيبٌ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَاصِمٍ وَهِشَامٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنِ الرَّبَابِ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ سَلْمَانَ قَوْلَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از سلمان بن عامر، انہوں نے کہا: لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے اور حجاج نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب اور قتادہ اور ہشام اور حبیب نے خبر دی، از ابن سیرین از سلمان از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اور متعدد لوگوں نے عاصم اور ہشام سے روایت کی از حفصہ بنت سیرین، از الرباب از سلمان بن عامر الضبی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اور اس کی یزید بن ابراہیم نے روایت کی از ابن سیرین از سلمان اس قول کی، یعنی سلمان کے قول کی۔

(صحیح البخاری: ۵۴۷۲، سنن ترمذی: ۱۵۱۵، سنن نسائی: ۴۲۱۴، سنن ابوداؤد: ۲۸۳۹، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۴، مسند احمد: ۱۵۹۷، سنن دارمی: ۱۹۶۷)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے ساتھ مطابقت لفظِ عقیقہ میں ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے: غلام کے ساتھ عقیقہ ہے۔

اس حدیث کی امام بخاری نے متعدد سندوں کے ساتھ روایت کی ہے، پس یہ حدیث موقوف مختصر ہے۔ اور سلیمان الضبی نے محمد بن سیرین سے یہ حدیث کتاب الاطعمہ میں موقوفاً روایت کی ہے اور اصل میں یہ حدیث مرفوع ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ لڑکے کی ولادت کے بعد عقیقہ اس کا مصاحب ہے، یعنی اس کا عقیقہ کیا جائے گا۔ اور اسماعیلی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ بچہ سے گھناؤنی چیز کو دور کیا جائے جو باب کا عنوان ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ بعض دوسری سندوں میں بچہ سے گھناؤنی چیز کے دور کرنے کا بھی ذکر ہے۔ تو امام بخاری نے اسی پر اعتماد کرلیا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بڑے لڑکے کا بھی عقیقہ کرنا جائز ہے اور اس میں ان کے خلاف حجت ہے جو کہتے ہیں کہ بڑے لڑکے کا عقیقہ نہ کیا جائے، کیونکہ اس حدیث میں ارشاد ہے: لڑکے کے ساتھ عقیقہ مصاحب ہے، اور شہر کے تمام ائمہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔

پھر اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حجاج نے کہا: ''ہمیں حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی اور قتادہ نے اور ہشام نے اور حبیب نے از ابن سیرین از ابن سلمان از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

اس سند کے ساتھ یہ حدیث مرفوع ہے، کیونکہ اس میں مذکور ہے: ''از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''، لیکن یہ تعلیق ہے۔

اس حدیث کی حجاج بن منہال نے از حماد اور وہ ابن سلمہ ہیں سے روایت کی ہے از ایوب السختیانی اور قتادہ بن دعامہ السدوسی اور ہشام بن حسان الازدی اور حبیب بن شہید از محمد بن سیرین از سلمان از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور امام طحاوی اور حافظ ابن عبد البر اور امام بیہقی نے اس حدیث کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

اور اسماعیلی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری کی یہ شرط نہیں ہے کہ وہ حماد بن سلمہ سے استدلال کریں۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ امام بخاری نے اس سند کے ساتھ استدلال نہیں کیا بلکہ اس سے استشہاد کیا ہے اور بہ طور استشہاد اس سند کے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پھر اس حدیث میں مذکور ہے کہ متعدد لوگوں نے از عاصم اور ہشام از حفصہ بنت سیرین از الرباب از سلمان بن عامر الضبی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے اور یہ بھی تعلیق مرفوع ہے اور اس میں ابہام ہے اور وہ یہ ہے کہ متعدد لوگوں نے روایت کی ہے، پس جن لوگوں کو انہوں نے مبہم رکھا ہے وہ عاصم بن سلیمان الاحول سفیان بن عیینہ ہیں، امام احمد نے اس سند کے ساتھ روایت کی ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور اس میں ہشام کا ذکر ہے۔ یہ ہشام بن

حسان ہیں، ان سے امام عبدالرزاق نے روایت کی ہے اور امام احمد نے روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے اور امام ترمذی نے عبدالرزاق کی سند سے روایت کی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس حدیث کی یزید بن ابراہیم نے از ابن سیرین روایت کی ہے از سلمان یعنی سلمان کے قول کی، اس میں یہ تصریح ہے کہ اس حدیث میں سلمان کا قول ہے اور یہ موقوف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۲۷-۱۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے: ''لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے، یعنی لڑکے کے ساتھ عقیقہ مصاحب ہے''۔ یہ حدیث کئی سندوں کے ساتھ مروی ہے، بعض سندوں سے یہ حدیث مرفوعاً مروی ہے اور بعض سندوں سے یہ حدیث موقوفاً مروی ہے، علامہ عینی نے ان تمام سندوں کی شرح کی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بچے سے گھناؤنی چیز کو زائل کیا جائے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے سر پر جو بال ہیں ان کو کاٹا جائے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عقیقہ کا اصل معنی یہ ہے کہ بچہ کے سر پر جو بال ہیں ان کو کاٹ دیا جائے۔

بال مونڈنے کو عقیقہ کا نام دینے کی توجیہ

اور عقیقہ میں بکری کا ذکر اس لیے ہوتا ہے کہ بکری کے ذبح کے وقت بچے کے بال کاٹے جاتے ہیں تو ان بالوں کے ساتھ عقیقہ کا نام رکھ دیا گیا ہے۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ انہوں نے حدث کا نام غائط رکھ دیا ہے، حالانکہ غائط زمین کے اس گڑھے کو کہتے ہیں جس میں قضاءِ حاجت کرتے ہیں اور وہ لوگ قضاءِ حاجت کے لیے بار بار اس جگہ جاتے ہیں اور یہ کلامِ عرب میں بہت زیادہ ہے کہ وہ کسی چیز کا نام اس کے مصاحب کے ساتھ رکھ دیتے ہیں۔ تو اسی طرح انہوں نے بال مونڈنے کا نام عقیقہ رکھ دیا، کیونکہ بال مونڈنے کے ساتھ بکری کو ذبح کیا جاتا ہے۔

المہلب نے کہا ہے: بال زائل کرنے کا حکم اور ذبح کرنے کا حکم ولادت کے ساتویں دن ہے تاکہ اللہ کے لیے جانور کو ذبح کر کے برکت حاصل کی جائے اور پاکیزگی حاصل کی جائے، اور یہ واجب نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو ایک ہفتہ گزرنے سے پہلے گھٹی دی تھی۔

اور امام مالک نے الموطا میں روایت کی ہے کہ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بالوں کا وزن کر کے ان کے برابر چاندی کو صدقہ کر دیا۔ (موطا امام مالک: ۳۱۰)

علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ چاندی کا صدقہ کرنا مستحب ہے ورنہ سونے کو صدقہ کرنا بھی جائز ہے۔

ان لوگوں کا رد جنہوں نے کہا کہ بچے کے بالوں کو خون کے ساتھ لتھیڑا جائے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچہ سے گھناؤنی چیز کو دور کرے، اس حدیث میں حسن بصری اور قتادہ کے اس قول کا رد ہے کہ بچے کے سر

کو عقیقہ کے خون کے ساتھ لتھیڑا جائے، کیونکہ خون تو سب سے بڑی نجاست ہے، سو یہ جائز نہیں ہے کہ بچے کے سر کو نجس خون کے ساتھ لتھیڑا جائے۔

بڑی عمر کے لڑکے کا عقیقہ کرنے کا بیان

حسن بصری نے کہا ہے کہ ذبح کے بعد بچے کا نام رکھنا چاہیے، اور امام مالک اور امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

(الکافی لابن عبدالبر ص ۱۷۷، المغنی لابن قدامہ ج ۱۳ ص ۳۹۷)

امام مالک نے کہا: اگر سات دن سے تجاوز ہو جائے تو پھر عقیقہ نہ کیا جائے اور بڑی عمر کے لڑکے کا عقیقہ نہ کیا جائے۔ اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اگر پہلے سات دن میں عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو دوسرے سات دن کے بعد اس کا عقیقہ کر دیا جائے، اور یہی عطاء کا قول ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اگر دوسرے سات دن میں بھی اگر عقیقہ نہیں کیا گیا تو پھر تیسرے سات دن میں عقیقہ کیا جائے اور یہی ابن وہب اور اسحاق کا قول ہے۔ (الاستذکار ج ۱۵ ص ۳۷۵، ۳۷۴، ۳۷۳)

میں کہتا ہوں: اس باب کی حدیث کے بھی یہی مناسب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے"، یہ نہیں فرمایا کہ بچے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی سات دن کے بعد بکری کو ذبح کر دیا جائے تو وہ عقیقہ ہو جائے گا۔ مثلاً بچہ جمعہ کے دن پیدا ہوا ہے تو کسی بھی جمعرات کو بکری ذبح کر دی جائے تو وہ عقیقہ ہو جائے گا، خواہ وہ پہلا سات دن ہو یا دوسرا ہو یا تیسرا ہو یا اس کے بعد کا ہو۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اور یہ حدیث امام مالک کے خلاف حجت ہے، جنہوں نے کہا کہ بڑے کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے۔

اس کا بیان کہ عقیقہ کرنا کس پر واجب ہے

ایوب نے روایت کی ہے از عکرمہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھے کو ذبح کیا اور ہر ایک کی طرف سے ایک مینڈھے کو ذبح کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۴۱)

اور حفصہ بنت عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم لڑکے کا عقیقہ دو بکریوں سے کریں اور لڑکی کا عقیقہ ایک بکری سے کریں۔

(سنن ترمذی: ۱۵۱۳، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۳، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

امام ابوجعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے: یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور جو شخص چاہے ان میں سے جس حدیث پر عمل کرے، کیونکہ یہ صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ایک ایک بکری سے عقیقہ کیا یعنی ہر ایک کی طرف سے ایک بکری کو ذبح کیا، اور ہمارے پاس ایسی کوئی حدیث نہیں آئی کہ یہ فعل ان کے ساتھ خاص ہو، اور جس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو بکریوں کا عقیقہ کیا جائے، یہ امر استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے۔ اور امت کو اس کا اختیار ہے کہ جس پر چاہیں عمل کریں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے یہ بیان نہیں کیا کہ بچے کا عقیقہ کرنا کس پر واجب ہے آیا باپ پر واجب ہے یا خود بچے پر واجب ہے یا امام المسلمین پر واجب ہے۔ اگر یہ چیز فرض ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرما

Marfat.com

دیتے کہ عقیقہ کرنا کس پر واجب ہے، تو جس کا عقیقہ اس کے والد نے کیا یا کسی اور نے کیا تو وہ بھی مستحسن ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ شارع علیہ السلام نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا اور ان کے والد نے نہیں کیا۔ اور اگر یہ بچے کے والد پر واجب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کرنا کافی نہ ہوتا، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جب جزاء سے یا نظر سے قربانی واجب ہوئی تو کسی اور کا ان کی طرف سے قربانی کرنا جائز نہیں تھا سوائے اس کے وہ اس کا کسی کو حکم دیں کہ میری طرف سے قربانی کرو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقہ کیا اور حضرت علی سے اس کو دریافت نہیں کیا، اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ یہ عقیقہ کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر واجب نہیں تھا اور جب یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر واجب نہیں تھا تو اس کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر واجب ہونا تو زیادہ بعید ہے اور ہمارے علم میں یہ نہیں ہے کہ ائمہ میں سے کسی نے عقیقہ کو واجب کہا ہو، سوائے حسن بصری کے۔ اور ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ قربانی نے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا اور اس سے معلوم ہوا کہ عقیقہ کرنا واجب نہیں ہے سنت ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۹۷-۳۰۰ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۴۷۲- وَقَالَ أَصْبَغُ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ حَدَّثَنَا سَلْمَانُ بْنُ عَامِرٍ الضَّبِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى۔

اصبغ نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی از جریر بن حازم از ایوب السختیانی از محمد بن سیرین، انہوں نے کہا: ہمیں سلمان بن عامر الضبی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے، پس تم اس سے خون کو بہاؤ اور اس سے گھناؤنی چیز کو دور کرو۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ قَالَ أَمَرَنِي ابْنُ سِيرِينَ أَنْ أَسْأَلَ الْحَسَنَ مِمَّنْ سَمِعَ حَدِيثَ الْعَقِيقَةِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ مِنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ۔

اور امام بخاری نے کہا: مجھے عبد اللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قریش بن انس نے حدیث بیان کی از حبیب بن شہید، انہوں نے کہا: مجھے ابن سیرین نے حکم دیا کہ میں حسن سے سوال کروں کہ انہوں نے کس سے عقیقہ کی حدیث سنی ہے، سو میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت سمرہ بن جندب سے سنی ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۷۲، سنن ترمذی: ۱۵۱۵، سنن نسائی: ۴۲۱۴، سنن ابوداؤد: ۲۸۳۹، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۴، مسند احمد: ۱۵۹۷، سنن دارمی: ۱۹۶۷)

صحیح البخاری: ۵۴۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور سے یہ استدلال درست نہیں کہ لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع ہے۔

حدیث مذکور میں ارشاد ہے کہ لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے، اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے حسن اور قتادہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے۔ اور جمہور کے نزدیک لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف

Marfat.com

سے عقیقہ کیا جائے گا، کیونکہ دونوں کے متعلق بہ کثرت احادیث وارد ہیں۔ ان احادیث میں سے کچھ یہ ہیں:

لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ کرنے کے متعلق احادیث

امام ترمذی نے یوسف بن ماہک سے روایت کی ہے کہ لوگ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم کے پاس گئے تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں ذبح کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے۔ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت اُم کرز رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: غلام کی طرف سے دو بکریوں کا عقیقہ کیا جائے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کیا جائے اور تمہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا کہ عقیقہ نر سے کیا جائے یا مادہ سے کیا جائے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

امام ابوداؤد اور امام نسائی نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے بیٹے کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو وہ قربانی کرے، لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ ان دونوں کو ذبح کیا جائے اور کسی ایک کا ذبح دوسرے سے موخر نہ کیا جائے۔ امام ابوداؤد نے امام احمد سے روایت کی ہے کہ وہ دونوں بکریاں عمر میں برابر ہوں اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مثل ہوں۔

گھناؤنی چیز کو زائل کرنے کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بچہ سے اس کی گھناؤنی چیز کو زائل کرو۔ اس سے مراد یا تو بچے کے سر کے بال ہیں یا رحم کا خون ہے یا ختنہ ہے۔

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ جب ہم نے اس حدیث کو سنا تو ہم نے یہ تلاش کیا کہ کوئی بتائے گھناؤنی چیز کو زائل کرنے کا کیا معنی ہے؟ تو ہم نے اس کو نہیں پایا۔

ایک قول یہ ہے کہ گھناؤنی چیز سے مراد وہ بال ہیں جن بالوں کے ساتھ رحم کا خون لگا ہوا ہوتا ہے۔ پس ان بالوں کو مونڈ کر اس خون کو زائل کر دیا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ لوگ بچے کے سر کو عقیقہ کے خون کے ساتھ لتھیڑتے تھے۔ اور یہ گھناؤنی چیز ہے تو اس سے منع کیا گیا ہے۔ اور الاصمعی نے وثوق سے کہا ہے کہ اس سے مراد سر کے بالوں کو مونڈنا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اولیٰ یہ ہے کہ گھناؤنی چیز کو اس کے عام معنی پر محمول کیا جائے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عمرو بن شعیب کی بعض احادیث میں یہ الفاظ ہیں: ''یماط عنه اقذاره'' یعنی بچے سے اس کی نجاست کو زائل کیا جائے۔

امام بخاری نے اس کے بعد ایک تعلیق ذکر کی ہے جس میں مذکور ہے کہ حبیب بن شہید نے کہا کہ مجھے ابن سیرین نے یہ حکم دیا کہ میں حسن بصری سے سوال کروں کہ آپ نے عقیقہ کی حدیث کو کس سے سنا ہے؟ تو میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت سمرہ بن جندب سے۔

Marfat.com

تعلیق مذکور کے رجال کا تذکرہ

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق عبداللہ بن ابی الاسود سے روایت ہے، اور ان کا نام عبداللہ بن محمد بن ابی الاسود ہے، اور ابوالاسود کا نام حمید ہے۔ اور اس تعلیق میں قریش بن انس کا ذکر ہے، یہ قرش کی تصغیر ہے۔ اور قریش بن انس بصری ہیں، یہ ۲۹۰ھ میں فوت ہو گئے تھے اور امام بخاری نے ان کا صرف اسی جگہ ذکر کیا ہے۔ اور حبیب بن شہید کا ذکر ہے، اور حضرت سمرہ بن جندب کا ذکر ہے، یہ کوفی ہیں اور صحابی ہیں۔

اس کی توجیہ کہ امام بخاری نے عقیقہ کے متعلق حدیث ذکر نہیں کی

اگر یہ سوال کیا جائے کہ امام بخاری نے عقیقہ کی حدیث کی روایت نہیں کی، تو میں کہوں گا کہ امام بخاری نے عقیقہ کے متعلق احادیث کی شہرت پر اکتفاء کر لی۔

اصحاب السنن نے از قتادہ از حسن بصری از حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے کہ لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ مرہون ہوتا ہے، ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کرنا مستحب ہے کہ لڑکی کی طرف سے ساتویں دن عقیقہ میں بکری کو ذبح کیا جائے۔ اگر ساتویں دن میں میسر نہ ہو تو چودھویں دن عقیقہ کیا جائے اگر چودھویں دن بھی میسر نہ ہو تو اکیسویں دن عقیقہ کیا جائے۔

علامہ حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ نے لکھا ہے: کہ علماء نے اس مسئلہ میں بحث کی ہے، اور بہترین بات وہ ہے جو امام احمد بن حنبل متوفی ۲۰۴ھ نے کی ہے کہ یہ شفاعت پر محمول ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ جب بچے کا عقیقہ نہ کیا جائے اور وہ بچہ بچپن میں فوت ہو جائے تو وہ بچہ اپنے والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے بالوں کی نجاست کے ساتھ مرہون ہوتا ہے، یعنی رہن رکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ رہن رکھا ہوا ہوتا ہے۔

ساتویں دن عقیقہ کرنے کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ساتویں دن بچے کا عقیقہ کیا جائے، اور اس حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ عقیقہ ساتویں دن کے ساتھ مقید ہے۔ اگر ساتویں دن سے پہلے کیا گیا تو عقیقہ نہیں ہوگا اور ساتویں دن کے بعد عقیقہ فوت ہو جائے گا اور یہ امام مالک کا قول ہے۔ اور امام احمد بن حنبل کی ساتویں دن کے متعلق دو روایتیں ہیں اور امام شافعی کے نزدیک ساتویں کا دن اختیار کے لیے ہے تعیین کے لیے نہیں ہے۔

بچے کے سر کے بال مونڈنے کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے: ''بچے کے سر کے بال مونڈے جائیں''۔ یعنی اس کے سارے بال مونڈے جائیں، کیونکہ کچھ بالوں کو مونڈنا اور کچھ بالوں کو چھوڑ دینا ممنوع ہے۔

الماوردی نے کہا ہے کہ لڑکی کے سر کے بالوں کو مونڈنا مکروہ ہے اور بعض حنبلی فقہاء نے کہا ہے کہ اس کے بال بھی مونڈے

Marfat.com

جائیں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ اولیٰ ہے، کیونکہ سلمان کی حدیث میں ہے"بچے سے اس کی گھناؤنی چیزوں کو زائل کرو"، اوران گھناؤنی چیزوں میں اس کے سر کے بال ہیں جو پیٹ کی آلائش کے ساتھ لتھڑے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ اپنے عموم کی وجہ سے مذکر اور مونث دونوں کو شامل ہیں۔

امام ترمذی نے حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک بکری کا عقیقہ کیا اور آپ نے فرمایا: اے فاطمہ! اس کے سر کے بال مونڈو اور اس کے سر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ کرو، تو ہم نے ان کا وزن کیا تو وہ ایک درہم یا اس سے کچھ زائد کے برابر تھا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

بچے کا نام رکھنے کا بیان

اور اس حدیث میں مذکور ہے: "اس کا نام رکھا جائے گا"۔ اور اگر بچہ روئے نہیں تو اس کا نام نہیں رکھا جائے گا اور محمد بن سیرین نے اور قتادہ نے اور اوزاعی نے کہا: جب بچہ پیدا ہو اور اس کی خلقت مکمل ہو جائے تو اس کا اسی وقت نام رکھ دیا جائے اگر وہ چاہیں اور علامہ المھلب مالکی نے کہا ہے کہ بچے کا نام اس وقت رکھا جائے جب وہ پیدا ہو، یا اس کی ایک رات یا دو راتوں کے بعد اس کا نام رکھا جائے۔ اور اگر پیدائش کے سات دن تک اس کا باپ عقیقہ کی نیت نہ کرے تو جائز ہے اور اگر ارادہ کرے تو اس کی طرف سے قربانی کر دے اور سنت یہ ہے کہ یوم شک کا نام رکھنے کو مؤخر کیا جائے اور وہ ساتواں دن ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۲۹-۱۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۲ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عقیقہ کا سنت ہونا اور واجب نہ ہونا

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بچے کی پیدائش کے بعد اس کے شکر کی ادائیگی میں جو بکری ذبح کی جاتی ہے اس کو عقیقہ کہتے ہیں، اور اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ عقیقہ کرنا واجب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بچے سے خون کو بہاؤ" اور امر میں اصل وجوب ہے، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ رہن رکھا ہوا ہوتا ہے"۔ لیکن اکثر اہل علم یہ کہتے ہیں کہ عقیقہ کرنا سنت ہے، واجب نہیں ہے۔

بچے سے گھناؤنی چیز کو زائل کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے: "بچے سے گھناؤنی چیز کو زائل کرو"۔ گھناؤنی چیز سے مراد وہ چیز ہے جو اس کے بدن میں میل کچیل ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ بچہ صاف ستھرا ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ گھناؤنی چیز کے زائل کرنے سے مراد یہ ہے کہ بچے کے سر کے بالوں کو مونڈنا۔

Marfat.com

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ۔ پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی گھناؤنی چیز ہو۔ (البقرہ:۱۹۶)

اس آیت میں سر کی گھناؤنی چیز کا ذکر ہے، اور جب سر کے بال مونڈ دیے جائیں گے تو گھناؤنی چیز زائل ہو جائے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے۔

لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے عقیقہ کیا جائے

اس حدیث کے مفہوم مخالف سے حسن اور قتادہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ بچے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے گا اور بچی کی طرف سے عقیقہ نہیں کیا جائے گا اور جمہور نے ان کی مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ بچی کی طرف سے بھی عقیقہ کیا جائے گا۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ احادیث میں تصریح ہے کہ لڑکی کی طرف سے بھی عقیقہ کیا جائے گا۔

حضرت حفصہ بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ان سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے۔

اسی طرح حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عقیقہ نر جانوروں سے کیا جائے یا مادہ جانوروں سے کیا جائے۔

گھناؤنی چیز کا بیان

امام ابوداؤد نے از سعید بن ابوعروبہ از ابن عون و ابن سیرین روایت کی ہے، کہ اگر گھناؤنی چیز سے مراد سر کے بالوں کو مونڈنا نہ ہو تو پھر میں نہیں جانتا کہ گھناؤنی چیز سے کیا مراد ہے، اور امام طحاوی نے یزید بن ابراہیم از محمد بن سیرین روایت کی ہے کہ مجھے وہ شخص نہیں ملا جو مجھے گھناؤنی چیز کی تفسیر بیان کرتا۔ اور اصمعی نے وثوق سے کہا کہ اس سے مراد سر کے بالوں کا مونڈنا ہے۔

اور امام ابوداؤد نے سندِ حسن کے ساتھ حسن بصری سے اسی طرح روایت کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ نے یہ حکم دیا کہ بچے اور بچی کے سروں سے گھناؤنی چیز کو زائل کر دیا جائے، لیکن یہ سر کے بالوں میں متعین نہیں ہے۔ اور امام طبرانی نے روایت کی ہے کہ اس سے گھناؤنی چیز کو زائل کر دیا جائے اور اس کے سر کے بالوں کو مونڈا جائے، پس اولیٰ یہ ہے کہ گھناؤنی چیز کو عام معنی پر محمول کیا جائے، خواہ سر کے بالوں کو مونڈنا ہو یا کوئی اور گھناؤنی چیز ہو جو بچے پر لگی ہوئی ہو۔

عقیقہ میں شرکت اور بکری کی جگہ اونٹ سے عقیقہ کرنے کا بیان

سوال: کیا عقیقہ کے اندر شرکت جائز ہے؟

جواب: یہ صحیح ہے، پس اگر انسان نے ایک اونٹ کا سات افراد کی طرف سے عقیقہ کیا تو ہم کہتے ہیں کہ یہ سات آدمیوں سے صحیح نہیں ہے بلکہ یہ صرف ایک سے صحیح ہوگا، بلکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اونٹ کے ساتھ عقیقہ کرنا کافی نہیں ہے، کیونکہ سنت بکری کے ساتھ

Marfat.com

عقیقہ کرنے کے متعلق وارد ہوئی ہے، تو اس میں سنت کی پیروی کرنی چاہیے۔

اور حنابلہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اونٹ کے ساتھ عقیقہ کیا جائے تو وہ بھی کفایت کرے گا لیکن بکری کے ساتھ عقیقہ کرنا افضل ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۰۵-۲۰۶، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۲، کی شرح از علامہ صابونی

عقیقہ کا سنتِ مستحبہ ہونا

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

عقیقہ کو عقیقہ نیک فال کے لیے کہا جاتا ہے، اور ذبیحہ کو ذبح کر کے یہ واضح کیا جاتا ہے کہ یہ بچہ جو پیدا ہوا ہے یہ اپنے ماں باپ کا عاق اور نافرمان نہیں ہے، کیونکہ عقیقہ کو کاٹ دیا جاتا ہے، گویا بچے کی نافرمانی کو کاٹ دیا گیا ہے۔ اور ہمیشہ سے مسلمان اس سنتِ نبویہ پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اور لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرتے ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرتے ہیں، اور بچے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کا سر مونڈتے ہیں اور اس کا پسندیدہ نام رکھتے ہیں اور اس کے سر سے بالوں کو اتارتے ہیں اور اس کے بالوں میں جو رحم کا خون چپکا ہوا ہو، اس کو کاٹ دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا یہی معنی ہے کہ اس سے خون کو بہاؤ اور ناپسندیدہ چیز کو زائل کرو۔ امام مالک نے اپنی موطا میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں عقوق کو پسند نہیں کرتا، گویا آپ نے اس لفظ کو ناپسند فرمایا کیونکہ عقوق کے معنی نافرمانی کے ہیں۔ اور آپ نے فرمایا: جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور وہ یہ پسند کرے کہ اس کی طرف سے قربانی کی جائے تو وہ قربانی کرے۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۸۱، مکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۳۔ بَابُ: اَلْفَرَعِ — الفرع کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں فرع کا بیان کیا گیا ہے، فرع کے لفظ میں فاء اور راء دونوں پر زبر ہے۔ فرع اونٹنی کے اس پہلے بچے کو کہتے ہیں جس کو زمانہ جاہلیت میں مشرکین اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرتے تھے۔ ابو مالک نے کہا ہے کہ جب کسی مرد کے سو اونٹ مکمل ہو جاتے تو وہ ایک جوان اونٹ کو نکالتا اور اس کو بتوں کے تقرب کے لیے ذبح کرتا، سو یہ فرع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ ہے کہ ''اَلْفَرَع'' کی دو تفسیریں ہیں: ایک تفسیر یہ ہے کہ اونٹنی کے دیے ہوئے پہلے بچے کو بتوں کے تقرب کے لیے ذبح کیا جائے، اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس مرد کے سو اونٹ مکمل ہو جائیں تو وہ بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایک جوان اونٹ کو ذبح کر دے۔

۵۴۷۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا — امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان

Marfat.com

مَعْمَرٌ أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ وَالْفَرَعُ أَوَّلُ النِّتَاجِ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيتِهِمْ وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ۔

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے خبر دی از ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ۔ آپ نے فرمایا: (اسلام میں) نہ فرع ہے اور نہ عتیرہ ہے۔

زُہری نے کہا: فرع اونٹنی کے اس پہلے بچے کو کہتے ہیں جس کو مشرکین اپنے بتوں کے تقرب کے لیے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ اس کو کہتے ہیں جس کو ماہِ رجب میں ذبح کیا جاتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۴۷۴، صحیح مسلم: ۱۹۷۶، سنن ترمذی: ۱۵۱۲، سنن نسائی: ۴۲۲۲، سنن ابوداؤد: ۲۸۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۸، مسند احمد: ۷۰۹۵، سنن داری: ۱۹۶۴)

صحیح البخاری: ۵۴۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ عبد اللہ بن عثمان مروزی کا لقب ہے۔

اور اس میں عبد اللہ کا ذکر ہے، یہ عبد اللہ بن مبارک المروزی ہیں، اور اس میں معمر کا ذکر ہے، اور یہ معمر بن راشد ہیں۔ اور اس میں الزہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں جو ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لا فرع ولا عتیرۃ''۔

الفرع کی تفسیر ابھی گزری ہے کہ یہ اونٹنی کا وہ پہلا بچہ ہے جس کو بتوں کے تقرب کے لیے ذبح کیا جائے اور عتیرۃ، عین پر زبر اور تاء کے نیچے زیر اور یاء ساکن اور آخر میں راء ہے۔ عتیرہ اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جس کو زمانہ جاہلیت میں لوگ رجب کے ابتدائی دس دنوں میں ذبح کرتے تھے۔ اور اس کو رجبیہ کہتے تھے۔ امام شافعی نے اس ممانعت کی یہ تاویل کی ہے کہ نہ فرع واجب ہے اور نہ عتیرہ واجب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس تاویل کو سنن نسائی کی یہ حدیث مسترد کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمایا ہے۔ اور اسی طرح امام احمد کی روایت میں بھی ہے، سو فرع اور عتیرہ صورتاً بھی ممنوع ہے اور معناً بھی ممنوع ہے۔

''اَلْفَرَع'' اور ''اَلْعَتِیرَہ'' کے متعلق مختلف احادیث

امام نسائی نے الحارث بن عمرو سے روایت کی ہے کہ ان کی رسول اللہ ﷺ سے حجۃ الوداع میں ملاقات ہوئی۔ الحدیث۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگوں میں سے ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ العتائر اور الفرائع؟ یعنی ان کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا: جو چاہے عتیرہ کرے اور جو چاہے عتیرہ نہ کرے۔ اور جو چاہے فرع کرے اور جو چاہے فرع نہ کرے۔

Marfat.com

نیز امام نسائی نے حضرت ابوذر بن لقیط بن عامر العقیلی سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں رجب میں ذبح کرتے تھے، ہم اس سے خود کھاتے اور جو ہمارے پاس آتا اسے کھلاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق عرفہ کے دن پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ برحق ہیں یعنی العتیرہ۔

نیز امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں العَتِیرۃ کرتے تھے، آپ نے فرمایا: تم جس مہینے میں چاہو ذبح کرو اور کھلاؤ۔

نیز امام طبرانی نے یزید بن عبد اللہ المزنی سے از والد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ میں فَرَع ہے اور بکریوں میں فرع ہے۔ (یعنی ان کے پہلے بچے کو ذبح کر دیا جائے)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت حفصہ بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلفَرَع کا حکم دیا کہ ہر پچاس میں سے ایک کو ذبح کیا جائے۔

امام ترمذی نے نفسِ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ کے دن سنا، آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال قربانی ہے اور عتیرہ ہے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

امام ابوداؤد نے از نبیشہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے پکار کر کہا: یارسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں رجب میں عتیرہ کرتے تھے۔ آپ اس کے متعلق ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے لیے جس مہینے میں چاہو ذبح کرو۔ اس نے کہا: ہم زمانہ جاہلیت میں فرع کرتے تھے (یعنی اونٹنی کے پہلے بچے کو ذبح کر دیتے تھے) آپ اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہر قدرتی گھاس کو چرنے والی اونٹنی میں فَرَع ہے۔ ابوقلابہ نے کہا: سائمہ سو اونٹنیاں ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تمام احادیث الفَرَع اور العَتِیرۃ کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں۔

''العَتِیرۃ'' اور ''اَلفَرَع'' سے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا کہ ابن سیرین علماء کے درمیان رجب میں عتیرہ کرتے تھے۔

امام ابوجعفر طحاوی المتوفی ۳۲۱ھ نے الآثار میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما عتیرۃ کرتے تھے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے: ہمارے اصحاب کے نزدیک جو صحیح ہے اور وہی امام شافعی کی نصِ صریح ہے کہ الفرع اور العتیرۃ مستحب ہیں۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ، اور الحازمی نے لکھا ہے کہ الفرع اور العتیرۃ کی ممانعت کی احادیث ان کی اباحت کے لیے ناسخ ہیں، اور یہی جمہور علماء کا موقف ہے۔

اور علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے لکھا ہے: یہ بات معلوم ہے کہ نہی اور ممانعت اسی کام سے ہوتی ہے، جس کام کو پہلے کیا جاتا رہا ہو۔ اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اہلِ علم میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے الفرع اور

العتیرہ سے منع کیا اور پھر اس کی اجازت دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۳۲۔۱۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فرع اس ذبیحہ کو کہتے ہیں کہ اونٹنی کا جو پہلا بچہ پیدا ہوتا تو مشرکین زمانہ جاہلیت میں بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کو ذبح کرتے تھے۔ اور عتیرہ کو رجب میں ذبح کرتے تھے، یہ حدیث سنن ابوداؤد: ۲۸۳۱ میں مذکور ہے اور سنن ترمذی: ۱۵۱۲ میں مذکور ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۳۰۲، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۳، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اَلْفَرَع اور اَلْعَتِیرۃ کی تفسیر خود صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ علامہ نووی نے کہا ہے: الفرع اور العتیرہ کے متعلق احادیث وارد ہیں۔ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اَلْفَرَع اور اَلْعَتِیرۃ کا ذبیحہ مستحب ہے اور اس باب کی حدیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ واقع میں الفرع اور العتیرہ نہیں ہیں یا جو مشرکین اپنے بتوں کے تقرب کے لیے اَلْفَرَع اور اَلْعَتِیرۃ کرتے تھے وہ مشروع نہیں ہے۔ اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جمہور علماء کا یہ موقف ہے کہ اَلْفَرَع اور اَلْعَتِیرۃ کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۹ ص ۱۳۸، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۳ کی شرح از علامہ القسطلانی

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اَلْفَرَع اور اَلْعَتِیرۃ کی تفسیر میں الزہری کا قول ہے اور امام ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ الفرع کو بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرتے اور بعض سے روایت کی ہے کہ وہ کھانے کے بعد اس کی کھال کو درخت پر ڈال دیتے اور اس میں ممانعت کی علت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس سے یہ استنباط کیا گیا ہے کہ جب پورا ذبیحہ اللہ کے لیے ہو تو پھر اَلْفَرَع جائز ہے۔

حاکم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اَلْفَرَع سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اَلْفَرَع برحق ہے۔ اور اگر تم اونٹنی کے پہلے بچے کو چھوڑ دو حتیٰ کہ وہ ایک سال کا ہو جائے یا دو سال کا ہو جائے، پھر تم اللہ کی راہ میں سواری کرو یا وہ کسی بیوہ کو دو تو اس سے بہتر ہے کہ تم اس کو ذبح کر دو۔ آپ نے جو فرمایا کہ وہ برحق ہے، یعنی وہ باطل نہیں ہے اور یہ سائل کے جواب کے طور پر ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی اس حدیث سے مخالفت نہیں ہے، جس میں آپ نے فرمایا کہ اسلام میں فرع اور عتیرہ نہیں ہے، کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ نہ فرع واجب ہے اور نہ عتیرہ واجب ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک الفرع اور عتیرہ دونوں مستحب ہیں۔

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۲۶۲، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۷۳، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اَلْفَرَع" اور "اَلْعَتِیرَۃ" کا اسلام میں متروک ہونا اور ان کے معانی

یہ حدیث شریف اس پر دلالت کرتی ہے کہ زمانہ جاہلیت کی عادات کو ترک کر دینا چاہیے اور ان کا شمار نہیں کرنا چاہیے اور ہر وہ چیز جو شریعتِ اسلام کے خلاف ہو وہ باطل ہے اور مردود ہے۔

اَلْفَرَع اونٹنی کے اس پہلے جانور کو کہتے ہیں جس کو مشرکین اپنے بتوں کو تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرتے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس مرد کے سو اونٹ مکمل ہو جاتے تو وہ ایک جوان اونٹ کو مقدم کر کے اس کو ذبح کر دیتا۔ اور اَلْعَتِیرہ یہ ہے کہ وہ کسی ذبیحہ کو رجب کے پہلے دس دنوں میں ذبح کرتے تھے اور اس کا نام رجبیہ رکھتے تھے اور اس کو اپنے بتوں کے تقرب کے لیے پیش کرتے تھے، سو مسلمانوں کو اس سے منع کیا گیا ہے۔

(الشرح المیسر صحیح البخاری المسمی الدرر والآلی بشرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۸۲، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۴۔ بَابٌ: اَلْعَتِیرَۃِ

عتیرہ کا بیان
(رجب کے ابتدائی دس دنوں میں ذبیحہ کرنا)

۵۴۷۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ قَالَ وَالْفَرَعُ أَوَّلُ نِتَاجٍ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيتِهِمْ وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی اور زہری نے کہا: ہمیں سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ: آپ نے فرمایا: نہ فرع ہے اور نہ عتیرہ ہے۔

زُہری نے کہا: فرع اونٹنی کے اس پہلے بچے کو کہتے ہیں جس کو مشرکین اپنے بتوں کے تقرب کے لیے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ اس کو کہتے ہیں جس کو ماہِ رجب میں ذبح کیا جاتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۴۷۴، صحیح مسلم: ۱۹۷۶، سنن ترمذی: ۱۵۱۲، سنن نسائی: ۴۲۲۲، سنن ابوداؤد: ۲۸۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۸، مسند احمد: ۷۰۹۵، سنن دارمی: ۱۹۶۴)

صحیح البخاری: ۵۴۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کا بعینہٖ اعادہ کیا ہے جو اس سے پہلے باب میں ذکر کی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۷۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۷۶، کتاب الاضاحی، باب: الفرع والعتیرہ، سنن ابوداؤد: ۲۸۳۱، سنن نسائی: ج ۷ ص ۱۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۸)

ابوقرہ موسیٰ بن طارق نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ اَلْعَتِیْرَہ اور اَلْفَرَع کی تفسیر زہری کے کلام سے ماخوذ ہے۔

امام طحاوی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ایسی احادیث مروی ہیں جن سے اَلْفَرَع کی اجازت ملتی ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۳ ص ۸۶)

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْفَرَع کا حکم دیا کہ ہر پچاس میں سے ایک کو ذبح کیا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج ۴ ص ۳۴۰، رقم: ۷۹۹۷)

امام ابوداؤد نے از حماد از عبداللہ بن عثمان از خثیم روایت کی ہے کہ ہر پچاس بکریوں میں سے ایک بکری ذبح کی جائے۔

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیح ہے۔

نیز امام ابوداؤد نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جدِ خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اَلْفَرَع کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اَلْفَرَع برحق ہے اور اگر تم اس کو چھوڑ دو حتیٰ کہ وہ جوان اونٹ ہو جائے یا ایک سال کا اونٹ ہو جائے یا دو سال کا اونٹ ہو جائے اور وہ تم کسی بیوہ کو دو کہ وہ اس پر سواری کرے یا اللہ کی راہ میں دو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ تم اس کو ذبح کرو اور اس کا گوشت اس کی کھال کے ساتھ لپیٹا جائے اور تمہارے برتن کو بھرا جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۴۲)

اور امام ترمذی نے مخنف سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ کے دن سنا، آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! بے شک ہر گھر والے کے اوپر ہر سال میں قربانی ہے اور عتیرہ ہے، پھر امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس کو صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۱۵۱۸)

امام نسائی نے سند جید کے ساتھ روایت کی ہے کہ الحارث بن عمرو الباہلی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع میں ملاقات کی تو آپ سے ایک مرد نے پوچھا: یا رسول اللہ! الفرائع والعتائر؟ تو آپ نے فرمایا: جو چاہے فَرَع کرے اور جو چاہے فَرَع نہ کرے اور جو چاہے عتیرہ کرے اور جو چاہے عتیرہ نہ کرے۔ (سنن نسائی: ج ۷ ص ۱۶۹-۱۶۸)

امام ابوداؤد نے نبیشہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے نداء کی: یا رسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں رجب میں عتیرہ کرتے تھے (یعنی ایک جانور ذبح کرتے تھے) آپ ہمیں اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے لیے ذبح کرو، خواہ کسی مہینے میں ذبح کرو، پھر اس میں نیکی حاصل کرو اور لوگوں کو کھلاؤ، پھر اس نے کہا: ہم زمانہ جاہلیت میں فَرَع کرتے تھے (یعنی اونٹنی کے پہلے بچے کو بتوں کے تقرب کے لیے ذبح کرتے تھے)، آپ ہمیں اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟، آپ نے فرمایا: ہر سائمہ میں فرع ہے تم ان اونٹنیوں سے غذاء حاصل کرو، حتیٰ کہ جب وہ سواری کے قابل ہو جائیں تو ان میں سے کسی ایک اونٹ کو ذبح کر دو اور اس کے گوشت کو صدقہ کر دو، خالد نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: مسافروں پر صدقہ کر دو، کیونکہ یہ بہتر ہے، خالد نے کہا: میں نے ابوقلابہ سے پوچھا: سائمہ کی کیا مقدار ہے؟ تو انہوں نے کہا: سو (۱۰۰)۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۳۰، سنن نسائی: ۴۲۴۰، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۷)

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اَلْفَرَع اور اَلْعَتِیرہ کو ذبح کرنا ناجائز اور شرک ہے، البتہ ان جانوروں کو ذبح کر کے خواہ رجب کے مہینہ میں ہو یا کسی مہینے میں ہو، اس کے گوشت کو صدقہ اور خیرات کرنا اور بیواؤں اور مسافروں کو کھلانا جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں:

ابو عمرو نے کہا ہے کہ فرع اونٹنی کا وہ پہلا بچہ ہے جس کو زمانہ جاہلیت میں بتوں کے تقرب کے لیے ذبح کرتے تھے۔

(غریب الحدیث ج ۱ ص ۱۲۰)

پھر وہ اس کے گوشت کو کھا کر اس کی کھال کو درخت پر لٹکا دیتے تھے تو ان کو اس سے منع کیا گیا اور ابن فارس نے کہا: یہ اونٹوں اور بکریوں کا پہلا بچہ ہے۔ (مجمل اللغت ج ۲ ص ۷۱۷)

امام ابو عبید نے کہا: رہا عتیرہ تو وہ رجبیہ ہے، اہل جاہلیت پر جب کوئی مشکل پیش آتی تو وہ نذر مانتے کہ اگر ان کو اس مشکل کے اوپر کوئی کامیابی حاصل ہو جائے تو وہ اپنی بکریوں میں سے اتنی اتنی بکریاں رجب کے مہینے میں ذبح کریں گے۔ بعد میں اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ (غریب الحدیث ج ۱ ص ۱۲۱)

اَلْفراء نے کہا کہ اس کو عتیرہ اس لیے کہا گیا ہے کہ عَتر کے معنی ہیں کاٹنا اور ذبح کرنا، اور اس کو رجب کے مہینے میں ذبح کیا جاتا تھا۔

اور ابن سیرین علماء کے درمیان رجب کے مہینے میں عتیرہ کو ذبح کرتے تھے، یعنی رجب کے ابتدائی دس دنوں میں۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۳۴۱)

یہ حدیث صحیح نہیں ہے، علامہ ابن بطال نے کہا ہے: چونکہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے اس میں کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر یہ صحیح بھی ہوتی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے لیے ناسخ ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر علماء کا اجماع ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے: اَلْفرع وہ چیز ہے کہ اہلِ جاہلیت اس سے اپنے اموال میں برکت حاصل کرتے تھے، پس ان میں سے کوئی ایک جب کسی جوان اونٹنی یا جوان بکری کو ذبح کر دیتا تو اس سے غذاء حاصل نہ کرتا تا کہ بعد میں اس سے برکت حاصل ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو فرع کرو، یعنی اگر تم چاہو تو ذبح کرو اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لیے سوال کرتے تھے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں یہ کام کرتے تھے اور ان کو خطرہ ہوا کہ اسلام میں یہ کام منع ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ (یعنی حصولِ برکت کے لیے اونٹنی یا بکری کو ذبح کرنا نہ کہ بتوں کے تقرب کے حصول کے لیے)۔

اور حدیث میں جو ہے کہ نہ کوئی فرع ہے اور نہ عتیرہ ہے، اس سے مراد ہے کہ نہ کوئی فرع واجب ہے اور نہ عتیرہ واجب ہے۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے اَلْفرع کو مباح قرار دیا اور یہ پسند کیا کہ اس کا گوشت بیواؤں کو دیا جائے یا اس اونٹ کو اللہ کی راہ میں سواری کے لیے دیا جائے۔ اور ہمارے اصحابِ شافعیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اَلْفرع اور العتیرہ مستحب ہے۔

اور حدیث میں جو ارشاد ہے: نہ فرع ہے اور نہ عتیرہ ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جو وہ اپنے بتوں کے تقرب کے حصول کے لیے ذبح کرتے تھے، وہ جائز نہیں ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اَلْفرع اور اَلْعَتِیرہ قربانی کی طرح مستحب نہیں ہیں اور ان کا

Marfat.com

خون بہانے میں قربانی کی طرح تقرب نہیں ہے، لیکن ان کا گوشت مساکین میں تقسیم کرنا تو یہ نیکی اور صدقہ ہے۔
اور قاضی عیاض مالکی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ جمہور علماء کا مختار یہ ہے کہ اَلفرع اور العتیرہ کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔
الحازمی نے کہا: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ یہ آثار منسوخ ہیں، اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہ اَلفرع ہے اور نہ اَلعَتیرہ ہے''۔ (صحیح البخاری: ۵۴۷۴، صحیح مسلم: ۱۹۷۶)
علامہ ابراہیم بن المنذر الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے: یہ بات معلوم ہے کہ کسی چیز سے ممانعت اور نہی اس وقت ہوتی ہے جب پہلے وہ کام کیا جاتا ہو اور ہمیں نہیں معلوم کہ اہلِ علم میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو الفرع اور العتیرہ سے منع کیا اور پھر اس کی اجازت دی۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۳۰۸۔۳۰۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

خلاصۂ مبحث

میں کہتا ہوں کہ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ بعض احادیث اور آثار سے اَلفَرَع اور اَلعَتِیرہ کی رخصت معلوم ہوتی ہے، لیکن وہ احادیث اور آثار ضعیف ہیں۔ اور اس کے مقابلے میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ اَلفرع ہے اور نہ اَلعتیرہ ہے، اس لیے اَلفرع اور اَلعَتِیرہ جائز نہیں ہے، نیز الفرع اور العتیرہ کو زمانہ جاہلیت میں بتوں کے تقرب کے حصول کے لیے ذبح کیا جاتا تھا، اس لیے اس نام سے جانوروں کو ذبح کرنا شرک کے مشابہ ہے اور راہِ خدا میں صدقہ کرنے کے لیے جانوروں کو ذبح کرنا جائز ہے، لیکن اس کو الفرع اور العتیرہ کا نام دینا درست نہیں ہے اور ہم اس مسئلہ میں امام شافعی سے معذرت خواہ ہیں جنہوں نے الفرع اور العتیرہ کو راہِ خدا میں صدقہ کرنے کی نیت سے جائز کہا ہے، اور قاضی عیاض مالکی کا یہ کہنا درست ہے کہ الفرع اور العتیرہ کے منسوخ ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۴ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
ذبح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تقرب صرف اس وقت کیا جائے جس کا ثبوت سنت میں ہو، اور یہ قربانی ہے اور ہدیے اور تحفے ہیں اور عقیقہ ہے، اور اس کے سوا جو چیزیں ہیں اس میں ذبح کے ساتھ کسی کا تقرب حاصل کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے حتیٰ کہ اگر انسان نے نذر مانی کہ ایک بکری ذبح کرے گا تو اس کو صرف ذبح کرنے کا اجر ملے گا اور اس کو اس کے گوشت کے صدقہ کرنے کا اجر ملے گا اور یہ ایسا ہی ہے جیسے آدمی نے گوشت بازار سے خریدا اور اس کو صدقہ کر دیا، پس جن چیزوں کو ذبح کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے، وہ تین ہیں۔ عقیقہ، قربانی اور ہدیے اور تحفے۔ اور ولیمہ بھی اس میں داخل ہے۔
فرع کا معنی ہے: اونٹنی کا وہ پہلا بچہ جس کو زمانہ جاہلیت میں مشرکین بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرتے تھے۔
اور عتیرہ کا معنی ہے کہ رجب کے مہینے کے پہلے دن یا رجب کے مہینہ کے پہلے جمعہ میں مشرکین جانور کو ذبح کرتے تھے، اور

Marfat.com

اس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی نفی کردی اور جب رسول اللہ ﷺ نے اس کی نفی کردی تو یہ اسلام میں کوئی چیز نہیں ہے، پس یہ نہیں کہا جائے گا کہ عتیرہ مسنون ہے بلکہ ہم کم سے کم یہ کہیں گے کہ یہ مکروہ ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۰۷، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: کتاب العقیقہ اور اس کے ساتھ جوفرع اور عتیرہ کے ابواب ہیں، ان میں بارہ (۱۲) احادیث ہیں جن میں سے تین تعلیقات ہیں اور باقی موصولہ ہیں۔ اور آٹھ مکررات ہیں اور خالص احادیث چار ہیں۔

کتاب العقیقہ اور الفرع والعتیرہ یہاں ختم ہوگئی، اس کے بعد ان شاء اللہ کتاب الذبائح والصید شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۷۱- كِتَابُ الذَّبَائِحِ وَالصَّيْدِ وَالتَّسْمِيَةِ عَلَى الصَّيْدِ

ذبیحوں اور شکار کا بیان اور شکار پر بسم اللہ پڑھنے کا بیان

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ کتاب ذبائح کے احکام اور شکار کے احکام کے متعلق ہے، اور اس بیان کے متعلق ہے کہ جب شکاری کتے کو شکار پر چھوڑا جائے تو اس وقت بسم اللہ پڑھی جائے اور ذبائح کا لفظ ذبیحۃ کی جمع ہے یعنی مذبوحہ، اور التسمیۃ علی الصید کا معنی ہے: شکار پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب:۱

وقولہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ (المائدہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ تم کو ضرور ایسے شکار سے آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے تاکہ اللہ یہ ظاہر کردے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے، سو جس نے اس (تنبیہ) کے بعد حد سے تجاوز کیا، اس کے لیے درد ناک عذاب ہے O

وقولہ تعالیٰ: أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ○ (المائدہ)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے لیے ہر قسم کے چار پاؤں والے جانور حلال کیے گئے ہیں، ماسوا ان کے جن کا حکم تم پر آئندہ تلاوت کیا جائے گا، لیکن تم حالتِ احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے O

وقولہ تعالیٰ: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۚ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ (المائدہ: ۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم پر حرام کیا گیا ہے مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس (جانور) پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، اور گلا گھٹ جانے والا، اور چوٹ کھا کر مرا ہوا اور بلندی سے گر کر مرا ہوا اور سینگ لگنے سے مرا ہوا اور جس کو درندے نے کھایا ہو، ماسوا اس کے جس کو تم نے (زندہ پا کر) ذبح کر لیا، اور جو بتوں کے تقرب کے لیے نصب شدہ پتھروں پر ذبح کیا گیا اور فال کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرنا، یہ (تمام کام) فسق ہیں، آج کفار تمہارے دین (کی ناکامی) سے مایوس ہو گئے، سو تم ان

سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔ (المائدہ:۳)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْعُقُودُ الْعُهُودُ مَا أُحِلَّ وَحُرِّمَ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ الْخِنْزِيرُ يَجْرِمَنَّكُمْ يَحْمِلَنَّكُمْ شَنَآنُ عَدَاوَةُ الْمُنْخَنِقَةُ تُخْنَقُ فَتَمُوتُ الْمَوْقُوذَةُ تُضْرَبُ بِالْخَشَبِ يُوقِذُهَا فَتَمُوتُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ تَتَرَدَّى مِنَ الْجَبَلِ وَالنَّطِيحَةُ تُنْطَحُ الشَّاةُ فَمَا أَدْرَكْتَهُ يَتَحَرَّكُ بِذَنَبِهِ أَوْ بِعَيْنِهِ فَاذْبَحْ وَكُلْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: العقود کا معنی ہے: العهود جو چیز حلال کی گئی اور حرام کی گئی، مگر وہ جو تم پر تلاوت کیا جائے گا: یعنی خنزیر، یجرمنکم یعنی تم کو برانگیختہ کرے، شنآن، اس کا معنی ہے: عداوت۔ المنخنقة: جس کا گلا گھونٹ دیا جائے اور وہ مر جائے، الموقوذة: جس پر لکڑی ماری جائے اور وہ مر جائے، المطردیة: جو پہاڑ سے گر کر مر جائے، النطیحة: ایک بکری دوسری بکری کو سینگ مارے، پس جس کی دم سینگ مارنے کے بعد حرکت کرے یا اس کی آنکھ حرکت کرے تو اس کو ذبح کر لو اور کھالو۔

باب مذکور کی آیات کی ترتیب از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں ان تین آیات کی ترتیب اسی طریقہ سے ہے، اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ان آیات کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلی آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ---الی قولہ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ (المائدہ:۳)'' اور دوسری آیت ہے يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ (المائدہ:۹۴)'' اور اس کے بعد ہے: أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ (المائدہ:۱)''۔

المائدہ: ۹۴ کا شانِ نزول

یہ آیت عمرۃ الحدیبیہ میں نازل ہوئی، پس وحشی جانوروں اور وحشی پرندوں نے مسلمانوں کو انکی رہائش گاہوں میں ڈھانپ لیا تھا اور وہ اپنے ہاتھوں سے اور اپنے نیزوں سے ان کا شکار کرنے پر قادر تھے ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی، تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کون اپنے ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنے والا ہے اور کون پیروی کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ اس وقت صحابہ کرام احرام میں تھے اور حالتِ احرام میں شکار کرنا ممنوع ہے، پس جب کہ بہ کثرت وحشی جانور حاضر تھے اور ان کے شکار پر قادر تھے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے حالتِ احرام میں شکار کرنے سے منع کیا ہوا ہے اس لیے انہوں نے شکار نہیں کیا، اور مسلمان اطاعت شعاروں کی اطاعت ظاہر ہو گئی اور وہ اس آزمائش میں پورے اتر گئے۔

الوالبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ تم کو کچھ شکار کے ساتھ آزمائش کرے گا جس شکار کو تم اپنے ہاتھوں اور نیزوں سے حاصل کر سکتے تھے''، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حالتِ احرام میں آزمائش میں مبتلا کیا، حتیٰ کہ اگر وہ چاہتے تو اپنے ہاتھوں سے شکار کو پکڑ لیتے، اللہ تعالیٰ نے ان کو شکار کے قریب جانے سے منع فرمایا۔ اور مجاہد نے کہا کہ تم اپنے ہاتھوں سے حاصل کر سکتے تھے یعنی چھوٹے جانوروں کو اور نیزوں سے شکار کر سکتے تھے یعنی بڑے جانوروں کو۔

اس کے بعد فرمایا: ''سو جس نے اس (تنبیہ) کے بعد حد سے تجاوز کیا، اس کے لیے دردناک عذاب ہے''۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ

نے حالتِ احرام میں شکار کرنے سے منع کر دیا، اس کے باوجود کسی نے حالتِ احرام میں شکار کیا تو اس کو دردناک عذاب ہوگا، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اور اس کی شریعت کی مخالفت کی۔

المائدہ:۱ کی تفسیر

اس کے بعد امام بخاری نے المائدہ:۱، ذکر کی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تمہارے لیے ہر قسم کے چار پاؤں والے جانور حلال کیے گئے ہیں''۔ اس آیت میں بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ سے مراد ہیں: اونٹ، بکریاں اور گائے۔

حسن اور قتادہ نے کہا اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ یہ اُحِلَّتْ لَكُمْ سے استثناء ہے۔

المائدہ:۳ کی تفسیر

علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: اس سے مراد ہے: مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور ''المنخنقة، الموقوذة، المتردية، النطيحه'' اور جس کو درندوں نے کھایا ہو، کیونکہ یہ جانور بھی اگرچہ چوپایوں میں سے ہیں، لیکن یہ جانور، ان عوارض کی وجہ سے حرام ہیں، اسی لیے فرمایا: اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ سوا ان کے جن کو تم ذبح کرلو۔ اور جو بتوں پر ذبح کیے گئے ہوں تو وہ حرام ہیں، کیونکہ ان کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ یہ ترکیب میں حال واقع ہے اور ''انعام'' سے مراد عام جانور ہیں، خواہ وہ انسانوں سے مانوس ہوں جیسے اونٹ، گائے اور بکری اور خواہ وحشی جانور ہوں جیسے ہرن وغیرہ، پس مانوس جانوروں میں سے ان کا استثناء کرلیا جن کا ذکر کیا گیا ہے اور وحشی جانوروں میں سے شکار کو مستثنیٰ فرمایا جن کا حالتِ احرام میں شکار کیا جائے۔

پھر فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے''، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے تمام احکام میں حکیم ہے، خواہ کسی چیز کا حکم دے یا کسی چیز سے منع فرمائے۔ پھر فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ، اس مردار سے مچھلی اور ٹڈی مستثنیٰ ہیں اور فرمایا: ''اور بہا ہوا خون'' اور فرمایا: ''خنزیر کا گوشت'' خواہ وہ مانوس ہو یا غیر مانوس ہو، اور لَحْمُ فرمایا یعنی خنزیر اپنے جمیع اجزاء کے ساتھ حرام ہے۔ اور مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اس سے مراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، بت کے نام پر یا طاغوت کے نام پر یا وثن کے نام پر یا کسی اور مخلوق کے نام پر۔

منخنقه: یہ وہ جانور ہے جو گلا گھونٹنے سے مرجائے یا قصداً یا اتفاقاً، سو یہ حرام ہے۔

اور موقوذة، یہ وہ جانور ہے جس پر کسی سقیم چیز سے ضرب لگائی جائے کئی مرتبہ حتیٰ کہ وہ مرجائے۔ قتادہ نے کہا: اہلِ جاہلیت جانور پر لاٹھی مارتے حتیٰ کہ وہ مرجاتا، پھر اس کو کھالیتے۔

المتردیه: یہ وہ جانور ہے جو کسی پہاڑ کی چوٹی سے گر کر مرجائے، سو یہ بھی حرام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ وہ جانور ہے جو پہاڑ سے گر کر مرجائے اور قتادہ نے کہا: یہ وہ جانور ہے جو کنویں میں گر کر مرجائے۔

النطيحة: یہ وہ جانور ہے جو دوسرے جانور کے سینگ لگنے سے مرجائے اگرچہ سینگ اس کو زخمی کردے اور اس سے خون بہے۔ خواہ ذبح کی جگہ میں ایسا ہو۔

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ یعنی جس جانور پر شیر حملہ کرے یا تیندوا یا چیتا حملہ کرے یا بھیڑیا حملہ کرے یا کتا حملہ کرے اور اس کا کچھ

Marfat.com

حصہ کھالے جس سے وہ جانور مر جائے تو وہ بھی حرام ہے اور اگر چہ اس سے خون بہہ رہا ہو اور خواہ وہ اپنے ذبح کی جگہ میں ہو تو وہ بالاجماع حرام ہے۔

اِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ یعنی اس قسم کے جانوروں میں اگر کچھ حیات باقی ہو اور ان کو ذبح کر لیا جائے تو پھر وہ حلال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور ان جانوروں میں سے جن کو تم ذبح کر لو اور اس میں روح ہو تو اس کو کھالو، وہ پاکیزہ ذبیحہ ہیں، اسی طرح سعید بن جبیر اور حسن بصری اور سدی سے مروی ہے اور طاؤس اور حسن بصری اور قتادہ اور عبید بن عمیر اور ضحیک اور متعدد تابعین نے کہا ہے کہ جب اس قسم کے جانور حرکت کر رہے ہوں تو اس میں دلیل ہے کہ ان میں ذبح کے بعد روح باقی ہے، پس وہ حلال ہیں، اور یہی جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے۔

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ مجاہد اور ابن جریج نے کہا: کعبہ کے گرد پتھر نصب کیے ہوئے تھے، اور ابن جریج نے کہا: یہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) پتھر تھے اور زمانہ جاہلیت میں عرب ان پتھروں کے پاس جانور کو ذبح کرتے اور اس کو خون میں لتھیڑتے اور ذبح کے بعد اس جانور کو اس کے خون سمیت بیت اللہ میں لے جاتے اور اس کا گوشت ان پتھروں پر رکھ دیتے۔

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ یعنی اے مومنو! تم پر تیروں سے فال نکالنے کو حرام کر دیا ہے اور ازلام، زلم کی جمع ہے اور یہ تین تیروں کو کہتے ہیں، ایک پر لکھا ہوتا ہے: اِفْعَلْ یعنی یہ کام کرو، اور دوسرے پر لکھا ہوتا ہے: لَاتَفْعَلْ یعنی یہ کام نہ کرو، اور تیسرا خالی ہوتا ہے جس پر کچھ نہیں لکھا ہوتا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ایک تیر پر لکھا ہوتا ہے کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا اور دوسرے پر لکھا ہوتا ہے مجھے میرے رب نے روکا اور تیسرا سادہ ہوتا ہے اور جس پر کچھ نہیں لکھا ہوتا۔ پس جب وہ تیر آتا ہے جس میں کام کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ کام کر لیتا اور اگر وہ تیر نکلتا جس میں کام سے منع کیا ہوتا تو کام کو ترک کر دیتا ہے اور اگر سادہ تیر نکلتا تو پھر وہ دوبارہ فال کے تیر نکالتا۔

ذٰلِكُمْ فِسْقٌ یعنی ان کاموں کو کرنا فسق ہے اور گمراہی اور جہالت ہے اور شرک ہے۔

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یعنی آج کفار اس سے مایوس ہو گئے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے دین کی طرف لوٹائیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اس سے مایوس ہو گئے کہ مسلمان ان کاموں کے مشابہ کام کریں جن کاموں سے مسلمان مشرکین سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ صبر کریں اور کفار کی مخالفت میں ثابت قدم رہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ یعنی میں کفار کے خلاف تمہاری مدد کروں گا اور تمہیں کامیاب کروں گا اور تمہارے سینوں میں شفا عطا کروں گا اور تم کو دنیا اور آخرت میں سربلند کروں گا۔

باب میں مذکور تعلیق کی شرح از علامہ عینی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ایک حصہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْیَ وَ لَا الْقَلَآىٕدَ وَ لَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینہ کی، اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ ان

Marfat.com

الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ۖ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۖ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (المائدہ)

جانوروں کی جن کے گلوں میں (قربانی کی علامت کے) پٹے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرنے والے ہوں اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو اور کسی قوم کے ساتھ عداوت تمہیں اس پر نہ اکسائے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں آنے سے روک دیا تھا تو تم بھی ان کے ساتھ زیادتی کرو، اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے O

یعنی حضرت ابن عباس نے وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کسی قوم سے ناراضگی اور بغض تمہیں اس کے خلاف سرکشی پر نہ ابھارے۔ اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے المائدہ: ۳ میں مذکور چند الفاظ کی تفسیر کی ہے جس کی تفسیر عنقریب گزر چکی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان جانوروں میں سے جس کو تم اس حال میں پاؤ کہ اس کی دم حرکت کر رہی ہو تو اس کو ذبح کر لو اور کھا لو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۳۷۔ ۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ قَالَ مَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْهُ وَمَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَهُوَ وَقِيذٌ وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَيْدِ الْكَلْبِ فَقَالَ مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ فَإِنَّ أَخْذَ الْكَلْبِ ذَكَاةٌ وَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ أَوْ كِلَابِكَ كَلْبًا غَيْرَهُ فَخَشِيتَ أَنْ يَكُونَ أَخَذَهُ مَعَهُ وَقَدْ قَتَلَهُ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا ذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تَذْكُرْهُ عَلَى غَيْرِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معراض (بے پر کے تیر یا لکڑی یا گرز) سے شکار کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: اگر اس کی نوک شکار کو لگی ہو تو اس کو کھا لو اور اگر اس کا عرض یا اس کی چوڑائی شکار کو لگے تو اس کو نہ کھاؤ کیونکہ وہ ''موقوذة'' (چوٹ لگنے) سے ہلاک ہوا ہے۔ اور میں نے آپ سے شکاری کتے کے شکار سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جس شکار کو کتا تمہارے لیے رکھے اس کو کھا لو، کیونکہ کتے کا جانور کو پکڑنا بھی ذبح ہے، اور اگر تم اپنے شکاری کتے کے ساتھ یا شکاری کتوں کے ساتھ کسی اور کتے کو پاؤ اور تمہیں یہ خطرہ ہو کہ اس کتے نے ان کے ساتھ شکار کو پکڑا ہے اور اس کو ہلاک کر دیا ہے تو پھر تم ایسا شکار نہ کھاؤ، کیونکہ تم نے اپنے

Marfat.com

کتے پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہے اور دوسرے کے کتے پر اللہ تعالیٰ کا
نام نہیں لیا۔

(صحیح البخاری: ۱۷۵، ۲۰۵۴، ۵۴۷۵، ۵۴۷۶، ۵۴۷۷، ۵۴۸۳، ۵۴۸۴، ۵۴۸۵، ۵۴۸۶، ۵۴۸۷، ۷۳۹۷، صحیح مسلم: ۱۹۲۹، سنن ترمذی: ۱۴۷۰، سنن نسائی: ۴۲۷۲، سنن ابوداؤد: ۲۸۵۴، سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۸، مسند احمد: ۱۸۱۷۷، سنن دارمی: ۲۰۰۲)

صحیح البخاری: ۵۴۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس صورت میں ظاہر ہے جب کہ باب کا عنوان ہو ''شکار پر بسم اللہ پڑھنا''۔ جبکہ اس باب کا عنوان ہے: ''کتاب الصید والذبائح والتسمیۃ علی الصید''، اس اعتبار سے بھی اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں تین چیزیں ہیں، ایک چیز ہے شکار کا مشروع ہونا اور دوسری چیز ہے شکار کا ذبح ہونا حقیقتاً یا حکماً اور تیسری چیز ہے شکار پر بسم اللہ پڑھنے کا واجب ہونا۔ اور عنوان میں جو تین اجزاء ہیں ان میں سے کسی بھی جز کے ساتھ حدیث کی مطابقت ہو، تو اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ہو جائے گی۔

حدیث مذکور کی سند میں بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: ابونعیم، ان کا نام الفضل بن دُکین ہے۔ اور اس میں مذکور ہے: زکریا، یہ ابن ابی زائدہ ہیں اور عامر کا ذکر ہے، یہ الشعبی ہیں اور عدی بن حاتم کا ذکر ہے، یہ حضرت عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد الطائی ہیں رضی اللہ عنہ۔ یہ جواد ابن الجواد ہیں، انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا تھا اور یہ اور ان کی قوم اسلام پر ثابت قدم رہی اور یہ کوفہ میں آکر ٹھہرے اور عراق کی فتح پر حاضر تھے، پھر یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گروہ میں رہے اور مختار کے زمانے میں ان کی کوفہ میں ۶۸ھ میں وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی اور یہ قرقیسیا میں فوت ہوئے۔ اور ابوحاتم نے کتاب المعمرین میں لکھا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ایک سو اسی (۱۸۰) سال کی عمر میں فوت ہوئے اور ان کی ایک آنکھ کانی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: از عدی بن حاتم، اسماعیلی کی روایت میں ہے: ہمیں عامر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عدی بن حاتم نے حدیث بیان کی، اس میں یہ اشارہ ہے کہ زکریا مدلس ہیں اور یہ حدیث معنعن ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: عنقریب الشعبی سے روایت آئے گی کہ میں نے عدی بن حاتم سے سنا ہے۔ (یعنی یہ حدیث عن کے بغیر ہے)۔

حدیث مذکور کے معانی

المِعراض: اس لفظ میں میم کے نیچے زیر ہے اور عین ساکن ہے اور آخر میں ضاد ہے، خلیل اور دوسرے ائمہ لغت نے کہا کہ یہ وہ تیر ہے جس کا پر نہ ہو اور نہ پیکان ہو (خالی لکڑی ہو)۔

Marfat.com

اور الخطابی نے کہا: معراض ایک وزنی لکڑی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک ایسی لکڑی ہے جس کی دونوں طرفیں دھاری دار ہوتی ہیں اور درمیانی حصہ موٹا ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک بوجھل لکڑی ہے اور اس کے آخر میں دھاری دار لکڑی ہوتی ہے اور کبھی دھاری دار نہیں ہوتی۔

اور علامہ ابن التین نے کہا: مِعراض ایک لاٹھی ہے جس کی طرف میں دھار ہوتی ہے، شکاری اس لاٹھی کو شکار پر مارتا ہے، پس شکار پر اگر اس کی دھار لگے تو وہ ذبیحہ ہے اور وہ کھایا جائے گا اور جو بغیر دھار کے اس کا حصہ شکار پر لگے تو وہ موقوذة ہے اور یہی اس حدیث کا معنی ہے کہ وقیذ فعیل کے وزن پر ہے جو کہ مفعول کے معنی میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''کیونکہ کتے کا پکڑنا ذبح ہے''۔ اس کا معنی ہے کہ کتے کا پکڑنا ذبح کے حکم میں ہے، سو اس کا کھانا جائز ہوگا جس طرح ذبح شدہ کا کھانا جائز ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اگر تم نے اپنے کتے کے ساتھ یا کتوں کے ساتھ دوسروں پایا''، اس میں راوی کو شک ہے یعنی تم نے اپنے کتے کے ساتھ دوسرے کتے کو پایا جس کو تم نے نہیں چھوڑا۔

یہ حدیث کئی احکام پر مشتمل ہے جن کو ہم اس سے پہلے گزرے ہوئے ابواب میں ذکر کر چکے ہیں لیکن بعض احکام کو ہم دوبارہ ذکر کریں گے کیونکہ مسافت طویل ہوگئی ہے۔

شکار کا مشروع ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شکار کا مشروع ہونا ثابت ہے اور قرآن مجید سے بھی شکار کا مشروع ہونا ثابت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (المائدہ: ۲) اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: جو شخص روزی کمانے کے لیے شکار کرے یا ضرورت کی بناء پر شکار کرے یا شکار کو کھانے کے لیے یا اس کی قیمت سے فائدہ اٹھانے کے لیے شکار کرے تو اس کا شکار کرنا جائز ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے جس نے کھیل اور مشغلہ کے طور پر شکار کیا، لیکن اس کا قصد ذبح کرنا ہے اور جائز طریقہ سے نفع کو حاصل کرنا ہے، تو امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے اور لیث اور ابن عبد الحکیم نے اس کو جائز کہا ہے اور اگر اس نے ذبح کی نیت کے بغیر شکار کیا تو یہ حرام ہے، کیونکہ یہ زمین میں فساد کرنا ہے اور کسی جاندار کی جان کو بے فائدہ ضائع کرنا ہے اور ہمارے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاندار کو قتل کرنے سے بغیر اسے کھانے کے منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے زیادہ شکار کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنگلوں میں رہا اس نے جفا کی اور جس نے شکار کا پیچھا کیا اس نے غفلت کی اور جو سلطان کے ساتھ لازم رہا وہ فتنہ میں مبتلا ہو گیا۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور الکرابیسی نے کہا کہ اس کے راویوں میں سے ایک ابوموسیٰ ہے اور وہ معلل ہے اور کہا کہ اس کی حدیث قائم نہیں ہے اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی سندِ ضعیف کے ساتھ مروی ہے اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ امام الدارقطنی نے کہا: اس حدیث کی روایت میں شریک متفرد ہے۔

معراض کے ساتھ شکار کا جواز

جس لاٹھی کے دونوں طرف دھار ہو، اگر شکار کو اس دھار سے مارا تو پھر اس کا کھانا جائز ہے اور اگر شکار اس لاٹھی کی چوٹ سے مرا تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اور اس حدیث میں اس کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

سدھائے ہوئے کتے کا شکار کو قتل کرنے کا ذبح ہونا

اگر سدھائے ہوئے کتے کو شکار نے قتل کیا تو یہ ذبح ہے اور جب شکاری کتے نے خود اس جانور سے کھالیا یا اس شکار سے کھالیا تو پھر وہ سدھایا ہوا نہیں ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ شکاری کتے کی تعلیل یہ ہے کہ وہ شکار سے خود نہ کھائے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک شرط ہے۔ اور امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، ابوثور، ابن المنذر اور داؤد کا بھی یہی قول ہے۔

امام شافعی کا ایک قول ضعیف اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ شکاری کتے کا خود نہ کھانا شرط نہیں ہے اور حضرت سلمان فارسی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت مولیٰ علی، حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔ اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب، سلیمان بن یسار، حسن بصری اور زہری کا بھی یہی قول ہے۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے:

فَكُلُوا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ۔ (المائدہ: ۴) سو اس (شکار) سے کھاؤ جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لیے روک رکھیں۔

انہوں نے کہا: شکاری جانور کا شکار کو روک لینا بھی ذبح ہے جس سے شکار کا کھانا حلال ہے، لہٰذا شکاری جانور کے شکار کو کھانے سے شکار فاسد نہیں ہوگا۔

اور فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر شکار شکاری جانور نے کھالیا ہے تو تم اس کو نہ کھاؤ، کیونکہ اس نے اس شکار کو تمہارے لیے محفوظ نہیں رکھا، اس نے اس شکار کو اپنے لیے محفوظ رکھا ہے، جیسا کہ عنقریب اس باب کے قریب کی حدیث میں آئے گا۔

اگر تم سوال کرو کہ قاضی نے کہا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم کی اس حدیث میں اس کے خلاف ہے یعنی جو حدیث ابھی آئے گی اور اس حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ ''اس نے اس شکار کو تمہارے لیے محفوظ نہیں رکھا''۔ ان الفاظ کو شعبی نے ذکر کیا ہے اور ہشام بن ابی مطر نے ذکر نہیں کیا۔ نیز یہ اس حدیث سے بھی معارض ہے جس کی حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھاؤ، خواہ شکاری جانور نے اس سے کھالیا ہو۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور اس کو ضعیف نہیں قرار دیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں داؤد بن عمرو دمشقی ہے، ابن حزم نے کہا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس حدیث کا راوی داؤد بن عمرو ضعیف ہے۔ اس کو امام احمد نے ضعیف کہا ہے اور کہا ہے کہ یہ کاذب ہے۔

اگر تم کہو کہ داؤد بن عمرو دمشقی کی یحییٰ بن معین نے توثیق کی ہے اور ابوزرعہ نے کہا کہ اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے اور

Marfat.com

ابن عدی نے کہا: میں اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں دیکھتا اور امام ابوداؤد نے کہا: یہ صالح الحدیث ہے، اور امام ابن حبان نے اس کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ہم یہ بحث تسلیم کرلیں تب بھی سنن ابوداؤد کی یہ حدیث صحیح بخاری کی حدیث کے برابر نہیں ہے اور نہ اس کے قریب ہے۔

اور دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ "اگر شکاری جانور نے شکار سے کھالیا ہو تب بھی تم اس کو کھالو"، یہ اس پر محمول ہے کہ اس نے شکار کو قتل کرنے کے بعد چھوڑ دیا ہو اور اس سے دور چلا گیا ہو، پھر دوبارہ واپس آیا ہو اور پھر اس میں سے کھالیا ہو تو اس میں کوئی ضرر نہیں ہے۔

اور تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جواز پر محمول ہے جو سنن ابوداؤد میں ہے۔ اور حضرت عدی بن حاتم کی حدیث تنزیہہ پر محمول ہے جو صحیح بخاری میں ہے، کیونکہ حضرت عدی بن حاتم کو وسعت اور خوشحالی حاصل تھی تو ان کو اس شکار سے رکنے کا حکم دیا جس سے شکاری جانور نے کھالیا ہے اور حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ ضرورت مند تھے تو ان کو اس شکار سے کھانے کا بہ طور جواز حکم دیا۔

شکار پر بِسْمِ اللهِ پڑھنے کی شرط

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شکار پر بِسْمِ اللهِ پڑھنے کی شرط ہے، کیونکہ حدیث میں یہ علت بیان کی ہے کہ تم نے اپنے شکاری کتے پر بِسْمِ اللهِ پڑھی ہے اور دوسرے شکاری کتے پر بِسْمِ اللهِ نہیں پڑھی۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ شکار اور ذبیحہ پر بِسْمِ اللهِ پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، پس محمد بن سیرین اور نافع مولیٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور شعبی نے کہا ہے کہ شکار اور ذبیحہ پر بِسْمِ اللهِ کا پڑھنا فرض ہے، جس نے شکار اور ذبیحہ پر بِسْمِ اللهِ پڑھنے کو عمداً ترک کیا یا بھول کر ترک کیا تو اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا اور یہ ابوثور اور ظاہریہ کا قول ہے۔

اور امام مالک، ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ اگر اس نے شکار اور ذبیحہ پر بِسْمِ اللهِ پڑھنے کو عمداً ترک کیا تو وہ نہیں کھایا جائے گا اور اگر بھول کر ترک کیا تو پھر کھایا جائے گا۔

اور علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور فقہاء تابعین میں سے ابن المسیب، حسن بن صالح، طاؤس، عطاء، الحسن بن ابی الحسن النخعی، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، جعفر بن محمد، حکم، ربیعہ، امام احمد اور امام اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور المصنف میں اس قول کی زہری اور قتادہ سے روایت ہے۔ اور المغنی میں یہ مذکور ہے کہ امام احمد سے یہ روایت ہے اور یہ ان کا مذہب ہے کہ شکار اور ذبیحہ سے پہلے بِسْمِ اللهِ کا پڑھنا شرط ہے، اگر اس نے بِسْمِ اللهِ پڑھنے کو عمداً ترک کیا یا سہواً ترک کیا تو وہ ذبیحہ اور شکار مردار ہے۔ اور امام محمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ جب اس نے تیر چھوڑتے وقت بھولے سے بِسْمِ اللهِ پڑھنے کو ترک کیا تو کھایا جائے گا اور اگر اس نے شکاری کتے یا شکاری تیندوے کو چھوڑا تو وہ نہیں کھایا جائے گا۔ اور امام شافعی نے کہا کہ دونوں صورتوں میں شکار اور ذبیحہ کو کھایا جائے گا خواہ اس نے بِسْمِ اللهِ کو عمداً ترک کیا ہو یا بھولے سے ترک کیا ہو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء سے بھی اسی

Marfat.com

طرح مروی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۳۹۔ ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۵ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب البیوع میں گزر چکی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۰۵۴، باب: تفسیر المشبہات) اور عنقریب کتاب التوحید میں بھی آئے گی، (صحیح البخاری: ۷۳۹۷، باب: السوال باسماء اللہ تعالیٰ والاستعاذۃ بہا) اور باقی کتب ستہ میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۲۹، کتاب الصید بالکلاب المعلمۃ، سنن ابوداؤد: ۲۸۴۷، سنن ترمذی: ۱۴۶۵، سنن نسائی ج ۷ ص ۱۸۰، سنن ابن ماجہ: ۳۲۱۵)

امام مالک نے ذکر کیا ہے کہ ہر وہ جانور جس کو انسان اپنے ہاتھ سے پکڑتا ہے یا اس پر اپنا نیزہ مارتا ہے یا ہتھیار میں سے کوئی چیز مارتا ہے اور وہ اس کے پار ہو جاتا ہے اور اس سے وہ قتل ہو جاتا ہے تو وہ شکار ہے۔ (الموطا: ص ۲۰۴)

المائدہ: ۱، ۲، ۳ کی تفسیر

اور مجاہد نے کہا ہے: جس شکاری جانور کے بچے کو یا انڈے کو ہاتھوں سے پکڑا جائے یا بڑے جانور پر نیزہ مارا جائے، وہ بھی شکار ہے، سو اس آیت (المائدہ: ۱) سے شکار کی اباحت پر استدلال کیا گیا ہے۔ المائدہ: ۱ میں ارشاد ہے:

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ۔ (المائدہ: ۱)

تمہارے لیے ہر قسم کے چار پاؤں والے جانور حلال کیے گئے ہیں، ماسوا ان کے جن کا حکم تم پر آئندہ تلاوت کیا جائے گا۔

''اَنعام'' سے مراد اونٹ، گائے اور بکریاں ہیں۔

قابوس بن ابی ظبیان نے کہا: ہم نے ایک گائے کو ذبح کیا تو لڑکوں نے اس کے پیٹ میں سے ایک ضخیم بچہ نکالا، اس کو پکایا، پھر اس کو ابوظبیان کے پاس لائے تو انہوں نے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ ''بھیمۃ الانعام'' ہے۔

اور اس آیت میں فرمایا ہے: غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ یعنی لیکن تم حالتِ احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا۔

حُرُم سے مراد ہیں محرمون، اور اس کا واحد حَرَم اور حَرام ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا۔ (المائدہ: ۲)

اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینہ کی، اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلوں میں (قربانی کی علامت کے) پٹے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرنے والے ہوں اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

سو اس کا معنی یہ ہے کہ تم حرم میں شکار کو حلال قرار نہ دو اور اپنے لیے شعائر اللہ کو حلال قرار نہ دو اور جنہوں نے کہا کہ شعائر اللہ سے مراد قربانی کے اونٹ ہیں تو انہوں نے کہا: یہ آیت منسوخ ہے۔ اور شعبی نے کہا کہ سورۂ مائدہ میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے سوا

Marfat.com

اس آیت یعنی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ (المائدہ:۲)'' کے۔اور قتادہ نے کہا کہ اس آیت کو درج ذیل آیت نے منسوخ کر دیا:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ۔ (التوبہ:۵) تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

پہلے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کرنے سے منع کیا گیا تھا اور حالتِ امن میں بیت الحرام میں لڑائی کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ اور اس آیت میں ''شھر الحرام'' کا ذکر ہے،اس سے مراد رجب ہے۔اور اس میں ''ھدی'' کا ذکر ہے،اس سے مراد قربانی کے جانور ہیں۔اور ''قلائد'' کا ذکر ہے یعنی جن جانوروں کے گلے میں ہار ڈال دیا گیا ہو۔اور فرمایا: ''جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو''، یہ ممانعت کے بعد امر ہے اور لازم نہیں ہے،یعنی احرام کھولنے کے بعد شکار کرنا جائز ہے۔

المائدہ: ۳ میں مذکور ہے:

تم پر حرام کیا گیا ہے مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس (جانور) پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو،اور گلا گھٹ جانے والا،اور چوٹ کھا کر مرا ہوا اور بلندی سے گر کر مرا ہوا اور سینگ لگنے سے مرا ہوا اور جس کو درندے نے کھایا ہو، ماسوا اس کے جس کو تم نے (زندہ پا کر) ذبح کر لیا،اور جو بتوں کے تقرب کے لیے نصب شدہ پتھروں پر ذبح کیا گیا اور فال کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرنا یہ (تمام کام) فسق ہیں۔

علامہ ابن ملقن نے ان الفاظ کی شرح کی ہے،اور اس شرح کو ہم اس سے پہلے علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں۔

حضرت عدی بن حاتم کی حدیث کی شرح از علامہ ابن الملقن

صحیح البخاری: ۵۴۷۵ میں حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معراض کے شکار سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: شکار پر اگر دھار لگی ہو تو اسے کھا لو اور جو اس کی چوڑائی سے جانور مرا ہو تو وہ وقیذ ہے یعنی چوٹ سے مرا ہے اور میں نے آپ سے شکاری کتے کے شکار کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جو اس نے تمہارے لیے روک رکھا ہے،اسے کھا لو، کیونکہ شکاری کتے کا قتل کرنا بھی ذبح ہے اور اگر تم نے اس کے ساتھ اور کتے کو یا اور کتوں کو پایا ہے تو نہ کھاؤ، تمہیں یہ خطرہ ہوگا کہ دوسرے کتے نے اس کو پکڑا ہے اور اس کو قتل کیا ہے، پھر تم اس کو نہ کھاؤ، کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ کا ذکر کیا ہے دوسرے کتے کے اوپر تم نے بسم اللہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔

علامہ ابن ملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: امام مسلم نے اس حدیث کی روایت اس طرح کی ہے کہ شکاری کتے نے جس کو پھاڑا ہے اس کو کھا لو اور جب تم نے اپنے کتے کو بھیجا، پس اگر اس نے اس کو تمہارے لیے روک لیا اور تم نے اس کو زندہ پایا تو اس کو ذبح کر کے کھا لو۔ اگر تم نے اس کے ساتھ کسی اور کتے کو پایا ہے اور وہ اس کو مار چکا ہے تو پھر تم اس کو نہ کھاؤ۔

(صحیح مسلم: ۱۹۲۹، کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالکلاب المعلمہ)

امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیر نے حضرت عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا، میں نے کہا: ہم شکار کرنے والے لوگ ہیں، ہم میں سے کوئی ایک شکار پر تیر مارتا ہے، پھر وہ شکار ایک رات یا دو راتوں تک غائب رہتا ہے، پھر اس کے بعد وہ شکار مل جاتا ہے تو اس میں اس کا تیر بھی ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب تم اس میں اپنا تیر پاؤ

Marfat.com

اوراس میں کسی درندے کے کھانے کا اثر نہ ہو اور تم کو یہ معلوم ہو کہ تمہارے تیر نے اس جانور کو قتل کیا ہے تو تم اس سے کھالو۔
(مختصر اختلاف العلماء ج ۳ ص ۹۶)

ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنے کے حکم کی تفصیل

راشد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے خواہ اس نے بسم اللہ نہ پڑھی ہو، جب کہ اس نے عمداً بسم اللہ کو ترک نہ کیا ہو، یہ حدیث مرسل ہے اور راشد ضعیف ہے۔

اور ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ (الاحزاب:۵) اور اگر تم نے غلطی سے بلا ارادہ کہا ہے تو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے خطاء اور نسیان کو اٹھالیا گیا ہے۔ (المحلی ج ۷ ص ۴۱۳)

اور ابراہیم بن المنذر متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب ذبح کرے تو کہے: ''بسم اللہ واللہ اکبر'' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے تھے اور امام احمد بن حنبل اور فقہاء احناف نے بھی یہی کہا ہے۔
(بدائع الصنائع ج ۵ ص ۸۰۔۷۹، المغنی ج ۵ ص ۲۹۹)

اللیث نے کہا ہے کہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام ذکر نہ کرے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے۔

اور امام شافعی نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
(کتاب الام ج ۵ ص ۲۱۲)

حضرت عدی بن حاتم کی حدیث کے فوائد

(۱) کلب معلّم یعنی سدھائے ہوئے شکاری کتے کا شکار کو قتل کردینا ذبح ہے۔

(۲) جب شکاری کتا شکار سے خود کھالے تو وہ سدھایا ہوا کتا نہیں ہے، یعنی کلب معلّم نہیں ہے۔ (یہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے)۔

(۳) جب شکار کے ذبح ہونے میں شک ہو تو اس کو نہ کھایا جائے، کیونکہ اصل یہ ہے کہ بغیر ذبح کے شکار حرام ہے، پس اگر اس شکار کے ساتھ غیر کلب معلّم مل گیا تو اس کے ذبح ہونے میں شک واقع ہو گیا۔ اور یہ امام مالک کا مذہب ہے۔

(۴) جب شکار پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو اس کا کھانا ممنوع ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: تم نے اپنے شکاری کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اور دوسرے شکاری کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

(۵) معراض اس وزن دار لاٹھی کو کہتے ہیں جس کی طرف میں دھار ہو، جس سے شکار کو مارا جائے اور کبھی دھار کے بغیر شکار کو مارا جاتا ہے۔ پس جو شکار اس کی دھار سے مر جائے تو وہ تو ذبیحہ ہے اور جو شکار اس لاٹھی کی چوڑائی سے مرے تو وہ موقوذہ ہے۔

اور ہروی نے کہا کہ معراض اس کو کہتے ہیں کہ جس کے آخر میں نہ تیر کا پَر ہو اور نہ پیکان ہو۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۳۲۹۔۳۱۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

تنبیہ: علامہ ابن ملقن کی شرح بہت طویل اور مفصل ہے، ہم نے ان کی شرح سے اس حصہ کو ترک کر دیا ہے جس کا ذکر علامہ عینی کی شرح میں آچکا ہے تاکہ قارئین کو تکرار محسوس نہ ہو اور علامہ ابن ملقن کی شرح میں ہمارا یہی اسلوب ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ شہاب الدین القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے بھی اس باب اور اس حدیث کی اسی طرح شرح کی ہے، اس لیے ہم نے ان کی شروحات کو بھی ترک کر دیا ہے۔

بابِ مذکور کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ذبائح اور صید کے معانی

شکار پر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنے کا حکم ظاہر ہے کہ یہ امام بخاری کے اسلوب سے ہے اور ذبائح پر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا واجب نہیں ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ ذبائح پر بھی بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا واجب ہے جیسا کہ شکار پر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا واجب ہے۔
ذبائح، ذبیحۃ کی جمع ہے اور یہ مذبوحہ کے معنی میں ہے اور ذبح کا معنی ہے: کسی دھار والی چیز سے ذبح کی جگہ سے خون بہانا۔ اور یہ ذبح گردن میں ہوتا ہے یا کسی اور بدن کی جگہ سے، جب گردن سے خون بہانا مشکل ہو مثلاً کوئی جانور کنویں میں گر جائے اور اس کی گردن پر چھری پھیرنا ممکن نہ ہو تو اس وقت ممکن ہے کہ اس کے بدن کی کسی جگہ سے بھی خون کو بہادیا جائے، مثلاً اس کے پیٹ سے خون بہادیا جائے یا اس کی ران سے خون بہادیا جائے یا اس کے بدن کے کسی حصہ سے خون بہادیا جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بہائم وحشی ہوتے ہیں جیسے وحشی جانور ہوتے ہیں، سو جو جانور تم سے بھاگ جائے اس کے ساتھ اس طرح کرو اور صحابہ میں سے کسی ایک کا اونٹ جب بھاگ جاتا تو وہ اس کو کاٹ دیتے حتیٰ کہ اس کو روک لیتے اور وہ مر جاتا۔ اس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا: رہا صید یعنی شکار تو اس کا اطلاق مصدر پر ہے جو شکار کرنے والے یعنی صاعد کا فعل ہے اور اس کا اطلاق مفعول پر بھی ہوتا ہے جو مصید ہے۔ اور اس پر اللہ کا نام پڑھنا، وہ "بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا" ہے۔

المائدہ: ۹۴ کی تفسیر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقولہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (المائدہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ تم کو ضرور ایسے شکار سے آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے، سو جس نے اس (تنبیہ) کے بعد حد سے تجاوز کیا، اس کے لیے درد ناک عذاب ہے ○ (المائدہ: ۹۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کا امتحان لیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حالتِ احرام میں ان کے اوپر شکار کرنے کو حرام قرار دیا۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کبھی خیر کے ساتھ آزمائش میں مبتلا کرتا ہے

اور کبھی شر کے ساتھ۔ وہ دیکھتا ہے کہ بندے اس کا شکر ادا کرتے ہیں یا ناشکری کرتے ہیں اور کبھی شر میں مبتلا کرتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ وہ صبر کرتے ہیں یا جذع اور فزع کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ (الانبیاء:۳۵)

اور ہم تم کو بُری اور اچھی حالت میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں، اور تم سب لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے O

سو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی شکار کے ساتھ آزمائش کی، کیونکہ وحشی جانور اور پرندے ان کے نیزوں اور ان کے ہاتھوں سے شکار کرنے کی زد میں تھے، وہ چاہتے تو نیزوں سے وحشی جانوروں کا شکار کر لیتے یا ہاتھوں سے پرندوں کو پکڑ لیتے۔ اور وہ اس وقت حدیبیہ میں مُحرم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ (المائدہ)

تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے، سو جس نے اس (تنبیہ) کے بعد حد سے تجاوز کیا، اس کے لیے دردناک عذاب ہے O (المائدہ:۹۴)

علمِ ازلی اور علمِ تقدیر کا فرق

اس آیت میں فرمایا تاکہ اللہ جان لے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس آزمائش سے پہلے بھی جانتا تھا، اور وہ اس کا علمِ ازلی ہے، لیکن علمِ ازلی پر جزاء مرتب نہیں ہوتی، اور اس آزمائش پر جزاء مرتب ہوگی۔ اس وجہ سے علماء نے اس سوال کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اس آیت میں علم سے مراد وہ علم ہے جس پر جزاء مرتب ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جو علم سابق ہے اس پر جزاء مرتب نہیں ہوتی، کیونکہ اس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مکلف نہیں کیا، کیونکہ اللہ عزوجل ہمیشہ سے ماضی اور مستقبل کو جاننے والا ہے۔

اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ تاکہ ہم جان لیں کا معنی یہ نہیں ہے کہ تاکہ ہمیں علم ہو جائے، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اپنے علم کو ظاہر کر دیں، کیونکہ پہلا علم، علمِ تقدیر ہے اور دوسرا علم، علمِ ظہور ہے۔ بہر حال یہ آیت آیاتِ متشابہات میں سے ہے، اسی وجہ سے غالی معتزلہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے افعال کا اس وقت تک علم نہیں ہوتا جب تک کہ بندے وہ افعال کر نہیں لیتے اور آیاتِ متشابہات سے گمراہ لوگ استدلال کرتے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے اور مومنین اس آیت کو محکمہ پر محمول کرتے ہیں اور ان کے نزدیک تمام آیات محکمہ ہیں، اور یہ اس صورت میں ہوگا جس طرح ہم نے اس آیت کا معنی بیان کیا ہے۔ یعنی یا تو اس آیت میں علم سے مراد علمِ تقدیر ہے جس پر کوئی جزاء مرتب نہیں ہوتی اور یا اس سے مراد علم ظہور ہے جس پر جزاء مرتب ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور بنی اسرائیل کی آزمائش کا فرق

اس آیت میں فرمایا: تاکہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے ڈرتا ہے۔ کیونکہ جو غائبانہ اللہ سے ڈرتے ہیں وہ لوگوں سے نہیں ڈرتے، وہ صرف اللہ سے ڈرتے ہیں۔ پس صحابہ اللہ تعالیٰ سے غائبانہ ڈرتے تھے اور انہوں نے حالت احرام میں کبھی بھی شکار نہیں کیا اور جب تم اس واقعہ کا بنی اسرائیل کے حال سے مقابلہ کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں اور بنی

Marfat.com

اسرائیل میں کیا فرق ہے۔ پس بنی اسرائیل پر جب ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کو حرام قرار دیا گیا تو انہوں نے حیلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس آزمائش میں مبتلا کیا کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں بہت زیادہ آتی تھیں اور ہفتہ کے علاوہ دوسرے دنوں میں مچھلیاں بہت کم آتی تھیں، تو انہوں نے العیاذ باللہ حیلہ کیا اور جمعہ کے دن جال ڈال دیا، پس مچھلیاں اس جال میں آ جاتیں اور اتوار کے دن وہ اس جال کو نکال لیتے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا حیلہ کسی حرام کو حلال نہیں کرتا۔

تنبیہ: شیخ عثیمین نے المائدہ: ۱، ۲ کی بھی تفسیر کی ہے لیکن اس کی تفسیر وہی ہے جو علامہ عینی اور علامہ ابن الملقن کی شرح میں آچکی ہے، تاہم المائدہ: ۳ کی تفسیر جو انہوں نے کی ہے اس کا بعض حصہ ہم نقل کر رہے ہیں۔

المائدہ: ۳ کی تفسیر (اس کی توجیہ کہ المائدہ: ۳ میں فرمایا: مردار کو حرام کیا گیا اور یہ نہیں فرمایا کہ مردار کو ہم نے حرام کیا)

اس آیت میں فرمایا ہے: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (تم پر مردار حرام کر دیا گیا ہے)۔ یہاں پر یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے تم پر مردار کو حرام کر دیا ہے، کیونکہ المائدہ: ۱ میں فرمایا ہے:

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ۔ (المائدہ: ۱)

تمہارے لیے ہر قسم کے چار پاؤں والے جانور حلال کیے گئے ہیں، ماسوا ان کے جن کا حکم تم پر آئندہ تلاوت کیا جائے گا، لیکن تم حالتِ احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا۔

چونکہ المائدہ: ۱ میں فرمایا تھا: ''تم پر چار پاؤں والے جانور حلال کیے گئے ہیں'' اور یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم پر چار پاؤں والے جانوروں کو ہم نے حلال کیا ہے، اس لیے المائدہ: ۳ میں فرمایا: ''تم پر مردار کو حرام کر دیا گیا ہے'' اور یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے تم پر مردار کو حرام کر دیا ہے، تا کہ المائدہ: ۱ اور المائدہ: ۳ میں مناسبت رہے۔

مُردار کی تعریف

علماء نے کہا ہے: مردار وہ جانور ہے جو بغیر ذبحِ شرعی کے مر گیا، یہ اس کو شامل ہے جو طبعی موت سے مر گیا اور اس کو بھی شامل ہے جو بغیر ذبحِ شرعی کے مر گیا اور اگر کوئی حیوان بیمار ہو اور وہ مر جائے تو وہ حلال نہیں ہے کیونکہ اس کو ذبح نہیں کیا گیا اور جو بغیر ذبحِ شرعی کے مر جائے وہ مُردار ہے۔

خون کی تعریف

خون سے مراد معروف خون ہے لیکن یہاں مراد ہے کہ موت سے پہلے جو جانور سے خون نکلتا ہے، سو وہ حرام ہے، لیکن ذبحِ شرعی کے بعد جو جانور سے خون نکلتا ہے تو وہ حلال ہے۔ سو زندہ جانور سے جو خون نکلے وہ حرام ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں جب لوگوں کو بھوک لگتی تو وہ زندہ جانور کا خون نکال کر پی لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بندوں پر حرام کر دیا ہے۔

خنزیر کا گوشت

خنزیر ایک مشہور و معروف جانور ہے اور یہ خبیث حیوان ہے جس میں غیرت نہیں ہوتی، اور کئی نر قطار باندھ کر مادہ کے ساتھ

Marfat.com

جنسی فعل کرتے رہتے ہیں اور ان کو اس پر غیرت نہیں آتی۔ اس کا گوشت اور اس کی چربی صحت کے لیے مضر ہے۔ اس آیت میں خنزیر کا گوشت فرمایا ہے کہ کیونکہ اکثر خنزیر کے گوشت کا قصد کیا جاتا ہے ورنہ خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے، اس کی چربی اس کی آنتیں، اس کا خون اور اس کی ہر چیز حرام ہے۔

جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو

یعنی ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے بلکہ کہا جائے کہ مسیح کے اسم سے ذبح کرتا ہوں یا اسمِ محمد سے ذبح کرتا ہوں، یا اسمِ جبرائیل سے، یا اسمِ میکائیل سے یا اسمِ فلاں سے، سو یہ حرام ہے، کیونکہ ذبیحہ پر ذبح کے وقت صرف اسی کا نام لیا جائے گا جس نے اس ذبیحہ کو پیدا کیا ہے۔ اور اسی کا کھانا ہمارے لئے جائز قرار دیا گیا ہے اور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا اس کا کھانا ہمارے اوپر حرام ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی اور کے نام کو ملا کر ذبح کیا جائے، پھر بھی ذبیحہ حرام ہے۔

تنبیہ: اس کے بعد شیخ عثیمین نے المنخنقۃ، الموقوذۃ، المطردیۃ وغیرہ کی شرح کی ہے اور چونکہ یہ شرح تفصیل سے علامہ عینی کی شرح میں آچکی ہے، اس لیے یہاں ہم نے ان کی شرح کے اس حصہ کو ترک کر دیا۔

نیز المائدہ: ۳ میں فرمایا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔

شیخ عثیمین لکھتے ہیں: الحمد للہ! اب دین کامل ہے اور اس دین میں کسی وجہ سے کوئی نقص نہیں ہے، نہ عبادات میں، نہ معاملات میں، اور نہ اخلاق میں اور نہ سلوک میں، یہ دین ہر اعتبار سے کامل ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا''۔ یعنی یہ نعمت دین کی نعمت ہے اور یہ مال اور اولاد اور بیویوں اور مکانوں اور سواریوں کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہے، پس نعمت کا مکمل ہونا دنیا اور آخرت کی سعادت کی وجہ سے ہے۔

(شرح صحیح البخاری: ج ۵ ص ۲۱۸۔ ۲۱۰ ملخصاً وملتقطاً، مکتبۃ الطبری القاہرہ، مصر ۱۴۲۹ھ)

۲۔ بَابُ: صَیْدِ الْمِعْرَاضِ — بے پر کے تیر یعنی لاٹھی وغیرہ سے شکار کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں المعراض سے شکار کا حکم بیان کیا گیا ہے، معراض کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

المِعراض: اس لفظ میں میم کے نیچے زیر ہے اور عین ساکن ہے اور آخر میں ضاد ہے، خلیل اور دوسرے ائمہ لغت نے کہا کہ یہ وہ تیر ہے جس کا پر نہ ہو اور نہ پیکان ہو، (خالی لکڑی ہو)۔

اور الخطابی نے کہا: معراض ایک وزنی لکڑی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک ایسی لکڑی ہے جس کی دونوں طرفیں دھاری دار ہوتی ہیں اور درمیانی حصہ موٹا ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک بوجھل لکڑی ہے اور اس کے آخر میں دھاری دار لکڑی ہوتی ہے اور کبھی دھاری دار نہیں ہوتی۔

اور علامہ ابن التین نے کہا: مِعراض ایک لاٹھی ہے جس کی طرف میں دھار ہوتی ہے، شکاری اس لاٹھی کو شکار پر مارتا ہے۔ پس

Marfat.com

شکار پر اگر اس کی دھار لگے تو وہ ذبیحہ ہے اور وہ کھایا جائے گا اور جو بغیر دھار کے اس کا حصہ شکار پر لگے تو وہ موقوذہ ہے اور یہی اس حدیث کا معنی ہے کہ وقیذ فعیل کے وزن پر ہے جو کہ مفعول کے معنی میں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْمَقْتُولَةِ بِالْبُنْدُقَةِ تِلْكَ الْمَوْقُوذَةُ (الموطا امام مالک ج ۲ ص ۴۹۱، مصنف عبد الرزاق: ۸۵۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۴۶، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۴۹)۔ وَكَرِهَهُ سَالِمٌ وَالْقَاسِمُ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۴۷)۔ وَمُجَاهِدٌ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۴۶)۔ وَإِبْرَاهِيمُ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۴۷)۔ وَعَطَاءٌ۔ (مصنف عبد الرزاق: ۸۵۲۷)۔ وَالْحَسَنُ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۴۷)۔ وَكَرِهَ الْحَسَنُ رَمْيَ الْبُنْدُقَةِ فِي الْقُرَى وَالْأَمْصَارِ وَلَا يَرَى بَأْسًا فِيمَا سِوَاهُ۔ (اس کی تخریج نہیں مل سکی)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جو شکار غلیل کی گولی سے مر جائے وہ موقوذہ ہے، یعنی وہ چوٹ لگنے سے مرا ہے۔ اور سالم اور قاسم نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور مجاہد نے بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ابراہیم نخعی نے بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور عطاء نے بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور حسن بصری نے بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور حسن بصری نے کہا کہ بستیوں اور شہروں میں غلیل کی گولی سے شکار کرنا مکروہ ہے۔ اور ان کے سوا دوسری جگہوں میں غلیل کی گولی سے شکار کرنا مکروہ نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جو جانور غلیل کی گولی لگنے سے مر جائے، وہ موقوذہ ہے۔

اس تعلیق پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا جو اثر اس تعلیق میں ذکر کیا گیا ہے اور اسی طرح اس باب میں اور دیگر آثار جو ذکر کیے گئے ہیں، ان کی کوئی مناسبت نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس میں ایک عمدہ مناسبت ہے اور وہ یہ ہے کہ جو جانور غُلیل کی گولی لگنے سے مر جائے وہ موقوذہ ہے۔ یعنی وہ چوٹ لگنے سے مرا ہے، جیسا کہ بغیر دھار کی لکڑی لگنے سے جو جانور مرتا ہے وہ موقوذہ ہوتا ہے اور اتنی مقدار اس تعلیق کی مطابقت کے لیے کافی ہے۔ اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ غلیل کی گولی لگنے سے جو جانور مر جائے وہ موقوذہ ہے۔ (کیونکہ غلیل کی گولی میں دھار نہیں ہوتی اور جب وہ گولی جانور کو لگے گی اور اس کی چوٹ سے جانور مرے گا تو وہ ایسا ہے جیسا لکڑی مارنے سے کوئی جانور مر گیا ہے۔ اس کے برخلاف جو بندوق سے فائر کر کے جانور کو ہلاک کیا جائے، کیونکہ بندوق کی گولی میں دھار ہوتی ہے جو جانور کے جسم کو چیرتی ہے اور اس سے اس کا خون نکلتا ہے، اس لیے اگر بسم اللہ پڑھ کر بندوق سے فائر کیا جائے اور جانور مر جائے تو وہ جانور حلال ہوگا اور ذبح کے حکم میں ہوگا اور غلیل کی گولی جو سوکھی ہوئی مٹی سے بنی ہوتی ہے یا چھوٹے پتھروں سے بنی ہوتی ہے، ان میں دھار نہیں ہوتی، وہ جب جانور کے جسم پر لگے گی اور وہ مرے گا تو وہ اس گولی کے وزن، بوجھ اور چوٹ سے مرے گا، اس میں دھار نہیں ہوتی اور اس میں خون نہیں نکلتا۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور اس کے بعد اس تعلیق میں مذکور ہے:

اور سالم اور قاسم نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور مجاہد، ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی رباح اور حسن بصری نے بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور حسن بصری نے کہا کہ بستیوں اور شہروں میں غلیل کی گولی سے شکار کرنا مکروہ ہے۔ اور ان کے سوا دوسری جگہوں میں غلیل کی گولی سے شکار کرنا مکروہ نہیں ہے۔

تنبیہ: علامہ عینی نے ان فقہاء تابعین کے حوالہ جات بھی ذکر کیے ہیں جن کو ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

۵۴۷۶۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رضی الله عنه قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ إِذَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ فَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَإِنَّهُ وَقِيذٌ فَلَا تَأْكُلْ فَقُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِي قَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَسَمَّيْتَ فَكُلْ قُلْتُ فَإِنْ أَكَلَ قَالَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّهُ لَمْ يُمْسِكْ عَلَيْكَ إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ قُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ قَالَ لَا تَأْكُلْ فَإِنَّكَ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى آخَرَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی السفر از الشعبی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے المعراض کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: جو جانور اس کی دھار سے مرجائے سو تم اس کو کھالو اور جس جانور پر اس کا عرض (چوڑائی) لگے جس سے وہ جانور مرجائے تو وہ موقوذہ ہے (یعنی چوٹ لگنے سے مرا ہے)، سو تم اس کو نہ کھاؤ۔ حضرت عدی نے کہا: میں نے پوچھا: میں اپنا کتا بھیجتا ہوں، آپ نے فرمایا: جب تم نے اپنا کتا بھیجا اور تم نے بسم اللہ پڑھی تو تم اس کو کھالو، میں نے پوچھا: پس اگر وہ کتا خود بھی کھالے؟ آپ نے فرمایا: پھر تم نہ کھاؤ، کیونکہ اس نے وہ شکار تمہارے لیے نہیں کیا، اس نے وہ شکار اپنے نفس کے لیے کیا۔ میں نے پوچھا: میں اپنا کتا بھیجتا ہوں، پھر میں شکار کے ساتھ ایک اور کتے کو بھی پاتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم نہ کھاؤ، کیوں کہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی تھی اور دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی تھی۔

(صحیح البخاری: ۱۷۵، ۲۰۵۴، ۵۴۷۵، ۵۴۷۶، ۵۴۷۷، ۵۴۸۳، ۵۴۸۴، ۵۴۸۵، ۵۴۸۶، ۵۴۸۷، ۷۳۹۷، صحیح مسلم: ۱۹۲۹، سنن ترمذی: ۱۴۷۰، سنن نسائی: ۴۲۷۲، سنن ابوداؤد: ۲۸۵۴، سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۸، مسند احمد: ۱۸۱۷۷، سنن دارمی: ۲۰۰۲)

صحیح البخاری: ۵۴۷۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس سے پہلے باب میں اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ارشاد ہے: "کیونکہ اس نے تمہارے لیے وہ شکار نہیں کیا ہے" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ (المائدہ: ۴) سو اس (شکار) سے کھاؤ جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لیے

Marfat.com

روک رکھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس جانور کے ساتھ شکار کیا جائے، وہ سدھایا ہوا ہو، نیز وہ زخمی کرنے والا بھی ہو، اس کو بسم اللہ پڑھ کر بھیجا جائے، اس بھیجے ہوئے جانور کے ساتھ دوسرا جانور شریک نہ ہو اور وہ جس جانور کا شکار کرے وہ بھی فی نفسہ حلال ہو۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف با بن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غلیل کی گولی سے کیے ہوئے شکار کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ ہم نے جن سے روایت کی ہے، انہوں نے غلیل کی گولی سے شکار کو مکروہ قرار دیا ہے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی متوفی ۹۶ھ، امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، ثوری، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ، اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور ابو ثور ہیں۔ اور ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ تم میں سے کوئی آدمی اس سے بچے کہ وہ خرگوش کو مٹی کے ڈھیلے یا لاٹھی یا پتھر سے مارے اور پھر اس کو کھائے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے از ابن عُیینہ از عمرو بن سعید از عمار روایت کی ہے کہ جب تم نے پتھر سے یا غلیل کی گولی سے جانور کو مارا، پھر تم نے بسم اللہ پڑھی تو تم اس کو کھالو خواہ اس ضرب سے وہ مر گیا ہو۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر وحشی جانور جس پر تم نے لاٹھی ماری یا پتھر مارا یا غلیل کی گولی ماری اور تم نے اس پر بسم اللہ پڑھی تو تم اسے کھالو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۵۲)

مِعراض سے شکار کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر عمل کیا جائے گا

علامہ ابن المنذر نے بھی ان آثار کو نقل کیا ہے اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ جب لاٹھی کی دھار سے جانور مرے جو دھار جانور کو چیرے یا پھاڑے تو وہ کھایا جائے گا اور جو جانور لاٹھی کی چوڑائی سے مرا ہو اس کو نہیں کھایا جائے گا۔ ائمہ اربعہ، ثوری، اسحاق اور ابو ثور کا یہی قول ہے۔ اور الشعبی اور ابن جبیر نے کہا: وہ کھایا جائے گا جب وہ دھار سے زخمی ہو جائے۔

امام طحاوی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ جب مِعراض شکار یا جانور کو زخمی کردے اور ذبح کی جگہوں سے تجاوز نہ کرے تو اس کو کھایا جائے گا اور اگر اس نے لکڑی یا عصا سے مارا اور زخمی کر دیا تو اس کو کھایا جائے گا اور اسی طرح اگر اس نے نیزہ مارا یا کوئی اور لوہے کا ہتھیار مارا تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اور امام اوزاعی یہ کہتے تھے کہ مِعراض جب جانور یا شکار کو زخمی کردے یا نہ کرے تو بھی اس کو کھایا جائے گا اور حضرت ابو درداء اور فضالہ اور مکحول اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

رہا غلیل اور پتھر سے مارنا تو اکثر علماء کے نزدیک اس کا شکار مکروہ ہے اور ان کے نزدیک یہ موقوذۃ ہے یعنی چوٹ کھا کر مارا ہوا

ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ غلیل سے مارنے کے بعد اگر تم اس کو ذبح کر سکو تو کر لو۔

شکاری پرندوں اور شکاری کتوں کے کیے ہوئے شکار کی تفصیل

اور شکاری پرندوں نے اگر جانور کو قتل کر دیا اور خون نہیں بہایا تو اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعی نے کہا کہ اس کو نہیں کھایا جائے گا حتیٰ کہ وہ زخمی ہو جائے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ کھایا جائے گا۔

اور ابن القاسم مالکی اور اشعب مالکی کا بھی ان دو قولوں کی تفریع پر اختلاف ہے۔ ابن القاسم نے کہا: اس وقت تک نہیں کھایا جائے گا حتیٰ کہ اس کو زخمی کر دے اور خون بہائے۔ اور اشعب مالکی نے کہا: اگر شکاری کتے کے شکار کو گرانے سے وہ شکار گر گیا تو اس شکار کو کھایا جائے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۳۳۷۔۳۳۵ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۶ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غلیل اور بندوق سے کیے ہوئے شکار کا فرق

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے البُندقة سے کیے ہوئے شکار کو موقوذہ فرمایا ہے۔ ان آثار میں البندقة سے مراد غلیل ہے اور اس سے مراد معروف بندوق نہیں ہے جس میں رصاص یعنی سیسہ کی گولی ہوتی ہے جو اپنے نفوذ کی قوت سے اپنے نشانہ کو ہلاک کر دیتی ہے، اور ان آثار میں البندقة سے مراد غلیل ہے جس میں وہ گٹھلی کے برابر کوئی کنکری رکھ کر اس غلیل کو اپنے ہاتھ سے مارتے تھے، پس بسا اوقات وہ کسی پرندے کو لگ جاتی اور اس گولی کے لگنے سے جو پرندہ گر کر مر جائے تو وہ بھی حلال نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے وزن کی وجہ سے اور ثقل کی وجہ سے مارتا ہے اور وہ اور غلیل کی گولی اس میں نفوذ نہیں کرتی، لیکن معروف بندوق میں جو سیسہ کی گولی ہوتی ہے، وہ شکار کے جسم میں نفوذ کر جاتی ہے جس سے اس کا خون بہتا ہے اور وہ مر جاتا ہے۔ سو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر بسم اللہ پڑھ کر فائر کیا جائے اور شکار مر جائے تو وہ حلال ہے۔ اور غلیل کا استعمال یا اس کے مشابہ کسی چیز کا استعمال کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اس کی گولی نہ تو دشمن کو زخمی کرتی ہے اور اس کی گولی کسی کی آنکھ پھوڑ دیتی ہے یا کسی کا دانت توڑ دیتی ہے تو بستیوں اور شہروں میں اس کے استعمال سے منع کیا جائے گا اور جنگلات اور ویرانوں میں اس کے استعمال سے منع نہیں کیا جائے گا، کیونکہ وہاں کسی ضرر کا خطرہ نہیں ہے۔

سوال: سدھائے ہوئے کتے کے شکار کے بعد کیا شکار کو دھویا جائے گا؟

جواب: بعض علماء نے کہا: اس کو سات مرتبہ دھویا جائے گا اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ اس کو دھونا واجب نہیں ہے، کیونکہ اس کو دھونے میں مشقت ہے اور اللہ تعالیٰ نے شکار کو مطلقاً حلال قرار دیا ہے اور اس کو دھونے کا حکم نہیں دیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کا مشاہدہ کرتے تھے اور وہ شکار کو دھوتے نہیں تھے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۲۲، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

٣- بَابُ: مَا أَصَابَ الْمِعْرَاضُ بِعَرْضِهِ

لکڑی کے عرض (یعنی چوڑائی) سے مارے ہوئے شکار کا بیان

٥٤٧٧- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ قَالَ كُلْ مَا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَإِنْ قَتَلْنَ قَالَ وَإِنْ قَتَلْنَ قُلْتُ وَإِنَّا نَرْمِي بِالْمِعْرَاضِ قَالَ كُلْ مَا خَزَقَ وَمَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَلَا تَأْكُلْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از ہمام بن الحارث از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑتے ہیں، آپ نے فرمایا: جس کو وہ تمہارے لیے شکار کریں اس کو کھالو، میں نے پوچھا: خواہ وہ اس کو ہلاک کردیں، آپ نے فرمایا: خواہ وہ اس کو ہلاک کردیں، میں نے پوچھا: ہم مِعراض (یعنی دھار والی لاٹھی) کو شکار پر مارتے ہیں، آپ نے فرمایا: جو شکار کو زخمی کردے اس کو کھالو اور جو اس کی چوڑائی کی ضرب سے مرے، اس کو نہ کھاؤ۔

(صحیح مسلم: ١٩٢٩، سنن ترمذی: ١٤٦٥، سنن نسائی: ٤٢٦٥، سنن ابوداؤد: ٢٨٤٧، سنن ابن ماجہ: ٣٢٠٨، ٣٢١٤، مسند احمد: ١٨٨٨٢)

صحیح البخاری: ٥٤٧٧ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''خزق'' اور ''خسق'' کے معانی

یہ اس حدیث کی دوسری سند ہے، اس میں ارشاد ہے: ''کل ما خزق'' یعنی جو نفوذ کر جائے، کہا جاتا ہے: ''سھم خازق'' یعنی وہ تیر جو شکار میں نفوذ کر جائے، اور خَسَقَ بھی کہا جاتا ہے، یعنی جب تیر شکار کو لگ کر اس میں نفوذ کر جائے۔ اور سھم خازق اور خاسق دونوں لفظ کہے جاتے ہیں۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ خزق کا معنی ہے: ''لاٹھی کی دھار سے شکار زخمی ہوجائے''۔ اور لغت میں خزق کا معنی زخمی کرنا ہے۔

مِعراض سے کیے ہوئے شکار سے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جو لاٹھی کی چوڑائی سے مرا۔ یعنی لاٹھی کی دھار سے زخمی نہیں ہوا تو اس کو تم مت کھاؤ۔ اسی کے مطابق امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ١٥٠ھ، امام مالک بن انس متوفی ١٧٩ھ، امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ٢٠٤ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ٢٣٨ھ کا قول ہے۔

اور شعبی اور ابن جبیر نے کہا ہے کہ وہ جانور کھایا جائے گا جب وہ جانور زخمی ہوجائے اور ذبح کی جگہ تک زخم پہنچ جائے۔

اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ نے کہا ہے کہ امام اوزاعی، مکحول اور فقہاء شام کا مذہب یہ ہے کہ مِعراض نے جس جانور

Marfat.com

کو ہلاک کر دیا اس کو کھانا جائز ہے خواہ زخمی کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

اور حضرت ابو درداء اور فضالہ بن عبید اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر معراض سے کیے ہوئے شکار کو معراض کی دھار نہ لگے اور وہ زخمی نہ ہو تو وہ لاٹھی کی ضرب سے مرا ہے اور موقوذہ ہے اور قرآن مجید اور اس حدیث صحیح میں اس کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے، لہٰذا جن بعض فقہاء نے معراض سے کیے ہوئے شکار کو مطلقاً حلال قرار دیا ہے ان کا قول ساقط الاعتبار ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۷ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے شیخ عثیمین کا المعراض اور سدھائے ہوئے کتے کے شکار کے درمیان فرق کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: انہوں نے جو تمہارے لیے شکار کیا ہے، اس کو تم کھا لو، میں نے پوچھا: خواہ وہ اس کو مار ڈالیں۔ آپ نے فرمایا: خواہ وہ اس کو مار ڈالیں۔ (صحیح البخاری: ۵۴۷۷)

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سدھائے ہوئے کتے کے شکار میں خون کا بہانا شرط نہیں ہے، اور کتا جب شکار کر کے اس کا گلہ گھونٹ دے اور اس کا گلہ گھونٹا ہوا لے آئے تو وہ حلال ہے، کیونکہ اس پر یہ صادق آئے گا کہ کتے نے اس کو ہلاک کیا ہے۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بیان فرمایا: کہ معراض میں خون کا بہانا ضروری ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: جو تمہاری ضرب سے شکار زخمی ہو جائے اس کو کھا لو اور جو معراض کی ضرب سے مر جائے اس کو نہ کھاؤ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ معراض میں اور کتے کے کیے ہوئے شکار میں فرق ہے، پس معراض میں تو خون کا بہانا ضروری ہے اور کتے میں یہ شرط نہیں ہے۔ اور بعض اہلِ علم کا یہی مذہب ہے اور قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے:

فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ۔ (المائدہ: ۴) سو اس (شکار) سے کھاؤ جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لیے روک رکھیں۔

اور اسی طرح اس حدیث سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ ''جو خون کو بہائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھا لو'' اس میں تخصیص ہے، کیونکہ کتا جب شکار کر کے شکار کا گلہ گھونٹ کر لے آئے تو اس کے کھانے کی آپ نے اجازت دی ہے، خواہ خون نہ بہا ہو۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ کتے کے کیے ہوئے شکار میں بھی خون کا بہنا ضروری ہے، کیونکہ اگر کتے نے شکار کا گلہ گھونٹ دیا تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ پس حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو اطلاق ہے اس کو مقید کیا جائے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا: ''جو خون کو بہائے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اس کو کھالو'' اور اس لیے کہ اس میں زیادہ احتیاط ہے، اور جس کا خون بہہ گیا تو وہ زیادہ پاکیزہ ہے، کیونکہ مقتول کے جسم میں خون کا رکا رہنا مُضر ہے، اور خون کے بہانے میں یہی حکمت ہے اور یہ قواعد کے زیادہ قریب ہے اگرچہ پہلا قول قرآن اور حدیث کے ظاہر لفظ کے زیادہ قریب ہے۔

اہلِ کتاب کے طعام کے متعلق بھی مذکور بالا تفصیل

اہلِ کتاب کے طعام کے متعلق بھی یہی تفصیل ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ اگر اہلِ کتاب نے کسی جانور کو ذبح نہیں کیا اور اس کا خون نہیں بہایا تو وہ حلال نہیں ہے۔ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اہلِ کتاب کے ذبیحہ میں بھی خون کا بہانا ضروری ہے، کیونکہ اگر انہوں نے جانور کا گلا گھونٹ دیا اور اس کا خون نہیں بہایا تو وہ ذبح نہیں ہوا۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ۔ (المائدہ:۵) اور اہلِ کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۲۴۔ ۲۲۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

مصنف کے نزدیک اہلِ کتاب کے ذبیحہ میں بھی خون کا بہنا ضروری ہے اور سدھائے ہوئے کتے کے شکار میں بھی خون کا بہنا ضروری ہے

میں کہتا ہوں: اس آیت میں اہلِ کتاب کے طعام کو مطلقاً حلال فرمایا ہے، خواہ انہوں نے اس جانور کا خون بہایا ہو اور ذبح کیا ہو یا اس کا گلا گھونٹ کر مار دیا ہو، لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ المائدہ: ۳ میں گلا گھٹ جانے والے جانور کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ۔ (المائدہ:۳) تم پر حرام کیا گیا ہے مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس (جانور) پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، اور گلا گھٹ جانے والا۔

نیز میں کہتا ہوں کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ ''سدھایا ہوا کتا شکار کو ہلاک کر کے لائے تو اس کو تم کھالو'' اس سے بھی یہی مراد لینا چاہیے کہ شکاری کتے نے اس کو زخمی کر کے اس کا خون بہا دیا ہو، ورنہ اگر اس کا گلا گھٹ گیا ہو تو وہ بھی المائدہ: ۳ کی رو سے حرام ہوگا۔ اور اس حدیث سے یہ عموم مراد لینا درست نہیں ہے کہ کتا اس کو ہلاک کر دے پھر بھی اس کو کھالو، خواہ اس کا خون بہا ہو یا نہ بہا ہو اور المعراض کی حدیث بھی اس پر قرینہ ہے اور شیخ عثیمین کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ معراض میں تو خون کا بہنا ضروری ہے ورنہ وہ موقوذہ ہے اور کتا جب ہلاک کر دے تو اس میں خون کا بہنا ضروری نہیں ہے۔ اور انہوں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے اطلاق سے یہ مستنبط کیا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۴۔ بَابُ: صَيْدِ الْقَوْسِ تیر کمان کے ساتھ شکار کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں کمان کے ساتھ شکار کا حکم بیان کیا گیا ہے، القوس کا لفظ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی۔ جو اس کو مؤنث

Marfat.com

استعمال کریں وہ کہتے ہیں: اس کی تصغیر "قُوَیسَہ" ہے اور جو اس کو مذکر استعمال کریں وہ کہتے ہیں: اس کی تصغیر "قویس" ہے اور اس کی جمع قسی ،اقواس اور قیاس ہے۔اور قوس آسمان کے ایک برج کا بھی نام ہے، اور اس کا معنی ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اندازہ کرنا بھی ہے۔کہا جاتا ہے: "قس الشیء بغیرہ"

باب مذکور کی تعلیق

وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ إِذَا ضَرَبَ صَيْدًا فَبَانَ مِنْهُ يَدٌ أَوْ رِجْلٌ لَا تَأْكُلُ الَّذِي بَانَ وَكُلْ سَائِرَهُ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ إِذَا ضَرَبْتَ عُنُقَهُ أَوْ وَسَطَهُ فَكُلْهُ وَقَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ زَيْدٍ اسْتَعْصَى عَلَى رَجُلٍ مِنْ آلِ عَبْدِاللهِ حِمَارٌ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَضْرِبُوهُ حَيْثُ تَيَسَّرَ دَعُوا مَا سَقَطَ مِنْهُ وَكُلُوهُ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۴۴)

حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے کہا: جب کسی نے کسی شکار پر تیر مارا، اور اس تیر سے اس کا ہاتھ یا اس کی ٹانگ کٹ کر جدا ہوگئی، تو جو عضو کٹ کر جدا ہوگیا ہے اس کو نہ کھاؤ اور باقی کو کھالو۔اور ابراہیم النخعی نے کہا: جب تم نے اس کی گردن پر تیر مارا یا اس کی کمر پر تیر مارا تو اس کو کھالو۔اور الاعمش نے کہا از زید: کہ آل عبداللہ کے کسی مرد کا جنگلی گدھا بھڑک گیا، تو اس نے انہیں حکم دیا کہ اس جنگلی گدھے کے جسم کے جس حصہ پر ضرب لگانا میسر ہو، وہ ضرب لگاؤ اور اس کے جسم کا جو حصہ کٹ کر گر جائے اس کو چھوڑ دو اور بقیہ کو کھالو۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں حسن بصری اور ابراہیم نخعی کا جو قول ذکر کیا گیا ہے، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس باب میں اس قول کو ذکر کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کی مناسبت ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ تیر کمان سے شکار کیا جائے اور اس سے شکار کا ہاتھ یا اس کی ٹانگ کٹ کر الگ ہوجائے۔

اور حسن بصری کے اثر کی امام ابن ابی شیبہ نے از ہشیم از یونس روایت کی ہے کہ ایک مرد نے کسی شکار پر ضرب لگائی، پس اس نے اس کے ہاتھ یا ٹانگ کو الگ کردیا اور وہ ابھی زندہ تھا، پھر مر گیا تو اس کو تم کھالو اور جو اس کا حصہ اس سے کٹ کر الگ ہوگیا ہے، اس کو نہ کھاؤ، سوائے اس کے کہ تم اس کو ضرب لگاؤ اور وہ اسی وقت مر جائے۔پس اس صورت میں تم اس پورے شکار کو کھا سکتے ہو۔

اور کتاب الاشراف میں حسن بصری سے اس کے خلاف منقول ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ جب تم شکار کو ضرب لگاؤ تو پورا شکار کھالو، جو کٹ کر الگ ہوگیا اس کو بھی کھالو اور جو باقی ہے اس کو بھی کھالو۔

اور ابراہیم نخعی کے اثر کی بھی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے۔انہوں نے کہا: ہمیں ابو بکر بن عیاش نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ، انہوں نے کہا: جب کوئی مرد شکار پر ضرب لگائے اور اس کا ایک عضو کٹ کر گر جائے تو جو عضو کٹ کر گر گیا اس کو چھوڑ دے اور باقی کو کھالے۔اور جب ابراہیم نے اس اثر کی روایت کی اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو وہ گویا اس سے راضی ہوگئے۔

Marfat.com

نیز اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ابراہیم نخعی نے کہا: ''جب تم اس کی گردن پر ضرب لگاؤ یا اس کی پیٹھ پر ضرب لگاؤ تو اس کو کھالو''۔

اس کے بعد اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ''آلِ عبداللہ کے کسی مرد کا جنگلی گدھا بھڑک اٹھا تو اس نے انہیں حکم دیا کہ جہاں ہو سکے اس پر ضرب لگاؤ اور جو گر گیا ہے اس کو چھوڑ دو اور باقی کو کھالو''۔

الاعمش، زید اور آلِ عبداللہ کا مصداق

الاعمش کا نام سلیمان ہے اور انہوں نے زید سے روایت کی ہے اور اس سے مراد زید بن وہب ہیں۔ اور اس میں آلِ عبداللہ کا ذکر ہے اور اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی آل ہیں۔ اور اس تعلیق کی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے از عیسیٰ بن یونس از الاعمش از زید بن وہب سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک مرد نے کسی جنگلی گدھے کے اوپر ضرب لگائی اور اس کو کاٹا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کٹ کر گر گیا ہے اس کو چھوڑ دو اور باقی حصے کو ذبح کر کے اس کو کھالو۔ اور امام ابن ابی شیبہ نے اس قول کی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی از الحارث روایت کی ہے۔

جب شکار پر ضرب سے اس کا کچھ حصہ کٹ کر الگ ہو جائے، اس کے متعلق فقہاءِ اسلام کے نظریات

اور علامہ ابراہیم بن المنذر نے اس کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے اور قتادہ سے اور عطاء سے روایت کی ہے کہ جو عضو کٹ کر گر گیا ہے اس کو نہ کھاؤ اور شکار کو ذبح کر کے اس کو کھالو۔ اور اگر ضرب لگاتے ہی وہ شکار مر گیا تو پھر اس پورے شکار کو کھالو۔ قتادہ، ابوثور اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب ضرب لگاتے ہی وہ مر جائے اور زندہ نہ رہے تو پھر اس کو کھالو۔ اور تمہید میں مذکور ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اگر اس کا کوئی عضو کٹ گیا تو وہ عضو نہیں کھایا جائے گا اور باقی کھایا جائے گا۔ اور امام شافعی نے کہا: اگر اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ایک ٹکڑا چھوٹا ہے اور دوسرا بڑا ہے تو جب وہ ضرب سے مر جائے تو کھالیا جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ اور الثوری نے کہا کہ جب اس کے دو ٹکڑے ہو گئے تو وہ پورا کھالیا جائے گا اور اگر اس کا ایک تہائی کٹا ہے تو اگر وہ ایک تہائی سر کے قریب ہے تو پورا کھالیا جائے گا اور اگر وہ ایک تہائی دھڑ کے قریب ہے تو جو سر کے قریب ہے اس کو کھالیا جائے گا اور جو دھڑ کے قریب ہے اس کو نہیں کھایا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۲۔۱۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّا بِأَرْضِ قَوْمٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَفَنَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ وَبِأَرْضِ صَيْدٍ أَصِيدُ بِقَوْسِي وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ وَبِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ فَمَا يَصْلُحُ لِي قَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَلَا تَأْكُلُوا فِيهَا وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا فِيهَا وَمَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حیوۃ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ربیعہ بن یزید الدمشقی نے خبر دی از ابی ادریس از حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہم اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس ہوتے ہیں، کیا ہم ان کے برتنوں میں کھالیں؟ اور ہم شکار کی سرزمین میں ہوتے ہیں، میں اپنے تیر کمان سے شکار کرتا ہوں اور اپنے اس کتے سے شکار کرتا ہوں جو سدھایا ہوا نہیں

Marfat.com

صِدْتَ بِقَوْسِكَ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ غَيْرِ مُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْ.

ہے اور اس کتے سے بھی شکار کرتا ہوں جو سدھایا ہوا ہے، تو ان میں سے کون سا میرے لیے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: تم نے جو اہلِ کتاب کے برتنوں کا ذکر کیا ہے، تو اگر تمہیں ان کے برتنوں کے علاوہ دوسرے برتن مل جائیں تو ان (کے برتنوں) میں تم نہ کھاؤ، (یعنی جو دوسرے برتن مل جائیں تو (ان میں کھاؤ)، اور اگر تم کو ان کے برتنوں کے علاوہ دوسرے برتن نہ ملیں تو ان کے برتنوں کو دھولو اور پھر ان برتنوں میں کھاؤ اور وہ جو تم نے تیر کمان کے ساتھ شکار کا ذکر کیا ہے، تو اگر تم نے تیر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی تو کھالو۔ اور وہ جو تم نے سدھائے ہوئے کتے کے شکار کا ذکر کیا ہے، پس اگر تم نے بسم اللہ پڑھ کر تیر مارا ہے تو تم اس کو کھالو۔ اور وہ جو تم نے ذکر کیا ہے کہ تم نے سدھائے ہوئے کتے کو نہیں چھوڑا تو اگر تم نے اس شکار کو اس حال میں پایا کہ تم اس کو ذبح کر سکتے ہو، تو اس کو کھالو۔

(صحیح البخاری: ۵۴۸۸، ۵۴۹۶، صحیح مسلم: ۱۹۳۰، سنن ترمذی: ۱۴۶۴، سنن نسائی: ۲۲۲۶، سنن ابوداؤد: ۲۸۵۵، سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۷، مسند احمد: ۱۷۷۷۷، سنن دارمی: ۲۴۹۹)

صحیح البخاری: ۵۴۷۸، کی شرح از باب علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے "تیر کمان کے ساتھ شکار کرنا"۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوسرا مسئلہ تیر کمان سے شکار کے متعلق دریافت کیا تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن یزید، اس نام میں لفظ یزید کا مصدر زیادۃ ہے، اور دوسرے راوی کا ذکر ہے حیوٰۃ، ان کا نام حیوٰۃ بن شریح ہے، لفظ شریح، شرح کی تصغیر ہے، یہ مصری ہیں۔ اور ربیعہ بن یزید دمشقی کا ذکر ہے، یہ القصیر ہیں اور ابو ادریس کا ذکر ہے جو عائذ اللہ الخولانی ہیں۔ اور ابوثعلبہ کا ذکر ہے، ثعلبہ کا لفظی معنی لومڑی ہے۔ اور الخشنی میں خشین بن النمر بن وبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعۃ کی طرف نسبت ہے۔ ان کے اور ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ اکثر نے کہا ہے کہ ان کا نام حضرت جرہم بن ناشم رضی اللہ عنہ ہے۔ اور یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

سے بیعت کی تھی، اور یہ پچھتر (۷۵ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔

بعض مشکل الفاظ اور مبہم عبارات کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم ایسی قوم کی زمین میں ہیں جو اہلِ کتاب ہے، یعنی وہ شام کے علاقے میں تھے اور عرب کے قبیلوں کی ایک جماعت نے شام میں رہائش اختیار کی اور وہ عیسائی ہو گئے، ان میں سے آلِ غسان، تنوخ اور بھراء وغیرہ ہیں۔ اور انہی میں سے بنوخشین ہیں جو آلِ ابوثعلبہ میں سے ہیں۔

اس حدیث میں ''آنیتھم'' کا ذکر ہے۔ لفظِ آنیۃ، اِناء کی جمع ہے۔ اور اناء کا معنی ہے پانی کا برتن۔ اس کی جمع قلت آنیۃ ہے اور جمع کثرت اوانی ہے۔ اور اس کی نظیر سوار، اسورۃ اور اساور ہے۔

اہلِ کتاب کے استعمال شدہ برتنوں کا فقہی حکم

حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو مسئلے پوچھے تھے۔ پہلا مسئلہ اہلِ کتاب کے برتنوں کے استعمال کے متعلق تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر تمہیں ان کے برتنوں کے سوا دوسرے برتن مل جائیں تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ، ورنہ ان کے برتنوں کو دھو کر ان میں کھالو۔

اس تفصیل کا تقاضا یہ ہے کہ اگر اہلِ کتاب کے برتنوں کے علاوہ دوسرے برتن مل جائیں تو ان کے برتنوں کو استعمال کرنا مکروہ ہے، حالانکہ فقہاء نے کہا ہے کہ اہلِ کتاب کے برتنوں کو دھونے کے بعد بلا کراہت استعمال کرنا جائز ہے، خواہ ان برتنوں کے سوا دوسرے برتن ملیں یا نہ ملیں۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد ان برتنوں کے استعمال کرنے سے منع کرنا ہے، جن برتنوں میں اہلِ کتاب خنزیروں کا گوشت پکاتے ہیں اور ان برتنوں میں شراب پیتے ہیں۔ اور ان برتنوں کو دھونے کے بعد جو ان کو استعمال سے منع فرمایا، کیونکہ ان برتنوں سے گھن آتی ہے اور اس لیے کہ وہ برتن نجاست کے لیے بنائے گئے تھے۔ اور فقہاء کی مراد یہ ہے کہ کفار کے برتن بالعموم نجاسات میں استعمال نہیں ہوتے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس میں تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ظاہر کو اصل کے اوپر ترجیح دی، کیونکہ اہلِ کتاب اور مجوس کے برتنوں میں اصل طہارت ہے، اس کے باوجود ان کے برتنوں کو دھونے کا حکم دیا گیا جب کہ دوسرے برتن میسر نہ ہوں اور صحیح یہ ہے کہ حکم اصل پر لگایا جاتا ہے حتیٰ کہ نجاست متحقق ہو جائے۔ پھر اس حدیث کے جواب کی ضرورت ہو گی تو اس کے دو جواب دیے گئے ہیں:

(۱) اس حدیث میں جو اہلِ کتاب کے برتنوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے، وہ احتیاط اور استحباب پر محمول ہے۔

(۲) اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب ان برتنوں میں نجاست متحقق ہو، تو پھر ان کو دھونے کا حکم دیا جائے گا۔ اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے کہ:

امام ابوداؤد حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم اہلِ کتاب کے قریب رہتے ہیں اور وہ اپنی پتیلیوں میں

خنزیر کا گوشت پکاتے ہیں، اوران برتنوں میں خمر پیتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ان برتنوں کے علاوہ دوسرے برتنوں کو پالو تو ان برتنوں میں کھاؤ اور پیو۔ اور اگر تمہیں دوسرے برتن میسر نہ ہوں تو ان برتنوں کو پانی کے ساتھ دھولو اور پھر ان میں کھاؤ اور پیو۔

تیر کمان سے شکار اور سدھائے ہوئے اور غیر سدھائے ہوئے کتوں سے شکار کا بیان

حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ نے جو دوسرا مسئلہ پوچھا، وہ تیر کمان سے شکار اور سدھائے ہوئے اور غیر سدھائے ہوئے کتوں سے متعلق تھا۔ اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور سے مستنبط پانچ فوائد

اس حدیث سے چند احکام معلوم اور مستفاد ہوتے ہیں:

(۱) تیر کمان سے شکار کرنا جائز ہے، جب تیر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے۔

سنن ابوداؤد میں از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت ہے کہ ایک اعرابی جن کو ابوثعلبہ کہا جاتا تھا، انہوں نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے پاس سدھائے ہوئے کتے ہیں۔۔ الحدیث۔ اور اس حدیث میں ہے کہ میں تیر کمان سے شکار کرتا ہوں، تو آپ نے فرمایا: تمہارا تیر جو شکار تم پر لوٹائے اسے کھالو، خواہ وہ مذبوح ہو یا غیر مذبوح ہو۔ حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اگر وہ شکار مجھ سے غائب ہو جائے؟ تو آپ نے فرمایا: اگر وہ شکار تم سے غائب ہو جائے تو جب تک اس میں تمہارے تیر کے علاوہ کسی اور تیر کا اثر نہ پایا جائے تو تم اس کو کھالو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی جب تک وہ شکار بدبودار نہ ہو جائے، اس کو کھالو۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شکار کے لیے بسم اللہ کا پڑھنا ضروری ہے، اور اس کے مباحث عنقریب گزر چکے ہیں۔

(۳) شکاری کتے کے لیے ضروری ہے کہ وہ سدھایا ہوا ہو۔ پس جب کسی نے سدھائے ہوئے شکاری کتے کے ساتھ شکار کیا اور کتا چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی، تو اس کا لایا ہوا شکار کھایا جائے گا۔ اور جب اس نے غیر سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑا تو اگر اس کو ذبح کرنے کا موقع مل گیا تو اس کو ذبح کر کے کھایا جائے گا اور اگر وہ شکار مر چکا تھا تو پھر نہیں کھایا جائے گا۔

(۴) حدیث میں کتے کا ذکر مطلقاً ہے جو ہر رنگ کے کتے کو شامل ہے، خواہ وہ سفید ہو یا سیاہ ہو یا سرخ ہو۔ وہ جس رنگ کا بھی کتا ہو تو اگر وہ سدھایا ہوا ہے تو اس کا شکار حلال ہوگا۔ اور اس حدیث کے عموم میں امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے خلاف حجت ہے، جو کہتے ہیں کہ سیاہ کتے سے کیا ہوا شکار جائز نہیں ہے خواہ وہ سدھایا ہوا ہو۔

(۵) اس حدیث میں دو شرطیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ وہ شکاری کتا سدھایا ہوا ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھی جائے۔ پس جب اس نے غیر سدھایا ہوا کتا چھوڑا یا سدھایا ہوا کتا بغیر بسم اللہ کے چھوڑا یا کوئی اور کتا شامل ہو گیا جس کو اس نے نہیں بھیجا تھا تو ان کا شکار جائز نہیں ہے، سوا اس صورت کے کہ جب وہ شکاری کتا جانور کو پکڑ کر لائے تو اس میں ابھی زندگی ہو اور پھر اس کو ذبح کر کے کھایا جائے تو وہ حلال ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۳۔۱۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۷۸، کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ اگر تم کو اہلِ کتاب کے برتنوں کے علاوہ برتن مل جائے تو ان کے برتن میں نہ کھاؤ، کیونکہ یہ برتن نجس ہیں خواہ ان کو دھویا جائے۔ اور فرمایا کہ اگر تم کو ان کے برتنوں کے علاوہ کوئی اور برتن نہ ملے تو ان کو دھولو اور ان میں کھالو، یہ ممانعت کے بعد رخصت ہے۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جو ظن غالب ہو، وہ اس ظن پر راجح ہے جو اصل سے مستفاد ہو اور جس نے یہ کہا کہ حکم اصل کے مطابق ہوتا ہے حتیٰ کہ نجاست متحقق ہو جائے، اس نے یہ کہا کہ اس حدیث میں دھونے کا حکم احتیاط اور استحباب پر محمول ہے۔ رہے فقہاء تو وہ کہتے ہیں کہ کفار کے ان برتنوں کو استعمال کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے جن کو نجاست میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ اور اگر ان کے نزدیک ان برتنوں کو نہ دھویا جائے تب بھی اولیٰ یہ ہے کہ احتیاط کی بناء پر ان برتنوں کو دھونا چاہیے نہ اس وجہ سے کہ اگر نہ دھویا جائے تو ان کو استعمال کرنا مکروہ ہوگا۔

اور اس حدیث میں تیر کمان کے ساتھ شکار کرنے کا بیان ہے اور تیر چھوڑنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم بہ طور استحباب ہے۔

بعض فقہاء نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے شکار چھوڑنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لی ہے تو کھالو، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شکار چھوڑنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۲۷۲، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۸، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اہلِ کتاب کا ذکر ہے، اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں، کیونکہ وہ مشرکوں اور بت پرستوں سے مختلف ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ ۪ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّهُمْ (المائدہ:۵)

اور اہلِ کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے۔ اور تمہارا طعام ان کے لیے حلال ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: ''اذرکت ذکاته'' یعنی تم شکار کو اس سے پہلے پالو کہ اس سے حیات نکل گئی ہو۔ اور تم اس پر اللہ کا نام لو اور اس کو ذبح کر دو تو پھر اس سے کھالو۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہود اور نصاریٰ کے برتنوں کو دھونے کے بعد ان میں کھانا اور پینا جائز ہے اور ان برتنوں میں کھانا پکانا جائز ہے۔

(۲) اولیٰ یہ ہے کہ ان کے برتنوں کو استعمال نہ کیا جائے، جب مسلمان کو دوسرے برتن میسر ہوں، کیونکہ یہود و نصاریٰ ان برتنوں میں خنزیر کا گوشت پکاتے ہیں اور ان برتنوں میں خمر پیتے ہیں۔ اور ان میں کھانے پینے سے گھن آتی ہے اور ان کو نجاست کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ تو جب دوسرے برتن میسر ہوں تو ان کا استعمال مکروہ ہے۔

Marfat.com

(۳) تیر اور کمان کے ساتھ شکار کرنا جائز ہے اور سدھائے ہوئے کتے کے ساتھ۔ سدھایا ہوا کتا وہ ہے جو اپنے مالک کے لیے شکار کرتا ہے، اپنے لیے شکار نہیں کرتا۔

(۴) کمان سے تیر چھوڑتے وقت بسم اللہ کا پڑھنا واجب ہے۔ اسی طرح سدھائے ہوئے کتے کو شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ کا پڑھنا واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (المائدہ:۴) اور (شکار چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر بسم اللہ پڑھو۔

(۵) جب اس نے غیر سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اور سدھائے ہوئے کتے کی علامت یہ ہے کہ جب اس کو شکار پر چھوڑا جائے تو چلا جائے اور جب اس کو روکا جائے تو رک جائے۔ اور جب غیر سدھائے ہوئے کتے نے شکار کیا اور اس کا شکار زندہ ہو تو اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کر کے کھانا جائز ہے۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۸۸۔ ۱۸۷، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۵۔ بَابُ: الْخَذْفِ وَالْبُنْدُقَةِ — کنکر اور غلیل کی گولی مارنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں خذف کا حکم بیان کیا گیا ہے، خذف کا معنی ہے: انگلیوں سے کنکر مارنا۔ علامہ ابراہیم بن المنذر نے کہا کہ خذف یہ ہے کہ تم کنکر یا گٹھلی کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان رکھو اور پھر اس کو مارو، یا کنکر پھینکنے کا لکڑی کا آلہ ہو، اس آلہ میں کنکر رکھو اور اپنے انگوٹھے اور انگشت سبابہ سے اس کو مارو۔

اور الحذف کا معنی ہے: لاٹھی سے مارنا۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ یہ پھینکنے اور مارنے دونوں میں استعمال ہوتا ہے، اور البندقۃ یہ مٹی کی خشک اور گول گولی ہوتی ہے جس کو غلیل میں رکھ کر مارا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۷۹۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَاللَّفْظُ لِيَزِيدَ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَخْذِفُ فَقَالَ لَهُ لَا تَخْذِفْ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ وَقَالَ إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ وَلَا يُنْكَى بِهِ عَدُوٌّ وَلَكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ ثُمَّ رَآهُ بَعْدَ ذَلِكَ يَخْذِفُ فَقَالَ لَهُ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَرِهَ الْخَذْفَ وَأَنْتَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یوسف بن راشد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع اور یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی، اور حدیث کے الفاظ یزید کی روایت ہیں، از کہمس بن الحسن از عبد اللہ بن بریدہ از حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، انہوں نے ایک مرد کو کنکر مارتے دیکھا تو انہوں نے اس سے کہا کہ کنکر نہ مارو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کنکر مارنے سے منع فرمایا ہے، یا آپ کنکر مارنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ اور آپ نے فرمایا: کنکر مار کر کوئی شکار نہیں کیا جاتا، اور نہ اس سے دشمن کو زخمی کیا جاتا ہے لیکن کنکر کبھی دانت توڑ دیتا ہے اور کبھی آنکھ

تَخْذِفُ لَا اُكَلِّمُكَ كَذَا وَ كَذَا۔

چھوڑ دیتا ہے، پھر اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو کنکر مارتے دیکھا تو انہوں نے اس سے کہا: میں نے تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنائی تھی کہ آپ نے کنکر مارنے سے منع فرمایا ہے یا کنکر مارنے کو ناپسند فرمایا ہے اور تم کنکر مار رہے ہو؟ میں تم سے اتنے دنوں اور اتنے دنوں تک بات نہیں کروں گا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۵۴، سنن نسائی: ۴۸۱۵، سنن ابوداؤد: ۵۲۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۷، مسند احمد: ۲۰۰۳۸، سنن دارمی: ۴۴۰)

صحیح البخاری: ۵۴۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور باب کے عنوان میں جو ابہام ہے اس کو حدیث نے واضح کر دیا ہے۔ کیونکہ باب میں خذف کا ذکر ہے جس کا معنی ہے: کنکر مارنا اور حدیث میں یہ واضح کر دیا کہ کنکر مارنا ممنوع ہے یا مکروہ ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خذف کی تفسیر عنقریب باب میں آئے گی اور البندقۃ یعنی غلیل کی گولی معروف ہے، غلیل کی گولی مٹی سے بنا کر اس کو سکھایا جاتا ہے، پھر اس کو غلیل میں رکھ کر مارا جاتا ہے، اور اس کا کچھ بیان باب صید المعراض میں گزر چکا ہے۔
(فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۷۶۳، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس باب میں خذف کی تفسیر بالکل نہیں کی، امام بخاری نے صرف خذف کا حکم بیان کیا ہے کہ کسی کو کنکر مارنا ممنوع ہے یا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یوسف بن راشد کا ذکر ہے، ان کا نام یوسف بن موسیٰ بن راشد بن بلال القطان الرازی ہے۔ یہ بغداد میں آکر رہے تھے، امام بخاری نے ان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کیا ہے۔ دوسرے راوی وکیع ہیں، یہ ابن الجراح الکوفی ہیں۔ اس کے بعد یزید بن ہارون کا ذکر ہے، یزید کا لفظ زیادۃ سے ماخوذ ہے اور یہ ابن ہارون الواسطی ہیں جو امام احمد بن حنبل کے مشائخ میں سے ہیں۔ اور کہمس بن الحسن ابو الحسن تمیمی ہیں۔ یہ بصرہ میں آکر بنو قیس کے ہاں ٹھہرے تھے۔ اور عبد اللہ بن بریدہ ابن خصیب الاسلمی ہیں جو مرو کے قاضی ہیں، یہ ابو سہل المروی ہیں جو سلیمان بن بریدہ کے بھائی ہیں۔ وہ بھی قاضی تھے اور ہمیشہ مرو کے قاضی رہے۔

علامہ دمیاطی نے کہا ہے کہ کہا گیا ہے کہ عبد اللہ اور سلیمان ایک سو پانچ ہجری (۱۰۵ھ) میں ایک ہی دن میں فوت ہوئے تھے

Marfat.com

اوران دونوں کی عمر ایک سو (۱۰۰) سال تھی۔اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ سلیمان ان سے پہلے قاضی مقرر ہوئے تھے اور مرو میں فوت ہوئے اوراس وقت وہ عہدہ قضا پر مقرر تھے اوراس وقت ان کی عمر ایک سو پانچ سال تھی اوران کے بھائی وہ بھی مرو میں عہدہ قضا پر فائز ہوئے اوروہ بھی مرو میں ایک سو پندرہ ہجری (۱۱۵ھ) میں فوت ہوئے،سواس بناء پر سلیمان کی عمر نوے (۹۰) سال ہے اور عبداللہ کی عمر ایک سو (۱۰۰) سال ہے۔اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بھی بصرہ میں آ کر ٹھہرے تھے اور وہیں ان کی ساٹھ (۶۰) ہجری میں وفات ہوئی۔اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

حدیث مذکور کے معانی

کنکر پھینکنے والے مرد کا مصداق اور خذف کی تفسیر اور خذف کی ممانعت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کو کنکر پھینکتے ہوئے دیکھا: اس مرد کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنے اصحاب میں سے ایک مرد کو دیکھا۔اور صحیح مسلم میں سعید بن جبیر نے از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ وہ مرد حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا رشتہ دار تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''یخذف'': خذف کی تفسیر عنقریب گزر چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ پتھر پھینکنے کے آلہ سے پتھر کو پھینکا جائے،(اس آلہ کو عربی میں مقلاع کہتے ہیں اوراردو میں گوپھیا اور فلاخن کہتے ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اس مرد کو پتھر پھینکنے سے منع فرمایا، کیونکہ کنکر یا پتھر کو قوت کے ساتھ پھینکا جائے اوراس میں دھار نہ ہوتو اس سے شکار ہلاک نہیں ہوتا،اور نہ دشمن زخمی ہوتا ہے،لیکن یہ پھینکا ہوا کنکر یا پتھر کسی آدمی کا دانت توڑ دیتا ہے یا اس کی آنکھ پھوڑ دیتا ہے۔

خلافِ سنت کام کرنے والے سے ترکِ تعلق کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اس مرد کو دوبارہ کنکر مارتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ میں نے تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنائی تھی کہ آپ نے کنکر مارنے سے منع فرمایا ہے یا اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور پھر تم کنکر مار رہے ہو، میں تم سے اتنے اتنے دن بات نہیں کروں گا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص خلافِ سنت کوئی کام کرے،اس کے ساتھ ترکِ کلام کرنا جائز ہے اور یہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق نہ کرے، کیونکہ یہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے نفس کے لیے ترکِ تعلق کرے اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اس مرد کے خلافِ سنت کام کرنے کی وجہ سے فرمایا تھا کہ میں تم سے اتنے اتنے دن بات نہیں کروں گا۔

غلیل کی گولی سے شکار کرنے کی تحقیق

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی برائی کو بدلنا چاہیے اور غلیل کے ساتھ کنکر یا پتھر یا غلیل کی گولی رکھ کر مارنا درست نہیں ہے اور اگر اس سے کوئی جانور ہلاک ہوجائے تو وہ حلال نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ وہ غلیل کی گولی لگنے کے باوجود زندہ ہوتو پھر اس کو

Marfat.com

ذبح کرلیا جائے تو اس وقت وہ حلال ہوجائے گا۔

ابوالفتح القشیری نے کہا ہے کہ بعض متقدمین شافعیہ سے منقول ہے کہ غلیل کے ساتھ شکار کرنا ممنوع ہے یا تحریماً یا تنزیہاً۔اور بعض متاخرین سے اس کا جواز منقول ہے اور جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جس میں مذکور ہے کہ جو سدھایا ہوا کتا نہ ہو، اس کے ساتھ بھی شکار کرنا جائز ہے بشرطیکہ شکار زندہ ہو اور اس کو ذبح کرلیا جائے۔

مفہوم مخالف سے استدلال کا غیر معتبر ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کنکر سے نہ دشمن زخمی ہوتا ہے اور نہ شکار ہوتا ہے۔بعض علماء نے کہا کہ اگر کنکر سے دشمن زخمی ہوجائے اور شکار ہلاک ہوجائے تو پھر وہ منع نہیں ہے، کیونکہ ممانعت کی علت زائل ہوگئی اور یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک یہ حجت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۴۔۱۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۹ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام کا تقویٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضا

اس حدیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خدا خوفی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدت تعظیم کا بیان ہے، کیونکہ کنکر مارنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا تو حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کنکر مارنے سے منع فرمایا، کیونکہ جو انسان متقی ہو اور جب اس سے کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کام سے منع فرمایا ہے تو وہ اس سے رک جاتا ہے۔اگر وہ کام حرام ہوگا تو اس کو حرام کے ترک کرنے کا اجر و ثواب ملے گا اور اگر وہ کام مکروہ ہوگا تو اس کو مکروہ کام کے ترک کرنے پر اجر و ثواب ملے گا۔اور حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ایک مرد ان سے حدیث سننے کے باوجود کنکر مار رہا تھا تو انہوں نے ایک مدتِ معینہ تک اس سے ترکِ کلام کردیا۔

جس کام میں نفع نہ ہو یا اس کام میں ضرر زیادہ ہو تو شریعت میں وہ کام ممنوع ہے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس کام کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہو یا اس کام میں کوئی نفع نہ ہو تو شارع علیہ السلام اس سے منع فرما دیتے ہیں، کیونکہ آپ نے فرمایا: کہ کنکر مارنے سے نہ دشمن زخمی ہوتا ہے اور نہ شکار ہوتا ہے، یہ کسی کی آنکھ پھوڑ دیتا ہے یا دانت توڑ دیتا ہے، تو یہ فعل عبث ہے اور اس میں نقصان زیادہ ہے، اس لیے آپ نے اس سے منع فرما دیا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۲۶، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۷۹، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض الفاظ کی شرح

خذف: اس کا معنی ہے: انگلیوں سے کنکر مارنا یا کسی آلہ میں کنکر رکھ کر اس آلہ سے کنکر کو ہدف اور نشانہ کی طرف پھینکا جائے۔

Marfat.com

اس آلہ کو المقلاع کہتے ہیں۔

لا ینکأ بہ: یعنی کنکر سے دشمن تک درد اور تکلیف نہیں پہنچتی۔ یہ دانت توڑ دیتا ہے یا آنکھ پھوڑ دیتا ہے اور اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ کنکر مارنے سے شکار نہیں ہوتا، یہ انسان اور بشر کو تکلیف پہنچاتا ہے کیونکہ ان کی آنکھ پھوڑ دیتا ہے یا ان کے بعض اعضاء کو توڑ دیتا ہے، مثلاً دانت کو یا ناک کو یا کان کو، اس لیے شارع علیہ السلام نے کنکر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنکر پھینک کر مارنا ممنوع ہے، کیونکہ اس سے شکار ہلاک نہیں ہوتا، یہ لوگوں کو ایذاء پہنچاتا ہے۔

(۲) غلیل کی گولی سے جو شکار کیا جائے تو اس کی دھار سے شکار ہلاک نہیں ہوتا، اس کی چوٹ سے ہلاک ہوگا، تو یہ موقوذہ ہے۔ اور اس سے کیے ہوئے شکار کو کھانا حلال نہیں ہے۔

(۳) ہر وہ چیز جس کی دھار سے شکار ہلاک نہ ہو، اس سے شکار کرنا جائز نہیں ہے جیسے پتھر اور لکڑی وغیرہ، کیونکہ شکار کو مارنے سے مقصود ہے اس کا خون بہانا اور یہ پتھر یا لکڑی اپنے وزن اور ثقل سے اور پھینکنے والے کی قوت سے شکار کو ہلاک کرتا ہے نہ کہ پتھر یا لکڑی کی دھار سے۔

(۴) جو شخص احکامِ شرع کی خلاف ورزی کرے، اس سے ترکِ تعلق کرنا اور ترکِ کلام کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ وہ مرد حدیث کی ممانعت سننے کے باوجود پتھر مار رہا تھا تو انہوں نے کہا: میں تم سے بات نہیں کروں گا۔ اور یہ اس میں داخل نہیں ہے کہ جب کوئی انسان اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے، کیونکہ جو شخص احکامِ شرع کے خلاف کام کرے، اس کو زجر و توبیخ کرنا اور اس سے ترکِ کلام کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ اور نیک کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔

(آل عمران: ۱۰۴)

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلیل کی گولی سے شکار کرنا ممنوع ہے۔ اگر غلیل کی گولی سے شکار مر گیا تو وہ حلال نہیں ہوگا، سوا اس صورت کے کہ شکار کو زندہ پا کر اس کو ذبح کر لیا جائے، تو اب اس کا کھانا حلال ہے۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۸۸۔۱۸۹، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۶۔ بَابُ: مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ
اس کا بیان کہ جس نے ایسا کتا رکھا جو نہ شکار کے لیے تھا اور نہ مویشیوں کی حفاظت کے لیے تھا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں "اقتنٰی" کا ذکر ہے۔ یہ اقتناء سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے رکھنا، ذخیرہ کرنا اور رکھنا اور اس عنوان میں ذکر ہے کہ وہ شکار کا کتا نہ ہو۔ یہ اس کتے کی صفت ہے اور اس باب میں ذکر ہے کہ وہ کلب ماشیہ نہ ہو۔ ماشیہ کا اطلاق

Marfat.com

اونٹوں اور گائیوں اور بکریوں پر کیا جاتا ہے، لیکن اس کا اکثر استعمال بکریوں میں ہوتا ہے اور ماشیہ کی جمع مواشی ہے، اس باب کے عنوان میں یہ بیان نہیں کیا کہ جس نے ایسا کتا رکھا جو نہ شکار کے لیے تھا اور نہ مویشیوں کی حفاظت کے لیے تھا، اس کا حکم کیا ہے؟ سو امام بخاری نے اس حکم کے بیان کے لیے اس باب کی حدیث پر اکتفاء کر لی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۸۰- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبِ مَاشِيَةٍ أَوْ ضَارِيَةٍ نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطَانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا کتا رکھا جو مویشیوں کی حفاظت کے لیے نہ تھا یا شکار کے لیے نہ تھا تو اس کے عمل سے ہر دن دو قیراط کم کر دیے جائیں گے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۸۱، ۵۴۸۲، صحیح مسلم: ۱۵۷۴، سنن ترمذی: ۱۴۸۷، سنن نسائی: ۴۲۸۷، مسند احمد: ۴۴۶۵، موطا امام مالک: ۱۸۰۸، سنن دارمی: ۲۰۰۴)

صحیح البخاری: ۵۴۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کا دوسرا جز ہے: ''او ماشیة'': یعنی وہ کتا مویشیوں کی حفاظت کے لیے نہ ہو۔ اس کا اس حدیث میں صراحتاً ذکر ہے، تو عنوان کے دوسرے جز کے ساتھ حدیث کی مطابقت واضح ہے۔

رہا عنوان کا پہلا جز، وہ یہ ہے کہ ''وہ کتا شکار کے لیے نہ ہو'': تو اس حدیث میں ذکر ہے ''او ضاریة'': ضاریۃ کا معنی ہے: کتے کو شکار کا عادی بنانا۔ اور اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ وہ کتا شکار کے لیے نہ ہو۔ تو اس کو رکھنے یا پالنے کا حکم کیا ہے؟

اس حدیث میں دو قیراط کا ذکر ہے اور ایک اور حدیث میں ایک قیراط کا ذکر ہے، ان میں تطبیق

ایک حدیث میں ذکر ہے کہ جس نے ایسا کتا رکھا جو نہ شکار کے لیے ہو اور نہ مویشیوں کی حفاظت کے لیے ہو، اس کے نیک اعمال میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔ اور یہاں اس حدیث میں ہے کہ اس کے نیک اعمال میں سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ دو قیراط کا ذکر تغلیظ کے لیے ہے، کیونکہ لوگوں کو اس سے منع کیا گیا اور وہ نہیں مانے تو پھر فرمایا کہ جو ایسا کتا رکھیں گے تو ان کے نیک اعمال میں سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے۔ اور تغلیظ میں ایک قیراط کی جگہ دو قیراط کا ذکر کر دیا۔

اس کا بیان کہ اس کی کن نیکیوں میں سے ایک قیراط روز کم ہوگا اور قیراط کی مقدار

علامہ ابن الملقن نے اپنی شرح التوضیح میں لکھا ہے کہ ایک قیراط اس کے گزشتہ اعمال میں سے کم ہوگا یا آئندہ اعمال میں سے کم ہوگا یا ایک قیراط دن کے اعمال میں سے کم ہوگا اور ایک قیراط رات کے اعمال میں سے کم ہوگا۔ یا ایک قیراط فرائض میں سے کم ہوگا یا ایک قیراط اس کے نوافل میں سے کم ہوگا۔ اس کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ اور قیراط کا وزن نصف دانق یعنی نصف دمڑی کے برابر ہے۔ اور اس سے مراد وہ مقدار ہے جو اللہ عزوجل کے نزدیک معلوم ہے یعنی اس کے عمل میں سے دو جزء ہر روز کم کردیے جائیں گے جب تک کہ وہ ایسے کتے کے رکھنے کو ترک نہیں کرے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۸۰، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کلباً ضاریاً کا ذکر ہے، یعنی جس کتے کو شکار کرنے کا عادی بنایا گیا ہو۔ اور اس حدیث میں قیراطان کا ذکر ہے، قیراط اصل میں نصف دینار کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد ہے: اس کے عمل صالح کی ایک مقدار۔

اور یہ جو ارشاد ہے کہ اس کے نیک اعمال میں سے دو قیراط روز کم کردیے جائیں گے، یہ تغلیظ کے لیے ہے اور اس سے مقصود کتوں کو گھروں اور مکانوں میں رکھنے سے منع کرنا ہے۔

گھروں اور مکانوں میں کتوں کو رکھنے کی مذمت

جن لوگوں کے ذوق فاسد ہوتے ہیں اور ان کی عقول سافلہ ہوتی ہیں، وہ اپنے گھروں میں اور مکانوں میں کتوں کو رکھتے ہیں۔ کیونکہ کتا قبیح المنظر ہے، وہ اپنا منہ کھولتا ہے اور زبان باہر نکالتا ہے اور اس کی صورت ایسی ہوتی ہے جیسے وہ ہانپ رہا ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ (الاعراف: ۱۷۶) سو اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے کہ اگر تم اس پر حملہ کرو تب بھی وہ ہانپ کر زبان نکالے یا چھوڑ دو پھر بھی وہ ہانپ کر زبان نکالے۔

اور یہ مثال ان انتہائی قبیح مثالوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے بیان فرمایا ہے جو علم اور معرفت کے باوجود ہدایت کے راستہ کو گم کردیں اور دنیا کو ترجیح دیں اور ظالم حکام کی خواہشوں کی پیروی کریں تو وہ اسفل سافلین میں گر جاتے ہیں۔ یعنی ان کی مثال خسیس ہونے میں اور گھٹیا ہونے میں کتے کی طرح ہے، تم اس کو جھڑکو یا بھگاؤ یا دوڑاؤ تو اپنی زبان باہر نکالتے ہیں اور اگر ان کو چھوڑ دو تو پھر بھی زبان باہر نکالتے ہیں۔

اور جب کتے کا کھانا حرام ہے، تو اس کا لعاب بھی حرام ہے جو اس کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے، کیونکہ کتے کا لعاب نجس ہے، پس جب کتا اپنی زبان اور لعاب سے کسی شخص کو چاٹے تو اس پر واجب ہے کہ اس کپڑے کو پاک کرے جہاں پر کتے کا لعاب لگ گیا ہے، اس لیے اسلام نے کتے کے پالنے کو منع فرمایا ہے، کیونکہ کتے کو پالنے سے طہارت خطرے میں پڑ جاتی ہے اور کتے کے لعاب سے کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اسی لیے حدیث میں ہے کہ جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو سات دفعہ دھوؤ

Marfat.com

اور ایک دفعہ مٹی سے صاف کرو۔

اور تعجب ہے کہ غیر مسلم لوگ کتے کے پالنے میں بہت توجہ کرتے ہیں اور کتوں کو اپنے گھروں میں داخل کرتے ہیں اور کتوں کے ساتھ اپنے بیٹوں کا معاملہ کرتے ہیں اور بسا اوقات ان کو اپنے دسترخوان پر بٹھا کر ساتھ کھلاتے ہیں اور ان کو اپنے بستروں پر سلاتے ہیں۔ اور اس چیز سے دہشت اور حیرت پیدا ہوتی ہے کہ وہ کتوں کی کیوں اتنی تعظیم کرتے ہیں اور کیوں اس کا اہتمام کرتے ہیں، شاید کہ یہ ان کی حیوانی مٹی کا ثمرہ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "ہر چیز اپنی جنس کی طرف میلان کرتی ہے"۔

اور اسلام نے کتوں کے پالنے کو حرام قرار دیا اور اس سے ان کتوں کو مستثنیٰ فرما دیا جو شکار کے لیے ہوں یا کھیتوں کی حفاظت کے لیے ہوں یا بکریوں کی حفاظت کے لیے ہوں اور جب اس نے ان مصلحتوں کے بغیر کتے کو پالا تو اس کے نیک اعمال میں سے ہر روز دو قیراط اجر کم ہوتے رہیں گے۔ اور یہ سخت نقصان ہے، عقلمند مسلمان کو چاہیے کہ وہ بغیر کسی ضرورت کے کتوں کو نہ پالے۔ اور اس کے مقابلہ میں وہ حدیث ہے کہ جس نے نمازِ جنازہ پڑھی اور دفن تک ساتھ رہا تو اس کو دو قیراط اجر ملے گا اور ہر قیراط پہاڑ کے برابر ہے اور مقصود یہ ہے کہ کتوں کے پالنے سے احتراز اور اجتناب کیا جائے۔ سوائے شکاری کتوں کے یا مویشیوں کی حفاظت کے کتوں کے۔ (الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر والآلی بشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۹۰، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۵۴۸۱۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا إِلَّا كَلْبًا ضَارِيًا لِصَيْدٍ أَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے سالم سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے کتا رکھا سوا اس کتے کے جو شکار کرنے کے لیے ہو یا مویشیوں کی حفاظت کے لیے ہو تو اس کے اجر سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۸۱، ۵۴۸۲، صحیح مسلم: ۱۵۷۴، سنن ترمذی: ۱۴۸۷، سنن نسائی: ۴۲۸۷، مسند احمد: ۴۴۶۵، موطا امام مالک: ۱۸۰۸، سنن دارمی: ۲۰۰۴)

صحیح البخاری: ۵۴۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

یہ اس حدیث کی دوسری سند ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو المکی بن ابراہیم سے روایت کیا ہے۔ ان کا پورا نام ہے: مکی بن ابراہیم البلخی۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ مکہ مشرفہ کی طرف منسوب ہیں۔ اور واقع میں ایسا نہیں ہے بلکہ یہ ان کا علم ہے۔ یہ حنظلہ بن ابی سفیان الجمحی سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابو سفیان کا نام الاسود بن عبد الرحمٰن ہے۔ ان کی ایک سو اکیاون (۱۵۱ھ) میں وفات

Marfat.com

ہو گئی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں کلبِ ضار کا ذکر ہے۔اس ترکیب میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے جیسے شجرالاراك میں ہے۔

ایسے کتے کو رکھنے سے نیکیوں کے اجر میں کمی کی توجیہ

اس میں اختلاف ہے کہ جو کتا نہ شکار کے لیے ہو اور نہ مویشیوں کی حفاظت کے لیے ہو، اس کے رکھنے سے اجر میں کس وجہ سے کمی ہو گی؟

ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ فرشتے اس کے گھر میں داخل ہونے سے رک جاتے ہیں۔دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ کتا گزرنے والوں کو ایذاء پہنچاتا ہے۔تیسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اگر گھر والا غافل ہو تو وہ کتا برتن میں منہ ڈال دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۶۔۱۴۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۸۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ ضَارِيًا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا کتا رکھا جو نہ تو مویشیوں کی حفاظت کے لیے تھا نہ شکار کے لیے تھا تو اس کے عمل سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۸۱، ۵۴۸۲، صحیح مسلم: ۱۵۷۴، سنن ترمذی: ۱۴۸۷، سنن نسائی: ۴۲۸۷، مسند احمد: ۴۴۶۵، موطا امام مالک: ۱۸۰۸، سنن داری: ۲۰۰۴)

اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۸۰، ۵۴۸۱، ۵۴۸۲، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ کتوں کو رکھنا اور پالنا جائز نہیں ہے۔اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کتوں کے رکھنے اور پالنے سے ہر روز اس کے ثواب سے دو قیراط اجر کم ہو جائے گا۔اور یہ بھی حقیقت میں سزا ہے، کیونکہ سزا میں یا تو انسان کو درد اور تکلیف ہوتی ہے اور یا وہ ثواب سے محروم ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کتوں کو رکھنا اور پالنا حرام ہے۔اور اس سے ان لوگوں کی جہالت معلوم ہوتی ہے جو بلا ضرورت کتوں کے رکھنے اور پالنے میں کفار کی تقلید کرتے ہیں اور ان کے مذہب پر عمل کرتے ہیں۔اور یہ نہیں جانتے کہ کتا جو ہے تمام حیوانات میں سب سے زیادہ خبیث جانور ہے، کیونکہ اس کی نجاست سات دفعہ دھوئے بغیر پاک نہیں ہوتی جب کہ آٹھویں دفعہ مٹی سے صاف کیا جائے۔اور جب کہ کفار خود خبیث ہیں، اس لیے خبیث جانور کو رکھتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ۔ بری باتیں برے لوگوں کے لیے ہیں اور برے لوگ بری باتوں کے لیے ہیں۔ (النور:۲۶)

اس لیے ہم کہتے ہیں کہ جب ہم کو معلوم ہو کہ لوگوں میں سے کوئی شخص بغیر ضرورت کے کتا پالتا ہے یا رکھتا ہے تو ہم اس کو تنبیہ کریں کہ یہ فعل حرام ہے اور اس فعل سے اس کے اجر میں سے ہر روز دو قیراط کم ہو جائیں گے اور ایک سال کے اندر تین سو چون (۳۵۴) دن ہیں، تو ایک سال میں سات سو اسی (۷۸۰) قیراط کا اجر اس کے اجور میں سے کم ہو جائے گا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا قیراط کے متعلق، جب آپ نے یہ فرمایا: جو جنازے کے ساتھ گیا حتیٰ کہ اس پر نماز پڑھی گئی تو اس کو ایک قیراط اجر ملے گا اور جو جنازے کے ساتھ رہا یہاں تک کہ جنازہ کو دفن کیا گیا تو اس کو دو قیراط اجر ملیں گے، آپ سے پوچھا گیا کہ یہ دو قیراط کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: دو بڑے پہاڑ ہیں، ان میں سے چھوٹا پہاڑ احد پہاڑ جتنا ہے، تو ہر روز اس کے اجر میں سے دو بڑے پہاڑ جتنے اجر کم ہو جائیں گے اور یہ عظیم سزا ہے۔ العیاذ باللہ!

شیخ عثیمین کا اجر میں کمی کی صورت میں بھی قیراط کو بڑے پہاڑ پر محمول کرنا اور مصنف کا اس پر مواخذہ

میں کہتا ہوں: کہ دوسرے شارحین نے لکھا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کی نماز جنازہ پڑھے گا یا دفن تک جنازہ کے ساتھ رہے گا، تو اس کو ایک قیراط اجر ملے گا اور وہ قیراط بہت بڑے پہاڑ کے برابر ہیں، لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جب اس کے اجر میں ایک قیراط کی کمی ہوگی تو وہ بھی پہاڑ کے برابر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے کرم کا تقاضا یہ ہے کہ جب وہ ایک قیراط کے برابر اجر عطا فرمائے گا تو اس قیراط کی مقدار بڑے پہاڑ کی جتنی ہوگی، لیکن جب مسلمان کے اجر سے ایک قیراط کی کمی ہوگی تو اس وقت قیراط کا اپنا معروف وزن معتبر ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ (الانعام) جو شخص اللہ کے پاس ایک نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس جیسی دس نیکیوں کا اجر ہوگا، اور جو شخص ایک برائی لے کر آئے گا اس کو صرف ایک برائی کی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا O

اس لیے اجر میں اضافہ اور اجر میں کمی میں دونوں جگہ قیراط کا ایک معنی مراد نہیں ہے۔ اور شیخ عثیمین نے ظاہر الفاظ کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کے کرم کے تقاضے پر غور نہیں کیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

سوال: آیا مویشیوں کی حفاظت کے اوپر گھروں کی حفاظت کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے اور چوروں اور درندوں سے گھروں کو محفوظ رکھنے کے لیے گھروں میں کتوں کا رکھنا جائز ہے؟

الجواب: ہاں! یہ قیاس کیا جاسکتا ہے، کیونکہ جب شارع علیہ السلام نے کھیتوں کی حفاظت کے لیے کتوں کے رکھنے کو جائز قرار دیا ہے تو گھروں کی حفاظت کے لیے کتوں کو رکھنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا، کیونکہ گھروں میں عورتیں اور بچے ہوتے ہیں اور ان کی حفاظت کھیتوں کی حفاظت کرنے سے زیادہ اولیٰ ہے۔ علاوہ ازیں شکاری کتے میں حفاظت نہیں ہوتی لیکن شکاری کتے سے صرف حصول مصلحت موقوف ہے اور اس حصول مصلحت کی وجہ سے شارع علیہ السلام نے شکاری کتے کو رکھنا جائز قرار دیا ہے۔ تو گھروں میں جو عورتیں اور بچے ہیں، ان کو چوروں، ڈاکوؤں، دشمنوں اور درندوں سے محفوظ رکھنے کی مصلحت کی وجہ سے بھی کتوں کا رکھنا جائز ہوگا۔ (شرح

Marfat.com

صحیح البخاری ج ۵ ص ۷۷ ۲، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۸۰، ۵۴۸۱، ۵۴۸۲، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی التوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ضاریۃ کا لفظ ہے۔ یعنی کلب ضاریۃ، یہ عافیۃ کی طرح ہے اور یہ الضراوۃ سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی ہیں عادت، اور کلبُ ضاریۃ کا معنی ہے: جس کتے کو شکار کا عادی بنایا گیا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اس کے نیک اعمال سے ہر روز دو قیراط کم کر دیے جائیں گے''۔ ان قیراط کی مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور دو قیراط کا لفظ جو فرمایا ہے، یہ کتے پالنے سے متنفر کرنے کے لیے اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے لیے فرمایا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ہر روز'': یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ماضی میں ہر روز اور مستقبل میں ہر روز۔

علامہ کورانی فرماتے ہیں کہ ماضی میں ہر روز دو قیراط اجر کا کم ہونا ظاہر نہیں ہے۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۹ ص ۱۴۵، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۷۔ بَابٌ: إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ

اس کا بیان جب کتا شکار میں سے خود کھالے

وقوله تعالى: يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ۔ (المائدہ:۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) آپ سے پوچھتے ہیں: ان کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں، آپ کہیے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے شکاری جانور سدھا لیے ہیں۔ درآں حالیکہ تم ان کو شکار کا طریقہ سکھانے والے ہو۔

مُكَلِّبِيْنَ الصَّوَائِدُ وَالْكَوَاسِبُ اجْتَرَحُوا اكْتَسَبُوا۔

مکلبین کا معنی ہے شکار کرنے والے جانور اور شکار کو مارنے والے۔ اجترحوا کا معنی ہے: جنہوں نے زخمی کیا۔

تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ؗ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (المائدہ:۴)

تم انہیں اس طرح سکھاتے ہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے، سو اس (شکار) سے کھاؤ، جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لیے روک رکھیں، اور (شکار چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر بسم اللہ پڑھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ۝ (المائدہ:۴)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَقَدْ أَفْسَدَهُ إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک کتے کا کھانا شکار کو فاسد کر دیتا ہے، کیونکہ اس نے شکار کو خود اپنے لیے کیا ہے۔ اور

Marfat.com

وَاللّٰهُ يَقُولُ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَتُضْرَبُ وَتُعَلَّمُ حَتّٰى يَتْرُكَ
وَكَرِهَهُ ابْنُ عُمَرَ وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ شَرِبَ الدَّمَ وَلَمْ يَأْكُلْ فَكُلْ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تم ان کو شکار کا طریقہ سکھانے والے ہو، تم انہیں اس طرح سکھاتے ہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے''۔ پس کتے کو مارا جائے گا اور سدھایا جائے گا حتیٰ کہ وہ شکار کے کھانے کو ترک کر دے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور عطاء نے کہا کہ اگر کتا شکار کا خون پی لے اور خود نہ کھائے تو تم کھالو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

المائدہ: ۴ کے شانِ نزول میں احادیث اور آثار

المائدہ: ۴ کا شانِ نزول یہ ہے جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عدی بن حاتم طائی اور حضرت یزید بن المہلہل طائی رضی اللہ عنہما، ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا، پس کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام کر دیا ہے، تو ہمارے لیے مردار میں سے کیا چیز حلال ہے؟ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی ذبائح حلال ہیں جو طیبہ ہوں، یہ سعید بن جبیر کی تفسیر ہے۔ اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ جو بھی حلال رزق مسلمان پائیں، وہ ان کے لیے حلال ہے۔

المائدہ: ۴ کی تفسیر میں آثار اور فقہاءِ اسلام کے اقوال

نیز فرمایا: وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ: یعنی تم نے شکاری کتوں اور دیگر شکاری جانوروں کے ذریعہ جس شکار کو حاصل کیا ہے، وہ بھی تمہارے لیے حلال ہے، خواہ وہ شکار، شکاری کتے سے حاصل کیا گیا ہو یا تیندوے سے یا شکرے اور باز سے۔ یہ جمہور صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کا مذہب ہے۔

علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ: اس سے مراد وہ شکاری کتے ہیں جو سدھائے ہوئے ہوں اور باز ہے اور شکرہ ہے، جس کو شکار کرنا سکھایا ہوا ہو۔

اور امام ابن ابی حاتم نے از خیثمہ وطاؤس ومجاہد ومکحول ویحییٰ بن ابی کثیر روایت کی ہے کہ الْجَوَارِحِ سے مراد وہ شکاری کتے ہیں جنہیں شکار کرنے کی عادت ڈالی گئی ہو اور اسی طرح وہ شکرے اور باز ہیں، جنہیں شکار کرنے کی عادت ڈالی گئی ہو۔

مُكَلِّبِيْنَ: یہ مُكَلِّب کی جمع ہے اور اس سے مراد ہے: وہ شکاری جانور جن کو سدھایا گیا ہو۔

مُكَلِّبِيْنَ کے ماخذ اشتقاق میں علامہ عینی کا بعض شارحین سے اختلاف

بعض شارحین نے کہا ہے کہ ''مکلبین'' کا لفظ اس کلب سے ماخوذ نہیں ہے، جو حیوانِ معروف ہے، بلکہ یہ كَلَب (لام پر زبر) سے ماخوذ ہے، جس کا معنی حرص ہے۔

علامہ عینی اس کا رد فرماتے ہیں کہ اس قول کا کوئی قائل نہیں ہے، بلکہ علامہ زمخشری نے تصریح کی ہے کہ مکلبین کا اشتقاق

Marfat.com

کَلَّب سے ہے۔اور باب تفعیل کا خاصہ ہے تکثیر، یعنی اس کی بہت زیادہ تربیت کی گئی ہو اور اس کو شکار کرنے کا عادی بنایا گیا ہو۔

''الصواعد'' اور ''الکواسب'' کا معنی

امام بخاری نے ''الصواعد'' کا لفظ ذکر کیا ہے، یہ صاعد کی جمع ہے یعنی شکار کرنے والے جانور، اور ''الکواسب'' کا ذکر کیا ہے، یہ کاسبۃ کی جمع ہے، اور یہ الجوارح کی صفت ہے۔اور الصواعد اور الکواسب اور اس کے بعد جو ذکر ہے اجترحوا کا معنی ہے: اکتسبوا یہ آیت کریمہ میں سے نہیں ہے بلکہ جملہ معترضہ ہے۔

کتوں کو سدھانے کا طریقہ

اور کتوں کو سدھانے کی تفسیر یہ ہے کہ جب کتے کو چھوڑا جائے تو وہ چلا جائے اور جب اسے واپس بلایا جائے تو وہ آ جائے اور جب وہ شکار کرے تو اپنے مالک کے لیے شکار کرے، حتیٰ کہ مالک کے پاس شکار کو لے آئے اور اپنے لیے نہ رکھے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''شکاری کتے نے جو تمہارے لیے شکار کیا ہے، اسے کھالو اور اس پر اللہ کا نام پڑھو اور اللہ سے ڈرو''، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق کی شرح

اس کے بعد امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق ذکر کی ہے کہ جب کتے نے خود شکار سے کھالیا تو اس نے شکار کو فاسد کر دیا، کیونکہ اس نے اپنے لیے شکار کیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تم ان کو شکار کا طریقہ سکھانے والے ہو، تم انہیں اس طرح سکھاتے ہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے''۔پس شکاری کتے کو مارا جائے گا اور سکھایا جائے گا حتیٰ کہ وہ شکار کو ترک کردے اور خود نہ کھائے۔

اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شکار سے کھانے کو مکروہ قرار دیا، جس سے کتے نے خود کھایا ہو۔اس تعلیق کی وکیع بن الجراح نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

اور عطاء نے کہا: جب شکاری کتے نے خون پی لیا اور شکار کو کھایا نہیں، سو تم اس کو کھالو۔

اگر شکاری کتے نے شکاری جانور سے خود کھالیا تو اس شکار کو کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کی ہے از حفص بن غیاث از ابن جریج، اور حضرت عدی بن ابی حاتم سے ذکر کیا ہے کہ اگر اس نے شکار کا خون پی لیا تو تم اس کو نہ کھاؤ، کیونکہ وہ شکاری کتا سدھایا ہوا نہیں ہے، اور حسن بصری سے مروی ہے کہ اگر اس نے شکار کو کھالیا ہے تو تم کھالو، اور اگر اس نے شکار کا خون پی لیا ہے تو تم اس کو کھالو۔اور ابن حزم ظاہری کا یہ زعم ہے کہ شکاری کتے نے جب شکار کا خون پی لیا تو یہ مضر نہیں ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے جس کو اس نے قتل کیا ہو اور جب اس نے اس پر منہ مارا ہو تو اس کو حرام قرار نہیں دیا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: یہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔انہوں نے کہا: کہ جب شکاری کتے نے کھالیا تو جو اس نے کھایا ہے اس کو کھالیا جائے گا اور یہ امام مالک کا قول ہے۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سعید بن المسیب، سلیمان بن یسار، حسن بن ابی الحسن، محمد بن شہاب، ربیعہ اور لیث کا قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ نے کہا کہ اگر شکاری کتے نے شکار سے کھالیا تو اس کو نہیں کھایا جائے گا۔ اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہی جمہور کا قول ہے اور متقدمین اور متاخرین کا یہی مختار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۷-۱۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۸۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ بَيَانٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قُلْتُ إِنَّا قَوْمٌ نَصِيدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ فَقَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَإِنْ قَتَلْنَ إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى نَفْسِهِ وَإِنْ خَالَطَهَا كِلَابٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از بیان از الشعبی از حضرت عدی بن ابی حاتم رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، میں نے کہا: ہم ایسی قوم ہیں جو ان کتوں کے ساتھ شکار کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑو اور بسم اللہ پڑھو تو اس شکار کو کھالو جو ان کتوں نے تمہارے لیے کیا ہے، خواہ انہوں نے اس شکار کو مار ڈالا ہو، سوا اس کے کہ کتے نے خود کھایا ہو، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اس نے اس شکار کو اپنے لیے کیا ہے، اور اگر اس شکار میں دوسرے کتے بھی مل گئے ہیں، تو پھر تم اس کو نہ کھاؤ۔

صحیح البخاری: ۱۷۵، ۲۰۵۴، ۵۴۷۵، ۵۴۷۶، ۵۴۷۷، ۵۴۸۳، ۵۴۸۵، ۵۴۸۶، ۵۴۸۷، ۷۳۹۷، صحیح مسلم: ۱۹۲۹، سنن ترمذی: ۱۴۷۰، سنن نسائی: ۴۲۷۲، سنن ابوداؤد: ۲۸۵۴، سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۸، مسند احمد: ۱۸۲۷۱، سنن دارمی: ۲۰۰۲)

صحیح البخاری: ۵۴۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: ''اذا اکل الکلب'' یعنی جب شکاری کتا شکار سے کھالے۔ اور اس حدیث مذکور میں فرمایا ہے کہ جب شکاری کتا شکار سے کھالے تو پھر تم اس شکار کو نہ کھاؤ، کیونکہ اس کتے نے اپنے لیے شکار کیا ہے اور اس سے حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہوگئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں بیان کا ذکر ہے، یہ ابن بشر الاحمسی ہیں۔ اور اس حدیث میں الشعبی کا ذکر ہے، وہ عامر بن شراحیل ہیں

Marfat.com

یہ حدیث مختلف سندوں کے ساتھ گزر چکی ہے اور اس کی شرح کئی بار کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ارشاد ہے: ''جب تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑا'': اس ارشاد میں یہ بتایا ہے کہ اگر کتا از خود شکار پر جھپٹا ہو تو اس کا شکار نہیں کھایا جائے گا، جمہور کا یہی قول ہے مگر الاصم نے کہا ہے کہ وہ بھی مباح ہے۔ اور جب کسی شخص نے کتے کو غصب کیا اور اس سے شکار کیا، تو آیا یہ شکار مالک کے لیے ہوگا یا غاصب کے لیے؟ ایک قول یہ ہے کہ یہ شکار مالک کے لیے ہوگا، کیونکہ اس کے کتے نے شکار کیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ شکار غاصب کے لیے ہوگا، کیونکہ اب کتے کا وہ مالک ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۹۔ ۱۵۰، دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابُ: الصَّيْدِ إِذَا غَابَ عَنْهُ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً

جب شکار، شکاری سے دو یا تین دن غائب رہے، اس کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب شکار کیا ہوا جانور دو تین دن غائب رہے یعنی اس کو دو تین دن بعد ملے تو اس کا کیا حکم ہے؟

۵۴۸۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَسَمَّيْتَ فَأَمْسَكَ وَقَتَلَ فَكُلْ وَإِنْ أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ وَإِذَا خَالَطَ كِلَابًا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهَا فَأَمْسَكْنَ وَقَتَلْنَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَيُّهَا قَتَلَ وَإِنْ رَمَيْتَ الصَّيْدَ فَوَجَدْتَهُ بَعْدَ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ لَيْسَ بِهِ إِلَّا أَثَرُ سَهْمِكَ فَكُلْ وَإِنْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثابت بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از الشعبی از حضرت عدی بن ابی حاتم رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب تم نے اپنے کتے کو چھوڑا اور بسم اللہ پڑھی اور اس نے شکار کو روکے رکھا اور مار ڈالا تو تم اس کو کھالو اور اگر اس نے خود کھالیا تو پھر تم مت کھاؤ، کیونکہ اس نے اس شکار کو اپنے لیے کیا ہے، اور جب اس شکار کے ساتھ دوسرے جانور بھی مل جائیں اور اس پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اور انہوں نے اس شکار کو روک رکھا ہو اور پھر مار ڈالا ہو تو تم اس کو نہ کھاؤ، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کس نے اس شکار کو مار ڈالا ہے اور اگر تم نے تیر پھینکا اور تم کو ایک دن یا دو دن کے بعد وہ شکار ملا اور اس شکار میں صرف تمہارے تیر کا اثر تھا تو اس کو کھالو، اور اگر وہ شکاری جانور شکار کے وقت پانی میں گر گیا ہو تو اس کو نہ کھاؤ۔

صحیح البخاری: ۱۷۵، ۲۰۵۴، ۵۴۷۵، ۵۴۷۶، ۵۴۷۷، ۵۴۸۳، ۵۴۸۵، ۵۴۸۶، ۵۴۸۷، ۷۳۹۷، صحیح مسلم: ۱۹۲۹، سنن ترمذی: ۱۴۷۰، سنن نسائی: ۴۲۷۲، سنن ابوداؤد: ۲۸۵۴، سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۸، مسند احمد: ۱۸۱۷۷، سنن دارمی: ۲۰۰۲)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: ''جب شکار کیا ہوا جانور دو یا تین دن غائب رہے''۔ اور اس حدیث میں بھی ذکر ہے کہ جب تم نے شکار کو تیر مارا اور پھر وہ تم کو ایک یا دو دن بعد ملا تو اس طرح یہ حدیث باب کے مطابق ہے، لیکن اس باب کے بعد جو حدیث ہے، اس میں تین دن کا بھی ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ثابت بن یزید کا ذکر ہے، ثابت کا لفظ زائل کی ضد ہے اور یزید کا لفظ زیادۃ سے ماخوذ ہے، یہ الاحول البصری ہیں۔ اور اس حدیث میں عاصم کا ذکر ہے، یہ ابن سلیمان الاحول ہیں، اور شعبی کا ذکر ہے: یہ عامر بن شراحیل ہیں۔

حدیث مذکور سے مستنبط شدہ احکام

(۱) جب کسی شخص نے اپنے شکاری کتے کو چھوڑا اور بسم اللہ پڑھی اور شکاری کتے نے اپنے مالک کے لیے شکار کو رکھا یعنی خود نہیں کھایا تو اس شکار کو کھانا جائز ہے۔

(۲) اگر شکاری کتے نے شکار کردہ جانور سے خود بھی کھالیا ہے تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

(۳) جب اس شکاری کتے کے ساتھ دوسرے کتے بھی مل گئے جن پر بسم اللہ نہیں پڑھی گئی اور انہوں نے شکار کو روک رکھا اور مار ڈالا تو اس شکار کردہ جانور کو کھانا جائز نہیں ہے اور اس کی علت آپ نے یہ بیان فرمائی کہ تم نہیں جانتے کہ کون سے کتے نے اس جانور کو مارا ہے۔

اور التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے کہ حجاز اور عراق کے جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ جب تم نے اپنے کتے کو شکار پر چھوڑا اور اس کے ساتھ دوسرا کتا بھی پایا گیا اور یہ پتا نہیں چلا کہ ان میں سے کون سے کتے نے شکار کو پکڑا ہے تو یہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔ ائمہ اربعہ، عطاء اور ابو ثور کا یہی قول ہے۔

اور اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ جب تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑا اور اس کے ساتھ دوسرا کتا بھی مل گیا اور وہ بھی سدھایا ہوا ہے اور دونوں نے مل کر اس شکار کو مار ڈالا تو وہ حلال ہے۔ اور اگر ان میں سے کوئی کتا سدھایا ہوا نہ ہو اور پھر وہ دونوں مل کر مار ڈالیں تو اس کو نہیں کھایا جائے گا۔

اور علامہ قرطبی کی عبارت یہ ہے کہ جو کتا مل گیا ہے، وہ مجہول ہے اور کسی اور شکاری کی طرف سے چھوڑا گیا ہے اور وہ شکار پر اپنی طبیعت سے حملہ آور ہوا ہے۔ اور اس میں اس سے فرق نہیں پڑے گا کہ اس کو شکار پر دوسرے شکاری نے چھوڑا ہو، پھر دونوں کتے مشترک ہوں تو یہ شکار دونوں شکاریوں کے لیے ہے۔ اور اگر دو میں سے کسی ایک کتے نے پہلے اس کو مار ڈالا، پھر دوسرا آیا تو یہ پہلے کتے کا کیا ہوا شکار ہے۔

Marfat.com

(۴) جب شکار پر تیر مارا اور وہ شکار غائب ہو گیا، پھر ایک دن یا دو دن بعد ملا اور اس شکار میں صرف اسی شکاری کے تیر کا اثر تھا تو اس کو کھایا جائے گا، اور علماء کا اس میں اختلاف ہے۔

امام اوزاعی نے کہا: اگر اس نے اس کو اگلے دن مردہ پایا اور اس نے اپنا تیر یا اپنے کتے کا اثر پایا تو اس کو کھا لے اور یہ اشعب مالکی اور ابن ماجشون اور ابن عبد الحکیم کا قول ہے۔ اور امام مالک سے بھی ابن القصار نے روایت کی ہے۔

اور موطا امام مالک اور المدونہ میں امام مالک کا قول اس کے خلاف ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ اس شکار کردہ جانور کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جو گرنے کے بعد غائب رہا ہو، جب تم نے اس شکار کردہ جانور کے ساتھ اپنے کتے کا اثر پایا یا اس کے ساتھ تمہارا مارا ہوا تیر تھا جب تک کہ رات نہ گزری ہو، پس جب رات گزر جائے تو اب اس کو نہیں کھایا جائے گا۔ اور امام مالک سے یہ بھی منقول ہے کہ اگر اس کے ساتھ اس کا مارا ہوا تیر مل جائے پھر تو کھایا جائے گا اور اگر کتے کا اثر ملا ہے تو پھر نہیں کھایا جائے گا۔

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب اس سے شکار غائب ہو جائے اور کتا اس کے پیچھے ہو، پھر اس شکار کو مارا ہوا پایا اور کتا اس کے پاس تھا تو اس کا کھانا مکروہ ہے۔ اور امام شافعی نے یہ کہا کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے شکار کردہ جانور کو نہیں کھایا جائے گا جب کہ وہ اس سے غائب رہا ہو، کیونکہ یہ احتمال ہے کہ کسی اور نے اس کو قتل کر دیا ہو، اور علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کا کھانا حلال ہے۔

(۵) جب شکار کیا ہوا جانور پانی میں پایا جائے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پانی نے اس شکار کیے ہوئے جانور کو ہلاک کر دیا ہو۔ اور جب یہ ثابت ہو کہ تیر پانی میں گرنے سے پہلے اس کی ذبح کی جگہ سے پار ہو گیا تھا تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس کو کھایا جائے گا اور ابن وہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ اس کو کھانا مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۵۰۔۱۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۸۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب شکار کیا ہوا جانور ایک دن یا دو دن بعد ملے تو اس کو کھانے کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب شکار اپنے مالک سے غائب رہے، امام اوزاعی نے کہا: جب وہ دوسرے دن مردہ پایا گیا اور اس کے ساتھ مالک کا تیر پایا گیا یا اس کے کتے کا اثر پایا گیا تو وہ اس کو کھا لے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۳ ص ۱۹۵)

اشعب مالکی اور ابن الماجشون اور ابن عبد الحکیم اور اصبغ کا بھی یہی قول ہے، انہوں نے کہا کہ جب شکار کردہ جانور مر جائے اور اس کی ذبح کی جگہوں سے تیر پار نہ گزرا ہو اور اس میں شک نہ ہو تو وہ کھایا جائے گا۔ (الاستذکار ج ۱۵ ص ۲۷۵)

ابن القصار نے امام مالک سے بھی یہ روایت کی ہے اور معروف اس کے خلاف ہے۔ اصبغ مالکی نے کہا بخلاف کتے اور باز کے۔ الموطا اور المدونہ میں مذکور ہے کہ شکار کیے ہوئے جانور کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ وہ اپنے گرنے کی جگہ سے غائب رہا ہو۔ جب تم اس جانور پر اپنے کتے کے اثر کو پاؤ یا اس جانور میں تمہارا تیر ہو جب تک کہ رات نہ گزری ہو، پس جب رات گزر جائے تو نہیں کھایا جائے گا۔ اور امام مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے اور حضرت ابو ثعلبہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کیا ہے، جس میں مذکور ہے کہ تم اس شکار کردہ جانور کو تین دن تک بھی کھالو جب تک وہ بدبوار نہ ہو اور اس میں وا تیر سے مارے ہوئے جانور اور کتے سے مارے ہوئے جانور کو برابر قرار دیا ہے۔

اور امام مالک سے دوسری روایت یہ ہے کہ ان میں سے کسی چیز کو نہیں کھایا جائے گا، جب وہ تم سے غائب رہا ہو۔ اور ان سے یہ روایت بھی ہے کہ اگر تیر کے مارنے سے وہ مرا ہے تو کھالیا جائے گا اور اگر کتے کے شکار سے مرا ہے تو نہیں کھایا جائے گا۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام روحاء کے پاس سے گزرے، وہاں ایک وحشی جانور زخمی تھا جس میں تیر لگا ہوا تھا اور وہ مر چکا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو حتیٰ کہ اس کا مالک آجائے، تو حضرت البہزی آئے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ میرا تیر ہے، تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ اس شکار کیے ہوئے جانور کو اپنے رفقاء کے درمیان تقسیم کر دیں اور وہ سب محرم تھے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۷۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسے شکار کا پیچھا کیا جائے حتیٰ کہ وہ شکار مل جائے یا اس کو چھوڑ دیا جائے اور پھر بعد میں وہ مل جائے، اگر ایسا ہوتا تو شارع علیہ السلام اس کے متعلق دریافت کرتے۔ اور جب کہ آپ نے یہ فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو حتیٰ کہ اس کا مالک آجائے اور اس پر اضافہ نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ حکم اس میں مختلف نہیں ہوتا۔ اور اس میں امام مالک کے اس قول کی دلیل ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص شکار پر تیر مارتا ہے، پھر اپنے تیر کو اگلے دن پاتا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ تمہارے تیر نے اس کو قتل کیا ہے تو میں تمہیں اس کے کھانے کا حکم دوں گا لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ اس کو تمہارے تیر نے قتل کیا ہے یا کسی اور کے تیر نے قتل کیا ہے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو شکار کردہ جانور تم سے ایک رات غائب رہے اس کو نہ کھاؤ۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۴۵۹۔۴۶۰)

ابن قصار مالکی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک اس کا کھانا مکروہ ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنا تیر مارا اور وہ تم سے غائب رہا، پھر تم نے اس کو پالیا تو جب تک وہ بدبودار نہ ہو، اس کو تم کھالو۔ (صحیح مسلم: ۱۹۳۱، کتاب الصید والذبائح)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے: ''جب تک وہ بدبودار نہ ہو، اس کو تم کھالو''۔ اس کی تاویل میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ جب وہ بدبودار ہو جائے گا تو اس سے گھن آئے گی اور اس سے طبیعت متنفر ہوگی، پس اگر اس نے کھالیا تو جائز ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جانور کی بدبودار کھال کو کھایا گیا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۶۹) اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جب اس جانور سے بدبو آرہی ہو تو اس کو نہ کھایا جائے، کیونکہ اس میں ضرر کا خطرہ ہے۔ اور اس بناء پر اس کا کھانا حرام ہوگا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۳۰۷۔۳۰۳ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۴۸۵۔ وَقَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَدِيٍّ أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَرْمِي الصَّيْدَ فَيَقْتَفِرُ أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ ثُمَّ يَجِدُهُ مَيِّتًا وَفِيهِ سَهْمُهُ قَالَ يَأْكُلُ إِنْ شَاءَ۔

اور عبد الاعلیٰ نے کہا از داؤد از عامر از حضرت عدی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ شکار کو تیر مارتے ہیں، پھر اس کے اثر کو دو دن یا تین دن تلاش کرتے ہیں، پھر ان کو وہ شکار مردہ ملتا ہے اور اس میں ان کا تیر ہوتا ہے۔ آپ

Marfat.com

نے فرمایا: اگر وہ چاہے تو اس کو کھالے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۲۹، سنن ابوداؤد: ۲۸۵۳، مسند احمد: ۱۸۷۹)

صحیح البخاری: ۵۴۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر دو یا تین دن بعد شکار مردہ حالت میں ملے تو اس کو کھانے کا بیان

اس حدیث کی سند میں عبد الاعلیٰ کا ذکر ہے اور وہ ابن عبد الاعلیٰ السامی ہیں۔ ان سے داؤد بن ابی ہند از عامر الشعبی روایت کرتے ہیں۔

اس تعلیق کی امام ابوداؤد نے از حسین بن معاذ بن عبد الاعلیٰ سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

اس حدیث میں ''فیقتفی'' کا ذکر ہے۔ یعنی وہ شکاری اس شکار کا پیچھا کرتا ہے، اس کو ڈھونڈتا ہے اور دو دن یا تین دن تک اس کو وہ شکار نہیں ملتا اور امام مسلم نے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنا تیر مارا اور وہ تم سے غائب ہو گیا، پھر تم نے اس کو پالیا، سو تم اس کو کھالو جب تک کہ وہ شکار بدبودار نہ ہوا ہو۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ جس کو اس کا شکار تین دن کے بعد ملے تو اس کو کھالے اور اگر وہ بدبودار ہو گیا ہے تو اس کو چھوڑ دے۔ اور اس کی تاویل میں اختلاف ہے۔

پس بعض نے کہا کہ جب وہ مردہ شکار بدبودار ہو گیا ہو تو سلیم طبیعت اس سے متنفر ہوتی ہے لیکن اگر اس نے اس کو کھالیا تو جائز ہے، جیسا کہ بدبودار کھال کے متعلق آیا ہے اور بعض نے کہا کہ جب اس کے اس بدبودار مردہ شکار کے کھانے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو نہ کھائے اور اگر یہ اندیشہ قوی ہو تو پھر اس کا کھانا حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابٌ: إِذَا وَجَدَ مَعَ الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ — جب شکاری نے شکار کے ساتھ دوسرے کتے کو پایا، اس کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب شکاری نے کسی شکار پر اپنے کتے کو چھوڑا اور اس شکار کے ساتھ دوسرے کتے کو بھی پایا تو وہ کیا کرے؟ امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا، اور چونکہ حدیث میں اس کے حکم کا بیان ہے، انہوں نے اس پر اکتفاء کر لی۔

۵۴۸۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أُرْسِلُ كَلْبِي وَأُسَمِّي فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَسَمَّيْتَ فَأَخَذَ فَقَتَلَ فَأَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ قُلْتُ إِنِّي أُرْسِلُ كَلْبِي أَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی السفر از الشعبی از حضرت عدی بن ابی حاتم رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اپنا کتا شکار پر چھوڑتا ہوں اور بسم اللہ پڑھتا ہوں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنا کتا چھوڑا اور تم نے بسم اللہ پڑھی، پس

Marfat.com

أَخَذَهُ فَقَالَ لَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى غَيْرِهِ وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ إِذَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ وَإِذَا أَصَبْتَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَإِنَّهُ وَقِيذٌ فَلَا تَأْكُلْ۔

اس نے شکار کو پکڑ لیا اور مار ڈالا اور اس نے خود اس میں سے کھایا تو تم نہ کھاؤ، کیونکہ کتے نے وہ شکار اپنے لیے کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنا کتا بھیجتا ہوں اور شکار کے ساتھ دوسرے کتے کو بھی پاتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کس کتے نے اس شکار کو پکڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم اس کو نہ کھاؤ، کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اور تم نے دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی، اور میں نے آپ سے المعراض کے شکار کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جب شکار پر معراض کی دھار لگے تو اس کو کھالینا اور جب شکار پر معراض کی چوڑائی لگے اور وہ مرجائے تو پھر وہ موقوذہ ہے (یعنی چوٹ سے مرا ہے) پھر تم اس کو نہ کھاؤ۔

صحیح البخاری: ۱۷۵، ۲۰۵۴، ۵۴۷۵، ۵۴۷۶، ۵۴۷۷، ۵۴۸۳، ۵۴۸۵، ۵۴۸۶، ۵۴۸۷، ۷۳۹۷، صحیح مسلم: ۱۹۲۹، سنن ترمذی: ۱۴۷۰، سنن نسائی: ۴۲۷۲، سنن ابوداؤد: ۲۸۵۴، سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۸، مسند احمد: ۱۸۱۷۷، سنن دارمی: ۲۰۰۲)

صحیح البخاری: ۵۴۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث بعینہٖ وہی ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، اور یہ حدیث ''صید المعراض'' کے باب میں گزر چکی ہے، سوا اس کے کہ وہاں اس کی روایت سلیمان بن حرب از شعبہ سے تھی اور یہاں اس کی روایت آدم بن ابی ایاس از شعبہ سے ہے۔ اور اس اختلاف کی وجہ سے امام بخاری نے یہ دو حدیثیں الگ الگ ذکر کی ہیں، اور ہر ایک کا عنوان اس حدیث کے مطابق ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۸۶ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب ایک شکار پر کئی کتے پائے جائیں تو اس کو کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

حجاز اور عراق کے فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جب کسی شکاری نے اپنے کتے کو شکار پر چھوڑا اور اس کے ساتھ دوسرا کتا بھی پایا گیا اور یہ پتا نہیں چلا کہ کون سے کتے نے شکار کو پکڑا ہے تو وہ شکار نہیں کھایا جائے گا اور ان کی دلیل حضرت عدی بن ابی حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہے۔ اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے وہ عطاء ہیں اور ائمہ اربعہ اور ابو ثور ہیں اور شارع علیہ السلام نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ تم نے اپنے کتے کے اوپر اس کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی ہے اور تم نے دوسرے کے کتے کے اوپر بسم اللہ نہیں پڑھی، پس لائق ہے کہ جب کتے کو چھوڑا جائے تو اس کو اللہ کے لیے ذبح کرنے کی نیت کی جائے۔

اور امام اوزاعی یہ کہتے تھے کہ جب شکاری نے اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑا اور اس شکار کے اوپر دوسرا سدھایا ہوا کتا

Marfat.com

جھپٹ پڑا اور دونوں نے اس کو مار ڈالا تو وہ حلال ہے اور اگر دوسرا کتا سدھایا ہوا نہ ہو تو پھر نہیں کھایا جائے گا۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے نقل کیا ہے کہ جب اس نے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑا تو اس پر اجماع ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے اور اگر سدھایا ہوا کتا چل پڑا اور شکار پر جھپٹا اور اس کو پکڑ لیا اور اس کو کسی نے چھوڑا نہیں تھا تو اس کو کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کتے کو کسی نے چھوڑا نہیں اور نہ اس کے ذبح کی نیت کی ہے اور اس پر اجماع ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب کئی شکاریوں نے اپنے اپنے کتوں کو شکار پر چھوڑا اور ان میں سے ہر ایک نے بسم اللہ پڑھی، پھر وہ شکار مارا ہوا پایا گیا اور یہ پتا نہیں چلا کہ کس نے اس کو قتل کیا ہے تو ابو ثور یہ کہتے تھے کہ جب شکار ان کے درمیان مارا گیا ہو تو وہ کھایا جائے گا اور اس پر اجماع ہے۔ اور اگر ان کا اختلاف ہو جائے اور کئی کتے اس شکار کے ساتھ متعلق ہوں تو جو کتے کا مالک ہے وہ اس شکار کا حق دار ہے۔ اور اگر شکار مارا گیا ہو اور کتے ایک طرف ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی اور جس کے نام کا قرعہ نکل آئے گا اس کو شکار دیا جائے گا۔

اور حدیث میں اس پر تنبیہ ہے کہ اگر وہ شکار زندہ پایا جائے تو ذبح کرنے سے حلال ہو جائے گا اور اگر اس شکار کے پکڑنے میں کئی شکاریوں کے کتے مشترک ہوں تو اس سے ضرر نہیں ہوگا کیونکہ اب اعتماد اس کے زندہ حالت میں پائے جانے اور ذبح کرنے پر ہے نہ کہ کتے کے پکڑنے پر۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۷۶-۳۷۸، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۸۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت عدی بن ابی حاتم رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور باب اول میں اس کی بحث گزر چکی ہے۔

اور باب اول میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ کتے کے مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ جب شکار کے ہلاک کرنے میں دوسرا کتا بھی شریک ہو اور دوسری حدیث میں یوں ہے کہ جب شکار مارا ہوا ہو اور اس میں شکاری کے تیر کے علاوہ کوئی اور تیر ہو اور یہ پتا نہ چلے کہ یہ شکاری کے تیر سے مرا ہے یا کسی اور کے تیر سے مرا ہے تو اس تردد کی وجہ سے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ سو اسی طرح اس صورت میں بھی اس کا کھانا جائز نہیں ہوگا۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۶۱۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۶۴۱، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۸۶، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شکار پر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنے کی شرط

یہ احادیث جیسا کہ ہم پڑھ رہے ہیں ان سب میں یہ ذکر ہے کہ شکار پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو پڑھنا شرط ہے۔ اور شرط نہ سہواً ساقط ہوتی ہے نہ جہراً ساقط ہوتی ہے اور نہ عمداً ساقط ہوتی ہے۔ پس جب اس نے اپنا تیر مارا یا اپنے شکاری کتے کو چھوڑا اور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا بھول گیا اور شکار مر گیا تو وہ شکار حلال نہیں ہے، خواہ اس نے بھول کر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنے کو ترک کیا ہو لیکن وہ گناہ گار

Marfat.com

نہیں ہوگا کیونکہ اس نے بھول کر بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کو ترک کیا ہے، لیکن جب اس نے عمداً بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کو ترک کیا تو اس میں وہ گناہگار ہوگا، کیونکہ اس نے اس کام کو ترک کر دیا جس کا کرنا اس پر واجب تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس پر واجب کیا ہے کہ وہ شکار پر تیر مارتے وقت یا کتا چھوڑتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ پڑھے۔ پھر اس میں مال کو ضائع کرنا ہے اور وقت کو ضائع کرنا ہے اور عمل کو ضائع کرنا ہے۔ پس جس نے عمداً بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کو چھوڑ دیا، اگر اس کو علم تھا کہ وہ بِسْمِ اللّٰہِ نہیں پڑھ رہا اور اس کو یاد تھا کہ وہ بِسْمِ اللّٰہِ نہیں پڑھ رہا تو وہ گناہگار ہوگا اور شکار حلال نہیں ہوگا اور اگر اس نے جہالت کی وجہ سے بِسْمِ اللّٰہِ کے پڑھنے کو چھوڑا یا بھول کر بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کو چھوڑا تو وہ گناہگار نہیں ہوگا لیکن شکار حلال نہیں ہوگا، اور اس کی دو وجہیں ہیں:

(۱) قواعدِ شرعیہ سے معروف یہ ہے کہ شروط نسیان کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتیں اور یہ شرط ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (الانعام:۱۲۱) اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔

سو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس جانور کے کھانے سے منع کیا ہے کہ جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا اور یہ تفصیل نہیں کی کہ جس نے سہواً اللہ کا نام نہ لیا ہو۔

(میں کہتا ہوں: فقہاء احناف کے نزدیک جب کسی مسلمان نے جانور کو ذبح کیا اور وہ زبان سے بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو وہ جانور حلال ہے، کیونکہ مسلمان کے دل میں اللہ کا نام ہوتا ہے۔ سو اسی طرح اگر مسلمان نے کتے کو چھوڑا یا تیر مارا اور بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو وہ بھی حلال ہونا چاہیے اور اگر عمداً اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی تو پھر وہ حلال نہیں ہوگا جیسا کہ شیخ عثیمین نے کہا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

نیز شیخ عثیمین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کرنا۔ (البقرہ:۲۸۶)

اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی نے بھول کر بسم اللہ پڑھنے کو ترک کیا تو اس کا شکار جائز ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بھول سے کسی کام کے نہ کرنے پر گرفت کی نفی ہے اور گرفت کی نفی حکم کی نفی کو مستلزم نہیں ہے، سو اگر کسی نے بھول کر بسم اللہ نہیں پڑھی یا جہالت سے بسم اللہ نہیں پڑھی تو اس پر گناہ نہیں ہوگا، جیسے کسی انسان نے بھول کر بغیر وضو کے نماز پڑھ لی تو اس پر گناہ نہیں ہوگا لیکن اس کی نماز صحیح نہیں ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس نماز کو دہرائے، کیونکہ وضو کرنا نماز کی شرط ہے۔ اور امام احمد بن حنبل کے مذہب میں یہی مشہور ہے کہ شکار پر بسم اللہ کو پڑھنا شرط ہے اور اگر اس نے شکار پر بھولے سے بسم اللہ نہیں پڑھی یا سہواً نہیں پڑھی یا جہالت سے نہیں پڑھی یا عمداً نہیں پڑھی تو اس شکار کو کھانا جائز نہیں ہوگا۔ اور شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی مختار ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۳۱، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ ہے کہ شیخ عثیمین حنبلی نے جو لکھا ہے کہ اگر شکار پر بھولے سے بسم اللہ کو نہیں پڑھا تو اس شکار کا کھانا جائز نہیں ہے، یہ فقہاء حنبلیہ کا مذہب ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک اگر کسی مسلمان نے بھولے سے شکار پر بسم اللہ کو نہیں پڑھا تو وہ شکار جائز ہوگا، کیونکہ مسلمان کے دل میں بہر حال اللہ کا نام ہوتا ہے۔ ہاں اگر وہ عمداً بسم اللہ کے پڑھنے کو ترک کرے تو پھر اس شکار

Marfat.com

کو کھانا جائز نہیں ہوگا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

١٠- بَابُ: مَا جَاءَ فِي التَّصَيُّدِ — شکار میں مشغول ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

تصیُّد کا معنی ہے: تکلف سے شکار کرنا اور بہ طور پیشہ شکار میں مشغول ہونا، کیونکہ باب تفعّل کا خاصہ ہے: تکلف۔ اور بہ طور پیشہ کے شکار میں مشغول ہونا ممنوع نہیں ہے۔ ممنوع یہ ہے کہ کوئی انسان بہ طور لہو و لعب کے شکار کرے۔

(عمدۃ القاری ج ٢١ ص ١٥٢، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

یعنی اس کا مقصد شکار سے غذا حاصل کرنا نہ ہو بلکہ محض تفریح کے لیے اور دل لگی کے لیے اور مشغلہ کے طور پر شکار کرے تو یہ ممنوع ہے، کیونکہ اس طریقہ سے ایک جانور کی جان کو بغیر کسی مقصد کے ہلاک کرنا ہے اور اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے اور اپنے عمل کو ضائع کرنا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

٥٤٨٧- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنِي ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ بَيَانٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی الله عنه قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ إِنَّا قَوْمٌ نَتَصَيَّدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ فَقَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ وَإِنْ خَالَطَهَا كَلْبٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن فُضیل نے خبر دی از بیان از عامر از حضرت عدی بن ابی حاتم رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، پس میں نے کہا: ہم ایسی قوم ہیں جو ان کتوں کے ساتھ شکار کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑو اور تم بسم اللہ پڑھو تو اس کو کھا لو جو کتے نے تمہارے لیے شکار کیا ہے، سوا اس صورت کے کہ کتا اس شکار سے کھا لے، پھر تم اس کو نہ کھاؤ، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اس کتے نے اس شکار کو اپنے لیے کیا ہے اور اگر اس کے ساتھ دوسرا کتا بھی مل جائے تو پھر تم نہ کھاؤ۔

(صحیح البخاری: ١٧٥، ٢٠٥٤، ٥٤٧٥، ٥٤٧٦، ٥٤٧٧، ٥٤٨٣، ٥٤٨٥، ٥٤٨٦، ٥٤٨٧، ٧٣٩٧، صحیح مسلم: ١٩٢٩، سنن ترمذی: ١٤٧٠، سنن نسائی: ٤٢٧٢، سنن ابوداؤد: ٢٨٥٤، سنن ابن ماجہ: ٣٢٠٨، مسند احمد: ١٧٧٨١، سنن دارمی: ٢٠٠٢)

صحیح البخاری: ٥٤٨٧، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: "شکار میں مشغول ہونا" اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ہم ایسی قوم ہیں جو شکار کرتی ہے۔ یعنی ہم

Marfat.com

لوگ شکار میں مشغول رہتے ہیں۔اور اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، ان کا نام ہے محمد بن سلام، یہ الغسانی کا قول ہے۔اور ابن فضیل کا ذکر ہے، یہ محمد بن فضیل بن غزوان کوفی ہیں۔اور اس میں عامر کا ذکر ہے، یہ الشعبی ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ حدیث ''باب اذا اکل الکلب'' میں گزر چکی ہے۔(صحیح البخاری: ۵۴۸۳) اور وہاں اس کی شرح گزر چکی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن اور علامہ کورانی حنفی نے بھی اس حدیث کی شرح نہیں کی، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عدی بن ابی حاتم رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا کہ ہم ایسی قوم ہیں جو شکار کرتے ہیں تو امام بخاری نے اس کو اس پر محمول کیا کہ شکار کرنا عام ہے، غذا حاصل کرنے کے لیے شکار کیا جائے، یا ضرورت کی وجہ سے شکار کیا جائے یا بہ طور پیشہ شکار کیا جائے یا بہ طور تفریح اور مشغلہ کے شکار کیا جائے، پہلی دو صورتوں میں شکار کرنا جائز ہے اور تیسری صورت میں شکار کرنا ممنوع ہے۔(سعیدی غفرلہٗ)

۵۴۸۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ ح و حَدَّثَنِي أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ قَالَ سَمِعْتُ رَبِيعَةَ بْنَ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيَّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِذُ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ رضی الله عنه يَقُولُ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا بِأَرْضِ قَوْمٍ أَهْلِ الْكِتَابِ نَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ وَأَرْضِ صَيْدٍ أَصِيدُ بِقَوْسِي وَأَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ وَالَّذِي لَيْسَ مُعَلَّمًا فَأَخْبِرْنِي مَا الَّذِي يَحِلُّ لَنَا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكَ بِأَرْضِ قَوْمٍ أَهْلِ الْكِتَابِ تَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَ آنِيَتِهِمْ فَلَا تَأْكُلُوا فِيهَا وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَاغْسِلُوهَا ثُمَّ كُلُوا فِيهَا وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكَ بِأَرْضِ صَيْدٍ فَمَا صِدْتَ بِقَوْسِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ ثُمَّ كُلْ وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ ثُمَّ كُلْ وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ مُعَلَّمًا فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از حیوۃ بن شریح ح، اور مجھے احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلمہ بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ابن المبارک از حیوۃ بن شریح، انہوں نے کہا: کہ میں نے ربیعہ بن یزید الدمشقی سے سنا، انہوں نے کہا: مجھے ابو ادریس عائذ اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم اہل کتاب کے لوگوں کی زمین میں رہتے ہیں، ہم ان کے برتنوں میں کھاتے ہیں اور شکار کی زمین میں رہتے ہیں اور میں اپنے تیر کمان سے شکار کرتا ہوں اور میں اپنے سدھائے ہوئے کتے سے شکار کرتا ہوں اور جو سدھایا ہوا کتا نہ ہو، اس سے بھی شکار کرتا ہوں۔سو آپ مجھے خبر دیں کہ ان میں سے کون سی چیز ہمارے لیے حلال ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تم نے جو کہا ہے کہ تم اہل کتاب کے لوگوں کی زمین میں رہتے ہو اور تم ان کے برتنوں میں کھاتے ہو، تو اگر تم ان کے برتنوں کے علاوہ دوسرے برتن پاؤ تو تم ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور اگر تم دوسرے برتنوں کو نہ پاؤ تو ان برتنوں کو

Marfat.com

دھونے کے بعد ان برتنوں میں کھالو اور وہ جو تم نے ذکر کیا ہے کہ تم شکار کی سرزمین میں رہتے ہو، تو جو تم نے اپنے تیر کمان سے شکار کیا اور تیر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی تو پھر تم کھالو، اور جو تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا تو تم اس پر بسم اللہ پڑھو اور کھالو اور جو تم نے اس کتے سے شکار کیا جو سدھایا ہوا نہیں تھا، پھر تم نے اس شکار کو زندہ پالیا تو اس کو ذبح کر کے کھالو۔

(صحیح البخاری: ۵۴۸۸، ۵۴۹۶، صحیح مسلم: ۱۹۳۰، سنن ترمذی: ۱۴۶۴، سنن نسائی: ۴۲۶۶، سنن ابوداؤد: ۲۸۵۵، سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۷، مسند احمد: ۱۷۷۲۷، سنن داری: ۲۴۹۹)

صحیح البخاری: ۵۴۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث بھی عنقریب اس باب میں "ما اصاب المعراض بعرضہ" گزر چکی ہے۔ وہاں امام بخاری نے اس حدیث کی عبداللہ بن یزید سے روایت کی ہے اور یہاں اس حدیث کی دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔ ایک سند ہے از ابوعاصم الضحاک بن مخلد از نبیل از حیوۃ بن شریح بن ربیعہ۔۔۔الیٰ آخرہ۔ اور دوسری سند ہے از احمد بن ابی رجاء از سلمہ بن سلیمان مروزی۔ اور اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۸۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

صحیح البخاری: ۵۴۸۸ حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے اور ان کے والد کے نام میں بھی بہت اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام جُرہم ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام جرہوم بن ناشب ہے۔ اور تیسرا قول ہے کہ ان کا نام ناشم ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ ان کا نام ناشر ہے اور پانچواں قول یہ ہے کہ ان کا نام الاشر بن جرہم ہے اور چھٹا قول یہ ہے کہ ان کا نام حمیر ہے، ساتواں قول یہ ہے کہ ان کا نام جرثومہ بن ناشح ہے اور اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

امام ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت آئے جب آپ خیبر کی طرف جا رہے تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر میں حاضر ہوئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات آدمیوں کے وفد کے ساتھ جا رہے تھے تو سب حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے۔

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ شام میں ۷۵ھ میں فوت ہوئے تھے جب عبدالملک بن مروان کی خلافت کی

Marfat.com

ابتداء تھی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۴۱۶)

حافظ ابوعمر بن عبد البر مالکی وغیرہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ، ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، پھر وہ شام میں چلے گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئے۔ اور ابن الکلبی نے کہا ہے کہ انہوں نے بیعت رضوان کی اور اپنی قوم کی طرف پیغام بھیجا تو وہ بھی اسلام لے آئی۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۱۸۳)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۳۸۰۔۳۸۱، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے اور یہاں امام بخاری اس حدیث کو اس لیے لائے ہیں کہ اس میں شکار کرنے کی اجازت ہے اور شکار کے مباح ہونے کی دلیل ہے۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۹ ص ۱۴۹، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری ۵۴۸۸ کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ نے اہل کتاب کے برتنوں میں کھانے کے متعلق دریافت کیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کو دوسرے برتن مل جائیں تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ، اور اگر دوسرے برتن نہ ملیں تو ان کے برتنوں کو دھو کر ان میں کھا لو''۔

غیر مسلموں کے برتنوں کو استعمال کرنے کا بیان

ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ اہل کتاب کے برتنوں کو استعمال کرنا صرف دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

ایک یہ ہے کہ ان کے علاوہ دوسرے برتن نہ ملیں اور دوسری شرط یہ ہے کہ ان کو دھو کر استعمال کیا جائے۔

اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب دوسرا برتن نہ ملے تو ان کو دھو کر استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ ان کے برتن دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔ اور جب ان کے علاوہ دوسرے برتن میسر ہوں تو پھر ان کے برتنوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے، تاکہ اہل کتاب سے تنفر ہونے میں مبالغہ ہو۔

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ج ۱۲ ص ۲۸۳۔۲۸۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۴۸۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَوْا عَلَيْهَا حَتَّى لَغِبُوا فَسَعَيْتُ عَلَيْهَا حَتَّى أَخَذْتُهَا فَجِئْتُ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ فَبَعَثَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِوَرِكَيْهَا أَوْ فَخِذَيْهَا فَقَبِلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ، انہوں نے کہا: مجھے ہشام بن زید نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: ہم نے مر الظہران کے پاس ایک خرگوش کو برانگیختہ کیا، اور سب اس کے پیچھے دوڑے حتیٰ کہ تھک گئے، پھر میں اس کے پیچھے دوڑا حتیٰ کہ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ پس میں اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس

Marfat.com

لایا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے کولہوں یا اس کی رانوں کو بھیجا تو آپ نے قبول فرمالیا۔

(صحیح البخاری: ۲۵۷۲، ۵۴۸۹، ۵۵۳۵، صحیح مسلم: ۱۹۵۳، سنن ترمذی: ۱۷۸۹، سنن نسائی: ۴۳۱۲، سنن ابن ماجہ: ۳۲۴۳، مسند احمد: ۱۲۳۲۶، سنن دارمی: ۲۰۱۳)

صحیح البخاری: ۵۴۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''انفجنا'' اس کا معنی ہے: ہم نے اس خرگوش کو برانگیختہ کیا یا ابھارا۔

اور اس حدیث میں ''مَرُّ الظهران'' کا لفظ ہے، یہ مکہ کے قریب ایک جگہ ہے، اس جگہ کا پانی کڑوا ہے، اس لیے اس کو مُرّ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی لغبوا'': اس کا معنی ہے: حتیٰ کہ وہ تھک گئے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں اس خرگوش کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے شوہر ہیں اور ان کا نام حضرت زید بن سہل الانصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس شرح کا خلاصہ یہ ہے کہ شکار کی طلب میں بھاگنا مستحب ہے۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے احباب، اصحاب اور بزرگوں کی طرف تھوڑی مقدار میں ہدیہ پیش کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خرگوش کی رانیں بھیجی تھیں اور وہ مقدار میں بہت کم تھیں، نیز اس حدیث میں خرگوش کے کھانے کا ثبوت ہے۔ اس کے کھانے کے جواز پر ائمہ اربعہ متفق ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

موسیٰ بن طلحہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھنا ہوا خرگوش پیش کیا، آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم کھاؤ۔ اعرابی نے کہا: میں نے اس میں حیض کا خون دیکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ کچھ نہیں اور اعرابی سے فرمایا: تم کھاؤ۔ الحدیث

ہم اسی حدیث کے موافق کہتے ہیں کہ خرگوش کھایا جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کا ہدیہ قبول فرمایا اور اس میں سے کھایا اور اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم کو اس کے کھانے کا حکم دیا ہے۔ (المبسوط ج ۱۱ ص ۲۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۸۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابن ملقن نے اس حدیث کی شرح میں یہاں پر ''انفجنا اور لغبوا اور الورك اور فخذین'' کے معانی لکھے ہیں اور زیادہ تفصیل نہیں کی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۳۸۱-۳۸۲، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۵۴۹۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَأَى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَاسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ ثُمَّ سَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطًا فَأَبَوْا فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا فَأَخَذَهُ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبَى بَعْضُهُمْ فَلَمَّا أَدْرَكُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ سَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوهَا اللهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ از نافع مولیٰ ابی قتادہ از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حتیٰ کہ مکہ کے کسی راستہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ جو احرام باندھے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے اور حضرت ابوقتادہ احرام باندھے ہوئے نہیں تھے۔ انہوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا، وہ اپنے گھوڑے پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، پھر انہوں نے اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ وہ ان کو کوڑا اٹھا کر دے دیں تو انہوں نے انکار کیا، پھر کہا: اچھا ان کا نیزہ اٹھا کر دے دیں، انہوں نے اس کا انکار کیا، پھر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے خود نیزہ اٹھالیا، پھر جنگلی گدھے پر حملہ کیا اور اس کو مار ڈالا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے اس میں سے کھایا اور دوسرے بعض نے انکار کیا، پھر جب ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی تو انہوں نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا، تو آپ نے یہ فرمایا: یہ وہ کھانا ہے جو تم کو اللہ تعالیٰ نے کھلایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۲۵۷۰، ۲۸۵۴، ۲۹۱۴، ۴۱۴۹، ۵۴۰۶، ۵۴۰۷، ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، ۵۴۹۲، صحیح مسلم: ۱۱۹۶، سنن نسائی: ۲۸۲۴، مسند احمد: ۲۲۰۶۳، موطا امام مالک: ۷۸۶، سنن دارمی: ۱۸۲۶)

صحیح البخاری: ۵۴۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: "شکار میں مشغول ہونا" اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ جو غیر مُحرم تھے، وہ ایک سفر میں جنگلی گدھے کو دیکھ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس پر حملہ کیا اور اس کو شکار کرلیا، تو اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند میں مذکور بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، اور یہ ابنِ ابی اویس ہیں، ان کا نام عبد اللہ ہے اور یہ مالک بن انس کے بھانجے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالنضر کا ذکر ہے، یہ سالم مولیٰ عمر بن عبید اللہ بن معمر القرشی ہیں۔ اور حضرت ابوقتادہ الحارث

الانصاری کا ذکر ہے، یہ صحابی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۹۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ جب حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ غیر مُحرم تھے تو انہوں نے میقات سے تجاوز کیوں کیا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ غیر مُحرم تھے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے میقات سے کیسے تجاوز کیا جب کہ وہ غیر محرم تھے؟

اور علامہ ابوعبدالملک نے کہا: یہ عمرۃ الحدیبیہ کا واقعہ ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا تھا، اور حضرت ابو قتادہ اوران کے اصحاب کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ساحلِ سمندر کے راستہ سے جائیں احرام باندھنے سے پہلے، پھر حضرت ابوقتادہ کے اصحاب نے احرام باندھ لیا اور انہوں نے احرام نہیں باندھا حتیٰ کہ انہوں نے جنگلی گدھے کو دیکھا۔

شکار میں مُحرم کے لیے غیر محرم کی مدد کرنے کا عدم جواز

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت ابوقتادہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ وہ ان کو کوڑا اٹھا کر دیں تو انہوں نے انکار کیا"، اس سے معلوم ہوا کہ محرم غیر محرم کی شکار میں مدد نہیں کرسکتا۔

اور صحیح البخاری کی بعض روایات میں ہے: آپ نے صحابہ سے پوچھا: کیا تم نے اس جنگلی گدھے کی طرف اشارہ کیا تھا یا ان کی مدد کی تھی، تو صحابہ نے عرض کی: نہیں!

جب مُحرم کے لیے شکار نہ کیا گیا ہو تو پھر مُحرم کے لیے شکار کو کھانے کا جواز

ابن وہب نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص غیر محرم ہو وہ اپنے لیے کسی جانور کا شکار کرسکتا ہے اور محرم کے لیے نہ کرے اور تمام شہروں کے فقہاء کا یہی مذہب ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ محرم کے لیے شکار کو کھانا جائز نہیں ہے۔

امام مالک نے کہا: محرم شکار کو نہ کھائے، خواہ مُحرم نے اس کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو۔ اور عطاء، امام احمد بن حنبل، اسحاق اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ مُحرم کے لیے شکار کو کھانا جائز ہے جب کہ اس نے نہ شکار کی طرف اشارہ کیا ہو اور نہ اس کے لیے شکار کیا گیا ہو۔

بہ طورِ پیشہ اور کسبِ معاش کے لیے شکار کرنے کا جواز

اس پر اجماع ہے کہ بہ طورِ پیشہ اور بہ طورِ طلبِ معاش شکار کرنا جائز ہے اور امام مالک نے کہا: جو لذت کے لیے شکار کرتا ہو، اس کی شہادت جائز نہیں ہے اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنگل میں رہتا ہے، اس کا دل سخت ہوجاتا ہے اور جو شکار کا پیچھا کرتا ہے، اس کا دل غافل ہوجاتا ہے اور جو شیطان کی پیروی کرتا ہے، وہ فتنہ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ (سنن نسائی:

Marfat.com

۴۳۱۵ سنن ابوداؤد: ۲۸۵۹، سنن ترمذی: ۲۲۵۶)

مگر جو شخص لذت کے لیے شکار کرتا ہے اس میں غور کرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے فرائض کو ضائع کر دیتا ہے، اور جو نماز کے اوقات ہیں اور دیگر احکامِ شرعیہ ہیں ان کی رعایت نہیں کرتا تو یہ وہ چیز ہے جو اس کی شہادت کو ساقط کرتی ہے خواہ وہ شکار نہ کرتا ہو۔ اور اگر وہ ان میں سے کوئی چیز ظاہر نہ کرتا ہو تو پھر اس کی شہادت مسترد نہیں ہوگی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۳۸۰۔ ۳۸۴ ملخصاً وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۴۹۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، یہ حدیث بھی اسی کی مثل ہے، مگر اس میں یہ ارشاد ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کوئی چیز ہے؟

(صحیح البخاری: ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۲۵۷۰، ۲۸۵۴، ۲۹۱۴، ۴۱۴۹، ۵۴۰۶، ۵۴۰۷، ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، ۵۴۹۲، صحیح مسلم: ۱۱۹۶، سنن نسائی: ۲۸۲۴، مسند احمد: ۲۲۰۶۳، موطا امام مالک: ۷۸۶، سنن دارمی: ۱۸۲۶)

صحیح البخاری: ۵۴۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے، اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کتاب الحج میں چار مسلسل ابواب میں مختلف سندوں کے ساتھ گزر چکی ہے اور ان کے متون میں بھی کچھ اضافہ اور کچھ کمی ہے۔ البتہ زید بن اسلم کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کوئی چیز ہے؟

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۸۷، ۵۴۸۸، ۵۴۸۹، ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ شکار میں مشغول ہونا جائز ہے اور انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ شکار کو طلب کرے اور بہ طور لھو ولعب کے شکار نہ کرے لیکن شکار کو کھانے کے لیے شکار کرے یا اس کو فروخت کرنے کے لیے شکار کرے، رہا لھو ولعب کے لیے شکار کرنا تو یہ ممنوع ہے۔ اور بسا اوقات انسان سے اس پر مواخذہ ہوگا خاص طور پر جب اس سے یہ لازم آئے کہ وہ شکار کرنے کے سبب سے لوگوں کے کھیتوں کو خراب کرے اور ان کے باغوں میں داخل ہو یا ان کی املاک میں تصرف کرے۔

صحیح البخاری: ۵۴۸۹، میں یہ دلیل ہے کہ خرگوش حلال ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرگوش کے شکار پر برقرار رکھا اور آپ کے پاس جو خرگوش کا گوشت پیش کیا گیا تھا، آپ نے اس کو کھایا اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے اس میں یہ دلیل ہے کہ جب غیر محرم کسی شکار کو مار ڈالے تو جو اس کے احباب محرم ہوں، ان کے لیے اس کو کھانا جائز ہے، جب تک کہ

Marfat.com

اس نے ان کی وجہ سے شکار نہ کیا ہو، کیونکہ اس صورت میں اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے ایک جنگلی گدھے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شکار کیا تو آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا: ہم اس کو صرف اس لیے واپس کر رہے ہیں کہ ہم مُحرم ہیں۔

فائدہ: فقہاء کہتے ہیں کہ اگر شکاری پرندے شکار کیے ہوئے پرندے کو کھالیں تو کوئی حرج نہیں ہے مثلاً باز کبوتر کا شکار کرے اور اس کا کچھ حصہ کھالے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ شکاری پرندے کے لیے شکار کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ وہ خود اس میں سے کچھ نہ کھالے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۳۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۱۔ بَابُ: التَّصَيُّدِ عَلَى الْجِبَالِ پہاڑوں پر شکار کرنا

یعنی شکار کرنے کے لیے پہاڑوں پر چڑھ کر جانا جائز ہے۔ اس عنوان میں الجبال کا لفظ ہے، یہ الجبل کی جمع ہے اور جبل کا معنی پہاڑ ہے۔

۵۴۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ وَأَبِي صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَهُمْ مُحْرِمُونَ وَأَنَا رَجُلٌ حِلٌّ عَلَى فَرَسٍ وَكُنْتُ رَقَّاءً عَلَى الْجِبَالِ فَبَيْنَا أَنَا عَلَى ذَلِكَ إِذْ رَأَيْتُ النَّاسَ مُتَشَوِّفِينَ لِشَيْءٍ فَذَهَبْتُ أَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ حِمَارُ وَحْشٍ فَقُلْتُ لَهُمْ مَا هَذَا قَالُوا لَا نَدْرِي قُلْتُ هُوَ حِمَارٌ وَحْشِيٌّ فَقَالُوا هُوَ مَا رَأَيْتَ وَكُنْتُ نَسِيتُ سَوْطِي فَقُلْتُ لَهُمْ نَاوِلُونِي سَوْطِي فَقَالُوا لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ فَنَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُ ثُمَّ ضَرَبْتُ فِي أَثَرِهِ فَلَمْ يَكُنْ إِلَّا ذَاكَ حَتَّى عَقَرْتُهُ فَأَتَيْتُ إِلَيْهِمْ فَقُلْتُ لَهُمْ قُومُوا فَاحْتَمِلُوا قَالُوا لَا نَمَسُّهُ فَحَمَلْتُهُ حَتَّى جِئْتُهُمْ بِهِ فَأَبَى بَعْضُهُمْ وَأَكَلَ بَعْضُهُمْ فَقُلْتُ لَهُمْ أَنَا أَسْتَوْقِفُ لَكُمُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَدْرَكْتُهُ فَحَدَّثْتُهُ الْحَدِيثَ فَقَالَ لِي أَبَقِيَ مَعَكُمْ شَيْءٌ مِنْهُ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ كُلُوا فَهُوَ طُعْمٌ أَطْعَمَكُمُوهُ اللَّهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان الجعفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی کہ ان کو ابوالنضر نے حدیث بیان کی از نافع مولیٰ ابی قتادہ و ابوصالح مولیٰ التوأمۃ، انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے راستہ میں تھا، اور ہم احرام باندھے ہوئے تھے، اور میں ایسا مرد تھا جو غیر محرم تھا، میں اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور میں پہاڑوں پر چڑھنے کا بہت ماہر تھا۔ پس جب میں اسی حال پر تھا تو لوگ کسی چیز کی طرف چور نگاہوں سے دیکھ رہے تھے تو میں بھی دیکھنے لگا تو اچانک وہ ایک جنگلی گدھا تھا، میں نے ان سے کہا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم کو پتا نہیں، میں نے کہا: یہ تو جنگلی گدھا ہے، تو انہوں نے کہا: یہ تو وہی ہے جو تم نے دیکھا ہے اور میں اپنا کوڑا بھول گیا تھا، میں نے ان سے کہا: مجھے میرا کوڑا اٹھا دو تو انہوں نے کہا: ہم تمہاری اس پر مدد نہیں کریں گے۔ پس میں گھوڑے سے اترا اور میں نے کوڑا اٹھایا، پھر میں نے اس جنگلی گدھے کے پیچھے گھوڑا دوڑایا، پھر میں نے اس کو پالیا حتیٰ کہ میں نے اس کو ذبح کر دیا، پھر میں ان کے پاس آیا اور کہا: اٹھو اور اس جنگلی گدھے کو اٹھا

Marfat.com

کر لے آؤ، تو ان صحابہ نے کہا: ہم اس کو نہیں چھوئیں گے، پھر میں نے اس کو اٹھایا حتیٰ کہ ان کے پاس لے آیا، پھر بعض صحابہ نے اس کو کھانے سے انکار کیا اور بعض نے کھالیا، تو میں نے ان سے کہا: میں تمہارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کروں گا، سو میں نے آپ کو پالیا اور میں نے آپ کو یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ گوشت بچا ہوا ہے، میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: کھاؤ یہ وہ کھانا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۲۵۷۰، ۲۸۵۴، ۲۹۱۴، ۴۱۴۹، ۵۴۰۶، ۵۴۰۷، ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، ۵۴۹۲، صحیح مسلم: ۱۱۹۶، سنن نسائی: ۲۸۲۴، مسند احمد: ۲۲۰۶۳، موطا امام مالک: ۷۸۶، سنن دارمی: ۱۸۲۶)

صحیح البخاری: ۵۴۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت

اس حدیث میں مذکور ہے: ''میں پہاڑوں پر چڑھنے میں ماہر اور مشاق تھا''۔ اس کا معنی یہ ہے کہ میں پہاڑوں پر بہت زیادہ چڑھتا تھا، اور پہاڑوں پر چڑھنے اور اترنے میں مشقت اور تکلف ہے اور عنوان کا بھی یہی مقصد ہے کہ مشقت اور تکلف سے شکار کیا جائے۔ اور اس وقت مراد یہ تھی کہ انہوں نے پہاڑ کے اوپر سے شکار کیا ہے۔ اسی لیے کہا کہ میں پہاڑ سے اترا یا گھوڑے سے اترا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سلیمان کا ذکر ہے، یہ ابو سعید الجوفی الکوفی ہیں، جو مصر میں رہتے تھے اور یہ عبد اللہ بن وہب مصری سے روایت کرتے تھے۔ اور وہ عمرو بن حارث المصری سے روایت کرتے تھے۔ اور اس حدیث میں ابو النضر کا ذکر ہے، جو سالم ہیں اور وہ از نافع مولیٰ ابی قتادہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابو صالح نبہان کا ذکر ہے، جو توأمۃ کے مولیٰ ہیں۔

ابن التین نے حکایت کی ہے کہ توأمۃ، حطمہ کے وزن پر ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جب دو بچے ایک پیٹ سے پیدا ہوں تو ہر ایک کو توأمۃ کہا جاتا ہے۔

اور کہا جاتا ہے: یہ اس کا توأم ہے اور اس کی جمع تواأم ہے جیسے جعفر کی جمع جعافر ہے۔ اور اس حدیث میں جس توأمۃ کا ذکر ہے، وہ امیہ بن خلف الجمحی کی بیٹی ہیں۔ ان کو توأمۃ، اس لیے کہا گیا کہ یہ اپنی ماں کے پیٹ میں اپنی بہن کے ساتھ پیدا ہوئی تھیں یعنی جڑواں۔ اور ابو صالح نبہان جو توأمۃ کے مولیٰ ہیں، ان کی صحیح بخاری میں صرف یہی روایت ہے۔ اور نافع اور ابو صالح کا جو ذکر کیا گیا ہے، یہ دونوں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

اور یہ حدیث ابوصالح نبہان کی سند سے محفوظ ہے نہ کہ ان کے بیٹے صالح کی وجہ سے۔اور جس نے اس کے علاوہ گمان کیا، اس نے غلطی کی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ مُحرم تھے اور یہ بھی مذکور ہے کہ میں ایسا مرد تھا جو غیر مُحرم تھا، ان دونوں جملوں میں واؤ حالیہ ہے، یعنی اس حال میں میں غیر مُحرم تھا اور دیگر اصحاب مُحرم تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''متشوفین'': یہ لفظ تشوف سے بنا ہے، یعنی جب کوئی شخص کسی چیز کو چور نگاہوں سے دیکھے، یعنی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب دراز گوش کی طرف چور نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔یعنی کسی چیز کو کن اکھیوں سے دیکھنا تا کہ دوسرے کو پتا نہ چلے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فی اثرہ'': یعنی میں نے دراز گوش کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔اور اس حدیث میں مذکور ہے: ''عقرتہ'': یعنی میں نے اس جنگلی گدھے کو زخمی کر دیا۔اس حدیث میں مذکور ہے۔''فابی بعضھم'': یعنی بعض صحابہ کھانے سے رک گئے تو میں نے کہا: میں تمہارے لیے اس کا مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کروں گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۹۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شکار کے حصول کے لیے مشقت برداشت کرنے کا جواز

امام بخاری نے یہ تنبیہ کی ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنی سواری کو کسی غرض صحیح کی بناء پر مشقت میں ڈالنا جائز ہے اور وہ غرض یہاں پر شکار کرنا ہے، اور پہاڑ پر چڑھنا اور اترنا کسی مباح مقصد کے لیے جائز ہے اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جو گھوڑا یا نیزہ مار کر دراز گوش کو زخمی کیا، یہ کسی حیوان کو عذاب دینا نہیں ہے بلکہ اس کے گوشت کو حاصل کرنے کا طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے کھانے کے لیے جائز قرار دیا ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۳۸۶، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۱۲۔ بَابٌ: قَوْلُ اللهِ تعالیٰ: أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ (المائدہ: ۹۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے، تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے

صحیح البخاری باب: ۱۲ کی تعلیقات

وَقَالَ عُمَرُ صَيْدُهُ مَا اصْطِيدَ وَطَعَامُهُ مَا رَمَى بِهِ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الطَّافِي حَلَالٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَعَامُهُ

صحیح البخاری باب: ۱۲ کی تعلیقات کے تراجم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سمندر کا شکار وہ ہے جس کا کسی طریقہ سے شکار کیا جائے، اور سمندر کا طعام وہ ہے جس کو سمندر باہر پھینک

Marfat.com

مَيْتَتُهُ إِلَّا مَا قَذِرْتَ مِنْهَا وَالْجِرِّيُّ لَا تَأْكُلُهُ الْيَهُودُ وَنَحْنُ نَأْكُلُهُ وَقَالَ شُرَيْحٌ صَاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ كُلُّ شَيْءٍ فِي الْبَحْرِ مَذْبُوحٌ وَقَالَ عَطَاءٌ أَمَّا الطَّيْرُ فَأَرَى أَنْ يَذْبَحَهُ۔

دے۔اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: سمندر میں مرا ہوا جانور جو سطح آب پر آ کر تیرنے لگے وہ حلال ہے۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سمندر کا طعام سمندر کا مردار ہے، مگر جو خراب ہو کر بدبودار ہو گیا ہو۔اور بام مچھلی کو یہود نہیں کھاتے اور ہم اس کو کھاتے ہیں۔اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے کہا: سمندر میں (ہر مری ہوئی چیز) مذبوح ہے۔اور عطاء نے کہا: رہے سمندری پرندے تو میری رائے یہ ہے کہ ان کو ذبح کیا جائے۔

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ صَيْدُ الْأَنْهَارِ وَقِلَاتِ السَّيْلِ أَصَيْدُ بَحْرٍ هُوَ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ تَلَا:

اور ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: کہ دریاؤں کے شکار اور سیلاب کے گڑھوں کا شکار، کیا وہ بھی سمندری شکار کے مثل ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی:

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا (فاطر:۱۲)

''یہ بہت میٹھا ہے، اس کو پینا خوشگوار ہے اور یہ دوسرا نمکین سخت کھاری ہے اور تم ہر ایک سے تازہ گوشت کھاتے ہو'' (فاطر:۱۲)

وَرَكِبَ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى سَرْجٍ مِنْ جُلُودِ كِلَابِ الْمَاءِ

اور حضرت حسن علیہ السلام سمندری کتے سے بنی ہوئی کھال کی زین کے اوپر سوار ہوئے۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَوْ أَنَّ أَهْلِي أَكَلُوا الضَّفَادِعَ لَأَطْعَمْتُهُمْ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بِالسُّلَحْفَاةِ بَأْسًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُلْ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ نَصْرَانِيٍّ أَوْ يَهُودِيٍّ أَوْ مَجُوسِيٍّ وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فِي الْمُرِي ذَبَحَ الْخَمْرَ النِّينَانُ وَالشَّمْسُ۔

اور الشعبی نے کہا: اگر میرے گھر والے مینڈک کھائیں تو میں ان کو مینڈک کھلاؤں گا۔اور حسن بصری کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سمندر کے شکار سے کھاؤ خواہ نصرانی نے کیا ہو یا یہودی نے کیا ہو یا مجوسی نے کیا ہو، اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے شراب میں ڈوبی ہوئی مچھلی کے متعلق کہا: اس مچھلی کو شراب نے اور دھوپ نے ذبح کر دیا۔

تعلیقاتِ مذکورہ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ ان تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

سمندری جانور کا حلال ہونا

وقال عمر: صیدہ ما اصطید وطعامہ ما رمی به:

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ سمندر کا شکار وہ ہے جس کو کسی طریقہ سے سمندر سے شکار کیا جائے اور سمندر کا طعام وہ ہے جس کو سمندر نکال کر باہر پھینک دے۔

اس تعلیق کی امام عبد بن حُمید نے سندِ موصول کے ساتھ از عمر بن ابی سلمہ از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں بحرین میں آیا تو مجھ سے وہاں کے لوگوں نے سوال کیا کہ جس سمندری جانور کو سمندر نکال کر باہر پھینک دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو میں نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو کھائیں۔ پھر جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو میں نے اس قصہ کا ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کی:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ (المائدہ:۹۶) تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔

سمندر میں مرا ہوا جانور جو سطح آب پر آ کر تیرنے لگے، اس کے حرام ہونے کی تحقیق

وقال ابوبکر: الطافی حلال۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو سمندر میں مر جائے اور پانی کے اوپر ابھر آئے اور اس میں ڈوبے نہیں، وہ حلال ہے۔

اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے از وکیع از سفیان از عبد الملک بن ابی بشر از عکرمہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق شہادت دیتا ہوں کہ انہوں نے کہا: جو مری ہوئی مچھلی پانی پر ابھر آئے، وہ حلال ہے۔ اور امام طحاوی نے کتاب الصید میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جو اس کو کھانا چاہے اس کے لیے حلال ہے۔ اور ہمارے اصحابِ احناف نے کہا ہے: مری ہوئی مچھلی جو پانی پر ابھر آئے، اس کا کھانا مکروہ ہے۔ اور امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور غیر مقلدین نے کہا کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے کہ سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۳، سنن نسائی: ۵۹، سنن ترمذی: ۶۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۶)

فقہاءِ احناف یہ کہتے ہیں کہ اس مردار سے مراد مطلقاً مردار نہیں ہے بلکہ جو مچھلی مر کر سطح آب پر ابھر آئے، اس کے علاوہ سمندری جانور مراد ہیں اور ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

از یحییٰ بن سلیم از اسماعیل بن امیہ از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس جانور کو سمندر نے پھینک دیا یا جس جانور سے سمندر پیچھے ہٹ جائے، سو تم اس کو کھا لو اور جو جانور سمندر میں مر کر اوپر ابھر آئے، سو تم اس کو نہ کھاؤ"۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۱۵، سنن ابن ماجہ: ۳۲۴۷)

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یحییٰ بن سلیم کثیر الوہم اور بد حافظہ ہے۔ اور دوسروں نے اس حدیث کی موقوفاً روایت کی ہے۔ تو میں کہوں گا کہ یحییٰ بن سلیم سے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے، سو وہ ثقہ راوی ہیں۔ اور ابن القطان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یحییٰ ثقہ ہیں۔

اور اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اسماعیل بن امیہ متروک ہے، تو میں کہوں گا: اس طرح نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ اسماعیل بن امیہ، وہ ابو الصلت الزارع ہیں اور وہ متروک الحدیث ہے، لیکن یہ اسماعیل بن امیہ القرشی الاموی ہے، اور جس کا انہوں نے گمان کیا ہے، وہ ان کے طبقہ میں نہیں ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس حدیث کی الثوری اور ایوب اور حماد نے ابو الزبیر سے حضرت جابر پر موقوفاً

Marfat.com

روایت کی ہے اور سندِ ضعیف سے اس کی از ابن ابی الذئب از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے کہ جس مچھلی کا تم شکار کرو اور وہ زندہ ہو تو اس کو کھالو۔ اور جس کو تم مر کر اور پانی پر ابھرا ہوا پاؤ، اس کو نہ کھاؤ۔ اور امام ترمذی نے کہا: میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ حدیث محفوظ نہیں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف منقول ہے اور مجھے ابن ابی الذئب کی ابی الزبیر سے کسی روایت کا علم نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ رہا امام بخاری کا یہ کہنا کہ مجھے ابن ابی الذئب کی ابی الزبیر سے کسی روایت کا علم نہیں ہے، یہ ان کے مذہب کی بناء پر ہے، کیونکہ وہ حدیث معنعن میں ثبوتِ سماع کی شرط لگاتے ہیں اور امام مسلم نے اس شرط پر شدید انکار کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ من گھڑت قول ہے اور جس پر اتفاق ہے، وہ یہ ہے کہ حدیث متصل کے لیے راوی اور مروی عنہ کی ملاقات اور سماع کا امکان کافی ہے۔ اور ابن ابی الذئب نے بالاتفاق ابوالزبیر کا زمانہ پایا اور ان کا اس سے سماع ممکن ہے، لہٰذا یہ حدیث متصل ہے اور صحیح ہے۔

اور امام حاکم نے المستدرک میں سندِ صحیح کے ساتھ اور امام طحاوی نے احکام القرآن میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

از ربیع بن سلیمان المرادی از اسد بن موسیٰ از اسماعیل بن عیاش از عبدالعزیز بن عبداللہ از وہب بن کیسان ونعیم بن عبداللہ المجمر از جابر بن عبداللہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: آپ نے فرمایا: جس سے سمندر پیچھے ہٹ جائے، اس کو کھالو اور جس کو سمندر پھینک دے اس کو بھی کھالو، اور جس کو تم مرا ہوا اور پانی پر ابھرا ہوا پاؤ، اس کو نہ کھاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ۔ (المائدہ:٣) تم پر حرام کیا گیا ہے مردار۔

اس آیت سے مطلقاً مردار کو حرام کیا گیا ہے اور اس سے مچھلی مستثنیٰ ہے، سوا اس مچھلی کے جو مر کر پانی پر ابھر آئے، کیونکہ اس کی حلت میں اختلاف ہے۔ لہٰذا وہ مردار کے عموم میں داخل ہے۔ پس ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ جو مچھلی مر کر پانی پر ابھر آئے، اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگرچہ بعض دلائل کی وجہ سے ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے اس مردار مچھلی کے کھانے کو جائز کہا ہے، لیکن جب حلت اور حرمت دونوں کے دلائل موجود ہوں تو حرمت کے دلائل کو ترجیح دی جاتی ہے، لہٰذا راجح یہی ہے کہ مری ہوئی مچھلی جو پانی پر ابھر آئے، اس کا کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ سننِ ابوداؤد اور سننِ ابنِ ماجہ میں اس کے کھانے کی صریح ممانعت ہے اور اس حدیث پر جو امام بیہقی وغیرہ نے اعتراضات کیے ہیں، اس کے علامہ عینی قدس سرہٗ نے بہت کافی شافی جوابات لکھ دیے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

سمندری طعام کا بیان

وقال ابن عباس: طعامہ میتتہ الا ما قذرت منہا:

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سمندری طعام کے متعلق اس آیت سے استدلال کیا:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ (المائدہ:٩٦) تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔

یعنی سمندر میں مرا ہوا جانور حلال ہے، مگر جو مردار بدبودار ہو جائے اور اس سے گھن آئے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تعلیق کی امام طبری نے اپنی سندِ موصول کے ساتھ اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔

بام مچھلی کے کھانے کا جواز

والجری لاتاکله الیهود ونحن ناکله:

یعنی بام مچھلی کو یہود نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، جس کی امام ابن شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور امام ابن شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ الشوری نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بام مچھلی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کو صرف یہود حرام قرار دیتے ہیں اور ہم اس کو کھاتے ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا کہ بام مچھلی وہ ہے جس کا چھلکا نہیں ہوتا اور عطاء نے کہا: ہر موٹی مچھلی بام مچھلی ہے اور علامہ ابن التین نے کہا اس کو ''الجریث'' بھی کہا جاتا ہے۔ الازہری نے کہا: ''الجریث'' مچھلی کی ایک قسم ہے جو سانپ کے مشابہ ہوتی ہے اور اس کو ''مار ماھی'' بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں ''جریث'' سیاہ رنگ کی مچھلی ہوتی ہے اور مار ماھی فارسی کا لفظ ہے۔

سمندر کے ہر جانور کے مذبوح ہونے کا بیان

وقال شریح صاحب النبی ﷺ: کل شیء فی البحر مذبوح:

نبی ﷺ کے صحابی حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے کہا: سمندر میں ہر چیز مذبوح ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تعلیق زید اور ابن السکن اور جرجانی کی روایت میں ثابت نہیں ہے، یہ صرف اُصیلی کی روایت میں ثابت ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ شریح بن ہانی ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ ان کے علاوہ کوئی اور ہیں، کیونکہ شریح بن ہانی بن یزید بن کعب الحارثی جاہلی اسلامی ہیں، ان کی کنیت ابوالاسلام ہے اور ان کی کنیت ابوالمقدام ہے، اور وہ صحابی ہیں اور رہے ان کے بیٹے شریح، تو انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا اور انہوں نے نہ آپ سے سماع کیا اور نہ آپ سے ملاقات کی۔ اور جس شریح کا یہاں ذکر کیا گیا ہے، یہ وہی ہیں۔

حافظ ابوعمر نے کہا ہے کہ شریح صحابہ میں سے ایک مرد ہیں جو حجازی ہیں، ان سے ابوالزبیر اور عمرو بن دینار نے روایت کی ہے، اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: کہ ہر وہ چیز جو سمندر میں ہو، وہ مذبوح ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے سمندر کے ہر جانور کو تمہارے لیے سمندر میں ذبح کر دیا ہے۔ ابوالزبیر اور عمرو بن دینار نے کہا: اس شریح نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا تھا اور ابوحاتم نے کہا: کہ یہ صحابی ہیں۔ اور امام بخاری نے اس کا صرف اسی جگہ ذکر کیا ہے۔

تمام سمندری جانوروں سے متعلق فقہاءِ اسلام کے نظریات

میں کہتا ہوں کہ ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے اسی حدیث کی بناء پر سمندر کے تمام مردار جانوروں کو مذبوح اور حلال قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ نے سمندری جانوروں میں سے صرف مچھلی کو حلال قرار دیا ہے، کیونکہ سنن ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں اور دو خون حلال کیے گئے ہیں، رہے دو مردار تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور رہے دو خون تو وہ

جگر اور تلی ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۳۱۴، ۳۲۱۸، مسند احمد: ۵۷۲۷)

نیز امام ابوحنیفہ نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ (الاعراف: ۱۵۷) جو ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو حرام کرے گا۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ خبائث سے مراد ہے جس چیز سے کراہیت اور گھن آئے۔ اور مچھلی کے سوا باقی سمندری جانوروں سے کراہیت اور گھن آتی ہے، لہٰذا ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

سمندری پرندوں کو ذبح کرنے کا بیان

وقال عطا: اما الطیر فاری ان یذبحه:

یعنی عطاء بن ابی رباح نے کہا: اس تعلیق کا امام ابوعبداللہ بن مندہ نے کتاب الصحابہ میں حضرت شریح کی حدیث کے بعد ذکر کیا ہے از ابن جریج، انہوں نے کہا کہ میں نے اس کا عطاء سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ سمندری پرندوں کو ذبح کیا جائے۔

دریاؤں کی مچھلیوں کے شکار اور سیلاب کے پانی میں جمع شدہ مچھلیوں کے شکار کا بیان

وقال ابن جریج: قلت لعطا: صید الانهار وقلات السیل اصید بحر هو؟ قال نعم ۔۔۔ الی اخرہ

یعنی عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے ''قِلاۃ السیل'' کے بارے میں پوچھا: علامہ عینی لکھتے ہیں: اس سے انہوں نے ارادہ کیا ہے کہ سیلاب کا جو پانی بہہ کر کسی گڑھے یا تالاب میں جمع ہو جائے اور اس کے اندر مچھلیاں ہوں، اور اس تعلیق کی ابوقرۃ موسیٰ بن طارق سکسکی نے اپنی سنن میں از ابن جریج روایت کی ہے اور امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں از ابنِ جریج روایت کی ہے۔

سمندری کتوں کا بیان

ورکب الحسن علیه السلام علی سرج من جلود کلاب الماء:

یعنی حضرت حسن علیہ السلام سمندری کتوں کی کھال سے بنی ہوئی زین کے اوپر سوار ہوئے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حسن سے مراد حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حسن بصری ہیں اور بعض شارحین نے کہا ہے کہ پہلے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دوسری روایت میں ہے کہ حسن علیہ السلام سوار ہوئے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں اس میں بھی مناقشہ ہو سکتا ہے اور ''مِن جلود'' کا معنی یہ ہے کہ وہ زین سمندری کتے کی کھال سے بنائی ہوئی تھی۔

میں کہتا ہوں: اس تعلیق سے مقصود یہ ہے کہ سمندری کتا پاک ہے، کیونکہ اس کی کھال سے بنی ہوئی زین کے اوپر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سوار ہوئے۔

مینڈک کے حلال یا حرام ہونے کا بیان

وقال الشعبی: لو ان اهلی اکلوا الضفادع لاطعمتهم:

یعنی شعبی نے کہا کہ اگر میرے گھر والے مینڈکوں کو کھائیں تو میں ان کو کھلاؤں گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے مراد عامر بن شراحیل الشعبی ہیں اور ''ضفادع'' ضفدع کی جمع ہے۔ اور ایک قول ضُفدع ہے۔

جاحظ نے کہا: مینڈک چیختا نہیں ہے اور جب تک اس کے نچلے حصہ میں پانی داخل نہ ہو، وہ چیختا نہیں ہے اور یہ وہ حیوان ہے جو پانی میں زندہ رہتا ہے اور خشکی کے اندر انڈے دیتا ہے، یہ کچھوے کی مثل ہے۔

امام مالک کے مذہب میں مینڈک کے متعلق اختلاف ہے، ابن القاسم نے المدونہ میں امام مالک سے روایت کی ہے کہ مینڈک اور کیکڑے اور کچھوے کو بغیر ذبح کیے کھانا جائز ہے، اور ابن القاسم سے روایت ہے کہ جس کا ٹھکانا پانی کے اندر ہو، اس کو بغیر ذبح کے کھایا جائے گا اور جو خشکی کے اندر رہتا ہو اور اس کا ٹھکانا اور مستقر خشکی ہو تو وہ بغیر ذبح کے نہیں کھایا جائے گا۔ اور محمد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ ان جانوروں کو بغیر ذبح کے نہیں کھایا جائے گا۔ علامہ ابن التین نے کہا: امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

اس تعلیق میں جو شعبی کا قول ذکر کیا گیا ہے، وہ ابوسعید عثمان بن سعید دارمی کی درج ذیل روایت کے خلاف ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مینڈک کے متعلق سوال کیا گیا جس کو دواء میں ڈالا جاتا ہے تو آپ نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ابوسعید نے کہا: لہٰذا مینڈک کا کھانا مکروہ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کو قتل کیے بغیر اس کو کھانا ممکن نہیں ہے۔ اگر اس کو بغیر قتل کے کھایا تو وہ مردار ہے اور ابن حزم ظاہری نے کہا کہ مینڈک کا کھانا اصلاً حلال نہیں ہے۔

امام ابوداؤد نے کتاب الطب اور کتاب الادب میں اور امام نسائی نے کتاب الصید میں اپنی سندوں کے ساتھ از عبدالرحمٰن بن عثمان القرشی روایت کی ہے کہ ایک طبیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مینڈک کے متعلق سوال کیا جس کو دواء میں ڈالا جاتا ہے تو آپ نے اس کو قتل کرنے سے منع کیا۔

اس حدیث کی امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور امام ابوداؤد الطیالسی نے اپنی مسانید میں اور امام حاکم نے اپنی المستدرک کی کتاب الطب میں روایت کی ہے اور کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

امام بیہقی نے کہا کہ مینڈک کے متعلق جو احادیث مروی ہیں، ان میں یہی حدیث قوی ہے اور حافظ المنذری نے کہا ہے: اس میں مینڈک کے کھانے کے حرام ہونے پر دلیل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث صحیحہ کی بناء پر صحیح قول یہ ہے کہ مینڈک کا کھانا حرام ہے، خواہ وہ سمندری مینڈک ہو، برساتی مینڈک ہو یا خشکی کا مینڈک ہو۔ (سعیدی غفرلہٗ)

Marfat.com

کچھوے کے حلال یا حرام ہونے کا بیان

ولم یر الحسن بالسلحفاة بأسا:

حسن بصری کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام ابن شیبہ نے اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے کہ حسن بصری نے کہا کہ کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور یزید بن ابی زیاد نے جعفر سے روایت کی ہے کہ ان کے پاس کچھوا لایا گیا تو انہوں نے اس کو کھالیا۔ اور حجاج نے عطاء سے روایت کی ہے کہ کچھوے کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابن حزم ظاہری کا زعم یہ ہے کہ کچھوے کو بغیر ذبح کے کھانا حلال نہیں ہے اور اس کا کھانا حلال ہے خواہ وہ خشکی کا کچھوا ہو یا سمندری کچھوا ہو۔ اور عطاء بن ابی رباح سے بھی کچھوا کھانے کی اباحت منقول ہے۔ اور طاؤس، محمد بن علی اور فقہاء مدینہ سے منقول ہے کہ کچھوے کا کھانا مباح ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک مچھلی کے سوا تمام سمندری جانوروں کو کھانا مکروہِ تحریمی ہے جیسے کیکڑا یا کچھوا اور مینڈک اور سمندری خنزیر اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ (الاعراف: ۱۵۷) جو ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو حرام کرے گا۔

اور مچھلی کے سوا تمام سمندری جانور خبیث ہیں، یعنی ان سے گھن آتی ہے۔

غیر مسلموں کے سمندری شکار کا بیان

وقال ابن عباس: کل من صید البحر نصرانی او یهودی او مجوسی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سمندری شکار خواہ نصرانی کا کیا ہوا ہو یا یہودی کا یا مجوسی کا، اس کو کھالو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: صحیح البخاری کے قدیم نسخوں میں اسی طرح لکھا ہوا ہے اور بعض نسخوں میں اس طرح ہے کہ سمندری شکار کو کھالو خواہ اس کو نصرانی نے شکار کیا ہو یا یہودی نے یا مجوسی نے، اور جو صحیح بخاری کے قدیم نسخے ہیں، ان کو بھی اسی پر محمول کرنا چاہیے۔

امام بیہقی نے از سماک بن حرب از عکرمہ از حضرت عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ سمندر جس جانور کو پھینک دے یا جس جانور کا کوئی یہودی یا نصرانی یا مجوسی شکار کرے، اس کو کھالو۔

علامہ ابن التین نے کہا: اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر ان کے علاوہ کسی اور نے سمندری جانور کو شکار کیا تو اس کو نہیں کھایا جائے گا۔

شراب میں ڈوبی ہوئی مچھلی کا بیان

وقال ابوالدرداء فی المری ذبح الخمر النينان والشمس:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: شراب میں ڈوبی ہوئی مچھلی کو خمر نے اور دھوپ نے ذبح کر دیا۔

Marfat.com

حضرت ابوالدرداء کا نام ہے عُویمر بن مالک الانصاری الخزرجی۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ المُری یہ عربی لفظ نہیں ہے، یہ اس کے مشابہ ہے جس کو لوگ ''الکامخ'' کہتے ہیں۔ الجوہری نے کہا یہ مُرّی ہے اور یہ کڑواہٹ کی طرف منسوب ہے، اور عام لوگ اس کو تخفیف کے ساتھ مُری پڑھتے ہیں اور الحربی نے کہا ہے کہ مُری شام میں بنائی جاتی ہے، شراب میں نمک اور مچھلی ڈال دی جاتی ہے اور اس کو دھوپ میں رکھ دیا جاتا ہے، تو اس کا ذائقہ متغیر ہو جاتا ہے اور تلخ ہو جاتا ہے، وہ کہتے ہیں: جس طرح مردار اور خمر حرام ہیں اور ذبح سے مردار حلال ہو جاتا ہے، اسی طرح شراب نمک میں ڈال دی جائے تو شراب سرکہ ہو جاتی ہے اور پھر وہ حلال ہو جاتی ہے۔

''النِّینان'': یہ نون کی جمع ہے اور نون کا معنی ہے مچھلی اور ''نینان'' کا معنی ہے: مچھلیاں، اور حضرت ابودرداء کے کلام کا معنی یہ ہے کہ جو مچھلیاں شراب میں ڈوبی ہوئی تھیں، ان کو دھوپ نے پاک کر دیا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ خمر کا سرکہ بنانے کو جائز قرار دیتے تھے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ یعنی نمک اور دھوپ کی قوت خمر پر غالب آ گئی اور اس کو حلال کر دیا، گویا اس کو ذبح کر دیا، اس تعلیق میں ''نینان'' یعنی مچھلیوں کا ذکر ہے نمک کا ذکر نہیں ہے کیوں کہ مقصود نمک کے بغیر بھی حاصل ہو گیا۔

علامہ ابن ملقن نے التوضیح میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابودرداء اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہم) وغیرہم اور تابعین شراب میں ڈوبی ہوئی مچھلی کو کھاتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو بعینہٖ حرام قرار دیا ہے اور اس کے نشہ کو بھی حرام قرار دیا ہے اور جس مچھلی کو دھوپ نے اور نمک نے ذبح کر دیا، یعنی اس کا ذائقہ متغیر کر دیا تو ہم اس کو کھاتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۵۵۔۱۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۹۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رضي الله عنه يَقُولُ غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ وَأُمِّرَ أَبُو عُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوعًا شَدِيدًا فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا مَيِّتًا لَمْ يُرَ مِثْلُهُ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں: ہم جیش الخبط میں غزوہ کے لیے گئے، اور حضرت ابوعبیدہ کو اس لشکر کا امیر بنایا گیا تھا۔ ہم کو بہت سخت بھوک لگی تو سمندر نے ایک مردہ مچھلی پھینک دی، جس کی مثل کبھی دیکھی نہیں گئی تھی، اس مچھلی کا نام عنبر تھا (وہیل مچھلی)، ہم نے اس سے نصف ماہ تک کھایا، پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی کھڑی کر دی تو ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۸۳، ۲۹۸۳، ۴۳۶۰، ۴۳۶۱، ۴۳۶۲، ۵۴۹۳، ۵۴۹۴، صحیح مسلم: ۱۹۳۵، سنن ترمذی: ۲۴۷۵، سنن نسائی: ۴۳۵۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۹، مسند احمد: ۱۳۸۷۴، موطا امام مالک: ۱۷۳۰، سنن دارمی: ۲۰۱۲)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: ''سمندری شکار کا حلال ہونا'': اور اس حدیث میں بھی یہ ذکر کیا گیا ہے کہ سمندر نے ایک بہت بڑی وہیل مچھلی کو ساحل پر پھینک دیا، جس کو صحابہ پندرہ یا اٹھارہ دن تک کھاتے رہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں الجیش الخبط کا ذکر ہے، خبط سے مراد ایک درخت کے پتے ہیں جن کو اونٹ کھاتے ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ابوعبیدہ کا ذکر ہے، ان کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح ہے۔ یہ عشرۂ مبشرہ میں سے ایک ہیں یعنی جن دس صحابہ کو دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ اور اس میں مذکور ہے کہ حضرت ابوعبیدہ کو امیر بنایا گیا تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے امیر حضرت ابوعبیدہ تھے۔ اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۵۴۹۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ بَعَثَنَا النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثَ مِائَةِ رَاكِبٍ وَأَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ نَرْصُدُ عِيرًا لِقُرَيْشٍ فَأَصَابَنَا جُوعٌ شَدِيدٌ حَتَّى أَكَلْنَا الْخَبَطَ فَسُمِّيَ جَيْشَ الْخَبَطِ وَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا نِصْفَ شَهْرٍ وَادَّهَنَّا بِوَدَكِهِ حَتَّى صَلَحَتْ أَجْسَامُنَا قَالَ فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ ضِلَعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ وَكَانَ فِينَا رَجُلٌ فَلَمَّا اشْتَدَّ الْجُوعُ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَهَاهُ أَبُو عُبَيْدَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از عمرو، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا: ہمیں نبی ﷺ نے تین سو (۳۰۰) سواروں پر مشتمل لشکر میں بھیجا اور ہمارے امیر حضرت ابوعبیدہ تھے۔ ہم قریش کے لشکر کی گھات میں تھے، پھر ہم کو شدید بھوک لگی حتیٰ کہ ہم نے ایک درخت کے پتے کھائے جن کو خبط کہا جاتا ہے، سو اس لشکر کا نام جیش الخبط پڑ گیا اور سمندر نے ایک مچھلی پھینک دی جس کو عنبر کہا جاتا تھا، سو ہم اس کو نصف ماہ تک کھاتے رہے اور اس کی چربی کو اپنے جسم پر لگاتے رہے حتیٰ کہ ہمارے جسم تندرست ہو گئے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس مچھلی کی پسلیوں میں سے ایک پسلی اٹھا کر نصب کر دی تو ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا اور ہم میں ایک مرد تھا جب زیادہ بھوک لگتی تو وہ تین اونٹ ذبح کر دیتا، پھر دوبارہ تین اونٹ ذبح کر دیتا تو حضرت ابوعبیدہ نے اس کو اس سے منع کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۸۳، ۲۹۸۳، ۴۳۶۰، ۴۳۶۱، ۴۳۶۲، ۵۴۹۳، ۵۴۹۴، صحیح مسلم: ۱۹۳۵، سنن ترمذی: ۲۴۷۵، سنن نسائی: ۴۳۵۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۹، مسند احمد: ۱۳۸۷۴، موطا امام مالک: ۱۷۳۰، سنن دارمی: ۲۰۱۲)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۴۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث مذکور کی دوسری سند ہے جو عبداللہ بن محمد الجعفی سے مروی ہے، یہ المسندی کے نام سے معروف ہیں از سفیان بن عیینہ از عمرو بن دینار۔

نیز اس حدیث میں ''ودك'' کا ذکر ہے، اس سے مراد اس مچھلی کا تیل ہے۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے: ''ہم میں ایک مرد تھا، جب زیادہ بھوک لگتی تو وہ تین اونٹ ذبح کر دیتا'': اس مرد کا نام قیس بن سعد بن عبادہ الانصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۹۴، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سمندری مردہ مچھلی اور درخت کے پتوں کو کھانے کا جواز

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سمندری شکار کو کھانا جائز ہے، کیونکہ سمندر نے جس بڑی مچھلی کو پھینک دیا تھا، وہ مردہ تھی اور اس کو صحابہ پندرہ دن سے زائد تک کھاتے رہے۔ نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب انسان بھوکا ہو اور اس کو کھانے کو کچھ نہ ملے تو وہ درخت کے پتے بھی کھا سکتا ہے بشرطیکہ وہ درخت کے پتے زہریلے نہ ہوں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۷۲۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

سمندری شکار کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی الدمشقی الحنبلی المتوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے کہا: مینڈک کے سوا ہر سمندری شکار مباح ہے اور الشعبی نے کہا: اگر میرے گھر والے مینڈک کو کھائیں تو میں انہیں مینڈک کھلاؤں گا، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ سمندر میں جتنے بھی جانور ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے ذبح کر دیا ہے اور قرآن مجید میں بہ طورِ عموم فرمایا:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ (المائدہ: ۹۶) تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ سمندر کے تمام شکار حلال ہیں۔ اور عطاء اور عمرو بن دینار سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابنِ آدم کے لیے سمندر کی ہر چیز کو ذبح کر دیا، رہا مینڈک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

(سنن ترمذی: ۳۶۶۳، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۱، سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۳، سنن دارمی: ۱۹۹۸، مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مینڈک کا کھانا حرام ہے، رہا مگرمچھ تو امام احمد سے منقول ہے کہ یہ نہیں کھایا جائے گا اور امام

Marfat.com

اوزاعی سے منقول ہے کہ جسے بھوک لگے وہ اسے کھالے، اور ابن حامد نے کہا: مگر مچھ کو نہیں کھایا جائے گا اور نہ الکوسج کو۔ (الکوسج ایک قسم کی مچھلی ہے جس کی سونڈ آری کی طرح ہوتی ہے)، کیونکہ لوگ ان کو نہیں کھاتے۔

اور ابراہیم النخعی وغیرہ سے روایت ہے: انہوں نے کہا کہ سمندری درندے مکروہِ تحریمی ہیں جس طرح خشکی کے درندے مکروہ ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اور ابوعلی النجاد نے کہا: جس جانور کی نظیر خشکی میں حرام ہے، اس جانور کی نظیر سمندر میں بھی حرام ہے جیسے سمندری کتا، سمندری خنزیر اور سمندری انسان۔ اور یہی اللیث کا قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ مچھلی کے سوا اور کوئی سمندری جانور حلال نہیں ہے۔ اور امام مالک نے کہا: ہر سمندری جانور مباح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ (المائدہ:۹۶) تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۱۳ ص ۱۰۸، دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

(میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کے دلائل اس باب کی تعلیقات میں بیان کیے جا چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

۱۳- بَابُ: أَكْلِ الْجَرَادِ ٹڈی کو کھانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

ٹڈی کی تعریف اور ٹڈی کو کھانے کے متعلق مذاہبِ فقہاء

اس باب میں ٹڈی کے کھانے کے جواز کو بیان کیا گیا ہے، خواہ ٹڈی مذکر ہو یا مونث ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ ٹڈی کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہے جو ہوا میں اڑتی ہے، اس کو الفارس کہا جاتا ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جو کسی پر گر کر اس کو روند دیتی ہے اور اس کی چھ ٹانگیں ہوتی ہیں، جب فصلِ بہار ہوتی ہے اور ٹڈی انڈے دینا چاہتی ہے تو وہ جنگلوں میں اور چٹانوں میں سخت زمین کو ڈھونڈتی ہے اور وہاں انڈے دیتی ہے اور ان میں سے ہر ایک سو انڈے دیتی ہے اور وہ ہوا میں اڑتی ہے۔ اور یہ فصلوں کو کھا جاتی ہے اور ایک فصل کو کھانے کے بعد دوسری زمین کی طرف چلی جاتی ہے اور وہاں انڈے دیتی ہے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ٹڈی کو بغیر ذبح کے کھانا جائز ہے، مگر امام مالک کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ اس کو ذبح کرنا شرط ہے اور انہوں نے اور فقہاءِ مالکیہ کا ذبح کی صفت میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کا سر کاٹا جائے گا اور ابنِ وہب مالکی نے کہا: ٹڈی کو پکڑ لینا ہی اس کو ذبح کرنا ہے۔ اور امام مالک سے منقول ہے کہ جب ٹڈی کو زندہ پکڑ لیا اور اس کا سر کاٹا یا اس کو بھون لیا یا پکا لیا تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جس نے اس کو زندہ پکڑا اور ذبح کرنے سے غافل ہو گیا حتیٰ کہ وہ مر گئی تو پھر نہیں کھائی جائے گی۔

اور امام طحاوی نے کتاب الصید میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا آپ کے نزدیک ٹڈی مچھلی کے مثل ہے جس نے ٹڈی کو پکڑ لیا اس کو کھالے خواہ بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے، تو انہوں نے کہا: ہاں! اور امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ اگر مری

Marfat.com

ہوئی ٹڈی زمین پر پائی جائے تو انہوں نے کہا: اس کو کھانا بھی جائز ہے اور امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ اگر بارش سے ٹڈی مر جائے تو انہوں نے کہا: اس کو بھی کھانا جائز ہے، ٹڈی کسی چیز اور کسی وجہ سے بھی حرام نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہما قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ سِتًّا كُنَّا نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ قَالَ سُفْيَانُ وَأَبُو عَوَانَةَ وَإِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى سَبْعَ غَزَوَاتٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی یعفور، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سات یا چھ غزوات کیے، اور ہم آپ کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔ سفیان اور ابوعوانہ اور اسرائیل نے از ابو یعفور از ابن ابی اوفی سات غزوات کی روایت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۵۲، سنن ترمذی: ۱۸۲۲، سنن نسائی: ۴۳۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۸۱۲، مسند احمد: ۱۸۶۳۳، سنن دارمی: ۲۰۱۰)

صحیح البخاری: ۵۴۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: ''ٹڈی کھانا'' اور حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ چھ یا سات غزوات میں ٹڈی کھاتے تھے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید کا ذکر ہے، ان کا نام ہے ہشام بن عبد الملک الطیالسی اور ابو یعفور کا ذکر ہے، ان کا نام ہے وقدان اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام واقد ہے اور وقدان ان کا لقب ہے۔ امام مسلم نے کہا ہے کہ یہ اکبر ہیں اور ایک ابو یعفور اصغر ہیں، ان کا نام عبد الرحمن بن عبید ہے اور یہ دونوں ثقہ ہیں اور اہل کوفہ میں سے ہیں۔ اور صحیح بخاری میں اکبر کی صرف یہی حدیث ہے۔

اور ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابو یعفور اصغر نے صحابہ میں سے کسی سے سماع نہیں کیا اور ابو یعفور اکبر نے صحابہ کی ایک جماعت سے سماع کیا ہے، ان میں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، اور حضرت انس ہیں اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی ہیں۔ یہ ایک سو بیس ہجری (۱۲۰ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ اور حضرت ابو اوفی رضی اللہ عنہ کا نام علقمہ بن خالد اسلمی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ عینی فرماتے ہیں: غزوات کے عدد میں حدیث کے الفاظ مختلف ہیں۔ امام ترمذی نے اس طرح روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چھ غزوات کیے ہیں، ہم ٹڈی کھاتے تھے۔ اسی طرح سفیان بن عیینہ نے ابو یعفور سے روایت کی

Marfat.com

ہے اور چھ غزوات کا ذکر کیا ہے۔ اور سفیان ثوری نے اس حدیث کی ابو یعفور سے روایت کی ہے اور اس میں سات غزوات کا ذکر کیا ہے۔ اور شعبہ کی روایت میں غزوات کے عدد کا ذکر نہیں ہے اور صحیح بخاری میں اس کا بہ طور شک ذکر ہے اور اسی طرح سنن ابو داؤد کی روایت میں ہے اور سنن نسائی میں چھ غزوات کا ذکر ہے بغیر شک کے۔

یہ حدیث ٹڈی کھانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ فقہاء نے کہا ہے: ٹڈی کا کھانا بالا جماع حلال ہے اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ اندلس کی ٹڈیوں کو کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں ضرر محض ہے۔ اور فقہاء مالکیہ سے اس کے خلاف مشہور ہے اور ٹڈی کھانے کے جواز میں کئی احادیث ہیں۔

ٹڈی کھانے کے جواز کے متعلق احادیث

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں، مچھلی اور ٹڈی اور دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دو خون حلال کیے گئے ہیں، جگر اور تلی''۔

اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں اپنی سند کے ساتھ جابر الجعفی سے روایت کرتے ہیں اور وہ ضعیف ہے از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تو ہم نے ٹڈیوں کو پایا، سو ہم نے ان کو کھایا۔

امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج یا عمرہ کے سفر میں گئے، تو ہمارے سامنے ایک مرد آیا، اس کے ساتھ ٹڈیاں تھیں۔ ہم ان ٹڈیوں کو اپنے کوڑوں اور جوتوں سے مارتے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو کھاؤ، یہ سمندر کے شکار میں سے ہیں۔

ٹڈی کھانے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام الدارقطنی زینب بنت منجل سے روایت کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بچوں کو ٹڈیوں کے پکڑنے سے ڈانٹتے تھے اور بچے ان ٹڈیوں کو کھاتے تھے۔ ابو الحسن نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

امام ابو داؤد از سلیمان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈیوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: نہ میں اس کو حلال کرتا ہوں اور نہ میں اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔ امام ابو داؤد نے کہا: یہ روایت مرسل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۶۳۔ ۱۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۹۵، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث شریف اس پر دلالت کرتی ہے کہ ٹڈی کا کھانا جائز ہے اور مردار ٹڈی بھی کھائی جائے گی، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے: ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ مچھلی اور ٹڈی اور جگر اور تلی۔

اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ ٹڈی کا کھانا جائز ہے حتیٰ کہ علامہ نووی نے اس کے کھانے کے جواز پر اجماع کو نقل کیا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ کی موجودگی میں ٹڈی کھاتے تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹڈی کو نہیں کھایا اور آپ نے اس کو ناپسند کیا ہے جیسا کہ آپ نے گوہ کو ناپسند کیا تھا۔ اور امام ابوداؤد کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ میں اس کو حرام قرار دیتا ہوں اور یہ حدیث مرسل ہے۔ اور حدیث مرسل وہ ہوتی ہے جس کی روایت سے صحابی ساقط ہو۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی، ج ۵ ص ۱۹۲۔ ۱۹۳، المکتبۃ العصریہ ۱۴۳۲ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۹۵ کی شرح از علامہ القسطلانی

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام احمد سے روایت ہے کہ جب ٹڈی سردی سے مر جائے تو اس کو نہ کھایا جائے، اور امام مالک کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ٹڈی کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ حلال ہے ورنہ نہیں۔ اور امام بیہقی نے حضرت ابو اُمامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ حضرت مریم ابنۃ عمران نے اپنے رب سے دعا کی کہ ان کو ایسا گوشت کھلائے جس میں خون نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ٹڈی کھلائی، اور حلیۃ الاولیاء میں یزید بن میسرہ کے تذکرہ میں ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما الصلوٰۃ والسلام کا طعام ٹڈی تھی۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۲۹۵، ۲۹۶، دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۹۵، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ٹڈی کو کھانے کے لیے ذبح کرنے کی شرط نہیں ہے، کیونکہ ذبح کرنے سے مقصود خون کو بہانا ہوتا ہے اور ٹڈی میں خون نہیں ہوتا۔ اسی لیے اگر تم نے مردار ٹڈی کو پایا تو اس کو کھانا جائز ہے، اس کو کس طرح کھایا جائے؟ ہم کہتے ہیں کہ ان کو کچھ بھون لیا جائے یا ان کو سخت گرم پانی میں ڈال کر پکا لیا جائے اور ان کو برف میں نہ رکھا جائے، کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ برف سے ان کو تکلیف ہوتی ہے اور مرنے میں عذاب ہوتا ہے، لیکن گرم پانی میں یہ جلدی مر جاتی ہیں۔ اور ضروری یہ ہے کہ گرم پانی کھول رہا ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم کسی کو قتل کرو تو آسانی سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو آسانی سے ذبح کرو، تو ٹڈی کو ایک ہی مرتبہ قتل کر دینا اس کے لیے زیادہ رحم کا سبب ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کو برف میں رکھ کر مارا جائے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۳۷۔ ۲۳۸، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۴۔ بَابُ: آنِيَةِ الْمَجُوسِ وَالْمَيْتَةِ — مجوس کے برتنوں اور مردار کے کھانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں مجوس کے برتنوں میں کھانے پینے کے حکم کو بیان کیا گیا ہے، امام بخاری نے اسی طرح عنوان قائم کیا ہے اور اس باب کی حدیث میں مجوس کا ذکر نہیں ہے، اس میں اہلِ کتاب کا ذکر ہے۔ اس کی توجیہ میں کہا گیا ہے کہ شاید امام بخاری کی رائے یہ

Marfat.com

تھی کہ مجوس اہلِ کتاب سے ہیں اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ عنوان اس لیے قائم کیا کہ اہلِ کتاب اور مجوس دونوں کے برتنوں کو استعمال کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ یہ نجاسات سے اجتناب نہیں کرتے۔ اور علامہ کرمانی نے کہا: یہ دونوں اس میں برابر ہیں کہ یہ نجاسات سے پرہیز نہیں کرتے۔ تو قیاس سے ایک کا حکم دوسرے پر لگا دیا۔ اور اس کی توجیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض احادیث میں مجوس کا ذکر ہے۔

امام ترمذی نے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجوس کے برتنوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو دھو کر صاف کرلو اور ان میں کھانا پکالو اور امام بخاری کی عادت یہ ہے کہ وہ ایک عنوان قائم کرتے ہیں، پھر اس باب میں حدیث وارد کرتے ہیں جس سے اس کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا بِأَرْضِ أَهْلِ الْكِتَابِ فَنَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ وَبِأَرْضِ صَيْدٍ أَصِيدُ بِقَوْسِي وَأَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكَ بِأَرْضِ أَهْلِ كِتَابٍ فَلَا تَأْكُلُوا فِي آنِيَتِهِمْ إِلَّا أَنْ لَا تَجِدُوا بُدًّا فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا بُدًّا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكُمْ بِأَرْضِ صَيْدٍ فَمَا صِدْتَ بِقَوْسِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ وَكُلْ وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ وَكُلْ وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از حیوۃ بن شریح، انہوں نے کہا: مجھے ربیعہ بن یزید الدمشقی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوادریس الخولانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اہلِ کتاب کی سرزمین میں ہوتے ہیں، ہم ان کے برتنوں میں کھاتے ہیں اور ہم شکار کی سرزمین میں ہوتے ہیں، میں اپنے تیر کمان کے ساتھ شکار کرتا ہوں اور میں اپنے سدھائے ہوئے کتے کے ساتھ شکار کرتا ہوں اور اپنے اس کتے کے ساتھ شکار کرتا ہوں جو سدھایا ہوا نہیں ہوتا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہا یہ کہ تم نے ذکر کیا ہے کہ تم اہلِ کتاب کی سرزمین میں ہوتے ہو تو تم ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ، سوا اس کے کہ تمہارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو، پس اگر تمہارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو تو ان برتنوں کو دھولو اور ان میں کھاؤ، اور وہ جو تم نے ذکر کیا ہے کہ تم شکار کی سرزمین میں ہوتے ہو تو جو تم نے اپنے تیر کمان سے شکار کیا ہے تو اس پر بسم اللہ پڑھو اور کھالو اور وہ جو تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے کے شکار کا ذکر کیا ہے تو اس پر بھی بسم اللہ پڑھو اور کھالو اور وہ جو تم نے اپنے اس کتے سے شکار کیا جو سدھایا ہوا نہیں تھا تو اگر تم نے شکار کو زندہ پالیا تو اس کو ذبح کر کے اس کو کھالو۔

Marfat.com

(صحیح البخاری:۵۴۸۸،۵۴۹۶، صحیح مسلم:۱۹۳۰، سنن ترمذی:۱۴۶۴، سنن نسائی:۴۲۲۶، سنن ابوداؤد:۲۸۵۵، سنن ابن ماجہ:۳۲۰۷، مسند احمد: ۱۷۲۷۷، سنن دارمی:۲۴۹۹)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس میں ایک بحث یہ ہے کہ اس حدیث میں مجوس کا ذکر نہیں ہے اور باب میں مجوس کا ذکر ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ مجوس بھی اہلِ کتاب کی طرح ہیں جو نجاسات سے نہیں بچتے، دوسری بحث یہ ہے کہ حدیث کے عنوان میں مردار کا بھی ذکر ہے اور حدیث میں مردار کا ذکر نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب تم شکار پر تیر مارو تو بسم اللہ پڑھ کر تیر مارو، یعنی اگر بسم اللہ پڑھ کر تیر نہیں مارا تو پھر وہ مردار ہے۔

یہ حدیث عنقریب باب ''ماجاء فی التصید'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

۵۴۹۷۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ لَمَّا أَمْسَوْا يَوْمَ فَتَحُوا خَيْبَرَ أَوْقَدُوا النِّيرَانَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَامَ أَوْقَدْتُمْ هَذِهِ النِّيرَانَ قَالُوا لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ قَالَ أَهْرِيقُوا مَا فِيهَا وَاكْسِرُوا قُدُورَهَا فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ نُهَرِيقُ مَا فِيهَا وَنَغْسِلُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْ ذَاكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از سلمہ بن الاکوع، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ پر فتحِ خیبر کے دن شام ہوئی تو انہوں نے آگ جلائی، نبی ﷺ نے پوچھا: تم نے یہ آگ کس چیز پر جلائی ہے؟ تو انہوں نے کہا: پالتو گدھوں پر۔ آپ نے فرمایا: ان ہانڈیوں میں جو کھانا پکا ہوا ہے، اس کو پھینک دو اور ان ہانڈیوں کو توڑ دو، تو صحابہ میں سے ایک مرد کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: ہم اس میں جو سالن پکا ہوا ہے اس کو پھینک دیں اور ان ہانڈیوں کو دھو لیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: یا اس طرح کرلو۔

(صحیح البخاری:۲۴۷۷،۴۱۹۶،۵۴۹۷،۶۱۴۸،۶۳۳۱،۶۸۹۱، صحیح مسلم:۱۸۰۲، سنن ابن ماجہ:۳۱۹۵، مسند احمد:۱۶۰۷۸)

صحیح البخاری:۵۴۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب میں اس حدیث کو وارد کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ پالتو گدھے حرام ہیں، تو وہ مردار کی مثل ہو گئے، اور اس باب میں مردار کے کھانے کا بھی ذکر ہے، یعنی مردار کا کھانا جائز نہیں ہے، اس لیے جن ہانڈیوں میں پالتو گدھوں کا گوشت پکا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اس گوشت کو گرا دو اور ہانڈیوں کو دھو لو۔ اور جن ہانڈیوں میں پالتو گدھوں یعنی مردار کا گوشت پکا ہوا تھا ان کو دھونے کے بعد وہ قابلِ استعمال ہو گئیں تو اسی طرح مجوس کے برتن بھی دھونے کے بعد قابلِ استعمال ہوں گے۔ سو یہ بھی اس باب کے ساتھ مطابقت کی توجیہ ہے، کیونکہ مجوس کے ذبائح بھی مردار ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں فرمایا ہے: ''اهريقوا'': یہ اهرق يهرق کا باب ہے اور اس میں هاء زائد ہے۔ اصل میں اراق يريق ہے جس کے معنی گرانا اور بہانا ہیں۔

اس حدیث میں فرمایا ہے''او ذاك'': یعنی اس میں یہ اشارہ ہے کہ تمہیں اختیار ہے چاہو تو ہانڈیوں کو توڑ دو یا ان کو دھولو۔ علامہ نووی نے کہا ہے: آپ نے پہلے فرمایا تھا کہ ہانڈیوں کو توڑ دو، اور پھر فرمایا: چاہو تو ان کو دھولو۔ ہوسکتا ہے کہ پہلے آپ نے وحی سے فرمایا ہو کہ ہانڈیوں کو توڑ دو، پھر وحی نے اس حکم کو منسوخ کر دیا یا آپ نے اپنے اجتہاد سے فرمایا ہو کہ ان ہانڈیوں کو توڑ دو، پھر آپ کا اجتہاد متغیر ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۹۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور میں مردار کے ذکر کی توجیہ

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں ''والميتة'' کا بھی ذکر کیا ہے، اس سے ان کا مقصود اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ جب کہ خمر حرام ہے تو اس میں زکوٰۃ (ذبح سے حلال کرنا) موثر نہیں ہوتا، اسی طرح مردار میں بھی زکوٰۃ موثر نہیں ہوتی یعنی اس کو بھی ذبح کر کے حلال نہیں کیا جا سکتا، اور اس باب کی حدیث میں اہلِ کتاب کے برتنوں کا ذکر ہے، جن میں وہ شراب ڈال کر پیتے تھے اور ان کو استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ تو جس طرح خمر میں اس کو حلال کرنا موثر نہیں ہے اسی طرح مردار میں بھی اس کو حلال کرنا موثر نہیں ہے۔

اس سوال کا جواب کہ اس حدیث میں مجوس کا ذکر نہیں ہے، اہلِ کتاب کا ذکر ہے

شاید کہ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ مجوس بھی اہلِ کتاب میں سے ہیں، اور یہ بھی ہمارے اصحابِ شافعیہ کا ایک قول ہے اور مالکیہ کا بھی ایک قول ہے اور امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مجوس اہلِ کتاب نہیں ہیں۔

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں:

امام عبد بن حُمید نے اپنی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجوس کے پاس بھی کتاب تھی اور ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس سے جزیہ لیا اور جزیہ صرف کتابی سے لیا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ۝۲۹ (التوبہ)

ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر اور نہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی (تم ان سے قتال کرتے رہو) حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں O

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ جزیہ صرف اہلِ کتاب سے لیا جاتا ہے۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس سے جزیہ لیا تو معلوم ہوا

Marfat.com

کہ وہ بھی اہلِ کتاب کے حکم میں ہیں۔

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس باب کے عنوان میں مجوسیوں کے برتنوں کے ذکر کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اہلِ کتاب کے برتنوں کے استعمال کے متعلق سوال کیا تھا، کیونکہ وہ مردار اور خنزیر اور خمر سے احتراز نہیں کرتے اور حیوان کی گردن الگ کر دیتے ہیں اور وہ مردار ہے، تو اہلِ کتاب کا طعام بھی مجوس کے طعام کے مثل ہے۔

اس سوال کا جواب کہ اہل کتاب کے برتنوں میں کھانے کی ممانعت ہے حالانکہ ان کا طعام حلال ہے

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر یہ فرمایا کہ اہلِ کتاب کے برتنوں میں نہ کھاؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے طعام کو حلال کر دیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے طعام سے مراد ان کے ذبائح ہیں یا جن کے متعلق یہ معلوم ہو کہ ان کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنے برتنوں میں کوئی حرام چیز نہیں ڈالتے جیسے نصاریٰ اپنے برتنوں میں خنزیر کو ڈالتے ہیں، پس جب یہ معلوم ہو کہ ان کا طعام ان حرام چیزوں پر مشتمل نہیں ہے تو پھر ان کے برتنوں میں کھانا جائز ہے، کیونکہ ان کا ذبیحہ حلال ہے جب تک کہ ہم کو ان کی نجاست کا یقین نہ ہو جائے اور جس چیز کو مجوسی نے تیار کیا ہو اور اس کے حلال ہونے کا یقین ہو تو اس کے برتنوں میں بھی کھانا جائز ہے جیسا کہ ان کا بنایا ہوا پنیر، گھی یا مکھن وغیرہ۔ اور امام مالک کے مذہب میں تصریح ہے کہ مجوسی کا تیار کیا ہوا پنیر نہیں کھایا جائے گا۔

پالتو گدھوں کے حرام ہونے کی توجیہ

پالتو گدھوں کو اس لیے حرام قرار دیا گیا ہے کہ ان سے خمس نہیں نکالا جاتا یا اس لیے کہ اگر مسلمان ان کو ذبح کر کے کھاتے رہے تو مسلمانوں کے لیے سواریاں نہیں رہیں گی۔ اور یا اس لیے کہ یہ حکم تعبدی ہے۔ قرآن مجید میں جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ان کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (الانعام)

آپ کہیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کسی کھانے والے پر ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا، وہ مردار ہو یا بہا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ نجس ہے یا بہ طور نافرمانی کے اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، سو جو شخص مجبور ہو اور نہ وہ سرکشی کرنے والا ہو نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

میں کہتا ہوں: الانعام: ۱۴۵، میں جن کو حرام قرار دیا گیا ہے وہ حرام قطعی ہیں اور پالتو گدھا حرام ظنی ہے اور اس کی حرمت صرف اس حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہانڈیوں کو پلٹنے کا حکم دیا جن میں پالتو گدھے کا گوشت پکایا ہوا تھا۔ اور یہ اسی طرح حرام ہے جس طرح حدیث میں چیر پھاڑ کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن الملقن نے کہا ہے: امام مالک کے اس میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ پالتو گدھا حرام ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پالتو گدھا مکروہ ہے۔

Marfat.com

جن ہانڈیوں میں پالتو گدھوں کا گوشت پکا ہوا تھا، ان ہانڈیوں کو پلٹنے کے حکم کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا کہ ان ہانڈیوں کو پلٹ دو اور ان میں جو پکا ہوا پالتو گدھوں کا گوشت ہے اس کو گرا دو، اس میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی غلط کام کیا جائے تو اس پر ملامت کرنی چاہیے اور ادب سکھانا چاہیے تا کہ برائی جڑ سے ختم ہو جائے اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب الخمر کو حرام قرار دیا تو آپ نے ان مشکوں کو پھاڑنے کا حکم دیا جن میں خمر تھی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر ہم ہانڈیوں کو پلٹ دیں اور ان کو دھولیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تم اس طرح کر لو۔ کیونکہ جب آپ نے دیکھا کہ صحابہ نے آپ کے حکم کو تسلیم کر لیا اور آپ کے حکم کی اطاعت کر لی تو آپ نے ان سے سزا کو معاف کر دیا اور ہانڈیوں کے توڑنے کے حکم کو منسوخ کر دیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶، ص ۴۱۹۔ ۴۲۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۹۷، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور سے مسائل ثابتہ

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانا حرام ہے۔

(۲) اس حدیث میں تعزیر کے جواز کی دلیل ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا: ''ان ہانڈیوں کو توڑ دو'' یعنی جن ہانڈیوں میں حرام گوشت پکایا گیا ہے ان ہانڈیوں کو تعزیراً توڑنا جائز ہے۔

(۳) تعزیر میں تخفیف کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ پہلے آپ نے ان ہانڈیوں کو توڑنے کا حکم دیا اور بعد میں فرمایا کہ ان ہانڈیوں کو دھولیا جائے تو یہ بھی کافی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مال کو تلف کرنے کے ساتھ تعزیر دینا جائز ہے جیسا کہ مارنے اور قید کرنے کے ساتھ تعزیر جائز ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ تعزیر میں شفاعت کرنا بھی جائز ہے اور عدمِ شفاعت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جب ایک صحابی نے کہا: یا ہم اس کو دھولیں تو آپ نے فرمایا: یا اس کو دھولو، اور اگر یہ حکم بہ طورِ حد ہوتا تو اس میں شفاعت جائز نہ ہوتی۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما پر انکار کیا تھا جب انہوں نے بنو مخزوم کی ایک عورت کی شفاعت کی تھی جس نے چوری کی تھی اور کہا تھا کہ اس پر حد نہ لگائی جائے اور اس کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد میں شفاعت کر رہے ہو اور امام ابوداؤد نے سندِ حسن کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد میں جس کی شفاعت حائل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ میں غضب ناک ہوگا''۔

(۵) اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جب برتنوں میں سے کسی برتن میں کوئی نجس چیز ڈال دی جائے تو اس برتن کو دھویا جائے گا، امام بخاری نے اس سے مجوس کے برتنوں کے استعمال پر استدلال کیا ہے، کیونکہ مجوس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے تو جب وہ برتنوں میں کھانا پکائیں گے تو وہ برتن نجس ہو جائیں گے، کیونکہ ان کے ذبیحے مردار اور نجس ہیں اور جب ان کے ذبیحے مردار اور نجس ہیں تو جن

Marfat.com

برتن میں وہ اپنے ذبیحوں کو پکائیں گے تو واجب ہے کہ ان برتنوں کو پاک کرنے کے لیے ان کو دھویا جائے۔
(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۳۸۔۲۳۹، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۵۔ بَابُ: التَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ وَمَنْ تَرَكَ مُتَعَمِّدًا

ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا، اور جو عمداً بسم اللہ پڑھنے کو ترک کردے، اس کا بیان

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَنْ نَسِيَ فَلَا بَأْسَ۔ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ (الانعام: ۱۲۱)
وَالنَّاسِي لَا يُسَمَّى فَاسِقًا، وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: وَإِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰٓى أَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ (الانعام)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو بھول گیا تو کوئی حرج نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، بے شک اس کو کھانا گناہ ہے''۔
اور بھولنے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے''O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کا حکم بیان کیا گیا ہے جو عمداً ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنے کو ترک کردیں اور اکثرین کے نزدیک اس باب کا عنوان اسی طرح ہے۔ اور صحیح بخاری کے نسخوں میں ذبیحہ کی جگہ ذبائح کا لفظ ہے، اور یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری نے پہلے لکھا تھا: ''کتاب الصید والذبائح'' یا ''کتاب الذبائح'' اب بھی اگر ذبائح کا لفظ لکھیں تو یہ تکرار بلا فائدہ ہوگا۔ اور امام بخاری نے عمداً کی قید لگائی ہے، اس میں یہ اشارہ کیا کہ اگر کسی نے بھولے سے ذبیحہ پر بسم اللہ کو نہیں پڑھا تو یہ حلال ہونے سے مانع نہیں ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں اس آیت کو ذکر کیا ہے:
وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ (الانعام: ۱۲۱) اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، بے شک اس کو کھانا گناہ ہے۔

امام بخاری نے اس آیت کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ فقہاء احناف اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا شرط ہے، اگر کسی نے عمداً بسم اللہ کو ترک کیا تو اس ذبیحہ کو کھانا حلال نہیں ہوگا۔ اور اگر اس نے بھول کر بسم اللہ کو ترک کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اس کی دلیل امام بخاری نے یہ بیان کی کہ بھولنے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا، پھر امام بخاری نے دوسری آیت ذکر کی جس سے یہ آیت مکمل ہوتی ہے اور اس سے فقہاء شافعیہ کا استدلال قوی ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ ''مالم یذکر اسم

Marfat.com

اللہ علیہ'' یعنی جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو، یہ مردار سے کنایہ ہے یا جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو، وہ بھی مردار سے کنایہ ہے، اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا ہے ''یہ فسق ہے''۔ اور اس کی تاویل یہ ہے کہ جب ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے: پھر فرمایا وَاِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ یعنی شیاطین وسوسہ ڈالتے ہیں اپنے اولیاء کی طرف جو مشرکین ہیں تاکہ وہ تم سے یہ بحث کریں کہ تم اس کو نہیں کھاتے جس کو اللہ نے قتل کیا ہے۔ فقہاء شافعیہ نے کہا: اس سے ان کی تاویل راجح ہے جو اس پر مردار کا اطلاق کرتے ہیں جس کو اللہ کے نام پر ذبح نہیں کیا گیا۔

اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَلَا تَاۡکُلُوۡا (الانعام:۱۲۱) یہ نہی ہے، یعنی ممانعت ہے اور نہی مطلق تحریم کے لیے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا: ''اور یہ فسق ہے''۔ اور نہی کی تاکید حرف مِن کے ساتھ کی ہے کیونکہ حرف مِن نہی کے مقام پر مبالغہ کے لیے ہوتا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ہر جز حرام ہے اور ''وانہ لفسق'' میں ھاء ضمیر، یہ کھانے سے کنایہ ہے یہ یعنی حرام کا کھانا فسق ہے۔ اور اگر یہ مذبوح سے کنایہ ہو تو جس مذبوح کو فسق فرمایا ہے وہ بھی حرام ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: ''او فسقا اھل لغیر اللہ''۔

اور اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حرمت اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا، کیونکہ تحریم اس وصف کے ساتھ موصوف ہے اور یہی حرمت کی موجب ہے جیسا کہ مردار ہو یا موقوذہ ہو۔ اور اسی تقریر سے ان لوگوں کا فساد ظاہر ہو گیا جنہوں نے اس آیت کو مردار پر اور ذبائح مشرکین پر محمول کیا ہے، کیونکہ حرمت وہاں پر اس وجہ سے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا، حتیٰ کہ مردار کے اوپر یا ذبائح مشرکین کے اوپر اللہ کا نام ذکر کیا جائے، پھر بھی وہ حلال نہیں ہوں گے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ قرآن مجید کی یہ نص مجمل ہے، کیونکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ جس نے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا یا جس نے پکانے کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا یا جس نے کھانے کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا تو اس سے یہ استدلال صحیح نہیں ہوگا کہ جس نے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا۔

میں کہتا ہوں: حالتِ ذبح کے سوا کوئی اور حالت یہاں پر بالا جماع مراد نہیں ہے اور سلف صالحین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کو نہ کھاؤ اور اس سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا یہ آیت مجمل نہیں ہے اور ہم نے اس مقام کو زیادہ تفصیل کے ساتھ اپنی شرح البنایہ فی شرح الہدایہ میں لکھا ہے، سو جو تحقیق کا ارادہ کرے، وہ وہاں رجوع کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۹۸۔ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ فَأَصَبْنَا إِبِلًا وَغَنَمًا وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي أُخْرَيَاتِ النَّاسِ فَعَجِلُوا فَنَصَبُوا الْقُدُورَ فَدُفِعَ إِلَيْهِمُ النَّبِيُّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از سعید بن مسروق از عبایہ بن رفاعہ بن رافع از جد خود حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ذوالحلیفہ میں تھے، سو لوگوں کو بھوک لگی اور ہم کو مال غنیمت میں اونٹ اور بکریاں ملی تھیں اور نبی ﷺ لوگوں

ﷺ فَأَمَرَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللَّهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا نَدَّ عَلَيْكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا قَالَ وَقَالَ جَدِّي إِنَّا لَنَرْجُو أَوْ نَخَافُ أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ فَقَالَ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلْ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْهُ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ۔

کے پیچھے تھے، سو لوگوں نے (بھوک کی شدت سے) جلدی کی اور ہانڈیاں چڑھا دیں، پھر نبی ﷺ پہنچ گئے۔ آپ نے حکم دیا کہ ہانڈیوں کو الٹ دیا جائے، سو ہانڈیاں الٹ دی گئیں۔ پھر آپ نے مالِ غنیمت کو تقسیم کیا اور آپ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا، ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا اور لوگوں کے پاس گھوڑے کم تھے، وہ اس اونٹ کے پیچھے دوڑے۔ اس اونٹ نے ان کو تھکا دیا۔ پھر ایک مرد نے اپنے تیر کے ساتھ قصد کیا اور اس کو تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس اونٹ کو روک دیا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ان جانوروں میں وحشت ہوتی ہے جیسے وحشی جانور ہوتے ہیں۔ پس جو جانور تم سے بھاگ جائے اس کے ساتھ اسی طرح سے کرو، اور میرے دادا (حضرت رافع بن خدیج) نے کہا: ہم کو یہ توقع تھی یا ہم کو یہ خوف تھا کہ کل ہم دشمن سے مقابلہ کریں گے اور ہمارے پاس چھری نہیں ہو گی تو کیا ہم سرکنڈے (دھار والی لکڑی) سے ذبح کر لیں؟ تو آپ نے فرمایا: جو چیز بھی خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام ذکر کیا جائے سو اس کو کھا لو اور وہ چیز دانت یا ناخن نہ ہو۔ اور میں تم کو عنقریب اس کی خبر دوں گا۔ رہا دانت تو وہ ہڈی ہے اور رہا ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۸۸، ۲۵۰۷، ۳۰۷۵، ۵۴۹۸، ۵۵۰۳، ۵۵۰۶، ۵۵۰۹، ۵۵۴۳، ۵۵۴۴، صحیح مسلم: ۱۹۶۸، سنن ترمذی: ۱۴۹۱، سنن نسائی: ۴۴۱۰، سنن ابوداؤد: ۲۸۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۳، مسند احمد: ۱۶۸۱۲، سنن دارمی: ۱۹۷۷)

صحیح البخاری: ۵۴۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: ''ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا''۔ اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ جو چیز خون کو بہائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے، اس کو کھا لو۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن اسماعیل کا ذکر ہے، یہ ابو سلمہ البصری ہیں جن کو التبوذکی کہا جاتا ہے۔ اور ابو عوانہ کا ذکر ہے یہ

الوضاح الیشکری ہیں اور سعید بن مسروق کا ذکر ہے، یہ سفیان ثوری کے والد ہیں۔اور عبایۃ کا ذکر ہے، یہ ابن رفاعہ ہیں۔اور حضرت رافع بن خدیج کا ذکر ہے، رافع خافض کی ضد ہے اور خدیج میں خاء پر زبر ہے اور دال کے نیچے زیر ہے، یہ ابن رافع الانصاری ہیں۔اور یہ عبایۃ اپنے دادا رافع بن خدیج سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ذوالحلیفہ کا ذکر ہے، علامہ داؤدی التوفی ۴۰۲ھ شارح بخاری نے کہا ہے: جس حلیفہ کا یہاں ذکر ہے یہ سرزمین تہامۃ ہے اور یہ طائف اور مکہ کے درمیان میں ہے اور یہ وہ ذوالحلیفہ نہیں ہے جو مدینہ کے قریب ہے۔اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب صحابہ آٹھ ہجری میں طائف سے واپس آرہے تھے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ "ہانڈیوں کو الٹ دیا گیا"۔شارحین نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہانڈیوں کو الٹنے کا اس لیے حکم دیا تھا، تاکہ مسلمانوں کو اس کی سزا دی جائے کہ انہوں نے ہانڈیاں چڑھانے اور روانہ ہونے میں جلدی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے چھوڑ دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے پیچھے رہے تھے تاکہ دیکھتے رہیں کہ کوئی دشمن پیچھے سے حملہ نہ کرے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہانڈیوں کو الٹنے کا اس لیے حکم دیا تھا کہ مسلمانوں نے مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے سے پہلے چند بکریوں کو ذبح کر کے ہانڈیوں پر چڑھا دیا تھا جب کہ غنیمتِ مشترکہ کو تقسیم کرنے سے پہلے دارالاسلام میں ہانڈیوں پر چڑھانا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "آپ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا": یہ اس وقت کی قیمت کے اعتبار سے ہے اور اس میں قربانی کے اس قاعدہ کی مخالفت نہیں ہے کہ ایک اونٹ سات بکریوں کے قائم مقام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "فند": یعنی ایک اونٹ بھاگ گیا اور صحابہ کرام اس کو پکڑنے سے عاجز ہو گئے۔

اس حدیث میں "الاوابد" کا ذکر ہے یہ الآبدہ کی جمع ہے یعنی ان جانوروں میں انسانوں سے توحش اور نفرت ہوتی ہے، اس لیے یہ بھاگ جاتے ہیں۔

اس حدیث میں ہے: "سو جو اونٹ بھاگ جائے اس کے ساتھ اس طرح کرو": یعنی اس کو زخمی کر دو خواہ تم اس کو جس طرح بھی زخمی کر سکو، کیونکہ وہ شکار کے حکم میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "ہمیں یہ امید تھی یا ہم کو یہ ڈر تھا": اس میں راوی کو شک ہے، اور امید کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ ان کو یہ حرص تھی کہ ان کا دشمن سے مقابلہ ہو، تاکہ ان کو جو شہادت کی فضیلت یا مالِ غنیمت کے حصول کی توقع ہے، وہ پوری ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ہم ڈرتے تھے": اس لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ وہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے کہ دشمن اچانک آ کر ان پر ٹوٹ پڑے۔اور شاید انہوں نے اس بات کو قرائن سے پہچان لیا تھا۔اور انہوں نے سوال کے وقت دشمن سے مقابلہ کا اس لیے ذکر کیا کہ اگر انہوں نے تلواروں سے جانوروں کو ذبح کیا تو دشمن سے مقابلہ کے وقت وہ تھک جائیں گے اور قتال سے عاجز ہوں گے تو اس لیے پوچھا کہ "کیا ہم سرکنڈوں (یعنی دھار والی لکڑی) سے ذبح کر لیں تو آیا یہ کافی ہوگا؟"

اس حدیث میں "مدی" کا لفظ ہے، یہ مدیۃ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے چھری۔اب حدیث میں ہڈی کے ساتھ ذبح کرنے سے منع کیا ہے، کیونکہ ہڈی کے ساتھ ذبح کرنے سے وہ خون سے ملوث یعنی لتھڑ کر نجس ہو جائے گی اور وہ جنات کی خوراک

Marfat.com

ہے، بلکہ اس لیے کہ ہڈی سے ذبح اور زکوۃ حاصل نہیں ہوتی، اس سے صرف جانور زخمی ہوسکتا ہے اور اس سے اس کی روح نکل جائے گی اور یہ یقین حاصل نہیں ہوگا کہ وہ ذبح ہوگیا ہے اور ناخن سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ حبشی ناخنوں سے بکریوں کو ذبح کرتے ہیں حتیٰ کہ جانور کی جان نکل جاتی ہے یا اس کا گلا گھٹ جاتا ہے اور اس کو تکلیف ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۶۷۔ ۱۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۹۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہانڈیوں کو الٹنے کی توجیہ

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ہانڈیوں کے الٹنے کا حکم دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیے بغیر مالِ غنیمت سے بکریاں لے کر انہیں ذبح کر کے ہانڈیوں پر چڑھا دیا تھا۔ اور اس کی یہ وجہ بھی ہے کہ انہوں نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے بکریوں کو ذبح کر کے ہانڈیوں پر چڑھا دیا تھا۔

وحشت سے بھاگنے والے جانور کو روکنے کا طریقہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک اونٹ بھاگ گیا تو ایک صحابی نے تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس اونٹ کو روک دیا، اس سے معلوم ہوا کہ وہ اونٹ زندہ پکڑ لیا گیا، سو اس کو ذبح کیا گیا۔ اسی طرح جب دوسرے مویشی توحش اور تنفر سے بھاگ جائیں تو ہم جس طرح ہوسکے ان کو روک لیں اور پھر ان کو ذبح کر دیں۔

ہمارا اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو جانور انسانوں سے متنفر ہوں، ان کو اسی طریقہ سے روکا جاسکتا ہے۔ اور ابنِ حبیب مالکی نے کہا ہے کہ گائے میں بھی توحش ہے، اس کو بھی اسی طرح روکا جاسکتا ہے۔

دانتوں اور ناخنوں سے ذبح کرنے کا بیان

امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ناخن خواہ متصل ہو یا منفصل ہوں، ان سے ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور ابنِ وہب مالکی نے کہا ہے کہ اگر ناخن منفصل ہوں تو ان سے ذبح کرنا جائز ہے اور اگر متصل ہوں تو ان سے ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور ابن قصار مالکی نے کہا ہے کہ دانتوں سے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ہڈی سے ذبح کرنا مباح ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ جب ناخن اور ہڈی چوڑے ہوں حتیٰ کہ ان سے ایک مرتبہ میں حلقوم کو کاٹنا ممکن ہو تو اس سے ذبح کرنا صحیح ہے اور اسی طرح باقی ہڈیاں ہیں، خواہ ان کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ ہو۔

اور انہوں نے اس حدیث کے دو جواب دیے ہیں، ایک تو اس حدیث میں ممانعت کراہت پر محمول ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جب دانت چھوٹے ہوں اور ان سے رگوں کا کاٹنا ممکن نہ ہو تو پھر ان سے ذبح کرنا صحیح نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں چار قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جائز ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ممنوع ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ متصل اور منفصل کا فرق ہے، اور چوتھا قول یہ ہے کہ دانتوں سے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ہڈی کے ساتھ ذبح کرنا مباح ہے۔ (التوضیح لشرح

(الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۴۲۵۔۴۲۹، ملخصاً ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۹۸ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لشکر کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو اپنے ساتھ خاص کر لے حتیٰ کہ امام اس کی تقسیم کر دے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہانڈیوں کو الٹ دیا جائے، پھر آپ نے تقسیم فرمایا۔

(۲) جن جانوروں کی قیمت کا اعتبار کیا جاتا ہے، وہ قربانی کے جانوروں کی مثل نہیں ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے مساوی قرار دیا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بکریاں قیمتی اور مہنگی ہوتی ہیں تو کم بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بکریاں سستی ہوتی ہیں اور اونٹ مہنگا ہوتا ہے تو زیادہ بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا جاتا ہے۔

(۳) جس جانور کو ذبح کرنے پر یا نحر کرنے پر قدرت نہ ہو، تو اس کا معاملہ شکار کی طرح ہے، اگر کوئی اونٹ بھاگ جائے اور ہم اس کو پکڑنے سے عاجز ہوں تو اس کو تیر مارے، جب اس کو تیر لگ جائے اور وہ مر جائے تو وہ حلال ہو جائے گا، اسی طرح اگر بکری بھاگ گئے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان جانوروں کو انسانوں سے وحشت اور نفرت ہوتی ہے، تو جو جانور تم سے بھاگ جائے اس کے ساتھ تم اسی طرح کرو۔

(۴) ہر وہ چیز جو خون کو بہائے، اس سے ذبح کرنا جائز ہے، خواہ وہ لوہے کا آلہ ہو یا لکڑی کا ہو یا پتھر کا ہو یا شیشے کا ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہو، مگر دو چیزیں دانت اور ناخن، اور ظاہر حدیث کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے کہ دانت متصل ہوں یا علیحدہ ہوں کیونکہ حدیث عام ہے اور حدیث میں یہ علت بیان کی ہے کہ دانت ہڈی ہیں اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔

دانتوں سے ذبح کرنے کی ممانعت کی حکمت

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ دانت ہڈی ہے تو اس سے ذبح کرنے کی ممانعت کی کیا حکمت ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ علماء نے کہا ہے کہ اگر ہم اس حکم کو ہڈی کے ساتھ خاص رکھیں تو اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر انسان اپنے دانتوں سے چھری کا کام لے تو وہ درندوں کے مشابہ ہو جائے گا جس طرح درندے اپنے دانتوں سے شکار کو نوچ کر کھاتے ہیں اور انسان کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ درندوں کے مشابہ ہو، اسی لیے انسان کو درندوں کے مشابہ نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ (الجمعہ: ۵)

جن لوگوں کو تورات دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا، ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ (الاعراف: ۱۷۶)

اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے ذریعہ اس کو بلندی عطا کرتے مگر وہ پستی کی طرف جھکا اور اپنی خواہش نفس کی پیروی کی، سو اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے کہ اگر تم اس پر حملہ کرو تب بھی وہ

Marfat.com

ہانپ کر زبان نکالے یا چھوڑ دو پھر بھی وہ ہانپ کر زبان نکالے۔

الجمعہ: ۵ میں اللہ تعالیٰ نے بے عمل یہودیوں کی مثال گدھے کے ساتھ دی ہے اور الاعراف: ۱۷۶ میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے والے کی مثال کتے کے ساتھ دی ہے۔ ان آیتوں کا منشاء یہ ہے کہ انسان کو گدھوں اور کتوں کے مشابہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور جب کوئی انسان دانتوں سے جانور کو ذبح کر کے کھائے گا تو وہ درندوں کے مشابہ ہو جائے گا۔

اسی طرح حدیث میں بھی کتوں کے ساتھ مثال دی ہے کہ جو شخص کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لیتا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے اسے کھالیتا ہے، سو یہ اس کی حکمت ہے کہ انسان کو کتوں اور جانوروں کے مثل نہیں ہونا چاہیے۔

حبشیوں کے ساتھ مشابہت سے ممانعت کی حکمت

اس حدیث میں بتایا ہے کہ ناخن سے ذبح نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ وہ حبشیوں کی چھری ہے۔ اس پر یہ سوال ہے کہ کیا حبشی انسان اور بشر نہیں ہیں، پھر ان کی مشابہت سے کیوں منع کیا گیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت میں حبشی کافر تھے اور ان میں سے صرف حضرت نجاشی اسلام لائے تھے اور ان کے ساتھ چند اور لوگ تھے اور اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ ناخن حبشیوں کی چھری تھے اور انہوں نے لوہے اور دھار والی لکڑی کو چھوڑ کر ناخنوں کے ساتھ ذبح کرنا شروع کر دیا تھا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمیں کافر حبشیوں کی مشابہت نہیں اختیار کرنی چاہیے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۴۲۔ ۲۴۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۶۔ بَابُ: مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَالْأَصْنَامِ
جن جانوروں کو پتھروں اور بتوں پر ذبح کیا گیا، ان کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

''نُصُب'' کا معنی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن جانوروں کو نُصب پر ذبح کیا گیا، وہ ذبح فاسد ہے۔ نُصب، انصاب کا واحد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نُصب جمع ہے اور واحد نصاب ہے۔ الجوہری نے کہا ہے کہ نُصب صاد پر جزم بھی ہے اور سکون بھی ہے، یہ اس کو کہتے ہیں جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے۔ اور زمخشری نے کہا ہے کہ مشرکین کے پاس کچھ پتھر تھے جو بیت اللہ کے گرد نصب کیے ہوئے تھے۔ ان پتھروں کے اوپر وہ جانوروں کو ذبح کرتے تھے اور ان پر گوشت کو ان کی تعظیم کے لیے رکھ دیتے تھے اور اس کے ساتھ ان پتھروں کا تقرب حاصل کرتے تھے، ان کو انصاب کہا جاتا تھا۔

''اصنام'' کا معنی

اور اصنام یعنی جن کو بتوں پر ذبح کیا جائے، اصنام، صنم کی جمع ہے اور صنم اس کو کہتے ہیں جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے، اور ایک قول یہ ہے کہ جس کا جسم ہو یا صورت ہو، وہ صنم ہے اور اگر اس کا جسم یا صورت نہ ہو تو وہ بُت ہے۔ اور اصنام پر جو نصب کا عطف کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر نصب سے مراد پتھر ہوں تو وہ ظاہر ہے اور اگر نصب سے مراد وہ ہوں کہ جن کی عبادت کی جاتی

Marfat.com

ہے تو یہ عطفِ تفسیری ہے۔علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ نُصُب پتھر ہیں اور یہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) پتھر تھے جو کعبہ کے گرد جمع کیے ہوئے تھے اور مشرکین ان کے پاس جانوروں کو اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرتے تھے اور یہ اصنام نہیں تھے؛ کیونکہ اصنام وہ ہوتے ہیں جن کی کوئی صورت بنائی گئی ہو اور جن کا مجسمہ بنایا گیا ہو۔

۵۴۹۹۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ بِأَسْفَلِ بَلْدَحٍ وَذَاكَ قَبْلَ أَنْ يُنْزَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الْوَحْيُ فَقَدَّمَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ سُفْرَةً فِيهَا لَحْمٌ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَا آكُلُ مِمَّا تَذْبَحُونَ عَلَى أَنْصَابِكُمْ وَلَا آكُلُ إِلَّا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ۔

(صحیح البخاری:۳۸۲۶،مسند احمد:۵۳۴۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز یعنی ابن المختار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی، انہوں نے عبداللہ سے سنا، وہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زید بن عمرو بن نفیل سے بلدح کے نشیبی مقام میں ملاقات ہوئی، اور یہ رسول اللہ ﷺ پر نزولِ وحی سے پہلے کا واقعہ ہے، پس رسول اللہ ﷺ نے زید بن عمرو کی طرف دستر خوان کو پیش کیا جس میں گوشت تھا، تو انہوں نے گوشت کھانے سے انکار کیا، پھر انہوں نے کہا: بے شک میں ان جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا جن کو تم اپنے پتھروں پر ذبح کرتے ہو اور میں صرف اسی جانور کا گوشت کھاتا ہوں جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

صحیح البخاری:۵۴۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں پتھروں پر جانور کے ذبح کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل نے اس گوشت کو کھانے سے انکار کیا جس کو پتھروں پر ذبح کیا گیا تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سالم کا ذکر ہے، یہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

یہ حدیث کتاب المناقب کے اخیر میں زید بن عمرو بن نفیل کے مناقب میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کی زیادہ تفصیل کے ساتھ از محمد بن ابی بکر از فضیل روایت کی ہے اور وہاں اس کی شرح گزر چکی ہے۔

Marfat.com

زید بن عمرو بن نفیل کا تذکرہ

زید بن عمرو بن نفیل قرشی ہیں اور یہ سعید بن زید کے والد ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ یہ زمانہ جاہلیت میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین پر تھے۔

''بلدح'' کا بیان

بلدح میں باء پر زبر ہے اور دال ساکن ہے اور آخر میں حاء ہے۔ اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھا گیا ہے، یہ حجاز کی ایک جگہ ہے جو مکہ کے قریب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن عمرو کی طرف دسترخوان پیش کیا'':

اس جگہ اختلاف ہے، اکثرین کی روایت اسی طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن عمرو کی طرف دسترخوان کو پیش کیا، اور الکشمیہنی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک دسترخوان کو پیش کیا گیا اور ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ جو لوگ وہاں پر تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس دسترخوان کو پیش کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دسترخوان کو زید بن عمرو بن نفیل کی طرف پیش کیا۔

زید بن عمرو بن نفیل کے اس گوشت کے کھانے سے انکار کی توجیہ

پھر اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''زید نے اس گوشت کو کھانے سے انکار کیا''۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل اس دسترخوان پر سے گوشت کو کھانے سے اس لیے رک گئے تھے کہ ان کو یہ خوف تھا کہ یہ وہ گوشت ہے جو پتھروں پر ذبح کیا گیا ہے، یعنی جن پتھروں کو عبادت کے لیے نصب کیا جاتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ان ذبائح سے نہیں کھاتے تھے جن کو وہ اپنے پتھروں کے لیے ذبح کرتے تھے۔ اور جن جانوروں کو وہ اپنے کھانے کے لیے ذبح کرتے تھے تو ہم نے کسی حدیث میں نہیں دیکھا کہ آپ ان سے اجتناب کرتے ہوں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر وہ گوشت تھا، یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس گوشت کو کھایا ہو، ابن زید نے کہا ہے: جس جانور کو پتھروں پر ذبح کیا گیا ہو یا جس جانور کو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو، دونوں کا ایک معنی ہے۔ اور جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، اس کا معنی یہ ہے کہ ذبح کے وقت اس پر بتوں کا نام لیا گیا ہو یا مسیح کے نام پر ذبح کیا گیا ہو یا اللہ عزوجل کے سوا کسی کے نام پر بھی ذبح کیا گیا ہو۔

غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کے کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

علماء کا اس میں اختلاف ہے، حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے اور النخعی، حسن اور ثوری نے بھی اسی کی مثل کہا ہے اور امام مالک نے نصاریٰ کے ان ذبائح کو مکروہ کہا ہے جن کو وہ اپنی عبادت گاہوں میں ذبح کرتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا کہ جس پر ذبح کے وقت مسیح کا نام لیا گیا ہو، وہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جس پر ذبح کے وقت مسیح کا نام لیا گیا ہو، اس جانور کو نہیں کھایا جائے گا اور امام شافعی نے کہا ہے: جس کو غیر اللہ کے نام پر

Marfat.com

ذبح کیا گیا اور جس کو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا، اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

کتاب المناقب میں اس حدیث کی شرح

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے کتاب المناقب صحیح البخاری: ۳۸۲۶ میں اس حدیث کی حسب ذیل شرح کی ہے:

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت زید کو یہ توفیق دی گئی کہ وہ اس کھانے کو ترک کر دیں حالانکہ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فضیلت کے زیادہ مستحق تھے، کیونکہ آپ کا معصوم ہونا ثابت ہے؟

اس کے دو جواب ہیں، اول یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دستر خوان سے کچھ کھایا، اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ جب حضرت زید پر اس کھانے کو پیش کیا گیا تو انہوں نے انکار کیا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت زید نے صرف اپنی رائے سے اس کھانے سے انکار کیا تھا، کسی شرعی حکم کی وجہ سے منع نہیں کیا تھا، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں مردار کے کھانے کی ممانعت تھی۔ اس کھانے کی ممانعت نہیں تھی جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، اس کھانے کی ممانعت صرف اسلام میں نازل ہوئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۹۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے زیادہ لائق تھے کہ آپ قریش کے دستر خوان سے گوشت کھانے سے رکتے

وہ دستر خوان جس کو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پیش کیا تھا تو آپ نے اس میں سے کچھ کھانے سے انکار کیا، پھر آپ نے اس کو زید کی طرف پیش کیا تو انہوں نے بھی اس کو کھانے سے انکار کیا، پھر زید نے ان قریش سے کہا جنہوں نے اس دستر خوان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پیش کیا تھا کہ میں اس چیز سے نہیں کھاتا جس کو تم اپنے پتھروں پر ذبح کرتے ہو۔ اور زید بن عمرو بن نفیل زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل نہیں تھے، پس جب زید اس کھانے سے رک گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے لیے اور خاتم النبیین بنانے کے لیے اختیار کیا تھا، وہ زیادہ اولیٰ تھے کہ اس کھانے سے زمانہ جاہلیت میں آپ رُکتے۔

''النُّصب'' کا معنی

مجاہد نے کہا: یہ وہ پتھر ہیں جو کعبہ کے گرد نصب تھے، ان پر مشرکین قریش جانوروں کو رکھ کر ذبح کرتے تھے۔

یہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) پتھر تھے جو کعبہ کے گرد جمع کیے گئے تھے اور ان پتھروں پر وہ اپنے بتوں کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے تھے اور یہ پتھر بت نہیں تھے، کیونکہ بت مجسمے اور صورتیں ہوتی ہیں اور نُصب وہ پتھر تھے جو کعبہ کے گرد جمع تھے۔

زید بن عمرو کا تذکرہ

یہ زید حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے والد ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور یہ بنو عدی میں سے تھے، یہ دین برحق کو طلب کرنے کے لیے نکلے تھے تو انہوں نے یہودیت کے متعلق سوال کیا، کسی نے بتایا کہ تم اپنا حصہ اللہ کی لعنت میں سے قرار دو، تو انہوں نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کو نہیں اٹھا سکتا، پھر کسی نے انہیں بتایا کہ تم دینِ ابراہیم کو اختیار کر لو، وہ حنیف اور مسلم تھے تو

Marfat.com

انہوں نے کہا: اے اللہ! میں نے اپنا منہ تیری طرف کر لیا اور میں ملتِ ابراہیم پر ہوں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۴۳۰۔ ۴۳۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۴۹۹، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ذبح کی اقسام

ذبح کی چار قسمیں ہیں:

(۱) جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور اس سے غیر اللہ کی تعظیم کا ارادہ کیا گیا ہو، وہ ذبیحہ حرام ہے۔

(۲) جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو لیکن اس سے بت کا قصد کیا گیا ہو، تو وہ ذبیحہ بھی حرام ہے۔

(۳) جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام بھی لیا ہو اور اللہ کے غیر کا نام بھی لیا گیا ہو، سو وہ ذبیحہ بھی حرام ہے۔

(۴) جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو اور اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو، تو یہ ذبیحہ حلال ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۴۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۱۷۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللهِ

نبی ﷺ کا ارشاد: اس کو چاہیے کہ اللہ کے نام پر ذبح کرے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص قربانی کرے، وہ اللہ کے نام پر قربانی کو ذبح کرے۔

۵۵۰۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ الْبَجَلِيِّ قَالَ ضَحَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ أُضْحِيَةً ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا أُنَاسٌ قَدْ ذَبَحُوا ضَحَايَاهُمْ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَآهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُمْ قَدْ ذَبَحُوا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس از حضرت جندب بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قربانیوں کو ذبح کیا، اس وقت چند لوگوں نے اپنی قربانیاں نماز سے پہلے ذبح کر دی تھیں۔ جب نبی ﷺ واپس گئے تو آپ نے ان کو دیکھا کہ انہوں نے نماز سے پہلے قربانیاں ذبح کر دی ہیں تو آپ نے فرمایا: جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا ہے، وہ اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا حتیٰ کہ ہم نے نماز پڑھ لی تو اب وہ اللہ کا نام لے کر قربانی ذبح کرے۔

(صحیح البخاری: ۹۸۵، ۵۵۰۰، ۵۵۶۲، ۶۶۷۴، ۷۴۰۰، صحیح مسلم: ۱۹۶۰، سنن نسائی: ۴۳۹۸، سنن ابن ماجہ: ۳۱۵۲، مسند احمد: ۱۸۳۲۱)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۵۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس حدیث کے آخری جملہ میں ہے اور وہ یہ ہے کہ جس نے ذبح نہیں کیا حتیٰ کہ ہم نے نماز پڑھ لی تو وہ اللہ کا نام لے کر قربانی کو ذبح کرے۔

اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ جس شخص نے ذبح کے وقت بھول کر اللہ کا نام نہیں لیا، وہ بھی اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے اور آپ نے مسلمان کے ذبح کو اصل میں اللہ کے نام پر قرار دیا ہے، جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ کا ذکر ہر مسلمان کے دل میں ہے، وہ نام لے یا نام نہ لے۔

جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی ذبح کی وہ نمازِ عید کے بعد دوبارہ قربانی ذبح کرے

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی ذبح کر لی، وہ دوبارہ اس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کرے، کیونکہ آپ نے فرمایا: وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔

اور جان لو کہ قربانی کا وقت نمازِ عید کے بعد ہے اور وہ بسم اللہ کو قربانی کے ساتھ ملائے اور علیٰ کا لفظ یہاں پر مصاحبت کے معنی میں ہے جیسے ''ارکب علی اسم اللہ'' کا معنی ہے: یعنی ''اللہ کے نام کے ساتھ مصاحب ہو کر سوار ہو''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں ابوعوانہ کا ذکر ہے، ان کا نام الوضاح الیشکری ہے۔ اور اس سند میں الاسود بن قیس العبدی کا ذکر ہے، وہ ابو قیس الکوفی ہیں، اور جندب کا ذکر ہے، وہ ابن عبداللہ بن سفیان البجلی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں اس شخص کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا ہے جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کو ذبح کر لیا اور اس حدیث میں مالی سزا کا ثبوت ہے، کیونکہ اس شخص نے سنت کی مخالفت کی اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس نے کسی کام کے واجب ہونے سے پہلے اس کو جلدی کر لیا تو اس کا وہ کام حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۰۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المراسیل میں مذکور ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرے یا نہ کرے۔ (مراسیل ابوداؤد: ۳۷۸)

امام دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے لیے بسم اللہ پڑھنا کافی ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۹۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا نام ہر مسلمان کے دل میں ہے۔ (سنن دارقطنی ج۴

ج ص ۲۹۵، المعجم الاوسط: ۷۴۶۹)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: کہ یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور جو شخص عمداً بسم اللہ پڑھنے کو ترک کرے، اسی کے ساتھ اس کو بھی ملا دیا جاتا ہے جو سستی کی وجہ سے اللہ کے نام کو ترک کرے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن نے جو ان دونوں حدیثوں کو ضعیف قرار دیا ہے وہ ان پر فقہ شافعی کے غلبہ کی وجہ سے ہے، کیونکہ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جس نے بھولے سے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا تو وہ ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جس نے بھولے سے بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا تو اس کا ذبیحہ جائز ہے، کیونکہ ہر مسلمان کے دل میں بسم اللہ ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں حدیثیں اگرچہ سنداً ضعیف ہوں لیکن چونکہ اس سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے، اس لیے یہ معتبر ہوں گی، کیونکہ جب مجتہد کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: کہ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ ذبح سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ذبح کی سنتوں میں سے ہے اور اس حدیث میں مالی سزا کا بیان ہے یعنی جنہوں نے نماز سے پہلے قربانی کر لی، ان کو جو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا ہے تو یہ مالی سزا ہے اور تعزیر ہے، جیسا کہ جن لوگوں نے ذوالحلیفہ میں مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے بکریوں کو ذبح کر لیا تھا، انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ہانڈیوں کو الٹ دیں، یہ بھی ان کے لیے مالی سزا تھی۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس نے اصلِ سنت سے پہلے کوئی کام اس کے واجب ہونے سے پہلے جلدی کر لیا تو اس کو حرام قرار دیا جائے گا جیسے کسی شخص نے وطی کرنے میں جلدی کی اور عدت میں نکاح کر لیا تو اس کا وہ نکاح حرام ہو جائے گا، اسی طرح وہ لوگ ہیں جنہوں نے قربانی کے وجوب سے پہلے قربانی کر لی تو ان کی ان قربانیوں کو بہ طور سزا کے حرام قرار دیا گیا۔

ذبح کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی صفت

بسم اللہ پڑھنے کی صفت یہ ہے کہ قربانی کرنے والا کہے: ''بسم اللہ اللہ اکبر'' اور امام بخاری نے کتاب الاضاحی میں یہ عنوان قائم کیا ہے: ''باب التکبیر عند الذبح'' اور اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ذبح کیا تو پڑھا ''بسم اللہ اللہ اکبر''۔

ابنِ حبیب مالکی نے کہا ہے: اگر اس نے فقط اللہ کا نام لیا یعنی فقط بسم اللہ کہا یا فقط اللہ اکبر کہا یا لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر ذبح کیا یا سبحان اللہ پڑھ کر یا لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھ کر ذبح کیا، تب بھی ذبح ہو جائے گا لیکن مسلمان جس طریقہ سے ذبح کرتے ہیں وہ افضل ہے اور وہ یہ کہے ''بسم اللہ اللہ اکبر''۔

اگر کسی شخص نے دوسرے کو اجرت پر رکھا کہ وہ اس کی طرف سے قربانی کرے اور بسم اللہ پڑھ کر سنائے، سو اس نے ذبح کیا اور بسم اللہ پڑھ کر سنایا نہیں تو اس کے متعلق تین قول ہیں:

شیخ ابوبکر بن عبدالرحمن نے کہا: اس کو اجرت ملے گی لیکن وہ قربانی کے جانور کی قیمت کا ضامن نہیں ہوگا، اور دوسرا قول اس کے برعکس ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ نہ اس کو اجرت ملے گی اور نہ وہ قربانی کے جانور کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج

۲۶ ص ۴۳۴۔۴۳۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۰۰، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ گھر سے باہر قربانیوں کو ذبح کرتے تھے۔ خصوصاً اس لیے کہ اس وقت ان کے گھر چھوٹے تھے اور گھروں کے اندر ذبح کرنا مشکل تھا۔

(۲) جس نے کسی عبادت کا وقت داخل ہونے سے پہلے وہ عبادت کر لی، وہ اس عبادت کو دہرائے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا جنھوں نے نمازِ عید پڑھنے سے پہلے قربانی کر لی تھی۔

(۳) جس نے دوبارہ قربانی کی، وہ بھی اللہ کا نام پڑھ کر قربانی کرے گا، کیونکہ یہ قربانی بدل ہے اور بدل کو اصل کے مطابق ہونا چاہیے۔

(۴) ذبح سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا واجب ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا: وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔

(۵) بعض علماء نے اس سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ بسم اللہ کا متعلق اس کے مناسب فعل ہونا چاہیے، کیونکہ آپ نے فرمایا: وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے، سو ذبح کرنے والے کو کہنا چاہیے کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کرتا ہوں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۴۵، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۸۔ بَابُ: مَا أَنْهَرَ الدَّمَ مِنَ الْقَصَبِ وَالْمَرْوَةِ وَالْحَدِيدِ

سرکنڈا، دھارے والے بانس یا لکڑی، سفید پتلا پتھر جو دھار والا ہو اور (دھار والے) لوہے میں سے جو بھی خون بہادے، اس سے ذبح کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو چیز بھی مذبوح کا خون بہادے، اس سے ذبح کرنا جائز ہے، خواہ سرکنڈا ہو یا سفید پتلا دھار والا پتھر ہو یا لوہا ہو۔ امام بخاری نے عنوان میں ان تین چیزوں کا ذکر کیا ہے اور اس باب کی احادیث میں ان میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں ہے، اس باب کی حدیث میں صرف پتھر کے ساتھ ذبح کرنے کا ذکر ہے۔

سرکنڈے اور سفید پتلے پتھر کے ساتھ ذبح کرنے کا بیان

امام طبرانی نے حضرت رافع کی سند سے روایت کی ہے: کیا میں سرکنڈے اور سفید پتلے پتھر سے ذبح کروں؟

امام احمد، امام نسائی، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے از الشعبی از محمد بن صفوان اور ایک روایت میں از محمد بن صیفی روایت کی ہے

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دو خرگوشوں کو سفید پتلے پتھر سے ذبح کیا تو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھانے کا حکم دیا، اس حدیث کو امام ابنِ حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اصمعی نے کہا: مروہ اس سفید پتلے پتھر کو کہتے ہیں جس کو آگ میں تپایا جاتا ہے۔

لوہے کے ساتھ ذبح کرنے کا بیان

لوہے کے ساتھ ذبح کرنے کو اس حدیث سے مستنبط کیا جاتا ہے:

امام ابن ماجہ نے از جریر بن حازم از ایوب از زید بن اسلم روایت کی ہے، جریر نے کہا: میں زید بن اسلم سے ملا تو انہوں نے مجھے از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ انصار میں سے ایک مرد کے پاس ایک اونٹنی احد پہاڑ کی طرف چر رہی تھی، انہوں نے اس کو کیل کے ساتھ ذبح کر دیا، میں نے زید سے پوچھا: وہ کیل لکڑی کی تھی یا لوہے کی؟ تو انہوں نے کہا: نہیں، بلکہ وہ لکڑی کی تھی۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے اس کو کھانے کا حکم دیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: جب لکڑی کی کیل کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے تو لوہے کی کیل کے ساتھ ذبح کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

سفید پتلے پتھر اور پھچی سے ذبح کرنے کا بیان

امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے از سماک بن حرب از موسیٰ بن قطری از حضرت عدی بن ابی حاتم رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ بتایئے کہ ہم میں سے کسی ایک کو جب شکار ملے اور اس کے پاس چھری نہ ہو، تو کیا وہ سفید پتلے پتھر سے ذبح کر سکتا ہے اور لاٹھی کی پھچی سے؟ (لاٹھی کو چیرنے سے جو دھار والا حصہ حاصل ہو، اس کو پھچی کہتے ہیں، بانس کا چیرا ہوا ٹکڑا۔ فیروز اللغات: ص ۱۰۵۳)۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس چیز سے چاہو خون بہا دو اور اللہ عزوجل کے نام کا ذکر کرو۔ یہ سنن ابوداؤد کی عبارت ہے اور امام نسائی کی روایت میں ہے "تم سفید پتلے پتھر اور لاٹھی سے ذبح کرو"۔ اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے: اگر تم چھری نہ پاؤ تو دھار والے سخت پتھر سے ذبح کر دو اور لاٹھی سے ذبح کر دو۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت سفینہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ایک مرد نے اپنی اونٹنی کو لکڑی کے ساتھ ذبح کر دیا، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے اس کو اس کے کھانے کا حکم دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۰-۱۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۰۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ يُخْبِرُ ابْنَ عُمَرَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ جَارِيَةً لَهُمْ كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا بِسَلْعٍ فَأَبْصَرَتْ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِهَا مَوْتًا فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا فَقَالَ لِأَهْلِهِ لَا تَأْكُلُوا حَتَّى آتِيَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَسْأَلَهُ أَوْ حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْهِ مَنْ يَسْأَلُهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْ بَعَثَ إِلَيْهِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِأَكْلِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع، انہوں نے حضرت کعب بن مالک کے بیٹے سے سنا، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو خبر دے رہے تھے کہ ان کے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کی ایک باندی تھی جو سلع کے پاس بکریاں چراتی تھی، تو اس باندی نے دیکھا کہ اس کی بکریوں میں سے ایک بکری مرنے والی ہے، اس نے ایک پتھر توڑ کر اس بکری کو ذبح کر دیا، پھر حضرت

کعب بن مالک نے گھر والوں سے کہا: اس بکری کو نہ کھانا حتیٰ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس کے متعلق سوال کروں یا کہا: حتیٰ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی کو بھیجوں جو آپ سے اس بکری کے متعلق سوال کرے، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے یا آپ کے پاس کسی کو بھیجا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۰۴، ۵۵۰۱، ۵۵۰۲، ۵۵۰۴، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۲، مسند احمد: ۲۶۲۴۷، موطا امام مالک: ۱۰۵۷)

صحیح البخاری: ۵۵۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ''المروۃ'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: سفید پتلا پتھر اور حدیث میں پتھر کے ساتھ ذبح کرنے کا ذکر ہے اور چونکہ المروہ بھی پتھر ہوتا ہے تو اس لحاظ سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن ابی بکر کا ذکر ہے، ان کا پورا نام ہے: محمد بن ابی بکر بن علی بن عطا بن مقدم ابو عبد اللہ۔ جو مقدمی کے نام سے معروف ہیں۔ ان سے امام مسلم نے بھی روایت کی ہے، اور اس حدیث کی سند میں معتمر کا ذکر ہے، ان کا نام ہے: معتمر بن سلیمان اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ کا ذکر ہے، اور یہ ابن عمر العمری ہیں۔ اور نافع کا ذکر ہے، یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام اور شاگرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن کعب بن مالک کا ذکر ہے۔ علامہ المزی نے الاطراف میں وثوق سے کہا ہے کہ یہ عبد اللہ بن کعب ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک ہیں۔ یہ اپنے والد حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں جن کی توبہ قبول کی گئی تھی۔

علامہ ابن الملقن نے کہا ہے: اس سند میں ایک لطیف چیز ہے اور وہ صحابی کی روایت ہے تابعی سے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو حضرت کعب بن مالک کے بیٹے سے روایت کیا ہے اور وہ تابعی ہیں۔ علامہ عینی علامہ ابن ملقن کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہاں پر اس حدیث کی کسی سے روایت نہیں کی بلکہ حضرت کعب بن مالک کے بیٹے نے ان کو یہ حدیث اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنائی۔

یہ حدیث کتاب الوکالۃ کے اندر گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح بھی کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں جاریۃ کا لفظ ہے، اور اکثر یہ لفظ باندی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں ''سلع'' کا لفظ ہے، یہ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث کے پانچ فائدے ہیں:

(۱) عورت کا ذبح کرنا (۲) باندی کا ذبح کرنا (۳) پتھر سے ذبح کرنا (۴) جو جانور مرنے والا ہو اس کو ذبح کرنا (۵) مالک کے غیر کا بغیر وکالت کے ذبح کرنا۔

اس میں اختلاف ہے کہ جب چرواہا کسی جانور کو ذبح کردے اور یہ کہے کہ وہ مر رہا تھا تو میں نے اس کو ذبح کر دیا تو ابن قاسم مالکی نے کہا: اس کے اوپر کوئی ضمان نہیں ہے اور دوسروں نے کہا: اس پر ضمان ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۱۔۱۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: علامہ عینی نے جو شرح کی ہے یہ علامہ ابن الملقن کی شرح سے مستفاد ہے، تاہم علامہ عینی نے علامہ ابن ملقن کی پوری شرح ذکر نہیں کی، اور شرح کا کچھ حصہ چھوڑ دیا ہے۔ ہم یہاں پر علامہ ابن ملقن کی شرح کا وہ حصہ ذکر کر رہے ہیں جس کا علامہ عینی نے ذکر نہیں کیا۔

صحیح البخاری: ۵۵۰۱ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورت اور بچے کے ذبح کرنے کا بیان

حضرت کعب کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا ذبیحہ جائز ہے اور یہ جمہور فقہاء کا قول ہے جب کہ عورت اچھی طرح سے ذبح کرسکتی ہو۔ اسی طرح جو بچہ اچھے طریقہ سے ذبح کرسکتا ہو، اس کا ذبح کرنا بھی جائز ہے۔ امام مالک نے المدونہ میں کہا ہے کہ بغیر ضرورت کے بھی عورت کا ذبح کرنا جائز ہے اور بچے کا ذبح کرنا جائز ہے جب وہ ذبح کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

(المدونہ ج ۱ ص ۴۲۹)

ابن حبیب مالکی نے کہا ہے: خواہ بچہ مختون ہو یا غیر مختون ہو۔ اور امام محمد کی کتاب میں امام مالک سے منقول ہے کہ عورت یا بچے کا ذبیحہ مکروہ ہے اور اسی طرح خصی کا ذبح کرنا بھی مکروہ ہے۔

مالک کی اجازت کے بغیر کیے ہوئے ذبیحہ کا بیان

فقہاء نے حضرت کعب کی حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ جو ذبیحہ مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کیا گیا، اس کا کھانا جائز ہے اور انہوں نے ان لوگوں پر رد کیا ہے جنہوں نے چور اور غاصب کے ذبیحہ کے کھانے کا انکار کیا۔ اور یہ قول عکرمہ اور طاؤس سے مروی ہے۔ اور اہل ظاہر اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور یہ قول شاذ ہے، اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ اور لوگوں کا اس میں اختلاف ہے اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ چور کے ذبیحہ اور مُحرم کے ذبیحہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

غیر مختون کے ذبیحہ کا بیان

ابن حزم ظاہری نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ حبشی کا ذبیحہ ممنوع ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ غیر

Marfat.com

مختون کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا اور نہ اس کی نماز مقبول ہوگی اور نہ اس کی شہادت اور عنقریب اہلِ کتاب کے ذبائح کے بیان میں حسن اور ابراہیم کی یہ روایت آئے گی کہ غیر مختون کے ذبیحہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (یہ صحیح البخاری: ۵۵۰۸ سے پہلے تعلیق میں مذکور ہے۔)

اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: عام اہلِ علم اس پر متفق ہیں کہ ان کا ذبیحہ جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کے ذبیحہ کو جائز قرار دیا ہے اور ان میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو غیر مختون ہوتے ہیں۔

ابن حزم ظاہری نے کہا ہے: حائضہ عورت کا ذبح کرنا، حبشی کا ذبح کرنا، گونگے کا ذبح کرنا، فاسق کا ذبح کرنا، جنبی کا ذبح کرنا یا جو جانور غیر قبلہ کی طرف عمداً ذبح کیا گیا ہو، یا بغیر عمد کے ذبح کیا گیا ہو، جب کہ ذبح کے وقت اللہ کے نام کو ذکر کیا گیا ہو۔ اور گونگے نے اپنی طاقت کے مطابق اشارہ سے اللہ کا نام لیا ہو، اور عجمی نے اپنی لغت سے اللہ کا نام لیا ہو، ذبیحوں کی یہ تمام اقسام جائز ہیں۔

(المحلی ج ۷ ص ۴۵۳) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۴۴۱۔ ۴۴۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۵۰۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ أَخْبَرَ عَبْدَ اللهِ أَنَّ جَارِيَةً لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ تَرْعَى غَنَمًا لَهُ بِالْجُبَيْلِ الَّذِي بِالسُّوقِ وَهُوَ بِسَلْعٍ فَأُصِيبَتْ شَاةٌ فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ فَذَكَرُوا لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَمَرَهُمْ بِأَكْلِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از بنو سلمہ کے ایک مرد، انہوں نے حضرت عبداللہ کو خبر دی کہ حضرت کعب بن مالک کی ایک باندی ایک پہاڑی کے پاس بکریاں چراتی تھی، وہ پہاڑی سوق میں تھی اور اس پہاڑی کا نام سلع تھا، ایک بکری مرنے کے قریب ہوگئی، اس باندی نے ایک پتھر توڑا اور اس پتھر سے اس بکری کو ذبح کر دیا، پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اس کو کھانے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۰۴، ۵۵۰۱، ۵۵۰۲، ۵۵۰۴، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۲، مسند احمد: ۷۲۶۲۷، موطا امام مالک: 1057)

صحیح البخاری: ۵۵۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اسی حدیث کی ایک اور سند ہے جو از موسیٰ بن اسماعیل المنقری مروی ہے از جویریہ بن اسماء البصری از نافع جو مولیٰ ابن عمر ہیں از بنو سلمہ کے ایک مرد۔۔۔ الیٰ آخرہ

بنو سَلِمَہ میں سین پر زبر اور لام کے نیچے زیر ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند مجہول ہے، کیونکہ اس میں ایک مرد کا ذکر ہے جو نامعلوم ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ حضرت کعب بن مالک السلمی الانصاری کے بیٹے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۰۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَيْسَ لَنَا مُدًى فَقَالَ مَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از سعید بن مسروق از عبایہ بن رفاعہ از جد خود، وہ بیان کرتے

Marfat.com

أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ فَكُلْ لَيْسَ الظُّفُرَ وَالسِّنَّ أَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ وَأَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَنَدَّ بَعِيرٌ فَحَبَسَهُ فَقَالَ إِنَّ لِهَذِهِ الْإِبِلِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا۔

ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمارے پاس چھری نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: جو چیز خون بہادے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو اسے کھالو۔ اور وہ چیز ناخن اور دانت نہ ہوں، رہا ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے اور رہا دانت تو وہ ہڈی ہے۔ اور ایک اونٹ بھاگ گیا، سو اس کو روک لیا، تو آپ نے فرمایا: ان اونٹوں میں توحش اور تنفر ہوتا ہے جیسے وحشی جانوروں میں ہوتا ہے، پس جو تم پر ان میں سے غالب آجائے، اس کے ساتھ اسی طرح کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۴۸۸، ۲۵۰۷، ۳۰۷۵، ۵۴۹۸، ۵۵۰۳، ۵۵۰۶، ۵۵۰۹، ۵۵۴۳، ۵۵۴۴، صحیح مسلم: ۱۹۶۸، سنن ترمذی: ۱۴۹۱، سنن نسائی: ۴۴۱۰، سنن ابوداؤد: ۲۸۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۳، مسند احمد: ۱۶۸۱۲، سنن دارمی: ۱۹۷۷)

صحیح البخاری: ۵۵۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کے عنوان میں مذکور تھا: ''جو چیز خون کو بہادے''۔ اور اس حدیث کے شروع میں بھی ذکر ہے کہ جو چیز خون کو بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے، اس کو کھالو۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب ''التسمية على الذبيحة'' میں عنقریب گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ کا لقب ہے۔ یہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں از شعبہ از سعید بن مسروق اور وہ ابوسفیان ثوری ہیں از عبایۃ بن رفاعہ، اور دوسری سند میں ہے عبایہ بن رافع، اور رافع عبایۃ کے دادا ہیں اور ان کے والد رفاعہ ہیں جن کی طرف اس روایت میں نسبت کی گئی ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ اس اونٹ کو روک لیا، یہاں پر یہ عبارت مقدر ہے کہ کسی مرد نے تیر مارا، وہ تیر اس اونٹ کو لگا تو وہ اونٹ بھاگنے سے رک گیا۔ یہ حدیث اس سے پہلے تفصیل سے گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۲۔ ۱۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۹۔ بَابُ: ذَبِيحَةِ الْمَرْأَةِ وَالْأَمَةِ

عورت اور باندی کے ذبیحہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کا ذبیحہ اور باندی کا ذبیحہ جائز ہے، اور امام بخاری نے اس عنوان سے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو عورت اور باندی کے ذبیحہ سے منع کرتے ہیں، اور محمد بن عبد الحکیم نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ عورت اور باندی کا ذبیحہ مکروہ ہے اور المدونہ میں لکھا ہے کہ یہ جائز ہے اور یہی جمہور فقہاء کا قول ہے۔ اور یہ جواز اس وقت ہے کہ جب عورت اچھے طریقہ سے ذبح کر سکتی ہو، اسی طرح بچہ بھی جب اچھی طرح سے ذبح کر سکتا ہو، اس کا ذبیحہ بھی جائز ہے۔ اور خصی کے ذبح کرنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ ابن حزم ظاہری نے از طاؤس حبشی کے ذبیحہ کو منع کیا ہے جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۰۴۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُخْبِرُ عَبْدَ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ جَارِيَةً لِكَعْبٍ بِهَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از عبید اللہ از نافع از ابن حضرت کعب بن مالک از والد خود، (یعنی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا) کہ ایک عورت نے پتھر سے بکری کو ذبح کر دیا، تو نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے اس کو کھانے کا حکم دیا۔ اور لیث نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی، انہوں نے انصار کے ایک مرد سے سنا، وہ حضرت عبد اللہ کو خبر دیتے تھے از نبی ﷺ کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی باندی نے اس طرح کیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۰۴، ۵۵۰۱، ۵۵۰۲، ۵۵۰۴، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۲، مسند احمد: ۷، ۲۶۶۲، موطا امام مالک: ۱۰۵۷)

صحیح البخاری: ۵۵۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں عورت کے ذبیحہ کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی یہ ذکر ہے کہ ایک عورت نے پتھر سے بکری کو ذبح کر دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں صدقہ کا ذکر ہے، یہ صدقہ بن الفضل المروزی ہیں۔ اور اس حدیث میں عبدہ کا ذکر ہے، یہ عبدہ بن سلیمان الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث میں عبید اللہ کا ذکر ہے، یہ عبید اللہ بن عمر العمری ہیں۔ اور یہ حدیث اس سے پہلے جویریہ کی سند کے ساتھ گزر چکی ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کی تعلیق ذکر کی ہے۔ اس تعلیق میں ذکر ہے کہ نافع نے انصار کے ایک مرد سے سنا، انہوں

Marfat.com

وہ مرد مجہول ہے۔ (بہ ظاہر وہ مرد حضرت کعب بن مالک کے بیٹے ہیں)۔
اس حدیث کے آخر میں ہے "بھذا" یہ اس حدیث مذکور کی طرح بیان کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۰۵۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ سَعْدٍ أَوْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ جَارِيَةً لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا بِسَلْعٍ فَأُصِيبَتْ شَاةٌ مِنْهَا فَأَدْرَكَتْهَا فَذَبَحَتْهَا بِحَجَرٍ فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ كُلُوهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از انصار کے ایک مرد از معاذ بن سعد یا سعد بن معاذ، انہوں نے خبر دی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک باندی سلع پہاڑ پر بکریاں چرا رہی تھی، پس ان میں سے ایک بکری مرنے کے قریب ہوگئی تو اس نے اس بکری کو پکڑ لیا اور ایک پتھر سے ذبح کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: اس کو کھالو۔

(صحیح البخاری: ۲۳۰۴، ۵۵۰۱، ۵۵۰۲، ۵۵۰۴، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۲، مسند احمد: ۲۶۶۲۷، موطا امام مالک: ۱۰۵۷)

صحیح البخاری: ۵۵۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے، اور اس میں بھی ایک راوی مجہول ہے اور اس کی سند میں معاذ بن سعد میں تردد ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے: معاذ کے متعلق راوی کے شک سے اس حدیث میں کوئی طعن نہیں ہوتا، کیونکہ ان میں سے ہر ایک صحابی ہے اور تمام صحابہ عدول ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہاں دو راوی نہیں ہیں، بلکہ یہاں ایک ہی راوی ہے اور تردد اس میں ہے کہ وہ معاذ ہیں جو کہ بیٹے ہیں یا سعد ہیں جو کہ باپ ہیں اور بے شک سعد بیٹے ہیں اور معاذ ان کے باپ ہیں، اسی وجہ سے الاستیعاب میں معاذ بن سعد کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور الذہبی نے ذکر کیا ہے: معاذ بن سعد یا سعد بن معاذ، اسی طرح امام مالک نے نافع سے روایت کی ہے جس حدیث میں پتھر سے ذبح کرنے کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۰۔ بَابٌ: لَا يُذَكَّى بِالسِّنِّ وَالْعَظْمِ وَالظُّفُرِ

اس کا بیان کہ دانت، ہڈی اور ناخن سے ذبح نہ کیا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ عینی نے کہا ہے کہ ہڈی اور ناخن کا جو دانت پر عطف کیا گیا ہے، اس عطف سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ دانت بھی ایک

Marfat.com

خاص ہڈی ہے اور ناخن بھی ایک خاص ہڈی ہے، پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ شاید امام بخاری کی نظر اس طرف تھی کہ دانت اور ناخن عرفاً ہڈی نہیں ہیں اور اطباء بھی کہتے ہیں کہ یہ ہڈی نہیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں بھی ہڈی ہیں اور ہڈی کا دانت پر عطف، عام کا خاص پر عطف ہے۔

نیز علامہ کرمانی نے کہا: کہ امام بخاری نے عنوان میں ہڈی کا ذکر کیا ہے اور حدیث میں ہڈی کا ذکر نہیں ہے، پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ دانت اور ناخن کے ذکر سے ہڈی کا مسئلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام بخاری کی عادت یہ ہے کہ وہ اصلِ حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں، کیونکہ اصل حدیث میں ہے: ''کیونکہ دانت ہڈی ہے''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۰۶- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم كُلْ يَعْنِي مَا أَنْهَرَ الدَّمَ إِلَّا السِّنَّ وَالظُّفُرَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از والدِ خود از عبایہ بن رفاعہ از حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ یعنی جو چیز خون بہا دے سوائے دانت اور ہڈی کے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۸۸، ۲۵۰۷، ۳۰۷۵، ۵۴۹۸، ۵۵۰۳، ۵۵۰۶، ۵۵۰۹، ۵۵۴۳، ۵۵۴۴، صحیح مسلم: ۱۹۶۸، سنن ترمذی: ۱۴۹۱، سنن نسائی: ۴۴۱۰، سنن ابوداؤد: ۲۸۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۳، مسند احمد: ۱۶۸۱۲، سنن دارمی: ۱۹۷۷)

صحیح البخاری: ۵۵۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت رافع بن خدیج کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے، اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

۲۱- بَابُ: ذَبِيحَةِ الْأَعْرَابِ وَنَحْوِهِمْ — دیہاتیوں اور ان جیسے لوگوں کے ذبیحہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں دیہاتیوں کے ذبیحہ کا حکم بیان کیا گیا ہے، اور اعراب (دیہاتی) وہ لوگ ہیں جو عرب کے صحراؤں اور جنگلوں میں رہتے ہیں، جن کو خانہ بدوش کہا جاتا ہے اور بادیہ نشین بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بغیر ضرورت کے شہر میں نہیں جاتے۔ اور لفظِ اعراب کا کوئی واحد نہیں ہے۔ یہ لوگ شہروں میں جا کر علم حاصل نہیں کرتے اور عموماً احکام شرعیہ سے ناواقف ہوتے ہیں، تو جو احکامِ شرعیہ سے ناواقف ہوں، وہ بھی دیہاتیوں کی مثل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۰۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ حَفْصٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسامہ بن حفص

Marfat.com

عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ قَوْمًا قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِي أَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا فَقَالَ سَمُّوا عَلَيْهِ أَنْتُمْ وَكُلُوهُ قَالَتْ وَكَانُوا حَدِيثِي عَهْدٍ بِالْكُفْرِ تَابَعَهُ عَلِيٌّ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ وَتَابَعَهُ أَبُو خَالِدٍ وَالطُّفَاوِيُّ

المدنی نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ چند لوگوں نے نبی ﷺ سے کہا کہ ہمارے پاس کچھ لوگ گوشت لے کر آتے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اس کے ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں لیا۔ آپ نے فرمایا: تم اس پر اللہ کا نام لو اور اس کو کھالو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ لوگ کفر کے زمانہ کے قریب تھے (نئے نئے کفر سے نکلے تھے)۔

اس حدیث کی متابعت علی نے کی ہے از دراوردی اور ان کی متابعت ابو خالد اور طفاوی نے کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۵۷، ۵۵۰۷، ۷۳۹۸، سنن نسائی: ۴۴۳۶، سنن ابوداؤد: ۲۸۲۹، سنن ابن ماجہ: ۳۱۷۴، موطا امام مالک: ۱۰۵۴، سنن دارمی: ۱۹۷۶)

صحیح البخاری: ۵۵۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں اعراب کے ذبیحہ کا ذکر ہے، اور اس سے مراد وہ دیہاتی ہیں جو مسلمانوں کے پاس جنگلوں اور صحراؤں سے آتے تھے۔ اور اس حدیث میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں اور ہمیں پتا نہیں ہوتا کہ انہوں نے اس پر اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں؟

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن عبید اللہ بن زید کا ذکر ہے، ان کے والد ثابت ہیں جو حضرت عثمان بن عفان القرشی الاموی المدنی کے غلام تھے۔ اور ان سے صرف امام بخاری نے روایت کی ہے۔ اور اس حدیث میں اسامہ بن حفص المدنی کا ذکر ہے جو ہشام بن عروہ از والد خود عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ چند لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں اور سنن نسائی میں ہے کہ چند اعراب گوشت لے کر آتے ہیں، اور امام مالک کی روایت میں ہے کہ چند بادیہ نشین گوشت لے کر آتے ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: ہم نہیں جانتے کہ اس گوشت پر اللہ کا نام لیا گیا ہے یا نہیں، یعنی کیا ہم اس گوشت سے کھالیں؟

اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے، کیونکہ اگر ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا

Marfat.com

واجب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیہاتیوں کے ذبیحہ کو کھانے کا حکم نہ دیتے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مالک کی روایت کے آخر میں یہ اضافہ ہے "اور یہ اولِ اسلام میں تھا"۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ لوگ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنے کے حکم سے جاہل نہ ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۴-۱۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

مشینی ذبیحہ کے جواز پر استدلال کا جواب

میں کہتا ہوں: کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے مشینی ذبیحہ کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ اگر مشینی ذبیحہ پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لو، لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں ابتداء اسلام کے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ اعراب ذبح کے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرتے تھے، لیکن جب مسلمانوں کے پاس ان کا گوشت لایا جاتا تو انہیں یہ شبہ ہوتا تھا پتا نہیں انہوں نے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں تو آپ نے اس شبہ اور وسوسہ کو زائل کرنے کے لیے فرمایا: "تم بسم اللہ پڑھ کر کھالو"۔ تو اس حدیث کا مقصود شبہ اور وسوسہ کو زائل کرنا ہے نہ اس کا مقصود یہ ہے کہ اگر ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو اس کا کھانا جائز ہوگا۔ اور مشینی ذبیحہ کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ مشین سے ذبح کرتے وقت اگر بسم اللہ پڑھ لی جائے تو پھر وہ ذبیحہ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں پہلے مذکور ہے: "اس کی متابعت علی نے دراوردی سے کی ہے": یعنی اسامہ بن حفص نے از ہشام از علی بن المدینی از عبد العزیز بن محمد الدراوردی کی متابعت کی ہے۔ اور دراوردی میں دراورد کی طرف نسبت ہے، یہ خراسان کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے اور اس متابعت سے مراد یہ ہے کہ اسامہ بن حفص نے جو روایت کی ہے، اس کی علی بن مدینی نے بھی ہشام بن عروہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے بعد مذکور ہے: "اور ان کی متابعت ابو خالد اور الطفاوی نے کی ہے": یعنی اسامہ بن حفص کی متابعت ابو خالد سلیمان بن حیان الاحمر نے بھی ہشام بن عروہ سے مرفوعاً روایت میں کی ہے۔ امام بخاری نے اس متابعت کو صحیح بخاری کی کتاب التوحید میں سندِ موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور طفاوی نے بھی متابعت کی ہے یعنی محمد بن عبد الرحمٰن الطفاوی نے بھی اسامہ بن حفص کی متابعت کی ہے اور امام بخاری نے اس متابعت کو صحیح بخاری کی کتاب البیوع میں سندِ موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۰۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں شعبی سے روایت کی ہے کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پنیر لایا گیا، الخ

Marfat.com

کہا گیا کہ یہ وہ طعام ہے جس کو مجوس بناتے ہیں، آپ نے فرمایا: تم اس پر اللہ کا نام پڑھو اور کھالو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۳۰)

ابن حزم ظاہری نے اپنی محلّٰی میں از عیینہ از ہشام از والد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے ایمان میں اجتہاد کرو اور کھاؤ۔ یعنی جو گوشت اعراب اور دیہاتی لے کر آئے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے اس پر ذبح کے وقت بسم اللہ کو پڑھا ہے یا نہیں پڑھا، اور یہ حدیث بھی مرسل ہے اور ابن حزم نے کہا: حدیث مرسل میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ (المحلّٰی ج ۷ ص ۴۵۸)

اور امام طحاوی نے مشکل الآثار میں یہ روایت کی ہے کہ چند صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، پس کہا: چند اعراب ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں، اور پنیر اور گھی (لے کر آتے ہیں) اور ہم نہیں جانتے کہ ان کے اسلام کی کیا حقیقت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تم غور کرو کہ اللہ نے تم پر کن چیزوں کو حرام کیا ہے، ان سے رک جاؤ اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا ہے، سو وہ تمہارے لیے معاف ہیں اور تمہارا رب بھولنے والا نہیں ہے، تم بسم اللہ پڑھ لو۔ (شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۲۲۶)

اور اسی کی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حلال کو حلال قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کے حرام کو حرام قرار دیا، پس جس چیز کو اللہ نے حلال قرار دیا، وہ حلال ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا، وہ حرام ہے، اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا، وہ معاف ہے، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تلاوت کی:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانعام)

آپ کہیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کسی کھانے والے پر ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا، وہ مردار ہو یا بہا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ نجس ہے یا بہ طور نافرمانی کے اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، سو جو شخص مجبور ہو اور نہ وہ سرکشی کرنے والا ہو نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

ذبح سے پہلے بسم اللہ کے پڑھنے کا فرض یا واجب نہ ہونا

ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ حدیث اس مسئلہ میں نہایت عمدہ ہے کہ ابتداء میں بسم اللہ کا پڑھنا شرط نہیں ہے، اسی طرح المہلب مالکی نے کہا ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ ذبح میں پہلے بسم اللہ پڑھنا فرض نہیں ہے، کیونکہ اگر ذبح میں پہلے بسم اللہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو ہر حال میں بسم اللہ کا پڑھنا فرض ہوتا۔ اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا مستحب ہے اور فرض نہیں ہے، پس ذبح کرنا جو کھانے کا نائب ہے، اس میں بھی بسم اللہ کا پڑھنا سنت ہے، کیونکہ وہ فرض کا قائم مقام ہے۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عدی بن ابی حاتم اور حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو شکار پر کتا چھوڑنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے، یا شکار پر تیر مارنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے، یہ دونوں حدیثیں تنزیہہ پر محمول ہیں۔ اس لیے کہ وہ دونوں زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر شکار کرتے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شکار کرنے اور ذبح کرنے کی باریکیوں کو سمجھایا تاکہ وہ کسی شبہ میں واقع نہ ہوں۔ اور ابتداء میں ہی کامل ترین طریقہ سے شکار کریں اور ذبح کریں۔ اسی طرح جو لوگ آپ سے سوال کرنے کے لیے

Marfat.com

آئے اور ابتداء میں انہیں کامل طریقہ سے ذبح کرنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا تو آپ نے ان کو بتایا کہ اصل وہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال کردی ہے اور آپ نے حضرت عدی بن ابی حاتم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اگر تم نے شکاری کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی تو وہ حرام ہوگا لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ تم اس کو نہ کھانا کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ اس نے اپنے لیے شکار کیا ہوگا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں کھانے کے وقت آپ نے بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا ہو، تا کہ تمہارا اب بسم اللہ پڑھنا تمہارے لیے اس کھانے کو مباح کردے گا جس کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ انہوں نے ذبح کے وقت بسم اللہ کو پڑھا تھا یا نہیں پڑھا تھا، جب کہ ذبح کرنے والا ان لوگوں میں سے ہو جن کا ذبیحہ صحیح ہوتا ہے جب وہ بسم اللہ پڑھیں۔

بازاروں میں جو گوشت بکتا ہے اس کے ذبیحہ کے صحیح ہونے پر دلیل

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بازاروں میں جو گوشت فروخت ہوتا ہے، وہ صحت پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی اگرچہ ہمارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ بازاروں میں جو گوشت بک رہا ہے، اس کے ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھی گئی تھی لیکن چونکہ مسلمان لوگ اس گوشت کو فروخت کررہے ہیں، اس لیے اس کو اسی پر محمول کیا جائے گا کہ انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر اس کو ذبح کیا ہے۔ اسی طرح جو اعراب اور دیہاتی ذبح کرتے ہیں، اس کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ غالب حال یہ ہے کہ وہ بسم اللہ پڑھنے کو جانتے ہوں اور مسلمانوں کا اسی طریقہ پر عمل ہے۔

اور حافظ ابو عمر بن عبد البر نے کہا ہے: اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ مسلمان جس کو ذبح کریں اور یہ معلوم نہ ہو کہ انہوں نے اللہ کا نام ذبیحہ پر لیا ہے یا نہیں تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ اس پر محمول کیا جائے گا کہ مسلمان نے بسم اللہ پڑھ لی ہے اور مومن کے متعلق صرف خیر کا گمان کیا جاتا ہے اور اس کا ذبیحہ اور اس کا شکار صحت اور سلامتی پر محمول کیا جائے گا حتیٰ کہ کسی دلیل سے یہ ثابت ہو کہ اس نے عمداً بسم اللہ پڑھنے کو ترک کردیا ہے۔

اس حدیث کے معنی میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ابتداءِ اسلام میں اعراب کے ذبیحہ کے کھانے کا حکم دیا تھا، اور اس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی:

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (الانعام: ۱۲۱) اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔

یہ قول ضعیف ہے، اس کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ آیت سورۂ انعام کی ہے اور وہ مکی ہے۔ اور اس حدیث کا تعلق مدینہ کے ساتھ ہے، کیونکہ اس حدیث میں جن اعراب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ مدینہ کے پاس رہتے تھے۔

اور اس پر اجماع ہے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا تبرک کے لیے ہے۔ اور اس میں زکوٰۃ اور ذبح کا کوئی تعلق نہیں ہے اور اہلِ علم کی جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اعراب اور بادیہ نشینوں کے ذبیحہ کے کھانے کا حکم نہیں دیتے، کیونکہ ممکن ہے کہ انہوں نے ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ناواقفیت کی بناء پر نہ پڑھی ہو۔ اور جب کہ یہ اصل ہے اور قاعدہ ہے کہ صرف مسلمانوں کا ذبیحہ کھایا جاتا ہے یا جس پر بسم اللہ کا پڑھنا صحیح ہو تو اس ذبیحہ کو اس وقت تک ترک نہیں کیا جائے گا جب تک کہ یہ یقین نہ ہو کہ اس پر عمداً بسم اللہ نہیں پڑھی گئی۔ (التمہید ج ۲۲ ص ۲۹۹۔ ۳۰۰)

Marfat.com

اور ابن حزم ظاہری کا یہ قول بہت غریب ہے کہ ہر کھانے والے کے اوپر ابتداء میں بسم اللہ کا پڑھنا فرض ہے، کیونکہ حضرت عمر بن ابی سلمہ کی حدیث میں ہے: ''اللہ کا نام لو اور اپنے آگے سے کھاؤ''۔ (صحیح البخاری: ۵۳۷۶)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۴۵۲۔ ۴۴۹، ملخصاً وملتقطاً وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۰۷، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسلمان کے ذبیحہ کے متعلق سوال کرنا عبث ہے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے اور اس کے متعلق یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ تم نے کیسے ذبح کیا تھا اور نہ یہ سوال کرنے کی ضرورت ہے کہ تم نے کس نام پر ذبح کیا تھا، کیونکہ جب لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہمیں پتا نہیں کہ انہوں نے ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں، تو آپ نے فرمایا: تم اللہ کا نام لو اور کھاؤ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کا نام لو اور کھاؤ، اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ سوال کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ کلام میں غلو کے قبیل سے ہے، اور اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے متعلق سوال نہ کرو جو دوسروں نے کیا ہے، بلکہ تم پر لازم ہے کہ تم اپنے فعل کے متعلق سوال کرو، کیونکہ عنقریب تم کھاؤ گے تو تم کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔ اور دوسرے ذبح کر چکے ہیں، تو جو وہ ذبح کر چکے ہیں اس کو چھوڑ دو۔

اگر غالب گمان یہ ہو کہ ذبح کرنے والے نے بسم اللہ نہیں پڑھی، پھر بھی اس ذبیحہ کو کھا لیا جائے گا

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ انہوں نے ذبیحہ پر بسم اللہ نہیں پڑھی، کیونکہ میرا گمان ہے کہ وہ جاہل لوگ ہیں، پھر کیا کیا جائے گا؟ تو ہم کہیں گے: اگرچہ تمہارا غالب گمان یہ ہے کہ انہوں نے بسم اللہ نہیں پڑھی، پھر بھی تم بسم اللہ پڑھو اور کھا لو، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ فرماتی تھیں کہ وہ اعراب نئے نئے زمانہ کفر سے نکلے تھے اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر احکامِ شرعیہ سے جہالت غالب تھی۔ خاص طور پر یہ مسئلہ، کیونکہ یہ عموماً قصائیوں کو معلوم ہوتا ہے جو روزانہ جانوروں کو ذبح کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اہم قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ کام جس کو اس کے اہل نے کیا ہو، اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ جب یہ غالب گمان ہو کہ ذبح کرنے والے نے بسم اللہ نہیں پڑھی تو پھر احتیاط اس میں ہے کہ اس ذبیحہ کو نہ کھایا جائے، کیونکہ اس حدیث میں اعراب کا ذکر ہے جن کو بالعموم احکامِ شرع معلوم نہیں تھے اور اب شریعت پوری طرح بیان کی جا چکی ہے، اس لیے اب خصوصاً دار الاسلام میں احکامِ شرعیہ سے عدمِ واقفیت عذر نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

درآمد شدہ گوشت کا بیان

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جو گوشت غیر ممالک سے درآمد کیا جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی اصل حلت ہے۔ اور بڑے بڑے علماء سے اور وزارت وتجارت میں اس کی تحقیق کی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو گوشت ہمارے پاس اہل کتاب سے آیا ہے، وہ حلال ہے حتیٰ کہ اس کی تحریم کے اوپر کوئی دلیل واقع ہو۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۴۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۲۲۔ بَابُ: ذَبَائِحِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَشُحُومِهَا مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَغَيْرِهِمْ

اہلِ کتاب کے ذبیحوں اور ان کے ذبائح کی چربیوں کا بیان، خواہ وہ حربی ہوں یا غیر حربی ہوں

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ (المائدہ:۵)

آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہلِ کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا طعام ان کیلئے حلال ہے۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ نَصَارَى الْعَرَبِ وَإِنْ سَمِعْتَهُ يُسَمِّي لِغَيْرِ اللهِ فَلَا تَأْكُلْ وَإِنْ لَمْ تَسْمَعْهُ فَقَدْ أَحَلَّهُ اللهُ لَكَ وَعَلِمَ كُفْرَهُمْ وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوُهُ وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ الْأَقْلَفِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَعَامُهُمْ ذَبَائِحُهُمْ

اور الزہری نے کہا ہے: کہ عرب کے عیسائیوں کے ذبیحوں میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر تم یہ سنو کہ وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کر رہے ہیں تو نہ کھاؤ، اور اگر تم نے یہ نہ سنا ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان کا ذبیحہ حلال کر دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو ان کے کفر کا علم ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل ذکر کی گئی ہے۔ اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ غیر مختون کے ذبیحہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: ان کے طعام سے مراد، ان کے ذبائح ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ کتاب کے ذبیحہ اور ذبیحہ کی چربی کے متعلق فقہاءِ اسلام کے اقوال

اس باب میں ذکر کیا ہے کہ خواہ وہ اہلِ کتاب حربی ہوں جو جزیہ نہیں دیتے یا غیر حربی ہوں جو جزیہ دیتے ہیں اور اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ جائز ہے اور ان کی چربی کو کھانا بھی جائز ہے، اور یہ جمہور کا قول ہے۔

اور امام مالک اور امام احمد سے روایت ہے کہ اہلِ کتاب کی جس چیز کو حرام کر دیا ہے جیسے چربی تو وہ حرام ہے۔

امام بخاری نے المائدہ: ۵ کو اس لیے پیش کیا ہے تا کہ اس پر جواز کی دلیل قائم ہو کہ یہود اور نصاریٰ اہلِ کتاب میں سے جو اہلِ حرب ہیں یا غیر اہلِ حرب ہیں، ان کا ذبیحہ جائز ہے۔

حضرت ابن عباس، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم اور مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، مکحول، ابراہیم نخعی، سدی اور مقاتل بن حیان کا بھی یہی قول ہے اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ اہلِ کتاب کے ذبائح مسلمانوں کے لیے حلال ہیں، کیونکہ ان کا بھی یہ اعتقاد ہے کہ جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، وہ حرام ہے۔ اور وہ اپنے ذبائح پر صرف اللہ کا نام ذکر کرتے ہیں۔ اگر چہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا عقیدہ رکھتے ہیں جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ منزہ ہے اور ان کے علاوہ مشرکین کے ذبائح حلال نہیں ہیں، کیونکہ وہ اپنے ذبیحوں پر اور اپنی قربانیوں پر اللہ کا نام ذکر نہیں کرتے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔ اور غیر ذبح

شدہ کے کھانے میں توقف نہیں کرتے بلکہ مردار بھی کھاتے ہیں، اس کے برخلاف جو اہلِ کتاب ہیں اور جو صابئین (اہلِ کتاب کا ایک فرقہ) ہیں اور جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے دین کی طرف منسوب ہیں، (ان کا ذبیحہ کھایا جائے گا) اور نصاریٰ عرب جیسے بنو تغلب، تنوخ، بہراء اور جذام وغیرہ، ان کے ذبائح کو جمہور کے نزدیک نہیں کھایا جائے گا۔

امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیق کی شرح از علامہ عینی

''اور زہری نے کہا: عرب کے عیسائیوں کے ذبیحہ میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر تم یہ سنو کہ انہوں نے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا ہے تو تم نہ کھاؤ، اور اگر تم یہ نہ سنو تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ذبیحہ حلال کر دیا ہے اور ان کے کفر کا اس کو علم ہے''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی محمد بن مسلم الزہری نے کہا۔۔۔ الی آخرہ۔

امام عبد الرزاق نے اس تعلیق کی از معمر سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے الزہری سے عرب کے عیسائیوں کے ذبیحہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی مثل ذکر کیا اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ وہ غیر اللہ کا نام اس طرح لیتے ہیں باسم المسیح۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: الموطا میں اس کی مرفوعاً روایت کی ہے۔

عرب کے بعض عیسائیوں کے ذبیحہ کے حلال ہونے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اختلاف

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل ذکر کیا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس کو صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں اس تعلیق کے ضعف کی طرف اشارہ ہے، یعنی حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی گئی ہے جس طرح الزہری سے روایت کی گئی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے کہ بعض عرب کے عیسائیوں کا ذبیحہ کھانا منع ہے۔ اس کی امام شافعی نے روایت کی ہے۔ اور امام عبد الرزاق نے اسانیدِ صحیحہ کے ساتھ از محمد بن سیرین از عبیدہ السلمانی از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، آپ نے فرمایا کہ تم بنو تغلب کے نصاریٰ کے ذبائح کو نہ کھاؤ، کیونکہ وہ صرف شراب پینے کی وجہ سے اپنے دین کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔

''الاقلف'' کا معنی اور اس کے متعلق دیگر آثار

اور ''الحسن اور ابراہیم نے کہا: ''الاقلف'' کے ذبیحہ میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

یعنی حسن بصری اور ابراہیم النخعی نے کہا کہ غیر مختون کے ذبیحہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

''الاقلف'': کا معنی ہے غیر مختون۔ اور قلفہ اس کھال کو کہتے ہیں جس نے حشفہ کو چھپایا ہوا ہوتا ہے۔ (یعنی آلہ کے سر کو) اور حسن بصری کے اثر کی امام عبد الرزاق نے از معمر روایت کی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ جو مرد بڑی عمر کے بعد اسلام لایا اور اس کو یہ خوف ہے کہ اگر اس نے ختنہ کیا تو اس کو ضرر ہوگا تو اگر وہ ختنہ نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے اور وہ کہتے تھے کہ اس کے ذبیحہ میں کوئی حرج نہیں ہے اور ابراہیم نخعی کے اثر کی ابو بکر خلال نے از سعید بن ابو عروبہ از مغیرہ از ابراہیم نخعی روایت کی ہے، انہوں نے کہا: ''الاقلف'' کے ذبیحہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

Marfat.com

المائدہ:۵ کی تفسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "طعامهم" کا معنی ہے: ان کے ذبیحے۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ کی تفسیر میں کہا کہ ان کے طعام سے مراد ان کے ذبائح ہیں۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ ان کے طعام سے مراد ان کے ذبیحے ہیں نہ کہ وہ طعام جس کو وہ کھاتے ہیں، کیونکہ وہ مردار بھی کھاتے ہیں اور خنزیر کا گوشت بھی کھاتے ہیں اور خون کو بھی کھاتے ہیں اور ہمارے لیے بالاجماع ان میں سے کوئی چیز حلال نہیں ہے۔ اور جس تعلیق کو امام بخاری نے یہاں ذکر کیا ہے، وہ المستملی کے نزدیک ہے اور از سرخسی اور از حموی اس باب کے آخر میں حدیث مذکور کے بعد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۵۔۱۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِينَ قَصْرَ خَيْبَرَ فَرَمَى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِآخُذَهُ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، وہ کہتے ہیں: ہم خیبر کے قلعہ کا محاصرہ کر رہے تھے تو کسی انسان نے ایک تھیلا پھینکا جس میں چربی تھی، میں اس کو پکڑنے کے لیے لپکا، پس اچانک میں نے مڑ کر دیکھا تو وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے (تو آپ کو دیکھ کر) مجھے شرم آگئی (کہ آپ کہیں گے: یہ کیسا ندیدہ ہے)۔

(صحیح البخاری: ۳۱۵۳، ۴۲۱۴، ۵۵۰۸، صحیح مسلم: ۱۷۷۲، سنن نسائی: ۴۴۳۵، سنن ابوداؤد: ۲۷۰۲، مسند احمد: ۲۰۰۳۲، سنن دارمی: ۲۵۰۰)

صحیح البخاری: ۵۵۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں چربی کا ذکر ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ خیبر کے قلعہ سے کسی انسان نے تھیلا پھینکا جس میں چربی تھی، اس طرح یہ حدیث باب کے مطابق ہے۔

یہ حدیث کتاب الخمس میں گزر چکی ہے اور اس میں بھی اس حدیث کی یہی سند ہے، اور یہی متن ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: "فنزوت" یہ لفظ نزوٌ سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: اچھلنا، کودنا اور لپکنا۔ اور اس سے مقصود یہ ہے کہ میں نے اس تھیلے کو جھپٹنے میں جلدی کی۔

یہودیوں کے ذبائح کی چربی کو کھانے کا جواز

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ یہودیوں پر جو چیز حرام کی گئی ہے مثلاً چربی تو اس کا کھانا ممنوع نہیں ہے،

Marfat.com

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کو اس تھیلے سے نفع حاصل کرنے پر برقرار رکھا جس میں چربی تھی۔
نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہلِ کتاب کے ذبیحہ کی چربی کو کھانا جائز ہے، خواہ وہ اہلِ کتاب اہلِ حرب ہوں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بزرگوں کے سامنے کھانے پینے کی چیزوں پر لپکنے کا نامناسب ہونا

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ کسی بزرگ کے سامنے کھانے پینے کی چیز پر لپکنا اور جھپٹنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تھیلا جھپٹتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو وہ شرما گئے، گویا ان کا یہ فعل نامناسب تھا کہ آپ یہ خیال کریں گے کہ یہ شخص کھانے پینے کا کس قدر شوقین ہے یا ندیدہ ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۵۰۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہود پر جو چربی حرام کی گئی تھی، اس کے متعلق فقہاءِ اسلام کے اقوال

امام مالک نے یہود پر حرام کی ہوئی چربی کو مکروہ قرار دیا، اور ابن القاسم اور اشعب مالکی نے کہا ہے کہ یہ حرام ہے اور امام مالک سے بھی اس طرح مروی ہے۔

اور فقہاءِ احناف، الثوری، الاوزاعی، اللیث، ابن وہب، ابن عبدالحکم اور امام شافعی نے اس کے کھانے کو جائز قرار دیا ہے۔

جو فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس طعام کو مباح قرار دیا ہے جو طعام ان کے ذبیحہ سے حاصل ہو۔ اور چربی ان کا طعام نہیں ہے، تو جو ان کا طعام نہیں ہے وہ ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔ نیز وہ زکوٰۃ اور ذبح سے چربی کا قصد نہیں کرتے، اور زکوٰۃ اور ذبح میں قصد کی احتیاج ہوتی ہے، کیونکہ جو مجنون اور بے عقل ہو اس کا کیا ہوا ذبح صحیح نہیں ہے۔

اور جو فقہاء یہود کے ذبائح کی چربی کے کھانے کو جائز کہتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ چربی ان پر حرام کی گئی تھی، ہم پر حرام نہیں کی گئی ہے، کیونکہ ان کے ذبائح ہمارے لیے حلال ہیں، تو جو چیز ان کے ذبح کرنے سے حاصل ہو اور ہماری شریعت میں اس سے منع نہ کیا گیا ہو تو وہ حلال ہے اور جو چربی کھانے کو جائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ جب جانور کو ذبح کیا جاتا ہے تو ایسا نہیں ہوتا کہ اس جانور کا بعض حصہ تو حلال ہو اور بعض حلال نہ ہو بلکہ پورا جانور حلال ہو جاتا ہے، تو پھر یہود کے ذبائح میں جو چربی ہے وہ بھی حلال ہو گئی، کیونکہ جب اس جانور کا تزکیہ کیا گیا اور اس سے چربی کو علیحدہ کیا گیا تو پھر وہ ان پر حرام کی گئی ہے، ہم پر حرام نہیں ہے اور اس باب کی حدیث بھی حجت واضحہ ہے، کیونکہ اگر ان کی چربی کو کھانا حرام ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کو منع فرما دیتے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۴۵۴۔۴۵۵ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۳۔ بَابٌ: مَا نَدَّ مِنَ الْبَهَائِمِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْوَحْشِ
اس کا بیان کہ جو پالتو جانور بدک جائے، وہ وحشی جانور کے حکم میں ہے

وَأَجَازَهُ ابْنُ مَسْعُودٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا أَعْجَزَكَ
اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دی ہے، اور

Marfat.com

مِنَ الْبَهَائِمِ مِمَّا فِي يَدَيْكَ فَهُوَ كَالصَّيْدِ وَفِي بَعِيرٍ تَرَدَّى فِي بِئْرٍ مِنْ حَيْثُ قَدَرْتَ عَلَيْهِ فَذَكِّهِ وَرَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو جانور تمہارے قابو میں ہونے کے باوجود تم کو تھکا کر عاجز کردے تو وہ شکار کے حکم میں ہے۔ اور فرمایا کہ اگر اونٹ کنویں میں گر جائے تو تم جہاں سے اس کو ذبح کرنے پر قادر ہو، اس کو ذبح کرلو، اور حضرت علی اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس جانور کا حکم بیان کرنے کے متعلق ہے جو بدک کر بھاگ جائے تو وہ وحشی جانوروں کے حکم میں ہے اور اس کو جہاں سے بھی ذبح کرنا ممکن ہو اس کو ذبح کرلیا جائے۔ (یعنی اس پر بسم اللہ پڑھ کر تیر مارا جائے تو وہ تیر اس کے جسم کے جس حصہ پر بھی لگے تو وہ جانور ذبح ہو جائے گا)۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

''اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دی ہے'':

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دی ہے کہ پالتو جانوروں میں سے جو حیوان بدک کر بھاگے تو وہ وحشی حیوان کی مثل ہے یعنی جس طرح وحشی حیوان کو جس جگہ سے بھی ممکن ہو زخمی کر دیا جائے تو وہ حلال ہو جاتا ہے، اسی طرح اس کو بھی جس جگہ سے زخمی کر دیا جائے تو وہ حلال ہو جائے گا، اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسی روایت کی ہے جو اس معنی کو ادا کرتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ از وکیع از سفیان از منصور از ابراہیم از علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کا ایک جنگلی گدھا تھا، ایک مرد نے اس کی گردن پر تلوار ماری، سو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کو کھالو، کیونکہ یہ شکار ہے۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو جانور تمہارے قابو میں ہونے کے باوجود تم کو تھکا کر عاجز کردے تو وہ شکار کے حکم میں ہے۔ اور فرمایا کہ اگر اونٹ کنویں میں گر جائے تو تم جہاں سے اس کو ذبح کرنے پر قادر ہو، اس کو ذبح کرلو''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ دونوں اثر معلق ہیں اور پہلے اثر کی امام ابن ابی شیبہ نے سندِ موصول کے ساتھ از عکرمہ روایت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ شکار کے منزلہ میں ہے۔ اور دوسرے اثر کی امام عبدالرزاق نے از عکرمہ روایت کی ہے اور کہا ہے کہ جب اونٹ کنویں میں گر جائے تو اس کو اس کی کوکھ کی جانب سے زخمی کردو اور اس پر بسم اللہ پڑھو اور کھالو، اس تعلیق میں لکھا ہے: ''مما فی یدیک'' اس کا معنی ہے: جو جانور تمہارا ہو اور تمہارے تصرف میں ہو اور تم اس کو معروف طریقہ سے ذبح کرنے سے عاجز ہو تو پھر جس طرح ممکن ہو اس کو زخمی کرو اور بسم اللہ پڑھ لو تو وہ تمہارے لیے حلال ہے۔

Marfat.com

''اور حضرت علی اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں یہ اشارہ ہے کہ جانوروں میں سے جو بھاگ جائے، اس کا حکم وحشی حیوان کی طرح ہے، پس حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر کی ابوبکر نے از حفص از جعفر از والد خود روایت کی ہے کہ ایک بیل مدینہ کے بعض گھروں میں گز را تو ایک مرد نے اس کے اوپر تلوار ماری اور بسم اللہ پڑھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ حلال اور ذبح ہے یعنی اس پر تلوار مارنے سے وہ ذبح ہو گیا، اور لوگوں کو اس کے کھانے کا حکم دیا۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کی امام عبدالرزاق نے از شعبہ از سفیان روایت کی ہے اور دونوں نے اس کی روایت از سعید بن مسروق از عبایہ بن حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر کے متعلق ابن حزم ظاہری نے کہا ہے: یہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے اور صحابہ میں سے کوئی اس قول کا مخالف نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ، الثوری، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴، ابوثور، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، امام اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ اور ان کے اصحاب اور ہمارے اصحاب کا قول ہے۔

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے کہ کوئی بھاگا ہوا وحشی جانور اس وقت تک ذبح نہیں قرار دیا جائے گا جب تک کہ اس کے حلق اور لبہ پر وار نہ کیا جائے، اور یہی اللیث اور ربیعہ کا قول ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے بیان کیا ہے کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ ہر پالتو جانور اس وقت تک حلال نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو ذبح نہ کیا جائے یا نحر نہ کیا جائے اور اگر وہ بھاگ جائے تو اسی طرح حلال ہو گا جس طرح شکار حلال ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۷۔۱۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۰۹۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا لَاقُو الْعَدُوِّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى فَقَالَ اعْجَلْ أَوْ أَرِنْ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ فَكُلْ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَأُحَدِّثُكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ وَأَصَبْنَا نَهْبَ إِبِلٍ وَغَنَمٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ لِهَذِهِ الْإِبِلِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَإِذَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا شَيْءٌ فَافْعَلُوا بِهِ هَكَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج از حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر کل ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوگا اور ہمارے پاس چھری نہیں، تو آپ نے فرمایا: تم جلدی کرو یا فرمایا: ''ارن'' (اس کا معنی بھی یہ ہے کہ تم اس کو جلدی ذبح کرو)، جو چیز خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو تم اس کو کھالو، وہ دانت اور ناخن نہ ہو اور میں عنقریب تم کو بتاؤں گا۔ رہا دانت تو وہ ہڈی ہے اور رہا ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے۔ اور ہم

Marfat.com

کو مالِ غنیمت میں اونٹ اور بکریاں ملیں، پس ان میں سے ایک اونٹ بدک کر بھاگ گیا تو ایک مرد نے اس کے اوپر تیر مار کر اس کو روک لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان اونٹوں میں تنفر اور توحش ہوتا ہے جیسا کہ وحشی جانوروں میں تنفر اور توحش ہوتا ہے، پس جو جانور تم پر غالب آجائے تو اس کے ساتھ تم اسی طرح کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۴۸۸، ۲۵۰۷، ۳۰۷۵، ۵۴۹۸، ۵۵۰۳، ۵۵۰۶، ۵۵۰۹، ۵۵۴۳، ۵۵۴۴، صحیح مسلم: ۱۹۶۸، سنن ترمذی: ۱۴۹۱، سنن نسائی: ۴۴۱۰، سنن ابوداؤد: ۲۸۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۳، مسند احمد: ۱۶۸۱۲، سنن دارمی: ۱۹۷۷)

صحیح البخاری: ۵۵۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ '' جانوروں میں سے جو بدک کر بھاگ جائے وہ وحشی جانور کے حکم میں ہے '' اور اس حدیث میں بھی یہ بیان ہے کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم کو مالِ غنیمت میں جو اونٹ ملے تھے، ان میں سے ایک اونٹ بدک کر بھاگ گیا، اور ایک مرد نے تیر مار کر اس کو روک لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: '' ان اونٹوں میں توحش ہوتا ہے تو ان میں سے جو تم پر غالب آجائے، اس کے ساتھ اسی طرح کرو''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن علی کا ذکر ہے، یہ ابن بحر البصری الصیرفی ہیں اور یحییٰ کا ذکر ہے، یہ یحییٰ القطان ہیں اور سفیان کا ذکر ہے، یہ سفیان ثوری ہیں جو اپنے والد سعید بن مسروق سے از عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے دادا حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے، آپ نے فرمایا: '' اعجل '' یا فرمایا '' اَرِن ''۔ اس میں راوی کو شک ہے کہ آپ نے اعجل فرمایا یا اَرِن فرمایا۔ اعجل کا لفظ عجلت سے ماخوذ ہے، پھر راویوں کا ارن کے ضبط میں اختلاف ہے۔ کریما کی روایت میں ہے اَرِنْ (ہمزہ پر زبر اور راء کے نیچے زیر اور نون ساکن)۔ اسی طرح علامہ خطابی نے اس کو منضبط کر کے لکھا ہے۔ اور سنن ابوداؤد میں ابوذر کی روایت سے مذکور ہے اَرْنِ یعنی راء ساکن ہے اور نون کے نیچے زیر ہے۔ اور اسماعیلی کی روایت میں ہے اَرِنِی اس کا معنی ہے کہ اس جانور کو جلدی ذبح کر لو تا کہ یہ طبعی موت نہ مر جائے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: اَرِنْ کے متعلق جتنے الفاظ ذکر کیے گئے ہیں، یہ سب قواعدِ صرف کے خلاف ہیں اور شاذ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۸۔ ۱۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

جس جانور کو معروف طریقہ سے ذبح کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس کے حلال ہونے کی صورت

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان سے بھی یہی مقصود ہے کہ جس جانور کو معروف طریقہ سے ذبح کرنے یا اس کو نحر کرنے کی قدرت نہ ہو، تو اس جانور کے بدن کی جس جگہ کو بھی بسم اللہ پڑھ کر کسی آلہ سے زخمی کر دیا جائے تو وہ حلال ہو جائے گا، کیونکہ اگر اس کو معروف طریقہ سے ذبح یا نحر کرنے کا انتظار کیا جائے گا تو وہ مر جائے گا تو ایسی صورت میں تم اگر اس پر تیر مارو کہ کہیں وہ طبعی موت سے فوت نہ ہو جائے تو پھر وہ حلال ہو جائے گا، خواہ وہ تیر اس کے بدن کے کسی حصہ پر بھی لگے اور اس کا حکم شکار کے حکم کی طرح ہو گا، کیونکہ شکار میں معروف طریقہ سے ذبح کرنے کو موقوف کر دیا گیا ہے کیونکہ اس پر قدرت نہیں ہوتی۔

صحیح البخاری: ۵۵۰۹، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نحر اور ذبح کا فرق

نحر اونٹوں میں کیا جاتا ہے اور ذبح ان کے سوا دوسرے جانوروں میں کیا جاتا ہے جو گائے، بکری اور ہرن وغیرہ کو شامل ہے۔ پس اونٹوں کے علاوہ جو جانور ہیں ان کو ذبح کیا جاتا ہے اور اونٹوں کو نحر کیا جاتا ہے اور اگر اس کے برعکس کر دیا جائے یعنی اونٹوں کو ذبح کر دیا جائے اور دوسرے جانوروں کو نحر کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور نحر گردن کے نچلے حصہ میں نیزہ مارنے سے ہوتا ہے اور ذبح گردن کے اوپر والے حصہ میں چھری سے کاٹنے سے ہوتا ہے اور یہ ان دونوں میں فرق ہے۔ اور اگر پورا سر کاٹ دیا جائے تب بھی جانور حلال ہو جائے گا کیونکہ اس کا خون بہہ گیا ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۵۰۔۲۵۱، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۴۔ بَابُ: النَّحْرِ وَالذَّبْحِ

نحر اور ذبح کا بیان

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ لَا ذَبْحَ وَلَا مَنْحَرَ إِلَّا فِي الْمَذْبَحِ وَالْمَنْحَرِ قُلْتُ أَيَجْزِي مَا يُذْبَحُ أَنْ أَنْحَرَهُ قَالَ نَعَمْ ذَكَرَ اللهُ ذَبْحَ الْبَقَرَةِ فَإِنْ ذَبَحْتَ شَيْئًا يُنْحَرُ جَازَ وَالنَّحْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ وَالذَّبْحُ قَطْعُ الْأَوْدَاجِ قُلْتُ فَيُخَلِّفُ الْأَوْدَاجَ حَتَّى يَقْطَعَ النِّخَاعَ قَالَ لَا إِخَالُ وَأَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ نَهَى عَنِ النَّخْعِ يَقُولُ يَقْطَعُ مَا دُونَ الْعَظْمِ ثُمَّ يَدَعُ حَتَّى تَمُوتَ۔ وقول الله تعالى: وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً الی قوله فَذَبَحُوْهَا وَمَا

اور ابن جریج نے عطاء سے روایت کی ہے کہ ذبح اور نحر صرف ذبح کرنے کی جگہ (یعنی حلق پر) اور نحر کرنے کی جگہ (یعنی سینہ کے اوپر کے حصہ) سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ میں نے پوچھا: کہ جن جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے، اگر ان کو میں نحر کر دوں؟ (تو آیا یہ کافی ہو گا) انہوں نے کہا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے گائے کے ذبح کرنے کو بیان کیا، پس اگر تم کسی ایسے جانور کو ذبح کرو جس کو نحر کیا جاتا ہے (مثلاً اونٹ) تو یہ جائز ہے۔ اور اس کو نحر کرنا مجھے پسندیدہ ہے، اور ذبح میں گردن کی رگوں کو کاٹا جاتا ہے، میں نے پوچھا: کہ گردن کی رگوں کو کاٹتے ہوئے کیا حرام مغز کو بھی کاٹ دیا

Marfat.com

كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ۝ (البقرہ:۶۷۔۷۱)

جائے گا؟ انہوں نے کہا: میں اس کو ضروری نہیں سمجھتا۔ اور مجھے نافع نے خبر دی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حرام مغز کو کاٹنے سے منع فرماتے تھے، انہوں نے کہا کہ صرف گردن کی ہڈی تک رگوں کو کاٹا جائے گا، پھر جانور کو چھوڑ دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے۔
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گائے کو ذبح کرو (الیٰ قولہ) تو انہوں نے گائے کو ذبح کر دیا حالانکہ وہ ایسا کرنے والے نہیں تھے O (البقرہ:۶۷۔۷۱)

وَقَالَ سَعِيدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الذَّكَاةُ فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَسٌ إِذَا قَطَعَ الرَّأْسَ فَلَا بَأْسَ۔

اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ذبح حلق میں بھی کیا جا سکتا ہے اور لبہ میں بھی کیا جا سکتا ہے یعنی سینہ کے اوپر والے حصہ میں بھی کیا جا سکتا ہے اور حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ جب جانور کا سر کاٹ دیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ باب نحر اور ذبح کے بیان میں ہے اور ابوذر کی روایت میں ذبائح کا لفظ ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ الذبائح جمع کا صیغہ ہے اور یہ اس لیے جمع کا صیغہ ہے کیونکہ اس میں اکثر کا اعتبار کیا گیا ہے۔
(فتح الباری ج ۹ ص ۶۴۰، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۶۶۳، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)
علامہ عینی فرماتے ہیں: اس شرح کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ ہر شخص کو یہ معلوم ہے کہ ذبائح جمع کا صیغہ ہے، اور انہوں نے کہا کہ ذبائح ذبح کی جمع ہے، حالانکہ ذبائح ذبح کی جمع نہیں ہے بلکہ ذبیحۃ کی جمع ہے۔
اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اونٹوں میں اصل نحر کرنا ہے اور بکریوں وغیرہ میں اصل ذبح کرنا ہے۔ اور رہی گائے تو قرآن مجید میں اس کے ذبح کرنے کا ذکر ہے۔ اور سنت میں اکثر نحر کا ذکر ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر ذبح کی جگہ نحر کر دیا جائے یا نحر کی جگہ ذبح کر دیا جائے تو جمہور نے اس کی اجازت دی ہے اور ابن القاسم مالکی نے اس سے منع کیا ہے۔ اور علامہ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ، ثوری، لیث اور امام مالک اور امام شافعی سے اس کا جواز منقول ہے مگر یہ مکروہ ہے۔ اور امام احمد، امام اسحاق اور ابوثور نے کہا کہ مکروہ نہیں ہے۔ اور یہ عبد العزیز ابوسلمہ کا قول ہے۔ اور اشعب مالکی نے کہا ہے: اگر اونٹ کو بغیر ضرورت کے ذبح کر دیا جائے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا، یعنی ان کے نزدیک اس کو نحر کرنا ضروری ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح بخاری کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

''اور ابن جریج نے عطاء سے روایت کی ہے کہ ذبح اور نحر صرف ذبح کرنے کی جگہ (یعنی حلق پر) اور نحر کرنے کی جگہ (یعنی سینہ کے اوپر کے حصہ) سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ میں نے پوچھا: کہ جن جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے، اگر ان کو میں نحر کردوں؟ (تو آیا یہ کافی ہوگا) انہوں نے کہا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے گائے کے ذبح کرنے کو بیان کیا، پس اگر تم کسی ایسے جانور کو ذبح کرو جس کو نحر کیا جاتا ہے (مثلاً اونٹ) تو یہ جائز ہے۔ اور اس کو نحر کرنا پسندیدہ ہے، اور ذبح میں گردن کی رگوں کو کاٹا جاتا ہے، میں نے پوچھا: کہ گردن کی رگوں کو کاٹتے ہوئے کیا حرام مغز کو بھی کاٹ دیا جائے گا؟ انہوں نے کہا: میں اس کو ضروری نہیں سمجھتا۔ اور مجھے نافع نے خبر دی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حرام مغز کو کاٹنے سے منع فرماتے تھے، انہوں نے کہا کہ صرف گردن کی ہڈی تک رگوں کو کاٹا جائے گا، پھر جانور کو چھوڑ دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مرجائے''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ابن جریج کا نام ہے عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج، اور عطاء سے مراد ہیں عطاء بن ابی رباح۔

اس تعلیق میں کہا ہے کہ ذبح اور نحر صرف ذبح اور نحر کی جگہ میں ہوگا۔ یہ لف نشر مرتب ہے، پس ذبح اور نحر دونوں مصدر ہیں اور مذبح اور منحر اسم ظرف ہیں یعنی ذبح کی جگہ اور نحر کی جگہ۔

ذبح کی بجائے نحر کرنے کے جواز پر دلیل

اس تعلیق میں مذکور ہے ''میں نے پوچھا'': یہ پوچھنے والے ابن جریج ہیں۔

کیا ذبح کی جگہ نحر کردیا جائے تو یہ کافی ہوگا؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گائے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔

عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ قربانی کے دن ہمارے پاس گوشت آیا، سو بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کو نحر کیا۔۔۔ الحدیث۔ حالانکہ گائے کو ذبح کیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر ذبح کے بجائے نحر کردیا جائے تب بھی جائز ہے۔

عطاء نے ابن جریج سے پوچھا: کہ جن جانوروں کو نحر کیا جاتا ہے، اگر ان کو ذبح کردیا جائے تو کیا جائز ہے؟ اور نحر کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ عطاء کا کلام ہے۔

ذبح کی تعریف میں کتنی رگوں کا کاٹنا ضروری ہے

اور ذبح کی تعریف ہے ''رگوں کو کاٹنا''۔ ''اوداج'' ودجہ کی جمع ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اعتراض کیا ہے کہ ذبح کی تعریف میں اوداج کے ذکر کرنے پر اعتراض ہے، کیونکہ یہاں پر صرف ودجان ہے، یہ دو رگیں ہیں اور یہ دو موٹی رگیں ہیں جو ایک دوسرے کے متقابل ہوتی ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: جب کہ ذبح میں چار رگوں کو کاٹنا شرط ہے اور وہ الحلقوم اور المرّی ہیں (حلقوم وہ رگ ہے جس سے سانس لیا جاتا ہے، اس کو شہ رگ بھی کہا جاتا ہے اور مرّی وہ رگ ہے جس سے کھانے پینے کی چیزیں حلق سے معدہ کی

Marfat.com

طرف جاتی ہیں) اور دو رگیں ''ودجان'' ہیں، جن میں خون ہوتا ہے تو ان چاروں رگوں کے اوپر اوداج کا اطلاق بہ طور غلبہ استعمال کے ہے۔

الصغانی نے کہا ہے: ''الودج'' یہ گردن میں رگ ہے، اور اللیث نے کہا ہے: الودج یہ وہ رگ ہے جو سر سے لے کر سینہ تک متصل ہوتی ہے۔

ذبیحہ کے حلال ہونے کے لیے کتنی رگوں کا کاٹنا ضروری ہے، اس میں فقہاء اسلام کا اختلاف

تمام اوداج یعنی تمام رگوں کے کاٹنے کے متعلق اختلاف ہے۔ سو ہمارے نزدیک اگر چاروں رگوں کو کاٹ دیا جائے تو اس جانور کا کھانا حلال ہوگا اور اگر اکثر رگوں کو کاٹ دیا جائے تب بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذبیحہ جائز ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ الحلقوم اور المری اور ودجان میں سے کسی ایک رگ کا کاٹنا ضروری ہے حتیٰ کہ اگر حلقوم یا مرّی کا کوئی ایک حصہ کٹا تو اس جانور کا کھانا حلال نہیں ہوگا، اسی طرح مختصر القدوری میں اس اختلاف کو ذکر کیا گیا ہے اور ہمارے مشائخ کی کتابوں میں مشہور یہ ہے کہ یہ صرف امام ابو یوسف کا قول ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب تین رگوں کو کاٹ دیا جائے، خواہ وہ چار میں سے کوئی سی بھی تین رگیں ہوں تو اس ذبیحہ کو کھانا جائز ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک تین روایات ہیں، ایک تو یہی روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ حلقوم کو کاٹا جائے اور اس کے ساتھ دوسری دو رگیں ہوں اور تیسری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور مرّی کو کاٹا جائے اور اس کے ساتھ ودجان میں سے کوئی ایک رگ ہو، اور امام محمد کے نزدیک اکثر کا اعتبار ہے۔

اور وجیز شافعیہ میں لکھا ہوا ہے کہ حلقوم اور مرّی کو کاٹنے کا اعتبار ہے نہ کہ دوسری دو رگوں کا۔ اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

اور الاصطخری سے منقول ہے کہ حلقوم یا مرّی کا کاٹنا کافی ہے۔ اور یہ امام شافعی کی تصریح اور اجماع کے خلاف ہے۔

اور امام مالک اور لیث کے نزدیک ذبح میں ودجان اور حلقوم کو کاٹنا شرط ہے۔

ذبح کے وقت حرام مغز کو کاٹنے اور سر کو دھڑ سے الگ کرنے کا بیان

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''میں نے پوچھا: کیا گردن کی رگوں کو کاٹتے ہوئے حرام مغز کو بھی کاٹا جائے گا؟''

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس قول کے قائل ابن جریج ہیں، انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ کیا گردن کی رگوں کو کاٹتے ہوئے حرام مغز کو بھی کاٹا جائے گا؟

اس تعلیق میں ''النخاع'' کا لفظ ہے، جس کا معنی حرام مغز ہے۔ یہ سفید دھاگہ ہے جو گردن کی ہڈی میں داخل ہوتا ہے اور یہ صلب یعنی پشت تک چلا جاتا ہے حتیٰ کہ عجب الذنب تک پہنچتا ہے، اسی طرح اس کی علامہ الکرمانی نے تفسیر کی ہے۔ اور انہوں نے اس کو صاحب المغرب سے اخذ کیا ہے، کیونکہ انہوں نے النخاع یعنی حرام مغز کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

اور ہمارے بعض اصحابِ احناف نے اس پر رد کیا ہے کہ حیوان کا بدن ہڈیوں اور پٹھوں اور رگوں اور شریانوں سے مرکب ہوتا ہے اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو سفید دھاگا کہا جائے۔

اور علامہ الکرخی نے اپنی مختصر میں لکھا ہے کہ جب جانور کو ذبح کیا جائے تو یہ مکروہ ہے کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے اور یہ سفید

Marfat.com

رنگ ہے جو گردن کی ہڈی میں ہوتی ہے۔

عطاء نے ابن جریج کو جواب دیا: ''لا اخال''، یعنی میں اس طرح گمان نہیں کرتا اور یہ کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی ہے یعنی ابن جریج نے کہا کہ مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نافع نے خبر دی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حرام مغز کو کاٹنے سے منع فرمایا اور وہ یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت چھری حرام مغز تک پہنچ کر اس کو بھی کاٹ دے۔

صاحب الہدایہ علامہ المرغینانی التوفی ۵۹۳ھ، نے کہا ہے کہ ذبح کرتے وقت جس کی چھری حرام مغز تک پہنچ گئی یا جس نے ذبیحہ کا سر کاٹ کر دھڑ سے الگ کر دیا تو یہ مکروہ ہے اور اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا۔

رہی کراہت تو وہ اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ذبح کے وقت بکری کے حرام مغز تک کاٹنے سے منع فرمایا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس حدیث کو امام محمد بن حسن شیبانی نے کتاب الصید میں ذکر کیا ہے کہ یہ سعید بن المسیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور یہ حدیث مرسل ہے۔ اور امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ بکری کو ذبح کرتے وقت چھری اس کے حرام مغز کو بھی کاٹ دے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ذبح حلق میں بھی کیا جا سکتا ہے اور لبہ میں بھی کیا جا سکتا ہے یعنی سینہ کے اوپر والے حصہ میں بھی کیا جا سکتا ہے''۔

''لبہ'' کی تعریف

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض شارحین نے کہا ہے: یہ لفظ لِبَّہ ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں سینہ کے اوپر ہار ڈالا جاتا ہے اور یہی مَنحر (یعنی نحر کی جگہ) ہے۔ علامہ عینی اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ لفظ لِبَّہ نہیں ہے، بلکہ لَبَّہ ہے (یعنی لام کے نیچے زیر نہیں ہے بلکہ لام کے اوپر زبر ہے)۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ یہ جگہ گردن کے اوپری حصہ میں ہے جو ہار ڈالنے کی جگہ کے نیچے ہوتی ہے۔ اور المبسوط میں لکھا ہوا ہے کہ لَبَّہ سینہ کا سر ہے اور الجامع الصغیر میں لکھا ہوا ہے کہ پورے حلق میں سے کسی جگہ بھی ذبح کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، حلق کے وسط میں، حلق کے اوپر یا حلق کے نیچے۔

اس کا بیان کہ جب ذبح کے وقت سر دھڑ سے الگ ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

نیز اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ جب جانور کا سر کاٹ دیا تو کوئی حرج نہیں ہے''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کی ابو موسیٰ نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے، ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اگر ذبیحہ کا سر کاٹ دیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو کھانے کا حکم دیا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کی امام ابن شیبہ نے سندِ موصول کے ساتھ سندِ صحیح سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

Marfat.com

روایت کی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ جب ذبح کے وقت مرغی کا سر کاٹ دیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ حلال ہے۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے اثر کی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سندِ موصول کے ساتھ از عبید اللہ بن بکر بن انس روایت کی ہے کہ حضرت انس کے ایک قصائی نے بکری کو ذبح کیا، وہ تڑپنے لگی تو اس نے اس کو اس کی گدی سے ذبح کر دیا اور اس کا سر الگ کر دیا۔ تو لوگوں نے اس مرغی کو پھینکنے کا ارادہ کیا، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس مرغی کو کھالیا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۰۔۱۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۱۰۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ امْرَأَتِي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما قَالَتْ نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ، انہوں نے کہا: مجھے فاطمہ بنت المنذر نے خبر دی جو میری بیوی ہیں از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک گھوڑے کو ذبح کیا، سو ہم نے اس کو کھالیا۔

(صحیح البخاری: ۵۵۱۱، ۵۵۱۶، ۵۵۱۹، صحیح مسلم: ۱۹۴۲، سنن نسائی: ۴۴۰۶، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۰، مسند احمد: ۶۹۲۶۳ ۲، سنن دارمی: ۱۹۹۲)

صحیح البخاری: ۵۵۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ذبح کا ذکر ہے اور حدیث میں گھوڑے کو ذبح کرنے کا ذکر ہے۔ اور ان کے درمیان مناسبت واضح ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں خلاد بن یحییٰ کا ذکر ہے، یہ صفوان کے بیٹے ہیں اور ان کی کنیت ابو محمد السلمی الکوفی ہے۔ انہوں نے مکہ میں رہائش اختیار کی اور وہیں پر ۲۱۳ھ کے قریب فوت ہو گئے۔ اور اس حدیث میں سفیان کا ذکر ہے، وہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس حدیث میں فاطمہ بنت المنذر کا ذکر ہے، یہ اس حدیث کے راوی ہشام کی بیوی ہیں۔

گھوڑے کو کھانے کا بیان

اس حدیث میں امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ گھوڑے کے گوشت کو کھانا جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے کہا کہ گھوڑے کے گوشت کو کھانا مکروہ تحریمی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۲۔۱۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابو حنیفہ نے جو گھوڑوں کے گوشت کے کھانے کو مکروہ کہا ہے، اس کی وضاحت

میں کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے گھوڑے کے گوشت کے کھانے کو اس وقت مکروہ تحریمی فرمایا تھا جب گھوڑوں کی

Marfat.com

سواری کر کے جہاد کیا جاتا تھا اور دوسرے قول میں مکروہِ تنزیہی فرمایا ہے اور اب چونکہ گھوڑوں پر سواری کر کے جہاد نہیں کیا جاتا بلکہ جنگی نقل وحمل کے دیگر ذرائع کو استعمال کیا جاتا ہے مثلاً ٹینک، توپ، بکتر بند گاڑی اور جیپ وغیرہ اور میدانِ جنگ میں گھوڑوں کو استعمال نہیں کیا جاتا، اس لیے اب اگر گھوڑوں کو ذبح کر کے کھایا جائے تو ان کا کھانا مکروہ نہیں ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ ہمارے علاقوں میں اور ہمارے عرف میں گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کا رواج نہیں ہے بلکہ بالعموم اونٹوں کے گوشت کو کھانے کا بھی رواج نہیں ہے، صرف بکریوں، گایوں اور بھینسوں کے گوشت کے کھانے کا رواج ہے، یا پھر مرغیوں کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۵۱۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ سَمِعَ عَبْدَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ ذَبَحْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَرَسًا وَنَحْنُ بِالْمَدِينَةِ فَأَكَلْنَاهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبدہ سے سنا از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں گھوڑے کو ذبح کیا اور ہم اس وقت مدینہ میں تھے، پس ہم نے اس کا گوشت کھایا۔

(صحیح البخاری: ۵۵۱۱، ۵۵۱۶، ۵۵۱۹، صحیح مسلم: ۱۹۴۲، سنن نسائی: ۴۴۰۶، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۰، مسند احمد: ۲۶۳۷۹، سنن دارمی: ۱۹۹۲)

اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔

۵۵۱۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ تَابَعَهُ وَكِيعٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامٍ فِي النَّحْرِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از ہشام از فاطمہ بنت المنذر، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک گھوڑے کو ذبح کیا، سو ہم نے اس کو کھایا۔ جریر کی متابعت وکیع اور ابن عیینہ نے کی از ہشام نحر کے متعلق (یعنی اس میں ذبح کے بجائے نحر کا لفظ ہے)۔

(صحیح البخاری: ۵۵۱۱، ۵۵۱۶، ۵۵۱۹، صحیح مسلم: ۱۹۴۲، سنن نسائی: ۴۴۰۶، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۰، مسند احمد: ۲۶۳۷۹، سنن دارمی: ۱۹۹۲)

اس حدیث کی شرح بھی گزر چکی ہے۔

۲۵۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْمُثْلَةِ وَالْمَصْبُورَةِ وَالْمُجَثَّمَةِ

کسی جانور کے اعضاء کاٹنے، اور کسی جانور کو باندھ کر اس پر تیر مارنے اور کسی جانور کو بٹھا کر اس پر تیر مارنے کی کراہت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یعنی اس باب میں مُثلہ کی کراہت کو بیان کیا ہے۔ المثلہ کا معنی ہے کسی جاندار کے تمام یا بعض اجزاء کو کاٹنا جیسے کسی کے اعضاء کاٹے جائیں یا اس کی ناک کاٹی جائے، اور مثلہ اسم ہے۔

''مصبورۃ'' اور ''مجثمہ'' کا فرق

اور ''مصبورۃ'' یہ وہ جانور ہے جس کو زندہ باندھ دیا جائے تاکہ اس پر تیر مار کر اس کو قتل کیا جائے۔

اور ''المجثمہ'' یہ وہ جانور ہے جس کو زمین پر بٹھا دیا جائے، پھر اس پر تیر مارے جائیں حتیٰ کہ اس کو قتل کیا جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ المجثمہ خصوصیت کے ساتھ پرندوں اور خرگوش اور ان کی مشابہ جانوروں کے متعلق ہے۔

الخطابی نے کہا ہے: مجثمہ اور مصبورۃ، دونوں کا ایک معنی ہے۔ اور کہا ہے کہ مجثمہ اور جاثمہ میں فرق ہے، کیونکہ ''جاثمہ'' وہ ہے جو از خود بیٹھا ہو اور اس کو اس حال میں شکار کیا جائے تو یہ حرام نہیں ہے اور مجثمہ وہ ہے جس کو باندھا جائے اور پھر باندھ کر اس پر تیر مار کر شکار کیا جائے۔

''مصبورۃ'' کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ترمذی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المجثمہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے اور یہ وہ جانور ہے جس کو باندھ کر تیر مارے جائیں، اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے اور امام ترمذی اس کی روایت میں منفرد ہیں۔ اور امام ترمذی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ہر کچلیوں والے درندوں سے منع فرمایا ہے اور ہر ناخنوں سے شکار کرنے والے پرندوں سے بھی منع فرمایا ہے اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔ اور المجثمہ (بیٹھے ہوئے جانور پر تیر مارنا) سے منع فرمایا ہے۔ اور الخلیسہ (لیٹے ہوئے جانور پر تیر مارنا) سے منع فرمایا ہے، اور حاملہ عورتوں کے وضع حمل سے پہلے ان سے مباشرت سے منع فرمایا ہے۔

محمد بن یحییٰ شیخ ترمذی سے اس حدیث کے متعلق ابو عاصم سے سوال کیا کہ المجثمہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: پرندے کو نصب کر دیا جائے، پھر اس پر تیر مارا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۳۔ ۱۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۱۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ عَلَى الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ فَرَأَى غِلْمَانًا أَوْ فِتْيَانًا نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا فَقَالَ أَنَسٌ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید، انہوں نے کہا: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ الحکم بن ایوب کے پاس گیا، انہوں نے چند لڑکوں کو دیکھا یا نوجوانوں کو دیکھا جنہوں نے ایک مرغی کو نصب کر رکھا تھا اور اس پر تیر مار رہے تھے، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو تیر باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۵۶، سنن نسائی: ۴۴۳۹، سنن ابو داؤد: ۲۸۱۶، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۶، مسند احمد: ۱۲۳۳۵)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۵۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں کسی جانور کو باندھ کر اس پر تیر مارنے کی کراہت ذکر کی گئی ہے۔ اور حدیث میں بھی اسی طرح ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو باندھ کر اس پر تیر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید کا ذکر ہے، ان کا نام ہشام بن عبد الملک الطیالسی ہے اور اس حدیث کی سند میں ہشام بن زید کا ذکر ہے، یہ ابن انس بن مالک ہیں۔ یہ اپنے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ ہشام بن زید نے کہا: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ الحکم بن ایوب کے پاس گیا۔ الحکم بن ایوب یہ ابن ابی عقیل الثقفی ہیں، یہ الحجاج بن یوسف کے چچا زاد بھائی ہیں اور بصرہ میں ان کے نائب تھے۔ یہ ظلم وستم میں اپنے چچا زاد بھائی کی مثل تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تصبر البھائم'' صبر کا معنی ہے کہ جانور کو باندھ کر اس پر تیر مارے جائیں حتیٰ کہ وہ مر جائے۔ یہ اس لیے ممنوع ہے کہ اس فعل سے مال کو ضائع کرنا ہے اور جاندار کو عذاب پہنچانا ہے۔

مصبورہ کے کھانے کی ممانعت کے متعلق منفرد روایت

امام عقیلی نے کتاب الضعفاء میں از حسن از سمرہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو باندھ کر تیر مارنے سے منع فرمایا ہے اور ایسے جانور کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

امام عقیلی نے کہا ہے: جانور کو باندھ کر مارنے کی ممانعت کے متعلق بہت عمدہ احادیث ہیں، لیکن اس کے کھانے کی ممانعت کے متعلق صرف یہی حدیث ہے۔

علامہ عینی کا اپنے شیخ زین الدین سے اختلاف

ہمارے شیخ (زین الدین) نے ترمذی کی شرح میں کہا ہے: اس حدیث میں باندھے ہوئے جانور کو تیر مار کر اس کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے، کیونکہ یہ ایسا قتل ہے جو بغیر شرعی ذبح کے کیا گیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر تم نے اس جانور کو زندہ پالیا اور اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کر دیا تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے غلیل کی گولی سے مارے ہوئے جانور کو زندہ پالیا جائے اور اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے تو اس کے کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۵۱۳ کی شرح از علامہ ابن الملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت ابودرداء کی اور حضرت ام حبیبہ بنت العرباض کی روایت ہے، امام ترمذی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے المجثمہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے (المجثمہ وہ ہے جس کو باندھ کر اس پر تیر مارے جائیں)، اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن المجثمہ اور الخلیسہ سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۷۳، ۱۴۷۴)

''خلیسہ'': اس جانور کو کہتے ہیں جس کو کوئی درندہ جھپٹا مار کر پکڑ لے اور وہ ذبح کیے جانے سے پہلے مر جائے۔

''الصبر'' کا معنی ہے: الحبس، ہر وہ جانور جس کو تم نے پکڑ کر باندھ دیا تو وہ مصبورہ ہے۔ اور جس مرد کو بلایا جائے اور اس کی گردن ماردی جائے تو اس کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ یہ صبراً مقتول ہوا، یعنی اس کو موت کے لیے روک لیا گیا۔ اور مصیبت پر اپنے نفس کو جزع اور فزع سے روکنے کو بھی صبر کہتے ہیں۔ اور وہ سفید بادل جو پانی نہیں برساتا اس کو الصبیر کہتے ہیں۔ اور المجثمہ اور المصبورہ، دونوں ایک ہیں۔ امام ابوعبید نے کہا کہ المجثمہ صرف پرندوں، خرگوشوں اور ان جانوروں کے متعلق کہا جاتا ہے جن کو زمین پر بٹھا دیا جاتا ہے، اور پھر ان پر تیر مارے جائیں اور ابن فارس نے کہا: المجثمہ، یہ وہ پرندہ ہے جس کو موت تک باندھ دیا جائے۔ (الصحاح ج ۵ ص ۱۸۲۲، مجمل اللغت ج ۱ ص ۲۰۷)

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں کہ المجثمہ اور الجاثمہ میں فرق ہے، کیونکہ جاثمہ وہ ہے جو از خود بیٹھا ہو اور اس پر اس حال میں تیر مارے جائیں تو یہ حرام نہیں ہے اور مجثمہ وہ ہے جس کو باندھ کر نصب کر دیا جائے اور پھر اس پر تیر مارے جائیں حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو جائے، سو یہ حرام ہے۔

نیز علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے المصبورۃ اور المجثمہ میں فرق کیا ہے، کیونکہ مجثمہ اس صورت کے ساتھ خاص ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے، یعنی وہ از خود بیٹھا ہو اور اس پر تیر مارے جائیں اور المصبورۃ اس کے خلاف ہے۔ یعنی کسی جانور کو باندھ کر اس پر تیر مارے جائیں۔

کتاب الافعال میں لکھا ہے: ''جثم علی رکبتیہ جثوما'' اس کا معنی ہے کہ وہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ (ہود) تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل (اوندھے) پڑے رہ گئے ○

علامہ ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے المجثمہ سے جو منع فرمایا ہے، یہ المصبورۃ سے ممانعت کی مثل ہے۔ علاوہ ازیں عرب کے نزدیک تجثیم وحشی جانوروں اور ان پرندوں کے متعلق ہے جن کو زمین پر گرایا جائے اور ان پر تیر مارے جائیں۔ اور المصبورۃ اس سے عام ہے اور مجثمہ کا گوشت کھانا منع ہے جب وہ تیر مارنے سے مر جائے۔ اور اس کی نظیر یہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے المنخنقہ (گلا گھٹ کر مرنے والے) اور الموقوذۃ (یعنی چوٹ کھا کر مرنے والے) اور المتردیہ (بلندی سے گر کر مرنے والے) ان کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے جب وہ اسی صورت میں مر جائیں اور اگر کوئی جانور گھٹنوں کے بل بیٹھا ہو اس پر تیر مارا جائے اور وہ مرے نہیں اور زندہ مل جائے، تو پھر وہ شرعی طریقہ کے ساتھ ذبح کرنے سے حلال ہو جائے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع

Marfat.com

الصحیح، ج ۲۶ ص ۴۸۲۔ ۴۸۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۵۱۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَغُلَامٌ مِنْ بَنِي يَحْيَى رَابِطٌ دَجَاجَةً يَرْمِيهَا فَمَشَى إِلَيْهَا ابْنُ عُمَرَ حَتَّى حَلَّهَا ثُمَّ أَقْبَلَ بِهَا وَبِالْغُلَامِ مَعَهُ فَقَالَ ازْجُرُوا غُلَامَكُمْ عَنْ أَنْ يَصْبِرَ هَذَا الطَّيْرَ لِلْقَتْلِ فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ تُصْبَرَ بَهِيمَةٌ أَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید بن عمرو نے خبر دی از والد خود، انہوں نے ان سے سنا، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ یحییٰ بن سعید کے پاس گئے اور بنو یحییٰ کے لڑکے نے ایک مرغی کو باندھا ہوا تھا اور اس پر تیر مار رہا تھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے پاس گئے حتیٰ کہ اس مرغی کو کھول دیا، پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس مرغی کو لے کر آئے اور وہ لڑکا بھی ان کے ساتھ تھا، پھر آپ نے فرمایا: کہ تم اپنے لڑکے کو اس سے منع کرو کہ وہ اس پرندے کو باندھ کر قتل کرے، کیونکہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، آپ نے جانور یا اس کے غیر (یعنی پرندے کو) باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۵۸، مسند احمد: ۵۶۴۹، سنن دارمی: ۱۹۷۳)

صحیح البخاری: ۵۵۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں کسی جانور کو باندھ کر اس پر تیر مارنے کی ممانعت کا بیان ہے۔ اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک لڑکا ایک مرغی کو باندھ کر تیر مار رہا تھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے منع فرمایا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن یعقوب کا ذکر ہے، وہ المسعودی الکوفی ہیں۔ اور اسحاق بن سعید کا ذکر ہے، وہ اپنے والد سعید بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی سے روایت کرتے ہیں اور وہ عمرو کے بھائی ہیں جو الاشدق کے نام سے معروف ہیں۔ اور یہ سعید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اور بنو یحییٰ کا ایک لڑکا تھا'' یعنی ابن سعید مذکور کا اور یحییٰ کی مذکر اولاد تھی۔ اور وہ عثمان، عنبسہ، ابان، اسماعیل، محمد، سعید، ہشام اور عمرو ہیں۔ اور یحییٰ بن سعید ایک مرتبہ مدینہ کے گورنر مقرر ہوئے تھے اور اسی طرح ان کے بھائی عمر بھی۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ھذا الطیر'' یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اپنے اس لڑکے کو منع کرو کہ وہ اس طیر کو باندھ کر قتل کرے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حدیث میں ھذا الطیر کا لفظ ہے، حالانکہ اشارہ مرغی کی طرف ہے جو واحد ہے

علامہ کرمانی نے کہا: بہ ظاہر یہاں طائر کا لفظ ہونا چاہیے تھا، کیونکہ یہ ایک پرندہ ہے اور ایک پرندے کے لیے طائر کا لفظ آتا ہے، اور طیر جمع کے لیے آتا ہے، پھر انہوں نے اس کا جواب دیا کہ ایک پرندہ کے اوپر طیر کا اطلاق بھی لغتِ قلیلہ ہے۔

اعتراضِ مذکور کا بعض شارحین کی طرف سے جواب اور اس پر علامہ عینی کی تنقید

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ جمع کا بھی یہاں احتمال ہے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ اس لفظ سے جنس کا ارادہ کیا جائے۔

پرندوں اور جانوروں دونوں کو باندھ کر مارنے کی ممانعت

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تاویل درست نہیں ہے، کیونکہ ھذا الطیر سے مرغی کی طرف اشارہ ہے اور وہ واحد ہے، اس میں جمع کے ارادہ کا کیسے احتمال ہوگا۔ اور ان کا یہ کہنا کہ یہاں جنس کا ارادہ کرنا اولیٰ ہے، یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ھذا الطیر سے مرغی کی طرف اشارہ کیا ہے اور اشارہ جنس کی طرف نہیں ہوتا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: ''اوغیرھا'': یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جانور یا اس کے غیر کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، پس اس حدیث میں اوغیرھا کا لفظ تقسیم کے لیے ہے، شک کے لیے نہیں ہے۔ اور اس حدیث میں باندھ کر مارنے کی ممانعت پرندوں اور جانوروں دونوں کو شامل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَمَرُّوا بِفِتْيَةٍ أَوْ بِنَفَرٍ نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا فَلَمَّا رَأَوْا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوا عَنْهَا وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ فَعَلَ هَذَا إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هَذَا تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا الْمِنْهَالُ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَعَنَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ وَقَالَ عَدِيٌّ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

(صحیح مسلم: ۱۹۵۸، مسند احمد: ۳۱۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر، انہوں نے کہا: میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، پس وہ چند لڑکوں یا ایک جماعت کے پاس سے گزرے جنہوں نے ایک مرغی کو باندھا ہوا تھا اور اس پر تیر مار رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو وہ اس مرغی کے پاس سے بھاگ گئے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: یہ کس نے کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے جو اس طرح کرے۔ ابو بشر کی متابعت سلیمان نے کی ہے از شعبہ، انہوں نے کہا: ہمیں منہال نے حدیث بیان کی از سعید از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر لعنت

Marfat.com

فرمائی ہے جو حیوان کو مُثلہ کرے، عدی نے کہا از سعید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

صحیح البخاری: ۵۵۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں، پہلا جز ہے ''المُثلہ'' کی کراہت اور دوسرا جز ہے ''المصبورۃ'' کی کراہت۔ یعنی کسی جانور کو باندھ کر اس پر تیر مارنے کی کراہت۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ چند لڑکوں نے ایک مرغی کو نصب کر دیا تھا اور اس پر تیر مار رہے تھے، تو اس حدیث میں باب کے عنوان کے دوسرے جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالنعمان کا ذکر ہے، یہ محمد بن الفضل ہیں اور ابوعوانہ کا ذکر ہے، یہ الوضاح ہیں اور ابوبشر کا ذکر ہے، یہ جعفر بن ابی وحشیہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''بفتیۃ'' کا ذکر ہے: فتیۃ، فتی کی جمع ہے یعنی نوجوان لڑکے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''او بنفر'': او کا لفظ اس لیے ذکر ہے کہ اس میں راوی کو شک ہے، اور نفر کا معنی ہے: انسانوں کی جماعت، اور یہ اسمِ جمع ہے جس کا اطلاق خصوصیت کے ساتھ مردوں کی جماعت پر ہوتا ہے، جن کی تعداد تین سے لے کر دس تک ہو: اور نفر کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''من فعل ھذا؟'': اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس مرغی کو نشانہ مارنے کے لیے کس نے نصب کیا ہے؟ اور امام مسلم کی روایت میں ہے: ''اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرماتا ہے جو کسی جاندار کو نصب کرے تاکہ اس پر نشانہ لگائے''۔

اور صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی جانور کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور امام بزار نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جس میں روح ہو، اس کو نشانہ نہ بناؤ۔ اور امام طبرانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کی ایک قوم کے پاس سے گزرے، جو کبوتر کو نشانہ بنا رہے تھے، تو آپ نے فرمایا: کسی روح کو نشانہ نہ بناؤ، اور اس حدیث کی سند حسن ہے اور امام نسائی نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند لوگوں کے پاس سے گزرے اور وہ ایک مینڈھے کو تیروں سے نشانہ بنا رہے تھے، تو آپ نے اس کو ناپسند فرمایا، پھر فرمایا: جانوروں کو مُثلہ نہ کرو اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کو مُثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے

Marfat.com

جانور کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

جانور کو باندھ کر مارنے کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث

اس تعلیق میں مذکور ہے "من مثّل" جس نے مُثلہ کیا اور اس سے مراد یہی ہے کہ جس نے جانور کو باندھ کر مارا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے: "عدی نے کہا از سعید از ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم":

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں یہ اشارہ ہے کہ عدی بن ثابت نے ابو بشر اور منہال کی مخالفت کی ہے، پس انہوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے از سعید بن جبیر از ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور اس تعلیق کی روایت امام مسلم اور نسائی نے کی ہے از شعبہ از عدی بن ثابت از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا کہ "جس جانور میں روح ہو، اس کو نشانہ نہ بناؤ"۔ اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور امام نسائی نے از حماد بن سلمہ از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ جس حیوان میں روح ہو، اس کو نشانہ بنایا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۵۔۱۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۱۵، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی برے کام کو اپنے ہاتھ سے متغیر کرنے کا وجوب، اور گھر والوں پر اپنی اولاد کو تادیب کا وجوب اور مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل کو بیان کرنے کا استحباب

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی برائی کو جب ہاتھ سے متغیر کرنا ممکن ہو تو واجب ہے کہ اس کو ہاتھ سے متغیر کر دیا جائے، جب انسان اس پر قادر ہو، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس مرغی کو اپنے ہاتھ سے کھول دیا۔ اور ہم کہتے ہیں کہ صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا لیکن وجوب اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس نے کسی برائی کو دیکھا، اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ (صحیح مسلم: ۴۹)

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو ادب کی تعلیم دے، کیونکہ گھر میں صاحب سلطنت گھر والا ہوتا ہے، اسی لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس لڑکے کو خود ادب نہیں سکھایا بلکہ اس لڑکے کو اس کے گھر والوں کے پاس لے گئے، اور کہا کہ اپنے اس لڑکے کو ڈانٹو اور منع کرو۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو چاہیے کہ جب وہ کوئی فتویٰ بیان کرے تو اس کے ساتھ اس کی دلیل بھی ذکر کرے۔ کیونکہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اپنے اس غلام کو ڈانٹو اور جانور کو باندھ کر مارنے سے منع کرو تو اس کے ساتھ حدیث سنائی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے جانور کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۵۴، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۵۱۵، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

جاندار کو "مُثلہ" کرنے کی ممانعت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے جس نے حیوان کو مُثلہ کیا۔

لعنت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا اور لعنت اسی پر کی جاتی ہے جس نے بہت سنگین ناجائز کام کیا ہو۔ اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حیوان کو مثلہ کرنا یعنی اس کے اعضاء کو کاٹ ڈالنا گناہِ کبیرہ ہے، کیونکہ حیوان کی روح ہوتی ہے جس کو درد کا احساس ہوتا ہے جس طرح انسان کو درد کا احساس ہوتا ہے، اس لیے اسلام نے انسان ہو یا حیوان ہو، اس کے مثلہ کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، ان کو قتل کرو اور دین میں غلو نہ کرو اور کسی جاندار کو مُثلہ نہ کرو اور نہ کسی باندی کو قتل کرو اور نہ کسی عورت کو قتل کرو۔ الحدیث

(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۹۵، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۵۵۱۶۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ نَهَى عَنِ النُّهْبَةِ وَالْمُثْلَةِ۔

(صحیح البخاری: ۲۴۷۴، ۵۵۱۶، مسند احمد: ۱۸۲۶۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن یزید سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے النهبة (لوٹ مار) اور المُثلة (کسی جاندار کے اعضاء کاٹنا) سے منع فرمایا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۵۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی باب کے جز اول کے ساتھ مطابقت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ باب کے جزِ اول میں المُثلہ کا ذکر ہے، اور مُثلہ کا معنی ہے: "کسی جاندار کے تمام اعضاء کو یا بعض اعضاء کو کاٹنا"۔ اور اس باب کی باقی احادیث اس باب کے عنوان کے جُز ثانی کے مطابق ہیں جس میں کسی جانور کو باندھ کر قتل کرنے کی کراہت کو بیان کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس باب کی حدیث کی سند میں عبد اللہ بن یزید کا ذکر ہے، یہ الخطمی الانصاری ہیں جو کہ امیرِ کوفہ تھے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''النھبة'' کا ذکر ہے، ''النھبة'' کا معنی ہے: کسی دوسرے شخص کا مال علی الاعلان جبراً اور زبردستی چھین لینا۔ اور اگر مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس میں سے مال نکال لیا جائے تو اس کو بھی نھبة کہتے ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۱۶ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''نہبی'' کے معانی

النھبی: کسی چیز کو چھیننے کا اسم ہے، اور اس کا معنی ہے: مالِ غنیمت میں سے کسی چیز کو نکال لینا، صاحب المطالع نے کہا ہے: یہ الانتھاب کا اسم ہے اور اس کا معنی ہے: ''کسی جماعت کا کسی چیز کو جلدی سے چھین لینا''۔
نہبی کی جو ممانعت ہے، وہ تحریم کے لیے ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ''جو لوٹ مار کر کے کوئی چیز چھینے اس پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے''۔

''مصبورہ'' اور ''مجثمہ'' کے کھانے کی ممانعت

امام ابوعبید نے کہا ہے کہ ابوزید اور ابوعمرو اور دوسروں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی جانور کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے، خواہ وہ پرندہ ہو، یا کوئی اور جاندار ہو جو زندہ ہو اور اس پر تیر مارے جائیں حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔
علامہ ابن المنذر نے از امام احمد اور از امام اسحاق روایت کی ہے کہ المصبورۃ کو اور المجثمہ کو نہ کھایا جائے۔ اور دوسروں نے کہا کہ ہمارے علم میں یہ نہیں ہے کہ علماء میں سے کسی نے المصبورہ کے کھانے کو جائز قرار دیا ہو اور وہ سب اس کو حرام قرار دیتے ہیں، کیونکہ جس جانور کو ذبح کرنے پر قدرت ہو، وہ صرف اس صورت میں حلال ہوگا کہ اس کے حلق میں ذبح کیا جائے یا لبّہ میں نیزہ مارا جائے۔

''المصبورہ'' کی کراہیت کی وجوہ

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۵۳ھ نے کہا ہے کہ المصبورہ کی کراہیت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مشغلہ کے طور پر ایک حیوان کو عذاب دینا ہے، لیکن کسی جانور کو نحر کرنے کے لیے بٹھانا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور بہ طورِ مشغلہ کسی جانور پر تیر مارنا درج ذیل حدیث کی وجہ سے ممنوع ہے:
حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے متعلق احسان (یعنی نیکی) کو فرض کیا ہے، پس جب تم قتل کرو تو نیکی کے ساتھ قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو احسان کے ساتھ ذبح کرو اور تم میں سے کسی ایک کو یہ چاہیے کہ وہ اپنی چھری کو تیز کرلے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۵۵، کتاب الصید والذبائح باب الامر باحسان الذبح والقتل)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنی چھری کو تیز کرے اور بکری اس کی طرف دیکھ رہی ہو، اور

Marfat.com

انہوں نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا جس نے ایک بکری کو پچھاڑا اور اپنی ٹانگ اس کی گردن پر رکھ دی اور وہ چھری کو تیز کر رہا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، تم اس بکری کے اوپر کئی موتیں وارد کر رہے ہو یا تم اس بکری کو کئی موتوں کے ساتھ مار رہے ہو، تم نے اس بکری کو لٹانے سے پہلے اپنی چھری کو تیز کیوں نہیں کیا۔

(المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۱۳۱، حاکم نے کہا: یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کی روایت نہیں کی)۔

امام ابوجعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو باندھ کر اس پر تیر مار کر ہلاک کرنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس جانور کو ذبح کرنے کا شرعی طریقہ ہے اور جب اس کو باندھ کر تیر مارے جائیں گے تو ہوسکتا ہے کہ وہ تیر ایسی جگہ پر لگے جہاں سے جانور ذبح نہیں ہوتا، تو اس کا کھانا حرام ہوگا۔ اور جو اس کو باندھ کر نشانہ بنا رہا ہے، وہ اپنے رب کی کئی وجوہ سے معصیت کر رہا ہے۔ ایک اس وجہ سے کہ وہ ایک جانور کو عذاب دے رہا ہے اور اس کو مُثلہ کر رہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مُثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اس وجہ سے کہ جب اس کو ذبح کرنے کا ایک شرعی طریقہ موجود ہے تو وہ اس سے تجاوز کر کے جانور پر تیر مار کر اسے ایذاء پہنچا رہا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۴۸۴۔۴۸۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۲۶۔ بَابُ: لَحْمِ الدَّجَاجِ — مرغی کے گوشت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

''دَجَاجَۃٌ'' کا لغوی معنی

۔ اس باب میں مرغی کے کھانے کا بیان کیا گیا ہے اور بعض نسخوں میں مذکور ہے: ''باب لحم الدجاج'' یعنی مرغی کے گوشت کے کھانے کا بیان۔ اور دجاج میں دال پر تینوں حرکات جائز ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ دال پر پیش پڑھنا ضعیف ہے۔ اور دجاج اسم جنس ہے اور اس کا واحد دجاجۃ ہے، اس کے نیچے زیر ہو تو یہ مذکر کے لیے ہے نہ کہ مونث کے لیے۔ اور اس کا واحد دیک ہے اور دجاج میں اگر دال پر زبر ہو تو یہ مونث کے لیے ہے نہ کہ مذکر کے لیے اور اس کا واحد دجاجۃ ہے۔ اس کو دجاجہ اس لیے کہتے ہیں کہ دَجَّ یَدُجُّ کا معنی ہے: کسی کام کو سرعت کے ساتھ کرنا، اور اس کا آنا جانا بھی بہت سرعت کے ساتھ ہوتا ہے، اس لیے اس کو دجاجۃ کہتے ہیں۔

۵۵۱۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى يَعْنِي الْأَشْعَرِيَّ رضی الله عنه قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَأْكُلُ دَجَاجًا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۳، صحیح مسلم: ۱۶۴۹، مسند احمد: ۱۹۰۹۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از زہدم الجرمی از حضرت ابوموسیٰ یعنی الاشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کھا رہے تھے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۵۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کے عنوان میں مرغی کے گوشت کا ذکر ہے، اور حدیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کھا رہے تھے، سو اس طرح حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے۔ علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ یہ یا تو ابن موسیٰ ہیں یا ابن جعفر ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ ابن السکن نے کہا ہے کہ یہ ابن موسیٰ البلخی ہیں۔ اور الکلاباذی اور ابو نعیم نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ ابن جعفر بن اعین ابو زکریا الکندی ہیں۔ اور اس حدیث میں سفیان کا ذکر ہے، وہ الثوری ہیں۔ اور ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔ اور ابو قلابہ کا ذکر ہے، وہ عبد اللہ بن زید الجرمی ہیں۔ اور زہدم کا ذکر ہے، یہ ابن مضرب الجرمی ہیں۔ اس میں جرم کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ قضاعہ کی ایک شاخ ہے اور جرم نیز قبیلہ بنو طے کی شاخ ہے، اور امام بخاری کی ان سے دو حدیثوں کے سوا اور کوئی روایت نہیں ہے۔ اور امام بخاری نے اس حدیث کو متعدد ابواب میں ذکر کیا ہے۔ یہاں اختصار سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۱۷، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ایک قصہ ہے جو اس باب میں ذکر کیا جا چکا ہے "قدوم الاشعریین علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔ اور وہ قصہ یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا اور لوگوں میں ایک مرد بیٹھا ہوا تھا جو کھانے کے قریب نہیں گیا، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کو کھانے کی طرف بلایا، تو اس نے کہا کہ میں نے دیکھا تھا کہ مرغی حیوانوں کی لید میں سے بعض جو اور دانے چن کر کھا رہی تھی تو میرے دل میں اس سے گھن آئی اور تب سے میں مرغی کے گوشت کو ناپسند کرتا ہوں۔ تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن مرغی کھاتے دیکھا ہے۔ اور ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نمونہ ہے، پس یہ حدیث مرغی کے گوشت کے کھانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، پس مرغی کا بعض نجس چیزوں کو کھانا اس کے گوشت کو حرام نہیں کرتا، جیسا کہ گائے بعض گندے چھلکے کھا لیتی ہے اور نجس چیزوں کو کھا لیتی ہے تو اس کا گوشت طاہر رہتا ہے۔ (الشرح المیسر صحیح البخاری المسمی الدرر واللآلی بشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۹۶، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۵۵۱۸ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ أَبِي تَمِيمَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ هَذَا الْحَيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب بن ابی تمیمہ نے حدیث بیان

Marfat.com

مِنْ جَرْمٍ إِخَاءٌ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ فِيهِ لَحْمُ دَجَاجٍ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ أَحْمَرُ فَلَمْ يَدْنُ مِنْ طَعَامِهِ قَالَ ادْنُ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ مِنْهُ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُهُ أَكَلَ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ فَحَلَفْتُ أَنْ لَا آكُلَهُ فَقَالَ ادْنُ أُخْبِرْكَ أَوْ أُحَدِّثْكَ إِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي نَفَرٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ فَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَهُوَ يَقْسِمُ نَعَمًا مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا قَالَ مَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِنَهْبٍ مِنْ إِبِلٍ فَقَالَ أَيْنَ الْأَشْعَرِيُّونَ أَيْنَ الْأَشْعَرِيُّونَ قَالَ فَأَعْطَانَا خَمْسَ ذَوْدٍ غُرَّ الذُّرَى فَلَبِثْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي نَسِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمِينَهُ فَوَاللهِ لَئِنْ تَغَفَّلْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمِينَهُ لَا نُفْلِحُ أَبَدًا فَرَجَعْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا اسْتَحْمَلْنَاكَ فَحَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا فَظَنَنَّا أَنَّكَ نَسِيتَ يَمِينَكَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ هُوَ حَمَلَكُمْ إِنِّي وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا۔

کی از القاسم از زہدم، انہوں نے کہا: ہم ابوموسیٰ الاشعری کے پاس تھے اور ہمارے اور اس جرم کے قبیلہ کے درمیان برادرانہ تعلقات تھے، پھر ایک کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا اور لوگوں میں ایک سرخ رنگ کا مرد بیٹھا ہوا تھا، وہ کھانے کے قریب نہیں گیا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ قریب آؤ، کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس مرغی سے کھارہے تھے، اس مرد نے کہا کہ میں نے دیکھا تھا کہ یہ مرغی کچھ گندی چیزیں کھارہی تھی، تو میں نے قسم کھائی کہ میں اس مرغی کو نہیں کھاؤں گا، انہوں نے پھر کہا: قریب آؤ، میں تمہیں خبر دیتا ہوں یا کہا: میں تمہیں حدیث بیان کرتا ہوں، انہوں نے کہا کہ میں رسول رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چند اشعری صحابہ کے ساتھ حاضر ہوا، پس اتفاق یہ پیش آیا کہ اس وقت آپ ناراض تھے اور آپ صدقہ کے اونٹوں میں سے اونٹ تقسیم فرمارہے تھے، سو ہم نے بھی آپ سے سواری طلب کی تو آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہم کو سواری نہیں دیں گے۔ فرمایا: میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جس پر میں تم کو سوار کروں، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس مالِ غنیمت کے اونٹ لائے گئے، تو آپ نے فرمایا: اشعریین کہاں ہیں؟ اشعریین کہاں ہیں؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ پھر آپ نے ہمیں پانچ سفید کوہان والے اونٹ عطا فرمائے۔ ہم تھوڑی دیر ٹھہرے تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا: رسول اللہ ﷺ اپنی قسم کو بھول گئے، پس اللہ کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی غفلت کے متعلق نہیں بتایا تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہوں گے، پھر ہم نبی ﷺ کے پاس واپس گئے، سو ہم نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہم نے آپ سے سواری طلب کی تھی تو آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہم کو سواری نہیں دیں گے، سو ہم نے گمان کیا کہ آپ اپنی قسم کو بھول گئے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ ہی نے تم کو سوار کیا ہے اور بے شک اللہ کی قسم! ان

Marfat.com

شاء اللہ میں جب کوئی قسم کھاتا ہوں اور اس قسم کے خلاف کوئی بہتر دیکھتا ہوں تو میں اس کام کو کرتا ہوں جو بہتر ہے اور اپنی کھائی ہوئی قسم کا کفارہ ادا کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۳، ۴۳۸۵، ۴۴۱۵، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۶۶۲۳، ۶۶۴۹، ۶۶۷۸، ۶۶۸۰، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۱، ۷۵۵۵، صحیح مسلم: ۴۹ ۱۶، سنن نسائی: ۳۸۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۱۹۰۹۴)

صحیح البخاری: ۵۵۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں بھی یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کھا رہے تھے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو معمر کا ذکر ہے، اس اسم میں دونوں میموں پر زبر ہے۔ ان کا نام عبد اللہ بن عمرو المقعد البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد الوارث کا ذکر ہے، وہ ابن سعد البصری ہیں۔ اور ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس سند میں ان کا ان کے والد کی کنیت ابو تمیمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان کا نام کیسان ابو بکر البصری ہے۔ اور اس سند میں القاسم کا ذکر ہے، یہ ابن عاصم الکلبی التمیمی البصری ہیں۔ اور یہاں پر قاسم کی روایت زہدم سے ہے۔ اور پہلی روایت میں از ایوب از ابی قلابہ از زہدم مذکور ہے۔ ''باب قدوم الاشعرین'' میں اس حدیث کی مفصل شرح کی جاچکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ہمارے اور اس جرم کے قبیلہ کے درمیان برادرانہ تعلقات تھے''۔
علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس قبیلہ سے مراد جرم ہے اور اس پر رد کیا گیا ہے، کیونکہ اب اس کا معنی یہ ہوگا کہ زہدم الجرمی نے کہا کہ ہمارے اور اس قبیلہ جرم کے درمیان برادرانہ تعلقات تھے۔ اور یہ مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اور ان کی قوم کے اشعری زہدم کی قوم سے جو کہ بنو جرم ہیں، محبت کے اور برادرانہ تعلقات رکھنے والے تھے۔

سرخ رنگ کے مرد کا مصداق

اس حدیث میں مذکور ہے ''کہ ایک سرخ رنگ کے مرد نے کہا''۔ اور حماد بن زید کی روایت میں ہے کہ بنو تیم اللہ کے سرخ رنگ کے مرد نے کہا۔ گویا کہ وہ عجمیوں سے ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ مرد زہدم راوی ہے اور اس نے اپنے نفس کو مبہم رکھا ہے۔ پس اگر تم سوال کرو کہ اس مرد کی صفت حماد کی روایت میں ہے کہ وہ تیم اللہ سے ہے اور زہدم بنو جرم سے ہیں، تو میں کہوں گا: اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے، کیونکہ یہ صحیح ہے کہ زہدم کبھی بنو تیم اللہ کی طرف منسوب ہو اور کبھی بنو جرم کی طرف منسوب ہو۔ اور امام احمد نے اس حدیث کی از عبد اللہ بن الولید العدنی روایت کی ہے از سفیان ثوری، اور اس روایت میں مذکور ہے کہ بنو تیم اللہ کے ایک مرد نے کہا، جس کو

Marfat.com

زہدم کہا جاتا تھا۔اس میں ہے کہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو ان کے پاس مرغی کا گوشت لایا گیا، سو مجھے اس سے گھن آئی اور میں نے کہا کہ میں نے اس مرغی کو گندگی کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: قریب آؤ، میں تمہیں خبر دیتا ہوں۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو پانچ سفید کوہان والے اونٹ عطا فرمائے، تو ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے بھول گئے کہ آپ نے ہم کو اونٹ عطا نہ کرنے کی قسم کھائی تھی''۔

حدیث مذکور کا خلاصہ

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اونٹ عطا نہ کرنے کی قسم کھائی تھی، لیکن بعد میں آپ نے ہمیں اونٹ عطا کرنے کو بہتر جانا تو آپ نے ہمیں اونٹ عطا کر دیے اور فرمایا: میں اس قسم کا کفارہ دوں گا۔سو اسی طرح جس مرد نے قسم کھائی تھی کہ وہ مرغی کا گوشت نہیں کھائے گا، اس کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور مرغی کا گوشت کھائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرغی کا گوشت کھایا ہے۔

جو جانور گندی چیزیں بھی کھالے، ان کے احکام کا بیان

اس حدیث سے ثابت ہے کہ مرغی کا گوشت کھانا جائز ہے۔علامہ ابن الملقن شافعی نے التوضیح میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ مرغی کا گوشت کھانا حلال ہے۔اور یہ نرم اور ملائم کھانا ہے اور جن متقشفین (بناوٹی زاہد جو بدحالی اور تنگی کی زندگی کو پسند کرتے ہیں) نے مرغی کے گوشت کھانے کو مکروہ کہا ہے، ان کے مکروہ کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ سید الزاہدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرغی کا گوشت کھایا ہے۔اگرچہ یہ احتمال ہے کہ مرغی کبھی نجس چیزیں کھاتی ہے۔امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ اس وقت تک مرغی کو نہیں کھاتے، حتیٰ کہ چند روز اس کو بند رکھتے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۴۸۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

نیز علامہ عینی فرماتے ہیں: اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ جب وہ مرغی کے انڈے کھانے کا ارادہ کرتے تو مرغی کو تین دن تک بند رکھتے۔اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ مرغی ملا جلا کر کھاتی ہے۔اور جلالہ وہ جانور ہے جو نجاست کے سوا اور کوئی چیز نہیں کھاتا اور اس کا کھانا مکروہ ہے اور ابن حزم ظاہری کا زعم یہ ہے کہ جلالہ بالخصوص چار پاؤں والے جانور کو کہتے ہیں۔اور پرندوں کو اور مرغی کو جلالہ نہیں کہا جاتا۔

اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا: علماء کا الجلالہ کے کھانے کے جواز پر اجماع ہے۔(جلالہ سے مراد وہ گائے یا بکری ہے جو نجس چیزیں بھی کھاتی ہے اور غالباً علامہ ابن بطال کی جلالہ سے مراد یہی ہے۔سعیدی غفرلہ)

اور سحنون مالکی سے اس بکری کے بچے کے متعلق سوال کیا جس کو خنزیر نے دودھ پلایا ہو، تو انہوں نے کہا: اس بکری کے بچے کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اور امام ابوجعفر طبری نے کہا: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس اونٹ یا بکری کے بچے کو کتے کے دودھ سے غذا دی گئی یا خنزیر کے دودھ سے غذا دی گئی تو اس کا کھانا حرام نہیں ہے۔اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ خنازیر کا دودھ نجس ہے، جس طرح جانوروں کی لید نجس ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۵۱۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جلالہ کے متعلق دیگر احادیث اور آثار

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کو کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔
(سنن ابوداؤد: ۳۷۸۵، سنن ترمذی: ۱۸۲۴، (امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے)، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۹، المستدرک ج ۲ ص ۳۴، المشکوٰۃ: ۴۱۲۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کا گوشت کھانے سے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے، اور اس پر چمڑے کے سوا اور کوئی چیز نہ لادی جائے اور نہ لوگ اس پر سواری کریں، حتیٰ کہ وہ چالیس دن صرف چارہ کھائے۔
اس حدیث کی امام حاکم نے روایت کی ہے اور کہا ہے: اس کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۳۹، سنن الدارقطنی ج ۴ ص ۲۸۳)
اور امام حاکم کے شاگرد امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں ہے۔
(سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۳۳)

سعید بن ابوعرابہ نے از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندگی کھانے والے اونٹوں کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۸۲۵، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۳۴)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے اور اس کا دودھ پینے سے بھی منع فرمایا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۳۳)
پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مرغی کے انڈوں کو کھانے کا ارادہ کرتے تو ان کو تین دن بند رکھتے تھے۔
(مصنف عبدالرزاق: ۸۷۱۷)

''جلالہ'' کو کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

فقہاء احناف نے جلالہ اونٹوں کے گوشت کے کھانے کو مکروہ کہا ہے، حتیٰ کہ ان اونٹوں کو چند روز تک بند رکھا جائے۔
امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر کوئی جانور صرف نجس چیزیں کھائے یا اکثر نجس چیزیں کھائے، تو میں اس کے کھانے کو مکروہ قرار دیتا ہوں۔ اور جب وہ اکثر چارہ کھائے اور نجس نہ کھائے تو میں اس کو مکروہ نہیں قرار دیتا۔ اور امام شافعی کے اکثر اصحاب یہ کہتے ہیں کہ اس کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کا کھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔
ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی رباح، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ نے جلالہ کے کھانے کو مکروہ کہا ہے، سوا اس کے کہ اس کو کھانے کے چند روز تک بند رکھا جائے۔
اور امام مالک اور اللیث نے کہا ہے: جلالہ کے گوشت کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے مرغی اور وہ جانور جو مردار کو کھاتا ہے۔ اور حسن بصری جلالہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور امام ابوحنیفہ نے کہا: کہ مرغی ملا جلا کر کھاتی ہے اور جلالہ وہ

Marfat.com

جانور ہے جو نجس چیز کے سوا اور کچھ نہیں کھاتا اور اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔

(مختصر اختلاف العلماء، ج ۳ ص ۲۱۷، النوادر والزیادات ج ۴ ص ۳۷۲، روضۃ الطالبین ج ۳ ص ۳۷۸، المغنی ج ۱۳ ص ۳۲۸)

پس علماء کا جلالہ کے کھانے کے جواز پر اجماع ہے۔ اسی طرح علامہ ابن بطال کی کتاب میں مذکور ہے اور سحنون مالکی سے سوال کیا گیا کہ جس بکری کے بچے کو خنزیر کا دودھ پلایا گیا ہو، تو انہوں نے کہا: اس بکری کے بچے کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابو جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جس بکری کے بچے کو کتے یا خنزیر کا دودھ پلایا گیا، اس کا کھانا حرام نہیں ہے۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ خنزیر کا دودھ لید کی طرح نجس ہے۔ اور اس میں علت یہ ہے کہ جب بکری کے بچے کو ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت چکھا جائے یا سونگھا جائے تو اس میں خنزیر کے دودھ کا پتا نہیں چلتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے دودھ کو اس طرح متغیر کر دیا جس طرح غذا متغیر ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے صرف ان نجاسات کو بعینہٖ قرار دیا ہے جن کا حواس کے ساتھ ادراک کیا جائے۔ پس مرغی اور اونٹ جو جلالہ ہوں اور جو ان کے مشابہ ہوں ان میں بعینہٖ نجاست نہیں پائی جاتی۔ اور یہ ان نباتات سے زیادہ نہیں ہے جن کی نجاست میں نشوونما ہوتی ہو اور وہ نباتات طاہر ہیں اور بالاجماع حلال ہیں اور کوئی کھیت اس سے خالی نہیں ہے۔ (یعنی ہر کھیت میں کھاد ہوتی ہے اور کھاد میں گوبر اور دیگر نجاسات ہوتی ہیں اور ان ہی سے سبزیاں پیدا ہوتی ہیں اور چونکہ ان سبزیوں میں بعینہٖ ان نجاسات کا ادراک نہیں ہوتا، اس لیے ان کا کھانا طاہر ہے۔ اسی طرح جس بکری کے بچے کو خنزیر کا دودھ پلایا گیا تو اس بکری کے بچے میں خنزیر کا ادراک نہیں ہوتا، سو جس طرح زرعی پیداوار کا کھانا طاہر اور حلال ہے، اسی طرح اس بکری کے بچے کا کھانا بھی طاہر اور حلال ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور جلالہ کے کھانے سے ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اس سے گھن آتی ہے، تاکہ جانوروں کے چارے میں نجاست سے اجتناب کیا جائے، اور جلالہ کی ممانعت کے متعلق جو احادیث اور آثار ہیں، وہ قوی نہیں ہیں۔ اسی طرح علامہ ابن بطال کی کتاب میں بھی مذکور ہے۔

علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ پرندوں کو اور مرغی کو جلالہ نہیں کہا جاتا، خواہ وہ نجاست کھاتی ہوں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۴۸۹۔۴۹۱ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

''جلالہ'' کے متعلق علامہ شامی کی تحقیق

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تجنیس میں مذکور ہے کہ جب یہ جانور نجاست کھائیں تو مرغی کو تین دن تک بند رکھا جائے گا اور بکری کو چار دن تک اور اونٹ اور گائے کو دس دن تک، اور یہی مختار ہے ظاہر الروایۃ کے مطابق۔ اور علامہ سرخسی نے کہا: زیادہ صحیح یہ ہے کہ دلوں کی تائید نہ کی جائے اور ان جانوروں کو بند رکھا جائے حتیٰ کہ ان سے بدبو زائل ہو جائے اور الملتقی میں مذکور ہے کہ جب جلالہ کو قریب لایا جائے اور اس سے بدبو آئے تو اس کو نہ کھایا جائے اور نہ اس کا دودھ پیا جائے اور نہ اس سے کوئی کام کیا جائے، اور اس کو فروخت کرنا اور اس کو ذبح کرنا اس حال میں مکروہ ہے۔ اور البقالی نے ذکر کیا ہے کہ جلالہ کا پسینہ نجس ہے اور مختصر المحیط میں لکھا ہے کہ جو مرغی آوارہ پھرتی ہو، خواہ وہ نجاست کھائے تو وہ مکروہ نہیں ہے۔ یعنی جب اس سے بدبو نہ آئے، کیونکہ یہ گزر چکا ہے کہ وہ ملا جلا کر کھاتی ہے اور

Marfat.com

اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا، اور اس کو تنزیہاً چند روز کے لیے بند رکھنا چاہیے۔
(ردالمحتار علی الدر المختار ج ۹ ص ۳۷۱، کتاب الذبائح، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

۲۷۔ بَابُ: لُحُومِ الْخَيْلِ — گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں گھوڑوں کے گوشت کے کھانے کے جواز کا بیان ہے۔ امام بخاری نے اس حکم کی تصریح نہیں لکھی کیونکہ اس حکم کے متعلق دلائل متعارض ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۱۹۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ نَحَرْنَا فَرَسًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَكَلْنَاهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گھوڑے کو نحر کیا، پس ہم نے اس کو کھایا۔

(صحیح البخاری: ۵۵۱۱، ۵۵۱۶، ۵۵۱۹، صحیح مسلم: ۱۹۴۲، سنن نسائی: ۴۴۰۶، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۰، مسند احمد: ۲۶۳۷۹، سنن دارمی: ۱۹۹۲)

صحیح البخاری: ۵۵۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں الحمیدی کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ بن حمید بن عیسیٰ ہے اور یہ اپنے اجداد میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہیں۔ اور حُمید میں حاء پر پیش ہے اور اس حدیث میں سفیان کا ذکر ہے، اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور اس میں ہشام کا ذکر ہے، وہ ہشام بن عُروہ ہیں اور فاطمہ کا ذکر ہے، وہ بنت المنذر ہیں جو راوی ہشام کی بیوی ہیں اور حضرت اسماء کا ذکر ہے، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی بیٹی ہیں۔ یہ حدیث عنقریب ''باب النحر والذبح'' میں گزر چکی ہے، وہاں اس پر کلام ہو چکا ہے اور صحابی جب یہ کہے کہ ہم یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کرتے تھے تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۲۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، از عمرو بن دینار از محمد بن علی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے

Marfat.com

گوشت کو حرام فرمادیا اور گھوڑوں کے گوشت میں رخصت دی۔

(صحیح البخاری:۴۲۱۹، ۵۵۲۰، ۵۵۲۴، صحیح مسلم:۱۹۴۱، سنن ترمذی:۱۷۹۳، سنن نسائی:۴۳۲۷، سنن ابوداؤد:۳۷۸۸، مسند احمد:۱۴۴۷۴، سنن دارمی:۱۹۹۳)

صحیح البخاری:۵۵۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن علی کا ذکر ہے، ان کا نام محمد بن علی بن الحسین بن علی (رضی اللہ عنہم) بن ابی طالب ہے اور یہ (امام) باقر ہیں جو حضرت (امام) جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے والد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

اس حدیث سے عطاء، ابن سیرین، حسن بصری، اسود بن یزید، سعید بن جبیر، لیث، ابن المبارک، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد، امام احمد اور ابوثور نے یہ استدلال کیا ہے کہ گھوڑوں کے گوشت کو کھانا جائز ہے۔ اور امام ابوحنیفہ، اوزاعی اور امام مالک اور ابوعبید نے کہا ہے کہ گھوڑوں کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ اور دوسرا قول ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے اور فخر الاسلام اور ابو معین نے کہا ہے کہ یہی قول صحیح ہے۔ امام ابوحنیفہ نے قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۚ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زیبائش کے لیے پیدا کیے۔ (النحل:۸)

اس آیت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کے اوپر بہ طور امتنان اور احسان کے ذکر فرمایا ہے۔ اور کھانا سب سے اعلیٰ درجہ کا نفع ہے۔ اور حکیم کا یہ اسلوب نہیں ہے کہ وہ اعلیٰ نعمت کا ذکر ترک کردے اور ادنیٰ نعمت کا ذکر کرے۔ تو اگر گھوڑوں کا کھانا جائز ہوتا تو اس کو بھی اس آیت میں ذکر کیا جاتا۔ نیز اس لیے کہ گھوڑے دشمنوں کو ڈرانے کے آلات میں سے ہیں، لہٰذا ان کے کھانے کو احتراماً ترک کیا جائے گا۔ نیز امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی امام ابوداؤد نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں اور خچروں اور (پالتو) گدھوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس حدیث کی امام نسائی اور امام ابن ماجہ اور امام طحاوی نے بھی روایت کی ہے۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت کے بعد سکوت کیا ہے، تاہم انہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اور ہم نے غزوہ خیبر کے باب میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور رہے پالتو گدھے تو امام ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ علماء مسلمین کے درمیان اب ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

شمس الائمہ علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہیل السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ، لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گھوڑوں کا گوشت کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۵۲۱، صحیح مسلم: ۱۹۴۸، سنن نسائی ج ۷ ص ۲۳۰، سنن دارمی: ۱۹۹۲)

اور حضرت الحریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب گھوڑی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو ہم اس بچے کو پکڑ لیتے اور اس کو ذبح کرتے اور ہم کہتے کہ اب زمانہ قریب ہے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ہم کو لکھا کہ ایسا نہ کرو، کیونکہ اس معاملہ میں تاخیر ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے بعض فقہاء گھوڑوں کے گوشت کے کھانے کی رخصت پر استدلال کرتے ہیں، کیونکہ صحابہ گھوڑوں کو کھانے کی منفعت کے لیے ذبح کرتے تھے اور یہ امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الام للشافعی ج ۲ ص ۲۲۳)

رہے امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ، تو وہ گھوڑوں کے گوشت کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کتاب الصید کے ظاہر الفاظ یہ ہیں کہ یہ کراہت تنزیہ کے لیے ہے، کیونکہ انہوں نے کہا: بعض علماء رحمہم اللہ نے گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی ہے، لیکن مجھے گھوڑوں کا گوشت کھانا پسند نہیں ہے۔

اور الجامع الصغیر میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا: میں گھوڑوں کا گوشت کھانے کو مکروہ قرار دیتا ہوں، اس میں یہ دلیل ہے کہ اس کو کھانا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ روایت ہے کہ امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے کہا: جب آپ کسی چیز کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں اس کو مکروہ قرار دیتا ہوں، تو اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔

پھر جن فقہاء نے گھوڑوں کا گوشت کھانے کو مباح لکھا ہے، انہوں نے طعام للظاہر سے استدلال کیا ہے، کیونکہ بازاروں میں گھوڑوں کا گوشت فروخت کیا جاتا ہے اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ اور اس لیے کہ گھوڑے کا جھوٹا مطلقاً طاہر ہے اور گھوڑے کا پیشاب ان جانوروں کی طرح ہے، جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، پس اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ گھوڑوں کا گوشت بھی مویشیوں کی طرح کھایا جائے گا، خواہ اس کے اندر ممانعت وارد ہے، کیونکہ گھوڑے ان کے درمیان کم ہوتے تھے اور گھوڑے ہتھیار تھے جن کی جنگ میں ضرورت ہوتی تھی، سو اس لیے گھوڑوں کے گوشت کو کھانے سے منع کیا نہ کہ اس کی تحریم کی وجہ سے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَّالۡخَيۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِيۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِيۡنَةً ؕ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زیبائش کے لیے پیدا کیے۔ (النحل: ۸)

کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر امتنان اور احسان فرمایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کو سواری کی منفعت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور گھوڑوں میں زینت ہے۔ اگر گھوڑوں کا گوشت کھایا جاتا تو ان کے گوشت کے کھانے کی منفعت کو بیان کرتا

Marfat.com

زیادہ اولیٰ تھا، کیونکہ کسی چیز کو کھانا اس کی عظیم منفعت ہے، کیونکہ کسی چیز کو کھانے سے نفوس کی بقاء ہوتی ہے اور حکیم کی حکمت کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ زیادہ منفعت والی چیز کو ترک کردے اور کم منفعت والی چیز کو ذکر کرے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے مویشیوں میں کھانے کی منفعت کو ذکر فرمایا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۝ (المومن) اللہ ہی نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے تاکہ ان میں سے بعض پر تم سواری کرو اور بعض کو تم کھاتے ہو O

اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے ذکر کو خچروں اور گدھوں کے ساتھ ملایا ہے نہ کہ مویشیوں کے ساتھ۔ اور ذکر میں کسی چیز کو ملانا حکم میں اس کے ملانے کی دلیل ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح خچروں اور گدھوں کا کھانا جائز نہیں ہے، اسی طرح گھوڑوں کو بھی کھانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے استدلال کیا ہے اور گھوڑوں کے گوشت کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۹۰، کتاب الاطعمہ، امام ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت نے گھوڑوں کا گوشت کھایا ہے، ان میں سے حضرت ابن الزبیر ہیں اور حضرت فضالہ بن عبید ہیں اور حضرت انس بن مالک ہیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر ہیں اور حضرت سوید بن غفلہ ہیں اور علقمہ رضی اللہ عنہم ہیں)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قریش گھوڑوں کو ذبح کرتے تھے، اس کی امام نسائی نے کتاب الصید میں روایت کی ہے۔

(سنن نسائی ج ۷ ص ۱۷۸، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۶، کتاب الذبائح، مسند امام احمد ج ۳ ص ۱۱۱ رقم الحدیث: ۱۲۹۲۳)

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

حضرت المقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر خچروں، گدھوں اور گھوڑوں کا گوشت حرام ہے، اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جو دلیل حرمت کی موجب ہو، وہ راجح ہوتی ہے اور جو اس سلسلہ میں رخصت کی احادیث ہیں، وہ ابتدائی زمانہ پر محمول ہیں یعنی ممانعت سے پہلے۔ اور اس لیے کہ گھوڑی اور گدھے کے ملاپ سے خچر پیدا ہوتا ہے اور ولد ماں کا جز ہوتا ہے اور اس کا حکم وہی ہوتا ہے جو ماں کا حکم ہے حلت اور حرمت میں، پس جب خچر کو نہیں کھایا جاتا تو معلوم ہوا کہ گھوڑے کو بھی نہیں کھایا جائے گا۔

پھر گھوڑے، خچروں اور گدھوں کے مشابہ ہیں، اس لیے کہ یہ جانور ذوحافر ہیں، یعنی ان کے کھر ہیں۔ اس کے برخلاف مویشی ذوات الخف ہیں نہ کہ ذوات الحافر اور الخُف کا معنی ہے چرمی موزہ۔ یعنی مویشیوں کے پیر چرمی موزہ کے مشابہ ہیں۔

اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ گھوڑی کا جھوٹا اس کے دودھ کی مثل ہے۔ اور اس کا پیشاب ان جانوروں کے پیشاب کی مثل ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے تو یہ عموم بلویٰ کی وجہ سے ہے۔ اور عموم بلویٰ کی وجہ سے نجاست کے حکم میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور جن فقہاء نے کہا کہ گھوڑوں کے گوشت کی کراہت تنزیہہ کے لیے ہے نہ کہ تحریم کے لیے، تو انہوں نے کہا: گھوڑا بعض وجوہ سے انسان کے مشابہ ہے، کیونکہ اس سے دشمن کو ڈرایا جاتا ہے اور مالِ غنیمت میں گھوڑے کا بھی حصہ ہوتا

Marfat.com

ہے اور انسان کو کھایا نہیں جاتا اس کی کرامت کی وجہ سے، نہ کہ اس کی نجاست کی وجہ سے اور ان گھوڑوں کو بھی نہیں کھایا جاتا ان کی کرامت کی وجہ سے نہ کہ ان کی نجاست کی وجہ سے، اور اسی وجہ سے گھوڑوں کا جھوٹا طاہر قرار دیا جاتا ہے اور ان کا پیشاب ان جانوروں کی مثل قرار دیا گیا ہے جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔ (المبسوط ج ۱۱ص ۲۵۶۔ ۲۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الدمشقی متوفی ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

ہدایہ میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑوں کو کھانا مکروہ ہے، اور مکروہِ تحریمی کے اوپر حرام نہ ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے، اور شرنبلالی میں مذکور ہے کہ گھوڑوں کی تحریم ان کی نجاست کی وجہ سے نہیں ہے اور غایۃ البیان میں جواب دیا گیا ہے کہ گھوڑوں کا جھوٹا طاہر ہے اور اس کے کھانے کا حرام ہونا اس کے احترام کی وجہ سے ہے، کیونکہ گھوڑوں سے دشمن کو ڈرایا جاتا ہے اور گھوڑوں کی نجاست کی وجہ سے وہ حرام نہیں ہے، جیسا کہ انسان میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ پس گھوڑوں کے گوشت کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے، اور یہی ظاہر الروایہ ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار ج ۹ ص ۳۶۹، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۲۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن حزم ظاہری نے از عکرمہ بن عمار از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو اور گھوڑوں کے گوشت کو اور خچروں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے اور المجثمہ کو حرام قرار دیا ہے۔ پھر ابن حزم نے کہا کہ عکرمہ ضعیف ہے۔

امام طحاوی نے کہا کہ محدثین عکرمہ کی حدیث از یحییٰ کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور اس کو حجت نہیں بناتے۔

اور فقہاء کا گھوڑوں کے گوشت کے کھانے میں اختلاف ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور مجاہد، ابوبکر الاصم اور الحسن البصری سے منقول ہے کہ گھوڑوں کے گوشت کے کھانے کو ترک کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اور الحکم بن عتیبہ نے اس کو حرام قرار دیا ہے، اور امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ گھوڑوں کے گوشت کو کھانا حلال ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۳ ص ۲۱۶)

اور جن فقہاء نے گھوڑوں کے گوشت کے کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

از ثور بن یزید از صالح بن یحییٰ بن مقدام بن معدی کرب از والد خود از جد خود از حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں کے گوشت کو خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ تم پر پالتو گدھوں اور گھوڑوں کا گوشت کھانا حرام ہے، پھر کہا: یہ حکم منسوخ ہے۔

اور صحابہ کی ایک جماعت جن میں حضرت ابن الزبیر اور فضالہ بن عبید، حضرت انس بن مالک، اسماء، سوید بن غفلہ ہیں، انہوں نے گھوڑوں کے گوشت کو کھایا، اور قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں گھوڑوں کو ذبح کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۹۰)

اور ابن شاہین نے کتاب الناسخ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو گھوڑوں کے گوشت کے کھانے سے اور گدھوں کے گوشت کے کھانے سے اور خچروں کے گوشت کے کھانے سے منع کرتا

ہوں۔(ناسخ الحدیث ومنسوخہ لابن شاہین ج ۱ ص ۴۹۸)

امام دارمی نے کتاب الاطعمہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گھوڑوں کا گوشت کھانے کی رخصت ثابت ہے اور اس کا کوئی قوی معارض نہیں ہے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جس حدیث میں گھوڑوں کا گوشت کھانے کی ممانعت ہے، وہ اس حدیث کی مثل نہیں ہے جس میں گھوڑوں کا گوشت کھانے کی رخصت دی گئی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں کا ایک دوسرے سے سماع ثابت نہیں ہے۔(معالم السنن ج ۴ ص ۲۲۷)

اور امام الدارقطنی نے کہا ہے کہ حضرت خالد بن ولید کی حدیث ضعیف ہے اور اس حدیث کے بعض الفاظ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے گوشت کو خیبر کے دن حرام قرار دیا۔(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۸۷)

اور علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولید غزوہ خیبر کے بعد اسلام لائے تھے۔اور علامہ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے حضرت خالد بن ولید کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہونا صحیح نہیں ہے۔(الاستیعاب لابن عبد البر ج ۲ ص ۱۲)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: کہ جنہوں نے گھوڑے کا گوشت کھانے کو جائز قرار دیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ احادیث متواترہ سے گھوڑوں کا گوشت کھانا ثابت ہے اور اباحت کی احادیث ممانعت کی احادیث سے زیادہ صحیح ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۴۹۵۔۵۰۱ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

۲۸۔بَابُ: لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ

پالتو گدھوں کے گوشت کا بیان

فِيهِ عَنْ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس باب میں حضرت سلمہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۷۷)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت سلمہ بن الاکوع کی حدیث ہے، جو سندِ موصول کے ساتھ طویل حدیث ہے اور کتاب المغازی میں باب غزوۂ خیبر کے اوائل میں گزر چکی ہے۔(صحیح البخاری: ۲۴۷۷)(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۲۱۔حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَالِمٍ وَنَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ يَوْمَ خَيْبَرَ

(صحیح مسلم: ۵۶۱، مسند احمد: ۷۴۰۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از عبید اللہ از سالم ونافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا۔

صحیح البخاری: ۵۵۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں صدقہ کا ذکر ہے اور وہ ابن الفضل المروزی ہیں۔ اور عبدہ کا ذکر ہے اور وہ ابن سلیمان ہیں۔ اور عبید اللہ کا ذکر ہے، اور وہ ابن عمر العمری ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ حدیث غزوۂ خیبر میں گزر چکی ہے، وہاں امام بخاری نے اس حدیث کی از عبید بن اسماعیل از ابی اسامہ از عبید اللہ روایت کی ہے اور اس کی شرح وہاں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۲۲ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ تَابَعَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَالِمٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از عبد اللہ، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے سے منع فرمایا۔ یحییٰ کی متابعت ابن المبارک نے کی ہے از عبید اللہ از نافع۔ اور ابو اسامہ نے کہا از عبید اللہ از سالم۔

(صحیح مسلم: ۵۶۱، مسند احمد: ۴۷۰۶)

۵۵۲۳ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْمُتْعَةِ عَامَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُومِ حُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبد اللہ اور الحسن جو دونوں محمد بن علی کے بیٹے ہیں از ان کے والد از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے سال المتعہ سے منع فرمایا اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۴۲۱۶، ۵۱۱۵، ۵۵۲۳، ۶۹۶۱، صحیح مسلم: ۱۴۰۷، سنن ترمذی: ۱۷۹۴، سنن نسائی: ۳۳۶۶، سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۱، مسند احمد: ۱۲۰۷، موطا امام مالک: ۱۱۵۱، سنن دارمی: ۱۹۹۰)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ حدیث کتاب النکاح میں اس باب میں گزر چکی ہے "نھی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نکاح المتعة اخرا" اور اس کی شرح وہاں کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۲۴ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عمرو از محمد بن علی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما

Marfat.com

وَرَخَّصَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ۔

بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خیبر کے دن (پالتو) گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔

(صحیح البخاری: ۴۲۱۹، ۵۵۲۰، ۵۵۲۴، صحیح مسلم: ۱۹۴۱، سنن ترمذی: ۱۷۹۳، سنن نسائی: ۴۳۲۷، سنن ابوداؤد: ۳۷۸۸، مسند احمد: ۱۴۴۷۴، سنن دارمی: ۱۹۹۳)

صحیح البخاری: ۵۵۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حماد کا ذکر ہے، اور وہ ابن زید ہیں۔ اور عمرو کا ذکر ہے، وہ ابن دینار ہیں۔ اور محمد بن علی کا ذکر ہے، وہ ابن الحسین بن علی (رضی اللہ عنہم) بن ابی طالب ہیں۔ اور یہ حدیث بھی کتاب المغازی میں غزوۂ خیبر کے باب میں اسی سند اور اسی متن کے ساتھ گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۲۵، ۵۵۲۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَدِيٌّ عَنِ الْبَرَاءِ وَابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ، انہوں نے کہا: مجھے عدی نے حدیث بیان کی از البراء و ابن ابی اوفی، ان دونوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۵۵، ۴۲۲۰، ۴۲۲۲، ۴۲۲۴، ۵۵۲۶، صحیح مسلم: ۱۹۳۷، سنن نسائی: ۴۳۳۹، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۲، مسند احمد: ۱۸۱۰۱)

صحیح البخاری: ۵۵۲۵، ۵۵۲۶: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ القطان ہیں اور عدی کا ذکر ہے، وہ عدی بن ثابت ہیں، اور حضرت البراء کا ذکر ہے، وہ ابن عازب ہیں، اور ابن ابی اوفی کا ذکر ہے، وہ حضرت عبداللہ ہیں اور ابن ابی اوفی کا نام علقمہ ہے اور یہ حدیث زیادہ تفصیل کے ساتھ غزوۂ خیبر کے باب میں گزر چکی ہے۔

۵۵۲۷۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَعُقَيْلٌ عَنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوادریس نے ان کو

Marfat.com

ابْنِ شِهَابٍ وَقَالَ مَالِكٌ وَمَعْمَرٌ وَالْمَاجِشُونُ وَيُونُسُ وَابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ۔

خبر دی کہ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا۔

صالح کی متابعت الزبیدی نے کی ہے اور عقیل نے کی ہے از ابن شہاب۔

اور امام مالک اور معمر اور الماجشون اور یونس اور ابن اسحاق نے کہا از زہری کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۳۲، ۱۹۳۶، سنن ترمذی: ۱۴۷۷، سنن نسائی: ۴۳۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۸۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۲، مسند احمد: ۱۷۲۸۴، ۱۷۲۹۳، موطا امام مالک: ۱۰۷۵، سنن دارمی: ۱۹۸۰)

صحیح البخاری: ۵۵۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسحاق کا ذکر ہے، اور وہ ابن راہویہ ہیں۔ اور الغسانی اور یعقوب بن ابراہیم نے کہا، وہ اپنے والد ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف القرشی الزہری سے روایت کرتے ہیں، اور اس حدیث میں صالح کا ذکر ہے، وہ ابن کیسان ہیں، اور ابن شہاب کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور ابوادریس کا ذکر ہے وہ عائذ اللہ الخولانی ہیں۔ اور حضرت ابو ثعلبہ کے نام میں اور ان کے والد کے نام میں شدید اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام جرہم ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام جرثون ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ابن ناشب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ابن جرثومہ ہے اور ان کے صحابی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ انہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، پھر شام چلے گئے تھے اور حضرت معاویہ کی خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی وفات ۷۵ھ میں عبدالملک بن مروان کی ولایت میں ہوئی۔

اس حدیث کی تعلیق میں مذکور ہے محمد بن ولید الزبیدی نے صالح کی متابعت کی ہے۔ امام نسائی نے زبیدی کی روایت کو از بقیہ ذکر کیا ہے اور عُقیل نے بھی صالح کی متابعت کی ہے، امام احمد نے ان کی حدیث کی اپنی مسند میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

اس کے بعد دوسری تعلیق ہے جس میں امام مالک، معمر، الماجشون، یونس اور ابن اسحاق نے زہری سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ امام بخاری نے اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ان پانچوں نے حضرت ابو ثعلبہ کی حدیث میں گدھوں کے ذکر سے تعارض نہیں کیا، اور انہوں نے صرف یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۱۔ ۱۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب الثقفی

Marfat.com

مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم جَاءَهُ جَاءٍ فَقَالَ أُكِلَتِ الْحُمُرُ ثُمَّ جَاءَهُ جَاءٍ فَقَالَ أُكِلَتِ الْحُمُرُ ثُمَّ جَاءَهُ جَاءٍ فَقَالَ أُفْنِيَتِ الْحُمُرُ فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فِي النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَإِنَّهَا رِجْسٌ فَأُكْفِئَتِ الْقُدُورُ وَإِنَّهَا لَتَفُورُ بِاللَّحْمِ۔

(صحیح مسلم: ۱۹۴۰، سنن نسائی: ۴۳۴۰، مسند احمد: ۱۱۷۳۰، ۱۱۸۰۷)

نے خبر دی از ایوب از محمد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آنے والا آیا، پس اس نے کہا کہ گدھوں کا گوشت کھالیا گیا، پھر ایک اور آنے والا آیا، اس نے کہا: گدھوں کا گوشت کھالیا گیا، پھر ایک اور آنے والا آیا، اس نے کہا: گدھوں کا گوشت ختم ہوگیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کو حکم دیا تو اس نے لوگوں میں ندا کی کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول تم کو پالتو گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں، کیونکہ یہ ناپاک ہیں تو ہانڈیاں الٹ دی گئیں، حالانکہ وہ گوشت سے جوش کھا رہی تھیں۔

صحیح البخاری: ۵۵۲۸: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، وہ ایوب السختیانی ہیں، اور محمد کا ذکر ہے، وہ محمد بن سیرین ہیں۔ اور بعض نسخوں میں ابن سیرین کی تصریح ہے۔

ندا کرنے والے صحابی کا نام اور اس میں تعارض کی تطبیق

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ حدیث اوائلِ غزوہ خیبر میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں کی جا چکی ہے۔ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ جس صحابی نے ندا کی تھی، وہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے، اگر تم یہ سوال کرو کہ سنن نسائی میں مذکور ہے جس صحابی نے ندا کی تھی، وہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے، تو میں کہوں گا: شاید حضرت عبدالرحمن نے پہلے مطلقاً ندا کی تھی، پھر بعد میں حضرت ابوطلحہ نے اس اضافہ کے ساتھ ندا کی کہ یہ گدھوں کا گوشت ناپاک ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا، اس کو تین مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔ بعض شارحین نے لکھا ہے: ہوسکتا ہے یہ تینوں آنے والے ایک ہی شخص ہوں، اس نے پہلے کہا ہو کہ گدھوں کے گوشت کو کھالیا گیا ہے، پس یا تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنا یا آپ نے اس کے متعلق کوئی حکم نہیں دیا، اسی طرح اس نے دوسری مرتبہ کہا، پھر تیسری مرتبہ کہا اور یہ اضافہ کیا کہ گدھوں کا گوشت تو ختم ہوگیا، یعنی بہت زیادہ گدھوں کو ذبح کیا گیا تاکہ انہیں پکایا جائے، تو پھر گدھوں کے گوشت کی تحریم کا حکم نازل ہوگیا۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے کہ گدھوں کا گوشت نجس ہے، اسی طرح امام طحاوی کی روایت میں مذکور ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کرلیا تو ان کو وہاں پر پالتو گدھے ملے، تو انہوں نے ان کو ذبح کر کے پکالیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ندا کی: سنو! اللہ اور اس کا رسول تمہیں ان کے کھانے سے منع کرتا ہے، سو یہ نجس ہیں، تو دیگچیوں کو الٹ دیا گیا حالانکہ ان میں گدھوں کا گوشت ابل رہا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۲۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ يَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ حُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَقَالَ قَدْ كَانَ يَقُولُ ذَاكَ الْحَكَمُ بْنُ عَمْرٍو الْغِفَارِيُّ عِنْدَنَا بِالْبَصْرَةِ وَلَكِنْ أَبَى ذَاكَ الْبَحْرُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَرَأَ ﴿قُلْ لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا﴾ (الانعام: ۱۴۵)

(مسند احمد: ۱۷۴۰۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، عمرو نے کہا: میں نے جابر بن زید سے پوچھا: کہ لوگ زعم کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں سے منع فرمایا ہے۔ تو انہوں نے کہا: کہ حضرت حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ نے ہمیں بصرہ میں یہی بتایا تھا، لیکن علم کے سمندر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا انکار کیا اور دلیل میں یہ آیت پڑھی۔ آپ کہیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کسی کھانے والے پر ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا، وہ مردار ہو یا بہا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ نجس ہے یا بہ طور نافرمانی کے اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔

صحیح البخاری: ۵۵۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبد اللہ کا ذکر ہے، اور وہ ابن المدینی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث میں عمرو کا ذکر ہے، وہ ابن دینار ہیں اور جابر بن زید کا ذکر ہے، وہ ابو شعثاء البصری ہیں۔ اور حضرت حکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ صحابی ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا: یہ بصرہ میں آئے اور پینتالیس (۴۵ھ) میں مرو میں ان کی وفات ہوگئی۔ حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا: ان کو زیاد بن امیہ نے بصرہ کا گورنر بنایا جب زیاد کی ابتداء میں عراقیوں پر حکومت تھی، پھر ان کو بصرہ سے معزول کر دیا گیا۔ اور خراسان کے بعض عاملوں کو وہاں کا گورنر بنا دیا۔ اور وہ وہیں فوت ہو گئے اور دوسرا قول ہے کہ بصرہ میں پچاس ہجری (۵۰ھ) میں ان کی وفات ہوئی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت حکم بن عمرو الغفاری بھی بصرہ میں یہی کہتے تھے۔ یعنی وہ بھی یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کو کھانے سے منع فرمادیا ہے، لیکن البحر نے اس سے منع کیا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صفت ہے اور ان کو علم کی وسعت کی وجہ سے البحر یعنی سمندر کہا جاتا تھا، اور اس سے مراد ہے کہ وہ علم کا سمندر تھے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کی شرح سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ اس عبارت میں صفت موصوف پر مقدم ہے۔ اور یہ موصوف کی تعظیم میں مبالغہ کے لیے ہے، کیونکہ پہلے البحر کا ذکر ہے جو صفت ہے، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس عبارت میں صفت موصوف پر مقدم نہیں ہے بلکہ بعد میں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے، وہ عطفِ بیان ہے۔

اور ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن مجید کی آیت الانعام: ۱۴۵ کو پڑھا'': یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت سے یہ استدلال کیا کہ حرام صرف وہ چیزیں ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے (مردار یا بہا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ نجس ہے یا بہ طور نافرمانی کے اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو)۔

لہٰذا صرف یہی چار چیزیں حرام ہیں اور ان کے علاوہ باقی چیزیں جو ہیں وہ اپنی اصل پر مباح ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

تمام شہر کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ پالتو گدھوں کا کھانا حرام ہے، مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کا کھانا مباح ہے، اور اسی کی مثل حضرت عائشہ اور الشعبی سے بھی مروی ہے۔

اس سوال کا جواب کہ الانعام: ۱۴۵ میں صرف چار چیزوں کو حرام کیا گیا اور المائدہ: ۳ میں ان کے علاوہ اور بھی جانوروں کو حرام قرار دیا گیا

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ سورۂ مائدہ کے اول میں المنخنقه (جس کا گلا گھٹ گیا ہو) اور الموقوذة (جو چوٹ کھانے سے مرا ہو) اور دوسرے وہ جانور جن کا ان کے ساتھ ذکر کیا گیا، اور المتردية (جو بلندی سے گر کر مرا ہو) اور النطيحة (جو سینگ مارے جانے سے مرا ہو) اور وما اكل السبع (اور جس کو درندے نے کھایا ہو)۔ اور یہ جانور الانعام: ۱۴۵ سے خارج ہے؟

میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ المنخنقة اور دوسرے جن جانوروں کا اس کے ساتھ ذکر ہے، وہ الانعام: ۱۴۵ میں ''المیتة'' کے ذکر میں داخل ہیں یعنی یہ سب مردار ہیں، یا دوسرا جواب یہ ہے کہ سورۃ الانعام مکی ہے، اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس وقت میں انہی چار کو حرام کیا گیا ہو۔ اور سورۃ المائدہ مدنی ہے اور یہ قرآن مجید میں آخر میں نازل ہوئی ہے، لہٰذا سورۃ الانعام اور سورۃ المائدہ کا تعارض ختم ہو گیا۔

اس سوال کا جواب کہ پالتو گدھوں کے گوشت کی ممانعت پر عمل کیا جائے تو لازم آئے گا کہ خبرِ واحد سے الانعام: ۱۴۵ کو منسوخ قرار دیا جائے

اگر تم یہ سوال کرو کہ جو احادیث پالتو گدھوں کے گوشت کی تحریم کے متعلق وارد ہیں، وہ سب اخبار احاد ہیں اور اگر ان پر عمل کیا

Marfat.com

جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ ان اخبار احاد سے الانعام: ۱۴۵ سے منسوخ قرار دیا جائے۔ اور خبر واحد سے قرآن مجید کو منسوخ قرار دینا جائز نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ بہ کثرت ایسی چیزیں ہیں جو حرام قرار دی گئی ہیں اور ان کا الانعام: ۱۴۵ میں ذکر نہیں ہے جیسا کہ نجاسات ہیں اور خمر ہے اور بندر کا گوشت ہے۔ تو اس وقت یہ کہا جائے گا کہ ان چیزوں کی اخبار احاد سے تخصیص کر لی گئی ہے، یعنی پہلے تو صرف وہ چیزیں حرام تھیں جن کا الانعام: ۱۴۵ میں ذکر ہے، پھر بعد میں اس آیت میں تخصیص کر کے ان چیزوں کے حرام ہونے کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد پر ہونے والے اشکال کا جواب از مصنف

میں کہتا ہوں: کہ علامہ عینی کا یہ جواب بہت عمدہ ہے، تاہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا: کہ حرام صرف وہ چیزیں ہیں جن کا المائدہ: ۱۴۵ میں ذکر ہے۔ اور پالتو گدھوں کے گوشت کا الانعام: ۱۴۵ میں ذکر نہیں ہے۔ تو ان کے اس ارشاد کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جن چیزوں کے حرام ہونے کا ذکر الانعام: ۱۴۵ میں ہے، وہ حرامِ قطعی ہیں، کیونکہ ان کو قرآن مجید میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور رہا پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے کا حرام ہونا، تو اس کی حرمت احادیث سے اور اخبارِ احاد سے ثابت ہے، اس لیے ان کی حرمت قطعی نہیں ہے اور ان کی حرمت ظنی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس ارشاد کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ چونکہ پالتو گدھوں کا گوشت الانعام: ۱۴۵ میں مذکور نہیں ہے، اس لیے وہ اپنی اصل پر مباح ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (سعیدی غفرلہٗ)

شیخ داؤد راز کے جواب پر مصنف کا تعاقب

شیخ داؤد راز نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے " کہ الانعام: ۱۴۵ میں حرام ماکولات کا ذکر ہے، جس میں مذکورہ گدھے کا ذکر نہیں ہے، شاید ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان احادیث کا علم نہ ہو، ورنہ وہ کبھی ایسا نہ کہتے، یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اس خیال سے بعد میں رجوع کر لیا ہو"۔ (شرح صحیح البخاری از محمد داؤد راز، ج ۷ ص ۲۰۳، مکتبہ قدوسیہ لاہور)

میں کہتا ہوں کہ بہ کثرت احادیث میں پالتو گدھوں کے کھانے کی ممانعت کا ذکر ہے، حتیٰ کہ ان کا عدد تواتر کے قریب ہے، تو کیسے ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان احادیث کا علم نہ ہو، جن کو اس حدیث میں علم کا سمندر کہا گیا ہے۔ پھر شیخ داؤد راز نے بغیر کسی دلیل کے یہ بھی کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس قول سے رجوع کر لیا ہو۔ اور محض احتمال سے بغیر کسی دلیل کے کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں مزید لکھتے ہیں:

پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے کی ممانعت کے متعلق چار توجیہات

علامہ ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ پالتو گدھوں کے گوشت کی تحریم کے متعلق چار اقوال ہیں:

(۱) ان کا گوشت شرعاً حرام ہے۔

Marfat.com

(۲) ان کا گوشت اس لیے حرام قرار دیا گیا ہے کہ یہ نجاست کھاتے ہیں۔
(۳) ان کے گوشت کو اس لیے حرام قرار دیا گیا ہے کہ گدھے بار برداری کے کام میں آتے ہیں، اگر ان کو ذبح کر کے کھالیا جائے تو یہ ختم ہو جائیں گے اور بار برداری کا کام ان سے نہیں لیا جا سکے گا۔
(۴) پالتو گدھوں کے گوشت کو اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ ان گدھوں کو تقسیم سے پہلے ذبح کر کے پکالیا گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس کو کھانا حرام ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام طحاوی نے ان اقوال کا ذکر کیا ہے، پھر پہلے قول کی تائید میں بارہ صحابہ کی روایات کو ذکر کیا ہے جنہوں نے پالتو گدھوں کے گوشت کو بغیر کسی قید کے حرام قرار دیا ہے اور ہم نے ان بارہ صحابہ کے نام اپنی شرح معانی الآثار میں ذکر کیے ہیں۔ اور قولِ ثانی کے متعلق ابن مرزوق شیبانی سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: کہ میں نے سعید بن جبیر کے سامنے حضرت ابن ابی اوفی کی یہ حدیث ذکر کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ خیبر کے دن ہانڈیوں کو الٹ دیا جائے، تو انہوں نے کہا: آپ نے پالتو گدھوں کے گوشت سے اس لیے منع فرمایا کہ وہ گندگی کھاتے ہیں۔
اور تیسرے قول کے متعلق عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے صرف اس لیے منع فرمایا کہ ان کی پشت پر بوجھ لادا جاتا ہے۔
اور چوتھے قول کے متعلق حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے خیبر کے دن مالِ فئے سے پالتو گدھوں کو پایا، سو انہوں نے اس کو ذبح کر دیا، سو یہ لوٹ کا مال ہوئے اور ان کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا۔
پھر علامہ ابن العربی نے آخری تین اقوال کے متعلق حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ بتائیے کہ کیا چیز حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کہ پالتو گدھوں کا گوشت نہ کھاؤ، اس حدیث کی مسلم بن مشکم (جو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے کاتب ہیں) نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔
پھر کہا: کہ اس حدیث میں جو حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا سوال ہے کہ کیا چیز حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں گدھوں کے گوشت کے کھانے کو منع فرمایا۔ اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ پالتو گدھوں کا گوشت کسی علت کی اور کسی سبب کی وجہ سے حرام نہیں قرار دیا گیا بلکہ پالتو گدھوں کا گوشت فی نفسہٖ مطلقاً حرام ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۲۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پالتو گدھوں کو فتحِ مکہ کے دن دوبارہ حرام قرار دینے کی توجیہ

امام مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے سال المتعہ کو اور پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام کر دیا۔
بعض علماء نے کہا ہے کہ امام مالک کے سوا اور کسی نے اس حدیث کی اس طرح روایت نہیں کی، کیونکہ متعہ کی تحریم فتحِ مکہ کے

Marfat.com

دن ۸ ھ کو ہوئی تھی اور خیبر اس سے پہلے ٦ یا ۷ ھ کو فتح کیا گیا تھا۔ اور یہ بعید نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن لوگوں کو یاد دلایا ہو کہ اس سے پہلے آپ ان کو حرام فرما چکے ہیں، کیونکہ مکہ کے لوگ کفار تھے، جب مکہ فتح کیا گیا اور وہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے ان کو اس تحریم کے متعلق خبر دی جو آپ اس سے پہلے خیبر میں تحریم کر چکے تھے، کیونکہ ان کے نزدیک متعہ اور پالتو گدھا زمانہ جاہلیت میں حلال تھے۔

پالتو گدھے کی تحریم پر شبہات کے جوابات

تمام شہروں کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ پالتو گدھوں کا کھانا حرام ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف مروی ہے، انہوں نے اس کے کھانے کو مباح قرار دیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور الشعبی سے بھی اس کے خلاف مروی ہے۔ امام طحاوی نے کہا: جن لوگوں نے پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے کو مباح قرار دیا ہے، ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اس کے کھانے سے کیوں منع فرمایا؟ بعض لوگوں نے یہ کہا کہ آپ نے گدھوں کے گوشت کے کھانے سے اس لیے منع فرمایا تا کہ گدھوں کو بار برداری اور سواری کے کام میں لایا جاتا رہے اور آپ گدھوں کے گوشت کو حرام نہیں قرار دینا چاہتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں وہ حدیث مروی ہے جس کو عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے خیبر کے دن صرف اس لیے منع فرمایا کہ یہ پالتو گدھے بوجھ لادنے اور سواریوں کے کام آتے ہیں، اور نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے خیبر کے دن منع فرمایا، حالانکہ مسلمانوں کو ان کی ضرورت تھی تو ان کے خلاف دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن مسلمانوں کو گھوڑوں کا گوشت کھلایا اور ان کو پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے سے منع فرما دیا، حالانکہ مسلمانوں کو گدھوں سے زیادہ گھوڑوں کی ضرورت تھی، تو جب آپ نے گھوڑوں کے گوشت کو کھانے سے منع نہیں فرمایا، حالانکہ وہ بھی سواری اور بوجھ لادنے کے کام آتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے جو منع فرمایا ہے، وہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ بار برداری اور بوجھ لادنے کے کام میں آتے ہیں اور حرمت کی یہ علت نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے کہا: کہ حرمت کی علت یہ ہے کہ پالتو گدھے نجس چیز کھاتے ہیں، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ صرف دیگچیوں کو پلٹنے کے حکم پر اکتفاء فرماتے اور پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع نہ فرماتے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی علت کے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا، کیونکہ مسلم بن مشکم نے حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے بتائیے کہ میرے لیے کیا چیز حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تم پالتو گدھوں کے گوشت کو نہ کھاؤ اور ہر کچلیوں والے درندوں کے گوشت کو نہ کھاؤ۔ اور یہ جو آپ نے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیا چیز حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے؟، تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے فی نفسہٖ پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے سے منع فرما دیا اور کسی علت اور سبب کی وجہ سے ان کے گوشت کو کھانے سے منع نہیں فرمایا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲٦ ص ۵۰۸۔۵۰۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۲۹۔ بَابُ: أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ — ہر کچلیوں والے درندے کے کھانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر کچلیوں والے درندے کے کھانے کا کیا حکم ہے؟ اور امام بخاری نے اس حکم کو صراحت سے بیان نہیں کیا، کیونکہ وہ اس حدیث سے معلوم ہو جاتا ہے۔ اور ناب سے مراد ہے کہ جن دانتوں سے درندے حیوان پر حملہ کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

بعض علماء نے کہا ہے کہ سامنے کے چار دانتوں کے برابر والے دانت کو ناب کہتے ہیں۔ یہ دونوں جانب ہوتے ہیں، اردو میں ان دانتوں کو کچلی کہتے ہیں، درندے ناب ہی کے ذریعہ چیرتے پھاڑتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ ناب سے مراد وہ ہے جن سے درندے قوت حاصل کرتے ہیں اور دوسروں پر حملہ کرتے ہیں اور شکار کرتے ہیں، مثلاً چیتا، شیر اور اڑنے والے پرندوں میں سے عقاب، اور جو حملہ کر کے چیرتے پھاڑتے نہیں ہیں جیسے بجو اور لومڑی تو وہ ذو ناب نہیں ہیں۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۸۲۰، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۶۷۷، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۵۵۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ تَابَعَهُ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَالْمَاجِشُونُ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی ادریس الخولانی از حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلیوں والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث میں امام مالک کی متابعت یونس اور معمر اور ابن عیینہ اور الماجشون نے از الزہری کی۔

(صحیح مسلم: ۱۹۳۲، ۱۹۳۶، سنن ترمذی: ۱۴۷۷، سنن نسائی: ۴۳۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۸۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۲، مسند احمد: ۱۷۲۸۴، ۱۷۲۹۳، موطا امام مالک: ۱۰۷۵، سنن دارمی: ۱۹۸۰)

صحیح البخاری: ۵۵۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو ادریس کا ذکر ہے، اور وہ عائذ اللہ الخولانی ہیں۔

کچلیوں والے جانوروں کا بیان

فقہاء کا اس حدیث کی تاویل میں اختلاف ہے، پس فقہاء کوفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس حدیث میں کچلیوں والے

Marfat.com

درندوں کو کھانے کی ممانعت تحریم کے لیے ہے، اور کچلیوں والے درندے اور ناخنوں سے شکار کرنے والے پرندوں کا گوشت نہیں کھایا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس تحریم سے بجو اور لومڑی کو مستثنیٰ کر لیا ہے، کیونکہ ان کی کچلیاں کمزور ہوتی ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تعلیل حدیث کی نصِ صریح کے مقابلہ میں ہے، اس لیے فاسد ہے۔ اور علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک کے نزدیک یہ ممانعت کراہت پر محمول ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے بجو کو کھانے کی اجازت دی ہے۔ اس حدیث کی امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بجو کی بھی کچلیاں ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے کی تحریم سے کراہت کا ارادہ کیا ہے۔

اور اس باب میں خلاصہ یہ ہے کہ عطاء بن ابی رباح، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق نے بجو کے کھانے کو مباح قرار دیا ہے اور ظاہر یہ یعنی غیر مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور الحسن البصری، سعید بن المسیب، الاوزاعی، ثوری، عبداللہ بن المبارک، امام یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ بجو کو نہیں کھایا جائے گا۔ اور ان کی دلیل یہ حدیث مذکور ہے، کیونکہ یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے ہر کچلیوں والے جانور کو شامل ہے اور بجو بھی کچلیوں والا ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مشہور نہیں ہے، جس میں بجو کو کھانے کی اجازت کا ذکر ہے اور یہ حدیث مُحلل ہے اور جس حدیث میں ہر کچلیوں والے درندے کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے، وہ مُحرم ہے۔ اور احکام میں حدیث مُحرم جو ہے وہ حدیث مُبیح پر راجح ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جابر کی حدیث منسوخ ہے، اس لیے کہا جائے گا کہ حضرت جابر کی حدیث مقدم ہے اور حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث موخر ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روایت میں عبدالرحمٰن بن ابی عمار منفرد ہیں اور وہ اہلِ علم کے نزدیک مشہور نہیں ہیں اور نہ حجت ہیں، تو جب وہ منفرد ہوں تو ان کی روایت کا اعتبار کس طرح ہوگا جب کہ ان کی روایت اس سے زیادہ قوی حدیث کے مخالف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۵۔۱۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: علامہ ابن ملقن کی شرح کا بعض حصہ علامہ عینی نے نقل کر دیا ہے جس کو ہم لکھ چکے ہیں، اور جس کو علامہ عینی نے نقل نہیں کیا، اس کو ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۵۳۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کچلیوں والے درندوں کی تحریم میں مذاہب فقہاء

اس میں اختلاف ہے کہ تمام کچلیوں والے درندے حرام ہیں، یا ان میں سے بعض حرام ہیں۔

پس امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جو کچلیوں والے درندے لوگوں پر حملہ کرتے ہیں اور چیرتے پھاڑتے ہیں جیسے شیر، بھیڑیا، چیتا یا تیندوا اور حملہ کرنے والا کتا اور ان کے مشابہ جانور، جن کی طبیعت میں غالب حملہ کرنا ہوتا ہے۔ اور جن کی طبیعت میں حملہ کرنا نہیں ہے، وہ اس حدیث کی ممانعت میں داخل نہیں ہیں۔ پس ان کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ بجو کا کھانا مباح ہے، حالانکہ وہ درندہ ہے۔ اور ابن حبیب مالکی نے بھی اسی طرح کہا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ جو درندے عادتاً حملہ کرتے ہیں، ان کی کھالوں کو اگر پاک کر لیا جائے تو نہ ان کو فروخت کیا جائے گا اور نہ ان پر نماز پڑھی جائے گی اور

Marfat.com

نہ ان کو پہنا جائے گا، ان کے علاوہ دوسرے مقاصد میں ان کو استعمال کرنا جائز ہے۔ اور جو درندے حملہ نہیں کرتے، تو جب ان کو ذبح کر لیا جائے تو ان کی کھالوں کو بیچنا اور ان کا پہننا اور ان کا نماز پڑھنا جائز ہے۔ (المنتقی ج ۳ ص ۱۳۶)

اور فقہاءِ احناف کے نزدیک اس حدیث میں ممانعت بر سبیل عموم ہے، ان کے نزدیک کسی بھی وحشی درندے کو کھانا جائز نہیں ہے، اور نہ وحشی بلی کو کھانا جائز ہے اور نہ پالتو بلی کو کھانا جائز ہے، کیونکہ وہ درندہ ہے اور نہ بجو کو کھانا جائز ہے اور نہ لومڑی کو کھانا جائز ہے، کیونکہ حدیث میں بر سبیل عموم فرمایا ہے کہ ہر کچلیوں والا درندہ حرام ہے۔ پس جس پر بھی درندے کا اطلاق ہوگا، وہ اس ممانعت میں داخل ہوگا۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ بجو کی حدیث اس کے معارض نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کی روایت میں عبد الرحمٰن بن ابی عمار حضرت جابر سے منفرد ہیں اور مشہور نہیں ہیں، اس لیے ان کی نقل حجت نہیں ہے۔

اور سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ بجو کو کھانا جائز نہیں ہے، (مصنف عبد الرزاق: ۱۵۱۴) اور یہی اللیث کا قول ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۳ ص ۱۹۳) اور ابن شہاب نے کہا کہ لومڑی بھی درندہ ہے لیکن اس کو کھایا نہیں جائے گا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۸۷۴۱)

امام مالک ہر حملہ کرنے والے درندے کو اور جو حملہ نہ کرے، اس کو مکروہ کہتے تھے اور حرام نہیں کہتے تھے۔

(عیون المجالس ج ۲ ص ۹۷۹)

بعض جنگلی جانوروں کو کھانے کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بجو کے کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور اس کو شکار قرار دیتے تھے اور حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ اور عکرمہ نے کہا کہ میں نے بجو کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دستر خوان پر دیکھا اور اسی طرح عطاء نے کہا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۸۶۸۱، ۸۶۸۵، ۸۷۴۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۲۸۰، ۲۴۲۸۳)

اور امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ (المجموع شرح المہذب، ج ۵ ص ۱۱، المغنی ج ۱۳ ص ۳۴۱۔۳۴۲)

اور طاؤس اور قتادہ نے لومڑی کو کھانے کی اجازت دی ہے، ان کا اس سے استدلال ہے کہ یہ ایذاء پہنچاتی ہے اور ہر وہ جو ایذاء پہنچائے، وہ شکار ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۸۷۴۲، ۸۷۴۳)

اور رہی گوہ، تو اس کے کھانے کا جواز شارح علیہ السلام سے ثابت ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

(صحیح البخاری: ۵۵۳۶، ۵۵۳۷)

اور ابو یوسف نے کہا کہ الوَبَر کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، (الوبر سے مراد بلی کے برابر جنگلی جانور ہے) انہوں نے کہا: وہ میرے نزدیک خرگوش کی مثل ہے، کیونکہ وہ سبزیاں اور گھاس کھاتا ہے۔ (الجوہرۃ النیرہ ج ۲ ص ۱۸۵) اور طاؤس اور عطاء نے بھی اس کے کھانے کی اجازت دی ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۸۳۲۷) اور عروہ اور عطاء نے الیربوع کے کھانے کی اجازت دی ہے۔ (الیربوع کا معنی ہے: جنگلی چوہے کی طرح ایک جانور)۔ (مصنف عبد الرزاق: ۸۶۸۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۸۸۰، ۱۹۸۷۷) اور حسن بصری نے ہاتھی کے کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے، کیونکہ وہ بھی کچلیوں والا جانور ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۸۷۸۰) اور اشعب مالکی نے ہاتھی کو کھانے کی اجازت دی ہے۔ (التمہید ج ۱ ص ۱۵۴)

Marfat.com

چیرنے پھاڑنے والے پرندوں کا بیان

چیرنے پھاڑنے والے پرندوں کے متعلق بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔

ابن وہب مالکی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ میں نے اہلِ علم میں سے کسی سے نہیں سنا، خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید ہوں کہ ہماری سرزمین میں سے ہر پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں کو کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کا گوشت نہیں کھایا جائے گا۔ (مختصر اختلاف العلماء، ج ۳ ص ۱۹۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندوں اور پنجوں اور ناخنوں سے شکار کرنے والے پرندوں کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۳۴، کتاب الصید والذبائح، باب تحریم اکل کل ذی ناب من السباع)

اور امام مالک کے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

اور عمرو بن دینار نے از ابوشعثاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ اہل جاہلیت کچھ چیزوں کو کھاتے تھے اور کچھ چیزوں کو گھن آنے کی وجہ سے ترک کر دیتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ان پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اپنے حلال کو حلال قرار دیا اور اپنے حرام کو حرام قرار فرمایا اور جس سے اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا، وہ معاف ہے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تلاوت کی:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الانعام)

آپ کہیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کسی کھانے والے پر ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا، وہ مردار ہو یا بہا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ نجس ہے یا بہ طور نافرمانی کے اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، سو جو شخص مجبور ہو اور نہ وہ سرکشی کرنے والا ہو نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

(سنن ابوداؤد: ۳۸۰۰)

اگر اس حدیث کی ممانعت صحیح ہو، تو ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کو کھانے سے منع کیا ہو، کیوں کہ نفس کو ان سے گھن آتی ہے، کیونکہ یہ پرندے عموماً نجس چیزوں کو کھاتے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۵۱۴۔ ۵۱۷، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۳۰۔ بَابُ: جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ — مردار جانور کی کھالوں کا بیان

اس باب میں رنگنے سے پہلے مردار جانور کی کھالوں کا بیان کیا گیا ہے۔

۵۵۳۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد

Marfat.com

نے حدیث بیان کی از صالح ،انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردار بکری کے پاس سے گزرے،تو آپ نے فرمایا: تم نے اس کی کھال سے نفع کیوں نہیں اٹھایا،لوگوں نے کہا: کہ یہ مردار ہے،آپ نے فرمایا:اس کا صرف کھانا حرام ہے۔

(صحیح البخاری:۱۴۹۲، ۲۲۲۱، ۵۵۳۱، ۵۵۳۲،صحیح مسلم: ۳۶۳،سنن نسائی:۴۲۳۵،سنن ابوداؤد: ۴۱۲۰،سنن ابن ماجہ: ۳۶۱۰،مسند احمد: ۲۳۶۵،موطا امام مالک:۱۰۷۸،سنن داری:۱۹۸۸)

صحیح البخاری:۵۵۳۱،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے معنی سے اس حدیث کی مطابقت سمجھ میں آتی ہے اور اس کا حکم بھی معلوم ہوتا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ مردار کی کھال کو کھانا تو منع ہے،لیکن رنگنے کے بعد اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں زہیر کا ذکر ہے،جو زہر کی تصغیر ہے،ان کا نام زہیر بن حرب ہے اور حرب،صلح کی ضد ہے۔اور یعقوب بن ابراہیم کا ذکر ہے،جو اپنے والد ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن مضیٰ عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں۔اور اس حدیث میں صالح کا ذکر ہے،وہ ابن کیسان ہیں۔اور اس حدیث میں ابن شہاب کا ذکر ہے،وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔اور عبید اللہ کا ذکر ہے،وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہیں،جو سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں اھاب کا ذکر ہے،''اھاب''اس کھال کو کہتے ہیں جس کو رنگا نہ گیا ہو۔دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رنگی ہوئی کھال کا نام ہے،اس کی جمع اھب آتی ہے(اس میں الف اور ہاء پر زبر بھی ہے اور الف اور ہاء پر پیش بھی ہے)۔

اس حدیث سے جمہور فقہاء اور ائمہ فتویٰ نے یہ استدلال کیا ہے کہ رنگنے کے بعد مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔

اور ابن القصار مالکی نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک کا یہی آخری قول ہے،اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔

ابن شہاب سے روایت ہے کہ انہوں نے رنگنے سے پہلے بھی مردار کی کھال سے نفع کے حصول کو جائز کہا ہے،باوجود اس کے کہ وہ نجس ہے۔رہے امام احمد بن حنبل تو انہوں نے کہا ہے کہ مردار کی کھال حرام ہے اور رنگنے سے پہلے اور رنگنے کے بعد اس سے نفع حاصل کرنا بھی حرام ہے۔اور ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

Marfat.com

عبداللہ بن عکیم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے پہلے آپ کا مکتوب آیا، اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ تم مردار کی کھال اور اس کے پٹھوں سے نفع حاصل نہ کرو۔ اس حدیث کی امام شافعی، امام احمد، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ اور امام شافعی، امام احمد اور امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے ایک ماہ پہلے یہ مکتوب آیا۔

امام ترمذی نے کہا: امام احمد کا مذہب اس حدیث کے مطابق ہے، اور وہ کہتے تھے کہ یہ آخر الامر ہے، پھر انہوں نے اس حدیث کو ترک کر دیا، کیونکہ اس کی سند میں اضطراب ہے۔ اور امام ابن حبان نے ان پر رد کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اضطراب ہے۔ انہوں نے کہا: ابن عکیم نے اس مکتوب کو سنا اور پڑھا اور ان کے مشائخ جھینہ نے، اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، سو اس میں کوئی اضطراب نہیں ہے۔ اور بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منقطع ہے اور ان کا یہ قول مردود ہے۔ اور بعض نے کہا: ابن ابی لیلیٰ نے اس حدیث کو ابن عکیم سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اس حدیث کا ابن عکیم سے سماع نہیں کیا۔

اور صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس باب میں جو حدیث ہے، یہ صحاح کی حدیث ہے اور اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، اور ابن عکیم کی روایت مکتوب ہے۔ اور کتابت سماع کے مقابلہ کی حدیث نہیں ہے، جب کہ اس میں انقطاع کا شبہ بھی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ اس حدیث کی علت خفیہ قادحہ یہ ہے کہ ابن عکیم کے صحابی ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ امام بیہقی اور دوسروں نے کہا ہے کہ وہ صحابی نہیں ہیں، ان کی روایت مرسل ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ ابوجعفر طبری نے تھذیب الآثار میں جابر زمعہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردار کی کسی چیز سے فائدہ حاصل نہ کرو، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردار کی کھال سے نفع کے حصول کو منع فرمایا اور امام ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کی ہے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درندوں کی کھالوں کو بچھانے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہوں گا کہ جابر زمعہ کی حدیث میں ایسے راوی ہیں، جن کی نقل پر اعتماد نہیں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مجہول راوی ہیں جو غیر معروف ہیں اور درندوں کی کھالوں سے نفع کی ممانعت کے متعلق جو حدیث ہے، وہ اس پر محمول ہے جو رنگنے سے پہلے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۶۔ ۱۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۳۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مردار کی کھال کو رنگنے کے بعد اس کے پاک ہونے کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب مردار کی کھال کو رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔
(صحیح مسلم: ۳۶۶، کتاب الحیض، باب طہارۃ جلود المیتۃ بالدباغ)

Marfat.com

امام مالک اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مردار کی کھال کو رنگنے کے بعد اس سے فائدہ حاصل کیا جائے۔ (موطا امام مالک ص ۴۰۸، سنن ابوداؤد: ۴۱۲۴، سنن نسائی: ج ۷ ص ۱۷۶، مسند احمد: ج ۶ ص ۷۳)

ابن جریج و عمرو بن دینار از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک صدقہ کی مردہ بکری کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: تم نے کیوں نہ اس کی کھال کو اتار کر اس کو رنگا، پھر تم اس سے نفع حاصل کرتے؟

ابن جریج کی روایت کو امام احمد نے بیان کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۷)

اور عمرو بن دینار کی روایت کو امام مسلم نے درج کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۶۳)

اعمش نے از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردار کی کھال کی طہارت اس کو رنگنے سے حاصل ہوتی ہے۔

(سنن نسائی ج ۷ ص ۱۷۴، امام نسائی نے یہ حدیث از شریک از اسرائیل از اعمش روایت کی ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کھال کو رنگنا اس کی طہارت ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۲، صحیح مسلم: ۳۶۶، کتاب الحیض، باب طہارۃ جلود المیتۃ)

رہا فقہاء کا یہ کہنا کہ درندوں کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی، سو یہ ممنوع ہے بلکہ درندوں کی کھال بھی رنگنے سے پاک ہوتی ہے، سوائے خنزیر کی کھال کے۔ علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک کتے کی کھال بھی رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۵۲۵ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۵۳۲۔ حَدَّثَنَا خَطَّابُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حِمْيَرَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما يَقُولُ مَرَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِعَنْزٍ مَيِّتَةٍ فَقَالَ مَا عَلَى أَهْلِهَا لَوِ انْتَفَعُوا بِإِهَابِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خطاب بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حمیر نے حدیث بیان کی از ثابت بن عجلان، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اس بکری کے مالکوں کو کیا ہوا، اگر وہ اس کی کھال سے نفع حاصل کرتے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۹۲، ۲۲۲۱، ۵۵۳۱، ۵۵۳۲، صحیح مسلم: ۳۶۳، سنن نسائی: ۴۲۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۲۰، سنن ابن ماجہ: ۳۶۱۰، مسند احمد: ۲۳۶۵، موطا امام مالک: ۱۰۷۸، سنن داری: ۱۹۸۸)

صحیح البخاری: ۵۵۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں خطاب کا ذکر ہے، یہ الفوزی ہیں اور اس میں فوز کی طرف نسبت ہے، یہ حمص کی بستیوں میں سے ایک

Marfat.com

بستی ہے۔اور اس حدیث کی سند میں محمد بن حِمْیَر کا ذکر ہے،(حِمْیَر میں حاء کے نیچے زیر ہے،میم ساکن ہے اور یاء پر زبر ہے اور اس کا آخری حرف راء ہے)۔الغسانی نے کہا ہے کہ بخاری کے بعض نسخوں میں یہ لفظ حُمَید لکھا ہوا ہے۔(یعنی حاء پر پیش اور میم پر زبر) اور یہ غلط ہے۔بعض شارحین نے کہا: اس لفظ کو تصغیر سے لکھنا غلط ہے اور انہوں نے یہ غسانی سے اخذ کیا ہے اور اس کو اس طرح لکھا ہے کہ کوئی یہ سمجھے کہ یہ ان کی عبارت ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں ثابت کا ذکر ہے، یہ ابن عجلان ابوعبداللہ الانصاری التابعی ہیں۔یہ تینوں راوی شامی اور حمصی ہیں۔ اور صحیح بخاری میں اس حدیث کے سوا ان تینوں کی روایت نہیں ہے،سوائے محمد بن حِمْیَر کے،ان کی حدیث ھجرۃ الی المدینۃ کے باب میں گزر چکی ہے۔

مذکورہ تین حمصی راویوں پر جرح اور اس کا جواب حافظ ابن حجر کی طرف سے

اگر تم یہ سوال کرو کہ ان تین راویوں پر کلام کیا گیا ہے،پس امام بخاری نے ان کی روایت کو اپنی صحیح میں کیوں درج کیا؟ رہا خطاب،تو امام الدارقطنی نے کہا ہے کہ یہ بسا اوقات خطا کرتا ہے اور رہا محمد بن حمیر تو ان کے متعلق امام ابوحاتم نے کہا ہے کہ ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا اور رہا ثابت،تو امام احمد نے کہا: میں ان میں توقف کرتا ہوں اور العُقیلی نے کہا کہ ان کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اعتراض کے جواب میں کہا ہے: ان تینوں کی روایت متابعات میں سے ہے اور اصول میں سے نہیں ہے۔اور اصول کے راوی وہ ہیں جن کا اس سے پہلے ذکر ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۶۵۹ ،دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۶۷۹ ،دار المعرفہ بیروت،۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ جواب کافی نہیں ہے،لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ رہا خطاب،تو ان کو ابدال میں سے شمار کیا جاتا ہے،اور امام ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔اور امام دارقطنی نے بھی ان کی توثیق کی ہے باوجود اس کے کہ انہوں نے کہا کہ وہ بھی خطا بھی کرتے ہیں۔اور رہے محمد بن حمیر، تو یحییٰ اور دحیم سے مروی ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔اور امام نسائی نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔اور رہے ثابت تو امام ابوحاتم نے ان کے متعلق کہا ہے کہ وہ صالح الحدیث ہیں۔اور عقیلی نے جب ان کا الضعفاء میں ذکر کیا تو اس پر ابن القطان نے انکار کیا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''عنز'' کا ذکر ہے،(اس میں عین پر زبر ہے اور نون ساکن ہے اور آخر میں زاء ہے)۔حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ ابن الملقن نے کہا کہ یہ لفظ المعز کا واحد ہے۔علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ صحیح نہیں ہے،صحیح وہ ہے جو الجوہری نے کہا ہے کہ العنز، المعز کی مؤنث ہے۔اور اسی طرح ہرن اور پہاڑی بکرے کی مؤنث بھی عنز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۸ ،دار الکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۱۔ بَابُ: الْمِسْكِ مشک کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں مشک کا ذکر کیا جائے گا۔

''المِسك'' میں میم کے نیچے زیر ہے اور یہ ہر ایک کے نزدیک معروف ہے۔ اور یہ فارسی کا لفظ ہے جس کو عربی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس باب کو کتاب الصید میں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مشک ہرن کا فضلہ ہے۔ اور ہرن ان جانوروں میں سے ہے جن کا شکار کیا جاتا ہے۔ الجاحظ نے کہا ہے: مسک ایک چھوٹا سا جانور ہے جو چین میں پایا جاتا ہے، اور اس کی ناف کی وجہ سے اس کا شکار کیا جاتا ہے۔ اور مشک کو ہرن کی ناف سے نکالا جاتا ہے اور اس کا سال میں کوئی وقتِ معین ہے، جب اس کی ناف کے اندر خون جمع ہوتا ہے اور وہ خوشبودار ہوتا ہے۔

علامہ نووی کہتے ہیں: اس پر اجماع ہے کہ مشک طاہر ہے۔ اور اس کا بدن اور کپڑوں میں استعمال کرنا جائز ہے اور اس کو فروخت کرنا بھی جائز ہے۔ جب ہرن کی ناف کی جگہ پر ورم آ جائے تو اس سے مشک جمے ہوئے خون کی صورت میں گر جاتی ہے۔

اور مسلمانوں کا مشک کی طہارت پر اجماع ہے، سوائے اس کے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی کراہت منقول ہے۔ اسی طرح علامہ ابن المنذر نے بھی ایک جماعت سے نقل کیا ہے اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ مشک مردوں اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔

علامہ ابن الملقن نے التوضیح میں کہا ہے کہ حافظ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جنہوں نے مشک سے انتفاع کو جائز کہا ہے، وہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن عمر، حضرت انس اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، ابن سیرین، جابر بن زید اور فقہاء میں سے امام مالک، اللیث، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ ہیں۔ اور دوسروں نے اس کی مخالفت کی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مشک کو مکروہ فرماتے تھے، اور فرمایا: مجھے مشک کی خوشبو نہ لگانا۔ اور عمر بن عبدالعزیز، عطاء، حسن، مجاہد اور ضحاک نے بھی اس کو مکروہ کہا۔

اور ان میں سے اکثر نے کہا کہ مشک نہ زندہ کے مناسب ہے اور نہ مردہ کے، اور ان کے نزدیک مشک اس طرح ہے جیسے مردے سے کوئی چیز کاٹ لی گئی ہو۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری سب سے پاکیزہ خوشبو مشک ہے اور یہ نص صریح ہے جو اس خلاف کی قاطع ہے۔

اور علامہ ابن المنذر نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سند جید کے ساتھ روایت کی ہے کہ آپ کے پاس مشک تھی اور آپ اس کی خوشبو لگاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۸۔۱۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۳۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدّد نے

Marfat.com

عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْ مَكْلُومٍ يُكْلَمُ فِي اللهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ كَلْمُهُ يَدْمَى، اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ، وَالرِّيحُ رِيحُ مِسْكٍ۔

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ بن القعقاع نے حدیث بیان کی از ابی زرعہ بن عمرو بن جریر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جو اللہ کی راہ میں زخمی ہو، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا۔ اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی۔

(صحیح البخاری: ۲۳۷، ۲۸۰۳، ۵۵۳۳، صحیح مسلم: ۱۸۷۶، سنن ترمذی: ۱۶۵۶، سنن نسائی: ۳۱۴۷، مسند احمد: ۲۷۴۲۳، موطا امام مالک: ۱۰۰۱)

صحیح البخاری: ۵۵۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالواحد کا ذکر ہے، یہ ابن زیاد البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمارہ بن القعقاع کا ذکر ہے، اس میں دو قاف ہیں اور عین ساکن ہے۔ اور ابوزُرعہ میں زاء پر پیش ہے اور راء ساکن ہے۔ ان کا نام ھرم بن عمرو بن جریر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں یکلم کا لفظ ہے، یہ مجہول کا صیغہ ہے، یہ کلم سے ماخوذ ہے، کاف پر زبر ہے، اس کا معنی زخم ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ شہید کے جسم سے جو خون نکلتا ہے، قیامت کے دن اس خون کا رنگ تو خون کی طرح ہوگا لیکن اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی، اور اس میں بہت بلیغ تشبیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۸۔ ۲۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۳۳، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشک کی تعریف

مشک کی تعریف یہ ہے کہ ہرنوں کی ایک قسم ہے جس کی ناف کے نیچے خون بندھا ہوا ہوتا ہے، پھر ہرن کے اچھلنے کودنے سے وہ خون ناف سے نکلتا ہے، پھر اس کو کس کر باندھ دیا جاتا ہے حتی کہ وہ خون سوکھ جاتا ہے، پس جب وہ خون سوکھ جائے تو اس کی ناف سے جھڑ جاتا ہے، پھر ہرن کے نافہ میں وہ مشک ہوتی ہے جو سب سے عمدہ خوشبو ہے۔ اور قاعدہ معروفہ یہ ہے کہ زندہ سے جو چیز کٹ کر الگ ہو جائے، وہ مردہ کی مثل ہے سوائے مشک اور اس کے نافہ کے، پس نافہ مشک کے ہرن کے پیٹ میں ظرف ہوتا ہے۔

جنگ میں مارے جانے والے شخص کے متعلق وثوق سے کہنا کہ یہ شہید ہے، جائز نہیں ہے

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے، کیونکہ ہر وہ

Marfat.com

شخص جو جہاد کی صف میں قتل ہو جائے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ شہید ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہید کے علم کو اللہ کی طرف مفوض کر دیا، اس لیے یوں نہیں کہنا چاہیے کہ فلاں شخص شہید ہے، یعنی وہ جنت میں حاضر ہو گیا، اور کسی انسان کے لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کے جنتی ہونے کی شہادت دے، سوا اس کے کہ جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے، اس لیے آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ امید ہے کہ فلاں شخص شہید ہو گا لیکن یقین اور وثوق سے کہنا کہ فلاں شخص شہید ہے، تو یہ حرام ہے۔ اور صرف اسی کے متعلق شہید کہنا جائز ہے جس کے شہید ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت دی ہے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۵۹، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۵۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیک ہمنشیں اور برے ہمنشیں کی مثال ایسے ہے جیسا کہ مشک اٹھانے والا ہو اور بھٹی کو دھونکنے والا ہو۔ مشک والا یا تو تمہیں بہ طور تحفہ مشک دے گا یا تم اس سے مشک خرید سکو گے یا تم اس سے عمدہ خوشبو حاصل کرو گے، اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلائے گا یا تم کو اس سے ناگوار بدبو آئے گی۔

(صحیح البخاری: ۲۱۰۱، ۵۵۳۴، صحیح مسلم: ۲۶۲۸، سنن ابوداؤد: ۴۸۲۹، مسند احمد: ۷ ۱۹۱۲)

صحیح البخاری: ۵۵۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو اسامہ کا ذکر ہے، وہ حماد بن اسامہ ہیں اور اس میں بُرید کا ذکر ہے جو برد کی تصغیر ہے۔ یہ عبداللہ بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری کے بیٹے ہیں اور ابو بردہ کا نام عامر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام حارث ہے۔ اور حضرت ابو موسیٰ کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ اور برید بن عبداللہ کی کنیت ابو بُردہ ہے۔ وہ اپنے دادا ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں یحذیك کا لفظ ہے جو کہ احذاء سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے عطا کرنا۔ جب کوئی شخص کسی کو کوئی چیز بہ طور تحفہ دے تو کہا جاتا ہے: "احذیت الرجل"۔

Marfat.com

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ اس میں مشک کی مدح کی گئی ہے جو اس کی طہارت کو مستلزم ہے۔اور صحابہ کی مدح ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم نشین تھے حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ صحابی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمنشینی سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں ہے۔اسی وجہ سے ان کا نام صحابہ ہے، حالانکہ وہ علماء بھی ہوتے ہیں، کرماء بھی ہوتے ہیں، شجعین بھی ہوتے ہیں اور ان میں بہت فضائل ہوتے ہیں، لیکن ان کی سب سے بڑی فضیلت ان کا صحابی ہونا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۳۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشک کی طہارت پر دلائل

امام بخاری نے اس باب میں مشک کو داخل کیا ہے، تاکہ اس پر دلیل قائم ہو کہ مشک حلال ہے، کیونکہ فی نفسہ مشک خون ہے اور خون حرام ہے۔اور خون کی بد بو ناگوار ہوتی ہے اور چونکہ مشک کی خوشبو خوشگوار ہوتی ہے تو اس کا حال منتقل ہو گیا اور یہ اس طرح ہے جس طرح خمر سرکہ ڈالنے سے حلال ہو جاتی ہے، پس پہلے خمر حرام تھی اور سرکہ ڈالنے سے حلال ہو گئی۔

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی مشک کی طہارت کے اوپر دلیل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشک کو اٹھانے والا، اور نجاست کو اٹھانا جائز نہیں ہے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجاست کو اٹھانے کا حکم دیتے ہیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشک کو اٹھانے والے کی جو تحسین کی ہے تو یہ مشک کی طہارت کی دلیل ہے اور تمام علماء کا یہی موقف ہے۔

مشک کی طہارت کے متعلق فقہاءِ اسلام کے اقوال

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن عمر، حضرت انس اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم نے مشک سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، ابن سیرین اور جابر بن زید نے مشک سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے، اور فقہاء میں سے امام مالک، امام شافعی، اللیث، امام احمد، اسحاق اور جابر بن زید نے مشک سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے۔

اور دوسرے علماء نے اس کی مخالفت کی ہے، امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ مشک کے استعمال کو مکروہ کہتے تھے اور انہوں نے کہا کہ مجھے مشک کی خوشبو نہ لگانا۔اور عمر بن عبد العزیز، عطاء، حسن، مجاہد اور ضحاک نے بھی مشک کے استعمال کو مکروہ قرار دیا ہے، اور ان کے نزدیک مشک ایسی ہے جیسے مردہ سے کسی چیز کو کاٹ لیا جائے۔

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے، کیونکہ زندہ سے جو چیز کاٹی جائے، اس سے خون بہتا ہے، اور مشک کا نافہ اس طرح نہیں ہے، کیونکہ حرکت سے مشک اس طرح جھڑ جاتی ہے جس طرح بال جھڑتے ہیں، اور امام ابو داؤد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری سب سے پاکیزہ خوشبو مشک ہے۔

(سنن ابو داؤد: ۳۱۵۸، صحیح مسلم: ۲۲۵۲)

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں الکیر کا لفظ ہے، کہا گیا ہے: یہ وہ مشک ہے جس میں لوہار پھونک مارتا ہے، یہ چمڑے کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ اور حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی مثل ہے، جو زنگ کو کاٹ دیتی ہے اور پاکیزہ چیز کو خالص کر دیتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۳، باب فضائل المدینہ، صحیح مسلم: ۱۳۸۳، کتاب الحج، باب المدینۃ تنفی شرارھا)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تم مشک والوں سے کچھ مشک خرید لو گے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مشک کی خرید و فروخت جائز ہے اور اس پر اجماع ہے۔ ہاں مشک کو نافہ میں دیکھے بغیر فروخت کرنے میں صحیح قول یہ ہے کہ وہ باطل ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۵۲۹۔ ۵۳۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۳۴، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک ہمنشیں کی ترغیب دی ہے، اس لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم نیک لوگوں کی مجلس اختیار کریں جو اصحابِ حکمت ہوں اور اصحابِ رائے ہوں۔ اور ان کے دین میں نیکی ہو اور ان کے اخلاق اور ان کے عقل میں نیکی ہو۔

سوال: یہ کتاب الذبائح والصید ہے، تو امام بخاری نے اس میں مشک کا باب کیوں قائم کیا؟

جواب: کیونکہ مشک کو زندہ سے الگ کیا جاتا ہے، اور جو چیز زندہ سے الگ کی جائے، وہ مردار کی مثل ہے، سوائے مشک کے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۵۹۔ ۲۶۰، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۳۴، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الصید میں درج کیا ہے، کیونکہ مشک ہرن کی ناف سے نکالی جاتی ہے اور ہرن ان جانوروں میں سے ہے جن کا شکار کیا جاتا ہے۔ اور مشک طاہر ہے، اس کا بدن میں اور کپڑوں میں استعمال کرنا جائز ہے، اس کی خرید وفروخت کرنا بھی جائز ہے، اس کے باوجود کہ یہ خون ہے، کیونکہ یہ خون متغیر ہو کر مشک بن جاتا ہے، جس طرح خون متغیر ہو کر حیوان میں گوشت بن جاتا ہے، پھر وہ طاہر ہوتا ہے اور اس کا کھانا حلال ہو جاتا ہے۔

اور سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری سب سے پاکیزہ خوشبو مشک ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک ہمنشیں کو مشک کے فروخت کرنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور برے ہمنشیں کو لوہار کی بھٹی دھونکنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے، پس خوشبو کو فروخت کرنے والے کے پاس بیٹھو گے تو خوشبو آئے گی اور تمہارا دماغ معطر ہو گا، پھر یا تو وہ تم کو خوشبو ہدیہ دے دے گا یا تمہیں کچھ خوشبو لگا دے گا، تو تم اس کے ساتھ خوشگواری میں رہو گے۔ اور لوہار کی بھٹی دھونکنے والے کے ساتھ بیٹھو گے تو اس کی چنگاریوں سے تمہارے کپڑوں کے جلنے کا خطرہ ہے اور اس کی ناگوار بو تمہارے دماغ کو متاثر کرے گی اور تم اس کے ساتھ ہمیشہ

Marfat.com

خسارے میں رہو گے اور اس کی صحبت غم اور فکر کا موجب ہے، اس لیے آدمی کو چاہیے کہ وہ فساق اور فجار کی ہمنشینی سے احتراز کرے اور صالحین کی ہمنشینی کو تلاش کرے، قرآن مجید میں ہے:

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ﴿١١٩﴾ (التوبہ) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور (ہمیشہ) سچوں کے ساتھ رہو O

اس حدیث کا اہم فائدہ یہ ہے کہ مشک طاہر ہے اور کپڑوں اور بدن میں اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدرر والّلآلی بشرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۱۹۸۔۱۹۹، مکتبۃ العصریہ ۱۴۳۲ھ)

۳۲۔ بَابُ: الْأَرْنَبِ — خرگوش کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں خرگوش کے کھانے کا حکم بیان کیا گیا ہے، اور امام بخاری نے خرگوش کے کھانے کا حکم اس باب کے عنوان میں ذکر نہیں کیا اور صرف حدیث کو وارد کرنے پر اکتفاء کر لی، اور ہم اس کا حکم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

خرگوش ایک چھوٹا سا جانور ہے، یہ بکرے کے سال سے کم عمر کے بچے کے مشابہ ہوتا ہے، لیکن اس کی ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں اور ہاتھ چھوٹے ہوتے ہیں، اور یہ اسم جنس ہے جو مذکر اور مونث دونوں کو شامل ہے، اور خرگوش کی مادہ کو حیض آتا ہے اور یہ آنکھیں کھول کر سوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا وَنَحْنُ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَى الْقَوْمُ فَلَغِبُوا فَأَخَذْتُهَا فَجِئْتُ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا فَبَعَثَ بِوَرِكَيْهَا أَوْ قَالَ بِفَخِذَيْهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَبِلَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: جس وقت ہم مرالظہران میں تھے تو ہم نے ایک خرگوش کا پیچھا کیا، پس لوگ دوڑے، سو وہ تھک گئے، پس میں نے خرگوش کو پکڑ لیا اور میں اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آیا، انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کے دو کولہوں یا دو رانوں کو نبی ﷺ کے پاس بھیجا تو آپ نے ان کو قبول فرما لیا۔

(صحیح البخاری: ۲۵۷۲، ۵۴۸۹، ۵۵۳۵، صحیح مسلم: ۱۹۵۳، سنن ترمذی: ۱۷۸۹، سنن نسائی: ۴۳۱۲، سنن ابن ماجہ: ۳۲۴۳، مسند احمد: ۱۲۳۲۶، سنن داری: ۲۰۱۳)

صحیح البخاری: ۵۵۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید کا ذکر ہے، یہ ہشام بن عبد الملک ہیں اور ہشام بن زید بن انس کا ذکر ہے جو اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''انفجنا'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: کسی کو برانگیختہ کرنا اور بھڑکانا۔ اور ''نفج الارنب'' کا معنی ہے کہ خرگوش کو بھگایا اور بھڑکایا۔

اور اس حدیث میں ''مرالظهران'' کا ذکر ہے، اور ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ جگہ مکہ سے ایک مرحلہ دور ہے۔

اس حدیث میں ''لغبو'' کا ذکر ہے، یعنی وہ لوگ تھک گئے۔ اور حضرت انس نے کہا: میں نے خرگوش کو پکڑ لیا اور میں اس وقت نوخیز اور قریب بہ بلوغ لڑکا تھا۔

اور اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ حضرت انس کی والدہ کے شوہر ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے اس کو ذبح کیا ہے، اور الطیالسی کی روایت میں ذکر ہے کہ انہوں نے اس کو دھار والے پتھر سے ذبح کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا''، یعنی ہدیہ کو قبول فرمایا۔ اور کتاب الھبہ میں مذکور ہے کہ

''میں نے پوچھا: کیا آپ نے اس سے کھایا؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے اس سے کھایا''۔

خرگوش کے کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

خرگوش کے کھانے کے متعلق اختلاف ہے۔ جمہور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ خرگوش کا کھانا جائز ہے۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور عکرمہ نے خرگوش کے کھانے کو مکروہ قرار دیا۔ اور علامہ رافعی نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک خرگوش کا کھانا حرام ہے۔ اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ انہوں نے یہ غلط نقل کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ خرگوش کے کھانے کے جواز میں ہمارا اختلاف نہیں ہے۔ اور علامہ کرخی نے لکھا ہے کہ کسی کے نزدیک بھی خرگوش کے کھانے میں حرج نہیں ہے، کیونکہ نہ تو یہ درندوں میں سے ہے اور نہ ان جانوروں میں سے ہے، جو مردار کھاتے ہیں۔

خرگوش کو کھانے کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار

خرگوش کو کھانے کے جواز کے متعلق متعدد احادیث ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) امام ترمذی نے از الشعبی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ ان کی قوم کے ایک مرد نے ایک یا دو خرگوشوں کا شکار کیا، پھر ان کو دو پتلے دھار والے سفید پتھر سے ذبح کر دیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے۔ آپ نے اس کے متعلق سوال کیا، پھر آپ نے اس کو کھانے کا حکم دیا۔ اس حدیث کی روایت میں امام ترمذی منفرد ہیں۔

Marfat.com

(۲) امام ابن ماجہ از الشعبی از محمد بن صیفی روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو خرگوشوں کو لے کر آیا، میں نے ان کو سفید پتلے دھار والے پتھر سے ذبح کیا تھا، تو آپ نے مجھے ان کو کھانے کا حکم دیا۔

(۳) امام ابن ابی شیبہ نے سندِ جید کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، تو ایک دیہاتی نے آپ کو خرگوش پیش کیا، سو ہم نے اس کو کھایا، اس دیہاتی نے کہا: میں نے اس میں (حیض کا) خون دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(۴) امام الدارقطنی نے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خرگوش کا ہدیہ پیش کیا گیا اور میں اس وقت سوئی ہوئی تھی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اس کے دھڑ کو چھپالیا، پھر جب میں اٹھی تو آپ نے مجھے وہ دھڑ کھلایا، اس حدیث کی سند میں یزید بن عیاض ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

(۵) امام ابن ابی شیبہ نے از وکیع از ابراہیم روایت کی ہے کہ ایک مرد نے عبد اللہ بن عمیر سے خرگوش کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس نے کہا: اس کو حیض آتا ہے، تو انہوں نے کہا: جو ذات اس کے حیض کو جانتی ہے، وہی ذات اس کے طاہر ہونے کو جانتی ہے اور یہ حاملہ جانوروں میں سے ایک حاملہ ہے۔

(۶) از ابن المسیب از سعد، وہ خرگوش کو کھاتے تھے، سعد سے کہا گیا: تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں تو خرگوش کو کھاتا ہوں۔

(۷) از عبید بن سعد، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک خرگوش کو دیکھا تو انہوں نے اس کو ذبح کر کے کھالیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۱۔ ۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۳۵ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں وارد کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس پر تنبیہ کی جائے کہ خرگوش کو بھی ذبح کیا جاتا ہے، اور اس حدیث میں دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خرگوش کو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لائے تو انہوں نے اس کو ذبح کیا، تو اس سے معلوم ہوا کہ خرگوش کو بھی ذبح کیا جاتا ہے۔ اور اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہر جس جانور کا تزکیہ کیا جائے، اس کو ذبح کیا جاتا ہے، سوا اونٹ کے، اس کو نحر کیا جاتا ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۶۱، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۴۔ بَابُ: الضَّبِّ گوہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

گوہ کا تذکرہ اور تعارف

اس باب میں گوہ کے احکام بیان کیے گئے ہیں، یہ ایسا جانور ہے جو الحرذون یعنی گرگٹ یا زسوسمار کے مشابہ ہوتا ہے۔ الخ

Marfat.com

اس سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابوحسل ہے (حاء کے نیچے زیر اور سین پر جزم ہے)۔ جو گوہ مونث ہو اس کو "ضبة" کہتے ہیں اور جو مذکر ہو، اس کو "ذکہان" کہتے ہیں، کیونکہ جو گوہ مذکر ہو، اس کی دو شرمگاہیں ہوتی ہیں۔ ابن خالویہ نے بیان کیا ہے کہ گوہ سات سو سال تک زندہ رہتی ہے، اور وہ پانی نہیں پیتی اور صبح کی ٹھنڈی ہواؤں سے اور سرد ہواؤں سے اس کو کفایت ہوتی ہے۔ اور سردیوں میں وہ اپنی بل سے نہیں نکلتی اور چالیس سال کے بعد ایک مرتبہ پیشاب کرتی ہے اور اس کے دانت نہیں گرتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۳۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الضَّبُّ لَسْتُ آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گوہ کو نہ کھاتا ہوں اور نہ اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۱۹۴۳، سنن ترمذی: ۱۷۹۰، سنن نسائی: ۴۳۱۴، مسند احمد: ۴۵۴۸، موطا امام مالک: ۱۸۰۶، سنن دارمی: ۲۰۱۵)

صحیح البخاری: ۵۵۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں گوہ کا ذکر ہے مگر وہ مبہم ہے، اس سے پتا نہیں چلتا کہ آیا گوہ مباح ہے یا حرام ہے۔ اور حدیث سے یہ ابہام زائل ہو گیا، کیونکہ آپ نے فرمایا کہ "میں گوہ کو حرام نہیں کہتا"۔ اس سے معلوم ہوا کہ گوہ کو کھانا مباح ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز بن مسلم کا ذکر ہے، یہ المروزی ہیں۔ اور امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں۔ اور یہ حدیث گوہ کو کھانے کی اباحت میں صریح ہے۔ اور اس گوہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ حضرت ام حفیدہ رضی اللہ عنہا نے بہ طور ہدیہ پیش کیا تھا اور ان کے متعلق دوسرے الفاظ یہ ہیں کہ وہ حفیدہ بنت الحارث ہیں جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، اور یہ نجد میں رہتی تھیں اور بنو جعفر کے ایک مرد کے نکاح میں تھیں۔

گوہ کے متعلق بعض روایات میں ہے کہ "گوہ کو کھاؤ، کیونکہ یہ حلال ہے" اور بعض روایات میں ہے "اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے" اور بعض روایات میں ہے "نہ میں گوہ کو کھاتا ہوں اور نہ میں اس سے منع کرتا ہوں"۔

امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے، پھر گھر والے دو بھنی ہوئی گوہ کو لے کر آئے

Marfat.com

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک دیا تو آپ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا گمان ہے یارسول اللہ! کہ آپ کو اس سے گھن آرہی ہے، آپ نے فرمایا: ہاں!

اور امام مسلم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بنو اسرائیل پر غضب ناک ہوا تو اس نے ان کو مسخ کر کے ایسا جانور بنا دیا جو زمین پر چلتا ہے، سو میں از خود نہیں جانتا کہ شاید یہ گوہ انہیں میں سے ہے، سو نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ میں اس کو کھانے سے منع کرتا ہوں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اللہ عزوجل گوہ کے ساتھ متعدد لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے اور یہ عام چرواہوں کا طعام ہے اور اگر گوہ میرے پاس ہوتی تو میں اس کو کھاتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اس سے گھن آتی تھی۔

اس باب میں متعدد اور مختلف احادیث ہیں جو مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک صحیح حدیث میں بھی گوہ کی تحریم کا ذکر نہیں ہے اور زیادہ تر روایات میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھن آنے کی وجہ سے اس کو کھانے سے رک گئے۔

امام طحاوی نے ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے ''الضباب'' اور اس میں سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ کی اس حدیث کی روایت کی ہے کہ ہم ایسی زمین میں پہنچے جہاں پر گوہ بہت زیادہ تھی، سو ہم کو بھوک لگی تو ہم نے گوہ کو پکایا، ہماری پتیلیاں گوہ کے ساتھ ابل رہی تھیں، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا: یہ ضباب (گوہ) ہیں جن کو ہم نے پایا: تو آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی ایک امت کو مسخ کر کے زمین کا جانور بنا دیا گیا ہے اور مجھے خوف ہے کہ یہ وہی جانور ہے، اس حدیث کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابن حزم ظاہری نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے، مگر یہ متفقہ طور پر منسوخ ہے۔

پھر امام طحاوی نے کہا کہ ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ گوہ کا گوشت حرام ہے، اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام طحاوی نے قوم سے ان لوگوں کا ارادہ کیا ہے: اعمش، زید بن وہب اور ان کے علاوہ دوسرے۔ پھر امام طحاوی نے کہا: اور دوسرے لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور انہوں نے کہا کہ گوہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ان دوسرے لوگوں سے مراد یہ ہیں: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے۔ پھر امام طحاوی نے کہا: اور ایک قوم نے گوہ کے کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے، ان میں سے امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد ہیں۔ پھر امام طحاوی نے کہا: اور ہمارے اصحاب احناف کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کراہت سے مراد کراہتِ تنزیہی ہے کراہتِ تحریمی نہیں ہے، کیونکہ زیادہ تر احادیث صحیحہ میں مذکور ہے کہ گوہ حرام نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۲۔ ۲۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۳۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

گوہ کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک گوہ کو کھانا مباح ہے۔(المدونہ ج ۱ ص ۴۲۶، المنتقی ج ۳ ص ۱۳۲، کتاب الام، ج ۲ ص ۲۲۲)

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک گوہ کا کھانا مکروہ ہے۔(المبسوط للسرخسی ج ۱۱ ص ۲۳۲-۲۳۱)

گوہ کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گوہ کو کھاؤ، کیونکہ یہ حلال ہے۔ یا فرمایا: اس کو کھلاؤ، کیونکہ یہ حلال ہے، یا فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے (ان الفاظ میں راوی کو شک ہے)، لیکن یہ میرا طعام نہیں ہے۔
(صحیح البخاری: ۲۶۷۷، صحیح مسلم: ۱۹۴۴، مسند احمد: ۵۵۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ میں گوہ کو کھاتا ہوں اور نہ میں اس سے منع کرتا ہوں۔(صحیح مسلم: ۱۹۴۸، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳)

امام ابوداؤد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ گھاس پر رکھ کر دو بھنی ہوئی گوہ لائی گئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھوک دیا، تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا آپ کو گوہ سے گھن آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (سنن ابوداؤد: ۳۷۳۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ پر ناراض ہوا، تو ان کو مسخ کر کے زمین پر چلنے والا جانور بنا دیا، پس میں از خود نہیں جانتا کہ یہ گوہ ان میں سے ہو۔ سو نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ اس کو حرام قرار دیتا ہوں، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ گوہ کے ساتھ متعدد لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے اور یہ عام چرواہوں کا طعام ہے اور اگر گوہ میرے پاس ہوتی تو میں اس کو کھاتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف اس سے گھن آتی تھی۔(صحیح مسلم: ۱۹۹۱، کتاب الصید والذبائح، باب اباحۃ الضب)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں از خود نہیں جانتا، یا فرمایا: شاید یہ ان میں سے ہو جن کو مسخ کر دیا گیا ہے۔(صحیح مسلم: ۱۹۴۹)

ثابت بن ودیعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک لشکر میں تھے، ہم کو گوہ ملیں، ان کو بھونا گیا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لکڑی لے کر اپنے اصحاب کو گنا، پھر آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی ایک امت کو زمین پر چلنے والے جانوروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا، اور بے شک میں از خود نہیں جانتا کہ شاید یہ گوہ انہی جانوروں میں سے ہے، تو آپ نے گوہ کو نہ کھایا اور نہ اس سے منع فرمایا۔(سنن ابوداؤد: ۳۷۹۵)

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ سے ایک بدبو محسوس کی، پس آپ نے لوگوں کو اس سے کھانے کی اجازت دی اور سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: گوہ میرے نزدیک مرغی سے زیادہ پسندیدہ ہے اور الشعبی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گوہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ حلال ہے، اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مجھ کو اس سے گھن آتی ہے۔

Marfat.com

(یہ تمام آثار مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲۵ میں درج ہیں)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پسند ہے کہ میرے پاس سفید گندم کی سفید روٹی ہوتی جس کے اوپر گھی اور دودھ ہوتا، تو قوم میں سے ایک مرد کھڑا ہوا اور وہ گھی لے کر آیا، تو آپ نے پوچھا: گھی کس چیز میں تھا؟ اس نے کہا: وہ گوہ کے چمڑے کی تھیلی میں تھا، تو آپ نے فرمایا: اس کو اٹھالو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۱۸، امام ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے)

عبدالرحمن بن شبل بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۹۶، علامہ منذری نے مختصر سنن ابوداؤد (ج ۵ ص ۳۱۱) میں کہا ہے: اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن عیاش ہے اور دوسرا راوی ضمضم بن زرعہ ہے، اور ان دونوں راویوں پر جرح کی گئی ہے، اور الخطابی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند معتبر نہیں ہے اور امام بیہقی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند ثابت نہیں ہے، اس کی روایت میں اسماعیل بن عیاش منفرد ہے اور وہ حجت نہیں ہے، سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۲۶، معالم السنن للخطابی، ج ۴ ص ۲۳۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! بندر اور خنزیر ان جانوروں میں سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا؟ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک نہیں کیا یا کسی قوم کو عذاب نہیں دیا اور پھر اس کی نسل آگے چلائی ہو اور بندر اور خنزیر تو اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۶۳، کتاب القدر باب بیان ان الآجال والارزاق)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: اس حدیث سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ گوہ کے متعلق یہ خوف کہ یہ ان جانوروں میں سے ہے جو مسخ ہو چکے ہیں، اب یہ خوف اٹھ چکا ہے اور گوہ ان جانوروں میں سے نہیں ہے جن کو اس کی صورت میں مسخ کیا گیا ہے، لہٰذا وہ حلال ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گوہ کو کھایا گیا اور یہ گوہ کے حلال ہونے پر نص صریح ہے اور یہ آخر الناسخ ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ کے بعد اور فتح حنین اور طائف کے بعد جمع نہیں ہوئے اور انہوں نے اس کے بعد غزوۂ تبوک میں جہاد نہیں کیا تھا اور ان کو غزوۂ تبوک میں بھوک بالکل نہیں لگی، پس یقین کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ ابن حسنہ کی خبر صحیح ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس کو مباح قرار دینا صحیح ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۵۳۸۔ ۵۴۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۵۳۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْتَ مَيْمُونَةَ فَأُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوذٍ فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِيَدِهِ فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ أَخْبِرُوا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَا يُرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ فَقَالُوا هُوَ ضَبٌّ يَا رَسُولَ اللهِ فَرَفَعَ يَدَهُ فَقُلْتُ أَحَرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ لَا وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از ابن شہاب از ابی امامہ بن سہل از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، از حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے، سو آپ کے پاس ایک بھنی ہوئی گوہ لائی گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف ہاتھ بڑھانے کا قصد کیا، پس گھر کی بعض خواتین نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دو آپ کس چیز کے کھانے کا ارادہ کر رہے ہیں تو گھر والوں نے بتایا: یا رسول اللہ! یہ ضب ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ

فَأَكَلْتُهُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْظُرُ.

اٹھالیا، حضرت خالد نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں ہوتی، سو مجھے اس سے گھن آتی ہے، حضرت خالد نے کہا: پس میں نے گوہ کو گھسیٹا اور اس کو کھایا اور رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۰۰، ۵۵۳۷، صحیح مسلم: ۱۹۴۶، سنن ابوداؤد: ۳۷۹۴، سنن نسائی: ۴۳۱۶، مسند احمد: ۲۶۷۹، موطا امام مالک: ۱۸۰۵، سنن دارمی: ۲۰۱۷)

صحیح البخاری: ۵۵۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں گوہ کا ذکر ہے، اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے گوہ کو کھایا، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن مسلمہ کا ذکر ہے، اس لفظ میں دونوں میموں پر زبر ہے، یہ القعنبی ہیں۔ اور ابوامامہ کا ذکر ہے، اس میں الف پر پیش ہے، ان کا نام اسعد بن سہل الانصاری ہے۔ ان کے والد حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔

اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، سو اس حدیث میں صحابی کی صحابی سے روایت ہے، یہ حدیث کتاب الاطعمہ میں گزر چکی ہے، اس باب میں کہ ''نبی ﷺ اس وقت تک کوئی چیز نہیں کھاتے تھے جب تک کہ آپ کو بتایا نہ جائے کہ یہ کیا چیز ہے''۔

اس حدیث میں (ام المومنین) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں۔

اس حدیث میں ''محنوذ'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے بھنی ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۳۔ ۲۰۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۳۷ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گوہ کے متعلق احکام

گوہ حلال ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان اگر کوئی کام نہ کرے تو اسے اس کام کو دوسروں پر حرام نہیں کرنا چاہیے اور اگر کوئی کام کرے تو اس کو دوسروں پر واجب نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ کبھی انسان کوئی کام احتیاطاً کرتا ہے لیکن اس کو لوگوں پر واجب قرار نہیں دیتا، اور کبھی کوئی کام احتیاطاً نہیں کرتا اور اس کو لوگوں پر حرام قرار نہیں دیتا۔

Marfat.com

نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب انسان کسی حلال کھانے کو ترک کرے، کیونکہ اس کو اس کھانے سے گھن آتی ہے تو اس کو ملامت نہیں کی جائے گی اور اسی قبیل سے یہ ہے کہ جب پانی یا کسی مشروب میں مکھی گر جائے، تو مشروع یہ ہے کہ اس کو ڈبو کر نکال لیا جائے، پھر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اس مشروب کو پینا نہیں چاہتا، کیونکہ اس سے اس کو گھن آتی ہے، تو اس شخص کو ملامت نہیں کی جائے گی۔

سوال: کیا ضب (گوہ) کھانے کو ترک کرنا افضل ہے، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہو؟

جواب: نہیں! کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں بہ طورِ عبادت کے اس کو نہیں کھاتا، آپ نے یہ فرمایا: کہ آپ کو اس سے گھن آتی ہے، پس جب کسی انسان کو گوہ کھانے کی خواہش ہو تو سنت یہ ہے کہ وہ گوہ کھائے اور اگر اس کی طبیعت گوہ کھانے سے متنفر ہو تو پھر وہ نہ کھائے۔

سوال: یہ کیسے معلوم ہوا کہ گوہ کا کھانا سنت ہے؟

جواب: اس لیے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بھی ہے اور آپ کا فعل بھی ہے اور آپ کی تقریر بھی ہے۔ اور تقریر کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو مقرر اور ثابت رکھیں اور اس پر رد نہ فرمائیں اور یہاں پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے گوہ کو کھایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گوہ کا کھانا مباح ہے اور اس کا کھانا سنت ہے اور تم اپنے نفس کو اس چیز سے نہ روکو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۹۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۴۔ بَابٌ: إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمْنِ الْجَامِدِ أَوِ الذَّائِبِ

جب جمے ہوئے یا پگھلے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے تو اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب چوہا گھی میں گر جائے تو اس کا کیا حکم شرعی ہے؟، اور اس عنوان میں گھی کا لفظ قید احترازی نہیں ہے، اسی طرح اگر وہ تیل میں گر جائے یا شہد میں گر جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ عنوان میں ذکر کیا گیا ہے: جما ہوا گھی یا پگھلا ہوا گھی، یعنی ان کا حکم الگ الگ ہے یا نہیں، اور ہم نے اس سے پہلے کتاب الطہارۃ میں ذکر کیا ہے کہ مختار یہ ہے کہ محض چوہے کے گرنے سے تیل یا گھی نجس نہیں ہوگا، سوا اس صورت کے کہ وہ تیل یا گھی متغیر ہو جائے، یعنی اس میں بدبو پیدا ہو جائے یا اس کا رنگ بدل جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۳۸۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ فَأْرَةً

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی انہوں

Marfat.com

وَقَعَتْ فِي سَمْنٍ فَمَاتَتْ فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهَا فَقَالَ أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوهُ قِيلَ لِسُفْيَانَ فَإِنَّ مَعْمَرًا يُحَدِّثُهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ إِلَّا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مِرَارًا۔

نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک چوہا گھی میں گر گیا، پھر مر گیا، تو نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: اس چوہے کو پھینک دو اور جو اس کے اردگرد گھی ہو، اس کو بھی پھینک دو اور گھی کو کھا لو۔ سفیان سے کہا گیا کہ معمر ان کو حدیث بیان کرتے ہیں از زہری از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: میں نے زہری سے صرف اتنا سنا ہے از عبید اللہ از حضرت ابن عباس از حضرت میمونہ از نبی ﷺ، اور میں نے ان سے اس حدیث کو بار بار سنا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۵، ۲۳۶، ۵۵۳۸، ۵۵۳۹، ۵۵۴۰، سنن ترمذی: ۱۷۹۸، سنن نسائی: ۴۲۵۸، سنن ابوداؤد: ۳۸۴۲، مسند احمد: ۲۶۲۵۶، موطا امام مالک: ۱۸۱۵، سنن دارمی: ۷۳۸)

صحیح البخاری: ۵۵۳۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں صرف یہ ذکر تھا کہ جب جمے ہوئے یا پگھلے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے اور اس کا حکم نہیں بیان کیا گیا، اور اس حدیث میں اس کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ جمے ہوئے گھی میں اگر چوہا گر کر مر جائے تو چوہے کو نکال کر پھینک دو، اور اس کے اردگرد کا گھی بھی پھینک دو اور پھر اس گھی کو کھا لو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں الحمیدی کا ذکر ہے، اور وہ عبد اللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہیں اور وہ حُمید کے اجداد میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہیں۔ اور اس سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ سفیان بن عُیینہ ہیں۔ اور حضرت میمونہ کا ذکر ہے، وہ حضرت میمونہ بنت الحارث ام المومنین رضی اللہ عنہا ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''چوہے کو پھینک دو اور اس کے اردگرد کے گھی کو بھی پھینک دو''، اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ گھی جما ہوا ہو، کیونکہ جو گھی پگھلا ہوا ہو اس کے اردگرد کے گھی کو پھینکنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ حرکت سے گھی کا بعض حصہ دوسرے بعض حصے سے مل جائے گا اور اس پر اجماع ہے کہ اس حدیث میں جو صورت بیان کی گئی ہے، وہ جمے ہوئے گھی کی ہے۔ اور جو گھی پگھلا ہوا ہو یا دوسری

Marfat.com

وہ چیزیں جو مائع اور رقیق ہیں تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب ان میں چوہا گر جائے گا تو ان میں سے کسی چیز کو بھی نہیں کھایا جائے گا۔

تنبیہ: بعض فقہاء نے پگھلے ہوئے گھی میں چوہا گر جانے کی صورت میں اس کو پاک کرنے کے تین طریقے لکھے ہیں، جو فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۳۳۔ ۱۳۴ مطبوعہ دار الامجدیہ، مکتبہ رضویہ کراچی میں مذکور ہیں، اور ہم نے ان تین طریقوں کو نعمۃ الباری ج ۱ ص ۶۹۸ میں ذکر کیا ہے، لیکن وہ تینوں طریقے بہت مشکل اور بہ ظاہر نا قابل عمل ہیں۔ تو بہتر یہ ہے کہ جیسا کہ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے اس پگھلے ہوئے گھی یا اور مائع چیز مثلاً دودھ وغیرہ کو پھینک دیا جائے گا اور اس میں سے کسی بھی چیز کو کھایا نہیں جائے گا، کیونکہ جب اس پگھلے ہوئے گھی یا دودھ میں سے مرے ہوئے چوہے کو نکالیں گے تو اس دودھ کے یا پگھلے ہوئے گھی کے اجزاء ایک دوسرے سے مختلط ہو جائیں گے اور وہ سارا دودھ یا گھی ناپاک ہو جائے گا اور صحت کے لیے بھی مضر ہے، تو اس کو ضائع کر دینا اور ترک کر دینا بہتر ہے، تاہم اگر کوئی شخص فقہاء کے بیان کردہ ان طریقوں سے استفادہ کرنا چاہے تو وہ بھی جائز ہے۔

جس پگھلے ہوئے گھی میں چوہا گر گیا، اس کے دیگر احکام کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

اس پگھلے ہوئے گھی کو فروخت کرنے اور اس سے نفع اٹھانے میں اختلاف ہے۔

حسن بن صالح اور امام احمد نے کہا: اس گھی کو فروخت نہیں کیا جائے گا اور اس سے نفع حاصل نہیں کیا جائے گا جس طرح اس گھی کو کھایا نہیں جائے گا اور الثوری، امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس گھی کو چراغ میں رکھ کر جلانا اور اس سے صابن وغیرہ بنانا جائز ہے، اور اس کا فروخت کرنا اور اس کو کھانا جائز نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور لیث نے کہا ہے کہ کھانے کے سوا اس سے دیگر منافع حاصل کیے جا سکتے ہیں اور اس گھی کی صفت بیان کر کے اس کو فروخت کرنا بھی جائز ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: اس کو فروخت کرو، اور جسے فروخت کرو تو اس کو بیان کر دو کہ یہ کس طرح کا گھی ہے اور کسی مسلمان کو یہ گھی فروخت نہ کرو۔ اور ابن وہب مالکی، قاسم مالکی اور سالم سے روایت ہے کہ انہوں نے اس گھی کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے اور اس کا عیب بیان کرنے کے بعد اس کی قیمت کو کھانے کی بھی اجازت دی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۴۔ ۲۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۳۸ کی شرح از علامہ القسطلانی

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گھروں کے چوہے ایسے حیوان ہیں جو ایذاء پہنچاتے ہیں اور زیادہ فساد پیدا کرتے ہیں، اور چوہا ان فاسق جانوروں میں سے ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حل میں اور حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کو فاسق اس لیے فرمایا ہے کہ یہ اپنے بلوں سے نکل کر لوگوں کے پاس داخل ہوتے ہیں اور فسق کی اصل جور ہے اور استقامت سے خروج ہے اور بعض حیوانات کو فواسق فرمایا ہے اور اس سے ان کے خبث میں استعارہ ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ احترام سے خارج ہو گئے، نہ ان کا حل میں احترام ہے اور نہ حرم میں، وہ حل میں پائے جائیں تو مار دیے جائیں اور حرم میں پائے جائیں تو مار دیے جائیں اور چوہے کا فساد یہ ہے کہ وہ رسیاں کاٹ ڈالتا ہے، کتابیں کھا جاتا ہے، غلہ اور زرعی اشیاء کھا جاتا ہے اور کھانے پینے کی چیزوں میں اپنی مینگنیاں ڈال دیتا ہے تا کہ وہ خراب ہو جائیں۔

Marfat.com

(میں کہتا ہوں کہ چوہوں میں گلٹیاں پیدا ہو جاتی ہیں، جن سے طاعون کی بیماری پھیلتی ہے، العیاذ باللہ! اور اس کا فساد بہت زیادہ ہے۔ سعیدی غفرلہ) غالباً اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چوہوں کو مارنے کا حکم دیا ہے کہ وہ حرم یا غیر حرم میں پائے جائیں تو ان کو مار دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ چوہا اگر گھی میں گر جائے اور مر جائے تو اس کو نکال کر پھینک دو اور اس کے اردگرد جو گھی ہے، اس کو بھی پھینک دو اور باقی گھی کو کھالو۔ اس حدیث میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ جمے ہوئے گھی کا ہے، کیونکہ پگھلے ہوئے گھی کو اردگرد سے پھینکنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ جب اس کو ہلائیں گے تو اس گھی کے اجزاء ایک دوسرے سے مختلط ہو جائیں گے۔ اور امام ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ جب گھی جما ہوا ہو تو اس کے اردگرد کو پھینک دو اور کھالو، اور جب گھی پگھلا ہوا ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ۔

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۳۳۷۔۳۳۸، دار الفکر ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۳۸، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ گھی سے چوہے کو نکال کر پھینک دو اور اس کے اردگرد سے بھی گھی نکال کر پھینک دو، یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب گھی جما ہوا ہو، کیونکہ پگھلے ہوئے گھی میں تو چوہے کے ذرات گھی کی گہرائی تک پہنچ جائیں گے۔ اور امام طحاوی نے روایت کی ہے کہ اگر گھی جما ہوا ہو تو اس کو پھینک دو اور اس کے اردگرد کو بھی پھینک دو اور اگر گھی پگھلا ہوا ہے تو اس کے قریب نہ جاؤ۔ (صحیح ابن حبان: ۱۳۹۴)

اور پگھلے ہوئے گھی کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی اور امام مالک نے کہا ہے کہ اس سے نفع اٹھانا جائز ہے اور اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "اگر پگھلا ہوا گھی ہو تو اس کو جوش دو" اور امام ابوحنیفہ اور تمام فقہاء احناف نے کہا ہے کہ پگھلے ہوئے گھی کو بھی بیچنا جائز ہے جیسا کہ ان کے نزدیک گوبر کو بیچنا جائز ہے۔ اور امام احمد نے کہا: اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔ اور ابواب الطہارۃ میں یہ گزر چکا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک گھی نجس نہیں ہوتا خواہ وہ جما ہوا ہو یا پگھلا ہوا ہو، اسی لیے امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں وثوق کے ساتھ کوئی حکم نہیں لکھا۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۹ ص ۱۷۶، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۵۵۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الدَّابَّةِ تَمُوتُ فِي الزَّيْتِ وَالسَّمْنِ وَهُوَ جَامِدٌ أَوْ غَيْرُ جَامِدٍ الْفَأْرَةِ أَوْ غَيْرِهَا قَالَ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَرَ بِفَأْرَةٍ مَاتَتْ فِي سَمْنٍ فَأَمَرَ بِمَا قَرُبَ مِنْهَا فَطُرِحَ ثُمَّ أُكِلَ عَنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از یونس از زہری، ان سے روایت ہے کہ جو جانور زیتون کے تیل میں یا گھی میں مر جائے اور وہ جما ہوا ہو یا جما ہوا نہ ہو، چوہا مر جائے یا اس کے علاوہ کوئی اور مر جائے تو انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چوہے کے متعلق حکم دیا جو گھی میں مر گیا تھا، پس آپ نے حکم دیا کہ اس چوہے کے

اطراف میں جو گھی ہے، اس کو نکال کر پھینک دیا جائے، پھر اس کو کھالیا جائے، یہ حدیث عبید اللہ بن عبد اللہ سے مروی ہے۔

(صحیح البخاری:۲۳۵، ۲۳۶، ۵۵۳۸، ۵۵۳۹، ۵۵۴۰، سنن ترمذی:۱۷۹۸، سنن نسائی:۴۲۵۸، سنن ابوداؤد:۳۸۴۲، مسند احمد:۲۶۲۵۶، موطا امام مالک:۱۸۱۵، سنن داری:۷۳۸)

صحیح البخاری:۵۵۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: ''عبدان'' یہ عبد اللہ بن عثمان بن جبلہ المروزی کا لقب ہے۔ اور اس حدیث میں عبد اللہ کا ذکر ہے، یہ عبد اللہ بن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث میں یونس کا ذکر ہے، یہ ابن یزید الایلی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ زہری سے دابۃ کے متعلق مروی ہے، یعنی جو جانور زیتون کے تیل میں مر جائے، آیا کل زیتون کا تیل نجس ہو جائے گا یا نہیں؟

اور اس حدیث میں مذکور ہے: ''اور وہ جما ہوا ہو'' یعنی زہری نے اس حکم میں جمے ہوئے گھی اور پگھلے ہوئے گھی کے درمیان فرق نہیں کیا، نہ زیتون کے تیل میں فرق کیا کہ جما ہوا ہو یا جما ہوا نہ ہو۔ پھر انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوہے کو نکالنے اور اس کے اردگرد کے گھی کو نکالنے کا حکم دیا ہے اور گھی کے علاوہ دوسری چیزوں کو گھی پر قیاس کیا ہے۔

اور عطاء بن یسار کی مرسل روایت میں ہے کہ وہ مٹھی بھر جمے ہوئے گھی کو نکال لے۔ اور امام دارقطنی نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے حکم دیا کہ جمے ہوئے گھی کو نکال لیا جائے، اور اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ حدیث جمے ہوئے گھی کے متعلق ہے، پگھلے ہوئے گھی کے متعلق نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۴۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ رضی اللہ عنہم قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چوہے کے گھی میں گر جانے کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: چوہے کو پھینک دو اور جو اس کے اردگرد گھی ہے اس کو پھینک دو اور گھی کو کھالو۔

(صحیح البخاری:۲۳۵، ۲۳۶، ۵۵۳۸، ۵۵۳۹، ۵۵۴۰، سنن ترمذی:۱۷۹۸، سنن نسائی:۴۲۵۸، سنن ابوداؤد:۳۸۴۲، مسند احمد:۲۶۲۵۶، موطا امام مالک:۱۸۱۵، سنن داری:۷۳۸)

صحیح البخاری: ۵۵۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن یحییٰ الاویسی المدنی ہیں۔ نیز اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور یہ صحابی کی صحابیہ سے روایت ہے۔

یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں ''باب ما یقع من النجاسات فی السمن والماء'' میں گزر چکی ہے۔ اور وہاں اس کی مفصل شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

گھی میں چوہا گرنے کا سوال کرنے والے سائل کی تعیین

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اور اکثر روایات میں اسی طرح ہے اور سائل کا بیان نہیں ہے۔ اور امام اوزاعی نے از امام احمد روایت کی ہے جس میں سائل کی تعیین ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ گھی میں چوہا گر جائے تو پھر کیا کیا جائے؟ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۵۔ بَابٌ: الْوَسْمِ وَالْعَلَمِ فِي الصُّورَةِ چہرہ پر داغ لگانے اور نشان لگانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الوسم'' کا معنی ہے: کسی چیز میں تاثیر کر کے کوئی نشان لگانا اور اس کی اصل یہ ہے کہ ایک جانور کے چہرے میں داغ لگا کر نشان لگایا جائے تا کہ وہ جانور دوسرے جانور سے ممتاز ہو جائے۔ اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کے اونٹوں پر داغ لگا کر علامت بناتے تھے۔ اور علم کے معنی ہیں علامت بنانا، خواہ داغ لگا کر بنائی جائے یا کسی اور طریقہ سے علامت بنائی جائے اور وسم کا معنی ہے داغ لگا کر علامت بنانا۔ تو علم کا عطف وسم کے اوپر عام کا خاص کے اوپر عطف ہے۔ اور صورت سے مراد ہے چہرہ، جیسا کہ حبشہ کے سیاہ فام لوگوں کے چہرے پر داغ لگا کر نشان بنایا جاتا ہے، یا جس طرح جسم کے کسی عضو میں سوئی چبھو کر کوئی شکل بنائی جاتی ہے اور بعد میں اس میں نیل بھر دیا جاتا ہے۔ امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا، کیونکہ امام بخاری کی عادت یہ ہے کہ وہ حکم کے ذکر کو حدیث کے اوپر چھوڑ دیتے ہیں، یعنی اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ پر داغ لگانا یا علامت بنانا مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۴۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ تُعْلَمَ الصُّورَةُ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ تُضْرَبَ تَابَعَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از حنظلہ از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ وہ چہرہ پر علامت بنانے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ اور

Marfat.com

قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْعَنْقَزِيُّ عَنْ حَنْظَلَةَ وَقَالَ تُضْرَبُ الصُّورَةُ۔

(مسند احمد: ۴۷۶۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔عبید اللہ بن موسیٰ کی متابعت قتیبہ نے کی ہے،انہوں نے کہا: ہمیں العنقزی نے حدیث بیان کی از حنظلہ اور انہوں نے کہا: صورتوں پر نشان بنایا جاتا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۵۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن موسیٰ کا ذکر ہے،یہ ابن باذام الکوفی ہیں۔

امام بخاری نے کہا: یہ دو سو تیرہ ہجری (۲۱۳ ھ) میں فوت ہو گئے تھے اور کاتب الواقدی نے بھی اسی کی مثل کہا اور یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ ذوالقعدہ میں فوت ہوئے تھے۔

اور اس حدیث میں حنظلہ کا ذکر ہے، یہ ابن ابی سفیان الجمحی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں سالم کا ذکر ہے،اور یہ ابن حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں صورت کا ذکر ہے اور بعض روایات میں الصُّوَر جمع کا صیغہ ہے۔

علامہ ابن الملقن نے التوضیح میں لکھا ہے کہ چہرہ پر یا صورت پر علامت بنانا علماء کے نزدیک مکروہ ہے،جیسا کہ علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے اور ہمارے نزدیک یہ حرام ہے۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے کے پاس سے گزرے جس کے چہرے پر علامت بنائی ہوئی تھی،تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت فرمائی جس نے اس کے چہرے پر علامت بنائی ہے۔

علماء نے چہرہ پر علامت بنانے کو اس لیے مکروہ کہا ہے کہ چہرہ کا شرف اور اس کی تعظیم ہے اور اس میں علامت بنا کر چہرہ میں اللہ تعالیٰ کی خلقت کو متغیر کرنا ہے۔

رہا چہرہ کے علاوہ کسی اور عضو میں علامت بنانا،اگر یہ کسی منفعت کے لیے ہو اور علامت کی مقدار تھوڑی ہو اور اس سے اس عضو کی صورت نہ بگڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ قربانی کے اونٹوں میں علامت بنانا جائز ہے۔اور جس شخص نے اپنے غلام کی ناک یا کان یا کسی اور عضو کے اوپر نشانی بنائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اس غلام کو آزاد کر دیا جائے۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے اونٹوں پر نشانی لگائی اور اس سے پہلے جانوروں کو داغنے کی حدیث گزر چکی ہے کتاب الزکوۃ کے اس باب میں کہ ”امام صدقہ کے اونٹوں پر داغ لگائے“۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مارنے سے منع فرمایا ہے۔اور صحیح مسلم میں

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے اور چہرہ پر علامت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جب چہرہ پر مارنا اور چہرہ پر علامت بنانا منع ہے تو چہرہ پر داغ لگانا بہ طریقِ اولیٰ منع ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۶۔ ۲۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۴۱، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

چہرہ پر مارنا ممنوع ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۲۶) اور اس حدیث میں مراد تمام جانداروں کی صورتیں ہیں، کیونکہ چہرہ محاسن اور حواس کا محل ہے، اس لیے چہرہ پر داغ لگانا اور کوئی علامت بنانا ممنوع ہے۔

اس حدیث کی تعلیق میں العنقزی کا ذکر ہے، ان کا نام عمرو بن محمد القرشی ہے۔ اور الغسانی نے کہا ہے: یہ قریش کے آزاد کردہ غلام تھے اور ان کی نسبت عنقز کی طرف ہے۔ اور عنقز ایک گھاس کا نام ہے یا ایک پھول کا نام ہے۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۹ ص ۱۷۶، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۵۵۴۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِأَخٍ لِي يُحَنِّكُهُ وَهُوَ فِي مِرْبَدٍ لَهُ فَرَأَيْتُهُ يَسِمُ شَاةً حَسِبْتُهُ قَالَ فِي آذَانِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بھائی کو گھٹی دینے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، اس وقت آپ اصطبل میں تھے، میں نے دیکھا کہ آپ ایک بکری کے اوپر داغ لگا رہے ہیں اور میرا گمان ہے کہ آپ اس کے کانوں میں داغ لگا رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۱۹، سنن ابوداؤد: ۲۵۶۳، مسند احمد: ۱۳۲۵۱)

صحیح البخاری: ۵۵۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید کا ذکر ہے، یہ ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام بن زید کا ذکر ہے، یہ ابن انس بن مالک ہیں، جو اپنے دادا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کو لے کر گئے" یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے، اور

Marfat.com

ان کا نام عبداللہ بن ابی طلحہ ہے۔

اور اس حدیث میں گھٹی دینے کا ذکر ہے۔ اور گھٹی کا معنی یہ ہے کہ کسی پھل کو منہ میں ڈال کر چبایا جائے اور اسے نرم کر کے بچے کے منہ میں دے دیا جائے۔

اور اس حدیث میں المربد کا ذکر ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جس میں اونٹوں کو باندھا جاتا ہے۔ اور اس جگہ بکریاں تھیں، تو بکریوں کے باڑے کے اوپر مربد کا اطلاق مجاز ہے، یا حقیقت ہے بایں طور کہ بکریوں کو اونٹوں کے اصطبل میں داخل کر دیا گیا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یسم" یہ الوسم سے ماخوذ ہے یعنی اس کو داغ لگا رہے تھے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میں نے گمان کیا کہ آپ بکری کے کانوں میں داغ لگا رہے تھے"۔

اس قول کے قائل شعبہ ہیں۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کے علاوہ کسی کے اوپر داغ لگانا جائز ہے۔ اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ خود اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے۔ اور آپ کی نظر مسلمانوں کی مصلحتوں میں رہتی تھی۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نومولود بچے کو گھٹی دینا مستحب ہے اور اس بچے کو صالحین کے پاس لے جانا چاہیے، تاکہ بچے کے پیٹ میں سب سے پہلے جو چیز پہنچے وہ صالحین کا لعاب ہو۔

(۳) علامہ نووی نے کہا ہے: ہر محترم حیوان کے چہرہ پر مارنا مکروہ ہے، لیکن آدمی کے چہرہ پر مارنا بہت شدید مکروہ ہے، کیونکہ آدمی کا چہرہ مجمع المحاسن ہے اور بسا اوقات چہرہ پر مارنے سے چہرہ بدنما ہو جاتا ہے یا اس کے بعض حواس متاثر ہو جاتے ہیں۔

(۴) اور جسم پر داغ لگانا آدمی میں حرام ہے اور آدمی کے غیر میں مکروہ ہے، اور وسم داغ لگانے کا اثر ہے۔

(۵) علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ صدقہ کے اونٹوں میں چہرہ کے علاوہ داغ لگانا مستحب ہے اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ داغ لگانا مکروہ ہے، کیونکہ یہ جسم کو عذاب دینا ہے اور اس کو بدنما کرنا ہے اور جسم کو عذاب دینے اور مثلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جسم کو عذاب دینا اور مثلہ کرنے کی ممانعت عام ہے اور داغ لگانے کی حدیث خاص ہے، تو اس کو مقدم کرنا واجب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: جب معلوم ہو کہ خاص اور عام دونوں کی ممانعت مقارن ہو تو پھر خاص کو عام پر مقدم کیا جاتا ہے، ورنہ نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۷۔۲۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۶۔ بَابٌ: إِذَا أَصَابَ قَوْمٌ غَنِيمَةً فَذَبَحَ بَعْضُهُمْ غَنَمًا أَوْ إِبِلًا بِغَيْرِ أَمْرِ أَصْحَابِهِمْ لَمْ تُؤْكَلْ

جب کسی قوم کو مالِ غنیمت ملے، پس ان میں سے کسی نے بکری یا اونٹ کو اپنے اصحاب کی اجازت کے بغیر ذبح کر دیا تو اس کو کھایا نہیں جائے گا

لِحَدِيثِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ طَاوُسٌ

اس کی وجہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو انہوں نے نبی

Marfat.com

وَعِكْرِمَةُ فِي ذَبِيحَةِ السَّارِقِ اطْرَحُوهُ۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔اور طاؤس اور عکرمہ نے چور کے ذبیحہ کے متعلق کہا: اس کو پھینک دو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کے نزدیک جس کو ولایتِ ذبح حاصل نہ ہو، اس کا ذبح کرنا غیر معتبر ہے

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی جماعت کو مالِ غنیمت ملے اور اس جماعت میں سے کوئی شخص اس مالِ غنیمت کی بکری یا اونٹ کو اپنے باقی اصحاب کی اجازت کے بغیر ذبح کر دے تو وہ ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔اور شاید امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کو ذبح کرنے کی شرعاً ملکیت حاصل نہ ہو، یا وہ شرعاً وکیل نہ ہو تو اس کا ذبح کرنا غیر معتبر ہے۔

امام بخاری نے کہا: حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے، اور اس سے وجہِ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ لوگوں نے جلدی سے مالِ غنیمت میں سے کسی بکری یا اونٹ کو ذبح کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پیچھے تھے اور دیگچیوں میں اس گوشت کو چڑھا دیا، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے یہ دیکھا تو آپ نے حکم دیا کہ دیگچیوں کو پلٹ دیا جائے، کیونکہ مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے ان کے لیے مالِ غنیمت میں سے کسی بکری یا اونٹ کو ذبح کرنا جائز نہ تھا۔

اس کے بعد امام بخاری نے بیان کیا کہ طاؤس اور عکرمہ نے چور کے ذبیحہ کے متعلق کہا: اس کو پھینک دو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی یہ حرام ہے اور اس تعلیق کا مقصد بھی یہی ہے کہ جس کو ذبح کرنے کی ولایت حاصل نہ ہو، جب وہ ذبح کر دے تو اس ذبیحہ کو کھایا نہیں جائے گا، اس تعلیق کی امام عبدالرزاق نے طاؤس اور عکرمہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ طاؤس اور عکرمہ سے چور کے ذبیحہ سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کو ناپسند کیا اور اس سے منع کیا۔علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ میرے علم میں نہیں ہے کہ اس ذبیحہ کے کھانے کی کراہیت پر کسی نے طاؤس اور عکرمہ کی متابعت کی ہو، سوائے اسحاق بن راہویہ کے اور فقہاء کی ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۴۳۔حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى فَقَالَ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ فَكُلُوهُ مَا لَمْ يَكُنْ سِنٌّ وَلَا ظُفُرٌ وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ وَتَقَدَّمَ سَرَعَانُ النَّاسِ فَأَصَابُوا مِنَ الْغَنَائِمِ وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي آخِرِ النَّاسِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن مسروق نے حدیث بیان کی از عبایہ بن رفاعہ از والد خود از جد خود حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کل ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوگا اور ہمارے پاس چھری نہیں ہوگی۔تو آپ نے فرمایا: جو چیز بھی خون بہادے اور اللہ کا نام ذکر کیا جائے، سو اس کو کھالو جب کہ وہ نہ دانت ہو اور نہ ناخن ہو۔اور میں عنقریب تم

فَنَصَبُوا قُدُورًا فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ وَعَدَلَ بَعِيرًا بِعَشْرِ شِيَاهٍ ثُمَّ نَدَّ بَعِيرٌ مِنْ أَوَائِلِ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ فَقَالَ إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا فَعَلَ مِنْهَا هَذَا فَافْعَلُوا مِثْلَ هَذَا۔

کو اس کا سبب بیان کروں گا، رہا دانت تو وہ ہڈی ہے اور رہا ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے، اور لوگ جلدی جلدی آگے بڑھے اور انہوں نے مالِ غنیمت کو حاصل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پیچھے تھے، انہوں نے دیگچیاں چڑھا دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، پس ان دیگچیوں کو پلٹ دیا گیا اور مالِ غنیمت ان کے درمیان تقسیم کیا گیا، اور ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا گیا، پھر لوگوں کے آگے سے ایک اونٹ بدک کر بھاگ گیا اور لوگوں کے پاس گھوڑے نہیں تھے، پھر ایک مرد نے اپنا تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس اونٹ کو روک لیا، پس آپ نے فرمایا: ان جانوروں میں توحش ہوتا ہے جیسے وحشی جانور غیر مانوس ہوتے ہیں۔ پس جو جانور اس طرح بھاگ جائے، سو تم اس کو اسی طرح روکو۔

(صحیح البخاری: ۲۴۸۸، ۲۵۰۷، ۳۰۷۵، ۵۴۹۸، ۵۵۰۳، ۵۵۰۶، ۵۵۰۹، ۵۵۴۳، ۵۵۴۴، صحیح مسلم: ۱۹۶۸، سنن ترمذی: ۱۴۹۱، سنن نسائی: ۴۴۱۰، سنن ابوداؤد: ۲۸۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۳، مسند احمد: ۱۶۸۱۲، سنن دارمی: ۱۹۷۷)

صحیح البخاری: ۵۵۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب میں پہلے امام بخاری نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر کیا۔ اور اس کے بعد حضرت رافع بن خدیج کی حدیث کی مکمل سند کے ساتھ روایت کی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالاحوص کا ذکر ہے، ان کا نام سلام الحنفی الکوفی ہے۔ اور اس حدیث میں سعید بن المسروق کا ذکر ہے، یہ سفیان ثوری کے والد ہیں۔ اور عبایہ کا ذکر ہے، یہ ابن رفاعہ ہیں۔ الغسانی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی اس حدیث کو از سعید بن مسروق از عبایہ بن رفاعہ از جد خود روایت کرتے ہیں، اور ابوالاحوص کے سوا کسی نے یہ نہیں کہا از والدِ خود از جدِ خود۔ کہا گیا ہے کہ یہ ابوالاحوص کی خطاء ہے جو اس نے کہا: از والد خود۔

یہ حدیث عنقریب باب التسمیۃ علی الذبیحہ میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''تقدم سرعان الناس'' یعنی جو لوگ آگے تھے، وہ جلدی جلدی چلے اور انہوں نے مالِ غنیمت کو حاصل کر لیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۳۷۔ بَابٌ: إِذَا نَدَّ بَعِيرٌ لِقَوْمٍ فَرَمَاهُ بَعْضُهُمْ بِسَهْمٍ فَقَتَلَهُ فَأَرَادَ إِصْلَاحَهُمْ فَهُوَ جَائِزٌ لِخَبَرِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

اس کا بیان کہ جب کسی قوم کا اونٹ بدک کر بھاگے، پھر ان میں سے کوئی اس کو تیر مارے اور اسکو ہلاک کردے یعنی کوئی ان کی اصلاح کے لیے تیر مار کر اونٹ کو روک لے تو یہ جائز ہے، جیسا کہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی اونٹ بھاگ جائے اور اس کو قوم میں سے کوئی تیر مار کر قتل کردے اور تیر مارنے کا ارادہ ان کی خیر خواہی ہو یعنی جب اس کو معلوم ہو کہ وہ اس اونٹ کو صرف تیر مار کر ٹھہرا سکتا ہے اور اس کا یہ ارادہ نہ ہو کہ وہ تیر مار کر ان کے لیے اس اونٹ کو خراب کردے، تو وہ تیر مارنے والا اس اونٹ کا ضامن نہیں ہوگا اور اس کا کھانا حلال ہوگا۔ اور جب کوئی شخص کسی کے اونٹ کو ان کی اجازت کے بغیر ہلاک کردے تو وہ اس اونٹ کی قیمت کا ضامن ہوگا، سوا اس صورت کے کہ وہ اس پر گواہ قائم کردے کہ اس اونٹ نے اس پر حملہ کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۰۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رضی الله عنه قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَنَدَّ بَعِيرٌ مِنَ الْإِبِلِ قَالَ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ لَهَا أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَكُونُ فِي الْمَغَازِي وَالْأَسْفَارِ فَنُرِيدُ أَنْ نَذْبَحَ فَلَا تَكُونُ مُدًى قَالَ أَرِنْ مَا نَهَرَ أَوْ أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ فَكُلْ غَيْرَ السِّنِّ وَالظُّفُرِ فَإِنَّ السِّنَّ عَظْمٌ وَالظُّفُرَ مُدَى الْحَبَشَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن عبید الطنافسی نے خبر دی از سعید بن مسروق از عبایۃ بن رفاعہ از جد خود حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو اونٹوں میں سے ایک اونٹ بدک کر بھاگا، انہوں نے بیان کیا: پس ایک مرد نے اپنا تیر مار کر اس اونٹ کو روک لیا، پھر انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ان اونٹوں کے لیے توحش ہوتا ہے، جیسا کہ وحشی جانور غیر مانوس ہوتے ہیں، پس ان اونٹوں میں سے جو تم پر غالب آجائے تو ان کے ساتھ تم اسی طرح کرو، حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہم غزوات اور سفروں میں ہوتے ہیں، پس ہم ذبح کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے پاس چھری نہیں ہوتی، آپ نے فرمایا: دیکھ لیا کرو جو آلہ خون بہادے یا فرمایا: جو آلہ خون بہائے (نہر کے بجائے آپ نے انہر فرمایا) اور فرمایا: اللہ کا نام لو اور اسے کھاؤ سوائے دانت اور ناخن کے، کیونکہ دانت ہڈی

Marfat.com

ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۸۸، ۲۵۰۷، ۳۰۷۵، ۵۴۹۸، ۵۵۰۳، ۵۵۰۶، ۵۵۰۹، ۵۵۴۳، ۵۵۴۴ صحیح مسلم: ۱۹۶۸، سنن ترمذی: ۱۴۹۱، سنن نسائی: ۴۴۱۰، سنن ابوداؤد: ۲۸۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۳، مسند احمد: ۱۶۸۱۲، سنن دارمی: ۱۹۷۷)

صحیح البخاری: ۵۵۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابن سلام کا ذکر ہے اور وہ محمد بن سلام ہے۔ اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں محمد بن سلام کی تصریح ہے اور اس حدیث میں عمرو کا ذکر ہے، وہ ابن عبید الطنافسی ہیں۔ ''طنافِس'' کا معنی ہے چادر، یعنی وہ چادریں فروخت کرتے تھے یا چادریں بناتے تھے۔ ''طنافِس'' طنفسة کی جمع ہے اور یہ بچھانے والی چادر کو کہتے ہیں۔

پھر راویوں کا ارن کے ضبط میں اختلاف ہے۔ کریما کی روایت میں ہے اَرِنْ (ہمزہ پر زبر اور راء کے نیچے زیر اور نون ساکن)۔ اسی طرح علامہ خطابی نے اس کو منضبط کر کے لکھا ہے۔ اور سنن ابوداؤد میں ابوذر کی روایت سے مذکور ہے اَرْنِ یعنی راء ساکن ہے اور نون کے نیچے زیر ہے۔ اور اسماعیلی کی روایت میں ہے اَرِنِی اس کا معنی ہے کہ اس جانور کو جلدی ذبح کرلو تا کہ یہ طبعی موت نہ مر جائے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: اَرِنْ کے متعلق جتنے الفاظ ذکر کیے گئے ہیں، یہ سب قواعدِ صرف کے خلاف ہیں اور شاذ ہیں۔

اس حدیث میں نہر کا لفظ بھی ہے اور انہر الدم کا لفظ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللہ کا نام لو'' یہ امر کا صیغہ ہے اور مجہول کے صیغہ کے ساتھ بھی اس کی روایت ہے، یعنی اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو۔

حدیث مذکور کے باقی الفاظ کی شرح اس سے پہلے کی جا چکی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۱ ص ۲۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۸۔ بَابٌ: إِذَا أَكَلَ الْمُضْطَرُّ
جو شخص بھوک سے بے قرار ہو اس کے کھانے کا حکم

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (البقرہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو O اللہ نے تم پر جس کا (کھانا) حرام کیا ہے، وہ صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، سو جو شخص مجبور ہو جائے جب کہ وہ نافرمانی کرنے والا اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر (کھانے یا استعمال میں) کوئی گناہ نہیں ہے، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے

Marfat.com

حد مہربان ہے O

وَقَالَ: فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ (المائدہ:۳)

اور فرمایا: پس جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر (کوئی حرام چیز کھالے) درآں حالیکہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے O

وَقَوْلِهِ: فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ۝ (الانعام)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو اس ذبیحہ سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو O اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اس ذبیحہ سے نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے، حالانکہ حالت اضطرار کے سوا جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان کی تفصیل اللہ نے تمہیں بتادی ہے، اور بے شک بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشوں سے گمراہی پھیلاتے ہیں، اور بے شک آپ کا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے O

وَقَوْلِهِ جَلَّ وَعَلَا: قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (الانعام)

آپ کہیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کسی کھانے والے پر ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا، وہ مردار ہو یا بہا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ نجس ہے یا بہ طور نافرمانی کے اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، سو جو شخص مجبور ہو اور نہ وہ سرکشی کرنے والا ہو نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

وَقَالَ: فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (النحل)

اور فرمایا: سو اللہ کے دیئے ہوئے حلال طیب رزق میں سے کھاؤ، اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو O تم پر صرف (یہ) چیزیں حرام کی ہیں: مردار اور (بہتا ہوا) خون، اور خنزیر کا گوشت، اور جس (جانور) پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا، پس جو شخص مجبور ہو جائے، وہ سرکشی کرنے والا نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص بھوک سے بے قرار اور مجبور ہو اور اسے کوئی حلال چیز نہ ملے تو وہ مردار کھا سکتا

ہے۔اس کے بعد امام بخاری نے اس معنی کو ثابت کرنے کے لیے البقرہ: ۱۷۲۔۱۷۳ کا ذکر کیا، پھر المائدہ: ۳ کا ذکر کیا، پھر الانعام: ۱۱۸، ۱۱۹ کا ذکر کیا، اور پھر الانعام: ۱۴۵ کا ذکر کیا، پھر النحل: ۱۱۴، ۱۱۵، کا ذکر کیا۔

امام بخاری نے یہ عنوان بھوک سے بے قرار اور مجبور شخص کے لیے مردار کو کھانے کے جواز میں بیان کیا ہے۔اور اس باب میں کسی حدیث کا اصلاً ذکر نہیں کیا۔اور اس کی توجیہ میں ایک وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ اس مضمون کے مناسب امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی، اس لیے انہوں نے قرآن مجید کی ان آیات کو ذکر کرنے پر اکتفاء کر لی، کیونکہ ان آیات میں بھوک سے بے قرار اور مجبور شخص کے احوال کو بیان کیا گیا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ امام بخاری نے حدیث کو لکھنے کے لیے خالی جگہ چھوڑی تھی تا کہ جب انہیں حدیث مل جائے تو وہاں وہ حدیث لکھ دیں لیکن ان کو وہ حدیث نہیں ملی تو پھر کتاب کو لکھتے وقت ان آیات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام احمد نے از الولید بن مسلم از الاوزاعی از حسان از عطیہ از حضرت ابو واقد اللیثی روایت کی ہے کہ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم ایسی سرزمین میں ہوتے ہیں جہاں ہم کو شدید بھوک لگی ہوتی ہے تو ہمارے لیے مردار کھانا کس صورت میں جائز ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: جب تم کو صبح کے وقت کھانے کی کوئی چیز نہ ملے اور شام کے وقت بھی کھانے کی کوئی چیز نہ ملے اور تمہاری ہتھیلیاں بالکل خالی ہوں تو پھر تم مردار کھا سکتے ہو۔

بھوک سے بے قرار شخص کتنی مقدار مردار کھا سکتا ہے؟ اس کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

فقہاء اسلام کا اس میں اختلاف ہے کہ بھوک سے بے قرار شخص مردار کو پیٹ بھر کر کھائے یا اتنی مقدار کھائے جس سے اس کی رمق حیات قائم رہے یا اس میں سے کچھ رکھ بھی سکتا ہے۔

امام مالک نے کہا کہ المضطر یعنی بھوک سے بے قرار شخص کے متعلق جو میں نے بہترین قول سنا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ پیٹ بھر کر کھائے اور کچھ مقدار ساتھ رکھ لے اور جب وہ یہ دیکھے کہ اب وہ اس سے بے پرواہ ہو چکا ہے، تو جو مقدار ساتھ رکھی ہے، اس کو پھینک دے۔اور یہ الزہری اور ربیعہ کا قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ صرف اتنی مقدار کھائے جس سے اس کی رمق حیات قائم رہے اور سانس جاری رہے۔اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ وہ تین لقمے کھائے۔اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس نے صبح کو مردار کھا لیا ہے تو شام کو نہ کھائے، اور اگر اس نے شام کو مردار کھا لیا ہے تو صبح کو نہ کھائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۱۰۔۲۱۲، ملخصاً و ملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

المخمصۃ کا معنی ہے: جس کو بہت شدت سے بھوک لگی ہو۔اور قتادہ نے کہا: المائدہ: ۳ میں فرمایا غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ یعنی وہ حرام کھا کر گناہ کا ارادہ نہ کر رہا ہو۔

اور معروف یہ ہے کہ الجنف کا معنی ہے میلان، اور گناہ کا معنی یہاں پر یہ ہے کہ وہ مردار کو یا کسی بھی حرام چیز کو پیٹ بھر نے

Marfat.com

سے زیادہ کھائے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ وہ پیٹ بھر کر کھائے یا اتنا کھائے جس سے اس کی رمق حیات قائم رہے اور ساتھ رکھنے میں بھی اختلاف ہے۔

امام مالک نے کہا ہے: المضطر کے متعلق جو میں نے بہترین بات سنی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ مردار کو سیر ہو کر کھائے اور اپنے ساتھ بھی کچھ رکھ لے۔ اور جب اس کو ضرورت نہ رہے تو پھر اس کو پھینک دے اور یہ ابن شہاب اور ربیعہ کا قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ نے کہا اور امام شافعی کا بھی ایک قول ہے کہ بھوک سے بے قرار شخص صرف اتنی مقدار کھائے جس سے اس کی رمقِ حیات قائم رہے اور سانس چلتا رہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ مردار کو کھانے کی اباحت اس صورت میں ہے جب اسے اپنے نفس پر موت کا خطرہ ہو، پس جب اس نے اتنا کھالیا جس سے موت کا خطرہ زائل ہو جائے، تو اب ضرورت زائل ہو گئی اور اباحت اٹھ گئی، اب اس کے لیے کھانا جائز نہیں ہے۔

اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ المضطر یعنی جو شخص بھوک سے بے قرار ہو اور اس کو موت کا خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مردار کو مباح قرار دے دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے البقرہ: ۱۷۳ میں فرمایا ہے: ''جب کہ وہ نافرمانی کرنے والا اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو''، تو جب ایسے شخص کے لیے کھانا مباح ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے قلیل اور کثیر میں فرق نہیں کیا، تو جب اس کے لیے مردار حلال ہے تو وہ جتنی مقدار چاہے کھالے۔ (المنتقی ج ۳ ص ۱۳۸، کتاب الام ج ۱ ص ۲۲۵، الاشباہ والنظائر ج ۱ ص ۱۰۷)

اور علامہ داؤدی نے اس قول کی حکایت کی ہے کہ وہ تین لقمے کھائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اس نے صبح مردار کھایا ہے تو شام کو نہ کھائے اور اگر شام کو مردار کھالیا ہے تو صبح کو نہ کھائے۔

پس اگر فقہاء احناف اور امام شافعی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر سے استدلال کریں تو مردار کو پیٹ بھر کر کھانا اور ساتھ رکھنا جائز نہیں ہے، کہا گیا ہے کہ مجاہد وغیرہ نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ نافرمانی کرنے والا اور حد سے بڑھنے والا اس کو نہ کھائے، جب کہ اس کو ضرورت نہ ہو اور وہ مردار کو کھانے میں مجبور نہ ہو۔ اور اگر وہ مردار کو کھانے میں مجبور ہے تو پھر پیٹ بھر کر کھانے میں وہ حد سے بڑھنے والا نہیں ہے، کیونکہ جب تک وہ پیٹ بھر کر نہیں کھائے گا، اس وقت تک وہ سفر پر اور تصرف کرنے پر قادر نہیں ہوگا اور مردار کا کچھ حصہ ساتھ رکھنا جان کی حفاظت کے لیے زیادہ اولیٰ ہے، کیونکہ اس کو یہ خطرہ رہے گا کہ شاید اس کو بعد میں مردار کی اتنی مقدار بھی نہ ملے جس سے اس کی رمق حیات برقرار رہ سکے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا سفر طویل ہو اور اس کی جان ہلاک ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کے اوپر یہ حرام کیا ہے کہ وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دے۔

مسروق نے کہا ہے: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص مردار کھانے میں مجبور ہے اور پھر وہ مردار کو نہ کھائے حتیٰ کہ مر جائے تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق: ج ۱۰ ص ۴۱۳، رقم الحدیث: ۱۹۵۳۶، سنن بیہقی: ج ۹ ص ۳۵۷-۳۵۸)

اور یہاں پر کتاب الصید اور ذبائح ختم ہو گئی۔ وللہ الحمد

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۵۵۹-۵۶۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: کتاب الذبائح والصید میں ترانوے (۹۳) احادیث ذکر کی گئی ہیں، جن میں سے اکیس (۲۱) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں۔ اور ان میں سے مکرر احادیث اناسی (۷۹) ہیں اور خالص احادیث چودہ (۱۴) ہیں۔

حلال وحرام جانوروں کے متعلق صدر الشریعہ علامہ امجد علی کی تحقیق

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ تحریر فرماتے ہیں:

حلال وحرام جانوروں کا بیان

حدیث ا: ترمذی نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن کیلے والے درندہ سے اور پنجہ والے پرند سے اور گھریلو گدھے اور مجثمہ اور خلیسہ سے ممانعت فرمائی اور حاملہ عورت جب تک وضع حمل نہ کرلے اس کی وطی سے ممانعت فرمائی یعنی حاملہ لونڈی کا مالک ہو یا زانیہ عورت حاملہ سے نکاح کیا تو جب تک وضع حمل نہ ہو اس سے وطی نہ کرے، مجثمہ یہ ہے کہ پرند یا کسی جانور کو باندھ کر اس پر تیر مارا جائے، خلیسہ یہ ہے کہ بھیڑیے یا کسی درندہ نے جانور پکڑا اس سے کسی نے چھین لیا اور ذبح سے پہلے وہ مر گیا۔ (جامع الترمذی، کتاب الاطعمہ، باب ماجاء فی کراھیۃ اکل المصبورۃ، الحدیث:۱۴۷۹، ج ۳ ص ۱۵۰)

حدیث ۲: ابوداؤد و دارمی جابر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جنین (پیٹ کے بچہ) کا ذبح اس کی ماں کے ذبح کی مثل ہے''۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب ماجاء فی ذکاۃ الجنین، الحدیث:۲۸۲۸، ج ۳ ص ۱۳۸)

حدیث ۳: احمد و نسائی و دارمی عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے چڑیا یا کسی جانور کو ناحق قتل کیا اس سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سوال کرے گا، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)، اس کا حق کیا ہے، فرمایا کہ ''اس کا حق یہ ہے کہ ذبح کرے اور کھائے، یہ نہیں کہ سر کاٹے اور پھینک دے''۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو، الحدیث:۶۵۶۲، ج ۲ ص ۵۶۷، سنن النسائی، کتاب الصید۔۔۔الخ، باب اباحۃ اکل العصافیر، الحدیث:۴۳۵۵، ص ۷۰۷)

حدیث ۴: ترمذی و ابوداؤد و ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے راوی کہتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے، اس زمانہ میں یہاں کے لوگ زندہ اونٹ کا کوہان کاٹ لیتے اور زندہ دنبہ کی چکی کاٹ لیتے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زندہ جانور کا جو ٹکڑا کاٹ لیا جائے وہ مردار ہے کھایا نہ جائے''۔ (جامع الترمذی، کتاب الاطعمہ، باب ماقطع من الحی، الحدیث:۱۴۸۵، ج ۳ ص ۱۵۳)

حدیث ۵: دارقطنی جابر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دریا کے جانور (مچھلی) کو خدا نے حلال کردیا ہے''۔

(سنن دارقطنی، کتاب الاشربہ وغیرھا، باب الصید، الحدیث:۴۶۶۲، ج ۴ ص ۳۱۷)

حدیث ۶: صحیح بخاری و مسلم میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی انہوں نے حمار وحشی (جنگلی گدھا) دیکھا، اس کا شکار کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس اس کے گوشت کا کچھ حصہ ہے؟'' عرض کی ہاں، اس کی ران ہے، اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا اور کھایا۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تحریم الصید للمحرم، الحدیث ۵۷، (۱۱۹۶) و ۶۳ (۱۱۹۶) ص ۶۱۱، ۶۱۳)

حدیث ۷: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہتے ہیں: ہم نے مر الظہران (مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام) میں خرگوش بھگا کر پکڑا، میں اس کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا، انہوں نے ذبح کیا اور اس کی پٹھ اور رانیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمائیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الذبائح الخ، باب ماجاء فی التصید، الحدیث:۵۴۸۹، ج ۳ ص ۵۵۴)

حدیث ۸: صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا

Marfat.com

ہے۔(صحیح البخاری، کتاب الذبائح، الخ، باب الدجاج، الحدیث: ۵۵۱۷، ج ۳ ص ۵۶۳)

حدیث ۹: صحیحین میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں تھے، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ٹڈی کھاتے تھے۔(صحیح البخاری، کتاب الذبائح، باب اکل الجراد، الحدیث: ۵۴۹۵، ج ۳ ص ۵۵۷)

حدیث ۱۰: صحیحین میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی، کہتے ہیں کہ میں جیش الخبط میں گیا تھا اور امیر لشکر ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے، ہمیں بہت سخت بھوک لگی تھی، دریا نے مری ہوئی ایک مچھلی پھینکی کہ ویسی مچھلی ہم نے نہیں دیکھی، اس کا نام عنبر ہے، ہم نے آدھے مہینے تک اسے کھایا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک ہڈی کھڑی کی بعض روایت میں ہے پسلی کی ہڈی تھی، اس کی کجی اتنی تھی کہ اس کے نیچے سے اونٹ مع سوار گزر گیا، جب ہم واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، فرمایا: ''کھاؤ، اللہ (عزوجل) نے تمہارے لیے رزق بھیجا ہے اور تمہارے پاس ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ''، ہم نے اس میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا۔(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ سیف البحر، الحدیث: ۴۳۶۱، ۴۳۶۲، ج ۳ ص ۱۲۷، ۱۲۸)

حدیث ۱۱، ۱۲: صحیح بخاری و مسلم میں ام شریک رضی اللہ عنہا سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وزغ (چھپکلی اور گرگٹ) کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا کہ ''ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے کافروں نے جو آگ جلائی تھی، اسے یہ پھونکتا تھا'' اور صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ اس کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فُوَیسق رکھا، یعنی چھوٹا فاسق یا بڑا فاسق، اس لفظ میں دونوں معنی کا احتمال ہے۔(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، الحدیث: ۳۳۵۹، ج ۲ ص ۴۲۳)

حدیث ۱۳: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو چھپکلی یا گرگٹ کو پہلی ضرب میں مارے اس کے لیے سو نیکیاں اور دوسری میں اس سے کم اور تیسری میں اس سے بھی کم''۔

(صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب قتل الوزغ، الحدیث: ۱۴۷۔(۲۲۴۰) ص ۱۲۳۰)

حدیث ۱۴: ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ (گندگی کھانے والا جانور) اور اس کا دودھ کھانے سے منع فرمایا۔(جامع الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی اکل لحوم الجلالۃ والبانھا، الحدیث: ۱۸۳۱، ج ۳ ص ۳۲۴)

حدیث ۱۵: ابوداؤد نے عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل الضب، الحدیث: ۳۷۹۶، ج ۳ ص ۴۹۶)

حدیث ۱۶: ابوداؤد و ترمذی نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کھانے سے اور اس کے ثمن کھانے سے منع فرمایا۔(جامع الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی ثمن الکلب والسنور، الحدیث: ۱۲۸۴، ج ۳ ص ۴۱)

حدیث ۱۷: امام احمد و ابن ماجہ و دارقطنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے لیے دو مرے ہوئے جانور اور دو خون حلال ہیں، دو مردے مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں''۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الکبد والطحال، الحدیث: ۳۳۱۴، ج ۴ ص ۳۲)

حدیث ۱۸: ابوداؤد و ترمذی جابر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''دریا نے جس مچھلی کو پھینک دیا ہو اور وہاں سے پانی جاتا رہا اسے کھاؤ، اور جو پانی میں مرکر تیر جائے اسے نہ کھاؤ''۔(سنن ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل الطافی من السمک

Marfat.com

الحدیث: ۵۸۱۵، ج ۳ ص ۵۰۲)

مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: کیلے والا (کچلیوں والا) جانور جو کیلے سے شکار کرتا ہو حرام ہے جیسے شیر، گیدڑ، لومڑی، بجو، کتا وغیر ہا کہ ان سب میں نوکیلے دانت ہوتے ہیں اور شکار بھی کرتے ہیں، اونٹ کے بھی نوکیلے دانت ہوتے ہیں مگر وہ شکار نہیں کرتا، لہٰذا وہ اس حکم میں داخل نہیں۔

(الدر المختار، کتاب الذبائح، ج ۹ ص ۵۰۸)

مسئلہ ۲: پنجہ والا پرند جو پنجہ سے شکار کرتا ہے حرام ہے جیسے شکرا، باز، بہری، چیل۔ حشرات الارض حرام ہیں جیسے چوہا، چھپکلی، گرگٹ، گھونس، سانپ، بچھو، بر (بھڑ) مچھر، پسو، کھٹمل، مکھی، مینڈک وغیر ہا۔ (الدر المختار، ورد المحتار، کتاب الذبائح، ج ۹ ص ۵۰۸)

مسئلہ ۳: گھریلو گدھا اور خچر حرام ہے اور جنگلی گدھا جسے گورخر کہتے ہیں حلال ہے، گھوڑے کے متعلق روایتیں مختلف ہیں، یہ آلۂ جہاد ہے، اس کے کھانے میں تقلیل آلۂ جہاد ہوتی ہے، لہٰذا نہ کھایا جائے۔ (الدر المختار، کتاب الذبائح، ج ۹ ص ۵۰۸، وغیر ہا)

مسئلہ ۴: کچھوا خشکی کا ہو یا پانی کا حرام ہے۔ غراب ابقع یعنی کوا جو مردار کھاتا ہے حرام ہے اور مہوکا کہ یہ بھی کوے سے ملتا جلتا ایک جانور (یعنی پرندہ) ہوتا ہے، حلال ہے۔ (الدر المختار، ورد المحتار، کتاب الذبائح، ج ۹ ص ۵۰۹)

مسئلہ ۵: پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے، جو مچھلی پانی میں مر کر تیر گئی یعنی جو بغیر مارے اپنے آپ مر کر پانی کی سطح پر الٹ گئی وہ حرام ہے، مچھلی کو مارا اور وہ مر کر الٹی تیرنے لگی یہ حرام نہیں۔ ٹڈی بھی حلال ہے، مچھلی اور ٹڈی یہ دونوں بغیر ذبح حلال ہیں جیسا کہ حدیث میں فرمایا کہ دو مردے حلال ہیں مچھلی اور ٹڈی۔ (الدر المختار، کتاب الذبائح، ج ۹ ص ۵۱۱)

مسئلہ ۶: جھینگے کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ مچھلی ہے یا نہیں، اسی بناء پر اس کی حلت وحرمت میں بھی اختلاف ہے، بظاہر اس کی صورت مچھلی کی سی نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایک قسم کا کیڑا معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔

میں کہتا ہوں: کہ ایک قول یہ ہے کہ جھینگا مچھلی کی ایک قسم ہے، اس قول کی بناء پر جھینگے کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

مسئلہ ۷: چھوٹی مچھلیاں بغیر شکم چاک کیے بھون لی گئیں ان کا کھانا حلال ہے۔ (رد المحتار، کتاب الذبائح، ج ۹ ص ۵۱۵)

مسئلہ ۸: بعض گائیں، بکریاں غلیظ کھانے لگتی ہیں ان کو جلالہ کہتے ہیں، اس کے بدن اور گوشت وغیرہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے، اس کو کئی دن تک باندھ رکھیں کہ نجاست نہ کھانے پائے، جب بدبو جاتی رہے ذبح کر کے کھائیں، اسی طرح جو مرغی غلیظ کھانے کی عادی ہو اسے چند روز بند رکھیں جب اثر جاتا رہے، ذبح کر کے کھائیں، جو مرغیاں چھوٹی پھرتی ہیں ان کو بند کرنا ضروری نہیں جب کہ غلیظ کھانے کی عادی نہ ہوں اور ان میں بدبو نہ ہو، ہاں بہتر یہ ہے کہ ان کو بھی بند رکھ کر ذبح کریں۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الذبائح، الباب الثانی فی بیان مایوکل، الخ ج ۵ ص ۲۸۹، ۲۹۰)

مسئلہ ۹: بکرا جو خصی نہیں ہوتا وہ اکثر پیشاب پینے کا عادی ہوتا ہے اور اس میں ایسی سخت بدبو پیدا ہو جاتی ہے کہ جس راستہ سے گزرتا ہے وہ راستہ کچھ دیر کے لئے بدبودار ہو جاتا ہے، اس کا بھی حکم وہی ہے جو جلالہ کا ہے کہ اگر اس کے گوشت سے بدبو دفع ہو گئی تو کھا سکتے ہیں ورنہ مکروہ وممنوع۔

Marfat.com

مسئلہ ۱۰: جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ذبح شرعی سے ان کا گوشت اور چربی اور چمڑا پاک ہو جاتا ہے مگر خنزیر کہ اس کا ہر جز نجس ہے اور آدمی اگرچہ طاہر ہے اس کا استعمال ناجائز ہے۔ ان جانوروں کی چربی وغیرہ کو اگر کھانے کے سوا خارجی طور پر استعمال کرنا چاہیں تو ذبح کر لیں کہ اس صورت میں اس کے استعمال سے بدن یا کپڑا نجس نہیں ہوگا اور نجاست کے استعمال کی قباحت سے بھی بچنا ہوگا۔ (الدرالمختار، کتاب الذبائح، ج۹ ص ۵۱۳)

(بہارِ شریعت، حصہ پانزدہم (۱۵) جلد سوم ص ۳۲۰۔ ۳۲۷، مکتبۃ المدینہ (دعوت اسلامی) کراچی ۱۴۳۲ھ)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۷۳۔ کِتَابُ الْأَضَاحِیِّ

قربانیوں کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یعنی یہ کتاب الاضاحی کے احکام کے بیان میں ہے۔ ''اضاحی'' اضحیۃ کی جمع ہے۔

الاصمعی نے کہا ہے کہ ''الاضحیۃ'' میں چار لغات ہیں: ''أُضحِیۃ'' (ہمزہ پر پیش ہو) اور ''اِضحیۃ'' (یعنی ہمزہ کے نیچے زیر ہو) اور ''ضَحیۃ'' اس کی جمع اضاحی ہے، اور ''اضحاۃ''، اس کی جمع اضحٰی ہے، جیسے کہا جاتا ہے ارطاۃ وارطی۔ اور اسی وجہ سے قربانی کے دن کو یوم الاضحٰی کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۲۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۱۔ بَابُ: سُنَّةِ الْأُضْحِيَّةِ — قربانی کے سنت ہونے کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ هِيَ سُنَّةٌ وَمَعْرُوفٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: قربانی سنت ہے اور معروف ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قربانی سنت ہے اور کہا کہ یہ معروف ہے، معروف کا معنی ہے: ''ہر وہ کام جو اللہ عزوجل کی اطاعت کے اندر اور اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے میں اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں معروف اور مشہور ہو اور ہر وہ کام جس کی شارع علیہ السلام نے ترغیب دی ہو اور وہ کام نیک افعال میں سے ہو، اور ہر وہ کام جس سے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا ہو اور وہ کام قوی افعال میں سے ہو یا اس سے مراد ہے کہ ایسا کام جو لوگوں کے درمیان معروف ہو، جب وہ اس کام کو دیکھیں تو منع نہ کریں''۔

قربانی کے حکم میں فقہاء اسلام کے اقوال

قربانی کے حکم میں فقہاء اسلام کے اقوال مختلف ہیں:

سعید بن المسیب، عطاء بن ابی رباح، علقمہ، الاسود، امام شافعی اور ابوثور نے کہا کہ قربانی بہ طور فرض واجب نہیں ہے لیکن یہ مستحب ہے، جس نے قربانی کی تو اس کو ثواب ہوگا اور جس نے قربانی نہیں کی تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔ یہ قول حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابومسعود بدری اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ اللیث اور الربیعہ نے کہا: ہماری رائے میں جو خوش حال شخص ہو اور قربانی کے ادا کرنے پر قادر ہو، اس کو قربانی ترک نہیں کرنی چاہیے۔ امام مالک نے کہا: اگر اس نے قربانی کو ترک کیا تو اس نے برا کام کیا، سوا اس صورت کے کہ اس کا کوئی عذر ہو۔

اور ابراہیم النخعی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: قربانی کرنا شہر والوں پر واجب ہے، سوائے حجاج کے۔ اور علامہ ابن المنذر

Marfat.com

نے بیان کیا کہ محمد بن حسن نے کہا: قربانی کرنا ہر اس شخص پر واجب ہے جو شہر میں مقیم ہو اور خوشحال ہو۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف نے کہا کہ قربانی کرنا ہر اس شخص پر واجب ہے جو آزاد ہو، مقیم ہو، مسلمان ہو اور خوشحال ہو۔ اور ہمارے مذہب کی صحیح تحریر وہ ہے جس کو علامہ المرغینانی التوفی ۵۹۳ھ صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے کہ قربانی کرنا ہر اس شخص پر واجب ہے جو مسلمان ہو، آزاد ہو، مقیم ہو اور قربانی کے دن خوشحال ہو، وہ اپنی طرف سے بھی قربانی کرے اور اپنے کم سن بچوں کی طرف سے بھی قربانی کرے۔

رہا وجوب تو یہ امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام زفر، امام حسن بن زیاد کا قول ہے اور امام ابو یوسف سے بھی ایک روایت ہے، اور امام ابو یوسف سے دوسری روایت یہ ہے کہ قربانی کرنا سنت ہے۔ اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق قربانی کرنا واجب ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول کے مطابق قربانی کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

قربانی کے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے، صحیح بخاری کے علاوہ حدیث کی باقی پانچ کتابوں میں یہ حدیث ہے:

''سعید بن المسیب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ذوالحجہ کا چاند دیکھ لیا اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اپنے بال کاٹنے اور ناخن کاٹنے سے رک جائے''۔

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ جو قربانی کرنے کا ارادہ کرتا ہو، یہ الفاظ وجوب کے منافی ہیں۔ یعنی جو قربانی کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ تو بال اور ناخن نہ کاٹے اور جو قربانی کرنے کا ارادہ نہیں کرتا، وہ بال اور ناخن کاٹ سکتا ہے۔ اور اسی حدیث سے امام ابن الجوزی نے امام احمد بن حنبل کے مذہب پر استدلال کیا ہے۔

اور رہا قربانی کا واجب ہونا، تو اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

''امام ابن ماجہ از عبدالرحمٰن از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے''۔ اس حدیث کی امام حاکم نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اور اس قسم کی وعید ترکِ واجب پر نہیں ہوتی، یعنی آپ نے جو فرمایا کہ جس شخص کے پاس وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے، سو یہ ایسی وعید ہے جو ترکِ واجب پر نہیں ہوتی۔ اور ابن حزم ظاہری نے امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ قربانی کرنا فرض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۱۴۔۲۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاضاحی، اضحیۃ کی جمع ہے، اور اضحیۃ اس کو کہتے ہیں جسے عیدِ نحر کے ایام میں اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کیا جائے، خواہ مکہ میں ذبح کیا جائے یا کسی اور شہر میں۔

بعض علماء نے کہا ہے: جو مکہ میں ذبح کیا جائے، اس کو ھدی کہتے ہیں اور جو غیر مکہ میں ذبح کیا جائے، اس کو اضحیۃ کہتے ہیں، اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے اور اضاحی مشروعہ ہیں مکہ میں اور غیر مکہ میں۔

Marfat.com

قربانی کے جانور کو ذبح کرنا اس سے افضل ہے کہ قربانی کے جانور کی قیمت کو صدقہ کر دیا جائے

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ اضاحی سنت ہے اور قربانی کو ذبح کرنا اس کی قیمت کو صدقہ کرنے سے افضل ہے، حتیٰ کہ اگر لوگ ضرورت اور تنگی میں ہوں، پھر بھی قربانی کو ذبح کرنا اس کی قیمت کو صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ جب لوگ تنگی میں ہوں اور ان کو مال کی ضرورت ہو تو قربانی کو ذبح کرنے کی بجائے اس کی قیمت کا صدقہ کر دیا جائے تو یہ اولیٰ ہے۔ تو ان لوگوں کا یہ قول خطاء ہے، کیونکہ یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر اب تک کے مسلمانوں کے معمولات کے خلاف ہے۔ جب مسلمانوں کو سخت بھوک پہنچی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ ذخیرہ نہ کیا جائے۔ اور قربانی کے گوشت کو صدقہ کر دیا جائے۔ اور جن لوگوں نے کہا کہ قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا افضل ہے، انہوں نے صرف مادی تقاضوں پر غور کیا ہے اور اس پر غور نہیں کیا کہ قربانی کرنے سے اور اللہ عزوجل کی راہ میں جانور کا خون بہانے سے اور اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے سے کتنا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

اسی طرح جن لوگوں نے کہا کہ قربانی کرنے کے بجائے قربانی کی قیمت کو افغانستان کے جہاد میں بھیج دیا جائے، وہ افضل ہے، ان کا قول بھی خطاء پر مبنی ہے، کیونکہ جہاد کے اپنے ابواب ہیں اور قربانی کے اپنے ابواب ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جنت کے آٹھ ابواب ہیں، یہ باب الصدقہ ہے، یہ باب الجہاد ہے الیٰ آخرہ۔

قربانی کے حکم میں فقہاءِ اسلام کے مذاہب

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا قربانی کرنا واجب ہے اور جو شخص قربانی کرنے پر قادر ہو اور پھر قربانی نہ کرے تو وہ گناہ گار ہوگا یا قربانی کرنا سنتِ موکدہ ہے۔

سو امام ابوحنیفہ اور اہل علم کی ایک جماعت اور انہی میں سے شیخ ابن تیمیہ حنبلی ہیں، ان کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص قربانی کرنے پر قادر ہو، اس پر قربانی کرنا فریضہ واجبہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ (الکوثر) سو آپ اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کرتے رہیں۝

اموات کی طرف سے قربانی کرنے کے متعلق شیخ عثیمین حنبلی نجدی کی تحقیق

سوال: قربانی زندہ کے لیے ہوتی ہے یا میت کے لیے بھی ہوتی ہے؟

جواب: قربانی زندہ کے لیے ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی نہیں ہے کہ آپ نے کسی بھی میت کی طرف سے قربانی کی ہو اور آپ کے محبوب چچا حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں، اور آپ کی زوجہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں اور آپ کی اولاد بھی فوت ہوئی اور آپ نے ان میں سے کسی کی طرف سے بھی قربانی نہیں کی۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا زندہ کی طرف سے قربانی کرنے سے افضل ہے، کیونکہ میت کو صدقہ

کی زیادہ حاجت ہے، لیکن یہ ضعیف قول ہے، کیونکہ قربانی کے احکام صدقہ کے احکام کی مثل نہیں ہیں۔ اور علماء نے کہا ہے کہ میت کی طرف سے قربانی نہیں کی جائے گی اور میت کی طرف سے صدقہ کرنے سے کسی نے منع نہیں کیا، کیونکہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے سے متعلق احادیث ہیں۔

علاوہ ازیں ہم یہ کہتے ہیں کہ زندہ کی طرف سے قربانی کرنا سنت ہے، آدمی اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرے لیکن عام آدمی ہمارے پاس آ کر کہتا ہے کہ میں میت کی طرف سے بھی قربانی کروں گا، کیونکہ اگر میں میت کی طرف سے قربانی نہ کروں تو مجھے اپنے دل میں تنگی محسوس ہوتی ہے، تو اس حالت میں ہم اس کو اجازت دیتے ہیں اور ہم اس کو یہ بتاتے ہیں کہ تم قربانی اپنی طرف سے کرو اور اپنے گھر والوں کی طرف سے کرو، اور گھر والوں میں زندہ اور میت دونوں شامل ہیں، لیکن جب تم فقط میت کی طرف سے قربانی کرو گے تو یہ جائز نہیں ہے اور یہ خلاف سنت ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۷۲۔ ۲۷۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

شیخ عثیمین کی تقریر پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ شیخ عثیمین نے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور مالی صدقہ اس سے عام ہے کہ کھانے یا پینے کی چیزوں کا صدقہ کیا جائے یا گوشت کا صدقہ کیا جائے یا کسی اور عبادت کا صدقہ کیا جائے۔ اور قربانی بھی ایک عبادت ہے، جس طرح صدقہ کرنا عبادت ہے، اسی طرح قربانی کرنا بھی عبادت ہے، جس طرح قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب میت کو پہنچایا جاسکتا ہے، نفلی نمازوں کا ثواب میت کو پہنچایا جاسکتا ہے تو اسی طرح نفلی قربانی کا ثواب بھی میت کو پہنچایا جاسکتا ہے، اور اس کے عدم جواز کے اوپر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔ اور احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور یہ دعا فرمائی:

''انی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین، ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین لا شریک له وبذالك امرت وانا من المسلمین، اللهم منك ولك عن محمد وامته بسم الله والله اکبر''۔

ترجمہ: ''میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے جب کہ میں باطل مذاہب سے اعراض کرنے والا ہوں، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی تیری طرف سے ہے اور تیرے ہی لیے ہے اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہے اور ان کی امت کی طرف سے ہے، بسم اللہ واللہ اکبر''۔ اس کے بعد آپ نے ذبح کیا۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ)

امام ابوداؤد کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے اس کو قبول فرما''۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ)

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی اور آپ کی امت میں زندہ اور اموات دونوں

Marfat.com

شامل ہیں۔لہٰذا نفلی قربانی زندہ کی طرف سے بھی ہوسکتی ہے اور میت کی طرف سے بھی ہوسکتی ہے، البتہ جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر قربانی تھی اور اس نے قربانی نہیں کی تو اس کی طرف سے قربانی اسی وقت کی جاسکتی ہے جب اس نے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو تو اس میت کے تہائی مال سے اس کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے۔(سعیدی غفرلہٗ)

۵۵۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ الْإِيَامِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ وَقَدْ ذَبَحَ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِي جَذَعَةً فَقَالَ اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ قَالَ مُطَرِّفٌ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از زبید الایامی از الشعبی از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن جو کام ہم سب سے پہلے کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ ہم نماز (عید) پڑھتے ہیں، پھر ہم واپس جاتے ہیں اور نحر کرتے ہیں، پس جس نے یہ کام کر لیے تو اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے پہلے قربانی کر لی تو وہ ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے بھیجا ہے اور وہ قربانی میں سے کچھ نہیں ہے۔ پھر حضرت ابو بردہ بن نیار کھڑے ہوئے اور وہ پہلے جانور کو ذبح کر چکے تھے، انہوں نے کہا کہ میرے پاس چھ ماہ کا بکرا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو ذبح کر دو لیکن تمہارے سوا اور کسی (مسلمان) کے لیے تمہارے بعد یہ جائز نہیں ہوگا۔ مُطرف نے کہا از عامر از حضرت البراء، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز (عید) کے بعد ذبح کیا تو اس کی قربانی مکمل ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کو پالیا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۱، سنن ترمذی: ۱۵۰۸، سنن نسائی: ۱۵۶۳، سنن ابوداؤد: ۲۸۰۰، مسند احمد: ۱۸۰۰۱۲، سنن دارمی: ۱۹۶۲)

صحیح البخاری: ۵۵۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: ''اضحیۃ'' یعنی قربانی کا سنت ہونا، اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آج کے دن ہم سب سے پہلے جو کام کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز (عید) پڑھتے ہیں، پھر ہم نحر (قربانی) کرتے ہیں، سو جس نے ایسا کیا، اس نے ہماری سنت کو پا لیا، پس اس حدیث کے اندر قربانی کے سنت ہونے کا ذکر ہے، اور اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے مطابق ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے''غندر''، یہ محمد بن جعفر البصری کا لقب ہے۔ اور زُبید کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالکریم الایامی ہیں اور ان کو الیامی بھی کہا جاتا تھا اور اس حدیث کی سند میں شعبی کا ذکر ہے اور یہ عامر بن شراحیل ہیں۔

یہ حدیث'' کتاب العیدین'' کے اس باب میں گزر چکی ہے''باب الاکل یوم النحر'' اور وہاں اس کی شرح کی جاچکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے:''من ذبح قبل'' یعنی جس نے نماز کے وقت سے پہلے قربانی کرلی۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے:''لیس من النسك'' یعنی یہ عبادت نہیں ہے اور اس میں قربانی کا ثواب نہیں ہوگا بلکہ یہ وہ گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کو نفع پہنچانے کے لیے حاصل کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے:''فقام ابو بُردہ'' اس میں باء پر پیش ہے اور راء پر جزم ہے اور آخر میں دال ہے، ان کا نام ہانی ہے۔ یہ ابن نیار ہیں، اس میں نون کے نیچے زیر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے:''جذعة'' یہ بکری کا بچہ ہے جو چھ ماہ سے کم ہو، اس کی قربانی جائز نہیں ہے اور جو دنبے کا چھ ماہ کا بچہ ہو اس کی قربانی جائز ہے۔

ابوعبداللہ زعفرانی نے کہا: الجزع من الضان، یعنی دنبے کا بچہ جس کے سات ماہ پورے ہو چکے ہوں اور آٹھویں مہینے میں داخل ہوا ہو، اس کی قربانی جائز ہے جب کہ وہ دیکھنے میں بڑا لگتا ہو، لیکن جو بکری کا بچہ ہو اس کی قربانی اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ ایک سال کا نہ ہو جائے اور دوسرے سال میں داخل ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے:''ولن تجزی'' یعنی تم اس بکری کے بچہ کی قربانی کرلو، لیکن تمہارے بعد اور کسی کے لیے ایک سال سے کم کی بکری کے بچے کی قربانی جائز نہیں ہوگی اور یہ اس صحابی یعنی حضرت ابو بُردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے خصائص میں سے ہے۔

میں کہتا ہوں: اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خصوصیت ہے کہ آپ جس کو چاہیں کسی عام حکم یا عام قاعدہ سے مستثنیٰ فرمادیں، کیونکہ عام حکم تو یہی ہے کہ ایک سال سے کم بکرے کی قربانی جائز نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بُردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے لیے چھ یا سات ماہ کے بکری کے بچہ کی قربانی کو جائز فرمادیا۔ (سعیدی غفرلہ)

اس تعلیق میں مذکور ہے''قال مُطرِّف'' علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں میم پر پیش ہے، طاء پر زبر ہے اور راء پر تشدید ہے اور آخر میں فاء ہے، یہ ابن طریف الحارثی ہیں۔ اور مُطرِّف کی اس تعلیق کو امام بخاری نے عیدین میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور آٹھ ابواب کے بعد اس کا ذکر آئے گا۔ (عمدة القاری ج ۲۱ ص ۲۱۵۔۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۴۵ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) عید الاضحیٰ کے دن پہلے نماز عید پڑھی جائے اور پھر اس کے بعد قربانی کی جائے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن قربانی کرنے سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ (الکوثر) سو آپ اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کرتے رہیں ○

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اس سے ابتداء کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتداء کی ہے''۔

اس لیے پہلے نماز پڑھی جائے گی اور پھر قربانی کی جائے گی۔

(۲) قربانی کرنے اور گوشت کھانے کے لیے جانور کو ذبح کرنے کا فرق

قربانی کے گوشت میں اور گوشت کے کھانے میں فرق ہے، کیونکہ قربانی کا گوشت ایک ایسی عبادت ہے جو وقت کے ساتھ مقید ہے اور قربانی کے جانور کی عمر کے ساتھ مقید ہے اور اس کی جنس کے ساتھ مقید ہے اور قربانی کے جانور کی مقدار کے ساتھ مقید ہے اور گوشت کے کھانے میں کوئی قید نہیں ہے۔

زمانہ کی قید سے مراد یہ ہے کہ نمازِ عید کے بعد سے لے کر بارہ ذوالحجہ کے دن تک قربانی قربانی کی جاسکتی ہے۔

جنس سے مراد یہ ہے کہ بکرا، دنبہ، بھیڑ، گائے اور اونٹ کی قربانی کی جاسکتی ہے، قربانی کا جانور خواہ مذکر ہو یا مونث۔

قربانی کے جانور کی عمر سے مراد یہ ہے کہ اونٹ پانچ سال کا ہو اور گائے دو سال کی ہو اور بکرا ایک سال کا ہو اور دنبہ چھ ماہ کا بھی جائز ہے۔

اور مقدار سے مراد یہ ہے کہ ایک آدمی کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی ہوسکتی ہے، اور بکری کی قربانی میں ایک سے زیادہ قربانی کرنے والے شریک نہیں ہوسکتے، اور اونٹ اور گائے میں سات قربانی کرنے والے شریک ہوسکتے ہیں اور سات سے زیادہ گائے یا اونٹ کی قربانی میں شریک نہیں ہوسکتے۔

اور رہا گوشت کا کھانا، تو اس میں ان میں سے کسی چیز کی قید نہیں ہے، سو اس کو ہر وقت اور ہر صورت میں کھانا جائز ہے۔ اسی وجہ سے یہ فرق کیا گیا ہے کہ قربانی کو اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کیا جاتا ہے اور صرف اللہ کی رضا کے لیے اس کا خون بہایا جاتا ہے۔ اور جس جانور کو اس کا گوشت کھانے کے لیے ذبح کیا گیا اور اس ذبح سے مقصد تقرب الی اللہ نہیں تھا، تو یہ قربانی نہیں ہے، اس لیے قربانی میں اور جانور کا گوشت کھانے کے حکم میں فرق ہے۔

(۳) جو عبادت کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص ہو، اس عبادت کو اس سے پہلے کرنا جائز نہیں ہے

کیونکہ قربانی کو نمازِ عید کے بعد مشروع کیا گیا ہے، اس لیے حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے جو نمازِ عید سے پہلے قربانی کر لی تھی، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: تم نے جو نمازِ عید سے پہلے جانور ذبح کیا ہے، وہ اپنے گھر والوں کو گوشت کھلانے کے لیے جانور ذبح کیا ہے اور وہ قربانی نہیں ہے۔

Marfat.com

(۴) امت کے بعض افراد کی کسی حکم کے ساتھ تخصیص

جب حضرت ابو بُردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس تو اب ایک چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے، حالانکہ چھ ماہ کے بکری کے بچہ کی قربانی جائز نہیں ہے، البتہ دنبہ اگر چھ ماہ کا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسی کی قربانی کردو اور تمہارے بعد کسی اور کے لیے چھ ماہ کے بکری کے بچہ کی قربانی کرنا جائز نہیں ہوگا، سو آپ نے حضرت ابو بُردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو اس عام حکم سے مخصوص کرلیا۔ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ احکامِ شرع میں بعض افراد کی تخصیص کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو گواہوں کی شہادت کے برابر قرار دیا، اس کا قصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، اس کی قیمت طے کرلی اور اس کی قیمت لینے کے لیے گھر گئے، بعد میں اس اعرابی نے آپ سے زیادہ قیمت طلب کی، آپ نے فرمایا: تم نے مجھ سے اسی قیمت پر سودا کیا ہے، اس اعرابی نے کہا: اچھا آپ اس پر گواہ پیش کریں، تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے اسی قیمت کے اوپر یہ گھوڑا خریدا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم نے کیسے شہادت دی حالانکہ تم نے دیکھا نہیں تھا، تو حضرت خزیمہ نے کہا: ہم بغیر دیکھے محض آپ کی خبر سے آسمان کی خبروں کی تصدیق کرتے ہیں تو زمین کی خبر پر آپ کی تصدیق کیوں نہیں کریں گے، تو آپ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دے دیا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۷۴۔۲۷۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

مصنف کے نزدیک حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو گواہوں کی شہادت کے برابر قرار دینے کا ایک اور سبب

میں کہتا ہوں کہ جب صحابہ کرام قرآن مجید کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت میں ایک مصحف میں جمع کر رہے تھے، تو انہوں نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ جس آیت کے متعلق دو گواہ یہ گواہی دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو لکھوایا ہے تو اس کو مصحف میں لکھا جائے گا اور سورہ توبہ کی آخری دو آیتیں ان کو قرآن مجید میں لکھوانے کے متعلق صرف حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی تھی اور کوئی گواہ میسر نہیں تھا، تو صحابہ کرام کو تردد ہوا، یہ تو ایک گواہ ہے اور ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ دو آدمی گواہی دیں کہ اس آیت کو لکھوایا گیا ہے۔ تب کسی نے بتایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا ہے۔ تو اگر حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی دو گواہوں کے برابر نہ ہوتی تو قرآن مجید میں سورہ توبہ کی یہ آخری دو آیتیں درج ہونے سے رہ جاتیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا، تو اس کی وجہ صرف یہی نہیں تھی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیع پر بن دیکھے گواہی دی تھی، بلکہ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ علم رسالت میں یہ چیز مقرر تھی کہ اگر حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار نہ دیا جائے تو سورہ توبہ کی آخری دو آیتیں قرآن مجید میں درج ہونے سے رہ جائیں گی، لہٰذا اس حدیث سے جس طرح یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعیہ میں بعض افراد کی تخصیص کرسکتے ہیں جیسے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دے کے تخصیص کی، اسی طرح اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بعد کے واقعات کو بھی شامل تھا اور یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۵۴۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قربانی کے وجوب میں اہلِ علم کا اختلاف

ایک قول یہ ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے، بلکہ سنت ہے اور قربانی کرنے والے کو ثواب ملے گا اور جس نے قربانی نہیں کی اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ یہ ابن المسیب، عطاء بن ابی رباح، علقمہ، اسود اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام احمد بن حنبل، امام ابویوسف اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۸۱۳۵، ۸۱۳۴، ۸۱۴۷، کتاب الام ج ۲ ص ۱۸۷)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ امام مالک کا معروف مذہب یہی ہے اور ابوحامد نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ قربانی کرنا واجب ہے، علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: ہم نے پہلے ایسی احادیث روایت کی ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ قربانی کرنا فرض نہیں ہے اور ہم نے اس کو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابومسعود البدری، حضرت سعد اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۸۱۴۹)

اور اللیث اور الربیعہ نے کہا کہ جو شخص امیر ہو اور قربانی ادا کرنے کا مالک ہو اس کو قربانی کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ (التمہید ج ۲۳ ص ۱۹۲)

المدونہ میں مذکور ہے: جس نے قربانی کا جانور خریدا، پھر اس کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ ایامِ ذبح گزر گئے تو وہ گناہ گار ہوگا کیونکہ اس نے اس جانور کی قربانی نہیں کی۔

قربانی کے عدم وجوب کے دلائل

اور صحابہ سے ایسے آثار بھی مروی ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ قربانی واجب نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق نے از ثوری از اسماعیل از الشعبی از ابی سریحہ روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما قربانی نہیں کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۸۱۳۹)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جو چاہے قربانی کرے اور جو چاہے قربانی نہ کرے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۸۱)

قربانی کو واجب قرار دینے کے دلائل

دوسرا قول یہ ہے کہ قربانی کرنا واجب ہے، یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول ہے۔ اور ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ شہر والوں پر قربانی کرنا واجب ہے ماسوا حجاج کے، اور امام محمد نے کہا کہ قربانی کرنا ہر اس شخص پر واجب ہے جو شہروں میں مقیم ہو جب کہ وہ خوش حال ہو۔

ابوبکر نے کہا: قربانی کرنا فرض نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو واجب نہیں کیا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ اہلِ علم کا اس کے وجوب کے اوپر اجماع ہے۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا نظریہ یہ ہے کہ قربانی ہر اس شخص پر واجب ہے جو آزاد ہو اور مقیم ہو اور خوشحال ہو اور اللہ

Marfat.com

ابو یوسف نے کہا کہ قربانی واجب نہیں ہے اور انہوں نے اور امام محمد نے کہا: یہ سنت ہے اور جو قربانی کر سکتا ہو اس کے لیے قربانی کو ترک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

جن فقہاء نے کہا کہ قربانی واجب نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ ہم آج کے دن جس کام کو سب سے پہلے کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ ہم نماز (عید) کے بعد نحر کرتے ہیں، سو جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو پا لیا، اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنا سنت ہے اور واجب نہیں ہے، البتہ اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ سنت سے مراد یہاں پر طریقہ ہے، یعنی ہمارے دین میں یہ طریقہ ہے، پھر اس میں واجب بھی داخل ہو جائے گا۔

اور جنہوں نے کہا کہ قربانی کرنا واجب ہے، انہوں نے اس باب کی حدیث کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بردہ بن نیار سے فرمایا: تمہارے بعد اور کسی کی طرف سے چھ ماہ کے بکرے کی قربانی جائز نہیں ہوگی''۔ امام طحاوی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ پر اس لیے قربانی کو واجب کیا کہ ان پر پہلے قربانی واجب تھی لیکن انہوں نے وقت سے پہلے قربانی کر کے اس کو ضائع کر دیا تو اب اس کی تلافی کے لیے ان کو یہ رخصت دی کہ ان کے پاس جو چھ ماہ کا بکرا ہے اس کو ذبح کر دیں اور فرمایا: ''تمہارے بعد ایسا کرنا کسی اور کے لیے جائز نہیں ہوگا''۔

امام طحاوی کے اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: تم نے جو قربانی ضائع کی ہے اس کی مثل قربانی کرو، اور جب آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے جو قربانی ضائع کی تھی، اس کی تلافی کے لیے چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی رخصت دی۔

قربانی کے وجوب کے متعلق دیگر احادیث

مخنف بن سلیم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن فرمایا: ہر گھر والے کے اوپر ہر سال میں قربانی ہے اور عتیرہ ہے۔ (عتیرہ سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس کو زمانہ جاہلیت میں رجب کے ابتدائی دنوں میں ذبح کیا جاتا تھا)۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۸۸، سنن ترمذی: ۱۵۱۸، سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۵، سنن نسائی: ج ۷ ص ۱۶۷۔ ۱۶۸، مسند احمد ج ۵ ص ۷۶)

ام بلال اسلمیہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنبہ کے چھ ماہ کے بچہ کو ذبح کرو۔

(مسند احمد: ج ۶ ص ۳۸۶، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۵ ص ۱۶۴ رقم الحدیث: ۳۹۷، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۷۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۳۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کو فرض قرار نہیں دیا گیا ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس گنجائش ہو، وہ قربانی کرے۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۴۸۲۔ ۴۸۳)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۳، مسند احمد: ج ۲ ص ۳۲۱، سنن دارقطنی: ج ۴ ص ۲۸۵، المستدرک للحاکم: ج ۲ ص ۳۸۹، ج ۴ ص ۲۳۲، سنن بیہقی: ج ۹ ص ۲۶۰)

Marfat.com

احادیث مذکورہ پر ابن حزم ظاہری کے اعتراضات اور علامہ ابن الملقن کے جوابات

ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ پہلی حدیث مخنف کی روایت ہے اور یہ ضعیف ہے۔اور دوسری حدیث حارث سے روایت ہے اور وہ یحییٰ بن ضرارہ از ابیہ مروی ہے،اور یہ دونوں مجہول ہیں۔

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یحییٰ سے محدثین کی ایک جماعت نے حدیث کی روایت کی ہے،وہ مجہول کیسے ہو گئے،ان محدثین میں امام ابن المبارک ہیں اور امام ابن حبان نے یحییٰ کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔(کتاب الثقات ج ۷ ص ۶۰۲)اور ان کے والد سے بھی عتبہ بن عبدالملک نے روایت کی ہے اور ان کا بھی امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے(کتاب الثقات ج ۴ ص ۲۶۷۔۲۶۸)اور یہ کہا ہے کہ جس کا یہ زعم ہے کہ وہ صحابی ہیں،اس کو وہم ہوا۔اور رہے علامہ ابن الجوزی تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی،اسی طرح ابونعیم نے کہا ہے۔(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم ج ۳ ص ۱۲۳۲)

نیز ابن حزم ظاہری نے ام بلال کی حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس روایت میں ام محمد ہیں اور ابن النعم ہیں اور یہ دونوں غایۃ السقوط ہیں۔

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: ابن النعم ثقہ ہیں،ان کو القطان وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

ابن حزم ظاہری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ اس کی دونوں سندوں میں عبداللہ بن عیاش ہے، اور وہ معروف ثقہ نہیں ہے۔

علامہ ابن ملقن نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ عبداللہ بن عیاش صحیح مسلم کے رجال میں سے ہیں اور ابوحاتم نے کہا ہے کہ بہت زیادہ سچے ہیں۔(کتاب الجرح والتعدیل ج ۵ ص ۱۲۶)

سو قربانی کے وجوب کی احادیث پر ابن حزم ظاہری نے جو اعتراضات کیے تھے،وہ تمام اعتراضات ساقط ہو گئے۔

قربانی کے وجوب کے متعلق مزید آثار

ابوالحسناء،از الحکم از حنش از حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں دو مینڈھوں کی قربانی کروں۔

(سنن ابوداؤد:۲۷۹۰،سنن ترمذی:۱۴۹۵،مسند احمد ج ا ص ۱۰۷،مسند ابویعلیٰ ج ا ص ۳۵۵،المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۲۲۹۔۲۳۰)

از محمد بن راشد از سلیمان بن موسیٰ از عطاء بن ابی رباح از حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے،انہوں نے فرمایا: اے لوگو! قربانی کرو اور قربانی سے اپنے دلوں کو خوش کرو۔(التمہید ج ۲۳ ص ۱۹۳)

از الحجاج بن ارطاۃ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما،وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال رہے اور آپ قربانی کو ترک نہیں کرتے تھے۔آپ اونٹ کی قربانی کرتے تھے اور اونٹ نہ ملے تو مینڈھے کی قربانی کرتے تھے۔

(سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶۷)

امام الدارقطنی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے،وہ بیان کرتی ہیں: یا رسول اللہ! کیا میں قرض لوں اور قربانی کروں،آپ نے فرمایا: ہاں! یہ وہ قرض ہے جو ادا کر دیا جائے گا۔(سنن الدارقطنی ج ۴ ص ۲۸۳)

Marfat.com

امام ابن ماجہ نے سند ضعیف کے ساتھ از محمد بن سیرین روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے قربانیوں کے متعلق سوال کیا، کیا یہ واجب ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی اور آپ کے بعد مسلمانوں نے قربانی کی اور اسی کی سنت جاری ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۴)

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ جبلہ بن سحیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا قربانی کرنا واجب ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی اور مسلمانوں نے قربانی کی، اس نے پھر سوال دہرایا، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم کو عقل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی اور مسلمانوں نے قربانی کی۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
(سنن ترمذی: ۱۵۰۶)

امام ابن ماجہ سندِ جید کے ساتھ ابو زید سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے گھروں میں سے کسی گھر کے پاس سے گزرے تو آپ کو بھنے ہوئے گوشت کی خوشبو آئی، آپ نے پوچھا: اس کو کس نے ذبح کیا ہے تو ایک مرد باہر آیا، اس نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اس کو ذبح کیا ہے، آپ نے اس کو حکم دیا کہ دوبارہ ذبح کرو، اس نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس تو صرف چھ ماہ کا ایک بچہ ہے، آپ نے فرمایا: تم اسی کو ذبح کردو اور تمہارے بعد کسی اور کو یہ کافی نہیں ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۵۴)

امام مالک نے الموطا میں سندِ صحیح متصل سے روایت کی ہے کہ عُویمر بن اشقر نے قربانی کے دن صبح سے پہلے اپنی قربانی ذبح کرلی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے حکم دیا کہ تم دوسری قربانی کرو۔ (الموطا ص ۲۹۹)

امام مسلم نے بھی جُندب بن عبداللہ سے اسی حدیث کی مثل روایت کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۸۵)

قربانی کے وجوب پر قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَا شَرِیْکَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (الانعام)

آپ کہیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہےO اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوںO

امام دارقطنی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کرتے وقت یہ آیت پڑھتے تھے اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ... الآیۃ۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں نسک سے مراد قربانی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو قربانی کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

نیز قرآن مجید میں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ (الکوثر)

سو آپ اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کرتے رہیںO

اس آیت میں نماز سے مراد نمازِ عید ہے اور نحر سے مراد قربانی ہے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربانی کرنا واجب ہے تو ہم پر بھی

Marfat.com

واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب:۲۱) بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۵۶۵۔ ۵۷۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۵۴۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز (عید) سے پہلے ذبح کرلیا، تو اس نے اپنے نفس کے لیے ذبح کیا اور جس نے نماز (عید) کے بعد ذبح کیا تو اس کی قربانی کامل ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کو پالیا۔

(صحیح البخاری: ۹۵۴، ۹۸۴، ۵۵۴۶، ۵۵۴۹، ۵۵۶۱، صحیح مسلم: ۱۹۶۲، سنن نسائی: ۴۳۹۶، مسند احمد: ۱۱۷۱۰)

صحیح البخاری: ۵۵۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "قربانی کا سنت ہونا" اور اس حدیث میں قربانی کی شرط بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ قربانی کو نمازِ عید کے بعد ذبح کیا جائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، اور یہ ابن علیۃ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، یہ سختیانی ہیں۔ اور محمد کا ذکر ہے، وہ ابن سیرین ہیں۔

یہ حدیث صحیح البخاری صلوۃ العید کے باب میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جاچکی ہے۔

۲۔ بَابُ: قِسْمَةِ الْإِمَامِ الْأَضَاحِيَّ بَيْنَ النَّاسِ امام کا قربانی کے جانوروں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ امام قربانی کے جانوروں کو لوگوں کے درمیان خود تقسیم کرے یا اپنے وکیل کے واسطہ سے تقسیم

کرے، اور اس عنوان سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان جو قربانی کے جانور تقسیم کرتے تھے، اگر وہ خوشحال لوگوں کے درمیان تقسیم کریں تو وہ قربانی کے جانور مالِ فئے سے ہوتے تھے، یا اس کے قائم مقام مال سے ہوتے تھے جس مال کا خوشحال لوگوں کے لیے لینا جائز ہو۔ اور اگر آپ قربانی کے جانور فقراء کے درمیان تقسیم کرتے تو وہ صدقہ کے مال سے ہوتے تھے، اور امام بخاری نے اس عنوان سے یہ ارادہ کیا ہے کہ شارع علیہ السلام کا قربانی کے جانوروں کو اپنے اصحاب میں تقسیم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی کا حکم مؤکد ہے اور آپ نے صحابہ کو اس کی طرف راغب کیا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر معاملہ اسی طرح ہوتا تو یہ ان صحابہ پر مخفی نہ رہتا جنہوں نے خوش حال ہونے کے باوجود قربانی کو ترک کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن صحابہ نے خوش حال ہونے کے باوجود قربانی کو ترک کیا، انہوں نے اس لیے نہیں ترک کیا کہ قربانی کا کرنا مؤکد نہیں ہے، بلکہ ان کے ترک کرنے کی وجہ یہ ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

از معمر والثوری از ابو وائل، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں قربانی کرنے کو چھوڑتا ہوں، حالانکہ میں خوش حال ہوتا ہوں اس خوف سے کہ اگر میں نے قربانی کی تو میرے پڑوسی یہ گمان کریں گے کہ قربانی کرنا مجھ پر واجب ہے۔

اور ثوری نے روایت کی ہے از ابن ابراہیم بن مہاجر النخعی از علقمہ، انہوں نے کہا کہ اگر میں قربانی نہ کروں تو یہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے، کہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ قربانی کرنا مجھ پر واجب ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ اسی طرح اس عالم کو چاہیے، جس کی اقتداء کی جاتی ہے کہ جب اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر اس نے سنتوں پر عمل کیا تو عام لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ سنتیں فرض ہیں، تو اس کو چاہیے کہ ان سنتوں کو ترک کر دے تاکہ لوگ ان سنتوں کو واجب نہ سمجھیں اور تاکہ لوگوں کے اوپر ان کا دین مشتبہ نہ ہو، پس وہ فرض اور نفل کے درمیان فرق نہ کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ عالم کو بہر حال سنتوں پر عمل کرنا چاہیے اور سنتوں کو ترک نہیں کرنا چاہیے اور لوگوں کو بتلانا چاہیے کہ یہ عمل سنت ہے، واجب نہیں ہے، جب کہ قربانی ایسی سنت نہیں ہے کہ اس کو ترک کر دیا جائے۔ اور امام ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ نے قربانی کو واجب کہا ہے۔ رہا حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ صحابی اور علقمہ تابعی کا یہ کہنا کہ میں قربانی کو اس لیے ترک کر دیتا ہوں کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ قربانی مجھ پر واجب ہے، تو یہ ان کا اجتہاد اور استنباط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ میں رہے اور ہر سال قربانی کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق عمل کرنا راجح ہے نہ کہ بعض صحابہ یا تابعین کے اجتہاد پر عمل کیا جائے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۵۴۷۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ بَعْجَةَ الْجُهَنِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَسَمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ أَصْحَابِهِ ضَحَايَا فَصَارَتْ لِعُقْبَةَ جَذَعَةٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَارَتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از بعجہ الجہنی از حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے

لی جذعة قال ضح بها

درمیان قربانی کے جانور تقسیم کیے، تو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں جذعہ (چھ ماہ کا بکرا) آیا، پس میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے حصہ میں تو جذعہ ہے، آپ نے فرمایا: تم اسی کی قربانی کردو۔

(صحیح البخاری: ۲۳۰۰، ۲۵۰۰، ۵۵۴۷، ۵۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۹۶۵، سنن ترمذی: ۱۵۰۰، سنن نسائی: ۴۳۷۹، سنن ابن ماجہ: ۳۱۳۸، مسند احمد: ۱۶۸۹۵، سنن دارمی: ۱۹۵۴)

صحیح البخاری: ۵۵۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے اور یہ الدستوائی ہیں، اور یحییٰ کا ذکر ہے اور یہ ابن ابی کثیر ہیں۔ اور بعجہ کا ذکر ہے (اس میں باء پر زبر ہے عین ساکن ہے اور جیم پر زبر ہے)، یہ عبداللہ جہنی کے بیٹے ہیں اور یہ معروف تابعی ہیں، صحیح البخاری میں صرف ان کی یہی ایک روایت ہے۔ اس حدیث میں عُقبہ کا ذکر ہے، اس سے مراد حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

جذعہ کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے "صارت جذعة" یعنی مجھے جذعہ حاصل ہوا، اور جذعہ کا لفظ اس سے عام ہے کہ وہ بکرے کا بچہ ہو، لیکن امام بخاری اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے لیے اسی طرح بکرے کے بچے کی قربانی کی رخصت ہے جس طرح حضرت ابو بُردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے لیے بکری کے بچہ کی قربانی کی رخصت تھی۔

اور "الجذعه" چوپایوں کے ایک معین سن کا وصف ہے۔ دنبوں میں جذعہ اس کو کہتے ہیں جس نے ایک سال مکمل کرلیا ہو، اور یہ جمہور کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو ایک سال سے کم کا ہو، وہ جذعہ ہے، پھر اس کی عمر میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ چھ ماہ کا ہو، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ آٹھ ماہ کا ہو، تیسرا قول یہ ہے کہ وہ دس ماہ کا ہو۔ اور امام ترمذی نے از وکیع روایت کی ہے کہ وہ چھ ماہ کا ہو یا سات ماہ کا ہو۔

"الجذع" کا معنی

رہا "الجذع" تو بکرے میں الجذع اس کو کہا جاتا ہے جو دوسرے سال میں داخل ہو جائے، اور گائے میں اس کو کہا جاتا ہے جو تیسرے سال میں داخل ہو جائے اور اونٹ میں "الجذع" اس کو کہا جاتا ہے جو پانچویں سال میں داخل ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: تم اسی کی قربانی کرلو، یعنی الجذعہ کی جو چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۱۶۔ ۲۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۳۔ بَابُ: الْأُضْحِيَّةِ لِلْمُسَافِرِ وَالنِّسَاءِ — مسافر اور عورتوں کے لیے قربانی کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں مسافر اور عورتوں کے لیے قربانی کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے کہا ہے: اس عنوان میں ان لوگوں کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ عورتوں کے اوپر قربانی نہیں ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں ان لوگوں سے اختلاف کی طرف اشارہ ہو جو عورتوں کی قربانی سے منع کرتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس عنوان میں بالکل کوئی اشارہ نہیں ہے، جس طرح اس قائل نے کہا ہے۔ امام بخاری نے یہ عنوان اس لیے قائم کیا ہے تاکہ یہ بیان کریں کہ مسافر اور عورتوں پر آیا قربانی واجب ہے یا نہیں؟ لیکن امام بخاری نے اس عنوان کو مبہم رکھا اور اس پر اکتفاء کر لی کہ اس باب کی حدیث سے یہ بات سمجھ آجائے گی، جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں ہوگا جس کو احادیث کے معانی کے ادراک کا ذوق ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۴۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَحَاضَتْ بِسَرِفَ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ مَكَّةَ وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ مَا لَكِ أَنُفِسْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كُنَّا بِمِنًى أُتِيتُ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالُوا ضَحّٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ بِالْبَقَرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو مقام سرف میں حیض آچکا تھا، اس سے پہلے کہ وہ مکہ میں داخل ہوتیں اور وہ رو رہی تھیں، تو آپ نے ان سے پوچھا: تم کیوں رو رہی ہو، کیا تم کو حیض آگیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے، تم وہ تمام کام کرو جو حج کرنے والے کرتے ہیں، سوائے اس کے کہ تم بیت اللہ کا طواف نہیں کروگی، پس جب کہ ہم منیٰ کے اندر تھے تو میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۴، ۳۰۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱۶، ۱۵۱۸، ۱۵۵۶، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۶۳۸، ۱۶۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷۶۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸۴، ۴۳۹۵، ۴۴۰۱، ۴۴۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵۴۸، ۵۵۵۹، ۶۱۵۷، ۷۲۲۹، صحیح مسلم: ۱۲۱۱، سنن ترمذی: ۹۴۵، سنن نسائی: ۲۹۰، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۲، سنن ابن ماجہ: ۲۹۶۳، مسند احمد: ۲۵۳۱۰)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۵۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: ''مسافر اور عورتوں کے لیے قربانی کا بیان'' اور اس حدیث میں مسافر کی قربانی کرنے کا ذکر ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسافر تھے اور اس حدیث میں عورتوں کی طرف سے قربانی کا بھی ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور عبدالرحمٰن کا ذکر ہے، وہ اپنے والد القاسم بن محمد بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند کے آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، وہ ام المومنین ہیں۔

مسافر پر قربانی کے حکم کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

مسافر پر قربانی کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی نے کہا: قربانی کرنا تمام لوگوں کے لیے سنت ہے اور حج کرنے والے پر منیٰ میں قربانی ہے، ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک نے کہا: مسافر پر قربانی نہیں ہے اور اگر مسافر قربانی کو ترک کر دے تو اسے قربانی کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، سوا حج کرنے والے کے لیے منیٰ میں قربانی۔ اور ابن المواز نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اہلِ مکہ اور اہلِ منیٰ میں سے جس نے حج نہیں کیا، وہ قربانی کرے۔ اور علامہ ابن بطال مالکی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ مسافر پر بھی قربانی لازم ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس سے پہلے امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قربانی کرنا سنت ہے اور معروف ہے۔ ہاں یہ امام اوزاعی اور لیث کا قول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ مسافر کے اوپر قربانی کرنا واجب نہیں ہے، اور ابراہیم النخعی سے منقول ہے کہ انہوں نے حج کرنے والے کے لیے اور مسافر کے لیے یہ رخصت دی ہے کہ وہ قربانی نہ کرے۔

عورتوں پر قربانی کا بیان

جن فقہاء نے قربانی کو واجب قرار دیا ہے، وہ عورتوں پر بھی قربانی کو واجب قرار دیتے ہیں اور جن فقہاء نے قربانی کو واجب نہیں قرار دیا ہے، وہ عورتوں پر بھی قربانی کو واجب نہیں کہتے اور ان کے حق میں قربانی کو مستحب کہتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں سرف کا ذکر ہے، یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے، جو مکہ سے چند میل کے قریب ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس فاصلہ سے متعلق کئی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ چھ میل کا فاصلہ ہے، ایک قول ہے سات میل کا فاصلہ ہے، ایک قول ہے نو میل کا فاصلہ ہے، ایک قول ہے: دس میل کا فاصلہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بارہ میل کا فاصلہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اَنَفِسْتِ'' اس کا معنی ہے ''اَحِضْتِ'' یعنی کیا تم کو حیض آ گیا ہے؟ نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو بچہ کی

ولادت کے بعد عورت کو آتا ہے، لیکن اس حدیث میں نفاس کا اطلاق حیض پر کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے''۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تسلی دینے کے لیے یہ فرمایا اور اس کا معنی یہ ہے کہ صرف آپ حیض کے ساتھ مختص نہیں ہیں، بلکہ آدم علیہ السلام کی تمام بیٹیوں کو حیض آتا ہے۔

علامہ عینی نے کہا ہے: امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تمام بیٹیوں کو حیض آتا ہے اور ان کا انکار کیا ہے، جنہوں نے کہا ہے کہ حیض کی ابتداء بنی اسرائیل کی عورتوں سے ہوئی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فاقضی'' یعنی آپ وہ تمام افعال کریں جو حاجی کرتے ہیں، سوائے اس کے کہ آپ بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گی۔

بیت اللہ کے طواف کے لیے طہارت کی شرط کا بیان

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض طواف نہیں کر سکتی اور اس پر اجماع ہے، لیکن اس کی علت میں اختلاف ہے جیسا کہ طواف کے لیے طہارت کی شرط میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے کہا کہ یہ شرط ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ یہ شرط نہیں ہے۔ داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔ سو جنہوں نے کہا کہ طواف کے لیے طہارت شرط ہے، انہوں نے کہا کہ اگر حائض نے طواف کیا تو اس کا طواف باطل ہے۔ اور جنہوں نے طواف کے لیے طہارت کی شرط نہیں لگائی تو انہوں نے کہا: حائض کے طواف کے باطل ہونے کا سبب یہ ہے کہ حائض کا مسجد میں ٹھہرنا ممنوع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی۔ علامہ نووی نے کہا: یہ اس پر محمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج سے اجازت لے کر ان کی طرف سے قربانی کی، کیونکہ جب انسان دوسرے کی طرف سے قربانی کرے تو اس کی قربانی دوسرے کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۱۷۔ ۲۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۴۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسافر پر قربانی کے وجوب کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

امام شافعی کے نزدیک تمام لوگوں کے لیے قربانی کرنا سنت ہے اور حج کرنے والے پر منیٰ میں قربانی کرنا سنت ہے۔

اور امام مالک کے نزدیک مسافر پر قربانی کرنا واجب ہے، اور اس کو قربانی ترک کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، سوا اس کے جو حج کر رہا ہو اور منیٰ میں ہو۔

اور امام ابوحنیفہ نے کہا: مسافروں پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔

ابراہیم النخعی نے کہا: حج کرنے والے اور مسافر کے لیے رخصت ہے کہ وہ قربانی نہ کرے۔

اور امام شافعی کی دلیل اس باب کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی اور وہ سب حج

Marfat.com

میں تھے اور حالتِ سفر میں تھے۔ اور امام مالک نے سفر کو حضر پر قیاس کیا، انہوں نے کہا: جیسا کہ حضر یعنی غیر سفر میں فرائض کے درمیان فرق نہیں ہے، اسی طرح سفر میں بھی ان کے درمیان فرق نہیں ہوگا اور سفر میں بھی قربانی واجب ہوگی۔ اسی طرح حج کرنے والے پر منیٰ میں قربانی واجب ہوگی۔

اور ابن وہب نے از افلح بن حمید از القاسم بن محمد روایت کی ہے کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حج کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی قربانی نہیں کرتا تھا، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حج کرتے تھے اور قربانی نہیں کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔ اسی طرح علامہ ابن بطال نے کہا ہے، لیکن اس سے پہلے امام بخاری نقل کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قربانی کرنا سنت ہے اور معروف ہے۔

ابن وہب نے کہا: مجھے متعدد اہلِ علم نے خبر دی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ایک جماعت حج کرتی تھی اور قربانی نہیں کرتی تھی۔

اور ابراہیم النخعی سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما حج کرتے تھے اور قربانی نہیں کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ نے جو کہا ہے کہ مسافروں سے قربانی ساقط ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ جب مسافروں سے جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز ساقط ہے، تو ان سے قربانی بھی ساقط ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ اور تشریق صرف شہر میں فرض ہیں، جو (شہر) جامع ہو۔

رہا عورتوں پر قربانی کا معاملہ، تو جنہوں نے قربانی کو واجب کہا ہے، انہوں نے عورتوں پر بھی قربانی کو واجب کہا ہے اور جنہوں نے قربانی کو واجب نہیں کہا تو انہوں نے کہا: عورتوں کے لیے قربانی کرنا مستحب ہے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جب حج کرنے والوں پر قربانی واجب نہیں ہے، تو اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی، اس کی کیا توجیہ ہوگی؟

علامہ ابن التین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے نفلی قربانی کی تھی، یعنی قربانی ان پر واجب نہیں تھی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی سنت کو ادا کرنے کے لیے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی۔

اس حدیث میں اگرچہ گائے کی قربانی کا ذکر ہے، لیکن اشعب مالکی کا مختار یہ ہے کہ اگر حج کرنے والا قربانی کرنا چاہے تو اس کے لیے اونٹ اور گائے کی قربانی کرنا مستحب ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۵۹۹۔ ۶۰۰ ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۴۸ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورتوں پر حیض کو لکھے جانے کا معنی

اس حدیث میں حیض کے متعلق مذکور ہے کہ "یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے"۔ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ امر طبعی ہے اور جبلی ہے، عورت اپنے آپ کو اس سے الگ نہیں کر سکتی اور نہ اپنی مرضی سے اس کو لا سکتی ہے۔ یعنی

Marfat.com

عورتوں کی طبیعت اور جبلت میں اللہ تعالیٰ نے حیض کو مرکوز کر دیا ہے۔

مسافروں پر حج کی مشروعیت کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی ہے''۔

امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قربانی مسافر کے لیے بھی اسی طرح مشروع ہے جس طرح مقیم کے لیے قربانی کرنا مشروع ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی منیٰ میں مسافر تھے اور آپ کی ازواج بھی مسافرہ تھیں۔

شیخ ابن تیمیہ حنبلی نے کہا ہے: اس حدیث میں قربانی کرنے سے مراد ہدی پیش کرنا ہے اور ہدی کے اوپر قربانی کا اطلاق کیا گیا ہے، کیونکہ اس گائے کو ضحیٰ یعنی چاشت کے وقت میں ذبح کیا گیا تھا اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ نے وہ قربانی کی جو شہروں میں کی جاتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے قربانی نہیں کی، حتیٰ کہ آپ نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی، اور اس حدیث میں ہدی پر مجازاً قربانی کا اطلاق ہے، جیسا کہ اس حدیث میں حیض پر نفاس کا مجازاً اطلاق ہے۔

سوال: اگر عید کے دن کوئی انسان سفر میں ہو تو کیا اس کے لیے قربانی کرنا مشروع ہے؟

جواب: ہاں! اس کے لیے بھی قربانی کرنا مشروع ہے، کیونکہ قربانی کی مشروعیت پر جو دلائل ہیں وہ عام ہیں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۸۶۔۲۸۷، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ مسافر پر قربانی واجب تو نہیں ہے لیکن اگر وہ قربانی کرے تو اس کی قربانی مشروع ہوگی اور یہ نفلی قربانی ہوگی۔ (سعیدی غفرلہ)

۴۔ بَابُ: مَا يُشْتَهٰى مِنَ اللَّحْمِ يَوْمَ النَّحْرِ — قربانی کے دن گوشت کی خواہش کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قربانی کے دن گوشت کی خواہش کرنا جائز ہے، کیونکہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ گوشت کھانے سے لذت حاصل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۝ (الحج)

اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو دیئے ہیں، پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ O

اور جس نے قربانی کے دن گوشت کی خواہش کی، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بہ ظاہر اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی اور وہ ایک

Marfat.com

درہم کا گوشت خرید کر لائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! یہ ہم نے گوشت خریدا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم اس آیت کے متعلق کیا کہو گے؟:

وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝ (الاحقاف)

اور جس دن کفار کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا:) تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو، اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو، پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور کیونکہ تم نافرمانی کرتے تھے O

میں کہتا ہوں: ہر چند کہ یہ آیت کفار کے متعلق نازل ہوئی ہے، لیکن چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس وقت زہد کا غلبہ تھا اور خوف خدا طاری تھا، اس لیے انہوں نے یہ گمان کیا کہ چونکہ کفار کی اس بات پر گرفت کی جائے گی کہ وہ دنیا میں اپنی پسندیدہ اور لذیذ چیزیں لے چکے ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پر بھی اس وجہ سے مواخذہ کیا جائے کہ ہم دنیا میں اپنی پسندیدہ اور لذیذ چیزیں لے چکے ہیں، اس لیے دنیا کی پسندیدہ اور لذیذ چیزوں کو ترک کر دینا مناسب ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اور قربانی کا دن گوشت کھانے کے ساتھ مخصوص ہے، اس لیے قربانی کے دن گوشت کھانے کی خواہش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن قربانی کے دن کے علاوہ گوشت کھانا مباح ہے، مگر سلف صالحین گوشت کھانے کے اوپر دوام نہیں کرتے تھے، کیونکہ گوشت کھانے کا بھی بہت زیادہ شوق ہوتا ہے، جیسے خمر کا بہت زیادہ شوق ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۱۸۔۲۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: یہ تشبیہ صرف نفس شوق میں ہے ورنہ خمر حرام ہے، اور گوشت کھانا مرغوب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۵۴۹۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ النَّحْرِ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ هَذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيهِ اللَّحْمُ وَذَكَرَ جِيرَانَهُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذَلِكَ فَلَا أَدْرِي بَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ أَمْ لَا ثُمَّ انْكَفَأَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلَى كَبْشَيْنِ فَذَبَحَهُمَا وَقَامَ النَّاسُ إِلَى غُنَيْمَةٍ فَتَوَزَّعُوهَا أَوْ قَالَ فَتَجَزَّعُوهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے خبر دی از ایوب از ابن سیرین از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن فرمایا: جس نے نماز (عید) سے پہلے قربانی ذبح کر لی، وہ اس کو دہرائے، تو ایک مرد کھڑا ہوا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ وہ دن ہے جس میں گوشت کی خواہش کی جاتی ہے، اور اس نے اپنے پڑوسیوں کا ذکر کیا اور کہا: میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکرا ہے جس میں دو بکریوں سے زیادہ گوشت ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی، حضرت انس رضی اللہ عنہ

Marfat.com

فرماتے ہیں: میں از خود نہیں جانتا کہ یہ رخصت اس مرد کے سوا کسی اور کے لیے بھی ہے یا نہیں؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی طرف مڑے اور ان کو ذبح کیا اور لوگ بکریوں کی طرف کھڑے ہوئے اور انہیں تقسیم کر کے ذبح کیا۔

(صحیح البخاری: ۹۵۴، ۹۸۴، ۵۵۴۶، ۵۵۴۹، ۵۵۶۱، صحیح مسلم: ۱۹۶۲، سنن نسائی: ۴۳۹۶، مسند احمد: ۱۱۷۱۰)

صحیح البخاری: ۵۵۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''قربانی کے دن گوشت کی خواہش کرنا'' اور اس حدیث میں بھی ذکر ہے کہ ایک مرد نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس دن گوشت کی خواہش کی جاتی ہے، سو یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں صدقہ کا ذکر ہے، یہ ابن الفضل ہیں اور ابن علیہ کا ذکر ہے، یہ اسماعیل بن ابراہیم ہیں جو ابن علیہ کے ساتھ معروف ہیں اور علیہ ان کی ماں کا نام ہے، اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، وہ سختیانی ہیں، اور ابن سیرین کا ذکر ہے، وہ محمد بن سیرین ہیں۔

یہ حدیث کتاب العیدین میں ''باب الاکل یوم النحر'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ایک مرد کھڑا ہوا'': یہ مرد حضرت ابو بُردہ بن نیار رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انہوں نے اپنے پڑوسیوں کا ذکر کیا'': یعنی انہوں نے ذکر کیا کہ ان کے پڑوسیوں کو گوشت کی ضرورت ہے اور وہ فقراء ہیں، خود قربانی نہیں کر سکتے، گویا کہ انہوں نے اپنی جلدی قربانی کرنے کا عذر بیان کیا کہ انہوں نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تا کہ اپنے گھر والوں کو بھی کھلائیں اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے از خود معلوم نہیں کہ یہ رخصت ان کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی ہے یا نہیں؟''، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بردہ بن نیار سے فرمایا تھا: ''تمہارے بعد اور کسی کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کافی نہیں ہوگی''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مڑے''، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کی جگہ سے جانوروں کو ذبح کرنے کی جگہ کی طرف مڑے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے: ''غُنیمة'' یہ غنم کی تصغیر ہے، یعنی چھوٹی چھوٹی بکریاں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: ''فتوزعوها'' یعنی انہوں نے ان بکریوں کو متفرق کر دیا، اور التوزیع کا معنی ہے التفرقہ۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: ''او قال فتجزعوها'' یہ راوی کو شک ہے اور یہ لفظ جزع سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے کاٹنا۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ سب لوگوں نے بکریوں میں سے اپنا اپنا حصہ لے لیا، اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انہوں نے بکریوں کو ذبح کرنے کے بعد گوشت میں سے اپنا اپنا حصہ لے لیا، اور قطعہ سے مراد یہاں پر حصہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۴۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابو بردہ بن نیار کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی رخصت کی توجیہ

اس حدیث میں ذکر ہے کہ اس مرد نے یعنی حضرت ابو بُردہ بن نیار نے اپنے پڑوسیوں کی حاجت کا اور ان کی مشقت کا ذکر کیا، اور یہ بتایا کہ ان کا ارادہ انہیں گوشت کھلانا ہے اور ان کی بھوک کو دور کرنا ہے۔ اور اگر وہ یہ بیان نہ کرتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو نماز سے پہلے قربانی کرنے پر معزول قرار نہ دیتے اور ان کے لیے چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت نہ دیتے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے بعد اور کسی کے لیے چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کفایت نہیں کرے گی''۔ اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خصوصیت کے ساتھ چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی، مگر چونکہ انہوں نے اپنے پڑوسیوں کی بھوک کا ذکر کیا تھا، اس وجہ سے ان کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی۔

پڑوسیوں کی غم گساری اور ان پر شفقت کرنا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کے سلف صالحین اپنے پڑوسیوں کی غمگساری کرتے تھے اور ان پر شفقت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو رزق دیا ہے، اس سے ان کو بھی حصہ فراہم کرتے تھے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے اپنی قربانی اس لیے جلدی ذبح کر لی، کہ اپنے پڑوسیوں کی بھوک کو مٹائیں، اور اس وقت ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ نماز عید سے پہلے قربانی کرنا ان کے لیے کافی ہے یا نہیں؟

بکری کی قربانی کرنا اونٹ اور گائے کی قربانی سے افضل ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کے بعد دو مینڈھوں کی طرف مڑے اور ان کو ذبح کیا''، اس سے معلوم ہوا کہ بکریوں کی قربانی کرنا اونٹ اور گائے کی قربانی سے افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل کام کو کرتے ہیں، آپ نے دو مینڈھوں کی قربانی کی اور سو اونٹوں کی ہدی پیش کی، کیونکہ ہدی میں افضل اونٹ ہیں۔

اور امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ اونٹ اور گائے بکری سے

سے افضل ہیں (کتاب الام ج ۲ ص ۱۷۹) اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بکریوں کی قربانی افضل ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۰۲۔۲۰۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۴۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی دو روایتوں میں تطبیق، ایک روایت میں ہے: قربانی کا گوشت مکروہ ہے، اور دوسری روایت میں ہے کہ قربانی کے دن گوشت کی خواہش ہوتی ہے

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیار نے کہا: یا رسول اللہ! اس دن گوشت مکروہ ہوتا ہے، اور اس روایت میں الفاظ ہیں اس میں گوشت مقروم ہوتا ہے یعنی گوشت کی خواہش ہوتی ہے، پہلی روایت کا معنی یہ ہے کہ اس دن میں گوشت کی تاخیر کرنا مکروہ ہے، اور دوسری روایت کا معنی واضح ہے کہ اس دن گوشت کی خواہش ہوتی ہے۔

علامہ نووی نے کہا کہ اس دن میں گوشت کو طلب کرنا مکروہ اور دشوار ہوتا ہے، یعنی گوشت کو اپنے دوستوں اور پڑوسیوں سے طلب کرنا مکروہ اور دشوار ہوتا ہے، تو انہوں نے یہ پسند کیا کہ ان کے گھر والے گوشت کو لوگوں سے طلب نہ کریں تو اپنے گھر والوں کو انہوں نے گوشت کی طلب سے مستغنی کیا اور خود اپنی قربانی کا جانور جلدی ذبح کر دیا اور منصور کی از شعبی روایت ہے کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ دن کھانے اور پینے کا دن ہے، تو میں نے چاہا کہ میری بکری میرے گھر میں سب سے پہلے ذبح کر لی جائے، اور اس سے مجھے ظاہر ہو گیا کہ ان دونوں روایتوں میں کس طرح تقویت ہوگی، کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ گوشت کی خواہش ہوتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس دن گوشت مکروہ ہے، تو یہ دراصل دو اعتبار سے ہے، پس جس حیثیت سے لوگوں کی عادت ہے کہ اس دن جانوروں کو ذبح کرتے ہیں تو دل میں جانوروں کو ذبح کرنے کا شوق ہوتا ہے، تو اس دن گوشت کی خواہش ہوتی ہے۔ اور اس حیثیت سے کہ لوگ گوشت کے طلب کرنے میں بہت زیادہ جمع ہو جاتے ہیں اور ان کو مشقت ہوتی ہے اور ملال ہوتا ہے تو اس اعتبار سے ان کے اوپر کراہت کا اطلاق ہے، پس ابتدائے حال کے اعتبار سے اس دن گوشت کی خواہش ہے اور انتہائے وصف کے اعتبار سے اس دن گوشت مکروہ ہے۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے جلدی اپنی قربانی ذبح کر دی تا کہ ان کو پہلے صفت حاصل ہو جائے اور وہ اپنے گھر والوں کو اور پڑوسیوں کو گوشت کھلا دیں۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۶۔۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۶۹۵، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۴۹ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی ذبح کر لی، تو اس نے قربانی کے وقت سے پہلے قربانی ذبح کی، اب اس پر واجب ہے کہ وہ اس کے بدلہ میں اس کی مثل قربانی کرے، نہ وہ جو اس کی قربانی کے لیے کافی ہے، پس اگر وہ قربانی عمدہ ہے تو عمدہ کو ذبح کرے، اگر متوسط ہے تو متوسط کو ذبح کرے اور اگر ادنیٰ ہے تو ادنیٰ کو ذبح کرے۔

Marfat.com

نیز اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم پر دلیل ہے کیونکہ آپ نے دو سینگ والے مینڈھوں کو ذبح کیا، ایک آلِ محمد کی طرف سے اور ایک امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، کیونکہ امام ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''اے اللہ! محمد، آلِ محمد اور امتِ محمد کی طرف سے اس کو قبول فرما۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ)

سوال: اگر کسی انسان نے اونٹ یا گائے کی قربانی کی، جس میں دوسرے لوگ بھی شریک تھے، پھر اس پر یہ منکشف ہوا کہ وہ اس کے بجائے بکری کی قربانی کردے تو کیا یہ جائز ہے۔

جواب: ہاں یہ جائز ہے، کیونکہ بکری کی قربانی کرنا اس سے افضل ہے کہ وہ اونٹ یا گائے میں شریک کسی حصہ کی قربانی کرے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۹ ۲۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۵۔ بَابُ: مَنْ قَالَ الْأَضْحٰى يَوْمُ النَّحْرِ

ان فقہاء کا بیان جنہوں نے کہا: قربانی یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن فقہاء نے کہا کہ قربانی یوم النحر ہے، یعنی صرف ایک دن قربانی ہے اور وہ یوم النحر (دس ذوالحجہ) ہے۔ یہ ابن سیرین کا قول ہے، اور اس کی حکایت ابن حزم ظاہری نے کی ہے از حمید بن عبدالرحمٰن۔ وہ یہ کہتے تھے کہ قربانی صرف یوم النحر کو ہے اور یہ ابن ابی سلیمان کا قول ہے۔

قربانی کے ایام میں فقہاء اسلام کے اقوال

اس سلسلہ میں فقہاء کے متعدد مذاہب ہیں:

(۱) امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور ان کے اصحاب، ثوری، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا مذہب ہے کہ قربانی یوم النحر میں ہے اور اس کے دو دن بعد (یعنی دس، گیارہ، بارہ ذوالحجہ تک) ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔ اس کو ابن القصار نے ذکر کیا ہے اور ابن وہب نے اس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(۲) قربانی چار دن تک ہے یوم النحر اور اس کے بعد تین دن تک۔ اور یہ عطاء بن ابی رباح، الحسن البصری، امام اوزاعی، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور ابوثور کا مذہب ہے۔ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ان دونوں نے کہا: ایام النحر، ایام المعلومات ہیں اور وہ یوم النحر ہے اور اس کے بعد تین دن ہیں۔

(۳) قتادہ نے کہا: قربانی یوم النحر میں ہے اور اس کے بعد چھ دن میں ہے۔

(۴) قربانی دس دن ہے، اس قول کی حکایت علامہ ابن التین نے کی ہے۔

(۵) حسن بصری سے روایت ہے کہ قربانی ذوالحجہ کے آخری دن تک ہے۔ اور علامہ ابن التین نے کہا: یہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نیز اس کو ابن حزم ظاہری نے از سلیمان بن یسار اور ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے بھی نقل کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا: کہ قربانی ہلال محرم تک ہے۔

(۶) شہروں میں ایک دن قربانی ہے اور منیٰ میں تین دن قربانی ہے، یہ سعید بن جبیر اور جابر بن زید کا قول ہے۔

(۷) صرف ایک دن قربانی ہے اور اسی کے مطابق امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے، انہوں نے کہا: کہ قربانی یوم النحر (یعنی دس ذوالحجہ) میں ہے۔ اور امام بخاری نے اس کا استدلال اس سے کیا ہے کہ یوم کی اضافت نحر کی طرف ہے اور اس باب کی حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر نہیں ہے، تو صحابہ نے کہا: ہم نے کہا: کیوں نہیں؟ اور النحر میں لام جنس کے لیے ہے، پس قربانی صرف اسی دن میں ہوگی، یا نحر صرف اسی دن میں ہوگا۔ اور اس دلیل کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس سے مراد نحرِ کامل ہے۔ اور لام بکثرت کمال کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ اس قول میں ہے ''الشد ید وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے''۔

امام بخاری کی دلیل کا جواب

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ نحر کی جو یومِ اول کی طرف اضافت ہے، اس سے یہ استدلال کرنا کہ نحر یا قربانی صرف یوم النحر میں جائز ہے، یہ استدلال ضعیف ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ (الحج)	اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو دیئے ہیں، پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ O

سو قرآن مجید کی اس آیت میں ایام معلومات میں قربانی کرنے کا ذکر ہے، لہٰذا یہ استدلال درست نہیں ہے کہ صرف یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو قربانی ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: جس نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا آج یوم النحر نہیں ہے؟ اور یہ کہا کہ قربانی صرف یوم النحر کو ہے'' اور یوم النحر کے علاوہ اور کسی دن نحر اور ذبح جائز نہیں ہے، کیونکہ سلف اور خلف یعنی متقدمین اور متاخرین نے تمام ایام منیٰ کے اندر نحر کیا ہے اور تمام شہروں میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے، لہٰذا جو اس کی مخالفت کرے، اس کی کوئی حجت نہیں ہے۔

اور علامہ ابن بطال نے اس سے استدلال کیا کہ حدیث میں ہے ''قربانی یوم النحر میں ہے اور تین دن ہیں''۔ نیز اس سے استدلال کیا کہ صحیح ابن حبان میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منیٰ کے تمام راستے مَنْحَر ہیں، یعنی نحر کی جگہ ہیں، اور تمام ایام تشریق میں ذبح ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس حدیث کی امام احمد نے اور امام ابن حبان نے از عبد الرحمٰن بن ابی حسین از جبیر بن مطعم روایت کی ہے، اور امام بزار نے اپنی مسند میں کہا کہ ابن ابی حسین کی حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی، لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے اور اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

Marfat.com

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام احمد نے، نیز امام بیہقی نے اس حدیث کی از سلیمان بن موسیٰ از جبیر بن مطعم از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے، تو میں کہوں گا کہ امام بیہقی نے کہا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، تو یہ حدیث منقطع ہوئی۔

اگر تم سوال کرو کہ امام ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء میں از معاویہ بن یحییٰ الصدفی از الزہری از ابن المسیب از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: ''تمام ایامِ تشریق ذبح (کے ایام) ہیں''، تو میں کہوں گا: معاویہ بن یحییٰ کو نسائی اور ابن معین اور علی بن مدینی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور امام ابن ابی حاتم نے کتاب العلل میں بیان کیا ہے کہ میرے والد نے کہا: یہ حدیث اس سند کے ساتھ موضوع ہے۔

پس اگر تم کہو کہ امام بیہقی نے از طلحہ بن عمرو از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ: قربانی یوم النحر کے بعد تین دن ہے، تو میں کہوں گا کہ امام طحاوی نے سند جید کے ساتھ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ قربانی یوم النحر کے بعد دو دن ہے۔

اور ہمارے اصحاب احناف کی دلیل وہ ہے جس کی امام کرخی نے اپنی مختصر میں اس سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ ہمیں ابو بکر محمد بن الجنید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی لیلیٰ نے خبر دی از المنہال بن عمرو از زر بن حبیش و عبادہ بن عبد اللہ الاسدی از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ فرماتے تھے کہ ایام النحر تین دن ہیں اور پہلا دن ان میں سب سے افضل ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کی مثل مروی ہے، ان دونوں نے کہا کہ نحر تین دن ہے اور ان میں پہلا دن سب سے افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۱۹۔۲۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی عبارت کا خلاصہ

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے جو کہا: ''کہ قربانی صرف یوم النحر میں ہے یعنی دس ذوالحجہ میں'' اس کے رد میں علامہ عینی نے دو قسم کی احادیث پیش کیں، اول وہ احادیث پیش کی ہیں جن سے امام شافعی استدلال کرتے ہیں کہ قربانی چار دن ہے یوم النحر میں اور اس کے بعد تین دن، لیکن علامہ عینی نے ان احادیث پر جرح کی اور یہ ثابت کیا اور واضح کیا کہ یہ احادیث ضعیف ہیں اور بعض احادیث سندِ موضوع سے مروی ہیں، لہٰذا امام شافعی اور غیر مقلدین کا چار دن تک قربانی کو جائز قرار دینا درست نہیں ہے۔

پھر علامہ عینی نے دوسری قسم کی وہ احادیث پیش کیں جن میں تصریح ہے کہ قربانی تین دن ہے یوم النحر اور اس کے بعد دو دن، اور یہی فقہاءِ احناف کا اور امام مالک اور امام احمد کا مذہب ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۵۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از ابن ابی بکرہ از حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: بے شک زمانہ گھوم کر اپنی ہیئت اور اصل پر آ گیا ہے، جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا تھا، سال بارہ

Marfat.com

الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا قُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلَى قَالَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا قُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا قُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يَبْلُغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ وَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ قَالَ صَدَقَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَيْنِ۔

مہینوں کا ہے، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، تین مہینے تو لگا تار ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، اور ایک (قبیلہ) مضر کا رجب ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے (پھر آپ نے پوچھا:) یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے، آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس مہینے کا کوئی اور نام رکھیں گے، پھر آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟، ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ نے پوچھا: یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے، پس آپ خاموش رہے، حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ عنقریب اس شہر کا کوئی اور نام رکھیں گے، پس آپ نے فرمایا: کیا یہ البلدۃ (مکہ مکرمہ) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ نے پوچھا: پس یہ کون سا دن ہے؟، ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے، سو آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ عنقریب آپ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال، محمد نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسا کہ تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں ہے اور تمہارے اس مہینے میں ہے اور عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے، پس وہ عنقریب تم سے تمہارے اموال کے متعلق سوال کرے گا، سنو! تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا، تم ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنا، سنو! چاہیے کہ حاضر غائب کو پہنچا دے، کیونکہ ہوسکتا ہے بعض وہ جس کو حدیث پہنچائی جائے، وہ حدیث کو سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو، پس محمد جب اس حدیث کو ذکر کرتے تو کہتے: نبی ﷺ نے سچ فرمایا ہے، پھر آپ نے فرمایا: سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟

(صحیح البخاری: ۶۷، ۱۰۵، ۱۷۴۱، ۳۱۹۷، ۴۴۰۶، ۴۶۶۲، ۵۵۵۰، ۷۰۷۸، ۷۴۴۷، صحیح مسلم ۱۶۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۳۳، مسند احمد:

۱۹۸۷۳، سنن دارمی: ۱۹۱۶)

صحیح البخاری: ۵۵۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے'' قربانی یوم النحر میں ہے'' اور اس باب میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آج یوم النحر نہیں ہے؟ اور اس سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ یوم کی اضافت نحر کی طرف ہے، یعنی نحر صرف اس دن ہی کیا جائے گا اور اس دن کے علاوہ نہ نحر کیا جائے گا اور نہ ذبح کیا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں۔ اور ایوب کا ذکر ہے، یہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، یہ ابن سیرین ہیں۔ اور ابن ابوبکرہ کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمن ہیں جو اپنے والد حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ان کا نام نفیع بن الحارث الثقفی البصری ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے ''الزمان''، علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس سے مراد ہے سال۔ اور زمان کا لفظ تمام دہر پر اور بعض دہر پر بولا جاتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''کھیئتہ'': یہ مصدر محذوف کی صفت ہے، یعنی زمانہ گھوم کر اپنی اس حالت پر آ گیا ہے، جس حالت پر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے مہینوں کو موخر کرنے کی توجیہ

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''دار اور استدار'' اس وقت کہا جاتا ہے، جب کوئی چیز گھوم کر اس جگہ پر آ جائے جہاں سے اس چیز کی ابتداء ہوئی تھی، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ عرب محرم کو صفر کی طرف موخر کر دیتے تھے، تاکہ محرم کے مہینہ میں قتال کریں، یعنی محرم کے مہینہ میں قتال جائز نہیں تھا تو وہ محرم کو موخر کر دیتے تھے اور صفر کو محرم قرار دیتے تھے تاکہ محرم کے مہینہ میں قتال کر سکیں اور یہ ایک سال سے لے کر دوسرے سال تک ایسا کرتے رہتے تھے، پس محرم کا مہینہ ایک ماہ سے دوسرے ماہ کی طرف منتقل ہوتا رہتا تھا حتیٰ کہ وہ سال کے تمام مہینوں میں اسی طرح کرتے رہتے تھے، پس جب کہ اس سال زمانہ اپنی مخصوص حالت پر آ گیا، یعنی ان کی نقل سے پہلے اور سال اپنی اصلی ہیئت پر آ گیا اور ایسا حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا تھا، پس اس سال حج ذوالحجہ میں ہوا اور زمانہ جاہلیت میں عرب جو مہینوں کو موخر کرتے تھے، وہ باطل ہو گیا اور مہینے اپنی وضع قدیم پر لوٹ آئے۔

''مُضر'' کی رجب کی طرف اضافت کی توجیہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اربعۃ حرم'' اور حُرم حرام کی جمع ہے، یعنی یہ چار مہینے وہ ہیں جن میں جنگ اور قتال حرام ہے

تین مہینے تو لگاتار ہیں اور ایک مہینہ قبیلہ مُضر کا رجب ہے، رجب کے مہینے کو مُضر کے ساتھ اس لیے مخصوص کیا کہ قبیلہ مُضر رجب کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے اور انہوں نے رجب کے مہینے کو اپنی اصل سے منتقل نہیں کیا تھا اور رجب کا مہینہ جُمادہ آخرہ اور شعبان کے درمیان میں ہے، اور مُضر کے لفظ میں میم پر پیش ہے، یہ ایک قبیلہ ہے اور مُضر بن نضار بن معد بن عدنان کی طرف منسوب ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے ''کیا یہ شہر البلدۃ نہیں ہے؟''، البلدۃ سے مراد وہ شہر ہے جو تمام شہروں سے افضل ہے اور جس کی حرمت سب سے زیادہ ہے یعنی المکۃ المشرفہ، اور ثابت نے غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ منیٰ کو بھی البدۃ کہا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے ''کیا آج یوم النحر نہیں ہے؟'' یعنی وہ دن جس میں تمام شہروں سے قربانیاں اور ہدایا منیٰ میں لائی جاتی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''واعراضکم'' ''اعراض'' ''عِرض'' کی جمع ہے، اس سے مراد ہے لوگوں کی عزتیں، یعنی اس شہر میں جس طرح قتل کرنا حرام ہے اور لوگوں کا مال غصب کرنا حرام ہے، اسی طرح اس شہر میں لوگوں کی عزتیں پامال کرنا بھی حرام ہے، یعنی لوگوں کی غیبت کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اوعیٰ'' یعنی زیادہ حفظ کرنے والا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''الا! ھل بلغت'' یعنی سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟، اس کے قائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور ابن سیرین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے پہلے اپنا کلام ملا دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲۱۔ ۲۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۵۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قربانی کے ایام کی تحقیق

قربانی کے ایام میں علماء کا اختلاف ہے، اور اس میں دو مشہور مذہب ہیں:

(۱) قربانی یوم النحر کو ہے اور اس کے بعد دو دن ہیں، یہ امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، الثوری اور امام احمد کا مذہب ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور ابن حزم ظاہری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر بیان کیا ہے کہ نحر تین دن ہے اور ان میں افضل پہلا دن ہے۔

(۲) عطاء، الحسن بصری، اوزاعی، امام شافعی اور ابوثور کا مذہب ہے کہ قربانی چار دن ہے، ابن بطال نے کہا ہے: صحابہ کا ان دو قولوں کے سوا اور کوئی قول نہیں ہے اور ائمہ فتویٰ اور تابعین نے انہی دو قولوں میں سے کسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی اقوال شاذ ہیں۔ اور وہ اقوال درج ذیل ہیں:

ابن سیرین نے کہا: قربانی صرف ایک دن ہے اور وہ یوم النحر ہے، اور امام بخاری نے بھی اسی کا عنوان قائم کیا ہے۔ اور یہی ابوسلیمان کا قول ہے۔

سعید بن جبیر اور جابر بن زید نے کہا کہ تمام شہروں میں قربانی ایک دن ہے اور منیٰ میں تین دن ہے، اور قتادہ نے کہا: یوم النحر کو

Marfat.com

قربانی ہے اور اس کے بعد چھ دن ہے، اور ابن تین نے نقل کیا ہے کہ قربانی دس دن ہے، اور حسن بصری سے منقول ہے کہ قربانی ذوالحجہ کے آخر تک ہے۔

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: ان اقوال کی سنت میں کوئی اصل نہیں ہے اور نہ صحابہ کے اقوال میں ان کی کوئی اصل ہے۔

ابن بطال نے کہا ہے کہ حدیث میں جو ہے کہ کیا آج یوم النحر نہیں ہے؟ اس سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کے علاوہ کسی دن نحر کرنا یا ذبح کرنا یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ ایام منیٰ میں نحر ہوتا ہے اور تمام متقدمین اور متاخرین نے اس کو نقل کیا ہے اور تمام شہروں میں اسی پر عمل ہے، لہٰذا جو اس کے خلاف کہے، اس کا قول دلیل نہیں ہے۔

اور امام ابن ابی حاتم بن حبان نے اپنی صحیح میں یہ روایت کیا ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ کے تمام راستے نحر کی جگہ ہیں، اور تمام ایامِ تشریق میں ذبح ہے۔ (صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۱۶۶، رقم الحدیث: ۳۸۵۴)

نیز اس آیت سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِیْرَ ﴿۲۸﴾ (الحج: ۲۸)

اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو دیئے ہیں، پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ O

اس آیت میں یہ بتلایا ہے کہ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ کے اندر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قربانی کو ذبح کیا جائے، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قربانی صرف ایک دن ہے اور وہ یوم النحر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایام کا ذکر فرمایا ہے اور لیالی یعنی راتوں کا ذکر نہیں فرمایا۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا کہ رات میں بھی قربانی کو ایامِ نحر میں ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب ایام کا ذکر کیا ہے تو راتیں اس کے تابع ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ راتوں کا ذکر فرمائے تو دن اس کے تابع ہوتے ہیں۔

اشعب، اسحاق اور ابوثور کا یہی مذہب ہے۔ (الاستذکار ج ۱۵ ص ۲۰۳۔۲۰۶)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۲۰۶۔۲۰۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: علامہ ابن ملقن نے اپنی شرح میں وہی امور ذکر کیے ہیں جن کو ہم پہلے علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں، اور علامہ ابن ملقن کی پوری شرح کو ہم نے تکرار سے بچنے کے لیے ترک کر دیا۔

شیخ عثیمین حنبلی نے اس کو ترجیح دی ہے کہ قربانی چار دن ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ کل ایام تشریق ذبح ہیں، لیکن ہم اس سے پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے یا موضوع ہے اور صحیح حدیث یہی ہے کہ قربانی صرف یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو ہے اور اس کے بعد دو دن ہے۔ اور یہ تمام تحقیق علامہ عینی کی شرح میں گزر چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۵۵۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا کہ قربانی یوم النحر کو ہے، علامہ ابن المنیر نے بیان کیا کہ امام بخاری نے یہ استدلال اس سے کیا ہے کہ

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا آج یوم النحر نہیں ہے؟ اور النحر میں لام جنس کے لیے ہے، لہٰذا نحر صرف اسی دن میں ہوگا اور جمہور کے اعتبار سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مراد یہ ہے کہ نحر کامل یوم نحر میں ہے۔ اور لام کمال کے لیے بھی بہ کثرت استعمال ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یوم کی نحر کی طرف جو اضافت ہے، اس سے یہ استدلال کرنا کہ قربانی صرف یوم النحر میں ہے، یہ ضعیف ہے، جبکہ الحج: ۲۸ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قربانی تمام ایام معلومات کے اندر کرنا جائز ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ قربانی یوم النحر کو کی جائے گی اور اس کے بعد دو دن تک کی جائے گی، اور امام شافعی نے چار دن تک قربانی کرنے کا کہا ہے اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ صحابہ سے ان دو قولوں کے علاوہ اور کوئی قول منقول نہیں ہے۔

اور جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے جو جبیر بن مطعم سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: منیٰ کے تمام راستے منحر ہیں یعنی نحر کی جگہ ہیں اور تمام ایام تشریق ذبح (کے ایام) ہیں، اس حدیث کی امام احمد نے روایت کی ہے لیکن اس کی سند منقطع ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۶۹۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام شافعی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ ضعیف ہے اور صحیح حدیث وہ ہے جس سے فقہاء احناف نے استدلال کیا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایام نحر تین دن ہیں، اور ان میں افضل پہلا دن ہے۔ اور اسی طرح حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نحر تین دن ہے اور ان میں سے افضل پہلا دن ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

امام مالک از نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن ہے۔

اور امام مالک کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل پہنچی ہے۔

(الموطا لامام مالک: ج ۲ ص ۳۰، رقم الحدیث: ۱۲، ۱۳، المکتبۃ التوفیقیہ)

۶۔ بَابُ: الْأَضْحٰى وَالْمَنْحَرِ بِالْمُصَلّٰى — اس کا بیان کہ قربانی کو ذبح اور نحر عیدگاہ میں کیا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قربانی اور نحر عیدگاہ میں کیا جائے، اس عنوان میں ''المصلی'' کا لفظ ہے، اور یہ وہ جگہ ہے جہاں عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس عنوان سے مقصود یہ ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ سنت یہ ہے کہ امام ذبح کرے اور امام عیدگاہ میں ذبح کرے تاکہ کوئی شخص امام سے پہلے ذبح نہ کرے اور باقی لوگ امام کے بعد ذبح کریں اور وہ سیکھ لیں کہ ذبح کی صفت کیا ہے اور نماز عید کے بعد ذبح کرنے میں سبقت کریں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس دن جو کام ہم سب سے پہلے کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، پھر ہم واپس جاتے ہیں اور نحر کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن

Marfat.com

كَانَ عَبْدُ اللهِ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي مَنْحَرَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع، انہوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منحر میں نحر کرتے تھے، عبید اللہ نے بتایا: یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نحر کرنے کی جگہ میں نحر کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۹۸۲، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۵۵۵۱، ۵۵۵۲، سنن نسائی: ۱۵۸۹، سنن ابوداؤد: ۲۸۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۱، مسند احمد: ۵۸۴۲)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں صرف نحر کا ذکر ہے اور صحیح البخاری: ۹۸۲ اور صحیح البخاری: ۵۵۵۲ میں اس طرح روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید گاہ میں ذبح کرتے تھے اور نحر کرتے تھے۔ (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۵۵۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں دو جز ذکر کیے گئے ہیں، قربانی کرنا یعنی جانور کو ذبح کرنا اور جانور کو نحر کرنا اور اس حدیث میں صرف ایک جز کا ذکر ہے یعنی نحر کرنے کا۔ اور جب کہ یہ معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نحر کی جگہ عید گاہ ہے، تو اس سے عنوان کے دونوں جز ثابت ہوگئے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید گاہ میں جانور کو ذبح بھی کرتے تھے اور جانور کو نحر بھی کرتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن ابی بکر المقدمی کا ذکر ہے، ابو بکر المقدمی ان کے اجداد میں سے ایک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں خالد بن الحارث کا ذکر ہے، یہ ابو عثمان الہجیمی البصری ہیں، اس حدیث کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور یہ حدیث موقوف ہے، کیونکہ اس حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل بیان کیا گیا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نحر کی جگہ نحر کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۵۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ فَرْقَدٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما أَخْبَرَهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلَّى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از کثیر بن فرقد از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید گاہ میں (قربانی کو) ذبح کرتے تھے اور (قربانی کو) نحر کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۹۸۲، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۵۵۵۱، ۵۵۵۲، سنن نسائی: ۱۵۸۹، سنن ابوداؤد: ۲۸۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۱، مسند احمد: ۵۸۴۲)

صحیح البخاری: ۵۵۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس سے پہلی حدیث موقوف تھی، اس میں یہ بیان تھا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نحر کی جگہ میں نحر کرتے تھے اور یہ حدیث مرفوع ہے، اس حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدگاہ میں قربانی کو ذبح کرتے تھے اور نحر کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابٌ: فِي أُضْحِيَّةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ وَيُذْكَرُ سَمِينَيْنِ

اس کا بیان کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور فربہ مینڈھوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا نُسَمِّنُ الْأُضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُسَمِّنُونَ۔

اور یحییٰ بن سعید نے کہا: میں نے حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہم مدینہ میں قربانی کے جانور کو (کھلا پلا کر) موٹا تازہ کرتے تھے اور مسلمان بھی قربانی کے جانوروں کو (کھلا پلا کر) موٹا تازہ کرتے تھے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''کبشین'' کی قربانی کرتے تھے''کبشین'' کبش کا تثنیہ ہے، اور اس کا معنی ہے نر دنبہ، خواہ وہ کسی عمر کا ہو اور اس میں ''اقرنین'' کا لفظ ہے، یعنی ہر دنبہ کے دو سینگ ہوں، اور فربہ مینڈھوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

امام ترمذی نے حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین قربانی مینڈھے کی ہے۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں سینگوں والے مینڈھوں کا ذکر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سینگ والے مینڈھے کی قربانی کرنا مستحب ہے، اگرچہ بغیر سینگ والے مینڈھے کی قربانی کرنا بھی جائز ہے۔ اور جس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو، اس میں اختلاف ہے۔

امام بزار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد شدہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خریدتے تو سرمئی رنگ کے دو فربہ مینڈھے خریدتے۔ الحدیث (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس باب میں یحییٰ بن سعید الانصاری کی تعلیق ہے اور ابو اُمامہ میں ہمزہ پر پیش ہے اور ان کا نام حضرت اسعد رضی اللہ عنہ ہے اور یہ صحابی ہیں۔ اور علامہ ابن التین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ کبار تابعین میں سے ہیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئے اور ان سے کسی حدیث کی روایت نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام رکھا، ان کو گھٹی دی اور ان کا برکت والا نام رکھا، اور یہ ان

Marfat.com

چھ صحابہ میں سے ہیں جن کی کنیت ابو امامہ ہے۔امام بخاری کی اس تعلیق کی امام ابونعیم نے المستخرج میں سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: بعض فقہاء مالکیہ قربانی کے جانور کو موٹا تازہ کرنے کو مکروہ کہتے ہیں تا کہ یہود کے ساتھ متابعت نہ ہو، اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ حضرت ابوامامہ کا قول راجح ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۵۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ وَأَنَا أُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۵۵۵۴، ۵۵۵۸، ۵۵۶۴، ۵۵۶۵، ۷۳۹۹، سنن نسائی: ۴۳۸۵، مسند احمد: ۱۱۵۷۳)

صحیح البخاری: ۵۵۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں، یعنی امام مسلم نے اس حدیث کی روایت نہیں کی۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنبہ کی قربانی کرنا افضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۵۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اپنی طرف سے اور دوسروں کی طرف سے قربانی کرنے کے ثبوت میں احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مینڈھوں کی قربانی کی، ایک اپنی طرف سے اور اپنے اہل بیت کی طرف سے اور دوسری اپنی امت کی طرف سے۔ (سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۸۵، نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۱۵۔۲۱۶، الارواء ج ۴ ص ۳۴۹۔۳۵۴)

میں کہتا ہوں کہ امت میں احیاء اور اموات دونوں شامل ہیں، سو اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ میت کی طرف سے بھی قربانی کرنا جائز ہے۔ اور اس سے ان لوگوں کا قول باطل ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا جو سینگ والا ہو اور سیاہ ٹانگوں سے چلتا ہو، سیاہ آنکھوں سے دیکھتا ہو اور سیاہ سرین کے ساتھ بیٹھتا ہو، پھر آپ نے اس کو ذبح کیا اور دعا کی: بسم اللہ، اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے قبول فرما اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے قبول فرما اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کی طرف سے قبول فرما۔

Marfat.com

پھر آپ نے اس کی قربانی کی۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۷، کتاب الاضاحی، باب: استحباب الاضحیۃ)

اور ابن وہب نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا منگایا، پس اس کو ذبح کیا اور دعا کی: "بسم اللہ واللہ اکبر، اے اللہ! یہ میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں کی"۔ (شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۷۷، المستدرک: ج ۴ ص ۲۲۹)

یہ حدیث سنن ابوداؤد: ۲۸۱۰ اور سنن ترمذی: ۱۵۲۱ اور مسند احمد: ج ۳ ص ۳۶۲ میں بھی از یعقوب بن عبد الرحمن از المطلب بن عبد اللہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

ایک قربانی کو متعدد کی طرف سے کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام مالک، اللیث، الاوزاعی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ ایک مرد کے لئے جائز ہے کہ ایک بکری کی وہ اپنی طرف سے بھی قربانی کرے اور اپنے اہل بیت کی طرف سے بھی قربانی کرے، اور اس کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اور امام احمد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی۔

علامہ ابراہیم بن المنذر نے کہا ہے: الثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ایک بکری کی دو کی طرف سے قربانی کرنا جائز نہیں ہے اور فقہاء نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایت ہے کہ آپ نے اپنی طرف سے ذبح کیا اور امت کی طرف سے ذبح کیا، یہ منسوخ ہے یا مخصوص ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک مینڈھے کی متعدد کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہوتا تو ایک اونٹ اور ایک گائے کی بھی متعدد کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہوتا اور جب ہم نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے اندر بھی تعداد معین کر دی کہ ایک اونٹ کی قربانی میں سات شریک ہو سکتے ہیں اور گائے میں بھی تعداد معین کر دی کہ ایک گائے کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور الحدیبیہ میں ہر ایک کو سات کی طرف سے آپ نے نحر کیا، تو اس سے معلوم ہوا کہ ایک گائے اور ایک اونٹ میں سات سے زیادہ شریک نہیں ہو سکتے تو بکری زیادہ اولیٰ ہے کہ اس کی قربانی میں بھی زیادہ افراد شریک نہ ہوں۔

علامہ ابراہیم بن منذر متوفی ۳۱۸ھ نے کہا ہے کہ پہلے قول پر عمل کرنا اولیٰ ہے، کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ نسخ صرف دعوے سے ثابت نہیں ہوتا، اس کے لیے کوئی نقل ہونی ضروری ہے جو ثابت ہو، اور فقہاء احناف نے جو کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے تو متقدمین میں سے کسی نے اس کی پیروی نہیں کی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۶۱۷۔ ۶۲۰ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

فقہاء احناف کے قول کی وضاحت

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف نے جو ایک بکری کی قربانی میں متعدد کی شرکت کو مکروہ کہا ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ ایک بکری کی صرف ایک شخص کی طرف سے ہی قربانی ہوگی، ایک سے زیادہ اس میں شریک نہیں ہو سکتے اور ایک سے زیادہ کی شرکت صرف اونٹ اور گائے میں ہے، جس کی قربانی میں سات افراد تک شریک ہو سکتے ہیں۔ اور حدیث کا محمل یہ ہے کہ ایک بکری کی قربانی یا

Marfat.com

ایک مینڈھے کی قربانی کا ثواب متعدد کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مینڈھے کی قربانی کر کے دعا کی کہ اے اللہ! اس کو میری طرف سے قبول فرما اور میرے اہل بیت کی طرف سے اور میری امت کی طرف سے قبول فرما، یعنی اس کا ثواب ان کو بھی پہنچا۔ اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک مینڈھے کی قربانی میں متعدد افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ ہاں! ایک مینڈھے کی قربانی کا ثواب متعدد کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۵۵۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم انْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ تَابَعَهُ وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ وَحَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابو قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سرمئی رنگ کے سینگ والے مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے، پھر آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔ عبدالوہاب نے وہیب کی متابعت کی ہے از ایوب، اور اسماعیل اور حاتم بن وردان نے کہا از ایوب از ابن سیرین از حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۶، سنن ترمذی: ۱۴۹۴، سنن نسائی: ۱۵۸۸، سنن ابوداؤد: ۲۷۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۰، مسند احمد: ۱۱۷۳۷، سنن دارمی: ۱۹۴۵)

صحیح البخاری: ۵۵۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب میں سینگ والے مینڈھوں کی قربانی کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سرمئی سینگ والے مینڈھوں کی قربانی کی طرف متوجہ ہوئے یا مڑے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں اور ایوب کا ذکر ہے، یہ السختیانی ہیں۔ اور ابو قلابہ کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انکفا" یعنی آپ مڑے اور متوجہ ہوئے۔

نیز اس حدیث میں "املحین" کا ذکر ہے، یہ املح کا تثنیہ ہے اور یہ وہ مینڈھا ہے جس میں سیاہی اور سفیدی ہو اور کتاب العین میں لکھا ہوا ہے کہ "الملح" کا معنی ہے: ایسی سفیدی جس میں تھوڑی سی سیاہی ہو، اور ابن فارس نے کہا ہے "الاملح" کا معنی ہے: ایسا سفید جس میں سیاہی مخلوط ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "آپ نے ان مینڈھوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا اچھی

Marfat.com

قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے، جب کہ اس کو اچھی طرح ذبح کرنا آتا ہو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "تابعہ وُھَیب عن ایوب" وُھیب، وھب کی تصغیر ہے، یہ ابن خالد البصری ہیں۔

اور اس تعلیق میں اسماعیل کا ذکر ہے، یہ ابن علیہ ہیں۔ اور اسماعیل کی حدیث کو امام بخاری نے چار ابواب کے بعد اثناءِ حدیث میں سندِ موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اور حاتم بن وردان کی حدیث کی امام مسلم نے سندِ موصول کے ساتھ "باب الضحیة" میں روایت کی ہے۔ اور اس میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سرمئی رنگ کے سینگ والے مینڈھوں کی قربانی کی۔ اور یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سرمئی رنگ کے سینگوں والے مینڈھوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۵۴ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو یہ چاہیے کہ وہ اپنی قربانی کو خوب موٹا تازہ کرے، اگر اس کی قربانی موٹی تازی نہ ہو تو ان میں سے بڑی عمر کی جو قربانی ہو، اس کو ذبح کرے۔ ہر وہ جانور جو زیادہ اچھا ہو، وہ افضل ہے اور وہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ (آل عمران: ۹۲) تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کر سکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اپنی قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ اس کو ذبح کرنے کا طریقہ اچھی طرح سے آتا ہو، اگر اس کو اچھی طرح ذبح کرنے کی مہارت نہ ہو تو پھر وہ کسی کے سپرد کر دے، اور علماء نے کہا ہے: جب وہ کسی کے سپرد کرے کہ وہ اس کی قربانی کو ذبح کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ بھی وہاں پر حاضر رہے تاکہ اس کا دل مطمئن ہو۔

نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے دو سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی کی، یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کیا قربانی کے جانور کا سینگ ہونا ضروری ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قربانی کے جانور کا سینگ والا ہونا، اس جانور کی قوت اور اس کے جسم کی سلامتی پر دلیل ہے، اس لحاظ سے سینگ والے مینڈھے کا ہونا بھی مقصود ہے، کیونکہ سینگ والا جانور عموماً اپنے نفس کا دفاع کر سکتا ہے اور سینگوں کی وجہ سے وہ دوسرے جانوروں سے ممتاز ہوتا ہے۔ باقی رہا سرمئی رنگ کا ہونا، تو اس کے متعلق بعض علماء نے کہا: یہ بھی مقصود ہے اور بعض علماء نے کہا: یہ مقصود نہیں ہے، سرمئی رنگ کا ہو یا کسی اور رنگ کا ہو، اس کی قربانی صحیح ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۸۴۔۲۸۵، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۵۵۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضى الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا فَبَقِيَ عَتُودٌ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ ضَحِّ أَنْتَ بِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یزید از ابوالخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بکریاں دیں کہ وہ ان کو آپ کے اصحاب میں قربانی کے لیے تقسیم کریں، تو ایک بکرے کا بچہ بچ گیا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: تم اس کی قربانی کردو۔

(صحیح البخاری: ۲۳۰۰، ۲۵۰۰، ۵۵۴۷، ۵۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۹۶۵، سنن ترمذی: ۱۵۰۰، سنن نسائی: ۴۳۷۹، سنن ابن ماجہ: ۳۱۳۸، مسند احمد: ۱۶۸۹۵، سنن دارمی: ۱۹۵۴)

صحیح البخاری: ۵۵۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مینڈھوں کی قربانی کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو قربانی کے لیے بکریاں عطا فرمائیں، گویا کہ آپ نے ان صحابہ کی طرف سے ذبح کیا، اور اس میں ذبح کی نسبت آپ کی طرف ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن خالد کا ذکر ہے، یہ الحرانی ہیں جنہوں نے مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی، اور یزید کا ذکر ہے، یہ لفظ زیادۃ سے ماخوذ ہے، یہ ابن ابی حبیب ابو رجاء المصری ہیں۔ اور ابوالخیر مرثد کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ الیزنی المصری ہیں۔ اور حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ صحابی ہیں۔

''غنم'' کا معنی

اس حدیث میں غنم کا لفظ ہے، یہ دنبے اور بکرے دونوں کو شامل ہے۔ اور اس حدیث میں ''علی صحابته'' کا ذکر ہے، ایک روایت میں ''علی اصحابه'' ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ ضمیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہو۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں تقسیم کرنے کے لیے بکرے یا دنبے دیے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ضمیر حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہو، یعنی حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں تقسیم کرنے کے لیے بکرے یا دنبے عطا فرمائے۔

کیا امام بیت المال سے بکرے یا دنبے قربانی کے لیے کسی کو دے سکتا ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ ضمیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ

Marfat.com

بکرے یا دنبے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہوں اور آپ نے ان کو اپنے اصحاب کے درمیان شرعاً تقسیم کرنے کا حکم دیا ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ بکرے یا دنبے مالِ فئے میں سے ہوں، علامہ قرطبی نے اسی طرف میلان کیا ہے، انہوں نے کہا: امام کو چاہیے کہ وہ بیت المال میں سے قربانی کے جانوران میں تقسیم کردے جو قربانی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

علامہ ابن بطال نے کہا: اگر یہ تقسیم اغنیاء کے درمیان تھی تو یہ مالِ فئے سے ہے، اور اگر یہ تقسیم فقراء کے ساتھ خاص تھی تو پھر مالِ زکوٰۃ سے ہے۔

''عتود'' کا معنی

عتود کے لفظ میں عین پر زبر ہے اور تاء پر پیش ہے، اور یہ خصوصیت سے بکرے کے بچہ کو کہتے ہیں۔ اور یہ وہ ہے جو ابھی ایک سال کا نہ ہو، ایک قول یہ ہے کہ وہ بکرے کا چھ ماہ کا بچہ ہے، علامہ ابن بطال نے کہا: یہ پانچ مہینے کا بچہ ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ یہ بکرے کا چھ ماہ کا بچہ ہے۔ اور چھ ماہ کے بکرے کے بچہ کی قربانی جائز نہیں ہے، قربانی اس بکرے کے بچہ کی جائز ہے جس کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو، پس اس حدیث میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے اور کسی دوسرے کے لیے چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے، سوا حضرت ابو بردہ بن نیار کے، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ ماہ کے بکرے کے بچہ کی قربانی کی اجازت دی تھی۔

اور علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابو بردہ کی حدیث سے منسوخ ہے، انہوں نے کہا: یا پھر اس کی عمر چھ ماہ سے زیادہ ہے۔ اور امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اس کی قربانی کر دو اور تمہارے بعد اور کسی کے لیے چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لِأَبِي بُرْدَةَ ضَحِّ بِالْجَذَعِ مِنَ الْمَعَزِ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد کہ تم اس چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کر لو اور تمہارے بعد کسی اور کے لیے اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی

۵۵۵۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی الله عنهما قَالَ ضَحَّى خَالٌ لِي يُقَالُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ عِنْدِي دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمَعَزِ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَنْ تَصْلُحَ لِغَيْرِكَ ثُمَّ قَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مُطرف نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ماموں نے نماز (عید) سے پہلے قربانی کر لی، جن کو حضرت ابو بردہ کہا جاتا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہاری بکری، بکری کا گوشت ہے، سو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ

الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ تَابَعَهُ عُبَيْدَةُ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَإِبْرَاهِيمَ وَتَابَعَهُ وَكِيعٌ عَنْ حُرَيْثٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَقَالَ عَاصِمٌ وَدَاوُدُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عِنْدِي عَنَاقُ لَبَنٍ وَقَالَ زُبَيْدٌ وَفِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عِنْدِي جَذَعَةٌ وَقَالَ أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنَاقٌ جَذَعَةٌ وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنَاقٌ جَذَعٌ عَنَاقُ لَبَنٍ۔

(صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے پاس بکرے کا ایک چھ ماہ کا بچہ ہے، آپ نے فرمایا: تم اس کو ذبح کردو اور تمہارے علاوہ اور کسی کے لیے وہ جائز نہیں ہوگا، پھر آپ نے فرمایا: جس نے نماز (عید) سے پہلے ذبح کیا، سو اس نے اپنے نفس کے لیے ذبح کیا، اور جس نے نماز (عید) کے بعد ذبح کیا، تو اس کی قربانی مکمل ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کو پالیا۔ مطرف کی متابعت عبیدہ نے کی ہے از الشعبی وابراہیم۔ عبیدہ کی متابعت وکیع نے کی ہے از حُریث از الشعبی۔ اور عاصم اور داؤد نے کہا از الشعبی: میرے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جو اپنی ماں کا دودھ پیتا ہے۔ اور زبید اور فراس نے کہا از الشعبی، میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے۔ اور ابوالاحوص نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی: وہ بکری کا ایک چھ ماہ کا بچہ ہے۔ اور ابن عون نے کہا: وہ چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو دودھ پیتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۵۴۵، صحیح مسلم: ۱۹۶۱، سنن ترمذی: ۱۵۰۸، سنن نسائی: ۱۵۶۳، سنن ابوداؤد: ۲۸۰۰، مسند احمد: ۱۸۰۰۱۲، سنن دارمی: ۱۹۶۲)

صحیح البخاری: ۵۵۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مُطَرِّف کا ذکر ہے۔ میم پر پیش ہے اور طاء پر زبر ہے اور راء کے نیچے زیر ہے۔ یہ ابن طریق الحارثی ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں عامر کا ذکر ہے، وہ عامر الشعبی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فقال له ابو بردة''، ابو بُردہ کا نام ہانی البلوی ہے، یہ انصار کے حلیفوں میں سے تھے اور یہ عقبہ گھاٹی میں حاضر ہوئے تھے اور بدر میں حاضر ہوئے تھے اور بعد کے تمام مشاہد میں حاضر ہوئے۔ اور یہ پینتالیس سال تک زندہ رہے۔ اور صحیح بخاری میں ان کی حدیث ہے جو عنقریب کتاب الحدود میں آئے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''شاة لحم'' یعنی تم نے جو پہلے قربانی ذبح کی ہے، یہ قربانی نہیں ہے بلکہ یہ ایک گوشت ہے جس سے تم نفع اٹھاؤ گے، اسی طرح زبید کی روایت میں ہے کہ یہ وہ گوشت ہے جس کو انہوں نے اپنے اہل کے لیے پہلے تیار کیا ہے۔ اور

Marfat.com

صحیح مسلم کی روایت میں ہے: یہ وہ چیز ہے جس کو تم نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی تیار کر لیا ہے۔

اس حدیث میں ''داجن'' کا لفظ ہے، ''داجن'' اس بکری کو کہتے ہیں جو گھروں میں رہتی ہے اور گھر والوں سے مانوس ہوتی ہے۔ اس کا کوئی سن معین نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ ''داجن'' میں تاء کو داخل نہیں کیا، کیونکہ ''شاۃ'' کے لفظ میں جنس اور واحد کے درمیان تاء سے فرق کیا جاتا ہے اور اس کا مونث اور مذکر ہونا وصف کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جذعة'' یہ داجن کا عطف بیان ہے اور یہ مؤنث کے لیے ہے۔

تعلیقات مذکورہ میں احادیث کا بیان

اس حدیث کی تیسری تعلیق عاصم اور داؤد کی ہے از الشعبی، انہوں نے کہا: میرے پاس ''عناق اللبن'' ہے، یعنی بکری کا دودھ پیتا بچہ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تعلیق کو امام مسلم نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے، یہ حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن ہمیں حدیث بیان کی اور آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک قربانی نہ کرے حتیٰ کہ نماز (عید) پڑھ لے، تو ایک مرد نے کہا: میرے پاس بکری کا دودھ پیتا بچہ ہے جس میں دو بکریوں سے زیادہ گوشت ہے، تو آپ نے فرمایا: تم اس کی قربانی کرلو اور تمہارے بعد کسی کی طرف سے بھی چھ ماہ کے بچے کی قربانی کافی نہیں ہوگی۔

اس حدیث کی چوتھی تعلیق جو داؤد سے ہے، اس کی بھی امام مسلم نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے از داؤد از الشعبی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن ہم کو خطبہ دیا، پس آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بھی ذبح نہ کرے حتیٰ کہ وہ نماز (عید) پڑھ لے۔ تو میرے ماموں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آج یوم النحر ہے اور میں نے اپنی قربانی جلدی ذبح کر دی تاکہ میں اپنے گھر والوں کو اور پڑوسیوں کو اور محلے کے لوگوں کو گوشت کھلاؤں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی قربانی دوبارہ کرو، تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے پاس بکری کا ایک دودھ پیتا بچہ ہے، اس میں دو بکریوں سے زیادہ گوشت ہے تو آپ نے فرمایا: یہ تمہاری اچھی قربانی ہے، لیکن تمہارے بعد اور کسی کی طرف سے چھ ماہ کے بکری کے بچے کی قربانی کفایت نہیں کرے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲۷۔۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ ذَبَحَ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَبْدِلْهَا قَالَ لَيْسَ عِنْدِي إِلَّا جَذَعَةٌ قَالَ شُعْبَةُ وَأَحْسِبُهُ قَالَ هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ قَالَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ وَقَالَ حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلمہ از ابی جحیفہ از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز (عید) سے پہلے قربانی ذبح کر لی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کو تبدیل کرو، انہوں نے کہا: میرے پاس تو اب صرف چھ ماہ کا بکرے کا بچہ ہے، شعبہ نے کہا:

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ عَنَاقٌ جَذَعَةٌ۔
(صحیح مسلم:۱۹۶۱،مسند احمد:۱۸۳۱۶)

میرا گمان ہے، انہوں نے کہا کہ وہ بچہ ایک سال کے بکرے سے زیادہ بڑا لگتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کی اس کی جگہ قربانی کردو، لیکن تمہارے بعد اور کسی کی طرف سے یہ کافی نہیں ہوگا۔ اور حاتم بن وردان نے کہا از ایوب از محمد از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور فرمایا: اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک سال سے کم عمر کی بکری کی بچی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۵۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سلمہ کا ذکر ہے، یہ ابن کُہَیل ہیں اور کُہَیْل، کَہْل کی تصغیر ہے، یہ الحزرمی الکوفی ہیں۔
اور اس حدیث میں حضرت ابو جُحیفہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، جُحیفة، جَحفةٌ کی تصغیر ہے، ان کا نام وہب بن عبداللہ السوائی ہے۔ یہ مشہور صحابی ہیں اور یہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ابدلھا" یہ اِبدال سے امر ہے، یعنی اس بکری کی جگہ اور بکری ذبح کرو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "احسبہ" یعنی حضرت ابو بردہ نے گمان کیا کہ یہ بکری جو چھ ماہ کی ہے، یہ ایک سال کی بکری سے زیادہ بہتر ہے۔ اور یہ اس اعتبار سے زیادہ بہتر ہے کہ یہ بکری اس سے زیادہ موٹی ہے اور زیادہ نفیس ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "اجعلھا مکانھا" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس چھ ماہ کی بکری کو ایک سال کی بکری کی جگہ ذبح کر دو، اور یہ حکم بھی حضرت ابو بُردہ بن نیار کے ساتھ مخصوص ہے، اسی لیے آپ نے فرمایا: کہ تمہارے بعد اور کسی کی طرف سے چھ ماہ کے بکری کے بچہ کی قربانی کافی نہیں ہوگی۔
جن فقہاء نے کہا ہے کہ قربانی واجب ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "ابدِلھا" یعنی آپ نے یہ حکم دیا کہ اس کے بدلہ میں دوسری قربانی کرو، تو اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو آپ اس کے بدلے میں دوسری قربانی کرنے کا حکم نہ دیتے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: بہ کثرت احادیث قربانی کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں، ان میں سے وہ حدیث ہے جس کی امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے از ابی رملہ، وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں مخنف بن سلیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میدانِ عرفات میں کھڑے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والے کے اوپر ہر سال میں قربانی ہے اور عتیرہ ہے (وہ جانور جس کو رجب کے مہینے میں ذبح کیا جاتا تھا)۔ امام ترمذی نے کہا: یہ

Marfat.com

حدیث حسن غریب ہے۔

اگر تم کہو کہ عبدالحق نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور ابن القطان نے کہا: اس حدیث کی علت یہ ہے کہ ابو رملہ کا حال مجہول ہے اور ان کا نام عامر ہے اور وہ اس نام کے سوا نہیں پہچانے جاتے، ان سے ابن عون روایت کرتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: تو میں کہوں گا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور یہ وجوب پر استدلال کے لیے کافی ہے۔ اور مخنف بن سلیم بن الحارث الازدی الغامدی نے اس حدیث کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور ابو نعیم نے اس کو تاریخ اصبہان میں ذکر کیا ہے، اور ابو رملہ کے متعلق امام ابوداؤد نے تصریح کی ہے کہ ان کا نام عامر ہے۔

اس حدیث کے آخر میں حاتم بن وردان کی تعلیق میں عناق جذعة کا لفظ ہے، اور جذعة، عناق کا عطف بیان ہے، یعنی چھ ماہ کا بکری کا بچہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲۸۔۲۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۵۷ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جہالت کی وجہ سے شروط ساقط نہیں ہوتیں

ان دونوں حدیثوں کا فائدہ یہ ہے کہ شروط جہالت کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتیں، اسی وجہ سے حضرت ابو بُردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو ان کی جہالت کی وجہ سے معذور قرار نہیں دیا، کیونکہ ان کو یہ پتا نہیں تھا کہ نمازِ (عید) سے پہلے قربانی ذبح نہیں کرنی چاہیے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے بتایا تو آپ نے فرمایا: تم دوبارہ قربانی کرو، اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ کی جہالت کی وجہ سے شرط ساقط نہیں ہوتی۔

سوال: اگر کوئی شخص مسئلہ سے جہالت کی وجہ سے کوئی کام کر لے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا؟

جواب: اگر اس کو یہ علم ہو کہ اس طرح کرنا ممنوع ہے اور پھر وہ کام کرے تو وہ گناہ گار ہوگا، اور اگر اس کو یہ علم نہ ہو تو پھر وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۸۶، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۳۵۷، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض شارحین نے کہا ہے: حدیث میں کبھی تو جذعة کا لفظ ہے اور کبھی جذع کا لفظ ہے، انہوں نے اس کا جواب دیا: جذعة میں تاء وحدت کے لیے ہے اور ''الجذعة'' سے مراد جنس ہے، علامہ کورانی فرماتے ہیں: یہ لغو کلام ہے، کیونکہ متکلم کی غرض یہ نہیں ہے کہ یہ جنس ہے اور نہ یہاں جنس کا ارادہ کرنا ممکن ہے، کیونکہ ذبح کا تعلق جنس کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ فرد کے ساتھ ہوتا ہے۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۹ ص ۱۸۸، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۹۔ بَابُ: مَنْ ذَبَحَ الْأَضَاحِيَّ بِيَدِهِ اس کا بیان کہ جس نے قربانیوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

قربانی کے جانور کو دوسرے شخص سے ذبح کرانے کی تفصیل

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قربانی کے جانوروں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا حکم کس طرح ہے؟ کیا یہ شرط ہے کہ قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے یا یہ شرط نہیں ہے صرف اولیٰ ہے؟ اور اس پر اتفاق ہے کہ قربانی کو ذبح کرنے کے لیے کسی کو وکیل بنانا جائز ہے، لہٰذا اپنے ہاتھ سے قربانی کو ذبح کرنا شرط نہیں ہے، لیکن فقہاءِ مالکیہ سے روایت ہے کہ جب آدمی خود قربانی کے جانور کو ذبح کرنے پر قادر ہو، تو کسی اور کا ذبح کرنا کافی نہیں ہے اور اکثر کے نزدیک یہ مکروہ ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ جب کوئی دوسرا قربانی کر رہا ہو، تو وہ وہاں پر حاضر ہو اور یہ مکروہ ہے کہ وہ قربانی کرنے کا وکیل کسی حائض عورت کو بنا دے یا بچہ کو بنا دے یا اہل کتاب کو بنا دے۔

۵۵۵۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَرَأَيْتُهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دو سرمئی مینڈھوں کو ذبح کیا، پس میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنے قدم مبارک کو ان مینڈھوں کی جانب پر رکھا، آپ نے بسم اللہ واللہ اکبر پڑھا اور ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۶، سنن ترمذی: ۱۴۹۴، سنن نسائی: ۴۳۸۷، سنن ابوداؤد: ۲۷۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۰، مسند احمد: ۱۱۷۳۷، سنن داری: ۱۹۴۵)

صحیح البخاری: ۵۵۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''صفاحھما'' کا ذکر ہے، صفاح، صفحۃ کی جمع ہے، اور صفحۃ ہر چیز کی جانب کو کہتے ہیں۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ذبح کرنے والا جانور کی ایک جانب پر پیر رکھتا ہے تو تثنیہ کے ساتھ صفاحھما کیوں کہا گیا؟ یعنی اس کی دونوں جانب پر پیر رکھے۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر دو مینڈھوں کا ذکر ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہر مینڈھے کی ایک جانب پر پیر رکھا۔
مینڈھے کی ایک جانب میں پیر رکھنے میں حکمت یہ ہے تاکہ اس پر اپنی طاقت کا اظہار کیا جائے اور اس سے اس کی موت جلدی واقع ہو جائے گی۔ اور یہ جانور کو عذاب دینا نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ ذبح کرنے والا جانور کو ذبح کرنے پر اسی وقت قادر ہوگا جب اس کی ایک جانب پر پیر رکھے گا۔
ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ جانور کو اس کے بائیں پہلو پر لٹایا جائے اور پھر اس پر پیر رکھا جائے، مسلمانوں کا اسی طریقہ پر عمل ہے۔ اگر وہ ناواقف تھا تو اس کو دوسرے پہلو پر لٹا دے اور اس کا گوشت کھانا حرام نہیں ہوگا۔
اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے بسم اللہ پڑھی اور اللہ اکبر پڑھا اور قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، سو اللہ اکبر کو بسم اللہ کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے، اسی طرح مرد کا جانور کی گردن کی ایک جانب پر پیر رکھنا بھی مستحب ہے۔ اور رہا بسم اللہ پڑھنا تو وہ شرط ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۵۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الصفاح'' کا معنی

''صفاح'' کا معنی ہے: چہرے کی دو جانبوں میں سے ایک جانب۔
اور داؤدی نے کہا ہے کہ ''الصفاح'' چہرے کی جانب ہے اور اسی میں قدم رکھا جاتا ہے۔ اور دوسروں نے کہا ہے کہ ''صفح العنق'' کا معنی ہے گردن کی جانب۔

اپنے ہاتھ سے جانور کو ذبح کرنے کا استحباب

مرد کے لیے مختار اور سنت یہ ہے کہ وہ اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، اور فقہاء کا اس کے استحباب پر اتفاق ہے۔ ہاں اگر اس کو کوئی عذر ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی اور کو اپنا قائم مقام کر دے، کیونکہ عذر کی وجہ سے مستحب احکام ساقط ہو جاتے ہیں، اور اگر اس نے قدرت کے باوجود کسی کو اپنا قائم مقام کیا تو یہ مکروہ ہے لیکن قربانی ہو جائے گی۔
ابو اسحاق السبیعی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اپنی قربانیوں کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرتے تھے، امام مالک نے کہا: یہ اللہ کے لیے تواضع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ اپنی قربانیوں کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں۔
(مصنف عبد الرزاق: ۷۱۶۹)

اور زہری نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اپنی قربانی پر حاضر ہو، کیونکہ جب تمہاری قربانی کے خون کا پہلا قطرہ نکلے گا تو تمہاری مغفرت کر دی جائے گی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۱۶۸)
قربانی کے جانور کی گردن کے ایک جانب پر پیر اس لیے رکھا جاتا ہے تاکہ جانور کی جان آسانی سے نکل جائے، اور حدیث

Marfat.com

میں ہے:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ذبح کرو تو عمدہ طریقے سے ذبح کرو، اور تم میں سے کوئی ایک اپنی چھری کو تیز کر لے اور ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔ (صحیح مسلم: ۱۹۵۵، کتاب الصید، باب الامر باحسان الذبح)

قربانی کے جانور پر تکبیر پڑھنے کا بیان

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ قربانی کے جانور پر تکبیر پڑھنا بھی اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ۔ (البقرہ: ۱۸۵) اور اللہ کی کبریائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے۔

اور اس کا معنی ہے کہ نیت کو اللہ کے لیے حاضر کیا جائے، نہ کہ کسی اور کام کے لیے زمانہ جاہلیت میں جس طریقہ سے عبادت کی جاتی تھی۔ اور حسن بصری ذبح کے وقت یوں کہتے تھے:

بسم اللہ واللہ اکبر ھذا منك ولك اللھم تقبل من فلان۔ اللہ کے نام سے اور اللہ بہت بڑا ہے، یہ قربانی تیری طرف سے ہے، اور تیرے لئے ہے، اے اللہ! تو اس کو فلاں کی طرف سے قبول فرما۔

اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ذبح کے وقت صرف اللہ کا نام لے، اور ذبح کے وقت یہ کہنا مکروہ ہے کہ اے اللہ! تو فلاں کی طرف سے ذبح کو قبول فرما۔ اور اگر بسم اللہ پڑھنے اور ذبح کرنے سے پہلے یہ دعا مانگ لی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اور ابن القاسم مالکی یہ کہتے تھے کہ ذبح کرنے والے کو چاہیے کہ وہ ''بسم اللہ واللہ اکبر'' کہے، اور یہ جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کی نہیں ہے اور نہ تسبیح پڑھنے کی ہے، یہاں پر صرف اللہ وحدہ لاشریک کا ذکر کرے، اور یہی اللیث کا قول ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے ''بسم اللہ واللہ اکبر'' اور ابن القاسم نے کہا: اگر اس نے صرف بسم اللہ پڑھی تو بھی کافی ہے۔ اور اگر چاہے تو کہے: اے اللہ! میری طرف سے قبول فرما۔

اور امام مالک نے ان کے اس قول کا انکار کیا ہے کہ وہ کہے ''اللھم منك والیك'' یعنی اے اللہ! تیری طرف سے ہے اور تیری طرف ہے''۔ (المدونہ ج ۱ ص ۴۲۹)

اور امام شافعی نے کہا: ذبیحہ کو صرف بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے، اور اگر اس نے بسم اللہ کے ساتھ کسی اور چیز کا ذکر کیا یا سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ پڑھی تو میں اس کو مکروہ نہیں کہتا، اور اگر اس نے کہا: اے اللہ! اس کو میری طرف سے قبول فرما، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

اور محمد بن الحسن نے کہا: اگر کسی شخص نے بکری ذبح کی اور ''الحمد للہ'' کہا یا ''سبحان اللہ واللہ اکبر'' کہا اور اس سے بسم اللہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ سب الفاظ اللہ کے نام ہیں۔ اور انہوں نے کہا: اگر کسی شخص نے الحمد للہ کہا اور اس سے اس کی مراد تھی کہ وہ اللہ کی حمد کرے، نہ کہ بسم اللہ کا ارادہ کرے، تو یہ بسم اللہ پڑھنے کے لیے کافی نہیں ہے اور یہ ذبیحہ کھایا نہیں جائے گا، ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۶۲۷۔ ۶۲۹، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

١٠- بَابُ: مَنْ ذَبَحَ ضَحِيَّةَ غَيْرِهِ
اس کا بیان جس نے دوسرے کی قربانی کو ذبح کیا

وَأَعَانَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ فِي بَدَنَتِهِ۔ (تغلیق التعلیق ج ۵ ص ۱۱)

اور ایک مرد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اونٹ کے قربانی میں مدد کی۔

وَأَمَرَ أَبُو مُوسَى بَنَاتِهِ أَنْ يُضَحِّينَ بِأَيْدِيهِنَّ (مصنف عبد الرزاق: ۷۱۶۹)

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں''۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے دوسرے کی قربانی کو ذبح کیا، یعنی اس کی اجازت سے۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح

اس کے بعد امام بخاری کی یہ تعلیق ہے کہ ایک مرد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اونٹ کو ذبح کرنے میں مدد کی۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی ذبح کے وقت ان کی مدد کی، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ اثر عنوان کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ کسی مرد کے ذبح کے وقت مدد کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسرے کی قربانی کو اس کی اجازت سے ذبح کرے، اور جو شخص اونٹ کو روکنے میں مدد کرتا ہے، اس کو ذبح کرنے والا نہیں کہا جاتا۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:
امام عبد الرزاق از ابن عیینہ از عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو منیٰ میں نحر کر رہے تھے اور اس اونٹ کو بٹھایا ہوا تھا اور اس کے پیر باندھے ہوئے تھے اور ایک مرد نے اس اونٹ کے سر میں رسی باندھی ہوئی تھی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو ذبح کر رہے تھے۔
اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ جب ذبح میں معاونت مشروع ہے تو استنابت بھی اسی کے ساتھ لاحق ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ جواب غور وفکر کا محتاج ہے۔
دوسری تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ سے جانور کو ذبح کریں۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تعلیق بھی عنوان کے مطابق نہیں ہے، بلکہ تعلیق اور عنوان میں مخالفت ہے اور اس تعلیق کا محل اس سے پہلے والا باب تھا، کیونکہ اس باب کا عنوان تھا کہ'' جو قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے''۔ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ عبد اللہ بن قیس الاشعری، اور اس تعلیق کی امام حاکم نے المستدرک میں از المسیب بن رافع روایت کی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ اپنی قربانیوں کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔
اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا اپنی قربانیوں کو ذبح کرنا جائز ہے جب کہ ان کو اچھے طریقہ سے ذبح کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳۰-۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۵۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ
امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے

Marfat.com

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِسَرِفَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ مَا لَكِ أَنَفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ اقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ وَضَحّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس مقام سرف میں آئے اور میں اس وقت رو رہی تھی۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا، کیا تمہیں حیض آ گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے، تم وہ تمام افعال کرو جو حج کرنے والے کرتے ہیں، سوائے اس کے کہ تم بیت اللہ کا طواف نہیں کرو گی، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

(صحیح البخاری: ۲۹۴، ۳۰۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱۶، ۱۵۱۸، ۱۵۵۶، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۶۳۸، ۱۶۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷۶۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸۴، ۴۳۹۵، ۴۴۰۱، ۴۴۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵۴۸، ۵۵۵۹، ۶۱۵۷، ۷۲۲۹، صحیح مسلم: ۱۲۱۱، سنن ترمذی: ۹۴۵، سنن نسائی: ۲۹۰، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۲، سنن ابن ماجہ: ۲۹۶۳، مسند احمد: ۲۵۳۱۰)

صحیح البخاری: ۵۵۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ واضح مطابقت نہیں ہے، لیکن تکلف کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی کی، کیونکہ محدثین اور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی ازواج کی اجازت سے ان کی طرف سے قربانی کی۔

اس حدیث میں ہے "اقضی ما یقضی الحاج" اس حدیث میں قضی کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ قضی کا لغوی معنی مراد ہے، یعنی ادا کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۔ بَابُ: الذَّبْحِ بَعْدَ الصَّلَاةِ — نماز (عید) کے بعد قربانی کو ذبح کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قربانی کے جانور کو نمازِ عید کے بعد ذبح کیا جائے۔

۵۵۶۰۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن المنہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے زبید نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے الشعبی سے سنا از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے

Marfat.com

ثُمَّ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ هٰذَا فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ فَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ فَقَالَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا وَلَنْ تَجْزِيَ أَوْ تُوفِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ۔

ہیں کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (نمازِ عید کا) خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: بے شک ہم آج اس دن جس کام کو سب سے پہلے کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، پھر ہم (گھروں کو) واپس جاتے ہیں، پھر ہم (اونٹوں کو) نحر کرتے ہیں۔ سو جس نے ایسا کیا، اس نے ہماری سنت کو پالیا، اور جس نے نحر کرلیا تو یہ صرف وہ گوشت ہے جسے اس نے اپنے گھر والوں کے لیے پہلے بھیجا اور یہ قربانی میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ تب حضرت ابو بُردہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے نماز (عید) سے پہلے ذبح کرلیا، اور میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو ایک سال کے بچے سے افضل ہے، آپ نے فرمایا: تم اس کی اس کی جگہ قربانی کردو، اور تمہارے بعد یہ کسی کی طرف سے کافی نہیں ہوگا یا فرمایا: پورا نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۵۵۴۵، صحیح مسلم: ۱۹۶۱، سنن ترمذی: ۱۵۰۸، سنن نسائی: ۱۵۶۳، سنن ابوداؤد: ۲۸۰۰، مسند احمد: ۱۸۰۰۱۲، سنن دارمی: ۱۹۶۲)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۵۴۵، میں گزر چکی ہے۔

۱۲۔ بَابُ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَعَادَ — جس نے نماز (عید) سے پہلے قربانی کی، وہ دوبارہ قربانی کرے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کی، وہ دوبارہ قربانی کرے۔

۵۵۶۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ فَقَالَ رَجُلٌ هٰذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيهِ اللَّحْمُ وَذَكَرَ هَنَةً مِنْ جِيرَانِهِ فَكَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَذَرَهُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْنِ فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا أَدْرِي بَلَغَتِ الرُّخْصَةُ أَمْ لَا ثُمَّ انْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ يَعْنِي فَذَبَحَهُمَا ثُمَّ انْكَفَأَ النَّاسُ إِلَى غُنَيْمَةٍ فَذَبَحُوهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے نماز (عید) سے پہلے قربانی کی، وہ دوبارہ قربانی کرے۔ ایک مرد نے کہا: اس دن گوشت کی خواہش کی جاتی ہے اور اس نے اس وقت اپنے پڑوسیوں کا ذکر کیا، پس گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو معذور قرار دیا، اور اس نے کہا: میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے، جو دو بکریوں سے زیادہ بہتر ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو رخصت دے دی، پس میں نہیں جانتا کہ یہ رخصت (عام) ہے یا نہیں؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے، یعنی ان دونوں کو آپ نے ذبح کیا، پھر لوگ

Marfat.com

اپنی بکریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے ان کو ذبح کر دیا۔

(صحیح البخاری:۹۵۴، ۹۸۴، ۵۵۴۶، ۵۵۴۹، ۵۵۶۱، صحیح مسلم:۱۹۶۲، سنن نسائی:۴۳۹۶، مسند احمد:۱۱۷۱۰)

یہ حدیث اس سے پہلے کئی بار گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی صحیح البخاری:۹۵۴ میں کی جا چکی ہے۔

۵۵۶۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ سَمِعْتُ جُنْدَبَ بْنَ سُفْيَانَ الْبَجَلِيَّ قَالَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرَى وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاسود بن قیس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے جندب بن سفیان البجلی سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس یوم النحر کو حاضر تھا، آپ نے فرمایا: جس نے نماز (عید) سے پہلے ذبح کر لیا، وہ دوبارہ اس کی جگہ قربانی کرے، اور جس نے نہیں ذبح کیا، وہ ذبح کر لے۔

(صحیح البخاری:۹۸۵، ۵۵۰۰، ۵۵۶۲، ۶۶۷۴، ۷۴۰۰، صحیح مسلم:۱۹۶۰، سنن نسائی:۴۳۹۸، سنن ابن ماجہ:۳۱۵۲، مسند احمد:۱۸۳۲۱)

اس حدیث میں چونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر لی، وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے''، اس ارشاد سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ قربانی کرنا واجب ہے۔

۵۵۶۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا فَلَا يَذْبَحْ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فَعَلْتُ فَقَالَ هُوَ شَيْءٌ عَجَّلْتَهُ قَالَ فَإِنَّ عِنْدِي جَذَعَةً هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّتَيْنِ آذْبَحُهَا قَالَ نَعَمْ ثُمَّ لَا تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ قَالَ عَامِرٌ هِيَ خَيْرُ نَسِيكَتَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از فراس از عامر از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نمازِ (عید) پڑھی، پھر آپ نے فرمایا: جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا، وہ اس وقت تک قربانی نہ کرے جب تک کہ گھر واپس نہ چلا جائے، تب حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں تو کر چکا ہوں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ وہ کام ہے جس کو تم نے جلدی کر لیا ہے، انہوں نے کہا: پس بے شک میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو دو سال کے بکروں سے زیادہ بہتر ہے، آیا میں اس کی قربانی کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر تمہارے بعد کسی اور کی طرف سے یہ قربانی کافی نہیں ہوگی۔ عامر نے کہا: یہ ان کی بہترین قربانی تھی۔

(صحیح البخاری: ۹۵۱، ۹۵۵، ۹۶۵، ۹۷۶، ۹۸۳، ۵۵۴۵، ۵۵۵۶، ۵۵۵۷، ۵۵۶۰، ۵۵۶۳، ۶۶۷۳، صحیح مسلم: ۱۹۶۱، سنن ترمذی: ۱۵۰۸، سنن نسائی: ۱۵۶۳، سنن ابوداؤد: ۲۸۰۰، مسند احمد: ۱۸۰۱۲، سنن دارمی: ۱۹۶۲)

صحیح البخاری: ۵۵۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس نے نماز سے پہلے قربانی کرلی، وہ دوبارہ قربانی کرے''۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے ہماری نماز پڑھ لی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرلیا، وہ اس وقت تک قربانی کو ذبح نہ کرے حتیٰ کہ ہم گھروں کو واپس لوٹ جائیں، اس ارشاد سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کرلی، وہ دوبارہ قربانی کرے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ''ابوعوانہ''، یہ الوضاح ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ''فراس'' یہ ابن یحییٰ ہیں اور اس حدیث کی سند میں عامر کا ذکر ہے، یہ الشعبی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا''۔ اس کا معنی ہے کہ جو شخص دین اسلام پر ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''حتی ننصرف'' یعنی حتیٰ کہ ہم گھروں کو لوٹ جائیں یا حتیٰ کہ وہ شخص گھروں کو لوٹ جائے۔ اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ جب نماز کے بعد گھر چلا جائے تو پھر قربانی کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فعلت'' یعنی میں نے ذبح کا فعل نماز سے پہلے کرلیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عجلته'' یعنی تم نے جلدی سے قربانی کر کے اپنے گھر والوں کے لیے گوشت بھیج دیا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''مسنتین'' یہ مسنة کا تثنیہ ہے۔ اور مسنة اس کو کہتے ہیں جس کے دودھ کے دانت گر چکے ہوں یعنی وہ ایک سال کا بکرا ہو۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''عامر نے کہا: یہ اس کی بہترین قربانی تھی''، یعنی یہ چھ ماہ کا بکرا اس کی کی ہوئی قربانی سے زیادہ بہتر تھا۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ زیادہ بہتر تو اس وقت ہوگا جب کہ اس کا پہلا ذبیحہ بھی قربانی ہو، حالانکہ پہلا ذبیحہ تو نمازِ عید سے پہلے ذبح کیا گیا تھا اور وہ قربانی تھی ہی نہیں، تو یہ ذبیحہ اس سے بہتر قربانی کیسے ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے: چونکہ اس نے اپنے پڑوسیوں کو کھلانے کے لیے وہ جانور ذبح کیا تھا، اور یہ بھی عبادت ہے اور قربانی بھی عبادت ہے تو اس اعتبار سے اس کا پہلا ذبیحہ بھی قربانی تھا اور چونکہ دوسرا ذبیحہ نمازِ عید کے بعد کیا گیا تو وہ بہتر قربانی تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ پہلا ذبیحہ بھی صورتاً قربانی تھا۔

Marfat.com

گاؤں اور دیہات کے لوگوں کی قربانی کا بیان

گاؤں اور دیہات کے لوگوں کے لیے تو نمازِ عید مشروع نہیں ہے، تو ان لوگوں کی قربانی کیسے ہوگی؟

عطاء بن ابی رباح نے کہا: گاؤں اور دیہات کے لوگ طلوعِ شمس کے بعد قربانی کرلیں اور یہی ان کے حق میں بہتر ہے، امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا کہ گاؤں اور دیہات کے لوگ صبح کی نماز کے بعد اتنا وقت گزار لیں جتنے وقت میں شہر کے اندر نمازِ عید پڑھی جاتی ہے اور دو خطبے دیے جاتے ہیں، اس کے بعد قربانی کرلیں۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے اور ان کے اصحاب نے کہا کہ دیہات کے لوگ جب طلوعِ فجر کے بعد قربانی کرلیں تو یہ ان سے کفایت کرے گی، کیونکہ ان کے لیے نمازِ عید مشروع نہیں ہے۔ اور الثوری اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳۲۔ ۲۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳۔ بَابٌ: وَضْعِ الْقَدَمِ عَلَى صَفْحِ الذَّبِيحَةِ

ذبیحہ کی گردن پر پیر رکھنے کا بیان

۵۵۶۴۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتِهِمَا وَيَذْبَحُهُمَا بِيَدِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ دو سینگوں والے سرمئی مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور آپ اپنا پیر اس کی گردن کی جانب رکھتے تھے اور اپنے ہاتھ سے ان کو ذبح کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۶، سنن ترمذی: ۱۴۹۴، سنن نسائی: ۱۵۸۸، سنن ابوداؤد: ۲۷۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۰، مسند احمد: ۱۱۷۳۷، سنن دارمی: ۱۹۴۵)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے صحیح البخاری: ۵۵۵۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۔ بَابٌ: التَّكْبِيرِ عِنْدَ الذَّبْحِ

ذبح کے وقت تکبیر پڑھنے کا بیان

۵۵۶۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ وَسَمَّى وَكَبَّرَ وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دو سرمئی رنگ کے سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی کی اور ان دونوں کو اپنے مبارک ہاتھ سے ذبح کیا اور بسم اللہ پڑھی اور اللہ اکبر کہا اور اپنا پیر اس کی گردن کی جانب پر رکھا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۶، سنن ترمذی: ۱۴۹۴، سنن نسائی: ۱۵۸۸، سنن ابوداؤد: ۲۷۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۰، مسند احمد: ۱۱۷۳۷، سنن دارمی: ۱۹۴۵)

Marfat.com

اس حدیث کی شرح بھی اس سے پہلے صحیح البخاری: ۵۵۵۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۔ بَابٌ: إِذَا بَعَثَ بِهَدْيِهِ لِيُذْبَحَ لَمْ يَحْرُمْ عَلَيْهِ شَيْءٌ

جب کوئی شخص اپنی ہدی (قربانی کے جانور) کو (حرم میں) ذبح کے لیے بھیجے، تو اس پر کوئی چیز حرام نہیں ہوگی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنی ہدی کو یعنی قربانی کے جانور کو حرم کی طرف بھیجے تا کہ اس قربانی کو ذبح کیا جائے، تو اس پر کوئی ایسا کام حرام نہیں ہوگا جو مُحرم پر حرام ہو جاتا ہے۔ اور اس کی تفصیل کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔

۵۵۶۶۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّهُ أَتَى عَائِشَةَ فَقَالَ لَهَا يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ رَجُلًا يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ إِلَى الْكَعْبَةِ وَيَجْلِسُ فِي الْمِصْرِ فَيُوصِي أَنْ تُقَلَّدَ بَدَنَتُهُ فَلَا يَزَالُ مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مُحْرِمًا حَتّٰى يَحِلَّ النَّاسُ قَالَ فَسَمِعْتُ تَصْفِيقَهَا مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ فَقَالَتْ لَقَدْ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَيَبْعَثُ هَدْيَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ فَمَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ مِمَّا حَلَّ لِلرِّجَالِ مِنْ أَهْلِهِ حَتّٰى يَرْجِعَ النَّاسُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے خبر دی از الشعبی از مسروق، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر پوچھا: اے ام المومنین! ایک مرد ہدی کو کعبہ کی طرف روانہ کرتا ہے اور خود شہر میں بیٹھا رہتا ہے، پس وہ یہ وصیت کرتا ہے کہ اس کے اونٹ میں بہ طور نشانی ہار ڈالا جائے، تو کیا وہ اس دن سے مُحرم رہے گا حتیٰ کہ حج کرنے والے حج سے حلال ہو جائیں؟ مسروق کہتے ہیں: میں نے پردے کے پیچھے سے سنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا، پس انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے ہار بٹتی تھی، پھر آپ اپنی ہدی کو کعبہ کی طرف روانہ کرتے، پھر آپ کے اوپر کوئی ایسا کام حرام نہ ہوتا جو آپ کے گھر کے مردوں کے لیے حلال تھا، حتیٰ کہ حج کرنے والے حج سے واپس آ جاتے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۹۶، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۲۳۱۷، ۵۵۶۶، صحیح مسلم: ۱۳۲۱، سنن نسائی: ۲۷۸۳، سنن ابوداؤد: ۱۷۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۵، مسند احمد: ۱۷۹۳۴، موطا امام مالک: ۷۶۲، سنن دارمی: ۱۹۳۶)

صحیح البخاری: ۵۵۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جب کوئی شخص اپنی ہدی کو حرم میں ذبح کے لیے بھیجے تو اس پر کوئی چیز حرام نہیں ہوتی"۔ اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے لیے ہار بٹتی تھی اور آپ اپنی ہدی

Marfat.com

کو کعبہ کی طرف بھیجتے اور آپ پر وہ کام حرام نہیں ہوتے تھے جو آپ کے گھر کے مردوں کے لیے حلال تھے، حتیٰ کہ لوگ حج کر کے واپس آ جاتے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن محمد، یہ ابن موسیٰ ہیں، ان کو مردویہ السمسار المروزی کہا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، یہ ابن ابی خالد ہیں۔

یہ حدیث کتاب الحج باب تقلید الغنم میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مفصل شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان تقلد" اس کا مصدر تقلید ہے اور یہ مجہول کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے کہ قربانی کے جانور کے گلے میں کسی چیز کا ہار بنا کر لٹکایا جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ ہدی ہے یعنی قربانی کا جانور ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بدنته" اس سے مراد اونٹنی ہے، جس کو مکہ میں نحر کیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تصفيقها" یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا، تا کہ اس کی آواز سنی جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یا تو تعجب کی وجہ سے ہاتھ پر ہاتھ مارا تھا اور یا اس پر افسوس کی وجہ سے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کے ساتھ ہدی کا جانور حرم میں ذبح کرنے کے لیے بھیجے تو محض بھیجنے سے وہ شخص مُحرم ہو جاتا ہے۔

ہدی بھیجنے کی وجہ سے بھیجنے والے کے محرم ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا ہے کہ جو شخص حرم کی طرف ہدی کو ذبح کے لیے بھیجے، تو اس شخص پر احرام لازم ہو جاتا ہے جب وہ ہدی کے گلے میں ہار ڈال دے اور اس پر لازم ہے کہ وہ ان تمام کاموں سے اجتناب کرے جن سے حج کرنے والا اجتناب کرتا ہے، حتیٰ کہ اس کی ہدی کو نحر کر دیا جائے یا ذبح کر دیا جائے۔

عطاء بن ابی رباح کا بھی یہی موقف ہے اور ائمہ فتویٰ اس کے خلاف ہیں، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہدی کو کعبہ کی طرف بھیجتے اور آپ کے اوپر ان کاموں سے کوئی کام حرام نہیں ہوتا جو گھر کے مردوں کے لیے حلال تھے حتیٰ کہ لوگ حج کر کے لوٹ آتے۔

ہلال ذوالحجہ دیکھنے کے بعد قربانی کرنے والے کے احکام

امام مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص ذوالحجہ کا ہلال دیکھے اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ کرتا ہو تو نہ وہ اپنے بال کاٹے اور نہ اپنے ناخن کاٹے حتیٰ کہ قربانی کر لے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: سعید بن المسیب، امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔ اللیث نے کہا: یہ حدیث ثابت ہے اور اکثر لوگ اس حدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

امام طحاوی نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے زیادہ احسن ہے، کیونکہ یہ حدیث

Marfat.com

متواتر ہے۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی سند میں طعن کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حضرت ام سلمہ پر موقوف ہے اور مرفوع نہیں ہے۔

علامہ ابن ملقن نے التوضیح میں لکھا ہے کہ امام شافعی، ابوثور اور اہل الظاہر کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کے اوپر ذوالحجہ کے دس دن داخل ہو جائیں اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، تو نہ وہ اپنے بالوں کو چھوئے اور نہ اپنے ناخنوں کو۔

اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی یہ اجازت دیتے تھے کہ جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، وہ اپنے بال اور ناخن کاٹ سکتا ہے جب تک کہ وہ احرام نہ باندھے، البتہ وہ کہتے ہیں کہ ذوالحجہ کے دس دن داخل ہونے کے بعد اس میں توقف کرنا مستحب ہے اور امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا ہے، یہ اختیاری ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳۴۔ ۲۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی تائید

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

الزہری نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے موقف پر اجماع ہو چکا ہے، امام بیہقی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے اس مسئلہ میں جس نے جہالت سے پردہ اٹھایا اور سنت کو ظاہر کیا، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، اور جب لوگوں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پہنچی تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر عمل کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کو ترک کر دیا۔ علامہ ابن المنذر نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک ہدی کے گلے میں ہار ڈالنے سے کوئی شخص محرم نہیں ہوتا اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۶۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہلال ذوالحجہ کے بعد کے احکام

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص ذوالحجہ کا ہلال دیکھے اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو نہ وہ اپنے بالوں کو کاٹے اور نہ اپنے ناخنوں کو کاٹے حتیٰ کہ قربانی کر لے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۷۷، کتاب الاضاحی، باب: نهي من دخل عليه عشر ذي الحجة وهو مريد التضحية ان ياخذ من شعره و اظفاره شيئا)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے، اس حدیث کی ابن وہب اور عثمان بن عمر نے امام مالک سے روایت کی ہے از عمر بن مسلم از سعید بن المسیب از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، اور اس کو مرفوع نہیں کہا، یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول قرار دیا ہے۔ پھر امام طحاوی لکھتے ہیں: نظر کا تقاضا یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ احرام سے وہ چند چیزیں ممنوع ہو جاتی ہیں جو اس سے پہلے حلال تھیں، جماع حرام ہو جاتا ہے، اپنی بیوی کو بوسہ دینا حرام ہو جاتا ہے اور ناخن کاٹنا، بال کاٹنا اور شکار کرنا، یہ تمام کام احرام سے حرام ہو جاتے ہیں۔ اور اس لیے کہ جماع احرام کو فاسد کر دیتا ہے اور ان کے علاوہ باقی کام احرام کو فاسد نہیں کرتے، پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جس پر ذوالحجہ کے دس دن داخل ہوئے اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ کرتا ہو تو اس پر اپنی بیویوں سے

جماع کرنا حرام نہیں ہوتا۔ اور یہ احرام کی سب سے غلیظ تحریم ہے تو ناخن کاٹنا اور بال کاٹنا جو اس سے کم درجہ کے ممنوع کام ہیں، تو وہ بہ طریق اولیٰ قربانی کرنے والے پر حرام نہیں ہوں گے۔

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی امام مسلم نے اپنی صحیح میں مرفوعاً روایت کی ہے، اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق ہے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۲۲۰)

اور سلف صالحین میں سے امام شافعی، ابوثور اور اہل الظاہر کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کے اوپر ذوالحجہ کے دس دن داخل ہو گئے اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ کرتا ہو، تو وہ اپنے بالوں کو نہ چھوئے اور نہ وہ اپنے ناخنوں کو چھوئے۔

اور ابن المنذر نے امام مالک اور امام شافعی سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ قربانی کرنے والے کو بال کاٹنے اور ناخن کاٹنے کی رخصت نہیں دیتے تھے جب تک وہ احرام نہ باندھے، البتہ وہ یہ کہتے تھے کہ ان دس دنوں کے داخل ہونے کے بعد جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اس کے لیے توقف کرنا مستحب ہے اور امام شافعی یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ حکم دیا ہے، وہ اختیاری ہے۔

امام الدارقطنی نے کہا ہے: صحیح یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث موقوف ہے، اور مسدد نے کہا کہ ابن سیرین یہ کہتے تھے کہ جب یہ دس دن داخل ہو جائیں تو مرد کا بال کاٹنا مکروہ ہے، حتیٰ کہ ان دس دنوں میں بچوں کے بال مونڈنا بھی ممنوع ہے۔

ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے اس مسئلہ کی مخالفت کی ہے اور ہمارے علم میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے، سوا اس کے کہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن المسیب ان دس دنوں میں بالوں پر تیل کی مالش میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور انہوں نے کہا کہ سعید بن المسیب بھی اس حدیث کے راوی ہیں، گویا کہ یہ اس حدیث پر ایک طعن ہے۔

علامہ ابن ملقن نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ سعید بن المسیب کے قول کا اعتبار نہیں ہے، ان کی روایت کا اعتبار ہوتا ہے، دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ بالوں پر تیل کی مالش اور چیز ہے اور بالوں کا کاٹنا ایک الگ چیز ہے۔ اور تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ ہو سکتا ہے سعید بن المسیب نے بالوں پر تیل کی مالش کو اس شخص کے لیے جائز قرار دیا ہو جو قربانی کا ارادہ نہ کرتا ہو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۶۳۹ - ۶۴۲ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: علامہ ابن الملقن کی اس شرح کا کچھ حصہ علامہ عینی نے اپنی شرح میں نقل کر دیا ہے، جس کو ہم علامہ عینی کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں، ہم نے یہاں پر علامہ ابن ملقن کی شرح کا وہ حصہ نقل کیا ہے، جس کو علامہ عینی نے نقل نہیں کیا ہے۔ علامہ ابن الملقن نے اس شرح میں اور بھی بہت زیادہ لکھا ہے لیکن وہ اتنا مفید نہیں ہے۔

۱۶۔ بَابٌ: مَا يُؤْكَلُ مِنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ وَمَا يُتَزَوَّدُ مِنْهَا

قربانیوں کے گوشت میں سے کتنی مقدار کھائی جائے اور کتنی مقدار کو زادِ راہ کے لیے جمع کیا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ قربانیوں کے گوشت میں سے کتنی مقدار کو کھانا جائز ہے اور بعض شارحین نے کہا ہے کہ اس

Marfat.com

میں تہائی یا نصف کی قید نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ باب اس کو شامل ہے کہ تین دن یا اس سے زیادہ تک قربانیوں کے گوشت کو کھانا جائز ہے۔اور ہر حال میں یہ عنوان مبہم ہے اور اس باب کی احادیث اس ابہام کی وضاحت کرتی ہیں، پس حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ قربانیوں کے گوشت کو جمع کر کے مسافر کے لیے بہ طور زادِراہ رکھنا جائز ہے، سو اس میں یہ دلیل ہے کہ تین دن سے زیادہ تک قربانیوں کا گوشت کھانا جائز ہے۔اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پہلے یہ حکم تھا کہ تین دن کے بعد قربانیوں کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے اور اس کے بعد اس میں تین دن سے زیادہ دنوں تک قربانیوں کا گوشت کھانے کی اجازت دی گئی ہے اور اس کی وجہ اس حدیث میں بیان کردی گئی ہے۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تین دن سے زیادہ تک قربانیوں کا گوشت کھانے کی رخصت ہے،اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کا اثر اس پر دلالت کرتا ہے کہ تین دن سے زیادہ تک قربانیوں کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے اور اس کا جواب عنقریب آئے گا۔

اس باب میں مذکور ہے"وما یتزود منھا" یعنی قربانی کے گوشت میں سے سفر کے زادِراہ کے طور پر رکھنے کا جواز۔

۵۵۶۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَبْنَ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُومَ الْأَضَاحِيِّ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى الْمَدِينَةِ وَقَالَ غَيْرَ مَرَّةٍ لُحُومَ الْهَدْيِ۔

(صحیح مسلم:۱۹۷۲،مسند احمد:۱۴۳۹۰۷،سنن دارمی:۱۹۶۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: عمرو نے بتایا مجھے عطاء نے خبر دی ،انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا،وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قربانیوں کا گوشت بہ طور زادِراہ کے مدینہ تک لے جاتے تھے،اور متعدد بار انہوں نے کہا: ہدی کا گوشت (یعنی قربانی کی بجائے ہدی کا ذکر کیا ہے)۔

صحیح البخاری:۵۵۶۷،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے دو جز ہیں،پہلا جز ہے کہ قربانیوں کے گوشت میں سے کتنی مقدار کو کھایا جائے،اور دوسرا جز ہے کہ قربانیوں کے گوشت میں سے بہ طور زادِراہ رکھنے کا جواز۔اور یہ حدیث عنوان کے دوسرے جز کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے،یہ ابن المدینی ہیں اور سفیان کا ذکر ہے،یہ ابن عیینہ ہیں۔اور عمرو کا ذکر ہے،یہ ابن دینار ہیں۔اور عطاء کا ذکر ہے،یہ ابن ابی رباح ہیں۔

Marfat.com

یہ حدیث کتاب الجہاد میں بھی علی بن عبداللہ کی روایت سے گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"علیٰ عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں۔اور یہ معلوم ہے کہ جب صحابی یہ کہیں کہ ہم اس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کرتے تھے تو یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے"وقال غیر مرة" یعنی ایک مرتبہ سفیان نے"لحوم الاضاحی" کہا یعنی قربانیوں کا گوشت اور متعدد مرتبہ"لحم الهدی" کہا یعنی ہدی کا گوشت۔اور ہدی بھی دراصل قربانی ہی ہوتی ہے جو بہ طورِ شکرانہ بھیجی جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۶۸۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ أَنَّ ابْنَ خَبَّابٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ يُحَدِّثُ أَنَّهُ كَانَ غَائِبًا فَقَدِمَ فَقُدِّمَ إِلَيْهِ لَحْمٌ قَالُوا هَذَا مِنْ لَحْمِ ضَحَايَانَا فَقَالَ أَخِّرُوهُ لَا أَذُوقُهُ قَالَ ثُمَّ قُمْتُ فَخَرَجْتُ حَتَّى آتِيَ أَخِي أَبَا قَتَادَةَ وَكَانَ أَخَاهُ لِأُمِّهِ وَكَانَ بَدْرِيًّا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ حَدَثَ بَعْدَكَ أَمْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از القاسم کہ ابن خباب نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ غائب تھے، پھر وہ آگئے تو ان کے پاس گوشت لایا گیا اور بتایا: یہ ہماری قربانیوں کا گوشت ہے، تو حضرت ابوسعید نے فرمایا: اس کو ہٹاؤ، میں اس گوشت کو نہیں چکھوں گا، حضرت ابوسعید نے کہا: پھر میں کھڑا ہوا حتیٰ کہ باہر نکلا اور میں اپنے بھائی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور وہ ان کے ماں شریک بھائی تھے اور بدری صحابی تھے، پس میں نے ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: تمہارے بعد ایک نیا حکم آگیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۹۹۷، ۵۵۶۸، سنن نسائی: ۴۴۲۷، مسند احمد: ۱۰۷۹۲، موطا امام مالک: ۱۰۴۸)

صحیح البخاری: ۵۵۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی عنوان کے پہلے جز کے ساتھ مطابقت ہے، یعنی جس میں یہ ذکر ہے کہ قربانیوں کے گوشت کو کتنے دنوں تک کھانا جائز ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے"اسماعیل" اور یہ ابن ابی اویس ہیں۔اور سلیمان کا ذکر ہے، اور یہ ابن بلال ہیں۔اور یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، یہ انصاری ہیں۔اور قاسم کا ذکر ہے، یہ ابن محمد بن ابی بکر صدیق ہیں۔اور ابن خباب کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن خباب

Marfat.com

الانصاری التابعی ہیں۔اور حضرت خباب بن الارت صحابی ہیں۔اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ،ان کا نام سعد بن مالک ہے۔اس حدیث کے تمام راوی مدنی ہیں اور اس میں تین تابعی ہیں یحییٰ،قاسم اور ان کے شیخ۔اور اس سند میں دو صحابی ہیں،حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ بن نعمان الظفری رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی امام نسائی،امام طبرانی،امام احمد اور امام طحاوی نے روایت کی ہے،اور اس کی عبارت اس طرح ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اپنے گھر آئے تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک پیالے میں ثرید ہے اور گوشت ہے،اور وہ گوشت قربانی کا تھا،تو انہوں نے اس کو کھانے سے انکار کیا،پھر وہ اپنے ماں شریک بھائی حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے سال فرمایا:میں نے تم کو تین دن سے زیادہ قربانیوں کے گوشت کے کھانے سے منع کیا تھا اور اب میں تمہارے لیے اس کو حلال کرتا ہوں،پس اب تم قربانیوں کے گوشت سے جب تک چاہو،کھاؤ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ،حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے،کیونکہ ان دونوں کی ماں حضرت انیسہ بنت ابی خارجہ عمرو بن قیس بن مالک تھیں،جن کا تعلق بنی عدی بن النجار سے تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے بعد ایک نیا حکم آ گیا،یعنی ایسا حکم آ گیا جس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا جس میں قربانیوں کے گوشت کو تین دن کے بعد کھانے سے منع کیا گیا تھا۔

امام احمد نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ،وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع کیا تھا کہ ہم اپنی قربانیوں کے گوشت کو تین دن سے زیادہ کھائیں،وہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں ایک سفر میں گیا،پھر میں اپنے گھر آیا اور قربانی کو کئی دن گزر چکے تھے،تو میری بیوی چقندر پکا کر لائی جس کے اندر گوشت بھی تھا اور میری بیوی نے بتایا کہ یہ گوشت ہماری قربانیوں کے گوشت میں سے ہے،میں نے اپنی بیوی سے کہا:کیا ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا،تو میری بیوی نے کہا:آپ نے اس کے بعد لوگوں کو قربانیوں کے گوشت کو رکھنے کی اجازت دی،تو میں نے اپنی بیوی کی تصدیق نہیں کی حتیٰ کہ اپنے بھائی حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو بلایا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس کی اجازت دے دی ہے۔

اور اسی حدیث کی مثل وہ حدیث ہے جس کو ہم نے امام نسائی اور امام طحاوی کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔

تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کو کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

فقہاء اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے،پس ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کو کھانا حرام ہے اور یہ عبد اللہ بن واقد بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب ہیں۔اور اصحاب ظواہر کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

امام مسلم از حضرت عبد اللہ بن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں،آپ نے فرمایا:تم میں سے کوئی شخص تین دن کے بعد اپنی قربانی کا گوشت نہ کھائے۔اس کے علاوہ دوسری احادیث بھی ہیں جو اس مسئلہ میں وارد ہیں۔

اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور وہ جمہور علماء اسلام ہیں۔ان کے نزدیک تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت

Marfat.com

کو جمع کرنے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور دیگر شہروں کے بھی فقہاء ہیں، ان میں سے ائمہ اربعہ اور ان کے اصحاب ہیں۔ اور ان کا استدلال حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے ہے اور دیگر احادیث سے بھی ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جس حدیث میں تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کو رکھنے اور کھانے سے منع کیا گیا ہے، اس میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ بہ طور تحریم منع کیا گیا تھا، پھر اس حدیث کے حکم کو منسوخ کر کے اس کو مباح کر دیا گیا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو بہ طورِ کراہت منع کیا گیا ہے، تو اس کے منسوخ ہونے کی بھی گنجائش ہے اور غیر منسوخ ہونے کی بھی گنجائش ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی علت کی وجہ سے تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کو رکھنے سے منع فرمایا اور جب وہ علت مرتفع ہوگئی تو پھر لوگوں کو تین دن کے بعد بھی قربانیوں کا گوشت رکھنے کی رخصت دے دی گئی، کیونکہ جس سال منع فرمایا تھا، اس سال لوگوں کو گوشت کی سخت ضرورت تھی اور گوشت کے حصول میں ان کو مشقت ہوتی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳۶۔ ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۶۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قربانی کے تین دن بعد قربانی کا گوشت کھانے اور رکھنے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنا حرام ہے، اور ان کا استدلال حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ قربانی کے تین دن بعد تک قربانی کا گوشت کھانے اور رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور یہی جمہور کا موقف ہے اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ اباحت کی احادیث ممانعت کی احادیث کے لیے ناسخ ہیں، یہ امام طحاوی کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۸۷)

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی ناسخ ہے اور نہ کوئی منسوخ ہے، اور اس کی تفسیر حدیث میں ہے، کیونکہ مسلمانوں میں گوشت کی ضرورت اور اس کے حصول میں مشقت کی وجہ سے پہلے تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو کھانے اور رکھنے سے منع فرمایا تھا، اور جب مسلمانوں کی ضرورت اور مشقت ختم ہوگئی تو یہ حکم ساقط ہوگیا، اور جب یہ معنی ثابت ہے تو جب کسی دور میں امام یہ دیکھے کہ اب مسلمانوں کو گوشت کے حصول میں مشقت ہوتی ہے اور ان کو گوشت کی ضرورت ہے تو وہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنے اور کھانے کی ممانعت کر سکتا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول وجوب کے لیے نہیں ہے لیکن انہوں نے ارادہ کیا کہ ضرورت مندوں کو کھلایا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہے اور نہ اس کی ممانعت تحریم کے لیے ہے۔ اور امام اور عالم کے لیے یہ جائز ہے کہ ایسے حالات کے اندر تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کو کھانے اور رکھنے سے منع کر دے۔

اسرائیل نے از ابی اسحاق از عابس بن ربیعہ روایت کی ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا:

اے ام المومنین! کیا رسول اللہ ﷺ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کے رکھنے کو حرام قرار دیتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں! لیکن کم لوگ قربانی کرتے تھے، تو آپ نے اس لیے ان کو تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنے اور کھانے سے منع فرمایا تا کہ جس نے قربانی کی ہے، وہ ان کو کھلائے جس نے قربانی نہیں کی۔ اور ہم نے دیکھا کہ ہمارے پاس بکری کا پایہ تین دن بعد لایا جاتا اور ہم اس کو کھاتے۔ (شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۸۸)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عبد الوارث نے از علی بن زید روایت کی ہے، انہوں نے کہا: مجھے النابغہ نے حدیث بیان کی از مخارق بن سلیم از والد خود از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میں نے تم کو تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کو ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا، سو اب تم قربانیوں کے گوشت کو ذخیرہ کر لیا کرو، جب تک تم چاہو۔

(شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۸۵)

اور یہ حدیث اس حدیث کے معارض ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں محصور تھے، آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے قربانیوں کے گوشت کو تین دن کے بعد نہ کھاؤ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اس کا حکم دیتے تھے۔ (شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۸۴)

سو یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے پہلے تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کے رکھنے کو مباح فرمایا، اور پھر بعد میں اس سے منع فرما دیا حتیٰ کہ ان احادیث کے معانی متفق ہو جائیں اور ان میں تضاد نہ رہے۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے مسلمانوں پر شدت اور گوشت کی کمی کی وجہ سے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، اور جب یہ ضرورت مرتفع ہو گئی تو آپ نے تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنے کی اجازت دے دی، جیسا کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جس شخص نے قربانی کی ہے، وہ تین دن کے بعد اس حال میں صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کا خشک گوشت ہو، پھر جب دوسرا سال آیا تو صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم اس سال بھی اس طرح کریں جس طرح پہلے کیا تھا، تو آپ نے فرمایا: تم کھاؤ، لوگوں کو کھلاؤ اور ذخیرہ کرو، کیونکہ اس سال لوگوں کو مشقت آئی ہوئی تھی تو میں نے ارادہ کیا کہ تم لوگوں کی اس مشقت میں اور گوشت کی کمی اور ضرورت میں ان کی مدد کرو''۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا منع فرمانا کسی عارضی علت کی وجہ سے تھا اور جب وہ علت اٹھ گئی تو پھر آپ نے ان کے لیے تین دن کے بعد گوشت رکھنے کو حلال فرما دیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو فرمایا تھا اور لوگوں کو حکم دیا تھا کہ تین دن کے بعد گوشت نہ رکھیں، حالانکہ ان کو علم تھا کہ شارع علیہ السلام نے تین دن کے بعد گوشت رکھنے کو مباح قرار دے دیا ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے زمانہ میں بھی گوشت کی تنگی تھی، تو انہوں نے اسی طرح کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے تنگی کے زمانہ میں گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا۔

اور فقہاء احناف، امام مالک، امام شافعی اور جمہور امت نے کہا ہے کہ قربانی کے تین دن بعد قربانی کے گوشت کو رکھنا مباح ہے، اور علامہ ابن التین کی عبارت یہ ہے کہ اس ممانعت کی علت میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے تھی

Marfat.com

بعد میں اس کو مباح کر کے ممانعت کو منسوخ کر دیا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ممانعت کراہت کے لیے تھی اور اس کے منسوخ یا غیر منسوخ ہونے کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ کسی علت اور سبب کی وجہ سے تین دن کے بعد گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، اور جب وہ علت ختم ہوگئی تو پھر ممانعت کا حکم ختم ہو گیا، اور اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے: اس سال لوگوں پر مشقت تھی اور گوشت کی تنگی تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۶ ص ۶۴۹۔۶۵۱ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۵۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَبَقِيَ فِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا عَامَ الْمَاضِي قَالَ كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَادَّخِرُوا فَإِنَّ ذَلِكَ الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِينُوا فِيهَا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۷۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص قربانی کرے، تو قربانی کے تیسرے دن اس حال میں صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں اس قربانی میں سے کوئی چیز ہو، پس جب دوسرا سال آیا تو لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم اس سال بھی اس طرح کریں جس طرح گزشتہ سال کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: تم (قربانی کے گوشت کو) کھاؤ، اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو، کیونکہ اس سال لوگوں پر مشقت تھی تو میں نے ارادہ کیا کہ تم اس مشقت میں ان کی مدد کرو۔

صحیح البخاری: ۵۵۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں ابو عاصم کا ذکر ہے، یہ الضحاک ہیں جن کا لقب نبیل ہے، اس میں نون پر زبر اور باء کے نیچے زیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں یزید کا ذکر ہے، یہ لفظ زیادۃ سے ماخوذ ہے اور یہ ابن ابی عبید ہیں اور یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے اٹھارویں حدیث ہے۔

حدیث مذکور کی فقہ

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنے کی ممانعت ایک علت اور سبب کی وجہ سے تھی اور جب وہ علت مرتفع ہوگئی تو تحریم بھی مرتفع ہوگئی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ کیا اب قربانی کے گوشت کو کھانا واجب ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم گوشت کو کھاؤ اور کھلاؤ۔ تو میں کہوں گا: اس کا ظاہر یہی ہے کہ حقیقت میں تین دن کے بعد گوشت کا کھانا واجب ہے، لیکن یہ

Marfat.com

اس وقت ہوتا ہے جب وجوب سے کوئی قرینہ صارفہ یا مانعہ نہ ہو، اور وہاں پر قرینہ ہے کہ لوگوں کو پہلے گوشت کی ضرورت تھی اور گوشت کے حصول میں مشقت تھی تو اس لیے آپ نے منع فرمادیا تھا اور بعد میں آپ نے اس کو مباح فرمایا، اور اصولیین کا اس میں اختلاف ہے کہ جو حکم ممانعت کے بعد وارد ہو، آیا وہ حکم وجوب کے لیے ہے یا اباحت کے لیے ہے، اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ وہ حکم وجوب کے لیے حقیقۃً ہے تو یہاں پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ حکم وجوب کے لیے نہیں ہے، لہٰذا وہ اس حکم کو وجوب پر محمول کرنے سے مانع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''میں نے ارادہ کیا کہ تم اس سال ان کی مدد کرو'' یہ اعانت سے ماخوذ ہے اور مسلم کی روایت میں ہے ''میں نے ارادہ کیا کہ تم ان میں تفتیش کرو اور جو ضرورت مند ہوں، ان میں تقسیم کرو اور ان کو کھلاؤ''۔ قاضی عیاض نے کہا ہے یعنی جو مشقت، جہد کے لفظ سے معلوم ہوتی ہے، اس مشقت کی وجہ سے ان کو کھلاؤ یا اس سال قحط کی وجہ سے ان کو کھلاؤ، کیونکہ لوگ اس سال گوشت کے ضرورت مند تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں یہ ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ تم ان کی مدد کرو، اور صحیح مسلم کی روایت یہ ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ تم اس میں ان کی تفتیش کرو، اور صاحب المشارق نے کہا ہے کہ بخاری کی روایت راجح ہے، کیونکہ تفتیش کا حاصل بھی یہی ہے کہ جب معلوم ہو کہ ان میں ضرورت مند لوگ ہیں تو پھر ان کی مدد کرو اور ان کو گوشت کھلاؤ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۷۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ الضَّحِيَّةُ كُنَّا نُمَلِّحُ مِنْهُ فَنَقْدَمُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ لَا تَأْكُلُوا إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيْسَتْ بِعَزِيمَةٍ وَلٰكِنْ أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ مِنْهُ وَاللهُ أَعْلَمُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبد الرحمٰن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم قربانی کے گوشت پر نمک لگا کر رکھ دیتے تھے، پھر ہم اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں لے جاتے تھے، تو آپ نے فرمایا: کہ تم قربانی کا گوشت صرف تین دن تک کھاؤ، اور یہ حکم آپ نے تاکید کے ساتھ نہیں دیا، لیکن آپ کا ارادہ یہ تھا کہ ہم قربانی کے گوشت میں سے لوگوں کو کھلائیں اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۳۸، ۵۵۷۰، ۶۶۸۷، صحیح مسلم: ۲۹۷۰، سنن نسائی: ۴۴۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۴، مسند احمد: ۲۴۶۳۱)

صحیح البخاری: ۵۵۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ کتنے دنوں تک قربانی کا گوشت کھایا جائے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: قربانی کا گوشت تین دن تک کھاؤ اور یہ حکم آپ نے تاکید کے ساتھ نہیں دیا۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: اسماعیل بن عبداللہ، یہ ابن ابی اویس ہیں، اور ابو اویس کا نام عبداللہ ہے اور ان کے بھائی ابوبکر عبدالحمید ہیں۔ اور اس سند میں سلیمان کا ذکر ہے، یہ ابن بلال ہیں۔ اور یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے اور وہ انصاری ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث مذکور کا سنن ترمذی کی حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت نہ کھاؤ، سو اس حدیث میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے کی صریح ممانعت ہے، اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ترمذی نے از عابس بن ربیعہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کے گوشت کو کھانے سے منع فرماتے تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں اور ان دونوں حدیثوں میں تعارض اور منافات ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ان دونوں حدیثوں میں منافات نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ترمذی کی حدیث میں تحریم کی نفی کی ہے، یعنی تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانا حرام نہیں ہے۔ اور مطلقاً ممانعت کی نفی نہیں کی ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صحیح بخاری کی اس روایت میں مذکور ہے کہ آپ نے تاکید کے ساتھ منع نہیں فرمایا لیکن آپ کا ارادہ یہ تھا کہ ہم قربانی کے گوشت میں سے لوگوں کو کھلائیں اور آپ کی مراد یہ نہیں تھی کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کے کھانے کو ترک کرنا واجب ہے بلکہ آپ کی غرض یہ تھی کہ اس گوشت کو لوگوں پر صرف کیا جائے۔

تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کے کھانے کی ممانعت کی متعدد توجیہات

ایک قوم نے کہا کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو کھانے کی ممانعت منسوخ ہو گئی ہے، اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ ایک سنت نے دوسری سنت کو منسوخ کر دیا ہے، اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو کھانے کی ممانعت کراہت کے لیے تھی تحریم کے لیے نہیں تھی اور کراہت آج تک باقی ہے۔

اور دیگر فقہاء نے کہا کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو کھانے کی تحریم ایک علت اور سبب کی وجہ سے تھی، جب وہ علت اور سبب زائل ہو گیا تو حکم بھی زائل ہو گیا۔

امام مسلم حضرت عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے، اس کے بعد اس حدیث میں ہے: ''میں نے تم کو جو تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کے کھانے سے منع کیا تھا، یہ الدافہ کی وجہ سے منع کیا تھا (یعنی خانہ بدوش لوگوں کے آنے کی وجہ سے منع کیا تھا)، پس تم کھاؤ، اور ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو''۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا: الدافہ عرب کی ایک قوم ہے جو شہر میں جانے کا ارادہ کرتی تھی، آپ کا ارادہ یہ تھا کہ یہ وہ قوم ہے کہ جب وہ عید الاضحیٰ کے دن مدینہ میں آئیں تو تم قربانی کے گوشت کو ذخیرہ نہ کرو تا کہ ان آنے والوں کے اوپر قربانی کے گوشت کو صدقہ کر دو اور یہ آنے والے خانہ بدوش اس گوشت سے فائدہ اٹھائیں۔

Marfat.com

قربانی کرنے والے پر آیا اپنی قربانی سے گوشت کھانا واجب ہے یا نہیں؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھاؤ، کیا یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ قربانی کے گوشت کو کھانا واجب ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ طبری رحمہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو کھانے کا حکم ہے، اس امر سے آپ نے کھانے کی اجازت دی ہے، کھانے کو واجب نہیں قرار دیا اور اس امت کے متقدمین اور متاخرین کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر قربانی کے دن کوئی شخص قربانی کے گوشت سے نہ کھائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ امر اذن اور اطلاق کے معنی میں ہے، یعنی آپ نے قربانی کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی ہے، اس کو واجب قرار نہیں دیا ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: تمام مذاہب میں اس کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ قربانی کے گوشت کا کھانا واجب نہیں ہے۔ البتہ قاضی محمد نے بعض لوگوں سے نقل کیا ہے کہ قربانی کے گوشت میں سے کھانا واجب ہے اور ابن حزم ظاہری نے کہا ہے: ہر قربانی کرنے والے پر فرض ہے کہ وہ اپنی قربانی کے گوشت سے کھائے، خواہ ایک لقمہ ہی کھائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳۸_۲۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۷۱۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ أَنَّهُ شَهِدَ الْعِيدَ يَوْمَ الْأَضْحَى مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی الله عنه فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ نَهَاكُمْ عَنْ صِيَامِ هَذَيْنِ الْعِيدَيْنِ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَيَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَأَمَّا الْآخَرُ فَيَوْمٌ تَأْكُلُونَ مِنْ نُسُكِكُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوعبید مولیٰ ابن ازہر نے خبر دی کہ وہ عید الاضحیٰ کے دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا، پس فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو ان دو عیدوں کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، رہا ان میں سے ایک دن، تو وہ تمہارے روزوں سے افطار کا دن ہے، رہا دوسرا دن تو یہ وہ دن ہے جس دن میں تم اپنی قربانیوں سے کھاتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۱۹۹۰، ۵۵۷۱، صحیح مسلم: ۱۱۳۷، سنن ترمذی: ۷۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۴۱۶، سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۲، مسند احمد: ۲۸۴، موطا امام مالک: ۴۳۱)

عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں روزہ رکھنے سے ممانعت کی حکمت

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت ہے، کیونکہ اس دن اللہ کی طرف سے بندوں کو گوشت کھانے کی دعوت دی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بندوں پر نعمت ہے اور اس دن روزہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے۔

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، اس میں یہ ہدایت ہے کہ بندہ کو اللہ کے احکام کا پابند ہونا ہے، وہ اللہ کے حکم کے مطابق کھانا کھائے اور اللہ کے حکم کے مطابق کھانا چھوڑ دے، رمضان کے مہینہ میں اس کو دن میں کھانا چھوڑنے کا حکم دیا، اور عید کے دن کھانا کھانے کا حکم دیا، وہ رمضان کے مہینہ میں دن میں کھانا کھا نہیں سکتا اور عید کے دن کھانا چھوڑ نہیں سکتا، وہ اپنی مرضی

Marfat.com

سے کسی دن کھانا کھا سکتا ہے نہ کھانا چھوڑ سکتا ہے اور یہی اس کے بندہ ہونے اور مملوک ہونے کا تقاضا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کوئی چیز کھا کر عید گاہ جاتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن بغیر کچھ کھائے عید گاہ جاتے تھے اور قربانی کر کے اس کے گوشت سے کچھ کھاتے تھے، کیونکہ عید الفطر کے دن کھانے کا حکم ہے، اس لیے پہلے کچھ کھاتے، پھر نمازِ عید کے لیے جاتے اور عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنے کا حکم ہے، اس لیے نمازِ عید کے بعد پہلے قربانی کرتے، پھر اس کے گوشت سے کچھ کھاتے، اور ہر عید کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کو مقدم رکھتے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۵۷۲۔ قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ ثُمَّ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَكَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ قَدِ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِيهِ عِيدَانِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ أَهْلِ الْعَوَالِي فَلْيَنْتَظِرْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ فَقَدْ أَذِنْتُ لَهُ۔ (صحیح مسلم: ۱۲۶۹)

ابو عبید نے کہا: پھر میں عید کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا اور اس دن جمعہ کا دن تھا، تو انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا اور پھر فرمایا: اے لوگو! بے شک اس دن تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں، پس دیہات سے آنے والوں میں سے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ جمعہ کا انتظار کرے تو وہ جمعہ کا انتظار کرے اور جو واپس دیہات میں جانا چاہتا ہو تو میں اس کی اجازت دیتا ہوں۔

صحیح البخاری: ۵۵۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال ابو عبید'': یہ تعلیق حدیث سابق کے ساتھ اسی سند سے موصول ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ابو عبید نے کہا'' پھر میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا اور وہ جمعہ کا دن تھا''۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ کونسی عید کا دن تھا؟ بعض شارحین نے کہا ہے کہ ظاہر ہے کہ یہ عید الاضحیٰ کا دن تھا جس کا اس سے پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ہے۔ اور اس حدیث میں ''العید'' میں لام عہدِ خارجی کے لیے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! اس دن میں تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں'' یعنی جمعہ کی عید اور عید کے دن کی عید، خواہ وہ عید الاضحیٰ ہو یا عید الفطر۔ اور جمعہ کے دن کو عید اس لیے فرمایا کہ جمعہ کا دن وہ زمانہ ہے جس میں مسلمان شریعت کے شعائر کے اظہار کے لیے کثرت کے ساتھ آتے ہیں جس طرح عید کے دن آتے ہیں۔ اور اس حدیث میں جمعہ کے دن پر عید کا اطلاق تشبیہ کی وجہ سے ہے۔

اس حدیث میں ''اھل العوالی'' کا ذکر ہے، ''العوالی'' العالیہ کی جمع ہے اور یہ وہ بستیاں ہیں جو مدینہ کے قریب مشرق کی جانب تھیں اور قریب ترین بستی مدینہ کے تین یا چار میل کے فاصلہ پر تھی اور بعید ترین بستی آٹھ میل کے فاصلہ پر تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ پڑھنا چاہتا ہو، وہ انتظار کرے'' یعنی جب جمعہ کا وقت

Marfat.com

آ جائے تو پھر جمعہ کی نماز مدینہ میں پڑھ لے، اور اگر واپس اپنے گھر جانا چاہتا ہو تو میں اسے گھر واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔
امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب عید جمعہ کے دن ہو تو جو شخص عید کی نماز پڑھ لے، اس سے جمعہ کی نماز ساقط ہو جاتی ہے اور امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے۔
اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ لوگ مختلف مقامات سے عید اور جمعہ کے لیے آتے تھے، اور ان کے اوپر آنا واجب نہیں تھا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ تم اگر واپس جانا چاہو تو جا سکتے ہو، آپ کی مراد یہ نہیں تھی کہ جب عید جمعہ کے دن ہو تو جو عید کی نماز پڑھ لے، اس سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۳۹۔ ۲۴۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جمعہ کا دن بھی مسلمانوں کی عید ہے

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مسلمانوں کی صرف دو عیدیں ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ، اور انہوں نے کہا کہ اب مسلمانوں نے بارہ ربیع الاول کو بھی عید میلاد النبی کہنا شروع کر دیا ہے، یہ خلافِ شرع ہے، عیدیں تو سال میں صرف دو ہوتی ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ، لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ جمعہ کا دن بھی مسلمانوں کی عید ہے اور سال میں تقریباً ۵۲ مرتبہ جمعہ کا دن آتا ہے، تو یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ مسلمانوں کی سال میں صرف دو عیدیں ہیں؟، جبکہ جمعہ کا دن بھی مسلمانوں کی عید ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

دیہات میں جمعہ کی نماز کے نہ ہونے کی دلیل

نمازِ جمعہ کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے، اور گاؤں اور دیہات میں جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے بلکہ وہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیہات سے آنے والے لوگوں سے فرمایا: کہ اگر تم جمعہ پڑھنا چاہتے ہو تو یہاں مدینہ میں انتظار کرو حتیٰ کہ جب جمعہ کا وقت آئے تو جمعہ کی نماز پڑھ لینا، اور اگر تم اپنے گھروں میں واپس جانا چاہتے ہو، تو میں تمہیں واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ تم دیہات میں جمعہ پڑھ لینا بلکہ فرمایا: اگر جمعہ پڑھنا چاہتے ہو تو یہیں ٹھہرو اور انتظار کرو۔ (سعیدی غفرلہٗ)

جمعہ کی نماز کی فرضیت کے لیے شہر ہونے پر دلیل اور شہر کا مصداق

ہم نے کہا ہے کہ نمازِ جمعہ کی فرضیت کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے، اس کے ثبوت میں درج ذیل حدیث ہے:

عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی قال لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع۔	از ابو اسحاق از الحارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ، انہوں نے فرمایا کہ نمازِ جمعہ اور تکبیراتِ تشریق صرف اس شہر میں فرض ہے جو جامع ہو۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۰۷، رقم الحدیث: ۱۵۸۹)

اور شہر کی مختار تعریف یہ ہے: جس جگہ مسائل شرعیہ بیان کرنے کے لیے عالمِ دین ہو اور مظلوم کا حق ظالم سے دلوانے کے لیے قوتِ نافذہ ہو، یعنی وہاں پر عدالت بھی ہو اور تھانہ بھی ہو۔ عدالت میں جج فیصلہ دے گا اور پولیس اس کے فیصلہ کو نافذ کرائے گی۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہاں پر ضروریاتِ زندگی کی چیزیں منڈیوں اور بازاروں میں دستیاب ہوں، تو جس جگہ یہ تین شرطیں

Marfat.com

پائی جائیں وہ جگہ شہر کہلائے گی اور وہاں نماز جمعہ فرض ہوگی۔ اور آج کل جو ہمارے ملک کے دیہات اور گاؤں وغیرہ ہیں، چونکہ ان میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں، لہٰذا وہاں کے لوگوں پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے بلکہ ان پر ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے اور جماعت سے پڑھنا واجب ہے، اور جن لوگوں نے وہاں پر جمعہ شروع کرادیا ہے، وہ ایک نفلی عبادت ہے، وہ نفل ادا کر رہے ہیں اور فرض اور واجب (یعنی ظہر کی نماز باجماعت) کو ترک کر رہے ہیں اور اس کا گناہ ان کے ذمہ ہوگا۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۵۷۳۔ قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ ثُمَّ شَهِدْتُهُ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَاكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا لُحُومَ نُسُكِكُمْ فَوْقَ ثَلَاثٍ وَعَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ نَحْوَهُ۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۹، سنن نسائی: ۴۴۲۴)

ابوعبید نے کہا: پھر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ (عید کی نماز میں) حاضر ہوا، تو انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز عید پڑھائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا، پھر فرمایا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے تمہاری قربانیوں کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے منع فرمایا ہے۔ از معمر از الزہری از ابوعبید، اسی کی مثل ہے۔

صحیح البخاری: ۵۵۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا'' یعنی میں عید کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا، اور اس سے مراد عید الاضحیٰ ہے، کیونکہ سیاق کی اس پر دلالت ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام عبدالرزاق نے از معمر از الزہری از ابوعبید روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ عید الاضحیٰ کے دن فرما رہے تھے کہ تم تین دن کے بعد قربانیوں کا گوشت نہ کھاؤ۔

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ تین دنوں میں سے کون سے دن گوشت کا ذخیرہ کرنا جائز تھا، پس ایک قول یہ ہے کہ یہ یوم النحر کا پہلا دن تھا، پس جس نے قربانی کی اس کے لیے جائز تھا کہ وہ بعد کے دو دن بھی گوشت کو رکھ لے، اور جس نے پہلے دن کے بعد قربانی کی تو اس کے لیے باقی تین دن قربانی کا گوشت رکھنا جائز تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ پہلا دن وہ ہے جس دن قربانی کی جاتی ہے، پس اگر اس نے ایام نحر کے آخری دن قربانی کی تو اس کے لیے جائز تھا کہ وہ باقی کے تین دن قربانی کا گوشت رکھ لے اور اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت نہ رکھے، اس میں یہ احتمال ہے کہ جس دن اس نے قربانی کی ہے، اس دن کا شمار نہ کرے۔

تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنے کی اجازت کے متعلق احادیث

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر کا جواب یہ ہے کہ جس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا تھا، اس سال لوگوں کے لیے گوشت کی کمی تھی جیسا کہ نبی ﷺ کے عہد میں واقع ہوا تھا، ابن حزم ظاہری نے بھی یہی جواب دیا ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں اس وقت خطبہ دیا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور دیہات والوں کو فتنے نے مدینہ آنے پر

طرف مجبور کر دیا تھا تو ان کو مشقت اور تنگی ہوئی، اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا، اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی نے از اللیث از عقیل از الزہری اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس کی عبارت یہ ہے کہ: ابوعبید نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید کی نماز پڑھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں محصور تھے۔

اور امام محمد بن ادریس الشافعی نے کہا ہے کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنے کی ممانعت منسوخ ہو چکی تھی، اور شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ تک یہ منسوخ ہونے کا حکم نہیں پہنچا تھا۔ اور قربانی کے گوشت کو تین دن کے بعد رکھنے کی ممانعت بہرحال میں منسوخ ہو چکی ہے۔

اور حافظ ابوعمر ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے: علماء کا اس کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اب تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنے کی اجازت ہے اور اس کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنے کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے، ان میں سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ امام ابن ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع کیا تھا، سو اب تم اس کا ذخیرہ کرو جب تک چاہو۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور سے منع کیا تھا۔ الحدیث۔ اور اس کے آخر میں ہے: میں نے تم کو قربانیوں کے گوشت کو تین دن کے بعد رکھنے سے منع کیا تھا، اب تم جب تک چاہو، اس کو رکھ سکتے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴۰۔ ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۷۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كُلُوا مِنَ الْأَضَاحِيِّ ثَلَاثًا وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَأْكُلُ بِالزَّيْتِ حِينَ يَنْفِرُ مِنْ مِنًى مِنْ أَجْلِ لُحُومِ الْهَدْيِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے خبر دی از ابن شہاب کے بھتیجے از، ان کے چچا ابن شہاب از سالم از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تین دن تک قربانیوں کو کھاؤ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ سے روانگی کے وقت (روٹی) زیتون کے تیل سے کھاتے تھے، کیونکہ وہ ہدی کے گوشت سے تین دن کے بعد اجتناب کرتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج مذکور نہیں ہے۔

صحیح البخاری: ۵۵۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ''محمد بن عبدالرحیم'' یہ ابویحیٰ ہیں جن کو صاعقہ کہا جاتا تھا، اور امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں۔ اور ابن شہاب کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن مسلم ہیں جو اپنے چچا ابن شہاب محمد بن مسلم اور الزہری سے روایت کرتے ہیں از سالم بن عبداللہ از والد خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ زیتون کا تیل کھاتے تھے'' یعنی روٹی کو زیتون کے تیل سے کھاتے تھے حتیٰ کہ منیٰ سے واپس ہو جاتے اور اس طرح وہ ہدی کے گوشت کے کھانے سے احتراز کرتے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ہدی قربانی سے خاص ہے اور خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی، اس لیے ہدی سے احتراز کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قربانی کے گوشت سے احتراز کرتے تھے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہدی کا ذکر یہاں پر منیٰ سے روانگی کے وقت کی مناسبت سے ذکر کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تین دن کے بعد قربانی کے گوشت سے نہیں کھاتے تھے اور جب منیٰ روانگی کے بعد تین دن گزر جاتے تو سالن کی جگہ زیتون کے تیل کو استعمال کرتے اور تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کھانے کی ممانعت کے حکم کی وجہ سے منیٰ سے واپسی کے بعد قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس ممانعت کے منسوخ ہونے کی حدیث نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تھی اور نہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پہنچی تھی اور نہ حضرت عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ کو پہنچی تھی، اگر ان حضرات کو یہ حدیث پہنچتی تو یہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے احتراز نہ کرتے اور ممانعت کی حدیث ہر حال میں منسوخ ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: کتاب الاضاحی میں چوالیس (۴۴) احادیث مرفوعہ ہیں، جن میں سے پندرہ (۱۵) تعلیقات ہیں اور بقیہ احادیث موصولہ ہیں۔ اور انتالیس (۳۹) احادیث مقررہ ہیں اور خالص احادیث پانچ (۵) ہیں۔

قربانی کے متعلق صدر الشریعہ علامہ امجد علی کی تحقیق

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ تحریر فرماتے ہیں:

حدیث ۱: ابوداؤد، ترمذی و ابن ماجہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''یوم النحر (دسویں ذوالحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے، لہٰذا اس کو خوش دلی سے کرو''۔ (جامع الترمذی، کتاب الاضاحی، باب ماجاء فی فضل الاضحیۃ، الحدیث: ۱۴۹۸، ج ۳ ص ۱۶۲)

حدیث ۲: طبرانی حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''جس نے خوش دلی سے طالب ثواب

Marfat.com

ہوکر قربانی کی وہ آتش جہنم سے حجاب (روک) ہوجائے گی''۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۷۳۶، ج ۳ ص ۸۴)

حدیث ۳: طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو روپیہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا اس سے زیادہ کوئی روپیہ پیارا نہیں''۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۸۹۴، ج ۱۱ ص ۱۴۔۱۵)

حدیث ۴: ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاضاحی، باب الاضاحی واجبۃ ھی ام لا، الحدیث: ۳۱۲۳ ج ۳ ص ۵۲۹)

حدیث ۵: ابن ماجہ نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ صحابہ (علیہم الرضوان) نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا کہ ''تمہارے باپ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے'' لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمارے لیے اس میں کیا ثواب ہے، فرمایا: ''ہر بال کے مقابل نیکی ہے''، عرض کی اون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: ''اون کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاضاحی، باب ثواب الاضحیۃ، الحدیث: ۳۱۲۷ ج ۳ ص ۵۳۱)

حدیث ۶: صحیح بخاری میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے پہلے جو کام آج ہم کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں، پھر اس کے بعد قربانی کریں گے جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت (طریقہ) کو پالیا، اور جس نے پہلے ذبح کرلیا، وہ گوشت ہے جو اس نے پہلے سے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کرلیا، قربانی سے اسے کچھ تعلق نہیں''۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور یہ پہلے ہی ذبح کر چکے تھے (اس خیال سے کہ پڑوس کے لوگ غریب تھے انہوں نے چاہا کہ ان کو گوشت مل جائے) اور عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم!) میرے پاس بکری کا چھ ماہ کا ایک بچہ ہے، فرمایا: ''تم اسے ذبح کرلو اور تمہارے سوا کسی کے لیے چھ ماہ کا بچہ کفایت نہیں کرے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب الاضاحی، باب سنۃ الاضحیۃ، الحدیث: ۵۵۴۵، ج ۳ ص ۵۷۱)

حدیث ۷: امام احمد وغیرہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''آج کے دن جو کام ہم کو پہلے کرنا ہے وہ نماز ہے، اس کے بعد قربانی کرنا ہے، جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کو پہنچا اور جس نے پہلے ذبح کرڈالا، وہ گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے پہلے ہی سے کرلیا، نسک یعنی قربانی سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الکوفیین، حدیث البراء بن عازب، الحدیث: ۱۸۷۱۵، ج ۶ ص ۴۴۴، وغیرہ)

حدیث ۸: امام مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ''سینگ والا مینڈھا لایا جائے جو سیاہی میں چلتا ہو اور سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں نظر کرتا ہو یعنی اس کے پاؤں سیاہ ہوں اور پیٹ سیاہ ہو اور آنکھیں سیاہ ہوں، وہ قربانی کے لیے حاضر کیا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ چھری لاؤ، پھر فرمایا: اسے تیز کرلو، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری لی اور مینڈھے کو لٹایا اور اسے ذبح کیا، پھر فرمایا:

بسم اللہ اللھم تقبل من محمد وال محمد ومن امۃ محمد۔ — الٰہی تو اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اور ان کی آل اور امت کی طرف سے قبول فرما۔

(صحیح مسلم، کتاب الاضاحی باب استحباب استحسان الضحیۃ، الحدیث: ۱۹ (۱۹۶۷) ص ۱۰۸۷)

حدیث ۹: امام احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ و دارمی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کے دن دو

مینڈھے سینگ والے چت کبرے خصی کیے ہوئے ذبح کیے، جب ان کا منہ قبلہ کو کیا یہ پڑھا:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت والارض علی ملة ابراهیم حنیفا وما انا من المشرکین، ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین لا شریک له وبذالک امرت وانا من المسلمین، اللهم منک ولک عن محمد وامته بسم الله والله اکبر

میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ملت ابراہیمی پر ایک اسی کا ہو کر، اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ (عزوجل) کے لئے ہے جو رب (ہے) سارے جہان کا، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں مسلمانوں میں ہوں، الٰہی یہ تیری توفیق سے ہے اور تیرے لیے ہی ہے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کی امت کی طرف سے بسم اللہ واللہ اکبر۔

اس کو پڑھ کر ذبح فرمایا''۔ (سنن ابی داؤد کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا، الحدیث: ۲۷۹۵، ج ۳ ص ۱۲۶)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ عرض کیا کہ ''الٰہی یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں اس کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی''۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی الشاۃ یضحی بھا عن جماعۃ، الحدیث: ۲۸۱۰، ج ۳ ص ۱۳۱)

حدیث ۱۰: امام بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مینڈھے چت کبرے سینگ والوں کی قربانی کی، انہیں اپنے دست مبارک سے ذبح کیا اور بسم اللہ واللہ اکبر کہا، کہتے ہیں: میں نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا کہ اپنا پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھا اور بسم اللہ واللہ اکبر کہا''۔

(صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب استحباب استحسان الضحیۃ، الحدیث: ۱۷ (۱۹۶۶)، ۱۸ (۱۹۶۶) ص ۱۰۸۶)

حدیث ۱۱: ترمذی میں حنش سے مروی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ دو مینڈھے کی قربانی کرتے ہیں، میں نے کہا: یہ کیا، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے قربانی کروں، لہٰذا میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (جامع الترمذی، کتاب الاضاحی، باب ماجاء فی الاضحیۃ، الحدیث: ۱۵۰۰، ج ۳ ص ۱۶۳)

حدیث ۱۲: ابوداؤد و نسائی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے یوم اضحیٰ کا حکم دیا گیا، اس دن کو خدا نے اس امت کے لیے عید بنایا، ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ بتائیے اگر میرے پاس منیحہ (منیحہ اس جانور کو کہتے ہیں جو دوسرے نے اس لیے دیا ہے کہ یہ کچھ دنوں اس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھائے، پھر مالک کو واپس کردے) کے سوا کوئی جانور نہ ہو تو کیا اسی کی قربانی کردوں، فرمایا: ''نہیں۔ ہاں تم اپنے بال اور ناخن ترشواؤ اور مونچھیں ترشواؤ اور موئے زیر ناف کو مونڈو، اسی میں تمہاری قربانی خدا کے نزدیک پوری ہو جائے گی''، یعنی جس کو قربانی کی توفیق نہ ہو اسے ان چیزوں کے کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب ماجاء فی ایجاب الاضاحی، الحدیث: ۲۷۸۹، ج ۳ ص ۱۲۳)

حدیث ۱۳: مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راوی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا اور اس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے تو جب تک قربانی نہ کرلے بال اور ناخنوں سے نہ لے یعنی نہ ترشوائے''۔

(جامع ترمذی، کتاب الاضاحی، باب ترک اخذ الشعر لمن اراد ان یضحی، الحدیث: ۱۵۲۸، ج ۳ ص ۱۷۷)

Marfat.com

حدیث ۱۴: طبرانی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قربانی میں گائے سات کی طرف سے اور اونٹ سات کی طرف سے ہے''۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۰۲۶، ج ۱۰ ص ۸۳)

حدیث ۱۵: ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بھیڑ کا جذع (چھ مہینے کا بچہ) سال بھر والی بکری کے قائم مقام ہے''۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب مایجوز من السنن فی الضحایا، الحدیث: ۲۷۹۹، ج ۳ ص ۱۲۷)

حدیث ۱۶: امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''افضل قربانی وہ ہے جو باعتبار قیمت اعلیٰ ہو اور خوب فربہ ہو''۔ (المسند، للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۵۴۹۴، ج ۵ ص ۲۷۹)

حدیث ۱۷: طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں قربانی کرنے سے منع فرمایا۔
(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۴۵۸، ج ۱۱ ص ۱۵۲)

حدیث ۱۸: امام احمد وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار قسم کے جانور قربانی کے لیے درست نہیں، کانا جس کا کانا پن ظاہر ہے اور بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو اور لنگڑا جس کا لنگ ظاہر ہے اور ایسا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو''۔ اسی کی مثل امام مالک واحمد و ترمذی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے راوی۔
(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الکوفیین، الحدیث: ۱۸۵۳۵، ج ۶ ص ۴۰۷)

حدیث ۱۹: امام احمد و ابن ماجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کان کٹے ہوئے اور سینگ ٹوٹے ہوئے کی قربانی سے منع فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاضاحی، باب ما یکرہ ان یضحی بہ، الحدیث: ۳۱۴۵، ج ۳ ص ۵۴۰)

حدیث ۲۰: ترمذی و ابوداؤد و نسائی و دارمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہم جانوروں کے کان اور آنکھیں غور سے دیکھ لیں اور اس کی قربانی نہ کریں جس کے کان کا اگلا حصہ کٹا ہو اور نہ اس کی جس کے کان کا پچھلا حصہ کٹا ہو نہ اس کی جس کا کان پھٹا ہو یا کان میں سوراخ ہو''۔ (جامع الترمذی، کتاب الاضاحی، باب ما یکرہ من الاضاحی، الحدیث: ۱۵۰۳، ج ۳ ص ۱۶۵)

حدیث ۲۱: امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں نحر و ذبح فرماتے تھے۔
(صحیح البخاری، کتاب الاضاحی، باب الاضحی والنحر بالمصلی، الحدیث: ۵۵۵۲، ج ۳ ص ۵۷۳)

مسائل فقہیہ:

قربانی کئی قسم کی ہے: (۱) غنی اور فقیر دونوں پر واجب، (۲) فقیر پر واجب ہو غنی پر واجب نہ ہو، (۳) غنی پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو، (۴) اور دونوں پر واجب ہو، اس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کی منت مانی، یہ کہا کہ اللہ (عزوجل) کے لیے مجھ پر بکری یا گائے کی قربانی کرنا ہے یا اس بکری یا اس گائے کو قربانی کرنا ہے۔ فقیر پر واجب ہو غنی پر نہ ہو، اس کی صورت یہ ہے کہ فقیر نے قربانی کے لیے جانور خریدا اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے اور غنی اگر خریدتا تو اس خریدنے سے قربانی اس پر واجب نہ ہوتی۔ غنی پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو، اس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کا وجوب نہ خریدنے سے ہو نہ منت ماننے سے بلکہ خدا نے جو اسے زندہ رکھا ہے اس کے شکریہ میں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت کے احیاء میں (یعنی سنت ابراہیمی کو قائم رکھنے کے لیے) جو قربانی واجب ہے، وہ صرف غنی پر ہے۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الاضحیۃ، الباب الاول فی تفسیرہا، الخ ج ۵ ص ۲۹۱-۲۹۲)

Marfat.com

مسئلہ ۱: مسافر پر قربانی واجب نہیں، اگر مسافر نے قربانی کی یہ تطوع (نفل) ہے اور فقیر نے اگر نہ منت مانی ہو نہ قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہو اس کا قربانی کرنا بھی تطوع ہے۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الاضحیۃ، الباب الاول فی تفسیر ھا، ج ۵ ص ۲۹۱)

مسئلہ ۲: قربانی واجب ہونے کے شرائط یہ ہیں: (۱) اسلام، یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔ (۲) اقامت، یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں، (۳) تونگری، یعنی مالک نصاب ہونا: یہاں مالداری سے مراد وہی ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، وہ مراد نہیں جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، (۴) حریت، یعنی آزاد ہونا جو آزاد نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں، لہٰذا عبادت مالیہ اس پر واجب نہیں۔ مرد ہونا اس کے لیے شرط نہیں۔ عورتوں پر واجب ہوتی ہے جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے، اس کے لیے بلوغ شرط ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے اور نابالغ پر واجب ہے تو آیا خود اس کے مال سے قربانی کی جائے گی یا اس کا باپ اپنے مال سے قربانی کرے گا۔ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نہ خود نابالغ پر واجب ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے باپ پر واجب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (الدر المختار، کتاب الاضحیۃ، ج ۹ ص ۵۲۴)

مسئلہ ۳: مسافر پر اگرچہ واجب نہیں مگر نفل کے طور پر کرے تو کر سکتا ہے ثواب پائے گا۔ حج کرنے والے جو مسافر ہوں ان پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چونکہ یہ مسافر نہیں ان پر واجب ہوگی۔

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الاضحیۃ ج ۹ ص ۵۲۴)

مسئلہ ۴: قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے، جب وہ وقت آیا اور شرائط وجوب پائے گئے قربانی واجب ہوگئی اور اس کا رکن ان مخصوص جانوروں میں کسی کو قربانی کی نیت سے ذبح کرنا ہے۔ قربانی کی نیت سے دوسرے جانور مثلاً مرغ کو ذبح کرنا ناجائز ہے۔

(الدر المختار، کتاب الاضحیۃ، ج ۹ ص ۵۲۰)

مسئلہ ۵: جو شخص دو سو درہم یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دو سو درہم ہو وہ غنی ہے اس پر قربانی واجب ہے۔ حاجت سے مراد رہنے کا مکان اور خانہ داری کے سامان جن کی حاجت ہو اور سواری کا جانور اور خادم اور پہننے کے کپڑے ان کے سوا جو چیزیں ہوں وہ حاجت سے زائد ہیں۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الاضحیۃ، الباب الاول فی تفسیر ھا ج ۵ ص ۲۹۲)

مسئلہ ۶: عورت کا مہر شوہر کے ذمہ باقی ہے اور شوہر مالدار ہے تو اس مہر کی وجہ سے عورت کو مالک نصاب نہیں مانا جائے گا، اگرچہ مہر معجل ہو اور اگر عورت کے پاس اس کے سوا بقدر نصاب مال نہیں ہے تو عورت پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الاضحیۃ، الباب الاول فی تفسیر ھا ج ۵ ص ۲۹۲)

مسئلہ ۷: قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، مثلاً بجائے قربانی اس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کردی یہ ناکافی ہے، اس میں نیابت ہو سکتی ہے یعنی خود کرنا ضرور نہیں بلکہ دوسرے کو اجازت دے دی اس نے کردی یہ ہو سکتا ہے۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الاضحیۃ، الباب الاول فی تفسیر ھا، ج ۵ ص ۲۹۳، ۲۹۴)

مسئلہ ۸: جب قربانی کے شرائط مذکورہ پائے جائیں تو بکری کا ذبح کرنا یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے۔ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہو سکتا بلکہ اونٹ یا گائے کے شرکاء میں اگر کسی شریک کا ساتویں حصہ سے کم ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی یعنی جس کا ساتواں حصہ یا اس سے زیادہ ہے اس کی بھی قربانی نہیں ہوئی۔ گائے یا اونٹ میں ساتویں حصہ سے زیادہ کی قربانی ہو سکتی ہے، مثلاً گائے کو چھ

Marfat.com

یا پانچ یا چار شخصوں کی طرف سے قربانی کریں، ہوسکتا ہے اور یہ ضرور نہیں کہ سب شرکاء کے حصے برابر ہوں بلکہ کم وبیش بھی ہو سکتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ جس کا حصہ کم ہے تو ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الاضحیۃ، ج۹ ص۵۲۱۔۵۲۵)

مسئلہ ۹: سات شخصوں نے پانچ گایوں کی قربانی کی یہ جائز ہے کہ ہر گائے میں ہر شخص کا ساتواں حصہ ہوا اور آٹھ شخصوں نے پانچ یا چھ گایوں میں بحصہ مساوی شرکت کی یہ ناجائز ہے کہ ہر گائے میں ہرایک کا ساتویں حصہ سے کم ہے۔ سات بکریوں کی سات شخصوں نے شریک ہوکر قربانی کی یعنی ہرایک کا ہر بکری میں ساتواں حصہ ہے استحساناً قربانی ہو جائے گی یعنی ہرایک کی ایک ایک بکری پوری قرار دی جائے گی۔ یوہیں دو شخصوں نے دو بکریوں میں شرکت کرکے قربانی کی تو بطور استحسان ہرایک کی قربانی ہو جائے گی۔

(ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ، ج۹ ص۵۲۵)

مسئلہ ۱۰: شرکت میں گائے کی قربانی ہوئی تو ضرور ہے کہ گوشت وزن کرکے تقسیم کیا جائے اندازہ سے تقسیم نہ ہو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو زائد یا کم ملے اور یہ ناجائز ہے، یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ کم وبیش ہوگا تو ہرایک اس کو دوسرے کے لیے جائز کردے گا کہہ دے گا کہ اگر کسی کو زائد پہنچ گیا ہے تو معاف کیا کہ یہاں عدم جواز حق شرع ہے اور ان کو اس کے معاف کرنے کا حق نہیں۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الاضحیۃ، ج۹ ص۵۲۷)

مسئلہ ۱۱: قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن، دو راتیں اور ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں اور گیارہ سے تیرہ تک تین دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں، لہٰذا بیچ کے دو دن ایام نحر و ایام تشریق دونوں ہیں اور پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ صرف یوم النحر ہے اور پچھلا دن یعنی تیرہویں ذی الحجہ صرف یوم التشریق ہے۔

(الدر المختار، کتاب الاضحیۃ، ج۹ ص۵۲۰، ۵۲۷، ۵۲۹)

مسئلہ ۱۲: دسویں کے بعد کی دونوں راتیں ایام نحر میں داخل ہیں، ان میں بھی قربانی ہوسکتی ہے مگر رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الاضحیۃ، الباب الثالث فی وقت الاضحیۃ، ج۵ ص۲۹۵)

مسئلہ ۱۳: ایام نحر میں قربانی کرنا اتنی قیمت کے صدقہ کرنے سے افضل ہے کیونکہ قربانی واجب ہے یا سنت اور صدقہ کرنا تطوع محض (یعنی نفلی عبادت) ہے، لہٰذا قربانی افضل ہوئی، اور وجوب کی صورت میں بغیر قربانی کیے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا، (یعنی واجب ادا نہیں ہوسکتا) (الفتاوی الہندیہ، کتاب الاضحیۃ، الباب الثالث فی وقت الاضحیۃ، ج۵ ص۲۹۵)

مسئلہ ۱۴: شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز ہو چکے، لہٰذا نماز عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہوسکتی اور دیہات میں چونکہ نماز عید نہیں ہے یہاں طلوع فجر کے بعد سے ہی قربانی ہوسکتی ہے اور دیہات میں بہتر یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد قربانی کی جائے اور شہر میں بہتر یہ ہے کہ عید کا خطبہ ہو چکنے کے بعد قربانی کی جائے۔ یعنی نماز ہو چکی ہے اور ابھی خطبہ نہیں ہوا ہے، اس صورت میں قربانی ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الاضحیۃ، الباب الثالث فی وقت الاضحیۃ، ج۵ ص۲۹۵)

مسئلہ ۱۵: اگر شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ہو چکنے کے بعد قربانی جائز ہے یعنی یہ ضرور نہیں کہ عیدگاہ میں نماز ہو جائے جب ہی قربانی کی جائے بلکہ کسی مسجد میں ہو گئی اور عیدگاہ میں نہ ہوئی جب بھی ہوسکتی ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الاضحیۃ، ج۹ ص۵۲۷، ۵۲۸)

مسئلہ ۱۶: دسویں کو اگر عید کی نماز نہیں ہوئی تو قربانی کے لیے یہ ضرور ہے کہ وقت نماز جاتا رہے یعنی زوال کا وقت آجائے اب قربانی ہوسکتی ہے اور دوسرے یا تیسرے دن نماز عید سے قبل ہوسکتی ہے۔ (الدر المختار، کتاب الاضحیۃ ج۹ ص ۵۳۰)

مسئلہ ۱۷: منیٰ میں چونکہ عید کی نماز نہیں ہوتی، لہٰذا وہاں جو قربانی کرنا چاہے طلوع فجر کے بعد سے کرسکتا ہے، اس کے لیے وہی حکم ہے جو دیہات کا ہے، کسی شہر میں اگر فتنہ کی وجہ سے نماز عید نہ ہو تو وہاں دسویں کی طلوع فجر کے بعد قربانی ہوسکتی ہے۔

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الاضحیۃ، ج۹ ص ۵۲۸، ۵۳۰)

(بہار شریعت جلد سوم، حصہ پانزدہم، ص ۳۳۷ـ ۳۳۳، مکتبۃ المدینہ، دعوتِ اسلامی، ۱۴۳۲ھ)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٧٤- كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ

مشروبات کا بیان

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس کتاب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشروبات میں سے کون سے مشروب کا پینا حرام ہے اور کون سے مشروب کا پینا مباح ہے۔ اور اشربہ، شراب کی جمع ہے اور شراب اس چیز کا نام ہے جس کو پیا جاتا ہے اور یہ مصدر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۲۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱- بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں سے ہیں، سو تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو ۝

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کا عنوان المائدہ: ۹۰ کو قرار دیا ہے، اور اس آیت کو امام بخاری نے بہ طور تمہید کے ذکر کیا ہے تاکہ ان احادیث کا بیان کیا جا سکے جو خمر کی تحریم کے سلسلہ میں وارد ہیں۔

المائدہ: ۹۰ کا شان نزول

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ از ابی میسرہ از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ جب خمر کی تحریم کا حکم نازل ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! تو خمر کے حکم کے متعلق بیان شافی نازل فرما دے، تو سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ۔ (البقرہ: ۲۱۹)

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔

تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان پر یہ آیت پڑھی گئی تو انہوں نے پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے لیے خمر کے حکم کے متعلق بیان شافی نازل فرما، پس یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى۔ (النساء: ۴۳)

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

Marfat.com

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی جب نماز کے لیے کھڑا ہوا تو اس نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص نشہ میں ہو، وہ نماز کے قریب نہ جائے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس آیت کو پڑھا گیا، تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! خمر کے حکم کے متعلق بیان شافی نازل فرما، تو سورہ مائدہ: ۹۰ نازل ہوگئی اور یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر پڑھی گئی۔ اور جب المائدہ: ۹۱ پڑھی گئی:

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ (المائدہ)

شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کردے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو O

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: انتھینا، انتھینا، یعنی ہم باز آگئے، ہم باز آگئے۔

اسی طرح اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے از اسرائیل از ابی اسحاق روایت کی، اور امام ترمذی اور علی بن المدینی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

''خمر'' کا معنی

ارباب لغت نے خمر کے اسم کے اشتقاق میں مختلف اقوال ذکر کیے ہیں جو قریبۃ المعانی ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ خمر کو خمر اس لئے کہا جاتا ہے کہ خمر عقل کو ڈھانپ لیتی ہے اور چھپا دیتی ہے، جس طرح عورت کے دوپٹے کو خمار کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ بھی عورت کے سر کو چھپا دیتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ الخمر ''المخامرۃ'' سے ماخوذ ہے، اور مخامرۃ کا معنی ہے ''مخالطۃ''، یعنی کسی چیز کو خلط ملط کرنا اور خمر بھی عقل کو خلط ملط کر دیتی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ خمر کو خمیر اس لیے کہتے ہیں کہ اگر خمر کو کچھ دیر چھوڑ دیا جائے تو اس میں خمیر آ جاتا ہے، جس طرح گوندھے ہوئے آٹے کو کچھ دیر چھوڑ دیا جائے تو اس میں خمیر آ جاتا ہے اور اس کا معنی لوگوں کے نزدیک معروف ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ خمر کو خمر اس لئے کہتے ہیں کہ خمر دماغ کو ڈھانپ دیتی ہے، یعنی نشہ کی حالت میں انسان کا دماغ صحیح کام نہیں کرتا۔

''مَیْسِر'' کا معنی

مَیْسِر کا معنی قمار ہے یعنی جوا، اور عطاء، مجاہد اور طاؤس سے مروی ہے کہ قمار میں سے ہر چیز میسر ہے حتیٰ کہ بچوں کا اخروٹ کے ساتھ کھیلنا بھی میسر ہے۔ اور راشد بن سعید اور حمزہ بن حبیب نے کہا ہے حتیٰ کہ چوسر کی گوٹ اور اخروٹ اور انڈوں کے ساتھ جو بچے کھیلتے ہیں وہ بھی میسر ہے۔

اور علامہ الزمخشری نے کہا ہے کہ مَیْسِر کا معنی قمار ہے، یہ یُسر سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے کسی چیز کا آسانی سے حاصل ہونا اور جب کوئی آدمی جوا کھیلتا ہے تو وہ جوئے کے ذریعہ دوسرے کا مال آسانی سے حاصل کر لیتا ہے، اس لئے جوئے کو مَیْسِر کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

''الانصاب'' کا معنی

انصاب، نُصب کی جمع ہے (نون پر پیش اور صاد ساکن ہے)، اور یہ ایک پتھر ہے جس کو زمانۂ جاہلیت میں نصب کرتے تھے اور اس کو بت بنا لیتے تھے اور اس کی عبادت کرتے تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس پتھر کو نصب کرتے اور اس کے اوپر جانوروں کو بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کرتے اور یہ نُصب خون سے سرخ ہو جاتا تھا۔

''الازلام'' کا معنی

ازلام، زلم کی جمع ہے (اس میں زاء پر زبر ہے) یہ ان تین تیروں کو کہتے ہیں جن میں سے ایک پر لکھا ہوتا ہے: مجھے میرے رب نے حکم دیا اور دوسرے پر لکھا ہوتا ہے: مجھے میرے رب نے منع کیا، اور تیسرا تیر معطل ہوتا ہے اور اس پر کچھ لکھا ہوا نہیں ہوتا۔ تو جب فال کے ذریعہ وہ تیر نکلتا جس پر لکھا ہوتا ہے: مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے تو وہ اس کام کو کرتا ہے، اور جب فال کے ذریعہ وہ تیر نکلتا جس پر لکھا ہوتا کہ میرے رب نے مجھے منع کیا تو وہ اس کام کو ترک کر دیتا، اور اگر فال کے ذریعہ سادہ تیر نکلتا جس پر کچھ لکھا ہوا نہ ہوتا، تو پھر وہ دوبارہ فال نکالتا۔

خمر کے متعلق فرمایا کہ وہ رِجس ہے یعنی نجس اور ناپاک ہے، مراد یہ ہے کہ خمر حرام ہے کیونکہ حرام چیز کے اوپر بھی رجس کا اطلاق آیا ہے جیسے مردار اور خون پر اور رِجس کا اطلاق اللہ عزوجل کی کتاب میں کُفر پر بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ (التوبہ:۱۲۵) تو اس سورت نے ان کی (سابق) نجاست پر ایک اور نجاست کا اضافہ کر دیا (یعنی ان کے کفر پر ایک اور کفر کا اضافہ کر دیا)۔

اور اس آیت میں جو خمر پر رِجس کا اطلاق کیا گیا ہے، اس سے کفر کو مراد لینا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ کوئی معین چیز ایمان یا کفر نہیں ہوتی، کیونکہ ایمان اور کفر تو کسی بندے کے اعتقاد اور قول سے ہوتا ہے، یعنی بندہ اگر کفر کا اعتقاد رکھے گا تو وہ کافر ہو گا اور ایمان کا اعتقاد رکھے گا تو وہ مومن ہو گا، تو کفر اور ایمان کا تعلق اعتقاد اور قول سے ہے، کسی معین چیز کے ساتھ نہیں ہے۔ اور اس آیت میں جو خمر پر اطلاق کیا گیا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی تحریم بہت زیادہ قوی ہے۔ اور کتاب التفسیر میں اس کی زیادہ تفصیل کی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴۲۔ ۲۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ کتاب التفسیر میں المائدہ: ۹۰ کے متعلق اس طرح لکھا ہوا ہے:

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وَالْاَزْلَامُ (المائدہ: ۹۰) اس سے مراد وہ تیر ہیں جن سے وہ اپنے کاموں میں قسمت کا حال معلوم کرتے تھے، ''النصب'' اس سے مراد وہ نصب شدہ پتھر ہیں جن پر وہ (بتوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے) اپنے جانوروں کو ذبح کرتے تھے، دوسروں نے کہا: ''الزلم'' کا معنی ایسا تیر ہے جس کا پر نہیں ہوتا: یہ ''ازلام'' کا واحد ہے اور ''الاستقسام'' کا معنی ہے: تیر کو گھمایا جائے اگر وہ تیر اس کو کسی کام سے منع کرے تو رک جائے اور اگر وہ اس کو کسی کام کا حکم دے تو اس کو کرے اور انہوں نے تیروں پر مختلف قسم کی نشانیاں بنا رکھی تھیں اور وہ ان نشانیوں سے قسمت کا حال معلوم کرتے تھے اور اس سے ''فَعَلت'' کے معنی میں ''قسمت'' ہے اور ''القسوم'' مصدر ہے۔

۵۵۷۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ

Marfat.com

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ۔

بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں خمر کو پیا، پھر اس نے اس سے توبہ نہیں کی تو وہ آخرت میں خمر سے محروم ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۰۳، سنن ترمذی: ۱۸۶۱، سنن نسائی: ۵۶۷۳، سنن ابن ماجہ: ۳۳۷۳، مسند احمد: ۴۶۷۶، موطا امام مالک: ۱۵۹۷، سنن داری: ۲۰۹۰)

صحیح البخاری: ۵۵۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان شراب نوشی سے توبہ نہ کرے، وہ آخرت میں شراب نہیں پیئے گا۔

اس میں یہ بیان ہے کہ جنت میں بھی خمر ہوگی جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے:

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۔ (محمد: ۱۵) اور اس میں ایسی شراب کے دریا ہیں جو پینے والوں کے لیے خوش ذائقہ ہیں۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ معصیت اور گناہ کی وجہ سے انسان جنت سے محروم تو نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ جو مسلمان دنیا میں خمر پیئے گا، وہ جنت میں داخل تو ہوگا، لیکن جنت کے دریا سے خمر کو نہیں پیئے گا، پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ جنت میں تو انسان کی ہر خواہش پوری کی جائے گی، اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں خمر پینے والا جنت میں خمر کی خواہش کو بھول جائے گا، اور دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگرچہ اس کو خمر کی خواہش یاد ہوگی لیکن وہ اس کی خواہش نہیں کرے گا۔

اس کی تحقیق کہ جو شخص دنیا میں خمر کو پیئے گا، آیا وہ آخرت میں خمر سے محروم ہوگا یا نہیں؟

علامہ قرطبی نے کہا ہے: ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں خمر کو پیئے گا، اس پر آخرت میں دائماً خمر حرام ہو جائے گی، پس اگر وہ جنت میں داخل ہوگا تو وہ جنت میں خمر کے سوا باقی تمام مشروبات کو پیئے گا، اس کے باوجود اس کو وہاں خمر کے نہ پینے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور نہ وہ خمر پینے والوں کے اوپر حسد کرے گا اور اس کا حال ایسے ہوگا جیسے جنت میں بعض مسلمان بلند درجات میں ہوں گے اور بعض مسلمان کم درجات میں ہوں گے، اور جو مسلمان کم درجات میں ہوں گے، وہ بلند درجات کی خواہش نہیں کریں گے اور یہ ان کے لیے سزا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ (الحجر) اور ان کے دلوں میں جو رنجشیں ہوں گی ہم ان سب کو نکال لیں گے، (وہ) ایک دوسرے کے بھائی ہو کر مسند نشین ہوں گے ۝

اور اس سوال کا ایک یہ جواب دیا گیا ہے کہ جس نے دنیا میں خمر کو پیا، اس کو دوزخ کا عذاب دیا جائے گا اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو پھر اس کو خمر سے

Marfat.com

محروم نہیں کیا جائے گا۔

اور ریشم کے پہننے اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کے متعلق بھی ہم اسی طرح تفصیل کرتے ہیں۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی نے بیان کیا ہے کہ بعض متقدمین نے کہا ہے کہ جس نے دنیا میں خمر کو پیا پھر اس سے توبہ نہیں کی تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور یہ مذہب ہمارے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے، سوا اس کے کہ یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام وعیدات کا نافذ ہونا قطعی ہے، اور ہمارے نزدیک اس کا محمل یہ ہے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا، سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے جب کہ وہ بغیر توبہ کئے مرجائے جیسا کہ باقی کبیرہ گناہوں کا حکم ہے۔

اسی طرح ان کا قول ہے کہ وہ آخرت میں خمر کو نہیں پئے گا، اس کا معنی ہمارے نزدیک یہ ہے کہ سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے اور اس کو جنت میں داخل کردے تو پھر وہ جنت میں خمر کو پئے گا اور ہمارے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر محمول ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کی مغفرت فرمادے گا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو عذاب دے گا، پس اگر اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہ کی وجہ سے عذاب دے گا تو اپنی رحمت کے سبب سے اس کو جنت میں داخل کردے گا اور اس کو خمر سے جنت میں محروم نہیں کرے گا اگر اللہ عزوجل چاہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴۳۔ ۲۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۵۵۷۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أُتِيَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِإِيلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا ثُمَّ أَخَذَ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ وَلَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ وَابْنُ الْهَادِ وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَالزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

(صحیح بخاری: ۳۳۹۴، ۳۴۳۷، ۴۷۰۹، ۵۵۷۶، ۵۶۰۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس میں معراج کرائی گئی، تو آپ کے پاس دو پیالے لائے گئے، ایک پیالے میں خمر تھی اور دوسرے میں دودھ تھا، آپ نے دونوں پیالوں کی طرف دیکھا، پھر دودھ والے پیالے کو لے لیا، تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے آپ کو فطرت کی ہدایت دی، اور اگر آپ خمر کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

شعیب کی متابعت معمر اور ابن الہاد اور عثمان بن عمر اور زبیدی نے کی ہے از الزہری۔

صحیح البخاری: ۵۵۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے ''مشروبات کا بیان'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اگر آپ خمر کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی''۔ اس سے معلوم ہوا کہ مشروبات میں سے خمر حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ اس کا پینا گمراہی کا سبب ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ''ابوالیمان'' یمان میں یاء پر زبر ہے اور یہ الحکم بن نافع الحمصی ہیں اور اس میں شعیب کا ذکر ہے، یہ ابن ابی حمزہ الحمصی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''ایلیاء'' کا ذکر ہے (اس میں ہمزہ کے نیچے زیر ہے اور یاء ساکن ہے اور آخر میں یاء پر مد ہے)، یہ بیت المقدس کے شہر کا نام ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس شہر میں یہ پیالے پیش کیے گئے۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ تین پیالے پیش کئے گئے تھے، ایک پیالے میں شہد تھا اور دوسرے پیالے میں خمر تھی اور تیسرے پیالے میں دودھ تھا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ایلیاء میں تو دو پیالے پیش کیے گئے تھے اور جب آپ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا تو وہاں پر تین پیالے پیش کیے گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''للفطرۃ'' یعنی اسلام اور استقامت کے لیے۔

اور اگر آپ خمر کو لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی، یعنی آپ کی امت شراب پینے میں منہمک ہو جاتی، لیکن اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے آپ نے دودھ کو اختیار کیا، کیونکہ وہ سہل اور طیب و طاہر ہے اور پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے اور اس کا انجام بخیر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل نے کہا: اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حمد ہے جس نے آپ کو فطرت کی ہدایت دی، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی نئی اور تازہ نعمت ملے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے، اور جس کے حصول کی توقع ہو، اس کے حصول کی امید رکھنی چاہیے اور جس ضرر کے وقوع کا خطرہ ہو، اس سے دور رہنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔

متابعات کی شرح

اس حدیث میں معمر کی متابعت کا ذکر ہے، امام بخاری نے اس کو سندِ موصول کے ساتھ احادیث الانبیاء علیہم السلام کے باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کیا ہے اور اس میں ایلیاء کا ذکر نہیں ہے اور اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ جو مشروب چاہیں پییں، تو میں نے دودھ کو لیا اور اس کو پی لیا۔

اور اس حدیث میں ابن الہاد کی تعلیق کا ذکر ہے، اس کو الکسائی نے سند موصول کے ساتھ از ابن شہاب زہری ذکر کیا ہے اور امام احمد نے اس کو ابن الہاد کی سند سے زہری سے بغیر واسطہ کے ذکر کیا ہے۔

اور اس میں عثمان بن عمر کی تعلیق کا ذکر ہے، اس کو تمام رازی نے سندِ موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

رہی زبیدی کی روایت از زہری تو اس کو امام نسائی نے محمد بن حرب کی سند سے ذکر کیا ہے اور اس میں ایلیاء کا ذکر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴۴۔ ۲۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۷۷۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ بِهِ غَيْرِي قَالَ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَقِلَّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا وَتُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قَيِّمُهُنَّ رَجُلٌ وَاحِدٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسی حدیث سنی ہے جو تم کو میرے سوا کوئی اور بیان نہیں کرے گا۔ آپ نے فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ جہل کا ظہور ہوگا اور علم کم ہوگا اور زنا کا ظہور ہوگا اور خمر پی جائے گی اور مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا منتظم ایک مرد ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۶۷۱، سنن ترمذی: ۲۲۰۵، سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۵، مسند احمد: ۱۲۳۹۵)

صحیح البخاری: ۵۵۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''مشروبات کا بیان'' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ قربِ قیامت میں شراب (کھلم کھلا) پی جائے گی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، وہ الدستوائی ہیں اور امام بخاری نے الدستوائی سے صرف یہی حدیث ذکر کی ہے، اور یہ حدیث کتاب العلم میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرے علاوہ تمہیں اور کوئی یہ حدیث بیان نہیں کرے گا''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے کہا تھا کہ اس جگہ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی صحابی نہیں تھا اور وہ باقی رہنے والے صحابہ میں سے آخری صحابی تھے، یا اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ ان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث کسی اور نے نہیں سنی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من اشراط الساعۃ'' اشراط کے معنی ہیں علامات، یہ شرط کی جمع ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''اور شراب پی جائے گی'' یعنی علی الاعلان اور کھلم کھلا شراب پی جائے گی، کیونکہ شراب تو اب بھی

Marfat.com

بعض فساق وفجار پیتے ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: ''اور مرد کم ہو جائیں گے'' اس کی وجہ یہ ہے کہ قربِ قیامت میں بہ کثرت لڑائیاں ہوں گی جن میں بہت زیادہ مرد مارے جائیں گے، سو وہ کم ہو جائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۲۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۷۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَابْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولَانِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُحَدِّثُهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَقُولُ كَانَ أَبُو بَكْرٍ يُلْحِقُ مَعَهُنَّ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَبْصَارَهُمْ فِيهَا حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن اور ابن المسیب سے سنا، وہ دونوں بیان کرتے تھے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے، وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شخص شراب پیتا ہے، اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شخص چوری کرتا ہے، اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔

ابن شہاب نے کہا: مجھے عبد الملک بن ابی بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام نے خبر دی کہ ابوبکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے تھے، پھر کہتے تھے کہ ابوبکر اس حدیث کے ساتھ اس کو بھی لاحق کرتے تھے: اور جو شخص کسی بلند جگہ پر کھڑا ہو، اور لوگ نگاہیں بلند کر کے اس کی طرف دیکھتے ہوں اور وہ کسی شخص کو دن دہاڑے لوٹے، تو جس وقت وہ کسی آدمی کو لوٹتا ہے، تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۷۵، ۵۵۷۸، ۶۷۷۲، ۶۸۱۰، صحیح مسلم: ۵۷، سنن ترمذی: ۲۶۲۵، سنن نسائی: ۵۶۵۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۶، مسند احمد: ۲۷۴۱۹، سنن دارمی: ۲۱۰۶)

صحیح البخاری: ۵۵۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''مشروبات کا بیان'' اور اس میں یہ حدیث ذکر ہے کہ جس وقت کوئی شخص خمر پیتا ہے، اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن صالح کا ذکر ہے، یہ ابوجعفر المصری ہیں، اور ابن وہب کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن وہب المصری ہیں۔ اور یونس کا ذکر ہے، یہ ابن یزید الایلی ہیں اور ابن شہاب کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لایزنی حین یزنی" اور اس کے فاعل کا ذکر نہیں ہے، اور مراد یہ ہے کہ جب کوئی مومن زنا کرتا ہے یا جب کوئی زانی زنا کرتا ہے یا جب کوئی مرد زنا کرتا ہے، تو زنا کرتے وقت یا جس حال میں وہ زنا کرتا ہے، وہ مومن نہیں ہوتا۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: یہ حدیث شراب پینے کی وعید میں سب سے زیادہ شدید ہے، اور اس حدیث سے خوارج نے استدلال کیا ہے اور انہوں نے کہا: جو شخص گناہِ کبیرہ کا عمداً ارتکاب کرے اور اس کو اس کبیرہ کے حرام ہونے کا علم ہو، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اور اہلِ سنت نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا کہ وہ مومن کامل نہیں رہے گا، یعنی جس حال میں وہ شراب پی رہا ہے، اس حال میں وہ مومن کامل نہیں ہوگا: یا یہ حدیث دھمکانے اور ڈرانے اور تغلیظ کے باب سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران)

بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے ۝

علامہ حمد بن محمد الخطابی متوفی ۳۸۸ھ شارح بخاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: جس نے ان حرام کاموں کو حلال سمجھ کر کیا، وہ ان کاموں کے کرتے وقت مومن نہیں رہے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس طرح کی تمام احادیث کا یہی معنی ہے، ان احادیث میں سے یہ حدیث ہے:

ابن مندہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مرد جنت میں داخل نہیں ہوں گے، جو دائماً خمر پینے والا ہو، جو رحم کو قطع کرنے والا ہو، جو جادو کی تصدیق کرنے والا ہو۔

اور امام ابن ابی حاتم نے از حکیم بن جبیر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ دائماً شراب پینے والا تھا، تو وہ بتوں کی عبادت کرنے والے کی مثل ہے۔

اور امام ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مرد دائماً شراب پینے والا ہو، وہ بتوں کی عبادت کرنے والے کی مثل ہے۔

یعنی یہ تمام احادیث اس پر محمول ہیں کہ جو شخص ان حرام کاموں کو حلال سمجھ کر کرتا ہو۔

امام بخاری نے اس حدیث کے آخر میں تعلیق ذکر کی ہے، جس میں ابوبکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث میں زانی خمر پینے والے اور چوری کرنے والے کا ذکر ہے، اس کے ساتھ لوٹ مار کرنے والے کو بھی ملا دیا ہے، کہ جو شخص کسی بلند جگہ پر کھڑا ہوا اور وہ لوگوں کا مال قہراً اور ظلماً اور زبردستی برملا چھینے اور لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوں، پس لوگ فریاد کریں اور اس سے مدافعت کرنے پر

Marfat.com

قادر نہ ہوں، تو وہ لوٹ مار کرنے والا بھی اس حال میں مومن نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خمر کی تحریم کے متعلق دیگر احادیث

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے خمر کو پیا اور اس کو اپنے پیٹ میں رکھ لیا، تو اس کی سات دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی اور اگر ان ایام میں وہ مر گیا تو وہ کفر پر مرے گا اور اگر اس کی عقل کسی چیز کے سبب سے فرائض سے زائل ہوگئی تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی، اور اگر ان ایام میں وہ مر گیا تو اس کی موت کفر پر ہوگی۔ (سنن ترمذی: ۱۸۶۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس نے ریشم کو دنیا میں پہنا، اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا، اور جس نے دنیا میں خمر کو پی لیا، وہ اس کو آخرت میں نہیں پیے گا اور جس نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں دنیا میں پیا تو وہ آخرت میں ان برتنوں میں نہیں پیے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کا لباس اور اہل جنت کا مشروب اور اہل جنت کے برتن سونے کے ہیں۔ (السنن الکبریٰ: ۶۸۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دائماً شراب پینے والا بتوں کی عبادت کرنے والے کی مثل ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۳۷۵، التاریخ الکبیر للبخاری ج ۱ ص ۹۹، الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۶۴)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے، دائماً خمر پینے والا، رحم کو قطع کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۹)

حضرت عروہ بن رویم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میرے رب نے مجھ کو خمر کے پینے اور بتوں کی عبادت کرنے سے منع فرمایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۰۵۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا سے اس حال میں جدا ہوا کہ وہ نشے میں تھا اور قبر میں اس حال میں داخل ہوا کہ وہ نشے میں تھا، اور قبر سے اس حال میں اٹھایا گیا کہ وہ نشے میں تھا تو اس کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا اور وہ نشے میں ہوگا، ایک ایسے پہاڑ کی طرف جس کا نام سکران ہے، اس میں ایک چشمہ ہے جس سے پیپ اور خون بہتا ہے اور وہ اس کا کھانا اور پینا ہوگا جب تک کہ آسمان اور زمین قائم ہیں۔ (المطالب العالیہ: ۱۸۱۴، اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ۳۸۰۳)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں فرماتا اور جو شخص اس حال میں مرتا ہے کہ اس کے مثانے میں کچھ شراب ہو، اللہ تعالیٰ اس کے اوپر جنت کو حرام کر دیتا ہے اور اگر وہ ان چالیس دنوں میں مر جائے تو جاہلیت کی موت مرے گا۔

(الآحاد والمثانی: ۸۱۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۶۳، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۱۴۷)

حافظ نور الدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے لکھا ہے: اس حدیث کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں، سوا داؤد بن صالح

Marfat.com

التمار کے، اور امام طبرانی کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۶۸۔۶۷)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۱۔۱۶، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کتاب الاشربہ سے پہلے کتاب الاطعمہ لکھی اور ہم نے ذکر کیا کہ طعام ہر وہ چیز ہے جس کو کھایا جاتا ہے اور پیا جاتا ہے اور جس چیز کو چبانے کی ضرورت ہو، وہ طعام ہے اور جس چیز کو چبانے کی ضرورت نہ ہو وہ مشروب ہے جیسے پانی، شہد اور دودھ، اور اصل مشروبات میں یہ ہے کہ وہ حلال ہیں کیونکہ ان کے حرام ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بر سبیل عموم فرمایا ہے:

أَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ۞ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۞ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۞ (الواقعہ)

بھلا بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو O کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں O اگر ہم چاہیں تو اس (پانی کو) سخت کڑوا بنادیں تو پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے O

پس اللہ تعالیٰ نے مشروبات کو حلال قرار دیا ہے، پس کسی انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دلیل شرعی کے بغیر کسی چیز کو حرام کہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۞ (النحل)

اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تا کہ تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو، بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے O

پھر امام بخاری نے اس باب کو اس آیت سے شروع کیا ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞ (المائدہ)

بے شک شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں سے ہیں، سو تم ان سے اجتناب کرو تا کہ تم کامیاب ہو O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو نجس فرمایا ہے اور ان کو حرام قرار دیا ہے اور ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان میں سے پہلی چیز خمر ہے، خمر اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانپ لے، جیسے خمار عورت کے دوپٹے کو کہتے ہیں جو اس کے سر کو ڈھانپ لیتا ہے اور خمر کے پینے سے انسان کو ایسا نشہ آجاتا ہے جس سے اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ پس نشہ عقل کو غائب کر دیتا ہے اور نشے میں انسان کو صحیح اور غلط کی تمیز نہیں رہتی اور وہ کتنے ناجائز کاموں کو جائز سمجھ کر کرتا ہے۔ اور دوسری چیز میسر ہے، میسر جوئے کو کہتے ہیں جس میں انسان کسی کھیل میں غلبہ پا کر کوئی معین رقم حاصل کرتا ہے۔ اور شریعت نے مقابلے میں غلبہ سے صرف تین چیزوں کو جائز قرار دیا ہے، نیزہ بازی، اونٹ سواری کا مقابلہ اور گھوڑے سواری کا مقابلہ۔ اور ان مقابلوں کو اس لئے جائز قرار دیا ہے کہ ان سے جہاد کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مقابلے کے ذریعہ کسی کھیل میں غلبہ پانا اور اس کا عوض لینا جائز نہیں

Marfat.com

ہے۔اور تیسری چیز انصاب ہے، یہ نصب کی جمع ہے اور یہ وہ بت ہیں جن کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی ہے۔اور چوتھی چیز ازلام ہیں، ازلام، زلم کی جمع ہے اور یہ وہ تیر ہیں جن کو زمانہ جاہلیت میں عربوں نے فال کا ذریعہ بنایا تھا، وہ مختلف تیروں پر مختلف عبارات لکھ دیتے، کسی تیر پر لکھا ہوتا: سفر کرلو، کسی تیر پر لکھا ہوتا: سفر نہ کرو، جب کسی شخص نے سفر کرنا ہوتا تو وہ اس تیر سے فال نکالتا اور اگر لکھا ہوتا: سفر کرو، تو سفر کرتا اور اگر لکھا ہوتا کہ سفر نہ کرو، تو وہ سفر نہ کرتا۔سو یہ چار چیزیں ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ رِجس یعنی نجس ہیں اور عملِ شیطان ہیں۔

سوال: آیا یہ رِجس یعنی نجاست حسی ہے یا معنوی ہے؟

جواب: یہ نجاست قطعی طور پر معنوی ہے اور اس کا حسی ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ جو آدمی جوا کھیلتا ہے وہ اس جوئے کا معاوضہ کسی نجس چیز کو قرار نہیں دیتا جس کو رکھنے سے کپڑے نجس ہو جائیں، اسی طرح بت بھی حسی طور پر نجس نہیں ہیں، حتیٰ کہ اگر کسی بت کے اوپر کوئی انسان گیلا ہاتھ رکھے تو اس کا ہاتھ ناپاک ہو جائے، اس طرح نہیں ہے، اسی طرح فال کے تیر بھی حسی نجاست نہیں ہیں بلکہ یہ نجاست معنوی ہے، یعنی یہ شیطان کا عمل ہے اور اس میں شیطان کی اتباع ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے ان چار چیزوں سے اجتناب کا حکم دیا ہے اور ان سے اجتناب نہ کرنا حرام ہے۔(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۹۹۔۳۰۰، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۔ بَابٌ: اَلْخَمْرُ مِنَ الْعِنَبِ — خمر انگور وغیرہ سے تیار ہوتی ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ خمر انگور کا کچا شیرہ ہے جب وہ پڑے پڑے گاڑھا ہو جائے اور جھاگ چھوڑ دے، اور انگور کے علاوہ اور کسی چیز کا پانی حقیقتاً خمر نہیں ہے۔اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک انگور کا شیرہ ہو یا کھجور کا شیرہ ہو، تو کچھ دیر پڑے رہنے کے بعد جب جھاگ چھوڑ دے، وہ بھی خمر ہے، کیونکہ امام مسلم نے روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خمر ان دو درختوں سے ہے، کھجور کے درخت سے اور انگور کے درخت سے۔(صحیح مسلم: ۱۹۸۵)

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ خمر کا حصر ان دو درختوں میں ہے، حالانکہ ایک حدیث میں وارد ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: خمر کی تحریم نازل ہوئی اور یہ پانچ چیزوں سے بنتی تھی، انگوروں سے، کھجوروں سے، گندم سے، شہد سے اور جو سے، جیسا کہ عنقریب یہ حدیث آئے گی (صحیح البخاری: ۵۵۸۱)، پس جب اس طرح سے ہے تو صحیح مسلم کی جس حدیث میں مذکور ہے کہ خمر ان دو درختوں سے بنتی ہے، انگور سے اور کھجور سے تو اس میں تاویل کی جائے گی اور وہ تاویلات حسب ذیل ہیں:

(۱) صحیح مسلم کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ خمر ان دو درختوں سے بنتی تھی، اس سے مراد یہ ہے کہ ان دو درختوں میں سے کسی ایک سے بنتی تھی جیسا کہ درج ذیل آیت میں بھی یہ تاویل ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا۔ (الانعام: ۱۳۰)

اور اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر میری آیات بیان کرتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟

Marfat.com

اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جنات اور انسانوں دونوں گروہوں میں سے رسول آتے رہے ہیں، حالانکہ جنات میں سے کوئی رسول نہیں آیا، رسول صرف انسانوں میں سے آئے ہیں، تو پھر اس آیت میں یہ تاویل کی جائے گی کہ اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تم میں سے کسی ایک گروہ کے پاس رسول نہیں آئے؟ اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ (الرحمٰن) ان سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں O

اس آیت کا بھی ظاہر معنی یہ ہے کہ ان دو سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں، حالانکہ موتی اور مونگے ان دو سمندروں میں سے ایک سے نکلتے ہیں۔ تو اس آیت کی یہ تاویل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دو سمندروں میں سے ایک سمندر سے موتی اور مونگے نکالتا ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث کا محمل ہے کہ خمر ان دو درختوں میں سے ایک درخت سے بنتی ہے، یعنی کھجور اور انگور کے درختوں میں سے صرف انگور کے درخت سے خمر بنائی جاتی ہے نہ کہ کھجور سے خمر بنائی جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ خمر کی تحریم نازل ہوئی اور وہ پانچ چیزوں سے بنائی جاتی تھی، اس کا بھی محمل یہ ہے کہ وہ پانچ چیزوں میں سے ایک چیز سے بنائی جاتی تھی، یعنی صرف انگور سے۔

(۲) مراد یہ ہے کہ خمر ان دونوں درختوں سے بنتی ہے، ہر چند کہ یہ دونوں درخت مختلف ہیں لیکن مراد یہ ہے کہ خمر انگور سے بنتی ہے اور وہی حقیقۃً خمر ہے، اسی وجہ سے انگور کے کچے شیرے کو خمر کہا جاتا ہے، خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو، نشہ آور ہو یا نشہ آور نہ ہو، یا مراد یہ ہے کہ کھجور کا کچا شیرہ جو نشہ آور ہو وہ خمر ہے، پس غیر نشہ آور شیرہ اس میں داخل نہیں ہوگا۔ اسی طرح انگور کے شیرہ کے علاوہ ہر جس شیرہ پر خمر کا اطلاق ہے، اس پر خمر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب وہ شیرہ نشہ آور ہو اور یہ اطلاق بھی مجازی ہے خمر کا حقیقی اطلاق صرف انگور کے کچے شیرہ پر ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے جو یہ لکھا ہے کہ انگور کا کچا شیرہ خواہ نشہ آور ہو یا نشہ آور نہ ہو، وہ حقیقۃً خمر ہے، فقہاء احناف کے نزدیک صحیح نہیں ہے، فقہاء احناف کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ انگور کا کچا شیرہ جو پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے اور نشہ آور ہو جائے وہ خمر ہے، اس کا ایک قطرہ پینا بھی حرام قطعی ہے اور حد کا موجب ہے خواہ اس سے نشہ نہ ہو اور انگور کا کچا شیرہ جو نشہ آور نہ ہو، جیسے انگوروں کا جوس ہوتا ہے، اس کا پینا حلال ہے اور اس کے حرام ہونے کا کوئی قائل نہیں ہے اور نہ اس کے اوپر خمر کے اطلاق کا کوئی قائل ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

نیز علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر تم یہ سوال کرو کہ ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو اس کے اوپر خمر کا اطلاق ہوتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور خمر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ مشروب جس سے نشہ پایا جائے اسے خمر کہا جاتا ہے نہ کہ اس کے غیر کو بخلاف انگور کے گاڑھے شیرہ کے، وہ خمر ہے خواہ وہ نشہ آور ہو یا نہ ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خمر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لے جیسا کہ عنقریب آئے گا، پس اس مشروب کو خمر اس وقت کہا جائے گا جب وہ عقل کو ڈھانپ لے، بخلاف انگور کے اس شیرہ کے جو گاڑھا ہو۔ یہی اس مقام کی تحقیق ہے، میں نے شراح میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس مقام کی اس طرح تحقیق کی ہو بلکہ اکثر شارحین نے اس مقام سے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا ہے۔ البتہ میں نے شرح ابن بطال میں دیکھا، انہوں نے اس باب کی شرح میں

Marfat.com

اسی طرح لکھا ہے۔

پس اس حدیث کی توجیہ وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے اور یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے فیضِ الٰہی سے ہم پر کھول دی ہے، سو اللہ ہی کا شکر ہے اور اس کا احسان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴۷۔ ۲۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۷۹۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ هُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ لَقَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ وَمَا بِالْمَدِينَةِ مِنْهَا شَيْءٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی اور وہ ابن مغول ہیں از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے فرمایا: کہ بے شک خمر کو حرام کر دیا گیا ہے، اور مدینہ میں خمر میں سے کوئی چیز باقی نہیں بچی تھی۔

(صحیح البخاری: ۴۶۱۶، ۵۵۷۹ صحیح مسلم: ۳۰۳۲، سنن ترمذی: ۱۸۷۲، سنن نسائی: ۵۵۷۹)

صحیح البخاری: ۵۵۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حسن بن صباح کا ذکر ہے، یہ البزار الواسطی ہیں اور محمد بن سابق کا ذکر ہے، یہ شیوخِ بخاری سے ہیں۔ اور امام بخاری نے یہاں پر ان سے ایک واسطہ سے روایت کی ہے اور مالک کا ذکر ہے، وہ ابن مغول البجلی ہیں۔ امام بخاری نے جو کہا کہ وہ ابنِ مغول ہیں، یہ اس التباس کو دور کرنے کے لیے ذکر کیا ہے کہ کسی کو یہ شک ہو کہ یہ امام مالک بن انس ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے کہ خمر کو حرام کیا گیا اور تحریم خمر فتحِ مکہ کے سال فتحِ مکہ سے پہلے ہوئی تھی اور علامہ الدمیاطی نے وثوق سے کہا ہے کہ تحریم خمر حدیبیہ کے سال ہوئی اور حدیبیہ کا سال چھ ہجری تھا اور امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ تحریم خمر بنو نضیر کے قصہ میں ہوئی ہے اور یہ قصہ غزوۂ احد کے بعد ۴ ہجری میں ہوا ہے اور اس قول پر اعتراض ہے، کیونکہ جب خمر کو حرام قرار دیا گیا تو خمر پلانے والے حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے، اور جب انہوں نے خمر کی تحریم کو سنا تو انہوں نے سبقت کی اور خمر کو بہا دیا، تو اگر ۴ ہجری میں خمر کو حرام قرار دیا گیا ہو تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت بہت کم تھی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ خمر کو حرام قرار دیا گیا اور مدینہ میں ان میں سے کچھ بھی باقی نہیں تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہاں خمر سے مراد انگور کا کچا شیرہ ہے، کیونکہ انگور کے کچے شیرہ کے علاوہ دوسرے نبیذ تو مدینہ میں اس وقت موجود تھے اور اس پر دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو اس کے بعد آئے گی، یا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو کہا کہ اس وقت مدینہ میں خمر بالکل نہیں تھی تو یہ انہوں نے اپنے علم کے اعتبار سے کہا ہے یا نفی میں مبالغہ کا ارادہ کیا ہے جیسے کہا جاتا ہے

فلاں شخص تو "لیس بالشیء" ہے یعنی کچھ بھی نہیں ہے۔

۵۵۸۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا الْخَمْرُ حِينَ حُرِّمَتْ وَمَا نَجِدُ يَعْنِي بِالْمَدِينَةِ خَمْرَ الْأَعْنَابِ إِلَّا قَلِيلًا وَعَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ۔

۵۵۸۰۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب عبدربہ بن نافع نے حدیث بیان کی از یونس از ثابت البنانی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم پر خمر حرام کی گئی جب حرام کی گئی اور ہم مدینہ میں انگوروں کی شراب بہت کم پاتے تھے اور ہماری عام شراب کچی اور پکی کھجوروں سے بنتی تھی۔

(صحیح بخاری: ۲۴۶۴، ۴۶۱۷، ۴۶۲۰، ۵۵۸۰، ۵۵۸۲، ۵۵۸۳، ۵۵۸۴، ۵۶۲۰، ۵۶۲۲، ۷۲۵۳، صحیح مسلم: ۱۹۸۰، سنن نسائی: ۵۵۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۶۷۳، مسند احمد: ۱۲۹۶۳، موطا امام مالک: ۱۵۹۹، سنن دارمی: ۲۰۸۹)

صحیح البخاری: ۵۵۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: احمد بن یونس اور وہ احمد بن عبداللہ بن یونس التمیمی الیربوعی الکوفی ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوشہاب، یہ عبدربہ کی کنیت ہے، یہ ابن نافع الحناط المدائنی ہیں۔ اور یونس کا ذکر ہے، وہ ابن عبید البصری ہیں۔ اور ثابت کا ذکر ہے جو زائل کی ضد ہے، یہ ابن اسلم البصری ابومحمد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ہماری عام خمر بسر اور تمر ہوتی تھی"۔

بُسر، کھجور کے درخت کا چوتھا مرتبہ ہے، اور کھجور کے درخت کا پہلا مرتبہ طلع ہے، پھر خلال ہے، پھر بلح ہے، پھر بسر ہے۔ پھر اس کے بعد رطب ہے۔ (رطب سے مراد ہے تروتازہ اور پکی ہوئی کھجور اور بُسر سے مراد ہے کچی کھجور)۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ پکی ہوئی کھجور کا پہلا مرتبہ بُسر ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ خمر تو مائع ہے یعنی بہنے والی چیز ہے، اور بُسر جامد ہے تو بُسر خمر کیسے ہوگی؟، پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ بُسر کو مجازاً خمر کہا گیا ہے، کیونکہ خمر بُسر سے بنائی جاتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں مجازاً ہے:

إِنِّىٓ أَرَىٰنِىٓ أَعْصِرُ خَمْرًا (یوسف: ۳۶) میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب (کے لیے انگور) نچوڑ رہا ہوں۔

حالانکہ شراب کو نہیں نچوڑا جاتا بلکہ انگوروں کو نچوڑا جاتا ہے، سو اس آیت میں ذکر شراب کا ہے اور مراد انگور ہیں اور یہ مجاز ہے۔ اسی طرح بُسر پر خمر کا اطلاق بھی مجاز ہے۔

Marfat.com

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس سے پہلے حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں بالکل شراب نہیں تھی، پھر کیسے کہا کہ ہماری عام خمر بسر اور تمر تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ مدینہ میں بالکل شراب نہیں تھی یعنی انگور کی شراب نہیں تھی، کیونکہ جب شراب کا مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے متبادل انگور کی شراب ہوتی ہے، یا مطلق شراب انگور کی شراب پر محمول ہے۔

علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے التوضیح میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: اس حدیث میں اور اس کے بعد کی احادیث میں فقہاء کوفہ کا رد ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ خمر صرف انگور سے بنائی جاتی ہے اور ہر وہ شراب جو انگور کے غیر سے بنائی جائے وہ حرام نہیں ہے جب کہ وہ نشہ آور نہ ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہم نے جو اس باب کے شروع میں ذکر کیا ہے، وہ ابن ملقن کے رد کے لیے کافی ہے، اس کو دوبارہ پڑھ لو۔

(علامہ عینی نے اس باب کے شروع میں یہ لکھا ہے کہ یہ باب اس بیان میں ہے کہ خمر انگور سے بنائی جاتی ہے، یعنی وہ خمر جو انگور سے حاصل ہو، اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ خمر انگور کے غیر سے بھی بنائی جاتی ہے، امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خمر انگور کا کچا پانی ہے، اور جب وہ گاڑھا ہو جائے اور جھاگ چھوڑ دے اور انگور کے غیر سے جو مشروب حاصل ہوتا ہے، اس کو حقیقۃً خمر نہیں کہا جاتا، خلاصہ یہ ہے کہ انگور کے علاوہ جن چیزوں سے شراب بنائی جاتی ہے، ان کو مجازاً خمر کہا جاتا ہے حقیقۃً خمر اسی کو کہا جاتا ہے جو انگور کا شیرہ ہو اور رکھے رکھے جھاگ چھوڑ دے)۔

ائمہ ثلاثہ کا اس پر استدلال کہ انگور کے علاوہ دیگر چیزوں سے بھی خمر بنائی جاتی ہے اور علامہ عینی کی طرف سے اس کا جواب

اور المہلب نے بھی کہا ہے کہ کسی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ خمر صرف انگور سے بنتی ہے، پس یہ صحابہ جو فصحاء عرب تھے اور اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بہت فہم والے تھے، انہوں نے کہا کہ خمر پانچ چیزوں سے بنتی ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ خمر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابہ کے سامنے خطبہ دیا جن میں مہاجرین اور انصار وغیرہ سب موجود تھے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا تو یہ گویا اجماع ہو گیا۔

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ہر وہ شخص جو فقہاء احناف کے قول کی باریکیوں کو نہیں سمجھتا، وہ ان پر اسی طرح رد کرتا ہے، اور ان کا رد مردود ہے۔ اور فقہاء احناف کا یہ کہنا کہ خمر صرف انگور سے بنتی ہے، صحابہ کے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ خمر صرف پانچ چیزوں سے بنتی ہے اور نہ یہ ان کی فصاحت میں مضر ہے کیونکہ انہوں نے اپنے کلام میں حقیقت اور مجاز دونوں کو استعمال کیا ہے اور یہ عین فصاحت ہے۔ (یعنی انگور سے شراب بنائی جاتی ہے یہ حقیقتاً شراب ہے اور پانچ چیزوں سے شراب بنائی جاتی ہے، یہ مجازاً شراب ہے)۔

صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے نقیع التمر کے متعلق فرمایا کہ یہ خمر ہے، اور الشعبی، ابن ابی لیلیٰ، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور عام محدثین نے کہا ہے کہ المسکر خمر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا ان اشیاء پر خمر کا اطلاق کرنا بہ طور حقیقت نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ خمر کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ

Marfat.com

عقل کو ڈھانپ لیتی ہے اور ہم بھی اس حیثیت سے کہتے ہیں اور اس کی تحقیق عنقریب گزر چکی ہے۔ اور علامہ ابن ملقن نے یہ بھی کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ انگور کا کچا شیرہ حرام ہے، سو جس نے اس سے ایک قطرہ بھی پی لیا اس پر حد لگائی جائے گی اور ان کے ماسوا جو شرابیں ہیں، ان کے پینے سے اسی وقت حد لگائی جائے گی جب اس سے نشہ آ جائے۔ اور امام ابوحنیفہ پر رد کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ صحابہ مدینے میں الفضیخ کو پیتے تھے، اور الفضیخ وہ مشروب ہے جو کچی اور پکی کھجوروں سے بنایا جاتا ہے، پھر جب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی آیا کہ خمر کو حرام کر دیا گیا ہے، تو وہ اس مشروب کے پینے سے رک گئے، اور انہوں نے اپنے مٹکوں کو توڑ دیا اور انہوں نے انکار نہیں کیا اور انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم تو الفضیخ پی رہے تھے، بلکہ وہ اس مشروب کو پینے سے رک گئے تو اگر ان کے نزدیک یہ مشروب خمر نہ ہوتا تو وہ اس کے پینے سے نہ رکتے، اور یہ اس کی دلیل ہے کہ کچی اور پکی کھجوروں سے بنائے ہوئے مشروب کو بھی خمر کہتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن نے رد کی دلیل کی تحقیق نہیں کی حتیٰ کہ امام اعظم پر رد کیا اور الفضیخ جس کو اس وقت صحابہ پی رہے تھے، وہ نشہ آور تھا اور نشہ آور مشروب کے اوپر بھی مجازاً خمر کا اطلاق ہوتا ہے، اس اعتبار سے کہ وہ بھی عقل کو ڈھانپ لیتا ہے۔ کیونکہ خمر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ انگور کا کچا پانی ہے جو گاڑھا ہو جائے اور جھاگ چھوڑ دے حتیٰ کہ اس کے پینے سے حد لازم ہوگی خواہ قلیل مقدار میں پئے اور انگور کے کچے پانی کے علاوہ ان اشیاءِ مذکورہ میں سے اسی وقت حد لازم ہوتی جب اس کو اس مقدار میں پیا جائے جس سے نشہ آ جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴۸۔۲۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۸۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي حَيَّانَ حَدَّثَنَا عَامِرٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَامَ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ أَمَّا بَعْدُ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةٍ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی حیان، انہوں نے کہا: ہمیں عامر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے، پس فرمایا: اما بعد، خمر کی تحریم نازل ہوگئی اور یہ پانچ چیزوں سے بنائی جاتی ہے، انگور سے، کھجور سے، شہد سے، گندم سے اور جو سے، اور خمر وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔

(صحیح البخاری: ۴۶۱۹، ۵۵۸۱، ۵۵۸۸، ۵۵۸۹، ۷۳۳۷، صحیح مسلم: ۳۰۳۲، سنن نسائی: ۵۵۷۸، سنن ابوداؤد: ۳۶۶۹)

صحیح البخاری: ۵۵۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "خمر انگور وغیرہ سے تیار ہوتی ہے" اور اس حدیث میں ہے کہ خمر کی تحریم نازل ہوئی اور وہ پانچ چیزوں سے بنائی جاتی تھی۔ اس تقدیر پر اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے، لیکن بعض نسخوں میں وغیرہ کا لفظ نہیں ہے

Marfat.com

اور صرف یہ ہے کہ خمر انگور سے تیار ہوتی ہے اور اس سے حصر مراد نہیں ہے یعنی انگور کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی تیار ہوتی ہے، لیکن انگور کے کچے شیرہ پر خمر کا اطلاق حقیقۃً ہوتا ہے اور کھجور اور شہد اور جَو وغیرہ سے بنائی ہوئی شراب پر خمر کا اطلاق مجازاً ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خمر وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے'' یہ خمر کی تعریف عرف کے اعتبار سے ہے، اور لغت کے اعتبار سے خمر اس کو کہتے ہیں جو صرف انگور کا کچا شیرہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴۹۔ ۲۵۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابُ: نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ

خمر کی تحریم نازل ہوئی اور خمر کچی اور پکی کھجوروں سے بنائی جاتی تھی

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ کھجوروں سے بنائی ہوئی شراب کو بھی خمر کہا جاتا ہے، لیکن جیسا کہ ہم پہلے وضاحت سے بیان کر چکے ہیں، یہ اطلاق مجازی ہے اور حقیقت میں انگور کے شیرہ سے بنائی ہوئی شراب کو خمر کہا جاتا ہے۔

۵۵۸۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ كُنْتُ أَسْقِي أَبَا عُبَيْدَةَ وَأَبَا طَلْحَةَ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ مِنْ فَضِيخِ زَهْوٍ وَتَمْرٍ فَجَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ قُمْ يَا أَنَسُ فَأَهْرِقْهَا فَأَهْرَقْتُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک بن انس نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابو طلحہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کو کچی اور پکی کھجور سے بنی ہوئی شراب پلا رہا تھا، تو ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ بے شک خمر حرام کر دی گئی ہے، تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے انس! اٹھو اور اس شراب کو بہا دو، سو میں نے اس شراب کو بہا دیا۔

(صحیح بخاری: ۲۴۶۴، ۴۶۱۷، ۴۶۲۰، ۵۵۸۰، ۵۵۸۲، ۵۵۸۳، ۵۵۸۴، ۵۶۲۰، ۵۶۲۲، ۷۲۵۳، صحیح مسلم: ۱۹۸۰، سنن نسائی: ۵۵۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۶۷۳، مسند احمد: ۱۲۹۶۳، موطا امام مالک: ۱۵۹۹، سنن دارمی: ۲۰۸۹)

صحیح البخاری: ۵۵۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس فضیخ زھو اور کھجوروں کی شراب پلا رہے تھے، فضیخ میں فاء پر زبر ہے اور ضاد کے نیچے زیر ہے اور آخر میں یاء ہے، ''فضیخ'' کچی کھجور کو کہتے ہیں، اور ''زھو'' کا معنی ہے: جس میں سرخی یا زرد رنگ ہو یعنی سرخ یا زرد رنگ کی کچی کھجور، ان کھجوروں کو پانی میں ڈال دیتے ہیں، پھر وہ پانی میں پڑی رہتی ہیں حتیٰ کہ اس میں جوش آ جاتا ہے اور پھر وہ پانی نشہ آور ہو جاتا ہے، یہ کچی کھجوروں کی شراب ہے اور پکی کھجوروں کی شراب کا مصداق یہ ہے کہ پکی کھجوروں کو پانی میں ڈال دیا جائے اور کچھ عرصہ وہ پانی میں پڑی رہیں حتیٰ کہ اس پانی میں جوش آ جائے، پھر وہ پانی نشہ آور ہو جاتا ہے، تو یہ پکی کھجوروں کی شراب

Marfat.com

ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ حقیقۃً خمر ہے جیسا کہ اس ظاہر حدیث کا معنی ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مجازاً خمر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، یہ اسماعیل بن ابی اویس ہیں اور ان کا نام عبداللہ ہے، یہ امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں، اور ان کا نام ذکر بہ کثرت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ ابن الجراح ہیں اور ان کا نام عامر ہے، یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو زندگی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی۔ اور اس حدیث میں ابوطلحہ کا ذکر ہے، ان کا نام زید بن سہل الانصاری ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے شوہر ہیں رضی اللہ عنہم۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام سُلیم ہے۔

اس حدیث میں صرف ان تین صحابہ کے ذکر پر اختصار کیا گیا ہے، رہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، تو ان کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ یہ واقعہ ان کے گھر میں پیش آیا تھا، اور رہے حضرت ابوعبیدہ تو ان کا ذکر اس لیے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا۔ اور رہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، تو ان کا اس لیے ذکر ہے کہ وہ انصار میں بہت بڑے تھے اور انصار کے عالم تھے۔ اور المائدہ کی تفسیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ہے کہ میں کھڑا ہوا شراب پلا رہا تھا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو اور فلاں کو اور فلاں کو، اسی طرح اس میں ابہام کا ذکر ہے اور صحیح مسلم کی روایت میں نام لیا گیا ہے، اس میں مذکور ہے: ان میں سے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور چند ابواب کے بعد از ہشام از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ روایت ہے کہ میں حضرت ابوطلحہ، حضرت ابو دجانہ کو اور حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہم کو شراب پلا رہا تھا۔ اور صحیح مسلم میں از سعید از قتادہ یہ روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کے نام لیے، ان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر تھا۔

اور امام احمد نے از یحییٰ القطان از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں حضرت ابوعبیدہ کو اور حضرت ابی بن کعب کو اور حضرت سہیل بن بیضاء کو اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس شراب پلا رہا تھا۔ اور امام عبدالرزاق کی روایت ہے از معمر از ثابت از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ لوگ گیارہ مرد تھے اور امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں از عیسیٰ بن طہمان روایت کی ہے کہ ان لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور یہ روایت سخت منکر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ روایت غلط ہے اور امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کے اوپر خمر کو حرام کر دیا تھا اور انہوں نے نہ زمانہ جاہلیت میں خمر کو پیا اور نہ اسلام میں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابن مردویہ کی سند جید ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے محفوظ ہے، لیکن اس کی یہ تاویل ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے اس دن ملاقات کے لیے گئے تھے اور انہوں نے شراب نہیں پی۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے "پس ان کے پاس ایک آنے والا آیا" یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ آنے والا کون تھا۔

صحیح بخاری کی اس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس شراب کو انڈیل دو، اور عبد العزیز بن صہیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے کہا: اے انس! ان گھڑوں کو انڈیل دو، اس میں تطبیق اس

Marfat.com

طرح ہے کہ خطاب تو حضرت انس سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما نے کیا تھا اور باقی صحابہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے اس خطاب پر راضی تھے، اس لئے شراب کے مٹکوں کے انڈیلنے کی نسبت ان سب کی طرف کی گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۵۰-۲۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۸۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ كُنْتُ قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ أَسْقِيهِمْ عُمُومَتِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمُ الْفَضِيخَ فَقِيلَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ فَقَالُوا أَكْفِئْهَا فَكَفَأْتُهَا قُلْتُ لِأَنَسٍ مَا شَرَابُهُمْ قَالَ رُطَبٌ وَبُسْرٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَنَسٍ وَكَانَتْ خَمْرَهُمْ فَلَمْ يُنْكِرْ أَنَسٌ وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَتْ خَمْرَهُمْ يَوْمَئِذٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک قبیلے میں کھڑا ہوا اپنے چچاؤں کو شراب پلا رہا تھا اور میں ان میں سب سے چھوٹا تھا، وہ شراب الفضیخ کی تھی (یعنی کچی کھجوروں کی تھی)، پس کہا گیا کہ الخمر کو حرام کر دیا گیا ہے، تو صحابہ نے کہا: اس شراب کو الٹ دو، پس میں نے شراب کے مٹکوں کو الٹ دیا۔ راوی نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ان کی شراب کس چیز کی تھی؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ تازہ کھجوروں اور کچی کھجوروں سے بنی ہوئی تھی، پس ابوبکر بن انس نے کہا: یہ ان کی خمر تھی، پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اور مجھے میرے بعض اصحاب نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ان دنوں ان کی خمر کچی اور پکی کھجوروں سے بنائی جاتی تھی۔

(صحیح بخاری: ۲۴۶۴، ۴۶۱۷، ۴۶۲۰، ۵۵۸۰، ۵۵۸۲، ۵۵۸۳، ۵۵۸۴، ۵۶۲۰، ۵۶۲۲، ۷۲۵۳، صحیح مسلم: ۱۹۸۰، سنن نسائی: ۵۵۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۶۷۳، مسند احمد: ۱۲۹۶۳، موطا امام مالک: ۱۵۹۹، سنن دارمی: ۲۰۸۹)

صحیح البخاری: ۵۵۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں بُسر (کچی کھجور) کا ذکر ہے، اور اس حدیث میں بھی یہ ذکر ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ان کی شراب کس چیز سے بنتی تھی؟ تو انہوں نے کہا: تازہ کھجوروں سے اور بُسر سے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں معتمر کا ذکر ہے، اور یہ ابن سلیمان ہیں، یہ اپنے والد سلیمان بن طرخان البصری سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''الحی'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے قبیلہ، اور مراد یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک قبیلے میں کھڑے ہوئے تھے اور اپنے چچاؤں کو شراب پلا رہے تھے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ان میں سب سے چھوٹے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ چھوٹوں کو بڑوں کی خدمت کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اکفئھا'' یعنی شراب کے مٹکوں کو الٹ دو اور شراب کو بہا دو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں نے (حضرت) انس (رضی اللہ عنہ) سے کہا'' یہ کہنے والے سلیمان ہیں جو راوی معتمر کے والد ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''پس ابوبکر بن انس نے کہا: اور یہ ان کی خمر تھی'' یعنی الفضیخ کا مشروب، یا پکی کھجوروں کی شراب، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار نہیں کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس مجلس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابوبکر بھی تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث بیان کی تو یہ الفاظ ذکر نہیں کیے کہ یہی ان کی خمر تھی، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے اس کا ذکر کیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار نہیں کیا۔ گویا حضرت انس رضی اللہ عنہ یا تو خمر کا لفظ کہنا بھول گئے تھے یا اختصار کی وجہ سے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تھا، ان کے بیٹے ابوبکر نے اس کا ذکر کیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس اضافے کو برقرار رکھا۔

میں کہتا ہوں: اس مجلس میں جو شراب پی جا رہی تھی، وہ پکی کھجوروں کی شراب تھی اور اس پر خمر کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے، کیونکہ ہر نشہ آور مشروب کو مجازاً خمر کہتے ہیں، لہٰذا یہ حدیث بھی امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور مجھے میرے بعض اصحاب نے حدیث بیان کی'': اس کے قائل بھی سلیمان مذکور ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۵۱۔ ۲۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۸۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا يُوسُفُ أَبُو مَعْشَرٍ الْبَرَّاءُ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ الْخَمْرَ حُرِّمَتْ وَالْخَمْرُ يَوْمَئِذٍ الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یوسف ابی معشر البراء نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سعید بن عبید اللہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھے بکر بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ خمر کو حرام قرار دیا گیا اور خمر ان دنوں کچی کھجوروں اور پکی کھجوروں سے بنتی تھی۔

(صحیح بخاری: ۲۴۶۴، ۴۶۱۷، ۴۶۲۰، ۵۵۸۰، ۵۵۸۲، ۵۵۸۳، ۵۵۸۴، ۵۶۲۰، ۵۶۲۲، ۷۲۵۳، صحیح مسلم: ۱۹۸۰، سنن نسائی: ۵۵۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۶۷۳، مسند احمد: ۱۲۹۶۳، موطا امام مالک: ۱۵۹۹، سنن دارمی: ۲۰۸۹)

صحیح البخاری: ۵۵۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں المقدمی کا ذکر ہے اور وہ یوسف بن یزید ہیں اور ان کی کنیت ابو بشر ہے اور یہ اپنی کنیت کے ساتھ اپنے نام کی بہ نسبت زیادہ مشہور ہیں اور ان کو القطان بھی کہا جاتا ہے، اور یہ البراء کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ یہ تیروں کو درست کرتے تھے، اور یہ بصری ہیں اور امام بخاری نے اس حدیث کے سوا ان سے اور کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ ابن ملقن نے التوضیح میں لکھا ہے کہ یہ حدیث بھی عراقیین (فقہاء احناف) کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ خمر صرف انگور سے بنتی ہے، کیونکہ صحابہ کرام علم اللسان میں پیشوا تھے اور ان کے متعلق یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ ان کو یہ علم نہیں تھا کہ خمر صرف انگور سے بنتی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ ابن ملقن نے ان ابواب میں اس عبارت کا بلاوجہ تکرار کیا ہے، اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ ہر نشہ آور مشروب پر خمر کا مجازاً اطلاق ہوتا ہے، سوانہوں نے کچی کھجوروں سے بنی ہوئی شراب اور پکی کھجوروں سے بنی ہوئی شراب پر جو خمر کا اطلاق کیا ہے، یہ اطلاق مجازی ہے۔ اور صحابہ کرام کو معلوم تھا کہ کلامِ عرب میں مجازات ہوتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابٌ: اَلْخَمْرُ مِنَ الْعَسَلِ وَهُوَ الْبِتْعُ

خمر شہد سے (بھی) بنتی ہے اور اس کو ''البِتع'' کہتے ہیں۔

وَقَالَ مَعْنٌ سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنِ الْفُقَّاعِ فَقَالَ إِذَا لَمْ يُسْكِرْ فَلَا بَأْسَ وَقَالَ ابْنُ الدَّرَاوَرْدِيِّ سَأَلْنَا عَنْهُ فَقَالُوا لَا يُسْكِرُ لَا بَأْسَ بِهِ۔

اور معن نے بیان کیا کہ میں نے مالک بن انس سے الفقاع کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے کہا: جب وہ نشہ آور نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ابن الدراوردی نے بیان کیا کہ ہم نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ نشہ آور نہیں ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

''البِتع'' میں باء کے نیچے زیر ہے اور تاء ساکن ہے، قزاز نے کہا ہے: یہ وہ شراب ہے جو شہد کی مکھی کے شہد سے بنائی جاتی ہے، اس کا پینا بھی مکروہ ہے، کیونکہ یہ ان مشروبات میں داخل ہے جن کا پینا مکروہ ہے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا: ''البِتْعُ خمر يمانية'' یعنی یہ یمن کے لوگوں کی شراب ہے۔ اور ابن محیریز نے کہا کہ حضرت ابو موسیٰ بصرہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ سنو! اہل مدینہ کی خمر کچی اور پکی کھجوروں سے بنائی جاتی ہے اور اہلِ فارس کی خمر انگور سے بنائی جاتی ہے اور اہلِ یمن کی خمر البِتْعُ سے

Marfat.com

بنائی جاتی ہے اور حبشہ کی خمر چاولوں سے بنائی جاتی ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ "معن نے کہا: میں نے مالک بن انس سے الفقاع کے متعلق سوال کیا" معن ابن عیسیٰ القزاز ہیں، امام محمد بن سعد نے بتایا کہ یہ شوال ایک سو اٹھانوے ہجری (۱۹۸ھ) میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔

اس تعلیق میں "الفُقّاع" کا ذکر ہے، علامہ کرمانی نے کہا: یہ مشروب مشہور ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ فُقّاع کو پیا نہیں جاتا بلکہ کوزے سے چوسا جاتا ہے اور بعض شارحین نے کہا: الفُقّاع معروف ہے جو شہد سے بنایا جاتا ہے اور اکثر علماء نے کہا: یہ منقا سے بنایا جاتا ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ کسی نے یہ نہیں کہا کہ فُقّاع شہد سے بنایا جاتا ہے بلکہ اہل شام اس کو الدِبس (پکایا ہوا گاڑھا شیرہ) سے بناتے ہیں۔ اور عام شہروں کے اندر اس کو کوٹی ہوئی منقا سے بنایا جاتا ہے اور اس کا حکم وہ ہے جو مالک بن انس نے بیان کیا ہے کہ اگر یہ نشہ آور نہ ہو تو اس کے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"الفُقّاع" نشہ آور نہیں ہے، ہاں اسے برتن میں ایک رات یا دو راتوں کے لیے چھوڑ دیا جائے تو وہ گاڑھا ہو جاتا ہے، اس کے باوجود وہ نشہ آور نہیں ہے۔ اور ہمارے فقہاء احناف نے کہا ہے کہ "الفُقّاع" یعنی منقاء کا شربت اگر گاڑھا ہو اور نشہ آور نہ ہو تو اس کے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر ایک دو راتیں چھوڑنے کے بعد یہ نشہ آور ہو جائے تو پھر اس کا پینا جائز نہیں ہے۔

اس تعلیق میں ابن الدراوردی کا ذکر ہے، ان کا نام عبد العزیز بن محمد ہے اور یہ بھی معن بن عیسیٰ کی روایت ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ابن الدراوردی نے اپنے زمانہ کے اہل مدینہ کے فقہاء سے سوال کیا اور ان میں امام مالک بن انس بھی شریک تھے کیونکہ وہ بھی مدینہ کے فقہاء میں سے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۸۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْبِتْعِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن، انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے البتع کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: ہر وہ مشروب جو نشہ دے وہ حرام ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۲، ۵۵۸۵، ۵۵۸۶، صحیح مسلم: ۲۰۰۱، سنن ترمذی: ۱۸۶۳، سنن نسائی: ۵۵۹۱، سنن ابو داؤد: ۳۶۸۲، سنن ابن ماجہ: ۳۳۸۶، مسند احمد: ۲۳۵۶۲، موطا امام مالک: ۱۵۹۵، سنن دارمی: ۲۰۹۷)

صحیح البخاری: ۵۵۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الطہارۃ، "باب لا یجوز الوضوء بالنبیذ" میں گزر چکی ہے۔ وہاں امام بخاری نے اس حدیث کی اپنی سند کے ساتھ از حضرت عائشہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے کہ ہر مشروب جو نشہ دے وہ حرام ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ سے سوال کیا گیا اور سائل کا نام صراحتہً معلوم نہیں ہے، کہا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ سائل حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہوں، کیونکہ نبی ﷺ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تو انہوں نے نبی ﷺ سے مشروبات کے بارے میں پوچھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے؟ آپ نے پوچھا: کون سے مشروب ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ''البتع والمزر'' یعنی شہد کی شراب اور چاولوں کی شراب، تو آپ نے فرمایا: ہر وہ مشروب جو نشہ دے، وہ حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۵۳۔ ۲۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۸۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْبِتْعِ وَهُوَ نَبِيذُ الْعَسَلِ وَكَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَشْرَبُونَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے ''البتع'' کے متعلق سوال کیا گیا اور وہ شہد کا نبیذ ہے، اور اہل یمن اس کو پیتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ مشروب جو نشہ دے، وہ حرام ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۲، ۵۵۸۵، ۵۵۸۶، صحیح مسلم: ۲۰۰۱، سنن ترمذی: ۱۸۶۳، سنن نسائی: ۵۵۹۱، سنن ابوداؤد: ۳۶۸۲، سنن ابن ماجہ: ۳۳۸۶، مسند احمد: ۲۳۵۶۲، موطا امام مالک: ۱۵۹۵، سنن دارمی: ۲۰۹۷)

اس حدیث کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔

۵۵۸۷۔ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا تَنْتَبِذُوا فِي الدُّبَّاءِ وَلَا فِي الْمُزَفَّتِ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُلْحِقُ مَعَهَا الْحَنْتَمَ وَالنَّقِيرَ

اور الزہری، انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (کھوکھلے خشک) کدو میں نبیذ نہ بناؤ اور نہ تارکول ملے ہوئے برتن میں، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان برتنوں کے ساتھ سبز رنگ کے گھڑوں اور کھوکھلی لکڑی کو بھی ملاتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، سنن نسائی: ۵۶۲۹، مسند احمد: ۱۱۶۶۱، سنن دارمی: ۲۱۱۰)

صحیح البخاری: ۵۵۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث: (۵۵۸۶) کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، یہ حکم بن نافع الحمصی ہیں، اور شعیب کا ذکر ہے، یہ ابن ابی حمزہ الحمصی ہیں، یہ محمد بن مسلم الزہری سے روایت کرتے ہیں از ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف۔

یہ حدیث کتاب الطہارۃ ''باب لا یجوز الوضوء بالنبیذ'' میں گزر چکی ہے اور ہم نے ابھی متصل ہی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ہر وہ مشروب جو نشہ دے، وہ حرام ہے'' یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے، کیوں کہ آپ سے البتع (شہد کی شراب) کے متعلق سوال کیا گیا تھا اور آپ نے ہر نشہ آور مشروب کا حکم بیان فرمایا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے الدباء اور المزفت کے ساتھ الحنتم اور النقیر کو بھی ملا دیا، حنتم کا معنی ہے سبز رنگ کے گھڑے، اور نقیر کا معنی ہے کھوکھلی لکڑی، ان چار برتنوں میں پینے سے خصوصیت کے ساتھ منع فرمایا، کیونکہ یہ وہ برتن ہیں جن میں نبیذ بنایا جاتا ہے، پس جب کوئی شخص ان برتنوں سے پئے گا تو اس خطرہ میں ہے کہ وہ نبیذ کو بھی پی لے گا، کیونکہ بسا اوقات کوئی مشروب نشہ آور ہوتا ہے اور پینے والے کو اس کا پتہ نہیں چلتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۵۴۔ ۲۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۸۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ حنتم، نقیر، مزفت، مقیہ سفید اور سرخ گھڑے، سیاہ گھڑے اور مشکیں، یہ تمام ظروف حلال ہیں اور اسی طرح ان سے پینا بھی حلال ہے۔

پہلے جن برتنوں میں پینے سے منع فرمایا تھا، اس ممانعت کے منسوخ ہونے کا بیان

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو ان ظروف میں پینے سے منع کیا تھا، اب تم ہر برتن کے اندر نبیذ بناؤ اور پیو، صرف نشہ آور چیز کو نہ پیو، کیونکہ برتن نہ کسی چیز کو حلال کرتے ہیں اور نہ حرام کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب النہی عن الانتباذ فی المزفت)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ظروف سے منع فرمایا تو انصار کی ایک لڑکی نے کہا: ہمارے لیے تو یہ برتن ضروری ہیں، آپ نے فرمایا: پھر میں منع نہیں کرتا۔ (صحیح مسلم: ۵۵۹۲)

امام ابن ابی عاصم نے حضرت عبداللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو ان برتنوں میں پینے سے منع کیا تھا، پس بے شک یہ برتن کسی چیز کو نہ حلال کرتے ہیں اور نہ حرام کرتے ہیں، سو تم ان میں پیو، اور امام احمد کی روایت میں ہے: میں نے ان برتنوں سے تم کو منع کیا تھا تم ان برتنوں میں نبیذ بناؤ۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۲)

اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ میں نے تم کو ان برتنوں میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا، سو تم جس برتن میں چاہو پیو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۸۴، رقم الحدیث: ۲۳۹۳۱)

ہر برتن میں نبیذ بنانے کی اجازت

الحازمی نے کہا ہے کہ اکثر اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ آپ نے ابتداء میں ان برتنوں میں پینے سے منع فرمایا تھا اور بعد میں جب لوگوں نے شکایت کی کہ ان کو ان برتنوں کی ضرورت ہوتی ہے تو آپ نے چمڑے کے برتنوں کی اجازت دی اور ان کے علاوہ کسی

Marfat.com

برتن کی اجازت نہیں دی، پھر انہوں نے شکایت کی کہ ہر شخص کے پاس تو چمڑے کی مشک نہیں ہوتی، تو پھر آپ نے ان کو تمام برتنوں میں پینے کی اجازت دی، جیسا کہ حضرت بریدہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو چند برتنوں سے منع کیا تھا اور بے شک برتن کسی چیز کو نہ حرام کرتے ہیں اور نہ حلال کرتے ہیں اور دوسری حدیث میں ہے کہ تم جس برتن میں چاہو، پیو۔

نشہ کی حد کے متعلق فقہاءِ اسلام کے اقوال

ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ احمد بن صالح سے نشہ کے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے کہا: میں اس پر عمل کرتا ہوں جس کی ابن جریج نے از عمرو بن دینار از یعلیٰ بن منبہ از والد خود روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نشہ میں مخمور شخص کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے کہ جب اس سے قرآن مجید کی کسی سورت کے پڑھنے کے لیے کہا جائے تو وہ نہ پڑھ سکے، اور جب وہ اپنا کپڑا دوسرے کپڑوں میں ملا دے تو اپنا کپڑا نہ نکال سکے۔ ابن حزم ظاہری نے کہا: یہ تعریف ہمارے اس قول کی مثل ہے کہ نشہ میں مخمور شخص وہ ہے جس کو پتا نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ (المحلی ج ۷ ص ۵۰۸)

اور امام ابوحنیفہ نے کہا: کسی شخص کو نشہ میں مخمور اس وقت تک نہیں قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ زمین کو آسمان سے متمیز نہ کر سکے۔
(بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۱۸)

علامہ ابن المنذر نیشا پوری شافعی نے بیان کیا ہے کہ امام مالک نے کہا: جس شخص کی طبیعت اپنی اصل سے متغیر ہو جائے، وہ نشہ میں مخمور ہے، اور الثوری نے کہا: اس کو اس وقت تک کوڑے نہیں لگائے جائیں گے جب کہ اس کی عقل مختلط نہ ہو جائے، پس اگر اس سے قرآن پڑھنے کو طلب کیا جائے اور وہ قرآن پڑھ لے یا اس سے کوئی سوال کیا جائے اور وہ اس کا معروف جواب دے تو اس کو حد نہیں لگائی جائے گی۔

اور امام ابوحنیفہ نے کہا: نشے والا شخص وہ ہے جو مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے ممتاز نہ کر سکے اور نہ قلیل اور کثیر میں فرق کر سکے۔

اور امام ابو یوسف نے کہا: کہ جب کسی شخص کی غالب کیفیت یہ ہو کہ اس کی عقل مختلط ہو اور اس سے قرآن مجید کی کسی صورت کے پڑھنے کو طلب کیا جائے اور وہ اس کو نہ سمجھ سکے، تو اس پر حد واجب ہو جائے گی۔ (الاشراف علی مذاہب اہل العلم، ج ۳ ص ۶۱)

اور امام شافعی نے کہا کہ کم سے کم نشہ یہ ہے کہ اس کی عقل مغلوب ہو جائے جتنی عام حالات میں مغلوب نہیں ہوتی تھی۔

علامہ ابن المنذر نے کہا: یہ تعریف صحت کے قریب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى۔ (النساء: ۴۳) نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خمر کو حرام قرار دینے سے پہلے لوگ نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تھے، حالانکہ ان کو نماز کا علم ہوتا تھا اور وہ نماز کا قصد کرتے تھے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ ان میں سے کسی ایک نے نماز پڑھائی اور اس پر قراءت مختلط ہوگئی اور اس نے کچھ کا کچھ پڑھ دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی، سو ان کا نماز کا ارادہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ نشہ میں مخمور شخص کو کچھ نہ کچھ معرفت ہوتی ہے اور اگر نشہ میں مخمور شخص وہ ہوتا جس کو کسی چیز کا پتا نہ ہو تو نشے والا شخص کبھی بھی اپنے گھر نہ پہنچ سکتا تھا، حالانکہ معروف یہ ہے کہ کوئی آدمی نشہ کی حالت میں بھی اپنے گھر پہنچ جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: وہ شخص اپنے گھر میں آیا حالانکہ وہ

Marfat.com

نشہ میں تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ نشہ میں مخمور شخص وہ ہے کہ جس کی عقل اتنی مغلوب ہو جائے جتنی عام حالات میں اس کی عقل مغلوب نہیں ہوتی تھی۔

میں کہتا ہوں: قیاس کے زیادہ قریب صحیح تعریف یہ ہے کہ جس شخص کو صحیح اور غلط کی تمیز نہ رہے اور پاکیزگی اور ناپاکی کی پہچان نہ رہے اور وہ حلال اور حرام میں فرق نہ کر سکے، وہ نشے میں ہے۔(سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: اس باب میں یہ حدیث ہے:''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ مشروب جو نشہ دے، سو وہ حرام ہے''۔اور یہ حدیث امام مالک اور اہلِ حجاز کے اس قول کے قریب ہے کہ ہر انگور کے کچے شیرہ کے علاوہ بھی جو چیز نشہ آور ہو، وہ خمر ہے اور حرام ہے، کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شہد کی شراب کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہر وہ مشروب جو نشہ آور ہو، وہ حرام ہے۔

اگر فقہاء احناف اس کے متعلق یہ کہیں کہ وہ آخری گھونٹ جس سے نشہ پیدا ہو، وہ حرام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشروب اسم جنس ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی جنس حرام ہو جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ اس طعام سے پیٹ بھر جائے گا یا یہ پانی کڑوا ہے تو اس سے مراد طعام کی جنس ہوتی ہے اور پانی کی جنس ہوتی ہے اور اس کے ہر جز کے اوپر اس حکم کا اطلاق کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حرمت الخمر بعينها والسكر من غيرها، وفى رواية: والسكر من غيرها۔ (سنن نسائی ج ۸ ص ۳۲۱)

خمر کو بعینہ حرام قرار دیا گیا ہے، اور اس کے علاوہ جو مشروب نشہ آور ہو، اس کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۷ ص ۱۰۷۔۱۱۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: یہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قوی دلیل ہے، کیونکہ اس حدیث میں خمر کو مطلقاً حرام فرمایا ہے، یعنی اس کا ایک قطرہ بھی پینا حرام ہے خواہ اس کے پینے سے نشہ ہو یا نہ ہو اور اس کے علاوہ جو نشہ آور مشروب ہیں، وہ اتنی مقدار میں حرام ہیں جتنی مقدار میں وہ نشہ آور ہوں۔اور جن احادیث میں ہر نشہ آور مشروب کو خمر قرار دیا گیا ہے، اس مشروب پر خمر کا اطلاق مجاز ہے۔
(سعیدی غفرلہ)

۵۔بَابُ: مَا جَاءَ فِي أَنَّ الْخَمْرَ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ مِنَ الشَّرَابِ

ان احادیث کا بیان جن میں وارد ہے کہ جو مشروب عقل کو ڈھانپ لے وہ خمر ہے

اس باب میں ان احادیث کو بیان کیا گیا ہے جن میں یہ تصریح ہے کہ جو مشروب عقل کو مخمور کر دے، وہ خمر ہے۔

۵۵۸۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما قَالَ خَطَبَ عُمَرُ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ أَشْيَاءَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی حیان تیمی از الشعبی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا، پس بیان کیا کہ خمر کی تحریم نازل ہوئی اور وہ پانچ

Marfat.com

وَالْعَسَلِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ وَثَلَاثٌ وَدِدْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يُفَارِقْنَا حَتّٰى يَعْهَدَ إِلَيْنَا عَهْدًا الْجَدُّ وَالْكَلَالَةُ وَأَبْوَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍو فَشَيْءٌ يُصْنَعُ بِالسِّنْدِ مِنَ الْأُرْزِ قَالَ ذَاكَ لَمْ يَكُنْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْ قَالَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ وَقَالَ حَجَّاجٌ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ مَكَانَ الْعِنَبِ الزَّبِيبَ۔

چیزوں سے بنائی جاتی ہے: انگور سے، کھجور سے، گندم سے، جَو سے اور شہد سے۔ اور خمر وہ مشروب ہے جو عقل کو ڈھانپ لے یا عقل کو زائل کردے اور میری خواہش یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا ہونے سے پہلے ہم کو ان تین مسائل کی وضاحت فرما دیتے: دادا کے مسئلہ کی، کلالہ کے مسئلہ کی اور ربا (سود) کے ابواب کے بیان کی، ابوحیان التیمی نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا: اے ابوعمرو! پس وہ چیز جو سندھ میں چاول سے بنائی جاتی ہے؟ (یعنی چاول سے کشید کی ہوئی شراب کا کیا حکم ہے؟) تو ابوعمرو نے جواب دیا: یہ شراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں بنائی جاتی تھی یا کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں نہیں بنائی جاتی تھی۔ اور حجاج نے از حماد از ابی حیان انگور کی بجائے کشمش کا ذکر کیا۔

(صحیح البخاری: ۴۶۱۹، ۵۵۸۱، ۵۵۸۸، ۵۵۸۹، صحیح مسلم: ۳۰۳۲، ۷۳۳۷، سنن نسائی: ۵۵۷۸، سنن ابوداؤد: ۳۶۶۹)

صحیح البخاری: ۵۵۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن ابی رجاء کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ بن ایوب ابوالولید الحنفی الہروی ہے۔ اور اس سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور ابوحیان کا ذکر ہے، ان کا نام یحییٰ بن سعید التیمی ہے۔ اور شعبی کا ذکر ہے، ان کا نام عامر بن شراحیل ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بے شک خمر کی تحریم نازل ہوئی": حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس قول سے یہ مراد تھی کہ المائدہ: ۹۰ نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (المائدہ)

اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں سے ہیں، سو تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو ۝

اس حدیث کی شرح میں بعض شارحین نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ وہ اس پر تنبیہ کریں کہ اس آیت میں خمر سے مراد وہ مشروب نہیں ہے جو انگوروں سے بنایا جاتا ہے، بلکہ خمر سے مراد عام ہے خواہ وہ مشروب انگوروں سے بنایا جائے یا کسی

Marfat.com

اور چیز سے۔

حدیث میں جن پانچ چیزوں پر خمر کا اطلاق ہے، یہ اطلاق تشبیہاً اور مجازاً ہے

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: ہاں، یہ اس کو بھی شامل ہے جو انگور کے علاوہ اور کسی چیز سے نشہ آور مشروب بنایا گیا ہو، لیکن غیر انگور کے نشہ آور مشروب کو خمر تشبیہاً اور مجازاً فرمایا ہے حقیقۃً نہیں فرمایا ہے۔ حقیقۃً خمر وہی ہے جو انگور سے کشید کیا ہوا نشہ آور مشروب ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پانچ چیزوں سے": یہ جملہ حالیہ ہے جو حصر کا تقاضا نہیں کرتا اور جوار اور چاولوں کے نبیذ کے اوپر خمر کا اطلاق نہیں کرنا چاہیے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پانچ چیزوں سے بنی ہوئی شراب کا ذکر کیا، کیونکہ ان کے زمانہ میں انہی پانچ چیزوں سے شراب کا بنانا مشہور تھا اور ان کے زمانہ میں گندم عام دستیاب نہیں تھا بلکہ کم دستیاب تھا اور شہد بھی اسی طرح کم دستیاب تھا یا نایاب تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان چیزوں کو شمار کیا جو ان کے زمانہ میں معروف تھیں اور چاول اور دوسری اجناس سے جو نشہ آور مشروب بنائے جاتے ہیں، ان کو بھی خمر اس لیے قرار دیا کہ وہ بھی عقل کو زائل کر دیتے ہیں اور نشہ پیدا کرتے ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "اور خمر وہ ہے جو عقل کو زائل کر دے یا ڈھانپ لے": یعنی عقل پر پردہ پڑ جائے اور عقل مختلط ہو جائے اور اپنے حال پر نہ رہے، اور یہ مجاز بہ طور تشبیہ ہے۔

ان تین مسائل کا بیان جن کو جاننے کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمنا کی تھی

اس حدیث میں مذکور ہے "کہ میری تمنا تھی کہ ان تین مسائل کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضاحت فرما دیتے" تاکہ لوگ ان مسائل میں اجتہاد نہ کرتے، اگرچہ اجتہاد کرنے سے ان کو اجر ملتا ہے۔

پہلا مسئلہ جد یعنی دادا کے متعلق ہے کہ دادا بھائی کے لیے حاجب ہو جاتا ہے یا دادا خود بھائی سے محجوب ہو جاتا ہے، کیونکہ صحابہ کا اس میں بہت اختلاف تھا۔ عبیدہ سے روایت ہے کہ دادا کے متعلق ستر اقوال تھے اور بعض اقوال ایک دوسرے کے مخالف تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے صحابہ کو جمع کیا تاکہ وہ دادا کے متعلق کسی ایک قول پر متفق ہو جائیں تو چھت سے ایک سانپ گرا اور سب صحابہ متفرق ہو گئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ مسلمان دادا کے متعلق مختلف رہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جو یہ ارادہ کرتا ہو کہ جہنم کے جراثیم کو کھولے، وہ دادا کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ کر لے اور حضرت ابوبکر، حضرت ابن الزبیر، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ دادا بھائیوں کے لیے حاجب ہو جاتا ہے یعنی اگر میت کے ورثاء میں میت کا دادا بھی ہو اور میت کے بھائی بھی ہوں تو دادا کے ہوتے ہوئے بھائی کو ترکہ سے وراثت نہیں ملے گی اور دادا بھائیوں کے لیے حاجب ہو جائے گا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور حضرت زید بن ثابت نے کہا: دادا دیگر بھائیوں کی مثل ہے، یعنی اگر میت کے بھائی بھی ہوں اور دادا بھی ہو، تو دادا کو ایک بھائی کے منزلہ میں نازل کیا جائے گا، یعنی جتنا حصہ دیگر بھائیوں کو ملتا ہے اتنا حصہ دادا کو بھی ملے گا۔ اور امام مالک، امام ابویوسف اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

Marfat.com

اور اس حدیث میں ''کلالہ'' کا ذکر ہے:

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور مدنی، بصری اور کوفی علماء نے کہا ہے کہ کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو اور نہ اس کا والد ہو۔ یعنی کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ورثاء میں نہ اس کی اولاد ہو اور نہ اس کا والد ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کلالہ وہ شخص ہے کہ جس کے ورثاء میں اس کی اولاد نہ ہو، خواہ اس کا والد ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ربا یعنی سود کے ابواب میں سے ابواب'':

ان مسائل میں سے یہ تیسرا مسئلہ ہے اور ابواب الربا بہت زیادہ ہیں جو شمار سے باہر ہیں حتیٰ کہ بعض محدثین نے کہا: ربا یعنی سود صرف ادھار میں ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول میں ابواب کے لفظ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک سود کے بعض ابواب میں حکم شرعی کی تصریح تھی اور بعض ابواب میں حکم شرعی کی تصریح نہیں تھی، اسی لیے انہوں نے ان بعض احکامِ شرعیہ کی معرفت کی تمنا کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور وہ چیز جو سندھ میں تیار کی جاتی ہے'' اس قول کے قائل ابوحیان تیمی ہیں، اور اس کا معنی یہ ہے کہ سندھ میں جو چاولوں کی شراب بنائی جاتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ چاولوں کی شراب اس وقت مدینہ میں موجود نہیں تھی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں معروف نہیں تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۵۵۔ ۲۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۸۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ قَالَ الْخَمْرُ يُصْنَعُ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْعَسَلِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی السفر از الشعبی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت عمر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ خمر پانچ چیزوں سے بنائی جاتی تھی، کشمش سے، کھجور سے، گندم سے، جو سے اور شہد سے۔

(صحیح البخاری: ۴۶۱۹، ۵۵۸۱، ۵۵۸۸، ۵۵۸۹، صحیح مسلم: ۷۳۳۲، ۳۰۳۲، سنن نسائی: ۵۵۷۸، سنن ابوداؤد: ۳۶۶۹)

صحیح البخاری: ۵۵۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حفص بن عمر کا ذکر ہے، یہ ابن الحارث ابو عمر الحوضی النمری الازدی ہیں، اور اس میں مذکور ہے از شعبہ، یہ ابن الحجاج ہیں اور اس میں مذکور ہے عبد اللہ بن ابی السفر، سفر کا لفظ حضر کی ضد ہے اور ان کا نام سعید محمد الہمدانی الکوفی ہے، یہ عامر الشعبی سے روایت کرتے ہیں از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از والد خود حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح ''باب الخمر من العنب'' میں گزر چکی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اس کی مثل ہے لیکن وہاں پانچ چیزوں میں سے ایک چیز عنب یعنی انگور کا ذکر تھا، اور یہاں پانچ چیزوں میں سے ایک چیز الزبیب یعنی کشمش کا ذکر ہے اور ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے ہیں کہ کسی عدد معین کی تصریح کرنے سے اس کے ماسوا کی نفی نہیں ہوتی اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ انگور کے

Marfat.com

پانی کے علاوہ دوسرے مشروبات کے اوپر جو خمر کا اطلاق ہے وہ بہ طور حقیقت نہیں ہے بلکہ وہ باب تشبیہ سے ہے۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے لکھا ہے کہ فقہاء احناف میں سے صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک خمر وہ مشروب ہے جس کو انگوروں سے نچوڑا جائے، جب وہ پانی گاڑھا ہو جائے تو اس کو خمر کہتے ہیں اور یہ اہل لغت اور اہل علم کے نزدیک معروف ہے، اور صاحب ہدایہ نے کہا: ایک قول یہ ہے کہ خمر ہر نشہ آور چیز کا نام ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور خمر ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: خمر ان دو درختوں سے حاصل ہوتی ہے (یعنی کھجور اور انگور سے) اور اس لیے کہ خمر مخامرۃ العقل سے ماخوذ ہے، یعنی عقل کو ڈھانپ لینا یا زائل کر دینا، اور یہ وصف ہر نشہ آور چیز میں موجود ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اہلِ لغت نے اس پر اتفاق اور اجماع کیا ہے کہ خمر انگور کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا انگور کے کچے پانی میں اس کا استعمال مشہور ہے اور اس لیے بھی کہ خمر کی تحریم قطعی ہے اور اس کے ماسوا دوسرے مشروبات کی تحریم ظنی ہے جو انگوروں کے علاوہ اور کسی چیز سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور صاحب ہدایہ نے کہا کہ خمر کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے مشروب کا خمیر بن جاتا ہے نہ اس وجہ سے کہ یہ شروب عقل کو ڈھانپ لیتا ہے یا زائل کر دیتا ہے اور انہوں نے کہا: یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ خمر کا نام انگور کے کچے شیرہ کے ساتھ خاص ہو جائے، جیسا کہ النجم میں ہے، یہ ظہور سے مشتق ہے، پھر النجم کا اطلاق خصوصاً ثریا پر کر دیا گیا۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۴۷۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

پھر اس قائل نے کہا کہ پہلی دلیل کا جواب یہ ہے اور انہوں نے اس میں بہت لمبا کلام کیا ہے، جیسا کہ ہم اس کو عنقریب ذکر کریں گے اور اس پر اس کا رد کریں گے، پھر کہا: دوسری اور تیسری دلیل بھی اسی طرح ہے: ہم ان دونوں کا بھی ذکر کریں گے اور اس کا رد کریں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اولاً صاحب الہدایہ نے اپنے اس مدعا کے ثبوت میں دس وجوہ پیش کی ہیں کہ خمر کا اطلاق انگور کے شیرہ پر ہوتا ہے جب وہ گاڑھا ہو جائے اور پختہ ہو جائے اور یہی اہلِ لغت اور اہلِ علم کے نزدیک معروف ہے۔ اور ان دس وجوہ میں سے ہر ایک کی دلیل بیان کی ہے اور اس قائل اور معترض نے تین وجوہ پر اعتراض کیا ہے اور باقی وجوہ سے خاموش ہو گیا ہے، کیونکہ اس کا ادراک کامل نہیں تھا اور اس کی فہم ناقص تھی۔

صاحب ہدایہ کی پہلی دلیل اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے اس کے جواب کا بیان

صاحب ہدایہ نے پہلی دلیل یہ دی ہے کہ خمر کا لفظ خاص نام ہے اور اہلِ لغت کا اس پر اجماع ہے کہ خمر کا لفظ انگور کے کچے شیرہ کے ساتھ مخصوص ہے، اور اسی وجہ سے اس کا استعمال انگور کے کچے شیرہ میں اور اس کے غیر میں مشہور ہو گیا۔

(الہدایہ ج ۴ ص ۴۹۹، کتاب الاشربہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بعض اہل لغت سے یہ ثابت ہے کہ انگور کے کچے شیرہ کے علاوہ جو مشروب ہو، اس کو بھی خمر کہا جاتا ہے۔ اور علامہ الخطابی نے کہا ہے: ایک قوم کا زعم یہ ہے کہ عرب صرف انگوروں کی شراب کو خمر کہتے ہیں، تو ان سے یہ کہا جائے گا کہ جن صحابہ نے انگور کے شیرہ کے علاوہ دوسرے مشروبات کو خمر کہا ہے وہ بھی عرب اور فصحاء ہیں، پس اگر انگور کے شیرہ کے علاوہ دوسرے مشروبات پر خمر کا اطلاق صحیح نہ ہوتا تو صحابہ انگور کے شیرہ کے غیر کے اوپر خمر کا اطلاق نہ کرتے، ان کے جواب

Marfat.com

کی عبارت ختم ہوئی۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۸ ۷، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

سبحان اللہ! یہ کلام صاحب ہدایہ کی پہلی دلیل کا جواب کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اس کا بطلان کئی وجوہ سے ہے:

اولاً اس لیے کہ حافظ ابن حجر نے کہا کہ بعض اہلِ لغت سے یہ ثابت ہے کہ وہ انگور کے کچے شیرہ کے علاوہ دوسرے مشروبات پر بھی خمر کا اطلاق کرتے ہیں۔ یہ ان کا محض دعویٰ ہے، وہ بعض اہل لغت کون ہیں جو انگور کے شیرہ کے علاوہ دوسرے مشروبات پر خمر کا اطلاق کرتے ہیں؟ بلکہ اہلِ لغت سے منقول یہ ہے کہ الخمر انگور سے بنتی ہے اور جو غیر انگور سے مشروب تیار ہو، اس کو حقیقۃً خمر نہیں کہا جاتا صرف مجازاً خمر کہا جاتا ہے اور ابوالاسود الدؤلی جو اکابر اہلِ لغت سے ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ الطلاء پر خمر کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔ ابوالاسود الدؤلی کا یہ شعر ہے:

دع الخمر يشربها الغواة فانني رايت اخاها مغنيا لمكانها

''الخمر کو چھوڑو جس کو گمراہ لوگ پیتے ہیں، کیونکہ بے شک میں نے۔ خمر کے بھائی کو خمر سے بے پرواہ کرنے والا پایا ہے''۔

ابوالاسود الدؤلی نے الطلاء کو خمر کا بھائی قرار دیا ہے اور کسی شخص کا بھائی اس کا غیر ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ طِلاء، الخمر کا غیر ہے اور طِلاء اس گاڑھے شیرہ کو کہتے ہیں جس کا پکنے سے ایک حصہ اڑ جائے اور دو حصے رہ جائیں، یا آدھا حصہ اڑ جائے اور آدھا حصہ رہ جائے، اس کو المثلث اور المنصف بھی کہتے ہیں۔ اور یہ شیرہ عام ہے خواہ کسی چیز کا ہو، یعنی انگور کا ہو یا کھجور کا ہو یا کسی اور چیز کا ہو، جو شیرہ بھی جوش اور پکنے کے بعد دو تہائی رہ جائے یا آدھا رہ جائے اس کو طلاء کہتے ہیں اور طِلاء کو ابوالاسود الدؤلی نے خمر کا غیر کہا ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے جواب کے باطل ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ خطابی کی عبارت سے استدلال کیا ہے، حالانکہ علامہ خطابی اہلِ لغت میں سے نہیں ہیں، وہ تو صرف ناقل ہیں۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے جواب کے باطل ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام بھی فصحاءِ عرب میں سے تھے اور انہوں نے غیر انگور کی شراب پر بھی خمر کا اطلاق کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کا کوئی انکار نہیں کرتا کہ صحابہ کرام فصحاء تھے اور اکابر اہلِ لغت تھے لیکن انہوں نے غیر انگور کی شراب کے اوپر خمر کا اطلاق وضعِ لغوی کے اعتبار سے نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس کا صرف نام رکھا ہے اور کسی چیز کا نام اس کی وضع کا غیر ہے اور انہوں نے غیر انگور کی شراب کے اوپر جو خمر کا اطلاق کیا ہے، یہ تشبیہاً اور مجازاً ہے۔

نیز انہوں نے کہا کہ اہلِ مدینہ اور تمام حجازیین اور محدثین سب کہتے ہیں کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے، سو ہم بھی یہ کہتے ہیں اور اس میں اختلاف نہیں کرتے، کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر نشہ آور مشروب کا حکم وہ ہے جو خمر کا حکم ہے، سو یہ اس پر دلیل نہیں ہے کہ غیر انگور کی شراب کے اوپر خمر کا اطلاق حقیقۃً ہو بلکہ بطریقِ تشبیہ ہے اور تشبیہ میں عموم نہیں ہوتا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ بھی کہا ہے کہ جب قرآن مجید میں خمر کی تحریم نازل ہوئی تو صحابہ کرام جو اہلِ لسان تھے، انہوں نے یہ سمجھا کہ جس چیز کا نام بھی خمر ہو، وہ اس ممانعت میں داخل ہے، تو انہوں نے چھواروں اور تازہ کھجوروں سے بنی ہوئی شرابوں کو

Marfat.com

بہادیا اور انہوں نے خمر کو انگور سے تیار کی ہوئی شراب کے ساتھ خاص نہیں کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے چھواروں اور تازہ کھجوروں سے بنی ہوئی شرابوں کو بہادیا، کیونکہ یہ شرابیں بھی نشہ آور تھیں، تو انہوں نے اس کے اوپر ان کے نشہ آور ہونے کی وجہ سے خمر کا اطلاق کیا اور اس پر دلیل کہ یہ شرابیں نشہ آور تھیں، یہ ہے کہ ابو عاصم نے یہ روایت کی ہے کہ جب صحابہ کو یہ خبر پہنچی کہ خمر کو حرام قرار دیا گیا ہے، تو ان کے سر جھوم رہے تھے، پس ایک شخص داخل ہوا اور اس نے کہا کہ خمر کو حرام کر دیا گیا ہے، پھر ہم میں سے کوئی شخص نہیں نکلا یا کوئی شخص داخل ہوا حتیٰ کہ ہم نے شراب کے مٹکوں کو توڑ دیا اور شراب کو بہادیا۔ الحدیث۔ پس اگر یہ شراب نشہ آور نہ ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتے۔

اور امام طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت سہیل بن بیضاء اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور میں (یعنی حضرت انس) ان کو شراب پلا رہا تھا حتیٰ کہ شراب ان کو پکڑ لیتی، اور اس کے آخر میں ہے کہ وہ شراب کچی کھجوروں اور چھواروں کی تھی اور وہی ہمارے نزدیک آج خمر ہے۔ اور اس حدیث کی امام احمد نے بھی روایت کی ہے اور اس میں بھی یہ ہے حتیٰ کہ شراب ان کو پکڑ لیتی، اور امام طحاوی کی روایت میں مذکور ہے حتیٰ کہ میں نے ان میں جلدی کی، پس ایک منادی بلند آواز سے ندا کر رہا تھا کہ ان کا مشروب اس دن نشہ آور تھا، اور جب ان کو خمر کی تحریم کی حدیث پہنچی تو انہوں نے اس شراب کو باطل کر دیا اور جو بچی ہوئی شراب تھی اس کو بہادیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۵۷۔ ۲۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس کا حاصل یہ ہے کہ ان صحابہ نے جس شراب کو پیا تھا، اس کی وجہ سے ان کو نشہ آ گیا تھا اور منادی بھی یہ ندا کر رہا تھا کہ ان کا مشروب نشہ آور تھا، تو اس نشہ آور مشروب کے اوپر خمر کا اطلاق تشبیہاً اور مجازاً کیا گیا۔ (سعیدی غفرلہ)

صاحب ہدایہ کی دوسری دلیل اور اس کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ خمر کی حرمت قطعی ہے اور غیر خمر کی حرمت ظنی ہے۔ (الہدایہ ج ۴ ص ۴۹۹، کتاب الاشربہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب دو لفظ کسی حکم کی شدت میں مشترک ہوں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نام الگ الگ ہوں، مثلاً زنا، اگر کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ وطی کرے اس پر بھی زنا کا لفظ صادق آتا ہے اور اگر اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرے تو اس پر بھی زنا کا لفظ صادق آتا ہے اور یہ دوسرا زنا پہلے زنا سے زیادہ غلیظ اور شدید ہے اور جو شخص اپنی محرمات میں سے کسی سے وطی کرے تو اس پر بھی زنا کا لفظ صادق آتا ہے، حالانکہ یہ سب سے زیادہ غلیظ اور شدید ہے اور زنا کا اسم ان تینوں صورتوں کو شامل ہے۔ نیز احکام فرعیہ میں دلائلِ قطعیہ کی شرط نہیں ہوتی، لہٰذا انگور کے کچے شیرہ کی تحریم قطعی سے یہ لازم نہیں آتا کہ انگور کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً کھجور سے بنائی ہوئی شراب کی تحریم بھی قطعی ہو، اور یہ کہ وہ حرام نہ ہو بلکہ اس کی تحریم کا حکم لگایا جائے گا جب کہ کسی ظنی دلیل سے اس کی تحریم ثابت ہو جائے، اسی وجہ سے اس کا نام خمر رکھا گیا ہے۔ واللہ اعلم

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۷۴۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے جواب مذکور کو علامہ عینی کا رد کرنا

علامہ عینی فرماتے ہیں: سبحان اللہ! یہ جواب کس قدر بعید ہے، حالانکہ ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ دولفظوں کا شدت کے حکم میں اشتراک اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ان دولفظوں کے ناموں میں افتراق ہو، جب کہ انگور کے علاوہ کسی اور چیز کے شیرہ میں نشہ پایا جائے، تو یہ کس نے کہا کہ جو شیرہ انگور کے علاوہ کسی اور چیز سے بنایا گیا ہو، تو نشہ آور ہونے سے پہلے وہ انگور کے شیرہ کے ساتھ نام میں مشترک ہے، اور یہ کس طرح ہوسکتا ہے جب کہ جو شیرہ انگور کے علاوہ کسی اور چیز سے بنایا گیا ہو، نشہ آور ہونے سے پہلے اس کو حرام بھی نہیں کہا جاتا، چہ جائیکہ اس کو خمر کہا جائے، بخلاف انگور کے کچے شیرہ کے، جب وہ گاڑھا ہو جائے تو وہ حرام ہوتا ہے، خواہ نشہ آور ہو یا نشہ آور نہ ہو، تو یہ دونوں لفظ حکم میں مشترک کب ہیں؟ اس کے برخلاف زنا تو ہر حالت میں مطلقاً حرام ہے، لہٰذا زنا کی حرمت کی شدت کے اوپر خمر کی حرمت کی شدت کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۵۷۔۲۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صاحب ہدایہ کی تیسری دلیل اور اس کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ خمر کو خمر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں خمیر ہوتا ہے، (یعنی اس میں ایسی شدت اور قوت ہوتی ہے جو کسی اور چیز میں نہیں ہوتی) اور یہ مخامرۃ العقل سے ماخوذ نہیں ہے اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ خمر کا لفظ اس کے ساتھ خاص ہو، کیونکہ نجم کا لفظ نجوم سے ماخوذ ہے اور وہ ظہور ہے، پھر وہ ثریا کے لیے اسم خاص ہے نہ کہ ہر ظاہر ہونے والے ستارہ کے لیے، اور اس کی بہ کثرت نظائر ہیں۔ (پس اگر خمر کو خمر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لے وہ حقیقتاً خمر ہو، اس لئے کھجور وغیرہ کے نشہ آور شیرہ کو حقیقتاً خمر قرار دینا لازم نہیں آئے گا۔ وضاحت از سعیدی غفرلہٗ)

(ہدایہ ج ۴ ص ۴۹۹، کتاب الاشربہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب ہدایہ کی اس دلیل کے جواب میں لکھتے ہیں:

تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ عربی زبان کے جو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، ان سے نقل کا ثبوت ہے، اور صاحب ہدایہ کا یہ کہنا کس طرح جائز ہوگا کہ خمر مخامرۃ العقل سے ماخوذ نہیں ہے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی جماعت کے سامنے کہا: خمر وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے یا زائل کر دے۔ اور صاحب ہدایہ کا مدعا یہ ہے کہ اہل لغت کا اتفاق ہے کہ خمر انگور کے کچے شیرہ کو کہتے ہیں، تو اس لیے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو مجاز پر محمول کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۴۲۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس جواب کو علامہ عینی کا رد کرنا

ہم کہتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ خمر کو خمر اس کے خمیر کی وجہ سے کہا جاتا ہے، نہ کہ مخامرۃ العقل کی وجہ سے، سو صاحب ہدایہ کا یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام کے معارض نہیں ہے، کیونکہ صاحب ہدایہ کی مراد یہ ہے کہ خمر کا لفظ ثلاثی مجرد ہے اور مخامرۃ کا لفظ ثلاثی مزید فیہ ہے، سو جو ثلاثی مجرد ہے یعنی خمر وہ ثلاثی مزید فیہ یعنی مخامرۃ سے کیسے مشتق ہوگا؟ پھر صاحب ہدایہ نے یہ بیان کیا کہ خمر کا انگور کے کچے شیرہ کے ساتھ خاص ہونا اس کے منافی نہیں ہے کہ کسی اور نشہ آور مشروب پر خمر کا مجازاً اطلاق کیا جائے۔ پھر

Marfat.com

صاحب ہدایہ نے نجم کی مثال دی ہے کہ اس کا معنی ظہور ہے اور یہ ثریا کے ساتھ مخصوص ہے، اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ ہر جو چیز ظاہر ہو، اس کو نجم کہا جائے اور کہا: اس کی بہ کثرت نظائر ہیں جیسے قارورہ یعنی بوتل، اس کو قارورہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں کوئی چیز قرار پکڑتی ہے، اب اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر وہ چیز جس میں کوئی چیز قرار پکڑے اس کو قارورہ یعنی بوتل کہا جائے، اسی طرح اگر خمر کو خمر اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لے، اس کو حقیقتاً خمر کہا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۵۷۔ ۲۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

متاخرین غیر مقلدین کا فقہاء احناف پر طعن

مشہور غیر مقلد شیخ وحید الزمان المتوفی ۱۳۲۸ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسر منبر تمام صحابہ کے سامنے یہ بیان کیا اور سب نے سکوت کیا گویا اجماع ہو گیا، اب اس اجماع کے خلاف ایک ابراہیم نخعی کا قول کیا حجت ہو سکتا ہے؟ اور ان حنفیہ پر تعجب آتا ہے جو صحیح اور مشہور حدیثوں کو چھوڑ کر ابو حنیفہ کے قول پہ جمے رہے اور اس سے بڑھ کر کون سی ہٹ دھرمی ہو گی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء) اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے O

معاذ اللہ! بہت علمائے صالحین نے جو اپنے تئیں حنفی کہتے تھے، اس مسئلہ میں امام بخاری کا قول ترک کر دیا ہے۔
(تیسیر الباری فی شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۹۰ نعمانی کتب خانہ لاہور)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسوں تمام صحابہ کے سامنے یہ بیان کیا اور سب نے سکوت کیا گویا اجماع ہو گیا، اب اس اجماع کے خلاف ایک ابراہیم نخعی کا قول کیا حجت ہو سکتا ہے اور ان حنفیہ پر تعجب ہوتا ہے جو صحیح حدیث چھوڑ کر غلط مسئلہ پر جمے رہتے ہیں، صاحب ہدایہ کا یہ قول ہے کہ خمر وہی ہے جو کشمش سے تیار کی جاتی ہے، اس کے جواب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ، سارے حجازی اور جملہ اہل حدیث سب کا قول یہ ہے کہ ہر نشہ لانے والی چیز شراب ہے اور سب کا حکم وہی ہے جو کشمش سے تیار کردہ شراب کا ہے۔ (ترجمہ و شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۳۳۲، مکتبہ قدوسیہ لاہور ۲۰۰۴ء)

غیر مقلدین کے طعن کا جواب

فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ انگور کا کچا شیرہ جو رکھے رکھے سڑ جائے اور جھاگ چھوڑ دے، وہ حقیقتاً خمر ہے اور حرام قطعی ہے، اور باقی شرابیں جو نشہ آور ہوں، وہ حرام ظنی ہیں، کیونکہ خمر کی حرمت قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت ہے اور کھجور اور گندم اور جو سے بننے والی شرابوں کی حرمت احادیث سے ثابت ہے، اس لیے وہ حرام ظنی ہیں اور جب یہ شرابیں نشہ آور ہوں تو یہ بھی حرام ہیں اور ان کا پینے والا حد کا مستحق ہے اور جن احادیث میں ان کو خمر کہا گیا ہے، فقہاء احناف ان احادیث کا انکار نہیں کرتے، وہ یہ کہتے ہیں کہ ان

Marfat.com

پر خمر کا اطلاق مجازاً ہے اور انگور کی شراب سے تشبیہ کی وجہ سے حرام ہے اور تشبیہ نشہ آور ہونے میں ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین حرام قطعی اور حرام ظنی میں فرق نہیں کرتے اور امام ابوحنیفہ نے حرام قطعی اور حرام ظنی میں فرق کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید لغت عرب پر نازل ہوا ہے اور لغت عرب میں خمر اسی مشروب کو کہا جاتا ہے جو انگور کا کچا شیرہ ہو اور پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے، اور خمر مطلقاً حرام ہے، خمر کو پینے کے بعد نشہ ہو یا نہ ہو اس کے پینے والے پر حد جاری ہوگی، جب کہ باقی شرابیں اس وقت حد کی موجب ہیں جب ان کے پینے سے نشہ ہو جائے اور یہ فرق صرف امام ابوحنیفہ نے کیا ہے باقی ائمہ نے نہیں کیا۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب احناف یہ کہتے ہیں: حقیقت میں خمر انگور کے اس کچے پانی کو کہتے ہیں جو گاڑھا ہو اور دوسری شرابوں کو خمر مجازاً اور تشبیہاً کہا جاتا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند صحیح کے ساتھ روایت ہے، انہوں نے فرمایا: خمر کو بعینہٖ حرام قرار دیا گیا ہے اور ہر نشہ آور مشروب کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور ابن شہاب کی روایت ہے از ابن ابی لیلیٰ از عیسیٰ کہ ان کے والد نے ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف کسی کام سے بھیجا تو وہاں انہوں نے بہت گاڑھا طلاء دیکھا اور طلاء وہ مشروب ہے جو کثیر مقدار میں نشہ آور ہوتا ہے اور قلیل مقدار میں نشہ آور نہیں ہوتا، پس حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نزدیک طلاء خمر نہیں تھا اور اس کی کثیر مقدار نشہ آور ہوتی ہے، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ طلاء کو پیتے تھے، اس سے ثابت ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نزدیک طلاء اس عموم میں داخل نہیں ہے کہ ہر وہ مشروب جو نشہ آور ہو وہ خمر ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ طلاء پیتے تھے اور طلاء خمر نہیں ہے۔ اسی وجہ سے الرافعی نے کہا ہے کہ اکثر شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ خمر حقیقت میں وہی ہے جو انگور کے شیرہ سے بنائی جائے اور دوسرے مشروبات کو جو خمر کہا جاتا ہے، وہ مجاز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۵۹۔۲۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِيمَنْ يَسْتَحِلُّ الْخَمْرَ وَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ

ان لوگوں کا بیان جو خمر کو حلال قرار دیتے ہیں اور خمر کا کوئی اور نام رکھتے ہیں

اس باب کی احادیث ان لوگوں کے بیان میں ہیں جو خمر کو حلال قرار دیتے ہیں اور اس کا کوئی اور نام رکھ دیتے ہیں۔

۵۵۹۰۔ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنَا عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ الْكِلَابِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ أَوْ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ وَاللّٰهِ مَا كَذَبَنِي سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ يَأْتِيهِمْ يَعْنِي الْفَقِيرَ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُونَ ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ

اور ہشام بن عمار نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی صدقہ بن خالد نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی عبد الرحمن بن یزید بن جابر نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی عطیہ بن قیس الکلابی نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی عبد الرحمن بن غنم الاشعری نے، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی ابو عامر نے یا ابو مالک اشعری نے، اور اللہ کی قسم! انہوں نے جھوٹ نہیں بولا، انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میری امت میں سے ضرور ایسے لوگ ہوں گے جو زنا کو، ریشم کو، الخمر کو اور گانے بجانے کے آلات کو حلال قرار دیں گے، اور ضرور کچھ قومیں پہاڑ

Marfat.com

وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (سنن ابی داؤد: ۴۰۳۹)

کے دامن میں ٹھہریں گی، صبح اور شام ان کے پاس ان کا چرواہا آئے گا یعنی فقیر اور اپنی ضرورت بیان کرے گا، تو وہ کہیں گے: ہمارے پاس کل آنا، اللہ تعالیٰ رات میں ہی ان کو ہلاک کر دے گا اور ان پر پہاڑ کو گرا دے گا اور دوسرے لوگوں (یعنی زنا اور ریشم وغیرہ کو جنہوں نے حلال قرار دیا تھا) کو بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کر دے گا، وہ قیامت تک اسی صورت میں رہیں گے۔

صحیح البخاری: ۵۵۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان کا پہلا جز خمر کو حلال کرنے والوں کی وعید کے متعلق ہے، اور دوسرے جز میں یہ بیان کیا ہے کہ جو خمر کا نام بدل دیتے ہیں اور کوئی اور نام رکھ دیتے ہیں، اس کے متعلق بھی حدیث ہے لیکن وہ امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے، اس لئے انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا، اس حدیث کی امام ابوداؤد نے از مالک بن ابی مریم از ابی مالک اشعری از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے کہ ضرور کچھ لوگ خمر کو پییں گے اور اس کا کوئی اور نام رکھ دیں گے، اس حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سے چند لوگ خمر کو پییں گے اور اس کا کوئی اور نام رکھ لیں گے، اس حدیث کو بھی امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: میری امت میں سے کچھ لوگ خمر کو پییں گے اور اس کا کوئی اور نام رکھ لیں گے، ان کے سروں کے اوپر گانے بجانے کے آلات بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان (میں سے بعض) لوگوں کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔

صحیح البخاری: ۵۵۹۰ کی تحقیق

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: ہشام بن عمار نے کہا، یہ ابن نصیر بن میسرہ ابوالولید السلمی الدمشقی ہیں، اور یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں، امام بخاری نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ان سے حدیث روایت کی ہے اور کتاب البیوع میں دو جگہ ان سے حدیث روایت کی ہے اور تین جگہ اس طرح روایت کی ہے کہ ہشام بن عمار نے کہا: کتاب الاشربہ میں یہ حدیث ہے، اور کتاب المغازی میں ان سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متفرق ہو گئے درختوں کے سائے میں، اور یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم فلاں کی مثل نہ ہو جانا جو رات کو قیام کرتا تھا، ان تین جگہوں پر امام بخاری نہ حدثنا کہتے ہیں اور نہ اخبرنا کہتے ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے ہشام بن عمار سے اس حدیث کو مذاکرۃً حاصل کیا ہے۔

اور یہ حدیث صحیح ہے اگرچہ یہ حدیث تعلیق کی صورت میں ہے اور حفاظ کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ جس حدیث کو امام بخاری وثوق کے ساتھ تعلیق کی صورت میں روایت کریں تو وہ حدیث صحیح ہوتی ہے، خواہ وہ ان کے شیخ سے روایت نہ ہو۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''میری امت میں سے ایسے لوگ ہوں گے جو زنا اور ریشم اور خمر اور گانے بجانے کے آلات کو حلال قرار دیں گے''۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جو شخص اس چیز کو حلال قرار دے جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اگر وہ علی الاعلان حلال قرار دے، تو وہ کافر ہوگا، اور اگر دل میں چھپائے گا تو وہ منافق ہوگا یا پھر وہ ان حرام کاموں کا سستی کی وجہ سے اور احکامِ شرعیہ کے استخفاف کی وجہ سے مرتکب ہوگا تو وہ کفر کے قریب ہے اور نظر کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگ وہی ہوں گے جو کفر کے معتقد ہوں گے اور اسلام کا نام اختیار کریں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ان کو نہیں دھنسائے گا جن پر آخرت میں اس کی رحمت ہوگی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان لوگوں کا امت میں سے ہونا اس سے بعید ہے کہ وہ بغیر تاویل اور تحریف کے ان چیزوں کو حلال قرار دے، کیونکہ اس فعل سے وہ علانیہ امت سے خارج ہو جائیں گے، کیونکہ خمر کی تحریم بالبداہت معلوم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یستحلون الحر'' الحِر کا معنی ہے: فرج، اور اصل میں یہ لفظ الحرح ہے، پس اس میں سے ایک حاء کو حذف کر دیا گیا ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ زنا کو حلال قرار دیں گے۔

اور اس حدیث میں ''الحریر'' کا ذکر ہے، الحریر کا معنی ہے ریشم، یعنی وہ لوگ ریشم کو حلال قرار دیں گے اور اللہ تعالیٰ نے جو ریشم پہننے سے منع کیا ہے اس ممانعت کو حلال قرار دیں گے

اور اس حدیث میں ''المعازف'' کا ذکر ہے: الصحاح میں مذکور ہے کہ یہ لہو و لعب کے آلات ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لہو و لعب کی آوازیں ہیں اور علامہ الدمیاطی کے حواشی میں مذکور ہے کہ ''المعازف'' دف وغیرہ ہیں جن کو بجایا جاتا ہے اور غناء کے اوپر بھی معازف کا اطلاق ہوتا ہے اور ہر لعب کے اوپر معازف کا اطلاق ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں ''عَلَم'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے پہاڑ اور اس کی جمع اعلام ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ علم کا معنی ہے پہاڑ کی چوٹی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یروح علیهم'' اس کا فاعل محذوف ہے، یعنی بکریوں کا چرانے والا ان کے پاس آئے گا، اس کے بعد فقیر کا ذکر کیا، یعنی وہ بکریوں کا چرانے والا فقیر ہوگا اور ان سے اپنی کسی ضرورت کا سوال کرے گا تو وہ لوگ کہیں گے: واپس جاؤ، کل آنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''فیبیتهم الله'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو رات میں ہلاک کر دے گا، اور البیات کا معنی ہے: دشمن کا اچانک رات کے وقت ٹوٹ پڑنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: ''ویضع العلم'' یعنی ان کے اوپر اللہ تعالیٰ پہاڑ کو گرا دے گا جو ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور وہ پہاڑ ان کے سروں کے اوپر گرے گا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ویمسخ آخرین'' یعنی جو لوگ پہاڑ کے گرنے سے ہلاک نہیں ہوں گے ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ مسخ کر دے گا۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے اس سے مراد حقیقت ہو، جیسا کہ گزشتہ امتوں میں نافرمانوں کو مسخ کر دیا گیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسخ سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاق کو تبدیل کر دے گا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس امت میں بھی مسخ ہوسکتا ہے اور متعدد احادیث جن کی سندیں بین ہیں، ان میں مذکور ہے کہ اس امت میں خسف بھی ہوگا اور مسخ بھی ہوگا۔ خسف کا معنی ہے: زمین میں دھنسا دینا اور مسخ کا معنی ہے: انسان کی صورت کو مسخ کر کے کوئی اور صورت بنا دینا، جیسے پچھلی امتوں میں سے یہودیوں کو بندر بنا دیا تھا اور خنزیر بنا دیا تھا۔ اور حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ قرآن کو ان کے سینوں سے نکال لیا جائے گا اور خوفِ خدا کو اور امانت کو ان کے سینوں سے نکال لیا جائے گا اور اس سے زیادہ مسخ نہیں ہوگا۔ اور کبھی حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہوتی ہے، پس اللہ تعالیٰ جن کو جلدی سزا دینے کا ارادہ کرے گا ان کو مسخ کر دے گا، جیسا کہ ایک قوم کو زمین میں دھنسا دیا، تو اسی طرح مسخ بھی ہوگا۔ اور علامہ خطابی کا زعم ہے کہ خسف اور مسخ اس امت میں بھی ہوگا، جیسا کہ پچھلی امتوں میں ہوتا رہا ہے، برخلاف ان لوگوں کے جن کا یہ زعم ہے کہ اس امت میں خسف اور مسخ نہیں ہوگا۔ اور مسخ سے مراد یہ ہے کہ ان کے دلوں کو مسخ کر دیا جائے گا۔

امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانے میں میری امت میں سے کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کر دیا جائے گا، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ لوگ اس بات کی شہادت دیتے ہوں گے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! اور وہ نماز پڑھتے ہوں گے اور روزے رکھتے ہوں گے اور حج کرتے ہوں گے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان کا کیا جرم ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ گانے بجانے کے آلات کو رکھیں گے اور گانے والی عورتوں کو رکھیں گے اور دفوف (دف کی جمع) کو رکھیں گے، اور وہ یہ ممنوعہ مشروبات پئیں گے، تو وہ اپنے اسی لہو و لعب پر رات گزاریں گے اور انہی مشروبات کو پیتے ہوئے رات گزاریں گے، صبح اٹھیں گے تو وہ بندر اور خنزیر ہوں گے۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں۔

اور نوادر ترمذی میں مذکور ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں دہشت اور گھبراہٹ ہوگی، پھر لوگ اپنے علماء کی طرف جائیں گے تو وہ بندر اور خنزیر ہوں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۲۔ ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۵۹۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی حدیث مذکور کی تائید میں دیگر احادیث

ابو مالک اشعری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے کچھ لوگ خمر کو پئیں گے اور اس کا نام خمر کے علاوہ کچھ اور رکھیں گے، ان کے سروں کے اوپر باجے بجائے جائیں گے اور گانے والی عورتیں گائیں گی، اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص

۶۷، رقم الحدیث:۲۳۷۴۸)

امام نسائی نے بھی اس حدیث کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کی ہے۔ (سنن نسائی ج۸ ص ۳۱۲۔۳۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے اسلام میں جس چیز کو اوندھا کیا جائے گا، یہ وہ مشروب ہے جس کو الطلاء کہا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۶۸، رقم الحدیث:۲۳۷۶۶)

یعنی لوگ خمر کو طلاء کا نام دے کر پییں گے۔

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایام اس وقت تک ختم نہیں ہوں گے حتیٰ کہ میری امت میں سے ایک جماعت خمر کو پیئے گی اور اس کا نام کچھ اور رکھ لے گی۔ (سنن ابن ماجہ:۳۳۸۴)

علامہ البوصیری نے کہا ہے: اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں عبدالسلام بن عبدالقدوس ایک راوی ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (زوائد ابن ماجہ ج ۴ ص ۴۴۰)

حضرت سعید بن ابی راشد بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس امت میں خسف بھی ہوگا اور مسخ بھی ہوگا۔ (معجم الصحابہ، ج ۱ ص ۲۶۴، رقم الحدیث:۳۰۵)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: جن احادیث میں یہ ذکر ہے کہ اس امت میں مسخ ہوگا، تو اس سے مراد دلوں کو مسخ کرنا ہے، حتیٰ کہ لوگ نیکی کو نیک نہیں سمجھیں گے اور برائی کو برا نہیں سمجھیں گے اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن کو لوگوں کے سینوں سے نکال لیا جائے گا اور خشوع کو اور امانت کو ان کے سینوں سے نکال لیا جائے گا، اور اس سے زیادہ مسخ نہیں ہوگا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ احادیث اپنے ظاہر پر محمول ہوں، پس اللہ تعالیٰ ان کو جن کو جلدی سزا دینا چاہتا ہو، ان کی صورتوں کو مسخ کردے جیسا کہ ایک قوم کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور ان کو زلزلوں سے ہلاک کردیا اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ لوگ زلزلوں سے ہلاک ہوگئے، تو اسی طرح مسخ بھی ہوسکتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۵۳۔۵۲)

امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں ہوں گی تو ان پر عذاب کا آنا حلال ہوجائے گا اور ان خصلتوں میں ان کا ذکر کیا کہ خمر پی جائے گی، ریشم پہنا جائے گا، گانے والی عورتیں رکھی جائیں گی، گانے بجانے والے آلات رکھے جائیں گے، تو جب ایسا ہو تو تم تین قسم کے عذاب کا انتظار کرنا۔ سرخ آندھی چلے گی، اور زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور صورتیں مسخ کردی جائیں گے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں فرج بن فضالہ ہیں اور اس کا حافظہ ضعیف ہے۔ (سنن ترمذی:۲۲۱۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۷ ص ۱۲۹۔۱۳۹ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

حدیث میں مذکور سخت عذاب کی توجیہ از مصنف

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کچھ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے اور صبح شام ان کے پاس فقراء چرواہے آئیں گے اور اپنی ضرورت کا سوال کریں گے تو وہ ان سے کہیں گے: اب چلے جاؤ کل آنا، تو اللہ تعالیٰ رات میں ان کو ہلاک کردے گا اور ان کے اوپر پہاڑ کو گرادے گا۔

Marfat.com

اب یہ سوال ہے کہ جن لوگوں نے فقراء اور سائلین کو ان کے سوال کے مطابق نہیں دیا اور ٹال مٹول سے کام لیا اور کہا کہ کل آنا تو ان کو اتنا سخت عذاب دیا جائے گا کہ پہاڑ کو ان کے اوپر گرا دیا جائے گا، یا رات میں اچانک ان کو ہلاک کر دیا جائے گا تو اس سخت عذاب کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب امراء پہاڑ کے دامن میں پرفضاء مقامات اور سرسبز و شاداب جگہوں میں رہیں گے اور وہاں پر ضرورت مند فقراء تعاون کی امید اور توقع لے کر جائیں گے اور ان کے سامنے سوال کریں گے اس خیال سے کہ وہ لوگ ان کی مدد کریں گے، لیکن وہ امراء ان کی مدد نہیں کریں گے اور انہیں ٹالنے کے لیے کہیں گے: کل آنا، اور بخل میں مبالغہ کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اوپر عذاب بھی اتنا سخت نازل ہوگا۔ وہ فقراء سے یوں کہیں گے کہ تم ہمارے پاس کل آنا یعنی وہ فقراء کا استہزاء کرنے کے لیے کہیں گے کہ کل آجائیں اور مقصد صرف ان کو ٹالنا ہوگا اس لیے وہ سخت سزا کے مستحق قرار پائیں گے۔ اور جو لوگ زنا، ریشم، خمر اور گانوں اور باجوں کو حلال قرار دیں گے، ان پر یہ عذاب آئے گا کہ ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور ان کی صورتیں مسخ کر دی جائیں گی، یہ بھی سخت عذاب ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ ان کا جرم بھی بہت سخت تھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کیا اور اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کرنا کفر ہے اور کفار کو زمین میں دھنسا دیا جاتا ہے اور ان کے چہرے مسخ کر دیے جاتے ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۵۹۰ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پر دلیل کہ کسی چیز کا نام بدلنے سے حقائق تبدیل نہیں ہوتے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حیلہ کرنے سے حقائق تبدیل نہیں ہوتے، کیونکہ حیلہ کسی فعل کو مباح کی صورت میں پیش کرتا ہے اور کسی چیز کا نام بدلنے سے اس چیز کا حکم تبدیل نہیں ہوتا۔

امام بخاری نے یہاں پر اس صریح حدیث کی روایت نہیں کی جس میں یہ تصریح ہے کہ اس امت کے کچھ لوگ خمر کا نام بدل کر اس کو پییں گے، کیونکہ وہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے، لیکن یہ حدیث جس میں چار چیزوں کا ذکر ہے یعنی جو لوگ زنا کو حلال کریں گے اور ریشم کو اور خمر کو اور گانے بجانے کے آلات کو اور ان کے متعلق وعید کا ذکر کیا، یہ چاروں چیزیں حرام ہیں، لیکن یہ جو فرمایا ہے کہ وہ حِر کو حلال کریں گے اور اس کا معنی ہے: فرج اور یہ زنا اور لواطت دونوں کو شامل ہے۔ العیاذ باللہ! اور وہ اس کو حلال قرار دیں گے، اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ وہ اس کو حقیقۃً حلال قرار دیں گے یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ان کاموں کا اس طرح ارتکاب کریں گے جیسے کسی حلال کام کا کیا جاتا ہے، رہا ریشم تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں پر حرام کر دیا ہے عورتوں کے لیے جائز ہے۔ اور رہے المعازف، تو علماء نے کہا: اس سے مراد ہیں: لہو ولعب کے آلات، اور ان کو حلال قرار دینے کی دو صورتیں ہیں، یا تو انسان یہ اعتقاد کرے گا کہ یہ حلال ہیں، یا تو اس کو حرام ہی سمجھے گا لیکن اس کا ارتکاب اس طرح کرے گا جیسے حلال کام کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

''یستحلون'' کے دو محمل کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ ان کو حلال سمجھیں گے، علامہ ابن العربی نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ اعتقاد ہو کہ یہ چیزیں حلال ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مجاز ہیں، یعنی ان کو حرام سمجھیں گے لیکن ان کا ارتکاب اس طرح کریں گے جیسے حرام کام کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

''معازف'' کا معنی

اور اس حدیث میں المعازف کا ذکر ہے، یہ لہو ولعب کے آلات ہیں اور علامہ قرطبی نے الجوہری سے نقل کیا ہے کہ معازف سے مراد ہے: گانا، اور صحاح جوہری میں لکھا ہے کہ یہ آلاتِ لہو ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ لہو ولعب کی آوازیں ہیں۔

حدیث مذکور میں دو گروہوں کے دو قسم کے عذاب کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو لوگ سائلین کو اور فقراء کو نہیں دیں گے، ان پر رات کے وقت اچانک پہاڑ آ کر گرے گا اور وہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور جو لوگ ان چار چیزوں کو حلال قرار دیں گے تو ان کی صورتوں کو مسخ کر دیا جائے گا۔ ابن العربی نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حقیقتاً ان کی صورتوں کو مسخ کر دیا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے اخلاق تبدیل کر دیے جائیں۔ شیخ عثیمین کہتے ہیں کہ پہلا معنی حدیث کے سیاق وسباق کے زیادہ لائق ہے اور اس میں ان لوگوں پر وعید شدید ہے جو لوگ کسی حرام چیز کا نام بدل کر اس کے ساتھ حلال کا معاملہ کرتے ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۱۲۔ ۳۱۴، ملخصاً وملتقطاً، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۔ بَابُ: اَلْاِنْتِبَاذِ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالتَّوْرِ — برتنوں میں اور پتھر کے پیالہ میں نبیذ بنانا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں نبیذ بنانے کا حکم بیان کیا گیا ہے، اس عنوان میں اوعیۃ کا ذکر ہے، یہ وعاء کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: ظرف اور برتن، اور تور ایک لفظ خاص ہے، اس کا عام پر عطف کیا گیا ہے، اس سے مراد ہے: پیتل یا تانبے کا برتن، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک بڑا پیالہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ طشت کی مثل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ پتھر کا برتن ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تور اسی وقت بولا جاتا ہے جب وہ چھوٹا برتن ہو یا چھوٹا پیالہ ہو، علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: جس تور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ بنایا گیا تھا، وہ پتھر کا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۳۔ ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۹۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلًا يَقُولُ أَتَى أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ فَدَعَا رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي عُرْسِهِ فَكَانَتْ امْرَأَتُهُ خَادِمَهُمْ وَهِيَ الْعَرُوسُ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا سَقَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْقَعْتُ لَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ آئے، سو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی میں دعوت دی تو ان کی بیوی گھر کا کام کاج کر رہی تھی حالانکہ وہ

Marfat.com

تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي تَوْرٍ۔

دلہن تھی، انہوں نے کہا: کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا چیز پلائی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے چند کھجوریں رات کو پتھر کے ایک پیالہ میں بھگو دی تھیں (یعنی ان کھجوروں کا پانی یا نبیذ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا تھا)۔

(صحیح البخاری:۵۱۷۶، ۵۱۸۲، ۵۱۸۳، ۵۵۹۱، ۵۵۹۷، ۶۶۸۵، صحیح مسلم:۲۰۰۶، سنن ابن ماجہ:۱۹۱۲، مسند احمد:۱۵۶۳۲)

صحیح البخاری:۵۵۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو حازم کا ذکر ہے، ان کا نام ہے سلمہ بن دینار، اور اس حدیث کی سند میں سہل کا ذکر ہے، وہ حضرت سعد بن مالک انصاری المدنی کے بیٹے ہیں، ان کا نام حزن تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام سہل رکھ دیا، یہ وہ ہیں جو مدینہ منورہ میں صحابہ میں سب سے آخر میں ۹۱ھ فوت ہوئے۔ اور دوسرا قول ہے کہ ۸۸ھ میں فوت ہوئے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو اُسید کا ذکر ہے اُسید، اسد کی تصغیر ہے، ان کا نام مالک بن ربیعہ الساعدی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ان کی بیوی ان کی خادم تھیں، حالانکہ وہ دلہن تھیں'': خادم کا لفظ مذکر اور مونث دونوں پر بولا جاتا ہے، یہاں مراد خادمہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انقعت له'' اس کا معنی ہے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ بنایا۔

نبیذ کی تعریف اور نبیذ میں مذاہب فقہاء

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: النقیع حلال ہے جب تک گاڑھا نہ ہو، یعنی کسی برتن کے پانی میں کھجوروں کو ڈال دیا جائے، پس جب وہ پانی سخت گاڑھا ہو جائے اور جوش میں آئے تو وہ حرام ہے۔ اور فقہاء احناف نے یہ شرط عائد کی ہے کہ اس میں جھاگ پیدا ہو جائیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: جھاگ پیدا ہونے کی شرط صرف امام ابو حنیفہ نے عائد کی ہے، اور وہ بھی انگور کے کچے شیرہ میں۔ اور ان کے صاحبین کے نزدیک جھاگ پیدا ہونے کی شرط نہیں ہے، پس محض اس پانی کا گاڑھا ہونا اور جوش میں آنا اس پانی کو حرام کر دیتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من اللیل'' المہلب نے کہا: رات کو کھجوریں پانی میں بھگوئی جاتی ہیں اور دوسرے دن پی جاتی ہیں، یا دن میں کھجوریں پانی میں بھگوئی جاتی ہیں اور رات میں پی لی جاتی ہیں، سو اس قسم کا نبیذ جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٨۔ بَابُ: تَرْخِيصِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالظُّرُوفِ بَعْدَ النَّهْيِ

ممانعت کے بعد تمام برتنوں اور ظروف میں نبیذ بنانے کی اجازت دینا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے برتنوں میں اور ظروف میں نبیذ بنانے کی اجازت دی ہے، ظروف کا لفظ ظرف کی جمع ہے، اور ''المغرب'' میں لکھا ہوا ہے کہ ظرف کا معنی برتن ہے، اس اعتبار سے وعاء اور ظرف میں کوئی فرق نہیں ہے، پھر ظروف کا جو اوعیة پر عطف ہے، یہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ الفاظ مختلف ہیں اگرچہ معنی دونوں کا ایک ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ظرف سے مراد مشک ہے، اور اب یہ خاص کا عطف عام پر ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ٢١ ص ٢٦٤، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٥٥٩٢۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الظُّرُوفِ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ إِنَّهُ لَا بُدَّ لَنَا مِنْهَا قَالَ فَلَا إِذًا وَقَالَ خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ بِهَذَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهَذَا وَقَالَ فِيهِ لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْأَوْعِيَةِ۔

(سنن ترمذی: ١٨٧٠، سنن نسائی: ٥٦٥٦، سنن ابوداؤد: ٣٦٩٩، مسند احمد: ١٣٨٣٢)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ ابو احمد الزبیری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے برتنوں (میں نبیذ بنانے) سے منع فرمایا، تو انصار نے کہا: ہمارے لیے تو یہ برتن ضروری ہیں، آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں۔ اور مجھ سے خلیفہ نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، اسی حدیث کو۔ ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے یہی حدیث بیان کی۔ اور اس میں یہ کہا: جب نبی ﷺ نے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا۔

صحیح البخاری: ٥٥٩٢، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یوسف بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ ابن راشد القطان الکوفی ہیں، یہ بغداد میں رہے اور دو سو باون ہجری میں فوت ہو گئے، اور الزبیری میں زبیر کی طرف نسبت ہے جو ان کے اجداد میں سے ایک ہیں، اور سفیان وہ ثوری ہیں اور منصور ابن المعتمر ہیں اور سالم ابن ابی الجعد ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظروف سے منع فرمایا"، یعنی ظروف میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا معنی یہ ہے کہ جن برتنوں میں پہلے خمر بنائی جاتی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے، مبادا خمر کے برتنوں میں نبیذ بنانے سے لوگوں کو پھر خمر بنانے کی لت نہ پڑ جائے۔ (سعیدی غفرلہ)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ انصار نے کہا: ہمارے پاس تو اور برتن نہیں ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں ہے، یعنی جب تمہارے پاس اور برتن نہیں ہیں تو پھر ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا، پھر بعد میں اس کی اجازت دے دی، اس کی توجیہات

اس کا حاصل یہ ہے کہ ممانعت اس وقت ہے جب ان برتنوں کی ضرورت نہ ہو، اور جب یہ ظاہر ہوا کہ ان برتنوں کی ضرورت ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو ان برتنوں کے استعمال کے اوپر برقرار رکھا، یا اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ نے پہلا حکم منسوخ فرمادیا، یا اس مسئلہ میں حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کی طرف مفوض تھا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جن برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی، ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی جو ممانعت تھی وہ شراب بنانے کے ذرائع کو قطع کرنے کے لیے تھی، اور ان کے سدِ باب کے لیے تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے پھر لوگ شراب بنانے کے راستہ پر چل پڑیں۔ پھر جب لوگوں نے کہا کہ ہمارے لیے یہ برتن ضروری ہیں، تو آپ نے فرمایا: ان برتنوں میں نبیذ بنالو، اور اسی طرح ہر وہ ممانعت جو کسی دوسرے سبب سے ہو، اس کا یہی حکم ہے، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راستوں میں بیٹھنے سے منع فرمایا تھا، پھر جب لوگوں نے بتایا کہ راستوں میں بیٹھنے کے سوا ان کے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے، تو آپ نے فرمایا: جب تم انکار کرتے ہو تو راستے کا حق ادا کرو، یعنی اس راستہ پر اگر کوئی غلط کام ہو رہا ہو تو اس کی اصلاح کرو اور کوئی مسلمان گزرے تو اس کو سلام کرو، اور اگر وہ مسلمان سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دو۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے: تمام قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانا مباح ہے اور بعض برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے منسوخ ہوگئی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب انصار نے کہا: ہمارے لیے برتن ضروری ہیں تو آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں ہے اور آپ نے تمام قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دے دی اور ان میں سے کسی برتن کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۴۔۲۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۹۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْأَسْقِيَةِ قِيلَ لِلنَّبِيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سلیمان بن ابی مسلم الاحول از مجاہد از ابی عیاض از عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم لَيْسَ كُلُّ النَّاسِ يَجِدُ سِقَاءً فَرَخَّصَ لَهُمْ فِي الْجَرِّ غَيْرِ الْمُزَفَّتِ۔

(صحیح مسلم: ۲۰۰۰، سنن نسائی: ۵۶۵۰، مسند احمد: ۶۴۶۱)

مشکوں کے سوا اور برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ہر آدمی کے پاس تو مشک نہیں ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس گھڑے میں نبیذ بنانے کی اجازت دی جس پر تار کول ملا ہوا نہ ہو۔

صحیح البخاری: ۵۵۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں، اور ابو عیاض کا ذکر ہے، ان کے نام میں اختلاف ہے، امام نسائی نے الکنی میں لکھا ہے: ان کا نام ابو عیاض عمر بن الاسود العنسی ہے اور ایک قول ہے کہ ان کا نام ثعلبہ ہے، اور ابن المدینی نے کہا کہ اگر ابو عیاض کا نام قیس بن ثعلبہ نہیں ہے تو پھر میں ان کا نام نہیں جانتا۔ اور علامہ الکرمانی نے کہا: ان کا نام عمرو ہے، اور کہا جاتا ہے: ان کا نام عمیر بن الاسود العنسی ہے۔ اور امام احمد نے کتاب الزہد میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عیاض کی تحسین کی اور ابو موسیٰ نے ان کا ذیل الصحابہ میں ذکر کیا اور اس کو ابن ابی عاصم کی طرف منسوب کیا، گویا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا لیکن ان کو آپ کی صحابیت حاصل نہیں ہو سکی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشکوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا، علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہاں پر متن میں لفظ الا کا ذکر چھوٹ گیا ہے اور اصل عبارت اس طرح سے ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشکوں کے سوا کسی اور برتن میں نبیذ بنانے سے منع فرمادیا۔ اور علامہ کرمانی نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یوں ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشکوں کے سبب سے نبیذ بنانے کے مسئلہ میں گھڑوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمادیا۔ اور حمیدی نے کہا: کہ اس روایت میں لفظ الا درہ گیا ہے اور اصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشکوں کے سوا اور برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمادیا۔ اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں الاسقیہ یعنی مشکوں کا ذکر راوی کا وہم ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی مشکوں میں نبیذ بنانے سے منع نہیں فرمایا ہے۔ آپ نے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہاں پر کوئی وہم نہیں ہے، دراصل بات یہ ہے کہ سفیان ان دو لفظوں کو برابر سمجھتے تھے، یعنی اوعیۃ کو اور اسقیہ کو، اور اوعیۃ کے معنی برتن ہیں اور اسقیۃ کے معنی مشک ہیں۔ تو انہوں نے ایک مرتبہ اوعیۃ کے ساتھ روایت کی اور دوسری مرتبہ اسقیۃ کے ساتھ روایت کی، یعنی اس روایت میں تو اسقیۃ ہے، لیکن اس سے مراد اوعیۃ ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۶۔ ۲۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۹۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے

Marfat.com

حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۹۴، سنن نسائی: ۵۶۲۷، مسند احمد: ۶۳۵)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از ابراہیم التیمی، از الحارث بن سوید از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کھوکھلے خشک کدو اور تارکول ملے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمادیا۔ ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش، یہی حدیث۔

صحیح البخاری: ۵۵۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ یہ حدیث سابق کے مطابق ہے، کیونکہ حدیث سابق میں بھی یہ ذکر تھا کہ نبی ﷺ نے ان کو ایسے گھڑوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دی ہے جن پر تارکول ملا ہوا نہ ہو، اور اس حدیث میں بھی ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے تارکول ملے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کی دوسری سند بیان کی جس میں مذکور ہے: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از اعمش یہی حدیث۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۹۵۔ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قُلْتُ لِلْأَسْوَدِ هَلْ سَأَلْتَ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَمَّا يُكْرَهُ أَنْ يُنْتَبَذَ فِيهِ فَقَالَ نَعَمْ قُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَمَّ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُنْتَبَذَ فِيهِ قَالَتْ نَهَانَا فِي ذَلِكَ أَهْلَ الْبَيْتِ أَنْ نَنْتَبِذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ قُلْتُ أَمَا ذَكَرَتِ الْجَرَّ وَالْحَنْتَمَ قَالَ إِنَّمَا أُحَدِّثُكَ مَا سَمِعْتُ أَفَأُحَدِّثُ مَا لَمْ أَسْمَعْ۔

(صحیح مسلم: ۱۹۹۵، مسند احمد: ۲۴۳۱۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم، میں نے اسود سے کہا: کیا تم نے حضرت عائشہ ام المومنین (رضی اللہ عنہا) سے یہ سوال کیا تھا کہ کن برتنوں میں نبیذ بنانا مکروہ ہے، تو اسود نے کہا: ہاں! میں نے کہا تھا: اے ام المومنین! نبی ﷺ نے کس میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی ﷺ نے ہم گھر والوں کو اس سے منع فرمایا کہ ہم خشک کھوکھلے کدو اور تارکول ملے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنائیں، ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: کیا ام المومنین نے گھڑوں اور سبز مرتبان میں نبیذ بنانے کے متعلق ذکر نہیں کیا تھا؟ تو اسود نے کہا: میں آپ سے وہی حدیث بیان کرتا ہوں جس کو میں نے سنا ہے، کیا میں آپ سے وہ حدیث بھی بیان کروں جس کو میں نے نہیں سنا؟

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۵۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کو بھی اس باب میں ذکر کرنے کی وہی توجیہ ہے جو حدیث سابق کو اس باب میں ذکر کرنے کی توجیہ تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے کہا: کیا تم نے گھڑوں میں سبز مرتبان کا ذکر نہیں کیا؟ یہ کہنے والے ابراہیم نخعی ہیں جنہوں نے اسود سے یہ کلام کیا۔

اس حدیث میں حنتم کا ذکر ہے، حنتم سبز رنگ کے چکنی مٹی کے برتن کو کہتے ہیں یعنی سبز رنگ کا مرتبان۔ اس برتن میں شراب ڈال کر مدینہ لائی جاتی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں نبیذ بنانے سے اس لئے منع فرمایا کہ چونکہ یہ چکنا ہوتا ہے تو اس کے اندر شدت اور تیزی سرعت کے ساتھ آجاتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب یہ برتن بنایا جاتا ہے تو مٹی میں خون ملا دیا جاتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تا کہ اس طرح کے برتن نہ بنائے جائیں۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ پہلی تعریف زیادہ صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۵۵۹۶ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رضی الله عنهما قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْجَرِّ الْأَخْضَرِ قُلْتُ أَنَشْرَبُ فِي الْأَبْيَضِ قَالَ لَا۔

(سنن نسائی: ۵۶۲۲، مسند احمد: ۱۸۶۶۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رنگ کے مرتبان میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے، میں نے پوچھا: کیا ہم سفید رنگ کے مرتبان میں نبیذ بنا کر پی سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔

صحیح البخاری: ۵۵۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کو بھی اس باب میں ذکر کرنے کی وہی توجیہ ہے جو اس سے پہلے حدیث کی اس باب میں ذکر کرنے کی توجیہ بیان کی گئی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ کیا ہم سفید رنگ کے مرتبان میں نبیذ بنا کے پی سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! یعنی سفید رنگ کے مرتبان میں نبیذ بنانے کا وہی حکم ہے جو سبز رنگ کے مرتبان کا حکم ہے، اور سنن نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے سفید رنگ کے مرتبان کا پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجھے از خود علم نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ

Marfat.com

آپ نے سبز رنگ کے مرتبان اور سفید رنگ کے مرتبان دونوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ خطابی لکھتے ہیں کہ یہ حکم سبز اور سفید رنگ کے مرتبانوں پر موقوف نہیں ہے، اس کا تعلق تو نبیذ کے نشہ آور ہونے کے ساتھ ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مرتبان ایسے برتن تھے جن سے بدبو آتی تھی اور اس میں مشروب متغیر ہو جاتا تھا اور پینے والے کو اس کا پتا نہیں چلتا تھا، تو اس لیے ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمادیا تھا اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ مشکوں کے اندر مشروب بنائیں، پس جب مشروب کی بو متغیر ہو جائے گی تو پینے والے کو اس کے حال کا پتا چل جائے گا اور وہ اس سے اجتناب کرے گا۔ اور سبز رنگ کے مرتبانوں کا اس لئے ذکر کیا گیا کہ وہ عام طور پر سبز رنگ کے مرتبانوں میں نبیذ بناتے تھے اور سفید رنگ کا مرتبان بھی اسی کی مثل ہے، اس لیے اس میں بھی نبیذ بنانے سے منع فرمادیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے از سفیان از ابی اسحاق از عبد اللہ از حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رنگ اور سفید رنگ اور سرخ رنگ کے مرتبانوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

جب نبیذ نشہ آور نہ ہو، تو ہر قسم کے برتن میں نبیذ کا بنانا جائز ہے

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ممانعت کا تعلق نبیذ کے نشہ آور ہونے کے ساتھ ہے، سبز رنگ یا غیر سبز رنگ کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ سبز رنگ کے مرتبان میں نبیذ بنا کے پیتے تھے اور امام ابن ابی شیبہ نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان کے لیے سبز رنگ کے مرتبان میں نبیذ بنایا جاتا تھا، تو حاصل یہی نکلا کہ جو نبیذ نشہ آور ہو جائے، اس کو پینا منع ہے، خواہ وہ کسی برتن میں بنایا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: کسی برتن میں کچا پانی ڈال کر اس میں کھجوریں ڈال دی جائیں اور ایک دن یا دو دن کے بعد اس پانی کو پی لیا جائے، تو اس پانی کو نبیذ کہتے ہیں اور ایک دن یا دو دن سے زیادہ اگر کھجوریں اس پانی میں رہیں تو وہ پانی گاڑھا ہو جاتا ہے اور اس کا پینا مکروہ ہے۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ دنوں تک کھجوریں کچے پانی میں رہیں تو وہ پانی بدبودار ہو جاتا ہے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ نشہ آور ہو جاتا ہے، اور اس نبیذ کو پینا حرام ہے اور اس کو مجازاً خمر بھی کہتے ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۵۹۶، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت کے منسوخ ہونے کی تحقیق

اس باب میں جو احادیث ذکر کی گئی ہیں، ان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں نسخ کی تصریح ہو، ہاں صحیح البخاری: ۵۵۹۲ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ظروف میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا، تو انصار نے کہا: ہمارے لیے تو ان ظروف میں نبیذ بنانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے، تو آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں۔

(سنن ترمذی: ۱۸۷۰، سنن نسائی: ۵۶۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۶۹۹)

Marfat.com

جو علماء اس کے قائل ہیں کہ مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت منسوخ ہوگئی ہے، وہ درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں نے تم کو خشک کھوکھلے کدو اور سبز رنگ کے مرتبانوں اور تارکول لگے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا، سو اب تم (ان برتنوں میں) نبیذ بنایا کرو اور میں کسی نشہ آور چیز کو حلال نہیں کرتا۔ (شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۲۲۸، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۱۰-۳۱۱)

نسخ کا معنی ہے: کسی حکم کو اٹھالینا، یا دلیل شرعی سے کسی حکم کو اٹھالینا اور اس قسم کا نسخ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں اور اجماع مسلمین میں جائز ہے۔

لیکن یہ واجب ہے کہ ہم نسخ کے دعویٰ میں زیادہ وسعت نہ دیں، کیونکہ بہت سے اہل علم جب ان پر نصوص کو جمع کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور وہ نصوص کو جمع کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ نص منسوخ ہوگئی ہے اور یہ خطاءِ عظیم ہے، کیونکہ نسخ کا معنی ہے: جو حکم منسوخ ہو گیا، اس کو باطل قرار دیا جائے اور اس کو اللہ عزوجل کی شریعت سے نکال دیا جائے۔ اور اس کے لیے ایسی دلیل کی ضرورت ہوگی جس سے یہ ثابت ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اب پچھلے حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۱۶، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۹۔ بَابُ: نَقِيعِ التَّمْرِ مَا لَمْ يُسْكِرْ — کھجور کے نبیذ کا بیان جب تک وہ نشہ آور نہ ہو

پانی میں کھجوروں کو یا انگوروں کو ایک رات ڈال دیا جائے اور صبح اس پانی کو پی لیا جائے تو وہ پانی کھجور یا انگور کا شربت ہوتا ہے، اس کو عربی میں نبیذ اور نقیع کہتے ہیں۔

۵۵۹۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَنَّ أَبَا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ دَعَا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لِعُرْسِهِ فَكَانَتْ امْرَأَتُهُ خَادِمَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَهِيَ الْعَرُوسُ فَقَالَتْ مَا تَدْرُونَ مَا أَنْقَعْتُ لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْقَعْتُ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي تَوْرٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمن القاری نے حدیث بیان کی از ابو حازم، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت ابو اُسید الساعدی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی شادی میں بلایا تو ان کی بیوی اس دن مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی، حالانکہ وہ دلہن تھی۔ پھر ان کی بیوی نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کس چیز کا نبیذ بنایا تھا، میں نے رات کو چند کھجوروں کو ایک برتن کے پانی میں ڈال دیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۱۷۶، ۵۱۸۲، ۵۱۸۳، ۵۵۹۱، ۵۵۹۷، ۶۶۸۵، صحیح مسلم: ۲۰۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۲، مسند احمد: ۱۵۶۳۲)

اس حدیث کی شرح عنقریب صحیح البخاری: ۵۵۹۱ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

١٠- بَابٌ: الْبَاذَقِ وَمَنْ نَهَى عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ مِنَ الْأَشْرِبَةِ

باذق (انگور کا تھوڑا سا پکا ہوا شیرہ) کا بیان اور جس نے ہر نشہ آور مشروب سے منع کیا

وَرَأَى عُمَرُ وَأَبُو عُبَيْدَةَ وَمُعَاذٌ شُرْبَ الطِّلَاءِ عَلَى الثُّلُثِ وَشَرِبَ الْبَرَاءُ وَأَبُو جُحَيْفَةَ عَلَى النِّصْفِ

حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم کے نزدیک طلاء کا پینا جائز ہے، (یعنی جب انگور کا شیرہ پک کر ایک تہائی رہ جائے اور دو تہائی اڑ جائے) اور حضرت البراء اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہما نے انگور کا ایسا شیرہ پیا جو پک کر نصف رہ گیا تھا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اشْرَبِ الْعَصِيرَ مَا دَامَ طَرِيًّا

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: انگور کا شیرہ اس وقت تک پیو جب تک کہ وہ تازہ ہو۔

وَقَالَ عُمَرُ وَجَدْتُ مِنْ عُبَيْدِ اللهِ رِيحَ شَرَابٍ وَأَنَا سَائِلٌ عَنْهُ فَإِنْ كَانَ يُسْكِرُ جَلَدْتُهُ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عبید اللہ کے منہ سے ایک مشروب کی بو پائی اور میں ان سے سوال کرنے والا تھا، پس اگر یہ مشروب نشہ آور ہو تو میں اس کو کوڑے لگاؤں گا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں الباذق کا حکم بیان کیا گیا ہے، القابسی سے منقول ہے کہ اس لفظ میں ذال پر کسرہ ہے یعنی الباذِق اور ان سے پوچھا گیا کہ اگر ذال پر زبر ہو یعنی الباذَق ہو تو انہوں نے کہا: میں اس لفظ سے واقف نہیں ہوں۔ علامہ ابن التین نے کہا: یہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کو عربوں نے عربی بنالیا ہے اور الجوالیقی نے کہا: یہ لفظ اصل میں باذہ تھا تو اس کو باذق کر دیا اور یہ پکائی ہوئی خمر ہے۔ ابن قرقول نے کہا: باذق انگور کا پکا ہوا شیرہ ہے جب وہ نشہ آور ہو یا جب شیرہ گاڑھا ہو جائے اور پھر اس کو پکایا جائے اور ابن سیدہ نے کہا کہ باذق الخمر کے اسماء میں سے ہے اور کہا جاتا ہے: باذق وہ شیرہ ہے جس کا پکنے کے بعد دو تہائی حصہ اڑ جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے، اس کو مثلث کہتے ہیں اور اس کو الطلاء بھی کہتے ہیں یعنی انگور کا پکا ہوا شیرہ۔ سب سے پہلے یہ بنوامیہ نے بنایا تھا تاکہ اس کو خمر کے اسماء سے نکال دے اور یہ نشہ آور ہوتا تھا۔

طلاء، باذق اور المُنَصَّف کی تعریفات

فقہاء احناف نے کہا: انگور کا وہ شیرہ جس کو طلاء کہا جاتا ہے جب پکالیا جائے اور دو تہائی سے کم اڑ جائے تو اس کا پینا حرام ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ طلاء وہ ہے کہ جس کا ایک تہائی اڑ جائے، پس اگر اس کا نصف اڑ جائے تو اس کو المُنَصَّف کہتے ہیں اور اگر اس کو معمولی سا جوش دیا جائے تو وہ باذق ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک جب گاڑھا ہو اور جھاگ چھوڑ دے تو وہ حرام ہے۔ اور اسی طرح تازہ کھجوروں کا نبیذ جب وہ گاڑھا ہو اور جھاگ چھوڑ دے تو اس کو سکر کہتے ہیں اور وہ بھی حرام ہے۔ اور اسی طرح کشمش کا نبیذ جب گاڑھا ہو اور جھاگ چھوڑ دے تو وہ بھی حرام ہے، لیکن ان چیزوں کی حرمت الخمر کی حرمت سے کم ہے حتیٰ کہ جو ان مشروبات

Marfat.com

کو حلال کہے اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور جوان مشروبات کو پیئے تو جب تک اس کو نشہ نہ ہو، اس پر حد واجب نہیں ہوگی اور اس کی نجاست خفیفہ ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ اس کی نجاست غلیظہ ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی بیع جائز ہے اور اگر کوئی آدمی اس کو ضائع کر دے تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اس کی بیع حرام نہیں ہے اور نہ وہ اس کو تلف کرنے سے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

اور اس باب کے عنوان میں مذکور ہے: اور جس نے ہر نشہ آور مشروب سے منع کیا، یعنی جس نے مشروبات کی ہر قسم جو نشہ آور ہو اس کے پینے سے منع کیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور اس میں وہ مشروبات داخل ہیں جو دانوں سے بنائے جاتے ہیں اور جو مختلف پتوں سے اور خشخاش سے بنائے جاتے ہیں، جب یہ مشروبات نشہ آور ہوں تو حرام ہیں۔

حدیث مذکور کی تعلیقات کی شرح

اس حدیث کی پہلی تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم نے طِلاء کے پینے کو جائز قرار دیا: یعنی جس شیرہ کا ایک تہائی اڑ گیا ہو۔

یعنی حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کے نزدیک الطلاء کا پینا جائز ہے جب انگور کے شیرہ کو جوش دیا جائے تو اس کا ایک تہائی باقی رہ جائے اور دو تہائی کم ہو جائے، رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر، تو اس کی امام مالک نے الموطا میں از محمود بن لبید الانصاری روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب شام میں آئے تو اہلِ شام نے ان سے شکایت کی کہ اس سرزمین میں وبا ہے اور گرانی ہے، اور انہوں نے کہا: ہماری اصلاح صرف شراب سے ہوگی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم شہد پیو، تو انہوں نے کہا: شہد سے ہماری اصلاح نہیں ہوتی تو اس سرزمین کے ایک مرد نے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے کہ میں آپ کے لیے ایسا مشروب بنا دوں جو نشہ آور نہ ہو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! پھر انہوں نے انگور کے شیرہ کو پکایا حتیٰ کہ اس کا دو تہائی اڑ گیا یا کم ہو گیا اور ایک تہائی باقی رہ گیا اور وہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اپنی انگلی کو داخل کیا، پھر اپنا ہاتھ اٹھایا، پھر دوبارہ اس میں انگلی ڈالی، پس فرمایا: یہ طِلاء ہے جیسے اونٹوں کا طلاء ہوتا ہے، پھر ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ وہ اس کو پییں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان کے لیے کوئی ایسی چیز حلال نہیں کروں گا جو ان پر حرام ہو۔

اور رہا حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کا اثر، تو اس کی امام سعید بن منصور اور امام ابن ابی شیبہ نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہم طلاء کو پیتے تھے، یعنی جس شیرہ کو پکایا جائے تو اس کا ایک تہائی باقی رہ جائے اور دو تہائی کم ہو جائے۔

امام بخاری کی دوسری تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت البراء اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہما نے شیرہ کی نصف مقدار کو پیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

یعنی حضرت البراء بن عازب اور حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہم نے شیرہ کی نصف مقدار کو پیا، یعنی جب انگور کے شیرہ کو جوش دیا گیا تو وہ نصف مقدار رہ گیا، حضرت البراء رضی اللہ عنہ کے اثر کی امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ طلاء کو نصف مقدار پر پیتے تھے، اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کے اثر کی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے، انہوں نے کہا

Marfat.com

کہ میں نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ طلاء کو نصف مقدار پر پیتے تھے۔

امام بخاری کی تیسری تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں انگور کا شیرہ اس وقت تک پیتا ہوں جب تک وہ تازہ ہو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی امام نسائی نے از ابی ثابت الثعلبی سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، پس ایک مرد آیا اور وہ آپ سے انگور کے شیرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا، تو آپ نے فرمایا: تم اس کو پیو جب تک وہ تر و تازہ ہو، اس نے کہا: میں نے انگور کے شیرہ کو پکایا ہے یعنی جوش دے کر پکایا ہے اور میرے دل میں اس کے متعلق تردد ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا: کیا تم اس کو پکانے سے پہلے پیتے تھے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: آگ کسی حرام چیز کو حلال نہیں کرتی۔

امام بخاری کی چوتھی تعلیق میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عبید اللہ سے شراب کی بُو محسوس کی اور میں اس سے اس کے متعلق سوال کروں گا، پس اگر وہ مشروب نشہ آور تھا تو میں اس کو کوڑے ماروں گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا الخ۔ اور عبید اللہ، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، اس تعلیق کی امام مالک نے از زہری از سائب بن یزید سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس آئے اور فرمایا: میں نے فلاں کے منہ سے شراب کی بو محسوس کی ہے، اس کا یہ زعم ہے کہ اس نے الطلاء کو پیا ہے اور میں اس سے سوال کروں گا کہ اس نے کیا چیز پی ہے، پس اگر وہ چیز نشہ آور ہے تو میں اس کو کوڑے ماروں گا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پورے کوڑے مارے، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور اس میں کچھ عبارت محذوف ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ سے سوال کیا، پس ان کو نشہ میں پایا تو ان کو کوڑے مارے اور امام سعید بن منصور نے اس حدیث کی از ابن عیینہ از زہری روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ سائب بن یزید نے سنا، وہ کہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے، پس آپ نے فرمایا: مجھ سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ عبید اللہ بن عمر اور ان کے اصحاب نے شراب پی ہے اور میں اس سے متعلق ان سے تحقیق کروں گا، پس اگر وہ نشہ میں پائے گئے تو میں ان کو کوڑے ماروں گا۔ ابن عیینہ نے کہا: پس مجھے معمر نے خبر دی از زہری از سائب، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ان کو کوڑے مار رہے تھے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا صرف شراب کی بو پانے سے شراب کی حد لگانا جائز ہے؟ زیادہ صحیح یہ ہے کہ نہیں۔ اور نشہ کے مصداق میں بھی اختلاف کیا گیا ہے، پس ایک قول یہ ہے کہ جس کا کلامِ منظوم مختلط ہو جائے (یعنی وہ بے تکی باتیں کرے) اور اس کا چھپا ہوا ستر کھل جائے وہ نشہ میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جو آسمان اور زمین میں امتیاز نہ کر سکے اور لمبائی اور چوڑائی میں امتیاز نہ کر سکے وہ نشہ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۹۔ ۲۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الْجُوَيْرِيَةِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْبَاذَقِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابی

Marfat.com

فَقَالَ سَبَقَ مُحَمَّدٌ ﷺ الْبَاذَقَ فَمَا أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ قَالَ الشَّرَابُ الْحَلَالُ الطَّيِّبُ قَالَ لَيْسَ بَعْدَ الْحَلَالِ الطَّيِّبِ إِلَّا الْحَرَامُ الْخَبِيثُ۔

(سنن نسائی: ۵۶۰۶)

الجویریہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الباذق سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ سیدنا محمد ﷺ باذق کا حکم بیان کرنے سے پہلے دنیا سے تشریف لے گئے، پس جونشہ آور ہو وہ حرام ہے، ابوالجویریہ نے کہا کہ باذق تو حلال وطیب مشروب ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ حلال طیب کے بعد تو صرف حرام خبیث ہوتا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۵۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں اور ابوالجویریہ کا ذکر ہے، ان کا نام حِطّان بن خفاف الجرمی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سیدنا محمد ﷺ باذق کا حکم بیان کرنے سے پہلے دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ نے یہ بتادیا کہ ہر وہ چیز جونشہ آور ہو وہ حرام ہے۔

حرام مشروب کا نام بدلنے سے وہ حلال نہیں ہوتا

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: یعنی سیدنا محمد ﷺ خمر کی تحریم کو پہلے ہی بتا چکے ہیں، اس سے پہلے کہ لوگوں نے اس کا نام باذق رکھا اور وہ شہد کی شراب ہے، اور جب کوئی چیز نشہ آور ہو تو اس کا نام بدلنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ سمجھا کہ جو شخص ان سے سوال کر رہا ہے، وہ حرام مشروب کو نام بدل کر حلال کرنا چاہتا ہے، تو آپ نے اس کو منع کیا اور فرمایا: جو مشروب نشہ آور ہو، وہ حرام ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حلال طیب کے بعد صرف حرام خبیث رہ جاتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ شبہات حرام کی جگہ واقع ہوجاتے ہیں اور وہ خبائث ہیں۔ صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے اور قائل کی تعیین نہیں کی گئی اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۳۱، صحیح مسلم: ۱۴۷۴، سنن ترمذی: ۱۸۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۳۲۳، سنن دارمی: ۲۰۷۵)

صحیح البخاری: ۵۵۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے الباذق، باذق اس مشروب کو کہتے ہیں جس کو معمولی سا جوش دیا جائے اور اس میں مٹھاس ہوتی ہے اور انگور کا کچا شیرہ جس کو رکھا نہ گیا ہو اور اس کا پینا جائز ہو تو وہ شہد کی مانند ہے، اور اس حدیث میں مٹھاس کا اور شہد کا ذکر ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہو گئی۔ اس حدیث کی شرح اس سے پہلے کتاب الاطعمہ میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۱۱۔ بَابٌ: مَنْ رَأَى أَنْ لَا يَخْلِطَ الْبُسْرَ وَالتَّمْرَ إِذَا كَانَ مُسْكِرًا وَأَنْ لَا يَجْعَلَ إِدَامَيْنِ فِي إِدَامٍ	جن فقہاء کے نزدیک کچی اور پکی کھجوروں کو مخلط نہ کیا جائے جب کہ ان کا اختلاط نشہ آور ہو اور دو مختلف سالنوں کو ایک سالن میں نہ کیا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ کچی اور پکی کھجوروں کو نہ ملایا جائے، جب کہ ان مختلف کھجوروں کا ملانا نشہ آور ہو۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ نے کہا ہے: اس عنوان میں جو لکھا ہے کہ جب ان کا اختلاط نشہ آور ہو، یہ غلط ہے، کیونکہ ان کھجوروں کو ملانے کی ممانعت عام ہے خواہ ان کی زیادہ مقدار نشہ آور نہ ہو، کیونکہ نشہ ان کی طرف تیزی سے سرایت کرتا ہے، اس حیثیت سے کہ پینے والے کو پتا نہیں چلتا اور دو قسم کی کھجوروں کو ملانے کی ممانعت اس لئے نہیں ہے کہ وہ اس حال میں نشہ آور ہوں، بلکہ اس لئے کہ وہ انجامِ کار نشہ آور ہوتی ہیں، لیکن جب کہ وہ اس حال میں نشہ آور ہوں تو ان کے ملانے کی ممانعت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

علامہ کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ ھ نے کہا ہے: یہ خطا نہیں ہے، بلکہ اس میں مجاز مشہور کا اطلاق کیا گیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ امام بخاری پر یہ اعتراض لازم نہیں آتا یا اس لئے کہ وہ نشہ آور ہونے سے پہلے دو قسم کی کھجوروں کے ملانے کو جائز سمجھتے ہیں اور یا اس لئے کہ انہوں نے اس باب کا یہ عنوان قائم کیا ہے تاکہ یہ عنوان اس باب کی پہلی حدیث کے مطابق ہو جائے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اس وقت لوگوں کو جو شراب پلا رہے تھے، وہ شراب نشہ آور تھی۔ اسی لئے انہوں نے اس شراب کو تحریم خمر کے عموم میں داخل کر دیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: ہم ان دنوں ان دو قسم کی کھجوروں کی نبیذ کو خمر شمار کرتے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ ان دو قسم کی کھجوروں کو ملا کر جو نبیذ تیار کیا گیا تھا، وہ نشہ آور تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

جو فقہاء نشہ آور ہونے سے پہلے دو قسم کی کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنانے کو جائز سمجھتے ہیں، وہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما

Marfat.com

ہیں۔ان دونوں نے کہا کہ جن کھجوروں کے پانی کو الگ الگ جوش دیا جائے وہ حلال ہیں۔تو اسی طرح جب دو قسم کی کھجوروں کو ملا کر ان کے پانی کو جوش دیا جائے تو وہ نبیذ بھی حلال ہوگا۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی سے بھی اسی کی مثل منقول ہے۔

امام بخاری نے کہا کہ دو سالنوں کو ایک سالن میں نہ کیا جائے جیسے کھجوروں کو اور منقا کو ملا کر نبیذ نہ بنایا جائے ،پس یہ دونوں ایک سالن کی مثل ہو جائیں گی ، کیونکہ حدیث صحیح میں دو سالنوں کو ایک سالن میں کرنے سے منع فرمایا ہے،اس حدیث کی حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ کھجوروں اور کشمش کو جمع کر کے نبیذ بنانے سے منع کیا گیا ہے۔اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ کشمش اور پکی کھجور اور کچی کھجور کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع کیا ہے۔اور اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ جب دو قسم کی کھجوروں کو ملا کر پانی میں ڈال کر نبیذ بنائیں گے تو ان کا نشہ آور ہونا زیادہ متوقع ہے، یا تو اس لئے کہ کھجوروں کی زیادہ مقدار سے نشہ آور ہونا متحقق ہو جائے گا، یا اس لئے کہ دو یا دو سے زائد قسم کی کھجوروں کو ملانا اسراف ہے اور حرص ہے اور اسراف کا جو سبب بیان کیا گیا ہے،وہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو کھجوروں کو ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے۔اسی طرح دو سالنوں کو ایک سالن میں کرنا بھی اسراف ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۴، دار الکتب العلمیہ ،بیروت)

۵۶۰۰۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ إِنِّي لَأَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ وَأَبَا دُجَانَةَ وَسُهَيْلَ بْنَ الْبَيْضَاءِ خَلِيطَ بُسْرٍ وَتَمْرٍ إِذْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ فَقَذَفْتُهَا وَأَنَا سَاقِيهِمْ وَأَصْغَرُهُمْ وَإِنَّا نَعُدُّهَا يَوْمَئِذٍ الْخَمْرَ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ سَمِعَ أَنَسًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی ،انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: میں حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابودجانہ اور حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہم کو ایسا نبیذ پلا رہا تھا جو کچی اور پکی کھجوروں کو ملا کر پانی میں ڈالنے سے بنایا گیا تھا کہ اچانک خمر کو حرام قرار دیا گیا تو میں نے وہ نبیذ پھینک دیا اور میں ہی ان کو پلا رہا تھا اور میں ان سب سے عمر میں چھوٹا تھا، اور ہم اس نبیذ کو اس وقت خمر ہی سمجھتے تھے۔اور عمرو بن الحارث راوی نے بیان کیا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۶۴، ۴۶۱۷، ۴۶۲۰، ۵۵۸۰، ۵۵۸۲، ۵۵۸۳، ۵۵۸۴، ۵۶۰۰، ۵۶۲۲، ۷۲۵۳، صحیح مسلم: ۱۹۸۰، سنن نسائی: ۵۵۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۶۷۳، مسند احمد: ۱۲۹۶۳، موطا امام مالک: ۱۵۹۹، سنن دارمی: ۲۰۸۹)

صحیح البخاری: ۵۵۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: ”کچی کھجور اور پکی کھجور کو ملا کر نبیذ نہ بنایا جائے ، جب کہ یہ ملانا نشہ آور ہو“۔اور اس باب کی حدیث میں بھی مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کچی اور پکی کھجور کو ملا کر پانی میں ڈال کر نبیذ بنایا اور وہ نبیذ صحابہ کو پلا رہے تھے، پھر جب

Marfat.com

ان کو خمر کی تحریم کی خبر پہنچی تو انہوں نے اس نبیذ کو پھینک دیا اور چھوڑ دیا، اس وجہ سے بعض فقہاء نے یہ سمجھا کہ کچی اور پکی کھجور کو ملا کر پانی میں ڈال کر نبیذ نہ بنایا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۰۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دو مختلف کھجوروں کو پانی میں ڈال کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے، اس ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ دو مختلف کھجوروں کو پانی میں ڈال کر نبیذ بنائیں گے تو تیزی کے ساتھ نشہ پیدا ہوگا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس لئے کہ ان میں سے ایک قسم سے میٹھا نبیذ نہیں بنتا حتیٰ کہ دوسری قسم کی کھجور جب اس میں مل جاتی ہے تو وہ تیزی سے میٹھا نبیذ بن جاتا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ دو قسم کی کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنانے کی ممانعت واجب ہے یا مستحب ہے، قاضی عبدالوہاب وغیرہ نے کہا ہے کہ جس نے دو کھجوروں کو مخلوط کیا، اس نے برا کام کیا، اور اگر دو کھجوروں کو بنانے سے شدت پیدا نہیں ہوئی تو اس نبیذ کا پینا جائز ہے۔

دو قسم کی مخلوط کھجوروں کے نبیذ کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

امام شافعی سے سوال کیا کہ ایک مرد نے دو مخلوط کھجوروں کا نبیذ پیا جو نشہ آور تھا، تو امام شافعی نے کہا: یہ ایسا ہے جیسے اس نے مردہ خنزیر کھایا ہو تو وہ دو وجہوں سے حرام ہے، خنزیر بھی حرام ہے اور مردار بھی حرام ہے، اسی طرح دو چیزوں کو مخلوط کرنا بھی حرام ہے اور نشہ بھی حرام ہے۔

اور جمہور علماء ان احادیث سے اس کے قائل ہیں کہ دو قسم کے مشروبات کو ملا کر پینا جائز ہے، جب کہ ہر قسم کا مشروب ایک قسم کی کھجور سے بنایا گیا ہو۔ حضرت انس، حضرت ابو مسعود انصاری، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے عطاء اور طاؤس اور ائمہ میں سے امام مالک، لیث، امام شافعی، امام احمد اور ابوثور اس کے قائل ہیں۔

لیث بن سعد نے کہا کہ اگر کشمش کے نبیذ کو اور کھجور کے نبیذ کو ملا کر پیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، حدیث میں صرف اس بات کی ممانعت ہے کہ کشمش اور کھجور کو ملا کر پانی میں ڈال کر نبیذ بنایا جائے۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف نے کہا: دو چیزوں کو مخلوط کر کے نبیذ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور جب ایک قسم کی کھجور کو جوش دے کر نبیذ بنانا جائز ہے تو اس کے ساتھ دوسری قسم کی کھجور کو ملا کر نبیذ بنایا جائے تب بھی جائز ہے، اور انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے۔

امام طحاوی نے کہا کہ دو چیزوں کو مخلوط کرنے کی ممانعت اسراف کی وجہ سے ہے، کیونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں پر تنگی تھی جیسا کہ جبلہ بن سحیم کی روایت ہے کہ ہمیں قحط پہنچا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ہم کو دیکھا اور ہم کھجوریں کھا رہے تھے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کھجوروں کو ملا کر نہ کھاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کو ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۵۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر چند آدمی کھجوریں کھا رہے ہوں اور ایک آدمی دوسروں سے اجازت لے کر ملا کر کھائے تو

Marfat.com

پھر جائز ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اسی طرح دو قسم کی کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنانا جائز ہے، کیونکہ جب الگ الگ کھجوروں کا نبیذ بنانا جائز ہے تو ان کو ملا کر نبیذ بنانا بھی جائز ہوگا۔

دوسروں نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف معروف ہے، جس کی امام طحاوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حکایت کی ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں کی اتباع کرنے والے تھے، سو وہ آپ کی مخالفت کرنے والے نہ تھے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ کھجوروں کا نبیذ بناتے، پھر دیکھتے کہ اگر بعض ان میں سے کچی کھجوریں ہوتیں اور بعض تازہ کھجوریں ہوتیں تو ان کو الگ الگ کر دیتے اور ملا کر نبیذ نہیں بناتے تھے، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ممانعت کا ارتکاب نہ ہو جائے۔

اور فقہاء احناف نے جو کہا ہے کہ جب الگ الگ کھجوروں کا نبیذ بنانا جائز ہے تو ان کو ملا کر نبیذ بنانا بھی جائز ہونا چاہیے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنت کی مخالفت میں کسی کی رائے کا دخل نہیں ہے، اور فقہاء احناف سے کہا جائے گا کہ جب ایک عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس (کے فوت ہونے کے بعد) اس کی بہن سے بھی نکاح کرنا جائز ہے تو پھر ان کو جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے، پس اگر وہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کو حرام کر دیا ہے تو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کی کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنانے کو بھی حرام کر دیا ہے۔

ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے لیے اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کشمش کا نبیذ بنایا جاتا، پھر اس میں کھجور ڈال دی جاتی یا کھجور کا نبیذ بنایا جاتا اور اس میں کشمش ڈال دی جاتی، تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دو چیزوں کو مخلوط کر کے نبیذ بنانا جائز ہے۔

ابن حزم ظاہری نے اس حدیث کو مسترد کر دیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں بنو اسد کی ایک عورت کا ذکر ہے جو مجہول ہے، نیز اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے کہ از ابو بحر از عتاب بن عبد العزیز الحمانی از صفیہ بنت عطیہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھجور اور کشمش کے نبیذ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں ایک مٹھی بھر کر کھجوریں لیتی اور ایک مٹھی بھر کر کشمش لیتی اور اس کا نبیذ بناتی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پلاتی۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۰۸)

ابن حزم ظاہری نے کہا: اس حدیث سے استدلال بھی مردود ہے، کیونکہ یہ ابو بحر سے روایت ہے اور اس کا پتا نہیں یہ کون ہے؟ اور ابو بحر نے عتاب سے روایت کی ہے اور وہ بھی مجہول ہے اور انہوں نے صفیہ سے روایت کی ہے وہ بھی مجہول ہے۔

(المحلی ج ۷ ص ۵۱۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۱۶۱۔ ۱۶۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ ابو بحر کے متعلق مجہول کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے ان میں سے الفلاس ہیں اور ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں اور امام احمد نے کہا: لوگوں نے ان کی حدیث کو ترک کر دیا اور یحییٰ بن معین اور امام نسائی نے کہا: وہ ضعیف الحدیث ہیں۔ حافظ ابو عمر نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ وہ ثقہ بصری ہیں اور ان کی حدیث کی حاکم نے روایت کی ہے، پس جس راوی کا یہ حال ہو، اس کے متعلق جہالت کا حکم لگانا کس طرح صحیح ہوگا اور عتاب کے اوپر جہالت کا حکم لگانا بھی صحیح نہیں

ہے، کیونکہ ان سے ایک جماعت نے حدیث کی روایت کی ہے، ان میں یزید بن ہارون اور امام احمد بن سعید الدارمی ہیں۔ اور امام ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے، اور اثرم نے ناسخ اور منسوخ میں اپنی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیطین کی اجازت دی ہے، اثرم نے کہا: یہ حدیث احادیث قویہ کے خلاف ہے، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیطین (یعنی دو کھجوروں کو مخلوط کرنا) سے منع فرمایا ہے۔

یہ تمام تفصیل علامہ ابن الملقن نے التوضیح ج ۲۷ ص ۱۶۴۔۱۶۵ میں ذکر کی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۶۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رضی اللہ عنہ يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ وَالْبُسْرِ وَالرُّطَبِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کشمش اور کھجور سے اور کچی کھجور اور تازہ کھجور کو (ملا کر نبیذ بنانے) سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۸۶، سنن ترمذی: ۱۸۷۶، سنن نسائی: ۵۵۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۷۰۳، سنن ابن ماجہ: ۳۳۹۵، مسند احمد: ۱۳۷۸۷)

صحیح البخاری: ۵۶۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''کچی کھجور اور پکی کھجور کو ملا کر نبیذ نہ بنایا جائے'' اور اس حدیث میں کشمش اور کھجور اور کچی کھجور اور تازہ کھجور کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو عاصم کا ذکر ہے، یہ النبیل الضحاک بن خالد البصری ہیں، یہ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج سے روایت کرتے ہیں، اور وہ عطاء بن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کشمش سے الخ'': اور اس میں صراحۃً اختلاط کی ممانعت نہیں ہے اور امام مسلم کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ تازہ کھجور اور پکی کھجور کے درمیان جمع نہ کرو، اور کشمش اور کھجور کے درمیان جمع نہ کرو اور ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ دو کھجوروں کو مخلوط کر کے نبیذ بنانے سے اس نبیذ میں سرعت کے ساتھ تیزی پیدا ہوتی ہے۔

آیا تخلیط کو ترک کرنا واجب ہے یا مستحب ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف

اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا اختلاط کو ترک کرنا واجب ہے یا مستحب؟ تو قاضی عبد الوہاب نے کہا: اس نے تخلیط کر کے برا

Marfat.com

کام کیا، پس اگر اس تخلیط سے نبیذ میں تیزی پیدا نہ ہو تو اس کے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ مریض کے لیے دو مشروبوں کو مخلط کرنا مکروہ ہے، اور دوسروں نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور امام شافعی سے سوال کیا گیا کہ ایک مرد نے دو کھجوروں کو مخلط کر کے نبیذ بنایا جو نشہ آور تھا، تو امام شافعی نے فرمایا: یہ ایسا ہے جیسے کسی آدمی نے مردہ خنزیر کھایا ہو، سو وہ دو جہتوں سے حرام ہے، ایک اس جہت سے حرام ہے کہ خنزیر حرام ہے اور دوسرا اس جہت سے حرام ہے کہ مردار حرام ہے، اسی طرح یہ نبیذ جو تخلیط کر کے بنایا گیا تو تخلیط بھی منع ہے اور اس کا نشہ آور ہونا بھی منع ہے، سو یہ بھی دو جہت سے حرام ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس باب میں فقہاء کے متعدد حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابو موسیٰ انصاری، حضرت انس، حضرت جابر اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ تخلیط (یعنی دو مختلف قسم کی کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنانا) حرام ہے، اور تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح اور طاؤس کا بھی یہی موقف ہے اور مجتہدین میں سے امام مالک بن انس، امام محمد بن ادریس الشافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق راہویہ اور ابو ثور کا بھی یہی موقف ہے۔

(۲) جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں ممانعت تنزیہہ پر محمول ہے اور دو مختلف کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنانا حرام نہیں ہے جب تک کہ وہ نشہ آور نہ ہو اور ہمارے شیخ زین الدین نے کہا ہے کہ علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ یہ ہمارا مذہب ہے۔

(۳) اللیث نے کہا ہے کہ کشمش کے نبیذ کو اور کھجور کے نبیذ کو مخلوط کر دیا جائے اور پھر ان دونوں نبیذوں کو پیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ممانعت اس سے کی گئی ہے کہ ان دو مختلف کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنایا جائے، کیونکہ اس سے نبیذ میں تیزی پیدا ہوتی ہے۔

(۴) امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ دو مختلف کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنانے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے۔ امام ابو یوسف سے بھی ایک یہی روایت منقول ہے۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ جمہور نے اس قول کا انکار کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے: یہ صاحب شرع کے حکم کو پھینک دینا ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ صریحہ میں تخلیط سے ممانعت ہے، پس اگر یہ حرام نہیں ہوگا تو کم از کم مکروہ ضرور ہے۔

تخلیط کے جواز پر امام ابو حنیفہ کی طرف سے احادیث اور آثار

علامہ عینی علامہ نووی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ بہت بڑے امام کے خلاف مذموم جرأت ہے، اور امام ابو حنیفہ نے یہ قول اپنی رائے سے نہیں کہا، امام ابو حنیفہ کے اس قول کی بنیاد ان احادیث پر ہے جن کو ہم ذکر کر رہے ہیں۔

امام ابو داؤد نے از عبد اللہ الحربی از مسعر از موسیٰ بن عبد اللہ از بنو اسد کی ایک عورت از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کشمش کا نبیذ بنایا جاتا، پھر اس میں کھجور ڈال دی جاتی یا کھجور کا نبیذ بنایا جاتا، پھر اس میں کشمش ڈال دی جاتی۔

زیاد الحسانی نے از ابو بحر از عتاب بن عبد العزیز از صفیہ بنت عطیہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں عبد القیس کی چند عورتوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو ہم نے کھجور اور کشمش کے نبیذ کے متعلق سوال کیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں ایک مٹھی میں کھجوریں بھرتی اور ایک مٹھی میں کشمش بھرتی، پھر اس کو میں پانی کے برتن میں ڈال دیتی، پھر وہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پلاتی۔

اور امام محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں روایت کی ہے کہ ہمیں امام ابو حنیفہ نے خبر دی از ابی اسحاق وسلیمان الشیبانی از ابن

Marfat.com

زیاد، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس روزہ افطار کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ابن زیاد کو ایک مشروب پلایا، گویا اس مشروب نے ان کو پکڑ لیا، پھر جب صبح ہوئی تو وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور ان سے کہا: یہ کیسا مشروب تھا، اس کو پینے کے بعد تو میں اپنے گھر کی طرف نہیں پہنچ پا رہا تھا۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم نے تمہیں عجوہ اور کشمش کے نبیذ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں پلائی۔

سو یہ تین آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ دو مختلف چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا جائز ہے۔

تخلیط کے جواز کی احادیث پر ابن حزم ظاہری کے اعتراضات

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ پہلی حدیث جو امام ابوداؤد کی روایت ہے، اس کے متعلق ابن حزم ظاہری نے یہ کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک عورت کا نام نہیں لیا گیا یعنی وہ مجہول ہے، اور دوسری حدیث کی سند میں ابو بحر ہے اور یہ پتا نہیں چلا کہ وہ کون ہے، اور اس کی عتاب سے روایت ہے اور وہ بھی مجہول ہے اور ان کی صفیہ سے روایت ہے اور ان کا بھی پتا نہیں چلا کہ وہ کون ہیں؟

ابن حزم ظاہری کے اعتراضات کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ تین احادیث ایسی ہیں کہ ان میں سے بعض دوسری بعض کی تقویت کرتی ہیں، علاوہ ازیں امام ابن عدی نے کہا ہے کہ ابو بحر مشہور و معروف ہیں اور ان کی احادیث شعبہ وغیرہ سے اور بصریین سے غرائب ہیں، اور وہ ان راویوں میں سے ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے، اور کتاب الساجی میں مذکور ہے کہ یحییٰ بن سعید نے کہا: ابو بحر بہت سچا صاحب حدیث ہے، اور ابو عمر اور احمد بن صالح العجلی نے کہا: وہ ثقہ بصری ہے۔ اور کتاب الصریفیین میں امام ابن حبان نے ان کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور ان کی حدیث کی اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔ اور اسی طرح حاکم نے بھی ان کی احادیث کی روایت کی ہے اور عتاب بن عبد العزیز سے یزید بن ہارون اور احمد بن سعید دارمی نے احادیث کی روایت کی ہے اور دوسروں نے بھی روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے ان کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۳۔ ۲۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۰۲۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّهْوِ وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيبِ وَلْيُنْبَذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى حِدَةٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے خبر دی از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے پکی کھجور اور کچی سرخی مائل کھجور کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے اور پکی ہوئی کھجور اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ نبیذ بنایا جائے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۸۸، سنن نسائی: ۵۵۵۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۰۴، سنن ابن ماجہ: ۳۳۹۷، مسند احمد: ۲۲۱۴۰، سنن داری: ۲۱۱۳)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۶۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے دو جز ہیں، پہلا جز ہے" کچی کھجور اور پکی کھجور کو ملا کر نبیذ نہ بنایا جائے" اور دوسرا جز ہے" دو سالنوں کو ایک سالن میں نہ کیا جائے" اور یہ حدیث اس دوسرے جز کے مطابق ہے، کیونکہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ دو مختلف سالنوں کو جمع نہ کیا جائے، امام بخاری نے اس کی طرف اپنے عنوان میں اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ دو سالنوں کو ایک سالن نہ کیا جائے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں" الزھو" کا ذکر ہے: اس کا معنی ہے پکی اور رنگدار کھجور۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ" ہر ایک کا الگ الگ نبیذ بنایا جائے" اور صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ سرخی مائل کھجور اور تازہ کھجور کو جمع کر کے نبیذ نہ بناؤ۔ اور کشمش اور پکی ہوئی کھجور کو ملا کر نبیذ نہ بناؤ اور ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ نبیذ بناؤ۔

دو سالنوں کو جمع کرنے کی کراہت کا تنزیہی ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو سالنوں کو جمع کرنا مکروہ ہے، لیکن یہ مکروہ تنزیہی ہے مکروہِ تحریمی نہیں ہے۔ اور ممانعت کی توجیہ میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے تنگ حالات تھے، تو اس سے منع کیا کہ دو سالنوں کو ایک سالن بنایا جائے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں اسراف ہے، اور علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے سالن کی تخلیط سے منع فرمایا ہو، یہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے، انہوں نے اسراف کی وجہ سے منع کیا ہے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک سالن بنایا جائے اور دوسرے سالن کو دوسری مرتبہ کے لیے رکھ دیا جائے بجائے اس کے کہ دو سالنوں کو ایک سالن بنا دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۴۔ ۲۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

" ادام" کے معنی کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں ادام کا ذکر کیا ہے اور ادام کا معنی سالن ہے یعنی دو مختلف سالنوں کو ایک سالن نہ بنایا جائے، لیکن حدیث میں سالن کا ذکر نہیں ہے، حدیث میں پکی کھجور اور سرخی مائل کھجور کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے، اور پکی کھجور اور کشمش کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اسی کی طرف امام بخاری نے عنوان کے دوسرے جز میں اشارہ کیا ہے کہ دو ادام کو ایک ادام نہ کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے عنوان میں اور علامہ عینی کی شرح میں ادام کا معنی سالن نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے موافق اور ملائم چیز، اور لغت میں ادام کے دونوں معنی لکھے ہیں، ایک معنی موافق اور ملائم چیز ہے اور دوسرا معنی سالن ہے، اگرچہ صحیح بخاری کے مترجمین نے یہاں پر ادام کا معنی سالن ہی کیا ہے لیکن اس حدیث میں ادام کو سالن پر محمول کرنا مشکل ہے، اسی لیے بہتر یہ ہے کہ یہاں ادام سے موافق اور ملائم چیز کا معنی مراد لیا جائے۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

۱۲- بَابُ: شُرْبِ اللَّبَنِ

دودھ پینے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: نُّسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (النحل)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم تمہیں اس چیز سے پلاتے ہیں جوان کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے درمیان ہے اور وہ خالص دودھ ہے جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں دودھ کے پینے کا بیان ہے، امام بخاری نے یہ عنوان ان لوگوں کا رد کرنے کے لیے قائم کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ زیادہ دودھ پینا نشہ پیدا کرتا ہے، اور یہ بالکل لغو بات ہے، علامہ المھلب مالکی نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ثابت ہے کہ دودھ پینا حلال ہے اور جس نے یہ کہا کہ کثیر مقدار میں دودھ پینا نشہ پیدا کرتا ہے، اس کا قول لغو ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نُّسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (النحل)

ہم تمہیں اس چیز سے پلاتے ہیں جوان کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے درمیان ہے اور وہ خالص دودھ ہے جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے O

علامہ ابن بطال اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ یہ آیت تمام جانوروں کے دودھ پینے کے حلال ہونے کے متعلق صریح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت پر اپنا احسان جتایا ہے، اور اس آیت میں فرث کا ذکر ہے، فرث وہ چیز ہے جو اوجھڑی میں جمع ہوتی ہے، جب وہ چیز اپنی جگہ سے نکلے تو اس کو فرث کہتے ہیں اور نکلنے کے بعد اس کو سرجین اور زبل کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ جب جانور چارہ کھاتا ہے، تو وہ اس کی اوجھڑی کے اندر ٹھہر جاتا ہے، اس کے نیچے گوبر ہوتا ہے اور اس کے اوپر دودھ ہوتا ہے اور دودھ کے اوپر خون ہوتا ہے اور جگر اس پر مسلط ہوتا ہے۔ وہ خون کو تقسیم کرتا ہے اور اس کو رگوں میں جاری کرتا ہے اور دودھ کو تھنوں میں جاری کرتا ہے اور صرف گوبر اوجھڑی میں رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "خالصة"، یعنی وہ دودھ خون کی سرخی اور گوبر کی نجاست سے خالص ہوتی ہے۔ اور فرمایا: "سائغاً" یعنی وہ دودھ لذیذ ہوتا ہے اور آسانی سے گلے کے نیچے اتر جاتا ہے اور پینے والا تنگ نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۵-۲۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۰۳- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهٖ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَّقَدَحِ خَمْرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج ایک دودھ کا پیالہ دیا گیا اور ایک خمر کا پیالہ دیا گیا۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۳۳۹۴، ۳۴۳۷، ۴۷۰۹، ۵۵۷۶، ۵۶۰۳، صحیح مسلم: ۱۶۸، سنن ترمذی: ۳۱۳۰، سنن نسائی: ۵۶۵۷، مسند احمد: ۲۷۳۰۶، سنن دارمی: ۲۰۸۸)

صحیح البخاری: ۵۶۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کے عنوان میں دودھ پینے کا ذکر ہے، اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج دودھ کا پیالہ اور خمر کا پیالہ دیا گیا تو آپ نے دودھ کا پیالہ اختیار کر لیا''۔ اور دودھ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر بہت بڑی نعمت ہے، پس اگر تم یہ سوال کرو کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس رات دودھ اور خمر کے پیالے پیش کئے گئے جب کہ دودھ حلال ہے اور خمر حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خمر جنت کی تھی اور جنت کی خمر حرام نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس وقت تک خمر حرام نہیں کی گئی تھی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے اور ان کا ذکر بار بار آیا ہے، اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، یہ ابن یزید الایلی ہیں اور الزہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۰۴ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ سَمِعَ سُفْيَانَ أَخْبَرَنَا سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَيْرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ يُحَدِّثُ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ شَكَّ النَّاسُ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ عَرَفَةَ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِإِنَاءٍ فِيهِ لَبَنٌ فَشَرِبَ فَكَانَ سُفْيَانُ رُبَّمَا قَالَ شَكَّ النَّاسُ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ عَرَفَةَ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ أُمُّ الْفَضْلِ فَإِذَا وُقِفَ عَلَيْهِ قَالَ هُوَ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے سفیان سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں سالم ابو النضر نے خبر دی، انہوں نے عمیر سے سنا جو ام الفضل کے آزاد شدہ غلام تھے، وہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ لوگوں کو عرفہ کے دن شک تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روزہ ہے یا نہیں ہے، تو میں نے آپ کی طرف ایک برتن بھیجا جس میں دودھ تھا، آپ نے اس کو پی لیا، پس سفیان بسا اوقات یہ کہتے تھے کہ لوگوں کو عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزہ میں شک تھا، تو حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے آپ کی طرف (دودھ) بھیجا، پس جب سفیان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: یہ حدیث حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۵۸، ۱۶۶۱، ۱۹۸۸، ۵۶۰۴، ۵۶۱۸، ۵۶۳۶، صحیح مسلم: ۱۱۲۳، سنن ابوداؤد: ۲۴۴۱، مسند احمد: ۲۶۳۴۱، موطا امام مالک: ۸۴۱)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۶۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں دودھ پینے کا ذکر ہے، اور اس حدیث میں بھی یہ ذکر ہے کہ آپ نے عرفہ کے دن دودھ پیا، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حُمیدی کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن زبیر ہیں اور ان کے اجداد میں سے ایک حُمید ہیں، یہ ان کی طرف نسبت ہے، اور ان کا ذکر بھی صحیح بخاری میں متعدد بار آیا ہے اور سفیان، ابن عیینہ ہیں، اور ابوالنضر میں نون پر زبر ہے اور ضاد ساکن ہے اور عُمیر تصغیر کا صیغہ ہے، یہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت ام الفضل کے آزاد شدہ غلام تھے اور یہ حدیث کتاب الحج اور کتاب الصوم میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: "فاذا وقف علیه" اس کا معنی یہ ہے کہ بسا اوقات سفیان اس حدیث کو مُرسلاً روایت کرتے ہیں، اور اسناد کے دوران از ام الفضل نہیں کہتے تھے، اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ یہ حدیث موصول ہے یا مرسل ہے، تو وہ کہتے: یہ حضرت ام الفضل سے مروی ہے، اور یہ موصول کی قوت میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۰۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَأَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ جَاءَ أَبُو حُمَيْدٍ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ مِنَ النَّقِيعِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَلَا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرُضَ عَلَيْهِ عُودًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی صالح وابی سفیان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوحُمید دودھ کا ایک پیالہ مقام نقیع سے لے کر آئے، تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس دودھ کو ڈھک کیوں نہیں دیا۔ کاش تم اس کے عرض کے اوپر ایک لکڑی رکھ دیتے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۰۶، صحیح مسلم: ۲۰۱۰، مسند احمد: ۱۴۳۷۳، سنن دارمی: ۲۱۳۱)

صحیح البخاری: ۵۶۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "دودھ کو پینا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوحُمید سے کہا کہ تم نے اس دودھ

کو کیوں نہیں ڈھکا؟ کاش تم اس کو لکڑی سے ڈھک دیتے! اس طرح یہ حدیث باب کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبد الحمید ہیں، اور اس میں مذکور ہے اعمش، یہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو صالح، یہ ذکوان ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو سفیان، یہ طلحہ بن نافع القرشی ہیں۔

''النقیع'' کا محل وقوع

اس حدیث میں ''النقیع'' کا ذکر ہے، یہ وادی العقیق میں ایک جگہ ہے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ لفظ البقیع ہے، لیکن یہ غلط ہے، کیونکہ البقیع مدینہ منورہ کا قبرستان ہے، علامہ قرطبی نے کہا ہے: اکثر علماء نے کہا ہے کہ یہ لفظ النقیع ہے اور یہ وادی عقیق کی ایک جانب میں ہے اور مدینہ منورہ سے بیس (۲۰) فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''خمرتہ'' یعنی تم نے اس کو ڈھانپا کیوں نہیں، اور اسی سے خمار کا لفظ ماخوذ ہے جو عورت کے دوپٹے کو کہتے ہیں، کیونکہ وہ بھی عورت کے بالوں کو چھپالیتا ہے۔

دودھ کو ڈھانپنے کے حکم کی توجیہ

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ جب کسی برتن کو ڈھانپ دیا جائے تو شیطان اس کو نہیں کھولتا، اور اس برتن میں جو کھانے پینے کی چیزیں ہوں، وہ شیطان سے محفوظ رہتی ہیں۔ اسی طرح آسمان سے زمین کی طرف جو وبائیں نازل ہوتی ہیں، ان سے بھی محفوظ رہتی ہیں، اور نجاست سے بھی محفوظ رہتی ہیں، اور حشرات الارض وغیرہ کے وقوع سے محفوظ رہتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۰۶۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَذْكُرُ أُرَاهُ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ أَبُو حُمَيْدٍ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنَ النَّقِيعِ بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَلَا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرُضَ عَلَيْهِ عُودًا وَحَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابو صالح سے سنا، وہ ذکر کر رہے تھے کہ مجھے یہ گمان کرایا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو حمید آئے جو انصار کے ایک مرد تھے، وہ النقیع سے ایک برتن میں دودھ لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کو ڈھانپا کیوں نہیں؟ اور اگر تم اس کے عرض میں ایک لکڑی رکھ دیتے۔

اور مجھے ابو سفیان نے حدیث بیان کی از جابر از نبی ﷺ یہی حدیث۔

(صحیح البخاری: ۵۶۰۶، صحیح مسلم: ۲۰۱۰، مسند احمد: ۱۳۷۲۳، سنن دارمی: ۲۱۳۱)

Marfat.com

اس حدیث کی شرح بھی حدیث سابق کی شرح کی مثل ہے۔

۵۶۰۷۔ حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رضی الله عنه قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ مَكَّةَ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ مَرَرْنَا بِرَاعٍ وَقَدْ عَطِشَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رضی الله عنه فَحَلَبْتُ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ فِي قَدَحٍ فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيتُ وَأَتَانَا سُرَاقَةُ بْنُ جُعْشُمٍ عَلَى فَرَسٍ فَدَعَا عَلَيْهِ فَطَلَبَ إِلَيْهِ سُرَاقَةُ أَنْ لَا يَدْعُوَ عَلَيْهِ وَأَنْ يَرْجِعَ فَفَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم ایک چرواہے کے پاس سے گزرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی ہوئی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تھوڑا سا دودھ ایک پیالہ میں نکالا، سو آپ نے پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا اور ہمارے پاس سراقہ بن جعشم ایک گھوڑے پر سوار ہو کر آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعائے ضرر کی، پھر سراقہ نے یہ مطالبہ کیا کہ آپ اس کے خلاف دعا نہ کریں اور وہ واپس لوٹ جائے گا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کر لیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۳۹، ۳۶۱۵، ۳۶۵۲، ۳۹۰۸، ۳۹۱۷، ۵۶۰۷، صحیح مسلم: ۲۰۰۹، مسند احمد: ۳)

صحیح البخاری: ۵۶۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں دودھ پینے کا ذکر ہے، اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھوڑا سا دودھ نکال کر پیالہ میں دیا اور آپ نے اس کو پیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں محمود کا ذکر ہے، وہ ابن غیلان ہیں، اور النضر کا ذکر ہے، وہ ابن شمیل ہیں اور ابو اسحاق کا ذکر ہے، وہ عمرو سبیعی ہیں، اور حضرت البراء کا ذکر ہے، وہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما ہیں۔

یہ حدیث اس باب میں گزر چکی ہے ''باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینة'' اور وہاں اس حدیث کی مفصل شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فحلبت'' یعنی میں نے بکری سے دودھ نکالا۔

Marfat.com

اس حدیث میں دودھ نکالنے کی نسبت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف مجازاً کی ہے، اور اس سے پہلے حدیث میں مذکور تھا کہ میں نے چرواہے کو حکم دیا تو اس نے دودھ نکال کر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "کثبۃ" اس کا معنی ہے: دودھ کا ایک حصہ یا کھجور کا ایک حصہ۔ الخلیل نے کہا ہے کہ جو چیز تھوڑی سی ہو، اس کو کثبہ کہتے ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے: "آپ نے دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا" یعنی حتیٰ کہ میں نے جان لیا کہ آپ نے اپنی ضرورت کے مطابق دودھ پی لیا ہے۔

اس سوال کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غیر سے دودھ کس طرح پی لیا؟

اس سوال کے چند جوابات ہیں:

(۱) وہ چرواہا حربی تھا اور حربی کے مال کی کوئی امان نہیں ہے۔

(۲) یا وہ چرواہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست تھا یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا، اور وہ پسند کرتا تھا کہ آپ اس کی بکریوں سے دودھ پییں۔

(۳) یا اس زمانہ کے لوگوں کا یہ عرف تھا کہ وہ اتنی مقدار دودھ ضرورت مندوں اور پیاسوں کو پلا دیتے تھے۔

(۴) بکریوں کے مالک نے چرواہے کو اجازت دی تھی کہ وہ اتنی مقدار دودھ ضرورت مندوں کو اور پیاسوں کو پلا دیا کرے۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ حالت، حالتِ اضطرار تھی اور حالتِ اضطرار میں دوسروں کی چیز کو لے کر کھانا جائز ہوتا ہے۔

اس حدیث میں سراقہ بن جعشم کا ذکر ہے، سُراقہ میں سین پر پیش ہے اور جُعشم میں جیم پر پیش ہے اور عین ساکن ہے۔ یہ آخر میں اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے اسلام میں نیک کام کیے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دعائے ضرر کی" یعنی آپ نے اس کے خلاف دعائے ضرر کا ارادہ کیا تو سُراقہ نے کہا: کہ آپ میرے خلاف دعائے ضرر نہ کریں، میں واپس چلا جاتا ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعا ترک کر دی، اور یہ حدیث کتاب المناقب میں پوری تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صحیح البخاری: ۵۶۰۷ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اللہ عزوجل کی نشانیاں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنا ہے، پس سراقہ بن مالک اس وقت اسلام نہیں لائے ہوئے تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لے جا رہے تھے، اور قریش نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر لائے گا اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو تو اس کو سو اونٹ انعام میں دیے جائیں گے، پس سراقہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیا، پس اس نے اپنا گھوڑا آپ کے پیچھے دوڑایا، حتیٰ کہ اس جگہ پہنچا جہاں اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی اور اچانک اس کے گھوڑے کے قدم زمین میں دھنسنے لگے حالانکہ وہ زمین بہت سخت تھی، لیکن اس سخت زمین میں اس کے گھوڑے کے پیر دھنس رہے تھے، وہ گھوڑے کو جھڑک رہا تھا لیکن اس گھوڑے کو زمین سے نکالنے

Marfat.com

پر قادر نہ ہوسکا، تب اس نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد کر دی ہے، پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امان کی ندا کی اور آپ سے کہا کہ عنقریب وہ لوگوں کو آپ کی طرف سے واپس کر دے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا کی اور اس کا گھوڑا کھڑا ہو گیا اور سراقہ وہاں سے چلا گیا، اور جو بھی سراقہ کو ملتا تو وہ اس سے کہتا کہ تمہاری یہ اتنی مشقت کافی ہے اب یہاں سے لوٹ جاؤ، اور یہ اللہ عزوجل کی نشانی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے ضرر سے ڈرتے تھے اور ان کا یہ ایمان تھا کہ آپ کی دعا مقبول ہوتی ہے، اسی لیے سراقہ نے یہ مطالبہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف دعائے ضرر نہ کریں۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب کسی بکری کے اردگرد کوئی آدمی نہ ہو تو اس بکری کا دودھ نکال کر پینا جائز ہے لیکن وہ صرف دودھ کو پیئے اس کو ذخیرہ نہ کرے۔ (یہ اس صورت میں ہے جب اضطرار کی حالت ہو یا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے، عام لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر اضطرار کے کسی کی بکری کا دودھ نکال کر پی لیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

نیز اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفرِ ہجرت کے اندر ان کو اپنے ساتھ رکھا اور ان کو اپنی خدمت کا موقع فراہم کیا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۲۱۔ ۳۲۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ عظیم فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے اور آپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رضا چاہتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۶۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ نِعْمَ الصَّدَقَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً تَغْدُو بِإِنَاءٍ وَتَرُوحُ بِآخَرَ۔ (صحیح البخاری: ۲۶۲۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از عبدالرحمٰن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ اونٹنی ہے جو چند دنوں کے لیے کسی کو بہ طور عطیہ دی گئی ہو، اور بہترین صدقہ وہ بکری ہے جو چند دنوں کے لیے کسی کو بہ طور عطیہ دی گئی ہو، جس سے صبح کو برتن میں دودھ نکالا جائے اور شام کو برتن میں دودھ نکالا جائے۔

صحیح البخاری: ۵۶۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''اللقحة'' کا ذکر ہے، اس لفظ میں لام کے نیچے زیر ہے اور قاف ساکن ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے: دودھ دینے والی اونٹنی کو ''اللقحة'' کہتے ہیں۔ اور بعض شارحین نے کہا ہے: جس اونٹنی کے بچہ دینے کا زمانہ قریب ہو جائے، اس کو ''اللقحة'' کہتے ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ پہلا معنی زیادہ اولیٰ اور زیادہ ظاہر ہے۔

Marfat.com

اور اس حدیث میں مذکور ہے "الصفی" اس کا معنی ہے پسندیدہ یا جو زیادہ دودھ دینے والی ہو۔ اور یہ فعیل کے وزن پر ہے اور مفعول کے معنی میں ہے، اس میں مذکر اور مونث دونوں برابر ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "منحة" یعنی عطیہ۔ جو اونٹنی تم کسی دوسرے شخص کو دو تا کہ وہ اس سے دودھ نکال کر پیئے، پھر چند دنوں کے بعد تم کو واپس کردے، اس کو منحة کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تغدو" اور یہ دن کا ابتدائی وقت ہے، اور اس حدیث میں مذکور ہے "تروح" یہ دن کا آخری وقت ہے، اور اس میں یہ کنایہ ہے کہ اس بکری اور اونٹنی کا دودھ بہت زیادہ ہوتا تھا جو صبح کو بھی نکالا جاتا تھا اور شام کو بھی نکالا جاتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۸-۲۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۰۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ إِنَّ لَهُ دَسَمًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از الاوزاعی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا، پس آپ نے کلی کی اور فرمایا کہ اس دودھ میں چکنائی ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۱۱، ۵۶۰۹، صحیح مسلم: ۳۵۸، سنن ترمذی: ۸۹، سنن نسائی: ۱۸۷، سنن ابوداؤد: ۱۹۶، سنن ابن ماجہ: ۴۹۸، مسند احمد: ۱۹۵۲)

صحیح البخاری: ۵۶۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں ابو عاصم کا ذکر ہے، اور وہ النبیل الضحاک بن مخلد ہیں۔ اور اوزاعی کا ذکر ہے، وہ عبد الرحمٰن بن عمرو ہیں، اور عبید اللہ بن عبد اللہ کا ذکر ہے، وہ ابن عتبہ ہیں۔ یہ حدیث کتاب الوضوء میں اس باب میں گزر چکی ہے "باب هل يمضمض من اللبن؟" اور اس حدیث کی شرح وہاں کی جاچکی ہے۔

میں کہتا ہوں: رسول اللہ ﷺ نے دودھ پینے کے بعد کلی کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ دودھ میں چکنائی ہوتی ہے، سو آپ نے چکنائی سے بچنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ بہت ساری بیماریوں کا سبب چکنائی سے پرہیز نہ کرنا ہے، چکنائی کی وجہ سے خون میں کولیسٹرول بڑھ جاتا ہے، اور خون کی شریانیں تنگ ہوجاتی ہیں اور ان شریانوں میں سے خون کا گزرنا مشکل ہوجاتا ہے جس سے ہائی بلڈ پریشر ہوجاتا ہے اور متعدد دل کے امراض ہوجاتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۶۱۰۔ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رُفِعْتُ إِلَى السِّدْرَةِ فَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ نَهَرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهَرَانِ بَاطِنَانِ فَأَمَّا الظَّاهِرَانِ النِّيلُ

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا از شعبہ از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے سدرہ کی طرف بلند کیا گیا، وہاں چار دریا تھے، دو دریا ظاہر تھے اور دو دریا باطن تھے، جو دریا ظاہر تھے وہ نیل اور فرات ہیں

Marfat.com

وَالْفُرَاتُ وَأَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ فَأُتِيتُ بِثَلَاثَةِ أَقْدَاحٍ قَدَحٌ فِيهِ لَبَنٌ وَقَدَحٌ فِيهِ عَسَلٌ وَقَدَحٌ فِيهِ خَمْرٌ فَأَخَذْتُ الَّذِي فِيهِ اللَّبَنُ فَشَرِبْتُ فَقِيلَ لِي أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ أَنْتَ وَأُمَّتُكَ قَالَ هِشَامٌ وَسَعِيدٌ وَهَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْأَنْهَارِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرُوا ثَلَاثَةَ أَقْدَاحٍ۔ (مسند احمد: ۱۷۳۷۸)

اور جو دریا باطن تھے وہ جنت کے دو دریا ہیں، پھر میرے پاس تین پیالے لائے گئے، ایک پیالہ میں دودھ تھا، ایک پیالہ میں شہد تھا اور ایک پیالہ میں خمر تھی، تو میں نے اس پیالہ کو لے لیا جس میں دودھ تھا، سو (میں نے) اس دودھ کو پیا، تو مجھ سے کہا گیا: آپ نے اور آپ کی امت نے فطرت کو پا لیا۔

ہشام اور سعید اور ہمام نے کہا از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت مالک بن صعصعہ از نبی ﷺ، اس روایت میں اسی طرح انہار کا لفظ ہے، اور اس روایت میں تین پیالوں کا ذکر نہیں ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "ابراہیم بن طہمان" (طاء پر زبر اور ھاء ساکن) یہ الہروی ابو سعید ہیں، یہ نیشاپور میں رہتے تھے، پھر مکہ میں رہائش اختیار کر لی اور ایک سو ساٹھ ہجری (۱۶۰ھ) میں ان کی وفات ہوگئی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں "سدرۃ" کا ذکر ہے، اس کو سدرۃ المنتہیٰ کہا جاتا ہے، کیونکہ اس پر ملائکہ کے علم کی انتہا ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں "نیل" کا ذکر ہے، یہ مصر کا دریا ہے اور "فرات" کا ذکر ہے، علامہ کرمانی نے کہا: یہ بغداد کا دریا ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: اس طرح نہیں ہے بلکہ "فرات" کوفہ کا دریا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ "دو جنت کے دریا ہیں" کہا گیا ہے کہ یہ دو دریا سلسبیل اور کوثر ہیں اور یہی دو باطنی دریا ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "میرے پاس تین پیالے لائے گئے" اور اس سے پہلے حدیث میں گزرا ہے کہ دو پیالے لائے گئے تھے، لیکن ان میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ عدد کا مفہوم معتبر نہیں ہوتا جب کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے بلند کیے جانے سے پہلے دو پیالے لائے گئے ہوں اور سدرۃ المنتہیٰ کے بلند کیے جانے کے بعد تین پیالے لائے گئے ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "آپ نے فطرت کو پا لیا" یعنی اسلام کی علامت کو اور استقامت کو پا لیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۹۔۲۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۱۰ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

نیل اور فرات کے جنت کے دریاؤں میں سے ہونے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نیل اور فرات دو ظاہری دریا ہیں، اور آپ نے ان کو سدرہ کے پاس دیکھا، یعنی اصل میں یہ دو دریا سدرہ کے پاس تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کی طرف نکال کر جاری کر دیا اور اس سے نہ شرع میں ممانعت ہے اور نہ عقل میں ممانعت ہے۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ بابِ تشبیہ سے ہے، یعنی نیل اور فرات اپنی صفائی میں اور اپنی منفعت میں جنت کے دریاؤں کی طرح ہیں، انہوں نے کہا کہ اس حدیث کو حقیقت پر محمول کرنے سے مانع یہ ہے کہ ان دونوں دریاؤں کا منبع معلوم اور معروف ہے، اور جب کہ ان دونوں کا منبع معلوم اور معروف ہے تو متعین ہو گیا کہ حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ آپ نے سدرہ کے پاس ان دو دریاؤں کو دیکھا، تو اس میں تشبیہ ہے یعنی نیل اور فرات جنت کے دریاؤں کے مشابہ تھے۔

سو جس نے واقع اور حس کی طرف نظر کی، اس نے کہا: واجب ہے کہ یہ دو دریا جنت کے دریاؤں میں سے ہوں اپنی صفائی میں اپنی مٹھاس میں اور اپنی منفعت میں، اور جس نے ظاہر حدیث کی طرف نظر کی تو اس نے کہا: یہ حقیقتاً جنت کے دریاؤں میں سے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نیل اور فرات جنت کے دریاؤں میں سے ہیں، تو پھر دنیا میں یہ دریا دنیا کے دریاؤں کی صفت پر کیسے ہو گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ان دریاؤں کی طبیعت میں ایسی چیز پیدا کر دے جو زمین کی طبیعت کے موافق ہو۔ بہر حال یہاں پر گنجائش ہے، اگر ہم چاہیں تو کہیں کہ نیل اور فرات جنت کے دریاؤں کے مشابہ ہیں اور اگر ہم چاہیں تو یہ کہیں کہ یہ حقیقتاً جنت کے دریاؤں میں سے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو زمین کی مناسبت کی صفت پر بنا دیا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۲۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۴۔ بَابُ: اسْتِعْذَابِ الْمَاءِ — میٹھا پانی طلب کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میٹھے پانی کو طلب کرنا جائز ہے۔

۵۶۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ وَكَانَ أَحَبُّ مَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (آل عمران: ۹۲) قَامَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ ﴿لَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبد اللہ، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصارِ مدینہ میں سے سب سے زیادہ کھجوروں کے باغات کے مالک تھے اور ان کا پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ تھا اور وہ باغ مسجد کے سامنے تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں داخل ہوتے اور اس کا عمدہ پانی پیتے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پس جب یہ آیت نازل ہوئی: تم ہرگز نیکی

Marfat.com

تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ مَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ أَوْ رَايِحٌ شَكَّ عَبْدُ اللّٰهِ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَفِي بَنِي عَمِّهِ وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى رَايِحٌ۔

نہیں حاصل کرسکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کرسکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ اور میرے نزدیک سب سے پسندیدہ مال وہ ہے جو بیرحاء ہے اور یہ باغ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، میں اس کی نیکی اور اس کے اللہ کے پاس ذخیرہ ہونے کی امید رکھتا ہوں، سو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اس کو جہاں چاہیں خرچ کردیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو یہ نفع والا مال ہے، یا فرمایا: یہ نفع والا ہے، اس میں عبداللہ کو شک ہے کہ آپ نے کیا فرمایا تھا، اور میں نے سن لیا جو تم نے کہا ہے اور میری رائے یہ ہے، تم یہ باغ اپنے قرابت داروں کو دے دو، تو ابوطلحہ نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ایسا کرتا ہوں، پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے قرابت داروں میں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کردیا۔
اسماعیل اور یحییٰ بن یحییٰ کی روایت میں رایح (نفع والا) کا لفظ ہے۔

(صحیح البخاری:۱۴۶۱،۲۳۱۸،۲۷۵۲،۲۷۵۸،۲۷۶۹،۴۵۵۴،۴۵۵۵،۵۶۱۱، صحیح مسلم:۹۹۸، مسند احمد:۱۲۰۳۰، موطا امام مالک:۱۸۷۵، سنن دارمی:۱۶۵۵)

صحیح البخاری:۵۶۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "میٹھے پانی کو طلب کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس باغ میں داخل ہوتے تھے اور اس کا عمدہ پانی پیتے تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میٹھے پانی کو طلب کرتے تھے، اور علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابورافع کی بیوی سلمٰی روایت کرتی ہیں کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس ٹھہرے تو آپ مالک بن نضر کے کنوئیں سے میٹھا پانی طلب کرتے تھے، اور مالک بن نضر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: میٹھے پانی کو طلب کرنا زُہد کے منافی نہیں ہے اور نہ یہ اس تکبر میں داخل ہے جو مذموم ہے، اس کے برخلاف پانی میں مُشک وغیرہ کی خوشبو ڈالنا یہ وہ چیز ہے جس کو امام مالک نے مکروہ کہا ہے، کیونکہ اس میں

Marfat.com

اسراف ہے لیکن میٹھا پانی پینا اور اس کو طلب کرنا مباح ہے اور صالحین امت نے اس طرح کیا ہے، اور کھارا پانی پینے میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے "بخ" یہ وہ کلمہ ہے جو مدح کے وقت کہا جاتا ہے اور کسی چیز پر راضی ہونے کے وقت کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۴۔ بَابُ: شَوْبِ اللَّبَنِ بِالْمَاءِ دودھ میں پانی ملا کر پینے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دودھ میں پانی ملا کر پینا جائز ہے، امام بخاری نے پینے کی قید لگائی ہے تا کہ اس سے احتراز ہو کہ دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرنا جائز ہے، ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ خلیطین کی جو ممانعت کی گئی تھی، یعنی دو قسم کی کھجوروں کو ملا کر پانی میں ڈال کر نبیذ بنانے کی جو ممانعت کی گئی تھی، وہ ممانعت دودھ میں پانی ملانے کے اندر نہیں ہے، کیونکہ عرب لوگ دودھ پیتے وقت اس میں پانی ملا لیتے تھے، کیونکہ جب دودھ کو بکری سے تازہ نکالا جائے تو وہ گرم ہوتا ہے اور وہ شہر گرم تھے تو وہ دودھ کی گرمی کو ٹھنڈے پانی سے توڑتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۱۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا وَأَتَى دَارَهُ فَحَلَبْتُ شَاةً فَشُبْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْبِئْرِ فَتَنَاوَلَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ ثُمَّ قَالَ الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے خبر دی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا اور آپ اپنے گھر آئے، پس میں نے بکری کا دودھ نکالا اور رسول اللہ ﷺ کے لیے اس دودھ میں کنوئیں سے پانی نکال کر ملایا۔ پس آپ نے پیالہ لے کر وہ دودھ پیا اور آپ کی بائیں طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں طرف ایک اعرابی تھا، تو آپ نے اپنا بچا ہوا دودھ اعرابی کو دے دیا، پھر آپ نے فرمایا: دائیں جانب سے ابتدا کرو، پس دائیں جانب سے ابتداء کرو۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۹، سنن ترمذی: ۱۸۹۳، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۶، سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۵، مسند احمد: ۱۱۱۷۱، موطا امام مالک: ۱۷۲۳، سنن دارمی: ۲۱۱۶)

صحیح البخاری: ۵۶۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے اور اس کا ذکر کئی بار آ چکا ہے، اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المبارک المروزی ہیں، اور یونس کا ذکر ہے، یہ ابن یزید الایلی ہیں۔ اور الزہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اتی دارہ" یعنی آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر آئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فشبت" یہ لفظ شوب سے ماخوذ ہے اور متکلم کا صیغہ ہے اور اس کا معنی ہے: "میں نے دودھ میں کنوئیں کا پانی ملایا"۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "آپ نے اپنا بچا ہوا دودھ اعرابی کو دے دیا"۔ ایک قول ہے کہ وہ اعرابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت خالد ایسے صحابی کے لیے اعرابی نہیں کہا جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الایمن" یعنی دائیں طرف والے کو مقدم کیا جائے گا، کیونکہ دائیں جانب والے کو بائیں جانب والے پر فضیلت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اشخاص کی رعایت کی بجائے اصول کی رعایت کرنا

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اصول کو ہر حال میں مقدم رکھا جائے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں افضل تھے اور ان کے افضل ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بچا ہوا دودھ ان کو عطا فرماتے، لیکن چونکہ وہ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچا ہوا دودھ اعرابی کو عطا فرما دیا، اور یہ ظاہر فرمایا کہ یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مؤخر کر دیا جائے، لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ اصول کو مؤخر کیا جائے، کیونکہ اصول یہ ہے کہ دائیں جانب سے ابتداء کی جاتی ہے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ رہنمائی کی ہے کہ شخصی رعایت نہ کی جائے بلکہ اصول کی رعایت کی جائے۔ (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۵۶۱۲ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دودھ میں پانی ملانا جائز ہے، جب کہ گھر کی ضروریات کے لیے دودھ میں پانی ملایا جائے، رہا بازار میں دودھ فروخت کرنے والا، اس کے لیے دودھ میں پانی ملانا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ ملاوٹ ہے اور دھوکہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ملاوٹ کی اور دھوکہ دیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۵۲، سنن ابن ماجہ: ۲۲۲۴)

نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ پینے والا جب کوئی چیز پی لے تو وہ دائیں جانب سے دینے کی ابتداء

Marfat.com

کرے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو اپنا بچا ہوا دودھ عطا کیا، کیونکہ وہ آپ کی دائیں جانب تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں عطا کیا، کیونکہ وہ آپ کی بائیں جانب تھے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان کو چاہیے کہ جب وہ کوئی مشروع کام کرے اور اس کو خطرہ ہو کہ اس کام کے کرنے سے کسی کے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہوگا، تو وہ اس کو مطمئن کرے اور اس کی وجہ بیان کرے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دائیں جانب، پھر دائیں جانب، تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس عظیم صحابی کو کیوں چھوڑ دیا جو آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے اور اس اعرابی کو آپ نے عطا کیا، تو کہا جائے گا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعرابی کو عطا کیا تو اس کی وجہ بھی بیان کر دی، اور اسی طرح ہر کام میں انسان کو چاہیے کہ عذر بیان کر دے اور لوگوں کو اس حال میں نہ چھوڑے کے ان کے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہوں اور شیطان لوگوں کے دل میں وسوسے ڈال رہا ہو۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۲۵، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۶۱۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هَذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَنَّةٍ وَإِلَّا كَرَعْنَا قَالَ وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطِهِ قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللهِ عِنْدِي مَاءٌ بَائِتٌ فَانْطَلِقْ إِلَى الْعَرِيشِ قَالَ فَانْطَلَقَ بِهِمَا فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ قَالَ فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ شَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فُلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از سعید بن الحارث از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے ایک مرد کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابی بھی تھے، تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے پاس رات کا رکھا ہوا پانی اس مشک میں ہے (تو ہمیں پلاؤ) ورنہ ہم اس مشک سے منہ لگا کر پانی پی لیں گے، اور وہ انصاری مرد اپنے باغ میں پانی دے رہے تھے، تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے پاس رات کا رکھا ہوا پانی ہے، آپ چھپر میں تشریف لے چلیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھ جو صحابی تھے، ان دونوں کو چھپر میں لے گیا اور ایک پیالے میں پانی ڈالا، پھر اس نے اپنی بکری کا دودھ نکال کر اس پانی پر ڈالا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا، پھر اس صحابی نے پانی پیا جو آپ کے ساتھ آئے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۲۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۴، سنن ابن ماجہ: ۳۴۳۲، مسند احمد: ۱۴۱۱۰، سنن داری: ۲۱۲۳)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۶۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد الجعفی کا ذکر ہے، یہ المسندی کے نام سے معروف ہیں، اوراس حدیث کی سند میں ابو عامر کا ذکر ہے، یہ عبدالملک بن عمرو العقدی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" آپ انصار کے ایک مرد کے پاس گئے"۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام ابوالہیثم بن التیہان الانصاری ہے۔ اوراس حدیث میں مذکور ہے کہ" آپ کے ساتھ آپ کے ایک صحابی تھے"، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابی تھے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے" ورنہ ہم مشک سے منہ لگا کر پی لیں گے" اصل عبارت اس طرح ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی برتن ہے تو اس برتن میں ہم کو پانی پلاؤ، ورنہ ہم مشک سے منہ لگا کر پانی پی لیں گے، اور مشک سے منہ لگا کر پانی پینے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اس سے انسان کو بار بار گھونٹ لینے سے مشقت ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے" وہ انصاری مرد اپنے باغ میں پانی دے رہا تھا"، یعنی باغ کی ایک جگہ سے دوسری جگہ پانی کو منتقل کر رہا تھا، تا کہ تمام درختوں کو پانی پلا دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے" عریش"، اس سے مراد وہ جگہ ہے جو سائے کے لیے بنائی گئی ہو، جیسے باغ میں چھپر بنایا جاتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ خیمہ تھا۔ اس حدیث میں مذکور ہے" من داجن" یہ وہ بکری ہے جو گھروں میں رہتی ہو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: پھر اس مرد نے پیا جو آپ کے ساتھ آیا تھا، اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالے سے دودھ میں ملا ہوا پانی پیا اور اپنے صحابی کو پلایا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری سے رات کا ٹھنڈا پانی طلب کیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ ٹھنڈے پانی کو گرمیوں کے دنوں میں طلب کرنا جائز ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ٹھنڈا پانی اللہ تعالیٰ کی بہت عظیم نعمت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے قیامت کے دن بندے سے جس چیز کا حساب لیا جائے گا، وہ یہ ہے کہ کہا جائے گا: کیا میں نے تمہارا جسم صحت مند نہیں بنایا تھا اور کیا میں نے تم کو ٹھنڈا پانی سیر ہو کر نہیں پلایا تھا؟

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دودھ میں پانی ملانا دودھ پیتے وقت جائز ہے، اور دودھ فروخت کرتے وقت جائز نہیں ہے۔

(۴) اس انصاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیالے میں دودھ میں ملا ہوا پانی پیش کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ دریافت نہیں فرمایا کہ تم

Marfat.com

نے یہ دودھ کہاں سے حاصل کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی آدمی کو کوئی کھانے پینے کی چیز پیش کی جائے تو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس سے سوال کرے کہ تم نے یہ کھانا کہاں سے حاصل کیا، سوا اس صورت کے کہ جو کھانا پیش کر رہا ہو، اس کا اکثر مال حرام ہو، تو ایسے آدمی کا طعام کھانا نہیں چاہیے، چہ جائیکہ اس سے سوال کیا جائے کہ یہ طعام کہاں سے حاصل کیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۔ بَابُ: شَرَابِ الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ

میٹھے مشروب اور شہد کا بیان

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا يَحِلُّ شُرْبُ بَوْلِ النَّاسِ لِشِدَّةٍ تَنْزِلُ، لِأَنَّهُ رِجْسٌ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ﴾ (المائدہ: ۴)

اور زہری نے کہا کہ کسی انسان کو بہت شدید ضرورت ہو، پھر بھی لوگوں کا شراب پینا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ ناپاک ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ فِي السَّكَرِ: إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نشہ آور چیزوں کے متعلق فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفاء ان چیزوں میں نہیں رکھی جن کو اس نے تم پر حرام کر دیا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۷۰۹۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۵ ص ۷۵، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۰۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۱۶)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس قسم کا حلواء آج کل معروف ہے، عرب میں اس قسم کا حلواء معروف نہیں تھا، پس متعین ہو گیا کہ مقصود یہ ہے کہ حلواء سے مراد یہاں پر میٹھا پانی ہے، جس کا پینا ممکن ہو جیسے کھجور کا نبیذ ہو یا انگور کا نبیذ ہو، اور اسی طرح شہد۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ الحلواء کا لفظ شہد کو بھی شامل ہے، پھر شہد کو خصوصیت سے بعد میں ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے: یہ خاص کا عطف عام پر ہے، جیسے قرآن مجید میں ہے:

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ (الرحمٰن) ان جنتوں میں پھل اور کھجوریں اور انار ہیں ۝

اس آیت میں بھی پھل کے بعد کھجوروں اور انار کا ذکر فرمایا ہے، حالانکہ کھجور اور انار بھی پھل ہیں۔ سو یہ خاص کا عطف عام پر ہے۔ اسی طرح امام بخاری کے عنوان میں بھی الحلواء کے بعد العسل کا ذکر ہے، جب کہ الحلواء، العسل کو شامل ہے۔

باب میں مذکور پہلی تعلیق کی شرح

امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے عنوان میں تو میٹھے مشروب اور شہد کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد الزہری کی تعلیق ذکر کی ہے کہ سخت شدید ضرورت میں بھی لوگوں کا پیشاب پینا جائز نہیں ہے، اور الحلواء اور شہد کے بعد پیشاب کے ذکر میں تضاد ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا زہری کے قول کو وارد کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ (المائدہ: ۴) تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔

Marfat.com

اور حلواء یعنی کھجور کا نبیذ اور شہد یہ وہ چیزیں ہیں جن کے اوپر طیبات کا اطلاق آتا ہے، اس لیے پہلے انہوں نے زہری کا قول ذکر کیا اور یہ بتایا کہ پیشاب کا پینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے اور یہ طیبات میں سے نہیں ہے۔ اور الزہری کی تعلیق کی امام عبدالرزاق نے از معمر اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

زُہری نے کہا ہے: سخت ضرورت میں بھی پیشاب کا پینا جائز نہیں ہے، اس میں جمہور کا اختلاف ہے، پھر زہری نے کہا کہ پیشاب نجس ہے، یعنی غیر طاہر ہے اور مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت بھی نجس ہے، اس کے باوجود اضطرار کی صورت میں ان کو کھانا جائز ہے، اسی لیے جمہور نے کہا کہ اضطرار کی صورت میں پیشاب کا پینا بھی جائز ہے۔ اور فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ پیشاب اور دیگر نجاسات کو بہ طور دوا کے پینا جائز ہے، سوائے خمر اور نشہ آور مشروبات کے۔ امام مالک نے کہا کہ نشہ آور مشروبات کو نہ پیئے، اس لیے کہ ان کے پینے سے بھوک اور پیاس اور بڑھے گی، اور امام ابوحنیفہ نے اس کی اجازت دی ہے کہ اتنی مقدار میں اضطرار کے وقت نشہ آور مشروب کو پینا جائز ہے جس سے رمقِ حیات برقرار رہے۔

باب میں مذکور دوسری تعلیق کی شرح

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نشہ آور مشروب کے متعلق کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفاء ان چیزوں میں نہیں رکھی، جن چیزوں کو اس نے تم پر حرام کر دیا ہے۔

امام بخاری نے زُہری کا اثر وارد کیا تھا، اس پر جو اعتراض ہوتا تھا، وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر کو وارد کرنے پر بھی ہوتا ہے اور اس کا بھی وہی جواب ہے جو زُہری کے اثر کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شہد کے متعلق فرمایا ہے:

يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔ (النحل:۶۹) ان کے پیٹوں سے رنگ برنگ کا مشروب نکلتا ہے، اس مشروب (شہد) میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

سو یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی ضد میں شفاء نہیں رکھی۔ رہا یہ سوال کہ باقی محرمات میں سے نشہ آور مشروبات کا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے خصوصیت کے ساتھ کیوں ذکر کیا ہے؟ یعنی کسی حرام چیز میں شفاء نہیں ہے، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے خصوصیت کے ساتھ نشہ آور مشروبات کے متعلق کیوں فرمایا کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے شفاء نہیں رکھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے خصوصیت کے ساتھ نشہ آور مشروبات کے متعلق سوال کیا گیا تھا، تو انہوں نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفاء ان چیزوں میں نہیں رکھی، جن چیزوں کو اس نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ اور اس کی زیادہ وضاحت اس اثر سے ہوتی ہے:

از سفیان بن عیینہ از منصور از ابووائل روایت ہے کہ ہم میں سے ایک مرد نے جس کا نام خثیم بن العدا تھا، اپنے پیٹ کی بیماری کی شکایت کی، جس کو صفراء کہا جاتا تھا، تو اسے بتایا گیا کہ تم کوئی نشہ آور چیز پیو، تو اس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے اس کے متعلق سوال کیا، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن چیزوں کو اللہ نے تم پر حرام کر دیا ہے، اس میں تمہاری شفاء نہیں رکھی، اور اس حدیث کی امام ابن ابی شیبہ نے از جریر از منصور روایت کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ یہ وجہ ہے کہ اس اثر میں نشہ آور مشروب کی تعیین کی گئی ہے۔

Marfat.com

اور ''السکر'' میں سین اور کاف پر زبر ہے اور اس سے مراد الخمر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد کھجور کا گاڑھا نبیذ ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ سکر سے مراد نشہ آور مشروب ہے اور صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ کھجور کا گاڑھا نبیذ سکر ہے، اور انگور کا گاڑھا مشروب جب اس کو جوش آجائے تو وہ بھی سکر ہے، اور یہ دونوں مشروب حرام ہیں۔ اور اس سے پہلے صاحب ہدایہ نے دو اور مشروبات کا ذکر کیا ہے اور وہ الخمر اور الطلاء ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸۳۔ ۲۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۱۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کو الحلواء (میٹھی چیز) اور شہد پسند تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۴۳۱، صحیح مسلم: ۱۴۷۴، سنن ترمذی: ۱۸۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۳۲۳، سنن دارمی: ۲۰۷۵)

صحیح البخاری: ۵۶۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے اور وہ ابن المدینی ہیں، اور ابواسامہ کا ذکر ہے، وہ حماد بن اسامہ ہیں جو از ہشام بن عروہ روایت کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ یہ حدیث کتاب الاطعمہ میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں کی جا چکی ہے۔

۱۶۔ بَابُ: الشُّرْبِ قَائِمًا — کھڑے ہو کر پینے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں کھڑے ہو کر پینے کا حکم بیان کیا گیا ہے، علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جو احادیث کھڑے ہو کر پینے کی کراہت میں وارد ہیں، وہ امام بخاری کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے کہا ہے کہ علامہ ابن بطال کی یہ شرح جید نہیں ہے، بلکہ امام بخاری کے نزدیک جب احادیث متعارض ہوں تو وہ عنوان میں اس کا حکم بیان نہیں کرتے۔ علامہ عینی اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ علامہ ابن بطال کا کلام ایک وادی میں ہے اور اس قائل کا کلام دوسری وادی میں ہے۔ اور امام بخاری نے جو کھڑے ہو کر پانی پینے کا حکم عنوان میں بیان نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری کی عادت یہ ہے کہ جس چیز کا حکم باب کی احادیث سے سمجھ آرہا ہو، اس کا حکم عنوان میں بیان نہیں کرتے اور اس کے حکم کو مبہم رکھتے ہیں، نہ اس کے جواز کی تصریح کرتے ہیں اور نہ عدم جواز کی تصریح کرتے ہیں، بلکہ

Marfat.com

اس کو قارئین کی فہم کے اوپر چھوڑ دیتے ہیں کہ اس کا جو بھی حکم ہے وہ حدیث سے سمجھ آ رہا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنِ النَّزَّالِ قَالَ أَتَى عَلِيٌّ رضى الله عنه عَلَى بَابِ الرَّحَبَةِ فَشَرِبَ قَائِمًا فَقَالَ إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُ أَحَدُهُمْ أَنْ يَشْرَبَ وَهُوَ قَائِمٌ وَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَعَلَ كَمَا رَأَيْتُمُونِي فَعَلْتُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از عبد الملک بن میسرۃ از نزال، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باب الرحبۃ پر آئے، پس انہوں نے کھڑے ہو کر (پانی) پیا، پھر فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک کھڑے ہو کر پینے کو مکروہ کہتا ہے، اور میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کیا جس طرح تم نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۱۶، سنن نسائی: ۱۳۰، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۸، مسند احمد: ۱۳۵۳)

صحیح البخاری: ۵۶۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے اور اس میں کھڑے ہو کر پینے کا ذکر ہے، اور یہ حدیث اس حکم کی وضاحت کرتی ہے کہ کھڑے ہو کر پینا جائز ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور مسعر کا ذکر ہے، یہ ابن کدام کوفی ہیں۔ اور عبد اللہ بن میسرہ کا ذکر ہے، یہ الزراد ہیں اور نزال کا ذکر ہے، یہ ابن سبرۃ ہیں، اور یہ تینوں ہلالی کوفی ہیں۔ اور ابونعیم بھی کوفی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کوفہ میں آ کر ٹھہرے تھے اور وہیں پر ان کی وفات ہوئی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''باب الرحبۃ'' کا ذکر ہے، اس سے مراد مسجد کوفہ کا وسیع صحن ہے۔ اور شعبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر لوگوں کی ضروریات اور ان کے مسائل کو حل کرنے کے لیے مسجد کوفہ کی وسیع جگہ میں بیٹھ گئے اور ''الرحب'' کا معنی ہے: وسیع جگہ۔

کھڑے ہو کر پینے کے جواز کے متعلق احادیث

کھڑے ہو کر پینے کے جواز کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر زمزم کا پانی پیا۔ ان حدیثوں کی امام بخاری نے یہاں روایت کی ہے۔

اور امام ترمذی نے از نافع از ابن عمر روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چلتے تھے اور (پانی) پیتے تھے اور ہم کھڑے ہوئے ہوتے تھے، پھر امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس حدیث کی امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے بھی روایت کی ہے۔

اور امام ترمذی نے شمائل میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے (پانی) پیتے تھے، اور اس کی سند حسن ہے۔

اور امام نسائی نے از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور بیٹھے (پانی) پیتے تھے۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہوئے اور ایک مشک لٹکی ہوئی تھی، تو آپ نے مشک کے منہ سے پانی پیا اور اس وقت آپ کھڑے ہوئے تھے۔ الحدیث

اور ہمارے شیخ زین الدین نے فوائد ابوبکر الشافعی کے دسویں جز میں یہ روایت ذکر کی ہے: از زیاد بن المنذر از بشیر بن غالب از حسین بن علی رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے (پانی) پی رہے تھے۔

اور امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے زمزم کا پانی پی رہے تھے۔

اور مسند احمد میں یہ حدیث ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہوئے اور گھر میں ایک مشک لٹکی ہوئی تھی تو آپ نے کھڑے ہو کر اس سے (پانی) پیا۔

اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے کبشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے ایک لٹکی ہوئی مشک سے کھڑے ہو کر (پانی) پیا۔

اور امام ابوموسیٰ المدینی نے معرفۃ الصحابہ میں حضرت کلثم رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہوئے اور لٹکی ہوئی مشک سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔

اور امام عبدالرزاق نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا اور بیٹھ کر پیا۔

اور ابومحمد بن حاتم الرازی نے سند صحیح کے ساتھ عبداللہ بن سائب بن خباب از والد خود از جد خود روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مٹی کے برتن کی طرف کھڑے ہوئے اور اس میں پانی تھا، تو آپ نے کھڑے ہو کر (پانی) پیا۔

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہرگز کوئی شخص کھڑے ہو کر پانی نہ پیئے، اور جو شخص بھول گیا وہ قے کر دے۔

Marfat.com

نیز امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے پر زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) کی۔
نیز حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر (پانی) پینے پر ڈانٹ ڈپٹ کی ہے۔ اور امام ترمذی نے حضرت جارود بن معلّٰی سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر (پانی) پینے سے منع فرمایا ہے، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

کھڑے ہو کر پانی پینے کے متعلق فقہاءِ اسلام کے نظریات

اہل الظاہر نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا حرام ہے۔
اس سے پہلے جو احادیث ذکر کی تھیں، ان میں کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کا ثبوت تھا اور ان احادیث کے اندر کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت ہے، تو علماء نے ان احادیث میں حسب ذیل طریقوں سے تطبیق دی ہے:
(۱) جن احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے، وہ ممانعت تنزیہہ پر محمول ہے نہ کہ تحریم پر اور جو علماء حدیث اور فقہ کے جامع ہیں، انہوں نے اسی طرح تطبیق دی ہے، مثلاً علامہ خطابی، ابو محمد البغوی، ابو عبد اللہ المازری، قاضی عیاض، ابو العباس القرطبی اور ابوزکریا النووی رحمہم اللہ تعالیٰ۔
(۲) جن احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے، وہاں قائم سے مراد ہے ماشی یعنی کھڑے ہونے سے مراد ہے چلنے والا، تو خلاصہ یہ ہے کہ چلتے ہوئے پانی نہ پیا جائے، اور عرب کہتے ہیں ''قم فی حاجتنا'' یعنی ہماری حاجت میں کھڑے ہو، مراد یہ ہوتی ہے کہ ہماری ضرورت میں چلو، یہ ابن التین کی تقریر ہے۔
(۳) علامہ ابو الولید الباجی اور علامہ المازری نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث اس صورت پر محمول ہیں کہ کوئی مرد اپنے اصحاب کے پاس کوئی مشروب لے کر آئے اور اپنے اصحاب کے پینے سے پہلے خود کھڑے ہو کر پینا شروع کر دے، اس سے منع فرمایا ہے۔
(۴) ممانعت کی احادیث ضعیف ہیں، فقہاءِ مالکیہ کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے ممانعت کی احادیث ضعیف ہیں، ان علماء میں سے علامہ ابو عمر بن عبد البر ہیں، اور یہ جواب ضعیف ہے۔
(۵) ابو حفص بن شاہین اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث منسوخ ہیں۔
(۶) ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کی احادیث کے لیے ناسخ ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جن احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی اجازت دی گئی تھی، وہ احادیث منسوخ ہو گئی ہیں۔
علامہ نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث مکروہِ تنزیہی پر محمول ہیں، اور رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پینا تو وہ بیانِ جواز کے لیے ہے، سو کوئی اشکال نہیں ہے اور نہ کوئی تعارض ہے۔ نیز علامہ نووی نے کہا: ہم نے جو محمل بیان کیا ہے اس کو اختیار کرنا متعین ہے اور جس کا یہ زعم ہے کہ ممانعت کی احادیث منسوخ ہو گئی ہیں یا ضعیف ہیں تو اس نے فاحش غلطی کی اور ان احادیث کو منسوخ کیسے قرار دیا جائے گا جب کہ ان میں تطبیق ممکن ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ: علامہ نووی نے شرح صحیح مسلم میں وثوق سے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہِ تنزیہی ہے اور انہوں نے اپنی کتاب ''روضۃ الطالبین'' میں امام رافعی کی اتباع میں کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج

۲۱ص ۲۸۵۔۲۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۱۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِي حَوَائِجِ النَّاسِ فِي رَحَبَةِ الْكُوفَةِ حَتَّى حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ ثُمَّ أُتِيَ بِمَاءٍ فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَذَكَرَ رَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ الشُّرْبَ قِيَامًا وَإِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک بن میسرۃ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے نزال بن سبرۃ سے سنا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر وہ لوگوں کی ضروریات کو حل کرنے کے لیے کوفہ کی مسجد کے وسیع صحن میں بیٹھ گئے حتیٰ کہ عصر کی نماز آگئی، پھر ان کے پاس پانی لایا گیا، انہوں نے اس کو پیا اور اپنے چہرے کو دھویا اور ہاتھوں کو دھویا اور سر کا بھی ذکر کیا اور پیروں کو دھویا، پھر کھڑے ہوئے اور کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پیا، پھر کہا کہ لوگ کھڑے ہو کر پینے کو مکروہ کہتے ہیں اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی مثل کیا جس طرح میں نے کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۱۶، سنن نسائی: ۱۳۰، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۸، مسند احمد: ۱۳۵۳)

صحیح البخاری: ۵۶۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی دوسری سند سے روایت ہے جس کی امام بخاری نے آدم بن ابی ایاس سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پانی لایا گیا اور اسماعیلی کی روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی منگایا، اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک کوزے میں پانی لائے، اور اسی کی مثل سنن نسائی اور مسند ابوداؤد الطیالسی میں مذکور ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اور سر کا ذکر کیا" یعنی آدم بن ابی ایاس نے اپنی روایت میں سر کا اور پیروں کا ذکر کیا۔ اور بہز کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں پانی لیا، پس اپنے چہرہ پر ملا اور اپنی کلائیوں پر ملا اور اپنے سر پر ملا اور اپنے پیروں پر۔

اور مسند طیالسی میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ دھویا اور اپنے ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر پر اور پیروں پر مسح کیا۔ اور الاعمش کی روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں کو دھویا، اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، اور اپنے چہرے پر اور کلائیوں پر اور سر پر مسح کیا۔

Marfat.com

اور اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چہرے پر مسح کیا اور اپنے سر پر اور اپنے پیروں پر۔ اور حدیث کے آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ یہ اس کا وضو ہے جو بے وضو نہ ہو، اور یہ اضافہ سنن نسائی کی روایت میں ہے اور اسماعیلی کی روایت میں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا: اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سر اور پیروں کو کیوں الگ ذکر کیا اور سب کو ایک طریقے سے ذکر کیوں نہیں کیا؟ تو میں کہوں گا کہ جب کہ سر دھویا نہیں جاتا بلکہ اس پر مسح کیا جاتا ہے تو اس کو الگ ذکر کیا اور پیروں کا بھی اس پر عطف کیا، اگرچہ پیر دھوئے جاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ (المائدہ:٦) اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو دھوؤ۔

اور جب وضو کرنے والے نے موزہ پہنا ہوا ہو، تو جب وہ سر کا مسح کرے گا تو پیروں پر بھی مسح کرلے۔ اور اس کی توجیہ میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ دوسرا راوی سر اور پیروں کے متعلق اس بات کو بھول گیا جس بات کو پہلے راوی نے ذکر کیا تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مثل کیا جس طرح میں نے کیا تھا'': یعنی آپ نے اسی طرح کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پیا، اس کی اسماعیلی نے اپنی روایت میں تصریح کی ہے، پس کہا: آپ نے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا جس طرح میں نے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸۷۔۲۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۱۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَرِبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم قَائِمًا مِنْ زَمْزَمَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عاصم الاحول از الشعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمزم سے کھڑے ہوئے (پانی) پیا۔

(صحیح البخاری: ۱۶۳۷، ۵۶۱۷، صحیح مسلم: ۲۰۲۷، سنن ترمذی: ۱۸۸۲، سنن نسائی: ۲۹۶۴، سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۲، مسند احمد: ۲۶۰۳)

اس حدیث کی شرح ابھی گزری ہے۔

کھڑے ہو کر پینے کے باب کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میری رائے یہ ہے کہ پہلے میں اس باب میں وارد احادیث کو ذکر کروں، پھر ان کے درمیان تطبیق دوں۔

کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار

امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آئے اور آپ نے ایک لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے (پانی) پیا۔ (سنن ترمذی: ۱۸۹۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چلتے ہوئے کھاتے تھے اور کھڑے ہوئے پیتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۱۸۸۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے (پانی) پیتے تھے، اس حدیث کی اپنی

Marfat.com

سند کے ساتھ الضیاء نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ (المختارہ ج ۳ ص ۲۱۵)

عمرو بن شعیب از والد از جد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر بھی (پانی) پیا اور بیٹھ کر بھی (پانی) پیا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۸۸۳)

امام ابن شاہین اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ام سُلیم نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور آپ نے کھڑے ہوئے مشک سے (پانی) پیا۔ (الناسخ والمنسوخ: ۵۷۲)

حضرت ام المنذر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہماری انگوروں کی بیل لٹکی ہوئی تھی، آپ نے کھڑے ہو کر اس میں سے کھایا۔ (سنن ابو داؤد: ۳۸۵۶)

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، یہ سب کھڑے ہو کر پانی پیتے تھے، اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔
(الموطا ج ۱ ص ۵۷۶)

ابن عجلان نے حدیث بیان کی کہ میں نے ابراہیم سے کھڑے ہو کر پانی پینے سے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر تم چاہو تو کھڑے ہو کر پانی پیو اور اگر تم چاہو تو بیٹھ کر پیو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۰۰)

کھڑے ہو کر پانی پینے کے عدم جواز کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر (پانی) پینے پر ڈانٹ ڈپٹ فرمائی۔
(صحیح مسلم: ۲۰۲۴، کتاب الاشربہ، باب کراہیۃ الشرب قائما)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر (پانی) نہ پیئے اور جو بھول گیا تو اس کو چاہیے کہ وہ قے کر دے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۲۶، کتاب الاشربہ، باب کراہیۃ الشرب قائما)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کھڑے ہو کر پانی پیا تو نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہارے ساتھ بلی پیئے، اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: تمہارے ساتھ اس نے پانی پیا ہے جو بلی سے زیادہ برا ہے، وہ شیطان ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۱، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۳۵۱)

حضرت الجارود بن المعلی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر (پانی) پینے سے منع فرمایا۔
(سنن ترمذی: ۱۸۸۱)

امام طبری نے از حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ انہوں نے کھڑے ہو کر پانی پیا اور حضرت علی، حضرت سعد اور حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے اور از ابراہیم اور طاؤس اور سعید بن جبیر سے بھی اس کی مثل روایت کی ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کی کراہت منقول ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل کراہت منقول ہے، اور اس کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ کھڑے ہو کر کھانا مباح ہے اور ہر حال میں کھانا مباح ہے اسی طرح پینا بھی ہر حال میں مباح ہے۔ (المفہم ج ۵ ص ۲۸۶)

کھڑے ہوکر پینے کے جواز اور عدم جواز کی احادیث میں تطبیق

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہوکر پانی بیانِ جواز کے لیے پیا اور اسی طرح الخطابی نے کہا ہے کہ کھڑے ہوکر پانی پینے کی ممانعت تادیب کے لیے ہے، کیونکہ بیٹھ کر پانی پینا زیادہ اچھا اور زیادہ مناسب ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: علماء میں سے کسی کا مذہب یہ نہیں ہے کہ کھڑے ہوکر پانی پینے کی ممانعت تحریم کے لیے ہے، اگرچہ ظاہریہ نے اس کو تحریم پر محمول کیا ہے اور جمہور کے نزدیک کھڑے ہوکر پانی پینا جائز ہے۔ سلف صالحین میں سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور جمہور فقہاء اس سے استدلال کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہوکر زمزم کا پانی پیا، اور ان تمام کی رائے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھڑے ہوکر زمزم سے پانی پینا ممانعت کی احادیث سے متاخر ہے، کیونکہ آپ کا زمزم سے کھڑے ہوکر پانی پینا حجۃ الوداع کا واقعہ ہے، اور جن صحابہ نے کھڑے ہوکر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث کی روایت کی ہے، ان صحابہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحبت متاخر ہے، لہٰذا حضرت ابن عباس نے جو کھڑے ہوکر پانی پینے کے جواز کی روایت کی ہے وہ ناسخ ہے، اور یہ اس سے مزید موکد ہوگیا کہ خلفاء اربعہ نے کھڑے ہوکر پانی پیا ہے اور یہ بعید ہے کہ خلفاء اربعہ سے ممانعت کی احادیث مخفی رہی ہوں۔

حافظ ابوعمر بن عبدالبر نے امام مالک سے روایت کی ہے: جب ہم کو ناسخ اور منسوخ میں یہ جاننا مشکل ہوجائے کہ کون سی چیز ناسخ ہے اور کونسی چیز منسوخ ہے تو ہم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کو دیکھیں گے اور ان کے فعل کو آخر الامرین قرار دیں گے۔

(التمہید ج ۳ ص ۳۵۳۔۳۵۴)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ان لوگوں کی اقتداء کرو جو میرے بعد ہیں، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما)۔

(سنن ترمذی: ۳۶۶۲، سنن ابن ماجہ: ۹۷، مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۲)

اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا فعل اگرچہ ممانعت کی احادیث کے ناسخ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا لیکن وہ یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ ایک حدیث کو دوسری احادیث پر ترجیح دی جائے، لہٰذا جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہوئے زمزم کا پانی پیا، اس حدیث کو ممانعت کی حدیث پر ترجیح دی جائے گی، کیونکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی کھڑے ہوکر (پانی) پیا ہے۔

نیز حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے بھی کھڑے ہوکر پانی پیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۱۹۱۔۲۰۰، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۱۶ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام کو چاہیے کہ وہ لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اور لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لیے مسجد میں بیٹھے اور اس کا بیٹھنا ظہر کی نماز کے بعد ہو یا کسی اور مناسب وقت میں ہو۔

Marfat.com

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ امام کو چاہیے کہ وہ کام کرے جس کو لوگ سمجھتے ہوں کہ یہ نا جائز ہے، پھر اس کام کی دلیل بتائے تا کہ لوگ مطمئن ہو جائیں۔ کیونکہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز نہیں ہے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پانی پیا، پھر بعد میں اس کے جواز کی دلیل بتائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کھڑے ہو کر پانی پیا تھا۔

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے، لیکن حدیث میں اس کی ممانعت بھی آئی ہے، پس جب کسی فعل کی حدیث میں ممانعت ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کام کو کیا ہو، تو اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ ممانعت تحریم کے لیے نہیں تھی، تنزیہ کے لیے تھی اور افضل یہ ہے کہ انسان بیٹھ کر پانی پیئے، اگر اس نے کھڑے ہو کر پانی پیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر زمزم کا پانی پیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی کھڑے ہو کر پانی پیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یوں کیوں نہیں ہو سکتا کہ جب دو حدیثوں میں تعارض ہو تو قول کو فعل پر مقدم کیا جائے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع بھی فرمایا ہے اور کھڑے ہو کر خود پیا بھی ہے، تو آپ کا قول یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پینا منع ہے اور فعل یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پیا ہے، تو قول کو فعل پر مقدم کر دیا جائے اور فعل کو قول کے مقابلہ میں ترک کر دیا جائے، تو یہ کیوں جائز نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا اس وقت کیا جائے گا، جب دو حدیثوں میں ایسا تعارض ہو کہ ان میں تطبیق ممکن نہ ہو، اور یہاں پر تطبیق ممکن ہے۔ بایں طور کہ کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت بہ طور تنزیہ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھڑے ہو کر پینا بیانِ جواز کے لیے ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال میں ہمارے لیے عمدہ نمونہ ہے۔ تو یہ کہا جائے گا کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے، تحریم کے لیے نہیں ہے۔ اور افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ بیٹھ کر پیا جائے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۲۹، مکتبۃ الطبری القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

کھڑے ہو کر پانی پینے کے متعلق مصنف کی تحقیق

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جن مواضع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیا ہے، وہاں کھڑے ہو کر پینا افضل ہے اور ان کے علاوہ دوسرے مواضع میں بیٹھ کر پینا افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا، تو زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا افضل ہے، اسی طرح آپ نے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا، تو وضو کا بچا ہوا پانی بھی کھڑے ہو کر پینا افضل ہے، اور ان کے علاوہ باقی صورتوں میں بیٹھ کر پانی پینا افضل ہے۔ اور اگر ان صورتوں میں بھی کھڑے ہو کر پیا تو یہ مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہوگا۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۷۔ بَابُ: مَنْ شَرِبَ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ

اس کا بیان کہ جس نے اونٹ پر سوار ہونے کی حالت میں پیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ جو شخص اس حال میں پیئے کہ وہ اونٹ پر سوار ہو، علامہ ابن العربی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیا، کیونکہ جو اونٹ پر سوار ہو، وہ بیٹھا ہوا ہوتا ہے، کھڑا ہوا نہیں ہوتا، اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ امام بخاری نے اس حالت کے حکم کو بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے اور امام بخاری اس کے درپے نہیں ہیں کہ یہ ثابت کیا جائے کہ کھڑے ہو کر پینا جائز ہے، کیونکہ جو شخص سواری پر سوار ہو، وہ اس کے مشابہ ہوتا ہے جو کھڑا ہوا ہو، کیونکہ سواری چل رہی ہے اور اس کے بھی مشابہ ہوتا ہے جو بیٹھا ہوا ہو، جب کہ سواری ایک جگہ ٹھہری ہوئی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸۸۔۲۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۱۸۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْرِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّهَا أَرْسَلَتْ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ فَأَخَذَ بِيَدِهِ فَشَرِبَهُ زَادَ مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَلَى بَعِيرِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو النضر نے خبر دی از عمیر مولیٰ ابن عباس از حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا، اور آپ عرفہ کے دن شام کے وقت کھڑے ہوئے تھے (یا اپنی سواری پر سوار تھے) تو آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ دودھ کا پیالہ لیا اور اس کو پیا۔ امام مالک نے از ابو النضر یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۵۸، ۱۶۶۱، ۱۹۸۸، ۵۶۰۴، ۵۶۱۸، ۵۶۳۶، صحیح مسلم: ۱۱۲۳، سنن ابوداؤد: ۲۴۴۱، مسند احمد: ۱ ۲۶۳۴، موطا امام مالک: ۸۴۱)

صحیح البخاری: ۵۶۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مالک بن اسماعیل کا ذکر ہے، یہ ابو غسان النہدی الکوفی ہیں جو امام بخاری کے بڑے مشائخ میں سے ہیں، امام بخاری نے کہا: یہ ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے اور اس حدیث کی سند میں عبد العزیز بن ابی سلمہ کا ذکر ہے، یہ الماجشون ہیں اور ابو سلمہ کا نام دینار ہے اور وہ عبد العزیز کے دادا ہیں، کیونکہ وہ ابن عبد اللہ بن ابی سلمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو النضر کا ذکر ہے، ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے، یہ عمر بن عبید اللہ بن معمر القرشی التیمی المدنی کے مولیٰ ہیں۔ اور عُمیر کا ذکر ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد شدہ غلام ہیں اور حضرت ام الفضل بنت الحارث کا ذکر ہے، ان کا نام لُبابہ ہے اور ان کے خاوند حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

امام مالک نے از ابوالنضر یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سوار تھے اور اس اضافہ سے حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور جب زمین پر کھڑے ہو کر پینا جائز ہے تو سواری پر سوار ہونے کی حالت میں پینا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا، کیونکہ سوار دونوں حالتوں کے مشابہ ہوتا ہے، یعنی کھڑے ہونے کی حالت کے بھی مشابہ ہوتا ہے اور بیٹھنے کی حالت کے بھی مشابہ ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۸۔ بَابٌ: الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ فِي الشُّرْبِ — اس کا بیان کہ دائیں جانب سے، پھر دائیں جانب سے پینے کی ابتداء کی جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جو دائیں جانب بیٹھا ہو، اس سے پینے کی ابتداء کی جائے، کیونکہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر فضیلت ہے۔ امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے "فی الشرب" یعنی پینے میں، یہ عام ہے کہ پانی کا پینا ہو یا دیگر مشروبات کا۔ صرف امام مالک سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو پینے کے ساتھ خاص کیا ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا کہ امام مالک سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۱۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ وَعَنْ شِمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ فَشَرِبَ ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ وَقَالَ الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ لایا گیا جس میں پانی ملایا ہوا تھا اور آپ کی دائیں طرف ایک اعرابی (دیہاتی) تھے اور بائیں طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، آپ نے دودھ پیا، پھر اپنا بچا ہوا دودھ اعرابی کو عطا فرما دیا اور آپ نے فرمایا: دائیں طرف سے، پس دائیں طرف سے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۹، سنن ترمذی: ۱۸۹۳، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۶، سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۵، مسند احمد: ۱۱۷۱۱، موطا امام مالک: ۱۷۲۳، سنن دارمی: ۲۱۱۶)

صحیح البخاری: ۵۶۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں دائیں طرف سے پینے کی ابتداء کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچا ہوا دودھ اعرابی کو عطا فرمایا جو آپ کی دائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، یہ اسماعیل بن ابی اویس ہیں اور یہ حدیث عنقریب اس باب کے تحت گزر چکی ہے: ''باب شرب اللبن بالماء''۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کی دائیں جانب ایک اعرابی بیٹھے ہوئے تھے:

علامہ المہلب مالکی نے لکھا ہے: کھانے پینے اور تمام چیزوں میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا سنت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب سے محبت کرتے تھے، یہ بتانے کے لیے کہ اللہ عزوجل نے دائیں جانب والوں کو فضیلت عطا فرمائی ہے۔

دائیں جانب میں بیٹھے ہوئے اعرابی کو اپنا بچا ہوا دودھ عطا فرمانے کی توجیہ

علامہ قرطبی مالکی فرماتے ہیں: آپ نے اس اعرابی کو اس لیے اپنا بچا ہوا دودھ عطا فرمایا کہ وہ اپنی قوم میں سب سے بڑے تھے، اس لیے وہ آپ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو اس لیے عطا فرمایا کہ دائیں جانب سے ابتداء کرنا سنت ہے، یا اس لیے کہ اس اعرابی نے دائیں جانب کی طرف سبقت کی تھی، اسی لیے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے کھڑے نہیں ہوئے، کیونکہ انہوں نے دائیں جانب کی طرف سبقت کی تھی، یہ عام مجلس کا حکم ہے اور نماز باجماعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اس کو ہونا چاہیے جو عمر میں اور عقل میں بڑا ہو، اور اگر دائیں جانب میں کوئی عقل میں بڑا نہ ہو تو پھر اس کو مقدم ہونا چاہیے جو عمر میں بڑا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۹- بَابٌ: هَلْ يَسْتَأْذِنُ الرَّجُلُ مَنْ عَنْ يَمِينِهِ فِي الشُّرْبِ لِيُعْطِيَ الْأَكْبَرَ؟

کیا دائیں جانب والے سے مرد پینے کی اجازت طلب کرے تا کہ بڑی عمر والے کو دے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر مجلس میں دائیں طرف ایک کم عمر لڑکا ہو اور بائیں طرف بڑی عمر کا معزز آدمی ہو تو آیا اس کم عمر لڑکے سے اجازت طلب کر کے بڑی عمر والے معزز آدمی کو پینے کی چیز دی جائے؟

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۲۰- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ فَقَالَ لِلْغُلَامِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی حازم بن دینار از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مشروب لایا گیا،

Marfat.com

أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ فَقَالَ الْغُلَامُ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا قَالَ فَتَلَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي يَدِهِ۔

آپ نے اس سے پیا اور آپ کی دائیں جانب ایک نوعمر لڑکا تھا اور بائیں جانب شیوخ تھے، آپ نے اس نوعمر لڑکے سے پوچھا: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں یہ بچا ہوا مشروب ان لوگوں کو دے دوں؟ لڑکے نے کہا: اللہ کی قسم یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ سے مجھے جو حصہ ملے گا، میں اس پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۳۰، مسند احمد: ۲۲۳۱۷، موطا امام مالک: ۱۷۲۴)

صحیح البخاری: ۵۶۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے سے فرمایا: کیا تم مجھے اجازت دو گے کہ میں ان شیوخ کو اپنا پس خوردہ عطا کر دوں؟

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، یہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور ابو حازم کا ذکر ہے، یہ سلمہ بن دینار ہیں اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ سہل بن سعد بن مالک الساعدی الانصاری ہیں اور صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے اور جو شیوخ تھے ان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور دیگر بڑی عمر کے لوگ تھے۔

حدیث مذکور میں کم عمر لڑکے کو دینے کا جواز، حالانکہ دیگر احادیث میں بڑی عمر والوں کو دینے کا حکم ہے،

اس اعتراض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں کم عمر والے لڑکے سے بڑی عمر والے شخص کو دینے کی اجازت طلب کرنے کا ذکر ہے، اگرچہ وہ دائیں جانب بیٹھا ہوا تھا، سو اس حدیث میں بڑی عمر والے پر کم عمر والے لڑکے کی ترجیح کا ذکر ہے، کیونکہ وہ کم عمر والا دائیں جانب بیٹھا ہوا تھا اور یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے معارض ہے جو عنقریب گزری ہے اور حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو قسامت میں آئے گی، اس میں بھی مذکور ہے: بڑے کو بولنے دو، بڑے کو بولنے دو، اور کتاب الطہارۃ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث گزری ہے کہ آپ نے فرمایا: مسواک بڑے کو دو، اور مسند ابو یعلیٰ میں سند قوی کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پلاتے تو فرماتے: بڑے سے ابتداء کرو۔

Marfat.com

ان تمام احادیث میں بڑے سے ابتداء کرنے کا ذکر ہے اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اس چھوٹے لڑکے سے ابتداء کا بیان ہے کیونکہ وہ دائیں جانب تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بڑے کو دینے کا حکم اس صورت پر محمول ہے جب سب برابر برابر بیٹھے ہوں یا سب رئیس مجلس کے سامنے بیٹھے ہوں یا سب بائیں جانب بیٹھے ہوں یا پیچھے بیٹھے ہوں، تو اس صورت میں بڑے کو دیا جائے گا اور دائیں جانب سے ابتداء کے حکم کی تخصیص کر لی جائے گی۔

حدیث مذکور پر ایک اشکال

اس حدیث میں مذکور ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے سے فرمایا: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں ان شیوخ کو اپنا پس خوردہ عطا کر دوں؟'' ظاہر یہ ہے کہ اگر وہ لڑکا آپ کو اجازت دیتا تو آپ شیوخ کو دے دیتے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں ایثار کرنا جائز ہے۔ اس پر یہ اشکال وارد کیا گیا ہے کہ عبادات اور قرب میں ایثار نہیں کیا جاتا اور جو ایثار پسندیدہ ہے، وہ یہ ہے کہ اپنے نفس کی ضرورت کو دوسروں کی ضرورتوں پر ترجیح دی جائے نہ کہ عبادات میں ترجیح دی جائے اور قاضی عیاض نے علماء سے نقل کیا ہے کہ عبادات میں ایثار کرنا مکروہ ہے اور اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ عبادات اور قربات میں ایثار کرنا حرام ہے۔

میں کہتا ہوں کہ فی نفسہ عبادات اور قربات میں ایثار کرنا مکروہ ہے، لیکن اس حدیث میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے سے فرمایا تھا کہ تم ان شیوخ کو دینے کی اجازت دیتے ہو؟ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے اب اس ایثار میں کراہت نہیں رہی۔ (سعیدی غفرلہ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فتلہ''، تَلّ کا معنی ہے کسی چیز کو اوپر سے نیچے گرانا اور اس حدیث میں مراد یہ ہے کہ آپ نے وہ پیالہ اس لڑکے کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۰۔۲۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۲۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لڑکے کا مصداق اور ''تَلّ'' کے معنی کی تحقیق

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ لڑکا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے اور یہی زیادہ صحیح قول ہے، اور حدیث میں مذکور ہے ''وتلہ فی یدہ''، اس کا معنی ہے: آپ نے وہ پیالہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر رکھ دیا، علامہ الخطابی نے کہا ہے ناگواری اور ملامت سے اور بعض اہل لغت نے اس کا انکار کیا ہے۔ (اعلام الحدیث ج ۲ ص ۱۲۱۸)

اور قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ (الصّٰفّٰت) سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا ۝

اشیاخ کا مصداق اور حدیث مذکور کی تفصیل

متعدد سندوں سے مروی ہے کہ اشیاخ سے مراد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں، امام حُمیدی نے از سفیان از علی بن زید بن جذعان از عمر بن حرملة از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی خالہ حضرت میمونہ کے ہاں گیا اور میرے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے، تو میری خالہ نے ہمارے سامنے بھنی ہوئی گوہ پیش کی، جب اس کو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ تھوک دیا اور اسے نہیں کھایا اور ہمیں کھانے کا حکم دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک برتن میں دودھ آیا، اور میں آپ کی دائیں جانب تھا اور حضرت خالد آپ کی بائیں جانب تھے، تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تم پیو گے اور اگر تم چاہو تو تم اس دودھ پر خالد کو ترجیح دو، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس خوردہ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ کوئی طعام کھلائے، اسے چاہیے کہ وہ یہ دعا کرے: اے اللہ! ہمارے لیے اس طعام میں برکت دے اور ہمیں اس طعام سے زیادہ عطا فرما، کیونکہ مجھے ایسی کسی چیز کا علم نہیں جو اس کے سوا طعام اور مشروب کا قائم مقام ہو۔ (مسند الحمیدی، ج ا ص ۲۳۲، رقم الحدیث: ۴۸۸)

حدیث مذکور سے مستنبط فقہی مسئلہ

امام مازری نے کہا ہے: قربات اور عبادات میں تبرع کرنا جائز نہیں ہے، تبرع کرنا اپنے نفس کے حقوق میں جائز ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص پہلے رئیسِ مجلس کے پاس بیٹھ گیا یا عالم کے پاس بیٹھ گیا تو اسے وہاں سے اٹھا کر اس سے بڑے حقدار کو نہیں بٹھایا جائے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس اعرابی کو نہیں اٹھایا اور نہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس لڑکے کو اٹھایا، اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے عالم یا مسجد کی طرف سبقت کی، تو وہی اس جگہ بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے۔ اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ جب کسی چیز میں سب لوگ برابر ہوں تو پھر جو عمر میں بڑا ہو، اس سے ابتدا کی جانی چاہیے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۰۸۔۲۰۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۲۰، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی توجیہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے سے اجازت طلب کی اور اعرابی سے اجازت طلب نہیں کی تھی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ لڑکا دائیں جانب تھا اور اس لڑکے کا نام حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے سے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں اپنا بچا ہوا دودھ بڑوں کو دے دوں، اور اس سے پہلے جو حدیث گزری ہے، اس میں تھا کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں جانب تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بائیں جانب تھے، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اعرابی سے یہ نہیں کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں اپنا پس خوردہ دودھ ابوبکر کو دے دوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عموماً دیہاتی اور اعرابی درشت مزاج کے لوگ ہوتے ہیں، اور ان کی طبیعت میں شدت اور سختی ہوتی ہے، اور ہو سکتا ہے کہ اس سے یہ سوال کرنا اس کے دین کے فساد کی طرف پہنچاتا، اس لیے آپ نے اس سے یہ سوال نہیں کیا، اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ خطرہ نہیں تھا، اس لیے آپ

Marfat.com

نے ان سے سوال کیا کہ اگر تم اجازت دو تو میں اپنا پس خوردہ بڑوں کو یعنی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دے دوں۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صالحین اور بزرگوں کے پس خوردہ کو حاصل کرنے میں رغبت کرنی چاہیے، اور یہ رغبت محمود اور لائقِ تحسین ہے۔ (الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۹ ص ۲۱۸۔۲۱۹، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے اور رشتہ داریوں میں ان باتوں میں دین میں فساد کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ (سعیدی غفرلہ)

۲۰۔ بَابُ: الْكَرْعِ فِي الْحَوْضِ — حوض سے منہ لگا کر پینے کا جواز

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''الکرع'' کا بیان کیا گیا ہے۔ ''الکرع'' کا معنی ہے: حوض یا دریا سے منہ لگا کر پینا، ابن سیدہ نے کہا ہے: ''کرع'' کا معنی ہے: بغیر برتن کے منہ سے پینا اور دوسرا قول ہے کہ کوئی آدمی دریا میں داخل ہو اور پیئے اور تیسرا قول ہے: کوئی آدمی اپنا سر پانی میں جھکائے، خواہ پانی نہ پیئے۔ اور التہذیب میں مذکور ہے ''کرع فی الاناء'' کا معنی ہے: جب اس نے کسی پانی کی طرف اپنے آپ کو جھکایا اور اس سے پانی پیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۲۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ فَسَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَاحِبُهُ فَرَدَّ الرَّجُلُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي وَهِيَ سَاعَةٌ حَارَّةٌ وَهُوَ يُحَوِّلُ فِي حَائِطٍ لَهُ يَعْنِي الْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ فِي شَنَّةٍ وَإِلَّا كَرَعْنَا وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطٍ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللهِ عِنْدِي مَاءٌ بَاتَ فِي شَنَّةٍ فَانْطَلَقَ إِلَى الْعَرِيشِ فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ مَاءً ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ أَعَادَ فَشَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از سعید بن الحارث از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک مرد کے پاس گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے ایک صحابی بھی تھے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابی نے اس مرد کو سلام کیا، سو اس مرد نے آپ کے سلام کا جواب دیا، پھر اس مرد نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرا باپ اور میری ماں فداء ہو اور یہ سخت گرمی کا وقت تھا اور وہ اپنے باغ میں پانی لگا رہا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے پاس مشک میں رات کا (ٹھنڈا) پانی ہو تو فبہا ورنہ ہم اس مشک سے منہ لگا کر پی لیں گے، اور وہ مرد باغ میں پانی لگا رہا تھا، سو اس مرد نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے پاس مشک میں رات کا پانی ہے، پھر وہ چھپر کی طرف گیا اور ایک پیالے میں پانی ڈالا، پھر اس نے اپنی بکری سے اس پانی کے اوپر

Marfat.com

دودھ ڈالا، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیا، پھر اس نے دوبارہ دیا تو جو مرد (صحابی) آپ کے ساتھ آئے تھے، انہوں نے پیا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۲۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۴، سنن ابن ماجہ: ۳۴۳۲، مسند احمد: ۱۴۱۱۰، سنن دارمی: ۲۱۲۳)

صحیح البخاری: ۵۶۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ورنہ ہم مشک سے منہ لگا کر پی لیں گے"۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جب مشک سے منہ لگا کر پینا جائز ہے تو حوض سے اور دریا سے منہ لگا کر پینا بھی جائز ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن صالح کا ذکر ہے، یہ الوحاظی ابوزکریا ہیں، اور ان کو ابوصالح شامی دمشقی کہا جاتا ہے اور الحمصی بھی کہا جاتا ہے، یہ ائمہ حنفیہ میں سے ایک ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں، اور یہ امام محمد بن حسن شیبانی کے مماثل تھے، اور دو سو بائیس ہجری (۲۲۲ ھ) میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وھو یحول فی حائط لہ" تحویل کا معنی ہے: کنوئیں کی تہہ سے باہر پانی نکالنا یا پانی کو باغ کی ایک جانب سے دوسری جانب لے جانا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۲۱ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشک یا حوض سے منہ لگا کر پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی چیز سے منہ لگا کر نہ پیو، لیکن اپنے ہاتھوں کو دھوؤ اور ہاتھوں میں پانی لے کر پیو، کیونکہ ہاتھوں سے بڑھ کر کوئی برتن پاکیزہ نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۰۹، رقم الحدیث: ۲۴۲۰۷)

علامہ بوصیری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں لیث ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(زوائد ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۴۵)

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ از عاصم بن محمد بن عمر از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا اور ہمیں اس سے بھی منع فرمایا کہ ہم ایک ہاتھ سے پئیں۔ اور فرمایا: تم میں سے کوئی ایک برتن میں اپنا منہ اس طرح نہ ڈالے جیسا کہ کتا برتن میں اپنا منہ ڈالتا ہے اور نہ ایک ہاتھ سے پیئے جیسا کہ وہ لوگ پیتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوا اور نہ رات کو کسی برتن میں پیئے حتیٰ کہ اس برتن کو ہلا لے، سوا اس کے کہ وہ برتن ڈھکا ہوا ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۴۳۳)

Marfat.com

علامہ بوصیری نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس حدیث کی سند میں بقیہ ہے اور وہ مدلس ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۱۰۔۲۱۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

جن احادیث میں منہ لگا کر پینے سے منع کیا گیا ہے، ان کی توجیہ

میں کہتا ہوں: صحیح البخاری کی حدیث میں تصریح ہے کہ مشک سے منہ لگا کر پینا جائز ہے، اور مذکورہ احادیث میں منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا ہے، اس کے دو جواب ہیں:

اول تو یہ کہ یہ احادیث صحیح بخاری کے پائے کی نہیں ہے اور دونوں حدیثیں فی نفسہٖ ضعیف ہیں۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں جو ممانعت ہے، وہ تنزیہہ کے لیے ہے، اور صحیح بخاری کی حدیث میں جو ثبوت ہے، وہ بیانِ جواز کے لیے ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۲۱۔ بَابٌ: خِدْمَةِ الصِّغَارِ الْكِبَارَ چھوٹوں کا بڑوں کی خدمت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چھوٹوں کو بڑوں کی خدمت کرنی چاہیے۔

۵۶۲۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رضی الله عنه قَالَ كُنْتُ قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ أَسْقِيهِمْ عُمُومَتِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمُ الْفَضِيخَ فَقِيلَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ فَقَالَ اكْفِئْهَا فَكَفَأْنَا قُلْتُ لِأَنَسٍ مَا شَرَابُهُمْ قَالَ رُطَبٌ وَبُسْرٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَنَسٍ وَكَانَتْ خَمْرَهُمْ فَلَمْ يُنْكِرْ أَنَسٌ وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ كَانَتْ خَمْرَهُمْ يَوْمَئِذٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مُعتمر نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک قبیلہ کے اوپر کھڑا ہوا تھا اور ان میں سے اپنے چچاؤں کو الفضیخ (کچی اور پکی کھجوروں کی شراب) پلا رہا تھا، اور میں ان میں سے سب سے چھوٹا تھا، پس کہا گیا کہ الخمر کو حرام کر دیا گیا ہے، تو لوگوں نے کہا: اس شراب کو انڈیل کر بہا دو، سو ہم نے شراب کو انڈیل کر بہا دیا۔ راوی نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ان کی شراب کس قسم کی تھی؟ تو انہوں نے کہا: کچی اور پکی کھجوروں کی، پس حضرت ابوبکر بن انس نے کہا: اور یہی ان کی خمر تھی، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اور مجھے میرے بعض اصحاب نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے: ان دنوں ان کی خمر یہی تھی۔

(صحیح البخاری: ۲۴۶۴، ۴۶۱۷، ۴۶۲۰، ۵۵۸۰، ۵۵۸۲، ۵۵۸۳، ۵۵۸۴، ۵۶۰۰، ۵۶۲۲، ۷۲۵۳، صحیح مسلم: ۱۹۸۰، سنن نسائی: ۵۵۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۶۷۳، مسند احمد: ۱۲۹۶۳، موطا امام مالک: ۱۵۹۹، سنن دارمی: ۲۰۸۹)

اس حدیث کی شرح کتاب الاشربۃ "باب نزل تحریم الخمر" میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں: ہر چند کہ وہ شراب کچی اور پکی کھجوروں سے بنائی ہوئی تھی، لیکن صحابہ کرام نے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کو خمر

Marfat.com

اس لیے فرمایا کہ وہ نشہ آور تھی اور صحابہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ہر نشہ آور مشروب کو خمر کہتے تھے اور حقیقت میں خمر وہ ہے جو انگور کا کچا شیرہ ہو اور رکھے رکھے اس میں جھاگ پیدا ہو جائے اور وہ نشہ آور ہو جائے، اس کا ایک قطرہ بھی نجس ہے اور اس کا پینا حرام قطعی ہے اور حد کا موجب ہے، خواہ نشہ ہو یا نہ ہو اور اس کی حرمت قطعی ہے اور باقی نشہ آور مشروبات کی حرمت ظنی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۲۲۔ بَابُ: تَغْطِيَةِ الْإِنَاءِ
برتنوں کو ڈھانپنے کا بیان

اس باب میں برتنوں کو ڈھانپنے کا حکم بیان کیا گیا ہے یا برتنوں کو ڈھانپنے کے متعلق احادیث بیان کی گئی ہیں۔

۵۶۲۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ أَوْ أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَحُلُّوهُمْ فَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا وَأَوْكُوا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ وَخَمِّرُوا آنِيَتَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ وَلَوْ أَنْ تَعْرُضُوا عَلَيْهَا شَيْئًا وَأَطْفِئُوا مَصَابِيحَكُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی، انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رات اپنے پر پھیلا دے یا فرمایا: جب تمہاری شام کا وقت ہو جائے تو تم اپنے بچوں کو (گھروں میں) روک لو، کیونکہ شیاطین اس وقت منتشر ہو جاتے ہیں، پھر جب رات کا ایک حصہ گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو اور گھر کے دروازے بند کر دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو، کیونکہ شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھولتا، اور اپنی مشکوں کے مونہوں کو باندھ دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو اور اپنے برتنوں کو ڈھانپ دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو، خواہ کسی چیز کی چوڑائی کو ان کے اوپر رکھ دو اور اپنے چراغوں کو بجھا دو۔

(صحیح البخاری: ۳۲۸۰، ۳۳۰۴، ۳۳۱۶، ۵۶۲۳، ۵۶۲۴، ۶۲۹۵، ۶۲۹۶، صحیح مسلم: ۲۰۱۲، سنن ترمذی: ۱۸۱۲، سنن ابوداؤد: ۳۷۳۱، مسند احمد: ۱۴۰۲۵)

صحیح البخاری: ۵۶۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "برتنوں کو ڈھانپنا" اور اس حدیث کے آخر میں ذکر ہے "وخمروا انیتکم" اس کا بھی یہی معنی ہے کہ اپنے برتنوں کو ڈھانپ دو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "اسحاق بن منصور" یہ ابن بہرام الکوسج ابو یعقوب المروزی ہیں، یہ آخری عمر میں نیشاپور میں

منتقل ہو گئے تھے۔اور اس حدیث کی سند میں ابن جریج کا ذکر ہے، یہ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں عطاء کا ذکر ہے، یہ عطاء بن ابی رباح ہیں۔

یہ حدیث اس سے پہلے صفت ابلیس میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مفصل شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''جنح اللیل'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: رات کے اندھیرے کا ایک حصہ۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''فکفوا صبیانکم'' یعنی اپنے بچوں کو اس وقت میں گھر سے باہر نکلنے سے روکو، کیونکہ ان کے اوپر یہ خطرہ ہے کہ اس وقت شیاطین بہت زیادہ ہوتے ہیں تو وہ ان کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات اور شیاطین کے منتشر ہونے سے یہ خطرہ تھا کہ وہ ان کو ضرر پہنچائیں گے اور مرگی میں مبتلا کر دیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنات اور شیاطین کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے۔اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے کہ ہم اپنے آپ کو فتنوں پر پیش نہ کریں اور اپنے آپ کو فتنوں سے بچائیں، اگرچہ ہمارا اپنے آپ کو فتنوں سے بچانا تقدیر کو رد نہیں کر سکتا، لیکن ہمیں اسباب کے حصول کا حکم دیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''واوکوا'' اس کا معنی ہے: مشک کے منہ کو باندھ دینا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولو ان تعرضوا'' یعنی اگر تمہیں برتن کو ڈھانپنے کے لیے کوئی چیز نہ ملے تو کسی چیز کی چوڑائی کو برتن کے اوپر رکھ دو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتنوں کو ڈھانپنے کا حکم اس لیے دیا کہ سال میں ایک رات وبا نازل ہوتی ہے اور وہ وبا کسی کھلے ہوئے برتن پر نازل ہوتی ہے، اس لیے آپ نے برتنوں کو ڈھانپنے کا حکم دیا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''واطفئوا مصابیحکم'' یعنی تم اپنے چراغوں کو بجھا دو، اور یہ حکم اس لیے دیا ہے کہ چوہا تیل کی بتی کو گھسیٹ کر لے جاتا ہے جس سے آگ لگ جاتی ہے۔اور مساجد اور گھروں میں جو قندیلیں لٹکی ہوئی ہوتی ہیں، اگر ان سے بھی آگ لگنے کا خطرہ ہو تو ان کو بجھا دیا جائے، ورنہ ان کو بجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۵۶۲۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ إِذَا رَقَدْتُمْ وَغَلِّقُوا الْأَبْوَابَ وَأَوْكُوا الْأَسْقِيَةَ وَخَمِّرُوا الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَوْ بِعُودٍ تَعْرُضُهُ عَلَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سوؤ تو چراغوں کو بجھا دو اور دروازوں کو بند کر دو اور مشکوں کے مونہوں کو باندھ دو اور طعام اور مشروب کو ڈھانپ دو، اور میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر تم کسی لکڑی کی چوڑائی کسی برتن پر رکھ دو۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۳۲۸۰، ۳۳۰۴، ۳۳۱۶، ۵۶۲۳، ۵۶۲۴، ۶۲۹۵، ۶۲۹۶، صحیح مسلم: ۲۰۱۲، سنن ترمذی: ۱۸۱۲، سنن ابوداؤد: ۳۷۳۱، مسند احمد: ۱۴۰۲۵)

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

۲۳۔ بَابُ: اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ — مشک کا منہ مروڑ کر اس سے پینے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اِخْتِنَاث'' کا معنی ہے: مشک کا منہ مروڑ کر اس سے پانی پینا اور اس باب کی احادیث میں اس سے منع فرمایا ہے۔

۵۶۲۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ يَعْنِي أَنْ تُكْسَرَ أَفْوَاهُهَا فَيُشْرَبَ مِنْهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکوں کے مونہوں کو مروڑنے سے منع فرمایا ہے، یعنی مشکوں کا منہ مروڑ کر اس مشک سے پانی پیا جائے (اس سے منع فرمایا ہے)۔

(صحیح البخاری: ۵۶۲۶، صحیح مسلم: ۲۰۲۳، سنن ترمذی: ۱۸۹۰، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۸، مسند احمد: ۱۰۶۴۳، سنن دارمی: ۲۱۱۹)

صحیح البخاری: ۵۶۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں آدم کا ذکر ہے، یہ آدم بن ابی ایاس ہیں۔ اور اس میں ابن ابی ذئب کا ذکر ہے، یہ محمد بن عبد الرحمٰن بن مغیرہ بن الحارث ہیں، یہ اہل مدینہ کے فقیہ تھے اور ان کو نیکی اور بھلائی کا حکم دیتے تھے اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام سعد بن مالک ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''یعنی ان تکسر افواھھا'' اس حدیث میں کسر سے مراد مشکوں کا منہ موڑنا ہے اور حقیقۃً اس کے منہ کو توڑنا اور الگ کرنا مراد نہیں ہے، اور افواہ، فم کی جمع ہے اور جمع تکسیر میں لفظ کو اس کی اصل کی طرف لوٹایا جاتا ہے، کیونکہ فم کی اصل ''فوہ'' ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حدیث کا یہ جملہ یعنی ''ان تکسر افواھھا'' یہ زہری کا قول ہے اور یہ تفسیر مدرج ہے۔

مشک کا منہ مروڑ کر پانی پینے سے منع کرنے کی حکمت

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ میرا گمان ہے کہ نبی ﷺ نے بطور ادب مشک کا منہ مروڑ کر پینے سے منع

Marfat.com

فرمایا، اس لیے ہوسکتا ہے کہ مشک کے منہ میں سانپ ہو یا اور کوئی حشرات الارض میں سے ہو جس کا پینے والے کو پتا نہ چلے اور اس کے منہ میں سانپ یا حشرات الارض چلے جائیں۔

اور امام ابن ماجہ اور حاکم نے اپنی مستدرک میں از زمعہ بن صالح از سلمہ بن وہرام روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشکوں کا منہ مروڑنے سے منع فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کرنے کے بعد رات کو ایک مرد اٹھا تو اس نے مشک کا منہ مروڑا، پس اس میں سے سانپ نکلا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَنْهَى عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ مَعْمَرٌ أَوْ غَيْرُهُ هُوَ الشُّرْبُ مِنْ أَفْوَاهِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے مشک کا منہ مروڑنے سے منع فرمایا۔ عبد اللہ نے کہا: معمر نے بیان کیا یا ان کے علاوہ کسی اور نے بیان کیا کہ اس سے مراد ہے مشک کے منہ سے پینا، یعنی آپ نے مشک کے منہ سے پینے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۲۶، صحیح مسلم: ۲۰۲۳، سنن ترمذی: ۱۸۹۰، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۸، مسند احمد: ۱۰۶۴۳، سنن دارمی: ۲۱۱۹)

صحیح البخاری: ۵۶۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ذکر ہے "عبد اللہ" نے کہا: اس سے مراد عبد اللہ بن مبارک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ذکر ہے "معمر نے کہا" اس سے مراد معمر بن راشد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ ابن حزم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود مشک کے منہ سے پیا ہے، تو ہم کہیں گے: اس میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کی ایک سند میں حارث بن ابی سلمہ ہے اور وہ متروک ہے، اور اس میں البراء ابن بنت انس ہے اور وہ مجہول ہے، اور دوسری سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: جن دو حدیثوں میں سے ایک کا ابن حزم نے ذکر کیا ہے، اس کی امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام ترمذی نے الشمائل میں روایت کی ہے از عبد الکریم الجزری از البراء ابن بنت انس بن مالک از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان

Marfat.com

کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے اور ایک مشک لٹکی ہوئی تھی تو آپ نے مشک کے منہ سے پانی پیا۔ الحدیث۔ اور البراء، جس کا اس نے ذکر کیا ہے، ان کا امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور باقی راوی بھی وہ ہیں جن سے استدلال کیا جاتا ہے، اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں از شریک از حُمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لٹکی ہوئی مشک سے پانی پیا اور اس وقت آپ کھڑے ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۴۔ بَابُ: الشُّرْبِ مِنْ فَمِ السِّقَاءِ مشک کے منہ سے پینے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ان احادیث کو بیان کیا گیا ہے، جن میں مشک کے منہ سے پینے کی ممانعت ہے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ امام بخاری نے اس سے پہلے باب کے عنوان پر اکتفاء کیوں نہیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا اس لیے نہیں کیا کہ اس سے یہ سمجھا جاتا کہ یہ ممانعت صرف اس صورت میں ہے جب مشک کے منہ کو مروڑا جائے اور اس باب کے عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ممانعت عام ہے، مشک کے منہ کو مروڑ کر اس سے پانی پیا جائے یا بغیر مروڑے اس سے پانی پیا جائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایسی احادیث مروی ہیں جو مشک کے منہ سے پینے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، ان احادیث کا بیان درج ذیل ہے:

(۱) امام ترمذی نے از عبد الرحمٰن بن ابی عمرہ از جدہ خود کبشہ روایت کی ہے کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے ایک لٹکی ہوئی مشک سے پانی پیا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) امام ترمذی نے شمائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکی ہوئی مشک سے پانی پیا۔ اس حدیث کو ہم نے اس سے پہلے باب میں ذکر کیا ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک لٹکی ہوئی مشک کی طرف کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے اس کا گلا گھونٹا اور پھر اس کے منہ سے پیا۔ اس کی امام ترمذی نے اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے اور صحابہ کی ایک جماعت سے اور تابعین سے ثابت ہے کہ انہوں نے بھی اس طرح کیا ہے۔

(۴) امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ چمڑے کے مشکیزے سے پانی پیا جائے۔

(۵) سعید بن جُبیر سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ چمڑے کے مشکیزے سے پانی پی رہے تھے۔

(۶) نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مشک کے منہ سے پانی پیتے تھے۔

(۷) عباد بن منصور سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ سالم بن عمر چمڑے کے مشکیزے سے پی رہے تھے۔

اگر تم یہ کہو کہ یہ احادیث مشک کے منہ سے پینے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور ان دونوں بابوں کی حدیثیں ممانعت پر دلالت

Marfat.com

کرتی ہیں تو ان میں کس طرح تطبیق ہوگی؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ فرق کیا جائے کہ عذر کی وجہ سے مشک کے منہ سے پانی پینا جائز ہے اور بغیر عذر کے مشک کے منہ سے پانی پینا جائز نہیں ہے، مثلاً مشک لٹکی ہوئی ہو اور جس کو پانی پینے کی ضرورت ہو وہاں کوئی ایسا برتن نہ ہو جس میں پانی ڈال کر وہ پی سکے اور وہ اپنے ہاتھ میں مشک کا پانی لے کر پینے پر بھی قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں مشک کے منہ سے پانی پینا جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے اور یہ احادیث جن کا ذکر کیا گیا ہے، یہ اسی صورت پر محمول ہیں۔ اور جب کوئی عذر نہ ہو تو پھر ممانعت کی حدیث پر عمل کیا جائے، نیز یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ جو احادیث مشک کے منہ سے پانی پینے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بیان کیا گیا ہے اور جن احادیث میں ممانعت کی گئی ہے، ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فعل پر راجح ہوتا ہے، لہٰذا مشک کے منہ سے پینے کی ممانعت کی احادیث ان احادیث پر راجح ہیں جن میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا بعض صحابہ نے مشک کے منہ سے پانی پیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۵۔۲۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: مشک سے منہ لگا کر پینے میں یہ خطرہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مشک کے منہ میں کوئی چھوٹا سا سانپ ہو یا حشرات الارض ہوں تو وہ پینے والے کے منہ میں چلے جائیں یا جب وہ مشک سے منہ لگا کر پیئے تو اتنا زیادہ پانی اس کے پیٹ میں چلا جائے جس کا وہ متحمل نہ ہو، سو اس وجہ سے بھی مشک سے منہ لگا کر پینے کی ممانعت کی احادیث ان احادیث پر راجح ہیں جن میں مشک سے منہ لگا کر پینے کا جواز بیان کیا گیا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۶۲۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ قَالَ لَنَا عِكْرِمَةُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَشْيَاءَ قِصَارٍ حَدَّثَنَا بِهَا أَبُو هُرَيْرَةَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ أَوِ السِّقَاءِ وَأَنْ يَمْنَعَ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي دَارِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عکرمہ نے کہا: کیا میں تمہیں چند چھوٹی چھوٹی باتوں کی خبر نہ دوں، جن کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کی؟ (انہوں نے بیان کیا کہ:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کے منہ سے پینے سے منع فرمایا ہے، (راوی کو شک ہے کہ حدیث میں قربۃ کا لفظ ہے یا السقاء کا لفظ ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اس سے منع کرے کہ وہ اپنا شہتیر اس کے گھر میں رکھے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۰۹، سنن ترمذی: ۱۳۵۳، سنن ابوداؤد: ۳۶۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۳۳۵، مسند احمد: ۸۱۳۵، موطا امام مالک: ۱۴۶۲)

صحیح البخاری: ۵۶۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں صرف اتنا ذکر تھا ''مشک کے منہ سے پینا'' اس سے یہ واضح نہیں ہوتا تھا کہ مشک کے منہ سے پینا جائز ہے یا ناجائز ہے اور اس باب کی حدیث نے یہ واضح کر دیا کہ مشک کے منہ سے پینا جائز نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبد اللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، یہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور ایوب کا ذکر ہے، یہ ایوب سختیانی ہیں۔ اور عکرمہ کا ذکر ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے: ''کیا میں تمہیں ان چند چیزوں کا ذکر نہ کروں جن کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کی ہے''۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں تو عکرمہ نے صرف دو چیزوں کا بیان کیا ہے اور انہوں نے چند چیزوں کا ذکر کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ عکرمہ نے اور چیزوں کا بھی بیان کیا ہو لیکن راویوں نے ان چیزوں کا ذکر نہ کیا ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے عمداً دوسری چیزوں کا بیان ترک کر دیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ بھول گئے ہوں۔ اور یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ عکرمہ کے نزدیک جمع کا اطلاق کم از کم دو چیزوں پر ہوتا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''او السقاء'' یعنی راوی کو شک ہے کہ آپ نے القربۃ کا لفظ فرمایا تھا یا السقاء کا لفظ فرمایا تھا۔ اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ''القِربۃ'' اس مشک کو کہتے ہیں جس میں پانی ہوتا ہے اور السِقاء چمڑے کی اس مشک کو کہتے ہیں جس میں پانی ہوتا ہے اور دودھ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''آپ نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنے گھر میں شہتیر رکھنے سے منع کرے'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''وہ اپنے گھر کی دیوار پر پڑوسی کو شہتیر رکھنے سے منع کرے'' اور یہ زیادہ واضح ہے اور علامہ ابن ملقن نے التوضیح میں کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک یہ استحباب پر محمول ہے، یعنی مستحب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنے گھر کی دیوار کے اوپر شہتیر رکھنے سے منع نہ کرے۔ اور ہمارے نزدیک امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ یہ واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۲۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه نَهَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُشْرَبَ مِنْ فِي السِّقَاءِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مشک کے منہ سے پانی پیا جائے۔

(مسند احمد: ۷۱۱۳، سنن ترمذی: ۱۸۲۵، سنن نسائی: ۴۴۴۸، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۹، سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۰، سنن دارمی: ۲۱۱۸)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۶۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن علیہ ہیں، اور ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔

مشک کے منہ سے پانی پینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مشک کے منہ سے پینے کی ممانعت تنزیہ کے لیے ہے، تحریم کے لیے نہیں ہے۔

علامہ نووی کی اس عبارت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اتفاق کے دعوے پر اعتراض ہے، کیونکہ ابوبکر اثرم صاحب احمد نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث اباحت کی احادیث کے لیے ناسخ ہیں، کیونکہ صحابہ پہلے مشک کے منہ سے پانی پیتے تھے حتیٰ کہ چھوٹا سا سانپ اس شخص کے پیٹ میں چلا گیا جس نے مشک کے منہ سے پانی پیا تھا، تو پھر یہ جواز منسوخ کر دیا گیا۔

مشک کے منہ سے پینے کی ممانعت کی حکمت

اور ممانعت کی یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص مشک کے منہ سے پیئے گا، وہ اس سے بے خوف و خطر نہیں ہوگا کہ پانی کے ساتھ حشرات الارض میں سے کوئی چیز مشک کے پیٹ میں ہو اور وہ پینے والے کے منہ کے ذریعہ اس کے پیٹ میں چلی جائے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس آدمی نے خود مشک میں پانی بھرا ہو اور وہ بغور دیکھ رہا ہو کہ مشک کے اندر صرف پانی ہی گیا ہے اور پھر وہ مشک کے منہ کو ڈوری سے باندھ دے، پھر اس کو جب ضرورت ہو تو وہ مشک کے منہ سے پی لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اب یہ خطرہ نہیں ہے کہ مشک سے کوئی چھوٹا سا سانپ یا حشرات الارض میں سے کوئی چیز منہ کے ذریعہ اس کے پیٹ میں چلی جائے گی اور اس صورت کو حدیث کی ممانعت شامل نہیں ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سندِ قوی کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کے منہ سے پینے سے منع فرمایا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو شخص مشک کے منہ سے پیئے گا تو کبھی پانی پریشر سے اور بہت تیزی سے نکلے گا اور پینے والی کی ضرورت سے زیادہ پانی اس کے پیٹ میں چلا جائے گا یا اس کے کپڑے بھیگ جائیں گے، یا کبھی اتنے زور سے پانی نکلے گا کہ اس کی کمزور رگیں ٹوٹ جائیں گی اور بسا اوقات یہ اس کی ہلاکت کا سبب بن جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۶۔ ۲۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۲۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۸۲۵، سنن نسائی: ۴۴۴۸، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۹، سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۱، مسند احمد: ۱۹۹۰، سنن دارمی: ۲۱۱۷)

Marfat.com

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے۔

۲۵۔ بَابُ: النَّهْيِ عَنِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ — برتن میں سانس لینے کی ممانعت کا بیان

اس باب میں ایسی احادیث بیان کی گئی ہیں جن میں پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینے سے منع کیا گیا ہے۔

۵۶۳۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ وَإِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَإِذَا تَمَسَّحَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنے دائیں ہاتھ کو پیشاب کے آلہ پر نہ پھیرے اور جب تم میں سے کوئی ایک استنجا کرے تو دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۳، ۱۵۴، ۵۶۳۰، صحیح مسلم: ۲۶۷، سنن ترمذی: ۱۵، ۱۸۸۹، سنن نسائی: ۲۴، سنن ابوداؤد: ۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۰، مسند احمد: ۱۸۹۲۷، سنن دارمی: ۶۷۳)

صحیح البخاری: ۵۶۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو نعیم کا ذکر ہے، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں شیبان کا ذکر ہے، یہ ابن عبد الرحمٰن النحوی ہیں۔ اور یحییٰ کا ذکر ہے، یہ ابن ابی کثیر ہیں۔ اور ابو قتادہ کا ذکر ہے، یہ الحارث بن ربعی الانصاری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے: پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینے سے اس طرح منع کیا ہے جس طرح طعام میں اور مشروب میں پھونک مارنے سے منع کیا ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے، ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ جب وہ طعام یا مشروب میں پھونک مارے گا تو اس کے منہ سے لعاب کی چھینٹیں کھانے یا پینے میں پڑیں، پھر جو اس کے ساتھ کھانا کھا رہا ہوگا، اس کو کراہیت آئے گی اور اسے کھانے سے گھن آئے گی، اس لیے آپ نے منع فرما دیا تاکہ جو اس کے ساتھ کھانا کھا رہا ہو، وہ اس طعام کو فاسد نہ کہے۔ اور یہ اس وقت ہے کہ جب وہ کسی دوسرے کے ساتھ کھائے یا پیئے لیکن جب وہ اکیلا کھا رہا ہو یا پی رہا ہو یا اس کو علم ہو کہ اس کو گھن نہیں آئے گی تو پھر برتن میں سانس لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۳۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی نظیر

اس کی نظیر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے آگے سے کھائیں، اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیالہ کے اطراف میں سے کدو تلاش کر کے کھا رہے تھے، کیونکہ آپ کو علم تھا کہ آپ کا ہاتھ جو پیالہ کے اطراف میں گھوم رہا ہے، اس سے کسی کو گھن نہیں آئے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کس کو گھن آسکتی ہے، حالانکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلغم تھوکتے تو صحابہ کرام اس بلغم کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتے اور اس کو اپنے چہروں پر ملتے، اسی طرح جب آپ وضو کا قصد فرماتے۔ (صحیح البخاری:۲۷۳۱) اور یہ فرق ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل میں اور آپ کے اس حکم میں کہ اپنے آگے سے کھاؤ۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب پھونک مارنے والے کو یہ علم ہو کہ کسی کو اس سے گھن نہیں آئے گی، پھر اس کے پھونک مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۲۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

پانی کے برتن میں سانس لینے کی ممانعت کی جدید میڈیکل سائنس سے تائید

میں کہتا ہوں کہ جدید میڈیکل سائنس نے بھی پانی کے برتن میں پانی پیتے وقت سانس لینے سے منع کیا ہے، کیونکہ معدے سے جو بخارات نکلتے ہیں ان میں مختلف جراثیم ہوتے ہیں اور جب برتن میں پانی پینے والا سانس لے گا تو وہ جراثیم اس پانی میں شامل ہو جائیں گے، اسی طرح جب طعام اور مشروب میں پھونک مارے گا تو اس کی پھونک میں جو جراثیم ہوں گے وہ اس طعام اور مشروب میں شامل ہو جائیں گے، اس لیے اس سے احتراز بہتر ہے، جدید میڈیکل سائنس نے تو اس حقیقت کو کئی صدیوں کے بعد جانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو کئی صدیوں پہلے اجاگر کر دیا۔ (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۵۶۳۰ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آداب کی تعلیم دی ہے:

(۱) جب آدمی پانی پیئے تو پانی کے برتن کو منہ سے الگ کر لے اور جب منہ سے الگ کر لے تو پھر سانس لے، کیونکہ جب پانی اس کے منہ میں ہو اور وہ سانس لے تو یہ اس کے گلا گھٹ جانے کا سبب ہوگا، نیز جب وہ برتن میں سانس لے گا تو اس کے سانس سے کئی بیماریوں کے جراثیم اس پانی میں منتقل ہو جائیں گے۔

(۲) جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنے آلہ پر دایاں ہاتھ نہ پھیرے بلکہ بائیں ہاتھ سے اپنے آلہ کو پکڑے۔

(۳) جب تم میں سے کوئی ایک استنجا کرے تو دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرے۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر شرف ہے، تو جو عزت والے کام ہیں ان میں تو دایاں ہاتھ استعمال کرے اور جن کاموں کا تعلق نجاست کے ازالہ کے ساتھ ہو ان میں بائیں ہاتھ کو استعمال کرے۔

Marfat.com

۲۶۔ بَابُ: الشُّرْبِ بِنَفَسَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ — دو یا تین سانس لے کر پانی پینے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانی پینے والا دو سانس یا تین سانس لے کر پانی پیئے۔ یہاں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور پہلی حدیث میں تعارض ہے، کیونکہ پہلی حدیث میں پانی پیتے وقت سانس لینے سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث میں پانی پیتے وقت دو مرتبہ یا تین مرتبہ سانس لینے کا بیان فرمایا ہے، اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں، بہترین جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے پہلے عنوان میں یہ کہا ہے کہ برتن کو سانس لینے کا ظرف نہ بنائے اور اس سے کراہیت کی وجہ سے منع کیا ہے، اور اس عنوان میں کہا ہے کہ دو سانسوں میں پانی پیئے، یعنی ایک ہی سانس کے اندر آدمی پانی نہ پیئے بلکہ پانی پینے میں فصل کرے، دو مرتبہ سانس لے یا تین مرتبہ سانس لے اور یہ سانس برتن سے باہر لے، سو پہلی حدیث میں برتن میں سانس لینے سے منع کیا ہے اور اس حدیث میں برتن کو منہ سے الگ کر کے دو یا تین مرتبہ سانس لینے کا حکم دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ وَأَبُو نُعَيْمٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ أَنَسٌ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم اور ابو نعیم نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہمیں عذرہ بن ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ (پانی پیتے وقت) برتن میں دو مرتبہ یا تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۸، سنن ترمذی: ۱۸۸۴، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۶، مسند احمد: ۱۲۷۹۵، سنن دارمی: ۲۱۲۰)

صحیح البخاری: ۵۶۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو عاصم کا ذکر ہے، یہ الضحاک بن مخلد النبیل ہیں۔ اور ابو نعیم کا ذکر ہے، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور عذرہ کا ذکر ہے، یہ ابن ثابت الانصاری التابعی ہیں، یہ مدینہ کے رہنے والے تھے، پھر بصرہ چلے گئے، پھر انہوں نے اپنے ماں شریک دادا عبداللہ بن یزید الخطمی سے اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے اور دیگر صحابہ سے احادیث کا سماع کیا۔ اور ثمامہ بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ثمامہ بن عبداللہ بن انس ہیں اور یہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں دو یا تین بار سانس لینے کا حکم ہے، اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

Marfat.com

کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم اونٹ کی طرح ایک سانس میں پانی نہ پیو، لیکن تم دو مرتبہ یا تین مرتبہ سانس لے کر پانی پیو، اور جب تم پانی پیو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو، اور جب تم پانی پی چکو تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرو اور الحمدللہ رب العالمین پڑھو۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی پیتے تو دو سانسوں میں پانی پیتے تھے، پھر امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ ان دونوں حدیثوں میں کس طرح موافقت ہوگی؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں دو مرتبہ سانس لینے کی تصریح نہیں ہے بلکہ اس میں یہ بتایا ہے کہ دو مرتبہ سانس لینا کافی ہے اور اصل اور مستحب یہ ہے کہ تین مرتبہ سانس لے کر پانی پیئے۔

ایک سانس میں پانی پینے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا ایک سانس میں پانی پینا جائز ہے؟ پس ابن المسیب اور عطاء بن ابی رباح ان دونوں نے ایک سانس میں پانی پینے کی اجازت دی ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور طاؤس اور عکرمہ نے کہا ہے کہ ایک سانس میں پانی پینا مکروہ ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ شیطان کا پینا ہے۔ اثرم نے کہا: یہ احادیث بہ ظاہر مختلف ہیں اور ہمارے نزدیک ایک سانس میں اور دو سانسوں میں اور تین سانسوں میں یا اس سے زیادہ سانسوں میں پانی کا پینا جائز ہے، کیونکہ روایات کا اختلاف تسہیل پر دلالت کرتا ہے اور اگر اس نے تین سانسوں میں پانی پیا تو یہ مستحسن ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۸۔ ۲۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۳۱ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دو حدیثوں میں تعارض کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس سے پہلی حدیث (صحیح البخاری: ۵۶۳۰) جو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس میں برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے، اور اس حدیث میں، دو یا تین سانسوں میں پانی پینے کا حکم دیا ہے اور ان حدیثوں میں تعارض ہے؟ اس کی تطبیق اس طرح ہے کہ پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے اور پانی پیتے وقت برتن کو منہ سے الگ کر کے دو مرتبہ یا تین مرتبہ سانس لینے کا حکم دیا ہے، سو ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے: یہ زیادہ خوشگوار ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۸۸۴، صحیح مسلم: ۲۰۸۸)

امام مالک بن انس حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروب میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے، ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں ایک سانس میں پانی پینے سے سیر نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا: تم پیالہ

Marfat.com

کو اپنے منہ سے الگ کرو اور پھر سانس لو۔ (موطا امام مالک ج ۱ ص ۵۷۶)

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں:

اس باب کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ برتن میں دو مرتبہ سانس لیتے تھے یا تین مرتبہ، تو وہ بھی اسی صورت پر محمول ہے یعنی برتن کو منہ سے الگ کر کے دو مرتبہ یا تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب وہ دوبارہ پینے کا ارادہ کرے تو برتن کو منہ سے الگ کرے اور پھر دوبارہ پیئے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۷، علامہ البوصیری نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ زوائد ابن ماجہ ص ۴۴۵)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشروب میں پھونک مارنے سے منع فرمایا، ایک مرد نے کہا: میں برتن میں تنکا دیکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اس مشروب کو گرا دو، اس نے کہا: میں ایک سانس میں سیر نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا: پیالے کو اپنے منہ سے الگ کر کے (دوسرا) سانس لے لو۔ (سنن ترمذی: ۱۸۸۷، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

علامہ ابن المنذر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص برتن میں سانس نہ لے، لیکن جب وہ سانس لینے کا ارادہ کرے تو برتن کو اپنے منہ سے الگ کر کے پھر سانس لے۔

(الاشراف علی مذاہب اہل العلم ج ۳ ص ۲۳۹)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۲۶۔ ۲۲۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۲۷۔ بَابُ: الشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ — سونے کے برتنوں میں پینے کا بیان

اس باب میں سونے کے برتنوں میں کسی مشروب کو پینے کا حکم بیان کیا گیا ہے، امام بخاری نے اس حکم کی تصریح بیان نہیں کی، کیونکہ اس باب کی احادیث سے اس کا حکم معلوم ہو جاتا ہے کہ سونے کے برتنوں میں پینا جائز نہیں ہے۔

۵۶۳۲۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ فَاسْتَسْقَى فَأَتَاهُ دِهْقَانٌ بِقَدَحِ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أَرْمِهِ إِلَّا أَنِّي نَهَيْتُهُ فَلَمْ يَنْتَهِ وَإِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَانَا عَنِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَقَالَ هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابن ابی لیلیٰ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے، پس انہوں نے پانی طلب کیا تو ان کے پاس دہقان چاندی کے پیالہ میں پانی لے کر آیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ پیالہ اس کے اوپر پھینک دیا، پس فرمایا: میں نے اس پر یہ پیالہ اس لیے پھینکا ہے کہ میں نے اسے کئی مرتبہ (چاندی کے پیالہ میں پانی دینے سے) منع کیا ہے مگر یہ باز نہیں آیا، اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ریشم، دیباج اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا:

Marfat.com

یہ (نعمتیں) ان کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت
میں ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۳۲، ۵۶۳۳، ۵۸۳۱، ۵۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۰۶۷، سنن ترمذی: ۱۸۷۸، سنن نسائی: ۵۳۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۳، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۴، مسند احمد: ۲۲۸۰۳)

صحیح البخاری: ۵۶۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "سونے کے برتنوں میں پینے کا بیان" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "الحکم" یہ ابن عُتیبہ ہیں اور عُتیبہ "عتبۃ الدار" کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: ابن ابی لیلیٰ، یہ عبدالرحمٰن ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حذیفہ، یہ حضرت حذیفہ بن الیمان ہیں، اور الیمان کا نام حسل بن جابر ہے اور الیمان لقب ہے اور یہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں "المدائن" کا ذکر ہے، یہ دجلہ کے کنارے بہت بڑا شہر ہے، دجلہ اور بغداد کے درمیان سات فرسخ کا فاصلہ ہے، یہ فارس کے بادشاہوں کا مسکن ہے اور یہاں پر کسریٰ کے مشہور ایوان ہیں، یہ شہر ۱۰ ہجری (۱۰ھ) میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح ہوا تھا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس شہر کے گورنر تھے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اس شہر کے گورنر رہے یہاں تک کہ ۳۶ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء میں ان کی وفات ہوئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دھقان" یہ لفظ دال کی زیر اور دال کے پیش دونوں سے پڑھا گیا ہے اور اس کے بعد ہاء ساکن ہے پھر قاف ہے اور قاف کے بعد الف اور نون ہے۔ دھقان قوم کے بڑے اور بستی کے امیر کو کہتے ہیں۔ سنن ترمذی کی روایت میں ہے "پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک انسان وہ چاندی کا پیالہ لایا تھا" اور کتاب الاطعمہ میں گزر چکا ہے کہ ایک مجوسی وہ پیالہ لے کر آیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میں نے یہ پیالہ صرف اس لیے پھینکا" اور اسماعیلی کی روایت میں ہے "میں نے یہ پیالہ صرف اس لیے توڑا"، یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عذر ہے، کیونکہ انہوں نے اس دہقان کو کئی مرتبہ کہا تھا کہ چاندی کے پیالہ میں پانی نہ لایا کرو مگر وہ دہقان باز نہیں آیا۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "دیباج" اس کا معنی ہے: ریشم سے بنایا ہوا کپڑا۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے "یہ (نعمتیں) ان کے لیے دنیا میں ہیں" اس کا معنی یہ ہے کہ کفار ان نعمتوں کو دنیا میں استعمال کرتے ہیں اور یہ مسلمانوں کے طریقہ کے خلاف ہے۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے "تمہارے لیے یہ (نعمتیں) آخرت میں ہیں" یعنی تم آخرت میں ان نعمتوں کو استعمال کرو گے، اور یہ اس کی جزا ہے کہ تم نے دنیا میں ان کو ترک کر دیا۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ جو ان نعمتوں کو دنیا میں استعمال کرے گا، آخرت میں اس کو یہ نعمتیں نہیں ملیں گی، جیسا کہ الخمر کے پینے کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۹۔۳۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۳۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سونے اور چاندی کے استعمال کی بعض صورتیں

یہ حدیث کتاب الاطعمہ میں بھی مذکور تھی، اور امام بخاری نے اس کو یہاں پر مکرر ذکر کیا ہے اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینا بالاجماع حرام ہے اور جس کا قول اس کے خلاف شاذ ہے، اس کا اعتبار نہیں ہے اور اس لیے کہ اس میں اسراف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سونے اور چاندی کو لوگوں کے لیے قیمت کا اور ثمن کا ذریعہ بنایا ہے، تاکہ وہ اپنی معاش میں سونے اور چاندی کے بدلہ میں اپنی ضرورت کی اشیاء خریدیں، اس لیے قیمت کے علاوہ ان کا استعمال کرنا حرام ہے، مگر ان کا جو استعمال مردوں کے لیے سنت سے ثابت ہے، تلوار، انگوٹھی، مصحف اور عورتوں کے زیورات۔ اسی طرح علامہ ابن بطال نے ذکر کیا ہے۔
علامہ ابن بطال نے جو تلوار کو آراستہ کرنے کا ذکر کیا ہے تو وہ چاندی کے ساتھ ہے اور انگوٹھی بھی چاندی کے ساتھ ہے، اور مصحف کو بھی مرد کے لیے چاندی سے آراستہ کیا جاتا ہے اور عورت کے لیے سونے سے۔ اور عورت کے زیورات کے استعمال پر اجماع ہے۔
اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کے متعلق فرمایا ہے کہ ریشم کا لباس وہ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔
(صحیح البخاری: ۸۸۶، کتاب الجمعہ، باب یلبس احسن ما یجد)
اور وہ کفار ہیں، کیونکہ جب انہوں نے دنیا میں ریشم کو اپنا لباس بنالیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے لیے آخرت میں جو نعمتیں تیار کی ہیں ان پر ریشم کو ترجیح دی اور دنیاوی نعمتوں کو پسند کیا، تو شارع علیہ السلام نے ان کی مذمت کی اور مسلمانوں کو منع کیا کہ وہ ان کفار کی مشابہت اختیار کریں جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور تاکہ وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہ ہوں:

وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝ (الاحقاف: ۲۰)

اور جس دن کفار کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا:) تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو، اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو، پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور کیونکہ تم نافرمانی

Marfat.com

کرتے تھے O

چاندی اور سونے کے برتن بنانے میں دو قول ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ برتن بنانے بھی ممنوع ہیں جیسا کہ ان کا استعمال ممنوع ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۳۱-۲۳۲ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۲۸۔ بَابُ: آنِيَةِ الْفِضَّةِ — چاندی کے برتنوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں چاندی کے برتنوں کے استعمال کا حکم بیان کیا گیا ہے، امام بخاری نے یہ عنوان الگ قائم کیا ہے، حالانکہ یہ عنوان بھی باب سابق کے عنوان میں داخل ہے، کیونکہ باب سابق کی پہلی حدیث میں سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کی تحریم بیان کی گئی ہے، فرق یہ ہے کہ پہلی حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا ہے، اور اس حدیث میں صراحۃً نہی کے صیغہ کا ذکر ہے "لا تشربوا" یعنی نہ پیو۔

۵۶۳۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ خَرَجْنَا مَعَ حُذَيْفَةَ وَذَكَرَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَالدِّيبَاجَ فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از مجاہد از ابن ابی لیلیٰ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کہ آپ نے فرمایا ہے: تم سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ریشم اور دیباج پہنو، کیونکہ یہ (نعمتیں) ان کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۳۲، ۵۶۳۳، ۵۸۳۱، ۵۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۰۶۷، سنن ترمذی: ۱۸۷۸، سنن نسائی: ۵۳۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۳، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۴، مسند احمد: ۲۲۸۰۳)

صحیح البخاری: ۵۶۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابن ابی عدی کا ذکر ہے، یہ محمد ہیں اور ابن ابی عدی کا نام ابراہیم البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن عون کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عون ہیں۔ اور ابن ابی لیلیٰ کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمٰن ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے کہ "ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا" یہاں کچھ عبارت

Marfat.com

محذوف ہے جس کا اسماعیلی نے بیان کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہر کے کسی حصہ میں گئے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی طلب کیا تو ان کے پاس دہقان پانی لے کر آیا، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ برتن اس دہقان کے منہ پر کھینچ مارا۔ اسماعیلی نے بیان کیا، پس ہم نے کہا: خاموش رہو، کیونکہ اگر ہم نے ان سے سوال کیا تو یہ ہم کو حدیث بیان نہیں کریں گے، پس ہم خاموش رہے، پھر اس کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کیا تم نے سمجھ لیا کہ میں نے وہ برتن اس کے منہ پر کیوں کھینچ کر مارا؟ تو ہم نے کہا: نہیں، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس کو کئی مرتبہ منع کیا کہ چاندی کے برتن میں پانی نہ لایا کرو، پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا کہ آپ نے فرمایا: سونے اور چاندی میں نہ پیو، اس حدیث کی اصل صحیح مسلم میں ہے، مگر انہوں نے بعض عبارت تقطیع کے ساتھ بیان کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۰۔۳۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۳۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ الَّذِي يَشْرَبُ فِي إِنَاءِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک بن انس نے حدیث بیان کی از نافع از زید بن عبد اللہ بن عمر از عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو چاندی کے برتن میں پیئے گا، تو وہ شخص اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھڑکائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۶۵، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۳، مسند احمد: ۲۶۰۲۸، موطا امام مالک: ۱۷۱۷، سنن دارمی: ۲۱۲۹)

صحیح البخاری: ۵۶۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور زید بن عبد اللہ بن عمر کا ذکر ہے، وہ تابعی ثقہ ہیں اور ان کی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق گزر چکی ہے اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہ دو حدیثیں ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق کا ذکر ہے، یہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں جو اس حدیث کی روایت کرنے والی ہیں، اور ان کی والدہ قریبہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ المخزومیہ ہیں، اور یہ ثقہ راوی ہیں، بخاری میں ان کی صرف یہی حدیث ہے۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین ہیں، ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یُجَرْجِرُ" یہ الجرجرۃ سے ماخوذ ہے، یہ وہ آواز ہے کہ جب اونٹ جوش میں آتا ہے تو اس آواز کو سانس کی نالی میں دہراتا ہے، جیسے گھوڑے کے جبڑے میں لگام کی آواز ہوتی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص چاندی کے برتن

میں کوئی مشروب پیتا ہے تو وہ مشروب دوزخ کی آگ میں اس کے پیٹ میں چلائے گا۔اور علامہ داؤدی نے کہا: وہ شخص جہنم کی آگ کو گھونٹ گھونٹ بھر کر پیئے گا۔کہا جاتا ہے" جرجر فلان الماء" یعنی جب کوئی شخص مسلسل گھونٹ بھر کر پیئے تو اس سے جو آواز نکلے، پس معنی یہ ہے گویا کہ وہ دوزخ کی آگ کو گھونٹ بھر بھر کر پیئے گا اور حقیقت میں دوزخ کی آگ اس کے پیٹ میں گھونٹ نہیں بھر رہی ہوگی، لیکن یہ ایسی آواز ہوگی جیسے گھونٹ بھر بھر کے پینے سے آواز نکلتی ہے، تو جو شخص ان برتنوں میں پیئے گا، تو دوزخ میں اس کے پیٹ سے ایسی آواز آئے گی جیسے گھونٹ بھر بھر کر پینے سے آواز آتی ہے گویا کہ یہ جہنم کی آگ اس کے پیٹ میں گھونٹ بھر رہی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۱۔۳۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۳۴، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

"یُجَرجِرُ" کا معنی ہے: اس کے پیٹ میں مشروب کے گھونٹ بھرنے کی آواز آئے گی اور اس میں دوزخ کی آگ ڈال دی جائے گی اور یہ بطورِ تمثیل کے فرمایا ہے، کیونکہ جو دنیا میں سونے یا چاندی کے برتن میں پیئے گا تو وہ ایسا ہے جیسے وہ دوزخ کی آگ کو گھونٹ بھر بھر کر اپنے پیٹ میں ڈال رہا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یتیم کا مال کھانے والے کی سزا کو بطورِ مثال کے بیان فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝ (النساء)

بے شک جو لوگ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں، اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے ۝

یہاں پر ممانعت تحریم کے لیے ہے، کیونکہ سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال پر وعید ہے، کیونکہ جو سونے اور چاندی کے برتنوں کو دنیا میں استعمال کرے گا وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کے گھونٹ بھرے گا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا اور پینا حرام ہے۔

(۲) سونے اور چاندی کے برتن جنت کے پیالے ہیں اور یہ اہل جنت کی نعمتوں میں زیادہ تکریم کے لیے ہے، کیونکہ اکثر اہل جنت فقراء اور مساکین ہوں گے تو یہ جنت میں ان کے برتن ہوں گے۔

(۳) اس حدیث میں گمراہوں اور کفار کے لیے شدید وعید ہے کہ جو دنیا میں سونے اور چاندی کے برتنوں کو استعمال کرے گا تو دوزخ کی آگ ان کے پیٹ میں گھونٹ بھرے گی۔(الشرح المیسر لصحیح البخاری، ج ۵ ص ۲۲۸۔۲۲۹، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۵۶۳۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجِنَازَةِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَإِجَابَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از الاشعث بن سلیم از معاویہ بن سوید بن مقرن از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا اور ہم کو سات

Marfat.com

الدَّاعِي وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ أَوْ قَالَ آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَعَنِ الْمَيَاثِرِ وَالْقَسِّيِّ وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالْإِسْتَبْرَقِ۔

چیزوں سے منع فرمایا، ہم کو حکم دیا مریض کی عیادت کریں، اور جنازہ کے ساتھ جائیں، چھینک لینے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہیں، جو دعوت دے اس کی دعوت کو قبول کریں، اور سلام کو پھیلائیں، اور مظلوم کی مدد کریں، اور قسم کھانے والے کی قسم کو سچا کریں، اور ہم کو سونے کی انگوٹھیوں کے پہننے سے اور چاندی کے برتنوں میں پینے سے اور ریشمی زین سے اور قسی سے اور ریشم اور دیباج اور استبرق کے پہننے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۶۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۹، سنن نسائی: ۱۹۳۹، سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۵، مسند احمد: ۱۸۰۳۴)

صحیح البخاری: ۵۶۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''چاندی کے برتنوں کا بیان'' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں سے منع فرمایا ہے اور ان سات چیزوں میں چاندی کے برتنوں میں پینے سے ممانعت کا بھی ذکر ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوعوانہ کا ذکر ہے، ان کا نام الوضاح الیشکری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں الاشعث کا ذکر ہے، یہ ابن سُلیم ہیں جو سلم کی تصغیر ہے۔ اور سوید کا ذکر ہے، یہ سود کی تصغیر ہے۔ اور مُقرّن کا ذکر ہے، یہ تقرین کا اسم فاعل ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''تشمیت العاطس'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: جس شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو دوسرا شخص اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔

نیز اس حدیث میں ''افشاء السلام'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: بہ کثرت سلام کرنا اور لوگوں کے درمیان سلام کو پھیلانا، کتاب الجنازہ میں فرمایا تھا: سلام کا جواب دینا اور یہاں فرمایا ہے: سلام کو پھیلانا، کیونکہ سلام سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان جب ایک دوسرے سے ملاقات کریں تو اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کریں، پھر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان سات امور میں سے بعض سنت ہیں اور بعض فرض ہیں، پس سلام کا جواب دینا واجب ہے اور سلام کرنا سنت ہے۔ اور ایک لفظ سے فرض اور سنت دونوں کا ارادہ کرنا جائز ہے اور وہ لفظ ہے ''ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا'' تو احناف کے نزدیک یہ حکم کا معنی عام ہے خواہ فرض ہو یا سنت ہو اور اس کو عموم المجاز کہتے ہیں اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک حقیقت اور مجاز کو ایک لفظ میں جمع کرنا جائز ہے۔

Marfat.com

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ابرار المقسم'' یعنی جو شخص قسم کھائے، اس کی قسم کو پورا کرنے میں مدد کی جائے۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے ''خواتیم الذھب'' خواتیم، خاتم کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: انگوٹھی یا چھلہ۔
اور اس حدیث میں ''میاثر'' کا ذکر ہے، یہ مِیثرۃ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: زین کے اوپر ریشمی چادر، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سرخ رنگ کی چادر ہوتی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ درندوں کی کھال ہوتی ہے۔ اور ابو عبیدہ نے کہا: المیاثِر سرخ رنگ کی دیباج یا ریشم کی چادریں ہوتی ہیں جو زین کے اوپر ڈالی جاتی ہیں۔
علامہ ابن التین نے کہا: یہ زیادہ واضح ہے، کیونکہ سرخ رنگ کی تحریم وارد نہیں ہے اور نہ درندوں کی کھال رنگنے کے بعد حرام کی گئی ہے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وعن القسی'' علامہ کرمانی نے کہا کہ قسی شام کے شہر کی طرف منسوب ہے، یہ ایک چوکور ریشمی کپڑا ہوتا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس طرح نہیں ہے بلکہ قسی وہ کپڑا ہوتا ہے جو ریشم اور سوتی دھاگے سے ملا کر بنایا جاتا ہے اور مصر سے لایا جاتا ہے اور اس کی نسبت ساحل سمندر کے قریب ایک بستی کی طرف ہے جس کو القَس کہا جاتا ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: قِس اور تنیس اور القرماء، یہ سب سمندر کے قریب بستیوں کے نام ہیں، اب یہ ویران ہو چکی ہیں اور مٹ چکی ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ قسی کی اصل القزی ہے، یہ القز کی طرف منسوب ہے، اور یہ بھی ریشم کی ایک قسم ہے۔ اور دیباج اور استبرق یہ بھی ریشم کی اقسام ہیں، استبرق موٹا ریشم ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۲۔ ۳۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۳۵ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مریض کی عیادت کرنے کا حکم ہے۔
سوال: کیا ہم مریض کی عیادت ہر دن کریں یا ہر ہفتہ کریں یا ہر مہینے کریں؟
جواب: یہ عیادت مقتضائے حال کے مطابق ہوگی، کیونکہ کبھی مرض میں شدت ہوتی ہے اور کبھی شدت نہیں ہوتی، پس جس مرض میں شدت ہو اس میں بار بار عیادت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، پھر کبھی عیادت کرنے سے مریض خوش ہوتا ہے اور کبھی عیادت کرنے سے مریض تنگ ہوتا ہے اور کبھی عیادت قریب سے کی جاتی ہے اور کبھی دور سے کی جاتی ہے تو جس طرح حالات کا تقاضا ہو، اس طریقہ سے مریض کی عیادت کی جائے۔
سوال: مریض کی عیادت کرنا آیا فرض ہے یا سنت ہے؟
جواب: مریض کی عیادت کرنا فرض کفایہ ہے، اور مسلمانوں کے جو ایک دوسرے پر حقوق ہیں، عیادت کرنا بھی ان حقوق میں سے ہے، کیونکہ مسلمان جب بیمار ہو اور اس کے بھائیوں اور عزیزوں میں سے کوئی شخص اس کی عیادت نہ کرے تو وہ مریض اپنے آپ کو لوگوں سے منفصل اور بہت دور سمجھتا ہے، لہٰذا مریض کی عیادت کرنا فرضِ کفایہ ہے، اگر چند لوگ مریض کی عیادت کرلیں تو باقی لوگوں سے عیادت کرنے کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، لیکن بعض صورتوں میں مریض کی عیادت کرنا فرضِ عین ہوتی ہے، مثلاً جو شخص مریض کا قریبی رشتہ دار ہو تو اس کا مریض کی عیادت کرنا صلۂ رحم کے باب سے ہے اور یہ معلوم ہے کہ صلۂ رحم کرنا فرضِ عین ہے۔

Marfat.com

سوال: ہم مریض سے کیا کہیں؟

جواب: ہمیں سنت کے مطابق کہنا چاہیے کہ کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے، یہ مرض ان شاء اللہ تمہیں گناہوں سے پاک کر دے گا اور علماء نے کہا ہے کہ اس سے تسلی کے کلمات کہیں، اسے کہیں کہ تم خیریت سے ہو اور اسے بتائیں کہ تم کو جو تکلیف پہنچی ہے لوگوں کو اس سے بڑی بڑی تکلیفیں پہنچتی ہیں اور اس کو اعمالِ صالحہ یاد دلائے اور اس سے پوچھے: وہ کیسے نماز پڑھتا ہے، کیونکہ کئی بیمار نہیں جانتے کہ بیماری کی حالت میں کس طرح نماز پڑھنی چاہیے۔

سوال: کیا مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: یہ بھی مقتضائے حال کے مطابق ہے، جب تم دیکھو کہ وہ مریض تمہارے آنے سے اور تمہارے باتیں کرنے سے خوش ہو رہا ہے تو اس کے پاس زیادہ دیر بیٹھنا چاہیے اور جب یہ دیکھو کہ مریض جب تمہارے آنے سے اور باتیں کرنے سے تنگ ہو رہا ہے تو پھر اس کے پاس زیادہ دیر نہیں بیٹھنا چاہیے۔

نیز اس حدیث میں اتباع الجنائز کا حکم ہے، یعنی جنازہ کے ساتھ ساتھ جانا اور یہ فرضِ کفایہ ہے۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی جنازہ کے ساتھ جائے تاکہ اس کی تدفین ہو جائے اور جب چند لوگ جنازہ کے ساتھ چلے جائیں گے تو پھر باقی لوگوں سے جنازہ کے ساتھ جانے کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ اور جنازہ کے ساتھ جانے میں فضیلت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو جنازہ پر حاضر ہوا حتیٰ کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لی گئی، اس کو ایک قیراط اجر ملے گا اور جو جنازہ پر حاضر ہوا حتیٰ کہ اس کی تدفین کر دی گئی تو اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔

نیز اس حدیث میں ''تشمیت العاطس'' کا ذکر ہے، اور تشمیت کا معنی یہ ہے کہ جب چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو سننے والا اس کے جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہے اور پھر چھینکنے والا اس سے کہے ''یھدیکم اللہ ویصلح بالکم''۔ اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ چھینکنے والے کو جواب دینا بھی فرض کفایہ ہے۔

نیز اس حدیث میں دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنے کا حکم ہے، یعنی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جو شخص ہمیں اپنے گھر میں بلائے، اس کی دعوت کو قبول کریں لیکن اس کی چند شرائط ہیں:

ایک یہ ہے کہ وہ دعوت امورِ مباحہ میں سے ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ اس مجلس میں کوئی برائی نہ ہو، کوئی خلافِ شرع کام نہ ہو، تیسری شرط یہ ہے کہ دعوت دینے والا مسلمان ہو، چوتھی شرط یہ ہے کہ اس دعوت میں کوئی حرام یا حرام کے مشابہ کوئی چیز نہ ہو، اور پانچویں شرط یہ ہے کہ اس دعوت کو قبول کرنے سے تمہیں کوئی ضرر نہ ہو۔ اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ ایک شرط یہ ہے کہ وہ دعوت شادی کے موقع پر ہو اور انہوں نے کہا ہے کہ شادی کے علاوہ جو دوسری دعوتیں ہیں، ان میں جانا واجب نہیں ہے، لیکن ظاہر نصوص کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بھی واجب ہیں۔

سوال: دعوت کو قبول کرنا اللہ کا حق ہے یا دعوت دینے والے کا حق ہے؟

جواب: یہ اللہ کا حق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے حکم دیا ہے دعوت کو قبول کیا جائے۔

نیز اس حدیث میں ''افشاء السلام'' کا حکم ہے، افشاء کے معنی ہیں: کسی چیز کو ظاہر کرنا اور پھیلانا، مطلب یہ ہے کہ بکثرت

سلام کر کے سلام کو پھیلایا جائے لیکن سلام کو پھیلانے کی بھی چند شرائط ہیں:

اول یہ ہے کہ جس کو تم سلام کر رہے ہو، وہ مسلمان ہو، پس اگر وہ غیر مسلم ہو تو اس کو تم سلام نہ کرو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہود اور نصاریٰ کو سلام کے ساتھ ابتداء نہ کرو۔

میں کہتا ہوں: اگر کسی شخص کا دفتر میں افسر یہودی یا عیسائی ہو یا اور کوئی بد مذہب ہو اور اس کو سلام کرنا ناگزیر ہو تو اس کے دائیں بائیں جو فرشتے ہیں ان کی نیت کر کے اس کو سلام کر لیا جائے تا کہ حدیث کی مخالفت بھی نہ ہو اور انسان فتنہ میں مبتلا ہونے سے بھی محفوظ رہے اور اس کو اس غیر مسلم سے کوئی ضرر نہ پہنچے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

دوسری شرط یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو سلام کرنا ہو تو یہ ضروری ہے کہ اس وقت وہ مسلمان کوئی معصیت کا کام نہ کر رہا ہو، مثلاً وہ جوا کھیل رہا ہے یا مزامیر میں مشغول ہے تو اس وقت اس کو سلام کرنا ممنوع ہے۔

جس کو سلام کیا گیا ہے، اس کے لیے جواب دینا ضروری ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "مظلوم کی مدد کرنا"۔ مظلوم وہ ہے جس کی جان یا اس کی عزت یا اس کے مال پر حملہ کیا گیا ہو، سو اس کی مدد کرنا واجب ہے اور اس کو ظالم کے ظلم سے چھڑانا ضروری ہے، کیونکہ مظلوم کی مدد کرنا فرض کفایہ ہے۔

سوال: کیا مظلوم میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ مسلمان ہو؟

جواب: نہیں! کیونکہ مقصود ظلم کا ازالہ ہے۔

اور ساتواں حکم ہے "قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا"، مثلاً کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں تم سے پہلے گھر میں داخل نہیں ہوں گا تو اس کی قسم پوری کی جائے اور اس سے پہلے گھر میں داخل نہ ہو۔

علماء نے اس کے لیے بھی یہ شرط بیان کی ہے کہ قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنے سے اس شخص کا اپنا کوئی نقصان نہ ہو، اگر اس شخص کا اپنا کوئی نقصان ہو تو اس کے لیے پھر ضروری نہیں ہے کہ وہ قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرے۔

اس کے بعد حدیث میں ان سات چیزوں کا ذکر ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ہم کو سونے کی انگوٹھیوں سے منع فرمایا ہے"۔ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے۔

سوال: کیا یہ تحریم مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے؟

جواب: صحیح یہ ہے کہ جمہور اہل علم کا موقف یہ ہے کہ یہ ممانعت مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کے لیے جائز ہے کہ وہ سونے کی انگوٹھیاں پہنیں اور اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث وارد ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لیے حلال ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ "چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا ہے"۔ یہ حدیث عام ہے اور اس میں ممانعت تحریم کے لیے ہے، کیونکہ چاندی کے برتنوں میں پینے پر وعید وارد ہے۔ پھر حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میاثر اور قسی سے منع فرمایا اور ریشم اور دیباج اور استبرق سے منع فرمایا۔ یہ سب ریشم کی قسمیں ہیں اور ان سب کا تعلق زینت کے ساتھ ہے۔ اور قسی اور حریر اور دیباج اور استبرق ریشم کی تمام اقسام عورتوں کے لیے حلال ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۳۶۔۳۳۸، مکتبۃ الطبری

Marfat.com

القاہرہ،۱۴۲۹ھ)

۲۹۔ بَابُ: الشُّرْبِ فِي الْأَقْدَاحِ پیالوں میں پینے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

پیالوں کی اقسام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیالوں کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پیالوں میں پینا جائز ہے، اقداح، قدح کی جمع ہے۔ لغت کی کتاب المغرب میں لکھا ہے: القدح (اس میں دو زبر ہیں) یہ اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ پیا جاتا ہو۔ بعض شارحین نے کہا ہے: شاید امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اگرچہ پیالوں میں پینا فاسقوں کا شعار ہے لیکن یہ مشروب کے اعتبار سے اور ہیئت مخصوصہ کے اعتبار سے ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ عبارت درست نہیں ہے اور اس قائل نے یہ کیسے کہا کہ پیالوں میں پینا فاسقوں کا شعار ہے، حالانکہ امام بخاری نے اس باب کے بعد یہ باب قائم کیا ہے ''باب الشرب من قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' اور اس باب میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جس کو ریان کہتے تھے اور ایک دوسرا پیالہ تھا جس کو المغیث کہتے تھے۔ اور ایک اور پیالہ تھا جس کے اوپر چاندی کی تین پتریاں چپٹی ہوئی تھیں اور ایک لوہے کا پیالہ تھا اور اس میں ایک چھوٹا سا حلقہ تھا۔

اور وہ پیالہ جس میں فساق و فجار پیتے ہیں، وہ لوگوں کے درمیان معلوم ہے کہ وہ شیشہ کا ہوتا ہے یا بلور کا ہوتا ہے یا چاندی کا ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جتنے پیالے تھے وہ سب لکڑی کی جنس سے تھے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ المقوقس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیشے کے پیالے ہدیہ میں دیے اور آپ ان میں پیتے تھے، تو میں کہوں گا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور اگر ہم مان لیں کہ یہ حدیث صحیح ہے تو ہم کہیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پیالوں میں اتنا نہیں پیتے تھے جتنا دوسرے پیالوں میں پیتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۳۶۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ أَنَّهُمْ شَكُّوا فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ عَرَفَةَ فَبَعَثَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سالم ابی النضر از عمیر مولیٰ حضرت ام الفضل از حضرت ام الفضل، وہ بیان کرتی ہیں کہ لوگوں کو شک تھا کہ عرفہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ سے ہیں یا نہیں؟ تو میں نے آپ کی طرف دودھ کا

ایک پیالہ بھیجا، سو آپ نے اس دودھ کو پیا۔

(صحیح البخاری:۱۶۵۸،۱۶۶۱،۱۹۸۸،۵۶۰۴،۵۶۱۸،۵۶۳۶، صحیح مسلم:۱۱۲۳، سنن ابوداؤد:۲۴۴۱، مسند احمد:۲۶۳۴۴، موطا امام مالک:۸۴۱)

صحیح البخاری:۵۶۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں عمرو بن عباس کا ذکر ہے، یہ بصری ہیں۔ اور عبدالرحمن کا ذکر ہے، یہ ابن مہدی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور یہ حدیث عنقریب اس باب میں گزر چکی ہے "باب من شرب وھو واقف علی بعیرہ"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۰۔ بَابُ: الشُّرْبِ مِنْ قَدَحِ النَّبِيِّ ﷺ وَآنِيَتِهِ

نبی ﷺ کے پیالے اور آپ کے برتنوں میں پینے کا بیان

وَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ قَالَ لِي عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ أَلَا أَسْقِيكَ فِي قَدَحٍ شَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ فِيهِ؟

ابو بردہ نے کہا: مجھ سے حضرت عبد اللہ بن سلام نے کہا: کیا میں آپ کو اس پیالے میں نہ پلاؤں جس میں نبی ﷺ نے پیا تھا؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ ایک جماعت نے نبی ﷺ کے پیالہ سے (پانی) پیا، اور عنوان میں "وآنیتہ" کا بھی ذکر ہے، یعنی نبی ﷺ کے برتن سے بھی پیا، اور یہ عام کا خاص پر عطف ہے کیونکہ عام کا معنی ہے وہ پیالہ ہو یا طشت ہو یا کوئی اور قسم ہو۔

کہا گیا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس وہم کو دور کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے پیالہ میں پینا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ ملکِ غیر میں اجازت کے بغیر تصرف کرنا ہے، سو امام بخاری نے بیان کیا کہ سلف صالحین نے اس طرح کیا ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا اور آپ نے جو بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اغنیاء بھی آپ کے پیالے سے پیتے تھے اور صدقہ تو اغنیاء کے لیے حلال نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اغنیاء کے لیے وہ صدقہ حلال نہیں ہے جو صدقہ فرض ہو اور نبی ﷺ نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ مفروضہ نہیں ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: زیادہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ سلف صالحین نبی ﷺ کے پیالے سے پیتے تھے تاکہ تبرک حاصل ہو، آپ کی حیاتِ ظاہری میں تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح سے ہے، کیوں کہ آپ کے استعمال کردہ برتن میں پانی پینے سے برکت حاصل ہوگی۔

یہ نہ کہا جائے کہ جن کے پاس آپ کی استعمال کردہ چیزوں میں سے کوئی چیز ہو، وہ اس پر بغیر دلیل شرعی کے قابض ہو گیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پیالہ تھا اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایک پیالہ تھا اور حضرت عبد اللہ بن سلام

Marfat.com

کے پاس ایک اور پیالہ تھا، اور حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ تھا اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان حضرات نے ان چیزوں کو بغیر دلیل شرعی کے حاصل کر لیا تھا۔

صحیح بخاری کی تعلیق کی شرح

امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے کہ ابو بردہ نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن سلام نے کہا: کیا میں آپ کو اس پیالہ میں نہ پلاؤں جس پیالے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا تھا؟

علامہ عینی لکھتے ہیں: ابو بُردہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور ان کا نام عامر ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام مشہور صحابی ہیں۔ اور یہ تعلیق کتاب الاعتصام میں عنقریب سندِ موصول کے ساتھ آئے گی۔

اس تعلیق کا معنی یہ ہے کہ یہ پیالہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، پھر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کسی دلیل شرعی سے اس کو حاصل کر لیا اور یہ نہ گمان کیا جائے کہ وہ بغیر کسی دلیل شرعی کے اس پیالہ پر قابض ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۳۔ ۳۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۳۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ ذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم امْرَأَةٌ مِنَ الْعَرَبِ فَأَمَرَ أَبَا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ أَنْ يُرْسِلَ إِلَيْهَا فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَقَدِمَتْ فَنَزَلَتْ فِي أُجُمِ بَنِي سَاعِدَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى جَاءَهَا فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَإِذَا امْرَأَةٌ مُنَكِّسَةٌ رَأْسَهَا فَلَمَّا كَلَّمَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ فَقَالَ قَدْ أَعَذْتُكِ مِنِّي فَقَالُوا لَهَا أَتَدْرِينَ مَنْ هَذَا قَالَتْ لَا قَالُوا هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم جَاءَ لِيَخْطُبَكِ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا أَشْقَى مِنْ ذَلِكَ فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَئِذٍ حَتَّى جَلَسَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ثُمَّ قَالَ اسْقِنَا يَا سَهْلُ فَخَرَجْتُ لَهُمْ بِهَذَا الْقَدَحِ فَأَسْقَيْتُهُمْ فِيهِ فَأَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذَلِكَ الْقَدَحَ فَشَرِبْنَا مِنْهُ قَالَ ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَعْدَ ذَلِكَ فَوَهَبَهُ لَهُ۔

(صحیح مسلم: ۲۰۰۷، مسند احمد: ۱۵۶۳۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرب کی ایک عورت کا ذکر کیا گیا، آپ نے حضرت ابو اُسید الساعدی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو بلائیں، انہوں نے اس عورت کو بلایا، وہ آئی اور بنو ساعدہ کے قلعہ میں ٹھہری، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے حتیٰ کہ اس عورت کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہ عورت اپنا سر جھکائے ہوئے بیٹھی تھی، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بات کی تو اس نے کہا: میں آپ سے اللہ کی پناہ طلب کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں نے تم کو اپنے پاس سے پناہ دے دی۔ پھر لوگوں نے اس عورت سے کہا: کیا تم کو معلوم تھا کہ یہ کون تھے؟ اس نے کہا: نہیں! لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تمہارے پاس آئے تھے تاکہ تم کو نکاح کا پیغام دیں، اس عورت نے کہا: پھر تو میں اس وجہ سے بہت بد بخت ہوئی، پھر اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے حتیٰ کہ بنو ساعدہ کے چبوترے میں بیٹھ گئے آپ بھی اور آپ کے اصحاب بھی، پھر آپ نے فرمایا: اے

Marfat.com

سہل! ہمیں پانی پلاؤ، تو میں نے آپ کے لیے یہ پیالہ نکالا، سو میں نے ان سب کو اس پیالے میں پانی پلایا، پھر حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے اس پیالہ کو نکالا، سو ہم نے اس پیالہ سے پانی پیا۔ حضرت سہل نے بتایا: پھر عمر بن عبد العزیز نے اس کے بعد وہ پیالہ مانگ لیا، سوانہوں نے ان کو یہ پیالہ ہبہ کر دیا۔

صحیح البخاری: ۵۶۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے سے پینا'' اور اس باب کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دن بنو ساعدہ کے چبوترے میں گئے اور آپ کے اصحاب بھی، پھر آپ نے فرمایا: اے سہل ہمیں پلاؤ، تو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے یہ پیالہ نکالا اور آپ کو اور صحابہ کو پانی پلایا، پھر راوی نے کہا: پھر حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے اس پیالہ کو نکالا اور ہم نے اس سے پیا، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کو نکالا اور صحابہ نے اس سے پیا اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے کہ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ سے پیا۔ اور عمر بن عبد العزیز نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ پیالہ ان کو ہبہ کر دیں کیونکہ اصل میں یہ پیالہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ تو انہوں نے اس سے تبرک حاصل کرنے کے لیے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے وہ پیالہ مانگ لیا، اور یہ چیز بالکل ظاہر ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔ اور میں نے نہیں دیکھا کہ شارحین میں سے اور صحیح بخاری کے تراجم بیان کرنے والوں میں سے کسی نے اس طرح سے اس حدیث کی مطابقت باب کے ساتھ بیان کی ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سعید بن ابی مریم کا ذکر ہے، اور وہ سعید بن محمد بن الحکم ہیں یا الحکم بن محمد بن ابی مریم ہیں۔ اور ابو مریم کا نام سالم الجمحی ہے جو ان کے مصری مولیٰ ہیں۔ ان کی وفات ۲۲۴ ھ میں ہوئی۔

اور اس حدیث کی سند میں ابو غسان کا ذکر ہے، ان کا نام محمد بن مطرف ہے، یہ تطریف سے اسم فاعل ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں ابو حازم کا ذکر ہے، یہ سلمہ بن دینار ہیں۔ اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام سہل بن سعد بن مالک الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرب کی ایک عورت کا ذکر کیا گیا، یہی الجونیہ ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام اُمیمہ ہے اور کتاب الطلاق کے شروع میں ان کی منگنی کا قصہ گزر چکا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ بنو ساعدہ کے اُجم میں ٹھہری۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: الاُجم کا معنی الاُطم ہے یعنی قلعے۔ اور

Marfat.com

علامہ داؤدی کا یہ غریب قول ہے، انہوں نے کہا: اس کے معنی ہیں: درخت اور باغات۔ اور علامہ الجوہری نے کہا: یہ اہل مدینہ کے وہ قلعے ہیں جو پتھروں سے بنائے ہوئے ہیں اور یہی صحیح معنی ہے۔

اس عورت نے کہا کہ میں تو بہت بدنصیب ہوں، یعنی انہوں نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ ان کو پتا نہیں چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تھے اور وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتے تھے، تو اس فضیلت کے فوت ہونے کی وجہ سے انہوں نے افسوس کیا۔

اس حدیث میں ثقیفہ بنو ساعدہ کا ذکر ہے، یہ انصار میں سے بنو ساعدہ کے چبوترے تھے، یہی وہ جگہ ہے جہاں پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خلافت کی بیعت کی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاخرج لنا سھل" اس قول کے قائل ابو حازم راوی ہیں، انہوں نے بتایا کہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ نکالا اور اس میں پانی ڈال کر ہم سب کو پینے کے لیے دیا۔ پھر بعد میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ان سے وہ پیالہ مانگ لیا، اس وقت عمر بن عبد العزیز مدینہ کے متولی تھے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیالے اور آپ کے برتنوں میں سے پینا آپ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی دوسری مثال وہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے جن جگہوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ سے مکہ کے سفر کے درمیان نمازیں پڑھی تھیں اور اپنی اونٹنی کو اسی طرح گھماتے تھے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو گھمایا تھا تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء حاصل ہو جائے، کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کی اتباع کرنے پر بہت حریص تھے۔

اور اس حدیث میں یہ ہے کہ اپنے صحابی سے کھانے یا پینے کی چیز طلب کی جائے۔

اور اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو ابا اُسید کہہ کر حکم دیا۔ اس میں کنیت کے ساتھ بلانے کی دلیل ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۱ ص ۳۰۴۔ ۳۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۳۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ قَالَ رَأَيْتُ قَدَحَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَدِ انْصَدَعَ فَسَلْسَلَهُ بِفِضَّةٍ قَالَ وَهُوَ قَدَحٌ جَيِّدٌ عَرِيضٌ مِنْ نُضَارٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي هَذَا الْقَدَحِ أَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ إِنَّهُ كَانَ فِيهِ حَلْقَةٌ مِنْ حَدِيدٍ فَأَرَادَ أَنَسٌ أَنْ يَجْعَلَ مَكَانَهَا حَلْقَةً مِنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن مدرک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے خبر دی از عاصم الاحول، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا، وہ ٹوٹ گیا تھا تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس کو چاندی سے جوڑ دیا اور وہ بہت عمدہ اور چوڑا پیالہ تھا جو لکڑی سے بنا ہوا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پیالے میں بہت زیادہ پلایا

Marfat.com

ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فَقَالَ لَهُ أَبُو طَلْحَةَ لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَتَرَكَهُ۔

(صحیح البخاری: ۳۱۰۹، ۵۶۳۸، مسند احمد: ۱۳۳۱۰)

ہے، اتنی اور اتنی مرتبہ۔ عاصم نے کہا: اور ابن سیرین نے بیان کیا کہ اس پیالے میں لوہے کا حلقہ تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس کی جگہ سونے یا چاندی کا حلقہ لگا دیں، تو ان سے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ہرگز اس چیز میں تغیر نہ کرنا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا تھا تو پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا۔

صحیح البخاری: ۵۶۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے سے پینا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اس پیالے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرتبہ پلایا ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں ابوعوانہ کا ذکر ہے، یہ الوضاح الیشکری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انصدع'' یعنی وہ پیالہ ٹوٹ گیا، پھر اس حدیث میں مذکور ہے ''فسلسله بفضة'' اس کا معنی ہے: اس ٹوٹے ہوئے پیالہ کو چاندی سے جوڑ دیا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جوڑا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جوڑا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وهو قدح عريض من نضار'' یعنی وہ پیالہ چوڑا تھا، زیادہ لمبا نہیں تھا بلکہ اس کی لمبائی اس کی گہرائی سے کم تھی اور ''نضار'' کا معنی ہے: عمدہ قسم کی لکڑی۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ٹوٹے ہوئے برتن کو چاندی سے جوڑنا جائز ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: صحابہ اور تابعین کی جماعت نے اس سے مطلقاً منع کیا ہے اور امام مالک اور لیث کا یہی قول ہے اور امام مالک سے دوسری روایت یہ ہے کہ تھوڑی سی چاندی کے ساتھ جوڑنا جائز ہے اور امام شافعی نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر پیالہ سے پیتے وقت چاندی کی جگہ سے اپنے آپ کو بچایا جا سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں، امام احمد، اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے اور سونے سے پیالہ کو جوڑنا مطلقاً حرام ہے۔ اور بعض نے چاندی اور سونے سے جوڑنے کو جائز قرار دیا ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام الدارقطنی اور حاکم اور بیہقی نے از زکریا بن ابراہیم بن عبد اللہ بن مطیع از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سونے یا چاندی کے برتن میں پیا یا اس برتن میں پیا جس میں کچھ سونا یا

Marfat.com

چاندی لگا ہوا تھا، تو اس کے پیٹ میں جہنم کی آگ بھڑکتی رہے گی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: ابوالحسن بن القطان نے کہا ہے: زکریا اور ان کے والد دونوں غیر معروف ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے: یہ حدیث ابراہیم کی وجہ سے معلول ہے، کیونکہ وہ مجہول ہے اسی طرح ان کا بیٹا بھی مجہول ہے۔

اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں از ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا سونے کو پہننے سے اور پیالے کو چاندی سے جوڑنے سے، پھر آپ نے پیالہ کو چاندی سے جوڑنے کی اجازت دے دی اور یہ حدیث امام شافعی پر حجت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۶۔۳۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۳۸، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ الزرکشی نے کہا کہ ابوالعباس نے بیان کیا کہ میں نے اس پیالہ کو بصرہ میں دیکھا ہے اور اس سے پیا، اور انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے النضر بن انس کی میراث میں سے اس پیالہ کو آٹھ لاکھ (۸۰۰۰۰۰) میں خریدا تھا، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صالحین کے آثار کو بطور تبرک حاصل کرنا جائز ہے خاص طور پر سید الاولین والآخرین کے آثار کو۔ اور اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ ٹوٹے ہوئے پیالہ کو چاندی سے جوڑنا جائز ہے، اور امام احمد نے کہا: اگر چاندی تھوڑی ہو اور پینے کی جگہ پر نہ لگی ہو، تو جائز ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ سونا یا چاندی اگر تھوڑا ہو یا زیادہ ہو، تو اس سے پیالے کو جوڑا جا سکتا ہے۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۹ ص ۲۱۷، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: امام ابوحنیفہ نے صرف چاندی کے ساتھ ٹوٹے ہوئے پیالے کو جوڑنے کو جائز کہا ہے اور سونے کے ساتھ ٹوٹے ہوئے پیالہ کو جوڑنے کو وہ حرام فرماتے ہیں، یہاں علامہ کورانی کو تسامح ہوا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۳۱۔ بَابُ: شُرْبِ الْبَرَكَةِ وَالْمَاءِ الْمُبَارَكِ — برکت کو پینا اور برکت والے پانی کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں برکت کو پینے کا بیان ہے، اور امام بخاری نے برکت سے برکت والے پانی کا ارادہ کیا ہے، یعنی برکت والے پانی کو پینا۔ اور عرب برکت والی چیز کو برکت کہتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ پانی برکت والا تھا۔ اسی لیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس باب کی حدیث میں کہا: پس مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ برکت ہے اور اسی کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کا یہ قول ہے کہ میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں، تو انہوں نے سونے کو برکت فرمایا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے تو ان کے اوپر سونے کی ایک ٹڈی گری، تو حضرت ایوب علیہ السلام اس کو اپنے کپڑے میں پکڑنے لگے تو ان کے رب عزوجل نے ان کو نداء کی: اے ایوب! کیا میں

نے تم کو اس سے مستغنی نہیں کر دیا جو تم دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں اے رب! لیکن میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۳۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما هٰذَا الْحَدِيثَ قَالَ قَدْ رَأَيْتُنِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ حَضَرَتِ الْعَصْرُ وَلَيْسَ مَعَنَا مَاءٌ غَيْرَ فَضْلَةٍ فَجُعِلَ فِي إِنَاءٍ فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِهِ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ وَفَرَّجَ أَصَابِعَهُ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى أَهْلِ الْوُضُوءِ الْبَرَكَةُ مِنَ اللهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ النَّاسُ وَشَرِبُوا فَجَعَلْتُ لَا آلُوا مَا جَعَلْتُ فِي بَطْنِي مِنْهُ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ بَرَكَةٌ قُلْتُ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ وَقَالَ حُصَيْنٌ وَعَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً وَتَابَعَهُ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ جَابِرٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن ابی الجعد نے یہ حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں اور عصر کی نماز کا وقت آ گیا ہے اور ہمارے پاس تھوڑے سے بچے ہوئے پانی کے سوا اور پانی نہیں تھا، پس وہ تھوڑا سا پانی ایک برتن میں ڈال دیا گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے اپنا ہاتھ اس برتن میں رکھا اور اپنی انگلیوں کو پھیلا دیا، پھر آپ نے فرمایا: آؤ وضو کرنے کے پانی پر۔ یہ اللہ کی طرف سے برکت ہے، پس بے شک میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ کر نکل رہا تھا۔ پس سب لوگوں نے وضو کیا اور پانی پیا۔ پس میں اس کی پرواہ نہیں کر رہا تھا کہ میرے پیٹ میں کتنا پانی جا رہا ہے، کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ برکت ہے۔ راوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کی تعداد اس دن کتنی تھی، تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا: چودہ سو (۱۴۰۰)۔

اس حدیث کی متابعت عمرو بن دینار نے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہے اور حصین اور عمرو بن مرہ نے از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ وہ پندرہ سو (۱۵۰۰) تھے۔ سالم کی متابعت سعید بن المسیب نے کی ہے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

(صحیح البخاری: ۳۵۷۶، ۴۱۵۲، ۴۱۵۳، ۴۱۵۴، ۴۸۴۰، ۵۶۳۹، مسند احمد: ۱۴۱۱۳)

صحیح البخاری: ۵۶۳۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "برکت کو پینا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے وہ پانی پیا اور کہا: میں نے پرواہ

Marfat.com

نہیں کی کہ میرے پیٹ میں کتنا پانی ہے، کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ یہ برکت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اور عصر کا وقت آ گیا تھا" یعنی نمازِ عصر کا وقت آ گیا تھا اور یہ واقعہ حدیبیہ کا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حی علی اهل الوضوء" بعض شارحین نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ آؤ اس برکت والے وضو کے پانی کی طرف اے اہلِ وضو۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس طرح نہیں ہے بلکہ اصل عبارت یوں ہے کہ آؤ میرے پاس، یعنی اے وضو کرنے والو جلدی آؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا تھا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود ان انگلیوں سے پانی پھوٹ کر نکل رہا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انگلیوں کے درمیان سے نکل رہا ہو اور ہر تقدیر پر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ عظیمہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۷-۳۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کی عظمت کا بیان

میں کہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے، یہ بھی بہت بڑا معجزہ ہے لیکن پتھروں اور زمین میں پانی ہوتا ہے، اگر پانی تک کھدائی کی جائے تو وہ پانی نکل آتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ زمین میں کھدائی کیے بغیر صرف لاٹھی مارنے سے زمین سے پانی نکل آیا، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگلیوں سے پانی نکال دیا، جب کہ انگلیوں میں پانی ہوتا ہی نہیں ہے، سو انگلیوں سے پانی نکالنا زمین سے پانی نکالنے کی بہ نسبت بہت بڑا معجزہ ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۵۶۳۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور سے مستنبط فقہی مسئلہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں وہ پانی پیتا رہا اور میں نے اس کی پرواہ نہیں کی کہ میرے پیٹ میں کتنا پانی جا رہا ہے، کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ یہ برکت والا پانی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طعام اور مشروب میں ضرورت سے زیادہ کھانا مکروہ ہے، سو ان چیزوں کے جن میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھ دی ہے اور اس برکت کے اوپر کوئی علامت قائم ہے، تو اب ضرورت سے زیادہ کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس میں نہ اسراف ہے اور نہ کراہیت ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: کتاب الاشربہ میں اکیانوے (۹۱) احادیث مرفوعہ ہیں، ان میں سے انیس (۱۹) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں۔ اور ستر (۷۰) احادیث مکررہ ہیں، اور دو خالص احادیث ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ! یہاں پر کتاب الاشربہ ختم ہو گئی، اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز کتاب المرضیٰ شروع ہو گی۔

Marfat.com

اشربہ کے متعلق صدر الشریعہ علامہ امجد علی کی تحقیق

صدر الشریعہ بدر الطریقۃ علامہ امجد علی رحمہ اللہ اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ تحریر فرماتے ہیں:

حدیث ۱: صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشک میں ہم نبیذ بناتے صبح کو بناتے تو عشا تک پیتے تو صبح تک یہ (گرمی کے زمانے میں ہوتا تھا)۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، الحدیث: ۸۵، (۲۰۰۵) ص ۱۱۱۱)

حدیث ۲: صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اول شب میں نبیذ بنائی جاتی صبح کے وقت اسے پیتے، دن میں اور رات میں پھر دوسرے روز دن اور رات میں اور تیسرے دن عصر تک، پھر اگر بچ جاتی تو خادم کو پلا دیتے یا گرادی جاتی، (یہ جاڑے کے زمانے میں ہوتا)۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، الحدیث: ۷۹، (۲۰۰۴) ص ۱۱۱۰)

حدیث ۳: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشک میں نبیذ بنائی جاتی، مشک نہ ہوتی تو پتھر کے برتن میں بنائی جاتی۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، الحدیث: ۶۲، (۱۹۹۹) ص ۱۱۰۷)

حدیث ۴: امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو اُسید ساعدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی کی دعوت دی (جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے) تو ان کی زوجہ جو دلہن تھیں وہی خادم کا کام انجام دے رہی تھیں، انہوں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے پانی میں کھجوریں رات میں ڈال دی تھیں وہی پانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا۔
(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب حق اجابۃ الولیمۃ، الحدیث: ۵۱۷۶، ج ۳ ص ۴۵۵)

حدیث ۵: امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر اور ابو عبیدہ اور معاذ رضی اللہ عنہم نے مُثلّث (انگور کا شیرہ جو پکانے کے بعد ایک تہائی رہ جائے) کے پینے کو جائز فرمایا ہے اور حضرت براء بن عازب و ابو جُحیفہ رضی اللہ عنہم نے نصف حصہ پکا دینے کے بعد انگور کا شیرہ پیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ انگور کا رس جب تک تازہ ہے پیو۔
(صحیح البخاری، کتاب الاشربہ، باب الباذق ومن نھی... الخ ج ۳ ص ۵۸۴)

حدیث ۶: بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو جویریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے باذق (ایک قسم کی شراب ہے) کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم باذق سے پہلے گزر چکے ہیں لہٰذا جو نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے اور فرمایا کہ پینے کی چیزیں حلال وطیب ہیں اور حلال وطیب کے علاوہ حرام وخبیث ہیں۔
(صحیح البخاری، کتاب الاشربہ، باب الباذق ومن نھی الحدیث: ۵۵۹۸، ج ۳ ص ۵۸۵)

حدیث ۷: امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک معراج کی رات ایلیا (بیت المقدس) میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے دو پیالے پیش کئے گئے ایک شراب کا دوسرا دودھ کا، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں کو دیکھ کر دودھ کا پیالہ لے لیا۔ حضرت جبریل (علیہ السلام) نے کہا: الحمد للہ خدا تعالیٰ نے آپ کو فطرت کی ہدایت کی اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ (صحیح البخاری، کتاب الاشربہ، باب قول اللہ تعالیٰ (انما الخمر... الخ) الحدیث: ۵۵۷۶، ج ۳ ص ۵۷۹)

حدیث ۸: ابوداؤد و ابن ماجہ نے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ خمر (شراب) پییں گے اور اس کا نام کچھ دوسرا رکھ لیں گے''۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الاشربہ، باب فی الداذی، الحدیث: ۳۶۸۸، ج ۳ ص ۴۶۱)

Marfat.com

اشربہ کے متعلق مسائل فقہیہ

لغت میں پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں اور اصطلاح فقہاء میں شراب اسے کہتے ہیں جس سے نشہ ہوتا ہے، اس کی بہت قسمیں ہیں، خمر انگور کی شراب کو کہتے ہیں یعنی انگور کا کچا پانی جس میں جوش آ جائے اور شدت پیدا ہو جائے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں جھاگ پیدا ہوا ور کبھی ہر شراب کو مجازاً خمر کہہ دیتے ہیں۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الاشربہ، الباب الاول فی تفسیرہ الاشربہ۔۔الخ، ج ۵ ص ۴۰۹، الدر المختار، کتاب الاشربہ، ج ۱۰ ص ۳۲)

مسئلہ ۱: خمر حرام بعینہٖ ہے اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے اور اس کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اس کا قلیل و کثیر سب پر حرام ہے اور یہ پیشاب کی طرح نجس ہے اور اس کی نجاست غلیظہ ہے جو اس کو حلال بتائے کافر ہے کہ نص قرآنی کا منکر ہے، مسلم کے حق میں یہ متقوم نہیں یعنی اگر کسی نے مسلمان کی یہ شراب تلف کر دی تو اس پر ضمان نہیں اور اس کو خریدنا صحیح نہیں اس سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں نہ دوا کے طور پر استعمال کر سکتا ہے نہ جانور کو پلا سکتا ہے نہ اس سے مٹی بھگو سکتا ہے نہ حقنہ کے کام میں لائی جا سکتی ہے، اس کے پینے والے کو حد ماری جائے گی اگرچہ نشہ نہ ہوا ہو۔ (الدر المختار، کتاب الاشربہ، ج ۱۰ ص ۳۳)

مسئلہ ۲: جانوروں کے زخم میں بھی بطور علاج اس کو نہیں لگا سکتے۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الاشربہ، الباب الاول فی تفسیرہ، الخ ج ۵ ص ۴۱۰)

مسئلہ ۳: شیرہ انگور کو پکایا یہاں تک کہ دو تہائی سے کم جل گیا یعنی ایک تہائی سے زیادہ باقی ہے اور اس میں نشہ ہو یہ بھی حرام اور نجس ہے۔ (الدر المختار، کتاب الاشربہ، ج ۱۰ ص ۳۶)

مسئلہ ۴: رطب یعنی تر کھجور کا پانی اور منقیٰ کو پانی میں بھگویا گیا، جب یہ پانی تیز ہو جائے اور جھاگ پھینکے یہ بھی حرام نجس ہیں۔

(الدر المختار، کتاب الاشربہ، ج ۱۰ ص ۳۷)

مسئلہ ۵: شہد، انجیر، گیہوں (گندم)، جو وغیرہ کی شرابیں بھی حرام ہیں مثلاً یہاں ہندوستان میں مہوے (ایک قسم کا درخت جس کے پتے سرخ، زردی مائل اور خوشبودار ہوتے ہیں، پھل گول چھوہارے کی مانند ہوتا ہے اس سے شراب بھی بنائی جاتی ہے) کی شراب بنتی ہے جب ان میں نشہ ہو حرام ہیں۔ (الدر المختار، کتاب الاشربہ، ج ۱۰ ص ۳۹، ۴۰)

مسئلہ ۶: کافر یا بچہ کو شراب پلانا بھی حرام ہے اگرچہ بطور علاج پلائے اور گناہ اسی پلانے والے کے ذمہ ہے۔

(الہدایہ، کتاب الاشربہ، ج ۲ ص ۳۹۸)

بعض مسلمان انگریزوں کی دعوت کرتے ہیں اور شراب بھی پلاتے ہیں، وہ گنہگار ہیں اس شراب نوشی کا وبال انہیں پر ہے۔

مسئلہ ۷: نبیذ یعنی کھجور یا منقیٰ کو پانی میں بھگویا جائے، وہ پانی نشہ پیدا ہونے سے پہلے پیا جائے یہ جائز ہے، احادیث سے اس کا جواز ثابت ہے۔ (الدر المختار، کتاب الاشربہ، ج ۱۰ ص ۳۹)

مسئلہ ۸: تونبے (اندر سے خالی اور خشک کیا ہوا کدو) اور ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانا جائز ہے، بعض خاص برتنوں میں نبیذ بنانے کی ابتداء میں ممانعت آئی تھی مگر بعد میں یہ ممانعت منسوخ ہو گئی۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب النھی عن الانتباذ۔۔الخ، الحدیث: ۶۴، ۶۵۔ (۹۷۷) ص ۱۱۰۷)

Marfat.com

مسئلہ ۹: گھوڑی کے دودھ میں بھی نشہ ہوتا ہے، اس کا پینا بھی ناجائز ہے۔ (الدر المختار، کتاب الاشربہ، ج ۱۰ ص ۴۴)

مسئلہ ۱۰: بھنگ (ایک قسم کا نشہ آور پتوں والا پودا جس کے پتوں کو گھوٹ کر پیتے ہیں) اور افیون (ایک نشہ آور چیز جو پوست کے رس کو منجمد کر کے بنائی جاتی ہے)، افیم، اتنی استعمال کرنا کہ عقل فاسد ہو جائے ناجائز ہے جیسا کہ افیونی اور بھنگیڑے (افیون اور بھنگ کا نشہ کرنے والے افراد) استعمال کرتے ہیں اور اگر کسی کے ساتھ اتنی استعمال کی گئی کہ عقل میں فتور (خرابی، فساد) نہیں آیا جیسا کہ بعض نسخوں میں افیون قلیل جز ہوتا ہے کہ فی خوراک اس کا اتنا خفیف جز ہوتا ہے کہ استعمال کرنے والے کو پتا بھی نہیں چلتا کہ افیون کھائی ہے اس میں حرج نہیں۔ (الدر المختار، کتاب الاشربہ، ج ۱۰ ص ۴۶، ۴۸)

مسئلہ ۱۱: بعض عورتیں بچوں کو افیون کھلایا کرتی ہیں اور ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کے نشہ میں پڑا رہے گا پریشان نہیں کرے گا، یہ بھی ناجائز ہے، کیونکہ بچہ کو اگرچہ تھوڑی مقدار میں دی جاتی ہے مگر وہ اتنی ضرور ہے کہ اس کی عقل میں فتور آ جائے۔

مسئلہ ۱۲: چانڈو (افیون کا ایک نشہ جس میں افیون کو پانی میں پکا کر حقے کی طرح پیا جاتا ہے) اور مدک (افیون کا ایک نشہ جس میں افیون تمباکو کی طرح چلم بھر کر پیتے ہیں) بھی افیون کے استعمال کے طریقہ ہیں کہ اس کا دھواں پیا جاتا ہے جیسا کہ تمباکو کو پیتے ہیں، یہ بھی ناجائز ہے بلکہ غالباً افیون استعمال کرنے کی سب صورتوں میں یہ صورت زیادہ قبیح و مضر (نقصان دہ) ہے۔

مسئلہ ۱۳: چرس (ایک نشہ جو بھنگ کے پتوں اور افیون سے تیار کیا جاتا ہے، اسے تمباکو کی طرح پیتے ہیں) گانجا (بھنگ کی قسم کا ایک پودا جس کے پتے اور بیج نشہ آور ہوتے ہیں اور وہ چلم میں بھر کر پیتے ہیں) یہ بھی ایسی چیز ہے کہ اس سے عقل میں فتور آ جاتا ہے اس کا پینا ناجائز ہے۔

مسئلہ ۱۴: جوز الطیب (ایک قسم کا خوشبودار پھل) میں نشہ ہوتا ہے، اس کا استعمال بھی اتنی مقدار میں ناجائز ہے کہ نشہ پیدا ہو جائے اگرچہ اس کا حکم بھنگ سے کم درجہ کا ہے۔

مسئلہ ۱۵: خشک چیزیں جو نشہ لاتی ہیں جیسے بھنگ وغیرہ یہ نجس نہیں ہے، لہٰذا ضماد (جسم پر لیپ کرنا، جسم پر لگانا) وغیرہ میں خارجی طور پر ان کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ اس طرح استعمال میں نشہ نہیں پیدا ہوگا پھر ناجائز کیوں۔

مسئلہ ۱۶: حقہ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں، مگر قول فیصل یہ ہے کہ اس کی متعدد صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ حقہ پی کر عقل جاتی رہتی ہے جیسا کہ رامپور، بریلی، شاہجہانپور (ہندوستان میں علاقوں کے نام ہیں) میں بعض لوگ رمضان شریف میں افطار کے بعد خاص اہتمام سے حقہ بھرتے ہیں اور اس زور سے دم لگاتے ہیں کہ چلم سے اونچی اونچی لو اٹھتی ہے اور پینے والے بیہوش ہو کر گر پڑتے ہیں اور بہت دیر تک بے ہوش پڑے رہتے ہیں، پانی کے چھینٹے دینے اور پانی پلانے سے ہوش آتا ہے اس طرح حقہ پینا حرام ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ نہ بیہوش ہو، نہ عقل میں فتور پیدا ہو مگر گھٹیا خراب تمباکو پیا جائے اور حقہ تازہ کرنے کا بھی چنداں خیال نہ ہو جس سے منہ میں بدبو ہو جاتی ہے ایسا حقہ مکروہ ہے اور اس حقہ کو پی کر بغیر منہ صاف کیے مسجد میں جانا منع ہے اس کا وہی حکم ہے جو کچے لہسن، پیاز کھانے کا ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ تمباکو بھی اچھا ہو اور حقہ بھی بار بار تازہ کیا جاتا ہو کہ پینے سے منہ میں بدبو نہ پیدا ہو یہ مباح ہے، اس میں اصلاً کراہت نہیں، بعض لوگوں نے حقہ کے حرام بتانے میں نہایت غلو کیا اور حد سے تجاوز کیا یہاں

Marfat.com

تک کہ اس کے متعلق حدیثیں بھی معاذ اللہ وضع کر ڈالیں ان کی باتیں قابل اعتبار نہیں۔

مسئلہ ۱۷: قہوہ، کافی، چائے کا پینا جائز ہے کہ ان میں نہ نشہ ہے نہ تفتیرِ عقل (عقل کی خرابی، فتور) البتہ یہ چیزیں خشکی لاتی ہیں اور نیند کو دفع کرتی ہیں، اسی لیے مشائخ ان کو پیتے ہیں کہ نیند کا غلبہ جاتا رہے اور شب بیداری میں مدد ملے اور کسل (سستی) اور کاہلی کو بھی یہ چیزیں دفع کرتی ہیں۔

مسئلہ ۱۸: جس شخص کو افیون کی عادت ہے اسے لازم ہے کہ ترک کرے اگر ایک دم چھوڑنے میں ہلاکت کا اندیشہ ہے تو آہستہ آہستہ کمی کرتا رہے یہاں تک کہ عادت جاتی رہے اور ایسا نہ کیا تو گنہگار و فاسق ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الاشربہ، ج ۱۰ ص ۵۶)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۷۵۔ كِتَابُ الْمَرْضٰى

مریضوں کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

مرضیٰ، مریض کی جمع ہے، اور مرض کا معنی ہے: جسم کا اپنی طبعی حالت سے نکلنا اور اس کو ایسی حالت سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس میں مریض کے افعال سلامت روی سے صادر نہ ہوں۔

۱۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ الْمَرَضِ

مرض کے کفارہ ہونے کے متعلق جو احادیث وارد ہیں، ان کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (النساء: ۱۲۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص کوئی برا کام کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں وہ احادیث روایت کی گئی ہیں، جن میں مرض کے کفارہ ہونے کا ذکر ہے۔ کفارہ کا لفظ، کفر کا مبالغہ ہے اور کفر کا معنی ہے ڈھانپنا۔ یعنی مرض، مریض کے گناہوں کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (النساء: ۱۲۳) جو شخص کوئی برا کام کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے: اس آیت کی کتاب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ آیت قیامت کے دن کے عذاب سے عام ہے، پس یہ اس سزا کو شامل ہے جو بندے کو دنیا میں ملی بایں طور کہ اس کا مرض اس کے گناہ کی سزا ہو جائے، پھر اس مرض کی وجہ سے اس کی مغفرت ہو جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مرض جس طرح سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، اسی طرح گناہوں کی سزا بھی ہوتا ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان کو اس کے گناہوں کی سزا دنیا میں ان مصائب سے دی جاتی ہے جو اس پر نازل ہوتے ہیں، پھر وہ مصائب اس کے لیے کفارہ ہو جاتے ہیں۔ اور اللیث نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو میری امت کے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا، پھر فرمایا: بے شک بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے، پھر اس کو کوئی شدت یا مصیبت دنیا میں پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ کریم ہے کہ اس کو دوبارہ عذاب دے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۹۔۳۱۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۴۰ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضى الله عنها زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا مِنْ مُصِيبَةٍ تُصِيبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا عَنْهُ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو اس کے لیے کفارہ بنا دیتا ہے، حتیٰ کہ جو کانٹا اس کو چبھتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۵۷۲، سنن ترمذی: ۹۶۵، مسند احمد: ۲۴۳۰۷، موطا امام مالک: ۱۷۵۱)

صحیح البخاری: ۵۶۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''مسلمان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے'': مصیبت کا اصل معنی ہے: تیر پھینکنا، پھر یہ لفظ ہر نازل ہونے والی چیز میں استعمال ہونے لگا۔ امام راغب اصفہانی نے کہا ہے: اصاب کا لفظ خیر اور شر دونوں میں استعمال ہوتا ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ۝ (التوبہ)

اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے (آسمانی مدد یا مال غنیمت) تو ان کو برا لگتا ہے، اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی احتیاط کر لی تھی (کہ جہاد میں نہیں گئے تھے) اور یہ خوشیاں مناتے ہوئے لوٹتے ہیں ○

اور دوسرا قول یہ ہے کہ ''الاصابة فی الخیر'' یعنی خیر کا پہنچنا، یہ الصوب سے ماخوذ ہے، ''صوب'' اس بارش کو کہتے ہیں جو بقدر ضرورت نازل ہوتی ہے اور اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا، اور ''اصابة فی الشر''، یہ تیر کے پھینکنے سے ماخوذ ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: لغت میں مصیبت اس کو کہتے ہیں جو انسان پر مطلقاً نازل ہو، اور عرف میں مصیبت اس کو کہتے ہیں جو خصوصیت کے ساتھ کوئی ناپسندیدہ چیز ہو اور یہاں پر وہی مراد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۴۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مومن پر مصائب اور امراض نازل ہونے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام السائب یا ام المسیب کے پاس آئے، تو آپ

Marfat.com

نے فرمایا: اے ام السائب، یا فرمایا: اے ام المسیب! تم کیوں آوازیں نکال رہی ہو؟ انہوں نے کہا: بخار، اللہ اس میں برکت نہ دے، آپ نے فرمایا: تم بخار کو برا نہ کہو، کیونکہ یہ بنو آدم کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے جیسا کہ بھٹی لوہے کے زنگ کو مٹا دیتی ہے۔
(صحیح مسلم: ۲۵۷۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ بندہ مومن پر یا مومنہ پر مصیبت نازل ہوتی ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے وہ ملاقات کرے گا اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۱۱، ۱۰۸۱۷، سنن ترمذی: ۲۳۹۹)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ بندے پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ مصیبت اس بندہ کو اس حال میں چھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔
(سنن ترمذی: ۲۳۹۸، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جب بندے کے جسم کو کسی مصیبت میں مبتلاء کرتا ہے تو فرشتے سے فرماتا ہے: اس کے ان نیک اعمال کو لکھو جو یہ (تندرستی میں) کیا کرتا تھا، پس اگر اس کو اللہ تعالیٰ شفاء دے دے تو اس کے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے اور اس کو پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی روح کو قبض کر لے تو اس کی مغفرت کرتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۳۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے لکھ دیتا ہے ان نیک اعمال کو جو وہ حالتِ اقامت اور صحت میں کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۲۹۹۶)

دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں:

جب بندہ کوئی نیک عمل کرتا ہے، پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ عمل نہیں کر سکتا، تو اس کی صحت اور اقامت میں جو وہ نیک عمل کرتا تھا، وہ لکھ دیے جاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۹۱)

ابوالملیح از محمد بن خالد از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی بندے کا کوئی مرتبہ ہو جس پر وہ نہ پہنچا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم میں، اس کے مال میں اور اس کی اولاد میں کوئی مصیبت طاری کر دیتا ہے، پھر وہ بندہ اس پر صبر کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ بندہ اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس بندے کا پہلے مرتبہ ہوتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۲ ص ۳۱۸، المعجم الاوسط: ۱۰۸۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کو کسی مرض کی اذیت پہنچتی ہو یا کوئی اور مصیبت پہنچتی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہوں کو ساقط کر دیتا ہے۔ اور ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کسی بیماری سے گرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے پاک کر کے اٹھاتا ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۴۸۵، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۲)

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ عامر الرام جو خضر کے بھائی ہیں، ان سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک جب مومن کو کوئی بیماری پہنچے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس مرض سے عافیت دے دے تو یہ اس کے گناہوں کا

Marfat.com

کفارہ ہو جاتا ہے اور آئندہ کے لیے نصیحت ہو جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۸۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے حال پر تعجب ہے، اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ اس کو بیماری میں کتنا اجر ملتا ہے تو وہ پسند کرے گا کہ وہ بیمار ہی رہے حتیٰ کہ اپنے رب سے ملاقات کرے۔ اور بے شک جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے فرماتا ہے: میرے بندہ کے لیے وہ عمل لکھو جو وہ دن اور رات میں کیا کرتا تھا اور اس میں بالکل کمی نہ کرو۔ اور اس کو اس کا بھی اجر ہوگا جو اس کو نیک اعمال سے روک دیا گیا اور جو وہ عمل کیا کرتا تھا اس کا بھی اجر ہوگا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ج ۳ ص ۱۴)

اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میں اپنے مومن بندوں میں سے کسی مومن بندے کو کسی بیماری میں مبتلا کرتا ہوں، سو وہ میری حمد کرتا ہے اور جس مرض میں مبتلا ہے، اس پر صبر کرتا ہے، تو وہ اپنے بستر سے جس دن اٹھے گا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوگا جیسے جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے فرمائے گا: میرے بندہ کے لیے وہ جزا لکھو جو تم اس سے پہلے لکھتے تھے جب وہ تندرست تھا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۳، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۷ ص ۷۹ ۲، المعجم الاوسط ج ۵ ص ۴۷۔ ۴۳، حافظ الہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن عیاش ہے اور وہ ضعیف راوی ہے، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۳)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۵۶۔ ۲۶۲ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۶۴۱، ۵۶۴۲۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ۔

(صحیح مسلم: ۲۵۷۳، سنن ترمذی: ۹۶۶، مسند احمد: ۷۹۶۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر بن محمد نے حدیث بیان کی، از محمد بن عمرو بن حلحلة، از العطاء بن یسار از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ واز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: مسلمان پر جو بھی تھکاوٹ آتی ہے یا بیماری آتی ہے یا پریشانی آتی ہے یا غم آتا ہے، یا کوئی تکلیف آتی ہے اور صدمہ پہنچتا ہے، حتیٰ کہ اس کو جو کانٹا بھی چبھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۴۱، ۵۶۴۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، یہ المسندی کے نام سے معروف ہیں۔ اور عبدالملک بن عمرو کا ذکر ہے، یہ ابو عامر العقدی ہیں جو اپنی کنیت سے نام کی بہ نسبت زیادہ مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں زہیر کا ذکر ہے، یہ الزہر کی تصغیر

Marfat.com

ہے، یہ ابن محمد ابومنذر التمیمی ہیں، ان کے حافظہ کے متعلق کلام کیا گیا ہے، امام بخاری نے التاریخ الصغیر میں کہا ہے: اہل شام جوان سے روایت کرتے ہیں وہ مناکیر ہیں اور اہل بصرہ جوان سے روایت کرتے ہیں وہ صحیح ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''نصب'' کا ذکر ہے، اس کا معنی تھکاوٹ ہے۔ اور اس حدیث میں ''وصب'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: مرض اور بیماری۔ اور اس حدیث میں ''هم'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: ایسی ناپسندیدہ چیز جو انسان کو اس کے ارادہ میں ملتی ہے۔ اور اس حدیث میں ''حزن'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: زمانہ ماضی میں جو انسان کو ناپسندیدہ چیز ملتی ہے، اور یہ دونوں باطن کے امراض ہیں یعنی هم اور حزن۔

اور اس حدیث میں ''اذی'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: جو انسان پر دوسرے شخص کی زیادتی سے تکلیف پہنچتی ہے، اور غم کا ذکر ہے، وہ چیز جو اس کے دل میں تنگی پیدا کرتی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ تینوں چیزیں یعنی ھم، غم اور حزن، ان میں سے ھم وہ ہے جس کے حصول کی انسان کو توقع ہوتی ہے اور اس سے انسان کو ایذاء پہنچتی ہے۔ اور غم اس رنج کی کیفیت کو کہتے ہیں جو اس کے دل میں تکلیف پہنچ چکی ہوتی ہے اور حزن اسے کہتے ہیں کہ جس چیز کے نہ ہونے سے انسان کو دشواری ہوتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ غم اور حزن دونوں کا ایک معنی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: غم تمام ناپسندیدہ چیزوں کو شامل ہے، کیونکہ یہ اس سبب سے ہوتا ہے جو بدن کو عارض ہوتا ہے یا اس کی روح کو عارض ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۴۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفَيِّئُهَا الرِّيحُ مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا مَرَّةً وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالْأَرْزَةِ لَا تَزَالُ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً وَقَالَ زَكَرِيَّاءُ حَدَّثَنِي سَعْدٌ حَدَّثَنَا ابْنُ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

(صحیح مسلم: ۲۸۱۰، مسند احمد: ۱۵۳۴۲، سنن دارمی: ۲۷۴۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان از سعد از عبداللہ بن کعب از والد خود از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: مومن کی مثال کھیت کی پہلی کونپل کی مثل ہے، کبھی ہوا اس کو جھکا دیتی ہے اور کبھی اس کو سیدھا کر دیتی ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے، وہ سیدھا ہی کھڑا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ ایک ہی بار جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔

اور زکریا نے کہا: مجھے سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن کعب نے حدیث بیان کی از والد خود حضرت کعب رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ۔

صحیح البخاری: ۵۶۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب میں مرض کے کفارہ کا بیان ہے۔اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مومن کی مثال کھیت کی کونپل کی طرح ہے، مومن کو کھیت کی کونپل کے ساتھ تشبیہ دینے سے مقصود یہ ہے کہ کبھی وہ کونپل ہوا سے جھک جاتی ہے اور کبھی سیدھی رہتی ہے۔اسی طرح مومن کبھی تندرست ہوتا ہے اور کبھی کمزور ہو جاتا ہے۔اور کبھی پودا سرخ ہوتا ہے اور کبھی زرد رنگ کا ہو جاتا ہے تو ایک حالت پر نہیں رہتا، سو اسی طرح مومن بھی ایک حالت پر نہیں رہتا کبھی بیمار ہوتا ہے اور کبھی صحت مند ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ ابن سعید القطان ہیں۔اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔اور سعد کا ذکر ہے، وہ ابن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔اور عبداللہ بن کعب کا ذکر ہے جو اپنے والد حضرت کعب بن مالک ابو عبدالرحمٰن انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ ان تین میں سے ایک ہیں جن کی توبہ قبول کی گئی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کالخامة" یہ نبات کا پہلا پودا ہے جو تر و تازہ ہوتا ہے، اور المحکم میں لکھا ہے: یہ پہلا پودا ہے جو اپنی ساق کے اوپر کھڑا رہتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تفیئها الریح" یعنی ہوا اس کو جھکا دیتی ہے۔اور اس حدیث میں مذکور ہے "وتعدلها اخریٰ" اور کبھی اس کو بلند کر دیتی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۴۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مومن تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اطاعت کرتا رہتا ہے، اگر اس کو خیر حاصل ہو تو خوش ہوتا ہے اور شکر ادا کرتا ہے، اور اگر اس کو بیماری یا ناپسندیدہ چیز عارض ہو تو وہ اس میں خیر کی اور اجر کی امید رکھتا ہے اور جب اس سے وہ مکروہ چیز دور ہو جائے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔اور کافر اس طرح نہیں کرتا بلکہ اس کو دنیا میں آسانی حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں اس کو مشکل درپیش ہوتی ہے، حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک ہی مرتبہ اس کو ہلاک کر دیتا ہے اور اس کی موت اس کے اوپر زیادہ شدید عذاب ہوتی ہے۔

اور دوسروں نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مومن کے اوپر جو حوادث آتے ہیں، تو وہ اس طرح جھک جاتا ہے جس طرح نئی کونپل ہوا کے زور سے جھک جاتی ہے اور کافر اس کے برخلاف اپنی حالت پر قائم رہتا ہے اور ایک ہی مرتبہ اس کو موت آ جاتی ہے۔(فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۹۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۷۷۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۴۳ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ دونوں حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مومن کھیت کی پہلے نکلنے والی کونپل کی طرح ہے، یعنی ایسی شاخ جو ابھی اپنی انتہا کو نہیں پہنچی، وہ دائیں بائیں جھکتی رہتی ہے پھر سیدھی رہتی ہے۔اسی طرح مومن کو مصائب اور تکالیف پہنچتی ہیں لیکن وہ صابر وشاکر رہتا ہے، کیونکہ اس کو یہ علم ہوتا ہے کہ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے اس پر مصائب آئے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ ہے۔ رہا منافق، العیاذ باللہ! اس کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے، وہ صنوبر کے اس پودے کی طرح ہے جو سیدھا کھڑا رہتا ہے، اور ہوائیں چلتی ہیں اور اس کا حال متغیر نہیں ہوتا۔یعنی اس پر جو مصائب وارد ہوتے ہیں، ان مصائب کے ورود اور نزول سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا، پھر اللہ تعالیٰ ایک ہی مرتبہ اس کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

اور اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ مومن کو چاہیے کہ وہ مصائب کے اوپر ثابت قدم رہے اور یہ جان لے کہ جو مصائب اس پر نازل ہوئے ہیں، اس میں اس کے لیے بہتری ہے، اگر وہ ان مصائب پر صبر کرے گا اور ثواب کی نیت کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان مصائب کو اس کے لیے کفارہ بنادے گا، اور اگر وہ کوئی گناہِ کبیرہ نہیں کرے گا تو ان مصائب کی وجہ سے اس کے درجات بلند فرمادے گا۔(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۴۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۶۴۴۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ مِنْ حَيْثُ أَتَتْهَا الرِّيحُ كَفَأَتْهَا فَإِذَا اعْتَدَلَتْ تَكَفَّأُ بِالْبَلَاءِ وَالْفَاجِرُ كَالْأَرْزَةِ صَمَّاءَ مُعْتَدِلَةً حَتَّى يَقْصِمَهَا اللَّهُ إِذَا شَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی جو بنی عامر بن لوی سے ہیں از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی مثال کھیت سے نکلنے والی پہلی کونپل کی طرح ہے، جہاں سے ہوا آئے اس کو جھکا دیتی ہے، پھر جب وہ سیدھا کھڑا ہو جائے تو پھر وہ مصائب کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور فاجر کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو سیدھا کھڑا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے، اس کو ہلاک کر کے گرا دیتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۴۶۶، صحیح مسلم: ۲۸۰۹، سنن ترمذی: ۲۸۶۶، مسند احمد: ۷۱۵۲)

صحیح البخاری: ۵۶۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن المنذر کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ ابو اسحاق الحزامی المدنی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں محمد بن فلیح کا ذکر ہے، فلیح، الفلح کی تصغیر ہے، یہ اپنے والد فلیح بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں۔اور اس میں ہلال بن علی کا ذکر ہے جو

Marfat.com

بنو عامر بن لوی سے ہیں، ان کو ہلال بن ابی میمونہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور ہلال بن ابی ہلال کم عمر تابعی ہیں، مدنی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کفأتها" یعنی ہوا اس کونپل کو جھکا دیتی ہے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے: "جب وہ کونپل سیدھی ہو تو مصائب کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاتی ہے"۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: بلاء اور مصائب کا استعمال صرف مومن کے متعلق ہوتا ہے، پس مناسب یہ تھا کہ یہاں ہوا کا ذکر کیا جاتا، پس اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہوا اور آندھی بھی نرم اور پہلی کونپل کی نسبت سے بلاء اور مصیبت ہے۔ یا جب کہ مومن کو پہلی نکلنے والی کونپل کے ساتھ تشبیہ دی گئی تو مشبہ بہ کے لیے اس چیز کو ثابت کیا جو مشبہ کے خواص میں سے ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "صماء" اس کا معنی ہے: سخت اور شدید، جو کھوکھلا اور کمزور نہ ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "حتی یقسم الله" یعنی اللہ تعالیٰ اس کو توڑ دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ أَبَا الْحُبَابِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ۔

(مسند احمد: ۷۱۹۴، موطا امام مالک: ۱۷۵۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی صعصعۃ، انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن یسار ابو الحباب سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے، اس کو اپنی طرف سے مصائب پہنچاتا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یصب منه" اور اس کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے، اس کو مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے، یہ محی السنۃ کی تشریح ہے اور المظہری نے کہا: اللہ تعالیٰ اس کو ایک مصیبت کی طرف پہنچاتا ہے تاکہ اس کو گناہوں سے پاک کر دے۔

- علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اکثر محدثین اس لفظ کو معروف کے صیغہ سے یُصِب پڑھتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ پہنچاتا ہے، اور میں نے ابن الخشاب سے سنا کہ یہ مجہول کا صیغہ ہے اور صاد پر زبر ہے اور یہ زیادہ اچھا اور زیادہ لائق ہے۔ علامہ الطیبی نے کہا کہ زبر ادب کے زیادہ مناسب ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

Marfat.com

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ (الشعراء) اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے O

اور مجہول کے صیغہ کے اعتبار سے اس حدیث کا معنی ہوگا کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے، اس کو مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابُ: شِدَّةِ الْمَرَضِ مرض کی شدت اور سختی کا بیان

اس باب میں ایسی احادیث بیان کی گئی ہیں جن میں بیماری کی شدت کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

۵۶۴۶۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ ح حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشَدَّ عَلَيْهِ الْوَجَعُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش ح اور انہوں نے کہا: مجھے بشر بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از الاعمش از ابی وائل از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شدید درد میں مبتلاء نہیں دیکھا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۷۰، سنن ترمذی: ۲۳۹۷، سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۲، مسند احمد: ۲۴۸۷۰)

صحیح البخاری: ۵۶۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے، پہلی سند قبیصہ سے شروع ہوتی ہے اور دوسری سند بشر بن محمد سے شروع ہوتی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''الوجع'' کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے مرض اور بیماری۔ اور عرب ہر درد کو مرض کہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو درد کی شدت کے ساتھ مخصوص رکھا ہے اور بیماریوں کی شدت کے ساتھ مخصوص رکھا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یقین کی قوت عطاء کی ہے اور صبر کی شدت عطاء کی ہے اور ثواب کی نیت عطاء کی ہے تاکہ ان کے لیے ثواب مکمل ہو اور ان پر خیر کا عمومی فیضان ہو۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شدت مرض کے متعلق دیگر احادیث

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! سب سے زیادہ مصیبت میں کون

Marfat.com

مبتلاء ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء، اس نے پوچھا: پھر کون سب سے زیادہ مصیبت میں مبتلاء ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اولیاء، اس نے پوچھا: پھر کون سب سے زیادہ مصیبت میں مبتلاء ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: صالحین یعنی اللہ کے نیک بندے۔

(سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۷۲)

امام ترمذی از مصعب بن سعد از والد خود روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب میں کون مبتلاء ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء، پھر صالحین، پھر لوگوں میں سے جو ان کے قریب ہو، پس مرد اپنے دین کی کیفیت کے اعتبار سے مصیبت میں مبتلاء ہوتا ہے، اگر اس کا دین سخت اور شدید ہو تو اس پر مصیبت بھی سخت اور شدید نازل ہوتی ہے، اور اگر اس کے دین میں نرمی ہو تو اس کے اوپر اس کے اعتبار سے مصیبت نازل ہوتی ہے، پھر بندہ پر ہمیشہ مصیبت آتی رہتی ہے، حتیٰ کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(سنن ترمذی: ۲۳۹۸، سنن ابن ماجہ: ۴۰۲۳، المستدرک ج ۱ ص ۴۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۶۹۔ ۲۷۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۴۶ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام پر بیماری کی شدت کی توجیہ

یہ اللہ عزوجل کی نعمتوں میں سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیماری میں اور بخار میں بہت شدت کی جاتی تھی تاکہ آپ کو صبر کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر صبر کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے رکنے پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر سب سے زیادہ مطمئن اور شاکر رہنے والے تھے، اسی وجہ سے آپ کے اوپر مرض میں شدت کی جاتی اور آپ پر عام لوگوں سے دگنا بخار طاری کیا جاتا تھا، تاکہ آپ اس بلند درجہ کو حاصل کرلیں کیونکہ صبر کا بہت بلند درجہ ہے۔ سو یہ حکمت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض کی شدت طاری کرنے میں۔

(شرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۳۴۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۴۶، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کو بیماری کی شدت میں مبتلاء کرنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بیماری اور درد کی شدت کے ساتھ خاص کرلیا، کیونکہ ان میں ایمان اور یقین کی زیادہ قوت ہوتی ہے اور شدت صبر کی طاقت ہوتی ہے، تاکہ ان کا ثواب مکمل ہو۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (الانبیاء) اور ایوب کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے

Marfat.com

زیادہ رحم فرمانے والا ہے O

بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ایوب علیہ السلام عبد شاکر اور عبد صابر کا بہترین نمونہ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا کشادہ کر دی اور ان کو رزق میں بہت وسعت دی، حضرت ایوب علیہ السلام مسکینوں پر بہت رحم کرنے والے تھے، بیواؤں اور یتیموں کی کفالت کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مصائب کی شدت میں مبتلاء کیا، ان کے بیٹے فوت ہو گئے، ان کا مال چلا گیا اور ان کے جسم میں شدید بیماری پیدا ہو گئی اور اٹھارہ (۱۸) سال تک وہ ان مصائب میں مبتلاء رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے اوپر صبر کرنے والے تھے۔ اسی لیے ان کا صبر ضرب المثل بن گیا اور کہا جاتا ہے: ''اللھم صبرا کصبر ایوب'' یعنی اے اللہ! حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر جیسا صبر عطا فرما۔ اسی طرح باقی انبیاء علیہم السلام پر بھی مصائب اور آلام نازل کیے گئے، اور انہوں نے ان مصائب اور آلام پر صبر کیا۔ (الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمیٰ الدرر والللآلی بشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۳۹، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی دعا مانگنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ایک شخص نے صبر کی دعا کی تو آپ نے فرمایا: تم نے مصیبت کی دعا کی کیوں کہ صبر تو تم جب کرو گے جب مصیبت آئے گی، اس لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مصائب و آلام سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۶۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي مَرَضِهِ وَهُوَ يُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا وَقُلْتُ إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا قُلْتُ إِنَّ ذَاكَ بِأَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ قَالَ أَجَلْ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى إِلَّا حَاتَّ اللهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم التیمی از الحارث بن سوید از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی بیماری کے ایام میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ کو سخت بخار چڑھا ہوا تھا، میں نے کہا: بے شک آپ کو تو سخت بخار چڑھا ہوا ہے، پھر میں نے کہا: بے شک یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کے لیے دو اجر ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں! ہر وہ مسلمان جس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کے سبب سے اس کے گناہ اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۴۸، ۵۶۶۰، ۵۶۶۱، ۵۶۶۷، صحیح مسلم: ۲۵۷۱، مسند احمد: ۳۶۱۱، سنن داری: ۲۷۷۱)

صحیح البخاری: ۵۶۴۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''مرض کی شدت'' اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت اور شدید بخار چڑھا ہوا تھا۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن یوسف کا ذکر ہے، اور وہ الفریابی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور الاعمش کا ذکر ہے، وہ سلیمان ہیں۔ اور ابراہیم التیمی کا ذکر ہے، وہ ابراہیم بن یزید بن شریک التیمی ہیں تیم الرباب الکوفی۔ اور الحارث بن سوید کا ذکر ہے، سُوید، سود کی تصغیر ہے، یہ کوفی ہیں۔ اور عبداللہ کا ذکر ہے، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وهو يوعك" اس کا معنی ہے: آپ کو سخت بخار آیا ہوا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد درد اور تھکاوٹ ہے۔ صاحب المطالع نے کہا ہے: "الوعك" کا معنی ہے: بخار کا لرزانا۔ الاصمعی نے کہا "الوعك" کا معنی ہے: حرارت کی شدت، انہوں نے بخار کی شدت اور حرارت کا ارادہ کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کو جو بخار زیادہ آیا ہوا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو دو اجر ملتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں!

اس حدیث میں مذکور ہے "مسلمان کو جب بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس تکلیف کے سبب سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں"۔ اور بیماری سے گناہ بھی جھڑتے ہیں اور درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ بیماری سے گناہ بھی جھڑتے ہیں اور درجات بھی بلند ہوتے ہیں اور بعض علماء نے کہا: بیماری سے فقط گناہ جھڑتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابٌ: أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ

سب سے زیادہ آزمائش انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے، پھر جو انبیاء علیہم السلام کے زیادہ قریب ہو، پھر جو ان کے قریب ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے زیادہ آزمائش انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے، اور یہ عنوان امام ترمذی کی اس روایت کے مطابق ہے:

از قتیبہ از شریک از عاصم بن مصعب بن سعد از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء کی، پھر جو ان کے قریب ہو، پھر جو ان کے قریب ہو۔ الحدیث

اس حدیث کی امام ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے، فرق یہ ہے کہ سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے "ثم الامثل فالامثل" اور امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے اس میں مذکور ہے: "ثم الاول فالاول"۔ اور ممکن ہے کہ "ثم الاول فالاول" میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہو، جس کی امام نسائی اور امام حاکم نے روایت کی ہے:

Marfat.com

از فاطمہ بنت الیمان جو حضرت حذیفہ کی بہن ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند خواتین کے ساتھ حاضر ہوئی، ہم آپ کی عیادت کررہے تھے، اس وقت پانی کی مشک سے آپ کے اوپر پانی کے قطرے ٹپکائے جارہے تھے، کیونکہ آپ کو بہت تیز بخار تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ شدید آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے، پھر ان کی جو انبیاء کے قریب ہوں، اور آپ نے پہلے اولاً کہا، پھر آپ نے امثل کہا، پھر دوبارہ فالا مثل کہا۔ اور فاء کو لا کر انبیاء علیہم السلام اور دوسروں کے درمیان جو مرتبہ ہے، اس میں بُعد اور تراخی کی طرف اشارہ کیا۔ اور انبیاء کے علاوہ دوسروں کے اندر ایسا بُعد نہیں ہے، کیونکہ نبی اور ولی کے درمیان جو بُعد ہے، وہ اس سے زیادہ ہے جو ولی اور ولی کے درمیان بُعد ہے، کیونکہ اولیاء کے مراتب ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں، اور لفظ الاول، امثل کی تفسیر ہے، کیونکہ اول کا معنی ہے: جو فضیلت میں مقدم ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۵۔۳۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ يُوعَكُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا قَالَ أَجَلْ إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ قُلْتُ ذٰلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ قَالَ أَجَلْ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از ابراہیم التیمی از الحارث بن سوید از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو بخار چڑھا ہوا تھا، میں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کو تو بہت شدید بخار چڑھا ہوا ہے، آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار چڑھتا ہے جتنا تم میں سے دو مردوں کو بخار چڑھتا ہے، میں نے عرض کیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو دگنا اجر ملتا ہے، آپ نے فرمایا: ہاں! یہ اسی طرح ہے، جس مسلمان کو بھی کسی کانٹے کی تکلیف پہنچتی ہے یا اس سے کم تکلیف پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے، جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۴۸، ۵۶۶۰، ۵۶۶۱، ۵۶۶۷، صحیح مسلم: ۲۵۷۱، مسند احمد: ۳۶۱۱، سنن دارمی: ۲۷۷۱)

صحیح البخاری: ۵۶۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "سب سے زیادہ آزمائش انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے، پھر جو ان کے قریب ہو، پھر جو ان کے قریب ہو"۔ اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید بخار کا ذکر ہے، تو گویا انبیاء علیہم السلام کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کیا ہے، اور اولیاء کرام کو ان کے ساتھ لاحق کر دیا ہے، اگرچہ اولیاء کرام کا درجہ انبیاء علیہم السلام سے کم ہوتا ہے، اور اس میں راز یہ ہے کہ آزمائش نعمت کے مقابلہ میں ہوتی ہے، پس جس پر اللہ کی نعمت جتنی زیادہ ہوگی، اس کی آزمائش اتنی زیادہ شدید ہوگی، یہی وجہ ہے کہ آزاد مرد کی حد دگنی ہوتی

Marfat.com

ہے بہ نسبت غلام کی حد کے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جس مسلمان کو کانٹا چبھنے کی یا اس سے کم کسی چیز سے تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کی سیئات (خطاؤں) کو مٹا دیتا ہے''۔ سیئات میں جمع مضاف ہے اور جب جمع مضاف ہو تو وہ عموم کا فائدہ دیتی ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ تمام گناہ مٹ جاتے ہیں، خواہ صغیرہ ہوں خواہ کبیرہ ہوں۔

اے اکرم الاکرمین اور اے ارحم الراحمین! ہم تیرے کرم اور تیرے رحم سے یہ امید رکھتے ہیں کہ ہم پر جو مصائب وارد ہوئے ہیں اور بیماریاں نازل ہوئی ہیں اور تکلیفیں پہنچی ہیں، تو ان کی وجہ سے ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ کردے گا اور ہمارے صغیرہ اور کبیرہ سارے گناہ مٹا دے گا۔ آمین

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں''۔ خلاصہ یہ ہے کہ مرض جب شدت سے بڑھتا ہے تو اجر دگنا چوگنا ہو جاتا ہے، پھر جیسے جیسے مرض بڑھتا رہتا ہے، اجر زیادہ ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس بیمار بندے کے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ اور امام احمد اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ مومن سے آزمائش زائل نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

الٰہ العلمین! تو ہم کو اس حدیث کا مصداق بنادے۔ آمین (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابُ: وُجُوبِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ — بیمار کی عیادت کے واجب ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب بیمار کی عیادت کے وجوب کے بیان میں ہے۔ مریض کی عیادت پر امام بخاری نے وجوب کا اطلاق کیا ہے کیونکہ ظاہر حدیث میں اسی طرح ہے، سو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مریض کی عیادت کرنا فرضِ کفایہ میں سے ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مستحب ہو، اور بعض لوگوں کے حق میں یہ مؤکد ہو جاتا ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا: مریض کی عیادت کرنا فرض ہے، جس کا بوجھ لوگ ایک دوسرے سے اٹھاتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۶۔ ۳۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھوکے کو کھلاؤ، اور مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو قید سے چھڑاؤ۔

(صحیح البخاری: ۳۰۴۶، ۵۱۷۴، ۵۳۷۳، ۵۶۴۹، ۷۱۷۳، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۵، مسند احمد: ۱۹۱۴۴، سنن دارمی: ۲۴۶۵)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۶۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: ''مریض کی عیادت کا وجوب'' اور حدیث میں یہ جملہ ہے ''مریض کی عیادت کرو'' اور یہ امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے ابوعوانہ، یہ الوضاح ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے منصور، یہ ابن معتمر ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے ابو وائل، یہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے ابوموسیٰ، یہ حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فکوا العانی'' العانی کا معنی ہے: اسیر یعنی قیدی، اور اس کو قید سے چھڑانا اس طرح ہوگا کہ اس کا فدیہ ادا کر دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مریض کی عیادت کرو''۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر مرض میں عیادت کرنا واجب ہے، بعض علماء نے اس سے ارمد کا استثناء کیا ہے، ارمد کا معنی ہے: آشوب چشم، لیکن اس کا رد اس حدیث سے ہوتا ہے:

امام ابوداؤد حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری عیادت فرمائی جب میری آنکھوں میں درد تھا۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بیہقی اور امام طبرانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین بیماروں کی عیادت نہیں ہے: آنکھ کی تکلیف میں، اور پھوڑے پھنسی میں اور داڑھ کے درد میں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے تصحیح کی ہے کہ یہ حدیث یحییٰ بن ابی کثیر پر موقوف ہے، اور صحیح بخاری کی حدیث کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے کہ اس میں نہ کسی مرض کی قید ہے نہ کسی زمانے کی قید ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ تین دن گزرنے کے بعد عیادت کرنی چاہیے، اور امام ابن ماجہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مریض کی تین دن کے بعد عیادت کرتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ حدیث بہت ضعیف ہے، اس کی روایت میں مسلمہ بن علی منفرد ہیں اور وہ متروک ہیں، اور اس حدیث کے متعلق امام ابوحاتم سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: یہ حدیث باطل ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا ایک شاہد ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام طبرانی نے اوسط میں اسی طرح روایت کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند کا بھی ایک راوی متروک ہے اور صحیح بخاری کی اس حدیث سے یہ

Marfat.com

استدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں بغیر کسی قید کے مطلقاً مریض کی عیادت کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن عادت اس طرح جاری ہے کہ دن کی دو طرفوں میں سے کسی ایک طرف میں عیادت کی جاتی ہے اور امام بخاری نے الادب المفرد میں یہ عنوان قائم کیا ہے "رات میں عیادت کرنا"۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۵۰۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضى الله عنهما قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ نَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَلُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالْإِسْتَبْرَقِ وَعَنِ الْقَسِّيِّ وَالْمِيثَرَةِ وَأَمَرَنَا أَنْ نَتْبَعَ الْجَنَائِزَ وَنَعُودَ الْمَرِيضَ وَنُفْشِيَ السَّلَامَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اشعث بن سلیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے معاویہ بن سوید بن مقرن سے سنا از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا، ہمیں آپ نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا اور ریشم پہننے سے اور دیباج اور استبرق پہننے سے منع فرمایا، اور قسی اور میثرہ (یہ بھی ریشم کی اقسام ہیں) سے منع فرمایا، اور ہمیں حکم دیا کہ ہم جنازوں کے ساتھ جائیں اور مریض کی عیادت کریں اور سلام کو پھیلائیں۔

(صحیح مسلم: ۲۰۶۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۹، سنن نسائی: ۱۹۳۹، سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۵، مسند احمد: ۱۸۰۳۴)

صحیح البخاری: ۵۶۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث عنقریب کتاب الاشربہ میں "باب آنية الفضة" میں گزر چکی ہے۔ اور یہ کتاب الجنائز میں بھی "باب الامر باتباع الجنائز" میں گزر چکی ہے۔ اور یہاں صرف پانچ چیزوں کی ممانعت پر اختصار کیا اور حکم میں صرف تین چیزوں پر اختصار کیا اور ابرار المقسم، یعنی قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنے اور دعوت کو قبول کرنے اور مظلوم کی مدد کرنے اور چھینکنے والے کو جواب دینے کے حکم کا ذکر نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۔ بَابٌ: عِيَادَةِ الْمُغْمٰى عَلَيْهِ — بے ہوش کی عیادت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں بے ہوش کی عیادت کا بیان ہے، "المغمیٰ" کا لفظ الاغماء سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی ہیں: بے ہوشی۔ اور اس سے مراد ہے: اہم قوت محرکہ اور قوتِ حساسہ کا معطل ہو جانا، مثلاً دل کا ضعف اور پوری روح کا اس کی طرف مجتمع ہونا۔ کہا گیا ہے: اس عنوان کا فائدہ یہ ہے کہ یہ اعتقاد نہ کیا جائے کہ بے ہوش کی عیادت ساقط الفائدہ ہے، کیونکہ بے ہوش شخص کو پتا نہیں ہوتا کہ کون

اس کی عیادت کر رہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما يَقُولُ مَرِضْتُ مَرَضًا فَأَتَانِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي وَأَبُو بَكْرٍ وَهُمَا مَاشِيَانِ فَوَجَدَانِي أُغْمِيَ عَلَيَّ فَتَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ صَبَّ وَضُوءَهُ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي كَيْفَ أَقْضِي فِي مَالِي فَلَمْ يُجِبْنِي بِشَيْءٍ حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن المنکدر، انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرض میں مبتلا ہوگیا، پس میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آئے اور وہ دونوں پیدل چلتے ہوئے آئے، ان دونوں نے مجھے اس حال میں پایا کہ مجھ پر بے ہوشی طاری تھی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر وضو کے بچے ہوئے پانی کو میرے اوپر ڈالا تو مجھے ہوش آ گیا، تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے، میں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اپنے مال کو کیا کروں؟ اور اپنے مال میں کس طرح فیصلہ کروں، تو آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ میراث کی آیت نازل ہوگئی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۱۶، سنن ترمذی: ۲۰۹۶، سنن نسائی: ۱۳۸، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۶، سنن ابن ماجہ: ۲۷۲۸، مسند احمد: ۱۳۸۸۶، سنن دارمی: ۷۳۳)

صحیح البخاری: ۵۶۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "بے ہوش کی عیادت کرنا" اور اس باب میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے اس حال میں پایا کہ مجھ پر بے ہوشی طاری تھی، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ بن محمد، یہ مسندی کے نام سے معروف ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور ابن المنکدر کا ذکر ہے، یہ محمد بن المنکدر بن عبد اللہ المدنی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے، وہاں امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں روایت کیا ہے "باب صب النبی ﷺ وضوءہ علی المغمی علیہ"۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "پس آیت میراث نازل ہوگئی" اور وہاں مذکور تھا حتیٰ کہ فرائض کی آیت نازل ہوگئی، اور یہ حدیث

سورۃ النساء کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے، وہاں اس آیت کی تفسیر میں گزری ہے "یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ" (النساء:۱۱)
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے اس حدیث کی "کتاب الوضوء" میں بھی شرح کی ہے، اور وہاں لکھا ہے:
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی برکت ہر بیماری کو زائل کر دیتی ہے، اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اکابر کو اصاغر کی عیادت کرنی چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۵۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
بے ہوشی دیگر امراض کی طرح ہے اور بے ہوش شخص کی بھی عیادت کرنی چاہیے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنکھوں کی بیماری میں عیادت نہیں کرنی چاہیے، اور بے ہوشی کی حالت آنکھوں کی بیماری سے زیادہ شدید ہے، کیونکہ جو شخص بے ہوش ہو اس کی عقل کام نہیں کرتی اور شارع علیہ السلام حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بے ہوشی کے حال میں ان کے گھر میں بیٹھے حتیٰ کہ وہ ہوش میں آگئے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ بے ہوش شخص کی عیادت کرنی چاہیے اور جس کی آنکھوں میں بیماری ہو اس کی بھی عیادت کرنی چاہیے۔
(۲) اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مریض کی عیادت کرنے والا کبھی بیمار کے پاس زیادہ دیر بیٹھتا ہے، جب وہ اس کی کوئی وجہ محسوس کرے۔
(۳) اس حدیث میں وَضو کا لفظ ہے، اس سے مراد ہے: وُضو کرنے کا پانی، اور جب واؤ پر پیش ہو تو اس سے مراد ہوتا ہے: وضو کرنے کا فعل اور مصدر۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۷۷۔۲۷۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۵۱ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) جو شخص بے ہوش ہو، اس کی عیادت کرنی چاہیے، خواہ اس کو تمہارے عیادت کرنے کا پتا چلے یا نہ چلے، پس تم جاؤ اور اس کی عیادت کرو اور اس کو دیکھو، اور کتنے ہی بیمار بسا اوقات اپنی بیماری میں بے ہوش ہو جاتے ہیں یا کسی حادثے کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتے ہیں، سو تم ان کی عیادت کرو اور عیادت کی شرط سے یہ نہیں ہے کہ مریض بیدار ہو۔
(۲) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے بچے ہوئے پانی کی برکت کا ثبوت ہے۔
(۳) بے ہوش مرد کے اوپر پانی ڈالنا چاہیے، کیونکہ بے ہوش شخص پر پانی چھڑکنا اس کے ہوش میں آنے اور افاقہ کا سبب ہے۔

Marfat.com

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جس چیز کی وحی نہ کی گئی ہو، اور وحی سے آپ کو کسی مسئلہ کا حکم نہ بتایا گیا ہو تو آپ اس کے متعلق جواب نہیں دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں تو آپ نے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ میراث کی آیت نازل ہوگئی۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب تک آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی تو آپ ان مسائل میں توقف کرتے تھے جن مسائل کا حکم آپ کو وحی سے نہ بتایا گیا ہو، تو ہمیں بغیر علم کے کسی مسئلے کا حکم نہیں بیان کرنا چاہیے۔

(۵) اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور صحبت کا کمال ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں جاتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ جاتے تھے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے میں بھی حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۵۰۔۳۵۱، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۔ بَابُ: فَضْلِ مَنْ يُصْرَعُ مِنَ الرِّيحِ

ریح کے سبب سے مرگی کا دورہ پڑنے کی فضیلت کا بیان

مرگی کے مرض کا بیان

مرگی ایک مرض ہے جس میں آدمی اچانک زمین پر گر کر بے ہوش ہو جاتا ہے، ہاتھ پیر ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور منہ سے جھاگ نکلتا ہے۔ (فیروز اللغات ص ۱۲۳۳، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں ریح کے سبب سے مرگی کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس عنوان میں ''مِن'' کا لفظ سبب اور تعلیل کے لیے ہے، یعنی جس شخص کو ریح کے سبب سے مرگی کی بیماری عارض ہو، یعنی وہ ریح اور ہوا جو دماغ کے منافذ میں محبوس ہو جائے اور رک جائے اور اعضاءِ رئیسہ کو مکمل اپنا کام کرنے سے روک دے، یا وہ بخارات ہیں جو بعض اعضاء کی طرف چڑھتے ہیں۔ اور ریح اور ہوا مرگی کا سبب اور منشاء ہیں۔ اور وہ ایسی شدت ہے جو دماغ کے بطون میں عارض ہوتی ہے اور حرکت کرنے والے اعصاب اور پٹھوں میں نافذ ہو جاتی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ریح سے مراد ہیں جنات، کیونکہ جنات کے اجسام بھی ہوا کی طرح ہوتے ہیں۔ اور جنات میں سے جو نفوسِ خبیثہ ہوتے ہیں، وہ انسان کے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ شیخ ابو العباس نے کہا ہے: کبھی کوئی جن کسی انسان کے اندر شہوت اور عشق کے غلبہ کی وجہ سے داخل ہو جاتا ہے، جیسا کہ انسان ایک دوسرے سے عشق اور محبت کرتے ہیں۔ اور انسان اور جن آپس میں نکاح کرتے ہیں اور اس سے ان کے درمیان اولاد بھی پیدا ہوتی ہے اور کبھی کوئی جن انسان کے اندر بغض اور کینہ کی وجہ سے داخل ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ بعض انسان جنات کو ایذاء پہنچاتے ہیں یا ان کے اوپر پیشاب کر دیتے ہیں یا ان پر گرم پانی ڈال دیتے ہیں، اگرچہ انسان کو یہ پتا نہیں چلتا کہ وہ یہ کام جنات کے ساتھ کر رہے ہیں۔

معتزلہ میں سے جبائی نے اور ابوبکر رازی نے اور محمد بن زکریا نے اور دوسروں نے اس کا انکار کیا ہے کہ جنات مرگی زدہ کے

Marfat.com

بدن میں داخل ہو جاتے ہیں، اور انہوں نے کہا کہ یہ محال ہے کہ ایک جسم میں دو روحیں ہوں اور وہ اس کا اقرار کرتے ہیں کہ جنات کا وجود ہے اور یہ غلط ہے۔

علامہ ابوالحسن الاشعری نے مقالات اہل السنة والجماعت میں لکھا ہے کہ جن مرگی زدہ کے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (البقرہ:۲۷۵) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

اور امام ابوداؤد وغیرہ نے حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکل اللہ کے دشمن! اور اسی طرح حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! نکل، کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)، اور قاضی عبدالجبار نے کہا کہ جنات کے اجسام ہوا کی طرح ہوتے ہیں تو ان کا انسان کے بدن میں داخل ہونا محال نہیں ہے جیسا کہ ہوا اور سانس انسان کے جسم میں آتا اور جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۸۔۳۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

جنات کے انسانوں میں داخل ہونے کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں: جنات کا وجود قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جنات انسان کے اجسام میں داخل ہوتے ہیں جیسا کہ حسب ذیل حدیث میں ہے:

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ از یعلی بن مرۃ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک عورت اپنے بیٹے کو لے کر آئی، اس بیٹے کو کچھ جنون تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکل اللہ کے دشمن! میں اللہ کا رسول ہوں، حضرت یعلیٰ نے بتایا: پس وہ بچہ تندرست ہو گیا اور اس عورت نے آپ کو دو مینڈھے اور تھوڑا سا پنیر اور گھی پیش کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے یعلیٰ! تم یہ پنیر اور گھی اور ایک مینڈھا رکھ لو اور دوسرا اس عورت کو واپس کر دو۔ (مسند احمد: ۱۸۰۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۹ھ)

لیکن جیسا کہ عوام میں مشہور ہے کہ جنات انسانوں کے اجسام میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر اعضاء انسان کے ہوتے ہیں اور تصرف جنات کرتے ہیں مثلاً زبان انسان کی ہوتی ہے اور اس سے کلام جن کرتا ہے یہ چیز صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر ایسا ہو تو ایک انسان کسی کو قتل کر دے اور بعد میں کہے کہ میں نے اس کو قتل نہیں کیا، مجھ پر تو جن چڑھا ہوا تھا اور یہ قتل اس جن نے کیا ہے، تو اس کو دنیا کی کوئی عدالت قبول نہیں کرے گی اور نہ شریعت میں اس کی نظیر ہے۔

۵۶۵۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِمْرَانَ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى قَالَ هَذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ أَتَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ إِنِّي أُصْرَعُ وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللَّهَ لِي قَالَ إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَكِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمران ابی بکر، انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن ابی رباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ عورت نہ دکھاؤں جو اہل جنت میں سے ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

Marfat.com

فَقَالَتْ أَصْبِرُ فَقَالَتْ إِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللهَ لِي أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ رَأَى أُمَّ زُفَرَ تِلْكَ امْرَأَةً طَوِيلَةً سَوْدَاءَ عَلَى سِتْرِ الْكَعْبَةِ۔

(صحیح مسلم: ۲۵۷۶، مسند احمد: ۳۲۴۰)

یہ سیاہ فام عورت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی، اس نے کہا: مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں برہنہ ہو جاتی ہوں، آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو تم صبر کرو اور تم کو جنت مل جائے گی، اور اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تندرست کر دے، تو اس عورت نے کہا کہ میں صبر کرتی ہوں، پھر اس عورت نے کہا: میں برہنہ ہو جاتی ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں کہ میرا ستر نہ کھلے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا کی۔ ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مخلد نے خبر دی از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی کہ انہوں نے ام زفر کو دیکھا، یہ وہی عورت تھی جو طویل القامت تھی اور سیاہ فام تھی، اس کو انہوں نے کعبہ کے پردوں کے پاس دیکھا۔

صحیح البخاری: ۵۶۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

صاحب التلویح نے کہا ہے: اس حدیث میں ہوا کا ذکر نہیں ہے جس کا امام بخاری نے عنوان میں ذکر کیا ہے، لہٰذا یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس باب کا عنوان ہے ''مرگی زدہ کی فضیلت'' اور حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس کو مرگی ہو اور وہ اس پر صبر کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا اور امام بخاری نے جو 'من الریح'' کہا تھا، اس سے ان کا مقصد مرگی کا سبب بیان کرنا تھا، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ یا تو مرگی اس سبب سے ہوتی ہے کہ انسان کے جسم میں ہوا رک جاتی ہے اور دماغ کے منافذ سے نکل نہیں سکتی تو انسان کا دماغ ماؤف ہو جاتا ہے اور وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اور یا ہوا سے مراد ہیں جنات، جنات انسان کے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس کو تنگ کرتے ہیں یا تکلیف پہنچاتے ہیں، تو اس کا اثر مرگی کے دورے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، یہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور عمران کا ذکر ہے، یہ ابن مسلم بصری تابعی صغیر ہیں اور ان کی کنیت ابوبکر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں برہنہ ہو جاتی ہوں''۔ یعنی اس عورت نے یہ ارادہ کیا کہ اس کو ڈر

Marfat.com

ہے کہ دورہ کی حالت کے اندر اس کی شرمگاہ نہ کھل جائے اور اس کو پتا نہ چلے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اگر تم چاہو تو صبر کرو"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو اختیار دیا کہ وہ اسی حالت میں صبر کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا اور یہ اختیار بھی دیا کہ اگر وہ چاہے تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ اس کو تندرست کردے، تو اس عورت نے صبر کرنے کو اختیار کرلیا۔ پھر اس عورت نے کہا: میں ڈرتی ہوں کہ کہیں میرا ستر نہ کھل جائے تو اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی اور پھر اس کا ستر نہیں کھلتا تھا۔

اس حدیث میں اس کی فضیلت ہے جو مرگی کے دورے پر صبر کرے اور یہ کہ مصیبت کو اختیار کرنا اور اس پر صبر کرنا جنت کے حصول کا سبب ہے۔ اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ شدت کو اختیار کرنا رخصت کے اختیار کرنے سے افضل ہے، جس شخص کو یہ علم ہو کہ وہ شدت کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور اس کے لزوم سے وہ کمزور نہیں ہوگا۔

امام بخاری نے اس حدیث کے آخر میں تعلیق لکھی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس عورت کا نام ام زفر تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۱۹۔ ۳۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۵۲، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے الفاظ کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے "اصرع" یعنی مجھے الصرع کا مرض پہنچتا ہے تو میں اپنے نفس اور اپنی عقل سے غائب ہوجاتی ہوں اور الصرع یا تو جسمانی علت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اعضاء میں تشنج ہوجاتا ہے (پٹھے اینٹھ جاتے ہیں، ان میں زبردست کھچاؤ ہوتا ہے اور وہ جکڑ جاتے ہیں) اور آدمی گر جاتا ہے اور اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگتا ہے۔

اور کبھی الصرع جن کی وجہ سے ہوتا ہے، یعنی جن انسان کو چھوتا ہے تو اس کی وجہ سے انسان پر یہ کیفیت طاری ہوجاتی ہے جس کو مرگی کہتے ہیں۔ اس حدیث میں مذکور ہے "اتکشف" یعنی کبھی کبھی میری شرمگاہ ظاہر ہوجاتی ہے اور مجھے اس کا شعور نہیں ہوتا اور میں اپنی شرمگاہ کے کھلنے سے ڈرتی ہوں۔

حدیث مذکور کا خلاصہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عطاء کو خبر دی کہ ایک سیاہ فام حبشی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور آپ سے یہ طلب کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو مرگی کے مرض سے شفاء دے دے، جو مرگی کا مرض اس پر نازل ہوگیا ہے اور یہ عورت ام زفر کہلاتی تھی، یہ عورت کعبہ کی سیڑھی کے اوپر بیٹھتی تھی اور کعبہ کے پردوں سے لٹک جاتی تھی، اور جب اس عورت کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرتے تو آپ سے طلب کرتی کہ آپ اس کے لیے شفاء کی دعا کریں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اگر تم اس مرض کے اوپر صبر کرو تو تم کو جنت مل جائے گی اور اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے دعا کروں، اللہ تعالیٰ تم کو شفاء دے گا، اس نے کہا: بلکہ میں صبر کرتی ہوں یا رسول اللہ! پھر اس عورت نے کہا کہ کبھی کبھی میں برہنہ ہوجاتی ہوں اور میری شرمگاہ کھل جاتی ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میری شرمگاہ نہ کھلے، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کے لیے دعا

کی، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عطاء سے کہتے تھے: اس عورت کو دیکھو، اس عورت کے لیے جنت ہے، کیونکہ اس نے مصیبت اور مرض پر صبر کیا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں اس انسان کی فضیلت ہے، جس کو مرگی کا مرض ہو جائے اور یہ کہ دورہ کے مصائب کے اوپر صبر کرنا جنت کو لازم کرتا ہے اور اس کا انجام جنت کی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

(۲) اس حدیث میں دوا دارو کو ترک کرنے کے جواز پر دلیل ہے، سوا اس صورت کے کہ کسی انسان پر مرض کا اتنا غلبہ ہو جو اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک دے۔

(۳) بیماریوں کا علاج جس طرح دوا سے ہوتا ہے، اسی طرح دعا سے بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرنے سے بھی ہوتا ہے، اور قرآن کے پڑھنے سے بھی ہوتا ہے، بلکہ قرآن مجید کا پڑھنا جڑی بوٹیوں کی بہ نسبت زیادہ نفع آور ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (الاسراء: ۸۲)

اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو مؤمنین کے لیے شفاء اور رحمت ہے اور ظالموں کے لیے سوا نقصان کے اور کچھ زیادتی نہیں۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری، ج ۵ ص ۲۴۱۔ ۲۴۲، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۷۔ بَابٌ: فَضْلِ مَنْ ذَهَبَ بَصَرُهُ — اس شخص کی فضیلت جس کی بینائی چلی جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بزار نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: کسی بندہ کے قرض ڈوبنے کے بعد سب سے زیادہ شدید اس کی بینائی کا چلا جانا ہے اور جس شخص کی بینائی چلی گئی سو اس نے صبر کیا حتیٰ کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تو اللہ تعالیٰ اس سے کوئی حساب نہیں لے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں دوا دارو کے ترک پر کوئی دلیل نہیں بلکہ دوا کو ترک کرنا اپنے آپ کو محض ہلاکت میں ڈالنا ہے اور دوا کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دوا سے علاج کیا ہے جیسا کہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے زخم میں خون روکنے کے لیے راکھ بھری تھی۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۶۵۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ قَالَ إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عمرو مولی المطلب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے

Marfat.com

بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يُرِيدُ عَيْنَيْهِ تَابَعَهُ أَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ وَأَبُو ظِلَالِ بْنُ هِلَالٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(سنن ترمذی: ۲۴۰۰، مسند احمد: ۱۲۰۵۹)

کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک جب میں اپنے بندہ کو اس کی دو محبوب چیزوں میں مبتلاء کرتا ہوں، پس وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں ان دو محبوب چیزوں کے عوض میں اس کو جنت عطا فرماتا ہوں، اور دو محبوب چیزوں سے مراد بندہ کی دو آنکھیں ہیں۔ اشعث بن جابر اور ابو ظلال بن ہلال نے عمرو کی متابعت کی ہے از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

صحیح البخاری: ۵۶۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''اس کی فضیلت جس کی بینائی چلی جائے'' اور اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندہ کو دو آنکھوں کی بینائی کے چلے جانے میں مبتلاء کرتا ہوں اور اس کے عوض اس کو جنت عطا فرماتا ہوں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابن الہاد کا ذکر ہے، یہ یزید بن عبداللہ بن اسامہ اللیثی ہیں۔ اور اس میں عمرو کا ذکر ہے، یہ ابن ابی عمرو ہیں اور میسرہ مولی المطلب بن عبداللہ بن حنطب ہیں از حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''حبیبتیہ'' کا ذکر ہے، جس کی حدیث کے آخر میں تفصیل کردی کہ اس سے مراد ''عینیہ'' ہے، یعنی اس کی دو آنکھیں ہیں، اور حبیبتیہ کا معنی ہے محبوبتیہ، کیونکہ انسان کو تمام اعضاء میں سب سے زیادہ محبوب اس کی آنکھیں ہوتی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فصبر'' اور امام ترمذی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اس نے صبر کیا اور ثواب کی نیت کی اور یہ امید رکھی کہ اللہ تعالیٰ اس کو وہ اجر عطا فرمائے گا جو صبر کرنے والوں کو اجر عطا فرماتا ہے، اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ صرف صبر کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اجر کی امید بھی رکھے، کیونکہ اعمال کا دارومدار نیات پر ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ صبر سے مراد یہ ہے کہ وہ بینائی کے نہ ہونے کی کسی سے شکایت نہ کرے اور نہ اس پر قلق کرے اور نہ اس پر اپنے راضی نہ ہونے کو ظاہر کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یرید عینیہ'' یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عبارت ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبیبتیہ سے اس کی دو آنکھوں کا ارادہ کیا۔

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میں دنیا میں اپنے بندہ کی دو آنکھیں لے لیتا ہوں، تو میرے پاس جنت کے سوا اس کی اور کوئی جزا نہیں

ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۵۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کی حدیث کے مناسب دیگر احادیث

امام البغوی الکبیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اس وقت آپ کے پاس حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ کا رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندہ کی دو آنکھیں لیتا ہوں تو میں اس کے لیے جنت کے سوا اور کوئی اجر نہیں پاتا۔

اس حدیث کا شاہد سنن ترمذی میں ہے۔(سنن ترمذی: ۲۴۰۱)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری آنکھ میں کچھ تکلیف ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی، جب میری آنکھ ٹھیک ہوگئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے زید! یہ بتاؤ اگر تمہاری دونوں آنکھوں کے اندر یہ تکلیف ہو جاتی تو کیا کرتے؟ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں صبر کرتا اور ثواب کی نیت کرتا، آپ نے فرمایا: تب تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرتے کہ تمہارا کوئی گناہ نہ ہوتا۔(الادب المفرد: ۵۳۲، الطبرانی: ۵۰۵۲)

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: یہ حدیث نیز اس بات پر حجت ہے کہ مصائب پر اور امراض پر صبر کرنے کا ثواب جنت ہے، اور صبر کی نعمت بندہ پر اللہ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے صبر کا عوض جنت فرمایا، کیونکہ دنیا میں انسان کے لیے سب سے بڑی نعمت اس کی آنکھیں ہیں تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے بینائی کو لینے کی جزا جنت رکھی ہے جو سب سے بڑی نعمت ہے۔ اسی طرح مصیبت کی تمام انواع ہیں جیسے شارع علیہ السلام نے بتایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب انبیاء پر آتے ہیں، پھر جو ان کے قریب ہوتے ہیں، پھر جو ان کے قریب ہوتے ہیں۔ مرد جتنا دین دار ہوتا ہے اتنے زیادہ اس پر مصائب آتے ہیں۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ جو دنیا میں عافیت کے ساتھ رہے، وہ یہ خواہش کریں گے کہ کاش ان کے گوشت کو قینچی سے دنیا میں کاٹ دیا جاتا۔(سنن ترمذی: ۲۴۰۲، سنن بیہقی: ج ۳ ص ۵۲۶، شعب الایمان: ج ۷ ص ۱۸۰، المعجم الصغیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۵۶)

یعنی جب اہل عافیت آخرت میں اہلِ مصائب کے لیے اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ثواب دیکھیں گے تو اس وقت وہ یہ خواہش کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کے جسم کو قینچی سے کاٹ دیا جاتا، سو جس شخص کی بینائی چلی جائے یا اس کے اعضاء میں سے کوئی عضو بیکار ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس پر صبر کرے اور اللہ کا شکر ادا کرے اور ثواب کی نیت رکھے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں بہترین عوض عطا فرمائے اور بہترین عوض جنت ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۸۳۔ ۲۸۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

۸۔ بَابُ: عِيَادَةِ النِّسَاءِ الرِّجَالَ — عورتوں کا مردوں کی عیادت کرنے کا بیان

وَعَادَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْمَسْجِدِ مِنَ — حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے انصار کے اہل مسجد میں سے ایک مرد

Marfat.com

الْأَنْصَارِ۔ کی عیادت کی۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا مردوں کی عیادت کرنا جائز ہے، خواہ وہ مرد ان کے لیے اجنبی ہوں، جب کہ اس کی معتبر شرط پائی جائے۔ امام بخاری نے کہا: حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے انصار کے اہل مسجد میں سے ایک مرد کی عیادت کی۔

تعلیق مذکور کی شرح اور حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کی تعیین اور ان کا تذکرہ

یہ حضرت ام الدرداء، حضرت ابوالدرداء عویمر رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں۔ اور مسجد سے مراد مسجد مدینہ ہے۔

پس اگر تم سوال کرو کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک کا نام ام الدرداء تھا، ان میں سے ایک ام الدرداء کبریٰ ہیں جن کا نام خیرہ بنت ابی حدرد ہے اور ان کا نام عبد اللہ الاسلمی ہے، اور حضرت خیرہ صحابیہ تھیں اور خواتین میں فاضلہ اور عاقلہ تھیں، ان کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت ابوالدرداء کی وفات سے دو سال پہلے انتقال ہو گیا تھا، اور دوسری حضرت ام الدرداء صغریٰ تھیں، ان کا نام ہجیمۃ بنت حیی الوصابیہ تھا۔ حافظ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا ہے: مجھے ان کے متعلق کسی حدیث کا علم نہیں ہے، جو ان کی صحبت پر دلالت کرے یا ان کی رویت پر دلالت کرے یعنی جس حدیث سے یہ معلوم ہو کہ یہ صحابیہ تھیں یا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ ان کی خبر جو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابوالدرداء کی وفات کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، سو انہوں نے حضرت معاویہ کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ پس ان دونوں میں سے وہ کون سی ام درداء تھیں جنہوں نے انصار کے اہل مسجد میں سے کسی مرد کی عیادت کی تھی؟

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے کہا ہے: ظاہر یہ ہے کہ ان سے مراد حضرت ام الدرداء کبریٰ ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ ام الدرداء صغریٰ تھیں، کیونکہ امام بخاری نے الادب المفرد میں الحارث بن عبید کی سند سے جس اثر کی روایت کی ہے اور وہ شامی تابعی صغیر ہیں اور وہ حضرت ام الدرداء کبریٰ سے نہیں ملے، کیونکہ حضرت ام الدرداء کبریٰ حضرت ابودرداء کی وفات سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئی تھیں، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

(میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ جنہوں نے مرد کی تیمارداری کی وہ ام الدرداء کبریٰ ہیں جیسا کہ آگے علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ یہ واقعہ آیات حجاب سے پہلے کا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

حارث بن عبید نے کہا کہ میں نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو سواری پر دیکھا جس کا پالان اور پردہ نہیں تھا اور وہ انصار کے ایک مرد کی مسجد میں عیادت کر رہی تھیں۔ اور حضرت ام الدرداء صغریٰ عبدالملک بن مروان کی خلافت کے اواخر تک زندہ رہیں اور اکیاسی ہجری (۸۱ھ) میں حضرت ام الدرداء کبریٰ کی وفات کے تقریباً پانچ سال بعد فوت ہوئیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۱۔۳۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ام الدرداء کبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے متعلق دو قول ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

۵۶۵۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ رضی اللہ عنہما قَالَتْ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا قُلْتُ يَا أَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَتْ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى يَقُولُ

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُقْلِعَتْ عَنْهُ يَقُولُ

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مِجَنَّةٍ
وَهَلْ تَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ

قَالَتْ عَائِشَةُ فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ اللّٰهُمَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از مالک از ہشام بن عروہ از والد خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بخار چڑھ گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں ان دونوں کے پاس گئی تو میں نے کہا: اے ابا جان! آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں اور اے بلال آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب بخار چڑھتا تو وہ یہ شعر پڑھتے تھے:

ہر مرد اپنے گھر میں صبح کو ہوتا ہے
اور موت اس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ قریب ہوتی ہے

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے جب بخار اتر جاتا تو وہ یوں کہتے تھے:

سنو! کاش میں پھر اس وادی میں ایک رات رہوں
اور میرے گرد اذخر اور جلیل گھاس ہو
اور کیا میں پھر کسی دن مجنہ کے پانی پر وارد ہوں گا
اور کیا پھر میرے لیے شامہ اور طفیل پہاڑ ظاہر ہوں گے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اور آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہماری طرف مدینہ بھی اس طرح محبوب کر دے جس طرح ہم کو مکہ سے محبت ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ! مدینہ کی ہوا کو صحت افزاء بنادے اور ہمارے لیے مدینہ کے مد (دوکلو کا پیمانہ) اور صاع (چارکلو کا پیمانہ) میں برکت نازل فرما اور مدینہ کے بخار کو منتقل کردے اور اس کو الجحفہ میں کردے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۹، ۳۹۲۶، ۵۶۵۴، ۵۶۷۷، ۶۳۷۲، صحیح مسلم: ۱۳۷۶، مسند احمد: ۲۵۷۰۸، موطا امام مالک: ۸/ ۶۴۳)

صحیح البخاری: ۵۶۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''عورتوں کا مردوں کی عیادت کرنا'' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی عیادت کی اور ان دونوں کو بخار چڑھا ہوا تھا، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''بواد'' یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جو شعر پڑھا، اس میں وادی کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے مکہ کی وادی اور اس شعر میں اذخر اور جلیل کا ذکر ہے اور یہ دونوں گھاس کی قسمیں ہیں، اور اس میں مجنّة کا ذکر ہے، یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے اور زمانہ جاہلیت میں وہاں پر بازار تھا۔

اور اس حدیث میں ''یبدون'' کا ذکر ہے، یعنی کیا کبھی میرے لیے ظاہر ہوں گے شامہ اور طفیل، یہ مکہ کے دو پہاڑ ہیں۔

اور اس حدیث میں ''الجحفه'' کا ذکر ہے، یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے اور یہ اہلِ شام کا میقات ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! مدینہ کے بخار کو جحفہ میں منتقل کر دے۔ بخار تو ایک عرض ہے اور عرض منتقل نہیں ہوتی، تو صحیح معنی یہ ہے کہ مدینہ سے بخار کو معدوم کر دے اور الجحفه میں بخار کو ظاہر کر دے، کیونکہ الجحفه کے رہنے والے یہودی تھے اور وہ مسلمانوں سے شدید عداوت رکھتے تھے اور ان کو بہت ایذاء پہنچاتے تھے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعاءِ ضرر کی اور اہلِ اسلام کے لیے خیر کا ارادہ کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۱۸۸۹ میں جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲۲۔ ۲۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۵۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف با بن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کسی اجنبی مرد کی عیادت کس طرح کی جب کہ عورتوں کے لیے اجنبی مرد کی عیادت کرنا جائز نہیں ہے؟

(۱) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ حجاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

(۲) دعا سے وبا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہے اور مرض بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتا ہے۔

(۳) جو عورت مالکہ ہو، وہ اپنے غلاموں کی عیادت کر سکتی ہے، کیونکہ حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آزاد کیا تھا، سو اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنا جائز ہوا۔

(۴) حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے جس انصاری کی عیادت کی تھی، ہو سکتا ہے کہ وہ بھی حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کا غلام ہو۔

علامہ ابن حبیب نے کہا ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی کہ مدینہ کے بخار کو الجحفه میں منتقل کر دے، جب سے الجحفه میں

Marfat.com

تمام شہروں سے زیادہ بخار آتا ہے اور الجحفہ میں ایک چشمہ ہے جس کا نام ہے ''عین حم'' اور جو شخص بھی اس چشمہ کا پانی پیتا ہے اس کو بخار چڑھ جاتا ہے، میں کہتا ہوں: ایسا کیوں نہیں ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مسترد نہیں ہوتی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۸۵۔۲۸۷ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

۹۔ بَابُ: عِيَادَةِ الصِّبْيَانِ

بچوں کی عیادت کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردوں کا بچوں کی عیادت کرنا جائز ہے۔

۵۶۵۵۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَاصِمٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ ابْنَةً لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَرْسَلَتْ إِلَيْهِ وَهُوَ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَسَعْدٌ وَأُبَيٌّ نَحْسِبُ أَنَّ ابْنَتِي قَدْ حُضِرَتْ فَاشْهَدْنَا فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا السَّلَامَ وَيَقُولُ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَمَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ مُسَمًّى فَلْتَحْتَسِبْ وَلْتَصْبِرْ فَأَرْسَلَتْ تُقْسِمُ عَلَيْهِ فَقَامَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَقُمْنَا فَرُفِعَ الصَّبِيُّ فِي حَجْرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَا النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ مَا هٰذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ هٰذِهِ رَحْمَةٌ وَضَعَهَا اللّٰهُ فِي قُلُوبِ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهِ وَلَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا الرُّحَمَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عاصم نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے ابوعثمان سے سنا از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کی طرف پیغام بھیجا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت ابی بن کعب تھے، ہم گمان کرتے ہیں کہ آپ کی صاحبزادی نے یہ پیغام بھیجا کہ میری بیٹی بستر مرگ پر ہے، تو آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام بھیجا اور آپ فرما رہے تھے: بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو وہ لے لیتا ہے اور جو وہ عطا فرماتا ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ایک معین مدت تک ہے، پس تم ثواب کی نیت کرو اور صبر کرو تو آپ کی صاحبزادی نے دوبارہ پیغام بھیجا اور آپ کو قسم دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے، سو اس بچہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھا گیا اور وہ بچہ جانکنی کے عالم میں تھا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، تو آپ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) یہ کیا ہے، آپ نے فرمایا: یہ رحمت ہے، اللہ تعالیٰ اس رحمت کو اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے انہیں پر رحم فرماتا ہے جو رحم کرنے والے ہوں۔

(صحیح البخاری: ۱۲۸۴، ۵۶۵۵، ۶۶۰۲، ۶۶۵۵، ۷۳۷۷، ۷۴۴۸، صحیح مسلم: ۹۲۳، سنن نسائی: ۱۸۶۸، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۵، مسند احمد: ۲۱۲۶۹)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۶۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''بچوں کی عیادت کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ اپنی صاحبزادی کے پاس گئے اور ان کے بیٹے کو اٹھا کر اپنی گود میں رکھا اور یہ ان کی بلاشک وشبہ عیادت ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عاصم، اور وہ ابن سلیمان ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے ابوعثمان، اور وہ عبدالرحمن بن مل النہدی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نبی ﷺ کی صاحبزادی نے آپ کو پیغام بھیج کر بلایا'': صاحب التلویح نے کہا ہے: آپ کی جس صاحبزادی نے آپ کو پیغام دے کر بلایا تھا، وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کے بیٹے کا نام علی تھا۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث کو راوی منضبط نہیں کر سکا، پس ایک مرتبہ اس نے کہا کہ آپ کی صاحبزادی نے کہا کہ میری بیٹی قریب المرگ ہے، اور دوسری مرتبہ کہا: نبی ﷺ نے بچے کو اٹھایا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا، پس ایک مرتبہ خبر دی کہ بچہ قریب المرگ تھا اور دوسری مرتبہ خبر دی کہ بچی قریب المرگ تھی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''اور وہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے''، یعنی حال یہ ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور حضرت سعد بن عبادہ اور ابی بن کعب آپ کے ساتھ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کل شیء مسمی'' یعنی ہر چیز ایک مدت معینہ تک ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''فلتحتسب''، یعنی اللہ عزوجل کے پاس جو اجر ہے، اس کو طلب کرنا چاہیے اور بچے کو اللہ کی مشیت کی طرف مفوض کر دینا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا چاہیے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تقعقع'' یعنی وہ بچہ مضطرب ہو رہا تھا اور اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت سعد نے کہا: یہ کیا ہے؟'' حضرت سعد نے یہ اسی لیے کہا کہ نبی ﷺ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر ان کو تعجب ہوا کہ آنکھوں میں آنسو آنا شاید مصیبت پر صبر کے منافی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''آپ نے فرمایا: یہ رحمت ہے''، یعنی یہ اس رحمت کا اثر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رحم دل لوگوں کے دلوں میں رکھا ہے اور یہ بے قراری اور بے صبری نہیں ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں، جس میں سے ایک رحمت اللہ تعالیٰ نے جنات، انسانوں، بہائم اور حشرات الارض میں رکھی ہے، اس ایک رحمت کی وجہ سے وہ سب ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں، اسی رحمت کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچوں کو پیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں اپنے پاس مؤخر رکھی

ہیں جن سے قیامت کے دن وہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا، اس حدیث کی امام مسلم اور امام بخاری نے روایت کی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۳۔ ۳۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۵۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی فقہ

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ رئیسوں اور اہل فضل کو بیمار بچوں کی عیادت کرنی چاہیے، اور بیمار بچوں کی عیادت سے ان کے والدین کے ساتھ صلۂ رحم ہوتا ہے اور اس سے بیمار بچوں کے لیے دعا کی برکت حاصل ہوتی ہے اور ان کے والدین کے لیے نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ ان کو صبر کی تلقین کی جائے اور ان سے یہ کہا جائے کہ جب مصیبت آئے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور مصیبت میں صبر کر کے ثواب کی نیت کرنی چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آنسوؤں کے متعلق فرمایا کہ یہ رحمت ہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا، اس دن اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں، ہر رحمت آسمان اور زمین کے درمیان منطبق ہے، پس ان میں سے ایک رحمت زمین میں رکھی، اسی رحمت کی وجہ سے والدہ اپنے بچے پر شفقت کرتی ہے اور وحشی جانور اور پرندے ایک دوسرے پر رحمت کرتے ہیں، پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان رحمتوں کو مکمل کر لے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۵۳، کتاب التوبہ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ)

اور صحیح حدیث میں ہے: بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے سو رحمتیں ہیں، ان میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک رحمت جنات، انسانوں، جانوروں، حشرات الارض کے درمیان نازل کی ہے، جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں اور رحمت کرتے ہیں، اسی رحمت کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں مؤخر کر لی ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (صحیح البخاری: ۶۰۰۰، کتاب الادب، باب: جعل اللہ الرحمۃ مائۃ جزء)

نیز حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں، پس ان میں سے ننانوے رحمتیں اپنے پاس رکھ لیں اور اپنے بندوں میں ایک رحمت رکھی، اس ایک رحمت کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے، پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس ایک رحمت کو ننانوے رحمتوں کے ساتھ ملائے گا، پھر ان رحمتوں سے اپنی مخلوق پر سایہ کرے گا حتیٰ کہ ابلیس جو کفر کا سردار ہے وہ بھی یہ طمع کرے گا کہ اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۸۹۔ ۲۹۰ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

۱۰۔ بَابُ: عِيَادَةِ الْأَعْرَابِ — دیہاتیوں کی عیادت کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں دیہاتیوں کی عیادت کرنے کا بیان ہے، اس باب کے عنوان میں الأعراب کا ذکر ہے، اور ''الأعراب'' ان

لوگوں کو کہتے ہیں جو دیہاتوں میں رہتے ہیں اور شہروں میں نہیں رہتے اور بغیر ضرورت کے شہروں میں نہیں جاتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۵۶- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَرِيضٍ يَعُودُهُ فَقَالَ لَهُ لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ قُلْتَ طَهُورٌ كَلَّا بَلْ هِيَ حُمَّى تَفُورُ أَوْ تَثُورُ عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ تُزِيرُهُ الْقُبُورَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَنَعَمْ إِذًا۔ (صحیح البخاری: ۳۶۱۶، ۵۶۵۶، ۵۶۶۲، ۷۴۷۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مختار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دیہاتی کے پاس اس کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے گئے، انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ کسی بیمار کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس سے فرماتے: کوئی خطرے کی بات نہیں ہے، یہ بیماری ان شاء اللہ پاک کرنے والی ہے، اس دیہاتی نے کہا: آپ نے کہا: پاک کرنے والی ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ یہ تو بخار ہے جو جوش میں آرہا ہے یا کہا: یہ بخار ایک بہت بوڑھے پر غالب آ گیا ہے اور اسے قبروں کی زیارت کرا کے رہے گا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر ایسا ہی ہوگا۔

صحیح البخاری: ۵۶۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے خالد، وہ الحذاء ہیں، یہ حدیث اسی سند اور اسی متن کے ساتھ علاماتِ نبوت میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''طھور'' یعنی یہ بخار تم کو تمہارے گناہوں سے پاک کرنے والا ہے۔ اس کے بعد فرمایا ہے ''ان شاء اللہ'' یہ دعا ہے، خبر نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قُلتَ'' یعنی آپ نے کہا: وہ اعرابی نبی ﷺ کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ آپ نے کہا کہ یہ بیماری پاک کرنے والی ہے؟ ہرگز نہیں! یہ پاک کرنے والی نہیں ہے بلکہ یہ بخار ہے اور دوسری روایت میں ہے: بلکہ یہ مرض ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تفور او تثور'' اس میں راوی کو شک ہے کہ اس اعرابی نے تفور کہا تھا یا تثور کہا تھا اور دونوں کا معنی ایک ہے کہ یہ بخار جوش میں آرہا ہے اور اس کی حرارت اور تپش ظاہر ہو رہی ہے۔ پھر اس نے کہا ''تزیرہ القبور'' یعنی یہ بخار اس بوڑھے کو قبروں کی زیارت کرانے والا ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "فنعم" یعنی جب تم نے انکار کیا تو پھر ایسا ہی ہوگا جیسا کہ تم نے زعم کیا ہے یا مطلب یہ ہے کہ عنقریب ایسا ہی ہوگا اور امام طبرانی نے روایت کی ہے کہ وہ اعرابی صبح کو فوت ہو چکا تھا۔

حدیث مذکور کے فوائد

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ اگر امام اپنی رعیت کے کسی فرد کی عیادت کے لیے جائے تو اس سے امام کی شان میں کوئی کمی نہیں ہوتی، خواہ وہ کسی ننگے پیر دیہاتی کی عیادت کے لیے جائے۔ اسی طرح اگر عالم جاہل کی عیادت کے لیے جائے تو اس سے بھی اس کی شان میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور عالم جاہل کی عیادت کے لیے جائے گا تو اس کو اس کے فائدے کی چیزوں کی نصیحت کرے گا اور اس کو دین کی تعلیم دے گا، اس کو صبر کی تلقین کرے گا، نیز اس میں اس بیمار کی دلجوئی ہوگی اور اس کے گھر والوں کی دلجوئی ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۴۔۳۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: علامہ ابن ملقن، شیخ عثیمین اور دیگر شارحین نے بھی صحیح البخاری: ۵۶۵۶ کی اسی طرح شرح کی ہے۔

۱۱۔ بَابٌ: عِيَادَةِ الْمُشْرِكِ — مشرک کی عیادت کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب مشرک کی عیادت کرنے کے بیان میں ہے، علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مشرک کی عیادت اس لیے کرنی چاہیے تاکہ اس کو اسلام کی دعوت دی جائے جب یہ توقع ہو کہ وہ اسلام کی دعوت کو قبول کرلے گا ورنہ پھر اس کی عیادت نہ کی جائے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مشرک کی عیادت اختلافِ مقاصد سے مختلف ہوتی ہے، کبھی اس کی عیادت کسی اور مصلحت کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۵۷۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنه أَنَّ غُلَامًا لِيَهُودَ كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ فَقَالَ أَسْلِمْ فَأَسْلَمَ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا حُضِرَ أَبُو طَالِبٍ جَاءَهُ النَّبِيُّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی کا لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا، سو وہ بیمار ہوگیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے، آپ نے اس سے فرمایا: اسلام قبول کرلو، سو اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اور سعید بن المسیب نے کہا از والد خود کہ جب ابو طالب کی موت کا وقت آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۵۶، ۵۶۵۷، سنن ابوداؤد: ۳۰۹۵، مسند احمد: ۱۲۹۶۲)

صحیح البخاری: ۵۶۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس تعلیق میں سعید بن المسیب کا ذکر ہے جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد المسیب بن حزن ہیں جو صحابی ہیں اور یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور ابو طالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور ان کا نام عبد مناف تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۵۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مشرک کی عیادت اس لئے کی جائے تا کہ اس کو اسلام کی دعوت دی جائے جب کہ یہ امید ہو کہ وہ اسلام کی دعوت کو قبول کرلے گا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے اسلام قبول کرلیا، اسی طرح آپ نے اپنے چچا ابو طالب پر اسلام کو پیش کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر نہیں کیا تھا، اور جب مشرک کے اسلام کی توقع نہ ہو تو پھر اس کی عیادت نہیں کرنی چاہیے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۹۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۵۷ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
مشرک کی عیادت کی تین صورتیں ہیں:
(۱) مشرک کی عیادت اس پر اسلام کو پیش کرنے کے لیے کی جائے، اس صورت میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، بشرطیکہ اس کے اسلام قبول کرنے کی توقع ہو۔
(۲) اس کے اسلام قبول کرنے کی توقع تو نہ ہو لیکن وہ رشتہ دار ہو یا پڑوسی ہو تب بھی اس کی عیادت کرنا جائز ہے، لیکن مرتد کی عیادت نہیں کی جائے گی۔
(۳) نہ اس کے اسلام کی توقع ہو اور نہ وہ رشتہ دار یا پڑوسی ہو، تو پھر اس کی عیادت نہیں کی جائے گی۔
(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۵۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۱۲۔ بَابٌ: إِذَا عَادَ مَرِيضًا فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِهِمْ جَمَاعَةً

جب کوئی شخص مریض کی عیادت کرے اور اس دوران نماز کا وقت آجائے تو وہ مریض لوگوں کو باجماعت نماز پڑھائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب لوگ کسی مریض کی عیادت کریں اور اس اثناء میں نماز کا وقت آجائے تو وہ مریض عیادت کرنے والوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائے۔

۵۶۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ يَعُودُونَهُ فِي مَرَضِهِ فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا فَجَعَلُوا يُصَلُّونَ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ اجْلِسُوا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ إِنَّ الْإِمَامَ لَيُؤْتَمُّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِنْ صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ هَذَا الْحَدِيثُ مَنْسُوخٌ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آخِرَ مَا صَلَّى صَلَّى قَاعِدًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس لوگ آپ کی بیماری میں آپ کی عیادت کرنے کے لیے آئے، آپ نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی، وہ لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائیں، پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ امام اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ، اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے بیان کیا کہ حمیدی نے کہا: یہ حدیث منسوخ ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے جو آخری نماز پڑھی تو اس میں آپ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۸، ۱۱۱۳، ۱۲۳۶، ۵۶۵۸، صحیح مسلم: ۴۱۲، سنن ابوداؤد: ۶۰۵، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۷، مسند احمد: ۲۴۶۲۵، موطا امام مالک: ۳۰۷)

صحیح البخاری: ۵۶۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن عروہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قیاما" یہ قائم کی جمع ہے، یا مصدر ہے اور اس کا معنی ہے کہ وہ عیادت کرنے والے کھڑے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جب امام سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو" یعنی اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی اس کی اقتداء کرنے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھو۔

امام بخاری نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے جو آخری نماز پڑھی تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی تھی اور صحابہ

Marfat.com

آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔
امام ابو حنیفہ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ مقتدیوں کا بیٹھنا فقط منسوخ ہو گیا ہے اور امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق نے اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے کہ امام جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں قیام کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ (البقرہ) اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو O

لہٰذا قیام فرض ہے، اور جس حدیث میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے، وہ حدیث خبرِ واحد ہے۔ اگر اس حدیث پر عمل کیا جائے تو خبرِ واحد سے قرآن مجید کے حکم کا منسوخ کرنا لازم آئے گا، اس لئے اگر امام کسی عذر کی وجہ سے نماز میں بیٹھا ہوا ہے تو مقتدیوں کو قیام ترک نہیں کرنا چاہیے، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل بھی اسی کا مؤید ہے۔
رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ''کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو'' تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ کی مکمل اقتداء کی جائے لیکن بعد میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پچھلے امر کو منسوخ فرما دیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۶۵۸ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
جب کوئی انسان قوم کا رئیس اور کبیر ہو اور وہ بیمار ہو اور لوگ اس کی عیادت کے لیے آئیں اور نماز کا وقت آ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ مریض ان لوگوں کو نماز پڑھائے اور وہ ان کے ساتھ نماز پڑھ لیں، لیکن جب وہ مرد قوم کا رئیس اور کبیر نہ ہو تو عیادت کرنے والوں کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ اس کی اقتداء میں نماز پڑھیں، وہ عیادت کر کے چلے جائیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں، کیونکہ مریض کی عیادت کرنا ایسا عذر نہیں ہے جس کی وجہ سے نماز با جماعت کو ترک کر دیا جائے۔

جب مریض بیٹھ کر نماز پڑھائے تو آیا اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے بیٹھ کر نماز پڑھیں یا کھڑے ہو کر نماز پڑھیں؟

حمیدی نے کہا: یہ حدیث منسوخ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث محکم ہے اور وہ یہ ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھے، اور کسی حدیث کو منسوخ اس وقت قرار دیا جاتا ہے جب دو حدیثوں کے درمیان تطبیق نہ ہو سکے اور یہاں تطبیق ممکن ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور اس کی توجیہ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے، لیکن مرض الموت میں آپ کی نماز میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس مرض کا ذکر کیا ہے، اس میں آپ کی نماز میں فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو حدیث بیان کی ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء سے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو مرض الموت میں آپ نے نماز پڑھی اس میں لوگ آپ کے آنے سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے تو

Marfat.com

آپ نے انہیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا، کیونکہ انہوں نے نماز کی ابتداء جب کی تو وہ کھڑے ہوئے تھے، تو حکمت یہ تھی کہ ان کو اسی حال پر باقی رکھا جائے جس حال پر وہ پہلے تھے اور یہی امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب امام بیٹھا ہوا ہو تو لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں اور بیٹھ کر بھی پڑھیں، مگر جب انہوں نے نماز کی ابتداء کھڑے ہو کر کی تھی، پھر کوئی سبب پیش آ گیا جس کی وجہ سے امام بیٹھ گیا تو وہ نماز کھڑے ہو کر پوری کریں گے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۵۸۔۳۵۹، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۵۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سنت معروفہ یہ ہے کہ گھر والے سے جو لوگ ملنے کیلئے اس کے گھر آئیں، ان کی امامت گھر والا کرے، سوا اس کے کہ گھر والا خود کسی کو مقدم کر دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیماری میں عیادت کرنے والوں کو نماز پڑھانا دو وجہوں سے واجب تھا، اول یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر والے تھے اور گھر والا نماز پڑھانے کا زیادہ مستحق ہے اور ثانی یہ کہ کسی بھی جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کا امام بننا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم ہونا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس دور میں جو شخص بیمار ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر میں کسی کو بیٹھ کر نماز پڑھائے، کیونکہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی امامت اکثر علماء کے نزدیک منسوخ ہو گئی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۹ ص ۳۸۱)

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: صرف ان کا بیٹھنا منسوخ ہوا ہے اور مریض کی امامت کرانا منسوخ نہیں ہوا، کیونکہ امام مالک یہ کہتے ہیں کہ مریض شخص تندرست لوگوں کی امامت نہ کرے۔ (المدونہ ج ۱ ص ۸۱)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد کوئی آدمی بیٹھ کر امامت نہ کرے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۴۰۸۷، ۴۰۸۸، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۹۸، سنن بیہقی: ج ۳ ص ۸)

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اور علامہ ابن القاسم نے کہا ہے کہ اس باب کی حدیث نفل پر محمول ہے اور یہ غلط ہے۔ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق نے اس حدیث کو ظاہر پر محمول کیا ہے کہ امام جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی اس کی اتباع کریں اور بیٹھ کر نماز پڑھیں۔ (المغنی ج ۳ ص ۶۳۔۶۱)

اور حدیث جابر سے یہ معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عیادت کرنے والوں کو بیٹھنے کا حکم دیا تھا، یہ تواضعاً دیا تھا اور اہلِ فارس کی مخالفت میں حکم دیا تھا، کیونکہ اہلِ فارس اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے رہتے تھے یعنی ان کا بادشاہ بیٹھا ہوا ہوتا تھا اور وہ بادشاہ کی تعظیم میں کھڑے ہوئے ہوتے تھے۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب امام بیٹھا ہو تو تم بھی بیٹھ جاؤ۔

اور حُمیدی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم آپ کے بعد کے فعل سے منسوخ ہو گیا ہے، کیونکہ آپ نے آخری نماز بیٹھ کر پڑھائی اور آپ کے پیچھے صحابہ کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۷ ص ۲۹۴۔۲۹۵ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

١٣_ بَابُ: وَضْعِ الْيَدِ عَلَى الْمَرِيضِ — بیمار کے اوپر ہاتھ رکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مریض کی عیادت کرنے والا اپنا ہاتھ مریض کے اوپر رکھے تاکہ مریض کو اس کے ساتھ اُنس ہو اور عیادت کرنے والے کو مرض کی معرفت ہو اور وہ اس کے لیے دعا کرے اور بعض اوقات اپنے ہاتھ سے اس کے اوپر دم کرے اور اس کے اوپر اپنا ہاتھ پھیرے جس سے بیمار کو نفع ہو، خصوصاً جب عیادت کرنے والا نیک شخص ہو اور اس کے ہاتھ سے تبرک حاصل کیا جاتا ہو اور اس کی دعا سے نفع حاصل ہوتا ہو جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، اور یہ حسنِ ادب سے ہے اور بیمار کے اوپر شفقت کے قبیل سے ہے، اور کبھی ہاتھ رکھنے والا علاج کو جاننے والا ہوتا ہے تو وہ اس کو کوئی مناسب دوا یا پرہیز بتائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۵۹_ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْجُعَيْدُ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ أَنَّ أَبَاهَا قَالَ تَشَكَّيْتُ بِمَكَّةَ شَكْوًا شَدِيدًا فَجَاءَنِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَعُودُنِي فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ إِنِّي أَتْرُكُ مَالًا وَإِنِّي لَمْ أَتْرُكْ إِلَّا ابْنَةً وَاحِدَةً فَأُوصِي بِثُلُثَيْ مَالِي وَأَتْرُكُ الثُّلُثَ فَقَالَ لَا قُلْتُ فَأُوصِي بِالنِّصْفِ وَأَتْرُكُ النِّصْفَ قَالَ لَا قُلْتُ فَأُوصِي بِالثُّلُثِ وَأَتْرُكُ لَهَا الثُّلُثَيْنِ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِي وَبَطْنِي ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ فَمَا زِلْتُ أَجِدُ بَرْدَهُ عَلَى كَبِدِي فِيمَا يُخَالُ إِلَيَّ حَتَّى السَّاعَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الجعید نے خبر دی از حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ میں مکہ میں بہت شدید بیمار ہوگیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس میری عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے، سو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی! میں مال چھوڑ رہا ہوں اور میں نے صرف ایک بیٹی چھوڑی ہے، تو کیا میں دو تہائی مال کی وصیت کردوں اور ایک تہائی (بیٹی کیلئے) چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: اچھا میں نصف مال کی وصیت کروں اور نصف مال اس کے لیے چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: اچھا میں ایک تہائی مال کی وصیت کروں اور دو تہائی مال چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: تہائی، اور تہائی بہت ہے۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا، پھر اپنے ہاتھ کو میرے چہرے پر اور میرے پیٹ پر پھیرا اور پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! سعد کو شفاء عطا کر اور اس کی ہجرت کو مکمل کر۔ پس اس وقت سے لے کر اب تک جب بھی مجھے خیال آتا ہے، میں ہمیشہ آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک کو اپنے جگر پر محسوس کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۸، سنن ترمذی: ۲۱۱۶، سنن نسائی: ۳۶۲۶، سنن ابوداؤد: ۲۸۶۴، مسند احمد: ۱۴۴۳، موطا امام مالک: ۱۴۹۵، سنن دارمی: ۳۱۹۶)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۶۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''مریض پر ہاتھ رکھنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا، پھر اپنا ہاتھ میرے چہرے پر اور میرے پیٹ پر پھیرا، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مکی بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ ابن بشیر بن فرقد البرجمی التیمی الحنظلی البلخی ہیں، یہ ۲۱۵ ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں الجعید کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن الکندی ہیں اور ان کو بغیر تصغیر کے الجعد بھی کہا جاتا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت سعد کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''تشکیت'' یہ باب تفعیل سے ہے جو مبالغہ پر دلالت کرتا ہے، اور اس حدیث میں ''شکویٰ'' کا ذکر ہے، یہ لفظ تنوین اور بغیر تنوین دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، اس کا معنی ہے مرض۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور اس کی ہجرت کو مکمل فرما دے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے ہجرت کے مکمل ہونے کی دعا اس لئے کی کہ وہ بیمار تھے اور ان کو یہ خطرہ تھا کہ وہ اسی جگہ وفات پا جائیں گے جس جگہ سے انہوں نے ہجرت کی تھی، تو اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کو قبول فرمایا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو شفاء دے دی اور وہ اس کے بعد مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیما یخال'' یعنی جس کا تخیل اور تصور کیا جاتا ہے، علامہ ابن التین نے کہا: صحیح یہ ہے کہ مجھے یہ خیال آتا تھا یا یہ تصور آتا تھا کہ آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک میں اب تک پا رہا ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۵۹ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مریض کی دلجوئی اور اس کے اطمینان کے لیے اس پر ہاتھ پھیرنا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مریض کے اوپر ہاتھ پھیرنا مستحب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اوپر ہاتھ پھیرا، کیونکہ اس سے اس کو اطمینان ہوگا اور اس کو راحت ہوگی اور اس کا سینہ کشادہ ہوگا، سوا اس کے کہ عیادت کرنے والے کو معلوم ہو کہ مریض اس کو ناپسند کرتا ہے، نیز اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے اصحاب کے اوپر رحمت کا ثبوت ہے، کیونکہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے لیے دعا کی اور یہ دعا کی: اے اللہ! ان کی ہجرت کو مکمل کر دے، اور یہ دعا اس لیے کی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے تھے، اور مہاجرین اس کو ناپسند کرتے تھے کہ اس شہر میں ان کو موت آجائے جس شہر

Marfat.com

سے انہوں نے ہجرت کی ہے۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے اوپر افسوس کیا کیونکہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی عمر طویل ہوئی اور وہ باقی رہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: شاید کہ تم زندہ رہو گے حتیٰ کہ تم سے کچھ قومیں نفع حاصل کریں گی اور کچھ قوموں کو تم سے نقصان ہو گا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو باقی رکھا اور ان کے ہاتھوں پر عراق میں فتوحاتِ کثیرہ ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے کئی قوموں کو ان سے نفع پہنچایا وہ مسلمان تھے اور کئی قوموں کو ان سے نقصان پہنچا یا وہ کفار تھے، اور انہوں نے بہت اولاد چھوڑی اور اس وقت ان کی صرف ایک بیٹی تھی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۶۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۵۶۶۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ يُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَجَلْ إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ فَقُلْتُ ذٰلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَجَلْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى مَرَضٌ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللّٰهُ لَهُ سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم التیمی از الحارث بن سوید، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اس وقت آپ کو بہت سخت بخار چڑھا ہوا تھا، سو میں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے چھوا، پس میں نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کو تو بہت تیز بخار ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار چڑھتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو چڑھتا ہے، میں نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو دوگنا اجر ملتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کو بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ کوئی بیماری ہو یا اس کے سوا کوئی اور چیز ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۴۸، ۵۶۶۰، ۵۶۶۱، ۵۶۶۷، صحیح مسلم: ۲۵۷۱، مسند احمد: ۳۶۱۱، سنن دارمی: ۲۷۷۱)

صحیح البخاری: ۵۶۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث عنقریب اس باب میں گزر چکی ہے "اشد الناس بلاء الانبیاء" اس حدیث میں "اذیٰ" کا لفظ مذکور ہے اور اس کے بعد اس کا بیان ہے مرض۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: روایت ہے کہ ادنیٰ مرض ہو یا اس سے زیادہ، یعنی کم سے کم مرض ہو یا اس سے زیادہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۱۴- بَابٌ: مَا يُقَالُ لِلْمَرِيضِ وَمَا يُجِيبُ

مریض سے کیا کہا جائے اور وہ کیا جواب دے، اس کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عیادت کے وقت مریض سے کیا کہا جائے، اور مریض اس کو کیا جواب دے۔

۵۶۶۱- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَرَضِهِ فَمَسِسْتُهُ وَهُوَ يُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا فَقُلْتُ إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا وَذٰلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ قَالَ أَجَلْ وَمَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى إِلَّا حَاتَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم التیمی از الحارث بن سوید از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی ﷺ کے پاس آپ کے مرض میں حاضر ہوا، پس میں نے آپ کو چھوا اور آپ کو سخت بخار چڑھا ہوا تھا، میں نے کہا: بے شک آپ کو تو سخت بخار چڑھا ہوا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو دو اجر ملتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں! اور جس مسلمان کو بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس سے اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۴۸، ۵۶۶۰، ۵۶۶۱، ۵۶۶۷، صحیح مسلم: ۲۵۷۱، مسند احمد: ۳۶۱۱، سنن دارمی: ۲۷۷۱)

صحیح البخاری: ۵۶۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ "عیادت کرنے والا مریض سے کیا کہے اور مریض کیا جواب دے" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی عیادت کرنے والے تھے اور انہوں نے یہ کہا کہ آپ کو تو سخت بخار چڑھا ہوا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو دو اجر ملتے ہیں، تو نبی ﷺ نے جواب میں فرمایا: جس مسلمان کو بھی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں، سو اس حدیث میں عیادت کرنے والے کے قول کا بھی ذکر ہے اور مریض کے جواب کا بھی ذکر ہے۔ اس حدیث کی اس سے پہلے شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۶۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مریض سے تسلی کے کلمات کہنے کا بیان

علامہ المہلب مالکی نے لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ بیمار سے ایسی باتیں کی جائیں جن سے اس کے درد اور تکلیف کے اندر کمی ہو

Marfat.com

اور اس کو تسلی ہو اور اس کو بتایا جائے کہ اس بیماری کے سبب سے تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور تم گناہوں سے پاک ہو جاؤ گے، مثلاً یوں کہے: کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس بیماری کے سبب سے تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا، پھر تم پر کشادگی کرے گا اور تمہارے لیے اجر اور عافیت کو جمع کرے گا تاکہ وہ مریض تقدیر پر ناراض نہ ہو اور رحمت کے اسباب نہ ملنے کی وجہ سے بے چین اور مضطرب نہ ہو۔ اور عیادت کرنے والے کو چاہیے کہ مریض کو شیطان کے نرغہ میں نہ چھوڑے، پس بسا اوقات شیطان مریض کو ایسے کلمات کہنے پر اکساتا ہے جس سے ناشکری کا اظہار ہوتا ہے اور تقدیر پر راضی نہ رہنے کا وہم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی بدگمانی کا خطرہ ہوتا ہے، اس لیے مریض کے سامنے تسلی آمیز باتیں کرنی چاہئیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۲۹۸ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۶۶۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ يَعُودُهُ فَقَالَ لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللهُ فَقَالَ كَلَّا بَلْ حُمَّى تَفُورُ عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ كَيْمَا تُزِيرَهُ الْقُبُورَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَنَعَمْ إِذًا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۱۶، ۵۶۵۶، ۵۶۶۲، ۷۴۷۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرد کے پاس اس کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: کوئی خطرہ کی بات نہیں، یہ بیماری ان شاء اللہ پاک کرنے والی ہے، اس مرد نے کہا: ہرگز نہیں! بلکہ یہ بخار ہے جو بہت بوڑھے مرد کے اوپر جوش میں آرہا ہے تاکہ اس کو قبروں کی زیارت کرائے، نبی ﷺ نے فرمایا: اچھا! پھر ایسا ہی ہوگا۔

اس حدیث کی شرح عنقریب گزر چکی ہے۔

۱۵- بَابُ: عِيَادَةِ الْمَرِيضِ رَاكِبًا وَمَاشِيًا وَرِدْفًا عَلَى الْحِمَارِ

سوار ہو کر اور پیدل اور کسی کے پیچھے گدھے پر بیٹھ کر مریض کی عیادت کے لیے جانے کا بیان

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مریض کی عیادت کے لیے سوار ہو کر جانا، پیدل جانا اور کسی کے پیچھے گدھے پر بیٹھ کر جانا ہر طرح جائز ہے۔

۵۶۶۳ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَى إِكَافٍ عَلَى قَطِيفَةٍ فَدَكِيَّةٍ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ وَرَاءَهُ يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَسَارَ حَتَّى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ وَذَلِكَ قَبْلَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب از عروہ، کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ نبی ﷺ دراز گوش پر سوار ہوئے اور فدک کی چادر پالان پر بچھا کر بیٹھے، اور اپنے پیچھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا، آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف

Marfat.com

أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ اللهِ وَفِي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَّرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ قَالَ لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَوَقَفَ وَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللهِ فَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ إِنَّهُ لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجْلِسِنَا وَارْجِعْ إِلَى رَحْلِكَ فَمَنْ جَاءَكَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ رَوَاحَةَ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ فَاغْشَنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا فَإِنَّا نُحِبُّ ذَلِكَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كَادُوا يَتَثَاوَرُونَ فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى سَكَتُوا فَرَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ دَابَّتَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ أَيْ سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ يُرِيدُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ قَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللهِ اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ فَلَقَدْ أَعْطَاكَ اللهُ مَا أَعْطَاكَ وَلَقَدِ اجْتَمَعَ أَهْلُ هَذِهِ الْبَحْرَةِ عَلَى أَنْ يُتَوِّجُوهُ فَيُعَصِّبُوهُ فَلَمَّا رَدَّ ذَلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ شَرِقَ بِذَلِكَ فَذَلِكَ الَّذِي فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ۔

لے جا رہے تھے، یہ غزوہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے، پس آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ اس مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبد اللہ بن ابی ابن سلول تھا اور یہ اس کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے، اور اس مجلس میں چند مسلمان اور مشرکین اور بت پرست اور یہودی ملے جلے بیٹھے تھے، اور اس مجلس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، پھر جب سواری کے گرد و غبار نے مجلس کو ڈھانپ لیا تو عبد اللہ بن ابی نے اپنی چادر کا پلو اپنی ناک پر رکھا اور کہا: ہم پر گرد و غبار نہ اڑائیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور ٹھہر گئے اور سواری سے اترے اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، پھر ان پر قرآن مجید کی آیات پڑھیں، تو آپ سے عبد اللہ بن ابی نے کہا: اے مرد آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ زیادہ اچھا نہیں ہے، اگر یہ حق ہے تو آپ ہماری مجالس میں اس ہمیں ایذاء نہ پہنچائیں اور اپنے گھر جائیں، پس جو آپ کے پاس آئے اس کے سامنے بیان کریں تو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اس قرآن کو ہماری مجلس میں پیش کریں، ہم اس کو پسند کرتے ہیں، پھر مسلمانوں اور مشرکوں اور یہود نے ایک دوسرے کو برا کہا حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ لڑ پڑتے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ان کو ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ سب خاموش ہو گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے حتیٰ کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، پس آپ نے ان سے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا کہ ابو حباب نے کیا کہا ہے، آپ کی مراد تھی عبد اللہ بن ابی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس کو معاف کر دیں اور اس سے درگزر کریں، اللہ تعالیٰ نے بے شک آپ کو عطا کیا ہے جو عطا کیا ہے اور اس بستی کے لوگ اس پر متفق ہو چکے تھے کہ اس کو سرداری کا تاج پہنائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو منصب نبوت عطا فرمایا ہے، اس کی وجہ سے اس کی یہ تاج پوشی مسترد ہو گئی لہٰذا یہ غضب

Marfat.com

ناک ہو گیا، پس اسی وجہ سے اس نے وہ سلوک کیا جو آپ نے دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۸۷، ۴۵۶۶، ۵۶۶۳، ۵۹۶۴، ۶۲۰۷، ۶۲۵۴، صحیح مسلم: ۱۷۹۸، مسند احمد: ۲۱۲۶۰)

صحیح البخاری: ۵۶۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''عیادت کے لیے گدھے پر سوار ہو کر جانا اور کسی کے پیچھے بیٹھ کر جانا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے دراز گوش پر سوار ہو کر گئے اور آپ نے اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھایا ہوا تھا۔

یہ حدیث سورۂ آل عمران کی تفسیر کے آخر میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کی از ابوالیمان از شعیب از زہری از عروہ روایت کی تھی کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''علی اکاف'' یعنی اس دراز گوش کے اوپر ایک پالان تھا اور اس پر فدک کی چادر بچھائی ہوئی تھی اور فدک، خیبر کی ایک بستی ہے اور وہ چادر فدک میں بنی ہوئی تھی۔

اس حدیث میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ خزرج کے سردار تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عبداللہ بن اُبی ابن سلول'': سلول، عبداللہ بن اُبی کی ماں کا نام ہے، اس لیے لفظ ابن پر پیش پڑھا جائے گا کیونکہ یہ عبداللہ کی صفت ہے اُبی کی صفت نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عجاجۃ الدابۃ'' اس کا معنی ہے: سواری کا گرد و غبار۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''یتثاورون'' یعنی وہ سب لوگ جوش میں آ گئے اور ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''عبداللہ بن ابی نے کہا: آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ زیادہ اچھا نہیں ہے'' یعنی آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اچھا کلام ہے، لیکن زیادہ اچھا کلام نہیں ہے، یہ عبداللہ بن ابی نے استہزاءً کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابوحباب''، یہ عبداللہ بن ابی کی کنیت ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''البحرۃ''، اس سے مراد ہے البلدۃ یعنی یہ شہر یا یہ بستی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''شرق'' یعنی وہ غصہ ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۶۳ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

جدید دور میں عیادت کا طریقہ

یعنی یہ جائز ہے کہ انسان مریض کی عیادت کرے خواہ کسی چیز پر سوار ہو کر جائے، مثلاً وہ بس میں سوار ہو کر جائے اور مریض کی عیادت کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر پیدل چل کر جائے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر ٹیلیفون پر مریض کی عیادت کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس سے بھی عیادت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لوگوں کے طریقے مختلف ہیں، پس بعض لوگ وہ ہیں جو ٹیلیفون پر عیادت کرنے کو کافی نہیں سمجھتے اور بعض لوگ وہ ہیں جو ٹیلی فون پر عیادت کرنے کو کافی سمجھتے ہیں اور ہر انسان کو اس کے مرتبہ میں رکھنا چاہیے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یہ عبداللہ بن ابی کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے" یعنی اس کے ظاہراً اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے، کیونکہ عبداللہ بن ابی نفاق پر مرا تھا۔ العیاذ باللہ! اور منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور ان کا نفاق دوزخ کے عذاب سے ان کو نجات نہیں دے سکتا۔

اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواضع تھے اور آپ دراز گوش پر بھی سوار ہو جاتے تھے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۹۲، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

گدھے پر سواری کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اس لیے گدھے پر سوار ہونے کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے: جو شخص گدھے پر سواری کو کم تر اور حقیر جانتا ہے، وہ خود گدھے سے بھی زیادہ کمتر اور حقیر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گدھے پر سوار ہونا سنت ہے، گاؤں اور دیہات میں گدھے پر سواری کے مواقع ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۶۶۴- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدٍ هُوَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه قَالَ جَائَنِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَعُودُنِي لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ

(سنن ابوداؤد: ۳۰۹۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد اور وہ ابن المنکدر ہیں از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میری عیادت کر رہے تھے، نہ آپ خچر پر سوار تھے اور نہ ٹٹو کسی گھوڑے پر۔

صحیح البخاری: ۵۶۶۴، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

"بِرْذَوْن" کا معنی

بِرْذَوْن ایسا جانور ہے جس کے اعضاء بہت وزنی اور بھاری ہوتے ہیں اور اس کے پیر بہت قوی ہوتے ہیں اور اس کے کھر

Marfat.com

بہت عظیم ہوتے ہیں، لیکن وہ عربی گھوڑوں کی نسل سے نہیں ہے، گھوڑوں کے مشابہ ہوتا ہے لیکن اس کا جسم ضخیم ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی شرح

اس حدیث میں بیان ہے کہ سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے اور آپ دونوں پیدل جا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ دراز گوش پر سوار تھے اور نہ گھوڑے پر۔

یہ حدیث مریض کی زیارت کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ مریض کی زیارت کرنا اسلام کی سنتوں میں سے ہے اور ہمارے دین اسلام میں اس کی رغبت دی گئی ہے، اس سے مریض کے ساتھ محبت بڑھتی ہے اور اخوتِ ایمانی میں اضافہ ہوتا ہے، حدیث میں ہے:

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ جس شخص نے مریض کی عیادت کی یا اللہ کی محبت میں اپنے بھائی کی زیارت کی تو ایک منادی اسے پکار کر کہتا ہے: تم پاکیزہ ہو اور تمہارا چلنا بھی پاکیزہ ہے اور تم نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنالیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جنت میں گھر بنا دیا ہے جس میں تم ٹھہرو گے اور رہو گے، کیونکہ تم نے اللہ کی رضا کے لیے اپنے بھائی کی زیارت کی ہے اور یہ حدیث مریض کی عیادت کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے، خواہ پیدل چل کر جائے یا سوار ہو کر جائے یا کسی کے پیچھے سواری پر بیٹھ کر جائے جیسا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے گئے تھے۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری، ج ۵ ص ۲۴۴، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

١٦- بَابُ: مَا رُخِّصَ لِلْمَرِيضِ أَنْ يَقُولَ: إِنِّي وَجِعٌ أَوْ وَا رَأْسَاهُ أَوِ اشْتَدَّ بِي الْوَجَعُ

اس کا بیان کہ مریض کو یہ کہنے کی اجازت دی گئی ہے کہ مجھے درد ہے، یا ہائے میرا سر، یا میرا درد بہت زیادہ ہو گیا ہے

وَقَوْلِ أَيُّوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (الانبیاء)

اور حضرت ایوب علیہ السلام کا یہ کہنا: بے شک مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ○

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مریض کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ وہ کہے کہ مجھے درد ہے یا تکلیف ہے، صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ مریض کو اس کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ کہے کہ مجھے درد ہے یا تکلیف ہے، اور یا مریض کہے: ہائے میرا سر،

Marfat.com

یعنی جب اس کے سر میں شدید درد ہو اور اس کا ذکر اس حدیث میں صراحۃً ہے، یا کہے کہ میرے سر میں بہت شدید درد ہے۔ اور مریض کے قول پر حضرت ایوب علیہ السلام کے قول کا عطف کیا گیا ہے، لیکن حضرت ایوب علیہ السلام کا یہ قول باب کے عنوان کی مثل نہیں ہے، کیونکہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بہ طور دعا کہا تھا اور مخلوق سے ذکر نہیں کیا تھا۔ اور ایوب علیہ السلام کی اس دعا میں جاہل صوفیاء کے اس زعم کے رد کی طرف اشارہ ہے جو کہتے ہیں کہ بیماری اور تکلیف کو دور کرنے کے لیے دعا کرنا تسلیم و رضا کے خلاف ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ مذموم یہ ہے کہ اپنی بیماری کی شکایت مخلوق سے کی جائے، لیکن خالق سے اپنے درد اور تکلیف کی شکایت کرنا یہ مذموم نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درد کی شکایت کی اور آپ کے اصحاب نے اور فقہاء تابعین نے بھی درد کی شکایت کی، روایت ہے کہ حسن بصری اپنے اصحاب کے پاس داخل ہوئے اور ان کی داڑھ میں تکلیف تھی اور وہ شکایت کررہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے میرے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے، اور بنو آدم میں سے ہر شخص کو درد میں تکلیف ہوتی ہے اور وہ مرض کی شکایت کرتا ہے، مگر مذموم یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے بے قرار ظاہر کرنے کے لیے اور اللہ کی دی ہوئی تکلیف پر ناراضگی کے اظہار کے لیے شکایت کرے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے بھائیوں کے سامنے اپنے درد اور تکلیف کا اظہار کرے تاکہ وہ اس کے لیے شفاء کی اور عافیت کی دعا کریں اور اس کا آہ و بکا کرنا تاکہ اس کو درد سے راحت ملے، یہ شکایت نہیں ہے۔ اور ابوطیب اور ابن صباغ اور فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ مریض کا ہائے ہائے کرنا اور آہ و بکا کرنا مکروہ ہے، اور علامہ نووی نے کہا ہے: یہ قول ضعیف ہے یا باطل ہے، کیونکہ مکروہ وہ کام ہوتا ہے کہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو اور مریض جو اپنی تکلیف میں ہائے ہائے کرتا ہے یا آہ و بکا کرتا ہے، اس سے ممانعت ثابت نہیں ہے۔

اور اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور سے مریض کے آہ و بکا اور ہائے میرا سر کہنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۳۰۔۳۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٥٦٦٥۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ وَأَيُّوبَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أُوقِدُ تَحْتَ الْقِدْرِ فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَا الْحَلَّاقَ فَحَلَقَهُ ثُمَّ أَمَرَنِي بِالْفِدَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح و ایوب از مجاہد از عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ از حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں پتیلی کے نیچے آگ جلا رہا تھا، آپ نے فرمایا: کیا تمہیں تمہارے سر کی جوئیں تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے سر مونڈنے والے کو بلایا، سو اس نے میرا سر مونڈ دیا، پھر آپ نے مجھے فدیہ دینے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ١٨١٤، ١٨١٥، ١٨١٦، ١٨١٧، ١٨١٨، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٨٠٨، صحیح مسلم: ١٢٠١، سنن ترمذی: ٢٩٧٤، سنن نسائی: ٢٨٥١، سنن ابوداؤد: ١٨٥٦، سنن ابن ماجہ: ٣٠٧٩، مسند احمد: ١٦٦٦٥، موطا امام مالک: ٩٥٥)

صحیح البخاری: ۵۶۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے کہ "بیمار کہے: مجھے درد ہے یا تکلیف ہے، یا کہے: ہائے میرا سر یا کہے: مجھے شدید درد ہے"، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں! یعنی جوئیں ان کے سر کو تکلیف دے رہی تھیں اور یہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے شکایت نہیں کی بلکہ انہوں نے واقع کے بیان کی خبر دی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی نجیح، یہ عبداللہ ہیں اور ابو نجیح کا نام یسار ہے۔ اور اس میں ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔

جس مُحرم کو جوؤں کی تکلیف کی وجہ سے سر منڈانے کی ضرورت ہو، اس کے فدیہ کا بیان

یعنی جب کسی شخص کو سر کے بال مونڈنے کی حاجت ہوتا کہ وہ جوؤں سے نجات پائے تو وہ اپنے سر کے بال مونڈے اور اس کے فدیہ میں تین دن کے روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو صدقہ دے، ہر مسکین کو دو کلو گندم دے یا ایک قربانی کرے، اس میں اعلیٰ درجہ اونٹ کی قربانی ہے اور اوسط درجہ گائے کی قربانی ہے اور ادنیٰ درجہ بکری کی قربانی ہے۔

یہ حدیث کتاب الحج میں گزر چکی ہے اس باب کے تحت فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ (البقرہ:۱۹۶) اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اپنی تکلیف کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرنے کا عدم جواز اور اپنے بھائیوں سے اپنی تکلیف کا اظہار کرنے کا جواز

امام طبری نے اس باب میں کہا ہے کہ ایک جماعت نے کہا ہے کہ بنی آدم میں سے ہر شخص کو درد سے تکلیف ہوتی ہے اور وہ مرض میں شکایت کرتا ہے، اس لئے کہ بنو آدم کے نفوس بے صبری اور بے قراری پر مبنی ہیں اور کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہے کہ اس کو بیماری کی وجہ سے جو درد ہو رہا ہے وہ اس درد میں تکلیف کا اظہار نہ کرے، کیونکہ ہر شخص کی جبلت میں اور فطرت میں مرکوز ہے کہ جب اس کو تکلیف ہو تو وہ اس کا اظہار کرتا ہے اور کوئی شخص اپنی فطرت کو متغیر کرنے پر قادر نہیں ہے اور کسی شخص کو اس کی جبلت کے خلاف مکلف نہیں کیا جاتا۔ بندے کو صرف اس کا مکلف کیا گیا ہے کہ وہ مصیبت کے حال میں ایسا کام نہ کرے جس کو ترک کرنے کی کوئی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ مصیبت کے وقت آہ و بکا نہ کرے اور مرض میں ہائے ہائے نہ کرے، پس جس نے مصیبت کے وقت ہائے ہائے کی یا بے قراری کا اظہار کیا تو وہ صابرین کے معانی سے نکل جائے گا اور بے صبری کے معانی میں داخل ہو جائے گا۔

Marfat.com

امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ مریض کی ہر بات کو لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ ہائے ہائے جو کرتا ہے اس کو بھی لکھا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۴، رقم الحدیث: ۱۰۸۳۰)

اور لیث نے بیان کیا کہ میں نے طلحہ بن مُصَرِّف سے کہا کہ طاؤس بیماری میں ہائے ہائے کرنے کو مکروہ کہتے ہیں، پس طلحہ سے ہائے ہائے نہیں سنی گئی حتیٰ کہ وہ فوت ہوگئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۲۱۳، رقم الحدیث: ۳۵۴۰۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر سب کا اجماع ہے کہ بندے کو جو تکلیف یا شدت پہنچی ہے یا کوئی نقصان پہنچا ہے تو اس پر بندے کا اپنے رب سے شکایت کرنا مکروہ ہے، اور شکایت یہ ہے کہ وہ لوگوں سے ذکر کرے کہ اس کو رب نے اس امتحان میں ڈالا ہے، اور اس طرح ذکر کرے جس سے بے صبری ظاہر ہو، اور انہوں نے کہا ہے جو بیماری کی حالت میں آہ و بکا کرتا ہے وہ بھی اسی معنی میں ہے۔

اور لیث نے کہا: رب سے شکایت کرنے والا وہ ہے جو اپنی تکلیف اور مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراض ہو اور پھر اپنی تکلیف کی اللہ تعالیٰ کو خبر دے، لیکن جو اپنے بھائیوں اور دوستوں کو اپنی مصیبت اور بیماری کی خبر دے تا کہ وہ اس کے لیے شفاء اور عافیت کی دعا کریں اور اس حال میں اگر وہ ہائے ہائے کر رہا ہو تو وہ اپنے رب سے شکایت کرنے والا نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اور آپ کے اصحاب نے اور متقدمین کی ایک جماعت نے اپنی تکلیف اور درد کی شکایت کی ہے۔

اور حسن بصری سے روایت ہے کہ ان کے پاس ان کے اصحاب آئے اور وہ ضرب کی شکایت کر رہے تھے اور یہ قول صحت اور صواب کے قریب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کا فعل اس کا شاہد ہے، کیونکہ درد کی حالت میں انسان کے منہ سے بے اختیار ہائے ہائے کے کلمات نکل جاتے ہیں اور جو چیز انسان کے اختیار میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا مکلف نہیں کرتا، اس لیے درد کی شدت میں اگر انسان کے منہ سے ہائے ہائے نکلے تو یہ ممنوع نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۰۵۔۳۰۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۶۶۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَبُو زَكَرِيَّاءَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَا رَأْسَاهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاكِ لَوْ كَانَ وَأَنَا حَيٌّ فَأَسْتَغْفِرَ لَكِ وَأَدْعُوَ لَكِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَا ثُكْلِيَاهُ وَاللهِ إِنِّي لَأَظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِي وَلَوْ كَانَ ذَاكَ لَظَلِلْتَ آخِرَ يَوْمِكَ مُعَرِّسًا بِبَعْضِ أَزْوَاجِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَلْ أَنَا وَا رَأْسَاهُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ وَأَعْهَدَ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ ثُمَّ قُلْتُ يَأْبَى اللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ أَوْ يَدْفَعُ اللهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یحییٰ ابوزکریاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے خبر دی از یحییٰ بن سعید، انہوں نے کہا: میں نے القاسم بن محمد سے سنا، انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (سر کے شدید درد کی وجہ سے) کہا: ہائے سر! اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ایسا میری زندگی میں ہو گیا (یعنی میری زندگی میں تمہاری وفات ہو گئی) تو میں تمہارے لیے استغفار کروں گا اور تمہارے لیے دعا کروں گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے مصیبت، اللہ کی قسم! میں یہ گمان کرتی ہوں کہ آپ میری موت کو پسند کرتے ہیں اور اگر ایسا ہو گیا تو آپ دن کے اخیر میں اپنی ازواج میں سے کسی اور کے ساتھ دولہا بن چکے ہوں گے، تب نبی ﷺ نے فرمایا: بلکہ

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۷۲۱۷، صحیح مسلم: ۲۳۸۷)

میں بھی کہتا ہوں: ہائے سر! (یعنی میرے سر میں بھی شدید درد ہے) اور میں نے بھی ارادہ کیا ہے کہ میں ابوبکر اور ان کے بیٹے کی طرف کسی کو بھیج کر بلاؤں اور میں وصیت کروں، کیونکہ کہنے والے کہیں گے (کہ ہم کو خلیفہ بنادیا جائے) یا تمنا کرنے والے (خلافت کی) تمنا کریں گے، پھر میں نے (دل میں) کہا کہ اللہ تعالیٰ (ابوبکر کے غیر کا) انکار کردے گا اور مومنین اس کو دفع کر دیں گے یا اللہ دفع کردے گا اور مومنین انکار کردیں گے۔

صحیح البخاری: ۵۶۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ہائے سر کہنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے سر!

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں یحییٰ بن یحییٰ کا ذکر ہے، یہ ابن بکر بن عبدالرحمٰن ابوزکریاء التمیمی الحنظلی النیشاپوری ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں اور امام بخاری نے ان سے صرف چند جگہ روایت کی ہے۔ زکوۃ میں، وکالت میں، تفسیر میں اور احکام میں، اور امام مسلم نے ان سے زیادہ روایات لی ہیں۔ الدمیاطی نے کہا ہے کہ یہ عابد زاہد اور فاضل تھے۔ اور امام بخاری نے کہا: یہ صفر ۲۲۶ھ میں بدھ کے دن فوت ہو گئے تھے۔

اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، وہ انصاری ہیں۔ اور القاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے سر، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ذاک" اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر سر درد کی وجہ سے آپ کی وفات ہوگئی اور میں زندہ ہوا تو میں آپ کے لیے استغفار کروں گا اور عبداللہ بن عتبہ کی روایت میں ہے کہ اگر آپ مجھ سے پہلے فوت ہوگئیں تو میں آپ کو کفن پہناؤں گا، پھر میں آپ کی نماز جنازہ پڑھوں گا اور آپ کی تدفین کروں گا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "واثکلیاہ" یہ لفظ یا تو مصدر ہے یا اس عورت کی صفت ہے جس کا بچہ گم ہو گیا ہو، پس اگر یہ مصدر ہو تو اس میں ثاء پر پیش ہے اور لام کے نیچے زیر ہے، اگر یہ اسم ہو تو ثاء پر زبر ہے اور لام کے نیچے زیر ہے، کہا جاتا ہے "ثکلته امه ثکلا" اور "ثکل" کے معنی ہیں کہ عورت کا بچہ گم ہو جائے۔ اور اسی طرح "الثکل" کا معنی ہے۔ اور اس لفظ سے اس کی حقیقت کا ارادہ نہیں کیا جاتا بلکہ یہ وہ کلمہ ہے جو عربوں کی زبان پر اس وقت جاری ہوتا ہے جب ان کو کوئی مصیبت پہنچے یا اس وقت جب ان کو کسی چیز کا خوف ہو تو وہ اس طرح کہتے ہیں۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے مصیبت، اللہ کی قسم! میں یہ گمان کرتی ہوں کہ آپ میری موت کو پسند کرتے ہیں'' ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام سے نکالی جو آپ نے فرمایا تھا: ''اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہوگئیں'' اور آپ نے فرمایا تھا اور اگر ایسا ہوگیا تو، اور اس میں اشارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی طرف تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''آپ دن کے اخیر میں اپنی ازواج میں سے کسی کے پاس دولہا بن چکے ہوں گے'' ۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص اپنی زوجہ کے ساتھ شب عروس منائے یا اس کے ساتھ عمل تزویج کرتے ہوئے اس کو ڈھانپ لے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بلکہ میں کہتا ہوں ہائے سر!'' اس کا معنی یہ ہے: تمہارے جو سر میں درد ہو رہا ہے اور تمہارے دل میں جو خیال آ رہا ہے، اس کو چھوڑو اور میرے ساتھ مشغول ہو، کیونکہ تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے تم میرے بعد زندہ رہو گی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وحی سے جان لیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور میں نے بھی ارادہ کیا ہے کہ میں ابوبکر اور ان کے بیٹے کی طرف کسی کو بھیج کر بلاؤں اور میں وصیت کروں'' ۔اور ایک روایت میں ہے کہ میں ابوبکر کے پاس آؤں، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ غلط ہے، اس کا صحیح معنی اس طرح ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: میرے لیے اپنے باپ اور اپنے بھائی کو بلاؤ، آپ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف جانا مشکل تھا، کیونکہ آپ تو مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے جانے سے بھی عاجز تھے جب کہ مسجد مکان کے قریب تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور میں وصیت کروں'' یعنی میں خلافت کی وصیت کروں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے، کیونکہ ان کا خلافت میں کوئی دخل نہیں ہے، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ مقام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کا تھا، یعنی یہ امر تمہارے والد کی طرف مفوض ہے، اسی طرح تمہارے بھائی کے آنے کی طرف مفوض ہے، کیونکہ وہ بھی اہل مشورہ میں سے ہیں، یا جب آپ نے ارادہ کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف معاملہ مفوض کر دیا جائے تو آپ نے چاہا کہ ان کے بعض محارم کو بھی حاضر کر لیا جائے حتیٰ کہ اگر کسی کی طرف پیغام بھیجنے کی حاجت ہو تو وہ اس کام کو کر سکے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر میں نے (دل میں) کہا کہ اللہ تعالیٰ (ابوبکر کے غیر کا) انکار کر دے گا اور مومنین اس کو دفع کر دیں گے یا اللہ دفع کر دے گا اور مومنین انکار کر دیں گے'' ۔

راوی کو شک ہے کہ کون سا جملہ مقدم ہے اور کون سا جملہ مؤخر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۳۲۔۳۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۶۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ يُوعَكُ فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا قَالَ أَجَلْ كَمَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از ابراہیم التیمی از الحارث بن سوید از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اس وقت آپ

Marfat.com

يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ قَالَ لَكَ أَجْرَانِ قَالَ نَعَمْ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى مَرَضٌ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللهُ سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا۔

کو بخار چڑھا ہوا تھا، میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کو چھوا تو میں نے کہا: آپ کو تو بہت تیز بخار چڑھا ہوا ہے، آپ نے فرمایا: ہاں! جتنا بخار تم میں سے دو آدمیوں کو چڑھتا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کے لیے دو اجر ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جس مسلمان کو بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور بیماری پہنچتی ہے یا اس کے سوا کوئی مصیبت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت سے اس کے پتے جھڑتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۴۸، ۵۶۶۰، ۵۶۶۱، ۵۶۶۷، صحیح مسلم: ۲۵۷۱، مسند احمد: ۳۶۱۱، سنن دارمی: ۲۷۷۱)

صحیح البخاری: ۵۶۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے معنی سے سمجھ آ رہی ہے، کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''مجھے اتنا (سخت) بخار چڑھتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو چڑھتا ہے'' اور آپ کے اس ارشاد میں بھی تکلیف کا اظہار ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں موسیٰ کا ذکر ہے، وہ ابن اسماعیل المنقری ہیں۔ اور سلیمان کا ذکر ہے، وہ الاعمش ہیں۔ اور یہ حدیث عنقریب ''باب شدۃ المرض'' میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۶۷، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی شرح

یہ عجیب و غریب قصہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو آپ نے دیکھا کہ وہ سر کے درد کی وجہ سے بیمار تھیں اور ہائے سر ہائے سر کہہ رہی تھیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ لطف کا ارادہ کیا اور فرمایا: بلکہ میں کہتا ہوں: ہائے سر! گویا کہ آپ ان سے فرما رہے تھے کہ تمہارے علاوہ میرے سر میں بھی درد ہو رہا ہے، پھر آپ نے ان سے مزاح فرمایا اور ارشاد فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو گئیں تو میں تم کو غسل دوں گا، تم کو کفن پہناؤں گا اور تم کو اپنے ہاتھ سے قبر میں اتاروں گا، یعنی کیا تم خوش نہیں ہوتیں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: گویا آپ میری موت کی تمنا کر رہے ہیں اور اگر ایسا ہو گیا اور میں آپ سے پہلے فوت ہو گئی تو آپ شام کو میری سوکنوں میں سے کسی ایک کے ساتھ دولہا بنے ہوئے ہوں گے اور مجھے بھول جائیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جواب سے مسکرائے، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ عورتوں میں کتنی غیرت ہوتی ہے۔ پھر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارے والد کو بلاؤں اور ان کو خلافت کی وصیت کر دوں اور تمہارے بھائی عبد

Marfat.com

الرحمن اس پر گواہ ہوں گے، اس خطرہ کی وجہ سے کہ کہنے والے لوگ کہیں گے اور تمنا کرنے والے لوگ تمنا کریں گے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غیر خلیفہ بنے، لیکن میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوگا اور نہ مومنین راضی ہوں گے کہ میرے بعد ان کا خلیفہ میرے صاحب ابوبکر کے علاوہ کوئی اور ہو اور مجھے چونکہ یقین تھا کہ اسی طرح ہوگا، اسی لیے میں نے تمہارے والد کے لیے خلافت کی وصیت کو ترک کردیا تاکہ مسلمان ان کو خود اپنے اختیار سے خلیفہ بنالیں۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں اس غیرت کو بیان کیا گیا ہے جو عورتوں کی طبیعت میں ہوتی ہے۔

(۲) اس حدیث میں مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی کرنے کا بیان ہے۔

(۳) اس حدیث میں درد کا ذکر ہے جو بطور شکایت نہیں ہے اور اس کا اعتماد دل کے عمل پر ہے نہ کہ زبان سے کلام پر۔

(۴) اس حدیث میں مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ بیماری کی حالت میں اُنس کا اظہار ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا جب آپ نے دیکھا کہ ان کے سر میں درد ہو رہا ہے تو آپ نے فرمایا: بلکہ میرے سر میں بھی درد ہو رہا ہے۔

(الشرح المیسر صحیح البخاری، ج ۵ ص ۲۴۶۔ ۲۴۷، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

۵۶۶۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَائَنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَعُودُنِي مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي زَمَنَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقُلْتُ بَلَغَ بِي مَا تَرَى وَأَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي قَالَ لَا قُلْتُ بِالشَّطْرِ قَالَ لَا قُلْتُ الثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ كَثِيرٌ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَلَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے خبر دی از عامر بن سعد از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے کے لیے آئے، اس شدید درد کی وجہ سے جو حجۃ الوداع کے زمانہ میں مجھے ہوا تھا، پس میں نے کہا: آپ دیکھ رہے ہیں کہ مجھے کتنا درد ہو رہا ہے اور میں مالدار ہوں، اور میری وارث میری صرف ایک بیٹی ہے، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: نصف مال صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: تہائی مال صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: تہائی بہت ہے، بے شک تم اگر اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑ دو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑ دو، وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں اور تم ہرگز کوئی خرچ نہیں کرو گے جس سے تم اللہ کی رضا کا ارادہ کرو مگر تمہیں اس پر اجر دیا جائے گا، حتیٰ کہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھتے ہو، اس میں بھی تمہیں اجر دیا جائے گا۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۱۶۲۸، سنن ترمذی: ۲۱۱۶، سنن نسائی: ۳۶۲۶، سنن ابوداؤد: ۲۸۶۴، مسند احمد: ۱۴۴۳، موطا امام مالک: ۱۴۹۵، سنن دارمی: ۳۱۹۶)

صحیح البخاری: ۵۶۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "یا مجھے شدید درد ہے" اور اس حدیث میں بھی ذکر ہے کہ حجۃ الوداع کے زمانہ میں مجھے شدید درد ہوا تھا جب آپ میری عیادت کے لیے تشریف لائے تھے۔

یہ حدیث عامر بن سعد سے مروی ہے، ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں جو ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، یہ حدیث بھی اس سے پہلے کئی بار گزر چکی ہے اور اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۷۔ بَابُ: قَوْلِ الْمَرِيضِ قُومُوا عَنِّي — بیمار کا یہ کہنا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مریض کا عیادت کرنے والوں سے یہ کہنا جائز ہے کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ، جب عیادت کرنے والوں سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو اس قول کا تقاضا کرتی ہو۔

۵۶۶۹۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ و حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قُومُوا قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از معمر، اور انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات کا وقت قریب آیا اور اس وقت گھر میں چند مرد تھے، ان میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آؤ میں تم کو ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درد کا غلبہ ہے اور تم لوگوں کے پاس قرآن موجود ہے، ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ پس گھر کے لوگوں میں اختلاف ہو گیا، انہوں نے آپس میں بحث کی۔ بعض یہ کہتے تھے: وہ چیز قریب لاؤ جس سے تمہارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا مکتوب لکھ دیں جس کے بعد

Marfat.com

رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ۔

تم گمراہ نہیں ہوگے، اور گھر والوں میں سے بعض وہ کہتے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، جب فضول باتیں بہت زیادہ ہوئیں اور نبی ﷺ کے پاس اختلاف بھی بہت زیادہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اٹھ جاؤ! عبید اللہ نے کہا: پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ مصیبت جو سب سے بڑی مصیبت تھی یہ وہ تھی کہ صحابہ کے اختلاف اور شور کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے درمیان اور آپ کے اس مکتوب کو لکھوانے کے درمیان حائل ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴، ۳۰۵۳، ۳۱۶۸، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۵۶۶۹، ۷۳۶۶، صحیح مسلم: ۱۶۳۷، مسند احمد: ۲۹۸۳)

صحیح البخاری: ۵۶۶۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور سے مستنبط فقہی مسئلہ

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جب بیمار پر مرض کی شدت ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ عیادت کرنے والوں سے کہے: میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور ان کو گھر سے نکلنے کا حکم دے تاکہ مریض صرف اپنے گھر والوں اور ذوی الارحام کے ساتھ اکیلا رہ جائے۔ اور اس کو زائرین کے اوپر سختی نہیں کہا جائے گا بلکہ زائرین کی طرف سے سختی یہ ہے کہ وہ زیادہ دیر تک مریض کے پاس بیٹھے رہے اور اس کا مرض زیادہ ہو رہا تھا اور عیادت کرنے والوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ کم وقت مریض کے پاس بیٹھیں اور زیادہ وقت بیٹھ کر اس کو اذیت میں مبتلا نہ کریں۔

نبی ﷺ کے مکتوب منگوانے کی حکمت

الشیخ ابو الحسن نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے جو فرمایا تھا "میرے پاس ایک مکتوب لاؤ تاکہ میں ایسی چیز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو" تو آپ کا یہ ارشاد صحابہ کرام کی فہم کے امتحان کے لیے تھا اور نبی ﷺ کا منشاء یہ نہیں تھا کہ لازماً اور وجوباً لکھنے کے لیے کوئی چیز لا کر دو، پس جب آپ نے صحابہ پر یہ سوال ڈالا تو جو ذہین صحابہ تھے انہوں نے غور کیا اور کہا: ہمارے پاس ہمارے اللہ اور ہمارے رب کی کتاب موجود ہے۔ تو جو بھی کوئی نیا حادثہ پیش آئے گا تو اس کا حکم ہم اس کتاب سے نکال لیں گے اور وہ آپ کو لکھنے کے لیے کوئی چیز دینے سے رک گئے اور یہ ان کی فقہ میں باریک بینی تھی اور نبی ﷺ نے اسی جماعت کی رائے کو اختیار کیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر نبی ﷺ کا منشاء یہ ہوتا کہ لازماً ایسی چیز لائی جائے جس پر میں کوئی ایسی بات لکھ دوں تو پھر نبی ﷺ ضرور وہ چیز منگواتے اور صحابہ کرام کے اختلاف کی وجہ سے لکھوانے کو ترک نہ فرماتے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۱۱۔ ۳۱۲ ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری ۵۶۶۹، کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا چیز لکھوانا چاہتے تھے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے، یا اور اہم کام لکھوانا چاہتے تھے کہ جب کسی حکم کے متعلق نصِ صریح آجائے تو پھر اس میں شک نہ کیا جائے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درد کی شدت ہے، تو آپ کو لکھوانے میں مبتلا کر کے مزید مشقت میں نہ ڈالا جائے، کیونکہ اس سے آپ کے درد میں اور اضافہ ہوگا اور تمہارے پاس قرآن مجید موجود ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب کافی ہے جس میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا اور تمہارے لیے اللہ نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے تو قیامت تک کوئی واقعہ پیش نہیں آئے گا مگر قرآن اور سنت میں اس کا بیان اور اس کی تصریح ہوگی یا صراحۃً حکم ہوگا یا اس پر دلالت ہوگی، اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باریک بینی تھی، تو اس طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تخفیف کا مشورہ دیا اور تاکہ اجتہاد اور مسائل کے استنباط کا دروازہ بند نہ ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کی رائے پر انکار نہیں کیا، اس میں دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے صحیح تھی۔

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۴۶۵، دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۶۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عیادت کرنے کے آداب

اس حدیث سے عیادت کرنے کرنے کے حسب ذیل آداب مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھا جائے حتیٰ کہ مریض کو بے چینی اور بے قراری ہو۔

(۲) مریض کے پاس ایسی باتیں نہ کی جائیں جس سے مریض رنجیدہ ہو۔

(۳) مریض کے گھر کا دروازہ زور سے نہ کھٹکھٹایا جائے اور اپنا نام واضح طور پر لیا جائے، یوں نہ کہا جائے کہ میں ہوں۔

(۴) ایسے وقت میں مریض کے پاس نہ جائے جو عیادت کے لائق نہ ہو، مثلاً وہ اس کی دوا پینے کا وقت ہے۔

(۵) مریض کے پاس کم وقت بیٹھے اور نظر نیچی رکھے اور سوال کم کرے اور رقت کو ظاہر کرے اور اخلاص سے دعا کرے اور مریض کی امید میں توسیع کرے اور اس کو صبر کی تلقین کرے جس سے عظیم اجر حاصل ہو۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۲۶، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۷۹۰، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی مفصل اور مبسوط شرح کتاب العلم میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۱۸۔ بَابُ: مَنْ ذَهَبَ بِالصَّبِيِّ الْمَرِيضِ لِيُدْعَى لَهُ

بیمار بچے کو (کسی بزرگ کے پاس) لے جانا تاکہ اس کے لیے دعا کی جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی بیمار بچے کو صالحین کی طرف اور ارباب فضیلت کی طرف لے جایا جائے تاکہ اس بچے کو ان کی دعا سے نفع حاصل ہو۔

۵۶۷۰۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ هُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْجُعَيْدِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ يَقُولُ ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ وَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی، وہ ابن اسماعیل ہیں از الجعید، انہوں نے کہا: میں نے السائب سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: مجھے میری خالہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئیں، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھانجا ہے اور اس کے سر میں درد ہے، سو آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے برکت کی دعا دی، پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے پیا، اور میں آپ کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو میں نے آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو حجلہ عروس کی گھنڈی کی مثل تھی۔

(صحیح البخاری: ۱۹۰، ۳۵۴۰، ۳۵۴۱، ۶۳۵۲، صحیح مسلم: ۲۳۴۵، مسند احمد: ۱۶۳/۷)

صحیح البخاری: ۵۶۷۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن حمزہ کا ذکر ہے، یہ ابو اسحاق الزبیری الاسدی المدنی ہیں، ۲۳۰ھ میں ان کی وفات ہو گئی تھی۔ اور اس حدیث کی سند میں حاتم بن اسماعیل کا ذکر ہے، یہ کوفی ہیں، انہوں نے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ اور جعید کا ذکر ہے، یہ ابن عبد الرحمن الکندی التیمی ہیں، ان کو جعد بھی کہا جاتا ہے۔ اور السائب بن یزید کا ذکر ہے، یہ خود اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔

اس حدیث میں بیان ہے کہ آپ کی مہر نبوت چھپر کھٹ کی گھنڈی کی مثل تھی، اس کے متعلق اور بھی روایات ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی پشت میں مہر نبوت کو دیکھا، وہ کبوتر کے انڈے کی مثل تھی۔

"زر" کا معنی ہے: بٹن کی مثل گول سی کوئی چیز جس کو قمیص کے کاج میں پھنسا دیتے ہیں، اب اس کا رواج نہیں ہے اور اب اس

Marfat.com

کی جگہ بٹن لگاتے ہیں۔ اور اس حدیث میں حجلہ کا ذکر ہے، یہ وہ پلنگ ہے جو دولہا دلہن کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔
یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں کی جا چکی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۹۔ بَابُ: تَمَنِّي الْمَرِيضِ الْمَوْتَ — بیمار کا موت کی تمنا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرض کی شدت کی وجہ سے مریض موت کی تمنا نہ کرے۔

۵۶۷۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثابت البنانی نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کے پہنچنے کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے، پس اگر اس نے ضرور ہی تمنا کرنی ہو تو وہ یوں کہے "اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور جب میرے لیے وفات بہتر ہو تو مجھ کو وفات عطا کر دے"۔

(صحیح البخاری: ۶۳۵۱، ۷۲۳۳، صحیح مسلم: ۲۶۸۰، سنن ترمذی: ۹۷۱، سنن نسائی: ۱۸۲۰، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۸، سنن ابن ماجہ: ۴۲۶۵، مسند احمد: ۱۱۵۶۸)

صحیح البخاری: ۵۶۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے": یہ خطاب صحابہ کرام کو ہے اور مراد صحابہ بھی ہیں اور ان کے بعد مسلمان بھی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اس تکلیف کی وجہ سے جو اس کو پہنچی ہے": یہ مرض کو بھی شامل ہے اور دوسری چیزیں جو تکلیف کی اقسام سے ہیں ان کو بھی شامل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اگر وہ کرنے والا ہو" یعنی اگر وہ تمنا کرنے والا ہو، اور الدعوات کی روایت میں ہے: اگر وہ ضرور موت کی تمنا کرنے والا ہو۔

آیا موت کی تمنا کرنا منسوخ ہے یا نہیں؟

اس حدیث میں مصیبت نازل ہونے کے وقت موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تھی:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ○ (یوسف) مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھانا، اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا○

اور اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے موت کی دعا کی:

وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ○ (النمل) اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے○

اور اس باب کی حدیث صحیح البخاری: ۵۶۷۴ میں مذکور ہے: ''اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے''۔ اور حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما نے موت کی دعا کی ہے۔ اور اس استدلال کو رد کر دیا گیا ہے، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ دعا کی جب موت متعین ہو گئی تھی اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں ان کاملین کے درجات کے ساتھ ملا دے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہے، وہ ضعیف ہے۔ اس حدیث کی روایت معمر نے از علی بن زید کی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۷۱ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

موت کی تمنا کے متعلق دیگر احادیث

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ از سلمہ بن ابی زید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کی تمنا نہ کرو، کیونکہ موت کی ہولناکی شدید ہے اور مرد کی سعادت اس میں ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ از عبد اللہ بن قیس روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی عمر طویل ہو اور اس کے عمل نیک ہوں۔ (سنن ترمذی: ۲۳۲۹، مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۸)

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ از عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ از والد خود روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! لوگوں میں سب سے بہتر کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس کی عمر طویل ہو اور عمل اچھے ہوں، پھر اس نے کہا: لوگوں میں سب سے برا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی عمر طویل ہو اور عمل برے ہوں۔ (سنن ترمذی: ۲۳۳۰)

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حارثہ بن مضرب سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انہوں نے اپنے پیٹ میں لوہے سے داغ لگوایا ہوا تھا، انہوں نے کہا: میرے علم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی ایک پر بھی اتنے مصائب نہیں آئے جتنے مصائب مجھ پر آئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مجھے ایک درہم بھی میسر نہ تھا، اور اب میرے گھر کی ایک جانب میں چالیس ہزار درہم ہیں اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع نہ کیا ہوتا یا کہا: ہمیں موت کی تمنا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ضرور موت کی تمنا کرتا۔ (سنن ترمذی: ۹۷۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۹)

Marfat.com

حدیث مذکور کی فقہ

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: اس باب کا حکم یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس سے منع فرمایا ہے کہ کسی مصیبت کے نازل ہونے کے وقت وہ موت کی تمنا کرے، اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ یہ دعا کریں کہ جب ان کے لیے موت میں خیر ہو تو اس وقت ان پر موت آئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے موت کی دعا کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے اور حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما نے موت کی دعا کی، سو یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ ان حضرات نے اس وقت یہ دعا کی جب موت مقارن ہوگئی تھی اور ان کی مراد یہ تھی کہ ہمیں صالحین کے درجات کے ساتھ ملا دے۔
علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: اور شاید مراد یہ تھی کہ جب تو مجھے وفات عطا کرے تو ایسا کرنا۔ سو یہ دعا ہے، تمنا نہیں ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا کی کہ مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ خبر دی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو موت کا اختیار دیا جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ کو موت کا اختیار دیا گیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اسی دن متحقق ہوگئی تھی، کیونکہ فرشتے آپ کے پاس یہ بشارت دینے کے لیے آئے تھے کہ آپ کی اپنے رب کے ساتھ ملاقات ہوگی اور اللہ نے جو آپ کے لیے نعمتیں تیار فرمائی ہیں ان سے آپ ملاقات کریں گے۔
کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہارے والد پر آج کے بعد کوئی کرب اور تکلیف نہیں ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۹)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت کی تمنا کا قصہ یہ ہے کہ معمر نے از الحسن از سعید بن ابی العاص روایت کی ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک رات دیکھ رہا تھا، آپ البقیع میں گئے اور یہ صبح کا وقت تھا، میں بھی آپ کے پیچھے گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور میری بصارت کمزور ہوگئی ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ میری رعیت میں انتشار ہوگا تو مجھے اپنے طرف اٹھا لے دراں حالیکہ میں نہ عاجز ہوں اور نہ ملامت کیا ہوا۔
زہری نے کہا از ابن المسیب ایک مہینہ بھی نہیں گزر رہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۳۱۵)
اور اس حدیث کی سند میں ایک راوی علی بن زید ہے اور وہ ضعیف ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۱۸۔ ۳۲۰ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)
میں کہتا ہوں کہ حضرت یوسف اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے موت کی تمنا نہیں کی بلکہ خاتمہ بالخیر کی دعا کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں ضعف ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۶۷۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى خَبَّابٍ نَعُودُهُ وَقَدِ اكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ فَقَالَ إِنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِينَ سَلَفُوا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم، انہوں نے کہا: ہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی عیادت کرنے کے لیے گئے،

Marfat.com

وَإِنَّا أَصَبْنَا مَا لَا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ وَلَوْلَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى وَهُوَ يَبْنِي حَائِطًا لَهُ فَقَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ إِلَّا فِي شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِي هَذَا التُّرَابِ۔

اور انہوں نے گرم لوہے سے سات داغ لگائے ہوئے تھے، تو انہوں نے کہا: بے شک ہمارے اصحاب گزر گئے اور چلے گئے اور انہوں نے دنیا میں کوئی کمی نہیں کی اور بے شک ہم نے اتنا مال پایا کہ ہم اس کو رکھنے کے لیے جگہ بھی نہیں پاتے سوائے مٹی کے اور اگر نبی ﷺ نے ہمیں موت کی دعا سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ضرور موت کی دعا کرتا، پھر ہم دوبارہ ان کے پاس گئے اور وہ اپنی ایک دیوار بنا رہے تھے، پس انہوں نے کہا کہ بے شک مسلمان کو ہر اس چیز میں اجر دیا جاتا ہے جس کو وہ خرچ کرتا ہے، سوائے اس چیز کے جس کو وہ اس مٹی میں بناتا ہے، (یعنی عمارت بناتا ہے)۔

(صحیح البخاری: ۶۳۴۹، ۶۳۵۰، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۷۲۳۴، صحیح مسلم: ۲۶۸۱، سنن ترمذی: ۲۴۸۳، سنن نسائی: ۱۸۲۳، مسند احمد: ۲۰۵۶۷)

صحیح البخاری: ۵۶۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "بیمار کا موت کی تمنا کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے مرض کی وجہ سے گرم لوہے کے سات داغ لگوائے ہوئے تھے اور انہوں نے کہا کہ اگر نبی ﷺ نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں ضرور موت کی دعا کرتا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں آدم کا ذکر ہے، وہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اسماعیل بن ابی خالد کا ذکر ہے، وہ البجلی ہیں اور ابو خالد کا نام سعد ہے، دوسرا قول ہے کہ ہرمز ہے اور تیسرا قول ہے کہ کثیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں قیس بن ابی حازم کا ذکر ہے، یہ لفظ حاء اور زاء کے ساتھ ہے۔ اور خباب کا ذکر ہے، ان کا نام خباب بن الارت (رضی اللہ عنہ) ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے اپنے پیٹ پر گرم لوہے کے ساتھ داغ لگوائے ہوئے تھے"۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں تو لوہے سے داغ لگوانے سے منع فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس کے لیے ہے جس کا یہ اعتقاد ہو کہ داغ لگوانے سے شفاء ہوتی ہے لیکن جس کا یہ اعتقاد ہو کہ شفاء دینے والا اللہ عزوجل ہے تو وہ اگر گرم لوہے سے داغ لگوائے تو کوئی حرج نہیں ہے، یا ممانعت اس کے لیے ہے جو کوئی اور دوا کے حصول پر قادر ہو اور جو کوئی اور دوا کے حصول پر قادر نہ ہو تو وہ اگر گرم لوہے سے داغ لگوائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''بے شک ہمارے اصحاب چلے گئے اور گزر گئے''۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین فوت ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انہوں نے دنیا سے کوئی کمی نہیں کی'' یعنی انہوں نے نہایت تنگی میں زندگی گزاری لیکن ان کے بعد جو لوگ آئے ان پر دنیا وسیع کر دی گئی، کیونکہ فتوحات بہت زیادہ ہو گئی تھیں اور جس کو دنیا زیادہ ملتی ہے آخرت میں اس کا اجر کم ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''مسلمان کو ہر اس چیز میں اجر دیا جاتا ہے جس کو وہ خرچ کرتا ہے سوا اس چیز کے جس کو وہ اس مٹی میں بناتا ہے'' یعنی جو عمارت بناتا ہے، پس معلوم ہوا کہ مال کو عمارت بنانے میں خرچ کرنا مذموم ہے۔ اور یہ اس وقت مذموم ہے جب آدمی بلا ضرورت مکان بنائے یا عمارت بنائے لیکن جو ضرورت کی وجہ سے مکان یا عمارت بناتا ہے تو وہ مذموم نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۷۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لَا وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَلَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ۔

(صحیح مسلم: ۲۸۱۶، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۱، مسند احمد: ۷۱۶۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے خبر دی ابو عبید مولیٰ عبد الرحمن بن عوف نے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کسی شخص کو اس کا عمل ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا: اور آپ کو بھی یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مجھ کو بھی نہیں، سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے، پس تم ٹھیک ٹھیک کام کرو اور صحت کے قریب کام کرو، اور تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے، یا تو وہ شخص نیک ہوگا، پس ہو سکتا ہے کہ اس کی نیکیوں میں اضافہ ہو، اور یا وہ شخص بدکار ہوگا تو ہو سکتا ہے کہ وہ توبہ کر لے۔

صحیح البخاری: ۵۶۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''بیمار کا موت کی تمنا کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ ہیں اور اس میں مذکور ہے الزہری، یہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعبید، عُبید عبد کی تصغیر ہے اور وہ مولی ابن ازہر ہیں اور ان کا نام سعد بن عبید ہے اور ابن ازہر وہ ہیں جن کی طرف عبدالرحمن بن ازہر بن عوف منسوب ہیں اور وہ عبدالرحمن بن عوف الزہری کے بھتیجے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فسددوا'' یعنی ٹھیک ٹھیک کام کرو۔

یہ حدیث مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) از بشر بن سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، ایک مرد نے کہا: اور نہ آپ کو یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: اور نہ مجھ کو، سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، لیکن تم ٹھیک ٹھیک کام کرو۔

(۲) از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کو اس کا عمل جنت میں داخل کردے، پس کہا گیا اور نہ آپ یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: اور نہ میں، سوا اس کے کہ میرا رب مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔

(۳) از سہیل از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ نے کہا: اور آپ کو بھی یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: اور مجھ کو بھی، سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے میری تلافی کرلے۔

(۴) از ابی عبید مولی عبدالرحمن بن عوف از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، یہ روایت امام بخاری کی روایت کی مثل ہے۔

(۵) از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صحت کے قریب کام کرو اور ٹھیک ٹھیک کام کرو اور جان لو کہ تم میں سے کسی ایک کو ہرگز اس کا عمل نجات نہیں دے گا، الحدیث۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ڈھانپ لے''۔ اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو چھپالے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کا لباس بن جائے، ''تغمد'' کا لفظ غمد سے بنا ہے اور یہ تلوار کی میان کو کہتے ہیں، سو جس طرح میان تلوار کو مکمل طور پر ڈھانپ لیتی ہے، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کی رحمت بندہ کو مکمل طور پر ڈھانپ لے تو اس کی نجات ہو جائے گی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ مومنین میں سے ہر ایک جنت میں اسی وقت داخل ہوگا جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے ڈھانپ لے گا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے تخصیص کی کیا وجہ ہے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ڈھانپ لینا یقینی اور قطعی ہے اور عام مومنین کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ڈھانپ لینا ظنی ہے یا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے فضل کی احتیاج ہے تو دوسروں کو تو بہ طریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

فضل کی احتیاج ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت میں دخول پر ایک اشکال کا جواب

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ نُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ (الاعراف)

اور ان کو یہ ندا کی جائے گی کہ تم اپنے (نیک) اعمال کی وجہ سے جنت کے وارث کیے گئے ہو O

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اپنے نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باء، سبب کے لیے نہیں ہے بلکہ الصاق یا مصاحبت کے لیے ہے اور اس کا معنی ہے: تم جنت کے وارث کیے گئے ہو اس حال میں کہ تم اپنے اعمال کے ثواب کے ساتھ مصاحب ہو یا ملابس ہو۔

میں کہتا ہوں: اس سوال کا یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ نیک اعمال جنت میں دخول کا ظاہری سبب ہیں اور جنت میں دخول کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے، سو اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جنت میں دخول کا ظاہری سبب نیک اعمال ہیں اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مومنین کو جنت عطا فرمائے گا، اس کی دلیل قرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں:

جنت کے حصول کا سبب اللہ کا فضل ہے، اس کے متعلق قرآن مجید کی آیات

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا۝ (النساء)

سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو اللہ ان کو ان کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ اجر دے گا، اور جن لوگوں نے (عبادت کو) عار سمجھا اور تکبر کیا تو اللہ ان کو دردناک عذاب دے گا، اور وہ لوگ اللہ کے سوا اپنا کوئی کارساز اور مددگار نہیں پائیں گے O

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ يَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۝ (النساء)

سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس (کے دامنِ رحمت) کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو اللہ ان کو عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف پہنچانے والا سیدھا راستہ دکھائے گا O

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا۝ (النساء)

جو لوگ اللہ اور (اس کے) رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں O اور یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے اور وہ کافی جاننے والا ہے O

الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ (فاطر: ۳۵)

جس نے ہم کو اپنے فضل سے دائمی مقام میں اتارا۔

Marfat.com

ثواب اور عذاب کے متعلق اہل سنت کا مذہب

علامہ عینی فرماتے ہیں: اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عقل سے نہ ثواب ثابت ہوتا ہے اور نہ عذاب ثابت ہوتا ہے بلکہ ثواب اور عذاب دونوں کا ثبوت شریعت سے ہے حتیٰ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام مومنین کو عذاب دے تو یہ اس کا عدل ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا بلکہ مومنین کی مغفرت فرمائے گا اور کافروں کو عذاب فرمائے گا اور معتزلہ ثواب اور عذاب کو عقل سے ثابت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ثواب کا سبب موجب قرار دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو عذاب کا سبب موجب قرار دیتے ہیں اور یہ حدیث ان کا رد کرتی ہے۔

''فسددوا'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فسددوا'' اس کا معنی ہے: تم صحت اور ثواب کو طلب کرو اور صحت اور ثواب وہ ہے جو افراط اور تفریط کے درمیان ہو، یعنی نہ تم کسی نیکی میں غلو کرو اور نہ کسی نیکی میں تقصیر کرو اور نیک عمل کرتے رہو اور اگر تم نیک عمل کرنے سے عاجز ہو، تو نیک عمل کے قریب عمل کرو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سددوا کا معنی ہے: اپنے اعمال کو مستقیم کرو اور اللہ تعالیٰ کے قرب کو طلب کرو۔

''استعتاب'' کا معنی

''اِستعتاب'' کا معنی ہے: عتاب کے زوال کو طلب کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا، یا یہ العتبیٰ سے ماخوذ ہے جس کے معنی اللہ تعالیٰ کی رضا ہیں، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو طلب کرے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر وہ بدکار ہو گا تو ''فلعله ان یستعتب'' اس کا معنی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو طلب کرے گا اور اس نے جو لوگوں کے حقوق غصب کیے ہیں، وہ ان حقوق کو واپس کر دے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۷۔۳۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۷۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاعراف: ۴۳ میں یہ تصریح ہے کہ جنت میں دخول اعمال سے ہو گا اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ عمل سے کسی شخص کی نجات نہیں ہو گی، اس آیت اور اس حدیث میں جو تعارض ہے اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) مسلمان جو نیک عمل کرتا ہے اس نیک عمل کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ دیتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی توفیق نہ دے تو کوئی شخص نیک عمل نہیں کر سکتا، سو اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، سو نیک عمل کی توفیق دینا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے، لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کے بغیر کسی کی نجات نہیں ہو گی۔

(۲) بندہ اپنے مالک اور مولیٰ کی جو خدمت کرتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے یہ مالک اور مولیٰ کا اس بندے پر حق ہے، اور وہ اس خدمت اور اطاعت کے عوض کسی اجر کا مستحق نہیں ہوتا، اور اگر اس کا مالک اور مولیٰ اس کو کوئی اجر عطا کر دے تو یہ اس کا فضل ہے، اس لیے فرمایا کہ نجات صرف اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہو گی بندے کے عمل سے نہیں ہو گی۔

(۳) جنت میں نفس دخول اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے ہے اور جنت میں درجات کا حصول بندہ کے نیک اعمال سے ہے، تو حدیث میں جو فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجات ہوگی، یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت میں داخلہ ہوگا اور الاعراف: ۴۳ میں جو فرمایا ہے: تم اس جنت کے وارث اپنے اعمال کی وجہ سے کیے گئے ہو، اس کا معنی ہے: جنت کے درجات تمہیں اپنے نیک اعمال کی وجہ سے ملے ہیں۔

(۴) بندہ جو نیک عمل کرتا ہے، وہ محدود زمانہ میں کرتا ہے اور جنت میں جو اس کا اجر ہوگا وہ لامحدود زمانہ تک ہوگا، تو اللہ تعالیٰ کا بندے کو غیر متناہی اجر عطا فرمانا، یہ محض اس کا فضل ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۲۱۔ ۳۲۲ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۶۷۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَيَّ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از عباد بن عبداللہ بن زبیر، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ میری طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ فرما رہے تھے: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ ملا دے۔

(صحیح البخاری: ۴۴۴۰، ۵۶۷۴، صحیح مسلم: ۲۴۴۴، سنن ترمذی: ۳۴۹۶، مسند احمد: ۲۵۴۱۶، موطا امام مالک: ۵۶۲)

صحیح البخاری: ۵۶۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیا رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کی دعا کرنا موت کی دعا کو مستلزم ہے؟

اس مقام پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تمنا کی ہے، کیونکہ آپ نے دعا میں کہا ہے: ''مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے'' اور رفیق سے مراد اصحاب ملا الاعلیٰ ہیں اور ان کے ساتھ ملنا موت کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔

اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں آپ نے موت کی تمنا نہیں کی، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے ملاءِ اعلیٰ اور رفیق اعلیٰ سے ملنے کی تمنا کی ہے اور ان سے ملنا موت کے بعد متصور ہے، تو یہاں پر موت کی تمنا مقصود لذاتہٖ نہیں ہے مقصود لذاتہٖ تو رفیق اعلیٰ سے ملنا ہے اور رفیق اعلیٰ سے ملنا موت کو مستلزم ہے، اور موت کی تمنا سے جو منع کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بالذات موت کی تمنا نہ کی جائے اور یہاں پر بالذات رفیق اعلیٰ سے ملنے کی تمنا ہے، جیسے کوئی مسلمان دعا کرے اے اللہ! مجھے جنت الفردوس عطا فرما، سو یہ دعا کرنا جائز ہے بلکہ حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو، حالانکہ جنت الفردوس بھی مسلمان کو موت کے بعد ملے گی تو اس دعا میں موت کی تمنا نہیں ہے، اس دعا میں جنت

Marfat.com

الفردوس کی تمنا ہے اور وہ موت کو مستلزم ہے۔ اسی طرح رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کی دعا موت کو مستلزم ہے بالذات موت کی دعا نہیں ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ موت کی تمنا سے مقید صورت میں منع کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی دکھ تکلیف یا بیماری سے گھبرا کر آدمی موت کی تمنا کرے، اس سے منع کیا گیا ہے۔ اور اگر رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کے اشتیاق کی وجہ سے موت کی تمنا کرے تو یہ ممنوع نہیں ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اس وقت کی تھی جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ آپ آج ہی کے دن وفات پانے والے ہیں اور آپ نے فرشتوں کو دیکھا، وہ آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سرورِ کامل کی بشارت دینے کے لیے آئے۔ اسی لیے آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہارے باپ کے اوپر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور آپ کا نفس اللہ تعالیٰ کی کرامت کے ساتھ ملنے کے لیے فارغ ہو چکا تھا اور سعادتِ ابدی کے حصول کے لیے تیار تھا اور یہ آپ کے لیے دنیا میں رہنے سے بہتر تھا، اسی لیے آپ نے اپنی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ یہ دعا کریں کہ اے اللہ مجھے اس وقت وفات عطا کرنا جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۷۴ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی تحقیق کہ رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کی دعا موت کی دعا نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔

سوال: کیا یہ موت کی تمنا ہے؟

جواب: نہیں! کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اس وقت فرمائی تھی جب آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ اب آپ کی وفات ہونے والی ہے، لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ آپ کو رفیقِ اعلیٰ میں کر دے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ رفیق اعلیٰ ہی میں ہوں گے، لیکن آپ نے یہ دعا اس لیے کی تاکہ آپ کو بلند درجات حاصل ہو جائیں۔

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جب رفیقِ اعلیٰ سے ملنا متحقق تھا تو پھر آپ نے دعا کیسے کی؟

جواب: اس کی نظیر یہ ہے جیسا کہ ہم اذان کے بعد دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ یعنی جنت میں بلند مقام عطا فرما، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وسیلہ اور جنت میں بلند مقام متحقق ہے پھر بھی ہم دعا کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رفیقِ اعلیٰ سے ملنا متحقق ہے پھر بھی آپ نے رفیق اعلیٰ سے ملنے کی دعا کی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۷۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کی دعا کی تحقیق از مصنف

میں کہتا ہوں: یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ رفیق اعلیٰ سے ملنا آپ کے لیے متحقق تھا پھر بھی آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، کیونکہ دعا کرنے سے بندہ کی مولیٰ کی طرف احتیاج کا اظہار ہوتا ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کے اظہار کے لیے دعا کی، اسی طرح اس حدیث میں ہے کہ آپ نے دعا کی، اے اللہ! میری مغفرت فرما، حالانکہ آپ قطعاً مغفور ہیں بلکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ (اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطا

Marfat.com

مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح ۲۔۱) فرمائی O تا کہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام۔

سو اس آیت سے واضح ہو گیا کہ آپ مغفور ہیں، اس کے باوجود آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! میری مغفرت فرما۔ اسی طرح اس حدیث میں ہے: آپ نے دعا کی: اے اللہ! مجھ پر رحم فرما، حالانکہ آپ قطعاً مرحوم ہیں بلکہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اور مومنین کے لیے رؤف الرحیم ہیں۔ سو جس طرح آپ نے مرحوم ہونے کے باوجود دعا کی: اے اللہ! مجھ پر رحم فرما اور مغفور ہونے کے باوجود آپ نے دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت فرما، اسی طرح آپ کے لیے رفیقِ اعلیٰ سے ملنا محقق تھا، اس کے باوجود آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملا دے۔ (سعیدی غفرلہ)

۲۰۔ بَابُ: دُعَاءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ

عیادت کرنے والے کی مریض کے لیے دعا کا بیان

وَقَالَتْ عَائِشَةُ بِنْتُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا۔

حضرت عائشہ بنت سعد اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب عیادت کرنے والا مریض کے پاس داخل ہو تو وہ کس کیفیت سے دعا کرے۔

اس تعلیق میں سعد کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ وصیت کی طویل حدیث کی ایک طرف ہے جس میں آپ نے تہائی مال کی وصیت کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ حدیث عنقریب سندِ موصول کے ساتھ اس باب میں عنقریب گزر چکی ہے ''باب وضع الید علی المریض''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۳۸۔۳۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۷۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَتَى مَرِيضًا أَوْ أُتِيَ بِهِ قَالَ أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ وَأَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا قَالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَأَبِي الضُّحَى إِذَا أُتِيَ بِالْمَرِيضِ وَقَالَ جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى وَحْدَهُ وَقَالَ إِذَا أَتَى مَرِيضًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب کسی مریض کے پاس جاتے یا مریض آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ یہ دعا فرماتے: ''اے لوگوں کے رب! اس تکلیف اور غم کو دور کردے، شفاء دے تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیری شفاء کے سوا اور کوئی شفاء نہیں ہے جو کسی بیماری کو نہیں چھوڑتی''۔ عمرو بن ابی قیس اور ابراہیم بن طہمان نے کہا از منصور از ابراہیم اور ابی الضحیٰ، جب آپ کے پاس مریض کو لایا جاتا اور جریر نے کہا از منصور از ابی

الضحٰی فقط اور کہا جب آپ مریض کے پاس جاتے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۴۳، ۵۷۴۴، ۵۷۵۰، صحیح مسلم: ۲۱۹۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۰، مسند احمد: ۲۳۶۵۵)

صحیح البخاری: ۵۶۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الباس" اس کا معنی ہے: شدت، عذاب اور حزن، یعنی اے اللہ! بیماری کی سختی کو اور بیماری کے عذاب اور بیماری کے غم کو دور کردے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے "رب الناس" اس میں حرفِ ندا محذوف ہے یعنی اے لوگوں کے رب۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے "تو ہی شفاء دینے والا ہے"، یہ وہم نہ ہو کہ دوا بھی شفاء دیتی ہے، اس لیے کہ دوا اس وقت شفاء دیتی ہے جب اللہ تعالیٰ اس میں شفاء پیدا کرتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ اس میں شفاء پیدا نہ کرے تو وہ شفاء نہیں دیتی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: "لایغادر سقما" ایسی شفاء جو کسی بیماری کو نہیں چھوڑتی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۷۵ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مصائب اور بیماریوں کی فضیلت اور بیماریوں میں شفاء کی دعا کی توجیہ

علامہ طبری نے کہا ہے: ان آثار کی فقہ یہ ہے کہ جسم میں عافیت کا ہونا بندہ کے لیے زیادہ افضل ہے بہ نسبت اس کے کہ جسم کے اندر بیماری ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کے لیے ان کی بیماریوں سے شفاء کی دعا کرتے تھے، اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے لیے شفاء کی دعا کی اور بہ کثرت احادیث میں ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کون اس سے محبت رکھتا ہے جو تندرست رہے اور بیمار نہ ہو؟ صحابہ نے کہا: ہم یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم حملہ کرنے والے گدھے کی مثل ہو جاؤ؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے محبت نہیں کرتے کہ تم بیماریوں اور مصائب والے ہو اور کفارات والے ہو، صحابہ نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم کہ ابو القاسم جس کے قبضہ وقدرت میں ہے! بے شک اللہ تعالیٰ مومن کو بیماریوں اور مصائب میں مبتلا کرتا ہے اور وہ صرف اس لیے بیماریوں میں اور مصائب میں مبتلا کرتا ہے کہ مومن اس کے نزدیک مکرم ہوتا ہے، اور اللہ کے نزدیک مومن کا ایک مرتبہ ہوتا ہے جس مرتبہ تک وہ مومن اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا، سوا اس کے کہ وہ مصائب اور بیماریوں سے اس مرتبہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے عظیم جزا سب سے عظیم مصیبت میں ہوتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کو کسی بیماری یا مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے، پس جو اس بیماری سے راضی رہے تو اس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور جو اس بیماری سے ناراض ہو تو اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۳۹۶، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۱)

Marfat.com

سلف صالحین نے کہا ہے کہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے اور ہر ایک کی ایک توجیہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مصائب اور امراض اہل ایمان کے لیے کفارہ ہوتے ہیں اور دنیا میں سزائیں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ جس کو گناہوں کے میل سے پاک کرنا چاہتا ہے تو ان کی وجہ سے اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔

پس جب کہ مصائب اور بیماریاں سزائیں ہیں تو ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کی بیماریوں میں شفاء کی دعا کی، یہ وہ لوگ ہیں جن کا کوئی گناہ کبیرہ نہیں تھا، اور یہ ان گناہوں سے پاک تھے جو سزا کا موجب ہوتے ہیں اور اللہ کے بندوں پر ظلم کرنے سے بری تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۲۵۔۳۲۶، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۷۵ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کے پاس جاتے یا آپ کے پاس کوئی مریض لایا جاتا تو آپ دعا کرتے: اے لوگوں کے رب! اس بیماری کو دور فرما اور شفاء دے اور تو ہی شفاء دینے والا ہے اور تیری شفا کے علاوہ اور کوئی شفا نہیں ہے، ایسی شفاء دے جو کوئی بیماری کو نہ چھوڑے"۔

شیخ عثیمین لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دعا سے پہلے اللہ عزوجل کی ثناء کرنا شرط نہیں ہے اور نہ دعا سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنا شرط ہے نہ اول میں اور نہ آخر میں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور اس سے پہلے اللہ عزوجل کی ثناء نہیں کی۔

دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا ثبوت اور شیخ عثیمین کا رداز مصنف

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر بیانِ جواز کے لیے دعا سے پہلے اللہ عزوجل کی ثناء نہیں کی اور اپنے اوپر درود نہیں پڑھا، ورنہ دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ دعا سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی جائے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان موقوف رہتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز بھی اوپر نہیں چڑھتی حتیٰ کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔

(سنن ترمذی: ۴۸۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

امام ترمذی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ کے ساتھ تھے، پس جب میں بیٹھا تو پہلے میں نے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور پھر اپنے لیے دعا کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا تم سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا۔ امام ابوعیسیٰ نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی: ۵۹۳، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

نیز شیخ عثیمین لکھتے ہیں کہ مریض کے لیے دعا کرنا اس کے ساتھ حسن سلوک ہے اور اللہ عزوجل کی عبادت ہے اور جو انسان دعا کرتا ہے اس کو اس دعا پر اجر دیا جاتا ہے، پس جو انسان مریض کی عیادت کرنے والا ہو، اس کو چاہیے کہ وہ یہ دعا کرے یا اور وہ دعائیں کرے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مریض کے دل کو خوش کرنا چاہیے۔

Marfat.com

سوال: کیا مریض کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی نیک سے کہے کہ وہ اس کے لیے دعا کرے؟
جواب: نہیں! کیونکہ یہ وارد نہیں ہے، پس یہ نہیں چاہیے کہ مریض کسی سے یہ طلب کرے کہ وہ اس کے لیے دعا کرے، لیکن اگر اس نے ایسا کیا تو اس پر انکار نہیں کیا جائے گا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۷۴، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۱- بَابُ: وُضُوءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ — مریض کی عیادت کرنے والے کے وضو کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کرنے کے لیے اس کے پاس جائے تو اس کا وضو کرنا جائز ہے۔

۵۶۷۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَنَا مَرِيضٌ فَتَوَضَّأَ فَصَبَّ عَلَيَّ أَوْ قَالَ صُبُّوا عَلَيْهِ فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ لَا يَرِثُنِي إِلَّا كَلَالَةٌ فَكَيْفَ الْمِيرَاثُ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں اس وقت بیمار تھا، پس آپ نے وضو کیا اور میرے اوپر وضو کا پانی ڈالا، یا آپ نے فرمایا کہ اس کے اوپر پانی ڈالو، پس مجھے ہوش آ گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا کوئی وارث نہیں ہوگا مگر کلالہ، پس میری وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ تو فرائض کی آیت نازل ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۱۹۴، ۴۵۷۷، ۵۶۵۱، ۵۶۶۴، ۵۶۷۶، ۶۷۲۳، ۶۷۴۳، ۷۳۰۹، صحیح مسلم: ۱۶۱۶، سنن ترمذی: ۲۰۹۶، سنن نسائی: ۱۳۸، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۶، سنن ابن ماجہ: ۲۷۲۸، مسند احمد: ۳۷۷۴، سنن داری: ۷۳۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے" مجھے ہوش نہیں تھا، آپ نے وضو کیا اور مجھ پر وضو کا پانی ڈالا"۔

کلالہ اور فرائض کا معنی

اس حدیث میں کلالہ کا لفظ ہے، کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کا نہ والد ہو اور نہ اس کی اولاد ہو۔
اور اس حدیث میں وراثت اور فرائض کا لفظ ہے، فرائض سے مراد ہے: کتاب اللہ میں وارثوں کے جو حصص مقدر ہیں۔
علامہ بدر الدین عینی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی برکت ہر بیماری کو زائل کر دیتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۰، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۲۲۔ بَابُ: مَنْ دَعَا بِرَفْعِ الْوَبَاءِ وَالْحُمَّى جس نے وبا اور بخار کے اٹھ جانے کی دعا کی

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے وبا کے اٹھ جانے کی دعا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، وبا سے مراد ہے: طاعون اور عام مرض، اور حمّی کے معنی ہیں: بخار، یعنی جس نے بخار کے اٹھ جانے کی دعا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۷۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ قَالَتْ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا فَقُلْتُ يَا أَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَتْ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى يَقُولُ

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُقْلِعَ عَنْهُ يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ فَيَقُولُ

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مِجَنَّةٍ
وَهَلْ تَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ

قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ) آئے اور حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا تو میں ان دونوں کے پاس گئی، پس میں نے عرض کیا: اے ابا جان! آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں؟ اور اے بلال! آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں؟ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب بخار چڑھتا تو وہ یہ (شعر) پڑھتے تھے:

ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے
اور موت اس کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اتر جاتا تھا تو وہ بلند آواز سے یہ اشعار پڑھتے تھے:

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا میں ایک رات اس طرح گزار سکوں گا
کہ میں اس وادی میں ہوں گا کہ میرے گرد اذخر اور جلیل نام کی گھاس ہوگی
اور کیا پھر کبھی میں مجنہ کے پانی پر وارد ہوں گا
اور کیا میرے لئے شامہ اور طفیل پہاڑ ظاہر ہوں گے

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور میں نے آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے دعا کی اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ کو بھی اتنا محبوب

Marfat.com

کر دے جتنا ہمارے نزدیک مکہ محبوب ہے یا اس سے بھی زیادہ۔
اور مدینہ کی آب و ہوا کو صحت مند بنا دے اور مدینہ کے صاع اور مد
میں برکت عطا فرما اور مدینہ کے بخار کو منتقل کر دے اور اس کو الجحفہ
میں رکھ دے۔

(صحیح البخاری:۱۸۸۹،۳۹۲۶،۵۶۵۴،۵۶۷۷،۶۳۷۲، صحیح مسلم:۱۳۷۶، مسند احمد:۲۵۷۰۸، موطا امام مالک:۱۶۴۸)

صحیح البخاری: ۵۶۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن ابی اویس ہیں۔
یہ حدیث عنقریب ''باب عیادۃ النساء للرجال'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مفصل شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا مقبول ہوئی اور مدینہ کی آب و ہوا نہایت عمدہ اور نفیس ہوگئی اور الجحفہ اپنی آب و ہوا کی خرابی میں اب تک مشہور ہے۔ شامہ اور طفیل مکہ کی دو پہاڑیاں ہیں، اذخر اور جلیل مکہ کے جنگلوں میں پیدا ہونے والی دو جڑی بوٹیاں ہیں اور جُحفہ پانی کے ایک چشمہ کا نام ہے، جہاں عرب اپنے اونٹوں کو پانی پلاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! مدینہ کو ہمارے دلوں میں مکہ کی طرح محبوب کر دے بلکہ اس سے بھی زیادہ کر دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا بھی مقبول ہوئی اور آج مسلمانوں کے دلوں میں مدینہ منورہ مکہ سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

تنبیہ: کتاب المرضیٰ میں اڑتالیس (۴۸) احادیث مرفوعہ ہیں، ان میں سے سات (۷) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور ان میں سے چونتیس (۳۴) احادیث مکررہ ہیں اور باقی سات (۷) احادیث خالص ہیں۔

نعم الباری کی گیارہویں (۱۱) جلد کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین! کتاب المرضیٰ مکمل ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی نعم الباری کی گیارہویں جلد کی بھی تکمیل ہوگئی۔

۲۵ شعبان/ 1433ھ/ 16/ جولائی 2012ء بروز پیر کو نعم الباری کی گیارہویں جلد کی ابتداء ہوئی تھی اور آج ۱۹ ذوالقعدہ/ ۱۴۳۳ھ/ 7/ اکتوبر 2012ء بروز اتوار بوقتِ سحر اس جلد کی تکمیل ہوگئی۔ اس جلد کی تکمیل میں دو ماہ اور اکیس دن لگے اور اس سرعت سے تکمیل کی وجہ یہ ہے کہ یہ جلد کمپیوٹر کے ذریعہ تحریر کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم میں مشکور فرمائے اور اس کتاب کو رہتی دنیا تک قبول عام عطا فرمائے اور میرے ہاتھوں صحیح بخاری کی شرح کو مکمل کرا دے اور اس شرح کو موافقین کے لیے موجب رحمت

اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنادے۔ اے ارحم الراحمین! میرے تمام گناہوں کو معاف فرما اور مجھ پر رحم اور کرم فرما اور مجھے دنیا کے مصائب سے محفوظ رکھ اور بیماریوں میں شفاء عطا فرما اور آخرت کے مراحل کو آسان فرما اور قبر اور برزخ کے عذاب، قیامت کی ہولناکیوں اور حشر کی سختیوں سے محفوظ اور مامون رکھ اور اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کے وسیلہ سے مجھ کو جنت الفردوس عطا فرما۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبک خاتم النبیین سید المرسلین شفیع المذنبین علیہ الف الف صلوات وتسلیمات وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین وامتہ من المفسرین والمحدثین والشارحین والفقهاء المجتهدين وسائر المسلمين۔

آخر میں، میں اپنے تمام معاونین اور کرم فرماؤں کے لیے دعا کرتا ہوں خصوصاً مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن زید حبہم ودامت الطافہم اور محترم محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب شکر اللہ مساعیہم اور سید عمیر الحسن البرنی زید حبہم اور بیرون ملک کرم فرماؤں میں سے صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی (بریڈ فورڈ) اور مولانا حافظ عبد المجید (برسٹل) اور ثمینہ بہن (برسٹل) اور مولانا حامد قیوم (ناروے) دامت الطافہم اور حافظ محمد اکرم ساجد (لیکچرر شعبہ عربی گورنمنٹ دیال سنگھ کالج، لاہور) جنہوں نے اس کتاب کی تصحیح کی اور حافظ محمد جمشید ہاشمی جنہوں نے اس کتاب کو کمپوز کیا ہے اور دیگر اپنے تمام محبین، معاونین اور قارئین کے لیے دعا کرتا ہوں اور اپنی بڑی بہن کے لیے صحت اور توانائی کی دعا کرتا ہوں اور اپنے لیے بھی دعا کرتا ہوں کہ مجھے جس قدر امراض لاحق ہیں، شوگر ہے، ہائی بلڈ پریشر ہے، کمر کا درد ہے اور اب دونوں گھٹنوں میں بھی فاصلہ (Space) پیدا ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے گھٹنوں کی نقل وحرکت اور چلنا پھرنا مشکل ہو گیا ہے اور بڑھاپے کی کمزوری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام امراض اور عوارض میں مجھے شفاء عطا فرمائے اور امت مسلمہ میں جس قدر مسلمان بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو شفا عطا فرمائے، ایمان اور اعمالِ صالحہ پر دوام عطا فرمائے، کبائر اور صغائر سے مجتنب رکھے اور اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور ہمیں دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اہل بنادے اور آخرت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے اور آخرت کے مراحل کو ہمارے لیے آسان فرمائے، قبر کے عذاب، دوزخ کے عذاب، قیامت کی ہولناکیوں اور میدانِ حشر کی سختیوں سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور اپنے بے پایاں فضل سے ہم کو اپنا دیدار عطا فرمائے۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی

بلاک نمبر ۱۵ فیڈرل بی ایریا، کراچی ۳۸

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین حمد الشاکرین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین شفیع المذنبین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔

Marfat.com

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد حادی عشر (۱۱) کی ڈائری

افتتاح: ۲۵ شعبان / 1433ھ / 16 / جولائی 2012ء بروز پیر

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	ایک ماہ کی احادیث	تعدادِ حدیث
16/جولائی 2012ء	۲۵ شعبان ۱۴۳۳ھ	پیر	=	=		=
یکم اگست 2012ء	۱۲ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ	بدھ	۲۷۰	۲۷۰	۴۰	۵۳۹۰
یکم ستمبر 2012ء	۱۳ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ	ہفتہ	۳۴۶	۶۱۶	۲۲	۵۴۱۲
یکم اکتوبر 2012ء	۱۴ ذیقعد ۱۴۳۳ھ	اتوار	۳۱۴	۹۳۰	۲۳۹	۵۶۵۱
7/اکتوبر 2012ء	۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ	اتوار	۹۳	۱۰۲۳	۲۶	۵۶۷۷

Marfat.com

مصادر التحقیق فی نعم الباری

کتب سماویہ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ تورات

۳۔ زبور

۴۔ انجیل

کتب احادیث

۵۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی 150 ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ ۱۴۳۱ھ

۶۔ امام مالک بن انس اصبحی، متوفی 179 ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1409ھ، المکتبۃ التوفیقیہ، دار المعرفہ بیروت، 1420ھ

۷۔ امام عبداللہ بن مبارک حنفی، متوفی 181 ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۸۔ امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی، متوفی 183 ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189 ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۱۰۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189 ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1407ھ

۱۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، المسند، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1400ھ

۱۲۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود شافعی، متوفی 204ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1425ھ

۱۳۔ امام محمد بن عمر بن واقد شافعی، متوفی 207ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت، 1404ھ

۱۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی شیعی، متوفی 211ھ، مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ: مکتب اسلامی بیروت 1390ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۵۔ الامام الجلیل ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، متوفی 216ھ، مسند ابوعوانہ، دار المعرفہ بیروت

۱۶۔ امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی شافعی، متوفی 219ھ، المسند، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۱۷۔ امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی، متوفی 227ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، دار الصمیعی 1428ھ

۱۸۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، المصنف، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی 1406ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

Marfat.com

۱۹۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۲۰۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: مجلس علمی، بیروت 1427ھ

۲۱۔ امام احمد بن حنبل، متوفی 241ھ، المسند، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، 1398ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دار الفکر، بیروت 1415ھ، موسسۃ الرسالہ، بیروت 1420، عالم الکتب، بیروت 1419ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۲۔ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمن دارمی شافعی، متوفی 255ھ، سنن دارمی، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1407ھ، دار المعرفہ، بیروت 1420ھ

۲۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1430ھ، دار ارقم، بیروت، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1431ھ، دار الفکر بیروت 1421ھ، موسسۃ الرسالہ 1431ھ، دار المعرفہ، بیروت 1425ھ، دار العلم الحدیث: 1426ھ

۲۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، الادب المفرد، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1412ھ

۲۵۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی، متوفی 261ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ، دار الفکر، بیروت 1424ھ

۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی، متوفی 273ھ، سنن ابن ماجہ: مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1415ھ، دار الجیل، بیروت، دار الفکر، بیروت 1421ھ

۲۷۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی 275ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ، دار الفکر بیروت، 1421ھ

۲۸۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی 275ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۹۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1422ھ، دار الجیل، بیروت 1998ء، دار المعرفہ بیروت 1423ھ

۳۰۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، 1415ھ

۳۱۔ حافظ ابوبکر عمرو بن ضحاک بن مخلد الشیبانی، متوفی، 287ھ، کتاب السنہ، المکتب الاسلامی 1400ھ

۳۲۔ امام ابن ابی عاصم شافعی، متوفی 287ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ: دار الرایہ، ریاض، 1411ھ

۳۳۔ امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار شافعی، متوفی 292ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت

۳۴۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن نسائی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1412ھ، دار الفکر، بیروت، 1421ھ

۳۵۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت 1408ھ

Marfat.com

۳۶۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1411ھ موسسۃ الرسالہ 1421ھ
۳۷۔ امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی شافعی، متوفی 307ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۸۔ امام احمد بن علی المثنی التمیمی شافعی، متوفی 307ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ: دارالمامون التراث، بیروت، 1404ھ
۳۹۔ امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری شافعی، متوفی 307ھ، المنتقیٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ
۴۰۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی، متوفی 311ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1395ھ
۴۱۔ امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق شافعی، متوفی 316ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ: دارالباز، مکہ مکرمہ
۴۲۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ: داربلنسیہ، ریاض 1420ھ
۴۳۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، مشکل الآثار، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز 1415ھ
۴۴۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ: مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، 1404ھ، قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۵۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1427ھ
۴۶۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ: مکتبۃ الحرمین، دبئی 1426ھ
۴۷۔ امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی شافعی، متوفی 322ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ
۴۸۔ امام ابوبکر احمد بن مروان بن محمد الدینوری القاضی المالکی، متوفی 333ھ، المجالسۃ وجواھر العلم، دار ابن حزم بیروت، 1419ھ
۴۹۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1407ھ
۵۰۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1425ھ
۵۱۔ امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری الشافعی، متوفی 360ھ، کتاب الشریعہ، مطبوعہ: موسسۃ الریان 1429ھ
۵۲۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم صغیر، مطبوعہ: مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ 1388ھ، مکتبہ اسلامی، بیروت 1405ھ
۵۳۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت
۵۴۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم اوسط، مطبوعہ: مکتبۃ المعارف، ریاض 1405ھ، دارالفکر بیروت، 1420ھ
۵۵۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1409ھ
۵۶۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی، شافعی، متوفی 364ھ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، 1408ھ

Marfat.com

۵۷۔ امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی شافعی، متوفی 365ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۵۸۔ امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین شافعی، متوفی 385ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۵۹۔ امام الحافظ علی بن عمر الدارقطنی، متوفی 385ھ، سنن الدارقطنی، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، لبنان 1422ھ

۶۰۔ امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ شافعی، متوفی 396ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۱۔ امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری شافعی، متوفی 405ھ، المستدرک، مطبوعہ: دار الباز، مکہ مکرمہ، دار المعرفہ بیروت، 1427ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1420ھ

۶۲۔ امام ابوعبد اللہ محمد بن عمر واقد الواقدی شافعی، متوفی 407ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۶۳۔ امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دار الکتب العربی 1407ھ

۶۴۔ امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار النفائس، بیروت

۶۵۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان

۶۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۶۷۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دارلکتب العلمیہ، بیروت، 1423ھ

۶۹۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

۷۰۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ: مکتبۃ المنارہ، مکہ مکرمہ 1410ھ

۷۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

۷۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1423ھ

۷۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، البعث والنشور، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ

۷۴۔ امام ابوعمر یوسف ابن عبد البر قرطبی مالکی، متوفی 463ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۷۵۔ حافظ ابی بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی المعروف بابن ابی الدنیا، متوفی 184ھ، موسوعہ الامام ابن ابی الدنیا، مکتبۃ العصریہ، بیروت

۷۶۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی شافعی، متوفی 488ھ، الجمع بین الصحیحین، مطبوعہ: دار ابن حزم 1423ھ

۷۷۔ امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی شافعی، متوفی 509ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

Marfat.com

۷۸۔ امام حسین بن مسعود بغوی شافعی، متوفّٰی 516ھ، شرح السنہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
۷۹۔ علامہ عمر بن عبدالعزیز ابن مازہ البخاری الحنفی الملقب بالصدر الشہید المتوفی 536ھ، شرح الجامع الصغیر، دارالکتب العلمیہ بیروت 1427ھ
۸۰۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفّٰی 571ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۸۱۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفّٰی 571ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1407ھ
۸۲۔ امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفّٰی 597ھ، جامع المسانید، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ
۸۳۔ امام مجدالدین بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری شافعی، متوفّٰی 606ھ، جامع الاصول، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، دارابن کثیر، بیروت 1432ھ
۸۴۔ امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری شافعی، متوفّٰی 656ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ: دارالحدیث، قاہرہ 1407ھ، دارابن کثیر، بیروت 1414ھ
۸۵۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفّٰی 668ھ، التذکرہ فی امور الآخرہ، مطبوعہ: دارالبخاری، مدینہ منورہ
۸۶۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی شافعی، متوفّٰی 676ھ، الاذکار من کلام سیدالابرار، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1417ھ
۸۷۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفّٰی 676ھ، ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ، کراچی
۸۸۔ امام ابومحمد علی بن زکریا المنبجی الحنفی، متوفّٰی 686ھ، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، دارخضر، بیروت 1419ھ
۸۹۔ امام محی الدین تبریزی شافعی، متوفّٰی 742ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ: اصح المطابع، دہلی، دارارقم، بیروت، دارابن حزم 1423ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۹۰۔ امام علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی الشافعی، متوفّٰی 746ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیرالانام، مطبوعہ: الدائرالمعارف النظامیہ، حیدر آباد، دکن
۹۱۔ تاج الدین علی بن عبداللہ بن الحسن الارذ دیلی التبریزی الشافعی، متوفّٰی 746ھ، المعیار فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ التی استشہد بہا الفقہاء، دارالاصلاح 2009ء
۹۲۔ امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر المعروف بابن قیم الجوزیہ حنبلی، متوفّٰی 751ھ، جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد خیر الانام، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1417ھ، دارالطباعۃ المحمدیہ 1388ھ
۹۳۔ حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی، متوفّٰی 762ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ: مجلس علمی سورۃ ہند، 1357ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۹۴۔ حافظ ابوالفرج زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی البغدادی الدمشقی، متوفّٰی 795ھ، احوال القبور واحوال اھلھا الی النشور، دارالکتب العربی، بیروت 1418ھ
۹۵۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفّٰی 807ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1402ھ، دارالفکر،

بیروت 1414ھ
۹۶۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، کشف الاستار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1404ھ
۹۷۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1420ھ
۹۸۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالکتب العلمیہ، بیروت 1442ھ
۹۹۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسہ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1414ھ،
۱۰۰۔ حافظ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی حنفی، متوفی 845ھ، الجوہر النقی، مطبوعہ: نشر السنہ ملتان
۱۰۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 848ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ
۱۰۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ: مکتبۃ دارالباز، مکہ مکرمہ، درالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۰۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی احادیث الاذکار، مطبوعہ: دارابن کثیر، 1421ھ
۱۰۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث رافعی الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، 1417ھ
۱۰۵۔ امام زین الدین ابوالعباس احمد بن عبداللطیف الزبیری حنفی متوفی 893ھ، التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت، 1430ھ
۱۰۶۔ امام عبدالرحمٰن بن عبدالسلام بن عبدالرحمٰن بن عثمان الصفوری الشافعی، متوفی 894ھ، نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۰۷۔ حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی الشافعی، متوفی 902ھ، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، مطبوعہ: مکتبۃ المؤید، دمشق 1408ھ
۱۰۸۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ
۱۰۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ
۱۱۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ
۱۱۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ، دارابن حزم، بیروت 1414ھ
۱۱۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۱۱۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

Marfat.com

۱۱۴۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافی، متوفی 974ھ، الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اہل البدع والزندقۃ، مطبوعہ: مکتبۃ القاہرہ، مصر 1385ھ

۱۱۵۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی، متوفی 975ھ، کنز العمال، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت

۱۱۶۔ حافظ عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی الشافعی، متوفی 1031ھ، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۱۱۷۔ امام محمد بن سلیمان المغربی المالکی، متوفی 1094ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، مطبوعہ: مکتبہ ابن کثیر 1418ھ

۱۱۸۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن درویش الحوت البیرونی الحنفی، متوفی 1276ھ، اسنی المطالب فی احادیث مختلف المراتب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1412ھ

۱۱۹۔ الحافظ ابو الفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی الشافعی، متوفی 1380ھ، المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرح المناوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1996ھ

۱۲۰۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی المتوفی 1420ھ، سلسلہ احادیث صحیحہ، انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع 1420ھ

۱۲۱۔ مولانا صالح بن عبد اللہ بن حمید، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، دار الوسیلہ للنشر والتوزیع 1425ھ

۱۲۲۔ مولانا عبد السلام بن محمد بن عمر علوش، کتاب الجامع فی الاحادیث القدسیہ، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامی، 1426ھ

کتب تفاسیر

۱۲۳۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن زیاد فراء حنفی، متوفی 207ھ، معانی القرآن، مطبوعہ: بیروت

۱۲۴۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، جامع البیان، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1409ھ، دار الفکر بیروت

۱۲۵۔ امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی شافعی، متوفی 327ھ، تفسیر القرآن العظیم، مطبوعہ: نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ

۱۲۶۔ امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی 333ھ، تاویلات اہل السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۲۷۔ امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی 370ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، 1400ھ

۱۲۸۔ امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، متوفی 427ھ تفسیر الثعلبی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1422ھ

۱۲۹۔ امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک القشیری الشافعی، متوفی 465ھ، تفسیر القشیری المسمیٰ لطائف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۱۳۰۔ علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی، متوفی 468ھ، الوسیط، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۳۱۔ امام شیخ الاسلام ابو المظفر السمعانی الشافعی، متوفی 489ھ تفسیر القرآن، مطبوعہ: دار الوطن، ریاض 1418ھ

۱۳۲۔ علامہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی، متوفی 538ھ، الکشاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ،

Marfat.com

۱۳۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی التوفی 543ھ، احکام القرآن، مطبوعہ: دارالفکر بیروت

۱۳۴۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ تفسیر کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ

۱۳۵۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ، اسرار التنزیل وانوار التاویل، مطبوعہ: دارالکتب الوثاق، بغداد، عراق 1990ء

۱۳۶۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1415ھ

۱۳۷۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی 685ھ، انوار التنزیل واسرار التاویل، مطبوعہ: دارفراس للنشر والتوزیع مصر

۱۳۸۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ: دارالکتب العربیہ، پشاور

۱۳۹۔ علامہ عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی 857ھ تفسیر الثعالبی، مطبوعہ: موسسۃ العالمی للمطبوعات، بیروت

۱۴۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جلالین، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۱۴۱۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی 1137ھ، روح البیان، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ

۱۴۲۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی 1223ھ تفسیر صاوی، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1421ھ

۱۴۳۔ علامہ السید عبداللہ سبر، متوفی 1242ھ تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ: دارالاسوۃ للطباعۃ والنشر، 1421ھ

۱۴۴۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی 1270ھ، روح المعانی، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت، دارالفکر بیروت 1417ھ

۱۴۵۔ نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، فتح البیان، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۱۴۶۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

۱۴۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، بیان القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

۱۴۸۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی بریلوی، متوفی 1367ھ خزائن العرفان

۱۴۹۔ مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1391ھ، نور العرفان، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، گجرات

۱۵۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

۱۵۱۔ غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی بریلوی، متوفی 1406ھ، التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم، مطبوعہ: مکتبہ فانوس پبلی کیشنز، پاکستان 2003ء

۱۵۲۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری حنفی بریلوی، متوفی 1418ھ، ضیاء القرآن، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

۱۵۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ

۱۵۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، انوار تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1431ھ

۱۵۵۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، ترجمہ وتحقیق وتخریج تفسیر خازن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور 1427ھ

۱۵۶۔ مولانا حافظ محمد واحد بخش غوثوی مہاروی حنفی بریلوی غفرلہ، برکات القرآن، ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل، فرید بک اسٹال لاہور 1430ھ

Marfat.com

شروح احادیث

۱۵۷۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری التوفی 318ھ، الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، مطبوعہ: دار الفلاح 1430ھ

۱۵۸۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، معالم السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۵۹۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، اعلام السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۶۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی، متوفی 449ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1420ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۱۶۱۔ حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستذکار (شرح الموطا)، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1413ھ

۱۶۲۔ حافظ ابوعمرو بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، التمہید، مطبوعہ: مکتبۃ القدوسیہ لاہور 1404ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۶۳۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، القبس فی شرح موطا بن انس، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۶۴۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ

۱۶۵۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، اکمال المعلم بہ فوائد مسلم، مطبوعہ: دار الوفاء بیروت 1419ھ

۱۶۶۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، کشف المشکل علیٰ صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1444ھ

۱۶۷۔ امام ابومحمد عبدالجلیل بن موسیٰ اندلسی مالکی، متوفی 608ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ

۱۶۸۔ امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری شافعی، متوفی 656ھ مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت

۱۶۹۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، متوفی 656ھ، المفہم، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت 1417ھ

۱۷۰۔ علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی 661ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ 1422ھ

۱۷۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، شرح مسلم، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی 1375ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ

۱۷۲۔ امام ابومحمد عبداللہ بن ابی حمزہ الاندلسی المالکی، متوفی 699ھ، بہجۃ النفوس، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1428ھ

۱۷۳۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض 1417ھ

۱۷۴۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، الاحادیث والآثار، مطبوعہ: مکتبۃ الرشید 1429ھ

۱۷۵۔ علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی 743ھ، شرح الطیبی، ادارۃ القرآن 1413ھ

۱۷۶۔ حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبداللہ الحنفی التوفی 762ھ، شرح ابن ماجہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1424ھ

۱۷۷۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی، متوفی 786ھ، تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ

Marfat.com

۱۷۸۔ علامہ محمد بن بہادر الزرکشی المتوفی 794ھ، التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ بیروت 1424ھ
۱۷۹۔ علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن، متوفی 804ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، مطبوعہ: وزارۃ الاوقاف، قطر 1429ھ
۱۸۰۔ امام قاضی بدر الدین الدمامینی المالکی، متوفی 827ھ، مصابیح الجامع، مطبوعہ: دار النور 1431ھ
۱۸۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی، متوفی 828ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۱۸۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، المکتب الاسلامی بیروت 1420ھ
۱۸۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، فتح الباری، مطبوعہ: دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور 1401ھ، بیروت 1420ھ، دار المعرفہ، بیروت 1426ھ
۱۸۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری، مکتبۃ الرشد، ریاض 1418ھ
۱۸۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت
۱۸۶۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر 1348ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۱۸۷۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع 1420ھ
۱۸۸۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی 895ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۱۸۹۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ: مطبع میمنہ مصر 1306ھ
۱۹۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1420ھ
۱۹۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1412ھ
۱۹۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، بیروت 1418ھ
۱۹۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الرسائل العشر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1409ھ
۱۹۴۔ علامہ ابویحیٰی زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، تحفۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1425ھ
۱۹۵۔ علامہ ابویحیٰی زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1426ھ
۱۹۶۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۹۷۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، فیض القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز،

Marfat.com

مکہ مکرمہ 1418ھ

۱۹۸۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ: اصح المطابع، کراچی

۱۹۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۲۰۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۲۰۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، مرقات، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان 1390ھ

۲۰۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۲۰۳۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی غیر مقلد، متوفی 1025ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی، مصر 1350ھ

۲۰۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ: مطبع تیج کمار لکھنو، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۰۵۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری الحنفی، متوفی 1069ھ، نسیم الریاض فی شرح الشفاء قاضی عیاض، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۲۰۶۔ شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1073ھ، تیسیر القاری فی شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۰۷۔ امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری المالکی، متوفی 1122ھ، شرح الزرقانی (شرح موطا امام مالک)، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ

۲۰۸۔ شیخ ابوالطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، عون الباری لحل ادلۃ الصحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۰۹۔ امام محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی، متوفی 1398ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1430ھ

۲۱۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی

۲۱۱۔ شیخ عبدالرحمن مبارک پوری غیر مقلد، متوفی 1325ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۲۱۲۔ شیخ وحیدالزمان غیر مقلد، متوفی 1328ھ، تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری، مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور 1990ھ

۲۱۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جامع الاحادیث مطبوعہ: مکتبہ مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات 1422ھ

۲۱۴۔ شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی، متوفی 1352ھ، فیض الباری، مطبوعہ: مطبع حجازی، مصر 1375ھ

۲۱۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی، متوفی 1369ھ، فتح الملہم، مطبوعہ: مکتبۃ الحجاز، کراچی

۲۱۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی الحنفی، متوفی 1414ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکلم الطیب، بیروت 1430ھ

۲۱۷۔ شیخ محمد بن زکریا بن محمد کاندھلوی دیوبندی، اوجز المسالک الی موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۲۱۸۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی، متوفی 1421ھ، شرح صحیح بخاری، مکتبۃ الطبری، 1429ھ

۲۱۹۔ ابومحمد عبداللہ بن مانع الروقی، الحلل الابریزیہ من التعلیقات البازیہ علی صحیح البخاری، دارالتدمریہ، ریاض 1428ھ

Marfat.com

۲۲۰۔ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی، کشف الباری، مطبوعہ: مکتبہ فاروقیہ، کراچی
۲۲۱۔ شیخ محمد تقی عثمانی دیوبندی، انعام الباری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء

کتب اصول احادیث

۲۲۲۔ علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم الحازمی الہمدانی المتوفی 584ھ، کتاب الفیصل فی علم الحدیث، مکتبۃ الرشد، ریاض 1428ھ
۲۲۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تقریب النواوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تدریب الراوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

کتب اسماء الرجال

۲۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۲۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1424ھ
۲۲۸۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی، متوفی 436ھ، تاریخ بغداد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۲۹۔ حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی شافعی، متوفی 742ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ
۲۳۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۳۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، الکاشف، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ
۲۳۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ج، تقریب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۳۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۳۶۔ حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الشافعی، متوفی 923ھ، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۳۷۔ علامہ محمد بن طولون شافعی، متوفی 953ھ، الشذرہ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ
۲۳۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی شافعی، متوفی 963ھ، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشریعہ الموضوعہ
۲۳۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

Marfat.com

۲۴۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، موضوعاتِ کبیر، مطبوعہ: مکتبہ مجتبائی دہلی
۲۴۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، مطبوعہ: دار الباز للنشر والتوزیع 1405ھ
۲۴۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، مطبوعہ: مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، حلب 1389ھ
۲۴۳۔ علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی 1164ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ: مکتبہ الغزالی، دمشق
۲۴۴۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1415ھ
۲۴۵۔ یوسف عبد الرحمٰن المرعشلی معجم المعاجم والمشیخات، مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

کتب لغت

۲۴۶۔ امام اللغۃ خلیل بن احمد فراہیدی، متوفی 175ھ، کتاب العین، مطبوعہ: انتشارات اسوہ، ایران 1414ھ
۲۴۷۔ امام ابو عبید القاسم بن سلام الہروی الشافعی، متوفی 224ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۲۴۸۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، متوفی 276ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1408ھ
۲۴۹۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی، متوفی 398ھ، الصحاح، مطبوعہ: دار العلم، بیروت 1404ھ
۲۵۰۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی، متوفی 502ھ، المفردات، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ
۲۵۱۔ علامہ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی الحنفی، متوفی 537ھ، طلبۃ الطلبہ فی الاصلاحات الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۲۔ امام ابو نصر احمد بن محمد سمرقندی حنفی، متوفی 550ھ، انیس الفقہاء، فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ،
۲۵۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی، متوفی 606ھ، نہایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۴۔ علامہ محمد بن ابو بکر بن عبد القادر رازی حنفی، متوفی 660ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۵۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۵۶۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی 711ھ، لسان العرب، مطبوعہ: نشر ادب الحوزہ، قم ایران، دار صادر، بیروت 2003ء
۲۵۷۔ علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی، متوفی 816ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۲۵۸۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی 817ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۵۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ: مکتبہ دار الایمان، مدینہ منورہ 1415ھ

Marfat.com

۲۶۰۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی 1205ھ، تاج العروس، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریہ، مصر

۲۶۱۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد، مطبوعہ المطبع الفاثولیکہ، بیروت 1927ء

۲۶۲۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد مترجم، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی

۲۶۳۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی الاعلام، مطبوعہ: دارالمشرق، بیروت 1976ء

۲۶۴۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی اللغت، مطبوعہ: انتشارات اسلام 1379ء

۲۶۵۔ مولانا محمد غیاث الدین، غیاث اللغات (فارسی)، مطبوعہ: مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲۶۶۔ الحاج مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو)، مطبوعہ، مطبع فیروز سنز لمیٹڈ

۲۶۷۔ سعدی الوجیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، پاکستان

۲۶۸۔ غلام احمد پرویز، متوفی 1985، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام گلبرگ لاہور 1984ء

۲۶۹۔ قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری حنفی، دستور العلماء، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، بیروت 1421ھ

۲۷۰۔ ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۲۷۱۔ امام ابو محمد عبدالملک بن ہشام المعافری، متوفی 218ھ، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ

۲۷۲۔ امام محمد بن سعد، متوفی 230ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ: دارصادر، بیروت 1388ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ

۲۷۳۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ: دارالقلم، بیروت

۲۷۴۔ امام ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سھل السامری الخرائطی، متوفی 327ھ، مکارم الاخلاق ومعالیہا ومحمود طرائقہا ومرضیہا، مطبوعہ: مطبع المدنی، موسسۃ السعودیہ، 1411ھ

۲۷۵۔ امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفی 405ھ، اعلام النبوۃ، دار احیاء العلوم، بیروت 1408ھ

۲۷۶۔ امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری شافعی، متوفی 406ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ: دارالبشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ 1424ھ

۲۷۷۔ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، متوفی 463ھ، تاریخ بغداد، دارالفکر بیروت، 1424ھ

۲۷۸۔ حافظ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستیعاب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۲۷۹۔ امام محی السنہ الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی الشافعی، متوفی 510ھ، الانوار فی شمائل النبی المختار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۲۸۰۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، الشفاء، مطبوعہ: عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، دارالفکر بیروت 1415ھ

۲۸۱۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ بن احمد الخثعمی السہیلی، متوفی 581ھ، الروض الانف فی تفسیر سیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

Marfat.com

۲۸۲۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، الوفاء، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۲۸۳۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، مولد العروس الشہیر بابن الجوزی، مطبوعہ: المکتبۃ الثقافیہ، بیروت
۲۸۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر شافعی، متوفی 630ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالفکر بیروت
۲۸۵۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی 630ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۶۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان شافعی، متوفی 681ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ: منشورات الشریف الرضی، ایران
۲۸۷۔ امام ابوجعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری، متوفی 694ھ، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۸۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1417ھ
۲۸۹۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ الحنبلی، متوفی 751ھ، زاد المعاد، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1419ھ
۲۹۰۔ حافظ علاؤ الدین ابوعبداللہ مغلطائی بن قلیج، متوفی 762ھ، الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ وتاریخ من بعدہ من الخلفاء، مطبوعہ: دارالقلم، دمشق 1416ھ
۲۹۱۔ علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی شافعی، متوفی 771ھ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۹۲۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی 774ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ
۲۹۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، الاصابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۹۴۔ شیخ عبدالرحمٰن الثعلبی، متوفی 875ھ، الانوار فی آیات النبی المختار، مطبوعہ: دار ابن حزم 1426ھ
۲۹۵۔ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی شافعی، متوفی 911ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ
۲۹۶۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۹۷۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی 942ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۹۸۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، مدارج النبوۃ، مکتبہ نوریہ، سکھر پاکستان 1397ھ
۲۹۹۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی، متوفی 1124ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1393ھ
۳۰۰۔ شیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفی 1242ھ، مختصر سیرۃ الرسول، مطبوعہ: المکتبۃ السلفیہ 1399ھ

کتب فقہ حنفی

۳۰۱۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی
۳۰۲۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ: دارالمعرفہ بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۳۰۳۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: مصطفائی ہند 1291ھ

Marfat.com

۳۰۴۔ امام محمد بن الشہیر الحاکم الشہید البلخی الحنفی، متوفی 344ھ، الکافی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۳۰۵۔ امام ابوبکر الرازی الجصاص المتوفی 370ھ، شرح مختصر الطحاوی، فتاوی فی الفقہ الحنفی، مکتبۃ الکریمیہ کانسی روڈ کوئٹہ

۳۰۶۔ ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، امجد اکیڈمی، لاہور 1397ھ

۳۰۷۔ امام ابو اللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی المتوفی 373ھ، فتاوی ابو اللیث سمرقندی، السیاۃ بمختلف الروایۃ، مکتبہ محمدیہ 1423ھ

۳۰۸۔ امام ابو اللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، المکتبۃ الغفوریہ العاصمیہ، کراچی

۳۰۹۔ شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابو الحفص علی بن الحسن بن محمد السغدی الحنفی المتوفی 461ھ، النتف فی الفتاوی، مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ

۳۱۰۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، المبسوط، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت 1398ھ

۳۱۱۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامیہ، افغانستان 1405ھ

۳۱۲۔ علامہ علاؤ الدین محمد السمر قندی، متوفی 539ھ، تحفۃ الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۳۱۳۔ الامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن عبد الرشید البخاری، متوفی 542ھ، خلاصۃ الفتاوی مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

۳۱۴۔ الوزیر عون الدین ابو المظفر یحیی بن محمد ہبیرہ، متوفی 560ھ، الافصاح عن معانی الصحاح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۱۵۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی 587ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۱۶۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی 592ھ، فتاوی قاضی خان، مطبوعہ: کبری بولاق، مصر 1310ھ

۳۱۷۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی 592ھ، شرح الزیادات، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۱۸۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ: شرکت علمیہ، ملتان

۳۱۹۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، کتاب التجنیس والمزید، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1424ھ

۳۲۰۔ علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی 616ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1424ھ

۳۲۱۔ علامہ عبد اللہ بن محمود بن مودود حنفی، متوفی 683ھ، الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع

۳۲۲۔ امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی 743ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی 1421ھ

۳۲۳۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی 786ھ، عنایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1415ھ

۳۲۴۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی 786ھ، فتاوی تاتارخانیہ، مطبوعہ: ادارۃ القرآن کراچی 1411ھ

۳۲۵۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، بنایہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1411ھ

۳۲۶۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی 861ھ، فتح القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۳۲۷۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی 956ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور 1412ھ

۳۲۸۔ امام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی، متوفی 962ھ، جامع الرموز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

۳۲۹۔ علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی 970ھ، البحر الرائق، مطبوعہ: علمیہ، مصر 1311ھ

Marfat.com

۳۴۰۔ امام شہاب الدین احمد محمد بن علی بن حجر الہیتمی، متوفّٰی 974ھ، الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۴۱۔ امام سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی، متوفّٰی 1005ھ، النہر الفائق، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی

۳۴۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفّٰی 1014ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۴۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفّٰی 1014ھ، مناسک ملا علی قاری، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1417ھ

۳۴۴۔ ملا نظام الدین، متوفّٰی 1061ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ: مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، 1310ھ

۳۴۵۔ علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی الفقیہ العصری الحنفی، متوفّٰی 1069ھ، امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجات الارواح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ،

۳۴۶۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفّٰی 1078ھ، مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ: المکتبۃ الغفاریہ، کوئٹہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۳۴۷۔ علامہ خیر الدین رملی، متوفّٰی 1081ھ، جامع الفصولین، مکتبۃ القدس، کوئٹہ 1300ھ

۳۴۸۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفّٰی 1088ھ، الدر المختار، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۴۹۔ علامہ السید اسعد بن ابی بکر آفندی الحنفی المتوفی 110ھ، الفتاویٰ الاسعدیہ فی الفقہ الحنفیہ، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ

۳۵۰۔ علامہ شاہ عبد العزیز محمد دہلوی، متوفّٰی 1229ھ، فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1390ھ

۳۵۱۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفّٰی 1231ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۵۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفّٰی 1252ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مصر 1311ھ

۳۵۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفّٰی 1252ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ: دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ

۳۵۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفّٰی 1252ھ، رسائل ابن عابدین شامی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور

۳۵۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفّٰی 1252ھ، رد المحتار، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۳۵۶۔ علامہ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی، متوفّٰی 1309ھ، فتاویٰ مسعودی، سرہند پبلی کیشنز 1407ھ

۳۵۷۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفّٰی 1323ھ، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۳۵۸۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفّٰی 1323ھ، احسن الفتاویٰ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی 1425ھ

۳۵۹۔ امام احمد رضا خان بریلوی، متوفّٰی 1340ھ، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور 1427ھ

۳۶۰۔ علامہ سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی، متوفّٰی 1356ھ، فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1418ھ

۳۶۱۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفّٰی 1367ھ، بہار شریعت، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1416ھ

۳۶۲۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفّٰی 1367ھ، فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ 1419ھ

۳۶۳۔ شیخ محمد شفیع دیوبندی، متوفّٰی 1396ھ، جواہر الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی 1395ھ

۳۶۴۔ مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری حنفی بریلوی، متوفّٰی 1403ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ: کمبائن پرنٹرز، لاہور 1983ء

Marfat.com

٣٦٥۔ مولانا وقار الدین حنفی بریلوی، متوفی 1413ھ، وقار الفتاویٰ، مطبوعہ: بزم وقار الدین 1997ء
٣٦٦۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاگرجی الحنفی التوفی 1414ھ، الفقہ الحنفی وادلتہ، دار الکلم الطیب، بیروت 1420ھ
٣٦٧۔ مولانا محمد عبد اللہ نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1982ء، فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ، ناشر: مفتی اعظم سندھ اکیڈمی 1411ھ
٣٦٨۔ شیخ الاسلام علامہ الشیخ عبد الغنی النابلسی الحنفی النقشبندی التوفی 1123ھ، فتاوی النابلسی المسماۃ بنھایۃ المرادفی شرح ہدایۃ ابن العماد، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ 1429ھ
٣٦٩۔ مفتی اہلسنت علامہ سید شجاعت علی قادری حنفی بریلوی، متوفی 1993ء، فقہ اہلسنت، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1978ء
٣٧٠۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن حنفی بریلوی غفرلہ، تفہیم المسائل، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 1407ھ
٣٧١۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی، انوار الفتاویٰ، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ
٣٧٢۔ شیخ سعید بن علی السمر قندی الحنفی الفتاویٰ فی الحیل والمخارج المسمی بجنۃ الاحکام وجنۃ الخصام، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ
٣٧٣۔ شیخ عبد الحمید محمود طہماز، الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید، المکتبۃ الحقانیہ کوئٹہ 1418ھ

کتب فقہ شافعیہ

٣٧٤۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الام، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1403ھ
٣٧٥۔ علامہ ابو الحسین علی بن محمد حبیب الماوردی شافعی، متوفی 450ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1414ھ
٣٧٦۔ علامہ ابو اسحاق شیرازی، متوفی 455ھ، المہذب، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، 1393ھ
٣٧٧۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، شرح المہذب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت 1423ھ
٣٧٨۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
٣٧٩۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، الفتاوی الحدیثیہ، 1419ھ

کتب فقہ مالکیہ

٣٨٠۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی 256ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
٣٨١۔ امام ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی، متوفی 494ھ، المنتقیٰ شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1331ھ
٣٨٢۔ قاضی عبد الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی 595ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ: دار الفکر بیروت
٣٨٣۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن الخطاب المغربی، متوفی 954ھ، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، مطبوعہ: مکتبۃ النجاح، لیبیا
٣٨٤۔ علامہ علی بن عبد اللہ بن الخرشی، متوفی 1101ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ: دار صادر، بیروت
٣٨٥۔ علامہ ابو البرکات، احمد دردیر مالکی، متوفی 1197ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

۳۸۶۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی 1219ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۸۷۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، المغنی، مطبوعہ: دار الحدیث قاہرہ، 1425ھ
۳۸۸۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، الکافی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۳۸۹۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ: ریاض، دار الجیل، بیروت 1418ھ
۳۹۰۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1424ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1426ھ
۳۹۱۔ علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی 763ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت
۳۹۲۔ علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی 885ھ، الانصاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1387ھ
۳۹۳۔ علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی 960ھ، الاقناع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ
۳۹۴۔ شیخ منصور بن یونس البھوتی الحنبلی، متوفی 1015ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۹۵۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمن ابن باز حنبلی، متوفی 1420ھ، 1999ء، مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ، مکتبۃ المورد، ریاض 1427ھ

کتب فقہ غیر مقلدین

۳۹۶۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی 456ھ، المحلی بالآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۳۹۷۔ شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی 1250ھ، نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر 1398ھ، دار الوفاء، 1421ھ
۳۹۸۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، متوفی 1367ھ، فتاویٰ ثنائیہ، مطبوعہ: النور اکیڈمی، مکتبہ ثنائیہ سرگودھا
۳۹۹۔ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، متوفی 1805ھ، فتاویٰ نذیریہ، مکتبۃ المعارف الاسلامیہ، پاکستان 1333ھ
۴۰۰۔ شیخ حافظ عبداللہ محدث روپڑی، متوفی 1920ھ، فتاویٰ اہل الحدیث، مطبوعہ: دار احیاء السنۃ النبویہ، پاکستان 1404ھ

کتب اصول فقہ

۴۰۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الرسالہ، مطبوعہ: مطبع امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1312ھ
۴۰۲۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی، متوفی 482ھ، اصول بزدوی، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۴۰۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی، متوفی 483ھ، اصول السرخسی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت
۴۰۴۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ، مستصفیٰ، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۴۰۵۔ علامہ علاؤ الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری الحنفی، متوفی 730ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1411ھ

۴۰۶۔ علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی 772ھ، شرح المنہاج، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی، متوفی 861ھ، تحریر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1403ھ
۴۰۸۔ علامہ ابن امیر الحاج حنفی، متوفی 879ھ، التقریر والتحریر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۹۔ بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین حنفی، متوفی 1225ھ، فواتح الرحموت، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۴۱۰۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۴۱۱۔ علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی حنفی، متوفی 1252ھ، شرح شرح المنار للعلامۃ الشامی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

مذاہب اربعہ

۴۱۲۔ امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی المتوفی 370ھ، مختصر اختلاف العلماء، دار البشائر الاسلامیہ، 1417ھ
۴۱۳۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر 1359ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۴۱۴۔ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت
۴۱۵۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دارالافتاء المصریہ القاہرہ، 1400ھ
۴۱۶۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1405ھ
۴۱۷۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ: القاہرہ 1410ھ

کتب شیعہ

۴۱۸۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الاصول من الکافی، دارالکتب الاسلامیہ، تہران
۴۱۹۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۰۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، تہذیب الاحکام، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۱۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، الاستبصار، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۲۔ نہج البلاغہ (مع فارسی)، مطبوعہ: انتشارات زرین، ایران
۴۲۳۔ نہج البلاغہ (مع اردو)، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز
۴۲۴۔ شیخ عزالدین عبدالحمید بن ابی الحدید، متوفی 656ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ: موسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران
۴۲۵۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، بحار الانوار، مطبوعۃ المطبعۃ الاسلامیہ، تہران 1392ھ
۴۲۶۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حق الیقین، مطبوعہ: خیابان ناصر خسرو، ایران 1347ھ
۴۲۷۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ: انصاف پریس، لاہور
۴۲۸۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حیات القلوب (مترجم) مطبوعہ: حمایت اہل بیت وقف، لاہور

Marfat.com

۴۲۹۔ شیخ محمد بن حسین طباطبائی، متوفی 1293ھ، المیزان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، ایران 1302ھ

کتب متفرقات

۴۳۰۔ ابو المعالی عبد الملک الجوینی الشہیر بامام الحرمین الشافعی، متوفی 478ھ، مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، مطبوعہ: مکتبہ قدوسیہ، لاہور 1400ھ
۴۳۱۔ امام ابو الفتح ظہیر الدین الولوالجیہ حنفی، متوفی 540ھ، الفتاوی الولوالجیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۴۳۲۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر الدمشقی المعروف بابن قیم حنبلی، متوفی 751ھ، الداء والدواء، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، 1410ھ
۴۳۳۔ علامہ علی بن سلطان القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، القائلین بوحدۃ الوجود، مطبوعہ: دار المامون للتراث 1415ھ
۴۳۴۔ میر عبد الواحد بلگرامی حنفی، متوفی 1016ھ، سبع سنابل، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1402ھ
۴۳۵۔ ملا باقر مجلسی شیعی، متوفی 1110ھ، ضیاء العیون، مطبوعہ: ایرانی کتب خانہ
۴۳۶۔ شیخ سید محمد اسماعیل دہلوی دیوبندی، متوفی 1246ھ، تقویۃ الایمان، مطبوعہ: مطبع علیمی، اندرون لاہور
۴۳۷۔ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حنفی، متوفی 1258ھ، شمائم امدادیہ، مطبوعہ: مدنی کتب خانہ، ملتان 1405ھ
۴۳۸۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، آب حیات، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان 1413ھ
۴۳۹۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، تحذیر الناس، دار الاشاعت، کراچی
۴۴۰۔ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی حنفی، متوفی 1304ھ، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت 1408ھ
۴۴۱۔ شیخ محمود بن حسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، الجہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل، مکتبہ مدینہ، لاہور 1409ھ
۴۴۲۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۴۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، 1401ھ
۴۴۴۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، احکام شریعت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2002ء
۴۴۵۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الامن والعلی، شبیر برادرز، لاہور 1396ھ
۴۴۶۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ، صدیقی پبلشرز 2009ء
۴۴۷۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ: موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ
۴۴۸۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، انباء الحی، موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ
۴۴۹۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، متوفی 1346ھ، البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ: مطبع بلالی، ڈھونڈ
۴۵۰۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، گولڑہ شریف، اسلام آباد 1421ھ
۴۵۱۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، ملفوظات مہریہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور 1406ھ

۴۵۲۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ، گولڑہ شریف، کتب خانہ درگاہ غوثیہ 1421ھ

۴۵۳۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور، 1406ھ

۴۵۴۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز 1415ھ

۴۵۵۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، تصفیہ مابین السنی والشیعہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1399ھ

۴۵۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفّٰی 1364ھ، حفظ الایمان مع بسط البنان وتغیر العنوان، مکتبہ تھانوی، کراچی

۴۵۸۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفّٰی 1364ھ، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق

۴۵۹۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفّٰی 1364ھ، جمال الاولیاء

۴۶۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفّٰی 1399ھ، خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1975ھ

۴۶۱۔ مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری غیر مقلد، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، المکتبۃ السلفیہ، لاہور 1391ھ

۴۶۲۔ ابوالحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی حنفی بریلوی، انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1998ء

۴۶۳۔ شیخ عبدالحی الکتانی، نظام الحکومت النبویہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۴۶۴۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، متوفّٰی 1985ء، دو اسلام، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی

۴۶۵۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ: اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1982ء

۴۶۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ: دانش گاہ پنجاب، لاہور

۴۶۷۔ میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل، حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۴۶۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز

۴۶۹۔ عقیدہ ختم نبوت، الادارہ لتحفظ العقائد الاسلامیہ، پاکستان

۴۷۰۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، دیوبندی، متوفّٰی 1346ھ، المہند علی المفند، ادارہ اسلامیات 1404ھ

۴۷۱۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، حسین احمد دیوبندی، متوفّٰی 1377ھ، منظور نعمانی، عقائد علماء دیوبند اور حسام الحرمین، دار الاشاعت، کراچی

۴۷۲۔ شیخ حسین احمد دیوبندی، متوفّٰی 1377ھ، الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، میر محمد کتب خانہ، کراچی

۴۷۳۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفّٰی 2009ء، تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور، ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ 1407ھ

۴۷۴۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفّٰی 2009ء، عبارات اکابر، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ

۴۷۵۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفّٰی 2000ء، تحفۂ قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان 2001ء

۴۷۶۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفّٰی 2000ء، اختلاف امت اور صراط مستقیم، مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن، کراچی 1399ھ

Marfat.com

۴۷۷۔ مخدوم محمد ہاشم سندھی، متوفی 1174ھ، ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول، مکتبہ لدھیانوی، کراچی 1995ء

۴۷۸۔ محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 2001ء

۴۷۹۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری بریلوی، متوفی 1354ھ، فتاوی دیداریہ، مطبوعہ: مکتبۃ العصر، گجرات

۴۸۰۔ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی حنفی بریلوی، متوفی 2003ء، مقالات مفتی اعظم، مطبوعہ: بزم رضا، لاہور 1428ھ

۴۸۱۔ مولانا محمد منشاء تابش قصوری حنفی بریلوی غفرلہ، دعوت فکر، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، مرید کے شیخوپورہ 1403ھ

۴۸۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، حیات استاذ العلماء، مطبوعہ: دار الاسلام لاہور 1433ھ

۴۸۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، توضیح البیان، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1422ھ

۴۸۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، ذکر بالجہر، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ

۴۸۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ

۴۸۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقالات سعیدی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ

۴۸۷۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقام ولایت ونبوت، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ

۴۸۸۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تاریخ نجد وحجاز، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 2004ء

۴۸۹۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن، فرید بک اسٹال لاہور، 1425ھ

۴۹۰۔ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی حنفی بریلوی، غفرلہ سفر آخرت کی منازل، فرید بک اسٹال لاہور، 1427ھ

Marfat.com

Marfat.com

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

شرح صحیح البخاری کے نام "**نِعم الباری**" کی توجیہ

میں نے 18/ جنوری 2006ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ کی مشہور زمانہ کتاب "المسند الصحیح الجامع المعروف به صحیح البخاری" کی شرح لکھنے کا آغاز کیا، میں نے ابتداءً اس کا نام انعام الباری رکھا تھا، بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ شیخ محمد تقی عثمانی بھی اس نام سے صحیح البخاری کی شرح لکھ رہے ہیں اور اس وقت تک انعام الباری کی چار جلدیں ہو چکی تھیں، اس لیے میں نے اس کا نام بدل کر نعمۃ الباری رکھ دیا اور فرید بک اسٹال لاہور سے اس کی سات جلدیں لکھنے کا معاہدہ کیا اور 14 ستمبر 2010 کو میں نے نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل کر کے سید محسن اعجاز شاہ صاحب کے حوالہ کر دی اور یوں میری حد تک اس معاہدہ کی تکمیل ہو گئی۔

بعد ازاں میرا رابطہ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز سے ہوا اور میں نے محترم محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب سے شرح صحیح البخاری لکھنے کا معاہدہ طے کیا اور اب آٹھویں جلد سے میں نے اس کا نام نعمۃ الباری کے بجائے "**نِعم الباری**" رکھ دیا ہے تا کہ معاندین اور مفسدین کے لیے کسی شرکی گنجائش نہ رہے اور وہ یہ نہ کہیں کہ نعمۃ الباری کا معاہدہ تو ہم سے تھا اب یہ ضیاء القرآن اس کو کیوں شائع کر رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کا نام ہی بدل دیا ہے اور بجائے نعمۃ الباری کے اس کا نام "**نِعم الباری**" رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میرا اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کا حافظ اور ناصر ہو اور ہمیں معاندین اور مفسدین کے شر اور فساد سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیه وعلى اله واصحابه وازواجه وذریته الف الف صلوات وتسلیمات دائما ابدا۔

غلام رسول سعیدی

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی 38

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء ثانی عاشر

Marfat.com

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جلد ثانی عاشر (۱۲)

الاحادیث: ۵۶۷۸ — ۶۲۲۶

کتاب الطب، کتاب اللباس

کتاب الادب

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
(یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے)

نام کتاب	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد ثانی عاشر (۱۲)
تصنیف	علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی
سال اشاعت	مارچ 2013ء
بار	اول
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS25

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:۔ 021-32212011-32630411 فیکس:۔ 021-32210212
e-mail:- info@zia-ul-quran.com
Website:- www.ziaulquran.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری (ثانی عاشر)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	افتتاحیہ	59
	٧٦- کتاب الطب	61
1	طب (دواؤں اور علاج) کا بیان	61
2	طب کی تعریف	61
3	مرض کی تعریف	61
	١- باب	62
4	اس کا بیان کہ اللہ نے جو بیماری نازل کی ہے، اس کی شفاء بھی نازل فرمائی ہے	62
5	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	62
6	صحیح البخاری: ٥٦٧٨، کی شرح از علامہ عینی	62
7	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	62
8	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	62
9	حدیث مذکور کے معانی	63
10	باب مذکور کی شرح از شیخ عثیمین	63
	٢- باب	64
11	آیا مرد عورت کا علاج کرسکتا ہے یا عورت مرد کا علاج کرسکتی ہے؟	64
12	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	64
13	صحیح البخاری: ٥٦٧٩، کی شرح از علامہ عینی	64
14	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	64
15	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	65
16	صحیح البخاری: ٥٦٧٩ کی شرح از علامہ ابن ملقن	65
17	صحیح البخاری: ٥٦٧٩، کی شرح از شیخ عثیمین	65
18	ضرورت کے وقت مرد اور عورت ہر ایک کے دوسرے کا علاج کرنے کا جواز	65
	٣- باب	66
19	شفاء تین چیزوں میں حاصل ہوتی ہے	66
20	صحیح البخاری: ٥٦٨٠، کی شرح از علامہ عینی	66
21	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	66
22	حدیث مذکور کے معانی	67
23	صحیح البخاری: ٥٦٨٠، کی شرح از شیخ عثیمین	67
24	حدیث مذکور پر ایک اشکال کا جواب	67
	٤- باب	68
25	شہد سے علاج کرنے کا بیان	68
26	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	68
27	صحیح البخاری: ٥٦٨٢، کی شرح از علامہ عینی	69
28	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	70
29	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	70

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
30	صحیح البخاری: ۵٦۸۳، کی شرح از علامہ عینی	70
31	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	70
32	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	70
33	حدیث مذکور کے معانی	71
34	بغیر شدید ضرورت کے داغ لگوانے سے احتراز کیا جائے	71
35	صحیح البخاری: ۵٦۸۴، کی شرح از علامہ عینی	72
36	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	72
37	حدیث مذکور کے معانی	72
38	صحیح البخاری: ۵٦۸۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن	72
	۵۔ باب	73
39	اونٹنیوں کے دودھ سے علاج کرنا	73
40	صحیح البخاری: ۵٦۸۵، کی شرح از علامہ عینی	74
41	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	74
42	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	75
43	حدیث مذکور کے معانی	75
44	صحیح البخاری: ۵٦۸۵، کی شرح از شیخ عثیمین	76
45	نبی ﷺ نے جو سخت سزا دی تھی، اس کی حکمت	76
	٦۔ باب	76
46	اونٹوں کے پیشاب سے علاج کرنے کا بیان	76
47	صحیح البخاری: ۵٦۸٦، کی شرح از علامہ عینی	77
48	حدیث مذکور کے معانی	77
49	صحیح البخاری: ۵٦۸٦ کی شرح از علامہ ابن ملقن	77
50	جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کے پیشاب کے متعلق فقہاء کے اقوال	77
	۷۔ باب	78
51	کلونجی کا بیان	78
52	صحیح البخاری: ۵٦۸۷، کی شرح از علامہ عینی	78
53	حدیث مذکور کے معانی	78
	۸۔ باب	79
54	مریض کے لیے تلبینہ کا بیان	79
55	صحیح البخاری: ۵٦۸۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن	80
56	صحیح البخاری: ۵٦۸۹، کی شرح از علامہ عینی	80
57	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	80
58	حدیث مذکور کے معانی	80
59	صحیح البخاری: ۵٦۹۰، کی شرح از علامہ عینی	81
60	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	81
61	حدیث مذکور کے معانی	81
	۹۔ باب	82
62	ناک میں دوا ڈالنے کا بیان	82
63	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	82
64	صحیح البخاری: ۵٦۹۱، کی شرح از علامہ عینی	82
65	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	82
66	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	82
67	حدیث مذکور کے معانی	82
	۱۰۔ باب	83
68	قسط ہندی اور قسط بحری کو ناک میں چڑھانا	83
69	باب مذکور کی شرح از شیخ عثیمین	83
70	قسط کے تلفظ کی تحقیق	83
71	صحیح البخاری: ۵٦۹۲، کی شرح از علامہ عینی	84
72	حدیث مذکور کے معانی	84
73	عود ہندی کی تعریف	84
74	صحیح البخاری: ۵٦۹۳، کی شرح از علامہ عینی	85
	۱۱۔ باب	86
75	اس کا بیان کہ کس وقت میں فصد لگوائے	86
76	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	86

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
77	وقت کے تعین کے متعلق بعض احادیث	86
78	فصد لگوانے کے فضائل میں احادیث	86
79	صحیح البخاری: ۵۶۹۴، کی شرح از علامہ عینی	87
80	صحیح البخاری: ۵۶۹۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن	87
81	فصد لگوانے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	88
	۱۲۔باب	88
82	سفر اور احرام میں فصد لگوانے کا بیان	88
83	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	88
84	صحیح البخاری: ۵۶۹۵، کی شرح از علامہ عینی	89
85	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	89
86	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	89
	۱۳۔باب	89
87	بیماری کی وجہ سے فصد لگوانے کا بیان	89
88	صحیح البخاری: ۵۶۹۶، کی شرح از علامہ عینی	90
89	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	90
90	حدیث مذکور کے معانی	90
91	صحیح البخاری: ۵۶۹۷، کی شرح از علامہ عینی	90
92	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	91
93	حدیث مذکور کے معانی	91
94	فصد کا بیان	91
	۱۴۔باب	91
95	سر پر فصد لگانے کا بیان	91
96	صحیح البخاری: ۵۶۹۸، کی شرح از علامہ عینی	92
97	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف	92
98	حدیث مذکور کے معانی	92
99	صحیح البخاری: ۵۶۹۹، کی شرح از علامہ عینی	92
	۱۵۔باب	92
100	آدھے سر کا درد اور درد سری کی وجہ سے	
101	فصد لگوانے کا بیان	92
102	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	92
103	صحیح البخاری: ۵۷۰۰، کی شرح از علامہ عینی	93
104	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	93
105	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف	93
106	حدیث مذکور کے معانی	93
107	صحیح البخاری: ۵۷۰۲، کی شرح از علامہ عینی	94
108	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	94
109	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	94
	۱۶۔باب	95
110	تکلیف کی وجہ سے (محرم کے) سر منڈانے کا بیان	95
111	صحیح البخاری: ۵۷۰۳، کی شرح از علامہ عینی	95
112	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	95
	۱۷۔باب	96
113	جس نے خود داغ لگوایا یا کسی کو داغ لگایا اور جس نے داغ نہیں لگوایا اس کی فضیلت کا بیان	96
114	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	96
115	صحیح البخاری: ۵۷۰۴، کی شرح از علامہ عینی	96
116	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	96
117	صحیح البخاری: ۵۷۰۵، کی شرح از علامہ عینی	98
118	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	98
119	حدیث مذکور کے معانی	98
120	صحیح البخاری: ۵۷۰۵ کی شرح از علامہ ابن ملقن	100
121	نظر بد لگنے اور دم کرانے کے متعلق احادیث	100
122	نظر بد کی تعریف میں فقہاء اسلام کے اقوال	101
123	صحیح البخاری: ۵۷۰۵، کی شرح از شیخ عثیمین	102
124	نظر بد کی تعریف اور اس کے ازالہ کا طریقہ	102
125	حدیث مذکور کے فوائد	102

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۸۔باب	103
126	آشوبِ چشم (آنکھوں کی تکلیف) کے سبب سے اثمد اور سرمہ لگانا	103
127	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	103
128	صحیح البخاری: ۵۷۰۶، کی شرح از علامہ عینی	105
129	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	105
130	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	105
131	حدیث مذکور کے معانی	105
132	صحیح البخاری: ۵۷۰۶، کی شرح از شیخ عثیمین	106
133	اثمد اور عام سرمہ کو لگانے کا بیان	106
	۱۹۔باب	106
134	جذام کی بیماری کا بیان	106
135	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	106
136	صحیح البخاری: ۵۷۰۷، کی شرح از علامہ عینی	106
137	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	106
138	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	107
139	بعض احادیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے مجذوم کے ساتھ کھایا، ان احادیث کی اس باب کی حدیث کے ساتھ مطابقت کی وجوہ	107
140	"لاعدوی" کا معنی	108
141	"ولا طیرۃ" کا معنی	108
142	"ولا ھامۃ" کا معنی	109
143	"ولا صفر" کا معنی	109
	۲۰۔باب	109
144	"المن" (کھمبی یا سانپ کی چھتری) آنکھ کے لیے شفاء ہے	109
145	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	109
146	صحیح البخاری: ۵۷۰۸، کی شرح از علامہ عینی	110

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
147	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	110
148	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	110
149	حدیث مذکور کے معانی	110
150	صحیح البخاری: ۵۷۰۸، کی شرح از شیخ عثیمین	110
151	"مَن" کا معنی	110
	۲۱۔باب	111
152	منہ میں دوا ٹپکانے کا بیان	11
153	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	111
154	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت	111
155	لدود کا معنی اور گھر والوں کے منہ میں دوا ڈالنے کی توجیہ اور آپ کے منع کرنے کا سبب	112
156	صحیح البخاری: ۵۷۱۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن	113
157	نبی ﷺ نے گھر والوں کے منہ میں دوا ڈالنے کا حکم دیا	113
158	صحیح البخاری: ۵۷۱۳، کی شرح از علامہ عینی	114
159	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	114
160	حدیث مذکور کے معانی	115
	۲۲۔باب	115
161	صحیح البخاری: ۵۷۱۴، کی شرح از علامہ عینی	116
162	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	116
163	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	117
164	حدیث مذکور کے معانی	117
165	حدیث الباب کے دیگر مسائل	117
	۲۳۔باب	117
166	حلق کے درد کا بیان	117
167	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	117
168	صحیح البخاری: ۵۷۱۵، کی شرح از علامہ عینی	118
169	حدیث مذکور کے معانی	118

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۴۔باب	118
170	پیٹ کی بیماری کی دواء کا بیان	118
171	صحیح البخاری:۵۷۱۶،کی شرح از علامہ عینی	119
172	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	119
173	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	119
	۲۵۔باب	119
174	لا صَفَر: صفر وہ بیماری ہے جو پیٹ کو پکڑ لیتی ہے	119
175	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	119
176	صحیح البخاری:۵۷۱۷،کی شرح از علامہ عینی	120
177	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	120
178	حدیث مذکور کے معانی	120
179	صحیح البخاری:۵۷۱۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن	120
180	''ھامة'' کا بیان	121
181	''صَفَر'' کا بیان	121
182	مرض کے متعدی نہ ہونے کا بیان	121
183	صحیح البخاری:۵۷۱۷،کی شرح از علامہ صابونی	121
184	امراض کے متعدی ہونے کی تحقیق از مصنف	122
	۲۶۔باب	122
185	نمونیا یا پسلی کے درد کا بیان	122
186	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	122
187	صحیح البخاری:۵۷۱۸،کی شرح از علامہ عینی	123
188	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	123
189	حدیث مذکور کے معانی	123
190	صحیح البخاری:۵۷۱۹،۵۷۲۰،۵۷۲۱،کی شرح از علامہ عینی	124
191	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	124
192	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	125
193	حدیث مذکور کے معانی	125

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۷۔باب	126
194	چٹائی کو جلانا تا کہ (اس کی راکھ سے) خون کو روکا جائے	126
195	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	126
196	صحیح البخاری:۵۷۲۲،کی شرح از علامہ عینی	127
197	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	127
198	حدیث مذکور کے معانی	127
199	غزوۂ احد میں نبی ﷺ کے زخمی ہونے اور آپ کے خون بہنے کی حکمت	127
200	صحیح البخاری:۵۷۲۲،کی شرح از شیخ عثیمین	128
	۲۸۔باب	129
201	بخار جہنم کی تپش سے ہے، اس کا بیان	129
202	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	129
203	صحیح البخاری:۵۷۲۳،کی شرح از علامہ عینی	129
204	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	130
205	حدیث مذکور کے معانی	130
206	صحیح البخاری:۵۷۲۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن	130
207	بخار کو ٹھنڈے پانی سے دور کرنے کے دو طریقے	130
208	صحیح البخاری:۵۷۲۴،کی شرح از علامہ عینی	131
209	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	131
210	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	131
211	حدیث مذکور کے معانی	131
212	صحیح البخاری:۵۷۲۵،کی شرح از علامہ عینی	132
213	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	132
214	حدیث مذکور کے معانی	132
	۲۹۔باب	132
215	جو شخص ایسی سرزمین کی طرف گیا جس کی آب و ہوا اس کے ناموافق ہے	132

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
216	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	121
217	صحیح البخاری: ۵۷۲۷، کی شرح از علامہ عینی	133
218	حدیث مذکور کے معانی	133
219	باب مذکور کا خلاصہ	134
	۳۰۔باب	134
220	طاعون کا بیان	134
221	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	134
222	طاعون کے متعلق حدیث	135
223	طاعون کی تعریف میں دیگر اقوال	135
224	صحیح البخاری: ۵۷۲۸، کی شرح از علامہ عینی	136
225	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	136
226	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	136
227	حدیث مذکور کے معانی	137
228	صحیح البخاری: ۵۷۲۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن	137
229	طاعون کے متعلق دیگر احادیث	137
230	صحیح البخاری: ۵۷۲۹، کی شرح از علامہ عینی	139
231	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	140
232	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	140
233	حدیث مذکور کے معانی	140
234	اس اعتراض کا جواب کہ جب موت اور حیات مقدر ہے تو پھر جس جگہ طاعون کی وبا ہو وہاں جانے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟	142
235	حدیث مذکور کے فوائد	142
236	صحیح البخاری: ۵۷۲۹، کی شرح از شیخ عثیمین	143
237	صحیح البخاری: ۵۷۳۰، کی شرح از علامہ عینی	144
238	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	144
239	صحیح البخاری: ۵۷۳۱، کی شرح از علامہ عینی	145
240	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	145
241	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	145
242	صحیح البخاری: ۵۷۳۲، کی شرح از علامہ عینی	146
243	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	146
244	حدیث مذکور کے معانی	146
245	صحیح البخاری: ۵۷۳۳، کی شرح از علامہ عینی	147
246	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	147
247	حدیث مذکور کے معانی	147
248	۳۱۔باب	147
249	طاعون میں صبر کرنے والے کے اجر کا بیان	147
250	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	147
251	صحیح البخاری: ۵۷۳۴، کی شرح از علامہ عینی	148
252	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	148
253	حدیث مذکور کے معانی	148
254	صحیح البخاری: ۵۷۳۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن	149
255	جس جگہ طاعون پھیلا ہوا ہو وہاں سے بھاگنے پر وعید	149
256	طاعون زدہ علاقہ میں نہ جانے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایت	150
	۳۲۔باب	150
257	قرآن مجید اور معوذات کو پڑھ کر دم کرنا	150
258	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	150
259	صحیح البخاری: ۵۷۳۵، کی شرح از علامہ عینی	151
260	حدیث مذکور کے معانی	151
261	دم کرنے کے جواز اور دم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث میں تطبیق	151
262	غیر مسلم کا مسلم کو دم کرنے کا بیان	152
263	''نفث'' (یعنی اس طرح دم کرنا کہ پھونک کے ساتھ لعاب دہن کے قطرات مخلوط ہوں) کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اباحت کا بیان	152
264	دم کرتے وقت ہاتھ پھیرنے کا بیان	153
265	صحیح البخاری: ۵۷۳۵ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	153
266	المعوذات کے علاوہ دیگر قرآنی آیات سے دم کرنے کا بیان	153
267	دم کرنے کے جواز کے متعلق احادیث	153
268	دم کرنے کے جواز کی شرائط	154
269	ان احادیث کی توجیہ جن میں دم کرنے کے جواز	
270	کا حصر صرف نظر بد اور زہریلے جانور کے ڈسنے میں ہے	154
271	مصیبت کے نزول سے پہلے دم کرنے اور تعویذ لٹکانے کا بیان	155
272	دم کرنے کی تین قسمیں	156
	۳۳۔باب	156
273	سورۂ فاتحہ کو پڑھ کر دم کرنے کا بیان	156
274	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	157
275	صحیح البخاری: ۵۷۳۶ کی شرح از علامہ عینی	158
276	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	158
277	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	158
278	حدیث مذکور کے معانی	158
	۳۴۔باب	159
279	دم کرنے کے عوض چند بکریاں لینے کی شرط لگانے کا بیان	159
280	صحیح البخاری: ۵۷۳۷ کی شرح از علامہ عینی	160
281	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	160
282	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	160
283	تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی ممانعت	161

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
284	تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی تحقیق	161
285	صحیح البخاری: ۵۷۳۷ کی شرح از شیخ عثیمین	163
286	قرآن مجید پڑھنے پر اجرت لینے کی دو قسمیں	163
	۳۵۔باب	164
287	نظر بد میں دم کرنے کا بیان	164
288	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	164
289	صحیح البخاری: ۵۷۳۸ کی شرح از علامہ عینی	164
290	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	165
291	حدیث مذکور کے معانی	165
292	صحیح البخاری: ۵۷۳۹ کی شرح از علامہ عینی	165
293	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	166
294	حدیث مذکور کے معانی	166
295	نظر لگنے کے متعلق احادیث	166
296	نظر بد میں مذاہب اور اس سے متعلق شرعی احکام	168
297	نظر بد کی تاثیرات کی تحقیق	169
	۳۶۔باب	170
298	نظر لگنے کے برحق ہونے کا بیان	170
299	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	170
300	نظر لگنے کے ثبوت میں احادیث	170
301	نظر اتارنے کے لیے نظر لگانے والے کو غسل کا حکم دینے کا وجوب	171
302	جب نظر لگانے والا متعین ہو جائے تو اس کو لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے سے روک دیا جائے	171
303	نظر لگانے والا اگر نظر بد سے کسی کی چیز کو تلف کر دے یا کسی کو قتل کر دے تو اس سے تاوان اور قصاص لیا جائے گا	171
304	صحیح البخاری: ۵۷۴۰ کی شرح از علامہ عینی	172
305	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	172

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
306	حدیث مذکور کے معانی	172
307	''وشم'' کی تعریف	172
308	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	172
	۳۷۔باب	173
309	سانپ اور بچھو کے ڈسنے سے دم کرانے کا بیان	173
310	صحیح البخاری: ۵۷۴۱، کی شرح از علامہ عینی	174
311	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	174
312	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	174
313	حدیث مذکور کے معانی	174
	۳۸۔باب	175
314	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دم کرنے کے کلمات	175
315	صحیح البخاری: ۵۷۴۲، کی شرح از علامہ عینی	175
316	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	175
317	حدیث مذکور کے معانی	175
318	اللہ تعالیٰ کی ذات پر ان اسماء اور صفات کے اطلاق کی تحقیق جن کا ذکر کتاب اور سنت میں نہیں ہے	176
319	اللہ تعالیٰ کی ذات کو لفظ ''خدا'' کے ساتھ تعبیر کرنے کی تحقیق	177
320	جن اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تعبیر کیا جائے ان کا کتاب وسنت میں مذکور ہونا ضروری نہیں ہے	178
321	اللہ میاں کہنا جائز ہے	179
322	صحیح البخاری: ۵۷۴۳، کی شرح از علامہ عینی	180
323	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	180
324	حدیث مذکور کے معانی	180
325	کیا اللہ تعالیٰ کے غیر سے بھی شفاء حاصل ہو سکتی ہے؟	181
326	حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو دوبارہ اپنی جگہ لگا دینا اور اس کی بینائی کا پہلے سے زیادہ ہونا	182
327	صحیح البخاری: ۵۷۴۴، کی شرح از علامہ عینی	183
328	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	183
329	حدیث مذکور کے معانی	183
330	صحیح البخاری: ۵۷۴۵، کی شرح از علامہ عینی	184
331	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	184
332	حدیث مذکور کے معانی	184
333	باب میں مذکور احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	185
334	مریض کی عیادت کرتے ہوئے اس کے لیے دعا کرنے کا بیان	185
335	صحیح البخاری: ۵۷۴۶، کی شرح از شیخ عثیمین	185
	۳۹۔باب	186
336	دم کرتے وقت تھتکارنا (پھونک کے ساتھ لعاب دہن کی چھینٹیں نکالنا)	186
337	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	186
338	صحیح البخاری: ۵۷۴۷، کی شرح از علامہ عینی	187
339	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	187
340	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	187
341	حدیث مذکور کے معانی	187
342	صحیح البخاری: ۵۷۴۸، کی شرح از علامہ عینی	188
343	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	189
344	صحیح البخاری: ۵۷۴۹، کی شرح از علامہ عینی	190
345	حدیث مذکور کے معانی	190
	۴۰۔باب	190
346	دم کرنے والے کا درد کی جگہ پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرنے کا بیان	190
347	صحیح البخاری: ۵۷۵۰، کی شرح از علامہ عینی	191

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
348	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	191	370	صحیح البخاری: ۵۷۵۸، کی شرح از علامہ عینی	199
349	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	191	371	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	199
	۴۱۔باب	161	372	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	199
350	عورت کا مرد کو دم کرنے کا بیان	191	373	حدیث مذکور کے معانی	200
351	صحیح البخاری: ۵۷۵۱، کی شرح از علامہ عینی	192	374	حدیث مذکور کے مسائل	201
	۴۲۔باب	192	375	صحیح البخاری: ۵۷۵۹، کی شرح از علامہ عینی	201
352	ان لوگوں کا بیان جو دم نہیں کراتے	192	376	صحیح البخاری: ۵۷۶۰، کی شرح از علامہ عینی	202
	۴۳۔باب	193	377	صحیح البخاری: ۵۷۶۱، کی شرح از علامہ عینی	202
353	بدشگونی کا بیان	193	378	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	202
354	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	193	379	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	202
355	صحیح البخاری: ۵۷۵۳، کی شرح از علامہ عینی	194	380	حدیث مذکور کے معانی	203
356	حدیث مذکور کے معانی	194	381	صحیح البخاری: ۵۷۶۲، کی شرح از علامہ عینی	203
357	گھر، عورت اور گھوڑے کی نحوست کی توجیہ	194	382	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	203
358	صحیح البخاری: ۵۷۵۴، کی شرح از علامہ عینی	195	383	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	203
359	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	195	384	حدیث مذکور کے معانی	204
360	حدیث مذکور کے معانی	195	385	صحیح البخاری: ۵۷۶۲، کی شرح از شیخ عثیمین	204
	۴۴۔باب	196	386	کاہن کا معنی اور اس کا شرعی حکم	204
361	فال کا بیان	196		۴۷۔باب	205
362	صحیح البخاری: ۵۷۵۵، کی شرح از علامہ عینی	197	387	جادو کا بیان	205
363	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	197	388	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	206
364	صحیح البخاری: ۵۷۵۶، کی شرح از علامہ عینی	197	389	امام بخاری کی ذکر کردہ آیات کی تفسیر از علامہ عینی	206
365	حدیث مذکور کے معانی	197	390	صحیح البخاری: ۵۷۶۳، کی شرح از علامہ عینی	210
	۴۵۔باب	198	391	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	210
366	اُلو کی نحوست نہیں ہے	198	392	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	210
367	صحیح البخاری: ۵۷۵۵، کی شرح از علامہ عینی	198	393	حدیث مذکور کے معانی	211
	۴۶۔باب	198	394	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کے اثر کی مدت کے متعلق	
368	انگل پچو سے غیب کی باتیں بتانا	198		روایات	211
369	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	198	395	بعض فقہاء اسلام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کے اثر کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	روایت کا انکار کرنا	211
396	آپ پر جادو کے اثر کی شرح	212
397	نبی ﷺ پر جادو کیے جانے کے متعلق مصنف کا نظریہ	213
398	نبی ﷺ پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق مصنف کا آخری قول	216
	۴۸۔ باب	216
399	شرک اور جادو ان گناہوں میں سے ہیں جو ہلاک کر دیتے ہیں	216
400	صحیح البخاری: ۵۷۶۴، کی شرح از علامہ عینی	216
401	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	216
402	آل عمران: ۹۷ میں صرف دو نشانیوں کی تخصیص کی وجوہ	218
	۴۹۔ باب	218
403	کیا جادو کو نکالا جائے گا؟	218
404	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	218
405	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی	218
406	صحیح البخاری: ۵۷۶۵، کی شرح از علامہ عینی	220
407	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	220
408	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	220
409	حدیث مذکور کے معانی	220
	۵۰۔ باب	221
410	جادو کا بیان	221
411	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	221
	۵۱۔ باب	222
412	بعض بیان سحر انگیز ہوتے ہیں	222
413	صحیح البخاری: ۵۷۶۷، کی شرح از علامہ عینی	223
414	حدیث مذکور کے معانی	223
415	مشرق کی طرف سے آنے والے دو مردوں کے اسماء	2223
416	بیان کو سحر کے ساتھ تشبیہ دینے میں آیا بیان کی مدح ہے یا مذمت؟	223
	۵۲۔ باب	224
417	جادو کا عجوہ کھجور سے علاج	224
418	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	224
419	صحیح البخاری: ۵۷۶۸، کی شرح از علامہ عینی	224
420	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	224
421	حدیث مذکور کے فوائد	225
	۵۳۔ باب	226
422	الو کی نحوست کوئی چیز نہیں ہے	226
423	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	226
424	"الهامة" کا معنی	226
425	صحیح البخاری: ۵۷۷۰، کی شرح از علامہ عینی	227
426	حدیث مذکور کے معانی	227
427	صحیح البخاری: ۵۷۷۱، کی شرح از علامہ عینی	228
428	حدیث مذکور کے معانی	228
	۵۴۔ باب	229
429	خود بخود مرض متعدی نہیں ہوتا	229
430	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	229
431	صحیح البخاری: ۵۷۷۲، کی شرح از علامہ عینی	230
432	صحیح البخاری: ۵۷۷۵، کی شرح از علامہ عینی	230
433	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	230
	۵۵۔ باب	231
434	نبی ﷺ کو زہر دیے جانے کا بیان	231
435	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	231
436	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی	231
437	صحیح البخاری: ۵۷۷۷، کی شرح از علامہ عینی	232

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
438	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	233
439	حدیث مذکور کے معانی	233
440	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری میں زہر دینے والی یہودیہ عورت کا نام	233
441	جس عورت نے آپ کو زہر دیا تھا، آیا اس کو آپ نے قتل کیا یا نہیں؟	233
442	جن لوگوں نے کسی کو زہر دے کر مار ڈالا، آیا ان سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟	234
443	صحیح البخاری: ۵۷۷۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن	234
444	حدیث مذکور کے فوائد	234
445	مشہور غیر مقلد شیخ محمد داؤد راز کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	235
446	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں فرق	236
	۵۶۔باب	237
447	زہر کو پینا اور زہر کی دوا بنانا اور جس چیز سے خوف اور خطرہ ہو، اس کی دوا بنانا اور خبیث چیزوں سے دوا بنانا	237
448	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	237
449	صحیح البخاری: ۵۷۷۸، کی شرح از علامہ عینی	238
450	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	238
451	حدیث مذکور کے معانی	238
452	خودکشی کرنے والے پر دائمی عذاب کی وعید پر اشکال کا جواب	238
453	صحیح البخاری: ۵۷۷۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن	239
454	خودکشی کرنے والے کے لیے دائمی عذاب کی توجیہ	239
455	بعض شوافع کا اس پر استدلال کہ قاتل نے جس کیفیت سے قتل کیا ہو اسی کیفیت سے اس سے قصاص لیا جائے	239

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
456	صحیح البخاری: ۵۷۷۹، کی شرح از علامہ عینی	240
457	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	240
458	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	240
	۵۷۔باب	240
459	گدھیوں کے دودھ کا بیان	240
460	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	240
461	صحیح البخاری: ۵۷۸۰، کی شرح از علامہ عینی	241
462	کچلیوں والے جانوروں کا بیان	241
463	صحیح البخاری: ۵۷۸۱، کی شرح از علامہ عینی	242
464	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	242
465	حدیث مذکور کے معانی	243
466	صحیح البخاری: ۵۷۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	243
467	صحیح البخاری: ۵۷۸۱، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	243
	۵۸۔باب	244
468	جب برتن میں مکھی گر جائے تو کیا کیا جائے	244
469	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	24
470	صحیح البخاری: ۵۷۸۲، کی شرح از علامہ عینی	245
471	حدیث مذکور کے معانی	245
472	علاج کے متعلق صدر الشریعہ علامہ امجد علی کی تحقیق	245
473	علاج کے متعلق مسائل فقہیہ	248
	۷۷۔ کتاب اللباس	250
1	لباس کا بیان	250
	۱۔باب	250
2	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	250
3	الاعراف: ۳۲ کی تفسیر	250
4	اسراف اور مخیلۃ کا معنی	251
5	حدیث مذکور کا انسان کی مصلحتوں کیلئے جامع ہونا	251

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
6	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی شرح	251
7	صحیح البخاری: ۵۷۸۳، کی شرح از علامہ عینی	252
8	حدیث مذکور کے معانی	252
9	تکبر پر قرآن مجید اور حدیث صحیح میں وعید	252
10	کپڑے کو لٹکانے کی ممانعت کی تفصیل از مصنف	253
	۲۔باب	253
11	جس نے اپنے تہبند کو بغیر تکبر کے لٹکایا یا گھسیٹا	253
12	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	253
13	صحیح البخاری: ۵۷۸۴، کی شرح از علامہ عینی	254
14	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	254
15	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	254
16	حدیث مذکور کے معانی	255
17	صحیح البخاری: ۵۷۸۵، کی شرح از علامہ عینی	255
18	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	255
19	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	256
20	حدیث مذکور کے معانی	256
	۳۔باب	256
21	کپڑے کو اوپر اٹھانے کا بیان	256
22	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	256
23	صحیح البخاری: ۵۷۸۶، کی شرح از علامہ عینی	257
24	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	257
25	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	257
26	حدیث مذکور کے معانی	257
	۴۔باب	258
27	جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں ہے	258
28	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	258
29	صحیح البخاری: ۵۷۸۷، کی شرح از علامہ عینی	258
	۵۔باب	258
30	جس نے اپنے کپڑے کو تکبر کی وجہ سے گھسیٹا	258
31	صحیح البخاری: ۵۷۸۸، کی شرح از علامہ عینی	259
32	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	259
33	حدیث مذکور کے معانی	259
34	عورتوں کو دو بالشت تک کپڑا لٹکانے کی اجازت	259
35	صحیح البخاری: ۵۷۸۹، کی شرح از علامہ عینی	260
36	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	260
37	حدیث مذکور کے معانی	260
38	اپنے لباس پر اترانے والے کو زمین میں دھنسا دیا	
39	گیا، اس پر اشکال کا جواب از مصنف	261
40	صحیح البخاری: ۵۷۹۰، کی شرح از علامہ عینی	262
41	صحیح البخاری: ۵۷۹۱، کی شرح از علامہ عینی	263
42	حدیث مذکور کے معانی	263
	۶۔باب	263
43	جھالر یا پھندنے والے تہبند کو پہننا	263
44	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	263
45	اس باب کی تعلیق کی شرح	263
46	صحیح البخاری: ۵۷۹۲، کی شرح از علامہ عینی	265
47	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	265
48	حدیث مذکور کے معانی	265
	۷۔باب	265
49	چادروں کا بیان	265
50	صحیح البخاری: ۵۷۹۳، کی شرح از علامہ عینی	266
51	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	266
52	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	266
53	حدیث مذکور کے معانی	266

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۸۔باب	266
54	قمیص پہننے کا بیان	266
55	صحیح البخاری:۵۷۹۴، کی شرح از علامہ عینی	267
56	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	267
57	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	267
58	صحیح البخاری:۵۷۹۵، کی شرح از علامہ عینی	268
59	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	268
60	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	268
61	عبداللہ بن ابی کو قمیص عطا فرمانے کی حکمتیں	268
62	صحیح البخاری:۵۷۹۶، کی شرح از علامہ عینی	269
63	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	269
64	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	270
65	علامہ ابن العربی پر علامہ عینی کا تعاقب	270
66	صحیح البخاری:۵۷۹۶، کی شرح از شیخ عثیمین	270
67	عبداللہ بن ابی نے نبی ﷺ سے قمیص طلب کی	
68	اور نماز پڑھانے کی درخواست کی، اس کی توجیہ	270
	۹۔باب	271
69	قمیص کے گریبان کا بیان جو سینہ وغیرہ کے پاس ہو	271
70	صحیح البخاری:۵۷۹۷، کی شرح از علامہ عینی	272
71	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	272
72	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	272
73	حدیث مذکور کے معانی	273
	۱۰۔باب	273
74	جس نے تنگ آستینوں والا جبہ (کوٹ) سفر میں پہنا	273
75	صحیح البخاری:۵۷۹۸، کی شرح از علامہ عینی	274
76	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	274
77	حدیث مذکور کے معانی	274
	۱۱۔باب	274
78	غزوہ میں اون کا جبہ پہننا	274
79	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	274
80	صحیح البخاری:۵۷۹۹، کی شرح از علامہ عینی	275
81	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	275
82	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	275
	۱۲۔باب	275
83	اچکن، اور ریشم کے اچکن اور یہ وہ اچکن ہے جس کے پیچھے شگاف ہوتا ہے	275
84	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	275
85	صحیح البخاری:۵۸۰۰، کی شرح از علامہ عینی	276
86	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	276
87	حدیث مذکور کے معانی	277
88	صحیح البخاری:۵۸۰۱، کی شرح از علامہ عینی	277
89	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	278
90	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	278
91	حدیث مذکور کے معانی	278
	۱۳۔باب	278
92	ٹوپیوں کا بیان	278
93	صحیح البخاری:۵۸۰۲، کی شرح از علامہ عینی	278
94	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	278
95	حدیث مذکور کے معانی	279
96	صحیح البخاری:۵۸۰۳، کی شرح از علامہ عینی	280
97	موزوں کو نیچے سے کاٹے بغیر پہننے میں مذاہب ائمہ	280
	۱۴۔باب	281
98	شلوار کا بیان	281
99	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	281
100	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	282

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
101	شلوار پہننے کے متعلق احادیث	282
102	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	282
103	صحیح البخاری: ۵۸۰۴، کی شرح از علامہ عینی	283
104	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	283
105	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	283
	۱۵۔ باب	284
106	عمائم کا بیان	284
107	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	284
108	عمائم کے متعلق احادیث	284
109	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	285
110	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	285
111	عمامہ کے رنگ کا بیان	287
	۱۶۔ باب	28
112	سر اور چہرہ کے اکثر حصہ کو کسی کپڑے سے ڈھانپنے کا بیان	288
113	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	2888
114	صحیح البخاری: ۵۸۰۷، کی شرح از علامہ عینی	290
115	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	291
116	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	291
117	حدیث مذکور کے معانی	291
118	صحیح البخاری: ۵۸۰۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن	291
119	نبی ﷺ کے غار میں چھپنے کے فوائد	291
120	سفر ہجرت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت	292
121	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے کا سبب	293
	۱۷۔ باب	293
122	خود (لوہے کی ٹوپی) کا بیان	293
123	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	293
124	صحیح البخاری: ۵۸۰۸، کی شرح از علامہ عینی	294

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
125	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	294
126	مکہ میں دخول کے وقت خود اور عمامہ پہننے کی حدیثوں کے تعارض کا جواب	294
	۱۸۔ باب	294
127	چادروں اور یمنی چادروں کا بیان	294
128	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	295
129	البرود، الحبرۃ اور الشملۃ کے معانی	295
130	امام بخاری کی تعلیق کی شرح	295
131	صحیح البخاری: ۵۸۰۹، کی شرح از علامہ عینی	296
132	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	296
133	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	296
134	حدیث مذکور کے معانی	296
135	صحیح البخاری: ۵۸۱۰، کی شرح از علامہ عینی	297
136	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	297
137	صحیح البخاری: ۵۸۱۱، کی شرح از علامہ عینی	298
138	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	298
139	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	298
140	حدیث مذکور کے معانی	298
141	صحیح البخاری: ۵۸۱۲، کی شرح از علامہ عینی	299
142	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	299
143	صحیح البخاری: ۵۸۱۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن	299
	۱۹۔ باب	300
144	عام چادروں اور سیاہ اونی چادروں کا بیان	300
145	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	300
146	صحیح البخاری: ۵۸۱۵، ۵۸۱۶، کی شرح از علامہ عینی	301
147	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	301
148	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	301
149	حدیث مذکور کے معانی	301

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
150	صحیح البخاری:۵۸۱۶،کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	302
151	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے، پھر عیسائیوں کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ انہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا؟	302
152	صحیح البخاری:۵۸۱۵،۵۸۱۶،کی شرح از علامہ عینی	303
153	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	303
154	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	303
155	حدیث مذکور کے معانی	303
156	صحیح البخاری:۵۸۱۸،کی شرح از علامہ عینی	304
157	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	304
	۲۰-باب	304
158	اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹنے کا بیان	304
159	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	304
160	صحیح البخاری:۵۸۱۹،کی شرح از علامہ عینی	305
161	''صماء'' اور ''احتباء'' کا معنی	305
162	صحیح البخاری:۵۸۲۰،کی شرح از علامہ عینی	306
163	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	306
164	حدیث مذکور کے معانی	306
	۲۱-باب	306
165	ایک کپڑے میں بطور احتباء بیٹھنا	306
166	صحیح البخاری:۵۸۲۱،کی شرح از علامہ عینی	307
167	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	307
168	صحیح البخاری:۵۸۲۲،کی شرح از علامہ عینی	307
169	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	307
	۲۲-باب	307
170	سیاہ اونی چادر کا بیان	307
171	صحیح البخاری:۵۸۲۳،کی شرح از علامہ عینی	308
172	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	308
173	حدیث مذکور کے معانی	308
174	صحیح البخاری:۵۸۲۴،کی شرح از علامہ عینی	309
175	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	309
176	حدیث مذکور کے معانی	309
177	نومولود کو گھٹی دینے کا استحباب	310
	۲۳-باب	310
178	سبز رنگ کے کپڑوں کا بیان	310
179	صحیح البخاری:۵۸۲۵،کی شرح از علامہ عینی	311
180	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	312
181	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	312
182	حدیث مذکور کے معانی	312
183	حدیث مذکور کے فوائد	313
184	صحیح البخاری:۵۸۲۵ کی شرح از علامہ ابن ملقن	313
185	سبز رنگ کے کپڑوں کی فضیلت پر دلائل	313
	۲۴-باب	314
186	سفید کپڑوں کا بیان	314
187	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	314
188	صحیح البخاری:۵۸۲۶،کی شرح از علامہ عینی	314
189	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	314
190	حدیث مذکور کے معانی	314
191	صحیح البخاری:۵۸۲۷،کی شرح از علامہ عینی	316
192	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	3616
193	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	316
194	حدیث مذکور کے معانی	316
195	مرتکب کبیرہ کے جنت میں داخل ہونے کی وضاحت	316
196	امام بخاری کی تفسیر کا بیان اور اس پر علامہ ابن التین اور علامہ عینی کے اعتراض کا جواب	317

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۵۔باب	317
197	ریشم کو پہننا اور مردوں کے لیے ریشم کو بچھانا، اور کتنی مقدار ریشم مردوں کیلئے جائز ہے، اس کا بیان	317
198	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	317
199	صحیح البخاری: ۵۸۲۸، کی شرح از علامہ عینی	318
200	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف	318
201	حدیث مذکور کے معانی	318
202	مردوں پر ریشم کو حرام قرار دینے کی حکمت	319
203	ریشم کی تحریم میں اقوال فقہاء	319
204	چار انگل کی مقدار ریشم کے نقش و نگار بنانے میں اختلاف فقہاء	320
205	صحیح البخاری: ۵۸۲۹، کی شرح از علامہ عینی	321
206	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف	321
207	حدیث مذکور کے معانی	321
208	صحیح البخاری: ۵۸۳۰، کی شرح از علامہ عینی	322
209	صحیح البخاری: ۵۸۳۱، کی شرح از علامہ عینی	323
210	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	323
211	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	323
212	حدیث مذکور کے معانی	323
213	صحیح البخاری: ۵۸۳۲، کی شرح از علامہ عینی	324
214	حدیث مذکور کے معانی	324
215	صحیح البخاری: ۵۸۳۳، کی شرح از علامہ عینی	325
216	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	325
217	حدیث مذکور کے معانی	325
218	صحیح البخاری: ۵۸۳۴، کی شرح از علامہ عینی	325
219	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	326
220	حدیث مذکور کے معانی	326
221	صحیح البخاری: ۵۸۳۵، کی شرح از علامہ عینی	327
222	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف	328
223	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	328
	۲۶۔باب	328
224	جس نے ریشم کو پہنے بغیر اس کو چھوا	328
225	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	328
226	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی	329
227	صحیح البخاری: ۵۸۳۶، کی شرح از علامہ عینی	329
228	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	329
229	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	329
230	حدیث مذکور کے معانی	330
	۲۷۔باب	330
231	ریشمی بچھونے کا حکم	330
232	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	330
233	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی	330
234	صحیح البخاری: ۵۸۳۷، کی شرح از علامہ عینی	331
235	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	331
236	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	331
237	ریشم کے اوپر بیٹھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	331
238	صحیح البخاری: ۵۸۳۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن	332
	۲۸۔باب	332
239	''قسی'' کو پہننے کا بیان	332
240	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	333
241	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی	333
242	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	334
243	صحیح البخاری: ۵۸۳۸، کی شرح از علامہ عینی	334
244	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	335
245	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	335
246	حدیث مذکور کے معانی	335

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۹۔باب	335
247	خارش کی وجہ سے مردوں کو ریشم پہننے کی رخصت کا بیان	335
248	صحیح البخاری: ۵۸۳۹، کی شرح از علامہ عینی	336
249	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	336
250	حدیث مذکور کے معانی	336
	۳۰۔باب	337
251	ریشم کا خواتین کے لیے جواز	337
252	صحیح البخاری: ۵۸۴۰، کی شرح از علامہ عینی	337
253	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	337
254	حدیث مذکور کے معانی	337
255	صحیح البخاری: ۵۸۴۱، کی شرح از علامہ عینی	339
256	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	339
257	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	339
258	حدیث مذکور کے معانی	339
259	اس اشکال کا جواب کہ جب ریشمی حلہ مردوں کے لیے ناجائز ہے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ حلہ کیسے پہنایا؟	339
261	صحیح البخاری: ۵۸۴۲، کی شرح از علامہ عینی	340
262	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	340
263	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	340
264	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	341
	۳۱۔باب	341
265	اس کا بیان کہ نبی ﷺ لباس پہننے اور بستر بچھانے میں توسع کو اختیار کرتے تھے	341
266	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	341
267	صحیح البخاری: ۵۸۴۳، کی شرح از علامہ عینی	343
268	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	344
269	حدیث مذکور کے معانی	344
270	کافروں کے مسلمانوں پر غلبہ کے اشکال کا جواب	344
271	صحیح البخاری: ۵۸۴۳، کی شرح از شیخ عثیمین	345
272	حدیث مذکور کے فوائد	345
273	صحیح البخاری: ۵۸۴۴، کی شرح از علامہ عینی	347
274	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	347
275	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	347
276	حدیث مذکور کے معانی	347
	۳۲۔باب	348
277	جو نیا کپڑا پہنے اس کو کیا دعا دی جائے	348
278	صحیح البخاری: ۵۸۴۵، کی شرح از علامہ عینی	348
279	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	349
280	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	349
281	حدیث مذکور کے معانی	349
282	نیا کپڑا پہننے کی دعائیں	349
	۳۳۔باب	350
283	مردوں کے لیے زعفرانی رنگ کے استعمال کا حکم	350
284	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	350
285	صحیح البخاری: ۵۸۴۶، کی شرح از علامہ عینی	350
286	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	350
287	حدیث مذکور کے معانی	351
	۳۴۔باب	351
288	زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے	351
289	صحیح البخاری: ۵۸۴۷، کی شرح از علامہ عینی	351
290	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	352
291	حدیث مذکور کے معانی	352
292	غیر محرم کے لیے زرد رنگ کے کپڑے پہننے کا حکم	352

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۳۵۔باب	352
293	سرخ رنگ کے کپڑے کے پہننے کا بیان	352
294	صحیح البخاری:۵۸۴۸، کی شرح از علامہ عینی	353
295	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	353
296	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	353
297	حدیث مذکور کے معانی	353
298	سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کی ممانعت کے متعلق	
	احادیث اور ان کی توجیہات	353
299	سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے متعلق فقہاء کے	
	اقوال	353
	۳۶۔باب	354
300	سرخ زین بچھانے کا حکم	354
301	صحیح البخاری:۵۸۴۹، کی شرح از علامہ عینی	355
302	حدیث مذکور کے معانی	355
	۳۷۔باب	355
203	بالوں سے صاف کیے ہوئے چمڑے وغیرہ کی	
	جوتیوں کا بیان	355
304	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	355
305	صحیح البخاری:۵۸۵۰، کی شرح از علامہ عینی	356
306	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	356
307	جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق احادیث	356
308	صحیح البخاری:۵۸۵۱، کی شرح از علامہ عینی	358
309	حدیث مذکور کے معانی	358
310	صحیح البخاری:۵۸۵۲، کی شرح از علامہ عینی	358
311	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	359
312	محرم کے لیے حالت احرام میں چپل پہننے کی تحقیق	359
313	صحیح البخاری:۵۸۵۳، کی شرح از علامہ عینی	359
314	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	359

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
315	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	359
	۳۸۔باب	360
316	جوتا پہننے کی ابتداء دائیں پیر سے کرنی چاہیے	360
317	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	360
318	صحیح البخاری:۵۸۵۴، کی شرح از علامہ عینی	360
319	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	360
320	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	360
	۳۹۔باب	361
321	جوتا اتارتے وقت پہلے بایاں جوتا اتارے	361
322	صحیح البخاری:۵۸۵۵، کی شرح از علامہ عینی	361
323	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	361
324	حدیث مذکور کے معانی	361
	۴۰۔باب	361
325	ایک جوتا پہن کر نہ چلنے کا بیان	361
326	صحیح البخاری:۵۸۵۶، کی شرح از علامہ عینی	362
327	حدیث مذکور کے معانی	362
328	ایک جوتی پہن کر چلنے کی روایت کی تحقیق	362
	۴۱۔باب	363
329	ایک جوتے میں دو تسموں کا ہونا، اور جس کے	
330	نزدیک ایک تسمہ بھی کافی ہے	363
331	صحیح البخاری:۵۸۵۷، کی شرح از علامہ عینی	363
332	حدیث مذکور کے معانی	363
333	صحیح البخاری:۵۸۵۸، کی شرح از علامہ عینی	363
334	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	363
	۴۲۔باب	364
335	سرخ چمڑے کے خیمہ کا بیان	364
336	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	364
337	صحیح البخاری:۵۸۵۹، کی شرح از علامہ عینی	364

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
338	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	364
339	نبی ﷺ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کی طہارت اور برکت	364
340	صحیح البخاری: ۵۸۶۰، کی شرح از علامہ عینی	366
341	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	366
	۴۳۔ باب	366
342	چٹائی وغیرہ پر بیٹھنا	366
343	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	366
344	صحیح البخاری: ۵۸۶۱، کی شرح از علامہ عینی	367
345	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	367
346	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	367
347	حدیث مذکور کے معانی	367
	۴۴۔ باب	368
348	سونے کی گھنڈی یا بٹن سے کپڑے کو بند کرنے کا بیان	368
349	صحیح البخاری: ۵۸۶۲، کی شرح از علامہ عینی	369
350	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	369
351	حدیث مذکور کے معانی	369
352	رسول اللہ ﷺ کا بلند اخلاق کہ کسی کے لیے آپ کو بلانا آپ پر گراں نہیں گزرتا	369
	۴۵۔ باب	369
353	سونے کی انگوٹھیوں کا بیان	369
354	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	369
355	صحیح البخاری: ۵۸۶۳، کی شرح از علامہ عینی	370
356	صحیح البخاری: ۵۸۶۴، کی شرح از علامہ عینی	371
357	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	371
358	صحیح البخاری: ۵۸۶۵، کی شرح از علامہ عینی	371
359	حدیث مذکور کے معانی	371

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
360	مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننے کا حکم	371
364	جن بعض صحابہ سے سونے کی انگوٹھی پہننا منقول ہے	372
362	بعض صحابہ کے سونے کی انگوٹھی پہننے کے دو جواب	372
363	حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کا سونے کی انگوٹھی	
364	پہننے پر استدلال اور اس کا جواب	372
	۴۶۔ باب	373
365	مردوں کے لیے چاندی کی انگوٹھی پہننے کا حکم	373
366	صحیح البخاری: ۵۸۶۶، کی شرح از علامہ عینی	374
367	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	374
368	حدیث مذکور کے معانی	374
369	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	374
	۴۷۔ باب	375
370	صحیح البخاری: ۵۸۶۷، کی شرح از علامہ عینی	375
371	صحیح البخاری: ۵۸۶۸، کی شرح از علامہ عینی	376
372	حدیث مذکور کے معانی	376
	۴۸۔ باب	376
373	انگوٹھی کے نگینہ کا بیان	376
374	صحیح البخاری: ۵۸۶۹، کی شرح از علامہ عینی	376
375	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	376
376	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	377
377	حدیث مذکور کے معانی	377
378	صحیح البخاری: ۵۸۷۰، کی شرح از علامہ عینی	377
379	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف	377
380	حدیث مذکور کے معانی	378
381	لوہے کی انگوٹھی اور چاندی کی انگوٹھی میں تعارض کے جوابات	378
	۴۹۔ باب	378
382	لوہے کی انگوٹھی کا بیان	378

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
383	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	378
384	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	378
385	صحیح البخاری:۵۸۷۱، کی شرح از علامہ عینی	380
386	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	380
387	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	380
388	حدیث مذکور کے فوائد	380
	۵۰۔باب	381
389	انگوٹھی کے نقش کا بیان	381
390	صحیح البخاری:۵۸۷۲، کی شرح از علامہ عینی	382
391	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	382
392	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	382
393	حدیث مذکور کے معانی	382
394	جس ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہوئی ہو، اس ہاتھ سے استنجا کرنے کا حکم	382
395	انگوٹھی میں تصویر بنانے کے جواز کے آثار اور ان کا ضعف	383
396	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگوٹھیوں کے نقوش	383
397	صحیح البخاری:۵۸۷۳، کی شرح از علامہ عینی	384
398	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	384
399	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	384
	۵۱۔باب	384
400	چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کا بیان	384
401	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	384
402	صحیح البخاری:۵۸۷۴، کی شرح از علامہ عینی	385
403	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	385
404	حدیث مذکور کے معانی	385
	۵۲۔باب	385
405	انگوٹھی کو اس لیے بنوانا تاکہ اس سے کسی چیز پر مہر لگائی جائے، یا اہل کتاب کی اور دوسرے بادشاہوں کی طرف جو مکاتیب لکھے جائیں تو اس انگوٹھی سے اس پر مہر لگائی جائے	385
406	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	385
407	صحیح البخاری:۵۸۷۵، کی شرح از علامہ عینی	386
408	غیر حاکم کے لیے انگوٹھی بنانے کا بیان	386
409	جو امور کفار کی بدعقیدگی پر مبنی نہ ہوں ان میں کفار کی مشابہت ممنوع نہیں ہے	387
	۵۳۔باب	387
410	جس نے انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا، اس کا بیان	387
411	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	387
412	صحیح البخاری:۵۸۷۶، کی شرح از علامہ عینی	388
413	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	388
414	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	388
415	دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق احادیث	388
416	بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق احادیث	389
417	انگوٹھی پہننے کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات	389
418	دائیں یا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء	390
419	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	390
420	انگوٹھیوں سے متعلق دیگر مسائل اور احادیث	391
	۵۴۔باب	391
421	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر آپ کی انگوٹھی کا نقش نہ بنوائے	391
422	صحیح البخاری:۵۸۷۷، کی شرح از علامہ عینی	392
423	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	392
424	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	392

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
425	حدیث مذکور کے معانی	392
426	رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کے نقش کے متعلق	
	دیگر روایات	392
427	رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا نقش آپ کی حیاتِ	
	مبارکہ میں آپ کے ساتھ مخصوص تھا یا بعد میں بھی وہ	
	مخصوص رہا؟	392
	۵۵۔ باب	393
428	کیا انگوٹھی کا نقش تین سطروں میں بنایا جائے؟	393
429	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	393
430	صحیح البخاری: ۵۸۷۸، کی شرح از علامہ عینی	394
431	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	394
432	حدیث مذکور کے معانی	394
433	صحیح البخاری: ۵۸۷۹، کی شرح از علامہ عینی	395
434	حدیث مذکور کے معانی	395
435	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے انگوٹھی کا گم ہونا ان کی	
	شہادت کا سبب بنا	395
	۵۶۔ باب	396
436	انگوٹھی کا عورتوں کے لیے ہونا	396
437	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	396
438	اس باب کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	396
439	صحیح البخاری: ۵۸۸۰، کی شرح از علامہ عینی	396
440	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	396
441	حدیث مذکور کے معانی	397
	۵۷۔ باب	397
442	ہار اور سیپیوں کے ہار یعنی خوشبو اور مشک کے ہار کا	
	عورتوں کے لیے ہونا	397
443	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	397
444	صحیح البخاری: ۵۸۸۱، کی شرح از علامہ عینی	397
445	حدیث مذکور کے معانی	398
	۵۸۔ باب	398
446	ہار عاریۃً لینا	398
447	صحیح البخاری: ۵۸۸۲، کی شرح از علامہ عینی	398
448	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	398
449	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	399
	۵۹۔ باب	399
450	عورتوں کے بندے یعنی کان کے زیور کا بیان	399
451	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	399
452	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	399
453	صحیح البخاری: ۵۸۸۳، کی شرح از علامہ عینی	400
454	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	400
455	حدیث مذکور کے معانی	400
	۶۰۔ باب	400
456	بچوں کے لیے سیپیوں کے ہار کا بیان	400
457	صحیح البخاری: ۵۸۸۴، کی شرح از علامہ عینی	401
458	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	401
459	حدیث مذکور کے معانی	401
460	شیخ انور شاہ کشمیری کا ''لُکَعْ'' کا غیر مہذب ترجمہ کرنا	402
	۶۱۔ باب	402
461	عورتوں کی مشابہت کرنے والے مرد اور مردوں	
	کی مشابہت کرنے والی عورتوں کا بیان	402
462	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	402
463	صحیح البخاری: ۵۸۸۵، کی شرح از علامہ عینی	403
464	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	403
	۶۲۔ باب	403
465	عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں کو	
	گھروں سے نکالنے کا بیان	403

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
466	صحیح البخاری:۵۸۸۶،کی شرح از علامہ عینی	404
467	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	404
468	حدیث مذکور کے معانی	404
469	صحیح البخاری:۵۸۸۶،کی شرح از شیخ عثیمین	404
470	صحیح البخاری:۵۸۸۷،کی شرح از علامہ عینی	405
471	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	405
472	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	406
473	حدیث مذکور کے معانی	406
	۶۳۔باب	406
474	مونچھوں کو تراشنا	406
475	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	406
476	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	407
477	صحیح البخاری:۵۸۸۸،کی شرح از علامہ عینی	408
478	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	408
479	حدیث مذکور کے معانی	408
480	مونچھوں کو تراشنے یا مونڈنے کے متعلق اختلاف فقہاء	408
481	صحیح البخاری:۵۸۸۹،کی شرح از علامہ عینی	409
482	حدیث مذکور کے معانی	409
	۶۴۔باب	410
483	ناخنوں کو کاٹنا	410
484	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	410
485	صحیح البخاری:۵۸۹۰،کی شرح از علامہ عینی	411
486	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	411
487	حدیث مذکور کے معانی	412
488	صحیح البخاری:۵۸۹۱،کی شرح از علامہ عینی	412
489	صحیح البخاری:۵۸۹۲،کی شرح از علامہ عینی	412
490	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	413

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
491	حدیث مذکور کے معانی	413
	۶۵۔باب	414
493	داڑھی کو چھوڑ دینا	414
494	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	414
495	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	414
496	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	415
497	صحیح البخاری:۵۸۹۳،کی شرح از علامہ عینی	415
498	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	415
499	حدیث مذکور کے معانی	415
500	داڑھی کی مقدار کا بیان اور شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کا رد از مصنف	416
	۶۶۔باب	417
501	سفید بالوں کے متعلق جو ذکر کیا جائے گا	417
502	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	417
503	صحیح البخاری:۵۸۹۴،کی شرح از علامہ عینی	418
504	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	418
505	رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں خضاب لگانے کا بیان	418
506	صحیح البخاری:۵۸۹۵،کی شرح از علامہ عینی	419
507	نبی ﷺ کی داڑھی مبارک میں سفید بالوں کے ہونے یا نہ ہونے کا بیان	419
508	صحیح البخاری:۵۸۹۶،کی شرح از علامہ عینی	420
509	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	420
510	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	420
511	حدیث مذکور کے معانی	420
512	رسول اللہ ﷺ کے بالوں سے شفاء حاصل کرنا	420
513	صحیح البخاری:۵۸۹۸،کی شرح از علامہ عینی	422
514	حدیث مذکور کے معانی	422

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	٦٧۔ باب	422
515	خضاب یعنی بالوں کو رنگنے کا بیان	422
516	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	422
517	صحیح البخاری: ۵۸۹۹، کی شرح از علامہ عینی	422
518	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	422
519	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	423
520	حدیث مذکور کے معانی	423
521	خضاب لگانے کی صفت کا بیان	423
522	بالوں کو رنگنے اور نہ رنگنے کی احادیث میں تطبیق	
	اور خضاب کے حکم کی تحقیق	424
523	خضاب کے رنگ کا بیان، سرخ اور زرد خضاب	
	کا جواز اور سیاہ خضاب کی ممانعت اور بعض	
	صحابہ سے سیاہ خضاب لگانے کا ثبوت	425
524	سیاہ رنگ کے خضاب لگانے کے متعلق مصنف کا	
	موقف	426
	٦٨۔ باب	426
525	گھونگھریالے بالوں کا بیان	426
526	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	426
527	صحیح البخاری: ۵۹۰۰، کی شرح از علامہ عینی	427
528	حدیث مذکور کے معانی	427
529	صحیح البخاری: ۵۹۰۱، کی شرح از علامہ عینی	428
530	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	428
531	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	428
532	حدیث مذکور کے معانی	428
533	صحیح البخاری: ۵۹۰۲، کی شرح از علامہ عینی	429
534	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	429
535	حدیث مذکور کے معانی	429
536	مسیح کا معنی	429

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
537	دجال مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے	
	دجال کو مکہ میں کیسے دیکھا؟	430
538	صحیح البخاری: ۵۹۰۴، کی شرح از علامہ عینی	430
539	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	430
540	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	430
541	حدیث مذکور کے معانی	431
542	صحیح البخاری: ۵۹۰۵، کی شرح از علامہ عینی	431
543	حدیث مذکور کے معانی	431
544	صحیح البخاری: ۵۹۰۶، کی شرح از علامہ عینی	432
545	حدیث مذکور کے معانی	432
546	صحیح البخاری: ۵۹۰۷، کی شرح از علامہ عینی	432
547	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	432
548	حدیث مذکور کے معانی	432
549	صحیح البخاری: ۵۹۱۱، ۵۹۱۲، کی شرح از علامہ عینی	433
550	حدیث مذکور کے معانی	433
551	صحیح البخاری: ۵۹۱۳، کی شرح از علامہ عینی	435
552	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	435
553	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	435
554	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو	
	دیکھا، اس کی توجیہ	435
555	علامہ طیبی، محدث دہلوی اور دیگر علماء اسلام کی یہ	
	تصریح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں ہر زمانہ کے	
	احوال دیکھتے ہیں اور دیگر جوابات کا ذکر کرنا	436
	٦٩۔ باب	437
556	بالوں کو چپکانے کا بیان	437
557	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	437
558	صحیح البخاری: ۵۹۱۴، کی شرح از علامہ عینی	438
559	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	438

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
560	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	438
561	حدیث مذکور کے معانی	438
562	صحیح البخاری:۵۹۱۵، کی شرح از علامہ عینی	439
563	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	439
564	حدیث مذکور کے معانی	439
565	صحیح البخاری:۵۹۱۶، کی شرح از علامہ عینی	440
566	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	440
567	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	440
	۷۰۔باب	440
568	سر کے بالوں کے درمیان میں مانگ نکالنا	440
569	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	440
570	صحیح البخاری:۵۹۱۷، کی شرح از علامہ عینی	441
571	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	441
572	حدیث مذکور کے معانی	441
573	بالوں کو پیچھے چھوڑنے اور درمیان سے مانگ نکالنے میں کون راجح ہے؟	441
574	صحیح البخاری:۵۹۱۸، کی شرح از علامہ عینی	442
575	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	442
576	حدیث مذکور کے معانی	442
	۷۱۔باب	443
577	مینڈھیوں کا بیان	443
578	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	443
579	صحیح البخاری:۵۹۱۹، کی شرح از علامہ عینی	443
580	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	444
581	حدیث مذکور کے معانی	444
	۷۲۔باب	444
582	سر کے بال منڈانا اور کچھ بال چھوڑ دینے کا بیان	444
583	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	444
584	صحیح البخاری:۵۹۲۰، کی شرح از علامہ عینی	445
585	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	445
586	القزع کی کراہت اور سر کے تمام بالوں کے مونڈنے کا جواز	446
	۷۳۔باب	447
587	عورت کا اپنے شوہر کو اپنے دونوں ہاتھوں سے خوشبو لگانا	447
588	صحیح البخاری:۵۹۲۲، کی شرح از علامہ عینی	447
589	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	447
590	حدیث مذکور کے معانی	447
	۷۴۔باب	448
591	سر میں اور ڈاڑھی میں خوشبو لگانا	448
592	صحیح البخاری:۵۹۲۳، کی شرح از علامہ عینی	448
593	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	448
594	حدیث مذکور کے معانی	449
595	مردوں اور عورتوں کی خوشبو لگانے کی جگہوں کا الگ الگ ہونا	449
	۷۵۔باب	449
596	بالوں میں کنگھی کرنے کا بیان	449
597	صحیح البخاری:۵۹۲۴، کی شرح از علامہ عینی	449
598	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	450
599	حدیث مذکور کے معانی	450
600	کسی کے گھر میں جھانکنے کا ممنوع ہونا	450
	۷۶۔باب	450
601	حائضہ کا اپنے شوہر کے بالوں میں کنگھی کرنا	450
602	صحیح البخاری:۵۹۲۵، کی شرح از علامہ عینی	451
	۷۷۔باب	451
603	سر اور ڈاڑھی میں کنگھی کرنے اور دائیں جانب	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سے ابتداء کرنے کا بیان	451
604	صحیح البخاری: ۵۹۲۶، کی شرح از علامہ عینی	451
605	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	451
606	حدیث مذکور کے بعض مسائل	451
	۷۸۔ باب	452
607	مشک کا بیان	452
608	صحیح البخاری: ۵۹۲۷، کی شرح از علامہ عینی	452
609	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	452
610	حدیث مذکور کے معانی	452
611	روزہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کی توجیہ	453
612	اللہ تعالیٰ تو سونگھنے سے پاک ہے، پھر روزہ دار	
	کے منہ کی بو کے پسندیدہ ہونے کی کیا توجیہ ہے؟	453
	۷۹۔ باب	453
613	کونسی خوشبو مستحب ہے	453
614	صحیح البخاری: ۵۹۲۸، کی شرح از علامہ عینی	454
615	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	454
616	سب سے عمدہ خوشبو کا بیان	454
	۸۰۔ باب	454
617	خوشبو کو رد نہ کرنے کا بیان	454
618	صحیح البخاری: ۵۹۲۹، کی شرح از علامہ عینی	455
619	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	455
620	حدیث مذکور کے معانی	455
	۸۱۔ باب	455
621	ذریرہ (سفوف والی خوشبو) کا بیان	455
622	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	455
623	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	455
624	صحیح البخاری: ۵۹۳۰، کی شرح از علامہ عینی	456
625	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	456

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۸۲۔ باب	456
626	حسن کے لیے دانتوں میں جھریاں کرانے والیوں کا	
	بیان	456
627	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	456
628	صحیح البخاری: ۵۹۳۱، کی شرح از علامہ عینی	457
629	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	457
630	حدیث مذکور کے معانی	457
	۸۳۔ باب	458
631	سر کے بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ جوڑنے کا	
	بیان	458
632	صحیح البخاری: ۵۹۳۲، کی شرح از علامہ عینی	459
633	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	459
634	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	459
635	حدیث مذکور کے معانی	459
636	کسی شہر میں برائیوں کا ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے	
	کہ وہاں علماء نہ ہوں	460
637	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے پہلا مناقشہ	460
638	عورتوں کو اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورتوں	
	کے ساتھ بال جوڑنے کی ممانعت اور پراندہ اور	
	چٹلے کا مباح ہونا اور علامہ عینی کا حافظ ابن حجر	
	عسقلانی سے دوسرا مناقشہ	460
639	صحیح البخاری: ۵۹۳۳، کی شرح از علامہ عینی	461
640	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	461
641	صحیح البخاری: ۵۹۳۴، کی شرح از علامہ عینی	462
642	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	462
643	حدیث مذکور کے معانی	462
644	متابعت کی شرح	462
645	صحیح البخاری: ۵۹۳۵، کی شرح از علامہ عینی	463

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
646	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	463
647	حدیث مذکور کے معانی	463
648	صحیح البخاری: ۵۹۳۶، کی شرح از علامہ عینی	464
649	صحیح البخاری: ۵۹۳۷، کی شرح از علامہ عینی	464
650	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	464
651	حدیث مذکور کے معانی	464
652	صحیح البخاری: ۵۹۳۸، کی شرح از علامہ عینی	465
	۸۴۔باب	465
653	چہرہ کے بال نوچنے والیوں کا بیان	465
654	صحیح البخاری: ۵۹۳۹، کی شرح از علامہ عینی	466
655	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	466
656	حدیث مذکور کے معانی	466
657	حدیث مذکور کی وضاحت	466
	۸۵۔باب	467
658	عورت کا اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورت کے بالوں کو جڑوانے کا بیان	467
659	صحیح البخاری: ۵۹۴۰، کی شرح از علامہ عینی	467
660	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	467
661	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	467
662	صحیح البخاری: ۵۹۴۱، کی شرح از علامہ عینی	468
663	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	468
664	حدیث مذکور کے معانی	468
665	صحیح البخاری: ۵۹۴۲، کی شرح از علامہ عینی	469
666	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	469
667	حدیث مذکور کے معانی	469
668	صحیح البخاری: ۵۹۴۳، کی شرح از علامہ عینی	470
	۸۶۔باب	470
669	گودنے والیوں کا بیان	470

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
670	صحیح البخاری: ۵۹۴۴، کی شرح از علامہ عینی	471
671	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	471
672	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	471
673	حدیث مذکور کے معانی	471
674	صحیح البخاری: ۵۹۴۵، کی شرح از علامہ عینی	471
675	حدیث مذکور کے معانی	471
676	خون کی قیمت کی ممانعت کا بیان اور اضطرار کی صورت میں اس کا جواز	471
	۸۷۔باب	472
677	گدوانے والی کا بیان	472
678	صحیح البخاری: ۵۹۴۶، کی شرح از علامہ عینی	473
679	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	473
680	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	473
681	حدیث مذکور کے معانی	473
682	صحیح البخاری: ۵۹۴۷، کی شرح از علامہ عینی	474
683	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	474
684	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	474
685	صحیح البخاری: ۵۹۴۸، کی شرح از علامہ عینی	474
686	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	474
	۸۸۔باب	475
687	تصاویر کا بیان	475
688	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	475
689	صحیح البخاری: ۵۹۴۹، کی شرح از علامہ عینی	475
690	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	475
691	حدیث مذکور کے معانی	476
692	جس گھر میں کتا یا تصاویر ہوں اس میں مطلقاً فرشتے داخل نہیں ہوتے یا مخصوص رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے؟	476

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
693	جس گھر میں کتا ہو، اس گھر میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کی وجہ میں اختلاف علماء	476
394	حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں مجسموں کے بنانے کا جواز	477
	۸۹۔باب	477
695	قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کے عذاب کا بیان	477
696	صحیح البخاری: ۵۹۵۰، کی شرح از علامہ عینی	478
697	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	478
698	حدیث مذکور کے معانی	478
699	تصویر بنانے والوں کو سب سے زیادہ عذاب ہونے پر ایک اشکال اور اس کے جوابات	478
700	صحیح البخاری: ۵۹۵۱، کی شرح از علامہ عینی	480
701	حدیث مذکور کے معانی	480
	۹۰۔باب	480
702	تصویروں کو توڑنا اور ان کی ہیئت کو متغیر کرنا	480
703	صحیح البخاری: ۵۹۵۲، کی شرح از علامہ عینی	480
704	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	480
705	حدیث مذکور کے معانی	481
706	صحیح البخاری: ۵۹۵۳، کی شرح از علامہ عینی	481
707	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	482
708	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	482
709	حدیث مذکور کے معانی	482
	۹۱۔باب	483
710	جن تصاویر کو پاؤں سے روندا جائے	483
711	صحیح البخاری: ۵۹۵۴، کی شرح از علامہ عینی	483
712	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	483
713	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	484

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
714	حدیث مذکور کے معانی	484
715	''سھوۃ'' کے متعدد معانی	484
716	صحیح البخاری: ۵۹۵۵، کی شرح از علامہ عینی	485
717	حدیث مذکور کے معانی	485
718	صحیح البخاری: ۵۹۵۶، کی شرح از علامہ عینی	485
719	حدیث مذکور کے معانی	485
	۹۲۔باب	485
720	جس نے تصویروں پر بیٹھنے کو ناپسند کیا	485
721	صحیح البخاری: ۵۹۵۷، کی شرح از علامہ عینی	486
722	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	486
723	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	486
724	حدیث مذکور کے معانی	487
725	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	487
726	صحیح البخاری: ۵۹۵۸، کی شرح از علامہ عینی	489
727	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	489
728	حدیث مذکور کے معانی	489
729	جس کپڑے میں نقش ہو اس کے جواز کا بیان	489
730	جن کپڑوں پر تصویر نقش ہو ان سے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق	489
	۹۳۔باب	490
731	تصویروں والے گھر میں نماز پڑھنے کی کراہیت	490
732	صحیح البخاری: ۵۹۵۹، کی شرح از علامہ عینی	490
733	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	490
734	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	491
735	حدیث مذکور کے معانی	491
736	حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے تعارض کا جواب	491
737	حدیث مذکور کے فوائد	491

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۹۴۔باب	491
738	جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے	491
739	صحیح البخاری: ۵۹۶۰، کی شرح از علامہ عینی	492
740	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف	492
741	حدیث مذکور کے معانی	492
	۹۵۔باب	492
742	جو اس گھر میں داخل نہیں ہوا جس میں تصویر ہو	492
743	صحیح البخاری: ۵۹۶۱، کی شرح از علامہ عینی	493
	۹۶۔باب	493
744	جس نے مصور پر لعنت کی	493
745	صحیح البخاری: ۵۹۶۲، کی شرح از علامہ عینی	493
746	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	494
	۹۷۔باب	494
747	جس نے کوئی صورت بنائی، قیامت کے دن اسے اس میں روح پھونکنے کا مکلف بنایا جائے گا اور وہ روح پھونکنے والا نہیں ہوگا	494
748	صحیح البخاری: ۵۹۶۳، کی شرح از علامہ عینی	494
749	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	494
750	حدیث مذکور کے معانی	495
751	اس اعتراض کا جواب کہ مصور کو دائماً عذاب دینے سے معتزلہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے	495
752	صحیح البخاری: ۵۹۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	496
753	حدیث مذکور کو کتاب اللباس میں داخل کرنے کی توجیہ	496
754	آخرت کے دار تکلیف نہ ہونے پر اشکال کا جواب	496
755	بے جان چیزوں کی تصویر بنانے پر اشکال	497

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
756	اعتراضِ مذکور کا جواب از مصنف	497
	۹۸۔باب	798
757	سواری پر اپنے پیچھے کسی کو بٹھانے کا بیان	498
758	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	498
759	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	498
760	صحیح البخاری: ۵۹۶۴، کی شرح از علامہ عینی	498
761	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	498
762	حدیث مذکور کے معانی	499
	۹۹۔باب	499
763	ایک سواری پر تین نفوس کا سوار ہونا	499
764	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	499
765	صحیح البخاری: ۵۹۶۵، کی شرح از علامہ عینی	500
766	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	500
767	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	500
768	حدیث مذکور کے معانی	500
	۱۰۰۔باب	501
769	سواری کے مالک کا دوسروں کو اپنے سامنے بٹھانا	501
770	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	501
771	علامہ عینی کا علامہ ابن ملقن سے مناقشہ	501
772	صحیح البخاری: ۵۹۶۶، کی شرح از علامہ عینی	502
773	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	502
774	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف	502
775	حدیث مذکور کے معانی	502
776	حدیث مذکور پر علامہ کرمانی کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب	502
777	حضرت قثم بن عباس اور حضرت فضل بن عباس کا تذکرہ	503

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۰۱۔باب	503
778	ایک مرد کو سواری پر دوسرے مرد کے پیچھے بٹھانا	503
779	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	503
780	صحیح البخاری: ۵۹۶۷، کی شرح از علامہ عینی	504
781	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	504
782	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	504
783	حدیث مذکور کے معانی	505
	۱۰۲۔باب	505
784	عورت کو سواری پر مرد کے پیچھے بٹھانا	505
785	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	505
786	صحیح البخاری: ۵۹۶۸، کی شرح از علامہ عینی	506
787	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	506
788	حدیث مذکور کے معانی	506
	۱۰۳۔باب	507
789	یعنی چت لیٹنا اور ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھنا	507
790	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	507
791	صحیح البخاری: ۵۹۶۹، کی شرح از علامہ عینی	507
792	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	507
793	مسجد میں چت لیٹ کر ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھنے کا جواز	508
	۷۸۔کتاب الادب	509
1	ادب سے متعلق احادیث کا بیان	509
	۱۔باب	509
2	نیکی اور ملنے ملانے کا بیان	509
3	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	509
4	صحیح البخاری: ۵۹۷۰، کی شرح از علامہ عینی	511
5	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	511
6	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	511
	۲۔باب	512
7	لوگوں میں سب سے زیادہ حسن صحبت کا مستحق کون ہے؟	512
8	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	512
9	صحیح البخاری: ۵۹۷۱ کی شرح از علامہ عینی	513
10	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	513
11	حدیث مذکور کے معانی	513
12	ماں کا درجہ بلند ہونے کے متعلق احادیث	513
	۳۔باب	514
13	ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرنے کا بیان	514
14	صحیح البخاری: ۵۹۷۲ کی شرح از علامہ عینی	515
15	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	515
	۴۔باب	515
16	کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی نہ دے	515
17	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	515
18	صحیح البخاری: ۵۹۷۳ کی شرح از علامہ عینی	516
19	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	516
20	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	516
21	حدیث مذکور کے معانی	516
22	گناہ کبیرہ کے اعداد و شمار	516
	۵۔باب	519
23	جس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی اس کی دعا کا قبول ہونا	519
24	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	519
25	صحیح البخاری: ۵۹۷۴ کی شرح از علامہ عینی	521
26	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	521
27	حدیث مذکور کے معانی	521

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۶۔باب	522
28	والدین کی نافرمانی کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے	522
29	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	522
30	ماں باپ کی نافرمانی کا مصداق اور "عقوق" کی لفظی تحقیق	522
31	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	522
32	صحیح البخاری:۵۹۷۵ کی شرح از علامہ عینی	523
33	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	523
34	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	523
35	حدیث مذکور کے معانی	523
36	صحیح البخاری:۵۹۷۶ کی شرح از علامہ عینی	524
37	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	525
38	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف	525
39	حدیث مذکور کے معانی	525
40	صحیح البخاری:۵۹۷۷ کی شرح از علامہ عینی	526
41	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	527
42	حدیث مذکور کے معانی	527
	۷۔باب	527
43	مشرک والد کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا	527
44	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	527
45	صحیح البخاری:۵۹۷۸ کی شرح از علامہ عینی	528
46	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	528
47	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	528
48	حدیث مذکور کے معانی	528
	۸۔باب	528
49	کسی عورت کا اپنی ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور اس کی ماں کا خاوند بھی ہو	528
50	صحیح البخاری:۵۹۷۹ کی شرح از علامہ عینی	529
51	اس حدیث میں کس کا خاوند مراد ہے؟	529
52	حدیث مذکور کا خلاصہ	529
53	صحیح البخاری:۵۹۸۰ کی شرح از علامہ عینی	530
54	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	530
	۹۔باب	530
55	مشرک بھائی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا	530
56	صحیح البخاری:۵۹۸۱ کی شرح از علامہ عینی	531
57	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکور بھائی کا بیان	531
	۱۰۔باب	531
58	صلۂ رحم کی فضیلت کا بیان	531
59	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	531
60	صحیح البخاری:۵۹۸۲، ۵۹۸۳، کی شرح از علامہ عینی	532
61	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	532
	۱۱۔باب	533
62	قطع رحم کرنے والے کا گناہ	533
63	صحیح البخاری:۵۹۸۴، کی شرح از علامہ عینی	533
64	حدیث مذکور کے معانی	533
65	معصیت سے مسلمان کافر نہیں ہوتا، تو پھر قطع رحم	
66	کرنے والا جنت میں داخل کیوں نہیں ہوگا؟	533
67	۱۲۔باب	534
68	صلۂ رحم کرنے کی وجہ سے جس کے رزق میں کشادگی کی گئی	534
69	صحیح البخاری:۵۹۸۵، کی شرح از علامہ عینی	534
70	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	534
71	حدیث مذکور کے معانی	534
72	اس اشکال کا جواب کہ زندگی کی مدت تو متعین ہے، پھر صلۂ رحم کی وجہ سے زندگی کی مدت کیسے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	بڑھے گی؟	534
73	صحیح البخاری:۵۹۸۶،کی شرح از علامہ عینی	535
74	صلۂ رحم کی فضیلت میں احادیث	535
	۱۳۔باب	536
75	جو شخص رشتہ جوڑے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے	
76	تعلق جوڑے گا	536
77	صحیح البخاری:۵۹۸۷،کی شرح از علامہ عینی	537
78	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	537
79	حدیث مذکور کے معانی	538
80	رحم کے قیام کرنے اور اس کے کلام کرنے کی	
	وضاحت	538
81	صحیح البخاری:۵۹۸۸،کی شرح از علامہ عینی	539
82	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	539
83	حدیث مذکور کے معانی	539
	۱۴۔باب	540
84	رحم کی تری کے ساتھ رشتوں کو تر کرے	540
85	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	540
86	صحیح البخاری:۵۹۹۰،کی شرح از علامہ عینی	540
87	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	541
88	حدیث مذکور کے معانی	541
89	صالح المومنین کے متعدد مصادیق	541
	۱۵۔باب	542
90	صرف بدلہ دینے والا رحم کو وصل کرنے والا نہیں ہے	542
91	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	542
92	صحیح البخاری:۵۹۹۱،کی شرح از علامہ عینی	542
93	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	542
	۱۶۔باب	542
94	جس نے زمانہ شرک میں رحم کے ساتھ وصل کیا،	
	پھر اسلام کو قبول کیا	542
95	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	543
96	صحیح البخاری:۵۹۹۲،کی شرح از علامہ عینی	543
97	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	543
98	حدیث مذکور کے معانی	543
99	حالتِ کفر میں کیے ہوئے کاموں پر اجر نہیں	
	ملتا اور علامہ عینی کا رد از مصنف	544
	۱۷۔باب	544
100	جس نے دوسرے کی بچی کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ بچی	
	اس کے ساتھ کھیلی یا اس نے بچی کو بوسا دیا یا بچی کو	
	دعا دی	544
101	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	544
102	صحیح البخاری:۵۹۹۳،کی شرح از علامہ عینی	545
103	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	545
104	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	545
	۱۸۔باب	546
105	بچوں پر رحم کرنا اور ان کو بوسا دینا اور ان کے ساتھ	
	معانقہ کرنا	546
106	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	546
107	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	546
108	صحیح البخاری:۵۹۹۴،کی شرح از علامہ عینی	547
109	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	547
110	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	547
111	حدیث مذکور کے معانی	547
112	صحیح البخاری:۵۹۹۵،کی شرح از علامہ عینی	548
113	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	548
114	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	548
115	حدیث مذکور کے معانی	549

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
116	حدیث مذکور کا دوسری حدیث سے تعارض اور ان میں تطبیق کا بیان	549
117	بیٹیوں کی پرورش کے متعلق دیگر احادیث	549
118	صحیح البخاری: ۵۹۹۶، کی شرح از علامہ عینی	550
119	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	550
120	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	551
121	حدیث مذکور کے معانی	551
122	صحیح البخاری: ۵۹۹۷، کی شرح از علامہ عینی	552
123	حدیث مذکور کے معانی	552
124	صحیح البخاری: ۵۹۹۸، کی شرح از علامہ عینی	552
125	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	552
126	حدیث مذکور کے معانی	552
127	صحیح البخاری: ۵۹۹۹، کی شرح از علامہ عینی	553
128	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	553
129	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	553
130	حدیث مذکور کے معانی	554
131	اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت کا بیان اور یہ کہ بعض بندوں کو دوزخ میں ڈالنا یا بعض بندوں کو دنیا میں مصائب اور بیماری میں مبتلا کرنا، اس کی ان پر رحمت کے خلاف نہیں ہے	554
	۱۹۔ باب	555
132	اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے	555
133	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	555
134	صحیح البخاری: ۶۰۰۰، کی شرح از علامہ عینی	556
135	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	556
136	حدیث مذکور کے معانی	556
	۲۰۔ باب	557
137	اس کا بیان کہ بیٹے کو اس خوف کے ساتھ قتل کرنا کہ وہ اس کے ساتھ کھائے گا	557
138	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	557
139	صحیح البخاری: ۶۰۰۱، کی شرح از علامہ عینی	557
140	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	557
141	حدیث مذکور کے معانی	558
142	سب سے بڑے گناہ کے متعدد مصداق	558
	۲۱۔ باب	558
143	بچے کو گود میں رکھنا	558
144	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	558
145	صحیح البخاری: ۶۰۰۲، کی شرح از علامہ عینی	559
146	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	559
147	حدیث مذکور کے معانی	559
148	پیشاب کا مطلقاً نجس ہونا	559
	۲۲۔ باب	560
149	بچے کو ران پر بٹھانے کا بیان	560
150	صحیح البخاری: ۶۰۰۳، کی شرح از علامہ عینی	560
151	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	560
152	حدیث مذکور کے معانی	561
153	اللہ تعالیٰ اور بندوں کی طرف نسبت کرنے سے رحم کے معانی	561
154	حضرت اسامہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران پر بٹھانے پر ایک اشکال کا جواب	561
	۲۳۔ باب	561
155	پرانے تعلق اور صحبت کو نبھانا بھی ایمان کی علامت ہے	561
156	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	561

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
157	صحیح البخاری:۶۰۰۴، کی شرح از علامہ عینی	562
158	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	562
159	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	562
160	حدیث مذکور کے معانی	563
	۲۴۔باب	563
161	جو یتیم کی پرورش کرے، اس کی فضیلت کا بیان	563
162	صحیح البخاری:۶۰۰۵، کی شرح از علامہ عینی	563
163	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	563
164	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	564
165	حدیث مذکور کے معانی	564
166	انگشتِ سبابہ اور انگشتِ سباحہ کے معانی	564
	۲۵۔باب	564
167	بیوہ کی مصلحتوں میں کوشش کرنے والے کی فضیلت کا بیان	564
168	صحیح البخاری:۶۰۰۶، کی شرح از علامہ عینی	565
169	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	565
	۲۶۔باب	565
170	مسکین کی مصلحتوں میں کوشش کرنے والے کا بیان	565
171	صحیح البخاری:۶۰۰۷، کی شرح از علامہ عینی	565
172	حدیث مذکور کے معانی	565
	۲۷۔باب	566
173	لوگوں پر اور جانوروں پر رحم کرنے کا بیان	566
174	صحیح البخاری:۶۰۰۸، کی شرح از علامہ عینی	566
175	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	566
176	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	567
177	حدیث مذکور کے معانی	567
178	صحیح البخاری:۶۰۰۹، کی شرح از علامہ عینی	567
179	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	568
180	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	568
181	حدیث مذکور کے معانی	568
182	کسی گناہ کو کم نہیں سمجھنا چاہیے اور نہ ہی کسی نیکی کو حقیر سمجھنا چاہیے	568
183	صحیح البخاری:۶۰۱۰، کی شرح از علامہ عینی	568
184	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	569
185	حدیث مذکور کے معانی	569
186	جس اعرابی نے اللہ کی رحمت کو تنگ کیا تھا، اس کا بیان	569
187	صحیح البخاری:۶۰۱۱، کی شرح از علامہ عینی	570
188	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	570
189	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	570
190	حدیث مذکور کے معانی	570
191	صحیح البخاری:۶۰۱۲، کی شرح از علامہ عینی	571
192	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	571
193	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	571
194	حدیث مذکور کے معانی	571
195	صحیح البخاری:۶۰۱۳، کی شرح از علامہ عینی	572
196	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	572
197	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	572
198	حدیث مذکور کے معانی	572
199	جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہ کیے جانے کی متعدد روایات	572
	۲۸۔باب	573
200	پڑوسی کی خیر خواہی کرنا	573
201	صحیح البخاری:۶۰۱۴، کی شرح از علامہ عینی	574
202	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	574
203	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	574

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
204	حدیث مذکور کے معانی	574
205	پڑوسی کی حد کا بیان	574
206	صحیح البخاری: ۶۰۱۵، کی شرح از علامہ عینی	575
207	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	575
	۲۹۔ باب	575
208	اس کے گناہ کا بیان جس کا پڑوسی اس کے ظلم وستم سے مامون اور محفوظ نہیں	575
209	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	575
210	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی	575
211	صحیح البخاری: ۶۰۱۶، کی شرح از علامہ عینی	576
212	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	576
213	حدیث مذکور کے معانی	576
	۳۰۔ باب	576
214	کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے	576
215	صحیح البخاری: ۶۰۱۷، کی شرح از علامہ عینی	577
216	حدیث مذکور کے معانی	577
	۳۱۔ باب	577
217	جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہو اور یوم آخرت پر، وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ دے	577
218	صحیح البخاری: ۶۰۱۸، کی شرح از علامہ عینی	578
219	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	578
220	حدیث مذکور کے معانی	578
221	اس سوال کا جواب کہ پڑوسی کو ایذاء پہنچانا معصیت ہے تو اس سے ایمان کی نفی کیسے ہوگی؟	578
222	جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان کی تخصیص کی توجیہ	578
223	صحیح البخاری: ۶۰۱۹، کی شرح از علامہ عینی	579

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
224	حدیث مذکور کے معانی	579
	۳۲۔ باب	580
225	پڑوسی کا حق دروازوں کے قرب کے اعتبار سے ہے	580
226	صحیح البخاری: ۶۰۲۰، کی شرح از علامہ عینی	580
227	حدیث مذکور کے معانی	580
	۳۳۔ باب	580
228	ہر نیک کام صدقہ ہے	580
229	صحیح البخاری: ۶۰۲۱، کی شرح از علامہ عینی	580
230	حدیث مذکور کے معانی	581
231	صحیح البخاری: ۶۰۲۲، کی شرح از علامہ عینی	581
232	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	581
233	حدیث مذکور کے معانی	581
234	خیر کے دروازے بہت زیادہ ہیں اور جب کسی شخص سے کوئی ایک دروازہ نہ کھل سکے تو وہ دوسرے دروازہ کو کھولنے کی کوشش کرے	582
	۳۴۔ باب	582
235	اچھے کلام کا بیان	582
236	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	582
237	صحیح البخاری: ۶۰۲۳، کی شرح از علامہ عینی	583
238	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	583
239	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	583
240	حدیث مذکور کے معانی	583
	۳۵۔ باب	583
241	ہر کام میں نرمی کرنے کا بیان	583
242	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	583
243	صحیح البخاری: ۶۰۲۴، کی شرح از علامہ عینی	584
244	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	584
245	حدیث مذکور کے معانی	584

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
246	صحیح البخاری: ٦٠٢٥، کی شرح از علامہ عینی	585
247	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	585
	٣٦۔ باب '	585
248	مومنوں کا ایک دوسرے کی معاونت کرنے کا بیان	585
249	صحیح البخاری: ٦٠٢٦، ٦٠٢٧، کی شرح از علامہ عینی	586
250	صحیح البخاری: ٦٠٢٦، کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	586
251	حدیث مذکور کے معانی	586
252	مومن ایک دوسرے کی معاونت کریں خواہ امور آخرت میں، خواہ دنیاوی امور مباح میں	586
253	کسی مسلمان کی سفارش کرنے سے اس پر اجر کا ملنا	586
	٣٧۔ باب	587
254	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اچھی شفاعت کرے گا اس کے لیے (بھی) اس میں سے حصہ ہے، اور جو بری سفارش کرے گا، اس کے لیے (بھی) اس میں سے حصہ ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O	587
255	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	587
	٣٨۔ باب	588
256	نبی ﷺ نہ طبعاً فحش گو تھے نہ تکلفاً	588
27	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	588
258	صحیح البخاری: ٦٠٢٩، کی شرح از علامہ عینی	589
259	حدیث مذکور کے معانی	589
260	خُلق کا معنی	589
261	صحیح البخاری: ٦٠٣٠، کی شرح از علامہ عینی	589
262	حدیث مذکور کے معانی	590
263	صحیح البخاری: ٦٠٣١، کی شرح از علامہ عینی	590
264	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	590
265	حدیث مذکور کے معانی	590

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
266	صحیح البخاری: ٦٠٣٢، کی شرح از علامہ عینی	591
267	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	592
268	حدیث مذکور کے معانی	592
269	حدیث مذکور کے فوائد	593
270	مداہنت اور مدارات کا فرق	593
	٣٩۔ باب	593
271	حُسن خلق اور سخاوت کا بیان اور بخل کا ناپسندیدہ ہونا	593
272	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	593
273	صحیح بخاری کے اس باب کی تعلیقات کی شرح از علامہ عینی	594
274	صحیح البخاری: ٦٠٣٣، کی شرح از علامہ عینی	595
275	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	595
276	حدیث مذکور کے معانی	595
277	نبی ﷺ کا اوصاف کمالیہ کا جامع ہونا	595
278	صحیح البخاری: ٦٠٣٤، کی شرح از علامہ عینی	596
279	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	596
280	حدیث مذکور کے معانی	596
281	بعض اوقات نبی ﷺ نے سوال کے جواب میں "لا" فرمایا، اس کی توجیہ	596
282	صحیح البخاری: ٦٠٣٥، کی شرح از علامہ عینی	598
283	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	598
284	حُسن اخلاق کے متعلق متعدد احادیث	598
285	صحیح البخاری: ٦٠٣٦، کی شرح از علامہ عینی	599
286	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	599
287	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	600
288	بردہ اور شملہ کے معنی	600
289	صحیح البخاری: ٦٠٣٧، کی شرح از علامہ عینی	600
290	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	600

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
291	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	600
292	زمانہ کے قریب ہونے کا معنی	600
293	صحیح البخاری: ۶۰۳۸، کی شرح از علامہ عینی	601
294	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	601
295	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	601
296	حدیث مذکور کے معانی	601
	۴۰۔باب	602
297	مرد کو اپنے گھر میں کس طرح رہنا چاہیے؟	602
298	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	602
299	صحیح البخاری: ۶۰۳۹، کی شرح از علامہ عینی	602
300	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	602
301	حدیث مذکور کے معانی	603
302	رسول اللہ ﷺ کے لباس کا جوؤں سے پاک صاف ہونا	603
	۴۱۔باب	603
303	اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کا ہونا	603
304	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	603
305	صحیح البخاری: ۶۰۴۰، کی شرح از علامہ عینی	604
306	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	604
307	حدیث مذکور کے معانی	604
308	غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے محبوب الٰہی ہونے کی دلیل	604
	۴۲۔باب	605
309	اللہ تعالیٰ کے سبب سے محبت کرنا	605
310	صحیح البخاری: ۶۰۴۱، کی شرح از علامہ عینی	605
311	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	605
312	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	605
313	حدیث مذکور کے معانی	605
314	رسول اللہ ﷺ کا اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا جائز ہے اور کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے	606
315	۴۳۔باب	606
316	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے بلاؤ، ایمان کے بعد فاسق کہلانا کتنا برا نام ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں O	606
317	آیت مذکور کی شرح از علامہ عینی	607
318	صحیح البخاری: ۶۰۴۲، کی شرح از علامہ عینی	608
319	اس حدیث کی آیت کریمہ کے ساتھ مناسبت	608
320	حدیث مذکور کے معانی	608
321	صحیح البخاری: ۶۰۴۳، کی شرح از علامہ عینی	608
322	حدیث مذکور کی آیت کریمہ کے ساتھ مناسبت	609
323	حدیث مذکور کے معانی	609
	۴۴۔باب	609
324	گالیاں دینے اور لعنت کرنے سے ممانعت کا بیان	609
325	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	609
326	صحیح البخاری: ۶۰۴۴، کی شرح از علامہ عینی	609
327	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	609
328	حدیث مذکور کے معانی	610
329	صحیح البخاری: ۶۰۴۵، کی شرح از علامہ عینی	610
330	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	610
331	حدیث مذکور کے معانی	610
332	صحیح البخاری: ۶۰۴۷، کی شرح از علامہ عینی	612

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
333	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	612
334	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	612
335	حدیث مذکور کے پانچ احکام	613
336	صحیح البخاری: ۶۰۴۸، کی شرح از علامہ عینی	614
337	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	614
338	حدیث مذکور کے معانی	614
339	صحیح البخاری: ۶۰۴۹، کی شرح از علامہ عینی	615
340	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	615
341	حدیث مذکور کے معانی	615
342	صحیح البخاری: ۶۰۵۰، کی شرح از علامہ عینی	616
343	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	616
344	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	616
345	حدیث مذکور کے معانی	616
	۴۵۔باب	617
346	لوگوں کے اوصاف بیان کرنے کا جواز مثلاً فلاں کا طویل قد ہے یا فلاں کا قصیر قد ہے	617
347	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	617
348	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	617
349	صحیح البخاری: ۶۰۵۱، کی شرح از علامہ عینی	618
350	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	618
351	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	619
	۴۶۔باب	619
352	غیبت کرنے کا بیان	619
353	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	619
354	آیت مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی	619
355	صحیح البخاری: ۶۰۵۲، کی شرح از علامہ عینی	620
356	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	620
357	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	620
358	حدیث مذکور کے معانی	621
359	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	621
	۴۷۔باب	621
360	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ انصار کا فلاں گھر سب سے بہتر ہے	621
361	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	621
362	صحیح البخاری: ۶۰۵۳، کی شرح از علامہ عینی	622
363	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	622
364	حدیث مذکور کے معانی	622
	۴۸۔باب	623
365	مفسدین اور مشکوک لوگوں کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں ہے	623
366	صحیح البخاری: ۶۰۵۴، کی شرح از علامہ عینی	623
367	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	623
368	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	624
	۴۹۔باب	624
369	چغلی کھانا گناہ کبیرہ میں سے ہے	624
370	صحیح البخاری: ۶۰۵۵، کی شرح از علامہ عینی	624
371	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	625
372	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	625
373	حدیث مذکور کے معانی	625
374	اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی تسبیح سے عذاب کا اٹھ جانا	625
	۵۰۔باب	626
375	چغلی کرنے کے مکروہ ہونے کا بیان	626
376	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	626
377	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	626
378	صحیح البخاری: ۶۰۵۶، کی شرح از علامہ عینی	627
379	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	627

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
380	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	627
381	حدیث مذکور کے معانی	627
	۵۱۔باب	628
382	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو○	628
383	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	628
384	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	629
385	صحیح البخاری: ۶۰۵۷، کی شرح از علامہ عینی	629
386	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	629
387	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	630
388	حدیث مذکور کے معانی	630
389	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	630
390	صحیح البخاری: ۶۰۵۷ کی شرح کا خلاصہ	631
	۵۲۔باب	631
391	دوچہرے رکھنے والے (دوغلا) کے متعلق وعید	631
392	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	631
393	صحیح البخاری: ۶۰۵۸، کی شرح از علامہ عینی	632
394	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	632
395	حدیث مذکور کے معانی	632
	۵۳۔باب	633
396	جس نے اپنے صاحب کو خبر دی کہ اس کے متعلق کیا کہا جارہا ہے	633
397	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	633
398	صحیح البخاری: ۶۰۵۹، کی شرح از علامہ عینی	633
399	حدیث مذکور کے معانی	633
	۵۴۔باب	634
400	کسی کی حد سے زیادہ تعریف کرنے کی کراہت	634
401	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	634
402	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	634
403	صحیح البخاری: ۶۰۶۰، کی شرح از علامہ عینی	635
404	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	635
405	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	635
406	حدیث مذکور کے معانی	636
407	صحیح البخاری: ۶۰۶۱، کی شرح از علامہ عینی	636
408	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	636
409	حدیث مذکور کے معانی	637
	۵۵۔باب	637
410	جو اپنے علم کے مطابق اپنے بھائی کی تعریف کرے	637
411	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	637
412	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	638
413	صحیح البخاری: ۶۰۶۲، کی شرح از علامہ عینی	638
414	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	638
415	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	639
416	حدیث مذکور کے معانی کا بیان	639
417	حدیث مذکور کا فقہی مسئلہ	639
418	نبی ﷺ کا اپنے علم کے مطابق دوسرے صحابہ کی تعریف فرمانا	639
	۵۶۔باب	639
419	اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ عدل اور احسان (نیک کام) کرو اور رشتہ داروں کو دو اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے، وہ تم کو نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو○	640
420	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	640
421	عدل اور احسان کی تفسیر میں متعدد اقوال	640
422	الفحشاء والمنکر کی تفسیر	640

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
423	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	641
424	صحیح البخاری: ۶۰۶۳ کی شرح از علامہ عینی	642
425	حدیث مذکور اور آیات مذکورہ کے درمیان مطابقت	642
426	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	642
427	حدیث مذکور کے معانی	643
	۵۷۔باب	643
428	لوگوں سے حسد کرنے اور لوگوں کی طرف پیٹھ کرنے کی ممانعت	643
429	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	643
430	صحیح البخاری: ۶۰۶۴ کی شرح از علامہ عینی	644
431	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	644
432	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	644
433	حدیث مذکور کے معانی	644
434	صحیح البخاری: ۶۰۶۵ کی شرح از علامہ عینی	646
435	اگر کسی نے دینی وجہ سے ترکِ تعلق کیا ہو تو پھر تین دن سے زیادہ بھی ترکِ تعلق جائز ہے	646
	۵۸۔باب	646
436	اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور نہ تم (کسی کے متعلق) تجسس کرو۔	646
437	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	646
438	ظن ممنوع	647
439	ظن ماموریہ	647
440	ظن مباح	647
441	ظن مستحب	647
442	صحیح البخاری: ۶۰۶۶ کی شرح از علامہ عینی	648
443	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	648
444	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	648

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
445	حدیث مذکور کے معانی	648
	۵۹۔باب	648
446	جائز گمان کا بیان	648
447	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	648
448	صحیح البخاری: ۶۰۶۷ کی شرح از علامہ عینی	649
449	منافقین کے علم کی نفی کا محمل	649
450	صحیح البخاری: ۶۰۶۸ کی شرح از علامہ عینی	650
	۶۰۔باب	650
451	مومن کا خود اپنی پردہ پوشی کرنے کا بیان	650
452	صحیح البخاری: ۶۰۶۹ کی شرح از علامہ عینی	650
453	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	650
454	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	651
455	حدیث مذکور کے معانی	651
456	صحیح البخاری: ۶۰۷۰ کی شرح از علامہ عینی	652
457	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	652
458	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	652
459	حدیث مذکور کے معانی	652
	۶۱۔باب	653
460	تکبر کا بیان	653
461	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	653
462	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	653
463	صحیح البخاری: ۶۰۷۱ کی شرح از علامہ عینی	654
464	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	654
465	حدیث مذکور کے معانی	654
466	صحیح البخاری: ۶۰۷۲ کی شرح از علامہ عینی	654
467	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	655
468	حدیث مذکور کے معانی	655

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	٦٢۔باب	655
469	اپنے مسلمان بھائی سے سلام کلام چھوڑنے کا بیان	655
470	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	655
471	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	656
472	صحیح البخاری: ٦٠٧٣، ٦٠٧٤، ٦٠٧٥ کی شرح از علامہ عینی	658
473	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	658
474	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جو تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھا، اس کی توجیہ	658
475	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	658
476	حدیث مذکور کے معانی	658
477	حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے جو کہا تھا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فروخت کرنے اور عطاء کرنے پر پابندی لگادوں گا، اس کی تفصیل	658
478	صحیح البخاری: ٦٠٧٧ کی شرح از علامہ عینی	661
479	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	661
480	حدیث مذکور کے معانی	661
	٦٣۔باب	661
481	نافرمانی کرنے والے سے قطع تعلق کرنے کا جواز	661
482	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	661
483	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	662
484	صحیح البخاری: ٦٠٧٨ کی شرح از علامہ عینی	662
485	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	662
486	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	663
487	حدیث مذکور کے معانی	663
488	امام بخاری کی سنگین لغزش	663
	٦٤۔باب	663
489	کیا کوئی شخص اپنے صاحب سے ہر روز ملاقات	
490	کرے یا صبح اور شام میں ملاقات کرے؟	663
491	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	663
492	صحیح البخاری: ٦٠٧٩ کی شرح از علامہ عینی	665
493	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	665
494	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	665
495	حدیث مذکور کے معانی	665
496	باب مذکور کی حدیث کا حدیث مشہور ''کبھی کبھی زیارت کرو۔۔۔الحدیث'' سے معارضہ اور اس کی تحقیق	665
497	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی پر اعتراض	666
498	علامہ عینی کے اعتراض مذکور کا جواب از حافظ ابن حجر عسقلانی	666
499	اس اعتراض کا جواب کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ روز چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے کی مشقت نہ ہوتی	666
	٦٥۔باب	667
500	زیارت کا بیان، اور جو لوگوں کی زیارت کرے تو انہیں کے پاس کھانا کھائے	667
501	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	667
502	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	667
503	صحیح البخاری: ٦٠٨٠ کی شرح از علامہ عینی	668
504	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	668
	حدیث مذکور کے معانی	668
	٦٦۔باب	668
505	جس نے ملاقات کے لیے آنے والوں کی وجہ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سے خوبصورت لباس پہننا	668	529	صحیح البخاری: ۶۰۸۶ کی شرح از علامہ عینی	678
506	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	668	530	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	678
507	صحیح البخاری: ۶۰۸۱ کی شرح از علامہ عینی	669	531	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	678
508	حدیث مذکور کے معانی	670	532	حدیث مذکور کے معانی	679
	۶۷۔ باب	670	533	صحیح البخاری: ۶۰۸۷ کی شرح از علامہ عینی	679
509	مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنانا اور معاہدہ		534	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	680
	کرنا	670	535	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	680
510	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	671	536	ہنسنے کے ثبوت میں احادیث	680
511	باب مذکور کی تعلیقات کی شرح از علامہ عینی	671	537	صحیح البخاری: ۶۰۸۸ کی شرح از علامہ عینی	681
512	صحیح البخاری: ۶۰۸۲ کی شرح از علامہ عینی	672	538	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	681
513	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	672	539	حدیث مذکور کے معانی	681
514	صحیح البخاری: ۶۰۸۳ کی شرح از علامہ عینی	672	540	نبی ﷺ کے قوتِ حلم اور شدتِ صبر کا بیان	682
515	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	673	541	صحیح البخاری: ۶۰۸۹ کی شرح از علامہ عینی	682
516	حدیث مذکور کے معانی	673	542	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	682
517	زمانہ جاہلیت کے معاہدہ کو منسوخ کرنے کی توجیہ	673	543	حدیث مذکور کے معانی	683
	۶۸۔ باب	673	544	صحیح البخاری: ۶۰۹۰ کی شرح از علامہ عینی	683
518	مسکرانے اور ہنسنے کا بیان	673	545	حدیث مذکور کے معانی	683
519	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	673	546	صحیح البخاری: ۶۰۹۱ کی شرح از علامہ عینی	684
520	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	674	547	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	684
521	صحیح البخاری: ۶۰۸۴ کی شرح از علامہ عینی	675	548	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	684
522	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	675	549	حدیث مذکور کے معانی	684
523	حدیث مذکور کے معانی	675	550	صحیح البخاری: ۶۰۹۲ کی شرح از علامہ عینی	685
524	حضرت رفاعہ قرظی کے قصہ میں علامہ عینی کے		551	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	685
	جواب پر مصنف کی تنقید	676	552	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	685
525	صحیح البخاری: ۶۰۸۵ کی شرح از علامہ عینی	677	553	حدیث مذکور کے معانی	685
526	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	677	554	صحیح البخاری: ۶۰۹۳ کی شرح از علامہ عینی	686
527	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	677	555	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	686
528	حدیث مذکور کے معانی	677			

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	٦٩۔باب	686
556	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور (ہمیشہ) سچوں کے ساتھ رہو O	686
557	باب مذکور کی آیت کی شرح از علامہ عینی	686
558	صحیح البخاری: ٦٠٩٤ کی شرح از علامہ عینی	687
559	حدیث مذکور اور آیت مذکورہ کے درمیان مطابقت	687
560	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	687
561	حدیث مذکور کے معانی	687
562	صحیح البخاری: ٦٠٩٥ کی شرح از علامہ عینی	689
563	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	689
564	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	689
565	حدیث مذکور کے معانی	689
566	اس سوال کے متعدد جوابات کہ کیا جھوٹ بولنے والا حقیقتاً منافق ہوجاتا ہے؟	689
567	صحیح البخاری: ٦٠٩٦ کی شرح از علامہ عینی	690
568	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	690
569	حدیث مذکور کے معانی	690
	٧٠۔باب	690
570	نیک سیرت کے بیان میں	690
571	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	690
572	صحیح البخاری: ٦٠٩٧ کی شرح از علامہ عینی	691
573	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	691
574	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	691
575	حدیث مذکور کے معانی	691
576	صحیح البخاری: ٦٠٩٨ کی شرح از علامہ عینی	692
577	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	692
578	صحیح البخاری: ٦٠٩٨، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	693
	٧١۔باب	693
579	ایذاء رسانی پر صبر کرنا	693
580	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	693
581	صحیح البخاری: ٦٠٩٩ کی شرح از علامہ عینی	694
582	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	694
583	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	694
584	حدیث مذکور کے معانی	694
585	صحیح البخاری: ٦١٠٠، کی شرح از علامہ عینی	695
586	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	695
587	حدیث مذکور کے معانی	695
	٧٢۔باب	696
588	جن پر عتاب ہو ان کا نام ذکر نہ کرنا	696
589	صحیح البخاری: ٦١٠١، کی شرح از علامہ عینی	696
590	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	696
591	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	697
592	حدیث مذکور کے معانی	697
593	حدیث مذکور کے فوائد	697
594	صحیح البخاری: ٦١٠٢، کی شرح از علامہ عینی	698
595	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	698
596	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	698
597	حدیث مذکور کے معانی	698
	٧٣۔باب	698
598	جس نے اپنے مسلمان بھائی کو بغیر دلیل کے کافر کہا تو وہ خود کافر ہوجائے گا	3698
599	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	698
600	صحیح البخاری: ٦١٠٣ کی شرح از علامہ عینی	699
601	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	699
602	صحیح البخاری: ٦١٠٣، ٦١٠٤ کی شرح از علامہ عینی	700

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
603	حدیث مذکور کے معانی	70
604	صحیح البخاری:۶۱۰۵ کی شرح از علامہ عینی	701
605	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	701
606	حدیث مذکور کے معانی	701
	۷۴۔باب	702
607	جن کے نزدیک کسی کو دلیل سے کافر کہنے یا جہالت سے کافر کہنے سے وہ شخص کافر نہیں ہوتا	702
608	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	702
609	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	702
610	صحیح البخاری:۶۱۰۶ کی شرح از علامہ عینی	703
611	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	703
612	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	703
613	حدیث مذکور کے معانی	703
614	متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی تحقیق	704
615	صحیح البخاری:۶۱۰۷ کی شرح از علامہ عینی	705
616	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	705
617	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	705
618	حدیث مذکور کے معانی	706
619	صحیح البخاری:۶۱۰۸ کی شرح از علامہ عینی	707
620	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	707
621	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	707
622	حدیث مذکور کے معانی	707
	۷۵۔باب	707
623	اللہ کی تعظیم کے لیے غضب اور شدت کا جواز	707
624	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	707
625	صحیح البخاری:۶۱۰۹ کی شرح از علامہ عینی	708
626	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	708
627	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	708

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
628	حدیث مذکور کے معانی	709
629	صحیح البخاری:۶۱۱۰ کی شرح از علامہ عینی	709
630	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	709
631	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف	710
632	حدیث مذکور کے معانی	710
633	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے ائمہ کو لمبی نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے اور بعض اوقات آپ نے خود بھی لمبی نماز پڑھائی ہے	710
634	صحیح البخاری:۶۱۱۱ کی شرح از علامہ عینی	711
635	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	711
636	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	711
637	حدیث مذکور کے معانی	711
638	صحیح البخاری:۶۱۱۲ کی شرح از علامہ عینی	712
639	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	712
640	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	712
641	حدیث مذکور کے معانی	712
642	صحیح البخاری:۶۱۱۳ کی شرح از علامہ عینی	713
643	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	713
644	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	714
645	حدیث مذکور کے معانی	714
646	افضل نفل وہ ہیں جو گھر میں پڑھے جائیں	714
	۷۶۔باب	715
647	غضب سے احتراز کرنے کا بیان	715
648	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	715
649	صحیح البخاری:۶۱۱۴ کی شرح از علامہ عینی	716
650	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	716
651	حدیث مذکور کے معانی	716
652	صحیح البخاری:۶۱۱۵ کی شرح از علامہ عینی	717

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
653	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	717
654	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	717
655	حدیث مذکور کے معانی	717
656	صحیح البخاری: ٦١١٦ کی شرح از علامہ عینی	717
657	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	717
658	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	718
659	غصہ اور غضب کو ترک کرنے کی نصیحت کی توجیہات	718
	٧٧۔ باب	718
660	حیاء کا بیان	718
661	صحیح البخاری: ٦١١٧ کی شرح از علامہ عینی	719
662	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	719
663	حیاء کے فضائل	719
664	حکمت کی تعریف	719
665	صحیح البخاری: ٦١١٨ کی شرح از علامہ عینی	720
666	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	720
667	حدیث مذکور کے معانی	720
	٧٨۔ باب	721
668	اس کا بیان کہ جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہو کرو	721
669	صحیح البخاری: ٦١٢٠ کی شرح از علامہ عینی	721
670	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	721
671	حدیث مذکور کے معانی	721
	٧٩۔ باب	722
672	حق بات کو معلوم کرنے میں اور دین کو سمجھنے میں حیاء نہیں کرنی چاہیے	722
673	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	722
674	صحیح البخاری: ٦١٢١ کی شرح از علامہ عینی	722
675	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	722
676	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	723
677	صحیح البخاری: ٦١٢٢ کی شرح از علامہ عینی	723
678	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	723
679	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	724
680	حدیث مذکور کے معانی	724
681	مصنف کے نزدیک کھجور کے درخت کی مومن کے ساتھ مشابہت کی توجیہ	724
682	صحیح البخاری: ٦١٢٣ کی شرح از علامہ عینی	725
683	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	725
684	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	725
685	حدیث مذکور کے معانی	725
	٨٠۔ باب	725
686	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو	725
687	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	725
688	صحیح البخاری: ٦١٢٤ کی شرح از علامہ عینی	726
689	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	726
690	حدیث مذکور کے معانی	727
691	خمر کے علاوہ باقی شرابیں حرام ظنی ہیں	727
692	صحیح البخاری: ٦١٢٥ کی شرح از علامہ عینی	727
693	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	727
694	حدیث مذکور کے معانی	727
695	ضرورت کی بناء پر ایلو پیتھک ادویات سے علاج کا جواز	728
696	صحیح البخاری: ٦١٢٦ کی شرح از علامہ عینی	728
697	حدیث مذکور کے معانی	728
698	صحیح البخاری: ٦١٢٧ کی شرح از علامہ عینی	730
699	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	730
700	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	730

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
701	حدیث مذکور کے معانی	730
702	صحیح البخاری: ۶۱۲۸ کی شرح از علامہ عینی	731
703	حدیث مذکور کے معانی	731
	۸۱۔ باب	731
704	لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا	731
705	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	732
706	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	732
707	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	732
708	صحیح البخاری: ۶۱۲۹ کی شرح از علامہ عینی	733
709	حدیث مذکور کے معانی	733
710	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کی چند مثالیں	733
711	مزاح کی حدود اور قیود	734
712	صحیح البخاری: ۶۱۳۰ کی شرح از علامہ عینی	735
713	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	735
714	حدیث مذکور کے مسائل	735
	۸۲۔ باب	735
715	لوگوں سے نرمی کے ساتھ کلام کرنے کا بیان	735
716	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	735
717	صحیح البخاری: ۶۱۳۱ کی شرح از علامہ عینی	736
718	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	736
719	حدیث مذکور کے معانی	737
720	فاسق معلن کی غیبت کا جواز	737
721	صحیح البخاری: ۶۱۳۲ کی شرح از علامہ عینی	738
722	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	738
723	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	738
724	حدیث مذکور کے معانی	738
	۸۳۔ باب	739
725	اس کا بیان کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا	739
726	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	739
727	صحیح البخاری: ۶۱۳۳ کی شرح از علامہ عینی	739
728	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	739
729	حدیث مذکور کے معانی	740
730	مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا، اس ارشاد کا شانِ نزول	740
	۸۴۔ باب	740
731	مہمان کے حق کا بیان	740
732	صحیح البخاری: ۶۱۳۴ کی شرح از علامہ عینی	741
733	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	742
734	حدیث مذکور کے معانی	742
	۸۵۔ باب	742
735	مہمان کی از خود تکریم اور ضیافت کرنا	742
736	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	743
737	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	743
738	صحیح البخاری: ۶۱۳۵ کی شرح از علامہ عینی	745
739	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	745
740	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	745
741	حدیث مذکور کے معانی	745
742	صحیح البخاری: ۶۱۳۷ کی شرح از علامہ عینی	746
743	حدیث مذکور کے معانی	747
744	صحیح البخاری: ۶۱۳۸ کی شرح از علامہ عینی	747
	۸۶۔ باب	747
745	مہمان کے لیے کھانا تیار کرنے کا بیان اور صاحب ثروت پر اس میں تکلف کرنے کا بیان	747
746	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	747
747	صحیح البخاری: ۶۱۳۹ کی شرح از علامہ عینی	749

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
748	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	749
749	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	749
750	حدیث مذکور کے فوائد	749
	٨٧۔باب	749
751	مہمان کے سامنے غصہ کرنے اور بے صبری کرنے کے مکروہ ہونے کا بیان	749
752	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	749
753	صحیح البخاری:٦١٤٠ کی شرح از علامہ عینی	751
754	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	751
755	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	751
756	حدیث مذکور کے معانی	751
	٨٨۔باب	752
757	مہمان کا اپنے میزبان سے یہ کہنا اللہ کی قسم میں نہیں کھاؤں گا جب تک کہ آپ نہ کھائیں	752
758	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	752
759	صحیح البخاری:٦١٤١ کی شرح از علامہ عینی	753
760	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	753
761	حدیث مذکور کے معانی	753
	٨٩۔باب	754
762	بڑی عمر والے کی تکریم کرنا، اور بڑی عمر والے سے کلام اور سوال کی ابتداء کرنا	754
763	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	754
764	صحیح البخاری:٦١٤٢-٦١٤٣،کی شرح از علامہ	
765	عینی	754
766	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	756
767	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	756
768	حدیث مذکور کے معانی	756
769	حدیث مذکور کے مسائل	757
770	صحیح البخاری:٦١٤٤،کی شرح از علامہ عینی	758
771	حدیث مذکور کے معانی	758
	٩٠۔باب	758
772	شعر اور رجز اور "الحُداء" (اونٹوں کو ہانکنے کیلئے گانا) کا جواز اور جو اس میں مکروہ ہیں، اس کا بیان	758
773	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	758
774	صحیح البخاری:٦١٤٥،کی شرح از علامہ عینی	760
775	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	760
776	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	760
777	حدیث مذکور کے معانی	761
778	صحیح البخاری:٦١٤٦،کی شرح از علامہ عینی	761
779	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	761
780	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	762
781	حدیث مذکور کے معانی	762
782	صحیح البخاری:٦١٤٧،کی شرح از علامہ عینی	763
783	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	763
784	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	763
785	لبید کا تذکرہ	763
786	امیہ بن ابی الصلت کا تذکرہ	763
787	صحیح البخاری:٦١٤٨،کی شرح از علامہ عینی	765
788	حدیث مذکور کے معانی	765
789	صحیح البخاری:٦١٤٩،کی شرح از علامہ عینی	766
790	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	767
791	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	767
792	حدیث مذکور کے معانی	767
	٩١۔باب	768
793	مشرکین کی ہجو کرنے کا بیان	768
794	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	768

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
795	صحیح البخاری: ۶۱۵۰، کی شرح از علامہ عینی	769
796	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	769
797	حدیث مذکور کے معانی	769
798	صحیح البخاری: ۶۱۵۱، کی شرح از علامہ عینی	770
799	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	770
800	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	770
801	حدیث مذکور کے معانی	770
802	صحیح البخاری: ۶۱۵۲، کی شرح از علامہ عینی	771
803	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	771
804	حدیث مذکور کے معانی	772
805	صحیح البخاری: ۶۱۵۳، کی شرح از علامہ عینی	772
806	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	772
807	حدیث مذکور کے معانی	772
808	گمراہ فرقوں کا رد کرنا بھی افضلِ اعمال میں سے ہے	772
	۹۲۔ باب	773
809	اس کا بیان کہ شعر و شاعری میں اس طرح غلو کرنا مکروہ اور ممنوع ہے کہ انسان اللہ کے ذکر اور حصولِ علم اور تلاوتِ قرآن سے محروم ہو جائے	773
810	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	773
811	صحیح البخاری: ۶۱۵۴، کی شرح از علامہ عینی	773
812	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	773
	شعر و شاعری میں زیادہ مشغولیت کی مذمت	774
813	جن اشعار میں مسلمانوں کی ہجو نہ ہو اور اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہو، ان میں مشغول رہنا مستحسن ہے	774
	۹۳۔ باب	774
814	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان "تمہارے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں" اور زخمی ہو اور تیرے حلق میں بیماری ہو	774
815	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	775
816	صحیح البخاری: ۶۱۵۶، کی شرح از علامہ عینی	776
817	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	776
818	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	776
819	صحیح البخاری: ۶۱۵۷، کی شرح از علامہ عینی	777
820	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	777
821	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	777
822	حدیث مذکور کے معانی	777
	۹۴۔ باب	777
823	"زعموا" کہنے کے بیان میں	777
824	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	777
825	صحیح البخاری: ۶۱۵۸، کی شرح از علامہ عینی	778
826	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	778
827	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	779
828	حدیث مذکور کے معانی	779
829	اس کی توجیہ کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میری ماں کا بیٹا کہا، بھائی نہیں کہا	779
	۹۵۔ باب	779
830	لفظ "ویلک" کہنے کے متعلق احادیث	779
831	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	779
832	صحیح البخاری: ۶۱۵۹، کی شرح از علامہ عینی	780
833	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	780
834	صحیح البخاری: ۶۱۶۰، کی شرح از علامہ عینی	780
835	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	781
836	حدیث مذکور کے معانی	781
837	صحیح البخاری: ۶۱۶۲، کی شرح از علامہ عینی	782

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
838	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	782
839	حدیث مذکور کے معانی	782
840	صحیح البخاری: ۶۱۶۳، کی شرح از علامہ عینی	783
841	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	783
842	حدیث مذکور کے معانی	783
843	صحیح البخاری: ۶۱۶۴، کی شرح از علامہ عینی	785
844	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	785
845	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	785
846	حدیث مذکور کے معانی	786
847	صحیح البخاری: ۶۱۶۵، کی شرح از علامہ عینی	786
848	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	786
849	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	786
850	ہجرت کی تفصیل اور تحقیق	787
851	صحیح البخاری: ۶۱۶۶، کی شرح از علامہ عینی	788
852	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	788
853	حدیث مذکور کے معانی	788
854	صحیح البخاری: ۶۱۶۷، کی شرح از علامہ عینی	789
855	حدیث مذکور کے معانی	789
	۹۶۔ باب	790
856	اللہ عزوجل کی محبت کی علامت کا بیان	790
857	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	790
858	صحیح البخاری: ۶۱۶۸، کی شرح از علامہ عینی	791
859	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	791
860	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	791
861	حدیث مذکور کے معانی	791
862	صحیح البخاری: ۶۱۶۹، کی شرح از علامہ عینی	792
863	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	792
864	صحیح البخاری: ۶۱۷۰، کی شرح از علامہ عینی	793
865	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	793
866	حدیث مذکور کے معانی	793
867	صحیح البخاری: ۶۱۷۱، کی شرح از علامہ عینی	794
868	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	794
869	حدیث مذکور کے معانی	794
870	وقتِ وقوعِ قیامت کو مخفی رکھنا	794
	۹۷۔ باب	794
871	ایک مرد کا دوسرے مرد سے یہ کہنے کا بیان کہ ''دفع ہو''	794
872	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	794
873	صحیح البخاری: ۶۱۷۲، کی شرح از علامہ عینی	795
874	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	795
875	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	795
876	حدیث مذکور کے معانی	795
877	اس اشکال کا جواب کہ ابن صیاد نے ''الدخ'' کو بھی کیسے جان لیا	795
878	صحیح البخاری: ۶۱۷۳، کی شرح از علامہ عینی	797
879	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	797
880	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	797
881	حدیث مذکور کے معانی	797
882	ابن صیاد کی اصلیت میں نبی ﷺ کے اشتباہ کی تحقیق	798
883	دجال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات	799
884	ابن صیاد کے متعلق دیگر احادیث	799
885	صحیح البخاری: ۶۱۷۴، کی شرح از علامہ عینی	801
886	حدیث مذکور کے معانی کا بیان	801
887	صحیح البخاری: ۶۱۷۵، کی شرح از علامہ عینی	802
888	حدیث مذکور کے معانی کا بیان	802

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
889	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	803	910	صحیح البخاری:۶۱۷۹، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	۹۸۔باب	803		عسقلانی شافعی	808
890	کسی مرد کا مرحبا کہنا	803	911	جہاں تک ممکن ہو انسان اپنے آپ کو اچھائی کی	
891	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	803		طرف منسوب کرے اور برائی سے اپنے آپ کو	
892	صحیح البخاری:۶۱۷۶، کی شرح از علامہ عینی	804		دور کرے	808
893	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	804		۱۰۱۔باب	809
894	حدیث مذکور کے معانی کا بیان	804	912	دہر (زمانہ) کو برا نہ کہو	809
	۹۹۔باب	805	913	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	809
895	لوگوں کو ان کے آباء کے نام سے پکارا جائے گا	805	914	صحیح البخاری:۶۱۸۱، کی شرح از علامہ عینی	810
896	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	805	915	حدیث مذکور کے معانی	810
897	صحیح البخاری:۶۱۷۷، کی شرح از علامہ عینی	805	916	دہر کو برا کہنے والوں کے دو فرقے	810
898	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	805	917	صحیح البخاری:۶۱۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر	
899	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	805		عسقلانی شافعی	811
900	حدیث مذکور کے معانی	806	918	دہر کے معنی کی تحقیق	811
901	اس سوال کا جواب کہ امام بخاری نے اس باب		919	صحیح البخاری:۶۱۸۲، کی شرح از علامہ عینی	811
	میں اس حدیث کی روایت کیوں نہیں کی جس میں		920	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	812
	صراحتاً آباء کی طرف نسبت کرنے کا حکم دیا ہے	806	921	حدیث مذکور کے معانی	812
902	صحیح البخاری:۶۱۷۷، کی شرح از حافظ ابن حجر			۱۰۲۔باب	812
	عسقلانی شافعی	806	922	نبی ﷺ کا ارشاد: کرم صرف مومن کا دل ہے	812
903	جس حدیث میں ماؤں کی طرف نسبت کر کے		923	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	812
	پکارنے کا بیان ہے اس کے ضعف کی تصریح	806	924	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	813
904	کسی چیز پر اس کے ظاہر کے اعتبار سے حکم لگانا	807	925	صحیح البخاری:۶۱۸۳، کی شرح از علامہ عینی	814
	۱۰۰۔باب	807	926	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	814
905	کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے	807		۱۰۳۔باب	814
906	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	807	927	مرد کا یہ کہنا کہ آپ پر میرا باپ اور میری ماں	
907	صحیح البخاری:۶۱۷۹، کی شرح از علامہ عینی	808		فدا ہو	814
908	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	808	928	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	814
909	حدیث مذکور کے معانی	808	929	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	815

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
930	صحیح البخاری: ۶۱۸۴، کی شرح از علامہ عینی	815
931	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	815
	۱۰۴۔ باب	816
932	مرد کا یہ کہنا اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے اوپر فدا کردے	816
933	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	816
934	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	816
935	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	816
936	علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی	
	طرف سے جواب	817
937	فتح الباری کی مفصل عبارت	817
938	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے مناقشہ کا	
	خلاصہ از مصنف	818
939	صحیح البخاری: ۶۱۸۵، کی شرح از علامہ عینی	819
940	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	819
941	حدیث مذکور کے معانی	819
942	کسی کے اوپر اپنے ماں باپ کو فداء کرنے کے	
	قول کا جواز	819
	۱۰۵۔ باب	820
943	جو نام اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبوب ہیں	820
944	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	820
845	صحیح البخاری: ۶۱۸۶، کی شرح از علامہ عینی	821
946	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	821
947	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	821
948	حدیث مذکور کے معانی	821
	۱۰۶۔ باب	821
949	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ	
	رکھو	821
950	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	821
	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کے متعلق	
	فقہاءِ اسلام کے نظریات	822
951	صحیح البخاری: ۶۱۸۷، کی شرح از علامہ عینی	823
952	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	823
953	حدیث مذکور کے معانی	823
954	صحیح البخاری: ۶۱۸۸، کی شرح از علامہ عینی	823
955	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	824
956	صحیح البخاری: ۶۱۸۹، کی شرح از علامہ عینی	824
957	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	824
958	حدیث مذکور کے معانی	824
959	چار کنیتوں کی ممانعت کی توجیہ	825
	۱۰۷۔ باب	825
960	حزن (سخت) نام رکھنے کا حکم	825
961	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	825
962	صحیح البخاری: ۶۱۹۰، کی شرح از علامہ عینی	826
963	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	826
964	سعید بن المسیب اور ان کے والد حضرت حزن	
	رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	826
965	حدیث مذکور کے معانی	826
	۱۰۸۔ باب	826
966	ایک نام کو اس سے اچھے نام کی طرف تبدیل	
	کرنے کا بیان	826
967	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	826
968	صحیح البخاری: ۶۱۹۱، کی شرح از علامہ عینی	827
969	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	827
970	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	828
971	حدیث مذکور کے معانی	828
972	صحیح البخاری: ۶۱۹۲، کی شرح از علامہ عینی	828

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
973	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	828
974	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	829
975	حدیث مذکور کے معانی	829
976	صحیح البخاری: ۶۱۹۳، کی شرح از علامہ عینی	829
977	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	829
978	حدیث مذکور کے معانی	830
	۱۰۹۔ باب	830
979	انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنے کا بیان	830
980	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	830
981	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	830
982	صحیح البخاری: ۶۱۹۴، کی شرح از علامہ عینی	831
983	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	831
984	حدیث مذکور کے معانی	831
985	صحیح البخاری: ۶۱۹۶، کی شرح از علامہ عینی	832
986	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	832
987	حدیث مذکور کے معانی	832
988	حدیث مذکور کی شرح میں دیگر علماء کے اقوال	832
989	صحیح البخاری: ۶۱۹۷، کی شرح از علامہ عینی	833
990	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	833
991	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	833
992	حدیث مذکور کے معانی	833
993	خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کیفیت	833
994	صحیح البخاری: ۶۱۹۸، کی شرح از علامہ عینی	834
995	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	834
996	صحیح البخاری: ۶۱۹۹، کی شرح از علامہ عینی	834
997	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	834
998	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	835
	۱۱۰۔ باب	835
999	ولید نام رکھنے کا بیان	835
1000	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	835
1001	اس حدیث کی تحقیق کہ ولید نام کے شخص میں شر ہوتا ہے	835
1002	صحیح البخاری: ۶۲۰۰، کی شرح از علامہ عینی	836
1003	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	836
1004	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	836
1005	حدیث مذکور کے معانی	836
	۱۱۱۔ باب	836
1006	اپنے صاحب کے لیے دعا کرنا اور صاحب کے نام کے آخری حرف کو کم کر دینا	837
1007	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	837
1008	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	837
1009	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	837
1010	حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری میں اصل عبارت	837
1011	علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت	838
1012	صحیح البخاری: ۶۲۰۱، کی شرح از علامہ عینی	838
1013	حدیث مذکور کے معانی	839
1014	صحیح البخاری: ۶۲۰۲، کی شرح از علامہ عینی	839
1015	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	839
1016	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	839
1017	حدیث مذکور کے معانی	840
	۱۱۲۔ باب	840
1018	بچے کی کنیت رکھنا اور اس سے پہلے کہ مرد کی اولاد ہو	840
1019	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	840
1020	صحیح البخاری: ۶۲۰۳، کی شرح از علامہ عینی	841

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1021	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	841
1022	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	841
1023	حدیث مذکور کے معانی	842
	۱۱۳۔باب	842
1024	ابوتراب کنیت رکھنا اگرچہ ان کی پہلے بھی دوسرے کنیت ہو	842
1025	صحیح البخاری: ۶۲۰۴ کی شرح از علامہ عینی	843
1026	حدیث مذکور کی سند کے رجال کا تذکرہ	843
1027	حدیث مذکور کے معانی	843
	۱۱۴۔باب	843
1028	اللہ کے نزدیک جو نام سب سے زیادہ مبغوض ہیں	843
1029	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	843
1030	صحیح البخاری: ۶۲۰۵ کی شرح از علامہ عینی	844
1031	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	844
1032	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	844
1033	حدیث مذکور کے معانی	844
	۱۱۵۔باب	846
1034	مشرک کی کنیت کو ذکر کرنے کا بیان	846
1035	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	846
1036	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	846
1037	صحیح البخاری: ۶۲۰۷ کی شرح از علامہ عینی	849
1038	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	849
1039	حدیث مذکور کے معانی	849
1040	صحیح البخاری: ۶۲۰۸ کی شرح از علامہ عینی	850
1041	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	850
1042	حدیث مذکور کے معانی	850
1043	ابولہب کی کنیت کی توجیہات	850
1044	کافر کو اس کے کسی کام کی وجہ سے اجر دینا	851

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1045	ابوطالب کے ایمان کے عدم ثبوت کی دلیل	851
1046	۱۱۶۔باب	852
1047	تعریض میں جھوٹ سے اجتناب کی گنجائش ہے	852
1048	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	852
1049	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	852
1050	صحیح البخاری: ۶۲۰۹ کی شرح از علامہ عینی	853
1051	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	853
1052	صحیح البخاری: ۶۲۱۱ کی شرح از علامہ عینی	854
1053	حدیث مذکور کے معانی	854
1054	صحیح البخاری: ۶۲۱۲ کی شرح از علامہ عینی	854
1055	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	854
1056	حدیث مذکور کے معانی	855
	۱۱۷۔باب	855
1057	مرد کا کسی چیز کے لیے یہ کہنا کہ یہ کچھ بھی نہیں اور اس سے اس کی مراد یہ ہو کہ یہ حق نہیں ہے	855
1058	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	855
1059	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	855
1060	صحیح البخاری: ۶۲۱۳ کی شرح از علامہ عینی	856
1061	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	856
1062	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	856
1063	حدیث مذکور کے معانی	856
	۱۱۸۔باب	857
1064	آسمان کی طرف نظر اٹھانے کا بیان	857
1065	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	857
1066	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	858
1067	صحیح البخاری: ۶۲۱۴ کی شرح از علامہ عینی	858
1068	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	858
1069	صحیح البخاری: ۶۲۱۵ کی شرح از علامہ عینی	859

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1070	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	859
1071	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	859
	۱۱۹۔باب	859
1072	جس نے لکڑی کو پانی اور مٹی میں کریدا	859
1073	صحیح البخاری: ۶۲۱۶، کی شرح از علامہ عینی	860
1074	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	860
1075	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	860
1076	حدیث مذکور کے معانی	861
1077	عصا کی فضیلت	861
	۱۲۰۔باب	861
1078	مرد کا اپنے ہاتھ کی کسی چیز کو زمین پر مارنے کا بیان	861
1079	صحیح البخاری: ۶۲۱۷، کی شرح از علامہ عینی	862
1080	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	862
1081	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	862
1082	حدیث مذکور کے معانی	862
	۱۲۱۔باب	863
1083	تعجب کے وقت اللہ اکبر اور سبحان اللہ کہنے کا بیان	863
1084	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	863
1085	صحیح البخاری: ۶۲۱۸، کی شرح از علامہ عینی	864
1086	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	864
1087	حدیث مذکور کے معانی	864
1088	علامہ ابن بطال مالکی کی طرف سے حدیث مذکور	
1089	کی مطابقت کی توجیہ اور علامہ عینی کا اس پر تعاقب	864
1090	صحیح البخاری: ۶۲۱۹، کی شرح از علامہ عینی	865
1091	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	866
1092	حدیث مذکور کے معانی	866
	۱۲۲۔باب	867
1093	انگلیوں سے کنکر یا پتھر پھینکنے کی ممانعت	867
1094	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	867
1095	صحیح البخاری: ۶۲۲۰، کی شرح از علامہ عینی	867
1096	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	867
1097	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	867
	۱۲۳۔باب	868
1098	چھینکنے والے کے لیے الحمد للہ کہنے کا بیان	868
1099	صحیح البخاری: ۶۲۲۱، کی شرح از علامہ عینی	868
1100	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	868
1101	حدیث مذکور کے معانی	868
1102	چھینک کے بعد الحمد للہ کہنے کا بیان	869
	۱۲۴۔باب	869
1103	چھینکنے والے کو جواب دینا جب وہ اللہ کی حمد کرے	869
1104	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	869
1105	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	869
1106	صحیح البخاری: ۶۲۲۲، کی شرح از علامہ عینی	869
1107	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	870
1108	حدیث مذکور کے معانی	871
1109	چھینک کے جواب دینے کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	871
1110	چھینک کے جواب دینے کے حکم سے بعض افراد کا استثناء	871
	۱۲۵۔باب	872
1111	چھینک کا مستحب ہونا اور جماہی کا مکروہ ہونا	872
1112	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	872
1113	صحیح البخاری: ۶۲۲۳، کی شرح از علامہ عینی	873
1114	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	873
1115	حدیث مذکور کے معانی	873
1116	چھینک لینے اور جماہی لینے کے آداب	873

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۲۶۔ باب	874			
1117	جب کسی کو چھینک آئے تو اس کو کس طرح جواب دیا جائے؟	874			
1118	صحیح البخاری: ۶۲۲۴، کی شرح از علامہ عینی	874			
1119	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	874			
1120	حدیث مذکور کے معانی	874			
1121	چھینک لینے والے کے جواب میں متعدد کلمات	875			
	۱۲۷۔ باب	875			
1122	جب چھینکنے والا اللہ کی حمد نہ کرے تو اس کو جواب نہ دیا جائے	875			
	۱۲۸۔ باب	876			
1123	جب کوئی شخص جماہی لے تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے	876			
1124	صحیح البخاری: ۶۲۲۶، کی شرح از علامہ عینی	876			
1125	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	876			
1126	شیطان کے ہنسنے کی تحقیق	876			
1127	کتاب الادب کا اختتام	877			
1128	نعم الباری جلد ثانی عشر (۱۲) کی تکمیل	878			
1129	ڈائری	879			
1130	مصادر التحقیق	880			

Marfat.com

افتتاحیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، الذی جعلنا من المسلمین، ووصفنا بخیر امۃ من الأمم الماضین، و انعم علینا بتنزیل القرآن الکریم و ھدانا بہ الی الصراط المستقیم، و الصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین، الذی شرح الفرقان باحادیثہ و بیانہ القویم، و کشف عن اسرارہ و غوامضہ لھدایۃ الناس اجمعین، و انقذنا بحسن سیرتہ من الظلمات والضلال المبین، و علی الہ الطیبین واصحابہ الطاھرین الذین قاموا باشاعۃ الدین المتین مع کمال الخلوص والجھد العظیم، و علی ازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین، و علی جمیع الائمۃ التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین۔

و بعد فیقول العبد الفقیر الی مولاہ القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربہ السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیہ نعم الباری) توکلا علی رحمۃ اللہ و فضلہ العمیم۔ ولا یکون تحریرہ و تقریرہ و تکمیلہ الا نعمتہ العظمیٰ۔ فلذا سمیتہ بنعمۃ الباری فی شرح الصحیح للبخاری۔ (تقبلہ اللہ بلطفہ و تغمدنی بغفرانہ بمحض فضلہ)

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا و مولانا محمدا عبدہ و رسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور نفسی و من سیئات اعمالی۔ من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ۔ اللھم ارنی الحق حقاً وارزقنی اتباعہ۔ اللھم ارنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابہ۔ اللھم اجعلنی فی تصنیف ھذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعلہ موافقاً باسمہ واحفظہ من شرور الاشرار و الحاسدین۔ اللھم اجعلہ خالصا لوجھک الکریم و مقبولاً عندک و عند رسولک الرؤف الرحیم واجعلہ شائعاً و مستفیضاً و مفیضاً و مرغوباً فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا و شفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ و امتنی علی الایمان بالکرامۃ۔ اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت۔ اعوذ بک من شر ما صنعت ابوٴ لک بنعمتک علیّ وابوٴ لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ و علی والدیّ وان اعمل صالحاً ترضٰہ۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن کریم نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں تفسیر تبیان القرآن سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے صحیح بخاری کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعم الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کردے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنادے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنادے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے، پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

۷۶۔ کِتَابُ الطِّبِّ

طِب (دواؤں اور علاج) کا بیان

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی کتاب الطب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ کتاب طِب اور اس کی اقسام کے بیان میں ہے۔

طِب کی تعریف

طِب وہ علم ہے جس سے بدنِ انسانی کے احوال اور عوارض کی معرفت ہوتی ہے اس حیثیت سے کہ بدنِ انسان کن چیزوں سے تندرست ہوتا ہے اور کن چیزوں سے اس کی صحت زائل ہوتی ہے، تاکہ صحت کی حفاظت کی جائے اور اس کو حاصل کیا جائے اور جو چیزیں صحت کے لیے مضر ہیں، ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اور طب کی دو قسمیں ہیں: ان میں سے ایک علم ہے اور دوسرا عمل ہے۔

علم کی تین قسمیں ہیں: (۱) امورِ طبعیہ کا علم (۲) ان امور کا علم جو طبعیہ نہیں ہیں (۳) ان امور کا علم جو امرِ طبعی سے خارج ہیں۔

مرض کی تعریف

جسم کا طبعی حالت سے خروج اور دوا کے ذریعہ اس کو طبعی حالت کی طرف لوٹانا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طِب کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ یا تو وہ چیز ہے جس کی آپ کو وحی سے معرفت ہوئی، یا وہ چیز ہے جس کی آپ کو عرب کی عادات سے معرفت ہوئی، یا وہ چیز ہے جو بہ طورِ تبرک ہے جیسے قرآن مجید سے شفاء حاصل کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابو القاسم الحسین بن محمد المعروف الراغب الاصفہانی المتوفی ۵۰۲ھ، مرض کی تعریف میں لکھتے ہیں:

انسان کا اعتدالِ مخصوص سے نکل جانا مرض ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم مرضِ جسمی ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ (النور: ۶۱) اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے۔

اور دوسری قسم ہے انسان کا رذائل سے متصف ہونا، یہ روحانی مرض ہے جیسے جہل، بزدلی، بخل اور نفاق وغیرہ۔ اس مرض کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (البقرہ: ۱۰) ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری کو زیادہ کر دیا۔

(المفردات فی غریب القرآن ج ۲ ص ۶۰۲، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

میر سید شریف الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

انسان کے بدن میں ایسی کیفیت عارض ہو جو اس کو اعتدال مخصوص سے نکال دے تو اس کیفیت کو مرض کہتے ہیں۔

(کتاب التعریفات ص ۱۴۶، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ)

۱۔ بَابٌ: مَا أَنْزَلَ اللهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً

اس کا بیان کہ اللہ نے جو بیماری نازل کی ہے، اس کی شفاء بھی نازل فرمائی ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بیماری نازل کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ جس کسی کو کوئی بیماری پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کی دوا بھی مقدر فرمائی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے نازل فرمائے ہیں جن کے سپرد مریض اور دوا کو کیا جاتا ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ ہم کتنے بیماروں کو دیکھتے ہیں جو دوا کرتے ہیں اور صحت مند نہیں ہوتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مرض کی دوا تو ہوتی ہے لیکن ان بیماروں کو اس مرض کی دوا کا علم نہیں ہوتا، یا معالج ان کی بیماری کی صحیح تشخیص نہیں کرتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا أَنْزَلَ اللهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً (سنن ابن ماجہ: ۳۴۳۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو احمد زبیری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن سعید بن ابی حسین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن ابی رباح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل فرمائی ہے اس کی شفاء بھی نازل فرمائی ہے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۶۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب میں جو حدیث بیان کی گئی ہے، وہ بعینہٖ اس باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو احمد الزبیری کا ذکر ہے، وہ محمد بن عبد اللہ الزبیری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرو بن سعید کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حسین نوفلی القرشی المکی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل فرمائی ہے اس کی دوا بھی نازل فرمائی ہے''۔ یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے، اس سے بڑھاپا مستثنیٰ ہے اور موت بھی مستثنیٰ ہے، یعنی نہ بڑھاپے کی کوئی دوا ہے اور نہ موت کی کوئی دوا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوا وغیرہ سے علاج کرنا جائز ہے اور طِب کا علم حاصل کرنا جائز ہے اور اس میں جاہل صوفیاء کا رد ہے جو دوا اور علاج سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان تب ولی بنتا ہے جب اللہ کی نازل کی ہوئی تمام بلاؤں اور مصائب اور بیماریوں پر راضی ہو اور اس کے لیے دوا اور علاج کرنا جائز نہیں ہے اور ان کا یہ قول اس کے خلاف ہے جو شارع علیہ السلام نے مباح کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۱۔ ۳۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

شفاء قرآن کے پڑھنے سے بھی حاصل ہوتی ہے اور دعا کرنے سے بھی حاصل ہوتی ہے اور تعویذات سے بھی حاصل ہوتی ہے اور دواؤں سے بھی حاصل ہوتی ہے۔

پہلا طریقہ: تعویذات اور دعائیں اور قرآن مجید کو پڑھنا ہے۔

دوسرا طریقہ: طبیعی دوائیں جن کا علم یا تو وحی سے ہوتا ہے جیسے شہد، اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے یا تجربہ سے ہوتا ہے اور ایک تیسری چیز بھی ہے اور وہ صرف وہم ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے جیسے بعض لوگ کوئی چھلہ پہن لیتے ہیں یا کوئی دھاگا باندھ لیتے ہیں، تو یہ چیزیں جائز نہیں ہیں کیونکہ ان کی نہ حسی شفاء ہے اور نہ شرعی شفاء ہے۔

حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل کی ہے، اس کی شفاء بھی نازل کی ہے۔ بیماری سے مراد عام ہے حسی بیماری ہو جو بدن میں طاری ہوتی ہے یا معنوی بیماری ہو یہ دلوں کی بیماری ہے۔ اور دل کی بیماری ہے دل کا اعتدال اور اللہ کے دین پر استقامت سے نکل جانا، سو اس بیماری کی بھی شفاء ہے اور وہ شفاء اللہ عزوجل کی کتاب کی طرف رجوع کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرنے سے حاصل ہوتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ (یونس: ۵۷)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک عظیم نصیحت آگئی اور دلوں کی بیماری کی شفاء آگئی اور وہ مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے O

دل کی بیماریوں کے لیے اللہ عزوجل کی کتاب سے افضل کوئی چیز نہیں ہے، لیکن ضروری ہے کہ اس کو اخلاص سے پڑھا جائے اور اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے کے لیے پڑھا جائے اور اس کے معانی میں غور و فکر کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ یہ شفاء ہے، لیکن جو شخص اس کو محض آزمائش کے لیے پڑھے یا اس کے دل میں شک ہو تو پھر اس کے پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

سوال: جب انسان کو کوئی مرض پیش آئے تو کیا اس کے لیے بہتر ہے کہ تعویذات سے علاج کرے یا دواؤں سے علاج کرے؟

جواب: یہ مریض کے حال کے اعتبار سے ہے، پس بعض مریض ایسے ہیں جن میں قوتِ ایمان ہوتی ہے اور دعاؤں پر اور تعویذات پر ان کا اعتماد ہوتا ہے تو ان کو اس سے فائدہ ہوگا۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جن کا ایمان ضعیف ہوتا ہے جیسے آج کل اکثر لوگوں کا حال ہے، ان کا اعتماد اشیاءِ طبعیہ پر ہوتا ہے، وہ سمجھتے ہیں ان میں زیادہ فائدہ ہے، لہٰذا لوگ مختلف اقسام کے ہیں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۷۹۔۳۸۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۲۔ بَابٌ: هَلْ يُدَاوِي الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ أَوِ الْمَرْأَةُ الرَّجُلَ

آیا مرد عورت کا علاج کرسکتا ہے یا عورت مرد کا علاج کرسکتی ہے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بتایا جائے گا کہ کیا مرد عورت کا علاج کرسکتا ہے؟ امام بخاری نے بطور استفہام کے یہ عنوان قائم کیا ہے اور وثوق کے ساتھ کوئی حکم بیان نہیں کیا، کیونکہ اس کا حکم اس باب کی احادیث سے معلوم ہوجائے گا، جیسا کہ امام بخاری کی عنوان قائم کرنے میں یہی عادت ہے اور کیا عورت مرد کا علاج کرسکتی ہے؟ امام بخاری نے اس کا بھی وثوق سے حکم بیان نہیں کیا بلکہ اس کے حکم کو اس باب کی احادیث کی طرف مفوض کردیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۷۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ رُبَيِّعَ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ وَنَرُدُّ الْقَتْلَى وَالْجَرْحَى إِلَى الْمَدِينَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی از خالد بن ذکوان از رُبیع بنت معوذ بن عفراء، وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور لوگوں کو پانی پلاتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے اور مقتولین کو اور زخمیوں کو مدینہ لے کر جاتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۸۲، ۲۸۸۳، ۵۶۷۹، مسند احمد: ۲۶۴۷۷)

صحیح البخاری: ۵۶۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں: کیا مرد عورت کا علاج کرسکتا ہے؟ یہ پہلا جز ہے اور دوسرا جز ہے کیا عورت مرد کا علاج کرسکتی ہے؟ اس حدیث میں دوسرے جز کا ذکر ہے، کیونکہ حضرت رُبیع بنت معوذ بن عفراء نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور لوگوں کو پانی پلاتے تھے اور مقتولین کو اور زخمیوں کو مدینہ پہنچاتے تھے اور جو عنوان کا پہلا جز ہے، اس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے لیکن اس کو قیاس سے معلوم کیا جائے گا کہ جب عورت مرد کا علاج کرسکتی ہے تو مرد بھی عورت کا علاج کرسکتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حضرت رُبیع بنت معوذ بن عفراء کا ذکر ہے، یہ ان صحابیات میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، ان کے والد حضرت معوذ بن الحارث بن رفاعہ ہیں اور عفراء ان کی والدہ کا نام ہے، اور ان کے والد وہی ہیں جنہوں نے غزوہ بدر کے دن ابو جہل کو قتل کیا تھا، پھر وہ اس دن قتال کرتے رہے حتیٰ کہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے، ان کو ابو مسافع نے قتل کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ عینی نے لکھا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا غیر محرم بیمار کو دوا دینا اور پانی پلانا جائز ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عورت کا غیر محرم کو دوا دینا اور پانی پلانا کیونکر جائز ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص زخمی ہو اس کو دوا دینے سے کوئی لذت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے زخم کو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور عورتیں صرف یہ کرتی تھیں کہ بیمار کے پاس دوا اور پانی لا کر رکھ دیتی تھیں اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب کوئی مرد دوا دینے والا نہ ہو، ایسی صورت میں اس کو دوا دینا ضرورت کی وجہ سے ہے، اور ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیزیں بھی مباح ہو جاتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۷۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: مردوں کا علاج کرنا ان عورتوں کے لیے جائز ہے جن کے اوپر فتنہ کا خوف نہ ہو، لیکن کنواری لڑکیاں غیر محرم مردوں کے ساتھ نہ ملیں اور ہمارے نزدیک مرد اور عورت کی ہر صنف سے دوسرے کا علاج کرنا جائز ہے جب اور کوئی معالج نہ ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۴۲، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۷۹، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ضرورت کے وقت مرد اور عورت ہر ایک کے دوسرے کا علاج کرنے کا جواز

پس ضرورت کے وقت مرد عورت کو دوا دے اور عورت مرد کو دوا دے، اور جب کہ مریض کی جنس سے کوئی دوا دینے والا نہ ہو، لیکن اگر کوئی عورت بیمار ہو اور اس کے علاج کے لیے عورت میسر ہو تو پھر مرد کے علاج کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح اگر مرد بیمار ہو اور اس کے علاج کے لیے مرد میسر ہو تو پھر اس کے علاج کے لیے عورت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر اضطرار کی صورت ہو اور وہاں پر فتنے کا خوف نہ ہو تو پھر مرد اور عورت میں سے ہر کوئی دوسرے کا علاج کر سکتا ہے۔

امام بخاری نے جو حضرت رُبیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کے علاج کا ذکر کیا ہے، یہ صرف غزوۂ احد میں ہوا تھا، اور بہ ظاہر حدیث سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ علاج دائمی تھا، کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں: ''ہم جہاد کرتے تھے اور لوگوں کو پانی پلاتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے''لیکن یہ واقعہ صرف غزوۂ احد میں ہوا تھا اور صحابہ اس وقت کم تھے اور غزوۂ احد میں بہت سارے صحابہ شہید ہو گئے تھے یا بہت سارے زخمی ہو گئے تھے اور نیز مدینہ منورہ قریب تھا، سو عورت کے لیے ممکن تھا کہ وہ بغیر محرم کے سہولت کے

Marfat.com

ساتھ مدینہ منورہ چلی جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث سے عمومی حکم مستفاد نہیں ہوتا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۲۱ ص ۳۸۰، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳- بَابُ: الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثٍ — شفاء تین چیزوں میں حاصل ہوتی ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شفاء تین چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔

۵۶۸۰- حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ حَدَّثَنَا سَالِمٌ الْأَفْطَسُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ شَرْبَةِ عَسَلٍ وَشَرْطَةِ مِحْجَمٍ وَكَيَّةِ نَارٍ وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ رَفَعَ الْحَدِيثَ وَرَوَاهُ الْقُمِّيُّ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي الْعَسَلِ وَالْحَجْمِ

(صحیح البخاری: ۵۶۸۱، سنن ابن ماجہ: ۳۴۹۱، مسند احمد: ۲۲۰۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے الحسین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن منیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن شجاع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سالم الافطس نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا کہ شفاء تین چیزوں میں ہے: شہد پینے میں، اور فصد لگوانے میں اور آگ سے داغ لگوانے میں، اور میں اپنی امت کو داغ لگوانے سے منع کرتا ہوں۔ حضرت ابن عباس نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے، یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اس حدیث کی القمی نے روایت کی ہے از لیث از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: شہد میں اور فصد لگوانے میں۔

صحیح البخاری: ۵۶۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں الحسین کا ذکر ہے، اوران کی کسی کی طرف نسبت نہیں ہے، اور ایک جماعت نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ الحسین بن محمد بن زیاد نیشاپوری ہیں جو القبانی کے نام سے معروف ہیں، اور الکلاباذی نے کہا ہے کہ جب یہ نیشاپور میں تھے تو امام بخاری کے ساتھ لازم رہتے تھے اور امام بخاری کے بعد تینتیس سال زندہ رہے، اور یہ امام مسلم کے معاصرین میں سے تھے، اور امام بخاری نے جوان سے روایت کی ہے، یہ اکابر کی اصاغر سے روایت ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں احمد بن منیع کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، ان کی وفات دو سو چوالیس ہجری (۲۴۴ھ) میں ہوئی ہے اور ان کی عمر چوراسی (۸۴) سال تھی، اور امام بخاری نے انکی صرف یہی حدیث روایت کی ہے، اور مروان بن شجاع کا ذکر ہے، یہ الجزری ہیں۔ اور سالم کا ذکر ہے، وہ ابن عجلان الافطس الجزری ہیں۔

اس حدیث کا اول حصہ موقوف ہے یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اس کے آخر حصہ میں یہ اشارہ ہے کہ یہ حدیث

مرفوع ہے، کیونکہ اس کے آخر میں مذکور ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''شفاء تین چیزوں میں ہے'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد سے شفاء میں حصر کا ارادہ نہیں فرمایا ہے، کیونکہ کبھی شفاء ان تین چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں میں بھی ہوتی ہے اور ان تین چیزوں میں اصول علاج کے اوپر تنبیہ کی ہے، کیونکہ مرض یا دموی ہوگا یا صفراوی ہوگا یا سوداوی ہوگا یا بلغمی ہوگا۔ پس اگر مرض دموی ہے تو اس کا علاج فصد لگانے سے ہوگا اور اس کو خصوصیت سے ذکر اس لیے فرمایا کہ عرب میں اس کا استعمال بہت زیادہ تھا اور باقی امراض کا علاج مسہل سے ہو جاتا ہے، اس پر آپ نے شہد کے پینے سے تنبیہ فرمائی۔ رہا گرم لوہے سے داغ لگانا اس کا آخر میں ذکر فرمایا کیونکہ یہ ان فضلات کو نکالنے کے لیے ہوتا ہے جو سہولت سے نہیں نکلتے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے گرم لوہے کے ساتھ داغ لگانے سے کیوں منع فرمایا جبکہ اس سے بھی شفاء ثابت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عرب لوگ یہ سمجھتے تھے کہ گرم لوہے کے ساتھ داغ لگانے سے بیماری اس کے سبب سے ختم ہو جاتی ہے تو اس لیے آپ نے اس کو مکروہ جانا اور شفاء کا ثبوت اس طریقہ سے ہے کہ بندہ کو یہ اعتقاد ہو کہ شفاء دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور گرم لوہے کے ساتھ داغ لگانا محض ایک سبب ہے۔

اس حدیث میں ''مِحجم'' کا ذکر ہے، مِحجم لوہے کا ایک آلہ ہے جس سے خون نکالا جاتا ہے اور اس آلہ میں خون جمع ہو جاتا ہے۔ اور ''شرط الحاجم'' اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص اس لوہے کے آلہ کو جسم پر مارے۔

امام بخاری نے اس حدیث کے آخر میں ازقمی از لیث از مجاہد از حضرت ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر شہادت پیش کی ہے کہ شہد میں اور فصد لگانے میں شفاء ہے اور قمی سے مراد ہے ''قم'' کے رہنے والے، یہ بہت بڑا شہر ہے اور اس کے رہنے والے شیعہ ہیں۔ اور تہران سے قم تک اکیس فرسخ کا فاصلہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۳۔ ۳۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۸۰ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور پر ایک اشکال کا جواب

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان تین چیزوں سے لامحالہ شفاء حاصل ہوگی، اور واقع اس طرح نہیں ہے، کیونکہ انسان کبھی ان تین چیزوں کو استعمال کرتا ہے اور اس کو شفاء نہیں ہوتی، پس یہ کہا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر ایک شرط لگائی تھی اور وہ شرط ضروری ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس شرط کا بیان رہ گیا، وہ شرط یہ ہے کہ ان تین چیزوں کا استعمال مریض کی بیماری کے موافق ہو، اگر ان تین چیزوں کا استعمال مریض کی بیماری کے موافق نہیں ہے تو پھر اس سے فائدہ نہیں ہوگا۔ اور ہر دوا میں یہ شرط ضروری ہے کہ وہ دوا اس بیماری کے مناسب ہو اور مریض کے بدن کے موافق ہو۔

Marfat.com

یہاں پر ایک سوال یہ ہے کہ آپ نے گرم لوہے کے ساتھ داغ لگانے سے منع فرمایا، تو جب اس سے شفاء حاصل ہوتی ہے تو اس سے آپ نے کیوں منع فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گرم لوہے کے ساتھ جو داغ لگایا جائے گا اس میں آگ کے ساتھ مریض کے بدن کو عذاب دیا جائے گا، اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، لیکن جب اس کے استعمال کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو تو پھر اس کو استعمال کیا جائے گا، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں گرم لوہے کے ساتھ داغ لگایا، یہ غزوۂ خندق کا واقعہ ہے۔

اور داغ لگانے کے تین مراتب ہیں۔ اگر اس کو یہ علم ہو کہ داغ لگانے سے فائدہ ہوگا تو پھر داغ لگانا جائز ہے، اور اگر اس کا ظنِ غالب ہو کہ یہ سبب مؤثر ہے تو پھر داغ لگانا مکروہ ہے اور جب اس کو ظنِ غالب ہو کہ اس میں فائدہ نہیں ہوگا تو پھر داغ لگانا حرام ہے، کیونکہ یہ بغیر کسی مصلحت کے اس کی وجہ سے جسم کو عذاب میں مبتلا کرنا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۸۲، مکتبۃ الطبری ۱۴۲۹ھ)

۵۶۸۱۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ أَبُو الْحَارِثِ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ عَنْ سَالِمٍ الْأَفْطَسِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ أَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ وَأَنَا أَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سریج بن یونس ابو الحارث نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن شجاع نے خبر دی از سالم الافطس از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: شفاء تین چیزوں میں ہے: فصد لگوانے میں، شہد پینے میں یا آگ سے داغ لگوانے میں۔ اور میں اپنی امت کو داغ لگوانے سے منع کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۸۱، سنن ابن ماجہ: ۳۴۹۱، مسند احمد: ۲۲۰۹)

اس حدیث کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔

۴۔ بَابُ: الدَّوَاءِ بِالْعَسَلِ

شہد سے علاج کرنے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (النحل: ۶۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: شہد میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں شہد سے علاج کرنے کا بیان کیا گیا ہے، شہد کا لفظ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی اور شہد کے اسماء ایک سو سے زیادہ ہیں، اور شہد کے بہت زیادہ منافع ہیں۔ شہد رگوں اور انتڑیوں میں جو میل کچیل ہے اس کو صاف کر دیتا ہے اور فضلات کو نکال دیتا ہے اور معدہ کو دھو ڈالتا ہے اور اس کے اندر معتدل حرارت پہنچاتا ہے اور رگوں کے مونہوں کو کھول دیتا ہے اور معدہ، جگر اور مثانے کو مضبوط کرتا ہے اور جگر اور سینے کی تنقیہ کرتا ہے اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتا ہے اور جو کھانسی بلغم کی وجہ سے ہوتی ہے، اس میں شفاء دیتا ہے اور بلغمی مزاج والوں کے لیے نافع ہے اور گرم مزاج والوں کے لیے بھی نافع ہے، اور جب اس کے ساتھ سرکہ کو ملا لیا

Marfat.com

جائے تو صفراوی مزاج والوں کو بھی یہ نفع دیتا ہے، پھر یہ غذاؤں میں سے ایک غذا ہے اور دواؤں میں سے ایک دوا ہے اور مشروبات میں سے ایک مشروب ہے اور میٹھی چیزوں میں سے ایک میٹھی چیز ہے۔ شہد کو بالوں میں لگایا جائے تو بالوں کو خوبصورت اور ملائم بنا دیتا ہے، آنکھوں میں لگایا جائے تو بینائی کے لیے جلاء بخش ہے، دانتوں میں لگایا جائے تو ان کو چمکاتا ہے، قدیم اطباء مرکب دواؤں میں شہد ہی پر اعتماد کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز شہد میں پانی ملا کر اس کا ایک پیالہ پیتے تھے، اور اس کے بعد جو کی روٹی کو نمک کے سرکہ کے ساتھ کھاتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ اس کے بھائی کو پیٹ کی بیماری ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو شہد پلاؤ، اس نے شہد پلایا تو اس کو فائدہ نہیں ہوا حتیٰ کہ وہ دوسری اور تیسری مرتبہ آیا، پھر اسی طرح ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، بالآخر اس کو شفاء ہوگئی جیسا کہ یہ حدیث عنقریب آئے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غیب کی خبر دی جس غیب پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا تھا اور وحی سے یہ بتایا تھا کہ اس کی شفاء شہد میں ہے، بس بار بار اسے شہد پینے کا حکم دیا۔ نیز آپ کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے بتلا دیا تھا کہ اس قسم کے مرض کی شفاء شہد میں ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ بعض ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ شہد مسہل ہے، تو جس کو اسہال لگے ہوئے ہوں اس کو شہد کیسے نفع دے گا؟ علامہ نووی نے کہا: یہ معترضین کی جہالت ہے بلکہ انہوں نے جھوٹ بولا، کیونکہ ان کو علم محیط حاصل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں جو مذکور ہے کہ شہد میں لوگوں کے لیے شفاء ہے، تو اس کا معنی یہ ہے کہ بعض لوگوں کے لیے شفاء ہے، اور انہوں نے کہا ہے کہ فصد لگوانا، شہد کو پینا اور داغ لگوانا، یہ بعض امراض میں شفاء ہیں اور بعض میں نہیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۴-۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ شہد بعض لوگوں کے لیے شفاء ہے اور بعض لوگوں کی بیماریوں میں مضر ہے، کیونکہ جس کو شوگر کا مرض ہو اس کو شہد کے استعمال سے نقصان ہوتا ہے اور اس کی شوگر بڑھ جاتی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۶۸۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھی چیز اور شہد پسند تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۴۳۱، صحیح مسلم: ۱۴۷۴، سنن ترمذی: ۱۸۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۳۲۳، سنن دارمی: ۲۰۷۵)

صحیح البخاری: ۵۶۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے'' شہد سے علاج کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ کو شہد پسند تھا اور آپ کو شہد پسند ہونا اس سے عام ہے کہ وہ بطورِ دوا پسند ہو یا بطورِ غذا پسند ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور ابو اسامہ کا ذکر ہے، یہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور ہشام کا ذکر ہے، یہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الاشربہ میں'' باب شرب الحلواء والعسل '' میں اسی سند اور اسی متن کے ساتھ گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيلِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ أَوْ يَكُونُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ تُوَافِقُ الدَّاءَ وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن الغسیل نے حدیث بیان کی از عاصم بن عمر بن قتادہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں خیر ہے یا ہوسکتی ہے تو وہ فصد لگوانے میں ہے یا شہد پینے میں ہے یا آگ سے داغ لگوانے میں ہے، جب کہ وہ بیماری کے موافق ہو اور میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۹۷، ۵۷۰۲، ۵۷۰۴، صحیح مسلم: ۲۲۰۵، مسند احمد: ۱۴۲۹۱)

صحیح البخاری: ۵۶۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے'' شہد سے علاج کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں خیر ہو تو فصد لگوانے میں ہے اور شہد پینے میں ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو نعیم، ان کا نام الفضل بن دکین ہے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن الغسیل، اور غسیل کا نام ہے حنظلہ بن ابی عامر الاوسی الانصاری، یہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور اس وقت یہ جنبی تھے تو ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا تو اس لیے ان کو غسیل کہا گیا یعنی غسیل ملائکہ، اور وہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حنظلہ کے دادا ہیں، اور عبدالرحمٰن کا شمار کم

سن تابعین میں ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے حضرت انس اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کی زیارت کی، اور ان کی تابعین سے بھی بہت سی روایات ہیں اور اکثر کے نزدیک یہ ثقہ ہیں۔ اور امام نسائی نے کہا: ان میں اختلاف ہے، امام ابن حبان نے کہا: یہ بہت خطا کرتے تھے، ان کی طویل عمر ہوئی جو ایک سو سال سے زائد تھی، پس شاید کہ اخیر عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا۔ اور امام بخاری اور امام مسلم نے ان کی احادیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث کی سند میں عاصم بن عمر بن قتادہ کا ذکر ہے، یہ ابن النعمان الانصاری الاوسی ہیں اور ان کی کنیت ابو عمرو ہے، اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی حدیث ہے اور یہ تابعی ہیں اور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ علامہ عبد الحق نے احکام میں کہا ہے کہ ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن زرعہ نے، اور دوسروں نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور ابو الحسن بن القطان نے علامہ عبد الحق کی اس بات کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ میں نہیں پہچانتا کسی نے ان کو ضعیف قرار دیا ہو یا ان کا ضعفاء میں ذکر کیا ہو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "او لذعة بنار" لذعة کا معنی ہے: آگ کی خفیف سی حرارت یا تپش، اور "لدغ" کا معنی ہے: کسی زہریلے جانور کا ڈنگ مارنا جیسے سانپ یا بچھو کا ڈسنا۔

بغیر شدید ضرورت کے داغ لگوانے سے احتراز کیا جائے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ "داغ لگوانا بیماری کے موافق ہو"۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوہے کو گرم کر کے اس سے داغ لگوانا اس وقت جائز ہے جب یہ متعین ہو کہ اس سے بیماری زائل ہو جائے گی اور تجربہ کے طور پر داغ نہیں لگوانا چاہیے اور بغیر تحقق کے اس کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: "میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ داغ لگوایا جائے"۔ اس ارشاد سے آپ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ علاج کو مؤخر کر دیا جائے حتیٰ کہ جب کسی اور طریقہ علاج سے شفاء میسر نہ ہو تو پھر داغ لگوایا جائے، کیونکہ جسم کو گرم لوہے سے داغا جائے تو اس سے شدید درد ہوتا ہے، اس لیے اس سے حتی الامکان اجتناب بہتر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۶۔۳۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۸۴۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ أَخِي يَشْتَكِي بَطْنَهُ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَى الثَّانِيَةَ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ قَدْ فَعَلْتُ فَقَالَ صَدَقَ اللهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ اسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ فَبَرَأَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی المتوکل از حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: میرے بھائی کے پیٹ میں بیماری ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، پھر وہ دوبارہ آیا تو آپ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، پھر وہ تیسری بار آیا تو آپ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، پھر وہ آیا تو اس نے کہا: میں نے ایسا

Marfat.com

کیا، آپ نے فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، اس کو شہد پلاؤ، پس اس نے شہد پلایا تو وہ تندرست ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۶، صحیح مسلم: ۲۲۱۷، سنن ترمذی: ۲۰۸۲، مسند احمد: ۷۶۲)

صحیح البخاری: ۵۶۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عیاش بن ولید کا ذکر ہے، یہ نرسی ہیں۔ اور عبد الاعلیٰ کا ذکر ہے، یہ عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ ہیں۔ اور سعید کا ذکر ہے، یہ سعید بن ابی عروبہ ہیں۔ اور ابو المتوکل کا ذکر ہے، وہ علی الباجی ہیں۔ اور حضرت ابو سعید خدری کا نام سعد بن مالک ہے، اور اس حدیث کی سند کے تمام راوی بصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''وہ مرد دوبارہ آیا''، یعنی وہ مرد دوسری بار آیا اور اس نے کہا: میں نے اپنے بھائی کو شہد پلایا مگر اس کے اسہال زیادہ ہو گئے، یعنی اس کو زیادہ دست آئے، پھر وہ تیسری بار آیا، اس نے کہا: میں نے ایسا کیا یعنی میں نے شہد پلایا مگر اس کا پیٹ اسی طرح جاری رہا اور اس کو دست آتے رہے بند نہیں ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد صادق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شہد میں لوگوں کے لیے شفاء ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، آپ نے جھوٹ کی نسبت پیٹ کی طرف کی، یہ مجاز ہے، کیونکہ جھوٹ کا لفظ اقوال کے ساتھ مخصوص ہے تو اس کے پیٹ کو جھوٹا اس لیے فرمایا کہ اس کے پیٹ میں شہد نے جو فائدہ نہیں پہنچایا تو یہ جھوٹ ہے یعنی پیٹ کی خطاء ہے اور اس کا فساد ہے۔ پھر جب اس نے چوتھی بار شہد پلایا تو اس کا بھائی تندرست ہو گیا، اور اس کی زیادہ وضاحت صحیح مسلم کی حدیث میں ہے، اس میں مذکور ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: میرے بھائی کا پیٹ جاری ہے یعنی اس کو دست لگے ہوئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، سو اس نے شہد پلایا، پھر وہ آیا، اس نے کہا: میں نے اس کو شہد پلایا مگر اس کا پیٹ تو زیادہ جاری ہو گیا ہے، یعنی زیادہ دست آ گئے، تو آپ نے اس کو تین مرتبہ اسی طرح فرمایا، پھر چوتھی مرتبہ فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، تو اس نے کہا: میں نے اس کو شہد پلایا مگر اس کے دست زیادہ ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، پھر اس نے شہد پلایا تو وہ تندرست ہو گیا، یعنی اس کے دست بند ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۷۔۳۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۸۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اطباء کا اس پر اجماع ہے کہ ایک مرض کے علاج اختلاف عمر اور زمانہ اور عادات اور اختلاف غذا کے اعتبار سے مختلف ہوتے

Marfat.com

ہیں، اور تدبیر کے اعتبار سے اور طبیعت کی قوت کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اور اسہال کئی وجوہ سے عارض ہوتے ہیں، اسہال بدہضمی کی وجہ سے بھی عارض ہوتے ہیں اور ہیضہ کی وجہ سے بھی عارض ہوتے ہیں، اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مقابلہ میں اطباء کے قول کو ترجیح نہیں دیتے، بلکہ اگر اطباء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو غلط کہیں تو ہم ان کی تکذیب کریں گے اور ان کی تکفیر کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تصدیق کریں گے حتیٰ کہ مشاہدہ سے ثابت ہو جائے کہ اطباء کا قول صحیح ہے تو اس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں تاویل کریں گے اور اس حدیث کی تخریج کریں گے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار میں مبتلا شخص کو پانی میں غسل دینے کا فرمایا ہے اور اطباء اس سے منع کرتے ہیں تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تصدیق کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا ہے کہ بخار گرم ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ اور آپ نے ٹھنڈا کرنے کی صفت نہیں بیان کی، پس ان اطباء نے یہ کہاں سے سمجھا کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ بخار میں مریض کو پانی میں ڈبو دیا جائے۔

میں کہتا ہوں: اب تو جدید میڈیکل سائنس والے بھی یہ کہتے ہیں کہ جب بہت تیز بخار ہو تو مریض کے جسم پر برف لگائی جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے، اگر یہ اپنے ظاہر پر محمول ہوتی تو مریض پہلی بار شہد پینے سے ہی تندرست ہو جاتا، پس جب کہ وہ پہلی بار شہد پینے سے تندرست نہیں ہوا تو اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ الفاظ اپنے معانی کی معرفت کی طرف محتاج ہیں اور ظاہر پر محمول نہیں ہیں۔

علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا: اس کو شہد پلاؤ، اس کا محمل یہ ہے کہ شہد کو پکانے کے بعد اس کو پلاؤ۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کو شہد پلانے کا ذکر فرمایا، وہ عرب کے مذاہب اور ان کی عادات کے مطابق فرمایا جیسا کہ بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرنے کی حدیث ہے۔ اور تیسرا جواب یہ دیا کہ شہد اس مرد کے جسم کے موافق تھا، خطابی نے کہا: اس کو جو اسہال لگے ہوئے تھے وہ متلی اور بدہضمی کی وجہ سے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر مہینے نہار منہ شہد کو چاٹا تو اس کو کوئی بڑی بیماری نہیں آئے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۴۵۰)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، اس میں دو احتمال ہیں، ایک احتمال یہ ہے کہ آپ نے غیب سے خبر دی، جس غیب پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرما دیا اور وحی سے بتا دیا کہ اس کی شفاء شہد میں ہے، اس لئے آپ نے بار بار شہد پلوایا تاکہ اس مریض کی شہد سے شفاء ظاہر ہو جائے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ یہ مرض اتنی بار شہد کے پینے سے ختم ہوگا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۴۸۔ ۳۵۲ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۔ بَابُ: الدَّوَاءِ بِأَلْبَانِ الْإِبِلِ — اونٹنیوں کے دودھ سے علاج کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اونٹنیوں کے دودھ سے علاج کرنا جائز ہے۔

٥٦٨٥ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَاسًا كَانَ بِهِمْ سَقَمٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ آوِنَا وَأَطْعِمْنَا فَلَمَّا صَحُّوا قَالُوا إِنَّ الْمَدِينَةَ وَخِمَةٌ فَأَنْزَلَهُمُ الْحَرَّةَ فِي ذَوْدٍ لَهُ فَقَالَ اشْرَبُوا أَلْبَانَهَا فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَاسْتَاقُوا ذَوْدَهُ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنْهُمْ يَكْدِمُ الْأَرْضَ بِلِسَانِهِ حَتَّى يَمُوتَ قَالَ سَلَّامٌ فَبَلَغَنِي أَنَّ الْحَجَّاجَ قَالَ لِأَنَسٍ حَدِّثْنِي بِأَشَدِّ عُقُوبَةٍ عَاقَبَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَحَدَّثَهُ بِهَذَا فَبَلَغَ الْحَسَنَ فَقَالَ وَدِدْتُ أَنَّهُ لَمْ يُحَدِّثْهُ بِهَذَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلام بن مسکین ابو نوح البصری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ چند لوگوں میں کوئی بیماری تھی، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے قیام کا انتظام کریں اور ہمارے طعام کا انتظام کریں، پس جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ مدینہ کی آب وہوا ہمارے موافق نہیں ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیاہ پتھروں والی زمین میں ٹھہرایا جہاں پر آپ کے اونٹ تھے اور ان سے فرمایا کہ تم اونٹنیوں کا دودھ پیو، پس جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر دیا، اور آپ کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے صحابہ کو بھیجا اور وہ پکڑے گئے، پھر ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں، پس میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک مرد زبان سے زمین کو چاٹتا تھا اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔

سلام نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حجاج نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے سب سے زیادہ سخت سزا بتاؤ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو دی ہو، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بتائی، حسن بصری کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: مجھے یہ پسند تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج کو یہ حدیث بیان نہ کرتے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۸، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۵۶۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''اونٹنیوں کے دودھ سے علاج کرنا'' اور اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیمار لوگوں سے کہا: تم

اونٹنیوں کا دودھ پیو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے سلاّم (لام پر تشدید ہے) یہ ابن مسکین العضدی النمری ہیں۔ اور امام بخاری نے ان کی صرف یہی حدیث روایت کی ہے اور دوسری حدیث عنقریب کتاب الادب میں آئے گی۔ اور کتاب اللباس میں ایک سند ہے از موسیٰ بن اسماعیل، انہوں نے کہا: ہمیں سلاّم نے حدیث بیان کی از عثمان بن عبد اللہ، پس الکلاباذی نے یہ گمان کیا کہ یہ سلام بن مسکین ہے، اور ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سلام بن ابی مطیع ہے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ثابت، یہ البنانی ہیں اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اس اسناد کے تمام رجال بصری ہیں۔

یہ حدیث عرنیین ہے اور اس کی شرح کتاب الطہارۃ میں باب ''باب ابوال الابل والدواب'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''چند لوگوں میں کوئی بیماری تھی'' یہ لوگ اہل حجاز میں سے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس جب وہ لوگ تندرست ہو گئے''۔ پوری عبارت اس طرح ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رہائش کی جگہ دی اور ان کے لیے طعام مہیا کیا، پس جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ مدینہ ہمارے موافق نہیں ہے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فانزلھم الحرۃ'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حرۃ میں ٹھہرا دیا، سیاہ پتھروں والی زمین کو حرہ کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی ذود'' یعنی اونٹوں کے درمیان ان کو ٹھہرا دیا اور یہ تین سے لے کر دس تک اونٹ تھے، اور محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ پندرہ اونٹ تھے، تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ان کا دودھ پیو اور ابو کلابہ کی روایت میں ہے کہ ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلما صحوا'' یہاں بھی کچھ عبارت محذوف ہے، اصل عبارت یوں ہے کہ ''وہ مدینہ سے نکل کر حرہ میں آئے اور اونٹنیوں کا دودھ پیا، جب تندرست ہو گئے تو اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر بھاگ گئے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وسمروا اعینھم'' اور دوسری روایت میں ہے ''وسمل''۔ سَمَرَ کا معنی ہے: لوہے کی سلائیوں کو گرم کر کے ان کی آنکھوں میں پھیرا اور سَمَلَ اعینھم کا معنی ہے: گرم لوہے سے ان کی آنکھیں نکال دیں۔ ان کے ساتھ یہ سلوک اس لئے کیا کہ انہوں نے چرواہے کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا تھا، سو ان کو ان کے فعل کی سزا دی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے یہ سزا اس وقت دی تھی جب حدود کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ جب حدود نازل ہو گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مُثلہ کرنے سے منع فرما دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یکدم الارض'' یعنی وہ منہ کے قریب والے دانتوں سے زمین کو چاٹ رہا تھا۔ اور بہز کی روایت میں یہ ہے کہ وہ غم اور درد کی وجہ سے زمین کو کاٹ رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حجاج'' یہ حجاج بن یوسف ثقفی ہے جو عراق کا مشہور حاکم تھا۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے ''حسن بصری کو یہ خبر پہنچی'' یعنی جب حسن بصری کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج کو یہ حدیث سنائی تو حسن بصری نے کہا: میری خواہش تھی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج کو یہ حدیث نہ سناتے، کیونکہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج کو یہ حدیث سنائی تو اس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی نافرمانی کے سبب سے ہاتھوں اور پیروں کا کاٹ ڈالا اور آنکھوں میں گرم سلائیں پھیریں تو کیا ہم بھی اللہ تعالیٰ کی معصیت کے سبب سے ایسی سزا نہ دیں؟ اور اسماعیلی نے ایک اور سند کے ساتھ ثابت سے روایت کی ہے کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا: میں کسی بات پر اتنا نادم نہیں ہوا جتنا حجاج بن یوسف کو یہ حدیث سنانے پر نادم ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۴۸۔۳۴۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۸۵، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سخت سزا دی تھی، اس کی حکمت

کثیر علماء نے کہا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حدود نازل نہیں ہوئی تھیں اور بعض علماء نے یہ کہا ہے بلکہ یہ زمین سے فساد دور کرنے کی وجہ تھی، پس ان لوگوں نے نعمت کا مقابلہ کفرانِ نعمت کے ساتھ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا اکرام کیا اور ان کو اونٹوں کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ یہ اونٹوں کا پیشاب پئیں اور دودھ پئیں، حتیٰ کہ وہ تندرست ہو گئے۔

دراصل یہ لوگ پہلے اونٹوں کے ساتھ رہتے تھے اور ان کا پیشاب اور دودھ پیتے تھے اور جب مدینہ میں آئے تو وہاں کی صاف ستھری فضا اور آب وہوا ان کو راس نہیں آئی اور وہ بیمار پڑ گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پھر اسی ماحول میں حرہ میں اونٹوں کے درمیان بھیج دیا تا کہ انہیں اپنے مطلب کا ماحول مل جائے اور وہ تندرست ہو جائیں، سو وہ تندرست ہو گئے اور انہوں نے اس عظیم مہربانی اور عمدہ سلوک کی جزا یہ دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ چرا لئے اور جو اونٹوں کا محافظ تھا اس کو قتل کر دیا اور اس کی آنکھوں میں گرم سلائیں پھیریں یا اس کی آنکھیں نکال دیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا، پھر ان کو حرہ میں چھوڑ دیا، وہ پانی طلب کرتے تھے حتیٰ کہ مر گئے، کیوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفرانِ نعمت کے ساتھ تبدیل کر دیا تھا۔

رہا یہ کہ حسن بصری نے یہ کہا کہ کاش! حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ حدیث حجاج کو نہ سناتے، اس کی وجہ یہ تھی کہ حسن بصری کو یہ خطرہ تھا کہ اب حجاج بھی اپنے مخالفین کو ایسی ہی سزائیں دے گا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۸۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۶۔ بَابُ: الدَّوَاءِ بِأَبْوَالِ الْإِبِلِ — اونٹوں کے پیشاب سے علاج کرنے کا بیان

اس باب میں اونٹوں کے پیشاب سے علاج کرنے کا بیان کیا گیا ہے۔

۵۶۸۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه أَنَّ نَاسًا اجْتَوَوْا فِي الْمَدِينَةِ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَلْحَقُوا بِرَاعِيهِ يَعْنِي الْإِبِلَ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَلَحِقُوا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ چند لوگوں کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

بِرَاعِيهِ فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا حَتَّى صَلَحَتْ أَبْدَانُهُمْ فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَسَاقُوا الْإِبِلَ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَبَعَثَ فِي طَلَبِهِمْ فَجِيءَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ قَالَ قَتَادَةُ فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الْحُدُودُ

نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے چرواہے کے ساتھ لاحق ہو جائیں، یعنی آپ کے اونٹوں کے چرواہے کے ساتھ، پس وہ ان (اونٹوں) کے دودھ اور پیشاب کو پئیں، سو وہ آپ کے چرواہے کے ساتھ لاحق ہو گئے، پھر انہوں نے اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پیا حتیٰ کہ ان کے بدن تندرست ہو گئے، پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ چرواہے کو قتل کیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کی تلاش میں صحابہ کو بھیجا، پھر ان کو پکڑ کر لایا گیا، تو ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ ڈالا گیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیں پھیری گئیں۔

قتادہ نے کہا: مجھے محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی کہ یہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۸، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۵۶۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں یا ان کی آنکھوں کو نکال دیا گیا، یہ سلوک ان کے ساتھ اس لیے کیا گیا تھا کہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے چرواہے کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۸۶ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کے پیشاب کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام ابونعیم نے اپنی کتاب الطب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میدانوں کے اونٹوں کا پیشاب پیو اور اونٹنیوں کا دودھ پیو، اور ہمارے اصحاب شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نجس چیزوں سے علاج کرنا جائز ہے، اور امام مالک کے نزدیک اونٹوں کا پیشاب پاک ہے اور اسی طرح ہر وہ جانور جس کا گوشت کھایا جاتا ہو، اس کا پیشاب پاک ہے۔ ان سے پوچھا گیا: اور گھوڑوں کا پیشاب؟ تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ ان سے کہا گیا کہ اونٹنیوں سے دودھ نکالا جاتا ہے تو وہ

اس میں پیشاب کر دیتی ہیں؟، انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے، اور دوسرے جانوروں کا پیشاب نجاستِ غلیظہ ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۵۷۔۳۵۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۔ بَابُ: الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ — کلونجی کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کلونجی میں موت کے سوا ہر مرض کی شفاء ہے۔

۵۶۸۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ أَبْجَرَ فَمَرِضَ فِي الطَّرِيقِ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ فَعَادَهُ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ فَقَالَ لَنَا عَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الْحُبَيْبَةِ السَّوْدَاءِ فَخُذُوا مِنْهَا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا فَاسْحَقُوهَا ثُمَّ اقْطُرُوهَا فِي أَنْفِهِ بِقَطَرَاتِ زَيْتٍ فِي هَذَا الْجَانِبِ وَفِي هَذَا الْجَانِبِ فَإِنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْنِي أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِنَّ هَذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا مِنَ السَّامِ قُلْتُ وَمَا السَّامُ قَالَ الْمَوْتُ

(سنن ابن ماجہ: ۳۴۴۹، مسند احمد: ۲۴۵۴۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از منصور از خالد بن سعد، انہوں نے کہا: ہم باہر نکلے اور ہمارے ساتھ حضرت غالب بن ابجر تھے، سو وہ راستہ میں بیمار ہو گئے، پھر مدینہ پہنچے اور وہ بیمار ہی تھے، پھر حضرت ابن ابی عتیق نے ان کی عیادت کی، پس انہوں نے ہم سے کہا: تم اس سیاہ چھوٹے دانے یعنی کلونجی کو لازم کرلو، پس اس میں سے پانچ یا سات دانے لو اور ان کو پیسو (پھر اس میں روغن ملا کر) ناک میں زیتون کے تیل کے قطرات ڈالو، ناک کی اس جانب بھی اور ناک کی دوسری جانب بھی، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے کہ یہ کلونجی ہر بیماری کی شفاء ہے سوائے سام کے، میں نے پوچھا: سام کیا ہے تو انہوں نے کہا: موت۔

صحیح البخاری: ۵۶۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

کلونجی گرم خشک ہوتی ہے، اس لیے نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ کلونجی ہر بیماری کی دوا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جو بیماری رطوبت اور بلغم سے پیدا ہو کلونجی اس کے لیے شفاء ہے۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس میں عموم کا ارادہ بھی ہو سکتا ہے بایں طور کہ یہ تمام بیماریوں کی شفاء ہو لیکن اس شرط کے ساتھ کہ دوسری دواؤں کے ساتھ کلونجی کو ملایا جائے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ عموم کا ارادہ کرنا واجب ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے استثناء فرمایا ہے کہ موت کے سوا کلونجی ہر مرض کا علاج ہے اور یہ امر ممکن ہے اور

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صادق القول ہیں، انہوں نے اس کی خبر دی ہے۔ اور لفظ عام ہے جیسا کہ استثناء کی دلیل سے ظاہر ہوتا ہے۔
اور ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ شہد بھی اطباء کے نزدیک کلونجی کے قریب ہے کہ وہ بھی ہر مرض کی دوا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس (شہد) میں لوگوں کے لیے شفاء ہے، (النحل: ٦٩)۔ لیکن بعض امراض ایسے ہیں کہ ان میں اگر شہد پیا جائے تو بیمار کو نقصان ہوتا ہے (جیسے شوگر کے مرض میں)۔ تو یہی کہا جائے گا کہ اکثر اور اغلب یہی ہے کہ اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے، اسی طرح کلونجی کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ اکثر اور اغلب یہی ہے کہ یہ لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ طیبی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا: اگرچہ حدیث کا مفہوم عام ہے لیکن یہ خاص طور پر انہی امراض میں زیادہ فائدہ مند ہے جو رطوبت اور بلغم سے پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ کلونجی کی تاثیر خشک اور گرم ہوتی ہے، اس لیے ان امراض کو دفع کرتی ہے جو اس کی ضد ہیں۔
بعض علماء نے کہا کہ کلونجی تمام بیماریوں کے لیے مفید ہے، بعض امراض میں منفرد اور بعض امراض میں مرکب، بایں طور کہ اس کو کسی بھی دوا میں خاص مقدار اور مناسب ترکیب کے ساتھ شامل کیا جائے تو اس کے صحت بخش اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

(شرح الطیبی شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الطب ص ۲۹۷، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۷۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

٥٦٨٨۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَالسَّامُ الْمَوْتُ وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ الشُّونِيزُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی اور سعید بن المسیب نے کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کلونجی میں ہر بیماری کے لیے شفاء ہے سوائے موت کے۔ ابن شہاب نے کہا: السام کا معنی ہے: الموت اور الحبۃ السوداء کا معنی ہے: شونیز (یعنی کلونجی)۔

(صحیح مسلم: ۲۲۱۵، سنن ترمذی: ۲۰۴۱، سنن ابن ماجہ: ۳۴۴۷، مسند احمد: ۷۵۰۴)

اس حدیث کی شرح بھی وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث کی شرح ہے۔

٨۔ بَابُ: التَّلْبِينَةِ لِلْمَرِيضِ
مریض کے لیے تلبینہ کا بیان

تلبینہ دودھ، شہد اور گندم یا جو سے بنایا جاتا ہے، یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو بیماروں کو اور غمزدہ لوگوں کو کھلایا جاتا ہے۔

٥٦٨٩۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينِ لِلْمَرِيضِ وَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الْهَالِكِ وَكَانَتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن یزید نے خبر دی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ مریض کے لیے تلبینہ کا

Marfat.com

تَقُولُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ التَّلْبِينَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيضِ وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ

(صحیح البخاری: ۵۶۸۹، ۵۶۹۰، صحیح مسلم: ۲۲۱۶، مسند احمد: ۲۳۹۹۱)

حکم دیتی تھیں اور اس غمزدہ شخص کے لیے جو مرنے کے قریب ہو اور بیان کرتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک علبینہ مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے اور اس کے بعض غم کو دور کرتا ہے۔

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز لکھتے ہیں:

''التلبينة'' آٹے اور دودھ سے یا بھوسی اور دودھ سے بنایا جاتا ہے، اس میں شہد بھی ڈالتے ہیں اور گوشت کے شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر پکائیں تو اسے ثرید کہتے ہیں اور کبھی اس میں گوشت بھی شریک رہتا ہے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۴۰، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۴ء)

صحیح البخاری: ۵۶۸۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسحاق بن ابی طلحہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''التلبين'' ہر بیماری میں شفاء ہے۔

(الطب النبوی ج ۲ ص ۴۳۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو ہم پتیلی کو چولہے پر رکھ دیتے، پھر اس میں گندم اور گھی ڈالتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے سینے میں سختی کی اور سر میں درد کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم ''التلبين'' بنا کر چاٹو، کیونکہ اس میں اس کا علاج ہے۔

ابونعیم نے کہا ''التلبینہ'' خالص آٹا ہے اور دوسری قوموں نے کہا کہ اس میں چربی ملی ہوئی ہوتی ہے۔

(الطب النبوی ج ۲ ص ۴۳۵) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۱۷۶-۱۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حبان کا ذکر ہے، یہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ھالك'' یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس غمزدہ کے لیے علبینہ بنانے کا حکم دیتیں جو مرنے کے قریب ہو۔ اس حدیث میں ''تجم'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: راحت پہنچانا یعنی علبینہ مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بھوک غم کو زیادہ کرتی ہے اور تلبینہ بھوک کو ختم کرتا ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ: گندھا ہوا آٹا جس میں خمیر نہ ہو، اس کو لیا جائے اور اس کا پانی نکالا جائے اور یہ پانی بہت زیادہ فائدہ مند ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں "التلبینه" کا ذکر ہے، (اس میں تاء پر زبر ہے اور لام پر جزم ہے اور باء کے نیچے زیر ہے اور یاء ساکن ہے اور آخر میں نون ہے)۔ یہ وہ طعام ہے جو آٹے یا بھوسی سے بنایا جاتا ہے اور بعض اوقات اس میں شہد بھی ڈالا جاتا ہے، اس کو التلبینہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سفید ہونے میں اور پتلا ہونے میں دودھ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور جو اس میں رقیق ہو اور پکا ہوا ہو، وہ نفع آور ہوتا ہے اور جو گاڑھا اور کچا ہو، وہ نفع آور نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "التلبینه" سے مراد "الحساء" ہے، یعنی وہ طعام جو آٹے یا بھوسی میں پانی ملا کر پتلا پتلا تیار کیا جاتا ہے، اور اس کو "التلبین" بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ سفیدی میں دودھ کے مشابہ ہوتا ہے، پس اگر یہ پتلا نہ ہو اور گاڑھا ہو تو اس کو الخزیرہ کہتے ہیں، اور کبھی اس میں شہد اور دودھ بھی ڈالا جاتا ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے "التلبین" اور التلبینہ وہ خوراک ہے جو آٹے سے بنائی جاتی ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو پانی اور تیل سے بنایا جاتا ہے اور کبھی یہ میٹھا ہوتا ہے اور کبھی پتلا ہوتا ہے اور اس کو چاٹ چاٹ کر کھایا جاتا ہے یا گھونٹ بھر کر پیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۶۹۰ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينَةِ وَتَقُولُ هُوَ الْبَغِيضُ النَّافِعُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ تلبینہ بنانے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ مریض اس کو ناپسند کرتا ہے اور یہ اس کے لیے نفع آور ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۸۹، ۵۶۹۰، صحیح مسلم: ۲۲۱۶، مسند احمد: ۲۳۹۹۱)

صحیح البخاری: ۵۶۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن مسہر کا ذکر ہے، مسہر باب اسہار سے اسم فاعل ہے، یہ موصل کے قاضی تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، یہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں "البغیض" کا ذکر ہے، یہ عظیم کے وزن پر ہے اور بغض سے ماخوذ ہے، یعنی مریض اس کو ناپسند کرتا ہے

حالانکہ یہ اس کے لیے نفع بخش ہے جیسے دوسری دواؤں کو بھی مریض ناپسند کرتا ہے اور وہ اس کے لیے نفع بخش ہوتی ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۳۔ ۳۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابُ: السَّعُوطِ ناک میں دوا ڈالنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی اس باب میں سعوط کا حکم بیان کیا گیا ہے، ''سعوط'' کا معنی ہے: وہ دوا جو ناک میں ٹپکائی جائے۔ ابوالفرج نے کہا ہے: ''اسعاط'' کا معنی ہے: تیل یا کسی اور چیز کو ناک کے آخر میں ڈالا جائے، عام ازیں کہ سانس کے ذریعہ اس دوا کو کھینچا جائے یا دوا کو ٹپکا دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۹۱۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم احْتَجَمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَاسْتَعَطَ۔ (صحیح مسلم: ۱۲۰۲، مسند احمد: ۲۳۳۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اس کی اجرت دی اور ناک میں دوا ڈالی۔

صحیح البخاری: ۵۶۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ناک میں دوا ڈالنا'' اور اس حدیث میں بھی ذکر ہے کہ آپ نے ناک میں دوا ڈالی یا ٹپکائی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں وہیب کا ذکر ہے، وہ ابن خالد ہیں۔ اور ابن طاؤس کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن طاؤس ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''استعط'' کا ذکر ہے، یعنی ناک میں ڈالی جانے والی دوا آپ نے اس طرح استعمال کی کہ آپ چت لیٹ گئے، دونوں کندھوں کے درمیان کوئی ایسی چیز رکھ دی کہ وہ بلند ہو گئے اور سر مبارک زمین کی طرف جھک گیا، پھر ناک میں دماغ تک پہنچانے کے لیے دوا ٹپکائی تاکہ چھینک کے ذریعہ بیمار جراثیم نکل جائیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۱۰۔ بَابُ: السَّعُوطِ بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ وَالْبَحْرِيِّ وَهُوَ الْكُسْتُ مِثْلُ الْكَافُورِ وَالْقَافُورِ مِثْلُ كُشِطَتْ وَقُشِطَتْ نُزِعَتْ وَقَرَأَ عَبْدُ اللهِ قُشِطَتْ

قسط ہندی اور قسط بحری کو ناک میں چڑھانا اور یہی لفظ الکُست ہے جیسے الکافور اور القافور ہے اور جیسے کشطت اور قشطت ہے، اس کا معنی ہے: (جب آسمان کو) کھینچ لیا جائے گا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قُشِطت پڑھا ہے۔

باب مذکور کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

قُسط کے تلفظ کی تحقیق

ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے: قُسط کی دو قسمیں ہیں: ایک ہندی ہے اور یہ سیاہ رنگ کی ہوتی ہے، اور دوسری بحری ہے وہ سفید رنگ کی ہوتی ہے۔ اور ہندی کی حرارت بہت شدید ہوتی ہے۔

قُسط ایک دوا کا نام ہے، یہ ایک جڑی بوٹی ہے اور اس کو اردو میں کوٹھ کہتے ہیں۔

امام بخاری نے اپنے عنوان میں کہا ہے: ''اور یہی الکُست ہے''۔ یعنی قُسط کا تلفظ قاف کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور کاف کے ساتھ بھی ہوتا ہے، کیونکہ قاف اور کاف قریب المخرج حروف ہیں، اس لیے ایک حرف کو دوسرے حرف سے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۸۲، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۳۹، ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۲۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اس کی مزید دو مثالیں دی ہیں۔ ایک قافور اور کافور، یعنی اس لفظ کو قاف اور کاف دونوں سے پڑھنا درست ہے، اور دوسری مثال کشطت اور قشطت ہے، یہ لفظ سورۃ تکویر کی آیت نمبر ۱۱ میں ہے:

وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ (التکویر: ۱۱) اور جب آسمان کو کھینچ لیا جائے گا O

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ''قُشِطَتْ'' قاف کے ساتھ پڑھا ہے۔ کیونکہ قاف اور کاف قریب المخرج ہیں، اس لیے ایک کو دوسرے سے تبدیل کرنے کی وسعت ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۸۷، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۶۹۲۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ يُسْتَعَطُ بِهِ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلَدُّ بِهِ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از عبید اللہ از ام قیس بنت محصن، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم عود ہندی (کوٹھ) کے استعمال کو لازم کرلو، کیونکہ اس میں سات (بیماریوں کی) شفاء ہے۔ حلق کے ورم میں

Marfat.com

اس کو ناک میں چڑھایا جاتا ہے، اور پسلی کے درد میں اس کو حلق میں ڈالا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۳، ۵۷۱۵، ۵۷۱۸، صحیح مسلم: ۲۸۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۲، مسند احمد: ۲۶۴۶۳)

صحیح البخاری: ۵۶۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "علیکم" یہ اسمِ فعل ہے اور اس کا معنی ہے: اس کے استعمال کو لازم کرلو۔

عودِ ہندی کی تعریف

اس حدیث میں مذکور ہے "العود الھندی" یہ ایک لکڑی ہے جو ہندوستان کے شہروں سے لائی جاتی ہے، اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے۔ اس کو چبایا جائے یا اس کے ساتھ کلی کی جائے تو منہ خوشبودار ہو جاتا ہے (اسی کو اردو میں کوٹھ کہتے ہیں)۔ اس کو جب پانی میں ڈال کر پیا جائے تو یہ جگر کے درد میں اور سینہ کے درد میں اور انتڑیوں کے زخم میں فائدہ پہنچاتی ہے اور بہترین عود المندلی ہے اور پھر البندی ہے۔ اور عود کی کئی قسمیں ہیں۔ عودِ ہندی سب سے افضل ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔

عودِ ہندی یا القسط لکڑی ہے یا جڑی بوٹی ہے، اس کو جلا کر اس کے دھوئیں کو ناک میں پہنچایا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سبعة اشفية" یہ شفاء کی جمع ہے جیسے دوا کی جمع ادویہ ہے، یعنی اس میں سات (بیماریوں کی) شفاء ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قُسط یا عُود ہندی کی سات شفاء کا ذکر کیا ہے، اور ان میں سے دو بیماریوں کی شفاء کا نام لیا ہے، ان میں سے ایک حلق کا ورم ہے اور دوسری پسلی کا درد ہے، اس حدیث میں صرف ان دو بیماریوں کی شفاء کا ذکر ہے اور باقی پانچ بیماریوں کی شفاء کا ذکر نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سات بیماریوں کی شفاء کا ذکر کیا تھا لیکن راوی نے صرف دو کا ذکر کیا اور باقی پانچ بیماریوں کو چھوڑ دیا، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی بیماریوں کی شفاء کو شہرت کی بناء پر ترک کر دیا اور اطباء نے عودِ ہندی کی سات سے زیادہ بیماریوں میں شفاء اور اس کے منافع ذکر کیے ہیں۔

پس اگر تم سوال کرو کہ جب یہ جڑی بوٹی کثیر المنافع ہے تو سات کے ساتھ تخصیص کی کیا وجہ ہے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کی تعیین اس لئے فرمائی کہ آپ کو سات بیماریوں کی شفاء کا وحی سے علم ہو گیا تھا اور آپ کے نزدیک محقق ہو گیا تھا اور دیگر بیماریوں میں اس کی شفاء کا علم تجربہ سے ہوا ہے، سو آپ نے اس کا ذکر کیا جس کا علم آپ کو وحی سے ہوا ہے اور دوسری بیماریوں کی شفاء کا ذکر نہیں کیا۔ یا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ان کا ذکر فرمایا جن کی ضرورت ہوتی ہے اور جن کی ضرورت نہیں ہوتی ان کو چھوڑ دیا، کیونکہ آپ طب کی تفاصیل کو بیان کرنے کے لیے مبعوث نہیں ہوئے اور نہ طب کی صنعت کی تعلیم دینے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔

اور اطباء نے ذکر کیا ہے کہ قسط کے فوائد میں سے یہ ہیں کہ یہ حیض کو جاری کرتی ہے، پیشاب کو جاری کرتی ہے، انتڑیوں کے کیڑوں کو مارتی ہے، زہریلے مادوں کو دور کرتی ہے، معدہ کو گرم رکھتی ہے، جماع کی شہوت کو تحریک دیتی ہے اور چھائیوں کو دور کرتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من العذرۃ'' خون کے جوش سے حلق میں جو ورم ہو جاتا ہے، اس کو عذرۃ کہتے ہیں، القسط اس بیماری میں آرام پہنچاتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ العذرۃ ایک چھالہ ہے جو ناک اور حلق کے درمیان بچوں کو عارض ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''یلدّ بہ'' یعنی اس قسط کو منہ کی ایک جانب میں ڈالا جاتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''من ذات الجنب'' اس سے مراد پسلیوں کا درد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۵۔ ۳۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۹۳۔ وَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِابْنٍ لِي لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّ عَلَيْهِ

(نیز ام قیس بنت محصن بیان کرتی ہیں)، میں نبی ﷺ کے پاس اپنے اس بیٹے کو لے کر گئی جس نے ابھی طعام کھانا شروع نہیں کیا تھا، اس نے آپ کے (کپڑوں) پر پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگا کر اس کے اوپر چھڑکا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۷، سنن ترمذی: ۷۱، سنن نسائی: ۳۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۷۴، سنن ابن ماجہ: ۵۲۴، مسند احمد: ۲۶۵۶، موطا امام مالک: ۱۴۳، سنن دارمی: ۷۴۱)

صحیح البخاری: ۵۶۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں باب ''بول الصبیان'' میں گزر چکی ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت ام قیس بنت محصن اپنے چھوٹے بیٹے کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئیں جس نے ابھی طعام کھانا شروع نہیں کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنی گود میں بٹھالیا، اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگایا اور اس پر چھڑکا اور اس کو دھویا نہیں۔ اور اس کی شرح وہاں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جو بچہ دودھ پیتا ہو اور اس نے طعام کھانا شروع نہ کیا ہو، تو اس کا پیشاب نجس نہیں ہے، اگر اس کا پیشاب کپڑوں پر لگ جائے تو اس کپڑے کو دھونا ضروری نہیں ہے اس پر صرف پانی چھڑک دینا کافی ہے اور اگر بچی کا پیشاب کپڑے پر لگ جائے تو وہ نجس ہے، اس کو دھویا جائے گا۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ پیشاب مطلقاً نجس ہے، خواہ بچے کا ہو یا بچی کا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مطلقاً فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذابِ قبر اسی سے ہوتا ہے۔ (سنن دارقطنی: ۴۵۷، دارالمعرفہ بیروت، اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔ اور اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ نے اس کے اوپر پانی چھڑکا، اس کے لیے عربی میں لفظ ہے ''فنضحہ'' اور نضح کا معنی: دھونا بھی آتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس کپڑے کو دھویا اور نضح سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ اس کو زیادہ شدت اور زیادہ مبالغہ سے نہیں دھویا۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

۱۱۔ بَابٌ: أَيَّ سَاعَةٍ يَحْتَجِمُ
اس کا بیان کہ کس وقت میں فصد لگوائے

وَاحْتَجَمَ أَبُو مُوسَى لَيْلًا۔
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رات کو فصد لگوائی۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کس ساعت میں فصد لگوائی جائے، ساعت سے مراد مطلق زمانہ ہے، ساعتِ متعارفہ مراد نہیں ہے جس کا معنی ایک گھنٹہ ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: امام بخاری کی اس عنوان سے غرض یہ ہے کہ کسی دن اور کسی وقت میں بھی فصد لگوائی جائے تو کوئی کراہت نہیں ہے، اور کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہے کہ مہینہ کے کون سے دن کے اندر فصد لگوائی جائے، اسی وجہ سے امام بخاری نے اس کے متعلق ایک حدیث بھی ذکر نہیں کی جس سے وقت کا تعین مستفاد ہوتا۔

وقت کے تعین کے متعلق بعض احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے سترہ تاریخ کو فصد لگوائی یا انیس تاریخ کو یا اکیس تاریخ کو تو یہ ہر بیماری سے شفاء ہے۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گردن کی ہر دو جانب پوشیدہ رگوں میں فصد لگواتے تھے اور پیٹھ کے اوپری حصہ میں فصد لگواتے تھے اور آپ سترہ تاریخ کو، انیس تاریخ کو اور اکیس تاریخ کو فصد لگواتے تھے، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

نیز امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فصد لگانے والا بندہ کیا خوب بندہ ہے، وہ خون نکال لیتا ہے، کمر میں تخفیف کرتا ہے اور آنکھوں کی بینائی تیز کرتا ہے۔ اور بہترین دن جس میں تم فصد لگواؤ، وہ سترہ تاریخ ہے، انیس تاریخ ہے اور اکیس تاریخ ہے۔

فصد لگوانے کے فضائل میں احادیث

حافظ ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سر میں فصد لگوانا سات چیزوں سے شفاء ہے: (۱) جنون (۲) جذام (۳) برص (۴) اونگھنا (۵) داڑھ کا درد (۶) سر کا درد (۷) آنکھوں میں اندھیرے کو پانا۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فصد لگوانے سے حافظہ زیادہ ہوتا ہے اور عقل زیادہ ہوتی ہے، پس اللہ کا نام لے کر جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار، پیر اور منگل کو فصد لگوائی جائے اور بدھ کے دن فصد نہ لگواؤ، کیونکہ جنون، جذام اور برص بدھ کی رات کو نازل ہوتے ہیں۔

اور امام ابوداؤد نے سلمٰی سے روایت کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم ہیں کہ جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سر کے درد

Marfat.com

کی شکایت کرتا تو آپ اس سے فرماتے کہ فصد لگواؤ، اور جو شخص آپ سے پیروں کے درد کی شکایت کرتا تو آپ اس سے فرماتے کہ مہندی لگاؤ۔

میں کہتا ہوں: ان مذکورہ احادیث میں فصد لگوانے کے لیے دنوں اور تاریخ کی تعیین ہے، لیکن امام بخاری نے ان کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ یہ احادیث امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے رات کو فصد لگوائی۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ کا نام ہے عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ، اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور امام بخاری نے اس روایت کا اس لئے ذکر کیا ہے کہ فصد لگوانے کے لیے نہ دن کا وقت معین ہے اور نہ رات کا وقت معین ہے بلکہ رات اور دن کے کسی بھی وقت میں فصد لگوائی جا سکتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ صَائِمٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور اس دن آپ روزہ سے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۳۵، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۲۱۰۳، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۵۶۹۱، ۵۶۹۴، ۵۶۹۵، ۵۶۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱، صحیح مسلم: ۱۲۰۲، سنن ترمذی: ۸۳۹، سنن نسائی: ۲۸۴۵، سنن ابوداؤد: ۱۸۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۱، مسند احمد: ۲۸۸۳، سنن دارمی: ۱۸۱۹)

صحیح البخاری: ۵۶۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب امام بخاری نے یہ ذکر کیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رات کو فصد لگوائی تو امام بخاری نے پھر یہ بھی ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دن میں فصد لگوائی ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ آپ نے روزہ کی حالت میں فصد لگوائی اور روزہ دن میں رکھا جاتا ہے۔ اس لئے یہ حدیث اور اس کی تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ فصد لگوانے کے لیے کوئی وقت معین نہیں ہے۔

اس حدیث کی سند میں ابومعمر کا ذکر ہے، معمر کی دونوں میموں پر زبر ہے، ان کا نام عبداللہ بن عمرو المقعد البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالوارث کا ذکر ہے، وہ ابن سعید ہیں۔ اور ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۷۔۳۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۶۹۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

فصد لگوانے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ سے یہ سوال کیا گیا کہ پندرہ تاریخ کو، سترہ تاریخ کو اور تیئیس تاریخ کو فصد لگوائی جائے تو انہوں نے کہا: فصد لگوانے کے لیے کسی دن کو معین کرنا مکروہ ہے اور انہوں نے کہا: میں فصد لگوانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، خواہ وہ ہفتہ کے دن لگوائی جائے، بدھ کے دن لگوائی جائے اور تمام دنوں میں لگوائی جائے، اسی طرح سفر میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ کسی دن بھی کیا جائے اور نکاح میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ کسی دن بھی کیا جائے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں کسی دن کی تعیین سے انکار کیا ہے۔

اور اللیث نے کہا: میں ہفتہ اور بدھ کے دن فصد لگوانے سے اجتناب کرتا ہوں کیونکہ اس سلسلہ میں مجھ کو حدیث معلوم ہوئی ہے، اور ابن سیرین کے متعلق امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ وہ سترہ تاریخ سے بیس تاریخ تک فصد لگوانے کو اچھا سمجھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو جو فصد لگوانے کا حکم دیا ہے، وہ حکم بطور استحباب ہے اور نبی ﷺ نے امت کو وہ کام کرنے کا حکم دیا ہے جس میں اس کے لیے نفع ہے اور اس لیے کہ جسم میں خون کی کثرت مضر ہوتی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۸۳۔ ۳۸۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۱۲۔ بَابُ: اَلْحَجْمِ فِی السَّفَرِ وَالْإِحْرَامِ سفر اور احرام میں فصد لگوانے کا بیان

قَالَهُ ابْنُ بُحَيْنَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔ حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ نے اس کی نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سفر میں فصد لگوانا اور حج کے لیے احرام باندھا ہوا ہو، اس صورت میں فصد لگوانا جائز ہے۔

امام بخاری نے یہاں پر تعلیق ذکر کی ہے کہ حضرت ابن بُحینہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نبی ﷺ سے بیان کیا۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن بُحینہ رضی اللہ عنہ کی ماں کا نام بُحینہ ہے، اور ان کا پورا نام ہے: عبداللہ بن مالک بن القشب الازدی، یہ ازد شنوءہ میں سے ہیں، ان کی وفات اس وقت ہوئی تھی جب مدینہ میں مروان کی حکومت کے آخری ایام تھے اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا۔ اور بُحینہ بنت الحارث بن المطلب بن عبد مناف ہیں، عنقریب ان کی حدیث موصول آئے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۹۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ وَعَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس اور عطاء، از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فصد لگوائی اور اس وقت آپ محرم تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۲، سنن ترمذی: ۸۳۹، سنن نسائی: ۲۸۴۵، سنن ابوداؤد: ۱۸۳۵، سنن ابن ماجہ: ۱۶۸۲، مسند احمد: ۲۸۲۳، سنن دارمی: ۱۸۱۹)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۶۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں: سفر میں فصد لگوانا اور حج کے احرام میں فصد لگوانا، اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے حالتِ احرام میں فصد لگوائی، تو یہ حدیث عنوان کے دوسرے جز کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور عمرو کا ذکر ہے، وہ ابن دینار ہیں۔ اور عطاء کا ذکر ہے، وہ ابن ابی رباح ہیں۔ یہ حدیث کتاب الحج میں گزر چکی ہے، وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳۔ بَابُ: الْحِجَامَةِ مِنَ الدَّاءِ — بیماری کی وجہ سے فصد لگوانے کا بیان

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیماری کی وجہ سے فصد لگوانا جائز ہے۔

۵۶۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ أَجْرِ الْحَجَّامِ فَقَالَ احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ وَأَعْطَاهُ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفُوا عَنْهُ وَقَالَ إِنَّ أَمْثَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ وَقَالَ لَا تُعَذِّبُوا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْقُسْطِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حُمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے فصد لگانے والے کی اجرت سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی، آپ کو حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے فصد لگائی تھی، اور آپ نے اس کو دو صاع (آٹھ کلو گرام) طعام عطا کیا۔ اور ان کے مالکوں سے سفارش کی تو انہوں نے حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کے خراج میں تخفیف کر دی۔ اور آپ نے فرمایا: تم لوگ جن دواؤں سے علاج کرتے ہو، ان میں بہترین دوا فصد ہے اور قسط بحری ہے (یعنی وہ عودِ ہندی جو سمندر کے راستے لائی گئی ہو) اور آپ نے فرمایا: جب تمہارے بچوں کے تالو میں ورم آ جائے تو اپنے بچوں کے تالو کو دبا کر انہیں ایذاء نہ پہنچاؤ اور تم القسط کو استعمال کرو، (یعنی عودِ ہندی کو پیس کر ان کے تالو پر لگاؤ)۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷۷، سنن ترمذی: ۱۲۷۸، سنن ابوداؤد: ۳۴۲۴، مسند احمد: ۱۲۴۷۲، موطا امام مالک: ۱۸۲۱، سنن دارمی: ۲۶۲۲)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۶۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، اور وہ عبداللہ بن مبارک ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت ابوطیبہ کا ذکر ہے، اکثر کے نزدیک ان کا نام نافع ہے اور یہ بنو بیاضہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس حدیث میں مذکور ہے ''آپ نے ان کو دو صاع طعام عطا کیا''۔ یعنی دو صاع گندم عطا کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان کے مالکوں نے ان سے خراج میں تخفیف کر دی'' یعنی ان کے مالکوں نے ان پر لازم کیا تھا کہ وہ اتنی رقم روز کمائی کر کے لا کر دیں، اس کو خراج کہتے ہیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی سفارش کی تو انہوں نے اس خراج میں تخفیف کر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بالغمز'' یعنی جب بچوں کے تالو میں ورم آ جاتا تھا تو عورتیں ان کے تالو کو دباتی تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے تالو کو دبا کر انہیں ایذاء نہ پہنچاؤ، امام طبری نے سندِ صحیح کے ساتھ ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ جب مرد کی عمر چالیس سال ہو جائے تو وہ فصد نہ لگوائے۔ بعض شارحین نے لکھا ہے: یہ اس پر محمول ہے کہ ان کو فصد لگوانے کی ضرورت نہ ہو اور ان پر محمول ہے جن کا فصد لگوانا قابلِ شمار نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۵۸۔ ۳۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۹۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَغَيْرُهُ أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما عَادَ الْمُقَنَّعَ ثُمَّ قَالَ لَا أَبْرَحُ حَتَّى تَحْتَجِمَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ إِنَّ فِيهِ شِفَاءً۔ (صحیح مسلم: ۲۲۰۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن تلید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو وغیرہ نے خبر دی کہ ان کو بکیر نے حدیث بیان کی کہ عاصم بن عمر بن قتادہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے المقنع کی عیادت کی، پھر کہا: میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ تم فصد لگوا لو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس میں شفاء ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے سعید بن تلید ، یہ سعید بن عیسیٰ بن تلید ہے، ان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اور یہ مصری ہیں، ابن یونس نے ان کی توثیق کی ہے اور کہا ہے: یہ فقیہ تھے اور حدیث میں بہت ماہر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں بُکیر کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ بن الاشج ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے المُقنع کی عیادت کی ہے، یہ ابن سنان تابعی ہیں، یعنی ان کے مرض میں ان کی عیادت کی، پھر کہا: میں تمہارے پاس سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ تم فصد لگوالو اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فصد میں شفاء ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

فصد کا بیان

ہمارے زمانہ میں بھی اگر جسم کے کسی عضو کا خون فاسد ہو جائے تو ڈاکٹر سرنج کے ذریعہ فاسد خون نکال لیتے ہیں اور اس سے مریض تندرست ہو جاتا ہے یا کسی انسان کا مزاج گرم ہو اور اس میں خون زیادہ ہو تب بھی اس کا خون نکال لیا جاتا ہے اور اس سے وہ انسان معتدل ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور فقہاء تابعین کے دور میں فصد کے ذریعے خون نکلوانے کا رواج تھا، اور ہر شخص خون نہیں نکالتا تھا بلکہ جو اس فن کا ماہر ہوتا تھا وہ مخصوص رگ میں نشتر چبھو کر خون نکالتا تھا اور اس شخص کو اپنے تجربہ اور مہارت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کون سی رگ سے خون نکالنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فصد لگوا کر خون نکلوایا ہے، اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں کیا حکمت تھی، ہو سکتا ہے کہ آپ کا مقصود یہ تعلیم دینا ہو کہ اگر کسی شخص کو فصد لگوانے کی ضرورت ہو تو اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فصد لگوانے کا نمونہ ہو۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۴- بَابٌ: اَلْحِجَامَةُ عَلَى الرَّأْسِ — سر پر فصد لگانے کا بیان

اس باب میں سر پر فصد لگانے کا بیان ہے۔

۵۶۹۸- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجَ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ ابْنَ بُحَيْنَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم احْتَجَمَ بِلَحْيِ جَمَلٍ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از علقمہ، انہوں نے عبد الرحمٰن الاعرج سے سنا، انہوں نے عبد اللہ ابن بُحینہ سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے راستے میں لحی جمل کے مقام پر اپنے سر کے وسط میں فصد لگوائی اور اس وقت آپ محرم تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۳۶، ۵۶۹۸، صحیح مسلم: ۱۲۰۳، سنن نسائی: ۲۸۵۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۱، مسند احمد: ۲۲۳۱۶، سنن دارمی: ۱۸۲۰)

Marfat.com

صحیح البخاری:۵۶۹۸،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث میں اسماعیل کا ذکر ہے،اور وہ ابن ابی اویس ہیں۔اور سلیمان کا ذکر ہے،وہ ابن بلال ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں لحی جمل کا ذکر ہے،یہ ایک جگہ کا نام ہے،ابن وضاح نے کہا: یہ ایک معروف زمین کا ٹکڑا ہے اور یہی عقبۃ الجحفہ ہے اور یہ السقیاء سے سات میل کے فاصلہ پر ہے،بعض شارحین نے کہا کہ لحی جمل اس آلہ کا نام ہے جس سے فصد لگائی جاتی ہے،یعنی اونٹ کی ہڈی سے فصد لگوائی،علامہ عینی کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ معتمد یہ پہلا قول ہے۔

یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے،البکری نے لکھا ہے: یہ جمل کا کنواں ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ محرم کے لیے بھی رگ سے خون نکلوانا جائز ہے اور پھنسی کو دبا کر اس سے خون نکالنا بھی جائز ہے جب کہ اس سے کسی ممنوع کام کا ارتکاب نہ کرنا پڑے اور اس کا کوئی فدیہ نہیں ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۰)

۵۶۹۹۔ وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم احْتَجَمَ فِي رَأْسِهِ

اور انصاری نے کہا: ہمیں ہشام بن حسان نے خبر دی،انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از ابن عباس رضی اللہ عنہما،کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر میں فصد لگوائی۔

(صحیح البخاری:۵۶۹۸،۱۸۳۵،صحیح مسلم:۱۲۰۳،سنن نسائی:۲۸۵۰،سنن ابن ماجہ:۳۴۸۱،مسند احمد:۲۲۴۶،سنن داری:۱۸۲۰)

صحیح البخاری:۵۶۹۹،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "اور انصاری نے کہا" یہ محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ بن عبداللہ بن انس بن مالک ہیں۔

اس تعلیق کی امام بیہقی نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے از ابی حاتم الرازی۔انہوں نے کہا: ہمیں انصاری نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم تھے اور آپ نے سر درد کی وجہ سے یا کسی بیماری کی وجہ سے فصد لگوائی اور جس جگہ فصد لگوائی اس کو لحی جمل کہا جاتا تھا۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۰،دار الکتب العلمیہ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۔ بَابُ: الْحِجَامَةِ مِنَ الشَّقِيقَةِ وَالصُّدَاعِ

آدھے سر کا درد اور درد سر کی وجہ سے فصد لگوانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے دردِ شقیقہ میں فصد لگوائی، دردِ شقیقہ اسے کہتے ہیں کہ سر کی دو جانبوں میں سے کسی ایک جانب درد ہو، اور صداع کا معنی ہے: سر کے اعضاء میں درد کا ہونا، اور یہ عام کا عطف خاص پر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۰۰۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَأْسِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِ بِمَاءٍ يُقَالُ لَهُ لُحْيُ جَمَلٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ہشام از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے درد کی وجہ سے اپنے سر میں فصد لگوائی اور اس وقت آپ محرم تھے، اس وقت آپ پانی کے گھاٹ کے پاس تھے جس کو لحی جمل کہا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۳۵، ۵۶۹۸، صحیح مسلم: ۱۲۰۳، سنن نسائی: ۲۸۵۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۱، مسند احمد: ۲۲۴۱۶، سنن دارمی: ۱۹۲۰)

۵۷۰۱۔ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي رَأْسِهِ مِنْ شَقِيقَةٍ كَانَتْ بِهِ

اور محمد بن سواء نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے آدھے سر کے درد کی وجہ سے جو آپ کو تھا، اپنے سر میں فصد لگوائی اور اس وقت آپ محرم تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۳۵، ۵۶۹۸، صحیح مسلم: ۱۲۰۳، سنن نسائی: ۲۸۵۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۱، مسند احمد: ۲۲۴۱۶، سنن دارمی: ۱۸۲۰)

صحیح البخاری: ۵۷۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں، پہلا جز ہے دردِ شقیقہ یعنی آدھے سر کا درد اور دوسرا جز ہے سر درد۔ اور یہ حدیث باب کے عنوان کے پہلے جز کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن بشار، بشار میں باء پر زبر ہے اور شین مشدد ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عدی، یہ محمد ہیں اور ابی عدی کا نام ابراہیم البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن حسان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من وجع کان بہ" اس کی تفسیر کی ہے کہ آپ کو دردِ شقیقہ تھا۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے "بماء" یعنی اس پانی کی منزل میں جس کو لحی جمل کہا جاتا تھا۔

اس حدیث کی تعلیق میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ محرم تھے اور آپ نے دردِ شقیقہ کی وجہ سے فصد لگوائی۔

Marfat.com

اس تعلیق کی اسماعیل نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے، انہوں نے کہا: ہمیں ابو یعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ الازدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سواء نے حدیث بیان کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختلف جگہوں میں فصد لگواتے تھے، کیونکہ فصد لگوانے کی ضرورت مختلف اسباب کی وجہ سے پیش آتی تھی، روایت ہے کہ آپ نے خیبر میں جوز ہریلا کھانا کھایا تھا، اس کی وجہ سے آپ کے سر میں درد ہو گیا تھا تو آپ نے سر میں فصد لگوائی۔

اس حدیث میں دردِ شقیقہ کا ذکر ہے: اہلِ طب نے کہا ہے: یہ پرانے امراض میں سے ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ بخارات اوپر چڑھتے ہیں یا اخلاط گرم یا سرد دماغ کی طرف چڑھتے ہیں، پس اگر ان بخارات یا اخلاط کو نکلنے کا راستہ نہ ملے تو اس سے سر میں درد ہو جاتا ہے، اگر وہ سر کے کسی ایک جانب میلان کریں تو پھر دردِ شقیقہ ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۰۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ قَالَ حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِي شَرْبَةِ عَسَلٍ أَوْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْ لَذْعَةٍ مِنْ نَارٍ وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن الغسیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن عمرو نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں خیر ہو تو وہ شہد کے پینے میں ہے یا فصد لگوانے میں ہے یا آگ سے داغنے میں ہے، اور میں داغنے کو پسند نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۹۷، ۵۷۰۲، ۵۷۰۴، صحیح مسلم: ۲۲۰۵، مسند احمد: ۱۴۲۹۱)

صحیح البخاری: ۵۷۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے" آدھے سر کے درد میں فصد لگوانا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس دوا میں خیر ہے وہ فصد لگوانا ہے، اور یہ لفظ آدھے سر کے درد کی وجہ سے فصد لگوانے کو بھی شامل ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن ابان، یہ الوراء کوفی ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے ابن الغسیل، یہ عبد الرحمٰن بن سلیمان ہیں۔ یہ حدیث عنقریب "باب الدواء بالعسل" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۱۔ ۳۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۱۶۔ باب: الْحَلْقِ مِنَ الْأَذَى — تکلیف کی وجہ سے (محرم کے) سر منڈانے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر سر میں تکلیف ہو تو سر کے بالوں کا منڈانا جائز ہے۔

۵۷۰۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبٍ هُوَ ابْنُ عُجْرَةَ قَالَ أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَأَنَا أُوقِدُ تَحْتَ بُرْمَةٍ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَنْ رَأْسِي فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةً أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً قَالَ أَيُّوبُ لَا أَدْرِي بِأَيَّتِهِنَّ بَدَأَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب، انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا از ابن ابی لیلیٰ از کعب اور وہ ابن عجرہ ہیں، انہوں نے بیان کیا: حدیبیہ کے زمانہ میں نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں دیگچی کے نیچے آگ جلا رہا تھا اور جوئیں میرے سر سے گر رہی تھیں، تو آپ نے فرمایا: کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں، آپ نے فرمایا: پس تم سر منڈا لو اور تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک قربانی کر دو۔ راوی ایوب نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ نے کس چیز کے ساتھ ابتدا کی تھی۔

(صحیح البخاری: ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۴۱۵۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۴۵۱۷، ۵۶۶۵، ۵۷۰۳، ۶۸۰۸، صحیح مسلم: ۱۲۰۱، سنن ترمذی: ۲۹۷۴، سنن نسائی: ۲۸۵۱، سنن ابوداؤد: ۱۸۵۶، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۹، مسند احمد: ۱۶۶۶۵، موطا امام مالک: ۹۵۵)

صحیح البخاری: ۵۷۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: ''تکلیف کی وجہ سے سر کے بالوں کو منڈانا'' اور اس حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''تو تم اپنے سر کے بالوں کو منڈا لو''۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

اور اس حدیث کو باب طب میں داخل کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس سے مومن کو ایذاء پہنچے، خواہ وہ ایذاء کم ہو تو اس کے لیے اس ایذاء کے سبب کو زائل کرنا جائز ہے اگرچہ وہ محرم ہو۔ اور اس میں طب کا معنی بھی ہے، کیونکہ طب میں مرض کے زائل کرنے کو بیان کیا جاتا ہے اور جوؤں کی وجہ سے جو سر میں تکلیف ہو رہی ہے، اس کے زائل کرنے کی یہی صورت ہے کہ سر کے بالوں کو منڈا دیا جائے اور ہر تکلیف کو زائل کرنا مباح ہے، لہٰذا جوؤں کو زائل کرنا بھی مباح ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حماد کا ذکر ہے اور وہ ابن زید ہے۔ اور ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔ اور ابن ابی لیلیٰ کا ذکر ہے، وہ عبدالرحمٰن ہیں۔ یہ حدیث کتاب الحج میں ''باب النسک شاۃ'' میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

١٧- بَابُ: مَنِ اكْتَوَى أَوْ كَوَى غَيْرَهُ وَفَضْلِ مَنْ لَمْ يَكْتَوِ

جس نے خود داغ لگوایا یا کسی کو داغ لگایا اور جس نے داغ نہیں لگوایا اس کی فضیلت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ جس نے خود داغ لگوایا یا کسی کو داغ لگایا، اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے لفظ کا معنی ہے: اس نے اپنے لیے داغ لگوایا، اور دوسرا لفظ عام ہے یعنی اپنے لیے داغ لگوایا یا کسی دوسرے کو داغ لگوایا، جیسے کوئی شخص اپنے لیے گوشت بھونے یا کسی دوسرے کے لیے گوشت بھونے، اور اس عنوان کے تین جز ہیں۔ پہلے دو اجزاء سے اشارہ کیا ہے کہ ضرورت کے وقت داغ لگوانا مباح ہے اور تیسرے جز سے یہ اشارہ کیا ہے کہ داغ لگوانے کو ترک کرنا افضل ہے۔ (داغ لگوانے سے مراد یہ ہے کہ کسی مرض کو زائل کرنے کے لیے لوہا گرم کر کے جسم کے کسی حصہ پر داغ لگایا جائے)۔

(عمدۃ القاری ج ٢١ ص ٣٦٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٥٧٠٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْغَسِيلِ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ شِفَاءٌ فَفِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن سلیمان بن الغسیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن عمر بن قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی دوا میں شفاء ہو تو وہ فصد لگانے میں ہے یا آگ سے داغ لگانے میں ہے اور میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری: ٥٦٨٣، ٥٧٠٢، ٥٧٠٤، صحیح مسلم: ٢٢٠٥، مسند احمد: ١٤٢٩١)

صحیح البخاری: ٥٧٠٤، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے تیسرے جز میں مذکور ہے: ''جس نے داغ نہیں لگوایا اس کی فضیلت'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے تیسرے جز کے مطابق ہے۔ یہ حدیث عنقریب گزر چکی ہے ''باب الدواء بالعسل'' میں، لیکن اس باب میں دو چیزوں کا ذکر کیا ہے اور تیسری چیز کو ترک کر دیا ہے اور وہ شہد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢١ ص ٣٦٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

Marfat.com

۵۷۰۵- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہما قَالَ لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ فَذَكَرْتُهُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ وَالنَّبِيَّانِ يَمُرُّونَ مَعَهُمُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ حَتَّى رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ قُلْتُ مَا هَذَا أُمَّتِي هَذِهِ قِيلَ بَلْ هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ قِيلَ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ فَإِذَا سَوَادٌ يَمْلَأُ الْأُفُقَ ثُمَّ قِيلَ لِي انْظُرْ هَا هُنَا وَهَا هُنَا فِي آفَاقِ السَّمَاءِ فَإِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ الْأُفُقَ قِيلَ هَذِهِ أُمَّتُكَ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ فَأَفَاضَ الْقَوْمُ وَقَالُوا نَحْنُ الَّذِينَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاتَّبَعْنَا رَسُولَهُ فَنَحْنُ هُمْ أَوْ أَوْلَادُنَا الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ فَإِنَّا وُلِدْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَخَرَجَ فَقَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَالَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ أَمِنْهُمْ أَنَا قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۰، سنن ترمذی: ۲۴۴۶، مسند احمد: ۲۴۴۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹنے کے علاوہ اور کسی مرض میں دم کرانا جائز نہیں ہے۔ پھر حضرت عمران نے کہا: میں نے اس کا سعید بن جبیر سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں، ایک ایک اور دو دو نبی گزرتے رہے اور ان کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت ہوتی تھی اور ایک نبی ایسا بھی ہوتا تھا جس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہوتا تھا حتیٰ کہ پھر میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت پیش کی گئی، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں، کیا یہ میری امت ہے؟ بتایا گیا: بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہیں۔ کہا گیا: آپ آسمان کے کناروں کی طرف دیکھیں، پس وہاں بہت بڑی جماعت تھی جس نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا، پھر مجھ سے کہا گیا: آپ ادھر اور ادھر دیکھیے یعنی آسمان کے اور کناروں میں تو پس وہاں بہت عظیم جماعت تھی جس نے آسمان کے تمام کناروں کو بھر لیا تھا، بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان لوگوں میں سے ستر ہزار لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ میں داخل ہو گئے اور ان لوگوں کے متعلق کچھ نہیں بیان کیا، پھر صحابہ آپس میں باتیں کرنے لگے اور انہوں نے کہا: ہم ہی وہ لوگ ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے اللہ کے رسول کی پیروی کی، پس ہم ہی وہ لوگ ہیں (جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے) یا پھر ہماری اولاد ہوگی جو اسلام پر پیدا ہوئی، کیونکہ ہم تو زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں پہنچیں تو آپ حجرہ سے باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کراتے ہوں گے اور نہ

Marfat.com

بدفالی نکالتے ہوں گے اور نہ داغ لگواتے ہوں گے اور وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔ تو حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں ان میں سے ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر دوسرا کھڑا ہوا، اس نے کہا: کیا میں ان میں سے ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے تیسرے جز کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمران بن میسرہ، میسرہ کا لفظ میمنہ کی ضد ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن فضیل، یہ محمد بن فضیل ہیں، لفظِ فُضیل الفضل کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث میں حصین کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن الواسطی ہیں۔ اور عامر کا ذکر ہے، یہ ابن شراحیل الشعبی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

التلویح میں مذکور ہے کہ اس حدیث میں دو علتیں ہیں:

(پہلی علت): اس حدیث میں عامر الشعبی اور عمران کے درمیان انقطاع ہے، امام بخاری نے اپنی کتاب کے بعض نسخوں میں لکھا ہے: ہم کو اس حدیث سے یہ استفادہ ہوا کہ عمران کی روایت مرسَل ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مسند ہے۔

(دوسری علت): یہ حدیث مرسَل ہونے کے ساتھ ساتھ موقوف بھی ہے، اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک حدیث کا موقوف ہونا بھی علت ہے۔ اگرچہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے از مسدد، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از مالک بن مغول از حصین از الشعبی از حضرت عمران رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹنے کے سوا دم نہ کرایا جائے۔ پس گویا کہ امام ابوداؤد اس علت سے غافل ہو گئے جو اس حدیث میں ہے اور امام ترمذی نے بھی انہی کی اتباع کی ہے۔ اور رہے امام مسلم، تو انہوں نے اس حدیث کی از ہشیم از حصین روایت کی ہے اور اس کو موقوف قرار دیا ہے اور ان کے نزدیک یہ حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظرِ بد میں اور زہریلے جانور کے کاٹنے میں اور پھوڑے میں دم کرانے کی اجازت دی ہے۔

صاحب التلویح کی عبارت ختم ہوئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نظرِ بد یا زہریلے جانور کے کاٹنے کے سوا کسی مرض میں دم نہ کرایا جائے'' یعنی بخار میں یا مرگی وغیرہ دوسری آفات میں دم کرایا جائے کہ اے اللہ! میں بخار سے پناہ طلب کرتا ہوں اور مرگی سے پناہ طلب کرتا ہوں اور کسی بیماری

Marfat.com

کا نام لے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''الا من عین'' یعنی نظرِ بد کے سوا، اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو دیکھ کر بہت خوش ہو اور اس پر تعجب کرے تو اس چیز میں نقصان ہو جائے اور کہا جائے کہ اس شخص کی اس چیز پر نظر لگ گئی ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''او حُمَةٍ''، اس لفظ میں حاء پر پیش ہے اور میم پر زبر ہے اور اس کا معنی ہے: زہر، الجوہری نے کہا: اس سے مراد ہے بچھو کا زہر جو اس کے ڈنک میں ہوتا ہے۔

ابن سیدہ نے کہا ہے: حُمَةٌ کی اصل ہے حمو یا حمی۔ گویا کہ یہ لفظ ''حمية النار تحمى'' سے ماخوذ ہے، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب آنکھ کی تپش بہت شدید ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس میں نے اس کا سعید بن جبیر سے ذکر کیا''۔ اس قول کے قائل حصین بن عبدالرحمٰن ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ان کے ساتھ ایک رھط تھی'' رھط مردوں کی اس جماعت کو کہتے ہیں جس میں دس سے کم مرد ہوں اور ایک قول یہ ہے کہ جس میں چالیس تک مرد ہوں اور ان میں کوئی عورت نہ ہو، اسکو رھط کہتے ہیں۔ اور رھط کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا، اور اس کی جمع ارھط اور ارھاط اور اراھط ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ایسا بھی نبی ہوگا کہ اس کے ساتھ کوئی نہیں ہوگا'': اس پر یہ سوال ہے کہ نبی تو اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے مخلوق کو خبر دے، پس وہ لوگ کہاں ہیں جن کو نبی نے خبر دی تھی؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ نبی نے خبر دی اور ان کی خبر پر کوئی بھی ایمان نہیں لایا، اور نبی کے ساتھ تو صرف ان پر ایمان لانے والا ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''یہ وہ لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے'': اس پر یہ سوال ہے یہ لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے خواہ یہ معصیت کرنے والے ہوں اور ظلم کرنے والے ہوں؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جن لوگوں میں یہ چار صفات ہوں گی (جو نہ دم کراتے ہوں گے، نہ بدفالی نکالتے ہوں گے، نہ داغ لگواتے ہوں گے اور وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے) تو یہ لوگ وہی ہوں گے جو متقی ہوں گے اور گناہوں سے پاک ہوں گے، یا ان صفات کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور ان کی مغفرت فرما دے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فافاض القوم'' افاض القوم فی الحدیث کہا جاتا ہے جب لوگ کسی حدیث میں بحث کرنے لگیں اور غور و فکر کرنے لگیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وہ لوگ دم نہیں کراتے ہوں گے'': علامہ ابوالحسن القابسی نے کہا ہے: اس حدیث میں اس دم کی نفی ہے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں دم کراتے تھے (جس دم میں شرکیہ الفاظ ہوتے تھے)، لیکن جس دم میں کتاب اللہ کے الفاظ ہوں تو ایسا دم جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا دم کیا ہے اور ایسا دم کرانے کا حکم دیا ہے اور یہ دم توکل کے منافی نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یتطیرون'' یعنی وہ پرندوں سے بدفالی نہ نکالتے ہوں گے، جیسا کہ ظہورِ اسلام سے پہلے لوگوں کی عادت تھی کہ وہ پرندوں کے اڑنے سے بدفالی نکالتے تھے، اور بدفالی کو ''الطیرۃ'' کہا جاتا ہے اور نیک فال کو فال کہا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال کو پسند کرتے تھے۔

Marfat.com

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یکتوون" یعنی ان کا یہ اعتقاد نہیں ہوگا کہ داغ لگانے سے شفاء حاصل ہوئی ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ داغ لگانا حصولِ شفاء میں مؤثر ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وعلی ربھم یتوکلون" توکل کا معنی ہے: اسباب کو حاصل کرنے کے بعد مُسبب کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کیا میں ان میں سے ہوں گا؟": اس حدیث میں ہمزہ استفہام کے لیے ہے، یعنی قائل یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا میں ان میں سے ہوں گا۔ یہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر دوسرا کھڑا ہوا": خطیب نے کہا ہے کہ یہ دوسرا شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ دوسرا شخص منافق تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پردہ رکھا اور عمدہ طریقے سے جواب دیا کہ تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی ہے، یعنی ان چار اوصاف کی فضیلت میں عکاشہ نے تم پر سبقت کر لی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عکاشہ کے متعلق وحی سے معلوم ہو گیا تھا اور دوسرے شخص کے متعلق وحی سے معلوم نہیں ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۳۔ ۳۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۰۵ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نظرِ بد لگنے اور دم کرانے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا یا آپ نے حکم فرمایا کہ نظر لگنے کے بعد دم کو طلب کیا جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۷۳۸، باب: رقیۃ العین)

اور امام بخاری نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے اہل بیت کے لیے ہر زہریلے جانور کے ڈسنے سے دم کرانے کی رخصت دی۔ (صحیح البخاری: ۵۷۴۱، باب: رقیۃ الحیۃ والعقرب)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو یا اپنے مال کو یا اپنے بھائی کو دیکھے اور وہ اس کو اچھا لگے تو اس کو چاہیے برکت کی دعا کرے، کیونکہ نظر کا لگنا برحق ہے۔
(السنن الکبریٰ ج ۶ ص ۲۵۶)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! جعفر کے بچوں کو نظر بہت جلد لگ جاتی ہے تو کیا ہم ان کے لیے دم کرا لیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو نظر کا لگنا تقدیر پر سبقت کرے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۰۵۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نظر لگنے کے سوا دم نہ کراؤ۔ (الموطا ص ۵۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ سے کہا: تم مجھ پر دم کرو، میں تم پر اللہ کی کتاب سے دم کروں گا۔ (الموطا ص ۵۸۴)

Marfat.com

حضرت شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی، تو آپ نے فرمایا: تم ان کو (یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو) پھوڑے کا دم کیوں نہیں سکھا تیں جس طرح تم نے ان کو لکھنا سکھایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۸۷)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ کے ڈسنے میں بنو عمرو بن حزم کو دم سکھایا، اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں: تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو، تو وہ اس کو نفع پہنچائے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۹۹، ۲۲۰۰، کتاب السلام، باب: استحباب الرقیۃ)

نظرِ بد کی تعریف میں فقہاءِ اسلام کے اقوال

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: جو شخص کسی چیز کو اچھا سمجھتے ہوئے دیکھے، اور اس کے دیکھنے میں حسد کی ملاوٹ ہو اور دیکھنے والا خبیث الطبع ہو جیسے زہریلے جانور ہوتے ہیں تو اس کے دیکھنے سے نظر لگ جاتی ہے۔ اور اگر یہ قید نہ ہو تو ہر عاشق جب اپنے معشوق کو دیکھے تو اس کو نظر لگ جائے، کیونکہ وہ بھی اس کو اچھا سمجھتے ہوئے دیکھتا ہے، مگر ہر عاشق کے دیکھنے میں حسد کی ملاوٹ نہیں ہوتی اور وہ خبیث الطبع بھی نہیں ہوتا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ جب کسی شخص کے متعلق مشہور ہو کہ اس کی نظر لگ جاتی ہے تو اس سے اجتناب اور احتراز کرنا چاہیے اور امام اور سربراہ کو چاہیے کہ اس شخص کو لوگوں کے پاس جانے سے روکے اور اس کو یہ کہے کہ وہ اپنے گھر میں رہے اور اگر وہ تنگدست ہو تو اس کے کھانے پینے کی چیزیں اور اس کی ضروریات کی چیزیں اس کو مہیا کرے، کیونکہ اس کا ضرر کچا لہسن اور کچی پیاز کھا کر مسجد میں آنے سے زیادہ ہے، جس کو کھا کر مسجد آنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں داخل ہونے سے منع فرما دیا تھا تا کہ وہ لوگوں کو ایذاء نہ دے، اور اس کا ضرر جذام والی عورت سے بھی زیادہ ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ طواف کرنے سے روک دیا تھا۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا ہے: کبھی نیک آدمی کی بھی نظر لگ جاتی ہے اور نظر لگنے کا تعلق نہ نیکی کے ساتھ ہے اور نہ فسق کے ساتھ ہے۔ (التمہید ج ۱۳ ص ۶۹)

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے: اگر کسی شخص کی نظر لگنے سے نقصان ہوتا ہو اور یہ بات معلوم ہو گئی ہو کہ جب بھی وہ کسی چیز کے متعلق اس کو عظیم قرار دیتے ہوئے کلام کرتا ہے یا اس کو اچھا سمجھتے ہوئے کلام کرتا ہے تو اس چیز پر اس کی نظر لگ جاتی ہے اور اگر بار بار ایسا ہوتا ہے اور یہ اس کی عادت ہو جاتی ہے تو جو چیز اس کی نظر لگنے سے ضائع ہو جائے گی اسے اس کا تاوان دینا ہوگا اور اگر وہ عمداً اپنی نظر لگا کر کسی کو قتل کر دے تو اس کو قتل کیا جائے گا، جیسے جادوگر اپنی نظر لگنے سے کسی کو قتل کر دے تو اس کو قتل کیا جاتا ہے۔

(المفہم ج ۵ ص ۵۶۸)

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ نظر لگانے والا جب کسی چیز پر نظر لگاتا ہے تو اس کی قوت سے اس چیز میں تاثیر ہوتی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نظر لگانے والے کی آنکھ میں زہر ہوتا ہے تو جب وہ اپنی آنکھ کھول کر کسی چیز کی طرف دیکھتا ہے تو وہ زہر اس چیز پر

Marfat.com

اثر انداز ہوتا ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۸ ص ۲۱۵۔۲۱۶)

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ نظر سے کوئی چیز فاسد بھی ہوتی ہے اور کوئی چیز ضائع بھی ہو جاتی ہے جب نظر لگانے والا اس چیز کو دیکھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کر دی ہے کہ جب ایسا شخص کسی چیز کو دیکھے تو اس چیز میں اللہ تعالیٰ ضرر پیدا کر دیتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۹۸۔۴۰۵ ملخصاً ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۴۰، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نظر بد کی تعریف اور اس کے ازالہ کا طریقہ

نظر بد حسد کرنے والا لگاتا ہے اور یہ معروف ہے اور حسد کرنے والا وہ شخص ہے جس کے دل میں برائی کی محبت بھری ہوئی ہوتی ہے، اور جب وہ کسی شخص کو خوش دیکھتا ہے تو وہ مغموم ہوتا ہے اور جب کسی شخص کو بدحالی میں مبتلا دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا نفس خبیث ہوتا ہے، ان کے منہ سے خبیث ہوا نکلتی ہے حتیٰ کہ جس چیز پر وہ نظر لگاتے ہیں اس چیز پر وہ خبیث ہوا پہنچ جاتی ہے اور اس کو ہلاک یا ضائع کر دیتی ہے۔

اس مصیبت کو زائل کرنے کا طریقہ: اس مصیبت کو زائل کرنے کا طریقہ یا تو قرآن مجید کی آیتیں پڑھنا ہے، یعنی قرآن مجید کی آیات پڑھ کر دم کیا جائے۔ اور یا یہ طریقہ ہے کہ جس نے نظر لگائی ہے اس کو وضو کرایا جائے، پھر اس کے وضو سے جو قطرات گریں ان قطرات کو اس کے سر پر ڈالا جائے جس کو اس نے نظر لگائی ہے یا وہ قطرات اس کی کمر پر ڈالے جائیں، یا وہ قطرات اس کو پلائے جائیں تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاء ہو جائے گی۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بعد سب سے بڑی امت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہوگی۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے ''لا یسترقون'' یعنی وہ لوگ کسی سے دم نہیں کرائیں گے، صحیح مسلم کے بعض الفاظ میں مذکور ہے: ''ولا یرقون'' یعنی وہ دم نہیں کریں گے، لیکن یہ راوی کا وہم ہے کیونکہ انسان کا کسی دوسرے انسان کو دم کرنا ممنوع نہیں ہے بلکہ یہ امور مسنونہ مستحبہ میں سے ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دم کرتے تھے۔

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یتطیرون'' یعنی وہ بدفالی نہیں نکالیں گے، بدفالی کبھی زمانہ سے متعلق ہوتی ہے اور کبھی جگہ سے متعلق ہوتی ہے۔ زمانہ سے بدفالی کے متعلق ہونے کی مثال یہ ہے جیسا کہ عرب کہتے تھے کہ شوال کے مہینہ میں عقدِ نکاح بدفالی ہے، اور بدھ کے دن کسی کام کے کرنے میں بھی بدفالی نکالتے تھے اور ان میں سے کسی بات کی کوئی اصل نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شوال کے مہینہ میں نکاح کیا اور ان کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام ازواج سے زیادہ تھا۔ اور جگہ کے ساتھ بدفالی کا تعلق یہ ہے کہ جیسے کوئی کہے فلاں جگہ جانے سے نقصان ہوگا، اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدفالی نکالنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ بدفالی اوہام اور تخیلات کے دروازے کو کھولتی ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکل سے دور کرتی ہے اور نیک فال نکالنا جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نیک فال نکالتے تھے، کیونکہ اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یکتوون" یعنی وہ کسی سے داغ لگوانے کو طلب نہیں کریں گے، کیونکہ ان کا اپنے رب پر توکل ہے، پس وہ اللہ عزوجل پر اعتماد رکھتے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص ان کے اوپر کوئی آیت پڑھ کر دم کرے تو اس سے ممانعت نہیں ہے۔ اس حدیث میں از خود داغ لگوانے سے منع کیا ہے، لیکن اگر کوئی داغ لگا کر اس کا علاج کرے تو یہ ممنوع نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا داغ لگا کر علاج کیا اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ایسا کرنے دیا، اور ہم یہ نہیں کہتے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس صفت سے نکل گئے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور ہم اس کی شہادت دیتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ ان میں سے ہوں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر صادق ہے۔

(۶) اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک اور شخص نے پوچھا: کیا میں بھی ان ستر ہزار میں سے ہوں گا جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا: تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لیے فرمایا کہ پھر اور لوگ نہ سوال کرنے لگیں کہ کیا ہم بھی ان میں سے ہیں یا نہیں ہیں۔

(۷) حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ جنت میں بغیر حساب کے اور عذاب کے داخل ہوں گے، تو کیا ہم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے متعلق بھی اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، جب کہ یہ معلوم ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ ان چار صحابہ سے افضل نہیں تھے؟

اس کا جواب یہ ہے: اگرچہ یہ چار صحابہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ افضل ہیں، لیکن چونکہ ان کے متعلق کسی حدیث میں یہ بشارت نہیں ہے کہ وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اس لیے ہم از خود اپنی طرف سے یہ کہیں تو یہ مناسب نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۹۳۔ ۳۹۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۱۸۔ بَابُ: الْإِثْمِدِ وَالْكُحْلِ مِنَ الرَّمَدِ

آشوبِ چشم (آنکھوں کی تکلیف) کے سبب سے اِثمد اور سرمہ لگانا

فِيهِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ۔

اس باب میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اِثمد کے بیان میں ہے، اِثمد میں ہمزہ کے نیچے زیر ہے اور ثاء ساکن ہے اور میم کے نیچے زیر ہے اور اس کے بعد دال ہے، اِثمد ایک پتھر ہے جس سے سرمہ بنایا جاتا ہے۔ اور امام بخاری نے کحل یعنی سرمہ کا عطف اِثمد پر کیا ہے، یہ عام کا عطف خاص پر ہے اور اِثمد ایک معروف پتھر ہے جس سے سرمہ بنایا جاتا ہے، اور کحل کا لفظ عام ہے، وہ اِثمد ہو یا کوئی اور ہو۔

Marfat.com

امام بخاری نے لکھا ہے: من الرمد، یعنی آشوبِ چشم کی تکلیف کے سبب سے اور مِن کالفظ تعلیلیہ ہے، اور رَمَد کا معنی ہے: ایک گرم ورم جو آنکھ کی سفیدی کو عارض ہوتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ معدہ کی طرف سے دماغ کی طرف بخارات چڑھتے ہیں، اگر وہ بخارات نتھنوں میں چلے جائیں تو زکام ہو جاتا ہے اور آنکھ کی طرف چلے جائیں تو آشوبِ چشم ہو جاتا ہے اور سینے کی طرف چلے جائیں تو نزلہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان بخارات کو نکلنے کی جگہ نہ ملے تو پھر سر کا درد عارض ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں یہ تعلیق ذکر کی ہے کہ اس باب میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، علامہ بدرالدین عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا نام نسیبہ بنت کعب ہے، اور امام بخاری نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ یہ ہے:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم کو اس سے منع کیا جاتا تھا کہ ہم کسی میت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کریں، سوائے شوہر کے، اس پر چار مہینے دس دن سوگ کریں اور اس دوران سرمہ نہ لگائیں۔ الحدیث

اور امام بخاری نے اس حدیث کے بعض الفاظ اس طرح روایت کیے ہیں:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائی ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ شوہر کے سوا کسی اور کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرے اور نہ سرمہ لگائے۔ الحدیث

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں اِثْمِد کا ذکر تو نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس پر اعتماد کیا کہ اِثْمِد بالعموم سرموں میں داخل ہے خاص طور پر عرب جو سرمہ بناتے ہیں، اس میں اِثْمِد ہوتا ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ اِثْمِد کا ذکر اور اس کی تصریح، یہ گویا کہ امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں تھا۔ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے سرموں میں سب سے بہترین اِثْمِد ہے، یہ آنکھ کی بینائی کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بالوں کو اگاتا ہے، اور امام ترمذی نے ایک حدیث روایت کی ہے اور کہا ہے: اس کی سند حسن ہے اور وہ یہ ہے کہ اِثْمِد سے سرمہ لگاؤ، یہ بصارت کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اگاتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سرمہ دانی تھی، جس سے آپ ہر رات تین مرتبہ سرمہ لگاتے تھے۔ تین مرتبہ ایک آنکھ میں اور تین مرتبہ دوسری آنکھ میں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دو مرتبہ بائیں آنکھ میں۔ اور العلل الکبیر میں مذکور ہے کہ امام ترمذی نے کہا: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ حدیث محفوظ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۵۔۳۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٥٧٠٦۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی الله عنها أَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا فَاشْتَكَتْ عَيْنَهَا فَذَكَرُوهَا لِلنَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم وَذَكَرُوا لَهُ الْكُحْلَ وَأَنَّهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ، انہوں نے کہا: مجھے حُمید بن نافع نے حدیث بیان کی از زینب از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت کا

Marfat.com

يُخَافُ عَلَى عَيْنِهَا فَقَالَ لَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي بَيْتِهَا فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا أَوْ فِي أَحْلَاسِهَا فِي شَرِّ بَيْتِهَا فَإِذَا مَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بَعْرَةً فَهَلَّا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔

شوہر فوت ہوگیا، سواس کی آنکھ میں تکلیف ہوگئی (آنکھ دکھنے لگی)، پس لوگوں نے اس عورت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا اور اس تکلیف میں سرمہ لگانے کا ذکر کیا، اور یہ کہ (اگر سرمہ نہ لگایا تو) اس کی آنکھ (ضائع ہونے کا) خطرہ ہے، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک (زمانہ جاہلیت میں) تم میں کسی ایک عورت کو (دورانِ عدت) اپنے گھر میں بہت برے کپڑوں میں رہنا پڑتا تھا، (یا آپ نے فرمایا:) اس کو گھر کے سب سے بدتر حصہ میں رہنا پڑتا تھا، پھر جب کوئی کتا گزرتا تو وہ اس پر مینگنی پھینک کر مارتی، تو اب چار مہینے دس دن تم کیوں نہیں گزارتیں۔

(صحیح البخاری: ۵۳۳۸، ۵۷۰۶، صحیح مسلم: ۱۴۸۹، سنن ترمذی: ۱۱۹۷، سنن نسائی: ۳۵۳۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۴، موطا امام مالک: ۱۲۷۰)

صحیح البخاری: ۵۷۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے" اِثْمِد اور الکُحل" یعنی سرمہ۔ اور چونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ لوگوں نے آپ سے اس عورت کے متعلق سرمہ کا ذکر کیا، تو یہ حدیث باب کے مطابق ہے لیکن اس میں اثمد کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، اور وہ القطان ہیں۔ اور زینب کا ذکر ہے، وہ بنتِ ام سلمہ ہیں اور ان کے والد ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی ہیں۔ اور زینب کا پہلے نام برہ تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔ اور حضرت زینب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حدیث سنی ہے اور اپنی ماں ام سلمہ سے بھی حدیث سنی ہے۔

یہ حدیث کتاب الطلاق میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

زمانہ جاہلیت میں کوئی عورت عدت کے دوران ایک سال تک اپنے گھر میں بدترین کپڑے پہن کر گزارتی تھی، پس جب کوئی کتا ایک سال کے بعد اس پر گزرتا تو اس کے اوپر اونٹ کی مینگنی پھینکتی، اور اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ یہ عورتیں زمانہ جاہلیت میں ایک سال تک خراب کپڑے پہن کر عدت کے دوران رہتی تھیں، پھر کسی کتے کے اوپر مینگنی پھینک کر عدت سے باہر آتی تھیں اور اب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چار ماہ دس دن کی عدت مقرر کردی ہے، تو یہ ان کے اوپر کیوں گراں ہو رہا ہے اور ان کو دشوار معلوم ہو رہا ہے، زمانہ جاہلیت کی عدت سے تو یہ کہیں آسان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۰۶ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اِثمد اور عام سرمہ کو لگانے کا بیان

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اِثمد آنکھ کے لیے بہت زیادہ مفید ہے، کیونکہ یہ رطوبت کو خشک کرتا ہے اور آنکھ کو قوت دیتا ہے، رہا عام سرمہ تو وہ زینت کے لیے ہے، تو یہ بھی اس عورت کے لیے مشروع ہے جو زینت کی محتاج ہو، جیسے شادی شدہ عورت، پس اس کو چاہیے کہ وہ اپنی آنکھوں کو خوبصورت بنائے اور سرمہ لگائے۔ رہا مرد تو اس کے لیے سرمہ لگانا مناسب نہیں ہے، لیکن اگر اس نے سرمہ لگایا تو کوئی حرج نہیں ہے، سوا اس کے کہ وہاں کوئی فتنہ ہو۔ اور رہا اِثمد تو وہ آنکھ کو خوبصورت تو نہیں کرتا لیکن آنکھ کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۹۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۱۹۔ بَابُ: اَلْجُذَامِ — جذام کی بیماری کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب جذام کے ذکر میں ہے، اور جس کو جُذام عارض ہو اس سے بھاگا جاتا ہے، جُذام ایسی بیماری ہے جس سے پہلے گوشت سرخ ہوتا ہے، پھر جسم سے جھڑنے لگتا ہے۔ (اردو میں اس کو کوڑھ کہتے ہیں)۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۰۷۔ وَقَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ۔

اور عفان نے کہا: ہمیں سلیم بن حیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدشگونی ہے اور نہ اُلّو کی نحوست ہے اور نہ ماہِ صفر کی نحوست ہے اور جذام کی بیماری والے سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۷، ۵۷۵۷، ۵۷۷۰، ۵۷۷۳، ۵۷۷۵)

صحیح البخاری: ۵۷۰۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جذام" یعنی کوڑھی، اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے: جذام سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر

Marfat.com

سے بھاگتے ہو، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عفان، اور وہ ابن مسلم الصفار ہیں اور وہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں لیکن زیادہ تر امام بخاری ان سے ایک واسطہ سے حدیث روایت کرتے ہیں اور یہ تعلیق صحیح ہے۔

اس حدیث کی امام ابونعیم نے از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجذوم سے اس طرح بچو جس طرح شیر سے بچا جاتا ہے۔

نیز حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجذوم سے کلام کرو اس حال میں کہ تمہارے اور اس کے درمیان ایک نیزہ یا دو نیزہ کا فاصلہ ہو۔

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجذوم کے ساتھ کھایا، ان احادیث کی اس باب کی حدیث کے ساتھ مطابقت کی وجوہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم کا ہاتھ پکڑا اور اس کے ہاتھ کو اپنے ساتھ پیالہ میں داخل کیا، پھر آپ نے فرمایا: اللہ کا نام پڑھ کر کھاؤ، اور اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے۔ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

اس باب کی حدیث میں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کس طرح مطابقت ہوگی؟ اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) یہ حدیث اس باب کی حدیث کے مقابلہ کی نہیں ہے، اور معارضہ اس وقت ہوتا ہے جب دو حدیثیں سند کے اعتبار سے مساوی قوت کی ہوں۔

(۲) علامہ الکلاباذی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ پیالہ سے نہیں کھایا تھا، اس کو صرف کھانے کی اجازت دی تھی۔

(۳) اگر بالفرض آپ نے اس کے ساتھ کھایا ہو تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ آپ یہ بتانا چاہتے تھے کہ یہ امراض از خود متعدی نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے مریض کے ساتھ تندرست کے اختلاط کو اس مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیا، پھر کبھی یہ سبب متخلف ہو جاتا ہے جیسا کہ باقی اسباب بھی متخلف ہو جاتے ہیں، پس حدیث کے پہلے جز میں فرمایا: ''کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا'' یہ آپ نے جاہلیت کے اس عقیدہ کی نفی کے لیے فرمایا کہ بعض امراض بنفسہ متعدی ہوتے ہیں، اسی لیے آپ نے فرمایا: پہلے شخص میں یہ مرض کہاں سے آیا تھا؟ اور پھر آپ نے فرمایا: مجذوم سے بھاگو، یہ اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجذوم کے ساتھ تندرست کے اختلاط کو اس مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیا ہے، اس لیے آپ نے مریض کے ساتھ تندرست کے اختلاط کو منع فرمایا تا کہ اس کے اندر بھی وہ مرض پیدا نہ ہو جائے، اگرچہ اس مرض کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہے اور تندرست کا مریض کے ساتھ اختلاط اس کے لیے سبب مؤثر نہیں ہے۔

(۴) قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: مجذوم کے متعلق آثار مختلف ہیں، پس حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم

کے ساتھ کھایا اور فرمایا: اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔ اور قاضی عیاض نے کہا: کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور متقدمین کی ایک جماعت کا مذہب یہ تھا کہ مجذوم کے ساتھ کھانا چاہیے اور ان کا نظریہ یہ تھا کہ مجذوم سے اجتناب کا حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ علامہ عیسیٰ بن دینار مالکی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

(۵) علامہ طبری نے کہا ہے: سلف صالحین کا اس باب کی حدیث کی صحت میں اختلاف ہے، پس بعض علماء نے اس کا انکار کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی آفت رسیدہ سے دور رہنے کا حکم دیا خواہ وہ مجذوم ہو یا اس کا غیر ہو اور انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجذوم کے ساتھ کھایا ہے اور اس کو اپنے ساتھ بٹھایا ہے اور آپ کے ہدایت یافتہ اصحاب نے بھی اسی طرح کیا ہے، اور حضرت ابن عمر اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم مجذومین کے لیے کھانا بناتے تھے اور ان کے ساتھ کھاتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے ان سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجذوم سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں! ہرگز نہیں، لیکن آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور آپ نے فرمایا: پس پہلے بیمار میں کس نے مرض کو پیدا کیا۔ اور ہمارا ایک غلام تھا، اس کو یہ بیماری ہوگئی، پس وہ میری پلیٹ میں کھاتا تھا اور میرے پیالوں میں پیتا تھا اور میرے بستر پر سوتا تھا۔ اور ان علماء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض کے متعدی ہونے کو باطل قرار دیا ہے۔

(۶) بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور آپ نے مجذوم سے بھاگنے کا حکم اس لیے دیا کہ مجذوم کی طرف دیکھنے کی ممانعت ہے۔

''لاعدوی'' کا معنی

عدوی، اعداء کا اسم ہے جیسے ادعاء سے دعویٰ ہے اور ابقاء سے بقویٰ ہے۔ کہا جاتا ہے: ''اعداہ الداء یعدیہ اعداء'' یعنی ایک بیماری نے اس کی مثل کو دوسرے شخص کے اندر پیدا کر دیا اور لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ مرض خود بخود متعدی ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بتایا کہ اس طرح معاملہ نہیں ہے، صرف اللہ عزوجل ہی ہے جو بیماری پیدا کرتا ہے اور دوا کو نازل کرتا ہے، اسی لیے آپ نے فرمایا: پھر پہلے اونٹ میں کس نے خارش کو پیدا کیا؟ یعنی لوگ سمجھتے تھے کہ ایک اونٹ میں خارش ہو تو اس سے دوسرے اونٹ میں خارش ہو جاتی ہے، تو آپ نے فرمایا: پھر پہلے اونٹ میں کس نے خارش پیدا کی تھی؟ یعنی جس نے پہلے اونٹ میں خارش پیدا کی تھی، اسی نے دوسرے اونٹ میں خارش پیدا کی۔

''ولا طِیَرۃ'' کا معنی

اس لفظ میں طاء پر کسرہ ہے اور یاء پر فتحہ ہے، اور اس کا معنی ہے: کسی چیز سے بدفالی نکالنا، لوگ پرندے کو اڑاتے، پھر اگر وہ بائیں طرف سے اڑتا ہوا جاتا تو وہ جو کام کرنے والے ہوتے تھے اس کام سے رک جاتے تھے، تو شریعت نے اس کی نفی کی اور اس کو باطل قرار دیا اور اس سے منع فرمایا اور یہ بتایا کہ پرندے کے اڑنے میں نہ کسی نفع کے حصول کی تاثیر ہے اور نہ کسی ضرر کے دفع کی تاثیر ہے۔

Marfat.com

''ولاھامۃ'' کا معنی

''الھامۃ'' کا معنی ہے: سر اور یہ ایک پرندے کا نام ہے اور وہی حدیث میں مراد ہے، کیونکہ لوگ اس پرندے سے بدفالی نکالتے تھے، کہا گیا ہے: وہ پرندہ اُلو ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ عرب یہ زعم کرتے تھے کہ جس مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے، تو میت کی ہڈیوں سے ایک جانور پیدا ہو کر اڑتا ہے اور ہر وقت یہ فریاد کرتا رہتا ہے: میرا بدلہ لو، میرا بدلہ لو، جب قاتل سے بدلہ لیا جائے یا قاتل مرجائے تو وہ جانور اڑ کر غائب ہو جاتا ہے۔ اسلام نے اس نظریہ کو غلط قرار دیا اور اس زعم سے منع فرمایا۔

''ولاصفر'' کا معنی

بعض عرب کا یہ زعم تھا کہ انسان کے پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے جس کا نام صفر ہے، جب انسان کو بھوک لگتی ہے تو وہ سانپ انسان کو ایذاء دیتا ہے، اسلام نے اس کو بھی باطل قرار دیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ مہینوں کو آگے پیچھے کرتے رہتے تھے، اور محرم کو صفر تک مؤخر کر دیتے تھے اور صفر کو شہرِ حرام قرار دیتے تھے، اسلام نے اس کو باطل قرار دیا اور کہا کہ صفر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۷۔۳۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۰۔ بَابٌ: اَلْمَنُّ شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ

''المن'' (کھنبی یا سانپ کی چھتری) آنکھ کے لیے شفاء ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ''المن'' آنکھ کے لیے شفاء ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ ''المن'' آنکھ کی بیماری کے لیے شفاء ہے، ''المن'' سے وہ مراد نہیں ہے جو امتنان کا مصدر ہے یعنی احسان جتانا، بلکہ اس سے مراد وہ میٹھا شہد ہے جو آسمان سے ایک درخت کے اوپر گرتا تھا، اور یہ وہی ہے جو آسمان سے بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۰۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ وَأَخْبَرَنِي الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ شُعْبَةُ لَمَّا حَدَّثَنِي بِهِ الْحَكَمُ لَمْ أُنْكِرْهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک، انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن حریث سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن زید سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کھنبی (سانپ کی چھتری) من سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔
شعبہ نے کہا: مجھے الحکم بن عتیبہ نے خبر دی از الحسن العرنی از عمرو

بن حُریث از سعید بن زید از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، شعبہ نے کہا: جب مجھے یہ حدیث حکم نے بیان کی تو میں نے عبد الملک کی حدیث کی وجہ سے اس کا انکار نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۷۸، ۴۶۳۹، ۵۷۰۸، صحیح مسلم: ۲۰۴۹، سنن ترمذی: ۲۰۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۵۳، مسند احمد: ۱۶۲۸)

صحیح البخاری: ۵۷۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے: مَن آنکھ کی بیماری کے لیے شفاء ہے، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ کھمبی یا سانپ کی چھتری بھی من سے ہے، اور جب مَن کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے تو کھمبی جو اس کی فرع ہے، اس کا پانی بھی آنکھ کی بیماری کے لیے شفاء ہے، رہا یہ کہ کھمبی مَن سے ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مَن آسمان سے نازل ہوتا ہے، اسی طرح کھمبی بھی از خود زمین میں پیدا ہوتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں غُندر کا ذکر ہے، اور یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد الملک کا ذکر ہے، یہ ابن عُمیر ہیں۔ اور اس حدیث میں حضرت عمرو بن حُریث کا ذکر ہے، یہ مخزومی اور صحابی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سعید بن زید کا ذکر ہے، یہ ابن عمرو بن نُفیل العدوی ہیں، یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو زندگی میں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ اور اس حدیث میں صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں "الکمأۃ" کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: کھمبی یا سانپ کی چھتری، یہ جمع ہے اور اس کا واحد "کم" ہے اور یہ خلافِ قیاس ہے اور نوادر میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۰۸، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"مَن" کا معنی

مَن وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا، قرآن مجید میں ہے:

وَ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمُ الۡمَنَّ وَ السَّلۡوٰی (البقرۃ: ۵۷) اور ہم نے تم پر من و سلویٰ کو نازل کیا۔

علماء نے کہا ہے: یہ وہ چیز ہے جو درخت پر نازل ہوتی ہے اور یہ شہد کی طرح ہوتی ہے اور لوگ اس کو سہولت سے حاصل کر لیتے ہیں، اسی لیے اس کا نام مَن رکھا ہے، کیونکہ اس میں مشقت نہیں ہوتی۔ نیز اس حدیث میں فرمایا ہے "الکمأۃ" من سے ہے، یعنی

کھمبی یا سانپ کی چھتری بھی مَن سے ہے، کیونکہ وہ بھی زمین سے بغیر مشقت کے نکلتی ہے، نہ اس کے لیے کوئی بیج ڈالا جاتا ہے اور نہ اس کو پانی دیا جاتا ہے، اور یہ عموماً برسات کے موسم میں نکلتی ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ سانپ کی چھتری یا کھمبی کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز کی خبر دیں تو اس میں نفع ہوتا ہے، عام ازیں کہ وہ امورِ تجربیہ میں سے ہو یا امورِ طبیہ میں سے ہو یا امورِ عبادت میں سے ہو۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۹۶۔۳۹۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۱۔ بَابُ: اللَّدُوْدِ منہ میں دوا ٹپکانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں لدود کا بیان ہے، لَدُود میں لام پر زبر ہے اور پہلی دال پر پیش ہے اور اس کا معنی ہے: مریض کے منہ کی ایک جانب میں دوا ٹپکانا، جب مریض کے منہ کی ایک جانب میں دوا ٹپکائی جائے تو کہا جاتا ہے: ''لددت المریض'' یعنی میں نے مریض کے منہ کی ایک جانب دوا ٹپکائی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۰۹، ۵۷۱۰، ۵۷۱۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رضی اللہ عنہ قَبَّلَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ مَيِّتٌ۔

(صحیح البخاری: ۴۴۵۵، ۴۴۵۶، ۴۴۵۷، ۵۷۰۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن ابی عائشہ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن عبداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور اس وقت آپ وفات پا چکے تھے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت

اس باب کا عنوان ہے ''مریض کے منہ میں دوا ڈالنا'' اور اس باب میں جو پہلی حدیث ذکر کی ہے، اس میں مذکور ہے'' کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور اس وقت آپ وفات پا چکے تھے''۔

بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے، سوا اس کے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بوسہ دیتے ہوئے اپنا منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کے قریب لے گئے اور جب مریض کے منہ میں دوا ڈالی جائے تو اس وقت اس دوا کو چہرہ کے قریب لایا جاتا ہے، سو یہ ایک بعید مناسبت ہے اور اللہ ہی جانتا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان کے تحت اس حدیث کو کیوں ذکر کیا ہے، میں نے متعدد شروحات میں دیکھا لیکن کسی نے بھی اس کی توجیہ نہیں کی اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت بیان نہیں کی۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

۵۷۱۲۔ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لَا تَلُدُّونِي فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي قُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ لَا يَبْقَى فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ

۵۷۱۲۔ عبید اللہ نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض (وفات) میں آپ کے منہ میں دوا ڈالی، تو آپ نے ہمیں اشارہ سے فرمایا: کہ میرے منہ میں دوا نہ ڈالو، ہم نے سوچا: کہ مریض کو جو دوا سے نفرت ہوتی ہے آپ نے اس وجہ سے منع فرمایا ہے، پھر جب آپ ہوش میں آئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو منہ میں دوا ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا؟ ہم نے کہا کہ شاید یہ مریض جو دوا کو ناپسند کرتا ہے، اس وجہ سے آپ نے منع کیا تھا، آپ نے فرمایا: اب گھر میں ہر ایک کے منہ میں دوا ڈالی جائے اور میں دیکھتا رہوں، سوائے عباس کے کیونکہ وہ اس وقت تمہارے ساتھ موجود نہیں تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۴۵۸، ۵۷۱۲، ۶۸۸۶، ۶۸۹۷، صحیح مسلم: ۲۲۱۳، مسند احمد: ۲۴۲۳۲)

لدود کا معنی اور گھر والوں کے منہ میں دوا ڈالنے کی توجیہ اور آپ کے منع کرنے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم نے آپ کے منہ میں دواء ڈالی: حدیث میں ''لددناہ'' کا لفظ ہے اور یہ ''لدد'' سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: مریض کے اختیار کے بغیر اس کے حلق میں دواء ڈالنا۔

آپ نے فرمایا: گھر میں کوئی شخص بھی باقی نہیں بچے گا جس کے حلق میں دواء نہیں ڈالی جائے گی سوائے عباس کے کیونکہ وہ تمہارے پاس حاضر نہیں تھے: کہا گیا ہے کہ انسان کو جو تکلیفیں عمداً پہنچائی جائیں، اس حدیث میں ان کا بدلہ لینے کی مشروعیت ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ان کو سزا دینے کے لیے کیا تھا کیونکہ انہوں نے آپ کی نافرمانی کی تھی اور آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا تھا۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ ارادہ تھا کہ وہ لوگ قیامت کے دن اس حال میں نہ آئیں کہ ان کے اوپر آپ کا کوئی حق باقی ہو۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ کا معاف کر دینا بھی ممکن ہے کیونکہ آپ اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے ان کی تادیب اور تعلیم کا ارادہ کیا، تاکہ وہ دوبارہ ایسا نہ کریں، پس یہ تادیب تھی، قصاص اور انتقام نہیں تھا۔ ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ آپ نے منہ میں دواء ڈالنے کو ناپسند کیا حالانکہ آپ دواء اور علاج کرتے تھے، کیونکہ آپ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کی اس مرض میں وفات ہو جائے گی اور جس کے نزدیک یہ متحقق ہو چکا ہو، اس کے حلق میں زبردستی دواء ڈالنا مکروہ ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس پر بھی اعتراض ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو موت اور حیات کا اختیار دیا گیا تھا، یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے، آپ نے دواء ڈالنے پر اس لیے انکار فرمایا کہ وہ دواء آپ کے مزاج کے مناسب نہیں تھی، کیونکہ صحابہ کو یہ گمان تھا کہ آپ کو نمونیا ہے، تو انہوں نے اس کے مناسب دواء ڈالی تھی، حالانکہ آپ کو نمونیا نہیں تھا جیسا کہ سیاق خبر سے ظاہر ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۶۲ ۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۱۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف با بن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر والوں کے منہ میں دواڈالنے کا حکم دیا

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ شارع علیہ السلام نے یہ حکم کیوں دیا کہ جتنے لوگ بھی گھر میں ہیں سب کے منہ میں دواڈالی جائے؟

میں کہتا ہوں: علامہ مہلب نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ آپ کے منہ میں دواڈالیں بلکہ آپ نے ان کو منع کیا تھا، اور اس دواڈالنے سے بہت سخت درد ہوا، تو آپ نے حکم دیا کہ ہر ایک سے اس کا قصاص لیا جائے جس نے یہ کیا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے فرمایا: گھر میں کسی کو نہ چھوڑا جائے کہ اس کے منہ میں دواڈالی جائے سوائے عباس کے، کیوں کہ وہ اس وقت حاضر نہیں تھے، تو آپ نے ہر اس شخص پر قصاص واجب کیا جس نے آپ کے منہ میں دواڈالی اور جس نے ان کی موافقت کی۔

ابن اسحاق نے از الزہری از عبد اللہ بن کعب روایت کی ہے کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں آپ کے منہ میں دواڈالی، جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا: تم نے یہ کیوں کیا تھا؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں خوف تھا کہ شاید آپ کو نمونیا ہے، آپ نے فرمایا: بے شک یہ ایسی بیماری ہے کہ اللہ مجھ کو اس بیماری میں مبتلا نہیں کرے گا اور گھر میں جتنے بھی افراد ہیں سب کے منہ میں دواڈالی جائے سوا میرے چچا کے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا روزہ سے تھیں، اس کے باوجود ان کے منہ میں دواڈالی گئی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سزا دینے کے لیے قسم کھائی تھی، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ میں دواڈالی تھی۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۳۲۸۔۳۲۹)

علامہ ابن العربی نے اس کا بہت لطیف جواب دیا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ نے گھر والوں کے منہ میں اس لیے دواڈالی تاکہ وہ لوگ قیامت کے دن اس حال میں نہ آئیں کہ ان کے اوپر آپ کا حق ہو اور ان پر گناہ ہو۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۸ ص ۲۰۵)

اور امام حاکم نے امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث روایت کی ہے کہ ذات الجنب یعنی نمونیا شیطان کے اثر سے ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو مجھ پر مسلط نہیں فرمائے گا۔ اور وہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمونیا کے مرض سے فوت ہوئے، سو یہ خبر بہت ضعیف ہے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۲۰۵)

اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کے معارض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے تو اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ آپ اکثر احوال میں اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے، یا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کو بھول گئی تھیں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو معاف کیوں نہیں کیا؟ تو اس کا یہ جواب ہے کہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ ان کو ادب سکھائیں تاکہ وہ دوبارہ ایسا کام نہ کریں، تو یہ فعل ان کے لیے ادب بھی تھا اور قصاص بھی تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۴۳۵۔۴۳۷ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۵۷۱۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ قَالَتْ دَخَلْتُ بِابْنٍ لِي عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَقَدْ أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ عَلَى مَا تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهَذَا الْعِلَاقِ عَلَيْكُنَّ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ فَسَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ بَيَّنَ لَنَا اثْنَيْنِ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا خَمْسَةً قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَإِنَّ مَعْمَرًا يَقُولُ أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ قَالَ لَمْ يَحْفَظْ إِنَّمَا قَالَ أَعْلَقْتُ عَنْهُ حَفِظْتُهُ مِنْ فِي الزُّهْرِيِّ وَوَصَفَ سُفْيَانُ الْغُلَامَ يُحَنِّكُ بِالْإِصْبَعِ وَأَدْخَلَ سُفْيَانُ فِي حَنَكِهِ إِنَّمَا يَعْنِي رَفْعَ حَنَكِهِ بِإِصْبَعِهِ وَلَمْ يَقُلْ أَعْلِقُوا عَنْهُ شَيْئًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی از ام قیس، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہوئی، میں نے اس کے حلق کے درد کی وجہ سے انگلی سے اس کے تالو کو اوپر اٹھایا تھا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے بچوں کے تالو کو اس طرح اوپر کیوں اٹھاتے ہو؟ تم اس عودِ ہندی سے علاج کو لازم کر لو، اس میں سات بیماریوں سے شفاء ہے، ان میں سے ایک پسلی کا درد ہے، پسلی کے درد میں عودِ ہندی کو جلا کر اس کا دھواں مریض کی ناک میں پہنچایا جائے، اگر اس کے حلق میں درد ہو تو اس کی ناک میں دھواں پہنچاؤ اور اگر اس کی پسلی میں درد ہو تو اس کے حلق میں دوا ڈالو، پس میں نے زہری سے سنا، وہ کہتے تھے: نبی ﷺ نے ہمیں دو بیماریوں کی شفاء کو بیان کیا اور پانچ بیماریوں کی شفاء کو نہیں بیان کیا، (تو علی بن مدینی نے بتایا) میں نے سفیان سے کہا کہ معمر یہ کہتے ہیں: اعلقت علیه، تو سفیان نے کہا انہوں نے یاد نہیں رکھا، انہوں نے کہا تھا: اعلقت عنه، (سفیان نے کہا:) میں نے اس کو زہری کے منہ سے سن کر یاد رکھا ہے اور سفیان نے بچے کو انگلی سے گھٹی دینے کی کیفیت بیان کی اور سفیان نے اپنے تالو کے اندر انگلی کو داخل کیا یعنی تالو کو انگلی سے اٹھایا اور انہوں نے یہ نہیں کہا: اعلقوا عنه شیئا (اس کے تالو کو انگلی سے دباؤ)۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۳، ۵۷۱۵، ۵۷۱۸، صحیح مسلم: ۲۸۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۲، مسند احمد: ۲۶۴۶۳)

صحیح البخاری: ۵۷۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "منہ میں دوا ٹپکانا" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ پسلی کے درد میں منہ میں دوا ٹپکائی جاتی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اعلقت علیه" یہ لفظ اعلاق سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: بچے کے حلق کے درد کا علاج کرنا اور تالو کو انگلی سے اٹھانا، اور "العذرة" کا معنی ہے: حلق کا درد، اور اس جگہ کو بھی عذرہ کہا جاتا ہے۔ جب بچے کی ماں بچے کے تالو کو انگلی سے دبائے تو کہا جاتا ہے "اعلقت عنه" یعنی میں نے اس جگہ کو انگلی سے دبایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تدغرن" یہ لفظ دغر سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: جو بیمار ہو اس کے حلق کے کوّے کو اٹھانا۔ اور دغر کا لغوی معنی ہے: اٹھانا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "العلاق" یعنی تم اپنے بچوں کے حلق کی بیماری میں انگلی سے اس کے تالو کو کیوں اٹھاتے ہو؟

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ویسعط من العذرة" یعنی جس بچے کے حلق میں درد ہو، اس کی ناک میں عودِ ہندی کو جلا کر اس کی دھونی دی جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "من ذات الجنب" یعنی جس کی پسلی میں درد ہو، اس کے منہ میں دوا ٹپکائی جائے۔ یعنی عودِ ہندی کو پیس کر اس میں روغنِ زیتون ملایا جائے اور پھر اس کو منہ میں ٹپکایا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میں نے سفیان سے کہا": یعنی علی بن مدینی نے سفیان سے کہا کہ معمر بن راشد کہتے ہیں "اعلقت علیه"۔ تو سفیان نے کہا: معمر نے اس لفظ کو یاد نہیں رکھا، بلکہ یہ لفظ ہے "اعلقت عنه" میں نے اس کو زہری کے منہ سے سن کر یاد رکھا۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: صحیح وہ ہے جو سفیان کو یاد ہے اور کبھی علیٰ کا لفظ عن کے معنی میں بھی آتا ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: صحیح لفظ ہے اعلقت عنه، علامہ نووی نے کہا ہے: اعلقت عنه اور اعقلت علیه دو لغات ہیں اور اس کلام سے غرض یہ ہے کہ اعلاق کا معنی ہے: تالو کو اوپر اٹھانا، نہ کہ تالو میں کسی چیز کو معلق کرنا جو کہ اعلقت علیه سے متبادر ہوتا ہے۔

جس لڑکے کے تالو کو انگلی سے دبایا جاتا ہے، سفیان نے اس لڑکے کی کیفیت اس طرح بیان کی کہ خود اپنے تالو میں انگلی ڈالی اور تالو کو انگلی سے اوپر اٹھایا۔

سفیان کا مقصد یہ تھا کہ اعلاق سے کسی چیز کو لٹکانا یا تالو کے ساتھ کوئی چیز لگانا مراد نہیں ہے بلکہ اعلاق سے تالو کو اٹھانا مراد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۷۔۳۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۲۔ باب:

۲۲۔ باب:

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں بیان کیا، امام بخاری کے اسلوب کے مطابق یہ باب ابوابِ سابقہ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

۵۷۱۴۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر اور یونس نے خبر دی، الزہری نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ

Marfat.com

وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ وَآخَرَ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهَا وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ قَالَتْ فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتَّى جَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ قَالَتْ وَخَرَجَ إِلَى النَّاسِ فَصَلَّى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بوجھل ہوگئی اور آپ کا مرض بہت زیادہ ہوگیا تو آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے اجازت طلب کی کہ آپ بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں، سو ازواجِ مطہرات نے آپ کو اجازت دے دی، پس آپ دو مردوں کے درمیان نکلے، آپ کے دونوں پیر زمین میں گھسٹ رہے تھے، ایک حضرت عباس تھے اور دوسرے کوئی اور تھے، راوی نے کہا: پس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی خبر دی تو انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا مرد کون تھا جس کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں لیا، میں نے کہا: نہیں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں داخل ہونے کے بعد فرمایا اور اس وقت آپ کا درد بہت شدید تھا: مجھ پر ایسی سات مشکوں کا پانی ڈالو جن کے سربند کو کھولا نہ گیا ہو، شاید میں لوگوں کو کوئی وصیت کروں گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس ہم نے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ٹب میں بٹھا دیا، پھر ہم آپ کے اوپر ان مشکوں سے پانی ڈالنے لگے، حتیٰ کہ آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم نے یہ کام کرلیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف گئے، آپ نے ان کو نماز پڑھائی اور ان کو خطبہ دیا۔

(صحیح البخاری: ۱۹۸، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۷۹، ۶۸۳، ۶۸۷، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۶، ۲۵۸۸، ۳۰۹۹، ۳۳۸۴، ۴۴۴۲، ۴۴۴۵، ۵۷۱۴، ۷۳۰۳، صحیح مسلم: ۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۶۱۸، مسند احمد: ۲۵۳۸۶، سنن ترمذی: ۳۶۷۲، سنن دارمی: ۱۲۵۷)

صحیح البخاری: ۵۷۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس مقام پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث کو یہاں پر ذکر کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں منہ میں دوا ٹپکانے کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں ایک قسم کا تضاد ہے، کیونکہ اس

Marfat.com

سے پہلی حدیث میں مذکور تھا کہ صحابہ نے وہ کام کیا جس کا نبی ﷺ نے حکم نہیں دیا تھا بلکہ آپ نے انکار کیا تھا کہ میرے منہ میں دوامت ڈالو، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نے وہ کام کیا جس کا نبی ﷺ نے حکم دیا تھا، یعنی آپ نے فرمایا تھا: مجھ پر سات مشکوں کا پانی ڈالو، سو آپ پر سات مشکوں کا پانی ڈالا گیا، تو ان دونوں حدیثوں میں اس اعتبار سے تضاد ہے کہ ایک حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا گیا اور دوسری حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ کے حکم پر عمل کیا گیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر، یہ ابن محمد سختیانی المروزی ہیں۔ اور عبداللہ کا ذکر ہے اور یہ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''ان یمرض''۔ اس کا معنی ہے: مریض کی دیکھ بھال کرنا اور اس کی حفاظت کرنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے''هریقوا'' اس کا معنی ہے: میرے اوپر ان مشکوں سے پانی ڈالو۔

اس حدیث میں مذکور ہے''او کیتهن'' یہ الوکاء کی جمع ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کے ساتھ مشک کے منہ کو باندھا جاتا ہے۔ اور آپ نے یہ شرط اس لیے لگائی کہ اس مشک کے پانی کو کسی نے انگلیاں ڈال کر چھوا نہ ہو اور وہ پانی صاف اور طاہر ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث الباب کے دیگر مسائل

اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کو غسل کے لیے ٹب میں بٹھایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ ٹب میں بیٹھ کر غسل کرنا سنت ہے، اور نبی ﷺ نے فرمایا تھا: شاید میں تم کو نصیحت کروں، اس سے وصیت کرنے کا استحباب معلوم ہوا اور علاج کی نیت سے مریض کو غسل کرانے کا جواز معلوم ہوا، آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں سے پانی ڈالو، جن کی ڈوریاں کھولی نہ گئی ہوں، اس سے علاج کا سنت ہونا ثابت ہوا اور ان لوگوں کا رد ہو گیا جو علاج کو توکل کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ نبی ﷺ بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنا چاہتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی متعدد بیویاں ہوں تو یہ جائز ہے کہ اس کو کسی ایک بیوی کے پاس سکون حاصل ہو، اس سے آپ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت کا پتا چلا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۲۳۔ بَابُ: الْعُذْرَةِ — حلق کے درد کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں عُذرۃ کا بیان ہے، العُذرۃ میں عین پر پیش ہے اور ذال ساکن ہے، اور اس کا معنی ہے: حلق کا درد، اور اس کا نام رکھا جاتا ہے: حلق کے کوے کا گر جانا جس کو سقوط اللھاۃ کہتے ہیں، اور یہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو حلق کے آخر میں ہوتا ہے۔

۵۷۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از

Marfat.com

مِحْصَنٍ الْأَسَدِيَّةَ أَسَدَ خُزَيْمَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ أُخْتُ عُكَّاشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِابْنٍ لَهَا قَدْ أَعْلَقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى مَا تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهَذَا الْعِلَاقِ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُرِيدُ الْكُسْتَ وَهُوَ الْعُودُ الْهِنْدِيُّ وَقَالَ يُونُسُ وَإِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَلَّقَتْ عَلَيْهِ۔

الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ ام قیس بنت محصن الاسدیہ، ان کا تعلق اسدِ خزیمہ سے تھا اور وہ ان پہلی مہاجرات میں سے تھیں جنہوں نے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی، اور یہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، وہ خبر دیتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئیں، انہوں نے اپنے بیٹے کا علاج حلق کے کوے کو دبا کر کیا تھا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو حلق دبا کر کیوں تکلیف دیتی ہو، تم اس عودِ ہندی کے استعمال کو لازم کرلو، کیونکہ اس میں سات بیماریوں سے شفاء ہے، ان میں سے ایک پسلی کے درد کی بیماری ہے، نبی ﷺ کی مراد القسط تھی اور وہی عود ہندی ہے۔ اور یونس اور اسحاق بن راشد نے از الزہری، اعلقت علیہ کے بجائے علقت علیہ کہا۔ (اس کا معنی ہے: بچے کے حلق کو دبانا)۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۳، ۵۷۱۵، ۵۷۱۸، صحیح مسلم: ۲۸۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۲، مسند احمد: ۲۶۴۶۳)

صحیح البخاری: ۵۷۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث باب اللدود میں عنقریب گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا پہلی مہاجرات میں سے تھیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ زہری کا کلام ہو، پھر یہ حدیث مدرج ہوگئی۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ زہری کے شیخ کا کلام ہو، پھر یہ حدیث موصول ہوگئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اسدِ خزیمہ'' یہ اس لیے کہا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ اسد بنو العزیٰ سے ہیں یا اسد بنو ربیعہ سے ہیں یا اسد بنو سوید سے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قد اعلقت علیہ'' اس کا معنی ہے کہ حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کے تالو کو انگلی سے اٹھا کر دبایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۴۔ بَابُ: دَوَاءِ الْمَبْطُونِ — پیٹ کی بیماری کی دواء کا بیان

اس باب میں پیٹ کی بیماری کی دواء کا بیان ہے۔ یعنی جس شخص کو زیادہ اسہال ہو رہے ہوں اور دست آرہے ہوں۔

۵۷۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن

جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ إِنَّ أَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ فَقَالَ إِنِّي سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ صَدَقَ اللهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ تَابَعَهُ النَّضْرُ عَنْ شُعْبَةَ۔

بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی المتوکل از حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا، سو اس نے کہا کہ اس کے بھائی کا پیٹ جاری ہے یعنی اس کو دست آ رہے ہیں، آپ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، سو اس نے اس کو شہد پلایا، پھر اس نے کہا کہ میں نے اس کو شہد پلایا مگر اس کو تو اس سے زیادہ دست آ رہے ہیں، آپ نے فرمایا: اللہ نے سچ ارشاد فرمایا ہے (کہ شہد میں شفاء ہے) اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔

محمد بن جعفر کی متابعت النضر نے کی ہے از شعبہ۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۶، صحیح مسلم: ۲۲۱۷، سنن ترمذی: ۲۰۸۲، مسند احمد: ۷۶۲)

صحیح البخاری: ۵۷۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "پیٹ کی بیماری کی دواء"، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص کو دست آ رہے تھے آپ نے اس کا علاج بتایا کہ اس کو شہد پلایا جائے، اور یہ پیٹ کی بیماری کی دواء ہے۔ چنانچہ بار بار شہد پینے سے وہ شخص تندرست ہو گیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں محمد بن بشار کا ذکر ہے، وہ بندار ہیں۔ اور وہ غندر سے روایت کرتے ہیں اور وہ محمد بن جعفر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالمتوکل کا ذکر ہے، ان کا نام علی بن داؤد الناجی ہے۔ یہ حدیث عنقریب "باب الدواء بالعسل" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۵۔ بَابٌ: لَا صَفَرَ وَهُوَ دَاءٌ يَأْخُذُ الْبَطْنَ

لاصفر صفر وہ بیماری ہے جو پیٹ کو پکڑ لیتی ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ صَفَر کوئی چیز نہیں ہے، اور امام بخاری نے صَفَر کی تفسیر کی ہے کہ یہ وہ بیماری ہے جو پیٹ کو پکڑ لیتی ہے۔ عنقریب باب الجذام میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور امام بخاری نے جو تفسیر کی ہے، وہ ان کا مختار ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٥٧١٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَغَيْرُهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا بَالُ إِبِلِي تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيَأْتِي الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيَدْخُلُ بَيْنَهَا فَيُجْرِبُهَا فَقَالَ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسِنَانِ بْنِ أَبِي سِنَانٍ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۲۰، سنن ابوداؤد: ۳۹۱۱، مسند احمد: ۷۵٦۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور ان کے غیر نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ صفر کی نحوست ہے اور نہ اُلو کی نحوست ہے، تو ایک دیہاتی نے کہا: یارسول اللہ! پھر کیا وجہ ہے کہ میرے اونٹ ریگستان میں ہوتے ہیں تو وہ ہرنوں کی طرح (چاق وچوبند) ہوتے ہیں۔ پھر ان کے درمیان ایک خارش زدہ اونٹ داخل ہوتا ہے تو ان اونٹوں کو بھی خارش لگا دیتا ہے، آپ نے فرمایا: پھر پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی تھی؟

اس حدیث کی زُہری نے روایت کی ہے از ابی سلمہ وسنان بن ابی سنان۔

صحیح البخاری: ٥٧١٧، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں صالح کا ذکر ہے اور وہ ابن کیسان ہیں۔ اور اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الطب میں از محمد بن حاتم روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لاعدوی ولا صفر ولا ھامۃ'' ان الفاظ کی تشریح عنقریب باب الجذام میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر پہلے اونٹ میں خارش کس نے متعدی کی؟'' یعنی اگر اونٹ میں خارش کسی کے مرض کے تعدی کی وجہ سے ہوئی ہے تو پہلے اونٹ میں خارش کس نے کی، وہاں تو کوئی متعدی کرنے والا نہیں تھا۔ پس جب پہلے اونٹ کے اندر بغیر کسی کی تعدی کے خارش ہوئی ہے تو دوسروں میں بھی بغیر کسی کی تعدی کے خارش ہوئی ہے اور اس پر دلیل قائم ہے کہ مؤثر حقیقی صرف اللہ عزوجل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ٥٧١٧ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

''ھامۃ'' کا بیان

اس حدیث میں ھامۃ کا ذکر ہے، یہ ایک پرندہ ہے جس سے لوگ بدفالی نکالتے تھے اور اس کو منحوس سمجھتے تھے۔ اور یہ پرندہ رات کو اڑتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اُلو ہے۔ اور امام طبری نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے کہ اس سے مراد اُلو ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ جس مقتول کا قصاص نہ لیا جائے تو اس کی روح ھامۃ بن جاتی ہے اور وہ کہتی ہے: مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ یعنی مجھے قاتل کا خون پلاؤ، پس جب اس کے قتل کا بدلہ لے لیا جائے تو وہ روح اڑ جاتی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ میت کی روح ھامۃ بن جاتی ہے اور اڑنے لگ جاتی ہے۔ اسلام نے ان تمام عقائد کو باطل قرار دیا ہے۔

''صَفَر'' کا بیان

امام طبری نے بیان کیا ہے کہ امام ابوعبیدہ نے ذکر کیا کہ میں نے یونس الجرمی سے سنا، انہوں نے رؤبہ بن العجاج سے صفر کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے کہا: یہ ایک سانپ ہے جو مویشیوں اور لوگوں کے پیٹ میں پیدا ہوجاتا ہے اور جس کے پیٹ میں وہ سانپ ہوتا ہے وہ مرجاتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد فرمایا اور ارشاد فرمایا: ہر شخص اپنی موت سے مرتا ہے۔ (المنتقی ج ۷ ص ۲۶۴)

لاصَفَر کے بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ محرم کو صفر کی طرف مؤخر کردیتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد فرمایا کہ صفر کو مؤخر کرنے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

مرض کے متعدی نہ ہونے کا بیان

ابن قُتیبہ نے کہا ہے کہ جس شخص کو جُذام کا مرض ہو، اس کی بو بہت شدید ہوتی ہے حتیٰ کہ جو اس کی مجلس میں زیادہ رہے اور اس کے ساتھ کھائے پیے، وہ بھی بیمار ہوجاتا ہے اور بسا اوقات جُذامی کی بیوی اس کے ساتھ زیادہ مباشرت کی وجہ سے بیمار ہوجاتی ہے۔ اور بسا اوقات اس کی اولاد میں بھی جُذام ہوجاتا ہے۔ اسی طرح تپ دِق کا مرض ہے، اور اطباء کہتے ہیں کہ جس کو تپ دِق کی بیماری ہو اس کے ساتھ نہ بیٹھا جائے اور نہ اس کے ساتھ بیٹھا جائے جس کو جُذام کی بیماری ہے۔ اور ان کا ارادہ یہ نہیں ہوتا کہ جُذام کی بیماری متعدی ہوجاتی ہے یا دِق کی بیماری متعدی ہوجاتی ہے، ان کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ جو ان کے ساتھ مجلس میں رہے گا تو اس کی بو ان میں اثر کرے گی اور وہ اس کی بو کی وجہ سے بیمار ہوجائیں گے۔ اسی طرح عرب یہ کہتے تھے کہ جب خارش زدہ اونٹ دوسرے اونٹوں کے ساتھ مل جائے تو اس میں بھی خارش ہوجاتی ہے۔ اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے بیمار کو تندرست کے ساتھ مختلط کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کو ناپسند فرمایا ہے کہ آفت زدہ شخص تندرست کے ساتھ اختلاط کرے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ اس آفت زدہ شخص کی وجہ سے دوسرے میں آفت پیدا ہوگئی ہے، پھر وہ گناہگار ہوگا، اس لیے بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۴۴۴۔۴۴۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۱۷، کی شرح از علامہ صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث شریف اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسان میں جو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، یہ اللہ عزوجل کی تقدیر سے پیدا ہوتی ہیں۔

Marfat.com

اور جس وقت اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ میرے اونٹ تندرست ہوتے ہیں اور ان میں ایک خارش زدہ اونٹ داخل ہوتا ہے تو میرے اونٹوں میں خارش پیدا ہو جاتی ہے، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر پہلے اونٹ میں خارش کس نے پیدا کی تھی؟ یعنی پہلے اونٹ میں خارش کا مرض کہاں سے آیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس ذات نے پہلے اونٹ میں خارش کی بیماری پیدا کی اسی ذات نے دوسرے اونٹوں میں بھی خارش کی بیماری پیدا کی اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ پہلے اونٹ کی خارش کی وجہ سے باقی اونٹوں میں خارش پیدا ہو گئی اور اونٹوں کی خارش کا مرض متعدی ہو گیا۔

اور یہ قطعی دلیل ہے جو جاہلیت کے اس عقیدہ کو باطل کرتی ہے کہ ایک بیمار کا مرض دوسرے شخص میں بیماری پیدا کر دیتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ تمام بیماریاں اللہ رب العالمین کی تقدیر اور تخلیق سے پیدا ہوتی ہیں۔

(الشرح المیسر لصحیح البخاری ج ۵ ص ۲۷۰۔۲۷۱، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۳۲ھ)

امراض کے متعدی ہونے کی تحقیق از مصنف

میں کہتا ہوں کہ جدید میڈیکل سائنس کا یہ نظریہ ہے کہ ایک بیماری کے جراثیم دوسرے صحت مند شخص میں سرایت کر جاتے ہیں، اور اس صحت مند میں بھی وہی بیماری پیدا ہو جاتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اور چیزوں کے اسباب بنائے ہیں اسی طرح مرض کے متعدی ہونے کو بھی سبب غالب بنایا ہے اور جو علماء جدید میڈیکل سائنس کے اس نظریہ کو قبول کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مرض کا متعدی ہونا سببِ غالب ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سبب بنایا ہے اور مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے، کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اسباب میسر ہوتے ہیں اور ان اسباب پر مسبب کا ترتب نہیں ہوتا۔ اس لیے مرض کا متعدی ہونا فی الجملہ سبب ہے اور وہ مؤثر حقیقی نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدشگونی ہے اور نہ اُلو کی نحوست ہے اور نہ ماہِ صفر کی نحوست ہے اور جذام کی بیماری والے سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۵۷۰۷)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مریض کو صحت مند کے پاس نہ لایا جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۷۴)

ان دونوں حدیثوں سے بھی یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ فی الجملہ مرض متعدی ہوتا ہے لیکن یہ سببِ مؤثر نہیں ہے اور مرض کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ نے اور چیزوں کے اسباب بنائے ہیں، اسی طرح مرض کے متعدی ہونے کو بھی بیماری کا سبب بنایا ہے لیکن یہ کلی سبب نہیں ہے نہ سبب حقیقی ہے۔ یہ ان علماء کی رائے ہے اور میری رائے بہر حال یہی ہے کہ مرض متعدی نہیں ہوتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "لاعدوی" کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا۔ اور ہو سکتا ہے اس کی یہ توجیہ کی جائے کہ کوئی مرض خود بخود متعدی نہیں ہوتا، ہاں اللہ تعالیٰ کسی مرض کو متعدی کر دے تو ایسا ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۶۔ بَابُ: ذَاتِ الْجَنْبِ نمونیا یا پسلی کے درد کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''ذات الجنب'' کا بیان ہے، ''ذات الجنب'' پسلیوں کے گرم ورم کو کہتے ہیں اور بعض اوقات ریاحِ غلیظہ جو سینے اور پسلیوں میں بند ہو جاتی ہیں تو اس سے سینے میں درد پیدا ہوتا ہے (اس کو اردو میں نمونیا کہتے ہیں)۔ اور اس کا علاج ''القسط'' یا عودِ ہندی کو جلا کر ناک میں اس کی دھونی دینے سے کیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۱۸۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهِيَ أُخْتُ عُكَّاشَةَ بْنِ مِحْصَنٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِابْنٍ لَهَا قَدْ عَلَّقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ اتَّقُوا اللهَ عَلَى مَا تَدْغَرُونَ أَوْلَادَكُمْ بِهَذِهِ الْأَعْلَاقِ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُرِيدُ الْكُسْتَ يَعْنِي الْقُسْطَ قَالَ وَهِيَ لُغَةٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عتاب بن بشیر نے خبر دی از اسحاق از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا جو ان پہلی مہاجرات میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی اور وہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، انہوں نے یہ خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئیں، انہوں نے اپنے بیٹے کے حلق کے کوا کے گرنے کی وجہ سے تالو کو دبا کر علاج کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو تم اپنی اولاد کو اس طرح تالو دبا کر تکلیف پہنچاتی ہو، اس عودِ ہندی (کوٹھ) کے استعمال کو لازم کرو کیونکہ اس میں سات بیماریوں کی شفاء ہے، ان میں سے ایک نمونیا ہے، آپ کی مراد تھی کُست یعنی القسط اور یہ بھی ایک لغت ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱۳، ۵۷۱۵، ۵۷۱۸، صحیح مسلم: ۲۸۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۲، مسند احمد: ۲۶۴۶۳)

صحیح البخاری: ۵۷۱۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ذات الجنب'' یعنی نمونیا یا پسلی کا درد۔ اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ عودِ ہندی میں سات بیماریوں کی شفاء ہے اور ان میں سے ایک ذات الجنب یعنی نمونیا بھی ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

یہ حدیث عنقریب ''باب اللدود'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''علی ما تدغرون'' یہ جمع مذکر کا صیغہ ہے اور ایک روایت میں ہے ''علام تدغرن'' اور یہ جمع مؤنث کا صیغہ ہے، اور ہم نے پہلے بیان کیا تھا کہ ''دغر'' کا معنی ہے: انگلی سے حلق کو دبانا، کیونکہ جس بچہ کے حلق میں درد ہوتا ہے تو

Marfat.com

عورت اپنی انگلی سے اس بچے کے حلق کو دباتی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بچے کے حلق کو انگلی سے دبا کر کیوں تکلیف دیتی ہو؟ تم عودِ ہندی کی دھونی اس کے ناک میں چڑھاؤ تو اس سے اس کو شفاء ہو جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۱۹، ۵۷۲۰، ۵۷۲۱۔ حَدَّثَنَا عَارِمٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ قُرِئَ عَلَى أَيُّوبَ مِنْ كُتُبِ أَبِي قِلَابَةَ مِنْهُ مَا حَدَّثَ بِهِ وَمِنْهُ مَا قُرِئَ عَلَيْهِ وَكَانَ هٰذَا فِي الْكِتَابِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ وَأَنَسَ بْنَ النَّضْرِ كَوَيَاهُ وَكَوَاهُ أَبُو طَلْحَةَ بِيَدِهِ وَقَالَ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَذِنَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِأَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنْ يَرْقُوا مِنَ الْحُمَةِ وَالْأُذُنِ قَالَ أَنَسٌ كُوِيتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَيٌّ وَشَهِدَنِي أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو طَلْحَةَ كَوَانِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عارم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ابو قلابہ کی کتابوں سے ایوب کے اوپر حدیث پڑھی گئی، ان میں سے بعض احادیث ہیں جن کو (ایوب نے ابو قلابہ کے سامنے پڑھا تھا) اور بعض وہ احادیث تھیں جو ان کے سامنے پڑھ کر سنائی گئی تھیں اور ان لکھی ہوئی احادیث میں یہ حدیث بھی تھی: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ اور حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہما نے ان کا داغ لگا کر علاج کیا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے داغ لگایا تھا اور عباد بن منصور نے کہا از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک گھر والوں کو زہریلے جانور کے ڈنک مارنے اور کان کی تکلیف میں دم کرانے کی اجازت دی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نمونیا میں داغا گیا تھا اور اس وقت حضرت ابوطلحہ اور حضرت انس بن نضر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے داغا تھا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۹۳، ۲۱۹۶، سنن ترمذی: ۲۰۵۶، سنن ابن ماجہ: ۳۵۱۶، مسند احمد: ۱۲۰۰۸، ۱۷۸۴)

صحیح البخاری: ۵۷۱۹، ۵۷۲۰، ۵۷۲۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ذات الجنب" یعنی نمونیا اور صحیح البخاری: ۵۷۲۱ میں مذکور ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے نمونیا کی بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں داغا گیا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے عارم، یہ محمد بن الفضل کا لقب ہے، اور اس حدیث میں حماد کا ذکر ہے، وہ ابن زید ہیں۔ اور ایوب کا ذکر ہے، وہ سختیانی ہیں۔ اور ابوقلابہ کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ابوقلابہ کی کتابوں سے ایوب کے سامنے حدیث پڑھی گئی''، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جس چیز کو کتاب سے پڑھا گیا ہو، اس کی روایت کس طرح جائز ہے؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ کتاب ایوب سے سنی گئی تھی، اس کے باوجود اس کا مرتبہ اس روایت سے کم ہے جس کو حافظہ سے روایت کیا گیا ہو، ہاں اگر یہ روایت ایوب سے سنی ہوئی نہ ہوتی تو پھر اس کی روایت کتاب سے جائز نہ ہوتی اور محققین نے اس کو وثوق سے جائز کہا ہے اور اس کا نام الوجادہ رکھا گیا ہے اور اس مسئلہ میں کئی مباحث اور اختلافات ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''وکان ھذا فی الکتاب'' یعنی ابوقلابہ کی کتاب میں یہ مذکور تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''عن انس'' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نیز اس حدیث میں ذکر ہے ''بے شک ابوطلحہ نے'' ان کا نام زید بن سہل ہے اور یہ حضرت انس کی والدہ ام سلیم کے شوہر ہیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''کویاہ'' یعنی ان دونوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو داغ لگایا۔ پہلے داغ لگانے کی نسبت حضرت ابوطلحہ اور حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہما کی طرف کی، پھر بعد میں اس کی نسبت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف کی، کیونکہ حضرت ابو طلحہ نے اپنے ہاتھ سے داغ لگایا تھا، اور پھر اس کی نسبت حضرت ابوطلحہ اور حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہما کی طرف کی، اس لیے کہ وہ دونوں داغ لگانے کے ساتھ راضی تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اور عباد بن منصور نے کہا:'' یہ عباد بن منصور ناجی ہیں، اور ان کی کنیت ابوسلمہ ہے، اور صحیح بخاری میں صرف اسی جگہ تعلیق میں ان کی روایت ہے، اور یہ بہت بڑے تبع تابعی ہیں اور ان کے متعلق کئی وجوہ سے کلام کیا گیا ہے:

(۱) ان پر قدری ہونے کی تہمت تھی یعنی یہ تقدیر کے منکر تھے، لیکن یہ اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت نہیں دیتے تھے۔

(۲) یہ مدلس تھے۔ (۳) ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

امام ابن عدی نے کہا ہے: ان کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں اور امام ابویعلیٰ نے اس تعلیق کی از ابراہیم بن سعد الجوہری سند متصل کے ساتھ روایت کی اور اس تعلیق کے دو فائدے ہیں۔ ایک اسناد کی جہت سے ہے اور وہ یہ ہے کہ حماد بن زید نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے کہ ایوب نے اس حدیث کو ابی قلابہ سے صورتاً حاصل کیا تھا اور انہوں نے ابوقلابہ کی کتاب سے اس حدیث کو پڑھا تھا، اور عباد بن منصور نے اس روایت کو عنعن سے بیان کیا ہے۔ دوسرا فائدہ متن کی جہت سے ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جو داغ لگایا گیا تھا، وہ نمونیا کی وجہ سے تھا اور یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آیا تھا اور حضرت زید بن

Marfat.com

ثابت رضی اللہ عنہ بھی اس موقع پر حاضر تھے، اور عباد بن منصور کی روایت میں ایک اور اضافہ ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک گھر والوں کو زہریلے جانور کے ڈنک مارنے اور کان میں دم کرانے کی اجازت دی۔ اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے:
یعنی کان کے درد میں آپ نے دم کرانے کی اجازت دی ہے جب کان میں درد ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے پہلے حدیث میں یہ گزرا ہے کہ دم کرانا صرف نظرِ بد میں یا زہریلے جانور کے ڈنک میں جائز ہے، اور اس حدیث میں زہریلے جانور کے ڈنک مارنے کی وجہ سے اور کان کے درد کی وجہ سے دم کرانے کی اجازت دی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے پہلے منع کیا ہو اور بعد میں آپ نے اجازت دی ہو۔ یا اس حدیث کا معنی اس طرح ہو کہ نظرِ بد اور زہریلے جانور کے ڈنک سے زیادہ کسی تکلیف میں دم کرانا نفع بخش نہیں ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ سے آپ نے دم کرانے کی نفی نہیں فرمائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک گھر والوں کو اجازت دی کہ وہ زہریلے جانور کے ڈنک اور کان کے درد میں دم کرائیں، اس گھر والوں سے مراد ہے آل عمرو بن حزم۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مجھے نمونیا سے داغا گیا" یعنی نمونیا کے سبب سے داغا گیا۔ اور امام حاکم نے امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نمونیا شیطان سے ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو مجھ پر مسلط نہیں کرے گا۔ پس اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمونیا کے مرض میں فوت ہوئے تو میں کہوں گا: یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۵-۳۷۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۷- بَابٌ: حَرْقِ الْحَصِيرِ لِيُسَدَّ بِهِ الدَّمُ چٹائی کو جلانا تاکہ (اس کی راکھ سے) خون کو روکا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی زخم سے خون بہہ رہا ہو اور کسی صورت سے رک نہ رہا ہو، تو چٹائی کو جلا کر اس کی راکھ کو زخم میں بھر دیا جائے، تاکہ خون بہنے سے رک جائے۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ قیاس یہ تھا کہ امام بخاری اس باب کے عنوان میں لکھتے "احراق الحصیر" یعنی چٹائی کو جلانا اور علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ تحریق الحصیر کہا جاتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ احراق اور تحریق اس وقت کہا جاتا ہے جب ان میں مبالغہ مقصود ہو، اور حرق الحصیر سے بھی معنی مقصود معلوم ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۶-۳۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۲۲- حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ لَمَّا كُسِرَتْ عَلَى رَأْسِ رَسُولِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن القاری نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الْبَيْضَةُ وَأُدْمِيَ وَجْهُهُ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ وَكَانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ وَجَاءَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ الدَّمَ يَزِيدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً عَمَدَتْ إِلَى حَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا عَلَى جُرْحِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَقَأَ الدَّمُ۔

بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب (غزوۂ احد میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے اوپر خود (لوہے کی ٹوپی) ٹوٹ گیا اور اس سے آپ کا چہرہ خون آلودہ ہو گیا اور آپ کے سامنے کے دانت ٹوٹ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی بھر بھر کر لا رہے تھے، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ سے خون کو دھو رہی تھیں، پس جب حضرت فاطمہ علیہا السلام نے دیکھا کہ خون پانی سے زیادہ بہہ رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی کو جلایا اور اس کی راکھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم پر بھر دیا، پھر خون بہنے سے رک گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۳، ۲۹۰۳، ۲۹۱۱، ۳۰۳۷، ۴۰۷۵، ۵۲۴۸، ۵۷۲۲، صحیح مسلم: ۱۷۹۰، سنن ترمذی: ۲۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۴، مسند احمد: ۲۲۲۹۳)

صحیح البخاری: ۵۷۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن عُفیر، عُفیر عفر کی تصغیر ہے، اور یہ سعید بن کثیر بن عفیر المصری ہیں، یعنی اس حدیث میں سعید کو ان کے دادا کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث میں ابو حازم کا ذکر ہے، ان کا نام سلمہ بن دینار ہے۔

یہ حدیث غزوۂ احد میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''البیضۃ'' کا لفظ مذکور ہے، اس کا معنی ہے: لوہے کی ٹوپی، یہ جنگ کے دوران سر کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی ہے، اردو میں اس کو خود کہتے ہیں۔ کسی نے آپ کے خود پر پتھر مارا تو خود کا ایک کونا آپ کے چہرہ انور میں گھس گیا جس سے آپ کا چہرہ زخمی ہو کر خون آلودہ ہو گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رباعیتہ'' کسی نے پتھر مارا تھا، جس سے آپ کے سامنے کے دانتوں کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا تھا، سامنے کے دانتوں میں سے جو پہلے دانت ہیں ان کو الثنایا کہا جاتا ہے، اس کے بعد جو دانت ہیں ان کو الرباعیۃ کہا جاتا ہے، پھر اس کے بعد جو دانت ہیں ان کو الانیاب کہا جاتا ہے، پھر جو دانت ہیں ان کو الضواحک کہا جاتا ہے، پھر جو دانت ہیں ان کو الارحاء کہا جاتا ہے۔ اور یہ چار دانت ہوتے ہیں دو اوپر کے اور دو نیچے کے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

غزوۂ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے اور آپ کے خون بہنے کی حکمت

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے والد اور دیگر محارم کے امراض میں ان کا علاج کر سکتی ہے، اور اس

Marfat.com

حدیث میں دوا اور علاج کا ثبوت ہے، اس زمانہ میں خون روکنے اور مرہم پٹی کے جو اسباب تھے ان کو اختیار کیا گیا، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوا اور علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ کسی کافر کے پتھر مارنے کی وجہ سے آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا اور آپ کے سامنے کے دانتوں کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا اور آپ کا خون بہا، اس میں شہادتِ جہریہ کا نمونہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہونے اور خون بہنے کا نمونہ ہے تا کہ امت کے جو افراد کسی غزوہ میں زخمی ہوں اور ان کا خون بہے تو اس کو آپ کے اس حال کے ساتھ نسبت ہو جائے اور ان کا زخمی ہونا اور ان کے خون کا بہنا سنت ہو جائے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام تر کمالات کے باوجود اللہ کے بندے ہیں اور کوئی شخص آپ کے کمالات کو دیکھ کر آپ کے متعلق الوہیت کا عقیدہ نہ رکھے اور یہ نہ سمجھے کہ آپ خدا ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ زخمی ہو اور اس کا خون بہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۷۲۲، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کی طرح بشر ہیں، پس تمام عوارضِ بشریہ آپ پر طاری ہوتے ہیں، آپ سوتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں اور آپ زخمی ہوئے اور آپ کو درد ہوا اور آپ کو گرمی اور سردی لگتی تھی اور اسی طرح دوسرے امور ہیں۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں اور میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۴۰۱، صحیح مسلم: ۵۷۲)

علماء نے یہاں پر یہ بحث کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو آپ کے چہرہ سے خون کو دھویا تو آیا یہ اس وجہ سے تھا کہ خون نجس ہے یا خون طاہر تھا؟

شیخ عثیمین لکھتے ہیں: جن لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ انسان کا خون طاہر ہے، وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس خون کو آپ کے چہرہ سے آپ کے حکم کی وجہ سے نہیں دھویا بلکہ انہوں نے بابِ نظافت یعنی صفائی کے لحاظ سے آپ کے چہرہ سے خون کو دھویا، پھر آپ کے زخم میں چٹائی کو جلا کر اس کی راکھ بھر دی تا کہ خون زیادہ نہ بہے اور آپ کے کپڑوں پر نہ گرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کے دھونے کا حکم نہیں دیا تھا، اس میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ خون طاہر ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۰۴۔۴۰۵، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

مصنف کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون عام لوگوں کے خون کی مثل نہیں ہے، اور آپ کا خون طاہر ہے اور آپ کے چہرہ سے خون کو دھونا صفائی اور ستھرائی کے قبیل سے ہے اور آپ کے زخم میں راکھ کو بھرنا زخم کے علاج کے لیے ہے اور اس میں ہمارے لیے دلیل ہے کہ اگر کسی شخص کو زخم لگ جائے اور خون نہ رک رہا ہو تو خون کو بہنے سے روکنے کے لیے اس زخم میں راکھ کو بھر دینا جائز ہے، اس زمانہ میں خون کو بہنے سے روکنے کے لیے یہی طریقہ معلوم تھا لیکن اب چونکہ طب میں ترقی ہو چکی ہے، اس لیے اب جدید میڈیکل سائنس نے خون کو روکنے کے لیے اور زخم کو بھرنے کے لیے جو دوائیاں ایجاد کی ہیں، ان دوائیوں کو استعمال کرنا چاہیے۔

نیز شیخ عثیمین کا لکھنا کہ آپ عام انسانوں کی طرح بشر ہیں، یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی تشریح اس طرح کرنی چاہیے جیسے ہم نے کی

Marfat.com

ہے۔(سعیدی غفرلہ)

۲۸۔ بَابٌ: اَلْحُمّٰی مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ — بخار جہنم کی تپش سے ہے، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے، اس باب میں ''فیح'' کا لفظ ہے، اور اس باب کے آخر میں ایک حدیث ہے اس میں ''فوح'' کا لفظ ہے، اور علامہ جوہری نے کہا ہے کہ الفیح والفوح یہ دو لغت ہیں، کہا جاتا ہے ''فاحت رائحة المسك تفيح وتفوح'' یعنی مشک کی خوشبو پھیل گئی، اور حدیث میں جو ہے کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے، اس سے مراد حقیقت بھی ہو سکتی ہے یعنی بخار زدہ شخص کو جسم میں جو تپش محسوس ہو رہی ہے وہ تپش جہنم کی آگ کی تپش کا ایک ٹکڑا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بعض اسباب سے اس کے ظہور کو مقدر فرما دیا تا کہ بندے اس سے عبرت پکڑیں اور نصیحت حاصل کریں، جیسے کہا جاتا ہے کہ خوشی اور لذت کی اقسام جنت کی نعمتوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس جہان میں ظاہر کر دیا تا کہ انسان اس سے جنت کی نعمتوں کو قیاس کرے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جو حدیث میں ہے: بخار جہنم کی تپش سے ہے، تو یہ بہ طور تشبیہ اور استعارہ کے ہو، یعنی بخار زدہ شخص کو جو جسم میں تپش محسوس ہوتی ہے یہ تپش جہنم کی تپش کے مشابہ ہے، اور علامہ طیبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو ہے ''من فيح جهنم'' یہ من یا ابتدائیہ ہے یا تبعیضیہ ہے، یعنی بخار زدہ شخص کو بخار میں جو تپش اور جلن محسوس ہوتی ہے، یہ تپش اور جلن دوزخ کی تپش اور جلن کا بعض حصہ ہے، اور جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی اور کہا کہ اے میرے رب! میرا بعض حصہ بعض حصہ کو کھا گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی، ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں، پس جس طرح گرمیوں کی گرمی کی حرارت جہنم کی گرمی کے آثار سے ہے، اسی طرح بخار میں جو تپش اور جلن محسوس ہوتی ہے، یہ بھی دوزخ کی تپش اور جلن کا ایک حصہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۷۔۳۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۲۳۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَلْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَطْفِئُوهَا بِالْمَاءِ قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَقُولُ اكْشِفْ عَنَّا الرِّجْزَ۔

(صحیح البخاری: ۳۲۶۴، ۵۷۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: بخار جہنم کی تپش سے ہے، اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

نافع نے کہا: کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (بخار آنے پر) یہ دعا کرتے: اے اللہ! ہم سے اس عذاب کو دور فرما دے۔

صحیح البخاری: ۵۷۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سلیمان کا ذکر ہے، وہ ابوسعید الجعفی الکوفی ہیں جنہوں نے مصر میں رہائش اختیار کر لی تھی، اور وہ عبداللہ بن وہب المصری سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاطفؤھا'' یہ ہمزہ قطعی ہے اور باب افعال کا ہمزہ ہے اور جب کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے اور جہنم میں گرمی ہوتی ہے اور اس کی آگ کے شعلے ہوتے ہیں اور آگ کو پانی کے ساتھ بجھایا جاتا ہے، اسی طرح بخار کی حرارت پانی کے ساتھ زائل کی جاتی ہے۔

اطباء نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے کہ جو بخار صفراوی مزاج والے کو ہو، تو اس کو ٹھنڈا پانی پلانے سے اور اس کے اعضاء کو ٹھنڈے پانی سے دھونے سے وہ بخار اتر جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ کبھی بخار صفراوی مزاج والے کو ہوتا ہے اور کبھی بلغمی مزاج والے کو ہوتا ہے، جیسے آدمی کو نزلہ اور زکام اور کھانسی ہو اور اس کے سینے میں درد ہو اور اس کو بخار چڑھے تو اس کو تو ٹھنڈا پانی مضر ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ عرب میں زیادہ تر گرم مزاج کے لوگ تھے اور ان کو جو بخار چڑھتا تھا تو اس کے لیے ٹھنڈا پانی مفید ہوتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعتبار سے یہ فرمایا ہے کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے اور اس کو ٹھنڈے پانی سے دور کرو اور آپ نے یہ قاعدہ کلیہ نہیں بیان فرمایا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۵۷۲۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بخار کو ٹھنڈے پانی سے دور کرنے کے دو طریقے

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے تفسیر کی ہے: بخار کو ٹھنڈا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس کو بخار چڑھا ہوا ہو اس کے اوپر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے، اور جن کو بخار ہو ان کے احوال مختلف ہوتے ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کے اوپر ٹھنڈا پانی ڈالنا مفید ہوتا ہے اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ ان کو ٹھنڈا پانی پلایا جائے تو وہ مفید ہوتا ہے۔

اور بعض علماء کا زعم یہ ہے کہ بعض بخار ایسے ہیں کہ ان میں بخار زدہ شخص کے اوپر ٹھنڈا پانی ڈالنا واجب ہے، اور یہ وہی بخار ہے جس کا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارادہ کیا ہے کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے اور فرمایا کہ اس کو پانی سے بجھاؤ اور پانی سے اس کو ٹھنڈا کرو، اور شارع علیہ السلام نے اس سے اس بخار کا ارادہ نہیں کیا جو سردی سے چڑھتا ہے اور آپ نے یہ اس بخار کے متعلق حکم دیا ہے جس کی اصل گرمی ہوتی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۴۵۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۷۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما كَانَتْ إِذَا أُتِيَتْ بِالْمَرْأَةِ قَدْ حُمَّتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام از فاطمہ بنت المنذر، انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما

Marfat.com

تَدْعُو لَهَا أَخَذَتْ الْمَاءَ فَصَبَّتْهُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ جَيْبِهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نَبْرُدَهَا بِالْمَاءِ۔

کے پاس کوئی ایسی عورت آتی جس کو بخار ہوتا تو وہ اس کے لیے دعا کرتیں اور کے گریبان پر پانی ڈالتیں، اور وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ ہم بخار کو پانی سے ٹھنڈا کریں۔

(صحیح مسلم: ۲۲۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۴۷۴، مسند احمد: ۲۶۳۸۶، موطا امام مالک: ۱۷۶۰)

صحیح البخاری: ۵۷۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بخار کو پانی کے ساتھ ٹھنڈا کرو، اور یہ حدیث، حدیثِ سابق کے مطابق ہے جس میں ارشاد تھا کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے، سو اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ اور مطابق کا مطابق بھی مطابق ہوتا ہے، لہٰذا یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، اور یہ ابن عُروہ ہیں۔ اور فاطمہ بنت المنذر بن الزبیر کا ذکر ہے، اور یہ حضرت زبیر کی پھوپھی کی بیٹی ہیں اور حضرت زبیر کی بیوی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب کسی بخار زدہ عورت کو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس لایا جاتا تو وہ اس کے گریبان کے اندر ٹھنڈا پانی ڈالتیں اور بیان کرتیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ بخار کو پانی کے ساتھ ٹھنڈا کریں۔ اس کی شرح حدیثِ سابق کی شرح کی مثل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۸۔۳۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: جدید میڈیکل سائنس سے بھی ثابت ہے کہ جب بہت تیز بخار ہو تو بخار کے مریض پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھی جائیں اور برف کے ساتھ اس کی ٹکور کی جائے، اس بات کو سائنسدانوں نے اب جانا ہے اور نبی ﷺ نے چودہ سو سال پہلے یہ علاج بتا دیا تھا۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۷۲۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ۔ (صحیح البخاری: ۳۲۶۴، ۵۷۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: بخار جہنم کے سانس سے ہے، سو اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۷۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے اور وہ القطان ہیں، اور ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد حضرت عُروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بخار کو پانی کے ساتھ ٹھنڈا کرو، ابن الانباری نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مریض کی طرف سے پانی کا صدقہ کرو تا کہ اللہ عزوجل اس کو شفاء عطا فرمائے، کیونکہ روایت ہے کہ افضل صدقہ پانی پلانا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۲۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ الْحُمّٰى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن مسروق نے حدیث بیان کی از عبایہ بن رفاعہ از جد خود حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے، اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

(صحیح مسلم: ۲۲۱۲، سنن ترمذی: ۲۰۷۳، مسند احمد: ۱۵۸۱۶، سنن داری: ۲۷۶۹)

اس حدیث کی شرح بھی احادیثِ سابقہ کی مثل ہے۔

۲۹۔ بَابٌ: مَنْ خَرَجَ مِنْ أَرْضٍ لَا تُلَايِمُهُ

جو شخص ایسی سرزمین سے نکلا جس کی آب وہوا اس کے ناموافق ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی ایسی سرزمین کی طرف گیا جہاں کی آب وہوا اس کے ناموافق تھی تو اس کا کیا حکم ہے۔ امام بخاری نے یہ بیان نہیں کیا کیونکہ باب میں مذکور حدیث سے اس کا حکم سمجھ میں آرہا ہے، یعنی ایسے علاقہ کی طرف جانا بھی جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زُریع

Marfat.com

مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَاسًا أَوْ رِجَالًا مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ وَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رِيفٍ وَاسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِذَوْدٍ وَبِرَاعٍ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فِيهِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَانْطَلَقُوا حَتَّى كَانُوا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ وَأَمَرَ بِهِمْ فَسَمَرُوا أَعْيُنَهُمْ وَقَطَعُوا أَيْدِيَهُمْ وَتُرِكُوا فِي نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتَّى مَاتُوا عَلَى حَالِهِمْ۔

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ کچھ لوگ یا چند مرد عُکل اور عُرینہ سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام کے متعلق گفتگو کی، انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہم مویشیوں کا دودھ نکالنے والے لوگ ہیں اور ہم کھیتی باڑی کرنے والے نہیں ہیں، اور ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے اونٹوں کا اور چرواہے کا حکم دیا، اور ان کو حکم دیا کہ وہ نکل کر اس جگہ چلے جائیں، پس اونٹنیوں کا دودھ پئیں اور ان کا پیشاب پئیں، پس وہ چلے گئے حتیٰ کہ جب وہ حرہ کی ایک جانب پہنچے تو اسلام کے بعد انہوں نے کفر کیا اور مرتد ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر بھاگ گئے، نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کی تلاش میں صحابہ کو بھیجا، اور جب وہ پکڑے گئے تو آپ نے حکم دیا تو ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کے ہاتھ کاٹے گئے اور ان کو حرہ کی ایک جانب میں چھوڑ دیا گیا حتیٰ کہ وہ اسی حال میں مر گئے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۸، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۵۷۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "واستوخموا المدینۃ" کیونکہ جب ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی تو انہوں نے وہاں سے نکلنے کو طلب کیا، تو نبی ﷺ نے ان کو کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عُکل و عُرینہ" یہ دو قبیلوں کے نام ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اھل ضرع" یعنی اہل مواشی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اھل ریف" یعنی اس زمین کے رہنے والے جہاں کھیتی باڑی ہو۔

Marfat.com

ذود: اس کا معنی ہے: تین سے لے کر دس تک اونٹ۔
''ابوالها'' ان کو اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا حکم اس لئے دیا کہ اس وقت تک پیشاب کا پینا حرام نہیں ہوا تھا اور یا اس وجہ سے کہ یہ بہ طورِ دوا تھا۔
الحرة: سیاہ پتھریلی زمین کو الحرة کہتے ہیں۔
''فبعث الطلب'' طلب طالب کی جمع ہے، یعنی ان کی تلاش کے لئے کئی صحابہ کو بھیجا۔
''فسمروا اعینهم'' یعنی کیلوں کو گرم کر کے ان کی آنکھوں میں پھیرا گیا، کیونکہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہوں کے ساتھ اسی طرح کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کا خلاصہ

امام بخاری کا اس باب کے عنوان سے مقصود یہ ہے کہ اگر کسی انسان کو کسی علاقے یا کسی زمین کی آب و ہوا موافق نہ آئے تو وہ اس علاقہ کو چھوڑ کر کسی اور علاقہ میں جا سکتا ہے، امام بخاری نے عرینیین کے قصہ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ آئے اور یہاں کی آب و ہوا ان کو راس نہ آئی، سو وہ بیمار ہو گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مدینہ سے باہر سیاہ پتھریلی زمین میں جانے کا حکم دیا اور وہاں انہیں اونٹنیوں کا دودھ اور اونٹنیوں کا پیشاب پینے کے لیے فرمایا، اور وہ لوگ چونکہ پہلے بھی جانوروں کا دودھ دوہتے تھے اور دودھ پیتے تھے اور پیشاب پیتے تھے تو انہیں اپنے مطلب کی غذا ملی تو وہ تندرست ہو گئے لیکن انہوں نے ناشکری کی اور مرتد ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹوں کی حفاظت کرنے والے چرواہوں کو قتل کیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طلب میں صحابہ کو بھیجا، وہ سب پکڑے گئے، پھر قصاص میں ان سب کو قتل کیا گیا، اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہے کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں تو قصاص میں ان کے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ کیا گیا۔
اس حدیث میں ان کو پیشاب پلانے کا ذکر ہے، اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر یہ یقین ہو کہ نجس چیز میں شفاء ہے تو اس کو استعمال کرنا جائز ہے، اس حدیث میں ہے کہ پہلے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ نرمی اور مروت برتی، لیکن جب انہوں نے اس نرمی اور مروت کا صلہ بدی سے دیا تو پھر ان سے قصاص لیا گیا۔

۳۰۔ بَابُ: مَا يُذْكَرُ فِي الطَّاعُونِ — طاعون کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
طاعون، فاعول کے وزن پر ہے اور یہ طعن سے ماخوذ ہے، طعن کے معنی ہیں: کسی چیز کا چبھونا، جیسے نیزہ کی نوک کو چبھوتے ہیں۔
علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ: طاعون ایک عام بیماری ہے، جس سے ہوا فاسد ہو جاتی ہے اور مزاج اور بدن خراب ہو جاتے ہیں۔
علامہ الجوہری نے کہا ہے: طاعون موت عام ہے، یعنی اس بیماری کے نتیجہ میں عام لوگ مر جاتے ہیں۔
علامہ الکرمانی نے کہا ہے: طاعون ایک پھنسی ہے، جس سے جسم میں بہت سخت درد ہوتا ہے، اور یہ عموماً انسان کی بغلوں میں نکلتی

Marfat.com

ہے اور اس میں سخت جلن ہوتی ہے اور اس کے ارد گرد کی جگہ سیاہ ہو جاتی ہے اور دل میں گھبراہٹ طاری ہوتی ہے اور قے آتی ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ: طاعون ایسا درد ہے جو بہت غالب ہوتا ہے، اور روح میں اس طرح چبھتا ہے جیسے اس کو ذبح کر دیا ہو، اس کو طاعون اس لئے کہتے ہیں کہ یہ عام لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بہت تیزی سے اموات ہوتی ہیں۔

علامہ الباجی نے کہا ہے: طاعون ایک مرض ہے جو بہت لوگوں میں مختلف جہات سے ہوتا ہے، اس کے برخلاف دوسرے امراض ایک جہت سے ہوتے ہیں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: طاعون ایک دانہ ہے جو ہاتھوں اور رانوں کی جڑوں میں نکلتا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ وبا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ: طاعون ایک پھوڑا ہے جو جسم میں نکلتا ہے، اور وبا عموم الامراض کو کہتے ہیں، تو اس کا نام طاعون اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کی ہلاکت میں مشابہت ہے، ورنہ ہر طاعون وبا ہے اور ہر وبا طاعون نہیں ہے۔ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ شام کی وبا جو عمواس میں پھیلی تھی وہ بھی طاعون تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: عمواس کا طاعون ۱۸ھ میں واقع ہوا تھا، اور عمواس رملہ اور بیت المقدس کے درمیان ایک بستی ہے، اور عمواس کا طاعون پہلا طاعون ہے جو اسلام میں واقع ہوا اور اس طاعون سے شام میں تیس ہزار مسلمان ہلاک ہو گئے تھے۔

طاعون کے متعلق حدیث

امام احمد نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی فنا طعن اور طاعون سے ہوگی۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! طعن کو تو ہم جانتے ہیں (نیزہ چبھونا)، طاعون کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: جنات میں سے تمہارے بھائیوں کا نوچنا اور چبھونا ہے، اور ہر ایک میں شہادت ہے۔

طاعون کی تعریف میں دیگر اقوال

علامہ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے: طاعون ایک گلٹی ہے جو بغلوں اور کہنیوں میں نکلتی ہے، اور کبھی ہاتھوں اور انگلیوں میں بھی نکلتی ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وہاں نکلتی ہے۔

امام غزالی نے کہا: طاعون سے تمام بدن سوج جاتا ہے، اور اس کے ساتھ بخار آتا ہے، یا خون کا بعض اعضاء کی طرف بہنا ہے، پس وہ اعضاء سوج جاتے ہیں اور سرخ ہو جاتے ہیں اور وہ عضو ظاہر ہو جاتا ہے۔

اور ابن سیناء نے کہا: کہ طاعون ایک زہریلا مادہ ہے جو ورم کو پیدا کرتا ہے، اور وہ جسم کے نرم حصوں میں ورم ہوتا ہے، عموماً بغل کے نیچے یا کان کے پیچھے ہوتا ہے، اور اس کا سبب ردی خون ہے جو بدبودار اور فاسد ہونے کی طرف مائل ہو۔ اس سے قے آتی ہے اور متلی ہوتی ہے اور بے ہوشی طاری ہوتی ہے اور دل میں گھبراہٹ ہوتی ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ شارع علیہ السلام نے جو خبر دی ہے کہ طاعون جنات کا چبھونا یا نوچنا ہے، تو اس حدیث میں اور طاعون کی تفسیر میں جو اقوال ذکر کیے گئے ہیں، ان میں منافات ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حق وہ ہے جو شارع علیہ السلام نے کہا: اور اطباء تو اپنے قواعد کے تقاضوں کے اعتبار سے بیان کرتے ہیں، اور جنات کا چبھونا یا نوچنا ایسی چیز ہے جس کا عقل سے ادراک نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اطباء نے طاعون کی تعریف میں جو کہا ہے کہ یہ ایک گلٹی ہے یا پھنسی ہے یا اس سے جسم سوج جاتا ہے، تو یہ امور جنات کے چھونے سے ظاہر ہوتے ہوں اور طاعون جنات کے چھونے سے ہوتا ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جن شہروں کی آب وہوا بہت درست ہو اور موسم بھی صحیح ہو اور وہاں کی آب وہوا بھی موافق ہو، تو وہاں بھی طاعون واقع ہوتا ہے، اگر طاعون آب وہوا کے فساد کی وجہ سے ہوتا تو تمام لوگوں میں ہو جاتا اور حیوانات میں بھی ہو جاتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۰۔ ۳۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۲۸۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ سَعْدًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوهَا وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا فَقُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ يُحَدِّثُ سَعْدًا وَلَا يُنْكِرُهُ قَالَ نَعَمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، آپ نے فرمایا: جب تم کسی زمین میں طاعون کی خبر سنو تو اس زمین میں مت داخل ہو، اور جب کسی سرزمین میں طاعون واقع ہو اور تم وہاں پر ہو تو وہاں سے نہ نکلو، (سو حبیب بن ابی ثابت نے ابراہیم بن سعد سے کہا:) کیا آپ نے خود حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا کہ وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے تھے اور اس کا انکار نہیں کرتے تھے، تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۳۴۷۳، ۵۷۲۸، ۶۹۷۴، صحیح مسلم: ۲۲۱۸، سنن ترمذی: ۱۰۶۵، مسند احمد: ۲۱۲۵۶، موطا امام مالک: ۱۶۵۶)

صحیح البخاری: ۵۷۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کے عنوان میں طاعون کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی طاعون کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں جو ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو زندگی میں ہی جنت کی بشارت دی گئی تھی۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت سعد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، یہ حضرت سعد ابراہیم مذکور کے والد ہیں۔ اور اعمش کی روایت میں اس حدیث کی سند اس طرح ہے: از حبیب بن ثابت از ابراہیم بن سعد از اسامہ بن زید و سعد۔ اور اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۲۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طاعون کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف گئے، جب سرغ پر پہنچے تو اجناد کے لوگوں میں سے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور ان کے اصحاب نے آپ سے ملاقات کی اور یہ بتایا کہ شام میں وبا پھیل گئی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عمر نے فرمایا: مہاجرین اولین کو بلاؤ، میں نے ان کو بلایا، آپ نے ان سے مشورہ کیا اور ان کو یہ بتلایا کہ شام میں وبا پھیل گئی ہے، اس مسئلہ میں ان کا اختلاف ہوا، بعض نے کہا: آپ ایک کام کے لیے آئے ہیں اور ہمارے خیال میں اب آپ کا واپس جانا درست نہیں ہے، بعض نے کہا: آپ کے پاس بعض متقدمین اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں اور ہمارے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ ان کو وبائی علاقہ میں لے جائیں، حضرت عمر نے کہا: اچھا اب آپ جائیں، پھر فرمایا: میرے لیے انصار کو بلاؤ، میں نے انصار کو بلایا، پھر آپ نے ان سے مشورہ کیا، اور انہوں نے بھی مہاجرین کی طرح اپنی رائے کا اظہار کیا، اور اسی طرح مختلف آراء بیان کیں، حضرت عمر نے کہا: آپ لوگ بھی تشریف لے جائیں۔ پھر فرمایا: قریش کے ان بزرگوں کو بلاؤ جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے، ان میں سے دو شخصوں نے بھی اختلاف رائے نہیں کیا اور سب نے یہی کہا کہ ہماری رائے میں آپ واپس لوٹ جائیں اور لوگوں کو وبائی علاقہ میں نہ لے جائیں، بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کو یہ اعلان کرا دیا کہ میں صبح کو سوار ہو جاؤں گا، سو لوگ بھی سوار ہو گئے، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے کہا: کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا: کاش! یہ بات آپ کے سوا کسی اور نے کہی ہوتی، اور حضرت عمر ان سے اختلاف کرنا اچھا نہیں سمجھتے تھے، (حضرت عمر نے رضی اللہ عنہ کہا): ہاں! ہم اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں! مجھے یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم کسی ایسی وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں، ایک سرسبز اور شاداب ہو اور دوسرا بنجر اور ویران ہو، اب اگر تم سرسبز کنارے پر اپنے اونٹ چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر ہے اور اگر خشک کنارے پر اونٹ چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر ہے، اتنے میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے جو پہلے کسی کام سے گئے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: مجھے اس مسئلے کا علم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم کسی علاقہ میں وبا کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ، اور اگر تمہارے علاقے میں وبا پھیل جائے تو اس وبا سے بچنے کے لیے وہاں سے نہ نکلو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکر

Marfat.com

ادا کیا اور واپس چلے گئے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۱۹، الرقم المسلسل: ۵۶۷۷، صحیح البخاری: ۵۷۲۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں نہ دجال داخل ہوگا اور نہ طاعون۔
(صحیح البخاری: ۱۸۸۰، کتاب فضائل المدینہ، باب لا یدخل الدجال المدینہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پیٹ کی بیماری میں فوت ہو گیا وہ شہید ہے، اور جو طاعون کی بیماری میں فوت ہوا وہ بھی شہید ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۰۶۳، السنن الکبریٰ: ۷۵۲۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۴۵۶۔۴۵۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۵۷۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّامِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عُمَرُ ادْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفُوا فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ فَقَالَ ارْتَفِعُوا عَنِّي ثُمَّ قَالَ ادْعُوا لِي الْأَنْصَارَ فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ فَقَالَ ارْتَفِعُوا عَنِّي ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ فَقَالُوا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللهِ فَقَالَ عُمَرُ لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبد الحمید بن عبد الرحمٰن بن زید بن الخطاب از عبد اللہ بن عبد اللہ بن الحارث بن نوفل از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف گئے حتیٰ کہ جب مقام سرغ پر پہنچے تو ان سے اجناد کے امراء نے ملاقات کی، ان میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور ان کے اصحاب تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ شام میں وبا پھیل چکی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے مہاجرین اولین کو بلاؤ، سو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بلایا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا اور ان کو بتایا کہ وبا شام میں پھیل چکی ہے، ان کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا، پس بعض نے کہا: آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں اور ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ وہ کام کیے بغیر واپس جائیں۔ اور بعض نے کہا: آپ کے پاس باقی لوگ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ اس وباء والے علاقہ میں جائیں، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگ میرے پاس سے چلے جائیں، پھر فرمایا: میرے لئے انصار کو بلاؤ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس میں نے انصار کو بلایا، سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا تو وہ بھی مہاجرین کے طریقہ پر چلے اور ان میں بھی انہی کی طرح اختلاف

Marfat.com

يَا أَبَا عُبَيْدَةَ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ إِلَى قَدَرِ اللهِ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ إِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ قَالَ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِي فِي هَذَا عِلْمًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ فَحَمِدَ اللهَ عُمَرُ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگ میرے پاس سے چلے جائیں، پھر فرمایا: میرے لئے ان کو بلاؤ جو یہاں پر قریش کے بزرگوں میں سے ہیں جو فتح مکہ کے وقت مہاجر تھے، پس میں نے ان کو بلایا، تو ان میں سے دو مردوں کا بھی اختلاف نہیں ہوا اور انہوں نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور اس وبا والے علاقہ میں نہ جائیں، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں ندا کر دی کہ میں صبح کو یہاں سے سوار ہو جاؤں گا، پس لوگ صبح کو تیار ہو گئے، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش آپ کے سوا کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی اے ابو عبیدہ! ہاں، ہم اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں، آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ کے پاس اونٹ ہوں اور آپ ایسی وادی میں اتریں جس میں دو چراگاہیں ہوں، ایک سرسبز و شاداب ہو اور دوسری بنجر ہو، تو اگر آپ ایسی چراگاہ میں چرائیں جو سرسبز و شاداب ہو تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے اور اگر آپ ایسی چراگاہ میں چرائیں جو بنجر ہو تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے، اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور وہ کسی کام سے گئے ہوئے تھے، پس انہوں نے کہا کہ میرے پاس اس مسئلہ کا علم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی زمین کے متعلق سنو کہ اس میں طاعون ہے تو وہاں پر مت جاؤ، اور جب تم کسی زمین میں ہو اور وہاں طاعون آ چکا ہو تو وہاں سے تم نہ نکلو طاعون سے بھاگنے کے سبب سے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور واپس چلے گئے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۳۰، ۶۹۷۳، صحیح مسلم: ۲۲۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۳، مسند احمد: ۱۶۸۵، ۱۶۶۹، موطا امام مالک: ۱۶۵۵، ۱۶۵۷)

صحیح البخاری: ۵۷۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: طاعون کا بیان، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم جب کسی علاقہ میں یہ سنو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن عبدالحمید بن زید بن الخطاب کا ذکر ہے، یہ ابن نفیل بن عبدالعزیٰ القرشی العدوی ہیں، یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن عبداللہ بن الحارث بن نوفل کا ذکر ہے، یہ ابن الحارث بن عبدالمطلب ہیں، ان کو صحابیت حاصل ہے اور اسی طرح ان کے بیٹے حارث کو بھی صحابیت حاصل ہے اور عبداللہ بن الحارث، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے، سو ان کو صحابہ میں شمار کیا گیا، پس اس حدیث کی سند میں تین صحابہ کا ذکر ہے، اور عبداللہ بن الحارث کو ببہ کا لقب دیا جاتا تھا، اس کا معنی ہے: جس کا بدن نعمت سے بھرا ہوا ہو، اور ان کی کنیت ابو محمد تھی، یہ ۸۴ھ میں فوت ہو گئے تھے اور ان کے بیٹے جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان کا نام بھی ان کے باپ کے نام کے موافق ہے، اور ان کی کنیت ابویحییٰ تھی، اور یہ ننانوے (۹۹) ہجری میں فوت ہوئے تھے، امام بخاری کی اس حدیث کے سوا ان سے اور کوئی روایت نہیں ہے۔ (تین صحابہ میں سے ایک صحابی تو عبداللہ بن عبداللہ بن الحارث بن نوفل ہیں، اور دوسرے صحابی حارث ہیں اور تیسرے صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں)۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف گئے": حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شام کی طرف یہ جانا ۱۸ ہجری میں ہوا تھا، خلیفہ بن خیاط نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شام کی طرف اس مرتبہ جانا اٹھارہ ہجری (۱۸ھ) میں تھا تا کہ آپ رعیت اور امراء کے احوال کی تفتیش کریں، اور اس سے پہلے آپ ۱۶ھ میں گئے تھے جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تھا، پھر وہاں کے رہنے والوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر صلح ہو گی، تو اس وجہ سے آپ گئے۔

اس حدیث میں "سرغ" کا ذکر ہے، یہ ملکِ شام کی ایک بستی ہے جو حجاز کے قریب ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وہ شہر ہے جس کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا، اور سرغ اور یرموک اور جابیہ تینوں متصل ہیں، اور ان بستیوں اور مدینہ منورہ کے درمیان تیرہ مرحلہ کا فاصلہ ہے۔ ابو عمر نے کہا: ایک قول یہ ہے کہ یہ وادی تبوک ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وادی تبوک کے قریب ہے، علامہ الحازمی نے کہا ہے: یہ حجاز کی پہلی جگہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "امراء الاجناد حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور ان کے اصحاب" اور وہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت یزید بن ابی سفیان اور شرحبیل بن حسنہ اور حضرت عمرو بن العاص ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ شہر ان کے درمیان تقسیم کر دیے تھے اور جنگ اور قتال کا معاملہ حضرت خالد بن ولید کے سپرد کر دیا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو حضرت خالد بن ولید سے لے کر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے سپرد کر دیا۔

Marfat.com

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: اجناد سے مراد شام کے پانچ شہروں کے امراء ہیں اور وہ شہر فلسطین، اردن، حمص، قنسرین اور دمشق ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاخبروہ" یعنی لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ وبا پھیل گئی ہے اور یونس کی روایت میں ہے کہ درد اور بیماری شام کی سرزمین میں واقع ہو چکی ہے اور خلیل نے کہا کہ وہ بیماری طاعون تھی، اور دوسروں نے کہا: وہ عام بیماری تھی، پس ہر طاعون وبا ہے لیکن ہر وبا طاعون نہیں ہے، اور جس وبا کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ طاعون ہے اور اسی کو طاعون عمواس کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لئے مہاجرین اولین کو بلاؤ"۔ مہاجرین اولین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قبلتین (بیت المقدس اور بیت اللہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "بقية الناس" اس سے مراد ہے بقیہ صحابہ، کیونکہ اس زمانہ میں جو لوگ تھے وہ صرف صحابہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من مشيخة قريش" الجوہری نے کہا: شیخ کی جمع شیوخ، اشیاخ، شیخۃ، شیخان، مشیخہ اور مشائخ اور مشیوخۃ ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "من مهاجرة الفتح" یعنی جن لوگوں نے فتح مکہ کے سال مدینہ کی طرف ہجرت کی، یا مراد وہ ہیں کہ جو فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ میں آ گئے، تو وہ صورتاً مہاجر ہیں، کیونکہ ہجرت تو فتح مکہ کے بعد مرتفع ہو گئی۔ اس میں قریش کے ان مشائخ سے احتراز ہے جو مکہ میں رہے اور انہوں نے اصلاً ہجرت نہیں کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فرارا من قدر الله" یعنی کیا تم اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہو؟ اور ہشام بن سعد کی روایت میں ہے: ایک جماعت نے کہا جن میں حضرت ابو عبیدہ تھے: کیا ہم موت سے بھاگ رہے ہیں؟

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا۔ (التوبہ: ۵۱) آپ کہیے کہ ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچتی ماسوا اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے مقدر کر دی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ قضاء اور قدر میں کیا فرق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قضاء اس امر کلی اجمالی کو کہتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے ازل میں حکم کر دیا ہے، اور قدر اس کلی کی جزئیات کو کہتے ہیں اور اس مجمل حکم کی تفصیلات کو کہتے ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ایک کے بعد دوسرا امر نازل ہوگا۔ اور کہتے ہیں: درج ذیل آیت سے یہی مراد ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ (الحجر: ۲۱) اور ہمارے ہی پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم اس کو صرف معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں O

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "کاش! آپ کے غیر نے یہ کہا ہوتا"۔ یعنی جب حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! آپ کے علاوہ کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی، اور اس کی جزاء محذوف ہے تو میں اس کو ادب سکھاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ اجتہادیہ پر اعتراض کیا جس میں اکثر ارباب حل وعقد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کی تھی، یعنی میں آپ پر تعجب کرتا ہوں کہ آپ کا اتنا علم ہے اور آپ کی اتنی فضیلت ہے، پھر آپ ایسا کہہ رہے ہیں۔ اور معنی یہ ہے کہ آپ کے علاوہ کوئی اور شخص یہ بات کہتا جس کا اتنا علم نہ ہوتا تو

Marfat.com

وہ معذور قرار دیا جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ہاں! ہم اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں"۔ اور ہشام بن سعد کی روایت میں ہے کہ ہمارا آگے بڑھنا بھی اللہ کی تقدیر سے ہے اور ہمارا پیچھے ہٹنا بھی اللہ کی تقدیر سے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرار کا اطلاق صورت کی مشابہت کی وجہ سے کیا، اگرچہ یہ شرعاً فرار نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کوئی چیز بھی تقدیر سے خارج نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "له عدوتان" یعنی ایک وادی کے دو اونچے اور بلند کنارے ہوں، ایک خصبہ ہو یعنی سرسبز وشاداب اور دوسرا بنجر ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آگئے"، خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشورہ کر رہے تھے، اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حاضر نہیں تھے، پھر وہ بعد میں آئے اور پھر انہوں نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سنو کہ کسی جگہ طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ، اور جب تم کسی سرزمین میں ہو اور وہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے نہ نکلو طاعون سے بھاگنے کے سبب سے، اس میں یہ دلیل ہے کسی اور سبب سے اس علاقہ سے نکلنا جائز ہے جب کہ نکلنے کا سبب طاعون سے بھاگنا نہ ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی" یعنی اس بات پر حمد کی کہ ان کا اجتہاد اور معظم اصحاب کا اجتہاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے موافق ہو گیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب موت اور حیات مقدر ہے تو پھر جس جگہ طاعون کی وبا ہو وہاں جانے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر شخص اپنی زندگی کی میعاد پوری ہونے کے بعد مرتا ہے، تو نہ اس کو آگے بڑھنا چاہیے اور نہ پیچھے ہٹنا چاہیے، پھر کیا وجہ ہے کہ وبائی علاقہ میں دخول سے منع فرمایا اور خروج سے منع فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے: آپ نے صرف اس وجہ سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص یہ گمان کرے گا کہ یہ بندہ اس لئے ہلاک ہو گیا کہ یہ وبا والی جگہ میں گیا تھا، اور اگر یہ وہاں سے نکل جاتا تو سلامت رہتا۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ جذام کے مریض کے قریب جانے سے منع فرمایا، حالانکہ آپ کو علم تھا کہ مرض متعدی نہیں ہوتا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) امام اور سربراہِ ملک کو اپنی رعیت کے احوال کے مشاہدہ کے لیے خود نکل کر دیکھنا چاہیے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رعیت کے احوال کے مشاہدہ کے لیے ملکِ شام گئے۔

(۲) مظلوم کے ظلم کا ازالہ کرنا چاہیے اور لوگوں پر جو مصائب آئے ہوں انہیں دور کرنا چاہیے۔

(۳) باغیوں اور مفسدوں کو سزا دے کر ڈرانا چاہیے اور شعائرِ اسلام کو ظاہر کرنا چاہیے۔

(۴) امراء سے مشورہ کے لیے ملاقات کرنی چاہیے اور علماء سے مذاکرہ کرنا چاہیے، اور ہر شخص کے ساتھ اس کے مرتبہ کے مطابق

سلوک کرنا چاہیے۔
(۵) لڑائیوں اور جنگوں میں کوشش کرنی چاہیے۔
(۶) خبرِ واحد کو قبول کرنا چاہیے اور قیاس کی صحت کی دلیل اور ہلاکت کے اسباب سے اجتناب کرنا چاہیے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۳۔۳۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۲۹، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں متعدد فوائد ہیں:

(۱) خلیفہ، امام اور سربراہِ ملک کو چاہیے کہ اپنے ملک کے عوام کے احوال کی تفتیش کرے، خواہ اس کے لیے اسے خود مختلف شہروں میں جانا پڑے، کیونکہ کسی چیز کو خود دیکھنا اس سے بہتر ہے کہ اس کی خبر سنی جائے۔ کیونکہ خبر اگر باوثوق لوگوں سے حاصل ہو پھر بھی وہ علم یقین ہے، اور عین الیقین علم الیقین سے قوی ہوتا ہے۔

(۲) اس حدیث سے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی رعیت سے مشورہ کیا تھا، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اس امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں، محدث کا معنی ہے: جس پر صحیح اور درست بات القاء کی جاتی ہو۔ اس فضیلت کے حصول کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔

(۳) مشورہ درجہ بدرجہ لوگوں سے لینا چاہیے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے مہاجرین سے مشورہ کیا کیونکہ وہ انصار سے افضل ہیں، پھر بعد میں انصار سے مشورہ کیا۔ اور جب مہاجرین اور انصار سے مشورہ لینے کے بعد کوئی امر واضح نہیں ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قریش کے بزرگوں کو بلایا جائے جنہوں نے فتح مکہ کے وقت ہجرت کی تھی۔

(۴) جب نیت مستحسن ہو اور اخلاص ہو تو اللہ تعالیٰ توفیق کے ساتھ احسان فرماتا ہے، اسی وجہ سے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کو جمع کیا، پھر انصار کو جمع کیا، پھر مہاجرین کے بزرگوں کو جمع کیا تو ان کو اس مسئلہ میں صحیح بات کی رہنمائی مل گئی اور بزرگ مہاجرین نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سرزمین میں طاعون پھیلا ہوا ہے وہاں پر نہ جاؤ، اور اگر تم کسی سرزمین میں ہو اور وہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے نہ نکلو، اور اس حدیث کی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے اس علاقہ میں نہ جانے کا فیصلہ کیا جہاں طاعون پھیلا ہوا تھا۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ وحی کی خبر کو قبول کرنا چاہیے، کیونکہ صحابہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خبر کو قبول کرلیا، حالانکہ وہ بقیہ صحابہ سے منفرد تھے جو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے۔

(۶) اس حدیث سے حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی رائے پیش کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے نہیں ڈرے۔

(۷) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ان سے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! آپ کے علاوہ کوئی اور شخص یہ بات کہتا، کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بہت تعظیم اور تکریم کرتے تھے، کیونکہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اس امت کے امین ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۰۸۔۴۰۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۷۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ فَلَمَّا كَانَ بِسَرْغَ بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبداللہ بن عامر، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف نکل کر گئے، پس جب مقام سرغ پر پہنچے تو انہیں یہ خبر ملی کہ شام میں وبا پھیل چکی ہے، سو ان کو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم یہ سنو کہ کسی زمین میں وبا ہے تو اس زمین میں نہ جاؤ، اور جب تم کسی زمین میں ہو اور وہاں وبا آجائے تو اس زمین سے تم نہ نکلو اس وبا سے بھاگتے ہوئے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۳۰، ۶۹۷۳، صحیح مسلم: ۲۲۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۳، مسند احمد: ۱۶۸۵، ۱۶۶۹، موطا امام مالک: ۱۶۵۵، ۱۶۵۷)

صحیح البخاری: ۵۷۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کی دوسری سند ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن عامر کا ذکر ہے، یہ ابن ربیعہ الاصغر ہیں۔ ان کی ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوئی تھی، ایک قول ہے ۶ ہجری میں ان کی ولادت ہوئی تھی اور انہوں نے کم عمری میں احادیث حفظ کر لی تھیں۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر چار سال تھی۔ اور ۵۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اور حضرت ابو عامر بن ربیعہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ الْمَسِيحُ وَلَا الطَّاعُونُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نعیم المجمر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں مسیح الدجال داخل نہیں ہوگا اور نہ طاعون۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۰، ۵۷۳۱، ۷۱۳۳، صحیح مسلم: ۱۳۷۹، مسند احمد: ۷۲۳۲، موطا امام مالک: ۱۶۳۹)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۷۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے" طاعون" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں طاعون داخل نہیں ہوگا۔ اس لحاظ سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے نُعیم المجمر، اس لفظ میں نون پر پیش ہے اور عین پر زبر ہے اور یہ تصغیر کا صیغہ ہے۔ یہ ابن عبداللہ القرشی المدنی ہیں جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور المُجمِر الاجمار سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے: خوشبو کی دھونی دینے والا۔ یہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خوشبو کی دھونی دیتے تھے تو ان کا نام المجمر پڑ گیا۔

یہ حدیث کتاب الحج میں باب "لا یدخل الدجال المدینة" میں گزر چکی ہے۔ وہاں امام بخاری نے اس حدیث کی روایت کی تھی از اسماعیل از مالک از نعیم بن عبداللہ المجمر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے راستوں پر فرشتے پہرہ دیتے ہیں، اس میں نہ طاعون داخل ہو سکتا ہے اور نہ دجال۔ امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہاں دجال لکھا تھا اور یہاں المسیح لکھا ہے اور مسیح سے مراد دجال ہی ہے، اس کی شرح وہاں گزر چکی ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ طاعون شہادت ہے تو اس کو مدینہ سے کیوں روک دیا گیا اور مسیح الدجال کو طاعون کے ساتھ ملا کر ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

میں کہتا ہوں: اس کے متعدد جوابات ہیں اور حاصل یہ ہے کہ طاعون سے مراد ہے: جنات کا نوچنا اور وہ جنات کفار ہیں اور کفار کا مدینہ میں داخلہ ممنوع ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ جنات کا نوچنا کفار جن کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ کبھی مومنین جن بھی نوچتے ہیں تو میں کہوں گا: انسانوں میں سے کفار کا مدینہ میں داخلہ ممنوع ہے اور مدینہ میں صرف مسلمان ہی رہتے ہیں۔ اور اگر اس میں کوئی ایسا شخص ہو جو خالص مسلمان نہ ہو تو اس کو وہ جنات نوچیں گے۔ اور مسلمان جو ہیں وہ جنات کے نوچنے سے محفوظ رہیں گے۔ اور امام احمد نے ابوعسیب سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام بخار اور طاعون کو لے کر آئے، تو انہوں نے بخار کو مدینہ میں چھوڑ دیا اور طاعون کو شام کی طرف بھیج دیا، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ کے اصحاب بہت کم تعداد میں تھے اور مدینہ میں وبا تھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو امروں کا اختیار دیا گیا اور ان میں سے ہر ایک کے اندر عظیم اجر حاصل ہوتا ہے، تو آپ نے بخار کو اختیار کر لیا، کیونکہ بخار کی وجہ سے موت کم واقع ہوتی ہے بخلاف طاعون کے۔ پھر جب کفار سے جہاد کی ضرورت پیش آئی اور آپ کو کفار کے ساتھ جہاد کرنے کی اجازت دی گئی اور مسلمان بخار کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے اور انہیں جہاد کے لیے طاقت کی ضرورت تھی تو آپ نے دعا کی کہ بخار کو مدینہ سے الجحفہ کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ پھر

Marfat.com

مدینہ تمام شہروں سے زیادہ صحت افزاء مقام ہوگیا۔ اور ابو عمر نے کہا ہے کہ ابو عُسیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ان کو شرف صحابیت بھی حاصل ہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو حدیثیں روایت کی ہیں، ایک بخار میں ہے اور ایک طاعون میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۶۔۳۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ قَالَتْ قَالَ لِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ يَحْيَى بِمَ مَاتَ قُلْتُ مِنَ الطَّاعُونِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت حفصہ بنت سیرین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یحییٰ کس سبب سے فوت ہوگئے تھے؟ میں نے کہا: طاعون سے، تو انہوں نے بتایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۳۰، ۵۷۳۲، صحیح مسلم: ۱۹۱۶، مسند احمد: ۱۲۸۹۲)

صحیح البخاری: ۵۷۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد الواحد کا ذکر ہے، وہ ابن زیاد ہیں اور عاصم کا ذکر ہے، وہ ابن سلیمان الاحول ہیں۔ اس حدیث کے تمام راوی بصری ہیں اور حفصہ بنت سیرین کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری میں صرف یہی حدیث ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یحیی بم مات؟" یعنی یحییٰ بن سیرین جو حفصہ مذکورہ کے بھائی تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کس بیماری میں فوت ہوگئے تھے؟ تو حضرت حفصہ نے بیان کیا کہ وہ طاعون میں فوت ہوئے تھے اور یحییٰ نوے (۹۰) ہجری کی حدود میں فوت ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے، یعنی جو شخص طاعون میں مبتلا ہو کر مرے گا، وہ اس کی طرح ہوگا جو اللہ کے راستے میں شہید ہوا ہے، کیونکہ اللہ کے راستے میں شہید ہونے والا اور طاعون کی بیماری میں مرنے والا دونوں مشقت برداشت کرنے میں شریک ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از امام مالک از سُمی از ابو صالح از حضرت

Marfat.com

الْمَبْطُونُ شَهِيدٌ وَالْمَطْعُونُ شَهِيدٌ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے اور طاعون کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۳، ۷۲۰، ۲۸۲۹، ۵۷۳۳، صحیح مسلم: ۱۹۱۴، مسند احمد: ۸۱۰۶، موطا امام مالک: ۲۹۵)

صحیح البخاری: ۵۷۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوعاصم کا ذکر ہے، یہ الضحاک بن مخلد النبیل ہیں، اور سُمی کا ذکر ہے، یہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن المخزومی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور ابوصالح کا ذکر ہے، یہ ذکوان السمان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''المبطون'' کا ذکر ہے، اس سے مراد وہ شخص ہے جو پیٹ کے کسی مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوا ہو۔ اور ''المطعون'' کا ذکر ہے، یعنی جو شخص طاعون میں فوت ہوا ہو۔ یعنی ان دونوں کو شہادت کا ثواب ملے گا۔

قاضی بیضاوی نے کہا ہے: جو شخص طاعون کی بیماری میں فوت ہوا یا جو شخص پیٹ کی بیماری میں فوت ہوا، اس کو اس کے ساتھ ملا دیا ہے جو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہوئے شہید ہوا، کیونکہ اس نے بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح بیماری کی مشقت اور مصیبت اٹھائی ہے۔ اور تمام احکام اور فضائل میں وہ شہید کی مثل نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۱- بَابُ: أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ طاعون میں صبر کرنے والے کے اجر کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص طاعون پر صبر کرے گا اس کو اجر ملے گا، خواہ اس شخص کو طاعون کی بیماری عارض ہو یا وہ اس شہر میں مقیم ہو جس شہر میں طاعون پھیل گیا ہے۔ اور امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کہ میدانِ جہاد سے بھاگنے والا ہو۔ اور طاعون کی بیماری میں صبر کرنے والا ایسا ہے جیسے جہاد میں جنگ کی مصیبت پر صبر کرنے والا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے: جس نے طاعون پر صبر کیا اس کو شہید کا اجر ملے گا۔ یہ روایت مسند احمد میں ہے اور اس کی امام ابن خزیمہ نے بھی دونوں لفظوں سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۴- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی،

بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا أَخْبَرَتْنَا أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُونِ فَأَخْبَرَهَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ أَنَّهُ كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ فَجَعَلَهُ اللهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَنْ يُصِيبَهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ تَابَعَهُ النَّضْرُ عَنْ دَاوُدَ۔ (صحیح البخاری: ۳۴۷۴، ۵۷۳۴، ۶۶۱۹، مسند احمد: ۲۴۳۸۴)

انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن یعمر از حضرت عائشہ زوجۂ نبی ﷺ رضی اللہ عنہا، بے شک انہوں نے ہم کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے متعلق سوال کیا، تو نبی اللہ ﷺ نے ان کو یہ خبر دی کہ طاعون ایک عذاب تھا، اللہ تعالیٰ جس کو عذاب دینا چاہتا ہے، اس پر یہ عذاب بھیجتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مومنین کے لیے رحمت بنا دیا ہے۔ پس جس بندہ کے شہر میں طاعون واقع ہوا اور وہ اس شہر میں صبر کر کے ٹھہرا رہے اور اس کو یہ یقین ہو کہ اس پر وہی مصیبت آئے گی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے، تو اس بندہ کے لیے شہید کی مثل اجر ہوگا۔

حبان کی متابعت نضر نے کی ہے از داؤد۔

صحیح البخاری: ۵۷۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''طاعون کی بیماری میں صبر کرنے والے کا اجر'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: جس بندہ کے شہر میں طاعون واقع ہوا اور وہ بندہ اس شہر میں صبر کر کے ٹھہرا رہا اس یقین کے ساتھ کہ اس کو وہی بیماری پہنچے گی جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دی ہے تو اس کے لیے شہید کی مثل اجر ہوگا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

یہ حدیث بنی اسرائیل کے باب میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''علیٰ من یشاء'' یعنی اللہ تعالیٰ جس کافر یا فاسق نافرمان پر عذاب بھیجنا چاہتا تو اس پر طاعون بھیج دیتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رحمة للمؤمنين'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس امت کے مومنین کے لیے طاعون کو رحمت بنا دیا ہے۔ پس جس شخص کے شہر میں طاعون واقع ہوا اور وہ صبر کر کے اسی شہر میں مقیم رہے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء پر راضی ہو تو اس کو شہید کی مثل اجر ملے گا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس سے پہلے حدیث میں آیا ہے کہ جو طاعون کی بیماری میں فوت ہو گیا وہ شہید ہے اور اب یہ فرمایا ہے

Marfat.com

کہ اس کو شہید کی مثل اجر ملے گا؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے شہر میں طاعون واقع ہوا اور وہ صبر کر کے اسی شہر میں مقیم رہے اور یہ سمجھے کہ اس کو وہی بیماری عارض ہوگی جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دی ہے، اور وہ طاعون سے نہ مرے تو اس کو شہید کی مثل اجر ہوگا اور جب وہ طاعون سے مر جائے تو پھر اس کو شہید کا اجر ملے گا اور وہ جو حدیث میں مذکور ہے کہ جو طاعون سے مر گیا تو وہ شہید ہے، اس کا معنی ہے کہ وہ حکماً شہید ہے، حقیقتاً شہید نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۸۔۳۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۳۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس جگہ طاعون پھیلا ہوا ہو وہاں سے بھاگنے پر وعید

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں روایت کی ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ (البقرہ: ۲۴۳)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے اپنے گھروں سے نکلے، سو اللہ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ، پھر اللہ نے ان کو زندہ کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ چالیس ہزار لوگ تھے جو طاعون سے بھاگے تھے، سو وہ مر گئے، پس انبیاء میں سے اللہ کے ایک نبی نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو زندہ کر دے حتیٰ کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا، اور وہ نبی حضرت حزقیل علیہ السلام تھے۔ اس کو علامہ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب المعارف میں بیان کیا ہے۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۵۱)

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ طاعون سے بھاگنا اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا موجب ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون سے بھاگنا ایسا ہے جیسے میدانِ جہاد سے کوئی پیٹھ موڑ کر بھاگے اور طاعون کی وبا میں ثابت قدم رہنا ایسا ہے جیسے کوئی آدمی میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہے۔ اور ایک روایت میں ہے: جس نے طاعون پر صبر کیا اس کو شہید کا اجر ملے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۳، ج ۳ ص ۳۶۰)

علامہ الہیثمی نے کہا ہے کہ مسند احمد اور بزار اور طبرانی کی المعجم الاوسط میں رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۲)

اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جو شخص وبا کی سرزمین میں نہ ہو، اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وبا کی سرزمین میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے اور جو شخص وبا کی سرزمین میں ہو، اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے نکلنے سے منع فرمایا ہے، تاکہ وبا سے بھاگنا لازم نہ آئے۔ اور یہ معنی اس حدیث کے مطابق ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو اور جب دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو تو تم صبر کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۹۶۶، کتاب الجہاد)

Marfat.com

طاعون زدہ علاقہ میں نہ جانے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایت

نیز شعبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف طاعون میں مکتوب بھیجا جو اس وقت شام میں تھے، اور اس مکتوب میں لکھا: مجھے تم سے ایک ایسا کام پڑ گیا ہے جس کو ٹالا نہیں جاسکتا، پس جب تمہارے پاس میرا مکتوب رات کو پہنچے تو تم مجھے جواب دینے سے پہلے صبح نہ کرنا، اور اگر دن میں پہنچے تو تم مجھے جواب دینے سے پہلے شام نہ کرنا، جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب پڑھا تو انہوں نے کہا: میں نے امیر المومنین کے کام کو سمجھ لیا ہے، ان کا ارادہ یہ ہے کہ میں مسلمانوں کو باقی رکھوں، پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ میں نے آپ کا کام سمجھ لیا ہے، پس مجھے مہلت دیجئے اے امیر المومنین! کیونکہ میں مسلمانوں کے لشکر میں ہوں، اور میں ہرگز اپنے نفس کو ان پر ترجیح نہیں دوں گا، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب پڑھا تو وہ روئے، ان سے پوچھا گیا: کیا ابوعبیدہ فوت ہو گئے ہیں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا تھا کہ اردن کی زمین بیماری کی سرزمین ہے، اور جابیہ کی سرزمین سلامتی کی سرزمین ہے، تم مسلمانوں کو جابیہ کی طرف لے جاؤ۔ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھا تو کہا: ہم امیر المومنین کے حکم کو سنتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ پس انہوں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو سوار کریں اور انہوں نے کسی چیز کی چبھن پائی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور طاعون دور ہو گیا۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۴ ص ۳۰۵)

امام مالک سے سوال کیا گیا: کسی شہر میں موت واقع ہو رہی ہو اور بیماریاں پھیلی ہوئی ہوں، کیا اس شہر کی طرف جانا مکروہ ہے؟ امام مالک نے کہا: میں کوئی حرج نہیں سمجھتا اس شہر میں جائے یا اس شہر میں ٹھہرے۔ کہا گیا کہ یہ اس کے مشابہ ہے جو طاعون کے متعلق حدیث ہے، انہوں نے کہا: ہاں!۔ (المفہم ج ۵ ص ۶۱۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۴۶۴۔ ۴۶۸ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۳۲۔ باب: الرُّقَى بِالْقُرْآنِ وَالْمُعَوِّذَاتِ — قرآن مجید اور معوذات کو پڑھ کر دم کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں دم کرنے کا بیان ہے، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: الرقی اور الرقا اور الاسترقی، ان کا معنی ہے: چند آیات پڑھ کر کوئی شخص جو بخار یا سر درد یا اور کسی آفت میں مبتلا ہو تو وہ ان بیماریوں میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

امام بخاری نے اس عنوان میں قرآن مجید اور معوذات کا ذکر کیا ہے، حالانکہ معوذات بھی قرآن مجید ہیں تو یہ خاص کا عطف عام پر ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری کو المعوذتین لکھنا چاہیے تھا۔ کیونکہ یہ دو سورتیں ہیں، تو امام بخاری نے یہ ارادہ کیا کہ یہ دو سورتیں اور قرآن مجید کی جو آیات ان کے مشابہ ہوں، ان کو پڑھ کر دم کرنا، یا ان کی مراد یہ تھی کہ جمع کے کم سے کم دو فرد ہوتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ المعوذات سے مراد سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور سورۃ الاخلاص تین سورتیں ہیں۔ کیونکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الاخلاص اور معوذتین کو پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۸۹،

Marfat.com

دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۵۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي الْمَرَضِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنْفِثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا فَسَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ كَيْفَ يَنْفِثُ قَالَ كَانَ يَنْفُثُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جس مرض میں فوت ہو گئے تھے، اس مرض میں اپنے اوپر المعوذات کو پڑھ کر دم کرتے تھے، پس جب بیماری زیادہ ہو گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر آپ پر دم کرتی تھی اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے اوپر پھیرتی تھی تا کہ آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل ہو۔ معمر بیان کرتے ہیں: میں نے زہری سے سوال کیا: آپ کیسے دم کرتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ اپنے ہاتھوں پر دم کرتے تھے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر پھیرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۴۳۹، ۵۰۱۶، ۵۷۳۵، ۵۷۵۱، صحیح مسلم: ۲۱۹۲، سنن ابوداؤد: ۳۹۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۹، مسند احمد: ۲۴۳۱۰، موطا امام مالک: ۱۷۵۵)

صحیح البخاری: ۵۷۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کان ینفث" "نفث" کا معنی: پھونک مارنے کے مشابہ ہیں، اور یہ تھوکنے سے کم ہوتا ہے، یعنی اس طرح دم کیا جائے کہ پھونک میں لعاب دہن کی چھینٹیں بھی ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جس مرض میں نبی ﷺ کی وفات ہو گئی تھی"۔ اس کلام سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ ارادہ کیا ہے کہ یہ نبی ﷺ کے آخر حیات میں ہوا تھا اور یہ منسوخ نہیں ہے۔ اور اس کے بعد فرمایا "پھر میں یہ آیات پڑھتی اور نبی ﷺ کے ہاتھ پر دم کرتی اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیرتی تھی تا کہ آپ کے ہاتھ کی برکت شامل رہے"۔

دم کرنے کے جواز اور دم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث میں تطبیق

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے: بعض احادیث سے دم کرنے کا جواز ثابت ہے، اور بعض میں دم کرنے کی ممانعت ہے۔

جواز کی حدیث یہ ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرہ پر کالے دھبے پڑ گئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس پر دم کراؤ، کیونکہ اس کو نظر لگ گئی ہے۔

اور ممانعت کی حدیث یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، یہ وہ ہوں گے جو نہ دم

Marfat.com

کراتے ہوں گے اور نہ داغ لگواتے ہوں گے، اور احادیث ان دونوں قسموں میں بہت زیادہ ہیں۔ اور ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ وہ دم کرنا یا کرانا مکروہ ہے جو عربی زبان میں نہ ہو اور جو اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات میں اور اس کے کلام سے نہ ہو اور اس کی نازل کردہ کتابوں میں نہ ہو۔ اور دم کرنے یا کرانے والا یہ اعتقاد رکھے کہ یہ دم لامحالہ نفع دے گا اور اسی پر اعتماد کرے۔ اور اسی معنی کا ارادہ کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دم کرانے کو طلب کیا اس نے اللہ پر توکل نہیں کیا، اور جو دم کرنا یا دم کرانا اس کے خلاف ہو، وہ مکروہ نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیات کو پڑھ کر دم کرنا یا اللہ تعالیٰ کے اسماء پڑھ کر دم کرنا۔

اور دم کرانے کے متعلق مؤطا امام مالک میں یہ حدیث ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہ بیمار تھیں اور ایک یہودیہ عورت ان کو دم کر رہی تھی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو کتاب اللہ کے ساتھ دم کرو یعنی تورات اور انجیل کے ساتھ۔

غیر مسلم کا مسلم کو دم کرنے کا بیان

آیا کافر کا مسلم کو دم کرنا جائز ہے؟ پس امام مالک سے مروی ہے کہ یہودی اور نصرانی کا مسلمان کو دم کرنا جائز ہے جب کہ وہ اللہ کی کتاب سے دم کرے، اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ نیز امام مالک سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں اہل کتاب کے دم کرنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور اس کو پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ ہم کو علم نہیں کہ وہ کتاب اللہ سے دم کرتے ہیں یا ناپسندیدہ الفاظ سے دم کرتے ہیں جو جادو کے کلمات کے مشابہ ہوں۔ اور ابن وہب نے روایت کی ہے کہ امام مالک سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت لوہے اور نمک پر دم کرتی ہے اور اس کے متعلق سوال کیا گیا کہ ایک شخص چند کلمات لکھ کر ان کو لٹکا دیتا ہے اور ایک شخص چند کلمات کو پڑھ کر دھاگہ میں گرہ لگاتا ہے اور اس طرح سات گرہیں لگا دیتا ہے تو امام مالک نے ان سب کو مکروہ قرار دیا اور کہا کہ یہ لوگوں کے معمولات میں سے نہیں ہے۔

''نفث'' (یعنی اس طرح دم کرنا کہ پھونک کے ساتھ لعاب دہن کے قطرات مخلوط ہوں) کی اباحت کا بیان

از ثوری از الاعمش از ابراہیم، انہوں نے کہا: جب تم قرآن مجید کی آیات کے ساتھ دم کرو تو نفث نہ کرو، یعنی اس طرح دم نہ کرو کہ پھونک کے ساتھ لعاب دہن کے قطرات مخلوط ہوں۔ اور اسود نے کہا کہ نفث مکروہ ہے، اور صرف پھونک مارنے میں وہ کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور عکرمہ، حکم اور حماد نے بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ ابوعمرو نے کہا: میرا گمان ہے ان حضرات کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ (الفلق: ۴) اور گرہ میں بہت نفث کرنے والی عورتوں کے شر سے (میں پناہ چاہتا ہوں) O

اور یہ نفث جادو ہے اور جادو حرام ہے۔ اور وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے (یعنی نفث کا جواز) وہ اولیٰ ہے اور اسی میں خیر اور برکت ہے۔

Marfat.com

دم کرتے وقت ہاتھ پھیرنے کا بیان

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دم کرتے وقت ہاتھ پھیرنا جائز ہے اور اسی معنی میں ہے کہ جس کی برکت کی توقع ہو اور جس میں شفاء کے حصول کی امید ہو یا کسی خیر کے حصول کی امید ہو، اس پر ہاتھ پھیرنا چاہیے، جیسے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۳۵ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المعوذات کے علاوہ دیگر قرآنی آیات سے دم کرنے کا بیان

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "قرآن مجید اور معوذات کے ساتھ دم کرنا" اور یہ خاص کا عام پر عطف ہے، کیونکہ معوذات سے مراد ہے سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور سورۃ الاخلاص، جیسا کہ کتاب التفسیر کے آخر میں گزرا ہے۔ یا اس سے سورۂ فلق، سورۃ الناس اور ہر وہ آیت مراد ہے جس میں تعویذ یعنی پناہ طلب کرنے کا ذکر ہو جیسے قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۞ اور آپ کہیے! اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں O (المومنون: ۹۷)

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ پس (اے رسول مکرم!) جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں O (النحل: ۹۸)

اور اس طرح کی دوسری آیات ہیں۔ اور پہلی شرح اولیٰ ہے، کیونکہ امام احمد اور امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور حاکم نے بھی روایت کی ہے از عبدالرحمٰن بن حرملہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس صفات کو ناپسند کرتے تھے، پھر ان میں دم کرنے کا ذکر کیا سوائے المعوذات کے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن حرملہ کی حدیث صحیح نہیں ہے اور امام طبری نے کہا ہے: اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کا راوی مجہول ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ منسوخ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور علامہ المہلب نے اشارہ کیا ہے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ بھی استعاذہ کے معنی میں ہے۔ اور اس بناء پر جواز ان چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے جو استعاذہ اور تعوذ کے معنی میں ہوں۔

دم کرنے کے جواز کے متعلق احادیث

اور امام ترمذی نے حدیث روایت کی اور اس کو حسن قرار دیا اور امام نسائی نے بھی روایت کی کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات سے اور انسان کی نظرِ بد سے پناہ طلب کرتے تھے حتیٰ کہ معوذات نازل ہو گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معوذات سے دم کرنے پر عمل کیا اور اس کے ماسوا کو ترک کر دیا۔ اور یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ ان دو سورتوں کے سوا دم کر کے پناہ طلب کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان دو سورتوں کے ساتھ دم کر کے پناہ طلب کرنا اولیٰ ہے خاص

Marfat.com

طور پر اس لیے کہ جب کہ پناہ طلب کرنے کا ثبوت ان دو کے علاوہ بھی ہے۔

دم کرنے کے جواز کی شرائط

اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دم کرنا اس وقت جائز ہے جب تین شرطیں پائی جائیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسماء یا اس کی صفات کے ساتھ دم کیا جائے (۲) عربی زبان میں دم کیا جائے اور اگر عربی زبان نہ ہو تو اس کا معنی معروف ہونا چاہیے۔ (۳) دم کرنے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ دم کرنا بذاتہا مؤثر نہیں ہے بلکہ مؤثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اور راجح یہ ہے کہ ان شروطِ مذکورہ کا اعتبار کرنا ضروری ہے، کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے تو ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تم اپنے دم کے کلمات مجھ پر پیش کرو، اس وقت تک دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک اس میں کوئی شرکیہ کلمہ نہ ہو۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر آپ کے پاس عمرو بن حزم کی آل آئی، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے پاس ایک دم ہے جس سے ہم بچھو کے کاٹے ہوئے پر دم کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اچھا مجھ پر پیش کرو، پھر آپ نے فرمایا: میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو، وہ اس کو نفع پہنچائے۔

ان احادیث کی توجیہ جن میں دم کرنے کے جواز کا حصر صرف نظرِ بد اور زہریلے جانور کے ڈسنے میں ہے

اور ایک قوم نے اس عموم سے استدلال کیا ہے اور انہوں نے ہر اس دم کی اجازت دی ہے جس کی منفعت جاری ہو، خواہ اس کا معنی معقول نہ ہو، لیکن حضرت عوف کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس دم میں شرکیہ کلمہ ہو وہ ممنوع ہے اور جس دم کا معنی معلوم نہ ہو تو اس میں اس سے اطمینان نہیں ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی شرکیہ کلمہ ہو، لہٰذا جس دم کے کلمات کا معنی معلوم نہ ہو، اس سے بھی احتیاطاً منع کیا جائے گا، اور اس آخری شرط کا اعتبار کرنا بھی ضروری ہے۔

اور ایک قوم نے یہ کہا: کہ دم کرنا صرف نظرِ بد سے اور کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے جائز ہے، جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بغیر نظرِ بد کے یا زہریلے جانور کے ڈسنے سے دم کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس حدیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں حصر کا معنی یہ ہے کہ نظرِ بد اور زہریلے جانور کا ڈسنا دم کرنے کی اصل ہے، سو نظرِ بد کے ساتھ کسی مجنون پر دم کے جواز کو ملایا جائے گا اور جس کو جنات نے چھوا ہو اس پر دم کے جواز کو ملایا جائے گا، کیونکہ یہ اس میں مشترک ہیں کہ یہ بھی نظرِ بد کی طرح احوالِ شیطانیہ ہیں خواہ شیطانِ انس ہو یا شیطانِ جن ہو۔ اور زہریلے جانور کے ڈسنے کے ساتھ ہر اس بیماری کے دم کو ملایا جائے گا جو بدن کو عارض ہوتی ہیں، بدن میں پھوڑے پھنسی ہوں یا اور کوئی زہریلے آثار۔

اور صحیح مسلم میں از یوسف بن عبد اللہ الحارث از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظرِ بد اور زہریلے جانور کے ڈسنے اور پھوڑے پھنسی میں دم کرنے کی اجازت دی ہے۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت شفاء بنت عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم ان کو یعنی حضرت حفصہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا کو پھوڑے پھنسی کا دم کیوں نہیں سکھاتیں؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو دم کرنے کو نظرِ بد اور زہریلے جانور کے ڈسنے میں منحصر کیا گیا ہے اس سے مراد افضل ہے، یعنی یوں تو ہر بیماری میں دم کرنا جائز ہے لیکن افضل نظرِ بد اور زہریلے جانور کے ڈسنے میں دم کرنا ہے۔

مصیبت کے نزول سے پہلے دم کرنے اور تعویذ لٹکانے کا بیان

اور بعض لوگوں نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ دم کرنا منع ہے جو آفت اور مصیبت کے آنے سے پہلے کیا جائے، اور وہ دم کرنا جائز ہے جو مصیبت اور بلاء کے نازل ہونے کے بعد کیا جائے۔ اس کو علامہ ابن عبدالبر اور امام بیہقی وغیرہما نے ذکر کیا ہے۔

اور اس میں اعتراض ہے، گویا کہ یہ قاعدہ اس حدیث سے ماخوذ ہے جس میں گلے میں تعویذ لٹکانے کی ممانعت ہے۔

پس امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے از حضرت زینب جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی زوجہ ہیں ان سے اور حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دم کرنا اور تعویذات کو لٹکانا اور التولۃ شرک ہے۔ الحدیث۔

تمائم تمیمۃ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: ڈوری میں پروئی ہوئی سیپیاں یا وہ ہار جو سر میں لٹکا دیا جائے۔ اور زمانہ جاہلیت میں لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ ہار آفات اور بلاؤں کو دور کرتے ہیں اور ''التولۃ'' (تاء کے نیچے زیر اور واؤ پر زبر) یہ ایک ایسا دم ہے جس سے عورت اپنے شوہر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور یہ جادو کی ایک قسم ہے، اور اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس ہار سے اللہ کے غیر سے مصائب کو دور کرنے اور منافع کے حاصل کرنے کا قصد کرتے تھے، اور اس میں وہ تعویذات داخل نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کے کلام پر مشتمل ہوتے ہیں۔ پس احادیث میں ان کا مصائب کے وقوع سے پہلے استعمال کرنا ثابت ہے جیسا کہ عنقریب اس باب میں آئے گا کہ عورت مرد کو دم کرتی ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بستر پر جاتے تو معوذات کو پڑھ کر دم کرتے اور ان کے ساتھ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے۔ اور احادیث الانبیاء میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو یہ پڑھ کر دم کرتے تھے کہ ''میں ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کی پناہ میں دیتا ہوں اور ہر شیطان ھامہ کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں''۔

اور امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت خولہ بنت حکیم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی ٹھکانے پر جائے اور یوں دعا کرے ''میں اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کے ساتھ ہر اس شر سے پناہ طلب کرتا ہوں جو اس نے پیدا کیا ہے'' تو اس کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی حتیٰ کہ وہ وہاں سے منتقل ہو جائے۔

اور امام ابوداؤد اور امام نسائی نے سندِ حسن کے ساتھ از سہیل بن ابی صالح از والد خود از ایک مرد روایت کی ہے جو قبیلہ اسلم سے تھا کہ ایک مرد نے آ کر کہا: آج رات مجھے کسی نے ڈس لیا، میں سو نہیں سکا، تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم شام کے وقت یہ کلمات پڑھ لیتے ''میں اللہ کے کلماتِ تامہ کے ساتھ ہر اس شر سے پناہ طلب کرتا ہوں جو اللہ نے پیدا کیا ہے'' تو تم کو کوئی ضرر نہ ہوتا۔

اور احادیث اس معنی میں موجود ہیں یعنی حفظ ماتقدم کے طور پر مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے اس سے پناہ طلب کرنے کے لیے دعا کرنا، لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ کہا جائے کہ دم کرنا پناہ طلب کرنے سے خاص ہے ورنہ دم کرنے میں اختلاف مشہور ہے

Marfat.com

اور خوف کے وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ میں جانا مشروع ہے اور ہر وہ چیز جو واقع ہو چکی ہے یا واقع ہوگی، اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں جانا یہ بھی مشروع ہے۔

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: المعوذات اور ان کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں ان سے دم کرنا طب روحانی ہیں، جب کہ اللہ کی مخلوق میں سے نیک لوگوں سے ہی دم کرایا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر جب کہ یہ قسم بہت نادر الوجود ہے تو لوگ طب جسمانی کی طرف چلے گئے۔

دم کرنے کی تین قسمیں

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ دم کرنے کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ان کلمات کے ساتھ دم کیا جائے جن کلمات کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں دم کیا جاتا تھا اور جن کا معنی معقول نہیں ہے، اس سے اجتناب کرنا واجب ہے، تاکہ اس کی وجہ سے کوئی شرک نہ ہو، یا کوئی ایسا کام نہ ہو جو شرک تک پہنچائے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسماء کے ساتھ دم کیا جائے، سو یہ جائز ہے۔ اور اگر یہ کلمات احادیث اور آثار سے منقول ہوں تو پھر مستحب ہے۔

(۳) ان کلمات کے ساتھ دم کیا جائے جن میں اللہ تعالیٰ کے غیر کے اسماء ہیں، کسی فرشتہ کا نام ہے، یا کسی مرد صالح کا نام ہے، یا اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی عظیم چیز مثلاً عرش کا نام ہے، نہ اس سے اجتناب واجب ہے اور نہ اس کا کرنا مشروع ہے، اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے۔

الربیع نے کہا کہ میں نے امام شافعی سے دم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اگر کتاب اللہ سے دم کیا جائے یا جو اللہ تعالیٰ کا ذکر معروف ہے اس سے دم کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے پوچھا: کیا اہلِ کتاب مسلمانوں کو دم کریں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! جب وہ اس چیز سے دم کریں جو کتاب اللہ میں ہو یا جس کا کتاب اللہ میں ذکر ہے۔ اور موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہودی عورت سے کہا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دم کر رہی تھی: ان کو اللہ کی کتاب کے ساتھ دم کرو۔

اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ لوہے اور نمک کے ساتھ دم کرنا مکروہ ہے، اور دھاگہ میں گرہ لگانا بھی مکروہ ہے اور کہا: یہ قدیم زمانہ کے لوگوں میں معمول اور مروج نہیں تھا۔

علامہ مازری نے کہا کہ اہل کتاب سے دم کرانے میں اختلاف ہے، ایک قوم نے اس کو جائز قرار دیا اور امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انہوں نے اپنی کتاب میں جو تحریف کی ہے اس کے ساتھ دم کر دیں۔ اور حق یہ ہے کہ اشخاص اور احوال کے اختلاف سے اس کا حکم مختلف ہو جاتا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۹۵۔۱۹۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۸۴۵۔۸۴۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۳۔ بَابُ: الرُّقَى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ — سورۂ فاتحہ کو پڑھ کر دم کرنے کا بیان

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

Marfat.com

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سورۃ الفاتحہ کو پڑھ کر دم کرنا جائز ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم المعوذات کے سوا اور کسی چیز سے دم کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی مثل سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایسے راوی ہیں جو غیر معروف ہیں، پھر اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو پھر یہ منسوخ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس نے بتایا کہ یہ دم ہے؟۔

اس کے بعد امام بخاری کی تعلیق کا ذکر ہے، اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم''۔

اس تعلیق میں یذکر کا لفظ مجہول کے صیغہ کے ساتھ ہے، اور یہ صیغۂ تمریض ہے، اور صیغۂ تمریض کو اسی وقت ذکر کیا جاتا ہے جب کہ وہ حدیث امام بخاری کی شرط پر نہ ہو، حالانکہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سورۂ فاتحہ سے دم کرنے سے متعلق ذکر کی ہے جو اس باب کے بعد آئے گی اور اس باب کا عنوان ہے ''دم کرنے میں چند بکریاں لینے کی شرط لگانا''۔

صاحب التلویح نے کہا: یہ تعلیق علامہ ابن الصلاح وغیرہ کے اس قول کا رد کرتی ہے کہ امام بخاری جب صیغۂ تمریض کے ساتھ کوئی تعلیق ذکر کریں تو وہ ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الصلاح وغیرہ ان محدثین میں سے ہیں کہ جن کا اس پر اتفاق ہے کہ امام بخاری جس حدیث کو صیغۂ تمریض کے ساتھ بیان کریں وہ ان کی شرط پر نہیں ہوتی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور اس پر اعتراض باقی ہے، البتہ ہمارے مشائخ میں سے ایک نے امام بخاری کی موافقت کی ہے اور ذکر کیا ہے کہ امام بخاری ایسا اس وقت کرتے ہیں جب حدیث کو بالمعنیٰ روایت کیا جائے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو حدیث امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کے ساتھ دم کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور اس میں وہ اعتراض ہے جو مخفی نہیں ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے اس عمل کو مقرر اور جائز رکھا جو انہوں نے بکریوں کی شرط کے ساتھ سورۂ فاتحہ کو پڑھ کر دم کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۰۔۳۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوهُمْ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولَئِكَ فَقَالُوا هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ فَقَالُوا إِنَّكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از ابو المتوکل از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب عرب کی بستیوں میں سے کسی بستی میں گئے، اس بستی کے لوگوں نے ان کی ضیافت نہیں کی، پس جس

Marfat.com

لَمْ تَقْرُونَا وَلَا نَفْعَلُ حَتّٰى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ فَبَرَأَ فَأَتَوْا بِالشَّاءِ فَقَالُوا لَا نَأْخُذُهُ حَتّٰى نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلُوهُ فَضَحِكَ وَقَالَ وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ۔

وقت وہ اسی حال پر تھے تو اس بستی والوں کے سردار کو (بچھو) کا ڈنک لگ گیا تھا، تو بستی والوں نے صحابہ سے کہا: کیا تمہارے ساتھ کوئی دوا ہے یا کوئی دم کرنے والا ہے؟ پس صحابہ کرام نے کہا: بے شک تم نے ہماری ضیافت نہیں کی تھی اور ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے حتیٰ کہ تم ہمارے لیے اس کی اجرت مقرر کر دو، پس بستی والوں نے ان کے لیے چند بکریاں معین کر دیں، پس حضرت ابوسعید خدری سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور اپنا تھوک منہ میں جمع کرتے تھے اور اس کے قطرات اس پر دم کرتے تھے، تو وہ سردار ٹھیک ہو گیا، پس وہ بکریاں لے آئے، پھر صحابہ نے کہا: ہم یہ بکریاں نہیں لیتے حتیٰ کہ ہم نبی ﷺ سے سوال کر لیں، پھر انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا تو آپ مسکرائے اور آپ نے فرمایا: تمہیں کس نے بتایا کہ یہ دم ہے؟ ان بکریوں کو لے لو اور ان میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔

(صحیح البخاری:۲۲۷۶، ۵۰۰۷، ۵۷۳۶، ۵۷۴۹، صحیح مسلم:۲۲۰۱، سنن ترمذی:۲۰۶۴، سنن ابوداؤد:۳۴۱۸، سنن ابن ماجہ:۲۱۶۵، مسند احمد:۱۱۰۰۶)

صحیح البخاری:۵۷۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے ''سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا'' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بستی والوں کے سردار پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے غندر، اور وہ محمد بن جعفر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو بشر، ان کا نام ایاس الیشکری البصری ہے، اور ان کو الواسطی بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالمتوکل مذکور ہے، ان کا نام علی بن داؤد الناجی ہے۔ اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک ہے۔ اور یہ حدیث کتاب الاجارہ میں اس باب میں گزر چکی ہے: ''باب مایعطی فی الرقیۃ بفاتحۃ الکتاب''۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلم یقروھم'' یعنی بستی والوں نے صحابہ کی ضیافت نہیں کی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "جعلاً" اس کا معنی ہے: کسی شخص کے کام کی جو اجرت مقرر کی جائے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "القطیع" یعنی چند بکریاں، ایک قول یہ ہے کہ وہ تیس بکریاں تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۱۔ ۳۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۴۔ بَابُ: الشَّرْطِ فِي الرُّقْيَةِ بِقَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ

دم کرنے کے عوض چند بکریاں لینے کی شرط لگانے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چند بکریوں کے عوض دم کرنا جائز ہے۔

۵۷۳۷۔ حَدَّثَنِي سِيدَانُ بْنُ مُضَارِبٍ أَبُو مُحَمَّدٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ الْبَصْرِيُّ هُوَ صَدُوقٌ يُوسُفُ بْنُ يَزِيدَ الْبَرَّاءُ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْأَخْنَسِ أَبُو مَالِكٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَرُّوا بِمَاءٍ فِيهِمْ لَدِيغٌ أَوْ سَلِيمٌ فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيغًا أَوْ سَلِيمًا فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى شَاءٍ فَبَرَأَ فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ فَكَرِهُوا ذَلِكَ وَقَالُوا أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللهِ أَجْرًا حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللهِ أَجْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سیدان بن مضارب ابو محمد الباہلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معشر البصری نے حدیث بیان کی، اور وہ بہت صادق ہیں، یوسف بن یزید البراء انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ الاخنس ابو مالک نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے چند لوگ ایک پانی کے گھاٹ کے پاس سے گزرے، ان گھاٹ والوں میں ایک شخص وہ تھا جس کو بچھو یا سانپ نے ڈنک لگایا ہوا تھا، پھر ان کے پاس اس پانی کے گھاٹ کے لوگوں میں سے ایک مرد آیا اور کہا: کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ کیونکہ اس پانی میں ایک مرد ہے جس کو بچھو یا سانپ نے کاٹ لیا ہے، پس صحابہ میں سے ایک مرد ان کے ساتھ اس شخص کے پاس گیا اور اس پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر چند بکریوں کے عوض دم کیا، پس وہ مرد ٹھیک ہو گیا، پھر وہ بکریاں لے کر اپنے اصحاب کے پاس آئے تو اصحاب نے اس بات کو ناپسند کیا اور کہا: تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے، حتیٰ کہ وہ مدینہ آ گئے، پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۷۶، ۵۰۰۷، ۵۷۳۶، ۵۷۴۹، صحیح مسلم: ۲۲۰۱، سنن ترمذی: ۲۰۶۴، سنن ابوداؤد: ۳۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۵، مسند احمد: ۱۱۰۰۶)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۷۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "چند بکریوں کی شرط پر دم کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ میں سے ایک مرد گیا اور اس نے چند بکریوں کے معاوضہ پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو ان کا سردار تندرست ہو گیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سیدان، یہ ابن مضارب ہیں اور ان کا نام ابومحمد الباہلی ہے، یہ باہلہ بن صعب بن سعد العشیرہ قبیلہ کی طرف نسبت ہے، یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے اور اس حدیث کی سند میں ابو معشر کا ذکر ہے، ان کا نام یوسف بن یزید البرّاء (باء پر زبر اور راء پر تشدید) ہے، یہ تیروں کو درست کرتے تھے اور یہ عطار تھے۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ یہ بہت سچے ہیں، کیونکہ امام بخاری کے نزدیک یہ بہت سچے تھے، اسی لیے امام بخاری نے ان کی حدیث روایت کی ہے، اسی طرح امام مسلم نے بھی ان کی حدیث روایت کی ہے، اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ یہ ضعیف راوی ہیں، اور ابوحاتم نے کہا: ان کی حدیث لکھی جاتی ہے، اور المقدمی نے کہا: یہ ثقہ ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن الاخنس ہیں، یہ نخعی کوفی ہیں، ان کی کنیت ابو مالک ہے، ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے اور امام ابن حبان نے کہا: یہ بہت خطا کرتے تھے، اور صحیح بخاری میں ان تین سے مروی صرف یہی حدیث ہے، لیکن عبید اللہ بن اخنس کی حدیث کتاب الحج کے آخر میں ہے اور ابو معشر کی حدیث کتاب الاشربہ کے آخر میں ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی ملیکہ عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ کا ذکر ہے، ان کا نام زہیر ہے، یہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قاضی تھے۔

یہ حدیث اور اس سے پہلی حدیث جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی تھی، ایک ہی قصہ کے اندر ہے۔ اور ان کا قصہ اس شخص کے ساتھ ہوا جس کو بچھو نے ڈنک لگایا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او سلیم" اس میں راوی کو شک ہے کہ لدیغ کہا تھا یا سلیم، یعنی جس کو بچھو نے ڈنک لگایا ہو، اس کو سلیم اچھی فال کے طور پر کہا جاتا ہے جیسے مہلکہ کو مفازہ کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانطلق رجل منھم" یعنی صحابہ میں سے ایک مرد دم کرنے گئے اور وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "علی شاء" یعنی انہوں نے چند بکریوں کی شرط پر سورۂ فاتحہ کو پڑھا، یا چند بکریوں کو مقرر کیا تھا یا چند بکریوں پر صلح کی تھی۔ اور الشاء کا لفظ، شاۃ کی جمع ہے، اس کی اصل ہے شاھۃ، پس ہاء کو حذف کر دیا گیا اور اس کی جمع شیاہ، شاء اور شوی آتی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "تم جن چیزوں پر اجرت لیتے ہو، ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے"۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی ممانعت

صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن ملقن شافعی نے کہا ہے: اس حدیث میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو منع کرتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: جس شخص کو حدیث کے معانی کا ذوق ہو، وہ ایسا کلام نہیں کرے گا جس کا کوئی معنی نہیں ہے۔ اور اس حدیث کا وہ معنی نہیں ہے جو ابن ملقن نے سمجھا ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ وہ امام ابوحنیفہ پر رد کریں، اس کا معنی صرف یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کی اجرت لینے یا اس کے علاوہ قرآن مجید کی آیتوں کو پڑھ کر دم کرنے کی اجرت لینے کا زیادہ استحقاق ہے اور امام ابوحنیفہ اس سے منع نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو منع کرتے ہیں اور تعلیم قرآن اور چیز ہے اور دم کرنا اور چیز ہے۔ علاوہ ازیں تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کرنے میں امام ابوحنیفہ منفرد نہیں ہیں بلکہ عبد اللہ بن شقیق، اسود بن ثعلبہ، ابراہیم النخعی، عبد اللہ بن زید، شریح القاضی اور حسن بن حیی کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اس معترض نے جو ان اکابر فقہاء میں سے صرف امام ابو حنیفہ کو اپنے اعتراض کا نشانہ بنایا اس سے اس کے تعصب کی بو آتی ہے۔ اور ان اکابر نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ از عبد الرحمٰن بن شبل روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن کا علم حاصل کرو اور اس میں غلو نہ کرو اور نہ اس سے بے وفائی کرو اور نہ اس کو کھانے کا ذریعہ بناؤ، یعنی قرآن کے عوض دنیا کا مال حاصل نہ کرو اور اس سے مال میں کثرت حاصل نہ کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۲۔ ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی تحقیق

فقہاء متقدمین تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کرتے تھے، لیکن بعد میں متاخرین فقہاء نے یہ دیکھا کہ اگر تعلیمِ قرآن پر اجرت نہ لی جائے تو کوئی شخص بغیر معاوضہ کے قرآن کی تعلیم نہیں دے گا اور اس طرح لوگوں سے قرآن مجید کا علم جاتا رہے گا۔

متعدد احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی رو سے قرآن مجید کی تعلیم، امامت، قضاء، جہاد اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے اور بعض احادیث اور آثار میں اس کی ممانعت بھی ہے، ہم نے غور کیا تو اس کی ممانعت کی تین وجہیں معلوم ہوئیں۔ اولاً یہ کہ اگر کسی ایک شخص کے علاوہ اور کوئی شخص اس عبادت کے لیے موجود نہ ہو تو اس پر عبادت کا کرنا بطورِ فرض متعین ہو جائے گا اور اس کا اس عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی حدیث مانگنے اور سوال کرنے پر محمول ہے اور سوال کیے بغیر لینا جائز ہے۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ اجرت کی شرط لگائی جائے اور اگر بغیر پیشگی شرط کے اجرت دی جائے تو پھر اجرت دینا جائز ہے۔

حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء میں سے علامہ ابو سعید الاصطخری کا مذہب یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ معلم پر تعلیم قرآن فرض عین نہ ہو، اور جس شخص پر تعلیم قرآن فرض عین ہو اس کے لیے اجرت لینا جائز نہیں ہے اور احادیث اور آثار کے اختلاف کا یہی محمل ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ معلمین کو وظیفہ دیتے تھے، ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سے روایت

Marfat.com

کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض عاملوں کو خط لکھا کہ تعلیم قرآن پر لوگوں کو اجرت دو۔
(نصب الرایہ ج ۴ ص ۱۳۷، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ)

دوسری توجیہ یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھ کر بھیک مانگنا اور سوال کرنا منع ہے، کیونکہ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ایک قصہ گو کے پاس سے گذر ہوا، اس نے قرآن مجید پڑھا، پھر لوگوں سے سوال کیا، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے قرآن مجید پڑھا وہ اللہ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن مجید پڑھ کر اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کرے گی۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۵۳۴۔ ۵۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۰ھ)

تیسری توجیہ ہم نے یہ ذکر کی ہے کہ ممانعت کی احادیث اجرت کی شرط لینے پر محمول ہیں اور اگر بغیر شرط کے اجرت لی جائے تو پھر جائز ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں: طاؤس سے یہ سوال کیا گیا کہ جو معلم اجرت لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: اگر وہ بغیر شرط کے اجرت لے تو اس میں کوئی حرج نہیں، معمر نے کہا کہ قتادہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔
(مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۱۴، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

شعبی کہتے ہیں کہ معلم کوئی شرط نہ لگائے، پھر اگر اس کو کوئی چیز دے تو اس کو قبول کرلے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

جو لوگ طلباء کو تعلیم دینے کے لیے ملازمت کرتے ہیں، وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ وہ محض تعلیم کی اجرت نہیں لیتے بلکہ وہ جو صبح سے شام تک اپنے گھر سے علیحدہ ہو کر اور اپنا کاروبار معاش چھوڑ کر طلباء پر محنت اور جانفشانی کرتے ہیں، وہ اس محنت کا مشاہرہ لیتے ہیں، البتہ جو شخص جگہ اور وقت کے تقرر کے بغیر محض قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم کی اجرت لے تو وہ جائز نہیں ہے، اور امامت، خطابت اور اذان کی اجرت میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی اجرت ناجائز ہے کیونکہ یہ عبادات ہیں اور اجرت لینے کے بعد عبادت کا ثواب نہیں رہتا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے، کیونکہ یہ اجرت ان عبادات کی نہیں بلکہ مقام اور وقت کی خصوصیت کی اجرت ہے۔ (کیونکہ مثلاً مسجد کی انتظامیہ اس وقت امام کو تنخواہ دے گی جب وہ مسجد میں آ کر امامت کرائے اور ان کے نظام الاوقات کے مطابق امامت کرائے، اور اگر وہ اپنے گھر میں اپنے مقرر کردہ وقت پر نماز پڑھائے تو اس کو مسجد کی انتظامیہ تنخواہ نہیں دے گی) اور یہ خصوصیت عبادت میں داخل نہیں ہے، اس لیے یہ اجرت جائز ہے۔
(تفسیر عزیزی (مترجم) ج ۱ ص ۳۴۲، ملخصاً مطبع فاروقی دہلی)

علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مستحسن کہا ہے، کیونکہ اب امور دینیہ میں سستی ہوگئی ہے اور اس کو ناجائز کہنے سے قرآن مجید کو حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔
(ہدایہ اخیرین ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

Marfat.com

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ ھ لکھتے ہیں:

متقدمین فقہاء نے تعلیم کی اجرت کو اس لیے مکروہ کہا تھا کہ معلمین کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے، اور ان عطیات کی وجہ سے وہ اپنی معاشی ضروریات میں مستغنی تھے اور وہ لوگ محض ثواب کے لیے تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے اور یہ چیز اب باقی نہیں ہے، امام ابوعبداللہ الخیز اخزی نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کے لیے اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔ (عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱۔ ۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ ھ لکھتے ہیں:

جب مدت مقرر کر لی جائے تو مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن پر اجرت طلب کرنے کو جائز کہا ہے اور انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ مشاہرہ دینا واجب ہے اور جب اجرت پر نہ رکھا جائے تو انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ اس وقت عرف اور رواج کے مطابق اجرت دینا واجب ہے، اسی طرح محیط میں ہے، انہوں نے کہا کہ بچہ کے والد کو طے شدہ مشاہرہ دینے پر مجبور کرنا مستحسن ہے، اور شیخ ابوبکر محمد بن فضل یہ کہتے تھے کہ اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کو قید کیا جائے گا، انہوں نے کہا: اسی قول پر فتویٰ ہے۔ اسی طرح فقہ وغیرہ کی تعلیم پر بھی اجرت طلب کرنا جائز ہے، ہمارے زمانہ میں انہی مشائخ کے قول پر فتویٰ دینا مختار ہے، اسی طرح فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۴۸، مکتبہ امیریہ کبریٰ بولاق، مصر ۱۳۱۰ ھ)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ ھ لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں تعلیم قرآن، تعلیم فقہ، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ ہے اور اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۴۶، مکتبہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۳۷، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بے شک جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے۔

قرآن مجید پڑھنے پر اجرت لینے کی دو قسمیں

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید پڑھنے پر اجرت لینا جائز ہے اور اجرت لینے کی دو قسمیں ہیں۔

اول یہ کہ صرف قرآن پڑھنے کی اجرت لی جائے، یہ حرام اور ناجائز ہے۔ ثانی یہ کہ تعلیم قرآن پر اجرت لی جائے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ تعلیم عمل ہے اور مشقت ہے اور اس میں مہارت کی ضرورت ہے، لہٰذا اس کا عوض لینا جائز ہے۔

اگر کسی مریض پر قرآن پڑھا تا کہ وہ مریض تندرست ہو جائے تو اس پر بھی اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ یہ بہ منزلہ دوا ہے اور یہ محض تلاوت نہیں ہے بلکہ ایسی تلاوت ہے جس سے اس کو فائدہ ہوتا ہے جس پر تلاوت کی جائے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۱۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ ھ)

۳۵۔ بَابُ: رُقْيَةِ الْعَيْنِ — نظرِ بد میں دم کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں نظرِ بد لگ جانے کی صورت میں دم کرانے کا بیان ہے، یعنی نظرِ بد لگ جانے کے سبب سے جو تکلیف ہو جاتی ہے، اس کے ازالہ کے لیے دم کرانا، اور اس حدیث میں عین سے مراد آشوبِ چشم یا آنکھ کی بیماری نہیں ہے بلکہ اس سے مراد نظرِ بد لگنا ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اس کے دیکھنے کی وجہ سے اس چیز میں کوئی ضرر ہو جائے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: ایک جماعت نے نظرِ بد لگنے کا انکار کیا ہے، انہوں نے کہا: نظر کی کوئی تاثیر نہیں ہے اور ان کے قول کے فاسد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نظرِ بد لگنے سے کسی جسم میں تکلیف ہونا امرِ ممکن ہے اور نبی صادق نے اس کی خبر دی ہے کہ نظرِ بد لگ جاتی ہے، لہٰذا اس کا رد کرنا جائز نہیں ہے۔

بعض شارحین نے کہا ہے: دیکھنے والے کی آنکھوں سے ایک زہریلی قوت پھوٹتی ہے یا زہریلی شعاعیں نکلتی ہیں اور وہ زہریلی قوت یا شعاعیں کسی چیز پر اثر انداز ہوتی ہیں تو وہ چیز ہلاک ہو جاتی ہے جیسے زہریلے سانپ کا اثر ہوتا ہے۔ اور مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کر دی ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کو تعجب سے دیکھے تو اس سے اس چیز میں ضرر پیدا ہو جاتا ہے جس کو وہ دیکھتا ہے۔ اور نظر لگانے والے کی آنکھوں سے کسی چیز کا پھوٹنا یہ بھی ممکنات میں سے ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے: نظرِ بد کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو بہت عمدہ اور اچھا قرار دے کر دیکھے یا اس کے دیکھنے میں حسد کی آمیزش ہو اور دیکھنے والا خبیث الطبع ہو جیسے زہریلے جانور ہوتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہو تو ہر عاشق اپنے معشوق کو نظرِ بد لگا دے، کیونکہ عاشق بھی اپنے معشوق کو بہت اچھا اور عمدہ جان کر دیکھتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ شَدَّادٍ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَوْ أَمَرَ أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے معبد بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن شداد سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا یا آپ نے حکم دیا کہ نظرِ بد میں دم کرایا جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۹۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۱۲، مسند احمد: ۲۴۵۴۷)

صحیح البخاری: ۵۷۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن کثیر، صاحب التوضیح نے کہا ہے: یہ لفظ محمد بن کبیر ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ غلط ہے، اور ظاہر ہے کہ جس نے محمد بن کبیر لکھا وہ جاہل تھا۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان الثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معبد کا ذکر ہے، یہ ابن الخالد القاضی الکوفی التابعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن شداد کا ذکر ہے، وہ ابن الہاد کے نام سے معروف ہیں اور ان کے والد صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''او امر'' یعنی راوی کو شک ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا جیسا کہ سنن نسائی اور صحیح مسلم میں ہے، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ آپ نے حکم دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان یسترقی'' یعنی دم کرانے کو طلب کیا جائے، اور اس شخص سے دم کرایا جائے جو نظر بد لگنے کی صورت میں دم کرنے کا عارف ہو اور ماہر ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دم کا حکم دیا، یہ وہ ہے جو قرآن مجید کی آیات سے ہو، یا نیک لوگ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر بتائیں، اس ذکر کے ساتھ دم کیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۳۔ ۳۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۳۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عَطِيَّةَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ فَقَالَ اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ وَقَالَ عُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن وہب بن عطیہ الدمشقی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن الولید الزبیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے خبر دی از عروہ بن الزبیر از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرہ پر سیاہ دھبے تھے، تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے دم کراؤ، کیونکہ اس کو نظر لگ گئی ہے۔

اور عقیل نے کہا از الزہری: مجھے عروہ نے خبر دی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد بن حرب کی متابعت کی عبد اللہ بن سالم نے از زبیدی۔

صحیح البخاری: ۵۷۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ایک عجیب وغریب نکتہ ہے اور وہ یہ ہے: اس حدیث کی سند میں امام بخاری سے لے کر عروہ تک چھ نفوس کا ذکر ہے اور ان میں سے ہر ایک کا نام محمد ہے، سو یہ حدیث مسلسل بالمحمدین ہے۔ (۱) امام بخاری، ان کا نام محمد بن اسماعیل ہے (۲) محمد بن خالد (۳) محمد بن وہب (۴) محمد بن حرب (۵) محمد بن الولید (۶) محمد بن المسلم، اور وہ الزہری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''سفعة'' اس لفظ میں سین پر زبر بھی ہے اور پیش بھی اور عین ساکن ہے، یعنی یہ لفظ سَفْعَةٌ بھی ہے اور سُفْعَةٌ بھی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: السفعة کا معنی زرد رنگ ہے اور چہرہ کا متغیر ہونا ہے اور ابراہیم الحربی نے کہا: یہ چہرہ میں سیاہی ہے۔ اور ابو العلاء المعرّی نے کہا: عرب کہتے ہیں رجل اسفع، یعنی اس کا چہرہ سیاہ ہے۔ اور السفعہ کا اصل معنی ہے: پیشانی کے بالوں کے ساتھ پکڑنا، قرآن مجید میں ہے:

لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝ (العلق:۱۵) ہم ضرور اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑیں گے ۝

اور ایک قول یہ ہے کہ ہر زرد رنگ اسفع ہے۔ اور الجوہری نے کہا ہے: یہ عورت کے چہرہ میں سیاہی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''استرقوالها'' یعنی اس لڑکی کیلئے دم کرنے والے کو تلاش کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فان بها النظرة'' یعنی اس لڑکی کو نظر لگ گئی ہے۔ جب کسی مرد کو نظر لگ جائے تو کہا جاتا ہے ''رجل منظور'' اور ابن قرقول نے کہا: النظرة کا معنی ہے: جنات میں سے کسی کی نظر لگ جانا۔ اور امام ابو عبید نے کہا: یعنی شیطان نے اس کو نظر لگا دی ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا: جنات کی نظریں نیزوں سے زیادہ تیز ہوتی ہیں۔

اور جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ایک جن نے یہ شعر پڑھا:

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادة ⁎ ورميناه بسهم فلم يخط فؤاده

ہم نے بنو الخزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ⁎ ہم نے ان پر تیر مارا سو اس تیر نے ان کے دل سے خطا نہیں کی

اور بعض علماء نے اس کی تاویل کی ہے کہ ہم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھ سے نظر لگا دی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۴۔ ۳۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نظر لگنے کے متعلق احادیث

حضرت یعقوب علیہ السلام کے دس بیٹے بہت خوب صورت اور بہت باکمال تھے، مصر کے چار دروازے تھے، جب دس بیٹے مصر روانہ ہونے لگے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر دس کے دس ایک دروازے سے داخل ہوئے تو ان پر دیکھنے والوں کی نظر لگ جائے گی، اس لیے انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹو! تم سب ایک دروازے سے مت داخل ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ نظر لگنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نظر برحق ہے اور آپ نے جسم کو گودنے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۴۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۸۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۷۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۸۲۷۰، مسند البزار رقم الحدیث: ۳۰۴۷، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۵۸۴، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۵۶۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نظر بد کے دم کرانے کا حکم دیا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۳۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۵۳۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۷-۳۶، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۸، ۶۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۰۳، المستدرک ج ۴ ص ۴۱۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳۴۷، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۴۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر میں ایک بچی کو دیکھا جس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو رہا تھا (اس کا رنگ سرخی مائل سیاہ تھا یا زرد تھا، بہر حال اس کے چہرے کا رنگ اصل رنگ کے خلاف تھا) آپ نے فرمایا: اس پر دم کراؤ کیونکہ اس پر نظر لگی ہوئی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دم کرتے ہوئے فرماتے تھے: تمہارے باپ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق کو بھی دم کرتے ہوئے فرماتے تھے: میں (تم کو) شیطان، ہر زہریلے کیڑے اور نظر لگانے والی آنکھ سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۷۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۴۸-۴۹، ج ۱۰ ص ۳۱۵، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۶، ۲۷۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۳۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۲۵)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جعفر کی اولاد پر نظر بہت جلد لگتی ہے، کیا میں اس پر دم کرایا کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو نظر تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۵۹، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۶، مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۱۰، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۴۳)

ابوامامہ بن سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ سہل بن حنیف نے خرار (مدینہ کی ایک وادی) میں غسل کیا، اور انہوں نے اپنا جبہ اتارا اور عامر بن ربیعہ ان کو دیکھ رہے تھے، اور سہل گورے رنگ کے بہت خوبصورت شخص تھے۔ عامر بن ربیعہ نے انہیں دیکھ کر کہا: اتنے گورے رنگ کا اتنا خوبصورت شخص میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ سہل کو اسی وقت بخار چڑھ گیا۔ پھر ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر بتایا کہ سہل کو بہت تیز بخار چڑھ گیا ہے اور وہ آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہل کے پاس تشریف لے گئے اور سہل نے بتایا کہ اس طرح مجھے عامر نے نظر بھر کر دیکھا تھا، پھر مجھے بخار چڑھ گیا۔ آپ نے عامر سے فرمایا: تم کیوں اپنے بھائی کو قتل کرتے ہو اور تم نے یہ کیوں نہیں کہا: ''تبارک اللہ احسن الخالقین اللھم بارک فیہ''، (جب دیکھنے والا کسی بھی چیز کو دیکھ کر یہ کہے گا تو اس کی نظر نہیں لگے گی) بے شک نظر کا لگنا برحق ہے، تم اس کے لیے وضو کرو۔ عامر نے ان کے لیے وضو کیا، پھر وہ بالکل تندرست ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلے

Marfat.com

گئے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے: آپ نے اس کو حکم دیا کہ اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے اور گھٹنوں کو اور ازار کے اندر جسم کا حصہ دھوئے، پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کے غسالہ کو ہل کے اوپر بہایا جائے۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۷۴۷،۱۷۴۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۰۹، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳۵۱، مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۶، عمل الیوم واللیلہ للنسائی رقم الحدیث: ۲۰۹)

نظر بد میں مذاہب اور اس سے متعلق شرعی احکام

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نظر کا لگنا برحق ہے اور نظر کبھی انسان کو قتل بھی کر دیتی ہے جیسا کہ موطا کی اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتے ہو، اس پر تمام امت کے علماء کا اجماع ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ بعض بدعتی فرقوں نے نظر لگنے کا انکار کیا ہے، لیکن احادیث صحیحہ، امت کا اجماع اور مشاہدہ ان کے انکار کو رد کرتا ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو نظر لگنے کی وجہ سے اپنی جان کھو بیٹھے، تاہم نظر کا لگنا یا نہ لگنا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے اذن پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَاهُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اور وہ اللہ کے اذن کے بغیر اس جادو سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے۔ (البقرہ: ۱۰۲)

اصمعی نے کہا: میں نے ایک شخص کو دیکھا، اس کی نظر بہت لگتی تھی، اس نے سنا کہ ایک گائے بہت زیادہ دودھ دیتی ہے، اس کو یہ بہت اچھا لگا، اس نے پوچھا: وہ کون سی گائے ہے؟ لوگوں نے کوئی اور گائے بتائی اور اس کو مخفی رکھا، لیکن وہ دونوں گائیں مر گئیں۔ اصمعی نے کہا: میں نے اس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب مجھے کوئی چیز اچھی لگتی ہے اور میں اس کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے ایک قسم کی حرارت خارج ہوتی ہے۔

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس کو کوئی چیز اچھی لگے تو وہ یہ کہے:

تبارك الله احسن الخالقين اللهم بارك فيه۔ پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے، اے اللہ! اس میں برکت دے۔

جب کوئی شخص کسی اچھی چیز کو دیکھ کر یہ کہے گا تو پھر اس کی نظر نہیں لگے گی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو ارشاد فرمایا تھا۔

جس شخص نے یہ کلمات نہیں کہے اور اس کی نظر لگ گئی تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے اور اگر وہ غسل نہ کرے تو اس کو غسل کرنے پر مجبور کیا جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر وجوب کے لیے ہے، خصوصاً اس صورت میں کہ جب اس شخص کی ہلاکت کا خطرہ ہو جس پر اس کی نظر لگی ہے اور کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کو نفع سے روکنا اور اس کو ضرر پہنچانا جائز نہیں ہے اور غسل کے بعد اس شخص کا غسالہ اس پر بہایا جائے جس پر نظر لگی ہے۔

جس شخص کی نظر کا لگنا مشہور ہو، اس کو لوگوں کے پاس جانے سے روک دیا جائے تاکہ لوگوں کا ضرر نہ ہو۔ بعض علماء نے کہا کہ قاضی یا حاکم کو چاہیے کہ اسے اس کے گھر میں بند کر دے اور اگر وہ تنگ دست ہو تو اس کو سرکاری طور پر رزق بھی مہیا کرے اور

Marfat.com

لوگوں کو اس کی اذیت سے بچائے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو شہر بدر کر دیا جائے، لیکن موطا امام مالک کے حوالے سے جو حدیث ہم نے ذکر کی ہے وہ ان اقوال کو مسترد کرتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو گھر میں بند کیا تھا نہ شہر بدر کیا تھا، بلکہ کبھی کسی نیک آدمی کی بھی نظر لگ جاتی ہے اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں اور نہ ہی اس کی وجہ سے کسی کو فاسق کہا جاتا ہے۔

بعض احادیث میں نظر لگ جانے کے بعد دم کرانے کا ارشاد ہے اور بعض احادیث میں جس کی نظر لگی ہے، اس کو غسل کر کے اس کے غسالہ کو اس پر ڈالنے کا حکم ہے جس پر نظر لگی ہے۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس کی نظر لگی ہے تو دم کرایا جائے (دم کے کلمات حدیث میں مذکور ہیں) اور اگر یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۹۹۔ ۱۹۷)

نظر بد کی تاثیرات کی تحقیق

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کسی شخص کے دیکھنے سے دوسرے شخص کو ضرر کیوں کر پہنچ جاتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کی طبائع اور ان کے بدنوں کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھ سے زہر نکل کر دوسرے کے بدن میں پہنچ جاتا ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ جس شخص کو آشوب چشم ہو اور تندرست آدمی اس کو دیکھے تو اس کو بھی بیماری لگ جاتی ہے، اس طرح بعض بیماریوں میں تندرست آدمی بیماروں کے پاس بیٹھے تو اس کو وہ بیماری لگ جاتی ہے۔ اگر کسی آدمی کو جماہیاں آ رہی ہوں تو اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو بھی جماہیاں آنے لگتی ہیں، اسی طرح افعیٰ (سانپ) کے ساتھ نظر ملانے سے بھی اس کا زہر سرایت کر جاتا ہے، لیکن اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ کسی شخص کی نظر سے ضرر کا پہنچنا اس وجہ سے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے اور اس کے اذن اور اس کی مشیت پر موقوف ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دوران خطبہ فرمایا: سفید دھاری دار سانپ اور دم بریدہ سانپ کو قتل کر دو کیونکہ یہ دونوں بصارت کو زائل کر دیتے ہیں اور حمل کو ساقط کر دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۹۷، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۹۶۱۶، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۶۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۲۵۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۸۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۳۵)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ سفید دھاریوں والے سانپ کے دیکھنے سے بصارت چلی جاتی ہے اور حمل ساقط ہو جاتا ہے، اس طرح بعض افاعی (سانپ) ایسے ہیں کہ ان کی نظر سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے، اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ اسی طرح انسان کا بعض لوگوں سے اس نوع کا تعلق ہوتا ہے کہ ان کے دیکھنے سے انسان کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہو جاتا ہے اور بعض لوگوں سے انسان اس قدر خوف زدہ ہو جاتا ہے کہ ان کے دیکھنے سے اس کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے اور یہ سب نظر کی تاثیرات ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں کے دیکھنے سے انسان بیمار پڑ جاتا ہے اور بعض کو دیکھنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور یہ روح کی تاثیرات ہیں اور ارواح مختلف ہوتی ہیں۔ بعض روحوں کی طبائع، کیفیات، قوتیں اور خواص بہت جلد تاثیر کرتی ہیں کیونکہ وہ روح بہت خبیث ہوتی ہے اور محض کسی کو دیکھتے ہی اس میں تاثیر کرتی ہے اور بعض روحیں دوسرے شخص کے بدن کے ساتھ اتصال کے بعد تاثیر کرتی ہیں، اور اس کی آنکھوں سے ایک معنوی تیر نکل کر دوسرے کے جسم میں پیوست ہو جاتا ہے، بہر حال اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی مشیت کے

بغیر یہ تاثیر نہیں ہوتی اور اس کا علاج یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے تو اس کو غسل کرا کر اس کا غسالہ نظر لگنے والے شخص پر ڈالا جائے ورنہ یہ دعا کر کے اس پر دم کیا جائے:

اعوذ بکلمات الله التامة من کل شیطان وهامة ومن کل عین لامة (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۷۱) میں ہر شیطان اور ہر زہریلے کیڑے اور ہر نظر بد سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۲۰۱۔۲۰۰ ملخصاً مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

۳۶۔ بَابٌ: الْعَیْنُ حَقٌّ نظر لگنے کے برحق ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ نظر کا لگنا برحق ہے، یعنی نظر کا لگنا ثابت ہے اور موجود ہے۔ اور اس کی انسان کے نفوس میں تاثیر ہوتی ہے۔ بعض فلاسفہ نے نظر لگنے کا انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ نظر کا لگنا کوئی چیز نہیں ہے، اصل وہی چیز ہے جس کا حواسِ خمسہ ادراک کرتے ہیں اور اس کے علاوہ جو چیز ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور احادیث ان لوگوں کا رد کرتی ہیں۔

نظر لگنے کے ثبوت میں احادیث

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر کا لگنا برحق ہے، اور اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی تو نظر سبقت کرتی اور جب تم سے غسل کرنے کو طلب کیا جائے، سو تم غسل کرو۔

اور امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ نظر لگانے والے کو وضو کرنے کا حکم دیا جاتا، پھر اس پانی سے اس کو غسل دیا جاتا جس پر نظر لگی ہے۔

اور امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو دیکھے یا اپنے بھائی کو دیکھے یا اپنے مال کو دیکھے اور وہ دیکھنا اس کو اچھا لگے تو وہ برکت کی دعا کرے، کیونکہ نظر کا لگنا برحق ہے۔

اور امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جعفر کی اولاد میں نظر بہت جلدی اثر کرتی ہے، کیا ہم ان پر دم کرا لیا کریں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو نظر سبقت کرتی ہے۔

اور امام ابن ابی عاصم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت صعصعہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی اکثر قبریں نظر کھودے گی۔

اور ابو عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے؟ آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ بعض اوقات نظر کسی بندہ کو قتل کر دیتی ہے یعنی مار ڈالتی ہے اور نظر کا لگنا موت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ اور

Marfat.com

آپ نے فرمایا: اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی تو نظر سبقت کرتی، اس میں دلیل ہے کہ مرد کو وہی آفت پہنچتی ہے جو اس کے لیے مقدر کی گئی ہے۔ اور نظر تقدیر پر سبقت نہیں کر سکتی لیکن نظر بھی تقدیر میں سے ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ نظر لگانے والا برکت کی دعا کرے، اس میں یہ دلیل ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی چیز اچھی لگے اور وہ یہ دعا کرے: اے اللہ! اس میں برکت دے تو اس کو نظر نہیں لگتی، اس لیے ہر جس شخص کو کوئی چیز اچھی لگے، اس پر واجب ہے کہ وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے، کیونکہ جب وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے گا تو پھر کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور برکت کی دعا اس طرح ہے کہ وہ یوں کہے:

تبارك الله احسن الخالقين اللهم بارك فيه۔ پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے، اے اللہ! اس میں برکت دے۔

نظر اتارنے کے لیے نظر لگانے والے کو غسل کا حکم دینے کا وجوب

اور نظر لگانے والے کو غسل کا حکم دیا جائے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کو مجبور کیا جائے، کیونکہ امر کی حقیقت وجوب کے لیے ہے، اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو اس چیز سے منع کرے جس سے اس کے بھائی کو نفع ہو، اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو ضرر میں رہنے دے، خصوصاً جب ضرر اس کے سبب سے ہو جب کہ وہی قصور وار ہے۔ اور اغتسال کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص اپنا چہرہ دھوئے اور اپنے ہاتھوں کو دھوئے کہنیوں سمیت اور اپنے گھٹنوں کو دھوئے اور پیروں کی انگلیوں کو دھوئے اور پھر وہ غسالہ ایک پیالہ میں ڈال دیا جائے، پھر اس کے اوپر اس غسالہ کو پلٹایا جائے جس کو نظر لگ گئی ہے۔

ابو عمر نے کہا ہے: اغتسال کی بہترین تفسیر وہ ہے جو اس حدیث کے راوی زہری نے کی ہے اور وہ صحیح مسلم میں ہے کہ پانی کا ایک پیالہ لایا جائے، پھر بائیں ہاتھ سے اس پانی کو دائیں ہتھیلی پر ڈالا جائے، پھر دائیں ہتھیلی سے بائیں ہتھیلی پر پانی ڈالا جائے، پھر بایاں ہاتھ پیالہ میں داخل کرے اور اس سے دائیں ہاتھ کی کہنیوں تک اس پر پانی ڈالے، پھر دایاں قدم دھویا جائے، پھر دایاں ہاتھ پانی کے پیالہ میں ڈال کر بایاں قدم دھویا جائے، پھر دایاں ہاتھ پانی کے پیالہ میں داخل کرے اور گھٹنوں کو دھوئے، پھر وہ پانی اس کے سر پر ڈال دے جس کو نظر لگی ہے۔

جب نظر لگانے والا متعین ہو جائے تو اس کو لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے سے روک دیا جائے

قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے: جب کوئی ایک شخص متعین ہو جائے کہ اس کی نظر لگتی ہے تو اس سے اجتناب اور احتراز کیا جائے، اور امام کو چاہیے کہ اس شخص کو لوگوں کے پاس داخل ہونے سے منع کرے اور اس پر لازم کر دے کہ وہ اپنے گھر میں رہے اور اگر وہ فقیر ہو تو اس کو اس کی ضروریات پوری کرنے کے لیے خرچ دے، کیونکہ اس کا ضرر کچی لہسن اور کچی پیاز کھانے والے سے زیادہ ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں داخل ہونے سے منع فرما دیا تھا تاکہ وہ لوگوں کو ایذاء نہ پہنچائے۔

نظر لگانے والا اگر نظرِ بد سے کسی کی چیز کو تلف کر دے یا کسی کو قتل کر دے تو اس سے تاوان اور قصاص لیا جائے گا

اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جس مرد کی نظر لگتی ہے اگر وہ معلوم اور معین ہو جائے اور یہ پتا چل جائے کہ جب بھی وہ کسی چیز کی تعظیم کو بیان کرتا ہے یا کسی چیز پر تعجب کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے تو اس چیز پر اس کی نظر لگ جاتی ہے اور جب ایسا بار بار ہو اور یہ اس

شخص کی عادت بن جائے تو جب وہ نظر لگا کر جس چیز کو ضائع کرے گا اس سے اس کا تاوان لیا جائے گا اور اگر اس نے نظر لگا کر کسی معین شخص کو عمداً قتل کر دیا تو اس کو اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا، جیسا کہ ساحر اور جادوگر جو اپنے سحر سے کسی کو قتل کر دے جن کے نزدیک اس کو کفر کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور ہمارے نزدیک اس کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا، وہ اپنے سحر سے قتل کرے یا کسی اور طریقہ سے، کیونکہ وہ زندیق کی مثل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۵۔۳۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۷۴۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْعَيْنُ حَقٌّ وَنَهَى عَنِ الْوَشْمِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد الرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: نظر برحق ہے، اور آپ نے جسم کو گودنے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۵۹۴۴، صحیح مسلم: ۲۱۸۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۹، سنن ابن ماجہ: ۳۵۰۷، مسند احمد: ۲۷۴۶۵)

صحیح البخاری: ۵۷۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن نصر، وہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر السعدی البخاری ہیں، وہ مدینہ میں بنو سعد کے دروازہ کے پاس رہتے تھے، اور اس حدیث میں مذکور ہے عبد الرزاق، وہ عبد الرزاق بن ہمام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معمر مذکور ہے، وہ ابن راشد ہیں، اور ہَمّام (ہاء پر زبر اور میم پر تشدید) وہ ابن منبہ الانباری الصنعانی ہیں جو وہب بن منبہ کے بھائی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

''وشم'' کی تعریف

اس حدیث میں مذکور ہے ''نھی رسول اللہ ﷺ عن الوشم'' الوشم کا معنی ہے: سوئی کو جسم کے کسی عضو میں داخل کیا جائے پھر اس کے سوراخ کو سرمہ سے بھر دیا جائے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نظر برحق ہے اور آپ نے جسم کو گودنے سے منع فرمایا، ان دو جملوں کے درمیان مناسبت ظاہر نہیں ہے، پس گویا کہ یہ دو مستقل حدیثیں ہیں، اس لیے امام مسلم اور امام ابوداؤد نے جملہ ثانیہ کو اپنی روایتوں سے حذف کر دیا، حالانکہ ان دونوں نے اس حدیث کو امام عبد الرزاق کی روایت سے ذکر کیا ہے اور امام بخاری نے بھی اسی جہت سے روایت کو ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ ان دونوں کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ نظر اور جسم کو گودنا دونوں عضو میں جسم کے اصلی رنگ کے

Marfat.com

علاوہ دوسرا رنگ پیدا کرتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۸۵۱، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حافظ ابن حجر کی اس شرح پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس پوری عبارت پر اعتراض ہے، پہلا اعتراض یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے: پس گویا کہ یہ دو مستقل حدیثیں ہیں۔

حافظ ابن حجر نے ظن وتخمین اور اندازہ سے کہا کہ یہ دو مستقل حدیثیں ہیں یعنی وثوق اور تحقیق سے نہیں کہا اور ظن تو حق سے مستغنی نہیں کرتا۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس ظن پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ امام مسلم اور امام ابوداؤد نے دوسرے جملہ یعنی گودنے کو روایت نہیں کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ استدلال فاسد ہے، کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ امام بخاری نے اپنی روایت میں ایسے جملہ کو ذکر کیا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں نہیں فرمایا یعنی گودنے کو۔ اور انہوں نے امام مسلم اور ابوداؤد کی طرف یہ نسبت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں سے ایک جملہ کو کم کردیا یعنی گودنے کو، بلکہ یہ مستقل حدیث ہے جیسا کہ امام بخاری نے روایت کی ہے۔ اور امام مسلم اور ابوداؤد نے جو اپنی روایت میں دوسرے جملہ یعنی گودنے کو ذکر نہیں کیا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ راوی نے اختصار کیا۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان دونوں جملوں میں مناسبت کو بیان کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نظر لگنے سے بھی عضو میں اصلی رنگ کے علاوہ دوسرا رنگ پیدا ہوجاتا ہے اور گودنے میں بھی ایسا ہوتا ہے، ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نظر لگنے سے صرف ایک عضو کا رنگ تبدیل نہیں ہوتا، پورے جسم کا رنگ تبدیل ہوتا ہے۔ اور ان دو جملوں میں مناسبت اس طرح ہے کہ ایک قوم نے نبی ﷺ سے نظر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: نظر برحق ہے، پھر دوسری قوم نے آپ سے گودنے سے متعلق سوال کیا تو آپ نے گودنے سے منع فرمایا اور یہ دونوں سوال ایک مجلس میں ہوئے۔ اس لیے ان دونوں کو ایک حدیث میں ذکر کردیا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دو جملوں کے ساتھ روایت کیا تو یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ سنا ہو کہ آپ نے فرمایا کہ نظر برحق ہے، پھر وہ دوسری مجلس میں حاضر ہوئے، اس مجلس میں لوگوں نے آپ سے گودنے سے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے منع فرمایا، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی روایت میں ان دونوں کو جمع کردیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۷- بَابُ: رُقْيَةِ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ — سانپ اور بچھو کے ڈسنے سے دم کرانے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سانپ اور بچھو ڈس لیں تو اس پر دم کرانا جائز ہے۔

۵۷۴۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الرُّقْيَةِ مِنَ الْحُمَةِ فَقَالَتْ رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ الرُّقْيَةَ مِنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان شیبانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن الاسود نے حدیث

Marfat.com

كُلِّ ذِي حُمَةٍ۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۳، مسند احمد: ۲۳۴۹۸) بیان کی از والد خود، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زہریلے جانوروں کے ڈنک سے دم کرانے کے متعلق سوال کیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر زہریلے جانور کے ڈسنے سے دم کی اجازت دی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے "سانپ اور بچھو کے ڈسنے سے دم کرانا" اور اس حدیث "الحمة" یعنی زہریلے جانور کا ذکر ہے، کیونکہ "الحمة" اس کو کہتے ہیں جو منہ سے ڈستا ہے یا ڈنک مارتا ہے، یہ الخطابی کا قول ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ الحمة کا معنی ہے: بچھو کا ڈنک مارنا، بہر حال حدیث میں زہریلے جانور کے ڈسنے کے بعد دم کرانے کا ذکر ہے اور زہریلے جانور سانپ اور بچھو دونوں کو شامل ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد الواحد کا ذکر ہے، اور وہ ابن زیاد ہیں۔ اور سلیمان شیبانی کا ذکر ہے، اور ان کی کنیت ابو اسحاق ہے، اور عبد الرحمٰن بن الاسود کا ذکر ہے، جو اپنے والد اسود بن یزید النخعی سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زہریلے جانوروں کے ڈسنے سے دم کی اجازت دی ہے، اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ پہلے زہریلے جانوروں کے ڈسنے سے دم کرانا ممنوع تھا، بعد میں اس کی اجازت دی گئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دم کرنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ دم میں جاہلیت کے الفاظ ہوتے تھے اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ عربی کے الفاظ ہیں، تو آپ نے اجازت دے دی۔

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں: مجھے چند اہل علم مردوں سے یہ حدیث پہنچی، وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ ہم مدینہ آگئے اور اس زمانہ میں دم بکثرت کیا جاتا تھا، اور دم کے الفاظ میں شرکیہ الفاظ ہوتے تھے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو آپ کے اصحاب میں سے کسی کو زہریلے جانور نے ڈنک مارا تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آل حرم زہریلے جانور کے ڈسنے سے دم کرتے تھے، پس جب آپ نے دم کرنے سے منع فرما دیا تو انہوں نے دم کرنا چھوڑ دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے عمارہ کو بلاؤ اور وہ بدری صحابی تھے، آپ نے فرمایا: تم اپنے دم کرنے کے کلمات مجھ کو سناؤ، انہوں نے وہ کلمات آپ کو سنائے، تو آپ نے ان کلمات میں کوئی حرج نہیں سمجھا اور ان کو دم کرنے کی اجازت دے دی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

ابن شہاب کی حدیث مذکور کا علامہ ابن ملقن نے ذکر کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۴۹۳، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۸۔ بَابُ: رُقْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دم کرنے کے کلمات

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کن الفاظ اور کن کلمات کے ساتھ دم کرتے تھے۔

۵۷۴۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَثَابِتٌ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ اشْتَكَيْتُ فَقَالَ أَنَسٌ أَلَا أَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ بَلَى قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

(سنن ترمذی: ۹۷۳، سنن ابوداؤد: ۳۸۹۰، مسند احمد: ۱۲۱۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز، انہوں نے کہا: کہ میں اور ثابت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو ثابت نے کہا: اے ابوحمزہ میں بیمار ہو گیا ہوں، پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دم کرنے کے کلمات کے ساتھ دم نہ کروں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! لوگوں کے رب، بیماری کو دور کرنے والے، شفاء عطا فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں ہے، ایسی شفاء عطا فرما جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔

صحیح البخاری: ۵۷۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد الوارث، یہ ابن سعد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد العزیز کا ذکر ہے، یہ ابن صہیب ہیں، اور ثابت کا ذکر ہے، یہ ابن اسلم البنانی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یا اباحمزۃ" اس کی اصل ہے یا ابا حمزۃ، پس الف کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا اور ابوحمزہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اشتکیت" یعنی میں بیمار ہو گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مذھب الباس" یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے، اور ایک روایت میں ہے "اذھب الباس" یہ امر کا صیغہ ہے، اور باس کا معنی شدت اور عذاب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انت الشافی" اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایسے اسم کا اطلاق کرنا جائز ہے جو قرآن

مجید میں مذکور نہ ہو، مگر اس کی دو شرطیں ہیں: (۱) وہ اسم کسی نقص کا وہم نہ پیدا کرتا ہو، (۲) اس اسم کی اصل قرآن مجید میں ہو۔ اور شافی کی اصل بھی قرآن مجید میں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ (الشعراء:۸۰) اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے O

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں اس باب میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ ہیں، اور جس اسم کا ثبوت شرع میں نہ ہو یعنی قرآن اور حدیث میں اس اسم کا ذکر نہ آیا ہو تو اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق جائز نہیں ہے۔ اور بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ نہیں ہیں، لیکن انہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کسی اسم کے اطلاق کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی نقص کا معنی نہ ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تیرے سوا کوئی شافی نہیں ہے''۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو دوا اور علاج مریض کے مرض کے لیے کیا جائے، اگر وہ اللہ عزوجل کی تقدیر کے موافق نہ ہو تو اس سے فائدہ نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۸۔۳۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کی ذات پر ان اسماء اور صفات کے اطلاق کی تحقیق جن کا ذکر کتاب اور سنت میں نہیں ہے

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اشاعرہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، اللہ عزوجل پر اسی نام کا اطلاق کیا جائے گا جو قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہے یا جس نام پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور جس نام کے متعلق اذن ثابت نہ ہو اس میں اختلاف ہے:

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں توقف کیا جائے گا اس کو جائز یا ناجائز نہیں کہا جائے گا۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے اسماء کا اطلاق ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (اعراف:۱۸۰) ''سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں'' اور سب سے اچھے نام وہی ہیں جو کتاب وسنت میں وارد ہوں۔

توقف کے قائلین کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نام کا خبر واحد میں ثبوت ہو اس کا اطلاق جائز ہے یا نہیں! جو جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر کسی نام کے اطلاق کے لیے قیاس کافی نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۴۰۔۳۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت کا اس میں اختلاف ہے کہ کتاب وسنت میں جو اسماء وارد نہیں ہیں اور کمال، جلال اور مدح کے جو اوصاف شریعت میں ثابت نہیں ہیں، ان اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موسوم کرنا اور ان صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موصوف کرنا جائز ہے یا نہیں، ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے اور دوسروں نے منع کیا ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی اس آیت پر عمل ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ کے ہیں، سو اللہ تعالیٰ کو انہی ناموں کے ساتھ پکارو۔ (الاعراف: ۱۸۰)

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل پر انہی اسماء اور صفات کا اطلاق کیا جائے گا جن کا اللہ عزوجل نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن اسماء کے اطلاق کے جواز پر امت کا اجماع ہے، اور جن اسماء اور صفات کے متعلق اجازت ہے نہ ممانعت ان میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا: ان پر جواز یا عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور بعض نے اس سے منع کیا۔ جن اسماء کا ثبوت خبر واحد سے ہے ان میں بھی اختلاف ہے، بعض اس کو جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز کہتے ہیں۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۳۔ ۳۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

اللہ تعالیٰ کی ذات کو لفظ ''خدا'' کے ساتھ تعبیر کرنے کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء اور صفات جن کا ذکر قرآن اور سنت میں وارد نہیں ہوا ان کے متعلق یہ تحقیق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر زبان اور لغت میں علم اور اسم سے تعبیر کرنا جائز ہے، مثلاً فارسی میں اللہ تعالیٰ کو خدا، ترکی میں تنکری کہنا بالاتفاق جائز ہے، البتہ جب اللہ تعالیٰ پر کسی صفت کا اطلاق کیا جائے تو پھر یہ بحث ہے کہ آیا اس صفت کا کتاب وسنت میں ذکر ہے یا نہیں ہے، اگر اس کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو تو بعض علماء اس میں توقف کرتے ہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لفظ کسی نقص کا موہم ہے تو پھر اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے اور اگر اس لفظ میں کسی نقص کا وہم نہیں ہے تو پھر اس کا اطلاق جائز ہے، جیسا کہ ان شاء اللہ ہم عنقریب متکلمین اور مفسرین کے حوالوں سے بیان کریں گے۔

ہمارے زمانہ میں بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ پر لفظ خدا کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا العیاذ باللہ گناہ اور عذاب خداوندی کا موجب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو، توقیفی اور غیر توقیفی کی بحث صفات میں ہے اسماء اور اعلام میں نہیں ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ باحوالہ بیان کریں گے، دوسری وجہ یہ ہے کہ غیر توقیفی اسم وہ ہے جس کے اطلاق پر علماء کا اجماع نہ ہو جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے علامہ نووی اور قاضی عیاض وغیرہ کے حوالوں سے بیان کیا ہے، اور عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام علماء، اللہ پر لفظ خدا کا اطلاق کرتے رہے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عہد صحابہ میں ان لوگوں کے لیے فارسی میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی جو عربی میں اچھی طرح نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

اگر فارسی میں تکبیر تحریمہ پڑھی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ ان کی دلیل یہ ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے خواہ کسی زبان میں ہو، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ عربی میں اچھی طرح نہ پڑھ سکے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ فارس کے لوگوں نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ان کے پاس سورۂ فاتحہ فارسی میں لکھ کر بھیجیں، پھر وہ نمازوں میں سورہ فاتحہ کو فارسی میں پڑھتے رہے حتیٰ کہ ان کی زبانوں پر عربی رواں ہو گئی۔ (المبسوط ج ۱ ص ۳۷۔ ۳۶، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ)

علامہ قاضی خاں اوزجندی لکھتے ہیں:

اگر فارسی میں خداء بزرگ است یا خدائے بزرگ کہا یا بنام خدائے بزرگ کہا تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اس کا نماز میں شروع ہونا صحیح ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۸۶، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ، بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

اگر فارسی میں نماز پڑھنی شروع کی اور خدائے بزرگ تر یا خدائے بزرگ کہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا نماز میں شروع ہونا صحیح ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۳۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۰ھ)

علامہ بدرالدین عینی ہدایہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر کسی نے فارسی میں نماز کو شروع کیا بایں طور کہ اللہ اکبر کی جگہ خدائے بزرگ کہا یا فارسی میں بسم اللہ پڑھی بایں طور کہ بنام خدائے بزرگ کہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جائز ہے۔ (البنایہ ج ۱ ص ۶۰۵، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو)

تکبیر تحریمہ کو غیر عربی میں کہنے کے متعلق علامہ ابن قدامہ کا بھی یہی موقف ہے، وہ لکھتے ہیں:

کیونکہ تکبیر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر زبان سے حاصل ہوتا ہے۔

(المغنی ج ۱ ص ۲۷۷، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

جن اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تعبیر کیا جائے ان کا کتاب وسنت میں مذکور ہونا ضروری نہیں ہے

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ پر اسماء کا اطلاق کرنا توقیفی ہے یعنی شارع کی اجازت پر موقوف ہے اور یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جن کا اطلاق لغات میں اس کی ذات پر کیا جاتا ہے، بحث صرف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔

(شرح مواقف ص ۶۵۸، مطبوعہ نولکشور، ہند)

علامہ شعرانی اس بحث میں فرماتے ہیں:

یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جن کا اطلاق مختلف لغات میں اس کی ذات پر کیا جاتا ہے۔ بحث صرف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "آپ کا رب، رب العزت (مشرکین کی) بیان کردہ صفات سے پاک ہے"۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو مشرکین کی بیان کردہ صفات سے منزہ فرمایا ہے، اپنی ذات پر ان کے اطلاق کردہ اسم سے منزہ نہیں فرمایا۔ (الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۸۳۔ ۸۲، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر)

علامہ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

جان لو کہ مختلف لغات میں جو اسماء اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے موضوع ہیں ان کے اللہ تعالیٰ پر اطلاق کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔

(حاشیۃ السیالکوٹی علی الخیالی ص ۲۷، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنو)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

Marfat.com

جس لفظ کے اطلاق کی شارع کی طرف سے نہ اجازت ہو نہ شارع نے منع کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اس لفظ کے معنی کے ساتھ متصف ہو اور وہ لفظ کسی لغت میں اللہ تعالیٰ کا علَم (نام) نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اس لفظ کے اطلاق میں علماء کا اختلاف ہے جو لفظ کسی لغت میں اللہ تعالیٰ کا علَم (نام) ہو، اس کے اطلاق میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

جان لو کہ مسئلہ توقیف میں بہت اختلاف ہے، بعض محققین نے کہا کہ جو اسماء مختلف لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے علَم (نام) ہیں جیسے فارسی میں لفظ خدا اور ترکی میں تنکری ان کے اطلاق میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ وہ اسماء جو صفات سے ماخوذ ہیں ان کے اطلاق میں اختلاف ہے، معتزلہ اور کرامیہ نے کہا: جس لفظ کے معنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا موصوف ہونا عقلاً معلوم ہو اس کا اطلاق جائز ہے خواہ شریعت میں اس کا ثبوت نہ ہو، اور ایک قوم نے کہا: جو الفاظ اسماء شرعیہ کے مترادف ہیں ان کا اطلاق جائز ہے ماسوا ان الفاظ کے جو قوم کفار کے ساتھ خاص ہیں۔ (نبراس ص ۱۷۲۔ ۱۷۳ مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی، بندیال)

خاص طور پر لفظ خدا کے بارہ میں متکلمین اور مفسرین نے جواز کی تصریح کی ہے، علامہ پرہاروی شرح عقائد کی شرح میں لفظ خدا ذکر کرتے ہیں:

اگر کہا جائے کہ موجود، واجب اور قدیم اور ان کی مثل الفاظ مثلاً فارسی میں لفظ خدا کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیسے جائز ہوگا، ہم کہیں گے: یہ اطلاق اجماع سے ثابت ہے۔ (نبراس ص ۱۷۲۔ ۱۷۳ مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی، بندیال)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

اور قاضی ابوبکر کا بھی اسی طرف میلان ہے کیونکہ مثل لفظ خدا اور تنکری کا اطلاق بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے، اور اجازت شرعیہ کے لیے اجماع کافی دلیل ہے۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت،)

اللہ میاں کہنا ناجائز ہے

ہر چند کہ سطور بالا میں پیش کیے گئے دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر خدا کا اطلاق جائز ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ ہی کا لفظ استعمال کیا جائے، کیونکہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے، عام طور پر ہمارے ہاں بعض لوگ اللہ میاں یا اللہ سائیں بھی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لیے میاں یا سائیں کا لفظ استعمال کرنا ناجائز ہے، کیونکہ میاں شوہر، بوڑھے شخص اور دلال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور سائیں فقیر، یا غریب اور سادہ لوح آدمی کو کہتے ہیں۔ اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو الفاظ نقص کے موہم ہوں ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق جائز نہیں ہے اور جو دلائل ہم نے ذکر کیے ہیں ان میں اس بات کو سمجھنے کے لیے وافر روشنی موجود ہے۔

۵۷۴۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يُعَوِّذُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى وَيَقُولُ اللَّهُمَّ رَبَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

النَّاسِ أَذْهِبُ الْبَاسَ اشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا قَالَ سُفْيَانُ حَدَّثْتُ بِهِ مَنْصُورًا فَحَدَّثَنِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ

اپنے گھر کے بعض افراد کی عیادت کرتے اور اپنا سیدھا ہاتھ ان پر پھیرتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! لوگوں کے رب، اس بیماری کو دور کر دے اور اس کو شفاء عطا فرما، اور تو ہی شفاء عطا کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں ہے، ایسی شفاء عطا کر جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔
سفیان نے کہا: میں نے یہ حدیث منصور کو بیان کی، پس انہوں نے مجھ کو حدیث بیان کی از ابراہیم از مسروق از عائشہ اسی کی مثل۔

(صحیح البخاری: ۵۷۴۳، ۵۷۴۴، ۵۷۵۰، صحیح مسلم: ۲۱۹۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۰، مسند احمد: ۲۳۶۵۵)

صحیح البخاری: ۵۷۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن علی، یہ ابن علی بن بحر الصیر فی البصری ہیں، اور وہ مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ الثوری ہیں۔ اور سلیمان کا ذکر ہے، وہ الاعمش ہیں۔ اور مسلم کا ذکر ہے، بعض شارحین نے کہا ہے کہ وہ ابو الضحیٰ ہیں جو اپنی کنیت کے ساتھ اپنے اسم کی بہ نسبت زیادہ مشہور ہیں، پھر کہا: علامہ کرمانی نے جائز قرار دیا ہے کہ وہ مسلم بن عمران ہیں کیونکہ وہ مسروق سے روایت کرتے ہیں اور اعمش ان سے روایت کرتے ہیں اور یہ محض عقلی جواز ہے جس کو ہر محدث اپنے کانوں سے دور کرے گا، علاوہ ازیں میں نے مسلم بن عمران البطین کی کوئی روایت مسروق سے نہیں دیکھی۔
علامہ عینی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جو شرح اس قائل نے کی ہے اس کو ہر ایک کا کان دور کرے گا، اور ان کا یہ دعویٰ کہ انہوں نے مسلم بن عمران کی کوئی روایت مسروق سے نہیں دیکھی، یہ باطل ہے، کیونکہ رجال صحیحین کے جامع نے مسلم بن ابی عمران کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کو ابن عمران بھی کہا جاتا ہے اور ابن عبد اللہ البطین بھی کہا جاتا ہے، اور ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، انہوں نے سعید بن جبیر سے سماع کیا ہے، اور مسروق سے بھی سماع کیا ہے اور ان سے الاعمش نے روایت کی ہے، یہ عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ پس یہ مدعی کس طرح ایک فاسد دعویٰ کرتا ہے اور اپنے سے پہلے شارحین کا رد کرتا ہے اور بے ادبی سے کام لیتا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے تھے"۔
علامہ طبری نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال کے طور پر اپنا ہاتھ پھیرتے تھے، تا کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے درد زائل ہو جائے۔

Marfat.com

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "انت الشافی لا شفاء الا شفاءك" یعنی تو ہی شفاء دینے والا ہے اور تیری شفاء کے سوا اور کسی کی شفاء نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے: ہمیں کوئی شفاء حاصل نہیں ہوتی سوا تیری شفاء کے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۹۹۔۴۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

کیا اللہ تعالیٰ کے غیر سے بھی شفاء حاصل ہو سکتی ہے؟

قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے بھی شفاء طلب کی گئی اور ان سے شفاء حاصل ہوئی، قرآن مجید میں ہے:

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا۔ میری اس قمیص کو لے کر جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو تو ان کی آنکھیں دیکھنے لگیں گی۔ (یوسف: ۹۳)

نیز حدیث صحیح میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سلمہ بن الاکوع کی پنڈلی میں ایک ضرب کا نشان دیکھا، میں نے پوچھا: اے ابو مسلم! یہ کیسی ضرب ہے، انہوں نے کہا: یہ ضرب مجھے غزوۂ خیبر میں آئی تھی، لوگوں نے کہا: سلمہ زخمی ہو گیا، سو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس پر تین مرتبہ لعاب دہن ڈالا، پھر اس کے بعد مجھے اب تک کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۴۲۰۶)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع کی پنڈلی پر جب ضرب لگی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ نے ان کی پنڈلی پر اس طرح دم کیا کہ اس میں لعاب دہن شامل تھا اور ان کو شفاء ہو گئی۔ اور اس کے بعد ان کو کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا: کل میں جھنڈا اس مرد کو عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ (خیبر) فتح فرمائے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں، انہوں نے بتایا: پس صحابہ نے رات گزاری، وہ اس رات میں مختلط اور مختلف تھے کہ آپ کس کے ہاتھ میں جھنڈا دیں گے، پس جب صحابہ کرام صبح اٹھے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، ان میں سے ہر ایک کو یہ امید تھی کہ آپ اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے، تب آپ نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں، آپ کو بتایا گیا: یا رسول اللہ! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کو بلاؤ، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہو گئیں، گویا ان میں کبھی درد ہی نہ تھا۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۴۲۱۰)

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے آزاد شدہ غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے، اور انہوں نے مجھے ایک طیالسی کسروانی جبہ نکال کر دکھایا، جس کی آستینوں اور گریبان پر ریشم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ جبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک ان کے پاس تھا، اور جب ان کی وفات ہوئی تو پھر میں نے اس پر قبضہ کر لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس جبہ کو پہنتے تھے، ہم اس جبہ کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلاتے تھے اور اس جبہ سے ان کے لیے شفاء طلب

Marfat.com

کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۴۰۵۴، صحیح مسلم: ۲۰۶۹، سنن ترمذی: ۲۸۱۷)

ان مستند حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے بھی شفاء طلب کی جاتی ہے اور شفاء ہو جاتی ہے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ بالذات شفاء تو اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہی بالذات شفاء حاصل ہونی چاہیے، لیکن اللہ تعالیٰ کے مقربین سے بھی بالعرض شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو دوبارہ اپنی جگہ لگا دینا اور اس کی بینائی کا پہلے سے زیادہ ہونا

حافظ ابی عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور اس کے بعد تمام مشاہد میں حاضر رہے، غزوۂ بدر میں ان کی آنکھ نکل گئی تھی، دوسرا قول ہے کہ غزوۂ خندق میں نکلی تھی، تیسرا قول ہے کہ غزوۂ احد میں نکلی تھی، پھر ان کی آنکھ کا ڈھیلہ آنکھ سے نکل کر لٹکا ہوا تھا، صحابہ نے ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ دیں، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے ان کی آنکھ کے ڈھیلہ کو اپنے ہاتھ سے اٹھایا اور اس کی جگہ پر رکھ دیا، پھر اپنی ہتھیلی سے اس کو دبایا اور دعا کی: اے اللہ! اس آنکھ کو حسن و جمال عطا فرما۔ پھر ان کی وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوبصورت تھی، اور اس کے بعد ان کی آنکھ میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج ۳ ص ۳۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی مذکور ہے:

(الاصابہ: ۷۰۹۱، اسد الغابہ: ۴۲۷۷، التاریخ الکبیر ج ۲ ص ۱۸۵۔ ۱۸۴، الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۱۳۲، تاریخ ابن عساکر ج ۱۴ ص ۲۰۰، تہذیب الکمال: ۱۱۳۰، تہذیب التہذیب: ج ۸ ص ۳۵۷، خلاصۃ تذہیب الکمال: ۳۱۵)

حافظ عز الدین ابن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

الحارث بن عبید از جد خود روایت کرتے ہیں: کہ میرے والد کی آنکھ غزوۂ احد میں نکل گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوبصورت آنکھ تھی۔

نیز حافظ ابن اثیر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں از حضرت قتادہ بن نعمان، ان کی آنکھ غزوہ بدر میں نکل گئی، پس اس کا ڈھیلہ ان کے رخسار پر لٹکا ہوا تھا، پس صحابہ نے ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ دیں، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: نہیں! پھر آپ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کی آنکھ کے ڈھیلہ کو اپنی ہتھیلی سے دبایا، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس مجھے پتا نہیں چلتا تھا کہ میری کونسی آنکھ نکلی تھی۔

نیز حافظ ابن الاثیر اپنی تیسری سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں از عاصم بن عمر بن قتادہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ غزوۂ احد میں نکل گئی حتیٰ کہ ان کے رخسار پر گر گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی جگہ لگا دیا اور وہ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ حسین آنکھ تھی۔ (اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)

بعض غیر محتاط واعظین اس حدیث کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو لگایا تو اس کی بینائی پہلے سے زیادہ تھی اور وہ پہلے سے زیادہ روشن تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آنکھ میں وہ روشنی نہیں تھی جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی آنکھ میں روشنی تھی۔

میں کہتا ہوں: یہ اندازِ بیان گستاخانہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں نقص کا موہم ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی ایسی تعریف سے خوش نہیں ہوں گے جس تعریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ پہلی آنکھ جو پیدائشی تھی وہ بھی اللہ کی دی ہوئی تھی اور دوسری آنکھ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگا کر لگائی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تھی، لیکن فرق یہ ہے کہ پہلی پیدائشی آنکھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے والدین کے واسطہ سے ملی تھی، اور دوسری آنکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے ملی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ سب سے اقرب اور سب سے عمدہ وسیلہ ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۷۴۴۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَرْقِي يَقُولُ امْسَحِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ بِيَدِكَ الشِّفَاءُ لَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا أَنْتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دم کرتے ہوئے یہ دعا کرتے تھے:

اے لوگوں کے رب! اس بیماری کو مٹا دے، تیرے ہاتھ میں شفاء ہے، اور تیرے سوا کوئی شفاء کو کھولنے والا نہیں ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۴۳، ۵۷۴۴، ۵۷۵۰، صحیح مسلم: ۲۱۹۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۰، مسند احمد: ۲۳۶۵۵)

صحیح البخاری: ۵۷۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن ابی رجاء کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ ابوالولید الحنفی الہروی ہے، اور اس حدیث کی سند میں النضر کا ذکر ہے، یہ ابن شمیل ہیں، اور ہشام کا ذکر ہے، یہ اپنے والد عروہ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں از حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا کاشف لہ" یعنی اس مرض کو کوئی کھولنے والا نہیں ہے۔ یا جس مریض پر دم کیا جا رہا ہے اس کو کوئی کھولنے والا نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۴۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَقُولُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبدربہ بن سعید نے حدیث

Marfat.com

لِلْمَرِيضِ بِسْمِ اللهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا۔

بیان کی از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریض کے لیے اس طرح دعا کرتے تھے:
اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی سے جو ہمارے بعض کے لعابِ دہن کے ساتھ مخلوط ہے، ہمارے بیمار کو شفاء ملتی ہے ہمارے رب کے اذن سے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۴۶، صحیح مسلم: ۲۱۹۴، سنن ابوداؤد: ۳۸۹۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۱، مسند احمد: ۲۴۰۹۶)

صحیح البخاری: ۵۷۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبد اللہ، یہ ابن المدینی ہیں، اور اس میں سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد ربہ کا ذکر ہے، یہ انصاری ہیں جو یحییٰ بن سعید کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرہ کا ذکر ہے، یہ بنت عبد الرحمٰن ہیں اور تابعیہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ہم سے بعض کے لعاب دہن کے ساتھ''۔

علامہ نووی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا لعابِ دہن اپنی انگشت شہادت پر لگاتے، پھر اس کو مٹی کے اوپر رکھتے، جب مٹی اس کے ساتھ لگ جاتی تو پھر اس انگلی کو بیماری کی جگہ پر رکھتے، یا زخمی کی جگہ پر رکھتے اور انگلی رکھتے وقت یہ دعا فرماتے۔

علامہ تورپشتی نے کہا ہے کہ مٹی سے اشارہ ہے حضرت آدم کی پیدائش کی طرف، کیونکہ وہ مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور لعابِ دہن سے اشارہ ہے نطفہ کی طرف، گویا کہ آپ نے یوں کہا کہ اے اللہ! تو نے پہلے اس بندہ کو مٹی سے پیدا کیا، پھر ذلیل پانی سے پیدا کیا یعنی نطفہ سے، تو تجھ پر آسان ہے کہ تو اس کو اسی دنیا میں شفاء دے دے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہماری زمین'' اس سے مراد ہے مدینہ کی زمین، کیونکہ اس کی خاص برکت ہے، اور آپ نے فرمایا: ''ہم سے بعض کا لعابِ دہن'' اس سے مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعابِ دہن، کیونکہ آپ کا لعابِ دہن بہت عظیم ہے، لہٰذا یہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰ ۔۴۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۴۶۔ حَدَّثَنِي صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ فِي الرُّقْيَةِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا وَرِيقَةُ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از عبد ربہ بن سعید از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دم کرتے ہوئے یوں فرمایا کرتے تھے:

Marfat.com

ہماری زمین کی مٹی سے جو ہمارے بعض کے لعابِ دہن کے
ساتھ مخلوط ہے، اللہ ہمارے بیمار کو شفاء دے ہمارے رب کے
اذن سے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۴۶، صحیح مسلم: ۲۱۹۴، سنن ابوداؤد: ۳۸۹۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۱، مسند احمد: ۲۴۰۹۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ اس حدیث کی دوسری سند ہے اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

باب میں مذکور احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مریض کی عیادت کرتے ہوئے اس کے لیے دعا کرنے کا بیان

ان احادیث میں اس کا واضح بیان ہے کہ جب مریض کی عیادت کی جائے تو اس پر دم کیا جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مریض کی عیادت کرتے تھے تو اس پر دم فرماتے تھے۔

عبدالرحمٰن نے از معمر ذکر کیا ہے کہ جس دم کے ساتھ حضرت جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دم کیا، وہ یہ تھا:

بسم اللہ ارقیك واللہ یشفیك من کل شیء یؤذیك ومن کل عین وحاسد وباسم اللہ ارقیك۔

اللہ کے نام سے میں تم کو دم کرتا ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے شفاء دے جو تم کو ایذاء پہنچائے اور ہر نظر بد سے اور ہر حاسد سے اور اللہ کے نام سے میں تم کو دم کرتا ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۱۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم درد کی جگہ پر دم کرتے وقت ہاتھ پھیرتے تھے، یہ اس نیک شگون کے لیے ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ دم کرتے وقت آپ کے ہاتھ پھیرنے کے سبب سے اس مرض کو دور کر دے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۷ ص ۴۹۷، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۴۶، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس میں یہ دلیل ہے کہ ہر قسم کے درد پر دم کرنا جائز ہے، اور یہ امر ظاہر تھا اور سب لوگوں کو معلوم تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی انگشتِ شہادت کو زمین پر رکھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ دم کرتے وقت انگشتِ شہادت کو زمین پر رکھنا چاہیے، پھر علامہ قرطبی نے کہا: اور ہمارے بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ زمین کی مٹی چونکہ بارد یابس ہے، تو وہ اس جگہ کی اصلاح کرتی ہے جس جگہ درد ہے، اور مواد کو نکلنے سے روکتی ہے، اور زخم کو خشک کرنے میں اور مندمل کرنے میں وہ نفع پہنچاتی ہے، اور آپ نے جو اپنی انگلی زمین پر رکھی تو ہوسکتا ہے اس کی کوئی خاصیت ہو یا کوئی حکمت ہو۔

قاضی بیضاوی نے کہا ہے: میں نے مباحثِ طبیہ کو دیکھا کہ لعابِ دہن کا مزاج کو معتدل کرنے میں دخل ہوتا ہے، اور وطن کی مٹی کی مزاج کی حفاظت میں تاثیر ہوتی ہے، کیونکہ حکماء نے ذکر کیا ہے کہ مسافر کو چاہیے کہ جب سفر پر جائے تو اپنے وطن کی کچھ مٹی کو

Marfat.com

اپنے ساتھ لے لے حتیٰ کہ جب وہ مختلف قسم کے پانی پروارد ہو تو تھوڑی سی وطن کی مٹی اس میں ملا لے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، وہ بیمار تھے تو آپ نے دعا کی: اے لوگوں کے رب! اس بیماری کو کھول دے، پھر آپ نے میدان سے مٹی لے کر اس کو پیالہ میں ڈالا، پھر اس میں لعابِ دہن ڈالا، پھر وہ پانی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے اوپر پلٹ دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۸۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی پر دعائیہ کلمات پڑھنے کی اصل ہے، پھر مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ شفاء کے حصول کا یہ طریقہ زخموں اور چھالوں میں ہوتا ہے، لیکن جو مرض عام ہے جیسا کہ بخار تو میں نہیں گمان کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخار میں یہ عمل کرتے ہوں، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس مٹی اور لعابِ دہن کو مریض کے تمام بدن کے اوپر لگایا جائے، یہ مشکل اور دشوار ہے، ہاں! وہ انگلی اس کے زخم کی جگہ یا پھنسی کی جگہ پر پھیری جائے۔ (شرح صحیح البخاری، ج ۵ ص ۴۱۹۔۴۲۰، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۹۔ بَابُ: النَّفْثِ فِي الرُّقْيَةِ

دم کرتے وقت تھتکارنا

(پھونک کے ساتھ لعابِ دہن کی چھینٹیں نکالنا)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دم کرتے وقت تھتکارنا جائز ہے، یعنی اس طرح پھونک مارنا کہ پھونک میں لعابِ دہن کی چھینٹیں بھی شامل ہوں، اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اس طرح دم کرنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ اور وہ الاسود بن یزید التابعی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۴۷۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفِثْ حِينَ يَسْتَيْقِظُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ وَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَإِنْ كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا أَثْقَلَ عَلَيَّ مِنَ الْجَبَلِ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيثَ فَمَا أُبَالِيهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید، انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا، انہوں نے کہا: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: نیک خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص کوئی ایسا خواب دیکھے جس کو وہ ناپسند کرے تو جب وہ بیدار ہو تو تین مرتبہ تھتکارے، اور اس خواب کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرے، پس بے شک وہ خواب اس کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔

اور ابوسلمہ نے کہا: پس بے شک میں ایسا خواب دیکھتا تھا جو مجھ پر

Marfat.com

پہاڑ سے بھی زیادہ گراں ہوتا تھا، پھر جب سے میں نے یہ حدیث
سنی ہے، اب میں ایسے خواب کی پرواہ نہیں کرتا۔

(صحیح مسلم:۲۲۶۱، سنن ترمذی:۲۲۷۷، سنن ابوداؤد:۵۰۲۱، سنن ابن ماجہ:۳۹۰۹، مسند احمد:۲۲۰۱۹، موطا امام مالک:۱۷۸۴، سنن دارمی:۲۱۴۱)

صحیح البخاری:۵۷۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

بعض شارحین نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ بیدار ہو کر تین مرتبہ تھتکارے، اور اسی کے ساتھ باب کے عنوان سے مطابقت ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: باب کا عنوان دم میں تھتکارنے کے متعلق ہے، اور حدیث میں مذکور ہے "کہ جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ تین مرتبہ تھتکارے"۔ اور اس میں دم میں تھتکارنے کا ذکر نہیں ہے، تو اس سے حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حاصل نہیں ہوئی۔ البتہ صرف تھتکارنے میں مطابقت ہے، کیونکہ جب برا خواب دیکھنے کے بعد تھتکارنا جائز ہے تو دیگر مواقع پر بھی تھتکارنا قیاساً جائز ہوگا اور اسی سے باب کے عنوان اور حدیث میں مطابقت ہو جائے گی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث کا باب کے عنوان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ کیونکہ اس حدیث میں دم کرنے کا ذکر تو نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنا بھی دم ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ بھی ان بعض شارحین کے کلام کی مثل ہے اور ان دونوں کے کلام سے باب کے عنوان اور حدیث میں مطابقت ظاہر نہیں ہوتی اور نہ کسی پیاسے کو سیراب کرتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن مخلد، اس کی روایت اس طرح بھی ہے: حدثنی خالد بن مَخلد، اور مَخلد میں میم پر زبر ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، یہ ابن بلال ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، یہ انصاری ہیں۔ اور ابو سلمہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبد الرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور ابو قتادہ کا ذکر ہے، یہ الحارث بن ربعی الانصاری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الرؤیا من اللہ" یعنی الرؤیا الصالحۃ من اللہ، اس کا معنی ہے: نیک خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندہ کے لیے بشارت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ بندہ کو بشارت دیتا ہے تاکہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھے اور اللہ تعالیٰ کا بکثرت شکر ادا کرے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "والحلم من الشیطان" حُلم میں حاء پر ضمہ ہے اور لام ساکن ہے، اس کا معنی ہے: ناپسندیدہ

Marfat.com

خواب وہ ہوتا ہے جو شیطان اس کو دکھاتا ہے، تاکہ وہ اس کو غمزدہ کرے، پھر وہ اپنے رب کے ساتھ بدگمانی کرے اور اس کا شکر کم ادا کرے، اس لیے حکم دیا کہ وہ بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے، اور شیطان کے شر سے پناہ طلب کرے، گویا کہ وہ تھتکارنے سے شیطان کو دھتکارنے کا قصد کرتا ہے اور اس کی تحقیر اور تذلیل کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابوسلمہ نے کہا: میں ایسا خواب دیکھتا تھا جو مجھ پر پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہوتا تھا'': یعنی اس خواب سے مجھے ایسے شر کا خطرہ ہوتا تھا جو پہاڑ سے بھی بھاری ہوتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جب سے میں نے یہ حدیث سنی ہے، میں برے خواب کی پرواہ نہیں کرتا''۔

علامہ المازری نے کہا ہے کہ خواب کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے دل میں اعتقادات پیدا کرتا ہے، پس اگر وہ اعتقاد خیر پر علامت ہو تو اس کی تخلیق شیطان کے حاضر ہونے کے بغیر ہے، اور اگر وہ اعتقاد شر پر علامت ہو تو وہ شیطان کے حاضر ہونے کی وجہ سے ہے، اس میں شیطان کی طرف مجازاً نسبت کی گئی ہے، کیونکہ حقیقت میں شیطان کا کوئی فعل نہیں ہوتا اور سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پسندیدہ چیز کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے اور یہ نسبت تشریف کے لیے ہے، اور مکروہ اور ناپسندیدہ چیز کی نسبت شیطان کی طرف ہے، اگرچہ دونوں اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں اور اس کے پیدا کرنے سے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۱۔ ۴۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ نَفَثَ فِي كَفَّيْهِ بِقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ وَبِالْمُعَوِّذَتَيْنِ جَمِيعًا ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ وَمَا بَلَغَتْ يَدَاهُ مِنْ جَسَدِهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا اشْتَكَى كَانَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَفْعَلَ ذٰلِكَ بِهِ قَالَ يُونُسُ كُنْتُ أَرَى ابْنَ شِهَابٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ إِذَا أَتَى إِلَى فِرَاشِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبد اللہ الاویسی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عُروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر جاتے تو قل ھو اللہ احد اور المعوذتین اکٹھی پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیوں پر اس طرح دم کرتے کہ پھونک میں لعاب دہن کی آمیزش ہوتی۔ پھر ان ہتھیلیوں کو اپنے چہرہ پر پھیرتے اور جسم میں جہاں تک آپ کی ہتھیلیاں پہنچتیں وہاں تک پھیرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جب آپ بیمار ہو جاتے تو مجھے حکم دیتے اور میں اس طرح اپنی ہتھیلیوں کو آپ کے جسم پر پھیرتی۔ یونس نے کہا: میرا خیال ہے کہ ابنِ شہاب بھی اس طرح کرتے تھے جب وہ اپنے بستر پر جاتے۔

(صحیح البخاری: ۵۰۱۷، ۵۷۴۸، ۶۳۱۹، سنن ترمذی: ۳۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۵۰۵۶، مسند احمد: ۲۴۳۳۲)

صحیح البخاری: ۵۷۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاویسی، یہ ان کے اجداد میں سے ایک اویس بن سعد کی طرف نسبت ہے، اور اس میں مذکور ہے سلیمان، وہ ابن بلال ہیں اور یونس کا ذکر ہے، وہ ابن یزید ہیں۔

اس حدیث کی شرح کتاب المغازی میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۴۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَهْطًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ انْطَلَقُوا فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا حَتَّى نَزَلُوا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ قَدْ نَزَلُوا بِكُمْ لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ فَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ وَاللهِ إِنِّي لَرَاقٍ وَلَكِنْ وَاللهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ فَجَعَلَ يَتْفُلُ وَيَقْرَأُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ حَتَّى لَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِي مَا بِهِ قَلَبَةٌ قَالَ فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمُ اقْسِمُوا فَقَالَ الَّذِي رَقَى لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ فَقَالَ وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ أَصَبْتُمُ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از ابی المتوکل از حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے چند لوگ ایک سفر میں گئے، انہوں نے وہ سفر کیا حتیٰ کہ عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلہ میں جا کر ٹھہرے، پس ان لوگوں سے ضیافت طلب کی تو انہوں نے ان صحابہ کی ضیافت کرنے سے انکار کر دیا، پھر اس قبیلہ کے سردار کو بچھو سے ڈس لیا گیا، انہوں نے اس کے لیے ہر جتن کر لیا لیکن کسی چیز سے اس کو فائدہ نہیں ہوا، تو ان میں سے کسی نے کہا: اگر تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جو تمہارے قبیلہ میں آ کر ٹھہرے ہیں، شاید ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس سے اس کو شفاء ہو، سو وہ صحابہ کے پاس آئے، پس انہوں نے کہا: اے جماعت! ہمارے سردار کو ڈس لیا گیا ہے، ہم نے اس کے لیے ہر جتن کر لیا ہے اور کسی سے اس کو فائدہ نہیں ہوا، کیا تم میں سے کسی ایک کے پاس کوئی چیز ہے؟ پس ان میں سے بعض نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم! میں ضرور دم کرنے والا ہوں، لیکن اللہ کی قسم ہم نے تم سے ضیافت طلب کی تھی، تم نے ہماری ضیافت نہیں کی، سو اب میں تم کو دم کرنے والا نہیں ہوں، حتیٰ کہ تم ہمارے لیے اتنی اجرت مقرر کرو، پس انہوں نے چند بکریوں کے ریوڑ پر صلح کر لی، پس وہ گئے اور وہ تھوکتے تھے اور الحمد للہ رب العالمین پڑھتے تھے، حتیٰ کہ اس کی برکت سے وہ ایسا ہو گیا جیسے اس کی رسی کھل گئی ہو اور وہ اس طرح چلنے لگا جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہ رہی ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے مصالحت کے مطابق وعدہ پورا کر دیا، پس

Marfat.com

بعض صحابہ نے کہا: ان بکریوں کو تقسیم کردو، سو جنہوں نے دم کیا تھا، انہوں نے کہا: ابھی نہ کرو، حتیٰ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور آپ سے اس کا ذکر کریں، پھر ہم دیکھیں کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ پھر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور اس کا آپ سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم ہے؟ تم نے صحیح کیا، ان بکریوں کو تقسیم کرو اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی لگاؤ۔

(صحیح البخاری: ۲۲۷۶، ۵۰۰۷، ۵۷۳۶، ۵۷۴۹، صحیح مسلم: ۲۲۰۱، سنن ترمذی: ۲۰۶۴، سنن ابوداؤد: ۳۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۵، مسند احمد: ۱۱۰۰۶)

صحیح البخاری: ۵۷۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فجعل یتفل'' اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ نفث، تفل سے کم ہے، کیونکہ نفث کا معنی ہے: تھتکارنا، اور تفل کا معنی ہے: تھوکنا۔ پس جب تھوکنا جائز ہے تو تھتکارنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''نشط'' یعنی جو رسی سے بندھا ہوا ہو، وہ کھل جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وما به قلبة''، قلبة کا معنی ہے: ایسا درد جس کی وجہ سے انسان بستر پر کروٹیں بدل رہا ہو۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی اصل قلاب ہے، اور یہ ایک بیماری ہے جو اونٹ پر آتی ہے تو اس کے دل کو پکڑ لیتی ہے اور وہ اسی وقت مر جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقال الذی رقی'' یعنی جس نے دم کیا تھا، اس نے کہا، اور وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تقسیم کرو'' یہ تقسیم مروت اور تبرع کے قبیل سے ہے، ورنہ وہ بکریاں اس کی ملک تھیں جس نے دم کیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں سے میرا حصہ بھی لگاؤ، یہ آپ نے ان کے دلوں کو خوش کرنے کے لیے فرمایا اور اس بات کے بتانے میں مبالغہ کے لیے کہ ان بکریوں کا لینا حلال ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۰۔ بَابُ: مَسْحِ الرَّاقِي الْوَجَعَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى

دم کرنے والے کا درد کی جگہ پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرنے کا بیان

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دم کرنے والا درد کی جگہ پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرے۔

۵۷۵۰۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُعَوِّذُ بَعْضَهُمْ يَمْسَحُهُ بِيَمِينِهِ أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ کو دم کرتے وقت ان پر اپنا دایاں

Marfat.com

النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا فَذَكَرْتُهُ لِمَنْصُورٍ فَحَدَّثَنِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنَحْوِهِ۔

ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا کرتے: ''اے لوگوں کے رب! اس بیماری کو لے جا اور شفاء دے، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیری شفاء کے سوا اور کوئی شفاء نہیں ہے، ایسی شفاء جو کسی بیماری کو نہیں چھوڑتی''۔ پس میں نے اس حدیث کا منصور سے ذکر کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی از ابراہیم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی کی مثل۔

(صحیح البخاری: ۵۷۴۳، ۵۷۴۴، ۵۷۵۰، صحیح مسلم: ۲۱۹۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۰، مسند احمد: ۲۳۶۵۵)

صحیح البخاری: ۵۷۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''دم کرنے والے کا درد کی جگہ پر دایاں ہاتھ پھیرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ کو دم کرتے وقت اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن ابی شیبہ، یہ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی ہیں، جو امام مسلم کے بھی شیخ ہیں، اور اس حدیث میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ القطان ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور الاعمش کا ذکر ہے، وہ سلیمان ہیں۔ اور مسلم کا ذکر ہے وہ ابوالضحیٰ ہیں۔ اور مسروق کا ذکر ہے، وہ ابن الاجدع ہیں۔

یہ حدیث عنقریب گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں درد کی جگہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پھیرنے کا ذکر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت اور ایسی شفاء رکھی تھی کہ آپ کے ہاتھ پھیرنے سے درد جاتا رہتا تھا، عام مسلمانوں کو اگرچہ یہ فضیلت تو حاصل نہیں ہے لیکن انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کیلئے درد کی جگہ پر ہاتھ پھیرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کی سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے مریض کی تکلیف کم ہو جائے۔

۴۱۔ بَابٌ: الْمَرْأَةُ تَرْقِي الرَّجُلَ — عورت کا مرد کو دم کرنے کا بیان

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت مرد کو دم کر سکتی ہے۔

۵۷۵۱۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَنْفِثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي مَرَضِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنَا أَنْفِثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ فَأَمْسَحُ بِيَدِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں جس میں آپ کی روح کو قبض کر لیا گیا، اپنے اوپر

Marfat.com

نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا فَسَأَلْتُ ابْنَ شِهَابٍ كَيْفَ كَانَ يَنْفِثُ قَالَ يَنْفِثُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ

المعوذات کے ساتھ اس طرح دم کرتے تھے کہ پھونک میں لعاب دہن کی آمیزش ہوتی تھی، پھر جب آپ کی طبیعت زیادہ بوجھل ہوگئی تو میں المعوذات کے ساتھ آپ کو دم کرتی تھی اور خود آپ کے ہاتھ کو پھیرتی تھی تا کہ آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل ہو۔

معمر نے کہا: میں نے ابن شہاب سے پوچھا: وہ کس طرح دم کرتی تھیں؟ انہوں نے بتایا: وہ آپ کے ہاتھوں پر دم کرتیں، پھر آپ کے ہاتھوں کو آپ کے چہرہ پر پھیرتیں۔

(صحیح البخاری: ۴۴۳۹، ۵۰۱۶، ۵۷۳۵، ۵۷۵۱، صحیح مسلم: ۲۱۹۲، سنن ابوداؤد: ۳۹۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۹، مسند احمد: ۲۴۳۱۰، موطا امام مالک: ۱۷۵۵)

صحیح البخاری: ۵۷۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح ''باب النفث فی الرقیہ'' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عورت مرد کے اوپر دم کرسکتی ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دم کرتی تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۲۔ بَابٌ: مَنْ لَمْ يَرْقِ

ان لوگوں کا بیان جو دم نہیں کراتے

یعنی اس باب میں ان کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جو دم نہیں کرواتے۔

۵۷۵۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ وَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَرَجَوْتُ أَنْ تَكُونَ أُمَّتِي فَقِيلَ هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ ثُمَّ قِيلَ لِي انْظُرْ فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَقِيلَ لِي انْظُرْ هَكَذَا وَهَكَذَا فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَقِيلَ هَؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَمَعَ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَلَمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن نمیر نے حدیث بیان کی از حصین بن عبدالرحمن از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، پس آپ نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، پس ایک نبی گزرتے اور ان کے ساتھ ایک مرد ہوتا، اور دوسرے نبی گزرتے اور ان کے ساتھ دو مرد ہوتے، اور ایک اور نبی گزرتے اور ان کے ساتھ ایک جماعت ہوتی، اور ایک نبی گزرتے جن کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا، اور میں نے بہت زیادہ لوگ دیکھے جنہوں نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا، مجھے امید تھی کہ یہ میری امت ہوگی، پس بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہیں، پھر

Marfat.com

يُبَيَّنْ لَهُمْ فَتَذَاكَرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا أَمَّا نَحْنُ فَوُلِدْنَا فِي الشِّرْكِ وَلَكِنَّا آمَنَّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَكِنْ هَؤُلَاءِ هُمْ أَبْنَاؤُنَا فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ أَمِنْهُمْ أَنَا فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

مجھ سے کہا گیا کہ آپ دیکھئے، پس میں نے دیکھا تو بہت زیادہ لوگ تھے جنہوں نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا، مجھ سے کہا گیا آپ اس طرف دیکھیے اور اس طرف دیکھیے، تو میں نے بہت لوگ دیکھے جنہوں نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا، پس بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے، اور ان کے ساتھ ستر ہزار ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، پھر لوگ منتشر ہو گئے اور ان کا بیان نہیں کیا گیا، پھر نبی ﷺ کے اصحاب آپس میں بحث کرنے لگے، انہوں نے کہا: ہم لوگ تو وہ ہیں جو شرک میں پیدا کیے گئے، لیکن ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، لیکن یہ (ستر ہزار) لوگ ہمارے بیٹے ہوں گے، پس نبی ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ بدشگونی کرتے ہوں گے، نہ دم کراتے ہوں گے، اور نہ داغ لگواتے ہوں گے اور وہ صرف اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہوں گے، پس حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے، انہوں نے کہا: کیا میں ان میں سے ہوں گا یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر ایک دوسرا کھڑا ہوا، اس نے کہا: کیا ان میں سے میں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۱۰، ۵۷۰۵، ۵۷۵۲، ۶۴۷۲، ۶۵۴۱، صحیح مسلم: ۲۲۰، سنن ترمذی: ۲۴۴۶، مسند احمد: ۲۴۴۴)

اس حدیث کی شرح ''باب من اکتوی'' میں گزر چکی ہے۔

۴۴۔ بَابُ: الطِّيَرَةِ — بدشگونی کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب الطِّیَرَة کے بیان میں ہے، الطِّیَرَة میں طاء کے نیچے زیر ہے اور راء پر زبر ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز سے بدشگونی لینا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ اسم ہے مصدر نہیں ہے، جیسے التِّوَلَة، التِّوَلَة کا معنی ہے: عورت خاوند کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے کوئی عمل کرے، حدیث میں ہے: التِّوَلَة شرک سے ہے، اس لیے کہ ان لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ التِّوَلَة فعل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے خلاف تاثیر کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۵۳۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن

Marfat.com

بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا یُونُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا عَدْوَی وَلَا طِيَرَةَ وَالشُّؤْمُ فِي ثَلَاثٍ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَالدَّابَّةِ۔

(صحیح البخاری: ۲۰۹۹، ۲۸۵۸، ۵۰۹۳، ۵۰۹۴، ۵۷۵۳، ۵۷۷۲)

محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، اور نہ بدشگونی ہے، اور بدشگونی صرف تین چیزوں میں ہے: عورت میں، گھر میں اور چوپائے (جانور) میں۔

صحیح البخاری: ۵۷۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں فرمایا ہے: ''لا عدویٰ'' یعنی کوئی مرض خود بخود کسی دوسرے کی طرف متعدی نہیں ہوتا۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے مریض میں مرض پیدا کیا ہے، اسی طرح دوسرے مریض میں بھی مرض پیدا فرماتا ہے۔

گھر، عورت اور گھوڑے کی نحوست کی توجیہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا طِیَرَةَ''۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے: اس لفظ کی تاویل میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا: اس سے مراد زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کا اعتقاد بیان کرنا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ خبر دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم گھر میں اور عورت میں اور گھوڑے میں ثابت ہے کہ عادتاً ان میں بدشگونی ہے یعنی نحوست ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح چاہتا ہے اس طرح جاری کرتا ہے، اور جب چاہتا ہے اس کو جاری کرتا ہے، اور پہلا قول ساقط ہے، کیونکہ نبی ﷺ کو اس لیے نہیں مبعوث کیا گیا کہ آپ یہ خبر دیں کہ لوگ کیا اعتقاد رکھتے تھے، آپ کو صرف اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو بتلائیں کہ ان کو عمل کرنے کے لیے کیا چیز لازم ہے اور کیا اعتقاد ان کو رکھنا چاہیے اور الطیرۃ کی اصل یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ ہرن کو اور پرندوں کو بھگاتے تھے، اگر وہ دائیں جانب کے راستہ کو اختیار کریں تو اس کو وہ متبرک قرار دیتے اور اپنی ضروریات کے اندر مصروف رہتے، اور اگر وہ ہرن یا پرندہ بائیں جانب کے راستہ کو اختیار کریں تو وہ اپنی ضرورت پوری کرنے سے رجوع کر لیتے اور اس سے بدفالی نکالتے، سو شریعت نے اس کو باطل کر دیا اور یہ بتایا کہ بدشگونی یا بدفالی کے اندر نفع یا ضرر کی کوئی تاثیر نہیں ہے، اور کہا جاتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ پرندوں پر اعتماد کرتے تھے، پس جب کسی شخص کو کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو وہ دیکھتا کہ پرندہ کس طرف جا رہا ہے، اگر وہ پرندہ دائیں طرف جاتا تو وہ نیک فال لیتا اور اپنے کام کو برقرار رکھتا، اور اگر وہ دیکھتا کہ پرندہ بائیں طرف جا رہا ہے تو اس سے بدفالی نکالتا اور کام کو ترک کر دیتا۔ اور اس کا نام وہ السانح اور البارح رکھتے تھے، سانح اس کو کہتے ہیں جو بائیں طرف سے دائیں طرف جائے اور بارح اسے کہتے ہیں جو دائیں طرف سے بائیں طرف جائے۔

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: بدشگونی تین چیزوں میں ہے، بہ ظاہر یہ حدیث اس کے خلاف ہے کہ کوئی بدشگونی نہیں ہے،

Marfat.com

علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ عام مخصوص البعض ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا اور بر سبیل عموم فرمایا کہ کوئی بدشگونی نہیں ہے، پھر ان تین چیزوں کو استثناء کرلیا، اس کا معنی ہے: اگر کسی چیز میں بدشگونی ہوسکتی ہے تو ان تین چیزوں میں ہوگی۔ یعنی گھر کی بدشگونی یہ ہے کہ جس میں رہائش ناپسند ہو، عورت کی بدشگونی یہ ہے کہ جس سے جماع کرنا ناپسند ہو، اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ جس پر سوار ہونا ناپسند ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ گھر کی نحوست یہ ہے کہ گھر تنگ ہو اور اس کے پڑوسی بداخلاق ہوں، اور عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ زبان دراز ہو اور اس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو، اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر سوار نہ ہونے دے۔

امام مالک نے کہا: یہ اپنے ظاہر پر ہے، کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی گھر میں رہائش رکھنے کو ضرر کا سبب بنا دیتا ہے، اسی طرح کبھی معین عورت یا معین گھوڑے سے اللہ تعالیٰ کی قضاء سے ضرر حاصل ہوتا ہے، علامہ ابن جوزی نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست یا بدشگونی ہو تو وہ ان تین چیزوں میں ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان پر سخت ناراض ہوئیں جنہوں نے یہ روایت کی ہے کہ بدشگونی اور نحوست ان تین چیزوں میں ہے: گھر میں، عورت میں اور گھوڑے میں۔ علامہ خطابی نے کہا: جب کہ انسان ان تین چیزوں سے مستغنی نہیں ہوتا، گھر سے، گھوڑے سے اور بیوی سے اور یہ کسی نہ کسی مکروہ عارضہ سے سلامت نہیں رہتیں تو ان کی طرف بدشگونی اور نحوست کی نسبت کردی گئی کہ وہ بدشگونی اور نحوست کا محل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۵-۴۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۵۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ قَالُوا وَمَا الْفَأْلُ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۴، ۵۷۵۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی، کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی چیز میں بدفالی نہیں ہے، اور ان میں بہترین چیز فال ہے، صحابہ نے پوچھا: فال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ نیک بات جو تم میں سے کوئی ایک سنتا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، وہ حکم بن نافع ہیں۔ اور اس کی سند میں مذکور ہے شعیب، وہ ابن ابی حمزہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ان میں بہترین فال ہے''۔ اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ جب کسی چیز میں بدشگونی نہیں ہے تو پھر ان میں فال کے بہترین ہونے کا کیا معنی ہے؟

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کے زعم کے اعتبار سے ہے، یعنی ان لوگوں کا زعم یہ تھا کہ فال اچھی چیز ہے، اور فال لینے کی اجازت دی ہے اور بدشگونی سے منع فرمایا ہے، اس کی توجیہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز کو دیکھتا ہے اور اس کو اچھا سمجھتا ہے، اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو وہ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے، اور اگر وہ اس کے بعد اس میں کوئی منحوس چیز دیکھے جو اس کو اس کے حاصل کرنے سے منع کرے تو وہ اس کو قبول نہ کرے، بلکہ وہ اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہے، پس اگر اس نے اس نحوست کو قبول کر لیا اور اس اچھی چیز کو طلب کرنے کی کوشش سے باز آ گیا تو یہ بدفالی ہے، اور یہ جائز نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: خیر کی اضافت کرنا بدفالی کی طرف اس کی خبر دیتا ہے کہ فال نکالنا بھی بدفالی کی اقسام میں سے ہے۔

پھر علامہ کرمانی نے کہا: یہ اضافت محض توضیح کے لیے ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فال بدفالی کی اقسام میں سے ہو۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا: الطِیَرۃ جنس کے معنی میں ہے اور فال نوع کے معنی میں ہے، اور اسی سے یہ حدیث ہے کہ بہترین طِیَرۃ فال ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: فال خوشی کے مواقع میں بھی استعمال ہوتی ہے اور رنج اور پریشانی کے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے، اور اس کا غالب استعمال خوشی کے مواقع میں ہے، اور الطِیَرۃ کا استعمال صرف برے مواقع میں ہوتا ہے اور کبھی مجازاً خوشی کے موقع میں ہوتا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: فال اور طِیَرۃ میں فرق یہ ہے کہ فال اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن ہے، اور "الطِیَرۃ" اللہ تعالیٰ کے ماسوا پر اعتماد کرنا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "صحابہ نے پوچھا: فال کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ اچھی بات جو تم میں سے کوئی ایک سنتا ہے"۔

مثلاً کوئی شخص گھر سے اپنی ضرورت پوری کرنے کی طلب کے لیے نکلا تو اس نے سنا کہ ایک آدمی دوسرے سے کہہ رہا ہے: یا نجاح، یعنی اے کامیاب! تو اب وہ شخص یہ فال نکالے کہ وہ جس مہم پر جا رہا ہے اس میں اسے کامیابی ہوگی۔

الاصمعی نے کہا: میں نے ابن عون سے فال کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مریض کسی شخص سے یہ سنے: اے سالم! یعنی وہ اس سے یہ فال نکالے کہ تم بیماری سے سلامت رہو گے۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے فال نہیں نکالتے تھے، اور جب وہ کسی غلام کو بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے، اگر اس کا نام آپ کو اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے، اور اگر اس کا نام آپ کو ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرہ پر ناخوشی کے آثار دکھائی دیتے، اور جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس بستی کا نام پوچھتے، اگر اس کا نام آپ کو اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے، اور آپ کے چہرہ پر بشارت کے آثار دکھائی دیتے، اور اگر اس کا نام آپ کو ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۴۔ بَابُ: اَلْفَأْلِ فال کا بیان

اس باب میں فال کا بیان کیا گیا ہے۔

۵۷۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ

Marfat.com

أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ قَالَ وَمَا الْفَأْلُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ۔

(صحیح البخاری:۵۷۵۴،۵۷۵۵)

بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عبید اللہ بن عبداللہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بدشگونی نہیں ہے، اور اس میں بہترین فال ہے، صحابہ نے پوچھا: اور فال کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے فرمایا: وہ اچھا کلمہ جس کو تم میں سے کوئی ایک سنتا ہے۔

صحیح البخاری:۵۷۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن محمد کا ذکر ہے، یہ المسندی ہیں۔ اور ہشام کا ذکر ہے، یہ الدستوائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معمر کا ذکر ہے، یہ ابن راشد ہیں۔ اس کے بعد الزہری کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں، جو عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۵۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ الصَّالِحُ الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ۔

(صحیح البخاری:۵۷۵۶،۵۷۷۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدشگونی ہے، اور مجھے اچھی فال پسند ہے، یعنی کوئی نیک بات۔

صحیح البخاری:۵۷۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الکلمة الحسنه" یعنی کوئی نیک بات۔ یہ اچھی فال کا بیان ہے، اور نبی ﷺ اچھے نام کو پسند فرماتے تھے اور اچھی فال کو پسند فرماتے تھے، جیسے آدمی اچھے منظر کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے یا صاف پانی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے خواہ اس کو نہ پیئے نہ استعمال کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں: حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ ستر سواروں کے ساتھ رات کے وقت رسول اللہ ﷺ سے

ملاقات کرنے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون؟ انہوں نے جواب دیا: بریدہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "برد امرنا وصلح" ہمارا جنگ کا معاملہ ٹھنڈا ہو گیا اور صلح ہو گئی، پھر آپ نے پوچھا "ممن؟" یعنی کس قبیلہ سے ہو، انہوں نے کہا: "اسلم"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سلمنا" یعنی ہم محفوظ ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "فممن؟" یعنی قبیلہ اسلم کی کس شاخ سے تعلق ہے، انہوں نے کہا: "من بنی سھم"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خرج سھمنا"، ہمارا حصہ نکل آیا۔ (اکمال اکمال المعلم علی صحیح المسلم للابی، ج ٦ ص ٤٢، کتاب الطب، باب: قولہ علیہ السلام لاعدوی)

٤٥۔ بَابُ: لَا هَامَةَ

اُلو کی نحوست نہیں ہے

٥٧٥٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ أَخْبَرَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ۔

(سنن ابن ماجہ: ٣٥٢٩)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الحکم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو حصین نے خبر دی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدفالی ہے اور نہ اُلو کی نحوست ہے اور نہ صفر کی نحوست ہے۔

صحیح البخاری: ٥٧٥٥، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان چار چیزوں کی تفصیل اور تفسیر باب الجذام میں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢١ ص ٤٠٨، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٤٦۔ بَابُ: الْكِهَانَةِ

اٹکل پچو سے غیب کی باتیں بتانا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں "امور کھانۃ" کا بیان کیا گیا ہے، اور علامہ ابن بطال نے اس باب کا عنوان لکھا ہے "الکھانۃ والسحر" اور امام بخاری نے سحر کا باب الگ قائم کیا ہے جیسا کہ عنقریب ان شاء اللہ آئے گا۔ اور کہانۃ کا لفظ کاف کے زبر کے ساتھ بھی ہے اور کاف کے نیچے زیر کے ساتھ بھی ہے۔ اس کا معنی ہے: علم غیب کا دعویٰ کرنا۔ جیسا کہ ایسی خبریں دینا کہ عنقریب زمین میں ایسا ہوگا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی ہے: علم نجوم کے ذریعہ سے یا قیافہ کے ذریعہ سے زمین کے اطراف میں واقع ہونے والی خبریں دینا۔ اور کاہن کا اطلاق قیافہ شناس اور نجومی دونوں پر ہوتا ہے۔ اور محکم میں لکھا ہے: کاہن وہ شخص ہے جو غیب کا فیصلہ سناتا ہے، اور الجامع میں لکھا ہے: ہر وہ شخص جو کسی کام کے واقع ہونے سے پہلے اس کی خبر دے، وہ کاہن ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: کاہن وہ لوگ ہوتے ہیں جو بہت ذہین ہوتے ہیں اور ان کے نفوس شدیدہ ہوتے ہیں اور ان کی طبیعت کو آگ کے ساتھ نسبت

Marfat.com

ہوتی ہے، تو شیطان ان سے الفت رکھتے ہیں کیونکہ شیاطین اوران کے درمیان تناسب پایا جاتا ہے، اور زمانہ جاہلیت میں عرب میں کہانت بہت تھی، کیونکہ اس زمانہ میں نبوت منقطع تھی، پھر جب اسلام آ گیا تو کہانت بالکل نادر ہوگئی حتیٰ کہ تقریباً مضمحل ہوگئی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٥٧٥٨۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى فِي امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ اقْتَتَلَتَا فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى بِحَجَرٍ فَأَصَابَ بَطْنَهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا الَّذِي فِي بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَضٰى أَنَّ دِيَةَ مَا فِي بَطْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ فَقَالَ وَلِيُّ الْمَرْأَةِ الَّتِي غَرِمَتْ كَيْفَ أَغْرَمُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ فَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّمَا هٰذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہذیل کی دو عورتوں کے متعلق فیصلہ فرمایا جو آپس میں لڑی تھیں، پس ایک عورت نے دوسری عورت کو پتھر مارا جو اس کے پیٹ پر لگا اور وہ عورت حاملہ تھی، تو اس نے اس کے پیٹ کے بچہ کو مار ڈالا، پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا، آپ نے فیصلہ فرمایا کہ جو اس کے پیٹ میں بچہ ہے، اس کی دیت ایک غلام دینا ہے یا ایک باندی دینا ہے، تو جس عورت پر تاوان آیا تھا اس کے ولی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کیسے اس کا تاوان دوں جس نے نہ پیا اور نہ کھایا اور نہ بولا اور نہ اس نے آواز نکالی، پس اس کی مثل تو رائیگاں کی جاتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو کاہنوں کا بھائی ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۶۷۴۰، ۶۹۰۴، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۱، سنن نسائی: ۴۸۱۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۶، مسند احمد: ۷۶۴۶، موطا امام مالک: ۱۶۰۸، سنن دارمی: ۲۳۸۲)

صحیح البخاری: ۵۷۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "کھانۃ" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ شخص تو کاہنوں کا بھائی ہے، یعنی اس نے جو مسجع اور مقفع عبارت بولی ہے، یہ ایسے ہے جیسے کاہن بولتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن عفیر، یہ سعید بن کثیر بن عفیر المصری ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ھُذَیل'' یہ ابن مدرکہ بن الیاس بن نضر کا قبیلہ ہے۔اس حدیث میں مذکور ہے ''غُرَّۃ'' اس کا معنی ہے: چہرہ کی سفیدی اور یہاں غُرّۃ سے مراد پورا جسم ہے اور جز بول کر کل کا ارادہ کیا ہے، یعنی پتھر مارنے والی عورت کو تاوان میں ایک غلام کا جسم بطورِ دیت دینا ہوگا یا ایک باندی کا جسم بطورِ دیت دینا ہوگا۔اور اس حدیث میں اَوْ کا لفظ ہے جس کا معنی ہے ''یا'' اور وہ یہاں پر تقسیم کے لیے ہے شک کے لیے نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عورت کے ولی نے کہا'' اس کا نام حمل بن مالک بن نابغہ الہذلی ہے، اور یہ صحابی ہیں۔ یہ بصرہ میں ٹھہرے تھے اور ان کی کنیت ابوالفضلہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا استھل'' جب بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلی رونے کی آواز نکالتا ہے تو اس کو استہلال کہتے ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فمثل ذالك یطل'' اس کا معنی ہے: اس کی مثل باطل قرار دی جاتی ہے، یعنی اس کا خون رائیگاں ہے، اس کی دیت نہیں ہوگی۔ بخاری کے ایک نسخہ میں بَطَلَ کا لفظ ہے یعنی اس کی مثل باطل قرار دی جاتی ہے اور اس کی دیت یا قصاص نہیں ہوتی، اس کا خون رائیگاں ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تو کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے''۔علامہ خطابی نے کہا ہے: آپ نے اس شخص کو کاہنوں کے بھائیوں سے مشابہ قرار دیا، کیونکہ وہ مسجع کلام کر رہا تھا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کے مسجع کلام کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فیصلہ کو تبدیل نہیں کیا، لیکن آپ نے اس شخص کے مسجع کلام کرنے کی وجہ سے اس شخص کی مذمت کی، کیونکہ کاہن جو جھوٹی بات گھڑتے ہیں، اس کو مسجع کلام کے ذریعہ مزین کرتے ہیں اور لوگوں کو یہ وہم ڈالتے ہیں کہ اس میں کوئی فائدہ ہے، اور سجع کا معنی ہے: کلمہ کے آخر کے ساتھ لفظاً مناسبت، جیسے اس شخص نے کہا ''من لا شرب ولا اکل ولا نطق ولا استھل''۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے کاہنوں کی مذمت کی ہے اور جو کاہنوں کے مشابہ کلام کرے ان کی بھی مذمت کی ہے، کیونکہ اس شخص نے اپنے مسجع کلام کے ذریعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کو رد کرنے کا ارادہ کیا تھا، اس لیے وہ مذمت کا مستحق ہوا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس طرح کا مسجع کلام تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے، مثلاً آپ نے فرمایا ''صدق اللہ وَعْدَہٗ ونصر عَبْدَہٗ وھزم الاحزاب وَحْدَہٗ''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس عورت کے ولی کا کلام میں جو سجع تھا وہ تکلف سے تھا اور ارادۃً تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں جو الفاظ مناسب آئے وہ اتفاقاً تھے اور تکلفانہ تھے، اور اس کی مذمت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے مسجع کلام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کو مسترد کرنا چاہا تھا۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کسی عورت کے پیٹ کے بچہ کو ہلاک کر دے تو اس کے تاوان میں ایک غُرّہ یعنی ایک غلام دیا جائے گا، بعض لوگوں نے کہا: اس میں کوئی چیز نہیں دی جائے گی اور ان کا یہ قول نص صریح کو باطل کر رہا ہے، لہٰذا اس قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث میں ہے کہ غلام کا غُرّہ ہو یا باندی کا غُرّہ ہو، امام مالک نے کہا کہ میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ سیاہ فام غلام کے بجائے سفید فام غلام کو تاوان میں دیا جائے اور اگر ان کو سفید فام غلام دستیاب نہ ہو تو سیاہ فام غلام دیا جائے، کیونکہ غُرّہ کا معنی سفید چہرہ ہے۔ اور ابوعمرو بن العلاء نے کہا: صرف سفید رنگ کا غلام ہی قبول کیا جائے گا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غُرّہ نہ فرماتے، آپ فرماتے: غلام دیا جائے گا یا باندی دی جائے گی۔

اور امام مالک نے ربیعہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کی قیمت دی جائے گی، وہ قیمت پچاس دینار ہیں یا چھ سو درہم ہیں۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ اس پیٹ کے بچہ کا وارث کون ہوگا؟ امام مالک نے کہا: وراثت کے قانون کے مطابق اس بچہ کا وارث مقرر کیا جائے گا، اور امام مالک کا دوسرا قول ہے کہ اس کی ماں اس کی وارث ہوگی، اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کے ماں باپ دونوں وارث ہوں گے، باپ کو دو تہائی حصہ ملے گا اور ماں کو ایک تہائی۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۵۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا فَقَضَى فِيهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ دو عورتیں (لڑیں) ان میں سے ایک نے دوسری کے اوپر پتھر مارا، اور اس کے پیٹ کا بچہ گرا دیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک غُرّہ کا فیصلہ فرمایا، غلام ہو یا باندی۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۶۷۴۰، ۶۹۰۴، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۱، سنن نسائی: ۴۸۱۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۶، مسند احمد: ۷۶۴۶، موطا امام مالک: ۱۶۰۸، سنن دارمی: ۲۳۸۲)

صحیح البخاری: ۵۷۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دوسری سند کے ساتھ ہے اور اس میں اختصار کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۰۔ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَضَى فِي الْجَنِينِ يُقْتَلُ فِي

اور از ابن شہاب از سعید بن المسیب، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ جس پیٹ کے بچہ کو اس کی ماں کے

Marfat.com

بَطْنِ أُمِّهِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ فَقَالَ الَّذِي قُضِيَ عَلَيْهِ كَيْفَ أَغْرَمُ مَا لَا أَكَلَ وَلَا شَرِبَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ وَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ۔

پیٹ میں قتل کر دیا جائے اس میں ایک غرۃ دیا جائے گا غلام کا یا باندی کا، تو اس شخص نے کہا جس کے خلاف فیصلہ کیا گیا تھا: میں اس کا کیسے تاوان دوں جس نے نہ کھایا نہ پیا نہ بولا اور نہ رو کر آواز نکالی اور اس کی مثل تو باطل ہونی چاہیے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو صرف کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۶۷۴۰، ۶۹۰۴، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۱، سنن نسائی: ۴۸۱۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۶، مسند احمد: ۷۶۴۶، موطا امام مالک: ۱۶۰۸، سنن داری: ۲۳۸۲)

صحیح البخاری: ۵۷۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ سعید بن المسیب تابعی ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: جس شخص کے خلاف فیصلہ کیا گیا تھا اور وہ شخص اس عورت کا ولی تھا، کیونکہ غرہ جب واجب ہوتا ہے تو وہ عاقلہ پر واجب ہوتا ہے یعنی قاتل کے ورثاء پر۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث از ابی مسعود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور فاحشہ کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۳۷، ۲۲۸۲، ۵۳۴۶، ۵۷۶۱، صحیح مسلم: ۱۵۶۷، سنن ترمذی: ۱۱۳۳، سنن نسائی: ۴۲۹۲، سنن ابوداؤد: ۳۴۸۱، سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۹، مسند احمد: ۱۶۶۲۲، موطا امام مالک: ۱۳۶۳، سنن داری: ۲۵۶۸)

صحیح البخاری: ۵۷۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں کہانت کا ذکر ہے، اور اس حدیث کے آخر میں کاہن کی مٹھائی کا ذکر ہے، اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن محمد کا ذکر ہے، یہ المسندی ہیں۔ اور ابن عیینہ کا ذکر ہے، یہ سفیان ہیں۔ اور ابو مسعود کا ذکر ہے،

Marfat.com

وہ عقبہ بن الحارث البدری الانصاری الکوفی صحابی ہیں۔
یہ حدیث کتاب البیوع میں ثمن الکلب کے تحت گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مهر البغی" البغی سے مراد ہے زانیہ اور اس کے مہر سے مراد ہے کہ وہ زنا پر جو اجرت لیتی ہے۔ اور "الحلوان" یعنی مٹھائی، اس سے مراد ہے کہانت کی جو اجرت دی جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها قَالَتْ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَيْسَ بِشَيْءٍ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَا أَحْيَانًا بِشَيْءٍ فَيَكُونُ حَقًّا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا مِنَ الْجِنِّيِّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ فَيَخْلِطُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مُرْسَلٌ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ ثُمَّ بَلَغَنِي أَنَّهُ أَسْنَدَهُ بَعْدَهُ

(صحیح مسلم: ۲۲۲۸، مسند احمد: ۲۴۰۴۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از یحییٰ بن عروہ بن الزبیر از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں ہے، پس لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ ہمیں بعض اوقات کوئی چیز بتاتے ہیں اور وہ برحق ہوتی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ حق کا کلمہ جن نے (آسمان سے) سنا ہوتا ہے، پھر وہ جن اس کو اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتے ہیں، علی نے کہا کہ امام عبد الرزاق نے بیان کیا کہ یہ حدیث "تلك الكلمة من الحق" تک مرسلاً روایت ہے، پھر انہوں نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ امام عبد الرزاق نے اس کے بعد اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسنداً روایت کیا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "کہانة" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگوں نے آپ سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبد اللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، یہ ابن عروہ بن زبیر بن

Marfat.com

عوام القرشی المدنی ہیں جو اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ الزہری سے اس حدیث کا سماع عروہ سے رہ گیا تھا، حالانکہ زہری عروہ سے بہ کثرت روایت کرتے ہیں، پس انہوں نے اس حدیث کو عروہ کے بیٹے یحییٰ پر محمول کر دیا اور امام بخاری نے یحییٰ کی صرف اسی حدیث کی روایت کی ہے، اور یحییٰ چھت سے گر کر کسی جانور کے پیروں کے نیچے کچلے گئے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لیس بشیء" یعنی کاہن جو بات کرتے ہیں وہ قابلِ شمار نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال عبد الرزاق: هو مرسل الكلمة الحق" یعنی ابن المدینی نے یہ ارادہ کیا کہ عبدالرزاق اتنی حدیث کو پہلے مرسلاً روایت کرتے تھے یعنی الکلمۃ الحق تک مرسلاً روایت کرتے تھے، پھر بعد میں انہوں نے اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند کے ساتھ متصلاً روایت کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۱۔ ۴۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۶۲، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کاہن کا معنی اور اس کا شرعی حکم

کہانت کا معنی ہے: مستقبل میں واقع ہونے والے مغیبات کی خبریں دینا اور یہ بات معلوم ہے کہ کوئی شخص بھی مستقبل کے حال کو نہیں جانتا سوائے اللہ عزوجل کے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا (لقمٰن: ۳۴) — اور کوئی (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝ (النمل: ۶۵) — آپ کہیے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی (از خود) غیب نہیں جانتا، اور نہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا ۝

کہانت کا حکم یہ ہے کہ جو آدمی کاہن کے پاس جائے اور اس کی تصدیق کرے، تو اس نے اس کے ساتھ کفر کیا جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے، اور اگر اس نے کاہن سے سوال کیا جب کہ وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا تھا تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی، اور اگر اس نے کاہن سے سوال کیا تا کہ وہ اس کی آزمائش کرے اور اس کے جھوٹ کو معلوم کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ مستحب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صیاد کی آزمائش کی تھی اور اس سے پوچھا تھا: بتاؤ میں نے تمہارے لیے کیا چھپایا ہے؟ اور آپ نے اس کے لیے دخان کے کلمہ کو چھپایا تھا، تو ابن صیاد نے کہا: آپ نے دُخ کو چھپایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دفع ہو جاؤ، تم اپنے مرتبہ سے آگے نہیں بڑھ سکو گے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظِ دُخان کو چھپایا تھا، پورا دُخان اس پر منکشف نہیں ہوا تو اس نے صرف لفظِ دُخ کہا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۲۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: اس پر یہ سوال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز چھپائی تھی وہ پوری تو وہ نہیں بتا سکا یعنی دُخان، تو دُخ اس نے بتا دیا، اس سے بھی تو پتا چلتا ہے کہ اس کو کچھ نہ کچھ کشف تھا؟

Marfat.com

اس کا جواب یہ کہ نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو بتایا تھا کہ میں نے لفظِ دُخان چھپایا ہے تا کہ صحابہ کو بھی پتا چل جائے کہ جو چیز نبی ﷺ نے چھپائی ہے، اس تک یہ نہیں پہنچ سکتا، سو جب نبی ﷺ نے صحابہ کو بتایا تو شیطان نے اس کو سن لیا اور جا کر ابنِ صیاد کے کان میں پھونک دیا، اور چونکہ شیطان پورا دُخان نہیں سن سکا تھا، اس لیے اس نے صرف لفظِ دُخ کہا اور وہی ابن صیاد نے بتایا۔ (سعیدی غفرلہ)

۴۷۔ بَابُ: السِّحْرِ

جادو کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَلَكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (البقرہ:۱۰۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے، وہ لوگوں کو جادو (کے کفریہ کلمات) سکھاتے تھے، اور انہوں نے اس (جادو) کی پیروی کی جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا اور وہ (فرشتے) اس وقت تک کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہتے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں تو تم کفر نہ کرو، وہ ان سے اس چیز کو سیکھتے جس کے ذریعہ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کر دیتے، اور اللہ کی اجازت کے بغیر وہ اس (جادو) سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، اور وہ اس چیز کو سیکھتے جو ان کو نقصان پہنچائے اور ان کو نفع نہ دے، اور بے شک وہ خوب جانتے تھے کہ جس نے اس (جادو) کو خرید لیا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالَى: وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ (طٰہٰ:۶۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جادوگر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا ۝

وَقَوْلِهٖ: اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ (الانبیاء:۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم جانتے بوجھتے جادو کے پاس جا رہے ہو ۝

وَقَوْلِهٖ: فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ (طٰہٰ:۶۶)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اچانک موسیٰ کو خیال ہوا کہ ان کے جادو سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں ۝

وَقَوْلِهٖ: وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ (الفلق:۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گرہ میں بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے ۝

وَالنَّفَّاثَاتُ: اَلسَّوَاحِرُ۔ تُسْحَرُوْنَ: تُعَمَّوْنَ۔

اور نفاثات کا معنی ہے: جادو کرنے والیاں، اور تسحرون کا معنی ہے: تم پر جادو کیا گیا ہے۔

Marfat.com

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب جادو کے بیان میں ہے، اور اس بات کے بیان میں ہے کہ جادو ثابت ہے اور محقق ہے، اسی وجہ سے امام بخاری نے ان آیات کو استدلال میں ذکر کیا ہے جو جادو پر دلالت کرتی ہیں، اور حدیث صحیح اور عرب، روم، ہند اور عجم کی اکثر امتیں اس کی قائل ہیں کہ جادو ثابت ہے اور اس کی حقیقت موجود ہے اور اس کی تاثیر ہے اور عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جھوٹے اور مزین کلام کے صدور کے وقت کوئی خلافِ عادت فعل پیدا کر دے، یا کئی اجسام کو اس طرح مرکب کرے کہ جس کو ہر شخص نہ پہچانتا ہو، اور جادو کی تعریف یہ ہے کہ یہ وہ امر ہے جو خلافِ عادت ہے اور کسی نفسِ شریر سے صادر ہوتا ہے اور اس سے معارضہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ اور ایک قوم نے جادو کی حقیقت کا انکار کیا اور انہوں نے کہا کہ جو چیز جادو سے صادر ہوتی ہے، وہ خیالاتِ باطلہ ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور علامہ ابو جعفر الاستر اباذی شافعی اور امام ابوبکر رازی حنفی اور ابن حزم الظاہری کا یہی مختار ہے۔ اور صحیح وہ قول ہے جس کو تمام علماء نے اختیار کیا ہے، جس پر کتاب وسنت کی دلالت ہے۔

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ سحر کو کتاب الطب میں وارد کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سحر بھی مرض کی ایک قسم ہے اور سحر مسحور کو بیمار کر دیتا ہے، اسی لیے نبی ﷺ نے ذکر فرمایا تھا: سنو! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے شفاء دے دی ہے جیسا کہ عنقریب یہ حدیث ''هل يستخرج السحر'' کے باب میں آئے گی۔ اور شفاء اس مرض سے ہوتی ہے جو موجود ہو، پھر امام بخاری نے باب السحر اور باب الکہانۃ کو جمع کیا، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا مرجع شیاطین ہیں اور گویا کہ یہ دونوں ایک وادی سے ہیں۔

امام بخاری کی ذکر کردہ آیات کی تفسیر از علامہ عینی

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۔ الآیہ

البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے، وہ لوگوں کو جادو (کے کفریہ کلمات) سکھاتے تھے۔

اس آیت میں جس جادو کے ساتھ یہود عمل کرتے تھے اس کی اصل کا بیان ہے، پھر یہ جادو وہ ہے جس کو شیاطین نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے پاس رکھا تھا۔ اور اس کی اصل اس سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہاروت اور ماروت پر شہر بابل میں نازل کیا تھا۔

ہاروت اور ماروت کا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کا ہے، اور جادو بھی فرعون کے زمانہ میں پھیلا ہوا تھا، جس کا خلاصہ اس آیت کریمہ میں ہے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۔ (البقرۃ:۱۰۲)

اور انہوں نے اس (جادو کے کفریہ کلمات) کی پیروی کی جس کو سلیمان کے دورِ حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے۔

السدی نے کہا ہے کہ شیاطین آسمان کی طرف چڑھتے تھے اور وہاں کسی جگہ گھات لگا کر بیٹھ جاتے اور فرشتوں کی باتیں سنتے تھے کہ زمین میں کیا ہوگا، کون مرے گا یا کب بارش ہوگی، یا کوئی نئی چیز ہوگی؟ پھر وہ شیاطین کاہنوں کے پاس آتے اور ان کو ان

باتوں کی خبر دیتے، پھر کاہن لوگوں سے یہ باتیں کرتے، پس ایسا ہی ہوتا جس طرح کاہنوں نے کہا ہوتا اور وہ ہر بات کے ساتھ ستر باتیں اپنی طرف سے ملا لیتے تھے۔ پھر لوگوں نے ان باتوں کو کتابوں میں لکھ دیا اور بنی اسرائیل کے زمانہ میں یہ مشہور ہو گیا کہ جن غیب کو جانتے ہیں۔ پھر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی کو بھیجا تا کہ ان کتابوں کو جمع کرے، پھر ان کتابوں کو ایک صندوق میں رکھا، پھر اس کو اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا، اور لوگوں میں سے جو بھی اس کرسی کے قریب جانے کی کوشش کرتا وہ جل جاتا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں نے کسی سے یہ سنا کہ شیاطین غیب کو جانتے ہیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور وہ علماء بھی فوت ہو گئے جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس حکم کا علم تھا تو شیطان ایک انسان کی شکل میں بنی اسرائیل کی جماعت کے پاس آیا اور ان سے کہا: کیا میں تمہاری رہنمائی ایسے خزانہ پر کروں جو کبھی ختم نہیں ہوگا، لوگوں نے کہا: ہاں! تو اس نے کہا: اس کرسی کے نیچے کھودو، انہوں نے کھودا تو وہ کتابیں مل گئیں، جب ان کتابوں کو نکالا تو شیطان نے کہا کہ سلیمان جو انسانوں، جنات اور پرندوں پر حکومت کرتے تھے تو اس جادو کی وجہ سے کرتے تھے، پھر شیطان اڑ کر چلا گیا اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے، پھر بنی اسرائیل نے وہ کتابیں لے لیں، پس جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ سے مباحثہ کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا معنی ہے:

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ الآیہ — البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے، وہ لوگوں کو جادو (کے کفریہ کلمات) سکھاتے تھے۔ (البقرہ:۱۰۲)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۔ — اور انہوں نے اس (جادو) کی پیروی کی جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا۔ (البقرہ:۱۰۲)

اس آیت میں بابل کا ذکر ہے، یہ وہ شہر ہے جس کو نمرود بن کنعان نے بنایا تھا، اور اسی شہر کی طرف جادو اور خمر منسوب ہیں اور آج کل وہ شہر کھنڈر بنا ہوا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ضحاک وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے بابل کو بنایا تھا، اور مؤید الدولہ نے کہا: بابل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔

اس آیت میں ہاروت اور ماروت کا ذکر ہے، ان میں کافی اختلاف ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ دو فرشتے تھے جن کو آسمان سے زمین کی طرف اتارا گیا، پھر ان کے معاملہ سے وہ ہوا جو ہوا اور ان کا قصہ مشہور ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۔ (البقرہ:۱۰۲) — اور وہ (فرشتے) اس وقت تک کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہتے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں تو تم کفر نہ کرو۔

از حجاج از ابن جریج اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہے کہ جادو کرنے کی جرأت وہی کرے گا جو کافر ہوگا۔

علامہ نووی نے کہا ہے: جادو کا عمل کرنا حرام ہے اور اس پر اجماع ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہلاک کرنے والے امور کو بیان کیا، ان میں سے بعض کفر ہیں اور بعض کفر نہیں ہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہیں۔ اگر جادو میں ایسا قول یا فعل ہو جس کا تقاضا کفر ہو تو جادو کفر ہے ورنہ کفر نہیں ہے، لیکن جادو کا سیکھنا اور سکھانا، سو وہ حرام ہے۔ پس اگر جادو کے کلمات میں ایسے کلمات ہوں جو

Marfat.com

کفر کا تقاضا کریں تو وہ کفر ہے اور جادو کرنے والا کافر ہو جائے گا، اس سے توبہ طلب کی جائے گی اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور اگر جادو کے کلمات میں کوئی ایسا کلمہ نہ ہو جو کفر ہو، تو اس کو تعزیر لگائی جائے گی۔

امام مالک سے منقول ہے کہ جادوگر کافر ہے، اس کو جادو کرنے کے سبب سے قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ نہیں طلب کی جائے گی، بلکہ اس کو زندیق کی طرح لازماً قتل کر دیا جائے گا، اور قاضی عیاض نے بھی امام مالک کے قول کو اختیار کیا۔ اور امام احمد اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔

الفتاوی الصغریٰ میں مذکور ہے: امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جادوگر سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی اور اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے، اور ان کے نزدیک زندیق سے توبہ طلب کی جائے گی، اور امام ابوحنیفہ سے دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ اگر میرے پاس زندیق کو لایا گیا تو میں اس سے توبہ طلب کروں گا، پس اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: سلف صالحین کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا جادوگر سے یہ سوال کیا جائے گا کہ وہ اپنے جادو کا توڑ کر دے؟ سعید بن المسیب نے اس کی اجازت دی ہے اور حسن بصری نے اس کو مکروہ کہا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جادو کے توڑ کو صرف جادوگر ہی جانتا ہے۔ اور جادوگر کے پاس جانا جائز نہیں ہے، کیونکہ سفیان نے روایت کی ہے از ابی اسحاق از ہبیرہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ: جو جادوگر کے پاس گیا یا کاہن کی طرف گیا، پس اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس کا کفر کیا جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔ اور امام طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جادوگر کے پاس جانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ جادوگر کی تصدیق کی جائے، پس اگر وہ کسی اور مقصد سے جادوگر کے پاس گیا اور اس کو جادوگر کا علم تھا اور اس کے حال کا بھی علم تھا تو یہ ممنوع نہیں ہے اور نہ اس کے پاس جانا ممنوع ہے، اور بعض علماء نے دو وجہوں میں سے ایک وجہ کے ساتھ جادو سیکھنے کی اجازت دی ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ اس کو کفر اور غیر کفر کی تمیز حاصل ہو جائے اور دوسری وجہ ہے کہ جس پر جادو کیا گیا ہے اس کا ازالہ کیا جاسکے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۞ (طٰہٰ: ٦٩) اور جادوگر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا O

اس آیت میں جادوگر سے فوز اور فلاح کی نفی کی گئی ہے، اور اس میں وہ لفظ نہیں ہے جو کفر پر دلالت کرے اور قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۞ (طٰہٰ: ٦٦) پس اچانک موسیٰ کو خیال ہوا کہ ان کے جادو سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں O

یعنی موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ خیال لایا جاتا تھا کہ یہ سانپ دوڑ رہے ہیں، کیونکہ انہوں نے اپنی رسیوں میں پارہ کو چپکا دیا تھا، پس جب وہ دھوپ سے گرم ہو گیا تو ہلنے لگا اور حرکت کرنے لگا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ وہ سانپ ان کا قصد کر رہے ہیں۔ اس آیت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جن کا یہ زعم ہے کہ سحر صرف تخییل ہے اور ان کی اس آیت میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ یہ آیت فرعون کے جادوگروں کے قصہ میں وارد ہے اور ان کا جادو اسی طرح ہوتا تھا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جادو کی تمام اقسام محض تخییل ہوں۔ نیز قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ (الفلق:۴) اور گرہ میں بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے O

نفاثات کی تفسیر جادوگرنیوں کے ساتھ کی گئی ہے اور یہ حسن بصری کی تفسیر ہے، اور جادوگرنیاں جادو کرتے وقت دھاگہ میں گرہ باندھتی ہیں۔

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝ (المومنون:۸۹) عنقریب وہ کہیں گے کہ سب کا اللہ ہی مالک ہے، پھر کہاں سے تم پر جادو کیا گیا ہے؟ O

یعنی تم کیوں اس سے اندھے ہو جاتے ہو اور کیوں اس سے روگردانی کرتے ہو؟ ابن عطیہ نے کہا ہے کہ سحر کا لفظ یہاں پر تخلیط کے معنی میں مجاز ہے، یعنی تم نے کس سے دھوکہ کھایا ہے؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ آیات جو ذکر کی گئی ہیں، ان سے امام بخاری کا یہ استدلال مکمل نہیں ہوتا کہ جادو حرام ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جادو کی کئی اقسام ہیں: (۱) ان میں جادو کا ایک معنی ہے: جو چیز لطیف اور دقیق ہو، جب کسی بچہ کو محبوب رکھا جائے تو کہا جاتا ہے: وہ بچہ مسحور ہے۔ (۲) جو چیزیں محض تخیلات ہوں اور ان کی کوئی حقیقت نہ ہو جیسے شعبدہ باز کرتے ہیں یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگروں نے رسیوں میں پارہ چپکا کر انہیں سانپ بنا کر دکھایا تھا۔ (۳) جو کام شیطان کی مدد سے اور اس کا تقرب حاصل کرنے سے کیا جائے اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں ''وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۔۔۔ الآیہ (البقرہ:۱۰۲)''، جادو کی جو قسم حرام ہے وہ یہی ہے۔ (۴) جو ستاروں سے خطاب کے ذریعہ حاصل ہو اور ستاروں کی روحانیت کو نازل کرنے سے حاصل ہو۔ (۵) جو طلسمات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۳۔۴۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَحَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ يُقَالُ لَهُ لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ حَتَّى كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ كَانَ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَهُوَ عِنْدِي لَكِنَّهُ دَعَا وَدَعَا ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ أَشَعَرْتِ أَنَّ اللّٰهَ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ فَقَالَ مَطْبُوبٌ قَالَ مَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ قَالَ فِي أَيِّ شَيْءٍ قَالَ فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعِ نَخْلَةٍ ذَكَرٍ قَالَ وَأَيْنَ هُوَ قَالَ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ فَأَتَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي نَاسٍ مِنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بنو زریق کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا جس کو لبید بن الاعصم کہا جاتا تھا، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا حتیٰ کہ ایک دن یا ایک رات کو آپ میرے پاس تھے لیکن آپ نے دعا کی اور دعا کی، پھر آپ نے کہا: اے عائشہ! کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس چیز کا جواب دیا جس چیز کے متعلق میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا؟۔ میرے پاس دو مرد آئے، پس ان میں سے ایک میرے سر کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کی طرف بیٹھ گیا، پس ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: اس مرد کو کیسا درد ہے؟ اس نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے،

أَصْحَابِهِ فَجَاءَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ كَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ أَوْ كَأَنَّ رُءُوسَ نَخْلِهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا اسْتَخْرَجْتَهُ قَالَ قَدْ عَافَانِي اللهُ فَكَرِهْتُ أَنْ أُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ فِيهِ شَرًّا فَأَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَأَبُو ضَمْرَةَ وَابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ وَقَالَ اللَّيْثُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامٍ فِي مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ يُقَالُ الْمُشَاطَةُ مَا يَخْرُجُ مِنَ الشَّعَرِ إِذَا مُشِطَ وَالْمُشَاقَةُ مِنْ مُشَاقَةِ الْكَتَّانِ۔

اس نے کہا: کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لبید بن الاعصم نے، اس نے کہا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: کنگھی میں اور سر کے بال میں جو نر کھجور کے خوشہ میں رکھے ہوئے ہیں، اس نے سوال کیا: اور یہ جادو ہے کہاں؟ اس نے جواب دیا کہ ذروان کے کنوئیں میں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کنوئیں پر اپنے چند صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو فرمایا: اے عائشہ! اس کنویں کا پانی ایسا سرخ تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر شیطان کے سروں کی طرح تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اس جادو کو باہر کیوں نہیں نکالا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دے دی تو میں نے ناپسند کیا کہ میں اب لوگوں کے درمیان اس برائی کو پھیلاؤں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جادو کا سامان دفن کرا دیا۔

ابو اسامہ، ابوضمرہ اور ابن ابی الزناد نے عیسیٰ بن یونس کی متابعت کی ہے از ہشام۔ اور اللیث اور ابن عیینہ نے کہا از ہشام: کنگھی میں اور سر کے بالوں میں۔ مشاطۃ اس کو کہتے ہیں: کنگھی کرتے وقت کنگھی سے جو بال نکلتے ہیں۔ اور مُشاقۃ روئی کے تاریعنی سوت کو کہتے ہیں۔

(صحیح البخاری:۳۱۷۵، ۳۲۶۸، ۵۷۶۳، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۶۰۶۳، ۶۳۹۱، صحیح مسلم:۲۱۸۹، سنن ابن ماجہ:۳۵۴۵، مسند احمد:۲۴۳۷۹)

صحیح البخاری: ۵۷۶۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''السحر'' یعنی جادو، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک مرد نے جادو کیا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عیسیٰ بن یونس کا ذکر ہے، یہ ابن ابی اسحاق سبیعی ہیں۔ اور ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن عروہ ہیں، وہ اپنے

والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں از ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب ''صفۃ ابلیس'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کا نمبر ہے: ۳۱۷۵۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''من بنی زریق'' یہ قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے، اور اسلام کے ظہور سے پہلے بہت سے انصار اور بہت سے یہودیوں میں محبت اور دوستی تھی اور انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کا حلف بھی اٹھایا ہوا تھا، پس جب اسلام کا ظہور ہوا تو انصار اسلام میں داخل ہو گئے اور یہودیوں سے بے زار ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کے اثر کی مدت کے متعلق روایات

اور جس سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا واقعہ ہوا، یہ سال ۷ ہجری تھا۔ اس کو علامہ واقدی نے بیان کیا ہے اور اسماعیلی نے کہا ہے کہ آپ پر چالیس راتوں تک جادو کا اثر رہا اور مسند احمد میں ہے کہ چھ ماہ تک آپ پر اس جادو کا اثر رہا۔ اور سہیلی سے منقول ہے کہ ایک سال یہ اثر رہا، اس کو سہیلی نے جامع معمر از الزہری میں ذکر کیا ہے۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی نے چالیس دن اور چھ ماہ کی دو روایتوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ جن روایات میں چھ ماہ کا ذکر ہے ان سے جادو کے ابتدائی اثر سے لے کر آخر تک پوری مدتِ سحر مراد ہے، اور جن روایات میں چالیس دن کا ذکر ہے، اس سے تاثیر جادو سے استحکام والی مدت مراد ہے۔
فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۷۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ ایک سال تک آپ پر جادو کا اثر رہا، اس کی تطبیق کسی نے بیان نہیں کی۔ اور وہ روایت بہرحال متعارض ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے''۔

بعض فقہاء اسلام کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کے اثر کی روایت کا انکار کرنا

علامہ عینی فرماتے ہیں: بعض مبتدعین نے اس حدیث کا انکار کیا ہے اور انہوں نے یہ زعم کیا ہے کہ یہ حدیث منصب نبوت کو کم کرتی ہے اور اس میں شک ڈالتی ہے اور ہر وہ چیز جو منصب نبوت کو کم کرے اور اس میں شک ڈالے وہ باطل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کے اثر کو جائز قرار دینا شریعت کی ثقاہت کو ختم کرتا ہے اور ان پر رد کیا گیا ہے کہ اس پر دلیل قائم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کی طرف سے جو احکام بیان کرتے ہیں، اس میں آپ صادق ہیں اور آپ تبلیغ میں معصوم ہیں۔ رہی وہ چیزیں جن کا تعلق بعض دنیاوی امور کے ساتھ ہے جن کی وجہ سے آپ کو مبعوث نہیں کیا گیا، سو وہ آپ پر اس طرح عارض ہوتی ہیں جیسے دوسرے بشر پر عارض ہوتی ہیں جیسے کہ بیماریاں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ یہ گمان کرتے تھے کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے، حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو اس کام کا وثوق ہو اور قاضی عیاض نے کہا ہے: جادو کا اثر جسم کے اوپر اور ظاہری اعضاء پر تسلط ہے اور اس کا اثر عقل اور معتقدات پر نہیں ہوتا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سعید بن المسیب کی مرسل روایت میں مذکور ہے کہ حتیٰ کہ قریب تھا کہ آپ کی بینائی ضعیف ہو جاتی۔

Marfat.com

آپ پر جادو کے اثر کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ ایک دن یا ایک رات کو (یہ راوی کو شک ہے) آپ میرے پاس تھے لیکن آپ نے دعا کی اور دعا کی''۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: لکنہ کا لفظ استدراک کے لیے ہوتا ہے، یہاں کس چیز سے استدراک کیا گیا ہے؟ پھر علامہ کرمانی نے یہ جواب دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ میرے پاس تھے لیکن میرے ساتھ مشغول نہیں ہوئے بلکہ دعا میں مشغول ہوئے اور آپ کو یہ خیال ڈالا جاتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے، لیکن وہ خیال فعل کے متعلق ہوتا تھا قول کے متعلق نہیں ہوتا تھا اور یہ معلوم ہے کہ آپ کی دعا صحیح تھی اور قانونِ مستقیم کے مطابق تھی اور امام مسلم نے ابنِ نُمیر سے روایت کی ہے: آپ نے دعا کی، پھر دعا کی، پھر دعا کی۔ اور یہی معلوم ہے کہ آپ دعا کا تین مرتبہ تکرار کرتے تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اشعرتِ'' یعنی اے عائشہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو سوال کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا جواب دے دیا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری بیماری کی خبر بتادی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''میرے پاس دو مرد آئے'' اور مسند احمد اور طبرانی نے ہشام سے روایت کی ہے کہ میرے پاس دو فرشتے آئے، اور امام ابن سعد نے ان کا نام ذکر کیا ہے کہ ایک جبرائیل اور دوسرے میکائیل علیہم السلام تھے۔

پھر اس حدیث میں ہے ''ان میں سے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا'' ظاہر یہ ہے کہ جو سر کے پاس بیٹھے وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے، کیونکہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خصوصیت تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس ان میں سے ایک نے اپنے صاحب سے کہا: اس مرد کو کیسا درد ہے؟'' امام نسائی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہود کے ایک مرد نے جادو کیا تو آپ کئی دن تک اس کی وجہ سے بیمار رہے، پس آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے، سو کہا کہ یہود کے ایک مرد نے آپ پر جادو کیا ہے اور اس نے آپ کے لیے گرہ لگا کر فلاں کنوئیں میں ڈال دی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن سے سوال کیا گیا وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور سوال کرنے والے حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ سوال اور جواب جس وقت ہوا تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سوئے ہوئے تھے یا بیدار تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال اور جواب نیند میں ہوا، کیونکہ اگر حضرت جبرائیل اور میکائیل آپ کے پاس آتے اور آپ بیدار ہوتے تو وہ دونوں آپ کو مخاطب کرتے اور آپ ان کی بات کو سنتے، اور عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سوئے ہوئے تھے، اور امام محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک سندِ ضعیف کے ساتھ روایت کی ہے کہ آپ کے پاس دو فرشتے اترے اور آپ نیند اور بیداری کی کیفیت میں تھے اور ہر تقدیر کے اوپر انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''پس ایک مرد نے اپنے صاحب سے کہا: اس مرد کو کیسا درد ہے؟ تو دوسرے نے کہا کہ یہ مطبوب ہیں''۔ یعنی ان پر جادو کیا گیا ہے۔ اور جادو کو انہوں نے نیک فال کے لیے طِب سے تعبیر کیا یا طِب سے کنایہ کیا، جیسے جس کو سانپ یا بچھو نے ڈسا ہو اس کو نیک فال کے طور پر سلیم کہتے ہیں۔

اور ابن الانباری نے کہا ہے کہ طِب کا لفظ لغت اضداد سے ہے، اس کا معنی بیماری بھی ہے اور اس کا معنی بیماری کا علاج بھی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی مشط و مشاطۃ" "مُشط کا معنی وہ معروف آلہ ہے جس سے سر کے اور داڑھی کے بالوں کو سنوارا جاتا ہے (یعنی کنگھی)۔ اور "مشاطۃ" کا معنی ہے کہ بالوں میں کنگھی کرنے سے جو بال کنگھی میں رہ جاتے ہیں ان کو "مشاطۃ" کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وجف طلع نخلۃ ذکر" "جُف کا اطلاق کھجور کے نر اور مادہ کھوکھلے خوشوں پر ہوتا ہے اور وہ بال نر کھجور کے خوشہ میں رکھے گئے تھے، اسی لیے بعد میں ذکر یعنی مذکر کا لفظ ذکر کیا۔ اور خوشہ سے مراد وہ غلاف ہے جس میں پہلے کھجور بند ہوتی ہے، پھر باہر نکلتی ہے اور وہ شگوفہ سفید رنگ کا ہوتا ہے اور اس کی بومنی کی طرح ہوتی ہے اور وہ شگوفہ ذروان نام کے ایک کنوئیں میں ہے، یہ مدینہ میں بنوزریق کا کنواں تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاتاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" "یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ اس کنوئیں پر گئے اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ اس کنوئیں کا پانی مہندی کے تل چھٹ کی طرح ہے یعنی سرخ رنگ کی طرح ہے۔ اور آپ نے فرمایا: اس کھجور کے درختوں کے سر (یعنی ان کا اوپر کا حصہ) شیطان کے سروں کی طرح تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے کھجور کے درختوں کے سر کو شیطان کے سروں سے تشبیہ دی، حالانکہ ہم نے شیطان کے سروں کو نہیں دیکھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بہت قبیح تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! کاش! آپ لبید بن اعصم کو قتل کر دیتے! آپ نے فرمایا: آخرت میں جو اس کو اللہ کا عذاب ہوگا، وہ بہت شدید ہوگا، اور عمرہ کی روایت میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پکڑ لیا اور اس نے جادو کرنے کا اعتراف کر لیا تو آپ نے اس کو معاف کر دیا۔ اور جن چیزوں میں جادو کیا گیا تھا ان کو آپ نے دفن کر دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۵۔۴۱۸، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق مصنف کا نظریہ

ہمارے نزدیک حسب ذیل وجوہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر کیے جانے کی روایات صحیح نہیں ہیں:

(۱) بعض روایات میں ہے کہ کنگھی اور جن بالوں پر جادو کیا گیا تھا، ان کو کنوئیں سے نکال لیا گیا تھا۔ (صحیح بخاری: ۵۷۶۵)

(۲) اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اس کو کنوئیں سے نہیں نکالا۔ (صحیح بخاری: ۵۷۶۶)

(۳) بعض روایات میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کر لیا ہے، حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۶۵)

(۴) بعض احادیث میں ہے کہ آپ کی نظر متاثر ہوگئی تھی اور آپ دیکھتے کچھ تھے اور آپ کو نظر کچھ آتا تھا۔ (طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲)

(۵) بعض احادیث میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کی مردانہ قوت متاثر ہوگئی تھی، یحییٰ بن یعمر کی روایت میں ہے کہ آپ ایک سال تک حضرت عائشہ سے رکے رہے یعنی مقاربت نہیں کر سکے۔ (العیاذ باللہ)۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۹۷۶۵)

(۶) بعض احادیث میں ہے کنوئیں سے جب شگوفہ نکالا گیا تو اس میں گیارہ گرہیں تھیں، اس وقت آپ پر سورۃ الفلق اور سورۃ

Marfat.com

الناس نازل ہوئیں، آپ ان میں سے ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اور گرہیں کھلتی جاتیں تھیں۔

(طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

(۷) جس حدیث کا متن اتنی وجوہ سے مضطرب ہو اس سے احکام میں بھی استدلال کرنا جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ اس سے عقائد میں استدلال کیا جائے۔

(۸) جو خبرِ واحد صحیح ہو، وہ بھی قرآن مجید کے مزاحم نہیں ہو سکتی، جب کہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے، حدیث صحیح وہ ہوتی ہے جو غیر معلل ہو اور یہ حدیث معلل ہے کیونکہ اس میں علل خفیہ قادحہ ہیں، یہ حدیث منصب نبوت کے منافی ہے۔

(۹) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ جادو کے اثر سے جماع پر قادر نہ ہوئے اور ایک سال تک حضرت عائشہ سے رکے رہے اور نامرد ہونا ایسی بیماری ہے جو لوگوں میں معیوب سمجھی جاتی ہے، نیز اس میں مذکور ہے کہ آپ کی نظر میں فرق آ گیا تھا اور بھینگا ہونا لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے اور نامردی اور بھینگے پن سے لوگ عار محسوس کرتے ہیں اور نبی کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اس کو کوئی ایسی بیماری نہ ہو جو لوگوں میں معیوب اور باعثِ عار سمجھی جاتی ہو اور لوگوں کو اس بیماری سے گھن آتی ہو۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط یہ ہیں: وہ مرد ہو، اس کی عقل کامل ہو، اس کی رائے قوی ہو، وہ ان چیزوں سے سلامت ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں، مثلاً اس کے آباء و اجداد زنا نہ کرتے ہوں اور اس کے سلسلہ نسب میں مائیں بدکار نہ ہوں اور وہ ایسی بیماریوں سے محفوظ ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں، مثلاً برص اور جذام وغیرہ اور کم تر پیشوں سے اور ہر اس چیز سے جو مروّت اور حکمت بعثت میں مخل ہو۔

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۶۱، مطبوعہ منشورات الرضی، ایران، ۱۴۰۹ھ)

علامہ محمد بن احمد السفارینی متوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نبی ہر اس چیز سے سلامت ہو جس سے لوگ متنفر ہوں، جیسے ماں باپ کی بدکاری اور ایسے عیوب جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں جیسے برص اور جذام وغیرہ۔ (لوامع الانوار ج ۲ ص ۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت ۱۴۱۱ھ)

اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ۝ (ص: ۴۷)
بے شک وہ سب (نبی) ہمارے نزدیک پسندیدہ اور بہترین لوگ ہیں ○

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ (آل عمران: ۳۳)
بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران کو تمام لوگوں سے پسندیدہ بنا دیا ○

اور جس شخص کو ایسی بیماری ہو جائے جس سے ایک سال تک وہ اپنی ازواج سے مقاربت نہ کر سکے اور جس کو صحیح نظر نہ آئے، وہ تمام لوگوں سے پسندیدہ نہیں ہو سکتا، سو اس قسم کی وضعی روایات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بنیاد ہی منہدم کر دیتی ہیں۔

(۱۰) اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آپ پر جادو کیا گیا تھا تو جادوگر آپ کو نقصان پہنچانے میں اور آپ کے حواس اور قویٰ معطل کرنے میں کامیاب ہو گیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ﴿٦٩﴾ (طٰہٰ: ۶۹) اور جادوگر کہیں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا O

اور اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا:

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ (الحجر: ۴۲) بے شک میرے (مقبول) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا، سوا ان کے جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں گے O

(۱۱) یہ درست ہے کہ یہ روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں، اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں پیوست ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں ان سے کہیں زیادہ ہے بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ ہے، یہ احادیث اضطراب اور تعارض سے قطع نظر معلل ہیں، ان میں متعدد علل خفیہ قادحہ ہیں جن کا مخالف قرآن اور منافی عظمت رسول ہونا سب سے زیادہ نمایاں ہے، ہمارے لیے یہ زیادہ آسان ہے کہ ہم ایک سال یا چھ ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے بجائے یہ مان لیں کہ اس حدیث کی صحت میں امام بخاری سے چوک ہوگئی، اور اس حدیث میں امام بخاری اور امام مسلم صحت حدیث میں اپنے مقرر کردہ معیار کو برقرار نہیں رکھ سکے، ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث روایتاً صحیح ہو لیکن یہ حدیث درایتاً صحیح نہیں ہے، اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو عباس اور حضور بھی کندھے پر پتھر لا کر رکھ رہے تھے، عباس نے آپ کا تہبند اتار کر آپ کے کندھے پر رکھ دیا، تاکہ پتھر کندھے میں نہ چبھے، آپ بے لباس ہوگئے اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور ہوش میں آ کر فرمایا: میرا تہبند، میرا تہبند۔ یہ اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے، اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی، ہم نے اس جگہ بھی لکھا تھا: یہ حدیث معلل ہے اور درایتاً صحیح نہیں ہے، کسی کم عمر کے بچے کے متعلق تو یہ بات متصور ہوسکتی ہے کہ وہ اپنا تہبند کندھے پر رکھ لے لیکن ۳۵ سال کے مرد کے لیے یہ قرین قیاس نہیں ہے اور اس عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے لباس ہو جانا ہمارے نزدیک لائق قبول نہیں ہے، اور یہ ناموسِ رسالت کے منافی ہے اور ہر ایسی حدیث لائق قبول نہیں ہے۔ (اس کی مفصل بحث کے لیے دیکھئے تبیان القرآن، ج ۴ ص ۱۰۵-۱۰۱)

(۱۲) اس حدیث کی زیادہ سے زیادہ تاویل یہ ہوسکتی ہے جو علامہ ابوبکر جصاص نے کی ہے کہ یہودیوں نے اپنے منصوبہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبہ کو ناکام بنادیا اور آپ پر جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا اور جن احادیث میں یہ جملے مذکور ہیں کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ میں نے یہ بات کہہ دی ہے، حالانکہ آپ نے نہیں کہی تھی یا آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ نے یہ کام کرلیا ہے اور آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا، اسی طرح اور دوسری خرافات بیان کی ہیں، یہ سب کسی بے دین راوی کا اضافہ ہے اور حضرت ام المومنین پر بہتان ہے، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے اور اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی، تعلیمی اور فتوحات کے اعتبار سے بہت مصروف سال گزارا ہے، اگر جادو کے اثر سے آپ کے حواس اور قُویٰ ایک سال تک معطل رہے ہوتے تو اس سال یہ تمام کام کس طرح انجام دیے جاسکتے تھے، حدیث کی صحت کی تحقیق کرنے میں امام بخاری اور امام مسلم کی شخصیت مسلم ہے، لیکن وہ بہرحال انسان ہیں نبی یا فرشتے نہیں ہیں، یہ ہوسکتا ہے کہ راویوں کو چھان پھٹک میں بعض اوقات ان سے کوئی سہو ہوگیا ہو، اور کسی ایک آدھ جگہ سہو ہو جانے سے ان کی عظمت اور مہارت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق مصنف کا آخری قول

اب تک میں نے دلائل سے یہی سمجھا ہے کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور یہ غلط ہے کہ چالیس راتوں تک آپ پر جادو کا اثر رہا یا چھ ماہ تک آپ پر جادو کا اثر رہا یا ایک سال تک آپ پر جادو کا اثر رہا،لیکن چونکہ علماء امت کی عظیم اکثریت کا یہ مذہب ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا تھا تو میں یہ سوچتا ہوں کہ علماء امت کی عظیم اکثریت کے مقابلہ میں میری منفرد رائے کیا حیثیت رکھتی ہے، ہوسکتا ہے یہاں پر ایسے دلائل ہوں جو مجھ پر منکشف نہ ہوئے ہوں اور ان دلائل کے اعتبار سے آپ پر جادو کا اثر ہوا ہو، سو اگر واقع میں ایسا ہے تو میں اپنی تحقیق سے رجوع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ میرے مطالعہ میں کمی ہو اور میری فکر میں نقص ہو اور میں اس معاملہ کی حقیقت تک نہ پہنچ سکا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے، میں نے وہی لکھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب نبوت اور آپ کی عظمت اور شان کے مطابق سمجھا،لیکن میں بہت گناہگار انسان ہوں اور میری فکر اور عقل بھی نارساں ہے، ہوسکتا ہے جس طرح جمہور علماء نے کہا ہے اسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور آپ کی عظمت ہو اور میں اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکا ہوں، سو اگر ایسا ہے تو میں اپنی اس تحقیق سے رجوع کرتا ہوں۔(سعیدی غفرلہٗ)

۴۸۔ بَابٌ: الشِّرْكُ وَالسِّحْرُ مِنَ الْمُوبِقَاتِ

شرک اور جادو ان گناہوں میں سے ہیں جو ہلاک کر دیتے ہیں

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو استحقاقِ عبادت میں شریک کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کو بھی عبادت کا مستحق جاننا اور ماننا اور جادو کرنا ان گناہوں میں سے ہیں جو انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

۵۷۶۴۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ اجْتَنِبُوا الْمُوبِقَاتِ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابی الغیث از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور جادو کرنا۔

(صحیح البخاری: ۲۷۶۶، ۵۷۶۴، ۶۸۵۷، صحیح مسلم: ۸۹، سنن نسائی: ۳۶۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۷۴)

صحیح البخاری: ۵۷۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد العزیز بن عبد اللہ، یہ ابن یحییٰ الاویسی المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا

Marfat.com

ذکر ہے، یہ ابن بلال ہیں۔ اور ثور بن زید کا ذکر ہے، یہ ابن زید الدیلی المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالغیث کا ذکر ہے، ان کا نام سالم مولیٰ عبداللہ بن مطیع ہے۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ دوسری حدیث میں سات مہلکات بیان کئے گئے ہیں اور یہاں پر صرف دو مہلکات پر اختصار کیا گیا ہے، اس کی وجہ سحر کی تاکید ہے اور بعض علماء نے یہ گمان کیا کہ حدیث میں صرف یہی دو امر ہیں۔ اور اس کی مثال ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فِيهِ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ مَّقَامُ إِبْرَٰهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُۥ كَانَ ءَامِنًا۔ (آل عمران:۹۷) اس میں واضح نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیت اللہ میں واضح نشانیاں ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں متعدد نشانیاں ہیں لیکن صرف دو کا ذکر فرمایا، مقامِ ابراہیم کا اور جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ امن والا ہے، لیکن حدیث میں اس طرح نہیں ہے، کیونکہ اصل میں سات مہلکات ہیں، امام بخاری نے پانچ کو حذف کر دیا اور آیت کی شان اس طرح نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۳۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ کہنا کہ سات مہلکات میں سے صرف دو کو ذکر کرنا اس لیے ہے کہ سحر کے امر کی تاکید کی جائے، یہ انتہائی ضعیف کلام ہے، کیونکہ اگر امام بخاری پوری حدیث ذکر کر دیتے اور اس میں اس کا یہی عنوان قائم کرتے تب بھی اس کے اندر سحر کے امر کی تاکید کی طرف اشارہ ہوتا۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اور بعض علماء نے یہ گمان کیا کہ حدیث میں صرف یہی دو امر ہیں۔ اور اس کی مثال ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فِيهِ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ مَّقَامُ إِبْرَٰهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُۥ كَانَ ءَامِنًا۔ (آل عمران:۹۷) اس میں واضح نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔

بعض علماء سے حافظ ابن حجر کی مراد ہے علامہ کرمانی، لیکن انہوں نے علامہ کرمانی کی طرف جھوٹ کی نسبت کی ہے، کیونکہ علامہ کرمانی نے یہ نہیں کہا کہ صرف اتنی قدر حدیث ہے بلکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ صحیح بخاری میں جو صرف دو چیزیں بیان کی ہیں یعنی شرک اور جادو، اس میں طویل حدیث کا اختصار کیا گیا ہے، اس لیے فقط دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ آیت اس طرح نہیں ہے، یہ بھی کلام مردود ہے، آیت اس طرح کیوں نہیں ہے، کیونکہ آیت میں پہلے ذکر فرمایا ہے "فِيهِ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ" یعنی بیت اللہ میں واضح نشانیاں ہیں، اس کا تقاضا ہے کہ اس میں بہت ساری نشانیاں ہیں اور ذکر فقط دو کا کیا ہے، ان میں سے ایک مقامِ ابراہیم ہے اور دوسرا یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن والا ہوگا۔ اور علامہ زمخشری نے اس کی کئی وجوہ بیان کی ہیں، جو ان پر مطلع ہونا چاہے وہ علامہ زمخشری کی تفسیر کا مطالعہ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۱۹۔ ۴۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

آل عمران:۹۷ میں صرف دو نشانیوں کی تخصیص کی وجوہ

میں کہتا ہوں: علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ کی عبارت حسب ذیل ہے:

مقام ابراہیم: یہ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ کا عطفِ بیان ہے، پس اگر تم سوال کرو کہ جماعت کا بیان واحد سے کس طرح صحیح ہوگا؟ تو میں کہوں گا: اس کی دو وجہیں ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ مقام ابراہیم بہ ظاہر ایک نشانی ہے لیکن اس کو متعدد نشانیوں کا قائم مقام قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کی دلیل ہے کہ ان کے قدم کا نشان سخت پتھر کے اندر ظاہر ہوگیا۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سخت پتھر کے اندر قدم کے نشان کا ہونا یہ بھی ایک نشانی ہے اور ٹخنوں تک اس میں پیر کا دھنسنا یہ دوسری نشانی ہے، اور اس پتھر کی تخصیص تیسری نشانی ہے اور اس نشانی کو باقی رکھنا نہ کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نشانیوں کو، یہ ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت ہے اور ان کے قدم کے نشان کو محفوظ رکھنا حالانکہ مشرکین میں بہت سارے ان کے دشمن تھے اور اہل کتاب بھی دشمن تھے اور ملحدین بھی دشمن تھے جو ہزاروں کی تعداد میں تھے، اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشان کا اس پتھر کے اندر محفوظ اور برقرار رہنا، یہ متعدد نشانیوں کے قائم مقام ہے۔ (الکشاف ص ۱۸۴، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۳۰ھ)

۴۹۔ بَابٌ: هَلْ يَسْتَخْرِجُ السِّحْرَ؟

کیا جادو کو نکالا جائے گا؟

وَقَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ رَجُلٌ بِهِ طِبٌّ أَوْ يُؤَخَّذُ عَنِ امْرَأَتِهِ أَيُحَلُّ عَنْهُ أَوْ يُنَشَّرُ؟ قَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ إِنَّمَا يُرِيدُونَ بِهِ الْإِصْلَاحَ فَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَلَمْ يُنْهَ عَنْهُ

اور قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب سے پوچھا کہ ایک مرد پر جادو کیا گیا ہے یا اس کو اس کی بیوی سے روک دیا گیا ہے، کیا اس جادو کا توڑ کیا جائے گا یا کسی تعویذ سے اس کا علاج کیا جائے گا؟ تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ لوگ اس سے اصلاح کا ارادہ کرتے ہیں، اور رہی وہ چیز جس سے کوئی نفع حاصل ہو تو اس سے منع نہیں کیا گیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ کیا جادو کو نکالا جائے گا؟ امام بخاری نے اس کو حرفِ استفہام کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ جائز ہے یا نہیں۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے "رجل به طب" یہاں طب کا معنی سحر ہے یعنی جادو، یعنی کسی شخص کے اوپر جادو کیا گیا۔ اس کے بعد مذکور ہے "او یؤخذ" اس کا معنی ہے: کسی مرد کو اس کی بیوی کے ساتھ مباشرت سے روک دیا گیا اور وہ اس کے ساتھ جماع پر قادر نہ ہو سکا۔ اور "عقد الرجل" کے معنی میں یہی مشہور ہے۔

Marfat.com

قتادہ نے پوچھا ''ایحل عنه او ینشر'' یعنی کیا اس جادو کا توڑ کیا جائے گا یا جس مرد کو اس کی بیوی کے پاس جانے سے روک دیا گیا ہے اس کا توڑ کسی تعویذ یا دم کے ذریعہ کیا جائے گا؟ تو سعید بن المسیب نے اس سے منع نہیں کیا اور کہا: جس کام سے فائدہ حاصل ہو وہ ممنوع نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کے نزدیک جس شخص پر جادو کیا گیا ہو تو اس کے جادو کا توڑ کرنا اور اس جادو کو ختم کرنا جائز ہے اور جس شخص پر کوئی ایسا عمل کیا گیا ہو جس سے وہ جماع پر قادر نہ ہو تو اس کا کسی تعویذ کے ذریعہ علاج کرنا بھی جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۵۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ أَوَّلُ مَنْ حَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي آلُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ فَسَأَلْتُ هِشَامًا عَنْهُ فَحَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم سُحِرَ حَتَّى كَانَ يَرَى أَنَّهُ يَأْتِي النِّسَاءَ وَلَا يَأْتِيهِنَّ قَالَ سُفْيَانُ وَهٰذَا أَشَدُّ مَا يَكُونُ مِنَ السِّحْرِ إِذَا كَانَ كَذَا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ أَعَلِمْتِ أَنَّ اللهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلْآخَرِ مَا بَالُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيدُ بْنُ أَعْصَمَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ حَلِيفٌ لِيَهُودَ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ وَفِيمَ قَالَ فِي مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ قَالَ وَأَيْنَ قَالَ فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ تَحْتَ رَاعُوفَةٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ قَالَتْ فَأَتَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْبِئْرَ حَتَّى اسْتَخْرَجَهُ فَقَالَ هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ وَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ قَالَ فَاسْتُخْرِجَ قَالَتْ فَقُلْتُ أَفَلَا أَيْ تَنَشَّرْتَ فَقَالَ أَمَا اللهُ فَقَدْ شَفَانِي وَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ شَرًّا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابن عُیینہ سے سنا، وہ کہتے تھے: سب سے پہلے جس نے ہم کو یہ حدیث بیان کی وہ ابن جریج ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی آل عروہ نے از عروہ، پس میں نے ہشام سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ یہ خیال کرتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کے پاس گئے ہیں حالانکہ آپ نہیں گئے ہوتے، سفیان نے کہا: یہ سب سے شدید جادو کا اثر ہے جب کہ اس طرح ہو، پس آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم کو معلوم ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس چیز کا جواب دے دیا جس کا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا، میرے پاس دو مرد آئے، پس ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کے پاس بیٹھ گیا، پس جو میرے سر کے پاس بیٹھا تھا اس نے دوسرے مرد سے کہا: اس مرد کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے، اس نے کہا: کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لبید بن الاعصم بنو زریق کے ایک مرد نے جو یہود کا حلیف ہے اور وہ منافق تھا، کہا: کس چیز میں جادو کیا ہے، اس نے کہا: کنگھی میں اور بالوں میں۔ اس نے کہا: وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ نر کھجور کے کھوکھلے شگوفہ میں ہے ذروان کے کنویں میں کنویں کے پتھر کے نیچے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں پر گئے، حتیٰ کہ آپ نے اس کو (کنگھی اور بالوں کو) نکال لیا،

پس آپ نے فرمایا: یہی وہ کنواں ہے جو مجھے دکھایا گیا تھا اور گویا کہ اس کا پانی مہندی کا تل چھٹ تھا اور اس کے کھجور کے درخت گویا کہ شیاطین کے سر تھے۔ آپ نے فرمایا: پھر وہ جادو کنویں سے نکالا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس میں نے پوچھا: آپ نے نُشرہ کیوں نہیں کرایا، یعنی جادو کا توڑ کیوں نہیں کرایا، آپ نے فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء دے دی ہے اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں لوگوں میں سے کسی ایک کے اوپر شر کو پھیلاؤں۔

(صحیح مسلم: ۲۱۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۵، مسند احمد: ۲۳۷۹)

صحیح البخاری: ۵۷۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''کیا جادو کو نکالا جائے گا''۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کنگھی اور بالوں کو کنویں سے نکالا جائے، اور یہ حدیث ابھی باب السحر میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''راعوفة'' یہ الکشمیہنی کی روایت ہے، اور دوسروں کی روایت میں ''رعوفة'' ہے یعنی وہ کنگھی اور بال کنویں میں ایک پتھر کے نیچے تھے۔

اور روایات میں مشہور لفظ راعوفة ہے۔ اور یہ وہ پتھر ہے جو کنویں کے سر کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے، جس کو کوئی اکھاڑنے کی طاقت نہیں رکھتا اور پانی نکالنے والا اس کے اوپر کھڑا ہوتا ہے اور کبھی یہ پتھر کنویں کے اندر نیچے ہوتا ہے جب کنویں کی کھدائی کی جائے اور ابو عبید نے کہا: یہ بڑا پتھر ہے، جب کنویں کی کھدائی کی جائے تو اس کو کنویں کے نچلے حصہ میں چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس پر وہ شخص بیٹھتا ہے جو کنویں کی صفائی کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ نے نُشرہ کیوں نہیں کرایا یعنی جادو کا توڑ کیوں نہیں کرایا؟'' علامہ کرمانی نے کہا ہے: نُشرہ ایسے الفاظ کے ساتھ دم کرنے کو کہتے ہیں کہ جس مرد پر اس کی بیوی سے مباشرت کے اوپر گرہ لگائی گئی ہو تو ان الفاظ سے وہ گرہ کھل جائے۔ اور یہ حدیث نُشرہ کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور یہ ان کے نزدیک مشہور ہے اور اس کا لغوی معنی اس میں ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ جادوگر نے جس چیز کو لپیٹا ہے اس کو کھول دیا جائے یا جو گرہ باندھی ہے اس کو کھول دیا جائے۔[1]

Marfat.com

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے نُشرہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: وہ شیطان کا عمل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نُشرہ کا ذکر کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں کیا، یہ نُشرہ کے جواز کی دلیل ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ نُشرہ شیطان کا عمل ہے، یہ اس نُشرہ پر محمول ہے کہ جس میں ایسے الفاظ کے ساتھ دم کیا جائے جن کے معانی معلوم نہ ہوں۔ شعبی نے کہا ہے: الفاظِ عربیہ کے ساتھ نُشرہ کا دم کرنا جائز ہے۔ وہب بن منبہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جس شخص پر ایسا جادو کیا گیا ہو کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کرنے سے عاجز ہو جائے تو وہ سبز بیری کے سات پتوں کو لے اور ان کو دو پتھروں کے درمیان کوٹے اور پھر ان پر پانی ڈالے، پھر اس پر آیۃ الکرسی پڑھے اور چاروں قل پڑھے، پھر اس میں سے تین گھونٹ پیے اور باقی پانی سے غسل کرے تو اس سے ہر آفت دور ہو جائے گی اور یہ اس مرد کے لیے بہت عمدہ ہے جس کو اس کی بیوی کے ساتھ مباشرت کرنے سے جادو کے ذریعہ روک دیا گیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۱۔۴۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۰۔ بَابُ: السِّحْرِ — جادو کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب سحر کے بیان میں ہے اور یہ باب مکرر ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ یہی باب دو باب پہلے ذکر کیا گیا ہے، اس لیے بعض راویوں نے اس کو صحیح بخاری کے نسخوں سے ساقط کر دیا ہے، اس لیے ابن بطال، علامہ اسماعیلی وغیرہما نے اس کو ذکر نہیں کیا اور یہی صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى إِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ عِنْدِي دَعَا اللّٰهَ وَدَعَاهُ ثُمَّ قَالَ أَشَعَرْتِ يَا عَائِشَةُ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ قُلْتُ وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ جَاءَنِي رَجُلَانِ فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ الْيَهُودِيُّ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ قَالَ فِيمَا ذَا قَالَ فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ قَالَ فَأَيْنَ هُوَ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ کی طرف یہ خیال لایا جاتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا، حتیٰ کہ ایک دن جب آپ میرے پاس تھے تو آپ نے اللہ سے دعا کی اور پھر دعا کی، پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال کا جواب دے دیا جو میں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا؟ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا: میرے پاس دو مرد آئے، پس ان میں سے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے

Marfat.com

فِي بِئْرِ ذِي أَرْوَانَ قَالَ فَذَهَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِلَى الْبِئْرِ فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَعَلَيْهَا نَخْلٌ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَ وَاللهِ لَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ وَلَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَأَخْرَجْتَهُ قَالَ لَا أَمَّا أَنَا فَقَدْ عَافَانِي اللهُ وَشَفَانِي وَخَشِيتُ أَنْ أُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ مِنْهُ شَرًّا وَأَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ۔

پیروں کے پاس بیٹھ گیا، پھر ان میں سے ایک نے اپنے صاحب سے کہا: اس مرد کو کیسا درد ہے؟ اس نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے، اس نے کہا: کس نے جادو کیا ہے، کہا: لبید بن الاعصم یہودی نے جو بنو زریق سے ہے، کہا: کس چیز میں جادو کیا گیا ہے؟ اس نے کہا: کنگھی میں اور بالوں میں اور نر کھجور کے کھوکھلے شگوفہ میں، اس نے کہا: وہ کہاں ہے؟ تو اس نے بتایا وہ ذی اروان کے کنویں میں ہے۔ راوی نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ اس کنویں کی طرف گئے، پس آپ نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے اوپر کھجور کا درخت تھا، پھر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹے، پس آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! گویا کہ اس کنویں کا پانی مہندی کا تلچھٹ تھا اور اس کے اوپر جو کھجور کا درخت تھا، وہ شیاطین کے سروں کی طرح تھا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کو نکالا؟ کہا نہیں: سنو! مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے عافیت دے دی اور شفاء دے دی اور مجھے ڈر ہے کہ میں لوگوں کے اوپر شر پھیلاؤں گے، پھر آپ کے حکم سے اس شگوفہ کو دفن کر دیا گیا۔

(صحیح البخاری:۳۱۷۵، ۳۲۶۸، ۵۷۶۳، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۶۰۶۳، ۶۳۹۱، صحیح مسلم:۲۱۸۹، سنن ابن ماجہ:۳۵۴۵، مسند احمد:۲۴۳۷۹)

اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔

صحیح البخاری:۵۷۶۵ میں مذکور ہے ''فاستخرج'' یعنی اس جادو کو کنویں سے نکالا گیا اور صحیح البخاری: ۵۷۶۶ میں مذکور ہے ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ نے اس جادو کو کنویں سے نکالا؟ آپ نے فرمایا: نہیں''۔

یہ ان دو حدیثوں میں واضح تعارض ہے، اور اس سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۱۔ بَابٌ: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا

بعض بیان سحر انگیز ہوتے ہیں

۵۷۶۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّهُ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا أَوْ إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ لَسِحْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی مشرق کی جانب سے آئے، سو انہوں نے خطبہ دیا تو لوگوں کو ان کے بیان سے بہت تعجب ہوا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بعض بیان ضرور سحر ہوتے ہیں،

Marfat.com

یا فرمایا: بے شک بعض بیان کا سحر ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۱۴۶، ۵۷۶۷، صحیح مسلم: ۸۶۹، سنن الترمذی: ۲۰۲۸، سنن ابوداؤد: ۵۰۰۷، مسند احمد: ۴۶۳۷، موطا امام مالک: ۱۸۵۰، سنن دارمی: ۱۵۵۶)

صحیح البخاری: ۵۷۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

مشرق کی طرف سے آنے والے دو مردوں کے اسماء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''مشرق کی طرف سے دو مرد آئے'': علامہ ابن بطال نے کہا ہے: یہ دو مرد عمرو بن الاہتم اور زبرقان بن بدر تھے، الاہتم کا نام سنان بن خالد بن کی ہے، یہ بنو تمیم سے تھے، اپنی قوم کے وفد میں آئے تھے، پھر انہوں نے اسلام قبول کرلیا، اور یہ ۹ھ کا واقعہ ہے اور ان کے ساتھ جو لوگ آئے تھے ان میں زبرقان بن بدر بن امرأ القیس تھے، ان کی کنیت ابوعیاش تھی، یہ بھی مسلمان ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ان کی قوم کے صدقات کا والی بنا دیا، حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو ان کے منصب پر برقرار رکھا۔ زبرقان کا معنی چاند ہے اور زبرقان اس مرد کو کہتے ہیں کہ جس کی داڑھی خفیف ہو اور ان کا نام الحصین بن بدر تھا۔ اور ان کو ان کے حسن کی وجہ سے زبرقان کا نام دیا گیا کیونکہ یہ چاند کے مشابہ تھے۔

بیان کو سحر کے ساتھ تشبیہ دینے میں آیا بیان کی مدح ہے یا مذمت؟

علماء کی اس حدیث کی تاویل میں اختلاف ہے، امام مالک کے بعض اصحاب نے کہا: اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ بعض بیان سحر ہوتے ہیں یہ بطورِ مذمت ہے، اسی وجہ سے امام مالک نے اس حدیث کو اس باب میں داخل کیا ہے ''باب ما یکرہ من الکلام'' اور انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کو سحر کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور سحر مذموم ہے خواہ کم ہو یا زیادہ، کیونکہ سحر انگیز بیان میں باطل کو حق کی صورت میں دکھایا جاتا ہے اور دوسرے علماء نے کہا: اس حدیث کے اندر بیان کی مدح کی گئی ہے اور اس حدیث میں اس سے استدلال کیا ہے کہ لوگ ان دونوں کے بیان سے متعجب ہوئے اور متعجب ہونا اس کلام کے حسن اور اس کے سننے کی عمدگی کی وجہ سے تھا، انہوں نے کہا کہ سحر کے ساتھ تشبیہ دینا مدح ہے، کیونکہ سحر کا معنی ہے: کسی کو اپنی طرف مائل کرنا اور جو بھی تمہیں مائل کرے اس نے تم پر سحر کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ بلاغت کی فضیلت میں تمیز رکھنے والے تھے، تو آپ کو بھی یہ قول پسند آیا اور آپ نے اس کی تحسین کی، اسی وجہ سے اس کو سحر کے مشابہ قرار دیا۔

اس حدیث کی توجیہ میں بہترین بات یہ ہے کہ اس حدیث میں نہ تو بیان کی بالکلیہ مذمت ہے اور نہ بالکلیہ مدح ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس میں لفظ مِن کو داخل کیا ہے جو تبعیض کے لیے ہوتا ہے یعنی بعض بیان سحر ہوتے ہیں۔ اور بیان کی مذمت کیسے کی جائے گی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیان کو بطور نعمت ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (الرحمٰن ۴-۳) (اللہ تعالیٰ نے) انسان (کامل) کو پیدا کیا ۝ اور ان کو (ہر چیز کے) بیان کی تعلیم دی ۝

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ "وہ دو آدمی مشرق سے آئے تھے" اس سے مراد نجد کا علاقہ ہے، کیونکہ نجد مدینہ کے مشرق میں ہے اور وہیں پر بنو تمیم کی رہائش تھی جو عراق کی جہت سے آئے تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "سحرا" اس ارشاد سے بیان کو سحر کے ساتھ تشبیہ دی ہے، کیونکہ عمدہ بیان بھی عقول کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے اور اس حیثیت سے وہ خلاف عادت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۳۔ ۴۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۲۔ بَابُ: الدَّوَاءِ بِالْعَجْوَةِ لِلسِّحْرِ — جادو کا عجوہ کھجور سے علاج

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جادو کو دور کرنے اور باطل کرنے کے لیے عجوہ کھجور سے علاج کرنا چاہیے اور عجوہ کھجور مدینہ کی سب سے عمدہ کھجور ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ کھجور متوسط سائز کی ہوتی ہے اور علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: یہ صیحانی کھجور سے بڑی ہوتی ہے اور مائل بہ سیاہی ہوتی ہے، یہ ان کھجوروں میں سے ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے مدینہ میں بویا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ أَخْبَرَنَا هَاشِمٌ أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنِ اصْطَبَحَ كُلَّ يَوْمٍ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ ذَلِكَ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ وَقَالَ غَيْرُهُ سَبْعَ تَمَرَاتٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مروان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عامر بن سعد نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر صبح کو چند عجوہ کھجوریں کھائیں، اس کو نہ زہر ضرر دے گا اور نہ جادو اس دن سے لے کر رات تک، اور دوسروں نے کہا: جس نے سات کھجوریں کھائیں۔

(صحیح البخاری: ۵۷۶۸، ۵۷۶۹، ۵۷۷۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۶، مسند احمد: ۱۵۷۵)

صحیح البخاری: ۵۷۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی کا ذکر ہے، امام ابو نعیم نے المستخرج میں اور امام المزی نے الاطراف میں ذکر کیا ہے کہ یہ علی بن عبد اللہ بن المدینی ہیں۔ اور علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ یہ علی بن سلمہ ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مروان کا ذکر ہے، وہ ابن معاویہ الفزاری ہیں۔ اور ہاشم کا ذکر ہے، وہ ابن ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص ہیں، یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور اس میں عامر بن سعد کا ذکر ہے، وہ اپنے والد حضرت سعد بن ابی

Marfat.com

وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے: ''جس نے صبح کو چند عجوہ کھجوریں کھائیں''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے نہار منہ چند عجوہ کھجوریں کھائیں حتیٰ کہ اگر اس نے شام کو چند عجوہ کھجوریں کھائیں تو اس سے فائدہ مذکورہ حاصل نہیں ہوگا، یہ زمانہ کے ساتھ قید ہے اور بعض روایات میں مکان کی بھی قید ہے، ان روایات میں مذکور ہے کہ جس نے صبح کو عالیہ کھجوروں میں سے چند عجوہ کھجوریں کھائیں، اور عالیہ اس بستی کو کہتے ہیں جو مدینہ کی بالائی جانب ہے اور وہ نجد کی جہت میں ہے۔

(۲) اس حدیث میں کھجوروں کو العجوہ کے ساتھ مقید کیا ہے، اور اس میں راز یہ ہے کہ عجوہ وہ کھجور ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اگایا اور امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''العجوة من الجنة'' یعنی عجوہ جنت کی کھجوروں میں سے ہے، اور یہ زہر سے شفاء ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عجوہ کھجور زہر میں نفع پہنچاتی ہے اور یہ اس کھجور کی خاصیت نہیں ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مدینہ کی کھجوروں کے لیے دعا فرمائی ہے، اس کی خاصیت ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مدینہ کا کوئی خاص کھجوروں کا درخت ہو جس کی اب پہچان نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کھجور میں یہ خاصیت ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہو، لیکن اس احتمال کو یہ بات رد کرتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی عجوہ کھجور کا یہ وصف بیان فرمایا ہے۔ علامہ المازری نے کہا ہے: یہ ایسی چیز ہے جس کا علم طب کے طریقہ سے معنی سمجھ میں نہیں آتا اور شاید کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کے ساتھ خاص ہو یا آپ کے زمانہ کے اکثر لوگوں کے ساتھ خاص ہو۔

(۳) اس حدیث میں عددِ مذکور کی قید ہے، یعنی سات عجوہ کھجوریں نہار منہ کھائی جائیں۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ سات کے عدد کی تخصیص کی کوئی عقلی وجہ نہیں ہے جیسے نمازوں کے اعداد ہیں کہ مغرب میں تین رکعت ہیں اور عشاء، ظہر اور عصر میں چار رکعت ہیں اور فجر کی نماز میں دو رکعت ہیں، جس طرح ان رکعات کی تعداد کی کوئی عقلی توجیہ نہیں ہے اسی طرح سات عدد عجوہ کھجوروں کی بھی کوئی عقلی توجیہ نہیں ہے، یا جس طرح زکوٰۃ کے نصاب کی کوئی عقلی توجیہ نہیں ہے یعنی چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے، اسی طرح سات عدد عجوہ کھجوروں کی بھی کوئی عقلی توجیہ نہیں ہے اور طبی امور میں سات کا ذکر کئی جگہ ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدید بخار کی صورت میں فرمایا: مجھ پر سات مشکوں کا پانی ڈالو۔ اور تعویذ میں بھی سات عدد کا ذکر کیا ہے، یعنی سات بار اللہ کی پناہ طلب کرنا۔

(۴) اس حدیث میں فرمایا ہے: ''جو صبح نہار منہ سات کھجوریں کھالے گا تو اس کو اس دن سے لے کر رات تک زہر یا جادو ضرر نہیں پہنچائے گا''۔ اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ فائدہ مذکورہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ رات داخل ہو جائے، یہ اس کے حق میں ہے جس نے دن کے اول حصہ میں سات کھجوریں کھالیں، کیونکہ اس وقت میں ان کھجوروں کو کھانا اس کے لعاب دہن کے ساتھ ہوگا۔ بعض شارحین نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رات کے ابتدائی حصہ میں سات کھجوریں کھالے، تب بھی وہ کھجوریں لعاب دہن کے ساتھ جمع ہو جائیں گی۔

Marfat.com

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس احتمال کو ابن ابی ملیکہ کی حدیث مسترد کرتی ہے کہ شفاء اول البکرۃ (یعنی صبح کے ابتدائی حصہ) میں ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۵۔۴۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۶۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ سَمِعْتُ سَعْدًا رضی اللہ عنہ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عامر بن سعد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: جس نے صبح سات عجوہ کھجوریں کھائیں اس کو اس دن نہ کوئی زہر ضرر دے گا اور نہ جادو۔

(صحیح البخاری: ۵۷۶۸، ۵۷۶۹، ۵۷۷۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۶، مسند احمد: ۱۵۷۵)

اس حدیث کی شرح حسب سابق ہے۔

۵۳۔ بَاب: لَا هَامَةَ — الو کی نحوست کوئی چیز نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہ باب ہے جس میں لاھامۃ کو ذکر کیا جائے گا اور اس کی تفسیر باب الجذام میں گزر چکی ہے۔

''لاھامۃ'' کا معنی

''الھامۃ'' کا معنی ہے: سر اور یہ ایک پرندے کا نام ہے اور وہی حدیث میں مراد ہے، کیونکہ لوگ اس پرندے سے بدفالی نکالتے تھے، کہا گیا ہے: وہ پرندہ اُلو ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ عرب یہ زعم کرتے تھے کہ جس مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے، تو میت کی ہڈیوں سے ایک جانور پیدا ہو کر اڑتا ہے اور ہر وقت یہ فریاد کرتا رہتا ہے: میرا بدلہ لو، میرا بدلہ لو، جب قاتل سے بدلہ لیا جائے یا قاتل مرجائے تو وہ جانور اڑ کر غائب ہوجاتا ہے۔ اسلام نے اس نظریہ کو غلط قرار دیا اور اس زعم سے منع فرمایا۔

اس میں اختلاف ہے کہ ھامۃ میں میم پر تشدید ہے یا نہیں؟ ابوزید نے کہا کہ میم پر تشدید ہے اور یہ لفظ اس سے ماخوذ ہے کہ جب کسی کام کا عزم کیا جائے تو کہا جاتا ہے: ''ھمّ بالامر'' اور اسی کے مطابق حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے: ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر سامّہ سے اور ہر ھامّہ سے'' سامّہ سے مراد ہے زہریلی چیز اور ھامّۃ سے مراد ہے ایسی زہریلی چیز جو قتل کردے اور اس کی جمع الھوامّ ہے۔ اور ایسی زہریلی چیز جو قتل نہ کرے وہ سامّہ ہے جیسے بچھو اور تتیہ یا بھڑ۔ اور کبھی ھوامّ کا اطلاق اس حیوان پر ہوتا ہے جو

Marfat.com

زمین میں چلتا ہے اگر چہ وہ قتل نہیں کرتا جیسے حشرات الارض ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۷۰۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا بَالُ الْإِبِلِ تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۲۰، سنن ابوداؤد: ۳۹۱۱، مسند احمد: ۷۵۶۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ صفر کی کوئی نحوست ہے اور نہ اُلو کی کوئی نحوست ہے، تب ایک اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! پھر کیا وجہ ہے کہ ایک اونٹ ریگستان میں ہوتا ہے، گویا کہ وہ ہرن کی طرح چمکدار ہوتا ہے، پھر اس اونٹ کے ساتھ خارش زدہ اونٹ ملتا ہے تو اس کے اندر بھی خارش پیدا کر دیتا ہے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلے اونٹ میں خارش کس نے پیدا کی تھی؟

صحیح البخاری: ۵۷۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کانہا الظباء'' یہ ظبی کی جمع ہے، اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس کے بدن کی صفائی اور خارش سے سلامتی میں یا اور دوسری بیماریوں سے سلامتی میں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''یخالطہا'' یعنی ایک خارش زدہ اونٹ تندرست اونٹوں میں داخل ہوتا ہے جنہیں خارش نہیں ہوتی تو وہ خارش زدہ اونٹ ان میں بھی خارش لگا دیتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فمن اعدی الاول'' یعنی پہلے اونٹ میں کس نے خارش پیدا کی ہے؟ یعنی کس کی خارش اس اونٹ میں سرایت کر گئی ہے، اگر تم کہو: کسی اور اونٹ کی خارش نے اس میں سرایت کی ہے تو پھر تسلسل لازم آئے گا اور اگر کہو کہ کوئی اور سبب ہے تو وہ سبب بیان کرو اور اگر تم کہو کہ جس نے پہلے اونٹ نے خارش پیدا کی ہے تو اس نے دوسرے اونٹ میں خارش پیدا کی ہے تو مدعا ثابت ہے، یعنی ان تمام اونٹوں میں خارش کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے، اور نبی ﷺ کا یہ جواب انتہائی بلاغت میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۷۱۔ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ بَعْدُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ

اور از ابوسلمہ انہوں نے بعد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا

Marfat.com

وَأَنْكَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ حَدِيثَ الْأَوَّلِ قُلْنَا أَلَمْ تُحَدِّثْ أَنَّهُ لَا عَدْوَى فَرَطَنَ بِالْحَبَشِيَّةِ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ فَمَا رَأَيْتُهُ نَسِيَ حَدِيثًا غَيْرَهُ۔

جائے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پہلی حدیث کا انکار کیا ہے۔ ہم نے کہا: کیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان نہیں کی تھی: "لا عدوی" یعنی کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا؟، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حبشی زبان میں کوئی لفظ کہا۔ ابو سلمہ نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے سوا کوئی حدیث بھول گئے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۷۷۰، صحیح مسلم: ۲۲۲۱، سنن ابوداؤد: ۳۹۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۱، مسند احمد: ۹۳۲۹)

صحیح البخاری: ۵۷۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ابو سلمہ نے کہا: میں نے بعد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا" یعنی پہلے ابو سلمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، اور پھر بعد میں انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بیمار کو ہرگز تندرست کے پاس نہ لایا جائے، اور بیمار سے مراد ہے کسی بیمار اونٹ کو ہرگز تندرست اونٹ کے پاس نہ لایا جائے۔ اور ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔

علامہ ابن بطال نے اس تعارض کو دور کرنے کے لیے کہا ہے کہ آپ نے جو فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، اس حدیث میں آپ نے یہ خبر دی ہے کہ مرض کے متعدی ہونے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور آپ نے جو منع فرمایا کہ کسی بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے یہ اس لیے کہ کوئی آدمی یہ وہم نہ کرے کہ اس بیمار کی وجہ سے تندرست اونٹ بیمار ہو گیا ہے۔

اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ آپ نے جو فرمایا ہے "لا عدوی" یعنی مرض متعدی نہیں ہوتا، وہ اس لیے فرمایا کہ وہ لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ مرض خود بخود متعدی ہوتا ہے اور آپ نے اس وقت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ضرر کی نفی نہیں کی۔ اور وہ جو فرمایا کہ بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس نہ لے جاؤ، یہ اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فعل اور اس کی قدرت کی وجہ سے تندرست اونٹ میں بیماری پیدا ہو گئی تو کوئی یہ وہم نہ کرے کہ یہ بیمار اونٹ کو تندرست اونٹوں کے پاس لانے کی وجہ سے ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پہلی حدیث کا انکار کیا" یعنی اس حدیث کا جس میں انہوں نے کہا تھا "لا عدوی" کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فرطن بالحبشية" علامہ کرمانی نے کہا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عجمی زبان میں کوئی بات کہی جس کا کوئی معنی سمجھ نہیں آتا تھا، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ غضبناک ہو گئے اور ایسے لفظوں کے ساتھ کلام کیا جس کا معنی سمجھ نہیں آتا تھا۔ اور حبشی زبان میں رطن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

Marfat.com

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فما رایتہ غیرہ" یعنی میں نے نہیں دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے علاوہ اور کسی حدیث کو بھول گئے ہوں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ صحیح بخاری کے باب حفظ العلم میں یہ حدیث ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے چادر پھیلائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنے دونوں ہاتھ داخل کیے اور پھر فرمایا: اس چادر کو اپنے سینہ کے ساتھ لگالو، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کہ میں اس کے بعد کوئی چیز بھول گیا ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کہ میں اس کے بعد کوئی چیز بھول گیا ہوں، اور ان کے نہ دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ واقعہ میں کوئی چیز نہ بھولے ہوں، اور صحیح مسلم میں اس حدیث کے بعد یہ عبارت مذکور ہے کہ کیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھول گئے، یا دو حدیثوں میں سے ایک حدیث منسوخ ہو گئی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اس سے پہلے سنا ہو، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر میں لب بھر کر نہیں فرمایا تھا کہ اسے اپنے سینہ سے لگالو، اور پھر اس کے بعد وہ کوئی حدیث نہیں بھولے، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس دن کی احادیث کو نہیں بھولے جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ چادر کو اپنے سینہ کے ساتھ لگالو۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان سے نسیان بالکلیہ مرتفع ہو گیا۔ اور ایک یہ جواب دیا گیا ہے کہ حدیث ثانی حدیث اول کے لیے ناسخ ہے یعنی لاعدویٰ منسوخ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۷۔۴۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۔ بَابٌ: لَا عَدْوَى — خود بخود مرض متعدی نہیں ہوتا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے اس باب کو سرے سے ساقط کر دیا ہے اور صحیح قول انہی کا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۷۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَحَمْزَةُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثٍ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ اور حمزہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض خود بخود متعدی نہیں ہوتا اور نہ کوئی بدشگونی ہے۔ نحوست صرف تین چیزوں میں ہے: گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں۔

(صحیح البخاری: ۲۰۹۹، ۲۸۵۸، ۵۰۹۳، ۵۰۹۴، ۵۷۵۳، ۵۷۷۲)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۷۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح باب لاطیرۃ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۷۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ لَا عَدْوٰى۔ (صحیح مسلم: ۲۲۲۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے، کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی۔

۵۷۷۴۔ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تُورِدُوا الْمُمْرِضَ عَلَى الْمُصِحِّ۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیمار (اونٹ) کو تندرست (اونٹوں) پر نہ لاؤ۔

(صحیح البخاری: ۵۷۷۴، صحیح مسلم: ۲۲۲۱، سنن ابوداؤد: ۳۹۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۱، مسند احمد: ۹۳۲۹)

۵۷۷۵۔ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا عَدْوٰى فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ أَرَأَيْتَ الْإِبِلَ تَكُونُ فِي الرِّمَالِ أَمْثَالَ الظِّبَاءِ فَيَأْتِيهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَتَجْرَبُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ۔

اور از الزہری، وہ کہتے ہیں: مجھے سنان بن ابی سنان الدؤلی نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: کوئی مرض از خود متعدی نہیں ہوتا، پس ایک اعرابی کھڑا ہوا، اس نے کہا: یہ بتایئے کہ ریگستان میں اونٹ ہرنوں کی طرح صاف شفاف ہوتے ہیں، پھر ان میں ایک خارش زدہ اونٹ آتا ہے تو ان میں خارش لگا دیتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: پس پہلے اونٹ میں کس نے خارش لگائی تھی؟

(صحیح البخاری: ۵۷۱۷، ۵۷۵۷، ۵۷۷۰، ۵۷۷۳، ۵۷۷۵)

صحیح البخاری: ۵۷۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں سنان بن ابی سنان الدؤلی کا ذکر ہے، ان کا نام یزید بن امیہ ہے۔ اور امام بخاری کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہی ایک حدیث ہے۔ اور الدؤلی میں دؤیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی طرف نسبت ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٥٧٧٦۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ قَالُوا وَمَا الْفَأْلُ قَالَ كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: کوئی مرض از خود متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدشگونی ہے اور مجھے فال نکالنا پسند ہے، صحابہ نے پوچھا: فال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا کلمہ۔

(صحیح البخاری: ٥٧٥٦، ٥٧٧٦)

٥٥۔ بَابٌ: مَا يُذْكَرُ فِي سَمِّ النَّبِيِّ ﷺ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیے جانے کا بیان

رَوَاهُ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

اس قصہ کو عروہ نے بیان کیا ہے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو زہر دیا گیا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف زہر کی اضافت مفعول کی طرف اضافت ہے اور فاعل کا ذکر اس میں نہیں کیا گیا۔ (عمدة القاری ج ٢١ ص ٤٢٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

یعنی عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا تھا، امام بخاری نے اس تعلیق کو مغازی کے آخر میں بھی بیان کیا ہے، اس میں مذکور ہے از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی، اس میں آپ فرما رہے تھے: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس طعام کا درد محسوس کرتا رہا ہوں جس کو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور یہ اس زہر کے اثر سے میرے دل کی رگ کے کٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ (عمدة القاری ج ٢١ ص ٤٢٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٥٧٧٧۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ شَاةٌ فِيهَا سَمٌّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اجْمَعُوا لِي مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنَ الْيَهُودِ فَجُمِعُوا لَهُ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنِّي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: جب خیبر فتح کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک زہر آلود بکری ہدیہ میں پیش کی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جتنے یہودی یہاں پر

سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ فَقَالُوا نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ أَبُوكُمْ قَالُوا أَبُونَا فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَذَبْتُمْ بَلْ أَبُوكُمْ فُلَانٌ فَقَالُوا صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ فَقَالَ هَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ فَقَالُوا نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ وَإِنْ كَذَبْنَاكَ عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِي أَبِينَا قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ أَهْلُ النَّارِ فَقَالُوا نَكُونُ فِيهَا يَسِيرًا ثُمَّ تَخْلُفُونَنَا فِيهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ اخْسَئُوا فِيهَا وَاللهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيهَا أَبَدًا ثُمَّ قَالَ لَهُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ قَالُوا نَعَمْ فَقَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِي هَذِهِ الشَّاةِ سُمًّا فَقَالُوا نَعَمْ فَقَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى ذَلِكَ فَقَالُوا أَرَدْنَا إِنْ كُنْتَ كَذَّابًا نَسْتَرِيحُ مِنْكَ وَإِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ۔

(صحیح البخاری: ۳۱۶۹، ۴۲۴۹، ۵۷۷۷، مسند احمد: ۲۷۲۳۱، سنن دارمی: ۶۹)

ہیں ان کو میرے پاس جمع کرو، پس یہودیوں کو آپ کے پاس جمع کیا گیا، پھر ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم سے ایک چیز کے متعلق سوال کرنے والا ہوں، کیا تم مجھے اس چیز کے متعلق سچ سچ بیان کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں یا ابا القاسم! پس ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا ہمارا باپ فلاں ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے۔ انہوں نے کہا: آپ نے سچ کہا اور اچھا کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم اس چیز کے متعلق سچ بتاؤ گے اگر میں نے تم سے اس کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا: ہاں یا ابا القاسم! اور اگر ہم نے جھوٹ بولا تو آپ ہمارے جھوٹ کو پہچان لیں گے جیسا کہ آپ نے ہمارے باپ کے متعلق جھوٹ کو پہچان لیا۔ تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخی کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ہم تھوڑا عرصہ دوزخ میں رہیں گے، پھر ہمارے بعد آپ لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: دفع ہو جاؤ دوزخ میں، اللہ کی قسم! ہم تمہارے بعد دوزخ میں کبھی بھی نہ رہیں گے، پھر آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم مجھے کسی چیز کے متعلق سچ بتاؤ گے اگر میں کسی چیز کے بارے میں تم سے سوال کروں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تمہیں زہر ملانے پر کس چیز نے ابھارا؟ انہوں نے کہا: ہم نے ارادہ کیا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم آپ سے راحت حاصل کر لیں گے اور اگر آپ سچے نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو نقصان نہیں دے گا۔

صحیح البخاری: ۵۷۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیے جانے کا بیان'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے پوچھا: ''کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟''۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔ اور یہ حدیث کتاب الجزیہ اور کتاب المغازی میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری میں زہر دینے والی یہودیہ عورت کا نام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ فتح خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک زہر آلود بکری ہدیہ کی گئی، اس میں یہ بیان نہیں ہے کہ وہ زہر آلود بکری آپ کو کس نے ہدیہ کی تھی، کتاب الہبہ میں اس کی وضاحت ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زہر آلود بکری لے کر آئی، آپ نے اس میں سے کھایا۔ الحدیث۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ جس نے وہ بکری ہدیہ کی تھی، وہ ایک یہودیہ عورت تھی لیکن اس حدیث میں بھی اس عورت کے نام کا ذکر نہیں ہے۔ اور کتاب المغازی میں گزر چکا ہے کہ اس عورت کا نام زینب بنت الحارث تھا جو سلام بن مشکم کی بیوی تھی، اس سے معلوم ہو گیا کہ زہر دینے والی عورت کا نام زینب تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فھل انتم صادقی'' یعنی کیا تم مجھ سے سچ بولنے والے ہو؟۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ثم تخلفوننا'' یعنی پھر تم ہمارے بعد دوزخ میں داخل ہو گے اور دوزخ میں رہو گے۔

امام طبرانی نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے بحث کی، پس کہا: ہم دوزخ میں صرف چالیس راتیں داخل ہوں گے، پھر ہمارے بعد دوسری قوم آئے گی، ان کی مراد تھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے سروں پر رکھ کر فرمایا: بلکہ تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے، اور تمہارے بعد اس میں کوئی داخل نہیں ہو گا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً (البقرہ: ۸۰) اور انہوں نے کہا: گنتی کے چند دنوں کے سوا ان کو ہرگز آگ نہیں چھوئے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اخسئوا فیھا'' یہ لفظ خسأت الکلب سے ماخوذ ہے۔ ''خسأت الکلب'' اس وقت کہتے ہیں جب کتے کو دھتکارتے ہیں۔

جس عورت نے آپ کو زہر دیا تھا، آیا اس کو آپ نے قتل کیا یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''وان کنت نبیا لم یضرک'' یعنی اس یہودی عورت نے کہا کہ اگر آپ برحق نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو ضرر نہیں دے گا۔ اور الزہری کی مرسل روایت میں ہے کہ اس عورت نے زیادہ زہر کندھے کے گوشت میں اور دستی کے گوشت میں ملایا تھا، کیونکہ اس کو یہ بات پہنچی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے کندھے کا گوشت اور بکری کی دستی کا گوشت زیادہ پسند ہے، پس رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے کندھے کا گوشت دانتوں سے نوچ کر کھایا، اور اس حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لقمہ چبایا تو آپ نے فرمایا کہ بکری نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودیہ عورت کو قتل کر دیا تھا یا چھوڑ دیا تھا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: آپ سے عرض کیا گیا: کیا آپ اس کو قتل نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اور ابن سحنون نے کہا ہے کہ محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی عورت کو قتل کر دیا تھا۔

جن لوگوں نے کسی کو زہر دے کر مار ڈالا، آیا ان سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟

اور اس میں اختلاف ہے کہ جن لوگوں نے زہریلا کھانا کھایا یا زہریلا پانی پیا اور وہ اس سے فوت ہو گئے تو آیا ان کو زہر دینے والوں سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟ علامہ ابن المنذر نے الکوفیین سے روایت کی ہے کہ ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور ان کے عاقلہ پر دیت ہو گی۔ اور امام مالک نے کہا ہے: جب کسی نے کسی کو زبردستی زہر دیا اور وہ مر گیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور امام شافعی سے منقول ہے کہ جب کسی شخص کو زہر پلایا اور اس پر جبر نہیں کیا تو اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے قصاص لیا جائے گا اور یہ راجح قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا لیکن وہ گناہ گار ہو گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۷۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کھانے میں یا مشروب میں زہر کھلا دے اور وہ اس سے نہ مرے تو اس سے کوئی قصاص نہیں لیا جائے گا اور نہ اس پر کوئی حد ہو گی اور اس میں شدید سزا دی جائے گی اور جس طرح امام مناسب سمجھے اس طرح اس کی تادیب کی جائے گی۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ اس میں سزا کیسے دی جائے گی، حالانکہ شارع علیہ السلام نے اس کو سزا نہیں دی جس نے آپ کو زہر دیا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی نہ کی جائے اور آپ منافقین اور یہود کی پہنچائی ہوئی ایذاؤں پر صبر فرماتے تھے۔ اور آپ پر لبید بن الاعصم نے سحر کیا اور آپ کو اس سے اتنا ضرر پہنچا جتنا زہر آلود بکری سے ضرر نہیں پہنچا تھا۔ اور آپ نے سحر کرنے والے کو کوئی سزا نہیں دی، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضامن ہو گیا ہے کہ آپ کو کوئی مکروہ چیز نہیں پہنچے گی اور آپ اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اپنے دین کی تبلیغ فرما دیں اور آپ اپنی شریعت کو ادا کرنے کے در پے رہیں گے اور آپ دشمنوں کے ضرر سے محفوظ اور معصوم ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (المائدہ: ۶۷) اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہمارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے اوپر کئی وجوہ سے واضح دلیل ہے۔

(۲) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غیب کی خبر دی ہے جس کو از خود کوئی نہیں جانتا ماسوا اس کے جسے اللہ مطلع فرمائے اور وہ غیب

Marfat.com

یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان یہودیوں کے باپ کی معرفت تھی، کیونکہ جب انہوں نے اپنے باپ کا نام بتایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ غلط ہے، تمہارے باپ کا نام یہ نہیں ہے، تمہارے باپ کا نام یہ ہے اور یہود نے اس کی تصدیق کی۔

(۳) انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر آلود گوشت کھلایا اور یہ کہا کہ اگر آپ برحق نبی ہیں تو آپ کو اس زہر سے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ سو انہوں نے دیکھ لیا کہ ان کے کھلائے ہوئے زہر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی اور آپ کی نبوت کا سچ ظاہر ہو گیا، اس کے باوجود وہ اپنی سرکشی میں بڑھتے گئے اور آپ پر ایمان نہیں لائے، حالانکہ وہ زہر کے معاملہ میں بھی آپ کی نبوت کی دلیل دیکھ چکے تھے اور غیب کی خبر دینے سے بھی آپ کی نبوت ان پر آشکارا ہو چکی تھی۔

(۴) اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ کو زہر کا علم ہو گیا تھا اور یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ کو کھانے سے پہلے زہر کا علم ہوا تھا یا کھانے کے بعد زہر کا علم ہوا تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک عورت نے زہر آلود بکری پیش کی، آپ نے اس سے کھایا اور آپ کے بعض اصحاب نے بھی کھایا، پس آپ کے بعض اصحاب کی اس زہر آلود گوشت کی وجہ سے وفات ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو زہر کے اثر سے محفوظ اور برقرار رکھا، یہاں تک کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا: خیبر میں جو لقمہ میں نے کھایا تھا، وہ مجھے مسلسل ضرر پہنچاتا رہا اور اب یہ میرے دل کی رگ کے منقطع ہونے کا وقت ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۶۵۱۔ ۶۵۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

مشہور غیر مقلد شیخ محمد داؤد راز کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

شیخ محمد داؤد راز لکھتے ہیں:

اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اگر ایسا ہوتا تو آپ اسے اپنا ہاتھ نہ لگاتے، مگر بعد میں وحی سے معلوم ہوا، سچ فرمایا:

وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ (الاعراف: ۱۸۸)

اور اگر میں غیب کو جانتا تو میں خیر کثیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

معلوم ہوا کہ آپ کے لیے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ بالکل باطل ہے۔

(ترجمہ وشرح صحیح البخاری: ج ۷ ص ۳۳۰، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین اہل سنت و جماعت (بریلوی مکتبہ فکر) پر یہ جھوٹا بہتان لگاتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب مانتے ہیں۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلی نے تصریح کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں مانتے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندۂ مومن کی نسبت صریح لفظ ''یعلم الغیب'' وارد ہے، کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للملا علی قاری، بلکہ خود حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے: ''کان یعلم علم الغیب'' مگر ہماری تحقیق میں لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق حضرت عزت عز

جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے: المراد به الخفی الذی لا ینفذ فیه ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لا یجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب'' اور اس سے انکار معنیٰ لازم نہیں آتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب و ما کان و ما یکون کے عالم ہیں، مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا، جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً عزت وجلالت والے ہیں، تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل نہ ہے نہ ہوسکتا ہے مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم غرض صدق وصورت معنیٰ کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں، نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنیٰ، امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ہیں: ''کم من معتقد لا یطلق القول به خشیة ایهام غیره مما لا یجوز اعتقاده فلا ربط بین الاعتقاد والاطلاق'' یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطا کی تصریح کردی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۸۱، مکتبہ رضویہ، کراچی)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں فرق

میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات سے زیادہ علم عطا کیا ہے اور تمام کائنات کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے قطرہ سمندر کے سامنے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ نسبت بھی نہیں ہے جو قطرہ اور سمندر میں ہوتی ہے، کیونکہ قطرہ بھی متناہی ہے اور سمندر بھی متناہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم متناہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے الصمصام میں یہ تصریح کی ہے کہ کسی ایک چیز کے علم میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے علم میں مساوات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کو کسی ایک ذرہ کا علم بھی ہوتا ہے تو وہ غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو علم اس ذرہ کے ساتھ ہو وہ متناہی وجوہ کے ساتھ ہوتا ہے، مثلاً اس ایک ذرہ کے اوپر کتنے ہوا کے جھونکے گزرے، کتنے پانی کے قطرے اس پر برسے، اس ایک ذرے کو کتنے انسانوں نے دیکھا، کتنے پرندوں نے دیکھا، کتنے حیوانات نے دیکھا، کتنے چرندوں نے دیکھا، کتنے درندوں نے دیکھا، اس ایک ذرہ کی نسبت دوسرے ذرات کے ساتھ کس طرح ہے اور اس ایک ذرہ میں کتنے فوائد ہیں، کتنے نقصانات ہیں، کتنی حکمتیں ہیں، کس کس نے اس سے فائدہ اٹھایا اور کس کس کو اس سے نقصان ہوا، غرض یہ کہ ایک ذرہ کا علم اللہ تعالیٰ کو غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ذرہ کا علم ہوگا تو وہ بعض وجوہ سے ہوگا اور متناہی ہوگا، سو ایک ذرہ کے علم میں بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں مساوات نہیں ہے۔ اور رہا غیب کا علم، تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں، رسولوں اور ولیوں کو ان کی اپنی اپنی استعداد کے مطابق علم غیب عطا فرمایا ہے اور سب سے زیادہ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کا علم بالذات ہے اور واجب ہے اور غیر منقطع ہے، بغیر کسی کی عطا کے ہے اور اس کا علم ازلی اور ابدی ہے، دائمی اور سرمدی ہے، اس علم پر نہ غفلت آسکتی ہے اور نہ وہ علم زائل ہوسکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بالعطا ہے اور ممکن ہے اور حادث ہے، اس علم کی ابتداء بھی ہے اور اس علم کی انتہاء بھی ہے اور آپ کے علم پر غفلت آسکتی ہے، ذہول ہوسکتا ہے، توجہ ہٹ سکتی ہے، سہو ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ان تمام عوارض سے پاک اور مبرا و منزہ ہے۔ سو اس وجہ سے کسی ایک ذرہ کے علم میں بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں مساوات نہیں ہے اور یہی اعلیٰ حضرت اور تمام اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے اور

Marfat.com

جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ بہتان تراش ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

٥٦۔ بَابٌ: شُرْبِ السُّمِّ وَالدَّوَاءِ بِهِ وَبِمَا يُخَافُ مِنْهُ وَالْخَبِيثِ

زہر کو پینا اور زہر کی دوا بنانا اور جس چیز سے خوف اور خطرہ ہو، اس کی دوا بنانا اور خبیث چیزوں سے دوا بنانا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں زہر کو پینے اور زہر سے دوا وغیرہ بنانے کا ذکر ہے، امام بخاری نے اس کا حکم ذکر نہیں کیا اور اس باب میں جو حدیث آرہی ہے، اس حدیث سے جو حکم سمجھ آتا ہے اس پر اکتفاء کر لی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تمام امور جائز نہیں ہیں، کیونکہ یہ امور قتل نفس یعنی خودکشی کی طرف لے جاتے ہیں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب شہر حیرہ میں گئے تو ان سے کہا گیا: آپ زہر سے بچیں، کہیں عجمی لوگ آپ کو زہر نہ پلا دیں تو حضرت خالد بن ولید نے کہا: تم میرے پاس زہر لاؤ، لوگ ان کے پاس زہر لائے، انہوں نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا، پھر پڑھا ''بسم اللہ'' اور اس زہر کو منہ میں ڈال لیا، ان کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے، پس اس میں ان کی اتباع نہیں کی جائے گی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کو اور مؤکد کرتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دواءِ خبیث سے منع فرمایا ہے، امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: اس سے مراد ہے زہریلی دوا۔ (سنن ترمذی: ۲۰۴۵)

نیز امام بخاری نے کہا: اور زہریلی دواء کا بیان، یعنی زہریلی دواء کو استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں تمہاری شفاء نہیں رکھی جن چیزوں کو اس نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ اور امام بخاری نے کہا: اور جن چیزوں سے خطرہ ہو، یعنی ان کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جن چیزوں کے استعمال کرنے سے موت کا خطرہ ہو یا مرض کے دوام کا خطرہ ہو، ان چیزوں کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔ اور امام بخاری نے کہا: اور خبیث چیزیں: اس کے دو محمل ہیں۔ ایک محمل یہ ہے کہ وہ چیز نجس ہو جیسا کہ خمر ہے یا اس حیوان کا گوشت ہے جس کو کھایا نہیں جاتا۔ دوسرا محمل یہ ہے کہ طبیعت اس کے کھانے سے متنفر ہوتی ہے۔ امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ خبیث دواء کو استعمال کرنا ممنوع ہے۔ اور امام ابن حبان نے بھی اس کی سند صحیح سے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ مَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان، انہوں نے کہا: میں نے ذکوان سے

Marfat.com

نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا۔

سنا، وہ حدیث بیان کرتے تھے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر قتل کر لیا (یعنی خودکشی کر لی) تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ ابداً اپنے آپ کو جہنم میں گراتا رہے گا، اور جس نے گھونٹ بھر کر زہر پی کر خودکشی کی، پس اس کا زہر اس کے ہاتھ میں رہے گا اور وہ جہنم کی آگ میں رہے گا اور وہ جہنم کی آگ میں اس کا ہمیشہ ہمیشہ ابداً گھونٹ بھرتا رہے گا۔ اور جس نے کسی ہتھیار سے خودکشی کی، پس اس کا ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس کو ہمیشہ ہمیشہ ابداً جہنم کی آگ میں اپنے پیٹ کے اندر گھونپتا رہے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹، سنن ترمذی: ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، سنن نسائی: ۱۹۶۵، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۲، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۰، مسند احمد: ۷۴۰۹۹، سنن دارمی: ۲۳۶۲)

صحیح البخاری: ۵۷۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب کے عنوان میں جو ابہام تھا، اس حدیث نے اس ابہام کو دور کر دیا ہے۔ اور یہی اس حدیث کی باب مذکور کے ساتھ مطابقت کی وجہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن عبدالوہاب کا ذکر ہے، وہ ابومحمد الحجی البصری ہیں۔ یہ ۲۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے، اور اس حدیث کی سند میں خالد بن الحارث کا ذکر ہے، یہ ابن سلیمان ابوعثمان البصری ہیں۔ اور اس میں سلیمان کا ذکر ہے، وہ الاعمش ہیں۔ اور ذکوان کا ذکر ہے، وہ ابوصالح الزیات السمان المدنی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من تردی" اس کا معنی ہے: جس نے اپنے آپ کو کسی جگہ سے گرا دیا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: "تردی" اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص کنویں میں گر جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ومن تحسی" اس کا معنی ہے: کسی چیز کو گھونٹ بھر بھر کر پینا۔ جب کوئی شخص شوربہ گھونٹ بھر کر پیئے تو اس وقت کہا جاتا ہے "حسوت المرق حسوا"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یجاء بھا" اس کا معنی ہے: اپنے ہاتھ سے چھری مارنا۔

خودکشی کرنے والے پر دائمی عذاب کی وعید پر اشکال کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے "خالدا مخلدا فیھا"۔ اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر کسی مومن نے خودکشی کی تو وہ دائمی

Marfat.com

جہنم میں کیسے رہے گا؟ کیونکہ خودکشی کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور گناہِ کبیرہ کی سزا دائماً جہنم نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وعید اس شخص پر محمول ہے جو خودکشی کو حلال جان کر خودکشی کرے، یا مراد یہ ہے کہ وہ عرصۂ دراز تک دوزخ میں رہے گا، کیونکہ مومن دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ نہیں رہے گا۔ اور علامہ ابن التین نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ایک معین شخص کے متعلق ہے جو کافر تھا۔ اور نقل کرنے والے نے اس کو ظاہر پر محمول کر دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۷۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خودکشی کرنے والے کے لیے دائمی عذاب کی توجیہ

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس باب کی حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ خودکشی کرنے والا دوزخ میں ہمیشہ رہے گا، تو یہ قول خوارج کے مذہب کے مطابق ہے اور اہل سنت و جماعت اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یہاں پر دوام کا معنی مکثِ طویل ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ خودکشی کرنے والا اس کا مستحق ہے کہ اس کو دائماً عذاب دیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوزخ سے نکال دے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور توحید پر ایمان کی وجہ سے اس کو کفار کے ساتھ دائماً عذاب میں نہیں رکھے گا۔ کیونکہ حدیث میں ہے: دوزخ سے اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۲)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جو خودکشی کو حلال سمجھ کر کرے، اور جو خودکشی کو حرام سمجھتا ہو اور حالات سے مجبور ہو کر خودکشی کا اقدام کرے، اور اس کو گناہ ہی سمجھتا ہو تو وہ اس وعید کا مصداق نہیں ہے۔ اور ایک جواب یہ ہے کہ وہ شخص اس سزا کا مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت کریم ہے کہ وہ کسی مسلمان اور مومن کو دوزخ میں دائمی عذاب کے لیے ڈال دے۔

بعض شوافع کا اس پر استدلال کہ قاتل نے جس کیفیت سے قتل کیا ہو اسی کیفیت سے اس سے قصاص لیا جائے

اس حدیث میں مذکور ہے "جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرایا ہے، وہ دوزخ میں اپنے آپ کو پہاڑ سے گراتا رہے گا اور جس نے زہر کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو، تو وہ دوزخ میں زہر کو گھونٹ گھونٹ پیتا رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو چھری ماری ہو تو وہ دوزخ میں اپنے آپ کو چھری مارتا رہے گا"۔ اللہ تعالیٰ خودکشی کرنے والے کو اسی کیفیت سے عذاب دے گا جس کیفیت سے اس نے خودکشی کی تھی۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ قصاص بھی اسی کیفیت سے لینا چاہیے جس کیفیت سے قاتل نے قتل کیا، لیکن علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ یہ استدلال ضعیف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فعل پر بندوں کے افعال کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۷ ص ۵۶۵۔ ۵۶۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۵۷۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ أَبُو بَكْرٍ أَخْبَرَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن بشیر ابو بکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم نے خبر دی،

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُولُ مَنْ اصْطَبَحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔

انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا: وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے صبح سات عجوہ کھجوریں کھائیں، اس کو اس دن نہ کوئی زہر ضرر دے گا اور نہ جادو۔

(صحیح البخاری: ۵۷۶۸، ۵۷۶۹، ۵۷۷۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۶، مسند احمد: ۱۵۷۵)

صحیح البخاری: ۵۷۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے "زہریلی چیز کو پینا یا زہر کو بطور دوا کے استعمال کرنا" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ جس نے صبح کو سات عجوہ کھجوریں کھائیں، اس کو اس دن زہر ضرر نہیں پہنچائے گا اور میں نے نہیں دیکھا کہ شارحین میں سے کسی نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنے کی مناسبت بیان کی ہو خاص طور پر اس شارح نے بھی جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس فن میں اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور میرے لیے اس کی مناسبت میں انوار الٰہیہ سے ایک چیز ظاہر ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ باب کے عنوان میں مطلقاً زہر کے استعمال سے منع کیا گیا ہے اور حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جس نے علی الصبح سات عجوہ کھجوریں کھائیں تو اس کو زہر سے ضرر نہیں ہوگا۔ تو اس طرح سے حدیث اور باب کے عنوان میں مناسبت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، اکثر روایات میں محمد کا لفظ بغیر نسبت کے مذکور ہے لیکن المستملی نے ذکر کیا کہ یہ محمد بن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں احمد بن بشیر ابوبکر کا ذکر ہے، یہ عمرو بن حُریث الکوفی کی بیوی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ امام بخاری نے ان کا اسی حدیث میں ذکر کیا ہے۔ اور ابن معین نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور عثمان داری نے از ابن معین کہا کہ یہ راوی متروک ہے اور خطیب بغدادی نے ان پر رد کیا اور کہا: عثمان پر یہ نام اس شخص سے مشتبہ ہو گیا جس کا نام احمد بن بشیر ہے لیکن اس کی کنیت ابوجعفر ہے اور وہ بغدادی ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے احمد بن بشیر کی کنیت ابوبکر ذکر کی ہے تاکہ التباس نہ ہو اور احمد بن بشیر ابوبکر، وکیع کی وفات کے پانچ دن بعد فوت ہو گئے تھے اور وکیع کی وفات ۱۹۹ھ میں ہوئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۲۔۴۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۔ بَابٌ: أَلْبَانِ الْأُتُنِ — گدھیوں کے دودھ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں گدھیوں کے دودھ کا حکم بیان کیا گیا ہے، اور یہ حکم حدیث میں ہے۔ الاُتن میں ہمزہ اور تاء پر پیش ہے، یہ لفظ

Marfat.com

اتان کی جمع ہے اور اتان گدھی کو کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۰۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رضی الله عنه قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَمْ أَسْمَعْهُ حَتَّى أَتَيْتُ الشَّأْمَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی ادریس الخولانی از حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہر کچلیوں والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

الزہری نے کہا: میں نے اس حدیث کو اس وقت تک نہیں سنا تھا حتیٰ کہ میں شام میں گیا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۳۲، ۱۹۳۶، سنن ترمذی: ۱۴۷۷، سنن نسائی: ۴۳۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۸۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۲، مسند احمد: ۱۷۲۸۴، ۱۷۲۹۳، موطا امام مالک: ۱۰۷۵، سنن دارمی: ۱۹۸۰)

صحیح البخاری: ۵۷۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کچلیوں والے جانوروں کا بیان

فقہاء کا اس حدیث کی تاویل میں اختلاف ہے، پس فقہاء کوفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس حدیث میں کچلیوں والے درندوں کو کھانے کی ممانعت تحریم کے لیے ہے۔ اور کچلیوں والے درندے اور ناخنوں سے شکار کرنے والے پرندوں کا گوشت نہیں کھایا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس تحریم سے بجو اور لومڑی کو مستثنیٰ کر لیا ہے، کیونکہ ان کی کچلیاں کمزور ہوتی ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تعلیل حدیث کی نصِ صریح کے مقابلہ میں ہے، اس لیے فاسد ہے۔ اور علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک کے نزدیک یہ ممانعت کراہت پر محمول ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے بجو کو کھانے کی اجازت دی ہے۔ اس حدیث کی امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بجو کی بھی کچلیاں ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے ہر کچلیوں والے درندے کی تحریم سے کراہت کا ارادہ کیا ہے۔

اور اس باب میں خلاصہ یہ ہے کہ عطاء بن ابی رباح، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق نے بجو کے کھانے کو مباح قرار دیا ہے اور ظاہریہ یعنی غیر مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور الحسن البصری، سعید بن المسیب، الاوزاعی، ثوری، عبد اللہ بن المبارک، امام یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ بجو کو نہیں کھایا جائے گا۔ اور ان کی دلیل یہ حدیث مذکور ہے، کیونکہ یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے ہر کچلیوں والے جانور کو شامل ہے اور بجو بھی کچلیوں والا ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مشہور نہیں ہے، جس میں بجو کو کھانے کی اجازت کا ذکر ہے اور یہ حدیث مُحلل ہے اور جس حدیث میں ہر کچلیوں والے درندے کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے، وہ مُحرم ہے۔ اور احکام میں حدیث مُحرم حدیث مُبیح پر راجح ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جابر کی حدیث منسوخ ہے۔ اس لیے کہا جائے گا کہ حضرت جابر کی حدیث مقدم ہے اور حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث موخر ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روایت میں عبدالرحمٰن بن ابی عمار منفرد ہیں اور وہ اہل علم کے نزدیک مشہور نہیں ہیں اور نہ حجت ہیں۔
تو جب وہ منفرد ہوں تو ان کی روایت کا اعتبار کس طرح ہوگا جب کہ ان کی روایت اس سے زیادہ قوی حدیث کے مخالف ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۵۔۱۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۱۔ وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَسَأَلْتُهُ هَلْ نَتَوَضَّأُ أَوْ نَشْرَبُ أَلْبَانَ الْأُتُنِ أَوْ مَرَارَةَ السَّبُعِ أَوْ أَبْوَالَ الْإِبِلِ قَالَ قَدْ كَانَ الْمُسْلِمُونَ يَتَدَاوَوْنَ بِهَا فَلَا يَرَوْنَ بِذٰلِكَ بَأْسًا فَأَمَّا أَلْبَانُ الْأُتُنِ فَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ لُحُومِهَا وَلَمْ يَبْلُغْنَا عَنْ أَلْبَانِهَا أَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ وَأَمَّا مَرَارَةُ السَّبُعِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ۔

اور اللیث نے یہ اضافہ کیا ہے، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: میں نے ابوادریس سے سوال کیا، کیا ہم گدھی کے دودھ سے وضو کریں یا اس کو پئیں، یا ہم درندوں کا پتہ کھائیں، یا اونٹوں کا پیشاب پئیں؟ تو انہوں نے کہا: مسلمان اس کے ساتھ علاج کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، رہا گدھی کے دودھ کا سوال تو ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے اور ہم کو یہ حدیث نہیں پہنچی کہ آپ نے گدھی کے دودھ کے متعلق کچھ فرمایا ہو، اس کا دودھ پینے کا حکم دیا ہو یا اس کے دودھ پینے سے منع فرمایا ہو۔ رہا درندوں کا پتہ تو ابن شہاب نے کہا: مجھے ابوادریس الخولانی نے خبر دی کہ حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۳۲، ۱۹۳۶، سنن ترمذی: ۱۴۷۷، سنن نسائی: ۴۳۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۸۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۲، مسند احمد: ۱۷۲۸۴، ۱۷۲۹۳، موطا امام مالک: ۱۰۷۵، سنن دارمی: ۱۹۸۰)

صحیح البخاری: ۵۷۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت مخفی نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد کا ذکر ہے، وہ مسندی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور الزہری کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم بن شہاب ہیں۔ اور ابوادریس کا ذکر ہے، وہ عائذ اللہ الخولانی ہیں۔ اور ابوثعلبہ الخشنی کا ذکر ہے، ان کے نام میں بہت اختلاف ہے، اور اکثر کا موقف یہ ہے کہ ان کا نام جرہم ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''وزاد اللیث'' یعنی لیث بن سعد نے از یونس بن یزید از ابن شہاب زہری یہ اضافہ کیا ہے اور اس اضافہ کو امام ابونعیم نے المستخرج میں اس سند کے ساتھ وارد کیا ہے: از ابی ضمرہ از انس بن عیاض از یونس بن یزید۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وسالتہ'' یعنی ابن شہاب نے کہا: میں نے ابوادریس سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مسلمان پہلے اونٹوں کے پیشاب کو بطورِ دوا استعمال کرتے تھے۔ علامہ کرمانی نے کہا: اس سے معلوم ہوا کہ اونٹوں کے دودھ کو بھی بطورِ دوا استعمال کرنا جائز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ گدھی کے دودھ کی حرمت اس وجہ سے ہے کہ گدھی کا گوشت حرام ہے اور دودھ گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور درندوں کا پتہ اس لیے حرام ہے کہ آپ نے کچلیوں والے درندوں کو مطلقاً حرام فرمایا ہے، تو جب کچلیوں والا درندہ مطلقاً حرام ہے تو اس کا پتہ بھی حرام ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: گدھیوں کے دودھ میں اختلاف دو وجہ سے ہے، ایک یہ کہ ان کے گوشت کے متعلق اختلاف ہے، آیا وہ حرام ہے یا مکروہ ہے، دوسرا یہ کہ جب مان لیا جائے کہ گدھی کا گوشت حرام ہے تو کیا ان کا دودھ حلال ہے؟ جیسا کہ آدمی کا گوشت کھانا حرام ہے اور اس کا دودھ پینا جائز ہے۔ اور درندوں کے پتہ میں بھی اختلاف ہے، آیا درندوں کا پتا حرام ہے یا مکروہ ہے؟ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۳۔۴۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پتہ کے متعلق ابن شہاب نے کہا کہ مجھے ابوادریس نے خبر دی ہے اور اس کو میں نے اپنے علماء سے نہیں سنا، پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کے پتہ سے منع فرمایا ہے تو اس کے کھانے میں کوئی خیر نہیں ہے اور اس اضافہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زہری اس حدیث کی صحت میں توقف کرتے تھے، کیونکہ انہوں نے اس کو بالکل نہیں پہچانا جیسا کہ اکثر علماء حجاز کا طریقہ ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: زہری نے درندوں کے پتہ کے ممنوع ہونے پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے اور اسی کی مثل گدھیوں کے دودھ میں بھی لازم ہوگی اور وہ اس اضافہ سے غافل ہو گئے جو ابو ضمرہ کی روایت میں ہے اور گدھیوں کے دودھ میں اختلاف ہے اور جمہور کے نزدیک گدھیوں کا دودھ حرام ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک ایک قول کے مطابق گدھیوں کا دودھ پینا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۴۹، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۸۱، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ گدھی کے گوشت کا حرام ہونا اس کو مستلزم ہے کہ اس کا دودھ بھی حرام ہو، تو میں کہوں گا: بعض صورتوں میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ آدمی کا گوشت کھانا حرام ہے اور اس کا دودھ پینا جائز ہے۔ اور حق یہ ہے کہ آدمی کے دودھ کی طہارت اس کے

Marfat.com

شرف کی بناء پر ہے۔اور رہا زہری کا توقف کرنا تو وہ اس وجہ سے ہے کہ گدھی کے گوشت کی حرمت کی علت میں علماء کا اختلاف ہے، کیونکہ ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ گدھوں کے گوشت کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ وہ بوجھ اٹھانے والے جانور ہیں۔اگر ان کا گوشت کھانا جائز ہو تو سب گدھوں کو کھالیا جائے گا، پھر بوجھ اٹھانے کے لیے کوئی جانور نہیں رہے گا، تو گدھوں کے گوشت کی حرمت اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں ہے۔علامہ کورانی کا مطلب یہ ہے کہ گدھی کے گوشت کے حرام ہونے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا دودھ بھی حرام ہو۔(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۵ ص ۳۰۹، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۹ھ)

۵۸۔ بَابٌ: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي الْإِنَاءِ جب برتن میں مکھی گر جائے تو کیا کیا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب برتن میں مکھی گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ ابو ہلال العسکری نے کہا کہ ذباب واحد ہے اور اس کی جمع ذِبان ہے جیسے غربان ہے۔

کہا گیا ہے: مکھی کو ذباب اس کی بکثرت حرکت اور اضطراب کی وجہ سے کہا جاتا ہے، امام ابو یعلی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکھی کی عمر چالیس راتیں ہوتی ہے۔اور مکھیاں تمام دوزخ میں جائیں گی سوائے شہد کی مکھی کے۔اور الجاحظ نے کہا: مکھیوں کا دوزخ میں جانا ان کو عذاب دینے کے لیے نہیں ہوگا بلکہ دوزخیوں کو عذاب دینے کے لیے ہوگا۔اور افلاطون نے کہا: مکھی سب چیزوں سے زیادہ حریص ہوتی ہے حتیٰ کہ یہ اپنے آپ کو اس چیز میں بھی گرا دیتی ہے جس میں گرنے سے اس کی ہلاکت ہوتی ہے اور یہ گندگی سے پیدا ہوتی ہے۔اور مکھی کی آنکھ کی پلکیں نہیں ہوتیں کیونکہ اس کی آنکھ بہت چھوٹی ہوتی ہے اور پلکیں آنکھوں کی حفاظت کرتی ہیں تو مکھی اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہے، پس یہ مستقل اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتی رہتی ہے۔اور اس کی تخلیق کی ادنیٰ حکمت یہ ہے کہ مکھی سے جابروں کو اذیت پہنچائی جاتی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ مَوْلَى بَنِي تَيْمٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ مَوْلَى بَنِي زُرَيْقٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ شِفَاءً وَفِي الْآخَرِ دَاءً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عتبہ بن مسلم جو بنو تیم کے آزاد شدہ غلام ہیں از عبید بن حنین جو بنو زریق کے آزاد شدہ غلام ہیں از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے برتن میں مکھی گر جائے تو پوری مکھی کو ڈبو دو اور پھر اس کو نکال کر پھینک دو، کیونکہ اس کے دو پروں میں سے ایک میں شفاء ہے اور دوسرے پر میں بیماری ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۲۰، ۵۷۸۲، سنن ابوداؤد: ۳۸۴۴، سنن ابن ماجہ: ۳۵۰۵، مسند احمد: ۸۹۱۸، سنن دارمی: ۳۰۳۸)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۷۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں یہ متعین نہیں کیا کہ اس کے کون سے پر میں شفاء ہے؟ اور بعض علماء سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے غور کیا کہ وہ اپنے الٹے پر کو بچاتی ہے، تو معلوم ہوا کہ اس کے سیدھے پر میں شفاء ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے، یعنی اس کے ایک پر میں زہر ہے اور اس کی وضاحت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ زہر کو مقدم کرتی ہے اور شفاء کو موخر کرتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث کا وہی انکار کرے گا جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے نورِ معرفت نہ عطا کیا ہو۔ جیسے سانپ ہے، اس کا زہر قاتل ہے اور اس کے گوشت میں تریاق اکبر ہے، پس اس کا لعاب بیماری ہے اور اس کا گوشت شفاء ہے۔ اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو ثابت کرنے کے لیے نظائر کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اہل طب کے اقوال صرف تجربہ سے حاصل ہوتے ہیں اور تجربہ میں خطرہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علاج کے متعلق صدرالشریعہ علامہ امجد علی کی تحقیق

صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ تحریر فرماتے ہیں:

حدیث ۱: صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر اس کے لیے شفاء بھی اتاری''۔ (صحیح البخاری، کتاب الطب، باب ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء، الحدیث: ۵۶۷۸، ج ۴ ص ۱۶)

حدیث ۲: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بیماری کے لیے دوا ہے، جب بیمار کو دوا پہنچ جائے گی، اللہ (عزوجل) کے حکم سے اچھا ہو جائے گا''۔

(صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لکل داء دواء... الخ الحدیث: ۶۹۔ (۲۲۰۴) ص ۱۲۱۰)

حدیث ۳: امام احمد و ترمذی و ابوداؤد نے اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم دوا کریں؟ فرمایا: ''ہاں اے اللہ (عزوجل) کے بندو! دوا کرو، کیونکہ اللہ (عزوجل) نے بیماری نہیں رکھی مگر اس کے لیے شفاء بھی رکھی ہے، سوا ایک بیماری کے وہ بڑھاپا ہے''۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب الرجل یتداوی، الحدیث: ۳۸۵۵، ج ۴ ص ۵، سنن ترمذی: الحدیث: ۲۰۴۵، ج ۴ ص ۴)

حدیث ۴: ابوداؤد نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیماری اور دوا دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اتارا، اس نے ہر بیماری کے لیے دوا مقرر کی، پس تم دوا کرو مگر حرام سے دوامت کرو''۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الادویۃ المکروہۃ، الحدیث: ۳۸۷۴، ج ۴ ص ۱۰)

حدیث ۵: ابوداؤد نے ام منذر بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت علی رضی اللہ عنہ کے میرے یہاں تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نقاہت تھی یعنی بیماری سے ابھی اچھے ہوئے تھے، مکان میں کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے، حضور

(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان میں سے کھجوریں تناول فرمائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھانا چاہا، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ تم نقیہ (یعنی بیماری کی وجہ سے کمزور) ہو۔ کہتی ہیں کہ جو اور چقندر پکا کر حاضر لائی، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اس میں سے لو کہ یہ تمہارے لیے نافع ہے''۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مریض کو پرہیز کرنا چاہیے، جو چیزیں اس کے لیے مضر (نقصان دہ) ہیں، ان سے بچنا چاہیے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الحمیۃ، الحدیث: ۳۸۵۶، ج ۴ ص ۵)

حدیث ۶: امام احمد و ترمذی و ابوداؤد نے عمران بن حُصین اور ابن ماجہ نے بریدہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جھاڑ پھونک نہیں مگر نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹنے سے'' یعنی ان دونوں میں زیادہ مفید ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرخصۃ فی ذالک، الحدیث: ۲۰۶۴، ج ۴ ص ۱۲)

حدیث ۷: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اولادِ جعفر کو جلد نظر لگ جایا کرتی ہے، کیا جھاڑ پھونک کراؤں؟ فرمایا: ''ہاں کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جانے والی ہوتی تو نظر بد سبقت لے جاتی''۔ (سنن الترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرقیۃ من العین، الحدیث: ۲۰۶۶، ج ۴ ص ۱۳)

حدیث ۸: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد سے جھاڑ پھونک کرانے کا حکم فرمایا ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ من العین، الحدیث: ۵۷۳۸، ج ۴ ص ۳۱)

حدیث ۹: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے گھر میں ایک لڑکی تھی جس کے چہرہ میں زردی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے جھاڑ پھونک کراؤ، کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ من العین، الحدیث: ۵۷۳۹، ج ۴ ص ۳۱)

حدیث ۱۰: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی، کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا۔ عمرو بن حزم کے گھر والوں نے حاضر ہو کر یہ کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جھاڑنے کو منع فرمایا اور ہمارے پاس بچھو کا جھاڑ ہے، اور اس کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش کیا۔ ارشاد فرمایا: ''اس میں کچھ حرج نہیں، جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے، نفع پہنچائے۔''
(صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین، الحدیث: ۶۳، (۲۱۹۹) ص ۱۲۰۷)

حدیث ۱۱: صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عدویٰ نہیں، یعنی مرض لگنا اور متعدی ہونا نہیں ہے اور نہ بدفالی ہے اور نہ ہامہ (ہامہ سے مراد الو ہے، زمانہ جاہلیت میں عرب اس کے متعلق مختلف قسم کے خیالات رکھتے تھے، اور اب بھی لوگ اس کو منحوس سمجھتے ہیں، جو کچھ بھی حدیث نے اس کے متعلق یہ ہدایت کی ہے کہ اس کا اعتبار نہ کیا جائے) ہے، نہ صَفَر (ماہِ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں، حدیث میں فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں) اور مجذوم سے بھاگو، جیسے شیر سے بھاگتے ہو''۔

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الجذام، الحدیث: ۵۷۰۷، ج ۴ ص ۲۴)

دوسری روایت میں ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی کیا وجہ ہے کہ ریگستان میں اونٹ ہرن کی طرح (صاف ستھرا) ہوتا ہے اور خارشی اونٹ (یعنی وہ اونٹ جس کو خارش ہو) جب اس کے ساتھ مل جاتا ہے تو اسے بھی خارشی کر دیتا ہے؟ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''پہلے کو کس نے مرض لگا دیا'' یعنی جس طرح پہلا اونٹ خارشی ہو گیا دوسرا بھی ہو گیا۔ (صحیح البخاری،

Marfat.com

کتاب الطب، باب لاصفر، الحدیث: ۵۷۱۷، ج ۴ ص ۲۶)

مرض کا متعدی ہونا (یعنی ایک کا مرض دوسرے کو لگنا) غلط ہے اور مجذوم سے بھاگنے کا حکم سد ذرائع (یعنی ذرائع روکنے) کے قبیل سے ہے، کہ اگر اس سے میل جول میں دوسرے کو جذام پیدا ہو جائے تو یہ خیال ہوگا کہ میل جول سے پیدا ہوا، اس خیالِ فاسد (یعنی برے خیال) سے بچنے کے لیے یہ حکم ہوا کہ اس سے علیحدہ رہو۔

حدیث ۱۲: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بدفالی کوئی چیز نہیں اور فال اچھی چیز ہے۔ لوگوں نے عرض کی: فال کیا چیز ہے؟ فرمایا: ''اچھا کلمہ جو کسی سے سنے'' یعنی کہیں جاتے وقت یا کسی کام کا ارادہ کرتے وقت کسی کی زبان سے اگر اچھا کلمہ نکل گیا، یہ فال حسن ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الطیرۃ، الحدیث: ۵۷۵۴، ج ۴ ص ۳۶)

حدیث ۱۳: ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طیرہ (بدفالی) شرک ہے، اس کو تین مرتبہ فرمایا (یعنی مشرکین کا طریقہ ہے) جو کوئی ہم میں سے ہو یعنی مسلمان ہو، وہ اللہ (عزوجل) پر توکل کر کے چلا جائے''۔ (سنن ابوداود، کتاب الطب، باب فی الطیرہ، الحدیث: ۳۹۱۰، ج ۴ ص ۲۳)

حدیث ۱۴: ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کے لیے نکلتے تو یہ بات حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پسند تھی کہ یا راشد، یا نجیح سنیں'' یعنی اس وقت اگر کوئی شخص ان ناموں کے ساتھ کسی کو پکارتا یہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اچھا معلوم ہوتا کہ یہ کامیابی اور فلاح کی فال نیک ہے۔ (سنن ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی الطیرہ، الحدیث: ۱۶۲۲، ج ۳ ص ۲۸۸)

حدیث ۱۵: ابوداؤد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی (بدفالی) نہیں لیتے، جب کسی عامل کو بھیجتے اس کا نام دریافت کرتے، اگر اس کا نام پسند ہوتا تو خوش ہوتے اور خوشی کے آثار چہرہ میں ظاہر ہوتے اور اگر اس کا نام ناپسند ہوتا تو اس کے آثار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ میں دکھائی دیتے اور جب کسی بستی میں جاتے اس کا نام پوچھتے، اگر اس کا نام پسند ہوتا تو خوش ہوتے اور خوشی کے آثار چہرہ میں دکھائی دیتے اور ناپسند ہوتا تو کراہیت کے آثار چہرہ میں دکھائی دیتے۔

(سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الطیرہ، الحدیث: ۳۹۲۰، ج ۴ ص ۲۵)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ناموں سے آپ بدشگونی لیتے بلکہ اچھے نام حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پسند تھے اور برے نام ناپسند تھے۔

حدیث ۱۶: ابوداؤد نے عروہ بن عامر سے مرسلاً روایت کی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدشگونی کا ذکر ہوا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: فال اچھی چیز ہے اور براشگون کسی مسلم کو واپس نہ کرے یعنی کہیں جارہا تھا اور براشگون ہوا تو واپس نہ آئے، چلا جائے جب کوئی شخص ایسی چیز دیکھے جو ناپسند ہے یعنی براشگون پائے تو یہ کہے ''اللھم لا یاتی بالحسنات الا انت ولا یدفع السیات الا انت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ''۔ (سنن ابوداود، کتاب الطب، باب فی الطیرہ، الحدیث: ۳۹۱۹، ج ۴ ص ۲۵)

حدیث ۱۷: صحیح بخاری و مسلم میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب سنو کہ فلاں جگہ طاعون ہے، تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں ہو جائے جہاں تم ہو تو وہاں سے نہ نکلو''۔

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب مایذکر فی الطاعون، الحدیث: ۵۷۲۸، ج ۴ ص ۲۸)

Marfat.com

حدیث ۱۸: صحیح مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''طاعون عذاب کی نشانی ہے، اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو اس میں مبتلا کیا، جب سنو کہ کہیں ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں ہو جائے جہاں تم ہو تو بھاگو مت''۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ...، الحدیث: ۹۳۔(۲۲۱۸) ص ۱۲۱۵)

حدیث ۱۹: امام احمد و بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''طاعون عذاب تھا، اللہ تعالٰی جس پر چاہتا ہے اس کو بھیجتا ہے۔ اس کو اللہ (عزوجل) نے مومنین کے لیے رحمت بنا دیا۔ جہاں طاعون واقع ہو اور اس شہر میں جو صبر کر کے اور طلب ثواب کے لیے ٹھہرا رہے اور یہ یقین رکھے کہ وہی ہوگا جو اللہ (عزوجل) نے لکھ دیا ہے، اس کے لیے شہید کا ثواب ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب القدر، الحدیث: ۶۶۱۹، ج ۴ ص ۲۸۷)

حدیث ۲۰: امام بخاری و مسلم و احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''طاعون ہر مسلم کے لیے شہادت ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الطب، باب مایذکر فی الطاعون، الحدیث: ۵۷۳۲، ج ۴ ص ۳۰)

علاج کے متعلق مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: دوا علاج کرنا جائز ہے جب کہ یہ اعتقاد (عقیدہ، یقین) ہو کہ شافی (صحت یا شفا دینے والا) اللہ (عزوجل) ہے، اس نے دوا کو ازالہ مرض (یعنی مرض کو دور کرنے کے لیے) سبب بنا دیا ہے اور اگر دوا ہی کو شفا دینے والا سمجھتا ہو تو نا جائز ہے۔

(الفتاوی الہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن عشر فی التداوی، ج ۵ ص ۳۵۴)

مسئلہ ۲: انسان کے کسی جز کو دوا کے طور پر استعمال کرنا حرام ہے۔ خنزیر کے بال یا ہڈی یا کسی جز کو دواء استعمال کرنا حرام ہے۔ دوسرے جانوروں کی ہڈیاں دوا میں استعمال کی جا سکتی ہیں بشرطیکہ ذبیحہ کی ہڈیاں ہوں یا خشک ہوں کہ اس میں رطوبت باقی نہ ہو۔ ہڈیاں اگر ایسی دوا میں ڈالی گئی ہوں جو کھائی جائے گی تو یہ ضروری ہے کہ ایسے جانور کی ہڈی ہو جس کا کھانا حلال ہے اور ذبح بھی کر دیا ہو، مردار کی ہڈی کھانے میں استعمال نہیں کی جا سکتی۔ (الفتاوی الہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن عشر فی التداوی، ج ۵ ص ۳۵۴)

مسئلہ ۳: حرام چیزوں کو دوا کے طور پر بھی استعمال کرنا نا جائز ہے کہ حدیث میں ارشاد فرمایا: ''جو چیزیں حرام ہیں ان میں اللہ تعالٰی نے شفاء نہیں رکھی ہے''۔ (المعجم الکبیر للطبرانی الحدیث: ۷۴۹، ج ۲۳ ص ۳۲۶)

بعض کتب میں یہ مذکور ہے کہ اگر اس چیز کے متعلق یہ علم ہو کہ اسی میں شفاء ہے تو اس صورت میں وہ چیز حرام نہیں اس کا حاصل بھی وہی ہے، کیونکہ کسی چیز کی نسبت ہرگز یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے مرض زائل ہی ہو جائے گا، زیادہ سے زیادہ ظن اور گمان ہو سکتا ہے نہ کہ علم و یقین، خود علم طب کے قواعد و اصول ہی ظنی ہیں، لہٰذا یقین حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں، یہاں ویسا یقین بھی نہیں ہو سکتا جیسا بھوکے کو حرام لقمہ کھانے سے، پیاسے کو شراب پینے سے جان بچ جانے میں ہوتا ہے۔

(الدر المختار، ورد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۹ ص ۶۴۱)

انگریزی دوائیں بکثرت ایسی ہیں جن میں اسپرٹ اور شراب کی آمیزش ہوتی ہے ایسی دوائیں ہرگز استعمال نہ کی جائیں۔

مسئلہ ۴: بیماری کے متعلق طبیب نے یہ کہا کہ خون کا غلبہ ہے، فصد وغیرہ کے ذریعہ سے خون نکالا جائے۔ مریض نے ایسا نہ کیا اور مر گیا تو اس علاج کے نہ کرنے سے گنہگار نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ یقین نہیں ہے کہ اس علاج سے شفاء ہو ہی جائے گی۔ (الفتاوی الخانیۃ، کتاب

Marfat.com

الحظر والاباحۃ ج ۲ ص ۳۶۵)

میں کہتا ہوں: ایلو پیتھک کی گولیاں اور کیپسول ہوتے ہیں، ان میں تو الکوحل اور اسپرٹ کی آمیزش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جو ایلو پیتھک مائع دوائیں (Syrup) ہوتی ہیں ان میں بہت کم مقدار میں الکوحل شامل ہوتی ہے اور اس کا ایک چمچہ یا دو چمچہ پیا جاتا ہے جس میں زیادہ سے زیادہ ایک یا دو قطرہ الکوحل ہوتی ہے اور اس میں دوسرے کیمیائی اجزاء اور نمکیات بھی شامل ہوتے ہیں جس سے اس کا شرعی حکم بدل جاتا ہے اور کم مقدار الکوحل بھی مغلوب ہو جاتا ہے جب کہ خالص خمر میں بھی نمک ڈال دیا جائے تو وہ سرکہ ہو جاتا ہے اور اس کا پینا جائز ہے اس لیے ہماری تحقیق یہ ہے کہ ڈاکٹر کی تشخیص کردہ ایلو پیتھک ادویات کا استعمال جائز ہے۔ واضح رہے کہ ایلو پیتھک کھانے اور پینے کی ادویات میں اسپرٹ بالکل شامل نہیں ہوتی، الکوحل کی مکمل بحث کے لیے دیکھیے: شرح صحیح مسلم ج ۶۔ (سعیدی غفرلہٗ)

مسئلہ ۵: بعض امراض میں مریض کو بے ہوش کرنا پڑتا ہے، تاکہ گوشت کاٹا جاسکے یا ہڈی وغیرہ کو جوڑا جاسکے یا زخم میں ٹانکے لگائے جائیں، اس ضرورت سے دوا سے بے ہوش کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ۶: اسقاطِ حمل کے لیے دوا استعمال کرنا یا دائی سے حمل ساقط کرانا منع ہے، بچہ کی صورت بنی ہو یا نہ بنی ہو، دونوں کا ایک حکم ہے، ہاں اگر عذر ہو مثلاً عورت کے شیر خوار بچہ ہے اور باپ کے پاس اتنا نہیں کہ دایہ مقرر کرے یا دایہ دستیاب نہیں ہوتی اور حمل سے دودھ خشک ہو جائے گا اور بچہ کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے تو اس مجبوری سے حمل ساقط کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس کے اعضاء نہ بنے ہوں اور اس کی مدت ایک سو بیس دن ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۹ ص ۷۰۸، ۷۰۹)

(بہار شریعت، جلد سوم، حصہ شانزدہم ص ۵۰۰۔ ۵۰۷، مکتبۃ المدینہ، دعوتِ اسلامی ۱۴۳۲ھ)

تنبیہ: کتاب الطب میں ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے اٹھارہ تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں۔ ان میں پچاسی (۸۵) احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث تینتیس (۳۳) ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین! یہاں پر کتاب الطب ختم ہو گئی اور اب ان شاء اللہ کتاب اللباس شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٧٧- كِتَابُ اللِّبَاسِ

لباس کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی اس کتاب میں لباس کی اقسام اور احکام کو بیان کیا گیا ہے۔ لباس کا معنی ہے: جن کپڑوں کو پہنا جائے۔ علامہ ابن بطال نے اس کتاب کو ''کتاب الاستیذان'' کے بعد ذکر کیا ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

١- باب:

قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (الاعراف: ۳۲)

وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالْبَسُوا وَتَصَدَّقُوا فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا مَخِيلَةٍ۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُلْ مَا شِئْتَ وَالْبَسْ مَا شِئْتَ مَا أَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ: سَرَفٌ أَوْ مَخِيلَةٌ۔

١- باب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے نبی!) آپ کہیے: اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ کرو بغیر فضول خرچی اور تکبر کے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جو چاہے کھاؤ اور جو چاہے پہنو، جب تک کہ تم دو چیزوں سے بچتے رہو، فضول خرچی اور تکبر سے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاعراف: ۳۲ کی تفسیر

علامہ نسفی نے کہا ہے کہ یہ آیت ہر مباح چیز میں عام ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ طواف کرنے میں لباس کو کس نے حرام کیا ہے اور کس نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے جن کو مشرکین نے از خود حرام کر لیا ہے مثلاً بحیرہ وغیرہا کو۔

اور الفراء نے کہا ہے کہ عرب کے قبیلے حج کے ایام میں گوشت نہیں کھاتے تھے اور برہنہ طواف کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اسی طرح ابراہیم نخعی، سدی، زہری، قتادہ اور دوسروں سے روایت ہے کہ یہ آیت مشرکین کے طواف کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کے بعد فرمایا ہے: ''وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ'' (الاعراف: ۳۲) یعنی کھانے کی لذیذ چیزیں، اور ایک قول یہ ہے کہ رزقِ حلال کو کس نے حرام کیا۔

Marfat.com

اس آیت کے بعد امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے: کھاؤ اور پیو اور لباس پہنو اور صدقہ کرو بغیر فضول خرچی اور تکبر کے۔
یہ تعلیق فقط المستملی اور السرخسی کی روایت میں ہے، اور دوسروں نے اس تعلیق کو ذکر نہیں کیا۔ امام ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے از یزید بن ہارون، انہوں نے کہا: مجھے خبر دی ہمام نے از قتادہ از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر یہ حدیث ذکر کی۔

اسراف اور مخیلۃ کا معنی

اس حدیث میں فرمایا ہے: ''من غیر اسراف'' اس کا تعلق مجموعہ کے ساتھ ہے، یعنی کھانے پینے اور لباس پہننے کے ساتھ ہے۔ اور اسراف کا معنی ہے: کسی چیز کو اس سے زیادہ خرچ کرنا جتنا خرچ کرنا چاہیے۔
نیز اس حدیث میں فرمایا: ''ولا مخیلۃ'' اس کا معنی ہے: تکبر، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: ''الکبر من الخیلاء'' اور علامہ ابن التین نے کہا: ''المخیلۃ'' مفعلۃ کے وزن پر ہے۔ جو تکبر کرتا ہے تو اس کے متعلق کہا جاتا ہے: ''اختال''۔

حدیث مذکور کا انسان کی مصلحتوں کے لیے جامع ہونا

الموفق عبد اللطیف البغدادی نے کہا: یہ حدیث انسان کی تدبیر کے فضائل کی جامع ہے۔ اس میں نفس کی مصلحتوں کی تدبیر ہے اور دنیا اور آخرت میں جسم کی مصلحت کی تدبیر ہے، کیونکہ ہر چیز میں فضول خرچی معیشت کو ضرر پہنچاتی ہے اور یہ ہلاکت تک لے جاتی ہے اور نفس کو ضرر پہنچاتی ہے، کیونکہ وہ اکثر احوال میں جسم کے تابع ہوتا ہے اور تکبر نفس کو اس وقت ضرر پہنچاتا ہے جب انسان خوشی سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ اور آخرت میں ضرر پہنچاتا ہے، کیونکہ اس سے گناہ حاصل ہوتا ہے اور دنیا میں ضرر پہنچاتا ہے، کیونکہ تکبر کرنے سے لوگ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی شرح

اس کے بعد امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا: جو چاہے کھاؤ اور جو چاہے پہنو جب تک کہ تم دو چیزوں سے بچتے رہو، فضول خرچی سے اور تکبر سے۔
اس تعلیق کی بھی امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ اور اس کا معنی ہے: تم حلال چیزوں میں سے جو چاہو کھاؤ اور حلال کپڑوں میں سے جو چاہو پہنو، جب تک کہ تم دو خصلتوں سے تجاوز کرتے رہو۔
علامہ کرمانی نے کہا: یعنی جب تک کہ دو خصلتیں تم سے تجاوز کرتی رہیں۔ اور اخطأ کا معنی صواب سے تجاوز ہے یا ما نافیہ ہے، یعنی دو چیزیں تم کو خطا میں واقع نہ کریں اور خطا سے مراد گناہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۶۔ ۴۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ يُخْبِرُونَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع و عبد اللہ بن دینار و زید بن اسلم، یہ تینوں امام مالک کو خبر دیتے ہیں از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا: اللہ عزوجل اس مرد کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرماتا جو اپنے کپڑے کو تکبر سے لٹکاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۵، ۵۷۸۳، ۵۷۸۴، ۵۷۹۱، ۶۰۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۸۵، سنن ترمذی: ۱۷۳۰، سنن نسائی: ۵۳۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۷۱، مسند احمد: ۵۳۲۸)

صحیح البخاری: ۵۷۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے پہلے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث تھی، اس میں بھی تکبر سے اجتناب کا حکم تھا اور اس سے پہلے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا اس میں بھی یہی فرمایا تھا کہ کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو اور اسراف اور تکبر نہ کرو۔ اور اب جو حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ذکر کی ہے، اس میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو نہیں دیکھتا جو اپنے کپڑے کو تکبر سے لٹکاتا ہے، سو یہ تینوں حدیثیں اس پر متفق ہیں کہ تکبر سے کپڑے کو پہننا اور تکبر سے کپڑے کو ٹخنے سے نیچے لٹکانا منع ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''من جر ثوبہ خیلاء'' یعنی جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے لٹکایا۔ کپڑے کے عموم میں تہبند، چادر، قمیص، شلوار، جبہ اور اچکن سب داخل ہیں، یعنی ہر وہ چیز جس پر کپڑے کا اطلاق ہوتا ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ عمامہ بھی اس میں داخل ہے۔ امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے سالم بن عبداللہ سے روایت کی ہے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ نے فرمایا: کپڑے کو لٹکانا تہبند میں، قمیص میں اور عمامہ میں ہے، جس نے ان میں سے کسی چیز کو تکبر سے لٹکایا، اللہ عزوجل اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہیں کرے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں کرے گا''۔ اس سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں کرے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ متکبر کی طرف غضب سے دیکھتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''خُیَلاء'' (خاء پر پیش اور یاء پر زبر) اس کا معنی ہے: تکبر اور اترانا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تکبر پر قرآن مجید اور حدیث صحیح میں وعید

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

انسان کو تکبر نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ انسان کے تکبر کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳۷)

اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چلو بے شک تم ہرگز زمین کو نہ چیر سکو گے اور نہ پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکو گے ۝

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو ایک حقیر بوند سے پیدا کیا، جو اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا نجس ہو جاتا ہے، وہ مسکین تھا اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اس کو عزت دے کر سر بلند کیا اور وہ مغرور ہو گیا، اس نے یہ گمان کیا کہ وہ تمام مخلوقات سے افضل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو علم سے ایک قطرہ عطا کیا تو اس نے گمان کیا کہ وہ سب سے بڑا عالم ہے، حالانکہ قرآن مجید میں وہ پڑھتا ہے:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۸۵) اور تم کو جتنا علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے ۝

وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ (یوسف:۷۶) اور ہر ہر تنا ہی علم والے کے اوپر (اس سے زیادہ) علم والا ہے ۝

انسان یہ بھول گیا کہ وہ جمادات اور اجرام فلکیہ کے مقابلہ میں ایک ذرہ سے بھی کم تر ہے اور اپنے جہل اور غرور کی وجہ سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب وہ زمین پر چلے گا تو اپنے قدموں سے زمین کو پھاڑ ڈالے گا اور اپنا سر اس طرح بلند کرتا ہے گویا کہ وہ پہاڑوں سے بھی سر بلند ہے، اگر انسان اپنی ابتداء اور انتہاء پر غور کر لیتا کہ اس کی ابتداء بھی مٹی ہے اور انتہاء میں بھی وہ مٹی میں مل جائے گا تو وہ اپنے کپڑوں کو نہ گھسیٹتا اور اپنے قد سے بڑے بڑے کپڑے نہ سلواتا۔ (فتح المنعم ج ۸ ص ۳۳۹، دار الشروق، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، ایک مرد نے کہا: بے شک مرد یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کی جوتی اچھی ہو، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے، تکبر حق (بات) کا انکار کرنا ہے اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۱، سنن ابوداؤد: ۴۰۵۱، ۲۰۰۵، سنن ابن ماجہ: ۴۱۷۱)

کپڑے کو لٹکانے کی ممانعت کی تفصیل از مصنف

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں کپڑے کو لٹکانے کی جو ممانعت ہے، وہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنے پر محمول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند نصف پنڈلیوں تک ہوتا تھا، تو افضل تو یہی ہے کہ سنت کے مطابق نصف پنڈلیوں تک تہبند یا شلوار یا پاجامہ کو رکھا جائے، تاہم ٹخنوں سے اوپر تک رکھنے کی رخصت ہے۔ اگر اتفاقاً کسی کا ازار یا کسی کی شلوار ٹخنوں سے نیچی ہو تو اس میں حرج نہیں ہے اور زینت کے قصد سے ٹخنوں سے نیچی رکھی جائے تو وہ مکروہ تنزیہی ہے اور تکبر کی نیت سے ٹخنوں سے نیچی رکھی جائے تو وہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر تہبند یا شلوار اتنی نیچی ہو کہ چلنے میں کپڑے کو گھسیٹ کر چلے تو یہ ہر حال میں مکروہ تحریمی ہے تکبر کی نیت ہو یا نہ ہو، کیونکہ اس میں اسراف ہے اور بغیر کسی صحیح وجہ کے کپڑے کو لمبا رکھنا ہے۔

۲- بَابُ: مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءَ جس نے اپنے تہبند کو بغیر تکبر کے لٹکایا یا گھسیٹا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے تہبند کو تکبر کی نیت کے بغیر کھینچا اس کا کیا حکم ہے؟ سو اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ کوئی کراہت ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے دفع ضرر کے لیے تہبند کو نیچے لٹکایا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً اس کے ٹخنوں کے نیچے زخم ہو یا خارش ہو یا اس طرح کی اور کوئی چیز ہو تو اگر وہ ٹخنوں سے نیچے کپڑے کو نہیں لٹکائے گا تو حشرات الارض اور مکھیاں وغیرہ اس کے زخم کے اوپر بیٹھیں گی اور اسے تکلیف ہوگی اور تہبند یا چادر یا لمبی قمیص کے علاوہ اسے اور کوئی چیز زخم کو ڈھانپنے

کے لیے نہ ملے اور یہ ایسا ہے جیسے علاج کے لیے شرم گاہ کو کھولنا جائز ہے۔اور اس کے علاوہ جو رخصت کے اسباب مبیحہ ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر تکبر نہ ہو اور پھر بھی بغیر ضرورت کے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے تو یہ مکروہ ہے، حرام نہیں ہے۔
اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح کی ہے کہ تکبر کی نیت سے اور بغیر تکبر کے کپڑا لٹکانے میں فرق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۷۔۴۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَحَدَ شِقَّيْ إِزَارِي يَسْتَرْخِي إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذَلِكَ مِنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَسْتَ مِمَّنْ يَصْنَعُهُ خُيَلَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے تکبر سے اپنے کپڑے کو گھسیٹا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بے شک میرے تہبند کی دو شقوں میں سے ایک شق لٹک جاتی ہے، سوا اس کے کہ میں خصوصیت سے اس کی حفاظت کروں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو ایسا تکبر کی نیت سے کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۵، ۵۷۸۳، ۵۷۸۴، ۵۷۹۱، ۶۰۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۸۵، سنن ترمذی: ۱۷۳۰، سنن نسائی: ۵۳۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۷۱، مسند احمد: ۵۳۲۸)

صحیح البخاری: ۵۷۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس نے اپنے کپڑے کو بغیر تکبر کی نیت کے لٹکایا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے تہبند کا ایک حصہ لٹک جاتا ہے، سوا اس کے کہ میں اس کا خصوصیت سے خیال رکھوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر سے ایسا کرتے ہیں۔اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن یونس کا ذکر ہے، وہ احمد بن عبد اللہ بن یونس الیربوعی الکوفی ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔
اور اس حدیث کی سند میں زُہیر کا ذکر ہے، زُہیر، زہر کی تصغیر ہے، یہ ابن معاویہ ابوخیثمہ ہیں۔اور سالم کا ذکر ہے، وہ ابن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان احد شقی ازاری یسترخی'' یعنی میرے تہبند کا ایک حصہ لٹک جاتا ہے، چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت دبلے اور کمزور تھے، اس لیے ایک جانب سے ان کا تہبند لٹک جاتا تھا سوا اس کے کہ وہ اس کا خصوصیت سے خیال رکھیں، پھر بھی غفلت سے وہ تہبند نیچے لٹک جاتا تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر سے ایسا کرتے ہیں''۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس کا تہبند اس کے قصد کے بغیر لٹک جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ ہر حال میں تہبند کے لٹکانے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خود اس باب کی حدیث کی روایت کی ہے، لہٰذا ان پر اس کا حکم مخفی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٥٧٨٥۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضي الله عنه قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ وَنَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ يَجُرُّ ثَوْبَهُ مُسْتَعْجِلًا حَتَّى أَتَى الْمَسْجِدَ وَثَابَ النَّاسُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَجُلِّيَ عَنْهَا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا وَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ حَتَّى يَكْشِفَهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی عبد الاعلیٰ نے از یونس از الحسن از حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ سورج کو گہن لگ گیا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت بیٹھے ہوئے تھے، آپ جلدی سے کھڑے ہوئے اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے حتیٰ کہ مسجد میں آئے، اور لوگ بھی جلدی آ گئے۔ پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی، پس سورج کا گہن کھل گیا، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، پس جب تم ان میں سے کوئی چیز دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو حتیٰ کہ سورج کا گہن کھل جائے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۰، ۱۰۴۸، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۵۷۸۵، سنن نسائی: ۱۵۰۲، مسند احمد: ۱۹۸۷۷)

صحیح البخاری: ۵۷۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس نے بغیر تکبر کے اپنے تہبند کو گھسیٹا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے کھڑے ہوئے اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے۔ اور ظاہر ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چادر کو گھسیٹنا بغیر تکبر کے تھا۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام بخاری نے ان کے نام کے ساتھ کوئی نسبت نہیں لکھی۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: وہ محمد بن یوسف البخاری البیکندی ہیں، کیونکہ وہ عبدالاعلیٰ سے روایت کرتے ہیں اور یہاں بھی محمد نے عبد الاعلیٰ سے روایت کی ہے۔ اور اسماعیلی نے روایت کی ہے از محمد بن المثنی از عبدالاعلیٰ۔ پس ہو سکتا ہے کہ مثنیٰ ان کے باپ ہوں اور عبدالاعلیٰ سے مراد ابن عبدالاعلیٰ السامی البصری ہوں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، وہ ابن عبید البصری ہیں۔ اور حسن کا ذکر ہے، وہ حسن بصری ہیں۔ اور ابو بکرہ کا ذکر ہے، ان کا نام نفیع بن الحارث الثقفی ہے۔

یہ حدیث ابواب الکسوف کی ابتداء میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مکمل شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مستعجلا" یعنی آپ جلدی سے کھڑے ہوئے، اس میں یہ دلیل ہے کہ تہبند کا گھسیٹنا جب تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وثاب الناس" یعنی لوگ مسجد کی طرف لوٹے جب کہ پہلے مسجد سے نکل گئے تھے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فجلی" یعنی سورج منکشف ہو گیا اور کھل گیا، یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج کو کھول دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابُ: التَّشْمِيرِ فِي الثِّيَابِ — کپڑے کو اوپر اٹھانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کپڑے کو اوپر اٹھانا جائز ہے اور اس حدیث کے عنوان میں "التشمیر فی الثیاب" لکھا ہے یعنی کپڑے کو اوپر اٹھانا، اور مراد یہ ہے کہ تہبند کو اوپر اٹھانا، یعنی کپڑے کے نچلے حصہ کو اوپر اٹھانا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۶۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ أَخْبَرَنَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ فَرَأَيْتُ بِلَالًا جَاءَ بِعَنَزَةٍ فَرَكَزَهَا ثُمَّ أَقَامَ الصَّلَاةَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ فِي حُلَّةٍ مُشَمِّرًا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ إِلَى الْعَنَزَةِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ وَرَاءِ الْعَنَزَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شمیل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن ابی زائدہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عون بن ابی جحیفہ نے خبر دی از والد خود حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا، وہ نیزہ لے کر آئے اور اس کو گاڑ دیا، پھر نماز کی اقامت کہی، پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حلہ اوپر اٹھائے ہوئے نکلے، پس آپ

Marfat.com

نے نیزہ کی طرف دو رکعتیں پڑھیں اور میں نے دیکھا کہ لوگ اور سواریاں آپ کے آگے سے گزر رہی تھیں نیزہ کے پیچھے سے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷، ۳۷۶، ۴۹۵، ۴۹۹، ۵۰۱، ۶۳۳، ۶۳۴، ۳۵۵۳، ۳۵۶۶، ۵۷۸۶، ۵۸۵۹، صحیح مسلم: ۵۰۳، سنن نسائی: ۴۷۰، سنن ابو داؤد: ۶۸۸، مسند احمد: ۱۸۲۶۸، سنن داری: ۱۴۰۹)

صحیح البخاری: ۵۷۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "کپڑے کو اوپر اٹھانا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حُلّہ کو اوپر اٹھائے ہوئے نکلے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا: یہ یا تو ابراہیم ہیں یا ابن منصور ہیں۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ابن ابراہیم وہ ابن راہویہ ہیں اور ابن منصور، وہ ابراہیم بن منصور بن کوثر المروزی ہیں۔
بعض شارحین نے کہا: وہ ابن راہویہ ہیں۔ اور ابونعیم نے المستخرج میں اس پر بہت وثوق کیا۔ میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ یہ ابن راہویہ ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شمیل، یہ شمل کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن ابی زائدہ، اور یہ زکریا بن ابی زائدہ الہمدانی الکوفی کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو جحیفہ کا ذکر ہے، ان کا نام عبد اللہ بن سوائی ہے، یہ صغار صحابہ میں سے ہیں، کہا گیا ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی، اس وقت تک یہ بالغ نہیں ہوئے تھے اور یہ کوفہ میں رہے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں اس باب "سترۃ الامام سترۃ لمن خلفه" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں "عنزۃ" کا ذکر ہے، عنزۃ کا معنی ہے: "نیزہ" اور یہ عصا سے لمبا ہوتا ہے اور اس کے پچھلے سرے میں لوہا لگا ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "حُلّة" حُلّة کا معنی ہے: ازار اور تہبند، اور کوئی چیز حلہ نہیں ہوتی جب تک کہ وہ دو کپڑے نہ ہوں، اور اس کی جمع حُلل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں تہبند کو اوپر اٹھانا مباح ہے، اور کام کاج کے وقت اور ضرورت کے وقت بھی تہبند کو اوپر اٹھانا مباح ہے اور یہ تواضع سے ہے اور تکبر اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی نفی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۴- بَابٌ: مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ

جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو، وہ دوزخ میں ہے۔ اور حدیث میں اس طرح نہیں ہے بلکہ حدیث میں اس طرح سے ہے: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو، وہ دوزخ میں ہے اور امام بخاری نے عنوان میں صرف جز ثانی پر اقتصار کیا ہے اور اس کو مطلق رکھا ہے اور تہبند کے ساتھ مقید نہیں کیا تا کہ عموم رہے، خواہ قمیص ٹخنوں کے نیچے ہو یا تہبند ٹخنوں کے نیچے ہو یا کوئی اور کپڑا ٹخنوں کے نیچے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۷- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ۔

(سنن نسائی: ۵۳۳۱، مسند احمد: ۹۶۱۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی سعید المقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہو، وہ دوزخ میں ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں کے نیچے ہے وہ دوزخ میں ہوگا تو کپڑے کا کیا گناہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کپڑے سے مراد کپڑا پہننے والا ہے اور کپڑے کو پہننے والے کے بدن سے کنایہ کیا ہے۔

اور اس حدیث میں یہ قید لگانا ضروری ہے کہ جس نے تکبر کی نیت سے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکایا، وہ دوزخ میں ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵- باب: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ

جس نے اپنے کپڑے کو تکبر کی وجہ سے گھسیٹا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے کپڑے کو تکبر کی وجہ سے گھسیٹا اس کا کیا حکم ہے اور اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ ''من الخیلاء'' میں مِن تعلیل اور سببیت کے لیے ہے۔

۵۷۸۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت

(صحیح مسلم: ۲۰۸۷، مسند احمد: ۸۷۷۸)

کے دن اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جس نے اپنے تہبند کو تکبر سے گھسیٹا۔

صحیح البخاری: ۵۷۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، ان کا نام ہے عبداللہ بن ذکوان۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ''الاعرج'' یہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

عورتوں کو دو بالشت تک کپڑا لٹکانے کی اجازت

اس حدیث میں مذکور ہے ''من جر ازارہ'' یعنی جس نے اپنے تہبند کو گھسیٹا۔ اس حدیث میں لفظ ''مَن'' اس وعید میں مردوں اور عورتوں دونوں کو اس فعل مخصوص پر شامل ہے، کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تھا کہ عورتیں اپنے لمبے دامن کو کس طرح کریں؟ جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا، تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: پھر عورتیں اپنے لمبے دامنوں کے ساتھ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ایک بالشت لٹکا لیں۔ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر ان کے پیر کھل جائیں گے، تو آپ نے فرمایا: ان کو ایک ذراع لٹکا لیں اور اس سے زیادہ نہ کریں۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث میں عورتوں کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے تہبند کو گھسیٹ لیں، کیونکہ یہ ان کے لیے زیادہ ستر کا سبب ہے۔

ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے کہا ہے: ظاہر یہ ہے کہ ذراع سے مراد ہاتھ کا ذراع ہے اور وہ دو بالشت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امہات المومنین کو ایک بالشت کپڑا لٹکانے کی اجازت دی، پھر انہوں نے اس میں اضافہ طلب کیا تو آپ نے ایک بالشت کا اور اضافہ کیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''بطرا'' اس کا معنی ہے: طغیانا و تکبرا، یعنی جو سرکشی اور تکبر سے کپڑے کو گھسیٹے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۸۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ مُرَجِّلٌ جُمَّتَهُ إِذْ خَسَفَ اللَّهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا انہوں نے کہا: ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(صحیح مسلم: ۲۰۸۸، مسند احمد: ۸۸۲۲، سنن دارمی: ۴۳۷)

ایک زمانہ میں ایک مرد ایسا حُلّہ پہنے ہوئے اتراتا ہوا جارہا تھا جو اس کے دل کو بہت اچھا لگ رہا تھا، اس نے اپنے بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور اپنے بالوں کے گُچھے کو سنوارا ہوا تھا، اچانک اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا، پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

صحیح البخاری: ۵۷۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص ایسا حُلّہ پہنے ہوئے اتراتا ہوا جارہا تھا جو اس کے دل کو بہت اچھا لگ رہا تھا، اور اس میں بھی تکبر سے کپڑے کو گھسیٹنے کا معنی ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ہوسکتا ہے یہ مرد اس امت سے ہو اور عنقریب بعد میں یہ واقعہ ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مرد گزشتہ امتوں میں سے ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ہو چکا ہے اس کی خبر دی ہو، ایک قول یہ ہے کہ وہ قارون تھا، اور علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس کا نام ہیزن تھا، اور علامہ الکلاباذی نے اور علامہ الجوہری نے وثوق سے کہا ہے کہ وہ قارون تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وہ مرد حُلّہ پہنے ہوئے جارہا تھا'' یعنی دو چادروں کا جوڑا پہنے ہوئے جارہا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے: ایک مرد دو چادروں کا جوڑا پہنے ہوئے جارہا تھا جو اس کو اچھی لگ رہی تھیں اور وہ اِترا رہا تھا، اچانک زمین نے اس کو دھنسا لیا، پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ اور اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا: کہ ایک زمانہ میں ایک مرد ناز و نخرے سے اپنی دو چادروں کے درمیان چل رہا تھا جو اس کے دل کو اچھی لگ رہی تھیں۔ الحدیث۔ اور حُلّہ کا معنی دو چادریں ہیں جس کو ہم نے عنقریب ذکر کیا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''مُرَجِّل'' یہ ترجیل سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: سر کے بالوں کو سنوارنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''جُمَّتَهٗ'' میم پر تشدید ہے، یہ سر کے بالوں کا مجموعہ ہے جو الوَفرة سے بڑا ہوتا ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وہ بال ہیں جو سر سے لے کر کندھے تک لٹکتے ہیں یا اس سے بھی نیچے تک لٹکتے ہیں۔ اور جو سر کے بال کانوں سے متجاوز نہ ہوں، ان کو الوَفرة کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یتجلجل'' یہ تجلجل سے ماخوذ ہے، اس کے معنی ہیں: حرکت کرنا۔ اس کا معنی ہے وہ حرکت کرتا رہے گا اور اضطراب سے نیچے کی جانب جائے گا، اور قاضی عیاض نے روایت کی ہے ''یتجلل'' اس کا معنی ہے: ڈھانپنا، یعنی زمین

Marfat.com

اس کو ڈھانپ لے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اپنے لباس پر اترانے والے کو زمین میں دھنسادیا گیا، اس پر اشکال کا جواب از مصنف

اس حدیث پر بہ ظاہر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کسی آدمی کا اپنے لباس یا اپنے جوڑے کو پسند کر کے خوش ہونا کیا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی سزا میں اس کو زمین میں دھنسادیا جائے اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور تمام مخلوق اس کی مملوک ہے، وہ اپنی مخلوق میں جو چاہے کرے، اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (الانبیاء: ۲۳) اس سے ان کاموں کا سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ کرتا ہے، اور ان سب سے باز پرس کی جائے گی O

اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کسی چھوٹے سے جرم پر بڑی سے بڑی سزا دے تو وہ مالک ہے، اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، وہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بندہ کو چاہیے کہ جب اس کو کوئی نعمت ملے اور وہ اس نعمت پر خوش ہو تو وہ اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور احسان سمجھے اور اس کا شکر ادا کرے۔ اور اگر وہ اس نعمت کو اپنا استحقاق سمجھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرے تو پھر وہ عذاب کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿۷﴾ (ابراہیم: ۷) اگر تم نے شکر کیا تو میں ضرور تم کو زیادہ (نعمت) دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو بے شک میرا عذاب ضرور سخت ہے O

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ وہ شخص کافر تھا، جیسا کہ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ وہ شخص قارون تھا تو اس کو اتنی سخت سزا دی گئی وہ اس کے کفر کی وجہ سے تھی اور اس کفر کے ساتھ ناشکری کا عذاب بھی شامل ہو گیا۔

۵۷۹۰- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ إِذْ خُسِفَ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلَّلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَابَعَهُ يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ يَرْفَعْهُ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ عَمِّهِ جَرِيْرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَلَى بَابِ دَارِهِ فَقَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ان کے والد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی زمین پر اپنی ازار کو گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا کہ وہ دھنسا دیا گیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی جائے گا، ان کی متابعت یونس نے کی از الزہری، اور شعیب نے اسے ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت نہیں کیا، امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد

Marfat.com

نے خبر دی از عمِ خود جریر بن زید، انہوں نے بیان کیا کہ میں سالم بن عبد اللہ بن عمر کے ساتھ ان کے گھر کے دروازہ پر تھا، تو انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کی مثل سنی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۸۵، ۵۷۹۰، سنن الترمذی: ۲۴۹۱، سنن نسائی: ۵۳۲۶، مسند احمد: ۵۳۱۸)

صحیح البخاری: ۵۷۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وہب بن جریر اس حدیث کی روایت کرتے ہیں اپنے والد جریر بن حازم بن زید الازدی سے از عمِ خود جریر بن زید ابی سلمہ البصری، اور امام بخاری نے ان کی صرف یہی حدیث روایت کی ہے۔

اور جریر بن زید کی روایت کی صحت پر دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنی روایت میں کہا ہے کہ میں سالم کے ساتھ ان کے گھر کے دروازہ پر تھا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، یہ اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ سالم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سن کر اس کو یاد رکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۹۱۔ حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ لَقِيتُ مُحَارِبَ بْنَ دِثَارٍ عَلَى فَرَسٍ وَهُوَ يَأْتِي مَكَانَهُ الَّذِي يَقْضِي فِيهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مَخِيلَةً لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقُلْتُ لِمُحَارِبٍ أَذَكَرَ إِزَارَهُ قَالَ مَا خَصَّ إِزَارًا وَلَا قَمِيصًا تَابَعَهُ جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَزَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِثْلَهُ وَتَابَعَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَعُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَقُدَامَةُ بْنُ مُوسَى عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں محارب بن دثار سے ملا، وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور وہ اپنے اس مکان پر جا رہے تھے جس میں وہ مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے، میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے حدیث بیان کی، پس کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہے، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹا، اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی طرف نظر (رحمت) سے نہیں دیکھے گا۔ میں نے محارب سے پوچھا: کیا انہوں نے تہبند کا ذکر کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہ انہوں نے تہبند کی تخصیص کی اور نہ قمیص کی۔ محارب بن دثار کی متابعت جبلہ بن سحیم اور زید بن اسلم اور زید بن عبد اللہ نے کی ہے از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور اللیث نے بیان کیا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسی کی مثل۔
اور نافع کی متابعت موسیٰ بن عقبہ اور عمر بن محمد اور قدامہ بن موسیٰ نے کی ہے از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۵، ۵۷۸۳، ۵۷۸۴، ۵۷۹۱، ۶۰۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۸۵، سنن ترمذی: ۱۷۳۰، سنن نسائی: ۵۳۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۷۱، مسند احمد: ۵۳۲۸)

صحیح البخاری: ۵۷۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''مخیلہ'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: تکبر اور عجب یعنی اترانا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''میں نے محارب سے پوچھا: کیا انہوں نے تہبند کا ذکر کیا تھا؟'' یہ کہنے والے شعبہ ہیں، انہوں نے محارب بن دثار سے سوال کیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی حدیث میں تہبند کا ذکر کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نہ تہبند کی تخصیص کی تھی اور نہ قمیص کی، خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے کپڑے کا ذکر کیا تھا اور کپڑا تہبند اور قمیص وغیرہ سب کو شامل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦۔ بَابٌ: الْإِزَارِ الْمُهَدَّبِ

جھالر یا پھندنے والے تہبند کو پہننا

وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَحَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّهُمْ لَبِسُوا ثِيَابًا مُهَدَّبَةً۔

زہری، ابوبکر بن محمد، حمزہ بن ابی اسید اور معاویہ بن عبداللہ بن جعفر سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے جھالر والے یا پھندنے والے تہبند کو پہنا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی تہبند کا پھندنا یا جھالر ہو، اس کو پہننے کا کیا حکم ہے؟ اور مُهدب کا معنی ہے: ایسا ازار جس کی جھالر ہو یا پھندنا ہو، اور یہ عموماً تزیین کے لیے کیا جاتا ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ کپڑے کی طرف میں جو دھاگے نکلے ہوئے ہوتے ہیں، اس کو جھالر کہتے ہیں۔

اس باب کی تعلیق کی شرح

اس تعلیق میں الزہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری ہیں۔ اور ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری کا ذکر ہے، یہ مدینہ کے قاضی ہیں۔ اور حمزہ بن ابی اُسید کا ذکر ہے، یہ الانصاری الساعدی ہیں۔ اور معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کا ذکر ہے، یہ ابن ابی

Marfat.com

طالب المدنی التابعی ہیں۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چادر پہن کر اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے اور اس چادر کا پلو آپ کے قدموں پر تھا، اور اس حدیث میں ہے کہ تم اپنے آپ کو چادر کے لٹکانے سے بچاؤ، کیونکہ چادر کا لٹکانا تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضي الله عنها زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ جَاءَتْ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَنَا جَالِسَةٌ وَعِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ تَحْتَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَإِنَّهُ وَاللهِ مَا مَعَهُ يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا مِثْلُ هَذِهِ الْهُدْبَةِ وَأَخَذَتْ هُدْبَةً مِنْ جِلْبَابِهَا فَسَمِعَ خَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ قَوْلَهَا وَهُوَ بِالْبَابِ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ قَالَتْ فَقَالَ خَالِدٌ يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَنْهَى هَذِهِ عَمَّا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَا وَاللهِ مَا يَزِيدُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى التَّبَسُّمِ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ لَا حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ فَصَارَ سُنَّةً بَعْدُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے بتایا کہ حضرت رفاعہ القرظی کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور میں بیٹھی ہوئی تھی اور آپ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، اس عورت نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں رفاعہ کے نکاح میں تھی، انہوں نے مجھے طلاق دے دی اور مغلظ طلاق دے دی، پھر میں نے ان کے بعد عبدالرحمٰن بن الزبیر سے نکاح کرلیا اور بے شک اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کے ساتھ تو اتنا ہے جتنا یہ پھندنا ہے اور انہوں نے اپنی چادر سے پلو (یا پھندنا) بنایا، حضرت خالد بن سعید دروازہ پر تھے، انہوں نے اس عورت کی بات سنی، انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: پس خالد نے کہا: اے ابوبکر! کیا آپ اس عورت کو نہیں روکتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے ایسی باتیں کررہی ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا اور اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبسم زیادہ ہورہا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا: شاید تم رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہو؟ نہیں! حتیٰ کہ وہ (عبدالرحمٰن بن الزبیر) تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لے اور تم تھوڑا سا اس کا شہد چکھ لو۔ پھر اس کے بعد یہ سنت ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۲۶۳۹، ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۵، ۵۳۱۷، ۵۷۹۲، ۵۸۲۵، ۶۰۸۴، صحیح مسلم: ۱۴۳۳، سنن ترمذی: ۱۱۱۸، سنن نسائی: ۳۲۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۲، مسند احمد: ۲۳۵۷۸، سنن دارمی: ۲۲۶۷)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۷۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جھالر یا پھندنے والا تہبند'' اور اس حدیث میں ذکر ہے: اس عورت نے بتایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر کے پاس تو بس اتنا ہے جتنا یہ پھندنا ہے۔

یہ حدیث کتاب الطلاق میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا'' یعنی تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم رفاعہ کے پاس واپس جاؤ حتیٰ کہ عبدالرحمٰن تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لیں اور تھوڑا سا شہد چکھنے سے بطورِ کنایہ جماع کی لذت مراد ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر بعد میں یہ سنت ہو گیا'' یہ زہری کا قول ہے، یعنی بعد میں یہ طریقہ مقرر ہو گیا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں، وہ پہلے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ دوسرا خاوند اس کے ساتھ جماع نہ کر لے۔

(عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۴۴۵۔۴۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۷۔ بَابُ: الْأَرْدِيَةِ
چادروں کا بیان

وَقَالَ أَنَسٌ جَبَذَ أَعْرَابِيٌّ رِدَاءَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کھینچی۔

اس باب میں ''اردیۃ'' کا ذکر ہے، اردیۃ، رداء کی جمع ہے اور رداء کا معنی ہے چادر، جو کندھے پر رکھی جاتی ہے یا جو کپڑا دو کندھوں کے درمیان رکھا جاتا ہے خواہ کسی طریقہ سے رکھا جائے۔

علامہ عینی نے اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھا ہے: یہ تعلیق ایک حدیث کی طرف ہے جس کی امام بخاری نے ''باب البرود والحبرۃ'' میں روایت کی ہے اور یہ حدیث نو ابواب کے بعد آئے گی۔ اس تعلیق میں ''جَبَذَ'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: کھینچا۔

(عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۴۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۵۷۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا علیہ السلام قَالَ فَدَعَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِرِدَائِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنُوا لَهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے خبر دی کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی، پھر آپ پیدل جا رہے تھے اور میں اور زید بن حارثہ

آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، حتیٰ کہ وہ گھر آ گیا جس میں
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے، پس آپ نے اجازت طلب کی تو انہوں نے
آپ کو اجازت دے دی۔

(صحیح البخاری: ۲۰۸۹، ۲۳۷۵، ۳۰۹۱، ۴۰۰۳، ۵۷۹۳ صحیح مسلم: ۱۹۷۹، سنن ابوداؤد: ۲۹۸۶، مسند احمد: ۱۲۰۴)

صحیح البخاری: ۵۷۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''چادریں'' اور اس حدیث میں مذکور ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان کا لقب ہے۔ اور اس میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، یہ ابن زید ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

یہ حدیث پوری تفصیل سے ''باب فرض الخمس'' میں گذر چکی ہے، اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کو ایک جوان اونٹنی ملی تھی اور ایک جوان اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کو عطا فرمادی تھی، ان کا منصوبہ تھا کہ ان دو اونٹنیوں پر اذخر گھاس کو لاد کر فروخت کریں گے اور اس کی آمدنی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنا ولیمہ کریں گے، اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شراب کے نشہ میں تھے اور اسی نشہ میں انہوں نے ان اونٹنیوں کو مار کے ان کی کلیجیاں نکال لیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا کے پاس بات کرنے گئے، الحدیث۔۔۔۔

اس حدیث میں ''حمزۃ'' کا ذکر ہے، وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''فاذنوالھم'' یعنی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنے کی اجازت دے دی۔

امام بخاری کا مقصود صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اوڑھی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابُ: لُبْسِ الْقَمِيْصِ
قمیص پہننے کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى حِكَايَةً عَنْ يُوْسُفَ: اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے حضرت یوسف کا قول نقل کرتے ہوئے:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۔ (یوسف: ۹۳) "میری اس قمیص کو لے کر جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو تو ان کی آنکھیں دیکھنے لگیں گی۔

یعنی یہ باب قمیص پہننے کے بیان میں ہے، امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ قمیص پہننا کوئی نئی چیز نہیں ہے، اگر چہ عرب میں چادر اور تہبند کا رواج ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام بخاری نے اس آیتِ کریمہ کا ذکر کیا ہے، یہ اشارہ کرنے کے لیے کہ قمیص پہننا قدیم ہے۔ اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ قمیص پہننا امرِ قدیم سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۵۷۹۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيْصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ مَا هُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مُحرم کپڑوں میں سے کیا پہنے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مُحرم قمیص نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے اور ٹوپی نہ پہنے اور موزے نہ پہنے، سوا اس صورت کے کہ اس کے جوتے نہ ملیں تو موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۷۷، سنن ترمذی: ۸۳۳، سنن نسائی: ۲۶۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۴۵۲۴، موطا امام مالک: ۱۶: ۷، سنن دارمی: ۱۷۹۸)

صحیح البخاری: ۵۷۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "قمیص پہننا" اور اس حدیث میں مذکور ہے "مُحرم قمیص نہ پہنے"۔ بہر حال اس حدیث میں قمیص کا ذکر آ گیا، اس وجہ سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حماد کا ذکر ہے، یہ ابن زید ہیں اور ایوب کا ذکر ہے، یہ السختیانی ہیں۔

یہ حدیث کتاب العلم کے اندر اس باب میں گزر چکی ہے "باب من اجاب السائل باکثر مما سالہ" اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۵۷۹۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے

Marfat.com

عنهما قَالَ أَتَى النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ قَبْرَهُ فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ وَوُضِعَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ واللهُ أَعْلَمُ

خبر دی از عمرو اور انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس آئے، جب کہ اس کو قبر میں داخل کیا جاچکا تھا۔ پھر آپ کے حکم سے اس کو قبر سے نکالا گیا اور اس کو آپ کے گھٹنوں پر رکھ دیا گیا، تو آپ نے اس کے اوپر اپنا لعابِ دہن ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی۔ واللہ اعلم

(صحیح البخاری: ۱۲۷۰، ۱۳۵۰، ۳۰۰۸، ۵۷۹۵، صحیح مسلم: ۲۷۷۳، سنن نسائی: ۲۰۱۹، مسند احمد: ۱۴۵۶۸)

صحیح البخاری: ۵۷۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''قمیص پہننا'' اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو اپنی قمیص پہنائی اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد کا ذکر ہے، وہ المسندی ہیں۔ اور ابن عیینہ کا ذکر ہے، وہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور عمرو کا ذکر ہے، وہ عمرو بن دینار ہیں۔

یہ مکمل حدیث کتاب الجنائز میں اس باب ''هل يخرج الميت من القبر'' میں گزر چکی ہے۔ اور اس کی شرح وہاں ہو چکی ہے۔ اور عبداللہ بن ابی ابن سلول منافق تھا، اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ نبی ﷺ نے جو اس کو لعابِ دہن عطا کیا اور اپنی قمیص پہنائی، اس میں آپ کی کیا حکمت تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

عبداللہ بن ابی کو قمیص عطا فرمانے کی حکمتیں

میں کہتا ہوں کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ عبداللہ بن ابی کا بیٹا حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی خالص مسلمان تھا اور وہ معزز صحابی تھے اور انہوں نے نبی ﷺ سے اپنے باپ کے لیے یہ سوال کیا تھا کہ آپ اپنی قمیص عطا فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس صحابی کی دلجوئی کے لیے قمیص عطا فرمائی، یا اس لئے کہ غزوۂ بدر میں حضرت عباس جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، قید تھے اور ان کا لمبا قد تھا، کسی کی قمیص ان پر پوری نہیں آ رہی تھی، تو عبداللہ بن ابی نے اپنی قمیص دی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے عم محترم پر اس کے احسان کا بدلہ اتارنے کے لیے اس کو قمیص عطا فرمائی۔ نیز امام ابو جعفر طبری نے روایت کی ہے کہ میری قمیص اور میرا لعابِ دہن اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتا، میں نے تو اپنا لعابِ دہن اور اپنی قمیص اس کو اس لیے عطا کی ہے تاکہ میرے اس حسنِ سلوک کو دیکھ کر اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں، سو اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

٥٧٩٦۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ فَأَعْطَاهُ قَمِيصَهُ وَقَالَ إِذَا فَرَغْتَ مِنْهُ فَآذِنَّا فَلَمَّا فَرَغَ آذَنَهُ بِهِ فَجَاءَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَجَذَبَهُ عُمَرُ فَقَالَ أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكَ اللهُ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ فَقَالَ ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَهُمْ﴾ (التوبہ:٨٠) فَنَزَلَتْ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾ (التوبہ: ٨٤) فَتَرَكَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے خبر دی نافع نے از عبد اللہ، انہوں نے کہا: جب عبد اللہ بن ابی فوت ہوگیا تو اس کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اپنی قمیص عطا کیجئے، میں قمیص میں عبد اللہ بن ابی کو کفن دوں گا اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھیے اور اس کے لیے استغفار کیجئے، سو آپ نے اس کو قمیص عطا فرما دی اور ان سے فرمایا: جب تم اس سے فارغ ہو جاؤ تو ہمیں خبر دینا، سو جب وہ فارغ ہو گئے تو انہوں نے آپ کو خبر دی، پس آپ اس پر نماز پڑھنے کے لیے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھینچ لیا، پس کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا؟ پس نبی ﷺ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔(التوبہ:٨٠)، (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کا اختیار دیا ہے) پھر یہ آیت نازل ہوئی: اور جو ان میں سے مرجائے، آپ ان میں سے کبھی کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں (التوبہ:٨٤)۔ اس کے بعد آپ نے منافقین پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔

(صحیح البخاری: ١٢٦٩، ١٢٧٠، ٤٦٧٠، ٤٦٧٢، ٥٧٩٦، صحیح مسلم: ٢٧٧٤، سنن ترمذی: ٣٠٩٨، سنن نسائی: ١٩٠٠، سنن ابن ماجہ: ١٥٢٣، مسند احمد: ٤٦٦٢)

صحیح البخاری: ٥٧٩٦، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے قمیص کو پہننا، اور اس حدیث میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی کے بیٹے نے کہا: آپ مجھے اپنی قمیص عطا کیجئے تا کہ میں اس میں اس کو کفن پہناؤں، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں صدقہ کا ذکر ہے، اور وہ ابن الفضل ہیں۔ اور یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، وہ القطان ہیں۔ اور عبید اللہ کا ذکر ہے، وہ ابن عمر العمری ہیں۔

یہ حدیث سورۃ برائۃ (سورۂ توبہ) میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی تفسیر ہو چکی ہے۔

علامہ ابن العربی پر علامہ عینی کا تعاقب

علامہ ابن العربی نے لکھا ہے کہ میں نے قمیص کا ذکر صحیح صرف سورۂ یوسف کی آیت میں دیکھا ہے اور ابن ابی کے قصہ میں دیکھا ہے اور کسی تیسری جگہ میں نے قمیص کا ذکر نہیں دیکھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہو۔

علامہ ابن العربی پر رد کیا گیا ہے کہ قمیص کا ذکر اس کے علاوہ اور بھی متعدد جگہوں پر متعدد احادیث میں آیا ہے:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا۔

(۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں میں زیادہ پسند قمیص تھی۔

(۳) حضرت اسماء بنت یزید بن السکن کہ حدیث ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آستین پہنچے تک تھی۔ اس حدیث کی ترمذی نے بھی روایت کی ہے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قمیص پہنتے تو اس کی دائیں طرف سے ابتداء کرتے، اس حدیث کی بھی امام ترمذی نے روایت کی ہے، پھر امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کو متعدد راویوں نے شعبہ سے روایت کیا ہے اور اس کو مرفوع بیان نہیں کیا، اس کو صرف عبد الصمد بن عبد الوہاب نے شعبہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اور اسی سند سے امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

(۵) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اس کی بھی امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا طلب کرتے تو اس کا نام لیتے، عمامہ یا قمیص یا چادر۔ اور امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے کہ حماد بن ابو سلمہ اور عبد الوہاب نے اس حدیث کی مرسلاً روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۷ ۔ ۴۴۸۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۷۹۶ کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن ابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قمیص طلب کی اور نماز پڑھانے کی درخواست کی، اس کی توجیہ

امام طبری نے الشعبی کی سند سے بیان کیا ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی پر موت کا وقت آیا تو اس کا بیٹا عبد اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے نبی! میرے والد پر موت کا وقت آ گیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آپ تشریف لائیں اور اس کی نماز پڑھیں،

Marfat.com

آپ نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: الحباب، آپ نے فرمایا: بلکہ تم عبداللہ ہو، حباب تو شیطان کا نام ہے۔ اور یہ عبد اللہ بن عبداللہ بن ابی فضلاء صحابہ میں سے تھے، غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر ہوئے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے، ان کے مناقب میں سے یہ ہے کہ جب ان کو ان کے باپ عبداللہ بن ابی کی بعض باتیں پہنچیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف تھیں تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ ان کو قتل کر دیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ تم ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔

امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ یہ روایت کی ہے کہ عبداللہ بن ابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلوایا، جب آپ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: یہود کی محبت نے تم کو ہلاک کر دیا تو اس نے کہا: یارسول اللہ: میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ آپ میرے لیے استغفار کریں، اور اس لیے نہیں بلایا ہے کہ آپ مجھے ملامت کریں، پھر آپ سے سوال کیا کہ آپ اپنی قمیص عطا کریں اور اس قمیص میں اس کو کفن دیا جائے، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات منظور کر لی۔

امام طبرانی نے روایت کی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بیمار ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اس سے باتیں کیں، تو عبداللہ بن ابی نے کہا: مجھے معلوم ہے آپ کیا فرمائیں گے، آپ مجھ پر احسان فرمائیں اور اپنی قمیص میں مجھے کفن دیں اور میری نماز پڑھیں، سو آپ نے ایسا کیا، اور عبداللہ بن ابی نے اس درخواست سے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے نفس سے اور اپنے بیٹے سے اور اپنے قبیلہ سے عار کو دور کرے، سو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز میں رغبت ظاہر کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سوال کو پورا کر دیا۔

شیخ عثیمین کہتے ہیں: یہ زیادہ ظاہر ہے کہ عبداللہ بن ابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ اس لیے طلب کیا تھا کہ وہ اپنے خاندان والوں سے عار کو دور کرے اور یہ اس کی اسلام میں رغبت نہیں تھی۔ (شرح صحیح البخاری: ج ۵ ص ۴۶۰، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۹- بَابُ: جَيْبِ الْقَمِيصِ مِنْ عِنْدِ الصَّدْرِ وَغَيْرِهِ

قمیص کے گریبان کا بیان جو سینہ وغیرہ کے پاس ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخیل اور سخی کی مثال بیان فرمائی ہے۔

۵۷۹۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَثَلَ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلَى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ حَتَّى تَغْشَى أَنَامِلَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ وَجَعَلَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن نافع نے حدیث بیان کی از الحسن از طاؤس از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال بیان فرمائی ہے جیسے دو مرد ہوں اور ان کے اوپر لوہے کے دو کوٹ ہوں اور ان کے ہاتھ ان کی چھاتیوں اور ان کی

Marfat.com

الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ بِإِصْبَعِهِ هٰكَذَا فِي جَيْبِهِ فَلَوْ رَأَيْتَهُ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَوَسَّعُ تَابَعَهُ ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ وَأَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ فِي الْجُبَّتَيْنِ وَقَالَ حَنْظَلَةُ سَمِعْتُ طَاوُسًا سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ جُبَّتَانِ وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ حَيَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ جُنَّتَانِ۔

ہنسلیوں تک سکڑ گئے ہوں، پس صدقہ دینے والا جب بھی صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا لوہے کا کوٹ فراخ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو ڈھانپ لیتا ہے اور اس کے نشانوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور بخیل جب بھی صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لوہے کا کوٹ سکڑ جاتا ہے اور کوٹ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر جم جاتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اس طرح اپنے گریبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے، پس اگر تم اس کو دیکھتے کہ آپ یہ بتا رہے تھے کہ بخیل اس میں وسعت پیدا کرنا چاہ رہا تھا لیکن اس میں وسعت پیدا نہیں ہوگی۔

حسن کی متابعت ابن طاؤس نے کی ہے از والد خود اور ابوالزناد نے کی ہے از الاعرج دو جبوں میں، اور حنظلہ نے کہا: میں نے طاؤس سے سنا، وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے جُبتان، اور جعفر بن حیان نے کہا از الاعرج جُنتان۔ جُبۃ کا معنی کوٹ ہے اور جُنۃ کا معنی: ڈھال ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۲۹۱۷، ۵۲۹۹، ۵۷۹۷، صحیح مسلم: ۱۰۲۱، سنن نسائی: ۲۵۴۸، مسند احمد: ۲۸۱۴)

صحیح البخاری: ۵۷۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے ''قمیص کا گریبان'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اس طرح اپنے گریبان میں اشارہ کرتے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، وہ المسندی ہیں، اور اس حدیث میں مذکور ہے ابو عامر، وہ عبدالملک العقدی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن نافع، وہ المخزومی ہیں۔ اور اس کی سند میں مذکور ہے الحسن، وہ ابن مسلم بن یناق المکی ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ایسے دو آدمیوں کے ساتھ دی ہے کہ ان میں سے ہر ایک زِرہ پہننے کا ارادہ کرتا ہے، پھر آپ نے مثال دی کہ خرچ کرنے والا ایسی زِرہ پہنتا ہے جو اس کے تمام بدن کو ڈھانپ لیتی ہے، اور بخیل ایسی زِرہ پہنتا ہے جس میں اس کا ہاتھ گردن اور ہنسلی تک بندھا ہوا ہوتا ہے اور وہ زِرہ اس کے اوپر ثقل اور وبال ہو جاتی ہے، اور وہ کشادہ نہیں ہوتی بلکہ تنگ ہوتی رہتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب بھی صدقہ دینے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زِرہ کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کی انگلیوں کے پوروں کو ڈھانپ لیتی ہے اور چلنے سے جو اس کے قدموں کے نشان پڑتے ہیں ان کو مٹا دیتی ہے، یعنی وہ زِرہ اس قدر لمبی ہو جاتی ہے کہ اس کے چلنے کے نشانات مٹتے جاتے ہیں۔ اور بخیل جب صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زِرہ اور سکڑ جاتی ہے اور اس کی ہر کڑی اپنی جگہ پر جم جاتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی سے اس طرح گریبان کی طرف اشارہ کیا"۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان آپ کے سینہ پر تھا، کیونکہ اگر وہ گریبان آپ کے ہاتھ میں ہوتا تو آپ کے دونوں ہاتھ چھاتیوں اور ہنسلیوں کی طرف محبوس نہ ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلایا کہ بخیل اپنے کوٹ کو کشادہ کرنا چاہتا ہے تو وہ کشادہ نہیں ہوتا بلکہ اور تنگ ہوتا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۸۔ ۴۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۔ بَابٌ: مَنْ لَبِسَ جُبَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ فِي السَّفَرِ — جس نے تنگ آستینوں والا جبہ (کوٹ) سفر میں پہنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے سفر میں تنگ آستینوں والا کوٹ پہنا، کتاب الصلوٰۃ میں اس باب کا عنوان ہے "جبہ شامیہ پہن کر نماز پڑھنا" اور کتاب الجہاد میں اس باب کا عنوان ہے "سفر اور حرب میں جبہ پہننا"۔

۵۷۹۸۔ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الضُّحَى قَالَ حَدَّثَنِي مَسْرُوقٌ قَالَ حَدَّثَنِي الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِحَاجَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ فَتَلَقَّيْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَأْمِيَّةٌ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَعَلَى خُفَّيْهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوالضحیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مسروق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت المغیرہ بن شعبہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے، پھر آپ آئے تو میں وضو کا پانی لے کر آپ سے ملا، سو آپ نے وضو کیا اور آپ کے اوپر شامی جبہ تھا، آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرہ کو دھویا،

Marfat.com

پھر آپ اپنے ہاتھوں کو آستینوں سے نکالنے لگے تو وہ آستینیں تنگ تھیں، تو آپ نے اپنے ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکالا، اور ان کو دھویا، پھر سر پر مسح کیا، پھر موزوں پر مسح کیا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۲، ۲۰۳، ۲۰۶، ۳۶۳، ۳۸۸، ۲۹۱۸، ۴۴۲۱، ۵۷۹۸، ۵۷۹۹، صحیح مسلم: ۲۷۴، سنن ابن ماجہ: ۵۴۵، سنن نسائی: ۸۲، سنن ابوداؤد: ۱۴۹، مسند احمد: ۱۷۶۶۸، موطا امام مالک: ۷۳، سنن دارمی: ۷۱۳)

صحیح البخاری: ۵۷۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قیس بن حفص، یہ الدارمی البصری ہیں اور یہ ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالواحد کا ذکر ہے، یہ ابن زیاد ہیں۔ اور الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان ہیں۔ اور ابوالضحیٰ کا ذکر ہے، یہ مسلم بن صبیح ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''آپ نے اپنے ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکالا'' اور علی بن السکن کی روایت میں ہے: آپ نے اپنے ہاتھوں کو چھوٹی زرہ کے نیچے سے نکالا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱- بَابُ: لُبْسِ جُبَّةِ الصُّوفِ فِي الْغَزْوِ — غزوہ میں اون کا جبہ پہننا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اون کے جبہ کو پہننے کا بیان ہے اور غزوہ سے مراد ہے سفر۔ امام مالک سے منقول ہے کہ جس کو اور کوئی جبہ نہ ملے تو اس کے لیے اون کا جبہ پہننے کو میں مکروہ نہیں کہتا اور جس کو کوئی اور جبہ مل جائے تو اس کے لیے میں اون کے جبہ کو مکروہ کہتا ہوں۔ امام مالک اونی جبہ کو اس لیے مکروہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں یہ خطرہ ہے کہ اونی جبہ پہننے والا آدمی زُہد میں مشہور ہو جائے اور شہرت کے نقصانات سے بچنا بعض اوقات مشکل ہوتا ہے، اس لیے خفاء بہتر ہے۔ امام بخاری اونی جبہ پہننے کی حدیث کو ذکر کر کے امام مالک کا رد کر رہے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۹۹- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ رضي الله عنه قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي سَفَرٍ فَقَالَ أَمَعَكَ مَاءٌ قُلْتُ نَعَمْ فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فِي سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ الْإِدَاوَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء نے حدیث بیان کی از عامر از عروہ بن المغیرہ از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ

Marfat.com

فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا۔

سواری سے اترے، پھر چلے گئے حتیٰ کہ رات کے اندھیرے میں میری نظر سے غائب ہو گئے، پھر آپ آئے تو میں نے چمڑے کے مشکیزہ سے پانی آپ کے اوپر ڈالا، آپ نے اپنا چہرہ دھویا اور ہاتھوں کو دھویا اور آپ نے اون کا جبہ پہنا ہوا تھا تو اس کی آستینوں سے ہاتھوں کا نکالنا مشکل ہوا حتیٰ کہ آپ نے جبہ کے نیچے سے آستینوں کو نکال لیا، پھر اپنی کلائیوں کو دھویا، پھر سر پر مسح کیا، پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا، تو آپ نے فرمایا: رہنے دو، میں نے وضو کر کے موزوں کو پہنا تھا، پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۲، ۲۰۳، ۲۰۶، ۳۶۳، ۳۸۸، ۲۹۱۸، ۴۴۲۱، ۵۷۹۸، ۵۷۹۹، صحیح مسلم: ۲۷۴، سنن ابن ماجہ: ۵۴۵، سنن نسائی: ۸۲، سنن ابوداؤد: ۱۴۹، مسند احمد: ۱۷۶۶۸، موطا امام مالک: ۷۳، سنن داری: ۷۱۳)

صحیح البخاری: ۵۷۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اونی جبہ کو پہننا" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونی جبہ پہنا ہوا تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو نعیم کا ذکر ہے، ان کا نام ہے الفضل بن دکین۔ اور زکریاء کا ذکر ہے، یہ ابن ابی زائدہ ہیں۔ اور عامر کا ذکر ہے، یہ شعبی ہیں۔ اور عروہ بن المغیرہ کا ذکر ہے جو اپنے والد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوضوء میں باب "اذا دخل رجلیہ وھما طاھرتان" میں گزر چکی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جب پیروں کو دھو کر موزے پہنے ہوں تو بعد میں وضو کے وقت پیروں کو دھونا ضروری نہیں ہے بلکہ پیروں پر مسح کر لیا جائے تو یہ کافی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۔ بَابُ: الْقَبَاءِ وَفَرُّوجِ حَرِيرٍ وَهُوَ الْقَبَاءُ وَيُقَالُ هُوَ الَّذِي لَهُ شَقٌّ مِنْ خَلْفِهِ

اچکن، اور ریشم کے اچکن اور یہ وہ اچکن ہے جس کے پیچھے شگاف ہوتا ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں قباء کا ذکر ہے، اور فروج بھی قباء ہے لیکن اس کے پیچھے شگاف ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے: قباء اور فروج

Marfat.com

دونوں وہ کپڑا ہے جس کی آستینیں تنگ ہوتی ہیں اور درمیان میں اس کے پیچھے شگاف ہوتا ہے، اس کو سفر میں اور جنگ میں پہنا جاتا ہے کیونکہ اس کو پہن کر حرکت کرنا آسان ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: قباء عجمیوں کا لباس ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: قباء کا معنی اردو میں اچکن یا شیروانی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۸۰۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَقَالَ ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي قَالَ فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا فَقَالَ خَبَأْتُ هَذَا لَكَ قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَضِيَ مَخْرَمَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اچکنیں تقسیم کیں اور (حضرت) مخرمہ کو کوئی چیز نہیں دی، تو حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بیٹے! رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو، پس میں ان کے ساتھ گیا، پھر انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر آپ کو میرے لیے بلاؤ، تو انہوں نے کہا: پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کے لیے بلایا، پس رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور آپ کے پاس ان اچکنوں میں سے ایک اچکن تھی، آپ نے فرمایا: یہ میں نے تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی، تو حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت مخرمہ نے اس کی طرف دیکھا، پھر کہا: مخرمہ راضی ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۵۹۹، ۲۶۵۷، ۳۱۲۷، ۵۸۰۰، ۵۸۶۲، ۶۱۳۲، صحیح مسلم: ۱۰۵۸، سنن ترمذی: ۲۸۱۸، سنن نسائی: ۵۳۲۴، سنن ابوداؤد: ۴۰۲۸، مسند احمد: ۱۸۴۴۸)

صحیح البخاری: ۵۸۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ملیکہ، ان کا نام عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے، یہ دونوں صحابی ہیں۔ حضرت مخرمہ بن نوفل الزہری قریش کے رؤسا میں سے تھے اور حسب ونسب کے عارفین میں سے تھے، ان کا اسلام لانا فتح مکہ تک مؤخر تھا اور یہ غزوۂ حنین میں حاضر ہوئے اور حنین کے مالِ غنیمت میں سے ان کو مؤلفۃ القلوب کے ساتھ حصہ دیا گیا، حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ ۵۴ھ میں فوت ہوئے، اس وقت ان کی عمر ایک سو پندرہ (۱۱۵) سال تھی، اس کا ذکر محمد بن سعد نے کیا ہے۔

Marfat.com

یہ حدیث کتاب الھبہ میں گزر چکی ہے اور کتاب الشہادات اور کتاب الخمس میں بھی یہ حدیث گزری ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت مخرمہ نے حضرت مسور (رضی اللہ عنہما) سے کہا کہ تم داخل ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے لیے بلاؤ''۔ حاتم بن وردان کی روایت میں ہے کہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے والد دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور مجھ سے باتیں کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آواز کو پہچان لیا۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: شاید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر آئے تھے اور اسی وقت حضرت مسور رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آئے اور آپ کے اوپر ان اچکنوں میں سے ایک اچکن تھی''۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ اچکن ریشم کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ریشم کی ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہو۔ اور ہوسکتا ہے کہ آپ باہر آئے اور اپنے ہاتھوں پر اس اچکن کو پھیلایا۔ اور حاتم کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آئے اور آپ کے ساتھ وہ اچکن تھی اور آپ اس کے محاسن ان کو دکھا رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مخرمہ راضی ہو گیا''۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ اپنے اصحاب کی تالیف قلب کرنی چاہیے اور جس شخص کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہو، وہ چیز اس کی طرف منتقل کر دی جائے تو یہ اس کا قبضہ ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۱۔ ۴۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَرُّوجُ حَرِيرٍ فَلَبِسَهُ ثُمَّ صَلَّى فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا كَالْكَارِهِ لَهُ ثُمَّ قَالَ لَا يَنْبَغِي هٰذَا لِلْمُتَّقِينَ تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ عَنِ اللَّيْثِ وَقَالَ غَيْرُهُ فَرُّوجٌ حَرِيرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشم کی فروج ہدیہ کی گئیں، آپ نے اس کو پہنا، پھر اس میں نماز پڑھائی، پھر آپ واپس مڑے اور آپ نے اس کو بہت سختی سے اتارا جیسے اس کو ناپسند کر رہے ہوں، پھر آپ نے فرمایا: متقین کو یہ پہننی نہیں چاہیے۔ قتیبہ بن سعید کی متابعت عبد اللہ بن یوسف نے کی ہے از لیث، اور دوسروں نے کہا: فروج حریر۔ (یعنی یہ موصوف صفت ہیں)۔

(صحیح البخاری: ۳۷۵، ۵۸۰۱، صحیح مسلم: ۲۰۷۵، سنن نسائی: ۷۷۰، مسند احمد: ۱۶۸۹۲)

صحیح البخاری: ۵۸۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے قباء یعنی شیروانی، اور اس حدیث میں فروج حریر کا ذکر ہے اور فروج کا معنی بھی شیروانی ہے، یعنی ریشم کی شیروانی، تو اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یزید بن ابی حبیب کا ذکر ہے، ان کا نام سوید المصری ہے۔ اور ابوالخیر کا ذکر ہے، ان کا نام مرثد بن عبد اللہ الیزنی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فروج حریر" التوضیح میں مذکور ہے کہ ابن فارس نے کہا: یہ چھوٹی قمیص ہے، اور کہا: یہی شیروانی ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "نزعا شدیدا" یعنی آپ نے اپنی معروف عادت کے خلاف اس کو بہت سختی سے اتارا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اسی وقت ریشم کی تحریم نازل ہوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "متقین کو یہ نہیں پہننی چاہیے"۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اشارہ ریشم کی طرف ہو، کیونکہ ریشم کی حرمت اسی وقت نازل ہوئی تھی۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ممکن ہے آپ نے اس کو اس وجہ سے سختی سے اتارا ہو کہ یہ خالص ریشم کی بنی ہوئی تھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس کو اس لیے سختی سے اتارا ہو کہ یہ عجمیوں کا لباس ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے: متقین سے مراد مومنین ہیں، کیونکہ مومنین ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اپنے ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے خوف زدہ رہتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۲۔ ۴۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳۔ بَابُ: اَلْبَرَانِسِ — ٹوپیوں کا بیان

اس باب میں ٹوپیوں کے پہننے کا ذکر ہے، اور برانس، برنس کی جمع ہے اور اس کا معنی: ٹوپی ہے۔

۵۸۰۲۔ وَقَالَ لِي مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ رَأَيْتُ عَلَى أَنَسٍ بُرْنُسًا أَصْفَرَ مِنْ خَزٍّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: اور مجھ سے مسدد نے کہا: ہمیں مؤتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ پر ایک زرد رنگ کی ٹوپی دیکھی جو ریشم سے بنی ہوئی تھی۔

صحیح البخاری: ۵۸۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مسدد کا ذکر ہے اور وہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور گویا کہ امام بخاری نے اپنے شیخ سے اس حدیث کو

Marfat.com

مذاکرہ کے دوران حاصل کیا، لیکن یہ حدیث موصول ہے۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "قال لی" یعنی مسدد نے مجھ سے کہا: اور النسفی کی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے۔ پھر یہ تعلیق ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی اسحاق، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اوپر ریشم کی ٹوپی دیکھی، اور مؤتمر جو کہ الحاج کے بھائی ہیں، اس کو اپنے والد سلیمان التیمی سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "برنس" عبداللہ بن ابی بکر نے ذکر کیا ہے کہ ہر قاری کے پاس ایک ٹوپی ہوتی تھی۔ امام مالک سے اس ٹوپی کو پہننے کے متعلق سوال کیا گیا: کیا آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں؟ کیونکہ یہ نصاریٰ کا لباس ہے، تو امام مالک نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اب بھی لوگ اس کو پہنتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من خز" "خز کا معنی" "موٹا ریشم" ہے اور اس کی اصل خرگوش کی اون سے ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: "الخز" وہ ہے جو ریشم اور اون سے بنایا گیا ہو۔ اور التوضیح میں مذکور ہے کہ یہ ریشم ہے، جس کے ساتھ اون مخلوط ہوتا ہے۔ ابن العربی نے کہا ہے: متقدمین کی ایک جماعت نے خز کو پہنا ہے اور دوسروں نے اس کو مکروہ کہا ہے، پس جنہوں نے خز کو پہنا ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں، حضرت ابن عباس ہیں، حضرت ابوقتادہ ہیں، حضرت ابن ابی اوفیٰ ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں، حضرت انس ہیں، اور حضرت ابوسعید الخدری ہیں، اور حضرت عائشہ ہیں اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور تابعین میں سے ابن ابی لیلیٰ، شریح، شعبی، عروہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، عمر بن عبدالعزیز ہیں، عمر بن عبدالعزیز نے اپنی حکومت کے ایام میں خز کو پہنا۔ اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں یہ اضافہ کیا ہے: القاسم بن محمد، عبیداللہ بن عبداللہ، الحسین بن علی، قاسم بن ابی حازم، شبیر بن عذرہ، ابوعبید بن عبداللہ، محمد بن علی بن حسین، علی بن حسین، السعید بن المسیب، علی بن زید، ابن عون ہیں۔

اور خیثمہ سے روایت ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیرہ اصحاب خز کو پہنتے تھے۔ اور ابن بطال نے کہا ہے: امام مالک سے مروی ہے: مجھے خز کا پہننا پسند نہیں ہے اور نہ میں اس کو حرام کہتا ہوں۔

علامہ الابہری نے کہا ہے: امام مالک نے خز کا لباس پہننے کو اسراف کی وجہ سے مکروہ کہا ہے اور اس کو خز کا لباس ہونے کی وجہ سے مکروہ نہیں کہا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سالم اور حسن اور محمد اور ابن جبیر نے خز کے پہننے کو مکروہ کہا ہے۔

اور امام ابوداؤد نے عبداللہ بن سعید کی اپنے والد سے روایت ذکر کی ہے کہ میں نے بخارا میں ایک مرد کو دیکھا وہ خچر پر سوار تھا اور اس نے خز کا سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا، پس انہوں نے کہا کہ مجھے یہ عمامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنایا ہے۔ امام نسائی نے کہا: بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ مرد عبداللہ بن حازم السلمی تھے جو خراسان کے امیر تھے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے: میری یہ رائے نہیں ہے کہ انہوں نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: امام ذہبی نے تجرید الصحابہ میں عبداللہ بن حازم بن اسماء بنت الصلت کا ذکر کیا ہے اور ابوصالح السلمی خراسان کے امیر ہیں اور مشہور بہادر ہیں، اور کہا گیا ہے کہ یہ صحابی ہیں اور انہوں نے بہت ساری جنگوں میں حصہ لیا، ہم نے اس کا ذکر التاریخ الکامل میں کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵۳ ۴ ـ ۵۴ ۴،

Marfat.com

دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا الْوَرْسُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! محرم کپڑوں میں سے کیا پہنے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم قمیص نہ پہنو اور نہ عمامے پہنو، نہ شلواریں پہنو، نہ ٹوپیاں پہنو، نہ موزے پہنو، مگر یہ کہ کسی شخص کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے اور نہ وہ کپڑا پہنو جس کو زعفران نے چھوا ہو یا ورس (ایک قسم کی جڑی بوٹی جس سے سرخ رنگ نکلتا ہے) نے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۷۷، سنن ترمذی: ۸۳۳، سنن نسائی: ۲۶۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۴۵۲۴، موطا امام مالک: ۷۱۶، سنن دارمی: ۱۷۹۸)

صحیح البخاری: ۵۸۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے اور اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

موزوں کو نیچے سے کاٹے بغیر پہننے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں اس شخص کو موزے پہننے کی اجازت دی ہے، جس کو جوتے نہ ملیں، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے، ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے، اس کے برخلاف امام احمد کا یہ مسلک ہے کہ محرم ٹخنوں کے نیچے سے موزوں کو کاٹے بغیر بھی ان کو پہن سکتا ہے، ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس محرم کو تہ بند نہ ملے، وہ شلوار پہن لے اور جس کو جوتے نہ ملیں، وہ موزے پہن لے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۴۰، صحیح مسلم: ۱۱۷۸، الرقم المسلسل: ۲۷۴۸، سنن ترمذی: ۸۳۴، سنن نسائی: ۲۶۷۱، سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۱)

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو جوتے نہ ملیں، وہ موزے پہن لے اور جس شخص کو تہ بند نہ ملے، وہ شلوار پہن لے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۷۹، الرقم المسلسل: ۲۷۵۱)

چونکہ ان احادیث میں موزوں کو کاٹنے کی شرط نہیں ہے، اس لیے امام احمد نے کہا ہے کہ موزوں کو کاٹے بغیر بھی پہننا جائز ہے، اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی جس حدیث میں موزوں کو کاٹنے کا حکم دیا ہے، وہ ان احادیث سے منسوخ ہے

Marfat.com

اوران کا زعم یہ ہے کہ موزوں کو کاٹنا مال کو ضائع کرنا ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹے بغیر ان کا پہننا جائز نہیں ہے، اور حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی احادیث جو مطلق ہیں، ان کو ان احادیث پر محمول کرنا واجب ہے، جن میں موزوں کو کاٹنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جاتا ہے اور ثقہ راوی کی حدیث میں جو الفاظ زائد ہوں، ان کو قبول کر لیا جاتا ہے، اور ان کا موزوں کے کاٹنے کو مال کا ضائع کرنا قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں جو کام کیا جائے، اس کو تضییع مال کہنا جائز نہیں ہے۔

امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جس نے ضرورت کی بناء پر موزے پہنے، اس پر فدیہ واجب نہیں ہے کیونکہ اگر اس پر فدیہ واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتادیتے، اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: اس پر فدیہ واجب ہے، جیسے اس محرم پر فدیہ واجب ہوتا ہے جو سر میں جوؤں کے عذر کی وجہ سے سر منڈائے۔

حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیثوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ جس کو تہ بند نہ ملے، وہ شلوار پہن سکتا ہے، امام شافعی اور جمہور کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک اس کو منع کرتے ہیں کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ عذر کی حالت میں محرم شلوار پہن سکتا ہے۔

(شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم ج ۵ ص ۲۱۷۲-۲۱۷۶ ملخصا، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ جس محرم کو تہ بند نہ ملے، وہ شلوار پہن سکتا ہے، لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس شخص کو فدیہ دینا ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۳۸)

(نعمۃ الباری ج ۱ ص ۵۰۱-۵۰۲، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور، ۱۴۳۰ھ)

۱۴- باب: السَّرَاوِيلِ شلوار کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں شلوار کا ذکر کیا جائے گا، علامہ الجوہری نے کہا ہے ''سراویل'' کا لفظ معروف ہے، یہ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی، اور اس کی جمع السراویلات ہیں۔

ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ نے کہا ہے: ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سب سے پہلے شلوار کو پہنا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اس حدیث کی ابونعیم الاصبہانی نے روایت کی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہی سبب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ پس جب کہ انہوں نے لباس کی اس قسم (یعنی شلوار) کو بنایا جو باقی لباسوں کی بہ نسبت زیادہ شرمگاہ کو چھپانے والی ہے، تو ان کو یہ جزا دی گئی کہ سب سے پہلے قیامت کے دن ان کو لباس پہنایا جائے گا۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شلوار پہننا مستحب ہے۔

Marfat.com

نیز امام ترمذی نے روایت کی ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس دن موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا، اس دن موسیٰ علیہ السلام کے اوپر ایک اونی چادر تھی اور ایک اونی ٹوپی تھی، اور اونی جبہ تھا اور اونی شلوار تھی، اور ان کی جوتیاں مردہ گدھے کے چمڑوں کی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۴۔۴۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

شلوار پہننے کے متعلق احادیث

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اہلِ کتاب شلوار پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم شلوار پہنو اور تہبند باندھو اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرو۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۴)

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں کہ یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شلوار کو خریدا۔ حضرت مالک بن عمیر الاسدی بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آپ کے ہجرت کرنے سے پہلے آیا تو آپ نے مجھ سے شلوار خریدی اور مجھے اس کی قیمت زیادہ دی۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شلوار خریدنے کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس کی قیمت کا وزن کرو اور زیادہ دینا، میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ شلوار پہنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! سفر میں، حضر میں اور رات میں اور دن میں، کیونکہ مجھے شرمگاہ کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور شلوار سے زیادہ میں نے کوئی چھپانے والا کپڑا نہیں پایا۔
(المعجم الاوسط ج ۶ ص ۳۴۹، حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے یوسف بن زیاد بصری اور وہ ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۲)

امام ابو نعیم نے حضرت مالک بن العتاہیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو نمازی شلوار پہن کے نماز پڑھتا ہے تو اس کے لیے زمین استغفار کرتی ہے۔ (معرفۃ الصحابہ: ۲۰۸۹، ج ۵ ص ۲۴۶۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۷ ص ۶۱۹۔۶۲۰ ملخصاً ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں شلوار سے متعلق کوئی حدیث اپنی شرط کے مطابق ذکر نہیں کی، اور صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شلوار کا ایک پائنچہ سوید بن قیس سے خریدا، اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام احمد نے بھی روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور امام احمد نے مالک بن عُمیرہ الاسدی سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ آیا تو آپ نے مجھ سے شلوار خریدی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز کو فضول اور عبث نہیں خریدتے تھے، اگرچہ آپ کا غالب پہناوا تہبند تھا۔ اور امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بازار میں داخل ہوا، پس آپ

Marfat.com

بزاز کی طرف بیٹھے، پھر آپ نے چار درہم میں شلوار خریدی۔ الحدیث۔۔۔ اور اس میں ہے: میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ شلوار پہنیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! سفر میں، حضر میں، رات میں اور دن میں، کیونکہ مجھے شرمگاہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس بن زیاد البصری ہے، وہ ضعیف راوی ہے۔ اور ابن القیم نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شلوار خریدی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ آپ نے شلوار کو پہننے کے لیے خریدا۔ پھر انہوں نے کہا کہ حدیث میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے شلوار پہنی ہے اور صحابہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور آپ کی اجازت سے شلوار پہنتے تھے۔

اور امام غزالی نے الاحیاء میں ذکر کیا ہے کہ شلوار کی قیمت تین درہم تھی اور جو پہلے گزر رہا ہے، وہ یہ ہے کہ چار درہم تھی، وہ روایت اولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۷۲۔ ۲۷۳، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۱، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۸۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جس کو تہبند نہ ملے، پس وہ شلوار پہن لے اور جس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۴۰، ۱۸۱۲، ۱۸۴۱، ۱۸۴۳، ۵۸۰۴، ۵۸۵۳، صحیح مسلم: ۱۱۷۸، سنن ترمذی: ۸۳۴، سنن نسائی: ۲۶۷۱، سنن ابوداؤد: ۱۸۲۹، سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۱، مسند احمد: ۲۵۲۲، سنن دارمی: ۱۷۹۹)

صحیح البخاری: ۵۸۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "شلوار کا بیان" اور اس حدیث میں ذکر ہے "جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے"۔ اس میں اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور عمرو کا ذکر ہے، یہ ابن دینار ہیں۔ اور جابر بن زید کا ذکر ہے، یہ ابوشعثاء الازدی الجوفی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۵، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ إِذَا أَحْرَمْنَا قَالَ لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيصَ وَالسَّرَاوِيلَ وَالْعَمَائِمَ وَالْبَرَانِسَ وَالْخِفَافَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ لَيْسَ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد کھڑا ہوا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! جب ہم احرام باندھیں تو آپ ہمیں کس چیز کے پہننے کا

Marfat.com

أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مِنَ الثِّيَابِ مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ۔

حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم قمیص نہ پہنو اور شلوار نہ پہنو اور عمامے نہ پہنو اور ٹوپیاں نہ پہنو، اور موزے نہ پہنو، مگر یہ کہ کسی مرد کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے۔ اور کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس کو زعفران نے چھوا ہو یا ورس (ایک قسم کی جڑی بوٹی جس سے سرخ رنگ نکلتا ہے) نے چھوا ہو۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۷۷، سنن ترمذی: ۸۳۳، سنن نسائی: ۲۶۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۴۵۲۴، موطا امام مالک: ۷۱۶، سنن داری: ۱۷۹۸)

اس حدیث کی شرح کتاب الحج میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۔ بَابُ: الْعَمَائِمِ — عماموں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

عمائم کے متعلق احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے اوپر سیاہ عمامہ تھا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۷۸، رقم الحدیث: ۲۴۹۴۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن مجھے سیاہ عمامہ باندھا اور اس کا شملہ میرے کندھے پر ڈال دیا اور آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر اور غزوۂ حنین کے دن میری فرشتوں کے ساتھ مدد کی تھی جو اس طرح کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان عمامہ آڑ (فرق) ہے۔
(سنن ابن ماجہ: ۲۸۱۰، سنن بیہقی، ج ۱۰ ص ۱۴، الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۴۹۰، مسند ابوداؤد الطیالسی ج ۱ ص ۱۳۰۔۱۳۱)

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوۂ خیبر کے دن بھیجا اور ان کے اوپر سیاہ عمامہ باندھا اور اس کا شملہ ان کے پیچھے اور بائیں کندھے کے ساتھ ڈال دیا۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ کے اوپر عمامہ تھا جو تیل سے چکنا تھا۔
(شمائل ترمذی: ۱۱۹)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق یہ ہے کہ (ہمارے) عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۷۸، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۸)

فائدہ:

احادیث موضوعہ میں ہے کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا ان ستر نمازوں سے افضل ہے جو بغیر عمامہ کے پڑھی جائیں۔ (التوضیح

Marfat.com

لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۶۲۱-۶۲۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت عمرو بن حریث سے روایت کی ہے: گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا اور آپ کے اوپر سیاہ عمامہ تھا اور آپ نے اس کی ایک طرف دو کندھوں کے درمیان ڈالی ہوئی تھی۔

امام طبرانی اور امام ترمذی نے علل المفرد میں از حضرت ابوالملیح بن اسامہ از والد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمامہ باندھا کرو تمہارے وقار میں اضافہ ہوگا۔

اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق عمامے ہیں۔

اور امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ دو کندھوں کے درمیان لٹکاتے۔ اور امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور القاسم اور سالم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۷۴، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۱ دار المعرفہ بیروت)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں عمائم کا ذکر کیا جائے گا، عمائم، عمامۃ کی جمع ہے، عممتہ کا معنی ہے: میں نے اس کو عمامہ پہنایا۔ اور عمائم عرب کا تاج ہے۔ امام بخاری نے اس باب میں عمامہ کے امور سے متعلق کسی حدیث کا ذکر نہیں کیا، پس گویا کہ امام بخاری کے نزدیک عمامہ کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

امام ابن عاصم نے کتاب الجہاد میں یہ حدیث ذکر کی ہے: ایک مرد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، پس کہا: اے ابوعبدالرحمن! کیا عمامہ سنت ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ اور تم اپنے کپڑے لٹکاؤ اور اپنے ہتھیار پہنو، سو انہوں نے ایسا کیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان کپڑوں کو کھینچ لیا جس کو انہوں نے لٹکایا تھا، پھر آپ نے ان کو عمامہ باندھا اور ان کے پیچھے اس کے شملہ کو لٹکایا۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے از الحسن بن علی روایت کی ہے کہ ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی از رشد از ابن عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو سیاہ سوتی عمامہ باندھا اور ان کے سامنے اس کا شملہ لٹکایا۔

اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عوف کو سیاہ سوتی عمامہ باندھا اور ان کے پیچھے چار انگشت کے برابر اس کا شملہ لٹکایا۔

امام ابوداؤد نے حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور

Marfat.com

آپ کے اوپر سیاہ عمامہ تھا، آپ نے اس کا شملہ دو کندھوں کے درمیان ڈالا ہوا تھا۔

اور امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اپنے عمامہ کے شملہ کو دو کندھوں کے درمیان لٹکاتے، نافع نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس طرح کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ قاسم اور سالم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو سامنے اور پیچھے لٹکاتے، اس حدیث کی سند میں الحجاج بن یوسف ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

ابو عبیدہ الحمصی نے از عبداللہ بن بشر روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خیبر کے دن بھیجا اور ان کے اوپر سیاہ عمامہ باندھا اور اس کا شملہ ان کے پیچھے رکھا اور بائیں کندھے کی طرف رکھا۔

ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جب شملہ سامنے ڈالا جائے جیسا کہ صوفیاء کی ایک جماعت اور اہل علم کی ایک جماعت کرتی ہے تو کیا اس میں مشروع ہے کہ بائیں جانب شملہ کو ڈالا جائے جیسا کہ اب بھی اسی طرح رواج ہے یا اس کو دائیں جانب رکھا جائے دائیں جانب کے شرف کی وجہ سے۔ اور میں نے کوئی حدیث نہیں دیکھی جو دائیں جانب کی تعیین پر دلالت کرتی ہو، سوائے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے، لیکن وہ ضعیف ہے۔ اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں از جمیع بن ثوب از ابی سفیان از حضرت ابوامامہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو والی نہیں بناتے تھے حتیٰ کہ اس کے اوپر عمامہ باندھتے اور اس کا شملہ دائیں جانب کان کی طرف ڈالتے۔ اور جمیع بن ثوب ضعیف راوی ہے۔

ہمارے شیخ نے کہا ہے: اس حدیث کے ثبوت کی تقدیر پر ہوسکتا ہے کہ پہلے آپ شملہ دائیں جانب ڈالتے ہوں پھر اس کو بائیں جانب ڈال دیتے ہوں جیسا کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں مگر یہ امامیہ کا شعار ہے۔

امام ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالاعلیٰ بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو عمامہ باندھا اور عمامہ کا شملہ ان کے پیچھے رکھا، پھر فرمایا: اسی طرح عمامہ باندھا کرو، کیونکہ عمائم اسلام کی علامت ہیں اور یہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان فرق ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۵۔۴۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَجِدْهُمَا فَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا، انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: محرم قمیص نہ پہنے، اور نہ عمامہ پہنے، اور نہ شلوار پہنے اور نہ ٹوپی پہنے، اور نہ وہ کپڑا پہنے جس کو زعفران نے چھوا ہو، اور نہ وہ کپڑا پہنے جس کو ورس نے چھوا ہو، اور نہ موزے پہنے، مگر وہ شخص جو

Marfat.com

جوتے نہ پائے، پس اگر وہ جوتے نہ پائے تو موزے پہنے مگران کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۷۷، سنن ترمذی: ۸۳۳، سنن نسائی: ۲۶۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۴۵۲۴، موطا امام مالک: ۷۱۶، سنن دارمی: ۱۷۹۸)

عمامہ کے رنگ کا بیان

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی پر زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھی زرد رنگ کے ہو جاتے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ زرد رنگ کا خضاب کیوں لگاتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کو کوئی چیز اس رنگ سے زیادہ محبوب نہیں تھی اور آپ اپنے کپڑوں کو بھی زرد رنگ سے رنگتے تھے حتیٰ کہ اپنے عمامہ کو بھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۴، سنن نسائی: ۵۱۰۰)

اس سے پہلے سیاہ رنگ کے عمامہ کے متعلق بہ کثرت احادیث گزر چکی ہیں۔ اور اس حدیث میں زرد رنگ کے عمامہ کا بھی ثبوت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرخ رنگ کا حُلّہ پہنا ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: مجھے عمر بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ، از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا اور میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے ہوئے پانی کو لیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی پر جھپٹ رہے تھے جس کو اس پانی میں سے کچھ پانی مل جاتا وہ اس کو اپنے بدن پر لگاتا اور جس کو اس پانی میں سے کچھ بھی نہ ملتا، وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری کو لے لیتا، پھر میں نے حضرت بلال کو دیکھا، انہوں نے ایک نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ حُلّہ پہنے ہوئے نکلے، آپ نے اپنے تہبند کو پنڈلیوں سے اونچا کیا ہوا تھا، آپ نے نیزہ کے سامنے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور میں نے دیکھا لوگ اور مویشی نیزے کے پار سے گزر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۷۶)

- حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوسط القامت تھے اور آپ کے دو کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا، اور آپ کے سر کے بال کانوں کی لو تک پہنچتے تھے، اور میں نے آپ کو سرخ حلہ پہنے ہوئے دیکھا اور میں نے اس سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (صحیح البخاری: ۳۵۵۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۷، سنن ترمذی: ۱۷۲۴، سنن نسائی: ۵۲۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۳)

اور سفید رنگ کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنو، یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور اسی رنگ کے کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔ الحدیث

(سنن ابوداؤد: ۴۰۶۱، سنن ترمذی: ۹۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۵۶۶)

اور سبز رنگ کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابو رمثہ بیان کرتے ہیں، میں اپنے والد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو میں نے آپ کے اوپر دو سبز چادریں

Marfat.com

دیکھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۵، سنن نسائی: ۱۵۷۱)

تاہم عمامہ کے متعلق خصوصیت سے حدیث میں سیاہ رنگ کا ذکر ہے اور سنن ابوداؤد کی روایت میں زرد رنگ کا بھی ذکر ہے۔ اور دوسرے رنگ کے لباس بھی آپ نے پہنے ہیں، جن میں سفید، سرخ اور سبز رنگ شامل ہیں۔ تاہم خصوصیت سے سفید رنگ کے عمامہ یا سرخ رنگ کے عمامہ یا سبز رنگ کے عمامہ کے متعلق حدیث ہماری نظر سے نہیں گزری۔ تاہم ان رنگوں کے عمامہ کو پہننا بھی جائز ہے، لیکن جب تک کسی حدیث سے یہ ثابت نہ ہو کہ آپ نے ان رنگوں کا عمامہ باندھا ہے، اس رنگ کے عمامہ کو سنت کہنا صحیح نہیں ہوگا۔

۱۶۔ بَابُ: التَّقَنُّعِ

سر اور چہرہ کے اکثر حصہ کو کسی کپڑے سے ڈھانپنے کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ نبی ﷺ باہر نکلے اور آپ کے اوپر ایک سیاہ پٹی تھی۔

وَقَالَ أَنَسٌ: عَصَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ حَاشِيَةَ بُرْدٍ۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ نبی ﷺ نے اپنے سر کے اوپر چادر کا ایک کونا باندھا ہوا تھا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق ذکر کی ہے، یہ مناقب انصار میں مذکور حدیث کی ایک طرف ہے، وہ حدیث اس طرح ہے کہ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے اور آپ نے اپنے کندھے کے اوپر ایک چادر لپیٹی ہوئی تھی اور آپ کے اوپر سیاہ پٹی تھی۔ الحدیث

اس حدیث میں "دسماء" کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے: جو صاف ستھری نہ ہو۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: نبی ﷺ کی پٹی کی یہ صفت بیان کرنا کہ وہ صاف نہیں تھی، اس میں نبی ﷺ کی شان میں کمی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: دسماء سے مراد ہے: وہ سیاہ پٹی تھی۔ اور ابن الاثیر نے وثوق سے کہا ہے کہ دسماء کا معنی سیاہ ہے۔

توضیح میں مذکور ہے کہ مرد کے لیے ضرورت کے وقت اپنے سر اور چہرہ کو ڈھانپنا مباح ہے۔ ابن وہب نے کہا: میں نے امام مالک سے دریافت کیا کہ کپڑے سے تقنع کرنا کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: جو مرد گرمی یا سردی محسوس کرتا ہو یا کوئی اور ایسی بات محسوس کرتا ہو جس میں سر ڈھانپنے کا عذر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کے بغیر جائز نہیں ہے۔ اور علامہ الابہری نے کہا: جب کسی نے نقصان سے بچنے کے لیے سر کو ڈھانپا تو یہ مباح ہے اور اس کے علاوہ مکروہ ہے، کیونکہ یہ ان لوگوں کا فعل ہے جن پر کوئی تہمت ہوتی ہے، اور یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص ایسا کام کرے جس سے اس کے اوپر تہمت کا گمان کیا جائے۔

اور امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو تعلیق ذکر کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے سر کے اوپر چادر کے ایک کونے سے پٹی باندھی، اس پر اسماعیلی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ نے جو سر پر پٹی باندھی تھی اس کو تقنع کے تحت داخل کرنا

Marfat.com

صحیح نہیں ہے، کیونکہ تقنع کا معنی ہے: سرکو ڈھانپنا اور "عصابة" کا معنی ہے: کسی پھٹے ہوئے کپڑے کو سر کے گرد لپیٹنا۔
اس کا جواب یہ ہے: عصابة کا معنی مطلقاً سر کو کسی پھٹے ہوئے کپڑے کو باندھنا ہے، اور یہ تقنع کے منافی نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۷۔۴۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٥٨٠٧۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ هَاجَرَ نَاسٌ إِلَى الْحَبَشَةِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رِسْلِكَ فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَوَ تَرْجُوهُ بِأَبِي أَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لِصُحْبَتِهِ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَبَيْنَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوسٌ فِي بَيْتِنَا فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ فَقَالَ قَائِلٌ لِأَبِي بَكْرٍ هَذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مُقْبِلًا مُتَقَنِّعًا فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ فِدًا لَكَ أَبِي وَأُمِّي وَاللهِ إِنْ جَاءَ بِهِ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا لِأَمْرٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنَ لَهُ فَدَخَلَ فَقَالَ حِينَ دَخَلَ لِأَبِي بَكْرٍ أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ قَالَ إِنَّمَا هُمْ أَهْلُكَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ قَالَ فَالصُّحْبَةُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَخُذْ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ إِحْدَى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِالثَّمَنِ قَالَتْ فَجَهَّزْنَاهُمَا أَحَثَّ الْجِهَازِ وَضَعْنَا لَهُمَا سُفْرَةً فِي جِرَابٍ فَقَطَعَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قِطْعَةً مِنْ نِطَاقِهَا فَأَوْكَأَتْ بِهِ الْجِرَابَ وَلِذَلِكَ كَانَتْ تُسَمَّى ذَاتَ النِّطَاقِ ثُمَّ لَحِقَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ بِغَارٍ فِي جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ ثَوْرٌ فَمَكُثَ فِيهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَبِيتُ عِنْدَهُمَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بعض مسلمان مرد حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کرنے کی تیاری کر لی تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم ٹھہرو، کیونکہ مجھے امید ہے مجھے بھی (ہجرت کی) اجازت دی جائے گی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں! کیا آپ کو ہجرت کی امید ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو نبی ﷺ کی معیت اور رفاقت کے حصول کے لیے روک لیا اور ان کے پاس جو دو اونٹنیاں تھیں، ان کو چار ماہ تک کیکر کے پتے کھلاتے رہے، عُروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس ایک دن دوپہر کے وقت ہم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے تو کسی کہنے والے نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو سر پر کپڑا ڈالے ہوئے اس وقت آ رہے ہیں اور آپ اس وقت ہمارے پاس آیا نہیں کرتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں، اور اللہ کی قسم! اس وقت جو آپ تشریف لائے ہیں تو ضرور کوئی کام ہوگا۔ پس نبی ﷺ آئے، آپ نے اجازت طلب کی، آپ کو اجازت دی گئی، پھر آپ داخل ہوئے، پس جب آپ داخل ہوئے تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: جو لوگ تمہارے پاس ہیں ان کو نکال لو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر میرا باپ فدا ہو، وہ سب آپ ہی کے گھر والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پس بے شک مجھے یہاں سے نکلنے کی

Marfat.com

شَابٌّ لَقِنٌ ثَقِفٌ فَيَرْحَلُ مِنْ عِنْدِهِمَا سَحَرًا فَيُصْبِحُ مَعَ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ فَلَا يَسْمَعُ أَمْرًا يُكَادَانِ بِهِ إِلَّا وَعَاهُ حَتَّى يَأْتِيَهُمَا بِخَبَرِ ذَلِكَ حِينَ يَخْتَلِطُ الظَّلَامُ وَيَرْعَى عَلَيْهِمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ مِنْحَةً مِنْ غَنَمٍ فَيُرِيحُهَا عَلَيْهِمَا حِينَ تَذْهَبُ سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَاءِ فَيَبِيتَانِ فِي رِسْلِهِمَا حَتَّى يَنْعِقَ بِهَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ بِغَلَسٍ يَفْعَلُ ذَلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ مِنْ تِلْكَ اللَّيَالِي الثَّلَاثِ۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۸۳، مسند احمد: ۲۵۰۹۸)

اجازت دے دی گئی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں تو کیا میں آپ کا مصاحب ہوں گا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرا باپ فدا ہو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری ان دو اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی آپ لے لیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیمت کے ساتھ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: ہم نے ان کے لیے سامانِ سفر بہت جلد تیار کیا اور ایک تھیلے میں ان کے لیے ناشتہ رکھا، پس حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے کمر بند کا ایک ٹکڑا کاٹا اور اس سے اس تھیلے کے منہ کو باندھ دیا، اسی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ذات النطاقین (دو کمر بند والی) کہا جاتا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ کے غار میں داخل ہوئے جس کو ثور کہا جاتا ہے۔ پھر اس غار میں تین راتیں رہے، ان دونوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ابوبکر رہتے، وہ نوجوان لڑکے تھے اور ذہین اور سمجھدار تھے، وہ سحری کے وقت ان کے پاس سے نکل آتے اور قریش کے پاس مکہ میں اس طرح صبح کرتے جیسا کہ رات مکہ میں رہے ہوں، پھر وہ جو بھی ایسی بات سنتے جس میں ان دونوں کے خلاف کوئی مکر یا سازش کی گئی ہو، اس کو یاد رکھتے اور پھر جب رات کا اندھیرا پھیل جاتا تو وہ ان دونوں کو اس کی خبر پہنچا دیتے، اور عامر بن فہیرہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، وہاں پر ان بکریوں کو چراتے تھے جن کو دودھ کے عطیہ کے لیے ہبہ کیا گیا تھا۔ پس وہ ان بکریوں کو ان کے پاس لاتے جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا۔ پس آپ دونوں ان بکریوں کے دودھ پر رات گزارتے حتیٰ کہ صبح کو منہ اندھیرے عامر بن فہیرہ ان بکریوں کو لے جاتے، اور ان تین راتوں میں سے ہر رات کو عامر بن فہیرہ اسی طرح کرتے تھے۔

صحیح البخاری: ۵۸۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے "تقنع" یعنی سر پر کپڑا رکھ کر سر کو چھپانا، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک دن دو پہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر کپڑا اڑا لے ہماری طرف آرہے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، اور وہ ابن یوسف ہیں۔ اور اس کی سند میں مذکور ہے معمر، وہ ابن راشد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "راحلتین" یہ "راحلة" کا تثنیہ ہے، اور یہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو سفر کرنے اور بوجھ اٹھانے کی قوت رکھتا ہو، اور اس میں مذکر اور مونث برابر ہیں۔ اور راحلة میں تاء مبالغہ کے لیے ہے، یعنی جس اونٹ کو اس کی خوبصورتی اور اس کی جسمانی قوت کے مکمل ہونے کے اعتبار سے اختیار کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الصحبة" یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی رفاقت کو اختیار کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وبه سميت اسماء ذات النطاقين" یعنی اسی وجہ سے حضرت اسماء کو ذات النطاقین (یعنی دو کمر بند والی) کہا جاتا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر لیے تھے، ایک ٹکڑے سے ناشتہ دان کو باندھ لیا تھا اور ایک ٹکڑے سے اپنی کمر کو باندھ لیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لقن" اس کا معنی ہے "سريع الفهم" یعنی بہت ذہین۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ثقف" اس کا معنی ہے: بہت سمجھدار اور ماہر۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "منحة" اس کا معنی ہے: وہ بکری جو تم دوسرے شخص کو دو تاکہ وہ اس کا دودھ پیئے پھر تمہیں واپس کر دے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فی رسلها" یعنی اس کا دودھ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۵۹۔ ۴۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۸۰۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غار میں چھپنے کے فوائد

(۱) جب مشرکین نے اللہ کے نبی کے ساتھ مکر اور سازش کا ارادہ کیا اور آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے غار ثور میں چھپ گئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۚ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۞ (الانفال: ۳۰)

اور یاد کیجئے جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کریں یا قتل کریں یا جلاوطن کریں، وہ اپنی سازش میں لگے ہوئے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے

بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے O

یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو تلاش کرنا چھوڑ دیا، پھر آپ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تاکہ یہ آپ کی امت کے لیے سنت ہو جائے، ورنہ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ ان کفار کو اللہ تعالیٰ اندھا کر دے یا ان کو زمین میں دھنسا دے تو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے آسان تھا۔

اسی طرح اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو یہ کہتے ہیں: جو شخص خوف کے وقت اپنے گھر میں چھپ گیا یا کسی قلعہ میں چلا گیا تو وہ توکل سے بری ہو گیا، کیونکہ نقصان اور نفع اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غار میں داخل ہونے کا حکم دیا اور مخلوق کے شر سے چھپنے کا حکم دیا حالانکہ آپ سید المتوکلین ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کا کہنا بھی باطل ہو گیا جنہوں نے یہ کہا: جو اللہ کے سوا کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شارع علیہ السلام سے کہا: اگر ان میں سے کسی ایک نے قدم اٹھایا تو وہ ہم کو دیکھ لے گا، پس ان دونوں کو ضرر ہو گا اور اس کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (التوبہ: ۴۰)

اگر تم نے رسول کی مدد نہیں کی تو بے شک اللہ ان کی مدد کر چکا ہے جب کافروں نے ان کو بے وطن کر دیا تھا، درآں حالیکہ وہ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے صاحب سے فرما رہے تھے: غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، سو اللہ نے ان پر طمانیت قلب نازل کی اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ کا دین ہی بلند و بالا ہے، اور اللہ بہت غلبہ والا، بڑی حکمت والا ہے O

سفرِ ہجرت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدیق یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو فضیلت اور کرامت عطا فرمائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بلند درجہ تھا، کیونکہ آپ نے تمام امت میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ سفرِ ہجرت کے لیے پسند فرمایا اور اپنا راز دار بنایا، اور جس سفر کو آپ نے تمام صحابہ سے مخفی رکھا تھا، اس سفر کا حال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر منکشف کر دیا، کیونکہ جو ایام آپ نے غار میں گزارے، ان ایام میں صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد اور ان کے آزاد شدہ غلام اور ان کے نوکر ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے واقف تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خاص رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو اس فضیلت میں شریک نہیں کیا، پس اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قدر اور منزلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی امان اور امانت کے لیے اختیار کیا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے کا سبب

اس حدیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کے لقب کے مستحق تھے، کیونکہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے کے لیے اپنے آپ کو روک کے رکھا، کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ مجھے ہجرت کی اجازت دی جائے گی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے صدق کی طرف رغبت کی اور سفر ہجرت کی تیاری کی اور دو اونٹنیوں کو اس سفر کے لیے تیار کیا اور سفر ہجرت کے لیے اپنے مال کو خرچ کیا جیسا کہ اس سفر میں انہوں نے اپنی جان کو بھی خطرہ میں ڈالا تھا، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر سے بڑھ کر مجھ پر اپنی جان اور مال سے احسان کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو چاہیے کہ اپنے راز کی حفاظت کرے اور کسی کو اس پر مطلع نہ کرے سوا ان کے جن کو اس پر کامل اعتماد ہو، کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: جو لوگ تمہارے پاس ہیں ان کو یہاں سے نکال لو تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تنہائی میں ہجرت کی خبر دیں، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آپ کے اہل ہیں اور ان کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پر شفقت ایسے ہے جیسے اپنے اہل پر شفقت ہوتی ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی اس راز پر مطلع کر دیا اور آپ نے بتایا کہ آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جلدی سے کہا کہ اس سفر میں، میں آپ کا رفیق ہوں اور یہ اس سے بہت بلیغ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ وفا کرنے والے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۷ ص ۶۳۲۔ ۶۳۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: یہاں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ یہ آپ کے اہل ہیں اس لیے تھا کہ ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں تھیں اور بیوی کے گھر والے بھی اہل ہی کے مثل ہوتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ) واللہ اعلم بالصواب

۱۷۔ بَابُ: الْمِغْفَرِ　خود (لوہے کی ٹوپی) کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں "المِغْفَر" یعنی خود کا بیان کیا جائے گا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بھی ایک قسم کی لوہے کی زرہ ہے جو سر کے سائز کے مطابق تیار کی جاتی ہے اور اس کو سر کی حفاظت کے لیے ٹوپی کے نیچے پہنا جاتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: الاصمعی سے اسی طرح منقول ہے، اور علامہ الداؤدی نے کہا ہے: یہ ایسی زرہ ہے جس سے سر اور کندھوں کو ڈھانپا جاتا ہے، اور علامہ ابن بطال نے کہا: المغفر لوہے کی ٹوپی ہے اور یہ جنگ کے آلات میں سے ہے۔ اور علامہ ابن الاثیر نے کہا: المِغْفَر وہ زرہ ہے جس کو سر کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ یہ جالی دار بنی ہوئی زرہ ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ

۵۸۰۸۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے

Marfat.com

مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ.

حدیث بیان کی از الزہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتحِ مکہ کے سال داخل ہوئے اور آپ کے سر کے اوپر خود تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۴۶، ۳۰۴۴، ۴۲۸۶، ۵۸۰۸، صحیح مسلم: ۱۳۵۷، سنن ترمذی: ۱۶۹۳، سنن نسائی: ۲۸۶۷، سنن ابوداؤد: ۲۶۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۸۰۵، مسند احمد: ۱۲۵۲۱، موطا امام مالک: ۹۶۴، سنن دارمی: ۱۹۳۸)

صحیح البخاری: ۵۸۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، ان کا نام ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہے۔

مکہ میں دخول کے وقت خود اور عمامہ پہننے کی حدیثوں کے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود (لوہے کی ٹوپی) تھا، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے اوپر سیاہ عمامہ تھا۔ سو ان دو حدیثوں میں تعارض ہے۔

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیک وقت خود بھی پہنا ہوا ہو اور عمامہ بھی پہنا ہوا ہو۔ گویا کہ پہلے آپ نے عمامہ پہنا، پھر اس کے اوپر خود پہن لیا یا خود نیچے تھا اور اس کے اوپر عمامہ پہن لیا یا ہم یہ کہتے ہیں کہ جب آپ پہلے مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا، پھر آپ نے اس کو اتار دیا اور سیاہ عمامہ پہن لیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا اور آپ کے اوپر سیاہ عمامہ تھا اور آپ نے خطبہ اس وقت دیا تھا جب آپ کعبہ میں داخل ہونے کے بعد کعبہ کے دروازے کے پاس تھے۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن خود اس وقت پہنا ہوا تھا جب آپ برسرِ قتال تھے اور آپ محرم نہیں تھے۔ بخاری کی یہ حدیث امام مالک کی ان منفرد احادیث میں سے ہے جو انہوں نے زہری سے روایت کی ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ جب فتحِ مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر کے اوپر سیاہ عمامہ تھا، جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور آپ کے اوپر خود نہیں تھا، لیکن امام نسائی نے زہری سے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ کے سر پر خود تھا۔ پھر ان دو حدیثوں میں اسی طرح تطبیق دی گئی ہے جس طرح ہم نے ابھی تطبیق دی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۸۔ بَابُ: الْبُرُودِ وَالْحِبَرَةِ وَالشَّمْلَةِ

چادروں اور یمنی چادروں کا بیان

وَقَالَ خَبَّابٌ شَكَوْنَا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ.

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی اور اس وقت آپ اپنی چادر سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

البرود، الحبرۃ اور الشملۃ کے معانی

اس باب میں البرود کا ذکر کیا جائے گا اور بُرود، بُردۃ کی جمع ہے۔ اور یہ سیاہ چوکور چادر ہے۔ دیہاتی یہ چادر اپنے بچوں کو پہناتے ہیں۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ البرود، الاردیۃ (رداء کی جمع، یعنی چادر) اور المیازر (میزر کی جمع، یعنی تہبند) کی مثل ہے۔ اور ان میں بعض، بعض سے افضل ہوتے ہیں۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: دھاری دار چادر اور سادہ چادر دونوں برابر ہیں۔

الحِبَرۃ، اس میں حاء کے نیچے زیر ہے اور باء پر زبر ہے، یہ عِنَبَۃٌ کے وزن پر ہے اور یہ یمنی چادر ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ سبز رنگ کی چادر ہے، کیونکہ سبز رنگ کی چادریں اہل جنت کا لباس ہیں، اس لیے سبز رنگ کی چادریں کفن میں مستحب ہیں۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ چادر ڈالی گئی تھی اور سفید رنگ کی چادر اس سے بہتر ہے اور اسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن دیا گیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں سے ایک سبز رنگ کی چادر تھی اور سفید رنگ کی چادر کی زیادہ روایات ہیں۔ علامہ الہروی نے کہا ہے: ''الحبَرۃ'' کا معنی ہے: جس کے کنارے پر دھاریاں ہوں۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ''البرود'' یمن کی سوتی چادریں ہیں اور ان کے نزدیک یہ سب سے افضل کپڑا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کے اوپر یمنی چادر ڈالی گئی تھی۔ اگر کوئی چیز یمنی چادر سے افضل ہوتی تو وہ آپ کے اوپر ڈالی جاتی۔

''الشملۃ'': یہ وہ چادر ہے جس کو لپیٹا جاتا ہے، یہ جوہری کا قول ہے اور علامہ داؤدی نے کہا کہ یہ عام چادر ہے۔

امام بخاری کی تعلیق کی شرح

حضرت خباب کا نام ہے خباب بن الارت، انہوں نے کہا کہ ہم نے کفار کی ایذاء رسانی کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور یہ حدیث المبعث النبوی میں گزر چکی ہے اس باب میں ''مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ بمکۃ''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۰۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا اور آپ کے اوپر نجرانی چادر تھی جس کا کنارا موٹا تھا، پس ایک دیہاتی نے آپ کو پالیا، سو اس نے آپ کو آپ کی چادر کے ساتھ زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر اس کے شدت سے کھینچنے کی وجہ سے چادر کے

اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ۔

موٹے کنارے کا نشان پڑ گیا تھا، پھر اس دیہاتی نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے، اس مال میں سے آپ مجھے عطا کرنے کا حکم دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا، پھر آپ ہنسے، پھر آپ نے اس کے لیے عطا کرنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۴۹، ۵۸۰۹، ۶۰۸۸، صحیح مسلم: ۱۰۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۳، مسند احمد: ۱۳۱۳۹)

صحیح البخاری: ۵۸۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں "الحِبَرَة" کا ذکر ہے، اور الحبرۃ کا معنی ہے: یمنی چادر۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے نجرانی چادر، اور نجران بھی یمن کا شہر ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہو گئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن عبداللہ کا ذکر ہے، اور وہ اسماعیل بن ابی اویس ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وعلیه برد نجرانی" یعنی آپ کے اوپر نجرانی چادر تھی، نجران یمن کا شہر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اثرت بها" یعنی اس اعرابی نے اس زور سے چادر کو کھینچا کہ اس کا نشان آپ کے کندھے پر پڑ گیا۔ اور ہمام کی روایت میں ہے کہ وہ چادر پھٹ گئی اور اس کا کنارہ آپ کی گردن میں آ گیا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اعرابی سے یہ کام اس وقت ہوا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ تک پہنچ گئے تھے۔ اور ہمام کی روایت اور بخاری کی روایت میں مطابقت اس طرح ہے کہ وہ اعرابی آپ سے مسجد کے باہر ملا تو وہ آپ کے پیچھے آیا، جب کہ آپ اپنے حجرہ میں داخل ہونے والے تھے، اس نے آپ سے بات کی اور آپ کے کپڑے کو پکڑ لیا جب آپ مسجد میں داخل ہوئے، پھر جب آپ حجرے میں داخل ہونے لگے تو اسے یہ خوف ہوا کہ اب اس کی آپ سے ملاقات نہیں ہو سکے گی، تو اس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم اور آپ کی جان اور مال میں ایذاء پر صبر کرنے کا بیان ہے، اور سخت رویہ سے تجاوز کرنے کا ذکر ہے، آپ یہ چاہتے تھے کہ اس دیہاتی کی اسلام سے تالیف کریں اور تا کہ آپ کے بعد جو حکام آنے والے ہیں، وہ آپ کے اس خلقِ جمیل کی پیروی کریں اور زیادتی سے درگزر کریں اور برائی کا بدلہ اچھائی سے دیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۱۔ ۴۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۵۸۱۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ قَالَ سَهْلٌ هَلْ تَدْرِي مَا الْبُرْدَةُ قَالَ نَعَمْ هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي نَسَجْتُ هٰذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا لَإِزَارُهُ فَجَسَّهَا رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَكْسُنِيهَا قَالَ نَعَمْ فَجَلَسَ مَا شَاءَ اللّٰهُ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ وَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک بُردہ (سیاہ چوکور چادر) لے کر آئی، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم جانتے ہو بردہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! یہ وہ چادر ہے جس کے کناروں میں بُنائی کی ہوئی تھی، اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ آپ اس کو پہنیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر لے لی، جب کہ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف آئے اور آپ نے اس چادر کا تہبند باندھا ہوا تھا، پس صحابہ میں سے ایک مرد نے اس چادر کو چھوا، پس کہا: یارسول اللہ! یہ چادر مجھے پہنا دیجئے، آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، پھر آپ مجلس میں اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر اللہ نے چاہا، پھر آپ واپس گئے، اس چادر کو لپیٹا اور اس مرد کی طرف بھیج دیا، تو صحابہ نے اس مرد سے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا، تم نے اس چادر کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور تم کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سائل کو رد نہیں کرتے، اس مرد نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس چادر کا اس لیے سوال کیا تھا کہ جب میں مروں تو یہ چادر میرا کفن بن جائے، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے بتایا، پھر وہ چادر اس مرد کا کفن ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۱۲۷۷، ۲۰۹۳، ۵۸۱۰، ۶۰۳۶ سنن نسائی: ۵۳۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۵، مسند احمد: ۲۲۳۱۸)

صحیح البخاری: ۵۸۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یعقوب بن عبدالرحمٰن کا ذکر ہے، یہ ابن محمد بن عبداللہ القاری ہیں، یہ لفظ القارۃ سے ہے، یہ عرب کا ایک قبیلہ ہے، یہ اصل میں مدنی ہیں اور اسکندریہ میں انہوں نے رہائش کی۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو حازم کا ذکر ہے، ان کا نام سلمہ بن دینار ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے ''فجسّها'' جیم اور شین کی تشدید کے ساتھ، یعنی اس کو اپنے ہاتھ سے چھوا، اور دوسری روایت میں ہے ''فحسّنها'' یعنی اس چادر کی اس مرد نے تحسین کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هِيَ سَبْعُونَ أَلْفًا تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيُّ يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ قَالَ ادْعُ اللّٰهَ لِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ سَبَقَكَ عُكَّاشَةُ۔

(صحیح بخاری: ۶۵۴۲، صحیح مسلم: ۲۱۶، مسند احمد: ۸۹۴۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا، ان کے چہرے اس طرح روشن ہوں گے جس طرح چاند روشن ہے، پس حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ اپنی چادر کو اٹھاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کردے، آپ نے دعا کی: اے اللہ! ان کو ان میں سے کردے، پھر انصار میں سے ایک مرد کھڑا ہوا، اس نے کہا: یارسول اللہ! میرے لیے دعا کیجئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ ان میں سے کردے، آپ نے فرمایا: عکاشہ نے تم پر سبقت کرلی۔

صحیح البخاری: ۵۸۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں چادروں کا ذکر ہے، اور اس حدیث میں النمرۃ کا ذکر ہے، یہ وہ چادر ہے جس میں مختلف رنگ کی دھاریاں ہوں، گویا کہ یہ چیتے کی کھال سے بنائی گئی ہے، کیونکہ چیتے کی کھال میں بھی مختلف رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، یہ حکم بن نافع ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''سبقك عكاشة'' یعنی دعا کی طلب میں عکاشہ نے تم پر سبقت کرلی۔ اور کتاب الطب میں گزرا ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے یہ اس قصہ میں کہا تھا جس قصہ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے، جو نہ دم کراتے ہوں گے اور نہ بدفالی کرتے ہوں گے، اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہی قصہ میں وارد ہیں، سوال

Marfat.com

میں منافات نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قُلْتُ لَهُ أَيُّ الثِّيَابِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَلْبَسَهَا قَالَ الْحِبَرَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، قتادہ نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا کپڑا زیادہ پسند تھا؟ تو انہوں نے کہا: الحبرۃ یعنی یمنی چادر۔

(صحیح البخاری: ۵۸۱۳، صحیح مسلم: ۲۰۷۹، سنن ترمذی: ۱۷۸۷، سنن نسائی: ۵۳۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۰۶۰، مسند احمد: ۱۳۶۹۴)

صحیح البخاری: ۵۸۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن عاصم کا ذکر ہے، یہ القیسی البصری ہیں، اور ہمام کا ذکر ہے، یہ ابن یحییٰ ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی چادر زیادہ پسند تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں زیادہ زینت نہیں ہے اور اس لیے کہ اس میں میل کی زیادہ گنجائش ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۳۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَلْبَسَهَا الْحِبَرَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ یمنی چادر کا لباس پہننا پسند تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۱۳، صحیح مسلم: ۲۰۷۹، سنن ترمذی: ۱۷۸۷، سنن نسائی: ۵۳۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۰۶۰، مسند احمد: ۱۳۶۹۴)

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۱۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "الحبرۃ" کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: یمنی چادر، یہ الجوہری کا قول ہے۔ (الصحاح ج ۲ ص ۶۲۱)

علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ سبز رنگ کا کپڑا ہے، کیونکہ سبز رنگ کا کپڑا اہل جنت کا لباس ہے، اسی لیے اس میں کفن مستحب ہے اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو سبز رنگ کی چادر سے ڈھانپ دیا گیا اور سفید رنگ کی چادر اس سے بہتر ہے، اور سفید رنگ کے کپڑے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن دیا گیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کے کفن میں سے ایک حبرۃ تھا، علامہ

Marfat.com

الہروی نے کہا ہے: یہ وہ کپڑا ہے کہ جس کے کناروں پر دھاریاں ہوتی ہیں۔ (غریب الحدیث ج ۱ص ۶۰)

صحیح البخاری: ۵۸۰۹ میں مذکور ہے کہ ایک اعرابی نے زور سے آپ کی چادر کو کھینچا، جس سے آپ کے کندھے پر نشان پڑ گیا اور اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے، اس میں سے مجھے دینے کا حکم کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا، آپ ہنسے، اور پھر اس کو عطا کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فطرت، شریف اخلاق کی تھی اور جاہلوں کی جفا پر صبر کرنے کی تھی اور ان سے درگزر کرنے کی تھی اور برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے کی تھی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے جب اعرابی نے چادر پکڑ کر کھینچی، پھر آپ نے اس کو عطا کرنے کا حکم دیا اور اس سے مواخذہ نہیں کیا۔

اور صحیح البخاری: ۵۸۱۰ میں مذکور ہے کہ ایک عورت آپ کے لیے چادر بن کر لائی، آپ کو اس چادر کی ضرورت بھی تھی، آپ نے اس کو پہن بھی لیا، پھر ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) یہ چادر مجھے دے دیجئے، تو آپ نے چادر اس کو عطا کردی، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم اور اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دینے کا حال معلوم ہوا، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین کے کپڑوں سے تبرک حاصل کرنا چاہیے اور ان کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر پیش کرنا چاہیے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۶۴۰۔۶۴۱ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ جب صالحین کے کپڑے اور ان کے آثار کا وسیلہ بھی اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے تو خود ان صالحین کا وسیلہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کتنا مقبول ہوگا ان کی زندگی میں بھی اور ان کی حیات کے بعد بھی اور جب ایک صحابی کا عمل ہو تو ہم وسیلہ سے کیسے مستغنی ہوسکتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۸۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِينَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۲۰، مسند احمد: ۲۴۳۴۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب وفات ہوگئی تو آپ کو یمنی چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔

۱۹۔ بَابُ: الْأَكْسِيَةِ وَالْخَمَائِصِ

عام چادروں اور سیاہ اونی چادروں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''اکسیة'' کا بیان ہے، اور اکسیة، کساء کی جمع ہے۔ اور خمائص کا بیان ہے، خمائص، خمیصة کی جمع ہے۔ اور خمیصة سیاہ اونی چادر کو کہتے ہیں یا چوکور ریشمی چادر جس میں بیل بوٹے بنے ہوئے ہوں۔ اور کساء کو اس وقت تک خمیصہ

Marfat.com

نہیں کہتے جب تک اس میں بیل بوٹوں کے نقش ونگار نہ ہوں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خمیصة اس چادر کو کہتے ہیں جس میں ریشم کے بیل بوٹے ہوں یا نقش ونگار ہوں اور یہ سلف صالحین کا لباس تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۵، ۵۸۱۶۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رضی الله عنه قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دونوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ پر مرض وفات طاری ہوا تو آپ اپنی سیاہ اونی چادر پھر اپنے چہرے پر ڈال لیتے جب آپ ﷺ کا دم گھٹنے لگتا تو آپ اپنا چہرہ کھول دیتے، اسی حال میں آپ نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنالیا، آپ ان کے کیے ہوئے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۳۵، ۳۴۵۴، ۴۴۴۴، ۵۸۱۶، صحیح مسلم: ۵۳۱، سنن نسائی: ۷۰۳، مسند احمد: ۱۸۸۷، سنن دارمی: ۱۴۰۳)

صحیح البخاری: ۵۸۱۵، ۵۸۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''الخمائص'' یعنی سیاہ اونی چادریں اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر مرض وفات طاری ہوا تو آپ کے چہرہ پر ''خمیصہ'' یعنی سیاہ اونی چادر ڈال دی گئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بکیر کا ذکر ہے، اور یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر المخزومی المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عقیل کا ذکر ہے، یہ ابن خالد ہیں۔ اور ابن شہاب کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لما نزل'' اس سے مراد ہے: جب مرضِ موت نازل ہوا۔ اس حدیث میں مذکور ہے ''طفق'' یعنی رسول اللہ ﷺ بخار کی وجہ سے اپنے چہرہ سے اونی چادر کو ہٹا دیتے تھے۔ اس حدیث میں مذکور ہے ''یحذر'' یعنی آپ مسلمانوں کو بتوں کی عبادت سے ڈراتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۸۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے، پھر عیسائیوں کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ انہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا؟

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہود کے تو انبیاء تھے جب کہ عیسائیوں کے نبی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور نہ ہی ان کی قبر ہے تو پھر نصاریٰ کا اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانے سے کیا مراد ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں انبیاء اور ان کے صالحین پیروکار مراد ہیں، کیونکہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور اپنے صالحین کی قبروں کو مساجد بنالیتے تھے۔ اسی وجہ سے اس سے پہلی حدیث (صحیح البخاری: ۴۳۴) میں ارشاد ہے کہ: یہ وہ قوم ہے جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے تھے اور اس پر بت بنا کر رکھ دیتے تھے اور یہ اللہ کی بدترین مخلوق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہود تو اپنے انبیاء کی قبروں پر ان کے بت بناتے تھے، اور نصاریٰ اپنے صالحین کی قبروں پر ان کے بت بنالیتے تھے۔ اس بدعت کو یہود نے شروع کیا تھا اور نصاریٰ نے ان کی پیروی کی، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نصاریٰ بھی ان کثیر انبیاء کی تعظیم کرتے تھے جن کی یہود تعظیم کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۸، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجد بناتے تھے اور ان میں ان کے بت نصب کرتے تھے اس لیے ان کی مذمت کی گئی اور مزارات انبیاء اور صالحین کی قبور کے پاس مسجد بنانا تاکہ اس میں خالص اللہ کی عبادت کی جائے جائز ہے، جس کا ثبوت سورۃ الکہف میں ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۷ میں سورۃ الکہف کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۸۱۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي خَمِيصَةٍ لَهُ لَهَا أَعْلَامٌ فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هٰذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلَاتِي وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ غَانِمٍ مِنْ بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ اونی چادر اوڑھ کر نماز پڑھی جس میں بیل بوٹے اور نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نقش و نگار کی طرف نظر کی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا: میری یہ اونی چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ، کیونکہ اس نے ابھی نماز میں مجھے مشغول رکھا اور میرے پاس ابوجہم بن حذیفہ بن غانم بن بنی عدی بن کعب کی سادہ چادر لے آؤ۔

(صحیح مسلم: ۵۵۶، سنن نسائی: ۷۷۱، سنن ابوداؤد: ۹۱۴، مسند احمد: ۲۳۵۶۷)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۸۱۵، ۵۸۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے ''خمائص'' اور اس حدیث میں ذکر ہے: میری یہ خمیصہ یعنی اونی چادر لے جاؤ، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن سعد کا ذکر ہے، یہ ابن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔
یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں ''باب اذا صلی فی ثوب له اعلام'' میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ معمر صحابہ میں سے ہیں، انہوں نے کعبہ کی تعمیر میں دو مرتبہ حصہ لیا، ایک مرتبہ زمانہ جاہلیت میں جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تھی، اس وقت یہ نوجوان اور قوی تھے، اور دوسری مرتبہ زمانہ اسلام میں جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کعبہ کی تعمیر کی تھی، اس وقت یہ شیخ فانی تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقش و نگار والی سیاہ اونی چادر ہدیہ کی تھی، جس کی طرف توجہ کرنے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں مشغول ہو گئے تھے، تو آپ نے وہ چادر ان کو واپس کر دی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو سیاہ اونی چادریں آئی تھیں، ایک چادر کو آپ نے پہن لیا اور دوسری چادر آپ نے حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کو نماز کے بعد واپس کر دی تھی اور ان سے دوسری چادر طلب کی تھی۔
اور اس حدیث میں ''الانبجانیۃ'' کا ذکر ہے، یہ موٹی چادر کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب اس چادر میں نقش و نگار اور بیل بوٹے ہوں تو اس کو خمیصۃ کہتے ہیں، اور جب یہ چادر سادہ ہو تو اس کو انبجانیۃ کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً وَإِزَارًا غَلِيظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوحُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي هَذَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہماری طرف ایک سادہ چادر نکالی اور ایک موٹا تہبند نکالا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان دو کپڑوں میں وفات ہوئی تھی۔

(صحیح مسلم: ۲۰۸۰، سنن ترمذی: ۱۷۳۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۳۶، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۱، مسند احمد: ۲۳۵۱۷)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۸۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا تذکرہ ہے، اور وہ ابن علیہ ہیں۔ اور ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔ اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام عامر بن ابی موسیٰ الاشعری ہے۔

اس حدیث کی شرح کتاب الخمس میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۰۔ بَابُ: اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ — اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''اشتمال الصماء'' یعنی اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹنے کا بیان کیا جائے گا۔ محدثین نے اشتمال الصماء کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ مرد اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ لے اور اس کپڑے کی کوئی جانب اوپر نہ اٹھائے۔ اس کو صماء اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مرد اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کے منافذ اور شگافوں اور سوراخوں کو بند کر دیتا ہے، اور وہ ایسی ٹھوس چٹانوں کی طرح ہو جاتا ہے جس میں کوئی سوراخ نہیں ہوتا۔ اور فقہاء کے نزدیک اشتمال الصماء کا معنی یہ ہے: کہ ایک مرد ایک کپڑا اس طرح اوڑھے کہ کوئی دوسرا کپڑا اس کے جسم پر نہ ہو، پھر جب وہ ایک جانب سے کپڑا اٹھائے اور اس کو کندھے پر رکھ دے تو اس کی شرمگاہ کھل جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۱۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ خُبَيْبٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَعَنْ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ وَأَنْ يَحْتَبِيَ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از خبیب از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا اور دو نمازوں سے منع فرمایا، فجر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔ اور اس سے منع فرمایا کہ مرد ایک کپڑا اس طرح لپیٹ لے کہ اس کی شرمگاہ کے اوپر اس کے اور آسمان کے درمیان کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو اور اس سے منع فرمایا کہ وہ اشتمال الصماء کرے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۸، ۵۸۴، ۵۸۸، ۱۹۹۳، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۵۸۱۹، ۵۸۲۱، سنن ترمذی: ۱۳۱۰، سنن نسائی: ۴۵۱۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۹، مسند

احمد: ۵۲۲۴۵۵،۲۷،موطا امام مالک: ۱۷۰۳)

صحیح البخاری: ۵۸۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''صماء'' اور ''احتباء'' کا معنی

صماء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان تہبند باندھے اور آگے سے یا پیچھے سے تہبند اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لے، جس سے اس کی اگلی یا پچھلی شرمگاہ کھل جائے۔ اور احتباء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان نے صرف تہبند باندھا ہوا ہو اور وہ اپنی مقعد زمین پر ٹکا کر دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھ جائے، اس طرح بیٹھنے میں یہ خطرہ ہے کہ اس کی شرمگاہ کھل جائے گی اور دکھائی دے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۲)

ملامسہ اور منابذہ کی تفسیر اس کے بعد والی حدیث میں آرہی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ فِي الْبَيْعِ وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الْآخَرِ بِيَدِهِ بِاللَّيْلِ أَوْ بِالنَّهَارِ وَلَا يُقَلِّبُهُ إِلَّا بِذَلِكَ وَالْمُنَابَذَةُ أَنْ يَنْبِذَ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ بِثَوْبِهِ وَيَنْبِذَ الْآخَرُ ثَوْبَهُ وَيَكُونَ ذَلِكَ بَيْعَهُمَا عَنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَلَا تَرَاضٍ وَاللِّبْسَتَيْنِ اشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَالصَّمَّاءُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوْبَهُ عَلَى أَحَدِ عَاتِقَيْهِ فَيَبْدُو أَحَدُ شِقَّيْهِ لَيْسَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ وَاللِّبْسَةُ الْأُخْرَى احْتِبَاؤُهُ بِثَوْبِهِ وَهُوَ جَالِسٌ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد نے خبر دی کہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے لباس اور دو قسم کی بیع سے منع فرمایا۔ آپ نے بیع میں الملامسہ اور المنابذہ سے منع فرمایا۔ ملامسہ یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے کپڑے کو اپنے ہاتھ سے چھوئے رات میں یا دن میں اور اس کو الٹ پلٹ کر نہ دیکھے، اور منابذہ یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کی طرف اپنے کپڑے کو پھینک دے اور دوسرا اپنا کپڑا اس کی طرف پھینک دے اور یہ عمل ان کے درمیان بیع قرار پائے بغیر غور سے دیکھنے اور بغیر رضا مندی کے اظہار کے، اور دو قسم کے لباس یہ ہیں: ان میں سے ایک اشتمال الصماء ہے، اور صماء یہ ہے کہ وہ اپنے کپڑے کو اپنے کسی ایک کندھے پر رکھے، پس اس کی دوسری شق ظاہر ہو جس کے اوپر کپڑا نہ ہو۔ اور لباس کی دوسری قسم احتباء ہے، یعنی وہ اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر زمین پر بیٹھ جائے اور اس کی شرمگاہ پر کپڑے کا حصہ نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷، ۱۹۹۱، ۲۱۴۴، ۲۱۴۷، ۵۸۲۰، ۵۸۲۲، ۶۲۸۴، سنن النسائی: ۵۳۴۱، سنن ابوداؤد: ۲۴۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۹، مسند

احمد: ۱۰۷۱۰)

صحیح البخاری: ۵۸۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، اور وہ ابن زید ہیں۔ اور عامر بن سعد کا ذکر ہے، وہ ابن سعد بن ابی وقاص ہیں۔ اور سعید خدری کا ذکر ہے، وہ سعد بن مالک ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یقلبه الا بذلك" یعنی ایک مرد دوسرے مرد کے کپڑے کو رات یا دن میں ہاتھ سے چھوئے اور اس کے علاوہ اور کوئی تصرف نہ کرے، یعنی نہ کپڑے کو کھولے اور نہ اس کو غور سے دیکھے۔ اور اس کے چھونے کو دیکھنے کے قائم مقام قرار دے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تراض" یعنی کوئی ایسا لفظ نہ بولے جو اس بیع پر رضا مندی کو ظاہر کرے اور وہ ایجاب وقبول ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیع میں دونوں فریقوں کو ثمن اور مبیع پر راضی ہونا ضروری ہے ورنہ بیع المکرہ بالاتفاق باطل ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "احتباءة"۔ علامہ الجوہری نے کہا ہے: مرد کا احتباء یہ ہے کہ وہ اپنی پشت اور پنڈلیوں کو عمامہ کے ساتھ باندھ لے اور اس کی شرمگاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ انسان اپنی سرین کے اوپر بیٹھ جائے اور اپنی دونوں پنڈلیوں کو کھڑا کر کے کسی کپڑے سے باندھ لے اور اس کی شرمگاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۱۔ بَابُ: اَلِاحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ — ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنا

اس باب میں ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور احتباء کی تفسیر ابھی گزر چکی ہے۔

۵۸۲۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ وَأَنْ يَشْتَمِلَ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى أَحَدِ شِقَّيْهِ وَعَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کے لباس سے منع فرمایا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرد ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھے اور اس کی شرمگاہ کے اوپر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو، اور دوسری قسم یہ ہے کہ مرد اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ لے

Marfat.com

اور وہ کپڑا اس کی دو شقوں میں سے ایک شق پر نہ ہو۔ اور آپ نے الملامسہ اور اور المنابذہ سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۸، ۵۸۴، ۵۸۸، ۱۹۹۳، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۵۸۱۹، ۵۸۲۱، سنن ترمذی: ۱۳۱۰، سنن نسائی: ۴۵۱۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۹، مسند احمد: ۲۷۲۴۵، موطا امام مالک: ۱۷۰۴)

صحیح البخاری: ۵۸۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، یہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور ابوالزناد کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں، یہ عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْلَدٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مخلد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال صماء سے منع فرمایا۔ اور اس سے منع فرمایا کہ مرد ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھے اور اس کی شرمگاہ کے اوپر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷، ۱۹۹۱، ۲۱۴۴، ۲۱۴۷، ۵۸۲۰، ۵۸۲۲، ۶۲۸۴، سنن النسائی: ۵۳۴۱، سنن ابوداؤد: ۲۴۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۹، مسند احمد: ۱۰۷۱۰)

صحیح البخاری: ۵۸۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، یہ محمد بن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مخلد کا ذکر ہے، یہ ابن یزید الحرانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن جریج کا ذکر ہے، یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن شہاب کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۲۔ بَابُ: الْخَمِيصَةِ السَّوْدَاءِ — سیاہ اونی چادر کا بیان

اس باب میں "الخمیصۃ السوداء" کا ذکر ہے اور الخمیصۃ کی تفسیر عنقریب گزر چکی ہے اور سوداء کے معنی ہیں: سیاہ۔

Marfat.com

۵۸۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ بْنِ فُلَانٍ هُوَ عَمْرُو بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدٍ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِثِيَابٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ صَغِيرَةٌ فَقَالَ مَنْ تَرَوْنَ أَنْ نَكْسُوَ هَذِهِ فَسَكَتَ الْقَوْمُ قَالَ ائْتُونِي بِأُمِّ خَالِدٍ فَأُتِيَ بِهَا تُحْمَلُ فَأَخَذَ الْخَمِيصَةَ بِيَدِهِ فَأَلْبَسَهَا وَقَالَ أَبْلِي وَأَخْلِقِي وَكَانَ فِيهَا عَلَمٌ أَخْضَرُ أَوْ أَصْفَرُ فَقَالَ يَا أُمَّ خَالِدٍ هَذَا سَنَاهُ وَسَنَاهُ بِالْحَبَشِيَّةِ حَسَنٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید نے حدیث بیان کی از والد خود سعید بن فلاں، وہ عمرو بن سعید بن العاص ہیں، از ام خالد بنت خالد، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے، ان میں چھوٹی سی سیاہ اونی چادر بھی تھی، تو آپ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے ہم یہ چادر کس کو پہنائیں، تو صحابہ خاموش رہے، آپ نے فرمایا: میرے پاس ام خالد کو لاؤ، پھر ان کو اٹھا کر لایا گیا، تو نبی ﷺ نے وہ سیاہ اونی چادر اپنے ہاتھ میں پکڑی اور ام خالد کو پہنا دی اور فرمایا: تم اس کو پہنو اور اس کو بوسیدہ اور پرانی کردو، اور اس چادر میں سبز یا زرد نشان تھے، آپ نے فرمایا: اے ام خالد! یہ خوبصورت ہے۔ اور سنا کے لفظ کا حبشی زبان میں معنی ہے: خوبصورت۔

(صحیح البخاری: ۳۰۷۱، ۳۸۷۴، ۵۸۲۳، ۵۸۴۵، ۵۹۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۲۴، مسند احمد: ۲۶۵۱۷)

صحیح البخاری: ۵۸۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے، ان کا نام الفضل بن دُکین ہے۔ اور اسحاق بن سعید کا ذکر ہے، یہ سعید بن عمرو بن العاص ابوخالد بن سعید الاموی القرشی ہیں، یہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ ام خالد سے روایت کرتے ہیں، ام خالد کا نام امۃ بنت خالد بن سعید بن العاص ہے۔ ان کی کنیت ان کے بیٹے خالد بن زبیر بن العوام کے نام پر رکھی گئی ہے۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا تھا، تو ان سے ان کے دو بیٹے ہوئے خالد اور عمر۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ ام خالد حبشہ کی سرزمین میں پیدا ہوئی تھیں اور فتح خیبر کے بعد اپنے باپ کے ساتھ آئیں، اس وقت یہ سمجھدار تھیں۔ اور ان کے والد خالد بن سعید بن العاص ہیں، وہ قدیماً اسلام لائے تھے اور تین میں کے تیسرے یا چار میں کے چوتھے مسلمان تھے اور حضرت ابوبکر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں شام میں شہید ہوئے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فاتی بھا تحمل" یعنی حضرت ام خالد کو اٹھا کر لایا گیا اور ان کو اٹھا کر اس لیے لایا گیا کہ وہ کم سن

Marfat.com

اور کم عمر تھیں، لیکن وہ اس سے مانع نہیں ہے کہ وہ سمجھدار ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابلی واخلقی" یعنی تم اس سیاہ چادر کو بوسیدہ کرو اور پرانا کرو، یعنی تمہاری عمر اتنی طویل ہو کہ تمہاری عمر میں یہ چادر بوسیدہ اور پرانی ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سناہ" حبشی زبان میں سناہ کا معنی ہے: یہ بہت خوبصورت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حبشی زبان کا لفظ استعمال کیا، کیونکہ وہ حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں، یہ علامہ کرمانی کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۴۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ ﷺ قَالَ لَمَّا وَلَدَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ قَالَتْ لِي يَا أَنَسُ انْظُرْ هَذَا الْغُلَامَ فَلَا يُصِيبَنَّ شَيْئًا حَتَّى تَغْدُوَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُحَنِّكُهُ فَغَدَوْتُ بِهِ فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ حُرَيْثِيَّةٌ وَهُوَ يَسِمُ الظَّهْرَ الَّذِي قَدِمَ عَلَيْهِ فِي الْفَتْحِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از محمد از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت ام سلیم کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا: اے انس! اس بچہ کو دیکھتے رہو، اس کے پیٹ میں کوئی چیز نہ جائے حتیٰ کہ صبح اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جانا اور آپ اس کو گھٹی دیں۔ پس میں صبح اس بچہ کو لے کر گیا، اس وقت آپ باغ میں تھے اور آپ کے اوپر سیاہ اونی حریثی چادر تھی۔ اور آپ اس سواری پر نشان لگا رہے تھے جس پر سوار ہو کر آپ فتح مکہ کے دن گئے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۰۲، ۵۵۴۲، ۵۸۲۴، صحیح مسلم: ۲۱۱۹، سنن ابوداؤد: ۲۵۶۳، مسند احمد: ۱۲۵۴۶)

صحیح البخاری: ۵۸۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی عدی، یہ محمد بن عدی ہیں۔ اور ابی عدی کا نام ہے ابراہیم البصری۔ اور اس میں ابن عون کا ذکر ہے، یہ عبد اللہ بن عون ہیں۔ اور اس میں محمد کا ذکر ہے، یہ محمد بن سیرین ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ام سلیم کا ذکر ہے، یہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حریثیۃ" اس میں حریث کی طرف نسبت ہے اور یہ بنو قضاعہ کے ایک مرد کا نام ہے۔ اور ابن السکن کی روایت میں ہے "خیبریۃ" اس میں خیبر کی طرف نسبت ہے جو معروف شہر ہے۔

Marfat.com

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ایک روایت میں "حوتکیۃ" ہے، اس کا معنی ہے: چھوٹی، یعنی وہ چادر چھوٹی تھی۔ اور ایک روایت ہے "حوتیۃ" اس میں الحوت کی طرف نسبت ہے اور یہ ایک قبیلہ ہے۔ اور ایک روایت ہے "جونیۃ" یہ قبیلہ الجون کی طرف نسبت ہے یا اس کے رنگ کی طرف نسبت ہے، کیونکہ اس میں سفید اور سیاہ رنگ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ھو یسم الظھر" یعنی آپ اونٹوں پر نشان لگا رہے تھے اور اونٹ کو ظہر سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ اونٹ کی پشت کے اوپر سامان لادا جاتا ہے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے "یسم" یہ الوسم سے بنا ہے، یعنی آپ لوہے کو گرم کر کے اونٹ کے اوپر داغ لگا رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی الفتح" یعنی فتح مکہ کے زمانہ میں۔ اور داغ لگانے کا فائدہ ہے تاکہ وہ اونٹ دوسرے اونٹوں سے ممتاز ہو جائے۔

نومولود کو گھٹی دینے کا استحباب

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم متواضع تھے اور اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور مسلمانوں کی مصلحتوں میں غور وفکر کرتے تھے، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو نیا بچہ پیدا ہو اس کو گھٹی دینا مستحب ہے۔ اور جو بچہ پیدا ہو، اس کو نیک لوگوں اور بزرگوں کے پاس لے جانا چاہیے تاکہ وہ ان کو گھٹی دیں تاکہ بچہ کے پیٹ میں جو پہلی چیز داخل ہو وہ صالحین کا لعابِ دہن ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۔۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۳۔ بَابُ: ثِیَابِ الْخُضْرِ

سبز رنگ کے کپڑوں کا بیان

اس باب میں سبز رنگ کے کپڑوں کا بیان کیا جائے گا۔

۵۸۲۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيرِ الْقُرَظِيُّ قَالَتْ عَائِشَةُ وَعَلَيْهَا خِمَارٌ أَخْضَرُ فَشَكَتْ إِلَيْهَا وَأَرَتْهَا خُضْرَةً بِجِلْدِهَا فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالنِّسَاءُ يَنْصُرُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا قَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ مَا يَلْقَى الْمُؤْمِنَاتُ لَجِلْدُهَا أَشَدُّ خُضْرَةً مِنْ ثَوْبِهَا قَالَ وَسَمِعَ أَنَّهَا قَدْ أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَجَاءَ وَمَعَهُ ابْنَانِ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا لِي إِلَيْهِ مِنْ ذَنْبٍ إِلَّا أَنَّ مَا مَعَهُ لَيْسَ بِأَغْنَى عَنِّي مِنْ هٰذِهِ وَأَخَذَتْ هُدْبَةً مِنْ ثَوْبِهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از عکرمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پھر اس سے حضرت عبد الرحمٰن بن الزبیر القرظی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس عورت کے سر پر سبز دوپٹہ تھا، اس عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے شوہر کی شکایت کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی کھال کے اوپر چوٹ کے سبز نشان دکھائے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے آئے اور عورتوں کی عادت ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں، تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جتنی تکلیف اس

Marfat.com

فَقَالَ كَذَبَتْ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي لَأَنْفُضُهَا نَفْضَ الْأَدِيمِ وَلٰكِنَّهَا نَاشِزٌ تُرِيدُ رِفَاعَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَإِنْ كَانَ ذٰلِكِ لَمْ تَحِلِّي لَهُ أَوْ لَمْ تَصْلُحِي لَهُ حَتّٰى يَذُوقَ مِنْ عُسَيْلَتِكِ قَالَ وَأَبْصَرَ مَعَهُ ابْنَيْنِ لَهُ فَقَالَ بَنُوكَ هٰؤُلَاءِ قَالَ نَعَمْ قَالَ هٰذَا الَّذِي تَزْعُمِينَ مَا تَزْعُمِينَ فَوَاللّٰهِ لَهُمْ أَشْبَهُ بِهِ مِنَ الْغُرَابِ بِالْغُرَابِ۔

عورت پر آئی ہے، میں نے اتنی تکلیف کسی مسلمان عورت پر نہیں دیکھی، اس کی کھال اس کے سبز کپڑوں سے زیادہ سبز ہے (یعنی شوہر کے مارنے کی وجہ سے)، عکرمہ نے کہا: حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر نے بھی سن لیا کہ ان کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی ہے، سو وہ بھی آ گئے اور ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے تھے جو اس بیوی سے پہلی بیوی سے پیدا ہوئے تھے، اس عورت نے کہا: اللہ کی قسم میں اس پر کوئی تہمت نہیں لگاتی، سوا اس کے کہ اس کے ساتھ صرف اتنا ہے جو میری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا اور اس نے کپڑے کا پلو پکڑ کر دکھایا (اس کی مراد یہ تھی کہ اس کا یہ شوہر نامرد ہے) تب حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر نے کہا: یہ جھوٹ بولتی ہے، اور اللہ کی قسم، یا رسول اللہ (ﷺ)! بے شک میں (جماع کے وقت) اس کو اس طرح پٹخ دیتا ہوں جس طرح چمڑے کو دباغت کے وقت پٹختے ہیں، لیکن یہ نافرمان ہے اور حضرت رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے، تب رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا: اگر واقعی اس طرح ہے تو تم رفاعہ کے لیے حلال نہیں ہو یا تم اس کے لیے جائز نہیں ہو، حتیٰ کہ یہ تمہارا تھوڑا سا شہد چکھ لے۔ عکرمہ نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر کے ساتھ دو بیٹے دیکھے، تو آپ نے پوچھا: یہ تمہارے بیٹے ہیں، تو حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اچھا یہ ہے وہ چیز جس کی وجہ سے تم وہ زعم کرتی ہو جو زعم کرتی ہو، پس اللہ کی قسم! یہ بچے عبدالرحمٰن بن زبیر کے ساتھ اس سے زیادہ مشابہ ہیں جتنا کوا، کوے کے ساتھ مشابہ ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۶۳۹، ۲۶۳۰، ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۵، ۵۳۱۷، ۵۷۹۲، ۵۸۲۵، ۶۰۸۴، صحیح مسلم: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۳۲۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۲، مسند احمد: ۲۳۵۷۸، سنن داری: ۲۲۶۷)

صحیح البخاری: ۵۸۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے سبز کپڑے، اور اس حدیث میں مذکور ہے: اس عورت کے سر پر سبز دوپٹہ تھا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالمجید ثقفی ہیں۔ اور اس کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، یہ السختیانی ہیں۔ اور عکرمہ کا ذکر ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت رفاعہ کا ذکر ہے، رِفاعہ میں راء کے نیچے زیر ہے۔ ان کا پورا نام ہے: رفاعہ بن شموال القرظی، یہ بنو قریظہ سے تھے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے: ان کو رفاعہ بن رفاعہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ اور ہم لگاتار (اپنا) کلام لوگوں کے لیے بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں O (القصص:۵۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان اہل کتاب کی خبر دی ہے جو ابتداء میں قرآن مجید پر ایمان لے آئے تھے، جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان وغیرہما، اور ان میں وہ علماء نصاریٰ بھی داخل ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور یہ چالیس افراد تھے، ان میں سے بتیس (۳۲) افراد تو حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے اور آٹھ (۸) افراد شام سے آئے تھے، یہ لوگ نصاریٰ کے ائمہ تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت رفاعہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

نہ صحیح بخاری میں اور نہ بقیہ کتب صحاح ستہ میں حضرت رفاعہ کی بیوی کا ذکر ہے، اور امام مالک نے اپنی روایت میں ان کا نام تمیمہ بنت وہب ذکر کیا ہے۔ اور حافظ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت رفاعہ بن شموال کی بیوی کا قصہ جس میں تھوڑے سے شہد کے چکھنے کا ذکر ہے، اس قصہ کے سوا میں نے ان کا اور کوئی قصہ نہیں دیکھا۔ اور اس عورت کے دوسرے شوہر حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر ہیں، الزَّبیر میں زاء پر زبر ہے اور باء کے نیچے زیر ہے، یہ ابن باطا یا ابنِ باطیا ہیں۔ الزَّبیر کو بنوقریظہ کے غزوہ میں قتل کر دیا گیا تھا، کیونکہ عبدالرحمٰن بن الزَّبیر بنوقریظہ سے تھے۔ ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابن مندہ اور ابونعیم نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن الزَّبیر انصار کے قبیلہ اوس میں سے تھے اور انہوں نے کہا ہے: عبدالرحمٰن بن الزَّبیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن مالک بن الاوس ہیں، سو یہ درست نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اور اس عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی اور اپنی کھال پر سبز نشان دکھائے جو حضرت عبدالرحمٰن بن الزَّبیر کے مارنے کی وجہ سے اس پر پڑ گئے تھے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "مالی الیہ من ذنب الا ان مامعہ لیس باغنی عنی من ھذہ" یعنی اس عورت نے کہا: عبدالرحمن بن زبیر کے پاس جو جماع کا آلہ ہے، وہ میری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا، اس نے کپڑے کا پلو بنا کر دکھایا، وہ اس طرح ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت عبدالرحمن بن الزبیر نے کہا: یہ عورت جھوٹ بولتی ہے، میں جماع کے وقت اس عورت کو اس طرح پٹخ دیتا ہوں جس طرح کپڑے کو رنگنے کے وقت پٹختے ہیں"، اور یہ اس سے کنایہ ہے کہ ان کے پاس بہت زیادہ جماع کی قوت تھی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ناشز" حضرت عبدالرحمن بن زبیر نے کہا: یہ عورت ناشز ہے، یعنی نافرمان ہے، انہوں نے "ناشزۃ" نہیں کہا، کیوں کہ یہ صفت عورت کے ساتھ مختص ہے جیسے حائض کہا جاتا ہے اور حائضۃ نہیں کہا جاتا اور طامس کہا جاتا ہے طامسۃ نہیں کہا جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یہ دونوں بیٹے عبدالرحمن بن الزبیر کے اس سے زیادہ مشابہ ہیں جس طرح کوا، کوے سے مشابہ ہوتا ہے"۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دلیل کے ساتھ اس عورت کے جھوٹ پر حکم لگایا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کے لیے جائز ہے کہ جب بیوی نافرمانی کرے تو وہ اس کو مارے اور اس کی مار کے نشان بیوی کی کھال پر بھی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کم کرتا ہو تو وہ اس کی شکایت امام سے کرے اور اس میں عورتوں پر کوئی عار نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۔ ۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۸۲۵ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سبز رنگ کے کپڑوں کی فضیلت پر دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ۔ اور وہاں ریشم کے ہلکے اور دبیز سبز کپڑے پہنیں گے۔

(الکہف: ۳۱)

اور یہ آیت سبز رنگ کے کپڑوں کی فضیلت کے لیے کافی ہے۔ نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابو رمثہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا تو میں نے آپ کے اوپر دو سبز چادریں دیکھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۶۵۲۔ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۲۴۔ بَابُ: الثِّيَابِ الْبِيضِ سفید کپڑوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں سفید کپڑوں کا ذکر ہے، اور سفید رنگ کا لباس تمام کپڑوں میں افضل ہے، کیونکہ یہ فرشتوں کا لباس ہے، جن فرشتوں نے غزوۂ احد وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید رنگ کے کپڑے پہنتے تھے اور لوگوں کو سفید رنگ کے کپڑے پہننے پر برانگیختہ کرتے تھے اور آپ یہ حکم دیتے تھے کہ مردوں کو بھی سفید کپڑوں میں کفن دو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے سفید کپڑوں میں سے پہنو، کیونکہ یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور انہی کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام ابن حبان اور امام حاکم نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ رَأَيْتُ بِشِمَالِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَيَمِينِهِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ يَوْمَ أُحُدٍ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ۔

(صحیح البخاری: ۴۰۵۴، ۵۸۲۶، صحیح مسلم: ۲۳۰۶، مسند احمد ۱: ۱۷۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از والد خود از حضرت سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے غزوۂ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب اور دائیں جانب دو مرد دیکھے جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے، نہ میں نے ان کو اس سے پہلے دیکھا اور نہ اس کے بعد۔

صحیح البخاری: ۵۸۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی کا ذکر ہے، یہ ابن راہویہ ہیں۔ اور محمد بن بشر کا ذکر ہے، یہ العبدی ہیں۔ اور مِسعَر کا ذکر ہے، یہ ابن قدام الکوفی ہیں۔ اور سعد بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ اپنے والد ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رجلین" یعنی دو مرد دیکھے، شارحین نے کہا ہے: وہ حضرت جبرائیل اور میکائیل تھے۔ اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ ان دو میں سے ایک حضرت اسرافیل تھے۔ بعض شارحین نے کہا ہے: جس نے کہا: ان دو میں سے ایک

Marfat.com

اسرافیل تھے، اس نے صحیح نہیں کہا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: انہوں نے بغیر دلیل کے علامہ کرمانی کا رد کیا ہے اور غزوۂ احد میں فرشتے دو مردوں کی شکل میں متشکل ہو کر آئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدُّؤَلِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ حَدَّثَهُ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا قَالَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ هٰذَا عِنْدَ الْمَوْتِ أَوْ قَبْلَهُ إِذَا تَابَ وَنَدِمَ وَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ غُفِرَ لَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از الحسین از عبد اللہ بن بریدہ از یحییٰ بن یعمر، انہوں نے حدیث بیان کی کہ ابو الاسود الدؤلی نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے اوپر سفید کپڑے تھے اور آپ اس وقت سوئے ہوئے تھے، میں پھر آپ کے پاس آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے، آپ نے فرمایا: جس بندہ نے لا الٰہ الا اللہ کہا (یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) پھر وہ اسی قول پر مر گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو، خواہ اس نے چوری کی ہو۔ میں نے کہا: اور خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: اور خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، میں نے کہا: اور خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: اور خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، وہ ابوذر کی ناک کو خاک میں رگڑتا ہوا جنت میں داخل ہوگا۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو کہتے تھے: وہ ابوذر کی ناک کو خاک میں رگڑتا ہوا جنت میں داخل ہوگا۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب اس نے مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ کہا ہو یا اس نے موت سے پہلے لا الٰہ الا اللہ کہا جب کہ وہ اپنے گناہوں پر توبہ کر چکا ہو اور نادم ہو چکا ہو۔ اور اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۱۲۳۷، ۱۴۰۸، ۲۳۸۸، ۳۲۲۲، ۵۸۲۷، ۶۲۶۸، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۷۴۸۷، صحیح مسلم: ۹۴، سنن ترمذی: ۲۶۴۴، مسند احمد:

Marfat.com

(۲۰۹۰۵

صحیح البخاری: ۵۸۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''سفید کپڑے پہننا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو معمر، ان کا نام عبد اللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المقعد البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد الوارث، یہ ابن سعید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسین، یہ المعلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ بن بریدہ، یہ مرو کے قاضی ہیں۔ اور یحییٰ بن یعمر کا ذکر ہے، یہ بھی مرو کے قاضی ہیں اور ابو الاسود کا ذکر ہے، ان کا نام ظالم بن عمرو الدؤلی (دال پر پیش ہے اور واؤ پر زبر ہے) ہے، یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اشارہ سے نحو میں کلام کیا۔

اس حدیث کے تمام رجال بصری ہیں اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا نام جندب بن جنادہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور آپ کے اوپر سفید کپڑے تھے''۔ اور اس حدیث میں آپ کی نیند اور بیداری کا ذکر کیا ہے تاکہ سننے والوں کے ذہن میں یہ حدیث راسخ ہو جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وان زنی وان سرق'' حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے کلام میں حرفِ استفہام مقدر ہے اور انہوں نے گناہوں میں سے صرف زنا اور چوری کا ذکر کیا، کیونکہ گناہ دو قسم کے ہیں، ایک وہ ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حق سے ہو، اور ایک وہ ہیں جن کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے۔ اور زنا کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حق سے ہے اور چوری کا تعلق بندوں کے حق سے ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''علی رغم انف ابی ذر'' یعنی وہ ابو ذر کی ناک کو خاک میں ملاتا ہوا جنت میں داخل ہوگا۔ یہ کلام بطورِ مجاز مستعمل ہے، یعنی خواہ ابو ذر کو ناپسند ہو، پھر بھی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بار بار یہ سوال کیا، کیونکہ ان کے نزدیک یہ بعید تھا کہ جس آدمی نے گناہِ کبیرہ کیے ہوں، وہ جنت میں داخل ہو اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی حکایت کرنا اور یہ کہنا کہ وہ ابو ذر کی ناک کو خاک آلودہ کرتے ہوئے جنت میں جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے محبت اور شرف اور افتخار کی وجہ سے تھا۔

مرتکبِ کبیرہ کے جنت میں داخل ہونے کی وضاحت

زنا اور چوری گناہِ کبیرہ ہیں اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہے اور اس کے جنت میں داخل ہونے کی متعدد صورتیں ہیں۔ اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ محض سے اس کو جنت میں داخل کر دے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے اس کو جنت میں

Marfat.com

داخل کر دیا جائے۔ اور مومن دائماً دوزخ میں نہیں رہے گا، تو ہو سکتا ہے کچھ عرصہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد وہ جنت میں داخل ہو جائے۔

امام بخاری کی تفسیر کا بیان اور اس پر علامہ ابن التین اور علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال ابوعبداللہ'' یعنی امام بخاری نے کہا۔ امام بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی تفسیر کی ہے، آپ نے فرمایا: جس بندہ نے بھی لآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا، پھر وہ اسی قول پر فوت ہو گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ امام بخاری نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جس نے اپنے رب کی توحید کا اقرار کیا اور اپنے گناہوں پر توبہ کر کے اسی پر فوت ہو گیا تو اس کے متعلق حدیث میں یہ بشارت ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ امام بخاری کی یہ تفسیر حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے، کیونکہ اگر جنت میں دخول کے لیے توبہ شرط ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے ''خواہ وہ زنا کرے اور خواہ وہ چوری کرے'' اور حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے کہ جو مسلمان مرا وہ جنت میں داخل ہوگا، دوزخ میں دخول سے پہلے یا دخول کے بعد۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے قول کا ظاہر یہ ہے کہ وہ اسی شخص کے لیے مغفرت کو واجب قرار دیتے ہیں جو توبہ کرلے، اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ جس نے توبہ نہیں کی، اس کے اوپر وعید لامحالہ نافذ ہوگی، یعنی جس مسلمان نے توبہ نہیں کی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ نیز امام بخاری کی تفسیر ایک اور تفسیر کی محتاج ہے، کیونکہ توبہ اور ندامت اس گناہ میں نفع دیتے ہیں جو بندہ اور اس کے رب کے درمیان ہے، لیکن بندوں نے ایک دوسرے پر جو ظلم کیے ہیں، وہ توبہ سے ساقط نہیں ہوں گے جب تک کہ ان کے حقوق ادا نہ کیے جائیں یا جب تک کہ صاحب حق معاف نہ کر دے۔ اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو توحید پر مر گیا وہ جنت میں داخل ہوگا خواہ اس نے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو اور وہ دوزخ میں دائماً نہیں رہے گا۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی تفسیر صحیح ہے، جس نے موت سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی تو وہ فوراً جنت میں داخل ہو جائے گا، یا جو کلمہ پڑھتے ہی فوت ہو گیا وہ بھی فوراً جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس نے موت سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کی تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، وہ چاہے تو اس کو معاف فرما دے اور جنت میں داخل کر دے اور چاہے تو کچھ عرصہ اس کو سزا دینے کے بعد جنت میں داخل فرمائے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں الخوارج اور المعتزلہ کا رد ہے، جن کا دعویٰ ہے کہ جو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو اور بغیر توبہ کے مر جائے، وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۔ ۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۵۔ باب: لُبْسِ الْحَرِيرِ وَافْتِرَاشِهِ لِلرِّجَالِ وَقَدْرِ مَا يَجُوزُ مِنْهُ

ریشم کو پہننا اور مردوں کے لیے ریشم کو بچھانا، اور کتنی مقدار ریشم مردوں کے لیے جائز ہے، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردوں کے لیے ریشم پہننے کا کیا حکم ہے اور مردوں کے لیے ریشم کو بچھانے کا کیا حکم ہے؟ اور اس قید سے عورتوں کو نکال دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ أَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ وَنَحْنُ مَعَ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ بِأَذْرَبِيجَانَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْحَرِيرِ إِلَّا هٰكَذَا وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ اللَّتَيْنِ تَلِيَانِ الْإِبْهَامَ قَالَ فِيمَا عَلِمْنَا أَنَّهُ يَعْنِي الْأَعْلَامَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابوعثمان النہدی سے سنا، انہوں نے کہا: ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکتوب آیا اور ہم اس وقت عتبہ بن فرقد کے ساتھ آذربائیجان میں تھے، اس مکتوب میں لکھا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے مگر اتنا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ان دو انگلیوں سے اشارہ کیا جو انگوٹھے کے قریب تھیں۔ ابوعثمان نہدی نے کہا: ہمیں اس کے متعلق یہ علم ہے کہ آپ کی مراد اتنی مقدار سے ریشم کے بیل بوٹے بنانے کی تھی۔

(صحیح البخاری: ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵، صحیح مسلم: ۲۰۶۹، سنن نسائی: ۵۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲، مسند احمد: ۹۳)

صحیح البخاری: ۵۸۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعثمان النہدی، ان کا نام ہے عبدالرحمٰن بن مل النہدی ہے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے عتبہ بن فرقد السلمی ابوعبداللہ، ابوعمر نے کہا: یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے بعض فتوحاتِ عراق کے امیر تھے۔ اور شعبہ نے از حصین از زوجۂ عتبہ بن فرقد روایت کی ہے کہ عتبہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو غزوں میں شرکت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "آذربائیجان" یہ ایک معروف ملک ہے، اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ ماورائے عراق ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس طرح نہیں ہے، بلکہ عراق اس کے جنوب میں ہے اور اس کے شمال میں عقیق کے پہاڑ ہیں اور اس کے مغرب میں بلادِ روم کی حدود ہیں اور کچھ علاقہ الجزیرہ کا ہے۔ اور اس کے مشرق میں الجیل کے پہاڑ ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے: یہ وہ حدیث ہے کہ امام دار قطنی نے بخاری کے اوپر استدراک کیا ہے، اور دار قطنی نے کہا ہے کہ ابوعثمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نہیں سنا بلکہ انہوں نے اپنی کتاب سے اس کی خبر دی ہے اور یہ استدراک باطل ہے، کیونکہ صحیح یہ ہے کہ کتاب کے ساتھ عمل کرنا اور کتاب کی روایت کرنا جائز ہے۔ اور ان کے نزدیک اس کا حدیث متصل میں شمار ہوتا ہے اور

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امراء کی طرف اور عمال کی طرف مکاتیب لکھتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن فرقد کی طرف مکتوب لکھا اور اس لشکر میں بہت سارے صحابہ تھے۔ سو یہ اس پر دلیل ہے کہ ان کا اتفاق ہو گیا اور یہ ابو عثمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اسلام لائے تھے اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوئی اور انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں حضرت عمر بن الخطاب اور ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عمر ہیں اور حضرت ابن عباس ہیں اور حضرت عائشہ ہیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نھی عن الحریر" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "واشار" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے کے قریب جو دو انگلیاں ہیں، ان کی طرف اشارہ کیا، سبابہ اور وسطی سے، یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے۔ عاصم کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "قال فیما علمنا" یعنی ابو عثمان نے کہا: ہمارے علم میں یہ حاصل ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو انگلیوں کی مقدار سے ریشم کے نقش و نگار بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔

مردوں پر ریشم کو حرام قرار دینے کی حکمت

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ مردوں پر ریشم کو حرام قرار دینے کی کیا حکمت ہے؟

ایک قول یہ ہے کہ اس میں اسراف ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں تکبر ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے۔ اور ابن دقیق العید نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ مردوں پر ریشم کو حرام قرار دینے کی علت کفار کے ساتھ مشابہت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: ریشم ان کے لیے دنیا میں ہے اور ہمارے لیے آخرت میں۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا کہ صحیح قول یہ ہے کہ اس میں اسراف ہے۔ اور ہمارے شیخ زین الدین نے کہا کہ اسراف مردوں کے حق میں بھی ممنوع ہے اور عورتوں کے حق میں بھی ممنوع ہے اور آپ نے مردوں کو ریشم پہننے سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ ریشم عورتوں کی زینت ہے اور عورتوں کو بناؤ سنگھار کرنے اور زینت اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ حدیث جمہور کی حجت ہے کہ ریشم مردوں پر حرام ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔

ریشم کی تحریم میں اقوالِ فقہاء

قاضی ابوبکر بن العربی نے اس مسئلہ میں دس اقوال ذکر کیے ہیں۔

(۱) اول یہ ہے کہ ریشم مردوں اور عورتوں دونوں پر حرام ہے اور یہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(۲) ریشم سب کے لیے حلال ہے۔

(۳) جنگ کے سوا باقی حالات میں ریشم حرام ہے۔

(۴) سفر کے سوا ریشم حرام ہے۔

Marfat.com

(۵) بیماری کے سوا ریشم حرام ہے۔

(۶) غزوات کے سوا ریشم حرام ہے۔

(۷) ریشم کے نقش ونگار اور بیل بوٹے بنانے کے سوا ریشم حرام ہے۔

(۸) ریشم کا بستر بنانا جائز ہے اور ریشم کو اوپر پہننا نا جائز ہے۔

(۹) ریشم کے ساتھ اگر کوئی اور چیز ملا لی جائے تب بھی حرام ہے۔

(۱۰) اگر نماز پڑھنے کے لیے کوئی اور کپڑا نہ ملے تو پھر ریشم جائز ہے۔

چار انگل کی مقدار ریشم کے نقش ونگار بنانے میں اختلاف فقہاء

اور اس میں ان کی حجت ہے جو کہتے ہیں کہ دو انگلیوں کی مقدار ریشم کے بیل بوٹے جائز ہیں۔

لیکن امام ابوداؤد نے از حماد بن سلمہ از عاصم الاحول یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم سے منع کیا ہے مگر جو اس طرح ہو اور اس طرح ہو، آپ نے دو انگلیوں اور تین انگلیوں اور چار انگلیوں سے اشارہ کیا۔

اور امام مسلم نے از حضرت سوید بن غفلہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، پس فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے مگر دو انگلیوں کی جگہ یا تین انگلیوں کی جگہ یا چار انگلیوں کی جگہ، اور یا کا لفظ جو یہاں پر ذکر کیا گیا ہے، یہ تقسیم اور اختیار کے لیے ہے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ ریشم مناسب نہیں ہے مگر جو اس طرح ہو اور اس طرح ہو اور اس طرح ہو، یعنی دو انگلیوں کی مقدار اور تین انگلیوں کی مقدار اور چار انگلیوں کی مقدار۔

اور ہمارے شیخ زین الدین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو ریشم کے بیل بوٹے یا نقش ونگار بنائے تو اگر وہ چار انگل سے زائد ہو تو اس کی اجازت نہیں ہے اور چار انگل یا اس سے کم میں جائز ہے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے جنہوں نے اس کا ذکر کیا ہے وہ علامہ البغوی ہیں، انہوں نے التہذیب میں اس کو ذکر کیا ہے اور علامہ الرافعی نے ان کی پیروی کی ہے اور علامہ نووی نے بھی ان کی پیروی کی ہے۔ ہمارے شیخ کی عبارت ختم ہوئی۔

ہمارے اصحاب حنفیہ میں سے علامہ زاہدی نے ذکر کیا ہے کہ جب عمامہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چار انگلیوں کے برابر ریشم کا ہو اور یہ ہماری بالشت کے برابر ہے اور وہ چار انگلیاں نہ تو بالکل ملی ہوئی ہوں اور نہ کھلی ہوئی ہوں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ چار انگلیاں اپنی ہیئت کے اوپر ہوں۔ اور تیسرا قول ہے کہ چار انگلیاں منتشر ہوں۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ کھلی ہوئی منتشر انگلیوں سے اجتناب کیا جائے۔

اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر چاندی کے نقش ونگار عمامہ میں چار انگشت کے برابر ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے اور سونے کے نقش ونگار بنانا مکروہ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ اور امام محمد نے کہا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۔۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۲۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ كَتَبَ إِلَيْنَا عُمَرُ وَنَحْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث

Marfat.com

بِأَذْرَبِيجَانَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ إِلَّا هٰكَذَا وَصَفَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ إِصْبَعَيْهِ وَرَفَعَ زُهَيْرٌ الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةَ۔

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از ابی عثمان، وہ بیان کرتے ہیں: ان کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکتوب لکھا اور ہم آذربائیجان میں تھے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا مگر جو اس طرح ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے اس کا بیان اپنی انگلیوں سے کیا، اور زہیر نے درمیانی انگلی اور انگشتِ شہادت کو اوپر اٹھایا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵ صحیح مسلم: ۲۰۶۹، سنن نسائی: ۵۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲، مسند احمد: ۹۳)

صحیح البخاری: ۵۸۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

یہ اس حدیث مذکور کی دوسری سند ہے جس کو امام بخاری نے احمد بن یونس سے روایت کیا ہے اور وہ احمد بن عبد اللہ بن یوسف ہیں اور وہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں اور اسی نسبت سے وہ منسوب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں زہیر کا ذکر ہے، یہ زہیر بن معاویہ بن ابی خیثمہ الجعفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عاصم کا ذکر ہے، یہ عاصم بن سلیمان الاحول ہیں جو ابوعثمان عبدالرحمٰن مذکور سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کتب الینا عمر" اکثر کی روایت اسی طرح ہے، مسلم کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ اور الکشمیہنی کی روایت میں ہے "کتب الیہ" یعنی عتبہ بن فرقد کی طرف لکھا، اور دونوں روایتیں صحیح ہیں، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر کی طرف لکھا اور یہ وہی ہیں جن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطاب کیا تھا اور ان کی طرف حکم لکھ کر بھی بھیجا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "و رفع زهير السبابة والوسطى" یعنی زہیر نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو اٹھایا اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ان دونوں انگلیوں کو نیچے رکھ دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۔۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ كُنَّا مَعَ عُتْبَةَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا يُلْبَسُ الْحَرِيرُ فِي الدُّنْيَا إِلَّا لَمْ يُلْبَسْ فِي الْآخِرَةِ مِنْهُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ وَأَشَارَ أَبُو عُثْمَانَ بِإِصْبَعَيْهِ الْمُسَبِّحَةِ وَالْوُسْطَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از تیمی از ابی عثمان، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عتبہ کے ساتھ تھے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف مکتوب لکھا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص دنیا میں ریشم پہنتا ہے، وہ آخرت میں اس میں سے کچھ بھی نہیں پہنے گا۔

Marfat.com

ہمیں الحسن بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی اور ابو عثمان نے اپنی انگشتِ مسبّحہ اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۲۸، ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵، صحیح مسلم: ۲۰۶۹، سنن نسائی: ۵۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲، مسند احمد: ۹۳)

صحیح البخاری: ۵۸۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کی ہیں، پہلی سند کے ساتھ جو حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کو دو طرح پڑھا گیا ہے صیغۂ مجہول کے ساتھ بھی اور صیغۂ معروف کے ساتھ بھی۔ صیغۂ مجہول کے ساتھ اس طرح ہوگا کہ دنیا میں ریشم نہیں پہنا جائے گا مگر وہ اس ریشم سے آخرت میں نہیں پہنا جائے گا اور صیغۂ معروف کے ساتھ روایت اس طرح ہے کہ کوئی شخص دنیا میں ریشم کو نہیں پہنے گا مگر اس میں سے کوئی چیز آخرت میں نہیں پہنے گا۔

اور دوسری سند کے ساتھ جو حدیث ہے اس میں المسبحہ کا لفظ ہے، المسبحہ انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو کہتے ہیں، کیونکہ نمازی نماز پڑھتے وقت اس انگلی سے توحید کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شریک سے تنزیہہ بیان کرتا ہے اور اس کو سبابہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ لوگ سب و شتم کے وقت اس انگلی سے اشارہ کر کے سب و شتم کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۔۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ فَاسْتَسْقَى فَأَتَاهُ دِهْقَانٌ بِمَاءٍ فِي إِنَاءٍ مِنْ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ وَقَالَ إِنِّي لَمْ أَرْمِهِ إِلَّا أَنِّي نَهَيْتُهُ فَلَمْ يَنْتَهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَالْحَرِيرُ وَالدِّيبَاجُ هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابن ابی لیلیٰ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے، سو انہوں نے پانی مانگا، پس ان کے پاس دہقان چاندی کے ایک برتن میں پانی لے کر آیا، انہوں نے وہ برتن پھینک دیا اور انہوں نے کہا کہ میں نے اس برتن کو صرف اس لیے پھینکا ہے کہ میں نے اس دہقان کو (کئی مرتبہ) چاندی کے برتن میں پانی دینے سے منع کیا ہے مگر یہ باز نہیں آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا اور چاندی اور ریشم اور دیباج یہ دنیا میں ان (کافروں) کے لیے ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۶۳۲، ۵۶۳۳، ۵۸۳۱، ۵۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۰۶۷، سنن ترمذی: ۱۸۷۸، سنن نسائی: ۵۳۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۳، سنن ابن

Marfat.com

ماجہ: ۳۴۱۴ مسند احمد: ۲۲۸۰۳)

صحیح البخاری: ۵۸۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''مردوں کے لیے ریشم پہننا اور ریشم بچھانے کا حکم'' اور اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردوں کے لیے سونا اور چاندی اور ریشم اور دیباج جائز نہیں ہے، تو مفہوم کے اعتبار سے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ عورتوں کے لیے بھی ریشم اور دیباج کا استعمال جائز نہیں ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ چاندی کے برتن میں پینا حرام ہے، اور چاندی کے برتن میں پینا عورتوں پر بھی حرام ہے اور مردوں پر بھی حرام ہے، تو ریشم اور دیباج کا حکم بھی اسی طرح ہوگا کیونکہ وہ بھی ان کے ساتھ مذکور ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں لفظِ مذکر کے ساتھ خطاب ہے اور مونث کا اس میں داخل ہونا اختلافی ہے اور مختلف فیہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اصولیین کے نزدیک مؤنث اس خطاب میں داخل نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ جواب تسلی بخش نہیں ہے بلکہ تسلی بخش جواب یہ ہے کہ عورتوں کے لیے سونے اور ریشم کی اباحت دوسری حدیث سے ثابت ہے جو ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں الحکم کا ذکر ہے (حاء اور کاف دونوں پر زبر ہے)، یہ حکم بن عتیبہ ہیں، اور عتیبہ، عتبہ کی تصغیر ہے جس کا معنی ہے: دروازہ کی چوکھٹ، اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی لیلیٰ کا ذکر ہے، ان کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ اور ابو لیلیٰ کا نام یسار ہے، جو یمین کی ضد ہے اور عبدالرحمٰن کوفہ کے قاضی تھے، اور اس حدیث کی سند میں حضرت حذیفہ کا ذکر ہے، اور یہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاستسقی'' یعنی انہوں نے پانی کو طلب کیا۔

اور اس حدیث میں المدائن کا ذکر ہے، یہ ایک شہر کا نام ہے جو ایرانیوں کا دارالخلافہ تھا۔

اور اس حدیث میں دہقان کا ذکر ہے، دہقان اسے کہتے ہیں جو کسانوں کا کارمختار یا منشی ہو یا کسانوں کے معاملات کا ذمہ دار ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ولھم'' یعنی کفار کے لیے، علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ واقع کا بیان ہے اور کفار کے لیے دنیا میں سونے چاندی اور ریشم کو حلال کرنا مراد نہیں ہے، یعنی واقع میں کفار ان چیزوں کو دنیا میں استعمال کرتے ہیں اور یہ مطلب نہیں ہے

کہ دنیا میں ان کے لیے ان چیزوں کا استعمال کرنا جائز ہے، کیونکہ کفار بھی فروع کے مکلف ہیں۔ اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ کفار فروع کے مکلف نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۔۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ أَعَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ شَدِيدًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا فَلَنْ يَلْبَسَهُ فِي الْآخِرَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ شعبہ نے کہا: میں نے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے؟ تو انہوں نے سخت غصہ سے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ریشم دنیا میں پہنا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۷۳، سنن نسائی: ۵۳۰۴، سنن ابن ماجہ: ۳۵۸۸، مسند احمد: ۱۱۵۷۴)

صحیح البخاری: ۵۸۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قال شعبة فقلت" یعنی میں نے عبد العزیز سے کہا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اعن النبی ﷺ؟" یعنی کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے؟ اور علی بن الجعد کی روایت میں مذکور ہے از شعبہ، میں نے عبد العزیز بن صہیب سے ریشم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، پس میں نے کہا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے؟ تو انہوں نے کہا: "شدیدا" یعنی عبد العزیز نے غضب شدید سے کہا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق سوال کیا، یعنی اس سوال کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ قرینہ اس کی خبر دیتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کر کے انہوں نے بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَخْطُبُ يَقُولُ قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ خطبہ دے رہے تھے اور خطبہ میں کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۷۳، سنن نسائی: ۵۳۰۴، سنن ابن ماجہ: ۳۵۸۸، مسند احمد: ۱۱۵۷۴)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۸۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ثابت کا ذکر ہے، وہ البنانی ہیں۔ اور ابن الزبیر کا ذکر ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خطبہ میں کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرسل ہے اور صحابہ کی مراسیل جمہور کے نزدیک حجت ہیں، کیونکہ یا تو ان میں سے کسی ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا، یا انہوں نے کسی اور صحابی سے سنا ہوگا۔ اگر تم یہ کہو کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے کسی تابعی سے سنا ہو، کیونکہ ایسی بھی روایت ہے کہ بعض صحابہ نے تابعین سے روایت کی ہے، تو میں کہوں گا: یہ نادر ہے اور نادر کالمعدوم ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "لم یلبسه" اس حدیث میں لم کا لفظ ہے اور بعض شارحین نے کہا یہ اصل میں لن ہے یعنی لن یلبسه فی الآخرة"، علامہ عینی اس کا رد فرماتے ہیں کہ اکثر نسخوں میں لم یلبسه ہے، لم کے لفظ کے ساتھ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي ذِبْيَانَ خَلِيفَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ يَزِيدَ قَالَتْ مُعَاذَةُ أَخْبَرَتْنِي أُمُّ عَمْرٍو بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ سَمِعَ عُمَرَ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی ذبیان خلیفہ بن کعب، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں ریشم پہنا، وہ آخرت میں اس کو نہیں پہنے گا۔

اور ابو معمر نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از یزید، معاذہ نے کہا: مجھے ام عمرو بنت عبد اللہ نے خبر دی کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کی مثل سنا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۷۳، سنن نسائی: ۵۳۰۴، سنن ابن ماجہ: ۳۵۸۸، مسند احمد: ۱۱۵۷۴)

صحیح البخاری: ۵۸۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن الجعد، یہ ابن عبید الجوہری البغدادی ہیں۔امام بخاری نے ان سے اپنی کتاب میں بارہ حدیثیں ذکر کی ہیں، امام بخاری نے کہا: یہ آخر رجب ۲۳۰ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے تھے، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو ذبیان، اور ان کا نام خلیفہ بن کعب التمیمی البصری ہے۔امام بخاری نے صرف اسی جگہ ان کی روایت ذکر کی ہے۔امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔اور علی بن السکن نے از الفربری از ابی الظبیان روایت کی ہے اور اس میں ذال کی جگہ ظاء ہے، محدثین نے کہا: یہ خطاء ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سمعت ابن الزبیر یقول: سمعت عمر یقول" النظر بن شمیل کی روایت ہے از شعبہ، انہوں نے کہا: ہمیں خلیفہ بن کعب نے روایت بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے سنا، وہ کہتے تھے: تم اپنی عورتوں کو ریشم نہ پہناؤ، کیونکہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ریشم دنیا میں پہنا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا، اس حدیث کی امام نسائی نے از جعفر بن میمون از خلیفہ بن کعب روایت کی ہے، اور انہوں نے اپنی سند میں حضرت عمر کا ذکر نہیں کیا، اور شعبہ جعفر بن میمون سے زیادہ حافظ ہے۔

اور امام نسائی نے جعفر بن میمون کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے: جس نے ریشم کو آخرت میں نہیں پہنا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝ (الحج: ۲۳)　　اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا O

ایک قول یہ ہے کہ یہ اضافہ حدیث میں مدرج ہے، اور یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے، اس کو بھی امام نسائی نے شعبہ کی سند سے بیان کیا ہے، پس انہوں نے اس کی اس باب کی حدیث کی سند کی مثل روایت کی۔اسی طرح اسماعیلی نے اس کی علی بن الجعد کی سند سے از شعبہ روایت کی ہے اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اپنی رائے سے کہا کہ: جس نے آخرت میں ریشم کو نہیں پہنا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝ (الحج: ۲۳)　　اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا۔

اس کے بعد امام بخاری نے ذکر کیا اور ہم سے ابو معمر نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از یزید ۔۔۔الیٰ آخرہ۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی از حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کی دوسری سند ہے۔

اس سند میں عبدالوارث کا ذکر ہے، وہ ابن سعید ہیں۔اور اس سند میں یزید کا ذکر ہے، الغسانی نے کہا: وہ یزید الرشک ہیں اور اس کا معنی ہے کہ وہ قسام ہیں، وہ مکانوں کی تقسیم کرتے تھے اور ان کی پیمائش کرتے تھے اور مکہ میں رہتے تھے اور ۱۳۳ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے تھے۔

اور اس حدیث کی سند میں معاذہ کا ذکر ہے، یہ بنت عبداللہ العدویہ البصریہ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ام عمرو کا ذکر ہے،

وہ بنت عبداللہ بن زبیر بن العوام الاسدیہ ہیں، انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن زبیر سے سنا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔

اس سند کے آخر میں لکھا ہے "اس حدیث کی مثل" اور اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ جس نے دنیا میں ریشم کو پہنا وہ آخرت میں ریشم کو نہیں پہنے گا اور اس کی ایک اور سند ہے از شیبان بن فروخ از عبدالوارث، اس کے ساتھ مذکور ہے: سو اس کو اللہ تعالیٰ آخرت میں ریشم نہیں پہنائے گا، اور امام احمد نے از جابر از خالہ خود ام عثمان از جویریہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ریشم کا کپڑا پہنا، اللہ عزوجل اس کو قیامت کے دن آگ کا کپڑا پہنائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۔۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْحَرِيرِ فَقَالَتِ ائْتِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَسَلْهُ قَالَ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ سَلِ ابْنَ عُمَرَ قَالَ فَسَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حَفْصٍ يَعْنِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ فَقُلْتُ صَدَقَ وَمَا كَذَبَ أَبُو حَفْصٍ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا حَرْبٌ عَنْ يَحْيَى حَدَّثَنِي عِمْرَانُ وَقَصَّ الْحَدِيثَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عمران بن حطان، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ریشم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: تم ابن عباس کے پاس جا کر ان سے سوال کرو، عمران نے کہا: پس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، تو انہوں نے کہا: تم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کرو، سو میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، تو انہوں نے کہا: مجھے ابوحفص نے خبر دی یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ریشم کو دنیا میں صرف وہ لوگ پہنتے ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، پس میں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا اور ابوحفص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھا۔

عبداللہ بن رجاء نے کہا: ہمیں حرب نے حدیث بیان کی از یحییٰ، انہوں نے کہا: مجھے عمران نے حدیث بیان کی اور اس حدیث کا قصہ بیان کیا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵، صحیح مسلم: ۲۰۶۹، سنن نسائی: ۵۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲، مسند احمد: ۹۳)

صحیح البخاری: ۵۸۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں عثمان بن عمر کا ذکر ہے، یہ ابن فارس البصری العبدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں علی بن المبارک کا ذکر ہے، یہ الہنائی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمران بن حطان کا ذکر ہے، یہ السدوسی ہیں، یہ خوارج کے سردار اور ان کے شاعر تھے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قاتل ابن ملجم کی اپنے اشعار میں مدح کی تھی۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ ایسے شخص کے ذکر کو ترک کرنا واجبات میں سے ہے، پس امام بخاری نے اس شخص کے قول کو کیسے قبول کر لیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا؟

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ امام بخاری نے عمران بن حطان کی حدیث کو اپنے اس قاعدہ کے موافق روایت کیا ہے کہ وہ بدعتی کی احادیث کی بھی روایت کرتے ہیں جب کہ وہ کلام میں سچا ہو اور دین دار ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمران نے اپنی بدعت سے توبہ کر لی تھی اور یہ بہت بعید ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۰، طبع لاہور)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عمران بن حطان کی حدیث کو روایت کرنے کے لیے امام بخاری کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، اور امام مسلم نے عمران بن حطان کی حدیث کو روایت نہیں کیا، اور یہ کہاں سے اپنے کلام میں صادق ہو گئے؟ حالانکہ اس نے ابن ملجم اللعین کی مدح میں بڑھ چڑھ کر بے حیائی سے جھوٹ بولا ہے، اور جو دین دار ہو وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جیسے شخص کے قتل سے کیسے خوش ہوگا؟ حتیٰ کہ ان کے قاتل کی مدح کرے، اور عمران بن حطان کی روایت صحیح بخاری میں صرف اسی جگہ پر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پس میں نے کہا کہ انہوں نے سچ کہا اور ابو حفص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے نہیں ہیں"۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس قول کا قائل عمران بن حطان المذکور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۔ ۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۶۔ بَابُ: مَسِّ الْحَرِيرِ مِنْ غَيْرِ لُبْسٍ

جس نے ریشم کو پہنے بغیر اس کو چھوا

وَيُرْوَى فِيهِ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ریشم کو چھونے کے متعلق الزبیدی نے از زہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جس شخص نے ریشم کو مس کیا اور اس پر تعجب کیا اور اس کو پہنا نہیں، اور امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ریشم کا پہننا تو حرام ہے لیکن اس کو چھونا حرام نہیں ہے، اسی طرح ریشم کو فروخت کرنا اور اس کی قیمت سے فائدہ اٹھانا بھی حرام نہیں ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس باب میں از زبیدی از زہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم تعلیق ذکر کی ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق از محمد بن الولید الزبیدی سے منقول ہے، زبیدی میں زبید کی طرف نسبت ہے اور وہ منبہ بن سعد ہیں اور وہی زبید اکبر ہیں اور انہی کی طرف زبید کے قبائل رجوع کرتے ہیں اور یہ زبیدی محمد بن مسلم الزہری کے صاحب ہیں۔ امام بخاری نے ان سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استبرق (دبیز ریشم) کا ایک حلہ ہدیہ کیا گیا، پس صحابہ اس کو اپنے ہاتھوں سے مس کرتے تھے اور اس پر تعجب کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر تعجب کر رہے ہو، پس اللہ کی قسم! سعد کے جنت میں جو رومال ہیں وہ اس سے زیادہ حسین ہیں۔

امام الدارقطنی نے کہا: اس حدیث کی روایت میں محمد بن الولید الزہری سے منفرد ہیں، اور عبداللہ بن سالم الحمصی کے سوا اور کسی نے اس کی روایت نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۔۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رضي الله عنه قَالَ أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ثَوْبُ حَرِيرٍ فَجَعَلْنَا نَلْمُسُهُ وَنَتَعَجَّبُ مِنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَتَعْجَبُونَ مِنْ هَذَا قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنْ هَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشم کا ایک کپڑا ہدیہ کیا گیا، پس ہم اس کو چھوتے تھے اور اس پر تعجب کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر تعجب کر رہے ہو، ہم نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا: سعد بن معاذ کے رومال جنت میں اس سے بہتر ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۲۴۹، ۳۸۰۲، ۵۸۳۶، ۶۶۴۰، صحیح مسلم: ۲۴۶۸، سنن ترمذی: ۳۸۴۷، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷، مسند احمد: ۱۸۰۷۳)

صحیح البخاری: ۵۸۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جس نے ریشم کو پہنے بغیر اس کو مس کیا" اور اس باب کی حدیث میں ہے کہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشم کا کپڑا ہدیہ کیا گیا، سو ہم اس کو ہاتھوں سے مس کرتے تھے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبیداللہ بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ ابو محمد العبسی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسرائیل کا ذکر ہے، یہ ابن یونس بن ابی اسحاق عمرو السبیعی ہیں۔ اور اسرائیل اپنے دادا ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ریشم کے جس کپڑے کا ذکر کیا گیا ہے، اس کو دومہ کے حاکم اکیدر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کیا تھا، اور اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ وہ انصار کے سردار تھے، اور شاید کہ اس کپڑے کو چھو کر تعجب کرنے والے بھی انصار تھے۔ اور رومال کا خصوصیت سے ذکر اس لیے کیا ہے کہ رومال کو نیچے بچھایا جاتا ہے، تو جو رومال سے اوپر درجہ کا کپڑا ہوگا، وہ بہ طریق اولیٰ بہتر ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۷۔ بَابٌ: اِفْتِرَاشِ الْحَرِيرِ — ریشمی بچھونے کا حکم

وَقَالَ عَبِيدَةُ: هُوَ كَلُبْسِهِ۔

اور عبیدۃ نے کہا: ریشم کا بچھونا اس کے پہننے کی مثل ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ ریشم کا بستر یا بچھونا یا اس کا فرش بنانا جائز ہے یا نہیں اور آیا ریشم کا بستر بھی اس کے پہننے کی طرح حرام ہے یا نہیں؟ اور اس کا حکم یہ ہے کہ ریشم کو بچھانا اور اس کا بستر بنانا یہ بھی ریشم کو پہننے کی طرح حرام ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کو ہم ان شاء اللہ ذکر کریں گے اور اس باب کی حدیث عنوان میں ذکر کیے گئے حکم کی وضاحت کرتی ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں تعلیق ذکر کی ہے کہ عبیدہ نے کہا: ریشم کو بچھانا اس کو پہننے کی مثل ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں عبیدہ کا ذکر ہے، اس میں عین پر زبر ہے، یہ عبیدہ بن عمر السلمانی ہے، ان کا مذہب یہ ہے کہ ریشم کو پہننے اور اس کا بستر بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ دونوں حرمت میں برابر ہیں۔ اور الحارث بن ابی اسامہ نے از محمد بن سیرین اس تعلیق کی موصولاً روایت کی ہے، محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ میں نے عبیدہ سے پوچھا: کیا ریشم کا بچھونا اس کے پہننے کی مثل ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَانَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ نَشْرَبَ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَأَنْ نَأْكُلَ فِيهَا وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی نجیح سے سنا از مجاہد از ابن ابی لیلیٰ از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا ہے، اور ہمیں ان برتنوں میں کھانے سے منع فرمایا ہے اور ہمیں ریشم اور دیباج کے پہننے سے منع فرمایا اور ہمیں ریشم پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۵۶۳۲، ۵۶۳۳، ۵۸۳۱، ۵۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۰۶۷، سنن ترمذی: ۱۸۷۸، سنن نسائی: ۵۳۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۳، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۴، مسند احمد: ۲۲۸۰۳)

صحیح البخاری: ۵۸۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ریشم کے بچھونے کا حکم، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ریشم پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اور ریشم پر بیٹھنا اسی وقت متصور ہوگا جب ریشم بچھا ہوا ہو اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ ریشم کا بچھونا ممنوع ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی اور وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وہب بن جریر، وہ اپنے والد جریر بن حازم الازدی سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی نجیح کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ ہے، اور نجیح کے والد کا نام یسار ہے، اور ابن ابی لیلیٰ کا نام عبدالرحمٰن ہے، اور ابو لیلیٰ کا نام یسار ہے، جیسے نجیح کے والد کا نام ہے۔

یہ حدیث کتاب الاطعمہ اور کتاب الاشربہ میں دو جگہ گزر چکی ہے، اور کتاب اللباس میں بھی دو جگہ گذر چکی ہے اور اس کی شرح بھی ہو چکی ہے، اور ان تمام حدیثوں میں یہ لفظ نہیں ہے کہ ہمیں ریشم پر بیٹھنے سے منع کیا گیا۔

یہ حدیث امام بخاری کی مفردات میں سے ہے، اسی وجہ سے امام حمیدی نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا۔

ریشم کے اوپر بیٹھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

جمہور مالکیہ اور شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ریشم کے اوپر بیٹھنا حرام ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ریشم پر بیٹھنے کی اجازت دی ہے، اور ابن الماجیشون نے اور بعض شافعیہ نے اور عبدالعزیز بن ابی سلمہ اور ان کے بیٹے عبدالملک نے۔ ان فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی وکیع نے از مسعر از راشد مولیٰ بنی تمیم روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں ریشم کا تکیہ دیکھا۔

ابن سعد نے روایت کی کہ ہمیں عبدالوہاب بن عطاء نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن ابی المقدام نے خبر دی از موذن بنی وداعہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہ اس وقت ریشم کے تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، اور سعید بن جبیر ان کے دونوں پاؤں کے پاس بیٹھے تھے۔

اور ان فقہاء نے جواب دیا ہے کہ جس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پر بیٹھنے سے منع فرمایا، یہ تحریم میں صریح نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے مجموعہ سے منع فرمایا ہو، یعنی ریشم کے پہننے سے اور ریشم پر بیٹھنے سے، نہ صرف ریشم پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اور اس لیے بھی کہ بیٹھنا، پہننا نہیں ہے۔

پس اگر وہ کہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں اپنی ایک چٹائی کی طرف کھڑا ہوا جو زیادہ عرصہ پہننے کی وجہ سے سیاہ

Marfat.com

ہوگئی تھی، تو ہم کہیں گے کہ اس کا معنی ہے: وہ زیادہ عرصہ استعمال کی وجہ سے سیاہ ہوگئی تھی، کیونکہ ہر چیز کا پہننا اس کے حال کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور مِرفقة کا معنی ہے: گدا یا تکیہ۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۸۳۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن وہب نے از ابن لہیعہ از ابی النضر روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن عامر نے کوئی اہم کام کیا اور لوگوں کو دعوت دی اور ان لوگوں میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے، پس جب وہ آئے تو عبد اللہ بن عامر نے تخت کے اوپر جو ریشم کی چادر بچھی ہوئی تھی اس کو اتارنے کا حکم دیا، پھر جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے تو ان سے ابن عامر نے کہا: اے ابو اسحاق! اس تخت کے اوپر ریشم کی ایک چادر بچھی ہوئی تھی، جب ہم نے آپ کے آنے کا سنا تو ہم نے وہ چادر اتار لی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں درخت الغضا کے انگاروں پر بیٹھوں تو یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ریشم کی چادر پر بیٹھوں۔

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: عورتوں کے ریشم کے اوپر بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ عورتوں کا ریشم کے اوپر بیٹھنا حلال ہے۔

فقہاء احناف میں سے الزاہدی نے کہا ہے کہ ریشم کے لحاف کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا پہننا ہے، اور دیباج کے تکیہ کی طرف ٹیک لگانا مکروہ نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ریشم کا استعمال اس وقت حرام ہے جب وہ بدن سے ملا ہوا ہو، اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہننا عام ہے۔ اور یہ اس بات کی تصریح ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس ریشم کا پہننا مکروہ نہیں ہے جو جسم کے ساتھ متصل نہ ہو حتیٰ کہ نیچے کوئی سوتی کپڑا پہنا اور اس کے اوپر کوئی ریشم کا کپڑا پہنا تو وہ امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور جب ریشم کو قبا کے اوپر پہنا یا کوئی اور کپڑا پہنا اور جب ریشم کا جبہ ہو اور اس کے اندر ریشم کا کپڑا نہ ہو تو یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۶۷۷۔۶۷۸، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۸۔ بَابُ: لُبْسِ الْقَسِّيِّ

وَقَالَ عَاصِمٌ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ مَا الْقَسِّيَّةُ قَالَ ثِيَابٌ أَتَتْنَا مِنَ الشَّامِ أَوْ مِنْ مِصْرَ مُضَلَّعَةٌ فِيهَا حَرِيرٌ وَفِيهَا أَمْثَالُ الْأُتْرُنْجِ وَالْمِيثَرَةُ كَانَتِ النِّسَاءُ تَصْنَعُهُ لِبُعُولَتِهِنَّ مِثْلَ الْقَطَائِفِ يُصَفِّرْنَهَا وَقَالَ جَرِيرٌ عَنْ يَزِيدَ فِي حَدِيثِهِ الْقَسِّيَّةُ ثِيَابٌ مُضَلَّعَةٌ يُجَاءُ بِهَا مِنْ مِصْرَ فِيهَا الْحَرِيرُ وَالْمِيثَرَةُ جُلُودُ السِّبَاعِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَاصِمٌ أَكْثَرُ وَأَصَحُّ فِي الْمِيثَرَةِ.

''قسی'' کو پہننے کا بیان

قاسم نے کہا از ابی بردہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: القسی کیا چیز ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا: یہ وہ کپڑا ہے جو ہمارے ہاں (حجاز میں) شام یا مصر سے آتا تھا، اس میں ریشم کی چوڑی دھاریاں ہوتی تھیں اور اس میں سنگترے کی مثل نقوش ہوتے تھے، اور میثرة وہ کپڑا ہے جس کو عورتیں اپنے شوہروں کے لیے بناتی تھیں جو مخملی چادر کی مثل ہوتا تھا اور اس کو زرد رنگ میں رنگتی تھیں۔ اور جریر نے اپنی حدیث میں از یزید کہا: کہ قسی چوڑی دھاریوں والا کپڑا ہے جس کو مصر سے لایا جاتا تھا، اور اس میں ریشم

ہوتا تھا۔ اور میثرہ درندوں کی کھال کی زین ہے، امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: میثرہ کی جوتفسیر عاصم نے کی ہے، وہ زیادہ لوگوں سے منقول ہے اور زیادہ صحیح ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں 'قسی'' کپڑے کو پہننے کا بیان کیا گیا ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے: ''القسی'' ایک شہر کی طرف منسوب ہے جس کو القس کہتے ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں: ''القس'' سمندر کے ساحل پر ایک شہر ہے، اس شہر میں ریشم کے کپڑے بنے جاتے تھے، اور آج کل وہ شہر ویران ہے۔

امام ابوعبید نے کہا ہے: محدثین قِسی (قاف کے نیچے زیر) کہتے ہیں اور اہل مصر اس پر زبر پڑھتے ہیں۔

ابن سیدہ نے کہا ہے: ''القس'' ایک جگہ ہے جس کی طرف وہ کپڑے منسوب کیے جاتے ہیں جن کو مصر سے لایا جاتا ہے اور الحسن بن محمد المہلبی المصری نے کہا ہے کہ القس ایک قلعہ ہے جس میں لوگ رہتے تھے اور یہ شام سے دس فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ایک قول یہ ہے کہ یہ لفظ القزی ہے، سین کی جگہ زاء کے ساتھ اور قز موٹے ریشم کو کہتے ہیں۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ قس، تنیس کی ایک بستی ہے اور یہ بحر دمیاط کے ساحل پر ایک جزیرہ میں ہے جواب ویران ہو چکا ہے۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، پہلی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق صحیح مسلم کی ایک حدیث موصول کی ایک طرف ہے، جس کی انہوں نے از عبداللہ بن ادریس از عاصم بن کلیب از ابی بردہ اور وہ ابوموسیٰ اشعری کے بیٹے ہیں از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قسی کے پہننے سے اور میاثر کے استعمال سے منع فرمایا۔ رہا قسی تو یہ وہ کپڑا ہے جس میں پسلی کی طرح چوڑی چوڑی دھاریاں ہوں۔ الحدیث۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ہمارے پاس شام سے آتا تھا یا مصر سے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ مصر سے آتا تھا یا شام سے آتا تھا۔

''مضلعة فیها حریر'': یعنی اس میں پسلیوں کی طرح چوڑی چوڑی ریشم کی لکیریں ہوتی تھیں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کپڑے کی چوڑی چوڑی دھاریوں کو پسلیوں کے مشابہ قرار دیا۔

''والمیثرة'': یہ نرم ریشم کا کپڑا ہوتا تھا۔

''کانت النساء تصنعه لبعولتهن'': یعنی اپنے شوہروں کے لیے بناتی تھیں، اور بعولۃ کا لفظ بعل کی جمع ہے اور اس کا معنی

Marfat.com

شوہر ہے۔اس کپڑے کو زین کے اوپر رکھ دیا جاتا اور وہ کپڑا ریشم کا ہوتا تھا۔

''مثل القطائف'': یہ قطیفۃ کی جمع ہے جس کا معنی ہے مخملی چادر، یہ زین کی صفت ہے۔ابو عبید نے کہا ہے: یہ عجمیوں کی سواریاں ہوتی تھیں جس میں دیباج یا ریشم کے کپڑے کو زین کے اوپر بچھایا جاتا تھا،اور علامہ ہروی نے کہا ہے: میثرۃ وہ نرم کپڑا ہے جس کو سرخ رنگ میں رنگنے کے بعد زین پر بچھایا جاتا تھا۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ریشم کے کپڑے سے یا اونی کپڑے سے زین کو ڈھانپا جاتا تھا،اور یہ بھی کہا گیا ہے: یہ چھوٹے بستر کی طرح ہوتا تھا جو ریشم سے بنایا جاتا تھا اور اس میں سوت سے بھی کام کیا جاتا تھا اور سوار اس کپڑے کو پالان کے اوپر بچھاتا تھا۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،دوسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

''والمیثرۃ جلود السباع'': یعنی میثرۃ درندوں کی کھالوں کو کہتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:''میثرۃ'' کی یہ تفسیر صرف صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ہے،اور علامہ نووی نے کہا ہے: میثرۃ کی تفسیر کھالوں کے ساتھ کرنا باطل قول ہے اور مشہور قول کے خلاف ہے جس پر محدثین کا اتفاق ہے،اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: درندوں کی کھالیں ممنوع نہیں ہیں،اور حدیث میں''میثرۃ'' کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یا تو وہ ریشم کا کپڑا ہوتا تھا،یا اسراف کی وجہ سے اس سے منع فرمایا ہے،یا اس وجہ سے کہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔

''قال ابوعبداللہ عاصم اکثر'': یعنی امام بخاری نے کہا کہ میثرۃ کی تفسیر جو عاصم نے کی ہے اس کو اکثر لوگوں نے نقل کیا ہے،یعنی وہ ریشم کا نرم کپڑا ہے جس کو عورتیں اپنے شوہروں کی زین پر بچھاتی تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۔۲۴،دارالکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۳۸۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ نَهَانَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ وَالْقَسِّيِّ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اشعث بن ابی شعثاء،انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن سوید بن مقرن نے حدیث بیان کی از حضرت براء بن عازب،انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ میاثر اور قسی سے منع فرمایا۔

(صحیح بخاری:۱۲۳۹،۲۴۴۵،۵۱۷۵،۵۶۳۵،۵۶۵۰،۵۸۳۸،۵۸۴۹،۵۸۶۳،۶۲۲۲،۶۲۳۵،۶۶۵۴،صحیح مسلم:۲۰۶۶،سنن ترمذی: ۲۸۰۹،سنن نسائی:۱۹۳۹،مسند احمد:۱۸۱۷۰)

صحیح البخاری:۵۸۳۸،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''قسی''اور اس حدیث میں بھی قسی کا ذکر ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہوگئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں محمد بن مقاتل کا ذکر ہے، یہ المروزی ہیں۔ اور اس میں عبداللہ کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن مبارک المروزی ہیں۔
اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ سفیان ثوری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سرخ میاثر سے منع فرمایا، یعنی سرخ نرم ریشم کے پہننے سے منع فرمایا۔
امام ابوعبید نے کہا ہے: المیاثر حمر جن سے منع کیا گیا ہے، یہ وہ کپڑے ہیں جن کو عجمی لوگ اپنی سواریوں کی زین پر دیباج یا ریشم کا کپڑا بچھاتے تھے۔

علامہ ابن بطال نے کہا: یہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب زین کے اوپر ریشم یا دیباج نہ ہو اور اونی سرخ کپڑا ہو تو اس پر بیٹھ کر سواری کرنا جائز ہے اور اس سے ممانعت اس طرح نہیں ہے جس طرح سرخ ریشم سے ممانعت ہے، اور ابن وہب نے کہا: امام مالک سے سوال کیا گیا: آیا سرخ ریشم پر سواری کی جائے گی یعنی سرخ ریشم کو زین پر ڈال کر سواری کی جائے گی؟ تو امام مالک نے کہا: میرے علم میں یہ حرام نہیں ہے، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ۔ (اے نبی!) آپ کہیے: اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے۔ (الاعراف: ۳۲)

علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا گیا ہے کہ میں ارجوان پر سواری نہیں کرتا؟ اور علامہ خطابی نے بتایا کہ ارجوان سرخ رنگ کو کہتے ہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ آپ نے اس سے سرخ ریشم کا ارادہ فرمایا۔ اور کبھی وہ کپڑا دیباج اور ریشم سے بنایا جاتا ہے اور اس کے متعلق ممانعت وارد ہو چکی ہے، کیونکہ اس میں جہالت ہے اور یہ مردوں کا لباس نہیں ہے۔

امام ابوداؤد نے از قتادہ از حسن از عمران بن حصین روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سرخ رنگ پر سواری نہیں کرتا اور نہ زرد رنگ پر اور نہ وہ قمیص پہنتا ہوں جس میں ریشم کے بٹن لگائے گئے ہوں اور امام ابویعلیٰ الموصلی نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھیوں سے اور قسی سے اور سرخ رنگ میں رنگے ہوئے میثرۃ (نرم ریشم) سے اور زرد رنگ میں رنگے ہوئے میثرہ (نرم ریشم) سے منع فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۹۔ بَابٌ: مَا يُرَخَّصُ لِلرِّجَالِ مِنَ الْحَرِيْرِ لِلْحِكَّةِ
خارش کی وجہ سے مردوں کو ریشم پہننے کی رخصت کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردوں کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی رخصت دی گئی ہے۔

۵۸۳۹۔ حَدَّثَنِی مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کو ریشم پہننے کی اجازت دی، کیونکہ ان دونوں کو خارش تھی۔

(صحیح بخاری: ۲۹۱۹، ۲۹۲۰، ۲۹۲۱، ۲۹۲۲، ۵۸۳۹، صحیح مسلم: ۲۰۷۶، سنن ترمذی: ۱۷۲۲، سنن نسائی: ۵۳۱۰، سنن ابوداؤد: ۴۰۵۶، سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۲، مسند احمد: ۱۱۸۷۹)

صحیح البخاری: ۵۸۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، وہ ابن سلام ہیں۔ علی بن السکن کی روایت میں محمد بن سلام مذکور ہے اور اکثرین کی روایت میں صرف محمد مذکور ہے اور نسبت کا ذکر نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت زبیر کا ذکر ہے اور یہ حضرت الزبیر بن العوام ہیں اور عبدالرحمٰن کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لحکة بھما" کیونکہ ان دونوں کو خارش تھی، یعنی ان دونوں کے بدنوں میں خارش تھی۔

امام غزالی نے الوسیط میں لکھا ہے: جس صحابی کے لیے ریشم پہننے کی اجازت دی گئی تھی، وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہ غلط ہے۔

اور امام شافعی سے منقول ہے کہ یہ رخصت حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کے ساتھ مخصوص تھی۔

التوضیح میں مذکور ہے: ہمارے بعض اصحاب شافعیہ نے فرق کیا ہے، انہوں نے ریشم پہننے کو سفر میں جائز قرار دیا ہے اور حضر میں جائز نہیں قرار دیا، کیونکہ صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ یہ رخصت سفر میں تھی۔ اور الروضہ میں بھی اس رخصت کو جوؤں کے ساتھ مخصوص کیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ امام رافعی نے خارش کے متعلق لکھا کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ خارش کی وجہ سے سفر اور حضر میں ریشم کو پہننا جائز ہے اور جس نے کہا کہ یہ سفر کے ساتھ مخصوص ہے، اس کا قول بہت بعید ہے۔ اگرچہ علامہ ابن الصلاح نے اس کو اختیار کیا ہے، کیونکہ امام مسلم اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ریشم پہننے کی اجازت اس لیے دی تھی کہ ان دونوں نے ایک غزوہ میں جوؤں کی شکایت کی تھی۔ واللہ اعلم

Marfat.com

۳۰۔ بَابُ: الْحَرِيرِ لِلنِّسَاءِ — ریشم کا خواتین کے لیے جواز

یعنی اس باب میں خواتین کے لیے ریشم پہننے کے جواز کو بیان کیا گیا ہے۔

۵۸۴۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَسَانِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حُلَّةً سِيَرَاءَ فَخَرَجْتُ فِيهَا فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی ح اور مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن میسرہ از زید بن وہب از حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سیراء کا (ریشمی دھاریوں والا) حُلّہ (جوڑا) عطا فرمایا، میں وہ پہن کر نکلا تو میں نے آپ کے چہرہ پر غصہ کے آثار دیکھے، پھر میں نے اس حلہ کو پھاڑ کر اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۶۱۴، ۵۳۶۶، ۵۸۴۰، صحیح مسلم: ۲۰۷۱، سنن نسائی: ۵۲۹۸، سنن ابوداؤد: ۴۰۴۳، مسند احمد: ۷۵۷)

صحیح البخاری: ۵۸۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس وجہ سے معلوم ہوتی ہے کہ حضرت علی نے ریشمی کپڑا پہنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر غضب کے آثار تھے، اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ریشمی دھاریوں والا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے، اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ کپڑا اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حلة سيراء": یہ کئی مرتبہ گزر چکا ہے کہ تہبند اور چادر کو حلّہ کہتے ہیں، اور علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ حُلّہ اس وقت ہوتا ہے جب دو کپڑے ایک جنس سے ہوں۔ امام مالک نے کہا ہے: سیراء کا معنی یہ ہے کہ اس کپڑے کے کنارے ریشم کے ہوں، اور اصمعی نے کہا ہے: وہ ایسا کپڑا ہے جس میں ریشم کی یا قز کی دھاریاں اور خطوط (لکیریں) ہوں، اور خلیل نے کہا ہے کہ پسلیوں کی طرح ریشم کی چوڑی چوڑی لکیریں ہوں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ کپڑا ہے جس میں مختلف رنگوں کے لمبے لمبے خطوط (لکیریں) ہوں، اور الجوہری نے کہا ہے: یہ وہ چادر ہے جس میں زرد رنگ کے خطوط ہوں۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ "حلة سيراء" آیا اس میں اضافت ہے یا نہیں؟ پس اکثر کے نزدیک حلة کے اوپر تنوین ہے، اور سیراء کا لفظ عطفِ بیان ہے یا صفت ہے۔ علامہ خطابی نے کہا: "حلة سيراء" اس طرح ہے جیسے وہ کہتے ہیں ناقة عشراء۔

Marfat.com

نیز اس حدیث میں مذکور ہے" پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ پر غضب کے آثار دیکھے" : اور امام مسلم نے ابوصالح سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کپڑا میں نے تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس کو پہنو، بلکہ یہ میں نے اس لیے تمہارے پاس بھیجا تھا کہ تم اس کے ٹکڑے کر کے اپنی عورتوں کے دوپٹے بناؤ۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس کے الفواطم کے درمیان دوپٹے بنا دیے۔ علامہ ابن قتیبہ نے کہا: الفواطم سے مراد ہیں فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور فاطمہ بنت اسد بن ہاشم جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، اور میں تیسری فاطمہ کو نہیں جانتا۔ اور امام طحاوی نے روایت کی ہے، ہمیں احمد بن داؤد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمران بن عیینہ نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی زیاد از ابی فاختہ الجعدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ آذر بانیجان کے امیر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشم کا میثرہ (یعنی ریشم کی دھاریوں والا حلہ) ہدیہ میں بھیجا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ حلہ میری طرف بھیج دیا، میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میں اس کو پہنوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں تمہارے لیے اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں جس کو میں اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں، اس کے تم الفواطم کے دوپٹے بنا لو، اس کے میں نے چار دوپٹے بنائے، ایک دوپٹہ میں نے فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کو دیا جو علی بن ابی طالب کی والدہ ہیں اور دوسرا دوپٹہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا اور تیسرا دوپٹہ حضرت فاطمہ بنت حمزہ بن عبد المطلب کو دیا اور چوتھا دوپٹہ ایک اور فاطمہ کو دیا جن کا نام میں بھول گیا، امام طحاوی کی عبارت ختم ہوئی۔

قاضی عیاض نے کہا کہ شاید یہ چوتھی فاطمہ عقیل بن ابی طالب کی زوجہ ہیں اور یہ شیبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہیں، اور دوسرا قول ہے کہ یہ بنت عتبہ بن ربیعہ ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے" پس میں نے اس کو پھاڑ کر اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا" ۔ یعنی میں نے اس کو کاٹ کر ان عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اور عورتوں سے مراد وہی ہیں جن کی ابوصالح کی روایت میں تفسیر ہے کہ انہوں نے وہ الفواطم کے درمیان تقسیم کر دیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت علی نے جو کہا: میں نے اس کو اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا، اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو ان کی رشتہ دار تھیں اور یہ الفواطم المذکورہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۔ ۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۴۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ رَأَى حُلَّةَ سِيَرَاءَ تُبَاعُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ ابْتَعْتَهَا تَلْبَسُهَا لِلْوَفْدِ إِذَا أَتَوْكَ وَالْجُمُعَةِ قَالَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ وَأَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِلَى عُمَرَ حُلَّةَ سِيَرَاءَ حَرِيرٍ كَسَاهَا إِيَّاهُ فَقَالَ عُمَرُ كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِيهَا مَا قُلْتَ فَقَالَ إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَبِيعَهَا أَوْ تَكْسُوَهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی دھاریوں والا حلہ فروخت ہوتے دیکھا، تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کاش! آپ اس کو خرید لیں، اور جب کوئی وفد آپ سے ملاقات کے لیے آئے، اس دن آپ اس کو پہنیں اور جمعہ کے دن اس کو پہنیں، آپ نے فرمایا: اس کو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت کے اجر میں کوئی حصہ نہیں

Marfat.com

ہوتا، اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ریشمی دھاریوں والا ریشم کا حُلّہ بھیجا، آپ نے وہ حلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنایا، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے یہ حلہ مجھے پہنایا ہے حالانکہ میں آپ سے سن چکا ہوں جو آپ نے اس کے پہننے کے متعلق فرمایا تھا، آپ نے فرمایا: میں نے یہ حلہ تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم اس کو فروخت کردو یا کسی کو پہنا دو۔

(صحیح البخاری: ۸۸۶، ۹۴۸، ۲۱۰۴، ۲۶۱۲، ۲۶۱۹، ۳۰۵۴، ۵۸۴۱، ۵۹۸۱، ۶۰۸۱، صحیح مسلم: ۲۰۶۸، سنن نسائی: ۱۳۸۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۷۶، سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۱، مسند احمد: ۵۷۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۰۵)

صحیح البخاری: ۵۸۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "خواتین کے لیے ریشم پہننے کا جواز" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے یہ ریشمی حلہ تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ تم اپنے علاوہ عورتوں میں سے کسی عورت کو یہ حلہ ہبہ کردو، اس سے یہ معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے ریشمی حلہ پہننا جائز ہے اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جویریہ کا ذکر ہے، یہ جاریہ کی تصغیر ہے اور یہ ابن اسماء الضبعی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "للوفد"، اس کا معنی ہے: جب چند آدمی کسی بڑے آدمی سے ملاقات کے لیے آئیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "والجمعة" یعنی آپ جمعہ کے دن اس کو پہنیں۔ اور سالم کی روایت میں ہے "للعید" یعنی آپ عید کے دن اس کو پہنیں۔ اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ جب عرب کے وفود آپ کے پاس ملنے کے لیے آئیں تو آپ اس حلہ کے ساتھ عمدہ لباس پہنیں اور جب آپ عید یا غیر عید کے دن لوگوں کو خطبہ دیں تو اس کو پہنیں۔ اور عرب کے وفود اس لیے کہا ہے کہ آپ کے پاس اکثر عرب کے وفود آتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من لا خلاق له": یعنی جس کا قیامت کے دن نیکیوں میں سے کوئی حصہ نہ ہو۔

اس اشکال کا جواب کہ جب ریشمی حلہ مردوں کے لیے ناجائز ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ حلہ کیسے پہنایا؟

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "کساها ایاه" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حلہ مذکورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنا دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ

Marfat.com

کہنا ان کی فہم کے اعتبار سے ہے، ورنہ باقی حدیث سے ظاہر ہو گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف وہ حلہ اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ وہ اس کو خود پہنیں۔ اور امام مالک نے اس حدیث کے آخر میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حلہ مکہ میں اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا اور امام نسائی کی روایت میں ہے: وہ ان کا ماں شریک بھائی تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۴۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ رَأَى عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بُرْدَ حَرِيرٍ سِيَرَاءَ۔

(سنن نسائی: ۵۲۹۷، سنن ابوداؤد: ۴۰۵۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے ام کلثوم علیہا السلام بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر ریشمی دھاریوں والی ریشم کی چادر کو دیکھا۔

صحیح البخاری: ۵۸۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں ابوالیمان کا ذکر ہے، ان کا نام الحکم بن نافع ہے۔

امام طحاوی نے اس حدیث کو پانچ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور پانچویں سند میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر ریشمی دھاریوں والی ریشم کی چادر دیکھی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں سات (۷) ہجری میں فوت ہو گئی تھیں، اور حضرت زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی تھیں، اور یہ وہی ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے شوہر ابوالعاص بن الربیع کے اسلام لانے کے بعد ان کی طرف واپس کر دیا تھا، اور ایک قول یہ ہے کہ نکاحِ جدید کے ساتھ واپس کیا تھا، اور دوسرا قول ہے کہ پہلے نکاح کے ساتھ واپس کیا تھا۔ اور یہ آٹھ (۸) ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہو گئی تھیں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کو دیکھنا کس طرح جائز ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ نابالغ تھے، اور حضرت انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں بالغ ہوئے ہیں اور یہ واقعہ حجاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ اگر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرتِ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دیکھا تھا تو یہ حضرت عقبہ کی اس حدیث کے معارض ہے جس کی امام نسائی اور امام ابن حبان نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو ریشم پہننے سے اور زیورات پہننے سے منع فرماتے تھے، اور اگر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دیکھا تو یہ اس پر دلیل ہوگی کہ حضرت عقبہ کی حدیث منسوخ ہوگئی تھی۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ عینی فرماتے ہیں: بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے امام طحاوی کے اوپر اس تردید کی وجہ سے اعتراض کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام طحاوی پر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی موت مخفی رہی، کیونکہ وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فوت ہوگئی تھیں جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، پس معارضہ کا دعویٰ مردود ہے، اسی طرح نسخ کا دعویٰ بھی مردود ہے۔ پھر اس معترض نے یہ کہا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے یعنی حضرت انس کی حدیث اور حضرت عقبہ بن ابی عامر کی حدیث کے درمیان، کہ حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو ریشم اور زیورات پہننے سے منع فرماتے تھے، تو یہ ممانعت تنزیہہ پر محمول ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۴، دار المعرفہ بیروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث نہیں ہوسکتی، کیونکہ امام بخاری کی تصحیح دوسرے ائمہ کی تصحیح سے زیادہ قوی ہے اور معارضہ مساوات کا تقاضا کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۔۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۱۔ بَابُ: مَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَتَجَوَّزُ مِنَ اللِّبَاسِ وَالْبُسُطِ

اس کا بیان کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لباس پہننے اور بستر بچھانے میں توسع کو اختیار کرتے تھے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لباس اور بستر میں تخفیف فرماتے تھے، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ بستر میں توسع فرماتے تھے اور کسی ایک قسم کے بستر یا ایک قسم کے لباس کی پابندی نہیں کرتے تھے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ عمدہ لباس اور عمدہ بستر کو طلب نہیں کرتے تھے بلکہ جو لباس یا جیسا بستر میسر ہو جاتا اس کو استعمال فرماتے۔ اور اس عنوان میں جو ''بُسط'' کا ذکر ہے، اس سے مراد وہ چیز ہے جس پر بیٹھا یا لیٹا جائے، حافظ ابن حجر نے کہا ہے: یہ لفظ بَسط ہے، باء کے زبر کے ساتھ۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ) اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ لفظ بُسط ہے باء کی پیش کے ساتھ۔ اور میرا گمان یہی ہے کہ جو علامہ کرمانی نے کہا ہے وہی صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۴۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما قَالَ لَبِثْتُ سَنَةً وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از عبید بن حنین از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک ٹھہرا رہا اور

Marfat.com

عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَجَعَلْتُ أَهَابُهُ فَنَزَلَ يَوْمًا مَنْزِلًا فَدَخَلَ الْأَرَاكَ فَلَمَّا خَرَجَ سَأَلْتُهُ فَقَالَ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ ثُمَّ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَا نَعُدُّ النِّسَاءَ شَيْئًا فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ وَذَكَرَهُنَّ اللهُ رَأَيْنَا لَهُنَّ بِذَلِكَ عَلَيْنَا حَقًّا مِنْ غَيْرِ أَنْ نُدْخِلَهُنَّ فِي شَيْءٍ مِنْ أُمُورِنَا وَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ امْرَأَتِي كَلَامٌ فَأَغْلَظَتْ لِي فَقُلْتُ لَهَا وَإِنَّكِ لَهُنَاكِ قَالَتْ تَقُولُ هَذَا لِي وَابْنَتُكَ تُؤْذِي النَّبِيَّ ﷺ فَأَتَيْتُ حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا إِنِّي أُحَذِّرُكِ أَنْ تَعْصِي اللهَ وَرَسُولَهُ وَتَقَدَّمْتُ إِلَيْهَا فِي أَذَاهُ فَأَتَيْتُ أُمَّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ لَهَا فَقَالَتْ أَعْجَبُ مِنْكَ يَا عُمَرُ قَدْ دَخَلْتَ فِي أُمُورِنَا فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَزْوَاجِهِ فَرَدَّدَتْ وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غَابَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَشَهِدْتُهُ أَتَيْتُهُ بِمَا يَكُونُ وَإِذَا غِبْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَشَهِدَ أَتَانِي بِمَا يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَ مَنْ حَوْلَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَدِ اسْتَقَامَ لَهُ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا مَلِكُ غَسَّانَ بِالشَّامِ كُنَّا نَخَافُ أَنْ يَأْتِيَنَا فَمَا شَعَرْتُ إِلَّا بِالْأَنْصَارِيِّ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ قُلْتُ لَهُ وَمَا هُوَ أَجَاءَ الْغَسَّانِيُّ قَالَ أَعْظَمُ مِنْ ذَاكَ طَلَّقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نِسَائَهُ فَجِئْتُ فَإِذَا الْبُكَاءُ مِنْ حُجَرِهِنَّ كُلِّهَا وَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ قَدْ صَعِدَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ وَعَلَى بَابِ الْمَشْرُبَةِ وَصِيفٌ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اسْتَأْذِنْ لِي فَأَذِنَ لِي فَدَخَلْتُ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى حَصِيرٍ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ وَتَحْتَ رَأْسِهِ مِرْفَقَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ وَإِذَا أُهُبٌ مُعَلَّقَةٌ وَقَرَظٌ فَذَكَرْتُ الَّذِي قُلْتُ لِحَفْصَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَالَّذِي

میں یہ ارادہ کرتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان دو عورتوں کے متعلق سوال کروں جنہوں نے نبی ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی تھی، پس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا تھا، پھر ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جگہ گئے اور پیلو کے درخت کے درمیان (قضائے حاجت کے لیے) داخل ہوئے، جب باہر آئے تو میں نے سوال کیا کہ (وہ دو عورتیں کون تھیں؟) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کچھ بھی شمار نہیں کرتے تھے، پھر جب اسلام کا زمانہ آیا اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا ذکر کیا، تو پھر ہم نے یہ جانا کہ عورتوں کے بھی ہم پر حقوق ہیں، سوا اس کے کہ ہم ان کو اپنے معاملات اور اپنے کاموں میں مداخلت کرنے دیں، ایک دن میرے اور میری بیوی کے درمیان کسی مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو میری بیوی نے مجھ سے سختی سے بات کی، تو میں نے اس سے کہا: اب تمہاری جرأت یہاں تک پہنچ گئی ہے؟ تو میری بیوی نے کہا: آپ مجھ سے اس طرح کہتے ہیں اور آپ کی بیٹی تو نبی ﷺ کو ایذاء پہنچاتی ہے، پس میں حفصہ کے پاس گیا، سو میں نے اس سے کہا: میں تم کو اس سے خبردار کرتا ہوں کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرو، رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانے کے معاملہ میں بات کرنے کے لیے میں پہلے حفصہ کے پاس گیا، پھر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، سو میں نے ان سے بھی کہا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے عمر! میں تم پر تعجب کرتی ہوں، تم ہمارے معاملات میں دخل دے رہے ہو، صرف یہی بات رہ گئی تھی کہ تم رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج کے درمیان مداخلت کرو (سو تم اس میں بھی دخل دینے لگے ہو) پس انہوں نے میری بات کو رد کر دیا، میں واپس آ گیا اور انصار میں سے ایک مرد تھا، جب وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے غائب ہوتا تو میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا اور اس دن جو

Marfat.com

رَدَّتْ عَلَيَّ أُمُّ سَلَمَةَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَلَبِثَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ۔

احکام نازل ہوتے، وہ میں آ کر اس کو بتاتا۔ اور جب میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے غائب ہوتا تو وہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا اور اس دن جو رسول اللہ ﷺ نے احکام دیئے ہوتے وہ آ کر مجھے بتاتا، اور رسول اللہ ﷺ کے گرد جو حکمران تھے، ان سب سے معاملات درست تھے، صرف شام کا بادشاہ غسان تھا جس سے ہم ڈرتے رہتے تھے کہ وہ ہم پر حملہ کرے گا، پھر ایک دن مجھے اس انصاری کے آنے کی خبر اس طرح ہوئی کہ وہ کہہ رہا تھا: ایک بہت سنگین معاملہ ہو گیا ہے، میں نے اس سے پوچھا: وہ کیا ہے؟ کیا غسانی نے حملہ کر دیا ہے؟ اس نے کہا: اس سے بھی سنگین بات ہو گئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے، پھر میں آیا تو تمام ازواج کے حجروں سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں اور نبی ﷺ اپنے بالا خانہ میں چڑھ کر چلے گئے تھے، اور بالا خانے کے دروازہ پر ایک نوجوان پہرہ دار تھا، میں اس کے پاس آیا اور میں نے اس سے کہا: میرے لئے اجازت طلب کرو، اس نے اجازت طلب کی، پس میں داخل ہوا تو نبی ﷺ ایک چٹائی پر پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے پہلو میں چٹائی کے نشانات نقش ہو گئے تھے اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اور وہاں چند کچی کھالیں لٹکی ہوئی تھیں اور کیکر کے پتے بھی تھے، پھر میں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا جو میں نے حفصہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہی تھی اور یہ بھی بتایا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے میری بات رد کر دی تھی تو رسول اللہ ﷺ ہنسے، آپ انتیس راتوں تک بالا خانہ پر رہے اور پھر نیچے اتر آئے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۶۸، صحیح مسلم: ۱۴۷۹، سنن ترمذی: ۳۳۱۸، سنن نسائی: ۲۱۳۲، مسند احمد: ۲۲۲)

صحیح البخاری: ۵۸۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بستر بچھانے میں توسع کو اختیار کرتے تھے اور اس حدیث میں ہے کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص بستر کی پابندی نہیں کرتے تھے بلکہ جو چیز میسر آتی اس پر لیٹ جاتے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تظاھرتا" یعنی وہ دو عورتیں کون ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی تھی؟ حضرت عمر نے بتایا کہ وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فدخل فی الاراك" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیلو کے درختوں کے درمیان قضائے حاجت کے لیے چلے گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وانك لهناك" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اب اس مقام پر پہنچ گئی ہو اور تمہاری یہ جرأت ہے کہ تم مجھ سے سختی سے بات کر رہی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وتقدمت الیها فی اذاه" یعنی میں سب سے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، اس سے پہلے کہ میں آپ کو ایذاء پہنچانے کے معاملہ میں بات کرنے کے لیے آپ کی کسی اور زوجہ کے پاس جاتا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فاتیت ام سلمه" حضرت ام سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اور ان کا نام ہند ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس اس لئے گئے کہ وہ ان کی رشتہ دار تھیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کی خالہ تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وکان من حول رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جو بادشاہ اور حکام تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اجاء الغسانی؟ قال اعظم من ذالك طلق رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نساءه": اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کو طلاق دینا دشمن کے مدینہ پر حملہ کرنے سے زیادہ سنگین کیسے ہو گیا؟

اس کا جواب یہ ہے: کیونکہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ملال ہوا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعتبار سے یہ اس لیے زیادہ سنگین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی بیٹی سے الگ ہو جانا ان کے نزدیک بہت سنگین تھا اور ان کو یہ اطمینان تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے حملوں اور ان کے شر سے محفوظ رکھے گا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿١٤١﴾ (النساء: ۱۴۱) اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کے خلاف (غلبہ کی) ہرگز ہرگز کوئی سبیل نہیں بنائے گا O

کافروں کے مسلمانوں پر غلبہ کے اشکال کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہمارے دور میں تو ہر جگہ کفار مسلمانوں پر غالب آ رہے ہیں، عراق کی جنگ میں دیکھ لیں، افغانستان میں دیکھ لیں، فلسطین میں دیکھ لیں، برما میں، مقبوضہ کشمیر میں، حتیٰ کہ پاکستان میں بھی ہر جگہ کفار کا مسلمانوں پر غلبہ ہے۔

Marfat.com

بعض علماء نے کہا ہے کہ دلیل اور حجت کے اعتبار سے کبھی بھی کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ نہیں ہوگا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۳۳) لیکن اس آیت کی بہترین توجیہ یہ ہے کہ کافر دنیا کی جنگوں میں بھی ہرگز ہرگز مسلمانوں پر غلبہ نہیں پا سکیں گے، بہ شرطیکہ مسلمان اللہ کے احکام کی نافرمانی نہ کریں اور کسی برائی میں مبتلا نہ ہوں، اور گناہوں پر اصرار نہ کریں، اور توبہ کو نہ چھوڑیں اور جب وہ برے کاموں میں ملوث ہو جائیں اور اللہ کی اطاعت کو چھوڑ دیں اور لڑائی میں کافران پر غالب آ جائیں تو یہ صرف ان کی شامت اعمال کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ۝ (الشوریٰ:۳۰)	اور جو مصیبت بھی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہاری ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے اور تمہاری بہت سی خطاؤں کو وہ معاف کر دیتا ہے O
وَ لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (آل عمران:۱۳۹)	اور نہ تم کمزوری دکھاؤ اور نہ غم کھاؤ اگر تم کامل مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے O

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس انصاری نے کہا: ''طلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نساءہ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس انصاری نے یہ کیسے کہا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے حجروں سے نکل کر بالا خانہ پر آ گئے تھے اور ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہیں گئے، اس سے اس انصاری نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ نے ازواجِ مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وصیف'' اس سے مراد ہے خادم جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مرفقة'' اس کا معنی ہے تکیہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وھب'' یہ اھاب کا مبالغہ ہے، اس کا معنی ہے: کچی کھال جو ابھی رنگی نہ گئی ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''قرظ'' اس سے مراد ہے: کیکر کے درخت کے پتے جن سے کھال کو رنگا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۔۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۸۴۳، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) انسان کبھی سوال کرنے سے شرمندہ ہوتا ہے تو وہ اپنے سوال کرنے کو مؤخر کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک سال تک تاخیر کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرعوب رہے کہ ان سے یہ سوال کرتے کہ وہ دو عورتیں کون تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی تھی؟ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ملامت کی اور فرمایا: اگر تم مجھ سے سوال کرو تو اگر میرے پاس علم ہوگا تو میں تمہیں ضرور اس کی خبر دوں گا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جواب دینا صحیح تھا اور انسان کو یہ

Marfat.com

نہیں چاہیے کہ وہ کسی کو علم کے طلب کرنے میں شرمندہ کرے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جو حیاء کرنے والا ہو وہ بھی علم حاصل نہیں کر سکتا اور جو تکبر کرنے والا ہو وہ بھی علم حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ جو انسان بہت حیاء کرنے والا ہو وہ علم کو حاصل کرنے سے رکا رہے گا اپنی حیاء کی وجہ سے، اور جو تکبر کرنے والا ہو وہ بھی سوال کرنے میں اپنی کمی محسوس کرے گا اور سوال نہیں کرے گا۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اسلام نے عورتوں کو ان کے حقوق سے آگاہ کیا، اس کے برعکس زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی کوئی اہمیت نہ تھی اور نہ ان کو کوئی حیثیت دی جاتی تھی۔

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کی چیزوں سے عیش و آرام حاصل نہیں کرتے تھے، بلکہ جو چیز میسر ہوتی اسی پر اکتفاء کر لیتے تھے۔

(۴) اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اپنی بیٹی کی خیر خواہی کرے اور اس کو نصیحت کرے اور اس کو اللہ کے عذاب اور اس کے غضب سے ڈرائے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت کی۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ کبھی کوئی خاتون مرد کو اس کے اقدام سے باز رکھتی ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارادہ تھا کہ وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت کریں گے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض نہ کریں، لیکن جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا کہ تمہاری نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی ازواج کے درمیان مداخلت کرنے لگے ہو؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اقدام سے رک گئے۔

(۶) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ خوفِ طبعی خوفِ شرعی کے منافی نہیں ہے، کیونکہ مسلمان غسان کے بادشاہ سے ڈرتے تھے اور یہ باتیں کرتے تھے کہ وہ عنقریب ان پر حملہ کرنے والا ہے۔

(۷) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان کو کوئی ایسی بات کرنی چاہیے جس سے دوسرے انسان کا غم اور غصہ چلا جائے، جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے جواب کا ذکر کیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۵۱۶۔۵۱۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۸۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ كَمْ مِنْ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكَانَتْ هِنْدٌ لَهَا أَزْرَارٌ فِي كُمَّيْهَا بَيْنَ أَصَابِعِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ہند بنت الحارث نے خبر دی از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے اور آپ فرما رہے تھے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، آج رات کس قدر فتنے نازل ہوئے اور کس قدر خزانے نازل کیے گئے، حجروں والیوں کو کون بیدار کرے گا، کتنی عورتیں ایسی ہیں جو دنیا میں لباس پہنے ہوئے ہوں گی اور آخرت میں

برہنہ ہوں گی۔
الزہری نے کہا کہ ہند اپنی آستینوں میں انگلیوں کے درمیان بٹن لگاتی تھیں (تا کہ صرف انگلیاں کھلیں اور اس سے آگے آستینیں نہ کھلیں)۔

(صحیح البخاری:۱۱۵، ۱۱۲۶، ۳۵۹۹، ۵۸۴۴، ۶۲۱۸، ۷۰۶۹، سنن الترمذی:۲۱۹۶، مسند احمد:۲۶۰۰۵، موطا امام مالک:۱۶۹۵)

صحیح البخاری: ۵۸۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو اور تمام مومن عورتوں کو باریک کپڑوں کے لباس کے پہننے سے منع فرمایا، ایسے باریک کپڑے جو جسم کی نمائش کریں، آپ نے فرمایا: کتنی عورتیں دنیا میں لباس پہننے والی ہوں گی اور آخرت میں برہنہ ہوں گے، اس سے معلوم ہوا کہ ایسا لباس پہننے والی کی سزا یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن برہنہ ہوگی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد کا ذکر ہے، وہ المسندی ہیں اور ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن یوسف الصنعانی ہیں۔ اور معمر کا ذکر ہے، وہ ابن راشد ہیں۔ اور الزہری کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور ہند بنت الحارث کا ذکر ہے، وہ الفراسیہ ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ القرشیہ ہیں، وہ محمد بن المقداد بن الاسود کے نکاح میں تھیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور ان کا نام ہند ہے۔

یہ حدیث کتاب العلم میں اس باب میں گذر چکی ہے "باب العلم والعظة باللیل" اور صلوۃ اللیل میں بھی گزر چکی ہے اور عنقریب کتاب الفتن میں بھی آئے گی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ماذا" یہ استفہام ہے اور تعجب اور تعظیم کے معنی کو متضمن ہے، یعنی آپ نے خواب میں دیکھا کہ عنقریب آپ کے بعد لوگوں کے لیے فتنے واقع ہوں گے اور اس میں ان کے لیے خزانے ہوں گے، یا آپ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو خزانوں سے تعبیر فرمایا اور عذاب کو فتنوں سے تعبیر فرمایا، کیونکہ یہ فتنے عذاب تک پہنچاتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عاریة" یعنی کتنی لباس پہننے والی عورتیں قیامت کے دن برہنہ ہوں گی، یعنی جو باریک لباس پہنتی ہیں، ایسا باریک لباس جو کھال کے رنگ کے دکھائی دینے سے مانع نہیں ہوتا، انہیں آخرت میں یہ سزا دی جائے گی کہ وہ برہنہ ہوں گی، یا اس کا معنی یہ ہے کہ جو دنیا میں نفیس اور عمدہ لباس پہنتی ہوں گی، وہ آخرت میں نیکیوں سے خالی ہوں گی، اس میں اس پر برانگیختہ

Marfat.com

کیا ہے کہ وہ اسراف کو ترک کریں اور لباس کی اتنی مقدار اپنے پاس رکھیں جو ان کے لیے کافی ہو اور باقی لباس کو صدقہ کر دیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لھا ازرار" اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس سے ڈرتی تھیں کہ کھلی آستینوں کے سبب سے ان کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی دے، اس لیے وہ آستینوں میں گھنڈیاں یا بٹن لگا لیتی تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۔۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۲۔ بَابٌ: مَا يُدْعَى لِمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا

جو نیا کپڑا پہنے اس کو کیا دعا دی جائے

یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو شخص نیا کپڑا پہنے، اس کو کیا دعا دی جائے۔

۵۸۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ خَالِدٍ بِنْتُ خَالِدٍ قَالَتْ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِثِيَابٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ قَالَ مَنْ تَرَوْنَ نَكْسُوهَا هَذِهِ الْخَمِيصَةَ فَأُسْكِتَ الْقَوْمُ قَالَ ائْتُونِي بِأُمِّ خَالِدٍ فَأُتِيَ بِي النَّبِيُّ ﷺ فَأَلْبَسَنِيهَا بِيَدِهِ وَقَالَ أَبْلِي وَأَخْلِقِي مَرَّتَيْنِ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَلَمِ الْخَمِيصَةِ وَيُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَيَّ وَيَقُولُ يَا أُمَّ خَالِدٍ هَذَا سَنَا وَيَا أُمَّ خَالِدٍ هَذَا سَنَا وَالسَّنَا بِلِسَانِ الْحَبَشِيَّةِ الْحَسَنُ قَالَ إِسْحَاقُ حَدَّثَتْنِي امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِي أَنَّهَا رَأَتْهُ عَلَى أُمِّ خَالِدٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کپڑے آئے جن میں ایک سیاہ چادر تھی، آپ نے فرمایا: تمہاری کیا رائے ہے، یہ چادر ہم کس کو پہنائیں؟ پس صحابہ خاموش رہے، آپ نے فرمایا: میرے پاس ام خالد کو لاؤ، پس مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے مجھے وہ چادر پہنائی اور دو مرتبہ فرمایا: تم اس کو بوسیدہ کرو اور پرانا کرو، پھر آپ اس چادر کے نقش ونگار کی طرف دیکھنے لگے اور ہاتھ سے میری طرف اشارہ کر کے فرما رہے تھے: ام خالد! یہ سنا ہے یعنی بہت عمدہ ہے، اور سنا حبشی زبان میں عمدہ کو کہتے ہیں۔

اسحاق نے کہا: میرے گھر کی ایک عورت نے بتایا کہ اس نے ام خالد کے اوپر یہ چادر دیکھی تھی۔

(صحیح البخاری: ۳۰۷۱، ۳۸۷۴، ۵۸۲۳، ۵۸۴۵، ۵۹۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۲۴، مسند احمد: ۲۶۵۱۷)

صحیح البخاری: ۵۸۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ "نیا کپڑا پہننے والے کو کیا دعا دی جائے؟" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا کو وہ سیاہ چادر پہنا کر یہ دعا دی کہ تم اس کو پرانا کرو اور بوسیدہ کرو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، ان کا نام ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ام خالد کا ذکر ہے، ام خالد کا نام بن الزبیر بن العوام بنت خالد بن سعید بن العاص ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ابلی" یہ الابلاء سے ماخوذ ہے، اور وہ کسی کپڑے کو پرانا کرنا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "اخلقی" اس کا معنی ہے: تم اس کو پھاڑو۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں "خمیصة سوداء" کا ذکر ہے، اور کتاب الجہاد میں ذکر ہے قمیص الاصغر، یعنی وہ چھوٹی قمیص تھی، پھر کہا: ان میں جمع کرنا ممتنع نہیں ہے، کیونکہ ان کے وجود میں کوئی منافات نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال اسحاق" یعنی اسحاق کے گھر کی ایک عورت نے بتایا کہ انہوں نے ام خالد کے اوپر اس چادر کو دیکھا، اس میں یہ دلیل ہے کہ ام خالد طویل زمانہ تک زندہ رہیں۔

اور امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایک کپڑا دیکھا تو آپ نے دعا دی: تم نیا کپڑا پہنو اور تعریف کیے ہوئے زندہ رہو اور شہادت کی موت مرو۔

اور امام نسائی اور امام ابن حبان نے اس حدیث کی ایک علت بیان کی ہے۔

نیا کپڑا پہننے کی دعائیں

اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے صحتِ سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کپڑے کا نام لیتے، عمامہ یا قمیص یا چادر، پھر دعا کرتے:

اللهم لك الحمد انت كسوتنيه اسألك من خيره وخير ما صنع له واعوذبك من شره وشر ما صنع له۔	اے اللہ تیرے لئے ہی حمد ہے، تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا، میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور اس کے شر سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں، اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام ترمذی نے بھی اس حدیث کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی نیا کپڑا پہنا پھر یہ دعا کی:

Marfat.com

الحمد لله الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی حیاتی۔ — اللہ ہی کے لیے حمد ہے جس نے مجھے وہ چیز پہنائی جس سے میں اپنی شرمگاہ کو چھپاتا ہوں اور جس کے ساتھ میں اپنی زندگی میں خوبصورتی حاصل کرتا ہوں۔

پھر اس نے پرانے کپڑے کا قصد کیا اور اس کو صدقہ کر دیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا اور زندگی اور موت میں اللہ تعالیٰ کے سائے میں رہے گا۔ اس حدیث کی امام احمد نے اور امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس حدیث کو حسن قرار دیا۔

اور حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی کپڑا پہنا، پھر یہ دعا کی:

الحمد لله الذی کسانی هذا ورزقنيه من غير حول منی ولا قوة۔ — اللہ ہی کے لیے حمد ہے جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور جس نے مجھے یہ کپڑا عطا کیا بغیر میری طاقت اور قوت کے۔

تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

اور امام بخاری نے ان حدیثوں میں سے کسی حدیث کی روایت نہیں کی، کیونکہ یہ احادیث امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۔ ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۳۔ بَابُ: النَّهْيِ عَنِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ — مردوں کے لیے زعفرانی رنگ کے استعمال کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں مردوں کے لیے زعفرانی رنگ کے استعمال کا حکم بیان کیا گیا ہے اور مردوں کی قید سے عورتوں سے احتراز کیا ہے، کیونکہ عورتوں کے لیے زعفرانی رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۴۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرد کو زعفرانی رنگ کے استعمال سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۱، سنن ترمذی: ۲۸۱۵، سنن نسائی: ۵۲۵۶، سنن ابو داؤد: ۴۱۷۹، مسند احمد: ۱۱۵۶۷)

صحیح البخاری: ۵۸۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد الوارث کا ذکر ہے، یہ ابن سعید المصری ہیں۔ اور عبد العزیز کا ذکر ہے، یہ ابن صہیب ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان یتزعفر الرجل": اس حدیث میں مرد کو زعفران کے استعمال سے منع فرمایا۔

علامہ ابن التین اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ ممانعت جسم کے ساتھ مخصوص ہے اور کراہت پر محمول ہے، کیونکہ جسم کو زعفرانی رنگ کے ساتھ رنگنا زندگی کی ایسی آسودگی ہے جس سے شارع نے منع فرمایا۔

رہا یہ کہ یہ حدیث کراہت پر محمول ہے اور تحریم پر محمول نہیں ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ان کے جسم پر زرد رنگ کا اثر تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر انکار نہیں فرمایا اور نہ حکم دیا کہ اس رنگ کو دھوؤ، سو اس میں یہ دلیل ہے کہ جسم پر زعفرانی رنگ لگانا اس کے لیے ممنوع ہے جو دولہا نہ ہو۔ اور یہ کراہت پر محمول ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ امام ابوداؤد نے حضرت عمار کی یہ حدیث روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر رات کے وقت آیا اور میرے ہاتھوں میں پھٹن تھی، پس گھر والوں نے اس پر زعفران لگا دی، پھر صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا اور نہ مجھے مرحبا کہا، پس فرمایا: جاؤ! تم یہ زعفران کا رنگ دھوؤ، میں گیا اور زعفران کو دھویا اور آیا، اور ابھی اس کا کچھ رنگ ہاتھوں پر باقی تھا، میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا اور نہ مجھے مرحبا کہا، اور فرمایا: جاؤ! اس کو دھوؤ، پھر میں گیا اور میں نے دھویا، اور پھر میں آیا اور آپ کو سلام کیا، تو آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے مرحبا کہا اور فرمایا: فرشتے کافر کے جنازے پر حاضر نہیں ہوتے اور نہ اس کے جنازے پر جس نے اپنے ہاتھوں پر زعفران کا رنگ لگایا ہوا اور نہ جنبی پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں، تو میں کہوں گا کہ یہ حدیث معلول ہے کیونکہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو صحیح بخاری کے پائے کی نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۔ ۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۴۔ بَابُ: الثَّوْبِ الْمُزَعْفَرِ — زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے کو پہننے کا کیا حکم ہے۔

۵۸۴۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِوَرْسٍ أَوْ بِزَعْفَرَانٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ محرم ورس یا زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہنے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۷۷، سنن ترمذی: ۸۳۳، سنن نسائی: ۲۶۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۴۵۲۴، موطا امام مالک: ۷۱۶، سنن دارمی: ۱۷۹۸)

صحیح البخاری: ۵۸۴۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، ان کا نام الفضل بن دکین ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان بن عیینہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''وَرْس'' (واؤ پر زبر اور راء ساکن)، یہ یمن کی ایک گھاس ہے جس سے سرخ رنگ نکلتا ہے۔

غیر محرم کے لیے زرد رنگ کے کپڑے پہننے کا حکم

اس حدیث میں مُحرم کی قید لگائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ غیر مُحرم زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے کو بھی پہن سکتا ہے اور ورس کے ساتھ رنگے ہوئے کپڑے کو بھی پہن سکتا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: امام مالک اور فقہاء کی ایک جماعت نے غیر محرم کے لیے زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے کے پہننے کو جائز قرار دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ممانعت صرف محرم کے لیے ہے، اور امام شافعی اور فقہاء احناف نے اس حدیث کو محرم اور غیر محرم دونوں پر محمول کیا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جو بھی ''النعال السبتیہ'' کے باب میں آنے والی ہے، وہ بھی جواز پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرد رنگ کے ساتھ خضاب لگاتے تھے یا کپڑوں کو رنگتے تھے۔

اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر دو کپڑے تھے جو زعفران سے رنگے ہوئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن مصعب بن زبیر ایک ضعیف راوی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۵۔ بَابُ: الثَّوْبِ الْأَحْمَرِ — سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کا کیا حکم ہے؟ اور امام بخاری نے عنوان میں اس کا حکم نہیں بیان کیا، کیونکہ اس باب کی احادیث سے اس کا حکم سمجھ میں آرہا ہے۔

۵۸۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَرْبُوعًا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، انہوں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوسط قامت کے تھے، اور میں نے آپ کو سرخ رنگ کے حلہ میں دیکھا، اور میں نے آپ سے زیادہ حسین چیز کوئی نہیں دیکھی۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۱، ۵۸۴۸، ۵۹۰۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۷، سنن الترمذی: ۱۷۲۴، سنن نسائی: ۵۲۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۳، مسند احمد: ۱۸۰۰۵)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۸۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "سرخ رنگ کے کپڑے پہننا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا، یعنی سرخ رنگ کا تہبند باندھا ہوا تھا اور جسم کے اوپر سرخ رنگ کی چادر تھی۔ اس سے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی ہوگئی اور یہ حکم بھی معلوم ہوگیا کہ مردوں کے لیے سرخ رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، ان کا نام ہشام بن عبدالملک ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسحاق، ان کا نام عمرو بن عبداللہ السبیعی ہے، انہوں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے حدیث سنی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مربوع تھے، یعنی آپ لمبے قد اور کوتاہ قد کے درمیان تھے اور آپ کی صفت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ مربوع سے لمبے تھے۔

سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور ان کی توجیہات

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ رنگ کو ناپسند کرتے تھے، اور آپ نے فرمایا: جنت میں سرخ رنگ نہیں ہے۔

(۲) عباد بن کثیر از ہشام از والد خود روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سبز رنگ کو پسند کرتے تھے اور سرخ رنگ کو پسند نہیں کرتے تھے۔

(۳) خارجہ بن مصعب از عبداللہ بن سعید بن ابی ہند از والد خود اس کی مثل روایت کرتے ہیں۔

(۴) حسن بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرخ رنگ شیطان کی زینت ہے اور شیطان سرخ رنگ کو پسند کرتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ان تمام احادیث کی اسانید غیر مستقیم ہیں اور ان میں سے اکثر احادیث مراسیل ہیں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المفدم سے منع فرمایا اور یہ وہ کپڑا ہے جس کو زرد رنگ میں رنگا ہوا ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ وہ پورا کپڑا ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا ہو، اس کے باوجود کہ یہ امام ابن ماجہ کی روایت ہے، یہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کی روایت کے مقابلہ کی نہیں ہے کیونکہ وہ صحیح بخاری کی حدیث ہے۔

سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے متعلق فقہاء کے اقوال

(۱) سرخ رنگ کا کپڑا پہننا مطلقاً جائز ہے، یہ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت البراء رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ

Marfat.com

متعدد صحابہ کا قول ہے۔اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب، النخعی، الشعبی، ابو قلابہ، ابو وائل اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے۔

(۲) سرخ رنگ کا کپڑا پہننا مطلقاً ممنوع ہے اور اس کی بناء وہ احادیث ہیں جن کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) گہرے سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا مکروہ ہے، اور جس میں ہلکا سرخ رنگ ہو وہ مکروہ نہیں ہے۔ یہ عطاء، طاؤس اور مجاہد کا قول ہے۔

(۴) سرخ رنگ کا کپڑا پہننا مطلقاً مکروہ ہے جب کہ زینت کے قصد سے پہنا جائے اور دکھاوے کے قصد سے پہنا جائے، اور گھروں میں اور کام کاج کے وقت سرخ رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(۵) سرخ رنگ کا کپڑا اس وقت ممنوع نہیں ہے جب کپڑا بننے سے پہلے دھاگہ کو رنگ لیا جائے، اور جب کپڑا بننے کے بعد اس کو سرخ رنگ میں رنگا جائے، تو پھر یہ ممنوع ہے۔ علامہ خطابی کا اسی طرف میلان ہے۔

(۶) زرد رنگ کا کپڑا ممنوع ہے، اور اس کے علاوہ کسی رنگ میں کپڑے کو رنگنا جائز ہے۔

(۷) سرخ رنگ میں کپڑے کو رنگنا اس وقت ممنوع ہے جب پورے کپڑے کو سرخ رنگ میں رنگا جائے، لیکن اگر اس میں کسی اور رنگ کی دھاریاں ہوں، سفید رنگ کی دھاریاں ہوں یا سیاہ رنگ کی دھاریاں ہوں، تو وہ ممنوع نہیں ہے۔ اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا، وہ بھی اسی پر محمول ہے کہ آپ نے ایسا حلہ پہنا ہوا تھا جس میں دوسرے رنگ کی دھاریاں تھیں، کیونکہ یمن کے بنائے ہوئے حلے عموماً ایسے ہوتے ہیں جس میں سرخ رنگ یا دوسرے رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۔۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۶۔ باب: اَلْمِیْثَرَۃُ الْحَمْرَاءِ — سرخ زین بچھانے کا حکم

اس باب میں "میثرۃ الحمراء" یعنی سرخ زین کے بچھانے کے حکم کو بیان کیا گیا ہے۔ اور میثرۃ اس نرم ریشم کے کپڑے کو کہتے ہیں جس کو زین کے اوپر بچھایا جاتا ہے، اس کو زین پوش بھی کہتے ہیں۔

۵۸۴۹۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِسَبْعٍ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالْإِسْتَبْرَقِ وَالْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اشعث از معاویہ بن سوید بن مقرن از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا: مریض کی عیادت کرنا اور جنازہ کے ساتھ جانا، اور چھینکنے والے کو دعا دینا، اور ہمیں سات چیزوں سے منع فرمایا: ریشم کے پہننے سے اور دیباج (نرم ریشم) اور قسی سے اور استبرق (دبیز ریشم) سے اور سرخ زین پوشوں سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۱۲۳۹، ۲۴۴۵، ۵۱۷۵، ۵۶۳۵، ۵۶۵۰، ۵۸۳۸، ۵۸۴۹، ۵۸۶۳، ۶۲۲۲، ۶۲۳۵، ۶۶۵۴، صحیح مسلم: ۲۰۶۶، سنن

Marfat.com

الترمذی: ۲۸۰۹، سنن النسائی: ۱۹۳۹، مسند احمد: ۱۸۱۷۰)

صحیح البخاری: ۵۸۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سات چیزوں کا حکم دیا، ان میں تین کا ذکر تو اس حدیث میں مذکور ہے اور باقی چار یہ ہیں: دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنا، بہ کثرت سلام کرنا، مظلوم کی مدد کرنا، اور قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا۔

اور اس حدیث میں دیباج کا لفظ ہے، یہ فارسی کا لفظ ہے جس کو عربی بنایا گیا ہے اور یہ نرم ریشم کو کہتے ہیں۔

اور اس حدیث میں استبرق کا لفظ ہے، یہ دبیز ریشم کو کہتے ہیں اور جب کہ یہ دونوں دو مختلف جنسیں ہو گئیں تو ان کا الگ الگ ذکر کیا۔

اس حدیث میں قسی اور میثرہ کی ممانعت بھی مذکور ہے۔ اور اس کو سرخ رنگ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے، حالانکہ جب یہ ریشم کے کپڑے ہیں تو مطلقاً ممنوع ہیں، عام ازیں کہ سرخ رنگ کے ہوں یا کسی اور رنگ کے ہوں، اس لیے اس کے مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہے اور باقی دو چیزیں جن کا ذکر نہیں کیا گیا، وہ سونے کی انگوٹھیاں ہیں اور چاندی کے برتن ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۷۔ بَابُ: النِّعَالِ السِّبْتِيَّةِ وَغَيْرِهَا بالوں سے صاف کیے ہوئے چمڑے وغیرہ کی جوتیوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب نعال کے بیان میں ہے، نعال کا لفظ نعل کی جمع ہے جس کا معنی ہے: جوتی۔ المحکم میں لکھا ہے کہ النعل و النعلۃ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے قدم کی حفاظت کی جاتی ہے۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: النعل انبیاء علیہم السلام کا لباس ہے اور لوگوں نے نعل کے علاوہ کسی اور چیز کو لباس بنالیا، کیونکہ ان کی زمین میں کیچڑ ہوتی ہے۔ اور کبھی نعل کا اطلاق ہر اس چیز پر کیا جاتا ہے جو قدم کو محفوظ رکھے۔

''السِبْتِية'': یہ اس جوتی کو کہا جاتا ہے جس سے بال کاٹ کر یا مونڈ کر صاف کر لیے جائیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ السبتية اس چمڑے کو کہتے ہیں جس کو کیکر کے پتوں سے رنگا جائے اور عرب کی عادت تھی کہ وہ جوتیوں کو اس کے بالوں سمیت پہنتے تھے اور رنگے بغیر پہنتے تھے۔

امام ابوعبید نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں خوش حال لوگوں کے سوا کوئی رنگے ہوئے چمڑے کی جوتی نہیں پہنتا تھا۔ اور الاصمعی سے منقول ہے کہ سبتیہ رنگے ہوئے چمڑے کو کہتے ہیں۔ اور ابوعمرو شیبانی نے کہا ہے: جس کو کیکر کے پتوں سے رنگا جائے۔ اور اس

کو السبتیۃ اس لیے کہتے تھے کہ جس چمڑے سے بال صاف کر لیے جائیں وہ چمڑا نرم ہو جاتا ہے۔

اور امام بخاری نے کہا''وغیرھا'': یعنی جس چمڑے سے بال کاٹ کر صاف کر لیے گئے ہوں اس چمڑے کی جوتی ہو یا اس کے علاوہ اس چمڑے کی جوتی ہو جس سے بال صاف نہ کیے گئے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۔۷ ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۵۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدٍ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ قَالَ نَعَمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از سعید ابی مسلمۃ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ اپنی جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

(صحیح البخاری: ۳۸۶، ۵۸۵۰، صحیح مسلم: ۵۵۵، سنن الترمذی: ۴۰۰، سنن النسائی: ۷۷۵، مسند احمد: ۱۱۵۶۵، سنن الدارمی: ۱۳۷۷)

صحیح البخاری: ۵۸۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حماد کا ذکر ہے، اور وہ ابن زید ہیں۔ اور سعید کا ذکر ہے، وہ ابن یزید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو مسلمۃ کا ذکر ہے، یہ الازدی البصری ہیں۔

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں 'باب الصلوٰۃ فی النعال'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷ ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے تو اچانک آپ نے جوتے اتار دیئے اور ان کو بائیں طرف رکھ دیا، جب صحابہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے، جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو آپ نے پوچھا: تمہیں اپنے جوتے اتارنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی جوتے اتار دیئے، آپ نے فرمایا: بے شک مجھے جبریل نے آ کر خبر دی تھی کہ آپ کے جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہے تو میں نے ان جوتوں کو اتار دیا، پس جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو دیکھ لے، پس اگر اس کے جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کر لے، پھر ان کو پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۰، سنہ ابی عاصم ج ۲ ص ۹۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۰۲، مشکوٰۃ: ۷۶۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو، وہ جوتے اور موزے پہن کر

Marfat.com

نماز نہیں پڑھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۵۲)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ننگے پیر اور جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے جوتے اتارے تو ان جوتوں سے کسی کو ایذاء نہ پہنچائے اور ان جوتوں کو اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھے یا جوتے پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۵)

۵۸۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ مَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَصْبُغُ بِهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سعید المقبری، از عبید بن جریج، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے آپ کو ایسے چار کام کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ آپ کے باقی اصحاب میں سے کوئی بھی وہ کام نہیں کرتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ کون سے چار کام ہیں اے ابن جریج؟ تو انہوں نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ صرف ارکانِ یمانیہ کو مس کرتے ہیں، اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ ایسے چمڑے کی جوتی پہنتے ہیں جس سے بالوں کو کاٹ کر صاف کر لیا گیا ہو، اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ زرد رنگ کا خضاب لگاتے ہیں، اور میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ تو ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ یوم ترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے۔ تو ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رہا ارکانِ یمانیہ کو مس کرنا تو میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ارکانِ یمانیہ کو مس کرتے تھے، اور رہا ایسے چمڑے کی جوتی کو پہننا جس سے بال مونڈ کر صاف کر لیے گئے ہوں، تو میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے جوتے پہنتے تھے جن میں بال نہیں ہوتے تھے، اور انہی جوتوں میں وضو کرتے تھے تو میں بھی پسند کرتا ہوں کہ میں بھی ایسے جوتے پہنوں۔ اور رہا زرد رنگ کا خضاب تو میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرد رنگ

Marfat.com

کا خضاب لگاتے تھے، تو میں بھی زرد رنگ کا خضاب لگانا پسند کرتا ہوں۔ اور رہا آٹھ ذی الحجہ کو احرام باندھنا، تو میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت احرام باندھتے تھے جب آپ کی اونٹنی کھڑی ہو جاتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۱۶۶، ۱۵۱۴، ۱۵۵۲، ۱۶۰۹، ۲۸۶۵، ۵۸۵۱، صحیح مسلم: ۱۱۸۷، سنن النسائی: ۱۱۷، سنن ابوداؤد: ۱۷۷۲، مسند احمد: ۴۴۴۸)

صحیح البخاری: ۵۸۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ارکانِ یمانین'' رُکنِ یمانی کعبہ کا وہ کونہ ہے جس میں حجرِ اسود نصب ہے، اور دوسرا کونہ جو اس کونے کے ساتھ ہے، یہ دونوں کونے یمن کی جانب ہیں، اس لیے ان کو ارکان یمانیین کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یصبغ'' اس کا معنی ہے: رنگنا، ایک قول ہے کہ اس سے کپڑوں کو زرد رنگ میں رنگنا مراد ہے، دوسرا قول ہے: اس سے بالوں کو زرد رنگ سے رنگنا مراد ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اھل'' یعنی احرام باندھنا، اور ہلال سے مراد ہے ہلالِ ذوالحجہ، اور یومِ ترویہ سے مراد ہے آٹھ ذی الحجہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۵۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ وَقَالَ مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُحرم کو زعفران میں یا ورس میں رنگے ہوئے کپڑے کے پہننے سے منع فرمایا۔ اور آپ نے فرمایا: جس کو جوتے نہ ملیں، وہ موزے پہن لے۔ اور ان موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۷۷، سنن ترمذی: ۸۳۳، سنن نسائی: ۲۶۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۴۵۲۴، موطا امام مالک: ۷۱۶، سنن دارمی: ۱۷۹۸)

صحیح البخاری: ۵۸۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "سِبتیة اور غیر سِبتیة جوتوں کا پہننا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس مُحرم کو جوتے نہ ملیں، وہ موزوں کو پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

محرم کے لیے حالتِ احرام میں چپل پہننے کی تحقیق

میں کہتا ہوں: بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں کعب سے مراد وسطِ قدم کی ہڈی ہے، اور یہ دو وجہ سے صحیح نہیں ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لو، اور اس کے لیے کعبین کا لفظ ہے جو تثنیہ کا صیغہ ہے تو وسطِ قدم کی ہڈی تو ایک ہوتی ہے دو تو نہیں ہوتیں، لہٰذا وہ کیسے مراد ہو سکتی ہے؟ دوسرا اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ جب موزے کو وسطِ قدم سے کاٹ لیا جائے گا تو پھر جوتے کی جگہ اس کٹے ہوئے موزے کو پہن کر چلنا تو بہت دشوار ہوگا، اس کے برخلاف جب ٹخنوں کے نیچے سے موزوں کو کاٹا جائے تو جوتے کی طرح چلنا ممکن ہوگا، اسی لیے جو حجاجِ کرام حج کے لیے جاتے ہیں وہ ایسی چپل پہن سکتے ہیں جو ٹخنوں کے نیچے سے کھلی ہوئی ہو، خواہ پورا پیر ڈھکا ہوا ہو۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۸۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِزَارٌ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹۶، مسند احمد: ۱۹۱۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس ازار (تہبند) نہ ہو وہ شلوار پہنے، اور جس کے پاس دو جوتے نہ ہوں، تو وہ دو موزے پہن لے۔

صحیح البخاری: ۵۸۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جس چمڑے پر بال نہ ہوں، اس کے جوتوں کا بیان" اور اس حدیث میں مذکور ہے "جس کے پاس دو جوتے نہ ہوں تو وہ دو موزے پہن لے"۔ اس طرح اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جابر بن زید، وہ ابوالشعثاء الازدی البصری الفقیہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب الحج میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۳۸۔ بَابٌ: يَبْدَأُ بِالنَّعْلِ الْيُمْنَى — جوتا پہننے کی ابتداء دائیں پیر سے کرنی چاہیے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی مرد جوتا پہنے تو پہلے دائیں پیر میں جوتا پہنے۔ اس عنوان میں ''یبدأ'' لکھا ہوا ہے صیغہ مجہول کے ساتھ، اور صیغہ معلوم کے ساتھ ہونا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۵۴۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اشعث بن سُلیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا وہ از مسروق حدیث بیان کرتے تھے اور وہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث بیان کرتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وضو میں اور کنگھی کرنے میں اور جوتی پہننے میں دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۸، ۴۲۶، ۵۳۸۰، ۵۸۵۴، ۵۹۲۶، صحیح مسلم: ۲۶۸، سنن الترمذی: ۶۰۸، سنن نسائی: ۴۲۱، سنن ابوداؤد: ۴۱۴۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۱، مسند احمد: ۲۵۰۱۸)

صحیح البخاری: ۵۸۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جوتا پہننے کی ابتداء دائیں پیر سے کرنی چاہیے'' اور اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وضو میں اور کنگھی کرنے میں اور جوتی پہننے میں دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند کرتے تھے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اشعث بن سُلیم، یہ اپنے والد سلیم بن الازدی المحاربی الکوفی سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مسروق، یہ مسروق بن الاجدع ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوضو کے اس باب میں گزر چکی ہے ''باب التیمن فی الوضوء والغسل'' اور وہاں اس کی شرح کی جاچکی ہے۔

نیز اس حدیث میں "الترجل" کا ذکر ہے، اس کا معنی ہیں: بالوں کو سنوارنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۹۔ بَابٌ: يَنْزِعُ نَعْلَهُ الْيُسْرَى — جوتا اتارتے وقت پہلے بایاں جوتا اتارے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کوئی مرد اپنا جوتا اتارے تو پہلے بائیں پیر سے جوتا تارے۔

۵۸۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ لِيَكُنِ الْيُمْنَى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ۔

(صحیح مسلم: ۵۴۹۵، مسند احمد: ۱۰۰۰۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہنے تو پہلے دائیں پیر میں جوتا پہنے اور جب جوتا اتارے تو پہلے بائیں پیر سے جوتا اتارے، تاکہ سیدھا پیر جوتا پہننے میں اول ہو اور جوتا اتارنے میں آخر ہو۔

صحیح البخاری: ۵۸۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو الزناد، یہ عبد اللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبد الرحمن بن ہرمز ہیں۔

اس حدیث کی امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے کتاب اللباس میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اذا انتعل" یعنی جب جوتا پہنے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "بالیمین" اس کا معنی ہے: دائیں پیر میں پہنے۔

اس حدیث میں دائیں جانب کی بائیں جانب پر فضیلت کا بیان ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۰۔ بَابٌ: لَا يَمْشِي فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ — ایک جوتا پہن کر نہ چلنے کا بیان

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ کوئی مرد ایک جوتا پہن کر نہ چلے۔

۵۸۵۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لِيُحْفِهِمَا جَمِيعًا أَوْ لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا۔ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے، یا تو دونوں ننگے پیر ہوں یا دونوں پیروں میں جوتے ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۰۹۷، سنن الترمذی: ۱۷۷۴، سنن ابوداؤد: ۴۱۳۶، سنن ابن ماجہ: ۳۶۱۷، مسند احمد: ۷۳۰۲، موطا امام مالک: ۱۷۰۱)

صحیح البخاری: ۵۸۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لایمشی احدکم فی نعل واحدۃ"۔

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ نعل کا لفظ مؤنث ہے اور نعل وہ ہے جس کو چلتے وقت پہنا جاتا ہے اور اس کی تصغیر نعیلۃ آتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوتی پہن کر چلنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس سے چلنے میں مشقت ہوگی اور یہ بھی خطرہ ہے کہ آدمی چلتے وقت لڑکھڑا کر گر پڑے گا، اور جو ایک جوتی پہن کر چل رہا ہو، وہ بہت قبیح المنظر ہوگا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لوگ سمجھیں کہ اس کا ایک پیر چھوٹا ہے اور ایک پیر بڑا ہے، اور علامہ ابن العربی نے لکھا ہے کہ یہ شیطان کے چلنے کا طریقہ ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اگر عذر ہو تو تھوڑی دور کے لیے ایک جوتا پہن کر چل سکتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کا ایک تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے تسمہ کے ساتھ نہ چلے حتیٰ کہ پہلے تسمہ کو ٹھیک کرلے۔

ایک جوتی پہن کر چلنے کی روایت کی تحقیق

صاحب التوضیح نے کہا ہے "العلل الترمذی" میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوتی پہن کر چلے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک جوتی پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور زید بن محمد سے روایت ہے کہ انہوں نے سالم کو دیکھا وہ مدائن میں ایک جوتی پہن کر چل رہے تھے۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اہل علم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا اعتبار نہیں کیا، اور حضرت عبداللہ بن عمر اور سالم کی جو روایات ہیں وہ اس پر محمول ہیں کہ انہوں نے ایک جوتا پہننے کی ممانعت کو تنزیہ پر محمول کیا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان تک ممانعت نہ پہنچی ہو۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے متعلق امام بخاری سے پوچھا: تو انہوں نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے، یعنی یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹-۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۱۔ بَابٌ: قِبَالَانِ فِي نَعْلٍ وَمَنْ رَأَى قِبَالًا وَاحِدًا وَاسِعًا

ایک جوتے میں دو تسموں کا ہونا، اور جس کے نزدیک ایک تسمہ بھی کافی ہے

۵۸۵۷۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَعْلَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ لَهَا قِبَالَانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جوتوں میں دو تسمے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۰۷، ۵۸۵۷، ۵۸۵۸، سنن ترمذی: ۱۷۷۲، سنن نسائی: ۵۳۶۷، سنن ابوداؤد: ۴۱۳۴، سنن ابن ماجہ: ۳۶۱۵، مسند احمد: ۱۳۴۴۳)

صحیح البخاری: ۵۸۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں قبال کا ذکر ہے 'قبال' جوتی کے اس تسمے کو کہتے ہیں جو اوپر سے جا کر پاؤں کے انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی کے درمیان نیچے جوتے میں جڑا ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتیوں میں دو تسمے تھے جیسا کہ حدیث باب میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۵۸۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ خَرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ بِنَعْلَيْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ فَقَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ هَذِهِ نَعْلُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن طہمان نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہماری طرف حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آئے وہ دو جوتے پہنے ہوئے تھے جن کے دو تسمے تھے۔ پس ثابت البنانی نے کہا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۰۷، ۵۸۵۷، ۵۸۵۸، سنن ترمذی: ۱۷۷۲، سنن نسائی: ۵۳۶۷، سنن ابوداؤد: ۴۱۳۴، سنن ابن ماجہ: ۳۶۱۵، مسند احمد: ۱۳۴۴۳)

صحیح البخاری: ۵۸۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، ان کا نام محمد بن مقاتل المروزی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ

عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔اور عیسیٰ بن طہمان کا ذکر ہے، یہ البکری الکوفی ہیں۔

یہ حدیث بہ ظاہر مرسل ہے، کیونکہ ثابت نے یہ تصریح نہیں کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حدیث کی خبر دی ہے، اور الاسماعیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۔ ۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۲۔ بَابُ: الْقُبَّةِ الْحَمْرَاءِ مِنْ أَدَمٍ — سرخ چمڑے کے خیمہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں سرخ چمڑے کے خیمہ کا ذکر کیا جائے گا، اور یہ وہ چمڑا ہے جو رنگا ہوا ہوتا ہے اور اس کو سرخ رنگ سے رنگا جاتا ہے اس سے پہلے کہ اس کا خیمہ بنایا جائے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: چمڑے کا خیمہ، اس کو بادیہ نشین اور خانہ بدوش لوگ استعمال کرتے ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ يَبْتَدِرُونَ الْوَضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمر بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس وقت آپ سرخ چمڑے کے خیمہ میں تھے اور میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو پکڑا ہوا تھا اور لوگ اس پانی کی طرف جھپٹ رہے تھے۔ پس جس کو اس پانی سے کچھ مل جاتا تو وہ اس کو اپنے جسم پر لگاتا اور جس کو اس میں سے کچھ نہ ملتا تو وہ اپنے صاحب کے ہاتھ کی تری کو لے لیتا۔

(صحیح بخاری: ۱۸۷، ۳۷۶، ۴۹۵، ۴۹۹، ۵۰۱، ۶۳۳، ۶۳۴، ۳۵۵۳، ۳۵۶۶، ۵۷۸۶، ۵۸۵۹، صحیح مسلم: ۵۰۳، سنن نسائی: ۴۷۰، سنن ابوداؤد: ۶۸۸، مسند احمد: ۱۸۲۶۸، سنن دارمی: ۱۴۰۹)

صحیح البخاری: ۵۸۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو جحیفہ، ان کا نام وہب بن عبداللہ السوائی ہے۔

نبی ﷺ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کی طہارت اور برکت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگ نبی ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لینے لگے، پھر اس پانی کو اپنے اوپر ملتے۔

Marfat.com

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور ان کے وضوء، ان کے طعام، ان کے مشروب اور ان کے لباس کی بچی ہوئی چیزوں کو استعمال کرنے کا ثبوت ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ٣ ص ٣٥٧٥، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ١٤١٧ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

گویا کہ آپ کے وضوء سے جو پانی بچا تھا، اس کو صحابہ نے تقسیم کر لیا تھا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء سے لگ کر جو وضوء کا پانی گرا تھا، اس کو صحابہ نے حاصل کیا تھا اور اس حدیث میں وضوء کے مستعمل پانی کے طاہر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(فتح الباری ج ١ ص ٤٢٩، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں وضوء کے مستعمل پانی کے طاہر ہونے پر واضح دلیل ہے، اور اس پانی سے مراد وہ پانی ہے جو آپ کے اعضاء سے لگ کر گرا تھا، اور اگر اس سے مراد وہ پانی ہو جو آپ کے وضوء کے بعد برتن میں بچ گیا تھا تو اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ اس پانی کو بہ طور تبرک لے رہے تھے، یہ پانی طاہر تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ لگنے کی وجہ سے اس کی طہارت زیادہ ہو گئی تھی، نیز اس حدیث میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور یہ سفر کا واقعہ ہے، سو اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں چار رکعت نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھا جاتا ہے اور جب صحراء میں نماز پڑھی جائے تو امام کے سامنے نیزہ کو بہ طور سترہ گاڑ دینا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ٣ ص ١١١، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پانی سے مراد برتن میں بچا ہوا پانی بھی ہو سکتا ہے اور وہ پانی بھی مراد ہو سکتا ہے، جو آپ کے اعضاء مبارکہ سے لگ کر گرا تھا، حضرت سائب بن یزید نے اس پانی کو پیا تھا۔ (صحیح البخاری: ١٩٠، صحیح مسلم: ٢٣٤٥، سنن ترمذی: ٣٦٤٣)

یہ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ حضرت سائب نے اس پانی کو تبرک کے قصد سے پیا تھا اور اس صورت میں یہ حدیث مستعمل پانی کی طہارت پر دلیل ہو گی اور اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ پانی انہوں نے دوا اور علاج کے طور پر پیا تھا، یعنی یہ مستعمل پانی نجس ہی تھا۔ (یہ جواب مردود ہے، کیونکہ حضور کے جسم سے لگ کر گرنے والا پانی نجس نہیں ہو سکتا۔ سعیدی غفرلہٗ) یا اس مستعمل پانی کا پاک ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے ہے یا یہ ابتداء کا واقعہ ہے اور مستعمل پانی کا طاہر نہ ہونا بعد کا حکم ہے، اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ اس پر ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے اور علامہ ابن حجر مکی نے اپنی شرح میں یہ کہا ہے کہ جو پانی آپ کے اعضاء سے لگ کر بہا ہو، وہ نجس نہیں ہے، اسی وجہ سے ہمارے اکثر اصحاب کا مختار یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات بھی طاہر ہیں۔ (مرقاۃ: ٤٧٦، ج ٢ ص ١٧٣، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں بعینہٖ یہی تقریر کی ہے، نیز انہوں نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے لگنے کی وجہ سے وہ مستعمل پانی نجس نہیں ہوا، حالانکہ بعض علماء نے آپ کے فضلات کو بھی پاک کہا ہے کیونکہ آپ کا وجود سرتا پا ظاہر و باطن مزکی و مطہر ہے، یعنی پاک کرنے والا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ١ ص ٢٦٢، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

Marfat.com

۵۸۶۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ح وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى الْأَنْصَارِ وَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ

(صحیح مسلم: ۱۰۵۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی، ح اور اللیث نے کہا کہ مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلوایا اور انہیں چمڑے کے ایک خیمہ میں جمع کیا۔

صحیح البخاری: ۵۸۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "سرخ چمڑے کا خیمہ" اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو چمڑے کے خیمہ میں جمع کیا اور اس حدیث میں سرخ چمڑے کا ذکر نہیں ہے، تو اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے: یہ حدیث باب کے عنوان کے ایک جز کے مطابق ہے، اور کئی مرتبہ امام بخاری باب کے صرف کسی ایک جز کے ساتھ مطابقت کا ارادہ کرتے ہیں۔

بعض شارحین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ امام بخاری نے مطلق کو مقید پر محمول کر دیا، کیونکہ ان دونوں حدیثوں کا قصہ متقارب ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جس قصہ کا ذکر کیا ہے، اس کا تعلق غزوۂ خیبر کے ساتھ ہے اور حضرت ابوجحیفہ نے جس قصہ کی روایت کی ہے، اس کا تعلق حجۃ الوداع کے ساتھ ہے، اور ان دونوں قصوں میں دو سال کا عرصہ ہے۔ اس لیے ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی خیمہ ہے، پس جب حضرت ابوجحیفہ نے دوسری مرتبہ اس کا ذکر کیا تو سرخ خیمہ کہا یعنی پہلے وقت میں وہ سرخ خیمہ نہیں تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بعض شارحین نے جو جواب ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا معاملہ نہیں ہے اور ان کا باقی کلام بھی بعید ہے اور اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں اختصار کیا اور خیمہ کے ساتھ سرخ کے لفظ کو چھوڑ دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲۔ ۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۳- بَابُ: الْجُلُوسِ عَلَى الْحَصِيرِ وَنَحْوِهِ — چٹائی وغیرہ پر بیٹھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ چٹائی پر بیٹھنے کا کیا حکم ہے؟ اور نحوہ سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جو چیزیں زمین پر بچھائی جاتی ہیں اور ان پر بیٹھا جاتا ہے تو ان کا کیا حکم ہے؟ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٥٨٦١۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَحْتَجِرُ حَصِيرًا بِاللَّيْلِ فَيُصَلِّي عَلَيْهِ وَيَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ فَيَجْلِسُ عَلَيْهِ فَجَعَلَ النَّاسُ يَثُوبُونَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ حَتَّى كَثُرُوا فَأَقْبَلَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ خُذُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ مَا دَامَ وَإِنْ قَلَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از سعید بن ابی سعید از ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو چٹائی کا حجرہ بنا لیتے تھے اور اس پر نماز پڑھتے تھے اور دن میں وہ چٹائی بچھا دیتے، پھر اس پر بیٹھ جاتے، پھر لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنے لگے اور وہ بھی آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے حتیٰ کہ ان کی تعداد زیادہ ہوگئی تو آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو! تم اتنے اعمال کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اجر دینے سے نہیں اکتاتا حتیٰ کہ تم عمل کرنے سے تھک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اعمال وہ ہیں جس کو عمل کرنے والا ہمیشہ کرے خواہ وہ عمل تھوڑا ہو۔

(صحیح مسلم: ٧٨٢، سنن نسائی: ٧٦٢، سنن ابوداؤد: ١٣٦٨، سنن ابن ماجہ: ٤٢٤٠)

صحیح البخاری: ٥٨٦١، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "چٹائی پر بیٹھنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کو وہ چٹائی بچھا دیتے اور اس پر بیٹھتے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن ابی بکر کا ذکر ہے، یہ مقدمی ہیں۔ اور معتمر کا ذکر ہے، وہ ابن سلیمان ہیں۔ اور عبید اللہ کا ذکر ہے، وہ ابن عمر العمری ہیں۔ اور سعید کا ذکر ہے، وہ المقبری ہیں۔ اور ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کا ذکر ہے، وہ ابن عوف ہیں۔ اور یہ تینوں تابعین مدنی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یحتجر" اس کا معنی ہے: آپ اپنے لیے حجرہ بنا لیتے تھے، "احتجر الارض" اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی جگہ کو اپنے لیے خاص کر لے اور دوسروں کو اس سے منع کرے۔ اور الکشمیہنی کی روایت میں یحتجز کا لفظ ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "یثوبون" اس کا معنی ہے: لوگ جمع ہو جاتے تھے، یہ کرمانی کا قول ہے۔ اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ

Marfat.com

لوگ آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، کیونکہ "ثاب" کا معنی ہے: رجوع کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یمل" اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول کرتا ہے حتیٰ کہ تم تھک جاؤ، کیونکہ جو کام تم تھکاوٹ اور اکتاہٹ سے کرو، اس کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ علامہ خطابی نے کہا: یہ کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب دینا ترک نہیں کرتا جب تک کہ تم عمل کو ترک نہ کرو۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس باب کی حدیث کے وہ روایت معارض ہے جس کو امام ابن ابی شیبہ نے شریح بن ہانی کی سند سے ذکر کیا ہے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر نماز پڑھتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۸) اور ہم نے کافروں کے لیے دوزخ کو قید خانہ بنا دیا ہے ۝

بہ ظاہر اس آیت کا ترجمہ ہے "ہم نے دوزخ کو کافروں کے لیے حصیر یعنی چٹائی بنا دیا" تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر نماز نہیں پڑھتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث ضعیف ہے اور صحیح بخاری کی صحیح حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی، اور اس میں تطبیق بھی ممکن ہے، وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ چٹائی پر نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور آیت کا معنی یہ ہے کہ "ہم نے دوزخ کو کافروں کے لیے قید کی جگہ بنا دیا ہے"، کیونکہ قید خانے کو محصر اور حصیر کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۔ ۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۴۔ بَابُ: الْمُزَرَّرِ بِالذَّهَبِ سونے کی گھنڈی یا بٹن سے کپڑے کو بند کرنے کا بیان

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ سونے کی گھنڈی یا بٹن سے کپڑے کو بند کرنا جائز ہے۔

۵۸۶۲۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ أَبَاهُ مَخْرَمَةَ قَالَ لَهُ يَا بُنَيَّ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَدِمَتْ عَلَيْهِ أَقْبِيَةٌ فَهُوَ يَقْسِمُهَا فَاذْهَبْ بِنَا إِلَيْهِ فَذَهَبْنَا فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ لِي يَا بُنَيَّ ادْعُ لِي النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَعْظَمْتُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ أَدْعُو لَكَ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا بُنَيَّ إِنَّهُ لَيْسَ بِجَبَّارٍ فَدَعَوْتُهُ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْ دِيبَاجٍ مُزَرَّرٌ بِالذَّهَبِ فَقَالَ يَا مَخْرَمَةُ هٰذَا خَبَأْنَاهُ لَكَ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ۔

اور اللیث نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے میرے بیٹے! بے شک مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند اچکنیں آئی ہیں اور آپ ان کو تقسیم کر رہے ہیں، پس ہم آپ کی طرف چلیں، سو ہم گئے تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں پایا، انہوں نے مجھ سے کہا: اے میرے بیٹے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے لیے بلا کر لاؤ، پس میں نے اس بات کو بہت سنگین سمجھا (کہ میں اپنے والد کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤں) تو میں نے کہا: میں آپ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤں؟ تو میرے والد نے کہا: اے میرے بیٹے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبر کرنے والے نہیں ہیں، پس میں نے آپ کو بلایا تو آپ باہر آئے اور آپ کے اوپر دیباج کی ایک اچکن تھی جس میں سونے کی گھنڈی یا بٹن لگا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے مخرمہ! یہ

Marfat.com

اچکن ہم نے تمہارے لیے چھپا کے رکھی تھی، پس آپ نے وہ اچکن میرے والد کو دے دی۔

(صحیح البخاری: ۲۵۹۹، ۲۶۵۷، ۳۱۲۷، ۵۸۰۰، ۵۸۶۲، ۶۱۳۲، صحیح مسلم: ۱۰۵۸، سنن ترمذی: ۲۸۱۸، سنن نسائی: ۵۳۲۴، سنن ابوداؤد: ۴۰۲۸، مسند احمد: ۱۸۴۳۸)

صحیح البخاری: ۵۸۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "سونے کی گھنڈی یا بٹن سے کپڑے کو بند کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر دیباج کی اچکن تھی جس میں سونے کی گھنڈی یا بٹن لگا ہوا تھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو لیث سے تعلیقاً ذکر کیا ہے، کیونکہ لیث نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا، اور عنقریب یہ حدیث سند موصول کے ساتھ "باب القباء وفروج الحریر" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند اخلاق کہ کسی کے لیے آپ کو بلانا آپ پر گراں نہیں گزرتا

اس حدیث میں مذکور ہے "فاعظمت ذالك" یعنی میرے والد نے جو کہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے لیے بلاؤ، تو میں نے اس کو بہت سنگین سمجھا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے بلند ہے کہ آپ کو کسی شخص کے لیے بلایا جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "کیا میں آپ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤں؟" حضرت مسور بن مخرمہ نے اپنے والد سے یہ بہ طور انکار کہا۔ پھر جب حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبار نہیں ہیں یعنی آپ کو یہ بات گراں نہیں گزرے گی، تو پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۵۔ بَابٌ: خَوَاتِيمِ الذَّهَبِ — سونے کی انگوٹھیوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواتیم، خاتم کی جمع ہے، اور اس میں چار لغات ہیں۔ خاتَم تاء پر زبر ہو اور خاتِم تاء کے نیچے زیر ہو اور خیتام اور خاتام۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۶۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما يَقُولُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اشعث بن سُلیم نے حدیث بیان کی، انہوں

Marfat.com

نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ عَنْ سَبْعٍ نَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ أَوْ قَالَ حَلْقَةِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْحَرِيرِ وَالْإِسْتَبْرَقِ وَالدِّيبَاجِ وَالْمِيثَرَةِ الْحَمْرَاءِ وَالْقَسِّيِّ وَآنِيَةِ الْفِضَّةِ وَأَمَرَنَا بِسَبْعٍ بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَإِجَابَةِ الدَّاعِي وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ۔

نے کہا: میں نے معاویہ بن سوید بن مقرن سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نبی ﷺ نے سات چیزوں سے منع فرمایا: آپ نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا، یا کہا: آپ نے سونے کے چھلے سے منع فرمایا اور ریشم سے اور استبرق (دبیز ریشم) سے اور دیباج (نرم ریشم) سے اور میثرۃ (نرم ریشم کا زین پوش) سے اور الحمراء (یعنی سرخ رنگ کے کپڑے) سے اور القسی (ریشم کی چوڑی دھاریوں والا کپڑا) سے اور چاندی کے برتن سے، اور ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا: مریض کی عیادت کرنے کا اور جنازوں کے ساتھ جانے کا، اور چھینکنے والے کو جواب میں دعا دینے کا، اور سلام کا جواب دینے کا، اور دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنے کا، اور قسم کھانے والے کی قسم کو پوری کرنے کی کوشش کرنے کا اور مظلوم کی مدد کرنے کا (حکم دیا)۔

(صحیح بخاری: ۱۲۳۹، ۲۴۴۵، ۵۱۷۵، ۵۶۳۵، ۵۶۵۰، ۵۸۳۸، ۵۸۴۹، ۵۸۶۳، ۶۲۲۲، ۶۲۳۵، ۶۶۵۴، صحیح مسلم: ۲۰۶۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۹، سنن نسائی: ۱۹۳۹، مسند احمد: ۱۸۱۷۰)

صحیح البخاری: ۵۸۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث ابواب الجنائز کے پہلے باب میں گزر چکی ہے اور اس باب میں اوامر کا ذکر نواہی پر مقدم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۶۴۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَقَالَ عَمْرٌو أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ النَّضْرَ سَمِعَ بَشِيرًا مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از النضر بن انس از بشیر بن نہیک از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔

اور عمرو نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ، انہوں نے نضر سے سنا انہوں نے بشیر سے سنا اسی حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم: ۲۰۸۹، سنن نسائی: ۵۲۷۳، مسند احمد: ۹۷۰۹)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۸۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے غندر، یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے النضر، یہ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں البشیر بن نہیک کا ذکر ہے، یہ السدوسی البصری ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۶۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ فَاتَّخَذَهُ النَّاسُ فَرَمَى بِهِ وَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ أَوْ فِضَّةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنائی اور اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی کے قریب رکھا، سو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھی بنالی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھینک دیا اور آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنائی۔

(صحیح البخاری: ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸، صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن ترمذی: ۱۷۴۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، مسند احمد: ۴۶۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۴۳)

صحیح البخاری: ۵۸۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اتخذ خاتما" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنانے کا حکم دیا تو آپ کے لیے انگوٹھی بنائی گئی، سو آپ نے اس کو پہن لیا، یا آپ کو بنی بنائی انگوٹھی ملی تو آپ نے اس کو پہن لیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "واتخذ خاتما من ورق او فضة" یعنی راوی کو شک ہے کہ ورق کا لفظ کہا تھا یا فضہ کا لفظ کہا تھا، دونوں کا معنی چاندی ہے۔

مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننے کا حکم

یہ حدیث اور اس سے پہلی حدیث دونوں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی کو پہننا حرام ہے۔

اور علامہ النووی نے کہا ہے: مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی کے حرام ہونے پر فقہاء کا اجماع ہے، سوا اس کے کہ ابن ابی بکر محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ انہوں نے اس کو مردوں کے لیے مباح قرار دیا ہے، اور بعض فقہاء سے منقول ہے کہ یہ مردون

کے لیے مکروہ ہے، حرام نہیں ہے۔

جن بعض صحابہ سے سونے کی انگوٹھی پہننا منقول ہے

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہنی ہے، پس صحابہ میں سے حضرت انس بن مالک، حضرت البراء بن عازب، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت زید بن ارقم، حضرت زید بن حارثہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت صہیب بن سنان، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت عبداللہ بن یزید اور حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے عکرمہ مولیٰ ابن عباس، اور ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم اور دوسرے تابعین ہیں۔

بعض صحابہ کے سونے کی انگوٹھی پہننے کے دو جواب

صحابہ رضی اللہ عنہم کے فعل کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

پہلا جواب یہ ہے کہ شاید ان تک مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت کی حدیث نہیں پہنچی تھی۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید انہوں نے اس ممانعت کو کراہتِ تنزیہی پر محمول کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سونے کی انگوٹھی کو پھینکا تھا، اس کو اس پر محمول کیا کہ آپ دنیا کی زینت سے تنزہ کرتے تھے، جس طرح آپ اپنے اہل کو زیور پہننے سے منع کرتے تھے، حالانکہ عورتوں کے لیے زیور پہننا مباح ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کا سونے کی انگوٹھی پہننے پر استدلال اور اس کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ جن صحابہ سے سونے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت منقول ہے، ان میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بھی ہیں، تو میں کہوں گا کہ ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ سونے کی انگوٹھی پہننے کا عمل صرف حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے اور دیگر صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھی پہنی ہے، پس یا تو جب سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی گئی تو اس وقت حضرت البراء رضی اللہ عنہ کم عمر تھے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ کم عمر مرد کا یعنی جو بالغ نہ ہو اس کا سونے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے یا پھر ہم یہ کہیں گے کہ یہ دونوں حدیثیں متعارض ہیں، پس ہو سکتا ہے کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی ہو اور بعد میں آپ نے منع فرما دیا ہو، اگر تاریخ معلوم ہو جائے تو اس تاریخ کے مطابق عمل کیا جائے گا، ورنہ ممانعت کی حدیث کو ترجیح دی جائے گی اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ممانعت کی حدیث زیادہ صحیح ہے، کیونکہ وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں کی متفق علیہ حدیث ہے۔ اور جس حدیث سے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے سونے کی انگوٹھی پہننے کے جواز پر استدلال کیا ہے، یہ وہ ہے جس کی امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی ہے۔ وہ حدیث درج ذیل ہے:

از محمد بن مالک، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کو سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا اور لوگ کہہ رہے تھے: تم نے سونے کی انگوٹھی کیوں پہنی؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ تو حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے اور آپ کے سامنے مالِ غنیمت تھا، آپ اس کو تقسیم فرما رہے تھے، آپ قیدیوں کو بھی تقسیم فرماتے رہے، آپ اسی طرح مالِ غنیمت کو تقسیم کرتے رہے حتیٰ کہ یہ سونے کی انگوٹھی بچ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے نظر اٹھا کر اپنے اصحاب کی طرف دیکھا، پھر نظر جھکالی، پھر آپ نے نظر اٹھا کر اپنے اصحاب کی طرف دیکھا اور پھر نظر جھکالی، پھر تیسری مرتبہ آپ نے نظر اٹھا کر اپنے اصحاب کی طرف دیکھا اور نظر جھکالی، اور فرمایا: اے براء! پس میں آپ کے پاس حاضر ہوا حتیٰ کہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے وہ انگوٹھی پکڑی پھر فرمایا: لو پہنو، جو تمہیں اللہ اور اس کے رسول نے پہنایا ہے۔ الحدیث

اور ہمارے شیخ نے کہا: اس حدیث کی محمد بن مالک نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اور وہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے حدیث کو روایت کرنے میں متفرد ہیں، اور امام ابن حبان نے ان کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بہت خطاء کرتے تھے، اور جس حدیث کی روایت کرنے میں وہ متفرد ہوں اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، اس کے باوجود امام ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا مگر انہوں نے کہا کہ محمد بن مالک نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث نہیں سنی، ہمارے شیخ نے کہا کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ محمد بن مالک نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ اور امام ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور شاید کہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا ہو کہ صرف خصوصیت سے ان کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے، اس کے باوجود صحیح وہ ہے جو جمہور فقہاء اور محدثین کا موقف ہے کہ اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ اس کی فہم کا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ہمارے نزدیک راوی کے اجتہاد اور اس کی فہم کا اعتبار ہے جیسا کہ یہ چیز اپنی جگہ پر ثابت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵۔۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۶۔ بَابٌ: خَاتَمِ الْفِضَّةِ — مردوں کے لیے چاندی کی انگوٹھی پہننے کا حکم

اس باب میں چاندی کی انگوٹھی کے متعلق احادیث کا ذکر ہے اور اس کے استعمال کے جواز کا بیان ہے۔

۵۸۶۶۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَهُ فَلَمَّا رَآهُمْ قَدِ اتَّخَذُوهَا رَمَى بِهِ وَقَالَ لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ الْفِضَّةِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَلَبِسَ الْخَاتَمَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ حَتَّى وَقَعَ مِنْ عُثْمَانَ فِي بِئْرِ أَرِيسَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی یا چاندی کی انگوٹھی بنائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا (یعنی ہتھیلی کے اندرونی جانب کی طرف رکھا) اور اس میں ”نقش تھا محمد رسول اللہ“ تو لوگوں نے بھی اس کی مثل انگوٹھی بنالی، جب آپ نے یہ دیکھا کہ لوگوں نے اس کی مثل انگوٹھی بنالی ہے تو آپ نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا اور فرمایا: میں اس کو اب کبھی بھی نہیں پہنوں گا، پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنائی، پس لوگوں نے چاندی کی انگوٹھیاں بنالیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت

Marfat.com

ابوبکر نے انگوٹھی پہنی، پھر حضرت عمر نے انگوٹھی پہنی، پھر حضرت عثمان نے انگوٹھی پہنی، حتیٰ کہ وہ انگوٹھی حضرت عثمان سے ''بئر اریس'' (اریس نامی کنویں) میں گر گئی۔ (رضی اللہ عنہم)

(صحیح البخاری: ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸، صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن ترمذی: ۱۷۴۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، مسند احمد: ۴۶۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۴۳)

صحیح البخاری: ۵۸۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یوسف بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ ابن راشد القطان الکوفی ہیں جن کی رہائش بغداد میں تھی اور یہ دوسو باون ہجری (۲۵۲ھ) میں فوت ہو گئے تھے، امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں ابواسامہ کا ذکر ہے، ان کا نام حماد بن اسامہ ہے۔ اور عبیداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن عمر العمری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مثلہ'' یعنی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنائی تھی، اسی طرح صحابہ نے بنالی۔ اور اس کی وضاحت امام ابوداؤد کی درج ذیل روایت سے ہوتی ہے:

از نصیر بن الفرج از ابواسامہ از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا اور اس پر نقش تھا ''محمد رسول اللہ''، سو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا کہ لوگوں نے سونے کی انگوٹھیاں بنوالی ہیں تو آپ نے سونے کی انگوٹھی کو پھینک دیا۔ الحدیث

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے لکھا ہے: ہوسکتا ہے کہ مثلیت سے مراد یہ ہو کہ وہ انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش تھا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مطلقاً انگوٹھی بنوانے کی مثل مراد ہو۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۸، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس کلام کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ لوگوں نے چاندی کی انگوٹھی بنوالی حالانکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی، اور معنی صحیح وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور جس کو امام ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس انگوٹھی کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہنا یعنی اپنی خلافت کے ایام میں، پھر اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہنا یعنی اپنی خلافت کے ایام میں، پھر اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہنا حتیٰ کہ وہ انگوٹھی ''بئر اریس'' میں گر گئی۔ اریس سے مراد وہ باغ ہے جو مسجد قباء کے قریب تھا، یعنی اس باغ میں ایک کنواں تھا جس کو

Marfat.com

"بئر اریس" کہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷۔۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ وہ انگوٹھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس چھ سال رہی اور اس کے بعد وہ اریس کے کنویں میں گرگئی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۸، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۴۷۔باب:

یہ باب بلاعنوان ہے اور یہ اس سے پہلے باب کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

۵۸۶۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَلْبَسُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَنَبَذَهُ فَقَالَ لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبداللہ بن دینار از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے، پس آپ نے اس کو پھینک دیا، پھر فرمایا: میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا تو لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

(صحیح البخاری: ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸، صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن ترمذی: ۱۷۴۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، مسند احمد: ۴۶۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۴۳)

صحیح البخاری: ۵۸۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں، اور اسی طرح اس حدیث کو امام مالک نے از عبداللہ بن دینار روایت کیا ہے، اور سفیان ثوری نے بھی اس کو عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے اور وہ اس سے زیادہ مکمل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۶۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ﷺ أَنَّهُ رَأَى فِي يَدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ يَوْمًا وَاحِدًا ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اصْطَنَعُوا الْخَوَاتِيمَ مِنْ وَرِقٍ وَلَبِسُوهَا فَطَرَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَاتَمَهُ فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ وَزِيَادٌ وَشُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ ابْنُ مُسَافِرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أُرَى خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ایک دن چاندی کی انگوٹھی دیکھی، پھر لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں اور ان کو پہنا، پس رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگوٹھی پھینک دی، سو لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔ یونس کی متابعت ابراہیم بن سعد نے اور زیاد نے اور شعیب نے کی ہے از الزہری اور ابن مسافر نے کہا از الزہری، میرا گمان ہے کہ

Marfat.com

''خاتما من ورق'' مذکور ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۹۳، سنن نسائی: ۵۲۹۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۲۱، مسند احمد: ۱۱۲۲۰)

صحیح البخاری: ۵۸۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پھینک دی''۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی کیوں پھینکی حالانکہ وہ تو حلال ہے؟

علامہ نووی نے اس کے جواب کو قاضی عیاض سے نقل کیا ہے اور کہا ہے: تمام محدثین اس پر متفق ہیں کہ یہ ابن شہاب کا وہم ہے کیونکہ جو انگوٹھی پھینکی گئی تھی وہ سونے کی انگوٹھی تھی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: حدیث میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی پھینکی، بلکہ حدیث میں مطلق انگوٹھی کا ذکر ہے، لہٰذا اس کو اسی انگوٹھی پر محمول کیا جائے گا جو سونے کی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۸۔۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۸۔ بَابُ: فَصِّ الْخَاتَمِ

انگوٹھی کے نگینہ کا بیان

۵۸۶۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ هَلِ اتَّخَذَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم خَاتَمًا قَالَ أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ خَاتَمِهِ قَالَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی، انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی، تو انہوں نے بتایا کہ ایک دن آپ نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کر دی، پھر آپ ہماری طرف اپنے چہرہ سے متوجہ ہوئے تو گویا کہ میں آپ کی انگوٹھی کی چمک کی طرف دیکھ رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے اور تم نماز ہی میں ہو جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہو گے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۲، ۶۰۰، ۶۶۱، ۸۴۷، ۵۸۶۹، صحیح مسلم: ۶۴۰، سنن نسائی: ۵۳۹، سنن ابن ماجہ: ۶۹۲، مسند احمد: ۱۲۶۵۶)

صحیح البخاری: ۵۸۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''انگوٹھی کا نگینہ'' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ میں آپ کی انگوٹھی کی چمک کی طرف دیکھ رہا تھا، کیونکہ

Marfat.com

چمک عموماً نگینہ سے ہوتی ہے، خواہ نگینہ چاندی کا ہو یا نہ ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں یزید بن زریع کا ذکر ہے، اور زریع، زرع کی تصغیر ہے، جس کا معنی کھیت ہے۔ اور حمید کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حمید الطویل ہیں۔

اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الی شطر اللیل" یعنی آدھی رات تک۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "الی وبیص خاتمہ" وبیص کے معنی ہیں: چمک۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدًا يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ خَاتَمُهُ مِنْ فِضَّةٍ وَكَانَ فَصُّهُ مِنْهُ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حُمید سے سنا، وہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا۔ اور یحییٰ بن ایوب نے کہا: مجھ سے حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت انس سے سنا از نبی ﷺ۔

(صحیح بخاری: ۶۵، ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴، ۵۸۷۷، ۷۱۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۹۲، سنن ترمذی: ۲۷۱۸، سنن نسائی: ۵۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۴، مسند احمد: ۱۲۳۰۹)

صحیح البخاری: ۵۸۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں اسحاق کا ذکر ہے، بعض حواشی میں لکھا ہوا ہے کہ یہ اسحاق بن راہویہ ہیں۔ الغسانی نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کسی راوی نے اس کی کسی کی طرف نسبت کی ہو اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں لکھا ہے از اسحاق بن ابراہیم از معتمر اور حافظ مزی نے کہا ہے کہ یہ اسحاق بن ابراہیم ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: مشائخ بخاری میں اسحاق بن ابراہیم بن یزید السامی ہیں، اور اسحاق بن ابراہیم بن نصر السعدی البخاری ہیں اور اسحاق بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن البغوی ہیں، اور اسحاق بن ابراہیم الصواف البصری ہیں۔ اور المزی نے جو ذکر کیا ہے، وہ ہو سکتا ہے ان مشائخ میں سے کوئی ایک ہو۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وکان فصه منه" یعنی جو انگوٹھی چاندی کی تھی، اس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا۔

لوہے کی انگوٹھی اور چاندی کی انگوٹھی میں تعارض کے جوابات

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ معیقیب نے امام ابوداؤد اور امام نسائی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی لوہے کی تھی جس میں چاندی جڑی ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے کی انگوٹھی کی مذمت فرمائی ہے، تو اس حدیث کی ان احادیث کے ساتھ کیسے تطبیق ہوگی؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کے چند جوابات ہیں:

(۱) اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ کی ایک انگوٹھی چاندی کی ہو اور ایک انگوٹھی لوہے کی ہو جس میں چاندی ملی ہوئی ہو۔

(۲) ہوسکتا ہے کہ جس لوہے کی انگوٹھی میں چاندی ملی ہوئی تھی، وہ لوہے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت سے پہلے کی تھی۔

(۳) جب کہ لوہے کی انگوٹھی کے اوپر چاندی چڑھی ہوئی تھی تو اس انگوٹھی کے اوپر چاندی ہی دکھائی دیتی تھی، کیونکہ چاندی ظاہر تھی اور لوہا باطن تھا، تو یہ گمان کیا گیا کہ پوری انگوٹھی چاندی کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۹۔ بَابُ: خَاتَمِ الْحَدِيدِ — لوہے کی انگوٹھی کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں لوہے کی انگوٹھی کا ذکر کیا جائے گا اور اس عنوان سے اور اس باب کی احادیث سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ لوہے کی انگوٹھی کا کیا حکم ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی طرف سے یہ عذر پیش کیا ہے کہ امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق لوہے کی انگوٹھی کے متعلق کوئی حدیث نہیں ملی، اس لیے انہوں نے کسی ایسی حدیث کا ذکر نہیں کیا جس سے اس کا حکم معلوم ہوتا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۱، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب معاملہ اس طرح تھا تو پھر اس باب میں حدیث لانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ حدیث کی سند میں اختلاف اور متن کے بعض الفاظ میں اختلاف پر تنبیہ کی جائے۔

اور جو احادیث لوہے کی انگوٹھی کی ممانعت کے متعلق وارد ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے از عبد اللہ بن بریدہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ مجھے تم سے بتوں کی بو آ رہی ہے، تو اس مرد نے وہ پیتل کی انگوٹھی

Marfat.com

پھینک دی، وہ پھر دوبارہ آیا اور اس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کیا ہوا کہ مجھے تم سے اہل دوزخ کی بو آ رہی ہے، سو اس نے اس انگوٹھی کو بھی پھینک دیا، پھر اس نے پوچھا: یارسول اللہ! میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ نے فرمایا: تم چاندی کی انگوٹھی بناؤ اور اس کو ایک مثقال سے کم رکھنا۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوطیبہ ہے جن کا نام عبداللہ بن مسلم المروزی ہے، ابوحاتم رازی نے کہا: ان کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ان کی حدیث کو امام ابن حبان نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور انہی احادیث میں سے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اس طرح دیکھا جیسے آپ اس کو ناپسند کر رہے ہوں، تو انہوں نے اس کو پھینک دیا۔ پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی پہنی، تو آپ نے فرمایا: یہ تو اس سے زیادہ خبیث ہے، تو انہوں نے اس کو بھی پھینک دیا، پھر انہوں نے چاندی کی انگوٹھی پہنی تو آپ نے اس سے سکوت فرمایا۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن المؤمل ہیں اور وہ ضعیف راوی ہیں۔

اور انہی احادیث میں سے وہ ہے جس کو امام احمد نے از عمار بن عمار روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ نے فرمایا: اس کو پھینک دو، پھر اس نے لوہے کی انگوٹھی بنائی تو آپ نے فرمایا: یہ اس سے زیادہ بری ہے، پھر اس نے چاندی کی انگوٹھی بنائی تو آپ نے اس پر سکوت فرمایا۔

ہمارے شیخ نے کہا کہ عمار بن عمار کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت مرسلہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلًا يَقُولُ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ جِئْتُ أَهَبُ نَفْسِي فَقَامَتْ طَوِيلًا فَنَظَرَ وَصَوَّبَ فَلَمَّا طَالَ مُقَامُهَا فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ قَالَ عِنْدَكَ شَيْءٌ تُصْدِقُهَا قَالَ لَا قَالَ انْظُرْ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ وَاللهِ إِنْ وَجَدْتُ شَيْئًا قَالَ اذْهَبْ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ قَالَ لَا وَاللهِ وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ وَعَلَيْهِ إِزَارٌ مَا عَلَيْهِ رِدَاءٌ فَقَالَ أُصْدِقُهَا إِزَارِي فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِزَارُكَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ وَإِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ فَتَنَحَّى الرَّجُلُ فَجَلَسَ فَرَآهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اس نے کہا: میں آپ کے پاس آئی ہوں اور میں اپنے آپ کو آپ کے لیے ہبہ کرتی ہوں، پس وہ کافی دیر تک کھڑی رہی، آپ نے اس کو دیکھا، پھر نظر نیچے کر لی، پھر جب اس عورت کو کھڑے ہوئے کافی دیر ہو گئی تو ایک مرد نے کہا: اس عورت کا مجھ سے نکاح کر دیجئے اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں ہے تو؟ آپ نے پوچھا: تمہارے پاس اس کو مہر میں دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: جاؤ دیکھو تلاش کرو، سو وہ گیا پھر لوٹ آیا، بس اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے کوئی چیز نہیں ملی، آپ نے فرمایا: جاؤ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی

Marfat.com

فَقَالَ مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ سُورَةُ كَذَا وَكَذَا لِسُوَرٍ عَدَّدَهَا قَالَ قَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

ہو۔ سو وہ گیا پھر لوٹ آیا، اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ اس مرد نے تہبند باندھا ہوا تھا اور اس کے بدن کے اوپری حصہ پر چادر نہیں تھی۔ اس نے کہا: میں اپنا یہ تہبند اس کو مہر میں دے سکتا ہوں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا یہ تہبند اگر اس عورت نے پہن لیا تو تمہارے بدن پر کوئی کپڑا نہیں ہوگا، اور اگر تم نے اس تہبند کو پہن لیا تو اس عورت کے اوپر کوئی چیز نہیں ہوگی۔ پھر وہ مرد ایک طرف مڑ کر بیٹھ گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پیٹھ موڑ کر جاتے ہوئے دیکھا، آپ نے اس کو بلانے کا حکم دیا، سو اس کو بلایا گیا۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے بتایا: فلاں سورۃ اور فلاں سورۃ، اور اس نے کئی سورتیں گنوائیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے یہ عورت تمہاری ملکیت میں دے دی، کیونکہ تمہیں قرآن یاد ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۰، ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، ۵۰۸۷، ۵۱۲۱، ۵۱۲۶، ۵۱۳۲، ۵۱۳۵، ۵۱۴۱، ۵۱۴۹، ۵۱۵۰، ۵۸۷۱، ۷۴۱۷، صحیح مسلم: ۱۴۲۵، سنن ترمذی: ۱۱۱۴، سنن نسائی: ۳۳۵۹، سنن ابوداؤد: ۲۱۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۹، مسند احمد: ۲۲۳۴۳، موطا امام مالک: ۱۱۱۸، سنن دارمی: ۲۲۰۱)

صحیح البخاری: ۵۸۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "لوہے کی انگوٹھی" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد سے فرمایا: جاؤ! کچھ تلاش کر کے لاؤ خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز بن ابی حازم کا ذکر ہے جو اپنے والد سلمہ بن دینار الاعرج واعظ سے روایت کرتے ہیں جو اہل مدینہ کے عبادت گزار اور زاہدوں میں سے تھے۔ اور وہ حضرت سہل بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ کوئی عورت آپ کے لیے اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے۔

(۲) جو عورت آپ کو اپنا آپ ہبہ کر دے تو آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ بغیر مہر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیں، اور یہ بھی آپ کی

Marfat.com

خصوصیت ہے۔

(۳) کسی عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی نیک مسلمان کے ساتھ نکاح کے لیے خود کو پیش کردے۔

(۴) جس عورت نے اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا ہو، اس کو نکاح کا پیغام دینا جائز ہے جیسے اس شخص نے نبی ﷺ سے کہا: آپ اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیں۔

(۵) اگر کسی تنگ دست کو نکاح کی حاجت ہو تو وہ نکاح کر سکتا ہے، کیونکہ اس شخص نے کہا تھا: میرے پاس صرف ایک تہبند ہے۔

(۶) نبی ﷺ نے فرمایا: جاؤ کچھ تلاش کرو خواہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو، اس میں امام شافعی کے اس قول کی دلیل ہے کہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اور جو چیز اجرت یا ثمن بن سکتی ہے وہ مہر بن سکتی ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ مہر کی کم از کم مقدار معین ہے اور وہ دس درہم ہے۔ (آج کل کے مطابق ایک درہم کی قیمت 255.43 روپے ہے۔ اور دس درہم کی قیمت 2554.3 روپے ہے اور یہ کم از کم شرعی مہر کی مقدار ہے۔ یہ مقدار ۲۸ شعبان ۱۴۳۳ھ کی ہے۔)

(۷) امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قرآن مجید کی ایک سورت کے عوض اس کا نکاح کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کو بھی مہر بنایا جا سکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں باءعوض کی نہیں ہے بلکہ سببیت کی ہے، یعنی چونکہ تم کو قرآن مجید یاد ہے اور تم مسلمان ہو، اس لیے ہم نے تمہارا اس عورت کے ساتھ نکاح کر دیا۔ اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ نکاح کے جواز کی شرط صرف اسلام ہے اور مال، نسب اور حرفت میں کفو اور مساوات نکاح کے جواز کی شرط نہیں ہے۔

۵۰۔ بَابُ: نَقْشِ الْخَاتَمِ

انگوٹھی کے نقش کا بیان

۵۸۷۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى رَهْطٍ أَوْ أُنَاسٍ مِنَ الْأَعَاجِمِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا عَلَيْهِ خَاتَمٌ فَاتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَكَأَنِّي بِوَبِيصِ أَوْ بِبَصِيصِ الْخَاتَمِ فِي إِصْبَعِ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ فِي كَفِّهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارادہ کیا کہ کسی قبیلہ کی طرف یا عجمیوں میں سے لوگوں کی طرف خط لکھیں، پس آپ کو بتایا گیا کہ وہ لوگ اس وقت تک کسی مکتوب کو قبول نہیں کرتے جب تک کہ اس کے اوپر مہر نہ لگی ہوئی ہو، تو نبی ﷺ نے چاندی کی ایک مہر بنوائی جس پر نقش تھا "محمد رسول اللہ"۔ پس گویا کہ میں چمک کی طرف دیکھ رہا تھا یا نبی ﷺ کی انگلی میں جو انگوٹھی تھی اس کی چمک کی طرف دیکھ رہا تھا، یا آپ کی ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

(صحیح بخاری: ۶۵، ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴، ۵۸۷۷، ۷۱۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۹۲، سنن ترمذی: ۲۷۱۸، سنن نسائی: ۵۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۴، مسند احمد: ۱۲۳۰۹)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۸۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''انگوٹھی کا نقش'' اور اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر نقش تھا ''محمد رسول اللہ''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالاعلیٰ، وہ ابن حماد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن سعید، اور وہ ابن ابی عروبہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''او اناس '' یعنی راوی کو شک ہے کہ آپ نے کسی قبیلہ کی طرف مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا یا عجمی لوگوں کی طرف مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من الاعاجم '' شعبہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے رومیوں کی طرف مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقیل لہٗ '' اور محمد بن سعد سے طاؤس کی روایت ہے کہ قریشی وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ وہ لوگ بغیر مہر کے مکتوب کو قبول نہیں کرتے یا مکتوب کو نہیں پڑھتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''او فی کفه '' یعنی راوی کو شک تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ انگوٹھی کی چمک کو دیکھ رہے تھے یا آپ کے ہاتھ کی چمک کو دیکھ رہے تھے۔

محدثین نے کہا ہے کہ آپ نے انگوٹھی اس لیے بنوائی تھی کہ جب آپ لوگوں کو مکاتیب لکھیں تو آخر میں انگوٹھی سے مہر لگا دیں تاکہ آپ کے اثرات محفوظ رہیں اور منتشر نہ ہوں اور تدبیر کی سیاست قائم رہے۔ اور حدیث میں ہے کہ انگوٹھی پر اللہ کے ذکر کو لکھوانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ابن سیرین نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ اور اس باب کی حدیث ابن سیرین کے خلاف حجت ہے۔ اور ابن المسیب نے اجازت دی ہے کہ ہاتھ میں انگوٹھی پہنے اور اس ہاتھ سے استنجاء کرے۔

جس ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہوئی ہو، اس ہاتھ سے استنجا کرنے کا حکم

امام مالک سے پوچھا گیا کہ اگر انگوٹھی میں اللہ کا ذکر ہو اور وہ اس کو الٹے ہاتھ میں پہنے تو کیا وہ الٹے ہاتھ سے استنجا کر سکتا ہے؟ امام مالک نے کہا کہ مجھے توقع ہے کہ یہ معمولی بات ہے۔ یہ ابن قاسم کی روایت ہے اور ابن حبیب نے از مطرف و ابن الماجشون روایت کی ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور اس کو چاہیے کہ وہ استنجا کرنے سے پہلے انگوٹھی اتار لے یا وہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنے۔ اور یہی روایت ابن نافع اور اکثر اصحابِ مالک کا قول ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میرا بھی یہی قول ہے بلکہ ادب یہ ہے کہ جب اس کے ہاتھ میں وہ انگوٹھی ہو جس میں اللہ کا ذکر ہو تو وہ استنجاء نہ کرے یعنی انگوٹھی اتار کر استنجا کرے۔

Marfat.com

انگوٹھی میں تصویر بنانے کے جواز کے آثار اوران کا ضعف

امام مالک نے کہا: اس میں کوئی خیر نہیں ہے کہ انگوٹھے کے نگینہ میں کوئی مثال یا صورت بنی ہوئی ہو(یعنی تصویر)۔امام عبدالرزاق نے اس سلسلہ میں چند آثار ذکر کیے ہیں کہ انگوٹھیوں میں کوئی صورت بنانا جائز ہے لیکن وہ آثار صحیح نہیں ہیں۔

(۱) ان آثار میں سے یہ اثر ہے جس کو معمر نے از محمد بن عبداللہ بن عقیل روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک انگوٹھی نکالی جس میں شیر کی صورت تھی اور انہوں نے یہ زعم کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس انگوٹھی کو پہنتے تھے۔

(۲) معمر نے از جعفی روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش یا تو درخت تھا یا کوئی اور چیز تھی دو مکھیوں کے درمیان۔ یہ ابن عقیل کی روایت ہے اور امام مالک نے اس کو ترک کر دیا ہے اور اس کی سند میں الجعفی ہے اور وہ متروک ہے۔

(۳) از معمر از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ اور از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی انگوٹھی کا نقش پر سارس (ایک قسم کا آبی پرندہ) بنا ہوا تھا جس کے دو سر تھے۔

پس یہ اثر اگرچہ صحیح ہے لیکن اس میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ لوگوں نے اس پر عمل کرنے کو ترک کر دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صورت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگوٹھیوں کے نقوش

التوضیح میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چار انگوٹھیاں تھیں جن کو آپ پہنتے تھے۔ ایک انگوٹھی آپ کے قلب کے لیے تھی، اس پر نقش تھا "لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین"۔ دوسری انگوٹھی فیروزہ کی تھی اور وہ مدد کے لیے تھی، اس پر نقش تھا "اللہ الملک"۔ اور تیسری انگوٹھی لوہے کی تھی، وہ قوت کے لیے تھی اس پر نقش تھا "العزۃ للہ جمیعا" چوتھی انگوٹھی عقیق کی تھی، وہ حفاظت کی تھی، اس پر نقش تھا "ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ"۔

علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: اس اثر کے راوی مامون ہیں سوائے ابوجعفر محمد بن احمد بن سعید الرازی کے، تو میں اس کی عدالت کو نہیں پہنچانتا گویا کہ وہ اس اثر کو وضع کرنے والا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۲۔ ۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ اتَّخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ وَكَانَ فِي يَدِهِ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ عُمَرَ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ عُثْمَانَ حَتَّى وَقَعَ بَعْدُ فِي بِئْرِ أَرِيسَ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے خبر دی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور وہ آپ کے ہاتھ میں تھی، پھر بعد میں وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی، پھر بعد میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی، پھر بعد میں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی حتیٰ کہ کچھ عرصہ بعد (چھ سال) وہ انگوٹھی اریس کے کنویں میں گر گئی، اس پر نقش تھا "محمد رسول اللہ"۔

(صحیح البخاری: ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸، صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن ترمذی: ۱۷۴۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، مسند احمد: ۴۶۶۳،

موطا امام مالک: ۱۷۴۳)

صحیح البخاری: ۵۸۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخر میں ہے، کیونکہ حدیث کے آخر میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی کے اوپر نقش تھا ''محمد رسول اللہ''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن نمیر، یہ نمر کی تصغیر ہے اور نمر حیوانِ مشہور ہے یعنی چیتا۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبیداللہ، یہ ابن عمر العمری ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۱- بَابُ: الْخَاتَمِ فِي الْخِنْصَرِ چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ انگوٹھی پہنتے وقت انگوٹھی پہننے کی جگہ چھنگلی ہے نہ کہ انگشتِ شہادت اور نہ درمیان انگلی۔ امام مسلم اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے از ابی بردہ بن ابی موسیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا کہ میں اس میں اور اس میں انگوٹھی پہنوں یعنی انگشتِ شہادت میں اور درمیانی انگلی میں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۴- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ صَنَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَاتَمًا قَالَ إِنَّا اتَّخَذْنَا خَاتَمًا وَنَقَشْنَا فِيهِ نَقْشًا فَلَا يَنْقُشَنَّ عَلَيْهِ أَحَدٌ قَالَ فَإِنِّي لَأَرَى بَرِيقَهُ فِي خِنْصَرِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے انگوٹھی بنائی اور آپ نے فرمایا: ہم نے انگوٹھی بنائی ہے اور ہم نے اس میں ایک نقش بنایا ہے (یعنی محمد رسول اللہ)۔ لہٰذا کوئی انگوٹھی پر وہ نقش نہ بنائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: گویا کہ میں آپ کی چھنگلی میں اس انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا تھا۔

(صحیح بخاری: ۶۵، ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴، ۵۸۷۷، ۷۱۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۹۲، سنن ترمذی: ۲۷۱۸، سنن نسائی: ۵۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۴، مسند احمد: ۱۲۳۰۹)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۸۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو معمر، ان کا نام عبداللہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالوارث کا ذکر ہے، ان کا نام ابن سعید ہے جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اب اس انگوٹھی پر یہ نقش کوئی اور نہ بنوائے''۔ اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پر یہ نقش بنوایا تھا تاکہ آپ جو بادشاہوں کی طرف مکاتیب لکھ کر بھیجیں تو اس کے آخر میں اس نقش کی مہر لگا دیں، اگر کوئی دوسرا شخص بھی یہ نقش بنالیتا اور وہ بھی اپنے مکتوب کے آخر میں اس نقش سے مہر لگاتا تو خلل ہوتا اور مقصود باطل ہو جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی خنصرہ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے چھوٹی انگلی میں وہ انگوٹھی پہنتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک طرف پر واقع ہے تو اس انگلی میں کوئی ایسی چیز نہ لگے جو اس انگوٹھی کے ادب کے خلاف ہے۔ رہا یہ کہ وہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی تھی یا بائیں ہاتھ کی چھنگلی تھی، اس پر کلام عنقریب آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۳۔ ۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۲۔ بَابٌ: اِتِّخَاذِ الْخَاتَمِ لِيُخْتَمَ بِهِ الشَّيْءُ أَوْ لِيُكْتَبَ بِهِ إِلَى أَهْلِ الْكِتَابِ وَغَيْرِهِمْ

انگوٹھی کو اس لیے بنوانا تاکہ اس سے کسی چیز پر مہر لگائی جائے، یا اہل کتاب کی اور دوسرے بادشاہوں کی طرف جو مکاتیب لکھے جائیں تو اس انگوٹھی سے اس پر مہر لگائی جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ایسی احادیث بیان کی جائیں گی جن سے یہ معلوم ہو کہ جب کسی چیز کو ختم کر کے اس پر مہر لگانی ہو تو انگوٹھی سے مہر لگائی جائے یا اہل کتاب اور دیگر بادشاہوں کی طرف جو خطوط لکھے جائیں تو اس انگوٹھی سے ان پر مہر لگائی جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الرُّومِ قِيلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَنْ يَقْرَءُوا كِتَابَكَ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُومًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ رومیوں کی طرف

مِنْ فِضَّةٍ وَنَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ فَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ۔

مکتوب لکھیں تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ لوگ آپ کے مکتوب کو ہرگز نہیں پڑھیں گے جب تک کہ اس مکتوب پر مہر لگی ہوئی نہ ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر نقش تھا "محمد رسول اللہ" پس گویا کہ میں آپ کے ہاتھ میں اس انگوٹھی کی سفیدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

(صحیح بخاری: ۶۵، ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴، ۵۸۷۷، ۷۱۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۹۲، سنن ترمذی: ۲۷۱۸، سنن نسائی: ۵۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۴، مسند احمد: ۱۲۳۰۹)

صحیح البخاری: ۵۸۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غیر حاکم کے لیے انگوٹھی بنانے کا بیان

ابوحصین اور ابو عامر اور ایک روایت کے مطابق امام محمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ غیر حاکم کے لیے انگوٹھی بنانا اور اس کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور نیز انہوں نے ابوریحانہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی امام طحاوی اور امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کی ہے، اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا سوا سلطان کے۔ اور دوسرے فقہاء نے غیر سلطان کے لیے بھی انگوٹھی بنوانے اور اس کے استعمال کرنے کو مباح قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس سے پہلی حدیث ہے، کیونکہ اس حدیث میں دوسروں کے لیے انگوٹھی بنوانے کی ممانعت نہیں ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی انگوٹھی پھینکی تو صحابہ نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وہ بھی انگوٹھی پہنتا تھا جو سلطان نہ ہو۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث سے کیسے استدلال کیا جائے گا حالانکہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سونے کی انگوٹھی پہننا منسوخ ہوا ہے۔

پھر امام طحاوی نے روایت کی ہے کہ بے شک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں اپنے الٹے ہاتھوں میں یا بائیں ہاتھوں میں انگوٹھیاں پہنتے تھے اور ان کی انگوٹھیوں میں اللہ سبحانہٗ کا ذکر نقش ہوتا تھا۔ اور حضرت عمران بن حصین کی انگوٹھی کو ایک مرد نے اپنی تلوار کی میان میں ڈالا ہوا تھا۔ اور قیس بن ابی حازم اور عبداللہ بن ابی الاسود اور قیس بن صمامہ اور شعبی نے اپنے بائیں ہاتھوں میں انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں اور ابراہیم نخعی کی انگوٹھی کا نقش تھا "نحن باللہ ولہ" امام طحاوی نے کہا: پس یہ صحابہ اور تابعین انگوٹھیاں پہنتے تھے اور ان میں کوئی بھی سلطان نہیں تھا۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ امام طحاوی نے ابوریحانہ کی حدیث کا جواب نہیں دیا، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر سلطان کے لیے انگوٹھی بنوانے سے منع فرمایا۔

Marfat.com

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام طحاوی کا اس حدیث سے سکوت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس حدیث میں ممانعت تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ اولویت کے لیے ہے یعنی سلطان کے غیر کا انگوٹھی بنوانا اور اسے استعمال کرنا خلاف اولیٰ ہے، کیونکہ انگوٹھی کا پہننا ایک قسم کی زینت ہے اور مردوں کے لائق زینت کو ترک کرنا ہے اور ابوریحانہ کا نام شمعون بن زید ازدی ہے، وہ انصار کے حلیف تھے، اور کہا جاتا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۴۔ ۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

جو امور کفار کی بدعقیدگی پر مبنی نہ ہوں ان میں کفار کی مشابہت ممنوع نہیں ہے

میں کہتا ہوں: ایک حدیث میں ہے کہ جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اس کا شمار بھی اسی قوم سے ہوتا ہے (سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۲۰۳، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)، یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ اس کا محمل یہ ہے کہ جو وصف کسی قوم کی بدعقیدگی پر مبنی ہو اس میں اگر مشابہت کی جائے تو اس کا شمار بھی اسی بدعقیدہ قوم سے ہوگا مثلاً گلے میں رسی کا پھندا بنا کر ڈالنا یہ عیسائیوں کی اس بدعقیدگی پر مبنی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا گیا تھا اور اس کے علاوہ اور کسی چیز میں کفار کی مشابہت اس کو واجب نہیں کرتی کہ اس کا شمار بھی ان کفار میں سے ہوگا مثلاً کفار بھی کھاتے پیتے ہیں، ہم بھی کھاتے پیتے ہیں، کفار بھی کپڑے پہنتے ہیں ہم بھی کپڑے پہنتے ہیں۔ کفار بھی سانس لیتے ہیں ہم بھی سانس لیتے ہیں، سو مطلقاً مشابہت ممنوع نہیں ہے۔ نیز اس باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب اپنے مکتوب کے آخر میں مہر لگاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بتایا گیا تو آپ نے بھی مہر بنوالی، اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایرانیوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب شہر پر حملہ کا خطرہ ہو تو وہ اس کے گرد خندق کھود لیتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کی مشابہت اختیار فرمائی اور ایرانی جو اس زمانہ میں آتش پرست تھے، ان کی مشابہت اختیار فرمائی۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً کفار کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع نہیں ہے، بلکہ جو امور ان کی بدعقیدگی پر مبنی نہ ہوں، ان میں ان کی مشابہت کرنا جائز ہے۔

۵۳۔ بَابُ: مَنْ جَعَلَ فَصَّ الْخَاتَمِ فِي بَطْنِ كَفِّهِ
جس نے انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انگوٹھی پہنتے وقت اس کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھنے کا کیا حکم ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھنے یا ہتھیلی کے ظاہر کی طرف رکھنے کے متعلق نہ کوئی حکم ہے اور نہ ممانعت ہے اور ان میں سے ہر طرح مباح ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا جائے گا تو وہ زینت اختیار کرنے کی بدگمانی سے زیادہ بعید ہوگا، اور زینت اختیار کرنا مردوں کے لائق نہیں ہے۔

اور امام ابوداؤد نے از ابن اسحاق روایت کی ہے کہ میں نے الصلت بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی دائیں چھنگلی میں انگوٹھی دیکھی تو میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اس طرح انگوٹھی پہنتے تھے اور انہوں

Marfat.com

نے اس کا نگینہ ہتھیلی کی پشت کی طرف کیا ہوا تھا اور انہوں نے کہا: میرا یہی گمان ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح انگوٹھی پہنتے ہوئے دیکھا ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ امام بخاری نے کہا ہے: ابن اسحاق کی از الصلت حدیث حسن ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم اصْطَنَعَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ فِي بَطْنِ كَفِّهِ إِذَا لَبِسَهُ فَاصْطَنَعَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَرَقِيَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي كُنْتُ اصْطَنَعْتُهُ وَإِنِّي لَا أَلْبَسُهُ فَنَبَذَهُ فَنَبَذَ النَّاسُ قَالَ جُوَيْرِيَةُ وَلَا أَحْسِبُهُ إِلَّا قَالَ فِي يَدِهِ الْيُمْنَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور آپ اس کا نگینہ اس کو پہنتے وقت ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھتے، سولوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر فرمایا: میں نے یہ انگوٹھی بنوائی تھی اور بے شک اب میں اس کو نہیں پہنوں گا، پھر آپ نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا تو لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں، جویریہ نے کہا: میں نہیں گمان کرتی مگر یہ کہ نافع نے کہا تھا وہ انگوٹھی آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی۔

(صحیح البخاری: ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸، صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن ترمذی: ۱۷۴۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، مسند احمد: ۴۶۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۴۳)

صحیح البخاری: ۵۸۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس نے انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی کے نگینہ کو ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جویریہ کا ذکر ہے، یہ جاریہ کی تصغیر ہے اور ان کا نام ہے ابن اسماء۔ اور یہ دونوں مذکر اور مؤنث میں مشترک ہیں۔

دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق احادیث

(۱) امام ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں

Marfat.com

ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۲) امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، اس حدیث کی روایت امام ابوداؤد اور امام ابوالشیخ اور امام طبرانی نے بھی کی ہے۔

(۳) امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۴) امام ابوداؤد، امام بزار اور ابوالشیخ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۵) امام نسائی اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۶) امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور امام ابوالشیخ نے کتاب الاخلاق میں حضرت ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۷) امام الدارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا۔

بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق احادیث

(۱) امام ابوالشیخ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(۲) امام ابوداؤد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اس کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھتے تھے۔ اور یہ حدیث اس باب کی حدیث کے خلاف ہے۔

(۳) امام ترمذی جعفر بن محمد از والد خود روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور انہوں نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس حدیث کی بعض سندوں سے یہ روایت ہے کہ حضرت حسن اور حسین نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی طرف پہنچایا۔ اس حدیث کی امام ابوالشیخ نے کتاب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں روایت کی ہے۔ اور امام بیہقی نے اس کی کتاب الادب میں روایت کی ہے۔

(۴) امام بیہقی نے از سلیمان بن بلال از جعفر بن محمد از والد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

انگوٹھی پہننے کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے یا بائیں ہاتھ میں؟ ثابت البنانی، ثمامہ بن عبداللہ، حمید الطویل، شریک بن بیان نے شک کے ساتھ روایت کی اور عبدالعزیز بن صہیب، قتادہ، محمد بن مسلم الزہری۔ پس رہے ثمامہ اور حمید اور شریک بن بیان اور عبدالعزیز بن صہیب تو ان کی روایات میں دائیں ہاتھ یا بائیں ہاتھ سے تعارض نہیں ہے۔ اور رہی روایت ثابت کی اور قتادہ کی اور زہری کی تو اس میں اس سے تعرض ہے۔ رہی روایت ثابت کی تو اس کی امام مسلم نے از حماد بن سلمہ الثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی اس ہاتھ میں تھی اور اشارہ کیا

Marfat.com

بائیں ہاتھ کی چھنگلی کی طرف۔ اور رہی روایت قتادہ کی تو اس میں بھی اختلاف ہے۔ پس سعید بن ابی عروبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اور شعبہ نے اور عمرو بن عامر نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ آپ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اور رہی روایت الزہری کی تو اس کو طلحہ نے اور یحییٰ الزرقی اور سلیمان بن بلال نے از یونس از الزہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنی۔ اور اس کو ابن وہب نے اور معتمر بن سلیمان نے از یونس از الزہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور اس میں یہ تعرض نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنی تھی یا بائیں ہاتھ میں پہنی تھی۔

دائیں یا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء

اور امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے ابوزراعہ سے اس حدیث کے اختلاف کے متعلق پوچھا: تو انہوں نے کہا: نہ یہ ثابت ہے نہ وہ ثابت ہے لیکن دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق زیادہ روایات ہیں اور فقہاء شافعیہ نے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی روایات کو ترجیح دی ہے اور وہی ان کے نزدیک مشہور ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: ہمارے شیخ نے شرح الترمذی میں کہا ہے کہ احادیث میں مذکور ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا مستحب ہے اور اصحابِ شافعیہ کے نزدیک یہی زیادہ صحیح ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے سے افضل ہے۔

اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا مستحب ہے اور انہوں نے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو مکروہ کہا ہے اور انہوں نے کہا کہ انسان دائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور پیتا ہے اور عمل کرتا ہے، پس وہ کیسے ارادہ کرے گا کہ بائیں ہاتھ سے پکڑے اور پھر عمل کرے، ان سے کہا گیا: کیا وہ انگوٹھی کسی حاجت کے لیے دائیں ہاتھ میں کر لے؟ تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

رہا فقہاء احناف کا مذہب تو الاجناس میں مذکور ہے کہ مناسب یہ ہے کہ انگوٹھی بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں پہنے اور دائیں ہاتھ میں نہ پہنے اور نہ چھنگلی کے علاوہ کسی اور انگلی میں پہنے۔ اور الفقیہ ابواللیث نے شرح الجامع الصغیر میں دایاں ہاتھ اور بایاں ہاتھ دونوں کو برابر قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے کیونکہ روایات مختلف ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ احادیث صحیحہ تو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق وارد ہیں لیکن مذہب بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق ہو گیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس پر یہ دلیل ہے کہ علامہ البغوی نے شرح السنہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی پھر بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی اور یہی آخر الامرین ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ معاملہ قصد کے اختلاف سے مختلف ہے، پس اگر پہننے والے کا قصد زینت کا ہو تو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے اور اگر صرف انگوٹھی پہننا مقصد ہو تو پھر بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۵، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس قائل نے جس چیز کو ظاہر کیا ہے اس کا مخفی رکھنا اس کے ظہور سے زیادہ اولیٰ تھا اور اس نے یہ تفصیل کہاں سے حاصل کی حالانکہ زینت کے لیے انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، مردوں کے لائق نہیں ہے بلکہ اس کو ترک کرنا مطلقاً اولیٰ ہے۔

انگوٹھیوں سے متعلق دیگر مسائل اور احادیث

اگر تم یہ سوال کرو کہ جس کسی شخص نے چھنگلی کے علاوہ کسی انگلی میں انگوٹھی پہنی تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ بہت شدید مکروہ ہے اور اس میں سنت کی مخالفت ہے۔

صاحب الکافی جو فقہاء شافعیہ میں سے ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ چھنگلی کے علاوہ دوسری انگلی میں انگوٹھی پہننے کے جواز کے متعلق دو صورتیں ہیں۔ اور علامہ رافعی نے ذکر کیا ہے کہ عورت کبھی چھنگلی کے علاوہ دوسری انگلی میں انگوٹھی پہنتی ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ اگر چاندی کی انگوٹھی کے علاوہ کسی دوسری دھات کی انگوٹھی پہنی ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو میں کہوں گا کہ سونے کی انگوٹھی تو مردوں پر حرام ہے، رہی لوہے کی یا سیسہ کی یا پیتل کی انگوٹھی تو وہ بھی مطلقاً حرام ہے۔ رہا عقیق تو اس کی انگوٹھی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ہمارے اصحاب نے عقیق کے متعلق ایک اثر کی روایت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عقیق کی انگوٹھی پہنتے تھے اور آپ نے فرمایا: اس کی انگوٹھی پہنو کیونکہ یہ مبارک ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں اعتراض ہے لیکن ابن منجویہ نے از ابراہیم روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے زرد یاقوت کی انگوٹھی پہنی وہ کبھی محتاج نہیں ہوگا اور جس نے زمرد کی انگوٹھی پہنی تو وہ فقر کو دور کرے گا اور جس نے عقیق کی انگوٹھی پہنی تو اس کے لیے وہی فیصلہ کیا جائے گا جو مبارک ہے، کیونکہ عقیق مبارک ہے اور عقیق کی انگوٹھی پہن کے نماز پڑھنا اسی نمازوں کے برابر ہے۔

علامہ ابن ملقن صاحب التوضیح نے کہا ہے: اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عقیق کی انگوٹھی پہنی اور اس پر نقش کیا ''وما توفیقی الا باللہ'' تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر خیر کی توفیق دے گا۔ اور جو فرشتے اس کی طرف مقرر ہیں وہ اس سے محبت کریں گے۔ امام ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۵۔ ۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَنْقُشُ عَلَى نَقْشِ خَاتَمِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر آپ کی انگوٹھی کا نقش نہ بنوائے

۵۸۷۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَقَالَ إِنِّي اتَّخَذْتُ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ وَنَقَشْتُ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَلَا يَنْقُشَنَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز بن صہیب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں نقش کرایا ''محمد رسول اللہ'' اور آپ نے فرمایا: میں نے

Marfat.com

أَحَدٌ عَلَى نَقْشِهِ۔ چاندی کی انگوٹھی بنوائی ہے اور اس میں نقش کرایا ہے''محمد رسول اللہ''سواب کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر یہ نقش نہ کرائے۔

(صحیح بخاری:۶۵، ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴، ۵۸۷۷، ۷۱۶۲،صحیح مسلم:۲۰۹۲،سنن ترمذی:۲۷۱۸،سنن نسائی:۵۲۰۱،سنن ابوداؤد:۴۲۱۴،مسند احمد:۱۲۳۰۹)

صحیح البخاری:۵۸۷۷،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی میں آپ کی انگوٹھی کا نقش نہ کرائے''اور یہ جملہ اس حدیث کے آخر میں ہے،آپ نے فرمایا: میں نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی ہے اور اس میں نقش کرایا ہے''محمد رسول اللہ''سوکوئی شخص اپنی انگوٹھی میں یہ نقش نہ کرائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حماد کا ذکر ہے اور وہ حماد بن زید ہیں۔
اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب اللباس میں از یحییٰ بن یحییٰ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے نقش کے متعلق دیگر روایات

مشہور تو یہی ہے کہ آپ کی انگوٹھی کا نقش تھا''محمد رسول اللہ''لیکن علامہ ابن التین نے الشیخ ابی محمد سے نقل کیا ہے کہ آپ کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا''لا الہ الا اللہ''۔اور ابن سیرین نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش تھا''بسم اللہ محمد رسول اللہ''۔اور ابوشیخ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے نگینہ میں یہ لکھا ہوا تھا''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ لا الہ الا اللہ ایک سطر تھی اور محمد دوسری سطر اور رسول اللہ تیسری سطر تھی،اس حدیث کی سند عمدہ ہے لیکن یہ شاذ ہے،کیونکہ یہ احادیث صحیحہ کے اس اضافہ میں مخالف ہے۔اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ انگوٹھی کے اوپر قرآن مجید کی آیت کا ایک حصہ لکھنا جائز ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ پوری آیت کا انگوٹھی پر لکھنا مکروہ ہے،اس کو امام ابن ابی شیبہ نے عطاء اور شعبی اور ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش آپ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کے ساتھ مخصوص تھا یا بعد میں بھی وہ مخصوص رہا؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی کے اوپر وہ نقش نہ کرائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی پر نقش تھا،یہ آپ کی حیاتِ مبارکہ کے ساتھ مخصوص ہے یا آپ کی حیات کے بعد بھی یہی حکم ہے؟
علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ آپ کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خلفاء نے

Marfat.com

آپ کے بعد انگوٹھی پہنی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس انگوٹھی میں تجدید کی، جب وہ انگوٹھی اریس کے کنویں میں گر گئی تو انہوں نے اس انگوٹھی میں تجدید کی اور اس پر یہی نقش بنوایا۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ آپ نے جو انگوٹھی پر نقش کرایا تھا اس کے متعلق آپ پر وحی نازل ہوئی تھی یا آپ نے اپنی رائے سے یہ نقش کرایا تھا؟ میں کہتا ہوں کہ امام ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ عجمیوں کی طرف مکتوب لکھیں۔ پھر پوری حدیث ذکر کی، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنانے کا حکم دیا اور اس کو اپنی انگلی میں رکھا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کو برقرار رکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ حکم پہنچایا کہ آپ اس پر ''محمد رسول اللہ'' لکھوائیں۔

اور امام الدارقطنی نے اپنی کتاب الافراد میں از حضرت سلمہ بن وہرام از عکرمہ از یعلیٰ بن امیہ روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں میرا کوئی شریک نہیں تھا اور اس میں نقش کرایا ''محمد رسول اللہ''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اس سے یہ معلوم ہوا کہ کس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی بنوائی تھی اور اس میں نقش کرایا تھا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ انگوٹھی یعلیٰ بن امیہ نے بنوائی تھی لیکن اس میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں ''محمد رسول اللہ'' نقش بھی انہوں نے کرایا تھا، کیونکہ اگر وہ نقش کراتے تو وہ یوں بیان کرتے کہ میں نے وہ نقش کرایا، لہٰذا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نقش کرانے والے یعلیٰ بن امیہ تھے۔

امام طبری نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگوٹھی کا نگینہ آسمانی تھا جو ان کی طرف بھیجا گیا، انہوں نے اس کو لیا اور اپنی انگوٹھی میں رکھ لیا اور اس پر نقش تھا ''انا اللہ لا الہ الا انا محمد عبدی و رسولی (میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے محمد میرے بندے اور رسول ہیں)''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۔ بَابٌ: هَلْ يُجْعَلُ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ؟ کیا انگوٹھی کا نقش تین سطروں میں بنایا جائے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے عنوان میں یہ بیان نہیں کیا کہ آیا تین سطروں میں انگوٹھی میں نقش لکھوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے حکم کو اس باب کی احادیث کی طرف مفوض کر دیا کیونکہ ان سے اس کا حکم سمجھ میں آتا ہے۔ اور انگوٹھے کے نقش کا تین سطروں میں ہونا یا دو سطروں میں ہونا ایک سطر میں ہونے سے افضل نہیں ہے اور ان میں سے ہر صورت مباح ہے۔

۵۸۷۸۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن

Marfat.com

قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ ﷺ لَمَّا اسْتُخْلِفَ كَتَبَ لَهُ وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَرَسُولُ سَطْرٌ وَاللهِ سَطْرٌ۔

عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے ایک مکتوب لکھا اور ان کی انگوٹھی کا نقش تین سطروں پر تھا، ایک سطر میں محمد لکھا ہوا تھا دوسری سطر میں رسول لکھا ہوا تھا اور تیسری سطر میں لفظ اللہ لکھا ہوا تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۴۴۸، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۲۴۸۷، ۳۱۰۶، ۵۸۷۸، ۶۹۵۵، سنن نسائی: ۲۴۴۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۰۰، سنن ابوداؤد: ۱۵۶۷، مسند احمد: ۷۳)

صحیح البخاری: ۵۸۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن الانصاری کا ذکر ہے، ان کا پورا نام ہے محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ بن عبداللہ بن انس ابوعبداللہ البصری۔ اور اس حدیث کی سند میں ثمامہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ بن انس ہیں جو عبداللہ بن المثنیٰ راوی کے چچا ہیں۔ اس حدیث کے تمام راوی بصری ہیں، انصاری ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کتب لہ" یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف زکوٰۃ کی مقادیر لکھ کر بھیجیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثلاثۃ اسطر"۔ صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: میں کافی عرصہ تک اس پر غور کرتا رہا کہ پہلے لفظ اللہ لکھا گیا، پھر رسول لکھا گیا اور نیچے محمد لکھا گیا یا اس کے برعکس تھا۔ اس کے جواب میں کہا گیا ہے: اگر لکھائی نیچے سے اوپر کی طرف ہو حتیٰ کہ لفظ اللہ اوپر کی سطر میں ہوگا اور اس کے بعد لفظ محمد ہوگا اور پھر رسول لکھا ہوا ہوگا۔ اور اسماعیلی نے کہا: کہ محمد ایک سطر ہے اور دوسری سطر رسول ہے اور تیسری سطر لفظ اللہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۷۹۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَزَادَنِي أَحْمَدُ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ فِي يَدِهِ وَفِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَهُ وَفِي يَدِ عُمَرَ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ جَلَسَ عَلَى بِئْرِ أَرِيسَ قَالَ فَأَخْرَجَ الْخَاتَمَ فَجَعَلَ

(اور امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا): اور احمد نے اضافہ کیا: ہمیں انصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی آپ کے ہاتھ میں تھی اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد

Marfat.com

يَعْبَثُ بِهِ فَسَقَطَ قَالَ فَاخْتَلَفْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مَعَ عُثْمَانَ فَنَزَحَ الْبِئْرَ فَلَمْ يَجِدْهُ.

(صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی، پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اریس کے کنویں پر بیٹھے، راوی نے کہا: پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی نکالی اور اس کے ساتھ کھیلنے لگے (یعنی الٹ پلٹ کرنے لگے) پس وہ گر گئی، پس ہم تین دن تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس انگوٹھی کو ڈھونڈتے رہے، انہوں نے اس کنویں کا سارا پانی نکال دیا مگر اس کو نہیں پایا۔

صحیح البخاری: ۵۸۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ ابوعبداللہ نے کہا: اور مجھے سند میں احمد کا اضافہ کیا اور ابوعبداللہ خود امام بخاری ہیں۔ اور احمد سے مراد ہیں امام احمد بن حنبل کے بیٹے، یہ حافظ المزی نے بیان کیا ہے اور اسی طرح علامہ الکرمانی نے کہا ہے اور بعض شارحین نے کہا ہے کہ یہ اضافہ سندِ موصول کے ساتھ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: بہ ظاہر یہ تعلیق ہے، اور انصاری سے مراد محمد بن عبداللہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فلما کان عثمان" یعنی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت آئی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وجلس علی بئر اریس" یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتویں سال کا ہے اور وہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چھ سال رہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فجعل یعبث بہ" علامہ کرمانی نے کہا: یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس انگوٹھی کو انگلی سے نکال رہے تھے اور انگلی میں داخل کر رہے تھے اور یہ کھیلنے کی صورت تھی، ورنہ کوئی آدمی اس طرح کا کام اس وقت کرتا ہے جب وہ کسی چیز میں غور وفکر کر رہا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فسقط" یعنی وہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاختلفنا ثلاثۃ ایام" یعنی ہم اس انگوٹھی کو ڈھونڈنے کے لیے تین دن تک آتے جاتے رہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فنزح البئر" یعنی اس انگوٹھی کو تلاش کرنے کے لیے اس کنویں کا تمام پانی نکال لیا گیا، پھر بھی ہم نے اس انگوٹھی کو نہیں پایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے انگوٹھی کا گم ہونا ان کی شہادت کا سبب بنا

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انگوٹھی میں ایسا راز تھا جو حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی میں راز تھا، کیونکہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی گم ہوگئی تو ان کا ملک اور ان کی سلطنت ان کے ہاتھ سے نکل گئی، اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ انگوٹھی گم

Marfat.com

ہو گئی تو ان کا معاملہ بھی خراب ہو گیا اور خارجیوں نے ان پر خروج کیا اور یہ اس فتنہ کا مبدأ ہوا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر منتج ہوا اور وہ فتنہ آخر زمانہ تک متصل رہا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۔ بَابٌ: اَلْخَاتَمِ لِلنِّسَاءِ — انگوٹھی کا عورتوں کے لیے ہونا

وَكَانَ عَلَى عَائِشَةَ خَوَاتِيمُ ذَهَبٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سونے کی انگوٹھیاں تھیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کے لیے انگوٹھیوں کا کیا حکم ہے؟ اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: عورتوں کے لیے انگوٹھی ان جملہ زیورات میں سے ہے جو عورتوں کے لیے مباح اور جائز ہیں۔

اس باب کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کو امام محمد بن سعد نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے از عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا: وہ زرد کپڑے پہنتی تھیں اور سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۸۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَزَادَ ابْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ فَأَتَى النِّسَاءَ فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حسن بن مسلم نے خبر دی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: میں عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ نے عید کی نماز خطبہ دینے سے پہلے پڑھائی۔ امام ابو عبد اللہ نے کہا: اور ابن وہب نے اضافہ کیا از ابن جریج، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس آئے اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا، پس وہ عورتیں اپنے کانوں کی بالیاں اور اپنی انگوٹھیاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں۔

(صحیح مسلم: ۸۸۴، سنن نسائی: ۱۵۶۹، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۳، مسند احمد: ۱۹۰۵)

صحیح البخاری: ۵۸۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عاصم، ان کا نام الضحاک بن مخلد النبیل ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن جریج کا ذکر

Marfat.com

ہے، ان کا نام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں الحسن بن مسلم کا ذکر ہے، یہ ابن یناق المکی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وزاد ابن وھب" یعنی ابن وہب نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ساتھ عید کے دن حاضر ہوا، پس وہ سب خطبہ دینے سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۷۔ بَابُ: الْقَلَائِدِ وَالسِّخَابِ لِلنِّسَاءِ یَعْنِي قِلَادَةً مِنْ طِيبٍ وَسُكٍّ

ہار اور سیپیوں کے ہار یعنی خوشبو اور مشک کے ہار کا عورتوں کے لیے ہونا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں قلائد کا ذکر ہے، یہ قلادۃ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: ہار۔

اور اس عنوان میں سخاب کا ذکر ہے، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: سخاب وہ دھاگا ہے جس میں سیپیوں کو منسلک کیا جاتا ہے یعنی پرویا جاتا ہے اور اس کو بچے پہنتے ہیں اور لڑکیاں پہنتی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہ ہار ہے جو لونگ سے بنایا جاتا ہے اور خوشبو اور مشک سے، یعنی اس میں موتی اور جواہر نہیں ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۰۔۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ عِيدٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَصَدَّقُ بِخُرْصِهَا وَسِخَابِهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن گھر سے باہر نکلے، آپ نے دو رکعت نماز عید پڑھائی، نہ اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی، پھر آپ عورتوں کے پاس آئے اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا، پس کوئی عورت اپنے کانوں کی بالیوں کو صدقہ میں دیتی اور سیپیوں کے ہار کو صدقہ میں دیتی۔

(صحیح البخاری: ۹۸، ۸۶۳، ۹۶۲، ۹۶۴، ۹۷۵، ۹۷۷، ۹۷۹، ۹۸۹، ۱۴۳۱، ۱۴۴۹، ۴۸۹۵، ۵۲۴۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۳، ۷۳۲۵، صحیح مسلم: ۸۸۴، سنن ابو داؤد: ۱۱۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۳، مسند احمد: ۱۹۰۵، سنن دارمی: ۱۶۰۳)

صحیح البخاری: ۵۸۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بخرصها" خرص کا معنی ہے: سونے یا چاندی کی بالی جو کانوں میں پہنی جاتی ہے۔ اور خرص کا معنی لغت میں کذب بھی ہے اور خرص کا معنی اندازہ کرنا بھی ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (الانعام:۱۱۶) اور وہ صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں O

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸- بَابُ: اسْتِعَارَةِ الْقَلَائِدِ — ہار عاریۃً لینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہار کو عاریۃً لینا جائز ہے۔

۵۸۸۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ هَلَكَتْ قِلَادَةٌ لِأَسْمَاءَ فَبَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَلَبِهَا رِجَالًا فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسُوا عَلَى وُضُوءٍ وَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَصَلَّوْا وَهُمْ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تو نبی ﷺ نے اس کو تلاش کرنے کے لیے مردوں کو بھیجا، پس نماز کا وقت آ گیا اور وہ لوگ باوضو نہیں تھے اور نہ انہوں نے پانی پایا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی، پھر انہوں نے نبی ﷺ سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت کو نازل فرما دیا۔

اور ابن نمیر نے از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴، ۳۳۶، ۳۶۷۲، ۳۷۷۳، ۴۵۸۳، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۵۱۶۴، ۵۲۵۰، ۵۸۸۲، ۶۸۴۴، ۶۸۴۵، صحیح مسلم: ۳۶۷، سنن نسائی: ۳۱۰، مسند احمد: ۲۴۹۲۷، موطا امام مالک: ۱۲۲)

صحیح البخاری: ۵۸۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ہار عاریۃً لینا" اور اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا۔ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باپ شریک بہن ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدہ، یہ ابن سلیمان ہیں۔
یہ حدیث کتاب التیمم میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں مفصل کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۔ بَابُ: الْقُرْطِ لِلنِّسَاءِ

عورتوں کے بُندے یعنی کان کے زیور کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَرَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوقِهِنَّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، پس میں نے دیکھا کہ عورتیں اپنے کانوں اور اپنے حلق کا قصد کر رہی ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی اس باب میں قُرط کا بیان ہے (قاف پر پیش اور راء ساکن)۔ قُرط اس چیز کو کہتے ہیں جس کو عورتیں کانوں میں بطور زیور کے پہنتی ہیں خواہ وہ سونے کا ہو یا چاندی کا ہو یا اس کے ساتھ موتی اور یاقوت ہوں اور وہ عموماً کانوں کی لو میں لٹکے ہوئے ہوتے ہیں، (قُرط کو اردو میں بندہ یا بالی کہتے ہیں، بالی تو چھلے کی طرح ہوتی ہے اور بندہ کان کا ایک قسم کا زیور ہے جس میں موتی وغیرہ لگے ہوئے ہوتے ہیں)۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کو امام بخاری نے سندِ موصول کے ساتھ کتاب العیدین میں اس باب میں روایت کیا ہے "باب العلم الذی فی المصلی"۔

- اس تعلیق میں مذکور ہے "امرھن النبی ﷺ بالصدقۃ" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

نیز اس میں مذکور ہے "یھوین" یہ لفظ اھواء سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: قصد اور اشارہ کرنا۔
علامہ کرمانی نے کہا کہ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ کانوں کی طرف اشارہ بندوں یا بالیوں کے صدقہ کرنے کے قصد سے ہے تو پھر حلق کی طرف اشارہ کا کیوں ذکر کیا؟
اس کا جواب یہ ہے کہ بھی عرب کی بعض عورتیں اپنے گلے میں ہار بھی ڈالے ہوئے ہوتی ہیں تو کچھ عورتوں نے کانوں کے زیور کو صدقہ کرنے کا قصد کیا اور کچھ عورتوں نے گلے کے زیور کو صدقہ کرنے کا قصد کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۸۳۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدًا عَنِ ابْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے

Marfat.com

عَبَّاسٍ رضی الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى يَوْمَ الْعِيدِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي قُرْطَهَا۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عدی نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے سعید سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے عید کے دن دو رکعت نماز پڑھائی نہ اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی۔ پھر آپ عورتوں کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے، پس آپ نے ان عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، پس عورت اپنی بالیوں کو (حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے) میں ڈالتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۹۸،۸۶۳،۹۶۲،۹۶۴،۹۷۵،۹۷۷،۹۷۹،۹۸۹،۱۴۳۱،۱۴۴۹،۴۸۹۵،۵۲۴۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۳، ۷۳۲۵، صحیح مسلم: ۸۸۴،

سنن نسائی: ۱۵۸۶،مسند احمد: ۳۰۶۴، موطا امام مالک: ۴۳۳)

صحیح البخاری: ۵۸۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عدی، یہ عدی بن ثابت انصاری التابعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید، یہ ابن جبیر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تلقی" یہ القاء سے مذکور ہے، اس کا معنی ہے: گرانا اور پھینکنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۔ بَابٌ: السِّخَابِ لِلصِّبْيَانِ — بچوں کے لیے سیپیوں کے ہار کا بیان

اس باب میں السخاب کا بیان ہے اور السخاب کی تفسیر ابھی گزر چکی ہے اور یہ سیپیوں کے ہار کو کہتے ہیں جو بچے اپنے گلوں میں ڈالتے ہیں۔

۵۸۸۴۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سُوقٍ مِنْ أَسْوَاقِ الْمَدِينَةِ فَانْصَرَفَ فَانْصَرَفْتُ فَقَالَ أَيْنَ لُكَعُ ثَلَاثًا ادْعُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقَامَ الْحَسَنُ بْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء بن عمر نے خبر دی از عبید اللہ بن ابی یزید از نافع بن جبیر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے بازاروں میں سے کسی بازار میں تھا، پس آپ واپس گئے تو میں بھی

Marfat.com

عَلَىٰ يَمْشِي وَفِي عُنُقِهِ السِّخَابُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ هٰكَذَا فَقَالَ الْحَسَنُ بِيَدِهِ هٰكَذَا فَالْتَزَمَهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَعْدَ مَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا قَالَ۔

آپ کے ساتھ واپس گیا، پس آپ نے تین مرتبہ فرمایا: وہ بچہ کہاں ہے؟ الحسن بن علی کو بلاؤ، پس حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے وہ چل رہے تھے اور ان کے گلے میں سیپیوں کا ہار تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا (یعنی دونوں نے ایک دوسرے کو اشارہ سے اپنے قریب بلایا) پھر آپ نے ان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، پس آپ نے دعا کی: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر، اور اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: میرے نزدیک حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۱۲۲، ۵۸۸۴، صحیح مسلم: ۲۴۲۱، سنن ابن ماجہ: ۱۴۲، مسند احمد: ۸۱۸۰)

صحیح البخاری: ۵۸۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن ابراہیم، یہ ابن راہویہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن آدم، یہ ابن سلیمان الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ورقاء، یہ اورق کی مؤنث ہے، یہ اورق بن عمر الخوارزمی المدائنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، یہ عبد کی تصغیر ہے، ان کا پورا نام ہے عبد بن یزید مکی، اور نافع بن جبیر کا ذکر ہے، یہ جبیر بن مطعم النوفلی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی سوق" یہ سوق بنی قینقاع ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "این لکع" (اس میں لام پر پیش ہے اور کاف پر زبر ہے)۔ لکع کے معنی ہیں: چھوٹا بچہ، اس کو عربی میں لکع کہتے ہیں۔ اس سے مراد ہیں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: جیسے پنجابی میں نکا یا کاکا کہتے ہیں، اردو میں ننھا یا مُنا کہتے ہیں، آج کل گڈو اور پپو کہتے ہیں۔

Marfat.com

شیخ انور شاہ کشمیری کا ''لُکَعٌ'' کا غیر مہذب ترجمہ کرنا

علماء دیوبند کے بہت بڑے عالم محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

''الُکَعٌ'' کا ترجمہ پاجی ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۲۱۹، مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ)

اب دیکھئے لغت میں پاجی کے کیا معنی لکھے ہیں:

پاجی: کمینہ، رذیل، شریر، بدمعاش، کھٹیل، ذلیل۔ (فیروز اللغات ص ۲۶۲، فیروز سنز، لاہور)

اب دیکھئے! ان میں کوئی ایسا معنی ہے جس کے اعتبار سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پاجی کہا جا سکتا ہو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان انتہائی شریف، شائستہ اور مہذب تھی اور آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے، وہ آپ کو پاجی کہہ سکتے تھے؟ العیاذ باللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے ہزار بار پناہ مانگتے ہیں کہ حضرت حسن کو پاجی کہا جائے، حضرت حسن کی محبت اور عظمت ہمارے ایمان کا جزو ہے اور وہ ہماری عقیدتوں کا مرکز اور محور ہیں، ایسا وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کا دل حضرت حسن، اہلبیت، خانوادۂ رسول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہو، کیونکہ اللہ کے رسول کی زبانِ اطہر سے وحی الٰہی جاری ہوتی اور احکامِ شریعت نافذ ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت پر ہمارا خاتمہ کرے اور آخرت میں ان کے غلاموں میں ہمارا حشر ہو۔ (آمین!)

۶۱۔ بَابٌ: اَلْمُتَشَبِّهُونَ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتُ بِالرِّجَالِ
عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں ان مردوں کی مذمت کا بیان ہے جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں کی مذمت کا بیان ہے جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس باب کی احادیث میں ان پر لعنت کی گئی ہے۔ اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا عورتوں کے لباس میں اور اس زینت میں ہے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے، مثلاً مرد وہ زیور پہنے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً گلے کا ہار اور کانوں کی بالیاں اور بندے اور پازیب اور کنگن، ریشمی کپڑوں کا پہننا اور سونے کی انگوٹھیاں پہننا وغیرہ، یہ وہ چیزیں ہیں جو مردوں کے پہننے کے لیے نہیں ہیں اور عورتوں کی مردوں کے ساتھ مشابہت ایسی چیزوں میں ہے جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، جیسے مردوں کے جوتے اور مردوں کے کپڑے اور پگڑیاں اور دستار وغیرہ، یہ ایسی چیزیں ہیں جو عورتوں کے لیے نہیں ہیں۔

اسی طرح مردوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ یہ ان افعال میں عورتوں کی مشابہت اختیار کریں جو افعال عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے لچک لچک کر چلنا اور عورتوں کے انداز میں باتیں کرنا اور جو شخص اپنی اصلِ خلقت میں اس طرح کرتا ہو تو اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ ان کاموں اور عادتوں کو چھوڑ دے اور اگر وہ ایسا نہ کرے اور انہی طور طریقوں پر برقرار رہے تو وہ بھی لائقِ مذمت ہے خاص طور پر جب کہ وہ اپنی مرضی سے ایسے کام اور ایسی باتیں کرے۔

Marfat.com

اور لباس کا طور طریقہ ہر شہر کی عادت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، پس بعض علاقوں میں عورتوں کے طور طریقے اور مردوں کے طور طریقے زیادہ الگ الگ نہیں ہوتے لیکن عورتیں اس لیے ممتاز ہوتی ہیں کہ وہ پردہ کرتی ہیں اور برقعہ لیتی ہیں۔ اور سب سے بری مشابہت یہ ہے کہ مرد عورتوں کی طرح مردوں سے خواہش پوری کریں یعنی لواطت کرائیں اور عورتیں عورتوں کے ساتھ جسمانی لذت حاصل کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۳۔ ۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۸۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ تَابَعَهُ عَمْرٌو أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔ غندر کی متابعت عمرو نے کی ہے انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۶، ۶۸۳۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۴، سنن ابوداؤد: ۴۰۹۷، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۴، مسند احمد: ۳۱۴۱)

صحیح البخاری: ۵۸۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے غندر، یہ محمد بن جعفر ہیں اور ابوذر کی روایت میں ان کے نام کی تصریح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۔ بَابُ: إِخْرَاجِ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الْبُيُوتِ

عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں کو گھروں سے نکالنے کا بیان

۵۸۸۶۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ قَالَ فَأَخْرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فُلَانًا وَأَخْرَجَ عُمَرُ فُلَانًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہیجڑے مردوں پر لعنت فرمائی اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں اور فرمایا: ان کو تم اپنے گھروں سے نکال دو، پس نبی ﷺ نے

Marfat.com

فلاں کو نکال دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں کو نکال دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۶، ۶۸۳۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۴، سنن ابوداؤد: ۴۹۳۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۴، مسند احمد: ۱۹۸۳)

صحیح البخاری: ۵۸۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معاذ بن فضالہ، یہ ابوزید البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ الدستوائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن ابی کثیر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''المخنثین'' یہ لفظ انخناث سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: موڑنا، نرم کرنا، ہیجڑا بنانا۔ اور حدیث میں مخنث سے مراد وہ شخص ہے جو نرمی سے کلام کرے اور اس کے اعضاء میں لچک ہو۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: مخنث وہ شخص ہے جو اپنے اقوال اور افعال میں عورتوں کے مشابہ ہو، کبھی یہ مشابہت خلقی ہوتی ہے اور کبھی کوئی تکلف سے یہ مشابہت اختیار کرتا ہے، اور جو تکلف سے یہ مشابہت اختیار کرے وہی مذموم اور ملعون ہے اور جس میں خلقۃً ایسا وصف ہو، وہ مذموم اور ملعون نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس زمانہ میں مخنث وہ ہے جس کے ساتھ لواطت کی جاتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''المترجلات'' یعنی وہ عورتیں جو تکلف سے مردوں کی مشابہت اختیار کریں، مثلاً تلوار اور نیزہ اٹھائیں اور مردوں کی طرح چال چلن اختیار کریں۔

اس حدیث میں فرمایا ہے ''ان عورتوں کو گھروں سے نکال دو''۔ کیونکہ کبھی ان کا فعل ایسے فعل کی طرف مفضی ہوتا ہے جو بدکار عورتیں ہم جنس پرستی کی شکل میں کرتی ہیں۔

نیز اس حدیث میں ہے ''فاخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلاناً''۔ امام طبرانی نے واثلہ بن الاسقع سے روایت کی ہے اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ کو نکال دیا اور یہ سیاہ فام غلام تھا جو عورتوں کے ساتھ گانے گاتا تھا۔

نیز اس حدیث میں ہے ''واخرج عمر''۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کسی کو نکال دیا تھا، یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کون ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۴۔ ۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۵۸۸۶، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہیجڑوں کو گھروں سے نکالنا واجب ہے اور جو عورتیں مردوں کی مشابہت کرتی ہوں ان کو بھی گھروں سے نکالنا واجب ہے، پس ایسی عورت سے خبردار رہنا چاہیے کیونکہ جو عورت مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہو وہ گھر کی عورتوں کو خراب کر دیتی ہے اور ان سے شرم و حیا کو دور کر دیتی ہے۔ بعض اوقات وہ ایسی عورتوں سے عشق کرتی ہے اور ان کو فتنہ میں

Marfat.com

جتلا کرتی ہے، ان کا بوسہ لیتی ہے یا ان کو لپٹاتی ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۵۵۸، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۸۸۷۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ عِنْدَهَا وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ فَقَالَ لِعَبْدِ اللهِ أَخِي أُمِّ سَلَمَةَ يَا عَبْدَ اللهِ إِنْ فَتَحَ اللهُ لَكُمْ غَدًا الطَّائِفَ فَإِنِّي أَدُلُّكَ عَلَى بِنْتِ غَيْلَانَ فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَا يَدْخُلَنَّ هَؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ يَعْنِي أَرْبَعَ عُكَنِ بَطْنِهَا فَهِيَ تُقْبِلُ بِهِنَّ وَقَوْلُهُ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ يَعْنِي أَطْرَافَ هَذِهِ الْعُكَنِ الْأَرْبَعِ لِأَنَّهَا مُحِيطَةٌ بِالْجَنْبَيْنِ حَتَّى لَحِقَتْ وَإِنَّمَا قَالَ بِثَمَانٍ وَلَمْ يَقُلْ بِثَمَانِيَةٍ وَوَاحِدُ الْأَطْرَافِ وَهُوَ ذَكَرٌ لِأَنَّهُ لَمْ يَقُلْ ثَمَانِيَةَ أَطْرَافٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی کہ عروہ نے ان کو خبر دی کہ زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے زینب کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے اور گھر میں ایک ہیجڑا تھا تو اس نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ سے کہا: اے عبداللہ! اگر تمہارے لیے کل طائف فتح ہو گیا تو میں تمہیں بنت غیلان کو دکھاؤں گا، وہ جب سامنے آتی ہے تو اس میں چار (سلوٹیں) ہوتی ہیں اور جب پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو اس میں آٹھ (سلوٹیں) ہوتی ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص ہرگز تمہارے پاس نہ آیا کرے۔

امام عبداللہ (بخاری) نے کہا کہ "تقبل باربع وتدبر" کا معنی ہے: اس کے پیٹ میں چار سلوٹیں پڑتی ہیں، پس وہ سامنے سے چار سلوٹوں کے ساتھ آتی ہے اور تدبر بثمان کا معنی ہے: ان چار سلوٹوں کی اطراف، کیونکہ یہ سلوٹیں دونوں جانب سے محیط ہوتی ہیں حتیٰ کہ مل جاتی ہیں۔ اور اس نے ثمان کہا اور ثمانیۃ نہیں کہا اور اطراف کا واحد طرف ہے اور وہ مذکر ہے، اس لیے ثمانیۃ اطراف نہیں کہا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۲۴، ۵۲۳۵، ۵۸۸۷، صحیح مسلم: ۲۱۸۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۲۹، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۴، مسند احمد: ۲۵۹۵۱، موطا امام مالک: ۱۴۹۸)

صحیح البخاری: ۵۸۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جو مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کرے ان کو گھروں سے نکال دینا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مخنث کے متعلق فرمایا: یہ ہرگز تمہارے پاس نہ آئے اور اس کا یہی معنی ہے کہ اس کو گھر سے نکال دیا۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زہیر، یہ زہر کی تصغیر ہے اور یہ ابن معاویہ الجعفی ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زینب بنت ابی سلمہ، اور ابوسلمہ کا نام عبداللہ بن ابوالاسد ہے اور زینب ان کی بیٹی ہیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں اور عمر بن ابی سلمہ کی بہن ہیں، اور ان کی والدہ سیدتنا ام سلمہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اور گھر میں ایک مخنث تھا" اس کا نام ہیت ہے اور دوسرا قول ہے کہ اس کا نام ہنب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اس مخنث نے عبداللہ سے کہا" وہ ابوامیہ بن المغیرہ کے بیٹے ہیں اور حضرت ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور ان کی والدہ عاتکہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم ہیں، انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور زمانہ اسلام میں اچھے کام کیے تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر حاضر تھے اور اسلام لا چکے تھے اور یہ حنین اور طائف میں بھی حاضر تھے، غزوۂ طائف میں ان کو ایک تیر آ کر لگا جس نے ان کو شہید کر دیا۔ اور ابوعمر نے کہا: جس مخنث نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کہا تھا: اے عبداللہ! اگر اللہ تعالیٰ نے کل تمہیں طائف میں فتح دے دی تو میں تمہیں بنتِ غیلان کو دکھاؤں گا۔ الحدیث۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بنتِ غَیلان" اور اس کا نام بادیہ تھا۔ دوسرا قول ہے اس کا نام بادنہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تقبل باربع" یعنی جب وہ سامنے سے آتی ہے تو موٹاپے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں چار سلوٹیں پڑتی ہیں اور جب وہ پیٹھ موڑ کر چلتی ہے تو وہ اطراف آٹھ ہو جاتی ہیں۔ اس نے "ثمان" نے کہا حالانکہ اس کا ممیز اطراف ہے جو مذکر ہے، کیونکہ جب ممیز مذکور نہ ہو تو عدد میں تذکیر اور تانیث دونوں جائز ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لایدخلن ھؤلاء علیکن" اس ارشاد میں عورتوں سے خطاب ہے کہ تمہارے پاس یہ مخنث ہرگز نہ آئے۔ اور المستملی اور السرخسی کی روایت میں ہے علیکم، (جمع مذکر کے صیغہ کے ساتھ) اس میں مردوں کو خطاب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں پر بچے بھی تھے تو مذکر کو غلبہ دے کر جمع مذکر کا صیغہ لایا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۵-۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳- بَابٌ: قَصِّ الشَّارِبِ — مونچھوں کو تراشنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُحْفِي شَارِبَهُ حَتَّى يُنْظَرَ إِلَى بَيَاضِ الْجِلْدِ وَيَأْخُذُ هَذَيْنِ يَعْنِي بَيْنَ الشَّارِبِ وَاللِّحْيَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی مونچھوں کو اتنا پست کرتے تھے کہ کھال کی سفیدی نظر آتی تھی اور ان دونوں کو تراشتے تھے یعنی مونچھوں اور ڈاڑھی کے درمیان جو بال ہوتے ہیں ان کو بھی تراشتے تھے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہ باب اس کو بیان کرنے میں ہے کہ مونچھوں کو تراشنا سنت ہے بلکہ واجب ہے، یہ باب اور اس کے بعد کتاب اللباس کے آخر تک اکتالیس باب ہیں، ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان کا لباس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض شارحین نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ مونچھوں کو کتروانا بھی لباس سے متعلق ہے کیونکہ اس سے بھی زینت ہوتی ہے جس طرح لباس سے زینت ہوتی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ لباس کا اطلاق زینت پر نہیں کیا جاتا۔ علاوہ ازیں یہاں پر ایسے بھی ابواب ہیں جن کا زینت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ یہ ہیں: جو مرد عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں ان کا باب، اور جو باب اس کے بعد ہے اور لوہے کی انگوٹھی کا باب، اور چٹائی پر بیٹھنے کا باب اور نیا کپڑا پہننے والے کی دعاؤں کا باب اور الصماء کے اشتمال کا باب (الصماء کا معنی ہے: پیچھے سے تہبند کو اٹھا کر سر پر رکھ لینا)۔ اور تنگ آستینوں والے جبہ کو پہننے کا باب اور جو باب اس کے بعد ہے، اور ہم نے ہر باب کی مناسبت بیان کی ہے اور زیادہ احسن یہ تھا کہ ہم مونچھیں کتروانے اور اس کے بعد کے جو ابواب ہیں ان کی مناسبت بیان کریں اگرچہ وہ تھوڑی مقدار ہو، اور مونچھیں کتروانے کے باب کی کتاب اللباس میں ذکر کرنے کی مناسبت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مونچھیں کتروانے میں بھی زینت ہے، پس یہ ان ابواب کے مناسب ہے جن میں زینت کا وجود ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی مونچھوں کو بہت زیادہ تراشتے حتیٰ کہ وہ مونچھیں مٹ جاتیں اور کھال کی سفیدی نظر آتی، یہ ابوذر اور النسفی کی روایت ہے۔ اور دوسروں کی روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمر کی جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور محدثین نے اس روایت کو غلط قرار دیا ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "یحفی" یہ احفاء سے ماخوذ ہے، "احفاشعرہ" اس وقت کہتے ہیں جب بالوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے حتیٰ کہ وہ ایسے معلوم ہوں جیسے بالوں کو مونڈ دیا گیا ہے۔ اور چونکہ مونچھوں کو مٹانا ان کو ترشوانے سے افضل ہے، اس لیے امام طحاوی نے اس باب کو حلق الشارب یعنی مونچھوں کو مونڈوانے سے تعبیر کیا ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "ھذین" یعنی ان ہونٹوں کی دو طرفیں جو مونچھوں اور ڈاڑھی کے درمیان ہیں اور ان کے ملنے کی جگہ، جیسا کہ مونچھیں تراشنے کے وقت عادت یہ ہے کہ ان کے کونوں کو بھی بالوں سے صاف کیا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۸۸۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ نَافِعٍ ح قَالَ أَصْحَابُنَا عَنِ الْمَكِّيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۰، مسند احمد: ۵۹۵۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از حنظلہ از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے کہا از مکی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مونچھوں کو تراشنا فطرت سے ہے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۸۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مکی بن ابراہیم، یہ ابن بشیر الحنظلی البلخی ہیں۔ امام بخاری نے بتایا کہ یہ دو سو چودہ ہجری (۲۱۴ھ) میں فوت ہو گئے تھے اور علامہ کرمانی نے کہا: ان کو مکی کہا گیا ہے کیونکہ یہ مکہ کی طرف منسوب تھے، اور اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ ان کا نام ہے اور گمان یہ کیا گیا ہے کہ یہ ان کی نسبت ہے۔ اور حنظلہ یہ ابن ابی سفیان ہیں اور ان کا نام اسود بن عبدالرحمٰن الجمحی القرشی المکی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے نافع، یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "قال اصحابنا عن المکی عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم":

صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ "قال اصحابنا عن المکی عن حنظلہ عن نافع" اس کا معنی یہ ہے کہ مکی بن ابراہیم نے اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے دراں حالیکہ وہ نافع اور امام بخاری کے اصحاب پر موقوف ہے اور انہوں نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موصولاً روایت کیا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ امام بخاری نے کہا ہے: ہمارے اصحاب نے اس حدیث کو انقطاع کے ساتھ روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: حدثنا المکی عن ابن عمر اور درمیان کے راوی یعنی الحنظلہ عن نافع کو ترک کر دیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ ظاہر کلام کا یہ تقاضا ہے جیسا کہ علامہ کرمانی نے کہا اور اسی کے قریب وہ ہے جو صاحب التوضیح نے کہا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من الفطرۃ" یعنی من السنۃ، یعنی مونچھوں کو تراشنا سنت ہے۔

مونچھوں کو تراشنے یا مونڈنے کے متعلق اختلافِ فقہاء

امام طحاوی نے کہا ہے: اہل مدینہ کے بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ مونچھوں کو تراشنا مونچھوں کے مٹانے سے زیادہ مختار ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام طحاوی کی ان علماء سے مراد ہے سالم، سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، جعفر بن زبیر، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث۔ کیونکہ ان علماء نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ مونچھوں کے تراشنے کو مونچھوں کے مٹانے پر ترجیح دی جائے، اور حمید بن ہلال اور حسن بصری اور محمد بن سیرین اور عطاء بن ابی رباح کا یہی مذہب ہے اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور قاضی عیاض نے کہا: اکثر سلف صالحین کا مذہب یہ ہے کہ مونچھوں کا مونڈنا ممنوع ہے اور یہ امام مالک کا بھی مذہب ہے اور وہ یہ کہتے تھے کہ مونچھوں کا مونڈنا ان کو مثلہ کرنا ہے اور وہ کہتے تھے کہ مونچھیں مونڈوانے والے کی تادیب کرنی چاہیے۔ امام طحاوی نے کہا: اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا: بلکہ مستحب ہے مونچھوں کو مٹانا اور ہم اس کو مونچھوں کے تراشنے سے افضل سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

علامہ عینی فرماتے ہیں: دوسروں سے مراد ہے جمہور سلف، انہی میں سے اہل کوفہ ہیں اور مکحول، محمد بن عجلان، نافع مولیٰ ابن عمر، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم، انہوں نے کہا: مستحب ہے مونچھوں کو مٹانا اور وہ مونچھوں کو تراشنے سے افضل ہے۔ یہ حضرت ابن عمر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت رافع بن خدیج، حضرت سلمہ بن الاکوع، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابی اسید اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ اس تمام تفصیل کو امام ابن ابی شیبہ نے سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حدیث میں ہے کہ خوارج کی علامت التسبید ہے اور اس کا معنی ہے: اصل سے مونچھوں کو مونڈنا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہوں گا: علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے بالوں کو مونڈنا اور بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا اور یہ مونچھوں کے ساتھ مقید نہیں ہے اور یہ اس سے عام ہے یعنی مونچھوں کا مونڈنا ہو یا دوسرے بالوں کا مونڈنا ہو۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ التسبید کا معنی ہے: تیل نہ لگانا اور سر کو دھونا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ دوسری حدیث میں ہے کہ خوارج کی علامت ہے التحلیق یعنی بالوں کو مونڈنا اور التسبید کا عطف التحلیق پر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۷۔ ۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس کا مطلب یہ ہے کہ خوارج کی علامت بالوں کو مونڈنا ہے یعنی سر کے بال بھی مونڈے جائیں اور مونچھیں بھی مونڈوائی جائیں، تو اس بناء پر مونچھوں کا مونڈوانا مونچھوں کے ترشوانے سے کیسے افضل ہوگا؟۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۸۸۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً الْفِطْرَةُ خَمْسٌ أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَنَتْفُ الْإِبْطِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَقَصُّ الشَّارِبِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ الزہری نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: ایک روایت ہے کہ فطرت پانچ ہیں، یا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: ختنہ کرانا، استرا استعمال کرنا، بغل کے بال اکھیڑنا، ناخن تراشنا اور مونچھیں تراشنا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۱۔ ۶۲۹۷، صحیح مسلم: ۲۵۷، سنن ترمذی: ۲۷۵۶، سنن نسائی: ۱۰، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۸، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲، مسند احمد: ۷۲۲)

صحیح البخاری: ۵۸۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الفطرۃ خمس'' فطرت سے مراد ہے سنتِ قدیمہ جس کو انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا اور جس پر تمام شریعتیں متفق ہیں، پس گویا کہ وہ امر جبلی ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی

ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس کام فطرت میں سے ہیں: موچھیں تراشنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، ہاتھوں کے جوڑوں کو دھونا، بغل کے بالوں کو اکھاڑنا، زیرِ ناف بالوں کو مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا، زکریا نے کہا: مصعب نے کہا کہ دسویں چیز وہ (راوی) بھول گئے، ہوسکتا ہے کہ وہ کلی کرنا ہو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''الختان'' ایک قول یہ ہے کہ ختنہ کرنا فرض ہے، کیونکہ یہ اسلام کا شعار ہے اور ختنہ سے ہی مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز ہوتا ہے اور باقی چار سنت ہیں۔ اور فرض کے ساتھ سنت کے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ دو چیزوں کو ساتھ ذکر کرنا اس کو واجب نہیں کرتا کہ ان کا حکم بھی ایک ہو، جیسے قرآن مجید میں ہے:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ۔ جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔ (الانعام:۱۴۱)

پھل دار درختوں سے کھانا تو مباح ہے اور ان کا حق ادا کرنا فرض ہے، تو اب ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے حالانکہ ان کا حکم ایک نہیں ہے، سو اسی طرح ختنہ کو باقی چار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا تو فرض ہے اور باقی چار چیزیں فرض نہیں ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ''الاستحداد'' اس کا معنی ہے: زیرِ ناف بالوں کو مونڈنے کے لیے استرا استعمال کرنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''نتف الابط'' یعنی بغل کے بالوں کو اکھیڑنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''قص الشارب'' یعنی موچھوں کو تراشنا خواہ خود تراشے یا کوئی اور تراشے، کیونکہ دونوں طرح سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف بغل کے بالوں اور زیرِ ناف بالوں کو دوسروں سے نہ مونڈوائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۹۔۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۔ بَابٌ: تَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ ناخنوں کو کاٹنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ ناخنوں کو کاٹنا سنت ہے اور تقلیم کا لفظ قلم سے بابِ تفعیل ہے، اور اس کا معنی ہے: کاٹنا۔ اور اس باب کی حدیث میں ایک روایت میں ہے ''قص الاظفار'' اور اظفار، ظُفُر کی جمع ہے۔ اور ناخنوں کو کاٹنے میں انتہائی کوشش کرنا مستحب ہے، اس حیثیت سے کہ انگلی کو ضرر نہ پہنچے۔ اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ناخن کاٹتے وقت انگلیوں کی کیا ترتیب ہو۔ علامہ نووی شافعی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ ناخن کاٹنے کی ابتداء دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے کی جائے، پھر درمیانی انگلی، پھر اس کے بعد والی انگلی، پھر اس کے بعد والی انگلی پھر انگوٹھے کا ناخن کاٹا جائے، اور بائیں ہاتھ کی ابتداء چھنگلی سے کی جائے اور اس کے بعد پھر اس کے بعد والی انگلی سے پھر اسی طرح انگوٹھے تک۔ اور پیروں کے ناخن کاٹنے میں دائیں پیر کی چھنگلی سے لے کر انگوٹھے تک اور بائیں پیر میں انگوٹھے سے لے کر چھنگلی تک ناخن کاٹے۔ اور علامہ نووی نے استحباب کی کوئی دلیل بیان نہیں کی۔ اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں اس ترتیب کو امام غزالی سے نقل کیا ہے اور کہا ہے: رہی وہ حدیث

جس کو امام غزالی نے ذکر کیا ہے، پس اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ پھر یہ جان لو کہ ناخن کاٹنے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ جس وقت بھی ناخن کاٹنے کی حاجت ہو تو اس وقت ناخن کاٹ لے۔ اور امام بیہقی نے ابوجعفر الباقر کی حدیث مرسل ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ناخن کاٹنے کو مستحب فرماتے تھے۔ اور علامہ ابن جوزی نے از عطاء از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے ناخن ہفتہ کے دن کاٹے تو اس سے بیماری نکل جائے گی اور اس میں شفاء داخل ہو جائے گی اور جس نے اپنے ناخن اتوار کے دن کاٹے تو اس سے بھوک اور فاقہ نکل جائے گا اور اس میں خوش حالی داخل ہو جائے گی اور جس نے اپنے ناخن پیر کے دن کاٹے تو اس سے بیماری نکل جائے گی اور صحت داخل ہو جائے گی اور جس نے اپنے ناخن منگل کے دن کاٹے تو اس سے برص نکل جائے گا اور اس میں عافیت داخل ہو جائے گی اور جس نے اپنے ناخن بدھ کے دن کاٹے تو اس سے وسواس اور خوف نکل جائے گا اور صحت اور امن داخل ہو جائے گا اور جس نے اپنے ناخن جمعرات کے دن کاٹے اس سے جذام نکل جائے گا اور اس سے عافیت داخل ہو جائے گی اور جس نے اپنے ناخن جمعہ کے دن کاٹے تو اس سے رحمت داخل ہو جائے گی اور گناہ نکل جائیں گے۔ پھر علامہ جوزی نے کہا: یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضع کی گئی ہے اور یہ اقبح الموضوعات ہے یعنی سب سے قبیح موضوع ہے اور اس حدیث کی سند میں مجہول، متروک اور ضعیف راوی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۰۷-۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ حَنْظَلَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مِنَ الْفِطْرَةِ حَلْقُ الْعَانَةِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَقَصُّ الشَّارِبِ۔ (سنن النسائی: ۱۲، مسند احمد: ۵۹۵۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حنظلہ سے سنا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فطرت میں سے زیرِ ناف بالوں کو مونڈنا اور ناخنوں کو کاٹنا اور مونچھوں کو تراشنا ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن ابی رجاء، ان کا نام عبد اللہ بن ایوب ابو الولید الحنفی الہروی ہے، یہ ہرات میں بتیس ہجری (۳۲ھ) میں فوت ہو گئے تھے، ان کی قبر مشہور ہے اور ان کی زیارت کی جاتی ہے۔ (میں کہتا ہوں: ہو سکتا ہے کہ یہ دو سو بتیس ہجری ۲۳۲ھ ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ اور اس حدیث میں مشہور ہے اسحاق بن ابی سلیمان، یہ کوفی الاصل ہیں اور دو سو ہجری میں ۲۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے، اور حنظلہ بن سفیان کا ذکر ہے، ان کا ذکر ابھی گزرا ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من الفطرة" علامہ نووی نے یہاں لکھا ہے "من السنة"۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "قص الشارب" اور اسماعیلی کی روایت میں ہے "اخذ الشارب" یعنی مونچھوں کو لینا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْآبَاطِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ چیزیں فطرت ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف بالوں کو استرے سے مونڈنا، مونچھوں کو تراشنا، ناخنوں کو کاٹنا اور بغل کے بالوں کو اکھیڑنا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۱۔ ۶۲۹۷، صحیح مسلم: ۲۵۷، سنن ترمذی: ۲۷۵۶، سنن نسائی: ۱۰، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۸، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲، مسند احمد: ۷۲۲۰)

صحیح البخاری: ۵۸۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ناخن کاٹنے کے ذکر میں ہے۔

۵۸۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَفِّرُوا اللِّحَى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن محمد بن زید نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو اور ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو مٹاؤ (یعنی اتنا زیادہ تراشو کہ کھال کی سفیدی نظر آئے)۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج کرتے یا عمرہ کرتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو بال مٹھی سے زائد ہوتے انہیں کاٹ دیتے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۳، صحیح مسلم: ۲۵۹، سنن الترمذی: ۲۷۶۳، سنن نسائی: ۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۹، مسند احمد: ۴۶۴۰)

صحیح البخاری: ۵۸۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث کا محل اس سے پہلے باب میں ہے اور یہاں اس کا ذکر مناسب نہیں ہے، کیونکہ اس سے پہلا باب مونچھوں کو تراشنے کے بارے میں تھا اور یہ باب ناخن کاٹنے کے بارے میں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن منہال کا ذکر ہے، یہ البصری ہیں اور نابینا تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں عمر بن محمد بن زید کا ذکر ہے یہ ابن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مشرکین کی مخالفت کرو''، اس سے مراد مجوس ہیں، اس پر صحیح مسلم کی ایک روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو کیونکہ وہ ڈاڑھی کو کاٹتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو ڈاڑھی کو مونڈتے ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''وفروا'' یہ توفیر سے امر کا صیغہ ہے، یعنی ڈاڑھی کو اپنی حالت پر باقی رکھو اور ڈاڑھی کو بڑھا ہوا چھوڑ دو۔ اور اللحاء، اس میں لام کے نیچے زیر بھی ہے اور لام پر پیش بھی ہے، اور یہ اللحیۃ کی جمع ہے۔ اور ڈاڑھی ان بالوں کو کہتے ہیں جو دونوں رخساروں اور ٹھوڑی پر بال ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''واحفوا'' یہ احفاء کا امر ہے، اور اس کا معنی ہے: کاٹنا اور تراشنا، (اس سے پہلے باب میں علامہ عینی نے احفاء کا معنی لکھا ہے: جب بالوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے حتیٰ کہ وہ مونڈنے کی مثل ہو جائیں تو کہا جاتا ہے احفا شعرہ۔ اور چونکہ مونچھوں کو مٹانا اس کے تراشنے سے افضل ہے اس لیے امام طحاوی نے اس کو حلق الشارب سے تاویل کیا)۔

امام طبری نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ ڈاڑھی بڑھانے کی کیا توجیہ ہے، حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ اگر ڈاڑھی کو مطلقاً چھوڑ دیا جائے اس حدیث کے ظاہر کی پیروی کرتے ہوئے تو ڈاڑھی طول اور عرض میں بہت بڑی ہو جائے گی اور انسان قبیح اور بدشکل ہو جائے گا حتیٰ کہ لوگ اس کی مثال بیان کریں گے۔

اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل سے ثابت ہے کہ یہ حدیث مخصوص ہے اور ڈاڑھی کا مطلقاً بڑھانا ممنوع ہے اور اس کا کاٹنا واجب ہے اور متقدمین کا اس کی مقدار اور حد میں اختلاف ہے، پس بعض نے کہا: اس کی حد یہ ہے کہ جب وہ لمبائی میں قبضہ سے زیادہ ہو جائے اور چوڑائی میں پھیل جائے تو اس کا کاٹنا واجب ہے ورنہ وہ قبیح ہو گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرد کو دیکھا جس نے اپنی ڈاڑھی کو چھوڑ دیا تھا اور وہ بہت بڑی ہو گئی تھی تو انہوں نے اس کو پکڑ کر کھینچا، پھر ایک مرد کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں اس کو کاٹ دو، پھر کہا: جاؤ! اپنے بالوں کی اصلاح کرو یا ان کو فاسد کرو، تم میں سے کوئی ایک اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے گویا کہ وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی کو ہاتھ سے پکڑتے اور قبضہ سے جو زائد ہوتی اس کو کاٹ دیتے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا: ڈاڑھی کی لمبائی اور چوڑائی میں سے اتنی کاٹو جتنی مقدار فحش نہ ہو اور انہوں نے اس میں کوئی حد نہیں بیان کی۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ جب تک ڈاڑھی لوگوں کے عرف سے خارج نہ ہو۔ اور عطاء بن ابی رباح نے کہا: اس میں کوئی

Marfat.com

حرج نہیں ہے کہ جب ڈاڑھی بڑھ جائے تو تھوڑی سی ڈاڑھی لمبائی سے کاٹ لے اور تھوڑی سی چوڑائی سے کاٹ لے اور انہوں نے عمر بن ہارون کی حدیث سے استدلال کیا ہے از اسامہ بن زید از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کے عرض اور طول سے کاٹتے تھے، اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے: یہ حدیث غریب ہے۔ اور میں نے محمد بن اسماعیل یعنی امام بخاری سے سنا: وہ کہتے تھے: عمر بن ہارون مقارب الحدیث ہے اور میں اس کی کوئی ایسی حدیث نہیں جانتا جس کی کوئی اصل نہ ہو، یا کہا: جس حدیث میں وہ منفرد ہو سوا اس حدیث کے۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ عمر بن ہارون کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے اور میں نے قتیبہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ عمر بن ہارون صاحب حدیث ہے اور وہ کہتے تھے کہ ایمان قول اور عمل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج کرتے''۔ امام مالک نے موطا میں روایت کی ہے از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج میں اپنا سر مونڈتے یا عمرہ میں سر مونڈتے تو اپنی ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال بھی کاٹتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فما فضل''۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے ہاتھ سے ڈاڑھی کو پکڑتے اور جو ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہوتی اس کو کاٹ دیتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کے موقع پر سر کو منڈاتے یعنی سر کا حلق کراتے اور جتنی ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہوتی اس کو کاٹ دیتے تو گویا وہ ''مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ'' (الفتح: ۲۷) کو جمع کرتے تھے، یعنی وہ سر کا حلق کراتے اور ڈاڑھی کو قبضہ سے زائد ہونے پر کاٹتے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: ''واعفوا اللحی'' میں ڈاڑھی کو بڑھانے کا جو امر ہے اس سے عورت مستثنیٰ ہے، اگر عورت کی ٹھوڑی پر بال اگ آئے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ ان بالوں کو مونڈ دے، اسی طرح اگر اس کی مونچھیں اگ آئیں تو مونچھوں کو مونڈنا بھی مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۔ بَابٌ: إِعْفَاءِ اللِّحَى — ڈاڑھی کو چھوڑ دینا

عَفَوْا: كَثُرُوْا وَكَثُرَتْ أَمْوَالُهُمْ.

عفو کا معنی ہے: وہ زیادہ ہو گئے اور ان کے اموال زیادہ ہو گئے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب ڈاڑھی چھوڑنے کے بیان میں ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: امام بخاری نے اس لفظ کو رباعی سے استعمال کیا ہے اور اس کا معنی ہے: چھوڑنا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۳، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس کو صرف کی اصطلاح میں رباعی نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو ثلاثی مزید فیہ کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں موجود نہیں ہے اور امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیات کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَتّٰی عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ۔ حتیٰ کہ وہ خوب پھلے پھولے اور انہوں نے کہا: ہمارے باپ دادا پر بھی تنگی اور فراخی آتی رہی ہے۔ (الاعراف:۹۵)

امام بخاری نے ''عفوا'' کی تفسیر کی ہے کہ ''وہ زیادہ ہو گئے اور ان کے اموال بھی زیادہ ہو گئے''۔

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں الاعفاء کو ذکر کیا ہے اور وہ ثلاثی مزید فیہ سے ہے جیسا کہ ہم نے ابھی بتایا ہے، اور پھر عفوا کا ذکر کیا ہے اور یہ ثلاثی مجرد سے ہے، گویا کہ امام بخاری نے اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ مادہ حدیث میں دو معنی سے آیا ہے، پس پہلی صورت میں ''واعفوا'' کے اندر ہمزہ قطعی ہوگا اور دوسری صورت میں ہمزہ وصل کا ہوگا۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: ہمزہ قطعی کا اکثر ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۲۔۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۳۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ أَخْبَرَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ انْهَکُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحٰی۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مونچھوں کو زیادہ مبالغہ سے تراشو اور ڈاڑھی کو چھوڑ دو۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۳، صحیح مسلم: ۲۵۹، سنن الترمذی: ۲۷۶۳، سنن نسائی: ۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۹، مسند احمد: ۴۶۴۰)

صحیح البخاری: ۵۸۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، وہ ابن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدہ کا ذکر ہے، وہ ابن سلیمان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انھکوا'' یعنی مونچھوں کو تراشنے میں مبالغہ کرو اور ''نھك'' کے معنی ہیں: مبالغہ۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حدیث میں ڈاڑھی کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھی کو کیوں کاٹتے تھے حالانکہ وہ اس حدیث کے راوی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شاید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ڈاڑھی کے کاٹنے کو حج کے ساتھ مخصوص رکھا کیونکہ وہ حج کے موقع پر ایک قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیتے تھے، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ڈاڑھی کے چھوڑ دینے کے حکم کو اس پر محمول

Marfat.com

کیا کہ ڈاڑھی کو اس طرح نہ کاٹو جس طرح عجمی کاٹتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ڈاڑھی کی مقدار کا بیان اور شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی کا رد از مصنف

شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی اس بحث میں لکھتے ہیں:

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدیث میں ڈاڑھی بڑھانے کا حکم اور تاکید آئی ہے اور اس کی مقدار بتلانے کے لیے کوئی قولی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں ہے، ہاں فعلی روایت صحابہ کرام کا یہ طرز عمل مروی ہے کہ ایک مشت سے زیادہ ڈاڑھی کو کتروا دیتے تھے اور ایک مشت کے اندر کتروانے کی کوئی سند نہیں ہے، اس لیے فقہائے کرام نے ایک مشت ڈاڑھی رکھنے کو واجب قرار دیا ہے اور اس سے کم رکھنے والے کو تارکِ واجب ہونے کی بناء پر فاسق کہا ہے۔

(کشف الباری، کتاب اللباس، کتاب الادب ص ۲۵۰، مکتبہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی کراچی)

میں کہتا ہوں: شیخ سلیم اللہ خان نے یہ صحیح نہیں لکھا کہ فقہائے کرام نے ایک مشت ڈاڑھی رکھنے کو واجب قرار دیا ہے اور اس سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کو تارکِ واجب ہونے کی بناء پر فاسق کہا ہے، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ تمام فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا سنت ہے اور انہوں نے قبضہ سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کو فاسق نہیں کہا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ڈاڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا جائے جب کہ ڈاڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور وہ (قدر مسنون) قبضہ ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۲۰۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔ (بنایہ ج ا ص ۱۳۴۲، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو)

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ)

علامہ عثمان بن زیلعی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔ (تبیین الحقائق، ج ا ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔ (حاشیۃ الدرر والغرر ج ا ص ۲۰۸، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ڈاڑھی کو اس قدر کاٹنا چاہیے کہ اس کی مقدار ایک قبضہ ہو جائے جو کہ سنت اور میانہ روی کا متعارف طریقہ

Marfat.com

ہے۔ (مرقات ج ۸ ص ۲۹۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ)

علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔ (درمختار علی ہامش الرد ج ۲ ص ۱۵۵، ج ۵ ص ۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ڈاڑھی میں سنت قبضہ ہے: اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کو کاٹ دے۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۳۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا سنت ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۱۶، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۲ھ)

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

ڈاڑھی میں کاٹنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لے اور مٹھی سے زائد کاٹ دے، امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں، اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ)

تاہم میں یہ کہتا ہوں کہ ہر چند کہ قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا واجب نہیں ہے لیکن مستحب یہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی رکھی جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک قبضہ سے زائد تھی، آپ کی ڈاڑھی گھنی تھی اور سینہ کو بھر لیتی تھی اور چونکہ آپ دراز گردن تھے، کیونکہ کوتاہ گردن ہونا عیب ہے اس لیے آپ کی ڈاڑھی سینے کو تبھی بھرے گی جب وہ قبضہ سے زائد ہو، اس لیے آپ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی رکھی جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۶۔ بَابُ: مَا يُذْكَرُ فِي الشَّيْبِ — سفید بالوں کے متعلق جو ذکر کیا جائے گا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیب کے معنی ہیں: سفید بال۔ اور اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کیا سفید بالوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے یا ان کو رنگا جائے، پس اگر تم کہو کہ اس باب کو یہاں ذکر کرنے کی کیا توجیہ ہے؟۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہوں گا کیونکہ اس باب کی اس سے پہلے باب کے ساتھ مناسبت ہے، اور اس سے پہلے جو تین ابواب ذکر کیے گئے ہیں ان میں بھی ایک قسم کی زینت تھی، اس وجہ سے تمام ابواب کتاب اللباس میں داخل کیے گئے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۴۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ — امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن

Marfat.com

أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا أَخَضَبَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ لَمْ يَبْلُغِ الشَّيْبَ إِلَّا قَلِيلًا

اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد بن سیرین، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب لگایا تھا؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کی سفیدی بہت کم تھی (یعنی خضاب لگانے کی حد کو نہیں پہنچی تھی)۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۰، ۵۸۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۴۱، سنن نسائی: ۵۰۸۶، سنن ابوداؤد: ۴۲۰۹، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۹، مسند احمد: ۱۲۵۸۲)

صحیح البخاری: ۵۸۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معلّٰی بن اسد، یہ نابینا ہیں اور ان کو ابوالہیثم البصری کہا جاتا ہے۔ اور وہیب کا ذکر ہے، وہیب تصغیر ہے، ان کا نام وہب بن خالد ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، اور یہ السختیانی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں خضاب لگانے کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "اخضب" اس میں ہمزہ استفہام کا ہے، یعنی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب لگایا تھا؟

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "لم یبلغ الشیب الا قلیلا" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کم سفید ہوئے تھے۔ اور قلیل کی مقدار میں اختلاف ہے، ایک قول ہے کہ آپ کے انیس بال سفید تھے، دوسرا قول ہے کہ آپ کے بیس بال سفید تھے اور ابوالقاسم نے کتاب الشیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے پندرہ بال سفید تھے۔ اور امام محمد بن سعد کے نزدیک سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے، اور الہیثم بالدھر کی حدیث میں ہے: تیس بال سفید تھے۔ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی میں چند بال سفید تھے، جب آپ اپنے سر کے بالوں میں تیل لگاتے تو آپ کی مانگ بھی دکھائی دیتی۔ اور حضرت ابوبکر اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہما نے کہا: یا رسول اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے بال سفید ہو گئے ہیں، آپ نے فرمایا: میرے بال سفید کیوں نہ ہوں۔ اور ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کے اکثر بال عنفقة میں سفید تھے (نچلے ہونٹ میں جو بال سفید ہوں ان کو عنفقة کہتے ہیں)۔ اور دوسروں نے کہا: آپ کی کنپٹیوں میں بھی سفید بال تھے۔ "عنفقة" ان بالوں کو کہتے ہیں جو ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان ہوتے ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خضاب کے متعلق اختلاف ہے، اکثر نے خضاب لگانے سے منع کیا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہیں۔ اور بعض نے خضاب لگانے کو ثابت کیا ہے کیونکہ حضرت ام سلمہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں ہے کہ انہوں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرد رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔ اور ان اقوال میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ یہ زرد رنگ کی ایک خوشبو تھی جس نے اس کو دیکھا تو رنگ گمان کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۳-۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۵۸۹۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مَا يَخْضِبُ لَوْ شِئْتُ أَنْ أَعُدَّ شَمَطَاتِهِ فِي لِحْيَتِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال رنگنے کی مقدار کو نہیں پہنچے تھے، اگر میں چاہوں تو تمہیں گن کر بتاؤں کہ آپ کی ڈاڑھی میں کتنے سفید بال تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۰، ۵۸۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۴۱، سنن نسائی: ۵۰۸۶، سنن ابوداؤد: ۴۲۰۹، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۹، مسند احمد: ۱۲۵۸۲)

صحیح البخاری: ۵۸۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک میں سفید بالوں کے ہونے یا نہ ہونے کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال" یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اس حد کو نہیں پہنچے تھے کہ ان کو رنگا جائے۔ اور صحیح مسلم میں از ابن سیرین روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خضاب لگاتے تھے یعنی بالوں کو رنگتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے بال رنگنے کی حد کو نہیں پہنچے تھے، آپ کی ڈاڑھی میں چند سفید بال تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لو شئت" اور لو کا جواب محذوف ہے، اصل عبارت یہ ہے کہ اگر میں چاہوں کہ آپ کے سفید بالوں کو گنوں تو میں گن کر بتادوں گا، یعنی آپ کے سفید بال بہت کم تھے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کے سفید بال بہت کم دکھائی دیتے تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "شمطاته" اس کا معنی ہے: سفید بال۔ اور اشمط اس شخص کو کہتے ہیں جس کے سر میں سفید بال ہوں۔ اور لغت کی کتاب المغرب میں مذکور ہے کہ کالے اور سفید بال ملے ہوئے ہوں تو اس کو شمط کہتے ہیں یعنی جس کی ڈاڑھی میں کالے اور سفید بال ہوں اور یہی اس باب کے مناسب ہے۔

بعض روایات میں آپ کے سفید بالوں کا ثبوت ہے اور بعض روایات میں سفید بالوں کی نفی ہے۔

ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ کے سفید بال بہت کم تھے، جنہوں نے سفید بالوں کا ذکر کیا انہوں نے ان سفید بالوں کا اثبات کیا اور اعتبار کیا اور جنہوں نے نفی کی ہے تو انہوں نے ان سفید بالوں کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ بہت کم تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۶۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: اسرائیل نے حدیث

Marfat.com

أَرْسَلَنِي أَهْلِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ وَقَبَضَ إِسْرَائِيلُ ثَلَاثَ أَصَابِعَ مِنْ قُصَّةٍ فِيهِ شَعَرٌ مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الْإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِخْضَبَهُ فَاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ فَرَأَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۷، ۵۸۹۸، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مسند احمد: ۲۵۹۵۹)

بیان کی از عثمان بن عبداللہ بن موہب، انہوں نے کہا: مجھے میرے گھر والوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ کے پاس ایک پیالہ میں پانی دے کر بھیجا، (راوی حدیث) اسرائیل راوی نے تین انگلیاں بند کرلیں (یعنی اس نے تین انگلیاں بند کر کے بتایا کہ وہ چاندی کی ڈبیہ اتنی چھوٹی تھی)، اس چاندی کی ڈبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے کچھ بال تھے۔ عثمان نے کہا: جب کسی شخص کو نظر بد لگ جاتی یا اور کوئی تکلیف ہوتی تو وہ اپنا پانی کا پیالہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتا۔ (وہ اس پانی میں اس ڈبیہ کو ڈبو دیتیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تھے)، (عثمان نے کہا) میں نے شیشی کو دیکھا اس میں سرخ بال تھے۔

صحیح البخاری: ۵۸۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ اس نے سرخ بال دیکھے، یعنی سفید بالوں پر سرخ خضاب لگایا ہوا تھا جس سے وہ سرخ ہو گئے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مالک بن اسماعیل، وہ ابن غسان نہدی ہیں۔ اور اسرائیل کا ذکر ہے، وہ ابن یونس بن ابی اسحاق السبیعی ہیں۔ اور عثمان بن عبداللہ بن موہب کا ذکر ہے، یہ الاعرج التیمی ہیں جو آلِ فاطمہ کے آزاد کردہ غلام تھے، امام بخاری نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں، ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے شفاء حاصل کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے "اھلی" یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے عثمان بن عبداللہ بن موہب کی بیوی مراد ہوں یعنی ان کی بیوی نے بھیجا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اسرائیل نے اپنی تین انگلیوں کو بند کیا"۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ تین انگلیوں سے یہ

Marfat.com

اشارہ ہے کہ وہ پیالہ تین انگلیوں کے برابر چھوٹا تھا۔

علامہ عینی اس پر رد فرماتے ہیں: کہ جب وہ تین انگلیوں کے برابر چھوٹا پیالہ تھا تو اس میں کتنا پانی آ جائے گا۔اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: تین انگلیاں بند کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ عثمان نے تین مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، اور یہ معنی بعید ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''من فضة'' یہ اصل میں پیالہ کی صفت ہے، یعنی وہ پیالہ چاندی کا تھا۔علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ چاندی کے پیالہ کا استعمال کرنا مردوں اور عورتوں پر حرام ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: انہوں نے اس پیالہ کو چاندی سے ملمع کیا ہوا تھا۔

اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے چند بال تھے، اور جب لوگ بیمار ہوتے تو وہ ان بالوں سے تبرک حاصل کرتے اور ان کی برکت سے شفاء طلب کرتے اور ان بالوں والی شیشی کو لے کر پانی کے ایک پیالہ میں رکھتے، پھر اس پانی کو پیتے تو ان کو شفاء حاصل ہوتی۔اور عثمان کے گھر والوں نے اس شیشی کو لیا جس میں آپ کے موئے مبارک تھے، پھر انہوں نے اس شیشی کو پانی میں ڈالا اور پانی کو پیا جس سے ان کو شفاء حاصل ہوئی، پھر عثمان نے وہ شیشی واپس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دی، پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ شیشی رکھ دی اور پھر عثمان نے اس شیشی کو دیکھا تو اس میں سرخ بال تھے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جب انسان کو کوئی نظرِ بد لگ جاتی یا کوئی اور مرض ہو جاتا تو اس کے گھر والے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس پیالہ کو بھیجتے اور اس میں آپ کے موئے مبارک والی شیشی رکھتے، پھر اس کے پانی کو پیتے تو انہیں شفاء حاصل ہو جاتی، اور وہ شیشی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۵۔۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا سَلَّامٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا شَعَرًا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَخْضُوبًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلام نے حدیث بیان کی از عثمان بن عبداللہ بن موہب، انہوں نے کہا: میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے ہماری طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے چند بال نکالے جو رنگے ہوئے تھے (یعنی ان پر خضاب کیا ہوا تھا)۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۷، ۵۸۹۸، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مسند احمد: ۲۵۹۵۹)

۵۸۹۸۔ وَ قَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا نُصَيْرُ بْنُ أَبِي الْأَشْعَثِ عَنِ ابْنِ مَوْهَبٍ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَرَتْهُ شَعَرَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَحْمَرَ۔

اور ہم سے ابو نعیم نے کہا کہ ہمیں نُصیر بن ابی الاشعث نے حدیث بیان کی از ابن موہب، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ بال دکھائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۷، ۵۸۹۸، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مسند احمد: ۲۵۹۵۹)

صحیح البخاری: ۵۸۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ عثمان بن عبداللہ کی حدیث کی دوسری سندیں ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''مخضوبا'' یہ شعر یعنی بال کی صفت ہے اور یونس کی روایت میں ہے کہ وہ بال مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے، (کتم ایک بوٹی ہے جس سے سیاہ رنگ نکلتا ہے، یعنی سیاہ اور سرخ رنگ کے آمیزہ سے بال رنگے ہوئے تھے)۔
اس حدیث میں مذکور ہے''ارتہ'' یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ بال عثمان بن عبداللہ بن موہب کو دکھائے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۶۔۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۔ بَابُ: الْخِضَابِ — خضاب یعنی بالوں کو رنگنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ سر اور ڈاڑھی کے سفید بالوں کو خضاب یعنی رنگنے کے ساتھ متغیر کرنا جائز ہے۔
الجوہری نے کہا ہے: خضاب وہ چیز ہے جس سے رنگا جائے اور کہا جاتا ہے''اختضبت بالحناء ونحوہ'' میں نے مہندی وغیرہ سے بالوں کو رنگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۹۹۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُونَ فَخَالِفُوهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ وسلیمان بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے، سو تم ان کی مخالفت کرو۔

(صحیح البخاری: ۳۴۶۲، ۵۸۹۹، صحیح مسلم: ۲۱۰۳، سنن نسائی: ۵۲۴۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۰۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۱، مسند احمد: ۷۲۳۲)

صحیح البخاری: ۵۸۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے خضاب اور اس حدیث میں مذکور ہے''یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرو، کیونکہ وہ بالوں میں خضاب نہیں لگاتے''۔ تو ان کی مخالفت اس طرح ہوگی کہ تم بالوں میں خضاب لگاؤ۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمیدی، اور یہ عبداللہ بن زبیر العیسیٰ ہیں جو حُمید کی طرف منسوب ہیں اور وہ ان کے اجداد میں سے ایک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزہری، وہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فخالفوھم" یعنی تم بالوں میں خضاب لگا کر ان کی مخالفت کرو۔

اس جگہ یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ کتاب کی موافقت کرتے تھے جب تک اس کے خلاف آپ کے اوپر کوئی چیز نازل نہ ہو، اس لیے کہا گیا ہے کہ ہم سے پہلی شریعت بھی ہم پر لازم ہے جب تک اللہ تعالیٰ اس کا انکار کے ساتھ ذکر نہ کرے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ ابتداءِ اسلام میں ہوتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہود کی دلجوئی کرتے تھے اور بت پرستوں کی مخالفت کرتے تھے، پس جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے مستغنی کر دیا اور اسلام کو تمام دینوں پر غالب کر دیا تو پھر آپ یہود اور نصاریٰ کی مخالفت کو پسند کرتے تھے۔

خضاب لگانے کی صفت کا بیان

امام ابن ابی عاصم نے کہا ہے: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے کہ یہود کی مخالفت کرو، یعنی بالوں میں خضاب لگاؤ اور خضاب کا کوئی طریقہ نہیں بیان کیا، تو اس میں رخصت ہے کہ سفید بالوں کو متغیر کیا جائے خواہ کسی رنگ کے ساتھ متغیر کیا جائے۔

اور عبداللہ بن بریدہ نے از ابی الاسود الدؤلی نے از حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز سے تم سفید بالوں کو متغیر کرو اس میں بہترین مہندی اور الکتم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ سب سے افضل ہے۔

ضحاک بن حمزہ از غیلان بن جامع و ایاد بن لقیط از حضرت ابی رمثہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے بال مہندی اور الکتم سے رنگے ہوئے تھے۔

اور امام احمد نے سندِ حسن کے ساتھ از حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے چند بوڑھے لوگوں کے ساتھ گزرے جن کی ڈاڑھیاں سفید تھیں تو آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! اپنے بالوں کو سرخ رنگ میں رنگو یا زرد رنگ میں رنگو اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرو۔

اور ابن ابی عاصم نے از ہشام از والد خود از حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفید بالوں کو متغیر کرو اور یہود کی مشابہت نہ اختیار کرو۔ اور امام اوزاعی نے اس حدیث کی روایت کی ہے کہ خضاب لگاؤ، کیونکہ یہود اور نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے۔

بالوں کو رنگنے اور نہ رنگنے کی احادیث میں تطبیق اور خضاب کے حکم کی تحقیق

سفید بالوں کو متغیر کرنے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔ پس شعبہ نے از الرکین بن الربیع روایت کی ہے کہ میں نے القاسم بن محمد سے سنا وہ از عبدالرحمٰن بن حرملہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید بالوں کے متغیر کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

اور امام طبرانی نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے بال اسلام میں سفید ہو گئے وہ سفید بال اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوں گے، سوا اس کے کہ وہ ان بالوں کو نوچ لے یا ان کو رنگ لے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند کاموں کو مکروہ قرار دیتے تھے اور ان کاموں میں سے سفید بالوں کے متغیر کرنے کو ذکر کیا۔

اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے سفید بالوں کو متغیر کیا ہے، پس قیس بن ابی حازم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہماری طرف آتے اور آپ کی ڈاڑھی پر مہندی اور الکتم کا خضاب لگا ہوا ہوتا تھا۔

اور امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہندی اور الکتم سے خضاب لگایا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف مہندی کے ساتھ بالوں کو رنگا، اور شعبی اور ابن ملیکہ بھی خالص مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔

اور جو اپنے بالوں کو زرد رنگ کے ساتھ رنگتے تھے، ان میں حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت المغیرہ، حضرت جریر البجلی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور تابعین میں عطاء، ابووائل، حسن بصری، طاؤس، سعید بن المسیب رحمہم اللہ ہیں۔

اور المہیب الطبری نے کہا: ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو آثار سفید بالوں کو رنگنے کے متعلق ہیں اور جو سفید بالوں کو رنگنے سے ممانعت کے آثار ہیں، یہ دونوں آثار صحیح ہیں، لیکن ان میں سے بعض عام ہیں اور بعض خاص ہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو اور سفید بالوں کو متغیر کرو، اس سے مراد خصوص ہے، یعنی ایسے سفید بالوں کو رنگو جو حضرت ابوقحافہ کے سفید بالوں کی مثل ہیں۔ اور جس کے کالے اور سفید بال ملے ہوئے ہوں تو یہ وہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ وہ اپنے بالوں کو متغیر نہ کرے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جس کے بال اسلام میں سفید ہو گئے تو وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوں گے۔ الحدیث

اور اس لیے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو متضاد قول ہوں اور ان میں نسخ نہ ہو، پس ان کو جمع کرنا متعین ہو گیا۔ پس جن صحابہ نے اپنے سفید بالوں کو متغیر کیا وہ اس پر محمول ہے کہ ان کے سارے بال سفید تھے اور جنہوں نے اپنے بالوں کو متغیر نہیں کیا وہ اس پر محمول ہے کہ ان کے بال کالے اور سفید ملے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں سفید بالوں کو متغیر کرنے کا حکم مستحب ہے، فرض نہیں ہے۔ اور آپ نے جو سفید بالوں کو متغیر کرنے سے منع فرمایا ہے، یہ ممانعت بھی تنزیہ کے لیے ہے تحریم کے لیے نہیں ہے اور اس پر امت کے متقدمین اور متاخرین علماء کا اجماع ہے۔

اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ سفید بالوں کو متغیر کرنے کی ممانعت منسوخ ہو گئی ہے اس باب کی حدیث سے جس میں آپ

Marfat.com

نے فرمایا کہ سفید بالوں کو متغیر کرو اور یہود کی مخالفت کرو۔

علامہ ابن العربی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید بالوں کو نوچنے سے منع فرمایا ہے رنگنے سے منع نہیں فرمایا، کیونکہ سفید بالوں کو نوچنے میں خلقت کی اصل سے تغییر ہے بہ خلاف خضاب کے، کیونکہ خضاب خلقت کو متغیر نہیں کرتا۔

اور امام احمد سے منقول ہے کہ خضاب لگانا واجب ہے اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ خضاب لگانا واجب ہے خواہ ایک بال ہی خضاب لگائے، اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص خضاب لگانے کو ترک کر دے اور اہل کتاب کی مشابہت اختیار کرے۔

خضاب کے رنگ کا بیان، سرخ اور زرد خضاب کا جواز اور سیاہ خضاب کی ممانعت اور بعض صحابہ سے سیاہ خضاب لگانے کا ثبوت

اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس رنگ کے ساتھ سفید بالوں کو رنگا جائے، پس جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ سرخ اور زرد رنگ کے ساتھ سفید بالوں کو رنگا جائے نہ کہ سیاہ رنگ کے ساتھ، کیونکہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگنے کے متعلق احادیث میں وعید ہے۔

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگے گی اور یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔

اور مثنیٰ بن الصباح نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگا اللہ عزوجل اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔

امام طبرانی نے از جنادہ از حضرت ابوالدرداء روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سفید بالوں کو سیاہ رنگ کے ساتھ رنگا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفید بالوں کو متغیر کرو اور سیاہ رنگ کے ساتھ متغیر نہ کرو۔

ابن ابی العاصم نے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کی ہے کہ بے شک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے، اور اسی طرح ابن شہاب نے روایت کی ہے۔

اور اسماعیل بن ابی عبداللہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے: اس سے بیوی کو سکون ملتا ہے اور دشمن اس سے مرعوب ہوتا ہے۔

اور ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو متغیر کرتے تھے۔

اور عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔

اور فقہاء تابعین میں سے علی بن عبداللہ بن عباس، عروہ بن الزبیر، ابن سیرین اور ابو بردہ بھی سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔

اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگنے کے متعلق کوئی ممانعت نہیں سنی اور سیاہ رنگ کے علاوہ دوسرے رنگ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہیں۔

اور امام احمد سے اس میں دو روایتیں ہیں، اور فقہاء شافعیہ سے بھی دو روایتیں ہیں اور مشہور یہ ہے کہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگنا مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حرام ہے۔

اور الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ جس نے سب سے پہلے سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگا وہ عبدالمطلب بن ہاشم تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تو عرب میں سے سے پہلے تھے لیکن دنیا میں جس نے سب سے پہلے سیاہ رنگ کے ساتھ ڈاڑھی کو رنگا، وہ فرعون تھا اور اس کی ایک حکایت ہے جس کو ہم نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۷۔۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

سیاہ رنگ کے خضاب لگانے کے متعلق مصنف کا موقف

میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ بعض صحابہ سے سیاہ رنگ کا خضاب لگانا منقول ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ سیاہ خضاب سے بالوں کو نہ رنگا جائے کیونکہ سیاہ رنگ کا خضاب لگانے کے متعلق حدیث میں سخت وعید ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۸۔ بَابُ: الْجَعْدِ — گھونگھریالے بالوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''الجعد'' کا بیان ہے، یہ بال کی صفت ہے اور یہ گھونگھریالے بال ہیں جو سیدھے بالوں کے خلاف ہوتے ہیں۔ اور اس باب کو کتاب اللباس میں داخل کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ یہ باب اس سے پہلے باب کا تابع ہے اور اُس باب کو داخل کرنے کی وجہ زینت تھی اور لباس بھی زینت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ وَلَيْسَ بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ وَلَيْسَ بِالْآدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن عبد الرحمن از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے ان سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت لمبے نہیں تھے اور نہ آپ کوتاہ قد تھے، اور نہ آپ بالکل سفید گورے رنگ کے تھے اور نہ گندمی رنگ کے تھے، آپ کے بال گھونگھریالے الجھے ہوئے نہیں تھے اور نہ بالکل سیدھے لٹکے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا، پس آپ دس سال مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ

(صحیح البخاری: ۳۵۴۷، صحیح مسلم: ۶۰۸۹، مسند احمد: ۱۳۵۱۹)

میں رہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساٹھ سال کی عمر میں وفات دے دی اور آپ کے سر اور آپ کی ڈاڑھی میں بیس بال (بھی) سفید نہیں تھے۔

صحیح البخاری: ۵۹۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "البائن" یعنی بہت لمبا قد حد سے بڑھا ہوا۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے "الامهق" یعنی بہت زیادہ سفید رنگ جیسے چونے کا رنگ ہوتا ہے۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے "القطط" یعنی شدید گھونگھریالے بال۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے "السبط" یعنی سیدھے بال جو لٹکے ہوئے معلوم ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مکہ میں رہے اور ساٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی، حالانکہ آپ تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے اور تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی اور دوسری احادیث میں اسی طرح ہے، سو اس حدیث میں کسر کو حذف کر دیا ہے اور پوری پوری دہائی کو ذکر کیا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۹۰۱۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِي عَنْ مَالِكٍ إِنَّ جُمَّتَهُ لَتَضْرِبُ قَرِيبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ مَا حَدَّثَ بِهِ قَطُّ إِلَّا ضَحِكَ قَالَ شُعْبَةُ شَعَرُهُ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے: میں نے کسی کو سرخ حلہ پہنے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، (امام بخاری نے بیان کیا) میرے بعض اصحاب نے کہا از امام مالک کہ آپ کے سر کے بال آپ کے دونوں کندھوں کے قریب ہوتے تھے، ابو اسحاق نے کہا: میں نے ان کو یہ متعدد مرتبہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، جب بھی وہ اس کو بیان کرتے تو ہنستے تھے۔
ابو اسحاق کی متابعت شعبہ نے کی ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کے سر کے بال کانوں کی لو تک تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳۷، سنن ترمذی: ۱۷۲۴، سنن نسائی: ۵۰۶۰، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۳، مسند احمد: ۱۸۰۸۶)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۹۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے گھونگھریالے بال، اور اس حدیث میں مذکور ہے "کہ آپ کے سر کے بال آپ کے دونوں کندھوں کے قریب ہوتے تھے" اور اس جملہ میں بال کا ذکر ہے اور بال گھونگھریالے بالوں کو اور سیدھے بالوں دونوں کو شامل ہے، سو اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسرائیل، اور یہ ابن یونس بن ابی اسحاق سبیعی ہیں جو اپنے دادا ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قال بعض اصحابی" یعنی امام بخاری نے کہا کہ میرے بعض اصحاب نے کہا۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ مجہول سے روایت ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ یعقوب بن سفیان ہیں، کیونکہ انہوں نے ان کو اسی طرح از مالک بن اسماعیل اسی سند سے روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے "از مالک"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وان جُمّته" (جیم پر پیش اور میم پر تشدید)، یہ سر کے بالوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں جب کہ وہ کندھوں کے قریب تک لٹکے ہوئے ہوں، اور اس کے بعد کہا کہ شعبہ نے بتایا کہ آپ کے بال کانوں کی لو تک تھے اور یہ دونوں بال متقارب ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بال آپ کے کانوں اور کندھوں کے درمیان تک تھے۔ اور ان بالوں میں اس وقت کمی ہو جاتی تھی جب آپ حج یا عمرہ کے موقع پر سر کے بالوں کو منڈواتے۔ ابن فارس نے کہا ہے: جو بال کانوں کی لو سے متجاوز ہوں ان کو "لِمّة" کہتے ہیں اور جو کندھوں تک پہنچ جائیں ان کو "جمّة" کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۰۔۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ أُرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا آدَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَوْ عَلَى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات مجھے کعبہ کے پاس دکھایا گیا، پس میں نے ایک گندمی رنگ کا مرد دیکھا جو بہت زیادہ حسین تھا جن کو تم نے گندمی رنگ میں دیکھا ہو، ان کے سر کے بال کانوں کی لو سے متجاوز تھے اور بہت حسین تھے جتنا کوئی حسین تم

فَقِيلَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَإِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ أَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ۔

(صحیح البخاری: ۳۴۳۹، ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۵۹۰۲، ۶۹۹۹، ۷۰۲۶، ۷۱۲۸)

نے دیکھا ہو، انہوں نے ان بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، وہ دو مردوں پر ٹیک لگائے ہوئے تھے یا فرمایا دو مردوں کے کندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے سوال کیا یہ کون ہیں؟ پس بتایا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں، اور اسی وقت میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ جس کے سخت گھونگھریالے بال تھے اور اس کی دو آنکھوں میں سے سیدھی آنکھ کانی تھی، گویا کہ وہ ابھرا ہوا انگور ہے، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ بتایا گیا یہ المسیح الدجال ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے گھونگھریالے بال، اور اس حدیث میں مذکور ہے ''کہ اچانک میں نے ایک مرد کو دیکھا جس کے سخت گھونگھریالے بال تھے'' اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''آدم''۔ یہ لفظ الادمہ سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: سخت گندمی رنگ، اور دوسرا قول ہے: یہ ''ادمت الارض'' سے ماخوذ ہے اور یہ زمین کا رنگ ہے، اور چونکہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، اس لیے آپ کا نام آدم رکھا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لہ لمۃ'' یعنی ان کے ایسے بال تھے جو کندھوں تک لٹکے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قد رجلھا'' یہ لفظ ترجیل سے بنا ہے، اس کا معنی ہے: سر کے بالوں میں کنگھی کرنا۔

مسیح کا معنی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''المسیح ابن مریم'' کہا گیا ہے کہ ''المسیح'' یہ لفظ عربی میں بنایا گیا ہے، اصل میں یہ لفظ مسیخ تھا اور اس کو عربی میں بنایا گیا ہے، اور عبرانی زبان میں اس کا معنی ہے: مبارک۔ اور جن لوگوں نے کہا: یہ عربی لفظ ہے اور مسح سے مشتق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریض کے اوپر اپنا ہاتھ پھیرتے مثلاً جو پیدائشی اندھا ہوتا یا پیدائشی ابرص ہوتا تو وہ تندرست ہو جاتا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مسیح کا لفظ ممسوح کے معنی میں ہے، وہ اپنی ماں کے پیٹ سے جب نکلے تو ان کے جسم پر تیل ملا ہوا تھا۔ اور ہم نے اپنی کتاب تاریخ کبیر میں اس کی اور بہت وجوہات بیان کی ہیں، اسی طرح دجال کو مسیح کہنے کی بھی بہت وجوہ بیان کی ہیں۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں: دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آنکھ ممسوح تھی یعنی رگڑی ہوئی تھی۔ (سعیدی غفرلہ)

دجال مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کو مکہ میں کیسے دیکھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے "طافیۃ" یعنی اس کی ایک آنکھ میں روشنی نہیں تھی اور وہ آنکھ ابھری ہوئی اور بلند تھی۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ دجال مکہ میں داخل نہیں ہوگا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کو کیسے دیکھا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ وہ مکہ میں بہ طور غلبہ کے داخل نہیں ہوگا اور اپنی طاقت دکھاتا ہوا داخل نہیں ہوگا، یا اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو دکھایا گیا تھا اس کے بعد وہ داخل نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ نے دجال کو مکہ میں دیکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۱۔ ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حِبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَضْرِبُ شَعَرُهُ مَنْكِبَيْهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۴، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن نسائی: ۵۲۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۵۸۶)

۵۹۰۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ كَانَ يَضْرِبُ شَعَرُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَنْكِبَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر کے بالوں کو کندھوں تک پہنچاتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۳، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن نسائی: ۵۲۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۵۸۶)

صحیح البخاری: ۵۹۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے گھونگھریالے بال، اور اس حدیث میں بالوں کا ذکر ہے، اور گھونگریالے بال ہونا بھی بالوں کی صفت ہے، سو اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، الغسانی نے کہا کہ شاید کہ وہ ابن منصور ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ راہویہ ہیں۔ اور ابن

حدیث کی سند میں حبان کا ذکر ہے، وہ ابن ہلال ہیں۔ اور ہمام کا ذکر ہے، وہ ابن یحییٰ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

امام بخاری کے بعض اصحاب نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کے بالوں کو کندھوں کے قریب تک پہنچاتے تھے اور شعبہ نے کہا: کانوں کی لَو تک پہنچاتے تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اپنے سر کے بالوں کو کندھوں تک پہنچاتے تھے، تو ان تین اقوال میں کیسے تطبیق ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سر کے بالوں کی یہ مقدار اوقات اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتی تھی، یہ علامہ کرمانی کا جواب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کی وضاحت یہ ہے کہ یہ مقداریں ایک وقت میں نہیں ہوتی تھیں بلکہ مختلف اوقات میں ہوتی تھیں، یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو نہ سنوارتے تو بال کندھوں تک پہنچ جاتے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو سنوارتے تو کانوں کی لَو تک ہوتے یا کندھوں کے قریب تک ہوتے، تو ہر شخص نے آپ کے بالوں کی مقدار وہی بیان کی جو اس نے دیکھا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۵۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنْ شَعَرِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ كَانَ شَعَرُ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَجِلًا لَيْسَ بِالسَّبِطِ وَلَا الْجَعْدِ بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال گھونگھریالے اور سیدھے بالوں کے درمیانی تھے، نہ بالکل سیدھے تھے لٹکے ہوئے اور نہ گھونگھریالے تھے اور آپ کے بال آپ کے کانوں اور کندھوں تک تھے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۶، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۱۷۵۴، سنن نسائی: ۵۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۹۷۴)

صحیح البخاری: ۵۹۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ''رَجِل'' (راء پر زبر اور جیم کے نیچے زیر) تھے اور یہ ایسے بال ہیں جو گھونگھریالے بال اور سیدھے بالوں کے درمیان ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے

Marfat.com

أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَكَانَ شَعَرُ النَّبِيِّ ﷺ رَجِلًا لَا جَعْدَ وَلَا سَبِطًا۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ کے دونوں ہاتھ بھرے ہوئے تھے، میں نے آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھی اور نبی ﷺ کے بال درمیانی تھے نہ گھونگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے لٹکے ہوئے تھے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۶، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۱۷۵۴، سنن نسائی: ۵۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۸۵۷)

صحیح البخاری: ۵۹۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ضخم الیدین" یعنی آپ کے دونوں ہاتھ بھرے بھرے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ ﷺ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ حَسَنَ الْوَجْهِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ وَلَا قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَكَانَ بَسِطَ الْكَفَّيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر بھرے بھرے تھے، آپ کا چہرہ حسین تھا، میں نے آپ کے بعد اور آپ سے پہلے آپ کی مثل نہیں دیکھی اور آپ کے دونوں ہاتھ کشادہ تھے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۶، ۵۹۰۸، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۱۷۵۴، سنن نسائی: ۵۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۸۵۷)

صحیح البخاری: ۵۹۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو النعمان، یہ محمد بن الفضل السدوسی ہیں، ان کو عارم بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بسط الکفین" یعنی آپ کے دونوں ہاتھ خلقتاً وصورتاً کشادہ تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عطاء کرنے میں آپ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے تھے اور پہلا معنی مقام کے زیادہ مناسب ہے۔ ایک روایت میں "بسیط الیدین"

ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۰۸، ۵۹۰۹۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَانِئٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَوْ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْقَدَمَيْنِ حَسَنَ الْوَجْهِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ھانی، نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یا از ایک مرد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پیر بھرے بھرے تھے اور آپ کا چہرہ حسین تھا، میں نے آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھی۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۶، ۵۹۰۸، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۱۷۵۴، سنن نسائی: ۵۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۸۵۷)

۵۹۱۰۔ وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ شَثْنَ الْقَدَمَيْنِ وَالْكَفَّيْنِ۔

اور ہشام نے کہا از معمر از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم اور دونوں ہتھیلیاں بھری بھری تھیں، گداز تھیں۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۶، ۵۹۰۸، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۱۷۵۴، سنن نسائی: ۵۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۸۵۷)

۵۹۱۱، ۵۹۱۲۔ وَقَالَ أَبُو هِلَالٍ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَوْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ شَبَهًا لَهُ۔

اور ابو ہلال نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ یا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز اور بھرے بھرے تھے، میں نے آپ کے بعد آپ کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔

(صحیح بخاری: ۵۹۰۶، ۵۹۰۸، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۱۷۵۴، سنن نسائی: ۵۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۴، مسند احمد: ۱۱۸۵۷)

صحیح البخاری: ۵۹۱۱، ۵۹۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جو حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے درمیان متردد ہے، جس کو امام بخاری نے معاذ بن ہانی سے روایت کیا ہے، یہ الیشکری ہیں اور ان کی وفات ۲۰۹ھ میں ہو گئی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "او عن رجل"۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس تردید کی وجہ سے یہ روایت مجہول سی ہو گئی ہے، پھر

Marfat.com

علامہ کرمانی نے کہا کہ لفظِ ابو ہریرہ فقط رجل کے ساتھ متعلق ہے یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی متعلق ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ لفظ ابو ہریرہ صرف رجل کے ساتھ متعلق ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے اور وہ آپ کے ساتھ ہمیشہ رہتے تھے اور وہ آپ کی صفات کو دوسروں سے زیادہ جاننے والے تھے، سو یہ بعید ہے کہ وہ آپ کی صفت کو کسی اور صحابی مرد سے روایت کریں جوان سے کم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہو۔

ابو مسعود اور الحمیدی نے کہا ہے: اس سند میں تردد معاذ بن ہانی کے درمیان ہے، آیا ان کو ہمام نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے یا از قتادہ از ایک مرد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہر حال میں اس حدیث میں دو چیزیں ہیں، اول یہ کہ سند میں تردد ہے اور ثانی یہ ہے کہ اس میں مجہول سے روایت ہے۔

صحیح بخاری: ۵۹۱۰ میں مذکور ہے "شثن الکفین" اس کا معنی ہے: غلیظ الکفین، یعنی دونوں ہاتھ کھلے ہوئے تھے اور دوسرا معنی ہے: غلیظ الاصابع والراح" یعنی انگلیاں اور ہتھیلی کا درمیانی حصہ بھاری تھا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی گوشت سے پُر تھی لیکن وہ بھری بھری ہونے کے باوجود نرم اور ملائم تھی جیسا کہ حدیث میں ہے "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ کسی ریشم کو نرم اور ملائم نہیں چھوا"۔

صحیح البخاری: ۵۹۱۲ کی سند میں ہے "قال ابو هلال": ان کا نام محمد بن سلیم ہے، اور اس تعلیق کو امام بیہقی نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے از موسیٰ بن اسماعیل التبوزکی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو ہلال نے یہ حدیث بیان کی۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ محمد بن سلیم تو اپنے حفظ کے اعتبار سے ضعیف ہیں اور اس سند میں قتادہ از انس یا از ایک مرد تردید ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں اور قدموں کے بارے میں کئی روایات ہیں اور ان کا اس باب کے عنوان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ان روایات میں سے ایک روایت جریر بن حازم کی ہے اور وہ حدیث صحیح ہے، کیونکہ اس کی سند میں قتادہ نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، اور امام بخاری نے اس طریقہ سے بیان کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس میں قتادہ کا اختلاف ہے اور اس اختلاف کی اس حدیث کی صحت میں کوئی تاثیر نہیں ہے، اور ابو ہلال بصری بہت زیادہ صادق ہے، اور ہتھیلیوں اور قدمین کی صفت میں جو روایات ہیں ان کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ وہ حدیث واحد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ قَالَ ذَاكَ وَلَكِنَّهُ قَالَ أَمَّا إِبْرَاهِيمُ فَانْظُرُوا إِلَى صَاحِبِكُمْ وَأَمَّا مُوسَى فَرَجُلٌ آدَمُ جَعْدٌ عَلَى جَمَلٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از مجاہد، انہوں نے کہا: ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے تو لوگوں نے دجال کا ذکر کیا، تو کسی نے کہا: اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

أَحْمَرَ مَخْطُومٍ بِخُلْبَةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذْ انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي۔

(صحیح بخاری: ۱۵۵۵، ۳۳۵۵، ۵۹۱۳، صحیح مسلم: ۱۶۶، مسند احمد: ۲۲۹۷)

سے یہ نہیں سنا، لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ رہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو تم اپنے پیغمبر کو دیکھو اور رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام، تو وہ گندمی رنگ کے مرد ہیں، ان کے بال گھونگھریالے ہیں، گویا کہ میں اس وقت بھی انہیں دیکھ رہا ہوں، وہ ایک سرخ اونٹ پر سوار ہیں اور ان کے اونٹ کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے۔ جب وہ اس وادی سے لبیک کہتے ہوئے اتر رہے ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۹۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "گھونگھریالے بال" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بال گھونگھریالے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی عدی، ان کا نام ابراہیم بصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عون، وہ عبداللہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو دیکھا، اس کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں، اہل علم نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں:

(۱) آپ کا یہ ارشاد اپنی حقیقت پر محمول ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنے رب کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے، پس اس لحاظ سے ان کے حج کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم، الرقم المسلسل: ۶۰۴۲)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں عبادت کی محبت ڈالی گئی ہے، سو ان کے نفسوں میں جو عبادت کے محرکات ہیں، اس کے موافق وہ عبادت کرتے ہیں جیسا کہ اہل جنت کو ذکر کا الہام کیا جائے گا، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آخرت کا عمل ذکر اور دعا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ۔ (یونس: ۱۰) اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: پاک ہے تو اے اللہ!

لیکن اس توجیہ کا تتمہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحوں کی طرف دیکھا جاتا ہے، پس شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کی روح اس طرح جسم مثالی میں دکھائی گئی جس طرح ان کو شب معراج دکھایا گیا تھا۔ رہے ان کے اجسام جو قبروں میں ہیں تو ابن المنیر وغیرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کے لیے ایک مثال بنا دیتا ہے تو ان کی روح بیداری میں اسی طرح دکھائی دیتی ہے، جس طرح

خواب میں دکھائی دیتی ہے۔

(۲) گویا انبیاء علیہم السلام کے جو احوال دنیا کی زندگی میں تھے کہ وہ کس طرح عبادت کرتے تھے اور کس طرح حج کرتے تھے اور کس طرح تلبیہ پڑھتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وہ احوال متمثل کر دیئے گئے تھے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

(۳) گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعہ یہ خبر دی گئی اور چونکہ آپ کو اس خبر کی قطعیت پر یقین تھا، اس لیے آپ نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

(۴) گویا کہ آپ نے اس سے پہلے خواب میں یہ واقعہ دیکھا تھا، پس جب آپ نے حج کیا تو آپ کو یہ واقعہ یاد آ گیا، سو آپ نے اس کی خبر دی، اور انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور یہ جواب میرے نزدیک معتمد ہے، جیسا کہ احادیث الانبیاء کے باب میں اس کی تصریح آئے گی اور اس سے پہلے جو جوابات ذکر کیے ہیں وہ بھی بعید نہیں ہیں۔

علامہ طیبی، محدث دہلوی اور دیگر علماء اسلام کی یہ تصریح کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانہ میں ہر زمانہ کے احوال دیکھتے ہیں اور دیگر جوابات کا ذکر کرنا

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کیسے حج کرتے ہیں اور کیسے تلبیہ پڑھتے ہیں حالانکہ وہ وفات پا چکے ہیں اور دارِ آخرت دارِ عمل نہیں ہے، اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام شہداء کی مثل ہیں، بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، پس یہ بعید نہیں ہے کہ وہ حج کریں اور نماز پڑھیں اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں کیونکہ ہر چند کہ وہ وفات پا چکے ہیں لیکن وہ ابھی اس دنیا میں ہیں اور یہ دنیا دار العمل ہے، حتیٰ کہ دنیا کی مدت فنا ہو جائے اور اس کے بعد آخرت آ جائے جو کہ دار الجزاء ہے، پھر عمل منقطع ہو جائے گا۔

(۲) تلبیہ (''اللھم لبیك اللھم لبیك'' پڑھنا) دعا ہے اور یہ آخرت کے اعمال سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس:۱۰)

اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: پاک ہے تو اے اللہ! اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے کے لیے یہ دعا ہوگی: سلام علیکم، اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہوگا: ''الحمد للہ رب العٰلمین'' ۝

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو جو دیکھا تھا، سو یہ شب معراج کے علاوہ خواب میں دیکھا تھا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہوں...... انہوں نے اس حدیث کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

(۴) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام کے وہ احوال دکھائے گئے جو ان کی دنیاوی حیات میں تھے اور انبیاء علیہم السلام کو ان کی حیات کے حال میں متمثل کیا، خواہ وہ جو عمل کر رہے ہوں اور جس طرح ان کا حج اور ان کا تلبیہ تھا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انبیاء علیہم السلام کے احوال کی وحی کی گئی تھی اور آپ کو خبر دی گئی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں کیا کرتے ہیں، سو اس کے اعتبار سے آپ نے خبر دی۔ یہاں تک قاضی عیاض کا کلام تھا۔ (شرح الطیبی ج ۱۰ ص ۳۱۹۔ ۳۲۰، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اس پوری عبارت کو من وعن نقل کر دیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۹ ص ۷۰۵، المکتبۃ الحقانیہ، پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، یہ آپ کے علم الیقین سے کنایہ ہے یعنی میں ان کے احوال کا اس طرح علم رکھتا ہوں کہ جس طرح میں نے ان کو زندگی کے حال میں دیکھا ہے گویا کہ میں ان کو ان کی زندگی میں دیکھ رہا ہوں اور بعض علماء نے کہا کہ یہ سب خواب کا واقعہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو متمثل کر کے آپ پر منکشف کر دیا تھا، اور بعض اہل تحقیق نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی وقت میں ان کی زندگی کی حالت میں دیکھا اور یہ اس عالم میں تھا جس میں ماضی، حال اور مستقبل نہیں ہوتا، اور بندہ مسکین عبدالحق یہ کہتا ہے کہ تمام انبیاء حیاتِ حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں لیکن عام لوگوں کی نظر سے محجوب ہیں، پس انہوں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت میں بغیر ان کی نیند کے اور بغیر اپنی مثال کے بغیر کسی اشتباہ اور اشکال کے خود کو دکھایا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۸۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ، اس حدیث کی توجیہات میں لکھتے ہیں:

مخفی نہ رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج متعدد انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کیا تھا، پس ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح جسم میں متمثل ہو گئی ہو اور آپ نے ان کو بیداری میں دیکھا ہو، اور یہ تمثل اس وجہ سے ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حج کرتے ہوئے خواب میں دیکھا ہو، اور انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں حج کیا ہو اور ''اللھم لبیک'' پڑھا ہو اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کا زمانہ کا حج منکشف کر دیا گیا ہو۔ (تیسیر القاری ج ۲ ص ۶۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۱۹۔ بَابُ: التَّلْبِيدِ   بالوں کو چپکانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب تلبید کے بیان میں ہے اور تلبید یہ ہے کہ محرم اپنے سر میں تھوڑا سا گوند لگا لے تاکہ اس کے بال چپک جائیں اور ان بالوں میں جوئیں واقع نہ ہوں، دوسرا قول یہ ہے تاکہ اس کے بال احرام میں بکھرے ہوئے نہ ہوں، اور اس باب کو یہاں وارد

Marfat.com

کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اور اس سے پہلے والے ابواب بالوں کے احوال میں ہیں اور بالوں کو گوند سے چپکانا بھی بالوں کا ایک حال ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ مَنْ ضَفَّرَ فَلْيَحْلِقْ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالتَّلْبِيدِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُلَبِّدًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے: جس نے مینڈھیاں بنائیں وہ بال منڈوائے اور تلبید کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بال چپکائے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۵۴۰، ۱۵۴۹، ۵۹۱۴، ۵۹۱۵، صحیح مسلم: ۱۱۸۴، سنن نسائی: ۲۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۷)

صحیح البخاری: ۵۹۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے التلبید یعنی بالوں کو چپکا کر جمانا اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''تلبید کی مشابہت اختیار نہ کرو''۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، ان کا نام الحکم بن نافع ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''من ضفر'' یعنی جس نے اپنے بالوں کی چوڑائی میں مینڈھیاں بنائیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ جس نے اپنے سر کے بالوں میں حالتِ احرام میں گوند لگایا اس پر احرام سے حلال ہونے کے لیے سر کے بالوں کا منڈوانا متعین ہے اور سر کے بالوں کو کاٹنا اس کو کفایت نہیں کرے گا۔ پس جس نے اپنے سر کے بال کی مینڈھیاں بنائیں اس کو انہوں نے اس کے ساتھ تشبیہ دی جو اپنے سر کے بالوں کو گوند سے چپکاتا ہو، پس اس لیے انہوں نے حکم دیا کہ جس نے سر کے بالوں کی مینڈھیاں بنائیں وہ سر کے بالوں کو منڈوائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا تشبھوا'' یعنی تم مینڈھیاں نہ بناؤ جیسے لوگ بال چپکاتے ہیں، کیونکہ بالوں کو چپکانا غیر احرام میں مکروہ ہے اور احرام کے اندر مستحب ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "وکان ابن عمر الی آخرہ" اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ سمجھا کہ ان کے والد کی رائے یہ ہے کہ سر کے بالوں کے چپکانے کو ترک کرنا اولیٰ ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ سر کے بالوں کو چپکائے ہوئے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلبید سے یعنی بالوں کو چپکانے سے منع کرتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ میں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے بالوں کو گوند سے چپکا کر جمایا ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۵۔ حَدَّثَنِي حِبَّانُ بْنُ مُوسَى وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُهِلُّ مُلَبِّدًا يَقُولُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَا يَزِيدُ عَلَى هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ۔ (صحیح مسلم: ۱۱۸۴، مسند احمد: ۵۹۸۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی اور احمد بن محمد نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر کے بالوں کو گوند سے چپکائے ہوئے احرام باندھ رہے تھے اور آپ تلبیہ پڑھ رہے تھے: لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک، لا شریک لک" نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے اوپر اضافہ نہیں فرما رہے تھے۔

صحیح البخاری: ۵۹۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حبان بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں احمد بن محمد کا ذکر ہے، یہ ابن موسیٰ السمصار المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن مبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، یہ یونس بن یزید ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یھل ملبدا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھتے ہوئے بلند آواز سے تلبیہ پڑھ رہے تھے اور اس حال میں آپ نے اپنے بالوں کو گوند سے چپکایا ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۶۔ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رضى الله عنها

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث

زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ۔

بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں، وہ بیان کرتی ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! لوگوں کو کیا ہوا انہوں نے اپنے عمرہ کا احرام کھول دیا اور آپ نے اپنے عمرہ کا احرام نہیں کھولا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا کر جما لیا ہے اور اپنے قربانی کے جانور کے (گلے میں) ہار ڈال دیا ہے، پس میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا جب تک کہ اس کو نحر کرلوں۔

(صحیح البخاری:۱۵۶۶، ۱۶۹۷، ۱۷۲۵، ۴۳۹۸، ۵۹۱۶، صحیح مسلم:۱۲۲۹، سنن نسائی:۲۷۸۱، سنن ابوداؤد:۱۸۰۶، سنن ابن ماجہ:۳۰۴۶، مسند احمد:۲۵۸۹۳، موطا امام مالک:۸۹۷)

صحیح البخاری:۵۹۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے بالوں کو چپکانا اور اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا کر جما لیا ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن ابی اویس ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۰۔ بَابُ: الْفَرْقِ — سر کے بالوں کے درمیان میں مانگ نکالنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب فرق کے بیان میں ہے، اس سے مراد ہے: سر کے بالوں کا درمیان میں فرق کرنا یعنی سر کے بالوں کو درمیان سے دو حصوں میں تقسیم کر دینا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عبداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان

Marfat.com

وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ أَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُءُوسَهُمْ فَسَدَلَ النَّبِيُّ ﷺ نَاصِيَتَهُ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ۔

کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جن چیزوں میں آپ کو حکم نہ دیا گیا ہو، ان میں آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے، اور اہل کتاب اپنے بالوں کو سیدھا رکھتے تھے اور مشرکین درمیان سے مانگ نکالتے تھے، لہٰذا رسول اللہ ﷺ بھی اپنے سر کے بال پیشانی سے پیچھے کی طرف چھوڑ دیتے تھے پھر بعد میں آپ مانگ نکالنے لگے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۸، ۳۹۴۴، ۵۹۱۷، صحیح مسلم: ۲۳۳۶، سنن نسائی: ۵۲۳۸، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۸، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۲، مسند احمد: ۲۶۰۰)

صحیح البخاری: ۵۹۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، وہ احمد بن عبداللہ بن یونس الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن سعد، یہ ابن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن شہاب کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور عبید اللہ بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن عتبہ بن مسعود ہیں جو فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فیما لم یؤمر فیہ" یعنی جس کی آپ کی طرف وحی نہ کی گئی ہو۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جس مسئلہ میں آپ کی طرف وحی نہ کی گئی ہو تو آپ اس مسئلہ میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ابھی یہ حدیث گزری ہے کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب آپ کو مخالفت کا حکم دیا گیا ہو، اس وقت مخالفت کرو۔

ایک سوال یہ کیا گیا ہے کہ پہلے آپ نے بالوں کو پیچھے چھوڑا اور پھر بعد میں مانگ نکالی اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہود بالوں کو پیچھے چھوڑتے تھے، اس لیے آپ نے ان کی موافقت میں پہلے بالوں کو پیچھے چھوڑا اور بعد میں ان کی مخالفت کی اور مانگ نکالی۔

بالوں کو پیچھے چھوڑنے اور درمیان سے مانگ نکالنے میں کیا راجح ہے؟

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہود شریعت کی اتباع کرتے تھے، اس لیے آپ نے ان کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے پہلے بالوں کو پیچھے چھوڑا، پھر جب آپ کو مانگ نکالنے کا حکم دیا تو پھر آپ نے مانگ نکالی۔

بعض شارحین نے یہ کہا ہے: سدل یعنی بالوں کو پیچھے چھوڑنے کا حکم منسوخ ہو گیا تھا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ صحابہ بعد میں بعض تو مانگ نکالتے تھے اور بعض بالوں کو پیچھے چھوڑتے تھے اور کوئی دوسرے کے اوپر عیب نہیں نکالتا تھا۔ اور صحیح یہ ہے کہ نبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لمۃ تھے یعنی کندھوں تک لٹکے ہوئے تھے۔ اگر وہ بال خود متفرق ہو جاتے اور ان میں مانگ نکل آتی تو آپ مانگ نکالتے ورنہ اپنے حال پر چھوڑ دیتے، اور صحیح یہ ہے کہ مانگ نکالنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ اور علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ بالوں کو پیچھے چھوڑنا اور مانگ نکالنا دونوں جائز ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۶۔۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ مُحْرِمٌ قَالَ عَبْدُ اللهِ فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے اور عبداللہ بن رجاء نے، ان دونوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی شعبہ نے از الحکم از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: گویا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک کو دیکھ رہی تھی اور آپ محرم تھے۔

عبداللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں۔

(صحیح بخاری: ۲۷۱، ۱۵۳۸، ۵۹۱۸، ۵۹۲۳، صحیح مسلم: ۱۱۹۰، سنن نسائی: ۲۶۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۶، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۷، مسند احمد: ۲۴۴۴۵)

صحیح البخاری: ۵۹۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، ان کا نام عبدالملک بن ہشام الطیالسی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحکم، یہ ابن عتیبہ ہیں، یہ ''عتبۃ الدار'' کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، وہ النخعی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''وبیص الطیب'' اس کا معنی ہے: اس کی چمک اور اس کی شعاع۔ اور اس خوشبو کا استعمال احرام باندھنے سے پہلے تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی مفارق'' یہ مفرق کی جمع ہے اور مفرق کا معنی ہے: مانگ۔ گویا مانگ کا ہر جز مفرق ہے، اس اعتبار سے اس کی جمع لائی گئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال عبداللہ'' وہ ابن رجاء ہیں جن کا سند میں ذکر کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے کتاب الطہارۃ میں اس کے موافق ایک باب قائم کیا ہے کہ ''جس نے خوشبو لگائی پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر اس کے بالوں میں باقی رہا''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۷۱۔ بَابُ: الذَّوَائِب — مینڈھیوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب الذوائب کے ذکر میں ہے اور وہ ذؤابہ کی جمع ہے۔ سر کے بال جو لٹکے ہوئے ہوتے ہیں، ان کو "ذؤابہ" کہتے ہیں یعنی مینڈھی۔ اور اس کو کتاب اللباس میں داخل کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ مینڈھی بھی بالوں کا مجموعہ ہوتی ہے اور اس میں اور کتاب اللباس کے درمیان ایک قسم کی مناسبت ہے اور وہ ہے دونوں کا زینت میں مشترک ہونا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۱۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ عَنْبَسَةَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ خَالَتِي وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا قَالَ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ قَالَ فَأَخَذَ بِذُؤَابَتِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ بِهَذَا وَقَالَ بِذُؤَابَتِي أَوْ بِرَأْسِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن عنبسہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہُشیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے خبر دی ح اور ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہُشیم نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے ہاں گزاری اور رسول اللہ ﷺ بھی اس رات میں ان کے پاس تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تو میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: پس آپ نے میری مینڈھی کو پکڑا اور مجھے اپنی دائیں جانب کر دیا۔
ہمیں عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہُشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے خبر دی یہی حدیث اور کہا: مجھے مینڈھی سے پکڑا یا میرے سر سے پکڑا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶، ۷۲۸، ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۷۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۳۵۷، مسند احمد: ۳۱۵۹، سنن دارمی: ۱۲۵۵)

صحیح البخاری: ۵۹۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن مدینی کے نام سے معروف ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الفضل بن عنبسہ، یہ ابوالحسن الخضار الواسطی ہیں اور امام بخاری ان سے روایۃً متفرد ہیں، یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے، ان پر جرح کی گئی ہے لیکن وہ ان کی روایت میں قدح پیدا نہیں کرتی۔

اس حدیث کی امام بخاری نے دو سندوں سے روایت کی ہے، ایک سند علی بن عبداللہ سے شروع ہوتی ہے اور دوسری سند از قتیبہ بن سعید از ہشیم سے شروع ہوتی ہے۔ اور یہ حدیث کتاب العلم میں اس باب میں گزر چکی ہے''باب السمر بالعلم'' اور کتاب الصلوٰۃ میں بھی''باب مایقوم عن یمین الامام بحذائہ'' اور''باب اذا قام الرجل عن یسار الامام'' میں بھی گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اگر تم یہ کہو کہ اس حدیث کی روایت کا کیا فائدہ ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہوں گا کہ اس کی روایت کے دو فائدے ہیں:

ایک فائدہ تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھی بنانے کو مقرر رکھا۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں ان کا رد ہے جنہوں نے مینڈھی کی تفسیر القزع سے کی۔

التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے: لڑکے کے لیے مینڈھی کو بنانا اس صورت میں جائز ہے جب اس کے سر میں مینڈھی کے علاوہ اور بھی بال ہوں، لیکن جب وہ اپنے سر کے سارے بالوں کو منڈا لے اور ایک مینڈھی کو چھوڑ دے تو یہ القزع ہے جس سے حدیث میں منع فرمایا ہے۔ اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے القزع سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ بچے کے سر کے بال مونڈے جائیں اور اس کی ایک مینڈھی کو چھوڑ دیا جائے۔ (ہندوؤں میں رواج ہے کہ وہ سارے سر کے بال مونڈتے ہیں اور درمیان میں ایک چٹیا کو چھوڑ دیتے ہیں، یہ بھی وہی چیز ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کی دوسری سند بیان کی ہے یعنی مجھے عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی الیٰ آخرہ اور اس میں ہے''میری مینڈھی سے پکڑا یا میرے سر سے پکڑا'' اس میں راوی کو شک ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۸۔۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۲۔ بَابٌ: اَلْقَزَعِ — سر کے بال منڈانے اور کچھ بال چھوڑ دینے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب القزع کے حکم کے بیان میں ہے، قزع کا معنی ہے: بادل کا ٹکڑا، اور جب سر کے بال مونڈے جائیں اور بعض بالوں کو چھوڑ دیا جائے تو اس کو بھی القزع کہتے ہیں کیونکہ یہ متفق بادلوں کے مشابہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۹، دارالکتب العلمیہ،

Marfat.com

بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۲۰۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْلَدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ حَفْصٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ نَافِعٍ أَخْبَرَهُ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَنْهَى عَنِ الْقَزَعِ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ قُلْتُ وَمَا الْقَزَعُ فَأَشَارَ لَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ إِذَا حَلَقَ الصَّبِيَّ وَتَرَكَ هَا هُنَا شَعَرَةً وَهَا هُنَا وَهَا هُنَا فَأَشَارَ لَنَا عُبَيْدُ اللهِ إِلَى نَاصِيَتِهِ وَجَانِبَيْ رَأْسِهِ قِيلَ لِعُبَيْدِ اللهِ فَالْجَارِيَةُ وَالْغُلَامُ قَالَ لَا أَدْرِي هَكَذَا قَالَ الصَّبِيِّ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ وَعَاوَدْتُهُ فَقَالَ أَمَّا الْقُصَّةُ وَالْقَفَا لِلْغُلَامِ فَلَا بَأْسَ بِهِمَا وَلَكِنَّ الْقَزَعَ أَنْ يُتْرَكَ بِنَاصِيَتِهِ شَعَرٌ وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ غَيْرُهُ وَكَذَلِكَ شَقُّ رَأْسِهِ هَذَا وَهَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مخلد نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن حفص نے خبر دی کہ عمر بن نافع نے ان کو خبر دی از نافع مولیٰ عبد اللہ، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ القزع سے منع فرمارہے تھے۔ عبید اللہ کہتے ہیں: میں نے نافع سے پوچھا: القزع کیا ہے؟ پھر ہمارے لیے عبید اللہ نے اشارہ سے بتایا کہ نافع نے کہا: کہ جب بچے کا سر منڈاتے وقت کچھ بال یہاں چھوڑ دیں اور کچھ یہاں چھوڑ دیں (تو اسے قزع کہتے ہیں) عبید اللہ نے ہم سے اس کی تفصیل یوں بیان کی یعنی پیشانی پر کچھ بال چھوڑ دیئے جائیں اور سر کے دونوں کونوں پر کچھ بال چھوڑ دیئے جائیں۔ پھر عبید اللہ سے پوچھا گیا کہ آیا اس میں لڑکی اور لڑکے دونوں کا ایک حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں، نافع نے صرف لڑکے کا لفظ کہا تھا۔ عبید اللہ نے بیان کیا کہ میں نے عمرو بن النافع سے دوبارہ اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ لڑکے کی کنپٹی یا گدی پر چوٹی کے بال اگر چھوڑ دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن قزع یہ ہے کہ پیشانی پر بال چھوڑ دیئے جائیں اور باقی سر کے بال منڈا دیئے جائیں، اسی طرح سر کے اس جانب میں اور اس جانب میں۔

(صحیح بخاری: ۵۹۲۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۰، سنن نسائی: ۵۰۵۰، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۷، مسند احمد: ۴۴۷۳ (بحوالہ))

صحیح البخاری: ۵۹۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ ابن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مخلد، یہ ابن یزید الحیرانی ہیں، اور اس میں مذکور ہے ابن الجریج، یہ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج المکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ بن حفص، یہ عبید اللہ بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب ہیں، ابن جریج نے ان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کر دیا۔

Marfat.com

القزع کی کراہت اور سر کے تمام بالوں کے مونڈنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے "وما القزع؟" یعنی عبید اللہ نے عمر بن النافع سے پوچھا جنہوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے کہ القزع کی کیا تعریف ہے، یعنی القزع کی کیا کیفیت ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ قزع یہ ہے کہ بچے کے سر کے بعض حصہ کو مونڈا جائے اور بعض حصہ کو چھوڑ دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاشار لنا عبید اللہ الی ناصیتہ" پس عبید اللہ نے ہمارے لیے پیشانی کی طرف اشارہ کیا۔ یہ عمر بن نافع کا کلام ہے جن سے عبید اللہ نے سوال کیا تھا۔ اور "فاشار لنا عبید اللہ" کو دو مرتبہ ذکر کیا۔ پہلی مرتبہ میں کچھ عبارت محذوف ہے اور اصل عبارت یوں ہے "پس ہمارے لیے عبید اللہ نے عمر بن نافع کے کلام سے نقل کرتے ہوئے اشارہ کیا اور کہا کہ قزع یہ ہے، کہ جب بچے کا سر مونڈا جائے تو یہاں سے کچھ بالوں کو چھوڑ دیا جائے اور یہاں سے اور یہاں سے"۔ اور دوسری مرتبہ عبید اللہ نے پیشانی کی طرف اور سر کے دونوں کونوں کی طرف اشارہ کیا، یہ خود عبید اللہ کا کلام ہے اور اس کی ترکیب میں کچھ قلق ہے۔

اسی لیے علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کلام کا حاصل کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس کا حاصل یہ ہے کہ عبید اللہ نے کہا: میں نے اپنے شیخ عمر بن نافع سے پوچھا کہ القزع کا کیا معنی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جب بچے کا سر مونڈا جائے تو یہاں سے کچھ بالوں کو چھوڑ دیا جائے اور یہاں سے کچھ بالوں کو چھوڑ دیا جائے، پس عبید اللہ نے اپنی پیشانی اور سر کے دونوں طرفوں کی طرف اشارہ کیا، یعنی پہلے جو ھھنا کا لفظ کہا ہے اس کی تفسیر پیشانی سے کی ہے۔ اور دوسری اور تیسری مرتبہ جو ھھنا کہا ہے اس سے سر کی دو جانبیں مراد ہیں۔

اور ابن جریج راوی نے کہا: پس لڑکی اور لڑکے دونوں میں یعنی عبید اللہ سے کہا گیا کہ لڑکی اور لڑکا دونوں اس میں برابر ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں اس کو نہیں جانتا۔ علامہ کرمانی نے کہا: اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لڑکے میں ظاہر ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ وہ فعل ہو جس میں مذکر اور مونث دونوں برابر ہوں۔

اگر تم یہ کہو کہ القزع سے منع کرنے میں کیا حکمت ہے؟ تو میں کہوں گا: اس میں اللہ کی تخلیق کو بدنما کرنا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ یہود کی خصلت ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ برے لوگوں کی خصلت ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ القزع مکروہ ہے جب کہ مختلف جگہوں سے بال چھوڑے جائیں، سوا اس کے وہ کسی علاج کے لیے ایسا کیا جائے۔ اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے: سر کے تمام بالوں کو مونڈنے میں کوئی حرج نہیں ہے جو صفائی کا ارادہ کرتا ہو۔ اور سر کے بال مونڈنے کو ترک کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ بالوں میں تیل لگائے اور کنگھی کرے۔ اور علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے: اجماع اس پر ہے کہ سر کے تمام بالوں کو مونڈنا مباح ہے اور یہ امام احمد سے بھی روایت ہے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ سر کے تمام بالوں کو مونڈنا مکروہ ہے، کیونکہ روایت یہ ہے کہ یہ خوارج کا وصف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۲۱۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن المثنیٰ بن عبد اللہ بن انس بن مالک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا:

ﷺ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ۔

ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے القزع سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۲۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۰، سنن نسائی: ۵۰۵۰، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۷، مسند احمد: ۴۴۵۹)

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے۔

۷۴۔ بَابُ: تَطْيِيبِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِيَدَيْهَا عورت کا اپنے شوہر کو اپنے دونوں ہاتھوں سے خوشبو لگانا

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ عورت اپنے شوہر کو خوشبو لگا سکتی ہے اور اس باب کو کتاب اللباس میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عورت کا اپنے شوہر پر خوشبو لگانا یعنی خوشبودار کریم کو اس کے جسم پر ملنا یہ بھی زینت کی اقسام میں سے ہے جس طرح لباس سے زینت حاصل ہوتی ہے۔

۵۹۲۲۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ طَيَّبْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِيَدَيَّ لِحُرْمِهِ وَطَيَّبْتُهُ بِمِنًى قَبْلَ أَنْ يُفِيضَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن القاسم نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے آپ کے احرام کے لیے خوشبو لگائی اور میں نے آپ کو منیٰ میں خوشبو لگائی اس سے پہلے کہ آپ طواف زیارت کرتے۔

(صحیح بخاری: ۱۵۳۹، ۱۷۵۴، ۵۹۲۲، ۵۹۲۸، ۵۹۳۰، صحیح مسلم: ۱۱۸۹، سنن ترمذی: ۹۱۷، سنن نسائی: ۲۶۸۵، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۶، مسند احمد: ۲۴۹۴۸، موطا امام مالک: ۷۲۷، سنن دارمی: ۱۸۰۲)

صحیح البخاری: ۵۹۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن محمد، یہ السمصار المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن المبارک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، یہ الانصاری ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن القاسم، یہ اپنے والد القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بیدی" یعنی اپنے دونوں ہاتھوں سے آپ کو خوشبو لگاتی تھی، اور ایک روایت میں بیدی ہے یعنی

Marfat.com

ایک ہاتھ سے آپ کے جسم پر خوشبودار کریم لگاتی تھی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "لحُرمه" اس سے مراد ہے احرام۔ یہ ابن فارس، الجوہری اور الہروی کا قول ہے۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: ہم نے اس کو لِحِرمه پڑھا ہے۔ صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: لغت میں پیش ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ میں طواف زیارت سے پہلے خوشبو لگاتی تھی"۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس وقت تو آپ مُحرم تھے تو محرم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیسے خوشبو لگاتی تھیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ میں آپ کو طواف زیارت سے پہلے خوشبو لگاتی تھی اور یہ یوم نحر کے دن رمی اور حلق کے بعد کا وقت ہے۔ اور رمی اور حلق کے بعد تمام محرمات مُحرم پر حلال ہو جاتے ہیں سوائے جماع کے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے کے ارادہ کے وقت خوشبو کا لگانا مستحب ہے اور احرام کھولنے کے وقت بھی خوشبو کا لگانا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۴۔ بَابُ: الطِّيبِ فِي الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ — سر میں اور ڈاڑھی میں خوشبو لگانا

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ جو خوشبو سر اور ڈاڑھی میں لگائی جاتی ہے، اس کو استعمال کرنا جائز ہے۔

۵۹۲۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ حَتَّى أَجِدَ وَبِيصَ الطِّيبِ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عبد الرحمن بن الاسود از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خوشبو لگاتی تھی جو مجھے میسر ہونے والی خوشبوؤں میں سب سے بہترین تھی، حتیٰ کہ میں خوشبو کی چمک آپ کے سر اور ڈاڑھی میں پاتی۔

(صحیح بخاری: ۲۷۱، ۱۵۳۸، ۵۹۱۸، ۵۹۲۳، صحیح مسلم: ۱۱۹۰، سنن نسائی: ۳۶۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۶، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۷، مسند احمد: ۲۴۴۴۵)

صحیح البخاری: ۵۹۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن نصر، وہ اسحاق بن ابراہیم النصر السعدی البخاری ہیں، اور وہ مدینہ میں باب بنی سعد میں رہتے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن آدم کا ذکر ہے، وہ ابن سلیمان الکوفی صاحب الثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسرائیل کا ذکر ہے، وہ ابن یونس بن ابی اسحاق ہیں جو اپنے دادا ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد الرحمن بن الاسود ہیں جو اپنے باپ اسود بن یزید النخعی سے روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''وبیص الطیب'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: خوشبو کی چمک اور اس کی شعائیں۔

مردوں اور عورتوں کی خوشبو لگانے کی جگہوں کا الگ الگ ہونا

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''آپ کے سر اور آپ کی ڈاڑھی میں''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ مردوں کو خوشبو لگانے کی جگہیں عورتوں کو خوشبو لگانے کی جگہوں کے خلاف ہیں، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں اور ڈاڑھی میں خوشبو لگاتی تھیں یعنی بالوں میں خوشبو لگاتی تھیں نہ کہ آپ کے چہرہ مبارک کو خوشبو لگاتی تھیں، اس کے برخلاف عورتوں کی خوشبو، وہ ان کے چہروں پر خوشبودار کریم لگائی جاتی ہے اور وہ اس سے زینت حاصل کرتی ہیں۔ اس کے برخلاف مردوں کی جو خوشبو ہے، وہ چہرہ پر نہیں لگائی جاتی، کیونکہ اگر چہروں پر وہ خوشبودار کریم لگائیں تو وہ عورتوں کے مشابہ ہو جائیں گے، اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا مردوں کو ممنوع ہے، اسی طرح زینت کی تمام اقسام زیورات اور خوشبو وغیرہ عورتوں کے لیے جائز ہیں جب تک کہ وہ خوشبو لگانے سے ان کی خلقت میں تغیر نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ محض زیب و زینت کے لیے مردوں کا خوشبودار کریموں کو لگانا عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے ممنوع ہے مگر کسی ضرر سے بچنے کے لیے یا جلد کو موسمی اثرات مثلاً پھٹنے سے بچانے کے لیے لگائی جائے تو یہ جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۷۵۔ بَابُ: الِامْتِشَاطِ — بالوں میں کنگھی کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بالوں میں کنگھی کر کے بالوں کو سنوارنا جائز ہے اور اس باب کو بھی کتاب اللباس میں اس لیے داخل کیا ہے کہ بالوں میں کنگھی کرنے سے بھی زینت حاصل ہوتی ہے جیسے لباس سے زینت حاصل ہوتی ہے۔

۵۹۲۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ جُحْرٍ فِي دَارِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَحُكُّ رَأْسَهُ بِالْمِدْرَى فَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تَنْظُرُ لَطَعَنْتُ بِهَا فِي عَيْنِكَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِذْنُ مِنْ قِبَلِ الْأَبْصَارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری، از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد سوراخ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جھانک رہا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی سے اپنا سر کھجا رہے تھے، آپ نے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں یہ کنگھی تیری آنکھوں میں مار دیتا، اجازت لینا دیکھنے سے پہلے مشروع کیا گیا ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۴۱، ۶۹۰۱، صحیح مسلم: ۲۱۵۶، سنن ترمذی: ۲۷۰۹، سنن نسائی: ۴۸۵۹، مسند احمد: ۲۲۲۹۶، سنن دارمی: ۲۳۸۴)

صحیح البخاری: ۵۹۲۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کنگھی کرنا، اور اس حدیث میں مدری کا لفظ ہے اور مدری بعض لغات میں کنگھی کے معنی میں ہے اور بعض لغات میں ایک لکڑی کے معنی میں ہے، یعنی کسی لکڑی سے آپ اپنے سر کو کھجا رہے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا"۔ کہا گیا ہے یہ مرد الحکم بن ابی العاص بن امیہ تھا، یہ مروان کا والد تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سعد تھا، اور اس کی کسی کی طرف نسبت نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من جحر" (جیم پر پیش ہے اور حاء ساکن ہے) اس کا معنی ہے: سوراخ۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "بالمدری"۔ علامہ ابن بطال نے کہا: مدری عرب کے نزدیک کنگھی ہے۔ اور شرح ابن کیسان میں ہے کہ مدریٰ وہ لکڑی ہے جس سے عورتیں اپنے بالوں میں کنگھی کرتی ہیں جب کہ بال ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کنگھی کے مشابہ کوئی لکڑی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

کسی کے گھر میں جھانکنے کا ممنوع ہونا

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر میں جھانکنا ممنوع ہے اور بعض روایات میں ہے: اگر کوئی کسی کے گھر میں جھانک رہا ہو اور اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے، لیکن اس زمانہ میں اس قسم کے مواقع سے احتراز کرنا چاہیے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۶۔ بَابٌ: تَرْجِيلِ الْحَائِضِ زَوْجَهَا — حائضہ کا اپنے شوہر کے بالوں میں کنگھی کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حائضہ کا اپنے شوہر کے بالوں میں کنگھی کرنا جائز ہے۔

۵۹۲۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی اور میں حائضہ ہوتی تھی۔

ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، اسی کی مثل۔

(صحیح البخاری: ۲۹۶، ۳۰۱، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۱، ۲۰۴۶، سنن نسائی: ۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۲۴۶۹، سنن ابن ماجہ: ۶۳۳، مسند احمد: ۲۵۲۰۷، موطا امام مالک: ۱۳۵، سنن دارمی: ۱۰۵۸)

صحیح البخاری: ۵۹۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اسی سند اور اسی متن کے ساتھ کتاب الحیض میں گزر چکی ہے اس باب میں "باب غسل الحائض زوجھا وترجیلہ" اور اس کی شرح بھی وہاں گزر چکی ہے اور اس کو دوبارہ ذکر کرنے میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے جس کی انہوں نے عبداللہ بن یوسف سے ایک اور روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۷۔ بَابُ: التَّرْجِيلِ وَالتَّيَمُّنِ فِيهِ سر اور ڈاڑھی میں کنگھی کرنے اور دائیں جانب سے ابتداء کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ترجیل مستحب ہے اور ترجیل کا معنی ہے: سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں کنگھی کرنا اور تیل لگانا، اور ہر چیز میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا مستحب ہے۔

۵۹۲۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ مَا اسْتَطَاعَ فِي تَرَجُّلِهِ وَوُضُوئِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از اشعث بن سلیم از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ ہر چیز میں جتنا ہو سکے دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند کرتے تھے کنگھی کرنے میں اور وضو کرنے میں۔

(صحیح البخاری: ۱۶۸، ۴۲۶، ۵۳۸۰، ۵۸۵۴، ۵۹۲۶، صحیح مسلم: ۲۶۸، سنن ترمذی: ۶۰۸، سنن نسائی: ۴۲۱، سنن ابوداؤد: ۴۱۴۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۱، مسند احمد: ۲۵۰۱۸)

صحیح البخاری: ۵۹۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید کا ذکر ہے، ان کا نام ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں اشعث بن سلیم کا ذکر ہے، یہ اپنے والد سلیم بن الاسود المحاربی الکوفی سے روایت کرتے ہیں اور وہ مسروق بن الاجدع سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے بعض مسائل

اس حدیث میں "تیمن" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: دائیں طرف سے ابتداء کرنا، کسی چیز کو دائیں ہاتھ سے دینا اور دائیں جانب کا قصد کرنا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت ہے، اور یہ کہ ہر کام میں دائیں جانب کو فضیلت

Marfat.com

حاصل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسجد میں بہترین جگہ مسجد کی دائیں جانب ہے، سعید بن المسیب نے کہا: مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھے، ابراہیم کو یہ پسند تھا کہ مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھے، حضرت انس، حسن بصری اور ابن سیرین مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

ان ابواب اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دنیا کے اسباب سے جائز زیب و زینت کرنا جائز ہے اور اہل تکشف کا یہ نظریہ غلط ہے کہ اللہ والوں کو صرف آخرت کی فکر کرنی چاہیے اور اپنی صورت اور ہیئت اور لباس میں عمدگی کو اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالوں کو سنوارتے تھے اور کنگھی کرتے تھے، بالوں میں تیل لگاتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ جائز اسباب زینت کو اختیار کرنا مطلوب اور مستحسن ہے۔

۷۸۔ بَابُ: مَا يُذْكَرُ فِي الْمِسْكِ

مشک کا بیان

۵۹۲۷۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے حدیث بیان کی عبداللہ بن محمد نے، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوا روزہ کے، کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۹۴، ۱۹۰۴، ۵۹۲۷، ۷۴۹۲، ۷۵۳۸، صحیح مسلم: ۱۱۵۱، سنن ترمذی: ۷۶۴، سنن نسائی: ۲۲۱۶، سنن ابوداؤد: ۲۳۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۸، مسند احمد: ۷۶۳۶، موطا امام مالک: ۶۸۹)

صحیح البخاری: ۵۹۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، وہ محمد بن عبداللہ بن نمیر ہمدانی کوفی ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ہشام بن یوسف صنعانی ہیں جو معمر بن راشد سے روایت کرتے ہیں از محمد بن مسلم الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا"۔ اس حدیث کے ظاہر سیاق سے یہ معلوم

ہوتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، حالانکہ یہ اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ اللہ عزوجل کا کلام ہے اور وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب التوحید میں روایت کی ہے از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ اس حدیث کو تمہارے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر عمل کا ایک کفارہ ہے، اور روزہ خاص میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا۔ اور یہ احادیث قدسیہ میں سے ہے۔

روزہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر عبادت اللہ عزوجل کے لیے ہوتی ہے تو روزہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کرنے کی خصوصیت کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ روزہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے غیر کی عبادت نہیں کی گئی، کیونکہ کفار نے اپنے معبودوں کی کسی وقت میں بھی روزہ کے ساتھ تعظیم نہیں کی۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ روزہ ایک پوشیدہ عمل ہے، اس میں دکھاوا داخل نہیں ہوسکتا۔

نیز اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں فرمایا کہ روزہ کی جزاء میں دوں گا، تو ہر عبادت کی جزاء اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے، پھر یہ کہنے کی کیا وجہ ہے کہ روزہ کی جزاء میں خود دوں گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے غرض ثواب کی کثرت ہے، کیونکہ دینے والے کی عظمت اس پر دلیل ہے کہ جو چیز دی جائے گی وہ بھی عظیم ہے۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولخلوف فم الصائم" مشہور یہ ہے کہ خاء کے اوپر پیش ہے، اور اس کا معنی ہے: منہ کی بُو کا متغیر ہونا۔

اللہ تعالیٰ تو سونگھنے سے پاک ہے، پھر روزہ دار کے منہ کی بو کے پسندیدہ ہونے کی کیا توجیہ ہے؟

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اطیب" یعنی روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے تو مشک کا زیادہ پسندیدہ ہونا متصور نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ امثال سے منزہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خوشبو قبولیت کو مستلزم ہے، یعنی روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ مقبول ہے جتنی تمہارے نزدیک مشک کی خوشبو مقبول ہوتی ہے۔ یا یہ کلام بہ طورِ فرض ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک خوشبو کو تصور کیا جائے تو روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہو، یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو کسی چیز کو سونگھنے سے منزہ اور برتر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۹- بَابٌ: مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الطِّيبِ — کونسی خوشبو مستحب ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کونسی خوشبو کا استعمال کرنا مستحب ہے، یعنی جو خوشبو موجود ہو اور اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کو استعمال نہیں کیا جاتا سوائے ضرورت کے۔

Marfat.com

۵۹۲۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ إِحْرَامِهِ بِأَطْيَبِ مَا أَجِدُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از عثمان بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے احرام باندھنے کے وقت میں آپ کے جسم پر وہ خوشبو لگاتی تھی جو مجھے سب سے عمدہ خوشبو ملتی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۹، سنن ترمذی: ۹۱۷، سنن نسائی: ۲۶۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۶، مسند احمد: ۲۳۵۹۱، موطا امام مالک: ۷۲۷، سنن دارمی: ۱۸۰۱)

صحیح البخاری: ۵۹۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں موسیٰ کا ذکر ہے، وہ ابن اسماعیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں وُہیب کا ذکر ہے، وہ ابن خالد ہیں۔ اور ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن عروہ ہیں جو اپنے بھائی عثمان بن عروہ سے روایت کرتے ہیں۔

سب سے عمدہ خوشبو کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "باطیب ما اجدہ" یعنی خوشبو کی اقسام میں سے جو قسم سب سے عمدہ ہوتی، میں وہ خوشبو حضور ﷺ کے جسم پر لگاتی تھی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مشک سب خوشبوؤں سے عمدہ خوشبو ہے۔ اور ابو اسامہ کی روایت میں ہے کہ آپ کے احرام باندھنے سے پہلے میں جس عمدہ خوشبو کے حصول پر قادر ہوتی اس خوشبو کو لگاتی۔ اور امام مالک نے حضرت ابو سعید سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشک تمام خوشبوؤں میں عمدہ خوشبو ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۰۔ بَابُ: مَنْ لَمْ يَرُدَّ الطِّيبَ

خوشبو کو رد نہ کرنے کا بیان

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ خوشبو کو رد نہیں کرنا چاہیے۔

۵۹۲۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه أَنَّهُ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ۔

(صحیح البخاری: ۲۵۸۲، ۵۹۲۹، سنن ترمذی: ۲۷۸۹، مسند احمد: ۱۹۴۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نُعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عزرۃ بن ثابت الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، بے شک وہ خوشبو کو مسترد نہیں کرتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ خوشبو کو مسترد نہیں فرماتے تھے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۹۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور عزرہ بن ثابت کا ذکر ہے، یہ الانصاری ہیں۔ اور ثمامہ بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن انس قاضی البصرہ ہیں جو اپنے دادا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "زعم" یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یرد الطیب" یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جو خوشبو ہدیہ میں دی جاتی وہ اس کو مسترد نہیں کرتے تھے۔ اور امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی خوشبو کو پیش کیا گیا تو آپ نے اس کو رد نہیں فرمایا، اور اس حدیث کی سند حسن ہے۔ اور امام ابوداؤد اور امام نسائی نے از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پر خوشبو پیش کی گئی، سو وہ اس کو رد نہ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۱- بَابُ: الذَّرِيْرَةِ ذریرہ (سفوف والی خوشبو) کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ذریرہ کا ذکر کیا جائے گا، علامہ کرمانی نے کہا: یہ پسی ہوئی خوشبو ہوتی ہے جو پاؤڈر کی مثل ہوتی ہے۔ علامہ نووی نے کہا: یہ لکڑی کے مخصوص ٹکڑے ہیں جن کو ہندوستان سے لایا جاتا ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا: اس کے مفردات کو جمع کیا جاتا ہے، پھر ان کو پیسا جاتا ہے اور اس کو چھانا جاتا ہے، پھر اس سفوف کو بالوں پر چھڑکا جاتا ہے، اسی لیے اس کا نام ذریرہ ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: اس بناء پر ہر خوشبو جو مرکب ہو، وہ ذریرہ ہے، لیکن ذریرہ ایک خوشبو ہے جس کو اہل حجاز پہچانتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۹، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ کہنا کہ ہر خوشبو جو مرکب ہو وہ ذریرہ ہے، یہ قابل تسلیم نہیں ہے، کیونکہ ذریرہ میں شرط یہ ہے کہ اس کو پیسا جائے اور چھانا جائے، اور ان کا کہنا کہ ہر خوشبو جو مرکب ہو یہ اس سے عام ہے کہ پسی ہوئی ہو یا چھانی ہوئی ہو یا نہ پسی ہوئی ہو یا نہ چھانی ہوئی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۵۹۳۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَوْ مُحَمَّدٌ عَنْهُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُرْوَةَ سَمِعَ عُرْوَةَ وَالْقَاسِمَ يُخْبِرَانِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِيَدَيَّ بِذَرِيرَةٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی یا محمد نے ان سے روایت کی از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے عمر بن عبداللہ بن عروہ نے خبر دی، انہوں نے عروہ اور قاسم سے سنا، وہ دونوں خبر دیتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: میں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ذریرہ خوشبو لگائی، آپ کے احرام کھولنے کے وقت اور احرام باندھنے کے وقت۔

(صحیح مسلم:۱۱۸۹، سنن ترمذی:۹۱۷، سنن نسائی:۲۶۸۴، سنن ابن ماجہ:۲۹۲۶، مسند احمد:۲۳۵۹۱، موطا امام مالک:۷۲۷، سنن دارمی:۱۸۰۱)

صحیح البخاری:۵۹۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان بن الہیثم المؤذن البصری، یہ ۲۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ ابن یحییٰ الذہلی ہیں، اس کو امام نسائی نے بیان کیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج، یہ ابن عبدالملک ہیں۔ ان کا ذکر عنقریب گزرا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن عبداللہ بن عروہ، یہ ابن الزبیر المدنی ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر اتباع تابعین کے ثقہ لوگوں میں کیا ہے اور وہ قلیل الحدیث ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی حدیث ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عروہ کا ذکر ہے، وہ ابن الزبیر بن العوام ہیں۔ اور قاسم کا ذکر ہے، یہ ابن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "او محمد عنه" یا مجھے محمد نے حدیث بیان کی از عثمان۔ علامہ کرمانی نے کہا: امام بخاری کو اس میں شک ہے کہ یہ عثمان سے روایت بالواسطہ ہے یا بغیر واسطہ کے ہے، اور اس شک سے کوئی قبح پیدا نہیں ہوتا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کیونکہ عثمان امام بخاری کے شیخ ہیں، اور امام بخاری نے ان سے متعدد جگہ بلا واسطہ روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۲۔ بَابُ: اَلْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ — حسن کے لیے دانتوں میں جھریاں کرانے والیوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ان عورتوں کی مذمت کی گئی ہے جو حسن کے لیے دانتوں میں جھریاں کراتی ہیں۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: یہ وہ عورت ہے جو جھریوں کو طلب کرتی ہے یا جھریاں بناتی ہے، اور فلج

Marfat.com

کا معنی ہے: دانتوں کے درمیان کشادگی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: تفعل کے باب میں طلب کا معنی نہیں ہے، اس کا معنی ہے: تکلف اور مبالغہ۔ اور یہاں پر معنی یہ ہے کہ متفلجہ وہ عورت ہے جو تکلف سے دانتوں کے درمیان تفرقہ کرتی ہے تاکہ حسن اور زیبائش ہو۔ اور یہ کشادگی ریتی سے حاصل ہوتی ہے، اور یہ سامنے کے چار دانتوں میں کیا جاتا ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو ایسا کرتی ہیں، کیونکہ اس میں خلقت اصلیہ میں تغیر پیدا کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۱- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ عَبْدُ اللهِ لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ تَعَالَى مَالِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ ﴿وَ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ (الحشر: ۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر لعنت فرماتا ہے، اور بال نوچنے والیوں پر اور دانتوں میں حسن کے لیے کشادگی کرانے والیوں پر، جو اللہ کی تخلیق کو متغیر کرنے والی ہیں۔ مجھے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور اللہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے: اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو۔ (الحشر: ۷)

(صحیح بخاری: ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۵۹۳۱، ۵۹۳۹، ۵۹۴۳، ۵۹۴۸، صحیح مسلم: ۲۱۲۵، سنن ترمذی: ۲۷۸۲، سنن نسائی: ۵۰۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۹، مسند احمد: ۴۱۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۹، سنن دارمی: ۲۶۴۷)

صحیح البخاری: ۵۹۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان، اور یہ ابن ابی شیبہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، وہ النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علقمہ، وہ ابن قیس ہیں۔ اور یہ تمام راوی کوفی ہیں۔ اور اس میں عبد اللہ مذکور ہیں، وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لعن الله الواشمة" یعنی اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت فرماتا ہے جو اپنے ہاتھوں پر سوئی سے گدواتی

Marfat.com

ہیں یا کھدواتی ہیں، پھر اس کے اوپر نیل کو چھڑک دیتی ہیں۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عورت اپنے ہاتھ وغیرہ پر سوئی سے کھدواتی ہے حتیٰ کہ اس سے خون نکلتا ہے، پھر ان سوراخوں کو سرمہ سے بھر دیتی ہے تو وہ سبز رنگ کے نقوش بن جاتے ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "المستوشمات" مستوشمہ اس عورت کو کہتے ہیں جو سوال کرتی ہے اور طلب کرتی ہے کہ اس کے ہاتھ پر یہ نقوش بنائے جائیں۔ اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں کہا ہے کہ واشمہ وہ عورت ہے جو اپنے چہرہ پر سرمہ سے یا سیاہی سے تل بناتی ہے اور مستوشمہ وہ عورت ہے جو یہ تل بنواتی ہے اور چہرہ کا ذکر اکثر کے اعتبار سے کیا ہے ورنہ یہ ہونٹوں میں بنواتی ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "المتنمصات" یہ متنمصہ کی جمع ہے اور تنمص کا معنی ہے: چہرہ سے بالوں کو نوچنا، اور یہ چمٹی سے بال نوچے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "للحسن" اس میں لام تعلیل کے لیے ہے، اور اس میں اس سے احتراز کیا ہے کہ اگر علاج کی وجہ سے دانتوں میں کشادگی کرائی جائے تو وہ جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "المغیرات خلق الله تعالیٰ" یہ بھی تعلیل ہے، کیونکہ وہ عورتیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو متغیر کرتی ہیں، اس لیے ان پر لعنت فرمائی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "مجھے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر اللہ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے"۔ اس کا معنی یہ ہے: اس پر لعنت کرو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

امام مسلم نے عثمان بن ابی شیبہ اور اسحاق بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ بنواسد کی ایک عورت ہے جس کو ام یعقوب کہا جاتا ہے اور وہ قرآن پڑھتی ہے، وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا: وہ کیسی حدیث ہے جو مجھے آپ کی طرف سے پہنچی ہے کہ آپ نے الواشمات پر لعنت کی ہے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

اور ام یعقوب کا نام معلوم نہیں ہے اور ان کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر معارضہ کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ علم والی تھیں لیکن ان کا کسی نے صحابیات میں ذکر نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۳۔ بَابُ: اَلْوَصْلِ الشَّعْرِ — سر کے بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ جوڑنے کا بیان

اس باب کی احادیث میں سر کے بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ جوڑنے کی مذمت ہے۔

۵۹۳۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعَرٍ كَانَتْ بِيَدِ حَرَسِيٍّ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُولُ إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف، انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے حج کے سال سنا، اور حضرت معاویہ منبر پر تھے اور انہوں نے بالوں کا ایک گچھا پکڑا ہوا تھا جو ان کے چوکیدار کے ہاتھ میں تھا اور وہ کہہ رہے تھے:

Marfat.com

اتَّخَذَ هٰذِهٖ نِسَاؤُهُمْ۔ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ اس کی مثل سے منع فرماتے تھے اور آپ فرما رہے تھے کہ بنو اسرائیل صرف اس وجہ سے ہلاک ہو گئے جب ان کی عورتوں نے بالوں کے یہ گچھے بنائے۔

(صحیح بخاری: ۳۴۶۸، ۳۴۸۸، ۵۹۳۲، ۵۹۳۸، صحیح مسلم: ۲۱۲۷، سنن ترمذی: ۲۷۸۱، سنن نسائی: ۵۲۴۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۷، مسند احمد: ۱۶۸۶۴، موطا امام مالک: ۱۷۶۵)

صحیح البخاری: ۵۹۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ جوڑنا، اور حدیث میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے علماء کہاں ہیں، جب ان کی عورتوں نے یہ بنالیا، حضرت معاویہ کی مراد یہ تھی کہ انہوں نے بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ جوڑا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن ابی اویس ہیں۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں بنی اسرائیل کے ذکر کے آخر میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کو امام بخاری نے اس سند سے ذکر کیا ہے: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان مدینہ میں آئے اور یہ ان کا آخری مرتبہ آنا تھا، پھر انہوں نے خطبہ دیا، پھر انہوں نے بالوں کا ایک گچھا نکالا اور کہا: میں نہیں سمجھتا کہ یہود کے سوا کوئی اس طرح بالوں کا گچھا بناتا ہوگا اور نبی ﷺ نے اس کا نام جھوٹ رکھا ہے، یعنی اپنے بالوں کو دوسرے بالوں کے ساتھ ملانا۔ اس کو ابن ماجہ کے علاوہ صحاحِ ستہ کے دوسرے ائمہ نے بھی روایت کیا ہے اور ہر ایک نے وہ بیان کیا جس کو دوسروں نے بیان نہیں کیا، پس حدیث ایک ہے اور اس کا مُخرج مختلف ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حرسی"۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے لشکر کا سپاہی اور الجوہری نے کہا: الحرس وہ لوگ ہیں جو سلطان کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کا واحد حرسی ہے، کیونکہ یہ اسمِ جنس ہو گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "این علماؤکم" یہ سوال ان پر انکار کرنے کے لیے ہے کہ ان علماء نے اس برائی پر انکار نہیں کیا اور اس میں غفلت کی اس کو متغیر کرنے سے۔

Marfat.com

کسی شہر میں برائیوں کا ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ وہاں علماء نہ ہوں

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے پہلا مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر) نے کہا ہے: اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس وقت مدینہ میں علماء کم تھے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۲)

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ شرح بہت بعید ہے اور جس کو بھی تاریخ پر اطلاع ہوگی وہ اس کو بعید قرار دے گا اور مدینہ اس وقت دار العلم اور معدن الشریعہ تھا اور جن لوگوں کو بھی دین کے کسی معاملہ میں ہدایت لینی ہوتی وہ مدینہ کی طرف رجوع کرتے تھے، پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب معاملہ اس طرح تھا تو پھر مدینہ کے علماء نے اس برائی کو کیوں نہیں متغیر کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: کوئی زمانہ بھی نافرمانیوں کے ارتکاب سے خالی نہیں رہا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی بعض لوگ شراب پیتے تھے اور بعض لوگ چوری کرتے تھے اور بعض لوگ زنا کرتے تھے، مگر یہ کہ ایسا شاذ و نادر ہوتا تھا، پس کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی برائی کو مغیر نہیں کیا۔ اسی طرح مدینہ میں اس قصہ کا معاملہ ہے جو شاذ تھا اور یہ جائز نہیں ہے کہ کہا جائے کہ اہلِ مدینہ اس ممانعت سے جاہل تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے کے بالوں کو ملانے پر لعنت فرمائی ہے اور یہ حدیث مدنی ہے اور اہل مدینہ کے نزدیک معروف اور مشہور تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عن مثل هذه'' حضرت معاویہ نے بالوں کے اس گچھے کی طرف اشارہ کیا جس کو انہوں نے اپنے محافظ کے ہاتھ سے لیا تھا، اور عورتیں اسی کی مثل کے ساتھ اپنے بالوں کو ملاتی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انما هلكت بنو اسرائيل'' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بالوں کو ملانا یہ بنی اسرائیل پر بھی حرام تھا لیکن انہوں نے اس کا ارتکاب کیا اور اس وجہ سے وہ ہلاک ہو گئے۔

عورتوں کو اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورتوں کے ساتھ بال جوڑنے کی ممانعت اور پراندہ اور چٹلے کا مباح ہونا اور علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے دوسرا مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ یہ حدیث جمہور کے لیے حجت ہے، کیونکہ وہ منع کرتے ہیں کہ عورت اپنے بالوں کے ساتھ کسی اور چیز کو ملائے خواہ وہ بال ہوں یا نہ ہوں اور اس کی تائید حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ڈانٹ ڈپٹ کی کہ عورت اپنے بالوں کے ساتھ کسی چیز کو ملائے، اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۲، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس شارح نے جو کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ جس حدیث کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے وہ حضرت معاویہ کی حدیث ہے، وہ بالوں کے ساتھ کسی چیز کے ملانے کی ممانعت پر مطلقاً دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اس میں قید ہے کہ عورت اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بالوں کو ملائے، پس یہ شارح کیسے اس کو جمہور کے لیے حجت قرار دے رہا ہے؟ ہاں جمہور کی حجت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے، پس غور کرو کہ یہ کیسا عجیب تصرف ہے کہ یہ شارح حدیثِ مقید کے ساتھ اس پر رد کر رہا ہے۔

Marfat.com

جو ممانعت میں اطلاق کا دعویٰ کرتا ہے، پھر کہتا ہے: اور اس کی تائید حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے۔ پس حدیث مطلق حدیث مقید کی کیسے تائید کرے گی۔ اور امام ابوعبید نے بہ کثرت فقہاء سے یہ نقل کیا ہے کہ اس مسئلہ میں بالوں کو بالوں کے ساتھ ملانے کی ممانعت ہے، لیکن جب بالوں کو بالوں کے بغیر کسی کپڑے یا اون وغیرہ کے ساتھ ملایا جائے تو اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے اور نہ وہ ممانعت میں داخل ہے اور یہی اللیث کا قول ہے۔

اور امام طبری نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو جوڑنے سے جو منع کیا ہے، اس ممانعت کا کیا معنی ہے؟ بعض علماء نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنے بالوں کو اون کے ساتھ جوڑے یا کپڑے کی دھجی کے ساتھ جوڑے یا اور کسی چیز کے ساتھ، اور یہ حضرت ابن عباس، حضرت ام سلمہ ام المومنین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور ابن الشوع نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال جوڑنے والی پر لعنت کی ہے؟ تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ! اس میں عورت پر کیا حرج ہے کہ وہ اون سے کوئی چیز لے اور اس کو اپنے بالوں کے ساتھ جوڑے اور اپنے زوج کے لیے زینت حاصل کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوان عورت پر لعنت کی ہے جو اپنے بالوں کے ساتھ کسی اور عورت کے بال ملاتی ہے یا جوڑتی ہے۔

محدثین نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث باطل ہے اور ابن الشوع نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہیں پایا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۹۔۱۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۳۔ وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ۔

اور ابن ابی شیبہ نے کہا: ہمیں یونس بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی اور گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۲۲، سنن ترمذی: ۱۷۵۹، سنن نسائی: ۵۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۸، مسند احمد: ۲۴۲۸۲)

صحیح البخاری: ۵۹۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابن ابی شیبہ کا ذکر ہے، یہ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ہیں اور ان کا نام ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی ہے، اور یہ عثمان کوفی کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس بن محمد کا ذکر ہے، یہ ابومحمد المؤدب البغدادی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں فلیح کا ذکر ہے، یہ ابن سلیمان ہیں اور ان کا نام عبدالملک تھا اور فلیح ان کا لقب ہے جو ان کے نام پر غالب آ گیا اور یہ اسی لقب کے ساتھ مشہور ہو گئے۔ اور اس حدیث کی سند میں زید بن اسلم کا ذکر ہے، یہ ابواسامہ ہیں جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

امام ابو نعیم نے اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ از ابن ابی شیبہ المستخرج میں روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ مُسْلِمِ بْنِ يَنَّاقٍ يُحَدِّثُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ تَزَوَّجَتْ وَأَنَّهَا مَرِضَتْ فَتَمَعَّطَ شَعْرُهَا فَأَرَادُوا أَنْ يَصِلُوهَا فَسَأَلُوا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ تَابَعَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ، انہوں نے کہا: میں نے الحسن بن مسلم بن یناق سے سنا، وہ صفیہ بنتِ شیبہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرتی ہیں کہ انصار کی ایک لڑکی کی شادی ہوئی اور وہ بیمار ہوگئی تو اس کے سر کے بال کسی بیماری سے جھڑ گئے، پس لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس کے سر کے بالوں کو دوسری عورت کے بالوں کے ساتھ جوڑ دیں، تو انہوں نے یہ مسئلہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی پر لعنت فرماتا ہے۔

محمد بن اسحاق کی متابعت ابن اسحاق نے کی ہے از ابان بن صالح از الحسن از صفیہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۲۲، سنن ترمذی: ۱۷۵۹، سنن نسائی: ۵۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۸، مسند احمد: ۲۴۲۸۲)

صحیح البخاری: ۵۹۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حسن بن مسلم بن یناق، (یاء پر زبر ہے اور نون مشدد ہے، گویا کہ یہ عجمی نام ہے)۔ اور حسن مذکور تابعی صغیر ہیں اور اہل مکہ میں سے ہیں اور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں اور یہ طاؤس سے بہ کثرت روایت کرتے تھے اور ان سے پہلے فوت ہو گئے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہے صفیہ بنتِ شیبہ، یہ (شیبہ) ابن عثمان القرشی الحجی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فتمعط" اس کا معنی ہے: اس کے بال کسی بیماری سے بکھر گئے اور جھڑ گئے تو لوگوں نے کسی دوسری عورت کے بالوں کے ساتھ اس کے بالوں کو جوڑنے کا ذکر ہے۔

متابعت کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے: "محمد بن اسحاق کی متابعت ابن اسحاق نے کی ہے" اور ابان میں ہمزہ پر زبر ہے، یہ ابن صالح بن عمیر

Marfat.com

القرشی ہیں، اور حسن وہ ابن مسلم ہیں، اور صفیہ وہ بنتِ شیبہ مذکورہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۵۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمِّي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ إِنِّي أَنْكَحْتُ ابْنَتِي ثُمَّ أَصَابَهَا شَكْوَى فَتَمَرَّقَ رَأْسُهَا وَزَوْجُهَا يَسْتَحِثُّنِي بِهَا أَفَأَصِلُ رَأْسَهَا فَسَبَّ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن المقدام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میری والدہ نے حدیث بیان کی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، پس کہنے لگی کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا، پھر اس کو ایک بیماری لگی تو اس کے سر کے بال جھڑ گئے، تو اس کا خاوند اس کے بارے میں مجھے برانگیختہ کرتا ہے، کیا میں اس کے بالوں کے ساتھ اور بال جوڑ دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی دونوں پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

(صحیح بخاری: ۵۹۳۶، ۵۹۴۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۲، سنن ترمذی: ۱۷۵۹، سنن نسائی: ۵۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۸، مسند احمد: ۲۴۲۸۲)

صحیح البخاری: ۵۹۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے احمد بن المقدام، یہ ابن سلیمان ابوالاشعث الاجلی البصری ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے فضیل، یہ ابن سلیمان النمیری البصری ہیں، ان کے حفظ میں کلام ہے لیکن وہیب بن خالد نے از منصور ان کی حدیث کی متابعت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "شکوی" اس کا معنی ہے: مرض۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فتمرق"، یہ مروق سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: بالوں کا اپنی جگہ سے گر جانا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "یستحثنی" اس کا معنی ہے: وہ مجھے برانگیختہ کرتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فسب" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی جو بال جوڑتی ہے یا بال جڑواتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۱۔ ۱۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

قَالَتْ لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ۔

ھشام بن عروہ از زوجہ خود فاطمہ از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح بخاری:۵۹۳۶، ۵۹۴۱، صحیح مسلم:۲۱۲۲، سنن ترمذی:۱۷۵۹، سنن نسائی:۵۲۵۰، سنن ابن ماجہ:۱۹۸۸، مسند احمد:۲۴۲۸۲)

صحیح البخاری:۵۹۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث کی دوسری سند ہے جس کی امام بخاری نے از آدم بن ابی ایاس الی آخرہ ۔۔۔۔ روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَقَالَ نَافِعٌ الْوَشْمُ فِي اللِّثَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے خبر دی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی پر لعنت فرمائے، اور گودنے والی پر اور گدوانے والی پر لعنت فرمائے۔

اور نافع نے کہا: گودنا کبھی مسوڑھے پر بھی کیا جاتا ہے۔

(صحیح بخاری:۵۹۴۰، ۵۹۴۲، ۵۹۴۷، صحیح مسلم:۲۱۲۴، سنن ترمذی:۲۷۸۳، سنن نسائی:۵۰۹۵، سنن ابوداؤد:۴۱۶۸، سنن ابن ماجہ:۱۹۸۷، مسند احمد:۴۷۱۰)

صحیح البخاری:۵۹۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن مقاتل یہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک مروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبیداللہ، یہ از ابن عمر العمری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اللثة" یہ دانتوں کے گرد جو گوشت ہے اس کو کہتے ہیں۔ اور نافع کی مراد اس میں حصر نہیں ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ کبھی مسوڑھے میں بھی عورتیں گدواتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۳۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے

Marfat.com

مُرَّةَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ آخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا فَأَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعَرٍ قَالَ مَا كُنْتُ أَرَى أَحَدًا يَفْعَلُ هَذَا غَيْرَ الْيَهُودِ إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم سَمَّاهُ الزُّورَ يَعْنِي الْوَاصِلَةَ فِي الشَّعَرِ۔

(صحیح مسلم: ۲۱۲۷، سنن نسائی: ۵۲۴۶، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۷، مسند احمد: ۱۶۳۸۸)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے جوان کا مدینہ میں آخری بار آنا تھا، پس انہوں نے ہمیں خطبہ دیا، پھر انہوں نے بالوں کا ایک گچھا نکالا اور کہا: میری رائے یہ تھی کہ یہود کے سوا اور کوئی یہ کام نہیں کرتا ہوگا، بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جھوٹ رکھا ہے یعنی جو عورت اپنے بالوں میں دوسری عورت کے بالوں کو جوڑنے والی ہو۔

صحیح البخاری: ۵۹۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس باب کے اول میں گزر چکی ہے، اور اس حدیث میں وہ اضافہ ہے جو اس میں نہیں تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الزور" علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: "الزور الکذب والباطل والتھمة" زور کا معنی: جھوٹ، باطل اور تہمت ہے، اور اسی سے بنایا گیا ہے "شھد الزور" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جڑے ہوئے بالوں کو جھوٹ فرمایا یا زور فرمایا، کیونکہ یہ جھوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کی تغییر ہے۔ اور صحیح مسلم میں حدیث ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ سے منع فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۲۔ ۱۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۴۔ بَابُ: الْمُتَنَمِّصَاتِ

چہرہ کے بال نوچنے والیوں کا بیان

اس باب میں ان احادیث کا بیان کیا گیا ہے جن میں ان عورتوں کی مذمت کی گئی ہے جو اپنے چہرہ کے بالوں کو نوچ کر نکالتی ہیں۔

۵۹۳۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ لَعَنَ عَبْدُ اللهِ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ فَقَالَتْ أُمُّ يَعْقُوبَ مَا هَذَا قَالَ عَبْدُ اللهِ وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ وَفِي كِتَابِ اللهِ قَالَتْ وَاللهِ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُهُ قَالَ وَاللهِ لَئِنْ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از منصور از ابراہیم از علقمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے گودنے والیوں اور چہرہ سے بالوں کو نوچنے والیوں اور بالوں اور دانتوں کے درمیان حسن کے لیے کشادگی کرنے والیوں جو اللہ کی تخلیق میں تغیر کرنے والی ہیں، ان پر لعنت فرمائی، تو ام یعقوب نے کہا: یہ کیا ہے؟ تو حضرت عبداللہ نے کہا: مجھے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ کی کتاب میں لعنت ہے، ام یعقوب نے کہا:

Marfat.com

اللہ کی قسم! میں نے دو گتوں کے درمیان پورے قرآن کو پڑھا ہے اور اس میں، میں نے اس کو نہیں پایا، (یعنی ان عورتوں پر لعنت)، حضرت عبداللہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم قرآن کو پڑھتیں تو تم اس میں اس کو پالیں، پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو، اور جس کام سے تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔ (الحشر: ۷)

(صحیح بخاری: ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۵۹۳۱، ۵۹۳۹، ۵۹۴۳، ۵۹۴۸، صحیح مسلم: ۲۱۲۵، سنن ترمذی: ۲۷۸۲، سنن نسائی: ۵۰۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۹، مسند احمد: ۴۱۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۹، سنن دارمی: ۲۶۴۷)

صحیح البخاری: ۵۹۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن ابراہیم، یہ ابن راہویہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ جریر بن عبدالحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، یہ منصور بن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، یہ ابراہیم النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علقمہ، یہ علقمہ بن قیس النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث اس باب کے شروع میں "المتفلجات للحسن" کے عنوان سے گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی وہاں گزر چکی ہے اور ام یعقوب کا بیان بھی ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مابین اللوحین" یعنی دو گتوں کے درمیان جو اوراق ہیں، یا اس سے مراد ہے رحل جس پر قرآن مجید کو رکھا جاتا ہے، اور یہ قرآن مجید سے کنایہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی وضاحت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ قرآن مجید میں بھی گودنے والی اور دانتوں کے درمیان کشادگی کرانے والی پر لعنت ہے، اس پر ام یعقوب نے کہا: میں نے تو سارا قرآن پڑھا ہے اس میں تو ان پر لعنت کا ذکر نہیں ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس پر لعنت فرمائی ہے، اور قرآن مجید نے کہا ہے کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمائیں اس سے تم رک جاؤ، تو گویا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب گودنے اور دانتوں کے درمیان کشادگی کرانے سے منع فرمایا ہے تو یہ بھی قرآن کا حکم ہے کیونکہ قرآن نے کہا ہے: جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روکیں،

Marfat.com

اس سے رک جاؤ۔ تو اس اعتبار سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم قرآن پڑھتیں تو اس کو پا لیتیں۔

نیز میں یہ کہتا ہوں کہ اس طرح تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کا حکم دیا اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یہ قرآن میں ہے اگرچہ وہ صراحۃً قرآن مجید میں نہ ہو، اس طرح جس کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن میں ہے کہ یہ ممنوع ہے، البتہ یوں کہنا صحیح ہے کہ جس چیز کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا یا اس سے منع فرمایا تو اس پر عمل کرنا بھی قرآن کے حکم پر عمل کرنا ہے، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں ناک میں پانی ڈالنے کا حکم دیا حالانکہ صراحۃً قرآن مجید میں ناک میں پانی ڈالنے کا حکم نہیں ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سے زیادہ اعضاء وضو کے دھونے سے منع فرمایا ہے، حالانکہ یہ ممانعت قرآن مجید میں نہیں ہے، اور ام یعقوب کی مراد بھی یہی تھی کہ گودنے والیوں پر لعنت کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً نہیں ہے۔ اور قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ جس کام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، اس سے رکنا لازم ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۸۵۔ بَابُ: الْمَوْصُولَةِ

عورت کا اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورت کے بالوں کو جڑوانے کا بیان

۵۹۴۰۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بال جوڑنے والی پر اور بال جڑوانے کو طلب کرنے والی پر اور گودنے والی پر اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۴۰، ۵۹۴۲، ۵۹۴۷، صحیح مسلم: ۲۱۲۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۳، سنن نسائی: ۵۰۹۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۷، مسند احمد: ۴۷۱۰)

صحیح البخاری: ۵۹۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''الموصولة'' یعنی بال جڑوانے والی، اور حدیث میں مذکور ہے المستوصلة، یعنی بال جڑوانے کو طلب کرنے والی، اور ان دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، اور وہ ابن سلام ہیں۔ اور عبدہ مذکور ہے، وہ ابن سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، وہ ابن عمر العمری ہیں، اور ان کے متعلق کلام گزر چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۱۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۵۹۴۱۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّهُ سَمِعَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْمُنْذِرِ تَقُولُ سَمِعْتُ أَسْمَاءَ قَالَتْ سَأَلَتْ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ ابْنَتِي أَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَامَّرَقَ شَعَرُهَا وَإِنِّي زَوَّجْتُهَا أَفَأَصِلُ فِيهِ فَقَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُولَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے فاطمہ بنت المنذر سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں: میں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے بتایا کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے سوال کیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! میری بیٹی کی سر کی کھال میں سرخ دانے نکل آئے ہیں جس سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہیں اور میں اس کا نکاح کر چکی ہوں، کیا میں اس کے بالوں کے ساتھ دوسرے بالوں کو جوڑ دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۳۶، ۵۹۴۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۲، سنن ترمذی: ۱۷۵۹، سنن نسائی: ۵۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۸، مسند احمد: ۲۴۲۸۲)

صحیح البخاری: ۵۹۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمیدی، ان کا نام عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ ہے، جو اپنے اجداد میں سے ایک کی طرف منسوب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ابن عروہ بن الزبیر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے فاطمہ بنت المنذر بن الزبیر بن العوام، یہ راوی ہشام کی زوجہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الحصبة" یہ سرخ دانے ہیں جو کھال میں متفرق جگہوں پر نکل آتے ہیں اور یہ چیچک کی ایک قسم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۲۔ حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَوْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاشِمَةُ وَالْمُوتَشِمَةُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن دکین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں صخر بن جویریہ نے حدیث بیان کی، از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان

Marfat.com

وَالْوَاصِلَةُ وَالْمُسْتَوْصِلَةُ يَعْنِي لَعَنَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کرتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا یا انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گودنے والی اور گودوانے والی اور سر کے بالوں کو جوڑنے والی اور سر کے بالوں کو جڑوانے والی، یعنی ان پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۴۰، ۵۹۴۲، ۵۹۴۷، صحیح مسلم: ۲۱۲۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۳، سنن نسائی: ۵۰۹۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۷، مسند احمد: ۴۷۲۰)

صحیح البخاری: ۵۹۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یوسف بن موسیٰ کا ذکر ہے، ان کا نام یوسف بن موسیٰ بن راشد القطان الکوفی ہے، انہوں نے بغداد میں رہائش اختیار کی اور وہیں پر ۲۵۲ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔

اور اس حدیث کی سند میں الفضل بن دُکین کا ذکر ہے، اور المستملی کی روایت میں مذکور ہے الفضل بن زُہیر اور الفربری کے بعض رواۃ نے کہا ہے: الفضل بن دکین یا الفضل بن زُہیر، ان کو تردد ہے۔ اور ایک مرتبہ انہوں نے وثوق سے کہا: الفضل بن زُہیر۔ ابوعلی الغسانی نے کہا: وہ الفضل بن دکین بن حماد بن زُہیر ہیں، پس ان کی نسبت ان کے باپ کے دادا کی طرف ہے اور وہ ابو نعیم شیخ بخاری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم او قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم"۔ اس میں راوی کو شک ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا کہا تھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا یا انہوں نے کہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الواشمة"۔ اس کے بعد اس قول کا مقولہ ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چار کو لعنت کی جگہ میں ذکر فرمایا اور آپ نے لعنت کی تصریح نہیں فرمائی، اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے واضح کیا ہے اپنے اس قول سے کہ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ نے الواشمة اور بعد میں جن کا ذکر ہے، ان پر لعنت فرمائی۔ اور اس روایت کی بناء پر کسی اور چیز کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۴۔۱۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از ابراہیم از

Marfat.com

وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ مَالِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ۔

علقمہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر اور چہرہ سے بال نوچنے والیوں پر اور حسن کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی کرانے والیوں پر جو اللہ کی تخلیق میں تغیر کرتی ہیں، لعنت فرمائی ہے۔ اور مجھے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور وہ لعنت اللہ کی کتاب میں مذکور ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۵۹۳۱، ۵۹۳۹، ۵۹۴۳، ۵۹۴۸، صحیح مسلم: ۲۱۲۵، سنن ترمذی: ۲۷۸۲، سنن نسائی: ۵۰۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۹، مسند احمد: ۴۱۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۹، سنن دارمی: ۲۶۴۷)

صحیح البخاری: ۵۹۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس باب کے شروع میں گزر چکی ہے، اور اس کی تفسیر وہاں کردی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۶۔ بَابُ: الْوَاشِمَةِ — گودنے والیوں کا بیان

یہ باب گودنے والی عورت کی مذمت کے بیان میں ہے۔

۵۹۴۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْعَيْنُ حَقٌّ وَنَهَى عَنِ الْوَشْمِ حَدَّثَنِي ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ ذَكَرْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ حَدِيثَ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنْ أُمِّ يَعْقُوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ مِثْلَ حَدِيثِ مَنْصُورٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نظر کا لگنا برحق ہے، اور آپ نے گودنے سے منع فرمایا۔

مجھے ابن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن عابس سے منصور کی حدیث ذکر کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، تو انہوں نے کہا: میں نے اس کو ام یعقوب سے سنا ہے از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، جیسے منصور کی حدیث ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۴۰، ۵۹۴۴، صحیح مسلم: ۲۱۸۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۹، سنن ابن ماجہ: ۳۵۰۷، مسند احمد: ۲۷۴۶۵)

صحیح البخاری: ۵۹۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "الواشمة" یعنی گودنے والی اور اس حدیث میں مذکور ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے سے منع فرمایا"۔ اور گودنا، گودنے والی کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یا تو یہ ابن یونس ہیں اور یا یہ ابن جعفر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہمام، یہ ابن منبہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "العین حق"، یعنی نظرِ بد کا لگنا برحق ہے، اس کی تاثیر ہوتی ہے۔

اور عبدالرحمٰن بن عابس کی حدیث عنقریب ذکر کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۵۔۱۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ أَبِي فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ وَالْوَاشِمَةِ وَالْمُسْتَوْشِمَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو دیکھا، پس انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے اور کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے اور سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت بھیجی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۸۶، ۲۲۳۸، ۵۳۴۷، ۵۹۴۵، ۵۹۶۲، صحیح مسلم: ۱۵۹۷، سنن ترمذی: ۱۲۰۶، سنن نسائی: ۳۴۱۶، سنن ابوداؤد: ۳۴۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۲۷۷، مسند احمد: ۱۸۴۸۱، سنن دارمی: ۲۵۳۵)

صحیح البخاری: ۵۹۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

خون کی قیمت کی ممانعت کا بیان اور اضطرار کی صورت میں اس کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے "عن ثمن الدم" یعنی آپ نے خون کی قیمت سے اس لیے منع فرمایا کہ وہ نجس ہے، یا یہ حدیث

Marfat.com

محمول ہے فصد لگانے والے کی اجرت پر۔

میں کہتا ہوں کہ آج کل لوگ ہسپتالوں میں اپنا خون بیچ دیتے ہیں اور ہسپتال والے اس خون کے گروپ کے اعتبار سے اس کو محفوظ کر لیتے ہیں اور جب کسی مریض کو اس گروپ کے خون کی ضرورت ہو تو وہ خون اس کے جسم میں منتقل کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں یہ سوال ہوگا کہ آیا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ تو تحقیق یہ ہے کہ اضطرار کی صورت میں تو یہ عمل جائز ہے مثلاً اگر کسی مریض کے جسم میں خون نہ پہنچایا جائے تو اس کی موت کا خطرہ ہو یا بیماری کے شدید بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں اس کے جسم میں خون پہنچانا ضروری ہوتا ہے، ایسی صورت میں یا تو مریض کے متعلقین خود اپنا خون پیش کریں اور اگر کسی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو ہسپتال سے اس مریض کے گروپ کا خون خرید کر اس کے جسم میں پہنچا دیا جائے تا کہ اس مریض کی جان بچائی جا سکے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیا اضطرار کی صورت میں کسی گردہ کو خرید کر کسی مریض کے جسم میں لگایا جا سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خون میں اور گردہ میں فرق ہے، خون ایک سیال مادہ ہے اور وہ جسم میں بنتا رہتا ہے اور بعض صورتوں میں خون کو جسم سے نکالنا صحت کی بقاء کے لیے ضروری ہوتا ہے، اور گردہ ایک مخصوص اور مشخص عضو ہے، اور اس کو نکالنے سے جسم کا تشخص تبدیل ہو جائے گا، تاہم ابھی تک ہم پر ایسی دلیل ظاہر نہیں ہوئی کہ کسی انسان کی جان بچانے کے لیے اس کے جسم میں کسی دوسرے کا گردہ لگانا جائز ہو۔ (سعیدی غفرلہٗ)

نیز اس حدیث میں کتے کی قیمت سے بھی منع فرمایا ہے، عام ازیں کہ وہ کتا سدھایا ہوا ہو یا سدھایا ہوا نہ ہو۔ اور عام ازیں کہ اسے گھر یا مویشیوں کی حفاظت کے لیے رکھا جائے یا نہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور ہم نے اس کا کتاب البیوع میں ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وموکلہ" یعنی سود دینے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے، کیونکہ وہ بھی گناہ میں شریک ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۷۔ بَابُ: الْمُسْتَوْشِمَةِ — گدوانے والی کا بیان

اس باب کی احادیث میں اس عورت کی مذمت بیان کی گئی ہے جو گدوانے کو طلب کرتی ہے۔

۵۹۴۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ عُمَرُ بِامْرَأَةٍ تَشِمُ فَقَامَ فَقَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ مَنْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْوَشْمِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُمْتُ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَنَا سَمِعْتُ قَالَ مَا سَمِعْتَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَا تَشِمْنَ وَلَا تَسْتَوْشِمْنَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از عمارہ از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جو گودنے کا کام کرتی تھی، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گودنے کے متعلق کچھ سنا ہے تو وہ بتائے، تب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں کھڑا ہوا، پھر میں نے کہا: اے امیر المومنین!

Marfat.com

میں نے سنا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ نے کیا سنا ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: تم نہ گودنے کا کام کرو اور نہ گودنے کے کام کو طلب کرو۔

صحیح البخاری: ۵۹۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی امام نسائی نے کتاب الزینت میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "المستوشمة" یعنی گدوانے کو طلب کرنے والی اور اس حدیث میں مذکور ہے تم گدوانے کو طلب نہ کرو، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمارہ، یہ ابن القعقاع بن شبرمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو زرعہ، یہ ہرم بن عمرو بن جریر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تشم" یہ وشم وشما کے باب سے ہے اور اس کا معنی ہے: ہاتھ وغیرہ میں سوئی کو چبھونا اور پھر اس کے اوپر سرمہ کو چھڑکنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تستوشمن" یعنی تم گدوانے کو ہرگز طلب نہ کرو۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ ذکر کیا، اس کا فائدہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی احادیث کے ثبوت کو طلب کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدیث کے جمع کرنے میں اور روایت کرنے میں بہت متشدد تھے، اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا ہوتا تو وہ منقول ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عورت کے ساتھ بالوں کو جوڑنے والی اور جڑوانے والی اور گودنے والی

Marfat.com

اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی۔

(صحیح بخاری: ۵۹۴۰، ۵۹۴۲، ۵۹۴۷، صحیح مسلم: ۲۱۲۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۳، سنن نسائی: ۵۰۹۵، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۷، مسند احمد: ۴۷۱۰)

صحیح البخاری: ۵۹۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخر میں ہے، کیونکہ حدیث کے آخر میں المستوشمة کا لفظ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، یہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، یہ ابن عمر العمری ہیں۔ اور یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ مَالِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از سفیان از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر اور رخسار سے بال نوچنے والیوں پر اور حسن کے لیے دانتوں میں کشادگی کرانے والیوں پر اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔ انہوں نے کہا: میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور وہ لعنت اللہ کی کتاب میں ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۵۹۳۱، ۵۹۳۹، ۵۹۴۳، ۵۹۴۸، صحیح مسلم: ۲۱۲۵، سنن ترمذی: ۲۷۸۲، سنن نسائی: ۵۰۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۹، مسند احمد: ۴۱۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۹، سنن دارمی: ۲۶۴۷)

صحیح البخاری: ۵۹۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن، وہ ابن مہدی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ الثوری ہیں۔ باقی رجال کا عنقریب ذکر کیا گیا ہے اور یہ حدیث بھی گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۸۸۔ بَابُ: التَّصَاوِيرِ — تصاویر کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب تصاویر کے حکم کے بیان میں ہے کہ تصاویر کو استعمال کرنا اور ان کو بنانا اور ان کو رکھنا شرعی طور پر کیسا ہے؟ اور تصاویر کا لفظ تصویر کی جمع ہے، اس کا معنی صورت ہے، اور کسی شے کی صورت اس کی حقیقت اور ہیئت ہے۔ اس باب کو اور اس باب کے بعد نو ابواب کو کتاب اللباس میں ذکر کیا ہے، اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ لباس سے غرض زینت ہے اور تصویر بھی زینت کے لیے بنائی جاتی ہے، اور اس کے بعد جو نو ابواب ہیں وہ بھی صورت کے متعلقات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۴۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيرُ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ أَبَا طَلْحَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از ابی طلحہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں جس میں تصاویر ہوں۔

اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے خبر دی، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۲۲۵، ۳۲۲۶، ۳۳۲۲، ۴۰۰۲، ۵۹۴۹، ۵۹۵۸، صحیح مسلم: ۲۱۰۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۴، سنن نسائی: ۵۳۴۸، سنن ابو داؤد: ۴۱۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۹، مسند احمد: ۲۷۵۶۴، موطا امام مالک: ۱۸۰۱)

صحیح البخاری: ۵۹۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، وہ ابن ابی ایاس ہیں، یہ محمد بن عبد الرحمن بن المغیرہ بن الحارث ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ذئب، ان کا نام ہے ہشام بن سعید۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوطلحہ، ان کا نام ہے زید بن سہل الانصاری۔ اور اس حدیث میں صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

جس گھر میں کتا یا تصاویر ہوں اس میں مطلقاً فرشتے داخل نہیں ہوتے یا مخصوص رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''الملئکة'' بہ ظاہر اس سے مراد عموم ہے، یعنی جس گھر میں کتا یا تصاویر ہوں، اس گھر میں کوئی فرشتہ داخل نہیں ہوتا، لیکن اس سے ''الحفظة'' یعنی کراماً کاتبین کا استثناء کیا گیا ہے، کیونکہ وہ کسی شخص سے کسی حال میں بالکل الگ نہیں ہوتے۔

علامہ ابن وضاح، علامہ خطابی، علامہ داؤدی اور دوسرے شارحین نے اس کو وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے، اور انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں ملئکة سے مراد وحی کے فرشتے ہیں مثلاً حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام۔ رہے الحفظة، پس بے شک وہ ہر گھر میں داخل ہوتے ہیں اور انسان سے بالکل جدا نہیں ہوتے، سوائے بیت الخلاء کے اور سوائے جماع کے، جیسا کہ اس کا ذکر ایک حدیثِ ضعیف میں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ملئکة سے مراد رحمت اور استغفار کے فرشتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بیتا'' اس سے مراد ہے وہ جگہ جہاں پر کوئی شخص ٹھہرا ہوا ہو، برابر ہے کہ وہ گھر ہو یا خیمہ ہو یا کچھ اور ہو۔

میں کہتا ہوں: آج کل تقریباً ہر گھر میں اخبار ہوتے ہیں اور اخبار تصاویر سے خالی نہیں ہوتے اور ہر شخص کے پاس بہر حال کرنسی نوٹ ہوتے ہیں اور نوٹ میں تصویر ہوتی ہے، اور ویسے بھی لوگ گھروں میں زیبائش کے لیے تصاویر رکھتے ہیں، تو پھر فرشتے کسی گھر میں بھی داخل نہیں ہوں گے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس حدیث میں یہ قید لگائی جائے کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ (سعیدی غفرلہ)

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیہ کلب'' ظاہر یہ ہے کہ اس میں بھی عموم مراد ہے، علامہ القرطبی اور علامہ النووی نے بھی یہی کہا ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے: اس سے وہ کتے مستثنیٰ ہیں جن کو رکھنے کی شریعت میں اجازت دی گئی ہے جیسے شکار کے کتے اور مویشیوں کی حفاظت کے کتے اور کھیتوں کی حفاظت کے کتے۔

جس گھر میں کتا ہو، اس گھر میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کی وجہ میں اختلافِ علماء

اور اس میں اختلاف ہے کہ جس گھر میں کتا ہو، اس گھر میں فرشتوں کا داخل ہونا کیوں ممنوع ہے؟

ایک قول یہ ہے کہ کتا نجس العین ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ کتا شیاطین سے ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ کتے کے ساتھ نجاست متعلق رہتی ہے، کیونکہ کتا اکثر نجاست کھاتا ہے اور نجاست میں لتھڑا ہوا رہتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تمام تحریر کچھ فائدہ نہیں دیتی، کیونکہ خنزیر کتے سے زیادہ نجس ہے، کیونکہ اس کی نجاست کے متعلق تو نص صریح ہے اور شیطان سے تو کوئی گھر خالی نہیں ہوتا اور بلی بھی اکثر نجاست کھاتی ہے۔ اس کے باوجود جس گھر میں بلی یا خنزیر ہو اس گھر میں فرشتوں کا داخل ہونا ممتنع نہیں ہے، سو اس گھر کے جس میں خصوصیت کے ساتھ کتا ہو باقی نجس حیوانات کے سوا۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تصاویر" ۔ بدأ الخلق میں بھی اس روایت کا ذکر ہے اور وہاں تصاویر کی جگہ صورت کا لفظ ہے، اور علامہ الخطابی نے کہا ہے: صورت سے مراد وہ صورت ہے جس میں روح ہو، اور اس تصویر کا سر نہ کاٹا گیا ہو اور اس کو پاؤں سے روندا نہ گیا ہو۔

علامہ ابن حبان نے عجیب وغریب بات کہی، انہوں نے کہا: یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، یعنی آپ کے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوں گے اگر آپ کے گھر میں تصویر ہو یا کتا ہو، اور انہوں نے کہا: اس کی نظیر دوسری حدیث ہے جس میں ارشاد ہے کہ فرشتے ان رفیقوں کے ساتھ نہیں رہتے جن میں گھنٹی ہو، ابن حبان نے کہا: یہ ان رفقاء پر محمول ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں، کیونکہ یہ محال ہے کہ کوئی حج کرنے والا یا عمرہ کرنے والا بیت اللہ کے قصد سے سواریوں پر نکلے اور اس کے ساتھ فرشتے نہ ہوں حالانکہ وہ اللہ عزوجل کا وفد ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں مجسموں کے بنانے کا جواز

اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا ہے:

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ۔ سلیمان جو کچھ چاہتے تھے وہ (جنات) ان کے لیے بنا دیتے تھے، قلعے اور مجسمے۔ (سبا: ۱۳)

مجسمے کی تفسیر میں امام طبرانی کی روایت ہے کہ مجاہد نے کہا: وہ پیتل کے مجسمے بناتے تھے، اور قتادہ نے کہا: وہ لکڑی اور شیشے کے مجسمے بناتے تھے، اس کی امام عبدالرزاق نے روایت کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ مجسمے بنانا ان کی شریعت میں جائز تھا، اور وہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین رحمہم اللہ کی شکلیں بناتے تھے، ان میں سے بعض شکلیں ایسی ہوتی تھیں جس میں وہ عبادت میں مشغول ہوں تاکہ لوگ ان کو دیکھ کر ان کی طرح عبادت کریں، پھر ہماری شریعت میں اس سے ممانعت آ گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۷۔۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۹۔ بَابٌ: عَذَابِ الْمُصَوِّرِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کے عذاب کا بیان

اس باب میں تصویر بنانے والوں کے اس عذاب کا بیان ہے جو قیامت کے دن ان کو دیا جائے گا۔

۵۹۵۰۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ قَالَ كُنَّا مَعَ مَسْرُوْقٍ فِيْ دَارِ يَسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ فَرَأَى فِيْ صُفَّتِهِ تَمَاثِيْلَ فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۹، سنن نسائی: ۵۳۶۴، مسند احمد: ۳۵۴۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از مسلم، انہوں نے بیان کیا کہ ہم یسار بن نمیر کے مکان میں مسروق کے ساتھ تھے، پس انہوں نے اس مکان کے چبوترے میں مجسمے دیکھے تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ

Marfat.com

بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:
بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ شدید عذاب
قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا جو تصویریں بنانے والے ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمیدی، ان کا ذکر عنقریب کیا جاچکا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، وہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مسلم، وہ ابن الصبیح ابوالضحیٰ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تماثیل" یہ تمثال کی جمع ہے اور یہ مثال کا اسم ہے۔ اور جب تم کسی صورت کی مثال بناؤ تو اس کو تمثال کہا جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ صورت میں اور تمثال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ صورت جاندار کی ہوتی ہے اور تمثال جاندار اور غیر جاندار دونوں کی ہوتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تمثال وہ ہے جس کا جسم ہو اور مشخص ہو، اور صورت وہ ہے جو کپڑے پر یا دیوار پر نقش ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان اشد الناس عذابا یوم القیامة المصورون" یعنی قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ اسی طرح مسند الحمیدی میں از سفیان، یوم القیامۃ ہے۔ اور ان سے روایت ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ لوگوں میں عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا اور یہ ہوسکتا ہے کہ حمیدی نے دونوں طرح حدیث بیان کی ہو، اور حمیدی نے اپنی مسند میں جس طرح حدیث بیان کی ہے، وہ اس باب کے عنوان کے مطابق ہے اور اس حدیث میں ہے "عند اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم میں۔

اور ابومعاویہ نے از الاعمش روایت کی ہے کہ جن اہلِ دوزخ کو قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ہوگا وہ تصویر بنانے والے ہوں گے، اسی طرح بعض راویوں سے واقع ہوا ہے، اور اکثرین کے نزدیک المصورین ہیں۔

تصویر بنانے والوں کو سب سے زیادہ عذاب ہونے پر ایک اشکال اور اس کے جوابات

اس جگہ یہ اشکال ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا اور قرآن مجید میں ہے:

اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ ۝ (یہ حکم دیا جائے گا کہ) آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو O (المومن: ۴۶)

Marfat.com

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ تصویر بنانے والے کو آلِ فرعون سے بھی زیادہ شدید عذاب ہو۔ امام طبری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں مراد یہ ہے: جو اس کی تصویر بناتا ہے جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے اور وہ اس کا جاننے والا ہو اور اس کا قصد کرنے والا ہو تو وہ اس عمل سے کافر ہو جائے گا، پس کوئی بعید نہیں ہے کہ وہ بھی اس عذاب میں داخل ہو جس عذاب میں آلِ فرعون داخل ہے، لیکن جو اس کا قصد نہیں کرتا وہ نافرمان ہوگا اور کافر نہیں ہوگا۔

علامہ قرطبی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں جو اشد الناس فرمایا ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کو تمام لوگوں سے زیادہ عذاب ہوگا، بلکہ بعض لوگوں سے زیادہ عذاب ہوگا اور یہ بعض لوگ وہ ہیں جو اس معنی میں شریک ہیں جس پر عذاب سے ڈرایا گیا ہے، پس فرعون کو ان لوگوں سے زیادہ شدید عذاب دیا جائے گا جنہوں نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور جو اس کفر کی گمراہی میں اقتداء کرے گا، اس کو اس سے زیادہ شدید عذاب ہوگا جس کو فسق کی ولالت میں اقتداء کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا اور جس نے عبادت کے لیے کسی جاندار کی تصویر بنائی، اس کو اس سے زیادہ شدید عذاب ہوگا جس نے عبادت کے لیے کسی جاندار کی تصویر نہیں بنائی۔

اور اس کا ایک یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ زیادہ شدید عذاب تمام لوگوں کے اعتبار سے نہیں ہوگا بلکہ انسان کو جس گناہ کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا اس گناہ کے عذاب میں مبتلا دوسرے لوگوں کے اعتبار سے یہ زیادہ شدید عذاب ہوگا، لہٰذا جن لوگوں نے الوہیت کا دعویٰ کیا ان میں فرعون کا عذاب سب سے زیادہ شدید ہوگا اور جس نے کفار کی قیادت کی اس کا عذاب اس شخص کے مقابلہ میں زیادہ شدید ہوگا جس نے فاسقوں کی قیادت کی، اسی طرح جس نے جاندار کی تصاویر عبادت کے لیے بنائیں، اس کا عذاب اس شخص کے مقابلہ میں زیادہ شدید ہوگا جس نے عبادت کے لیے جاندار کی تصاویر نہیں بنائیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ زیادہ شدید عذاب ہونا عام لوگوں کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اسی گناہ کے عذاب میں مبتلا لوگوں کے اعتبار سے ہے۔

اس سوال کا ایک اور جواب یہ ہے کہ یہ وعید اگر کافر کے متعلق ہے تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ وہ کافر آلِ فرعون کے ساتھ عذاب میں مشترک ہوگا، اور اگر یہ کسی نافرمان کے متعلق ہے تو اس کو دوسرے نافرمانوں سے زیادہ شدید عذاب ہوگا اور اس میں اس پر دلیل ہوگی کہ یہ معصیت بہت عظیم ہے۔

صاحب التوضیح علامہ ابن الملقن نے کہا ہے: ہمارے اصحاب شافعیہ اور دوسروں نے کہا ہے کہ حیوان کی صورت کی تصویر بنانا بہت سخت حرام ہے اور یہ گناہِ کبیرہ ہے، برابر ہے کہ اس نے وہ تصویر اس لیے بنائی ہو کہ اس کو قدموں تلے روندا جائے یا اس کے غیر کے لئے بنائی ہو، تصویر ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت ہے۔ اور خواہ اس نے وہ تصویر کسی کپڑے میں بنائی ہو یا چادر میں بنائی ہو یا دینار میں بنائی ہو یا درہم میں بنائی ہو یا برتن میں بنائی ہو یا باغ میں بنائی ہو۔

اور جس تصویر میں کسی جاندار کی صورت نہیں ہے جیسے درخت وغیرہ، تو وہ حرام نہیں ہے، اور ان سب صورتوں میں برابر ہے کہ وہ ایسی تصویر ہو کہ جس کا جسم اور سایہ ہو اور جس کا سایہ اور جسم نہ ہو، اور اسی معنی کے اعتبار سے علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے جس میں امام مالک، ثوری، امام ابوحنیفہ اور دوسرے علماء ہیں۔ اور قاضی نے کہا: اس میں لڑکیاں جو گڑیا کھیلتی ہیں اس کا استثناء ہے، اور امام مالک گڑیا کے خریدنے کو مکروہ کہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۹۔ ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۵۱۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم

Marfat.com

عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هَذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ۔

(صحیح البخاری: ۷۵۵۸، صحیح مسلم: ۲۱۸، سنن نسائی: ۵۳۶۱، مسند احمد: ۵۱۳۶)

بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں، قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: ان کو زندہ کرو جن کو تم نے پیدا کیا تھا۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے'' احیوا ما خلقتم'' یعنی اس کو جاندار اور روح والا بناؤ، اور اس امر کو امرِ تعجیز کہتے ہیں۔ اور جس کو تم نے پیدا کیا ہے، اس کا معنی ہے: جس کی تم نے صورت بنائی ہے، یعنی جس کی تم نے صورت بنائی ہے اس میں جان ڈالو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۰۔ بَابُ: نَقْضِ الصُّوَرِ — تصویروں کو توڑنا اور ان کی ہیئت کو متغیر کرنا

اس باب کی احادیث میں تصویروں کے توڑنے اور ان کی ہیئت کو متغیر کرنے کا بیان کیا گیا ہے۔

۵۹۵۲۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَتْرُكُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فِيهِ تَصَالِيبُ إِلَّا نَقَضَهُ۔

(سنن ابوداؤد: ۴۱۵۱، مسند احمد: ۲۴۷۴۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از حضرت عمران بن حطان رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ اپنے گھر میں صلیب کی کوئی صورت نہیں چھوڑتے تھے مگر اس کو توڑ دیتے تھے۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں معاذ بن فضالہ کا ذکر ہے، مُعاذ کی میم پر پیش ہے اور فَضالہ میں فاء پر زبر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، یہ ابن ابی عبداللہ الدستوائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمران بن حطان کا ذکر ہے، یہ السدوسی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تصالیب"، علامہ کرمانی نے کہا: ایسی تصاویر جو صلیب کی طرح ہوں، کہا جاتا ہے: صوب مصلب، یعنی جس کپڑے پر عیسائیوں کی صلیب کی طرح نقش ہو۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ "التصالیب"، صلیب کی جمع ہے، گویا کہ انہوں نے جس چیز پر صلیب کی صورت ہو، اس کا نام تصلیب رکھ دیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: جس طرح انہوں نے ذکر کیا ہے، اس کے اعتبار سے تصالیب، تصلیب کی جمع ہے نہ کہ صلیب کی جمع ہے۔ اور الکشمیہنی کی روایت میں تصالیب کی بجائے تصاویر کا لفظ ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "نقضه" یعنی آپ اس کو توڑ دیتے اور اس کو باطل کر دیتے اور اس کی صورت کو متغیر کر دیتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۵۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ فَرَأَى أَعْلَاهَا مُصَوِّرًا يُصَوِّرُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً وَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً ثُمَّ دَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ حَتَّى بَلَغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ مُنْتَهَى الْحِلْيَةِ۔

(صحیح بخاری: ۵۹۵۹، صحیح مسلم: ۲۱۱۱، مسند احمد: ۷۱۲۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوزرعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں ایک گھر میں داخل ہوا، تو انہوں نے دیکھا کہ اس گھر کے اوپر کے حصہ میں ایک مصور تصویر بنا رہا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی مثل تخلیق کرنے جا رہا ہے، پس یہ لوگ ایک دانہ پیدا کریں اور ایک ذرہ پیدا کریں، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک طشت منگایا اور اس میں اپنے ہاتھ دھوئے حتیٰ کہ اپنی بغلوں تک ہاتھ دھوئے، میں نے کہا: اے ابو ہریرہ! کیا اس چیز کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ (یعنی بغلوں تک ہاتھ دھونے کو) تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ جگہ زیور پہننے کی انتہاء ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے تصاویر کو توڑنا، اور اس حدیث میں توڑنے کا ذکر نہیں ہے، اس لیے مطابقت صرف تصویر کے لفظ میں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں موسیٰ کا ذکر ہے، یہ موسیٰ بن اسماعیل ہیں اور اس حدیث کی سند میں عبدالواحد کا ذکر ہے، یہ ابن زیاد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمارہ کا ذکر ہے، یہ ابن القعقع ہیں، اور اس حدیث کی سند میں ابوزرعہ کا ذکر ہے، یہ ہرم بن عمرو بن جریر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے "مدینہ کا ایک گھر": یہ مروان بن الحکم کا گھر تھا۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے: وہ گھر سعید کے لیے بنایا گیا تھا یا مروان کے لیے، اور سعید سے مراد سعید بن العاص بن سعید الاموی ہیں۔ سعید بن العاص اور مروان بن الحکم باری باری حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے مدینہ پر حکومت کرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ایک مصور گھر کے اوپری حصہ پر تصویر بنا رہا تھا": اس سے مراد ہے کہ اس گھر کی چھت پر تصویر بنا رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی مثل تخلیق کرنے چلا ہے"۔ اس میں عبارت محذوف ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی مثل تخلیق کرنے چلا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کخلقی" یعنی وہ صورت بنانے میں میری مشابہت اختیار کر رہا ہے۔

اس حدیث میں ارشاد ہے "اس سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا یعنی تصویر بنانے والا سب سے بڑا ظالم ہے"۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ کافر تو اس سے بڑا ظالم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو کسی بت کی تصویر بناتا ہے تاکہ اس کی عبادت کی جائے تو وہ خود کافر ہے، اور اس کا عذاب باقی کفار سے زیادہ ہوگا، کیونکہ وہ ایسا بت بناتا ہے جس کی عبادت کی جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حبة" یعنی جو تصویر بنا رہا ہے، وہ کوئی گندم یا جَو یا جوار کا دانہ بنا کر دکھائے یا چیونٹی بنا کر دکھائے، یعنی وہ چھوٹی سی چیز کی تخلیق پر قادر نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک پانی کا طشت منگایا اور اس میں ہاتھ دھوئے، ہاتھ دھونا وضو سے کنایہ ہے، کیونکہ وضو ہاتھ دھونے کو مستلزم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقلت یا اباھریرہ" اس قول کے قائل ابوزرعہ ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اشیء سمعته؟" یعنی آپ جو بغلوں تک ہاتھوں کو دھو رہے ہیں، آپ نے کیا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سے سنا ہے؟۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال منتهى الحلية" یعنی بغلوں تک ہاتھوں کو دھونا اس لیے ہے تا کہ جنت میں مومن کو بغلوں تک زیور پہنایا جائے، اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اس کا وضو پہنچتا ہے۔ امام ابو عبید نے کہا "حلية" سے مراد ہے قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی جو وضو کریں گے تو وہ آثار وضو سے غر محجل ہوں گے، یعنی ان کے ہاتھ اور پاؤں بھی سفید اور چمکدار ہوں گے اور ان کا چہرہ بھی سفید اور چمکدار ہو گا۔

(عمدة القاری ج ۲۲ ص ۱۱۱۔ ۱۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۱۔ باب: مَا وُطِئَ مِنَ التَّصَاوِيرِ — جن تصاویر کو پاؤں سے روندا جائے

اس باب میں ان تصاویر کا بیان کیا گیا ہے جن کو پاؤں سے روند کر ان کی توہین کی جائے۔

۵۹۵۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ وَمَا بِالْمَدِينَةِ يَوْمَئِذٍ أَفْضَلُ مِنْهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ بِقِرَامٍ لِي عَلَى سَهْوَةٍ لِي فِيهَا تَمَاثِيلُ فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم هَتَكَهُ وَقَالَ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللهِ قَالَتْ فَجَعَلْنَاهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمن بن القاسم سے سنا اور ان دنوں مدینہ میں ان سے افضل کوئی نہیں تھا، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے واپس تشریف لائے اور میں نے اپنے گھر کے چبوترے پر ایک منقش پردہ لٹکایا ہوا تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو اس کو پھاڑ دیا اور فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پھر ہم نے اس پردہ کا ایک گدا یا دو گدے بنا دیے۔

(صحیح بخاری: ۲۱۰۷، ۲۱۰۹، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۶، صحیح مسلم: ۱۵۳۱، سنن ترمذی: ۱۲۴۵، سنن نسائی: ۴۴۷۳، سنن ابو داؤد: ۳۴۵۴، مسند احمد: ۴۵۵۲، موطا امام مالک: ۱۷۷۴)

صحیح البخاری: ۵۹۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے تصاویر کو پاؤں سے روندنا، اور اس حدیث میں تصاویر کو پاؤں سے روندنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں تصاویر والے کپڑے کو گدا بنانے کا ذکر ہے، اور گدے کے اوپر بیٹھا جاتا ہے اس طرح وہ تصاویر پاؤں تلے روندی جاتی ہیں۔ اور باب المظالم میں گزرا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے دو نمرقہ بنالیے، اور نمرقة کا معنی: ایسا گدا ہے جس پر ٹیک لگائی جائے یا بیٹھا جائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبد اللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد الرحمن بن القاسم، وہ اپنے والد القاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر سے آئے، امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ غزوۂ تبوک سے واپس آئے تھے اور امام ابوداؤد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ غزوۂ تبوک یا خیبر سے واپس آئے تھے، یہ روایت شک پر مبنی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قرام'' اس کا معنی: ایسا پردہ ہے جس میں نقش ونگار اور نقوش ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے باریک پردہ، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: اون کا رنگین کپڑا جس کو پالان پر بچھایا جاتا ہے۔

''سهوة'' کے متعدد معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''سهوة'' یہ اس چبوترے کو کہتے ہیں جو گھروں کے آگے بنا ہوا ہوتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی: روشن دان ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی طاق ہے، چوتھا قول یہ ہے کہ یہ چھوٹا سا گھر ہے جو ڈھلوان پر بنا ہوا ہوتا ہے اور چھوٹے خزانہ کے مشابہ ہوتا ہے، پانچواں قول یہ ہے کہ چار یا پانچ لکڑیاں کھڑی کر کے اس پر کوئی تختہ ڈالا جائے اور اس پر کوئی چیز رکھی جائے، چھٹا قول یہ ہے کہ گھر کی دیواروں میں سے ایک چھوٹی دیوار بنائی جاتی ہے اور اس کے اوپر چھت بنائی جاتی ہے، تو جو گھر کے درمیان میں ہو اس کو سھوۃ کہتے ہیں اور جو گھر کے اندر ہو اس کو مخدع کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''هتكه'' یعنی آپ نے اس کو کاٹ دیا اور اتار دیا اور دوسری روایت جو ابھی آئے گی اس میں مذکور ہے کہ آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس کو اتار دو، تو میں نے اس کو اتار دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۵۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ سَفَرٍ وَعَلَّقْتُ دُرْنُوكًا فِيهِ تَمَاثِيلُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَنْزِعَهُ فَنَزَعْتُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی مسدد نے، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور میں نے ایک موٹا پردہ لٹکایا ہوا تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں، آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس پردے کو اتار دوں، سو میں نے

Marfat.com

اس کو اتار دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷، سنن ترمذی: ۲۴۶۸، سنن نسائی: ۵۳۵۲، مسند احمد: ۲۵۲۱۶)

صحیح البخاری: ۵۹۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "درنوکا" اس کو درموک بھی کہا جاتا ہے، یہ پردہ کی ایک قسم ہے، اس میں روئیں ہوتے ہیں، دوسرا قول ہے کہ چادر کی ایک قسم ہے، علامہ خطابی نے کہا: یہ ایک دبیز کپڑا ہے، اس میں بھی روئیں ہوتے ہیں، جب اس کو نیچے بچھا دیا جائے تو یہ فرش ہوتا ہے اور جب اس کو لٹکا دیا جائے تو یہ پردہ ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۵۶۔ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ۔ (صحیح مسلم ۳۱۹)

اور میں غسل کرتی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اور میں غسل کرتی تھی۔۔الی آخرہ"۔

امام بخاری نے اس حدیث کو حدیثِ تصویر کے بعد ذکر کیا ہے، حالانکہ یہ حدیث مستقل ہے جس کو امام بخاری نے کتاب الطہارۃ میں روایت کیا ہے، اور یہاں تصویر کی حدیث کے بعد اس کو ذکر کرنے کی توجیہ یہ ہے: گویا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اسی طرح تصویر کی حدیث کے بعد سنا تھا، تو جس طرح انہوں نے سنا اسی طرح روایت کر دیا۔ اور علامہ کرمانی نے ذکر کیا ہے: گویا کہ "درنوک" یعنی وہ پردہ غسل خانہ کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا تو اسی لیے امام بخاری نے اس حدیث کو درنوک والی حدیث کے بعد ذکر کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۲۔ بَابٌ: مَنْ كَرِهَ الْقُعُوْدَ عَلَى الصُّوْرَةِ — جس نے تصویر پر بیٹھنے کو ناپسند کیا

یعنی اس باب میں ایسی احادیث بیان کی گئی ہیں کہ جس میں تصویروں پر بیٹھنے کو ناپسند کیا، خواہ ان تصویروں کو بہ طور توہین کے رکھا جائے۔

۵۹۵۷۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ فَقَامَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَقُلْتُ أَتُوبُ إِلَى اللهِ مِمَّا أَذْنَبْتُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس پر تصاویر تھیں، تو نبی

Marfat.com

قَالَ مَا هَذِهِ النُّمْرُقَةُ قُلْتُ لِتَجْلِسَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا قَالَ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ الصُّورَةُ۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۲۵۵۵۹، موطا امام مالک: ۱۸۰۳)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازہ پر کھڑے رہے اور اندر داخل نہیں ہوئے، میں نے کہا: میں نے جو گناہ کیا ہے میں اس سے اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتی ہوں، آپ نے فرمایا: یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے کہا: تا کہ آپ اس کے اوپر بیٹھیں اور اس کے ساتھ ٹیک لگائیں، آپ نے فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا: جس کی تم نے تخلیق کی ہے اس کو زندہ کرو اور فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: جس نے صورت پر بیٹھنے کو ناپسند کیا، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس وقت انکار کیا جب انہوں نے کہا: میں نے یہ گدا اس لیے خریدا ہے تا کہ آپ اس کے اوپر بیٹھیں اور اس کے ساتھ ٹیک لگائیں، اس سے معلوم ہوا کہ تصویروں پر بیٹھنا مکروہ ہے۔ اور اللیث بن سعد اور الحسن بن حی اور بعض فقہاء شافعیہ سے اسی طرح مروی ہے، اور امام طحاوی نے کہا ہے: بعض فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ کپڑوں پر تصویریں بنانا مکروہ ہے اور جن کپڑوں کو روندا جائے ان پر تصویریں بنانا بھی مکروہ ہے، اور جن کپڑوں کو پہنا جائے ان پر تصویریں بنانا بھی مکروہ ہے اور انہوں نے گھر میں تصویریں رکھنا بھی مکروہ قرار دیا ہے، اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے اور حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث سے ہے جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جویریہ، یہ جاریۃ کی تصغیر ہے، اور یہ ابن اسماء بن عبید ہیں اور یہ ان اسماء میں سے ہے جو مذکر اور مونث میں مشترک ہوتے ہیں، اسی طرح اسماء کا لفظ بھی ہے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے، وہ از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس میں تصاویر تھیں، جب اس گدے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو آپ دروازہ پر کھڑے رہے گھر کے اندر داخل نہیں ہوئے، تو میں نے آپ کے چہرہ مبارک میں کراہیت کے آثار دیکھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ گدا کیسا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے اس کو آپ کے لیے خریدا ہے تا کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر ٹیک لگائیں، اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے اس کو لیا اور اس کے میں نے دو چھوٹے تکیے بنا لیے، پس وہ دونوں چھوٹے تکیے گھر میں رکھے جاتے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نمرقة" اس کا معنی ہے: چھوٹا گدا۔ اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ تصویر کا جسم اور سایہ ہو یا نہ ہو، ہر صورت میں تصویر حرام ہے، اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ تصویر منقش ہو یا بنی ہوئی ہو، اس کے برخلاف بعض علماء کا قول ہے کہ جو تصویر بنی ہوئی ہو، وہ تصویر نہیں ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اور جو اس سے پہلے حدیث ہے ان دونوں میں تعارض ہے، کیونکہ جو اس سے پہلی حدیث ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو استعمال فرمایا جس میں تصویر بنی ہوئی تھی جب کہ اس پردہ کو کاٹ لیا گیا اور اس سے گدہ بنا دیا گیا، اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے اس گدے کو بالکل استعمال نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۱۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: ان دونوں حدیثوں میں اصلاً کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کی امام مسلم نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے اور اس میں مذکور ہے "پس میں نے اس پردہ کے مرفقتین بنا دیئے" یعنی دو چھوٹے تکیے بنا لیے، پس یہ دو چھوٹے تکیے گھر میں رکھے جاتے تھے۔ پس یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو استعمال کیا جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بنایا اور وہ یہ دو چھوٹے تکیے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ امام بخاری نے اس اضافہ کی روایت نہیں کی اور یہ دونوں حدیثیں واحد ہیں، اور اس قائل کو امام مسلم کی روایت کا پتا نہیں تھا اس لیے اس نے تعارض کا قول کیا۔

اور علامہ داؤدی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس باب کی حدیث ان تمام احادیث کے لئے ناسخ ہے جو تصویر کی رخصت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور علامہ داؤدی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ یہ خبر ہے اور خبر میں نسخ داخل نہیں ہوتا، پس یہ حدیث خود ہی ناسخ ہے، اور علامہ داؤدی پر علامہ ابن التین نے رد کیا ہے کہ جب خبر کے ساتھ امر مقارن ہو تو اس میں ناسخ کا داخل ہونا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۴۔۱۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی پوری عبارت نقل نہیں کی، ہم پوری عبارت نقل کر رہے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث ظاہر اور جو اس سے پہلے حدیث ہے اس میں تعارض ہے، کیونکہ جو اس سے پہلے حدیث ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو کاٹنے کے بعد استعمال کیا جس میں صورت تھی اور اس سے گدا بنایا گیا اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ آپ نے اس کو بالکل استعمال نہیں کیا۔ اور امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جن صورتوں کو روندا جاتا ہے ان کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان صورتوں پر بیٹھا بھی جائے، پس ہو سکتا ہے کہ گدے میں سے کپڑے کے اس حصہ کو استعمال کیا ہو جس میں صورت بنی ہوئی نہ ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق دی جائے کہ جب اس پردہ کو کاٹ دیا گیا اور وہ کاٹا صورت کے درمیان واقع ہوا تو وہ صورت اپنی ہیئت سے نکل

Marfat.com

گئی، پھر اس گدے پر بیٹھنا جائز ہو گیا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس سے پہلے باب میں ہے کہ تصویر کو توڑنا اور اس کی ہیئت کو بدلنا جائز ہے، نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ علامہ داؤدی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس باب کی حدیث تمام ان احادیث کے لیے ناسخ ہے جو تصویر بنانے کی رخصت پر دلالت کرتی ہیں اور انہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ حدیث خبر ہے اور خبر میں ناسخ داخل نہیں ہوتا، لہٰذا یہی حدیث ناسخ ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: نسخ احتمال سے ہے اور ان احادیث میں تطبیق ممکن ہے، لہٰذا نسخ کے دعویٰ کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ نیز علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی کا رد کر دیا ہے کہ جب خبر کے مقارن امر ہو تو اس پر ناسخ کا داخل ہونا جائز ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۱۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۹۵۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ الصُّورَةُ قَالَ بُسْرٌ ثُمَّ اشْتَكَى زَيْدٌ فَعُدْنَاهُ فَإِذَا عَلَى بَابِهِ سِتْرٌ فِيهِ صُورَةٌ فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللهِ رَبِيبِ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَلَمْ يُخْبِرْنَا زَيْدٌ عَنِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْأَوَّلِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ أَلَمْ تَسْمَعْهُ حِينَ قَالَ إِلَّا رَقْمًا فِي ثَوْبٍ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ بُكَيْرٌ حَدَّثَهُ بُسْرٌ حَدَّثَهُ زَيْدٌ حَدَّثَهُ أَبُو طَلْحَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از بکیر از بسر بن سعید از زید بن خالد از حضرت ابوطلحہ صاحب رسول اللہ ﷺ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، بُسر نے کہا: پھر حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی عیادت کی، تو اس وقت ان کے دروازہ پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس میں تصویر تھی، پس میں نے عبید اللہ سے کہا: جو حضرت میمونہ زوجۂ نبی ﷺ کے ربیب ہیں: کیا حضرت زید نے پہلے دن ہمیں تصویر کے متعلق حدیث نہیں سنائی تھی، تو عبید اللہ نے کہا: کیا تم نے ان سے نہیں سنا جب انہوں نے کہا: "مگر جو تصویر کپڑے پر نقش ہو"۔

اور ابن وہب نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی وہ ابن الحارث ہیں، ان کو بکیر نے حدیث بیان کی، ان کو بسر نے حدیث بیان کی، ان کو زید نے حدیث بیان کی اور ان کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ

(صحیح بخاری: ۳۲۲۵، ۳۲۲۶، ۳۳۲۲، ۴۰۰۲، ۵۹۴۹، ۵۹۵۸، صحیح مسلم: ۲۱۰۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۴، سنن نسائی: ۵۳۴۸، سنن ابوداؤد: ۴۱۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۹، مسند احمد: ۲۷۵۶۴، موطا امام مالک: ۱۸۰۱)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۹۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس چیز کی طرف تعرض نہیں ہے جس کا اس باب کے عنوان میں ذکر ہے، لہٰذا یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بکیر، یہ بکر کی تصغیر ہے اور یہ ابن عبد اللہ بن الاشد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُسر، یہ ابن سعید المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زید بن خالد، یہ الجہنی ہیں اور یہ صحابی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوطلحہ، ان کا نام ہے زید بن سہل انصاری، یہ مشہور صحابی ہیں۔ اس حدیث کی سند میں دو تابعی ہیں یعنی بکیر اور بسر بن سعید، اور دو صحابی ہیں یعنی حضرت زید بن خالد اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اس پردے میں صورت تھی'' اور المستملی کی روایت میں ہے: اس میں صورتیں تھیں جمع کے صیغہ کے ساتھ۔

جس کپڑے میں نقش ہو اس کے جواز کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا رقما فی ثوب'' اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ کپڑے میں ایسے نقوش ہوں جن کو روندا جائے جیسے چادر ہو اور گدا ہو۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کپڑے پر صورت منقوش ہو یا تصویر منقوش ہو تو اگر وہ پردہ ہو تو اس کو ناپسند فرمایا، اور اگر اس کپڑے کو پیروں تلے روندا جائے تو اس کپڑے کو ناپسند نہیں فرمایا، حضرت سعد بن ابی وقاص، سالم، عروہ، ابن سیرین، عطاء اور عکرمہ نے اسی طرح کہا ہے، عکرمہ نے کہا ہے کہ جن تصویروں کو روندا جائے اور بطور توہین ان کا استعمال ہو، وہ جائز ہے۔ امام مالک، الثوری اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے پہلے تمام تصویروں سے منع فرمایا تھا خواہ وہ کپڑے میں نقش ہو، کیونکہ اس وقت لوگ اس زمانہ کے قریب تھے جس زمانہ میں تصویروں کی عبادت کی جاتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کی تصویر سے منع فرمادیا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت مقرر اور ثابت ہوگئی تو آپ نے ان تصویروں کو مباح قرار دیا جو کپڑے میں نقش ہوں، یہ کپڑوں کو ایجاد کرنے کی ضرورت کی وجہ سے تھا، پس آپ نے ان تصویروں کو مباح قرار دیا جن کا بطور اہانت استعمال ہو اور جن کا بطور اہانت استعمال نہ ہو، وہ اپنی ممانعت پر باقی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۵۔۱۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

جن کپڑوں پر تصویر نقش ہو ان کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان احادیث میں اس طرح تطبیق ہے کہ جس کپڑے میں تصویر نقش ہو، اس کے استثناء سے مراد ایسی

Marfat.com

تصویر ہے جو جانداروں کی تصویر نہ ہو جیسے درخت کی تصویر۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آپ نے تصویر کی ممانعت سے پہلے فرمایا ہو جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے جس کو اصحاب السنہ نے روایت کیا ہے اور میں عنقریب اس کا اس باب کے متصل باب میں ذکر کروں گا۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: کہ خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس صورت کا جسم ہو تو وہ بالا جماع حرام ہے، اگر اس صورت کا جسم نہ ہو بلکہ وہ کپڑے پر نقش ہو تو اس میں چار اقوال ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ وہ تصویر مطلقاً جائز ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ تصویر مطلقاً ممنوع ہے، حتیٰ کہ جو کپڑے میں نقش ہو وہ بھی ممنوع ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ صورت اپنی شکل پر باقی ہو اور اس میں تغیر نہ کیا گیا ہو تو وہ حرام ہے، اور اگر صورت میں تغیر کیا گیا ہو، اس کا سر کاٹ دیا گیا ہو یا اس کے اجزاء متفرق کر دیئے گئے ہوں تو پھر ایسی تصویر جائز ہے، علامہ ابن العربی نے کہا: اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اگر وہ تصویر پیروں میں روندی جاتی ہو تو پھر تو جائز ہے اور اگر وہ تصویر گھر میں لٹکائی ہوئی ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۱۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۹۳۔ بَابُ: كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي التَّصَاوِيرِ — تصویروں والے گھر میں نماز پڑھنے کی کراہیت

یہ باب اس چیز کے بیان میں ہے کہ جس گھر میں ایسے کپڑے ہوں جن میں تصاویر ہوں، اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور جب گھر میں ایسے کپڑے ہوں جن میں تصاویر ہیں، اس گھر میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، تو اگر ایسے کپڑے پہنے ہوئے ہوں جن میں تصویر ہو تو وہ بہت زیادہ مکروہ ہے۔

۵۹۵۹۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَمِيطِي عَنِّي فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ لِي فِي صَلَاتِي۔

(صحیح البخاری: ۳۷۴، ۵۹۵۹، مسند احمد: ۱۲۱۲۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی، از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک پردہ تھا جس سے انہوں نے گھر کی ایک جانب کو مستور کیا ہوا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اپنے اس پردہ کو مجھ سے دور کر دو، کیونکہ اس پردہ کی تصاویر میری نماز میں میرے سامنے پیش ہوتی رہی ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۹۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ جس گھر میں تصاویر ہوں، اس میں نماز پڑھنے کی کراہیت۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں کہ

Marfat.com

عنوان میں جو فی کا لفظ ہے وہ الی کے معنی میں ہے تو پھر مطابقت صراحۃً حاصل ہو جائے گی، کیونکہ اب اس کا معنی ہوگا کہ تصویروں کی طرف نماز پڑھنے کی کراہیت۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالوارث کا ذکر ہے، وہ ابن سعید ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''قرام'' اس کا معنی ہے: پردہ۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے''امیطی'' یہ اماطت سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: ازالہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے تعارض کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت انس کی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تصویروں والے پردہ کو مقرر رکھا اور نماز پڑھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو حدیث نمرقۃ کے بارے میں ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں داخل ہی نہیں ہوئے جس میں تصویروں والا پردہ لٹکا ہوا تھا حتیٰ کہ آپ نے اس پردہ کو اتار دیا۔

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پردہ پر محمول ہے جس میں جاندار چیزوں کی تصویریں تھیں، اور حضرت انس کی یہ حدیث اس پردہ پر محمول ہے جس میں غیر جاندار چیزوں کی تصویر تھی۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نماز میں خشوع کو لازم رکھنا چاہیے اور دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف فارغ کرنا چاہیے اور ایسی چیز کے ساتھ تعرض کو ترک کرنا چاہیے جو نمازی کے خشوع کو مشغول کر دے، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں کسی شخص کے سامنے جو چیز پیش کی جائے جس سے وہ دنیا کے امور پر غور کرے تو اس سے اس کی نماز منقطع نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۶۔۱۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۴۔ بَابٌ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ

جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

۵۹۶۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَعَدَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم جِبْرِيلُ فَرَاثَ عَلَيْهِ حَتَّى اشْتَدَّ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَقِيَهُ فَشَكَا إِلَيْهِ مَا وَجَدَ فَقَالَ لَهُ إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ۔ (صحیح البخاری: ۳۲۲۷، ۵۹۶۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمر نے حدیث بیان کی وہ ابن محمد ہیں از سالم از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا، پس ان کو تاخیر ہو گئی حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تاخیر بہت سخت

Marfat.com

گزری، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو حضرت جبرائیل سے ملاقات ہوئی، آپ نے ان سے شکایت کی کہ ان کے دیر سے آنے کی وجہ سے آپ کو پریشانی اٹھانی پڑی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی صورت ہو اور نہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں کتا ہو۔

صحیح البخاری: ۵۹۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن محمد، یہ ابن زید بن عبداللہ بن عمر ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سالم، وہ ان کے شیخ ہیں اور وہ ان کے والد کے چچا ہیں اور وہ ابن عبداللہ بن عمر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جبریل'' یہ مرفوع ہے کیونکہ یہ وَعَدَ کا فاعل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فراث علیه'' یعنی حضرت جبرائیل نے تاخیر کردی، اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جس ساعت میں حضرت جبرائیل نے آنا تھا، اس ساعت میں انہوں نے تاخیر کردی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلقیه'' یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام گھر کے باہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فشکا الیه'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے شکایت کی کہ ان کے انتظار میں آپ کو پریشانی ہوئی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تخت کے نیچے ایک کتے کا پلہ تھا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے نیچے کتے کا پلہ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۵۔ بَابُ: مَنْ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتًا فِيهِ صُوْرَةٌ

جو اس گھر میں داخل نہیں ہوا جس میں تصویر ہو

۵۹۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفَتْ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَتُوبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ مَاذَا أَذْنَبْتُ قَالَ مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ، انہوں نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے ایک چھوٹا گدا خریدا جس میں تصاویر تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو آپ دروازہ پر کھڑے ہوگئے اور اندر داخل نہیں ہوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے چہرہ میں ناپسندیدگی کو دیکھ لیا، انہوں نے کہا: یارسول اللہ!

Marfat.com

فَقَالَتْ اشْتَرَيْتُهَا لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۲۵۵۵۹، موطا امام مالک: ۱۸۰۳)

میں اللہ کی طرف توبہ کرتی ہوں اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ پردہ کیسا ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: میں نے اس گدے کو اس لیے خریدا تا کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس کو تکیہ بنائیں، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: جن کی تم نے تخلیق کی ہے ان میں جان ڈالو، اور آپ نے فرمایا: جس گھر میں تصویریں ہوں اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

صحیح البخاری: ۵۹۶۱ ب، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے اور اس کی تکرار کا فائدہ یہ ہے کہ اس حدیث کا عنوان مختلف ہے اور اس کے راوی بھی مختلف ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۶۔ بَابُ: مَنْ لَعَنَ الْمُصَوِّرَ — جس نے مصور پر لعنت کی

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ صورت بنانے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

۵۹۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ اشْتَرَى غُلَامًا حَجَّامًا فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْبَغِيِّ وَلَعَنَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَالْمُصَوِّرَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے غلام خریدا جو فصد لگاتا تھا، پس بتایا کہ نبی ﷺ نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت اور فاحشہ عورت کی کمائی سے منع فرمایا ہے، اور آپ نے سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور گودنے والے پر اور گدوانے والی پر اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۸۶، ۲۲۳۸، ۵۳۴۷، ۵۹۴۵، ۵۹۶۲، صحیح مسلم: ۱۵۹۷، سنن ترمذی: ۱۲۰۶، سنن نسائی: ۳۴۱۶، سنن ابوداؤد: ۳۴۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۲۷۷، مسند احمد: ۱۸۲۸۱، سنن دارمی: ۲۵۳۵)

صحیح البخاری: ۵۹۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث کے آخری لفظ میں باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ آخر میں مُصور کا لفظ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے غندر، یہ محمد بن جعفر ہیں اور بعض نسخوں میں ان کے نام کی تصریح ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو جحیفہ کا ذکر ہے، ان کا نام وہب ہے۔

واشمہ اور مستوشمہ کے معانی بیان کیے جا چکے ہیں اور البغی کا معنی ہے: زانیہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۷۔ بَابُ: مَنْ صَوَّرَ صُورَةً كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ

جس نے کوئی صورت بنائی، قیامت کے دن اسے اس میں روح پھونکنے کا مکلف بنایا جائے گا اور وہ روح پھونکنے والا نہیں ہوگا

اس باب میں صورت بنانے والے کی مذمت میں احادیث بیان کی گئی ہیں۔

۵۹۶۳۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ قَتَادَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُمْ يَسْأَلُونَهُ وَلَا يَذْكُرُ النَّبِيَّ ﷺ حَتَّى سُئِلَ فَقَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا ﷺ يَقُولُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن عبد الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے النضر بن انس بن مالک سے سنا، وہ قتادہ سے حدیث بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا اور لوگ ان سے سوال کر رہے تھے، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کر رہے تھے حتیٰ کہ ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے دنیا میں کوئی صورت بنائی، اسے قیامت کے دن اس کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ روح پھونکنے والا نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۱۰، سنن ترمذی: ۱۷۵۱، سنن نسائی: ۵۳۵۹، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۴، مسند احمد: ۱۸۶۹)

صحیح البخاری: ۵۹۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیاش بن الولید، یہ ابن الولید الرقام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد الاعلیٰ، یہ

Marfat.com

ابن عبدالاعلیٰ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید، یہ ابن ابی عروبہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ولیس بنافخ" یعنی وہ تصویر بنانے والا تصویر میں روح پھونکنے پر قادر نہیں ہوگا، سو اس کو عذاب دیا جائے گا کیونکہ اس کو ایسی چیز کا مکلف کیا گیا ہے جس کی اس میں طاقت نہیں ہے، اور سعید بن ابی الحسن کی روایت میں ہے: پس بے شک اللہ اس کو عذاب دیتا رہے گا حتیٰ کہ وہ اس میں روح پھونک دے اور وہ کبھی بھی اس میں روح نہیں پھونک سکے گا، اور اس جملہ میں حتیٰ کا استعمال اس طرح ہے جیسا کہ اس آیت میں حتیٰ کا استعمال ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ (الاعراف: ۴۰)

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کو ماننے سے تکبر کیا ان کے لیے اس وقت تک آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے (سوراخ) میں داخل ہو جائے۔

اس اعتراض کا جواب کہ مصور کو دائماً عذاب دینے سے معتزلہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے

ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تصویر بنانے والے کو عذاب اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک کہ وہ اس تصویر میں روح نہیں پھونک دیتا اور روح تو وہ نہیں پھونک سکے گا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو دائمی عذاب ہوگا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا، اور یہ ایسا ہے جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے، کیونکہ وہ بھی کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہے گا۔ پھر ہمارے شیخ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ حدیث اس مصور پر محمول ہے جو اس لیے تصویر بناتا ہے تاکہ اللہ کو چھوڑ کر ان تصویروں کی عبادت کی جائے اور یہ کفر ہے۔

نیز ہمارے شیخ نے کہا کہ اس میں روح پھونکنے سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے یہ مراد ہے کہ اس سے حیاتِ مطلقہ متحقق ہو جائے تاکہ وہ صورت حیوان جاندار بن جائے یا یہ کہ حتیٰ کہ وہ مکمل حیوانِ ناطق بن جائے، ظاہر یہ ہے کہ یہاں پہلی صورت مراد ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت کی ہے، اس میں دوسرے احتمال کی تصریح ہے، کیونکہ اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے.... الحدیث۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے: پس ان مصورین کو ہمیشہ عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ وہ صورت کلام کرے اور وہ صورت کلام نہیں کرے گی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث محمد بن ابی الزعیر از عطاء بن ابی رباح از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے اور محمد بن ابی الزعیر کو امام ابن حبان نے ضعفاء میں شمار کیا ہے اور ان کے متعلق کہا ہے: یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہیں اور ان کی حدیث موضوع کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۸۔۱۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۹۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کو کتاب اللباس میں داخل کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس مصور نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن اس تصویر میں روح پھونکنے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث کو کتاب اللباس میں داخل کرنے کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے باب میں ذکر کیا گیا ہے کہ مصور پر لعنت کی گئی ہے، اور لعنت کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا ہے، اور جس کو اس تصویر میں روح پھونکنے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو گا، اس طرح یہ باب باب سابق کے مناسب ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث سے محال کے ساتھ مکلف کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ مُصور اس کی طاقت نہیں رکھے گا کہ وہ تصویر میں روح پھونک سکے اور اللہ تعالیٰ اس کو تصویر میں روح پھونکنے کا مکلف کرے گا، اس سے معلوم ہوا کہ محال کے ساتھ مکلف کرنا جائز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے اس کو مکلف کرنا مراد نہیں ہے بلکہ اس کو زجر و توبیخ کرنا مراد ہے اور اس کے عجز کو ظاہر کرنا مراد ہے، اور اس حدیث میں جو امر ہے وہ امرِ تعجیز ہے۔

دوسرا اشکال یہاں پر یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو قتل کر دے تو اس کے متعلق بھی دوزخ میں ہمیشہ عذاب کی وعید ہے مگر اس وعید کو دوزخ میں مکثِ طویل پر محمول کیا گیا ہے یعنی وہ لمبے عرصہ تک دوزخ میں رہے گا ہمیشہ نہیں رہے گا، اور تصویر بنانے والے کی وعید اس سے زیادہ شدید ہے، کیونکہ اس میں عذاب کی انتہاء یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اس میں روح پھونک دے اور وہ روح نہیں پھونک سکے گا اور اس کو اس پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کہ اس کو طویل زمانہ تک عذاب دیا جائے گا اور پھر عذاب سے اس کو نجات ہو جائے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی بھی یہی تاویل ہے کہ اس حدیث سے مصور کو شدید ڈانٹ ڈپٹ کرنا مراد ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے اور یہ اس مصور پر محمول ہے جو مسلمان نافرمان ہو، اور جس نے بتوں کی عبادت کے لیے حلال جان کر تصویر بنائی تو اس کو ہمیشہ عذاب ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

آخرت کے دارِ تکلیف نہ ہونے پر اشکال کا جواب

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مصور کو قیامت کے دن اس کی تصویر میں جان ڈالنے کا مکلف کیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن بھی لوگوں کو اعمال کا مکلف کیا جائے گا، اور یہ کہنا کس طرح صحیح ہو گا کہ آخرت دارِ تکلیف نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آخرت کا دارِ تکلیف نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ آخرت میں انسان کا کوئی ایسا عمل نہیں ہو گا جس پر ثواب مرتب ہو یا عذاب مرتب ہو، اور جس تکلیف کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے یہ محال نہیں ہے، کیونکہ یہ مکلف کرنا تو خود عذاب ہے۔

علاوہ ازیں جمادات میں روح کا پھونکنا ممکن ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادات میں روح پھونکی اور یہ آپ کا معجزہ ہے، لہٰذا تصویر میں روح پھونکنے کا مکلف کرنا محال کے ساتھ مکلف کرنا نہیں ہے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ خطاب مصور کے عجز کو ظاہر کرنے کے لیے ہے اور اس کو مکلف کرنے کے لیے نہیں ہے۔

بے جان چیزوں کی تصویر بنانے پر اشکال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک تصویر بنانے والے مرد سے کہا: تم پر افسوس ہے اگر تم تصویر بنانے سے انکار کرو تو تم اس درخت کی تصویر بناؤ۔ الحدیث۔

اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس چیز میں روح نہ ہو اس کی تصویر بنانی جائز ہے جیسے درخت ہے یا سورج ہے یا چاند ہے لیکن الشیخ ابو محمد الجوینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بعض کفار درخت کی عبادت کرتے ہیں بعض سورج کی عبادت کرتے ہیں اور بعض چاند کی عبادت کرتے ہیں۔ نیز حدیث میں تصویر کی ممانعت کی یہ علت بیان کی ہے کہ تصویر بنانے والے اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرے اور جس طرح جاندار چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اسی طرح بے جان چیزیں مثلاً درخت، سورج اور چاند وغیرہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، لہٰذا بے جان چیزوں کی تصویر بنانا بھی ممنوع ہونا چاہیے۔

نیز اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صحیح البخاری: ۵۹۵۳ میں مذکور ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی مثل تخلیق کرنے جا رہا ہے، پس یہ لوگ ایک دانہ پیدا کریں اور ایک چیونٹی کو پیدا کریں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دانہ کی تصویر بنانے پر بھی وعید ہے حالانکہ دانے میں روح نہیں ہوتی تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ بے جان چیزوں کی تصویر بنانا بھی ممنوع ہے۔

اس کے جواب میں علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ تمام تصویریں بنانا ممنوع ہے خواہ جاندار کی تصویر ہو یا بے جان کی تصویر ہو، اور جس تصویر کا جسم ہو اس کو بنانے کی ممانعت سے لڑکیوں کی گڑیا کا استثناء کیا جائے گا، کیونکہ اس کے بارے میں رخصت منقول ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۱۸۔۱۱۹، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اعتراض مذکور کا جواب از مصنف

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے الشیخ ابو محمد الجوینی کا جو اعتراض نقل کیا ہے وہ بہت قوی ہے، تاہم میں کہتا ہوں کہ اب اس پر تمام علماء کا اجماع ہو چکا ہے کہ بے جان چیزوں کی تصویر بنانا جائز ہے، نیز حدیث میں بچوں کے لیے گڑیا بنانے کے جواز کا ذکر ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت ہے، نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کے لیے تصویر بنانے کی ممانعت تحریم کے لئے ہے اور اس کے بغیر عام تصاویر بنوانے کی ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے، یا سدِ ذرائع کے لئے ہے تا کہ کوئی شخص عام تصاویر بناتے بناتے غیر اللہ کی عبادت کے لیے بھی تصاویر بنانے نہ لگے۔ اور تصویر بنانے پر جو وعیدات آئی ہیں وہ بھی اسی صورت پر محمول ہیں جب غیر اللہ کی عبادت کے لیے تصویر بنائی جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

Marfat.com

۹۸۔ بَابُ: الْاِرْتِدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ سواری پر اپنے پیچھے کسی کو بٹھانے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب سواری پر اپنے پیچھے کسی کو بٹھانے کے جواز کے بیان میں ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس باب کو کتاب اللباس میں ذکر کرنے کی کیا مناسبت ہے؟، پھر انہوں نے جواب دیا کہ سواری کے اوپر پالان ہوتا ہے اور اس پالان کے اوپر چادر چڑھائی ہوئی ہوتی ہے جو ایک قسم کا سواری کا لباس ہے اور جب کسی شخص کو سواری پر بٹھائے گا تو وہ سواری کے لباس پر بھی اس کو بٹھائے گا۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ جو شخص سواری پر سوار کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے وہ اس سے محفوظ نہیں ہے کہ وہ سواری سے گر پڑے، اور جب وہ گر پڑے گا تو ہو سکتا ہے کہ اس کا ستر کھل جائے تو سواری پر جو کپڑا ہو اس سے وہ اپنا ستر ڈھانپ سکتا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۱۹، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ جواب انتہائی ساقط ہونے کے مرتبہ میں ہے اور جو شخص سوار کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے اس کے گرنے سے غیر محفوظ ہونے کی کیا تخصیص ہے جب کہ خود سوار اور جو اس کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے دونوں اس بات میں مشترک ہیں کہ وہ سواری سے گرنے میں محفوظ نہیں ہیں بلکہ سوار اگر سواری پر اکیلا ہو تب بھی وہ سواری سے گرنے سے محفوظ نہیں ہے، لہٰذا حافظ ابن حجر کی یہ توجیہ نا قابلِ التفات ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۶۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَى إِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ وَرَاءَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوصفوان نے حدیث بیان کی از یونس بن یزید از ابن شہاب از عروہ از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراز گوش پر سوار ہوئے جس کے پالان کے اوپر فدک کی بنی ہوئی چادر تھی اور آپ نے اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھایا۔

(صحیح بخاری: ۲۹۸۷، ۴۵۶۶، ۴۶۶۳، ۵۹۶۴، ۶۲۵۴، صحیح مسلم: ۱۷۹۸، مسند احمد: ۲۱۲۶۰)

صحیح البخاری: ۵۹۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصفوان، ان کا نام عبداللہ بن سعید بن عبدالملک بن مروان الاموی ہے۔
یہ حدیث ایک طویل حدیث کی طرف ہے جو کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے اور کتاب الطب میں بھی یحییٰ بن بکیر سے گزر چکی۔

Marfat.com

ہے اور عنقریب اس کا ذکر کتاب الادب اور کتاب الاستیذان میں آئے گا اور اس کی شرح بیان ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے "قطیفۃ" یہ مخمل کی چادر ہے۔اور اس میں مذکور ہے "فدکیہ" یہ فدک کی طرف نسبت ہے اور فدک، خیبر کی ایک بستی کا نام ہے۔اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ دراز گوش پر سفر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور سوار کا سواری پر اپنے پیچھے کسی کو بٹھالینا جائز ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۹۔ باب: الثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ ایک سواری پر تین نفوس کا سوار ہونا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ تین آدمیوں کا ایک سواری پر سوار ہونا جائز ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سواری پر تین نفوس کے سوار ہونے سے منع فرمایا۔

اور امام طبری نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سواری پر دو سے زیادہ سوار نہ ہوں۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے زاذان کی مرسل روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے خچر کے اوپر تین آدمیوں کو سوار دیکھا تو انہوں نے کہا: تم میں سے ایک اتر جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے سوار پر لعنت کی ہے۔

اور المہاجر بن قنفذ نے روایت کی ہے کہ انہوں نے اس فعل پر لعنت کی اور کہا: ہمیں اس سے منع کیا گیا تھا کہ ایک سواری پر ہم تین آدمی سوار ہوں۔

اور امام طبری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: جب تم تین آدمیوں کو ایک سواری پر دیکھو تو ان کو پتھر مارو حتیٰ کہ ان میں سے ایک اتر جائے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ضعیف ہے، اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں ضعف ہے، اور زاذان کی حدیث مرسل ہے، وہ مرفوع متصل حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی، اور مہاجر بن قنفذ کی حدیث بھی ضعیف ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث موقوف ہے، یعنی وہ ان کا قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے۔

اور اس کے مخالف روایات ہیں، پس امام طبری نے سند جید کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن تین مرد ایک اونٹ کے اوپر سوار تھے۔

امام طبرانی نے از امام ابن ابی شیبہ شعبی کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: میں اس کی پرواہ

Marfat.com

نہیں کرتا کہ میں کسی سوار پر دسواں سوار ہوں جب سواری میں اس کی طاقت ہو۔

نیز محدثین نے ان احادیث میں تطبیق بھی کی ہے۔ انہوں نے کہا: ممانعت اس پر محمول ہے کہ جب سواری تین یا تین سے زیادہ کا بوجھ اٹھانے سے عاجز ہو جیسے گدھا۔ اور جواز اس صورت پر محمول ہے کہ جب سواری تین یا تین سے زیادہ کا بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتی ہو جیسے اونٹنی اور خچر۔

پھر علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مختصر جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں تین کے سوار ہونے کی ممانعت آئی ہے، وہ اس باب کی حدیث کے پائے کی نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۶۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْآخَرَ خَلْفَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ، از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو آپ کا استقبال بنو عبد المطلب کے لڑکوں نے کیا، پس آپ نے ایک لڑکے کو سواری پر اپنے آگے بٹھا لیا اور دوسرے لڑکے کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

(صحیح البخاری: ۱۷۹۸، ۵۹۶۵، ۵۹۶۶، سنن نسائی: ۲۸۹۴)

صحیح البخاری: ۵۹۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ایک سواری پر تین کا سوار ہونا اور حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے سواری پر ایک لڑکے کو اپنے آگے بٹھایا اور ایک لڑکے کو اپنے پیچھے بٹھایا، یوں اس کی مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد، وہ ابن مہران الحذاء ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لما قدم النبی ﷺ مكة" یعنی جب نبی ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں تشریف لائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اغیلمة" یہ اغلمة کی تصغیر ہے جو کہ غلام کی جمع ہے، یہ شاذ ہے، قیاس یہ ہے کہ اس کی تصغیر غلیمة ہوتی۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: گویا کہ انہوں نے اغلمة کی قیاس کے مطابق تصغیر کی ہے، اگرچہ عرب کے لوگ اغلمة کہتے نہیں ہیں۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکورہ ''بنی عبد المطلب'' ان لڑکوں کی اضافت عبد المطلب کی طرف کی، کیونکہ یہ لڑکے بنو عبد المطلب سے تھے اور بعد میں ان لڑکوں کا ذکر آ رہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۰۔ بَابُ: حَمْلِ صَاحِبِ الدَّابَّةِ غَيْرَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ — سواری کے مالک کا دوسروں کو اپنے سامنے بٹھانا

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: صَاحِبُ الدَّابَّةِ أَحَقُّ بِصَدْرِ الدَّابَّةِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ

اور بعض نے کہا کہ سواری کا مالک سواری کے اگلے حصے کا زیادہ حقدار ہے، سوا اس کے کہ وہ کسی کو اجازت دے۔

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ سواری کا مالک دوسروں کو اپنے آگے بٹھا سکتا ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس حدیث میں بعض کا ذکر ہے اور وہ مبہم ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ یہ بعض عامر شعبی ہیں۔ اور یہ مضمون حدیث میں مرفوعاً بھی وارد ہے۔ امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ پیدل جا رہے تھے، اس وقت ایک مرد آیا اور اس کے ساتھ گدھا تھا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ سوار ہو جائیں اور وہ مرد پیچھے چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی سواری کے اگلے حصہ کے زیادہ حق دار ہو، سوا اس کے کہ وہ حصہ تم میرے لیے کر دو، اس نے کہا: میں نے آپ کے لیے وہ حصہ کر دیا، پس آپ سوار ہو گئے۔ پھر امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس حدیث کی امام ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے اور امام احمد نے بھی اپنی مسند میں روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کو روایت کیا ہے، اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور امام حاکم نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ اور جس مرد کا ذکر ہے، وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کا بیان حبیب بن شہید نے اپنی روایت میں کیا ہے از عبداللہ بن بریدہ، لیکن یہ حدیث مرسل ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے اس کی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

علامہ عینی کا علامہ ابن ملقن سے مناقشہ

اور صاحب التوضیح علامہ ابن الملقن نے کہا ہے: گویا کہ امام بخاری حضرت ابن بریدہ کی حدیث پر راضی نہیں تھے، اس لیے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی روایت کی تاکہ وہ اس معنی پر دلالت کرے۔

علامہ عینی، علامہ ابن ملقن کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر مطلع نہیں تھے، اور وہ اس حدیث پر کیوں نہ راضی ہوتے حالانکہ اس حدیث کی ان ائمہ کبار اور اصحاب الشان نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۶۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ذُكِرَ الْأَشَرُّ الثَّلَاثَةِ عِنْدَ عِكْرِمَةَ فَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَتَى رَسُولُ اللّٰهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی، انہوں

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم وَقَدْ حَمَلَ قُثَمَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْفَضْلَ خَلْفَهُ أَوْ قُثَمَ خَلْفَهُ وَالْفَضْلَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَيُّهُمْ شَرٌّ أَوْ أَيُّهُمْ خَيْرٌ۔

نے کہا: عکرمہ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ سواری پر تین بیٹھنے والوں میں سے کون زیادہ برا ہے، تو عکرمہ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے قثم کو اپنے آگے بٹھایا اور فضل کو اپنے پیچھے بٹھایا یا قثم کو پیچھے بٹھایا اور فضل کو اپنے آگے بٹھایا، پس ان میں سے کون زیادہ برا ہے یا کون زیادہ اچھا ہے؟ (یعنی یہ تم خود سوچو)۔

صحیح البخاری: ۵۹۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "سواری کے مالک کا دوسرے کو اپنے آگے بٹھانا" اور اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قُثم کو اپنے آگے بٹھایا، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، یہ السختیانی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ذکر الاشر الثلاثۃ عند عکرمۃ" یعنی عکرمہ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ ان تین سواروں میں کون زیادہ برا ہے؟

حدیث مذکور پر علامہ کرمانی کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں تین اشیاء غریب ہیں:

اول یہ کہ اس کلمہ کا مشہور استعمال یہ ہے کہ کہا جائے شرٌّ اور خیرٌ اور اشر اور اخیر نہیں کہا جاتا۔

دوسرا یہ کہ اس میں لام تعریف کے ساتھ اضافت کی ہے یعنی الاشر الثلاثۃ کہا ہے اور اشر مضاف ہے۔

تیسرا یہ کہ افعل التفضیل اس وقت استعمال ہوتا ہے کہ جب تین چیزوں میں سے ایک چیز ہو اور ان میں سے دو چیزوں کا جمع کرنا جائز نہیں ہے اور یہاں دو چیزوں کو جمع کیا گیا ہے۔

علامہ کرمانی کے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ الاشر اور الاخیر بھی لغتِ فصیحہ ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اخیرنا وابن اخیرنا۔

اور علامہ کرمانی کے دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کبھی لامِ تعریف کے ساتھ بھی اضافت ہوتی ہے جیسے الحسنُ الوجہِ

Marfat.com

میں ہے اور الظالمُ الرجلِ میں ہے اور الواهبُ المائة میں ہے۔

اور تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اشر یہاں پر شر کے حکم میں ہے۔ اور الاشر الثلاثة مبتداء ہے اور خبر ہے اشہ رقسان هؤلاء الثلاثة، اور اب معنی یہ ہے کہ ان تین سواروں میں سے کون زیادہ شر ہے یا کون زیادہ خیر ہے۔

حضرت قثم بن عباس اور حضرت فضل بن عباس کا تذکرہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''قُثَم'' (قاف پر ضمہ اور ثاء پر فتحہ) یہ حضرت عباس ہاشمی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے آخر میں عہد لیا تھا، یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے مکہ کے والی مقرر ہوئے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ثمرقند کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پر شہید ہو گئے اور ان کی قبر بھی وہیں ہے۔ اور قثم غیر منصرف ہے عدل اور علمیت کی وجہ سے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الفضل'' یہ بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے جب لوگ شکست کھا چکے تھے، ان کا شام میں ۱۸ھ میں انتقال ہوا۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے ''فایهم شر وایهم خیر'' یہ حضرت عکرمہ کا کلام ہے، اور عکرمہ اس سے اس شخص کا رد کر رہے ہیں جس نے کہا کہ ایک سواری پر تین سوار ہوں تو وہ شر ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عکرمہ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ تین آدمیوں کا ایک سواری پر سوار ہونا شر اور ظلم ہے، ان میں جو آگے ہو وہ زیادہ شر ہے یا جو پیچھے وہ زیادہ شر ہے تو عکرمہ نے اس کا انکار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استدلال کیا کیونکہ ان تینوں میں سے کسی کی طرف بھی ظلم اور شر کی اضافت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان میں سے دو کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آگے اور پیچھے سوار کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۱۔ ۱۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۱۔ باب: إِرْدَافِ الرَّجُلِ خَلْفَ الرَّجُلِ — ایک مرد کو سواری پر دوسرے مرد کے پیچھے بٹھانا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ ایک مرد کو دوسرے مرد کے پیچھے سواری پر بٹھانا جائز ہے۔ علامہ ابن بطال کی کتاب میں یہ باب بغیر عنوان کے مذکور ہے اور اس باب کی حدیث کا محل ہے سوار کے پیچھے بیٹھنا، اور اگر امام بخاری اس باب کو حدیثِ اسامہ کے ساتھ ذکر کرتے تو زیادہ مناسب تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۶۷۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَا أَنَا رَدِيفُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا أَخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

قَالَ يَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ حَقُّ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ فَقَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ إِذَا فَعَلُوهُ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ۔

کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا، میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی پچھلی لکڑی تھی، آپ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں اور آپ کی نصرت کے لیے موجود ہوں، پھر آپ کچھ دور چلے، پھر فرمایا: اے معاذ! میں نے کہا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں اور آپ کی نصرت کے لیے موجود ہوں، پھر آپ کچھ دور چلے، پھر فرمایا: اے معاذ! میں نے کہا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں اور آپ کی نصرت کے لیے موجود ہوں، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: اللہ کا اپنے بندوں پر حق یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، پھر آپ کچھ دور چلے، پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے کہا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں اور آپ کی نصرت کے لیے موجود ہوں، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے جب وہ اس کی عبادت کرلیں۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا: بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے۔

(صحیح مسلم: ۳۰، سنن ترمذی: ۲۶۴۳، سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۶، مسند احمد: ۱۳۳۳۱)

صحیح البخاری: ۵۹۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ایک مرد کو سواری پر دوسرے مرد کے پیچھے بٹھانا" اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں سواری پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہمام، یہ ابن یحییٰ البصری ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الرقاق میں بھی ھدبۃ سے روایت کیا ہے اور کتاب الاستیذان میں بھی روایت کیا ہے۔ اور امام نسائی نے اس حدیث کو کتاب الیوم واللیلۃ میں عمرو بن علی

Marfat.com

سے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بینا"۔ ہم کئی مرتبہ ذکر کر چکے ہیں کہ اس کی اصل بینَ ہے اور اس کے آخر میں الف کو زیادہ کر دیا اور بعض اوقات اس کے آخر میں میم کا بھی اضافہ کیا جاتا ہے اور یہ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور یہ جواب کا محتاج ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ردیف النبی صلی اللہ علیہ وسلم" بعض روایات میں ردف کا لفظ بھی ہے، اور ردیف اور ردف اس سوار کو کہتے ہیں جو سوار کے پیچھے بیٹھا ہو۔ اور ہر چیز کا ردف وہ ہوتا ہے جو اس کا پچھلا حصہ ہو، اور القراظ کی الجامع میں مذکور ہے کہ ردف وہ ہے جو تمہارے پیچھے سوار ہو۔ اور عرب کہتے ہیں "جئت مردفا لفلان" یعنی میں فلاں کے بعد آیا۔ اور زمانہ جالیت میں جو ایک بادشاہ کے بعد دوسرا بادشاہ آتا تھا اس کو بھی ارداف کہتے تھے۔ اور ابن مندہ نے کتاب الارداف میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے پیچھے ایک جماعت کو بٹھایا وہ تقریباً تیس افراد ہیں، ان میں سے حضرت عباس کی اولاد ہے، حضرت عبداللہ بن جعفر ہیں، قیس بن سعد بن عبادہ ہیں، حضرت صفیہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ہیں اور ام حبیب الجہنیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی پچھلی لکڑی تھی"۔ اس سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ قریب تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ان کے دل میں اچھی طرح منضبط ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "آخرۃ" یہ فاعلۃ کے وزن پر ہے اور یہ وہ لکڑی ہے جس کی طرف سوار اپنے پیچھے والوں کے لیے سہارا ہوتا ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے "رحل" یہ اونٹنی میں ایسا ہے جیسے گھوڑی میں زین ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یا معاذ" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تکرار کی تاکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ زیادہ توجہ کے ساتھ آپ کی بات سنیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ماحق اللہ": حق اس چیز کو کہتے ہیں جو ثابت ہو اور حق کا معنی ہے: باطل کا خلاف اور یہ واجب اور لائق کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟" حق سے مراد ہے حقِ شرعی، نہ کہ وہ حق جو عقلاً واجب ہو جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں، گویا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے عطا کرنے کا وعدہ کیا اور اس کا وعدہ سچا ہے تو وہ اس اعتبار سے حق ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۳۔ ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۲۔ بَابُ: إِرْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ الرَّجُلِ — عورت کو سواری پر مرد کے پیچھے بٹھانا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کو سواری پر مرد کے پیچھے بٹھایا جائے۔

النسفی کی روایت میں یہ عنوان اسی طرح ہے اور اکثرین کی روایت میں یہ عنوان اس طرح ہے "عورت کو اس مرد کے پیچھے

Marfat.com

بٹھانا جو محرم ہو''۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۶۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ خَيْبَرَ وَإِنِّي لَرَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ وَهُوَ يَسِيرُ وَبَعْضُ نِسَاءِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَدِيفُ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذْ عَثَرَتِ النَّاقَةُ فَقُلْتُ الْمَرْأَةَ فَنَزَلْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّهَا أُمُّكُمْ فَشَدَدْتُ الرَّحْلَ وَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا دَنَا أَوْ رَأَى الْمَدِينَةَ قَالَ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ۔

(صحیح بخاری: ۳۰۸۵، صحیح مسلم: ۱۳۴۵، سنن ترمذی: ۹۵۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن محمد بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن عباد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر سے آئے، اور میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر تھا، اور وہ چل رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھیں، اس وقت اونٹنی نے ٹھوکر کھائی۔ میں نے کہا: عورت کو سنبھالو، پھر میں سواری سے اترا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہاری ماں ہیں، پھر میں نے کجاوے کو کس کر باندھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے۔ پھر جب آپ قریب پہنچے یا آپ نے مدینہ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

صحیح البخاری: ۵۹۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں صباح کا ذکر ہے، یہ البغدادی ہیں، اور یحییٰ بن عباد کا ذکر ہے۔ اور یحییٰ بن ابی اسحاق کا ذکر ہے، یہ الحضرمی البصری ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ردیف ابی طلحہ''۔ حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل الانصاری ہے اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے شوہر ہیں۔ میں نے کہا ''المراۃ'' یعنی عورت کی حفاظت کرو۔ یا اس پر پیش ہے یعنی ''وقعت المراۃ''، (یعنی عورت گر گئی) اور یہ عورت سیدتنا صفیہ بنت حیی ام المومنین ہیں۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "انہا امکم" یہ تمہاری ماں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لیے فرمایا تا کہ ان کو یاد دلائیں کہ حضرت صفیہ واجب التعظیم ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ کام حضرت ابوطلحہ نے کیا تھا اور جس نے کہا تھا: عورت کو سنبھالو، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور اس میں اختلاف یحییٰ بن ابی اسحاق کی وجہ سے ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۳۔ بَابٌ: اَلِاسْتِلْقَاءِ وَوَضْعِ الرِّجْلِ عَلَى الْأُخْرَى — یعنی چت لیٹنا اور ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد کا اپنی پیٹھ کے بل یعنی چت لیٹنا اور ایک پیر کا دوسرے پیر پر رکھ کر لیٹنا جائز ہے، اور اس عنوان کو کتاب اللباس میں داخل کیا ہے اور اسی پر کتاب اللباس کو ختم کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی چت لیٹتا ہے تو اس کی شرمگاہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۶۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَضْطَجِعُ فِي الْمَسْجِدِ رَافِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عباد بن تمیم از عم خود، انہوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں اور آپ نے دو پیروں میں سے اپنا ایک پیر دوسرے پر رکھا ہوا ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۷۵، ۵۹۶۹، ۶۲۸۷، صحیح مسلم: ۲۱۰۰، سنن ترمذی: ۲۷۶۵، سنن نسائی: ۷۲۱، سنن ابوداؤد: ۴۸۶۶، مسند احمد: ۱۵۹۹۵، موطا امام مالک: ۴۱۸)

صحیح البخاری: ۵۹۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن یونس کا ذکر ہے، وہ احمد بن عبد اللہ بن یونس کوفی ہیں جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن سعد کا ذکر ہے، یہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف ہیں، اور یہ بغداد میں قاضی تھے اور ابن شہاب کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور عباد کا ذکر ہے، یہ ابن تمیم بن زید بن عاصم الانصاری المدنی ہیں جو اپنے چچا عبد اللہ بن زید الانصاری سے روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

مسجد میں چت لیٹ کر ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھنے کا جواز

اس حدیث سے ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسجد میں چت لیٹ کر ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھنا جائز ہے، ان میں حسن بصری، الشعبی، سعید بن المسیب، ابومجلد، محمد بن الحنفیہ ہیں۔اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ان فقہاء میں محمد بن سیرین ہیں اور مجاہد ہیں اور طاؤس ہیں اور ابراہیم النخعی ہیں، انہوں نے امام مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے کو بطورِ صماء پہننے سے اور بطورِ احتباء پہننے سے منع فرمایا ہے۔(کیونکہ صماء اور احتباء اگر ایک کپڑے میں ہو تو ستر کھلنے کا خطرہ ہے)اور آپ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی اپنی دو ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ لے اور وہ پشت کے بل چت لیٹا ہوا ہو۔

اور جو فقہاء اس کو جائز قرار دیتے ہیں انہوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے منسوخ ہے جو اس باب کی حدیث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطورِ راحت کے ایسا کیا تھا، اور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

مخالفین نے یہ کہا ہے کہ مسجد میں چت لیٹ کر ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کا عمل منسوخ ہو گیا ہے، لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ منسوخ ہوتا تو یہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے مخفی نہ رہتا اور یہ خلفاء راشدین مسجد میں چت نہ لیٹتے اور ٹانگ پر ٹانگ نہ رکھتے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: کتاب اللباس میں دو سو بائیس (۲۲۲) احادیث مرفوعہ ہیں، اور ان میں چھیالیس (۴۶) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں۔اور ان میں مکرر احادیث ایک سو بیاسی (۱۸۲) ہیں اور خالص احادیث چالیس (۴۰) ہیں۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۷۸- كِتَابُ الْأَدَبِ

ادب سے متعلق احادیث کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

یعنی یہ کتاب ادب کے بیان میں ہے اور اس کی متعدد انواع ہیں جن کا ہم عنقریب ذکر کریں گے، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کتاب ابواب کی جامع ہوتی ہے اور ابواب فصول کی جامع ہوتے ہیں، اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں لفظ فصل نہیں لکھا، البتہ یہ بعض جگہوں پر لفظِ باب لکھتے ہیں اور وہ اسی طرح بغیر عنوان کے ہوتا ہے اور وہ امام بخاری کے نزدیک بمنزلہ فصل کے ہوتا ہے اور ماقبل سے متعلق ہوتا ہے۔

ادب کا لفظ مأدُبہ سے ماخوذ ہے، یہ وہ طعام ہے جو تیار کیا جاتا ہے، پھر لوگوں کو اس طعام کے کھانے کی طرف بلایا جاتا ہے، پس ادب ایسا وصف ہے جس کی طرف ہر ایک کو بلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: ''ادب المؤدب تادیبا فھو مؤدَب'' یعنی ادب سکھانے والے نے اس کو ادب سکھایا تو وہ ادب سیکھا ہوا ہو گیا۔ اور ابوزید سے منقول ہے ''ادب ایسا اسم ہے جو ہر ریاضتِ محمودہ پر مشتمل ہے اور ادب کے ساتھ انسان کو فضائل میں سے کوئی فضیلت حاصل ہوتی ہے''۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ادب کا استعمال اس چیز میں کیا جاتا ہے جس کی قولاً اور فعلاً تعریف کی جائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ادب مکارمِ اخلاق کو حاصل کرنا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مستحسن کاموں سے واقف ہونا ادب ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے سے بڑے کی تعظیم کرنا اور اپنے سے چھوٹے پر شفقت کرنا ادب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱- بَابُ: الْبِرِّ وَالصِّلَةِ — نیکی اور ملنے ملانے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔ (العنکبوت: ۸)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں نیکی اور ملنے ملانے کا ذکر ہے، اور بِرّ کا معنی احسان اور نیک سلوک ہے، اسی سے ماخوذ ہے ''البر فی حق والدین'' یعنی ماں باپ کے حق میں نیکی کرنا، اور رشتہ داروں کے حق میں نیکی کرنا اور البر، العقوق کی ضد ہے اور عقوق کا معنی ہے: ان کے ساتھ برا سلوک کرنا اور ان کے حقوق کو ضائع کرنا، کہا جاتا ہے ''برّ یبرّ فھو بار'' اور اس کی جمع ''بررۃ'' ہے اور ''بر'' کی جمع ابرار ہے۔ اور صلہ کا معنی ہے: ''صلۃ الارحام'' یعنی رشتہ داروں سے ملاپ اور ملنا ملانا۔ اور یہ رشتہ داروں کی طرف احسان اور

Marfat.com

نیکی کرنے سے کنایہ ہے، خواہ وہ رشتہ دار نسبی ہوں یا سسرالی ہوں، اور ان پر مہربانی کرنا اور ان کے احوال کی رعایت کرنا۔ اور قطع رحم ان رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا ہے۔ یہ آیت ان لفظوں کے ساتھ سورۃ العنکبوت میں بھی ہے اور سورۃ الاحقاف میں بھی ہے، جو آیت سورۃ العنکبوت میں ہے، وہ یہ ہے:

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۚ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۔ (العنکبوت:۸)

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (اے مخاطب!) اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک قرار دے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو، تو ان کی اطاعت نہ کر۔

اور جو آیت سورۃ الاحقاف میں ہے، وہ یہ ہے:

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ۔ (الاحقاف:۱۵)

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا تاکیدی حکم دیا، اس کی ماں نے اس کو مشقت کے ساتھ پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف جھیل کر اس کو جنا۔

اور یہ آیت سورۂ لقمان میں بھی ہے، اور وہ یہ ہے:

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ ۔ (لقمان:۱۴)

اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا، اس کی ماں نے کم زور پر کم زوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں رکھا۔

مراد یہاں پر وہ آیت ہے جو سورۃ العنکبوت میں ہے اور اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیتِ مذکورہ خصوصیت سے میرے متعلق نازل ہوئی ہے، میں ایسا شخص تھا جو اپنی ماں کے ساتھ بہت نیکی کرتا تھا، پس جب میں نے اسلام قبول کرلیا تو میری ماں نے کہا: اے سعد! یہ کیسا نیا دین ہے جس کو تم نے اختیار کرلیا ہے، تم اس دین کو چھوڑ دو ورنہ نہ میں کھانا کھاؤں گی اور نہ میں پانی پیوں گی اور نہ میں کسی چھت کے نیچے رہوں گی حتیٰ کہ میں مرجاؤں، پس تمہارا حال میرے سبب سے متغیر ہوگا اور کہا جائے گا: اے اپنی ماں کے قاتل! میں نے کہا: اے اماں جان! ایسا نہ کرنا، کیونکہ میں اس دین کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، پھر میری ماں ایک دن اور ایک رات تک ٹھہری رہی، اس نے کچھ نہیں کھایا، پھر جب صبح ہوئی تو وہ بہت کمزور ہوچکی تھی اور ایک دن اور ایک رات اور اسی طرح اس نے گزارا، جب میں نے اپنی ماں کا یہ حال دیکھا تو میں نے ان سے کہا: اللہ کی قسم اے میری ماں! اگر تمہاری ایک سو جانیں ہوتیں اور پھر ایک ایک کر کے وہ جانیں نکل جاتیں تب بھی میں اس دین کو چھوڑنے والا نہیں تھا، پس خواہ تم کھاؤ یا نہ کھاؤ، پھر جب میری ماں نے میرا یہ پختہ عزم دیکھا تو انہوں نے کھانا کھالیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور وہ آیت نازل ہوئی جو سورۂ لقمان اور سورۃ الاحقاف میں ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو یہ حکم دیا کہ اپنی ماں کو راضی کریں اور ان سے نیک سلوک کریں اور شرک میں ان کی اطاعت نہ کریں۔

میں کہتا ہوں: حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی ماں کا نام حمنہ بنت سفیان بن امیہ ہے، اور یہ ابوسفیان بن حرب بن امیہ کے چچا

کی بیٹی ہیں، اور ان کے اسلام لانے کا علم نہیں ہو سکا۔

اور اس آیت کریمہ کا تقاضا یہ ہے کہ والدین کے ساتھ خیر خواہی کی جائے اور اس میں ان کی اطاعت کرنے کا حکم ہے خواہ وہ دونوں کافر ہوں، مگر یہ کہ جب وہ دونوں شرک کا حکم دیں تو پھر ان کی نافرمانی کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۶۔۱۲۷)

میں کہتا ہوں کہ شرک کے علاوہ بھی کسی معصیت کے کام میں، ماں باپ کی فرماں برداری نہیں ہوگی بلکہ ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے گی۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۹۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْوَلِيدُ بْنُ عَيْزَارٍ أَخْبَرَنِي قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُولُ أَخْبَرَنَا صَاحِبُ هَذِهِ الدَّارِ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ولید بن عیزار نے کہا: مجھے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے ابوعمرو الشیبانی سے سنا، وہ کہتے تھے: مجھے اس گھر والے نے خبر دی ہے اور اپنے ہاتھ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا: کون سا عمل اللہ عزوجل کی طرف زیادہ محبوب ہے؟ تو انہوں نے بتایا: نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا، انہوں نے کہا: پھر کونسا عمل؟ تو آپ نے فرمایا: ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، انہوں نے کہا: پھر کونسا عمل؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ان اعمال کی خبر دی اور اگر میں آپ سے زیادہ سوال کرتا تو آپ مجھے زیادہ عمل بتاتے۔

(صحیح بخاری: ۵۲۷، ۲۷۸۲، ۵۹۷۰، ۷۵۳۴، صحیح مسلم: ۸۵، سنن ترمذی: ۱۸۹۸، سنن نسائی: ۶۱۰، مسند احمد: ۳۸۸۰، سنن دارمی: ۱۲۲۵)

صحیح البخاری: ۵۹۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "البر والصلة" اور اس سے مراد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور ان سے ملاپ رکھنا ہے، اور جو آیت مذکور ہے اس میں بھی ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس حدیث میں بھی دوسرے نمبر پر برالوالدین کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الولید بن

عیزار، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ولید بن عیزار نے مجھے خبر دی، اور اس میں راوی کے نام کو صیغہ پر مقدم کر دیا ہے اور یہ جائز ہے اور شعبہ اس کا اکثر استعمال کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عمرو شیبانی، ان کا تعلق شیبان بن ثعلبہ بن عکامہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل سے ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور ایک سو بیس سال تک زندہ رہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ کا ذکر ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ باب الایمان میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ کھانا کھلانا اسلام کے اعمال میں سب سے بہتر ہے اور سب سے محبوب عمل ہے، اور یہاں فرمایا ہے کہ سب سے بہتر عمل نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا ہے، تو ان میں کس طرح تطبیق ہوگی؟

میں کہتا ہوں: یہ اوقات یا احوال یا حاضرین کے اعتبار سے ہے، یعنی کسی وقت میں افضل اعمال نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا ہے اور کسی وقت میں افضل عمل والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۷۔ ۱۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابُ: مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ لوگوں میں سب سے زیادہ حسنِ صحبت کا مستحق کون ہے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ حسنِ صحبت کا مستحق کون ہے؟ الجوہری نے کہا ہے: الصحابۃ والاصحاب اصل میں مصدر ہیں اور اصحاب، صحب کی جمع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أَبُوكَ وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از عمارہ بن قعقاع بن شبرمہ از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! لوگوں میں سے سب سے زیادہ میری مصاحبت کے حسن کا کون مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، اس نے کہا: پھر کون: فرمایا: تمہاری ماں، اس نے کہا: پھر کون، فرمایا: تمہاری ماں، اس نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: تمہارا باپ!

ابن شبرمہ اور یحییٰ بن ایوب نے کہا: ہمیں ابو زرعہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: ۲۵۴۸، مسند احمد: ۸۸۳۸، سنن ترمذی: ۱۸۹۷، سنن ابو داؤد: ۵۱۳۹، سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۶)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۹۷۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبدالحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمارہ، یہ ابن القعقاع ہیں۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمارۃ بن القعقاع بن شبرمہ، اور اسی طرح اکثرین کی روایت میں ہے۔ اور نسفی اور ابوذر کی الحموی اور المستملی سے روایت ہے، اس میں ہے عمارۃ ابن القعقاع وابن شبرمہ، واؤ کے اضافہ کے ساتھ ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ واؤ نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ ابن شبرمہ کی روایت کو اس حدیث کے آخر میں ذکر کیا ہے اور وہ عبداللہ بن شبرمہ ہیں جو کوفہ کے قاضی ہیں اور عمارہ بن القعقاع بن شبرمہ کے چچا ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جاء رجل"۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا: ہوسکتا ہے کہ یہ مرد معاویہ بن حیدہ ہوں، اس لئے کہ امام بخاری نے الادب المفرد میں معاویہ بن حیدہ سے روایت کیا ہے، اس میں ہے: اس مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو آپ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ الحدیث۔ اور امام ابوداؤد اور ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۲۵، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس باب میں ایسی احادیث آئی ہیں جن سے یہ باب مشتبہ ہوجاتا ہے، پس احتمال میں یہ متعین نہیں ہوگا کہ یہ معاویہ بن حیدہ ہیں۔ وہ احادیث درج ذیل ہیں:

ماں کا درجہ بلند ہونے کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، سو اس نے کہا: میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور مجھے اس پر قدرت نہیں ہے، آپ نے فرمایا: کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک باقی ہے، اس نے کہا: ہاں! میری ماں ہے، آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی مدد سے اپنی ماں کے ساتھ نیکی میں قتال کرو، پس جب تم نے یہ کرلیا تو تم حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اور جہاد کرنے والے ہوگے۔

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں روایت کیا ہے، کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی ماں کو اپنی گردن پر سخت گرمی میں دو فرسخ تک سوار کیا، وہ اتنی گرمی تھی کہ اگر میں گوشت کا ٹکڑا زمین پر ڈالتا تو وہ پک جاتا، پس کیا میں نے اپنی ماں کا شکر ادا کردیا؟ آپ نے فرمایا: شاید کہ یہ ماں کے ایک مرتبہ تمہیں مسکرا کر دیکھنے کے برابر ہو۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جس کی تمام نے روایت کی ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے

Marfat.com

کہا: میں نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ عزوجل نے آپ کے لیے مکہ فتح کر دیا تو میں بیت اللہ کے پاس آ کر اس کی نچلی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا، آپ نے فرمایا: تم اپنی ماں کے قدم کو بوسہ دو تو تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے گھر والے ہیں اور میرے والد ہیں اور میری ماں ہے، پس ان میں سے کون زیادہ میرے نیک سلوک کا حقدار ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں اور تمہارا باپ، تمہاری بہن، تمہارا بھائی اور پھر جو اس سے کم ہو اور پھر جو اس سے کم ہو۔

اور حضرت معاویہ بن جاہمہ کی حدیث ہے جس کی امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے ساتھ جہاد پر جانے کا ارادہ کرتا تھا اور میں اس سے اللہ کی رضا حاصل کرنا چاہتا تھا اور دار آخرت کو حاصل کرنا چاہتا تھا، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ تم اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرو، پھر میں آپ کے پاس دوسری جانب سے آیا، پھر میں نے اپنا سوال دوبارہ ذکر کیا، آپ نے فرمایا: جاؤ اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرو، اس نے پھر تیسری مرتبہ سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے تم اپنی ماں کے پیروں کو لازم پکڑ لو اور سونگھو، وہیں جنت ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ماں کے ساتھ محبت اور ماں پر شفقت، باپ کے ساتھ محبت سے کئی درجہ زیادہ ہونی چاہیے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ سوال کے جواب میں ماں کا ذکر کیا اور باپ کا ذکر صرف چوتھی مرتبہ میں کیا، اور جب تم اس پر غور کرو گے تو تم پر واضح ہوگا کہ حمل کی مشقت اور وضعِ حمل کی تکلیف اور دودھ پلانے اور پرورش کرنے کی ذمہ داری میں ماں منفرد ہے، اور یہ ساری سختی ماں اٹھاتی ہے باپ نہیں اٹھاتا، پس یہ تین مرتبے ایسے ہیں جس میں صرف ماں پرورش کی سختی کو اٹھاتی ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ماں کی اطاعت کرنا مقدم ہے۔

اور محاسبی نے کہا ہے کہ ماں کی فضیلت باپ کے اوپر نیکی کرنے میں اور اطاعت کرنے میں زیادہ ہے، اس پر علماء کا اجماع ہے۔ حسن بصری سے پوچھا گیا کہ والدین کے ساتھ نیکی کس طرح کی جائے، تو انہوں نے کہا: تم والدین کے لیے ہر اس چیز کو خرچ کرو جو تمہاری ملکیت میں ہے اور والدین تمہیں جس بات کا حکم دیں تم اس پر عمل کرو جب تک کہ وہ اللہ کی معصیت نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابٌ: لَا يُجَاهِدُ إِلَّا بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ

ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرنے کا بیان

۵۹۷۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا حَبِيبٌ قَالَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أُجَاهِدُ قَالَ لَكَ أَبَوَانِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان وشعبہ، ان دونوں نے کہا: ہمیں حبیب نے حدیث بیان کی ح انہوں نے کہا: اور ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از حبیب از ابی العباس از

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا میں جہاد کروں؟ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم ان دونوں میں جہاد کرو۔

(صحیح بخاری: ۳۰۰۴، ۵۹۷۲، صحیح مسلم: ۲۵۴۹، سنن ترمذی: ۱۶۷۱، سنن نسائی: ۳۱۰۳، سنن ابوداؤد: ۲۵۲۹، مسند احمد: ۶۵۰۸)

صحیح البخاری: ۵۹۷۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرے'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو جہاد کرنے کا حکم نہیں دیا مگر فرمایا کہ تم اپنے ماں باپ میں جہاد کرو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس وقت جہاد کے لیے جاؤ جب تمہارے ماں باپ تم کو جہاد کے لیے اجازت دیں۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر تمہارے ماں باپ ہیں تو ماں باپ کی خدمت میں جہاد کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابٌ: لَا يَسُبُّ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ — کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی نہ دے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دے گا تو اس کا سبب یہ ہوگا کہ وہ شخص اس کے ماں باپ کو گالی دے گا، تو کسی کے ماں باپ کو گالی دینے والا اپنے ماں باپ کو گالی دینے کا سبب بنے گا، اس لیے منع فرمایا کہ تم اپنے ماں باپ کو گالی نہ دو یعنی کسی کے ماں باپ کو گالی نہ دو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از حمید بن عبدالرحمن، از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو لعنت کرے، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کوئی مرد کیسے اپنے والدین کو لعنت کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ایک مرد دوسرے

Marfat.com

مرد کے باپ کو گالی دے تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا اور وہ
اس کی ماں کو گالی دے گا، تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔

(صحیح مسلم: ۹۰، سنن ترمذی: ۱۹۰۲، سنن ابوداؤد: ۵۱۴۱، مسند احمد: ۶۴۹۳)

صحیح البخاری: ۵۹۷۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے معنی سے سمجھ میں آ رہی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، وہ احمد بن عبداللہ بن یونس الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن سعد، وہ اپنے باپ سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعد، وہ حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف القرشی الزہری سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

گناہِ کبیرہ کے اعداد و شمار

اس حدیث میں مذکور ہے ''من اکبر الکبائر ان یلعن الرجل والدیه'' یعنی کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی اپنے والدین پر لعنت کرے۔ اور سنن ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ کوئی مرد اپنے والدین کو گالی دے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ مرد کا اپنے والدین کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے۔ اور صحیح بخاری کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے اور ان دونوں حدیثوں میں فرق ہے، اس حیثیت سے کہ کبائر مختلف قسم کے ہیں، بعض کبیرہ گناہ دوسرے بعض کبیرہ گناہوں سے زیادہ بڑے ہیں اور یہ جمہور علماء کا قول ہے۔

اور حضرت ابوبکرہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ کبائر میں سے بڑے گناہ تین ہیں، ایک اللہ کے ساتھ شریک بنانا، دوسرا ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور تیسرا جھوٹ بولنا ہے، اور وہی جھوٹی گواہی دینا ہے۔ اور کبیرہ گناہوں میں بڑے گناہوں کا ان تین میں اقتصار کیا گیا ہے۔ اور امام بزار نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ فاضل پانی دینے سے منع کرنا اور نر جانور کو یا نر حیوان کو دینے سے منع کرنا، سو یہ پانچ ہو گئے۔ اور امام ترمذی نے از ابوامامہ از عبداللہ بن اُنیس روایت کی ہے کہ کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے اور جھوٹی قسم کھانا ہے، تو اب یہ پانچ گناہ ہو گئے جو کبیرہ گناہوں میں بڑے گناہ ہیں۔

اور عمرو بن حزم نے ایک طویل حدیث میں اور اضافہ کیا ہے، اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ یہ ہوگا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے بھاگنا

Marfat.com

اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور پاک دامن عورت کے اوپر زنا کی تہمت لگانا اور جادو سیکھنا اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا''۔ اس طرح اب یہ کبیرہ گناہوں میں بڑے گناہ دس ہو گئے۔

اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خمر، ام الفواحش ہے اور اکبر الکبائر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کی ہے، انہوں نے کہا: کبائر میں سب سے بڑا کبیرہ (گناہ) خمر کا پینا ہے، اور اس کی مثل کو اپنی رائے سے نہیں کہا جا سکتا۔

اور انہوں نے المعجم الکبیر میں یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت واثلہ بن الاسقع بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اکبر کبائر میں سے یہ ہے کہ کوئی مرد میری طرف منسوب کر کے وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی، تو اب یہ چودہ (۱۴) اکبر الکبائر ہو گئے۔

اور وہ اکبر کبائر جن کو بغیر عدد اور شمار کے ذکر کیا گیا ہے، تو ان میں سے صحیحین میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے اجتناب کرو، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا، جادو کرنا، اور جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور مسلمان پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا۔

اور امام بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! کبائر کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا۔

اور امام حاکم نے المستدرک میں عبید بن عمیر سے روایت کی ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا اور اس حدیث میں ہے: کبائر سے اجتناب کیا جائے، اور آپ نے فرمایا کہ نو کبائر ہیں اور ان کو ذکر کیا جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہیں اور یہ اضافہ کیا: بیت اللہ الحرام کو حلال قرار دینا جو تمہارے زندوں اور مردوں کا قبلہ ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، وہ کبیرہ ہے۔

اور امام طبری نے نقل کیا ہے کہ ہر وہ گناہ جس کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے عذاب پر ختم کیا ہو یا لعنت پر ختم کیا ہو یا غضب پر ختم کیا ہو تو وہ کبیرہ ہے۔

اور طاؤس نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ کیا کبائر سات ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ کبائر ستر کے قریب ہیں۔

اور سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا کبائر سات ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ سات سو کے قریب ہیں۔ اور انہوں نے کہا کہ اس استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ نہیں ہے اور اصرار کے ساتھ کوئی صغیرہ نہیں ہے۔ (یعنی اگر گناہِ کبیرہ کے ارتکاب کے بعد استغفار کر لیا جائے تو وہ کبیرہ مٹ جاتا ہے اور صغیرہ گناہ پر اگر توبہ نہ کی جائے تو وہ کبیرہ ہو جاتا ہے)۔

اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سہل بن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سات کبیرہ گناہوں سے بچو۔ الحدیث۔

اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور اس میں کبیرہ گناہوں میں ان اشیاء کا ذکر کیا ہے:

جھوٹی قسم کھانا، مالِ غنیمت میں خیانت کرنا، زکوٰۃ دینے سے منع کرنا، شہادت کو چھپانا، عمداً نماز کو ترک کرنا، اور وہ چیزیں جن کو اللہ نے فرض کیا ہے، ان کو ترک کرنا اور عہد توڑنا۔

اور امام ابن ابی الدنیا نے کتاب التوبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: ہر وہ گناہ جس پر بندہ اصرار کرے، وہ کبیرہ ہے۔

اور ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ان مجموعی احادیث مرفوعہ اور موقوفہ سے تقریباً چالیس کبائر شمار ہوتے ہیں، پھر انہوں نے ان کا ذکر کیا، پس ہم ان میں سے ان کا ذکر کر رہے ہیں جن کا پہلے ذکر نہیں کیا گیا اور وہ یہ ہیں:

مرد کا اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنا، صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا، اپنے بیٹے کے نسب کا انکار کرنا، مومن پر بہتان باندھنا، کینہ رکھنا، زنا کرنا، چوری کرنا، کسی بے قصور کی سلطنت والے کی طرف شکایت کرنا یا چغلی کرنا تا کہ وہ اس کو قتل کر دے، مالِ غنیمت میں خیانت کرنا، غیبت کرنا، لواطت کرنا، کسی سورت کو یا قرآن مجید کی آیت کو بھولنا، چغلی کرنا۔

اور امام رافعی نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کبیرہ گناہوں میں سے ان کو بھی شمار کیا ہے: کسی کا مال چھیننا۔

اور صاحب العدۃ نے ان میں اس کا بھی اضافہ کیا ہے:

رمضان میں بغیر عذر کے روزہ نہ رکھنا اور ناپ اور تول میں خیانت کرنا، نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھنا یا بغیر عذر کے وقت کے بعد پڑھنا، کسی مسلمان کو ناحق مارنا، صحابہ کرام کو سب و شتم کرنا، رشوت لینا، نیکی کے حکم دینے کو اور برائی سے روکنے کو قدرت کے باوجود ترک کرنا، کسی جاندار کو جلانا، عورت کا بغیر کسی سبب کے مرد (شوہر) کے پاس نہ آنا، علماء اور حفاظِ قرآن کو (ان کی دینداری کی وجہ سے) برا کہنا۔ اور جن چیزوں کو کبیرہ گناہ میں شمار کیا گیا ہے، وہ یہ ہیں:

خنزیر کا گوشت کھانا، بلا عذر مردار کو کھانا، ان کو رافعی نے بیان کیا ہے۔

اور امام شافعی سے منقول ہے کہ حیض میں وطی کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اور ستار (ایک قسم کا باجا) کو سننا اور ریشم کا پہننا اور ریشم پر بیٹھنا، اس میں اختلاف ہے کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے یا گناہِ صغیرہ ہے۔ امام الحرمین کا میلان اس طرف ہے کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے اور امام رافعی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ صغائر ہیں، واللہ اعلم۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کوئی مرد اپنے والدین کو کیسے لعنت کرے گا؟'' سائل نے والدین پر لعنت کرنے کو بہت بعید سمجھا، کیونکہ طبیعتِ مستقیمہ اس سے انکار کرتی ہے، تو آپ نے جواب میں بتایا کہ وہ از خود لعنت نہیں کرے گا بلکہ لعنت کرنے کا سبب مہیا کرے گا، یعنی وہ دوسرے کے ماں باپ کو لعنت کرے گا اور دوسرا اس کے ماں باپ کو لعنت کرے گا۔

اور اس زمانہ میں ایسے بھی لوگ ہیں جو اپنے ماں باپ کو گالی دیتے ہیں بلکہ مارتے ہیں، اور ایک جماعت نے اس کا بہت بڑے فاجروں سے مشاہدہ کیا، اور بعض اوقات بیٹا باپ کو قتل کر دیتا ہے اور یہ مصیبت مصر کے شہروں میں بہت زیادہ ہو گئی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۱۔ ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۵- بَابُ إِجَابَةِ دُعَاءِ مَنْ بَرَّ وَالِدَيْهِ

جس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی اس کی دعا کا قبول ہونا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی یا اچھا سلوک کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۴- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَمَالُوا إِلَى غَارٍ فِي الْجَبَلِ فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً فَادْعُوا اللهَ بِهَا لَعَلَّهُ يَفْرُجُهَا فَقَالَ أَحَدُهُمُ اللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ أَرْعَى عَلَيْهِمْ فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيهِمَا قَبْلَ وَلَدِي وَإِنَّهُ نَاءَ بِيَ الشَّجَرُ فَمَا أَتَيْتُ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا وَأَكْرَهُ أَنْ أَبْدَأَ بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللهُ لَهُمْ فُرْجَةً حَتَّى يَرَوْنَ مِنْهَا السَّمَاءَ وَقَالَ الثَّانِي اللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِي ابْنَةُ عَمٍّ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس وقت تین آدمی پیدل جا رہے تھے ان پر بارش آ گئی، تو انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی، پھر غار کے منہ پر پہاڑ سے ایک بڑا پتھر آ کر گر گیا اور ان کے اوپر منطبق ہو گیا، سو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اپنے اعمال پر غور کرو تم نے جو عمل صالح اللہ کے لیے کیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے اس صالح عمل کے واسطہ سے دعا کرو شاید کہ اللہ تعالیٰ ہم پر کشادگی کرے، تو ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور میں ان کے لیے بکریاں چراتا تھا، پس جب شام ہوتی تو ان کے پاس آتا اور ان میں سے کسی بکری کا دودھ نکالتا اور اپنے ماں باپ سے ابتداء کرتا اور اپنے بچے کو دودھ پلانے سے پہلے انہیں دودھ پلاتا، اور ایک دن چارے کی تلاش میں مجھے بہت دیر ہو گئی پس میں نہیں آ سکا حتیٰ کہ شام ہو گئی، تو میں نے دیکھا کہ میرے ماں باپ سوئے ہوئے ہیں، پھر میں نے معمول کے مطابق دودھ دوہا اور دودھ لے کر آیا اور ان کے سرہانے کھڑا رہا، میں ان کو نیند سے جگانا ناپسند کرتا تھا اور اپنے بچوں کو ان سے پہلے دودھ پلانا بھی ناپسند

فَأَبَتْ حَتَّى آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ فَسَعَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَارٍ فَلَقِيتُهَا بِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللهِ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفْتَحْ الْخَاتَمَ فَقُمْتُ عَنْهَا اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي قَدْ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فَفَرَجَ لَهُمْ فُرْجَةً وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ أَعْطِنِي حَقِّي فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهُ فَتَرَكَهُ وَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا فَجَاءَنِي فَقَالَ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَظْلِمْنِي وَأَعْطِنِي حَقِّي فَقُلْتُ اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا فَقَالَ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَهْزَأْ بِي فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَهْزَأُ بِكَ فَخُذْ ذَلِكَ الْبَقَرَ وَرَاعِيَهَا فَأَخَذَهُ فَانْطَلَقَ بِهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللهُ عَنْهُمْ۔

کرتا تھا، بچے میرے قدموں میں روتے رہے، پھر یہی میرا اور ان کا معمول رہا حتیٰ کہ صبح ہوگئی، اے اللہ! اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا کے لیے کیا تھا تو، تُو اس غار میں کچھ کشادگی کردے حتیٰ کہ ہم آسمان کو دیکھ لیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس غار میں کشادگی کردی حتیٰ کہ انہوں نے آسمان کو دیکھ لیا، پھر دوسرے مرد نے کہا: اے اللہ! بے شک میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے میں بہت محبت کرتا تھا جتنی مرد عورتوں سے محبت کرتے ہیں، میں نے اس سے اس کے نفس کو طلب کیا اس نے انکار کیا حتیٰ کہ میں اس کو سو دینار لا کر دوں، سو میں نے محنت کی حتیٰ کہ سو دینار جمع کیے، پھر اپنے چچا کی بیٹی سے ملا، پس جب میں اس کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر، اور اس مہر کو نہ توڑ، تو میں اس سے الگ ہو کر کھڑا ہو گیا، اے اللہ! اگر تجھے علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا کے لیے کیا ہے تو، تُو اس غار کے منہ کو ہمارے لیے کشادہ کردے، پھر ان کے لیے مزید کشادگی کردی گئی، اور تیسرے مرد نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک مزدور لیا اور آٹھ کلو گرام چاول کے عوض اس سے مزدوری کرائی، پس جب اس نے کام کرلیا تو کہا: میرا حق مجھے دو تو میں نے اس پر وہ چاول پیش کیے، اس نے ان کو چھوڑ دیا اور اس سے اعراض کیا، میں نے ان چاولوں کی کاشت کرلی، حتیٰ کہ اس کی پیداوار سے میں نے گائیں اور ان کے چرواہے جمع کرلیے، پھر ایک دن وہ آیا اور کہا اللہ سے ڈر، مجھ پر ظلم نہ کر اور میرا حق مجھے دے، تو میں نے کہا: یہ جو گائیں ہیں اور ان کے چرواہے ہیں ان کی طرف چلے جاؤ، اس نے کہا: اللہ سے ڈر اور میرے ساتھ مذاق نہیں کر، میں نے کہا: میں تم سے مذاق نہیں کر رہا، تم یہ گائے لے لو اور یہ چرواہا لے لو، اس نے گائے لے لی اور چرواہا لے لیا اور چلا گیا، پس اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا ہے تو باقی جو غار میں بندش ہے

Marfat.com

اس کو کھول دے، تو اللہ تعالیٰ نے اس غار کو ان کے لیے کھول دیا۔

(صحیح بخاری: ۲۲۱۵، ۲۲۷۲، ۲۳۳۳، ۳۴۶۵، ۵۹۷۴، صحیح مسلم: ۲۷۴۳، سنن ابوداؤد: ۳۳۸۷، مسند احمد: ۷۳۹۵)

صحیح البخاری: ۵۹۷۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جو ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اس کی دعا کا قبول ہونا"۔ اور اس حدیث میں ہے کہ جو تین آدمی غار میں پھنس گئے تھے ان میں سے پہلے آدمی نے کہا: اپنے اعمال پر غور کرو تم نے جو نیک عمل اللہ کے لیے کیا ہے تو اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کشادگی کر دے اور اسی آدمی نے اپنے ماں باپ کے ساتھ یہ نیکی کی تھی کہ رات بھر دودھ کا پیالہ لے کر اپنے ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا اور اس کے اپنے بچے روتے رہے، اس نے ان کو دودھ نہیں پلایا، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ثلاثة نفر" تین سے لے کر دس تک کی جماعت کو نفر کہا جاتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فمالوا الی غار" اور ایک روایت میں ہے "فاووا الی غار" یعنی انہوں نے ایک غار کی پناہ لی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "صبية" یہ صبی کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے غلام یعنی لڑکا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "نای بی الشجرة" اس کا معنی ہے: ہماری جگہ سے وہ درخت دور ہو گیا جہاں پر ہم اپنے مویشی کو چراتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الحلاب" یہ وہ برتن ہے جس میں دودھ دوہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یتضاغون" اس کا معنی ہے: وہ چیختے تھے۔ یہ ضغی سے ماخوذ ہے جب کوئی چیخے، اور ہر وہ آواز جو ذلیل اور مقہور ہو اس کو ضغوا کہتے ہیں۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے یتضاغون: یعنی وہ روتے تھے اور درد سے چلاتے تھے۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ اولاد کا خرچ ماں باپ کے خرچ پر مقدم ہے، تو پھر اس شخص نے اپنے بچے کو بھوک سے روتا ہوا چھوڑا اور اپنے ماں باپ کے لیے دودھ کا پیالہ لیے رات بھر کھڑا رہا، یہ کیسی نیکی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں اس طرح ہو کہ ماں باپ پر خرچ کرنا اولاد پر خرچ کرنے پر مقدم ہو۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ بچے جو رو رہے تھے تو ان کا پیٹ بھرا ہوا تھا اور وہ زائد دودھ پینے کے لیے رو رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تفتح الخاتم" یہ بکارت کے ازالہ سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بفرق" یہ مدینہ کا ایک معروف پیمانہ ہے جس میں آٹھ کلو چیز آ جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۳۔ ۱۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٦- بَابٌ: عُقُوقِ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْكَبَائِرِ

والدین کی نافرمانی کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے

قَالَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ماں باپ کی نافرمانی کا مصداق اور ''عقوق'' کی لفظی تحقیق

اس عنوان میں ''عقوق'' کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے کاٹنا، ''عق عن ابنه'' یعنی اس نے اپنے بیٹے کا عقیقہ کیا یعنی اس کے لیے بکری کو ذبح کیا اس بکری کو عقیقہ کہتے ہیں۔ اور ''عق عن والده'' کا معنی ہے: اس نے اپنے والد کی لاٹھی کو توڑ دیا۔ اور علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''عق عن والده'' اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص اپنے باپ کو اذیت دے اور اس کی نافرمانی کرے، اور کہا ہے کہ یہ البر یعنی نیکی کی ضد ہے۔

الشیخ تقی الدین السبکی نے کہا ہے کہ عقوق کا ضابطہ یہ ہے کہ والدین کو ایذاء پہنچائی جائے خواہ کسی قسم کی ایذاء ہو کم ہو یا زیادہ ہو۔ وہ جس کام کا حکم دیں اس کے خلاف کرے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو۔

اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ شبہات میں بھی والدین کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ اور علامہ طرطوسی مالکی نے کہا ہے: جب ماں باپ کسی سنتِ مؤکدہ سے منع کریں اور بار بار منع کریں تو ان کی اطاعت کرے اور اگر وہ ہمیشہ سنتِ مؤکدہ سے منع کریں تو پھر ان کی اطاعت نہ کرے، کیونکہ ان کی اطاعت کرنے میں شریعت کی مخالفت ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق ابوذر عمر کی روایت میں ہے، اور امام بخاری نے ''کتاب الایمان والنذور'' میں اس کو از شعبی از عبداللہ بن عمرو بن العاص از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ کا شریک بنانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی بے گناہ کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا یہ کبائر ہیں۔

اور امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عاق کے لفظ میں حدیث روایت کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا: العاق لوالدیه (یعنی جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو)، مدمن الخمر (یعنی دائماً خمر پینے والا) اور منان (یعنی احسان کر کے اس کو جتانے والا)۔ اس حدیث کی امام بزار اور امام ابن حبان نے بھی روایت کی ہے اور الحاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۴-۱۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۵- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ وَرَّادٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از منصور از المسیب از وراد از المغیرہ بن شعبہ از

Marfat.com

عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَمَنْعًا وَهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کردی ہے، اور کسی چیز کو دینے سے منع کرنا اور کسی چیز کو مانگنا بھی حرام کردیا گیا ہے، اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اور تمہارا قیل وقال (فضول بحث کرنا) اور کثرت سوال اور مال کو ضائع کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔

(صحیح بخاری: ۲۴۰۸، صحیح مسلم: ۵۹۳، مسند احمد: ۱۸۱۶۸، سنن دارمی: ۲۷۵۱)

صحیح البخاری: ۵۹۷۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''والدین کی نافرمانی کرنا'' اور اس حدیث میں صرف ماں کی نافرمانی کا ذکر ہے، کیونکہ ماؤں کا ذکر اس میں تخصیص کے لیے نہیں ہے بلکہ اس لیے ہے کہ زیادہ تر ماؤں کی نافرمانی کی جاتی ہے کیونکہ وہ کمزور ہوتی ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ ماؤں کی نافرمانی کرنے کا قبح آباء کی نافرمانی کرنے سے زیادہ ہے، یا اس لئے کہ مراد والدین کی نافرمانی ہے مگر ان میں سے ایک کا ذکر کردیا یعنی ماؤں کی نافرمانی کا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعد بن حفص، یہ ابومحمد الطلحی الکوفی ہیں، ان کو الضخم بھی کہا جاتا ہے، امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں، یہ ۲۱۵ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں شیبان کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمن النحوی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، یہ ابن المعتمر ہیں۔ اور مسیب کا ذکر ہے، یہ تسییب سے اسم مفعول ہے اور یہ ابن رافع الکاہلی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں وراد کا ذکر ہے، یہ مغیرہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، اور مغیرہ کا ذکر ہے، یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''منعا وھات'' یعنی تم پر یہ حرام کردیا گیا ہے کہ تم اس چیز کو عطا کرنے سے منع کرو جس کا عطا کرنا تم پر واجب ہے، اور تم پر حرام کردیا گیا ہے کہ تم اس چیز کو طلب کرو جس کا لینا تمہارے لیے جائز نہیں ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسی شخص کے مال، اس کے اقوال اور اس کے افعال میں سے جو چیز واجب ہے، اس کو منع کرنا ممنوع ہے۔ اور اس چیز کو مانگنا جائز نہیں ہے جو اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ اور ''ھات'' یہ ایتاء سے فعل امر ہے، خلیل نے کہا: اصل میں یہ ائتِ تھا، ہمزہ کو ہاء سے تبدیل کردیا تو ھاتِ ہو گیا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''وأد البنات'': یعنی ان پر بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا بھی حرام کردیا گیا ہے، اس بچی کو ''موؤدۃ''

Marfat.com

کہا جاتا ہے یعنی جو زندہ در گور کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے اور زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح کرتے تھے، کیونکہ وہ بیٹیوں کے وجود کو ناپسند کرتے تھے۔

کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے اپنی بیٹی کو زندہ در گور کیا وہ قیس بن عاصم تمیمی تھا۔ اس کے کسی دشمن نے اس پر حملہ کیا اور اس کی لڑکی کو پکڑ کر لے گیا، بعد میں صلح ہوئی اور لڑکی کو اختیار دے دیا گیا کہ چاہے تو باپ کے پاس چلی جائے یا شوہر کے پاس رہ جائے، بیٹی نے شوہر کے پاس رہنے کو اختیار کیا تب اس کے باپ قیس نے اپنے اوپر قسم کھائی کہ اس کے ہاں آئندہ جو بھی بیٹی پیدا ہوئی اس کو زندہ دفن کر دے گا، چنانچہ اس نے اس پر عمل کیا اور یہ رسم عام ہوتی گئی۔

اور عرب میں دوسرا فریق وہ تھا جو مطلقاً اپنی اولاد کو قتل کر دیتا تھا، یا تو اس وجہ سے کہ اس کے ہاں اولاد ہوئی تو اس کے مال کو خرچ کر کے کم کرے گی، یا اس وجہ سے کہ اولاد کی پرورش کے لیے اس کے پاس خرچ نہیں ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کا ذکر کیا ہے کہ تم اپنی اولاد کو رزق کی تنگی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وکثرۃ السوال'' یعنی جن مسائل میں سوال کرنے کی ضرورت نہ ہو، ان میں سوال کرنا بھی حرام ہے، یا لوگوں کے اموال کے متعلق سوال کرنا، یا لوگوں کے احوال کے متعلق بلاضرورت سوال کرنا حرام ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''اضاعۃ المال'' یعنی مال کو ضائع کرنا، خرچ میں اسراف کرنا، یہ بھی حرام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۶۔۱۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۶۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْوَاسِطِيُّ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْتُ لَا يَسْكُتُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد الواسطی نے حدیث بیان کی از الجریری از عبد الرحمن بن ابی بکرہ، از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کی خبر نہ دوں؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا، آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر آپ بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: سنو! اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، سنو! اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، پھر آپ مسلسل کہتے رہے، حتیٰ کہ میں نے کہا: کاش آپ خاموش نہیں ہوتے۔

(صحیح بخاری: ۲۶۵۴، ۵۹۷۶، ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، ۶۹۱۹، صحیح مسلم: ۸۷، سنن ترمذی: ۳۰۱۹، مسند احمد: ۱۹۸۷۲)

صحیح البخاری: ۵۹۷۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ماں باپ کی نافرمانی کرنا گناہِ کبیرہ میں سے ہے'' اور اس باب کی حدیث میں ہے کہ گناہِ کبیرہ میں سے سب سے بڑا گناہ اللہ کا شریک بنانا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، یہ ابن شاہین الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد، وہ ابن عبداللہ الطحاوی الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریری، یہ جریر بن عباد کی طرف نسبت ہے جو الحارث بن عباد بن ذبیعہ بن قیس بن بکر بن وائل کے بھائی ہیں اور وہ سعید بن ایاس البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ کا ذکر ہے، وہ اپنے والد حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ان کا نام نفیع ہے۔

یہ حدیث کتاب الشہادات میں اس باب میں گزر چکی ہے ''باب ما قیل فی شھادۃ الزور'' اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا انبئکم'' اور کتاب الاستیذان میں روایت ہے ''الا اخبرکم'' اور ان دونوں کا معنی ایک ہے، اور سنن ترمذی میں روایت ہے ''الا احدثکم'' یعنی کیا میں تم کو حدیث نہ بیان کروں؟

اس میں یہ دلیل ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے اصحاب کو جو خبر دینا چاہتا ہو، تو پہلے ان کو مطلع کرے تاکہ ان کو اس پر برانگیختہ کرے جس میں ان کی بھلائی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''باکبر الکبائر'' یعنی جو کبائر میں سب سے بڑا گناہ ہے اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا اور تین مرتبہ اس لیے تکرار کی تاکہ سننے والا اپنے دل میں اس بات کو اچھی طرح حاضر کر لے اور یہ نہ گمان کیا جائے کہ اس سے مراد ہے کہ کبائر تین ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الاشراك باللہ'' یعنی ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا ہے۔ علامہ ابن دقیق العید نے لکھا ہے: یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد مطلق کفر ہے۔

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود اور قدیم بالذات مانیں اور یہ مانیں کہ اس کی ہر صفت مستقل بالذات ہے اور اس کو عبادت کا مستحق سمجھیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''عقوق الوالدین'' اس کی تفسیر ابھی گزر چکی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا گناہِ کبیرہ ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ اس سے ڈرایا ہے، پھر اس کا سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ والد ظاہر کے اعتبار سے اولاد کا موجد ہے، اسی لیے اللہ عزوجل نے اپنی توحید کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ (بنی اسرائیل: ۲۳) اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے''، یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے شروع کے کلمات بیان کیے تو آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور جب آپ نے جھوٹ کا ذکر کیا تو آپ بیٹھ گئے، اور ''زُور'' کا معنی اصل میں انحراف ہے۔ اور اس کا استعمال اس معنی میں ہوتا ہے کہ باطل کو اس طرح پیش کیا جائے کہ اس کے حق ہونے کا وہم ہو، اسی وجہ سے آپ نے اس کو کئی بار مقرر فرمایا، کیونکہ اس کے محرکات بہت زیادہ ہیں اور لوگوں پر اس کا واقع ہونا بہت آسان ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وشهادة الزور'' اس کا عطف ہے ''قول الزور'' پر، اس لیے کہ جھوٹ اس سے عام ہے کہ وہ کفر ہو یا وہ جھوٹی شہادت ہو یا جھوٹوں میں سے کوئی اور جھوٹ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ''قول الزور'' سے مراد کفر ہے، کیونکہ کافر جھوٹ کی شہادت دیتا ہے اور اس کا قائل ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ میں نے کہا کہ کاش آپ خاموش نہیں ہوتے''۔ اس قول کے قائل حضرت ابوبکرہ ہیں، اور سنن ترمذی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل یہ کہتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش آپ خاموش ہو جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۷-۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۷- حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِیدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِی عُبَیْدُ اللهِ بْنُ أَبِی بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْكَبَائِرَ أَوْ سُئِلَ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ الشِّرْكُ بِاللهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَیْنِ فَقَالَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالَ قَوْلُ الزُّورِ أَوْ قَالَ شَهَادَةُ الزُّورِ قَالَ شُعْبَةُ وَأَكْثَرُ ظَنِّی أَنَّهُ قَالَ شَهَادَةُ الزُّورِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن ابی بکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبائر کا ذکر کیا، یا آپ سے کبائر سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ کا شریک بنانا اور کسی (بے قصور) کو قتل کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا، پھر فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ کی خبر نہ دوں؟ آپ نے فرمایا: جھوٹی بات، یا فرمایا: جھوٹی شہادت، شعبہ نے کہا: اور میرا زیادہ گمان یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: جھوٹی گواہی۔

(صحیح بخاری: ۲۶۵۳، ۵۹۷۷، ۶۸۷۱، صحیح مسلم: ۸۸، سنن ترمذی: ۱۲۰۷، سنن نسائی: ۴۰۱۰، مسند احمد: ۱۱۹۶۳، سنن داری: ۲۳۶۰)

صحیح البخاری: ۵۹۷۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن الولید، یہ عبد الحمید ہیں اور ان کا لقب حمدان ہے اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ بن ابی بکر، یہ ابن انس ہیں اور یہ اپنے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "آپ سے کبائر سے متعلق سوال کیا گیا"۔ اس میں راوی کو شک ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود کبائر کا ذکر کیا تھا یا آپ سے کبائر کے متعلق سوال کیا گیا تھا۔ اور کتاب الشہادات میں فقط "سُئِل" کا ذکر ہے یعنی آپ سے سوال کیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابُ: صِلَةِ الْوَالِدِ الْمُشْرِكِ — مشرک والد کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ مسلمان کے لیے اپنے مشرک والد کے ساتھ صلۂ رحم کرنا اور حسنِ سلوک کرنا جائز ہے، اور علامہ ابن بطال مالکی نے اس کو واجب لکھا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (لقمان:۱۵) اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرک ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۷۸۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي أَخْبَرَتْنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما قَالَتْ أَتَتْنِي أُمِّي رَاغِبَةً فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم آصِلُهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِيهَا ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ (الممتحنہ:۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے خبر دی، وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس میری ماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آئیں حالانکہ وہ اس وقت اسلام سے اعراض کرنے والی تھیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

ابن عیینہ نے کہا: تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمادی: اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے اور تھوڑا دینے سے

نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی۔ (الممتحنہ: ۸)

(صحیح بخاری: ۲۶۲۰، ۳۱۸۳، ۵۹۷۸، ۵۹۷۹، صحیح مسلم: ۱۰۰۳، سنن ابوداؤد: ۱۶۶۸، مسند احمد: ۲۶۳۹۹)

صحیح البخاری: ۵۹۷۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: مشرک والد کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور حدیث میں مشرکہ والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا ذکر ہے، سو جب مشرکہ والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا جائز ہے تو مشرک والد کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمیدی، یہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام بن عروہ، یہ اپنے والد عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "میرے پاس میری ماں آئیں": حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی ماں کا نام قُتَیلہ بنت عبدالعزیٰ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کی رضاعی ماں تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "راغبۃ" اس کا معنی ہے: وہ میری نیکی اور میرے حسنِ سلوک میں رغبت کرتی تھیں۔ اور ایک قول ہے کہ وہ اسلام سے اعراض کرتی تھیں اور اسلام کو ناپسند کرتی تھیں، اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار سے معاہدہ کیا ہوا تھا اور یہ ان سے مصالحت کی مدت تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابن عیینہ نے کہا": یہ سفیان راوی ہیں۔

اس آیت میں ہے "لا ینھاکم اللہ۔۔۔ الآیۃ"۔ مجاہد نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور مکہ میں ہی رہے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، اور جن لوگوں نے مسلمانوں سے ان کے دین میں قتال کیا تھا وہ کفار مکہ تھے۔ ابو صالح نے کہا: یہ لوگ خزاعہ ہیں۔ اور قتادہ نے کہا: یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہوگئی:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ: ۵) تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابُ: صِلَةِ الْمَرْأَةِ أُمَّهَا وَلَهَا زَوْجٌ — کسی عورت کا اپنی ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور اس کی ماں کا خاوند بھی ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی عورت اپنی ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، حالانکہ اس عورت کا خاوند بھی ہو۔

Marfat.com

۵۹۷۹۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَ قَدِمَتْ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ وَمُدَّتِهِمْ إِذْ عَاهَدُوا النَّبِيَّ ﷺ مَعَ أَبِيهَا فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ۔

اور اللیث نے کہا: مجھے ہشام نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں، وہ قریش کے ساتھ صلح کے زمانہ میں اپنے والد کے ساتھ (مدینہ منورہ) آئیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق پوچھا: سو میں نے کہا کہ میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہیں، کیا میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اپنی والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔

(صحیح بخاری: ۲۶۲۰، ۳۱۸۳، ۵۹۷۸، ۵۹۷۹، صحیح مسلم: ۱۰۰۳، سنن ابوداؤد: ۱۶۶۸، مسند احمد: ۲۶۳۹۹)

صحیح البخاری: ۵۹۷۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کس کا خاوند مراد ہے؟

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس باب کے عنوان میں مذکور ہے ''اور اس کا خاوند بھی ہو''۔ تو حدیث میں وہ لفظ کہاں ہے جو اس کے خاوند پر دلالت کرتا ہے؟ پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ اگر ''لھا زوج'' میں ضمیر عورت کی طرف راجع ہو تو پھر ظاہر ہے کیونکہ حضرت اسماء حضرت زبیر کی زوجہ تھیں جب ان کی ماں ان کے پاس آئی تھیں، اور اگر یہ ضمیر ان کی ماں کی طرف راجع ہو تو پھر اس سے مراد ہوگا حضرت اسماء کی ماں کا شوہر، اور حضرت اسماء کی ماں کے شوہر حضرت اسماء کے باپ کے حکم میں ہیں۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ''وقال اللیث'' امام بخاری نے اس حدیث کو لیث بن سعد سے بطور تعلیق روایت کیا ہے، اور ابونعیم نے ''المستخرج'' میں یہ لکھا ہے کہ اس مدت میں جس کو صلح کے لیے معین کر دیا تھا اور قتال کو ترک کر دیا تھا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''مع ابیھا'' یعنی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی ماں کے باپ۔

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی ماں کے خاوند۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال صلی امک'' یعنی آپ نے فرمایا: تم اپنی مشرکہ ماں کے ساتھ صلۂ رحم کرو یا حسنِ سلوک کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۳۹۔ ۱۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کا خلاصہ

''ولھا زوج'' کے مرجع میں دو احتمال ہیں، اس میں ضمیر المرأۃ کی طرف بھی راجع ہوسکتی ہے اور ام کی طرف بھی، دوسری صورت میں مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ماں کا شوہر ہو (ماں کا شوہر یا سگا باپ ہوتا ہے یا سوتیلا) پھر بھی اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا چاہیے۔

اس حدیث میں یہ دونوں صورتیں ہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا شادی شدہ تھیں ان کے شوہر حضرت زبیر بن العوام تھے، ان کی والدہ ان کے پاس آئیں ''مع ابیھا'' یعنی اپنے والد کے ساتھ جو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے نانا تھے اور یا ضمیر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی

طرف راجع ہے یعنی ان کی والدہ حضرت اسماء کے پاس آئیں حضرت اسماء کے سوتیلے باپ کے ساتھ جوان کی ماں کا شوہر تھا۔

۵۹۸۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ فَمَا يَأْمُرُكُمْ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ، کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابوسفیان نے ان کو خبر دی کہ ہرقل نے ان کو بلایا، پس کہا: تمہیں کیا حکم دیتے ہیں یعنی تمہارے نبی ﷺ، تو ابوسفیان نے کہا: وہ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اور صدقہ کرنے کا اور پاک دامنی کا اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے کا (حکم دیتے ہیں)۔

(صحیح بخاری: ۷، ۵۱، ۲۶۸۱، ۲۹۴۱، ۲۹۷۸، ۳۱۷۴، ۴۵۵۳، ۵۹۸۰، ۶۲۶۰، ۷۱۹۶، ۷۵۴۱، صحیح مسلم: ۱۷۷۳، سنن ترمذی: ۲۷۱۷، سنن ابوداؤد: ۵۱۳۶، مسند احمد: ۲۳۶۶)

صحیح البخاری: ۵۹۸۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ ابن عبداللہ بن بکیر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عقیل، یہ ابن خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ہیں۔

یہ حدیث کتاب کے شروع میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابُ: صِلَةِ الْأَخِ الْمُشْرِكِ

مشرک بھائی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی مسلمان اپنے مشرک بھائی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے تو یہ جائز ہے۔

۵۹۸۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما يَقُولُ رَأَى عُمَرُ حُلَّةَ سِيَرَاءَ تُبَاعُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ابْتَعْ هَذِهِ وَالْبَسْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَإِذَا جَاءَكَ الْوُفُودُ قَالَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْهَا بِحُلَلٍ فَأَرْسَلَ إِلَى عُمَرَ بِحُلَّةٍ فَقَالَ كَيْفَ أَلْبَسُهَا وَقَدْ قُلْتَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیراء (ریشم) کا حلہ بکتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو خرید لیں اور اس کو جمعہ کے دن پہنیں اور جب آپ کے

فِيهَا مَا قُلْتَ قَالَ إِنِّي لَمْ أُعْطِكَهَا لِتَلْبَسَهَا وَلَكِنْ تَبِيعُهَا أَوْ تَكْسُوهَا فَأَرْسَلَ بِهَا عُمَرُ إِلَى أَخٍ لَهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ۔

پاس وفود آئیں تو اس وقت پہنیں، آپ نے فرمایا: اس کو وہ پہنتا ہے جس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس میں سے چند حلے آئے تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی ایک حلہ بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کو کیسے پہنوں گا حالانکہ آپ نے اس کے متعلق فرمایا تھا جو فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا: میں نے تم کو یہ اس لئے نہیں عطا کیا ہے کہ تم اس کو پہنو، لیکن تم اس کو بیچ دو یا کسی کو پہنا دو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حلہ اہلِ مکہ میں سے اپنے بھائی کی طرف بھیج دیا ان کے اسلام لانے سے پہلے۔

(صحیح البخاری:۸۸۶، ۹۴۸، ۲۱۰۴، ۲۶۱۲، ۲۶۱۹، ۳۰۵۴، ۵۸۴۱، ۵۹۸۱، ۶۰۸۱، صحیح مسلم:۲۰۸۶، سنن نسائی: ۱۳۸۲، سنن ابوداؤد:۱۰۷۶، سنن ابن ماجہ:۳۵۹۱، مسند احمد: ۵۷۶۳، موطا امام مالک:۱۷۰۵)

صحیح البخاری:۵۹۸۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکور بھائی کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس بھائی کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ عثمان بن حکیم بن امیہ تھے جو حضرت خولہ بنت حکیم کے بھائی تھے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی زید بن الخطاب کے بھائی تھے، زید بن خطاب کی والدہ کا نام اسماء بنت وہب تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم ہے۔ امام نسائی نے کہا ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے، لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۰۔ ۱۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۔ بَابُ: فَضْلِ صِلَةِ الرَّحِمِ — صلۂ رحم کی فضیلت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب صلۂ رحم کی فضیلت کے بیان میں ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ صلۂ رحم فی الجملہ واجب ہے، اور رحم کے رشتہ کو منقطع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور صلۂ رحم کے کئی درجات ہیں، کم سے کم درجہ یہ ہے کہ بند کی ہوئی بات چیت کو ترک کر دیا جائے اور ملاپ کیا جائے خواہ سلام کے ساتھ۔ اور یہ اختلاف قدرت اور حاجت سے مختلف ہوتا ہے، پس بعض ان میں سے واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں۔ اگر کسی شخص نے بعض حسنِ سلوک کیا اور حسنِ سلوک کو انتہا پر نہیں پہنچایا تو اس کو رحم قطع کرنے والا نہیں کہا جائے گا۔

Marfat.com

صلہ رحم کی حد میں اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ محرم کہ جن میں سے ایک مرد ہو اور دوسرا عورت ہو یعنی ان کے درمیان نکاح حرام ہو تو ان کے درمیان صلۂ رحم واجب ہے،اس بناء پر چچا اور ماموں کی اولاد صلۂ رحم کے حکم میں داخل نہیں ہوں گے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو میراث میں ذوی الارحام ہیں، ان کے درمیان حسنِ سلوک کرنا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۱، دارالکتب العلمیہ ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن عثمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے موسیٰ بن طلحہ سے سنا از ابی ایوب، انہوں نے کہا کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔

(صحیح بخاری: ۱۳۹۶، ۵۹۸۲، ۵۹۸۳، صحیح مسلم: ۱۳، سنن نسائی: ۴۶۸، مسند احمد: ۲۳۰۳۸)

۵۹۸۳۔ وحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رضی الله عنه أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ فَقَالَ الْقَوْمُ مَا لَهُ مَا لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَرَبٌ مَا لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ ذَرْهَا قَالَ كَأَنَّهُ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالرحمٰن بن بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بھز بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عثمان بن عبداللہ بن موہب نے حدیث بیان کی، اور ان کے والد عثمان بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے موسیٰ بن طلحہ سے سنا، از حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، کہ ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اس عمل کی خبر دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کردے، تو لوگوں نے کہا: اس کو کیا ہوا، اس کو کیا ہوا؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو اس سوال کی ضرورت ہے اور کیا ہوا۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کرو، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور صلۂ رحم کرو، اور اس کو چھوڑ دو، راوی نے کہا: گویا کہ وہ سواری پر تھا۔

(صحیح بخاری: ۱۳۹۶، ۵۹۸۲، ۵۹۸۳، صحیح مسلم: ۱۳، سنن نسائی: ۴۶۸، مسند احمد: ۲۳۰۳۸)

صحیح البخاری: ۵۹۸۲، ۵۹۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم صلۂ رحم کرو، یعنی رشتہ

Marfat.com

داروں سے حسنِ سلوک کرو، اس حدیث کی امام بخاری نے دوسندوں کے ساتھ روایت کی ہے، پہلی سند ابوالولید سے ہے اور دوسری سند عبدالرحمٰن بن بشر سے ہے۔

یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ کے شروع میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہوگئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ماله''، یہ استفہام ہے اور تاکید کے لیے اس کو دوبارہ ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ارب'' اس کے معنی ہیں: حاجت، اور اصل عبارت اس طرح ہے کہ اس کو ضرورت ہے، یعنی اس کو اس سوال کے جواب کی ضرورت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ذرها'' یعنی سواری کو چھوڑ دو، گویا کہ وہ مرد جب یہ سوال کر رہا تھا تو سواری پر سوار تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ اس کو جلدی ہے، پس جب اس کا مقصود حاصل ہوگیا اور اس کو جواب مل گیا تو آپ نے فرمایا: تم سواری کو چھوڑ دو اور اپنی منزل کی طرف جاؤ، کیونکہ اب تمہاری کوئی اور ضرورت باقی نہیں ہے۔ یا وہ مرد سوار تھا اور وہ سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھا تو آپ نے جواب دینے کے بعد فرمایا کہ سواری کی لگام کو چھوڑ دو اور اپنی مہم پر روانہ ہو جاؤ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۱۔ ۱۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۔ بَابُ: إِثْمِ الْقَاطِعِ
قطع رحم کرنے والے کا گناہ

۵۹۸۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ إِنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ محمد بن جبیر بن مطعم نے کہا: کہ بے شک جبیر بن مطعم نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو رحم کو قطع کرنے والا ہو، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۵۶، سنن ترمذی: ۱۹۰۹، سنن ابوداؤد: ۱۶۹۶، مسند احمد: ۱۶۲۹۱)

صحیح البخاری: ۵۹۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

معصیت سے مسلمان کافر نہیں ہوتا، تو پھر قطع رحم کرنے والا جنت میں داخل کیوں نہیں ہوگا؟

اس حدیث میں مذکور ہے''قاطع'' یعنی جو رحم کے رشتہ کو توڑنے والا ہو۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مومن کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا، پس ضروری ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو؟

پھر انہوں نے اس کا جواب دیا کہ اس کا مفہوم محذوف ہے اور اس کا مفہوم عموم پر دلالت کرتا ہے، یعنی جس نے ان تمام احکام

Marfat.com

کو قطع کیا جن احکام کے وصل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جس نے قطع رحم کو حلال جان کر قطع رحم کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور جنت میں داخل نہیں ہوگا، یا مراد ہے کہ وہ سابقین کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۔ بَابُ: مَنْ بُسِطَ لَهُ فِي الرِّزْقِ بِصِلَةِ الرَّحِمِ

صلۂ رحم کرنے کی وجہ سے جس کے رزق میں کشادگی کی گئی

۵۹۸۵۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن معن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اس بات سے خوش ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی موت کو مؤخر کیا جائے تو وہ صلۂ رحم کرے یعنی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرے۔

(صحیح بخاری: ۲۰۶۷، ۵۹۸۶، صحیح مسلم: ۲۵۵۷، سنن ابو داؤد: ۱۶۹۳، سنن ترمذی: ۲۰۱۲، سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۹، مسند احمد: ۷۴۹۲، سنن دارمی: ۲۰۷۴)

صحیح البخاری: ۵۹۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن معن، یہ ابن محمد بن معن بن نضلۃ ہیں، اور نضلۃ کو شرف صحابیت حاصل ہے، اور محمد بن معن روایت کرتے ہیں اپنے والد معن بن محمد سے اور وہ ثقہ ہیں اور امام بخاری نے ان کی صرف یہی حدیث ذکر کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وان ینسأله" یہ لفظ النسأ سے ماخوذ ہے، اس کے معنی ہیں: تاخیر۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فی عصرہ" اس کا معنی ہے: اس کی مدتِ حیات، یعنی جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی زندگی دراز کی جائے اور اس کی موت میں تاخیر کی جائے۔

اس اشکال کا جواب کہ زندگی کی مدت تو متعین ہے، پھر صلۂ رحم کی وجہ سے زندگی کی مدت کیسے بڑھے گی؟

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ زندگیاں بھی مقدر ہیں اور رزق بھی مقدر ہے، ان میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی، قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۝ (الاعراف: ۳۴)
جب وہ میعاد پوری ہو جائے گی تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکیں گے اور نہ ایک گھڑی آگے ہو سکیں گے O

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی اس فرشتے کے علم کے اعتبار سے ہے جس کو زندگی کے ساتھ مقرر کر دیا گیا ہے اور جو لوحِ محفوظ میں ظاہر ہوتا ہے جس کو کتاب المحو والاثبات کہتے ہیں، اس کے اعتبار سے ہے، مثلاً فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہے لیکن اگر وہ صلۂ رحم کرے گا تو اس کی عمر دس سال زیادہ کر دی جائے گی اور وہ ستر سال زندہ رہے گا، اور اللہ عزوجل کو معلوم ہے کہ وہ صلۂ رحم کرے گا اور اس کی عمر ستر سال ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے علم کے اعتبار سے اس میں کوئی زیادتی اور کمی نہیں ہوگی اور اس کو قضائے مبرم کہا جاتا ہے۔
اور یہ زیادتی اس فرشتہ کے اعتبار سے ہے اور اس کو قضائے معلق کہا جاتا ہے۔

اور یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا ذکرِ جمیل باقی رہے گا گویا کہ وہ نہیں مرا۔ اور یا تو یہ اس وجہ سے ہے کہ اس نے لوگوں کو ایسا علم پہنچایا جس سے ان کو نفع حاصل ہوا یا اس نے صدقۂ جاریہ کیا اور یا اس نے نیک اولاد چھوڑی، تو اس کے مرنے کے بعد بھی اس کی نیکیوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۸۶۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی ابْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِیْ أَنَسُ بْنُ مَالِکٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ یُبْسَطَ لَهُ فِیْ رِزْقِهِ وَیُنْسَأَ لَهُ فِیْ أَثَرِهِ فَلْیَصِلْ رَحِمَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی موت کو مؤخر کیا جائے تو وہ صلۂ رحم کرے۔

(صحیح بخاری: ۲۰۶۷، ۵۹۸۶، صحیح مسلم: ۲۵۵۷، سنن ترمذی: ۱۶۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۳، مسند احمد: ۳۲۸۹، ۹۲۷۴، سنن دارمی: ۲۰۷۴)

صحیح البخاری: ۵۹۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صلۂ رحم کی فضیلت میں احادیث

صلہ رحم کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں:
(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے اور اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس سے بری موت کو دور کیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ صلۂ رحم کرے (یعنی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرے)۔
اس حدیث کی عبداللہ بن احمد نے زوائد علی المسند میں روایت کی ہے اور امام بزار نے اور امام طبرانی نے اور الحاکم نے المستدرک میں روایت کی ہے۔

Marfat.com

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صلۂ رحم کرنے سے اہل میں محبت ہوتی ہے اور مال میں کثرت ہوتی ہے اور عمر دراز ہوتی ہے۔ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صلۂ رحم کرنا اور پڑوسیوں سے نیک سلوک کرنا اور حسن الخلق اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا عمر میں اضافہ کرتے ہیں اور جھوٹ رزق کو کم کرتا ہے، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا سب سے عظیم صلۂ رحم ہے۔

(۴) حضرت ابن عباس اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہم نے توراۃ سے روایت کی ہے اے ابنِ آدم! اپنے رب سے ڈر اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کر اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کر تو میں تیری عمر میں اضافہ کر دوں گا۔

(۵) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر میں اضافہ صرف ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے ہوتا ہے اور رزق میں اضافہ صرف صلۂ رحم سے ہوتا ہے۔

(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ اللہ جس چیز کو چاہے مٹا دیتا ہے اور (جس چیز کو چاہے) ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے O (الرعد: ۳۹)

تو آپ نے فرمایا: یہ صحیح طریقہ سے صدقہ کرنا ہے اور والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے اور نیک کام کرنا ہے اور صلۂ رحم کرنا ہے۔ یہ امور بدبختی کو نیک بختی سے بدل دیتے ہیں، اور عمر میں اضافہ کرتے ہیں اور بری موت سے بچاتے ہیں۔ اے علی! جس کو ان اوصاف میں سے ایک وصف بھی حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو تین خصال عطا فرماتا ہے۔

(۷) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان صلہ رحم کرتا ہے اور اس کی عمر میں سے صرف تین دن باقی رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں تیس سال اضافہ کر دیتا ہے، اور جو مرد قطع رحم کرتا ہے اور اس کی عمر میں سے تیس سال باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر کم کر دیتا ہے حتیٰ کہ اس کی عمر میں صرف تین دن رہ جاتے ہیں۔

(۸) حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ہم مدینہ کے چبوترے میں تھے تو آپ نے فرمایا: میں نے گذشتہ رات ایک عجیب بات دیکھی، میں نے اپنی امت میں سے ایک مرد کو دیکھا، اس کے پاس ملک الموت آیا تا کہ اس کی روح قبض کرے تو اس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ جو نیکی کی تھی وہ آئی اور اس نے ملک الموت کو اس شخص کے پاس سے لوٹا دیا، ابو موسیٰ نے کہا: یہ حدیث بہت عمدہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۳۔ ۱۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳۔ بَابُ: مَنْ وَصَلَ وَصَلَهُ اللّٰهُ

جو شخص رشتہ جوڑے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے تعلق جوڑے گا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص رحم کے ساتھ وصل کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ وصل کرے گا۔

Marfat.com

۵۹۸۷- حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي مُزَرِّدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمِّي سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ قَالَتِ الرَّحِمُ هَذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ قَالَ نَعَمْ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَهُوَ لَكِ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ (محمد:۲۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے بشر بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن ابی مزرد نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے چچا سعید بن یسار سے سنا، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کر رہے تھے از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، حتیٰ کہ جب ان کی تخلیق سے فارغ ہو گیا تو رحم نے عرض کیا کہ یہ اس شخص کی جگہ ہے جو قطع رحم سے تیری پناہ طلب کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ میں اس کے ساتھ وصل کروں جو تمہارے ساتھ وصل کرے، اور میں اس سے قطع تعلق کروں جو تم کو قطع کرے، رحم نے کہا: کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس یہ تمہارے لیے ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: تم سے یہ بعید نہیں ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنے رشتے توڑ ڈالو گے O (محمد:۲۲)

(صحیح بخاری: ۴۸۳۰، ۴۸۳۱، ۴۸۳۲، ۵۹۸۷، ۷۵۰۲، صحیح مسلم: ۲۵۵۴، مسند احمد: ۸۱۷۶)

صحیح البخاری: ۵۹۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر، یہ ابن محمد ابومحمد السختیانی المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔

یہ حدیث کتاب التفسیر میں سورۂ محمد کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: ہو سکتا ہے رحم کے کھڑے ہونے سے کسی فرشتہ کا کھڑا ہونا مراد ہو، رحم عرش کے ساتھ معلق ہو گیا اور اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا، اور علامہ قرطبی نے کہا: رحم کو جوڑا جاتا ہے اور توڑا جاتا ہے۔ یہ معانی میں سے ایک معنی ہے، اس کا نہ قیام ہو سکتا ہے اور نہ اس کا کلام ہو سکتا ہے، پس اس حدیث سے مراد اس کی تعظیم اور فضیلت ہے اور یہ بیان کرنا ہے کہ رحم کو توڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''خلق الخلق'' ہوسکتا ہے اس سے مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تخلیق کر لی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد ہو مکلفین کی تخلیق کر لی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی اذا فرغ'' فراغت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا اس کام کو پورا کرنا اور مکمل کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایک کام میں مشغولیت دوسرے کام میں مشغولیت سے مانع نہیں ہے۔

رحم کے قیام کرنے اور اس کے کلام کرنے کی وضاحت

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''قالت الرحم'' ہوسکتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے کے بعد رحم نے کہا ہو، یا رحم کو پیدا کرنے کے بعد رحم نے کہا ہو، یا بنو آدم کی تمام روحوں کو پیدا کرنے کے بعد رحم نے کہا ہو، یا جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' (الاعراف: ۱۷۲) اس وقت رحم نے کہا ہو، جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کی روحوں کو نکالا۔ پھر اس حدیث میں جو ہے کہ رحم نے کہا، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رحم نے زبانِ حال سے کہا ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رحم نے زبانِ مقال سے کہا ہو اور اس نے کلام کیا ہو، یا اللہ تعالیٰ نے اس کے کلام کے وقت اس میں حیات اور عقل کو پیدا کر دیا ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حقیقت میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔

اور قاضی عیاض نے کہا ہے: رحم جس سے وصل کیا جاتا ہے اور جس سے قطع کیا جاتا ہے، یہ معانی میں سے ایک معنی ہے جسم نہیں ہے، یہ ایک قرابت ہے اور ایک نسبت ہے جس کو والد کا رحم جمع کرتا ہے اور اس کا بعض، بعض کے ساتھ متصل ہوتا ہے، پس اس اتصال کا نام رحم رکھا گیا ہے، اور جو معانی اور اعراض ہوں وہ نہ قیام کرتے ہیں اور نہ کلام کرتے ہیں، پس اس حدیث میں جو رحم کے قیام کا ذکر ہے اور عرش کے ساتھ متعلق ہونے کا ذکر ہے، یہ ایک مثال اور استعارہ کا بیان ہے اور اس میں رحم کی تعظیم اور رحم کے ساتھ وصل کرنے والے کی فضیلت اور رحم کے ساتھ قطع کرنے والے کے گناہ کو بیان کیا گیا ہے، اسی وجہ سے عقوق یعنی نافرمانی کو قطعِ رحم فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رحم کے کھڑے ہونے سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فرشتہ کھڑا ہوا ہو اور اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کلام کیا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ میں اس سے وصل کروں جو تم سے وصل کرے؟'' اللہ تعالیٰ کا وصل کرنا اس کے عظیم احسان سے کنایہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا قطع کرنا اس کے احسان سے محروم کرنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۵۔۱۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۸۸۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ۔ (مسند احمد: ۸۷۵۲)

۵۹۸۸۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: کہ رحم (رحمٰن سے ملی ہوئی) شاخ ہے،

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو تجھ سے وصل کرے گا میں اس سے وصل کروں گا اور جو تجھ سے قطع کرے گا میں اس سے قطع کروں گا۔

صحیح البخاری: ۵۹۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن مَخلد (مخلد میں میم پر زبر ہے)۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، یہ ابن بلال ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصالح، وہ ذکوان السمان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''شجنة'' اس کا اصل معنی ہے گھنے درخت کی جڑیں، اور یہاں مراد یہ ہے کہ رحم، رحمٰن سے مشتق ہے یا رحمٰن سے ماخوذ ہے جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں اور میں نے رحم کو پیدا کیا اور میں نے اپنے نام سے اس کا نام مشتق کیا، جو اس سے وصل کرے گا میں اس سے وصل کروں گا اور جو اس سے قطع کرے گا میں اس سے قطع کروں گا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

اور امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کی ہے از والد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: رحم میری شاخ ہے، پس جس نے اس سے وصل کیا میں اس سے وصل کروں گا اور جس نے اس سے قطع کیا میں اس سے قطع کروں گا۔ اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رحم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار میں سے ایک اثر ہے اور اس سے متعلق ہے، پس جو رحم کو قطع کرے گا وہ اللہ کی رحمت کو منقطع کرنے والا ہے۔

اور اسماعیلی نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رحم کا اسم رحمٰن کے اسم سے مشتق ہے، پس رحم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے، اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ رحم اللہ تعالیٰ کی ذات سے بنا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بلند اور برتر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۸۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي مُزَرِّدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الرَّحِمُ شِجْنَةٌ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ۔

(صحیح البخاری: ۵۹۸۸، مسند احمد: ۸۷۵۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے معاویہ بن ابی مزرد نے خبر دی از یزید بن رومان از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: رحم (رحمٰن سے ملی ہوئی) شاخ ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) پس جس نے

Marfat.com

اس کے ساتھ وصل کیا تو میں اس کے ساتھ وصل کروں گا اور جس نے اس کو قطع کیا تو میں اس کے ساتھ قطع کروں گا۔

اس حدیث کی شرح حسب سابق ہے۔

۱۴۔ بَابٌ: تُبَلُّ الرَّحِمُ بِبَلَالِهَا رحم کی تری کے ساتھ رشتوں کو تر کرے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ رحم کی تری کے ساتھ رشتوں کو تر کرے۔ ''تبل'' کا لفظ معلوم کا صیغہ ہے اور اس کا فاعل محذوف ہے، اصل اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو شخص مکلف ہے وہ رحم کی تری کے ساتھ رشتوں کو تر کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُولُ إِنَّ آلَ أَبِي قَالَ عَمْرٌو فِي كِتَابِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ بَيَاضٌ لَيْسُوا بِأَوْلِيَائِي إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ زَادَ عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَلَكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ أَبُلُّهَا بِبَلَاهَا يَعْنِي أَصِلُهَا بِصِلَتِهَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ بِبَلَاهَا كَذَا وَقَعَ وَبِبَلَالِهَا أَجْوَدُ وَأَصَحُّ وَبِبَلَاهَا لَا أَعْرِفُ لَهُ وَجْهًا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۵، مسند احمد: ۱۷۳۴۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ آواز بلند سنا خفیہ طور پر نہیں، آپ فرما رہے تھے کہ بے شک آلِ ابی فلاں (عمرو نے کہا: محمد بن جعفر کی کتاب میں یہاں پر بیاض ہے یعنی جگہ چھوڑی ہوئی ہے) میرے اولیاء نہیں ہیں، میرا ولی تو اللہ ہے اور صالح مومنین ہیں۔

عنبسہ بن عبدالواحد نے اضافہ کیا از بیان از قیس از حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: لیکن ان کے لیے رحم ہے، میں اس کی تری سے تر کرتا رہتا ہوں یعنی میں ان کے ساتھ صلۂ رحم کرتا ہوں۔

ابوعبداللہ نے کہا: ''ببلاھا'' واقع ہوا ہے اور ''ببلالھا'' زیادہ عمدہ اور زیادہ صحیح ہے اور ''ببلاھا'' کا میں کوئی طریق نہیں جانتا۔

صحیح البخاری: ۵۹۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، یہ ابوعثمان البصری ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے محمد بن جعفر، یہ غندر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن ابی خالد، یہ البجلی الکوفی ہیں اور ابوخالد کا نام سعد ہے، اور ایک قول ہے کہ ہرمز ہے۔ اور قیس بن ابی حازم کا نام عوف البجلی ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں آئے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جھارا" یعنی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بلند آواز سے سنی ہے، آپ نے چپکے سے نہیں کہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان آل ابی فلاں": علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحیح مسلم میں اس جگہ فلاں کی بجائے خالی جگہ چھوڑی ہوئی ہے، پھر بعض لوگوں نے یہاں پر فلاں لکھ دیا بطور اصلاح اور فلاں کا لفظ اس میں علم سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لیسوا باولیائی": یعنی آل ابی فلاں میرے اولیاء نہیں ہیں، میرا ولی تو اللہ ہے اور صالح مومنین ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ مسلم اور کافر کے درمیان ولایت منقطع ہے، خواہ وہ اس کا قریبی دوست ہو۔ اور علامہ طیبی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں کسی کے ساتھ قرابت داری کی وجہ سے دوستی نہیں رکھتا، میں تو اللہ سے محبت کرتا ہوں اور صالح مومنین سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں ان کے ایمان کی وجہ سے اور ان کے اعمال صالحہ کی وجہ سے، خواہ وہ میرے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں، لیکن میں رشتہ داروں کی بھی رعایت کرتا ہوں صلۂ رحم کی وجہ سے۔

صالح المومنین کے متعدد مصادیق

اس میں بھی اختلاف ہے کہ صالح مومنین کا مصداق کون ہے؟

(۱) ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں، یہ امام طبری نے قتادہ سے روایت کی ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صحابہ ہیں، یہ ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مومنین ہیں، اس کی روایت ابن ابی حاتم نے ضحاک سے کی ہے۔

(۴) اس سے مراد حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں، یہ ابن ابی حاتم نے بصر سے روایت کی ہے۔

(۵) اس سے مراد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں، اس کی روایت امام طبری نے حضرت ابن مسعود سے کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

(۶) اس سے مراد بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اس کی روایت ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح کے ساتھ سعید بن جبیر سے کی ہے۔

(۷) اس سے خصوصی طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مراد ہیں، اس کا علامہ قرطبی نے المسیب بن شریک سے ذکر کیا ہے۔

(۸) اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اس کی امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۱۵۔ بَابٌ: لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ صرف بدلہ دینے والا رحم کو وصل کرنے والا نہیں ہے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو شخص بدلہ اتارتا ہو، وہ رحم کو وصل کرنے والا نہیں ہے یعنی حقیقۃً وہ شخص واصل نہیں ہے جو کسی کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا سلوک اس نے کیا ہو، کیونکہ یہ ایک قسم کا معاوضہ ہے۔

اور امام عبدالرزاق نے از معمر از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ شخص وصل کرنے والا نہیں ہے جو وصل کے بدلہ میں وصل کرے، لیکن وصل کرنے والا وہ ہے کہ جو تم سے تعلق توڑے وہ اس سے تعلق جوڑے، اور یہ وصل کی حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اس پر اجر جزیل کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ۔ اور جو ان رشتوں کو جوڑے رکھتے ہیں جن کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ (الرعد: ۲۱)

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ وَالْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو وَفِطْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سُفْيَانُ لَمْ يَرْفَعْهُ الْأَعْمَشُ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَرَفَعَهُ حَسَنٌ وَفِطْرٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا۔

(سنن ترمذی: ۱۹۰۸، سنن ابوداؤد: ۱۶۹۷، مسند احمد: ۶۴۸۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش اور الحسن بن عمرو اور فطر از مجاہد از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: سفیان نے کہا: اس حدیث کو اعمش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں کیا۔ اس حدیث کو الحسن نے اور فطر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جو بدلہ اتارنے والا ہو وہ وصل کرنے والا نہیں ہے، لیکن وصل کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ رحم کا تعلق جوڑے۔

صحیح البخاری: ۵۹۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسن بن عمرو، یہ الفقیمی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۶۔ بَابٌ: مَنْ وَصَلَ رَحِمَهُ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ جس نے زمانہ شرک میں رحم کے ساتھ وصل کیا، پھر اسلام کو قبول کیا

Marfat.com

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی شخص نے حالت شرک میں رحم کے رشتوں کے ساتھ حسن سلوک کیا، پھر اس کے بعد اس نے اسلام قبول کیا تو کیا اسے اس رحم کے رشتہ کے ساتھ وصل کرنے کا ثواب ملے گا یا نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صِلَةٍ وَعَتَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ هَلْ لِي فِيهَا مِنْ أَجْرٍ قَالَ حَكِيمٌ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ وَيُقَالُ أَيْضًا عَنْ أَبِي الْيَمَانِ أَتَحَنَّتُ وَقَالَ مَعْمَرٌ وَصَالِحٌ وَابْنُ الْمُسَافِرِ أَتَحَنَّثُ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ التَّحَنُّثُ التَّبَرُّرُ وَتَابَعَهُمْ هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ چند کام جن کو میں زمانۂ جاہلیت میں بطور عبادت کرتا تھا، صلۂ رحم کرتا تھا، غلام آزاد کرتا تھا اور صدقہ کرتا تھا، کیا مجھے اس کا کوئی اجر ملے گا؟ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے جو پہلے نیک کام کیے تھے انہی کی وجہ سے تم اسلام لائے ہو۔

اور کہا جاتا ہے از ابی الیمان ''اتحنت'' اور معمر اور صالح اور ابن المسافر نے کہا ''اتحنث'' اور ابن اسحاق نے کہا ''التحنث'' کا معنی ہے: نیکی کرنا۔

اور ان کی متابعت ہشام نے کی ہے از والد خود۔

(صحیح البخاری: ۱۴۳۶، ۲۲۲۰، ۲۵۳۸، ۵۹۹۲، صحیح مسلم: ۱۲۳، مسند احمد: ۱۴۸۹۴)

صحیح البخاری: ۵۹۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، یہ الحکم بن نافع ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ارءیت''، اس کا معنی ہے: مجھے خبر دیجئے یا مجھے بتائیے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اتحنث'' یعنی میں عبادت کرتا تھا اور حنث کا معنی ہے: گناہ اور تحنث کا معنی ہے: گناہ سے دور

ہونا، گویا کہ عبادت کرنے والا عبادت کر کے اپنے نفس سے گناہوں کو گرا دیتا ہے۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن نے نیک کام جو حالتِ کفر میں کیے ہوں، ان پر بھی اس کو اجر ملتا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حالتِ کفر میں کیے ہوئے کاموں پر اجر نہیں ملتا اور علامہ عینی کا رد از مصنف

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ۔ (المائدہ:۵)
اور جس نے ایمان (لانے) کے بعد کفر کیا تو بے شک اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ (الفرقان:۲۳)
انہوں نے (اپنے زعم میں) جس قدر (نیک) کام کیے تھے ہم ان کی طرف قصد کریں گے اور ان کو فضا میں بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرے بنا دیں گے O

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل:۹۷)
جس نے نیک کام کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ ضرور زندہ رکھیں گے اور ہم ان کو ان کے ان نیک کاموں کی ضرور جزا دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے O

ان آیات سے صراحۃً یہ واضح ہو رہا ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی عملِ صالح مقبول نہیں ہوتا۔

۱۷۔ بَابٌ: مَنْ تَرَكَ صَبِيَّةَ غَيْرِهِ حَتّٰى تَلْعَبَ بِهِ أَوْ قَبَّلَهَا أَوْ مَازَحَهَا

جس نے دوسرے کی بچی کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ بچی اس کے ساتھ کھیلی یا اس نے بچی کو بوسا دیا یا بچی کو دعا دی

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس عنوان میں مذکور ہے "حتی تلعب" یعنی اس نے بچی کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ اس کے جسم کے ساتھ کھیلنے لگی۔
نیز اس عنوان میں مذکور ہے "او قبلها" یعنی اس نے اس بچی کو شفقت سے بوسا دیا۔
اور اس عنوان میں مذکور ہے "او مازحها" یعنی اس بچی کو دعا دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۳۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَتْ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَعَ أَبِيْ وَعَلَيَّ قَمِيْصٌ أَصْفَرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَنَهْ سَنَهْ قَالَ عَبْدُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از خالد بن سعید از والد خود از ام خالد بنت خالد بن سعید، وہ بیان کرتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے والد کے ساتھ آئی اور

Marfat.com

اللهِ وَهِيَ بِالْحَبَشِيَّةِ حَسَنَةٌ قَالَتْ فَذَهَبْتُ أَلْعَبُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ فَزَبَرَنِي أَبِي قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ دَعْهَا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَبْلِي وَأَخْلِقِي ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي قَالَ عَبْدُ اللهِ فَبَقِيَتْ حَتّٰى ذَكَرَ يَعْنِي مِنْ بَقَائِهَا۔

مجھ پر ایک زرد قمیص تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنہ، سنہ۔ عبد اللہ نے کہا: حبشی زبان میں اس کا معنی ہے: اچھا ہے۔ تو انہوں نے بیان کیا: پھر میں رسول اللہ ﷺ کی مہر نبوت کے ساتھ کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس قمیص کو بوسیدہ کرو اور پھاڑو، پھر اس کو بوسیدہ کرو اور پھاڑو، پھر اس کو بوسیدہ کرو اور پھاڑو۔

عبد اللہ نے کہا: پھر وہ کافی عرصہ تک زندہ رہیں حتیٰ کہ ان کی طویل زندگی کا چرچا کیا جاتا تھا۔

(صحیح بخاری: ۳۰۷۱، ۳۸۷۴، ۵۸۲۳، ۵۸۴۵، ۵۹۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۲۴، مسند احمد: ۲۶۵۱۷)

صحیح البخاری: ۵۹۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ذکر ہے "حتیٰ کہ وہ بچی ان کے ساتھ کھیلنے لگی" اور حدیث میں مذکور ہے "پس میں نبی ﷺ کی مہر نبوت کے ساتھ کھیلنے لگی"۔ اور اس طرح حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہوگئی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: عنوان میں بوسا دینے کا بھی ذکر ہے اور حدیث میں بوسا دینے کا ذکر نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے اس بچی کو مہر نبوت کے ساتھ کھیلنے سے منع نہیں کیا تو یہ گویا کہ شفقت کے ساتھ اس کو بوسا دینے کے معنی میں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حبان، یہ ابن موسیٰ ابو محمد السلمی المروزی ہیں، یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں اور یہ ۲۳۳ھ میں فوت ہوگئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ، یہ عبد اللہ بن مبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن سعید، یہ اپنے والد سعید بن عمرو بن سعید بن العاص القرشی الاموی سے روایت کرتے ہیں، ان سے روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس، یہ اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں اور ان کا نام ہے "امۃ" اور ان کی ماں عمیمہ ہیں ان کو ہمیمہ بھی کہا جاتا ہے، یہ بنت خلف بن اسعد بن بیاضہ ہیں۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کا معجزہ ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے ام خالد کو طویل عمر کی دعا دی تھی کہ تم یہ کپڑا بوسیدہ کرو اور پھاڑو یعنی اتنا پہنو گی کہ بوسیدہ ہو جائے گا اور پھٹ جائے گا، اور ان کی لمبی عمر ہوئی حتیٰ کہ ان کی لمبی عمر کا چرچا ہونے لگا، اور اس حدیث سے معلوم

Marfat.com

ہوا کہ کسی مرد کا اتنی چھوٹی بچی کے ساتھ کھیلنا جائز ہے جس پر شہوت نہ آتی ہو، خواہ وہ اس کی محرم نہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح برحق ہوتا تھا اسی وجہ سے مزاح جائز ہے جب برحق ہو، لیکن جب وہ ناحق ہو اور بے حیائی کی طرف پہنچاتا ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔ اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع ہے اور آپ کا حلم ہے، کیونکہ آپ نے ام خالد کو مہر نبوت کے ساتھ کھیلنے سے منع نہیں فرمایا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۱۔ ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۸۔ بَابُ: رَحْمَةِ الْوَلَدِ وَتَقْبِيلِهِ وَمُعَانَقَتِهِ

بچوں پر رحم کرنا اور ان کو بوسا دینا اور ان کے ساتھ معانقہ کرنا

وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ: أَخَذَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ۔

اور ثابت نے کہا از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے صاحبزادے) حضرت ابراہیم کو پکڑا اور ان کو بوسا دیا اور ان کو سونگھا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں بچوں پر رحمت کرنے کا اور ان پر شفقت کرنے کا اور ان پر مہربانی کرنے کا اور ان کو نفع پہنچانے کا اور ان سے ضرر کو دور کرنے کا بیان ہے اور اس عنوان میں فاعل کا ذکر نہیں ہے، فاعل محذوف ہے، اصل عبارت اس طرح سے ہے: والد کا اپنے بچوں پر رحم کرنا اور ان کو بوسا دینا اور ان سے معانقہ کرنا، اور اس سے معلوم ہوا کہ باپ کا اپنے بچوں کو بوسا دینا جائز ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: چھوٹے بچے کے ہر عضو کو بوسا دینا جائز ہے، اور اکثر علماء کے نزدیک بڑے بچے کا بھی یہی حکم ہے جب تک کہ اس کی شرمگاہ نہ ہو یعنی شرمگاہ کے علاوہ بڑے بچوں کے باقی اعضاء پر بوسہ دینا جائز ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں ثابت کا ذکر ہے، یہ ابن اسلم البصری ابو محمد البنانی ہیں۔ امام بخاری نے اس تعلیق کی کتاب الجنائز میں موصولاً روایت کی ہے اور وہ طویل حدیث ہے۔ اور ابراہیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي يَعْقُوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ قَالَ كُنْتُ شَاهِدًا لِابْنِ عُمَرَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتَ فَقَالَ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ انْظُرُوا إِلَى هَذَا يَسْأَلُنِي عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی یعقوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی نعم، انہوں نے کہا: میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا، ان سے ایک مرد نے مچھر کے خون سے متعلق سوال کیا، حضرت ابن عمر نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا: میں اہل عراق سے ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے

Marfat.com

فرمایا: اس شخص کی طرف دیکھو، یہ مجھ سے مچھر کے خون سے متعلق سوال کر رہا ہے اور ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے، اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔

(صحیح بخاری: ۳۷۵۳، ۵۹۹۴، سنن ترمذی: ۳۷۷۰، مسند احمد: ۵۵۴۳)

صحیح البخاری: ۵۹۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے بچے پر رحم کرنا اور ان کو بوسا دینا اور اس میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا: یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں، اور پھولوں کو سونگھا جاتا ہے اور بچوں کو بھی سونگھا جاتا ہے اور بوسا دیا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے موسیٰ بن اسماعیل، یہ ابوسلمہ التبوذکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مہدی، یہ ابن میمون الازدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی یعقوب، یہ محمد بن عبداللہ بن یعقوب الضبی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی نعم، یہ عبدالرحمن ہیں، ان کے باپ کا نام معروف نہیں ہے اور یہ ثقہ اور عادل ہیں۔

یہ حدیث حضرت الحسن اور الحسین رضی اللہ عنہما کے مناقب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کنت شاهدا" یعنی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وساله رجل عن دم البعوض" اور کتاب المناقب میں مذکور ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ان سے ایک محرم نے سوال کیا کہ اگر وہ مکھی کو مار دے تو اس پر کیا تاوان ہوگا؟ علامہ کرمانی نے کہا: ہوسکتا ہے سوال ان دونوں کے متعلق ہو یعنی مچھر اور مکھی دونوں کے متعلق ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ راوی نے مکھی کا مچھر کے اوپر اطلاق کر دیا، کیونکہ ان دونوں کی مشابہت قریب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ممن انت؟" یعنی تم کس شہر سے آئے ہو، کس شہر کے رہنے والے ہو؟ اس شخص نے کہا: میں اہل عراق سے ہوں۔ اور کتاب المناقب میں مذکور ہے کہ اہل عراق مکھی کو مارنے کے متعلق سوال کرتے تھے حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کر دیا تھا یعنی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "هما ریحانتای": یعنی حضرت الحسن اور حضرت الحسین رضی اللہ عنہما، اور ریحان سے مراد وہ چیز ہے جس کو سونگھا جائے۔ اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ دونوں ان میں سے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اکرام کیا ہے اور ان

Marfat.com

دونوں کو میرے نزدیک محبوب بنایا ہے، کیونکہ اولاد کو سونگھا جاتا ہے اور اس کو بوسا دیا جاتا ہے، پس گویا کہ وہ پھولوں سے ہیں، یعنی دنیا میں میرے لیے پھول ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۳۔ ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَتْهُ قَالَتْ جَائَتْنِي امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ تَسْأَلُنِي فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنْ يَلِي مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ شَيْئًا فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ابی بکر نے حدیث بیان کی کہ عروہ بن الزبیر نے ان کو خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ دو بیٹیاں تھیں تو وہ مجھ سے سوال کر رہی تھی، پس اس نے میرے پاس صرف ایک کھجور کو پایا، سو میں نے وہ کھجور اس عورت کو دے دی، اس عورت نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور اپنی دو بیٹیوں میں تقسیم کر دی اور پھر کھڑی ہوئی اور چلی گئی، پھر نبی ﷺ داخل ہوئے تو میں نے آپ کو یہ واقعہ سنایا، آپ نے فرمایا: جوان بیٹیوں کی تھوڑی سی بھی سرپرستی کرتا ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے تو وہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے حجاب بن جاتی ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۸، ۵۹۹۵، صحیح مسلم: ۲۶۲۹، سنن ترمذی: ۱۹۱۵، مسند احمد: ۲۴۸۰۴)

صحیح البخاری: ۵۹۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس عورت کی دو بیٹیاں تھیں، اس عورت کو جب حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کھجور دی تو اس نے خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا اور یہ اس عورت کی اپنی بیٹیوں پر رحمت اور شفقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ حکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن ابی بکر، یہ ابن محمد بن عمرو بن حزم ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الادب میں روایت کی ہے اور امام ترمذی نے کتاب البر والصلہ میں روایت کی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

حدیث مذکور کا دوسری حدیث سے تعارض اور ان میں تطبیق کا بیان

عراک بن مالک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی جو دو بیٹیوں کو اٹھائے ہوئے تھی، میں نے اس کو تین کھجوریں کھلائیں، اس نے دو بیٹیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی اور تیسری کھجور اپنے منہ میں رکھ لی تا کہ اس کو کھائے، پھر ان بیٹیوں نے اور کھانے کو طلب کیا تو جو کھجور اس نے منہ میں رکھی تھی اس کے بھی اس نے دو ٹکڑے کیے اور ہر بیٹی کو ایک ایک ٹکڑا کھلا دیا، تو مجھے اس عورت کے حال پر تعجب ہوا۔ اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔ اور امام بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت کو ایک کھجور دی تھی۔ تو ان دونوں روایات میں کس طرح تطبیق ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صرف ایک کھجور ملی ہو اور وہ انہوں نے اس عورت کو دے دی ہو، اور پھر ان کو دو کھجوریں ملی ہوں، پھر انہوں نے وہ بھی اس عورت کو دے دی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ قصے ہوں۔

بیٹیوں کی پرورش کے متعلق دیگر احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے ''جوان بیٹیوں میں سے کسی چیز کا ولی ہوتا ہے'': اس مضمون کے متعلق کئی احادیث ہیں:

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی ہو۔

اور امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: جس نے دو بیٹیوں پر یا دو بہنوں پر یا دو رشتہ داروں پر خرچ کیا اور اس میں ثواب کی نیت کی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''پس اس نے ان کی طرف احسان کیا'' اور اس کی مثل امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اسی طرح امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور اس میں اضافہ کیا ہے کہ جس نے ان بیٹیوں کو کھلایا، پلایا اور ان کو پہنایا۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، پس جس نے ان پر خرچ کیا اور ان کا نکاح کیا اور ان کو اچھا ادب سکھایا۔

اور امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جس نے ان کو اپنے پاس رکھا اور ان پر رحم کیا اور ان کی کفالت کی، اور امام طبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے: اور ان کا نکاح کیا۔

اور امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: پس اس نے ان کے ساتھ اچھی مصاحبت کی اور ان کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا۔

اور امام ترمذی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کی بھی تین بیٹیاں ہوں گی یا تین بہنیں ہوں گی، پس وہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرے گا تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جس کی تین بیٹیاں ہوں، وہ ان کی پرورش کرے اور ان کو اپنے پاس رکھے اور ان کی کفالت کرے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، ہم نے پوچھا: اور اگر وہ دو کی پرورش کرے؟ تو آپ نے فرمایا: اور دو کی بھی، ہم نے عرض کیا: اگر وہ ایک کی پرورش کرے؟ تو آپ نے فرمایا: ایک کی بھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ستراً" یعنی وہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جائیں گی۔

اس حدیث میں بیٹوں کے حق کے اوپر بیٹیوں کے حق کو تاکید سے بیان فرمایا، کیونکہ بیٹیاں کمزور ہوتی ہیں، وہ ازخود کسب نہیں کر سکتیں اور عمدہ تصرف نہیں کر سکتیں، اور جب بھی انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو وہ اپنے باپ کی طرف رجوع کرتی ہیں۔

اور امام ابن ماجہ نے حضرت سراقہ بن مالک سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں افضل صدقہ پر تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ تمہاری بیٹی تمہاری طرف رد کی جاتی ہے، اس کے لیے تمہارے سوا اور کوئی کسب کرنے والا نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۴۔۱۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ حَدَّثَنَا أَبُو قَتَادَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلَى عَاتِقِهِ فَصَلَّى فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَفَعَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سعید المقبری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن سلیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوقتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر ہمارے پاس تشریف لائے اور حضرت امامہ بنت ابی العاص آپ کے کندھے پر سوار تھیں، سو آپ نے نماز پڑھی، پس جب آپ رکوع کرتے تو ان کو کندھے سے اتار کر زمین پر بٹھا دیتے اور جب رکوع سے کھڑے ہوتے تو پھر ان کو اٹھا لیتے۔

(صحیح البخاری: ۵۱۶، ۵۹۹۶، صحیح مسلم: ۵۴۳، سنن نسائی: ۱۲۰۴، سنن ابوداؤد: ۹۱۷، مسند احمد: ۲۲۰۷۳)

صحیح البخاری: ۵۹۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں بچوں پر رحمت کا ذکر ہے، اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے بچوں پر رحمت اور شفقت کا ثبوت ہے کہ آپ نے اپنی نواسی پر رحمت اور شفقت کی اور ان کو کندھے پر بٹھا کر نماز پڑھی، اور حضرت امامہ بنت ابی العاص بن الربیع حضرت زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید کا ذکر ہے، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔ اور عمرو بن سلیم کا ذکر ہے، یہ انصاری ہیں۔ اور ابوقتادہ کا ذکر ہے، یہ الحارث بن ربعی الانصاری ہیں۔ یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جب آپ رکوع کرتے تو حضرت امامہ کو کندھے سے اتار کر زمین پر بٹھا دیتے'' اور کتاب الصلوٰۃ میں مذکور ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر بٹھا دیتے لیکن ان میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ رکوع کے وقت بھی انہیں کندھے سے اتارتے ہوں اور سجدہ کے وقت بھی انہیں اتارتے ہوں۔

اور التوضیح میں مذکور ہے کہ یہ نماز فرض تھی، اور وہاں اس پر کلام گزر چکا ہے۔

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، اور حضرت امامہ بنت ابی العاص آپ کی گردن پر تھیں، جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۹)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بیان کرتے ہیں: ہم ظہر یا عصر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو نماز کے لیے بلایا، آپ تشریف لائے اور حضرت امامہ بنت ابی العاص آپ کی صاحبزادی رضی اللہ عنہا کی بیٹی آپ کی گردن پر تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جانماز پر کھڑے ہوئے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے، اور حضرت ابوامامہ آپ کی گردن پر ہی تھیں، آپ نے اللہ اکبر کہا، پھر ہم نے اللہ اکبر کہا، حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو ان کو پکڑ کر زمین پر رکھ دیا، پھر آپ نے رکوع کیا اور سجدہ کیا حتیٰ کہ جب آپ سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو پھر آپ نے ان کو پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رکعت اسی طرح پڑھاتے رہے حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۲۰)

۵۹۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَبَّلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا فَقَالَ الْأَقْرَعُ إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ قَالَ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسا دیا اور آپ کے پاس اس وقت الاقرع بن حابس التمیمی بیٹھے ہوئے تھے، تو اقرع نے کہا: میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی بوسا نہیں دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(صحیح مسلم: ۲۳۱۸، سنن ترمذی: ۱۹۱۱، سنن ابوداؤد: ۵۲۱۸، مسند احمد: ۷۵۹۲)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۵۹۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، اور ابو الیمان کا نام الحکم بن نافع ہے، اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وعندہ الاقرع بن حابس جالسا" اقرع بن حابس مؤلفۃ القلوب میں سے تھے اور انہوں نے اسلام میں بہت اچھے کام کیے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اپنے بچوں کو شفقت سے بوسا دینا بھی ان بچوں پر رحم کرنا ہے، اور جو کسی پر رحم کرتا ہے اسی پر رحم کیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان، دوسرے انسانوں کے ساتھ جو سلوک کرتا ہے، اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ اگر انسان دوسرے انسانوں پر رحم کرے گا تو اس پر بھی رحم کیا جائے گا اور اگر انسان دوسرے انسانوں پر ظلم کرے گا تو اس پر بھی ظلم کیا جائے گا۔ (سعیدی غفرلہ)

۵۹۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ تُقَبِّلُونَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ۔

(صحیح مسلم: ۲۳۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۶۵، مسند احمد: ۲۳۷۷۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا، سو اس نے کہا: آپ بچوں کو بوسا دیتے ہیں ہم تو ان کو بوسا نہیں دیتے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت نکال لی ہے تو کیا میں اس پر قادر ہوں؟

صحیح البخاری: ۵۹۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن یوسف، وہ فریابی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، وہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جاء اعرابی" ایک قول یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اقرع بن حابس ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ قیس

Marfat.com

بن عاصم التیمی السعدی ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ الفزاری ہو، کیونکہ اس نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سوال کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے"او املك لك ان نزع الله من قلبك الرحمة"یعنی استفہام انکاری ہے، اور حاصل معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں اس پر قادر نہیں ہوں کہ میں تمہارے دل میں رحمت ڈال دوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹۹۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی الله عنه قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم سَبْيٌ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ قَدْ تَحْلُبُ ثَدْيَهَا تَسْقِي إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَأَرْضَعَتْهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَتُرَوْنَ هَذِهِ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ قُلْنَا لَا وَهِيَ تَقْدِرُ عَلَى أَنْ لَا تَطْرَحَهُ فَقَالَ لَلَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ بِوَلَدِهَا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۵۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے حدیث بیان کی از والد خود، از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی آئے، پس قیدیوں میں ایک عورت تھی، وہ اپنے پستان سے دودھ پلانے کے لیے دودھ نکال رہی تھی، جب وہ اپنے بچے کو دیکھتی تو اس کو پکڑ کر اپنے سینے سے چمٹاتی اور اس کو دودھ پلاتی، پس ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارا گمان ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے کہا: نہیں! اگر وہ اس کو آگ میں نہ ڈالنے پر قادر ہوگی تو نہیں ڈالے گی، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنا یہ عورت اپنے بچے پر رحم کرتی ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ذکر ہے: اپنے بچوں پر رحم کرنا، اور اس حدیث میں ہے کہ اس قیدی عورت کو جب اپنا بچہ مل گیا تو اس نے اس کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور اس کو اپنا دودھ پلایا، اور یہ اس عورت کی اپنے بچے پر رحمت کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی مریم، اور یہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو غسان، یہ محمد بن مطرف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زید بن اسلم، وہ اپنے والد اسلم حبشی البجاوی سے روایت کرتے

Marfat.com

ہیں جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''قدم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبی'' یعنی چند لڑکے اور عورتیں قید کی گئی تھیں اور یہ ہوازن کے قیدی تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''تحلب'' یعنی اس کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے تھے، اور دوسری روایت میں ہے ''تسعی'' یعنی وہ تیز تیز چل رہی تھی۔ اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے: وہ اپنے بچے کو ڈھونڈ رہی تھی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''اذا وجدت صبیا'' یعنی وہ عورت جب کسی بچے کو پاتی تو اس کو اپنے سینے سے چمٹا لیتی اور اس کو دودھ پلاتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہی عورت تھی جو اپنے بچے کو ڈھونڈ رہی تھی، جب بچہ مل گیا تو خوشی سے اس نے اپنے بچے کو سینے سے چمٹا لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''بعبادہ'' ایک قول یہ ہے کہ لفظ عباد عام ہے اور اس کا معنی خاص ہے یعنی اللہ مومنین پر اس سے زیادہ رحم فرماتا ہے جتنا یہ عورت اپنے بچے پر رحم کرتی ہے۔

اور ظاہر یہ ہے کہ یہ عام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر رحم فرماتا ہے، جیسا کہ اگلے باب کی حدیث میں آئے گا کہ میں نے زمین میں اپنی رحمت کا ایک حصہ نازل کیا ہے اور اسی رحمت سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت کا بیان اور یہ کہ بعض بندوں کو دوزخ میں ڈالنا یا بعض بندوں کو دنیا میں مصائب اور بیماری میں مبتلا کرنا، اس کی ان پر رحمت کے خلاف نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: تمہارا کیا گمان ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ تو صحابہ نے کہا: اگر یہ عورت اس پر قادر ہوگی تو نہیں ڈالے گی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنا یہ عورت اپنے بچے پر رحم کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دوزخ میں تو ڈالے گا، تو پھر یہ کیسے درست ہوگا کہ یہ عورت تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی اور اللہ تعالیٰ جو اس عورت سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے، وہ اپنے بعض بندوں کو آگ میں ڈال دے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا، جن کو دوزخ میں ڈالے گا ان میں سے کوئی اپنے آپ کو سورج کا بندہ کہتا ہے، کوئی اپنے آپ کو آگ کا بندہ کہتا ہے، کوئی پتھر کی بنائی ہوئی مورتیوں اور بتوں کا بندہ کہتا ہے، کوئی اپنے آپ کو پیپل کے درخت کا بندہ کہتا ہے، سو جو اللہ کا بندہ ہے اور اپنے آپ کو وہ اللہ کا بندہ کہتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔

اس پر پھر یہ سوال ہے کہ بعض مومنین کو بھی تو دوزخ میں ڈالا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو دوزخ میں عذاب کے لیے نہیں ڈالا جائے گا بلکہ گناہوں سے پاک کرنے کے لیے ڈالا جائے گا۔ یہ ایسا ہے کہ بچے کے بدن پر میل کچیل ہو تو ماں بچے کو صابن سے رگڑ رگڑ کر نہلاتی ہے، بچہ روتا ہے چلاتا ہے لیکن ماں بچے کی خیر کی خاطر اس کو رگڑ رگڑ کر نہلاتی ہے۔

اسی طرح یہ سوال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بندوں سے ماں سے زیادہ رحمت کرتا ہے تو پھر بندوں کو مصائب میں کیوں مبتلا کرتا ہے؟ ان پر آفات کیوں نازل کرتا ہے؟ ان پر بیماریاں کیوں مسلط کرتا ہے؟ علیٰ ھذا القیاس۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مصائب اور قدرتی آفات اور بیماریاں بھی بندوں پر ان کے گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں، اور ان مصائب اور بیماریوں کی وجہ سے بندہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور جتنے زیادہ اس پر مصائب آئیں گے یا بیماریاں آئیں گی اتنا زیادہ وہ گناہوں سے پاک ہوگا، اور بعض نیک لوگوں پر بھی مصائب آتے ہیں جیسے اہلِ بیت کرام پر مصائب آئے اور بعض صحابہ کرام پر مصائب آئے، وہ ان کے درجات بلند کرنے کے لیے ہوتے ہیں، حتیٰ کہ قیامت کے دن دنیا میں مصائب اٹھانے والوں کے درجات جنت میں اتنے بلند ہوں گے کہ جن مومنین پر دنیا میں مصائب نہیں آئے تھے وہ حسرت سے انہیں دیکھ کر کہیں گے: کاش! ہم پر وہ مصائب آتے اور ہمیں بھی یہ مرتبہ اور ثواب ملتا جو مرتبہ اور ثواب تم کو ملا ہے۔

۱۹- بَابٌ: جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ — اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۰۰۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ الْبَهْرَانِيُّ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ جُزْءًا وَأَنْزَلَ فِي الْأَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا فَمِنْ ذَلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ حَتّٰى تَرْفَعَ الْفَرَسُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ أَنْ تُصِيبَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع البہرانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیے، پس ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لیے اور زمین پر ایک حصہ نازل کیا، اور اسی ایک حصہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے، حتیٰ کہ گھوڑا اپنے بچے کے اوپر سے اپنا پیر اٹھا لیتا ہے کہ کہیں وہ بچہ پیر کے نیچے دب نہ جائے۔

(صحیح بخاری: ۶۴۶۹، صحیح مسلم: ۲۷۵۲، سنن ترمذی: ۳۵۴۱، سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۳، مسند احمد: ۹۳۲۶، سنن دارمی: ۲۷۸۵)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۰۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحکم بن نافع، یہ ابوالیمان ہیں۔ اور امام بخاری نے اپنی کتاب میں اکثر جگہ پر ان کا ذکر ان کی کنیت کے ساتھ کیا ہے اور ان کے نام کا ذکر صرف یہیں پر کیا ہے۔ اور امام بخاری نے اس حدیث کو اسی طرح سنا اور اسی سند کے ساتھ سنا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے اور ننانوے اپنے پاس رکھ لیے"۔ اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو غیر متناہی ہے، نہ اس کے سو اجزاء ہیں اور نہ دو سو اجزاء ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رحمت سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ قدرت ہے جو خیر کے پہنچانے کے ساتھ متعلق ہے، اور قدرت صفتِ واحدہ ہے اور اس کا تعلق غیر متناہی ہے۔ پس اس کا سو میں حصر کرنا بطورِ تمثیل کے ہے تاکہ اس بات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور زمین پر اس نے ایک رحمت نازل کی ہے"۔ اس سے غرض مبالغہ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے رحمت کو تمام روئے زمین میں منتشر رکھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ سو کے عدد کو مبالغہ ظاہر کرنے کے لیے کیا حکمت ہے، جب کہ عرب کی عادت یہ ہے کہ مبالغہ ظاہر کرنے کے لیے ستر کا عدد ذکر کرتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اس خاص عدد کا اطلاق کیا گیا ہے تاکہ تکثیر اور مبالغہ کا اظہار ہو، اور ستر بھی سو کے اجزاء میں سے ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ثابت ہے کہ آخرت کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر درجہ زائد ہے، پس اگر رحمت کا ہر جز کے ساتھ تقابل کیا جائے تو رحمت کے تیس اجزاء زائد ہوں گے، اس سے معلوم ہوا کہ آخرت میں رحمت دنیاوی سزا سے زیادہ ہوگی اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی ترفع الفرس حافرھا": گھوڑے کا پیر یا کھر ایسا ہے جیسے بکری کا سینگ ہوتا ہے، اور گھوڑے کو ذکر کے ساتھ اس لیے خاص کیا کہ جو حیوان انسان سے مانوس ہوتے ہیں ان میں گھوڑا سب سے زیادہ مانوس ہوتا ہے، اور دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ وہ کس طرح اپنے بچے کے ساتھ حرکت کرتا ہے، وہ بہت تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے اس کے باوجود وہ اپنے بچے کو ضرر سے بچانے کے لیے اپنا پیر اٹھالیتا ہے۔

اور عطاء کی روایت میں ہے: اسی ایک رحمت کے سبب سے لوگ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور وحشی جانور اور پرندے ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۰۔ بَابُ: قَتْلِ الْوَلَدِ خَشْيَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَهُ

اس کا بیان کہ بیٹے کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ اس کے ساتھ کھائے گا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ کسی مرد کا اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ اس کے ساتھ کھائے گا، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۰۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ وَأَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيقَ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ﴿وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ الْآيَةَ (الفرقان: ۶۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از ابی وائل از عمرو بن شرحبیل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کے لیے شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، میں نے کہا: پھر کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو قتل کرو اس خوف سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا، انہوں نے کہا: پھر کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا: کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے قول کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے۔ (الفرقان: ۶۸)

(صحیح بخاری: ۴۴۷۷، ۴۷۶۱، ۶۰۰۱، ۶۸۱۱، ۶۸۶۱، ۷۵۲۰، ۷۵۳۲، صحیح مسلم: ۸۶، سنن ترمذی: ۳۱۸۲، سنن نسائی: ۴۰۱۳، سنن ابوداؤد: ۲۳۱۰، مسند احمد: ۴۱۲۰)

صحیح البخاری: ۶۰۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ثوری ہیں۔ اور اس کی سند میں مذکور ہے منصور، اور وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو وائل، یہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن شرحبیل، یہ ابو میسرہ الہمدانی ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے عبد اللہ، یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث سورۃ الفرقان کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ندًا'' اس کا معنی ہے: کسی چیز کی مثل جو کئی امور میں اس کی مخالفت کرے اور اس کی جمع انداد آتی ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''خشیۃ ان یاکل'' - علامہ کرمانی نے کہا: اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر اس کو یہ خوف نہ ہو کہ بیٹا اس کے ساتھ کھائے گا تو پھر اس کو قتل کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہے اور اس کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ ان کی عادت یہی تھی کہ وہ اس لیے بیٹے کو قتل کر دیتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ کھائے گا اور نیز اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس سبب سے بیٹے کو قتل کرنا زیادہ گناہ ہے اگر وہ اس سبب کے بغیر قتل کرے گا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''حلیلۃ جارك'' حلیلۃ کا معنی ہے بیوی، یعنی پڑوسی کی بیوی اور بیوی کو حلیلۃ اس لیے فرمایا کہ اس کا خاوند اس کے لئے حلال ہے، بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حلال ہے۔

سب سے بڑے گناہ کے متعدد مصداق

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ عزوجل کے ساتھ شریک بنانا ہے۔ پھر ہر مقام میں اس گناہ کے بڑے ہونے کا اعتبار کیا جو اس مقام کے اعتبار سے تقاضا ہو اور اس میں سننے والوں کو زجر وتوبیخ کی گئی ہو، کیونکہ وہ اس کو آسان سمجھتے تھے اور یا جھوٹ بولنا معاصی قولیہ میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور قتل کرنا معاصی فعلیہ میں سب سے بڑا گناہ ہے ان معاصی میں جن کا تعلق لوگوں کے حقوق کے ساتھ ہو۔ اور پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا، زنا کی انواع میں سب سے بڑا گناہ ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق میں آیت نازل فرمائی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین گناہوں کو بڑا گناہ فرمایا تھا: ایک گناہ ہے اللہ کا شریک بنانا، دوسرا گناہ ہے قتل ناحق، اور تیسرا گناہ ہے زنا کرنا اور ان تینوں گناہوں کا ذکر سورۂ فرقان کی اس آیت میں ہے:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا ○ (الفرقان:۶۸)

اور تصدیق کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قتل کو اور زنا کو شرک کی سلک میں ذکر فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب سے بڑے گناہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۱- بَابٌ: وَضْعِ الصَّبِیِّ فِی الْحِجْرِ

بچے کو گود میں رکھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب ہے کہ بچے کو شفقت اور مہربانی کے جذبہ سے گود میں رکھنا جائز ہے۔ اور جس کی گود میں رکھا جائے اس میں اس کی تواضع اور حلم کی دلیل ہے، کیونکہ بچے سے یہ خطرہ رہتا ہے کہ وہ گود میں پیشاب کر دے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۰۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ صَبِيًّا فِي حَجْرِهِ يُحَنِّكُهُ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی محمد بن المثنیٰ نے، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے ایک بچے کو اپنی گود میں رکھا، آپ اس کو گھٹی دے رہے تھے، اس نے آپ کے اوپر پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگا کر اس پر بہا دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۲، ۵۴۶۸، ۶۰۰۲، ۶۳۵۵، صحیح مسلم: ۲۸۶، سنن نسائی: ۳۰۳، سنن ابن ماجہ: ۵۲۳، مسند احمد: ۲۵۲۴۰، موطا امام مالک: ۱۴۲)

صحیح البخاری: ۶۰۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، اور وہ ابن عروہ ہیں، وہ اپنے والد عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی حِجرہ" حجر کے لفظ میں حاء پر زبر بھی ہے اور اس کے نیچے زیر بھی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یحنکہ" یہ تحنیک سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: گھٹی دینا، یعنی کسی پھل کو چبا کر بچے کے منہ میں رکھنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

پیشاب کا مطلقاً نجس ہونا

فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ دودھ پیتی بچی کا پیشاب زیادہ بدبودار اور نجس ہوتا ہے اور اس کو دھونا واجب ہے اور دودھ پیتے بچے کا پیشاب زیادہ نجس نہیں ہوتا اور اس کو دھونا ضروری نہیں ہے، صرف اس کے اوپر پانی چھڑک دینا کافی ہے۔

اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ پیشاب مطلقاً نجس ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: پیشاب کے قطروں سے بچو، کیونکہ اسی کی وجہ سے عام عذابِ قبر ہوتا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۴۵۷، دار المعرفہ بیروت، اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مذکر اور مؤنث کا فرق کیے بغیر مطلقاً فرمایا کہ پیشاب کے قطروں سے بچو۔

Marfat.com

۲۲۔ بَابٌ: وَضْعِ الصَّبِيِّ عَلَى الْفَخِذِ
بچے کو ران پر بٹھانے کا بیان

اس باب میں بچے کو ران پر بٹھانے کا بیان ہے، یعنی یہ جائز ہے۔

۶۰۰۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَارِمٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا تَمِيمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ يُحَدِّثُهُ أَبُو عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی الله عنهما كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم يَأْخُذُنِي فَيُقْعِدُنِي عَلَى فَخِذِهِ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ عَلَى فَخِذِهِ الْأُخْرَى ثُمَّ يَضُمُّهُمَا ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَإِنِّي أَرْحَمُهُمَا وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ التَّيْمِيُّ فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مِنْهُ شَيْءٌ قُلْتُ حَدَّثْتُ بِهِ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ أَبِي عُثْمَانَ فَنَظَرْتُ فَوَجَدْتُهُ عِنْدِي مَكْتُوبًا فِيمَا سَمِعْتُ۔

(صحیح البخاری: ۳۷۳۵، ۳۷۴۷، ۶۰۰۳، مسند احمد: ۲۱۳۲۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عارم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی، وہ اپنے والد سے حدیث بیان کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا ابوتمیمہ حدیث بیان کرتے تھے از ابی عثمان النہدی، ان کو ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑتے اور مجھے اپنی ران پر بٹھاتے، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر بٹھاتے، پھر ان دونوں کو اپنے ساتھ ملاتے، پھر فرماتے: اے اللہ! ان پر رحم فرما، کیونکہ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔

اور حضرت علی، وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی سلیمان نے از ابی عثمان، انہوں نے بیان کیا کہ التیمی نے کہا: پس میرے دل میں اس سے کوئی شبہ واقع ہوا، میں نے کہا: مجھے اس طرح اور اس طرح حدیث بیان کی گئی ہے اور میں نے اس حدیث کو ابی عثمان سے نہیں سنا، پھر میں نے تلاش کیا تو میرے پاس بھی یہ حدیث اسی طرح لکھی ہوئی تھی جس طرح میں نے سنا تھا۔

صحیح البخاری: ۶۰۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، یہ المسندی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عارم، یہ محمد بن الفضل السدوسی کا لقب ہے اور وہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں، انہوں نے کتاب الایمان میں ان سے بالواسطہ اور بلاواسطہ حدیث روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں المعتمر بن سلیمان کا ذکر ہے، یہ ابن طرخان ہیں، اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوتمیمہ کا ذکر ہے، یہ ابن مجالب الہجی ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی حدیث ہے۔ اور کتاب

Marfat.com

الاحکام میں جندب بجلی سے ان کی روایت ہے۔اور اس حدیث کی سند میں ابوعثمان کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمن بن مل النھدی ہیں۔
اور سلیمان اور ابوتمیمہ اور ابوعثمان یہ تینوں تابعین میں سے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے 'یحدثہ ابو عثمان'' یعنی ابوعثمان عبدالرحمن نے ابوتمیمہ کو حدیث بیان کی۔

اللہ تعالیٰ اور بندوں کی طرف نسبت کرنے سے رحم کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے 'اللھم ارحمھما'' جب رحم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتو اس کا معنی ہوتا ہے خیر کو پہنچانا، اور جب رحم کی نسبت بندوں کی طرف ہوتو اس کا معنی ہوتا ہے شفقت اور مہربانی۔

حضرت اسامہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران پر بٹھانے پر ایک اشکال کا جواب

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ میری رائے میں ان دونوں کو بیک وقت آپ نے اپنی ران پر نہیں بٹھایا، کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے عمر میں بڑے تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ سال تھی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مکمل مرد تھے، اور آپ نے ان کو ایک لشکر کا امیر بنایا تھا جس میں بکثرت صحابہ تھے، ان میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔اور ایک جماعت نے خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر بیس سال تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اشکال کا جواب دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو ان کی کسی بیماری کی وجہ سے اپنی ران پر بٹھایا ہو، اور اسی حالت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی آگئے تو ان کو دوسری ران پر بٹھالیا۔ پھر آپ نے اس کا عذر پیش کرتے ہوئے فرمایا: میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، اور اس میں غور کرنا چاہیے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر معترض اس احتمالی جواب سے راضی ہوجائے تو میں بھی کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنی ران کے سامنے یا بالمقابل بٹھایا تاکہ ان کی بیماری میں غور کریں، اور اس حالت کو حضرت اسامہ نے اس طرح تعبیر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی ران پر بٹھاتے تھے، یا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے محبت میں مبالغہ کی وجہ سے کہا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۳۔ بَابٌ: حُسْنُ الْعَهْدِ مِنَ الْإِيمَانِ پرانے تعلق اور صحبت کو نبھانا بھی ایمان کی علامت ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ پرانے تعلق اور صحبت کو نبھانا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی کمال ایمان سے ہے، کیونکہ تمام نیک کام ایمان کی علامت ہیں۔اور عہد سے یہاں پر مراد حرمت کے تعلق کی رعایت ہے، یہ ابوعبید کا قول ہے۔اور قاضی عیاض نے کہا: کسی شے کی حفاظت کرنا اور اس کو لازم رکھنا، یہ عہد کا معنی ہے۔اور امام راغب اصفہانی نے کہا: کسی شے کی حفاظت کرنا اور

Marfat.com

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی رعایت کرنا یہ حسن العہد ہے۔اور لفظِ عہد کا اطلاق کئی معانی پر ہوتا ہے:
زمان، مکان، قسم، ذمہ، صحبت، میثاق، امان، نصیحت، وصیت، اور بارش۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۰۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَلَقَدْ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي بِثَلَاثِ سِنِينَ لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَبُّهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ ثُمَّ يُهْدِي فِي خُلَّتِهَا مِنْهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: مجھے کسی عورت پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی غیرت مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتی تھی، وہ رسول اللہ ﷺ کے میرے ساتھ شادی کرنے سے تین سال پہلے وفات پا گئی تھیں، کیونکہ میں آپ سے ان کا ذکر سنتی رہتی تھی، اور آپ کو آپ کے رب نے حکم دیا کہ آپ ان کو جنت میں کھوکھلے موتیوں کے محل کی بشارت دیں، اور جب رسول اللہ ﷺ کوئی بکری ذبح کرتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو اس میں سے حصہ بھیجتے۔

(صحیح بخاری: ۳۸۱۶، ۳۸۱۷، ۳۸۱۸، ۵۲۲۹، ۶۰۰۴، ۷۴۸۴، صحیح مسلم: ۲۴۳۵، سنن ترمذی: ۳۸۷۵، سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۷، مسند احمد: ۲۵۱۳۰)

صحیح البخاری: ۶۰۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''پرانے تعلق اور صحبت کو نبھانا'' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے لیے گوشت بھیجتے تھے، اور ان کے ساتھ جو وقت گزارا تھا اس کی رعایت کرتے ہوئے ان کی سہیلیوں کے ساتھ نیکی کرتے۔

امام حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک بوڑھی عورت نبی ﷺ کے پاس آئی، آپ نے اس سے پوچھا: تم کیسی ہو؟ تمہارا کیا حال ہے؟ اور ہمارے بعد تم کیسے رہوگی؟ اس بوڑھی عورت نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرا باپ اور میری ماں فدا ہوں، ہم بہت اچھی طرح ہیں، جب وہ بوڑھی عورت چلی گئی تو میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ اس بوڑھی عورت کے ساتھ بہت اچھی طرح ملے۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ ہمارے پاس خدیجہ کے زمانہ میں آیا کرتی تھی، اور عہد اور صحبت کا حسن بھی ایمان سے ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو اسامہ، یہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ اپنے والد عروہ

Marfat.com

بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ماغرت" یعنی جتنی مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر غیرت آتی تھی، اتنی کسی اور عورت پر نہیں آئی۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے "لما کنت" یعنی اس وجہ سے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر بہت زیادہ سنتی تھی۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وان کان" یہ ان ثقیلہ سے مخفف ہے اور اس کا معنی ہے: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح کرتے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فی خلتھا" تو اس کا گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۴۔ بَابُ: فَضْلِ مَنْ يَعُولُ يَتِيمًا — جو یتیم کی پرورش کرے، اس کی فضیلت کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص یتیم کی پرورش کرے، اس پر خرچ کرے اور اس کی اصلاح کرے، اس کی فضیلت کتنی ہے۔

۶۰۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد العزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا۔

(صحیح البخاری: ۵۳۰۴، ۶۰۰۵، سنن ترمذی: ۱۹۱۸، سنن ابوداؤد: ۵۱۵۰، مسند احمد: ۲۲۳۱۳)

صحیح البخاری: ۶۰۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "یتیم کی پرورش کرنے والے کی فضیلت" اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے جس طرح انگشتِ شہادت درمیانی انگلی کے ساتھ ہے، اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز کا ذکر ہے، یہ اپنے والد ابی حازم سلمہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں از حضرت سہل بن سعد الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"کافل الیتیم"یعنی یتیم کی مصلحتوں کا منتظم اور اس کے معاملات کا متولی۔

انگشتِ سبابہ اور انگشتِ سباحہ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"السبابہ"، دوسری روایت میں سبابہ کی جگہ السباحہ ہے، اور یہ وہ انگلی ہے جو انگوٹھے کے ساتھ ہوتی ہے، اس کو سباحہ اس لیے فرمایا کہ نماز میں اس کے ساتھ تسبیح کی جاتی ہے اور تشہد میں اس کے ساتھ اشارہ کیا جاتا ہے، اور اس کو سبابہ بھی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ اس انگلی کے ساتھ شیطان کو سب کیا جاتا ہے یعنی اسے برا کہا جاتا ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے درجات مخلوق کے درجات سے بلند ہوتے ہیں، خاص طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ، تو یتیم کی پرورش کرنے والا آپ کے درجہ میں کس طرح ہوگا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس سے غرض اس شخص کے جنت میں درجہ کی بلندی میں مبالغہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۵۔ بَابُ: السَّاعِی عَلَی الْأَرْمَلَةِ — بیوہ کی مصلحتوں میں کوشش کرنے والے کی فضیلت کا بیان

''ارملة'' کا معنی ہے: وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو، اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیوہ کی مصلحتوں میں کوشش کرنے والے کی کتنی فضیلت ہے۔

۶۰۰۶۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ كَالَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدِ الدِّيلِيِّ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از صفوان بن سلیم، وہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں، آپ نے فرمایا: بیوہ عورت اور مسکین کی مصلحتوں میں کوشش کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو یا اس شخص کی مثل ہے جو دن میں روزہ رکھتا ہو اور رات کو قیام کرتا ہو۔

ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل نے، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ثور بن زید الدیلی از ابی الغیث مولیٰ ابن مطیع

Marfat.com

از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اسی کی مثل حدیث ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۳۵۳، ۶۰۰۶، ۶۰۰۷، صحیح مسلم: ۲۹۸۳، سنن ترمذی: ۱۹۶۹، سنن نسائی: ۲۵۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۴۰، مسند احمد: ۸۵۱۵)

صحیح البخاری: ۶۰۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن عبداللہ، یہ اسماعیل بن ابی اویس ہیں جو امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صفوان بن سُلیم، یہ حمید بن عبدالرحمن المدنی کے آزاد کردہ غلام ہیں، یہ بہت بڑے امام اور پیشوا ہیں، کہا جاتا ہے: انہوں نے چالیس سال تک زمین پر اپنا پہلو نہیں رکھا، اور یہ بادشاہوں کے انعامات کو قبول نہیں کرتے تھے۔

یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ صفوان بن سُلیم تابعی ہیں لیکن جب امام بخاری نے کہا: وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں تو پھر یہ حدیث مسند ہو گئی، اور مجہول ہے، ان کے شیخ کا نام نہیں ذکر کیا گیا، یا تو نسیان کی وجہ سے یا کسی اور غرض کی وجہ سے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۶۔ بَابُ: السَّاعِي عَلَى الْمِسْكِينِ — مسکین کی مصلحتوں میں کوشش کرنے والے کا بیان

اس باب میں اس شخص کی فضیلت کا بیان ہے جو مسکین کے لیے کوشش کرتا ہو، اور اس کے لیے کماتا ہو، اس کی مصلحتوں کا انتظام کرتا ہو۔

۶۰۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ يَشُكُّ الْقَعْنَبِيُّ كَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابی الغیث، از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لیے کوشش کرنے والا اس کی مثل ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو، اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا: قعنبی کو اس میں شک ہے: اس شخص کی مثل ہے جو نماز میں قیام کرتا ہو اور تھکتا نہ ہو، اور اس روزہ دار کی مثل ہے جو روزہ چھوڑتا نہ ہو۔

(صحیح بخاری: ۵۳۵۳، ۶۰۰۶، ۶۰۰۷، صحیح مسلم: ۲۹۸۳، سنن ترمذی: ۱۹۶۹، سنن نسائی: ۲۵۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۴۰، مسند احمد: ۸۵۱۵)

صحیح البخاری: ۶۰۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث وہی ہے جس کا اس باب سے پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے، اور یہاں بھی اس حدیث کا ذکر

Marfat.com

کیا ہے تا کہ بجائے حدیث مرسل کے حدیث مسند پر اقتصار ہو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"واحسبه قال": یعنی قعنبی نے کہا کہ میں امام مالک کو گمان کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے"یشك القعنبی"، یہ امام بخاری کا کلام ہے اور قعنبی سے مراد ہیں عبد اللہ بن مسلمہ بن قعنب جو امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے"لا یفطر" یعنی وہ جو نماز میں قیام کرتا ہے اور تہجد پڑھتا ہے اور تھکتا نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ٢٢ ص ١٦٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٢٧- بَابُ: رَحْمَةِ النَّاسِ وَالْبَهَائِمِ — لوگوں پر اور جانوروں پر رحم کرنے کا بیان

اس باب میں لوگوں پر اور جانوروں پر رحم کرنے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

٦٠٠٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً فَظَنَّ أَنَّا اشْتَقْنَا أَهْلَنَا وَسَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا فِي أَهْلِنَا فَأَخْبَرْنَاهُ وَكَانَ رَفِيقًا رَحِيمًا فَقَالَ ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از ابی سلیمان مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس آئے اور ہم سب جوان تھے اور ہم عمر تھے۔ ہم آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے، پھر آپ نے گمان کیا کہ ہم اپنے گھر والوں کے مشتاق ہو گئے ہیں، تو آپ نے ہم سے سوال کیا کہ ہم اپنے گھر میں کس کو چھوڑ کر آئے ہیں، سو ہم نے آپ کو بتایا اور آپ بہت نرم دل مہربان تھے، آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو حکم دو اور نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے، پھر جو تم میں سے بڑا ہو، وہ امامت کرائے۔

(صحیح بخاری: ٦٢٨، ٦٣٠، ٦٣١، ٦٥٨، ٦٨٥، ٨١٩، ٢٨٤٨، ٦٠٠٨، ٧٢٤٦، صحیح مسلم: ٦٧٤، سنن نسائی: ٦٣٥، مسند احمد: ١٥١٧١، سنن دارمی: ١٢٥٣، سنن ترمذی: ٢٠٥، سنن ابو داؤد: ٥٨٩، سنن ابن ماجہ: ٩٧٩)

صحیح البخاری: ٦٠٠٨، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "لوگوں پر اور جانوروں پر رحم کرنا" اور اس حدیث میں باب کی جزِ اول کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نرم دل اور مہربان تھے اور جب آپ نے دیکھا کہ ہمیں گھر کی یاد آ رہی ہے تو آپ نے ہمیں گھر جانے کی اجازت دے دی"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن علیہ ہیں اور یہ ان کی ماں کا نام ہے اور ان کے باپ کا نام ابراہیم ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، وہ ابن ابی تمیمہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقلابہ، یہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلیمان، یہ مالک بن الحویرث اللیثی ہیں، انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "شببة" یہ فعلة کے وزن پر ہے اور شاب کی جمع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "متقاربون" یعنی ہم سب عمر میں ایک دوسرے کے قریب تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ومروهم" یعنی انہیں احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے کا حکم دو اور ان کو نماز کی تعلیم دو اور انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اکبرکم" یعنی جو تم میں افضل ہو یا تم میں بڑی عمر کا ہو، کیونکہ وہ سب عمر میں تقریباً برابر تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۰۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ بِي فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا فَقَالَ نَعَمْ فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی، از سمی مولیٰ ابی بکر از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھلی امتوں میں ایک مرد راستے پر پیدل جا رہا تھا، اس کو بہت شدید پیاس لگی، اس نے ایک کنواں دیکھا تو وہ اس کنویں میں اترا اور اس نے پانی پیا، پھر کنویں سے باہر آیا تو اس وقت ایک کتا پیاس کی شدت کی وجہ سے اپنی زبان باہر نکال رہا تھا اور کیچڑ کو کھا رہا تھا، اس مرد نے کہا: اس کتے کو بھی اتنی ہی پیاس لگی ہے جتنی پیاس مجھے لگی تھی، وہ پھر کنویں میں اترا، سو اس نے اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اس موزے کو اپنے منہ سے پکڑا، پھر کتے کو پانی پلایا، تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی، سو اس کو بخش دیا۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہمارے لیے ان جانوروں میں بھی اجر ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! ہر تر جگر والے میں اجر ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۳، ۲۳۶۳، ۲۴۶۶، ۶۰۰۹، صحیح مسلم: ۲۲۴۴، سنن ابوداؤد: ۲۵۵۰، مسند احمد: ۳۷۵/۲ ، ۱۰۳، موطا امام مالک: ۱۷۲۹)

صحیح البخاری: ۶۰۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں: انسانوں پر رحم کرنا اور جانوروں پر رحم کرنا، اور اس حدیث کی مطابقت جز ثانی کے اعتبار سے ہے، کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک مرد نے پیاسے کتے کو کنویں سے پانی نکال کر پلایا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن ابی اویس ہیں اور ان کا نام عبداللہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سُمی، یہ مولیٰ ابی بکر بن عبدالرحمٰن المخزومی ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ابوصالح السمان، یہ ذکوان الزیات ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''یلهث'' یعنی وہ پیاس کی شدت سے زبان باہر نکال رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الثریٰ'' اس کا معنی ہے: مٹی یا کیچڑ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فشکر اللہ لہ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی اس کو جزا دی، سو اس کو بخش دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی کل ذات کبد'' یعنی ہر حیوان کو سیراب کرنے کی وجہ سے اجر ملتا ہے اور رطوبت حیات سے کنایہ ہے۔

کتاب بدء الخلق کے آخر میں یہ حدیث گزری ہے، اس میں مذکور ہے کہ ایک عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ مرد سے بھی ظہور میں آیا ہو اور عورت سے بھی ظہور میں آیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

کسی گناہ کو کم نہیں سمجھنا چاہیے اور نہ ہی کسی نیکی کو حقیر سمجھنا چاہیے

میں کہتا ہوں: ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے بلی کو باندھ کے رکھا اور اس کو کچھ کھانے کو نہیں دیا حتیٰ کہ وہ بلی بھوک سے مرگئی اور اس حدیث میں ہے کہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے سے ایک آدمی کے سارے گناہ بخش دیے گئے، ان دونوں حدیثوں سے یہ پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نکتہ نواز ہے، وہ چاہے تو ذرا سی خطا پر گرفت کرلے اور چاہے تو ذرا سی نیکی پر سارے گناہ معاف فرمادے، تو آدمی کو چاہیے کہ کسی گناہ کو کم نہ سمجھے اور کسی نیکی کو حقیر نہ جانے، کیا معلوم جس گناہ کو وہ کم سمجھ رہا تھا وہی گناہ اس

Marfat.com

کے دوزخ میں جانے کا سبب بن گیا اور جس نیکی کو وہ معمولی سمجھ رہا تھا، وہی نیکی اس کی مغفرت کا سبب بن گئی۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۰۱۰ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي صَلَاةٍ وَقُمْنَا مَعَهُ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا يُرِيدُ رَحْمَةَ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے تو ایک اعرابی نے کہا اور وہ بھی نماز میں تھا، اے اللہ! مجھ پر رحم کر اور محمد پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر، جب نبی ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ نے اس اعرابی سے فرمایا: تم نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا ہے، آپ کی مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔

(سنن ترمذی: ۱۴۷، سنن نسائی: ۱۲۱۶، سنن ابوداؤد: ۱۸۸۳، سنن ابن ماجہ: ۵۵۲۹، مسند احمد: ۷۲۱۴)

صحیح البخاری: ۶۰۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان انسانوں اور جانوروں پر رحم کرنا ہے، اور حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک اعرابی نے اللہ کی رحمت کو تنگ کر دیا، حالانکہ اللہ کی رحمت ہر چیز کو شامل اور محیط ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

جس اعرابی نے اللہ کی رحمت کو تنگ کیا تھا، اس کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "ایک اعرابی نے کہا": ایک قول یہ ہے کہ یہ وہی اعرابی ہے جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا اور وہ ذوالخویصرہ الیمانی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ الاقرع بن حابس تھا۔ اور اس کی تائید کہ یہ اعرابی وہ تھا جس نے مسجد میں پیشاب کیا تھا اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ماجہ نے ایک اور سند کے ساتھ از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا، پس اس نے کہا: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور محمد کی مغفرت فرما اور ہمارے ساتھ اور کسی کی مغفرت نہ کرنا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا۔ پھر وہ اعرابی ایک طرف گیا اور اس نے مسجد کی ایک جانب میں پیشاب کر دیا۔۔۔الحدیث

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "لقد حجرت" یہ حجر اور تحجیر سے ماخوذ ہے، کہا جاتا ہے "حجر القاضی علیہ" یعنی اس شخص کو قاضی نے تصرف کرنے سے روک دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ضیقت واسعا" تم نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا اور اس کو

Marfat.com

خاص کر دیا جو عام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہر چیز کو شامل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى۔

(صحیح مسلم: ۲۵۸۶، مسند احمد: ۱۷۹۰۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء نے حدیث بیان کی از عامر، ان سے عامر نے کہا: میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نعمان بن بشیر سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و محبت کا معاملہ کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ لطف و نرم خوئی میں ایک جسم جیسا پاؤ گے، جب اس جسم کا کوئی جز بھی تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے اور اس کی ساری رات بیداری میں اور بخار میں گزرتی ہے۔

صحیح البخاری: ۶۰۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان تھا انسانوں اور جانوروں پر رحم کرنا، اور اس حدیث میں انسانوں کے ایک دوسرے پر رحم کرنے کو بیان فرمایا ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دُکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں زکریاء کا ذکر ہے، وہ ابن ابی زائدہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عامر کا ذکر ہے، وہ شعبی ہیں۔ اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے، وہ ابن سعد الانصاری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی تراحمهم" یہ بابِ تفاعل ہے، اس کا خاصہ ہے کہ ایک جماعت اصلِ فعل میں شریک ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "توادهم" یہ اصل میں توادُدهم ہے، دال کا دال میں ادغام کر دیا اور اس کا معنی ہے: مودت اور محبت۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے "تعاطفهم" یہ بھی اسی طرح باب تفاعل سے ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ تینوں الفاظ متقاربۃ المعنی ہیں لیکن ان کے درمیان ایک لطیف فرق ہے۔

رہا "تراحم"، تو اس سے مراد یہ ہے کہ بعض بعض پر رحم کریں، یا تو ایمان کی محبت کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے۔ اور رہا "توادد" تو اس سے مراد ایسا تواصل ہے جو محبت کو کھینچے جیسے تزاور اور تہادی، یعنی جب کوئی کسی سے بار بار ملتا ہے یا اس کو بار بار ہدیہ دیتا ہے تو وہ اس کی محبت کو کھینچ لیتا ہے۔ اور رہا "تعاطف" تو اس سے مراد ہے: بعض کا بعض کی اعانت کرنا جیسے کپڑے کی

ایک طرف کو لپیٹا جاتا ہے تا کہ وہ قوی ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تداعی" اس کا معنی ہے: جسم کے بعض اجزاء دوسرے اجزاء کو درد میں شرکت کی دعوت دے دیں، اسی سے ان کا قول ہے "تداعت الحیطان" یعنی دیوار گرنے کے قریب ہوگئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بالسھر والحمی"۔ رہا بیدار ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ درد سونے سے روکتا ہے اور رہا بخار تو علامہ کرمانی نے بخار کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ بخار ایک حرارتِ غریبہ ہے جو دل میں مشتعل ہوتی ہے اور پورے بدن میں پھیل جاتی ہے، پس پورے بدن کو اس سے ضرر پہنچتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے حقوق کی تعظیم کرنی چاہیے اور ان کو ایک دوسرے کی مدد پر اور ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کرنے پر برانگیختہ کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ غَرَسَ غَرْسًا فَأَكَلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ دَابَّةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی پودا اگاتا ہے، پھر اس سے کوئی انسان کھائے یا جانور کھائے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۰۲، ۶۰۱۲، صحیح مسلم: ۱۵۵۳، سنن ترمذی: ۱۳۸۲، مسند احمد: ۱۲۰۸۶)

صحیح البخاری: ۶۰۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں رحم کرنے اور شفقت کرنے کا معنی ہے، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو مسلمان پودا اگاتا ہے، اس سے کوئی انسان یا حیوان کھاتا ہے تو اس کو اجر ملتا ہے اور مسلمان کا حال اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب وہ پودا اگاتا ہے تو یہ قصد کرتا ہے کہ اس سے کوئی انسان یا حیوان کھائے گا تو اس کو ثواب ملے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعوانہ، ان کا نام الوضاح الیشکری ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "او دابۃ" اگر دابۃ سے مراد ہے کہ جو زمین پر چلتا ہو، تو یہ عام کا عطف خاص پر ہے، اور اگر دابۃ سے مراد دابہ عرفیہ ہے تو یہ جنس کا عطف جنس پر ہے۔

Marfat.com

علامہ عینی فرماتے ہیں: ظاہر پہلا احتمال ہے اس عموم کی وجہ سے جو تمام اجناس پر دلالت کرتا ہے، پس اس میں تمام بہائم داخل ہیں۔ اور اسی معنی میں یہ ہے کہ دابہ پر کم سامان لادا جائے اور اس کو زیادہ مال اٹھانے کی مشقت میں مبتلا نہ کیا جائے، یہ بھی جانوروں پر رحم اور ان پر احسان ہے، اور اسی معنی میں یہ ہے کہ جانور کو مارنے میں حد سے نہ بڑھا جائے اور ان کو زیادہ ایذاء نہ پہنچائی جائے اور ان کو رات میں نہ لے جایا جائے۔ اور ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے کہ ہم اپنے نوکروں کو رات میں خدمت کے لیے کہیں، کیونکہ ان کے لیے رات آرام کے واسطے ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۷۔۱۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۳۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے زید بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۷۳۷۶، صحیح مسلم: ۲۳۱۹، سنن ترمذی: ۱۹۲۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۳)

صحیح البخاری: ۶۰۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں رحم کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی رحم کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زید بن وہب، یہ ابو سلیمان الہمدانی ہیں اور یہ تمام راوی کوفی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہ کیے جانے کی متعدد روایات

اس حدیث میں مذکور ہے "من لا یرحم"، صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا۔ اور امام طبرانی کی روایت میں ہے: جو زمین پر رہنے والوں پر رحم نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ اس پر آسمانوں میں رحم نہیں کرتا۔ اور طبرانی نے اوسط میں اس طرح روایت کیا ہے "جو مسلمانوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا"۔ اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت کی ہے: جو رحم کرنے والے ہیں، ان پر رحمٰن رحم فرماتا ہے، تم ان پر رحم کرو جو

زمین میں ہیں، تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۸۔ بَابُ: الْوَصَاةِ بِالْجَارِ
پڑوسی کی خیر خواہی کرنا

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾ (النساء: ۳۶)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ (نیکی کرو) بے شک اللہ مغرور متکبر کو پسند نہیں کرتا O

اس باب میں مذکور آیت کی شرح میں علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں مذکور ہے "وَاعْبُدُوا اللهَ" اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کو واحد مانو اور تم اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کی، پھر والدین کے ساتھ احسان کے ساتھ قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت فرمائی، پھر اس پڑوسی کے لیے وصیت کی جو قرابت دار ہو، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے "والجار ذی القربٰی" یعنی جس پڑوسی کے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہو "والجار الجنب" یعنی وہ پڑوسی جس کے اور تمہارے درمیان رشتہ داری نہیں ہے، اسی طرح عکرمہ، مجاہد، ضحاک، قتادہ، مقاتل اور ابن حبان سے روایت ہے۔ اور ابو اسحاق نے نوف البکالی سے روایت کی ہے کہ "والجار ذی القربٰی" سے مراد ہے مسلم، اور "والجار الجنب" سے مراد ہے یہودی اور نصرانی، یعنی مسلمان پڑوسی کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرو اور یہودی اور عیسائی پڑوسی کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرو۔ اور مجاہد سے روایت ہے کہ "والجار الجنب" سے مراد ہے جو سفر میں رفیق ہو۔ اور دوسری روایت میں ہے: اس سے مراد ہے نیک رفیق، اور زید بن اسلم نے کہا: یہ تمہارا حضر میں ساتھی ہے جو تمہارا سفر میں رفیق ہے۔ اور "ابن السبیل" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: یہ وہ شخص ہے جو تمہارے پاس سے سفر میں گزر رہا ہو۔ اور "ما ملکت ایمانکم" اس سے مراد ہے غلام۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۶۹۔۱۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا زَالَ يُوصِينِي جِبْرِيلُ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی امام مالک نے از یحییٰ بن سعید، انہوں نے کہا: مجھے ابو بکر بن محمد نے خبر دی از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: حضرت جبریل مسلسل مجھے پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ عنقریب اس کو وارث قرار دیں گے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۴، سنن ترمذی: ۱۹۴۲، سنن ابوداؤد: ۵۱۵۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۳، مسند احمد: ۲۴۳۷۹)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۰۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت جبریل مسلسل پڑوسی کے ساتھ خیر خواہی کی وصیت کرتے رہے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، یہ الانصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوبکر بن محمد، یہ ابن عمرو بن حزم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرہ، وہ بنت عبدالرحمٰن ام ابی بکر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سیورثہ" یعنی عنقریب حضرت جبرائیل پڑوسی کو میرا اقریب اور وارث قرار دیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہنچائیں گے کہ پڑوسی کو وارث قرار دیا جائے، اور یہ پڑوسی کے حقوق کی رعایت میں بہت شدید مبالغہ ہے اور پڑوسی کا لفظ مسلمان اور کافر دونوں کو شامل ہے اور عابد اور فاسق کو، دوست اور دشمن کو، مسافر اور شہری کو، اور نفع پہنچانے والے اور ضرر پہنچانے والے کو، اور قریب اور اجنبی کو، خواہ اس کا گھر قریب ہو یا دور ہو۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ جار کا لفظ بولا جاتا ہے اور اس سے وہ مراد ہوتا ہے جو قرب و جوار میں داخل ہو اور یہ لفظ بولا جاتا ہے اور اس سے وہ مراد ہوتا ہے جو گھر میں مجاور ہو۔

پڑوسی کی حد کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جو اذان کو سنے وہ پڑوسی ہے، دوسرا قول ہے کہ جو صبح کی نماز تمہارے ساتھ مسجد میں پڑھے وہ تمہارا پڑوسی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہر جانب سے چالیس گھر پڑوسی ہیں۔ اور اوزاعی سے بھی اسی کی مثل روایت ہے۔

اور پڑوسی کے حقوق یہ ہیں کہ ان کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا جائے اور ان سے ضرر کو دور کیا جائے اور ان کی خیر خواہی کی جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۵ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن محمد نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبریل مسلسل مجھے پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ

Marfat.com

عنقریب اس کو میرا وارث قرار دیں گے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۴، سنن ترمذی: ۱۹۴۲، سنن ابوداؤد: ۵۱۵۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۳، مسند احمد: ۲۳۹۷)

صحیح البخاری: ۶۰۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن محمد، وہ اپنے والد محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۹۔ بَابُ: إِثْمِ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ

اس کے گناہ کا بیان جس کا پڑوسی اس کے ظلم وستم سے مامون اور محفوظ نہیں

يُوبِقْهُنَّ: يُهْلِكْهُنَّ، مَوْبِقًا: مَهْلِكًا.

یوبقھن کا معنی ہے: ان کو ہلاک کردے، اور موبقا کا معنی ہے: ہلاک کرنا یا ہلاک کرنے کی جگہ

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''بوائق'' ''باتقة'' کی جمع ہے، اور ''باتقة'' کا معنی ہے: وہ ہلاکت یا وہ مصیبت جو اچانک ٹوٹ پڑے، اور قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: ظلم اور دھوکا، اور الکسائی نے کہا: اس کا معنی ہے: شر۔

تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی

''یوبقھن'' سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَوْ يُوبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ۝ (الشوریٰ: ۳۴)

یا وہ چاہے تو ان کشتیوں کو ان لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے تباہ کردے اور بہت سی خطاؤں سے وہ درگزر فرمالیتا ہے O

امام ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ ان کو ہلاک کردے۔

اور ''موبقا'' سے اشارہ اس آیت کی طرف کیا ہے:

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا ۝ (الکہف: ۵۲)

اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی ایک جگہ بنادیں گے O

اور ''موبقا'' کی تفسیر کی ہے: ہلاکت کی جگہ۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۶۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: وَاللّٰهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے

Marfat.com

لَا يُؤْمِنُ وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ قِيلَ وَمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ تَابَعَهُ شَبَابَةُ وَأَسَدُ بْنُ مُوسَى وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

(صحیح مسلم:۴۶،مسند احمد:۸۲۲۷)

حدیث بیان کی از سعید از حضرت ابی شریح رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ ہرگز مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم! وہ ہرگز مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم! وہ ہرگز مومن نہیں ہے، عرض کیا گیا: کون یا رسول اللہ ؟! آپ نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کے شر اور ہلاکت آفرینی سے محفوظ نہیں ہے۔

عاصم بن علی کی متابعت شبابہ نے کی اور اسد بن موسیٰ نے۔

اور حمید بن الاسود اور عثمان بن عمر اور ابوبکر بن عیاش اور شعیب بن اسحاق نے کہا از ابن ابی ذئب از المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

صحیح البخاری:۶۰۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عاصم بن علی، یہ ابن عاصم بن صہیب ابوالحسین ہیں جو اہل واسط سے ہیں، یہ ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے اور امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ذئب، یہ محمد بن عبدالرحمن ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید، یہ مقبری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو شریح، ان کا نام خُویلد ہے، اور ایک قول ہے کہ عمرو، دوسرا قول ہے ہانی، تیسرا قول ہے کہ کعب ہے، یہ صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''واللہ لا یومن'' یعنی اللہ کی قسم! ہرگز وہ شخص مومن نہیں ہے، اسی طرح اس کی تقریر تین مرتبہ صراحۃً ہے، اور مسند احمد میں ذکر ہے کہ آپ نے تین مرتبہ اس طرح فرمایا، اور مسند ابو یعلیٰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے''اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہے''۔ اور امام طبرانی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا ایمان کامل نہیں ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو وہ معصیت کا ارتکاب کر رہا ہے، اور جو عاصی ہو اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۱۔۱۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۰۔ بَابٌ: لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا
کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے، یعنی اگر کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو کم چیز دے تو اس کی دی ہوئی چیز کی کمی کی وجہ سے اس کو حقیر نہ جانے۔

۶۰۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ هُوَ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے

Marfat.com

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۰، سنن ترمذی: ۲۱۳۰، مسند احمد: ۷۵۳)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی اور وہ المقبری ہیں از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ فرماتے تھے: اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو ہرگز حقیر نہ سمجھے خواہ وہ ایک بکری کا پایہ دے۔

صحیح البخاری: ۶۰۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سعید مقبری یہاں پر اپنے والد کیسان سے روایت کرتے ہیں از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اور اس سے پہلی حدیث میں سعید نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے والد کے واسطہ کے بغیر روایت کی تھی، اور یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں، کیونکہ سعید نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پایا اور ان سے وہ احادیث سنیں جو ان کے والد سے فوت ہو گئی تھیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا تحقرن": یہ ممانعت یا تو دینے والی کے لیے ہے، یعنی کوئی عورت اپنی پڑوسن کو کوئی چیز صدقہ دینے سے اس لیے نہ روکے کہ وہ چیز کم ہے اور اس کی کمی کی وجہ سے اس چیز کو حقیر جانے، بلکہ اگر کوئی چیز تھوڑی بھی ہو اگرچہ بکری کا پایا ہو تو وہ بھی صدقہ کر دے کیونکہ نہ ہونے سے تھوڑی چیز تو بہتر ہے، اور یا اس سے مراد ہے کہ جس عورت کو کوئی چیز دی ہے یعنی جس عورت پر صدقہ کیا گیا ہے خواہ وہ بکری کا پایا ہی کیوں نہ ہو تو وہ اس کو حقیر نہ سمجھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۱- بَابٌ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ

جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہو اور یوم آخرت پر، وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ دے

۶۰۱۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت پر، وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ دے، اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت پر، وہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے، اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت پر، اسے چاہیے کہ نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح مسلم: ۴۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۲، سنن دارمی: ۲۰۳۶، مسند احمد: ۷۵۷۱)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۰۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالاحوص، یہ سلام بن سُلیم الحنفی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو حصین، یہ عثمان بن عاصم الاسدی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو صالح، یہ ذکوان السمان الزیات ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس سوال کا جواب کہ پڑوسی کو ایذاء پہنچانا معصیت ہے تو اس سے ایمان کی نفی کیسے ہوگی؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلا یؤذ جارہ'':

ایذاء معصیت ہے اور اس سے ایمان کی نفی لازم نہیں آتی، اس لیے یہاں مراد کمال ایمان کی نفی ہے۔

جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کی تخصیص کی توجیہ

اس میں یہ اشارہ ہے کہ مبدأ اور معاد پر ایمان لانا ضروری ہے، یعنی جب وہ اللہ پر ایمان لایا جس نے اس کو پیدا کیا اور اس پر ایمان لایا کہ وہی اس کو قیامت کے دن خیر اور شر کی جزا دے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلیکرم ضیفہ'':

مہمان کا اکرام مختلف مقامات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، کبھی مہمان کی تکریم فرضِ عین ہوتی ہے اور کبھی فرضِ کفایہ ہوتی ہے، اور کم سے کم یہ کہ مہمان کی تکریم کرنا مکارمِ اخلاق کے باب سے ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مہمان نوازی کرنا مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جتنا وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے، مہمان کی ضیافت میں اس سے زیادہ خرچ کرے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان تین امور کے ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام جوامع الکلم میں سے ہے، کیونکہ یہ اصول میں سے ہیں اور ان میں سے تیسرا حکم جو ہے وہ قول کی طرف اشارہ ہے اور پہلے دو فعل کی طرف اشارہ ہیں، یعنی پہلے دو میں یہ کہا ہے کہ وہ پڑوسی کو ایذاء نہ دے اور مہمان کی تکریم کرے، ان کا تعلق فعل کے ساتھ ہے، اور تیسرے حکم میں یہ کہا ہے کہ یا تو وہ نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے، اس میں قول کی طرف اشارہ ہے۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ جب یہ فرمایا کہ پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے تو یہ برے وصف سے خالی ہونا ہے، اور جب فرمایا کہ وہ مہمان کی تکریم کرے تو یہ نیک وصف کے ساتھ متصف ہونا ہے، یعنی جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم کرتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق پر شفقت کرے، یا تو نیک بات کہے یا بری بات کہنے سے خاموش رہے۔ یا ایسا فعل کرے جس سے نفع پہنچے جیسے مہمان کی تکریم، یا ایسا فعل کرے جس سے نقصان کو ترک کرنا ہو جیسے پڑوسی کو ایذاء نہ دے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۱۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعَتْ أُذُنَايَ وَأَبْصَرَتْ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ قَالَ وَمَا جَائِزَتُهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سعید المقبری نے حدیث بیان کی از ابی شریح العدوی، انہوں نے کہا: میرے دونوں کانوں نے سنا اور میری دونوں آنکھوں نے دیکھا جب نبی ﷺ نے یہ فرمایا، سو آپ نے فرمایا: جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ پڑوسی کی تکریم کرے۔ اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ مہمان کو تکریم کے ساتھ عطا کرے، عرض کیا گیا اور عطا کی کتنی مدت ہے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات اور مہمانی تین دن ہوتی ہے اور جو تین دن سے زیادہ ہو تو وہ اس پر صدقہ ہے اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور یوم آخرت پر تو یا تو وہ نیک بات کہے، ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح البخاری: ۶۱۳۵، ۶۴۷۶، صحیح مسلم: ۴۸، سنن ترمذی: ۱۹۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۷۴۸، مسند احمد: ۲۶۶۲۰، موطا امام مالک: ۱۷۲۸)

صحیح البخاری: ۶۰۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سمعت اذنای" اگرچہ سنتے کان ہی ہیں لیکن یہاں پر کانوں کا ذکر تاکید کے لیے کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جائزته" اس کا معنی ہے: العطاء، جو جواز سے ماخوذ ہے، کیونکہ یہ مہمان کا حق ہے میزبان کے اوپر۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یوم ولیلة" یعنی اس کو ایک دن اور ایک رات تک عطا کرے۔ علامہ الخطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات تو تکلف کر کے مہمان کے لیے کھانا وغیرہ پیش کرے اور جتنا ہو سکے نیکی زیادہ کرے، اور بعد کے دو دن میں اس کے سامنے ماحضر پیش کر دے، اور جب تین دن گزر جائیں تو مہمان کا حق گزر گیا اور جب اس سے زیادہ اس کی ضیافت کرے گا تو وہ صدقہ ہوگی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور مہمانی تین دن ہے": ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ پہلے دن کے بعد تین دن مہمانی ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں پہلا دن داخل ہو اور وہی حق کے مشابہ ہے۔ علامہ ہروی نے کہا ہے: ان کی تین دن ضیافت کرے، پھر اتنا دے جتنا ایک دن اور ایک رات کی مسافت میں دیا جاتا ہے۔ علامہ سحنون مالکی نے کہا ہے: ضیافت بستیوں والوں پر واجب ہے شہر والوں پر واجب نہیں ہے، اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ضیافت مطلقاً واجب ہے اور یہ مکارمِ اخلاق میں سے ہے۔ اور مجاہد سے منقول ہے کہ ایک رات کی مہمانی کرنا فرض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۴۔۱۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۳۲۔ بَابُ: حَقِّ الْجِوَارِ فِي قُرْبِ الْأَبْوَابِ — پڑوسی کا حق دروازوں کے قرب کے اعتبار سے ہے

یعنی پڑوس کا حق دروازوں کے قرب کے اعتبار سے ہے، امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ جس شخص کا دروازہ قریب ہوگا اس کا حق ہوگا۔

۶۰۲۰۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي قَالَ إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو عمران نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے طلحہ سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں تو میں ان میں سے کس کو ہدیہ پیش کروں، آپ نے فرمایا: جس کا دروازہ تمہارے زیادہ قریب ہو۔

(صحیح البخاری: ۲۲۵۹، ۲۵۹۵، ۶۰۲۰، سنن ابوداؤد: ۵۱۵۵، مسند احمد: ۲۴۸۹۵)

صحیح البخاری: ۶۰۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فالی ایھما اھدی؟'' یعنی میں کس پڑوسی کو ہدیہ پیش کروں؟

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ شاید اس میں راز یہ ہے کہ وہ اس میں غور کرے کہ کون اس کے گھر میں داخل ہوتا ہے اور ضروریات کے وقت کون جلدی آ کر اس سے ملتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۳۳۔ بَابٌ: كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ — ہر نیک کام صدقہ ہے

۶۰۲۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ۔ (سنن ترمذی: ۱۹۷۰، مسند احمد: ۱۴۲۹۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔

صحیح البخاری: ۶۰۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کل معروف"، معروف اس چیز کے لیے اسم ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے لوگوں کے درمیان معروف ہو، اور جس کام کی طرف شریعت نے راغب کیا ہو وہ معروف ہے، اور شریعت نے نیک چیزوں کا حکم دیا ہے اور قوی چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۲۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ قَالَ فَيَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْخَيْرِ أَوْ قَالَ بِالْمَعْرُوفِ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے، صحابہ نے پوچھا: پس اگر وہ نہ پائے؟ آپ نے فرمایا: پس وہ اپنے ہاتھوں سے کوئی کام کر کے اس کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے، صحابہ نے پوچھا: اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے یا نہ کر سکے، آپ نے فرمایا: پھر وہ ضرورت مند مظلوم کی مدد کرے، صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ یہ نہ کر سکے؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ خیر کا حکم دے یا فرمایا: نیکی کا حکم دے، راوی نے کہا: اگر وہ یہ نہ کر سکے؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ برائی سے باز رہے، کیونکہ یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۸، سنن نسائی: ۲۵۳۸، مسند احمد: ۱۹۰۳۷، سنن داری: ۲۷۴۷)

صحیح البخاری: ۶۰۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری، یہ اپنے والد ابی بردہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام عامر ہے، یہ اپنے والد ابی موسیٰ عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ملھوف" اس کا معنی ہے: مظلوم، جو فریاد کرتا ہو، یا غمزدہ ہو اور تکلیف میں بے چین ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فان لم یفعل؟" یعنی اگر وہ عجز کی وجہ سے یا سستی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔

Marfat.com

خیر کے دروازے بہت زیادہ ہیں اور جب کسی شخص سے کوئی ایک دروازہ نہ کھل سکے تو وہ دوسرے دروازہ کو کھولنے کی کوشش کرے

اس حدیث میں اس مومن کے لیے تنبیہ ہے جس کے لیے اپنے ہاتھ سے عمل کرنا مشکل ہو کہ وہ اپنے نفس کے اوپر خرچ کرے، اور اس کو صدقہ قرار دے اور دوسروں کے اوپر بار نہ بنے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اے قراء کی جماعت! تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقہ پر عمل کرو اور اپنے سروں کو بلند رکھو اور مسلمانوں کے اوپر بار نہ بنو۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مومن جب خیر کے ابواب میں سے کسی ایک باب پر قادر نہ ہو اور وہ باب اس سے نہ کھل سکے تو اس پر لازم ہے کہ وہ دوسرے باب کی طرف منتقل ہو جائے، کیونکہ خیر کے ابواب بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے راستے لامحدود ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۶۔۱۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۴۔ بَابُ: طِيْبِ الْكَلَامِ — اچھے کلام کا بیان

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی بات بھی صدقہ ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق اس حدیث موصول کی ایک طرف ہے جس کو امام بخاری نے کتاب الصلح میں وارد کیا ہے اور کتاب الجہاد میں۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اچھی بات کا صدقہ ہونا اس اعتبار سے ہے کہ جب کوئی انسان کسی کو اچھی چیز عطا کرتا ہے تو اس سے اس کا دل خوش ہوتا ہے، اور اس کے دل میں اس کے خلاف جو بات ہو تو وہ نکل جاتی ہے، اسی طرح کسی سے اچھی بات سن کر بھی اس کا دل خوش ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم النَّارَ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ ثُمَّ ذَكَرَ النَّارَ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ قَالَ شُعْبَةُ أَمَّا مَرَّتَيْنِ فَلَا أَشُكُّ ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از خیثمہ از عدی بن حاتم، انہوں نے کہا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا ذکر کیا، پھر آپ نے اس سے پناہ مانگی اور اپنے چہرہ سے اعراض کیا، پھر آپ نے دوزخ کا ذکر کیا اور اس سے پناہ مانگی اور اپنے چہرہ سے اعراض کیا، شعبہ نے کہا: لیکن دو مرتبہ کے بارے میں تو مجھے شک نہیں ہے، پھر آپ نے فرمایا: دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کر دو، پس اگر تمہیں کھجور کا ٹکڑا نہ ملے تو کسی سے

Marfat.com

اچھی بات ہی کہہ کر دوزخ کی آگ سے بچو۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۳، ۱۴۱۷، ۳۵۹۵، ۶۰۲۳، ۶۵۳۹، ۶۵۴۰، ۶۵۶۳، ۷۴۴۳، ۷۵۱۲، صحیح مسلم: ۱۰۱۶، سنن ترمذی: ۲۴۱۵، سنن نسائی: ۲۵۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۳، مسند احمد: ۱۷۷۸۲، سنن دارمی: ۱۶۵۷)

صحیح البخاری: ۶۰۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے اچھا کلام کرنا اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اگر تمہیں کھجور کا ٹکڑا بھی صدقہ کرنے کے لیے نہ ملے تو اچھی بات کہو، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، یہ ابن مرہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خیثمہ، یہ ابن عبدالرحمٰن الجعفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عدی بن حاتم، یہ الطائی ابوطریف ہیں، انہوں نے کوفہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "واشاح" اس کا معنی ہے: آپ نے اعراض کیا۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: "أشاح بوجهه" اس وقت کہتے ہیں جب انسان کسی چیز سے منہ پھیرے اور اس سے ڈرائے جیسے اس کو ناپسند کرتا ہو، گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ کو دیکھ رہے تھے اور اس سے ڈرا رہے تھے اور اس کی تپش سے بچنے کے لیے آپ نے اپنا چہرہ مبارک پھیرا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اما" یہ اما تفصیلیہ ہے اور اس کا قسیم محذوف ہے، اصل عبارت یوں ہے "رہا تین مرتبہ آپ کا فرمانا تو مجھے اس میں شک ہے اور دو مرتبہ میں شک نہیں ہے"۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولو بشق" یعنی خواہ آدھی کھجور کو صدقہ کر کے دوزخ کی آگ سے بچو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۷۔۱۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۵۔ بَابٌ: الرِّفْقِ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ — ہر کام میں نرمی کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں تمام امور میں نرمی کی فضیلت کا بیان کیا گیا ہے اور "الرفق" کا معنی ہے: قول اور فعل میں نرمی کرنا اور آسان چیز کو اختیار کرنا۔ اور یہ سختی اور ملامت کرنے کی ضد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۲۴ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا — امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز

Marfat.com

إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ دَخَلَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكُمْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَفَهِمْتُهَا فَقُلْتُ وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ۔

بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ نے بیان کیا کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، پس انہوں نے کہا: ''السام علیکم'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے اس کا مطلب سمجھ لیا سو کہا: ''اور تم پر سام ہو اور لعنت ہو''، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھہر وائے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتا ہے، پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے نہیں سنا انہوں کیا کہا تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کہہ دیا تھا: ''اور تم پر ہو''۔

(صحیح بخاری: ۲۹۳۵، ۶۰۲۴، ۶۰۳۰، ۶۲۵۶، ۶۳۹۵، ۶۴۰۱، ۶۹۲۷، صحیح مسلم: ۲۱۶۵، سنن ترمذی: ۲۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۸، مسند احمد: ۲۳۵۷۰)

صحیح البخاری: ۶۰۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز بن عبداللہ، یہ ابن یحییٰ الاویسی المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن سعد، یہ ابن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صالح، وہ ابن کیسان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''دخل رھط من الیھود'' رھط دس سے کم مردوں کی جماعت کو کہتے ہیں، دوسرا قول ہے کہ چالیس مردوں کی جماعت کو کہتے ہیں جن میں کوئی عورت نہ ہو، رھط کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا، اور اس کی جمع ارھط اور ارھاط ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''السام علیکم'' سام کا معنی ہے: موت، گویا کہ یہودیوں نے نبی ﷺ کو موت کی بد دعا دی تھی، اور قتادہ اس کو مد کے ساتھ روایت کرتے ہیں یعنی ''السآم'' اور اس کا معنی: ملال ہے، یعنی تمہیں اپنے دین کی ناکامی کی وجہ سے ملال ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کا ارادہ یہ تھا کہ تم سب کو اسی ساعت میں اللہ تعالیٰ مار ڈالے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ''، صحیح مسلم میں مذکور ہے ''ان اللہ رفیق یحب الرفق'' یعنی اللہ تعالیٰ حلیم ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے، اور نرمی پر اتنا اجر دیتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے''اولم تسمع؟''یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے جواب میں فرمایا''وعلیکم''یعنی ہم اور تم ہر ایک پر موت نے آنا ہے، یا یہ واؤ استیناف کے لیے ہے اور عطف کے لیے نہیں ہے اور اصل میں عبارت یوں ہے''علیکم ما تستحقونہ''تم پر وہ چیز آئے جس کے تم مستحق ہو، اور آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا تا کہ یہ ان کو وحشت میں ڈالنے سے دور ہو اور نرمی اور ملامت کے قریب ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۲۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامُوا إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُزْرِمُوهُ ثُمَّ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَصُبَّ عَلَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، تو صحابہ اسے ڈانٹنے یا مارنے کے لیے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے پیشاب کو منقطع نہ کرو، پھر آپ نے ایک ڈول پانی منگایا اور اس کے پیشاب کے اوپر بہا دیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۴، سنن ترمذی: ۱۴۷، سنن نسائی: ۳۲۹، سنن ابن ماجہ: ۵۲۸، مسند احمد: ۱۲۹۵۵، موطا امام مالک: ۱۴۴، سنن دارمی: ۷۴۰)

صحیح البخاری: ۶۰۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے نرمی کرنا، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا تو صحابہ کرام نے اس کو ڈانٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا اور فرمایا: اس کے پیشاب کو منقطع نہ کرو، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کے ساتھ نرمی فرمائی اور صحابہ کو اس کا پیشاب منقطع کرنے سے منع فرمایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۶۔ بَابٌ: تَعَاوُنِ الْمُؤْمِنِينَ بَعْضِهِمْ بَعْضًا — مومنوں کا ایک دوسرے کی معاونت کرنے کا بیان

اس باب میں مومنین کے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۶۰۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی بردہ برید بن ابی بردہ، انہوں نے کہا: مجھے خبر دی میرے دادا ابو بردہ نے از والد خود ابی موسیٰ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مومن، مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے، اس کا بعض، بعض کو مضبوط کرتا ہے، پھر آپ نے اپنی انگلیاں، انگلیوں

Marfat.com

میں ڈالیں۔

(صحیح البخاری: ۴۸۱، ۲۴۴۶، ۶۰۲۶، صحیح مسلم: ۲۵۸۵، سنن ترمذی: ۱۹۲۸، سنن نسائی: ۲۵۶۰، مسند احمد: ۱۹۱۲۷)

۶۰۲۷۔ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ جَالِسًا إِذْ جَاءَ رَجُلٌ يَسْأَلُ أَوْ طَالِبُ حَاجَةٍ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ اشْفَعُوا فَلْتُؤْجَرُوا وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ۔

اور نبی ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک مرد نے آکر سوال کیا یا اپنی حاجت طلب کی تو آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا: تم سفارش کرو تمہیں اجر ملے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔

(صحیح بخاری: ۱۴۳۲، ۶۰۲۷، ۶۰۲۸، ۷۴۷۶، صحیح مسلم: ۲۶۲۷، سنن نسائی: ۲۵۵۶، سنن ابوداؤد: ۵۱۳۱، مسند احمد: ۱۹۰۸۷)

صحیح البخاری: ۶۰۲۶، ۶۰۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۶۰۲۶، کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن یوسف، یہ الفریابی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور ابو بردہ کا ذکر ہے، یہ بُرید کی کنیت ہے، یہ ابن عبداللہ بن ابی بردہ ہیں، نیز ان کا نام عامر بن موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری ہے، پس ابو بردہ روایت کرتے ہیں اپنے دادا ابو بردہ سے اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "المومن" اس میں لامِ تعریف جنس کے لیے ہے، اور مراد ہے مومن ایک دوسرے کے لیے۔

مومن ایک دوسرے کی معاونت کریں خواہ امورِ آخرت میں، خواہ دنیاوی امورِ مباح میں

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہاں معاونت سے مراد ہے امورِ آخرت میں معاونت کرنا، اسی طرح جو امور مباح ہیں دنیا میں، ان میں معاونت کرنا بھی مستحب ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر فرمایا کہ مومنین اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہوتے ہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بات میں مبالغہ مقصود ہو تو اسے سمجھانے کے لیے ہاتھ وغیرہ سے اشارہ اور حرکت کر سکتے ہیں تاکہ سننے والا اس کو اچھی طرح سمجھ سکے۔

کسی مسلمان کی سفارش کرنے سے اس پر اجر کا ملنا

اس حدیث میں فرمایا ہے "تم سفارش کرو اور تمہیں اجر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا"۔

یعنی جب کوئی ضرورت مند اپنی ضرورت پیش کرے تو تم اس کی سفارش کرو، سفارش کی وجہ سے تمہیں اجر ملے گا خواہ تمہاری

سفارش قبول ہو یا نہ ہو، اللہ عزوجل میری زبان پر اسی چیز کو جاری فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی، تمہاری سفارش کی وجہ سے کسی کی کوئی ضرورت پوری ہو گئی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے اور نہیں ہوئی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حکم سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سفارش کا قبول ہونا یا نہ ہونا ایک الگ بات ہے، محض سفارش کر لینے سے اجر کا استحقاق حاصل ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۷۔ باب:

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝ (النساء: ۸۵)

كِفْلٌ: نَصِيبٌ، قَالَ أَبُو مُوسَى: كِفْلَيْنِ أَجْرَيْنِ بِالْحَبَشِيَّةِ۔

۳۷۔ باب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اچھی شفاعت کرے گا اس کے لیے (بھی) اس میں سے حصہ ہے، اور جو بری سفارش کرے گا، اس کے لیے (بھی) اس میں سے حصہ ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

کفل کا معنی ہے: حصہ، ابوموسیٰ نے کہا: کفلین کا معنی حبشی زبان میں دو اجر ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مجاہد وغیرہ نے کہا: یہ آیت لوگوں کی ایک دوسرے کے لیے شفاعت کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے، یعنی جو شخص دنیا میں کسی کے لیے اچھی سفارش کرتا ہے تو اس کو آخرت میں اس سے اجر ملے گا، اور کہا گیا ہے: اچھی شفاعت مومنین کے لیے دعا ہے، اور بری شفاعت مومنین کے لیے بددعا ہے، اور شفاعت پر جو اجر ملتا ہے وہ علی العموم نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ مخصوص ہے جس کے ساتھ شفاعت جائز ہو۔ اور اچھی شفاعت وہ ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو، اور بری شفاعت وہ ہے جس کی شریعت نے اجازت نہ دی ہو۔

اس آیت میں "مُقِيْتًا" کا لفظ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ شاہد ہے اور مطلع ہے ہر چیز پر۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "مقیت" کا معنی ہے اللہ تعالیٰ بدنی اور روحانی روزیوں کا خالق ہے اور ان کو بدنوں اور روحوں تک پہنچانے والا ہے، اور ایک قول ہے کہ مقیت کا معنی ہے: مقتدر، یہ لغتِ قریش ہے۔ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: "يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ" (الحدید: ۲۸) (اللہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائے گا)۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اس آیت میں کفلین کا معنی ہے ضعفین یعنی دگنا اور یہاں حبشی لغت، عربی لغت کے موافق ہو گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَتَاهُ السَّائِلُ أَوْ صَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اشْفَعُوا فَلْتُؤْجَرُوا وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از ابی موسیٰ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، جب آپ کے پاس کوئی سائل آتا یا ضرورت مند آتا تو آپ فرماتے:

Marfat.com

رَسُولِهٖ مَا شَاءَ۔ تم سفارش کرو تمہیں اجر دیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان پر جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۴۳۲، ۶۰۲۷، ۶۰۲۸، ۷۴۷۶، صحیح مسلم: ۲۶۲۷، سنن نسائی: ۲۵۵۶، سنن ابوداؤد: ۵۱۳۱، مسند احمد: ۱۹۰۸۷)

اس حدیث کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔

۳۸۔ بَابٌ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا

نبی ﷺ نہ طبعاً فحش گو تھے نہ تکلفاً

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

فحش کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو اپنی مقدار سے نکل جائے حتیٰ کہ اس کو قبیح سمجھا جائے اور اس میں قول، فعل اور صفت تینوں داخل ہیں۔ کہا جاتا ہے فلاں آدمی قبیلِ فاحش ہے، یعنی اس کا طول بہت زیادہ ہے لیکن اس کا استعمال قول میں اکثر ہے۔ اور متفحش وہ شخص ہے جو قصداً اور تکلفاً فحش گفتاری کرے۔ یعنی نبی ﷺ میں فحش گفتاری اصلاً نہیں تھی، نہ ذاتی تھی اور نہ عرضی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ بری باتیں اور بے حیائی والی باتیں بالکل نہیں کرتے تھے۔ علامہ داؤدی نے کہا کہ متفحش وہ شخص ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے بے حیائی کی باتیں کرے اور طبری نے کہا: فاحش وہ شخص ہے جو قبیح اور بری باتیں کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۲۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ سَمِعْتُ مَسْرُوقًا قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو حِينَ قَدِمَ مَعَ مُعَاوِيَةَ إِلَى الْكُوفَةِ فَذَكَرَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِنْ أَخْيَرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ خُلُقًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان، انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سنا، انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ح اور ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از شقیق بن سلمہ از مسروق، انہوں نے کہا: ہم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس داخل ہوئے جب وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ کی طرف آئے، پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: آپ نہ فاحش تھے اور نہ متفحش تھے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

Marfat.com

(صحیح بخاری:۶۰۲۹، ۳۵۵۹، ۳۷۵۹، ۶۰۲۹، ۶۰۳۵، صحیح مسلم: ۲۳۲۱، سنن ترمذی: ۱۹۷۵، مسند احمد: ۶۴۶۸)

صحیح البخاری: ۶۰۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان من اخیرکم" اس میں یہ دلیل ہے کہ افعل التفضیل کا استعمال خیر اور شر دونوں میں جائز ہے۔

خُلق کا معنی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "خُلقا" خُلق سے مراد ہے کسی چیز کا ایسا ملکہ جس سے بغیر غور وفکر کے سہولت کے ساتھ افعال صادر ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ يَهُودَ أَتَوُا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللهُ وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْكُمْ قَالَ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَإِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ قَالَتْ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قُلْتُ رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ فَيُسْتَجَابُ لِي فِيهِمْ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی از ایوب از عبداللہ بن ابی ملیکہ، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: "السام علیکم" تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "سام تم پر ہو اور اللہ تم پر لعنت فرمائے اور اللہ تعالیٰ تم پر غضب ناک ہو"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو اے عائشہ! تم پر نرمی لازم ہے اور تم اپنے آپ کو سخت گوئی اور درشت کلام کرنے سے بچاؤ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا انہوں نے کیا کہا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے کیا جواب دیا تھا؟ میں نے ان پر ان کا کلام لوٹا دیا، تو میرا کلام میرے لیے ان کے حق میں قبول ہوگا اور ان کا کلام میرے حق میں قبول نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری: ۲۹۳۵، ۶۰۲۴، ۶۰۳۰، ۶۲۵۶، ۶۲۹۵، ۶۴۰۱، ۶۹۲۷، صحیح مسلم: ۲۱۶۵، سنن ترمذی: ۲۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۸، مسند احمد: ۲۳۵۷۰)

صحیح البخاری: ۶۰۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے "باب الرفق فی الامر کلہ"۔ اور امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر دوبارہ ذکر کیا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ فاحش تھے اور نہ متفحش تھے۔ اور آپ نے نرمی کا حکم دیا ہے اور سخت گوئی اور

Marfat.com

درشت گوئی سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث کو یہاں پر ذکر کرنے کی یہی وجہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''العنف'' کا ذکر ہے، یہ لطف کی ضد ہے یعنی سخت گفتاری۔ اور فحش کا معنی ہے: قبیح باتیں کرنا۔

آپ نے فرمایا: میرا کلام مقبول ہوگا کیونکہ میرا کلام برحق ہے اور ان کا کلام مقبول نہیں ہوگا کیونکہ ان کا کلام باطل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۱ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا أَبُو يَحْيَى هُوَ فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ أُسَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ سَبَّابًا وَلَا فَحَّاشًا وَلَا لَعَّانًا كَانَ يَقُولُ لِأَحَدِنَا عِنْدَ الْمَعْتِبَةِ مَا لَهُ تَرِبَ جَبِينُهُ۔

(صحیح البخاری: ۶۰۳۱، ۶۰۴۶، مسند احمد: ۱۱۸۶۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو یحییٰ نے خبر دی، وہ فلیح بن سلیمان ہیں، از ہلال بن اسامہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نہ گالی دینے والے تھے، نہ سخت بات کرنے والے تھے اور نہ لعنت کرنے والے تھے۔ جب ہم میں سے کسی پر غصہ ہوتے تو آپ فرماتے: اس کو کیا ہوا اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو۔

صحیح البخاری: ۶۰۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اصبغ، یہ ابن الفرج المصری ہیں اور یہ عبداللہ بن وہاب المصری سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہلال بن اسامہ، وہ ہلال بن علی ہیں اور ان کو ہلال بن ہلال اور ہلال بن ابی میمونہ المدنی بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''سبابا'' یہ تشدید کے ساتھ فعال کے وزن پر ہے، اسی طرح اس حدیث میں فحاش اور لعان کا بھی ذکر ہے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ فعال مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنی ہے کہ آپ بہت زیادہ گالی دینے والے نہیں تھے، اور یہ مبالغہ کا صیغہ فاعل کے صیغہ کی نفی کو مستلزم نہیں ہے، یعنی بہت زیادہ گالیاں نہیں دیتے تھے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصلاً گالی نہ دیتے ہوں، اور نبی ﷺ ان چیزوں سے اصلاً متصف نہیں ہوئے نہ کم نہ زیادہ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس آیت کی مثل ہے:

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۴۶﴾ (حم السجدہ: ۴۶) اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے O

ظلام بھی فعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، اور اس کا معنی ہے زیادہ ظلم کرنے والا، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہاں تین لفظ ذکر کیے گئے ہیں، سباب، فحاش اور لعان۔ ان کے درمیان کیا فرق ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ لعنت کا تعلق آخرت کے ساتھ ہو، کیونکہ لعنت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا، اور سبّ یعنی گالی کا تعلق نسب کے ساتھ ہے جیسے کسی پر تہمت لگانا، اور فحش کا تعلق حسب یعنی خاندانی شرافت کے ساتھ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ماله وترب جبينه" یعنی اس کی پیشانی خاک آلود ہو، جیسے کہا جاتا ہے "تربت يداك" یعنی تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں، اس کا معنی ہے: تمہیں کوئی خیر نہ پہنچے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: اس دعا کے دو معنی ہیں، پہلا معنی یہ ہے کہ یہ آدمی منہ کے بل گر جائے تو اس کی پیشانی زمین پر لگے اور خاک آلود ہو، اور دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ اس کے حق میں دعا ہے کہ یہ عبادت کرے، نماز پڑھے اور اس کی پیشانی مٹی کے ساتھ لگ جائے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ وہ کلمہ ہے جو عربوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے اور اس سے اس کی حقیقت مراد نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا رَآهُ قَالَ بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ وَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطَ إِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ حِينَ رَأَيْتَ الرَّجُلَ قُلْتَ لَهُ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطْتَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَا عَائِشَةُ مَتَى عَهِدْتِنِي فَحَّاشًا إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سواء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن القاسم نے حدیث بیان کی، از محمد بن المنکدر از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: یہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے اور یہ اپنے قبیلہ کا برا بیٹا ہے، پس جب وہ بیٹھ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت کشادہ روئی کے ساتھ ملے اور خندہ پیشانی سے پیش آئے، جب وہ مرد چلا گیا تو آپ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! جب آپ نے اس مرد کو دیکھا تھا تو آپ نے اس طرح اور اس طرح کہا، پھر آپ بہت خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملے اور بہت کشادہ روئی سے اس سے باتیں کیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے مجھے بدگو کب پایا؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے برے مرتبے کا شخص وہ ہوگا جس سے لوگ اس کے شر کی وجہ سے ملنا چھوڑ دیں گے۔

(صحیح بخاری: ۶۰۳۲، ۶۰۵۴، ۶۱۳۱، صحیح مسلم: ۲۵۹۱، سنن ترمذی: ۱۹۹۶، سنن ابوداؤد: ۴۷۹۱، مسند احمد: ۲۳۵۸۶)

صحیح البخاری: ۶۰۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن عیسیٰ، یہ ابوعثمان الضبعی البصری ہیں اور امام بخاری نے اس حدیث کے سوا ان سے اور کوئی حدیث روایت نہیں کی اور محمد بن سواء سے کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں روایت کی ہے، یہ ابوخطاب السدوسی ہیں، امام بخاری نے ان سے یہ حدیث روایت کی ہے اور کتاب المناقب میں بھی ان سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے رَوح بن القاسم، یہ مشہور ہیں اور کثیر الحدیث ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن المنکدر، المنکدِر اسم فاعل کے وزن پر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''ان رجلا''۔ علامہ ابن بطال نے کہا: اس مرد کا نام عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری ہے، اس شخص کو''الاحمق المطاع'' کہا جاتا تھا، یہ اپنی قوم کے اسلام لانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، تو آپ اس کے آنے سے خوش ہوئے۔ اور یہ اس وقت آیا جب یہ مشرک تھا، اس کے آنے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے بات منقطع کر دی، تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

عَبَسَ وَتَوَلّٰیٓ ۙ اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی ؁ (رسول) چیں بہ جبیں ہوئے اور انہوں نے منہ پھیرا O کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا O (عبس: ۲۔۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے باتیں کر رہے تھے، جب یہ شخص آیا تو آپ نے اس کے اسلام قبول کرنے کی توقع پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے باتیں ترک کر دیں اور اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اور عبدالغنی نے از ابی عامر الخزاز از ابی یزید المدنی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مخرمہ بن نوفل آیا اور اس نے اجازت طلب کی، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی آواز سنی تو آپ نے فرمایا: یہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے۔۔ الحدیث۔

اور حافظ المنذری نے اپنی مختصر میں دو قول روایت کیے ہیں، پس کہا: یہ عیینہ تھا، اور کہا: یہ مخرمہ تھا۔ آپ نے فرمایا: بئس اخو العشیرۃ یا بئس ابن العشیرۃ، اور معمر کی روایت میں ہے بئس اخو القوم، یعنی وہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے یا اپنی قوم کا برا آدمی ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: عشیرہ سے مراد ہے جماعت یا قبیلہ، یعنی یہ مرد اس قبیلہ کا برا آدمی ہے یا اس جماعت کا برا آدمی ہے، جیسے تم کسی مرد کے متعلق کہو''یا اخ العرب''۔ اور یہ کلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیب کی خبروں سے ہے، کیونکہ یہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتد ہو گیا تھا اور اسے قید کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''تطلق''(یہ تفعّلَ کے وزن پر ہے) یعنی آپ شرح صدر اور کشادہ روئی کے ساتھ اس سے ملے، اور اسی سے کہا جاتا ہے''وجه طلق و طليق'' یعنی اس سے اس طرح ملے کہ تیوری پر بل نہیں ڈالے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں مدارات کا ثبوت ہے، یعنی جس شخص کی فحش گوئی کا خطرہ ہو تو اس سے کشادہ روئی کے ساتھ ملنا۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو فاسق معلن ہو یعنی جو اپنے فسق کو ظاہر کرتا ہو اس کی غیبت کرنا جائز ہے اور یہ حدیث مدارات کی اصل ہے اور اہل کفر، اہل فسق، ظالموں اور اہل فساد کی غیبت کے جواز کی دلیل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۴۔ ۱۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

مداہنت اور مدارات کا فرق

میں کہتا ہوں: کسی کافر، مشرک یا ظالم کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور اس کے کفر اور ظلم کو نہ بیان کرنا اگر دنیاوی فائدہ کی وجہ سے ہو تو اس کو مداہنت کہتے ہیں اور یہ جائز نہیں ہے اور کسی کافر یا فاسق سے اچھی طرح پیش آنا اور اس کے منہ پر اس کی برائی کو نہ بیان کرنا اگر دینی فائدہ کی بناء پر ہو تو اس کو مدارات کہتے ہیں اور یہ جائز ہے، اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے ساتھ مدارات کی تھی۔ (سعیدی غفرلہ)

۳۹۔ بَابُ: حُسْنِ الْخُلُقِ وَالسَّخَاءِ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْبُخْلِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَجْوَدَ النَّاسِ وَأَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: لَمَّا بَلَغَهُ مَبْعَثُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِأَخِيهِ: ارْكَبْ إِلَى هَذَا الْوَادِي فَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهِ فَرَجَعَ فَقَالَ: رَأَيْتُهُ يَأْمُرُ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ۔

حسن خلق اور سخاوت کا بیان اور بخل کا ناپسندیدہ ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ زیادہ سخاوت فرماتے تھے، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا جب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا: اس وادی کی طرف سوار ہو کر جاؤ اور ان کے قول سے سنو، پھر ان کا بھائی واپس آیا، سو اس نے کہا: میں نے ان کو دیکھا وہ مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حسن اخلاق کا بیان ہے اور سخاوت کا بیان ہے اور بخل کے ناپسندیدہ ہونے کا ذکر ہے۔

خُلق کا لفظ پیش کے ساتھ بھی ہے اور لام کے پیش کے ساتھ بھی ہے یعنی خُلُق۔ امام راغب اصفہانی نے کہا ہے: "الخَلق (خاء پر زبر کے ساتھ) اور الخُلق (خاء پر پیش کے ساتھ) دونوں کا ایک معنی ہے جیسا کہ الشَرب اور الشُرب ہے، لیکن خَلق جو زبر کے ساتھ ہے وہ ان شکلوں اور صورتوں کے ساتھ خاص ہے جن کا آنکھ سے ادراک کیا جاتا ہے اور خُلق جو خاء پر پیش کے ساتھ ہے وہ ان قوتوں کے ساتھ اور ان خصلتوں کے ساتھ خاص ہے جن کا ادراک بصیرت سے کیا جاتا ہے۔ اور رہی سخاوت تو اس کا معنی

ہے: جس کو دینا چاہیے اس کو اتنا دینا جتنا دینا چاہیے اور جو مال اس نے رکھا ہوا ہے، اس کو بغیر عوض کے دینا۔ اور سخاوت بھی محاسنِ اخلاق میں سے ہے بلکہ سب سے عظیم حسن خلق ہے، اور رہا بخل تو وہ سخاوت کی ضد ہے، کیونکہ بخل نہ انبیاء علیہم السلام کی صفت ہے اور نہ جلیل فضلاء کی صفت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بخل اس کو کہتے ہیں کہ جس چیز کو اس نے حفاظت سے رکھا ہوا ہے اس کو کوئی طلب کرے تو وہ اس سے منع کرے اور سب سے برا بخل یہ ہے کہ طلب کرنے والا مستحق ہو، پھر بھی وہ اس کو نہ دے۔

امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے: "مایکرہ من البخل" یعنی بخل میں سے جو چیز ناپسندیدہ ہے، اس کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ بعض وہ چیزیں جن پر بخل کا اطلاق ہوتا ہے، وہ مذموم نہیں ہوتیں۔

صحیح بخاری کے اس باب کی تعلیقات کی شرح از علامہ عینی

امام بخاری نے کتاب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے اور رمضان میں آپ زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ رہا یہ کہ آپ رمضان میں زیادہ سخاوت کیوں کرتے تھے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ رمضان بہت عظیم مہینہ ہے، اس میں اللہ کے لیے روزے رکھے جاتے ہیں، اور اس میں لیلۃ القدر ہے، اور روزہ تمام عبادات میں زیادہ اشرف ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا، اس وجہ سے رمضان میں صدقہ کرنے کا اجر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ الزہری نے کہا ہے: رمضان کے مہینہ میں ایک بار سبحان اللہ کہنا، دوسرے مہینوں میں ستر مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے بہتر ہے۔

امام بخاری کی دوسری تعلیق یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی سے کہا: جاؤ اس وادی میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سنو، انہوں نے واپس آ کر بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکارمِ اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔ امام بخاری نے یہ تعلیق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ میں روایت کی ہے۔

مکارمِ اخلاق سے مراد ہے فضائل اور محاسن، نہ کہ رذائل اور قبائح۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں مکارمِ اخلاق کو پورا کر دوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۵۔۱۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَدْ سَبَقَ النَّاسَ إِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ يَقُولُ لَنْ تُرَاعُوا لَنْ تُرَاعُوا وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ فِي عُنُقِهِ سَيْفٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْتُهُ بَحْرًا أَوْ إِنَّهُ لَبَحْرٌ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی، وہ ابن زید ہیں از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے، تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے، اور تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے، اور ایک رات کو مدینہ والے سخت خوفزدہ ہو گئے (لوگوں کو یہ خوف تھا کہ شور کی آواز اس وجہ سے آ رہی ہے کہ کسی دشمن نے حملہ کر دیا ہے) تو سب لوگ اس شور کی آواز کی طرف

Marfat.com

بڑھے تو انہیں آگے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے۔ آپ لوگوں سے پہلے شور کی آواز کی طرف چلے گئے تھے اور آپ فرما رہے تھے: نہ ڈرو، نہ ڈرو، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر بغیر زین کے سوار تھے اور آپ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی، آپ نے فرمایا: میں نے اس گھوڑے کو سمندر پایا یا فرمایا: یہ دوڑنے میں سمندر کی مثل ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۶۲۷، ۲۸۲۰، ۲۸۵۷، ۲۸۶۲، ۲۸۶۶، ۲۸۶۷، ۲۹۰۸، ۲۹۶۸، ۲۹۶۹، ۳۰۴۰، ۶۰۳۳، ۶۲۱۲، صحیح مسلم: ۲۳۰۷، سنن ترمذی: ۱۶۸۶، سنن ابوداؤد: ۴۹۸۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۲، مسند احمد: ۱۲۳۳۳)

صحیح البخاری: ۶۰۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن عون، یہ ابن اویس سلمی الواسطی ہیں اور انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اوصافِ کمالیہ کا جامع ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے "احسن الناس"۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین اوصاف ذکر کیے ہیں، اور یہ جوامع الکلم میں سے ہیں، کیونکہ یہ تین اوصاف امہات الاخلاق ہیں، کیونکہ ہر انسان میں تین قوتیں ہوتی ہیں، قوتِ غضبیہ، قوتِ شہویہ اور قوتِ عقلیہ۔ قوتِ غضبیہ کا کمال شجاعت ہے، اور قوتِ شہویہ کا کمال جود اور سخا ہے اور قوتِ عقلیہ کا کمال حکمت ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے احسن کا لفظ ذکر کیا، اس میں اشارہ ہے کہ آپ کے تمام افعال اور اقوال میں حُسن تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فزع" یعنی ایک رات اہل مدینہ شور کی آواز سن کر خوفزدہ ہو گئے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فاستقبلهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں آگے سے ملے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لن تراعوا" یعنی تم خوفزدہ نہ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے اور پرسکون کرنے کے لیے فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "علی فرس" نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے، اس گھوڑے کا نام مندوب تھا، اور حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل الانصاری رضی اللہ عنہ ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے شوہر تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ما علیه سرج" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار ہوئے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "بحرا" یعنی وہ گھوڑا بہت تیز رفتار تھا اور سمندر کی رفتار دوڑتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص

Marfat.com

۱۸۵ـ۱۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۴ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رضی الله عنه يَقُولُ مَا سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ لَا۔
(صحیح مسلم: ۲۳۱۱، مسند احمد: ۱۳۸۸۲، سنن دارمی: ۷۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابن المنکدر، انہوں نے کہا: کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کررہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہو: نہیں!

صحیح البخاری: ۶۰۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ سفیان ثوری ہیں، وہ از محمد بن المنکدر روایت کرتے ہیں اور وہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ماسئل النبی ﷺ" یعنی جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دنیا کے اموال میں سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ "لا" نہیں فرماتے تھے، یعنی منع نہیں فرماتے تھے، عطا کردیتے تھے۔ فرزدق کا ایک شعر ہے:

ما قال: لا قط الا فی تشهده ۔۔۔ لولا التشهد كانت لاؤه: نعم

آپ نے "لا" صرف کلمہ شہادت میں فرمایا ہے ۔۔۔ اگر کلمہ شہادت نہ ہوتا تو آپ کا "لا" بھی نعم ہوتا

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کے جواب میں "لا" فرمایا، اس کی توجیہ

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض مواقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "لا" بھی فرمایا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے اصحاب نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا کہ میں آپ سے سواریوں کا سوال کروں، تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں کسی چیز پر سوار نہیں کروں گا اور میں آپ سے اس وقت ملا تھا جب آپ ناراض تھے، پھر جب میں دوبارہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: اپنے اصحاب کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ بے شک اللہ نے یا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو سوار کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۶۷۸)

نیز امام بخاری نے اس حدیث کی زیادہ تفصیل اس طرح روایت کی ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اشعریین کی ایک جماعت میں گیا، ہم آپ سے سواری طلب کررہے تھے تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا اور نہ میرے پاس ایسی سواری ہے جس پر میں تم کو

سوار کروں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت میں سے اونٹ آئے تو آپ نے ہمارے متعلق دریافت کیا اور فرمایا: وہ اشعریین کی جماعت کہاں ہے؟ پس آپ نے سفید کوہان والے پانچ اونٹ ہمیں دینے کا حکم دیا، پس جب ہم روانہ ہوئے تو ہم نے کہا: ہم نے جو کام کیا ہے اس میں ہمیں برکت نہیں دی جائے گی، پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گئے تو ہم نے کہا: ہم نے آپ سے سواری کا سوال کیا تھا، پس آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے، کیا آپ بھول گئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو سواری پر سوار نہیں کیا لیکن اللہ نے تم کو سواری پر سوار کیا ہے، اور بے شک اللہ کی قسم! میں ان شاء اللہ کسی کام (کے نہ کرنے) کی قسم نہیں کھاتا، مگر پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس قسم کے خلاف کرنا بہتر ہے تو میں اس کام کو کرتا ہوں جو بہتر ہو اور اس قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۱۳۳، ۴۳۵۸، ۴۴۱۵، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۶۶۲۳، ۶۶۴۹، ۶۶۷۸، ۶۶۸۰، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۱، ۷۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۶۴۹، سنن نسائی: ۳۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۱۹۰۹۴)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعریین سے جو فرمایا تھا کہ ''میں تم کو سوار نہیں کروں گا'' یہ تادیباً فرمایا تھا، کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کا سوال کیا تھا جو اس وقت آپ کے پاس نہیں تھی، کیونکہ جس وقت انہوں نے سواریوں کا سوال کیا اس وقت آپ کے پاس سواریاں نہیں تھیں، پھر جب آپ کے پاس سواریاں آئیں تو آپ نے ان کو عطا کر دیں، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز ہو اور اس کا کوئی سائل سوال کرے تو آپ اس کو رد نہیں فرماتے تھے۔ اور جب آپ کے پاس کوئی چیز نہ ہو، پھر کوئی سائل سوال کرے اور آپ اس کے جواب میں منع فرما دیں تو یہ آپ کے جود و سخا کے منافی نہیں ہے۔ اسی طرح کی ایک اور حدیث ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے کچھ عطا کرنے کا سوال کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے، لیکن تم مجھ پر ادھار خرید لو، جب میرے پاس کچھ مال آئے گا تو میں وہ ادھار ادا کر دوں گا، حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! (اس سے پہلے) آپ اس کو عطا کر چکے ہیں (لہٰذا آپ پر دوبارہ اس کو عطا کرنا ضروری نہیں ہے)، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ جس پر آپ قادر نہیں ہیں وہ عطا کریں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو ناپسند فرمایا، پھر ایک انصاری مرد نے کہا: یا رسول اللہ! آپ خرچ کیجئے، اور عرش والے سے تنگی کا خوف نہ رکھیے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور آپ کے چہرہ مبارک پر انصاری کی بات سے خوشی کے آثار ظاہر ہوئے، پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ (شمائل ترمذی: ۳۵۵)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز سوال کے وقت ہوتی تو آپ عطا فرما دیتے، اور نہ ہوتی تو آپ فرماتے: اس چیز کو میرے نام پر قرض خرید لو، ادائیگی میں کروں گا۔

۶۰۳۵۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو يُحَدِّثُنَا إِذْ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَإِنَّهُ كَانَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از مسروق،

Marfat.com

يَقُولُ إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا۔

انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، وہ ہمیں حدیث بیان کر رہے تھے، جب انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ طبعاً فحش گو تھے اور نہ تکلفاً، اور آپ فرماتے تھے: تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق تم میں سے سب سے اچھے ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۵۵۹، ۳۷۵۹، ۶۰۲۹، ۶۰۳۵ صحیح مسلم: ۲۳۲۱ سنن ترمذی: ۱۹۷۵، مسند احمد: ۶۴۶۸)

صحیح البخاری: ۶۰۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے والد حفص بن غیاث النخعی الکوفی سے روایت کرتے ہیں جو وہاں کے قاضی تھے، اور وہ روایت کرتے ہیں از سلیمان الاعمش از شقیق بن سلمہ از مسروق بن الاجدع۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

حُسنِ اخلاق کے متعلق متعدد احادیث

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومنوں میں از روئے ایمان کے کامل ترین وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ اس حدیث کی ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومنوں میں سے کامل ترین وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کو حسن کہا ہے۔

(۳) امام حاکم نے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۴) امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن میرے نزدیک تم سب سے زیادہ محبوب اور تم سب سے زیادہ میری مجلس کے قریب وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق تم سب سے اچھے ہوں گے۔ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

(۵) امام ابن حبان اور امام طبرانی اور امام حاکم نے حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۶۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان نے

Marfat.com

جَائَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِبُرْدَةٍ فَقَالَ سَهْلٌ لِلْقَوْمِ أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ فَقَالَ الْقَوْمُ هِيَ الشَّمْلَةُ فَقَالَ سَهْلٌ هِيَ شَمْلَةٌ مَنْسُوجَةٌ فِيهَا حَاشِيَتُهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَكْسُوكَ هَذِهِ فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَلَبِسَهَا فَرَآهَا عَلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الصَّحَابَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَحْسَنَ هَذِهِ فَاكْسُنِيهَا فَقَالَ نَعَمْ فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ ﷺ لَامَهُ أَصْحَابُهُ قَالُوا مَا أَحْسَنْتَ حِينَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَهَا مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ إِيَّاهَا وَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّهُ لَا يُسْأَلُ شَيْئًا فَيَمْنَعَهُ فَقَالَ رَجَوْتُ بَرَكَتَهَا حِينَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ ﷺ لَعَلِّي أُكَفَّنُ فِيهَا۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس بردہ لے کر آئی، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے؟ صحابہ نے کہا: بردہ تہبند کو کہتے ہیں، تو حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں ایسا تہبند جس میں حاشیہ بُنا ہوا ہوتا ہے، تو اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو یہ تہبند پہناؤں گی، تو نبی ﷺ نے وہ تہبند لے لیا در اں حالیکہ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی، پھر آپ نے اس کو پہن لیا، پھر صحابہ میں سے ایک مرد نے آپ پر اس تہبند کو دیکھا تو کہا: یارسول اللہ! یہ کتنا خوبصورت ہے، یہ آپ مجھے پہنا دیجئے، آپ نے فرمایا: اچھا! پس جب نبی ﷺ (جانے کے لیے) کھڑے ہو گئے تو صحابہ نے اس مرد کو ملامت کی، انہوں نے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا جب تم نے دیکھ لیا تھا کہ نبی ﷺ نے وہ تہبند لے لیا ہے اور آپ کو اس کی ضرورت بھی ہے، پھر تم نے نبی ﷺ سے اس کا سوال کیا اور تم کو معلوم ہے کہ نبی ﷺ سے جس چیز کا سوال کیا جائے تو آپ اس کو منع نہیں کرتے، اس مرد نے کہا: مجھے اس تہبند کی برکت کی توقع تھی جب نبی ﷺ نے اس کو پہن لیا، شاید میں اس تہبند میں کفن دیا جاؤں۔

(صحیح بخاری: ۱۲۷۷، ۲۰۹۳، ۵۸۱۰، ۶۰۳۶، سنن نسائی: ۵۳۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۵، مسند احمد: ۲۲۳۱۸)

صحیح البخاری: ۶۰۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "حسنِ اخلاق اور سخاوت" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ کو ایک تہبند کی ضرورت تھی، آپ اسے پہن چکے تھے، پھر بھی ایک مرد نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے وہ تہبند اسے عطا کر دیا، یہ آپ کا حسن اخلاق بھی ہے اور آپ کی سخاوت بھی۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوغسان کا ذکر ہے، یہ محمد بن مطرف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو حازم کا ذکر ہے، یہ سلمہ بن دینار ہیں۔

بردہ اور شملہ کے معنی

بُردہ اس سیاہ چوکور چادر کو کہتے ہیں جس کو عرب پہنتے ہیں، اور شملہ اس چادر کو کہتے ہیں جس کو بطور تہبند کے باندھا جاتا ہے۔ اور حدیث میں بردہ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ چادر جس کے حاشیے بُنے ہوئے ہوں، علامہ داؤدی نے کہا ہے: بُردہ اون سے بُنی ہوئی چادر ہوتی ہے اور سوت سے بنی ہوئی ہوتی ہے، اور چھوٹی بھی ہوتی ہے جیسے چھوٹا تہبند اور کبیر بھی ہوتی ہے جیسے بڑی چادر۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے خبر دی حمید بن عبدالرحمٰن نے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ قریب ہوتا جائے گا اور عمل کم ہوتے جائیں گے، اور بخل گرا دیا جائے گا اور ھرج بہت زیادہ ہوگا، پوچھا: ہرج کیا ہے؟ فرمایا: قتل، قتل۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷، سنن ابوداؤد: ۴۲۵۵، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۲، مسند احمد: ۷۱۴۶)

صحیح البخاری: ۶۰۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "حسن اخلاق اور سخاوت" اور اس حدیث میں ذکر ہے بخل کو گرا دیا جائے گا، اور بخل کا گرنا سخاوت کو مستلزم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، وہ الحکم بن نافع ہیں۔

زمانہ کے قریب ہونے کا معنی

علامہ خطابی نے کہا: اس سے مراد ہے قیامت کے آنے کا قرب، یعنی جب قیامت قریب ہوگی تو عمل کم ہو جائیں گے اور بخل بھی کم ہو جائے گا اور قتل زیادہ ہوگا، یا اس سے مراد ہے کہ زمانہ کی مدت جو عادتاً ہے، وہ اس سے کم ہوگی اور یہ بھی قیامت کی علامات

Marfat.com

میں سے ہے جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا، یا عمروں کے زمانے کم ہو جائیں گے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ لوگ عبادات کم کریں گے کیونکہ دنیا میں ان کی مشغولیت زیادہ ہوگی، اور کبھی اس کا معنی یہ ہے کہ امانات میں خیانات کا ظہور ہوگا۔ اور قاضی بیضاوی نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زمانہ کے قریب ہونے سے مراد یہ ہو کہ جلدی جلدی حکومتیں آ کر ختم ہوں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور عمل کم ہوں گے" اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے کہ علم کم ہوگا اور یہی معروف ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "الشح کو گرا دیا جائے گا" الشح کا معنی بخل ہے اور کہا گیا ہے کہ ان میں فرق ہے، الشح اس بخل کو کہتے ہیں جس میں حرص ہو، پس یہ بخل سے زیادہ خاص ہے۔

اس حدیث میں "ھرج" کا ذکر ہے اور اس کا معنی قتل بتایا ہے، یہ حبشی زبان کا لفظ ہے، ابن فارس نے کہا: ھرج سے مراد فتنہ اور اختلاط ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۸۔۱۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ سَمِعَ سَلَّامَ بْنَ مِسْكِينٍ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا يَقُولُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رضی اللہ عنہ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ وَلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا أَلَّا صَنَعْتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے سلام بن مسکین سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے ثابت سے سنا، وہ کہتے تھے: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے دس سال نبی ﷺ کی خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ سے اُف نہیں فرمایا اور نہ یہ فرمایا: تم نے یہ کام کیوں کیا، اور نہ یہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟

(صحیح بخاری: ۲۷۶۸، ۶۰۳۸، ۶۹۱۱ صحیح مسلم: ۲۳۰۹، سنن ترمذی: ۲۰۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۷۳، مسند احمد: ۱۱۵۷۷)

صحیح البخاری: ۶۰۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "حسن خلق اور سخاوت" اور اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی، آپ نے کبھی مجھے اُف نہیں فرمایا اور یہ حُسن اخلاق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلام بن مسکین، یہ الئمری ہیں۔ اور ثابت کا ذکر ہے، وہ البنانی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "عشر سنین"، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کی خدمت نو سال کی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں آنے کے چند مہینے

Marfat.com

بعد آپ کی خدمت کی، تو یہ مدت نو سال اور چند مہینے ہے، تو جس روایت میں نو سال کا ذکر ہے اس میں چند مہینوں کو ترک کر دیا ہے، اور جس روایت میں دس سال کا ذکر ہے اس میں چند مہینوں کو ملا کر دس سال کر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فما قال لی أف'' اُف ایسی آواز ہے کہ جس کو انسان اس وقت نکالتا ہے جب اس کو کسی چیز سے تکلیف ہو یا وہ اس چیز کو ناپسند کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا لما صنعتَ؟'' یعنی میں نے جس کام کو نہ کیا ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا، اور میں جس کام کو کرتا اس کے متعلق آپ یہ نہ فرماتے کہ تم نے یہ کام کیوں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۰۔ بَابٌ: كَيْفَ يَكُونُ الرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ — مرد کو اپنے گھر میں کس طرح رہنا چاہیے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ مرد کو اپنے گھر میں کس طرح رہنا چاہیے، یعنی وہ گھر میں اپنے کام کس طرح کرے، گھر والوں کے کام کس طرح کرے جیسا کہ اس باب کی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۳۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي أَهْلِهِ قَالَتْ كَانَ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از الاسود، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ گھر کے کام کاج کرتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۶۷۶، ۵۳۶۳، ۶۰۳۹، سنن ترمذی: ۲۴۸۹، مسند احمد: ۲۴۷۰۶)

صحیح البخاری: ۶۰۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''مرد کو گھر میں کس طرح رہنا چاہیے'' اس عنوان میں ابہام تھا، اور حدیث نے اس ابہام کو دور کر دیا یعنی مرد کو گھر میں رہ کر گھر کے کام کاج کرنے چاہئیں اور نماز کے وقت مسجد میں جا کر نماز پڑھنی چاہیے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''مهنة'' کا ذکر ہے اور اس کی تفسیر کی ہے: گھر والوں کی خدمت کرنا۔ اور ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کپڑا سی لیتے تھے، اپنی جوتی کی مرمت کر لیتے تھے، اور جو مرد گھر میں کام کرتے ہیں، وہ سب کام کرتے تھے۔ اس حدیث کی امام احمد نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام احمد نے از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشروں میں سے ایک بشر تھے، آپ اپنے کپڑوں میں جوئیں دیکھ لیتے تھے اور بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنے ذاتی کام خود کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا جوؤں سے پاک صاف ہونا

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو روایت ذکر کی ہے، اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ اپنے کپڑوں میں سے جوئیں دیکھ لیتے تھے، سو اس روایت کے یہ الفاظ صحیح نہیں ہیں۔ جوئیں کپڑوں میں اس وقت پڑتی ہیں جب انسان میلا کچیلا رہے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے، تو اس کے میل سے اور پسینے سے جوئیں پیدا ہوتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر صاف اور نظیف تھے اور آپ دوسروں کو بھی صاف اور نظیف رہنے کی تلقین کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کر لیا کرو، اور آپ کا پسینہ خوشبودار تھا، اور آپ کا بدن پاک اور صاف تھا، تو آپ کے جسم میں جوؤں کے پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس لیے عمرہ کی یہ روایت درایتاً صحیح نہیں ہے اور امام احمد نے اس کی روایت کرتے وقت اور علامہ عینی نے اس روایت کا حوالہ دیتے وقت زیادہ غور و فکر نہیں کیا ورنہ وہ یہ الفاظ روایت نہ کرتے۔ (سعیدی غفرلہ)

۴۱۔ بَابُ: الْمِقَةِ مِنَ اللهِ تَعَالٰی — اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کا ہونا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''المقة'' اصل میں الوِمق ہے، اس کا معنی محبت ہے، صرفی قانون کے تحت واؤ گر گئی تو یہ المقة ہو گیا جیسے وعد سے عدۃ ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِذَا أَحَبَّ اللهُ عَبْدًا نَادَى جِبْرِيلَ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل کو ندا فرماتا ہے کہ بے شک اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے

الْقَبُولُ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ۔

محبت کرو۔ پس حضرت جبریل اس سے محبت کرتے ہیں، پھر حضرت جبریل آسمان والوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو، پھر آسمان والے بھی اس بندے سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت کو رکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۲۰۹، ۶۰۴۰، ۷۴۸۵، صحیح مسلم: ۲۶۳۷، سنن ترمذی: ۳۱۶۱، مسند احمد: ۱۰۲۹۶)

صحیح البخاری: ۶۰۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن علی، یہ ابن بحر ابو حفص الباہلی البصری الصیرفی ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو عاصم کا ذکر ہے، یہ الضحاک بن مخلد النبیل البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن جریج کا ذکر ہے، وہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی اهل السماء'' اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے ''سات آسمانوں کے اہل میں نداء کرتے ہیں''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''القبول'' یعنی بندوں کے قلوب اس کو قبول کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کی محبت ہوتی ہے اور وہ اس سے راضی ہوتے ہیں، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی محبت اللہ عزوجل کی محبت کی علامت ہے۔ اور جس کو مسلمان اچھا سمجھتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے، اور اللہ کی محبت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ اس کے لیے خیر کا ارادہ کرتا ہے، اور ملائکہ کی محبت کا معنی ہے کہ فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں، اور اس کے لیے دنیا اور آخرت کی خیر کا ارادہ کرتے ہیں، اور ان کا دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور یہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے محبوبِ الٰہی ہونے کی دلیل

میں کہتا ہوں کہ بندوں کا کسی سے محبت کرنا اس کی دلیل ہے کہ اللہ اس بندے سے محبت کرتا ہے، اب تمام دنیا کے مسلمان حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت فرماتا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۴۲۔ بَابُ: الْحُبِّ فِي اللهِ — اللہ تعالیٰ کے سبب سے محبت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سبب سے محبت کرنی چاہیے جس میں نہ دکھاوا ہو نہ خواہشِ نفس ہو۔

۶۰۴۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَجِدُ أَحَدٌ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَحَتَّى أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللهُ وَحَتَّى يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک کوئی شخص ایمان کی مٹھاس نہیں پائے گا حتیٰ کہ جس مرد سے محبت کرے تو اس سے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے حتیٰ کہ اس کو آگ میں ڈالا جانا اس سے زیادہ پسند ہو کہ وہ کفر کی طرف لوٹے جب کہ اللہ نے اس کو کفر سے نجات دے دی، حتیٰ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔

(صحیح بخاری:۱۶، ۲۱، ۶۰۴۱، ۶۹۴۱، صحیح مسلم:۴۳، سنن نسائی:۵۰۱۹، سنن نسائی:۴۹۸۹، سنن ابن ماجہ:۴۰۳۳، مسند احمد:۱۱۵۹۱)

صحیح البخاری:۶۰۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''اللہ تعالیٰ کے سبب سے محبت کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ مرد جس سے بھی محبت کرے، اس سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، اور یہ آدم بن ابی ایاس ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان میں ''باب حب رسول اللہ ﷺ من الایمان'' میں گزر چکی ہے اور اس کی مفصل شرح وہاں ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حلاوۃ الایمان''، ایمان کو شہد کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ مشابہت یہ ہے کہ شہد کی طرف بھی دل کا میلان ہوتا ہے اور ایمان کی طرف بھی دل کا میلان ہوتا ہے۔ اور ایمان کی طرف اس چیز کی نسبت کی جو شہد کے خواص میں سے ہے، سو یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ محبت تو امرِ طبعی ہے، انسان کے اختیار کے تحت داخل نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں محبتِ عقلی مراد ہے، محبت عقلی کی تعریف یہ ہے کہ عقل جس کا تقاضا کرے اور اس کو ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے، اگرچہ یہ اس کی خواہش کے خلاف ہے جیسا کہ مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے اور اپنی عقل سے دوا کو اختیار کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا جائز ہے اور کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے ''احب الیه مما سواهما'' یعنی اللہ اور اس کا رسول اس کو ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ایک خطیب نے کہا: جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوگیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم برے خطیب ہو، تو ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ یعنی دونوں میں اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کیا گیا ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے یہ کہا: جس نے اللہ اور اس کے رسول کی معصیت کی وہ گمراہ ہوا، اس سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ جس نے ان دونوں کی معصیت کی وہ گمراہ ہوا، حالانکہ ان میں سے ایک کی معصیت بھی گمراہی ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خطیب کے متعلق فرمایا کہ تم برے خطیب ہو۔ یعنی اس کے برے خطیب ہونے کی یہ وجہ نہیں ہے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کیا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں کی نافرمانی کرنا گمراہی ہے حالانکہ ان میں سے ایک کی نافرمانی کرنا بھی گمراہی ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا ''حتیٰ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں''، سو آپ نے بھی اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کیا ہے لیکن آپ کے متعلق کوئی یہ گمان نہیں کرے گا کہ آپ ان دونوں کو برابر سمجھتے ہیں، لیکن اور کوئی شخص جب کہے گا تو یہ گمان ہوگا کہ شاید یہ اللہ اور اس کے رسول کو برابر سمجھتا ہے، اس لیے دونوں کو ایک ضمیر میں جمع کیا ہے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا جائز ہے اور آپ کے سوا کسی اور کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۳۔ باب:

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (الحجرات: ۱۱)

۴۳۔ باب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے بلاؤ، ایمان کے بعد فاسق کہلانا کتنا برا نام ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں ۝

Marfat.com

آیت مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے: یعنی مسلمان ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیں، یعنی ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جس کو وہ طعنہ دے رہے ہوں وہ ان سے اللہ کے نزدیک بہتر ہو، کیونکہ بعض صحابہ نے فقراء صحابہ کے فقر کی وجہ سے ان کو طعنہ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے طعنہ دیا، اور حضرت صفیہ بنت حیی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، پس کہا کہ عورتیں مجھ کو عار دلاتی ہیں اور کہتی ہیں اے یہودیہ بنت یہودیین، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ میرے باپ ہارون ہیں اور میرے چچا موسیٰ ہیں اور میرے خاوند محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی "وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" (اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو۔ (الحجرات:۱۱) اور "اللمز" کا معنی ہے: طعنہ دینا اور زبان سے کسی کو مارنا، اور اس کا معنی یہ ہے کہ تم جو ایک دوسرے کو طعنہ دیتے ہو، یہ نہ کرو۔ کیونکہ جس نے اس کو طعنہ دیا جو اس طعنہ کا مستحق نہیں تھا تو گویا اس نے حقیقۃً اپنے آپ کو طعنہ دیا اور اس آیت میں "تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ" سے منع فرمایا ہے اور "نبز" سے مراد ہے برا لقب، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ ایک دوسرے کو القاب سے پکارتے ہیں تو کہا گیا: یا رسول اللہ! یہ لوگ القاب سے پکارنے کو برا جانتے ہیں یعنی برے لقب سے پکارنے کو، لیکن وہ لقب جو اچھا ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسے حضرت ابو بکر کو عتیق کہا جاتا ہے، حضرت عمر کو فاروق، حضرت عثمان کو ذوالنورین، اور حضرت علی کو ابو تراب اور حضرت خالد کو سیف اللہ (رضی اللہ عنہم)۔

اور فرمایا "بئس لاسم الفسوق" یعنی برے لقب سے پکارنا بہت برا ہے جیسے کسی کو یا یہودی یا یا نصرانی کہا جائے حالانکہ وہ ایمان لا چکا ہو۔ اور جس نے اس برے لقب کے ساتھ پکارنے سے توبہ نہیں کی تو وہی لوگ ظالم ہیں، یعنی وہ اپنے نفس کو ضرر پہنچا رہے ہیں اپنی معصیت کی وجہ سے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۱۔ ۱۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۲۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَضْحَكَ الرَّجُلُ مِمَّا يَخْرُجُ مِنَ الْأَنْفُسِ وَقَالَ بِمَ يَضْرِبُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ ضَرْبَ الْفَحْلِ ثُمَّ لَعَلَّهُ يُعَانِقُهَا وَقَالَ الثَّوْرِيُّ وَوُهَيْبٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ جَلْدَ الْعَبْدِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از عبداللہ بن زمعہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کسی کی ہوا خارج ہونے کی بناء پر اس پر ہنسے، اور آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص اپنی بیوی کو سانڈ یا اونٹ کی طرح مارتا ہے اور پھر شاید اس کو (بعد میں) گلے لگائے گا۔

اور ثوری اور وہیب اور معاویہ نے کہا از ہشام: یعنی غلام کی طرح مارتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۸۵۵، سنن ترمذی: ۳۳۴۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۳، مسند احمد: ۱۵۷۸۸، سنن دارمی: ۲۲۲۰)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۰۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی آیت کریمہ کے ساتھ مناسبت

اس حدیث کی اس آیت کریمہ کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ آیت کریمہ میں کسی مسلمان پر ہنسنے اور اس کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا ہے، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی ہوا خارج ہونے کی بناء پر اس کا مذاق نہ اڑائے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" مما یخرج من الانفس" یعنی جو چیز انسان سے خود اس کے اختیار کے بغیر خارج ہوتی ہے اور وہ چیز سب لوگوں میں مشترک ہے، اس پر کسی کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۲۔ ۱۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِمِنًى أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ هَذَا يَوْمٌ حَرَامٌ أَفَتَدْرُونَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ أَتَدْرُونَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهْرٌ حَرَامٌ قَالَ فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد بن زید نے خبر دی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منیٰ میں فرمایا: کیا تم جانتے ہو آج کونسا دن ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ یوم حرام ہے، کیا تم جانتے ہو یہ کونسا شہر ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ شہر حرام ہے۔ (آپ نے پوچھا): کیا تم جانتے ہو یہ کونسا مہینہ ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: یہ مہینہ حرام ہے۔ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تم پر تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو اس طرح حرام کر دیا ہے جس طرح تمہارے آج کے دن میں اور تمہارے اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں حرمت ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۴۲، ۴۴۰۳، ۶۰۴۳، ۶۱۶۶، ۶۷۸۵، ۶۸۶۸، ۷۰۷۷، سنن ابوداؤد: ۱۹۴۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۸، مسند احمد: ۱۵۴۵۶)

صحیح البخاری: ۶۰۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی آیت کریمہ کے ساتھ مناسبت

الحجرات: ۱۱ میں بھی مسلمانوں کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا ہے، یعنی ان کی عزتوں کے خلاف کوئی بات نہ کہی جائے۔ اور اس حدیث میں بھی فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ای یوم ھذا؟'' اور یہ منیٰ کا دن ہے، اور شہر مکہ ہے اور مہینہ ذوالحجہ کا ہے، اور یہ مہینہ حرمت والے مہینوں میں سے ہے۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اعراضکم'' یہ عرض کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: عزت، کیونکہ مسلمان کی عزت کے خلاف کوئی بات کہنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۴۔ بَابٌ: مَا يُنْهَى عَنْهُ مِنَ السِّبَابِ وَاللَّعْنِ — گالیاں دینے اور لعنت کرنے سے ممانعت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

سباب، سب کی جمع ہے، یا یہ پھر باب مفاعلہ ہے اور اس کا معنی ہے: سب وشتم کرنا، یعنی کسی انسان کا ذکر عیب کے ساتھ کرنا، اور لعن کا معنی ہے: اللہ عزوجل کی رحمت سے دور کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۳۔ ۱۹۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۴۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ تَابَعَهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور، انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور مسلمان سے قتال کرنا کفر ہے۔

سلیمان بن حرب کی متابعت غندر نے کی ہے از شعبہ۔

(صحیح البخاری: ۴۸، ۶۰۴۴، ۷۰۷۶، صحیح مسلم: ۶۴، سنن ترمذی: ۲۶۳۵، سنن نسائی: ۴۱۰۵، سنن ابن ماجہ: ۶۹، مسند احمد: ۳۶۴۹)

صحیح البخاری: ۶۰۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابووائل، یہ شقیق بن سلمہ ہیں۔

Marfat.com

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فسوق" فسق کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے خارج ہونا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وقتاله کفر" یعنی مسلمان سے لڑنا حقوقِ مسلمین کی ناشکری ہے۔ اور اگر وہ حلال سمجھ کر مسلمان سے قتال کرے تو پھر یہ کفر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدِّيلِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از الحسین از عبداللہ بن بریدہ، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن یعمر نے حدیث بیان کی کہ ابوالاسود دیلی نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ، انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو مرد بھی کسی دوسرے مرد پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے گا تو اگر اس کا صاحب اس تہمت کا مصداق نہیں ہے تو وہ فسق یا کفر تہمت لگانے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

(صحیح بخاری: ۳۵۰۸، ۶۰۴۵، صحیح مسلم: ۶۱، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۹، مسند احمد: ۲۰۹۵۴)

صحیح البخاری: ۶۰۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابومعمر، یہ عبداللہ بن عمرو المقعدی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالوارث کا ذکر ہے، یہ ابن سعید ہیں۔ اور الحسین کا ذکر ہے، یہ المعلم ہیں۔ اور عبداللہ بن بریدہ کا ذکر ہے، یہ ابن حسیب الاسلمی ہیں جو مرو کے قاضی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن یعمر کا ذکر ہے، یہ بھی مرو کے قاضی ہیں۔ اور ابوالاسود کا ذکر ہے، یہ ظالم بن عمرو الدولی ہیں، یہ جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے بصرہ کے والی ہوئے اور وہیں ان کی وفات ہوئی، یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے علمِ نحو میں کلام کیا۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوذر کا ذکر ہے، ان کا نام جندب بن جنادہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یرمی رجل رجلا بالفسوق" یعنی جو شخص بھی دوسرے کی طرف فسق کی نسبت کرے گا، یعنی اسے کہے گا: یا فاسق یا کفر کی نسبت کرے یا بایں طور کہے گا: یا کافر۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الا ارتدت علیه" یعنی اس کا فاسق کہنا اسی کی طرف لوٹ آئے گا یا اس کا کافر کہنا اسی کی طرف

Marfat.com

لوٹ آئے گا۔

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے: جس نے کسی مرد کو کفر کے ساتھ پکارا، یا کہا: اللہ کا دشمن اور وہ اس طرح نہیں تھا تو اس کا یہ قول کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس نے دوسرے شخص سے کہا: تم فاسق ہو، یا کہا: اے فاسق یا کہا: تم کافر ہو یا کہا: اے کافر، تو اگر وہ شخص اس طرح نہیں ہے تو کہنے والے کی طرف یہ اوصاف لوٹ آئیں گے۔

لیکن اس میں تفصیل ہے، اگر اس کا قصد یہ کہنے سے اس کی خیر خواہی تھی یا اس کے حال کا بیان کرنا تھا تو یہ جائز ہے، اور اگر اس کا قصد اس کو عار دلانا اور مذمت کرنا تھا یا محض اس کو ایذاء پہنچانا تھا تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے عیوب کو چھپائیں اور خیر خواہی سے نصیحت کریں۔

علامہ نووی نے کہا ہے: اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ ''اگر وہ اس کا مستحق نہیں ہے تو وہ کفر یا فسق کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا'' اس رجوع کی تاویل میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اگر اس نے جائز اور حلال سمجھ کر اسے کافر کہا تو اس کی طرف کفر لوٹ آئے گا، اور یہ اس حدیث کے سیاق و سباق سے بعید ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث خوارج پر محمول ہے کیونکہ وہ مومنین کو کافر کہتے تھے۔ اسی طرح قاضی عیاض نے امام مالک سے نقل کیا ہے اور یہ ضعیف ہے، اس لیے کہ اکثرین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ خوارج اپنی بدعت کی وجہ سے کافر نہیں ہیں۔

اور زیادہ صحیح اور راجح یہی ہے کہ جس نے کسی ایسے شخص کو کافر کہا جس کا اسلام معروف تھا اور اس کے اسلام میں کوئی شبہ بھی نہیں تھا اور کسی شخص نے اس کو کافر کہا تو کہنے والا کافر ہو جائے گا اور یہی اس حدیث کا معنی ہے کہ اس کی طرف اس کی تکفیر لوٹ آئے گی۔ پس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس کی طرف تکفیر لوٹ آئے گی نہ کہ کفر، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو بھی کافر کہا ہے کیونکہ وہ بھی اسی کی مثل ہے، یعنی جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا اور وہ خود بھی مسلمان ہے تو اس کی تکفیر اسی کی طرف لوٹ آئے گی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ دو میں سے ایک کا کفر واجب ہو جائے گا، یعنی اگر واقع میں وہ کافر نہیں ہے تو کہنے والے کی طرف اس کی تکفیر لوٹ آئے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۴۔ ۱۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا وَلَا سَبَّابًا كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ مَا لَهُ تَرِبَ جَبِينُهُ۔

(صحیح البخاری: ۶۰۳۱، ۶۰۴۶، مسند احمد: ۱۱۸۶۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحش کلام کرنے والے نہ تھے اور نہ لعنت کرنے والے تھے، اور نہ کسی کو برا کہنے والے تھے، آپ غصہ کے وقت صرف اتنا فرماتے: اسے کیا ہوا، اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

یہ حدیث عنقریب اس باب میں گزر چکی ہے ''باب لم یکن النبی ﷺ فاحشا ولا متفحشا'' اور وہاں اس حدیث کی

Marfat.com

شرح کی جا چکی ہے۔

٦٠٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى مِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ فَهُوَ كَمَا قَالَ وَلَيْسَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی قلابہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن الضحاک اصحاب شجرہ میں سے تھے، انہوں نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہ قسم کھائی کہ اگر اس نے فلاں کام کیا تو وہ اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر ہوگا، تو اسی طرح ہوگا جس طرح اس نے کہا ہے، اور جس چیز کا ابن آدم مالک نہیں ہے، اس کی اس میں نذر صحیح نہیں ہے اور جس نے اپنی جان کو دنیا میں کسی چیز سے قتل کیا، اسے اسی چیز کے ساتھ قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور جس نے کسی مومن کو لعنت کی، تو وہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو یہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۳۶۳، ۴۱۷۱، ۴۸۴۳، ۶۰۴۷، ۶۱۰۵، ۶۶۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۰، سنن ترمذی: ۱۵۴۳، سنن نسائی: ۳۷۷۰، سنن ابوداؤد: ۳۲۵۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۸، مسند احمد: ۱۵۹۵۷)

صحیح البخاری: ۶۰۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے گالیاں دینے اور لعنت کرنے کی ممانعت، اور اس حدیث میں مذکور ہے جس نے کسی مومن کو لعنت کی تو وہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے۔ اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن بشار، یہ ابن عثمان البصری ہیں، ان کا لقب بندار ہے اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان بن عمر، یہ ابن فارس البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو قلابہ، یہ عبد اللہ بن زید الجرمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ثابت بن الضحاک، یہ الاشہلی الانصاری ہیں اور یہ اصحاب شجرہ میں سے ہیں یعنی حدیبیہ میں بیعتِ رضوان جس درخت کے نیچے لی گئی تھی، اس درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے پانچ احکام

(۱) اس حدیث میں غیر ملتِ اسلام پر حلف اٹھانے کی ممانعت ہے، اس کی دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے کافروں کے طریقہ پر مثلاً لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو وہ ایسا ہی ہوگا یعنی وہ غیر ملتِ اسلام پر ہوگا، کیونکہ بت کی قسم کھانا اس بت کی تعظیم ہے اور بت کی تعظیم کرنا کفر ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی مرد نے قسم کھائی کہ اگر اس نے اس طرح کام کیا تو وہ یہودی ہے، سو وہ اسی طرح یہودی ہوگا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے ڈرانے اور دھمکانے کے لیے قسم کھائی ہو۔

(۲) جو چیز انسان کی ملکیت میں نہ ہو، اس کی نذر جائز نہیں ہے، مثلاً کسی شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ نے میرے مریض کو شفاء دے دی تو اللہ کی رضا کے لیے میں فلاں آدمی کے غلام کو آزاد کردوں گا۔

(۳) خودکشی کے متعلق، یعنی انسان جس چیز سے خودکشی کرے گا، اس کو اسی چیز کی جنس سے قیامت کے دن عذاب دیا جاتا رہے گا۔

(۴) جو شخص کسی مومن پر لعنت کرے تو اس کا گناہ اس کے قتل کرنے کے برابر ہے، کیونکہ لعنت کرنے والا اس کو آخرت کے منافع سے منقطع کرتا ہے۔

(۵) مومن پر کفر کی تہمت لگانا، مثلاً کوئی انسان کسی مومن کو کہے: اے کافر یا کہے: تم کافر ہو، تو اس کا گناہ اس کو قتل کرنے کے برابر ہے، کیونکہ قاتل مقتول کو دنیا کے منافع سے منقطع کرتا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ کفر کی تہمت لگانے سے قتل نہیں کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۸۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَغَضِبَ أَحَدُهُمَا فَاشْتَدَّ غَضَبُهُ حَتَّى انْتَفَخَ وَجْهُهُ وَتَغَيَّرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يَجِدُ فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ فَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ تَعَوَّذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَقَالَ أَتُرَى بِي بَأْسٌ أَمَجْنُونٌ أَنَا اذْهَبْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن صُرَد سے سنا جو نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ایک مرد ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے سامنے دو مردوں نے ایک دوسرے کو برا کہا۔ پس ان دونوں میں سے ایک غضبناک ہوگیا اور اس کا غضب بہت شدید ہوگیا حتیٰ کہ اس کا چہرہ پھول گیا اور متغیر ہوگیا، تب نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میں ضرور ایسا کلمہ جانتا ہوں، اگر یہ وہ کلمہ کہتا تو اس کا وہ غیظ و غضب دور ہوجاتا جس کو یہ پا رہا ہے، سو ایک مرد اس کے پاس گیا اور اس کو نبی ﷺ کے ارشاد کی خبر دی اور کہا: ''تم شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو''۔ اس شخص نے کہا: کیا تمہارے

Marfat.com

خیال میں مجھے کوئی بیماری ہے یا میں پاگل ہوں، جاؤ اپنا کام کرو۔

(صحیح بخاری: ۳۲۸۲، ۶۰۴۸، ۶۱۱۵، صحیح مسلم: ۲۶۱۰، سنن ترمذی: ۳۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۴۷۸۱، مسند احمد: ۲۱۶۰۶)

صحیح البخاری: ۶۰۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمر بن حفص کا ذکر ہے، وہ اپنے والد حفص بن غیاث الکوفی سے روایت کرتے ہیں جو وہاں کے قاضی تھے، اور اس حدیث کی سند میں الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان ہیں۔ اور حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ الخزاعی الکوفی اور صحابی ہیں، اور ان کا نام زمانہ جاہلیت میں یسار تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام سلیمان رکھ دیا۔ یہ کوفہ میں رہے اور وہاں عین الوردہ نامی جگہ میں ان کو شہید کر دیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کو ایک جنگ میں قتل کیا گیا جو عبید اللہ بن زیاد کے لشکر کے ساتھ تھی اور ان کا سر مروان بن الحکم کے پاس پہنچایا گیا، اس وقت ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی انتفخ وجهه'' اور اس سے پہلی روایت میں مذکور ہے کہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی رگیں پھول گئیں، اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور اس کی رگیں پھول گئیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بی باس'' یعنی کیا تمہارے گمان میں مجھے کوئی بیماری ہے یا میں پاگل ہوں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اذهب'' یعنی جس مرد کو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اس نے کہا: جاؤ اپنا کام کرو۔

علامہ نووی نے کہا ہے: یہ اس شخص کا کلام ہے جس کو اللہ کے دین کی سمجھ نہ ہو، اور جو یہ نہ جانتا ہو کہ غضب شیطان کے نوچنے کی وجہ سے آتا ہے، اور اس نے یہ وہم کیا تھا کہ اعوذ باللہ پڑھنا صرف پاگلوں کے ساتھ مختص ہے اور شاید وہ عرب کے جفا کار لوگوں میں سے تھا۔ یا کہا جاتا ہے کہ وہ شخص کافر تھا یا منافق تھا، یا شدتِ غضب نے ہر چیز کو اعتدال سے نکال دیا حتیٰ کہ جو اس کی خیر خواہی سے اس کو نصیحت کی گئی تھی وہ بھی اعتدال سے نکل گئی۔ اور امام ابوداؤد نے عطیہ سعدی سے روایت کی ہے کہ غضب شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۴۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لِيُخْبِرَ النَّاسَ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَإِنَّهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی از حمید، انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: مجھے عبادہ بن الصامت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تا کہ لوگوں کو لیلۃ القدر کی خبر دیں تو دو

Marfat.com

رُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ۔

مسلمان آپس میں لڑے، نبی ﷺ نے فرمایا: میں نکلا تھا تا کہ تم کو خبر دوں، پس فلاں اور فلاں لڑے اور لیلۃ القدر کی تعیین اٹھالی گئی، اور ہوسکتا ہے کہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو، پس تم لیلۃ القدر کو تلاش کرو انتیسویں رات میں، ستائیسویں رات میں اور پچیسویں رات میں۔

(صحیح البخاری: ۴۹، ۲۰۲۳، ۶۰۴۹، مسند احمد: ۲۲۱۶۴، موطا امام مالک: ۷۰۵، سنن دارمی: ۱۷۸۱)

صحیح البخاری: ۶۰۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے گالیاں دینے اور لعنت کرنے کی ممانعت، اور اس حدیث میں دو مسلمانوں کے لڑنے کا ذکر ہے، کیونکہ لڑنا اور جھگڑنا عموماً گالیوں کی طرف لے جاتا ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رجلان" یہ دو مرد عبد اللہ بن ابی حدرد اور کعب بن مالک تھے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: حضرت عبد اللہ کا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما پر قرض تھا، اس لیے وہ دونوں لڑ پڑے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رفعت" یعنی لیلۃ القدر کی تعیین میرے دل سے اٹھالی گئی، یعنی میں اس کو بھول گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فالتمسوھا" یعنی اب تم لیلۃ القدر کو رمضان کی انتیسویں میں اور ستائیسویں میں اور پچیسویں میں تلاش کرو جیسا کہ دوسری احادیث میں ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۰۔ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ هُوَ ابْنُ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ رَأَيْتُ عَلَيْهِ بُرْدًا وَعَلَى غُلَامِهِ بُرْدًا فَقُلْتُ لَوْ أَخَذْتَ هَذَا فَلَبِسْتَهُ كَانَتْ حُلَّةً وَأَعْطَيْتَهُ ثَوْبًا آخَرَ فَقَالَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ كَلَامٌ وَكَانَتْ أُمُّهُ أَعْجَمِيَّةً فَنِلْتُ مِنْهَا فَذَكَرَنِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِي أَسَابَبْتَ فُلَانًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَفَنِلْتَ مِنْ أُمِّهِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ قُلْتُ عَلَى حِينِ سَاعَتِي هَذِهِ مِنْ كِبَرِ السِّنِّ قَالَ نَعَمْ هُمْ إِخْوَانُكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از المعرور وہ ابن سوید ہیں از حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ، معرور نے کہا: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر ایک چادر دیکھی اور ان کے غلام پر ایک چادر دیکھی تو میں نے کہا: اگر آپ یہ چادر لے لیتے تو اس کو پہن لیتے تو یہ آپ کا حلہ ہو جاتا اور غلام کو کوئی اور کپڑا دے دیتے، تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے اور ایک مرد (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا، اور اس کی ماں

Marfat.com

جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ أَخَاهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا يُكَلِّفُهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهُ فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ۔

عجمی تھی، تو میں نے اسے اس کی ماں کی طرف سے طعنہ دیا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا ذکر کیا، آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے فلاں کو گالی دی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس کو اس کی ماں کا طعنہ دیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم ایسے مرد ہو جس میں زمانہ جاہلیت کی خصلت ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اس بڑھاپے میں بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یاد رکھو، یہ غلام بھی تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارا ماتحت کر دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ جس کے ماتحت اس کے بھائی کو رکھے اسے چاہیے کہ جو وہ خود کھائے تو اسے بھی کھلائے اور جو خود پہنے اسے بھی پہنائے، اور اسے ایسا کام کرنے کے لیے نہ کہے جو اس کی طاقت میں نہ ہو اور اگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کے لیے کہنا ہی پڑے تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔

(صحیح بخاری: ۳۰، ۲۵۴۵، ۶۰۵۰، صحیح مسلم: ۱۶۶۱، سنن ترمذی: ۱۹۴۵، سنن ابوداؤد: ۵۱۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۰، مسند احمد: ۲۰۹۲۱)

صحیح البخاری: ۶۰۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: گالی دینے کی ممانعت، اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو برا کہا تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، اور وہ ابن غیاث ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اعمش، وہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معرور، وہ ابن سوید ہیں، اور یہ سوید، اسود کی تصغیر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قال" یعنی معرور نے کہا: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر بھی ایک چادر دیکھی اور ان کے غلام پر بھی ویسی ہی چادر دیکھی، تو میں نے کہا: اگر تم اس غلام سے یہ چادر لے لو تو تمہارے پاس ایک قسم کی دو چادریں ہو جائیں گی اور تمہارا حلہ ہو جائے گا اور اس غلام کو کوئی اور کپڑا دے دو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بینی و بین رجل کلام" اس رجل سے مراد ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے اور ان کی ماں کا نام حمامہ ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "فنلت منھا" یعنی میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی ماں کی عزت کے خلاف طعنہ دیا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "جاھلیۃ" یعنی تم نے بلال کو ان کی ماں کا طعنہ دیا، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں کیا مجھ میں اب بھی جہالت ہے؟ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۵۔ بَابٌ: مَا يَجُوزُ مِنْ ذِكْرِ النَّاسِ نَحْوَ قَوْلِهِمُ الطَّوِيلُ وَالْقَصِيرُ

لوگوں کے اوصاف بیان کرنے کا جواز مثلاً فلاں کا طویل قد ہے یا فلاں کا قصیر قد ہے

وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ؟ وَمَا لَا يُرَادُ بِهِ شَيْنُ الرَّجُلِ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذوالیدین کیا کہہ رہا ہے؟ اور جس کے ساتھ مرد کی غیبت کا ارادہ نہ کیا جائے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں کے ایسے اوصاف کا ذکر کرنا جائز ہے جیسے فلاں آدمی کا لمبا قد ہے یا فلاں آدمی کا چھوٹا قد ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ لقب کا ذکر کرنا اگر کسی شخص کی پہچان اور اس کی تعیین کے لیے ہو تو یہ جائز ہے، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا تو حضرت ذوالیدین نے کہا: کیا نماز اب کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)؟ آپ نے پوچھا: ذوالیدین کیا کہہ رہا ہے۔ اور یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں "باب تشبیك الاصابع فی المسجد" میں گزر چکی ہے۔ اور حدیث کے الفاظ میں ہے "اکما یقول ذوالیدین؟" یعنی کیا اسی طرح ہوا ہے جس طرح ذوالیدین نے کہا ہے۔
اور امام بخاری نے دوسری تعلیق میں کہا ہے کہ اس کے ساتھ مرد کی غیبت کا ارادہ نہ کیا جائے، یعنی لوگوں کے اوصاف کو بیان کرنا اس وقت جائز ہے جب ان اوصاف کے ذکر سے کسی مرد کی غیبت کا ارادہ نہ کیا جائے، اور یہ ایک جماعت کا مذہب ہے اور متقدمین میں سے بعض حضرات نے کہا ہے کہ مرد کی وہ صفت بیان کرنا جو اس میں ہو یہ غیبت ہے۔ شعبہ نے کہا: میں نے معاویہ بن قراء کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اگر تمہارے پاس سے کوئی ہاتھ کٹا ہوا شخص گزرے اور تم یہ کہو کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے تو یہ تمہاری طرف سے غیبت ہے، لیکن دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص کا وصف بیان کرنا اس کی تعیین کے لیے اور اس کی پہچان کے لیے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، اور امام بخاری نے جو اس تعلیق کو وارد کیا ہے کہ اس کے ساتھ وہ مرد کی غیبت کا ارادہ نہ کرے اس سے بھی یہی مراد ہے لیکن جب وہ اس لقب کے ساتھ اس کے عیب بیان کرنے کا ارادہ کرے تو پھر جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں اس مرد کی تنقیص ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۸۔ ۱۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۱۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن

Marfat.com

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا وَفِي الْقَوْمِ يَوْمَئِذٍ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ فَقَالُوا قَصُرَتِ الصَّلَاةُ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْعُوهُ ذَا الْيَدَيْنِ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتْ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تَقْصُرْ قَالُوا بَلْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ صَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ۔

عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز کی دو رکعت پڑھائیں، پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔ پھر مسجد کے اگلے حصہ میں لکڑی کا ایک ستون نصب تھا، آپ اس کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے، اور نمازیوں میں اس وقت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، وہ آپ سے بات کرتے ہوئے ڈرے اور لوگ جلدی جلدی مسجد سے نکلنے لگے، پس لوگوں نے کہا کہ نماز اب کم ہو گئی ہے اور نمازیوں میں ایک مرد تھا جس کو نبی ﷺ ذوالیدین کہہ کر بلاتے تھے، انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا آپ بھول گئے یا نماز اب کم ہو گئی؟ آپ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کم ہوئی ہے، اس نے کہا: بلکہ آپ بھول گئے ہیں یارسول اللہ! (ﷺ) آپ نے فرمایا: ذوالیدین نے سچ کہا ہے، پھر آپ کھڑے ہوئے پس آپ نے (مزید) دو رکعت نماز پڑھائی، پھر آپ نے سلام پھیر دیا، پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے پہلے سجدہ کی مثل سجدہ کیا یا اس سے بھی لمبا سجدہ کیا، پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا اور پھر اسی سجدہ کی مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا، پھر اپنا سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا۔

(صحیح بخاری: ۴۸۲، ۷۱۴، ۷۱۵، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۶۰۵۱، ۷۲۵۰، صحیح مسلم: ۵۷۳، سنن ترمذی: ۳۹۹، سنن نسائی: ۱۲۲۴، سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۴، مسند احمد: ۷۱۶۰، موطا امام مالک: ۲۱۰، سنن داری: ۱۴۹۶)

صحیح البخاری: ۶۰۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''لوگوں کا ان کے اوصاف کے ساتھ ذکر کرنا'' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ اس شخص کو ذوالیدین کہتے تھے، کیونکہ وہ شخص اسی صفت کے ساتھ مشہور تھا۔ اسی لیے نبی ﷺ نے اس کو ذوالیدین فرمایا اور اس کا نام خرباق

Marfat.com

تھا۔اور اس کو ذوالیدین کا لقب اس لیے دیا گیا تھا کہ اس کے ہاتھ لمبے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید بن ابراہیم، یہ ابوسعید التستری ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ ابن سیرین ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۹، دارالکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۶۔بَابُ:الْغِيبَةِ

غیبت کرنے کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى:وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحجرات:۱۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اس کو ناپسند کرو گے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا ، بے حد رحم فرمانے والا ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب غیبت کے حرام ہونے کے بیان میں ہے، غیبت کی تعریف یہ ہے کہ انسان کسی شخص کی پیٹھ پیچھے اس کا عیب بیان کرے جس کو اگر وہ شخص سنے تو مغموم ہو اور وہ عیب بھی سچ بیان کرے، لیکن جب وہ جھوٹ بیان کرے گا تو پھر اس کا نام بہتان ہے۔اور کسی کی پیٹھ پیچھے لکھنا یا اشارہ وغیرہ کرنا بھی اسی کے حکم میں ہے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی

امام بخاری نے یہاں پر صرف اس آیت کے ذکر کرنے پر اکتفاء کی ہے، کیونکہ اس آیت میں صراحتاً غیبت سے ممانعت ہے، اور امام بخاری نے عنوان میں یہ نہیں لکھا کہ غیبت کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ امام بخاری نے چغلی کے باب میں چغلی کا حکم بھی لکھا ہے کہ چغلی کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۹۹۔۲۰۰، دارالکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۲۔حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا هَذَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَأَمَّا هَذَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ دَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ فَغَرَسَ عَلَى هَذَا وَاحِدًا وَعَلَى هَذَا وَاحِدًا ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از الاعمش، انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا وہ حدیث بیان کرتے تھے از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان دو قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور ان کو کسی بڑی بات میں عذاب نہیں دیا جا رہا ہے، رہا یہ شخص تو یہ پیشاب کرتے وقت اپنے آپ کو لوگوں سے نہیں چھپاتا تھا، اور رہا

Marfat.com

یہ، تو یہ چغلی کھاتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک تر شاخ منگوائی، اس کے دو ٹکڑے کیے اور آپ نے اس قبر پر بھی شاخ کے ایک ٹکڑے کو گاڑ دیا اور دوسری قبر پر بھی شاخ کے ایک ٹکڑے کو گاڑ دیا، پھر آپ نے فرمایا: شاید کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی جب تک یہ کھجور کی شاخیں خشک نہ ہوں گی۔

(صحیح بخاری:۲۱۶،۲۱۸،۱۳۶۱،۱۳۷۸،۶۰۵۲،۶۰۵۵،صحیح مسلم:۲۹۲،سنن ترمذی:۷۰،سنن نسائی:۲۰۶۸،سنن ابوداؤد:۲۰،سنن ابن ماجہ: ۳۴۷،مسند احمد:۱۹۸۱)

صحیح البخاری:۶۰۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''غیبت'' اور اس حدیث میں ''النمیمة'' یعنی چغلی کا ذکر ہے، علامہ ابن التین نے اس کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ چغلی اور غیبت دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ جس کی چغلی یا غیبت کی جائے، اسے اگر معلوم ہو کہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے تو وہ مغموم ہوگا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ چغلی بھی غیبت کی ایک قسم ہے، کیونکہ جس کی چغلی کی گئی ہے اگر اس کو پتا چل جائے کہ اس کے متعلق کیا کہا گیا ہے تو وہ مغموم ہوگا۔ اسی طرح غیبت سے بھی وہ مغموم ہوتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہو کہ بعض احادیث میں ''نمیمة'' کی جگہ غیبت کا لفظ وارد ہے، کیونکہ امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ دو قبروں پر آئے، پھر اس کے بعد اسی طرح حدیث ہے اور آپ نے فرمایا: رہا ان میں سے ایک تو وہ لوگوں کی غیبت کرتا تھا۔ اس حدیث کی امام احمد نے اور امام طبرانی نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو کسی بڑی بات میں عذاب نہیں دیا جا رہا، اور آپ روئے اور اس حدیث میں ہے ''ان دونوں کو غیبت کرنے اور پیشاب کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے''۔ اور امام احمد اور امام طبرانی نے بھی یعلی بن شبابہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے جس قبر والے کو عذاب دیا جا رہا تھا، تو آپ نے فرمایا: بے شک یہ شخص لوگوں کا گوشت کھاتا تھا (یعنی غیبت کرتا تھا)۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یا تو یہ ابن موسیٰ الحدانی ہیں، اور یا ابن جعفر البلخی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وکیع، یہ ابن الجراح الرؤاسی ابوسفیان الکوفی ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے ہیں اور انہوں نے ان سے بہت احادیث کا سماع کیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطہارۃ کے "باب من الکبائر ان لا یستتر من البول" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یستتر" یعنی یہ شخص قضائے حاجت کے وقت اپنے آپ کو لوگوں سے چھپاتا نہیں تھا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "بالنمیمة" نمیمة کا معنی ہے: چغلی، یعنی لوگوں کو آپس میں لڑانے کے لیے ایک کی بات دوسرے کو پہنچانا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عسیب" عسیب کا معنی ہے: کھجور کے درخت کی شاخ۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "مالم ییبسا" یعنی جب تک درخت کی یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی، ان سے عذاب موقوف رہے گا، یہ اس پر محمول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کی شفاعت کی تھی کہ جب تک درخت کی شاخیں خشک نہ ہوں، ان سے عذاب موقوف کر دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۰۔۲۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے ان دو قبر والوں کے متعلق فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ زمین پر چلتے تھے لیکن آپ کی نظر زمین کے نیچے بھی ہوتی تھی، بلکہ عالم برزخ پر ہوتی تھی، کیونکہ عذاب اور ثواب عالم برزخ میں ہوتا ہے۔ نیز حضور ﷺ نے صرف یہ نہیں بتایا کہ انہیں عذاب ہو رہا ہے بلکہ دونوں کے عذاب کا سبب بھی بیان فرما دیا کہ ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت ستر نہیں کرتا تھا اور دوسرا غیبت کرتا تھا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کو ان کے اس وقت کے حال کا بھی علم تھا اور ان کے اس سے پہلے کے حال کا بھی علم تھا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ اس کا علم ہوا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی صفتِ بصارت عطا فرمائی تھی جس سے آپ موجودہ احوال کو بھی جان لیتے تھے اور گزشتہ احوال کو بھی جان لیتے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک یہ کھجور کی شاخیں خشک نہیں ہوں گی اس وقت تک ان سے عذاب موقوف رہے گا، یعنی رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی بتا دیا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ایسا طریقہ بھی بتا دیا جس سے وہ عذاب دور ہو سکتا ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ قبر پر درخت کی شاخیں گاڑنے سے عذاب دور ہو جاتا ہے، اور اسی معنی میں یہ ہے کہ قبر پر سبزہ ڈال دیا جائے یا پھول ڈال دیے جائیں تو ان سے بھی یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔

۴۷۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ خَيْرُ دُوْرِ الْأَنْصَارِ

نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ انصار کا فلاں گھر سب سے بہتر ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام بخاری نے یہاں پر پورا عنوان نہیں لکھا، پورا عنوان یوں ہے کہ انصار کے گھروں میں سب سے بہتر گھر بنونجار کا ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ بنونجار کے علاوہ جو باقی گھر ہیں وہ بہتر نہیں ہیں، اور یہ ان گھروں کی غیبت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتنا کلام غیبت نہیں ہوتا، جیسے تم کہو کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر سے افضل ہیں، تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیبت نہیں ہے، اور اسی سے ہے کہ یحییٰ بن معین اور دوسرے ائمہ حدیث نے جو ضعیف راویوں کی تخریج کی ہے اور ان کے احوال بیان کیے ہیں تا کہ عام لوگ ان کو دین کا امام نہ سمجھ لیں، جب کہ وہ اس کے مستحق نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۳۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از ابی سلمہ از حضرت ابی اسید الساعدی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے گھروں میں بہترین گھر بنونجار کا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۷۸۹، ۳۸۰۷، ۶۰۵۳، صحیح مسلم: ۲۵۱۱، سنن ترمذی: ۳۹۱۱، مسند احمد: ۱۵۶۱۹)

صحیح البخاری: ۶۰۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قبیصہ، یہ ابن عقبہ الکوفی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور ابو الزناد کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن ذکوان المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن عوف ہیں۔ اور ابو اُسید کا ذکر ہے، وہ مالک بن ربیعہ الساعدی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "خیر دور الانصار" علامہ ابن قتیبہ نے کہا کہ یہاں "دُوَر" سے مراد قبائل ہیں، اور اس پر دوسری حدیث دلالت کرتی ہے جس میں مذکور ہے "کوئی گھر باقی نہیں بچا مگر اس میں مسجد بنادی گئی ہے" یہاں گھر سے مراد قبیلہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بنو نجار" علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ بنونجار کی یہ فضیلت اس لیے بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی اور اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں سبقت کرنے والوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ۔ (التوبہ: ۱۰۰)

اور مہاجرین اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے۔

بنونجار نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی اور بنو عبد الاشہل نے تاخیر سے اسلام قبول کیا تھا، اس وجہ سے بنونجار کو خیریت کی صفت حاصل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۸- بَابُ: مَا يَجُوزُ مِنِ اغْتِيَابِ أَهْلِ الْفَسَادِ وَالرِّيَبِ
مفسدین اور مشکوک لوگوں کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مفسدین اور مشکوک لوگوں کے عیوب بیان کرنا یہ غیبت نہیں ہے، عنوان میں ریب کا لفظ ہے (راء پر کسرہ) اور یہ ریب کی جمع ہے جس کا معنی شک اور تہمت ہے۔

۶۰۵۴- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ ائْذَنُوا لَهُ بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ أَوْ ابْنُ الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْكَلَامَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قُلْتَ الَّذِي قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْكَلَامَ قَالَ أَيْ عَائِشَةُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن المنکدر سے سنا، انہوں نے عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو، وہ اپنے قبیلے کا برا بھائی ہے، یا فرمایا: وہ اپنے قبیلے کا برا بیٹا ہے۔ پھر جب وہ داخل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس شخص کے متعلق فرمایا تھا جو فرمایا تھا، پھر آپ نے اس کے متعلق نرمی سے بات کی، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! لوگوں میں بدترین شخص وہ ہے جس کو لوگ اس کی بدکلامی کے ڈر کی وجہ سے چھوڑ دیں، یا فرمایا: اس کی بدکلامی کی وجہ سے اس سے الگ ہو جائیں۔

(صحیح بخاری: ۶۰۳۲، ۶۰۵۴، ۶۱۳۱، صحیح مسلم: ۲۵۹۱، سنن ترمذی: ۱۹۹۶، سنن ابوداؤد: ۴۷۹۱، مسند احمد: ۲۳۵۸۶)

صحیح البخاری: ۶۰۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مفسدین کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ شخص غائب تھا اور اس کے پس پشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: وہ اپنے قبیلہ کا برا بھائی ہے یا برا بیٹا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ جو مفسدین اور شریر ہوں ان کا پس پشت عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ غیبت نہیں تھی بلکہ یہ تو دوسرے مسلمانوں کی خیر خواہی تھی تا کہ وہ اس سے ہوشیار رہیں۔

Marfat.com

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہر حال یہ کلام صورتاً غیبت ہے، لیکن یہ وہ غیبت نہیں ہے جو شرعاً مذموم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عیینہ، یہ سفیان ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے ابن المنکدر، یہ محمد ہیں۔ اور یہ حدیث عنقریب ''باب لم یکن النبی ﷺ فاحشا ولا متفحشا'' میں گزر چکی ہے، اور وہاں اس کی شرح بھی ہو چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۹۔ بَابٌ: النَّمِیمَةُ مِنَ الْکَبَائِرِ — چغلی کھانا گناہِ کبیرہ میں سے ہے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ چغلی کرنا گناہِ کبیرہ میں سے ہے، اور کبائر، کبیرۃ کی جمع ہے، ہر وہ گناہ کہ جس کے نیچے کوئی گناہ ہو، وہ کبیرہ ہے۔

۶۰۵۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَبِیدَةُ بْنُ حُمَیْدٍ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ مِنْ بَعْضِ حِیطَانِ الْمَدِینَةِ فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَیْنِ یُعَذَّبَانِ فِی قُبُورِهِمَا فَقَالَ یُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِی کَبِیرٍ وَإِنَّهُ لَکَبِیرٌ کَانَ أَحَدُهُمَا لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَکَانَ الْآخَرُ یَمْشِی بِالنَّمِیمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِیدَةٍ فَکَسَرَهَا بِکِسْرَتَیْنِ أَوْ ثِنْتَیْنِ فَجَعَلَ کِسْرَةً فِی قَبْرِ هٰذَا وَکِسْرَةً فِی قَبْرِ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ یُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ یَیْبَسَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیدہ بن حمید ابو عبدالرحمٰن نے خبر دی از منصور از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ کے کسی باغ سے باہر نکلے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا، آپ نے فرمایا: ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو کسی ایسے گناہ کے سبب سے عذاب نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا دشوار ہو، اور بے شک وہ گناہِ کبیرہ ہے، ان دونوں میں سے ایک پیشاب کرتے وقت اپنے آپ کو چھپاتا نہیں تھا، اور دوسرا چغلی کرتا تھا، پھر آپ نے ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے، اور ایک ٹکڑا ان میں سے ایک کی قبر پر رکھ دیا اور دوسرا ٹکڑا دوسرے کی قبر پر رکھ دیا، پھر فرمایا: شاید ان سے عذاب میں تخفیف کی جاتی رہے گی جب تک یہ کھجور کی شاخیں خشک نہ ہوں۔

(صحیح بخاری: ۲۱۶، ۲۱۸، ۱۳۶۱، ۱۳۷۸، ۶۰۵۲، ۶۰۵۵، صحیح مسلم: ۲۹۲، سنن ترمذی: ۷۰، سنن نسائی: ۲۰۶۸، سنن ابوداود: ۲۰، سنن ابن ماجہ: ۳۴۷، مسند احمد: ۱۹۸۱)

صحیح البخاری: ۶۰۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''چغلی کرنا گناہ کبیرہ ہے'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہیں کسی ایسے گناہ کے سبب سے عذاب نہیں دیا جارہا جس سے بچنا دشوار ہو اور بے شک وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن سلام، یہ محمد بن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبیدہ، یہ ابن حمید ہیں اور حُمید، حمد بن صہیب تیمی کی تصغیر کی ہے، دوسرا قول ہے کہ وہ حمد بن صہیب اللیثی کی تصغیر ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ الضبی عبدالرحمن الکوفی ہیں جو الھزی کے نام سے مشہور ہیں، یہ ۱۹۰ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔

یہ حدیث عنقریب باب ''الغیبة'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''وانه لكبيرة'' یعنی اللہ کے نزدیک وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وما يعذبان في كبيرة'' اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے نزدیک یہ گناہِ کبیرہ نہیں ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس گناہ سے بچنا تمہارے لیے مشکل اور دشوار نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی مشقت نہیں ہے کہ تم چھپ کر پیشاب کرو یا تم کسی کی چغلی نہ کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا يستتر'' یعنی وہ شخص قضائے حاجت کے وقت اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے نہیں چھپاتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی تسبیح سے عذاب کا اٹھ جانا

اس حدیث میں مذکور ہے ''جب تک کھجور کی یہ شاخ خشک نہیں ہوگی یعنی تر رہے گی، اس وقت تک ان سے عذاب موقوف رہے گا''، کیونکہ جو شاخ تر ہو وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تسبیح کرتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی تسبیح سے عذاب اٹھ جاتا ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح سے عذاب اٹھ جاتا ہے، تو اگر مومن قبر کے پاس تلاوتِ قرآن کرے تو پھر عذاب کا اٹھ جانا زیادہ متوقع ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان کے درمیان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ (سورہ) ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' کو پڑھا، پھر اس کا ثواب قبرستان کے مُردوں کو بخش دیا تو اس شخص کو بھی اتنا اجر دیا جائے گا جتنا اجر ان مُردوں کو دیا جائے گا۔ (جمع الجوامع: ۲۳۱۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں گیا اور اس نے سورۂ یٰسین تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس دن ان مُردوں کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کے پاس سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کی، اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ (کنزالعمال: ۴۵۴۸۶)

۵۰۔ بَابٌ: مَا یُکْرَہُ مِنَ النَّمِیمَۃِ

چغلی کرنے کے مکروہ ہونے کا بیان

وَقَوْلِہٖ تَعَالٰی: ﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِیْمٍ﴾ (القلم: ۱۱) ﴿وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ﴾ (الھمزہ: ۱) یَھْمِزُ وَیَلْمِزُ وَیَعِیبُ وَاحِدٌ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو بہت طعنہ دینے والا اور چلتا پھرتا چغل خور ہے ○ ہر طعنہ زن عیب جو کے لیے ہلاکت ہے ○ یھمز اور یلمز اور یعیب، تینوں کا ایک معنی ہے، یعنی کسی کا عیب بیان کرنا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چغلی کھانا مکروہ ہے، اور چغلی کا معنی یہ ہے کہ ایک آدمی کسی شخص کی بات دوسرے شخص کو ان میں جھگڑا پیدا کرنے کے لیے پہنچائے۔ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے: بعض مرتبہ چغلی کرنا مکروہ نہیں ہوتا، مثلاً کسی کافر کی بات پہنچائی جائے یا جیسے کافروں کے ملک میں جاسوسی کرکے ان کی بات پہنچائی جائے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اس طرح کی سازشیں کررہے ہیں۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

القلم: ۱۱ میں مذکور ہے "ھَمَّازٍ" اس کا معنی ہے: بہت چغلی کرنے والا۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ ھمز اور لمز اور عیب تینوں کا ایک معنی ہے، اللیث نے کہا: "ھمز" وہ ہے جو تمہارے پس پشت تمہارا عیب بیان کرے، اور "لمز" وہ ہے جو تمہارے سامنے تمہارا عیب بیان کرے، اور النحاس نے مجاہد سے اس کے برعکس بیان کیا ہے۔ اور اس آیت میں "مشاء" کا ذکر ہے، یہ ماشی کا مبالغہ ہے، ماشی کا معنی ہے: چلنے والا، اور تفسیر میں لکھا ہے کہ "مشاء بنمیم" کا معنی ہے: وہ شخص جو بعض لوگوں کی باتیں بعض دوسرے لوگوں تک لڑانے کے لیے پہنچاتا ہو، یہ جمہور کا قول ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ جو جھوٹ کو پھیلانے کی کوشش کرے اور یہ ایک دن میں اتنا فساد پیدا کردیتا ہے جو جادوگر ایک ماہ میں فساد پیدا کردیتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۰۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَیْمٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِیمَ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ حُذَیْفَةَ فَقِیلَ لَهُ إِنَّ رَجُلًا یَرْفَعُ الْحَدِیثَ إِلَى عُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ حُذَیْفَةُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُولُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از ہمام، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، پس ان سے کہا گیا کہ ایک آدمی باتیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا ہے، تو اس سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چغل

Marfat.com

خور جنت میں نہیں جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۵، سنن ترمذی: ۲۰۲۶، سنن ابوداؤد: ۴۸۷۱، مسند احمد: ۲۳۲۷۶)

صحیح البخاری: ۶۰۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "چغلی کرنا مکروہ ہے" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ قتات جنت میں داخل نہیں ہوگا، اور "قتات" کا معنی بھی "النمام" یعنی چغل خور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس باب کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دُکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ الثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس میں ابراہیم کا ذکر ہے، وہ النخعی ہیں۔ اور ہمام کا ذکر ہے، وہ ابن الحارث النخعی الکوفی ہیں۔ اور حذیفہ کا ذکر ہے، وہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یرفع الحدیث الی عثمان" یعنی یہ آدمی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچا دے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: القتات لا یدخل الجنۃ" علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اہل لغت نے النمام اور القتات میں فرق کیا ہے، الخطابی نے کہا: کہ "نمام" وہ شخص ہے جو لوگوں کے ساتھ باتیں کر رہا ہو اور ان کی باتیں دوسروں تک پہنچا دے، اور قتات وہ شخص ہے: جو لوگوں کی باتیں سن رہا ہو اور ان کو یہ پتا نہ ہو کہ وہ ہماری باتیں سن رہا ہے، پھر وہ ان کی باتیں دوسروں تک پہنچا دے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "لا یدخل الجنۃ"۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ جنت میں اس طرح داخل نہیں ہوگا جس طرح کامیاب لوگ جنت میں داخل ہوتے ہیں، یا وہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا جو بغیر کسی تاویل کے چغلی کو جائز سمجھ کر چغلی کرتا ہو حالانکہ اس کو علم ہو کہ چغلی کرنا حرام ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر اپنی وعید نافذ کی، کیونکہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وعید لازماً نافذ نہیں کرے گا، اگر وہ چاہے گا تو ان کو عذاب دے گا اور اگر وہ چاہے گا تو اپنے فضل سے ان کو معاف کر دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۳۔ ۲۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۱۔ باب:

۵۱۔ باب:

قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج: ۳۰) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو O

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث کتاب الصیام کے شروع میں اس سند کے ساتھ گزر چکی ہے از آدم بن ابی ایاس از ابن ابی الذئب اور متن بھی وہی ہے اور اس کی شرح وہاں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے آخر میں اس حدیث کے راوی احمد بن یونس نے کہا: ایک مرد نے مجھے اس حدیث کی سند سمجھائی اور اس کا معنی یہ ہے کہ احمد بن یونس نے جب اس حدیث کو اپنے شیخ ابن ابی ذئب سے سنا تو انہوں نے اپنے شیخ سے اس حدیث کی سند کو نہیں سمجھا تو کسی اور مرد نے جوان کے ساتھ مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے ان کو وہ سند سمجھائی، اور امام ابوداؤد نے امام بخاری کی اس روایت کی مخالفت کی ہے، پس انہوں نے اس حدیث کی روایت از احمد بن یونس کی ہے لیکن اس کے آخر میں انہوں نے کہا ہے کہ احمد بن یونس نے کہا: میں نے اس حدیث کی سند کو ابن ابی ذئب سے سمجھا، اور اس حدیث کو مجھے ایک اور مرد نے سمجھایا جوان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ان کے بھتیجے تھے، اسی طرح اس حدیث کی اسماعیلی نے از ابراہیم بن شریک از احمد بن یونس روایت کی ہے اور یہ امام بخاری نے جو ذکر کیا ہے اس کے برعکس ہے، کیونکہ امام بخاری کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ احمد بن یونس نے متن کو تو اپنے شیخ ابن ابی ذئب سے سمجھ لیا تھا لیکن سند کو نہیں سمجھا تھا، اس کے برخلاف وہ ہے جو ابوداؤد نے اور ابراہیم بن شریک نے کہا۔ پس اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ احمد بن یونس نے اس حدیث کی دو طریقوں سے روایت کی ہے۔

اور علامہ کرمانی کو اس مقام پر خبط ہوا، انہوں نے کہا کہ احمد بن یونس نے بتایا کہ میں اس سند کو بھول گیا تھا، پس مجھے ایک مرد نے یہ سند یاد دلائی اور خبط کی وجہ یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے احمد بن یونس کی طرف اسناد کے بھولنے کی نسبت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کے بعد ایک مرد نے ان کو یہ سند یاد دلائی حالانکہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ احمد بن یونس کی مراد یہ ہے کہ جب انہوں نے اس حدیث کو ابن ابی ذئب سے سنا تو ان سے بعض الفاظ مخفی رہ گئے، یا تو امام بخاری کی روایت کے بعض الفاظ مخفی رہ گئے یا امام ابوداؤد کے متن میں جو روایت ہے اس کے الفاظ مخفی رہ گئے اور ان کے پہلو میں جو آدمی بیٹھا ہوا تھا اس نے سمجھ لیا کہ کیا چیز احمد بن یونس پر مخفی رہی ہے تو انہوں نے احمد بن یونس کو وہ سمجھا دیا۔ پھر اس کے بعد جب احمد بن یونس اس حدیث کی روایت کے درپے ہوئے تو انہوں نے اس کو جائز نہیں سمجھا کہ وہ اس بات کے بیان کے بغیر اس حدیث کی روایت کی نسبت ابن ابی ذئب کی طرف کریں۔

پھر علامہ کرمانی نے کہا: احمد بن یونس نے جو کہا ہے کہ ایک مرد نے مجھے اس حدیث کا مطلب سمجھایا، اس میں رجل پر تنوین تعظیم کی ہے یعنی ایک عظیم مرد نے مجھے اس کا مطلب سمجھایا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ احمد بن یونس اس مرد کا نام بھول گئے تھے تو انہوں نے اس کو رجلٌ یعنی ایک مرد کے لفظ سے تعبیر کیا، اور رہا اپنے شیخ کی تعظیم تو وہ سیاقِ کلام سے ظاہر نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ابن ابی ذئب، وہ محمد بن عبد الرحمٰن بن المغیرہ المخزومی ہیں اور ان کے دو بھائی تھے، ایک مغیرہ اور دوسرے طالوت، اور میں ان کے بھتیجے کے نام پر واقف نہیں ہوا اور نہ اس پر مطلع ہوا کہ ان کے بھتیجے کا باپ ان

Marfat.com

دونوں میں سے کون تھا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جس نے روزہ میں غیبت کی اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور بعض متقدمین کا یہی مسلک تھا اور جمہور اس کے خلاف ہیں، کیونکہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ غیبت گناہِ کبیرہ میں سے ہے اور روزہ رکھنے کا اجر اس کے گناہ کو مٹاتا نہیں ہے، پس گویا کہ اس نے روزہ نہیں رکھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ان کے کلام میں مناقشہ ہے، اس لیے کہ اس باب کی حدیث میں غیبت کا ذکر نہیں ہے، اس میں تو جھوٹ بولنے کا ذکر ہے اور جھوٹ کے تقاضے پر عمل کرنے کا ذکر ہے اور جہل کے تقاضے پر عمل کرنے کا ذکر ہے۔

اور اس حدیث میں ہے کہ اللہ کو اس کے روزے کی کوئی حاجت نہیں ہے، یہ مجاز ہے کہ اس کا روزہ قبول نہیں ہوگا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۸۲، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد میں ہے "وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝" (الحج: ۳۰) اور زور کا معنی ہے: جھوٹ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زُور کا لغوی معنی ہے: میلان کرنا، اور جھوٹ میں بھی حق سے باطل کی طرف میلان ہوتا ہے۔ اور ابن الاثیر نے کہا: "زُور" کا معنی جھوٹ ہے اور تہمت اور باطل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ قَالَ أَحْمَدُ أَفْهَمَنِي رَجُلٌ إِسْنَادَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از المقبری از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جس نے جھوٹی بات کو نہیں چھوڑا اور اس کے تقاضے پر عمل کرنے کو نہیں چھوڑا اور جہل (کے تقاضے پر عمل کرنے) کو نہیں چھوڑا، تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

احمد (بن یونس) نے کہا: مجھے ایک مرد نے اس حدیث کی سند سمجھائی۔

(صحیح البخاری: ۱۹۰۳، ۶۰۵۷، سنن ترمذی: ۷۰۷، سنن ابوداؤد: ۲۳۶۲، سنن ابن ماجہ: ۱۶۸۹، مسند احمد: ۹۵۲۹)

صحیح البخاری: ۶۰۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جھوٹی بات سے پرہیز کرو" اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے جھوٹ کو

Marfat.com

نہیں چھوڑا اور جھوٹ کے تقاضے پر عمل کرنے کو نہیں چھوڑا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، یہ احمد بن عبداللہ بن یونس الیربوعی الکوفی ہیں، یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ذئب، یہ محمد بن عبدالرحمٰن المغیرہ بن الحارث بن ابی ذئب ہیں اور ان کا نام ہشام القرشی المدنی ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے المقبری، یہ سعید بن ابی سعید ہیں اور ان کا نام کیسان ہے، یہ مقبرہ کے پاس رہتے تھے اس لیے ان کو مقبرہ کی طرف منسوب کیا گیا۔

یہ حدیث کتاب الصوم میں ''باب من لم یدع قول الزور'' میں گزر چکی ہے، وہاں امام بخاری نے اس حدیث کی از آدم بن ابی ایاس از ابن ابی ذئب۔۔۔روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''والعمل بہ'' یعنی جھوٹ کے تقاضہ پر عمل کرنے کو نہیں چھوڑا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''والجہل'' یعنی اس نے جہالت کو نہیں چھوڑا، اس سے مراد جاہلوں کے افعال ہیں یا جاہلوں کی طرح لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کرنا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلیس للہ حاجۃ'' یہ مجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے روزے کو قبول نہیں فرمائے گا۔

اس حدیث کے بعد مذکور ہے ''قال احمد'' اس سے مراد احمد بن یونس مذکور ہیں۔

اس حدیث کے بعد مذکور ہے ''افہمنی رجل اسنادہ'' یعنی اس حدیث کی سندِ مذکور، گویا کہ احمد بن یونس نے اپنے شیخ ابن ابی ذئب کے ذکر کردہ الفاظ سے اس کی سند پر یقین نہیں کیا تھا تو پھر احمد بن یونس کو کسی اور مرد نے یہ سند سمجھا دی، اور امام ابوداؤد نے اس کے برعکس کہا ہے، کیونکہ انہوں نے اس حدیث کی روایت کے آخر میں یہ کہا کہ احمد نے کہا: میں اس حدیث کی سند کو ابن ابی ذئب سے سمجھا اور اس حدیث کے متن کو مجھے ایک مرد نے سمجھایا جوان کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اور میرا گمان ہے کہ وہ ان کا بھتیجا تھا۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ احمد بن یونس نے کہا کہ مجھے سمجھایا، یعنی میں اس سند کو بھول گیا تھا تو ایک مرد نے مجھے اس کی سند کو یاد دلایا، یا یہ ارادہ کیا کہ ایک عظیم مرد نے یاد دلایا اور تنوین تعظیم کی ہے اور غرض اپنے شیخ ابن ابی ذئب کی مدح کرنا ہے، یا ایک دوسرے مرد کی جس نے ان کو اس حدیث کی سند سمجھائی۔ (علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا کہ علامہ کرمانی کو یہاں پر خبط ہوا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی کو کئی وجوہ سے خبط ہوا ہے، اول اس وجہ سے کہ انہوں نے علامہ کرمانی کے متعلق ادب کو ترک کر دیا، حالانکہ علامہ کرمانی (متوفی ۷۸۶ھ) علامہ ابن حجر (متوفی ۸۵۲ھ) پر اسلام میں اور علم میں اور تصنیف

Marfat.com

میں مقدم ہیں۔اور دوسری اس وجہ سے کہ انہوں نے علامہ کرمانی کا کلام اس طرح نہیں نقل کیا جس طرح میں نے نقل کیا ہے، بلکہ اس میں ان کو خبط ہو گیا ہے، انہوں نے کہا کہ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ میں اس سند کو بھول گیا تھا تو مجھے ایک مرد نے وہ سند یاد دلائی یا ارادہ کیا کہ ایک عظیم مرد نے وہ سند یاد دلائی جس پر تنکیر کی تنوین دلالت کرتی ہے، انتہیٰ۔پس تم غور کرو ان دونوں کلاموں کی طرف، پس غور کرنے والا جان لے گا کہ خبط کس کو ہوا ہے۔اور تیسرا خبط اس وجہ سے ہے کہ حافظ ابن حجر نے سمجھا کہ وہ اس دوسرے مرد کی مدح کر رہے ہیں اور اس طرح نہیں ہے، بلکہ علامہ کرمانی کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کی مدح کر رہے ہیں یا اس مرد کی مدح کر رہے ہیں جس نے ان کو یہ سند سمجھائی۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ص ۲۰۴۔۲۰۵،دارالکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۰۵۷ کی شرح کا خلاصہ

اس حدیث کی شرح جو حافظ ابن حجر عسقلانی نے اور علامہ بدرالدین عینی نے کی ہے، وہ خالص علمی اور فنی ہے اور عام قارئین کی سمجھ سے بالاتر ہے، اس لیے ہم اس حدیث کی آسان شرح بیان کر رہے ہیں۔

اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص روزہ رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ایسے روزے کی حاجت نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایسا روزہ قبول نہیں فرمائے گا، کیونکہ اس شخص نے کھانے پینے اور جماع سے تو اپنے آپ کو روک لیا جو روزہ کے علاوہ عام حالات میں جائز ہیں، لیکن جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اپنے آپ کو نہیں روکا جو تمام اوقات میں حرام ہیں۔

۵۲۔ بَابُ: مَا قِيلَ فِي ذِي الْوَجْهَيْنِ دو چہرے رکھنے والے (دوغلا) کے متعلق وعید

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس شخص کی وعید کے متعلق ہے جو دو چہرے رکھتا ہے، دو چہروں کا مطلب یہ ہے کہ وہ کچھ لوگوں کے ساتھ ایک چہرہ کے ساتھ ملاقات کرے، اور کچھ لوگوں کے ساتھ دوسرے چہرہ کے ساتھ ملاقات کرے، جیسا کہ عنقریب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا اور یہ وہ مداہنت ہے جس کو حرام کر دیا گیا ہے، اور دو چہرے رکھنے والے کو مداہن کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ برا کام کرنے والے لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان میں سے ہے کہ وہ ان سے راضی ہے اور ان سے خوش دلی اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرتا ہے، اور جب اہلِ حق کے ساتھ ملاقات کرتا ہے تو ان سے ان کی موافقت کو ظاہر کرتا ہے، پس وہ دونوں فریقوں سے مل جل کر رہتا ہے اور وہ ان کے افعال سے رضامندی کا جو اظہار کرتا ہے اس کی وجہ سے وہ مداہنت کے اسم کا مستحق ہوا اور وعید شدید کا بھی مستحق ہوا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذوالوجہین اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجیہ نہیں ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی دنیا میں دو زبانیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی دو زبانیں بنا دے گا۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ص ۲۰۵،دارالکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۸۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن

Marfat.com

الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ تَجِدُ مِنْ شَرِّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللهِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ۔

حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سے سب سے برا اس شخص کو پاؤ گے جس کے دو چہرے ہوں، وہ ان لوگوں کے پاس ایک چہرہ کے ساتھ آئے اور ان لوگوں کے ساتھ دوسرے چہرہ کے ساتھ آئے۔

(صحیح بخاری: ۳۴۹۴، ۳۴۹۸، ۶۰۵۸، ۷۱۷۹، صحیح مسلم: ۲۵۲۶، سنن ترمذی: ۲۰۲۵، سنن ابوداؤد: ۴۸۷۲، مسند احمد: ۲۹۶۷، موطا امام مالک: ۱۸۶۴)

صحیح البخاری: ۶۰۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، وہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں از سلیمان الاعمش از ابی الصالح ذکوان السمان الزیات۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تجد من شر الناس" الکشمیھنی کی روایت میں ہے "تم جسے سب سے شریر لوگوں میں سے پاؤ گے وہ ذوالوجہین ہے"۔ اور امام ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے "بے شک لوگوں میں سے شر ذوالوجہین ہے" اور امام مسلم کی روایت میں ہے "تم سب سے زیادہ شر اس کو پاؤ گے"۔ اور ایک اور روایت میں ہے "تم لوگوں میں سے شر اس کو پاؤ گے جو ذوالوجہین ہے"۔ اور امام ابوداؤد کی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے "شر الناس میں سے ذوالوجہین ہے" اور اسماعیلی کی روایت میں ہے "اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ شر ذوالوجہین ہے"۔ اور یہ الفاظ متقارب ہیں اور یہ روایات اس پر محمول ہیں کہ لوگوں میں سے شر وہ ہے جو ذوالوجہین ہو۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ لوگوں سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں سے مراد دو جماعتیں ہیں اور یہ شخص ان میں سب سے زیادہ شر ہے، اور اولیٰ یہ ہے کہ اس کو عموم پر محمول کیا جائے۔ یہ شخص ہر جماعت کے پاس جائے گا اور ان کے سامنے یہ ظاہر کرے گا کہ یہ ان میں سے ہے اور دوسروں کا مخالف ہے اور ان سے بغض رکھتا ہے، اور اگر یہ شخص ہر جماعت کے پاس اصلاح کی غرض سے جاتا تو اس شخص کی مدح کی جاتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۵۔۲۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۳۔ بَابُ: مَنْ أَخْبَرَ صَاحِبَهُ بِمَا يُقَالُ فِيهِ

جس نے اپنے صاحب کوخبر دی کہ اس کے متعلق کیا کہا جارہا ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس کے جواز کے بیان میں ہے کہ اگر کوئی مرد اپنے صاحب کو یہ بتائے کہ اس نے سنا ہے کہ اس کے متعلق کیا کہا جارہا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا قصد خیر خواہی ہو اور وہ سچ کا قصد کرے اور ایذاء رسانی سے بچے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شارع علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ ایک انصاری آپ کے متعلق کہہ رہا ہے کہ یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ایسی بات کہہ رہے ہو جو جائز نہیں ہے بلکہ آپ اس بات کو سن کر راضی رہے اور اس کا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی تو انہوں نے صبر کیا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ خبر دینا چغلی نہیں تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی الله عنه قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قِسْمَةً فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَاللهِ مَا أَرَادَ مُحَمَّدٌ بِهَذَا وَجْهَ اللهِ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ وَقَالَ رَحِمَ اللهُ مُوسَى لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابووائل از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تقسیم فرمایا، تو انصار کے ایک مرد نے کہا: اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس تقسیم سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا، پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپ کو اس بات کی خبر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی تو انہوں نے صبر کیا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۵۰، ۳۴۰۵، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶، ۶۰۵۹، ۶۱۰۰، ۶۲۹۱، ۶۳۳۶، صحیح مسلم: ۱۰۶۲، مسند احمد: ۳۵۹۷)

صحیح البخاری: ۶۰۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الجہاد میں اس باب میں گزر چکی ہے "باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبهم" اور وہاں اس حدیث کی شرح بیان کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قَسَمَ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے دن مال غنیمت تقسیم کیا اور الاقرع بن حابس کو

Marfat.com

آپ نے سو اونٹ عطا فرمائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فتمعر'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا، اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے ''فتمعر'' یعنی آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ ہلکا سرخ ہو گیا یعنی گلابی ہو گیا۔ علامہ ابن الملقن نے کہا: یہ روایت ابوذر کی ہے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اہلِ فضل کو کبھی ایسی خبر دی جاتی ہے جو ان پر دشوار ہوتی ہے اور یہ انسانوں کی فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے مگر اہلِ فضل ایسی خبر سن کر صبرِ جمیل کو اختیار کرتے ہیں اور اپنے پیش رو مومنین کی اقتداء کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں صبر کیا اور حضرت موسیٰ صلوات اللہ وسلمہ علیہ کی سیرت پر عمل کیا، کیونکہ بعض بنی اسرائیل نے ان کے متعلق کہا کہ یہ ''آدر'' ہیں یعنی جس کے خصیتین معمول سے بڑے ہوں، پس وہ گئے اور برہنہ غسل کر رہے تھے، انہوں نے اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھے، تو پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ گیا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ان کو اس عیب سے بری پایا۔ اسی طرح قارون نے اپنی بیوی سے متعلق کہا جو بہت خوبصورت اور شریف خاندان کی تھی کہ تمہاری کیا رائے ہے اگر میں تم کو اپنے اہل میں اور مال میں شریک کرلوں تم بنی اسرائیل کی جماعت کے پاس جاؤ اور یہ کہو کہ بے شک موسیٰ (علیہ السلام) نے میرا ارادہ کیا ہے، جب وہ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو بدل دیا اور اس نے جا کر کہا کہ قارون نے مجھ سے اس اس طرح کہا ہے، پس یہ خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچ گئی اور وہ بہت غصہ کرنے والے تھے اور جب ان کو غصہ آتا تو ان کے بال کپڑے سے باہر نکل آتے، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: میں نے زمین کو حکم دے دیا ہے کہ وہ تمہاری اطاعت کرے، اب تم جو چاہو زمین کو حکم کرو، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام قارون کی طرف گئے، جب قارون نے ان کو دیکھا تو کہا: اے موسیٰ! مجھ پہ رحم کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا اے زمین اس کو پکڑ لے، پس وہ زمین میں ٹخنوں تک دھنس گیا اور اس کا گھر بھی، اس نے کہا: اے موسیٰ! مجھ پہ رحم کر، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا تو اس نے اس کو اور اس کے گھر کو دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۶۔ ۲۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّمَادُحِ — کسی کی حد سے زیادہ تعریف کرنے کی کراہت

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ لوگوں کا کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا اور حد سے تجاوز کرنا مکروہ ہے، اور اس باب کے عنوان سے یہی مراد ہے کیونکہ حدیث اسی معنی پر دلالت کرتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے کہ دو آدمیوں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۸۴، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو معنی بیان کیا ہے، یہ باب مفاعلہ کا خاصہ ہے

جس میں دو مردوں میں سے ہر ایک فاعل بھی ہوتا ہے اور مفعول بھی ہوتا ہے، اور ''تمادح'' باب تفاعل ہے، اس کا خاصہ ہے ایک فعل میں کئی لوگ مشترک ہوں، یعنی کئی لوگوں کا کسی مرد کی مدح کرنا، اور جس کو علم صرف کی تھوڑی بھی سمجھ بوجھ ہو اس پر یہ مخفی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا يُثْنِي عَلَى رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ فِي الْمِدْحَةِ فَقَالَ أَهْلَكْتُمْ أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ۔

(صحیح البخاری: ۲۶۶۳، ۶۰۶۰، صحیح مسلم: ۳۰۰۱، مسند احمد: ۱۹۱۹۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از ابی موسیٰ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک مرد کو سنا جو دوسرے مرد کی تعریف کر رہا تھا اور تعریف میں مبالغہ کر رہا تھا، تو آپ نے فرمایا: تم نے ہلاک کر دیا یا فرمایا: تم نے اس مرد کی کمر توڑ دی۔

صحیح البخاری: ۶۰۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''کسی کی حد سے زیادہ تعریف کرنے کی کراہت'' اور اس عنوان کا معنی یہ ہے کہ کسی مرد کی بہت زیادہ مدح کی جائے اور ایسے اوصاف بیان کیے جائیں جو اس میں نہ ہوں تو اس وجہ سے وہ اس مرد کو خوش فہمی اور تکبر میں داخل کر دے گا اور وہ یہ گمان کرے گا کہ حقیقت میں وہ اسی طرح ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس مرد کی کمر توڑ دی جب تم نے اس کی ایسی صفت بیان کی جو اس میں نہیں ہے، کیونکہ ایسی تعریف بسا اوقات اس کو خوش فہمی اور تکبر میں مبتلا کر دے گی اور وہ عمل کو ضائع کرے گا اور زیادہ عمل کرنے کو چھوڑ دے گا، اسی وجہ سے علماء نے اس حدیث میں تاویل کی ہے جس میں آپ نے فرمایا: مدح کرنے والوں کے چہروں میں مٹی ڈال دو، یعنی اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی باطل کے ساتھ مدح کرتے ہیں، اور ان اوصاف کو بیان کرتے ہیں جو اس مرد میں نہیں ہوتے، اور اس سے آپ نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ کوئی آدمی کسی مرد کی مدح کرے اور اس میں وہ وصف موجود ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بھی مدح کی گئی ہے اشعار میں اور خطبوں میں، اور آپ نے مدح کرنے والوں کے چہروں میں مٹی نہیں ڈالی اور نہ ہی اس کا حکم دیا۔ ابو طالب نے آپ کی مدح میں کہا:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

وہ سفید رنگ والے کہ بادل بھی ان کے چہرے سے پانی طلب کرتا ہے وہ یتیموں کی پناہ گاہ ہیں اور بیواؤں کی حفاظت ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن الصباح، ان کو الصباح البغدادی کہا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے

Marfat.com

اسماعیل بن زکریا، یہ الاسدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے برید، یہ ابن عبداللہ بن ابی بردہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو بردہ، ان کا نام عامر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام حارث ہے، یہ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں برید بن عبداللہ مذکور ہے، یہ اپنے دادا ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں از ابو موسیٰ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ویطریہ" اس کا معنی ہے: تعریف میں حد سے تجاوز کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او قطعتم" یہ راوی کو شک ہے کہ آپ نے کیا فرمایا تھا، اور کمر کو توڑنا اس کو ہلاک کرنے سے مجاز ہے، یعنی تم نے اس کو تکبر میں مبتلا کر دیا جس سے اس کا دین ہلاک ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَثْنٰى عَلَيْهِ رَجُلٌ خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ يَقُولُهُ مِرَارًا إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ كَذَا وَكَذَا إِنْ كَانَ يُرٰى أَنَّهُ كَذٰلِكَ وَحَسِيبُهُ اللّٰهُ وَلَا يُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا قَالَ وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ وَيْلَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از خالد از عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ از والد خود، نبی ﷺ کے سامنے ایک مرد کا ذکر کیا گیا، پھر دوسرے مرد نے اس کی تعریف میں کہا: یہ بہت اچھا ہے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی، آپ نے کئی بار اس طرح فرمایا۔ اگر تم میں سے کوئی شخص ضرور بدح کرنے والا ہو تو وہ یوں کہے کہ میں اس کو ایسا اور ایسا گمان کرتا ہوں، اگر وہ سمجھتا ہو کہ وہ اس طرح سے ہے اور اس کا حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور وہ اللہ کے سامنے کسی کی پاکیزگی نہ بیان کرے، اور حقیقتِ حال کو اللہ ہی جاننے والا ہے۔

وہیب نے کہا از خالد "ویلک"۔

(صحیح بخاری: ۲۶۶۲، ۶۰۶۱، ۶۱۶۲، صحیح مسلم: ۳۰۰۰، سنن ابوداؤد: ۴۸۰۵، سنن ابن ماجہ: ۳۷۴۴)

صحیح البخاری: ۶۰۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، یہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد، یہ ابن مہران الحذاء ہیں۔

Marfat.com

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو بکرہ، یہ نفیع بن الحارث الثقفی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ویحك" یہ کلمہ ترحم ہے، یہ کلمہ اس شخص کے لیے کہا جاتا ہے جو کسی ایسی ہلاکت میں واقع ہو جائے جس کا وہ مستحق نہ ہو، اور کبھی یہ مدح اور تعجب کے معنی میں بھی ہوتا ہے، اور یہ بطور مصدر کے منصوب ہوتا ہے، اور کبھی اس پر پیش ہوتا ہے اور اس کی اضافت کی جاتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قطعت عنق صاحبك" گردن کے کاٹنے سے مراد ہے قتل کرنا، کیونکہ قتل کرنا بھی ہلاکت کے معنی میں ہے لیکن یہ ہلاکت دین میں ہے اور وہ ہلاکت دنیا میں ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وحسیبه الله" اس کا معنی ہے: اللہ اس کا حساب لے گا جو حقیقتِ حال کا جاننے والا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان کان مادحًا فلیقل" یعنی اگر وہ کسی کی مدح کرنے والا ہو تو یوں کہے کہ میں فلاں کو اس طرح اور اس طرح گمان کرتا ہوں اور اللہ ہی اس کی حقیقت کو جانتا ہے کہ وہ کیسے کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس پر جزا دے گا، اور یہ نہ کہے کہ میں یقین کرتا ہوں کہ وہ نیکی کرنے والا ہے اور اللہ اس پر گواہ ہے۔ اور نہ یہ کہے کہ اللہ پر واجب ہے کہ وہ اس کے ساتھ ایسا کرے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یزکی" یعنی وہ کسی کے انجام کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہ کہے، کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ حتمی طور پر اس کا انجام کیا ہوگا، وہ اس سے غائب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وہیب نے کہا از خالد "ویلك"۔ یعنی ویحك کی جگہ ویلك ہے، اور ویلک کا کلمہ افسوس کا کلمہ ہے اور یہ ہلاکت پر بولا جاتا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ویح اور ویل دونوں کا ایک معنی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۸۔ ۲۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۵۔ بَابُ: مَنْ أَثْنَى عَلَى أَخِيهِ بِمَا يَعْلَمُ

جو اپنے علم کے مطابق اپنے بھائی کی تعریف کرے

وَقَالَ سَعْدٌ: مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لِأَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ: إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا لِعَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ۔

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا کسی ایسے آدمی کے متعلق جو زمین پر چلتا ہو یہ نہیں سنا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص کو اپنے بھائی کے متعلق کسی تعریف کا علم ہو، تو اس کے لیے اپنی بھائی کی ایسی تعریف کرنا جائز ہے، یعنی وہ اپنے بھائی کی ایسی تعریف کر سکتا ہے جس کا اسے علم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اس میں مبالغہ نہ کرے اور اپنے علم سے زائد بات نہ کہے۔

Marfat.com

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تعلیق اس سے پہلے کتاب المناقب میں حضرت عبداللہ بن سلام کے مناقب میں سندِ موصول کے ساتھ گزر چکی ہے، یہاں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام بھی ان صحابہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، لہٰذا جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے ان کا دس میں حصر کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ عدد کے ساتھ تخصیص زائد کی نفی نہیں کرتی۔ یا عشرہ مبشرہ سے مراد یہ ہے کہ جن دس صحابہ کو یکبارگی جنت کی بشارت دی گئی، ورنہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور ان کی والدہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بالاتفاق اہل جنت میں سے ہیں۔

یہاں پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر چلنے والوں میں سے صرف حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، حالانکہ اوروں کے لیے بھی بشارت دی گئی ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کسی اور کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا تھا، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق اس وقت یہ فرمایا کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں جب وہ زمین پر چل رہے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم حِينَ ذَكَرَ فِي الْإِزَارِ مَا ذَكَرَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ إِزَارِي يَسْقُطُ مِنْ أَحَدِ شِقَّيْهِ قَالَ إِنَّكَ لَسْتَ مِنْهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہبند کے متعلق وہ ذکر فرمایا جو آپ نے ذکر فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میرا تہبند ایک جانب سے پھسل جاتا ہے، آپ نے فرمایا: تم ان میں سے نہیں ہو۔

(صحیح بخاری: ۳۶۶۵، ۳۷۸۳، ۵۷۸۴، ۵۷۹۱، ۶۰۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۸۵، سنن ترمذی: ۱۷۳۰، سنن نسائی: ۵۳۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۵۷۱، مسند احمد: ۵۳۲۸)

صحیح البخاری: ۶۰۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اپنے علم کے مطابق اپنے بھائی کی تعریف کرنے کا جواز" اور اس حدیث میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ان میں سے نہیں ہو"۔ اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے علم کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح کی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور سالم کا ذکر ہے، وہ ابن عبداللہ بن عمر ہیں، جو اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین ذکر فی الازار ما ذکر" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تہبند کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: جس نے اپنے تہبند کو تکبر سے گھسیٹا تو اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا، یہ حدیث کتاب اللباس کے اول میں گزر چکی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میرے تہبند کی ایک جانب پھسل جاتی ہے، اور وہ لٹک جاتا ہے اور گھسیٹنے کی مثل ہو جاتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں سے نہیں ہو، یعنی تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو اپنے کپڑوں کو تکبر کی نیت سے گھسیٹتے ہیں، یعنی تم اپنے تہبند کو تکبر سے نہیں گھسیٹتے، اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کا فقہی مسئلہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی ان اوصاف کے ساتھ تعریف کرنا جائز ہے جن اوصاف کا تعریف کرنے والے کو علم ہو، تا کہ دوسروں کو ان صفات کا علم ہو اور ان کو بھی معلوم ہو جائے کہ اس شخص کی فضیلت کی وجہ کیا ہے اور وہ اس سے اس کے مرتبہ کے مطابق سلوک کریں اور اس کو دوسروں پر مقدم کریں اور خیر میں اس کی اقتداء کریں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس مردوں کو جنت کی بشارت دی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: جب میں نے تبلیغ کی تو سب لوگوں نے مجھ سے کہا: آپ نے جھوٹ کہا اور ابوبکر نے مجھ سے کہا: آپ نے سچ کہا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے علم کے مطابق دوسرے صحابہ کی تعریف فرمانا

اور معمر نے از قتادہ از ابن قلابہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں اور اللہ کے دین میں سب سے قوی عمر ہیں اور سب سے زیادہ حیاء کرنے میں صادق عثمان ہیں اور سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے علی ہیں اور میری امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں اور میری امت میں سے حلال چیزوں کے سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں اور سب سے اچھی قرأت کرنے والے ابی بن کعب ہیں اور سب سے زیادہ میراث کے مسائل جاننے والے زید بن ثابت (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۹۔۲۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۔ باب:

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل: ۹۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ عدل اور احسان (نیک کام) کرو اور رشتہ داروں کو دو اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے، وہ تم کو نصیحت فرماتا ہے تا کہ تم نصیحت

Marfat.com

وَقَوْلِهٖ: يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔ (یونس: ۲۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! تمہاری بغاوت صرف تمہارے لیے ہی (مضر) ہے۔

وَقَوْلِهٖ: ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ (الحج: ٦٠)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ اس لیے ہے کہ جس نے اتنی ہی اذیت پہنچائی جتنی اسے اذیت پہنچائی گئی تھی، پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا۔

وَتَرْكِ إِثَارَةِ الشَّرِّ عَلٰى مُسْلِمٍ أَوْ كَافِرٍ۔

اور مسلمان یا کافر پر شر کے پھیلانے کو ترک کرنا واجب ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ان آیات کو وارد کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ مسلمان ہو یا کافر، اس پر شر کے پھیلانے کو ترک کرنا واجب ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نیکی کا حکم دیتا ہے یعنی کسی کی برائی پر سزا دینے کو ترک کرنا۔

عدل اور احسان کی تفسیر میں متعدد اقوال

النحل: ۹۰ میں مذکور ہے ''اللہ تعالیٰ تمہیں عدل کا حکم دیتا ہے''۔ عدل کی تعریف میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) عدل سے مراد ہے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی شہادت دینا۔ اور احسان سے مراد ہے فرائض کو ادا کرنا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(۲) عدل سے مراد ہیں فرائض، اور احسان سے مراد ہیں نوافل۔

(۳) عدل سے مراد ہے ظاہر اور باطن کا یکساں ہونا اور احسان سے مراد ہے باطن کا ظاہر سے افضل ہونا، یہ ابن عیینہ کا قول ہے۔

(۴) عدل سے مراد ہے بتوں کو چھوڑنا اور احسان سے مراد ہے کہ تم اس طرح اللہ کی عبادت کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔

(۵) عدل سے مراد ہے عبادت، اور احسان سے مراد ہے عبادت میں خضوع اور خشوع۔

(۶) عدل سے مراد ہے انصاف، اور احسان سے مراد ہے فضل۔

(۷) عدل سے مراد ہے احکام پر عمل کرنا اور احسان سے مراد ہے ممنوعہ کاموں سے اجتناب کرنا۔

(۸) عدل افعال میں ہے اور احسان اقوال میں ہے۔

(۹) عدل سے مراد ہے حق کو ظاہر کرنا اور احسان سے مراد ہے ظلم کو ترک کرنا۔

(۱۰) عدل سے مراد ہے خرچ کرنا اور احسان سے مراد ہے معاف کرنا۔

الفحشاء والمنکر کی تفسیر

''وینھی عن الفحشاء والمنکر'': یعنی ہر فعل قبیح اور قول قبیح سے منع فرماتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے

Marfat.com

مراد زنا اور سرکشی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تکبر اور ظلم ہے، اور تیسرا قول ہے: اس سے مراد تعدی اور حد سے تجاوز ہے۔

''انما بغیکم علیٰ انفسکم'' ابن عیینہ نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ سرکشی کی سزا سرکشی کرنے والے کو دنیا میں جلدی مل جاتی ہے۔ پھر جس کے خلاف سرکشی کی جائے، اللہ تعالیٰ اس کی نصرت کا ضامن ہو گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۔ اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ (النحل:۱۲۶)

لیکن کسی کی سرکشی سے درگزر کرنا اولیٰ ہے، تاکہ اس آیت پر عمل ہو:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے ۝ (الشوریٰ:۴۳)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے اور جو آپ پر ظلم کرتا آپ اس کو معاف کر دیتے تھے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی اللہ تعالیٰ نے شر کو پھیلانے سے اور شر کو برانگیختہ کرنے سے منع فرمایا ہے خواہ شر کو مسلمان پر پھیلایا جائے یا کافر پر۔ اور مسلمان کا حال یہ تقاضا کرتا ہے کہ تمام لوگوں سے شر کو بجھا دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۰۔۲۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۳۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَكَثَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم كَذَا وَكَذَا يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَأْتِي أَهْلَهُ وَلَا يَأْتِي قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي ذَاتَ يَوْمٍ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ أَفْتَانِي فِي أَمْرٍ اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ أَتَانِي رَجُلَانِ فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رِجْلَيَّ وَالْآخَرُ عِنْدَ رَأْسِي فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رِجْلَيَّ لِلَّذِي عِنْدَ رَأْسِي مَا بَالُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوبٌ يَعْنِي مَسْحُورًا قَالَ وَمَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيدُ بْنُ أَعْصَمَ قَالَ وَفِيمَ قَالَ فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ فِي مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ تَحْتَ رَعُوفَةٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا كَأَنَّ رُءُوسَ نَخْلِهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأُخْرِجَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَهَلَّا تَعْنِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنے اور اتنے دن اس حال پر ٹھہرے رہے کہ آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ اپنی اہلیہ کے پاس گئے ہیں حالانکہ آپ نہیں گئے ہوتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس آپ نے مجھ سے ایک دن فرمایا: اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس چیز کا جواب دے دیا ہے جس چیز کا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا، میرے پاس دو مرد آئے، پس ایک میرے پیروں کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے سر کے پاس بیٹھ گیا، پس جو میرے پیروں کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے اس سے سوال کیا جو میرے سر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس مرد کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ مطبوب ہے یعنی مسحور ہے (اس پر جادو کیا گیا ہے)،

Marfat.com

تَنَشَّرْتَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَمَّا اللهُ فَقَدْ شَفَانِي وَأَمَّا أَنَا فَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا قَالَتْ وَلَبِيدُ بْنُ أَعْصَمَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ حَلِيفٌ لِيَهُودَ

اس نے پوچھا: اور کس نے ان پر جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لبید بن اعصم نے، اس نے پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے، اس نے کہا: کھجور کے نر شگوفہ کے غلاف میں، اس کے اندر کنگھی ہے اور سوت کے تار ہیں، اور اس کو ذروان کے کنویں میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا ہے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہی وہ کنواں ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا، اس باغ کے کھجور کے درخت شیاطین کے سروں کی طرح ہیں، اور اس کا پانی مہندی کے تل چھٹ کی طرح ہے، پھر نبی ﷺ کے حکم سے اس چیز کو نکالا گیا جس میں جادو کیا گیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس واقعہ کو پھیلایا کیوں نہیں دیا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء دے دی اور سنو میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں لوگوں کے اوپر شر پھیلاؤں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ لبید بن اعصم یہود کے حلیف بنو زریق سے تعلق رکھتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۷۵، ۳۲۶۸، ۵۷۶۳، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۶۰۶۳، ۶۳۹۱، صحیح مسلم: ۲۱۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۵، مسند احمد: ۲۴۳۷۹)

صحیح البخاری: ۶۰۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور اور آیات مذکورہ کے درمیان مطابقت

اللہ تعالیٰ نے سرکشی کرنے سے منع فرمایا اور یہ بتایا کہ سرکشی کرنے کا ضرر سرکشی کرنے والے کی طرف پہنچتا ہے، اور جس کے خلاف سرکشی کی گئی اس کی مدد کرنے کا اللہ تعالیٰ ضامن ہو گیا، تو اب جس کے خلاف سرکشی کی گئی اس پر یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اس پر احسان کیا اور جس نے اس کے خلاف سرکشی کی تھی اس کو معاف کر دے، کیا یہ نہیں دیکھا گیا کہ نبی ﷺ کس طرح جادو کے اثر میں مبتلا ہوئے اور آپ نے اس جادوگر کو کوئی سزا نہیں دی حالانکہ آپ اس پر قادر تھے۔ اور اس تعلیق کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس تعلیق میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان ہو یا کافر اس پر شر کو نہ پھیلایا جائے، اور حدیث میں اس کی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگوں کے اوپر شر پھیلاؤں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحمیدی، وہ عبد اللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہیں اور اپنے اجداد میں سے ایک حمید کی طرف منسوب

Marfat.com

ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں، اور ہشام بن عروہ ہیں، اور عروہ اپنے والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کذا و کذا" اس کا معنی ہے: کئی ایام تک۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یخیل الیه انه یاتی اهله" یعنی آپ کو یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ نے اپنی اہلیہ سے مباشرت کی ہے، حالانکہ مباشرت نہیں کی ہوتی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی امر" یعنی جو خیال مجھے ڈالا جاتا تھا اس کے متعلق میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رجلان" یعنی وہ دو فرشتے تھے جو دو مردوں کی صورت میں آئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی جف" اور یہ کھجور کے شگوفہ کا غلاف ہے۔ اور اس کا مذکر اور مونث دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "و مشاطة" یہ وہ ہے جو سوت کو کاتا جاتا ہے، یعنی سوت کاتنے کے بعد جو دھاگے نکلتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رعوفة" یہ کنویں کی تہہ میں ایک پتھر تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رؤوس الشياطين" یعنی ان درختوں کی صورت ایسی وحشت ناک تھی جسے دیکھ کر ڈر محسوس ہوتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۱۔ ۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: ہم اس حدیث کی تحقیق صحیح البخاری: ۵۷۶۳ میں لکھ چکے ہیں۔

۵۷۔ بَابُ: مَا يُنْهَى عَنِ التَّحَاسُدِ وَالتَّدَابُرِ — لوگوں سے حسد کرنے اور لوگوں کی طرف پیٹھ کرنے کی ممانعت

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝ (الفلق: ۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (میں پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے ۝

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

"تحاسد اور تدابر" دونوں باب تفاعل سے ہیں اور حسد کا معنی ہے کہ ایک مرد اپنے بھائی کے پاس کوئی نعمت دیکھے، پس یہ تمنا کرے کہ یہ نعمت اس سے زائل ہو جائے اور یہ نعمت اس کے بغیر اسے مل جائے۔ اور تدابر یہ ہے کہ لوگوں میں سے ہر ایک اپنے بھائی کی طرف اپنی پیٹھ کرے، پس اس سے اعراض کرے اور اس کو چھوڑ دے۔ یہ ابن اثیر کا بیان ہے۔ اور علامہ الہروی نے کہا ہے کہ تدابر کا معنی ہے "تقاطع" کہا جاتا ہے "تدابر القوم" یعنی ہر ایک نے اپنے صاحب سے پیٹھ پھیر لی۔ اور اس کے بعد آیت کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ حسد ممنوع ہے خواہ ایک جانب سے ہو۔ اور یہاں پر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حسد دونوں جانبوں سے ہو، کیونکہ تفاعل قوم کے درمیان ہوتا ہے دو کے درمیان نہیں ہوتا، اور حسد کرنے والوں میں سے ہر ایک پر یہ

Marfat.com

صادق آتا ہے کہ وہ حاسد ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۴۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، اور دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو اور کسی کی جاسوسی نہ کرو، کسی سے حسد نہ کرو، دوسروں سے پیٹھ نہ پھیرو، دوسروں سے بغض نہ رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

(صحیح بخاری: ۵۱۴۳، ۶۰۶۴، ۶۰۶۶، ۶۷۲۴، صحیح مسلم: ۲۵۶۳، سنن ترمذی: ۱۹۸۸، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۷، مسند احمد: ۸۲۹۹، موطا امام مالک: ۱۶۸۴)

صحیح البخاری: ۶۰۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''لوگوں سے حسد کرنے اور لوگوں سے پیٹھ پھیرنے کی ممانعت'' اور اس حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے ''تم لوگوں سے نہ حسد کرو اور نہ ان سے پیٹھ پھیرو، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر بن محمد، یہ ابو محمد السختیانی المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن المبارک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ہمام، اور یہ اسم فاعل کے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اجتنبوا الظن'' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ظن سے مراد یہاں پر وہ تہمت ہے جس کا کوئی سبب نہ ہو، جیسے کوئی شخص کسی مرد کو بے حیائی کے کام کی تہمت لگائے بغیر اس کے کہ اس مرد سے کوئی ایسی چیز ظاہر ہو جو بے حیائی کا تقاضا کرتی ہو۔ اسی لیے اس پر عطف کیا گیا ہے ''ولا تحسسوا'' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کے دل میں کسی کے خلاف تہمت آئے گی تو وہ اس کا کھوج لگائے گا اور تحقیق کرے گا تو اس کو اس سے منع کر دیا گیا ہے۔

علامہ خطابی وغیرہ نے کہا ہے: اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس ظن پر عمل نہ کرے جس پر اکثر احکام موقوف ہوتے ہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس ظن کی تحقیق نہ کرو جس سے مظنون کو ضرر پہنچتا ہے، اسی طرح دل میں بھی کسی کے خلاف بغیر دلیل کے کوئی بات

Marfat.com

آتی ہے، کیونکہ ظنون کی ابتداء میں دل میں خیالات آتے ہیں جن کو دفع کرنا ممکن نہیں ہوتا اور جو ممکن نہ ہو اس کا بندے کو مکلف نہیں کیا جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فان الظن اکذب الحدیث" یعنی ظن میں اکثر جھوٹا کلام ہوتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کذب تو اقوال کی صفت ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں کذب سے مراد ہے واقع کے مطابق نہ ہونا، برابر ہے کہ وہ قول ہو یا فعل ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تحسسوا ولا تجسسوا" علامہ کرمانی نے کہا: ان دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے۔ اور علامہ ابن الانباری نے کہا کہ دوسرا لفظ تاکید کے لیے ہے جیسے کہتے ہیں "بعدا و سحقا"۔

علامہ عینی فرماتے ہیں "ولا تحسسوا اور ولا تجسسوا" دونوں میں فرق ہے، لاتجسسوا کا معنی ہے: کسی کی پوشیدہ باتوں کا کھوج نہ لگایا جائے، اور "ولا تحسسوا" کا معنی ہے: کسی کے متعلق لوگوں کی باتیں نہ سنی جائیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ "لاتجسسوا" کا معنی ہے: کسی کے باطنی معاملات کا کھوج نہ لگایا جائے اور اکثر اس کا اطلاق شر میں ہوتا ہے، اور "لاتحسسوا" کا معنی ہے: کسی کے عیب کو دیکھنے کی کوشش نہ کرے یا کسی کے عیب کو سننے کی کوشش نہ کرے۔ اور اس ممانعت سے یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ کوئی معتمد آدمی یہ خبر دے کہ فلاں شخص دوسرے کے ساتھ خلوت میں مل رہا ہے تا کہ اس کو قتل کر دے، یا فلاں مرد خلوت میں کسی عورت سے مل رہا ہے تا کہ اس سے زنا کرے، تو ان صورتوں میں کھوج لگانا مشروع ہے تا کہ کسی بے قصور مرد کو قتل سے بچایا جائے یا کسی عورت کو زنا سے بچایا جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تباغضوا" یعنی بغض کے اسباب مہیا نہ کرو، ایک قول یہ ہے کہ اس ممانعت سے مراد ہے وہ ناجائز خواہشیں جو بغض کا تقاضا کرتی ہیں۔ اور یہاں بغض کی ممانعت سے مراد یہ ہے جو غیر اللہ کے لیے بغض ہو، اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کسی سے بغض رکھتا ہے تو وہ واجب ہے اور اس کو ثواب ملے گا کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے حق کی تعظیم کر رہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وکونوا عباد اللہ" یعنی اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ علامہ قرطبی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ تم ایسے بھائی بن جاؤ جیسا نسبی بھائی ہوتا ہے یعنی اس پر شفقت کرنے میں، اس پر رحمت کرنے میں، اس کی غمگساری کرنے میں، اس کی مدد کرنے میں اور خیر خواہی کرنے میں اس کے بھائی بن جاؤ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۳۔ ۲۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ تم لوگوں سے بغض رکھو، نہ ان سے حسد رکھو اور نہ ان سے پیٹھ پھیرو اور اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ، اور کسی مسلمان

کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے
زیادہ چھوڑے رکھے۔

(صحیح بخاری: ۶۰۷۶، صحیح مسلم: ۲۵۵۹، سنن ترمذی: ۱۹۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۰، مسند احمد: ۱۱۲۶۳)

صحیح البخاری: ۶۰۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر کسی نے دینی وجہ سے ترکِ تعلق کیا ہو تو پھر تین دن سے زیادہ بھی ترکِ تعلق جائز ہے

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یحل لمسلم'' اس حدیث میں تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلق کرنے کی ممانعت ہے، لیکن یہ اس شخص کے متعلق ہے جس نے دین کی نافرمانی نہ کی ہو، اور جس شخص نے دین میں زیادتی کی ہو اور اپنے رب کی نافرمانی کی ہو تو اس پر تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق کی رخصت ہے جیسا کہ وہ تین صحابی جو غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے، تو شارع علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان سے قطع تعلق کیا جائے اور پچاس راتوں تک مسلمانوں سے ان سے قطع تعلق رکھا حتیٰ کہ ان کی توبہ نازل ہوگئی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایک ماہ تک نہ ملنے کی قسم کھائی اور اپنے بالا خانے پر تشریف لے گئے اور اپنی ازواج کی طرف نہ اترے حتیٰ کہ مہینہ پورا ہو گیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص نے جو اپنے مسلمان بھائی سے ترکِ تعلق کیا ہوا ہے، تو کیا صرف سلام کر لینے سے وہ اس ترکِ تعلق سے نکل جائے گا یا نہیں؟ البغدادہ نے کہا: ہاں اور یہی جمہور علماء کا قول ہے کہ ترکِ تعلق محض سلام کرنے سے زائل ہو جاتا ہے اور سلام کا جواب دینے سے۔ اور امام مالک کا بھی ایک روایت میں یہی قول ہے۔ اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ترکِ تعلق سے وہ اس وقت تک بری نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اس کے ساتھ پہلے جیسا تعلق قائم نہ کرلے اور یہ بھی کہا کہ اگر کلام کو ترک کرنے سے اس کو ایذاء پہنچتی ہے تو صرف سلام کرنے سے وہ ترکِ تعلق منقطع نہیں ہوگا۔ ابن القاسم مالکی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۸۔ باب:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا (الحجرات: ۱۲)

۵۸۔ باب:

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور نہ تم (کسی کے متعلق) تجسس کرو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت ان دو مردوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے متعلق غیبت کی تھی، اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اکثر گمانوں سے احتراز کرو، اور سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے بھائی سے کوئی بات سنتا ہے جس نے اس بات سے کسی برائی کا ارادہ نہیں کیا، پھر اس کا مسلمان بھائی اس کے کلام کے متعلق بدگمانی کرتا ہے،

اس سے قرآن مجید نے منع فرمایا ہے۔ اور زجاج نے کہا: وہ یہ ہے کہ نیک لوگوں کے ساتھ برا گمان کیا جائے اس سے منع کیا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے "کثیرا من الظن، ان بعض الظن اثم" اس آیت میں اس پر دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام گمانوں سے منع نہیں فرمایا، اور ظن کی چار قسمیں ہیں:

(۱) ممنوع (۲) مامور بہ (۳) مباح (۴) مستحب

ظن ممنوع

جو ظن ممنوع ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی کی جائے اور اسی طرح ان مسلمانوں کے ساتھ بدگمانی کی جائے جن کا ظاہر حال یہ ہے کہ وہ نیک ہیں۔

ظن مامور بہ

یہ وہ ظن ہے کہ کسی حکم کے اوپر کوئی دلیل قائم نہ کی گئی ہو جس سے اس حکم تک پہنچا جا سکے، اور ہمیں مکلف کیا گیا ہو کہ ہم اس میں حکم جاری کریں تو ایسی صورت میں غلبہ ظن کے اوپر اقتصار کیا جائے گا اور غلبہ ظن کے اعتبار سے حکم جاری کرنا واجب ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے جیسے ہم کو نیک لوگوں کی شہادت قبول کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو ہم غور و فکر کر کے ان کی شہادت کو قبول کریں، اسی طرح ہمیں نماز پڑھنے کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو اب ہم اپنے ظن سے قبلہ کی سمت کا تعین کریں گے۔ اسی طرح کسی نے کسی کی کوئی چیز ضائع کر دی تو اس چیز کی ہم اپنے ظن سے قیمت لگائیں گے۔ یا کسی نے حالت احرام میں شکار کیا تو اس کے تاوان میں بھی ہم اپنے ظن سے حکم لگائیں گے۔ سو ایسی تمام صورتیں جن کی مقدار معلوم نہ ہو، تو ان کی مقدار پر ہم اپنے ظن سے حکم لگائیں گے، پس یہ اور اس کی مثالیں اس میں ہمیں غلبہ ظن کے ساتھ مکلف کیا گیا ہے۔

ظن مباح

ظن مباح یہ ہے جیسے نماز میں آدمی کو شک ہو جائے کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت پڑھی ہیں جب وہ امام ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے اور غلبہ ظن کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا ہے، تو اگر کسی نے ایسی صورت میں ظن کے مطابق عمل کیا تو یہ مباح ہے اور اگر کسی دلیل سے اس پر یقینی صورت حال منکشف ہو گئی تو پھر یقین پر عمل کرے۔

ظن مستحب

یعنی اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ نیک گمان کرے تو اس نیک گمان کرنے پر اس کو ثواب دیا جائے گا۔

اور "لاتجسسوا" کی تفسیر اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۶۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ

ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بدگمانی

Marfat.com

أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا

کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، اور تم لوگوں کی باتیں نہ سنو، اور لوگوں کے عیوب کی چھان بین نہ کرو، اور جس چیز کو خریدنے کا ارادہ نہ ہو اس کی قیمت نہ بڑھاؤ، اور لوگوں سے حسد نہ کرو اور لوگوں سے بغض نہ رکھو اور لوگوں سے پیٹھ نہ موڑو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

(صحیح بخاری: ۵۱۴۳، ۶۰۶۴، ۶۰۶۶، ۶۷۲۴، صحیح مسلم: ۲۵۶۳، سنن ترمذی: ۱۹۸۸، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۷، مسند احمد: ۸۲۹۹، موطا امام مالک: ۱۶۸۴)

صحیح البخاری: ۶۰۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں جو آیت ذکر کی گئی ہے اس آیت میں بدگمانی کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور حدیث میں بغض اور حسد سے منع کیا گیا ہے اور بغض اور حسد بدگمانی سے پیدا ہوتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو الزناد، یہ عبد اللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبد الرحمن بن ہرمز ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث مذکور کے اکثر الفاظ اس سے پہلی حدیث میں آ چکے ہیں اور ان کے معانی کا بیان کیا جا چکا ہے، البتہ اس میں ایک لفظ ہے ''ولا تناجشوا'' اور نجش کا معنی یہ ہے کہ ایک آدمی کسی چیز کا اضافہ کرے اور اس چیز کو خریدنے میں اس کی رغبت نہ ہو بلکہ وہ دوسرے کو دھوکا دینا چاہتا ہو، تاکہ دوسرا شخص دھوکا کھا کر اس کی قیمت زیادہ لگائے۔

اور ''ولا تنافسوا'' کا معنی ہے: کسی نفیس چیز میں رغبت کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۹- بَابٌ: مَا يَكُونُ مِنَ الظَّنِّ جائز گمان کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس گمان کے بیان میں ہے جو جائز ہو، اور القابسی اور الجرجانی کی روایت میں ہے: جو گمان مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٦٠٦٧۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا أَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِينِنَا شَيْئًا قَالَ اللَّيْثُ كَانَا رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُنَافِقِينَ۔ (صحیح بخاری:٦٠٦٨)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں فلاں اور فلاں کے متعلق یہ گمان نہیں کرتا کہ وہ ہمارے دین میں سے کسی چیز کو جانتے ہوں گے۔
اللیث نے کہا: یہ دونوں مرد منافقین میں سے تھے۔

صحیح البخاری: ٦٠٦٧، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث اور عنوان کے درمیان مطابقت نہیں ہے، کیونکہ عنوان میں ظن کا اثبات ہے اور حدیث میں ظن کی نفی ہے، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حدیث میں ظن نہ کرنے کا ذکر ہے اور ظن کی نفی نہیں ہے لہٰذا، ان میں منافات نہیں ہے۔

منافقین کے علم کی نفی کا محمل

علامہ داؤدی نے کہا ہے: اللیث نے جو اس حدیث کی تاویل کی ہے، وہ بعید ہے اور نبی ﷺ تمام منافقین کو نہیں پہچانتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ۔ (الانفال:٦٠)

اور ان کے سوا دوسرے دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ ظن یہاں پر یقین کے معنی میں ہے، کیونکہ نبی ﷺ منافقین کو اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کی وجہ سے پہچانتے تھے، جو اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں نبی ﷺ کو منافقین کی خبر دی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم سورۂ توبہ کو سورۃ الفاضحہ کہتے تھے، یعنی اس صورت میں منافقین کی خبر دے کر ان کو رسوا کر دیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور ہم اپنے گمان سے اس طرح نہیں جانتے جس طرح نبی ﷺ کو علم تھا، کیونکہ آپ پر وحی نازل ہوتی تھی، پس ہمارے لیے قطعی طور پر منافقین کو بتانا واجب نہیں ہے۔ ہاں جس نے کوئی برا کام کیا اور اس نے اپنے نفس کو بدگمانی پر اور دین میں اس کے متعلق تہمت پر پیش کر دیا تو اس کے متعلق بدگمانی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم جس مرد کو عشاء اور فجر کی نماز میں غیر حاضر پاتے تو اس کے متعلق نفاق کی بدگمانی کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٢١٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٦٠٦٨۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بِهٰذَا وَقَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا أَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفَانِ دِينَنَا الَّذِي نَحْنُ عَلَيْهِ۔ (صحیح البخاری: ٦٠٦٧، ٦٠٦٨)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے یہ حدیث بیان کی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی ﷺ ایک دن ان کے پاس آئے اور فرمایا: اے عائشہ! میں فلاں اور

فلاں کے متعلق یہ گمان نہیں کرتا کہ وہ ہمارے اس دین کو پہچانتے ہیں جس پر ہم ہیں۔

صحیح البخاری: ۶۰۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ بھی اس حدیث کی دوسری سند ہے، جو از یحییٰ بن بکیر ابی زکریا المخزومی المصری ہے از اللیث بن سعد بھی یہی حدیث مذکور مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۶۔ ۲۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۔ بَابُ: سَتْرِ الْمُؤْمِنِ عَلَى نَفْسِهِ — مومن کا خود اپنی پردہ پوشی کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مومن سے کوئی عیب صادر ہو تو اس عیب کی پردہ پوشی کرنی چاہیے۔

۶۰۶۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ فَيَقُولَ يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللهِ عَنْهُ۔

(صحیح مسلم: ۲۹۹۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب کے بھتیجے از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میرے ہر امتی کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا سوا ان کے جو علی الاعلان گناہ کرتے ہوں، اور علی الاعلان گناہ کرنے کی یہ صورت بھی ہے کہ کوئی مرد رات کو کوئی (گناہ کا) کام کرے، پھر جب صبح ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ رکھ لیا ہو، پھر وہ کہے: اے فلاں! میں نے رات کو اس طرح اور اس طرح (برا) کام کیا، حالانکہ اس نے اس طرح رات گزاری تھی کہ اس کے رب نے اس کا پردہ رکھ لیا تھا اور صبح کو وہ اللہ کے رکھے ہوئے پردہ کو خود کھول دے۔

صحیح البخاری: ۶۰۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس جگہ یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ باب کے عنوان اور اس حدیث میں کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ باب کا عنوان یہ ہے کہ

Marfat.com

مومن خود اپنے عیب کو چھپائے اور حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے عیب کو چھپائے۔
اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پردہ رکھنا اس کو مستلزم ہے کہ مومن خود بھی اپنا پردہ رکھے، سو جس نے اللہ کی نافرمانی کا اظہار کیا اور علی الاعلان گناہ کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کو غضب میں لایا، پس اللہ تعالیٰ اس کی معصیت کا پردہ نہیں رکھے گا اور جس نے حیاء کی وجہ سے اپنی معصیت کو چھپانے کا ارادہ کیا کہ وہ اپنے رب سے بھی اپنی معصیت کو چھپائے اور لوگوں سے بھی، تو اللہ تعالیٰ اس کی معصیت کا پردہ رکھتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن سعد، یہ ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمن بن عوف ہیں، اور یہاں انہوں نے زہری سے ایک واسطہ کے ساتھ روایت کی ہے اور وہ اکثر زہری سے بلاواسطہ روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن شہاب کے بھتیجے کا ذکر ہے، ان کا نام محمد بن عبداللہ بن مسلم ہے، وہ اپنے چچا سے از سالم بن عبداللہ بن عمر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مُعَافًى" اس میں میم پر پیش ہے اور فاء پر زبر ہے اور یہ اسم مفعول مقصور ہے اور یہ عافیت سے ماخوذ ہے۔ کہا جاتا ہے "عافاہ اللہ عافیۃ" اور عافیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا بندے سے دفاع کرنا۔ اور یہاں مراد ہے اللہ تعالیٰ کا معاف فرمانا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "الا المجاہرین" اس کا معنی ہے: لیکن جو علی الاعلان اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نہیں معاف فرمائے گا۔ اور مُجاہر وہ شخص ہے جو کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی کرے اور اللہ کی معصیت کو ظاہر کرے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میری امت میں سے ہر شخص کے گناہ کو معاف کر دیا جائے گا سوائے فاسق معلن کے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: جو آدمی اپنے فسق کو ظاہر کرے یا اپنی بدعت کو ظاہر کرے تو اس کے فسق اور بدعت کا ذکر کرنا جائز ہے، اور جو اپنے فسق اور بدعت کو چھپائے، اس کے فسق اور بدعت کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ "مُجاھر" تو بابِ مفاعلہ سے ہے اور اس کا معنی ہے ہر ایک فاعل بھی ہو اور مفعول بھی ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی بابِ مفاعلہ مجرد کے معنی میں بھی ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَسَارِعُوٓا إِلَىٰ مَغۡفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمۡ۔ (آل عمران: ۱۳۳) اور اپنے رب کی بخشش کی طرف جلدی کرو۔

اس آیت میں "سَارِعُوٓا" بھی بابِ مفاعلہ سے ہے لیکن یہ مجرد کے معنی میں ہے، یعنی اپنے رب کی بخشش اور مغفرت کی طرف جلدی کرو۔ اور "مجاھرۃ" کا معنی ظہور اور اظہار ہے، اور "اھجار" بے حیائی اور کثرت کلام کو کہتے ہیں، جب کوئی شخص فضول بکواس کرے تو اس کو "ھجر" اور "اھجو" کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۷۔ ۲۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ فِي النَّجْوَى قَالَ يَدْنُو أَحَدُكُمْ مِنْ رَبِّهِ حَتَّى يَضَعَ كَنَفَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ وَيَقُولُ عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَرِّرُهُ ثُمَّ يَقُولُ إِنِّي سَتَرْتُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از صفوان بن محرز، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے النجویٰ کے متعلق کیا سنا ہے آپ کیا فرماتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ تم میں سے کوئی ایک اپنے رب کے قریب ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا پر اس کے اوپر رکھ دے گا، پھر فرمائے گا: تو نے فلاں فلاں کام کیا ہے، وہ بندہ کہے گا: جی ہاں! اور فرمائے گا: تو نے فلاں فلاں کام کیا ہے، وہ بندہ کہے گا: جی ہاں! سو اللہ تعالیٰ اس سے اس کے کاموں کا اقرار کرائے گا، پھر فرمائے گا: میں نے دنیا میں تجھ پر پردہ رکھا تھا تو میں آج کے دن تیری مغفرت کر دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری: ۲۴۴۱، ۴۶۸۵، ۶۰۷۰، ۷۵۱۴، مسلم: ۲۷۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۸۳، مسند احمد: ۵۴۳۱)

صحیح البخاری: ۶۰۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس جگہ بھی یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے: مومن کا خود اپنے عیب پر پردہ رکھنا، اور حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے کے عیب پر پردہ رکھے گا۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پردہ رکھنا بندے کے پردہ رکھنے کو مستلزم ہے، دوسرا جواب یہ ہے: کیونکہ بندے کے افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا پردہ رکھنا بندے کا پردہ رکھنا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعوانہ، یہ الوضاح الیشکری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صفوان بن مُحرِز، یہ المازنی البصری ہیں، اور امام بخاری نے ان کی صرف یہی حدیث روایت کی ہے، اور ایک اور حدیث بھی ہے جو ''بدأ الخلق'' میں گزر چکی ہے، اور ان دونوں حدیثوں کو امام بخاری نے کئی جگہ پر ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی النجویٰ'' نجویٰ کے معنی ہیں: سرگوشی، یعنی وہ چپکے چپکے باتیں جو اللہ عزوجل اور اس کے مومن بندہ کے درمیان قیامت کے دن ہوں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یدنوا'' یہ لفظ الدنو سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: مرتبہ کے اعتبار سے قریب ہونا نہ کہ مکان کے

اعتبار سے قریب ہونا۔اس حدیث میں مذکور ہے "کنفه" یہ ساتر ہے، یعنی وہ چھپانے والا، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی توجہ سے بندہ کو اپنی رحمت کے پروں میں چھپا لے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عملت کذا و کذا" یعنی تو نے اس طرح اور اس طرح کام کیا، اور اللہ تعالیٰ بندہ سے اقرار کرائے گا، یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے معنی کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے، یا اس کی ایسی تاویل کی جائے جو مقام کے مناسب ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۸۔۲۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۔ بَابُ: الْكِبْرِ

تکبر کا بیان

وَقَالَ: مُجَاهِدٌ: ثَانِيَ عِطْفِهِ (الحج:۹) مُسْتَكْبِرٌ فِي نَفْسِهِ۔ عِطْفُهُ: رَقَبَتُهُ۔

مجاہد نے (الحج:۹ کی تفسیر میں) کہا: "وہ (ازراہِ تکبر) اپنی گردن موڑے ہوئے ہے"۔ یعنی وہ اپنے دل میں تکبر کرنے والا ہے، عِطفه: کا معنی ہے: وہ اپنی گردن موڑنے والا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب تکبر کی مذمت کے بیان میں ہے۔ اور بہت سے علماء اور عبادت گزار اور زاہدین تکبر کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

تکبر اس حالت کو کہتے ہیں جس حالت کو انسان اپنے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے، اور اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا اور عظیم سمجھتا ہے، اور وہ اپنے رب کے سامنے بھی تکبر کرتا ہے اور حق کے قبول کرنے اور اس کے ماننے سے انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت کا انکار کرتا ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس باب کی تعلیق مجاہد سے منقول ہے، انہوں نے کہا: عطف کا معنی ہے: گردن موڑنا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: جو اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا ہو، تکبر کرنے والا ہو۔

نیز مجاہد سے مروی ہے کہ یہ آیت النضر بن الحارث کے متعلق نازل ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ الْقَيْسِيُّ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَاعِفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معبد بن خالد القیسی نے حدیث بیان کی، از حارثہ بن وہب الخزاعی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ ہر وہ شخص جو کمزور ہو اور تواضع کرنے والا ہو، اگر وہ اللہ کا نام لے کر قسم کھا لے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی

Marfat.com

قسم میں پورا کر دے گا، اور کیا میں تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں؟

ہر بدمزاج، اکڑ کر چلنے والا اور تکبر کرنے والا۔

(صحیح بخاری: ۴۹۱۸، ۶۰۷۱، ۶۶۵۷، صحیح مسلم: ۲۸۵۳، سنن ترمذی: ۲۶۰۵، سنن ابن ماجہ: ۴۱۱۶، مسند احمد: ۱۸۲۵۵)

صحیح البخاری: ۶۰۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معبد بن خالد القیسی، یہ الجد لی القیسی الکوفی القاضی ہیں، یہ خالد بن عبداللہ کی ولایت میں ۱۱۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حارثہ بن وہب الخزاعی، الخزاعی میں خزاعہ کی طرف نسبت ہے اور یہ الازد کا قبیلہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کل ضعیف متضاعف" ضعیف سے مراد ہے جس کا حال ضعیف ہو نہ وہ کہ جس کا بدن ضعیف ہو، اور متضاعف کا معنی ہے متواضع، جو عاجزی کرنے والا ہو اور یہ وہ شخص ہے جس کو عام لوگ دنیا میں اس کے حال کے ضعف کی وجہ سے حقیر جانتے ہوں اور وہ اللہ کے نزدیک اتنا مقرب ہوتا ہے کہ اگر وہ کوئی قسم کھالے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرتا ہے اور اس کو اس کی قسم میں سچا کر دیتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عتل" اس کا معنی ہے: بدخو، اور "الجواظ" کا معنی ہے: خیر سے روکنے والا اور اکڑ کر چلنے والا۔

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ زیادہ تر اہل جنت وہ ہوں گے جو تواضع اور عاجزی کرنے والے ہوں گے، اور زیادہ تر اہل دوزخ وہ ہوں گے جو تکبر کرنے والے اور اکڑنے والے ہوں گے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جنت اور دوزخ میں صرف ایسے ہی لوگ ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۹۔ ۲۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۲۔ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ إِنْ كَانَتِ الْأَمَةُ مِنْ إِمَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۱۷۷، مسند احمد: ۱۱۵۳۰)

اور محمد بن عیسیٰ نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: اہل مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔

صحیح البخاری: ۶۰۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن عیسیٰ کا ذکر ہے، یہ محمد بن عیسیٰ بن الطباع ابو جعفر البغدادی ہیں، یہ اذنہ میں آ کر رہنے لگے تھے جو طرطوس کا شہر ہے، امام ابوداؤد نے کہا: ان کو تقریباً چالیس ہزار احادیث حفظ تھیں، اور یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے صرف اسی جگہ ان کی حدیث روایت کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: جنہوں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے رجال کو جمع کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ امام بخاری نے ان سے کتاب الحج اور کتاب الادب کے اخیر میں حدیث روایت کی ہے، اور دونوں جگہ محمد بن عیسیٰ کہا ہے اور صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: مشابہ بالحق یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے شیخ محمد بن عیسیٰ سے یہ حدیث مذاکرہ کے درمیان حاصل کی، اور ابو جعفر بن حمدان النیشاپوری نے کہا کہ ہر وہ حدیث جس میں امام بخاری یہ کہیں کہ مجھ سے فلاں نے یہ کہا تو وہ عرض اور مناولہ ہے، اور بعض مغاربہ نے کہا: امام بخاری کہتے ہیں "قال لی اور قال لنا" یہ اس وقت کہتے ہیں جب انہیں اس کی سند کا علم ہو لیکن اس کا ذکر نہ کریں، اور اس کا وہ ذکر استشہاد کے لیے کرتے ہیں اور اکثر محدثین اس لفظ کو وہاں ذکر کرتے ہیں جہاں وہ مذاکرات اور مناظرات میں حدیث کو حاصل کرتے ہیں۔ اور جو احادیث المذاکرہ ہوں، ان سے بہت کم استدلال کیا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "باندیوں میں سے کوئی باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی اور آپ کو جہاں چاہتی لے جاتی"۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلقِ عظیم ہے کہ اگر کسی باندی کو بھی آپ سے کوئی کام ہوتا تو آپ کو مدینہ میں جہاں چاہتی لے جاتی۔

اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تواضع پر دلیل ہے اور تکبر کی تمام اقسام سے آپ کی براءت کی دلیل ہے۔

اور اس حدیث میں کئی قسم کا مبالغہ ہے، ایک تو اس میں عورت کا ذکر کیا ہے مرد کا ذکر نہیں کیا، اور عورتوں کی اصناف میں سے بھی باندی کا ذکر کیا ہے، اور باندی کے لفظ کو بھی عام رکھا ہے یعنی خواہ کوئی باندی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۰-۲۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲- بَابُ: الْهِجْرَةِ — اپنے مسلمان بھائی سے سلام کلام چھوڑنے کا بیان

وَقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے ہجرت، اور ہجرت کا معنی ہے: اپنے مومن بھائی سے اس کی ملاقات کے وقت کلام نہ کرنا اور ہر ایک کا دوسرے سے اجتماع کے وقت اعراض کرنا، اور یہاں ہجرت سے مراد یہ نہیں ہے کہ اپنے وطن کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جائے

Marfat.com

کیونکہ اس کا حکم پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس حدیث میں مذکور ہے تین دن سے زیادہ، اور ایک روایت میں مذکور ہے تین راتوں سے زیادہ۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ علماء نے فرمایا: مسلمانوں کے درمیان تین راتوں سے زیادہ ایک دوسرے سے سلام اور کلام کو منقطع کرنا نصِ صریح سے ممنوع ہے، اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ تین دن یا تین راتوں تک اگر سلام، کلام منقطع کرے تو یہ معاف ہے، کیونکہ آدمی کی فطرت میں یہ ہے کہ وہ ناپسندیدہ بات پر غضب میں آجاتا ہے تو غضب کے تقاضے سے تین دن تک اس کو سلام اور کلام منقطع کرنے میں تسامح کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۳، ۶۰۷۴، ۶۰۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَوْفُ بْنُ مَالِكِ بْنِ الطُّفَيْلِ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ وَهُوَ ابْنُ أَخِي عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لِأُمِّهَا أَنَّ عَائِشَةَ حُدِّثَتْ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَ فِي بَيْعٍ أَوْ عَطَاءٍ أَعْطَتْهُ عَائِشَةُ وَاللهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ أَوْ لَأَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا فَقَالَتْ أَهُوَ قَالَ هَذَا قَالُوا نَعَمْ قَالَتْ هُوَ لِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌ أَنْ لَا أُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَبَدًا فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِلَيْهَا حِينَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ فَقَالَتْ لَا وَاللهِ لَا أُشَفِّعُ فِيهِ أَبَدًا وَلَا أَتَحَنَّثُ إِلَى نَذْرِي فَلَمَّا طَالَ ذَلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ وَهُمَا مِنْ بَنِي زُهْرَةَ وَقَالَ لَهُمَا أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ لَمَّا أَدْخَلْتُمَانِي عَلَى عَائِشَةَ فَإِنَّهَا لَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَنْذِرَ قَطِيعَتِي فَأَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ مُشْتَمِلَيْنِ بِأَرْدِيَتِهِمَا حَتَّى اسْتَأْذَنَا عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَا السَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ أَنَدْخُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ ادْخُلُوا قَالُوا كُلُّنَا قَالَتْ نَعَمْ ادْخُلُوا كُلُّكُمْ وَلَا تَعْلَمُ أَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ فَلَمَّا دَخَلُوا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِي وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عوف بن مالک بن طفیل نے حدیث بیان کی اور وہ ابن الحارث ہیں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں شریک بھائی کے بھتیجے ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کو بتایا گیا کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کسی بیع یا ان کی کسی عطاء کے متعلق کہا: اللہ کی قسم! عائشہ باز آجائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگا دوں گا، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا واقعی اس نے یہ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اللہ کے لیے نذر مانتی ہوں کہ میں ابن الزبیر سے کبھی بھی کلام نہیں کروں گی۔ پھر جب یہ ہجرت (کلام کو منقطع کرنا) طویل ہو گئی تو حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ کی طرف لوگوں کو سفارشی بنایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم میں اس کے متعلق کبھی بھی سفارش کو قبول نہیں کروں گی اور میں اپنی نذر کو نہیں توڑوں گی، پھر جب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر اس کا زمانہ طویل ہو گیا تو انہوں نے حضرت المسور بن مخرمہ اور حضرت عبد الرحمن بن الاسود بن عبد یغوث سے اس مسئلہ میں گفتگو کی اور یہ دونوں بنو زہرہ سے تھے اور ان سے کہا: میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جب تم دونوں مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل

Marfat.com

يُنَاشِدَانِهَا إِلَّا مَا كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ وَيَقُولَانِ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَلَمَّا أَكْثَرُوا عَلَى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيجِ طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا نَذْرَهَا وَتَبْكِي وَتَقُولُ إِنِّي نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيدٌ فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتَّى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَأَعْتَقَتْ فِي نَذْرِهَا ذَلِكَ أَرْبَعِينَ رَقَبَةً وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذَلِكَ فَتَبْكِي حَتَّى تَبُلَّ دُمُوعُهَا خِمَارَهَا۔

(صحیح بخاری: ۳۵۰۳، ۳۵۰۵، ۶۰۷۳)

کردو تو ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مجھ سے قطع تعلق کی نذر برقرار رکھیں تو اس کو حضرت المسور اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہما دونوں نے قبول کرلیا، وہ دونوں اپنی چادروں میں لپٹے ہوئے تھے، (اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان چادروں میں تھے) حتیٰ کہ ان دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے داخل ہونے کی اجازت طلب کی، پس ان دونوں نے کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کیا ہم داخل ہوجائیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: داخل ہو جاؤ، انہوں نے کہا: ہم سب داخل ہوجائیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں تم سب داخل ہوجاؤ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں، پس جب وہ داخل ہوگئے تو ان کے ساتھ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ بھی حجاب کے اندر داخل ہوگئے، پس حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لپٹ گئے اور اللہ کی قسم دینے لگے اور رونے لگے، اور حضرت المسور اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بھی رونے لگے اور قسم دینے لگے (کہ آپ ان کو معاف فرمادیں) ان سے بات کرلیں اور ان کا عذر قبول کرلیں، اور وہ دونوں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ آپ کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع تعلق کرنے کے متعلق کیا فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے، جب انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ اصرار کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے کہنے لگیں اور رو رہی تھیں کہ میں نے تو نذر مان لی ہے اور نذر بہت شدید ہے، پھر وہ دونوں برابر کوشش کرتے رہے حتیٰ کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے بات کرلی اور اپنی نذر کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کردیئے، اس کے بعد جب بھی آپ نذر کا یہ واقعہ یاد کرتیں تو آپ روتیں حتیٰ کہ آپ کے آنسوؤں سے آپ کا دوپٹا بھیگ جاتا۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۰۷۳، ۶۰۷۴، ۶۰۷۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اپنے مسلمان بھائی سے سلام کلام چھوڑنے کا بیان" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے قطع تعلق کرلیا تھا اور اس پر تین دن سے زیادہ گزر گئے تھے، اس اعتبار سے یہ باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جو تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھا، اس کی توجیہ

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے تین دن سے زیادہ کیوں قطع تعلق رکھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھا، اس پر ہجرتِ مذمومہ کا اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ ہجرتِ مذمومہ یہ ہے کہ دو مسلمان ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام نہ کریں اور بات نہ کریں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات نہیں ہوتی تھی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پردہ کے پیچھے ہوتی تھیں اور کوئی پردہ کے اندر ان کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہوسکتا تھا، لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو چھوڑے رکھنا ہجرتِ مذمومہ نہیں تھی۔ اور نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ اس لیے جائز تھا کہ آپ ام المومنین تھیں، خصوصاً حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی نسبت سے، کیونکہ آپ ان کی خالہ تھیں، اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے متعلق جو کہا تھا وہ یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی داد و دہش اور سخاوت سے باز آجائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگادوں گا، تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ کلام نافرمانی کی مثل تھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان کو چھوڑنا ان کے لیے تادیباً تھا، اور یہ نافرمانی کرنے والے سے قطع تعلق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ الحمصی ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزہری، یہ محمد بن مسلم بن شہاب ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے جو کہا تھا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فروخت کرنے اور عطاء کرنے پر پابندی لگادوں گا، اس کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے "حدثت فی بیع او عطاء اعطته عائشہ" اوزاعی کی روایت میں ہے کہ ایک گھر کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیچ دیا تھا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اس گھر کے بیچنے پر ناراض ہوئے اور کہا: اللہ کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا باز

Marfat.com

آجائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگادوں گا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ محبوب تھے، اور وہ بھی تمام لوگوں سے زیادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نیکی کرتے تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی تو وہ اس کو اپنے پاس نہیں رکھتی تھیں بلکہ صدقہ کردیتی تھیں تو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان کے ہاتھوں کو روکنا چاہیے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا میرے ہاتھوں کو روکا جائے گا؟ مجھ پر نذر ہے (یعنی قسم ہے) اگر میں ان سے بات کروں، اور یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت سے پہلے کا تھا، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۵۷ ھ میں فوت ہوگئی تھیں اور اس وقت حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کسی چیز کے والی نہیں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا ابن الزبیر نے یہ بات کہی ہے؟" یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عبداللہ بن زبیر نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اب شان یہ ہے کہ میں اللہ کے لیے نذر مانتی ہوں کہ ابن الزبیر سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی۔

علامہ ابن التین نے کہا: اصل عبارت اس طرح ہے کہ اگر میں ان سے بات کروں تو مجھ پر نذر ہے اور مقصود یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قسم کھائی کہ وہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے بات نہیں کریں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاستشفع ابن الزبیر الیها" یعنی حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سفارش کرنے والوں کو طلب کیا اور سفارش کا معنی یہ ہے کہ گناہوں اور جرائم سے درگزر کرلیا جائے، پھر لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سفارش کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کو قبول نہیں کیا اور عبدالرحمٰن بن خالد کی روایت میں ہے: حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے مہاجرین کو سفارشی بنایا۔ اور ابراہیم حربی نے حمید بن قیس سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے عبید بن عمیر کو سفارشی بنایا اور ان سے کہا: وہ حدیث کہاں ہے جو تم نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچائی ہے کہ آپ نے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ لا اشفع فیه" یعنی میں ان کے متعلق سفارش کو قبول نہیں کروں گی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولا اتحنث الی نذری" یعنی میں اپنی نذر کو یا اپنی قسم کو نہیں توڑوں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلما طال ذالك" یعنی جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے قطع تعلق بہت طویل ہوگیا تو پھر حضرت ابن الزبیر نے حضرت المسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن الاسود رضی اللہ عنہما سے اس سلسلہ میں بات کی اور وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانها لا یحل لها ان تنذر قطیعتی" یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ نذر مانیں کہ مجھ سے قطع تعلق کریں گی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی خالہ ہیں اور انہوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی زیادہ تر تربیت کی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اندخل کلنا؟" کیا ہم سب داخل ہوجائیں، اور ان دونوں نے کہا: اور جو ہمارے ساتھ ہیں وہ

بھی داخل ہو جائیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں سب داخل ہو جائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یناشدانها الا ماکلمته'' یعنی وہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قسم دیتے تھے کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر سے بات کرلیں اور ان کا عذر قبول کرلیں، اور انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے ساتھ قطع تعلق سے منع فرمایا ہے اور انہیں یاد دلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور معاف کرنے اور غصہ پینے کا حکم دیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''واعتقت فی نذرها ذالك اربعين رقبة'' اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں نذر سے مراد قسم ہے۔ اور التوضیح میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا: مجھ پر نذر ہے کہ میں ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے کبھی بھی کلام نہیں کروں گی، اور یہ نذر غیر عبادت میں ہے، لہٰذا امام مالک کے نزدیک اس نذر کے توڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص نے اگر کہا کہ مجھ پر نذر ہے کہ میں ضرور ایسا کروں گا تو اس کا کفارہ وہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے، اور یہ امام مالک کا اور ایک سے زیادہ تابعین کا قول ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: اس پر سب سے غلیظ کفارہ ہے جیسا کہ ظہار کے کفارہ میں ہوتا ہے، کیونکہ اس نے اللہ کی قسم کے الفاظ نہیں کہے اور نہ اس کی نیت کی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایک دن کا روزہ رکھ لے یا ایک مسکین کو کھانا کھلا دے یا دو رکعت نماز پڑھ لے۔ واللہ اعلم

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۲۔ ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ تم لوگوں سے بغض رکھو اور نہ لوگوں سے حسد رکھو، نہ لوگوں سے پیٹھ موڑو اور تم اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

(صحیح بخاری: ۶۰۷۶، صحیح مسلم: ۲۵۵۹، سنن ترمذی: ۱۹۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۰، مسند احمد: ۱۱۶۶۳)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۰۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۶۰۷۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مرد کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے، ایک دوسرے سے

Marfat.com

ملاقات کریں، پس یہ بھی منہ موڑ لے اور وہ بھی منہ موڑ لے، اور ان دونوں میں بہتر وہ ہوگا جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۳۷، صحیح مسلم: ۲۵۶۰، سنن ترمذی: ۱۹۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۱، مسند احمد: ۲۳۰۱۷، موطا امام مالک: ۱۶۸۲)

صحیح البخاری: ۶۰۷۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوایوب انصاری، ان کا نام خالد بن زید بن کلیب ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فیُعرض" اس میں یاء پر پیش ہے اور اس کا معنی ہے: چہرہ سے اعراض کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خیرهما" اس سے مراد ہے: ان دونوں میں افضل وہ ہے جو سلام میں ابتداء کرے یعنی جو یہ کہے: السلام علیکم۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام اور کلام سے جو تعلق منقطع کیا ہوا ہو، وہ سلام کرنے سے ختم ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۴۔۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۔ بَابُ: مَا يَجُوزُ مِنَ الْهِجْرَانِ لِمَنْ عَصَى

نافرمانی کرنے والے سے قطع تعلق کرنے کا جواز

وَقَالَ كَعْبٌ حِينَ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا وَذَكَرَ خَمْسِينَ لَيْلَةً.

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا جب وہ نبی ﷺ سے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے، اور نبی ﷺ نے مسلمانوں کو ہم سے کلام کرنے سے منع فرما دیا اور انہوں نے پچاس راتوں کا ذکر کیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو نافرمانی کرے اس سے سلام اور کلام کو منقطع کرنا جائز ہے۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ یہ بیان کریں کہ جو قطع تعلق جائز ہو اس کی صفت بیان کریں اور اس کی جرم کے اعتبار سے کئی قسمیں ہیں۔ پس جس کا جرم زیادہ بڑا ہو، پس لائق ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے اور اس سے اجتناب کیا جائے اور اس سے بات چیت ترک کر دی جائے جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے باقی دو صاحبوں کے بارے میں ہے۔ اور اگر قطع تعلق اس وجہ سے ہو کہ اپنی اہلیہ یا اپنے بھائیوں پر کسی وجہ سے ناراضگی ہو تو ان سے جو ترک تعلق جائز ہے، وہ یہ ہے کہ ان کو سلام نہ کیا جائے اور ان سے خندہ پیشانی سے ملاقات نہ کی جائے جیسا کہ جب حضرت عائشہ

Marfat.com

صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہوتیں تو وہ ایسا کرتی تھیں۔

(میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو جاتا ہے کب تم مجھ سے ناراض ہو اور کب تم مجھ سے راضی ہو، جب تم مجھ سے ناراض ہو تو کہتی ہو ''و رب ابراھیم'' یعنی رب ابراہیم کی قسم، اور جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو ''و رب محمد'' اور محمد کے رب کی قسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا جب وہ غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو ان کے ساتھ اور ان کے دو صاحبوں کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرما دیا تھا، ان کے دو صاحب حضرت برارہ بن ربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما تھے۔ یہ وہ تین صحابی ہیں جو غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے۔ ذکر کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے جو ان سے ترکِ تعلق رکھا وہ پچاس راتوں پر مشتمل تھا۔ اس کا ذکر امام بخاری نے کتاب المغازی کے آخر میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنِّي لَأَعْرِفُ غَضَبَكِ وَرِضَاكِ قَالَتْ قُلْتُ وَكَيْفَ تَعْرِفُ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنَّكِ إِذَا كُنْتِ رَاضِيَةً قُلْتِ بَلَى وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَإِذَا كُنْتِ سَاخِطَةً قُلْتِ لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ قَالَتْ قُلْتُ أَجَلْ لَسْتُ أُهَاجِرُ إِلَّا اسْمَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے ناراض ہونے اور تمہارے راضی ہونے کو ضرور پہچانتا ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اس کو کیسے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو ''بلی و رب محمد'' کیوں نہیں! رب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قسم!'' اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو ''لا و رب ابراھیم، ربِ ابراہیم کی قسم'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے عرض کیا: ہاں! میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی ہوں۔

(صحیح بخاری: ۵۲۲۸، ۶۰۷۸، صحیح مسلم: ۲۴۳۹، مسند احمد: ۲۴۷۹۷)

صحیح البخاری: ۶۰۷۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''نافرمانی کرنے والے سے قطع تعلق کرنے کا جواز'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں صرف آپ کے

Marfat.com

نام کو چھوڑتی ہوں اور یہ وہ چھوڑنا ہے جو جائز ہے جیسا کہ ہم نے علامہ المہلب مالکی سے نقل کیا ہے کہ یہ جائز چھوڑنے کی مثال ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہونا اس غیرت کی بناء پر ہوتا تھا جو عورتوں کے حق میں معاف کردی گئی ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر عظیم حرج ہوتا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہونا بہت سنگین گناہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی ہوں، اس میں یہ دلیل ہے کہ ان کا دل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے بھرا ہوا تھا اور ان کو جو دوسری ازواج پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے التفات کی وجہ سے غیرت آتی تھی وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرطِ محبت کی وجہ سے تھی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے، وہ ابن سلام ہیں۔ اور اس میں عبدہ مذکور ہے، وہ ابن سلیمان الکلابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: اجل، اجل، نعم کے وزن پر ہے اور اس کا معنی بھی وہی ہے لیکن اخفش نے کہا ہے: استفہام کے جواب میں نعم کا ذکر کرنا زیادہ بہتر ہے، اور تصدیق کرنے کے لیے اجل کا لفظ زیادہ بہتر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کی سنگین لغزش

امام بخاری نے اس حدیث کے باب کا عنوان لکھا ہے "معصیت کرنے والے سے قطع تعلق کرنے کا جواز" اور اس حدیث کا یہ عنوان صحیح نہیں ہے اور دلیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ آپ سے معصیت ہوئی یا آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نافرمانی کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں، یہ قطعاً ناجائز ہے، کیونکہ معصیت اور نافرمانی چھوٹے کی بڑے سے ہوتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹے یا کم تر نہیں تھے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نافرمانی کرتے یا ان کی معصیت کرتے، بلکہ یہاں پر تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئی تھیں اس حدیث کو ذکر کرنا مناسب تھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حضرت کعب بن مالک اور ان کے دو صاحبوں پر ناراض ہوئے تھے اس کو ذکر کرنا مناسب تھا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہونا بہ طور ناز تھا اور احباء اپنے محبوبین سے ناز میں اس طرح کا تعلق روا رکھتے ہیں، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر میں دعا کی تھی "اے اللہ! اگر آج مسلمانوں کی یہ جماعت ہار گئی تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا اور کوئی نہیں ہوگا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دعا کرنا بھی بہ طور ناز کے تھا اور آپ کے علاوہ اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس قسم کا کلام کرے۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۴۔ بَابٌ: هَلْ يَزُورُ صَاحِبَهُ كُلَّ يَوْمٍ أَوْ بُكْرَةً وَعَشِيًّا؟

کیا کوئی شخص اپنے صاحب سے ہر روز ملاقات کرے یا صبح اور شام میں ملاقات کرے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ کیا کوئی شخص اپنے صاحب کی ہر روز زیارت کرے یا دن کی دو طرفوں میں زیارت کرے۔ ''بکرة وعشية''۔ پس ''بکرة'' اول نہار کو کہتے ہیں جو طلوع شمس سے لے کر نصف النہار تک کا وقت ہوتا ہے۔ اور ''عشية'' آخر نہار کو کہتے ہیں، اور بخاری کے بعض نسخوں میں ''عشیا'' ہے۔

علامہ الجوہری نے کہا ہے ''العشی والعشية'' مغرب سے لے کر عشاء کی نماز تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ''العشی'' زوال سے لے کر عشاء تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ اور تیسرا قول ہے ''العشی'' زوال سے لے کر فجر تک کے وقت کو کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ ابن فارس نے بیان کیا ہے ''العَشَاءَ'' عین کی زبر کے ساتھ اور مد کے ساتھ زوال سے لے کر عشاء کی نماز تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۱، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ غلط ہے، علامہ الجوہری نے کہا ہے: عشاء کا لفظ مد اور زبر کے ساتھ معین طعام کو کہتے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ ابن فارس نے کہا ہے ''العشاء'' مد اور زیر کے ساتھ ہے، اور یہ غلطی ناقل سے ہوئی ہے۔

(میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''انتقاض الاعتراض ج ۲'' میں علامہ عینی کے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں لکھا ہے۔ سعیدی غفرلہ) (انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۳۷۸) (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۷۹ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْهِمَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً فَبَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ فِي بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ قَالَ قَائِلٌ هَذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا جَاءَ بِهِ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا أَمْرٌ قَالَ إِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي بِالْخُرُوجِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر ح اور اللیث نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی، ابن شہاب نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ نے بیان کیا: میں نے اپنے ماں باپ کو ہوش سنبھال کر جبھی دیکھا جب وہ دین دار تھے اور عبادت گزار تھے، اور ہم پر جو دن بھی گزرتا اس دن ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تھے دن کی دو طرفوں میں سے ایک طرف میں صبح کو یا شام کو، پس جس وقت کہ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے تو کسی کہنے والے نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اس ساعت میں جس میں آپ ہمارے پاس نہیں آتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس ساعت میں اسی وجہ سے آئے ہیں کہ کوئی خاص اور اہم کام ہے، رسول اللہ ؟ ﷺ نے فرمایا: بے شک مجھے (مکہ سے) نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۷۶، ۲۱۳۸، ۲۲۶۳، ۲۲۶۴، ۲۲۹۷، ۳۹۰۵، ۴۰۹۳، ۵۸۰۷، ۶۰۷۹، مسند احمد: ۲۵۰۹۸)

صحیح البخاری: ۶۰۷۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''کیا کوئی شخص اپنے صاحب سے ہر روز ملاقات کرے یا صبح اور شام میں ملاقات کرے؟'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس ساعت میں صبح یا شام کو نہیں آتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن موسیٰ، یہ ابن موسیٰ بن یزید الفراء ابواسحاق الرازی ہیں جو صغیر کے نام سے پہچانے جاتے ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، وہ ابن یوسف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، اور وہ ابن راشد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''یدینان الدین'' یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد مومن تھے اور دین اسلام کے مطابق عمل کرتے تھے۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے''ولم یمر علیھما یوم الا یاتینا فیہ''۔ یعنی کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر نہ آتے ہوں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس کے معارض حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، آپ نے ان سے فرمایا: تم کبھی کبھی میری زیارت کیا کرو تا کہ تمہاری محبت بڑھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں کوئی معارضہ نہیں ہے، کیونکہ ہر حدیث کا ایک معنی ہے۔ پس اس باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ دوست کی اپنے مہربان دوست سے ہر روز ملاقات کرنا بقدر ضرورت جائز ہے اور اس کے ساتھ شرکت سے نفع اٹھانا بھی جائز ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ معنی ہے کہ جس کے ساتھ کوئی خصوصیت نہ ہو اور کوئی دوستی ثابت نہ ہو تو اس کی زیادہ زیارت کرنا اور زیادہ ملاقات کرنا بسا اوقات بغض کی طرف پہنچا دیتا ہے اور وہ قطع تعلق کا سبب ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی حدیث کا حدیث مشہور''کبھی کبھی زیارت کرو۔۔۔الحدیث'' سے معارضہ اور اس کی تحقیق

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے اس حدیث مشہور کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ارشاد ہے: کبھی کبھی تم زیارت کرو تا کہ تمہاری محبت بڑھے اور یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے اور اس کی اکثر سندیں غریب ہیں اور کوئی ایک سند بھی قیل وقال سے خالی نہیں ہے، اور امام ابونعیم وغیرہ نے اس کے تمام طرق کو جمع کیا ہے، یہ حضرت علی، حضرت ابوذر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو، حضرت ابوبرزہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت حبیب بن مسلمہ بن حیدہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور میں نے ان طرق کو ایک مستقل رسالے میں جمع کیا ہے۔

Marfat.com

اس کا سب سے قوی طریقہ وہ ہے جس کو امام حاکم نے اپنی تاریخ میں از یحییٰ بن حبیب از جعفر بن عون از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے اور اس یحییٰ کی کنیت ابو عقیل ہے، یہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں اور اس کے تمام رجال کی توثیق کی گئی ہے، لیکن اس کی سند میں اختلاف ہے، بعض راوی اس کو وصل کرتے ہیں اور بعض راوی اس کو مرفوع بیان کرتے ہیں، اور امام ابو عبید نے کتاب الامثال میں وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ یہ امثالِ عرب سے ہے، یعنی عرب والے اس کی مثالیں دیتے ہیں، اور انہوں نے کہا: اس حدیث میں اور امام بخاری کے اس باب کی حدیث میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کا عموم تخصیص کا تقاضا کرتا ہے، پس یہ حدیث اس پر محمول ہے جس کی کوئی خصوصیت نہ ہو اور اس کے لیے دوستی ثابت نہ ہو، تو کثرتِ زیارت سے اس کا مرتبہ کم نہیں ہوگا، اور ابن بطال نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۱، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی پر اعتراض

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ان کا امام بخاری کے حق میں محض گمان ہے، کیونکہ یہ حدیث مشہور ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے منقول ہے اور ان کے اسماء یہ ہیں:

حضرت علی، حضرت ابوذر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابو برزہ، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت حبیب بن مسلمہ، حضرت معاویہ بن حیدہ، رضی اللہ عنہم۔

امام ابو نعیم وغیرہ نے اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کیا ہے اور اس حدیث کو امام حاکم نے تاریخ نیشاپور میں روایت کیا ہے اور خطیب بغدادی نے قوی سند کے ساتھ تاریخ بغداد میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے اعتراضِ مذکور کا جواب از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

تم بغور علامہ عینی کی عبارت پڑھو اور تعجب کرو، کیونکہ علامہ عینی نے بعینہٖ حافظ ابن حجر کی عبارت نقل کی ہے اور پھر الٹا حافظ ابن حجر پر اعتراض کیا ہے، پس اللہ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۷۸۔ ۳۷۹، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ روز چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنے کی مشقت نہ ہوتی

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روزانہ زیارت کرنے کے زیادہ لائق تھے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تکرار کی مشقت کو زائل کیا جاتا۔

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس محض

Marfat.com

زیارت کے لیے نہیں آتے تھے، بلکہ آپ کے پاس جو اللہ کا علم ہوتا تھا، وہ اس کو پہنچانے کے لیے آتے تھے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف جاتے تو مشرکین کی ایذاء رسانی سے مامون رہتے۔ اس کے برخلاف اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روزانہ جاتے تو وہ مشرکین کی ایذاء رسانی سے محفوظ نہ رہتے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دن اور رات میں دو مرتبہ سے زیادہ جاتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نحر الظهيرة" علامہ کرمانی نے کہا: اس کا معنی ہے ظہر کے اول وقت میں یعنی سخت گرمی میں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اذن لی بالخروج" یعنی مجھے مکہ سے مدینہ کی طرف جانے کی اجازت دی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٥ - بَابُ: الزِّيَارَةِ وَمَنْ زَارَ قَوْمًا فَطَعِمَ عِنْدَهُمْ

زیارت کا بیان، اور جو لوگوں کی زیارت کرے تو انہیں کے پاس کھانا کھائے

وَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَأَكَلَ عِنْدَهُ.

اور حضرت سلمان نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی زیارت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں، پس ان کے پاس کھانا کھایا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ دوستوں کی زیارت کرنا جائز ہے، اور اس بات کے بیان میں ہے کہ جو کسی کی زیارت کے لیے جائے تو وہ کھانا بھی وہیں کھائے۔ اور زیارت کے اتمام سے یہ ہے کہ زائر کے لیے ماحضر کو پیش کیا جائے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس سے دوستی ثابت ہوتی ہے اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں ایک حدیث ہے جس کو امام احمد اور امام ابو یعلیٰ نے عبید اللہ بن عبد بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت آئی تو انہوں نے ان کی طرف روٹی اور سرکہ کو پیش کیا، پس کہا: آپ لوگ کھائیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بہترین سالن سرکہ ہے، اور کسی مرد کی ہلاکت یہ ہے کہ اس کے پاس اس کے بھائیوں کی جماعت آئے اور وہ ماحضر کو ان کے سامنے پیش کرنا حقیر سمجھے اور قوم کی ہلاکت یہ ہے کہ جو چیز ان کو پیش کی جائے وہ اس کو حقیر سمجھے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام عویمر ہے جو کہ عامر کی تصغیر ہے، یہ انصاری ہیں اور یہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک طرف ہے جو کتاب الصیام میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٠٨٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی از خالد الحذاء از حضرت انس بن سیرین رضی اللہ عنہ، از حضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم زَارَ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَطَعِمَ عِنْدَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَمَرَ بِمَكَانٍ مِنَ الْبَيْتِ فَنُضِحَ لَهُ عَلَى بِسَاطٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُمْ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے گھر والوں کی زیارت کی تو ان کے پاس وہاں کھانا کھایا، پھر جب آپ نے وہاں سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے گھر کی ایک جگہ میں حکم دیا، وہاں صاف کر کے چٹائی بچھائی گئی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی اور ان کے لیے دعا فرمائی۔

(صحیح بخاری: ۶۷۰، ۱۱۷۹، ۶۰۸۰، سنن ابوداؤد: ۶۵۷، مسند احمد: ۱۳۶۸۷)

صحیح البخاری: ۶۰۸۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوہاب، وہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے انس بن سیرین، وہ محمد بن سیرین کے بھائی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''زار اهل بيت من الانصار'' یہ حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فطعم'' یعنی آپ نے کھایا، کیونکہ ''طعم'' کا معنی ہے طعام کھانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا (الاحزاب: ۵۳) پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ۔

اور ''طعم'' کا معنی چکھنا بھی ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّيْ (البقرہ: ۲۴۹) اور جس نے اس پانی کو چکھا بھی نہیں تو وہ میرے طریقہ پر ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فنضح له'' یعنی کسی جگہ پر پانی کو چھڑک کر اس کو صاف کیا یا اس جگہ کو پانی سے دھو کر صاف کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''على بساط'' اس سے مراد ہے چٹائی بچھائی، جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ودعا لهم'' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کی زیارت کرنے کے لیے جائے اور جس کی زیارت کرنے کے لیے گیا ہے وہ اسے کھانا کھلائے تو اسے چاہیے کہ اس کے لیے اور اس کے گھر والوں کے لیے دعائے خیر کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۔ بَابٌ: مَنْ تَجَمَّلَ لِلْوُفُودِ

جس نے ملاقات کے لیے آنے والوں کی وجہ سے خوبصورت لباس پہنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے مباح چیزوں کے ساتھ خوبصورتی حاصل کی وہ جائز ہے، ''تجمل'' کا معنی ہے: مرد کا اپنی ہیئت اور حالت کو اچھے کپڑے پہن کر خوبصورت بنانا۔ اس باب میں ''للوفود'' لکھا ہے، یہ وفد کی جمع ہے اور وفد، وافد کی جمع ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو جمع ہو کر شہروں میں جانے کا قصد کریں، اسی طرح جو لوگ امراء اور حکام سے ملاقات اور ان کی زیارت کا قصد کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ قَالَ لِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مَا الْإِسْتَبْرَقُ قُلْتُ مَا غَلُظَ مِنَ الدِّيبَاجِ وَخَشُنَ مِنْهُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ رَأَى عُمَرُ عَلَى رَجُلٍ حُلَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ فَأَتَى بِهَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اشْتَرِ هَذِهِ فَالْبَسْهَا لِوَفْدِ النَّاسِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ فَقَالَ إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَمَضَى مِنْ ذَلِكَ مَا مَضَى ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ إِلَيْهِ بِحُلَّةٍ فَأَتَى بِهَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ وَقَدْ قُلْتَ لِي مِثْلِهَا مَا قُلْتَ قَالَ إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتُصِيبَ بِهَا مَالًا فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَكْرَهُ الْعَلَمَ فِي الثَّوْبِ لِهَذَا الْحَدِيثِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے سالم بن عبد اللہ نے کہا: استبرق (ریشم) کیا چیز ہے؟ میں نے کہا: وہ دیباج کا دبیز اور کھردرا کپڑا ہے، سالم نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرد پر استبرق کا ایک حلہ دیکھا، پس وہ اس حلے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے، پس کہا یا رسول اللہ! آپ اس کو خرید لیجئے اور اس کو پہنیں جب وفد آپ سے ملاقات کے لیے آئیں، آپ نے فرمایا: ریشم کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، پھر جو عرصہ گزرا وہ گزر گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک حلہ بھیجا، وہ اس حلہ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: آپ نے میری طرف یہ حلہ بھیجا ہے حالانکہ اس کی مثل میں آپ نے وہ فرمایا تھا جو فرمایا تھا، آپ نے فرمایا: میں نے یہ تمہاری طرف اس لیے بھیجا ہے کہ تم اس کی وجہ سے مال حاصل کرو (یعنی فروخت کر دو)، پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کی وجہ سے کپڑے میں ریشم کے نقش و نگار کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۸۸۶، ۹۴۸، ۲۱۰۴، ۲۶۱۲، ۲۶۱۹، ۳۰۵۴، ۵۸۴۱، ۵۹۸۱، ۶۰۸۱، صحیح مسلم: ۲۰۸۶، سنن نسائی: ۱۳۸۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۷۶، سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۱، مسند احمد: ۵۷۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۰۵)

صحیح البخاری: ۶۰۸۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ داؤدی نے اس حدیث پر انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ باب کے موافق نہیں ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان ہے "جس نے ملاقاتیوں کی وجہ سے خوبصورت لباس پہنا" اور حدیث میں یہ نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوبصورت لباس پہنا۔ اس لیے اس باب کا عنوان یوں ہونا چاہیے تھا کہ "ملاقاتیوں کے لیے خوبصورت لباس پہننے کا بیان"۔

اور اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ باب کے عنوان کا معنی یہ ہے کہ جس نے ایسا کیا، حدیث مذکور سے استدلال کرتے ہوئے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ معنی بعید ہے اور عنوان کا معنی وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے اور مطابقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے سمجھ میں آتی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت جاریہ یہ تھی کہ ملاقاتیوں کی وجہ سے خوبصورت کپڑے پہنتے تھے، کیونکہ اس میں اسلام کی عظمت ہے اور دشمنوں پر رعب ہے اور ان پر غیظ ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جو انکار کیا وہ ریشم پہننے کی وجہ سے تھا اور مطلقاً خوبصورت لباس پہننے کا آپ نے انکار نہیں کیا حتیٰ کہ علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زیادہ نفیس کپڑے پہننا وفود سے ملاقات کے وقت جائز ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "خشن" اس کا معنی ہے: موٹا اور کھردرا، اور بعض روایات میں ہے "حسن"۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "لا خلاق له" یعنی آخرت میں اس کے لیے نیکی سے کوئی حصہ نہیں ہوگا اگر اس نے ریشم کو حلال جان کر پہنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لتصیب بها مالا" یعنی میں نے تم کو یہ جبہ اس لیے دیا تھا کہ تم اس کو فروخت کر کے مال حاصل کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کان ابن عمر یکرہ العلم فی الثوب"۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اس مسئلہ میں تقویٰ پر عمل تھا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کسی کپڑے میں ریشم کے بیل بوٹے بنے ہوئے ہوں تو وہ جائز ہے، کیونکہ جتنی مقدار میں بیل بوٹے بنے ہوں، اس پر لباس پہننے کا اطلاق نہیں آتا۔ اور ابوعثمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ریشم پہننا ممنوع ہے مگر دو انگل یا تین انگل یا چار انگل کی مقدار ہو تو جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۔ بَابُ: الْإِخَاءِ وَالْحِلْفِ

مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنانا اور معاہدہ کرنا

وَقَالَ أَبُو جُحَيْفَةَ: آخَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ آخَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ۔

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع کے درمیان اخوت قائم کی۔

Marfat.com

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنانے کی مشروعیت اور جواز کے بیان میں ہے اور حلف کا معنی ہے: کسی قوم کے ساتھ کوئی عہد و پیمان یا معاہدہ کرنا۔

باب مذکور کی تعلیقات کی شرح از علامہ عینی

امام بخاری کی پہلی تعلیق حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، ابوجحیفہ میں جیم پر پیش ہے اور حاء پر زبر ہے، ان کا نام وہب بن عبداللہ السوائی ہے، یہ کوفہ میں رہنے لگے تھے اور وہیں پر انہوں نے مکان بنالیا تھا، یہ تعلیق اس باب میں گزر چکی ہے "باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت قائم کی اور ان کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا جب آپ ابتداءً مدینہ میں تشریف لائے اور ان کے درمیان معاہدہ کرایا، اور وہ اس اخوت اور معاہدہ کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے اور ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے تھے، حسن بصری نے کہا: یہ معمول آیت مواریث کے جاری ہونے سے پہلے تھا اور اہل جاہلیت اس طرح کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۗ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا (النساء: ۳۳)

اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں اولاد اور قرابت دار، اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے، سو تم انہیں ان کا حصہ دے دو، بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے O

اور کہا جاتا ہے کہ حلیف بھی چھٹے حصہ کا وارث ہوتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ (الانفال: ۷۵)

اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

امام طبری نے کہا: اب اسلام میں حلف یعنی کسی قوم سے معاہدہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت جبیر بن مطعم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا:

لا حلف فی الاسلام وما کان من حلف فی الجاهلیه فلا یزیده الاسلام الا شدة۔

یعنی اسلام میں کسی قوم کے ساتھ معاہدہ نہیں ہے، اور وہ جو زمانہ جاہلیت میں معاہدہ تھا، اسلام اس میں صرف شدت کا اضافہ کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جاہلیت اور اسلام کے معاہدہ کو منسوخ کر دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ (الانفال: ۷۵)

اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

اور وراثت کو قرابت داروں کی طرف راجع کر دیا۔

Marfat.com

اور دوسری تعلیق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ہے اور یہ "باب فضائل الانصار" میں حدیث موصول کے ساتھ ذکر ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۹۔۲۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَآخَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از حُمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمارے پاس حضرت عبدالرحمٰن آئے رضی اللہ عنہ، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان اور حضرت سعد بن الربیع کے درمیان اخوت قائم کر دی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے کرو۔

(صحیح بخاری: ۲۰۴۹، ۲۲۹۳، ۳۷۸۱، ۳۹۳۷، ۵۰۷۲، ۵۱۴۸، ۵۱۵۳، ۵۱۵۵، ۵۱۶۷، ۶۰۸۲، ۶۳۸۶، صحیح مسلم: ۱۴۲۷، سنن ترمذی: ۱۹۳۳، سنن نسائی: ۳۳۸۸، سنن ابوداؤد: ۲۱۰۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۷، مسند احمد: ۱۲۵۶۴، موطا امام مالک: ۱۱۵۷، سنن دارمی: ۲۲۰۴)

صحیح البخاری: ۶۰۸۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمید، وہ ابن ابی حمید ہیں، اور آپ نے فرمایا "تم ولیمہ کرو"۔ کیونکہ انہوں نے معاہدہ کے بعد نکاح کر لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ

فَقَالَ قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں کوئی معاہدہ نہیں ہے؟ تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں قریش اور انصار کے درمیان معاہدہ کرایا۔

(صحیح بخاری: ۲۲۹۴، ۶۰۸۳، ۷۳۴۰، صحیح مسلم: ۲۵۲۹، سنن ابوداؤد: ۲۹۲۶، مسند احمد: ۱۳۵۷۴)

صحیح البخاری: ۶۰۸۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عاصم، یہ ابن سلیمان الاحول ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"لا حِلف فی الاسلام" کیونکہ حِلف باہمی اتفاق کے لیے ہوتا ہے، اور اسلام نے انہیں باہم جمع کر دیا تھا اور ان کے درمیان دلوں میں الفت ڈال دی تھی، پس ان کے لیے کسی اور معاہدہ کی ضرورت نہیں تھی۔ اور لوگ زمانہ جاہلیت میں حِلف اٹھا کر معاہدہ کرتے تھے کیونکہ وہ آپس میں منتشر اور متفرق تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے"قد حالف النبی ﷺ" کیونکہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے، ایک حدیث میں ہے کہ اسلام میں حِلف نہیں ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے قریش اور انصار کے درمیان معاہدہ کرایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو منفی ہے وہ زمانہ جاہلیت کا معاہدہ ہے اور جو مثبت ہے وہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنانا ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے"لا حِلف فی الاسلام" کا معنی ہے کہ ایک دوسرے کے وارث بننے کا معاہدہ، یا جو چیز شرعاً ممنوع ہو، اس کا معاہدہ اسلام میں جائز نہیں ہے، لیکن مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنانا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نیکی کے کاموں میں تعاون کرنے کا جو معاہدہ ہو وہ منسوخ نہیں ہوا، منسوخ وہ ہوا ہے جس کا تعلق زمانہ جاہلیت کے ساتھ تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۰-۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

زمانہ جاہلیت کے معاہدہ کو منسوخ کرنے کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ زمانہ جاہلیت میں معاہدہ اس طرح ہوتا تھا کہ ایک فریق دوسرے فریق سے معاہدہ کرتا کہ اسے ہر حال میں دوسرے فریق کی مدد کرنا ہوگی خواہ دوسرا فریق حق پر ہو یا باطل پر ہو، حتیٰ کہ اگر دوسرے فریق نے کسی کو قتل کر دیا ہو تو اسے قاتل کی بھی مدد کرنا پڑتی تھی، اسلام نے ایسے معاہدہ کو منسوخ کر دیا، البتہ نیکی اور احکام شرعیہ کی پیروی میں ایک دوسرے کی مدد کا جو معاہدہ کیا جائے، وہ اب بھی باقی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۸۔ بَابُ: التَّبَسُّمِ وَالضَّحِكِ — مسکرانے اور ہنسنے کا بیان

وَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَسَرَّ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَضَحِكْتُ

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے کہا: نبی ﷺ نے مجھ سے چپکے سے کوئی بات کہی تو میں ہنسی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ مسکرانا اور ہنسنا دونوں مباح ہیں۔ مسکرانے کا معنی ہے: کسی تعجب میں ڈالنے والی چیز کو

دیکھ کر دانتوں کا ظاہر ہونا بغیر آواز کے۔اور اگر آواز کے ساتھ ہو تو یا وہ ایسی آواز ہوگی کہ اس شخص کا پڑوسی بھی اسے سنے گا، یا پڑوسی نہیں سنے گا صرف وہ خود سن سکے گا، اگر اس کا پڑوسی بھی اس آواز کو سنے تو وہ قہقہہ ہے ورنہ وہ ہنسنا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے اصحابِ احناف نے کہا: ضحک یعنی ہنسنا یہ ہے کہ ہنسنے والا خود اپنی آواز سنے۔اور قہقہہ یہ ہے کہ دوسرا بھی اس آواز کو سنے، اور تبسم کی تعریف یہ ہے کہ نہ اسے کوئی آواز آئے اور نہ دوسرے کو۔پس ضحک (یعنی ہنسنا) نماز کو فاسد کر دیتا ہے لیکن وضو کو فاسد نہیں کرتا اور قہقہہ نماز کو بھی فاسد کر دیتا ہے اور وضو کو بھی فاسد کر دیتا ہے، اور تبسم ان میں سے کسی کو فاسد نہیں کرتا۔اور کہا جاتا ہے تبسم کا لغوی معنی ہے: ضِحک کے مبادی اور ضحک یہ ہے کہ انسان کا پورا چہرہ کھل اٹھے حتیٰ کہ خوشی سے اس کے دانت بھی ظاہر ہو جائیں۔پس اگر وہ آواز کے ساتھ ہو کہ دور سے اس کی آواز سنی جائے تو وہ قہقہہ ہے ورنہ وہ ضحک ہے اور اگر بغیر آواز کے وہ آواز سنی جائے تو وہ تبسم ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس حدیث کی پہلی تعلیق میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے چپکے سے کوئی بات کی تو آپ ہنسیں، یہ تعلیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی طرف ہے جس کو وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں اور یہ حدیث "باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں گزر چکی ہے۔اور جب موت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئی تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "تم وہ ہو جو سب سے پہلے میرے گھر والوں میں سے میرے پیچھے آئے گی"۔

اور اس باب کی دوسری تعلیق میں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک اللہ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔کیونکہ وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مؤثر نہیں ہے جیسا کہ اشاعرہ کا مذہب ہے، اور یہ تعلیق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی ایک طرف ہے، وہ حدیث "کتاب الجنائز" میں گزر چکی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۴۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَبَتَّ طَلَاقَهَا فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الزَّبِيرِ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الزَّبِيرِ وَإِنَّهُ وَاللهِ مَا مَعَهُ يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا مِثْلُ هَذِهِ الْهُدْبَةِ لِهُدْبَةٍ أَخَذَتْهَا مِنْ جِلْبَابِهَا قَالَ وَأَبُو بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَابْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ جَالِسٌ بِبَابِ الْحُجْرَةِ لِيُؤْذَنَ لَهُ فَطَفِقَ خَالِدٌ يُنَادِي أَبَا بَكْرٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت رفاعہ القرظی نے اپنی بیوی کو طلاقِ مغلظہ دے دی، ان کی بیوی نے اس کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن الزبیر سے نکاح کر لیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، پس (اس عورت نے) کہا: یا رسول اللہ! وہ پہلے حضرت رفاعہ کے نکاح میں تھیں، سو انہوں نے ان کو آخری تین طلاقیں دے دیں، پھر اس کے بعد انہوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن الزبیر سے نکاح کر لیا اور بے شک اللہ کی قسم یا رسول اللہ! ان کے پاس صرف اتنا ہے جتنا کپڑے کا یہ پلو ہے، انہوں نے اپنی

Marfat.com

يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَزْجُرُ هٰذِهِ عَمَّا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَمَا يَزِيدُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى التَّبَسُّمِ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ لَا حَتّٰى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ۔

چادر سے ایک پلو بنایا، عروہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ابن سعید بن العاص کے حجرہ کے دروازہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تا کہ ان کو آنے کی اجازت دی جائے، پس حضرت خالد نے ندا کر کے کہا: اے ابوبکر! اے ابوبکر! کیا آپ اس عورت کو منع نہیں کرتے، یہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بلند آواز سے کیا کہہ رہی ہے؟ اور رسول اللہ ﷺ یہ سن کر صرف مسکرا رہے تھے، پھر فرمایا: شاید کہ تم رفاعہ کی طرف واپس جانے کا ارادہ کرتی ہو؟ نہیں! حتیٰ کہ تم تھوڑی سی اس کی مٹھاس چکھ لو اور وہ تھوڑی سی تمہاری مٹھاس چکھ لے۔

صحیح البخاری: ۲۶۳۹، ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۵، ۵۳۱۷، ۵۷۹۲، ۵۸۲۵، ۶۰۸۴، صحیح مسلم: ۱۴۳۳، سنن ترمذی ۱۱۱۸، سنن نسائی: ۳۲۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۲، مسند احمد: ۲۳۵۷۸، سنن دارمی: ۲۲۶۷)

صحیح البخاری: ۶۰۸۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حبان، یہ ابن موسیٰ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، وہ عبداللہ بن مبارک مروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، وہ ابن راشد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے رفاعہ، یہ رفاعہ القرظی ہیں۔ (رفاعہ میں راء کے نیچے زیر ہے) ان کی نسبت قریظہ الخزرج کی طرف ہے اور قریظہ نضیر کے بھائی تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فبتّ" یعنی انہوں نے مجھے قطعی طور پر تین طلاقیں دے دیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عبد الرحمٰن بن الزَّبِير" "الزبیر" میں زاء کے اوپر زبر ہے اور باء کے نیچے زیر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الهدبة" اس سے مراد ہے کپڑے کا پلو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابن سعید" وہ خالد بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی الاموی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا! حتی تذوقی" یعنی تم رفاعہ کے پاس واپس نہیں جاسکتیں حتیٰ کہ تم اس کی مٹھاس چکھ لو یعنی عبدالرحمٰن بن الزبیر کی اور آپ نے مٹھاس سے لذت جماع کا کنایہ کیا۔

اس پر یہ سوال ہے کہ وہ کیسے ایک دوسرے کی مٹھاس چکھیں گے حالانکہ عبدالرحمٰن بن الزبیر کا آلہ تو کپڑے کے پلو کی طرح

Marfat.com

تھا؟ یعنی کپڑے کے پلو کی طرح نرم تھا اور باریک تھا اور اس میں سختی اور حرکت نہیں تھی۔ یہ علامہ کرمانی کی شرح ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کی مراد یہ تھی کہ وہ جماع پر اصلاً قادر نہیں ہیں، پس اگر یہی مراد ہو تو پھر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حتیٰ کہ تم اس کی مٹھاس چکھ لو، یعنی جب وہ جماع پر قادر ہو تو پھر تم اس کی مٹھاس چکھ لینا، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ صبر کرے حتیٰ کہ عبدالرحمٰن بن الزبیر جماع پر قادر ہو جائیں، اور اگر وہ عبدالرحمٰن بن الزبیر کے نکاح میں نہ رہنا چاہتی ہو تو پھر ضروری ہے کہ کسی اور مرد سے نکاح کریں اور وہ ان کے ساتھ جماع کرے اور ان کا اس کی فرج میں ادخال کرنا کافی ہے اور انزال شرط نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت رفاعہ قرظی کے قصہ میں علامہ عینی کے جواب پر مصنف کی تنقید

میں کہتا ہوں: علامہ عینی کا یہ جواب درست نہیں ہے، کیونکہ صحیح البخاری: ۵۸۲۵ میں تصریح ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم یا رسول اللہ! یہ عورت جھوٹی ہے، میں اس کو اس طرح اٹھا کر پٹختا ہوں جس طرح چمڑے کو پٹختے ہیں، لیکن یہ نافرمان ہے اور رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے اور حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ دو بچوں کو اپنے ساتھ لے کر آئے تھے جو ان کی پہلی بیوی سے ہوئے تھے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ اس عورت نے حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ پر نامردی کا جو الزام لگایا تھا، وہ غلط تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق کی کہ عبدالرحمٰن بن الزبیر اپنے ساتھ جو دو بچے لائے ہیں وہ انہی سے ہوئے ہیں، لہٰذا حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر پر نامردی کا الزام جھوٹا ہے تو جب تک وہ عورت حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر کی مٹھاس نہ چکھ لے، وہ حضرت رفاعہ سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۰۸۵ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضى الله عنه عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَسْأَلْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ عَلَى صَوْتِهِ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ تَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَدَخَلَ وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَضْحَكُ فَقَالَ أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي فَقَالَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي لَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ تَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَقَالَ أَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَهَبْنَ يَا رَسُولَ اللهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِنَّ فَقَالَ يَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ أَتَهَبْنَنِي وَلَمْ تَهَبْنَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب از عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب از محمد بن سعد از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، اس وقت قریش کی خواتین آپ سے سوال کر رہی تھیں اور آپ سے زیادہ طلب کر رہی تھیں اور ان کی آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اونچی تھیں، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو وہ سب حجاب کی طرف لپکیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی، پس وہ داخل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ آپ کے دانتوں کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے، آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں! پھر آپ نے فرمایا: مجھے ان عورتوں پر

Marfat.com

فَقُلْنَ إِنَّكَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِيهِ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ۔

تعجب ہے جو ابھی میرے پاس بیٹھی تھیں، انہوں نے جیسے ہی تمہاری آواز سنی تو یہ حجاب کی طرف لپکیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ زیادہ حق دار ہیں کہ یہ خواتین آپ سے ڈریں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان خواتین کی طرف متوجہ ہوئے، پس کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟ تو انہوں نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت اور درشت کلام کرتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اے ابن الخطاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جب بھی شیطان تم کو کسی راستہ پر جاتے ہوئے دیکھے تو پھر وہ دوسرے راستے سے جاتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۲۹۴، ۶۰۸۵، صحیح مسلم: ۲۳۹۷، مسند احمد: ۱۴۷۵)

صحیح البخاری: ۶۰۸۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "تبسم اور ہنسنا" اور اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو ہنستا ہوا رکھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن ابی اویس ہیں، اس کی تصریح حافظ المزی نے کی ہے، اور علامہ الغسانی نے کہا ہے کہ شاید یہ ابن ابی اویس اصحی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، یہ ابن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صالح بن کیسان، یہ ابو محمد مؤدب ہیں جو عمر بن العزیز کے بیٹے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالحمید بن عبدالرحمن بن زید بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ، یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن سعد بن ابی وقاص، یہ اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اور یہ تمام راوی مدنی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ایہ" یہ اسم فعل ہے، یہ کسی کام یا بات کی زیادتی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فجا" یہ کشادہ راستے کو کہتے ہیں۔ اور دو پہاڑوں کے درمیان جو وسیع راستہ ہو اس کو بھی فجا

Marfat.com

کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالطَّائِفِ قَالَ إِنَّا قَافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ فَقَالَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا نَبْرَحُ أَوْ نَفْتَحَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَاغْدُوا عَلَى الْقِتَالِ قَالَ فَغَدَوْا فَقَاتَلُوهُمْ قِتَالًا شَدِيدًا وَكَثُرَ فِيهِمُ الْجِرَاحَاتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّا قَافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ فَسَكَتُوا فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِالْخَبَرِ كُلِّهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی العباس از عبداللہ بن عمرو، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ طائف میں تھے، تو آپ نے فرمایا: ہم ان شاء اللہ کل واپس لوٹیں گے، تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے بعض نے کہا: ہم جب تک طائف کو فتح نہ کرلیں نہیں جائیں گے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: پس تم قتال کے لیے تیار ہو جاؤ، راوی نے کہا: پس انہوں نے صبح کی، پس انہوں نے طائف والوں سے بڑا شدید قتال کیا اور اس میں بہت صحابہ زخمی ہو گئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ان شاء اللہ ہم کل واپس جائیں گے، تو سب خاموش رہے، پس رسول اللہ ﷺ ہنسے۔

حمیدی نے کہا: ہمیں سفیان نے پوری سند خبر کے لفظ کے ساتھ بیان کی۔

(صحیح بخاری: ۴۳۲۵، ۶۰۸۶، ۷۴۸۰، صحیح مسلم: ۱۷۷۸، مسند احمد: ۴۵۷۴)

صحیح البخاری: ۶۰۸۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ہنسنا، اور اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے ہنسنے کا ذکر ہے، آپ تعجب سے ہنس رہے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، یہ ابن دینار ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو العباس، یہ السائب بن فروخ الشاعر الاعمی المکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن عمرو بن العاص، یہ فقط حموی کی روایت میں ہے، اور اکثرین کی روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ یہ حدیث کتاب المغازی میں غزوۃ الطائف کے باب میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا نبرح او نفتحها" اس میں (نفتحها میں) حاء پر زبر ہے، یعنی ہم اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک ہم طائف فتح نہ کرلیں۔

اس حدیث کی تعلیق میں مذکور ہے "قال الحمیدی" یہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہیں۔ اس تعلیق میں مذکور ہے "کله بالخبر" یعنی پوری تعلیق لفظ الخبر کے ساتھ ہے یعنی لفظ عنعن کے ساتھ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ هَلَكْتُ وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ قَالَ أَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَيْسَ لِي قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا أَسْتَطِيعُ قَالَ فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا أَجِدُ فَأُتِيَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ قَالَ إِبْرَاهِيمُ الْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فَقَالَ أَيْنَ السَّائِلُ تَصَدَّقْ بِهَا قَالَ عَلَى أَفْقَرَ مِنِّي وَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنَّا فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ فَأَنْتُمْ إِذًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از حمید بن عبدالرحمٰن کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرد نبی ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: میں ہلاک ہوگیا، میں رمضان میں اپنی بیوی کے اوپر واقع ہوگیا، آپ نے فرمایا: تم غلام آزاد کرو، اس نے کہا: میرے پاس غلام نہیں ہے، آپ نے فرمایا: تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو، اس نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، اس نے کہا: اتنی وسعت میرے پاس نہیں ہے، پس نبی ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا، ابراہیم نے کہا: العرق کے معنی ٹوکرا ہیں، آپ نے فرمایا: وہ سائل کہاں ہے؟ پھر اس سے فرمایا: ان کھجوروں کو تم صدقہ کردو، اس نے کہا: کیا مجھ سے بھی زیادہ ضرورت مند پر؟ اللہ کی قسم! مدینہ کے ان دو کناروں کے درمیان کوئی گھرانہ مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہے، پس نبی ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، آپ نے فرمایا: پھر تم لے لو۔

(صحیح بخاری: ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۲۶۸۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، سنن ترمذی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱، مسند احمد: ۷۲۸۸، موطا امام مالک: ۶۶۰، سنن دارمی: ۱۷۱۶)

صحیح البخاری: ۶۰۸۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ہنسنا اور مسکرانا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے موسیٰ، وہ ابن اسماعیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، وہ ابن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف ہیں، یہاں انہوں نے ابن شہاب زہری سے بلا واسطہ روایت کی ہے اور وہ ان سے صالح بن کیسان کے واسطہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمید، وہ ابن عبدالرحمن الحمیری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''العرق'' یہ اتنا بڑا ٹوکرا ہے جس میں تقریباً آٹھ کلو کھجوریں آسکیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لابتیها'' یعنی مدینہ منورہ کے دونوں طرفوں پر جو سیاہ پتھریلی زمینیں ہیں، ان کو ''حرتین'' بھی کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی بدت نواجذہ'' نواجذ کے معنی ڈاڑھیں ہیں، منہ کے شروع میں جو دانت ہیں ان کو الثنایا کہتے ہیں، پھر الرباعیات ہیں، پھر الانیاب ہیں، پھر الضواحک ہی، پھر الانیاب ہیں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں تعارض ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ میں آپ کا تالو بھی دیکھوں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ان احادیث میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دیکھنے کی نفی کی ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مشاہدہ کی خبر دی ہے اور جو حدیث مثبت ہو اور نافذ اور مقدم ہوتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نہ دیکھنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نہ دیکھنے کو مستلزم نہیں ہے، ہر ایک نے وہ خبر بیان کی جس کا اس نے مشاہدہ کیا تھا اور یہ دونوں خبریں مختلف ہیں اور ان میں تضاد نہیں ہے۔ اور ایک اور جواب یہ ہے کہ بعض لوگ انیاب اور الضواحک کو النواجذ کہتے ہیں، کتاب الصیام میں ہے ''حتی بدت انیابہ'' سو اختلاف زائل ہوگیا، اور یہ سب ڈاڑھوں کی قسمیں ہیں۔

ہنسنے کے ثبوت میں احادیث

یہ حدیث حسن بصری کے اس قول کا رد کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنستے نہیں تھے اور ابن سیرین ہنستے تھے، اور حسن بصری کے خلاف استدلال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے، اور صحابہ بھی ہنستے تھے۔

امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہنستے تھے، انہوں نے کہا: ہاں اور ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے زیادہ عظیم تھا۔ اور کسی شخص کا زہد اور تقویٰ سید الخلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زہد اور تقویٰ کی مثل نہیں ہے، اور یہ ثابت ہے کہ آپ ہنسے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب مہدیین میں عمدہ نمونہ ہے، اور جو چیز اس باب میں مکروہ ہے وہ زیادہ ہنسنا ہے، جیسا کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

Marfat.com

تم اپنے آپ کو زیادہ ہنسنے سے بچاؤ، کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مردہ کر دیتا ہے، اور زیادہ وقت ہنستے رہنا مذموم ہے اور ممنوع ہے، اور یہ جاہل اور باطل لوگوں کا کام ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فانتم اذا'' یہ جواب ہے یعنی اگر مدینہ میں تم سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے تو پھر تم لوگ یہ کھجوریں کھاؤ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً قَالَ أَنَسٌ فَنَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ کے اوپر نجرانی چادر تھی جس کے کنارے دبیز تھے، پس ایک اعرابی نے آپ کو پکڑ لیا اور آپ کی چادر کو پکڑ کر آپ کو بہت شدت کے ساتھ کھینچا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس میں نے نبی ﷺ کے کندھوں کی طرف دیکھا تو اس اعرابی کے شدت کے ساتھ چادر کو کھینچنے کی وجہ سے آپ کے کندھوں پر نشان پڑ گئے تھے، پھر اس اعرابی نے کہا: یا محمد! مجھے اللہ کے اس مال میں سے حکم دیجئے جو آپ کے پاس ہے، نبی ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا، پھر آپ ہنسے، پھر آپ نے اس کو عطا کرنے کا حکم دیا۔

(صحیح بخاری: ۳۱۴۹، ۵۸۰۹، ۶۰۸۸، صحیح مسلم: ۱۰۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۳، مسند احمد: ۱۲۱۳۹)

صحیح البخاری: ۶۰۸۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ، ان کا نام زید بن سہل الانصاری ہے اور یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''علیہ برد نجرانی'' نجران، حجاز اور یمن کے درمیان ایک مشہور شہر ہے، یہ چادر وہاں کی بنی ہوئی تھی۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے"جبذۃ شدیدۃ" یعنی اس اعرابی نے اتنے زور سے اس چادر کو پکڑ کر کھینچا کہ نبی ﷺ نے مڑ کر اس اعرابی کی طرف دیکھا اور آپ کے گردن کے حصہ میں نشان پڑ گئے تھے، حتیٰ کہ وہ چادر پھٹ گئی اور اس کا کنارہ آپ کی گردن میں رہ گیا۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نبی ﷺ اپنے حجرہ میں پہنچے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مُرلی" اوزاعی کی روایت میں ہے: آپ ہمیں عطا کیجئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے"فضحک" اور اوزاعی کی روایت میں ہے کہ آپ نے تبسم فرمایا، پھر آپ نے کہا: اس کے لیے کچھ دینے کا حکم دو۔

نبی ﷺ کی قوتِ حلم اور شدتِ صبر کا بیان

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ میں اپنے نفس کے اوپر اذیت برداشت کرنے کی بہت زیادہ طاقت تھی اور آپ ﷺ اذیت پر بہت صبر کرتے تھے، خواہ آپ کے نفس میں اذیت پہنچائی جائے یا مال میں۔ اور آپ جن لوگوں کے اسلام کی توقع رکھتے تھے، ان کے سخت رویے کو برداشت کرتے تھے تاکہ آپ ﷺ کے بعد جو حکمران آئیں تو وہ بھی نبی ﷺ کے اس خلقِ جمیل کی پیروی کریں اور درگزر کریں اور برائی کو اچھے طریقہ سے دفع کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۵۔۲۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۸۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ مَا حَجَبَنِي النَّبِيُّ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ فِي وَجْهِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ادریس نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از جریر، انہوں نے بیان کیا جب میں نے اسلام قبول کیا ہے، کبھی نبی ﷺ مجھ سے اوجھل نہیں ہوئے، اور آپ جب بھی مجھے دیکھتے تھے تو آپ کے چہرہ پر مسکراہٹ ہوتی تھی۔

(صحیح بخاری: ۳۰۲۰، ۳۰۳۶، ۳۰۷۶، ۳۸۲۳، ۴۳۵۵، ۴۳۵۶، ۴۳۵۷، ۶۰۸۹، ۶۳۳۳، صحیح مسلم: ۲۴۷۶، سنن ابوداؤد: ۲۷۷۲، سنن ابن ماجہ: ۱۵۹، مسند احمد: ۱۸۷۲۲)

صحیح البخاری: ۶۰۸۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے ابن نمیر، اور یہ محمد بن عبداللہ بن نمیر ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ادریس، وہ عبداللہ الاودی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن ابی خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قیس، وہ ابن ابی حازم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، وہ جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ماحجبنی النبی ﷺ منذ اسلمت" یعنی جب سے میں نے اسلام قبول کیا، کبھی نبی ﷺ میری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ نبی ﷺ کے حجروں میں بلاحجاب داخل ہوں۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا، نبی ﷺ مجھ سے اس مجلس سے اوجھل نہیں ہوئے جو مجلس آپ نے مردوں کے لیے مخصوص کی ہوئی تھی، یا اس کا معنی یہ ہے کہ جب بھی میں نے آپ سے کسی چیز کو طلب کیا آپ نے مجھے اس سے منع نہیں فرمایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۰۔ وَلَقَدْ شَكَوْتُ إِلَيْهِ أَنِّي لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا۔

اور میں نے نبی ﷺ سے شکایت کی کہ میں گھوڑوں پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا، تو نبی ﷺ نے میرے سینہ پر اپنا ہاتھ مارا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت قبول کیا ہوا بنا دے۔

(صحیح بخاری: ۳۰۲۰، ۳۰۳۶، ۳۰۷۶، ۳۸۲۳، ۴۳۵۵، ۴۳۵۶، ۴۳۵۷، ۶۰۸۹، ۶۳۳۳، صحیح مسلم: ۲۴۷۶، سنن ابوداؤد: ۲۷۷۲، سنن ابن ماجہ: ۱۵۹، مسند احمد: ۱۸۷۲۲)

صحیح البخاری: ۶۰۹۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

نبی ﷺ نے جو دعا کی: اے اللہ اس کو ثابت قدم رکھ، یا تو اس کا معنی یہ ہے کہ گھوڑوں پر جم کر بیٹھنے میں اس کو ثابت قدم رکھ، یا اس کا معنی عام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحِي مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَضَحِكَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ أَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَبِمَ شَبَهُ الْوَلَدِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از زینب بنت ام سلمہ، از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سُلیم نے کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ حق کو بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا، کیا عورت کو بھی جب احتلام ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب وہ پانی کو دیکھ لے، تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہنسیں، پس انہوں نے پوچھا:

Marfat.com

کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر کس وجہ سے بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے؟

(صحیح بخاری: ۱۳۰، ۲۸۲، ۳۳۲۸، ۶۰۹۱، ۶۱۲۱، صحیح مسلم: ۳۱۳، سنن ترمذی: ۱۲۲، سنن نسائی: ۱۹۷، سنن ابن ماجہ: ۶۰۰، مسند احمد: ۲۵۹۶۴، موطا امام مالک: ۱۱۸)

صحیح البخاری: ۶۰۹۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ہنسا'' اور اس حدیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہنسنے کا ذکر ہے، اور ان کا ہنسا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تھا اور آپ نے ان کے ہنسنے پر انکار نہیں فرمایا۔ آپ نے اس پر انکار فرمایا کہ ان کو اس پر تعجب تھا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، وہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے اور وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ اور حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، اور ان کا نام رمیصاء ہے، یہ الارمص کی تانیث ہے، اور ان کے خاوند حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اذا رات الماء'' یعنی جب عورت پانی کو دیکھ لے، پانی سے مراد منی ہے، یعنی عورت پر غسل واجب ہوتا ہے جب اسے احتلام ہو اور انزال ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فبما شبه الولد؟'' یعنی پھر کس چیز کے سبب سے بچہ اپنی ماں کے مشابہ ہوتا ہے؟ یعنی کس چیز کے اندر بچہ اور اس کی ماں میں مشابہت ہوتی ہے، اگر اس کا پانی منعقد نہ ہوتا ہو۔ اور حکماء نے کہا ہے کہ مرد کے پانی میں قوتِ عاقدہ ہوتی ہے اور عورت کے پانی میں قوتِ منعقدہ ہوتی ہے۔ قوتِ عاقدہ سے مراد ہے کسی کام کو کرنے کی قوت اور قوتِ منعقدہ سے مراد ہے کسی کام کو قبول کرنے کی قوت۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن سلیمان نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی ابن وہب نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی عمرو نے کہ بے شک ابو النضر نے ان سے حدیث بیان کی از سلیمان بن یسار از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کو مکمل ہنستے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ میں آپ کے تالو کو بھی دیکھتی،
آپ صرف مسکرایا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری:۴۸۲۸، ۶۰۹۲، صحیح مسلم:۸۹۹، سنن ابوداؤد:۵۰۹۸، مسند احمد:۲۴۸۴۸)

صحیح البخاری: ۶۰۹۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ہنسا اور مسکرانا" اور اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکمل نہیں ہنستے تھے، آپ صرف مسکراتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سلیمان، وہ ابی سعید الجعفی الکوفی ہیں جو مصر میں آ کر رہنے لگے تھے، وہ عبداللہ بن وہب سے روایت کرتے ہیں از ابی عمرو بن الحارث النضر از سلیمان بن یسار۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لھواتہ" یہ لھات کی جمع ہے، اور "لھات" تالو کو کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنه أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ يَخْطُبُ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ قَحَطَ الْمَطَرُ فَاسْتَسْقِ رَبَّكَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ وَمَا نَرَى مِنْ سَحَابٍ فَاسْتَسْقَى فَنَشَأَ السَّحَابُ بَعْضُهُ إِلَى بَعْضٍ ثُمَّ مُطِرُوا حَتَّى سَالَتْ مَثَاعِبُ الْمَدِينَةِ فَمَا زَالَتْ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ مَا تُقْلِعُ ثُمَّ قَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَخْطُبُ فَقَالَ غَرِقْنَا فَادْعُ رَبَّكَ يَحْبِسْهَا عَنَّا فَضَحِكَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَجَعَلَ السَّحَابُ يَتَصَدَّعُ عَنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس وقت آپ مدینہ میں خطبہ دے رہے تھے، پس اس نے کہا: بارش کا قحط آ گیا ہے، آپ اپنے رب سے بارش طلب کیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھا، اور ہم بادل نہیں دیکھتے تھے، پھر آپ نے بارش کے لیے دعا کی، پس بادل ایک دوسرے کے اوپر امڈ کر آئے، پھر بارش ہوئی حتیٰ کہ مدینہ کے نالے بہنے لگے، پھر مسلسل اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی اور بارش منقطع نہیں

Marfat.com

الْمَدِينَةِ يَمِينًا وَشِمَالًا يُمْطَرُ مَا حَوَالَيْنَا وَلَا يُمْطِرُ مِنْهَا شَيْءٌ يُرِيهِمُ اللَّهُ كَرَامَةَ نَبِيِّهِ ﷺ وَإِجَابَةَ دَعْوَتِهِ۔

ہوئی، پھر وہی مرد آکر کھڑے ہوئے یا کوئی دوسرا تھا اور نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے، اس مرد نے کہا: ہم تو غرق ہو گئے، آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ اس بارش کو ہم سے روک لے، پس نبی ﷺ ہنسے، پھر آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش نازل کر، ہم پر نہ نازل کر۔ آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ دعا کی، پھر بادل مدینہ سے چھٹنا شروع ہو گئے دائیں جانب اور بائیں جانب، اور بارش ہمارے اردگرد ہو رہی تھی، اور مدینہ میں بالکل بارش نہیں ہو رہی تھی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نبی ﷺ کی کرامت دکھائی اور آپ ﷺ کی دعا کا قبول ہونا دکھایا۔

(صحیح بخاری: ۹۳۲، ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲، صحیح مسلم: ۸۹۷، سنن نسائی: ۱۵۱۵، سنن ابوداؤد: ۱۱۷۴، مسند احمد: ۱۲۶۰۴)

صحیح البخاری: ۶۰۹۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن محبوب، یہ ابوعبداللہ البنانی البصری ہیں۔ اور صاحب التوضیح (علامہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے: محمد بن محبوب، یہ محمد بن الحسن ہیں اور ان کا لقب حسن ہے، نام محمد بن ہلال ابوجعفر ہے، اور دوسرا قول ہے: یہ ابوعبداللہ القرشی البنانی البصری ہیں۔ ان کی امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے، یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

یہ حدیث کتاب الاستسقاء میں 'باب الاستسقاء علی المنبر' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۔ بَابُ: قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۱۹﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور (ہمیشہ) سچوں کے ساتھ رہو O

(التوبہ: ۱۱۹)

وَمَا يُنْهَى عَنِ الْكَذِبِ

اور وہ احادیث جن میں جھوٹ بولنے سے منع کیا گیا ہے

باب مذکور کی آیت کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یعنی اے ایمان والو صدقین سے ہو جاؤ، یا صدقین کی مثل ہو جاؤ، صادقین سے مراد وہ مومنین ہیں جو اپنے قول اور عمل میں صادق ہوتے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو مسلمان اپنے عہد اور ایمان میں صادق ہوتے ہیں اور اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، اور اس باب میں وہ احادیث ہیں جن میں جھوٹ بولنے سے منع کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: صدق نیکی کی طرف ہدایت دیتا ہے اور نیکی جنت کی طرف ہدایت دیتی ہے، اور بے شک مرد سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ صدیق ہو جاتا ہے اور کذب اللہ کی نافرمانیوں کا راستہ دکھاتا ہے اور اللہ کی نافرمانیاں دوزخ کا راستہ دکھاتی ہیں، اور مرد جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۰۷، سنن ترمذی: ۱۹۷۱، سنن ابوداؤد: ۴۹۸۹، سنن ابن ماجہ: ۴۶، مسند احمد: ۴۰۹۷، سنن دارمی: ۲۷۱۵)

صحیح البخاری: ۶۰۹۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور اور آیت مذکورہ کے درمیان مطابقت

اس آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ، اور حدیث میں ہے کہ صدق جنت کی ہدایت دیتا ہے اور صادقین کے ساتھ رہنا بھی جنت کی ہدایت دیتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان بن ابی شیبہ، یہ ابو بکر بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں، اور ابو شیبہ کا نام ابراہیم ہے، اور وہ عثمان کے دادا ہیں کیونکہ وہ محمد بن ابراہیم کے بیٹے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، وہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن معتمر ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو وائل، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ کا ذکر ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یھدی" یہ لفظ ہدایت سے ماخوذ ہے اور ہدایت اس رہنمائی کو کہتے ہیں جو مطلوب تک پہنچانے والی ہو۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے''الی البر'' بِر کا معنی ہے: وہ نیک عمل جو ہر بری چیز سے خالی ہو، اور یہ وہ اسم ہے جو تمام اچھے کاموں کا جامع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''صدیقا'' یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''الی الفجور'' فجور کا معنی ہے: فساد اور خرابی کی طرف میلان کرنا۔ دوسرا قول ہے: اس کا معنی ہے: اللہ کی نافرمانیوں کی طرف برانگیختہ کرنا اور یہ تمام برے کاموں کا جامع ہے، اور بر اور فجور دونوں متقابل ہیں، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ۚ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ ﴿۱۴﴾ (الانفطار: ۱۳۔۱۴)

بے شک نیکوکار ضرور (جنت کی) نعمت میں ہیں O اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں O

اس حدیث میں مذکور ہے''حتی یکتب'' یعنی اس کے لیے صدیق کا حکم کر دیا جاتا ہے اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے کہ حتیٰ کہ وہ صدیق ہو جاتا ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ مخلوقین پر ظاہر کر دیا جاتا ہے یا ملائکہ مقربین پر ظاہر کر دیا جاتا ہے، اور یا مراد یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا جاتا ہے اور ان کی زبانوں پر جاری کر دیا جاتا ہے کہ وہ صدیق ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو ازلی ہے۔ اور اس سے غرض یہ ہے کہ وہ شخص صدیقین کے وصف اور ان کے ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور جو جھوٹ بولتا رہتا ہے، وہ کذابین کی صفت اور ان کی سزا کا مستحق ہو جاتا ہے، اور کیوں نہ ہو کہ جھوٹ نفاق کی علامات میں سے ہے۔ اور صدیق کے لفظ میں یہ نہیں فرمایا کہ وہ لکھ دیا جاتا ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ صدیق ان تمام لوگوں میں سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ﴿ؕ۶۹﴾ (النساء: ۶۹)

اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی عمدہ ساتھی ہیں O

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے معارض ہے جس کی امام مالک نے روایت کی ہے، وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: کیا مومن کذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں!

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صفوان بن سُلیم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مومن سے مراد ہے مومن کامل، یعنی جو مومن کامل ہو اور ایمان کے اعلیٰ درجات کا حامل ہو، وہ کذاب نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کے اوپر کذب غالب آ جائے، کیونکہ کذاب مبالغہ کا صیغہ ہے، یعنی جو اکثر جھوٹ بولتا ہو، حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان وہ جھوٹا مشہور ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۸۔۲۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۵۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی سہیل نافع بن مالک بن ابی عامر از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

(صحیح بخاری: ۳۳، ۲۶۸۲، ۲۷۴۹، ۶۰۹۵، صحیح مسلم: ۵۹، سنن ترمذی: ۲۶۳۱، سنن نسائی: ۵۰۲۱، مسند احمد: ۸۴۷۰)

صحیح البخاری: ۶۰۹۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "وہ احادیث جن میں جھوٹ سے منع کیا گیا ہے"۔ اور یہ ترجمہ کا دوسرا جز ہے اور اس کا معنی جھوٹ سے ممانعت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن سلام، وہ محمد بن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن جعفر، وہ ابراہیم انصاری کے والد ہیں اور وہ بغداد میں ایک سو اسی ہجری (۱۸۰ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو سہیل، ان کا نام نافع ہے، یہ اپنے والد مالک بن ابی عامر الاصبحی سے روایت کرتے ہیں جو مالک بن انس کے دادا ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان "باب علامات المنافق" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس سوال کے متعدد جوابات کہ کیا جھوٹ بولنے والا حقیقتاً منافق ہو جاتا ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے "آیة المنافق" آیت کا معنی علامت ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس پر اجماع منعقد ہے کہ مسلمان کے اوپر جھوٹ کے واسطہ سے اس نفاق کا حکم نہیں کیا جائے گا جس کا تقاضا ہے کہ وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں رہے۔ پھر یہ جواب دیا گیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے، وہ منافق کے مشابہ ہے، یا اس کو منافق اس وقت کہا جائے گا جب وہ ان تین کاموں کا عادی ہو جائے، یا یہ حدیث تغلیظ پر محمول ہے۔ یا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں منافقین تھے، یا اس سے کوئی خاص منافق مراد ہیں، یا اس حدیث سے نفاق ایمانی مراد نہیں ہے بلکہ نفاق عرفی مراد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي قَالَا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يَكْذِبُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

بِالْكَذْبَةِ تُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

نے فرمایا: آج رات خواب میں میرے پاس دو مرد آئے ہیں، ان دونوں نے کہا کہ آپ نے جس شخص کو دیکھا تھا جس کا جبڑا توڑا جا رہا تھا وہ کذاب ہے، وہ جھوٹی بات بولتا ہے اور وہ جھوٹ تمام دنیا میں پھیلا دیا جاتا ہے، تو اس کا جبڑا قیامت تک اسی طرح توڑا جاتا رہے گا۔

(صحیح بخاری: ۸۴۵، ۱۱۴۳، ۱۳۸۶، ۲۰۸۵، ۲۷۹۱، ۳۲۳۶، ۳۳۵۴، ۴۶۷۴، ۶۰۹۶، ۷۰۴۷، صحیح مسلم: ۲۲۷۵، سنن ترمذی: ۲۲۹۴، مسند احمد: ۱۹۶۵۲)

صحیح البخاری: ۶۰۹۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جریر کا ذکر ہے، وہ جریر بن حازم ہیں۔ اور ابورجاء کا ذکر ہے، وہ عمران عطاردی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رایت" اس کا معنی ہے: میں نے خواب میں دیکھا، اور صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں "اللیل" کا لفظ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الذی رایتہ یشق شدقہ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرد بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا مرد کھڑا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک آنکڑا ہے، وہ اس آنکڑے کو اس کے جبڑے میں داخل کرتا ہے حتیٰ کہ وہ آنکڑا اس کی گدی تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر وہ اس کے دوسرے جبڑے میں بھی اسی کی مثل کارروائی کرتا ہے اور پہلا جبڑا اتنے میں جڑ جاتا ہے، پھر وہ اس کے ساتھ اسی طرح کارروائی کرتا ہے، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا: جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے جبڑے کو پھاڑا جا رہا تھا وہ کذاب ہے، اس کے ساتھ قیامت تک اسی طرح کیا جاتا رہے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کذاب" اور اس شخص کو معصیت کی جگہ میں عذاب دیا جائے گا اور معصیت کی جگہ اس کا منہ ہے جہاں سے وہ جھوٹ بولتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۰۔ بَابٌ: فِي الْهَدْيِ الصَّالِحِ — نیک سیرت کے بیان میں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب نیک سیرت کے بیان میں ہے، علامہ ابن اثیر نے کہا ہے "الھدی: السیرۃ" یعنی ہدی کا معنی سیرت ہے اور ہیئت اور طریقہ ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ عمار کی سیرت کے مطابق اپنی سیرت بناؤ، کہا جاتا ہے "ھدی فلان" جب وہ سیرت کے

Marfat.com

مطابق چلے۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک سیرت اور اچھا چال چلن اور میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جز ہے، اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام احمد نے بھی روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۷ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ أَحَدَّثَكُمُ الْأَعْمَشُ سَمِعْتُ شَقِيقًا قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ يَقُولُ إِنَّ أَشْبَهَ النَّاسِ دَلًّا وَسَمْتًا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَابْنُ أُمِّ عَبْدٍ مِنْ حِينِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى أَنْ يَرْجِعَ إِلَيْهِ لَا نَدْرِي مَا يَصْنَعُ فِي أَهْلِهِ إِذَا خَلَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا: میں نے ابو اسامہ سے کہا: (کیا) تمہیں اعمش نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے شقیق سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ سیرت اور ہیئت اور چال ڈھال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ ابن ام عبد تھے، جب وہ اپنے گھر سے نکلتے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر لوٹ آتے، اور ہم نہیں جانتے کہ وہ اپنے گھر میں تنہائی میں کیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۳۷۶۲، ۶۰۹۷، سنن ترمذی: ۳۸۰۷، مسند احمد: ۲۲۸۹۹)

صحیح البخاری: ۶۰۹۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ''الھدی الصالح'' کا ذکر ہے اور حدیث میں ''ھدی'' کا ذکر ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

بعض شارحین نے کہا ہے کہ اسحاق بن ابراہیم سے مراد اسحاق بن راہویہ ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ یہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر ابو ابراہیم السعدی البخاری ہوں، کیونکہ ان میں سے ہر ایک ابو اسامہ سے روایت کرتا ہے، پس بعض شارحین نے یہ کیسے وثوق سے کہا کہ یہ ابن راہویہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حدثکم'' اور یہ بھی روایت ہے ''احدثکم'' یعنی کیا تم کو حدیث بیان کی ہے اور اس میں ہمزہ استفہام کا محذوف ہے۔ اور جواب سے سکوت تصدیق اور تسلیم کے قائم مقام ہے جب قرائن موجود ہوں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''دلا''۔ علامہ کرمانی نے کہا: ''الدل'' کا معنی ''الھدی'' کے قریب ہے، اور ان دونوں کا معنی

Marfat.com

سکون اور وقار ہے یعنی ہیئت میں اور منظر میں اور شمائل میں سکون اور وقار ہے اور ''الھدی'' کا معنی سیرت ہے اور ''السمت'' کا معنی الطریق اور المقصد ہے اور اہل خیر کی ہیئت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لابن ام عبد'' اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کی والدہ ام عبد بنت عبد ود تھیں اور وہ صحابیہ تھیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب ان کے پاس جاتے تھے اور ان کے قول اور فعل اور ان کی حرکت اور سکون کا مشاہدہ کرتے تھے، اور پھر وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مشابہت اختیار کرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من حین یخرج من بیتہ'' یعنی گھر سے نکلنے اور گھر میں واپس جانے تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے تمام افعال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہوتے تھے، باقی گھر کے اندر تنہائی میں وہ کیا کرتے تھے اس کا ہمیں علم نہیں اور ان کی اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں کوئی نقص نکالنا نہیں ہے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ لوگوں کو چاہیے اہل فضل اور اہل صلاح کی تمام احوال میں اتباع اور اقتداء کریں، ان کی ہیئت میں مخلوق کے لیے ان کی تواضع میں، لوگوں پر ان کی رحمت میں، اور وہ جو اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اس میں، اور ان کے کھانے اور پینے میں، اور ان کی میانہ روی میں، تمام امور میں ان کی اقتداء اور اتباع کریں تا کہ ان سے تبرک حاصل ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُخَارِقٍ سَمِعْتُ طَارِقًا قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مخارق، انہوں نے کہا: میں نے طارق سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ سے سنا، کہ بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین سیرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۰۹۸، ۷۲۷۷، مسند احمد: ۲۲۰۲۲، ۱۴۰۲۲، سنن نسائی: ۱۳۱۱، سنن ابن ماجہ: ۴۶، سنن دارمی: ۲۰۷)

صحیح البخاری: ۶۰۹۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مخارق، یہ ابن عبداللہ ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عبدالرحمن ہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ ابن خلیفہ بن جابر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے طارق، یہ ابن شہاب الاحمسی ہیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ طارق بن شہاب بن عبد شمس ابو عبداللہ نے زمانہ جاہلیت کو پایا اور ان کی سند کے ساتھ از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، اور میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما

Marfat.com

کی خلافت میں تینتالیس (۴۳) جنگوں میں شرکت کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۰۹۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابوالخلیفہ نے از ابوالولید شیخ بخاری اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے ''وشر الامور محدثاتھا'' یعنی تمام کاموں میں سب سے برا کام بدعات ہیں، اور اس آیت کا اضافہ کیا ہے:

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۝ (الانعام: ۱۳۴)

بے شک جس (روز قیامت) کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو ۝

اور امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد فرماتے تھے: بہترین کتاب کلام اللہ ہے اور بہترین سیرت (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت ہے، اور یحییٰ نے کہا: مجھے نہیں معلوم مگر یہ فرمایا کہ سب سے برے کام بدعات ہیں۔ اور امام مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ فرماتے: اما بعد! بہترین کتاب کلام اللہ ہے اور بہترین سیرت (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت ہے اور بدترین امور بدعات ہیں، اور ہر بدعت سیئہ گمراہی ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۱۱، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۷۱۔ بَابُ: الصَّبْرِ عَلَى الْأَذٰى

ایذاء رسانی پر صبر کرنا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر: ۱۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا ۝

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اذیت برداشت کرنے پر صبر کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، یعنی لوگوں کا اذیت پہنچانا اور اس پر صبر کرنا۔

اور صبر کا لغوی معنی ہے: اپنے آپ کو روکنا یعنی فریاد سے اور جزع اور فزع سے روکنا، اسی وجہ سے روزہ کو بھی صبر کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں نفس کو کھانے اور پینے اور جماع سے روکا جاتا ہے۔ اور اسی سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر البہائم سے منع فرمایا، یعنی کسی جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کی مشق کرنا، اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اور ایذاء رسانی پر صبر کرنا نفس کا جہاد ہے اور اس کو شہوت سے روکنا ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے اخلاق میں سے ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے نفوس کی فطرت میں یہ رکھا ہے کہ ایذاء رسانی پر ان کو درد ہوتا ہے اور مشقت ہوتی ہے اور تکلیف ہوتی ہے۔

اور اس عنوان کے بعد امام بخاری نے سورۂ زمر کی یہ آیت ذکر کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا، یعنی جو ایذاء رسانی پر صبر کرتے ہیں، اور صابرین سے مراد وہ ہیں جو مصائب اور بلاؤں پر صبر کرتے ہیں، دوسرا قول ہے کہ جن لوگوں نے بے وطن ہونے پر صبر کیا، حالانکہ ان کے خاندان اور رشتہ دار مکہ میں تھے اور انہوں نے مدینہ کی

Marfat.com

طرف ہجرت کی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے جب کہ انہوں نے اپنے دین کو ترک نہیں کیا۔

''بِغَيْرِ حِسَابٍ'' کا معنی یہ ہے کہ عقل اس کے اجر کا حساب نہیں کر سکتی، اور نہ اس کا بیان کر سکتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۰۹۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ أَوْ لَيْسَ شَيْءٌ أَصْبَرَ عَلَى أَذًى سَمِعَهُ مِنَ اللهِ إِنَّهُمْ لَيَدْعُونَ لَهُ وَلَدًا وَإِنَّهُ لَيُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ۔

(صحیح بخاری: ۷۳۷۸، صحیح مسلم: ۲۸۰۴، مسند احمد: ۱۹۰۳۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے الاعمش نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از ابو عبدالرحمٰن السلمی، از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ، آپ نے ارشاد فرمایا: کوئی ایک یا کوئی چیز بھی کسی اذیت کو سن کر اس پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والی نہیں ہے، کیونکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عافیت سے رکھتا ہے اور ان کو رزق دیتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۰۹۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ایذاء رسانی پر صبر کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی ایذاء پر صبر کرنے والا نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ پر صبر کا اطلاق حلم کے معنی میں ہے، یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں نازیبا کلمات کہہ کر سزا کا مستحق ہو، اللہ تعالیٰ اس سے فوری مواخذہ نہیں فرماتا اور اس کی سزا کو یوم حساب تک مؤخر کر دیتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، وہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عبدالرحمٰن، یہ عبداللہ بن حبیب السلمی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو موسیٰ یہ عبداللہ بن قیس الاشعری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لیس شیء اصبر'' ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد حلم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لیدعون لہ'' یعنی لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف اس چیز کو منسوب کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات

منزہ ہے، اور وہ پھر بھی لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے، ان کو عافیت میں رکھتا ہے اور ان کو رزق عطا فرماتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۲۔ ۲۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيقًا يَقُولُ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَسَمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم قِسْمَةً كَبَعْضِ مَا كَانَ يَقْسِمُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَاللهِ إِنَّهَا لَقِسْمَةٌ مَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللهِ قُلْتُ أَمَا أَنَا لَأَقُولَنَّ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ فَسَارَرْتُهُ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ وَغَضِبَ حَتَّى وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَخْبَرْتُهُ ثُمَّ قَالَ قَدْ أُوذِيَ مُوسَى بِأَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَصَبَرَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے شقیق سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مال غنیمت کو) تقسیم کیا، جیسے آپ بعض مسلمانوں میں (مال غنیمت) تقسیم کرتے تھے، پس انصار کے ایک مرد نے کہا: اللہ کی قسم! یہ وہ قسمت (تقسیم) ہے جس سے اللہ عزوجل کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا، میں نے (دل میں) کہا: رہا میں تو میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتاؤں گا، پس میں آپ کے پاس آیا اور آپ اپنے اصحاب میں بیٹھے ہوئے تھے، میں نے چپکے سے آپ کو یہ بات کہی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بہت شاق گزری، اور آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا، اور آپ غصہ میں آ گئے، حتیٰ کہ میں نے پسند کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر نہ دی ہوتی، پھر آپ نے فرمایا: بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی تو آپ نے صبر فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۵۰، ۳۴۰۵، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶، ۶۰۵۹، ۶۱۰۰، ۶۲۹۱، ۶۳۳۶، صحیح مسلم: ۱۰۶۲، مسند احمد: ۳۵۹۷)

صحیح البخاری: ۶۱۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں از سلیمان الاعمش از شقیق بن سلمہ۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قسم" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن (مال غنیمت کو) تقسیم کیا اور عرب کے معزز لوگوں کو تقسیم فرمایا اور انصار کو نہیں دیا۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے''فقال رجل من الانصار''بعض شارحین نے یہ زعم کیا ہے کہ یہ حرقوص بن زہیر ہیں، اور ان پر رد کیا گیا ہے اور اس کا بیان غزوۂ حنین کے باب میں گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۲۔ بَابُ: مَنْ لَمْ يُوَاجِهِ النَّاسَ بِالْعِتَابِ جن پر عتاب ہو ان کا نام ذکر نہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن پر غصہ یا عتاب ہو تو ان سے حیاء کی وجہ سے ان کا نام ذکر نہ کیا جائے۔

۶۱۰۱۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَتْ عَائِشَةُ صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً۔

(صحیح بخاری: ۷۳۰۱، صحیح مسلم: ۲۳۵۶، مسند احمد: ۲۳۶۶۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی ﷺ نے کوئی کام کیا، پھر اس کام میں آپ نے رخصت دی، تو بعض لوگوں نے اس کام کو نہ کرنا اچھا سمجھا، پس نبی ﷺ کو یہ بات پہنچی، سو آپ نے خطبہ دیا، پس اللہ تعالیٰ کی حمد کی، پھر آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس کام سے پرہیز کرتے ہیں جس کام کو میں کرتا ہوں، پس اللہ کی قسم! بے شک میں ان سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔

صحیح البخاری: ۶۱۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ عتاب کے وقت ان لوگوں کی طرف متوجہ نہ ہونا جن پر عتاب ہے، اور اس حدیث میں بھی اسی طرح ہے کہ آپ نے ایک قوم پر عتاب فرمایا اور اس قوم کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ نبی ﷺ عتاب کے وقت لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے جب کہ آپ کو خاص اپنی ذات کے متعلق عتاب ہو، جیسے آپ جاہلوں کی جہالت اور دیہاتیوں کی جفا پر صبر کرتے تھے، کیا یہ نہیں دیکھا گیا کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو چھوڑ دیا جس نے آپ کی گردن میں چادر کو زور سے کھینچا تھا حتیٰ کہ کھینچنے کے نشان آپ کی گردن میں پڑ گئے، لیکن جب کوئی شخص دین کی بے حرمتی کرے تو پھر آپ اس پر عتاب کو ترک نہیں کرتے تھے اور بلند آواز سے حق کو بیان کرتے تھے، اور جو سلوک بے حرمتی کرنے والے کے ساتھ کرنا مشروع ہو اس کے ساتھ وہی سلوک کرتے تھے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں از سلیمان از الاعمش، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مسلم، یہ اسم فاعل کے صیغہ کے وزن پر ہے۔

بعض شارحین نے کہا ہے: یہ ابن صبیح ابوالضحیٰ ہیں، اور جس نے یہ زعم کیا کہ یہ ابن عمران البطین ہیں تو اس کو وہم ہوا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: حافظ ابن حجر نے علامہ کرمانی کی طرف تعریض کی ہے، انہوں نے وثوق سے نہیں کہا کہ یہ مسلم بن عمران البطین ہیں، انہوں نے یہ کہا کہ یا تو یہ مسلم بن عمران البطین ہیں اور یا یہ مسلم بن صبیح ہیں، اور یہ دونوں امام بخاری کی شرط کے مطابق مسروق سے اور الاعمش سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "صنع النبی ﷺ شیئا" یہ پتا نہیں چلا کہ آپ نے کیا کام کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فرخص فیه" یعنی آپ نے اس میں شدت نہیں کی بلکہ معاملہ کو آسان رکھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فتنزہ عنه قوم" یعنی بعض لوگوں نے اس کام سے احتراز کیا اور اس کے قریب نہیں گئے، اور امام مسلم کی روایت میں اس طرح ہے: گویا انہوں نے اس کام کو ناپسند کیا اور اس سے پرہیز کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فبلغ ذالك" یعنی نبی ﷺ تک ان کے پرہیز کی خبر پہنچ گئی تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا یہ حال ہے جو اس کام سے پرہیز کرتے ہیں، اور امام مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ آپ غضبناک ہوئے حتیٰ کہ غضب کے آثار آپ کے چہرہ مبارک پر تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انی لاعلمھم باللہ واشدھم خشیة" آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھتا ہوں، اس میں آپ ﷺ کی قوت علمیہ کی طرف اشارہ ہے، اور فرمایا کہ ان سب سے زیادہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اس میں آپ ﷺ کی قوت عقلیہ کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی اقتداء کرنی چاہیے اور گہرائی میں واقع نہیں ہونا چاہیے اور مباح چیز سے پرہیز کرنے کی مذمت فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ هُوَ ابْنُ أَبِي عُتْبَةَ مَوْلَى أَنَسٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا فَإِذَا رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ سے سنا اور وہ ابن ابی عتبہ ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام ہیں از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ

Marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنواری لڑکی سے زیادہ حیاء کرنے والے تھے جتنی وہ اپنے کنوارے پن میں حیاء کرتی ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز دیکھتے جو آپ کو ناپسند ہوتی، تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں ناپسندیدگی کے آثار دیکھتے۔

(صحیح بخاری: ۳۵۶۲، ۶۱۰۲، ۶۱۱۹، صحیح مسلم: ۲۳۲۰، سنن ابن ماجہ: ۴۱۸۰، مسند احمد: ۱۱۳۳۹)

صحیح البخاری: ۶۱۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''جن پر عتاب ہو ان کا ذکر نہ کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ حیاء کی وجہ سے کسی کو اس کے منہ پر برا نہیں کہتے تھے، اور جب کوئی چیز ناپسندیدہ دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوتے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عتاب فرماتے تو کسی کام کرنے والے کو معین نہیں فرماتے، بلکہ آپ کا عتاب بالعموم ہوتا۔ اور آپ اپنی امت پر نرمی کرتے تھے اور ان کا پردہ رکھتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن مبارک ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسعید، ان کا نام سعد بن مالک الخذری ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''من العذراء'' اس کا معنی ہے کنواری عورت، کیونکہ اس کی بکارت کی کھال باقی ہوتی ہے، اور ''خدر'' کا معنی ہے پردہ، جو باکرہ عورت کے گھر کی ایک جانب میں ڈالا جاتا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ دلیل سے کوئی حکم لگائے، کیونکہ صحابہ کرام نے جان لیا کہ جب آپ کا چہرہ متغیر ہے تو آپ نے کسی چیز کو ناپسند کیا ہے، اسی طرح وہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کو آپ کی ڈاڑھی مبارک کے ہلنے سے جان لیتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۴۔ ۲۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۳۔ بَابُ: مَنْ كَفَّرَ أَخَاهُ بِغَيْرِ تَأْوِيلٍ فَهُوَ كَمَا قَالَ

جس نے اپنے مسلمان بھائی کو بغیر دلیل کے کافر کہا تو وہ خود کافر ہو جائے گا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کی بغیر دلیل کے تکفیر کی یعنی اس کو کافر کہا یا اس کو کفر کی طرف منسوب کیا۔

بغیر دلیل کی قید اس لیے لگائی ہے کہ جب اس نے کسی دلیل کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو وہ معذور ہوگا اور گناہ گار نہیں ہوگا۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معذور قرار دیا جب انہوں نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو تاویل سے منافق قرار دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ کیونکہ حضرت حاطب نے مشرکین کی طرف ایک مکتوب لکھا تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے احوال بیان کیے تھے، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز پر مشرکین کو مطلع کرنے کی وجہ سے منافق ہو گئے تھے۔ سو جس نے بغیر کسی دلیل کے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو جس کو کافر کہا ہے وہ صحیح الایمان ہے اور جس شخص نے بغیر دلیل کے اس کو کافر کہا ہے وہ ایمان سے نکل جائے گا۔ سو جس نے اپنے مسلمان بھائی کو بغیر دلیل کے کافر کہا، وہ خود کافر ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١٠٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا وَقَالَ عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِثْلَهُ۔

(صحیح مسلم: ٦٠، مسند احمد: ٣٦٧٣)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد اور احمد بن سعید نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے خبر دی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص نے اپنے بھائی سے کہا: اے کافر! تو اس کفر کے ساتھ دو میں سے ایک لوٹے گا۔

اور عکرمہ بن عمار نے کہا از یحییٰ از عبد اللہ بن یزید، انہوں نے ابو سلمہ سے سنا، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اسی حدیث کی مثل۔

صحیح البخاری: ٦١٠٣ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، اور وہ یا ابن بشار ہیں اور یا ابن المثنیٰ ہیں، اسی طرح علامہ کرمانی نے کہا ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ محمد، ابن یحییٰ الذہلی ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر حافظ ابن حجر کا کہنا صحیح ہو کہ اس محمد سے مراد محمد بن یحییٰ ذہلی ہیں، تو محمد کا ذکر بغیر نسبت کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب امام بخاری نیشاپور میں گئے تو ان کے خلاف محمد بن یحییٰ ذہلی نے شور مچا دیا کہ یہ قرآن مجید کے الفاظ کو مخلوق

Marfat.com

مانتے ہیں، جس کی وجہ سے امام بخاری کو نیشاپور سے جانا پڑا۔اور امام بخاری نے چند احادیث محمد بن یحییٰ الذہلی سے سنی تھیں تو انہوں نے محمد بن یحییٰ ذہلی کی روایت کو ترک نہیں کیا، اور ان کے والد کے نام کی تصریح نہیں کی، بلکہ کسی جگہ وہ کہتے ہیں "حدثنا محمد بن عبد الله" اور محمد بن یحییٰ کو ان کے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن سعید، یہ ابن صخر بن سلیمان ابوجعفر الدارمی المروزی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان بن عمر، یہ ابن فارس العبدی البصری ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۵۔۲۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا۔

(صحیح بخاری: ۶۱۰۳، صحیح مسلم: ۶۰، مسند احمد: ۴۶۷۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار، از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی سے کہا: اے کافر! پس بے شک اس کفر کے ساتھ دو میں سے ایک لوٹے گا۔

صحیح البخاری: ۶۱۰۳، ۶۱۰۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

ان دونوں حدیثوں میں مذکور ہے "جس نے اپنے بھائی سے کہا" اور بھائی سے مراد اخوتِ اسلام ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فقد باء به" یعنی کفر کے ساتھ دو میں سے ایک رجوع کرے گا، کیونکہ اگر وہ شخص اپنے بھائی کو کافر کہنے میں صادق ہے، تو جس کو کافر کہا ہے، وہ کافر ہوگا۔اور اگر جھوٹ کہا ہے تو کہنے والا کافر ہوگا، کیونکہ اس نے مومن کو کافر کہا یا ایمان کو کفر قرار دیا، اور یہ بجائے خود کفر ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ مسلمان معصیت کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا، سو مسلمان کو کافر کہنا معصیت ہے، تو وہ اس قول سے کافر نہیں ہوگا۔اس کا جواب یہ ہے کہ علماء نے اس حدیث کو اس صورت پر محمول کیا ہے جب وہ حلال سمجھ کر اس کو کافر کہے۔دوسرا قول یہ ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تکفیر اس شخص کی طرف لوٹ آئے گی، کیونکہ جب وہ شخص اسی کی طرح مسلمان تھا تو اس نے اپنی مثل شخص کو کافر کہا، لہٰذا وہ بھی کافر ہوگا۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ کہنے والا اس کفر کے ساتھ لوٹے گا بشرطیکہ اس نے بغیر دلیل کے دوسرے شخص کو کافر کہا ہو۔اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: یعنی اپنے بھائی کی طرف کفر کی تہمت لگانے کی وجہ سے اس تکفیر کا گناہ کہنے والے کو ہوگا اگر وہ جھوٹا ہے تو۔اور ایک قول یہ ہے کہ کفر کا گناہ اس کی طرف لوٹے گا، کیونکہ جب وہ شخص کافر نہیں ہے تو وہ دین میں کہنے والے کی مثل ہے تو، اس کو کافر کہنے کی وجہ سے لازم آئے گا کہ یہ اپنے آپ کو کافر کہہ رہا ہے، کیونکہ وہ ایمان میں اس کے مساوی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۶۱۰۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از ثابت بن الضحاک از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جس نے غیر ملت اسلام کی جھوٹی قسم کھائی، تو وہ اس قول کا مصداق ہوگا، اور جس نے کسی چیز سے اپنے آپ کو قتل کیا تو اس کو اسی چیز کے ساتھ دوزخ میں عذاب دیا جائے گا، اور مسلمان کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مثل ہے اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو وہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۳۶۳، ۴۱۷۱، ۴۸۴۳، ۶۰۴۷، ۶۱۰۵، ۶۶۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۰، سنن ترمذی: ۱۵۴۳، سنن نسائی: ۳۷۷۰، سنن ابوداؤد: ۳۲۵۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۸، مسند احمد: ۱۵۹۵۷)

صحیح البخاری: ۶۱۰۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وہیب، یہ وہب کی تصغیر ہے اور یہ ابن خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، یہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقلابہ، یہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ثابت بن الضحاک، یہ ابن الضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ الانصاری ہیں، ابوعمر نے کہا: یہ ۳ ہجری میں پیدا ہوئے، ان کی کنیت ابویزید ہے، یہ شام میں رہائش پذیر تھے اور بصرہ کی طرف منتقل ہو گئے اور ۴۵ھ میں ان کی وفات ہوگئی، اہل بصرہ میں سے ابوقلابہ اور عبداللہ بن مغفل نے ان سے روایت کی ہے۔ یہ حدیث کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مفصل شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من حلف بملة غير الاسلام" علامہ ابن بطال نے کہا: اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں یہودی ہوں، تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا ہے، یعنی جھوٹا ہوگا کافر نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے اس قول سے یہ قصد نہیں کیا کہ اگر اس نے وہ کام کیا تو وہ حقیقت میں یہودی ہوگا، بلکہ یہ اس نے دھوکا دینے کے لیے کہا ہے، سو یہ وعید ہے۔

اور قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ وہ اس حلف سے اپنے اسلام میں خلل ڈال رہا ہے اور وہ یہودی ہو جائے گا جیسا اس نے کہا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وعید میں مبالغہ ہو اور دھمکانا ہو، گویا کہ اس نے کہا کہ اگر اس نے وہ کام کیا تو وہ بھی یہودیوں کے عذاب کا مستحق ہوگا۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "عذب بہ" یعنی اس کی خودکشی کے عمل کی جنس سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولعن المومن کقتلہ" یعنی مسلمان کو لعنت کرنا اس طرح حرام ہے جس طرح مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے، یا مسلمان کو لعنت کرنے کا گناہ ایسا ہے جیسے اس کو قتل کرنے کا گناہ ہے، یا مسلمان کو لعنت کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو گا، کیونکہ لعنت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونا اور قتل حیات سے دور کرتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ومن رمی مومنا بکفر فھو کقتلہ" یعنی جس نے مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو یہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے، کیونکہ کسی شخص کی نسبت کفر کی طرف کرنا اس شخص کو قتل کرنے کا موجب اور سبب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۶۔ ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۴۔ بَابُ: مَنْ لَّمْ يَرَ إِكْفَارَ مَنْ قَالَ ذٰلِكَ مُتَأَوِّلًا أَوْ جَاهِلًا

جن کے نزدیک کسی کو دلیل سے کافر کہنے یا جہالت سے کافر کہنے سے وہ شخص کافر نہیں ہوتا

وَقَالَ عُمَرُ لِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق کہا کہ یہ منافق ہے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا معلوم، تحقیق اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا، پس ارشاد فرمایا: میں نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے کسی کو دلیل سے کافر کہا بایں طور کہ اس کے گمان میں وہ کافر ہے، یا جہالت سے اس کو کافر کہا تو اس کی طرف کفر نہیں لوٹے گا۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس کی شرح یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ وہ منافق ہے، کیونکہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ مشرکین کی طرف خط لکھنے کی وجہ سے منافق ہو گئے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اور یہ تعلیق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک طرف ہے، جو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے قصہ میں سورۃ الممتحنہ میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ أَخْبَرَنَا سَلِيمٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمُ الصَّلَاةَ فَقَرَأَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ

بِهِمُ الْبَقَرَةَ قَالَ فَتَجَوَّزَ رَجُلٌ فَصَلّٰى صَلَاةً خَفِيفَةً فَبَلَغَ ذٰلِكَ مُعَاذًا فَقَالَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا قَوْمٌ نَعْمَلُ بِأَيْدِينَا وَنَسْقِي بِنَوَاضِحِنَا وَإِنَّ مُعَاذًا صَلّٰى بِنَا الْبَارِحَةَ فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ فَتَجَوَّزْتُ فَزَعَمَ أَنِّي مُنَافِقٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ ثَلَاثًا اقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَنَحْوَهَا۔

رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، پھر اپنی قوم کے پاس جاتے، پھر ان کو نماز پڑھاتے، پس ایک دن انہوں نے نماز میں سورۂ بقرہ پڑھی، پس ایک مرد جماعت سے علیحدہ ہو گیا اور اس نے الگ ہو کر مختصر نماز پڑھی، پس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: یہ شخص منافق ہے، پس اس شخص تک یہ بات پہنچ گئی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یا رسول اللہ! ہم مشقت سے کام کرنے والے لوگ ہیں، ہم اپنے اونٹوں پر پانی لاد کر لاتے ہیں، اور بے شک معاذ نے ہمیں گزشتہ رات نماز پڑھائی تو اس میں سورۃ البقرہ پڑھی، اس لیے میں نماز توڑ کر الگ ہو گیا، اس پر انہوں نے میرے متعلق کہا کہ یہ منافق ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: اے معاذ! کیا تم فتنہ میں ڈالنے والے ہو؟ تم وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا پڑھو، اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى پڑھو، اور ان کی مثل (سورتیں) پڑھو۔

(صحیح بخاری: ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۵، ۷۱۱، ۶۱۰۶، صحیح مسلم: ۴۶۵، سنن ترمذی: ۵۸۳، سنن نسائی: ۸۳۵، سنن ابوداؤد: ۶۰۰، مسند احمد: ۱۴۳۵۳، سنن دارمی: ۱۲۹۶)

صحیح البخاری: ۶۱۰۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جن کے نزدیک کسی کو دلیل سے کافر کہنے یا جہالت سے کافر کہنے سے وہ شخص کافر نہیں ہوتا" اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس صحابی کو منافق کہا جو ان کے پیچھے نماز توڑ کر علیحدہ نماز پڑھنے لگا تھا، کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ جماعت کا تارک منافق ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عبادہ، یہ الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید، اور یہ ابن ہارون ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیم، یہ ابن حیان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فیصلی بہ الصلوٰۃ" یہ نماز، عشاء کی نماز تھی اور امام ابوداؤد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ یہ

مغرب کی نماز تھی، اور امام بیہقی نے کہا ہے کہ عشاء کی روایات زیادہ صحیح ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فتجوز" یعنی اس نے تخفیف سے نماز پڑھی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس لفظ میں جیم نہ ہو حاء ہو، اور یہ لفظ "فتحوز" ہو، یعنی اس نے علیحدہ ہوکر اکیلے نماز پڑھی، اور یہ روایت امام مسلم کی روایت کے موافق ہے، اس میں مذکور ہے کہ وہ مرد منحرف ہوگیا، اس نے سلام پھیرا اور پھر اس نے اکیلے نماز پڑھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بنواضحنا" یہ "ناضح" کی جمع ہے اور یہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس پر پانی لاد کر لاتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثلثا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم فتنہ ڈالنے والے ہو؟

متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی تحقیق

صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جو اپنی قوم کو جاکر عشاء کی نماز پڑھاتے تھے، اس میں یہ دلیل ہے کہ مفترض کی نماز متنفل کے پیچھے جائز ہے، کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پہلے پڑھ چکے تھے، پھر جاکر اپنی قوم کو جو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے تو وہ ان کی نماز نفل تھی اور پیچھے لوگوں کی نماز فرض تھی۔

علامہ ابن التین نے اپنے مذہب کی نصرت کرتے ہوئے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز نفل تھی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ نہ بتایا ہو کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز ادا نہیں ہوتی۔

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: یہ دونوں جواب کس قدر بعید ہیں، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے متعلق کس طرح یہ گمان کیا جائے گا کہ وہ عشاء کے فرض مؤخر کردیں تاکہ اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل پڑھیں، اور یہ کیسے انہوں نے دعویٰ کیا کہ شارع علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ مسئلہ نہیں بتایا تھا، حالانکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی تھی کہ وہ شخص ان کے پیچھے نماز توڑ کر علیحدہ نماز پڑھنے لگا اور آپ نے فرمایا: اے معاذ! تم فتنہ میں ڈالتے ہو؟

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ کلام درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر یہ معاملہ مشتبہ ہوگیا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض نہ پڑھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنے کی فضیلت انہیں حاصل نہیں ہوگی اور اپنی قوم کو جو وہ نفل نماز پڑھائیں گے تو یہ ادائے فرض کے قائم مقام ہوگا یا نہیں؟

اور یہ حدیث مذکور منسوخ ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ان دنوں میں ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھنے کی اجازت ہو، یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں بھی عشاء کے فرض پڑھتے تھے اور بعد میں جاکر اپنی قوم کو بھی عشاء کے فرض پڑھاتے تھے، اور یہ معاملہ ابتدائے اسلام میں تھا، پھر امام طحاوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی کہ "ایک دن میں ایک نماز دو مرتبہ نہ پڑھی جائے"۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ احتمال سے کسی حدیث کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب وہ احتمال دلیل پر مبنی ہو تو پھر اس سے کسی حدیث کو منسوخ قرار دینا صحیح ہے۔ اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ پہلے

Marfat.com

صحابہ ایک فرض ایک دن میں دو مرتبہ پڑھتے تھے حتیٰ کہ ان کو پھر اس سے منع کر دیا گیا، اور اسی طرح علامہ المہلب نے ذکر کیا ہے، اور ممانعت اباحت کے بعد ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۸۔۲۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۷۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى فَلْيَقُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو المغیرہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از حُمید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص حلف اٹھائے اور اپنے حلف میں کہے "لات اور عزیٰ کی قسم" تو اسے چاہیے کہ وہ کہے لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) اور جس نے اپنے صاحب سے کہا: آؤ میں تمہارے ساتھ جوا کھیلتا ہوں، تو اسے چاہیے کہ وہ کچھ صدقہ کرے۔

(صحیح بخاری: ۴۸۶۰، ۶۱۰۷، ۶۳۰۱، ۶۶۵۰، صحیح مسلم: ۱۶۴۷، سنن ترمذی: ۱۵۴۵، سنن نسائی: ۳۷۷۵، سنن ابو داؤد: ۳۲۴۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۶، مسند احمد: ۸۰۲۶)

صحیح البخاری: ۶۱۰۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جس کے نزدیک کسی کو دلیل سے کافر کہنے یا جہالت سے کافر کہنے سے وہ شخص کافر نہیں ہوتا"، یعنی جس شخص نے جہالت کی وجہ سے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: نبی ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے ان کو معذور قرار دیا جنہوں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی، کیونکہ صحابہ کا زمانہ ان لوگوں کے معمول کے قریب تھا جو اپنی زبانوں سے جہالت کی وجہ سے یہ قسم کھاتے تھے، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھالی، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! زمانہ قریب ہے تو میں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھالی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کہو "لا الٰہ الا اللہ"۔ سو نبی ﷺ نے ان کو یہ تعلیم دی کہ جو شخص بھول گیا یا جس نے جہالت کے ساتھ ایسی قسم کھائی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ دوبارہ کلمۂ شہادت پڑھے اور توحید کی گواہی دے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق۔ حافظ ابن حجر نے کہا: یہ اسحاق بن راہویہ ہیں، گویا کہ انہوں نے اس کو ابن السکن سے

Marfat.com

اخذ کیا ہے، کیونکہ انہوں نے کہا: یہ اسحاق ابن راہویہ ہے۔ اور علامہ الکلاباذی نے کہا: یہ اسحاق بن منصور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالمغیرہ مذکور ہے، یہ عبدالقدوس بن الحجاج الخولانی الحمصی ہیں، اور یہ بھی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔ اور امام بخاری نے یہاں ان سے بالواسطہ روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاوزاعی، ان کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزہری، یہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمید، جو حمد کی تصغیر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فلیقل لا الٰہ الا اللہ" کیونکہ اس شخص نے بتوں کا نام تعظیم سے لیا جب اس نے بتوں کے نام سے حلف اٹھایا، تو اسے حکم دیا گیا کہ وہ اس کی تلافی کلمۂ توحید پڑھ کر کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ومن قال لصاحبہ" یعنی جس شخص نے کسی سے کہا: آؤ میرے ساتھ جوا کھیلو، تو بتوں کی قسم کھانے کے بعد جوئے کا ذکر کیا، جس طرح قرآن مجید میں جوئے کے بعد اس بتوں کے نصب شدہ پتھر کا ذکر ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ (المائدہ:۹۰) شراب، جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر۔

جس طرح قرآن مجید میں جوئے کے بعد بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر کا ذکر فرمایا ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لات اور عزیٰ کی قسم کھانے کے بعد جوا کھیلنے کی دعوت کا ذکر فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لات اور عزیٰ کی قسم کھانے کی تلافی اس طرح ہے کہ وہ کلمہ توحید پڑھے، اور جوا کھیلنے کی دعوت دینے کی تلافی اس طرح ہے کہ وہ کچھ صدقہ کر دے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اتنے پیسوں کا صدقہ کرے جتنے پیسوں سے وہ جوا کھیلنا چاہتا تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ جب جوئے کی دعوت دینے والے نے مال کو باطل میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا تو اسے حکم دیا گیا کہ اب وہ مال کو حق کی راہ میں خرچ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي رَكْبٍ وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ فَنَادَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَلَا إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ وَإِلَّا فَلْيَصْمُتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو سواروں کی جماعت میں پایا اور وہ اپنے والد کی قسم کھا رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ندا کی، سنو! اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی قسمیں کھاؤ، پس جس نے قسم کھانی ہے تو وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۴۶، سنن ترمذی: ۱۵۳۴، سنن نسائی: ۳۷۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۴، مسند احمد: ۴۵۰۹، موطا امام مالک: ۱۰۳۷، سنن دارمی: ۲۳۴۱)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۱۰۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جن کے نزدیک کسی کو دلیل سے کافر کہنے یا جہالت سے کافر کہنے سے وہ شخص کافر نہیں ہوتا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کی قسم کھائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معذور قرار دیا، کیونکہ وہ تاویل سے یہ سمجھ رہے تھے کہ باپ کا حق بھی اولاد پر ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قتیبہ، یہ ابن سعید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اللیث، یہ ابن سعد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان تحلفوا باٰبائکم'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''افلح وابیہ'' یعنی وہ کامیاب ہو گیا اور اس کے باپ کی قسم۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ کلام میں تقریر کے لیے ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا اور آباء کی قسم کھانے کی ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کا تقاضا اس کی تعظیم ہوتا ہے، اور عظمت کی حقیقت اللہ تعالیٰ وحدہٗ کے ساتھ مخصوص ہے، پس کوئی دوسرا اس کے مشابہ نہیں ہو سکتا۔

پھر اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی قسمیں کھائی ہیں جیسے ''وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ'' اور ''وَالطُّوۡرِ'' وغیرہ۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے، وہ جس کی چاہے قسم کھائے تا کہ قسم کھا کر اس چیز کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر فرمائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۵۔ بَابُ: مَا یَجُوزُ مِنَ الْغَضَبِ وَالشِّدَّةِ لِأَمْرِ اللّٰهِ

اللہ کی تعظیم کے لیے غضب اور شدت کا جواز

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (التوبہ: ۷۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے نبی!) کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل کی تعظیم کے سبب سے غضب اور شدت کا اظہار جائز ہے۔ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو ایذاء رسانی پر صبر کرتے تھے، وہ اپنے حق میں صبر کرتے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہو تو آپ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''(اے نبی!) کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے''۔ کفار کے خلاف جہاد کریں یعنی تلوار سے، اور منافقین کے خلاف جہاد کریں یعنی دلائل سے۔ اور قتادہ نے بیان کیا کہ منافقین کے خلاف جہاد یہ ہے کہ ان پر حدود کو قائم کیا جائے، اور مجاہد نے کہا: ان کے خلاف جہاد یہ ہے کہ ان کو وعید سنائی جائے، اور فرمایا ''وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ'' یعنی دونوں فریقوں پر غصہ اور سختی کریں، قتال سے اور دلائل سے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۰۹۔ حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَفِي الْبَيْتِ قِرَامٌ فِيهِ صُوَرٌ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ تَنَاوَلَ السِّتْرَ فَهَتَكَهُ وَقَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُصَوِّرُونَ هَذِهِ الصُّوَرَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یسرہ بن صفوان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الزہری، از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اور گھر میں ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس میں تصویریں تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا، پھر آپ نے اس پردہ کو پکڑ کر پھاڑ ڈالا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو یہ تصویریں بناتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۴۷۹، ۶۱۰۹، صحیح مسلم: ۲۱۰۷، سنن نسائی: ۵۳۶۴، مسند احمد: ۲۵۱۰۳)

صحیح البخاری: ۶۱۰۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''اللہ کی تعظیم کے لیے غضب اور شدت کا جواز'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا متغیر ہونا اللہ تعالیٰ کے غضبناک ہونے کی وجہ سے تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یسرہ، یہ ابن صفوان اللخمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، یہ ابن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف ہیں۔ یہ محمد بن مسلم الزہری سے روایت کرتے ہیں از القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قرام" اس کا معنی ہے پردہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فھتکہ" یعنی آپ ﷺ نے اس پردہ کو پھاڑ دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان من اشد الناس" یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

یہ حدیث "کتاب اللباس" میں صحیح البخاری: ۵۹۵۰ میں گزر چکی ہے اور اس کی مفصل شرح بھی وہاں کی جا چکی ہے، نیز مزید تفصیل کے لیے صحیح البخاری: ۵۹۸۵ کی شرح کو دیکھا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۱۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا قَالَ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَطُّ أَشَدَّ غَضَبًا فِي مَوْعِظَةٍ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ قَالَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد، انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی ﷺ کے پاس آ کر کہا: میں صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے رہ جاتا ہوں فلاں شخص کی وجہ سے جو ہمیں بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں نے اس دن سے زیادہ کبھی رسول اللہ ﷺ کو نصیحت کرتے ہوئے اتنے غضب میں نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک تم میں سے لوگوں کو متنفر کرنے والے ہیں، ان کو بھگانے والے ہیں، تم میں سے جو آدمی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اختصار کے ساتھ نماز پڑھائے، کیونکہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں، بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور کسی کام کے لیے جانے والے بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۹۰، ۷۰۲، ۷۰۴، ۶۱۱۰، ۷۱۵۹، صحیح مسلم: ۴۶۶، سنن ابن ماجہ: ۹۸۴، مسند احمد: ۱۶۶۱۷، سنن دارمی: ۱۲۵۹)

صحیح البخاری: ۶۱۱۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اللہ کی تعظیم کے لیے غضب اور شدت کا جواز" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو امام لمبی نماز پڑھاتے تھے ان پر نبی ﷺ بہت سخت ناراض ہوئے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابومسعود، وہ عقبہ بن عامر البدری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''منہ'' یعنی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعتبار سے مفضل ہیں اور دوسرے اعتبار سے مفضل علیہ ہیں، یعنی حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے غضب میں اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ کو لمبی نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے اور بعض اوقات آپ نے خود بھی لمبی نماز پڑھائی ہے

امام کو لمبی نماز پڑھانے کا محمل یہ ہے کہ جب نمازیوں میں بوڑھے، کمزور اور بیمار ہوں اور اگر نمازیوں میں سب صحت مند اور توانا ہوں اور وہ لمبی نماز پڑھانے سے خوش ہوں تو پھر امام کے لیے لمبی نماز پڑھانا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لمبی سورتوں مثلاً سورۂ یوسف پڑھ کر بھی نماز پڑھاتے تھے اور آپ نے مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف بھی پڑھی ہے، تاہم جب آپ نماز میں کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر کر دیتے تھے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں نماز میں مضطرب ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ کو نماز میں لمبی قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ نمازیوں میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں، بیمار بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی ہوتے ہیں۔ جب امام لمبی نماز پڑھائے گا تو بوڑھا آدمی تنگ ہوتا رہے گا، بیمار اپنی بیماری کی وجہ سے پریشان ہوگا، اور کمزور اپنی کمزوری کی وجہ سے نڈھال ہوتا رہے گا، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں لمبی قراءت کرتے تھے تو نمازی قراءت سن کر وجد میں آجاتے، اور ان کی خواہش ہوتی کہ کاش اگر ان کی عمر نوح علیہ السلام جتنی بھی ہوتی تو وہ اسی طرح آپ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے گزر جاتی، آپ قرآن پڑھتے رہتے اور وہ کیف آور قراءت کو سنتے رہتے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جو بیمار نماز پڑھتے تھے وہ آپ کے فیض سے تندرست ہو جاتے تھے، جو کمزور نماز پڑھتے تھے وہ توانا ہو جاتے تھے اور جو کسی کام کے لیے جانے والے ہوتے تو ان کے کام بن جاتے تھے۔

۶۱۱۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضى الله عنه قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي رَأَى فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً فَحَكَّهَا بِيَدِهِ فَتَغَيَّظَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللّٰهَ حِيَالَ وَجْهِهِ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ حِيَالَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے مسجد کے قبلہ میں بلغم دیکھا، آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو کھرچ دیا، پھر آپ ناراض ہوئے، پھر فرمایا: بے شک تم میں سے جب

Marfat.com

کوئی ایک نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کے سامنے ہوتا ہے، تو کوئی شخص نماز میں اپنے چہرہ کے سامنے بلغم نہ تھوکے۔

(صحیح بخاری: ۴۰۶، ۷۵۳، ۱۲۱۳، ۶۱۱۱، صحیح مسلم: ۵۴۷، سنن نسائی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۴۷۹، سنن ابن ماجہ: ۷۶۳، مسند احمد: ۵۳۱۳، موطا امام مالک: ۴۵۶، سنن دارمی: ۱۳۹۷)

صحیح البخاری: ۶۱۱۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد کے قبلہ کی جانب بلغم دیکھ کر ناراض ہوئے، اور اس باب کے عنوان میں اللہ کے لیے غضب میں آنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جویریہ، ان کا نام ابن اسماء ہے اور یہ دونوں علم ہیں جس میں مذکر اور مؤنث دونوں شریک ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حیال وجھہ'' یعنی نمازی اللہ تعالیٰ کے بالمقابل ہوتا ہے۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت اور مکان سے منزہ ہے تو پھر اس کا کیا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کے بالمقابل ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بطور تشبیہ ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نمازی کی توجہ قبلہ کی طرف ہوتی ہے اور قبلہ کی وساطت سے اس کی توجہ اپنے رب کی طرف ہوتی ہے، گویا کہ نمازی کا مقصود اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۱۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ قَالَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَلْقَاهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ربیعہ بن ابی عبدالرحمن نے خبر دی از یزید مولی المنبعث، از حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ یعنی گری ہوئی چیز کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: تم ایک سال تک اس کی پہچان یاد رکھو، پھر تھیلی کی ڈوری کی پہچان یاد رکھو، پھر اس تھیلی کی پہچان یاد رکھو، پھر تم اس کو خرچ کردو۔ اگر اس کا مالک آجائے تو وہ اس کے مالک کو ادا کردو، اس مرد نے کہا: یارسول اللہ! پس گم شدہ بکری (کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا: تم اس بکری کو لے لو، یا وہ

رَبُّهَا۔

تمہارے لیے ہوگی، یا تمہارے بھائی کے لیے ہوگی، یا وہ بھیڑیے کے لیے ہوگی، اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! پس گم شدہ اونٹ؟ راوی نے بیان کیا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے، یا کہا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، پھر کہا: تمہیں اونٹ سے کیا مطلب ہے، اس کے ساتھ اس کی جوتیاں ہیں اور اس کے ساتھ اس کا پانی ہے، وہ چلتا رہے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اس سے ملاقات کرلے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۲۲، سنن ترمذی: ۱۳۷۳، سنن ابوداؤد: ۱۷۰۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۴، مسند احمد: ۱۶۵۸۹، موطا امام مالک: ۱۴۸۲)

صحیح البخاری: ۶۱۱۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرد کے نامناسب سوال کرنے پر ناراض ہوئے، کیونکہ بکری کے متعلق تو خطرہ ہے کہ اسے بھیڑیا کھا جائے گا یا کوئی آدمی لے جائے گا، اور اونٹ کے متعلق ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، اور یہ ابن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کے تمام راوی مدنی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وکاءھا" اس کا معنی ہے: جس کے ساتھ تھیلی کے منہ کو باندھا جاتا ہے یعنی ڈوری۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "العفاص" اس سے مراد ہے ظرف یا تھیلی جس میں رقم رکھی جاتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ثم استنفق" یعنی تم اس میں تصرف کرو اور اس میں نفع حاصل کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وجنتاہ" یہ وجنۃ کا تثنیہ ہے، اور اس کا معنی ہے: ابھرے ہوئے گال یا رخسار۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مالک ولھا؟" یعنی تم اس اونٹ کو نہ پکڑو، وہ اپنی معیشت میں مستقل ہے اور اس کے ساتھ اس کے اسباب ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حذاؤھا" یعنی جن کے ساتھ اونٹ چلتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سقاؤھا" اس کا معنی ہے: دودھ اور پانی کا ظرف، جیسے مشک ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۶۱۱۳۔ وَقَالَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی الله عنه قَالَ احْتَجَرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حُجَيْرَةً مُخَصَّفَةً أَوْ حَصِيرًا فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّي فِيهَا فَتَتَبَّعَ إِلَيْهِ رِجَالٌ وَجَاءُوا يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ ثُمَّ جَاءُوا لَيْلَةً فَحَضَرُوا وَأَبْطَأَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْهُمْ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ وَحَصَبُوا الْبَابَ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ مُغْضَبًا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا زَالَ بِكُمْ صَنِيعُكُمْ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُكْتَبُ عَلَيْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ۔

اور مکی نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن سعید نے، ح اور مجھے حدیث بیان کی محمد بن زیاد نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی محمد بن جعفر نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن سعید نے، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی سالم ابوالنضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ نے از بسر بن سعید از زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائیوں کا اور کھجور کے پتوں کا یا چٹائیوں کا ایک حجرہ بنالیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے نکلے اور اس میں (تہجد کی) نماز پڑھتے تھے، پھر لوگوں نے بھی آپ کی اتباع کی اور وہ آئے اور آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، پھر ایک رات لوگ آئے اور وہ حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس آنے میں ان سے تاخیر کردی، پس ان کی طرف آپ نہ آئے، تو انہوں نے اپنی آوازیں بلند کیں اور دروازہ پر کنکریاں ماریں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف آئے اس حال میں کہ آپ غصہ میں تھے، پس ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہمیشہ اسی طرح نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ یہ نماز تم پر فرض کردی جائے گی، پس تم پر لازم ہے کہ تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو، کیونکہ مرد کی بہترین نماز اس کے گھر میں ہوتی ہے سوائے فرض نماز کے۔

(صحیح بخاری: ۷۳۱، ۶۱۱۳، صحیح مسلم: ۷۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۷، مسند احمد: ۲۱۱۲۳)

صحیح البخاری: ۶۱۱۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف غصہ کی حالت میں آئے، اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں غضب کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے باب سے ہے۔ اور اس پر اجماع منعقد ہے کہ یہ ائمہ پر فرض ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور ظالموں کے ہاتھوں کو پکڑیں اور مظلومین کو انصاف مہیا کریں اور امور شرعیہ کی حفاظت کریں، حتیٰ کہ شریعت متغیر نہ ہو اور اس کی بے حرمتی نہ ہو۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مکی، اور وہ ابن ابراہیم ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مکی، مکہ مکرمہ کی طرف منسوب ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مکی ان کا نام ہے اور یہ نسبت نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی دو طریقوں سے روایت کی ہے، ایک طریقہ تو حدیث معلق ہے از مکی بن ابراہیم از عبد اللہ بن سعید بن ابی ہند الفزاری۔ اور امام احمد اور امام دارمی نے اپنی مسندوں میں اس حدیث کو مکی بن ابراہیم کی سند سے موصولاً روایت کیا ہے۔ اور امام بخاری کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو بہ طور مسند روایت کیا ہے از محمد بن زیاد۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''احتجر'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے حجرہ بنالیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مخصفة'' یعنی کھجور کے پتوں سے وہ حجرہ بنایا۔

علامہ نووی نے کہا ہے: ''الخصفة'' کھجور کے پتوں اور چٹائی کا ایک ہی معنی ہے، مقصود یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حجرہ بنالیا جو مسجد کی ایک جگہ میں تھا اور چٹائیوں سے اس کو ستر کیا ہوا تھا تا کہ آپ اس میں نماز پڑھیں اور وہاں آپ کے پاس کوئی نہ آئے اور وہاں آپ دل سے نماز کی طرف متوجہ رہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فتتبع الیه'' یعنی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تتبع کیا یعنی آپ کو تلاش کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ثم جاء و الیلة'' یعنی لوگ ایک رات آپ کے ساتھ آئے تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلم یخرج الیهم فرفعوا اصواتهم وحصبوا الباب'' یعنی لوگوں نے اس حجرہ کے دروازہ پر کنکریاں مارنی شروع کردیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف آئے اس حال میں کہ آپ غصہ میں تھے، اور غصہ کا سبب یہ تھا کہ صحابہ آپ کے حکم کے بغیر جمع ہوئے اور انہوں نے اشارہ کرنے پر اکتفاء نہیں کی، کیونکہ آپ ان کی طرف تشریف نہیں لائے اور انہوں نے مبالغہ کیا اور دروازہ پر کنکریاں ماریں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کا غصہ اس وجہ سے تھا کہ آپ صحابہ پر نرمی کرنے کے لیے دیر سے تشریف لائے تا کہ ان پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے اور صحابہ کچھ اور گمان کر رہے تھے۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ آپ اس لیے ناراض ہوئے کہ صحابہ آپ کی اس خاص مسجد میں آپ کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنے لگے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نماز میں اس اشتیاق کو دیکھ کر مجھے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے۔

افضل نفل وہ ہیں جو گھر میں پڑھے جائیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل نوافل وہ ہیں جو گھر میں پڑھے جائیں اور لوگوں کی نظروں سے چھپ کر پڑھے جائیں سوا ان نمازوں کے جو شریعت کا شعار بن گئی ہیں جیسے عید۔ علامہ ابن التین نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں بھی کوئی فرض نماز پڑھے اور یہ حدیث ان کا رد کرتی ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے گھروں میں بھی نمازیں پڑھا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، تو اس کا

جواب یہ ہے کہ یہ حدیث نوافل پر محمول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۳۔ ۲۵۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۶۔ بَابُ: الْحَذَرِ مِنَ الْغَضَبِ

غضب سے احتراز کرنے کا بیان

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ: وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ۝ (الشوریٰ: ۳۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں O

وَقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۝ (آل عمران: ۱۳۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ خوش حالی اور تنگ دستی میں خرچ کرتے ہیں اور جو غصہ پینے والے ہیں اور لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غضب سے احتراز کرنا چاہیے، اور غضب کا معنی ہے: انتقام کے ارادہ سے خون کا جوش میں آنا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام بخاری نے غضب سے احتراز کرنے کے لیے دو آیتوں سے استدلال کیا ہے۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: ان دونوں آیتوں میں غضب سے احتراز پر دلالت نہیں ہے، سوا اس کے کہ جب دوسری آیت میں جو مذکور ہے "غصہ کو پینے والے" اس کو ملا لیا جائے فواحش سے اجتناب کے ساتھ تو اس میں مقصود کی طرف اشارہ ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو کہا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ ان دونوں آیتوں میں غضب سے احتراز کے او پر دلیل ہے، رہی پہلی آیت تو اس میں ان لوگوں کی مدح کی گئی ہے جو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کبیرہ گناہ شرک اور بے حیائی کے کام ہیں اور السدی نے کہا: یعنی زنا، اور مقاتل نے کہا: یعنی وہ گناہ جو حد کو واجب کرتے ہیں، اور فرمایا: "وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں" یعنی تجاوز کرتے ہیں اور برداشت کرتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اور اس کا ماقبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوا ہے، پس جب کہ جو ذکر کیا گیا ہے وہ مدح ہے تو اس کی ضد مذمت ہوگی۔ اور اس کی ضد جو مذمت ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص غضب میں آئے تو وہ حد سے تجاوز نہ کرے، پس یہ بالبداہت اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو غضب مذموم ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

اور رہی دوسری آیت تو اس میں ان متقین کی مدح ہے جن کے اللہ تعالیٰ نے وہ اوصاف بیان کیے ہیں جو ذکر کیے گئے ہیں، پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان اوصاف کی ضد مذموم ہے، اور مذموم میں سے یہ ہے کہ انسان غصہ کو برداشت نہ کرے اور لوگوں کو معاف نہ کرے، اور غصہ کو نہ برداشت کرنا وہ بعینہٖ غصہ اور غضب کرنا ہے، پس یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ غضب سے

Marfat.com

احتراز کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۴۔ ۲۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۱۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ پہلوان نہیں ہے جو کشتی میں پچھاڑ دے، پہلوان وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۰۹، مسند احمد: ۸۱۷۷، موطا امام مالک: ۱۶۸۱)

صحیح البخاری: ۶۱۱۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے" غضب سے احتراز کرنے کا بیان' اور اس حدیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے کہ آدمی غصہ کے وقت بے قابو نہ ہو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''بالصرعة'' اس کا معنی ہے: کشتی لڑنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۱۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَهُ جُلُوسٌ وَأَحَدُهُمَا يَسُبُّ صَاحِبَهُ مُغْضَبًا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ لَوْ قَالَ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالُوا لِلرَّجُلِ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ إِنِّي لَسْتُ بِمَجْنُونٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از عدی بن ثابت، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی سلیمان بن صرد نے، انہوں نے کہا: دو آدمی نبی ﷺ کے سامنے ایک دوسرے سے لڑے اور ایک دوسرے کو برا کہہ رہے تھے، ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اور ان میں سے ایک اپنے صاحب کو برا کہہ رہا تھا اور سخت غصہ میں تھا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص وہ کلمہ پڑھ لے تو اس کے اندر جو غیظ اور غضب ہے، وہ چلا جائے گا۔ اگر یہ کہہ لے کہ'' میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں'' تو صحابہ نے اس مرد سے کہا:

Marfat.com

کیا تم نہیں سن رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرما رہے ہیں، اس مرد نے کہا: میں دیوانہ نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری: ۳۲۸۲، ۶۰۴۸، ۶۱۱۵، صحیح مسلم: ۲۶۱۰، سنن ترمذی: ۳۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۴۷۸۱، مسند احمد: ۲۱۶۰۶)

صحیح البخاری: ۶۱۱۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "غضب سے احتراز کرنا" اور اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص وہ کلمہ پڑھ لے تو اس کے اندر جو غصہ اور غضب ہے وہ نکل جائے گا، پس جو شخص یہ کلمہ پڑھے گا تو اس کا غضب اتر جائے گا اور اس کا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، وہ ابن عبدالحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، وہ سلیمان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انی لست بمجنون" یا تو اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنے کے متعلق کہا کہ میں دیوانہ نہیں ہوں، اس صورت میں وہ منافق تھا، یا اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے متعلق نہیں کہا بلکہ صحابہ نے جو اس سے کہا تھا کہ یہ کلمہ پڑھ لو تو ان کے متعلق کہا تھا کہ میں مجنون نہیں ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١١٦ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ هُوَ ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَوْصِنِي قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ۔

(سنن ترمذی: ۲۰۲۰، مسند احمد: ۹۶۸۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے خبر دی اور وہ ابن عیاش ہیں از ابی حصین از ابی صالح، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مجھے وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا: تم غصہ نہ کرنا۔ اس نے کئی بار کہا، آپ یہ فرماتے کہ تم غصہ نہ کرنا۔

صحیح البخاری: ۶۱۱۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "غضب سے احتراز کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو غصہ نہ کرنے کی وصیت کی، اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن یوسف، یہ الزِمی ہیں، امام بخاری نے ان سے صرف ابوبکر بن عیاش کے واسطہ سے روایت کی ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحُصین، (حاء پر زبر اور صاد کے نیچے کسرہ) ان کا نام عثمان بن عاصم الاسدی الکوفی ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصالح، یہ ذکوان الزیات السمان ہیں۔

غصہ اور غضب کو ترک کرنے کی نصیحت کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے''لا تغضب''۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد سے فرمایا: تم غضب نہ کیا کرو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مخلوق کی صفات منکشف تھیں تو آپ لوگوں کو اس چیز کا حکم دیتے تھے جو ان کے حال کے زیادہ لائق ہوتی یا مناسب ہوتی اور شاید کہ وہ مرد غضب بہت کرتا تھا، تو آپ نے اس کو غضب کے ترک کرنے کی وصیت کی۔

اور قاضی بیضاوی نے کہا ہے: جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ تمام خرابیاں جو انسان کو پیش آتی ہیں، وہ اس کی شہوت اور غضب کی وجہ سے پیش آتی ہیں، پس جب اس مرد نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ایسی چیز کی طرف رہنمائی کریں جس کی وجہ سے وہ برے کاموں اور بری باتوں سے رک جائے اور غضب سے بھی رک جائے جس کا ضرر سب سے زیادہ ہے اور جس کا گناہ بھی سب سے زیادہ ہے، اور بے شک جب وہ غضب پر قابو پالے گا تو باقی بری صفات پر قابو پانا اس کے لیے آسان ہوگا۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس مرد کو فرمایا کہ تم غصہ نہ کیا کرو، اس کا معنی یہ ہے کہ تم ایسے اسباب کے درپے نہ ہو جن کی وجہ سے غصہ آتا ہے، اور ان امور کے درپے نہ ہو جو غصہ کو لاتی ہیں، کیونکہ غصہ اور غضب تو انسان کی طبیعت میں مرکوز ہے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ تم وہ کام نہ کرو جس کام کا حکم تمہیں غضب دیتا ہے اور تمہیں افعال اور اقوال پر برانگیختہ کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۷۔ بَابُ: الْحَيَاءِ — حیاء کا بیان

اس باب میں حیاء کی فضیلت کا بیان کیا گیا ہے، جب انسان کو یہ خوف ہو کہ کسی کام کی وجہ سے اس کا عیب بیان کیا جائے گا اور اس کی مذمت کی جائے گی اور اس خوف کی وجہ سے اس کے اندر جو تغیر اور انکسار طاری ہو، اس کو حیاء کہتے ہیں۔

۶۱۱۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي السَّوَّارِ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ مَكْتُوبٌ فِي الْحِكْمَةِ إِنَّ مِنَ الْحَيَاءِ وَقَارًا وَإِنَّ مِنَ الْحَيَاءِ سَكِينَةً فَقَالَ لَهُ عِمْرَانُ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَتُحَدِّثُنِي عَنْ صَحِيفَتِكَ۔ (صحیح مسلم: ۳۷، مسند احمد: ۱۹۳۲۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی السوار العدوی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمران بن حصین سے سنا، انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء سے صرف خیر حاصل ہوتی ہے، پس بُشیر بن کعب نے کہا: حکمت میں یہ لکھا ہوا ہے کہ بے شک حیاء سے انسان باوقار ہوتا ہے اور حیاء سے انسان پر سکون ہوتا ہے، تو ان سے حضرت عمران رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے کہا: میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم مجھے اپنے صحیفہ سے بیان کرتے ہو۔

صحیح البخاری: ۶۱۱۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے ابوسوار، یہ حسان بن حریث ہیں، اور حریث، حرث کی تصغیر ہے جس کا معنی کھیت ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام حجیر بن الربیع ہے، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

حیاء کے فضائل

اس حدیث میں مذکور ہے "الحیاء لایاتی الا بخیر" اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص لوگوں سے حیاء کرتا ہے کہ کہیں لوگ اس کو گناہ کرتے ہوئے نہ دیکھ لیں، یا محارم کا ارتکاب کرتے ہوئے نہ دیکھ لیں، سو یہ وصف اس کی دعوت دے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ حیاء کرنے والا ہے، اور جو اپنے رب سے حیاء کرے گا تو اس کی حیاء اس کو فرائض کے ضائع کرنے اور گناہوں پر سوار ہونے سے منع کرے گی اور حیاء بے حیائی کے کاموں کے کرنے سے منع کرتی ہے اور نیکی اور خیر پر برانگیختہ کرتی ہے، جیسا کہ ایمان مومن کو گناہوں سے منع کرتا ہے اور گناہوں سے دور رکھتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت پر برانگیختہ کرتا ہے، پس گویا کہ حیاء ایمان کی مثل ہے، کیونکہ دونوں نیکی کے حاصل کرنے اور برائی کے ترک کرنے میں مساوی ہیں۔ ہر چند کہ حیاء ایک طبعی اور جبلی وصف ہے اور ایمان مومن کا فعل ہے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الحیاء من الایمان" یعنی حیاء ایمان کے اسباب سے ہے۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے از عمران بن حصین، کہ حیاء کل کی کل خیر ہے، اور امام طبرانی نے قرۃ بن غیاث سے روایت کی ہے، کہا گیا: یارسول اللہ! کیا حیاء دین سے ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کل کا کل دین ہے۔

حکمت کی تعریف

اس حدیث کی تعلیق میں مذکور ہے "فی الحکمة"۔ حکمت کی تعریف یہ ہے کہ یہ وہ علم ہے جس میں حقائق موجودات کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔

اور اس تعلیق میں مذکور ہے "وقار" وقار کا معنی ہے: حلم اور بردباری۔

اس حدیث کی تعلیق میں مذکور ہے "فقال له عمران" یعنی جب بشیر بن مذکور نے حکمت کے متعلق اپنے صحیفہ سے بیان کیا تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں تمہیں حدیث بیان کرتا ہوں اور حضرت عمران نے یہ غصہ سے کہا تھا، کیونکہ ان معاملات میں حجت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، نہ کہ وہ چیزیں جن کو کتب حکمت سے بیان کیا جائے، جن کی حقیقت کے بارے میں کوئی پتا نہیں ہے اور نہ ہی ان کے صدق کے بارے میں کوئی پتا ہے۔

Marfat.com

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت عمران کیوں غصہ میں آئے، حالانکہ وقار اور سکون میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو حکمت کے خیر ہونے کے منافی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ابو قتادہ العدوی نے بُشیر کی پوری روایت بیان کی ہے، اس میں یہ ہے کہ حیاء سے سکون اور وقار حاصل ہوتا ہے اور اسی سے ضعف حاصل ہوتا ہے، تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے ان پر ناراضگی کا اظہار کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۷-۲۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۱۸ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما مَرَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى رَجُلٍ وَهُوَ يُعَاتِبُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ يَقُولُ إِنَّكَ لَتَسْتَحْيِي حَتَّى كَأَنَّهُ يَقُولُ قَدْ أَضَرَّ بِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سالم از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شخص پر گزر ہوا جو اپنے بھائی پر حیاء کی وجہ سے ناراض ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا: تم بہت حیاء کرتے ہو گویا کہ وہ کہہ رہا تھا: تم اس کی وجہ سے اپنا نقصان کرتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اس کو چھوڑو، کیونکہ حیاء ایمان سے ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴، ۶۱۱۸، صحیح مسلم: ۳۶، سنن ترمذی: ۲۶۱۵، سنن نسائی: ۵۰۳۳، سنن ابوداؤد: ۴۷۹۵، مسند احمد: ۵۱۶۱، موطا امام مالک: ۱۶۷۹)

صحیح البخاری: ۶۱۱۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن یونس کا ذکر ہے، وہ احمد بن عبداللہ بن یونس الیربوعی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز بن ابی سلمہ کا ذکر ہے، اور وہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ ہیں، اور ان کا نام دینار ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فان الحیاء من الایمان" یعنی حیاء ایمانِ کامل کا جز ہے۔ علامہ الہروی نے کہا ہے کہ حیاء ایک طبعی اور جبلی وصف ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایمان سے قرار دیا حالانکہ ایمان اکتساب ہے، کیونکہ حیاء کرنے والا حیاء کی وجہ سے گناہوں سے رک جاتا ہے خواہ اس کی نیت نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۱۹ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مَوْلَى أَنَسٍ قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ اسْمُهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی علی بن الجعد نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی شعبہ نے، از

عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي عُتْبَةَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا۔

قتادہ از مولی انس، امام ابو عبد اللہ نے کہا: ان کا نام عبد اللہ بن ابی عتبہ ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پردہ دار لڑکی سے زیادہ حیاء کرنے والے تھے۔

(صحیح بخاری: ۳۵۶۲، ۶۱۰۲، ۶۱۱۹، صحیح مسلم: ۲۳۲۰، سنن ابن ماجہ: ۴۱۸۰، مسند احمد: ۱۱۳۳۹)

اس حدیث کی شرح عنقریب گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۸۔ بَابٌ: إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ — اس کا بیان کہ جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہو کرو

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم حیاء نہ کرو تو جو مرضی آئے کرو۔ اور امام بخاری نے اسی حدیث کو عنوان بنا دیا ہے۔

۶۱۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از ربعی بن حراش، انہوں نے کہا: ہمیں ابو مسعود نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو پہلے نبیوں کا کلام جو ملا، اس میں یہ مذکور تھا کہ جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہو کرو۔

(صحیح البخاری: ۳۴۸۳، ۳۴۸۴، ۶۱۲۰، سنن ابو داؤد: ۴۷۹۷، سنن ابن ماجہ: ۴۱۸۳، مسند احمد: ۱۶۶۴۱)

صحیح البخاری: ۶۱۲۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زہیر، یہ الیربوعی ہیں اور وہ ابی معاویہ ابن خیثمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ربعی بن حراش، وہ الغطفانی الاعور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو مسعود، وہ حضرت عقبہ بن عامر البدری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان مما ادرک الناس" اس میں "ادرک" کا معنی ہے "بلغ" یعنی لوگوں کو جو نبوت کا پہلا کلام ملا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "اذا لم تستحیی" یعنی حیاء انبیاء سابقہ کی شریعتوں میں بھی مستحسن قرار دی جاتی تھی اور اس کا حکم

Marfat.com

باقی ہے، منسوخ نہیں ہوا۔ پس متقدمین اور متاخرین حیاء کو مستحسن قرار دینے میں ایک جیسے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاصنع ما شئت'' یہ امر تہدید کے لیے ہے، یعنی دھمکانے کے لیے ہے، یعنی جن کاموں سے تم کو حیاء نہیں آتی ان میں سے جو چاہو تم کرو، اور وہ کام نہ کرو جن سے تم کو حیاء آتی ہے، یا اس حدیث میں امر بمعنی خبر ہے یعنی جب تم میں حیاء نہیں ہوگی جو برے کاموں سے منع کرتی ہے تو تم جو چاہو گے وہ کرو گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۹۔ بَابُ: مَا لَا يُسْتَحْيَا مِنَ الْحَقِّ لِلتَّفَقُّهِ فِي الدِّينِ

حق بات کو معلوم کرنے میں اور دین کو سمجھنے میں حیاء نہیں کرنی چاہیے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سوال کرنے میں حیاء کرنا جائز نہیں ہے اور تمام حقائق جن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے، ان میں حیاء کرنا مذموم ہے، اور امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ حدیث میں جو ہے کہ حیاء کل خیر ہے، اس عموم سے بعض کی تخصیص کی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۲۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، پس کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات سے حیاء نہیں فرماتا، کیا جب عورت کو احتلام ہو جائے تو اس پر بھی غسل واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب وہ پانی کو دیکھ لے۔

(صحیح بخاری: ۱۳۰، ۲۸۲، ۳۳۲۸، ۶۰۹۱، ۶۱۲۱، صحیح مسلم: ۳۱۳، سنن ترمذی: ۱۲۲، سنن نسائی: ۱۹۷، سنن ابن ماجہ: ۶۰۰، مسند احمد: ۲۵۹۶۴، موطا امام مالک: ۱۱۸)

صحیح البخاری: ۶۱۲۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''حق بات کو معلوم کرنے میں اور دین کو سمجھنے میں حیاء نہیں کرنی چاہیے'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کا ایک مسئلہ معلوم کرنے میں حیاء نہیں کی، یعنی حیاء کی وجہ سے اس سوال کو ترک نہیں کیا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح کتاب العلم میں "باب الحیاء فی العلم" اور کتاب الغسل میں "باب اذا احتلمت المرأۃ" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، ان کے نام میں اختلاف ہے جس کا ذکر ہم نے کتاب الغسل میں کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١٢٢ - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ شَجَرَةٍ خَضْرَاءَ لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَلَا يَتَحَاتُّ فَقَالَ الْقَوْمُ هِيَ شَجَرَةُ كَذَا هِيَ شَجَرَةُ كَذَا فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ هِيَ النَّخْلَةُ وَأَنَا غُلَامٌ شَابٌّ فَاسْتَحْيَيْتُ فَقَالَ هِيَ النَّخْلَةُ وَعَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِثْلَهُ وَزَادَ فَحَدَّثْتُ بِهِ عُمَرَ فَقَالَ لَوْ كُنْتَ قُلْتَهَا لَكَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال سبز درخت کی طرح ہے، اس کے پتے گرتے ہیں اور نہ جھڑتے ہیں، تو صحابہ نے کہا: یہ فلاں درخت ہے، کسی نے کہا: یہ فلاں درخت ہے، تو میں نے ارادہ کیا کہ میں بتاؤں کہ یہ کھجور کا درخت ہے، اور میں نوجوان لڑکا تھا، سو مجھے حیاء آئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے۔ اور شعبہ سے روایت ہے: ہمیں خبیب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کی مثل اور اس میں یہ اضافہ کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اگر تم بتا دیتے کہ یہ کھجور کا درخت ہے تو یہ مجھے فلاں فلاں چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتا۔

(صحیح بخاری: ٦١، ٦٢، ٧٢، ١٣١، ٢٢٠٩، ٤٦٩٨، ٥٤٤٤، ٥٤٤٨، ٦١٢٢، ٦١٤٤، صحیح مسلم: ٢٨١١، سنن ترمذی: ٢٨٦٧، مسند احمد: ٤٨٤٤، سنن دارمی: ٢٨٢)

صحیح البخاری: ٦١٢٢ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس جگہ یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے۔

Marfat.com

''حق بات کو معلوم کرنے میں اور دین کو سمجھنے میں حیاء نہ کی جائے'' اور حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حیاء کی کہ ان اکابر کے سامنے وہ اپنا منہ کھولیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس جگہ خاموش رہنا مستحسن نہیں تھا، کیونکہ اگر اس جگہ خاموش رہنا مستحسن ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے: تم نے اچھا کیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام کے اعتبار سے یہ حدیث اس باب میں داخل ہوگئی کہ حیاء نہ کی جائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محارِب بن دِثار، (اس میں راء کے نیچے کسرہ ہے ابن الدثار میں بھی دال کے نیچے کسرہ ہے)۔ اور اس حدیث کی دوسری سند میں مذکور ہے خبیب، یہ عبدالرحمٰن بن خبیب الحارث الانصاری المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حفص بن عاصم، یہ عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لکان احب الیہ من کذا و کذا'' اور دوسری حدیث میں مذکور ہے ''جو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتا''۔

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ مومن کی مثال سبز درخت کی طرح ہے، اور مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ سبز رنگ کے کھجور کے درخت میں بہت زیادہ خیر ہوتی ہے اور اس میں کئی جہات سے منافع ہوتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب اس کا سر کاٹ دیا جائے یا یہ غرق ہو جائے تو یہ مرجاتا ہے، اور کھجور کا یہ درخت اس وقت تک حاملہ نہیں ہوتا جب تک اس میں پیوند نہ لگایا جائے۔ اور اس کے شگوفوں کی بُو انسان کی منی کی بو کی طرح ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک کھجور کے درخت کی مومن کے ساتھ مشابہت کی توجیہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ مومن سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے حتیٰ کہ اپنے ماں باپ سے اور اپنی جان سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور کھجور کے درخت میں بھی یہ صفت تھی، کیونکہ اس درخت کا تنا مسجد میں مرکوز تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے منبر بنا دیا گیا اور آپ نے اس تنے سے ٹیک لگانا چھوڑ کر منبر پر بیٹھنا شروع کر دیا تو کھجور کا یہ تنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں زور زور سے رورہا تھا، اور مومن کا بھی یہی حال ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں روتا ہے اور آپ کو یاد کرتا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

٦١٢٣۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مَرْحُومٌ سَمِعْتُ ثَابِتًا أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رضی اللہ عنہ يَقُولُ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا فَقَالَتْ هَلْ لَكَ حَاجَةٌ فِيَّ فَقَالَتْ ابْنَتُهُ مَا أَقَلَّ حَيَاءَهَا فَقَالَ هِيَ خَيْرٌ مِنْكِ عَرَضَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَفْسَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مرحوم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ثابت سے سنا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور وہ اپنے آپ کو آپ کے اوپر پیش کر رہی تھی، پس

Marfat.com

اس عورت نے کہا: کیا آپ کو میری ضرورت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے کہا: یہ کتنی کم حیاء والی عورت تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تم سے بہتر تھی، اس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا۔

(صحیح بخاری: ۵۱۲۰، ۶۱۲۳، سنن نسائی: ۳۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۱، مسند احمد: ۱۳۴۲۳)

صحیح البخاری: ۶۱۲۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس عورت نے اپنے سوال میں حیا نہیں کی، کیونکہ اس کا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب حاصل کرنے کے لیے تھا اور اس لیے کہ وہ امہات المومنین میں سے ہو جائے جو سعادت دارین کی حاملہ ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مرحوم، (راء اور حاء کے ساتھ) یہ ابن عبدالعزیز العطار البصری ہیں۔ اور ثابت کا ذکر ہے، یہ البنانی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تعرض علیه نفسها" یعنی وہ عورت اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرتی تھی تا کہ آپ اس سے نکاح فرمالیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابنته" یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیٹی، ان کی بیٹی نے کہا: اس عورت میں کتنی کم حیا تھی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تم سے بہتر تھیں کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رغبت رکھتی تھیں تا کہ ان کا شمار بھی امہات المومنین میں سے ہو جائے۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۲۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۰۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو

وَكَانَ يُحِبُّ التَّخْفِيفَ وَالْيُسْرَ عَلَى النَّاسِ۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تخفیف کو اور لوگوں پر آسانی کو پسند فرماتے تھے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس باب میں نبی ﷺ کے اس ارشاد کو ذکر کیا جائے گا کہ آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو، اور عنقریب اس کا ذکر باب میں سند موصول کے ساتھ آئے گا۔ اور امام مالک نے الموطا میں الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے اور اس میں چاشت کی نماز کا ذکر کیا ہے اور اس میں یہ ارشاد ہے کہ آپ اس چیز کو پسند فرماتے تھے جو لوگوں پر آسان ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۲۴۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَهُمَا يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا قَالَ أَبُو مُوسَى يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا بِأَرْضٍ يُصْنَعُ فِيهَا شَرَابٌ مِنَ الْعَسَلِ يُقَالُ لَهُ الْبِتْعُ وَشَرَابٌ مِنَ الشَّعِيرِ يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعید بن ابی بردہ از والد خود از جد خود، وہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو بھیجا، تو ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں آسان احکام بیان کرنا اور لوگوں کے لیے مشکل احکام نہ بیان کرنا، اور تم دونوں بشارت دینا اور لوگوں کو متنفر نہ کرنا اور آپس میں موافقت رکھنا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم ایسی زمین میں جا رہے ہیں جہاں پر شہد کی شراب بنائی جاتی ہے جسے البتع کہا جاتا ہے، اور جو کی شراب بنائی جاتی ہے اسے المزر کہا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۳۴۲، ۴۳۴۳، صحیح مسلم: ۱۷۳۳، سنن نسائی: ۵۶۰۳، سنن ابو داؤد: ۳۶۸۴، سنن ابن ماجہ: ۳۳۹۱، مسند احمد: ۱۹۱۷۴، سنن دارمی: ۲۰۹۸)

صحیح البخاری: ۶۱۲۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، علامہ کرمانی نے کہا: یا تو یہ ابن ابراہیم ہیں یا ابن منصور ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ الکلاباذی کا قول ہے۔ اور ابو نعیم نے کہا: یہ اسحاق بن راہویہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے النضر، یہ ابن شمیل ہیں، یہ شمل کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن ابی بردہ، ان کا نام عامر بن ابی موسیٰ عبد اللہ بن قیس الاشعری ہے، اور یہ سعید اپنے والد عامر سے روایت کرتے ہیں اور عامر اپنے والد ابو موسیٰ مذکور سے روایت کرتے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ باپ کی روایت دادا سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تطاوعا" یعنی تم دونوں معاملات میں ایک دوسرے کی موافقت کرنا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "بارض" اس سے ان کی مراد یمن کی سرزمین ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

خمر کے علاوہ باقی شرابیں حرام ظنی ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کی شراب اور جو کی شراب کے متعلق فرمایا "ہر نشہ آور حرام ہے"۔ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر شہد کا نبیذ یا جو کا نبیذ اتنی کم مقدار میں پیا جائے جو نشہ آور نہ ہو تو پھر وہ حرام نہیں ہے اور یہی فقہائے احناف کا موقف ہے کہ جو مشروب نشہ آور مقدار میں پیا جائے تو وہ حرام ہوتا ہے اور جب یہ حرام ہوگا تو حرام ظنی ہوگا، کیونکہ حرام قطعی صرف خمر ہے جس کی حرمت قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت ہے اور باقی شرابیں جن کی حرمت حدیث سے ثابت ہے، وہ حرام ظنی ہیں۔ خمر کا ایک قطرہ بھی آدمی پی لے تو وہ حرام ہے اور حد کا موجب ہے، اس کے برخلاف دوسری شرابیں اگر کم مقدار میں پی جائیں جن سے نشہ نہ ہو تو وہ حرام نہیں ہیں۔

۶۱۲۵ - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسان احکام بیان کرو اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو اور لوگوں کو پرسکون رکھو اور ان کو وحشت میں مبتلا نہ کرو۔

(صحیح بخاری: ۶۹، ۶۱۲۵، صحیح مسلم: ۱۷۳۴، مسند احمد: ۱۱۹۲۴)

صحیح البخاری: ۶۱۲۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، وہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو التیاح، یہ یزید بن حمید الضبعی البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لوگوں کے سامنے آسان احکام بیان کرو" تاکہ لوگ خوش ہوں۔ اور لوگوں کے سامنے مشکل احکام نہ بیان کرو، تاکہ لوگ متنفر نہ ہوں۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے "وسکنوا" یہ تسکین سے امر ہے، اور یہاں مراد یہی ہے کہ لوگوں کو بھگاؤ مت۔

اور اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ یہ دین آسان احکام پر مبنی ہے مشکل احکام پر مبنی نہیں ہے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے رہبانیت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین دین وہ ہے جو باطل سے الگ ہو اور آسان ہو۔ اور اہل کتاب اپنے اوپر سختی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، انہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اوپر سختی کی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ضرورت کی بناء پر ایلو پیتھک ادویات سے علاج کا جواز

میں کہتا ہوں: ہمارے زمانہ میں بعض مفتی حضرات ڈھونڈ ڈھونڈ کر سخت اور نا قابلِ عمل احکام بیان کرتے ہیں مثلاً وہ ایلو پیتھک کی مائع ادویات سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں الکوحل ملی ہوتی ہے اور وہ شراب ہے، حالانکہ مائع ادویات میں ان کے تحفظ کے لیے بہت قلیل مقدار میں الکوحل ملائی جاتی ہے اور اتنی مقدار میں وہ نشہ آور نہیں ہوتی، نیز اس میں دیگر کیمیاوی اجزاء کا بھی غلبہ ہوتا ہے اور خالص شراب میں بھی اگر نمک ملا دیا جائے تو وہ سرکہ ہو جاتی ہے، اسی طرح یہ مفتی حضرات انتقالِ خون سے منع کرتے ہیں، حالانکہ جب کسی شخص کا کسی حادثے میں بہت زیادہ خون نکل جائے تو جب تک اس کو خون مہیا نہ کیا جائے وہ صحت یاب نہیں ہوتا۔ اسی طرح بعض لوگوں کو بلڈ کینسر ہو جاتا ہے، اس کا علاج ہی یہی ہے کہ ان کے جسم کا پورا خون تبدیل کر دیا جائے۔ اسی طرح پوسٹ مارٹم سے منع کرتے ہیں، حالانکہ بعض صورتوں میں قاتل کی تعیین اور شناخت کے لیے پوسٹ مارٹم ضروری ہوتا ہے تاکہ کسی بے قصور کے اوپر قتل کا الزام عائد نہ ہو۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۱۲۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ فَيَنْتَقِمَ بِهَا لِلهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ان دونوں میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا۔ پس اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز میں بھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کو پامال کیا جا رہا ہو تو پھر آپ اس کا انتقام لیتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۳۵۶۰، ۶۱۲۶، ۶۷۸۶، ۶۸۵۳، صحیح مسلم: ۲۳۲۷، سنن ابوداؤد: ۴۷۸۵، مسند احمد: ۲۵۷۳۰، موطا امام مالک: ۱۶۷۱)

صحیح البخاری: ۶۱۲۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ما خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین" اس سے مراد ہے کہ جن دنیاوی کاموں میں آپ کو

اختیار دیا جاتا، اس میں آپ زیادہ آسان کام کو اختیار فرماتے۔
اس حدیث میں مذکور ہے: ''مالم یکن اثما'' گناہ تو صرف آخرت کے امور میں ہوتا ہے۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو کاموں کے درمیان کیسے اختیار دیا جائے گا جن میں سے ایک کام گناہ ہوگا۔
پھر علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر کفار کی جانب سے آپ کو اختیار دیا گیا ہو پھر تو ظاہر ہے کہ کفار آپ کو دو کاموں میں سے کوئی ایک کام کرنے کا کہیں اور ان میں سے کوئی ایک کام گناہ ہو۔ اور اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار دیا گیا یا مسلمانوں کی طرف سے تو اس کا معنی یہ ہے: جب تک کہ وہ کام کسی گناہ کی طرف نہ پہنچاتا ہو جیسا کہ آپ کو عبادت میں مجاہدہ اور عبادت میں میانہ روی میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا جائے، کیونکہ عبادت میں اتنا مجاہدہ کرنا جو آدمی کو ہلاکت تک پہنچا دے جائز نہیں ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے: ''الا ان تنتهك حرمة الله'' یعنی جس کام کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اس حد کو کوئی توڑے تو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا بدلہ لیتے اور جو اس کا ارتکاب کرتا، آپ اس سے انتقام لیتے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۲۔ ۲۶۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۲۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنَّا عَلَى شَاطِئِ نَهَرٍ بِالْأَهْوَازِ قَدْ نَضَبَ عَنْهُ الْمَاءُ فَجَاءَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ عَلَى فَرَسٍ فَصَلَّى وَخَلَّى فَرَسَهُ فَانْطَلَقَتِ الْفَرَسُ فَتَرَكَ صَلَاتَهُ وَتَبِعَهَا حَتَّى أَدْرَكَهَا فَأَخَذَهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَضَى صَلَاتَهُ وَفِينَا رَجُلٌ لَهُ رَأْيٌ فَأَقْبَلَ يَقُولُ انْظُرُوا إِلَى هَذَا الشَّيْخِ تَرَكَ صَلَاتَهُ مِنْ أَجْلِ فَرَسٍ فَأَقْبَلَ فَقَالَ مَا عَنَّفَنِي أَحَدٌ مُنْذُ فَارَقْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَقَالَ إِنَّ مَنْزِلِي مُتَرَاخٍ فَلَوْ صَلَّيْتُ وَتَرَكْتُهُ لَمْ آتِ أَهْلِي إِلَى اللَّيْلِ وَذَكَرَ أَنَّهُ قَدْ صَحِبَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَرَأَى مِنْ تَيْسِيرِهِ۔
(صحیح البخاری: ۱۲۱۱، ۶۱۲۷، مسند احمد: ۱۹۴۹۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ازرق بن قیس، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اہواز (ایران کا ایک شہر) میں دریا کے کنارے پر تھے جس کا پانی سوکھ چکا تھا، پس حضرت ابو برزہ اسلمی اپنے گھوڑے پر آئے، سو انہوں نے نماز پڑھی اور گھوڑے کو چھوڑ دیا، پس گھوڑا چلا گیا، انہوں نے نماز چھوڑ دی اور گھوڑے کا پیچھا کیا حتیٰ کہ گھوڑے کو پکڑ لیا، پس اس کو پکڑ کر لائے، پھر آ کر اپنی نماز ادا کی، اور ہم میں ایک مرد تھا جو صاحب رائے تھا وہ آگے بڑھا اور کہنے لگا: اس بوڑھے کی طرف دیکھو، اس نے گھوڑے کی وجہ سے نماز چھوڑ دی، تو حضرت ابو برزہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: جب سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوا ہوں، مجھے کسی نے ملامت نہیں کی اور انہوں نے کہا کہ میرا گھر کافی دور ہے، پس اگر میں نماز پڑھتا رہتا اور گھوڑے کو چھوڑ دیتا تو میں رات تک بھی اپنے گھر والوں کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا، انہوں نے بتایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آسانی کو دیکھا ہے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۱۲۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں آسانی کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو برزہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ آسان کام کو اختیار کرتے تھے، کیونکہ یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اپنی طرف سے کوئی کام کریں، بغیر اس کے کہ انہوں نے اس کام کا نبی ﷺ سے مشاہدہ کیا ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو النعمان، یہ محمد بن الفضل السدوسی ہیں جن کو عارم کہا جاتا ہے، یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں ازرق بن قیس کا ذکر ہے، یہ الحارثی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو برزہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبید بن الحارث الاسلمی ہیں، انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کر لی تھی اور انہوں نے نبی ﷺ سے احادیث کا سماع کیا تھا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الاھواز" یہ عراق اور فارس کے درمیان ایک جگہ ہے خولستان۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نضب" یعنی اس دریا کا پانی زمین میں دھنس گیا تھا اور دریا خشک ہو گیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقضی صلوته" یعنی حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز ادا کی، اور قضا ادا کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ" (الجمعہ: ۱۰) یعنی جب نماز ادا کر لی جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وفینا رجل" گویا کہ یہ مرد خوارج کی رائے کو صحیح سمجھتا تھا یعنی خارجی تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "متراخ" یعنی متباعد، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا گھر دور تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وترکتها" یعنی میں نے گھوڑی کو چھوڑ دیا، اور فرس کے لفظ کا مذکر اور مونث دونوں پر اطلاق ہوتا ہے، لیکن یہ لفظ مونث سماعی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فرای من تیسیره" یعنی انہوں نے کاموں میں نبی ﷺ کی آسانی کو اختیار کرنے کو دیکھا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۳ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۲۸ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَثَارَ إِلَيْهِ النَّاسُ لِيَقَعُوا بِهِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ دَعُوهُ وَأَهْرِيقُوا عَلَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ ایک اعرابی نے

Marfat.com

بَوْلِهِ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ أَوْ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ۔

مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ اس کی طرف دوڑے تا کہ اس کو سزا دیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول پانی ڈال دو (راوی کو شک ہے کہ یہاں ذنوب کا لفظ ہے یا سجل کا لفظ ہے) پھر آپ نے فرمایا: تمہیں آسان احکام بیان کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور تمہیں لوگوں کو مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۱۹، ۲۲۰، ۶۰۲۵، ۶۱۲۸، صحیح مسلم: ۲۸۴، سنن ترمذی: ۱۴۷، سنن نسائی: ۵۵، سنن ابن ماجہ: ۵۲۹، مسند احمد: ۲۲۷۱۱، موطا امام مالک: ۱۴۴، سنن دارمی: ۷۴۰)

صحیح البخاری: ۶۱۲۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فثار الیہ" یہ لفظ ثوران سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: ہیجان یعنی خون کا جوش میں آنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لیقعوا بہ" یعنی تا کہ اس کو سزا دیں یا ایذاء پہنچائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دعوہ" اس کا معنی ہے: اس کو چھوڑ دو، اور آپ نے یہ دو مصلحتوں کی وجہ سے فرمایا، ایک مصلحت یہ تھی کہ اگر اس پر اس کا پیشاب منقطع کیا گیا تو اس کو ضرر ہوگا اور نجاست کو مسجد کی تھوڑی سی جگہ میں حاصل ہوئی ہے، اور اگر وہ اس کو پیشاب کے درمیان کھڑا کر دیتے تو اس کے کپڑے نجس ہو جاتے اور کپڑے بھی نجس ہو جاتے اور مسجد کی متعدد جگہیں بھی نجس ہو جاتیں جب کہ ابھی صرف ایک ہی جگہ تھوڑی سی نجس ہوئی تھی جس کو دھونا آسان تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واھریقوا" یعنی اس پر پانی بہا دو، یہ لفظ اصل میں "اریقوا" ہے اور "اراقۃ" سے ماخوذ ہے پھر ہا کو ہمزہ سے بدل دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ذنوبا" اس کا معنی ہے: بھرا ہوا ڈول۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سجلا" راوی کو شک ہے۔ سجل کا معنی ڈول ہے جس میں پانی ہو خواہ کم ہو یا زیادہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۱۔ بَابُ: الْاِنْبِسَاطِ إِلَى النَّاسِ

لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: خَالِطِ النَّاسَ وَدِينَكَ لَا تَكْلِمَنَّهُ وَالدُّعَابَةَ مَعَ الْأَهْلِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں سے میل جول رکھو اور اپنے دین کو ہرگز زخمی نہ کرنا اور اہل کے ساتھ مزاح کرنا۔

Marfat.com

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ اور مسکراتے ہوئے ملنا جائز ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی لوگوں سے ملے ایسے چہرہ کے ساتھ جس پر مسکراہٹ ہو، جب کہ ان لوگوں میں کوئی گناہ کے آثار نہ ہوں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے اور آپ کے چہرہ پر سب سے زیادہ مسکراہٹ رہتی تھی اور اللہ عزوجل نے آپ کے اس وصف کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ (القلم: ۴) اور بے شک آپ ضرور عظیم اخلاق پر فائز ہیں O

پس آپ مردوں، عورتوں اور بچوں سب سے ہنستے مسکراتے ہوئے ملتے اور ان سے مزاح بھی فرماتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مزاح کرتا ہوں لیکن میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ پس مومن کو بھی چاہیے کہ وہ حسنِ اخلاق میں اور خندہ پیشانی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوگوں سے خندہ پیشانی اور کشادہ روئی کے ساتھ ملنا اور ان سے مل جل کر رہنا مشروع ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے دین میں کوئی خلل نہ آئے، اور انہوں نے جو کہا: تم اپنے دین کو ہرگز زخمی نہ کرنا تو اس سے یہی مراد ہے، کیونکہ کِلم کا معنی زخمی کرنا ہے۔ امام طبرانی نے اس تعلیق کو المعجم الکبیر میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اور دوسری تعلیق میں مذکور ہے: اہل کے ساتھ مزاح کرنا اور کھیلنا۔

اور امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک آپ ہمارے ساتھ مزاح کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: بے شک میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور نہ اس سے مزاح کرو۔ الحدیث۔ سو اس حدیث میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاح سے منع فرمایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں اس طرح تطبیق ہے کہ جس مزاح سے منع فرمایا ہے، وہ ایسا مزاح ہے جس میں افراط ہو، یا اس مزاح پر دوام ہو، کیونکہ جس مزاح میں افراط ہو اور اس پر دوام ہو تو اس سے ایذاء ہوتی ہے اور جھگڑا ہوتا ہے اور اس سے ہیبت اور وقار ساقط ہو جاتے ہیں، اور جو ایسا مزاح ہو جو افراط اور مداومت سے خالی ہو تو وہ مباح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۴۔ ۲۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۲۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو التَّیَّاحِ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے

Marfat.com

قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ يَقُولُ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَيُخَالِطُنَا حَتَّى يَقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ بے شک نبی ﷺ ہم سے مل جل کر رہتے تھے حتیٰ کہ آپ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے "اے ابوعمیر! تمہارا نغیر نامی پرندہ کیسا ہے؟

(صحیح بخاری: ۶۲۰۳، صحیح مسلم: ۲۱۵۰، سنن ترمذی: ۱۹۸۹، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۰، مسند احمد: ۱۱۷۸۹)

صحیح البخاری: ۶۱۲۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یخالطنا" یعنی آپ ہمارے ساتھ مل جل کر رہتے اور مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ملتے اور مزاح فرماتے اور لطف فرماتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یاباعمیر" اس کی اصل "یا ابا عمیر" ہے، تخفیف کے لیے الف کو حذف کر دیا ہے اور عمیر، عمر کی تصغیر ہے، اور یہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، اور ان کا نام زید بن سہل ہے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی ہیں، اور ان دونوں کی ماں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ہیں۔ زید بن سہل، رسول اللہ ﷺ کے عہد میں وفات پا گئے تھے، اور نبی ﷺ ان کے ساتھ کھیلتے اور مزاح فرماتے: "یا باعمیر مافعل النغیر" فرماتے، اور نغیر، نغر کی تصغیر ہے اور وہ نغرۃ کی جمع ہے، یہ چڑیا کی طرح ایک پرندہ ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے، اور "مافعل النغیر" کا معنی ہے: یعنی اس کی کیا شان ہے، کیا حال ہے، کیسا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی ﷺ کے مزاح کی چند مثالیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی ﷺ سے سواری طلب کی، آپ نے فرمایا: میں تم کو اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

(شمائل ترمذی: ۲۳۹، سنن ابوداؤد: ۴۹۹۸، سنن ترمذی: ۱۹۹۱، الادب المفرد: ۲۶۸، مسند ابویعلیٰ: ۳۲۷۶، سنن بیہقی: ۲۴۸، شرح السنۃ: ۳۶۰۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد دیہات کا رہنے والا تھا اور اس کا نام زاہر تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کو دیہات سے لا کر ہدیے پیش کرتا تھا، اور جب وہ جانے لگتا تو نبی ﷺ بھی اسے کچھ عطا فرماتے، پس نبی ﷺ نے فرمایا کہ زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں، اور رسول اللہ ﷺ اس سے محبت فرماتے تھے اور وہ بدشکل تھا اور کریہہ المنظر

Marfat.com

تھا۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے، وہ اپنا سامان بیچ رہا تھا، آپ نے پیچھے سے اس کو لپٹا لیا، وہ آپ کو نہیں دیکھ رہا تھا، اس نے کہا: یہ کون ہے؟ مجھے چھوڑو، پھر اس نے مڑ کر دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا، اور اس کی کمر کا حصہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے ساتھ مس ہوا تھا اس کو اسی طرح رہنے دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اس غلام کو کون خریدے گا؟ اس مرد نے کہا: یارسول اللہ! تب اللہ کی قسم! آپ مجھے کھوٹا پائیں گے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم کھوٹے نہیں ہو، یا فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیمتی ہو۔

(شمائل ترمذی: ۲۴۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۶۸۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱، مسند ابویعلیٰ: ۳۴۵۶، صحیح ابن حبان: ۲۲۷۶، مسند البزار: ۲۷۳۵، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۴۸، شرح السنہ: ۳۶۰۴، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۶۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۳۱۰۔ علامہ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۶۹)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، کہنے لگی: یارسول اللہ! آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے، آپ نے فرمایا: اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہیں ہوگی، وہ عورت روتے ہوئے مڑ کر جانے لگی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو خبر دو کہ جنت میں کوئی عورت بڑھاپے کے حال میں داخل نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝ (الواقعہ: ۳۵۔ ۳۷)

ہم نے ان کی بیویوں کو خصوصیت سے پیدا کیا ہے ۝ ہم نے ان کو دوشیزہ بنایا ۝ جت کرنے والیاں ہم عمر ۝

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ''یاذا الاذنین'' ابو اسامہ نے کہا: آپ یہ ان سے مزاح میں فرماتے تھے اور یہ کلام برحق تھا کیونکہ ہر آدمی کے دو کان ہوتے ہیں۔ (شمائل ترمذی: ۲۲۷)

مزاح کی حدود اور قیود

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے تھے، اور آپ فرماتے تھے کہ مزاحِ صادق میں اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرماتا، لیکن مزاح پر دوام نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ ہنسی کو پیدا کرتا ہے اور دل کی سختی کو پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کرتا ہے اور دین کے مسائل میں غور و فکر سے مانع ہوتا ہے اور اکثر اوقات میں مزاح کا نتیجہ ایذاء ہوتا ہے، کیونکہ یہ کینہ کو پیدا کرتا ہے اور رعب کو ساقط کرتا ہے، پس مزاح میں افراط ممنوع ہے اور مباح وہ ہے جو ان چیزوں سے خالی ہو، بلکہ اگر مخاطب کے دل کو خوش کرنے کے لیے اور اسے مانوس کرنے کے لیے ہو تو درست ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات مزاح فرماتے تھے۔
(المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ ص ۲۷۸)

۶۱۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَكَانَ لِي صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِي فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گڑیوں

دَخَلَ يَتَقَمَّعْنَ مِنْهُ فَيُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِي۔

کے ساتھ کھیلتی تھی اور میری سہیلیاں تھیں وہ بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں، پس رسول اللہ ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو وہ سہیلیاں آپ سے چھپ جاتیں، پھر آپ ان کو میری طرف بلاتے اور پھر وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔

(صحیح مسلم: ۲۴۴۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۳۱، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۲، مسند احمد: ۲۵۴۳۷)

صحیح البخاری: ۶۱۳۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا اور اپنے اہل کے ساتھ مزاح کرنا"۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور وہ جو گڑیوں سے کھیلتی تھیں تو اس سے خوش ہوتے تھے اور ان کے ساتھ ان کی سہیلیوں کو بھیجتے تھے حتیٰ کہ وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلتی تھیں، اور اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نابالغہ تھیں اس لیے ان کو گڑیوں کے ساتھ کھیلنے کی اجازت دی گئی تھی، اور بالغوں کے ساتھ یہ کراہت باقی ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ گڑیوں کی صورت بنانا جائز ہے تاکہ بچیاں اس کے ساتھ کھیلیں اور یہ تصویر بنانے کے عموم سے خارج ہے۔ قاضی عیاض مالکی نے اسی کو وثوق سے کہا ہے اور جمہور نے اس کو نقل کیا ہے اور فقہاء نے گڑیوں کی بیع کو جائز قرار دیا ہے تاکہ بچیاں گڑیوں کے ساتھ کھیل کر گھر کے معاملات کو سمجھ لیں۔ اور بعض علماء نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ علامہ ابن بطال کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور علامہ ابن الجوزی نے وثوق سے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گڑیوں کے ساتھ کھیلنے کی جو رخصت دی گئی تھی، یہ تصویر بنانے کی تحریم سے پہلے کی بات ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۲۔ بَابُ: الْمُدَارَاةِ مَعَ النَّاسِ — لوگوں سے نرمی کے ساتھ کلام کرنے کا بیان

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ إِنَّا لَنَكْشِرُ فِي وُجُوهِ أَقْوَامٍ وَإِنَّ قُلُوبَنَا لَتَلْعَنُهُمْ۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے، انہوں نے کہا: ہم قوموں کے ساتھ ہنستے ہیں اور مسکراتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدارات مستحب ہے اور مدارات کا معنی ہے "نرمی سے کلام کرنا اور ڈانٹ ڈپٹ اور درشت کلام کو ترک کر دینا" اور یہی مومنین کے اخلاق میں سے ہے۔ اور "مداھنۃ" حرام ہے، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ کوئی شخص کسی

Marfat.com

فاسق معلن سے ملاقات کرے اور اس سے محبت کی باتیں کرے اور اس پر انکار نہ کرے خواہ دل سے انکار ہو، اور مدارات یہ ہے کہ اس جاہل کے ساتھ نرمی سے کلام کرنا جو اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے اور اس کے ساتھ لطف سے پیش آنا۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: مدارات کا شمار حسنِ خلق میں ہوتا ہے اور حسنِ صحبت میں ہوتا ہے۔ پھر امام بخاری نے یہاں پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی تعلیق ذکر کی ہے کہ ہم لوگوں سے ہنستے ہوئے ملتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔

یہ تعلیق عویمر بن مالک نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس تعلیق میں ''لنکشر'' کا لفظ ہے، یہ الکشر سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے دانتوں کو ظاہر کرنا اور اس کا اکثر اطلاق ہنسنے پر ہوتا ہے، اور اس کا اسم الکشرۃ، العشرۃ کی طرح ہے۔

اکثرین کی روایت میں ہے کہ ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے ''لتقلیھم'' اور ہمارے دل ان سے بغض رکھتے ہیں، یعنی ہم بہ ظاہر ان سے خوشی کے ساتھ ملتے ہیں اور ہمارے دل ان سے بغض رکھتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۱۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ فَقَالَ ائْذَنُوا لَهُ فَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِیْرَةِ أَوْ بِئْسَ أَخُو الْعَشِیْرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْكَلَامَ فَقُلْتُ لَهُ یَا رَسُوْلَ اللهِ قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ فِی الْقَوْلِ فَقَالَ أَیْ عَائِشَةُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللهِ مَنْ تَرَكَهُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن المنکدر، انہوں نے ان کو عروہ بن الزبیر سے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرد نے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو، وہ اپنے قبیلہ کا برا بیٹا ہے یا اپنے قبیلے کا برا بھائی ہے، پھر جب وہ گھر میں داخل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نرمی سے کلام کیا، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے تو وہ فرمایا تھا جو فرمایا تھا، پھر آپ نے اس کے ساتھ بہت نرمی سے بات کی، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے برا وہ ہوتا ہے جس کو لوگ اس کی فحش کلامی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔

(صحیح بخاری: ۶۰۳۲، ۶۰۵۴، ۶۱۳۱، صحیح مسلم: ۲۵۹۱، سنن ترمذی: ۱۹۹۶، سنن ابوداؤد: ۴۷۹۱، مسند احمد: ۲۳۵۸۶)

صحیح البخاری: ۶۱۳۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں، وہ محمد بن المنکدر سے روایت کرتے ہیں از عروہ۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" رجل" یعنی ایک مرد نے اجازت طلب کی۔ علامہ کرمانی نے کہا: اس کا نام عیینہ بن حصن ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے"فبئس ابن العشيرة" یعنی یہ مرد قبیلے کا برا آدمی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے"یاعائشة!" یعنی اے عائشہ!

اس حدیث میں مذکور ہے"ترکه او ودعه" راوی کو شک ہے کہ آپ نے"ترکه" فرمایا تھا یا"ودعه" فرمایا تھا معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے"اتقاء فحشه" یعنی اس کی بدکلامی سے بچنے کے لیے لوگ اس کو چھوڑ دیں۔

فاسق معلن کی غیبت کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فاسق معلن کی غیبت کرنا جائز ہے، اور اس کے عیوب اس لیے بیان کیے جائیں تا کہ لوگ اس سے بچ کر رہیں۔ اور جس مرد کا ذکر کیا گیا ہے وہ اسی طرح تھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیونکہ آپ کی حیات میں وہ ضعیف الایمان تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ مرتد ہو گیا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ لوگوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کریں جس طرح کے اوصاف ان سے ظاہر ہوں، اور وہ مرد اسلام کو ظاہر کرتا تھا تو آپ نے اس کے داخل ہونے سے پہلے اپنے علم کے مطابق فرمایا کہ وہ اپنے قبیلے کا برا آدمی ہے اور اس کے بعد آپ نے اس کا ذکر فرمایا جو اس کے اوصاف سے ظاہر تھا، کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أُهْدِيَتْ لَهُ أَقْبِيَةٌ مِنْ دِيبَاجٍ مُزَرَّرَةٌ بِالذَّهَبِ فَقَسَمَهَا فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ وَعَزَلَ مِنْهَا وَاحِدًا لِمَخْرَمَةَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ قَدْ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ قَالَ أَيُّوبُ بِثَوْبِهِ وَأَنَّهُ يُرِيهِ إِيَّاهُ وَكَانَ فِي خُلُقِهِ شَيْءٌ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ وَقَالَ حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَقْبِيَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی، از عبداللہ بن ابی ملیکہ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ میں دیباج کی اچکنیں آئیں جن میں سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے، آپ نے وہ اچکنیں اپنے اصحاب میں تقسیم فرما دیں، ان میں سے ایک اچکن بچ گئی وہ آپ نے حضرت مخرمہ کے لیے رکھ دی، پھر جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا: میں نے یہ تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی، ایوب نے کہا کہ آپ نے اس اچکن کو کپڑے میں چھپا کے رکھا تھا، آپ وہ اچکن ان کو دکھا رہے تھے اور ان (مخرمہ) کے اخلاق میں کچھ سختی تھی، اس حدیث کی حماد بن زید نے بھی از

Marfat.com

ایوب روایت کی ہے اور حاتم بن وردان نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از المسور کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مختلف اچکنیں آئی تھیں۔

(صحیح بخاری: ۲۵۹۹، ۲۶۵۷، ۳۱۲۷، ۵۸۰۰، ۵۸۶۲، ۶۱۳۲، صحیح مسلم: ۱۰۵۸، سنن ترمذی: ۲۸۱۸، سنن نسائی: ۵۳۲۴، سنن ابو داؤد: ۴۰۲۸، مسند احمد: ۱۸۴۴۸)

صحیح البخاری: ۶۱۳۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق میں کوئی چیز تھی یعنی کچھ سخت مزاج کے تھے تو اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ اچکن تمہارے لیے چھپا کے رکھی تھی، پھر آپ ان کو وہ اچکن دکھا رہے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن علیہ، اور یہ اسماعیل بن ابراہیم ہیں، اور عُلَیّہ ان کی ماں کا نام ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن ابی ملیکہ، یہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ملیکہ ہیں، اور ان کا نام زہیر القرشی ہے اور یہ عبداللہ التابعی ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مخرمہ، یہ المسور کے والد ہیں اور یہ دونوں صحابی ہیں رضی اللہ عنہما۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اقبیة" یہ قباء کی جمع ہے اور دیباج ریشم کی ایک قسم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال ایوب" قال یہاں پر اَشارَ کے معنی میں ہے یعنی انہوں نے اشارہ کیا، کیونکہ لفظ قول بولا جاتا ہے اور اس سے فعل کا ارادہ کیا جاتا ہے، یعنی ایوب نے کپڑے کی طرف اشارہ کیا تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مستحضر ہو یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مخرمہ کو وہ کپڑا دکھایا جس کو انہوں نے ان کے لیے چھپا کر رکھا تھا تا کہ ان کا دل خوش ہو، کیونکہ ان کے خُلق میں تھوڑی سی سخت مزاجی تھی۔

اس حدیث میں حماد بن زید کی تعلیق ہے، یعنی اس حدیث مذکور کو حماد بن زید نے از ایوب السختیانی روایت کیا ہے۔

اور امام بخاری نے بھی اس کو سندِ موصول کے ساتھ "باب قسمة الامام مایقدم علیه" میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۳۔ بَابٌ: لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ

اس کا بیان کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا

وَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا حَكِيمَ إِلَّا ذُو تَجْرِبَةٍ۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حلیم وہی شخص ہوتا ہے جو تجربہ کر چکا ہو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ذکر میں ہے کہ مومن کو سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا، البتہ حدیث میں یہ ہے کہ مومن کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا، اور ''لدغ'' کا معنی ہے: زہریلے جانوروں کا کاٹنا اور ''اللدغ'' (عین کے ساتھ) یہ وہ ہے جو آگ سے ہو۔

اس حدیث کی تعلیق حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اور اس تعلیق کی باب کی حدیث کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جو حلیم تجربہ کار نہ ہو تو وہ ایک کام کرے گا اور اس کے بعد پھر دوسرا کام کرے گا، تو اسی لیے حلیم کی قید تجربہ کے ساتھ لگائی ہے، یعنی حلیم وہی ہوتا ہے جو تجربے والا ہو۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی مرد اس وقت تک حلم کے ساتھ متصف نہیں ہوتا جب تک کہ وہ متعدد امور کا تجربہ نہ کرلے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے متعدد کاموں کا تجربہ کرلیا تو ان کاموں کے انجام کو پہچاننے والا ہو جاتا ہے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس تعلیق کو امام ابی بکر بن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ اپنی سند میں ذکر کیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ ''لاحلم الا بالتجارب''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از زہری از ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مومن کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۹۸، سنن ابوداؤد: ۴۸۶۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۲، مسند احمد: ۸۷۰۹، سنن دارمی: ۲۷۸۱)

صحیح البخاری: ۶۱۳۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عقیل بن خالد، یہ روایت کرتے ہیں محمد بن مسلم الزہری سے اور وہ روایت کرتے ہیں سعید بن المسیب سے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اس حدیث کی امام مسلم نے بھی آخرِ کتاب میں روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے کتاب الادب میں روایت کی ہے اور دونوں نے اس کی روایت قتیبہ سے کی ہے اور امام ابن ماجہ نے اس کی روایت کتاب الفتن میں کی ہے از محمد بن الحارث المصری۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لایلدغ"۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ جملہ لفظاً خبر ہے اور معناً امر ہے، یعنی مومن کو چاہیے کہ وہ محتاط اور خبردار رہے، اس کو کسی جانب سے اس کی غفلت میں یکے بعد دیگرے دھوکا نہ دیا جائے، اور کبھی اس کو دنیاوی امور میں دھوکا دیا جاتا ہے اور کبھی دینی امور میں دھوکا دیا جاتا ہے تو اس لیے اس کو زیادہ محتاط اور خبردار رہنا چاہیے۔

امام ابوعبید نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب مومن سے ایک بار عہد کو توڑا جائے تو اس کو ہوشیار رہنا چاہیے کہیں دوسری بار اس سے عہد کو نہ توڑا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث میں مومن سے مراد مومن کامل ہے جو تمام اسرار اور دقائق سے واقف ہو حتیٰ کہ آنے والی مشکلات اور مصائب سے خبردار رہتا ہو۔ رہا وہ مومن جو نادان ہو تو وہ تو بار بار ڈسا جاتا ہے۔

مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاتا، اس ارشاد کا شانِ نزول

یہ کلام اس قبیل سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف سبقت نہیں کی تھی، اور سب سے پہلے جس نے یہ بات کہی وہ ابوعزہ الجحی ہے، وہ شاعر تھا اور غزوہ بدر میں قید کیا گیا، اس نے اپنے بال بچوں اور فقر کی شکایت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر احسان فرمایا اور اس کو فدیہ لیے بغیر آزاد کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ احد میں اس کو پکڑنے میں کامیاب ہوئے تو اس نے پھر کہا: مجھ پر احسان کریں اور اپنے فقر کا اور اپنے بال بچوں کا ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کبھی مکہ میں اپنا منہ نہ دکھانا اور تم کہو گے کہ میں نے دومرتبہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دھوکا دیا، پھر آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

ابوعزہ نام کا ایک شاعر تھا اور وہ غزوہ بدر کے دن قید کیا گیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ اس پر احسان فرمائیں اور اس نے اپنے فقر کا آپ سے ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر احسان فرمایا اور اس سے یہ عہد لیا کہ وہ اسلام کے خلاف کسی کو برانگیختہ کرے گا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرے گا، پھر اس نے یہ عہد کر لیا اور وہ مکہ چلا گیا، تو صفوان بن امیہ کے پاس ٹھہرا، وہ اس کے قیام کا اور اس کے بچوں کے خرچ کا ضامن ہوا، پھر وہ قریش کے ساتھ نکلا اور اسلام کے خلاف اس نے لوگوں کو برانگیختہ کیا، پھر وہ قید کیا گیا اور اس نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ اس پر احسان فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ "مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاتا" تم اپنا منہ مکہ میں کسی کو نہ دکھانا اور تم کہو گے کہ میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دومرتبہ دھوکا دیا، پھر آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۸ ص ۵۱۷، سنن بیہقی ج ۹ ص ۶۵)

۸۴۔ بَابُ: حَقِّ الضَّيْفِ — مہمان کے حق کا بیان

اس باب میں مہمان کو ٹھہرانے کی مدت کا بیان کیا گیا ہے اور عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے حق کا بیان بھی آئے گا۔ اور مہمان نوازی کرنا رسولوں کی اور عبادِ صالحین کی سنت ہے۔

Marfat.com

۶۱۳۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَلَا تَفْعَلْ قُمْ وَنَمْ وَصُمْ وَأَفْطِرْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّكَ عَسَى أَنْ يَطُولَ بِكَ عُمُرٌ وَإِنَّ مِنْ حَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا فَذَلِكَ الدَّهْرُ كُلُّهُ قَالَ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ فَقُلْتُ فَإِنِّي أُطِيقُ غَيْرَ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ مِنْ كُلِّ جُمُعَةٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قُلْتُ أُطِيقُ غَيْرَ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللهِ دَاوُدَ قُلْتُ وَمَا صَوْمُ نَبِيِّ اللهِ دَاوُدَ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابوسلمہ بن عبد الرحمن از حضرت عبد اللہ بن عمرو، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم رات بھر قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو، میں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو، تم رات کو کسی وقت قیام بھی کیا کرو اور سویا بھی کرو اور روزہ رکھا بھی کرو اور روزہ چھوڑا بھی کرو، کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، اور بے شک عنقریب تمہاری عمر لمبی ہوگی اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھا کرو اور ہر روزے کا دس گنا اجر ملے گا تو اس طرح تمہیں ساری عمر روزے رکھنے کا ثواب مل جائے گا، حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: پس میں نے سختی کی تو آپ نے مجھ پر سختی کی، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: پھر تم ہر جمعہ (یعنی ہر ہفتہ میں) تین روزے رکھ لیا کرو، حضرت عبد اللہ بن عمرو نے کہا: پس میں نے سختی کی تو آپ نے مجھ پر سختی فرمائی، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، تو آپ نے فرمایا: پھر تم نبی اللہ داؤد کے روزے رکھو، میں نے پوچھا: اور نبی اللہ داؤد کے روزے کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نصف الدہر (یعنی ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ چھوڑو)۔

(صحیح بخاری: ۱۹۷۵، ۶۱۳۴، صحیح مسلم: ۱۱۵۹، سنن نسائی: ۲۳۹۱، مسند احمد: ۶۸۳۹)

صحیح البخاری: ۶۱۳۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''مہمان کا حق'' اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر ہے کہ ''تم پر تمہارے مہمان کا حق ہے''۔ مہمان کے لیے اس حدیث میں ''زور'' کا لفظ ہے اور زور بمعنی زائر ہے اور اس کا معنی ہے مہمان، اور اس کا حق ایک دن اور ایک رات قیام کرنا ہے۔ اور اس کے وجوب میں اختلاف ہے۔ اللیث بن سعد نے کہا کہ ایک رات مہمان کا ٹھہرانا فرض ہے، اور عبدِ مأذون (وہ بندہ جس کو اجازت دی گئی ہو) کو یہ اجازت دی کہ جو اس کو میسر ہو اس کے ساتھ مہمان کی ضیافت کرے۔ اور اہلِ علم کی جماعت نے کہا ہے کہ مہمان نوازی کرنا مکارمِ اخلاق سے ہے خواہ وہ شہر میں ہو یا گاؤں میں، اور یہ امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام مالک نے کہا کہ شہر والوں پر اس کی ضیافت واجب نہیں ہے، اور علامہ سحنون مالکی نے کہا: ضیافت صرف گاؤں والوں پر واجب ہے، رہا شہر تو مسافر سرائے کے اندر ٹھہریں گے۔ اور عقبہ کی حدیث میں جو ضیافت کے واجب ہونے کا ذکر ہے، سو یہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ مومنوں پر وسعت اور خیر کو لے آیا تو اب ضیافت کرنا مستحب ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن اور ایک رات میں اس کو عطیات اور انعامات پیش کیے جائیں، یہ اس کی دلیل ہے کہ ضیافت فرض نہیں ہے، اور ''جائزة'' کا معنی عربی زبان میں عطیہ اور بخشش ہے، اور یہ فضل ہے واجب نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''دخل علیّ'' اس میں یاء پر تشدید ہے اور دخل کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان یطول بك عمر'' یعنی قریب ہے کہ تمہاری عمر طویل ہو، پھر تمہاری قویٰ کمزور ہو جائیں گے اور تمہارے حواس اور تمہارے عقل پر بھی ضعف طاری ہو جائے گا، پھر تم روزہ رکھنے پر اس طرح دوام نہیں کرسکو گے اور بہترین عمل وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وان من حسبك'' یعنی تمہارے لیے کافی ہے کہ تم ہر مہینے تین روزے رکھ لو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الدھر'' یعنی اگر تم نے داؤد علیہ السلام کے روزے رکھے تو یہ تمہارے لیے تمام دہر کے روزے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۵۔ بَابُ: إِكْرَامِ الضَّيْفِ وَخِدْمَتِهِ إِيَّاهُ بِنَفْسِهِ

مہمان کی از خود تکریم اور ضیافت کرنا

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ إِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ (الذاریات ۲۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسولِ مکرم!) کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟O

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ: يُقَالُ هُوَ زَوْرٌ وَهٰؤُلَاءِ زَوْرٌ وَضَيْفٌ وَمَعْنَاهُ أَضْيَافُهُ وَزُوَّارُهُ لِأَنَّهَا مَصْدَرٌ مِثْلُ قَوْمٍ رِضًا وَعَدْلٍ

امام ابو عبد اللہ (یعنی امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ''ضیف'' کی طرح تین دوسرے الفاظ بھی ہیں جو مفرد اور جمع دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں): ''ھو زور'' وہ مہمان

Marfat.com

يُقَالُ مَاءٌ غَوْرٌ وَبِئْرٌ غَوْرٌ وَمَاءَانِ غَوْرٌ وَمِيَاهٌ غَوْرٌ وَيُقَالُ: الْغَوْرُ الْغَائِرُ لَا تَنَالُهُ الدِّلَاءُ كُلُّ شَيْءٍ غُرْتَ فِيهِ فَهُوَ مَغَارَةٌ تَزَاوَرُ تَمِيلُ مِنَ الزَّوْرِ وَالْأَزْوَرُ: الْأَمْيَلُ۔

ہے''''وھؤلاء زور''اور وہ سب مہمان ہیں''اس کا معنی ہے: وہ سب اس کے مہمان اور زیارت کرنے والے ہیں، کیونکہ زور کا لفظ مصدر ہے(یہ مفرد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے) جیسے ''قوم'' راضی ہے اور عادل ہے، اور کہا جاتا ہے'' پانی دھنسا ہوا ہے اور کنواں دھنسا ہوا ہے دو پانی دھنسے ہوئے ہیں اور ان دونوں کا پانی دھنسا ہوا ہے''۔اور''الغور'' کو الغائر کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، یعنی اس کنویں میں اتنا کم پانی ہے جو ڈول میں نہیں آ سکتا، اور ہر وہ چیز جس میں تم جاؤ وہ مغار ہے اور غار اور کہف ہے، ''تزاور'' بھی زور سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی میلان ہے، اور ''الازور'' کا معنی ہے''الامیل''یعنی زیادہ میلان کرنے والا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہمان کی تعظیم اور تکریم کرنا مستحب ہے۔امام بخاری نے عنوان میں لکھا ہے''اکرام الرجل ضیفه''یعنی مرد کا مہمان کی تعظیم کرنا اور اس کی خدمت کرنا۔پھر اس کے بعد لکھا''بنفسه'' یہ تخصیص بعد التعمیم ہے، کیونکہ مہمان کا اکرام کرنا عام ہے کہ میزبان خود اس کی تکریم کرے یا اپنے کسی خادم کو کہے کہ وہ اس کی خدمت کرے۔اس کے بعد امام بخاری نے یہ آیت''ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ الْمُكْرَمِينَ''لکھی ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ مہمان کا اطلاق ایک پر بھی کیا جاتا ہے اور جمع پر بھی کیا جاتا ہے، اسی لیے مکرمین، ضیف کی صفت ہے، اور اس کی جمع قلت اضیاف ہے اور جمع کثرت ضیوف اور ضیفان ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے''قال ابو عبد اللہ''اس سے مراد خود امام بخاری ہیں۔

اس کے بعد اس تعلیق میں مذکور ہے''ھو زور وھؤلاء زور وضیف''اس سے امام بخاری نے یہ ارادہ کیا کہ زور کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اور جمع پر بھی ہوتا ہے، واحد کی مثال ہے''ھو زور''اور جمع کی مثال ہے''ھؤلاء القوم زور''۔

اور اس تعلیق میں مذکور ہے''ومعناہ''یعنی''ھؤلاء زور''کا معنی ہے کہ یہ مہمان اور زیارت کرنے والے، اور''زوار''زائر کی جمع ہے۔

اس کے بعد اس تعلیق میں مذکور ہے''لانھا مصدر''یعنی امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ لفظ زور کا اطلاق زوار پر اس طرح ہے جیسے لفظ قوم کا اطلاق جماعت پر ہوتا ہے اور یہ مصدریت میں مثال نہیں ہے، کیونکہ لفظ قوم اسم ہے مصدر نہیں ہے برخلاف لفظ زور کے، وہ اصل میں مصدر ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد امام بخاری نے کہا''رِضا وعدل''یعنی کہا جاتا ہے''قوم رضا''اس کا معنی ہے: وہ قوم پسندیدہ ہے، اور کہا جاتا ہے''قوم عدل''یعنی وہ قوم عدول ہے، یعنی نیک ہے، قوم کی صفت لفظ کے اعتبار سے مفرد لائی گئی ہے، کیونکہ قوم لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

اور اس تعلیق میں مذکور ہے: کہا جاتا ہے''ماء غور''اس کا معنی ہے: پانی غائر ہے، یعنی زمین میں نیچے کی جانب دھنسنے والا ہے، اور کہا جاتا ہے''غار الماء غورا''اور غور اصل میں مصدر ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے ماء غور، و ماءان غور، و میاہ غور یعنی اس کا اطلاق واحد، تثنیہ اور جمع سب پر ہوتا ہے۔ اور''غور''اور''غائر''کہا جاتا ہے، یعنی وہ زمین کی نشیب کی طرف جانے والا ہے، یعنی پانی اتنا تھوڑا رہ جائے گا کہ ڈولوں میں نہیں جا سکے گا۔

اس کے بعد امام بخاری نے''تزاور''کا ذکر کیا، یعنی سورۂ کہف کے اندر جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ (الکہف:۱۷)

اور (اے مخاطب!) جب سورج نکلتا ہے تو، تو دیکھے گا کہ دھوپ ان کے غار سے دائیں طرف جھکی رہتی ہے۔

امام بخاری اس آیت کو ذکر کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس آیت میں''تزاور''کا لفظ بھی زور سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے میلان اور''ازور''کا لفظ اسم تفضیل کا صیغہ ہے یعنی زیادہ میلان کرنے والا۔ اور''تزاور''اصل میں''تتزاور''تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتّٰى يُحْرِجَهُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ مِثْلَهُ وَزَادَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سعید بن ابی سعید المقبری، از ابی شریح الکعبی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا ہے، اسے چاہیے کہ مہمان کی تکریم کرے، ایک دن اور ایک رات اس کے لیے عطیات ہیں، اور مہمانی تین دن ہے، اور اس کے بعد وہ صدقہ ہے۔ اور مہمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ میزبان کے پاس اس سے زیادہ ٹھہرے حتیٰ کہ میزبان کو حرج اور مشقت میں ڈالے۔ ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے اس کی مثل حدیث بیان کی، اور یہ اضافہ کیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

(صحیح البخاری: ۶۰۱۹، ۶۱۳۵، ۶۴۷۶، صحیح مسلم: ۴۸، سنن ترمذی: ۱۹۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۷۴۸، مسند احمد: ۲۶۶۲۰، موطا امام مالک: ۱۷۲۸)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۱۳۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مہمان کی تعظیم کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے "جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ مہمان کی تکریم کرے"۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو شریح، ان کا نام خویلد بن عمرو ہے، اور یہ بنی عدی بن عمرو بن لحی سے ہیں جو کعب بن عمرو کے بھائی ہیں، اسی وجہ سے ان کو الکعبی کہا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ الکعبی ۶۸ ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جائزتہ" یہ فاعل کا وزن ہے اور "جواز" سے ماخوذ ہے، اور اس کا معنی ہے: عطاء، اور شارع نے یہ مقرر کر دیا کہ مہمان کا زیادہ اعزاز اور اس کو عطیات ایک دن اور ایک رات تک دیے جائیں، کیونکہ مسافروں کی عادت یہی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "والضیافة ثلاثة ایام" یعنی مہمان کی مہمانی تین دن ہے، اب اس میں اختلاف ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات جو "جائزہ" ہے، وہ ان تین دن میں داخل ہے یا نہیں، اور جب ہم یہ کہیں کہ یہ جائزہ یعنی عطیات اور پر تکلف دعوت ان تین دن میں داخل ہے، یعنی پہلے ایک دن تو اس کی پر تکلف ضیافت کی جائے اور دوسرے دو دن میں جو طعام اس کے پاس حاضر ہو وہ کھلایا جائے۔ اور جب ہم یہ کہیں کہ یہ ایک دن ان تین دنوں سے خارج ہے یا ان تین دنوں کے بعد ہے، کیونکہ امام مسلم اور امام احمد نے اپنی سندوں کے ساتھ ابو شریح سے اس طرح روایت کی ہے کہ ضیافت تین دن ہے اور "جائزہ" ایک دن اور ایک رات ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہمان کے معاملہ کی تین قسمیں کر دیں، پہلے دن تو اس کو تحفے تحائف دے، اور دوسرے دن اس کو پر تکلف کھانا کھلائے، اور تیسرے دن میں اس کو ماحضر پیش کرے۔ اور تین دن کے بعد اسے اختیار ہے جیسے صدقہ بھی ہوتا ہے۔

اور نیز علامہ ابن بطال نے کہا کہ امام مالک سے اس کا سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس کی تکریم کرے اور اس کو تحفے وغیرہ دے ایک دن اور ایک رات۔ اور تین دن میں اس کی ضیافت کرے، امام مالک کا یہ جواب اس پر دلالت کرتا ہے کہ ایک دن اور ایک رات تین دن کی ضیافت سے پہلے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یحل لہ ان یثوی عندہ" اور مہمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ میزبان کے مکان میں ٹھہرے حتیٰ کہ میزبان کو حرج میں مبتلا کرے، یعنی تین دن کے بعد میزبان تنگ ہوگا۔ اور مسلم کی روایت میں ہے "حتیٰ کہ اسے گناہ میں مبتلا کرے" کیونکہ جب وہ تین دن سے زیادہ ٹھہرے گا تو میزبان اس کے بارے میں بدگمانی کرے گا اور

Marfat.com

غیبت کرے گا۔ اور امام احمد نے ابوشریح سے روایت کی ہے، عرض کیا: یارسول اللہ! وہ اس کو کیسے گناہ میں مبتلا کرے گا؟ آپ نے فرمایا: اس کے پاس ٹھہرے، اور اس کے (یعنی میزبان کے) پاس اسے کھلانے اور اس کی ضیافت کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۲۔ ۲۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی صالح، از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے، اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے، اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح بخاری: ۶۰۱۸، صحیح مسلم: ۴۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۲، سنن دارمی: ۲۰۳۶، مسند احمد: ۷۵۷۱)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

۶۱۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی الله عنه أَنَّهُ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَقْرُونَنَا فَمَا تَرَى فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حمید از ابی الخیر، از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک آپ ہمیں بھیجتے ہیں، ہم کسی قوم کے پاس جا کر ٹھہرتے ہیں، وہ ہماری ضیافت نہیں کرتے، سو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: اگر تم کسی قوم کے پاس جا کر ٹھہرو، اور وہ تمہارے لیے ان چیزوں کا حکم دیں جو مہمان کے لیے ہوتی ہیں تو اس کو تم قبول کرلو، پس وہ اگر ایسا نہ کریں تو ان سے تم مہمان کا حق وصول کرلو جو ان پر لائق تھا۔

(صحیح بخاری: ۲۴۶۱، ۶۱۳۷، صحیح مسلم: ۱۷۲۷، سنن ترمذی: ۱۵۸۹، سنن ابوداؤد: ۳۷۵۲، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۶، مسند احمد: ۶۸۹۴)

صحیح البخاری: ۶۱۳۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فخذوہ" یعنی تم جبراً ان سے اپنا حق لے لو، اور یہ اسی وقت جائز ہے جب اضطرار ہو، یعنی مہمانوں کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو اور وہ لوگوں سے کہیں کہ ہمیں نقد یا ادھار کھانے پینے کی چیزیں دے دو اور وہ پھر بھی نہ دیں تو جان بچانے کے لیے بقدرِ ضرورت ان سے چھین کر کھانا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے مہمان کی تکریم کرے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ رشتہ داروں کے ساتھ ملنا جلنا رکھے، اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح بخاری: ۵۱۸۵، ۶۰۱۸، صحیح مسلم: ۴۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۲، سنن دارمی: ۲۰۳۶، مسند احمد: ۷۵۷۱)

صحیح البخاری: ۶۱۳۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس باب میں گزر چکی ہے اور یہاں دوسری سند کے ساتھ اس کو دہرایا ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ رشتہ داروں سے ملنا جلنا رکھے۔ اور صلۂ رحم کا معنی ہے کہ رشتہ داروں کو نیکیوں میں شریک کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۶۔ بَابُ: صُنْعِ الطَّعَامِ وَالتَّكَلُّفِ لِلضَّيْفِ

مہمان کے لیے کھانا تیار کرنے کا بیان اور صاحبِ ثروت پر اس میں تکلف کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہمان کی وجہ سے کھانا تیار کرنا چاہیے اور جو پر تکلف کھانا تیار کرنے پر قادر ہو تو اس کو مہمان کے لیے پر تکلف کھانا بنانا چاہیے، کیونکہ یہ رسولوں کی سنت ہے۔ کیا نہیں دیکھا گیا کہ حضرت ابراہیم الخلیل صلوات اللہ علیہ نے اپنے مہمان کے لیے ایک فربہ بچھڑا ذبح کیا۔ مفسرین نے کہا: یہ مہمان تین تھے، حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے تکلف کیا اور ان کے لیے بچھڑے کو ذبح کیا اور اس کا گوشت کھانے کے لیے ان کو

پیش کیا، اور یہ قصہ مشہور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۳۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا مَا شَأْنُكِ قَالَتْ أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَ كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ قَالَ مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ فَأَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ فَقَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا كَانَ آخِرُ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ قَالَ فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَ سَلْمَانُ أَبُو جُحَيْفَةَ وَهْبٌ السُّوَائِيُّ يُقَالُ وَهْبُ الْخَيْرِ۔

(صحیح بخاری: ۶۱۳۹، سنن ترمذی: ۲۴۱۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالعمیس نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان اخوت قائم کی، پس حضرت سلمان، حضرت ابولدرداء رضی اللہ عنہما سے ملنے کے لیے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بغیر زینت کے عام کپڑے پہنے ہوئے تھیں، تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ تمہارا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے بھائی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو تو دنیا کی حاجت ہے نہیں، پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، تو انہوں نے ان کے لیے کھانا تیار کیا، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کھائیں میں تو روزہ سے ہوں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نہیں کھاؤں گا جب تک آپ میرے ساتھ نہیں کھائیں گے، سو انہوں نے کھایا۔ پس جب رات ہو گئی تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، حضرت سلمان نے کہا: سو جاؤ، تو وہ سو گئے، پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، تو حضرت سلمان نے کہا: سو جاؤ، پھر جب رات کا آخری حصہ رہ گیا تب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اٹھو، پھر ان دونوں نے اٹھ کر نماز پڑھی، پھر ان سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، سو تم ہر حق دار کو اس کا حق دو۔ پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس گئے اور اس بات کا ذکر کیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔

ابو جحیفہ کا نام وہب السوائی ہے، ان کو وہب الخیر بھی کہا جاتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۱۳۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے مہمان کے لیے کھانا تیار کرنا، اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کیا۔ سو اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جعفر بن عون، یہ المخزومی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالعمیس، یہ ابن عبداللہ المسعودی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عون بن ابی جحیفہ، یہ اپنے والد ابو جحیفہ سے روایت کرتے ہیں، ان کا نام وہب ہے۔ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا نام عویمر ہے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسی ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی کنیت ام الدرداء ہے، تو ان میں جو کبریٰ تھیں وہ صحابیہ ہیں اور ان کا نام خیرہ ہے اور جو صغریٰ ہیں، وہ تابعیہ ہیں، ان کا نام جہیمہ ہے، یہ جہمہ کی تصغیر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "متبذلة" یعنی حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے بغیر بناؤ سنگھار کے اور بغیر زینت کے سادہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اخوك ابوالدرداء ليس له حاجة فى الدنيا" حضرت ام الدرداء نے بالعموم کہا کہ تمہارے بھائی کو دنیا کی کسی چیز کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ اس سے شرم آئی کہ وہ صراحت سے کہیں کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء کو تو مجھ سے مباشرت کی حاجت ہی نہیں ہے، میں کس لیے زینت کروں۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوست کی زیارت کرنی چاہیے اور اس کی غیر حاضری میں بھی اس کے گھر میں داخل ہونا جائز ہے۔ اور مہمان کی وجہ سے روزہ توڑنا اور عبادت میں تشدد کو اختیار کرنے کی کراہیت ہے اور افضل میانہ روی ہے۔ اور تہجد کی نماز رات کے آخری حصہ میں پڑھنا زیادہ لائق ہے۔ اور اس میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کی تصدیق کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۷۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْغَضَبِ وَالْجَزَعِ عِنْدَ الضَّيْفِ

مہمان کے سامنے غصہ کرنے اور بے صبری کرنے کے مکروہ ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہمان کے سامنے کسی پر غصہ اور غضب نہیں کرنا چاہیے۔ غضب کا معنی ہے: انتقام لینے کے لیے دل کے خون کا جوش میں آنا، اور جزع کا معنی ہے: چیخ و پکار کرنا اور بے صبری کا اظہار کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۰۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ أَبَا بَكْرٍ تَضَيَّفَ رَهْطًا فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ دُونَكَ أَضْيَافَكَ فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَافْرُغْ مِنْ قِرَاهُمْ قَبْلَ أَنْ أَجِيءَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَأَتَاهُمْ بِمَا عِنْدَهُ فَقَالَ اطْعَمُوا فَقَالُوا أَيْنَ رَبُّ مَنْزِلِنَا قَالَ اطْعَمُوا قَالُوا مَا نَحْنُ بِآكِلِينَ حَتَّى يَجِيءَ رَبُّ مَنْزِلِنَا قَالَ اقْبَلُوا عَنَّا قِرَاكُمْ فَإِنَّهُ إِنْ جَاءَ وَلَمْ تَطْعَمُوا لَنَلْقَيَنَّ مِنْهُ فَأَبَوْا فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يَجِدُ عَلَيَّ فَلَمَّا جَاءَ تَنَحَّيْتُ عَنْهُ فَقَالَ مَا صَنَعْتُمْ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَسَكَتُّ ثُمَّ قَالَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَسَكَتُّ فَقَالَ يَا غُنْثَرُ أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ إِنْ كُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِي لَمَّا جِئْتَ فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ سَلْ أَضْيَافَكَ فَقَالُوا صَدَقَ أَتَانَا بِهِ قَالَ فَإِنَّمَا انْتَظَرْتُمُونِي وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ فَقَالَ الْآخَرُونَ وَاللَّهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى تَطْعَمَهُ قَالَ لَمْ أَرَ فِي الشَّرِّ كَاللَّيْلَةِ وَيْلَكُمْ مَا أَنْتُمْ لِمَ لَا تَقْبَلُونَ عَنَّا قِرَاكُمْ هَاتِ طَعَامَكَ فَجَاءَهُ فَوَضَعَ يَدَهُ فَقَالَ بِاسْمِ اللَّهِ الْأُولَى لِلشَّيْطَانِ فَأَكَلَ وَأَكَلُوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید الجریری نے حدیث بیان کی از ابی عثمان از حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو مہمان بنایا، پس حضرت عبد الرحمٰن سے کہا: تم اپنے ان مہمانوں کا خیال رکھو، میں رسول اللہ ﷺ کی طرف جا رہا ہوں، پس تم میرے آنے سے پہلے ان کو کھانا کھلا کر فارغ ہو جانا، پس حضرت عبد الرحمٰن مہمانوں کے پاس گئے اور جو گھر میں کھانا تھا وہ ان کے سامنے پیش کیا اور ان سے کہا کہ آپ لوگ یہ کھانا کھائیں، انہوں نے پوچھا: گھر کے مالک کہاں ہیں؟ حضرت عبد الرحمٰن نے کہا: آپ لوگ کھانا کھائیں، انہوں نے کہا: ہم کھانا اس وقت تک نہیں کھائیں گے حتیٰ کہ اس گھر کے مالک آ جائیں۔ حضرت عبد الرحمٰن نے کہا: آپ ہماری طرف سے کھانا قبول کر لیں، کیونکہ اگر وہ آئے اور آپ لوگوں نے کھانا نہ کھایا ہوا تو ہمیں ان کی ناراضگی کا سامنا ہوگا، سو انہوں نے پھر بھی انکار کیا، پس میں نے جان لیا کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کا سامنا ہوگا، پس جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو میں ایک طرف ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ لوگوں نے کیا کیا؟ تو مہمانوں نے بتا دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبد الرحمٰن! سو میں خاموش رہا، پھر کہا: اے عبد الرحمٰن! میں پھر بھی خاموش رہا، پھر کہا: اے ملامت زدہ! میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم میری آواز سن رہے ہو (تو باہر آ جاؤ) سو میں باہر نکلا اور عرض کیا: آپ اپنے مہمانوں سے پوچھیں، تو مہمانوں نے کہا: یہ سچ کہہ رہے ہیں، یہ ہمارے پاس کھانا لائے تھے، حضرت ابوبکر

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ میرا انتظار کرتے رہے، اللہ کی قسم! میں آج رات کھانا نہیں کھاؤں گا، اور مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ اللہ کی قسم ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے ساتھ کھائیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آج رات کی مثل خرابی کو نہیں دیکھا تھا، تم پر افسوس ہے، تم لوگ کیوں ہماری میزبانی کو قبول نہیں کر رہے، عبدالرحمٰن! کھانا لے آؤ، سو وہ کھانا لے کر آئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر ہاتھ رکھا اور کہا: بسم اللہ، پہلے جو میں نے قسم کھائی تھی وہ شیطان کے اثر کی وجہ سے تھی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی کھایا اور انہوں نے بھی کھایا۔

(صحیح بخاری: ۶۰۲، ۳۵۸۱، ۶۱۴۰، ۶۱۴۱، صحیح مسلم: ۲۰۵۷، مسند احمد: ۱۷۰۴)

صحیح البخاری: ۶۱۴۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مہمان کے سامنے غصہ کا اظہار مکروہ ہے" اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ پر ناراض ہوں گے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیاش بن الولید، اور ابوالولید الرقام البصری ہیں، یہ ۲۲۶ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالاعلیٰ، یہ ابن عبدالاعلیٰ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید الجریری، حافظ الدمیاطی نے کہا کہ یہ ۱۴۴ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ علامہ کرمانی نے کہا: الجریری، جر کی تصغیر ہے، اور جیم اور راء مشدد ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ وہم عظیم ہے، اور جریر نسبت ہے اور الجریری، جریر بن عباد کی طرف نسبت ہے، جو الحارث بن عباد کے بھائی ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعثمان، یہ عبدالرحمٰن بن مل النهدی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "دون اضیافك" یعنی اپنے مہمانوں کے ساتھ لازم رہو اور ان کو کھانا کھلاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انه یجد علی" یعنی حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ پر ناراض ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تنحیت عنه" یعنی میں نے اپنے آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سمت سے دور کر لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "غنثر" اس کا معنی ہے جاہل، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے ملامت زدہ۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "لما جئت" یہ "الا جئت" کے معنی میں ہے، یعنی میں تم سے صرف یہ طلب کر رہا ہوں کہ تم آ جاؤ۔
اس حدیث میں مذکور ہے "کاللیلة" یعنی میں نے کوئی رات آج کی رات کی طرح شر انگیز نہیں دیکھی۔

(عمدة القاری ج ۲۲ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۸۔ بَابُ: قَوْلِ الضَّيْفِ لِصَاحِبِهِ لَا آكُلُ حَتَّى تَأْكُلَ

مہمان کا اپنے میزبان سے یہ کہنا: اللہ کی قسم میں نہیں کھاؤں گا جب تک کہ آپ نہ کھائیں

فِيهِ حَدِيثُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

اس باب میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے، اور یہ وہی حدیث ہے جس میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ میں نہیں کھاؤں گا حتی کہ ابو الدرداء بھی کھائیں، اور یہ حدیث عنقریب "باب صنع الطعام والتکلف للضیف" میں گزر چکی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۱۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما جَاءَ أَبُو بَكْرٍ بِضَيْفٍ لَهُ أَوْ بِأَضْيَافٍ لَهُ فَأَمْسَى عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ لَهُ أُمِّي احْتَبَسْتَ عَنْ ضَيْفِكَ أَوْ عَنْ أَضْيَافِكَ اللَّيْلَةَ قَالَ مَا عَشَّيْتِهِمْ فَقَالَتْ عَرَضْنَا عَلَيْهِ أَوْ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا أَوْ فَأَبَى فَغَضِبَ أَبُو بَكْرٍ فَسَبَّ وَجَدَّعَ وَحَلَفَ لَا يَطْعَمُهُ فَاخْتَبَأْتُ أَنَا فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَحَلَفَتِ الْمَرْأَةُ لَا تَطْعَمُهُ حَتَّى يَطْعَمَهُ فَحَلَفَ الضَّيْفُ أَوِ الْأَضْيَافُ أَنْ لَا يَطْعَمَهُ أَوْ يَطْعَمُوهُ حَتَّى يَطْعَمَهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ كَأَنَّ هَذِهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلَ وَأَكَلُوا فَجَعَلُوا لَا يَرْفَعُونَ لُقْمَةً إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ مَا هَذَا فَقَالَتْ وَقُرَّةِ عَيْنِي إِنَّهَا الْآنَ لَأَكْثَرُ قَبْلَ أَنْ نَأْكُلَ فَأَكَلُوا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از سلیمان از ابو عثمان، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضرت ابو بکر اپنے مہمان کو لے کر آئے یا کہا کہ اپنے مہمانوں کو لے کر آئے، پھر شام کو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہے، پھر جب وہ آئے تو ان سے میری والدہ نے کہا: آپ اپنے مہمان یا کہا کہ اپنے مہمانوں سے آج رات غائب رہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا آپ نے انہیں رات کا کھانا نہیں کھلایا؟ حضرت عبد الرحمن کی والدہ نے کہا: ہم نے اس پر یا ان پر کھانا پیش کیا تھا، پس اس نے یا انہوں نے انکار کیا، پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے، پس انہوں نے برا کہا اور یہ بددعا کی کہ اللہ کرے اس کی ناک کٹ جائے، اور یہ قسم کھائی کہ اب وہ یہ کھانا نہیں کھائیں گے۔ حضرت عبد الرحمن نے کہا: پس میں چھپ گیا،

Marfat.com

وَبَعَثَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَ أَنَّهُ أَكَلَ مِنْهَا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ملامت زدہ! پھر ان کی والدہ نے بھی قسم کھالی کہ وہ اس کھانے کو نہیں کھائیں گی حتیٰ کہ ابوبکر اس کھانے کو کھالیں، پھر مہمان نے یا مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ وہ اس کھانے کو نہیں کھائیں گے حتیٰ کہ ابوبکر اس کھانے کو کھائیں، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میرا یہ قسم کھانا کہ میں اس کھانے کو نہیں کھاؤں گا، شیطان کی طرف سے تھا، پس انہوں نے کھانا منگوایا اور پھر اس کھانے کو کھایا، اور مہمانوں نے بھی اس کھانے کو کھایا، پھر وہ ایک لقمہ بھی نہیں اٹھاتے تھے مگر وہ کھانا نیچے سے زیادہ مقدار میں ہو جاتا تھا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بنو فراس کی بہن، یہ کیا ہے؟ تو حضرت عبدالرحمٰن کی والدہ نے کہا: اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ کھانا تو اس سے بہت زیادہ ہو گیا ہے جتنا پہلے تھا۔ پس سب نے وہ کھانا کھایا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا نبی ﷺ کی طرف بھیج دیا اور یہ بتایا کہ وہ اس کھانے سے کھا چکے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۶۰۲، ۳۵۸۱، ۶۱۴۰، ۶۱۴۱، صحیح مسلم: ۲۰۵۷، مسند احمد: ۱۷۰۴)

صحیح البخاری: ۶۱۴۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی عدی، یہ محمد بن ابی عدی ہیں اور ابن عدی کا نام ابراہیم البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، یہ سلیمان بن طرخان تیمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عثمان، یہ عبدالرحمٰن النہدی ہیں جن کا ذکر عنقریب ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''وجدع'' اس کا معنی ہے انہوں نے کہا: اے وہ جس کے کان کاٹے گئے ہیں، اور ''الجدع'' کا معنی ہے ناک کاٹنا۔ اور ایک روایت میں ''جدع'' کی جگہ ''جزع'' کا لفظ ہے، یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بے صبری کا اظہار کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاختبات'' یعنی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سامنا کرنے سے بچنے کے لیے چھپ گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ربا'' یعنی ہم ایک لقمہ کھانے کے لیے لیتے تو نیچے سے اتنا ہی اور بڑھ جاتا۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "اخت بنی فراس" یہ عبدالرحمان کی بیٹی ہیں اور ان کا نام زینب ہے، اور یہ ام رومان کے نام سے مشہور ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وقرۃ عینی" یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ہے، اور یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۹۔ بَابُ: إِكْرَامِ الْكَبِيرِ وَيَبْدَأُ الْأَكْبَرُ بِالْكَلَامِ وَالسُّؤَالِ

بڑی عمر والے کی تکریم کرنا، اور بڑی عمر والے سے کلام اور سوال کی ابتداء کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں بڑی عمر والے کی تکریم کا بیان ہے، کیونکہ امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کیا اور ہمارے بڑے کے حق کو نہیں پہچانا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد نے بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ اور امام عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے جلال کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ جس کے اسلام میں بال سفید ہو گئے ہوں اس کی تکریم کی جائے۔ اور اسلام کے آداب میں سے اور محاسنِ اخلاق میں سے یہ ہے کہ جو عمر میں بڑا ہو، اس سے کلام کی ابتداء کی جائے لیکن یہ بطورِ عموم نہیں ہے، یہ اس وقت ہے جب چھوٹا اور بڑا دونوں علم میں برابر ہوں، لیکن جب چھوٹے کا علم زیادہ ہو تو پھر چھوٹے کو مقدم کیا جائے گا اور یہ بڑے کے حق کی کمی نہیں ہے۔

اور اس عنوان میں کہا ہے کہ سوال کی ابتداء بڑے سے کی جائے گی، اور جب چھوٹا بڑے سے زیادہ علم والا ہو تو اس چھوٹے کو بڑے پر مقدم کیا جائے گا، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب بچے تھے تو ان سے سوال کیا جاتا تھا اور وہاں پر بڑے بوڑھے لوگ موجود ہوتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۲، ۶۱۴۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى الْأَنْصَارِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَسَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ أَتَيَا خَيْبَرَ فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ فَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ وَحُوَيِّصَةُ وَمُحَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں، از یحییٰ بن سعید از بشیر بن یسار مولی الانصار، از حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور سہل بن ابی حثمہ، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہما خیبر میں آئے، پھر ایک کھجوروں کے باغ میں متفرق ہو گئے، پس حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو قتل

Marfat.com

ﷺ فَتَكَلَّمُوا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمْ فَبَدَأَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ أَصْغَرَ الْقَوْمِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَبِّرِ الْكُبْرَ قَالَ يَحْيَى يَعْنِي لِيَلِيَ الْكَلَامَ الْأَكْبَرُ فَتَكَلَّمُوا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَتَسْتَحِقُّونَ قَتِيلَكُمْ أَوْ قَالَ صَاحِبَكُمْ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمْرٌ لَمْ نَرَهُ قَالَ فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ فِي أَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَوْمٌ كُفَّارٌ فَوَدَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ قِبَلِهِ قَالَ سَهْلٌ فَأَدْرَكْتُ نَاقَةً مِنْ تِلْكَ الْإِبِلِ فَدَخَلَتْ مِرْبَدًا لَهُمْ فَرَكَضَتْنِي بِرِجْلِهَا قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ بُشَيْرٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ يَحْيَى حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مَعَ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ بُشَيْرٍ عَنْ سَهْلٍ وَحْدَهُ۔

کر دیا گیا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن سہل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود کے دو بیٹے حویصہ اور محیصہ نبی ﷺ کے پاس آئے، پس انہوں نے اپنے صاحب کے معاملہ میں گفتگو کی تو حضرت عبدالرحمٰن نے بات کرنی شروع کی اور وہ قوم میں سب سے چھوٹے تھے، تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: بڑے کو موقع دو، یحییٰ نے کہا: یعنی بڑے کو مجھ سے بات کرنے کا موقع دو، پس انہوں نے اپنے صاحب کے معاملہ میں گفتگو کی، پس نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم اپنے مقتول یا فرمایا: اپنے صاحب (کی دیت) کے مستحق ہو گے جب تم میں سے پچاس آدمی یہ قسم کھالیں کہ عبداللہ کو یہودیوں نے قتل کیا ہے، تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ ایسا معاملہ ہے جس کو ہم نے دیکھا نہیں، آپ نے فرمایا: پھر یہود اپنے پچاس آدمیوں سے قسم کھلوا کر تم سے بری ہو جائیں گے، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ کافر لوگ ہیں (ہم ان کی قسم کا کیسے اعتبار کریں؟) پھر رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن سہل کے وارثوں کو خود اپنی طرف سے دیت ادا کر دی۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جن اونٹوں کو دیت میں ادا کیا گیا تھا، ان میں سے ایک اونٹ ان کے اصطبل میں گھس گیا، اس نے مجھے اپنی لات ماری۔

اور اللیث نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از بُشیر از سہل، یحییٰ نے کہا کہ میں نے گمان کیا کہ انہوں نے کہا رافع بن خدیج کے ساتھ اور ابن عیینہ نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از بُشیر از سہل اور صرف انہی سے روایت کی۔

(صحیح بخاری: ۳۱۷۳، صحیح مسلم: ۱۶۶۹، سنن نسائی: ۴۷۱۴، سنن ترمذی: ۱۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۱، سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۷، مسند احمد: ۱۶۸۲۵، موطا امام مالک: ۱۶۳۱)

صحیح البخاری: ۶۱۴۲۔ ۶۱۴۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''بڑی عمر والے کی تکریم کرنا، اور بڑی عمر والے سے کلام اور سوال کی ابتداء کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ بڑی عمر والے کو بات کرنے کا موقع دو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، یہ الانصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُشیر، یہ ابن یسار ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے رافع بن خدیج، یہ ابن رافع بن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ الاوسی المدنی ہیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث سنیں، اور ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں ان کی وفات ہوگئی، اور جس دن ان کی وفات ہوئی اس دن ان کی عمر چھیاسی (۸۶) سال تھی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سہل بن ابی حثمہ، ان کا نام عامر بن ساعدہ بن عامر ابو یحییٰ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ابو محمد الانصاری الحارثی المدنی ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث سنی ہیں اور جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۸ سال تھی۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن سہل انصاری کا ذکر ہے، یہ عبد الرحمٰن بن سہل انصاری کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ذکر ہے حویصہ اور محیصہ، یہ دونوں منصور بن کعب بن عامر بن عدی کے بیٹے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی امر صاحبھم'' یعنی ان کے مقتول کے متعلق گفتگو، اور مقتول عبد اللہ بن سہل ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کبِّر الکُبْرَ'' یعنی جو بڑی عمر کا ہے اس کو بات کرنے کا موقع دو۔ اور بڑی عمر والے کو بات کرنے کا اس لیے فرمایا تاکہ وہ واقعہ کی صحیح صورت کو بتائے، یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ دعویٰ کرے، کیونکہ حقیقت میں دعویٰ اس کے بھائی عبد الرحمٰن کے لیے تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اتستحقون قتیلکم'' یعنی تم اپنے مقتول کی دیت کے مستحق ہوگے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''او قال صاحبکم'' یہ راوی کو شک ہے۔ اور صاحب سے مراد مقتول ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بایمان خمسین منکم'' یعنی تم میں سے پچاس مرد قسم کھائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''امر لم نرہ'' یعنی جس چیز کا ہم نے مشاہدہ نہیں کیا، ہم اس کے متعلق حلف کیسے اٹھائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فتبرئکم یھود فی ایمان خمسین'' یعنی اگر تم نے قسم نہیں کھائی تو یہود میں سے پچاس آدمی قسم کھا کر تم کو بری کر دیں گے۔ اور جان لو کہ قسامت کا حکم تمام دعاوی کے خلاف ہے، اس جہت سے کہ اس میں قسم مدعی پر ہوتی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ وارث بھائی ہے اور وہی مدعی ہے نہ کہ چچا کے بیٹے، پس ان کے اوپر قسم کیوں پیش کی؟

اس کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ یمین وارث کے ساتھ مختص ہے، اس لیے ان سے مطلقاً خطاب کیا اور ارادہ کیا کہ جو ان کے ساتھ خاص ہے، اور اس جہت سے کہ یہ پچاس قسمیں ہیں اور یہ خون کے امر کی تعظیم کی وجہ سے ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدعیین سے ابتداء کی، پس جب انہوں نے اپنا عذر پیش کیا تو آپ نے قسم مدعا علیہ پر لوٹا دی، اور جب کہ وہ مدعی یہود

Marfat.com

کی قسموں سے راضی نہیں تھے، کیونکہ وہ کفار تھے اور وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کی طرف سے دیت دی جائے، کیونکہ یہ دیت مسلمانوں کو دی جاتی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے جو دیت ادا کرنے کا فرمایا وہ ان کی دلجوئی کے لیے فرمایا، ورنہ ان کا استحقاق ثابت نہیں ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فوداھم" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کی دیت اپنی طرف سے ادا کردی، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اپنے خالص مال سے اس کی دیت ادا کی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بیت المال سے اس کی دیت ادا کی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مِربد الھم" یعنی وہ جگہ جہاں پر اونٹ جمع ہوتے ہیں، یعنی اونٹوں کا اصطبل۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فرکفتنی" اس اونٹنی نے مجھ کو لات ماری، اس کلام سے یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ یہ حدیث انہیں پوری طرح یاد ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہِ ملک کو یہ چاہیے کہ وہ عام لوگوں کی مصلحتوں کی رعایت کرے۔ اور لوگوں کے درمیان صلح کرائے، اور اس حدیث میں قسامت کا اثبات ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ گمان کے ساتھ بھی قسم کھانا جائز ہے اور کافر کی قسم بھی جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۹۔۲۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ مَثَلُهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَلَا تَحُتُّ وَرَقَهَا فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ وَثَمَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَلَمَّا لَمْ يَتَكَلَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم هِيَ النَّخْلَةُ فَلَمَّا خَرَجْتُ مَعَ أَبِي قُلْتُ يَا أَبَتَاهُ وَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَقُولَهَا لَوْ كُنْتَ قُلْتَهَا كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا قَالَ مَا مَنَعَنِي إِلَّا أَنِّي لَمْ أَرَكَ وَلَا أَبَا بَكْرٍ تَكَلَّمْتُمَا فَكَرِهْتُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بتاؤ، وہ درخت کونسا ہے جس کی مثال مسلمان کی مثل ہے، وہ اپنا پھل ہر وقت لاتا ہے اپنے رب کی اجازت سے، اور اس کے پتے نہیں گرتے، سو میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، پس میں نے ناپسند کیا کہ میں بات کروں اور وہاں پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، پس جب ان دونوں نے کلام نہیں کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے، پس جب میں اپنے والد کے ساتھ نکلا تو میں نے کہا: اے ابا جان! میرے دل میں یہ آیا تھا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: تمہیں یہ بتانے سے کس چیز نے منع کیا، اگر تم یہ بتادیتے تو یہ میرے لیے فلاں چیز اور فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے صرف اس چیز نے منع کیا کہ میں نے آپ کو اور

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے کلام نہیں کیا، پس میں نے ناپسند کیا کہ میں بولوں۔

(صحیح بخاری: ۶۱، ۶۲، ۷۲، ۱۳۱، ۲۲۰۹، ۴۶۹۸، ۵۴۴۴، ۵۴۴۸، ۶۱۲۲، ۶۱۴۴، صحیح مسلم: ۲۸۱۱، سنن ترمذی: ۲۸۶۷، مسند احمد: ۴۸۴۴، سنن دارمی: ۲۸۲)

صحیح البخاری: ۶۱۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تحت ورقها" یعنی اس درخت کے پتے نہیں گرتے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فکرهت" یعنی میں نے اکابر کے ہوتے ہوئے اپنا بولنا مکروہ جانا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۰۔ بَابُ: مَا یَجُوزُ مِنَ الشِّعْرِ وَالرَّجَزِ وَالْحُدَاءِ وَمَا یُکْرَهُ مِنْهُ

شعر اور رجز اور "الحداء" (اونٹوں کو ہانکنے کے لیے گانا) کا جواز اور جو اس میں مکروہ ہیں، اس کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

(الشعراء: ۲۲۴۔۲۲۷)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں O کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں O اور بے شک وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے O سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، اور انہوں نے اللہ کو بہت زیادہ یاد کیا اور انہوں نے اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا، اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کیسی لوٹنے کی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں O

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فِیْ كُلِّ لَغْوٍ یَخُوضُونَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ ہر لغو اور باطل چیز میں مشغول رہتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شعر کہنا جائز ہے، اور شعر کی تعریف یہ ہے کہ "وہ کلام موزون جس میں وزن کا قصد کیا جائے" اور رجز اکثرین کے نزدیک وہ بھی شعر کی قسم ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شعر نہیں ہے، اس لیے کہ رجز کرنے والے کو راجز کہا جاتا ہے شاعر نہیں کہا جاتا۔ اور "الحداء" اس کا معنی ہے: جس گانے کو کھینچا جائے اور اس میں قصر کیا جائے، کہا جاتا ہے:

Marfat.com

''حدوت الابل حداء'' جیسے ''دعوت دعاء'' اور یہ اونٹوں کو ہانکنا ہے اور اونٹوں کو گانا ہے، اور غالباً یہ رجز کے ساتھ ہوتا ہے، اور کبھی بغیر رجز کے اشعار پڑھے جاتے ہیں۔ اور جس نے سب سے پہلے اونٹوں کو گا کر ہانکا وہ مضر بن نزار بن معد بن عدنان کا غلام تھا، وہ مُضر کے اونٹ لے کر جا رہا تھا تو مضر نے اس کے ہاتھ پر مارا اور اس کو درد میں مبتلا کر دیا، تو اس نے کہا: ''یا یدیاہ، یا یدیاہ'' یعنی ہائے میرا ہاتھ، ہائے میرا ہاتھ۔ اور اس کی آواز بہت اچھی تھی، جب اونٹوں نے اس کی آواز سنی تو بہت تیز چلنا شروع کر دیا۔ اس وقت سے یہ اونٹوں کو گا کر ہانکنے کا مبدا بن گیا۔ اس کو محمد بن سعد نے سندِ صحیح کے ساتھ طاؤس سے مرسلاً روایت کیا ہے، اور امام بزار نے سندِ موصول کے ساتھ اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

نیز اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جو شعر پڑھنا مکروہ ہیں اور جو شعر پڑھنا جائز ہیں۔

امام بخاری نے ان چار آیات کو ان شعراء کی مذمت میں وارد کیا ہے جو لوگوں کی ہجو کرتے ہیں، اور ان شعراء کی مذمت میں وارد کیا ہے جو لوگوں کی ایسے اوصاف کے ساتھ مدح کرتے ہیں جو اوصاف ان لوگوں میں نہیں ہوتے، اور اس میں اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ ان میں سے بعض اسلام کی حدود سے نکل جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے اشعار میں خرافات اور باطل باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

''وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝'':

اہل التاویل نے کہا ہے جن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ ہیں کہ یہ شعراء مشرکین ہیں، ان کی پیروی گمراہ لوگ کرتے تھے اور سرکش شیاطین اور نافرمان جن ان کی پیروی کرتے تھے، کیونکہ گمراہ کی پیروی، گمراہ ہی کرتا ہے۔ اور الضحاک نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو مرد لڑے، ان میں سے ایک انصار میں سے تھا اور دوسرا دوسری قوم میں سے تھا، اور ہر ایک کے ساتھ اس کی قوم کے سرکش اور جاہل لوگ تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور الثعلبی نے کہا ہے کہ ان شعراء سے مراد کفار کے شعراء ہیں۔ عبداللہ بن الزبعری اور ہبیرہ بن ابی وہب اور مسافع بن عبد مناف اور عمرو بن عبداللہ اور امیہ بن ابی الصلت، یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کر رہے تھے، تو لوگ ان کی پیروی کرنے لگے۔

''اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ۝'':

اس کا معنی یہ ہے کہ بے شک آپ ان میں اللہ تعالیٰ کا فعل دیکھیں گے۔ دوسرا قول ہے کہ یہ لوگ ہر فن میں سے لغو اور جھوٹ لے لیتے ہیں، پس باطل کے ساتھ مدح کرتے ہیں اور باطل کے ساتھ ہی مذمت کرتے ہیں۔ ''یھیمون'' کا معنی ہے: حیران رہتے ہیں۔ اور خیر کے راستہ سے اور ہدایت کے راستہ سے اور حق کے راستہ سے منحرف ہوتے ہیں۔

''وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ۝'':

یعنی یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ کام کیا ہے، اور حالانکہ انہوں نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔

''اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' اس سے ان شعراء مومنین صالحین کا استثناء کیا ہے جو گناہ کی بات نہیں کہتے، اور مفسرین نے کہا ہے کہ جب یہ آیت ''وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝'' نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے آئے، پس انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم شعراء ہیں، تو آپ نے فرمایا: اس کے بعد کی آیت پڑھو: ''اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت نے حضرت ابن رواحہ اور حضرت حسان بن ثابت کا استثناء کیا ہے۔

''وَّ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا'' یعنی وہ اپنے اشعار میں اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرتے ہیں، اور مشرکین نے جوان پر ظلم کیا ہے، اس کا بدلہ لیتے ہیں، یعنی مشرکین نے ہجو کی ابتداء کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا تھا اور مسلمانوں کو مکہ سے بے وطن کیا تھا۔

''وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا'': یعنی عنقریب وہ لوگ جان لیں گے جنہوں نے ظلم کیا، یعنی شرک کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی ہجو کی کہ ''اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ'' یعنی مرنے کے بعد وہ کونسی جگہ لوٹائے جاتے ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جہنم کی طرف لوٹیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ'' کا معنی ہے: یعنی وہ ہر لغو اور باطل چیز میں مشغول رہتے ہیں۔
اس تعلیق کو امام ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۲۔ ۲۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ مروان بن الحکم نے ان کو خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض شعروں میں حکمت ہوتی ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۸۴۴، سنن ابوداؤد: ۵۰۱۰، مسند احمد: ۲۰۶۵۱، سنن داری: ۲۷۰۴)

صحیح البخاری: ۶۱۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں یہ ذکر کیا ہے کہ کون سے شعر جائز ہیں اور کون سے شعر مکروہ ہیں، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے''۔ اور حکمت اس وقت ہوگی کہ جب اس شعر کا بنانا جائز ہو، اور حکمت سے مراد ہے سچی بات جو واقعہ کے مطابق ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، وہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کا ذکر ہے، وہ المخزومی ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حکمۃ" اس کی تفسیر ابھی ہم نے کی ہے یعنی قولِ صادق، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکمت کا اصل معنی ہے منع کرنا، اور اس کا معنی یہ ہے کہ بعض اشعار میں ایسا مفید کلام ہوتا ہے جو جہالت کی باتوں سے منع کرتا ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ بعض شعر اس طرح نہیں ہوتے، کیونکہ اس میں من تبعیضیہ ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا: جس شعر میں اور رجز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو، اور اس کی تعظیم ہو اور اس کی وحدانیت کا بیان ہو، اور اس کی اطاعت کرنے کی ترغیب ہو تو وہ شعر حسن ہے اور اس میں رغبت کی جاتی ہے، اور حدیث میں جو ہے کہ بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے، اس سے مراد ایسے اشعار ہیں۔ اور جن اشعار میں جھوٹی اور بے حیائی کی باتیں ہوں، وہ مذموم ہیں۔

امام الطبری نے کہا: اس حدیث میں کثرتِ شعر پر مطلقاً رد فرمایا۔ اور امام طبری نے صحابہ کی ایک جماعت سے اور کبار تابعین سے روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی نے اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر کا مذاکرہ کرتے اور جاہلیت کی باتوں کا ذکر کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منع نہیں فرماتے تھے اور بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُولُ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَمْشِي إِذْ أَصَابَهُ حَجَرٌ فَعَثَرَ فَدَمِيَتْ إِصْبَعُهُ فَقَالَ

هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيتِ
وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيتِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت چل رہے تھے، اچانک ایک پتھر آ کر آپ کو لگا اور آپ گر گئے تو آپ کی ایک انگلی زخمی ہو گئی، آپ نے فرمایا:

تو صرف ایک انگلی ہے جو زخمی ہوئی
اور اللہ کی راہ میں تو زخمی ہوئی ہے

(صحیح بخاری: ۲۸۰۲، ۶۱۴۶، صحیح مسلم: ۱۷۹۶، سنن ترمذی: ۳۳۴۵، مسند احمد: ۲۷۶۹۲)

صحیح البخاری: ۶۱۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے شعر اور رجز، اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر شعر پڑھا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے، یہ الفضل بن دُکین ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"بینما النبی ﷺ یمشی" ابوعوانہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ کسی غزوہ میں جارہے تھے۔ اور شعبہ نے اسود سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نماز کی طرف جارہے تھے۔اور اسود نے از جندب روایت کی ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ غار میں تھا، ایک پتھر آپ کو آکر لگا، آپ گر گئے اور آپ کی انگلی زخمی ہوگئی۔

اس میں اختلاف ہے کہ کیا نبی ﷺ نے از خود یہ شعر بنایا یا یہ کسی کا شعر تھا جو آپ نے پڑھا۔

امام طبری وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ نے کسی کا شعر پڑھا ہے اور یہ کلام موزون ہے۔اور علامہ ابن التین نے اس کو وثوق کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کا شعر ہے۔اور اس میں اختلاف ہے کہ کسی کا شعر پڑھنا نبی ﷺ کے لیے جائز ہے، پس صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور امام طبری نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات کسی کا شعر پڑھا کرتے تھے، اور آپ نے فرمایا: بہترین کلام وہ ہے جس کو شاعر نے کہا ہے، سنو! اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اس شعر کو پڑھا کرتے تھے:"الا کل شیء ما خلا اللہ باطل"۔(ترجمہ: سنو! اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے)۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو شیطان سے پناہ طلب کرتے اور آپ فرماتے:"من همزة ونفخه ونفثه"۔اور عمرو بن مرہ نے اس کی تفسیر کی کہ "نفث" سے مراد ہے شعر، اور "نفخ" سے مراد ہے تکبر، اور "همز" سے مراد ہے جنون۔

اور ابن لہیعہ نے از ابی روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ جس نے تین شعر از خود بنا کر پڑھے، وہ فردوس میں داخل نہیں ہوگا۔اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شعر شیطان کے مزامیر ہیں۔امام طبری نے کہا: یہ سب ضعیف احادیث ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

وَكَادَ أُمَيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الملک، انہوں نے کہا: ہمیں ابوسلمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے سچی بات وہ ہے جس کو شاعر نے کہا ہے، وہ لبید کا کلمہ ہے"الا کل شیء ما خلا اللہ باطل"۔اور قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت اسلام لے آتا۔

(صحیح مسلم: ۲۲۵۶، سنن ترمذی: ۲۸۴۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۵۷، مسند احمد: ۷۳۳۶)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۷۱۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شعر پڑھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن بشار، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن مہدی، وہ عبدالرحمن ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالملک، وہ ابن نمیر الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ ابن عبدالرحمن بن عوف ہیں۔

لبید کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے "کلمۃ لبید" یہ ابن ربیعہ العامری الصحابی ہیں، یہ ایک سو چون (۱۵۴) سال تک زندہ رہے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔

امیہ بن ابی الصلت کا تذکرہ

اور اس حدیث میں مذکور ہے "امیہ بن ابی الصلت الثقفی"، اور ابو الصلت کا نام ربیعہ بن وہب بن بلال بن ابی سلمہ ہے، یہ ثقیف سے ہیں۔ اور حافظ ابن عساکر نے کہا ہے کہ ابی صلت کا نام عبداللہ بن ربیعہ بن عوف بن عقدہ ابو عثمان ہے جو زمانہ جاہلیت کے شاعر تھے، ایک قول یہ ہے کہ وہ نیک آدمی تھے۔ اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اور ابتداء میں یہ مومن تھے اور بعد میں یہ گمراہ ہو گئے تھے۔

اور ہشام نے کہا ہے کہ امیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا تھا اور وہ اس وقت شام میں تھا، پھر وہ حجاز میں آیا تا کہ طائف سے اپنا مال لے اور وہاں سے ہجرت کرے، پس جب وہ بدر میں پہنچا تو اسے کہا گیا: اے ابو عثمان! تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: میں طائف کی طرف جا رہا ہوں تا کہ اپنا مال لوں اور مدینہ کی طرف جاؤں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کروں، اس سے کہا گیا: کیا تم جانتے ہو اس کنویں میں کیا ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں! اس سے کہا گیا کہ اس کنویں میں شیبہ اور عتبہ ہیں، وہ تمہارے ماموں کے بیٹے ہیں، اور اس میں فلاں اور فلاں ہے، وہ تمہارے چچا کے بیٹے ہیں، اور اس کے اور رشتہ داروں کو گنا، تو اس نے غصہ میں اپنی اونٹنی کی ناک کاٹ ڈالی اور اس کی دم کے بال اکھیڑے اور اپنے کپڑے پھاڑے اور رویا، پھر طائف کی طرف گیا اور وہیں فوت ہو گیا۔ اور اس کی وفات ۲ھ میں ہوئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى خَيْبَرَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمہ بن الاکوع، انہوں

Marfat.com

فَسِرْنَا لَيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لِعَامِرِ بْنِ الْأَكْوَعِ أَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ قَالَ وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَنَزَلَ يَحْدُو بِالْقَوْمِ يَقُولُ

اللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءٌ لَكَ مَا اقْتَفَيْنَا
وَثَبِّتْ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
إِنَّا إِذَا صِيحَ بِنَا أَتَيْنَا
وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف گئے، ہم نے رات کو سفر کیا، پس قوم میں سے ایک مرد نے عامر بن الاکوع سے کہا کہ تم ہم کو اپنے کچھ اشعار سناؤ اور عامر ایک شاعر مرد تھے۔ پس وہ اونٹ سے اتر کر اپنے شعر گا کر سنانے لگے، اور وہ کہہ رہے تھے:

اے اللہ !(بالفرض) اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے
اور نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ ہم نماز پڑھتے
ہم تجھ پر فداء ہوں، ہم نے جو اپنے گناہ کیے تھے تو ان کو معاف فرما دے
اور اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ
اور ہم پر سکون ڈال دے
اور بے شک جب ہم کو جہاد کیلئے بلایا جاتا ہے تو ہم حاضر ہو جاتے ہیں
اور دشمن نے بھی پکار کر ہم سے نجات چاہی ہے

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ هَذَا السَّائِقُ قَالُوا عَامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ لَوْلَا أَمْتَعْتَنَا بِهِ قَالَ فَأَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ حَتَّى أَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيدَةٌ ثُمَّ إِنَّ اللهَ فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ الْيَوْمَ الَّذِي فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ أَوْقَدُوا نِيرَانًا كَثِيرَةً فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا هَذِهِ النِّيرَانُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ قَالُوا عَلَى لَحْمٍ قَالَ عَلَى أَيِّ لَحْمٍ قَالُوا عَلَى لَحْمِ حُمُرٍ إِنْسِيَّةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَهْرِقُوهَا وَاكْسِرُوهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَوْ نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ أَوْ ذَاكَ فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ فِيهِ قِصَرٌ فَتَنَاوَلَ بِهِ يَهُودِيًّا لِيَضْرِبَهُ وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهِ فَأَصَابَ رُكْبَةَ عَامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ فَلَمَّا قَفَلُوا قَالَ سَلَمَةُ رَآنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ شَاحِبًا فَقَالَ لِي مَا لَكَ فَقُلْتُ فِدًى لَكَ أَبِي وَأُمِّي زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ

تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کون اونٹوں کو گاتے ہوئے ہانک رہا ہے؟، تو صحابہ نے بتایا کہ یہ عامر بن الاکوع ہیں۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ ان پر رحم فرمائے۔ پس قوم میں سے ایک مرد نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کی یہ دعا قبول ہوگئی، آپ ہمیں اس سے چند دن فائدہ اٹھانے دیتے، راوی نے بیان کیا: پس ہم خیبر میں آئے اور ہم نے ان کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ ہم کو سخت بھوک لگی، پھر بے شک اللہ تعالیٰ نے خیبر والوں پر ہم کو فتح عطا فرمائی، اس دن شام کو لوگوں نے جگہ جگہ آگ جلائی، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: یہ کیسی آگ ہے اور کس چیز پر یہ آگ جلائی گئی ہے؟ انہوں نے کہا: گوشت پر، آپ نے پوچھا: کون سے گوشت پر؟ تو انہوں نے بتایا: پالتو گدھوں کے گوشت پر، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو، ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! یا ہم گوشت کو پھینک دیں اور برتنوں کو دھولیں، آپ نے فرمایا: یا ایسا کر لو۔ پھر جب قوم نے لڑنے کے لیے صفیں بنائیں تو حضرت عامر بن الاکوع کی تلوار چھوٹی تھی،

Marfat.com

عَمَلُهُ قَالَ مَنْ قَالَهُ قُلْتُ قَالَهُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ وَأُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَذَبَ مَنْ قَالَهُ إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِيٌّ نَشَأَ بِهَا مِثْلَهُ۔ (صحیح مسلم:۱۸۰۲، مسند احمد:۱۶۰۷۶)

انہوں نے اس تلوار سے ایک یہودی پر حملہ کیا تا کہ اس کو قتل کریں، اس تلوار کی نوک پلٹ کر حضرت عامر بن الاکوع کے گھٹنوں پر لگی اور وہ اس کے اثر سے شہید ہو گئے، پس جب وہ لوٹے تو حضرت سلمہ بن الاکوع نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں مجھے دیکھا کہ میرا چہرہ بدلا ہوا تھا، آپ نے مجھ سے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: آپ پر میرا باپ اور میری ماں فداء ہوں، ان لوگوں نے یہ زعم کیا ہے کہ عامر کے اعمال ضائع ہو گئے، آپ نے فرمایا: کس نے یہ کہا ہے؟ تو میں نے بتایا کہ فلاں، فلاں اور فلاں اور اسید بن بن حضیر انصاری نے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا، اس کے لیے دو اجر ہیں، اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کو جمع کیا، وہ عابد بھی تھے اور مجاہد بھی۔ اور عرب میں ان جیسے بہادر کم پیدا ہوئے ہیں۔

صحیح البخاری: ۶۱۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من هنيهاتك؟" علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: ابن الاکوع کی حدیث میں ہے "ولا تسمعنا من هناتك؟" یعنی "من كلماتك او من عراجيزك" یعنی آپ ہمیں اپنے اشعار کے کلمات نہیں سناتے یا رجز کے کلمات نہیں سناتے؟

اس حدیث میں مذکور ہے "فداء لك" یعنی ہم تیرے رسول کے اوپر فداء ہو جائیں۔ علامہ المازری نے کہا: اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں کہا جاتا "فداء لك"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ما اقتفينا" یعنی ہم آپ کی اتباع نہ کرتے، اور یہ بھی روایت ہے "ما اتقينا" یعنی ہم گناہوں سے نہ بچتے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وبالصياح عولوا علينا" یعنی انہوں نے چیخ چیخ کر ہم پر حملہ کیا نہ بہادری سے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ کتاب الجہاد میں گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے یہ کلمات خندق کھودتے وقت کہے تھے اور یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے کلمات کے رجز میں سے ہے۔ پھر جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ان کا دو مرتبہ وقوع ہوا ہو۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کا شعر پڑھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وجبت" یعنی شہادت واجب ہو گئی۔ حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ صحابہ یہ جانتے تھے کہ جب نبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے لیے میدانِ جنگ میں استغفار کریں تو وہ یقیناً شہید ہو جاتا ہے، تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عامر بن الاکوع پر رحم فرمائے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ ہمیں چند دن عامر سے فائدہ اٹھا لینے دیتے، پھر اسی دن دشمن پر حملہ کرتے ہوئے تلوار ان کی پنڈلی پر لگی اور وہ اس سے شہید ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذباب سیفه'' یعنی تلوار کی ایک طرف۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''شاحبا'' یعنی ان کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حبط عمله'' یعنی ان کے عمل باطل ہو گئے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ان له لاجرین'' یعنی ان کے لیے دو اجر ہیں، جہاد کا اجر بھی ہے اور اطاعت اور عبادت کا اجر بھی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک اجر تو ان کی موت فی سبیل اللہ کی وجہ سے ہے، اور دوسرا اجر یہ ہے کہ وہ ایسے اشعار پڑھتے تھے جن میں وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت وہ ثابت قدم رہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لجاهد مجاهد''، یہ دونوں لفظ اسمِ فاعل ہیں، اول ثلاثی مجرد سے ہے اور دوسرا ثلاثی مزید فیہ سے ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اجر کے حصول میں جہاد کرنے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں بہت زیادہ جہاد کرنے والے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قل عربی نشأبها'' یعنی دنیا میں بہت کم ایسی خصلت کے لوگ ہیں، یا عرب میں قلیل لوگ اس خصلت کے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۴۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ وَمَعَهُنَّ أُمُّ سُلَيْمٍ فَقَالَ وَيْحَكَ يَا أَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَارِيرِ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ فَتَكَلَّمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِكَلِمَةٍ لَوْ تَكَلَّمَ بِهَا بَعْضُكُمْ لَعِبْتُمُوهَا عَلَيْهِ قَوْلُهُ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ، از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ایک سفر کے موقع پر) اپنی بعض عورتوں کے پاس آئے، اور ان کے ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں، تو آپ نے فرمایا: افسوس اے انجشہ! شیشوں کو آہستگی کے ساتھ لے کر چلو۔ ابو قلابہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعلق ایسے الفاظ استعمال فرمائے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص یہ الفاظ استعمال کرے تو تم اس پر عیب جوئی کرو اور وہ آپ کا یہ قول تھا کہ شیشوں کو نرمی سے لے کر چلو۔

(صحیح بخاری: ۶۱۶۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۲۳، مسند احمد: ۱۱۶۳۰)

صحیح البخاری: ۶۱۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ''الحداء'' کا لفظ ہے یعنی اونٹوں کو ہنکانے کے لیے گیت گانا اور اس حدیث میں مذکور ہے اونٹوں کو ہنکانے والا گانا گا رہا تھا اور اونٹ تیز چل رہے تھے، تو آپ نے فرمایا: افسوس اے انجشہ! آہستہ، آہستہ چلاؤ۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن علیہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوقلابہ کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بعض نسائه'' حماد بن زید کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، اور از شعبہ از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ آپ اپنے گھر کے قریب تھے تو اونٹ کو ہنکانے والے نے گانا شروع کیا۔ اور اس حدیث کی امام نسائی اور اسماعیلی نے اس طرح روایت کی ہے کہ ان کے ساتھ اونٹ کو ہنکانے والا تھا اور گانے والا تھا۔ اور ابوداؤد الطیالسی نے از حماد بن سلمہ از الثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ انجشہ عورتوں کو سوار کر کے جا رہا تھا اور گیت گا رہا تھا۔ اور حضرت البراء بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ مردوں کو لے جاتے ہوئے گیت گا رہا تھا۔ اور قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گا کر ہنکانے والا تھا جس کا نام انجشہ تھا اور اس کی آواز بہت اچھی تھی۔ اور وہیب کی روایت میں ہے کہ انجشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام تھا جو اونٹنیوں کو ہنکاتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ان کے ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں''۔ اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ اور سلیمان التیمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے ساتھ تھیں۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ویحك''۔ کئی بار گزر چکا ہے کہ یہ کلمہ ترحم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یا انجشہ'' علامہ البلاذری نے کہا ہے کہ انجشہ حبشی تھا اور اس کی کنیت ابو ماریہ تھی۔ اور التوضیح میں مذکور ہے کہ انجشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاہ فام غلام تھا جس کا ذکر صحابہ میں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ابوعمر نے الاستیعاب میں ذکر کیا ہے کہ انجشہ سیاہ فام غلام تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو حجۃ الوداع کے سال میں لے کر جا رہا تھا اور وہ خوش آواز تھا اور جب وہ گیت گاتا تو اونٹ دوڑنے لگتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انجشہ! شیشوں کو لے کر آہستہ چلو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بالقواریر'' یہ قارورۃ کی جمع ہے، اس کا معنی شیشہ ہے، اس کو قارورہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مشروب مستقر ہو جاتا ہے۔ اور ہشام نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ آہستہ چلو اور شیشوں کو نہ توڑو۔ ابوقلابہ نے کہا: یعنی عورتوں کو۔ قتادہ نے کہا: یعنی کمزور عورتوں کو۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا: عورتوں کو شیشوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے، کیونکہ جس طرح شیشہ جلدی ٹوٹ جاتا ہے، عورتیں بھی جلدی

Marfat.com

ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور انجشہ گیت گا رہا تھا اور رجز پڑھ رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بے خوف نہیں ہوئے کہ وہ گیت ان کے دلوں میں اتر جائے، تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ اس کو روکو۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اونٹ جب گیت کی آواز کو سنیں گے تو وہ تیزی سے دوڑیں گے اور اس پر جو سوار ہیں وہ گر جائیں گے اور وہ تھک جائیں گے، تو آپ نے اس سے منع فرمایا: کیونکہ عورتیں کمزور ہوتی ہیں۔

الرامہ ہرمزی نے کہا ہے کہ عورتوں کا شیشوں سے کنایہ کیا، کیونکہ عورتیں بھی پتلی ہوتی ہیں اور حرکت کرنے سے کمزور ہوتی ہیں اور عورتیں باریکی میں، لطافت میں اور کمزور بنیاد میں شیشوں کے مشابہ ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم ان عورتوں کو اس طرح لے کر جاؤ جس طرح شیشوں کو لے کر جاتے ہو، گویا تمہارے اونٹوں پر شیشے لادے ہوئے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال ابو قلابہ لو تکلم بھا بعضکم لعبتموھا علیہ'' یعنی اگر اس طرح کا کلام تم کہو تو لوگ تمہارا عیب نکالیں گے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ اگر تم یہ کہو کہ یہ استعارہ لطیفہ بلیغہ ہے، تو اس کو کیوں عیب والا کہا جائے گا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ شاید انہوں نے اس طرف نظر کی کہ استعارہ کی شرط یہ ہے کہ اس میں وجہ شبہ تمام لوگوں کے نزدیک ظاہر ہے اور شیشہ اور عورت کے درمیان وجہ شبہ ظاہر نہیں ہے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ کلام انتہائی حسن میں ہے اور عیوب سے سلامت ہے اور اس طرح استعارہ میں یہ لازم نہیں ہے کہ اس میں وجہ شبہ کتنی ظاہر ہو بلکہ اس کے لیے کافی ہے کہ قرائن سے وجہ شبہ ظاہر ہو جائے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابو قلابہ کا مقصد یہ ہو کہ یہ استعارہ اس کے لیے حسین ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل بلیغ ہو، اور جو بلیغ نہ ہو وہ اگر اس طرح کا کلام کرے گا تو تم اس کا عیب نکالو گے، اور یہی توجیہ ابو قلابہ کے منصب کے لائق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۸۔ ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو شیشہ سے تشبیہ دی تو آپ کے متعلق صرف حسنِ کلام کا عقیدہ ہوگا جب کہ دوسروں کی طرف نقص کا پہلو نکالا جا سکتا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۹۱۔ بَابُ: هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ مشرکین کی ہجو کرنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین کی ہجو کرنا جائز ہے۔ اور امام احمد، امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین سے اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ اور امام طبرانی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب مشرکین نے ہماری ہجو کی تو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بھی ان سے اس طرح کہو جس طرح وہ تمہارے متعلق کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے اور یہ اشارہ کیا ہے کہ بعض شعر مستحب ہوتے ہیں۔ اور ہجاء اور ہجو کا معنی ہے: شعر میں مذمت کرنا۔ اور الجوہری نے کہا ہے کہ ہجو مدح کے خلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٦١٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ اسْتَأْذَنَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَكَيْفَ بِنَسَبِي فَقَالَ حَسَّانُ لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ ذَهَبْتُ أَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسُبُّهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس میرے نسب کا کیا ہوگا؟ تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح بال کو گوندھے ہوئے آٹے سے نکالا جاتا ہے۔

اور از ہشام بن عروہ از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حسان کو برا کہنے لگا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کو برا نہ کہو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۳۱، ۴۱۴۵، ۶۱۵۰، صحیح مسلم: ۲۴۸۷، ۲۴۸۹، مسند احمد: ۲۳۹۱۶)

صحیح البخاری: ۶۱۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، وہ ابن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدہ، وہ ابن سلیمان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فکیف بنسبی؟" یعنی تم کیسے ان کی ہجو کرو گے، اور میرا نسب جو مہذب الشریف ہے، وہ بھی ان میں ہے؟ پس بعض اوقات اس ہجو کا کچھ حصہ مجھے بھی پہنچے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لاسُلنك" یعنی میں آپ کے نسب کو ان کی ہجو میں سے خالی کرلوں گا، اس حیثیت سے کہ آپ کے نسب کے کسی جز کو بھی وہ ہجو نہیں پہنچے گی، جیسے بال کو گندھے ہوئے آٹے سے نکال لیا جائے تو اس بال پر کوئی چیز لگی ہوئی نہیں ہوتی۔

اس تعلیق میں ہے کہ ہشام نے کہا کہ میں حسان کو برا کہنے لگا، کیونکہ یہ بھی ان منافقین کے ساتھ تھے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منع فرمایا اور کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے اور آپ کی طرف سے جھگڑتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١٥١ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے

Marfat.com

قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ الْهَيْثَمَ بْنَ أَبِي سِنَانٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ فِي قَصَصِهِ يَذْكُرُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِنَّ أَخًا لَكُمْ لَا يَقُولُ الرَّفَثَ يَعْنِي بِذَاكَ ابْنَ رَوَاحَةَ قَالَ

وَفِينَا رَسُولُ اللهِ يَتْلُو كِتَابَهُ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ
أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا
بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ
يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْكَافِرِينَ الْمَضَاجِعُ

تَابَعَهُ عُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ وَالْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

(صحیح بخاری: ۱۱۵۵، ۶۱۵۱، مسند احمد: ۱۵۳۱۰)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہیثم بن ابی سنان نے ان کو خبر دی، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اپنے قصوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: تمہارا بھائی بے حیائی کی باتیں نہیں کرتا، آپ کی اس سے مراد تھی حضرت ابن رواحہ، انہوں نے کہا:

اور ہم میں رسول اللہ ہیں جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں
اس وقت جب فجر کی روشنی پھوٹ کر پھیل جاتی ہے
انہوں نے ہمیں گمراہی کے بعد ہدایت کا راستہ دکھایا سو ہمارے دل
اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ ضرور واقع ہوگا
آپ رات اس طرح گزارتے ہیں کہ آپ کا پہلو بستر سے دور رہتا ہے
جب کہ کافروں کی خواب گاہیں ان کے بوجھ سے بوجھل رہتی ہیں

یونس نے عقیل کی متابعت کی از الزہری۔ اور زبیدی نے کہا از الزہری از سعید والاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

صحیح البخاری: ۶۱۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مشرکین کی ہجو کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ مشرکین رات بھر اپنے بستروں پر سوئے رہتے ہیں یعنی رات کو اٹھ کر اللہ کی عبادت نہیں کرتے اور یہ ان کی بعینہٖ ہجو ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اصبغ، یہ ابن الفرج ابو عبداللہ المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہیثم، یہ ابن سنان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رفث" یعنی فحش گفتاری اور بے حیائی کی باتیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابن رواحہ" یہ عبداللہ بن رواحہ ہیں۔ اور یہ اشعار جو ذکر کیے گئے ہیں یہ بحر طویل سے ہیں۔

اور "الساطع" کا معنی ہے: المرتفع یعنی بلند۔ اور "العمی" کا معنی ہے: گمراہی۔

Marfat.com

پہلے شعر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ اس میں کہا ہے کہ وہ اللہ کی کتاب سے تلاوت کرتے ہیں۔
اور تیسرے شعر میں آپ کے عمل کی طرف اشارہ ہے، اس میں مذکور ہے کہ آپ بستر سے دور رہتے ہیں، یعنی رات کو اٹھ کر عبادت کرتے ہیں، سو آپ علم اور عمل دونوں اعتبار سے کامل ہیں۔
اور دوسرے شعر میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ دوسروں کے لیے مکمل ہیں، انہیں کامل کرنے والے ہیں، کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ آپ نے ہم کو گمراہی کے بعد ہدایت دکھائی۔
اس باب کی تعلیق میں ذکر ہے کہ یونس نے عقیل کی متابعت کی۔ عُقیل کا پورا نام عقیل بن خالد ہے۔
اور دوسری تعلیق میں الزبیدی کا ذکر ہے، زبیدی کا نام محمد بن الولید الشامی ہے جو الزہری کے صاحب ہیں۔ اور سعید سے مراد ابن المسیب ہیں اور اعرج، عبدالرحمن بن ہرمز ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ فَيَقُولُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ نَشَدْتُكَ بِاللّٰهِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ يَا حَسَّانُ أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف، انہوں نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے گواہی طلب کرتے تھے اور کہتے تھے: اے ابوہریرہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: اے حسان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دو؟ اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں!

(صحیح البخاری: ۴۵۳، ۳۲۱۲، ۶۱۵۲، صحیح مسلم: ۲۴۸۵، سنن نسائی: ۷۱۶، مسند احمد: ۲۱۴۲۹)

صحیح البخاری: ۶۱۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مشرکین کی ہجو کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دو، یعنی مشرکین کی ہجو کرو۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"نشدتك بالله"یعنی میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور اس کے واسطہ سے تم سے سوال کرتا ہوں۔
اس حدیث میں مذکور ہے"اجب"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے مدافعت کرو۔
اس حدیث میں مذکور ہے"بروح القدس"اس سے مراد حضرت جبریل ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِحَسَّانَ اهْجُهُمْ أَوْ قَالَ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از حضرت البراء رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا کہ ان کی ہجو کرو، یا آپ نے فرمایا "ھاجھم" اور حضرت جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

(صحیح بخاری: ۳۲۱۳، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴، ۶۱۵۳، صحیح مسلم: ۲۴۸۶، مسند احمد: ۱۸۱۷۶)

صحیح البخاری: ۶۱۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے"مشرکین کی ہجو کرنا"اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مشرکین کی ہجو کرو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"اوھاجھم"راوی کو اس میں شک ہے کہ آپ نے"اھجھم"فرمایا تھا یا"ہاجھم"۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے"وجبریل معك"یعنی حضرت جبریل تمہاری تائید اور معاونت کرنے کے لیے تمہارے ساتھ ہیں۔
علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ کفار کی ہجو کرنا افضل اعمال میں سے ہے، اور اس کی شرف اور فضیلت کے لیے کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! حسان کی تائید فرما۔ اور یہ اس وقت ہے کہ جب مشرکین مسلمانوں کی ہجو کریں اور اس کے جواب میں ان کی ہجو کی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۲۔۲۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

گمراہ فرقوں کا رد کرنا بھی افضل اعمال میں سے ہے

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کا رد فرمایا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ نے آپ کو مجنون کہا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"آپ اللہ کی نعمت سے مجنون نہیں ہیں"۔ اور ولید بن مغیرہ کے دس عیوب بیان فرمائے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ﴿۱۱﴾ آپ بہت قسمیں کھانے والے بے حد ذلیل کی بات نہ مانیں! جو

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ (القلم: ۱۰۔ ۱۳)

بہت طعنے دینے والا اور چلتا پھرتا چغل خور ہے O نیکی سے بہت روکنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا سخت گنہ گار ہے O بہت بد خو، ان سب کے بعد نطفہ حرام ہے O

اسی طرح جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات ہوگئی، تو العاص بن وائل نے آپ کو ابتر کہا یعنی مقطوع النسل، تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو کوثر عطا کی ہے، اور جس نے آپ کو ابتر کہا ہے وہی ابتر ہے۔ (الکوثر: ۱۔ ۳)

اس سے معلوم ہوا کہ جو فرقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتے ہیں، ان کا رد کرنا اور ان کی مذمت کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، اور ان گستاخ لوگوں کا رد کرنا اور ان کی مذمت کرنا افضلِ اعمال میں سے ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۹۲۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ أَنْ يَكُونَ الْغَالِبَ عَلَى الْإِنْسَانِ الشِّعْرُ حَتّٰى يَصُدَّهُ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَالْعِلْمِ وَالْقُرْآنِ.

اس کا بیان کہ شعر و شاعری میں اس طرح غلو کرنا مکروہ اور ممنوع ہے کہ انسان اللہ کے ذکر اور حصولِ علم اور تلاوتِ قرآن سے محروم ہو جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اشعار کے اس طرح درپے ہونا مکروہ ہے کہ وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حصولِ علم اور قرآن کی تلاوت سے منع کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ نے خبر دی از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی ایک کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعر سے بھر جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۲۵۷، سنن ترمذی: ۲۸۵۱، سنن ابوداؤد: ۵۰۰۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۵۹، مسند احمد: ۸۱۴۳، سنن دارمی: ۲۷۰۵)

صحیح البخاری: ۶۱۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "شعر و شاعری کی مشغولیت میں غلو مکروہ ہے" اور اس حدیث میں یہ فرمایا کہ اشعار سے بھرا ہوا پیٹ، پیپ سے بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ برا ہے۔

شعروشاعری میں زیادہ مشغولیت کی مذمت

یعنی انسان کا ہر وقت شعروشاعری میں مشغول رہنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے فارغ نہ ہونا اور نہ قرآن پڑھنے کے لیے فارغ ہونا اور نہ حصولِ علم کے لیے فارغ ہونا، یہ انتہائی مذموم ہے۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب کسی انسان کا زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور قرآن کے پڑھنے میں اور علم کے حصول میں گزرتا ہو، اور پھر وہ کچھ وقت شعروشاعری میں گزارے تو وہ مذموم نہیں ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ شعروشاعری جھوٹ اور فحش باتوں پر مشتمل نہ ہو۔

جن اشعار میں مسلمانوں کی ہجو نہ ہو اور اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہو، ان میں مشغول رہنا مستحسن ہے

الشعبی، عامر بن سعد محمد بن سیرین، سعید بن المسیب، قاسم، ثوری، امام اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابویوسف، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، اور امام ابوعبید، ان سب نے کہا ہے کہ اس شعر کی روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں مسلمانوں کی ہجو نہ ہو اور نہ کوئی بے حیائی کی بات ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت البراء بن عازب، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت عمران بن حصین، حضرت اسود بن سریع، اور حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت ہے۔

اور جن اشعار میں نصیحت ہو، اور زہد کی ترغیب ہو اور نیکی کی تلقین ہو، وہ اس میں داخل نہیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۳۔۲۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۵۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: کہ میں نے ابو صالح سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی مرد کا پیٹ پیپ سے بھر جائے حتیٰ کہ وہ اس کو دیکھے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھر جائے۔

(صحیح البخاری: ۶۱۵۴، صحیح مسلم: ۲۲۵۷، سنن ترمذی: ۲۸۵۱، سنن ابوداؤد: ۵۰۰۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۵۹، مسند احمد: ۷۸۱۴، سنن دارمی: ۲۷۰۵)

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے۔

۹۳۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم تَرِبَتْ يَمِينُكِ وَعَقْرَى حَلْقَى

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان "تمہارے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں اور زخمی ہو اور تیرے حلق میں بیماری ہو"

Marfat.com

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب ان احادیث کے بیان میں ہے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں۔

ابن السکیت نے کہا: "تربت" کا معنی ہے "افتقرت" یعنی تمہارے ہاتھ محتاج ہو جائیں، لیکن یہ ایسا کلمہ ہے جو بولا جاتا ہے اور اس سے دعا کے معنی کا ارادہ نہیں کیا جاتا، اس سے صرف کسی فعل پر برانگیختہ کرنا مراد ہوتا ہے۔ اور اگر وہ اس کے خلاف کرے گا تو برا کرے گا۔ اور النحاس نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تم نے یہ کام نہیں کیا تو تمہارے ہاتھوں میں مٹی کے سوا اور کچھ نہیں آئے گا۔

اور ابن کیسان نے کہا: یہ ایک مثال ہے جو ان کاموں میں جاری ہوتی ہے کہ اگر تم نے میرے کہنے کے مطابق عمل نہیں کیا تو تم اس کام کی طرف محتاج ہو جاؤ گے۔ علامہ داؤدی نے کہا: اس کا معنی ہے کہ تم علم سے محتاج ہو جاؤ گے۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا: "ترب الرجل" اس وقت کہتے ہیں جب وہ محتاج ہو جائے، یعنی اس کے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں۔

اور اس حدیث میں ذکر ہے "عقری، حلقی"۔ "عقری" کا معنی ہے: اللہ اس کو زخمی کر دے۔ اور "حلقی" کا معنی ہے: یعنی اس کے حلق میں درد ہو جائے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ "عقری" کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو زخمی کر دے، اور "حلقی" کا معنی ہے: اس کے حلق میں درد ہو جائے۔ اور الاصمعی نے کہا ہے کہ یہ تعجب کے موقع پر کہا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۵-۲۹۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَابُ فَقُلْتُ وَاللهِ لَا آذَنُ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَإِنَّ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَتُهُ قَالَ ائْذَنِي لَهُ فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ قَالَ عُرْوَةُ فَبِذَلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ افلح جو ابوالقعیس کے بھائی تھے، انہوں نے مجھ سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی، اور یہ حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد کی بات تھی۔ سو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کو اجازت نہیں دوں گی حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر لوں، کیونکہ ابوالقعیس کے بھائی نے مجھ کو دودھ نہیں پلایا، لیکن مجھے تو ابوالقعیس کی بیوی نے دودھ پلایا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! ایک مرد جس نے مجھے دودھ نہیں پلایا لیکن اس کی بیوی نے مجھے دودھ پلایا ہے (وہ میرے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا)، آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو، کیونکہ وہ تمہارا چچا ہے تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

Marfat.com

عروہ نے کہا: اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کہتی تھیں: رضاعت سے ان رشتوں کو حرام کردو جو رشتے نسب سے حرام ہیں۔

(صحیح بخاری: ۲۶۴۴، ۴۷۹۶، ۵۱۰۳، ۵۱۱۱، ۵۲۳۹، ۶۱۵۶، صحیح مسلم: ۱۴۴۵، سنن ترمذی: ۱۱۴۸، سنن نسائی: ۳۳۱۶، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۷، مسند احمد: ۲۳۵۶۵، موطا امام مالک: ۱۲۷۸)

صحیح البخاری: ۶۱۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے دو جز ہیں، پہلا جز یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے "تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں"۔ اور اس حدیث میں اسی طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ سو یہ باب کے پہلے جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے افلح، یہ فلاح سے ماخوذ ہے اور افعل کے وزن پر ہے۔ حافظ ابو عمر نے کہا: افلح بن ابی قعیس، اور اس کو اخو ابو القعیس کہا جاتا ہے۔ اور زیادہ صحیح وہی ہے جس کو امام مالک نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے پاس ابو القعیس کا بھائی افلح آیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کے سبب سے کسی بچے نے جو دودھ پیا ہو تو اس سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۷- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ أَرَادَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَنْفِرَ فَرَأَى صَفِيَّةَ عَلَى بَابِ خِبَائِهَا كَئِيبَةً حَزِينَةً لِأَنَّهَا حَاضَتْ فَقَالَ عَقْرَى حَلْقَى لُغَةٌ لِقُرَيْشٍ إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا ثُمَّ قَالَ أَكُنْتِ أَفَضْتِ يَوْمَ النَّحْرِ يَعْنِي الطَّوَافَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِي إِذًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم، از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مکہ سے) کوچ کا ارادہ فرمایا تو آپ نے دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیمہ کے دروازہ پر افسردہ اور مغموم کھڑی ہیں، کیونکہ ان کو حیض آ گیا تھا، تو آپ نے فرمایا: تم زخمی ہو جاؤ، تمہارے حلق میں درد ہو جائے، (یہ قریش کی لغت ہے) بے شک تم ہم کو روکنے والی ہو، پھر آپ نے پوچھا: کیا تم نے یوم نحر کو طواف زیارت کر لیا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر اب چلو۔

(صحیح بخاری: ۲۹۴، ۳۰۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱۶، ۱۵۱۸، ۱۵۵۶، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۶۳۸، ۱۶۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷۶۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸۴، ۴۳۹۵، ۴۴۰۱، ۴۴۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵۴۸، ۵۵۵۹،

Marfat.com

(۶۱۵۷، ۷۲۲۹، صحیح مسلم: ۱۲۱۱، سنن ترمذی: ۹۴۵، سنن نسائی: ۲۹۰، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۲، مسند احمد: ۲۵۳۱۰)

صحیح البخاری: ۶۱۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث باب کے دوسرے جز کے مطابق ہے، یعنی کسی شخص کا کسی عورت کو یہ کہنا ''عقری، حلقی'' تم زخمی ہو اور تمہارے حلق میں درد ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، یہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحکم، یہ ابن عتیبہ ہیں جو کہ ''عتبۃ الدار'' کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابراہیم مذکور ہے، وہ النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاسود مذکور ہے، وہ ابن یزید النخعی الکوفی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان ینفر'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے واپس جانے کا ارادہ کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خباءھا'': ''خباء'' کا معنی ہے: خیمہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کئیبۃ'' یہ الکآبۃ سے ماخوذ ہے، یہ وہ عورت ہے جو بدحال ہو اور غم سے ٹوٹی پھوٹی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لغۃ قریش'' یعنی ''عقری، حلقی'' کے الفاظ قریش کی لغت ہے، وہ یہ لفظ بولتے ہیں اور اس سے ان کے معانی کا ارادہ نہیں کرتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اکنتِ افضتِ یوم النحر'' اس سے آپ نے طوافِ افاضہ کا ارادہ کیا جس کو طوافِ زیارت کہتے ہیں اور یہ حج کا رکن ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فانفری'' یعنی اب واپس چلو، کیونکہ حضرت صفیہ کا حج پورا ہو گیا اور ان کے اوپر اب طوافِ وداع نہ کرنے کی وجہ سے نہ ٹھہرنا واجب نہیں ہے، کیونکہ طوافِ وداع فرض نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹۴۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي زَعَمُوا — ''زعموا'' کہنے کے بیان میں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں قول ''زعموا'' کا بیان ہے۔ اصل میں ''زعم'' اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی چیز کی حقیقت کا علم نہ ہو۔

علامہ ابن بطال نے کہا کہ ''زعم'' اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی خبر کا ذکر کیا جائے اور یہ پتا نہ چلے کہ آیا یہ حق ہے یا باطل

Marfat.com

ہے۔اور علامہ ابن الاثیر نے کہا''زعموا'' اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں جس کی سند نہ ہو اور نہ اس کا ثبوت ہو، اور وہ حدیث لوگوں کی زبان پر جاری ہو۔اور دوسروں نے کہا:''زعم'' کا اکثر استعمال قول کے معنی میں ہے، اور سیبویہ نے اپنی کتاب میں ناپسندیدہ باتوں کے متعلق''زعموا'' کہا۔اور ابن الاثیر نے کہا: زعم ظن کے قریب ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۸۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ زَعَمَ ابْنُ أُمِّي أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجَرْتُهُ فُلَانُ بْنُ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ وَذَاكَ ضُحًى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابو مرہ جو ام ہانی بنت ابی طالب کے آزاد کردہ غلام تھے، انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ کہتی تھیں کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی تو میں نے آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو آپ کی صاحبزادی ہیں وہ آپ کا پردہ کر رہی تھیں، میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ام ہانی بنت ابی طالب ہوں، آپ نے فرمایا: ام ہانی کو خوش آمدید ہو، پھر جب آپ اپنے غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر آٹھ رکعت نماز پڑھی۔اس وقت آپ نے اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا، پھر جب آپ مڑے تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! میری ماں کے بیٹے کا یہ زعم ہے کہ وہ اس مرد کو قتل کرنے والا ہے جس کو میں پناہ دے چکی ہوں، وہ فلاں بن ہبیرہ ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے اس کو پناہ دے دی جس کو اے ام ہانی تم نے پناہ دی ہے، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: یہ چاشت کا وقت تھا۔

(صحیح بخاری: ۲۸۰، ۳۵۷، ۳۱۷۱، ۶۱۵۸، صحیح مسلم: ۳۳۶، سنن ترمذی: ۲۷۳۴، سنن نسائی: ۲۲۵، مسند احمد: ۲۶۸۳۳، موطا امام مالک: ۳۵۹، سنن دارمی: ۱۴۵۳)

صحیح البخاری: ۶۱۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان''زعم'' کہنے کے متعلق ہے، اور اس حدیث میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میری ماں کے بیٹے کا یہ زعم ہے۔اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالنضر ،ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے، یہ عمر بن عبیداللہ بن معمر القرشی التیمی المدنی کے غلام تھے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابومرہ، یہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے۔حضرت ام ہانی کا نام فاختہ بنت ابی طالب ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''مرحبا'' یعنی تم کو وسعت اور کشادگی ملے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی عطا کرے۔نیز اس حدیث میں مذکور ہے''زعم ابن امی'' یعنی میری ماں کے بیٹے نے کہا اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فلان بن هبيرة'' یعنی وہ مرد فلاں بن ہبیرہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام الحارث بن ہشام المخزومی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ضحی'' جب سورج چوتھائی آسمان تک یا اس سے زیادہ تک بلند ہو جائے تو وہ وقت ضحیٰ یعنی چاشت کا وقت ہوتا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۸، دارالکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس کی توجیہ کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میری ماں کا بیٹا کہا، بھائی نہیں کہا

میں کہتا ہوں: حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کہا: میری ماں کا بیٹا ،اور یہ نہیں کہا کہ میرا بھائی۔کیونکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا اس سے ناراض تھیں کہ وہ ابن ہبیرہ کو پناہ دے چکی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے،تو یہ بھائی کا کام تو نہیں ہے،اس لیے بھائی کے بجائے یہ کہا کہ میری ماں کا بیٹا۔(سعیدی غفرلہ)

۹۵۔بَابُ: مَا جَاءَ فِي قَوْلِ الرَّجُلِ وَيْلَكَ
لفظ''ویلک'' کہنے کے متعلق احادیث

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی مرد دوسرے کے متعلق کہے:''ویلک''۔سیبویہ نے کہا:''ویلک'' اس کے لیے کہا جاتا ہے جو کسی ہلاکت میں واقع ہو اور''ویحک''ترحم کا کلمہ ہے۔اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں کا ایک معنی ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ویل کا معنی ہے حسرت، اور ویح کا معنی ہے رحم۔اور امام ترمذی سے منقول ہے کہ ویل اور ویح، ان دونوں کا ایک معنی ہے۔اور اکثر اہل لغت نے کہا ہے کہ لفظ ویل عذاب کا کلمہ ہے، اور لفظ ویح رحمت کا کلمہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۸، دارالکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۵۹۔حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے

Marfat.com

رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ۔

حدیث بیان کی از قتادہ، از حضرت انس رضی اللہ عنہ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا جو اونٹنی کو ہنکا کر لے جا رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا: اس اونٹنی پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا: یہ "بدنہ" (یعنی یہ قربانی کی اونٹنی) ہے، آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا: یہ "بدنہ" ہے، آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ، تم پر افسوس ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۵۸۹، ۱۷۰۶، ۲۷۵۵، ۶۱۶۰، صحیح مسلم: ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، سنن ترمذی: ۹۱۱، سنن نسائی: ۲۷۹۹، سنن ابوداؤد: ۱۷۶۰، مسند احمد: ۹۹۴۲، موطا امام مالک: ۸۴۸، سنن دارمی: ۱۹۱۳)

صحیح البخاری: ۶۱۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ویلک" کہنا۔ اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: تم پر افسوس ہے! اس پر سوار ہو جاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بدنہ"، یہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کو مکہ میں نحر کیا جائے یا ذبح کیا جائے۔ یعنی یہ ہدی ہے جس کو حرم کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ لَهُ ارْكَبْهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا جو اپنی اونٹنی کو ہنکا کر لے جا رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا: اس اونٹنی پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بدنہ ہے (ہدی ہے یا قربانی کی اونٹنی ہے)، آپ نے دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا: تم پر افسوس ہے، اس پر سوار ہو جاؤ۔

(صحیح بخاری: ۱۵۸۹، ۱۷۰۶، ۲۷۵۵، ۶۱۶۰، صحیح مسلم: ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، سنن ترمذی: ۹۱۱، سنن نسائی: ۲۷۹۹، سنن ابوداؤد: ۱۷۶۰، مسند احمد: ۹۹۴۲، موطا امام مالک: ۸۴۸، سنن دارمی: ۱۹۱۳)

صحیح البخاری: ۶۱۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبدالرحمن بن ہرمز ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وفی الثالثة" راوی کو شک ہے کہ آپ نے دوسری بار "ویلک" فرمایا تھا یا تیسری مرتبہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ح وَأَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ وَكَانَ مَعَهُ غُلَامٌ لَهُ أَسْوَدُ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ يَحْدُو فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَيْحَكَ يَا أَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ بِالْقَوَارِيرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت البنانی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ح اور ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے اور آپ کے ساتھ آپ کا سیاہ فام غلام تھا جس کو انجشہ کہا جاتا تھا، وہ گا گا کر اونٹ کو ہنکا تا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم پر افسوس ہے اے انجشہ! شیشوں کو آہستگی کے ساتھ لے کر چلو۔

(صحیح بخاری: ۶۱۴۹، ۶۱۶۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۲۳، مسند احمد: ۱۱۶۳۰)

اس حدیث کی شرح عنقریب "باب مایجوز من الشعر والرجز والحداء وما یکرہ منہ" میں گزر چکی ہے، اور وہاں اس کی شرح بھی کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَثْنَى رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ أَخِيكَ ثَلَاثًا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا وَاللهُ حَسِيبُهُ وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللهِ أَحَدًا إِنْ كَانَ يَعْلَمُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از خالد از عبدالرحمن بن ابی بکرہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی ﷺ کے سامنے دوسرے مرد کی تعریف کی، آپ نے تین بار فرمایا: تم پر افسوس ہے، تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی، تم میں سے جو شخص ضرور کسی کی مدح کرنے والا ہو تو اگر وہ جانتا ہو تو یوں کہے کہ میں فلاں کو ایسا گمان کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ اس کے عمل کا حساب کرنے والا ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو پاکباز نہیں بتلاتا۔

(صحیح البخاری: ۲۶۶۲، ۶۰۶۱، ۶۱۶۲، صحیح مسلم: ۳۰۰۰، سنن ابوداؤد: ۴۸۰۵، سنن ابن ماجہ: ۳۷۴۴، مسند احمد: ۱۹۹۴۹)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۱۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وہیب، یہ وہب کی تصغیر ہے، اور یہ ابن خالد البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد، وہ ابن مہران الحذاء ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ، جو اپنے والد حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث الثقفی سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قطعت عنق اخیک'' گردن کا کاٹنا قتل کرنے سے مجاز ہے، پس یہ دونوں لفظ ہلاک کرنے میں مشترک ہیں، اگرچہ دینی ہلاکت ہے اور گردن کاٹنا دنیاوی ہلاکت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حسیبه'' یعنی اللہ تعالیٰ اس کے عمل کا حساب کرنے والا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا ازکی'' یعنی میں کسی کے متعلق وثوق سے اللہ کی شہادت نہیں دیتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس طرح اور اس طرح ہے، کیونکہ میں اس شخص کے باطن کو نہیں جانتا۔ میں قطعیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس کے اعمال کا انجام اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۳۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَالضَّحَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قِسْمًا فَقَالَ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ يَا رَسُولَ اللهِ اعْدِلْ قَالَ وَيْلَكَ مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ فَقَالَ عُمَرُ ائْذَنْ لِي فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ لَا إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمُرُوقِ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى رِصَافِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ يَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ آيَتُهُمْ رَجُلٌ إِحْدَى يَدَيْهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالرحمٰن بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی از الاوزاعی، از الزہری از ابی سلمہ والضحاک، از ابی سعید الخدری، وہ بیان کرتے ہیں جس وقت ایک دن نبی ﷺ تقسیم فرما رہے تھے، تو ذوالخویصرہ یہ بنوتمیم کا ایک مرد تھا، نے کہا: یارسول اللہ! عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، جب میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں، آپ نے فرمایا: نہیں! اس کے ایسے اصحاب ہیں کہ تم میں سے کوئی ایک اپنی نماز کو ان کی نمازوں کے مقابلہ میں حقیر جانے گا اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر جانے گا، یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے، تیر کے پھل میں دیکھا جائے گا تو اس میں بھی

Marfat.com

مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَشْهَدُ لَسَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَشْهَدُ أَنِّي كُنْتُ مَعَ عَلِيٍّ حِينَ قَاتَلَهُمْ فَالْتُمِسَ فِي الْقَتْلَى فَأُتِيَ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ النَّبِيُّ ﷺ۔

کوئی نشان نہیں ملے گا، پھر اس کی لکڑی پر دیکھا جائے گا تو اس پر بھی کوئی نشان نہیں ملے گا، پھر اس کے دندانوں میں دیکھا جائے گا تو اس میں بھی کچھ نہیں ملے گا، پھر اس کے پر میں دیکھا جائے تو اس میں بھی کچھ نہیں ملے گا، تیر لید اور خون کو پار کر کے نکل چکا ہوگا، یہ لوگ اس وقت ظاہر ہوں گے جب لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں کا ایک مرد ایسا ہوگا کہ اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی طرح ہوگا، یا فرمایا کہ گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا جو ہل رہا ہوگا، حضرت ابو سعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب انہوں نے ان خارجیوں سے (نہروان میں) جنگ کی تھی، مقتولین کی تلاشی لی گئی تو ایک شخص ان ہی صفات کا لایا گیا جو صفات رسول اللہ ﷺ نے بیان کی تھیں (کہ اس کا ایک ہاتھ پستان کی طرح ہوگا)۔

(صحیح بخاری: ۳۶۱۰، ۶۱۶۳، صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن ابن ماجہ: ۱۷۲، مسند احمد: ۱۱۱۴۳)

صحیح البخاری: ۶۱۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمن بن ابراہیم، یہ ابو سعید ہیں جو دحیم الیتیم الدمشقی کے نام سے معروف ہیں، اور اس حدیث کی سند میں ابن ولید کا ذکر ہے، وہ ابن مسلم ابوالعباس الدمشقی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاوزاعی کا ذکر ہے، وہ عبدالرحمن بن عمرو ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الزہری کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمن بن عوف ہیں۔ اور ضحاک کا ذکر ہے، یہ ابن شراحیل ہیں۔ اور ایک قول ہے شرحبیل المشرقی۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوسعید کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سونے کے ٹکڑے بھیجے تھے جن کو رسول اللہ ﷺ تقسیم فرما رہے تھے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے'' ذوالخویصرۃ'' اس سے پہلے ''کتاب الانبیاء باب ھود'' میں اس کی صفت گزر چکی ہے کہ اس کے رخسار ابھرے ہوئے تھے اور اس کی گھنی ڈاڑھی تھی اور اس کا سر منڈا ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''قال عمر ائذن لی فلا ضرب عنقہ'' حضرت ابوسعید نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ جس شخص نے اس کو قتل کرنے کا سوال کیا تھا وہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے قطعیت کے ساتھ نہیں کہا تھا کہ وہ خالد بن الولید ہیں، بلکہ بطور گمان کہا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں نے اس کو قتل کرنے کا قصد کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''من الرمیۃ'' یہ رمی کا مفعول ہے یعنی جس کو تیر مارا گیا ہو اور وہ شکار ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''الی نصلہ'' یہ تیر کا لوہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے'' رصاف'' یہ رصفۃ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: وہ پٹھا جو تیر کے داخل ہونے والی جگہ کے اوپر لگایا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فلا یوجد فیہ شیء'' یعنی شکار میں تیر کے نفوذ کا کوئی اثر مثلاً خون وغیرہ نہیں پایا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''نضیہ'' یہ تیر کی لکڑی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تیر کے پھل اور اس کے پر کے درمیان ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''قذذۃ'' یہ تیر کا پر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے'' سبق الفرث والدم'' یعنی وہ تیر گوبر اور خون سے پار گزر رے گا اور اس پر گوبر اور خون کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

القذاذ نے کہا ہے: یہ تشبیہ ہے، یعنی ان کی عبادات کا انہیں کوئی ثواب نہیں ملے گا، اس لیے کہ وہ دین سے اپنے فاسد اعتقادات کی وجہ سے نکل گئے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دین سے مراد امام کی اطاعت ہے، اور یہ لوگ خوارج ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''یخرجون علی حین فرقۃ'' یعنی ان خوارج کا ظہور اس وقت ہوگا جب امت مسلمہ اختلاف کا شکار ہوگی۔

اس حدیث میں مذکور ہے''آیتھم'' یعنی ان کی علامات۔

اور یہ شخص یا تو خوارج کا امیر ہوگا، یا ان میں سے کوئی ایک مرد ہوگا، ان لوگوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا اور آپ نے ان سے نہروان میں قتال کیا تھا جو المدائن کے قریب ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، اور حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۰۔ ۳۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از حمید بن عبدالرحمٰن از

Marfat.com

يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكْتُ قَالَ وَيْحَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ قَالَ أَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ مَا أَجِدُهَا قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا أَسْتَطِيعُ قَالَ فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ مَا أَجِدُ فَأُتِيَ بِعَرَقٍ فَقَالَ خُذْهُ فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَعَلَى غَيْرِ أَهْلِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا بَيْنَ طُنُبَيِ الْمَدِينَةِ أَحْوَجُ مِنِّي فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ قَالَ خُذْهُ تَابَعَهُ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَيْلَكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا، آپ نے فرمایا: ایک غلام آزاد کردو، اس نے کہا: میں غلام کونہیں پاتا، آپ نے فرمایا: پھر تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو، اس نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، اس نے کہا: میں اس کونہیں پاتا، پھر آپ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا، آپ نے فرمایا: اس کو لے جاؤ اور اس کو صدقہ کردو، اس نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ میں اپنے اہل کے غیر پر صدقہ کروں؟ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! مدینہ کی دو جانبوں کے درمیان مجھ سے زیادہ محتاج کوئی نہیں، پس نبی ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، پھر آپ نے فرمایا: یہ ٹوکرا تم لے لو، پھر فرمایا: (یہ تم اپنے اہل کو کھلادو)۔

اوزاعی کی یونس نے متابعت کی ہے از زہری۔

اور عبدالرحمٰن بن خالد نے از الزہری کہا: ''ویلک'' تم پر افسوس ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، سنن ترمذی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱، مسند احمد: ۷۲۸۸، موطا امام مالک: ۶۶۰، سنن دارمی: ۱۷۱۶)

صحیح البخاری: ۶۱۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ویلک'' کہنا اور اس حدیث میں ''ویحک'' ہے اور جو اس کی تعلیق زہری سے منقول ہے اس میں ''ویلک'' کا لفظ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، وہ عبداللہ بن المبارک ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''ویحك''یعنی تم پر افسوس ہے تم نے کیا کیا ہے؟اس نے کہا: میں نے رمضان میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کرلیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''طنبی المدینه''اس سے مراد ہے مدینہ کے اطراف۔اصل میں''الطنب''کا معنی ہے خیمہ کی رسی اوراس کی جمع الاطناب ہے۔علامہ کرمانی نے کہا: مدینہ کو خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو دو رسوں سے بندھا ہوتا ہے۔اور یہاں دو رسوں سے مراد مدینہ کی دونوں طرف کی سیاہ پتھریلی زمینیں ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۲۔۳۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ إِنَّ شَأْنَ الْهِجْرَةِ شَدِيدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب زہری نے حدیث بیان کی، ازعطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے کہا: یارسول اللہ! مجھے ہجرت کے متعلق خبر دیجئے، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے، کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو، اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر تم سمندروں کے پار عمل کرو، پس بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑے گا۔

(صحیح بخاری: ۱۴۵۲، ۲۶۳۳، ۳۹۲۳، ۶۱۶۵، صحیح مسلم: ۱۸۶۵، سنن نسائی: ۴۱۶۴، سنن ابوداؤد: ۲۴۷۷، مسند احمد: ۱۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۱۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''ویلك''کہنا۔اس لیے یہاں اعتراض ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے''ویحك''اور باب کا عنوان ہے''ویلك''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ''ویحك''اور''ویلك''دونوں کا معنی ایک ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الولید، وہ ابن مسلم الدمشقی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعمرو، وہ عبدالرحمٰن

Marfat.com

الاوزاعی ہیں۔

یہ حدیث ''باب الهجرة'' میں گزر چکی ہے۔

ہجرت کی تفصیل اور تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے ''اخبرنی عن الهجرة''۔

ہجرت کا معنی ہے: وطن چھوڑ کر مدینہ کی طرف جانا، اور ہجرت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ارضِ خوف کو چھوڑ کر ارضِ امن کی طرف جانا (۲) ارضِ کفار کو چھوڑ کر ارضِ اسلام کی طرف جانا (۳) ارضِ معصیت کو چھوڑ کر ارضِ اطاعت کی طرف جانا۔

میں کہتا ہوں: ہمارے دور میں جو لوگ پاکستان یا بھارت سے انگلینڈ، امریکہ اور جرمنی کی طرف چلے جاتے ہیں، ان میں سے بعض کو اپنے وطن میں فتنہ اور فساد کا خوف ہوتا ہے، اس لیے وہ امن کی سرزمین میں چلے جاتے ہیں جیسے بھارت سے لوگ برطانیہ اور امریکہ چلے جاتے ہیں اور پاکستان سے جو لوگ ترکِ وطن کر کے برطانیہ وغیرہ چلے جاتے ہیں، تو وہ کسی خوف کی وجہ سے نہیں جاتے بلکہ اپنی معیشت اور اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے برطانیہ وغیرہ چلے جاتے ہیں، کیونکہ وہاں روزگار کے اچھے مواقع ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ویحك ان شان الهجرة شدید'' کہا گیا ہے کہ یہ حدیث فتحِ مکہ کے زمانہ سے پہلے پر محمول ہے، کیونکہ فتحِ مکہ سے پہلے جو مکہ کے علاوہ کسی اور شہر سے اسلام قبول کرتا تو آپ اس کو ہجرت اور اپنے اہل اور وطن چھوڑنے سے ڈراتے تھے۔ اور ان کی ہجرت یہ ہوتی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فهل تودی صدقتها'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کی زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا، اور دوسرے اعمال واجبہ کے متعلق سوال نہیں کیا، کیونکہ لوگوں کی مال پر حرص بہت زیادہ ہوتی ہے اور اعمال بدنیہ پر اتنی حرص نہیں ہوتی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاعمل من وراء البحار'' یعنی تم اپنی بستیوں اور اپنے شہروں کے پار عمل کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

اور اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے حق کو قائم کرنا بہت سخت ہے، پس تم نیک عمل کرتے رہو خواہ کہیں بھی ہو، کیونکہ جب تم اللہ کا فرض ادا کرو گے تو پھر یہ پرواہ نہ کرو کہ تم اپنے گھر میں مقیم ہو یا اپنے گھر سے دور مدینہ میں مقیم ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۶ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ سَمِعْتُ أَبِي عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ وَيْلَكُمْ أَوْ وَيْحَكُمْ قَالَ شُعْبَةُ شَكَّ هُوَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واقد بن محمد بن زید، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے

Marfat.com

بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ وَقَالَ النَّضْرُ عَنْ شُعْبَةَ وَيْحَكُمْ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ وَيْلَكُمْ أَوْ وَيْحَكُمْ۔

(صحیح بخاری: ۱۷۳۹، سنن ترمذی: ۲۱۹۳، مسند احمد: ۲۰۳۷)

فرمایا "ویلکم" (تم پر افسوس ہے) یا فرمایا "ویحکم" (تم پر افسوس ہے) شعبہ نے کہا: اس میں شک ہے، (آپ نے فرمایا:) تم میرے بعد کفار نہ ہو جانا، پھر تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو گے، اور نضر نے کہا از شعبہ "ویحکم" اور عمر بن محمد نے کہا از والد خود "ویلکم یا ویحکم"۔

صحیح البخاری: ۶۱۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن عبدالوہاب، یہ ابو محمد الحجبی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن الحارث، یہ الہجیمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے واقد، یہ ابن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "شك هو" یعنی شعبہ کے شیخ کو شک ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لاترجعوا بعدی کفارا" یعنی لوگ مسلمانوں کی تکفیر نہ کریں، جیسے خوارج نے تکفیر کی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا اور ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قتال کیا۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد خوارج ہیں جو زنا اور کفر اور دوسرے گناہِ کبیرہ کی وجہ سے تکفیر کرتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب ہر کوئی اپنے صاحب کو قتل کرنے کے لیے کافر قرار دے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۱۶۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى السَّاعَةُ قَائِمَةٌ قَالَ وَيْلَكَ وَمَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ قَالَ إِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ فَقُلْنَا وَنَحْنُ كَذَلِكَ قَالَ نَعَمْ فَفَرِحْنَا يَوْمَئِذٍ فَرَحًا شَدِيدًا فَمَرَّ غُلَامٌ لِلْمُغِيرَةِ وَكَانَ مِنْ أَقْرَانِي فَقَالَ إِنْ أُخِّرَ هَذَا فَلَنْ يُدْرِكَهُ الْهَرَمُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ وَاخْتَصَرَهُ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، کہ دیہاتیوں میں سے ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟، اس نے کہا: میں نے قیامت کے لیے کوئی تیاری نہیں کی مگر یہ کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: بے شک تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ پس ہم نے کہا: اور ہم بھی اسی طرح

Marfat.com

ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پس اس دن ہم بہت زیادہ خوش ہوئے، پھر حضرت مغیرہ کا ایک لڑکا وہاں سے گزرا جو میرا ہم عمر تھا، پس آپ نے فرمایا: اس کے آخر میں یہ ہے: اگر یہ زندہ رہا تو اس کے بڑھاپے سے پہلے قیامت آجائے گی۔

اور شعبہ نے اس کا اختصار کیا ہے قتادہ سے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۳۶۸۸، ۶۱۶۷، ۶۱۷۱، ۷۱۵۳، صحیح مسلم: ۲۶۳۹، سنن ترمذی: ۲۳۸۵، مسند احمد: ۱۲۹۵۸)

صحیح البخاری: ۶۱۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا من اھل البادیة" ایک دیہاتی نے کہا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ علامہ کرمانی نے کہا: "قیامۃ" پر نصب ہے اور علامہ ابن حجر نے کہا کہ اس پر پیش ہے، علامہ عینی نے کہا کہ نصب اس وجہ سے ہے کہ یہ حال ہو، یعنی قیامت کب واقع ہوگی دراں حالیکہ وہ قائم ہو، اور رفع اس وجہ سے ہے کہ وہ خبر ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ویلك وما اعددت لھا؟"۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میرے شیخ کے شیخ علامہ طیبی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سائل کے ساتھ حکیم کے اسلوب کو اختیار کیا، کیونکہ اس نے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا تھا، اور آپ نے یہ جواب دیا کہ تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ یعنی اہم چیز یہ جاننا نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی، اہم چیز یہ ہے کہ تم نے قیامت کے لیے کیا نیک اعمال تیار کر کے رکھے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انك مع من احببت" یعنی تم بھی انہی کے ساتھ ملا دیے جاؤ گے جن سے تم محبت کرتے ہو، اور ان کے گروہ میں شامل کر دیے جاؤ گے۔ صحابہ یہ جواب سن کر اس لیے خوش ہوئے کہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بھی اہل جنت میں سے ہوں گے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں درجہ تو مسلمانوں کے درجات سے بہت اعلیٰ ہوگا، پس وہ آپ کے ساتھ کیسے ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ساتھ ہونا اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ ان کا درجہ بھی ایک ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "للمغیرة" اس سے مراد ہیں المغیرہ بن شعبہ الثقفی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وکان من اقرانی" یعنی وہ میرے ہم عمر تھے۔

ابن بشکوال نے کہا: اس لڑکے کا نام محمد تھا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: قیامت کب ہوگی؟ اور انصار میں سے ایک لڑکا تھا جس کو محمد کہا جاتا تھا۔۔۔ الحدیث

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام سعد تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے قیامت کے

Marfat.com

متعلق سوال کیا، پھر حدیث کا ذکر کیا، انہوں نے کہا: پھر دوس کے ایک لڑکے نے دیکھا جس کو سعد کہا جاتا تھا، اسی طرح الماوردی نے اس کی روایت کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ کئی بار واقع ہوا، ایک بار محمد نامی لڑکا ساتھ تھا، اور دوسری بار سعد نامی لڑکا ساتھ تھا۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ان آخر ھذا'' یعنی اگر یہ لڑکا اپنے بچپن میں فوت نہیں ہوا اور زندہ رہا تو یہ بوڑھا نہیں ہوگا حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔

علامہ کرمانی نے کہا: اس حدیث کی کیا توجیہ ہے، کیونکہ یہ مشکلات میں سے ہے۔ پھر انہوں نے خود جواب دیا کہ اس میں قیامت کے قریب ہونے کی مثال ہے، اور اس سے اس کی حقیقت کا ارادہ نہیں کیا۔ علامہ نووی نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو کہ یہ لڑکا نہ مؤخر ہوگا، نہ معمر ہوگا اور نہ بوڑھا ہوگا اور بوڑھا ہونے سے پہلے فوت ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۵۔۳۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس لڑکے کے بڑھاپے سے پہلے تم سب کی قیامت آجائے گی، ''الساعۃ'' سے مراد موت ہے، یعنی تم سب کی موت آجائے گی، یعنی جب تم سب کی موت آگئی تو تمہاری قیامت بھی آگئی، کیونکہ ایک روایت میں ہے جو مر گیا تو اس کی قیامت قائم ہوگئی۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۶۸۱، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور)

میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کی دو قسمیں ہیں: ایک قیامت صغریٰ ہے وہ انسان کی موت ہے اور ایک قیامت کبریٰ ہے جو حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے سے واقع ہوگی۔ اس حدیث میں قیامت سے مراد قیامتِ کبریٰ نہیں ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم قیامت کبریٰ کے متعلق کیوں پوچھ رہے ہو، تمہاری قیامت تو اسی وقت واقع ہو جائے گی جب تمہاری موت آجائے گی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۹۶۔ بَابُ: عَلَامَةِ حُبِّ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ — اللہ عزوجل کی محبت کی علامت کا بیان

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم اللہ سے محبت کے دعوے دار ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اللہ عزوجل کی محبت کی علامت کا بیان ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس لفظ سے یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بندے سے محبت رکھتا ہے اس کی علامت۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ مُحب ہوگا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بندہ جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اس کی علامت، اس صورت میں اللہ تعالیٰ محبوب ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ محب ہو تو اس کی محبت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا بندوں کو ثواب عطا فرمانا۔ اور اگر مراد ہو بندہ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ محبوب ہو، تو اس سے مراد ہے بندوں کا اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کرنا جس میں ہوائے نفس اور ریاکاری کا شائبہ نہ ہو۔

اس باب میں جو تعلیق ہے اور آل عمران کی آیت کریمہ ذکر کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبت کرنے کا معنی یہ ہے کہ بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں، پس جب بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں گے اور آپ کی شریعت اور سنت کی اتباع کریں گے تو اللہ عزوجل ان سے محبت کرے گا۔ اور حسن بصری اور ابن جریج سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بعض لوگوں نے یہ زعم کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، پس انہوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم اپنے رب سے محبت کرتے ہیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمادی کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١٦٨ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

(صحیح بخاری: ۶۱۶۹، صحیح مسلم: ۲۶۴۱، مسند احمد: ۱۰۷ ، ۱/۴۳، ۱۹۱۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر از شعبہ از سلیمان از ابی وائل از حضرت عبداللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مرد اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھے گا۔

صحیح البخاری: ۶۱۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اللہ عزوجل کی محبت کی علامت" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ مرد اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھے۔ یہ اس سے عام ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھے یا کسی بندہ سے محبت رکھے محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے۔ پس جس طرح اس باب کا عنوان عموم کی گنجائش رکھتا ہے، اسی طرح یہ حدیث بھی عموم کی گنجائش رکھتی ہے۔ پس حدیث اور عنوان میں مطابقت ہوگئی، اور عموم کے اوپر دلیل لفظِ "مَن" ہے، کیونکہ یہ عموم کا تقاضا کرتا ہے اور مفعول کی ضمیر محذوف ہے، یعنی "من احبہ" اور وہ لفظِ "مَن" کی طرف رجوع کرتی ہے، تو اس سے بھی عموم حاصل ہوتا ہے، اس کو بغور سمجھو کیونکہ یہ دقیق جگہ ہے اور مجھے انوارِ ربانیہ سے حاصل ہوئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر بن خالد، یہ ابومحمد العسکری ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں، ان کی وفات ۲۵۳ھ میں ہوئی تھی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن جعفر، وہ غندر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے، وہ الاعمش ہیں۔ اور ابو وائل کا ذکر ہے، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور عبداللہ کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مع من احب" یعنی "فی الجنۃ" اس کا معنی ہے کہ مرد اسی کے ساتھ جنت میں ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھے گا، یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اس کے حسنِ نیت کی وجہ سے جنتیوں میں داخل کردے گا بغیر اس کے کہ اس نے زیادہ اعمال

Marfat.com

صالحہ کیے ہوں۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کی رضا کے لیے کسی بندہ سے محبت رکھے گا تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جمع کر دے گا اگر چہ اس کے عمل میں تقصیر ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ صالحین سے ان کی اطاعت کی وجہ سے محبت رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اتنی اطاعت کا ثواب عطا فرمائے گا، کیونکہ اصل چیز نیت ہے اور عمل اس کے تابع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو جو چاہے عطا فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ بہت فضلِ عظیم کا مالک ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۶۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ تَابَعَهُ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ قَرْمٍ وَأَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل، انہوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس کہا: یا رسول اللہ! آپ اس مرد کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم کے ساتھ محبت رکھے اور ان کے ساتھ ملا نہ ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔

ان کی متابعت کی ہے جریر بن حازم نے اور سلیمان بن قرم نے اور ابو عوانہ نے از الاعمش از ابو وائل از حضرت عبد اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(صحیح بخاری: ۶۱۶۸، ۶۱۶۹، ۶۱۷۰، صحیح مسلم: ۲۶۴۱، مسند احمد: ۴۱۰۷، ۱۹۱۳۱)

صحیح البخاری: ۶۱۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ عبد الحمید رازی ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد ایک قوم سے محبت رکھتا ہے اور وہ ان کے ساتھ ملا نہیں، یعنی عمل میں اور فضیلت میں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قِيلَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ قَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابو وائل از ابی موسیٰ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک مرد کسی قوم سے محبت رکھتا ہے اور وہ ابھی

عُبَيْدٍ۔ تک ان سے ملا نہیں، آپ نے فرمایا: مرد اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت رکھے۔

سفیان کی متابعت کی ابومعاویہ محمد بن حازم نے اور محمد بن عبید نے۔

(صحیح بخاری: ۶۱۶۸، ۶۱۶۹، صحیح مسلم: ۲۶۴۱، مسند احمد: ۱۹۱۳۱،۳،۱۰ ح ۱۹۱۳۱)

صحیح البخاری: ۶۱۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، یہ الثوری ہیں۔ اور ابوموسیٰ کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن قیس الاشعری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولما یلحق بھم'' یعنی ابھی تک وہ ان سے ملا نہیں، اس سے پہلی حدیث میں تھا ''ولم یلحق بھم'' یعنی وہ ان سے نہیں ملا، اور اس حدیث میں مذکور ہے ''وہ ابھی تک ان سے نہیں ملا'' یعنی ان سے ملنا متوقع ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کے ساتھ ملنا متوقع ہے، اور وہ شخص ان سے ملنے کا ارادہ کر رہا ہے اور اس مرتبہ کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۷۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلٰكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے خبر دی از شعبہ از عمرو بن مرہ از سالم بن ابی الجعد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی ﷺ سے سوال کیا: قیامت کب ہوگی یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس کے لیے زیادہ نمازیں، روزے اور صدقے تو تیار نہیں کیے، لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم اسی کے ساتھ رہو گے جس کے ساتھ تم محبت کرو گے۔

(صحیح بخاری: ۳۶۸۸، ۶۱۶۷، ۶۱۷۱، ۷۱۵۳، صحیح مسلم: ۲۶۳۹، سنن ترمذی: ۲۳۸۵، مسند احمد: ۱۲۹۵۸)

صحیح البخاری: ۶۱۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے جو اپنے والد عثمان بن جبلہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعبہ، وہ روایت کرتے ہیں از عمرو بن مرہ از سالم بن ابی الجعد سے، ان کا نام رافع ہے اور وہ کوفی ہیں۔ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

میں کہتا ہوں: ہم بھی اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ ہم قیامت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ما اعددت لها؟" تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ یہ حکیم کا اسلوب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

وقتِ وقوعِ قیامت کو مخفی رکھنا

متعدد علماء نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وقتِ وقوعِ قیامت کا علم دیا تھا اور اس علم کو مخفی رکھنے کا حکم دیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً (الاعراف: ۱۸۷) وہ تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی۔

یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتادیا کہ محرم کے مہینہ میں قیامت آئے گی، تاریخ بھی بتادی کہ دس تاریخ کو آئے گی، دن بھی بتادیا کہ جمعہ کے دن قیامت آئے گی، اور خاص وقت بھی بتادیا کہ عصر اور مغرب کے درمیان آئے گی، لیکن سن نہیں بتایا کہ کس سن میں قیامت آئے گی۔ اس لیے جب بھی قیامت آئے گی تو وہ اچانک ہی آئے گی۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ سوال کرتے کہ قیامت کب آئے گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکمت سے پہلو بدلتے اور فرماتے: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ یعنی تمہارے لیے یہ جاننا اہم نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی، تمہارے لیے اہم یہ ہے کہ تم قیامت کی تیاری کرو اور نیک کام کرو اور برے کاموں کو ترک کرو، تاکہ روزِ جزا کو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے انعامات سے نوازے اور اپنے عذاب سے محفوظ رکھے۔

۹۷۔ بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ اخْسَأْ ایک مرد کا دوسرے مرد سے یہ کہنے کا بیان کہ "دفع ہو"

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ "اخسأ" کہہ کر کتے کو جھڑکتے ہیں، ڈانٹتے ہیں اور اس کو بھگاتے ہیں۔ یہ اس کلمہ کی اصل ہے، اور عرب اس کلمہ کو ہر اس شخص کے متعلق استعمال کرتے ہیں جس نے کوئی نازیبا بات کہی یا کوئی نازیبا کام کیا جس سے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ناراض ہوتا ہوتو پھر اسے ''اخسأ'' (یعنی دفع ہو) کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۷۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِابْنِ صَائِدٍ قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا فَمَا هُوَ قَالَ الدُّخُّ قَالَ اخْسَأْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلم بن زریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابورجاء سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صائد سے فرمایا: میں نے تمہارے لیے دل میں ایک بات چھپائی ہے، بتاؤ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ ''الدخ'' ہے، آپ نے فرمایا: دفع ہو جاؤ۔

(صحیح بخاری: ۱۳۵۴، ۳۰۵۵، ۶۱۷۳، ۶۶۱۸، صحیح مسلم: ۲۹۳۰، سنن ترمذی: ۲۲۴۹، مسند احمد: ۶۳۲۴)

صحیح البخاری: ۶۱۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کسی مرد کا دوسرے مرد سے ''اخسأ'' کہنا اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صائد سے کہا ''اخسأ'' یعنی دفع ہو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبد الملک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلم بن زریر، یہ البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابورجاء، یہ عمران العطاردی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لابن صائد'' ایک روایت میں ہے ''ابن صیاد'' اور یہی زیادہ مشہور ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خبیئا'' یہ فعیل کے وزن پر ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کو چھپایا گیا ہو، اور وہ چیز غائب اور مستور ہو۔ کہا جاتا ہے ''خبئت الشیء'' جب تم کسی چیز کو چھپالو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ھو الدخ'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دل میں دخان چھپایا تھا جس کو وہ نہیں جان سکا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اخسأ'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چپ ہو دراں حالیکہ تم ذلیل اور مردود ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس اشکال کا جواب کہ ابن صیاد نے ''الدخ'' کو بھی کیسے جان لیا

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ ہر چند کہ ابن صیاد دخان نہیں بتا سکا، لیکن اس نے کچھ حصہ تو بتا دیا اور ''الدخ'' کہا۔ تو آپ کے دل

میں چھپی ہوئی بات کا اتنا حصہ بھی اس نے کیسے بتا دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے صحابہ کو بتایا تھا کہ میں نے دل میں یہ آیت چھپائی ہے، تا کہ صحابہ کو معلوم ہو جائے کہ یہ نبی ﷺ کی چھپائی ہوئی آیت کو نہیں جان سکا، اور وہ آیت یہ تھی:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا O

(الدخان:١٠)

تو جب نبی ﷺ صحابہ کرام کو یہ بتا رہے تھے تو شیطان نے کچھ سن لیا اور وہ ابن صیاد کے دل میں پھونک دیا، اور وہ پورا دخان نہیں سمجھ سکا صرف دخ کہہ دیا۔

٦١٧٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ انْطَلَقَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدَهُ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فِي أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ يَوْمَئِذٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ فَرَضَّهُ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهِ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ مَاذَا تَرَى قَالَ يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنِّي خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا قَالَ هُوَ الدُّخُّ قَالَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ أَتَأْذَنُ لِي فِيهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنْ يَكُنْ هُوَ لَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی، کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت میں ابن صیاد کی طرف گئے حتیٰ کہ آپ نے اس کو بنی مغالہ کے مکانوں میں لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا، اور ابن صیاد اس دن بلوغت کے قریب تھا، اس کو نبی کا پتا نہیں چلا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی پشت کے اوپر اپنا ہاتھ مارا، پھر آپ نے فرمایا: کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ سو اس نے آپ کی طرف دیکھا، پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان پڑھ لوگوں کے رسول ہیں۔ پھر ابن صیاد نے کہا: کیا آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پس نبی ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا، پھر فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا اور اس کے تمام رسولوں پر۔ پھر آپ نے ابن صیاد سے پوچھا: تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس سچی خبر بھی آتی ہے اور جھوٹی خبر بھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرے اوپر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تیرے لیے ایک بات چھپائی ہے، اس نے کہا: وہ الدخ ہے، آپ نے فرمایا: دفع ہو! تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اس

Marfat.com

کی گردن اڑادوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے (یعنی دجال) توتم اس پر مسلط نہیں ہو، اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو پھر اس کوقتل کرنے کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۳۵۴، ۳۰۵۵، ۶۱۷۳، ۶۶۱۸، صحیح مسلم: ۲۹۳۰، سنن ترمذی: ۲۲۴۹، مسند احمد: ۶۳۲۴)

صحیح البخاری: ۶۱۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کسی مرد کا دوسرے سے یہ کہنا کہ دفع ہو، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد سے فرمایا: دفع ہو، تو ہرگز اپنی حد سے تجاوز نہیں کرسکتا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قبل ابن صیاد" یعنی نبی ﷺ ابن صیاد کی طرف گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بنی اطم" "اُطُم" کا معنی ہے قلعہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بنی مغالہ"۔ مدینہ کی سرزمین کی دو قسمیں ہیں۔ وہ قبیلہ انصار کی دو شاخوں کی ہیں: بنو معاویہ اور بنو مغالہ۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ بنو مغالہ وہ ہیں کہ جب تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد کی طرف منہ کر کے جارہے ہو تو جو تمہارے دائیں ہاتھ پر مکان ہیں وہ بنو مغالہ کے مکان ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "الحُلم" یعنی بلوغت۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الامیین" اس کا معنی ہے: عرب۔ ابن صیاد نے کہا تھا کہ آپ ان پڑھ لوگوں کے رسول ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فرضه النبی ﷺ" یعنی نبی ﷺ نے اس کو دھتکار دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خلط" یعنی ابن صیاد پر اس کا معاملہ مشتبہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان یکن هو" "هُوَ" ضمیر دجال کی طرف لوٹ رہی ہے، ہرچند کہ اس کا پہلے ذکر نہیں ہے لیکن دجال مشہور ہے اور معنی یہ ہے کہ اگر یہ ابن صیاد وہی ہے یعنی دجال توتم اس کو قتل کرنے پر مامور نہیں ہو، اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ائذن لی فیه اضرب عنقه" نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے منع کیا کہ وہ ابن صیاد کو قتل کریں جب کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرچکا تھا، اور جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ واجب القتل ہے، تو پھر آپ نے کیوں منع کیا؟

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ابھی تک بالغ نہیں ہوا تھا، اس لیے آپ نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ یا یہ واقعہ ان دنوں کا ذکر ہے جب آپ کی یہود سے صلح تھی۔ یا آپ نے اس لیے منع فرمایا کہ آپ کو ابھی اس کے اسلام لانے کی امید تھی۔

علامہ ابن الملقن نے التوضیح میں لکھا ہے: علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور اس کو علامہ ابن شاہین نے اپنی کتاب الصحابہ میں وارد کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ عبداللہ بن صیاد تھا، اس کا باپ یہودی تھا۔ پس عبداللہ پیدا ہوا، وہ کانا تھا اور مجنون تھا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہی دجال تھا، پھر وہ مسلمان ہو گیا، وہ تابعی ہے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا بھی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۰۔۳۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابن صیاد کی اصلیت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشتباہ کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس کو قتل کر دوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے جو تمہارا گمان ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔

علامہ اُبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا: آپ کا منشاء یہ تھا کہ اگر دجال یہی ہے تو یہ اخیر زمانہ تک رہے گا اور تم اس کے قتل پر قادر نہیں ہو گے، اس کو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے، اور اگر یہ دجال نہیں ہے تو پھر اس کو قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ ایک تو یہ نابالغ ہے اور دوسرا یہ کہ یہودیوں سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ابن صیاد کی اصلیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واضح نہیں تھی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (از خود) غیب کو نہیں جانتے، ماسوا ان امور کے جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرمایا ہے، اور شاید اللہ تعالیٰ کے علم میں ابن صیاد کے امر کو مخفی رکھنے میں کوئی مصلحت تھی، اور جس چیز پر ایمان واجب ہے وہ یہ ہے کہ دجال ضرور نکلے گا اور وہ الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور وہ کذاب اور کانا ہو گا، جیسا کہ اتنی زیادہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے جن سے علم قطعی حاصل ہو جاتا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۵۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

نیز ایک اور حدیث میں ہے: ابن صیاد لیٹا ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپ کر اس کی بڑبڑاہٹ کو سننا چاہا، اس کی ماں نے اس کو خبردار کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس کی ماں اس کو چھوڑ دیتی تو اس کا امر واضح ہو جاتا۔

علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یعنی وہ نیند میں بڑبڑا رہا تھا، اس سے معلوم ہو جاتا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں؟ البتہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تین آدمیوں سے (مکلف کرنے کا) قلم اٹھا لیا گیا ہے، ان میں سے ایک سونے والا ہے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے، اور اس پر اجماع ہے کہ سونے والے سے نیند میں جو اقوال صادر ہوں ان پر مواخذہ نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر مواخذہ کا معاملہ نہیں ہے کہ یہ اشکال ہو، یہاں تو اس کے احوال اور قرائن میں غور کر کے اس کی اصلیت کو معلوم کرنے کا مسئلہ تھا، کیونکہ کسی شخص کی بیداری میں جو افکار ہوتے ہیں، انہی کا ظہور بڑبڑاہٹ کی صورت میں نیند میں ہوتا ہے اور شاید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ انتظار تھا کہ نیند کی حالت میں اس سے ایسی چیز کا ظہور ہو گا جس سے اس کی بیداری کی کیفیت معلوم ہو جائے

Marfat.com

گی۔(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن صیاد کی اصلیت سے مطلع نہیں فرمایا تھا اور شاید اس میں یہ حکمت ہو کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام علمی عظمتوں کے باوجود، خدا ہیں نہ عالم الغیب ہیں اور امور غیبیہ میں سے انہی کو جانتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے۔

دجال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے اہل سنت و جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ دجال ایک معین شخص ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے سبب سے بندوں کو امتحان میں مبتلاء کیا ہے اور اس کو چند اشیاء پر قدرت دی ہے تا کہ اچھوں کو بُروں سے ممتاز کر دے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے امر کو باطل کر دے گا، اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے گا۔ خوارج، جہمیہ اور بعض معتزلہ نے دجال کا انکار کیا ہے اور دوسرے معتزلہ میں سے جبائی اور اس کے تابعین نے دجال کے وجود کا اعتراف کیا، البتہ انہوں نے یہ کہا کہ دجال کے ہاتھوں جو امور خارقہ ظاہر ہوں گے، وہ اس کی شعبدہ بازی ہوگی، کیونکہ اگر یہ حقائق ہوں تو اس سے نبوت پر طعن ہوگا لیکن یہ ان کا وہم ہے، کیونکہ دجال نبوت کا دعویٰ نہیں کرے گا کہ ان خوارق سے اس کا صادق ہونا لازم آئے، وہ الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور اس دعویٰ کا وہ خود مکذب ہوگا، کیونکہ اس کی ذات میں نقص اور حدوث کی علامتوں کا ظہور ہوگا اور وہ اپنی ذات سے اس نقص کو دور کرنے سے عاجز ہوگا، کسی مومن کو اس کے دعویٰ کے کذب کے متعلق کوئی شک نہیں ہوگا، اس کی اتباع یا تو کوئی شخص اضطرار کی وجہ سے کرے گا، یا کفر کی وجہ سے یا تقیہ اور اس کے خوف کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس سے بہت بڑے فتنہ کا ظہور ہوگا اور پہلی بار ہی اس کو دیکھ کر بہت سے لوگ دہشت زدہ ہو جائیں گے اور ان کی عقل کام نہیں کرے گی، وہ تیز آندھی کی طرح سرعت سے زمین پر چلے گا اور جس شخص کی نظر اور بصیرت کام نہیں کرے گی وہی اس کی تصدیق کرے گا۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابن صیاد کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے کسی راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی ابن صیاد سے ملاقات ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے کہا: کیا آپ میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر ایمان لاتا ہوں، تم کو کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا: مجھے پانی پر تخت نظر آتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سمندر پر ابلیس کا عرش دیکھتے ہو، تمہیں اور کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا: میں دو سچوں اور ایک جھوٹے کو یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو دیکھتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو، اس کا معاملہ اس پر مشتبہ ہو گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۵، سنن ترمذی: ۲۲۵۵، مسند احمد: ۲۰۴۴۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن صیاد نے ایک بات کہی جس سے مجھے شرم آ گئی، اس نے کہا: میں اور لوگوں کو معذور سمجھتا ہوں مگر اے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تمہیں میرے متعلق کیا ہو گیا ہے، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ

Marfat.com

دجال یہودی ہوگا اور میں مسلمان ہو چکا ہوں اور یہ کہ وہ لا ولد ہوگا اور میری اولاد ہے اور آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ نے اس پر مکہ حرام کر دیا ہے اور میں حج کر چکا ہوں، ابن صائد مسلسل ایسی باتیں کرتا رہا جن سے میں ممکن ہے متاثر ہو جاتا، کہ اس نے کہا: بہ خدا میں جانتا ہوں کہ دجال کہاں ہے اور میں اس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں، اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم ہی دجال ہو، اس نے کہا: اگر مجھ پر وہ پیش کیا جائے تو میں ناپسند نہیں کروں گا۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حج یا عمرہ کرنے کے لیے گئے، اور ہمارے ساتھ ابن صائد تھا، ہم ایک پڑاؤ پر اترے، لوگ منتشر ہو گئے، میں اس کے ساتھ رہ گیا۔ اس کے متعلق جو کچھ کہا جاتا تھا مجھے اس سے سخت وحشت ہوئی، وہ اپنا سامان لے کر آیا اور اس کو میرے سامان کے ساتھ رکھ دیا، میں نے کہا: گرمی بہت سخت ہے اگر تم اپنا سامان اس درخت کے نیچے رکھ دیتے تو بہتر ہوتا، اس نے ایسا ہی کیا، پھر کچھ بکریاں آئیں وہ دودھ کا ایک پیالہ لے آیا اور کہا: اے ابو سعید! پیو، میں نے کہا: گرمی بہت سخت ہے اور دودھ گرم ہے اور وجہ صرف یہ تھی کہ میں اس کے ہاتھ سے دودھ لینا نہیں چاہتا تھا، وہ کہنے لگا: اے ابو سعید! لوگ میرے متعلق جو باتیں کرتے ہیں ان کی وجہ سے میرا دل چاہتا ہے کہ رسی لے کر درخت پر لٹکاؤں اور اپنا گلا گھونٹ لوں، اے ابو سعید! جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث معلوم نہیں (ان کی بات الگ ہے) اے انصار کی جماعت! تم پر تو کچھ مخفی نہیں ہے! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے زیادہ جاننے والے نہیں ہو! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا: وہ کافر ہے اور میں مسلمان ہوں! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ بانجھ اور لا ولد ہوگا اور میں نے اپنی اولاد کو مدینہ میں چھوڑا ہوا ہے، اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور میں مدینہ سے آیا ہوں اور مکہ جا رہا ہوں! حضرت ابو سعید نے کہا: قریب تھا کہ میں اس کا عذر قبول کر لیتا کہ اس نے کہا: بہ خدا! میں دجال کو پہچانتا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں پیدا ہوا اور اب کہاں ہے، میں نے کہا: تیرے لئے سارے دن تباہی اور بربادی ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۷، سنن ترمذی: ۲۲۵۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صائد سے فرمایا: جنت کی مٹی کیسی ہے؟ اس نے کہا: اے ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! باریک سفید مشک کی طرح، آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۸)

نافع بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے بعض راستوں میں حضرت ابن عمر کی صیاد سے ملاقات ہوئی، حضرت ابن عمر نے اس سے کوئی ایسی بات کہی جس سے وہ غضب ناک ہو گیا اور وہ اتنا پھول گیا کہ راستہ بھر گیا، حضرت ابن عمر حضرت حفصہ کے پاس گئے، ان کو یہ خبر مل چکی تھی، انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! تم نے ابن صیاد سے کیا ارادہ کیا تھا، کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: دجال کسی پر غصہ آنے کی وجہ سے ہی نکلے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۹۳۲، مسند احمد: ۲۶۴۸۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ میں ابن صیاد سے دو بار ملا ہوں، ایک بار ملا تو میں نے بعض لوگوں سے کہا: تم یہ کہتے ہو کہ وہ دجال ہے، انہوں نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! میں نے کہا: تم نے مجھے جھوٹا کر دیا، بہ خدا! تم میں سے بعض لوگوں نے یہ کہا تھا کہ وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ تم سب سے زیادہ مال دار اور صاحب اولاد نہ ہو جائے، سو آج کل وہ لوگوں کے زعم میں ایسا ہی ہے، پھر ابن صیاد نے ہم سے باتیں کیں، پھر میں اس سے جدا ہو گیا، پھر میں اس سے دوبارہ ملا، اس وقت اس کی آنکھ نکل چکی تھی، میں نے اس سے پوچھا: تیری آنکھ کیا ہوئی؟ اس نے کہا: مجھے پتا نہیں، میں نے کہا: وہ آنکھ تمہارے سر میں تھی اور تم [illegible]

Marfat.com

اس کا پتا نہیں، اس نے کہا: اگر اللہ چاہے گا تو وہ آنکھ تیری لاٹھی میں پیدا کرے گا، پھر وہ گدھے کی آواز کی طرح چیخا، اس سے زیادہ (سخت) آواز میں نے نہیں سنی تھی، میرے بعض ساتھیوں کا یہ گمان ہے کہ میں نے اس کو اپنی لاٹھی ماری تو وہ لاٹھی ٹوٹ گئی، اور بہ خدا! مجھے اس کا پتا نہیں چلا، پھر حضرت ابن عمر، حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے فرمایا: تم کو اس سے کیا کام تھا کیا تم کو معلوم نہیں کہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ سب سے پہلے جو چیز دجال کو لوگوں کے پاس بھیجے گی وہ اس کا غصہ ہوگا جو اس کو کسی پر غصہ آئے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۹۳۲)

۶۱۷۴۔ قَالَ سَالِمٌ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيُّ يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ حَتّٰى إِذَا دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم طَفِقَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهِ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْرَمَةٌ أَوْ زَمْزَمَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ أَيْ صَافِ وَهُوَ اسْمُهُ هٰذَا مُحَمَّدٌ فَتَنَاهَى ابْنُ صَيَّادٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ۔

سالم نے کہا: پس میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابی بن کعب انصاری قصد کرتے تھے ان کھجور کے درختوں کا جن میں ابن صیاد تھا، حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو کھجور کے تنوں میں چھپانے لگے، اور آپ یہ حیلہ کر رہے تھے کہ آپ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کوئی بات سن لیں، اور ابن صیاد اپنے بستر پر ایک چادر اوڑھے ہوئے لیٹا ہوا تھا، اس میں اس کے گنگنانے کی آواز آ رہی تھی، تو ابن صیاد کی ماں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا کہ آپ کھجوروں کے تنوں میں چھپ رہے ہیں، تو اس نے ابن صیاد سے کہا: اے صاف! اور یہ اس کا نام تھا، یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، پھر ابن صیاد رک گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس کی ماں چھوڑ دیتی تو اس کا معاملہ ظاہر ہو جاتا۔

(صحیح بخاری: ۱۳۵۵، ۲۶۳۸، ۳۰۳۳، ۳۰۵۶، ۶۱۷۴، صحیح مسلم: ۲۹۳۱، مسند احمد: ۶۳۲۷)

صحیح البخاری: ۶۱۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "یؤمان" اس کا معنی ہے: وہ دونوں قصد کرتے تھے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی بن کعب انصاری دونوں ان درختوں کا قصد کرتے تھے جن میں ابن صیاد تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یختل" یعنی آپ یہ طلب کرتے تھے کہ ابن صیاد غافل ہو تو آپ اس کی کوئی بات سن لیں تاکہ صحابہ کو اس کا حال دکھائیں کہ وہ کاہن ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی قطیفة" اس سے مراد ہے مخملی چادر۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "زمزمة" یعنی آہستہ آواز جیسے گنگناہٹ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ای صافِ" یعنی "یا صافِ"۔ یعنی اس کا نام صافِ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لوتركته" یعنی اگر ابن صیاد کی ماں اس کو متنبہ نہ کرتی اور یہ نہ بتاتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہوئے ہیں اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتا نہ چلتا تو تم لوگ اس کا کلام سن کر جان لیتے کہ اس کی کیا حقیقت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۷۵۔ قَالَ سَالِمٌ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَامَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنِّي سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ خَسَأْتُ الْكَلْبَ بَعَدْتُهُ خَاسِئِينَ مُبْعَدِينَ۔

۶۱۷۵۔ سالم نے کہا: حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے، آپ نے اللہ عزوجل کی ایسی حمد وثنا کی جس کا وہ اہل ہے، پھر آپ نے دجال کا ذکر فرمایا۔ آپ نے فرمایا: میں تم کو دجال سے ڈرا رہا ہوں، اور ہر نبی نے دجال سے اپنی امت کو ڈرایا ہے، بے شک حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو ڈرایا، لیکن میں تم سے ایسی بات کہوں گا جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے اپنی امت سے نہیں کہی، تم جانتے ہو کہ وہ کانا ہے اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

ابو عبد اللہ نے کہا کہ میں نے کتے کو دھتکارا، یعنی اس کو دور بھگا دیا، اور "خاسئین" کا معنی ہے: دور کیے ہوئے، دھتکارے ہوئے۔

(صحیح بخاری: ۳۰۵۷، ۳۳۳۷، ۳۴۳۹، ۴۴۰۲، ۶۱۷۵، ۷۱۲۳، ۷۱۲۷، ۷۴۰۸، صحیح مسلم: ۲۳۹۱، سنن ترمذی: ۲۲۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۵۷، مسند احمد: ۶۳۲۹)

صحیح البخاری: ۶۱۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "لقد انذره نوح قومه" پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تعمیم کی تھی کہ ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے، پھر اس کے بعد تخصیص کی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے، اور نوح علیہ السلام کی تخصیص اس لیے کی کہ نوح علیہ السلام دوسرے ابوالبشر ہیں، اور ان کی اولاد بھی قیامت تک باقی رہے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لیس باعور" علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ دجال کا اللہ نہ ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، پھر اس کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان لوگوں سے فرمایا جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے ابوعبداللہ نے کہا: اس سے مراد خود امام بخاری ہیں۔

اس حدیث میں قرآن مجید کی اس آیت کا ذکر ہے "كُونُوا قِرَدَةً خٰسِئِينَ ○" (البقرہ: ۶۵) یعنی تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔ اس آیت سے یہ بتلایا ہے کہ "خسئی" کا معنی ہے دھتکارنا۔ اور قرآن مجید میں ہے:

يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ○ (الملک: ۴) — تیری نظر تھک کر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی ○

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۸۔ بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ مَرْحَبًا — کسی مرد کا مرحبا کہنا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ: مَرْحَبًا بِابْنَتِي۔ (صحیح بخاری: ۳۶۲۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا: مرحبا میری بیٹی۔

وَقَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ: جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ۔ (صحیح بخاری: ۳۵۷)

اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ام ہانی کو مرحبا ہو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ ایک مرد دوسرے سے کہے "مرحبا"۔ الاصمعی نے کہا ہے کہ مرحبا کا معنی ہے: تم وسعت اور کشادگی سے ملے ہو، اور الفراء نے کہا: اس کا معنی ہے: تم وسعت اور فراخی سے ملے ہو نہ کہ تنگی سے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۷۶۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَرْحَبًا بِالْوَفْدِ الَّذِينَ جَاءُوا غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا حَيٌّ مِنْ رَبِيعَةَ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مُضَرُ وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَنَدْعُو بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا فَقَالَ أَرْبَعٌ وَأَرْبَعٌ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَصُومُوا رَمَضَانَ وَأَعْطُوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَلَا تَشْرَبُوا فِي الدُّبَّاءِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو التیاح نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبد القیس کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: اس وفد کو مرحبا ہو جو آیا ہے، نہ یہ شرمندہ ہوں گے اور نہ یہ نادم ہوں گے، ان لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم ربیعہ کے قبیلہ سے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان مضر ہے، اور ہم آپ کی طرف صرف حرمت والے مہینوں میں پہنچ سکتے ہیں، سو آپ ہمیں کسی فیصلہ کن حکم کی خبر دیجئے جس پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل

Marfat.com

وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ۔

ہوں اور جو ہمارے پیچھے لوگ ہیں ہم ان کو بھی اس عمل کی دعوت دیں، آپ نے فرمایا: چار اور چار، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو، اور مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ (بیت المال) کو دو، اور کھو کھلے کدو میں نہ پیو، اور نہ سبز مرتبانوں میں اور نہ کھو کھلی لکڑی میں اور نہ تارکول ملے ہوئے برتنوں میں۔

(صحیح بخاری: ۵۳، ۸۷، ۵۲۳، ۱۳۹۸، ۳۰۹۵، ۳۵۱۰، ۴۳۶۸، ۴۳۶۹، ۶۱۷۶، ۷۲۶۶، ۷۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۷، سنن ترمذی: ۲۶۱۱، سنن نسائی: ۵۶۹۲، سنن ابوداؤد: ۳۶۹۲، مسند احمد: ۳۳۹۶)

صحیح البخاری: ۶۱۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوارث، یہ ابن سعید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالتیاح، ان کا نام یزید بن حمید ضبعی البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالتیاح، یہ نصر بن عمران الضبعی البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے ''عبدالقیس'' یہ ربیعہ کی اولاد سے ہیں۔ اور یہ القطیف کے اردگرد ٹھہرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''غیر خزایا'' یہ الخزیان کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: جو ذلیل اور شرمندہ ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''الندامی'' یہ ندمان کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے نادم۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مُضَر'' میم پر پیش ہے اور ضاد پر زبر ہے، یہ ایک قبیلہ ہے جس میں کفار تھے اور ان سے عموماً لڑائی رہتی تھی، اس لیے انہوں نے کہا: ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ کے پاس آسکتے ہیں، کیونکہ ان مہینوں میں کفار کے ساتھ جنگ نہیں ہوتی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الشهر الحرام'' یعنی رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ کیونکہ عرب ان مہینوں میں لڑائی نہیں کرتے تھے۔ ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں حج کے لیے جاتے تھے اور محرم میں حج سے واپس آتے تھے، اور رجب میں عمرہ کرتے تھے، اس لیے ان مہینوں میں عرب آپس میں لڑائی نہیں کرتے تھے تاکہ حج اور عمرہ امن کے ساتھ ادا ہو سکے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فمرنا بامر فصل'' یعنی ہمیں ایسا امر لکھوا دیں جو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اربع وار بع'' یعنی میں تمہیں چار کاموں کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور چار کاموں سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وصوموا رمضان'' ایک روایت میں ہے کہ رمضان کے روزے رکھو۔ اور اس حدیث میں فرمایا کہ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کو ادا کرو، کیونکہ ان لوگوں کے پاس مالِ غنیمت آتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حج کا ذکر نہیں کیا، یا

Marfat.com

تو اس لیے کہ حج اس وقت تک فرض نہیں ہوا تھا، یا اس لیے کہ آپ کو علم تھا کہ ان لوگوں میں حج کرنے کی استطاعت نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الحنتم" یہ سبز رنگ کے مرتبان ہیں۔ ابن حبیب نے کہا: یہ گھڑے ہیں اور یہ ہر وہ برتن ہے جو سفید یا سبز ٹھیکروں سے بنا ہوا ہو۔ اور بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ "الحنتم" وہ ہے جس پر روغن ملا ہوا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "والنقیر" اس کا معنی ہے: کھوکھلی لکڑی، اس کے جوف میں نبیذ بنایا جاتا ہے، یہ فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے یعنی المنقور۔

اس حدیث میں مذکور ہے "المزفت" یعنی جن برتنوں پر تارکول ملا ہوا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۔ ۳۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۹۔ بَابُ: مَا يُدْعَى النَّاسُ بِآبَائِهِمْ — لوگوں کو ان کے آباء کے نام سے پکارا جائے گا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب ان احادیث کے بیان میں ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے آباء کے نام سے پکارا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۷۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ الْغَادِرَ يُرْفَعُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا قیامت کے دن بلند کیا جائے گا، کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۱۸۸، صحیح مسلم: ۱۷۳۵، سنن ترمذی: ۱۵۸۱، سنن ابوداؤد: ۲۷۵۶، مسند احمد: ۴۶۳۴، ۱۷۰۵)

صحیح البخاری: ۶۱۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "قیامت کے دن آباء کے نام سے پکارا جائے گا" اور اس حدیث میں ہے کہ عہد شکن کے متعلق کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن باپ کے نام سے پکارا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، وہ ابن عبد اللہ العمری ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"الغادر" غادر اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے کیے ہوئے عہد کو پورا نہ کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے"لواء" اس کا معنی ہے: جھنڈا، اور زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص عہد شکنی کرتا تو اس کے لیے حج کے ایام میں ایک جھنڈے کو بلند کیا جاتا تا کہ لوگ جان لیں کہ یہ عہد شکنی کرنے والا ہے اور اس سے اجتناب کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے"ھذہ غدرۃ فلان بن فلان"یعنی اس شخص کا نام لیا جائے گا اور اس کے باپ کا نام لیا جائے گا اور یہ بتایا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کے بیٹے کی عہد شکنی ہے۔

اس سوال کا جواب کہ امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی روایت کیوں نہیں کی جس میں صراحتاً آباء کی طرف نسبت کرنے کا حکم دیا ہے

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابو داؤد نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن اپنے ناموں سے اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے، تو اپنے نام اچھے رکھا کرو۔ اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ پھر امام بخاری نے اس حدیث کو کیوں ترک کر دیا، حالانکہ یہ مقصود پر زیادہ صراحت سے دلالت کرتی تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس کی سند میں انقطاع ہے۔ عبداللہ بن ابی زکریا اور اس حدیث کے راوی حضرت ابوالدرداء کے درمیان انقطاع ہے، کیونکہ عبداللہ بن ابی زکریاء نے حضرت ابوالدرداء کو نہیں پایا، تو امام بخاری نے اس حدیث کو ترک کر دیا کیونکہ یہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔ اور اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں: قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کی طرف نسبت کر کے پکارا جائے گا، تا کہ ان کے آباء پر پردہ رہے۔ اور اس حدیث میں باطنی امر پر حکم لگانے کا بیان ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۱۷۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جن کا یہ زعم ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو صرف ان کی ماؤں کے نام کی طرف نسبت کر کے پکارا جائے گا تا کہ ان کے آباء پر پردہ رہے۔

جس حدیث میں ماؤں کی طرف نسبت کر کے پکارنے کا بیان ہے اس کے ضعف کی تصریح

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ حدیث ہے جس کو امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس کی سند بہت ضعیف ہے، اور امام ابن عدی نے اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ بھی اسی کی مثل ضعیف ہے۔ اور امام ابن عدی نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔

Marfat.com

کسی چیز پراس کے ظاہر کے اعتبار سے حکم لگانا

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: آباء کے ساتھ پکارنا کسی شخص کی پہچان کرانے میں زیادہ قوی ہے اور اس کی تمیز میں زیادہ بلیغ ہے، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے اوپر اس کے ظاہر کے اعتبار سے حکم لگانا چاہیے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آباء کو ان پر محمول کیا جائے جن کی طرف دنیا میں نسبت کی جاتی تھی، نہ ان پر جو اس کے حقیقت میں آباء ہوں، اور یہی قول معتمد ہے۔

اور ابن ابی جمرہ نے کہا: عہد شکنی اپنے عموم پر ہے، بڑی چیز میں ہو یا چھوٹی چیز میں ہو۔ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ گناہوں میں سے ہر وہ گناہ جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہے اس کی کوئی علامت ہوگی جس علامت سے وہ گناہ کرنے والا اس گناہ کو پہچان لے گا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ۝ (الرحمٰن: ۴۱)

(اس دن) مجرمین اپنے حلیوں سے پہچان لیے جائیں گے اور ان کو ان کی پیشانیوں کے بالوں اور قدموں سے پکڑ لیا جائے گا O

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ہر عہد شکنی کا ایک جھنڈا ہوگا، اور اس بناء پر ایک شخص کے متعدد جھنڈے ہوں گے جتنی اس نے عہد شکنیاں کی ہوں گی اتنے ہی جھنڈے ہوں گا۔ ابن جمرہ نے کہا کہ جھنڈا نصب کرنے میں حکمت یہ ہے کہ غالباً سزا گناہ کی ضد سے دی جاتی ہے۔ پس جب کہ عہد شکنی کرنا پوشیدہ امور میں سے ہے تو اس کے مناسب یہ تھا کہ اس کی سزا مشہور ہو اور جھنڈے کو نصب کرنا عربوں کے نزدیک سب سے زیادہ مشہور چیز ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۵۳، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۱۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، پس کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۱۸۸، ۶۱۷۷، صحیح مسلم: ۱۷۳۵، سنن ترمذی: ۱۵۸۱، سنن ابوداؤد: ۲۷۵۶، مسند احمد: ۴۶۳۴ ج ۱۷۰۵)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث مذکور کی ایک اور سند ہے۔

۱۰۰۔ بَابٌ: لَا يَقُلْ خَبُثَتْ نَفْسِيْ

کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے، کیونکہ خبث کے لفظ کا مومن پر اطلاق کرنا حرام ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: خبیث کا اطلاق اعتقادِ باطل پر ہوتا ہے اور کلام میں جھوٹ پر ہوتا ہے اور افعال میں قبیح چیز پر ہوتا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس میں ممانعت بطورِ وجوب کے نہیں ہے، یہ ممانعت بطورِ ادب کے ہے۔ اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا جس کی گدی پر شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے، وہ صبح کو اٹھتا ہے تو اس کا نفس خبیث ہوتا ہے اور سست ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي وَلَكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي۔

(صحیح مسلم: ۲۲۵۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۷۹، مسند احمد: ۲۳۷۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے، لیکن یہ کہے کہ میرا دل پریشان ہے۔

صحیح البخاری: ۶۱۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں جو روایت کرتے ہیں از ہشام بن عروہ از والد خود عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولکن لیقل لقست نفسی'' لقست کا معنی بھی خبثت ہے، لیکن خبیث کے لفظ کا اطلاق مکروہ ہے۔ علامہ خطابی نے کہا: ''لقست و خبثت'' دونوں کا معنی ایک ہے، لیکن لفظِ خبثت قبیح ہے، اس لیے ایسے لفظ کو اختیار کریں جس کا معنی ہو کہ وہ خوشی سے محروم ہے، اور آپ کی سنت یہ تھی کہ آپ اسمِ قبیح کو اسمِ حسن کے ساتھ تبدیل فرما دیتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۱۷۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جہاں تک ممکن ہو انسان اپنے آپ کو اچھائی کی طرف منسوب کرے اور برائی سے اپنے آپ کو دور کرے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ'' (ابراہیم: ۲۶)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس کا ارادہ صرف مذمت کے معنی میں ہے، پس یہ اس کے منافی نہیں ہے جس پر اس باب کی حدیث دلالت کرتی ہے کہ انسان کے لیے مکروہ ہے کہ اپنے آپ کو قبیح کی صفت کے ساتھ متصف کرے۔ قاضی عیاض نے کہا

Marfat.com

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی صفت سے خبر دی ہے جو مذموم الحال ہو، پس اس کے اوپر اس لفظ کا اطلاق ممتنع نہیں ہے۔ اور ابن ابی جمرہ نے کہا: خبیث کے لفظ کے اطلاق کی ممانعت بطور استحباب ہے اور "لقست" کہنے کا جو حکم دیا ہے، وہ بھی بطور استحباب ہے۔ اگر اس کی جگہ اس لفظ کو بولا جائے جس سے یہی معنی ادا ہو تب بھی جائز ہے۔ اور ابن ابی جمرہ نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو الفاظ قبیحہ ہوں اور اسماء قبیحہ ہوں، ان سے اجتناب کرنا مستحب ہے۔ اور ان الفاظ کی طرف عدول کرنا چاہیے جن میں قبح نہ ہو۔ اور الخبث اور اللقس اگرچہ ان دونوں لفظوں کا معنی قبیح ہے، لیکن لفظ خبث میں قبح اور قبیح معنی بھی ہے بخلاف لقس کے، کیونکہ لقس کا معنی ہے معدہ کا پر ہونا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو نیک فال کی طلب کرنی چاہیے۔ اور اپنی طرف خیر کو منسوب کرے اور جہاں تک ممکن ہو اپنے نفس سے شر کو دفع کرے۔ اور اسی کے ساتھ یہ لاحق ہے کہ جب کسی کمزور آدمی سے پوچھا جائے تمہارا کیا حال ہے تو وہ یہ نہ کہے کہ میں اچھا نہیں ہوں، بلکہ یہ کہے کہ میں ضعیف ہوں اور اپنے نفس کو طیبین سے نہ نکالے اور اپنے آپ کو خبیثین میں داخل نہ کرے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۵۳، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٦١٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي وَلَكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي تَابَعَهُ عُقَيْلٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از الزہری از حضرت ابو امامہ بن سہل از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے لیکن اسے چاہیے کہ وہ کہے کہ میرا دل پریشان ہے۔ اس حدیث میں یونس کی عقیل نے متابعت کی۔

(صحیح بخاری: ۶۱۷۹، صحیح مسلم: ۲۲۵۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۷۹، مسند احمد: ۲۳۷۲۳)

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو ابھی گزر چکی ہے۔

١٠١ - بَابٌ: لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ

دہر (زمانہ) کو برا نہ کہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ایسی احادیث لائی گئیں ہیں کہ دہر کو برا کہنا ممنوع ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دہر کو برا نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١٨١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ اللهُ يَسُبُّ بَنُو آدَمَ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابوسلمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا

Marfat.com

ہے: بنو آدم دہر کو برا کہتے ہیں اور میں ہی دہر ہوں، میرے ہی ہاتھ میں رات اور دن ہیں۔

(صحیح بخاری:۴۸۲۶، ۶۱۸۱، ۷۴۹۱، صحیح مسلم:۲۲۴۶، سنن ابوداؤد:۵۲۷۴، مسند احمد:۷۲۰۴، موطا امام مالک:۱۸۴۶)

صحیح البخاری:۶۱۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''بنو آدم دہر کو برا کہتے ہیں''۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ مصائب اور آفات کو دہر کی طرف منسوب کرتے تھے اور دہر کا معنی ہے: رات اور دن کی گردش۔

دہر کو برا کہنے والوں کے دو فرقے

دہر کو برا کہنے والوں کے دو فرقے ہیں۔ ایک فرقہ وہ ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا اور دہر یعنی رات اور دن کے سوا کسی کو نہیں جانتا اور رات اور دن ہی وہ ہیں جو حوادث کا محل ہیں اور آفات اور مصائب کا ظرف ہیں۔ تو وہ ناپسندیدہ اور مکروہ چیزوں کو رات اور دن کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ یہ رات اور دن کا فعل ہے اور یہ نہیں دیکھتے کہ رات اور دن کے علاوہ مصائب کا کوئی اور مدبر ہے اور اسی فرقہ کو دہریہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے حکایت فرمائی ہے:

وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ (الجاثیہ:۲۴) اور ہمیں صرف دہر (زمانہ) ہلاک کرتا ہے۔

اور دوسرا فرقہ وہ ہے جو خالق کو پہچانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ کرتا ہے کہ اس کی طرف ناپسندیدہ چیزوں کی نسبت کی جائے، پس وہ ان چیزوں کی نسبت دہر اور زمانہ کی طرف کرتا ہے۔ اور ان دونوں طریقوں سے لوگ دہر کو برا کہتے ہیں اور اس کی مذمت کرتے ہیں، پس کوئی کہنے والا کہتا ہے: ہائے دہر کی ناکامی، ہائے دہر کی خرابی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس قول کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا: تم میں سے ہرگز کوئی شخص دہر کو برا نہ کہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے، آپ کی مراد یہ تھی کہ تم اس بناء پر دہر کو برا نہ کہو کہ دہر ہی فاعل ہے اور تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس کا کرنے والا دہر ہے۔ پس اللہ ہی فاعل ہے، پس جب تم نے ان مصائب کی وجہ سے دہر کو برا کہا تو یہ برائی اللہ عزوجل کی طرف راجع ہوگی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''انا الدھر'' یعنی میں دہر کا مالک ہوں اور اس میں تصرف کرنے والا ہوں۔ اور دوسروں نے یہ کہا کہ ''انا الدھر'' کا معنی ہے: میں دہر کا یعنی زمانہ کا مدبر ہوں، یا میں دہر کا صاحب یعنی مالک ہوں، یا میں دہر کو پلٹنے والا ہوں، یا دہر کو گردش میں لانے والا ہوں، اس لیے اس کے بعد فرمایا ''میرے ہی ہاتھ میں رات اور دن ہیں''۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ ظاہر سے کیوں عدول فرمایا؟ پھر کہا: دلائلِ عقلیہ عدول کرنے کی موجب ہیں، اور اس کا یہ بھی معنی بیان کیا گیا ہے کہ میں باقی ہوں یا ثابت ہوں دہر میں۔ اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت اس طرح کی ہے کہ دہر کو برا نہ کہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں دہر ہوں، دنوں کو اور راتوں کو میں وجود میں لاتا ہوں، اور میں بلاؤں کو لاتا ہوں، اور میں ایک بادشاہ کے بعد

Marfat.com

دوسرے بادشاہ کو لاتا ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۵۔۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۱۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دہر کے معنی کی تحقیق

قاضی عیاض نے کہا ہے: جن لوگوں کی تحقیق نہیں ہے ان کا یہ زعم ہے کہ دہر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور یہ غلط ہے، کیونکہ دہر کا معنی ہے: دنیا کے زمانہ کی مدت یا دہر کا معنی ہے مدتِ طویلہ۔ اور بعض لوگوں نے اس کی تعریف کی ہے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے مفعولات کی انتہا ہے، یا موت سے پہلے اس کا فعل ہے۔ اور دہریہ میں سے جاہلوں اور معطلین نے اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے، ان کے نزدیک دہر کا معنی ہے: فلک کی حرکات اور عالم کی انتہا۔ اور ان کے نزدیک دہر کے سوا اور کوئی صانع نہیں ہے۔ اور ان کے رد کے لیے کافی ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ میں دہر ہوں اور میں رات اور دن کو پلٹتا رہتا ہوں، پس کیسے کوئی اپنے نفس کو پلٹے گا، اللہ تعالیٰ ان کے قول سے بہت بلند ہے۔

اور شیخ ابو محمد بن ابو جمرہ نے کہا ہے: یہ مخفی نہ رہے کہ صنعت کو برا کہنا اس کے صانع کو برا کہنا ہے، پس جس نے رات اور دن کو برا کہا تو اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو برا کہا۔

پس بندوں کے احکام بندوں کے کسب کی وجہ سے ہوتے ہیں، اسی لیے ان کے اوپر احکام مرتب ہوتے ہیں اور وہ ابتداءً میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی وجہ سے ہیں اور بعض افعال وہ ہیں جو بغیر واسطہ کے صادر ہوتے ہیں اور وہ منسوب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف، اور رات اور دن کا کوئی فعل نہیں ہوتا اور نہ کوئی تاثیر ہوتی ہے نہ لغۃً، نہ عقلاً اور نہ شرعاً۔ اور اس حدیث میں یہی معنی بیان کیا ہے کہ مصائب اور آفات کے نازل ہونے میں رات اور دن کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۵۵، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۱۸۲۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ وَلَا تَقُولُوا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از ابو سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: تم عنب (انگور) کا نام کرم نہ رکھو۔ اور نہ یہ ہو کہ ہائے دہر (زمانہ) کی ناکامی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۱۸۳، صحیح مسلم: ۲۲۴۷، مسند احمد: ۲۶۴، ۹۸۰۷)

صحیح البخاری: ۶۱۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث سابق کی ایک اور سند ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیاش، یہ ابن الولید البصری الرقام ہیں جو عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ از معمر از راشد از محمد بن مسلم الزہری از سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف از ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ خطابی نے کہا: عِنَب کو کرم کہنے سے منع فرمایا تاکہ خمر کی تحریم کی تاکید ہو اور اس کی ممانعت کا دوام ہو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تقولوا خیبة الدھر"۔ علامہ داؤدی نے کہا: یہ دہر کے لیے ناکامی اور نامرادی کی بددعا ہے، اور یہ ایسا ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں زمین پر قحط آجائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۲۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: کرم صرف مومن کا دل ہے

وَقَدْ قَالَ: إِنَّمَا الْمُفْلِسُ الَّذِي يُفْلِسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، كَقَوْلِهِ: إِنَّمَا الصُّرَعَةُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ، كَقَوْلِهِ لَا مَلِكَ إِلَّا اللهُ، فَوَصَفَهُ بِانْتِهَاءِ الْمُلْكِ، ثُمَّ ذَكَرَ الْمُلُوكَ أَيْضًا فَقَالَ: ﴿إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا﴾ (النمل: ۳۴)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مفلس صرف وہ ہے جو قیامت کے دن مفلس ہوگا، جیسے آپ کا یہ ارشاد ہے: پہلوان صرف وہ ہے جو اپنے نفس پر غضب کے وقت قابو رکھے، جیسے آپ کا یہ ارشاد ہے: "اللہ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں"۔ پس آپ نے بادشاہت کی انتہاء کا بیان کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں کا بھی ذکر کیا، پس فرمایا: "بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو اجاڑ دیتے ہیں"۔ (النمل: ۳۴)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر کیا گیا ہے کہ کرم صرف مومن کا دل ہے، یہ ایک اور حدیث کا قطعہ ہے جس کو امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کرم نہ کہے، کیونکہ کرم صرف مومن کا دل ہے۔ اور دوسری روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم انگور کو کرم نہ کہو، کیونکہ کرم تو مسلمان مرد ہے۔ اور علقمہ بن وائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کرم نہ کہو لیکن تم کہو: انگور اور انگور کی بیل اور شاخیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کرم صرف مومن کا دل ہے، یعنی چونکہ اس میں ایمان اور تقویٰ کا نور ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقٰكُمْ (الحجرات: ۱۳)

بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

Marfat.com

اور اس سے پہلے باب میں حدیث تھی کہ تم انگور کو کرم نہ کہو، اور یہاں ارشاد فرمایا کہ کرم صرف مومن کا دل ہے۔

علماء نے بیان کیا کہ انگور کو کرم کہنے کی کراہت کا سبب یہ ہے کہ لفظ کرم کا عرب کے لوگ انگور کے درخت پر بھی اطلاق کرتے ہیں اور اس خمر پر بھی اطلاق کرتے ہیں کہ جو انگوروں سے بنائی جاتی ہے، اس کا نام بھی انہوں نے کرم رکھا کیونکہ وہ انگوروں سے بنائی جاتی ہے۔ اور اس لیے کہ کرم کا لفظ سخا پر محمول کیا جاتا ہے، پس شارع علیہ السلام نے کرم کے لفظ کا اطلاق انگوروں پر اور درخت پر مکروہ قرار دیا ہے، اس لیے کہ جب وہ لوگ اس لفظ کو سنیں گے تو بسا اوقات وہ اس سے خمر کو یاد کریں گے اور ان کے دلوں میں خمر کے لیے ہیجان ہوگا، پس وہ شراب نوشی میں واقع ہو جائیں گے یا اس کے قریب ہو جائیں گے۔ اور علماء نے کہا کہ یہ اسم مومن کے قلب کا مستحق ہے، کیونکہ مومن کرم اور تقویٰ اور نور اور ہدایت کا منبع ہے۔ اور لغت میں مشہور ہے کہ کَرْمٌ (راء پر جزم) میں جب راء پر جزم ہو تو اس کا معنی انگور ہے۔

الازہری نے کہا ہے کہ انگوروں کو کرم اس لیے کہا جاتا ہے کہ انگور بھی سخاوت کرتے ہیں اور انگور بہت کثیر ہوتے ہیں اور جو چیز بہت کثیر ہو وہ کرم ہے۔

اور ابن الانباری نے کہا کہ انگوروں کو کرم اس لیے کہا گیا کہ خمر اس سے بنتی ہے اور خمر سخاوت پر برانگیختہ کرتی ہے اور مکارم اخلاق کا حکم دیتی ہے۔ (میں کہتا ہوں: ابن الانباری کا یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ہے، خمر پینے کے بعد نشہ آتا ہے اور وہ آدمی کو برے کاموں پر برانگیختہ کرتا ہے نہ کہ مکارمِ اخلاق پر۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

اور آپ نے فرمایا: انگوروں کو کرم نہ کہو، آپ نے اس کو مکروہ فرمایا کہ خمر کی اصل کا نام وہ رکھا جائے جو کرم سے ماخوذ ہے۔ اور جو مومن خمر کے پینے سے بچتا ہے، اس کو کرم فرمایا۔ آپ نے یہ سمجھایا کہ خمر کو ترک کرنے میں کرم کا نام زیادہ حق دار ہے۔ اور خمر کو اس مرتبہ سے موخر کر دیا اس کی تحقیر کے لیے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جس کلام میں حصر کے حروف ہوتے ہیں یا حصر کے کلمات ہوتے ہیں، اس کلام میں حصر ادعائی ہوتا ہے حقیقی نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس ارشاد میں حصر ہے کہ کرم صرف مومن کا دل ہے۔ پس کرم حقیقی دل ہے نہ کہ درخت۔ اور یہ بطور ادعاء ہے نہ کہ بطور حقیقت۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کرم کا اس کے غیر پر بھی اطلاق ہوتا ہے یعنی مومن کے غیر کے دل پر۔ اور اسی طرح آپ کا ارشاد ہے: مفلس صرف وہ ہے جو قیامت کے دن مفلس ہوگا۔ یہ ترمذی کی ایک حدیث کا قطعہ ہے۔ وہ حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے کہا: مفلس ہم میں وہ ہے یا رسول اللہ! جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کوئی سامان ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن نمازیں، روزے اور زکوٰۃ کو لے کر آئے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی پر ضرب لگائی ہوگی۔ پس وہ بیٹھ جائے گا اور ان مظالم کے بدلہ میں اپنی نیکیاں دے گا اور یہ اس کی نیکیاں ہیں۔ پس جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، اس سے پہلے کہ اس کے مظالم کا تدارک ہو جائے تو پھر مظلوم کے گناہوں کو اس کے

Marfat.com

اوپر لا دیا جائے گا، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اسی طرح اس تعلیق میں یہ حدیث ہے کہ پہلوان صرف وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے غصہ پر قابو رکھے۔ اور یہ حدیث بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس باب سے پچیس ابواب پہلے گزر چکی ہے۔

اسی طرح آپ کا ارشاد ہے: اللہ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں ہے، آپ نے ارادہ فرمایا کہ اس میں حصر ہے جیسا کہ اس سے پہلی حدیثوں میں حصر ہے، کیونکہ نفی اور اثبات بھی حصر کے کلمات میں سے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسروں پر بھی بادشاہ کا اطلاق کیا ہے، اور نفس الامر اور حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے اور باقی مجازاً بادشاہ ہیں، پھر النمل: ۳۴ کو پیش کیا جس میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر پر بھی بادشاہ کا اطلاق ہوتا ہے، کیونکہ اس میں ملوک کا لفظ فرمایا، یہ ملک کی جمع ہے اور قرآن مجید میں اس طرح کی بہت مثالیں ہیں جیسا کہ سورہ یوسف (آیت: ۵۰) میں ہے "قَالَ الْمَلِكُ" اور جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اللہ کے علاوہ جس پر بھی ملک کا اطلاق آیا ہے وہ مجازاً آیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۶۔۳۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۸۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَيَقُولُونَ الْكَرْمُ إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۴۷، مسند احمد: ۹۸۰۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری، از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ الکرم کہتے ہیں، کرم صرف مومن کا دل ہے۔

صحیح البخاری: ۶۱۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبد اللہ، یہ ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۳ - بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي

مرد کا یہ کہنا کہ آپ پر میرا باپ اور میری ماں فدا ہو

فِيهِ الزُّبَيْرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

اس باب میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے حدیث ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں مرد کے اس قول کا ذکر کیا ہے جو وہ اپنے کلام میں کہتا ہے کہ آپ پر میرا باپ اور میری ماں فداء ہوں، یعنی آپ پر میرا باپ اور میری ماں قربان کیے گئے ہیں۔

فدا کا اصل معنی ہے: فدیہ دے کر قیدی کو چھڑانا۔

Marfat.com

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، اس روایت کو امام بخاری نے مناقب زبیر میں بیان کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور ابوسلمہ احزاب کے دن عورتوں میں تھے، پس جب میں لوٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے ماں باپ کو جمع کیا پس فرمایا: تم پر میرا باپ اور میری ماں فداء ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۸۔ ۳۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۸۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه قَالَ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُفَدِّي أَحَدًا غَيْرَ سَعْدٍ سَمِعْتُهُ يَقُولُ ارْمِ فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي أَظُنُّهُ يَوْمَ أُحُدٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن شداد از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے لیے اپنے آپ کو فدا کرنے کا لفظ کہتے ہوئے نہیں سنا، سوائے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمارہے تھے: اے سعد! تیر مارو میرے ماں باپ تم پر فداء ہوں اور میرا گمان ہے کہ یہ آپ نے غزوہ احد کے موقع پر فرمایا تھا۔

(صحیح بخاری: ۲۹۰۵، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۶۱۸۴، صحیح مسلم: ۲۴۱۱، سنن ترمذی: ۳۷۵۵، سنن ابن ماجہ: ۱۲۹، مسند احمد: ۱۰۲۰)

صحیح البخاری: ۶۱۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ثوری ہیں۔ اور سعد بن ابراہیم کا ذکر ہے، وہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور عبداللہ بن شداد کا ذکر ہے، وہ ابن الہاد اللیثی المدنی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے یہ نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لیے یہ فرمایا ہو کہ میرے ماں باپ تجھ پر فداء ہوں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے لیے بھی اس طرح فرمایا ہے جیسا کہ امام بخاری نے اپنی اس تعلیق میں ذکر کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اپنے علم کے اعتبار سے فرمایا ہے، واقعہ کے اعتبار سے نہیں فرمایا۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

۱۰۴۔ بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ جَعَلَنِی اللّٰہُ فِدَاكَ
مرد کا یہ کہنا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے اوپر فدا کر دے

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا۔
اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا: ہم آپ کے اوپر اپنے آباء کو اور اپنی امہات کو فدا کرتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد سے کہے: اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کر دے، آیا یہ جائز ہے یا مکروہ ہے؟ اور امام ابوبکر بن عاصم نے وہ احادیث جمع کی ہیں جو اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، اور انہوں نے وثوق سے کہا کہ یہ جائز ہے کہ مرد سلطان سے کہے یا کسی بڑی شخصیت سے کہے یا کسی بڑے عالم سے کہے، یا اپنے بھائیوں میں سے جس سے زیادہ محبت کرتا ہو اس سے کہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کر دے۔ اور یہ ممنوع نہیں ہے بلکہ اس پر ثواب دیا جائے گا جب کہ وہ اس کی تعظیم کا ارادہ کرے گا، اور اگر یہ ممنوع ہوتا تو نبی ﷺ اس سے منع فرما دیتے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا: ہم آپ کے اوپر اپنے آباء کو اور امہات کو فداء کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک طرف ہے جو مناقب ابوبکر رضی اللہ عنہ میں سندِ موصول کے ساتھ گزر چکی ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۲۵۷، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۶۹، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس طرح نہیں ہے، کیونکہ مناقب ابوبکر رضی اللہ عنہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا۔۔۔ الحدیث۔ اور اس میں یہ لفظ نہیں ہے کہ ہم آپ کے اوپر اپنے آباء اور اپنی امہات کو فداء کرتے ہیں۔ یہ الفاظ تو صرف عبید بن حنین کی روایت میں ہیں جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے باب ھجرۃ النبی ﷺ میں مروی ہے، اس کے الفاظ یوں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھ گئے، پس آپ نے فرمایا: ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا۔۔۔ الحدیث، اور اس میں یہ لفظ ہے کہ ہم آپ کے اوپر اپنے آباء اور اپنی امہات کو فداء کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: گویا کہ علامہ عینی نے مناقب ابوبکر میں بخاری کے متن کو دیکھا ہے اور اس میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ملے، اور اگر وہ رجوع کرتے اس شرح کی طرف جس کا نام فتح الباری ہے تو اس میں ان کو بعینہٖ یہ الفاظ مل جاتے، کیونکہ یہ حدیث واحد ہے اور اس کی بعض سندوں میں وہ الفاظ ہیں جو دوسری سندوں میں نہیں ہیں، اور صاحب فتح الباری کی عادت یہ ہے کہ وہ سندوں کے تمام الفاظ کو ایک جگہ پر جمع کرتے ہیں جہاں اس کی شرح کرتے ہیں۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری، ج ۲ ص ۷۰۰، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۹ھ)

فتح الباری کی مفصل عبارت

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہم آپ کے اوپر اپنے آباء کو اور اپنی امہات کو فداء کرتے ہیں۔ یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک طرف ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے درمیان اور جو اللہ کے پاس اجر ہے، اس کے درمیان اختیار دیا تو بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس اجر ہے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم آپ کے اوپر اپنے آباء اور اپنی امہات کو فداء کرتے ہیں... الحدیث۔ اور یہ حدیث سندِ موصول کے ساتھ مناقب ابوبکر رضی اللہ عنہ میں اس کی شرح کے ساتھ گزر چکی ہے۔

پھر امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا ہوا تھا اور اس کی شرح کتاب اللباس کے اواخر میں گزر چکی ہے اور اس حدیث سے مراد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ہے: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے اوپر فداء کردے، کیا آپ کو کوئی چوٹ لگی ہے؟ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "لبیک وسعدیک" اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کردے... الحدیث۔

اسی طرح اس حدیث کو امام بخاری نے الادب المفرد میں روایت کیا ہے، امام طبرانی نے کہا: ان احادیث میں اس قول کے جواز کی دلیل ہے اور وہ جو مبارک بن فضالہ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ حضرت زبیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور وہ بیمار تھے تو انہوں نے کہا: آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کرے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ابھی تک اپنا دیہاتی پن نہیں چھوڑا، پھر انہوں نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ بیان کیا، پھر کہا: اس حدیث میں اس قول کی ممانعت کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث صحت میں ان احادیث کے معارض نہیں ہو سکتی اور برتقدیر ثبوت اس میں ممانعت کی تصریح نہیں ہے بلکہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ مریض کو یہ نہیں کہنا چاہیے۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ یہ دعا اس کے لیے جائز ہے جس کے والدین مشرک ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعائیہ کلمات اس وقت کہے جب وہ اسلام لا چکے تھے، اسی طرح حضرت ابوذر

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ دعائیہ جملہ اس وقت کہا جب ان کے والدین اسلام لا چکے تھے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۶۹، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۵۷، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے مناقشہ کا خلاصہ از مصنف

میں کہتا ہوں: اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ عینی نے حافظ ابن حجر عسقلانی پر یہ اعتراض کیا تھا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات اس وقت کہی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تو اس بندے نے آخرت کو اختیار کر لیا، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہمارے آباء اور امہات کو آپ پر فداء کر دے۔ اور یہ حدیث مناقب ابوبکر رضی اللہ عنہ میں ہے۔

علامہ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول مناقبِ ابوبکر میں نہیں ہے بلکہ بابِ ہجرت میں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ علامہ عینی نے صرف صحیح بخاری کو دیکھا اور اس میں مناقبِ ابوبکر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہیں ہے، لیکن میں نے جو اس کی شرح فتح الباری کی ہے اگر وہ اس کو بہ غور دیکھ لیتے تو میں نے اس میں متعدد سندوں کے ساتھ یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ پر ہمارے آباء اور امہات فداء ہو جائیں اور اس اعتراض کا جواب بھی دیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیماری کی حالت میں آپ سے کہا: آپ پر میرے آباء اور امہات فداء ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا دیہاتی پن ابھی تک نہیں گیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۱۸۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَمَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم صَفِيَّةُ مُرْدِفُهَا عَلَى رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا كَانُوا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَثَرَتِ النَّاقَةُ فَصُرِعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَالْمَرْأَةُ وَأَنَّ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ أَحْسِبُ اقْتَحَمَ عَنْ بَعِيرِهِ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ هَلْ أَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَا وَلَكِنْ عَلَيْكَ بِالْمَرْأَةِ فَأَلْقَى أَبُو طَلْحَةَ ثَوْبَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَصَدَ قَصْدَهَا فَأَلْقَى ثَوْبَهُ عَلَيْهَا فَقَامَتِ الْمَرْأَةُ فَشَدَّ لَهُمَا عَلَى رَاحِلَتِهِمَا فَرَكِبَا فَسَارُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ أَوْ قَالَ أَشْرَفُوا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُهَا حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں جو سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں، پھر جب وہ بعض راستہ میں پہنچے تو وہ اونٹنی لڑکھڑا گئی، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خاتون گر گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا گمان ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنے آپ کو سواری سے گرا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے، پس کہا: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کر دے، کیا آپ کو کوئی چوٹ لگی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن تم عورت کو دیکھو، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کپڑا اپنے چہرہ پر رکھا اور اس خاتون کا قصد کیا اور ان کے اوپر بھی کپڑا ڈال دیا،

(صحیح بخاری:٦١٨٥، صحیح مسلم:١٣٤٥، مسند احمد:١٢٥٣٥)

پس وہ خاتون کھڑی ہوگئیں، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے لیے سواری کو بٹھایا، پس وہ دونوں سواری پر سوار ہوئے اور روانہ ہو گئے، حتیٰ کہ جب مدینہ کی پشت پر پہنچے یا کہا: جب وہ مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیہ کلمات کہے: ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں، آپ مسلسل یہ کلمات کہتے رہے حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔

صحیح البخاری:٦١٨٥، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، وہ ابن مدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر بن المفضل، یہ ابن لاحق بصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن ابی اسحاق، یہ حضارمہ البصری کے غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اقبل" یعنی حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما عسفان سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "صفیہ" یعنی صفیہ بنت حیی ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ان ابا طلحة" ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا نام زید بن سہل ہے اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے شوہر ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "علیك بالمرأة" یعنی تم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کرو اور ان کے معاملہ کو دیکھو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اقتحم عن بعیرہ" یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو سواری سے گرا دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقصد قصدھا" یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی سمت یا ان کی جہت کی طرف گئے، تاکہ انہیں سنبھالیں۔

کسی کے اوپر اپنے ماں باپ کو فداء کرنے کے قول کا جواز

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث میں ان علماء کا رد ہے جنہوں نے کہا ہے: کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنے ماں باپ کو کسی پر فداء کرے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کرے۔

اور ان علماء نے یہ زعم کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر اپنے ماں باپ پر فداء کیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دونوں

Marfat.com

مشرک تھے۔اور رہا مسلم تو اس کو کسی پر فداء کرنا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: جنہوں نے یہ زعم کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: تم تیر مارو، تم پر میرے ماں باپ فداء ہوں، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے ماں باپ مشرک تھے، سو یہ زعم فاسد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء اور امہات ہر دور میں مومن رہے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۰۵۔ بَابُ: أَحَبِّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ — جو نام اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبوب ہیں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کون سے نام اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

امام مسلم نے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ اللہ عزوجل کو جو سب سے زیادہ محبوب نام ہیں وہ عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: ان دو ناموں کے ساتھ وہ نام لاحق ہے جو ان کی مثل ہے جیسے عبد الرحیم، عبد الملک اور عبد الصمد وغیرہا۔ اور یہ اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ اس لیے محبوب ہیں کہ یہ اسماء اس وصف کو شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور اس وصف کو بھی شامل ہیں جو انسان کے لیے واجب ہیں، اللہ تعالیٰ کے لیے جو وصف ثابت ہے وہ الوہیت ہے، اور انسان کے لیے جو وصف ثابت ہے وہ عبودیت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان دو ناموں پر اختصار کرنے کی حکمت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی اسم کی طرف ان دو اسموں کے علاوہ اضافت نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ۔ (الجن: ۱۹) اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا۔

اور دوسری آیت میں ارشاد ہے:

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ (الفرقان: ۶۳) اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی کے ساتھ چلتے ہیں۔

اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۰) آپ کہیے: تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۰۔۳۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۸۶۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقُلْنَا لَا نَكْنِيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا كَرَامَةَ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ سَمِّ ابْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ۔ (صحیح بخاری: ۳۱۱۴، صحیح مسلم:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام القاسم رکھا، تو ہم نے کہا: ہم

Marfat.com

(۶۱۳۳) تمہاری کنیت ابوالقاسم نہیں رکھیں گے اور نہ اس وجہ سے تمہاری تعظیم کریں گے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھو۔

صحیح البخاری: ۶۱۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے جو نام اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کو فرمایا: تم اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھو، اس لیے کہ عبدالرحمٰن ان ناموں میں سے ہے جو اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، جیسا کہ ابھی صحیح مسلم کی حدیث کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ اور اس لیے کہ اگر کوئی اور نام اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نام کو رکھنے کا حکم دیتے، کیونکہ غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکمل چیز کا حکم دیتے تھے۔

علامہ کرمانی نے یہاں مناسبت کے بیان میں غلطی کی ہے، انہوں نے کہا: دوسری روایت میں آیا ہے کہ اللہ عزوجل کو جو نام زیادہ محبوب ہے وہ عبدالرحمٰن ہے اور تم دیکھتے ہو کہ یہ اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ احب بمعنی محبوب ہے۔

علامہ عینی اس پر بھی رد فرماتے ہیں کہ یہ لفظ کو اس کے ظاہر معنی سے نکالنا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عیینہ، یہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن المنکدر، یہ محمد بن المنکدر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا کرامة" یہ مفعول مطلق ہے، یعنی ہم تمہاری عزت نہیں کریں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۶۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو

قَالَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یعنی یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔ کنیت ہر اس مرکب اضافی کو کہتے ہیں جس کے شروع میں اب یا ام کا ذکر ہو جیسے ابوبکر یا ام کلثوم۔

اس عنوان میں ذکر کیا ہے ''قاله انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم '' یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وہ کہا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے، اور یہ تعلیق سندِ موصول کے ساتھ کتاب البیوع میں اس باب میں گزر چکی ہے ''باب ما ذکر فی الاسواق'' اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار میں تھے تو ایک مرد نے کہا ''یا ابا القاسم!'' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا، اس نے کہا: میں نے تو اس کو بلایا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔ اور اس باب میں اختلاف ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کے متعلق فقہاءِ اسلام کے نظریات

امام طحاوی نے اس مسئلہ میں ایک باب منعقد کیا ہے اور اس کے اندر بہت احادیث اور مباحثِ کثیرہ لائے ہیں۔ پس پہلی حدیث یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میرے ہاں کوئی بیٹا ہوا تو میں آپ کے نام پر اس کا نام رکھوں گا اور آپ کی کنیت پر اس کی کنیت رکھوں گا، تو آپ نے فرمایا: ہاں! امام طحاوی نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے رخصت ہے۔

پھر امام طحاوی نے کہا: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص ابوالقاسم کنیت رکھے، اور اس کے ساتھ محمد نام رکھے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام طحاوی نے قوم سے ارادہ کیا ہے محمد بن الحنفیہ کا، امام مالک کا اور ایک روایت میں ہے امام احمد کا۔ پھر ان لوگوں کے دو فرقے ہیں، ایک فرقہ نے کہا کہ کسی کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہیں ہے خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو، اس فرقہ کا نام ہے محمد بن سیرین، ابراہیم نخعی اور امام شافعی۔

اور دوسرے فرقہ نے کہا اور وہ ظاہر یہ ہے اور ایک روایت کے مطابق وہ امام احمد ہے، کہ جس کا نام محمد ہو اس کو ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنی چاہیے، اور جس کا نام محمد نہ ہو وہ اگر ابوالقاسم کنیت رکھے تو کوئی حرج نہیں ہیں۔ اور اس باب کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو عنقریب آئے گی کہ آپ کے نام اور آپ کی کنیت کو جمع کرنا منع ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں منع تھا، اور بعض لوگوں نے کہا کہ محمد نام رکھنا بھی منع ہے۔ سالم بن ابی الجعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کی طرف لکھا کہ تم نبی کے نام پر نام نہ رکھو۔

اور امام ابوداؤد نے از الحکم بن عطیہ از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی اولاد کا نام محمد رکھتے ہو، پھر تم اس کو لعنت بھی کرتے ہو۔ امام طبری نے کہا: یہ ممانعت کراہت پر محمول ہے، تحریم پر محمول نہیں ہے۔ اور یہ تمام احادیث صحیح ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے اور کوئی حدیث منسوخ بھی نہیں ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے نام اور کنیت رکھنے کی رخصت اس بات کی خبر ہے کہ آپ کے نام اور آپ کی کنیت کو جمع کرنا جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۱۔ ۲۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١٨٧۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رضى الله عنه قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالُوا لَا نَكْنِيهِ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي۔

(صحیح بخاری: ٣١١٥، صحیح مسلم: ٢١٣٣، مسند احمد: ١٤٧٧١)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، اس نے اس کا نام القاسم رکھا، تو صحابہ نے کہا: ہم اس کی کنیت نہیں رکھیں گے حتیٰ کہ نبی ﷺ سے معلوم کرلیں، تو آپ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

صحیح البخاری: ٦١٨٧، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد، وہ ابن جعفر بن عبداللہ ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حُصین، (حاء پر پیش اور صاد پر زبر) یہ ابن عبدالرحمٰن ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سالم، وہ ابن ابی الجعد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا تکتنوا'' یہ باب افتعال کے ساتھ ہے، اور ''ولا تکنوا'' بھی مروی ہے اور یہ باب تفعیل ہے۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ عَلَم (نام) یا تو مدح یا مذمت کی خبر دے گا اور وہ لقب ہے۔ اور یا اس طرح نہیں ہوگا، پھر اگر وہ اب یا ام کے ساتھ شروع ہو تو وہ کنیت ہے، اور اگر اب اور ام کے ساتھ شروع نہ ہو تو وہ اسم ہے۔

پس نبی ﷺ کا اسم محمد ہے، اور آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے، اور آپ کا لقب رسول اللہ ﷺ ہے۔ اور اس حدیث میں ان علماء کا رد ہے جنہوں نے محمد نام رکھنے سے منع کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٣٢٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ ھ)

٦١٨٨۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي۔

(صحیح بخاری: ٣١١٥، ٦١٨٧، صحیح مسلم: ٢١٣٣، مسند احمد: ١٤٧٧١)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن سیرین، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

صحیح البخاری: ٦١٨٨، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن مدینی کے نام سے معروف ہیں اور یہ روایت کرتے ہیں سفیان بن عیینہ سے از ایوب السختیانی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''قال ابوالقاسم'' اور یہ نہیں کہا ''قال النبی'' یا ''قال الرسول'': اس میں نکتہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ابوالقاسم کنیت رکھنا ممنوع تھی، اس لیے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ابوالقاسم کا لفظ استعمال کیا بایں طور کہ وہ ابوالقاسم کنیت دوسروں کے لیے جائز قرار نہیں دیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۸۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالُوا لَا نَكْنِيكَ بِأَبِي الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا فَأَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ أَسْمِ ابْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ۔

(صحیح بخاری: ۳۱۱۴، ۶۱۸۹، صحیح مسلم: ۲۱۳۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابن المنکدر سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، اس نے اس کا نام القاسم رکھا تو صحابہ نے کہا: ہم تمہاری کنیت ابوالقاسم نہیں رکھیں گے اور نہ تمہاری آنکھ اس کنیت سے پکار کر ٹھنڈی کریں گے۔ وہ مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھو۔

صحیح البخاری: ۶۱۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان تھا ''میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص نے اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھا اور اس کو لوگوں نے اس نام سے منع کیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے یہ قصہ بیان کیا، تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم یہ کنیت رکھ لو اور نہ یہ فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کا نام محمد رکھو، بلکہ فرمایا: تم اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھو۔ اور اس حدیث کے ظاہر سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم اور آپ کے نام محمد کو جمع نہ کیا جائے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا ننعمك عينا'' یہ انعام سے ماخوذ ہے، یعنی اس نام کے ساتھ ہم تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں کریں گے۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار کنیتوں سے منع فرمایا ہے: ابوعیسیٰ، ابوالحکم، ابومالک اور ابوالقاسم اس شخص کے لیے جس کا

Marfat.com

نام محمد ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

چار کنیتوں کی ممانعت کی توجیہ

میں کہتا ہوں: ابوعیسیٰ کنیت رکھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا۔ اور ابوالحکم اور ابو مالک سے اس لیے منع فرمایا کہ حَکَم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور مالک بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، تو اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا باپ ہو، اور ابوالقاسم کنیت رکھنے سے اس شخص کے لیے منع فرمایا جس کا نام محمد ہو۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ ممانعت صرف آپ کی حیات میں تھی یا بعد میں بھی رہی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۰۷۔ بَابُ: اسْمِ الْحَزْنِ حزن (سخت) نام رکھنے کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جس کا نام حزن ہو اس کا کیا حکم ہے؟۔

حزن کا معنی ہے: سخت زمین اور یہ سہل کی ضد ہے اور یہ جسمانی بناوٹ میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے "فلان فی حزونة" یعنی وہ سختی اور قساوت میں ہے، اور اگر حاء پر پیش ہو یعنی حُزن، تو اس کا معنی ہے غم۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أَبَاهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَا اسْمُكَ قَالَ حَزْنٌ قَالَ أَنْتَ سَهْلٌ قَالَ لَا أُغَيِّرُ اسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا زَالَتِ الْحُزُونَةُ فِينَا بَعْدُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَمَحْمُودٌ هُوَ ابْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ بِهٰذَا۔

(صحیح البخاری: ۶۱۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۹۵۶، مسند احمد: ۲۳۶۱۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابن المسیب از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا: حزن، آپ نے فرمایا: تم سہل ہو۔ انہوں نے کہا: میں اس نام کو تبدیل نہیں کروں گا جو میرے والد نے رکھا ہے، حضرت ابن المسیب نے کہا: پھر اس کے بعد ہمیشہ ہم میں سختی رہی۔

ہمیں علی بن عبداللہ اور محمود نے حدیث بیان کی اور وہ ابن غیلان ہیں، ان دونوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابن المسیب از والد خود از جد خود یہی حدیث۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۱۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن نصر، یہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر البخاری ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرزاق، یہ عبدالرزاق بن ہمام الیمانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔

سعید بن المسیب اور ان کے والد حضرت حزن رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن المسیب، یہ سعید بن المسیب ہیں۔ رہے سعید، تو وہ کبار تابعین میں سے ہیں اور ان کے سردار ہیں، ان سے تقریباً چالیس احادیث مروی ہیں، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال گزرنے کے بعد یہ پیدا ہوئے تھے اور یہ ۹۴ھ میں الولید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہوئے۔ رہے ان کے والد المسیب تو یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ محدثین نے کہا ہے: حضرت المسیب سے صرف سعید نے روایت کی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس میں مشہور اختلاف ہے، کیونکہ امام بخاری کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسے کسی شخص سے روایت نہیں کرتے جن سے صرف ایک نے روایت کی ہو۔ اور رہے ان کے دادا حزن بن ابی وہب بن عمیر بن عابد بن عمران بن مفروق القرشی المخزومی ہیں، سو یہ مہاجرین میں سے تھے اور زمانہ جاہلیت میں اشرافِ قریش میں سے تھے۔

علامہ الکلاباذی نے کہا ہے کہ حضرت حزن رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے المسیب نے ایک حدیث روایت کی ہے جو کتاب الادب میں ہے۔ اور ایک اور حدیث ہے جو موقوف ہے اور ایامِ جاہلیت کے ذکر میں ہے۔ اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انت سھل'' اسماعیلی نے محمود بن غیلان سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: بلکہ تمہارا نام سہل ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''فما زالت الحزونة فینا بعد'' احمد بن صالح کی روایت میں ہے: پس میں نے یہ گمان کیا کہ ہمیں عنقریب اس کے بعد سختی اور مشکلات پیش آئیں گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۸۔ بَابُ: تَحْوِيلِ الِاسْمِ إِلَى اسْمٍ أَحْسَنَ مِنْهُ

ایک نام کو اس سے اچھے نام کی طرف تبدیل کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی یہ باب کسی قبیح نام کو اچھے نام کی طرف تبدیل کرنے کے بیان میں ہے۔

Marfat.com

امام ابن ابی شیبہ نے عروہ سے مرسلاً روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جب کوئی قبیح نام سنتے تو اس کو اس سے بہتر نام سے طرف تبدیل کر دیتے۔ اور حدیث میں ہے کہ عنقریب تم قیامت کے دن اپنے ناموں سے اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے تو اپنے نام اچھے رکھو۔

امام طبری نے کہا ہے: کسی شخص کو یہ نہیں چاہیے کہ اپنا نام ایسا رکھے جس کا معنی قبیح ہو، اور نہ ایسا نام رکھے جس کے معنی میں خود پسندی ہو اور اپنی تعریف ہو اور نہ ایسا نام رکھے جس کے معنی میں مذمت اور برائی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ أُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ حِينَ وُلِدَ فَوَضَعَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَأَبُو أُسَيْدٍ جَالِسٌ فَلَهَا النَّبِيُّ ﷺ بِشَيْءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمَرَ أَبُو أُسَيْدٍ بِابْنِهِ فَاحْتُمِلَ مِنْ فَخِذِ النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَفَاقَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَيْنَ الصَّبِيُّ فَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ قَلَبْنَاهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا اسْمُهُ قَالَ فُلَانٌ قَالَ وَلَكِنِ اسْمُهُ الْمُنْذِرَ فَسَمَّاهُ يَوْمَئِذٍ الْمُنْذِرَ۔ (صحیح مسلم: ۲۱۴۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از سہل، انہوں نے کہا: المنذر بن ابی اسید جب پیدا ہوئے تو ان کو نبی ﷺ کے پاس لایا گیا، پس آپ نے ان کو اپنی ران پر بٹھا لیا اور ابو اُسید بیٹھے ہوئے تھے تو نبی ﷺ کے سامنے کوئی چیز تھی آپ اس کے ساتھ مشغول ہو گئے، پھر حضرت ابو اُسید نے حکم دیا تو ان کے بیٹے کو نبی ﷺ کی ران سے اٹھا لیا گیا، پھر جب نبی ﷺ اپنے شغل سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا: بچہ کہاں ہے؟ تو حضرت ابو اُسید نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے اس کو گھر بھیج دیا ہے، آپ نے پوچھا: اس کا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: فلاں، آپ نے فرمایا: لیکن اس کا نام المنذر ہے، پس اس دن آپ نے ان کا نام المنذر رکھ دیا۔

صحیح البخاری: ۶۱۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''کسی کا نام بدل کر اچھا نام رکھ دینا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: لیکن اس کا نام منذر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے ان کے نام کے متعلق پوچھا تو حضرت ابو اسید نے کہا: ان کا نام فلاں ہے، آپ نے فرمایا: لیکن اس کا نام المنذر ہے، پس گویا کہ ان کے والد نے جو ان کا نام رکھا وہ قبیح تھا تو نبی ﷺ نے ان کا نام المنذر رکھ دیا۔

علامہ داؤدی نے کہا: آپ نے ان کا نام المنذر نیک فال کے طور پر رکھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسا علم عطا فرمائے جس علم سے وہ لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک مشہور صحابی کا نام المنذر بن عمرو تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام پر ان کا نام المنذر رکھ دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوغسان، ان کا نام ہے محمد بن مطرف۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحازم، یہ سلمہ بن دینار الاعرج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سہل، وہ ابن سعد الساعدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو اسید، ان کا نام مالک بن ربیعہ الساعدی الانصاری ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فوضعه" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کے اکرام کے لیے اس کو اپنی ران پر بٹھالیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلها النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی چیز تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز میں مشغول ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاستفاق" یعنی جس چیز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہوئے تھے، اس سے فارغ ہو گئے اور پھر متوجہ ہوئے تو آپ نے بچے کو نہیں دیکھا، پھر آپ نے پوچھا: وہ بچہ کہاں ہے؟ تو حضرت ابو اسید نے کہا: ہم نے اس کو گھر کی طرف بھیج دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۲ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ زَيْنَبَ كَانَ اسْمُهَا بَرَّةَ فَقِيلَ تُزَكِّي نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم زَيْنَبَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از عطاء بن ابی میمونہ از ابی رافع، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ بے شک زینب کا نام پہلے برہ تھا، پس کہا گیا کہ یہ اپنی تعریف کرتی ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۴۱، سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۲، مسند احمد: ۹۵۹۸، سنن دارمی: ۲۶۹۸)

صحیح البخاری: ۶۱۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "کسی نام کو تبدیل کر کے اچھا نام رکھ دینا" اور اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے برہ کا نام تبدیل کر کے زینب (رضی اللہ عنہا) رکھ دیا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن جعفر، وہ غندر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عطاء بن ابی میمونہ، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابورافع، یہ نفیع الساعر المدنی البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان زینب'' یہ حضرت زینب بنت جحش ام المومنین رضی اللہ عنہا ہیں، پہلے ان کا نام برہ تھا۔ یا یہ زینب بنت ام سلمہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک یا پروردہ تھیں، انہوں نے بیان کیا کہ میرا نام برہ رکھا گیا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی تعریف نہ کرو، پس اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کون نیکی کرنے والا ہے، پھر لوگوں نے کہا: ہم ان کا کیا نام رکھیں؟ تو آپ نے فرمایا: ان کا نام زینب رکھو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَحَدَّثَنِي أَنَّ جَدَّهُ حَزْنًا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَا اسْمُكَ قَالَ اسْمِي حَزْنٌ قَالَ بَلْ أَنْتَ سَهْلٌ قَالَ مَا أَنَا بِمُغَيِّرٍ اسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا زَالَتْ فِينَا الْحُزُونَةُ بَعْدُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سعید بن المسیب کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے مجھے حدیث بیان کی کہ ان کے دادا حزن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میرا نام حزن ہے، آپ نے فرمایا: بلکہ تم سہل ہو۔ انہوں نے کہا: میں اس نام کو بدلنے والا نہیں ہوں جو میرا نام میرے باپ نے رکھا ہے، ابن المسیب نے کہا: پھر اس کے بعد ہم میں ہمیشہ سختیاں اور مشکلات رہیں۔

(صحیح البخاری: ۶۱۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۹۵۶، مسند احمد: ۲۳۶۷۱)

صحیح البخاری: ۶۱۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن موسیٰ، یہ ابن یزید الفراء ابواسحاق الرازی ہیں اور یہ صغیر کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ابن یوسف الصنعانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج، یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالحمید بن جبیر، یہ المکی ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حدثنا هشام" اور ایک روایت میں ہے "اخبرنا هشام"

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۹۔ بَابُ: مَنْ سَمَّى بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ

انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنے کا بیان

وَقَالَ أَنَسٌ: قَبَّلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِبْرَاهِيمَ يَعْنِي ابْنَهُ۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو یعنی اپنے بیٹے کو بوسا دیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ جس نے اپنے بیٹے کا یا کسی اور کا اپنی جہت سے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کے نام پر نام رکھا، تو یہ نام رکھنا جائز ہے اور سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب انبیاء علیہم السلام کے نام ہیں۔ اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کے نام رکھنے کو مکروہ کہا ہے۔ اور یہ ایک روایت ہے جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی اولاد کا نام محمد رکھتے ہو، پھر تم ان کو لعنت کرتے ہو، یہ حدیث حکم بن عطیہ سے مروی ہے اور یہ حکم ضعیف ہے، امام بخاری نے اس کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے، اور ابوالولید بھی اس کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کو امام بخاری نے کتاب الجنائز میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۶۔ ۳۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قُلْتُ لِابْنِ أَبِي أَوْفَى رَأَيْتَ إِبْرَاهِيمَ ابْنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَاتَ صَغِيرًا وَلَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهُ وَلَكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۰، مسند احمد: ۱۸۶۳۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ بن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ وہ بچپن میں فوت ہو گئے تھے، اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا تقدیر میں ہوتا تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۱۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن نمیر، یہ محمد بن عبداللہ بن نمیر ہیں جن کی اپنے دادا کی طرف نسبت ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن بشر، یہ العبدی ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن ابی خالد البجلی ہیں۔ اور یہ تمام راوی کوفی ہیں اور حضرت ابن ابی اوفی عبداللہ الصحابی ابن صحابی ہیں اور حضرت ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا نام علقمہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مات صغیرا" اس وقت حضرت ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۱۸ مہینے تھی اور ان کی وفات ذوالحجہ ۱۰ ہجری میں ہوئی اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے جو جواب دیا، وہ سوال کے مطابق نہیں ہے۔ سوال یہ تھا کہ یا آپ نے حضرت ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا؟ تو انہوں نے کہا: وہ بچپن میں فوت ہو گئے، یہ جواب نہیں ہے۔ پھر علامہ کرمانی نے کہا: ان کے اس قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا، وہ بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولو قضی" یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں یہ لکھا ہوتا کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہوگا تو ابراہیم زندہ ہوتے لیکن آپ خاتم النبیین ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از عدی بن ثابت، انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا: جب ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۳۸۲، ۳۲۵۵، ۶۱۹۵، سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۱، مسند احمد: ۱۸۱۸۹)

۶۱۹۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي فَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ وَرَوَاهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حصین بن عبدالرحمن از سالم بن ابی الجعد، از حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو، کیونکہ میں قاسم ہوں،

Marfat.com

تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔

اس حدیث کی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۱۱۴، ۳۱۱۵، ۳۵۳۸، ۶۱۸۶، ۶۱۸۷، ۶۱۸۹، ۶۱۹۶، صحیح مسلم: ۲۱۳۳، مسند احمد: ۱۴۵۴۶)

صحیح البخاری: ۶۱۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، وہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حُصَین کا ذکر ہے (اس میں حاء پر پیش ہے اور صاد پر زبر ہے)۔ اس حدیث کی شرح ابھی قریب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انا قاسم'' اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ کنیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے، کیونکہ آپ اللہ کے مال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں، اور دوسرا شخص اس مرتبہ کا نہیں ہے۔ اور اس میں یہ خبر دی ہے کہ کنیت کسی صفت کے سبب سے رکھی جاتی ہے جو وصف اس شخص میں ہو جس کی کنیت رکھی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح میں دیگر علماء کے اقوال

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اور حاصل یہ ہے کہ میں ابوالقاسم صرف اس وجہ سے نہیں ہوں کہ میرے بیٹے کا نام قاسم ہے، بلکہ مجھ میں قاسمیت کے معنی کا لحاظ کیا گیا ہے باعتبار قسمتِ ازلیہ کے، یعنی تمام دینی اور دنیاوی امور میں ازل سے میں ہی تقسیم کرتا ہوں، پس تم میں سے کوئی ایک بھی میری مثل نہیں ہے نہ ذات میں، نہ اسماء میں اور نہ صفات میں۔ (مرقات ج ۸ ص ۵۱۰، المکتبۃ الحقانیہ پشاور پاکستان)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی المصری الحنفی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ کیا کوئی ایسا بشر ہے جو دنیا میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کے بغیر علم کو حاصل کرلے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی متوفی ۶۳۸ھ نے کہا ہے: دنیا میں ہر شخص کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنیت سے حاصل ہوتا ہے، خواہ وہ انبیاء ہوں اور وہ علماء ہوں جو آپ کی بعثت سے مقدم ہیں یا وہ علماء ہوں جو آپ کی بعثت سے مؤخر ہیں۔ (الیواقیت والجواہر ص ۳۴۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان ۱۴۱۸ھ)

۶۱۹۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي وَمَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوحصین نے حدیث بیان کی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے

Marfat.com

الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ صُوْرَتِیْ وَمَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو، اور جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا، اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے، کیونکہ شیطان میری مثال نہیں بن سکتا، اور جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا، پس وہ دوزخ کو اپنا ٹھکانہ بنالے۔

(صحیح بخاری: ۱۱۰، ۳۵۳۹، ۶۱۸۸، ۶۱۹۷، ۶۹۹۳، صحیح مسلم: ۲۱۳۴، سنن ترمذی: ۲۲۸۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۵، سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۵، مسند احمد: ۷۱۲۸)

صحیح البخاری: ۶۱۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے"انبیاء علیہم السلام کے نام پر نام رکھنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے: میرا نام رکھو، سو یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام رکھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کے نام رکھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعوانہ، یہ الوضاح بن عبداللہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحصین، یہ عثمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصالح، یہ ذکوان الزیات ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی کیفیت

اس زیارت کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنے ارادہ سے کسی مسلمان کے دل میں آپ کی زیارت کو پیدا کر دیتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ میرے جسم کو دیکھتا ہے، بلکہ وہ ایک مثال کو دیکھتا ہے اور وہ مثال ایک آلہ ہے جو میری شخصیت کے معنی کو اس تک پہنچاتی ہے، بلکہ بیداری میں بھی بدن صرف نفس کا آلہ ہے، پس حق یہ ہے کہ دیکھنے والا آپ کی روح مقدسہ کی حقیقت کی مثال کو دیکھتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ دیکھنے والے کو کیسے پتا چلتا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کسی اور کو نہیں دیکھا؟

اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ عزوجل اس میں علم بدیہی پیدا فرماتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے"فقد رآنی" اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو خوش ہونا چاہیے کہ اس نے مجھ کو دیکھا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے"لا یتمثل بی" اور ایک روایت میں ہے"وہ میری صورت کی مثال نہیں بنا سکتا"۔ محققین نے کہا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۸۔۳۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن

Marfat.com

عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى۔

(صحیح بخاری: ۵۴۶۷، ۶۱۹۸، صحیح مسلم: ۲۱۴۵، مسند احمد: ۱۹۰۷۶)

العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ بن ابی بردہ از ابی بردہ از ابو موسیٰ، انہوں نے بیان کیا کہ میرا ایک بیٹا پیدا ہوا، میں اس کو لے کر نبی ﷺ کے پاس آیا، آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور ایک کھجور (چبا کر) اس کو گھٹی دی، اور اس کے لیے برکت کی دعا دی اور وہ بچہ مجھے دے دیا، اور وہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا بڑا بیٹا تھا۔

صحیح البخاری: ۶۱۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو اسامہ، یہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے برید، یہ ابن عبداللہ ہیں اور اپنے دادا ابو بردہ عامر سے روایت کرتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ حارث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

یہ حدیث باب العقیقہ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۱۹۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن علاقہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ جس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام (بن نبی ﷺ) کی وفات ہوئی سورج کو گہن لگ گیا تھا۔

اس حدیث کو ابو بکرہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۰۴۳، ۱۰۶۰، ۶۱۹۹، صحیح مسلم: ۹۱۵، مسند احمد: ۱۷۷۱۳)

صحیح البخاری: ۶۱۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو الولید، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زائدہ، یہ ابن قدامہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زیاد بن علاقہ، (زیاد زاء کے نیچے زیر ہے) اور عِلاقہ میں عین کے نیچے زیر ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی اس حدیث کی روایت ابوبکرہ نفیع الثقفی نے کی ہے۔اور حضرت ابوبکرہ کی حدیث باب الکسوف میں گزر چکی ہے،لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ جس دن حضرت ابراہیم بن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث میں تصریح ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۹،دار الکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۰۔ بَابُ: تَسْمِيَةِ الْوَلِيدِ ولید نام رکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں ان احادیث کا ذکر کیا جائے گا جو ولید نام رکھنے کے متعلق ہیں۔اس عنوان کو لکھنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ امام طبرانی کی ایک حدیث کا رد کریں،وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے غلام کا یا اپنے بیٹے کا نام حرب رکھے،یا مرہ رکھے یا ولید رکھے،کیونکہ یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔

اس حدیث کی تحقیق کہ ولید نام کے شخص میں شر ہوتا ہے

اور امام بخاری،امام عبداللہ بن احمد کی اس حدیث کا رد کرنا چاہتے ہیں،وہ بیان کرتے ہیں: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمغیرہ نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیاش نے حدیث بیان کی اور وہ اسماعیل ہیں،انہوں نے کہا کہ ہمیں اوزاعی وغیرہ نے از زہری روایت کی ہے از سعید بن المسیب از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ،وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کے بھائی کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا،انہوں نے اس کا نام الولید رکھا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کا نام الولید رکھا ہے جو تمہارے فرعونوں کے ناموں میں سے ہے،اس امت میں ضرور ایک مرد ہوگا جس کو الولید کہا جائے گا اور وہ اس امت کے اوپر اس سے زیادہ شر ہوگا جتنا فرعون اپنی قوم کے لیے شر تھا۔

ابوحاتم بن حبان نے کہا ہے: یہ خبر باطل ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں فرمایا اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس کی روایت کی ہے اور نہ اس کی سعید بن المسیب نے روایت کی ہے اور نہ الزہری نے،اور نہ اس سند کے ساتھ اوزاعی کی حدیث ہے۔امام ابن حبان نے کہا: جب اسماعیل بوڑھا ہو گیا تو اس کا حافظہ متغیر ہو گیا،وہ حدیث میں بہت زیادہ خطا کرتا تھا اور اس کو پتا نہیں چلتا تھا،اور اس نے حدیث کی روایت کی اور اس کا حافظہ مختلط ہو چکا تھا۔

اور ابن جوزی نے کہا: میں نے اوزاعی سے بعض روایات دیکھی ہیں،انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اگر الولید بن یزید کو خلیفہ بنایا گیا،ورنہ وہ الولید بن عبدالملک ہے۔اور اس روایت کی صحت کا مجھے علم نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ اس حدیث کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے،اور ولید بن یزید اس

Marfat.com

روایت کے ساتھ زیادہ اولیٰ ہے، کیونکہ وہ اپنے الحاد میں زیادہ مشہور تھا اور عناد کو ظاہر کرتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے فرعونوں کے اسماء'' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کا نام الولید تھا۔ اور جب کہ یہ دونوں حدیثیں اور ان کی امثال امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں تھیں تو امام بخاری نے ان میں سے کسی حدیث کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس باب میں اس حدیث کی روایت کی ہے جو ولید نام رکھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۹۔ ۳۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۰۔ أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا رَفَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ بِمَكَّةَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم الفضل بن دکین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپ نے پڑھا: اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات دے، اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ابی ربیعہ کو اور مکہ میں ان کمزور مومنین کو، اے اللہ! مضر کے اوپر اپنی گرفت کو سخت کر، اے اللہ! ان کے اوپر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ قحط کی طرح سال مقدر کردے۔

(صحیح بخاری: ۷۹۷، ۸۰۴، صحیح مسلم: ۶۷۵، سنن نسائی: ۱۰۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۴، مسند احمد: ۷۲۱۹، سنن داری: ۱۵۹۵)

صحیح البخاری: ۶۲۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''ولید نام رکھنے کا بیان'' اور اس حدیث میں ہے: اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے۔ اور اس حدیث نے اس باب کے عنوان کے ابہام کو زائل کر دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عیینہ، اور وہ سفیان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید، وہ سعید بن المسیب ہیں، اور یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللھم اشدد وطأتك علی مضر'' وطی کا معنی ہے: کسی چیز کو پاؤں سے روندنا، اور یہاں اس سے مراد ہے ہلاک کرنا، یعنی ان پر سختی سے گرفت کر۔ اور مضر قریش کا ایک قبیلہ ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے ''کسنی یوسف'' حضرت یوسف علیہ السلام کے سالوں سے تشبیہ دینے سے غرض یہ ہے کہ ان کے اوپر بھی قحط کے ایام دراز ہو جائیں اور یہ بھی مصائب میں اور آفات اور تکلیفوں میں مبتلا ہو جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۹۔ ۳۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۱۔ بَابُ: مَنْ دَعَا صَاحِبَهُ فَنَقَصَ مِنْ اسْمِهِ حَرْفًا
اپنے صاحب کے لیے دعا کرنا اور صاحب کے نام کے آخری حرف کو کم کر دینا

وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَا أَبَا هِرٍّ۔

اور ابو حازم نے کہا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یا اباھر''۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے صاحب کو ندا کر کے بلائے، پھر اس کے نام میں سے ایک حرف کم کر دے، جیسے تم ''یا مالک'' کی جگہ ''یا مال'' کہو اور اس کو نحو کی اصطلاح میں الترخیم کہتے ہیں اور یہ منادیٰ کے آخری حرف کو تخفیف کی وجہ سے حذف کر دینا ہے، اور آخر کے لفظ کی تخصیص اس لیے کی کہ وہی حذف کی صورت میں تغییر کا محل ہے، اور منادیٰ میں ترخیم کی شرط یہ ہے کہ وہ نہ مضاف ہو اور نہ مستغاث ہو اور نہ جملہ ہو۔ اور غیر منادیٰ میں سوائے ضرورت شعری کی وجہ سے ترخیم جائز نہیں ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں ابو حازم کا ذکر ہے، ان کا نام سلمان الاشجعی الکوفی ہے۔ اور اس تعلیق کو امام بخاری نے کتاب الاطعمہ میں سند موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور اس حدیث کے شروع میں ہے کہ مجھے سخت بھوک لگی تھی اور تھکاوٹ ہو گئی تھی۔ الحدیث۔ اور اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سر کے پاس کھڑے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا ''ای اباھر''۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا کہ یہ تعلیق باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ اس تعلیق میں ترخیم نہیں ہے، اور اس میں تو لفظ کو تصغیر اور تانیث سے تکبیر اور تذکیر کی طرف نقل کرنا ہے، اس لیے کہ آپ نے ان کی کنیت ابو ہریرہ رکھی تھی اور ہریرہ تصغیر ہے ہرۃ کی، پس آپ نے ابو ہریرہ کو ان کے نام کے ساتھ مخاطب کیا جو مذکر ہے، پس وہ لفظ میں کمی ہے اور معنی میں زیادتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے کہا: اس میں فی الجملہ کمی ہے، لیکن اس میں ایک حرف کے کم ہونے میں غور و فکر کرنا چاہیے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کسی شخص کو کسی فن میں اس وقت تک بات نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ اس کو اس فن میں مہارت نہ ہو، پس جو انہوں نے ذکر کیا ہے کیا اس سے علامہ ابن بطال کا کلام باطل ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری میں اصل عبارت

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اسی طرح اگر ایک حرف کے حذف پر اقتصار کیا جائے تو وہ بھی اس باب کی احادیث کے مطابق ہوگا، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے "یا عائش" یا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا "یا انجش" اور رہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس میں اعتراض ہے، اور ممکن ہے کہ اس میں تصغیر سے پہلے اسم کا حصہ ہو کیونکہ یہ ہوگا "یا اباھرۃ" پس جب اس میں ہاء اخیرہ کو حذف کیا تو اس پر یہ صادق آئے گا کہ اس اسم پر ایک حرف کو کم کر دیا گیا ہے، اور علامہ بطال نے اس میں منازعہ کیا ہے، انہوں نے کہا: یہ ترخیم سے نہیں ہے، یہ ایک لفظ کو تصغیر سے تقصیر کی طرف اور تذکیر کی طرف نقل کرنا ہے، اور اس لیے آپ نے ان کی کنیت ابوہریرہ رکھی تھی، اور ہریرہ، ہرۃ کی تصغیر ہے، پس آپ نے ان کو ان کے مذکر اسم سے مخاطب کیا، اس میں لفظ میں کمی ہے اور معنی میں زیادتی ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: بہر حال اس میں فی الجملہ لفظ کی کمی ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۸۱۔ ۵۸۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

علامہ عینی سے یہ کہا جائے گا کہ تمہارے لیے علم حدیث میں کلام کرنا کس طرح جائز ہوگا اور تم بہت عظیم چیز کے درپے ہو رہے ہو اور وہ صحیح بخاری کی شرح کرنا ہے جو تمام فنون کی جامع ہے اور جس نے آنکھوں کو روشن کر دیا ہے۔ پھر تم کہتے ہو کہ امام بخاری نے یہ نہیں کہا حالانکہ ان کا عنوان ایک حرف کی کمی کے ساتھ ہے، اور وہ ترخیم اور غیر ترخیم دونوں پر صادق آتا ہے۔ پس پہلی دو مثالیں ترخیم میں ظاہر ہیں (یا عائش اور یا انجش) اور تیسری صورت میں اگرچہ ترخیم کی صورت نہیں ہے، لیکن اس کے اوپر ایک حرف کی کمی صادق آتی ہے۔ لہٰذا علامہ ابن بطال کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی صحیح البخاری: ج ۲ ص ۳۸۷۔ ۳۸۷، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۱۸ھ)

۶۲۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ قُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ قَالَتْ وَهُوَ يَرَى مَا لَا نَرَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائش! یہ جبریل ہیں جو تم پر سلام پڑھ رہے ہیں، میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت جبریل وہ چیز دیکھتے تھے جس کو ہم نہیں دیکھتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۳۲۱۷، ۳۷۶۸، ۶۲۰۱، ۶۲۴۹، ۶۱۵۳، صحیح مسلم: ۲۴۴۷، سنن ترمذی: ۳۸۸۱، سنن نسائی: ۳۹۵۳، سنن ابوداؤد: ۵۲۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۶، مسند احمد: ۲۴۳۳۶، سنن دارمی: ۲۶۳۸)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اے عائش! اس حدیث میں لفظ عائشہ میں ترخیم ہے، اور عائش کی شین پر زبر پڑھنا بھی جائز ہے اور اکثر کا یہی مذہب ہے اور پیش پڑھنا بھی جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''یقرئك علیك السلام'' یہ لفظ اور''قرء علیك السلام'' ان دونوں کا ایک معنی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''وھو یریٰ مالانریٰ'' اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا جسم ہے، پس جب وہ مجلس میں حاضر ہوں گے تو ان کو دیکھنا کس طرح بعض کے ساتھ خاص ہوگا اور دوسروں کے ساتھ خاص نہیں ہوگا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ دیکھنا ایسا امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ زندہ میں پیدا کرتا ہے، پس اگر اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے تو وہ دیکھے گا، اور اگر نہیں پیدا کیا تو وہ نہیں دیکھے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ كَانَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ فِي الثَّقَلِ وَأَنْجَشَةُ غُلَامُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَسُوقُ بِهِنَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَا أَنْجَشُ رُوَيْدَكَ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا مسافروں کے سامان کے ساتھ تھیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام انجشہ اونٹوں کو ہانک رہے تھے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انجش! آہستگی کے ساتھ لے چلو، جیسے تم شیشوں کے ساتھ چلتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۱۴۹، ۶۱۶۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۲۳، مسند احمد: ۱۱۶۳۰)

صحیح البخاری: ۶۲۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''جس کو پکارا جائے، اس کے نام کے ایک حرف کو کم کر دیا جائے'' اور اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''یا انجش'' یہ منادیٰ مرخم ہے اور اس کی اصل ہے یا انجشۃ۔ اس میں آخری لفظ پر زبر اور پیش دونوں جائز ہیں جیسا کہ مرخمات کا قاعدہ ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وہیب، وہ ابن خادم ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، وہ السختیانی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقلابہ، وہ عبداللہ بن زید ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کانت ام سلیم'' یہ حضرت انس رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''فی الثقل'' اس کا معنی ہے: مسافروں کا سامان اوران کی متاع۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''رویدك'' یعنی تم عورتوں کو چلانے میں جلدی نہ کرو کیونکہ عورتیں شیشہ کی طرح ہیں جو بہت جلد اثر قبول کرتی ہیں۔
انجشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیاہ فام غلام تھے اور گانے میں ان کی آواز بہت اچھی تھی جسے سن کر اونٹ بھی بہت مست ہو جایا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو شیشہ سے تشبیہ دی ہے، یہ تشبیہ ان کی نزاکت کی بناء پر ہے، اور انجشہ کو تیز سواری چلانے سے روکا کہیں سواری سے کوئی گر نہ جائے، اور انجشہ کو آپ نے انجش سے پکارا، یہی اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۱۔۳۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۲۔بَابُ: الْكُنْيَةِ لِلصَّبِيِّ وَقَبْلَ أَنْ يُولَدَ لِلرَّجُلِ بچے کی کنیت رکھنا اور اس سے پہلے کہ مرد کی اولاد ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں بچے کی کنیت رکھنے کا جواز ہے، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تم اپنی اولاد کی کنیت رکھنے میں جلدی کرو، کہیں ان کی طرف برے القاب جلدی سے منسوب نہ ہوں۔
اور علماء نے کہا ہے کہ وہ لوگ نیک فال کے لیے بچے کی کنیت رکھتے تھے بایں طور کہ وہ عنقریب زندہ رہے گا حتیٰ کہ اس کی اولاد ہوگی۔اور اس لیے کہ اس کی طرف کوئی لقب منسوب نہ ہو، کیونکہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ کسی شخص کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کی تعظیم اس طرح ہوتی ہے کہ اس کو اس کے خاص نام کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے، پس جب اس کی کوئی کنیت ہوگی تو اس کی طرف کسی لقب کے منسوب نہ ہونے سے اطمینان ہوگا۔اور وہ کہتے تھے: عرب کی کنیت ایسے ہے جیسے عجم کا لقب ہوتا ہے۔
نیز امام بخاری نے کہا: ''اس سے پہلے کہ اس کی اولاد ہو''۔یعنی کسی مرد کی اولاد ہونے سے پہلے بھی اس کی کنیت رکھنا جائز ہے، یعنی اس سے پہلے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔
امام طحاوی، امام احمد، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا وجہ ہے کہ تم اپنی کنیت ابو یحییٰ نہیں رکھتے اور تمہاری کوئی اولاد نہیں ہے، تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری

کنیت رکھی ہے۔

اور امام ابن شیبہ نے از زہری روایت کی ہے کہ صحابہ میں سے کئی مرد کنیت رکھتے تھے اس سے پہلے کہ ان کے ہاں اولاد ہو۔ اور امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ از علقمہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اولاد ہونے سے پہلے ان کی کنیت ابوعبدالرحمن رکھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا وَكَانَ لِي أَخٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو عُمَيْرٍ قَالَ أَحْسِبُهُ فَطِيمًا وَكَانَ إِذَا جَاءَ قَالَ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ نُغَرٌ كَانَ يَلْعَبُ بِهِ فَرُبَّمَا حَضَرَ الصَّلَاةَ وَهُوَ فِي بَيْتِنَا فَيَأْمُرُ بِالْبِسَاطِ الَّذِي تَحْتَهُ فَيُكْنَسُ وَيُنْضَحُ ثُمَّ يَقُومُ وَنَقُومُ خَلْفَهُ فَيُصَلِّي بِنَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے، اور میرا ایک بھائی تھا جس کو ابوعمیر کہا جاتا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ اس کا دودھ چھوٹ چکا تھا (اور وہ روٹی کھانے لگا تھا) اور جب وہ آتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اے ابا عمیر! النغیر نے کیا کیا۔ نُغر ایک پرندہ تھا جس کے ساتھ ابوعمیر کھیلتے تھے، پس بعض اوقات نماز کا وقت حاضر ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں ہوتے، پس آپ اس چٹائی کو بچھانے کا حکم دیتے جو آپ کے نیچے ہوتی تھی، تو اس کو جھاڑ کر صاف کر دیا جاتا اور اس پر پانی چھڑکا جاتا، پھر آپ کھڑے ہوتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے، پھر آپ ہم کو نماز پڑھاتے۔

(صحیح بخاری: ۶۱۲۹، ۶۲۰۳، صحیح مسلم: ۲۱۵۰، سنن ترمذی: ۱۹۸۹، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۰، مسند احمد: ۱۱۷۸۹)

صحیح البخاری: ۶۲۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے دو جز ہیں، ایک جز ہے بچے کی کنیت اور دوسرا جز ہے مرد کی اولاد ہونے سے پہلے اس کی کنیت کو رکھنے کا جواز۔ اس حدیث میں بچے کی کنیت کا ذکر ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی کا ابھی دودھ چھوٹا تھا اور ان کی کنیت کا ذکر ہے ابوعمیر۔ اور ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق دوسرے جز کے متعلق حدیث نہیں ملی، اس لیے انہوں نے کچھ ذکر نہیں کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوارث، یہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالتیاح، ان کا

نام یزید بن امیر ہے۔اور یہ حدیث بچے کی کنیت رکھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔اور ابوعمیر، یہ عمر کی تصغیر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''احسبه ''یعنی میں گمان کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فطیم ''یعنی جس کا دودھ پینا چھڑا دیا گیا ہو۔

اور حماد بن سلمہ نے از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ امام احمد سے روایت کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ایک چھوٹا بھائی تھا اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ماں شریک بھائی تھا اور اس کا تازہ تازہ دودھ چھڑایا ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''وکان اذا جاء ''یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لاتے تو چھوٹے بچے سے مزاح فرماتے اور اس سے فرماتے: اے ابا عمیر! اس پرندے کا کیا ہوا، اور وہ پرندہ فوت ہو چکا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''نغر ''یعنی النغیر، نغر کی تصغیر ہے، اور یہ ایک پرندہ ہے جو چڑیا کی جسامت کا تھا یا چڑیا کے برابر تھا اور اس کی چونچ سرخ تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۲۔ ۳۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۳۔ بَابُ: التَّكَنِّي بِأَبِي تُرَابٍ وَإِنْ كَانَتْ لَهُ كُنْيَةٌ أُخْرَى

ابوتراب کنیت رکھنا اگرچہ ان کی پہلے بھی دوسری کنیت ہو

اس باب میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کی کنیت ابوتراب رکھی گئی، حالانکہ ان کی پہلے بھی کنیت تھی۔

۶۲۰۴۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ إِنْ كَانَتْ أَحَبَّ أَسْمَاءِ عَلِيٍّ رضي الله عنه إِلَيْهِ لَأَبُو تُرَابٍ وَإِنْ كَانَ لَيَفْرَحُ أَنْ يُدْعَى بِهَا وَمَا سَمَّاهُ أَبُو تُرَابٍ إِلَّا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم غَاضَبَ يَوْمًا فَاطِمَةَ فَخَرَجَ فَاضْطَجَعَ إِلَى الْجِدَارِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَجَاءَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَتْبَعُهُ فَقَالَ هُوَ ذَا مُضْطَجِعٌ فِي الْجِدَارِ فَجَاءَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَامْتَلَأَ ظَهْرُهُ تُرَابًا فَجَعَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ وَيَقُولُ اجْلِسْ يَا أَبَا تُرَابٍ۔

(صحیح بخاری: ۴۴۱، ۳۷۰۳، ۶۲۰۴، ۶۲۸۰، صحیح مسلم: ۲۴۰۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام ناموں میں سب سے زیادہ محبوب ابوتراب تھا، اور جب ان کو ابوتراب کے ساتھ پکارا جاتا تو وہ بہت خوش ہوتے تھے، اور ان کا نام ابوتراب صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ناراض ہوئے، پس گھر سے نکل گئے اور مسجد کی دیوار کی طرف جا کر لیٹ گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تلاش کرتے ہوئے آئے، سو آپ نے فرمایا جب وہ دیوار کے ساتھ لیٹے ہوئے تھے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیٹھ مٹی سے بھری ہوئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیٹھ سے مٹی کو صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے بیٹھو اے ابوتراب!

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن مخلد، یہ البجلی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، یہ ابن بلال ابو ایوب القرشی التیمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو حازم، یہ سلمہ بن دینار الاعرج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سہل بن سعد، یہ حضرت سہل بن سعد الانصاری الساعدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لابو تراب" یہ لام تاکید کے لیے ہے اور یہ جملہ میں خبر ہے، یعنی تحقیق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ناموں میں جو نام سب سے زیادہ محبوب تھا، وہ ابو تراب تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان کان لیفرح" یہ ان مخففہ ہے، یعنی تحقیق یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب کہا جاتا تو وہ بہت خوش ہوتے تھے۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے "غاضب یوما" یعنی کسی دن حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوئے، اس سے معلوم ہوا کہ اہل الفضل اور مقدس لوگوں میں بھی فطری اور جبلی تقاضے رکھے ہیں اور اس تقاضا کی وجہ سے کسی بات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ناراض ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فخرج" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر نکل آئے کہ کہیں حالت غضب میں ان کے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شان اور ان کے ادب کے خلاف ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پہلے کنیت ابو الحسن مشہور تھی، مگر بعد میں جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ محبت آپ کو ابو تراب کنیت سے پکارا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی کنیت سے خوش ہونے لگے، اس سے معلوم ہوا کہ دو کنیتیں رکھنا بھی جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو غایت محبت تھی، اسی کا تقاضا تھا کہ آپ ان کو راضی کرنے کے لیے بنفس نفیس خود ان کے پاس تشریف لے گئے، چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت پر کافی مٹی لگ گئی تھی تو اس لیے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیار سے ابو تراب یعنی مٹی والا فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال اور نو ماہ ہے، ۱۷ رمضان ۴۰ھ بروز ہفتہ ایک خارجی ابن ملجم نے آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون وارضاہ۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ۳ رمضان ۱۱ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد انتقال فرمایا۔

۱۱۴۔ بَابُ: أَبْغَضِ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ　　اللہ کے نزدیک جو نام سب سے زیادہ مبغوض ہیں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ ناراضگی کا موجب کون سے نام ہیں، امام بخاری نے یہ ذکر نہیں کیا وہ کون سے نام ہیں اور اس کے لیے اس باب کی حدیث پر اکتفاء کر لی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللهِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے برا اور فحش نام یہ ہوگا کہ کوئی شخص (از خود) شہنشاہ کہلائے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۰۶، صحیح مسلم: ۲۱۴۳، سنن ترمذی: ۲۸۳۷، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۱، مسند احمد: ۷۲۸۵)

صحیح البخاری: ۶۲۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جو نام اللہ کے نزدیک مبغوض ہو" اور اس حدیث میں مذکور ہے "اخنی الاسماء" یعنی تمام ناموں میں جو سب سے زیادہ فحش اور سب سے زیادہ قبیح ہو اور جو سب سے زیادہ فحش اور سب سے زیادہ قبیح ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ مبغوض ہوگا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، وہ ابن ابی حمزہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبدالرحمن بن ہرمز ہیں۔ اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اخنی الاسماء" اور اکثرین کی روایت میں اسی طرح ہے۔ اور المستملی کی روایت میں ہے اخنع۔ "اخنی" کا معنی تو ہم بیان کر چکے ہیں یعنی سب سے زیادہ فحش اور قبیح۔ اور اخنع کا لفظ الخنوع سے ماخوذ ہے، اور یہ لفظ ذلت سے ماخوذ ہے، اور الاخنع کا معنی ہے الاذل۔

سفیان نے از ابن ابی نجیح از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ نام ملک الاملاک ہے یعنی شہنشاہ۔ اور ملک الاملاک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اس لیے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے،

اور مخلوق کو شہنشاہ کہنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اسماء مخلوق کے لائق نہیں ہیں، کیونکہ بندے صرف ذلت، خضوع اور عبودیت کے ساتھ متصف ہوتے ہیں۔

اور عطاء نے از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بیٹوں کا نام حکیم نہ رکھو اور نہ ابوالحکم رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم اور علیم ہے۔ اور علامہ داؤدی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مبغوض نام خالد اور مالک ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص بھی ہمیشہ نہیں رہے گا اور مالک صرف اللہ عزوجل ہے۔ پھر انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ محفوظ نہیں ہے کیونکہ بعض صحابہ کا نام خالد یا مالک تھا۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ ھ) نے کہا: یہ عجیب ہے، کیونکہ صحابہ میں ستر سے زائد کا نام خالد ہے اور صحابہ میں جن کا نام مالک ہے وہ ایک سو سے زائد ہیں۔ اور بندے اگرچہ مرجاتے ہیں لیکن ان کی ارواح فنا نہیں ہوتیں، پھر ان کے دنیا میں جو اجسام تھے ان میں روحیں لوٹ آتی ہیں اور ہر فریق کو کسی ایک دار میں خلود ہوتا ہے۔

علامہ ابن ملقن کی اس دلیل پر کہ ارواح فنا نہیں ہوتیں اور ان کے لیے خلود ہوتا ہے، اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے تو یہ واضح نہیں ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ۔ (الانبیاء: ۳۴) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے (دنیا میں) دوام مقدر نہیں کیا۔

اور خُلد کا معنی ہے: موت کے بغیر دائمی بقاء۔ لہٰذا ارواح کے فناء ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان ارواح کے اجسام بھی فنا ہوں اور ان کے لیے خالد کہا جائے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ اعتراض غیر واضح ہے اور غیر وارد ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی بشر کے لیے خُلد اور دوام کی نفی دنیا میں ہے اور معترض نے جو کہا کہ خُلد کا معنی موت کے بغیر دائمی بقاء ہے، تو یہ بھی دنیا میں ہے۔ اور اس فاسد مقدمہ پر جو نتیجہ مرتب کیا ہے وہ بھی لازم نہیں آتا، بلکہ یہ آخرت میں لازم آتا ہے۔ (یعنی آخرت میں تو ہر شخص کے لیے خلود ہوگا اور دنیا میں کسی شخص کے لیے خلود نہیں ہوگا، ہر شخص فنا ہوگا)۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ملک الاملاک"۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قاضی القضاۃ کا لقب بھی ناجائز ہونا چاہیے، اگرچہ یہ لقب مشرق کے شہروں میں قدیم زمانہ سے مشہور ہے اور کسی بڑے قاضی کے اوپر قاضی القضاۃ کا اطلاق کرتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: سب سے پہلے قاضی القضاۃ کا لقب جس کو دیا گیا، وہ امام ابو یوسف ہیں جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں اور ان کے زمانہ میں بڑے بڑے فقہاء اور محدثین تھے اور کسی نے قاضی القضاۃ کے لقب پر انکار نہیں کیا۔ ہاں یہ کہنا ممنوع ہوگا کہ اقضی القضاۃ کہا جائے، کیونکہ اس کا معنی ہے احکم الحاکمین اور اللہ سبحانہ ہی احکم الحاکمین ہے۔ اور یہ قاضی القضاۃ سے زیادہ بلیغ ہے، کیونکہ اقضی اسم تفضیل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۵۔۳۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۲۰۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً قَالَ أَخْنَعُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے

Marfat.com

اسْمٍ عِنْدَ اللهِ وَقَالَ سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ أَخْنَعُ الْأَسْمَاءِ عِنْدَ اللهِ رَجُلٌ تَسَمَّى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ قَالَ سُفْيَانُ يَقُولُ غَيْرُهُ تَفْسِيرُهُ شَاهَانْ شَاهْ۔

حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: سب سے ذلیل نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور سفیان نے ایک سے زائد مرتبہ کہا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل نام یہ ہے کہ کوئی مرد اپنا نام (از خود) ملک الاملاک (شہنشاہ) رکھے۔

سفیان نے کہا: ابوالزناد کے غیر نے کہا: اس کی تفسیر ہے شاہان شاہ۔

(صحیح بخاری: ۶۲۰۵، ۶۲۰۶، صحیح مسلم: ۲۱۴۳، سنن ترمذی: ۲۸۳۷، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۱، مسند احمد: ۷۲۸۵)

اس حدیث کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔

۱۱۵ـ بَابُ: كُنْيَةِ الْمُشْرِكِ

مشرک کی کنیت کو ذکر کرنے کا بیان

وَقَالَ مِسْوَرٌ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ۔

اور حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: سوا اس کے کہ ابوطالب کا بیٹا اس کا ارادہ کرے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کیا ابتداءً مشرک کی کنیت رکھنا جائز ہے، اور جب اس کی کنیت ہو تو کیا اس کی کنیت کے ساتھ اس کو مخاطب کرنا جائز ہے، اور جب مشرک غائب ہو تو کیا اس کی کنیت کے ساتھ اس کو ذکر کرنا جائز ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کو امام بخاری نے سندِ موصول کے ساتھ کتاب النکاح کے آخر میں بیان کیا ہے، وہ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنو ہشام بن المغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنی بیٹی کا علی بن ابی طالب سے نکاح کر دیں، سو میں اجازت نہیں دیتا، پھر میں اجازت نہیں دیتا مگر یہ کہ ابوطالب کا بیٹا میری بیٹی کو طلاق دینے کا ارادہ کرے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے... الحدیث (صحیح البخاری: ۵۲۳۰)

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۷ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما أَخْبَرَهُ أَنَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، اور انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از

رَسُولَ اللهِ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ وَأُسَامَةُ وَرَاءَهُ يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي حَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَسَارَا حَتَّى مَرَّا بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ فَإِذَا فِي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ وَفِي الْمُسْلِمِينَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَّرَ ابْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ وَقَالَ لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ أَيُّهَا الْمَرْءُ لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا فَمَنْ جَاءَكَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ فَاغْشَنَا فِي مَجَالِسِنَا فَإِنَّا نُحِبُّ ذَلِكَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كَادُوا يَتَثَاوَرُونَ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ دَابَّتَهُ فَسَارَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَيْ سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ يُرِيدُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ أَيْ رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ فَوَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَقَدْ جَاءَ اللهُ بِالْحَقِّ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ وَلَقَدِ اصْطَلَحَ أَهْلُ هَذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلَى أَنْ يُتَوِّجُوهُ وَيُعَصِّبُوهُ بِالْعِصَابَةِ فَلَمَّا رَدَّ اللهُ ذَلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ شَرِقَ بِذَلِكَ فَذَلِكَ فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ فَعَفَا عَنْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ

محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر، کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک دراز گوش پر سوار تھے اور اس پر ایک فدک کی چادر تھی، اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے تھے، آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے بنو الحارث بن الخزرج میں جا رہے تھے، یہ غزوہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے، پس وہ دونوں چلتے رہے حتیٰ کہ وہ دونوں اس مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بیٹھا ہوا تھا، اور یہ عبداللہ بن ابی کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے، پس اس وقت اس مجلس میں مسلمانوں کی بھی جماعتیں تھیں اور مشرکین بت پرست اور یہود بھی تھے، اور مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے، پس جب مجلس کو سواری کے گرد وغبار نے ڈھانپ لیا تو ابن ابی نے اپنے ناک کو اپنی چادر سے ڈھانپ لیا اور کہا: ہم پر گرد وغبار نہ اڑاؤ، پس رسول اللہ ﷺ نے ان کو سلام کیا پھر آپ ٹھہر گئے، پھر آپ سواری سے اترے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان پر قرآن مجید کی تلاوت کی، تو آپ سے عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: اے مرد! جس کلام کی تم تلاوت کر رہے ہو اس سے عمدہ کوئی کلام نہیں ہے، اگر یہ برحق ہے تو تم ہماری مجلسوں میں اسے پڑھ کر ہمیں ایذاء نہ دو، پس جو تمہارے پاس آئے تم اس کے سامنے یہ کلام پڑھو، تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ہماری مجلس میں آئیں، ہم اس کو پسند کرتے ہیں، پھر مسلمان اور مشرک اور یہود ایک دوسرے کو برا کہنے لگے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے سے لڑ پڑتے لیکن رسول اللہ ﷺ انہیں خاموش کرتے رہے، بالآخر جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے حتیٰ کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئے، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا ابو حباب نے کیا کہا؟ آپ کی

Marfat.com

وَأَصْحَابُهُ يَعْفُونَ عَنِ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ كَمَا أَمَرَهُمُ اللهُ وَيَصْبِرُونَ عَلَى الْأَذَى قَالَ اللهُ تَعَالَى ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوٓا أَذًى كَثِيرًا﴾ (آل عمران:۱۸۶) الْآيَةَ وَقَالَ ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا﴾ (البقرہ: ۱۰۹) فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَأَوَّلُ فِي الْعَفْوِ عَنْهُمْ مَا أَمَرَهُ اللهُ بِهِ حَتَّى أُذِنَ لَهُ فِيهِمْ فَلَمَّا غَزَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَدْرًا فَقَتَلَ اللهُ بِهَا مَنْ قَتَلَ مِنْ صَنَادِيدِ الْكُفَّارِ وَسَادَةِ قُرَيْشٍ فَقَفَلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَصْحَابُهُ مَنْصُورِينَ غَانِمِينَ مَعَهُمْ أُسَارَى مِنْ صَنَادِيدِ الْكُفَّارِ وَسَادَةِ قُرَيْشٍ قَالَ ابْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ هَذَا أَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ فَبَايِعُوا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَسْلَمُوا۔

مراد عبداللہ بن ابی سے تھی، اس نے اس طرح اور اس طرح کہا، تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اللہ! آپ پر میرا باپ فداء ہو، آپ اس سے درگزر فرمائیں اور اس کو معاف فرما دیں، پس اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب کو نازل کیا ہے! بے شک اللہ تعالیٰ اس حق کو لایا ہے جو اس نے آپ پر نازل کیا ہے اور اس بستی کے لوگوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ عبداللہ بن ابی کو تاج پہنائیں گے اور اس کے سر پر عمامہ باندھ دیں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو اس حق کی وجہ سے مسترد کر دیا جو اس نے آپ کو عطاء کیا ہے تو اس سے یہ عبداللہ بن ابی چڑ گیا اور اسی وجہ سے اس نے وہ کیا جو آپ نے دیکھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب، مشرکین اور اہل کتاب کو معاف کر دیتے تھے جیسا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور مشرکوں سے ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے۔ (آل عمران:۱۸۶) بہت سے اہل کتاب نے (ان پر حق واضح ہو جانے کے باوجود اپنے حسد کی وجہ سے یہ چاہا کہ) کاش وہ ایمان کے بعد تم کو پھر کفر کی طرف لوٹا دیں (البقرہ:۱۰۹)۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان کو معاف کر دیتے تھے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے جہاد کرنے کی اجازت دی گئی، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں کفار پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کفار کے بڑے بڑے بہادروں اور قریش کے سرداروں کو قتل کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کامیاب و کامران مالِ غنیمت لیے ہوئے لوٹے اور ان کے ساتھ بڑے بڑے کافر اور قریش کے سردار قیدی تھے، ابن ابی ابن سلول اور جو اس کے ساتھ مشرکین اور بت پرست تھے، انہوں نے کہا: کہ اب ان مسلمانوں کا غلبہ ہو چکا ہے، لہٰذا

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرلو، سو ان لوگوں نے اسلام کو قبول کرلیا۔

(صحیح بخاری: ۲۹۸۷، ۴۵۶۶، ۵۶۶۳، ۵۹۶۴، ۶۲۰۷، ۶۲۵۴، صحیح مسلم: ۱۷۹۸، مسند احمد: ۲۱۲۶۰)

صحیح البخاری: ۶۲۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے مشرک کی کنیت، اور اس حدیث میں مذکور ہے ابوحباب، یہ عبداللہ بن ابی کی کنیت ہے۔ اور حباب شیطان کا نام ہے، اور سانپ کو بھی شیطان کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حباب ایک معین سانپ کو کہتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قطیفة'' یہ ایک چادر ہے جس کی نسبت فدک کی طرف ہے، فدک میں فاء اور دال پر زبر ہے، اور یہ مدینہ کے قریب میں ایک بستی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابنُ سلُول'' ابن پر پیش ہے کیونکہ یہ عبداللہ کی صفت ہے اور سلول اس کی ماں کا نام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عَجاجة الدابة'' اس کے معنی ہیں: گردوغبار۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خمّر عبداللہ'' یعنی عبداللہ نے اپنی ناک کو ڈھانپ لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا تغبروا علینا'' یعنی ہم پر گردوغبار نہ اڑاؤ یا نہ پھیلاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا احسن مما تقول'' یعنی قرآن سے حسین اور کسی چیز کی تلاوت نہیں ہے بشرطیکہ یہ حق ہو۔ یہ شرط ہے اور اس کی جزا ہے ''سو تم ہم کو ایذاء نہ پہنچاؤ''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''هذه البحرة'' اور اس کی تصغیر کے ساتھ بھی روایت کی گئی ہے یعنی ''هذه البحيرة''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان یتوجوہ'' یعنی وہ اس کو بادشاہ بنائیں گے اور اس کو تاج پہنائیں گے اور اس پر بادشاہ کا عمامہ باندھیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''شرق'' یعنی وہ اس پر غضب میں آگیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من صنادید الکفار'' یہ صندید کی جمع ہے، اور اس کا معنی ہے: سردار اور مہاجر۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قد توجه'' یعنی اسلام اپنے تمام پر پہنچ گیا۔ کہا جاتا ہے ''توجه الشیخ'' یعنی بوڑھا ہوگیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے

Marfat.com

بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ نَعَمْ هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ لَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن الحارث بن نوفل از حضرت عباس بن عبدالمطلب، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ نے ابوطالب کو کوئی فائدہ پہنچایا؟ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لیے لوگوں پر غضب ناک ہوتے تھے، آپ نے فرمایا: ہاں! وہ تھوڑی سی آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔

(صحیح بخاری: ۳۸۸۳، ۶۲۰۸، ۶۵۷۲، صحیح مسلم: ۲۰۹، مسند احمد: ۱۷۷۴)

صحیح البخاری: ۶۲۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے مشرک کی کنیت اور اس حدیث میں ذکر ہے ابوطالب، اور یہ عبدِ مناف کی کنیت ہے اور عبدِ مناف حضرتِ عبداللہ کے سگے بھائی تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یحوطك" یہ لفظ حاط سے ماخوذ ہے، جب کوئی کسی کی رعایت کرے تو اسے حاطہ کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی ضحضاح" "ضحضاح" کے معنی ہیں قلیل اور تھوڑا، مطلب یہ ہے کہ ابوطالب تھوڑی سی آگ میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لکان فی الدرك الاسفل" یہ جہنم کے طبقات میں سے سب سے نچلا طبقہ ہے۔ اور "درک" کا معنی لغت میں ہے منزل۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرک کی کنیت بطور تالیف قلب یا کسی اور مصلحت سے رکھنا جائز ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ کنیت نفس الامر میں تکریم کے لیے نہیں تھی، اور رہی ابوطالب کی کنیت تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی کنیت کے ساتھ مشہور تھا نام کے ساتھ مشہور نہیں تھا۔

ابولہب کی کنیت کی توجیہات

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابولہب کی کنیت کی کیا توجیہ ہے؟ تو اس کے چند جوابات ہیں:

(۱) اس کا چہرہ حسن و جمال کی وجہ سے بھڑکتا تھا، تو جس چہرہ کی وجہ سے وہ دنیا میں فخر کرتا تھا اور زینت حاصل کرتا تھا، اس کو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے اس کے عذاب کا سبب بنا دیا۔
(۲) اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے "سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ " (اللہب: ۳) "وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں ڈالا جائے گا"○
(۳) اس کا نام عبد العزیٰ ہے اور اس کی کنیت ابو عتبہ ہے۔ اور رہا ابولہب تو یہ لقب ہے جو اس کے جمال کی وجہ سے دیا گیا ہے یہ اس کی کنیت نہیں ہے۔
(۴) علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ یہ کنیت تکریم کے لیے نہیں تھی بلکہ اہانت کے لیے تھی، کیونکہ یہ کنیت جہنمی سے کنایہ ہے، کیونکہ اس کا معنی ہے "تبت یدا جھنمیا" یعنی جہنمی کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ کنیت میں لفظ کے مدلول کی طرف نہیں دیکھا جاتا بلکہ جو اسم اب یا ام کے لفظ سے شروع ہو تو وہ کنیت ہوتی ہے، معترض کی عبارت ختم ہوئی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں بہ کثرت اسماء ایسے ہیں جو اب یا ام سے شروع کیے جاتے ہیں اور ان سے کنیت کا ارادہ نہیں کیا جاتا، ان سے یا تو علم یعنی نام کا قصد کیا جاتا ہے یا لقب کا قصد کیا جاتا ہے اور ان سے کنیت کا قصد نہیں کیا جاتا۔ اسی وجہ سے ایاد یا نزار کے قبیلہ سے ایک شخص کو ابو ارب کہا جاتا ہے، (ارب کا معنی ہے: مرد کا ذکر)۔ اور اس کے ساتھ کثرت جماع میں مثال بیان کی جاتی ہے، کہا جاتا ہے "فلاں شخص ابو ارب سے زیادہ جماع کرتا ہے"۔ اور کہا جاتا ہے "اس نے ایک رات میں ستر کنواری لڑکیوں کا پردہ بکارت چاک کیا" اس کا امام ابن الاثیر نے اپنی کتاب مرصع میں ذکر کیا ہے۔ اور اسی قبیل سے ہے "ابو براقش" اس کا اس کے سوا اور کوئی نام نہیں تھا۔ اور اسی طرح کہا جاتا ہے "ام الابرد" یہ اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جس میں سفید اور کالی دھاریاں ہوں، اور اسی طرح "ام احراد" کہا جاتا ہے، یہ مکہ کا ایک کنواں ہے جو بصریین کے دروازہ کے قریب ہے، اس کو خلف بن اسد الخزاعی نے کھودا تھا۔

کافر کو اس کے کسی کام کی وجہ سے اجر دینا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کافر کو اس کے ان اعمال کے عوض اجر دیتا ہے جن اعمال کی مثال اہل ایمان کے لیے عبادت ہوتی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ ان کے چچا نے ان کو نفع پہنچایا تھا اور ان کی تربیت کی تھی اور ان کی حفاظت کی تھی۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے عذاب میں تخفیف کر دی اور اگر وہ دنیا میں آپ کی مدد نہ کرتا تو اس کے عذاب میں تخفیف نہ ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اس کی مدد کرنے کے عوض تخفیف ہے اور اس کی رشتہ داری کی بناء پر تخفیف نہیں ہے، کیونکہ ابولہب کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی رشتہ داری تھی جس طرح ابو طالب کی رشتہ داری تھی، پس اس رشتہ داری سے اسے کوئی نفع نہیں پہنچا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابو طالب کے ایمان کے عدم ثبوت کی دلیل

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ابو طالب دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں عذاب کا مستحق تھا، لیکن اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حفاظت اور تربیت کی تھی اس کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ابو طالب کا

Marfat.com

ایمان ثابت نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۱۶۔ بَابٌ: الْمَعَارِيضُ مَنْدُوحَةٌ عَنِ الْكَذِبِ

تعریض میں جھوٹ سے اجتناب کی گنجائش ہے

وَقَالَ إِسْحَاقُ سَمِعْتُ أَنَسًا: مَاتَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ، فَقَالَ: كَيْفَ الْغُلَامُ؟ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ هَدَأَ نَفْسُهُ، وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدِ اسْتَرَاحَ، وَظَنَّ أَنَّهَا صَادِقَةٌ۔

اور اسحاق نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہوگیا تو انہوں نے پوچھا: بچہ کیسا ہے؟ تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کے نفس کو آرام آگیا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ راحت میں ہے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ وہ سچ بول رہی ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

تعریض کا معنی ہے: صریح قول کے خلاف کوئی بات کہنا، اور یہ کسی چیز کا دوسری چیز سے توریہ کرنا ہے، اور مندوحۃ کا معنی ہے: اس میں وسعت اور گنجائش ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ تعریض کی وجہ سے مرد اضطرار کی صورت میں جھوٹ بولنے سے مستغنی ہوجاتا ہے، اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ معاریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے 'ھدأت نفسہ'' پس بے شک ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس کلام میں توریہ کیا، ان کا لڑکا بالکلیہ فوت ہوچکا تھا، اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کلام سے یہ سمجھا کہ وہ تندرست ہوگیا ہے۔

اس تعلیق میں اسحاق کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن ابی طلحہ انصاری کے بیٹے ہیں۔ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا نام زید ہے اور وہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ اور یہ تعلیق صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث جو کتاب الجنائز میں ہے، اس کی ایک طرف ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے 'ھدأت نفسہ'' یعنی جب نفس ساکن ہوجائے۔ اس سے ان کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا نفس پرسکون ہوگیا اور اس سے انہوں نے اس لڑکے کی موت کا کنایہ کیا اور اس کو جھوٹ نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اس نے دنیا کے مصائب سے راحت پالی۔ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ وہ سچی ہیں، اور اس قسم کے کلام کو حقیقت میں جھوٹ نہیں کہا جاتا ہے بلکہ کہا جاتا ہے اس کلام کو جھوٹ سے بچایا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۰۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي مَسِيرٍ لَهُ فَحَدَا الْحَادِي فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ارْفُقْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ثابت البنانی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے

Marfat.com

يَا أَنْجَشَةُ وَيْحَكَ بِالْقَوَارِيرِ۔

ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں جا رہے تھے تو حدی خواں گاتا ہوا اونٹ چلا رہا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انجشہ! تم پر افسوس ہے، شیشوں کو آہستہ لے چلو۔

(صحیح بخاری: ۶۱۴۹، ۶۱۶۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۲۳، مسند احمد: ۱۱۶۳۰)

صحیح البخاری: ۶۲۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "تعریض میں جھوٹ سے اجتناب کی گنجائش ہے" اور اس حدیث میں آپ نے شیشوں کے لفظ سے عورتوں کو مراد لیا ہے، کیونکہ عورتیں بھی شیشوں کی طرح کمزور اور نازک ہوتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۰-۳۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ وَأَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ فِي سَفَرٍ وَكَانَ غُلَامٌ يَحْدُو بِهِنَّ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ يَعْنِي النِّسَاءَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از انس اور ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے اور ایک غلام گاتا ہوا اونٹ ہنکا رہا تھا جس کو انجشہ کہتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آہستہ چلو اے انجشہ! تم شیشوں کو چلا رہے ہو۔ ابو قلابہ نے کہا: یعنی خواتین کو۔

(صحیح بخاری: ۶۱۴۹، ۶۱۶۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، صحیح مسلم: ۲۳۲۳، مسند احمد: ۱۱۶۳۰)

اس حدیث کی وجہ مطابقت، حدیث سابق کی وجہ مطابقت کی طرح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم حَادٍ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ وَكَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيرَ قَالَ قَتَادَةُ يَعْنِي ضَعَفَةَ النِّسَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گا کر اونٹ کو ہنکانے والا تھا، اس کا نام انجشہ تھا، اس کی آواز بہت حسین اور خوبصورت تھی، اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آہستہ چلو اے انجشہ! شیشوں

Marfat.com

کو توڑ نہ دینا۔قتادہ نے کہا: یعنی کمزور اور نازک عورتوں کو۔

(صحیح بخاری:۶۱۴۹،۶۱۶۱،۶۲۰۲،۶۲۰۹،۶۲۱۰،۶۲۱۱،صحیح مسلم:۲۳۲۳،مسند احمد:۱۱۶۳۰)

صحیح البخاری:۶۲۱۱،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی وجہ مطابقت، حدیث سابق کی وجہ مطابقت کی طرح ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''لا تکسر''اس حدیث میں کمزور عورتوں کو شیشوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے، کیونکہ ان میں بھی تاثیر بہت جلد نفوذ کر جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۱،دار الکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۲۔حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَزَعٌ فَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ فَقَالَ مَا رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ، انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: مدینہ میں کسی (دشمن کا) خوف پھیل گیا، پس رسول اللہ ﷺ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور فرمایا: ہم نے تو کوئی (خطرہ کی) چیز نہیں دیکھی اور بے شک ہم نے اس گھوڑے کو ضرور سمندر کی طرح پایا ہے۔

(صحیح بخاری:۲۶۲۷،۲۸۲۰،۲۸۵۷،۲۸۶۲،۲۸۶۶،۲۸۶۷،۲۹۰۸،۲۹۶۸،۲۹۶۸،۲۹۶۹،۳۰۴۰،۶۰۳۳،۶۲۱۲،صحیح مسلم: ۲۳۰۷،سنن ترمذی:۱۶۸۶،سنن ابوداؤد:۴۹۸۸،سنن ابن ماجہ:۲۷۷۲،مسند احمد:۱۲۳۳۳)

صحیح البخاری:۶۲۱۲،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس جگہ یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ گھوڑے کی حدیث میں کوئی تعریض نہیں ہے، اسی طرح شیشوں کی حدیث میں بھی کوئی تعریض نہیں ہے بلکہ یہ دونوں حدیثیں باب مجاز سے ہیں، یعنی عورتوں کو مجازاً شیشہ کہا اور گھوڑے کو مجازاً سمندر کہا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہاں یہ اسی طرح ہے، لیکن بعض لوگوں نے تکلف سے اس کا جواب دیا ہے اور کہا ہے کہ شاید امام بخاری نے یہ گمان کیا کہ جب یہ جائز ہے تو معاریض بطریق اولیٰ جائز ہوئیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن سعید القطان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فزع'' اصل میں فزع ڈر اور خوف کو کہتے ہیں، پھر اس کو مدد کرنے کی جگہ پر رکھا گیا، اور یہاں اس کا معنی اس طرح ہے کہ اہلِ مدینہ نے مدد طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہوئے جس کا نام مندوب تھا، اور یہ حضرت ابوطلحہ زید بن سہل، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے خاوند کا گھوڑا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لبحرا'' یعنی یہ گھوڑا بہت تیز دوڑتا ہے اور اس کا دوڑنا سمندر میں تیرنے کے مشابہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۱۔ ۳۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۷۔ بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ لِلشَّيْءِ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَهُوَ يَنْوِي أَنَّهُ لَيْسَ بِحَقٍّ

مرد کا کسی چیز کے لیے یہ کہنا کہ یہ کچھ بھی نہیں اور اس سے اس کی مراد یہ ہو کہ یہ حق نہیں ہے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِلْقَبْرَيْنِ: يُعَذَّبَانِ بِلَا كَبِيرٍ وَإِنَّهُ لَكَبِيرٌ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں کے متعلق فرمایا: ان کو کسی بڑی بات کے بغیر عذاب دیا جا رہا ہے، اور بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب مرد کے کسی موجود چیز کے متعلق یہ کہنے کے بیان میں ہے کہ یہ کچھ نہیں ہے، اور حال یہ ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ یہ صحیح اور حق نہیں ہے۔ اور عموماً یہ نفی میں مبالغہ کے لیے کہا جاتا ہے، جیسا کہ اس شخص کے لیے کہا جائے کہ جس نے کوئی ناپختہ عمل کیا ہو، تو اس سے کہا جائے: تم نے کچھ کام نہیں کیا، یا اس نے کوئی نادرست بات کہی ہو، تو اس سے تم کہو: تم نے تو کچھ نہیں کہا۔ اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''بلا کبیر'' یہ نفی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہ لکبیر'' یہ اثبات ہے۔ گویا کہ ایک چیز کے لیے یہ کہنا ہے کہ یہ کچھ نہیں ہے، اور یہ تعلیق کتاب الطہارۃ میں سند موصول کے ساتھ پوری گزر چکی ہے اور وہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو کسی بڑی بات میں عذاب نہیں دیا جا رہا، پھر فرمایا: کیوں نہیں! ان کو بڑے گناہ میں عذاب دیا جا رہا ہے، ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا، اور دوسرا چغلی کرتا تھا، یعنی ان دونوں گناہوں سے بچنا ان پر دشوار نہیں تھا حالانکہ اللہ عزوجل کے نزدیک یہ سنگین گناہ ہیں، اور اس کے مباحث اور شرح وہیں گزر چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن

Marfat.com

يَزِيدَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عُرْوَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْسُوا بِشَيْءٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ أَحْيَانًا بِالشَّيْءِ يَكُونُ حَقًّا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ قَرَّ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُونَ فِيهَا أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ۔

سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، ابن شہاب نے کہا: مجھے یحییٰ بن عروہ نے خبر دی، انہوں نے عروہ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: وہ کچھ بھی نہیں ہیں، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کبھی کبھی کسی چیز کے متعلق وہ کچھ کہتے ہیں اور وہ برحق ہوتی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس حق بات کو جن فرشتوں سے سن کر اڑا لیتا ہے اور پھر اسے اپنے ولی (کاہن) کے کان میں مرغ کے آواز کی طرح ڈالتا ہے، اس کے بعد کاہن اس ایک بات میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۳۲۱۰، ۵۷۶۲، ۶۲۱۳، ۷۵۶۱ صحیح مسلم: ۲۲۲۸، مسند احمد: ۲۴۵۷۰)

صحیح البخاری: ۶۲۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ناحق بات کو یہ کہنا کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے" اور اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ نے کاہنوں کی باتوں کے متعلق فرمایا: یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ کاہن جو غیب کی خبر دیتے ہیں، ان کی بات نہ صحیح ہوتی ہے اور نہ قابلِ شمار ہوتی ہے جب کہ نبی ﷺ وحی سے خبر دیتے ہیں تو وہ خبر قابلِ شمار ہوتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مخلد، یہ ابن یزید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج، یہ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے ابن شہاب، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے یحییٰ بن عروہ، یہ ابن زبیر بن العوام ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطب میں "باب الکھانۃ" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قر الدجاجۃ" اس کا معنی ہے کہ مخاطب کے کان میں کسی بات کو بار بار کہنا حتیٰ کہ وہ اس کو سمجھ لے۔ اور "قر الدجاجۃ" مرغی کی آواز ہے۔ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ایک روایت میں ہے "کقر الزجاجۃ" یعنی شیشہ کی بوتل میں

جب پانی ڈالا جائے تو اس سے جو آواز آتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۸۔ بَابٌ: رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ

آسمان کی طرف نظر اٹھانے کا بیان

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: أَفَلَا يَنْظُرُوْنَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَإِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝

(الغاشیہ: ۱۷۔۱۸)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بنایا گیا ہے O اور آسمان کو کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے O

وَقَالَ أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَفَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأْسَهٗ إِلَى السَّمَاءِ۔

اور ایوب نے کہا از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ آسمان کی طرف نظر اٹھانا جائز ہے، اور اس میں ان بعض زاہدوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ آسمان کی طرف ڈرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت کرتے ہوئے نظر نہیں اٹھانی چاہیے۔ عطاء السلمی سے منقول ہے کہ وہ چالیس سال ٹھہرے رہے اور انہوں نے آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔ پھر کسی وقت ان کی نظر آسمان پر پڑی تو وہ بے ہوش ہو کر گر گئے، پھر ان کے جسم کے اندر کی کھال میں کوئی بیماری ہوگئی۔ اور امام طبری نے از ابراہیم التیمی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ مکروہ ہے کہ دعا میں انسان آسمان کی طرف نظر اٹھائے، اور نمازی کو منع کیا گیا ہے کہ وہ دعا ہو یا غیر دعا ہو نماز میں آسمان کی طرف نہ دیکھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں، پھر آپ نے اس پر تشدید (سختی) کی اور فرمایا: یہ باز آجائیں ورنہ ان کی آنکھوں کو اچک لیا جائے گا۔

الغاشیہ: ۱۸ میں فرمایا ہے "کیا یہ لوگ آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے" یہ اولیٰ ہے، اس لیے کہ اس سے مقصود نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے کا جواز ہے، یعنی یہ آسمان کی طرف کیوں نہیں دیکھتے وہ کس طرح بلند کیا گیا ہے، آسمان بغیر ستون کے قائم ہے۔

اور الغاشیہ: ۱۷ میں فرمایا کہ "یہ لوگ اونٹ کی طرف کیوں نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیا گیا ہے"۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں اونٹ کی تخصیص کی وجوہ حسب ذیل ہیں:

(۱) الکلبی نے کہا: اونٹ کو بٹھا کر اس کے اوپر بھاری سامان لاد دیا جاتا ہے۔

(۲) مقاتل نے کہا: عرب کے نزدیک اونٹ سب سے قیمتی اور سب سے بہترین مال ہے۔

(۳) حسن بصری سے جب یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس سے زیادہ ہاتھی عجیب ہے، اور عرب ہاتھی کو نہیں جانتے تھے، پس وہ نہ اس کی پشت پر سوار ہوتے تھے اور نہ اس کا گوشت کھاتے تھے اور نہ اس کا دودھ پیتے تھے۔

(۴) کہا گیا ہے کہ اونٹ باوجود اس کے کہ بہت بڑا جانور ہے، پھر بھی کوئی کمزور چلانے والا ہو تو یہ اس کی اطاعت کرتا ہے۔

Marfat.com

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی ایک طرف ہے، اس کے شروع میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں اور میری باری کے دن فوت ہوئے تھے، اور میرے سینے اور کوکھ کے درمیان، اور صحیح بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے، لیکن اس میں یہ ہے کہ آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مرتبہ اپنی نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے، اور امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھ کر باتیں کرتے تو بکثرت اپنا سر آسمان کی طرف بلند کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ ثُمَّ فَتَرَ عَنِّي الْوَحْيُ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمار ہے تھے: پھر وحی مجھ سے منقطع ہوگئی، پس جس وقت کہ میں چل رہا تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے اپنی نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو اچانک وہی فرشتہ جو میرے پاس غارِ حرا میں آیا تھا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔

(صحیح البخاری: ۴، ۳۲۳۸، ۴۹۲۲، ۴۹۲۳، ۴۹۲۴، ۴۹۲۵، ۴۹۲۶، ۴۹۵۴، ۶۲۱۴، صحیح مسلم: ۱۶۱، مسند احمد: ۱۴۶۱۵)

صحیح البخاری: ۶۲۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس میں نے اپنی نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا'' اور اسی جملے کی وجہ سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔ اور اس حدیث کی شرح اس کتاب کے اول میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي شَرِيكٌ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے

Marfat.com

اللہ عنہما قَالَ بِتُّ فِی بَیْتِ مَیْمُوْنَةَ وَالنَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عِنْدَهَا فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ أَوْ بَعْضُهُ قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَرَأَ ﴿إِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ (آل عمران:۱۹۰)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شریک نے خبر دی از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایک رات گزاری، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے پاس تھے، پس جب تہائی رات کا آخر ہوا یا اس کا کچھ حصہ، تو آپ بیٹھ گئے اور آپ نے آسمان کی طرف دیکھا، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: بالاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O (آل عمران:۱۹۰)

(صحیح البخاری: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶، ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۷۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۳۵۷، مسند احمد: ۳۱۵۹، سنن دارمی: ۱۲۵۵)

صحیح البخاری: ۶۲۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی مریم، اور وہ سعید بن مریم بن الحکم بن مریم المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن جعفر، یہ ابن ابی کثیر ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے شریک، یہ ابن عبداللہ بن ابی نمر بن عبداللہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے کریب، یہ ابن ابی مسلم ہیں جو مولیٰ ابن عباس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔

یہ حدیث ''باب التہجد'' میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۹۔ بَابُ: نَكْتِ الْعُوْدِ فِی الْمَاءِ وَالطِّیْنِ — جس نے لکڑی کو پانی اور مٹی میں کریدا

''نکت فی الارض'' کا معنی ہے: لکڑی سے زمین میں نشان ڈالا۔

۶۲۱۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِیَاثٍ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ أَبِی مُوسَى أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی حَائِطٍ مِنْ حِیطَانِ الْمَدِینَةِ وَفِی یَدِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم عُوْدٌ یَضْرِبُ بِهِ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عثمان بن غیاث، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی

Marfat.com

فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْتَفْتِحُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَذَهَبْتُ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا عُمَرُ فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ آخَرُ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ أَوْ تَكُونُ فَذَهَبْتُ فَإِذَا عُثْمَانُ فَقُمْتُ فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي قَالَ قَالَ اللَّهُ الْمُسْتَعَانُ۔

ﷺ کے ساتھ مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھے اور نبی ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کو آپ پانی اور مٹی کے درمیان مار رہے تھے، پھر ایک مرد آیا، اس نے دروازہ کھلوایا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دے دو، سو میں گیا، پس وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو جنت کی بشارت دے دی، پھر ایک اور مرد نے دروازہ کھلوایا، آپ نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دے دو، تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، پس میں نے ان کے لیے دروازہ کھول دیا اور ان کو جنت کی بشارت دے دی، پھر ایک اور مرد نے دروازہ کھلوایا، اور نبی ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر آپ بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: ان کے لیے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی بشارت دو ان آزمائشوں کے ساتھ جن سے دنیا میں انہیں واسطہ پڑے گا، یا فرمایا: کہ مصیبت آئے گی، پس میں گیا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، پس میں کھڑا ہوا اور ان کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو جنت کی بشارت دی اور ان کو اس کی خبر دی جو نبی ﷺ نے فرمایا: تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی ہوئی ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۶۷۴، ۳۶۹۳، ۳۶۹۵، ۶۲۱۶، ۷۰۹۷، ۷۲۶۲، صحیح مسلم: ۲۴۰۳، سنن ترمذی: ۳۷۱۰، مسند احمد: ۱۹۴۹۰)

صحیح البخاری: ۶۲۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ نبی ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کو آپ پانی اور مٹی کے درمیان مار رہے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان بن غیاث، یہ

Marfat.com

البصری ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا: اور بعض نسخوں میں مذکور ہے یحییٰ بن عثمان، اور وہ سہو فاحش ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعثمان، وہ عبدالرحمن بن مل النہدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، اور ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بلویٰ" اس کا معنی ہے: بلاء اور مصیبت۔

اور اس حدیث میں "الحائط" کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: باغ۔ اور اس باغ میں اریس کا کنواں تھا۔

عصا کی فضیلت

اور عرب کی عادت ہے کہ وہ لکڑی یا عصا اپنے ہاتھ میں رکھتے اور بات کرتے وقت محافل میں اور خطبہ میں اس پر اعتماد کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ان کے عصا میں بڑی بڑی نشانیاں اور معجزات رکھ دیے تھے، جس کی وجہ سے وہ جادوگر جو ان کے مخالف تھے وہ ان پر ایمان لے آئے۔ اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے بھی عصا رکھا تھا، اپنے خطبہ کے لیے اور نصیحت کرنے کے لیے اور نماز کے طول میں۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عصا کو سنبھالنے والے تھے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی عصا ہاتھ میں لے کر خطبہ دیتے تھے، اس سے عصا کا شرف ظاہر ہوتا ہے۔ اور خلفاء اور خطباء کا یہی طریقہ رہا ہے۔ اور بعض لوگ جو عربوں سے بغض رکھتے ہیں وہ عصا کی اس فضیلت کا انکار کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۵۔۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

فائدہ: اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کھولا گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا اور ان کا لقب صدیق ہے اور آپ کی کنیت ابوبکر ہے، آپ کی خلافت دو سال تین ماہ اور دس دن رہی، اور تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں بائیس (۲۲) جمادی الثانی ۱۳ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولولوء فیروز ایرانی کے ہاتھوں شہید ہوئے، اس وقت ان کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی، ۲۷ ذوالحجہ ۲۳ ہجری میں آپ پر حملہ کیا گیا اور یکم محرم الحرام ۲۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا، آپ کی مدت خلافت ساڑھے دس سال سے کچھ زیادہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں چند باغیوں نے آپ کے خلاف بغاوت کی اور آزمائش سے اشارہ اسی بغاوت کی طرف ہے، ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔ آپ کی مدت خلافت تقریباً ۱۲ سال ہے۔

۱۲۰۔ بَابُ: الرَّجُلِ يَنْكُتُ الشَّيْءَ بِيَدِهِ فِي الْأَرْضِ — مرد کا اپنے ہاتھ کی کسی چیز کو زمین پر مارنے کا بیان

۶۲۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رضی

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان ومنصور از سعد بن عبیدہ از

Marfat.com

اللہ عنہ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي جَنَازَةٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ الْأَرْضَ بِعُودٍ فَقَالَ لَيْسَ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ فُرِغَ مِنْ مَقْعَدِهِ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَقَالُوا أَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى﴾ (اللیل:۵)

ابوعبدالرحمٰن السلمی از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں تھے، آپ لکڑی سے زمین کو کریدنے لگے، پس آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی جنت اور دوزخ میں بیٹھنے کی جگہ سے فراغت ہوگئی ہے۔ پس صحابہ نے کہا: کیا ہم اسی پر اعتماد نہ کرلیں، آپ نے فرمایا: تم عمل کرتے رہو، ہر چیز آسان کردی گئی ہے: جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہاO

(صحیح بخاری: ۱۳۶۲، ۴۹۴۵، ۴۹۴۶، ۴۹۴۷، ۴۹۴۸، ۴۹۴۹، ۶۲۱۷، ۶۶۰۵، ۷۵۵۲، صحیح مسلم: ۲۶۴۷، سنن ترمذی: ۳۳۴۴، سنن ابو داؤد: ۴۶۹۴، مسند احمد: ۱۰۷۰)

صحیح البخاری: ۶۲۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے ''پس نبی ﷺ زمین کو کریدنے لگے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابن ابی عدی کا ذکر ہے، وہ محمد ہیں اور ابی عدی کا نام ابراہیم البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے، علامہ کرمانی نے کہا: وہ تیمی ہیں، اور وہ الاعمش نہیں ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور سعد بن عبیدہ کا ذکر ہے، وہ ابوحمزہ الکوفی السلمی ہیں جو ابوعبدالرحمٰن السلمی کے داماد تھے، اور ان کا نام عبداللہ المقری الکوفی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فرغ'' یعنی تم میں سے ہر شخص کی جنت اور دوزخ میں بیٹھنے سے فراغت ہوگئی ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے متعلق حکم لگا دیا ہے کہ وہ اہلِ جنت میں سے ہے یا اہلِ دوزخ میں سے ہے، اور ازل میں یہ حکم کردیا گیا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''افلا نتکل'' یعنی کیا ہم اسی حکم پر اعتماد نہ کرلیں اور عمل نہ کریں؟ تو نبی ﷺ نے ان کی اس بات کو رد فرمایا اور ارشاد فرمایا: تم عمل کرو اور ہر عمل آسان کردیا گیا ہے، پس تم میں سے ہر ایک کے لیے وہ عمل آسان ہے۔ پس اگر اس کے لیے یہ مقدر کیا گیا ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اہلِ جنت کے عمل کو آسان کردے گا، اور اگر اس کے لیے یہ مقدر کردیا گیا ہے کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اہلِ دوزخ کے عمل کو آسان کردے گا۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے"فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝" (اللیل:۵)

اس آیت میں دونوں فریقوں کا ذکر کر دیا گیا ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ۝ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ۝ (اللیل:۵۔۱۰)

جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا ۝ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا ۝ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے ۝ اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا ۝ اور نیک باتوں کی تکذیب کی ۝ پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے ۝

یعنی پہلے فریق کے لیے اللہ تعالیٰ ان اعمال کو آسان کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، اور دوسرے فریق کے لیے اللہ تعالیٰ ان اعمال کو آسان کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دوزخ کا مستحق ہو جائے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم اس کو عنقریب جہنم میں داخل کر دیں گے۔ اور اس آیت میں "العسریٰ" کا لفظ ہے یہ دوزخ کا نام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۱۔ بَابُ: التَّكْبِيرِ وَالتَّسْبِيحِ عِنْدَ التَّعَجُّبِ

تعجب کے وقت اللہ اکبر اور سبحان اللہ کہنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی چیز پر تعجب کے وقت اللہ اکبر کہنا اور سبحان اللہ کہنا مستحب ہے، یعنی جب کسی چیز کو وہ بہت عظیم گمان کرے۔ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ان لوگوں کا قول صحیح نہیں ہے جنہوں نے تعجب کے وقت اللہ اکبر اور سبحان اللہ کہنے سے منع کیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: تسبیح اور تکبیر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا بیان کرنا اور بری چیزوں سے اس کے منزہ ہونے کا بیان کرنا۔ اور اس میں زبان پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کو جاری کرنے کی مشق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۶۔ ۳۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجَرِ يُرِيدُ بِهِ أَزْوَاجَهُ حَتّٰى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ہند بنت الحارث نے حدیث بیان کی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! کتنے خزانے نازل کیے گئے اور کتنے

Marfat.com

يُصَلِّينَ رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ وَقَالَ ابْنُ أَبِي ثَوْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم طَلَّقْتَ نِسَائَكَ قَالَ لَا قُلْتُ اللهُ أَكْبَرُ۔

فتنے نازل کیے گئے؟ حجرہ والیوں کو کون بیدار کرے گا؟ آپ کی مراد تھی آپ کی ازواج حتیٰ کہ وہ نماز پڑھیں۔ بہت سی عورتیں دنیا میں کپڑے پہننے والی ہوتی ہیں اور آخرت میں برہنہ ہوتی ہیں۔

اور ابن ابی ثور نے کہا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، از حضرت عمر رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! تو میں نے کہا: ''اللہ اکبر''۔

(صحیح البخاری: ۱۱۵، ۱۱۲۶، ۳۵۹۹، ۵۸۴۴، ۶۲۱۸، ۶۰۶۹، ۷، سنن ترمذی: ۲۱۹۶، مسند احمد: ۲۶۰۰۵، موطا امام مالک: ۱۶۹۵)

صحیح البخاری: ۶۲۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، وہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور ہند کا لفظ منصرف بھی ہوتا ہے اور غیر منصرف بھی، یہ بنت الحارث الفراسیہ ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ القرشیہ ہیں، اور یہ محمد بن المقداد الاسود کے نکاح میں تھیں۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں، اور ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''من الخزائن'' اس سے مراد ہے رحمت، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو خزانہ سے تعبیر کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''خزائن رحمۃ ربی'' یعنی میرے رب کی رحمت کے خزانے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من الفتن''، فِتَن سے مراد عذاب ہے، اور آپ نے عذاب کو فتنہ سے تعبیر فرمایا، کیونکہ فتنے عذاب تک پہنچاتے ہیں۔ یا یہ معجزات میں سے ہے، کیونکہ اس کے بعد فتنے واقع ہوں گے۔ اور خزانے اس وقت کھولے گئے جب صحابہ فارس اور روم کے اوپر مسلط ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رُبّ کاسیۃ'' اس سے مراد ہے جو عورتیں باریک کپڑے پہنتی ہیں۔ اور وہ کپڑا جسم کی کھال کے ادراک سے مانع نہیں ہوتا تو انہیں آخرت میں یہ سزا دی جائے گی کہ وہ برہنہ ہوں گی، یا مراد یہ ہے کہ عمدہ اور نفیس کپڑے پہننے والی نیکیوں سے خالی ہوتی ہیں۔

علامہ ابن بطال مالکی کی طرف سے حدیث مذکور کی مطابقت کی توجیہ اور علامہ عینی کا اس پر تعاقب

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہ حدیث ''باب التکبیر'' سے پہلے ہے، اور اب یہ حدیث اس باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہوگی۔ علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کہتے ہیں کہ میں نے علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ سے کہا کہ حضرت ام سلمہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اس باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، تو علامہ المہلب نے کہا: یہ حدیث سابق کی تقویت کر رہی ہے، یعنی جب اس سے پہلی حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ہر نفس کے لیے اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے جنت یا دوزخ میں ایک ٹھکانہ ہے، تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ سے ڈرانے کو مؤکد فرمایا اور دوزخ میں دخول کے قوی اسباب سے ڈرایا اور وہ فتنہ اور سرکشی ہے اور خزانے کھولنے کے وقت ان پر اترانا ہے، اور اس میں کوئی تقصیر نہیں ہے کہ پہلے اس چیز کو ذکر کیا جائے جو عنوان کے موافق ہو، اور بعد میں اس چیز کو ذکر کیا جائے جو عنوان کے معنی کے موافق ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تکلفات ہیں اور اس باب کی حدیث عنوان کے مطابق ہے۔

اس کے بعد علامہ عینی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ ابن ابی ثور کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اور ابن ابی ثور کا نام عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور ہے، یہ بنی نوفل سے ہیں۔ اور یہ تعلیق کتاب العلم میں مذکور ایک طویل حدیث کی طرف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۷۔۳۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَزُورُهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً مِنَ الْعِشَاءِ ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ مَعَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْلِبُهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ الَّذِي عِنْدَ مَسْكَنِ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ نَفَذَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ قَالَا سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا مَا قَالَ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَبْلَغَ الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت حیی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ، انہوں نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آئیں، اور آپ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے، پس وہ عشاء کے تھوڑے وقت تک آپ سے باتیں کرتی رہیں، پھر جانے کے لیے اٹھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں چھوڑنے کے لیے آئے حتیٰ کہ جب وہ مسجد کے اس دروازہ پر پہنچیں جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے پاس ہے، تو انصار کے دو مرد وہاں سے گزرے اور ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور پھر چل پڑے، تو ان دونوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں ٹھہرو، یہ عورت صرف صفیہ بنت حیی تھیں۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ یا رسول اللہ! اور ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول شاق گزرا، تو آپ نے فرمایا: شیطان ابن آدم کے خون کے جاری ہونے کی جگہ میں دوڑتا ہے، اور مجھے خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دل

Marfat.com

میں کوئی (غلط) بات ڈال دے گا۔

(صحیح بخاری: ۲۰۳۵، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۳۱۰۱، ۳۲۸۱، ۶۲۱۹، ۷۱۷۱، صحیح مسلم: ۲۱۷۵، سنن ابوداؤد: ۲۴۷۰، سنن ابن ماجه: ۱۷۷۹، مسند احمد: ۲۶۳۲۲، سنن دارمی: ۱۷۸۰)

صحیح البخاری: ۶۲۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''تعجب کے موقعہ پر سبحان اللہ کہنا'' اور ان دو انصاری مردوں نے سبحان اللہ اس موقعہ پر کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وضاحت کی کہ یہ صفیہ بنت حیی ہیں، انہیں اس پر تعجب ہوا کہ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی غلط گمان کر سکتے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الغوابر'' اس سے مراد ہے الباقیات، اور لفظ غابر دو ضدوں کے درمیان مشترک ہے یعنی باقی اور ماضی کے درمیان۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تنقلب'' یعنی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر جا رہی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یقلبھا'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گھر کی طرف واپس کر رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ثم نفذا'' اس کا معنی ہے: وہ جلدی جلدی اور تیز تیز چلنے لگیں۔ عرب کہتے ہیں ''نفذ السھم من الرمیة'' تیر شکار سے جلدی نکل گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''علی رسلکما'' یعنی تم دونوں ٹھہر جاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقالا سبحان اللہ'' یعنی ان دو انصاری مردوں نے کہا ''سبحان اللہ'' اور ان کا سبحان اللہ کہنا یا تو حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اس بات سے منزہ کر رہا ہو کہ وہ کسی نامناسب بات کے ساتھ متہم ہو، اور یا ان دونوں کے تعجب کرنے سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وکبر'' یعنی ان دو انصاری مردوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بہت سخت گزرا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان الشیطان یجری ـــــ الخ'' یعنی شیطان خون کے جاری ہونے کی جگہوں میں پہنچ جاتا ہے اور یہ دراصل تشبیہ ہے، اور وجہ شبہ یہ ہے کہ شیطان انسان سے الگ نہیں ہوتا اور اس کا انسان کے ساتھ کمال اتصال ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ویقذف'' یعنی شیطان تم دونوں کے دلوں کے اندر کوئی ایسی چیز ڈال دے جس کے سبب سے تم دونوں ہلاک ہو جاؤ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایسی تہمت کفر ہے۔ نعوذ باللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۸۔۳۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۲۔ بَابُ: النَّهْيِ عَنِ الْخَذْفِ انگلیوں سے کنکر یا پتھر پھینکنے کی ممانعت

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انگلیوں سے کنکر یا پتھر پھینکنا ممنوع ہے، خذف کا معنی ہے: انگلیوں سے کنکر یا پتھر مارنا۔ اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: انگشتِ شہادت اور انگوٹھے سے کسی کو کنکر یا پتھر مارنا، اور مقصود اس سے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے کی ممانعت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۲۰۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ صُهْبَانَ الْأَزْدِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ إِنَّهُ لَا يَقْتُلُ الصَّيْدَ وَلَا يَنْكَأُ الْعَدُوَّ وَإِنَّهُ يَفْقَأُ الْعَيْنَ وَيَكْسِرُ السِّنَّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: میں نے عقبہ بن صہبان الازدی سے سنا، وہ حضرت عبداللہ بن المغفل المزنی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے انگلیوں سے کنکر یا پتھر مارنے سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا: یہ شکار کو قتل نہیں کرتا اور نہ دشمن کو ہلاک کرتا ہے، یہ آنکھ پھوڑ دیتا ہے اور دانت توڑ دیتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۸۴۱، ۵۴۷۹، ۶۲۲۰، صحیح مسلم: ۱۹۵۴، سنن نسائی: ۴۸۱۵، سنن ابوداؤد: ۵۲۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۷، مسند احمد: ۲۰۰۳۸، سنن دارمی: ۴۴۰)

صحیح البخاری: ۶۲۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے "انگلیوں سے کنکر یا پتھر مارنے کی ممانعت" اور حدیث میں بھی اسی کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عقبہ بن صہبان الازدی کا ذکر ہے، اس میں ازد بن الغوث کی طرف نسبت ہے، یہ ایک قبیلہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت عبداللہ بن المغفل المزنی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، المزنی، مزینہ بنت کلب کی طرف نسبت ہے، یہ بڑا قبیلہ ہے۔

یہ حدیث سورۃ الفتح کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور کتاب الصید والذبائح میں بھی گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۱۲۳۔ بَابُ: اَلْحَمْدِ لِلْعَاطِسِ
چھینکنے والے کے لیے الحمد للہ کہنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چھینکنے والے کے لیے الحمد للہ کہنا مستحب ہے۔

۶۲۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ هَذَا حَمِدَ اللهَ وَهَذَا لَمْ يَحْمَدِ اللهَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، پس آپ نے ان میں سے ایک کی چھینک کا جواب دیا (یعنی یرحمک اللہ فرمایا) اور دوسرے کی چھینک کا جواب نہیں دیا، آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: اس نے اللہ کی حمد کی تھی اور اُس نے اللہ کی حمد نہیں کی تھی۔

(صحیح بخاری: ۶۲۲۵، صحیح مسلم: ۲۹۹۱، سنن ترمذی: ۲۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۵۰۳۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۱۳، مسند احمد: ۱۱۵۵۱، سنن دارمی: ۲۶۶۰)

صحیح البخاری: ۶۲۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے، وہ سلیمان بن طرخان التیمی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''دو مردوں کو چھینک آئی'' اور امام طبرانی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ دو مرد عامر بن الطفیل اور ان کے بھتیجے تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فشمت'' اس کا لغوی معنی ہے: دشمنوں کی خوشی کو زائل کرنا۔ اور بابِ تفعیل سلب ماخذ کے لیے آتا ہے جیسے ''جلدت البعیر'' اس کا معنی ہے: میں نے اس کی کھال کو زائل کیا۔ پس تشمیت کا لفظ دعائے خیر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، خاص طور پر اس کے لیے ''یرحمك الله'' کہا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فشمت احدھما'' یعنی نبی ﷺ نے دو مردوں میں سے ایک کی چھینک کا جواب دیا۔ اور یہ وہ تھا جس نے چھینک آنے کے بعد الحمد للہ کہا تھا، اور دوسرے کی چھینک کا جواب نہیں دیا، یہ وہ تھا جس نے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی تھی۔ آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: اس نے اللہ کی حمد کی تھی یعنی الحمد للہ کہا تھا۔

Marfat.com

چھینک کے بعد الحمدللہ کہنے کا بیان

علامہ ابن بطال وغیرہ نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ جس شخص کو چھینک آئے، وہ اس کے بعد الحمدللہ پر اضافہ نہ کرے، جیسا کہ عنقریب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دو ابواب کے بعد آئے گی۔اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ کہے "الحمد للہ علی کل حال" اور انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح منقول ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح تعلیم دی ہے۔اور اس حدیث کی امام بزار اور امام طبرانی نے اسی طرح روایت کی ہے۔

اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ کہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کو امام طبرانی نے نقل کیا ہے۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دونوں لفظوں کو جمع کرے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے چھینک آنے کے بعد کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ علی کل حال" تو اسے ڈاڑھ کا درد کبھی نہ ہوگا اور نہ اسے کان میں درد ہوگا۔یہ حدیث موقوف ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں، امام بخاری نے اس کی الادب المفرد میں روایت کی ہے، اور اس حدیث کی مثل رائے سے نہیں کہی جاسکتی، لہٰذا یہ حکماً مرفوع ہے۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کو چھینک آئی تو اس نے کہا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یرحمک اللہ، دوسرے کو چھینک آئی تو اس نے کہا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ"، تو آپ نے فرمایا: یہ اس پہلے شخص پر انیس درجے بڑھ گیا۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۴۔ بَابُ: تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ إِذَا حَمِدَ اللّٰهَ

چھینکنے والے کو جواب دینا جب وہ اللہ کی حمد کرے

فِيهِ أَبُوهُرَيْرَةَ۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چھینکنے والے کو جواب دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا اور اس باب کی حدیث پر اکتفاء کر لی۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی جس کو چھینک آئے اس کے جواب دینے کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث سے مراد وہی حدیث ہو جو اس باب کے بعد آئے گی۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد وہی حدیث ہو جو اس باب میں ذکر کی گئی ہے۔پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب وہ چھینکنے والے کو الحمدللہ کہتے ہوئے سنے تو اس کو جواب میں یرحمک اللہ کہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۲۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن

Marfat.com

الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَإِجَابَةِ الدَّاعِي وَرَدِّ السَّلَامِ وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ أَوْ قَالَ حَلْقَةِ الذَّهَبِ وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالسُّنْدُسِ وَالْمَيَاثِرِ۔

حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث بن سلیم، انہوں نے کہا: کہ میں نے معاویہ بن سوید بن مقرن سے سنا از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی ﷺ نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات کاموں سے منع فرمایا؛ ہمیں مریض کی عیادت کرنے کا حکم دیا، اور جنازہ کے ساتھ جانے کا حکم دیا، اور جس کو چھینک آئے اس کو جواب دینے کا حکم دیا، اور جو دعوت دے اس کی دعوت کو قبول کرنے کا حکم دیا، اور سلام کا جواب دینے کا، اور مظلوم کی مدد کرنے کا، اور جو قسم کھائے اس کی قسم کو پوری کرنے کا، اور سات کاموں سے منع فرمایا: سونے کی انگوٹھی پہننے سے، یا فرمایا: سونے کا چھلہ پہننے سے، اور ریشم کے پہننے سے، دیباج اور سندس (باریک ریشمی کپڑے) پہننے سے اور میاثر (ریشمی زین) سے (منع فرمایا)۔

(صحیح بخاری: ۱۲۳۹، ۲۵۴۵، ۵۱۷۵، ۵۶۳۵، ۵۶۵۰، ۵۸۳۸، ۵۸۶۳، ۵۸۴۹، ۵۸۶۳، ۶۲۲۲، ۶۲۳۵، ۶۶۵۴، صحیح مسلم: ۲۰۶۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۹، سنن نسائی: ۱۹۳۹، مسند احمد: ۱۸۱۷۰)

صحیح البخاری: ۶۲۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے "تشمیت العاطس" اور حدیث میں بھی "تشمیت العاطس" کا ذکر ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس باب کا عنوان مقید ہے کہ چھینک آنے والے کو جواب اس وقت دیا جائے جب وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے، اور حدیث مطلق ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم چھینکنے والے کو جواب دیں، تو امام بخاری کو چاہیے تھا کہ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو پہلے بیان کرتے، اور پھر بعد میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کرتے۔

پھر علامہ ابن بطال نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ یہ باب ان ابواب میں سے ہے کہ جن پر نظرِ ثانی سے پہلے امام بخاری کی وفات ہو گئی تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ ابن بطال کا جواب غیر واضح ہے، کیونکہ اگر امام بخاری نے مقید کو مطلق پر مقدم کر دیا تو اس پر یہ اعتراض وارد کیا جائے گا کہ مقید مطلق کا جز ہے، اور جو کلام جز کو متضمن ہو اس کو مقدم کرنا اولیٰ ہے۔ اور امام بخاری نے جو قصد کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب اس میں شرط نہیں ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

چھینک کے جواب دینے کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے "وتشمیت العاطس"۔

اس حدیث میں چھینکنے والے کو جواب دینے کا امر فرمایا ہے اور ظاہر امر وجوب پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح اس باب کی دیگر احادیث بھی وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن المزین مالکی اور غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ چھینک کا جواب دینا فرضِ عین ہے۔ اور مذاہب اربعہ کے جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ یہ فرضِ کفایہ ہے، جب کسی ایک نے چھینکنے والے کو جواب دے دیا تو باقیوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ اور عبدالوہاب اور مالکیہ کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ چھینک کا جواب دینا مستحب ہے۔

چھینک کے جواب دینے کے حکم سے بعض افراد کا استثناء

حسب ذیل افراد کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے:

(۱) جو چھینکنے کے بعد الحمدللہ نہ کہے اس کو جواب نہ دیا جائے۔

(۲) کافر کو اس کی چھینک کا جواب نہ دیا جائے۔ امام ابوداؤد نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چھینکتے تھے اس امید سے کہ آپ ان کے لیے دعائیہ کلمہ فرمائیں گے "یرحمکم (اللہ تم پر رحم فرمائے)" اور آپ یہ فرماتے تھے: "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح فرمائے)۔

(۳) جس آدمی کو زکام ہو اور اس کو بار بار چھینک آئے اور تین سے زیادہ مرتبہ چھینک آئے تو اس کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے، امام بخاری نے الادب المفرد میں از محمد بن عجلان از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث روایت کی ہے، انہوں نے کہا: تم ایک دفعہ، یا دو دفعہ یا تین دفعہ کسی کو چھینک کا جواب دو، اگر اس کے بعد بھی کسی کو چھینک آئے تو اس کو زکام ہے۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے از اللیث از ابن عجلان، اور یہ کہا ہے کہ مجھے صرف یہ علم ہے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع ہے۔ اور امام ابن ابی شیبہ نے از حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کی ہے: تم تین مرتبہ چھینک کا جواب دو، پس اگر اس سے زیادہ چھینک آئے تو وہ بیماری ہے جو اس کے سر سے نکلتی ہے اور یہ حدیث بھی موقوف ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے سامنے ایک مرد کو چھینک آئی تو انہوں نے اس کو جواب دیا، اسے پھر چھینک آئی تو انہوں نے چوتھی مرتبہ کہا: تم کو زکام ہے۔

(۴) جو چھینک کے جواب کو مکروہ سمجھتا ہے، اسے چھینک کا جواب نہ دیا جائے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ شخص سنت کو کیسے ترک کرے گا؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ چھینک کا جواب دینا اس کے لیے مستحب ہے جو اس کو پسند کرے لیکن جو اس کو مکروہ سمجھے اور اس سے اعراض کرے تو اس کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے اور یہ قاعدہ سلام اور عیادت میں بھی جاری ہے۔

(۵) جمعہ کے دن خطبہ کے وقت چھینک کا جواب نہ دیا جائے، کیونکہ چھینک کا جواب دینے سے خطبہ کے وقت چپ رہنے کے حکم پر عمل میں خلل آئے گا۔

(۶) جس شخص کو مجامعت کرنے کے حال میں چھینک آئے یا بیت الخلاء میں چھینک آئے تو اس کو مؤخر کر دیا جائے، اور وہ بعد میں الحمدللہ کہے اور سننے والا اس کو یرحمک اللہ کہے۔ اور اگر اس نے مخالفت کی اور اسی حال میں الحمدللہ کہا تو کیا وہ اس کے جواب کا مستحق ہوگا؟ تو بعضوں نے کہا: اس میں غور و فکر کرنا چاہیے، علامہ عینی فرماتے ہیں: نظر کا تقاضا یہ ہے کہ ظاہر حدیث کے مطابق اسے بھی چھینک کا جواب دیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ابرار المقسم''یعنی جس نے تم پر قسم کھائی ہے اس کی تصدیق کرو اور وہ کام کرو جس کا اس نے سوال کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''المیاثر'' یہ المیثرۃ کی جمع ہے۔ یہ ریشمی زین ہے جو عورتیں اپنے خاوندوں کے لیے بناتی ہیں۔

یہاں پر یہ سوال ہے کہ ممنوعہ کام پانچ ذکر کیے گئے ہیں سات نہیں ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: چھٹا ممنوعہ کام ہے قسی کو پہننا (یہ بھی ریشم کی قسم ہے) اور ساتواں ہے چاندی کے برتن کو استعمال کرنا۔ ان کا ذکر کتاب اللباس میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۵۔ بَابُ: مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعُطَاسِ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّثَاؤُبِ
چھینک کا مستحب ہونا اور جماہی کا مکروہ ہونا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چھینک لینا مستحب ہے اور جماہی لینا مکروہ ہے۔ اور جماہی کا مطلب ہے کہ منہ زیادہ کھول کر یا منہ پھاڑ کر سانس لینا اور نفس کا بوجھل ہونا اور حواس کا مقدر ہونا جو غفلت اور سستی کو پیدا کرتے ہیں۔ اسی لیے شیطان جماہی کو پسند کرتا ہے اور ہنستا ہے۔ اور چھینک آنا دماغ کی خفت کا سبب ہے اور اس سے فضلات خارج ہوتے ہیں اور روح صاف ہوتی ہے، اسی وجہ سے چھینک کا لینا مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۲۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَحَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يُشَمِّتَهُ وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے۔ پس جب کسی شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو اس سے الحمدللہ کو سنے کہ اس کا جواب دے۔ اور رہی جماہی تو وہ صرف شیطان کی

Marfat.com

طرف سے ہے، پوری کوشش سے جمائی آنے کو روکے، پس جب
وہ جمائی کے وقت کہے "ہا" تو اس سے شیطان ہنستا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۲۸۹، ۶۲۲۳، ۶۲۲۶، صحیح مسلم: ۲۹۹۴، سنن ترمذی: ۲۷۴۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۸، مسند احمد: ۹۲۴۶)

صحیح البخاری: ۶۲۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ذئب، یہ محمد بن عبدالرحمن بن المغیرہ بن الحارث بن ابی ذئب ہیں۔ اور ان کا نام ہشام بن سعد القرشی المدنی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں سعید المقبری کا ذکر ہے، یہ ابن کیسان المدنی ہیں۔ ان کو مقبری اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مقبرہ کے پاس رہتے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان اللہ یحب العطاس" یعنی جس آدمی کو زکام نہ ہو اور اس کو چھینک آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، کیونکہ وہ اس میں الحمدللہ کہتا ہے اور سننے والا اس کو جواب دیتا ہے، اور ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ جس کو تین مرتبہ سے زیادہ چھینک آئے اس کو جواب نہ دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فحق علی کل مسلم سمعہ ان یشمتہ" اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جس نے بھی چھینکنے والے سے الحمدللہ سنا، اس پر واجب ہے کہ اس کو جواب دے۔ لیکن علامہ نووی نے نقل کیا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ یہ جواب دینا مستحب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من الشیطان" جمائی کو شیطان کی طرف اس لیے منسوب کیا گیا ہے کہ شیطان انسان کے لیے جمائی لینے کو مزین کرتا ہے اور جب زیادہ کھانے سے بدن پر بوجھ ہوتا ہے تو آدمی جمائی لیتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کسی نبی نے کبھی جمائی نہیں لی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس عمل کو منسوب نہیں کیا جاتا جس میں شیطان کا حصہ ہو۔

چھینک لینے اور جمائی لینے کے آداب

اس حدیث میں مذکور ہے "فلیردہ" یعنی جمائی کو رد کرے یا تو منہ پر ہاتھ رکھ لے یا دونوں ہونٹوں کو ملا لے، تاکہ شیطان کی مراد پوری نہ ہو اور نہ وہ اس پر ہنسے، کیونکہ جمائی لیتے وقت جمائی لینے والے کی صورت قبیح ہو جاتی ہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ شیطان اس کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے، اور اپنی آواز پست رکھے اور جمائی لیتے وقت اپنی آواز کو نہ کھینچے۔ اور فقہاء نے کہا ہے کہ مجلس کے آداب یہ ہیں کہ چھینک لیتے وقت بھی اپنی آواز کو پست رکھے۔ اور اپنے چہرہ کو ڈھانپ کے رکھے تاکہ اس کے منہ یا ناک سے ایسی چیز ظاہر نہ ہو جو اس کے ساتھ بیٹھنے والے کو ایذاء پہنچائے۔ اور چھینک لیتے وقت دائیں یا بائیں گردن نہ موڑے تاکہ اس کو ضرر نہ ہو۔ اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے سندِ جید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

جب چھینک لیتے تو اپنا ہاتھ اپنے چہرہ مبارک پر رکھ لیتے اور اپنی آواز پست رکھتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ھا" یہ ہا کا لفظ جماہی لینے والے کی آواز کی حکایت ہے، یعنی جب وہ اس آواز میں مبالغہ کرتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۳۔ ۳۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۶۔ بَابٌ: إِذَا عَطَسَ كَيْفَ يُشَمَّتُ
جب کسی کو چھینک آئے تو اس کو کس طرح جواب دیا جائے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی کو چھینک آئے تو اس کو کس طرح جواب دیا جائے۔

۶۲۲۴۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَإِذَا قَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔

(سنن ابو داؤد: ۵۰۳۳، مسند احمد: ۸۴۱۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن دینار نے خبر دی، از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو چھینک آئے تو وہ کہے: الحمد للہ، اور اس کے بھائی یا اس کے صاحب کو کہنا چاہیے: یرحمک اللہ، پس جب وہ اس سے یرحمک اللہ کہے، تو چھینک لینے والا کہے "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے احوال کی اصلاح فرمائے۔

صحیح البخاری: ۶۲۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو صالح، یہ ذکوان الزیات ہیں۔ اور اس حدیث کے تمام رجال مدنی ہیں سوائے شیخ بخاری کے اور یہ تابعی کی تابعی سے روایت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فلیقل الحمد للہ" صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے۔ اور امام نسائی، اسماعیلی اور ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ وہ کہے "الحمد للہ علی کل حال"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولیقل لہ اخوہ او صاحبہ" اس میں راوی کو شک ہے کہ آپ نے بھائی فرمایا تھا یا صاحب فرمایا تھا۔ اور اخوت سے مراد دینِ اسلام کی اخوت ہے۔

Marfat.com

چھینک لینے والے کے جواب میں متعدد کلمات

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ایک قوم کا یہی مذہب ہے، انہوں نے کہا: چھینکنے والے کو جواب میں کہے: یرحمک اللہ اور صرف اسی کو دعا کے ساتھ خاص کرے، اور امام طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہے "یرحمنا اللہ وایاکم" (اللہ ہم پر رحم فرمائے اور تم پر رحم فرمائے)۔

اور امام بخاری نے الادب المفرد میں سند صحیح کے ساتھ ابو جمرہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، جب تم چھینک کا جواب دو تو کہو: "عافانا اللہ وایاکم من النار یرحمکم اللہ" (اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دوزخ سے عافیت میں رکھے اور تم پر رحم فرمائے)۔

اور موطا امام مالک میں از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ جب ان کو چھینک آتی اور ان سے کہا جاتا "یرحمك اللہ" تو وہ کہتے "یرحمنا اللہ وایاکم ویغفر اللہ لنا ولکم" (اللہ ہم پر رحم فرمائے اور تم پر اور اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے)۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلیقل یھدیکم اللہ ویصلح بالکم"

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے، اور فقہاء کوفہ نے کہا ہے کہ وہ کہے "یغفر اللہ لنا ولکم" (اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے)۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے: ان دونوں لفظوں کے درمیان اختیار ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بالکم" یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری شان کی اصلاح کرے یا تمہارے حال کی اصلاح فرمائے یا تمہارے دل کی اصلاح فرمائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۲۷۔ بَابٌ: لَا يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ إِذَا لَمْ يَحْمَدِ اللهَ

جب چھینکنے والا اللہ کی حمد نہ کرے تو اس کو جواب نہ دیا جائے

یعنی اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب میں یرحمک اللہ نہ کہا جائے۔

۶۲۲۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رضی اللہ عنہ يَقُولُ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللهِ شَمَّتَّ هَذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِي قَالَ إِنَّ هَذَا حَمِدَ اللهَ وَلَمْ تَحْمَدِ اللهَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، آپ نے ایک کو اس کی چھینک کا جواب دیا اور دوسرے کو اس کی چھینک کا جواب نہیں دیا۔ پس ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کو چھینک کا جواب دیا اور مجھے چھینک کا جواب نہیں دیا،

Marfat.com

آپ نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی تھی اور تم نے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی تھی۔

(صحیح بخاری: ۶۲۲۵، صحیح مسلم: ۲۹۹۱، سنن ترمذی: ۲۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۵۰۳۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۱۳، مسند احمد: ۱۱۵۵۱، سنن دارمی: ۲۶۶۰)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۲۲۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸۔ بَابٌ: إِذَا تَثَاءَبَ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِيهِ
جب کوئی شخص جماہی لے تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے

۶۲۲۶۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللهَ كَانَ حَقًّا عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يَقُولَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللهُ وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے۔ پس جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد کرے تو ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو اس کی حمد کو سنے کہ وہ اس سے کہے "یرحمک اللہ" (اللہ تم پر رحم فرمائے)، لیکن جماہی، تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں سے کسی شخص کو جماہی آئے تو وہ جتنا ممکن ہو سکے اس کو رد کرے، کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص جماہی لیتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۲۸۹، ۶۲۲۳، ۶۲۲۶، صحیح مسلم: ۲۹۹۴، سنن ترمذی: ۲۷۴۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۸، مسند احمد: ۹۲۴۶)

صحیح البخاری: ۶۲۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کے عنوان میں مذکور ہے "اپنے منہ پر ہاتھ رکھے" اور اس حدیث میں عموم ہے کہ جس طرح بھی ہو جماہی کو روکو، اور امام مسلم اور امام ابوداؤد نے از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ جب تم میں سے کسی ایک کو چھینک آئے تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے۔

شیطان کے ہنسنے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ شیطان ہنستا ہے، آیا وہ حقیقۃً ہنستا ہے یا مجازاً فرمایا کہ شیطان اس کی جماہی سے خوش ہوتا ہے؟

Marfat.com

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اصل تو حقیقت ہے، لہٰذا اس سے عدول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ اکثر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات میں مطلقاً جماہی روکنے کا حکم ہے، اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں جماہی لے تو وہ اس کو روکے جتنا ہو سکے، کیونکہ شیطان اس کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حدیث مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے۔ اور شیطان کی قوی غرض یہ ہوتی ہے کہ نمازی کو نماز میں تشویش میں مبتلاء کرے۔ ایک قول یہ ہے مطلق کو مقید پر امر میں محمول کیا جاتا ہے اور نہی میں محمول نہیں کیا جاتا۔
اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: لائق یہ ہے کہ جماہی کو ہر حال میں روکے اور نماز کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ نماز تمام احوال میں اولیٰ ہے، تا کہ اس میں نمازی اپنی ہیئت کو اعتدال میں رکھے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ شیطان داخل ہوتا ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد ہو حقیقتاً شیطان داخل ہوتا ہے، اور شیطان جب انسان کی خون کی رگوں میں جاری ہوتا ہے تو اس کے منہ میں بھی داخل ہو سکتا ہے، لیکن جب تک انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے تو شیطان داخل نہیں ہو سکتا، اور جماہی کے حال میں انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کر رہا ہوتا تو شیطان کے لیے اس حال میں داخل ہونا ممکن ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث میں دخول کا اطلاق کیا ہو اور اس سے مراد یہ ہو کہ شیطان اس کو ورغلانے پر قادر ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۵۔۳۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

کتاب الادب کا اختتام

کتاب الادب میں دو سو چھپن (۲۵۶) احادیث مرفوعہ ہیں، ان میں سے پچھتر (۷۵) تعلیقات ہیں اور بقیہ احادیث موصولہ ہیں۔ ان میں مکرر احادیث دو سو (۲۰۰) ہیں۔

نعم الباری جلد ثانی عشر (۱۲) کی تکمیل

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری جلد ثانی عشر کا افتتاح ۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ/ 7 اکتوبر 2012ء، بروز اتوار کو ہوا تھا اور اب اس کی تکمیل ۱۸ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ/ کیم جنوری 2013ء بروز منگل کو ہو گئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالك حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔
اس جلد میں (۵۴۸) احادیث کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ آ گئی ہے۔ اس جلد کی کمپوزنگ بھی پر مولانا محمد جمشید ہاشمی سلمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور اس کی پروف ریڈنگ بھی پر ہمارے معزز اور مکرم عزیز سید عمیر الحسن البرنی زیدحبہ نے نہایت عرق ریزی سے کی ہے۔ (اس جلد کی تکمیل تقریباً ۲ ماہ اور ۲۲ دن میں ہوئی ہے۔)
جلد ثانی عشر (۱۲) کتاب الطب سے شروع ہوئی ہے اور اس کا اختتام کتاب الادب پر ہوا ہے۔
میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور نعم الباری کو مقبول اور مشکور فرمائے۔ میں اس جلد کی تکمیل میں اپنے تمام معاونین اور محسنین کا خلوص قلب سے شکر گزار ہوں اور ان کے لیے دعا گو ہوں، خصوصاً مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن زیدحبہم و لطفہم، اور محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب شکر اللہ سعیہم، اور صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی (برید

Marfat.com

فورڈ) اور مشہور عالمی اسکالر حافظ عبدالجید (برسٹل)، اور مولانا حامد قیوم (ناروے)، اور حافظ محمد اکرم ساجد صاحب مدظلہ، اور مولانا مختار احمد صاحب، مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہم، حافظ محمد جمشید ہاشمی سلمہ اور علاوہ ازیں اندرونِ ملک و بیرونِ ملک کے تمام معاونین کے لیے دعا گو ہوں۔

میں عرصہ دراز سے شوگر، ہائی بلڈ پریشر اور کمر کے درد کے عوارض میں مبتلا ہوں، اور ابھی چند ماہ سے گھٹنوں کی دو ہڈیوں کے درمیان فاصلہ ہونے کی وجہ سے گھٹنوں میں شدید تکلیف ہے جس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے تقریباً معذور ہو گیا ہوں، عصا کے سہارے تھوڑا بہت چل لیتا ہوں۔ میری بڑی بہن بھی متعدد امراض میں مبتلا ہیں، میں اپنے لیے، ان کے لیے اور تمام بیمار مسلمان کے لیے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شفاء عطا فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ شرح صحیح بخاری کو میرے ہاتھوں مکمل کرادے اور اس کتاب کو موافقین کے لیے مسلکِ حق پر استقامت کا سبب بنائے اور مخالفین کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی میں کسی کا محتاج نہ کرے، صحت اور عافیت کے ساتھ ایمان پر ہم سب کا خاتمہ فرمائے اور ہمیں دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اہل بنادے اور آخرت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمادے، اور آخرت کے مراحل کو ہمارے لیے آسان فرمادے۔ قبر کے عذاب، دوزخ کے عذاب، قیامت کی ہولناکیوں اور میدانِ محشر کی سختیوں سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے، اور اپنے بے پایاں فضل سے ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ
خادم الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی
بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا، کراچی ۳۸
۱۸ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ / یکم جنوری ۲۰۱۳ء

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین حمدا الشاکرین، والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین شفیع المذنبین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین۔

Marfat.com

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد ثانی عشر (۱۲) کی ڈائری

افتتاح: 19 ذوالقعدہ/ 1433ھ/ 7/اکتوبر 2012ء بروز اتوار

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	ایک ماہ کی احادیث	تعدادِ حدیث
7/اکتوبر 2012ء	۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ	اتوار	۲۵۰	۲۵۰	۱۰۴	۵۷۸۲
یکم نومبر 2012ء	۱۵ ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ	جمعرات	۲۰۰	۴۵۰	۱۳۱	۵۹۱۳
یکم دسمبر 2012ء	۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ	ہفتہ	۱۹۰	۶۴۰	۱۳۷	۶۰۵۰
یکم جنوری 2013ء	۱۸ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ	منگل	۲۷۸	۹۱۸	۱۷۶	۶۲۲۶

مصادر التحقیق فی نعم الباری

کتب سمایہ

۱۔ قرآن مجید
۲۔ تورات
۳۔ زبور
۴۔ انجیل

کتب احادیث

۵۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی 150ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ ۱۴۳۱ھ
۶۔ امام مالک بن انس اصحی، متوفی 179ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالفکر بیروت، 1409ھ، المکتبۃ التوفیقیہ، دارالمعرفہ بیروت، 1420ھ
۷۔ امام عبداللہ بن مبارک حنفی، متوفی 181ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۸۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی، متوفی 183ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۱۰۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1407ھ
۱۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، المسند، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1400ھ
۱۲۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود شافعی، متوفی 204ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1425ھ
۱۳۔ امام محمد بن عمر بن واقد شافعی، متوفی 207ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت، 1404ھ
۱۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی شیعی، متوفی 211ھ، مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ: مکتب اسلامی بیروت 1390ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۱۵۔ الامام الجلیل ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، متوفی 216ھ، مسند ابوعوانہ، دارالمعرفہ بیروت
۱۶۔ امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی شافعی، متوفی 219ھ، المسند، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت
۱۷۔ امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی، متوفی 227ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالصمیعی 1428ھ
۱۸۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، المصنف، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی 1406ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۱۹۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفّٰی 235ھ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۲۰۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفّٰی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: مجلس علمی، بیروت 1427ھ

۲۱۔ امام احمد بن حنبل، متوفّٰی 241ھ، المسند، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالفکر، بیروت 1415ھ، موسسۃ الرسالہ، بیروت 1420، عالم الکتب، بیروت 1419ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۲۔ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی شافعی، متوفّٰی 255ھ، سنن دارمی، مطبوعہ: دارالکتاب العربی 1407ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1420ھ

۲۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفّٰی 256ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1430ھ، دارارقم، بیروت، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1431ھ، دارالفکر بیروت 1421ھ، موسسۃ الرسالہ 1431ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1425ھ، دارالعلم الحدیث: 1426ھ

۲۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفّٰی 256ھ، الادب المفرد، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412ھ

۲۵۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی، متوفّٰی 261ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ، دارالفکر، بیروت 1424ھ

۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی، متوفّٰی 273ھ، سنن ابن ماجہ: مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1415ھ، دارالجیل، بیروت، دارالفکر، بیروت 1421ھ

۲۷۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفّٰی 275ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ، دارالفکر بیروت، 1421ھ

۲۸۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفّٰی 275ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۹۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفّٰی 279ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1422ھ، دارالجیل، بیروت 1998ء، دارالمعرفہ بیروت 1423ھ

۳۰۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفّٰی 279ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، 1415ھ

۳۱۔ حافظ ابوبکر عمرو بن ضحاک بن مخلد الشیبانی، متوفّٰی، 287ھ، کتاب السنہ، المکتب الاسلامی 1400ھ

۳۲۔ امام ابن ابی عاصم شافعی، متوفّٰی 287ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ: دارالرایہ، ریاض، 1411ھ

۳۳۔ امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار شافعی، متوفّٰی 292ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت

۳۴۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفّٰی 303ھ، سنن نسائی، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412ھ، دارالفکر، بیروت، 1421ھ

۳۵۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفّٰی 303ھ عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت 1408ھ

Marfat.com

۳۶۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1411ھ موسسۃ الرسالہ 1421ھ
۳۷۔ امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی شافعی، متوفی 307ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۸۔ امام احمد بن عالی المثنی التمیمی شافعی، متوفی 307ھ، مسند ابویعلی موصلی، مطبوعہ: دارالمامون التراث، بیروت، 1404ھ
۳۹۔ امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری شافعی، متوفی 307ھ، المنتقی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ
۴۰۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی، متوفی 311ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1395ھ
۴۱۔ امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق شافعی، متوفی 316ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ: دارالباز، مکہ مکرمہ
۴۲۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ: داربلنسیہ، ریاض 1420ھ
۴۳۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، مشکل الآثار، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز 1415ھ
۴۴۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ: مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، 1404ھ، قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۵۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1427ھ
۴۶۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ مسند الطحاوی، مطبوعہ: مکتبۃ الحرمین، دبئی 1426ھ
۴۷۔ امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی شافعی، متوفی 322ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ
۴۸۔ امام ابوبکر احمد بن مروان بن محمد الدینوری القاضی المالکی، متوفی 333ھ، المجالسۃ وجواهر العلم، دارابن حزم بیروت، 1419ھ
۴۹۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1407ھ
۵۰۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1425ھ
۵۱۔ امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری الشافعی، متوفی 360ھ، کتاب الشریعہ، مطبوعہ: موسسۃ الریان 1429ھ
۵۲۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ معجم صغیر، مطبوعہ: مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ 1388ھ، مکتبہ اسلامی، بیروت 1405ھ
۵۳۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ معجم کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت
۵۴۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم اوسط، مطبوعہ: مکتبۃ المعارف، ریاض 1405ھ، دارالفکر بیروت، 1420ھ
۵۵۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1409ھ
۵۶۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی، شافعی، متوفی 364ھ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، 1408ھ

Marfat.com

۵۷۔ امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی شافعی، متوفی 365ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۵۸۔ امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین شافعی، متوفی 385ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۵۹۔ امام الحافظ علی بن عمر الدارقطنی، متوفی 385ھ، سنن الدارقطنی، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، لبنان 1422ھ

۶۰۔ امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ شافعی، متوفی 396ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۱۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری شافعی، متوفی 405ھ، المستدرک، مطبوعہ: دار الباز، مکہ مکرمہ، دار المعرفہ بیروت، 1427ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1420ھ

۶۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عمر واقد الواقدی شافعی، متوفی 407ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۶۳۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دار الکتب العربی 1407ھ

۶۴۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار النفائس، بیروت

۶۵۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: نشر السنۃ، ملتان

۶۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۶۷۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1423ھ

۶۹۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

۷۰۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ: مکتبۃ المنارہ، مکہ مکرمہ 1410ھ

۷۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

۷۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1423ھ

۷۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، البعث والنشور، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ

۷۴۔ امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی مالکی، متوفی 463ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۷۵۔ حافظ ابی بکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی المعروف بابن ابی الدنیا، متوفی 184ھ، موسوعہ الامام ابن ابی الدنیا، مکتبۃ العصریہ، بیروت

۷۶۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی شافعی، متوفی 488ھ، الجمع بین الصحیحین، مطبوعہ: دار ابن حزم 1423ھ

۷۷۔ امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی شافعی، متوفی 509ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

Marfat.com

۷۸۔ امام حسین بن مسعود بغوی شافعی، متوفی 516ھ، شرح السنہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
۷۹۔ علامہ عمر بن عبدالعزیز ابن مازہ البخاری الحنفی الملقب بالصدر الشہید التوفی 536ھ، شرح الجامع الصغیر، دارالکتب العلمیہ بیروت 1427ھ
۸۰۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۸۱۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1407ھ
۸۲۔ امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، جامع المسانید، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ
۸۳۔ امام مجدالدین بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری شافعی، متوفی 606ھ، جامع الاصول، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، دار ابن کثیر، بیروت 1432ھ
۸۴۔ امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبد القوی المنذری شافعی، متوفی 656ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ: دارالحدیث، قاہرہ 1407ھ، دار ابن کثیر، بیروت 1414ھ
۸۵۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، التذکرہ فی امور الآخرہ، مطبوعہ: دارالبخاری، مدینہ منورہ
۸۶۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی شافعی، متوفی 676ھ، الاذکار من کلام سیدالابرار، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1417ھ
۸۷۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفی 676ھ، ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ، کراچی
۸۸۔ امام ابومحمد علی بن زکریا المنبجی الحنفی، متوفی 686ھ، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، دارخضر، بیروت 1419ھ
۸۹۔ امام محی الدین تبریزی شافعی، متوفی 742ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ: اصح المطابع، دہلی، دارارقم، بیروت، دار ابن حزم 1423ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۹۰۔ امام علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی الشافعی، متوفی 746ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیرالانام، مطبوعہ: الدائرۃ المعارف النظامیہ، بحیدر آباد، دکن
۹۱۔ تاج الدین علی بن عبداللہ بن الحسن الارذدیلی التبریزی الشافعی، متوفی 746ھ، المعیار فی الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ التی استشھد بھا الفقہاء، دارالاصلاح 2009ء
۹۲۔ امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر المعروف بابن قیم الجوزیہ حنبلی، متوفی 751ھ، جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علی محمد خیر الانام، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1417ھ، دارالطباعۃ المحمدیہ 1388ھ
۹۳۔ حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی، متوفی 762ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ: مجلس علمی سورۃ ہند، 1357ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۹۴۔ حافظ ابوالفرج زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی البغدادی الدمشقی، متوفی 795ھ، احوال القبور واحوال اھلھا الی النشور، دارالکتب العربی، بیروت 1418ھ
۹۵۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1402ھ، دارالفکر،

بیروت 1414ھ
۹۶۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، کشف الاستار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1404ھ
۹۷۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1420ھ
۹۸۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالکتب العلمیہ، بیروت 1442ھ
۹۹۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسہ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1414ھ،
۱۰۰۔ حافظ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی حنفی، متوفی 845ھ، الجوہر النقی، مطبوعہ: نشر السنہ ملتان
۱۰۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 848ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ
۱۰۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۰۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، 1421ھ
۱۰۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث رافعی الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، 1417ھ
۱۰۵۔ امام زین الدین ابوالعباس احمد بن عبداللطیف الزبیری حنفی متوفی 893ھ، التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت، 1430ھ
۱۰۶۔ امام عبدالرحمن بن عبدالسلام بن عبدالرحمن بن عثمان الصفوری الشافعی، متوفی 894ھ، نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۰۷۔ حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی الشافعی، متوفی 902ھ، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، مطبوعہ: مکتبہ المؤید، دمشق 1408ھ
۱۰۸۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ
۱۰۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ
۱۱۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ
۱۱۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ، دار ابن حزم، بیروت 1414ھ
۱۱۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۱۱۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الخصائص الکبری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

Marfat.com

۱۱۴۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ، مطبوعہ: مکتبۃ القاہرہ، مصر 1385ھ

۱۱۵۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی، متوفی 975ھ، کنز العمال، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت

۱۱۶۔ حافظ عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی الشافعی، متوفی 1031ھ، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۱۱۷۔ امام محمد بن سلیمان المغربی المالکی، متوفی 1094ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، مطبوعہ: مکتبہ ابن کثیر 1418ھ

۱۱۸۔ امام ابوعبداللہ محمد بن درویش الحوت البیرونی الحنفی، متوفی 1276ھ، اسنی المطالب فی احادیث مختلف المراتب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1412ھ

۱۱۹۔ الحافظ ابوالفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی الشافعی، متوفی 1380ھ، المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرح المناوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1996ھ

۱۲۰۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی المتوفیٰ 1420ھ، سلسلہ احادیث صحیحہ، انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع 1420ھ

۱۲۱۔ مولانا صالح بن عبداللہ بن حمید، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، دار الوسیلہ للنشر والتوزیع 1425ھ

۱۲۲۔ مولانا عبدالسلام بن محمد بن عمر علوش، کتاب الجامع فی الاحادیث القدسیہ، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامی، 1426ھ

کتب تفاسیر

۱۲۳۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء حنفی، متوفی 207ھ، معانی القرآن، مطبوعہ: بیروت

۱۲۴۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، جامع البیان، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1409ھ، دار الفکر بیروت

۱۲۵۔ امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی شافعی، متوفی 327ھ، تفسیر القرآن العظیم، مطبوعہ: نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ

۱۲۶۔ امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی 333ھ، تاویلات اہل السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۲۷۔ امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی 370ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، 1400ھ

۱۲۸۔ امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، متوفی 427ھ، تفسیر الثعلبی، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1422ھ

۱۲۹۔ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک القشیری الشافعی، متوفی 465ھ، تفسیر القشیری المسمّیٰ لطائف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۱۳۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی، متوفی 468ھ، الوسیط، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۳۱۔ امام شیخ الاسلام ابوالمظفر السمعانی الشافعی، متوفی 489ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ: دار الوطن، ریاض 1418ھ

۱۳۲۔ علامہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی، متوفی 538ھ، الکشاف، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ،

Marfat.com

۱۳۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی 543ھ، احکام القرآن، مطبوعہ: دار الفکر بیروت
۱۳۴۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ تفسیر کبیر مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ
۱۳۵۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ، اسرار التنزیل وانوار التاویل، مطبوعہ: دار الکتب الوثاق، بغداد، عراق 1990ء
۱۳۶۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1415ھ
۱۳۷۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی 685ھ، انوار التنزیل واسرار التاویل، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع مصر
۱۳۸۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ: دار الکتب العربیہ، پشاور
۱۳۹۔ علامہ عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی 857ھ تفسیر الثعالبی، مطبوعہ: موسسۃ العالمی للمطبوعات، بیروت
۱۴۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جلالین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۴۱۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی 1137ھ، روح البیان، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۱۴۲۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی 1223ھ تفسیر صاوی، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1421ھ
۱۴۳۔ علامہ السید عبداللہ سبر، متوفی 1242ھ تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ: دار الاسوۃ للطباعۃ والنشر، 1421ھ
۱۴۴۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی 1270ھ، روح المعانی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر بیروت 1417ھ
۱۴۵۔ نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، فتح البیان، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۱۴۶۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
۱۴۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، بیان القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
۱۴۸۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی بریلوی، متوفی 1367ھ خزائن العرفان
۱۴۹۔ مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1391ھ، نور العرفان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، گجرات
۱۵۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور
۱۵۱۔ غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی بریلوی، متوفی 1406ھ، التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم، مطبوعہ: مکتبہ فانوس پبلی کیشنز، پاکستان 2003ء
۱۵۲۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری حنفی بریلوی، متوفی 1418ھ، ضیاء القرآن، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
۱۵۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ
۱۵۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، انوار تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1431ھ
۱۵۵۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہٗ، ترجمہ وتحقیق وتخریج تفسیر خازن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور 1427ھ
۱۵۶۔ مولانا حافظ محمد واحد بخش غوثوی مہاروی حنفی بریلوی غفرلہٗ، برکات القرآن، ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل، فرید بک اسٹال لاہور 1430ھ

شروح احادیث

۱۵۷۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری التوفی 318ھ، الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، مطبوعہ: دار الفلاح 1430ھ

۱۵۸۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، معالم السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۵۹۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، اعلام السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۶۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی، متوفی 449ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1420ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۱۶۱۔ حافظ ابوعمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی 463ھ، الاستذکار (شرح الموطا)، مطبوعہ: موسستہ الرسالہ بیروت، 1413ھ

۱۶۲۔ حافظ ابوعمرو بن عبد البر مالکی، متوفی 463ھ، التمہید، مطبوعہ: مکتبۃ القدوسیہ لاہور 1404ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۶۳۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، القبس فی شرح موطا بن انس، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۶۴۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ

۱۶۵۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ: دار الوفاء بیروت 1419ھ

۱۶۶۔ علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، کشف المشکل علیٰ صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1444ھ

۱۶۷۔ امام ابومحمد عبد الجلیل بن موسیٰ اندلسی مالکی، متوفی 608ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ

۱۶۸۔ امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری شافعی، متوفی 656ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت

۱۶۹۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، متوفی 656ھ، المفہم، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت 1417ھ

۱۷۰۔ علامہ ابوعبد اللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی 661ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ 1422ھ

۱۷۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، شرح مسلم، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی 1375ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ

۱۷۲۔ امام ابومحمد عبد اللہ بن ابی حمزہ الاندلسی المالکی، متوفی 699ھ، بہجۃ النفوس، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1428ھ

۱۷۳۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض 1417ھ

۱۷۴۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، الاحادیث والآثار، مطبوعہ: مکتبۃ الرشید 1429ھ

۱۷۵۔ علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی 743ھ، شرح الطیبی، ادارۃ القرآن 1413ھ

۱۷۶۔ حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیچ بن عبد اللہ الحنفی التوفی 762ھ، شرح ابن ماجہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1424ھ

۱۷۷۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی، متوفی 786ھ، تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ

Marfat.com

۱۷۸۔ علامہ محمد بن بہادر الزرکشی التوفی 794ھ، التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح ،دار الکتب العلمیہ بیروت 1424ھ
۱۷۹۔ علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن ،متوفی 804ھ ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح ،مطبوعہ: وزارۃ الاوقاف، قطر 1429ھ
۱۸۰۔ امام قاضی بدر الدین الدمامینی المالکی، متوفی 827ھ، مصابیح الجامع ،مطبوعہ: دار النور 1431ھ
۱۸۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی، متوفی 828ھ، اکمال اکمال المعلم ،مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ ، بیروت 1415ھ
۱۸۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، المکتب الاسلامی بیروت 1420ھ
۱۸۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی ،متوفی 852ھ، فتح الباری، مطبوعہ: دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور 1401ھ، بیروت 1420ھ، دار المعرفہ، بیروت 1426ھ
۱۸۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی ،متوفی 852ھ، انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ،مکتبۃ الرشد، ریاض 1418ھ
۱۸۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی ،متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار ،مطبوعہ: دار ابن کثیر ، بیروت
۱۸۶۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ ،عمدۃ القاری ،مطبوعہ: ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ مصر 1348ھ ، دار الکتب العلمیہ ، بیروت 1421ھ
۱۸۷۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع 1420ھ
۱۸۸۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی 895ھ، مکمل اکمال المعلم ،مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ ، بیروت 1415ھ
۱۸۹۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ: مطبع میمنہ مصر 1306ھ
۱۹۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح ،مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1420ھ
۱۹۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج ،مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1412ھ
۱۹۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، بیروت 1418ھ
۱۹۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الرسائل العشر ،مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ ، بیروت 1409ھ
۱۹۴۔ علامہ ابویحیٰی زکریا بن محمد انصاری شافعی ،متوفی 926ھ، تحفۃ الباری فی شرح صحیح البخاری ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ ، بیروت 1425ھ
۱۹۵۔ علامہ ابویحیٰی زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1426ھ
۱۹۶۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ ، بیروت 1419ھ
۱۹۷۔ علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، فیض القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز،

Marfat.com

مکہ مکرمہ 1418ھ
۱۹۸۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ: اصح المطابع، کراچی
۱۹۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۲۰۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۲۰۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، مرقات، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان 1390ھ
۲۰۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۲۰۳۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی غیر مقلد، متوفی 1025ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ: مطبع مصطفی البابی، مصر 1350ھ
۲۰۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ: مطبع تیج کمار لکھنو، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۰۵۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری الحنفی، متوفی 1069ھ، نسیم الریاض فی شرح الشفاء قاضی عیاض، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۲۰۶۔ شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1073ھ، تیسیر القاری فی شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۰۷۔ امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری المالکی، متوفی 1122ھ، شرح الزرقانی (شرح موطا امام مالک)، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ
۲۰۸۔ شیخ ابوالطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، عون الباری لحل ادلۃ الصحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ
۲۰۹۔ امام محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی، متوفی 1398ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1430ھ
۲۱۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی
۲۱۱۔ شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد، متوفی 1325ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۱۲۔ شیخ وحیدالزمان غیر مقلد، متوفی 1328ھ، تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری، مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور 1990ھ
۲۱۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جامع الاحادیث مطبوعہ: مکتبہ مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات 1422ھ
۲۱۴۔ شیخ انورشاہ کشمیری دیوبندی، متوفی 1352ھ، فیض الباری، مطبوعہ: مطبع حجازی، مصر 1375ھ
۲۱۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی، متوفی 1369ھ، فتح الملہم، مطبوعہ: مکتبۃ الحجاز، کراچی
۲۱۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی الحنفی، متوفی 1414ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکلم الطیب، بیروت 1430ھ
۲۱۷۔ شیخ محمد بن زکریا بن محمد کاندھلوی دیوبندی، اوجز المسالک الی موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۱۸۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی، متوفی 1421ھ، شرح صحیح بخاری، مکتبۃ الطبری، 1429ھ
۲۱۹۔ ابومحمد عبداللہ بن مانع الروقی، الحلل الابریزیہ من التعلیقات البازیہ علی صحیح البخاری، دارالتدمریہ، ریاض 1428ھ

۲۲۰۔ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی، کشف الباری، مطبوعہ: مکتبہ فاروقیہ، کراچی

۲۲۱۔ شیخ محمد تقی عثمانی دیوبندی، انعام الباری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء

کتب اصول احادیث

۲۲۲۔ علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم الحازمی الہمدانی التوفی 584ھ، کتاب الفیصل فی علم الحدیث، مکتبۃ الرشد، ریاض 1428ھ

۲۲۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تقریب النواوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ

۲۲۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تدریب الراوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ

۲۲۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

کتب اسماء الرجال

۲۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ

۲۲۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1424ھ

۲۲۸۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی، متوفی 436ھ، تاریخ بغداد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۲۲۹۔ حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی شافعی، متوفی 742ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ

۲۳۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۲۳۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، الکاشف، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ

۲۳۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۲۳۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ج، تقریب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۲۳۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۲۳۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ

۲۳۶۔ حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الشافعی، متوفی 923ھ، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ

۲۳۷۔ علامہ محمد بن طولون شافعی، متوفی 953ھ، الشذرہ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ

۲۳۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی شافعی، متوفی 963ھ، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشریعہ الموضوعہ

۲۳۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

Marfat.com

۲۴۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ: مکتبہ مجتبائی دہلی
۲۴۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، مطبوعہ: دار الباز للنشر والتوزیع 1405ھ
۲۴۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، مطبوعہ: مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، حلب 1389ھ
۲۴۳۔ علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی 1164ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ: مکتبۃ الغزالی، دمشق
۲۴۴۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1415ھ
۲۴۵۔ یوسف عبدالرحمن المرعشلی معجم المعاجم والمشیخات، مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

کتب لغت

۲۴۶۔ امام اللغۃ خلیل بن احمد فراہیدی، متوفی 175ھ، کتاب العین، مطبوعہ: انتشارات اسوہ، ایران 1414ھ
۲۴۷۔ امام ابوعبید القاسم بن سلام الهروی الشافعی، متوفی 224ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۲۴۸۔ امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، متوفی 276ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1408ھ
۲۴۹۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی، متوفی 398ھ، الصحاح، مطبوعہ: دار العلم، بیروت 1404ھ
۲۵۰۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی، متوفی 502ھ، المفردات، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ
۲۵۱۔ علامہ نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد النسفی الحنفی، متوفی 537ھ، طلبۃ الطلبہ فی الاصطلاحات الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۲۔ امام ابونصر احمد بن محمد سمرقندی حنفی، متوفی 550ھ، انیس الفقہاء، فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ،
۲۵۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی، متوفی 606ھ، نہایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۴۔ علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر رازی حنفی، متوفی 660ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۵۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۵۶۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی 711ھ، لسان العرب، مطبوعہ: نشر ادب الحوزہ، قم ایران، دار صادر، بیروت 2003ء
۲۵۷۔ علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی، متوفی 816ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۲۵۸۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی 817ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۵۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ: مکتبہ دار الایمان، مدینہ منورہ 1415ھ

Marfat.com

۲۶۰۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی 1205ھ، تاج العروس، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریہ مصر

۲۶۱۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد، مطبوعہ المطبع الکاثولیکہ، بیروت 1927ء

۲۶۲۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد مترجم، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی

۲۶۳۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی الاعلام، مطبوعہ: دارالمشرق، بیروت 1976ء

۲۶۴۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی اللغت، مطبوعہ: انتشارات اسلام 1379ء

۲۶۵۔ مولانا محمد غیاث الدین، غیاث اللغات (فارسی)، مطبوعہ: مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲۶۶۔ الحاج مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو)، مطبوعہ، مطبع فیروز سنز لمیٹڈ

۲۶۷۔ سعدی الوجیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، پاکستان

۲۶۸۔ غلام احمد پرویز، متوفی 1985، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام گلبرگ لاہور 1984ء

۲۶۹۔ قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری حنفی، دستور العلماء، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، بیروت 1421ھ

۲۷۰۔ ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۲۷۱۔ امام ابومحمد عبدالملک بن ہشام المعافری، متوفی 218ھ، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ

۲۷۲۔ امام محمد بن سعد، متوفی 230ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ: دارصادر، بیروت 1388ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ

۲۷۳۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ: دارالقلم، بیروت

۲۷۴۔ امام ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سھل السامری الخرائطی، متوفی 327ھ، مکارم الاخلاق ومعالیہا ومحمود طرائقہا ومرضیہا، مطبوعہ: مطبع المدنی، موسسۃ السعودیہ، 1411ھ

۲۷۵۔ امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفی 405ھ، اعلام النبوۃ، داراحیاء العلوم، بیروت 1408ھ

۲۷۶۔ امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری شافعی، متوفی 406ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ: دارالبشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ 1424ھ

۲۷۷۔ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، متوفی 463ھ، تاریخ بغداد، دارالفکر بیروت، 1424ھ

۲۷۸۔ حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستیعاب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۲۷۹۔ امام محی السنہ الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی الشافعی، متوفی 510ھ، الانوار فی شمائل النبی المختار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۲۸۰۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، الشفاء، مطبوعہ: عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، دارالفکر بیروت 1415ھ

۲۸۱۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد الخثعمی السہیلی، متوفی 581ھ، الروض الانف فی تفسیر سیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

Marfat.com

۲۸۲۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفّٰی 597ھ، الوفاء، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۲۸۳۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفّٰی 597ھ، مولد العروس الشہیر بابن الجوزی، مطبوعہ: المکتبۃ الثقافیہ، بیروت
۲۸۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر شافعی، متوفّٰی 630ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالفکر بیروت
۲۸۵۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفّٰی 630ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۶۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان شافعی، متوفّٰی 681ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ: منشوارت الشریف الرضی، ایران
۲۸۷۔ امام ابوجعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری، متوفّٰی 694ھ، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۸۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفّٰی 748ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1417ھ
۲۸۹۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ الحنبلی، متوفّٰی 751ھ، زاد المعاد، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1419ھ
۲۹۰۔ حافظ علاؤالدین ابوعبداللہ مغلطائی بن قلیج، متوفّٰی 762ھ، الاشارۃ الٰی سیرۃ المصطفٰی وتاریخ من بعدہ من الخلفاء، مطبوعہ: دارالقلم، دمشق 1416ھ
۲۹۱۔ علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی شافعی، متوفّٰی 771ھ، طبقات الشافعیۃ الکبرٰی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۹۲۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفّٰی 774ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ
۲۹۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفّٰی 852ھ، الاصابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۹۴۔ شیخ عبدالرحمٰن الثعلبی، متوفّٰی 875ھ، الانوار فی آیات النبی المختار، مطبوعہ: دار ابن حزم 1426ھ
۲۹۵۔ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی شافعی، متوفّٰی 911ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ
۲۹۶۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفّٰی 911ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۹۷۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفّٰی 942ھ، سبل الہدٰی والرشاد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۹۸۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفّٰی 1052ھ، مدارج النبوۃ، مکتبہ نوریہ، سکھر پاکستان 1397ھ
۲۹۹۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی، متوفّٰی 1124ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1393ھ
۳۰۰۔ شیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفّٰی 1242ھ، مختصر سیرۃ الرسول، مطبوعہ: المکتبۃ السلفیہ 1399ھ

کتب فقہ حنفی

۳۰۱۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفّٰی 189ھ، مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی
۳۰۲۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفّٰی 189ھ، مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ: دارالمعرفہ بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۳۰۳۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفّٰی 189ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: مصطفائی ہند 1291ھ

۳۰۴۔ امام محمد بن الشھیر الحاکم الشھید البلخی الحنفی، متوفی 344ھ، الکافی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۳۰۵۔ امام ابوبکر الرازی الجصاص المتوفی 370ھ، شرح مختصر الطحاوی، فتاوی فی الفقہ الحنفی، مکتبۃ الکریمیہ کانسی روڈ کوئٹہ
۳۰۶۔ ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، امجد اکیڈمی، لاہور 1397ھ
۳۰۷۔ امام ابو اللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی المتوفی 373ھ، فتاوی ابو اللیث سمر قندی، السیاۃ بمختلف الروایۃ، مکتبہ محمدیہ 1423ھ
۳۰۸۔ امام ابو اللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، المکتبۃ الغفوریہ العاصمیہ، کراچی
۳۰۹۔ شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابو الحفص علی بن الحسن بن محمد السغدی الحنفی المتوفی 461ھ، الکتف فی الفتاوی، مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ
۳۱۰۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، المبسوط، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت 1398ھ
۳۱۱۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامیہ، افغانستان 1405ھ
۳۱۲۔ علامہ علاؤ الدین محمد السمر قندی، متوفی 539ھ، تحفۃ الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۳۱۳۔ الامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن عبد الرشید البخاری، متوفی 542ھ، خلاصۃ الفتاوی مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
۳۱۴۔ الوزیر عون الدین ابو المظفر یحییٰ بن محمد ہبیرہ، متوفی 560ھ، الافصاح عن معانی الصحاح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۱۵۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی 587ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۱۶۔ علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی 592ھ، فتاوی قاضی خان، مطبوعہ: کبری بولاق، مصر 1310ھ
۳۱۷۔ علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی 592ھ، شرح الزیادات، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۱۸۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ: شرکت علمیہ، ملتان
۳۱۹۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، کتاب التجنیس والمزید، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1424ھ
۳۲۰۔ علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی 616ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1424ھ
۳۲۱۔ علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود حنفی، متوفی 683ھ، الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع
۳۲۲۔ امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی 743ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی 1421ھ
۳۲۳۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی 786ھ، عنایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1415ھ
۳۲۴۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی 786ھ، فتاوی تاتارخانیہ، مطبوعہ: ادارۃ القرآن کراچی 1411ھ
۳۲۵۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، بنایہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1411ھ
۳۲۶۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی 861ھ، فتح القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۳۲۷۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی 956ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور 1412ھ
۳۲۸۔ امام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی، متوفی 962ھ، جامع الرموز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۳۲۹۔ علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی 970ھ، البحر الرائق، مطبوعہ: علمیہ، مصر 1311ھ

Marfat.com

۳۴۰۔ امام شہاب الدین احمد محمد بن علی بن حجر الہیتمی، متوفّٰی 974ھ، الفتاوی الکبری الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۴۱۔ امام سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی، متوفّٰی 1005ھ، النہر الفائق، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی
۳۴۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفّٰی 1014ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۴۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفّٰی 1014ھ، مناسک ملا علی قاری، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1417ھ
۳۴۴۔ ملا نظام الدین، متوفّٰی 1061ھ، فتاوی عالمگیری، مطبوعہ: مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، 1310ھ
۳۴۵۔ علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الفقیہ العصری الحنفی، متوفّٰی 1069ھ، امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجات الارواح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ،
۳۴۶۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفّٰی 1078ھ، مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ: المکتبۃ الغفاریہ، کوئٹہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۳۴۷۔ علامہ خیر الدین رملی، متوفّٰی 1081ھ، جامع الفصولین، مکتبۃ القدس، کوئٹہ 1300ھ
۳۴۸۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفّٰی 1088ھ، الدر المختار، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۴۹۔ علامہ السید اسعد بن ابی بکر آفندی الحنفی المتوفی 110ھ، الفتاوی الاسعدیہ فی الفقہ الحنفیہ، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ
۳۵۰۔ علامہ شاہ عبد العزیز محمد دہلوی، متوفّٰی 1229ھ، فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1390ھ
۳۵۱۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفّٰی 1231ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۵۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفّٰی 1252ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مصر 1311ھ
۳۵۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفّٰی 1252ھ، تنقیح الفتاوی الحامدیہ، مطبوعہ: دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ
۳۵۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفّٰی 1252ھ، رسائل ابن عابدین شامی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور
۳۵۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفّٰی 1252ھ، رد المحتار، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۳۵۶۔ علامہ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی، متوفّٰی 1309ھ، فتاویٰ مسعودی، سرہند پبلی کیشنز 1407ھ
۳۵۷۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفّٰی 1323ھ، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
۳۵۸۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفّٰی 1323ھ، احسن الفتاویٰ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی 1425ھ
۳۵۹۔ امام احمد رضا خان بریلوی، متوفّٰی 1340ھ، العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور 1427ھ
۳۶۰۔ علامہ سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی، متوفّٰی 1356ھ، فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1418ھ
۳۶۱۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفّٰی 1367ھ، بہار شریعت، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1416ھ
۳۶۲۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفّٰی 1367ھ، فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ 1419ھ
۳۶۳۔ شیخ محمد شفیع دیوبندی، متوفّٰی 1396ھ، جواہر الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی 1395ھ
۳۶۴۔ مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری حنفی بریلوی، متوفّٰی 1403ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ: کمبائن پرنٹرز، لاہور 1983ء

۳۶۵۔ مولانا وقار الدین حنفی بریلوی، متوفی 1413ھ، وقار الفتاوی، مطبوعہ: بزم وقار الدین 1997ء

۳۶۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاگرجی الحنفی التوفی 1414ھ، الفقہ الحنفی وادلتہ، دار الکلم الطیب، بیروت 1420ھ

۳۶۷۔ مولانا محمد عبداللہ نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1982ء، فتاوی مجددیہ نعیمیہ، ناشر: مفتی اعظم سندھ اکیڈمی 1411ھ

۳۶۸۔ شیخ الاسلام علامہ الشیخ عبدالغنی النابلسی الحنفی النقشبندی التوفی 1123ھ، فتاوی النابلسی المسماۃ بنھایۃ المراد فی شرح ہدایہ، ابن العماد، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ 1429ھ

۳۶۹۔ مفتی اہلسنت علامہ سید شجاعت علی قادری حنفی بریلوی، متوفی 1993ء، فقہ اہلسنت، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1978ء

۳۷۰۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن حنفی بریلوی غفرلہ، تفہیم المسائل، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 1407ھ

۳۷۱۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی، انوار الفتاوی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ

۳۷۲۔ شیخ سعید بن علی السمرقندی الحنفی الفتاوی فی الحیل والمخارج المسمی بجنۃ الاحکام وجنۃ الخصام، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ

۳۷۳۔ شیخ عبدالحمید محمود طہمار، الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید، المکتبۃ الحقانیہ کوئٹہ 1418ھ

کتب فقہ شافعیہ

۳۷۴۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الام، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1403ھ

۳۷۵۔ علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب الماوردی شافعی، متوفی 450ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1414ھ

۳۷۶۔ علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی 455ھ، المہذب، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، 1393ھ

۳۷۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، شرح المہذب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت 1423ھ

۳۷۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۳۷۹۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، الفتاوی الحدیثیہ، 1419ھ

کتب فقہ مالکیہ

۳۸۰۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی 256ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۸۱۔ امام ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی، متوفی 494ھ، المنتقیٰ شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1331ھ

۳۸۲۔ قاضی عبدالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی 595ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

۳۸۳۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن الخطاب المغربی، متوفی 954ھ، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، مطبوعہ: مکتبۃ النجاح، لیبیا

۳۸۴۔ علامہ علی بن عبداللہ بن الخرشی، متوفی 1101ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ: دار صادر، بیروت

۳۸۵۔ علامہ ابوالبرکات، احمد دردیر مالکی، متوفی 1197ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

Marfat.com

۳۸۶۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی 1219ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۸۷۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، المغنی، مطبوعہ: دار الحدیث قاہرہ، 1425ھ
۳۸۸۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، الکافی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۳۸۹۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ: ریاض، دار الجیل، بیروت 1418ھ
۳۹۰۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1424ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1426ھ
۳۹۱۔ علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی 763ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت
۳۹۲۔ علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی 885ھ، الانصاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1387ھ
۳۹۳۔ علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی 960ھ، الاقناع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ
۳۹۴۔ شیخ منصور بن یونس البھوتی الحنبلی، متوفی 1015ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۹۵۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن باز حنبلی، متوفی 1420ھ، 1999ء، مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ، مکتبۃ المورد، ریاض 1427ھ

کتب فقہ غیر مقلدین

۳۹۶۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی 456ھ، المحلی بالآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۳۹۷۔ شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی 1250ھ، نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر 1398ھ، دار الوفاء، 1421ھ
۳۹۸۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، متوفی 1367ھ، فتاویٰ ثنائیہ، مطبوعہ: النور اکیڈمی، مکتبہ ثنائیہ سرگودھا
۳۹۹۔ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، متوفی 1805ھ، فتاویٰ نذیریہ، مکتبۃ المعارف الاسلامیہ، پاکستان 1333ھ
۴۰۰۔ شیخ حافظ عبداللہ محدث روپڑی، متوفی 1920ھ، فتاویٰ اہلحدیث، مطبوعہ: دار احیاء السنۃ النبویہ، پاکستان 1404ھ

کتب اصول فقہ

۴۰۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الرسالہ، مطبوعہ: مطبع امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1312ھ
۴۰۲۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی، متوفی 482ھ، اصول بزدوی، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۴۰۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی، متوفی 483ھ، اصول السرخسی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت
۴۰۴۔ امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ، مستصفیٰ، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۴۰۵۔ علامہ علاؤ الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری الحنفی، متوفی 730ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1411ھ

Marfat.com

۴۰۶۔ علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی 772ھ، شرح المنہاج، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی، متوفی 861ھ، تحریر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1403ھ
۴۰۸۔ علامہ ابن امیر الحاج حنفی، متوفی 879ھ، التقریر والتحریر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۹۔ بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین حنفی، متوفی 1225ھ، فواتح الرحموت، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۴۱۰۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۴۱۱۔ علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی حنفی، متوفی 1252ھ، شرح شرح المنار للعلامۃ الشامی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

مذاہب اربعہ

۴۱۲۔ امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی التوفی 370ھ مختصر اختلاف العلماء، دار البشائر الاسلامیہ، 1417ھ
۴۱۳۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر 1359ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۴۱۴۔ علامہ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت
۴۱۵۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دارالافتاء المصریہ القاہرہ، 1400ھ
۴۱۶۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1405ھ
۴۱۷۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ: القاہرہ 1410ھ

کتب شیعہ

۴۱۸۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الاصول من الکافی، دارالکتب الاسلامیہ، تہران
۴۱۹۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۰۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، تہذیب الاحکام، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۱۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، الاستبصار، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۲۔ نہج البلاغہ (مع فارسی)، مطبوعہ: انتشارات زرین، ایران
۴۲۳۔ نہج البلاغہ (مع اردو)، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز
۴۲۴۔ شیخ عزالدین عبدالحمید بن ابی الحدید، متوفی 656ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ: موسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران
۴۲۵۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، بحار الانوار، مطبوعۃ المطبعۃ الاسلامیہ، تہران 1392ھ
۴۲۶۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حق الیقین، مطبوعہ: خیابان ناصر خسرو، ایران 1347ھ
۴۲۷۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ: انصاف پریس، لاہور
۴۲۸۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حیات القلوب (مترجم) مطبوعہ: حمایت اہل بیت وقف، لاہور

Marfat.com

۴۲۹۔ شیخ محمد بن حسین طباطبائی، متوفی 1293ھ، المیزان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، ایران 1302ھ

کتب متفرقات

۴۳۰۔ ابو المعالی عبد الملک الجوینی الشہیر بامام الحرمین الشافعی، متوفی 478ھ، مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، مطبوعہ: مکتبہ قدوسیہ، لاہور 1400ھ

۴۳۱۔ امام ابو الفتح ظہیر الدین الولوالجیہ حنفی، متوفی 540ھ، الفتاوی الولوالجیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۴۳۲۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر الدمشقی المعروف بابن قیم حنبلی، متوفی 751ھ، الداء والدواء، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، 1410ھ

۴۳۳۔ علامہ علی بن سلطان القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، القائلین بوحدۃ الوجود، مطبوعہ: دار المامون للتراث 1415ھ

۴۳۴۔ میر عبد الواحد بلگرامی حنفی، متوفی 1016ھ، سبع سنابل، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1402ھ

۴۳۵۔ ملا باقر مجلسی شیعی، متوفی 1110ھ، ضیاء العیون، مطبوعہ: ایرانی کتب خانہ

۴۳۶۔ شیخ سید محمد اسماعیل دہلوی دیوبندی، متوفی 1246ھ، تقویۃ الایمان، مطبوعہ: مطبع علیمی، اندرون لاہور

۴۳۷۔ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حنفی، متوفی 1258ھ، شمائم امدادیہ، مطبوعہ: مدنی کتب خانہ، ملتان 1405ھ

۴۳۸۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، آب حیات، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان 1413ھ

۴۳۹۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، تحذیر الناس، دار الاشاعت، کراچی

۴۴۰۔ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی حنفی، متوفی 1304ھ، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت 1408ھ

۴۴۱۔ شیخ محمود بن حسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، الجہد المقل فی تنزیہہ المعز والمذل، مکتبہ مدینہ، لاہور 1409ھ

۴۴۲۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۴۴۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، 1401ھ

۴۴۴۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، احکامِ شریعت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2002ء

۴۴۵۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الامن والعلی، شبیر برادرز، لاہور 1396ھ

۴۴۶۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ، صدیقی پبلشرز 2009ء

۴۴۷۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ: موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ

۴۴۸۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، انباء الحی، موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ

۴۴۹۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، متوفی 1346ھ، البراہین القاطعۃ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ: مطبع بلالی، ڈھونڈ

۴۵۰۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، گولڑہ شریف، اسلام آباد 1421ھ

۴۵۱۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، ملفوظات مہریہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور 1406ھ

Marfat.com

۴۵۲۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ، گولڑہ شریف، کتب خانہ درگاہ غوثیہ 1421ھ

۴۵۳۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور، 1406ھ

۴۵۴۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، مدینۃ الرسول ﷺ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز 1415ھ

۴۵۵۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تصفیہ مابین السنی والشیعہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1399ھ

۴۵۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، حفظ الایمان مع بسط البنان وتغیر العنوان، مکتبہ تھانوی، کراچی

۴۵۸۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق

۴۵۹۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، جمال الاولیاء

۴۶۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1975ھ

۴۶۱۔ مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری غیر مقلد، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، المکتبۃ السلفیہ، لاہور 1391ھ

۴۶۲۔ ابوالحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی حنفی بریلوی، انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1998ء

۴۶۳۔ شیخ عبدالحی الکتانی، نظام الحکومت النبویہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۴۶۴۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، متوفی 1985ء، دو اسلام، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی

۴۶۵۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ: اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1982ء

۴۶۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ: دانش گاہ پنجاب، لاہور

۴۶۷۔ میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل، حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۴۶۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز

۴۶۹۔ عقیدہ ختم نبوت، الادارہ لتحفظ العقائد الاسلامیہ، پاکستان

۴۷۰۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، دیوبندی، متوفی 1346ھ، المہند علی المفند، ادارہ اسلامیات 1404ھ

۴۷۱۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، منظور نعمانی، عقائد علماء دیوبند اور حسام الحرمین، دار الاشاعت، کراچی

۴۷۲۔ شیخ حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، میر محمد کتب خانہ، کراچی

۴۷۳۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور، ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ 1407ھ

۴۷۴۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، عبارات اکابر، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ

۴۷۵۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، تحفۂ قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان 2001ء

۴۷۶۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، اختلاف امت اور صراط مستقیم، مکتبہ بینات، بنوری ٹاؤن، کراچی 1399ھ

۴۷۷۔ مخدوم محمد ہاشم سندھی، متوفی 1174ھ، ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول، مکتبہ لدھیانوی، کراچی 1995ء
۴۷۸۔ محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 2001ء
۴۷۹۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری بریلوی، متوفی 1354ھ، فتاوی دیداریہ، مطبوعہ: مکتبۃ العصر، گجرات
۴۸۰۔ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی حنفی بریلوی، متوفی 2003ء، مقالاتِ مفتیٔ اعظم، مطبوعہ: بزمِ رضا، لاہور 1428ھ
۴۸۱۔ مولانا محمد منشاء تابش قصوری حنفی بریلوی غفرلہ، دعوتِ فکر، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، مرید کے شیخوپورہ 1403ھ
۴۸۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، حیاتِ استاذ العلماء، مطبوعہ: دار الاسلام لاہور 1433ھ
۴۸۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، توضیح البیان، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1422ھ
۴۸۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، ذکر بالجہر، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ
۴۸۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ
۴۸۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقالاتِ سعیدی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ
۴۸۷۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقامِ ولایت ونبوت، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ
۴۸۸۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تاریخ نجد وحجاز، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 2004ء
۴۸۹۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن، فرید بک اسٹال لاہور، 1425ھ
۴۹۰۔ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی حنفی بریلوی، غفرلہ سفر آخرت کی منازل، فرید بک اسٹال لاہور، 1427ھ

Marfat.com

ضروری یادداشت

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن

کی زیورِ طبع سے آراستہ ہونے والی مؤثر تصنیف

تفہیم المسائل

قرآن وحدیث کی روشنی میں
فقہی مسائل کا
مؤثر انداز میں نچوڑ

تفسیر سورۃ النسآء

دورِ جدید کی منفرد جامع اور عام فہم تفسیر، انداز بیان مؤثر و دلکش قدیم و جدید اہم تفاسیر کا نچوڑ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Marfat.com

Marfat.com

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

شرح صحیح البخاری کے نام "نِعم الباری" کی توجیہ

میں نے 18 رجنوری 2006ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ کی مشہور زمانہ کتاب "المسند الصحیح الجامع المعروف بہ صحیح البخاری" کی شرح لکھنے کا آغاز کیا، میں نے ابتداءً اس کا نام انعام الباری رکھا تھا، بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ شیخ محمد تقی عثمانی بھی اس نام سے صحیح البخاری کی شرح لکھ رہے ہیں اور اس وقت تک انعام الباری کی چار جلدیں ہو چکی تھیں، اس لیے میں نے اس کا نام بدل کر نعمۃ الباری رکھ دیا اور فرید بک اسٹال لاہور سے اس کی سات جلدیں لکھنے کا معاہدہ کیا اور 14 ستمبر 2010ء کو میں نے نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل کر کے سید محسن اعجاز شاہ صاحب کے حوالہ کر دی اور یوں میری حد تک اس معاہدہ کی تکمیل ہو گئی۔

بعد ازاں میرا رابطہ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز سے ہوا اور میں نے محترم محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب سے شرح صحیح البخاری لکھنے کا معاہدہ طے کیا اور اب آٹھویں جلد سے میں نے اس کا نام نعمۃ الباری کے بجائے "**نِعم الباری**" رکھ دیا ہے تاکہ معاندین اور مفسدین کے لیے کسی شر کی گنجائش نہ رہے اور وہ یہ نہ کہیں کہ نعمۃ الباری کا معاہدہ تو ہم سے تھا اب یہ ضیاء القرآن اس کو کیوں شائع کر رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کا نام ہی بدل دیا ہے اور بجائے نعمۃ الباری کے اس کا نام "**نِعم الباری**" رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میرا اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کا حافظ اور ناصر ہو اور ہمیں معاندین اور مفسدین کے شر اور فساد سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ الف الف صلوات و تسلیمات دائما ابدا۔

غلام رسول سعیدی

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی 38

Marfat.com

وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

(اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء ثالث عاشر

Marfat.com

وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کرسکو گے (ابراہیم ۳۴)

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

جلد ثالث عاشر (۱۳)

الاحادیث: ۶۲۲۷ ــــ ۶۴۸۱

کتاب الاستئذان، کتاب الدعوات
کتاب الرقاق (۲۵ ابواب)

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
(یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے)

نام کتاب	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد ثالث عاشر (۱۳)
تصنیف	علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی
سال اشاعت	باراول اکتوبر 2013ء
تعداد	دوہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS26

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:۔021-32212011-32630411 فیکس:۔021-32210212
e-mail:- info@zia-ul-quran.com
ziaulquranpublications@gmail.com
Website:- www.ziaulquran.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری (ثالث عاشر)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	افتتاحیہ	59		تحقیق	65
	۷۹۔ کتاب الاستئذان	59	16	حضرت آدم کے قد کے ساتھ ہاتھ لمبائی کا بیان	66
1	اجازت لینے کا بیان	59	17	لفظ سلام اور اس کے جواب کی تحقیق	66
2	''استئذان'' کا لغوی معنی	59	18	ملائکہ مقربین کا عربی زبان میں باتیں کرنا اور اس	
3	لفظ استئذان قرآن مجید میں	59		کی توجیہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو فرشتوں	
4	محمود استئذان	60		کے پاس بھیجا اور خود سلام کا طریقہ نہیں بتایا	67
5	مذموم استئذان	60	19	اس جہان کے فانی ہونے کی دلیل	67
6	لفظ استئذان کے متعلق احادیث	61	20	صحیح البخاری: ۶۲۲۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	68
7	نبی ﷺ کو اپنی والدہ کے لیے استغفار کی		21	''علی صورتہ'' میں ضمیر کے مرجع کے احتمالات	68
	اجازت نہ دینے کی توجیہ	62	22	اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کی اقسام	69
8	استئذان کے فوائد	63	23	سلام کرنے کے فقہی مسائل	69
	۱۔ باب			۲۔ باب	
9	سلام کی ابتداء کا بیان	64	24	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اپنے	
10	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	64		گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ	
11	صحیح البخاری: ۶۲۲۷، کی شرح از علامہ عینی	64		ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر	
12	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	64		سلام نہ کرلو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے	
13	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	64		تاکہ تم نصیحت حاصل کرو○ اور اگر تم ان گھروں	
14	حدیث مذکور کے معانی	65		میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو، حتیٰ کہ تمہیں	
15	''صورتہ'' میں صورت کی ضمیر کا مرجع اور اس کی			اجازت دے دی جائے، اور اگر تم سے کہا جائے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ یہ (لوٹ جانا) تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کا خوب جاننے والا ہے O اور اگر تم ایسے گھروں میں داخل ہو جن میں کوئی رہتا نہ ہو اور ان میں تمہارا سامان ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے اور اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو تم چھپاتے ہو O	71
25	اس باب کی حسب ذیل تعلیقات ہیں	71
26	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	72
27	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	73
28	حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے علامہ عینی کے اعتراض کا جواب	73
29	غیر آباد گھروں کے متعلق فقہاء کے متعدد اقوال	74
30	باب مذکور کی چار تعلیقات میں سے پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	74
31	باب مذکور کی چار تعلیقات میں سے دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	74
32	خیانت کرنے والی آنکھ کی تفسیر میں متعدد اقوال	75
33	باب مذکور کی چار تعلیقات میں سے تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	75
34	باب مذکور کی چار تعلیقات میں سے چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	75
35	صحیح البخاری: ۶۲۲۸، کی شرح از علامہ عینی	76
36	حدیث مذکور کے معانی	76
37	حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ	77
38	حدیث مذکور کے فوائد	77
39	صحیح البخاری: ۶۲۲۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	77
40	اس کی تحقیق کہ قرآن مجید میں مذکور کوئی لفظ خطا پر مبنی نہیں ہے	77
41	استیناس کے معانی	78
42	کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے پہلے	
43	اجازت لینے کی حکمت	78
44	ابن آدم کی طبیعت کا کمزور ہونا	78
45	عورتوں کے حجاب کا ہر حال میں فرض نہ ہونا	79
46	صحیح البخاری: ۶۲۲۹، کی شرح از علامہ عینی	80
47	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	80
48	حدیث مذکور کے معانی	80
49	صحیح البخاری: ۶۲۲۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	80
50	راستہ میں بیٹھنے کے حکم کی ممانعت کا وجوب کے لیے نہ ہونا	80
51	راستہ میں بیٹھنے والوں کے ذمہ متعدد حقوق	81
52	راستہ کے حقوق کے متعلق بارہ (۱۲) آداب	81
53	راستہ میں بیٹھنے کی ممانعت کی حکمت	81
54	بارہ آدابِ مذکورہ میں سے ہر ادب کے متعلق حدیث	82
	۳- باب	
55	لفظِ السلام، اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے	83
56	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	83
57	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	84
58	صحیح البخاری: ۶۲۳۰، کی شرح از علامہ عینی	85
59	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	85
60	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	85
61	حدیث مذکور کے معانی	86
62	صحیح البخاری: ۶۲۳۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	86
63	اللہ تعالیٰ کے اسماء کا توقیفی ہونا	86

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
64	سلام کا جواب دینے کی تحقیق	87
65	علامہ ابن بطال کا جماعت سے نماز کو فرض کفایہ قرار دینا اور مصنف کا اس پر تعاقب	87
66	سلام کا جواب دینے کے مسائل	88
	۴۔ باب	89
67	کم لوگوں کا زیادہ لوگوں کو سلام کرنا	89
68	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	89
69	صحیح البخاری: ۶۲۳۱، کی شرح از علامہ عینی	89
70	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	89
71	حدیث مذکور کے معانی	89
72	صحیح البخاری: ۶۲۳۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	89
73	سلام کرنے کے آداب اور ان کی حکمتیں	89
	۵۔ باب	
74	سوار کا پیدل چلنے والے کو سلام کرنا	90
75	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	90
76	صحیح البخاری: ۶۲۳۲، کی شرح از علامہ عینی	90
77	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	90
	۶۔ باب	
78	پیدل چلنے والے کا بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرنا	91
79	صحیح البخاری: ۶۲۳۳، کی شرح از علامہ عینی	91
80	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	91
	۷۔ باب	
81	چھوٹے کا بڑے کو سلام کرنا	91
82	صحیح البخاری: ۶۲۳۴، کی شرح از علامہ عینی	92
83	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	92
84	حدیث مذکور کے معانی	92
85	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	92
86	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا علامہ عینی حنفی کے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اعتراض کا جواب	93
	۸۔ باب	
87	سلام کو پھیلانا	94
88	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	94
89	صحیح البخاری: ۶۲۳۵، کی شرح از علامہ عینی	94
90	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	95
91	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	95
92	حدیث مذکور کی متعدد سندوں کے ساتھ روایت کا بیان	95
93	اس باب کی روایت اور کتاب الجنائز کی روایت کا فرق	95
94	حدیث مذکور کا دیگر ابواب میں ذکر اور ان کا باہمی فرق	95
95	حدیث مذکور کے معانی	96
96	جن لوگوں کو سلام کیا جائے اور نہ ان لوگوں کے سلام کا جواب دیا جائے	96
97	صحیح البخاری: ۶۲۳۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	97
98	حدیث مذکور میں جن کاموں کے کرنے کا حکم فرمایا	
99	ہے آیا ان کاموں کا نہ کرنا باعث حرج ہے یا نہیں؟	97
100	جن کاموں کا کرنا ہر حال میں فرض ہے	98
101	جن کاموں کو کرنا کسی حال میں فرض ہے اور کسی حال میں مستحب ہے	99
	۹۔ باب	
102	ہر ایک کو سلام کرنا خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو	99
103	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	99
104	صحیح البخاری: ۶۲۳۶، کی شرح از علامہ عینی	100
105	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	100

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
106	حدیث مذکور کے معانی	100
107	صحیح البخاری: ۶۲۳۷، کی شرح از علامہ عینی	101
108	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	101
109	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	101
110	حدیث مذکور کے معانی	101
111	صحیح البخاری: ۶۲۳۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	101
112	سلام کرنے کی تاکید اور انجان کو سلام کرنے کا بیان اور اس پر دلائل	101
113	صحیح البخاری: ۶۲۳۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	102
114	صرف جان پہچان کی وجہ سے سلام نہ کرنے کے مزید شواہد	102
	۱۰۔ باب	
115	عورتوں کے پردہ کی آیت کا بیان	103
116	صحیح البخاری: ۶۲۳۸، کی شرح از علامہ عینی	104
117	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	104
118	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	104
119	حدیث مذکور کے معانی	105
120	حضرت انس رضی اللہ عنہ نزول حجاب کے حکم کو تمام صحابہ سے زیادہ جاننے والے تھے	105
121	صحیح البخاری: ۶۲۳۹، کی شرح از علامہ عینی	106
122	حدیث مذکور کے معانی	107
123	صحیح البخاری: ۶۲۴۰، کی شرح از علامہ عینی	107
124	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	107
125	حدیث مذکور کے معانی	108
126	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت	108
127	صحیح البخاری: ۶۲۴۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	108
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ازواج مطہرات کے پردہ کا مشورہ دینا	108
128	حجاب میں عورت کے لیے اپنے جسم کے کس حصہ کو چھپانا واجب ہے	108
129	عالم کا اپنی تعریف میں اپنے علم کی خصوصیت اور تفرد بیان کرنے کا جواز	109
130	صحیح البخاری: ۶۲۴۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	109
131	"المناصع" کا بیان	109
132	حجاب کے تین مراتب	109
	۱۱۔ باب	
133	آنکھ سے دیکھنے کی وجہ سے اجازت لینے کو مشروع کیا گیا ہے	111
134	صحیح البخاری: ۶۲۴۱، کی شرح از علامہ عینی	111
135	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	111
136	حدیث مذکور کے معانی	111
137	صحیح البخاری: ۶۲۴۲، کی شرح از علامہ عینی	112
138	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	112
139	حدیث مذکور کے معانی	113
140	صحیح البخاری: ۶۲۴۲، کی شرح از علامہ ابن بطال	113
	بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کی ممانعت کے مزید دلائل	113
141	حکم کا کسی علت پر موقوف ہونا اور اس کے انکار پر غیر مقلدین کا رد	114
142	صحیح البخاری: ۶۲۴۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	115
143	بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکنے والے کی آنکھ کو پھوڑنا حملہ آور کی مدافعت نہیں ہے بلکہ جنایت کرنے والے کی سزا ہے	115
144	کیا گھر والوں کی باتیں سننا بھی جرم ہے؟	115
145	کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرنے کی حکمت	116

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
146	صحابہ کرام کا نبی ﷺ کو یہ مشورہ دینا کہ آپ ازواج کو حجاب میں رکھیں اور رسول اللہ ﷺ کا اس پر عمل نہ فرمانا	116
	۱۲- باب	
147	شرمگاہ کے بغیر دیگر اعضاء سے زنا کرنا	116
148	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	116
149	صحیح البخاری: ۶۲۴۳، کی شرح از علامہ عینی	117
150	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	117
151	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	117
152	حدیث مذکور کے معانی	117
153	آنکھ سے زنا کی وضاحت	118
154	صحیح البخاری: ۶۲۴۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	118
155	آنکھوں اور زبان کے زنا کے گناہ صغیرہ ہونے کی توجیہ	118
156	صحیح البخاری: ۶۲۴۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	119
157	امرد اور بے ریش لڑکے کی طرف شہوت سے دیکھنے کا حکم	119
	۱۳- باب	
158	تین مرتبہ سلام کرنے اور تین مرتبہ اجازت طلب کرنے کا بیان	119
159	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	119
160	تین مرتبہ سلام اور کلام کرنے کی حکمت	120
161	صحیح البخاری: ۶۲۴۴، کی شرح از علامہ عینی	120
162	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	120
163	حدیث مذکور کے معانی کا بیان اور تین مرتبہ سے زیادہ سلام کرنے کی تحقیق	120
164	صحیح البخاری: ۶۲۴۵، کی شرح از علامہ عینی	122
165	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	122
166	حدیث مذکور کے معانی	122
167	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حفاظتِ حدیث کے معاملہ میں سختی	122
168	صحیح البخاری: ۶۲۴۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	123
169	تین مرتبہ اجازت طلب کرنے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف	123
170	بعض اہل بدعت کے اس قول کا رد کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ واحد عدل کی خبر کو قبول نہیں کرتے تھے اور یہ غلط تاویل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر اسلاف کے مذہب سے جہالت ہے	124
171	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خبر واحد کو قبول کرنے کی متعدد مثالیں اور واقعات	125
172	صحیح البخاری: ۶۲۴۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	125
173	جب گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملے تو اجازت طلب کرنے والے کو لوٹ جانا چاہیے	125
174	حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول نہ کرنے کی توجیہ	125
	۱۴- باب	
175	اس کا بیان کہ جب کسی مرد کو بلایا جائے، پس وہ آجائے تو کیا وہ اجازت طلب کرے گا؟	126
176	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	126
177	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	126
178	صحیح البخاری: ۶۲۴۶، کی شرح از علامہ عینی	127
179	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	127
180	حدیث مذکور کے معانی	128
181	صحیح البخاری: ۶۲۴۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	128
182	جب کسی شخص کو بلایا جائے تو بعض صورتوں میں اس کو اجازت لینے کی ضرورت ہے اور بعض	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	صورتوں میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے	128
183	صحیح البخاری: ٦٢٤٦، کی شرح از علامہ ابن ملقن	128
184	امام بخاری کی تعلیق اور ان کی روایت میں تعارض کا جواب	128
185	گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینے کا طریقہ	129
186	صحیح البخاری: ٦٢٤٦، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	129
187	بلانے کے باوجود داخل ہونے کے لیے اجازت لینا عرف پر موقوف ہے	129
188	ضرورت سے زیادہ کھانا یا مضر چیز کو کھانا جائز نہیں ہے	130
	١٥- باب	
189	بچوں کو سلام کرنے کا بیان	130
190	صحیح البخاری: ٦٢٤٧، کی شرح از علامہ عینی	130
191	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	130
192	حدیث مذکور کے معانی	130
193	صحیح البخاری: ٦٢٤٧، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	131
194	صحیح البخاری: ٦٢٤٧، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	131
195	بچوں کو سلام کرنے کے متعلق دیگر احادیث اور ان کے مسائل	131
	١٦- باب	
196	مردوں کا عورتوں کو سلام کرنے اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنے کا بیان	132
197	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	132
198	صحیح البخاری: ٦٢٤٨، کی شرح از علامہ عینی	133
199	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	133
200	حدیث مذکور کے معانی	133
201	صحیح البخاری: ٦٢٤٩، کی شرح از علامہ عینی	134
202	حدیث مذکور پر یہ اعتراض کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے اور اس کا جواب	134
203	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	134
204	حدیث مذکور کے معانی	134
205	عورتوں کو سلام کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	135
206	صحیح البخاری: ٦٢٤٩، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	135
207	عورتوں کو سلام کرنے کے متعلق مفصل احادیث اور احکام	135
208	"بئر بضاعہ" کا بیان	135
209	حضرت جبریل علیہ السلام کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کرنے کی تحقیق	136
210	مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کو سلام کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	136
211	صحیح البخاری: ٦٢٤٩، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	136
212	صحابہ کرام کے بڑی بی کو سلام کرنے کی تحقیق	137
	١٧- باب	
213	جب گھر والوں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو آنے والے نے کہا: میں ہوں	137
214	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	137
215	صحیح البخاری: ٦٢٥٠، کی شرح از علامہ عینی	138
216	حدیث مذکور کے معانی	138
217	صحیح البخاری: ٦٢٥٠، کی شرح از علامہ ابن بطال	138
218	حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے جواب کو ناپسند کرنے کی وجہ	138
219	صحیح البخاری: ٦٢٥٠، کی شرح از علامہ ابن ملقن	138
220	اگر دروازہ کھٹکھٹانے والا نام نہ بتائے تو اس میں ایک قسم کا تکبر ہے	139

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۸۔ باب	
221	جس نے سلام کے جواب میں کہا "علیک السلام"	139
222	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	139
223	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	139
224	حافظ ابن حجر کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب	140
225	صحیح بخاری کی تعلیقات کی شرح از علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی	141
226	صحیح البخاری: ۶۲۵۱، کی شرح از علامہ عینی	142
227	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	142
228	صحیح البخاری: ۶۲۵۲، کی شرح از علامہ عینی	143
229	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	143
230	صحیح البخاری: ۶۲۵۲، کی شرح از علامہ ابن بطال	143
231	جس کو سلام کیا گیا ہے آیا اس کا پہلے ذکر کیا جائے یا لفظ سلام کا پہلے ذکر کیا جائے	143
232	صحیح البخاری: ۶۲۵۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	144
233	آیا انسان جہالت کی وجہ سے معذور ہے یا نہیں؟	144
	۱۹۔ باب	
234	جب کوئی کہے کہ فلاں آدمی تم پر سلام پڑھ رہا تھا	145
235	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	145
236	صحیح البخاری: ۶۲۵۳، کی شرح از علامہ عینی	145
237	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	145
238	صحیح البخاری: ۶۲۵۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	146
239	سلام کا جواب دینا امانت ہے	146
240	صحیح البخاری: ۶۲۵۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	146
241	سلام کرنے کے آداب اور احکام	146
242	یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے کا حکم	147
243	جن کو سلام کرنا مکروہ ہے	147
		148

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۰۔ باب	
244	جس مجلس میں مسلمانوں اور مشرکین کی جماعت ہو، ان کو سلام کرنے کا بیان	148
245	صحیح البخاری: ۶۲۵۴، کی شرح از علامہ عینی	149
246	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	149
247	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	150
248	حدیث مذکور کے معانی	150
249	صحیح البخاری: ۶۲۵۴، کی شرح از علامہ ابن بطال	150
250	منافقین اور مشرکین کو سلام کرنے کی تحقیق	150
251	یہود و نصاریٰ کو سلام کی ابتداء کرنے کے متعلق دو حدیثوں میں تعارض اور اس کا جواب	152
252	حدیث مذکور کے فوائد	152
253	صحیح البخاری: ۶۲۵۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	152
254	یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے کی مزید تحقیق	152
255	کافروں اور بدمذہبوں کو ابتداءً سلام نہ کرنے کے دلائل	153
256	کافر کو سلام کی ابتداء کرنے کے دلائل اور ان کے جوابات	153
257	حضرت اسامہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں تطبیق	154
258	مشرکین کو سلام کرنے کا طریقہ	154
259	یہود کو تنگ راستہ کی طرف جانے کے لیے مجبور کرنے کا محمل	154
260	صحیح البخاری: ۶۲۵۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	155
261	حدیث مذکور کے فوائد درج ذیل ہیں	155
	۲۱۔ باب	
262	جس نے اس شخص کو سلام نہیں کیا جس نے گناہ کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ارتکاب کیا، اور نہ اس کے سلام کا جواب دیا حتیٰ کہ اس کی توبہ ظاہر ہو جائے، اور گناہ کرنے والے کی توبہ کس وقت تک ظاہر ہوگی؟ اس کا بیان	157
	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	157
263	صحیح البخاری: ٦٢٥٥، کی شرح از علامہ عینی	159
264	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	159
265	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	159
266	حدیث مذکور کے معانی	160
267	صحیح البخاری: ٦٢٥٥، کی شرح از علامہ ابن بطال	160
268	صحیح البخاری: ٦٢٥٥، کی شرح از علامہ ابن ملقن	161
269	فاسق اور مرتکب معصیت کی توبہ کی کوئی حد معین نہ ہونے پر دلیل	161
270	بدعتی اور فاسق سے سلام اور کلام کے منقطع ہونے پر دلیل	161
271	صحیح البخاری: ٦٢٥٥، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	161
272	بکثرت مذاق کرنے والے اور فحش باتیں کرنے والے کے متعلق فقہائے اسلام کا نظریہ	161
273	فساق، فجار سے سلام اور کلام کو منقطع کرنے کے متعلق دلائل	161
274	صحیح بخاری کی تعلیق کی تائید میں دیگر احادیث	162
275	کسی دینی یا دنیاوی ضرورت کی بناء پر غیر مسلموں کو سلام کی ابتداء کرنے کا جواز	162
276	صحیح البخاری: ٦٢٥٥، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	163
277	فساق کو سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے کے متعلق تفصیل	163
	٢٢- باب	
278	اس کا بیان کہ ذمیوں کو سلام کا جواب کس طرح دیا جائے؟	163

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
279	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	163
280	صحیح البخاری: ٦٢٥٦، کی شرح از علامہ عینی	164
281	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	164
282	حدیث مذکور کے معانی	164
283	صحیح البخاری: ٦٢٥٦، کی شرح از علامہ ابن ملقن	164
284	کفار کے سلام کے جواب کا بیان	164
285	السام کا معنی	165
286	اہل ذمہ کو سلام کا جواب دینے میں مذاہب فقہاء	165
287	صحیح البخاری: ٦٢٥٦، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	166
288	یہود کو لعنت کرنے کا بیان	166
289	صحیح البخاری: ٦٢٥٧، کی شرح از علامہ عینی	167
290	حدیث مذکور کے معانی	167
291	اہل ذمہ کو سلام کرنے کے دیگر مباحث اور بقیہ احادیث	167
292	صحیح البخاری: ٦٢٥٨، کی شرح از علامہ عینی	168
293	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	168
294	حدیث مذکور کے معانی	168
	٢٣- باب	
295	کسی کے اس مکتوب کو پڑھنے کا جواز جس میں مسلمانوں کے خلاف کوئی بات لکھی ہو تاکہ صورت حال منکشف ہو جائے	169
296	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	169
297	صحیح البخاری: ٦٢٥٩، کی شرح از علامہ عینی	171
298	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	171
299	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	171
300	حدیث مذکور کے معانی	171
301	صحیح البخاری: ٦٢٥٩، کی شرح از علامہ ابن ملقن	172

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
302	اگر کسی کے مکتوب میں مسلمانوں کے خلاف کسی سازش کا ذکر ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس خط کو پڑھنا جائز ہے	172
303	ضرورت کے وقت اجنبی شرمگاہ کو دیکھنے کا جواز	172
304	جو عورت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا مکتوب لے کر مشرکین کی طرف جارہی تھی اس کا تذکرہ	173
305	حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے مکتوب کے متن کے متعلق روایات	173
306	العقاص یعنی بالوں کے گچھے کا معنی	174
307	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو منافق کہا، اس کی توجیہ	174
308	اہل بدر کے لیے عمومی مغفرت کی بشارت	175
309	حدیث مذکور کے فوائد	175
310	بدری صحابہ کے گناہوں کی مغفرت کی بشارت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی تحقیق	177
311	جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن اڑا دوں؟	178
312	بدری صحابہ کے گناہوں کی مغفرت کی بشارت کے متعلق مصنف کی تحقیق	178
313	صحیح البخاری: ۶۲۵۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	179
314	مسلمانوں کو کفار کے شرور سے متنبہ کرنا	179
316	حدیث مذکور میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	179
316	رسول اللہ ﷺ کا اس عورت کی طلب میں تین صحابہ کو بھیجنا اور اس عورت کا وہیں پایا جانا وحی الٰہی پر مبنی تھا	179
317	مسلمان جاسوس کو بھی قتل کرنے کا جواز	180

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
318	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دین میں قوت اور رسول اللہ ﷺ کا ادب	180
319	اہل بدر کی فضیلت اور ان کے ایمان پر خاتمہ کی دلیل	180
320	مسلمانوں کے خلاف کفار کے لیے جاسوسی کرنا اللہ اور اس کے رسول کی خیانت ہے	181
321	فرقہ جبریہ کا ابطال	181
322	فلاسفہ اور بے دینوں کی کتابوں کے مطالعہ کرنے کا جواز	181
	۲۴- باب	
323	اہل کتاب کی طرف کس طرح مکتوب لکھا جائے؟ اس کا بیان	181
324	صحیح البخاری: ۶۲۶۰، کی شرح از علامہ عینی	182
325	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	182
326	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	182
327	حدیث مذکور کے معانی	182
328	صحیح البخاری: ۶۲۶۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	182
329	اہل ذمہ کو سلام کی ابتداء کرنے کی دلیل	182
330	صحیح البخاری: ۶۲۶۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	183
331	اہل ذمہ کو سلام کی ابتداء کی دلیل پر حافظ ابن حجر کا تبصرہ	183
332	صحیح البخاری: ۶۲۶۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	183
333	ہرقل کو "والسلام علی من اتبع الهدیٰ" فرمانے کی حکمتیں	183
334	مکتوب میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کے فوائد	184
335	بسم اللہ الرحمن الرحیم پوری لکھی جائے یا فقط بسم اللہ کو لکھا جائے	184

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
336	۲۵۔ باب	
	کتاب میں کس کے نام سے ابتداء کی جائے، اس	
	کا بیان	184
337	صحیح البخاری: ۶۲۶۱، کی شرح از علامہ عینی	185
338	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	185
339	صحیح البخاری: ۶۲۶۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	185
340	لکھنے والا اپنے نام سے ابتداء کرے یا مکتوب الیہ	
341	کے نام سے ابتداء کرے، دونوں کا جواز	185
	۲۶۔ باب	
342	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان کہ اپنے سردار کی	
	طرف کھڑے ہو	187
343	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	187
344	صحیح البخاری: ۶۲۶۲، کی شرح از علامہ عینی	188
345	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	188
	حدیث مذکور کے معانی	188
346	کسی سردار یا بڑے کی تعظیم کے لیے کھڑے	
	ہونے کا جواز	188
347	قیام کی چار قسمیں	189
348	علامہ التورپشتی کا حدیث مذکور سے قیامِ تعظیم کے	
	استدلال پر اعتراض اور علامہ طیبی کا جواب	189
349	صحیح البخاری: ۶۲۶۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	190
	قیامِ تعظیم کی تحقیق	190
350	قیامِ تعظیم کے جواز اور استحباب کے دلائل	190
351	قیامِ تعظیم کے متعلق امام مالک کا موقف	191
352	صحیح البخاری: ۶۲۶۲، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی	191
353	قیامِ تعظیم کے متعلق علامہ نووی شافعی اور حافظ	
	ابن الحاج مالکی کا مباحثہ	191
354	مجلس میں آنے والے شخص کی تعظیم کے لیے	
	کھڑے ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	196
355	قیامِ تعظیم کے متعلق علامہ نووی شافعی کا موقف	196
356	قیامِ تعظیم کے متعلق علامہ ابی مالکی کا موقف	196
357	قیامِ تعظیم کے متعلق علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی کا	
	موقف	196
358	قیامِ تعظیم کے متعلق علامہ شامی کا موقف	197
359	قیامِ تعظیم کے متعلق علامہ قاضی خاں کا موقف	197
360	قیامِ تعظیم کے ثبوت میں دیگر احادیث و آثار	198
361	قیامِ تعظیم کے خلاف احادیث اور ان کے جوابات	199
362	قیامِ تعظیم کے متعلق علامہ ابن بطال مالکی کا موقف	200
363	صحیح البخاری: ۶۲۶۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	201
364	علماء دیوبند کے نزدیک قیامِ تعظیم	202
365	قیامِ تعظیم کے متعلق مصنف کا موقف	202
	۲۷۔ باب	
366	مصافحہ کرنے کا بیان	203
367	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	203
368	صحیح البخاری: ۶۲۶۳، کی شرح از علامہ عینی	203
369	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	204
370	حدیث مذکور کے معانی	204
371	صحیح البخاری: ۶۲۶۴، کی شرح از علامہ عینی	204
372	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	204
373	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	204
374	مصافحہ کے ثبوت میں دیگر احادیث	205
375	معانقہ کے متعلق احادیث اور آثار	206
376	صحیح البخاری: ۶۲۶۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	207
377	مصافحہ کے جواز اور استحسان کے متعلق دلائل	207
378	مصنف کے تتبع سے مصافحہ کے جواز کے متعلق	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	احادیث	208
379	مصافحہ کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	209
380	مصافحہ کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء مالکیہ کا موقف	209
381	مصافحہ کرنے کے جواز اور استحسان کے متعلق فقہاء شافعیہ کا موقف	210
382	مصافحہ کے جواز اور استحباب کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف	211
383	ہر جائز خوشی پر مبارک باد دینے کا جواز اور کفار کو ان کی عیدوں کے اوپر مبارک باد دینے کا عدم جواز	211
384	کیا ہر وقت مصافحہ کیا جائے یا صرف ملاقات کے وقت؟	211
385	مصافحہ کرنے کے متعلق علماء دیوبند کا موقف	211
386	غیر مقلدین کے مصافحہ کرنے کا طریقہ	212
387	غیر مقلدین کے طریقہ کو باطل قرار دینا	212
388	غیر مقلدین کے قول کا بطلان مصنف کی طرف سے	213
	۲۸- باب	
389	دونوں ہاتھوں کو پکڑنا یعنی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا	213
390	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	213
391	عبداللہ بن المبارک کا تذکرہ	214
392	صحیح بخاری: ۶۲۶۵، کی شرح از علامہ عینی	214
393	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	215
394	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	215
395	حدیث مذکور کے معانی	215
396	غیر مقلدین کا نماز کے تشہد میں خطاب کے صیغہ کو غیر واجب قرار دینا	215
397	صحیح البخاری: ۶۲۶۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	216
398	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو تشہد کے کلمات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور بعد از وفات کا فرق کیا ہے، وہ دیگر صحابہ کے نزدیک معتبر نہیں تھا	216
399	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اور آپ کی سماعت کی وسعت کی بناء پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد کے سلام میں حیات اور بعد از وفات کا فرق کرنا مرجوح ہے اور ضعیف ہے	217
400	ایامِ حرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور سے سعید بن المسیب کا اذان کو سننا	218
401	تشہد میں ''السلام علیک ایھا النبی'' پڑھتے وقت اہل عرفان کی خطاب کے صیغہ کی توجیہ	219
402	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد میں خطاب کے صیغہ کو غائب کے صیغہ کے ساتھ بدلنے کے متعلق ملا علی قاری کی تحقیق	221
403	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفردات	221
404	سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا قرآن ہونے کا انکار کرنے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تفرد	222
405	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دیگر تفردات	222
406	دیگر بعض صحابہ کے تفردات	224
407	امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو صحابہ کرام کے اقوال اور آثار پر مقدم کیا جائے	224
408	خلاصہ بحث	225
409	مصافحہ کرتے ہوئے ہاتھوں کو بوسہ دینے کی تحقیق	226
	ہاتھوں کو بوسہ دینے کے متعلق مزید احادیث	227

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۹۔ باب	
410	کسی شخص کے ساتھ گلے ملنے کا بیان اور ایک شخص کا دوسرے سے یہ پوچھنا: آج صبح آپ کا مزاج کیسا ہے؟	228
411	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	228
412	صحیح البخاری: ۶۲۶۶، کی شرح از علامہ عینی	230
413	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	230
414	صحیح البخاری: ۶۲۶۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	230
415	معانقہ کے متعلق مباحث	230
416	معانقہ کے متعلق مذاہب فقہاء	231
417	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کو ذکر نہ فرمانے کی تحقیق	232
418	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بنانے کے متعلق دیگر احادیث	232
419	معانقہ کے جواز کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کا تتبع	233
420	اپنے صاحب سے اس سوال کا جواز کہ آپ نے صبح کیسے کی؟	233
421	صحیح البخاری: ۶۲۶۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	233
422	کسی انسان کا دوسرے انسان سے یہ پوچھنا تم نے کیسے صبح کی؟ آیا جائز ہے یا نہیں	233
423	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خلافت کے لیے سوال کرنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کی تحقیق	234
	۳۰۔ باب	
424	کسی کے بلانے پر یہ جواب دینا ''لبیک'' (میں حاضر ہوں) اور ''سعدیک'' (میں آپ کی اطاعت کے لیے مستعد ہوں)	235
425	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	235
426	صحیح البخاری: ۶۲۶۷، کی شرح از علامہ عینی	236

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
427	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	236
428	حدیث مذکور کے معانی	236
429	اللہ تعالیٰ پر بندوں کے حق کی توجیہ	237
430	صحیح البخاری: ۶۲۶۸، کی شرح از علامہ عینی	238
431	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	238
432	حدیث مذکور کے معانی	239
433	صحیح البخاری: ۶۲۶۷، ۶۲۶۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	239
434	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	239
435	اس اعتراض کا جواب کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حق کو ثابت کرنا مرجئہ کا مذہب ہے	239
436	صحیح البخاری: ۶۲۶۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	240
437	حضرت ابوذر اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کا تذکرہ	240
438	صحیح البخاری: ۶۲۶۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	240
439	ایک سواری پر دو سواروں کے بیٹھنے کا جواز	240
440	استاذ کا شاگرد سے امتحاناً سوال کرنے کا جواز	240
441	بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق نہ ہونے کی دلیل	241
442	صحیح البخاری: ۶۲۶۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	241
443	عشاء کی نماز کے بعد چہل قدمی کرنے کا جواز	242
444	بندوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے مال جمع کرنے کا جواز	242
445	اپنے اجتہاد پر عمل نہ کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کا وجوب	242
446	تا حیات توحید کے عقیدہ پر برقرار رہنے کی فضیلت	242
	مال دنیا کی طرف التفات نہ کرنے کی فضیلت	243
447	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مستشرقین کے لگائے ہوئے الزامات کا رد	243
448	کیا صاحب معصیت کو مشرک کہنا جائز ہے؟	243

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۳۱-باب	
449	کوئی مرد دوسرے مرد کو اس کے بیٹھنے کی جگہ سے نہ اٹھائے	244
450	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	244
451	صحیح البخاری: ۶۲۶۹، کی شرح از علامہ عینی	244
452	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	244
	۳۲-باب	
453	جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادہ ہو جاؤ تو کشادہ ہو جایا کرو، اللہ تمہارے لیے کشادگی فرمادے گا اور جب تم سے کہا جائے: کھڑے ہو تو کھڑے ہو جایا کرو	245
454	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	245
455	صحیح البخاری: ۶۲۷۰، کی شرح از علامہ عینی	246
456	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	246
457	حدیث مذکور کے معانی	246
458	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	247
459	کسی شخص کی جگہ پر دوسرے آدمی کے بیٹھنے کے متعلق اختلاف فقہاء	247
460	صحیح البخاری: ۶۲۷۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	247
461	اپنی جگہ کو دوسرے کے لیے ایثار کرنے کی متعدد صورتیں	247
	۳۳-باب	
462	جو شخص اپنے اصحاب کی اجازت کے بغیر مجلس یا گھر میں کھڑا ہوا یا کھڑے ہونے کا ارادہ کیا تاکہ دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو جائیں	248
463	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	248
464	صحیح البخاری: ۶۲۷۱، کی شرح از علامہ عینی	249
465	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	250

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
466	حدیث مذکور کے معانی	250
467	صحیح البخاری: ۶۲۷۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	250
468	الاحزاب: ۵۳ کا شان نزول	250
469	حدیث مذکور کے فوائد	250
	۳۴-باب	
470	ہاتھ سے "احتباء" کرنا اور اس کو "القرفصاء" کہتے ہیں	251
471	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	251
472	صحیح البخاری: ۶۲۷۲، کی شرح از علامہ عینی	251
473	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	251
474	حدیث مذکور کے معانی	252
	۳۵-باب	
475	جو اپنے اصحاب کے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھا	252
476	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	252
477	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	252
478	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	252
479	حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب	253
470	صحیح البخاری: ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، کی شرح از علامہ عینی	254
481	حدیث مذکور کے معانی	254
482	صحیح البخاری: ۶۲۷۴، کی شرح از علامہ ابن بطال	254
	۳۶-باب	
483	جو شخص کسی ضرورت کی وجہ سے یا کسی قصد کی وجہ سے تیزی سے چلا	255
484	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	255
485	صحیح البخاری: ۶۲۷۵، کی شرح از علامہ عینی	255
486	حدیث مذکور کے معانی	255

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
487	حدیث مذکور کے فوائد	256
488	صحیح البخاری: ۶۲۷۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	256
489	صحیح البخاری: ۶۲۷۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	256
490	چلنے کا اصل طریقہ	256
	۳۷۔ باب	
491	تخت کا بیان	257
492	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	257
493	صحیح البخاری: ۶۲۷۶، کی شرح از علامہ عینی	257
494	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	257
495	حدیث مذکور کے معانی	258
496	لفظ وسط کی تحقیق	258
497	حدیث مذکور کے فوائد	258
498	صحیح البخاری: ۶۲۷۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	258
499	حدیث مذکور کے فوائد	258
500	صحیح البخاری: ۶۲۷۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	258
	۳۸۔ باب	
501	گدا بچھانے کا جواز	259
502	صحیح البخاری: ۶۲۷۷، کی شرح از علامہ عینی	259
503	حدیث مذکور کے معانی	259
504	صحیح البخاری: ۶۲۷۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	260
505	حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے مسلسل روزے رکھنے کی توجیہ	260
506	صحیح البخاری: ۶۲۷۸، کی شرح از علامہ عینی	261
507	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	262
508	حدیث مذکور کے معانی	262
509	صحیح البخاری: ۶۲۷۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	263
510	صحیح البخاری: ۶۲۷۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	263
511	علقمہ کا تذکرہ	263
512	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے مناقب	263
513	صحیح البخاری: ۶۲۷۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	264
514	صحیح البخاری: ۶۲۷۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	264
515	نیک ساتھی کے حصول کی دعا کرنا	264
516	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے "صاحب السواک والوسادۃ" ہونے کی توجیہ	264
517	حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے "صاحب السر" ہونے کی خصوصیت	264
518	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کی تحقیق	265
	۳۹۔ باب	
519	جمعہ کے بعد قیلولہ یعنی نیند کرنا	266
520	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	266
521	صحیح البخاری: ۶۲۷۹، کی شرح از علامہ عینی	266
522	صحیح البخاری: ۶۲۷۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	266
523	قیلولہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد	266
	۴۰۔ باب	
524	مسجد میں سونے کا بیان	267
525	صحیح البخاری: ۶۲۸۰، کی شرح از علامہ عینی	267
526	صحیح البخاری: ۶۲۸۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	267
527	حدیث مذکور کے فوائد	268
528	صحیح البخاری: ۶۲۸۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	268
529	صحیح البخاری: ۶۲۸۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	268
	۴۱۔ باب	
530	جو شخص کسی سے ملاقات کرنے گیا، پھر وہیں سو گیا	268
531	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	268

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
532	صحیح البخاری: ۶۲۸۱، کی شرح از علامہ عینی	269
533	حدیث مذکور کے معانی	269
534	حدیث مذکور کے فوائد	270
535	صحیح البخاری: ۶۲۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	270
536	نبی ﷺ کا پسینہ جمع کرنے کے متعلق متعدد روایات	270
537	نبی ﷺ کے فضلات کریمہ کے متعلق شیخ ابن عثیمین کی ہفوات	271
538	شیخ ابن عثیمین کی ہفوات کا جواب از مصنف	271
539	شیخ تھانوی کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کا نجس ہونا	271
540	بعض غیر مقلد علماء کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کا نجس ہونا	272
541	اکثر شافعیہ کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات مبارکہ طاہر ہیں	272
542	رسول اللہ ﷺ کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث	273
543	فضلات کریمہ کی طہارت پر ملا علی قاری کے اعتراضات کے جوابات	276
544	فضلات کریمہ سے متعلق بعض احادیث کی فنی حیثیت اور اس مسئلہ میں جمہور علماء کا موقف!!!	281
545	صحیح البخاری: ۶۲۸۲۔۶۲۸۳، کی شرح از علامہ عینی	283
546	حدیث مذکور کے معانی	283
547	صحیح البخاری: ۶۲۸۲۔۶۲۸۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	283
548	حدیث مذکور کے فوائد	283

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
549	صحیح البخاری: ۶۲۸۲۔۶۲۸۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	284
550	حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی وفات کے متعلق مختلف روایات	284
551	حدیث مذکور کے فوائد	284
552	اکثر علماء کے نزدیک حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کی رضاعی خالہ اور محرم ہونا	285
553	علامہ دمیاطی کا حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا آپ کی رضاعی خالہ ہونے کا انکار کرنا	286
554	حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ ﷺ کی رضاعی خالہ ہونے یا نہ ہونے کے متعلق حرف آخر	287
555	صحیح البخاری: ۶۲۸۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	287
556	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	287
	۴۲۔باب	
557	جس طرح آسانی ہو بیٹھنے کا جواز	288
558	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	288
559	صحیح البخاری: ۶۲۸۴، کی شرح از علامہ عینی	289
560	حدیث مذکور کے معانی	289
561	صحیح البخاری: ۶۲۸۴، کی شرح از علامہ ابن بطال	289
	"الصماء" اور "الاحتباء" کے بغیر دوسرے لباس پہننے کا جواز	289
562	صحیح البخاری: ۶۲۸۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	290
563	صحیح البخاری: ۶۲۸۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	290
564	علامہ المہلب مالکی کی شرح پر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا تعاقب	290
565	صحیح البخاری: ۶۲۸۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	290
566	جس طرح بیٹھنے میں سہولت ہو، اس طرح بیٹھنے کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	جواز	291
567	''اشتمال الصماء'' کی تعریف	291
568	ایک کپڑے میں ''الاحتباء'' کی تعریف	291
569	ملامسہ کی ممانعت کی توجیہ	291
570	منابذہ کی ممانعت کی توجیہ	292
	۴۳_باب	
571	جس نے لوگوں کے سامنے کسی کے ساتھ سرگوشی کی، اور جس نے اپنے صاحب کے راز کی خبر نہیں دی، پس جب اس صاحب کی وفات ہوگئی تو پھر اس کی خبر دی	292
572	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	292
573	صحیح البخاری: ۶۲۸۵_۶۲۸۶، کی شرح از علامہ عینی	294
574	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	294
575	حدیث مذکور کے معانی	294
576	صحیح البخاری: ۶۲۸۵_۶۲۸۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	294
577	حدیث مذکور کے فوائد	294
578	صحیح البخاری: ۶۲۸۵_۶۲۸۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	295
579	کسی غیر کو اپنی قسم دینے کا بیان	295
580	صحیح البخاری: ۶۲۸۵_۶۲۸۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	295
581	حدیث مذکور کے فوائد	295
	۴۴_باب	
582	پیٹھ کے بل چت لیٹنے کا بیان	297
583	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	297
584	صحیح البخاری: ۶۲۸۷، کی شرح از علامہ عینی	298

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
585	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	298
586	اوندھے منہ لیٹ کر سونے کی ممانعت اور لیٹنے اور سونے کی چار اقسام	298
587	صحیح البخاری: ۶۲۸۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	300
	۴۵_باب	
588	دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں	300
589	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	300
590	المجادلہ: ۹ کی تفسیر از مصنف	301
591	المجادلہ: ۱۲_۱۳ کی تفسیر از مصنف:	301
592	المجادلہ: ۱۲_۱۳ کی تفسیر از علامہ عینی	302
593	صحیح البخاری: ۶۲۸۸، کی شرح از علامہ عینی	303
594	حدیث مذکور کے فوائد	303
595	صحیح البخاری: ۶۲۸۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	303
596	ایک آدمی کو چھوڑ کر دو آدمیوں کی آپس میں سرگوشی کرنے کی ممانعت	303
597	سفر میں خصوصیت کے ساتھ ایک آدمی کو چھوڑ کر دو آدمیوں کا باہم سرگوشی کرنا ممنوع ہے	303
598	باہم سرگوشی کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	303
599	صحیح البخاری: ۶۲۸۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	304
600	مناجات کا معنی	304
601	نیکی اور تقویٰ کے متعلق سرگوشی کرنا	304
602	مباح کام کے متعلق سرگوشی کرنا	305
603	شیطان کا غمزدہ کرنے کے لیے سرگوشی کرنا	305
604	بعض تقدیری معاملات سے غمزدہ ہونا شیطان کی طرف سے نہیں ہوتا	305
605	خواب میں شیطان کا انسان کو غمزدہ کرنا	305
	۴۶_باب	
606	راز کی حفاظت کرنے کا بیان	306

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
607	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	306
608	صحیح البخاری: ۶۲۸۹، کی شرح از علامہ عینی	306
609	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	307
610	حدیث مذکور کے معانی	307
611	صحیح البخاری: ۶۲۸۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	307
612	راز کی حفاظت کے متعلق احادیث	307
613	صحیح البخاری: ۶۲۸۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	307
614	مجالس کا امانت ہونا	307
	۴۷- باب	
615	اس بات کا بیان کہ جب تین سے زیادہ لوگ ہوں تو چپکے سے بات کرنے یا سرگوشی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے	308
616	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	308
617	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	308
618	صحیح البخاری: ۶۲۹۰، کی شرح از علامہ عینی	309
619	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	309
620	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	309
621	حدیث مذکور کے معانی	310
622	صحیح البخاری: ۶۲۹۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	310
623	لوگوں کی جماعت میں دو آدمیوں کے باہم سرگوشی کرنے کے جواز کی توجیہ	310
624	صحیح البخاری: ۶۲۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	311
625	دو آدمیوں کی بات تیسرے کے لیے سننے کی ممانعت	311
626	صحیح البخاری: ۶۲۹۱، کی شرح از علامہ عینی	312
627	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	312
628	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	312
629	حدیث مذکور کے معانی	312
630	جس شخص نے نبی ﷺ سے یہ کہا: آپ عدل کریں، اس کو قتل نہ کرنے کی وجوہ	312
631	نبی ﷺ کی گستاخی کرنے والے کے متعلق ائمہ اربعہ کے مسالک	314
632	صحیح البخاری: ۶۲۹۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	315
633	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذاء دینے کی تفصیل	316
	۴۸- باب	
634	لمبی سرگوشی کا بیان	316
635	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	316
636	صحیح البخاری: ۶۲۹۲، کی شرح از علامہ عینی	317
637	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	317
638	حدیث مذکور کے معانی	317
639	صحیح البخاری: ۶۲۹۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	317
640	لمبی سرگوشی کے جواز اور عدم جواز کا محمل	317
641	مطلقاً نیند سے وضو نہ ٹوٹنے کا بیان	318
	۴۹- باب	
642	سوتے وقت گھر میں آگ کو نہ چھوڑا جائے	318
643	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	318
644	صحیح البخاری: ۶۲۹۳، کی شرح از علامہ عینی	319
645	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	319
646	حدیث مذکور کے معانی	319
647	صحیح البخاری: ۶۲۹۴، کی شرح از علامہ عینی	319
648	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	319
649	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	320
650	حدیث مذکور کے معانی	320

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
651	صحیح البخاری: ۶۲۹۵، کی شرح از علامہ عینی	320
652	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	320
653	حدیث مذکور کے معانی	321
654	صحیح البخاری: ۶۲۹۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	321
655	بعض الفاظ کے معانی اور اس باب کی حدیث کی تائید میں دیگر احادیث	321
656	صحیح البخاری: ۶۲۹۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	322
657	حدیث مذکور کے فوائد	322
658	آگ کے متعلق قرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں	323
659	آیاتِ مذکور کی تفسیر اور آگ کے فوائد	323
	۵۰۔ باب	
660	رات میں دروازوں کو بند کر دینے کا بیان	323
661	صحیح البخاری: ۶۲۹۶، کی شرح از علامہ عینی	324
662	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	324
663	رات کے وقت دروازہ بند کرنے کی حکمت	324
664	صحیح البخاری: ۶۲۹۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	324
665	بابِ مذکور کی تائید میں دیگر احادیث	324
666	صحیح البخاری: ۶۲۹۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	325
667	اللہ کے ذکر کی برکت کی وجہ سے شیطان مسلمانوں کے گھروں میں داخل نہیں ہوسکتا	325
668	حدیث مذکور میں جس شیطان کے گھر میں داخل	
669	ہونے کی ممانعت کو ذکر فرمایا ہے، اس سے مراد شیطانِ خارج ہے ہمزاد نہیں ہے	326
	۵۱۔ باب	
670	بڑی عمر کے بعد ختنہ کرنے اور بغل کے بال اکھیڑنے کا بیان	326
671	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	326
672	صحیح البخاری: ۶۲۹۷، کی شرح از علامہ عینی	326
673	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	326
674	حدیث مذکور کے معانی	327
675	ختنہ کرنے کے مفصل احکام	327
677	صحیح البخاری: ۶۲۹۸، کی شرح از علامہ عینی	330
678	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	330
679	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	330
680	حدیث مذکور کے معانی	330
671	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر کے متعلق روایات	330
682	قدوم کے معنی کی تحقیق	331
683	صحیح البخاری: ۶۲۹۹، کی شرح از علامہ عینی	331
684	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	331
685	حدیث مذکور کے معانی	331
686	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر کی تحقیق	331
687	صحیح البخاری: ۶۳۰۰، کی شرح از علامہ عینی	332
688	صحیح البخاری: ۶۳۰۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	332
689	ختنہ کے شرعی حکم کے متعلق فقہاءِ اسلام کے اقوال	332
690	ختنہ کرنے کے وقت کے متعلق فقہاء کا اختلاف	333
691	ختنہ کے فقہی مسائل کے متعلق فقہاءِ شافعیہ کی تحقیق	334
692	صحیح البخاری: ۶۳۰۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	334
693	ختنہ کے متعلق فقہاءِ مالکیہ اور فقہاءِ احناف کا موقف	334
694	صحیح البخاری: ۶۳۰۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	335
695	ختنہ کے متعلق فقہاءِ حنبلیہ کا موقف	335
696	فطرتِ باطنہ کی تعریف اور اس کے متعلق قرآن مجید اور حدیث کی تصریح	335
697	فطرتِ ظاہرہ کی تعریف	336
698	ختنہ کے مسائل	336

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۵۲- باب	
699	اس کا بیان کہ ہر وہ کھیل باطل ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باز رکھے	336
700	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	337
701	''لھو'' کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف	337
702	صحیح البخاری: ۶۳۰۱، کی شرح از علامہ عینی	338
703	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	338
704	حدیث مذکور کے معانی	339
705	جتوں کی قسم کھانے کی تلافی اور تدارک	339
706	جوئے کے حرام ہونے کا بیان	339
707	صحیح البخاری: ۶۳۰۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	339
708	لھو کی تفسیر میں مفسرین کی عبارات	339
709	جوئے اور دیگر لھو کے کھیلوں کے متعلق فقہاء کی عبارات	341
710	غناء، سماع اور وجد کی تحقیق	341
711	غناء اور سماع کے حکم کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	341
712	غناء اور سماع کے حکم کے متعلق فقہاء حنبلیہ اور فقہاء شافعیہ کی تصریحات	342
713	سماع کے متعلق علماء کی عبارات	343
714	سماع اور وجد کے متعلق ایک جھوٹی روایت اور اس کا ابطال	344
715	جس محفل میں گانا بجانا ہو اس میں شریک ہونے کا حکم	345
716	غناء، سماع، وجد اور تواجد کی مزید تحقیق	345
717	لھو الحدیث کا محمل غناء کو قرار دینا	345
718	غناء کی تحریم اور ممانعت میں قرآن مجید کی آیات	346
719	غناء کی تحریم اور ممانعت میں احادیث اور آثار	347
720	جس قسم کے اشعار کا دف کے ساتھ یا بغیر دف کے سماع جائز ہے	348
721	آلات موسیقی کے ساتھ سماع کا حرام ہونا	351
722	آلات موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء احناف کا نظریہ	352
723	آلات موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	353
724	آلات موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	353
725	آلات موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	354
726	غناء اور سماع کے متعلق مفسرین احناف کی تصریحات	355
727	جائز اور ناجائز سماع	356
728	دکھاوے کے لیے حال کھیلنے کی خرابیاں	356
729	سماع کے اسباب	357
730	سماع کی حقیقت	357
731	سماع کی انواع، شرائط، آلات موسیقی کے استعمال اور تواجد کی تحریم اور ممانعت پر دلائل	358
732	غناء اور سماع کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تحقیق	358
	۵۳- باب	
733	عمارت بنانے کے متعلق احادیث	362
734	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	362
735	صحیح البخاری: ۶۳۰۲، کی شرح از علامہ عینی	363
736	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	363
737	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	364
738	حدیث مذکور کے معانی	364

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
739	صحیح البخاری: ۶۳۰۳، کی شرح از علامہ عینی	364
740	حدیث مذکور کے معانی	365
741	صحیح البخاری: ۶۳۰۲ - ۶۳۰۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن	365
742	حدیث مذکور کی تعلیق کے بعض الفاظ کی شرح	365
743	باب میں مذکور حدیث کے بعض الفاظ کی شرح	365
744	لمبے اور اونچے گھروں کے بنانے کی مذمت کی توجیہ	366
745	صحیح البخاری: ۶۳۰۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	366
746	طویل وعریض مکان بنانے کی مذمت میں دیگر احادیث	366
747	صحیح البخاری: ۶۳۰۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	367
748	مکان بنانے کی صحت کا مدار	367
	۸۰- کِتَابُ الدَّعَوَاتِ	
	دعاؤں کا بیان	368
1	المومن: ۶۰ کی تفسیر از مصنف	368
2	دعا کی ترغیب اور فضیلت میں دیگر احادیث	369
3	دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات اور قبولیت دعا کی شرائط	370
4	دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات اور دعا کی شرائط اور اوقات کے متعلق علماء اور فقہاء کے اقوال	374
5	بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے کے متعلق امام رازی کی توجیہ	375
6	امام رازی کے جواب پر مصنف کی نقد ونظر	376
	۱- بَابٌ	
7	اس کا بیان کہ ہر نبی کی ایک دعا مستجاب یعنی مقبول ہوتی ہے	379
8	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	380
9	صحیح البخاری: ۶۳۰۴، کی شرح از علامہ عینی	381
10	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	381
11	حدیث مذکور کے معانی	381
12	آیا ہر نبی کی صرف ایک دعا قبول ہوتی ہے یا ہر دعا قبول ہوتی ہے	381
13	صحیح البخاری: ۶۳۰۵، کی شرح از علامہ عینی	382
14	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	382
15	باب مذکور کی حدیث کی تخریج از علامہ ابن ملقن	382
16	نبی ﷺ کا اپنی دعا کو مؤخر کرنے میں اپنی امت پر شفقت فرمانا	383
17	ہر نبی کی ایک دعا مستجاب ہونے کی توجیہ	383
18	ہر نبی کی مستجاب دعا کی تفصیل	384
19	مومنین کی دعا مقبول ہونے کی تحقیق	385
20	اصرار اور گڑگڑا کر دعا کرنے پر ایک اعتراض کا جواب	386
21	انبیاء کی ایک دعا قبول ہونے پر اعتراض کا جواب	386
22	ہمارے نبی ﷺ کی دیگر انبیاء علیہم السلام پر فضیلت	387
23	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	387
24	آیا حالات کو اللہ پر چھوڑ دینا افضل ہے یا دعا کرنا	389
25	صحیح البخاری: ۶۳۰۴ - ۶۳۰۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	391
26	حدیث مذکور پر ایک اشکال کا جواب	391
27	اشکال مذکور کا بعض شارحین کی طرف سے جواب اور اس پر علامہ طیبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کا تعاقب	392
28	صحیح البخاری: ۶۳۰۴ - ۶۳۰۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	393

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
29	رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی اقسام	393
30	قبولیتِ دعا کی شرائط	393
31	خلاصۂ بحث	394
	۲۔ باب	
32	مغفرت طلب کرنے کی سب سے افضل دعا	394
33	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	395
34	باب مذکور کی تعلیقات کی شرح از علامہ عینی	395
35	صحیح البخاری: ۶۳۰۶، کی شرح از علامہ عینی	396
36	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	397
37	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	397
38	حدیث مذکور کے معانی	397
39	صحیح البخاری: ۶۳۰۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	398
40	استغفار کا معنی، اس کا حکم اور اس معنی میں مروی دیگر احادیث	398
41	گناہ پر اصرار کا معنی	399
42	حدیث مذکور کے الفاظ کے معانی	399
43	دعاء مذکور کو استغفار کہنے پر ایک اعتراض کا جواب	400
44	صحیح البخاری: ۶۳۰۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	401
45	فضیلتِ استغفار کے متعلق دیگر احادیث	401
46	سید الاستغفار کو سید الاستغفار کہنے کی توجیہ	401
47	صحیح البخاری: ۶۳۰۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	402
48	اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اقوال کی جن قائلین کی طرف نسبت کی ہے، اس کی تحقیق	402
49	لفظِ غفار کا معنی	403
50	اعترافِ معصیت کی فضیلت	403
	۳۔ باب	
51	دن اور رات میں نبی ﷺ کے مغفرت طلب کرنے کا بیان	404
52	صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از علامہ عینی	404
53	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	404
54	نبی ﷺ کے معصوم ہونے کے باوجود آپ کے استغفار کرنے کی توجیہ	404
55	حدیث مذکور کے معانی	405
56	صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	405
57	رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین کا بہ کثرت استغفار کرنا	405
58	صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	407
59	نبی ﷺ کے بہ کثرت استغفار کرنے کی متعدد توجیہات	407
60	علامہ ابن الجوزی مالکی کی بیان کردہ توجیہ پر علامہ ابن الملقن الشافعی کا تعاقب	408
61	کثرتِ استغفار کے متعلق بعض دیگر علماء کی بیان کردہ توجیہات	408
62	استغفار کے فوائد	409
63	صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	410
64	نبی ﷺ کے استغفار کے متعلق متعدد روایات	410
65	نبی ﷺ کے قلب پر ابر چھانے کی متعدد توجیہات	410
66	نبی ﷺ کے معصوم ہونے کے باوجود آپ کے استغفار کرنے کی توجیہات	411
67	ہر دن سو مرتبہ استغفار اور توبہ کی تجدید کرنا	412
68	نبی ﷺ کے دل پر غین یا ابر تھا، اس کی توجیہات	412
69	''حسنات الابرار سیئات المقربین'' کی شرح	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	از مصنف	413
70	توبہ کرنے کا لغوی اور شرعی معنی	413
71	کثرتِ استغفار کا استحباب	414
72	صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از علامہ کورانی حنفی	415
73	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کی توجیہات	415
74	صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	416
75	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کثرتِ استغفار کی توجیہ	416
76	صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از شیخ محمد علی صابونی	417
77	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی وجوہ	417
78	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کی توجیہات از مصنف	418
	۴- باب	
79	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	418
80	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	419
81	صحیح البخاری: ۶۳۰۸، کی شرح از علامہ عینی	420
82	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	420
83	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	420
84	حدیث مذکور کے معانی	421
85	صحیح البخاری: ۶۳۰۹، کی شرح از علامہ عینی	422
86	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	422
87	صحیح البخاری: ۶۳۰۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	422
88	''توبۃ النصوح'' کے معانی	423
89	توبہ کے متعلق قرآن مجید کی آیات	423
90	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	425
91	دعاؤں کے بیان سے پہلے استغفار اور توبہ کی ضرورت کی توجیہ	425
92	علامہ قرطبی کی توبہ کی تعریف	425
93	علامہ قرطبی کی تعریف کا مانع اور جامع نہ ہونا	426
94	توبہ کی تعریف میں صرف ندامت کا کافی نہ ہونا	426
95	توبہ کی صحیح تعریف	426
96	مختلف گناہوں کے اعتبار سے توبہ کی اقسام اور اس کے احکام	427
97	علامہ عبداللہ بن المبارک کی بیان کردہ شرائط توبہ	427
98	علامہ عبداللہ بن المبارک کی بیان کردہ شرائط توبہ پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ	427
99	توبہ کی شرائط مذکورہ پر بعض علماء کا اضافہ کرنا	428
100	''توبۃ نصوحا'' کی تحقیق	428
101	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فاسق کے گناہ پر تبصرہ	430
102	فاسق کی گناہ سے بے پرواہی اور مومن کے گناہ سے شدید خوف کے اوپر فقہاءِ اسلام کے تبصرے	430
103	بندہ کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی فرح کا بیان	431
104	حدیث مذکور کے فوائد	432
105	صحیح البخاری: ۶۳۰۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	432
106	جب انسان ایک گناہ سے توبہ کرے اور دوسری قسم کے گناہوں میں مشغول ہو تو اس کی توبہ مقبول ہوگی یا نہیں؟	432
107	اللہ تعالیٰ کو فرح کے ساتھ متصف کرنا	433
	۵- باب	
108	دائیں کروٹ پر سونے کا بیان	433
109	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	433
110	صحیح البخاری: ۶۳۱۰، کی شرح از علامہ عینی	434
111	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	434
112	سنتِ فجر کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا اور گھر میں نماز کا انتظار کرنا بھی مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے	434

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
113	صحیح البخاری: ٦٣١٠، کی شرح از علامہ ابن بطال	434
114	صحیح البخاری: ٦٣١٠، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	434
115	جو شخص تہجد کی نماز سے تھک جائے اس کے لئے نماز فجر سے پہلے لیٹنا سنت ہے	434
	٦۔ باب	
116	باوضو سونے کا بیان	435
117	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	435
118	صحیح البخاری: ٦٣١١، کی شرح از علامہ عینی	436
119	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	436
120	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	436
121	حدیث مذکور کے معانی	436
122	صحیح البخاری: ٦٣١١، کی شرح از علامہ ابن ملقن	438
123	باوضو سونے کے متعلق اقوال اور احادیث	438
124	"وبرسولك الذی ارسلت" پر انکار کی توجیہات	438
125	صحیح البخاری: ٦٣١١، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	439
126	باوضو سونے کے متعلق دیگر احادیث اور فوائد	439
127	کلمات دعائیہ کے الفاظ کے معانی	439
128	ان کلمات دعائیہ میں اور مرتے وقت کلمۂ ایمان کے پڑھنے کے ثمرات کا فرق	440
129	حدیث مذکور کے فوائد	441
	۷۔ باب	
130	جب کوئی شخص سوئے تو اس وقت کیا دعا کرے	441
131	صحیح البخاری: ٦٣١٢، کی شرح از علامہ عینی	441
132	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	442
133	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	442
134	حدیث مذکور کے معانی	442
135	صحیح البخاری: ٦٣١٣، کی شرح از علامہ عینی	443
136	صحیح البخاری: ٦٣١٣، کی شرح از علامہ ابن ملقن	443
137	حدیث میں مذکور دعا کی حکمت	443
138	صحیح البخاری: ٦٣١٣، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	444
139	اسم کا مسمّٰی کا عین ہونا	444
140	موت کے دیگر معانی	444
	۸۔ باب	
141	دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھنے کا بیان	445
142	صحیح البخاری: ٦٣١٤، کی شرح از علامہ عینی	445
143	صحیح البخاری: ٦٣١٤، کی شرح از علامہ ابن ملقن	446
144	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوتے وقت اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھنا اس لیے تھا تاکہ آپ کی امت آپ کی اقتداء کرے	446
145	صحیح البخاری: ٦٣١٤، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	446
146	باب مذکور کی تائید میں ایک اور حدیث	446
147	صحیح البخاری: ٦٣١٤، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	446
148	باب میں مذکور کیفیت کے ساتھ سونا صرف رات کی نیند کے متعلق ہے	446
	۹۔ باب	
149	دائیں کروٹ پر سونے کا بیان	447
150	صحیح البخاری: ٦٣١٥، کی شرح از علامہ عینی	448
151	حدیث میں مذکور تعلیق کی شرح از علامہ عینی	448
152	صحیح البخاری: ٦٣١٥، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	449
153	حدیث مذکور کا دیگر احادیث سے تعارض کا جواب	449
	۱۰۔ باب	
154	رات کے وقت جب بیدار ہو تو کیا دعا کرے	449

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
155	صحیح البخاری:۶۳۱۶، کی شرح از علامہ عینی	450
156	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	450
157	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	450
158	حدیث مذکور کے معانی	451
159	لفظِ تابوت کی تفسیر میں متعدد اقوال	451
160	صحیح البخاری:۶۳۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	452
161	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جاگ کر رسول اللہ ﷺ کے افعال کو جاننے کی حکمت	453
162	فائدہ	453
163	دعائے نور کے متعلق مفصل روایت	453
164	صحیح البخاری:۶۳۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	453
165	حدیث مذکور میں نور کا معنی	454
166	صحیح البخاری:۶۳۱۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	454
167	حدیث مذکور کے فوائد	454
168	مقتدی کے دائیں طرف کھڑے ہونے کا حکم بہ طورِ استحباب ہے نہ کہ بہ طورِ وجوب	455
169	نبی ﷺ کی نمازِ تہجد کی رکعات	456
170	نبی ﷺ کا نیند سے وضو نہ ٹوٹنا آیا آپ کی خصوصیت ہے یا نہیں؟	456
171	شیخ ابن عثیمین کی تحقیق پر مصنف کا تعاقب	456
172	صحیح البخاری:۶۳۱۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	461
173	تہجد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور تہجد کے مباحث کی تحقیق	461
174	تہجد کی نماز پڑھنے کا شرعی حکم	461
175	نبی ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی یا نفل، اس کی تحقیق	463
176	نبی ﷺ کے مغفور ہونے کے باوجود آپ کے استغفار کرنے کے متعلق مصنف کی تحقیق	464
177	کثرتِ استغفار کے متعلق دیگر احادیث	465
178	حدیث میں مذکور دعاء کے معانی	465
179	صحیح البخاری:۶۳۱۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	468
180	انبیاء علیہم السلام کی عصمت اور گناہوں سے معصوم ہونے کے متعلق شیخ ابن عثیمین کا نظریہ	468
181	شیخ ابن عثیمین کے شبہات کے جوابات	469
182	شیخ ابن عثیمین کی شرح پر مصنف کا جواب	470
183	شیخ ابن عثیمین کا نبی ﷺ کے گناہوں پر قرآن اور سنت سے استدلال	470
184	شیخ ابن عثیمین کے استدلال کا مصنف کی طرف سے جواب	471
185	نبی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کے متعلق حاصل بحث	472
	۱۱- باب	
186	سوتے وقت اللہ اکبر اور سبحان اللہ کی تسبیح پڑھنے کا بیان	472
187	حدیث مذکور کی تفصیل اور اس حدیث کی سنن ابوداؤد میں روایت اور دیگر فوائد	473
188	خمس کی تقسیم میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترجیح	474
189	دینی طلباء کے حصہ کا مقدم ہونا، جب بیٹی اور داماد سوئے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان بیٹھنے کا جواز، عبادت کا دنیا کے عظیم نفع سے بہتر ہونا	474
190	صحیح البخاری:۶۳۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	474
191	تسبیحات مذکورہ کے علاوہ رات کے وقت ایک اور دعا پڑھنے کا بیان	475

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
192	نبی ﷺ کا اپنی صاحبزادی کی ضرورت پر اہل صفہ کی ضرورت کو ترجیح دینا	475
193	حدیث مذکور کے فوائد	475
194	صحیح البخاری: ۶۳۱۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	477
195	بیوی پر شوہر کی خدمت کرنے کا بیان	477
196	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	477
	۱۲۔ باب	
197	اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کی آیات کو سوتے وقت پڑھنے کا بیان	478
198	صحیح البخاری: ۶۳۱۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	478
199	المعوذات سے سوتے وقت اپنے اوپر دم کرنے کا بیان	479
200	صحیح البخاری: ۶۳۱۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	479
201	سوتے وقت المعوذات کے علاوہ دیگر سورتیں اور دعائیں پڑھنے کا بیان	479
202	تعوذ کے متعلق دیگر دعاؤں کا بیان	480
	۱۳۔ باب	
203	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	480
204	صحیح البخاری: ۶۳۲۰، کی شرح از علامہ عینی	481
205	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	481
206	حدیث مذکور کے معانی	482
207	صحیح البخاری: ۶۳۲۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	482
208	حدیث مذکور کا جدید فائدہ	482
209	صحیح البخاری: ۶۳۲۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	483
210	سوتے وقت کی دعائیں	483
211	صحیح البخاری: ۶۳۲۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	484
212	تہبند کی اندرونی جانب سے بستر کو جھاڑنے کی حکمت	484
	۱۴۔ باب	
213	آدھی رات کو دعا کرنا	484
214	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	484
215	صحیح البخاری: ۶۳۲۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	485
216	آدھی رات یا تہائی رات کے وقت دعا کرنے کی توجیہ	485
217	حدیث مذکور کے عنوان کی توجیہ	486
218	اللہ تعالیٰ کے نزول کی توجیہ	487
219	حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	487
220	اللہ تعالیٰ کے آسمان سے نزول کے متعلق مذاہب علماء	487
221	حدیث مذکور کی تاویلات	488
222	تینوں دعاؤں کا فرق	489
223	بعض دیگر دعاؤں کا ذکر	489
224	صحیح البخاری: ۶۳۲۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	490
225	اس کی تحقیق کہ اللہ عزوجل کا آسمانِ دنیا کی طرف نزول حقیقتاً ہے اور اس سے مراد اس کے حکم کا نزول نہیں ہے	490
226	شیخ ابن عثیمین کی تحقیق پر مصنف کا تعاقب	492
227	شیخ ابن تیمیہ کے افکار اور ان پر علماء امت کے تبصرے	492
228	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات میں متقدمین کا مسلک	494
229	قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اللہ تعالیٰ کے نزول اور استواء کے محامل	495
230	اللہ تعالیٰ کے لیے بلندی کی جہت سے اشارہ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کرنے کا محمل	496
	۱۵۔ باب	
231	بیت الخلاء میں دخول کے وقت دعا کا بیان	497
232	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	497
233	حدیث مذکور کے الفاظ کے معانی	497
234	نبی ﷺ کی اس دعاء کا محمل	498
235	بیت الخلاء جاتے وقت اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کا فقہی حکم	498
236	بیت الخلاء سے نکلنے کے وقت کی بعض دیگر دعائیں	499
	۱۶۔ باب	
237	صبح اٹھتے وقت دعا کرنے کا بیان	499
238	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	501
239	صبح اور شام اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی حکمت	501
240	حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	502
241	صبح کے وقت دیگر دعاؤں کے متعلق احادیث	502
	۱۷۔ باب	
242	نماز میں دعا کرنے کا بیان	502
243	صحیح البخاری: ۶۳۲۶، کی شرح از علامہ عینی	503
244	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	503
245	حدیث مذکور کے معانی	503
246	صحیح البخاری: ۶۳۲۷، کی شرح از علامہ عینی	504
247	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	504
248	حدیث مذکور کے معانی	504
249	صحیح البخاری: ۶۳۲۸، کی شرح از علامہ عینی	505
250	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	505
251	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	505
252	نماز کے تشہد اخیر پڑھنے کے متعلق اختلاف فقہاء	505
	تشہد اخیر کی فرضیت پر امام شافعی کے دلائل اور اس پر بحث ونظر	505
253	تشہد اخیر میں تشہد کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر دلائل اور امام شافعی کے دلائل کے جوابات	509
254	نبی ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں مغفرت کی دعا کی تعلیم دینا	510
255	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	510
256	صحیح البخاری: ۶۳۲۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	511
257	نماز میں دعا کی مشروعیت اور حدیث میں مذکور دعا کی فضیلت	511
258	حدیث مذکور کے فوائد	511
259	نماز کے چھ مقامات میں اللہ تعالیٰ کی ثناء اور اس سے دعا کا بیان	511
260	صحیح البخاری: ۶۳۲۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	512
261	اللہ تعالیٰ کے ساتھ وسیلہ سے دعا کرنے کی انواع اور اقسام	512
262	شیخ ابن عثیمین پر مصنف کا تعاقب	513
263	رسول اللہ ﷺ اور دیگر ذوات قدسیہ کے وسیلہ کا جواز	514
264	رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ سے استمداد کا ثبوت	515
	۱۸۔ باب	
265	نماز کے بعد دعا کا بیان	515
266	صحیح البخاری: ۶۳۲۹، کی شرح از علامہ عینی	516
267	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	516
268	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	516
269	باب مذکور کی حدیث کی دیگر روایات	516

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
270	حدیث مذکور کے بعض الفاظ کے معانی	517
271	غنی شاکر کی فقیر صابر پر فضیلت	517
272	صحیح البخاری: ۶۳۲۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	518
273	تسبیحات کی تعداد میں تعارض کا جواب	520
274	صحیح البخاری: ۶۳۲۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	520
275	حدیث مذکور کے باب کے عنوان کی توجیہ	520
276	صحیح البخاری: ۶۳۳۰، کی شرح از علامہ عینی	521
277	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	521
278	صحیح البخاری: ۶۳۳۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	521
279	ذکر بالجہر پر دلیل	521
	۱۹۔ باب	
280	اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور آپ ان پر صلوٰۃ بھیجیے''۔ اور جس نے اپنے بھائی کو دعا کے ساتھ خاص کیا نہ کہ خود کو۔	522
281	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	522
282	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	523
283	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	523
284	صحیح البخاری: ۶۳۳۱، کی شرح از علامہ عینی	525
285	حدیث مذکور کے معانی	525
286	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	526
287	مال کو ضائع کرنے کی ممانعت	526
288	صحیح البخاری: ۶۳۳۲، کی شرح از علامہ عینی	527
289	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	527
290	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	527
291	صحیح البخاری: ۶۳۳۳، کی شرح از علامہ عینی	528
292	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	528
293	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	529
294	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	529
295	''الخلصة'' کا معنی	529
296	صحیح البخاری: ۶۳۳۴، کی شرح از علامہ عینی	529
297	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	530
298	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	530
299	حدیث مذکور کے معانی	530
300	رسول اللہ ﷺ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے تین دعاؤں کے معانی	530
301	کثرتِ مال اور کثرتِ اولاد کی دعا پر ایک اعتراض کا جواب	530
302	صحیح البخاری: ۶۳۳۵، کی شرح از علامہ عینی	531
303	حدیث مذکور کے معانی	531
304	صحیح البخاری: ۶۳۳۶، کی شرح از علامہ عینی	532
305	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	532
306	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	532
307	حدیث مذکور کے معانی	532
308	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	532
309	دوسروں کے لیے دعائیں کرنے کے متعلق دیگر احادیث	533
	۲۰۔ باب	533
310	مقفّیٰ کلام کے ساتھ دعا کرنے کی کراہت	533
311	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	533
312	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	534
313	صحیح البخاری: ۶۳۳۷، کی شرح از علامہ عینی	535
314	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	535
315	حدیث مذکور کے معانی	535
316	حدیث مذکور کے فقہی مسائل	535
317	حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	536

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
318	مسجع اور مقفی کلام کے ساتھ دعا کرنے کی ممانعت کی حکمت	536
	۲۱_ باب	
319	پورے عزم اور وثوق کے ساتھ دعا کرے کیونکہ	
320	اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے	536
321	صحیح البخاری: ۶۳۳۸، کی شرح از علامہ عینی	536
322	حدیث مذکور کے معانی	537
323	صحیح البخاری: ۶۳۳۹، کی شرح از علامہ عینی	537
324	صحیح البخاری: ۶۳۳۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	537
325	بار بار دعا کرنے اور اصرار کرنے کا بیان	537
326	صحیح البخاری: ۶۳۳۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	538
327	اللہ تعالیٰ سے انتہائی رغبت اور اصرار کے ساتھ بار بار دعا کرنا	538
328	صحیح البخاری: ۶۳۳۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	539
329	دعا کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر معلق کرنے کی خرابیاں	539
	۲۲_ باب	
330	بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ دعا کے قبول ہونے کے لیے جلدی نہ کرے	539
331	صحیح البخاری: ۶۳۴۰، کی شرح از علامہ عینی	540
332	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	540
333	حدیث مذکور کے معانی	540
334	صحیح البخاری: ۶۳۴۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	541
335	دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی بعض صورتیں	541
336	صحیح البخاری: ۶۳۴۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	542
337	قبولیتِ دعا کے آداب	542

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۳_ باب	
338	دعا میں ہاتھوں کو بلند کرنے کا بیان	542
339	امام بخاری کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	543
340	امام بخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	543
341	صحیح البخاری: ۶۳۴۱، کی شرح از علامہ عینی	543
342	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	543
343	دعا میں دونوں ہاتھوں کے بلند کرنے کی کیفیت میں علماء کا اختلاف	544
344	صحیح البخاری: ۶۳۴۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	545
345	دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرنے کی کیفیت میں فقہاء کا اختلاف اور اس سلسلہ میں احادیث اور آثار	545
346	صحیح البخاری: ۶۳۴۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	547
347	دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرنے کا ثبوت	547
348	مصنف کے تتبع سے خارج از نماز دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث	548
	۲۴_ باب	
349	قبلہ کی طرف منہ کیے بغیر دعا کا بیان	553
350	صحیح البخاری: ۶۳۴۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	553
351	غیر قبلہ کی طرف دعا کرنے کا ثبوت	553
	۲۵_ باب	
352	قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنے کا بیان	554
353	صحیح البخاری: ۶۳۴۳، کی شرح از علامہ عینی	554
354	ایک اعتراض کا جواب	554
355	صحیح البخاری: ۶۳۴۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	554
356	قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنے کے متعلق دیگر	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	احادیث	554
	۲۶۔ باب	
357	نبی ﷺ کا اپنے خادم کے لیے لمبی عمر اور کثرت مال کی دعا کرنے کا بیان	555
358	صحیح البخاری: ۶۳۴۴، کی شرح از علامہ عینی	555
359	ایک اعتراض کا جواب	555
360	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	556
364	صحیح البخاری: ۶۳۴۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	556
362	حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے لمبی عمر کی دعا کی توجیہ	556
363	حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کثرت مال اور کثرت اولاد کا بیان	556
364	عمر کی طوالت پر ایک اعتراض کا جواب	556
365	صحیح البخاری: ۶۳۴۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	557
366	حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے طویل عمر کی دعا کی توجیہ	557
367	حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اولاد کی کثرت کا بیان	558
368	حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مال کی کثرت کا بیان	558
369	حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر کے طول کا بیان	558
	۲۷۔ باب	
370	غم اور پریشانی کے وقت دعا کرنا	558
371	صحیح البخاری: ۶۳۴۵، کی شرح از علامہ عینی	559
372	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	559
373	سندِ مذکور پر ایک اعتراض کا جواب	559
374	حدیث مذکور کے معانی	559
375	صحیح البخاری: ۶۳۴۶، کی شرح از علامہ عینی	561
376	صحیح البخاری: ۶۳۴۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	561
377	اس سوال کا جواب کہ حدیث مذکور میں دعا کا ذکر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کا ذکر ہے	561
378	دعائے مذکور کی برکات اور ثمرات	561
379	ابو بکر بن علی کے واقعہ کے فوائد اور مسائل	562
380	نبی ﷺ کا احادیث کے رواۃ پر مطلع ہونا اور امت کو اس سے آگاہ فرمانا	562
381	کرب اور مصیبت کے وقت صرف اللہ کو یاد کرنے اور اس سے مدد طلب کرنے کی تعلیم اور تلقین	563
382	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	563
383	مصیبت اور پریشانی دور کرنے کے لیے دیگر دعاؤں کے متعلق احادیث	563
384	مصیبت کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنے کی تلقین	565
385	حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	565
386	مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور اس سے دعا کرنے کی وجہ سے مصیبت ٹلنے کے متعدد واقعات	565
	۲۸۔ باب	
387	مصیبت کی مشقت سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کا بیان	566
388	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	566
389	صحیح البخاری: ۶۳۴۷، کی شرح از علامہ عینی	567
390	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	567
391	حدیث مذکور کے معانی	567
392	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	568
393	صحیح البخاری: ۶۳۴۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	569
394	"درك الشقاء" اور "سوء القضاء" کا معنی	569
395	"شماتة الاعداء" کا معنی	569
	۲۹۔ باب	
396	نبی ﷺ کی دعا "اللهم الرفيق الاعلىٰ" کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	بیان	569
397	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	570
398	صحیح البخاری: ۶۳۴۸، کی شرح از علامہ عینی	570
399	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	571
400	حدیث مذکور کے معانی	571
401	صحیح البخاری: ۶۳۴۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	571
402	''الرفیق الاعلیٰ'' کی دعا کا رسل علیہم الصلوٰۃ	
	والسلام کے ساتھ مخصوص ہونا	571
403	عام مومنین کے لیے ''الرفیق الاعلیٰ'' کے مرتبہ	
	کی توجیہ	571
404	نبی ﷺ پر وفات کے وقت شدت طاری	
	کرنے کی حکمت	572
	۳۰۔ باب	
405	موت اور حیات کی دعا کا بیان	572
406	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	572
407	صحیح البخاری: ۶۳۴۹، کی شرح از علامہ عینی	573
408	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	573
409	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	573
410	حدیث مذکور کے معانی	573
411	صحیح البخاری: ۶۳۵۰، کی شرح از علامہ عینی	574
412	صحیح البخاری: ۶۳۵۱، کی شرح از علامہ عینی	574
413	حدیث مذکور کے معانی	574
414	آیا موت کی تمنا کرنا منسوخ ہے یا نہیں؟	574
415	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	575
416	موت کی تمنا کے متعلق دیگر احادیث	575
417	حدیث مذکور کی فقہ	576
418	صحیح البخاری: ۶۳۵۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	576
419	موت کی دعاء کرنے سے ممانعت کی حکمت	577
420	موت کی دعا کے جواز کی وجوہ	577
	۳۱۔ باب	
421	بچوں کے لیے برکت کی دعا کرنے اور ان کے	
	سروں پر ہاتھ پھیرنے کا بیان	577
422	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	578
423	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	578
424	صحیح البخاری: ۶۳۵۲، کی شرح از علامہ عینی	579
425	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	579
426	حدیث مذکور کے معانی	579
427	مہر نبوت کا معنی اور مفہوم	579
428	مہر نبوت کے متعلق متعدد روایات	579
429	صحیح البخاری: ۶۳۵۳، کی شرح از علامہ عینی	580
430	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	580
431	حدیث مذکور کے فوائد	580
432	صحیح البخاری: ۶۳۵۴، کی شرح از علامہ عینی	581
433	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	581
434	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	581
435	حدیث مذکور کے معانی	581
436	لعاب دہن کی فضیلت	581
437	لعاب دہن کے ثمرات اور برکات	582
438	صحیح البخاری: ۶۳۵۵، کی شرح از علامہ عینی	582
439	صحیح البخاری: ۶۳۵۶، کی شرح از علامہ عینی	583
440	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	583
441	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	583
442	مذکورہ احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	583
443	باب مذکور کی احادیث کا خلاصہ	583
444	صحیح البخاری: ۶۳۵۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	584
445	بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنا اور ان کے لیے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	برکت کی دعا کرنا	585
446	بچوں کے ساتھ انسان کو نرمی اور ملائمت کا سلوک کرنا چاہیے	585
447	شیخ ابن عثیمین کے نزدیک برکت کے حصول کا صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونا	585
448	شیخ ابن عثیمین کے صحابہ کی برکت کے انکار پر مصنف کا تعاقب	586
	۳۲۔باب	
449	نبی ﷺ پر صلوٰۃ یعنی درود پڑھنا	587
450	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	587
451	علامہ بدرالدین عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	588
452	صحیح البخاری: ۶۳۵۷، کی شرح از علامہ عینی	589
453	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	589
454	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	589
455	نبی ﷺ پر صلوٰۃ نازل فرمانے کی دعا کا معنی	589
456	نبی ﷺ کی صلوٰۃ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلوٰۃ کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ	589
457	صحیح البخاری: ۶۳۵۸، کی شرح از علامہ عینی	590
458	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	590
459	حدیث مذکور میں تشبیہ پر اعتراض کا جواب	590
460	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	591
461	نبی ﷺ پر نماز میں صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	591
462	علامہ ابن الملقن کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	592
463	صحیح البخاری: ۶۳۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	592
464	نبی ﷺ پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے متعلق مذاہب علماء	592
465	درود شریف پڑھنے کی صفت اور کیفیت	593
466	نبی ﷺ پر پڑھی جانے والی صلوٰۃ (درود) کا معنی	593
467	نبی ﷺ پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے متعدد الفاظ اور صیغے	595
468	نبی ﷺ پر صلوٰۃ (درود) پڑھتے ہوئے آپ کے اوپر رحمت کے ذکر کی تحقیق	596
469	حدیث مذکور میں آل محمد (ﷺ) کا مصداق	596
470	اس سوال کے متعدد جوابات کہ نبی ﷺ کی صلوٰۃ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلوٰۃ (درود) سے تشبیہ دی گئی ہے	597
471	نبی ﷺ پر نماز میں صلوٰۃ (درود) پڑھنے کی کیفیت	599
472	صلوٰۃ (درود) اور سلام دونوں کو ملا کر پڑھا جائے یا الگ الگ بھی پڑھا جا سکتا ہے؟	599
473	نبی ﷺ پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کی فضیلت	599
474	نبی ﷺ پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے فوائد	600
475	نبی ﷺ پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے وجوب پر دلائل	601
476	نبی ﷺ پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے عدم وجوب اور استحباب پر دلائل	601
477	نبی ﷺ پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے مواقع	602
	۳۳۔باب	
478	کیا نبی ﷺ کے غیر پر بھی صلوٰۃ (درود) پڑھی جائے گی؟	602
479	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	602
480	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	603

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
481	صحیح البخاری:۶۳۵۹، کی شرح از علامہ عینی	604
482	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	604
483	صحیح البخاری:۶۳۶۰، کی شرح از علامہ عینی	605
484	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	605
485	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	605
486	حدیث مذکور کے معانی	605
487	آل پر صلوٰۃ (درود) بھیجنے کا بیان	605
488	صحیح البخاری:۶۳۶۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	605
489	صلوٰۃ (درود) کا معنی اور غیر نبی پر صلوٰۃ پڑھنے کے متعلق مذہب مختار	605
490	صحیح البخاری:۶۳۶۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	606
491	نبی ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام پر صلوٰۃ پڑھنے کے دلائل	606
492	نبی ﷺ کے غیر پر صلوٰۃ (درود) بھیجنے میں مذاہب	606
493	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ پڑھنے کے جواز کے متعلق دیگر دلائل	607
494	نبی ﷺ کے غیر پر صلوٰۃ پڑھنے کے مانعین کے جوابات	607
495	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر سلام پڑھنے کا شرعی حکم	608
496	صحیح البخاری:۶۳۶۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	608
497	نبی ﷺ کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ (درود) کی دعا کرنے کا بیان	608
	۳۴۔ باب	
498	نبی ﷺ کا ارشاد: میں نے جس کو تکلیف دی ہو تو اے اللہ! وہ تکلیف اس کے گناہوں کا کفارہ اور رحمت بنادے	608
499	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	608
500	صحیح البخاری:۶۳۶۱، کی شرح از علامہ عینی	609
501	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	609
502	حدیث مذکور کے معانی	609
503	نبی ﷺ کی دعائے مذکور کے ثبوت میں متعدد احادیث	609
504	صحیح البخاری:۶۳۶۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	610
505	رسول اللہ ﷺ کے خُلق عظیم اور کرم عمیم کا بیان	610
506	صحیح البخاری:۶۳۶۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	611
507	صحیح البخاری کے باب مذکور کی حدیث کی تائید میں دیگر احادیث	611
508	جو شخص آپ کی دعائے ضرر کا مستحق نہ ہو، اس کے خلاف آپ کی دعائے ضرر کی توجیہات	612
509	صحیح البخاری:۶۳۶۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	613
510	نبی ﷺ کے خلق اور آپ کی عادت میں فحش کلام کا نہ ہونا	613
	۳۵۔ باب	
511	فتنوں سے پناہ طلب کرنے کی دعا	614
512	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	614
513	صحیح البخاری:۶۳۶۲، کی شرح از علامہ عینی	615
514	حدیث مذکور کے معانی	615
515	حدیث مذکور کے فوائد	616
516	نبی ﷺ کے علم کی وسعت کا بیان	616
517	نبی ﷺ کا جنت اور دوزخ کو دیکھنا	616
518	صحیح البخاری:۶۳۶۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	617
519	صحیح البخاری:۶۳۶۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	617

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
520	فتنہ کی دو قسمیں اور نبی ﷺ کا فتنہ سے پناہ طلب کرنا	617
521	سوال میں اصرار نہیں کرنا چاہیے	618
522	صحابہ کرام کا اپنے سر کو کپڑے میں لپیٹ کر رونے کا سبب	618
	۳۶- بَابٌ	
523	مردوں کے غلبہ سے پناہ طلب کرنا	618
524	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	618
525	صحیح البخاری: ۶۳۶۳، کی شرح از علامہ عینی	620
526	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	620
527	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	620
528	حدیث مذکور کے معانی	620
529	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	621
530	غزوۂ خیبر کی تاریخ	621
531	صحیح البخاری: ۶۳۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	621
532	حدیث مذکور کی دعاء کا جوامع الکلم سے ہونا	622
	۳۷- بَابٌ	
533	عذاب قبر سے پناہ طلب کرنے کا بیان	622
534	صحیح البخاری: ۶۳۶۴، کی شرح از علامہ عینی	622
535	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	622
536	صحیح البخاری: ۶۳۶۵، کی شرح از علامہ عینی	623
537	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	623
538	حدیث مذکور کے معانی	623
539	صحیح البخاری: ۶۳۶۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	624
540	صحیح البخاری: ۶۳۶۶، کی شرح از علامہ عینی	624
541	حدیث مذکور کے معانی	624
542	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	625
543	عذاب قبر کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	625
544	عذاب قبر کے ثبوت میں قرآن اور احادیث سے دلائل	625
545	حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	626
546	اس سوال کا جواب کہ نبی ﷺ نے پہلے عذاب قبر کی نفی کی، پھر اس کے بعد عذاب قبر کو ثابت فرمایا	626
547	صحیح البخاری: ۶۳۶۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	627
548	قبر میں عذاب اور ثواب کی کیفیت	627
	۳۸- بَابٌ	
549	زندگی اور موت کی آزمائش سے پناہ طلب کرنے کا بیان	628
550	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	628
551	صحیح البخاری: ۶۳۶۷، کی شرح از علامہ عینی	629
552	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	629
553	صحیح البخاری: ۶۳۶۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	629
554	زندگی اور موت کی آزمائش کا بیان	629
555	فتنہ کا معنی	630
	۳۹- بَابٌ	
556	گناہ اور قرض سے پناہ طلب کرنے کا بیان	630
557	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	630
558	صحیح البخاری: ۶۳۶۸، کی شرح از علامہ عینی	631
559	حدیث مذکور کے معانی	631
560	مشکل الفاظ کے معانی	631
561	صحیح البخاری: ۶۳۶۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	632
562	قرض سے پناہ طلب کرنے کا بیان	632

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
563	غنیٰ کے شر اور فقر کے شر کا بیان	632	584	صحیح البخاری: ۶۳۷۲، کی شرح از علامہ عینی	638
564	گرم پانی سے دھونے کے بجائے برف اور اولوں		585	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	638
	کے پانی سے دھونے کی حکمت	633	586	حدیث مذکور کے معانی	638
565	اس سوال کا جواب کہ نبی ﷺ تو معصوم ہیں		587	''الجحفہ'' کے خلاف دعائے ضرر کرنے کی توجیہ	638
	، پھر اس کی کیا توجیہ ہے کہ آپ نے اپنے گناہوں		588	صاع اور مد میں برکت کی دعا سے مقصود	638
	کو دھونے کی دعا کی	633	589	صحیح البخاری: ۶۳۷۳، کی شرح از علامہ عینی	640
	۴۰۔ باب		590	علامہ بدر الدین عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی	640
566	بزدلی اور سستی سے پناہ طلب کرنے کا بیان	633		شافعی سے مناقشہ	640
567	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	633	591	حدیث مذکور کے معانی	640
568	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	634	592	رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا بیان اور آپ کا	
569	صحیح البخاری: ۶۳۶۹، کی شرح از علامہ عینی	634		معجزہ	641
570	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	634	593	حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ پر اظہار افسوس کی وجہ	641
	۴۱۔ باب	634	594	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	642
571	بخل سے پناہ طلب کرنے کا بیان	634	595	رسول اللہ ﷺ کا حضرت سعد بن ابی وقاص	
572	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	634		رضی اللہ عنہ کی بیماری میں دعا کرنا	642
573	صحیح البخاری: ۶۳۷۰، کی شرح از علامہ عینی	635	596	وباء کو دور کرنے کی دعا کی توجیہ	642
574	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	635		۴۴۔ باب	
575	حدیث مذکور کے معانی	635	597	ارذل عمر سے اور دنیا کے فتنہ سے اور دوزخ کے	
	۴۲۔ باب			فتنہ سے پناہ طلب کرنا	642
576	ارذل عمر سے پناہ طلب کرنے کا بیان	636	598	صحیح البخاری: ۶۳۷۴، کی شرح از علامہ عینی	643
577	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	636	599	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	643
578	النحل: ۷۰ کی تفسیر از مصنف	636	600	صحیح البخاری: ۶۳۷۵، کی شرح از علامہ عینی	644
579	صحیح البخاری: ۶۳۷۱، کی شرح از علامہ عینی	637		۴۵۔ باب	
580	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	637	601	غنیٰ کے فتنہ سے پناہ طلب کرنے کا بیان	644
581	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	637	602	صحیح البخاری: ۶۳۷۶، کی شرح از علامہ عینی	644
	۴۳۔ باب		603	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	644
582	وباء اور درد کو دور کرنے کی دعا کرنے کا بیان	637		۴۶۔ باب	
583	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	637	604	فقر کے فتنہ سے پناہ طلب کرنے کا بیان	645

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
605	صحیح البخاری: ۶۳۷۷، کی شرح از علامہ عینی	645
606	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	645
	۴۷۔ باب	
607	برکت کے ساتھ کثرتِ مال کی دعا کرنے کا بیان	646
608	صحیح البخاری: ۶۳۷۸، ۶۳۷۹، کی شرح از علامہ عینی	646
	۴۸۔ باب	
609	برکت کے ساتھ کثرتِ اولاد کی دعا کا بیان	646
610	صحیح البخاری: ۶۳۸۰، ۶۳۸۱: کی شرح از علامہ عینی	647
611	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	647
	۴۹۔ باب	
612	استخارہ کے وقت کی دعا	647
613	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	647
614	صحیح البخاری: ۶۳۸۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	648
615	اپنے تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے کا بیان	648
616	استخارہ کرنے کا طریقہ	648
617	صحیح البخاری: ۶۳۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	649
618	استخارہ کے متعلق دیگر احادیث	649
619	کن امور میں استخارہ کرنا چاہیے	649
620	صحیح البخاری: ۶۳۸۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	650
621	استخارہ کی دعا کرنے کے بعد مطلوب کے خیر ہونے پر کیسے واقفیت ہوگی؟	650
	۵۰۔ باب	
622	وضو کے وقت کی دعا کا بیان	650
623	صحیح البخاری: ۶۳۸۳: کی شرح از علامہ عینی	650
624	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	650
625	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	651
	۵۱۔ باب	
626	جب کسی گھاٹی پر چڑھے، تو اس وقت دعا کرنے کا بیان	651
627	صحیح البخاری: ۶۳۸۴: کی شرح از علامہ عینی	651
628	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	652
629	حدیث مذکور کے معانی	652
630	"لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کا خزانہ ہونا	652
	۵۲۔ باب	
631	وادی سے اترنے کے وقت کی دعا	652
632	باب میں مذکور تعلیق کی شرح از علامہ عینی	652
633	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	652
634	بلندی پر چڑھنے کے وقت اللہ اکبر پڑھنے اور بلندی سے اترنے کے وقت سبحان اللہ پڑھنے کی توجیہ	652
	۵۳۔ باب	
635	جب آدمی کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرے یا واپس آنے کا ارادہ کرے، تو اس وقت کی دعا کا بیان	653
636	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	653
637	صحیح البخاری: ۶۳۸۵: کی شرح از علامہ عینی	654
638	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	654
639	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	654
640	ایک اعتراض کا جواب	654
641	صحیح البخاری: ۶۳۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	654
642	حدیث میں مذکور سفر کے دعائیہ کلمات آیا سفر طاعت کے ساتھ خاص ہیں یا سفر معصیت کو بھی شامل ہیں؟	654

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۵۴۔باب	
643	نکاح کرنے والے کے لیے دعا کا بیان	655
644	صحیح البخاری:۶۳۸۶: کی شرح از علامہ عینی	655
645	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	655
646	حدیث مذکور کے معانی	655
647	امام ابوحنیفہ پر ایک اعتراض کا جواب	656
648	صحیح البخاری:۶۳۸۷: کی شرح از علامہ عینی	656
649	حدیث مذکور کے معانی	657
650	صحیح البخاری:۶۳۸۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	657
651	نکاح کرنے والے کے لیے دیگر دعاؤں کا بیان	657
652	''الرفاء والبنين'' کا معنی	657
653	گٹھلی کے وزن کی تحقیق	657
654	ولیمہ کا شرعی حکم	657
	۵۵۔باب	
655	جب کوئی مرد اپنی بیوی کے پاس جائے تو کیا دعا کرے	658
656	صحیح البخاری:۶۳۸۸: کی شرح از علامہ عینی	658
657	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	658
658	حدیث مذکور کے معانی	659
	۵۶۔باب	659
659	نبی ﷺ کی یہ دعا: اے ہمارے رب! ہم کو دنیا میں اچھائی عطا فرما	659
660	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	659
661	صحیح البخاری:۶۳۸۹: کی شرح از علامہ عینی	659
662	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	660
663	صحیح البخاری:۶۳۸۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	660
664	''حسنة'' کی تفسیر میں متعدد اقوال	660

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۵۷۔باب	
665	دنیا کے فتنہ سے پناہ طلب کرنے کا بیان	661
666	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	661
	۵۸۔باب	
667	مکرر دعا کرنے کا بیان	661
668	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	661
669	صحیح البخاری:۶۳۹۱، کی شرح از علامہ عینی	663
670	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	663
671	حدیث مذکور کے معانی	663
672	نبی ﷺ پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق مصنف کی تحقیق	663
	۵۹۔باب	
673	مشرکین کے خلاف دعا کرنا	664
674	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	664
675	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	664
676	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	664
677	صحیح البخاری:۶۳۹۲، کی شرح از علامہ عینی	665
678	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	665
679	حدیث مذکور کے معانی	665
680	صحیح البخاری:۶۳۹۳، کی شرح از علامہ عینی	666
681	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	666
682	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	666
683	حدیث مذکور کے معانی	667
684	صحیح البخاری:۶۳۹۴، کی شرح از علامہ عینی	667
685	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	667
686	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	667
687	حدیث مذکور کے معانی	668
688	ستر قراء کی شہادت کی تفصیل	668

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
689	ستر قاریوں کے متعلق حدیث	668
690	صحیح البخاری: ۶۳۹۵، کی شرح از علامہ عینی	669
691	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	669
692	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	669
693	حدیث مذکور کے معانی	669
694	صحیح البخاری: ۶۳۹۶، کی شرح از علامہ عینی	670
695	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	670
696	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	670
697	حدیث مذکور کے معانی	670
698	اس باب میں مذکور احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	671
699	مشرکین کے گناہوں اور جرائم کے اعتبار سے ان کے خلاف دعا میں مبالغہ کا بیان	671
700	صلوٰۃ وسطیٰ کا بیان	671
701	باب میں مذکور احادیث کی شرح از شیخ ابن عثیمین	672
702	حدیث مذکور کے مسائل	672
703	نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب	672
704	دعائے قنوت صرف امام پڑھے گا یا ہر نمازی؟	673
	۶۰۔ باب	
705	مشرکین کے لیے دعا کرنے کا بیان	673
706	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	673
707	صحیح البخاری: ۶۳۹۷، کی شرح از علامہ عینی	674
708	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	674
709	حدیث مذکور کے معانی	674
710	حضرت طفیل بن عمرو دوسی کا تذکرہ	674
711	صحیح البخاری: ۶۳۹۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	675
712	مشرکین کے خلاف دعا کرنے کی توجیہات	675

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۶۱۔ باب	
713	نبی ﷺ کی یہ دعا: ''اے اللہ! میرے لیے میرے ان کاموں کی مغفرت فرمادے جو میں نے پہلے کیے اور جو میں نے بعد میں کیے''	675
714	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	675
715	صحیح البخاری: ۶۳۹۸، کی شرح از علامہ عینی	676
716	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	676
717	حدیث مذکور کے معانی	677
718	صحیح البخاری: ۶۳۹۹، کی شرح از علامہ عینی	678
719	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	678
720	حدیث مذکور کے معانی	678
721	مرتکب کبیرہ کی مغفرت کا بیان	678
722	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	678
723	حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی پر رد کرنا	679
724	صحیح البخاری: ۶۳۹۸، ۶۳۹۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	679
725	نبی ﷺ کی دعائے مغفرت کا محمل	679
726	نبی ﷺ کے استغفار یعنی طلب مغفرت کے متعلق معتزلہ کا مذہب	680
727	صحیح البخاری: ۶۳۹۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	681
728	نبی ﷺ اپنے لیے نفع اور ضرر کے مالک ہیں یا نہیں؟	681
729	شیخ ابن عثیمین کی اس شرح پر مصنف کا تعاقب اور نبی ﷺ کی نفع رسانی کا ثبوت	681
730	شیخ ابن عثیمین کا انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہوں کو منسوب کرنا اور مصنف کا اس پر تعاقب	682
	۶۲۔ باب	
731	جمعہ کے دن دعا کرنے کی ساعت	682

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
732	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	682
733	صحیح البخاری: ۶۴۰۰ کی شرح از علامہ عینی	683
734	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	683
735	حدیث مذکور کے معانی	683
736	صحیح البخاری: ۶۴۰۰ کی شرح از علامہ ابن ملقن	683
737	جمعہ کی ساعتِ اجابت کے متعلق احادیث	683
738	ساعتِ جمعہ کے متعلق علماءِ امت کے اقوال	684
	۶۳۔ بَابٌ	
739	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ یہود کے متعلق ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں اور ہمارے متعلق ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں	685
740	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	685
741	صحیح البخاری: ۶۴۰۱ کی شرح از علامہ عینی	686
742	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	686
743	حدیث مذکور کے معانی	686
744	صحیح البخاری: ۶۴۰۱ کی شرح از علامہ ابن ملقن	686
745	یہود کی دعا قبول نہ ہونے کا سبب	686
	۶۴۔ بَابٌ	
746	آمین کہنے کا بیان	686
747	صحیح البخاری: ۶۴۰۲ کی شرح از علامہ عینی	687
748	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	687
749	حدیث مذکور کے معانی	687
750	صحیح البخاری: ۶۴۰۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن	688
751	صحیح البخاری: ۶۴۰۲ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	688
752	آمین کہنے کے متعلق دیگر احادیث	688
753	صحیح البخاری: ۶۴۰۲ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	688
754	آمین کہنے میں فرشتوں کی موافقت کا علم کیسے ہوگا؟	688
	۶۵۔ بَابٌ	
755	لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کی فضیلت کا بیان	689
756	صحیح البخاری: ۶۴۰۳ کی شرح از علامہ عینی	689
757	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	689
758	حدیث مذکور کے معانی	690
759	صحیح البخاری: ۶۴۰۳ کی شرح از علامہ ابن بطال	690
760	''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اور ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' پڑھنے کی فضیلت	690
761	اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا بیان	690
762	صحیح البخاری: ۶۴۰۴ کی شرح از علامہ عینی	692
763	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	692
764	عمرو بن میمون کا تذکرہ	692
765	حدیث مذکور کے معانی	693
766	صحیح البخاری: ۶۴۰۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن	694
767	ذکرِ مذکور کے متعلق دیگر احادیث	694
768	صحیح البخاری: ۶۴۰۴ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	694
769	حدیث مذکور میں اجر کی مقدار میں تعارض کی تطبیق	694
	۶۶۔ بَابٌ	
770	تسبیح پڑھنے کی فضیلت	695
771	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	695
772	صحیح البخاری: ۶۴۰۵ کی شرح از علامہ عینی	695
773	حدیث مذکور کے معانی	696
774	صحیح البخاری: ۶۴۰۶ کی شرح از علامہ عینی	696
775	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	696
776	حدیث مذکور کے معانی	697
777	اعمال کو وزن کرنے کی تحقیق از مصنف	697
778	تاء کی آٹھ قسمیں	698

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
779	اسماء حسنیٰ میں سے لفظ رحمٰن کو خاص کرنے کی توجیہ	698
780	صحیح البخاری: ۶۴۰۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	699
781	اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے متعلق دیگر احادیث	699
782	''سبحان اللہ وبحمدہ'' سے تمام گناہوں کا معاف ہونا آیا صرف متقین کے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لیے	700
783	اس قول پر مصنف کا تعاقب	700
784	صحیح البخاری: ۶۴۰۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	701
785	تسبیح اور تہلیل کی احادیث کا موازنہ	701
	۶۷۔ باب	
786	اللہ عزوجل کے ذکر کی فضیلت کا بیان	703
787	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	703
788	صحیح البخاری: ۶۴۰۷، کی شرح از علامہ عینی	704
789	حدیث مذکور باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	704
790	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	704
791	حدیث مذکور کے معانی	704
792	صحیح البخاری: ۶۴۰۸، کی شرح از علامہ عینی	706
793	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	706
794	حدیث مذکور کے معانی	706
795	حدیث مذکور میں اللہ کے ذکر سے مراد عام ذکر ہے یا خاص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا ذکر ہے	706
796	اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی معیت کعبہ اور لیلۃ القدر سے زیادہ فیض رساں ہے	707
797	صحیح البخاری: ۶۴۰۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	707
798	اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے متعلق دیگر احادیث	708
799	اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی فقہ	709
800	صحیح البخاری: ۶۴۰۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	710
801	ذکر کی اقسام	711
802	اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت میں دیگر احادیث	711
803	مجالس ذکر کے مصادیق	712
804	حدیث مذکور کے فوائد	713
805	صحیح البخاری: ۶۴۰۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	714
	۶۸۔ باب	
806	''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' پڑھنے کی فضیلت	715
807	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	715
808	صحیح البخاری: ۶۴۰۹، کی شرح از علامہ عینی	715
809	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	715
810	حدیث مذکور کے معانی	716
	۶۹۔ باب	
811	اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں (یعنی ننانوے)	716
812	صحیح البخاری: ۶۴۱۰، کی شرح از علامہ عینی	716
813	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	716
814	دیگر کتب حدیث میں حدیث مذکور کا ذکر	717
815	حدیث مذکور کے معانی	717
816	اس کی تحقیق کہ اللہ تعالیٰ کے جو اسماء حدیث میں	
817	مذکور ہیں، ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں یانہیں؟	717
818	اللہ تعالیٰ کے اسماء کو یاد کرنے کی توجیہات	718
819	وتر کے پسندیدہ ہونے کی وجوہ	718
820	صحیح البخاری: ۶۴۱۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	718
821	اللہ تعالیٰ کے اسماء کے غیر متناہی ہونے پر دلیل	718
822	اللہ عزوجل کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق	719
823	اسم اعظم کا بیان	720
824	''احصاء'' کے معنی کی تحقیق	721

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
825	صحیح البخاری: ۶۴۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	721
826	امام جعفر اور امام ابوزید کے تتبع سے قرآن مجید میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ	722
827	اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی تفصیل از امام ترمذی	723
828	امام ترمذی کے بیان کردہ ننانوے اسماء حسنیٰ پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ	724
829	ان متعدد اسماء صفات کا ذکر جو ایک صفت سے مشتق ہیں اور ان کو الگ الگ شمار کرنے کی توجیہ	726
830	حافظ ابن حجر عسقلانی کے تتبع سے قرآن مجید میں ننانوے اسماء حسنیٰ کی تحقیق جو اسم کے صیغہ کے ساتھ وارد ہیں	726
831	آیا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ننانوے کے عدد میں منحصر ہیں یا اس سے زائد ہیں؟	727
832	اسماء حسنیٰ کے ننانوے کے عدد میں انحصار کی حکمت	729
833	بعض علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سو ہیں، ان کے دلائل	730
834	اس بحث کی تحقیق کہ آیا اسم مسمیٰ کا عین ہے یا غیر؟	730
835	اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں یا عقلی ہیں؟	731
836	عقائد کے اعتبار سے اسماء حسنیٰ	733
837	اسم اعظم کی تحقیق	733
838	اسماء حسنیٰ کے احصاء کی تحقیق	735
839	صحیح البخاری: ۶۴۱۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	736
840	اسماء حسنیٰ کے متعلق حدیث کی تحقیق	736
	۷۰- بَابٌ	
841	وقفہ وقفہ سے نصیحت کرنا	737
842	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	737
843	صحیح البخاری: ۶۴۱۱، کی شرح از علامہ عینی	737

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
844	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	738
845	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	738
846	حدیث مذکور کے معانی	738
847	صحیح البخاری: ۶۴۱۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	738
848	وقفہ وقفہ سے نصیحت کرنے کا سبب	738
	۸۱- كِتَابُ الرِّقَاقِ	
1	دلوں کو نرم کرنے والی احادیث پر مشتمل کتاب	740
	''الرقاق'' کا معنی	740
	۱- بَابٌ	
2	رقاق کا بیان (صحت اور فراغت کا بیان) اور اس کا بیان کہ زندگی درحقیقت وہی ہے جو آخرت کی زندگی ہے	740
3	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	740
4	صحیح البخاری: ۶۴۱۲، کی شرح از علامہ عینی	741
5	حدیث مذکور کے معانی	741
6	صحیح البخاری: ۶۴۱۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	741
7	صحت اور فراغت کے ایام میں اللہ تعالیٰ کی طاعت اور عبادت نہ کرنا ہی نقصان ہے	741
8	صحیح البخاری: ۶۴۱۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	742
9	صحت اور فراغت کے ضائع کرنے والے کو غبن کے ساتھ مثال دینے کی توجیہ	742
10	صحیح البخاری: ۶۴۱۳، کی شرح از علامہ عینی	744
11	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	744
12	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	744
13	صحیح البخاری: ۶۴۱۴، کی شرح از علامہ عینی	745
14	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	745

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
15	حدیث مذکور کے معانی	745	34	دنیا سے دل نہ لگانے کی وجوہ	753
	۲۔ باب		35	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو نصیحت کی ہے اس کے موافق درج ذیل حدیث ہے	753
16	دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی مثال	745	36	اس حدیث کا اس حدیث سے تعارض جس میں مذکور ہے کہ بیماری کے ایام میں بندہ کے وہ اعمال لکھے جاتے ہیں جن کو وہ صحت کے ایام میں کرتا تھا اور اس تعارض کا جواب	754
17	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	746			
18	علامہ بدرالدین عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	746			
19	آیت مذکورہ کے مفردات کے معانی	746			
20	باب میں مذکور آیت کی تفسیر از مصنف	747	37	حدیث مذکور کے فوائد	754
21	صحیح البخاری: ۶۴۱۵، کی شرح از علامہ عینی	748		۴۔ باب	
22	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	748	38	امید اور اس کے طول کا بیان	754
23	حدیث مذکور کے معانی	748	39	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	755
24	صحیح البخاری: ۶۴۱۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	748	40	باب میں مذکور قرآن مجید کی آیات کی تفسیر از علامہ عینی	755
	جنت کی نعمتوں کا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہونے کا سبب	748	41	آل عمران: ۱۸۵ کی تفسیر از مصنف	756
25	صحیح البخاری: ۶۴۱۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	749	42	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر کی شرح از علامہ عینی	756
			43	صحیح البخاری: ۶۴۱۷، کی شرح از علامہ عینی	757
26	دنیا اور آخرت کے تقابل کی مزید وضاحت	749	44	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	757
27	حدیث مستورد کی ایک مثال	750	45	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	757
	۳۔ باب		46	حدیث مذکور کے معانی	757
28	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح مسافر ہو یا کسی راستہ کو عبور کرنے والے ہو	751	47	صحیح البخاری: ۶۴۱۸، کی شرح از علامہ عینی	758
			48	حدیث مذکور کے معانی	758
			49	صحیح البخاری: ۶۴۱۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	759
29	صحیح البخاری: ۶۴۱۶، کی شرح از علامہ عینی	751	50	امیدیں کم رکھنے کی ترغیب	759
30	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	751	51	صحیح البخاری: ۶۴۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	760
31	حدیث مذکور کے معانی	752			
32	صحیح البخاری: ۶۴۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	752	52	زہد کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیگر آثار	760
33	صحیح البخاری: ۶۴۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	753	53	زہد کی حقیقت اور زہد کا سبب	760

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۵- بَابٌ	
54	جس کی عمر ساٹھ سال کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عذر کا کوئی موقع نہیں رکھا	761
55	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	761
56	آیتِ مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی	761
57	فاطر: ۳۷ کی تفسیر از مصنف	762
58	نذیر (ڈرانے والا) کے محامل	763
59	صحیح البخاری: ۶۴۱۹، کی شرح از علامہ عینی	763
60	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	763
61	حدیث مذکور کے معانی	764
62	راقم الحروف کا حال	764
63	صحیح البخاری: ۶۴۲۰، کی شرح از علامہ عینی	766
64	حدیث مذکور کے معانی	766
65	صحیح البخاری: ۶۴۲۱، کی شرح از علامہ عینی	766
66	حدیث مذکور کے معانی	766
67	صحیح البخاری: ۶۴۲۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	767
68	انسانی زندگی کے ادوار	767
69	صحیح البخاری: ۶۴۱۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	767
70	جس عمر کے بعد عذر کی گنجائش نہیں ہے اس کے متعلق متعدد اقوال	767
71	عذر زائل ہونے کا معنی	768
	۶- بَابٌ	
72	اس عمل کا بیان جس سے اللہ کی رضا کو طلب کیا جائے	768
73	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	769
74	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	769
75	صحیح البخاری: ۶۴۲۲، کی شرح از علامہ عینی	769
76	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	769
77	حدیث مذکور کے معانی	769
78	صحیح البخاری: ۶۴۲۳، کی شرح از علامہ عینی	770
79	حدیث مذکور کے معانی	770
80	صحیح البخاری: ۶۴۲۴، کی شرح از علامہ عینی	771
81	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	771
82	حدیث مذکور کے معانی	771
83	صحیح البخاری: ۶۴۲۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	771
84	حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث کی باب سابق کے عنوان کے ساتھ مناسبت	771
85	جس شخص کا ایک بیٹا فوت ہوا ہو اور اس نے اس پر صبر کیا ہو تو اس کے متعلق جنت کی بشارت	772
86	نفوسِ قدسیہ کا ایک وقت میں متعدد جگہوں پر حاضر ہونا	773
87	صحیح البخاری: ۶۴۲۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	773
88	تارکِ نماز کی تکفیر یا عدمِ تکفیر کی بحث	773
89	تارکِ نماز کو کافر قرار دینے کے متعلق احادیث اور آثار	774
90	تارکِ نماز کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ	775
91	تارکِ نماز کو کافر قرار دینے کی احادیث کا امام	
92	ابوحنیفہ کی طرف سے جواب	775
	۷- بَابٌ	
93	دنیا کی تر و تازگی اور اس کی خوش نمائی اور اس میں رغبت کرنے سے ڈرانے کا بیان	775
94	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	775
95	صحیح البخاری: ۶۴۲۵، کی شرح از علامہ عینی	777
96	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	777

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
97	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	777
98	حدیث مذکور کے معانی	777
99	صحیح البخاری: ٦٤٢٦، کی شرح از علامہ عینی	778
100	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	779
101	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	779
102	حدیث مذکور کے معانی	779
103	فقہاء احناف کا مذہب بیان کرنے میں علامہ عینی کا تسامح	779
104	فقہائے احناف کے مذہب کی تصریح	779
105	علامہ عینی کے تسامح پر دلائل	780
106	مصنف کی علامہ عینی کے مقابلہ میں تواضع اور انکسار	781
	صحیح البخاری: ٦٤٢٦ کے دیگر فوائد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اور علم کی وسعت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام خزانوں کا مالک ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خبر دینا کہ (تمام) مسلمان مشرک نہیں ہوں گے اور دنیا میں رغبت کریں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت	782
107	صحیح البخاری: ٦٤٢٧، کی شرح از علامہ عینی	783
108	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	783
109	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	783
110	حدیث مذکور کے معانی	784
111	صحیح البخاری: ٦٤٢٨، کی شرح از علامہ عینی	785
112	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	785
113	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	786
114	حدیث مذکور کے معانی	786
115	صحیح البخاری: ٦٤٢٩، کی شرح از علامہ عینی	786
116	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	786
117	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	786
118	حدیث مذکور کے معانی	787
119	صحیح البخاری: ٦٤٣٠، کی شرح از علامہ عینی	787
120	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	787
121	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	787
122	حدیث مذکور کے معانی	788
123	صحیح البخاری: ٦٤٣١، کی شرح از علامہ عینی	788
124	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	788
125	صحیح البخاری: ٦٤٣٢، کی شرح از علامہ عینی	789
126	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	789
127	باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	789
128	دنیا کی تر و تازگی اور مال کی کثرت کا فتنہ ہونا	789
129	طٰہٰ: ١٣١ کی تفسیر از مصنف	790
130	الانفال: ٢٨ کی تفسیر از مصنف	790
131	حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دنیا کی طرف کم رغبت کرنے اور دنیا سے کم حصہ لینے کا ارشاد	790
132	حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دنیا سے کم حصہ لینے کی ترغیب اور تنبیہ	791
133	دنیا کے عیش اور لذیذ چیزوں سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتناب کے متعلق احادیث	791
134	حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں زہد کا بیان	793
135	صحیح البخاری: ٦٤٢٥، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	793
136	دنیاوی مال کی محبت سے دور رکھنے کی وجوہ اور فقر کی غنی پر فضیلت	793
	٨۔ باب	
137	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے، سو تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے، اور نہ (شیطان) تم کو اللہ کے متعلق دھوکے میں رکھے O بے شک شیطان	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تمہارا دشمن ہے، سو تم (بھی) اس کو دشمن بنائے رکھو، وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ دوزخ والے ہو جائیں O	794
138	باب مذکور میں درج آیات کی شرح از علامہ عینی	794
139	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	795
140	آیات مذکورہ کی تفسیر از مصنف	795
141	صحیح البخاری: ۶۴۳۳، کی شرح از علامہ عینی	796
142	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	796
143	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	796
144	حدیث مذکور کے معانی	796
145	صحیح البخاری: ۶۴۳۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن	797
146	صحیح البخاری: ۶۴۳۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	797
147	حمران کی دو روایتوں کا خلاصہ	798
148	نماز پڑھنے سے جو مغفرت حاصل ہوتی ہے وہ عام نہیں ہے	798
149	صحیح البخاری: ۶۴۳۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	798
150	دنیا کی زندگی کا بیان	798
151	آل عمران: ۱۴ کی تفسیر از مصنف	799
	۹۔ باب	
152	نیک لوگوں کے چلے جانے کا بیان	799
153	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	799
154	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	800
155	صحیح البخاری: ۶۴۳۴، کی شرح از علامہ عینی	800
156	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	800
157	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	801
158	حدیث مذکور کے معانی	801
159	صحیح البخاری: ۶۴۳۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن	801
160	قیامت کی علامت نیک لوگوں کا دنیا سے گزر جانا ہے	801
161	اس اعتراض کا جواب کہ بعض احادیث کے مطابق اخیر زمانہ کے بعض لوگ صحابہ سے افضل ہوں گے	801
162	نیک لوگوں کے ہوتے ہوئے قیامت کا واقع نہ ہونا	802
	۱۰۔ باب	
163	مال کے فتنہ اور آزمائش سے اجتناب کا بیان	803
164	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	803
165	الاسراء: ۳۷ کی تفسیر از مصنف	803
166	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	804
167	بخل کی مذمت میں احادیث	804
168	رسول اللہ ﷺ کی دعائے ضرر کو بددعا سے تعبیر کرنا سخت ترین بے ادبی ہے	806
169	صحیح البخاری: ۶۴۳۵، کی شرح از علامہ عینی	806
170	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	806
171	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	807
172	حدیث مذکور کے معانی	807
173	التوبہ: ۵۸ کی تفسیر از مصنف	808
174	صحیح البخاری: ۶۴۳۶، کی شرح از علامہ عینی	808
175	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	809
176	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	809
177	حدیث مذکور کے معانی	809
178	حدیث مذکور کی دیگر احادیث کے ساتھ مطابقت	809
179	صحیح البخاری: ۶۴۳۷، کی شرح از علامہ عینی	810
180	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	810
181	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	810
182	صحیح البخاری: ۶۴۳۸، کی شرح از علامہ عینی	811

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
183	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	811
184	صحیح البخاری: ۶۴۳۹، کی شرح از علامہ عینی	812
185	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	812
186	صحیح البخاری: ۶۴۴۰، کی شرح از علامہ عینی	812
187	تعلیق مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	812
188	حدیث مذکور کے معانی	812
189	آیا حدیث مذکور سورۃ التکاثر سے منسوخ ہے یا نہیں؟	813
190	صحیح البخاری: ۶۴۳۵ ـــ ۶۴۴۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	813
191	انسان کی شدت حرص کا بیان	813
192	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	814
193	اولاد کی محبت کا آزمائش ہونا	814
194	اہل وعیال کی محبت کی وجہ سے نیک کاموں کے ترک کرنے کا بیان	814
195	حرص اور طمع کو ترک کرنے کی فضیلت	815
	۱۱۔ باب	
196	نبی ﷺ کے اس ارشاد کا بیان کہ یہ مال سرسبز میٹھا ہے	817
197	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	817
198	آل عمران: ۱۴ کی تفسیر از علامہ عینی	817
199	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	818
200	صحیح البخاری: ۶۴۴۱، کی شرح از علامہ عینی	819
201	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	819
202	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	820
203	حدیث مذکور کے معانی	820
204	صحیح البخاری: ۶۴۴۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	820
205	دنیا کے سرسبز میٹھے مال سے حصہ لینے والوں کے تین مراتب	820
	۱۲۔ باب	
206	انسان نے جو مال آگے بھیجا ہے وہی اس کا مال ہے	820
207	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	820
208	صحیح البخاری: ۶۴۴۲، کی شرح از علامہ عینی	821
209	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	822
210	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	822
211	حدیث مذکور کے معانی	822
212	صحیح البخاری: ۶۴۴۲، کی شرح از علامہ ابن بطال	822
213	اپنے مال کو آخرت کے لیے روانہ کرنے کی فضیلت	822
	۱۳۔ باب	
214	زیادہ مال دار لوگ اجر وثواب میں کم تر ہوں گے	822
215	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	823
216	باب مذکور کی آیات کی تفسیر از علامہ عینی	823
217	صحیح البخاری: ۶۴۴۳، کی شرح از علامہ عینی	825
218	حدیث مذکور اور قرآن مجید کی آیات مذکورہ کے درمیان مطابقت	825
219	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	825
220	حدیث مذکور کے معانی	826
221	صحیح البخاری: ۶۴۴۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	826
222	اس باب میں مذکور سورۂ ہود کی آیتوں کی تفسیر میں اختلاف اور اس باب میں ان آیتوں کے ذکر کی مناسبت	826
	۱۴۔ باب	
223	نبی ﷺ کے اس ارشاد کا بیان کہ میں یہ نہیں پسند کرتا کہ میرے لیے احد پہاڑ کی مثل سونا ہو	830

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
224	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	830
225	صحیح البخاری: ۶۴۴۴، کی شرح از علامہ عینی	831
226	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	831
227	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	831
228	حدیث مذکور کے معانی	831
229	صحیح البخاری: ۶۴۴۵، کی شرح از علامہ عینی	832
230	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	832
231	حدیث مذکور کے فوائد	833
232	صحیح البخاری: ۶۴۴۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	833
233	کثرتِ مال کی تمنا سے ممانعت	833
234	صحیح البخاری: ۶۴۴۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	834
235	حدیث مذکور کے مناسب دیگر احادیث	834
236	حدیث مذکور کے فوائد	835
	۱۵-باب	
237	غنی حقیقت میں وہ ہے جس کا دل غنی ہو	838
238	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	839
239	باب میں مذکور آیات کی شرح از علامہ عینی	839
240	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	840
241	باب میں مذکور کی آیات کی شرح از مصنف	840
242	کافروں کے کفر کے باوجود ان کو نعمتیں دینے کی وجوہ	840
243	مومنین کی تحسین کی پانچ وجوہ	840
244	اللہ تعالیٰ کے ظلم نہ کرنے کی وجوہ	841
245	صحیح البخاری: ۶۴۴۶، کی شرح از علامہ عینی	842
246	حدیث مذکور اور قرآن مجید کی آیاتِ مذکورہ کے درمیان مناسبت	842
247	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	842
248	حدیث مذکور کے معانی	843
249	صحیح البخاری: ۶۴۴۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	843
250	مالِ دنیا پر حرص کرنے والے کا غنی نہ ہونا	843
251	صحیح البخاری: ۶۴۴۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	844
252	دل کے مستغنی ہونے کی وضاحت	844
	۱۶-باب	
253	فقر کی فضیلت کا بیان	845
254	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	845
255	صحیح البخاری: ۶۴۴۷، کی شرح از علامہ عینی	846
256	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	846
257	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	846
258	حدیث مذکور کے معانی	847
259	صحیح البخاری: ۶۴۴۸، کی شرح از علامہ عینی	847
260	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	847
261	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	848
262	حدیث مذکور کے معانی	848
263	صحیح البخاری: ۶۴۴۹، کی شرح از علامہ عینی	849
264	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	849
265	صحیح البخاری: ۶۴۵۰، کی شرح از علامہ عینی	849
266	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	849
267	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	849
268	حدیث مذکور کے معانی	850
269	صحیح البخاری: ۶۴۵۱، کی شرح از علامہ عینی	850
270	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	850
271	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	850
272	حدیث مذکور کے معانی	850
273	باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	851

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
274	فقر اور غنی کی ایک دوسرے پر افضلیت کا بیان	851
275	فقر کی غنی پر فضیلت میں احادیث	851
276	فی نفسہٖ فقر میں فضیلت ہے نہ غنی میں فضیلت ہے بلکہ فضیلت میانہ روی میں ہے	852
277	فقر کو افضل نہ قرار دینے پر ایک اعتراض کا جواب	855
278	سوالِ مذکور کا ایک اور جواب	856
279	جنت میں اکثر فقراء کے ہونے سے فقر کی فضیلت کا جواب	857
280	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے فقر کی فضیلت کا جواب	857
281	حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب	857
282	تختِ نما میز پر کھانا نہ کھانے کا جواب	858
283	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا جواب کہ	
284	رسول اللہ ﷺ نے صرف تھوڑے سے جو کھائے تھے	858
285	علامہ ابن الملقن کے نزدیک غنی فقر سے افضل ہے	858
286	صحیح البخاری: ۶۴۵۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	859
287	بہ قدرِ ضرورت حصولِ مال کی فضیلت	859
288	فقر اور غنی میں موازنہ کے متعلق حرفِ آخر	862
289	صحیح البخاری: ۶۴۵۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	863
290	غنی کی فقیر پر افضلیت کا بیان	863
	۱۷- بَابٌ	
291	نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کس طرح زندگی بسر کرتے تھے اور دنیا کو چھوڑے رکھتے تھے	863
292	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	863
293	صحیح البخاری: ۶۴۵۲، کی شرح از علامہ عینی	866
294	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	866
295	حدیث مذکور کے معانی	866
296	صحیح البخاری: ۶۴۵۳، کی شرح از علامہ عینی	868
297	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	868
298	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	869
299	حدیث مذکور کے معانی	869
300	صحیح البخاری: ۶۴۵۴، کی شرح از علامہ عینی	869
301	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	870
302	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	870
303	حدیث مذکور کے معانی	870
304	نبی ﷺ کی قلتِ خوراک کے متعلق دیگر روایات	870
305	صحیح البخاری: ۶۴۵۶، کی شرح از علامہ عینی	871
306	حدیث مذکور کے معانی	871
307	صحیح البخاری: ۶۴۵۷، کی شرح از علامہ عینی	871
308	حدیث مذکور کے معانی	871
309	صحیح البخاری: ۶۴۵۸، کی شرح از علامہ عینی	872
310	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	872
311	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	872
312	حدیث مذکور کے معانی	872
313	صحیح البخاری: ۶۴۵۹، کی شرح از علامہ عینی	873
314	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	873
315	حدیث مذکور کے معانی	873
316	صحیح البخاری: ۶۴۵۹، کی شرح از علامہ عینی	874
317	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	874
318	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	874
319	حدیث مذکور کے معانی	874
320	باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	874
321	نبی ﷺ کی سادہ حیات اور بھوک و پیاس برداشت کرنے کا بیان	874

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
322	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بھوک کی شدت والی حدیث کے فوائد	875
323	باب مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	875
324	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور (صحیح البخاری: ۶۴۵۲) کے مزید فوائد	876
	۱۸۔ بَابٌ	
325	میانہ روی اور کسی (نیک) عمل پر مداومت کرنے کا بیان	878
326	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	878
327	صحیح البخاری: ۶۴۶۱، کی شرح از علامہ عینی	878
328	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	878
329	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	879
330	حدیث مذکور کے معانی	879
331	صحیح البخاری: ۶۴۶۲، کی شرح از علامہ عینی	879
332	صحیح البخاری: ۶۴۶۳، کی شرح از علامہ عینی	880
333	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	880
334	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	880
335	حدیث مذکور کے معانی	880
336	ایک سوال کا جواب	880
337	صحیح البخاری: ۶۴۶۴، کی شرح از علامہ عینی	882
338	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	882
339	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	882
340	حدیث مذکور کے معانی	882
341	صحیح البخاری: ۶۴۶۵، کی شرح از علامہ عینی	883
342	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	883
343	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	883
344	حدیث مذکور کے معانی	883
345	صحیح البخاری: ۶۴۶۶، کی شرح از علامہ عینی	883
346	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	884
347	حدیث مذکور کے معانی	884
348	صحیح البخاری: ۶۴۶۷، کی شرح از علامہ عینی	885
349	حدیث مذکور کی آخری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	885
350	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	885
351	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا جواب	886
352	صحیح البخاری: ۶۴۶۸، کی شرح از علامہ عینی	886
353	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	886
354	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	886
355	حدیث مذکور کے معانی	887
356	باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	887
357	دائمی عمل خواہ کم ہوں ان کی ترغیب کی توجیہ	887
358	صحیح البخاری: ۶۴۶۸ میں جنت اور دوزخ کی مثال دکھانے کی توجیہ	887
359	اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کی وجہ سے جنت میں دخول	887
360	باب مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	888
361	اس حدیث میں مذکور ہے کہ عمل سے جنت نہیں ملتی اور قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل سے جنت ملتی ہے، اس اعتراض کے متعدد جوابات	888
362	علامہ کرمانی کا یہ جواب کہ ”بما کنتم تعملون“ میں باء سببیت کی نہیں ہے الصاق اور مصاحبت کی ہے	889
363	بندہ کی مغفرت کے متعلق جبریہ اور قدریہ کا مذہب علامہ نووی کا یہ جواب کہ ظاہر آیات کا معنی ہے جنت	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	میں دخول عمل سے ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جنت میں دخول اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے	889
	۱۹۔ باب	
364	امید کے ساتھ خوف کا بیان	890
365	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	890
366	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	890
367	صحیح البخاری: ۶۴۶۹، کی شرح از علامہ عینی	892
368	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	892
369	حدیث مذکور کے معانی	892
370	صحیح البخاری: ۶۴۶۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	893
371	اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے کا بیان	893
372	کافر کا جنت کی طمع کرنا	893
	۲۰۔ باب	
373	جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، ان سے صبر کرنا	894
374	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	894
375	صحیح البخاری: ۶۴۷۰، کی شرح از علامہ عینی	895
376	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	896
377	ضرورت کے وقت سوال کرنے کا جواز	896
378	سوال کی ممانعت اور سوال کی حد جواز کے متعلق احادیث	896
379	صبر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	897
380	عبادات پر صبر کرنا	897
381	مصائب پر صبر کرنا	898
382	صبر کی جزاء	899
383	صبر کے متعلق احادیث	900
384	صحیح البخاری: ۶۴۷۱، کی شرح از علامہ عینی	903
385	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	903
386	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	903
387	حدیث مذکور کے معانی	903
388	نبی ﷺ کی کلی مغفرت کے اعلان کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا	903
389	صحیح البخاری: ۶۴۷۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	904
390	صبر اور شکر کا موازنہ	904
391	صحیح البخاری: ۶۴۷۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	906
392	صبر کا مقام اور مرتبہ	906
393	صحیح البخاری: ۶۴۷۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	906
394	صبر کے متعدد معانی	907
395	صبر اور شکر کے محامل	907
396	صحیح البخاری: ۶۴۷۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	908
397	صبر کی اقسام	908
	۲۱۔ باب	
398	اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اسے کافی ہے	909
399	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	909
400	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	910
401	صحیح البخاری: ۶۴۷۲، کی شرح از علامہ عینی	910
402	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	910
403	دم کرانے کی ممانعت اور جواز کا محمل	910
404	بدفالی کا معنی	9111
405	صحیح البخاری: ۶۴۷۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	911
406	نظر بد لگنے اور دم کرانے کے متعلق احادیث	911
407	نظر بد کی تعریف میں فقہاء اسلام کے اقوال	912
408	صحیح البخاری: ۶۴۷۲، کی شرح از شیخ عثیمین	913
409	نظر بد کی تعریف اور اس کے ازالہ کا طریقہ	913

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
410	حدیث مذکور کے فوائد	913
	۲۲۔ بَابٌ	
411	لوگوں کی باتیں نقل کرنے کی کراہت	914
412	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	914
413	صحیح البخاری: ۶۴۷۳، کی شرح از علامہ عینی	915
414	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	915
415	حدیث مذکور کے معانی	916
416	صحیح البخاری: ۶۴۷۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	916
417	قیل وقال سے ممانعت کی توجیہ	916
418	کثرتِ سوال سے ممانعت کی توجیہ	916
419	ماؤں کی نافرمانی کرنے سے ممانعت	917
420	بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کی ممانعت	917
	۲۳۔ بَابٌ	
421	زبان کی حفاظت کرنے کا بیان	918
422	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	918
423	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	918
424	صحیح البخاری: ۶۴۷۴، کی شرح از علامہ عینی	919
425	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	919
426	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	919
427	حدیث مذکور کے معانی	919
428	صحیح البخاری: ۶۴۷۵، کی شرح از علامہ عینی	950
429	اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے کی خصوصیت کی توجیہ اور نیک بات کہنے اور پڑوسی کو ایذاء نہ دینے اور مہمان کی تکریم، ان تین اوصاف کی خصوصیت کی توجیہ	920
430	صحیح البخاری: ۶۴۷۶، کی شرح از علامہ عینی	921
431	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	921
432	حدیث مذکور کے معانی	921
433	صحیح البخاری: ۶۴۷۷، کی شرح از علامہ عینی	922
434	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	922
435	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	922
436	حدیث مذکور کے معانی	922
437	صحیح البخاری: ۶۴۷۸، کی شرح از علامہ عینی	923
438	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	923
439	حدیث مذکور کے معانی	923
440	باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	923
441	زبان کی حفاظت کی اہمیت اور ضرورت	924
442	کم باتیں کرنے کے متعلق سلف صالحین کے اقوال	924
443	کم گوئی کے متعلق احادیث	924
444	بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	925
445	کم گوئی کے متعلق مزید احادیث	925
	۲۴۔ بَابٌ	
446	اللہ عزوجل کے خوف سے رونے کا بیان	926
447	صحیح البخاری: ۶۴۷۹، کی شرح از علامہ عینی	926
448	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	926
449	اللہ کے سائے کی توجیہ	927
450	اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کے متعلق احادیث	927
451	صحیح البخاری: ۶۴۷۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	928
452	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کا خوف خدا سے رونا	928
	۲۵۔ بَابٌ	
453	اللہ تعالیٰ سے خوف اور ڈرنے کا بیان	930
454	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	930
455	صحیح البخاری: ۶۴۸۰، کی شرح از علامہ عینی	930
456	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	930

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
457	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	930			
458	حدیث مذکور کے معانی	931			
459	صحیح البخاری:۶۴۸۱، کی شرح از علامہ عینی	932			
460	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	932			
461	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	932			
462	حدیث مذکور کے معانی	932			
463	صحیح البخاری:۶۴۸۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	934			
464	اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کے متعلق احادیث اور آثار	934			
465	اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامات	935			
466	صحیح البخاری:۶۴۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	936			
467	اللہ تعالیٰ کے خوف کے متعلق آیات، احادیث اور آثار	936			
468	''نعم الباری'' جلد ثالث عشر (۱۳) کی تکمیل	938			
469	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد ثالث عشر (۱۳) کی ڈائری	940			
470	مصادر التحقیق فی نعم الباری	941			

Marfat.com

افتتاحیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین، الذی جعلنا من المسلمین، ووصفنا بخیر امۃ من الأمم الماضین، و انعم علینا بتنزیل القرآن الکریم و ھدانا بہ الی الصراط المستقیم، و الصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغز المحجلین، الذی شرح الفرقان باحادیثہ و بیانہ القویم، و کشف عن اسرارہ و غوامضہ لھدایۃ الناس اجمعین، و انقذنا بحسن سیرتہ من الظلمات والضلال المبین. و علی الہ الطیبین واصحابہ الطاھرین الذین قاموا باشاعۃ الدین المتین مع کمال الخلوص والجھد العظیم. و علی ازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین، و علی جمیع الائمۃ التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین۔

و بعد فیقول العبد الفقیر الی مولاہ القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربہ السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیہ نعم الباری) توکلا علی رحمۃ اللہ و فضلہ العمیم۔ ولا یکون تحریرہ و تقریرہ و تکمیلہ الا نعمتہ العظمیٰ۔ فلذا سمیتہ بنعمۃ الباری فی شرح الصحیح للبخاری۔ (تقبلہ اللہ بلطفہ و تغمدنی بغفرانہ بمحض فضلہ)

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا و مولانا محمدا عبدہ و رسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور نفسی و من سیئات اعمالی۔ من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ۔ اللھم ارنی الحق حقاً وارزقنی اتباعہ۔ اللھم ارنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابہ۔ اللھم اجعلنی فی تصنیف ھذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعلہ موافقاً باسمہ واحفظہ من شرور الاشرار والحاسدین۔ اللھم اجعلہ خالصا لوجھک الکریم و مقبولاً عندک وعند رسولک الرؤف الرحیم واجعلہ شائعاً و مستفیضاً و مفیضاً و مرغوباً فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا و شفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ و امتنی علی الایمان بالکرامۃ۔ اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت۔ اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی و علی والدی وان اعمل صالحاً ترضہ۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن کریم نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں تفسیر تبیان القرآن سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے صحیح بخاری کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعم الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقہ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے، پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۷۹۔ کِتَابُ الْاِسْتِئْذَانِ

اجازت لینے کا بیان

''استئذان'' کا لغوی معنی

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

لغت میں استئذان کا معنی ہے: اجازت طلب کرنا، اور اس کا مادہ اذن ہے، اور اذن دو چیزوں پر دلالت کرتا ہے: (اول) ہر اس شخص سے اجازت طلب کرنا جو اجازت دینے کا اہل اور مالک ہو، (ثانی) علم اور اعلام یعنی کسی چیز کا جاننا اور کسی چیز کے معنی پر مطلع کرنا، عرب کہتے ہیں: ''قد اذنت بھذا الامر'' یعنی مجھے اس چیز کا علم ہو گیا، اور کہتے ہیں: ''آذننی فلان'' یعنی مجھے فلاں نے اس چیز کا علم دے دیا، اور اسی باب سے لفظ اذان ہے جس کا معنی ہے: وقت کے داخل ہونے کی خبر دینا، قرآن مجید میں ہے:

فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (البقرہ:۲۷۹) تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

یعنی تم کو اس چیز پر مطلع کیا جاتا ہے کہ سود نہ چھوڑنے کی بناء پر تم اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کو قبول کر لو۔

اور حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو کسی چیز کے متعلق اتنی اجازت نہیں دی جتنی قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ (غریب الحدیث لابی عبید ج ۲ ص ۱۴۰ طبع ہند)

یعنی اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اتنی توجہ کے ساتھ نہیں سنتا جتنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھنے کو سنتا ہے۔

لفظِ استئذان قرآن مجید میں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (النور:۲۷۔۲۸)

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○ اور اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو، حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے، اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ، یہ (لوٹ جانا) تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کا خوب جاننے والا ہے ○

Marfat.com

محمود استئذان

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (النور:٦٢)

مومنین صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر حقیقۃً ایمان رکھتے ہیں، اور جب وہ کسی مجتمع ہونے والی مہم میں رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے، بے شک جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، پس جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دے دیں، اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

مذموم استئذان

فَإِن رَّجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُل لَّن تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَن تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ۖ إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ۝ (التوبہ:٨٣)

(اے رسول مکرم!) اگر اللہ آپ کو ان منافقوں کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے اور یہ آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو آپ ان سے کہیں کہ اب تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ جاسکو گے، اور کبھی میرے ہمراہ دشمن سے قتال نہیں کرو گے، تم پہلی بار بیٹھے رہنے پر راضی ہوئے، سو اب پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو O

وَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُو الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُن مَّعَ الْقَاعِدِينَ ۝ (التوبہ:٨٦)

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے متمول لوگ آپ سے اجازت مانگنے لگتے ہیں، اور کہتے ہیں: ہم کو چھوڑ دیجئے ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ رہ جائیں O

وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝ (الاحزاب:١٣)

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تھا: اے یثرب والو! اب تمہارا یہاں کوئی ٹھکانا نہیں ہے تم واپس جاؤ، اور ان کا دوسرا فریق نبی سے جانے کی اجازت طلب کر رہا تھا، وہ کہہ رہا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے، وہ صرف بھاگنا چاہ رہے تھے O

Marfat.com

لفظ استئذان کے متعلق احادیث

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا: میرے نسب کا کیا کرو گے؟ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کو ان میں سے اس طرح کھینچ لوں گا جس طرح بال کو گوندھے ہوئے آٹے سے کھینچا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری:۳۵۳۱، صحیح مسلم:۲۴۸۷، مسند احمد:۲۴۹۱۶)

(۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی اور اس وقت آپ کے پاس قریش کی خواتین بیٹھی ہوئی تھیں جو آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور ان کی آواز آپ کی آواز پر بلند ہو رہی تھی، پس جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو وہ کھڑی ہو کر جلدی سے پردہ میں چلی گئیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے یا رسول اللہ! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ان عورتوں پر تعجب ہو رہا ہے جو میرے پاس تھیں، جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو یہ جلدی سے حجاب میں چلی گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ آپ سے ڈریں یا رسول اللہ! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟ تو ان عورتوں نے کہا: ہاں! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تند مزاج اور سخت ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن الخطاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جب بھی شیطان کسی راستہ میں تم سے ملتا ہے تو وہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ (صحیح البخاری:۳۲۹۴، صحیح مسلم:۲۳۹۷، مسند احمد:۱۴۷۵)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سے تمہاری بیوی مسجد میں جانے کی اجازت طلب کرے تو تم اس کو منع نہ کرو۔ (صحیح البخاری:۸۶۵، صحیح مسلم:۴۴۲)

(۴) ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں کہ ہمیں بنو عامر کے ایک مرد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت اپنے گھر میں تھے تو آپ سے ایک شخص نے اجازت طلب کی اور کہا: کیا میں اندر آ جاؤں؟ آپ نے اپنے خادم سے فرمایا: جاؤ اور اس کو استئذان کی تعلیم دو، اس سے کہو کہ تم کہو: السلام علیکم! کیا میں داخل ہو جاؤں؟ اس مرد نے یہ سن لیا، پس اس نے کہا: السلام علیکم! کیا میں داخل ہو جاؤں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی۔ (سنن ابوداؤد:۵۱۷۷)

(۵) حضرت کلدہ بن الحنبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صفوان بن امیہ نے دودھ اور کچھ سبزیاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں، اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادی کی بلندی پر تھے، وہ آپ کے پاس داخل ہوا اور اس نے نہ سلام کیا اور نہ اجازت طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واپس جاؤ، پھر کہو: السلام علیکم! کیا میں داخل ہو جاؤں؟ اور یہ صفوان کے اسلام لانے کے بعد کا واقعہ ہے۔

(سنن ترمذی:۲۷۱۰، سنن ابوداؤد:۵۱۷۶، الادب المفرد:۱۰۹۱)

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مومنین قیامت کے دن جمع ہوں گے، پس وہ کہیں گے: اگر ہم کسی کو اپنے رب کے پاس شفاعت کرنے والا بنائیں، پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، پس وہ کہیں گے: آپ تمام لوگوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ کے لیے فرشتوں کو سجدہ ریز کیا، اور آپ کو تمام

Marfat.com

کے نام سکھائے، پس آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں حتیٰ کہ ہم کو اس جگہ سے وہ راحت میں لے آئے، حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں اور وہ اپنی ظاہری خطا کو یاد کر کے حیا فرمائیں گے، تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا، پس لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، سو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں اور وہ یاد کریں گے کہ انہوں نے اپنے رب سے اس چیز کا سوال کیا تھا جس کا انہیں علم نہ تھا، پس وہ حیا فرمائیں گے، سو وہ کہیں گے: تم خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ، وہ ان کے پاس جائیں گے، تو وہ بھی کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں، تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ ایسے بندے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور ان کو تورات عطا فرمائی ہے، وہ ان کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں اور وہ یاد کریں گے کہ انہوں نے ایک جان کو بغیر کسی جان کے بدلہ قتل کیا تھا، سو وہ اپنے رب سے حیا فرمائیں گے، پس وہ کہیں گے: تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ ہیں اور اس کی روح ہیں، سو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں، تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام اگلی اور پچھلی ظاہری خطائیں معاف فرما دی ہیں، سو وہ میرے پاس آئیں گے، پس میں چلوں گا حتیٰ کہ اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا، سو مجھے اجازت دی جائے گی۔ پھر میں اپنے رب کو دیکھوں گا اور میں سجدہ میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ مجھے جب تک چاہے گا سجدہ میں چھوڑے گا، پھر فرمائے گا: اپنا سر اٹھائیں، آپ سوال کریں آپ کو دیا جائے گا، آپ بات کریں آپ کی بات سنی جائے گی، آپ شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت تعلیم دے گا، پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، پس میں ان لوگوں کو جنت میں داخل کر دوں گا، پھر دوبارہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹوں گا، پس جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو پھر میں شفاعت کروں گا، پس میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، پس میں ان کو جنت میں داخل کر دوں گا، پھر میں تیسری مرتبہ جاؤں گا، پھر چوتھی مرتبہ جاؤں گا، پس میں کہوں گا کہ دوزخ میں صرف وہی ہیں جن کو قرآن نے روک لیا ہے اور جن کے اوپر خلود اور دوام کو واجب کر دیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۷۴۴، صحیح مسلم: ۱۹۳، سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۲، مسند احمد: ۱۳۱۵۰)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ میں اپنی ماں کے لیے استغفار کروں تو مجھے اجازت نہیں دی گئی، پھر میں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ میں ان کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اس کی اجازت دے دی گئی۔ (صحیح مسلم: ۹۷۶)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت نہ دینے کی توجیہ

جب غیر معصوم کے لیے استغفار کیا جاتا ہے تو اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے کوئی کبیرہ گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے استغفار ہو رہا ہے، تو اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ کے لیے استغفار کرتے تو یہ شبہ ہوتا کہ شاید آپ کی والدہ نے کوئی گناہِ کبیرہ کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے استغفار کی اجازت نہ دے کر یہ واضح فرما دیا کہ آپ کی والدہ ماجدہ مومنہ کاملہ تھیں اور ان سے کوئی گناہِ کبیرہ سرزد نہیں ہوا تھا۔

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص سلام کرنے سے پہلے اجازت طلب کرے، اس کو اجازت نہ دی جائے حتیٰ

Marfat.com

کہ وہ پہلے سلام کرے۔(الادب المفرد: ۱۰۷۰)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ النور: ۲۷۔ ۲۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل ہونے کی اجازت نہیں دی حتیٰ کہ گھر والوں کو وہ سلام کریں اور ان سے اجازت طلب کریں، یہ آداب شرعیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کسی کے گھر میں داخل ہونے کا ادب سکھایا ہے اور یہ استئذان ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہوں حتیٰ کہ داخل ہونے سے پہلے ان سے اجازت طلب کریں اور اس کے بعد سلام کریں اور لائق ہے کہ تین مرتبہ اجازت طلب کریں، جب انہیں اجازت مل جائے تو آجائیں ورنہ واپس چلے جائیں۔ اور اجازت طلب کرنے والے کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ کسی گھر کے دروازہ کے سامنے نہ کھڑا ہو، اسے چاہیے کہ دروازہ کے دائیں جانب یا بائیں جانب کھڑا ہو، اور جب اس سے پوچھا جائے کہ تم کون ہو؟ تو وہ یہ نہ کہے کہ میں ہوں، کیونکہ ایسا کہنا مکروہ ہے، اور یہ اس لیے مکروہ ہے کہ اس لفظ سے اجازت طلب کرنے والے کی پہچان نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہ اپنے نام کو یا اپنی کنیت کو ظاہر کرے، ورنہ جو شخص اپنے آپ کو میں سے تعبیر کرتا ہے تو اس سے وہ مقصود حاصل نہیں ہوتا جو استئذان سے مطلوب ہے اور جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر زیر آیت النور: ۲۷۔ ۲۹)

علامہ الشنقیطی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر اجازت طلب کرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ گھر والوں نے اس کی اجازت طلب کرنے کو سن لیا ہے تو اس پر لازم ہے کہ تیسری بار اجازت طلب کرنے کے بعد چلا جائے، کیونکہ جب گھر والوں نے اس کی آواز سن لی اور اس کو اجازت نہیں دی تو یہ اس پر دلیل ہے کہ انہوں نے اس کو اجازت نہیں دی، اور سنت صحیحہ میں تین سے زیادہ مرتبہ اجازت طلب کرنے کی تصریح نہیں ہے، اس لیے اس پر لازم ہے کہ تیسری مرتبہ اجازت طلب کرنے کے بعد واپس چلا جائے۔

(اضواء البیان ج ۶ ص ۱۷۵۔ ۱۶۷)

استئذان کے فوائد

(۱) اگر استئذان یعنی اجازت طلب کر کے کسی کے گھر میں جانا مشروع نہ ہوتو اس سے یہ لازم آئے گا کہ کوئی اجنبی انسان کسی شخص کے گھر کی پردہ دار عورتوں کو دیکھے یا اور ایسی چیزوں کو دیکھے جن کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔

(۲) استئذان کے مشروع ہونے کی وجہ سے انسان کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ جس کو چاہے اپنے گھر میں آنے دے اور جس کو چاہے اپنے گھر میں آنے سے روک دے۔

(۳) استئذان انس اور محبت کی طرف پہنچاتا ہے اور ڈر اور خوف سے روکتا ہے۔

(۴) استئذان کی وجہ سے گھر کے مالک کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ جس چیز کو چھپانا چاہتا ہو وہ چھپا لے اور جس چیز کو ظاہر کرنا چاہتا ہو، ظاہر کر لے۔

۱- بَابُ: بَدْءِ السَّلَامِ سلام کی ابتداء کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کا عنوان سلام کے ساتھ قائم کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس شخص کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی جو سلام نہیں کرے گا۔

امام ابوداؤد از ربعی بن حراش روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بنو عامر کے ایک مرد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت اپنے گھر میں تھے تو آپ سے ایک شخص نے اجازت طلب کی اور کہا: کیا میں اندر آجاؤں؟ آپ نے اپنے خادم سے فرمایا: جاؤ اور اس کو استئذان کی تعلیم دو، اس سے کہو کہ تم کہو: السلام علیکم! کیا میں داخل ہو جاؤں؟ اس مرد نے یہ سن لیا، پس اس نے کہا: السلام علیکم! کیا میں داخل ہو جاؤں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۷۷)

۶۲۲۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خَلَقَ اللهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولَئِكَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٌ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ فَزَادُوهُ وَرَحْمَةُ اللهِ فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ آدَمَ فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدُ حَتَّى الْآنَ۔

(صحیح بخاری: ۳۳۲۶، ۶۲۲۷، صحیح مسلم: ۲۸۴۱، مسند احمد: ۲۷۳۸۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، ان کا طول ساٹھ ہاتھ تھا، پس جب ان کو پیدا کیا تو فرمایا: جاؤ! فرشتوں کی جو جماعت بیٹھی ہوئی ہے ان کو سلام کرو اور سنو وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں۔ پس وہی تمہارا سلام ہوگا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: السلام علیکم! تو فرشتوں نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، تو انہوں نے رحمت کا اضافہ کیا، پس ہر وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا۔ پھر مسلسل مخلوق اس کے بعد (اپنی قامت میں) کم ہوتی رہی حتیٰ کہ اب تک۔

صحیح البخاری: ۶۲۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''سلام کی ابتداء کا بیان'' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا:

جاؤ! فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو اور دیکھو وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں، پس وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ اس حدیث سے سلام کی ابتداء کی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن جعفر بن اعین ابوزکریا البخاری البیکندی، ان کا ۲۴۳ھ میں انتقال ہو گیا تھا۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرزاق، یہ عبدالرزاق بن ہمام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہمام، یہ ابن منبہ الصنعانی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

''صورتہ'' میں صورت کی ضمیر کا مرجع اور اس کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے ''علی صورتہ'':۔ ''علی صورتہ'' کی ضمیر کے مرجع میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ضمیر آدم کی طرف راجع ہے کیونکہ وہ قریب ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اول امر میں ایک بشر کو پیدا کیا جو مستقیم تھا اور اس کی خلقت کامل تھی اور اس کی قامت کا طول ساٹھ ہاتھ تھا۔ اور دوسروں کا معاملہ اس کے خلاف ہے، کیونکہ انسان پہلے نطفہ ہوتا ہے، پھر جما ہوا خون ہوتا ہے، پھر گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے، پھر پیٹ میں بچہ بن جاتا ہے، پھر وہ طفل ہوتا ہے، پھر وہ مرد ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کا طول قامت مکمل ہو جاتا ہے، تو دوسرے انسانوں کی تخلیق مختلف اطوار میں ہوتی ہے۔

علامہ ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے دہریہ کے قول کو باطل فرمایا ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ انسان ہمیشہ پہلے نطفہ ہوتا ہے اور جو بھی نطفہ ہو وہ انسان سے حاصل ہوتا ہے، تو گویا کہ ہر انسان سے پہلے ایک انسان ہے۔ اور قدریہ کے قول کو باطل فرمایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی صفات دو قسموں پر تھیں، ایک صفات وہ تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اور دوسری صفات وہ تھیں کہ جن کو خود حضرت آدم نے پیدا کیا۔ اور کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد کے پاس سے گزرے جو اپنے غلام کے چہرہ پر تھپڑ مار رہا تھا، تو آپ نے اس کو ڈانٹا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے، اور اس صورت میں یہ ضمیر اس مضروب کے چہرہ کی طرف راجع ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے یعنی اللہ کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور صورت اجسام کی شکل کو کہتے ہیں، اور صورت کا اطلاق صرف اجسام پر ہی صحیح ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو اجسام سے مبرا اور منزہ ہے تو یہاں صورت کا معنی صفت ہے، جیسے کہا جاتا ہے ''مجھے اس معاملہ کی صورت بتاؤ'' یعنی اس کی صفت بتاؤ۔ اور اس حدیث کی صفت کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صفت پر پیدا کیا ہے، یعنی وہ زندہ ہیں، عالم ہیں، سمیع ہیں، بصیر ہیں اور متکلم ہیں۔ یا یہ اضافت تشریفیہ ہے جیسے بیت اللہ، تو اس گھر کی عزت افزائی کے لیے اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی ہے، اور روح اللہ، یعنی روح کی تعظیم کے لیے اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو ابتداءً پیدا کیا اور اس سے پہلے اس کی صورت کا کوئی انسان نہیں تھا، بلکہ از سر نو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کی اپنی طرف اضافت کر کے اس کی عزت افزائی فرمائی۔

Marfat.com

حضرت آدم کے قد کے ساٹھ ہاتھ لمبائی کا بیان

اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی چوڑائی کتنی تھی اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ ان کی چوڑائی سات ہاتھ تھی۔
اس حدیث میں مذکور ہے "النفر" یہ مردوں کی تین سے لے کر دس تک کی گنتی ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "جلوش" جلوس، جالس کی جمع ہے اور اس پر پیش اس وجہ سے ہے کہ یہ ایک خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "من ذریتک" یعنی فرشتے جو آپ کے سلام کا جواب دیں گے، وہی آپ کا اور آپ کی اولاد کا سلام ہوگا اور اس اولاد سے مراد ہے جو مسلمان ہوں۔

لفظِ سلام اور اس کے جواب کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے "السلام علیکم"، اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سلام کرتے تھے تو السلام علیکم کہتے تھے اور جب سلام کا جواب دیتے تھے تو تب بھی السلام علیکم کہتے تھے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سلام کا لفظ برکت تک پہنچتا ہے اور کسی شخص کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ اپنے سلام میں کہے "سلام الله علیك" یعنی اللہ کا تم پر سلام ہو، لیکن وہ کہے "علیک السلام" یا "السلام علیکم" کہے۔ اور کم سے کم سلام یہ ہے کہ "السلام علیکم" کہے، خواہ مخاطب ایک ہو، تو افضل جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے، تاکہ یہ سلام فرشتوں کو بھی شامل ہو جائے اور زیادہ کامل یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ (ہود:۷۳) اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

اور کوئی شخص سلام کی ابتداء میں کہے: "علیکم السلام" تو یہ مکروہ ہے۔ اور اگر اس نے ایسا کہہ دیا ہے تو تب بھی صحیح قول کے مطابق وہ جواب کا مستحق ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جری الہجیمی سے فرمایا: تم "علیک السلام" نہ کہنا، کیونکہ علیک السلام مردوں کا سلام ہے، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ اور افضل اور اکمل جواب یہ ہے کہ جس کو سلام کیا جائے وہ جواب میں کہے: "وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"۔ اور "واؤ" کا ذکر کرے یعنی وعلیکم۔ علامہ نووی نے کہا: اگر اس نے واؤ کو حذف کر دیا تو جائز ہے لیکن وہ افضل کا تارک ہوگا۔ اور اگر اس نے "وعلیکم السلام" پر اقتصار کیا تو یہ بھی جائز ہے۔ اور اگر اس نے صرف "وعلیکم" پر اقتصار کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ اور کم سے کم سلام ابتداءً اور جواب میں یہ ہے کہ اس کا صاحب سنے اور اس سے کم جائز نہیں ہے۔ اور جواب میں شرط یہ ہے کہ فوراً جواب دیا جائے، اگر اس نے جواب کو مؤخر کر دیا، پھر بعد میں جواب دیا تو یہ جواب شمار نہیں ہوگا اور وہ جواب کے ترک کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔ اور اگر اس کے پاس غائب کا سلام آئے کسی قاصد کی طرف سے تب بھی اس کو فوراً جواب دینا واجب ہے اور مستحب یہ ہے کہ سلام پہنچانے والے کو بھی جواب دے اور کہے "وعلیك وعلیه السلام"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۹-۳۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ابتداءً سلام کرنے والا کہے: "السلام علیکم" اور جواب دینے والا کہے: "وعلیکم السلام" یعنی ابتداءً سلام کرنے والا بھی پہلے ابتداءً لفظِ سلام کو ذکر کرے اور جواب دینے والا آخر میں لفظ سلام کہے، اس میں یہ نکتہ ہے کہ سلام سے ابتداء ہو اور سلام

Marfat.com

پر ہی انتہا ہو، کیونکہ سلام اللہ تعالیٰ کا اسم ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کے نام سے ہی ابتداء ہے اور اللہ کے نام پر ہی انتہا ہے اور یا اس لیے کہ یہ دعا ہے کہ اول میں بھی سلامتی ہو اور آخر میں بھی سلامتی ہو۔

اور ہر مسلمان کو سلام کرنا چاہیے، اگر کسی شخص کے متعلق یہ علم نہ ہو کہ آیا وہ مسلمان ہے یا کافر ہے یا بدعقیدہ اور گمراہ ہے تب بھی اس کو سلام کرنا چاہیے اور اس شخص کے دائیں بائیں جو فرشتے ہیں ان کی نیت کر کے کہے: السلام علیکم۔ (سعیدی غفرلہٗ)

ملائکہ مقربین کا عربی زبان میں باتیں کرنا اور اس کی توجیہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو فرشتوں کے پاس بھیجا اور خود سلام کا طریقہ نہیں بتایا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتے ملاء اعلیٰ میں (یعنی ملائکہ مقربین) عربی زبان میں کلام کرتے ہیں اور عربی زبان میں سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور سلام کے ساتھ کسی کی تعظیم کرنا یہی وہ چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تحیت سے ارادہ فرمایا ہے۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ علم کی تعلیم کا امر کرنا چاہیے اور جن سے علم حاصل کیا جائے ان کی طرف جانے کا قصد کرنا چاہیے۔ اور جس نے اُس سے علم حاصل کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے علم حاصل کرنے کا حکم دیا تھا تو وہ عبادت میں اپنے عذر کو پہنچ گیا، اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ لازم رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ ملائکہ سے یہ علم حاصل کریں کہ وہ کس طرح سلام کرتے ہیں اور اس سلام کو تحیت باقیہ قرار دیا۔ اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے زیادہ عالم ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کی تعلیم خود نہیں دی بلکہ یہ کہا کہ فرشتوں کے پاس جائیں اور سنیں وہ کیا کہتے ہیں، تاکہ علم کا حاصل کرنا سنت ہو جائے۔

اس جہان کے فانی ہونے کی دلیل

اس حدیث میں یہ ارشاد ہے: ''پس مسلسل مخلوق کی تخلیق کم ہوتی رہی حتیٰ کہ جواب ہے اس حد پر پہنچ گئی''۔ اور اس حدیث کے معنی میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۞ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۞ (التین: ۵۔۴) بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا O پھر ہم نے اس کو سب سے نچلے طبقہ میں لوٹا دیا O

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا اور اس میں ایسی چیزیں رکھیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور حکیم ہے اور اس عالم کی حرکات میں اس پر دلیل رکھی کہ یہ عالم فنا ہوگا اور اس میں دہریہ کے مذہب کا ابطال ہے جو یہ زعم کرتے ہیں کہ یہ عالم فنا نہیں ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے انسان کے قامت میں کمی کو باقی رکھا اور جب انسان کی قامت میں مسلسل کمی ہو رہی ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کے پہلے قد کی لمبائی فنا ہو گئی ہے۔ اور جب اس کے قد کے بعض اجزاء پر فنا آ گئی تو کل پر بھی فنا آ جائے گی، لہٰذا یہ عالم قدیم نہیں ہوگا اور دہریہ کا قول باطل ہو جائے گا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۲۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''علیٰ صورتہٖ'' میں ضمیر کے مرجع کے احتمالات

سلام کی ابتداء کا معنی یہ ہے کہ سلام کے مشروع ہونے کی کیفیت۔ اور ''صورتہ'' میں جو ضمیر ہے یہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جس کے چہرہ پر ضرب لگائی گئی یہ ضمیر اس کی طرف لوٹتی ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ ضمیر لفظ اللہ کی طرف لوٹتی ہے۔ پس جنہوں نے کہا کہ یہ ضمیر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اللہ ذکر میں زیادہ قریب ہے اور ضمیر کو قریب کی طرف لوٹانا چاہیے۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو ہمارے باپ آدم علیہ السلام پر مکمل فرما دیا، کیونکہ ان کو یہ فضیلت دی کہ ان کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا، فرشتوں کو ان کے سامنے سجدہ ریز کیا اور ان پر اس طرح عتاب نہیں کیا جس طرح دوسروں پر عتاب کیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا گیا تو ان کے ساتھ سانپ اور مور کو بھی نکالا گیا تھا، پس سانپ کو یہ سزا دی کہ اس کی تخلیق سیاہ رنگ کی کر دی اور اس سے اس کی ٹانگوں کو سلب کر لیا اور اس کی خوراک مٹی بنا دی اور مور کے دونوں پیروں کو بدہیئت بنا دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی اصل پر باقی رکھا۔

(تفسیر عبد الرزاق ج ۱ ص ۲۱۶، رقم الحدیث: ۸۹۲)

اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے جو آپ کے ساتھ جنت سے نکالے گئے تھے ان کے درمیان فرق کو بیان کیا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں دہریوں کے اس مذہب کو باطل کرنا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہر انسان نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور نطفہ اس سے پہلے انسان سے پیدا ہوتا ہے اور انسان کا نہ کوئی اول ہے اور نہ اس کا کوئی آخر ہے، تو شارع علیہ السلام نے ان کے اس قول کی تکذیب کی ہمیں تعلیم دی اور فرمایا کہ اولِ بشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی صورت پر پیدا کیا، ان کو کسی نطفہ سے پیدا نہیں کیا اور نہ تناسل سے اور نہ وہ طفل سے اور نہ وہ کسی رحم کے اندر رہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا بغیر اس کے کہ وہ کسی طبعی تاثیر کی وجہ سے ہو یا عنصر کی تاثیر کی وجہ سے ہو اور اس میں طبائعیین کے اس قول کا رد ہے کہ آدم علیہ السلام طبیعت کے فعل اور اس کی تاثیر سے پیدا ہوئے۔

اور علامہ ابن فورک نے ذکر کیا کہ اس حدیث کی زیادہ ظاہر تاویل یہ ہے کہ اس حدیث کا ایک سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد کے پاس سے گزرے جو اپنے بیٹے کے یا غلام کے چہرہ پر تھپڑ مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا: ''اللہ تعالیٰ تیرے چہرہ کو بدصورت کر دے'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کو مارے تو اس کے چہرہ پر مارنے سے بچے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۱۲)

تو اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کو ڈانٹا۔ اور آدم علیہ السلام کا خصوصیت سے ذکر کیا کیونکہ آدم علیہ السلام ہی وہ شخص ہیں جن سے چہرہ کی تخلیق کی ابتداء ہوئی۔ اور اسی طریقہ پر آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو پیدا کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے اور صورت کا معنی صفت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی

Marfat.com

صفت پر پیدا کیا، ان کو زندہ، عالم، سمیع، بصیر، متکلم، مختار اور ارادہ کرنے والا بنایا۔ اس سے ہم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے اور ان کو ان اوصاف کے ساتھ مشرع کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کی اقسام

(۱) اضافت الفعل: جیسے کہا جاتا ہے: خلق اللہ، وارض اللہ، وسماء اللہ، یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اللہ تعالیٰ کی زمین اور اللہ تعالیٰ کا آسمان۔

(۲) اضافت الملک: جیسے کہا جاتا ہے: رزق اللہ، وعبد اللہ یعنی رزق اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندہ، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے۔

(۳) اضافت التخصیص وتنویہ: جیسے الکعبۃ بیت اللہ، اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ'' (الحجر: ۲۹) ''اور اس میں اپنی (پسندیدہ) روح پھونک دوں''۔ اور اس قسم کی ایک اور مثال ہے جیسے کلام اللہ، علم اللہ اور قدرت اللہ۔ یہ بھی اختصاص کی اضافت ہے اور یہ باعتبار ملک اور تشریف کے نہیں ہے۔

پھر ہم نے غور کیا کہ صورت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کس اعتبار سے ہے، پس یہ اس طرح نہیں ہو سکتی جیسا کہ صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہوتی ہے اور صفت موصوف کے ساتھ قائم ہوتی ہے؛ کیونکہ یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کوئی حادث قائم ہو۔ پس اضافت کی اقسام میں سے الملک، الفعل اور التشریف باقی بچیں۔ اضافت ملک اور فعل کے اعتبار سے عام ہوتی ہے اور اس میں تخصیص کا فائدہ نہیں ہوتا، لہٰذا تیسری قسم باقی بچی یعنی اضافتِ تشریف۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی تصویر کی ابتداء کی، اس سے پہلے آدم کی کوئی صورت نہیں تھی بلکہ از سر نو اللہ تعالیٰ نے آدم کی صورت کو ایجاد کیا۔ پس ان کی صورت کی اپنی طرف اضافت کر کے اس کو شرف بخشا، اور یہ معنی نہیں ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی کوئی صورت ہے، کیونکہ صورت تو اجسام مرکبہ کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صورتہ کی ضمیر حضرت آدم کی طرف راجع ہے، اور اس میں قدریہ کی تکذیب کی ہے جن کا زعم یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی صورت اور ان کی صفات وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی صفات دو قسموں کی ہیں، ایک قسم وہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور دوسری قسم صفات کی وہ ہیں جن کو خود حضرت آدم علیہ السلام نے پیدا کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکذیب کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام صورتوں کو اور تمام صفات کو اور تمام اعراض کو پیدا کیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ضمیر حضرت آدم کی طرف راجع ہو جیسا کہ اہل سنت کا اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سعید کو سعید پیدا کیا اور شقی کو شقی پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو یہ تعلیم دی کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا، اس کے حکم کی مخالفت کرے گا تو وہ شقی ہوگا۔ اور پھر وہ توبہ کرے گا تو اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کی قضا جاری ہوگی اور تمام امور حادث ہوتے ہیں اور احوال متغیر ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو پیدا کیا اور اس کے لیے ان چیزوں کو آسان کر دیا۔

سلام کرنے کے فقہی مسائل

سلام کرنے کی ابتداء کرنا سنتِ کفایہ ہے اور ہمارے اصحاب شافعیہ میں سے قاضی حسین نے کہا ہے: ہمارے لیے صرف ایک

Marfat.com

سنتِ کفایہ ہے لیکن انہوں نے جو کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے، چھینک لینے والے کو دعائیہ کلمات کہنا اور اس کو جواب دینا وہ بھی سنتِ کفایہ ہے۔ اسی طرح گھر والوں کے حق میں قربانی کرنا یہ بھی سنتِ کفایہ ہے۔

اور سلام کا جواب دینا واجب ہے اور یہ ابتداءً سلام کرنے سے افضل ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ابتداءً سلام کرنا ہی افضل ہے۔
پس اگر جن پر سلام کیا گیا ہے، وہ ایک جماعت ہو تو اس کا اس سلام کا جواب دینا فرضِ کفایہ ہے، اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے۔ ہاں افضل یہ ہے کہ سب جواب دیں، اور اگر اس جماعت کے علاوہ کسی اور نے جواب دیا تو وہ جماعت گناہ گار ہوگی، اور کم سے کم سلام یہ ہے کہ آدمی کہے ''السلام علیکم''۔

اور اگر مخاطب ایک ہو تو السلام علیک کہے لیکن افضل السلام علیکم کہنا ہے تاکہ فرشتوں کو بھی سلام شامل ہو جائے اور یہ زیادہ کامل ہے اور اس میں ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کا اضافہ کرے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ'' (ہود: ۷۳) کے بموجب اور ''علیکم السلام'' کہنا مکروہ ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی جری الہجیمی سے فرمایا: تم علیک السلام نہ کہو، کیونکہ علیک السلام کہنا مردوں کا سلام ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔
(سنن ابوداؤد: ۵۲۰۹، سنن ترمذی: ۲۷۲۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۱۵۰)

علامہ ابن بطال نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے، اور اگر اس نے یہ کہا تو صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ جواب کا مستحق ہوگا۔
اور یہ حدیث ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور پر سلام کرتے ہوئے فرمایا ''السلام علیکم دار قوم مومنین''۔ (صحیح مسلم: ۲۴۹)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو زندوں کا سلام کیا، صغیر کا کبیر کو سلام کرنا اور قلیل کا کثیر کو سلام کرنا مستحب ہے، اور اگر اس کے برخلاف ہو تو تب بھی جائز ہے اور یہ خلاف افضل ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کو سلام کرتے تو تین مرتبہ سلام کرتے۔ (صحیح البخاری: ۶۲۴۴)
اور یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جب مجمع کثیر ہو۔

امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں گزرے تو آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا۔ (سنن ترمذی: ۲۶۹۷)

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ آپ نے لفظ اور اشارہ دونوں کے اعتبار سے سلام کیا، جیسا کہ سنن ابوداؤد (۵۲۰۴) میں مذکور ہے کہ آپ نے ہم کو سلام کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود انگلیوں سے اشارہ کر کے سلام کرتے ہیں اور نصاریٰ ہتھیلی سے اشارہ کر کے سلام کرتے ہیں۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے جیسا کہ امام ترمذی نے بیان کیا ہے۔
(سنن ترمذی: ۲۶۹۵)

اگر بہرے کو سلام کرنا ہو تو تلفظ کے ساتھ اشارہ سے سلام کرنا چاہیے تاکہ افہام حاصل ہو ورنہ وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا، اور جب گونگے کو سلام کرنا ہو اور گونگے نے ہاتھ کے اشارہ سے جواب دیا تو اس سے فرض ساقط ہو جائے گا، اور اسی طرح جب گونگے نے اشارہ سے سلام کیا تو وہ جواب کا مستحق ہوگا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۰-۱۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

٢۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝

(النور: ٢٧۔٢٩)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو O اور اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو، حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے، اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ یہ (لوٹ جانا) تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کا خوب جاننے والا ہے O اور اگر تم ایسے گھروں میں داخل ہو جن میں کوئی رہتا نہ ہو اور ان میں تمہارا سامان ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے اور اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو تم چھپاتے ہو O

اس باب کی حسب ذیل تعلیقات ہیں:

(١) وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ اَبِي الْحَسَنِ لِلْحَسَنِ: اِنَّ نِسَاءَ الْعَجَمِ يَكْشِفْنَ صُدُوْرَهُنَّ وَرُءُوْسَهُنَّ۔ قَالَ: اِصْرِفْ بَصَرَكَ عَنْهُنَّ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: (قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ) (النور: ٣٠)

(١) سعید بن ابی الحسن نے حسن بصری سے کہا کہ عجم کی عورتیں اپنا سینہ اور اپنا سر کھولے رکھتی ہیں تو حسن بصری نے کہا: تم اپنی نظر ان سے ہٹا لو۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ''آپ مسلمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں''۔ (النور: ٣٠)

(٢) قَالَ قَتَادَةُ: عَمَّا لَا يَحِلُّ لَهُمْ۔
(وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ) (النور: ٣١)
خَائِنَةُ الْاَعْيُنِ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى مَا نُهِيَ عَنْهُ۔

(٢) اور قتادہ نے کہا: یہ اس قبیل سے ہے جو ان کے لیے جائز نہیں ہے۔ (اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) ''اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں''۔ (النور: ٣١)۔ خیانت کرنے والی آنکھیں وہ ہیں جو ان چیزوں کو دیکھیں جن کو دیکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

Marfat.com

(۳) وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي النَّظَرِ إِلَى الَّتِي لَمْ تَحِضْ مِنَ النِّسَاءِ: لَا يَصْلُحُ النَّظَرُ إِلَى شَيْءٍ مِنْهُنَّ مِمَّنْ يُشْتَهَى النَّظَرُ إِلَيْهِنَّ وَإِنْ كَانَتْ صَغِيرَةً۔

(۳) اور الزہری نے کہا: جن عورتوں کو حیض نہیں آیا یعنی جو نابالغہ ہیں ان کی طرف دیکھنے کے متعلق حکم یہ ہے کہ ان کے کسی ایسے عضو کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے جس کی طرف دیکھنے سے شہوت پیدا ہو خواہ وہ کم عمر لڑکیاں ہوں۔

(۴) وَكَرِهَ عَطَاءٌ النَّظَرَ إِلَى الْجَوَارِي الَّتِي يُبَعْنَ بِمَكَّةَ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ أَنْ يَشْتَرِيَ۔

(۴) اور عطاء نے کہا کہ جو باندیاں مکہ میں فروخت کی جاتی ہیں ان کی طرف دیکھنا مکروہ ہے، سوا اس شخص کے جوان باندیوں میں سے کسی کو خریدنا چاہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تین آیات ہیں جن کو العصلی اور کریمہ نے اپنی روایات میں ذکر کیا ہے۔

ان آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ انصار کی ایک عورت آئی، سو اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنے گھر میں کسی ایسے حال میں ہوتی ہوں کہ میں یہ پسند نہیں کرتی کہ مجھے اس حال میں کوئی دیکھے نہ والد اور نہ بیٹا جو میرے پاس آئے اور ہمیشہ میرے پاس میرے اہل میں سے کوئی مرد داخل ہوتا ہے اور میں اسی حال پر ہوتی ہوں، سو میں کیا کروں؟ تو النور: ۲۷ نازل ہوئی جس میں مذکور ہے کہ اے ایمان والو! تم میں سے کوئی بھی دوسرے گھر میں داخل نہ ہو حتیٰ کہ تم ان سے اجازت طلب کرلو۔

علامہ الثعلبی نے کہا: اس آیت میں مذکور ہے "حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا" اس کا معنی ہے: حتیٰ کہ تم اجازت طلب کرلو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ لفظ تستأذنوا تھا لیکن لکھنے والے نے خطاء کی اور اس نے تستانسوا لکھ دیا اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور الاعمش اس آیت کو اسی طرح "تستاذنوا" پڑھتے تھے، اور اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اور یہ آیت اس طرح تھی "حتی تسلموا علی اهلها و تستانسوا" حتیٰ کہ تم گھر والوں کو سلام کرو اور ان سے مانوس ہو جاؤ۔

اور امام بیہقی نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پہلی قراءت ہو، پھر معنیً اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس پر مطلع نہیں ہوئے۔ اور استیناس سے مراد استئذان ہے یعنی آدمی داخل ہوتے وقت کھانسے، یہ جمہور کا مذہب ہے۔

اور امام طبری نے مجاہد سے روایت کی ہے "حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا" اس کا معنی ہے "تتنحنحوا" یعنی حتیٰ کہ تم کھنکھارو اور کھانسو۔

اور امام ابن ابی حاتم نے سندِ ضعیف سے حضرت ایوب سے روایت کی ہے، میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ تو سلام ہے، پس استیناس کیا ہے، تو آپ نے فرمایا: مرد تسبیح پڑھے یعنی سبحان اللہ کہے اور اللہ اکبر کہے اور کھنکھارے تو گھر والے اس کو اجازت دیں۔

اور امام طبری نے قتادہ کی سند سے روایت کی ہے کہ استئذان تین مرتبہ ہے، پہلی مرتبہ اس لیے کہ وہ سن لیں، دوسری مرتبہ اس لیے تاکہ وہ تیار ہو جائیں اور تیسری مرتبہ اس لیے کہ اگر وہ چاہیں تو اس کو اجازت دیں اور اگر چاہیں تو اس کو واپس کر دیں۔ اور استیناس کا لغت میں معنی ہے اُنس کو طلب کرنا اور اُنس کا معنی وحشت کی ضد ہے۔

اور امام بیہقی نے کہا: "تَسْتَاْنِسُوْا" کا معنی ہے: تاکہ تم بصیرت حاصل کرو، تاکہ گھر میں داخل ہونے والا بصیرت پر ہو اور وہ

Marfat.com

اس چیز کا سامنا نہ کرے جو گھر والے کو ناپسند ہو کہ کوئی اس بات پر مطلع ہو۔

اور امام بیہقی نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ کلامِ عرب میں استیناس کا معنی ہے" دیکھو گھر میں کون ہے؟" (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے کہا ہے کہ امام طحاوی نے حکایت کی ہے کہ لغتِ یمن میں استیناس کا معنی استئذان ہے، پھر کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا انکار منقول ہے۔ پس امام سعید بن منصور وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ وہ پڑھتے تھے "حتیٰ تستاذنوا" اور کہتے تھے کہ کاتب نے خطاء کی ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۲۹۶، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ قتادہ ہیں جنہوں نے استیناس کی تفسیر استئذان کے ساتھ کی ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، پس اس قائل نے صرف یہ قصد کیا ہے کہ اس کے دل میں جو احناف کے خلاف کینہ ہو اس کو ظاہر کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

یہ تعاقب مردود ہے، کیونکہ قتادہ کی تفسیر میں استئذان کے معنی کی رعایت کی گئی ہے، اس کے برخلاف جو علامہ عینی نے طحاوی سے نقل کیا ہے اس میں یہ رعایت نہیں ہے، اس لیے کہ جو امام طحاوی دوسروں سے نقل کرتے ہیں اس میں خطاء لازم نہیں آتی، اگر منقول خطاء ہو مگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ انہوں نے خطاء کو برقرار رکھا۔ اور حافظ ابن حجر نے یہ تصریح نہیں کی کہ طحاوی نے یہ خطاء کی ہے۔ اور علامہ عینی کے اکثر اعتراضات ان کی اپنی طرف سے من گھڑت ہوتے ہیں۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۳۹۴۔۳۹۵)

- نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

النور: ۲۷ میں ارشاد ہے: "ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ"۔ یعنی استئذان اور تسلیم (یعنی اجازت طلب کرنا اور سلام کرنا) تمہارے لیے جاہلیت کے طریقہ سے بہت بہتر ہے، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں طریقہ تھا کہ بغیر اجازت لیے ہوئے کسی کے گھر میں داخل ہو جاتے تھے۔

النور: ۲۸ میں مذکور ہے: "فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا" یعنی اگر تم کو گھروں میں کوئی اجازت دینے والا نہ ملے تو پھر تم گھروں میں داخل نہ ہو، پس صبر کرو حتیٰ کہ تم اس کو پاؤ جو تم کو اجازت دے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس آیت کا یہ معنی ہو کہ اگر تم گھروں میں کسی گھر والے کو نہ پاؤ اور تمہیں گھر میں داخل ہونے کی شدید حاجت ہو تب بھی تم گھر میں داخل نہ ہو جب تک کہ گھر والے تمہیں اجازت نہ دیں۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے: "وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا" یعنی اگر تم سے کہا جائے کہ تم واپس جاؤ، تو تم واپس چلے

Marfat.com

جاؤ، اورتم گھر کے دروازوں پر نہ کھڑے رہو اور نہ ان دروازوں کو لازم رکھو۔

غیر آباد گھروں کے متعلق فقہاء کے متعدد اقوال

نیز اس آیت میں مذکور ہے ''هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ'' یعنی یہ واپس چلے جانا تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور اس میں زیادہ مصلحت ہے۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ جو سرائے ہوتے ہیں اور راستے میں خالی مکانات ہوتے ہیں جن میں کوئی رہنے والا نہیں ہوتا ان کا کیا حکم ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْکُوْنَۃٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّکُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَکْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اور اگر تم ایسے گھروں میں داخل ہو جن میں کوئی رہتا نہ ہو اور ان میں تمہارا سامان ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے اور اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو تم چھپاتے ہو O (النور:۲۹)

اس میں اختلاف ہے کہ ان گھروں سے کیا مراد ہے؟ قتادہ نے کہا: یہ سرائے ہیں اور وہ مکانات ہیں جو سائلین کے لیے بنائے جاتے ہیں، وہ ان مکانات میں ٹھہرتے ہیں اور اپنا سامان ان مکانوں میں رکھتے ہیں۔ اور مجاہد نے کہا کہ لوگ مدینہ کے راستے میں اپنی چیزیں اور سامان ان گھروں میں رکھتے تھے جن میں کوئی نہیں ہوتا تھا اور اس زمانہ میں وہ راستے امن والے ہوتے تھے، پس ان کے لیے جائز قرار دیا کہ وہ ان گھروں میں بغیر اجازت کے داخل ہوں۔ اور محمد بن حنفیہ اور ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ مکہ کے مکانات ہیں۔ اور ضحاک نے کہا: یہ وہ کھنڈرات ہیں جن میں مسافر گرمیوں اور سردیوں کے اندر پناہ لیتے ہیں۔ اور عطاء نے کہا: یہ ویران گھر ہیں۔ اور ''متاع'' سے مراد ہے ان گھروں میں قضائے حاجت کرنا۔ اور ابن زید نے کہا: یہ تاجروں کے گھر ہیں اور ان کی دکانیں ہیں جو بازاروں میں ہوتی ہیں۔ اور ابن جریج نے کہا: یہ تمام وہ مکانات ہیں جن میں کوئی رہنے والا نہیں ہوتا۔ (النور: ۲۷۔۲۹ کی تفسیر ختم ہوئی)

باب مذکور کی چار تعلیقات میں سے پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

ان تین آیات کے بعد اس تعلیق کے ذکر میں یہ اشارہ ہے کہ استئذان کی مشروعیت کی بنیاد یہ ہے کہ کوئی داخل ہونے والا اس چیز کی طرف نظر نہ ڈالے جس چیز کی طرف گھر والا کسی کے دیکھنے کو پسند نہیں کرتا۔

حسن بصری نے اس آیت سے اسی چیز کا استدلال کیا ہے، اور امام بخاری نے اس کے بعد قتادہ کا اثر اس کی تفسیر کے لیے نقل کیا ہے۔ اور سعید بن ابی الحسن وہ الحسن البصری کے بھائی ہیں، اور یہ ثقہ تابعی ہیں۔ امام بخاری نے بتایا کہ یہ حسن بصری سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔

حسن بصری کے بھائی نے پوچھا کہ عجمی عورتیں اپنے سینے اور سر کو کھلا رکھتی ہیں، تو حسن بصری نے اپنے بھائی سے کہا: تم اپنی نظر ان سے ہٹا کر رکھو۔ اور بتایا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ''وہ اپنی شرمگاہوں کی ان سے حفاظت کریں جو دوسروں کے لیے حلال نہیں ہیں''۔

باب مذکور کی چار تعلیقات میں سے دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں یہ آیت نقل کی ہے ''اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی

حفاظت کریں"۔ (النور:۳۱)۔ یہ آیت بھی حسن بصری کے استدلال کا تتمہ ہے، اور قتادہ کے اثر کو ان کے درمیان میں امام بخاری نے ذکر کر دیا۔

خیانت کرنے والی آنکھ کی تفسیر میں متعدد اقوال

نیز اس تعلیق میں کہا گیا ہے کہ "خیانت کرنے والی آنکھیں وہ ہیں جو ان چیزوں کو دیکھیں جن کو دیکھنے سے منع کیا گیا ہے"۔

اور کریمہ کی روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے جن چیزوں کو دیکھنے سے منع فرمایا، نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ⁦١٩⁩ (المومن:۱۹) خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینہ میں چھپی ہوئی باتوں کو اللہ خوب جانتا ہے O

یعنی اللہ تعالیٰ ان نظروں کو خوب جانتا ہے جو چوری سے ان چیزوں کو دیکھتی ہیں جن کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔ اور امام ابن ابی حاتم نے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے: اس سے مراد وہ مرد ہے کہ جو اس خوبصورت عورت کی طرف دیکھتا ہے جو اس کے پاس سے گزرتی ہے۔ یا اس گھر میں داخل ہوتا ہے جس میں وہ عورت رہتی ہے۔ پس جب اس کو پتا چل جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنی نظروں کو جھکا لے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ مرد یہ پسند کرتا ہے کہ وہ مرد اس عورت کی شرمگاہ پر مطلع ہو اور اگر اس کے ساتھ زنا پر قادر ہو تو زنا کرے۔

باب مذکور کی چار تعلیقات میں سے تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

الزہری نے اس تعلیق میں یہ کہا ہے کہ اگر نابالغ لڑکیوں میں سے بھی کوئی لڑکی شہوت انگیز ہو تو اس کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔ اور اسی آیت سے علامہ ابن القاسم مالکی نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ کسی مرد کے لیے اجنبی نابالغ مردہ لڑکی کو غسل دینا جائز نہیں ہے۔ اور اس مسئلہ میں اشعب مالکی کا اختلاف ہے۔

باب مذکور کی چار تعلیقات میں سے چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں عطاء کا ذکر ہے، یہ عطاء بن ابی رباح ہیں، ان کے اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے اوزاعی کی سند موصول سے روایت کیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ عطاء بن ابی رباح سے ان باندیوں کے متعلق سوال کیا گیا جنہیں مکہ میں فروخت کیا گیا ہے، انہوں نے کہا: ان کی طرف دیکھنا مکروہ ہے سوا اس شخص کے جو ان باندیوں میں سے کسی کو خرید نا چاہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۵۹۔ ۳۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۲۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ أَرْدَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ يَوْمَ النَّحْرِ خَلْفَهُ عَلَى عَجُزِ رَاحِلَتِهِ وَكَانَ الْفَضْلُ رَجُلًا وَضِيئًا فَوَقَفَ النَّبِيُّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن یسار نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما

Marfat.com

ﷺ لِلنَّاسِ يُفْتِيهِمْ وَأَقْبَلَتْ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ وَضِيئَةٌ تَسْتَفْتِي رَسُولَ اللهِ ﷺ فَطَفِقَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَأَعْجَبَهُ حُسْنُهَا فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا فَأَخْلَفَ بِيَدِهِ فَأَخَذَ بِذَقَنِ الْفَضْلِ فَعَدَلَ وَجْهَهُ عَنِ النَّظَرِ إِلَيْهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ فَرِيضَةَ اللهِ فِي الْحَجِّ عَلَى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَهَلْ يَقْضِي عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ۔

کو قربانی کے دن سواری کے پچھلے حصہ پر اپنے پیچھے بٹھایا، اور حضرت الفضل حسین مرد تھے، پس نبی ﷺ لوگوں کے لیے ٹھہر گئے، آپ لوگوں کو ان کے سوالات کے جوابات دے رہے تھے، اور قبیلہ خثعم کی ایک حسین عورت آئی، وہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کر رہی تھی، تو حضرت فضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے، ان کو اس عورت کا حسن اچھا لگا، پس نبی ﷺ نے مڑ کر دیکھا اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ اس عورت کی طرف دیکھ رہے تھے، تو آپ نے اپنا ہاتھ پیچھے کیا اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی ٹھوڑی کو پکڑا اور ان کا چہرہ اس عورت کی طرف سے پھیر دیا، اس عورت نے پوچھا: یا رسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے حج کو فرض کر دیا ہے اپنے بندوں پر، میں نے اپنے باپ کو سخت بوڑھا پایا، وہ سواری پر سیدھا بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا، کیا اس سے یہ کفایت کرے گا کہ میں اس کی طرف سے حج کر لوں، آپ نے فرمایا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۱۵۱۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۴۳۹۹، ۶۲۲۸، صحیح مسلم: ۱۳۳۴، سنن ترمذی: ۹۲۸، سنن نسائی: ۲۶۴۱، سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹، سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۷، مسند احمد: ۳۳۶۵، موطا امام مالک: ۸۰۶، سنن دارمی: ۱۸۳۱)

صحیح البخاری: ۶۲۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی یہاں پر روایت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نظر کو جھکا کے رکھنا فتنہ کے خوف سے ہے، اور اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، ان کا نام الحکم بن نافع ہے، اور یہ حدیث کتاب الحج میں اس باب میں گزر چکی ہے ''الحج عمن لا یستطیع الثبوت علی الراحلة''۔ اور وہاں اس کی شرح بھی گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''علی عجز راحلته'' عجز میں عین پر زبر ہے اور جیم پر پیش ہے، اس سے مراد ہے سواری کا پچھلا حصہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وضیئا'' یعنی ان کا چہرہ حسین تھا اور ان کی صورت پرکشش تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خثعم'' خاء پر زبر اور ثاء پر جزم، یہ ایک قبیلہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت الفضل کا ذکر ہے، ان کا نام ہے: حضرت الفضل بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی، ابوعبداللہ، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں، ان کی والدہ حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث بن حزن الہلالیہ ہیں، ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، حضرت الفضل، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے، ان کی شہادت صفر ۱۳ھ میں ہوئی، اس وقت ان کی عمر بائیس سال تھی۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت الفضل سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ ایک سواری پر دو آدمیوں کا بیٹھنا جائز ہے۔

حضرت الفضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی، اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ احرام میں کھلا رہنا چاہیے۔ حضرت الفضل نے اس عورت کے چہرہ کی طرف دیکھا، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی طبیعت پر شہوت کا غلبہ ہے اور وہ طبعی تقاضوں کو روکنے میں کمزور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے اور عالم کو چاہیے کہ وہ اس سے روکے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو حضرت الفضل کی طرف دیکھنے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ جب آپ نے حضرت الفضل کے چہرہ کو اس کی طرف سے پھیر دیا تو وہ عورت بھی متنبہ ہو گئی تھی، اس حدیث کی وجہ سے بعض مالکی فقہاء نے یہ کہا ہے کہ عورت پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے چہرہ کو ڈھانپے بلکہ مرد پر لازم ہے کہ وہ عورت کے چہرہ کی طرف نہ دیکھے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو چہرہ ڈھانپنے کے لیے اس لیے نہیں فرمایا کیونکہ وہ احرام میں تھی اور احرام میں چہرہ کھلا رکھا جاتا ہے، اور آپ نے حضرت الفضل کو اس عورت کی طرف دیکھنے سے منع کرنے کے بجائے ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا کیونکہ فعل سے منع کرنا قول سے منع کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۰۔۱۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۲۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی تحقیق کہ قرآن مجید میں مذکور کوئی لفظ خطا پر مبنی نہیں ہے

اور سعید بن جبیر نے کہا: استیناس کا معنی استئذان ہے اور میرا گمان ہے کہ قرآن مجید میں جو ''حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا'' کا ذکر ہے، یہ لکھنے والے کی خطاء ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا کہ یہ لفظ ''حتی تستاذنوا'' ہے اور کاتب سے یہ لفظ ساقط ہو گیا۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ قرآن میں فلاں لفظ لکھنے والے کی خطاء ہے، کیونکہ پورا قرآن محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن مجید کو اس سے محفوظ رکھا ہے کہ اس میں کوئی باطل چیز سامنے سے آسکے یا پیچھے سے آسکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ (حم سجدہ: ۴۲)

اس میں باطل کہیں سے نہیں آسکتا نہ سامنے سے اور نہ پیچھے سے، یہ کتاب بہت حکمت والے، حمد کیے ہوئے کی طرف سے نازل شدہ ہے O

استیناس کے معانی

مجاہد سے روایت ہے کہ استیناس کا معنی ہے کہ جب کوئی شخص کسی گھر میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو کھنکارے اور بلغم نکالے۔

اور علامہ ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ استیناس کا معنی ہے بیٹھ جانا، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ'' (الاحزاب: ۵۳) ''اور باتیں کرنے کے لیے نہ بیٹھ جانا''۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانہ میں تشریف فرما ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''استانس یا رسول اللہ!'' یا رسول اللہ کیا میں بیٹھ جاؤں؟، آپ نے فرمایا: ہاں! پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ اور اسماعیل نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ''استانس'' اس پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ یہ جان لیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بیٹھنا ناپسند نہیں ہے۔

کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے پہلے اجازت لینے کی حکمت

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

استئذان کا معنی یہ ہے کہ گھر والوں میں سے کسی کو یہ خوف ہو کہ مرد کی اچانک نظر کسی ایسی چیز پر پڑے گی جس کو دیکھنا اس کے لیے جائز نہیں ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استئذان کو دیکھنے کے لیے مشروع کیا گیا ہے اور آنکھ کو بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ (النور: ۳۰)

آپ مسلمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا چہرہ اس عورت کے چہرہ کی طرف سے پھیر دیا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راستوں میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے سوا اس کے کہ نظر کو نیچے رکھا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو نظر نیچے رکھنے کا حکم دیا ہے وہ اس لیے کہ اس پر نظر نہ پڑے جس کو دیکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ دیکھنا فتنہ کا ذریعہ بنتا ہے۔ پس جب تم فتنہ سے مامون ہو تو پھر تمہارے لیے دیکھنا مباح ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا چہرہ اس عورت کے چہرہ کی طرف سے پھیر دیا جب آپ نے یہ دیکھا کہ وہ مسلسل اس کی طرف دیکھ رہے ہیں اور اس کا حسن ان کو اچھا لگا ہے، تو آپ کو ان کے اوپر شیطان کے فتنہ کا خوف ہوا۔

ابن آدم کی طبیعت کا کمزور ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابن آدم پر اس کی بشری طبیعت کے تقاضے غالب رہتے ہیں، اور اس کی طبیعت میں جو عورتوں کی طرف میلان کرنا مرکوز ہے تو ابن آدم کا اپنے آپ کو اس سے روکنا کمزور ہے۔

Marfat.com

عورتوں کے حجاب کا ہر حال میں فرض نہ ہونا

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مومنین کی عورتوں پر ہر حال میں حجاب کو لازم رکھنا فرض نہیں ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے اوپر ہر حال میں حجاب میں رہنا لازم تھا۔ اور اگر ایسا ہوتا یعنی اگر تمام عورتوں پر ہر حال میں حجاب کا رکھنا فرض ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس خثعمیہ خاتون کو پردہ کرنے کا حکم دیتے، اور حضرت فضل بن عباس کے چہرہ کو موڑنے پر اکتفاء نہ کرتے بلکہ انہیں حکم دیتے کہ وہ اپنی نظر پھیر لیں اور ان کو بتاتے کہ یہ فرض ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کے خوف سے ان کا چہرہ پھیر دیا، اور اس سے پہلے ان کو چھوڑ دیا تھا۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مومن عورتوں کا اپنے چہرہ کو غیر ذی محرم سے چھپانا سنت ہے، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ نماز میں اپنے چہرہ کو ظاہر کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ (النور: ۳۰) آپ مسلمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

یہ چہرہ کو دیکھنے کے علاوہ نظر کو جھکانا فرض ہے اور تمام محرمات سے نظر کو نیچا کرنا بھی فرض ہے اور جس چیز سے فتنہ کا خوف ہو تو وہاں نظر کو جھکانا واجب ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد دوسری بار نہ دیکھو کیونکہ تمہاری یہ پہلی نظر معاف ہے اور دوسری نظر تمہارے لیے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۴۹، سنن ترمذی: ۲۷۷۷، مسند احمد: ۵۳۵۳، بیہقی ج ۷ ص ۹۰)

اس لیے کہ پہلی نظر کا انسان مالک نہیں ہے، اس لیے اس میں تبعیض واجب ہے اور فرج میں اس لیے اس طرح نہیں فرمایا کیوں کہ اس کا انسان مالک ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۹ ص ۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۶۲۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ بِالطُّرُقَاتِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِيهَا فَقَالَ إِذْ أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ قَالُوا وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

[صحیح بخاری: ۲۴۶۵، ۶۲۲۹، صحیح مسلم: ۲۱۲۱، سنن ابو داؤد: ۴۸۱۵، مسند احمد: ۱۰۹۱۶]

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے آپ کو راستوں میں بیٹھنے سے بچاؤ، صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے لیے تو اپنی مجالس سے کوئی چارہ کار نہیں ہے، ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: جب تم راستہ میں مجلس کو نہیں چھوڑتے تو پھر راستہ کا حق ادا کرو، صحابہ کرام نے پوچھا: اور راستہ کا حق کیا ہے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: نظر نیچی رکھنا اور تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دینا، سلام کا جواب دینا اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کو یہاں پر ذکر کرنے کی مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث میں نظر نیچی رکھنے کا صراحۃً حکم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد کا ذکر ہے، وہ مسندی ہیں۔ اور ابو عامر کا ذکر ہے، وہ عبدالملک العقدی ہیں۔ اور الزہیر کا ذکر ہے، وہ ابن محمد التیمی الخراسانی ہیں۔ اور زید بن اسلم ہیں، وہ ابو اسامہ مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو سعید الخدری کا ذکر ہے، ان کا نام سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہے، یہ حدیث کتاب المظالم میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ایاکم'' یہ تحذیر کے لیے ہے، یعنی تم ایسا کام نہ کرو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''الجلوس بالطرقات'' اس کا معنی ہے: راستوں پر نہ بیٹھو اور مجلسیں نہ لگاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اذا ابیتم'' یعنی جب تم اس سے نہ رکو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وکف الاذیٰ'' یعنی جس چیز کی وجہ سے لوگوں کا گزرنا تنگ ہو۔ اور مردوں کو سرراہ اس لیے بیٹھنے سے منع فرمایا کہ عورتیں اپنی ضروریات کی وجہ سے گھروں سے باہر نکلتی ہیں، اور اگر مرد راستوں پر بیٹھے ہوں تو عورتوں کا اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے باہر جانا دشوار ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۲۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

راستہ میں بیٹھنے کے حکم کی ممانعت کا وجوب کے لیے نہ ہونا

امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوطلحہ سے روایت کی ہے کہ ہم اپنے گھر کے سامنے کھلی جگہ میں بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے فرمایا: تمہیں اس کھلی جگہ میں مجلس لگانے کی کیا ضرورت ہے۔

صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے ان مجالس میں بیٹھنا ضروری ہے، ہم یہاں باتیں کرتے ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو یہ حکم دینا وجوب کے لیے نہیں تھا بلکہ یہ بطریق ترغیب اور بطریق اولیٰ تھا، کیونکہ اگر صحابہ اس حکم سے وجوب کو سمجھتے تو یہ جواب نہ دیتے۔ اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ امر وجوب کے لیے نہیں ہوتا، انہوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صحابہ کو یہ امید ہو کہ ہے تو یہ واجب لیکن شاید اس میں تخفیف ہو جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے وجوب کو منسوخ فرمادیں، کیونکہ انہوں نے اپنی حاجت کا ذکر کیا تھا۔

Marfat.com

راستہ میں بیٹھنے والوں کے ذمہ متعدد حقوق

جب صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! راستہ کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نظر نیچے رکھنا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

اور ابوطلحہ کی حدیث میں حسنِ کلام کا اضافہ کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مسافروں کی رہنمائی کرنے کا اضافہ ہے، اور جس شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو اس کی چھینک کے جواب دینے کا حکم ہے۔ اور مرسل یحییٰ بن یعمر میں یہ اضافہ ہے کہ مصیبت زدہ کی مدد کرو، اور جس کو راستہ معلوم نہ ہو، اس کو راستہ کی ہدایت دو۔

اور مسند احمد اور ترمذی میں حضرت البراء سے روایت ہے کہ راستہ کی ہدایت دو، مظلوم کی مدد کرو اور سلام کو پھیلاؤ۔ امام بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سواری پر سامان لادنے میں مدد کرنا۔

اور امام طبرانی کی حدیث میں یہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرو۔ اور حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کی حدیث طبرانی میں ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ نابیناؤں کو ہدایت دو، اور مظلوم کی مدد کرو۔ اور یہ بارہ آداب ہیں جن کو میں نے اشعار میں جمع کیا ہے۔

راستہ کے حقوق کے متعلق بارہ (۱۲) آداب

ان بارہ آداب کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) سلام کو پھیلانا (۲) عمدگی سے کلام کرنا (۳) جو چھینک لے اس کو الحمدللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا (۴) ابتداءً سلام کرنا (۵) سلام کا جواب دینا (۶) سواری پر سامان لادنے میں مدد کرنا (۷) مظلوم کی مدد کرنا (۸) جس کو راستہ معلوم نہ ہو اس کو راستہ دکھانا (۹) کسی حیران آدمی کو ہدایت دینا (۱۰) نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا (۱۲) راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا اور نظر نیچی رکھنا۔

راستہ میں بیٹھنے کی ممانعت کی حکمت

راستہ میں بیٹھنے کی ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ آدمی فتنوں سے بچے، کیونکہ جوان عورتیں راستے سے گزرتی ہیں اور یہ خطرہ ہوتا ہے کہ مردان اجنبی جوان عورتوں کی طرف دیکھے گا، کیونکہ عورتوں کو تو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلنے سے منع نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہ حقوق اللہ کی ادائیگی کے لیے بھی گھر سے باہر نکلتی ہیں۔ پس مسلمان پر واجب ہے کہ وہ راستے پر نہ بیٹھے تاکہ ان خطرات میں مبتلا نہ ہو۔

اسی طرح جو لوگ راستے سے گزرتے ہیں تو ہر شخص کو سلام کرنا اور ہر شخص کے سلام کا جواب دینا تو بسا اوقات یہ مشکل ہوتا ہے، اور سلام کا جواب دینا فرض ہے تو وہ گنہگار ہوگا۔ تو اس لیے اس گناہ کے خطرہ سے بچنے کے لیے وہ راستے میں نہ بیٹھے۔ اس وجہ سے شارع علیہ السلام نے ان کو راستوں میں بیٹھنے سے منع فرمایا، تاکہ ان خرابیوں کی جڑ کٹ جائے۔ پھر جب صحابہ نے اپنی ضرورت کا ذکر کیا کہ وہ ان مجلسوں میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں، مذاکرات کرتے ہیں، دین اور دنیا کے مصالح میں غور وفکر کرتے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس چیز پر رہنمائی کی جس سے ان مفسدات مذکورہ کا ازالہ ہو سکے۔

Marfat.com

بارہ آدابِ مذکورہ میں سے ہر ادب کے متعلق حدیث

اور ان آدابِ مذکورہ میں سے ہر ادب کے لیے دوسری احادیث میں شواہد ہیں۔ رہا سلام کو پھیلانا تو اس کا ذکر عنقریب ایک مستقل باب میں آئے گا۔ اور رہا عمدگی سے کلام کرنا تو قاضی عیاض نے کہا: اس میں مسلمانوں کے ساتھ اچھے طریقہ سے معاملہ کرنے کا استحباب ہے، کیونکہ جو شخص راستے میں بیٹھا ہوگا اس کے پاس سے بہت سارے لوگ گزریں گے، پس بعض اوقات وہ بعض چیزوں کے متعلق سوال کریں گے تو راستہ میں بیٹھنے والے پر لازم ہے کہ حسن وخوبی کے ساتھ ان سے ملاقات کرے اور کلام کرے اور تنگی اور سختی کے ساتھ ان سے بات نہ کرے اور یہ بھی تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حضرت ابوشریح ہانی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کام جنت کو واجب کرتے ہیں، وہ کھانا کھلانا ہے اور سلام کو پھیلانا ہے اور حسن اور عمدگی کے ساتھ کلام کرنا ہے۔

اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مرد عمدگی سے کلام کرے تو جنت میں ایک پودا اگتا ہے۔ الحدیث۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے کو صدقہ کر کے، اور جس کو کھجور کا ٹکڑا نہ ملے تو وہ عمدہ بات کے ذریعہ سے۔

اور رہا چھینکنے والے کو جواب دینا تو اس کے متعلق کتاب الادب کے اخیر میں بہ کثرت احادیث گزر چکی ہیں۔

اور رہا سلام کا جواب دینا تو اس کا بھی عنقریب ذکر آئے گا۔

اور رہا سواری پر سامان لادنے میں مدد کرنا تو اس کی دلیل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے ہر جوڑ کے اوپر صدقہ دینا لازم ہے۔ الحدیث۔ اور اس میں یہ مذکور ہے کہ مرد کسی کو سواری پر سوار ہونے میں مدد کرے اور اس کا سامان سواری پر لادنے میں مدد کرے۔ اس کا سامان سواری پر رکھنا یہ بھی صدقہ ہے۔

اور رہا مظلوم کی اعانت کرنا، تو اس کا عنقریب حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ہو چکا ہے اور اس کا ایک اور شاہد ہے جو کتاب المظالم میں گزر چکا ہے۔

اور رہا مصیبت زدہ یا فریاد کرنے والے کی مدد کرنا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے "اور ضرورت مند فریادی کی مدد کرے"۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ابن حبان میں ہے کہ جو مصیبت زدہ فریاد کر رہا ہو اس کی مدد کرو۔

اور رہا راستہ کی ہدایت دینا تو امام ترمذی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کسی مرد کو گمشدہ زمین میں راستہ دکھانا، یہ بھی صدقہ ہے۔

اور رہا حیران کو ہدایت دینا تو اس کے لیے بھی اس سے پہلی حدیث میں شاہد ہے۔

اور رہا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا تو اس سلسلہ میں تو بہت سی احادیث ہیں، ان میں سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث

Marfat.com

ہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

اور رہا تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانا، تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس طرح راستہ پر نہ بیٹھے کہ ان کا راستے پر چلنا دشوار ہو جائے۔ یا کسی آدمی کو اپنے گھر پہنچنے میں ایذاء ہو۔ اور صحیح حدیث میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا برائی سے رکنا بھی صدقہ ہے۔

اور رہا نظر نیچی رکھنا تو یہ وہی ہے جو اس باب میں مقصود ہے۔

اور رہا یہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا تو اس میں متعدد احادیث ہیں جن کا ذکر ان شاء اللہ کتاب الدعاء میں آئے گا۔

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۱۔ ۱۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۹۸۔ ۲۹۹، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۔ بَابٌ: اَلسَّلَامُ اسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى — لفظِ السلام، اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا (النساء: ۸۶) اور جب تم کو کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو یا اسی لفظ کو لوٹا دو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ لفظِ السلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ علامہ طیبی نے اس اسم کی تفسیر میں کہا ہے: اس کا معنی ہے: جو ہر آفت اور نقص سے سلامتی والا ہو، یعنی جس کی ذات حدوث اور عیب سے سلامت ہو اور اس کی صفات نقص سے سلامت ہوں اور اس کے افعال شرِ محض سے سلامت ہوں، کیونکہ تم دنیا میں جو شر و رد دیکھتے ہو وہ اس حیثیت سے نہیں ہیں کہ ان کو ان کے شر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے کسی خیر کو بنایا اور وہ خیر کسی شر کو بھی متضمن تھی اور اس شر کو ترک کرنا بجائے خود بہت بڑا شر تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو بنایا ہے وہ خیر ہے، وہ خیر بالذات ہے اور شر اس کے ضمن میں ہے۔ اس بناء پر سلام کا لفظ اللہ تعالیٰ کے اسماء تنزیہیہ میں سے ہے۔

اور قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: سلام کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی حفاظت، جیسے کہا جاتا ہے: تمہارے ساتھ اللہ ہے، اور تمہارا مصاحب اللہ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم جو کچھ بھی کام کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ سلام کا معنی ہے: سلامتی، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ أَصْحٰبِ الْيَمِينِ ۝ (الواقعہ: ۹۱) (اے دائیں طرف والے!) تجھ پر سلام ہو کیونکہ تو دائیں طرف والوں سے ہے ۝

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لفظِ سلام کا اطلاق چند معانی پر ہوتا ہے، ان میں سے ایک معنی ہے: سلامتی، دوسرا معنی ہے: تحیت اور تعظیم، اور تیسرا معنی یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ اور کبھی یہ لفظ محض سلام کے معنی میں آتا ہے اور کبھی یہ لفظ محض تحیت کے معنی میں آتا ہے، اور کبھی ان دونوں معنی میں متردد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

Marfat.com

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔
(النساء: ۹۴)

کیونکہ اس آیت میں یہ احتمال ہے کہ یہ لفظ تحیت اور سلامتی کے معنی میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۞ سَلٰمٌ ۚ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۞ اور ہر وہ چیز جس کی وہ خواہش کریں گے وہ انہیں ملے گی O رب رحیم کی طرف سے ان کے حق میں سلام فرمایا ہوا ہوگا O
(یٰس: ۵۷-۵۸)

اور تشہد کی حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فان الله هو السلام'' یعنی اللہ تعالیٰ خود سلام ہے۔ اور قرآن مجید میں ثابت ہے ''السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ'' (الحشر: ۲۳) ''ہر نقصان سے سالم، امان دینے والا''۔

اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کی ہے کہ السلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور یہ اہلِ جنت کی دعا ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر کیا ہے کہ ''جب تم کو کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کر دیا اسی لفظ کو لوٹا دو''۔

اس آیت کریمہ میں یہ اشارہ کیا ہے کہ تحیت کا جو عام حکم ہے وہ لفظِ سلام کے ساتھ مخصوص ہے اور اسی پر علماء کا اتفاق ہے، مگر علامہ ابن التین نے بعض فقہاءِ مالکیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس آیت میں تحیت سے مراد ہدیہ ہے، اور علامہ قرطبی نے یہ نقل کیا ہے کہ فقہاءِ احناف کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس قول کی فقہائے احناف کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ قول مفسرین کے قول کے خلاف ہے، مفسرین نے کہا ہے: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم کو مسلمان سلام کرے تو اس کو اس کے سلام سے افضل جواب دو یا اسی کا سلام اس کی طرف لوٹا دو جس طرح مسلمان نے تم کو سلام کیا ہے، اور اس پر اضافہ کرنا مستحب ہے، اور اسی کی مثل جواب دینا یہ فرض ہے۔

اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جو تم کو سلام کرے تو اس کو جواب دو، خواہ وہ سلام کرنے والا مجوسی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس کو اس سے اچھا جواب دو یا وہی سلام لوٹا دو۔

اور قتادہ نے کہا کہ ''فحيوا باحسن منها'' یہ مسلمانوں کے لیے ہے، یعنی مسلمان اگر سلام کرے تو ان کے سلام کا بہتر جواب دو۔ ''او ردوها'' اس کا تعلق اہل ذمہ کے ساتھ ہے، یعنی اگر اہلِ ذمہ سلام کریں تو ان کو وہی لفظِ سلام لوٹا دو۔

اور حافظ ابن کثیر نے کہا: یہ صحیح نہیں ہے۔ (غیر مسلموں کے سلام کے جواب میں فقط وعلیکم کہنا چاہیے یعنی ''وعليكم ما عليكم'' تم پر تمہارے لیے وہ دعا ہے جس کے تم مستحق ہو)۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۳-۳۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۳۰- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن

Marfat.com

الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللهِ قَبْلَ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلَى جِبْرِيلَ السَّلَامُ عَلَى مِيكَائِيلَ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّهُ إِذَا قَالَ ذَلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ بَعْدُ مِنَ الْكَلَامِ مَا شَاءَ۔

حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم کہتے تھے "السلام علی اللہ" بندوں پر سلام سے پہلے۔ "السلام علی جبرائیل"، السلام علی میکائیل، "السلام علی فلاں وفلاں"۔ پس جب نبی ﷺ نماز پڑھ کر مڑے تو ہماری طرف اپنا چہرہ کر کے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بیٹھے تو اسے چاہیے کہ یوں کہے "تمام قولی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، اور تمام بدنی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، اور تمام مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، اے نبی! آپ کے اوپر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام ہو، کیونکہ جب وہ یہ کلمات کہے گا تو آسمان اور زمین کے درمیان ہر نیک بندے کو اس کا سلام پہنچ جائے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ جس قسم کا کلام کرنا چاہے اس کی اجازت ہے۔

(صحیح بخاری: ۸۳۱، ۸۳۵، ۱۲۰۲، ۶۲۳۰، ۶۲۶۵، ۶۳۲۸، ۷۳۸۱، صحیح مسلم: ۴۰۲، سنن ترمذی: ۲۸۹، سنن نسائی: ۱۱۶۸، سنن ابوداؤد: ۹۶۸، سنن ابن ماجہ: ۸۹۹، مسند احمد: ۴۰۵۳، سنن دارمی: ۱۳۴۰)

صحیح البخاری: ۶۲۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے، اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے باپ حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں از سلیمان از الاعمش از ابی

Marfat.com

وائل شقیق بن سلمہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں ''باب التشہد فی الاخیرۃ'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قبل عبادہ'' یعنی بندوں پر سلام سے پہلے، اور اس لفظ کی روایت قاف کے زیر کے ساتھ اور باء پر زبر کے ساتھ بھی ہے یعنی بندوں کی طرف سے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ویتخیر'' یعنی اختیار کرے، اور تخیر اور اختیار کا ایک معنی ہے۔ یہ علامہ کرمانی کا قول ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس طرح نہیں ہے، کیونکہ تخیر کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے غیر کو اختیار دے، اور اختیار کا معنی ہے: وہ اپنے نفس کے لیے اختیار کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۴۔۳۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۳۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء کا توقیفی ہونا

اللہ تعالیٰ کے اسماء وہ ہیں جن کو کتاب اور سنت سے توقیفاً اخذ کیا جاتا ہے (یعنی اپنی رائے سے اللہ تعالیٰ پر کسی اسم کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس اسم کا ثبوت قرآن اور حدیث میں نہ آ گیا ہو، مثلاً اللہ تعالیٰ کو عالم اور علام کہنا جائز ہے کیونکہ قرآن مجید میں ان لفظوں کا ثبوت ہے، اور اللہ تعالیٰ کو علامۃ اور معلّم کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان لفظوں کا اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ میں ثبوت نہیں ہے۔) اس لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ نام لیا جائے جس نام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ذکر نہیں فرمایا۔ اور جب کہ لفظِ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے تو پھر یہ کہنا جائز نہیں ہے ''السلام علی اللہ'' اور یہ کہنا جائز ہے ''السلام علیکم'' کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تم پر محافظ ہے یا اللہ تمہارا ناصر اور مددگار ہے۔

میں کہتا ہوں: اس بناء پر اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا جائز نہیں ہے اور نہ اللہ سائیں کہنا جائز ہے، کیونکہ میاں اور سائیں کا لفظ قرآن اور حدیث کے الفاظ میں سے نہیں ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ میاں کا لفظ بیوی کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے اور شوہر کے معنی میں ہوتا ہے اور کسی بوڑھے آدمی کو بھی میاں جی کہتے ہیں، اور سائیں کا لفظ فقیر کے معنی میں بولا جاتا ہے، اس لیے اللہ میاں اور اللہ سائیں کہنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کہا جائے یا اللہ عزوجل کہا جائے۔

ایک سوال یہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ کو خدا بھی نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ خدا کا لفظ بھی قرآن اور حدیث کا لفظ نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور دوسری اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی بھی لفظ سے تعبیر کرنا جائز ہے خواہ لفظِ خدا سے اللہ تعالیٰ کو تعبیر کیا جائے یا لفظِ اللہ سے یا لفظِ رحمٰن سے اللہ تعالیٰ کو تعبیر کیا جائے، اور اس کی صفات کے بارے میں یہ قاعدہ ہے کہ اس پر اسی صفت کا اطلاق کیا جائے گا جس صفت کا ذکر قرآن اور حدیث میں آ چکا ہو اور اپنی رائے اور اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ پر کسی صفت کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

Marfat.com

سلام کا جواب دینے کی تحقیق

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ لفظِ سلام کے ساتھ ابتداء کرنا سنتِ مرغوبہ ہے یعنی مستحب ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا۔ (النساء:٨٦) تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو یا اسی لفظ کو لوٹا دو۔

اور اس پر دلیل کہ سلام سے ابتداء کرنا سنتِ مرغوبہ ہے، درج ذیل حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مرد کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے، ایک دوسرے سے ملاقات کریں، پس یہ بھی منہ موڑ لے اور وہ بھی منہ موڑ لے، اور ان دونوں میں بہتر وہ ہوگا جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(صحیح بخاری:٦٢٣٧، صحیح مسلم:٢٥٦٠، سنن ترمذی:١٩٣٢، سنن ابوداؤد:٤٩١١، مسند احمد:٢٣٠١٧، موطا امام مالک:١٦٨٢)

سو اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سلام سے ابتداء کرنے والا بہتر ہے۔

امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی جماعت کو سلام کرے اور اس جماعت میں سے کوئی ایک شخص اس کے سلام کا جواب دے دے تو وہ جواب سب کی طرف سے ہو جائے گا اور وہ اس آیت کا مصداق ہے:

فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا۔ (النساء:٨٦) تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو یا اسی لفظ کو لوٹا دو۔

کیونکہ اس نے سلام کرنے والے کی مثل جواب دیا۔ اور علماء نے اس کو چھینک کے جواب کے مشابہ قرار دیا۔

اور فقہاء نے کہا ہے کہ سلام کا جواب دینا فرضِ کفایہ میں سے ہے جیسے جہاد اور علمِ دین کو طلب کرنا اور مردوں کو دفن کرنا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا۔ بعض کے ادا کرنے سے دوسروں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن بطال کا جماعت سے نماز کو فرضِ کفایہ قرار دینا اور مصنف کا اس پر تعاقب

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کسی کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، سو وہ لکڑیاں جمع کرے، پھر نماز کا حکم دوں، پس اس کے لیے اذان دی جائے، پھر میں کسی مرد کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں ان مردوں کو دیکھوں جو نماز پڑھنے نہیں آئے تو ان کے گھروں کو آگ لگا دوں، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر ان میں سے کسی کو معلوم ہو کہ اس کو گوشت سے پر ہڈی ملے گی یا دو اچھی ہڈیاں ملیں گی تو وہ عشاء کی نماز میں حاضر ہوگا۔

(صحیح البخاری:٦٤٤، صحیح مسلم:٦٥١، سنن ترمذی:٢١٧، سنن نسائی:٨٤٨، سنن ابوداؤد:٥٤٨، سنن ابن ماجہ:٧٩١، مسند احمد:٨٦٧٣، موطا امام مالک:٢٩٢، سنن داری:١٢٧٤)

فرضِ کفایہ وہ ہوتا ہے کہ بعض کے ادا کرنے سے دوسروں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، اگر جماعت سے نماز پڑھنا فرضِ کفایہ ہوتا تو بعض مسلمانوں کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لینے سے ان سے جماعت سے نماز پڑھنے کی فرضیت ساقط ہو جاتی اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ جو لوگ نماز پڑھنے نہیں آئے میں ان کے گھروں میں آگ لگا دوں، کیونکہ وہ کسی فرضیت

کے ترک کے مرتکب نہیں ہوئے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو عذاب دینے کا ارادہ نہ کرتے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

نیز علامہ ابن بطال فرماتے ہیں:

اور امام مالک نے از زید بن اسلم یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قوم میں سے ایک شخص سلام کر لے تو باقی لوگوں کی طرف سے وہ کفایت کرتا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے اور کہا ہے کہ کسی جماعت کے لیے یہ کافی ہے کہ جب وہ گزرے تو ان میں سے کوئی ایک شخص سلام کر لے اور جو لوگ بیٹھے ہوئے ہوں اور ان میں سے کوئی ایک شخص سلام کا جواب دے دے تو وہ باقی لوگوں کی طرف سے کفایت کرے گا۔

اور فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ سلام کا جواب دینا ہر شخص پر فرضِ عین ہے اور ایک کے جواب دینے سے دوسروں سے اس کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی۔ انہوں نے کہا ہے کہ سلام کرنا سلام کا جواب دینے کے خلاف ہے، کیونکہ سلام سے ابتداء کرنا نفل ہے اور اس کا جواب دینا فرض ہے۔ اور اگر اس نے کسی ایسے شخص کو سلام کا جواب دیا جس نے اس کو سلام نہیں کیا تھا تو اس سے جواب دینے کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی، تو اس سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب دینا ہر انسان پر فرضِ عین ہے۔

امام ابو یوسف نے امام مالک کی مرسل حدیث کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ سلام کا جواب دینا فرضِ کفایہ سے نہیں ہے، اور ان کا فقہاء مالکیہ نے رد کیا ہے بایں طور کہ فقہاء نے کہا ہے کہ بعض سنتیں فرائض کے قائم مقام ہوتی ہیں جیسا کہ جمعہ کا غسل کرنا بعض علماء کے نزدیک غسلِ جنابت کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اور جیسے وضو سے پہلے ہاتھ دھو لینا کلائیوں کے ساتھ ہاتھ دھونے کے قائم مقام ہوتا ہے، یہ عطاء کا قول ہے۔

اور فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے اس کو سلام کا جواب دیا جس نے اس کو سلام نہیں کیا تھا تو اس سے سلام کے جواب کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو تم کو سلام کرے اس کے سلام کا جواب دو، نہ یہ کہ جو سلام نہ کرے اس کو سلام کا جواب دو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ دشمن مسلمانوں کی کسی شے پر حملہ کریں اور مسلمان اس سے مدافعت میں قتال نہ کریں اور مسلمانوں کی طرف سے اہل کتاب کے لوگ قتال کریں تو مسلمانوں سے قتال کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی۔ اسی طرح جب اس نے اس کو سلام کا جواب دیا جس نے اس کو سلام نہیں کیا تھا تو ان سے سلام کے جواب کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی۔

سلام کا جواب دینے کے مسائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قلیل کثیر کو سلام کرے، اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ واحد جماعت پر سلام کرے، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ جماعت کے ہر فرد کو سلام کرے۔ اسی طرح جماعت میں سے کوئی ایک شخص کسی کے سلام کا جواب دے تو اس کا جواب باقیوں کے قائم مقام ہو جائے گا اور فقہاء احناف نے اس کا انکار اس لیے کیا ہے کہ یہ امام مالک کی مرسل حدیث ہے، حالانکہ فقہائے احناف کے پاس اپنے اس موقف پر کہ سلام کا جواب دینا ہر شخص پر فرض عین ہے اور فرضِ کفایہ نہیں ہے، اس پر نہ کوئی مرسل حدیث ہے اور نہ مسند حدیث ہے۔ لہٰذا مرسل کی طرف رجوع کرنا اولیٰ ہے بجائے اس کے کہ رائے پر عمل کیا جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۹ ص ۹۔۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

۴۔ بَابُ: تَسْلِيمِ الْقَلِيلِ عَلَى الْكَثِيرِ کم لوگوں کا زیادہ لوگوں کو سلام کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کم لوگوں کو زیادہ لوگوں پر سلام کرنا چاہیے، اور قلت اور کثرت ایک امر نسبی ہے یا امر اضافی ہے، پس ایک دو کی بہ نسبت قلیل ہے اور دو تین کی نسبت قلیل ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۲۳۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور قلیل کثیر کو سلام کرے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۳۲، ۶۲۳۳، ۶۲۳۴، صحیح مسلم: ۲۱۶۰، سنن ترمذی: ۲۷۰۳، سنن ابوداؤد: ۵۱۹۸، مسند احمد: ۲۷۳ ۷۹)

صحیح البخاری: ۶۲۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، وہ ابن المبارک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معمر کا ذکر ہے، وہ ابن راشد ہیں۔ اور ہمام کا ذکر ہے، وہ ابن منبہ ہیں، اور منبہ، تنبیہ سے اسم فاعل ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "چھوٹا بڑے کو سلام کرے"۔ یہ خبر ہے امر کے معنی میں۔ اور مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد میں صراحتہً یہ حدیث لفظِ امر کے ساتھ وارد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۳۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سلام کرنے کے آداب اور ان کی حکمتیں

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے آداب ہیں، صغیر کے کبیر کو سلام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کبیر کا صغیر پر حق ہوتا ہے، اس لیے صغیر کو تواضع کرنے کا اور تعظیم کرنے کا حکم دیا اور گزرنے والے کو بیٹھنے والے پر سلام کرنے کا حکم دیا ہے، یہ اس طرح ہے جیسے کسی قوم پر داخل ہونے والا اس قوم کو ابتداءً سلام کرتا ہے، اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام نے ملائکہ کے ساتھ کیا جب ان سے کہا گیا: جاؤ! اور یہ جو فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں ان کو سلام کرو۔ اور قلیل کا کثیر کو سلام کرنا بھی تواضع کے باب سے ہے، کیونکہ کثیر کا حق قلیل کے حق سے زیادہ ہے۔ اور اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کا فعل ہے کہ وہ ایک تھے اور فرشتوں کی ایک جماعت تھی جو کثیر تھی تو آپ کو حکم دیا گیا کہ ان کو سلام کریں۔ اور سوار کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ پیدل چلنے والے کو سلام کرے تاکہ سوار ہونے کی وجہ سے اس میں تکبر نہ پیدا ہو اور وہ پیدل چلنے والے پر اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھے تو اس لیے اس کو تواضع کا حکم دیا گیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۹ ص ۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۵۔ بَابُ: تَسْلِيمِ الرَّاكِبِ عَلَى الْمَاشِي — سوار کا پیدل چلنے والے کو سلام کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص سوار ہو، وہ پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۲۳۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ أَنَّهُ سَمِعَ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَالْمَاشِي عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مخلد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے زیاد نے خبر دی کہ انہوں نے ثابت سے سنا جو عبد الرحمٰن بن زید کے آزاد کردہ غلام ہیں، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور قلیل کثیر کو سلام کرے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۳۱، ۶۲۳۲، ۶۲۳۳، ۶۲۳۴، صحیح مسلم: ۲۱۶۰، سنن ترمذی: ۲۷۰۳، سنن ابوداود: ۵۱۹۸، مسند احمد: ۲۷۳۴۹)

صحیح البخاری: ۶۲۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن سلام کا ذکر ہے اور لام کو تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی اس پر تشدید نہیں ہے۔ اور مَخْلَد میں میم پر زبر ہے اور خاء ساکن ہے، یہ ابن یزید الحیرانی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں ابن جریج کا ذکر ہے، یہ عبد الملک بن عبد العزیز

Marfat.com

بن جریج ہیں۔اور زیاد میں زاء کے نیچے زیر ہے، یہ ابن سعد اور خراسانی ثم المکی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ثابت کا ذکر ہے، یہ ابن عیاض ہیں جو عبدالرحمٰن بن زید الخطاب کے آزاد کردہ غلام ہیں اور امام بخاری نے ان کی صرف یہی حدیث روایت کی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۵۔۳۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦۔ بَابُ: تَسْلِيمِ الْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ — پیدل چلنے والے کا بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرنا

یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔

۶۲۳۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ أَنَّ ثَابِتًا أَخْبَرَهُ وَهُوَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَالْمَاشِي عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے زیاد نے خبر دی، ان کو ثابت نے خبر دی اور وہ عبدالرحمٰن بن زید کے آزاد کردہ غلام ہیں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، از رسول اللہ ﷺ، آپ نے فرمایا: سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور قلیل کثیر کو سلام کرے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۳۱، ۶۲۳۲، ۶۲۳۳، ۶۲۳۴، صحیح مسلم: ۲۱۶۰، سنن ترمذی: ۲۷۰۳، سنن ابوداؤد: ۵۱۹۸، مسند احمد: ۹: ۲۷۳)

صحیح البخاری: ۶۲۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن ابراہیم، یہ ابن راہویہ کے نام سے معروف ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے روح بن عُبادہ، عُبادہ میں عین پر پیش ہے، اور یہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے مذکور ہے لیکن امام بخاری نے اس کی دوسری سند کے ساتھ روایت کی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٧۔ بَابُ: تَسْلِيمِ الصَّغِيرِ عَلَى الْكَبِيرِ — چھوٹے کا بڑے کو سلام کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ چھوٹے کو چاہیے کہ بڑے کو سلام کرے۔

۶۲۳۴۔ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ

اور ابراہیم طہمان نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از صفوان بن سُلیم، از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ صغیر کبیر کو سلام کرے اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور قلیل کثیر کو سلام کرے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۳۱، ۶۲۳۲، ۶۲۳۳، ۶۲۳۴، صحیح مسلم: ۲۱۶۰، سنن ترمذی: ۲۷۰۳، سنن ابوداؤد: ۵۱۹۸، مسند احمد: ۹: ۲۷۳)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۳۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، وہ ابن طہمان ہیں۔ اسی طرح ابوذر کی روایت میں ہے۔ علامہ کرمانی لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس سند کو لفظ قال سے شروع کیا ہے اور لفظ حدثنی سے شروع نہیں کیا، کیونکہ امام بخاری نے ابراہیم سے مذاکرہ کے درمیان یہ حدیث سنی اور بطورِ روایتِ حدیث کے نہیں سنی۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ غلط ہے کہ امام بخاری نے ابراہیم بن طہمان کو نہیں پایا چہ جائیکہ وہ ان سے حدیث کا سماع کرتے۔ ابراہیم بن طہمان امام بخاری کی ولادت سے چھبیس (۲۶) سال پہلے فوت ہو گئے تھے۔ اور امام بخاری نے اپنی کتاب الادب المفرد میں ان کی روایت سندِ موصول کے ساتھ بیان کی ہے، وہ لکھتے ہیں: مجھے احمد بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "والمار علی القاعد" اس حدیث کا یہ جملہ اس سے پہلی حدیث کے اس جملہ سے زیادہ بلیغ ہے جس میں مذکور ہے "الماشی علی القاعد" کیونکہ گزرنے والا عام ہے کہ سوار ہو یا پیدل جا رہا ہو۔ اور امام ترمذی نے ابوعلی الجنبی سے حدیث روایت کی ہے از حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑ سوار پیدل کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا کھڑے ہوئے کو سلام کرے اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ابوعلی الجنبی، ان کا نام عمرو بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ جب قائم کو مستقر پر محمول کیا جائے تو وہ اس سے عام ہوگا کہ وہ بیٹھا ہوا ہو یا کھڑا ہوا ہو یا ٹیک لگائے ہوئے ہو یا لیٹا ہوا ہو۔ اور جب ان صورتوں کی اضافت سوار کی طرف کی جائے گی تو پھر متعدد صورتیں بن جائیں گی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۰۲، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ یہ کلام بحیثیت لغت صحیح ہے اور نہ بحیثیت اصطلاح صحیح ہے اور نہ بحیثیت عرف صحیح ہے، کیونکہ کوئی شخص بھی کھڑے ہوئے شخص کو بیٹھا ہوا نہیں کہتا اور نہ اسے ٹیک لگانے والا کہتا ہے اور نہ اسے لیٹا ہوا کہتا ہے۔ اور جب دو سوار ملیں یا دو پیدل چلنے والے ملیں تو علامہ مازری نے کہا ہے کہ سلام کی ابتداء ادنیٰ کرے گا اعلیٰ کی بزرگی اور اس کی فضیلت کے لیے اور جب دونوں ہر جہت سے مساوی ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو سلام کی ابتداء کرنے کا حکم ہے اور ان میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کی ابتداء کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۶-۳۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا علامہ عینی حنفی کے اعتراض کا جواب

علامہ عینی کے اعتراض کی بنیاد اس بات پر ہے کہ قائم کا معنی ہو: جو شخص اپنی ٹانگوں پر یا اپنے پیروں پر کھڑا ہوا ہو، لیکن قائم کا معنی اس کے علاوہ بھی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا۔ (آل عمران:۷۵) اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو وہ تم کو ادا نہیں کریں گے سوا اس کے کہ تم ان کے سر پر کھڑے رہو۔

اہل تفسیر نے کہا ہے: اس آیت میں قائما کا معنی ہے کہ اس کے ساتھ لازم رہے اور اس سے تقاضا کرتا رہے اور بعض مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یہاں قیام سے مراد پیروں پر کھڑا ہونا نہیں ہے۔

امام راغب اصفہانی نے کہا ہے: ''قام یقوم قیاما فھو قائم'' پھر کہا: قیام کی متعدد قسمیں ہیں، بعض قیام تسخیر سے ہوتا ہے جیسے ''قائم وحصید'' (یعنی بعض بستیاں موجود ہیں اور بعض بستیاں نیست و نابود ہو گئی ہیں)، سو اس میں بھی قائم کا معنی پیروں پر کھڑا ہونا مراد نہیں ہے۔ اور بعض قیام اختیار کے ساتھ ہوتا ہے جیسے ''ساجدا وقائما'' اور کبھی قائم کا معنی کسی چیز کی رعایت کرنا اور نگہبانی کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ۔ (الرعد:۳۳) کیا جو ہر شخص کے اعمال کا نگران ہے (وہ بتوں کی مانند ہو سکتا ہے)۔

اس آیت میں قائم کا معنی محافظ اور نگران ہے۔ نیز قرآن میں ہے:

اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا۔ (آل عمران:۷۵) سوا اس کے کہ تم ان کے سر پر کھڑے رہو۔

اور مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یہاں پر قیام سے پیروں پر کھڑا ہونا مراد نہیں ہے۔ اور امام راغب نے کہا ہے: یہاں پر قائم کا معنی ہے: جو اپنی طلب پر ثابت ہو۔

اور قیام کا معنی عزم بھی آتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ۔ (المائدہ:۶) یعنی جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو۔

اور قیام کا معنی دوام بھی ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ۔ (البقرہ:۳) یعنی وہ دائما نماز کا فعل کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قائم کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے جو کسی چیز کی حفاظت کرنے والا ہو، اور اس پر بھی ہوتا ہے جو کسی چیز پر لازم ہو، اور اس پر بھی ہوتا ہے جو کسی چیز پر دوام کرے، اور اس پر بھی ہوتا ہے جو کسی چیز پر ثابت ہے، اور ان میں سے کوئی معنی بھی وہ نہیں ہے جو قعود کی ضد ہے یعنی پیروں پر کھڑا ہو۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: حکیم بن حزام کی حدیث میں ہے: کہا جاتا ہے کہ ''قام فلان علی الشیء'' جب وہ اس چیز پر

Marfat.com

ثابت ہو اور اس کو پکڑے رکھے۔ پھر ابن اثیر نے کہا: "سنة قائمة" یعنی سنتِ دائمہ مستمرہ۔ اور اس کے بہ کثرت شواہد ہیں کہ قیام کا معنی صرف پیروں پر کھڑا ہونا نہیں ہے بلکہ یہ معانی بھی ہیں، اور یہ چند مثالیں اس شخص کا رد کرنے کے لیے کافی ہیں جو اس کا انکار کرتا ہے۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۹۶، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

۸۔ بَابُ إِفْشَاءِ السَّلَامِ سلام کو پھیلانا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب سلام کو پھیلانے کے بیان میں ہے، سلام کو پھیلانے سے مراد ہے: سلام کا اظہار کرنا، یعنی لوگوں کے درمیان اس کو پھیلانا۔ پس لوگ اس کو بھی سلام کریں جس کو جانتے ہوں اور اس کو بھی سلام کریں جس کو نہ جانتے ہوں، اور اسی کے ساتھ اثر وارد ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۳۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِسَبْعٍ بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَنَصْرِ الضَّعِيفِ وَعَوْنِ الْمَظْلُومِ وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَنَهَى عَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ وَنَهَانَا عَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ وَعَنْ رُكُوبِ الْمَيَاثِرِ وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالْإِسْتَبْرَقِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از شیبانی از اشعث ابی الشعثاء از معاویہ بن سوید بن مقرن از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سات چیزوں کا حکم دیا: مریض کی عیادت کا، جنائز کے ساتھ جانے کا، چھینک لینے والے کو جواب دینے کا، کمزور کی مدد کرنے کا، مظلوم کی داد رسی کرنے کا، اور سلام کو پھیلانے کا، اور قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے میں کوشش کرنے کا، اور چاندی کے برتن میں پینے سے منع فرمایا، اور ہمیں سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا، اور ریشمی زین پر سوار ہونے سے منع فرمایا، اور ریشم پہننے سے منع فرمایا اور دیباج پہننے سے اور قسی پہننے سے اور استبرق پہننے سے منع فرمایا۔

(صحیح بخاری: ۱۲۳۹، ۲۴۴۵، ۵۱۷۵، ۵۶۳۵، ۵۶۵۰، ۵۸۳۸، ۵۸۶۳، ۶۲۲۲، ۶۲۳۵، ۶۶۵۴، صحیح مسلم: ۲۰۶۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۹، سنن نسائی: ۱۹۳۹، مسند احمد: ۱۸۱۷۰)

صحیح البخاری: ۶۲۳۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے" افشاء السلام " یعنی سلام کو پھیلانا اور یہ الفاظ بعینہٖ اس حدیث میں مذکور ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قتیبہ بن سعید اور جریر بن عبدالحمید اور الشیبانی، اور وہ ابواسحاق سلیمان ہیں۔

یہ حدیث کتاب الادب کے اواخر میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کی از سلیمان بن حرب از شعبہ از الاشعث بن سلیم از معاویہ بن سوید بن المقرن از حضرت البراء رضی اللہ عنہ روایت کی تھی۔

حدیث مذکور کی متعدد سندوں کے ساتھ روایت کا بیان

اور اس حدیث کی کتاب الجنائز میں از عبدالولید روایت کی ہے، اور اس حدیث کی کتاب المظالم میں از سعید بن الربیع روایت کی ہے، اور کتاب اللباس میں از آدم اور از محمد بن مقاتل اور قبیصہ روایت کی ہے۔ اور کتاب الطب میں اس حدیث کی از حفص بن عمر روایت کی ہے۔ اور کتاب الادب میں از سلیمان بن حرب روایت کی ہے۔ اور کتاب النزول میں از بندار از غندر روایت کی ہے اور کتاب النکاح میں از الحسن بن الربیع روایت کی ہے۔ اور کتاب الاشربہ میں از موسیٰ بن اسماعیل روایت کی ہے۔ اور کتاب النذور میں بھی قبیصہ سے روایت کی ہے۔

اس باب کی روایت اور کتاب الجنائز کی روایت کا فرق

اب ہم بیان کرتے ہیں کہ ان روایات میں جو زیادتی اور کمی کا اختلاف ہے۔

اس باب کی حدیث میں سات میں سے دو نئی چیزوں کا ذکر کیا ہے، ضعیف کی مدد کرنا اور مظلوم کی دادرسی کرنا۔

اور کتاب الجنائز میں ذکر کیا ہے دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنا اور مظلوم کی مدد کرنا اور یہاں پر دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنے کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اور یہاں پر "نصر المظلوم" کے عوض میں "عون المظلوم" کا ذکر کیا ہے۔ (دونوں کا معنی ایک ہے۔) اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ ذکر میں عدد کی تخصیص کرنا غیر کی نفی نہیں کرتا، یا یہ کہ نیز ضعیف دعوت دینے والا ہے۔

اور یہاں پر سلام پھیلانے کا ذکر کیا ہے اور وہاں سلام کا جواب دینے کا ذکر کیا ہے اور یہ دونوں شرعاً متلازم ہیں۔ لیکن کتاب المظالم میں پس اسی طرح ہے، اس میں دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا ذکر ہے اور "نصر المظلوم" کا ذکر ہے اور یہاں "عون المظلوم" کا ذکر ہے اور عون اور نصر کا ایک ہی معنی ہے۔

حدیث مذکور کا دیگر ابواب میں ذکر اور ان کا باہمی فرق

کتاب اللباس میں اس حدیث کی تین سندوں کے ساتھ روایت کی ہے:

(۱) از آدم: اس میں دعوت دینے والے کی دعوت کے قبول کرنے کا ذکر ہے اور "نصر المظلوم" کا ذکر ہے۔

(۲) از محمد بن مقاتل: یہاں امام بخاری نے اختصار سے روایت کی ہے اور اس میں مذکور ہے "ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ میاثر اور القسی سے منع فرمایا"۔

(۳) از قبیصہ: اس میں مذکور ہے "ہمیں نبی ﷺ نے سات چیزوں کا حکم دیا: مریض کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، چھینک لینے والے کو جواب دینا، اور ہمیں حریر اور دیباج اور القسی اور استبرق اور سرخ میاثر سے منع فرمایا"۔

اور یہ حدیث کتاب الطب میں بھی ہے، اس میں ممانعت مقدم ہے اور امر مؤخر ہے، اور ممانعت میں چھ چیزوں کا ذکر کیا ہے، چھٹی چیز سرخ میاثر ہے، اور امر میں تین چیزوں کا ذکر کیا ہے کہ ہم جنائز کے ساتھ جائیں، اور ہم مریض کی عیادت کریں اور ہم سلام کو پھیلائیں۔

اور کتاب الادب میں امر کو مقدم کیا ہے اور چھ چیزوں کا ذکر کیا ہے، دو ان میں سے دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنا ہے اور مظلوم کی مدد کرنا ہے اور اس میں سلام پھیلانے کی جگہ سلام کا جواب دینے کا ذکر ہے۔ اور ممانعت میں بھی چھ چیزوں کا ذکر ہے اور اس کی آخر المیاثر ہے۔ اور اُس میں قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے کا ذکر ہے۔

اور کتاب النکاح میں امر کو مقدم کیا ہے اور اس میں سات چیزوں کا ذکر ہے، اور اس میں دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا ذکر ہے اور ممانعت میں چھ چیزوں کا ذکر ہے اور اس میں مذکور ہے کہ ہم کو میاثر اور قسی سے منع فرمایا۔

اور کتاب الاشربہ میں بھی اسی طرح ہے، امر کو مقدم کیا ہے اور ممانعت میں پانچ چیزیں ذکر کی ہیں۔ اور اس میں ریشم کی انواع کو گنوایا ہے جس سے وہ سات ہو گئیں، اور اس میں میاثر اور القسی کا ذکر ہے۔ اور ہم نے ہر باب میں ان میں سے ہر عنوان کی شرح کر دی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وافشاء السلام" اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ ہر ایک کو سلام کیا جائے، لیکن فاسق اور بچے پر سلام کی مشروعیت میں اختلاف ہے۔ اور مرد کے عورت کو سلام کرنے میں یا عورت کے مرد کو سلام کرنے میں بھی اختلاف ہے۔

جن لوگوں کو سلام کیا جائے اور نہ ان لوگوں کے سلام کا جواب دیا جائے

علامہ نووی شافعی نے کہا ہے: سلام سے ابتداء کرنے کے حکم سے وہ مستثنیٰ ہے جو کھانے یا پینے میں مشغول ہو یا جو جماع میں مشغول ہو، یا جو بیت الخلاء میں مشغول ہو، یا جو حمام میں ہو، یا جو سویا ہوا ہو، یا جو اونگھ رہا ہو، یا جو نماز پڑھ رہا ہو، یا جو اذان دے رہا ہو، جب تک وہ ان میں سے کسی کام میں بھی مشغول ہو تو اس کو ابتداءً سلام نہ کیا جائے۔ اور اگر کھانے والے کے منہ میں لقمہ نہ ہو تو اس کو بھی سلام کی ابتداء کرنا مشروع ہے، اور خرید و فروخت کرنے والے پر بھی سلام کی ابتداء کرنا مشروع ہے، اور جو باقی معاملات مشہور ہیں ان میں بھی سلام کرنا مشروع ہے۔

اور کتاب الطہارت میں گزر چکا ہے کہ جو شخص حمام میں ہو اگر اس نے تہبند باندھا ہوا ہو تو اس کو سلام کیا جائے ورنہ نہ کیا جائے۔ اور جو شخص خطبہ دے رہا ہو تو اس حال میں اس کو سلام نہ کیا جائے اور اگر کسی نے سلام کیا تو اس پر اس سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے، کیونکہ خطبہ کو سننا واجب ہے۔

اور جو شخص مدعی ہو، وہ قاضی کو سلام نہ کرے اور جب اس نے سلام کر لیا تو قاضی پر اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔

اور جو شخص شطرنج کھیل رہا ہو اس کو سلام نہ کرے، ہاں اگر اس کا مقصد ان کے کھیل میں خلل ڈالنا ہو تو پھر وہ سلام کرے، اور

Marfat.com

الذخیرہ میں مذکور ہے کہ جو شخص اپنے استاذ سے فقہ پڑھ رہا ہو اس کو سلام نہ کرے، اور اگر سلام کر لیا تو اس پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔

اور جو بوڑھا مذاق کر رہا ہو، یا جو کذاب ہو، یا جو شخص کوئی لغو کام کر رہا ہو، اور جو شخص لوگوں کو گالیاں دے رہا ہو، ان کو سلام نہ کرے۔ اور اس کو بھی سلام نہ کرے جو راستوں میں عورتوں کو دیکھ رہا ہو اور اس کی توبہ معروف نہ ہو۔ اور نہ بدعتی کو سلام کرے اور نہ اس کو سلام کرے جس نے کوئی سنگین گناہ کیا ہو اور اس نے توبہ نہ کی ہو اور اس کے سلام کا جواب بھی نہ دے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خمر پینے والوں کو سلام نہ کرے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اور ظالم حکمرانوں کو سلام نہ کرے سوا اس صورت کے کہ کوئی مجبوری ہو۔ علامہ ابن العربی نے کہا کہ انہیں سلام کرے اور یہ نیت کرے کہ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اس کا معنی دل میں یوں کرے کہ اللہ تمہارا نگہبان ہے۔

اور جب کوئی مسلمان کسی ایک مرد کے پاس سے یا اکثر کے پاس سے گزرا ہے اور اس کو یہ ظنِ غالب ہو کہ جب اس نے ان کو سلام کیا ہے تو وہ اس کے سلام کا جواب نہیں دے گا یا تکبر کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے، پھر بھی اس کو سلام کرے اور اپنی اس بدگمانی کی وجہ سے سلام کو ترک نہ کرے، کیونکہ بعض اوقات ظن میں خطا ہوتی ہے۔ اور اگر مسلمان نے کسی مرد کو اس گمان سے سلام کیا کہ وہ مسلمان ہے لیکن وہ کافر تھا تو مستحب یہ ہے کہ اپنا سلام واپس لے لے اور کہے: مجھ پر میرا اسلام واپس کر دو۔ اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اس کو وحشت میں ڈالے اور یہ ظاہر کرے کہ ان دونوں کے درمیان محبت اور الفت کا تعلق نہیں ہے۔ اور جب وہ کسی گھر میں داخل ہو اور وہاں کوئی نہ ہو تب بھی سلام کرے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب گھر میں کوئی نہ ہو تو وہ کہے: ''السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''المیاثر''، یہ میثرۃ کی جمع ہے، علامہ الجوہری نے کہا: المیثرۃ، زین کو کہتے ہیں۔ اور امام ابوعبیدہ نے کہا: سرخ ریشم کی زین وہ ہے جس کی ممانعت آئی ہے، کیونکہ عجمی لوگ اپنی سواریوں کے اوپر دیباج یا ریشم کی زین ڈالتے تھے اور اس پر کئی مرتبہ بحث ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۷۔۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۳۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں جن کاموں کے کرنے کا حکم فرمایا ہے آیا ان کاموں کا نہ کرنا باعثِ حرج ہے یا نہیں؟

امام ابوجعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ یہ اوصاف جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے آیا یہ ان حقوق میں سے ہے کہ اگر ان کو ادا نہ کرے تو ان کے نہ ادا کرنے کی وجہ سے حرج ہوگا اور وہ اپنے رب کا نافرمان ہوگا یا نہیں؟ تو اس سے کہا جائے گا کہ بعض کام ایسے ہیں کہ ان کے ترک کرنے میں حرج ہے، اور بعض کام ایسے ہیں کہ ان کے ترک کرنے میں حرج نہیں ہے۔ اور بعض کام ایسے ہیں کہ کسی حال میں ان کے ترک کرنے میں حرج ہے اور دوسرے حال میں ان کے ترک کرنے میں حرج نہیں ہے۔ پھر امام طبری نے اس کا بیان کیا۔

Marfat.com

جن کاموں کا کرنا ہر حال میں فرض ہے

رہے وہ کام جن کا کرنا ہر حال میں محمود ہے اور ان کے ترک کرنے میں حرج ہے تو وہ ہے کمزور کی مدد کرنا اور مظلوم کی دادرسی کرنا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم مظلوم کی مدد تو کریں گے پس ظالم کی مدد کیسے کریں؟ تو آپ نے فرمایا: تم ظلم کرنے والے کے ہاتھوں کو اوپر سے پکڑ لو۔ (صحیح بخاری: ۲۴۴۳، ۲۴۴۴، سنن ترمذی: ۲۲۵۵، مسند احمد: ۱۲۶۶۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم مومنین کو دیکھتے ہو، وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے میں اور ایک دوسرے سے دوستی کرنے میں اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں، جب جسم کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کا سارا جسم رات بھر درد اور بخار سے کراہتا رہتا ہے۔
(صحیح البخاری: ۶۰۱۱، صحیح مسلم: ۲۵۸۶، مسند احمد: ۱۷۹۰۷)

علامہ طبری فرماتے ہیں: پس ہر مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے جسم کے اعضاء میں سے ہر عضو کی اصلاح کے لیے کوشش کرے۔ پس اسی طرح ان پر لازم ہے کہ جو ان کے دینی بھائی ہیں اور ان کے شرکاء ملت ہیں ان کی اصلاح کے لیے بھی کوشش کرے۔ اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کرے، اور ان کی مدد اس طرح کرے جیسا کہ وہ اپنے معاملات میں مدد کرتا ہے، کیونکہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور وہ تمام ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (النساء: ۲۹) اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو بے شک اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے O

اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، کیونکہ مومن اپنے دوسرے مومن بھائی کے لیے اس کے اپنے نفس کے حکم میں ہے اس کے ساتھ نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرنے کے لیے اور ان میں سے ہر ایک کو وہ چیز درد پہنچاتی ہے جو اسے خود درد پہنچاتی ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیں اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکاریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۔ (الحجرات: ۱۱) اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے بلاؤ، ایمان کے بعد فاسق کہلانا کتنا برا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مسلمان بھائی کو طعنہ دینا اپنا قرار دیا جیسے انسان اپنے آپ کو طعنہ دے، کیونکہ اس کا بھائی اس کی اپنی ذات کے حکم میں ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ جو شخص بھی صحیح العقل ہوگا، وہ اپنے آپ کو طعنہ نہیں دے گا، پس معلوم ہوا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے مسلمان بھائی کو طعنہ نہ دے۔

اور اسی طریقہ سے جن کاموں کا کرنا ہر حال میں فرض ہے، وہ ہے قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے میں کوشش کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۔(المائدہ:۸۹) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

جن کاموں کو کرنا کسی حال میں فرض ہے اور کسی حال میں مستحب ہے

رہے وہ کام جن کا بعض احوال میں کرنا فرض ہے اور بعض احوال میں ان کا کرنا مستحب ہے، پس مسلمان بھائی کے جنازہ میں حاضر ہونا، اگر اس کے جنازہ میں اس کے سوا کوئی اور منتظم نہ ہو تو پھر اس کے جنازہ میں حاضر ہونا فرض ہے۔ اس صورت میں اس کا اس کے جنازہ میں حاضر ہونے کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان فوت شدگان کا زندوں پر یہ فرض ہے کہ وہ ان کو غسل دے، ان کو کفن پہنائے اور ان کی نماز جنازہ پڑھائے اور ان کو دفن کرے، اور یہ ان پر فرضِ کفایہ ہے۔ اگر بعض مسلمانوں نے یہ فرض ادا کر لیا تو باقی مسلمانوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔

رہے وہ کام جن کا کرنا مستحب ہے اور ان کے ترک پر مذمت نہیں ہے تو وہ مسلمان کو اس وقت سلام کرنا ہے جب اس سے ملاقات ہو۔ معلوم ہوا کہ مسلمان کو سلام کی ابتداء کرنا مستحب ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو مردوں کے متعلق فرمایا جنہوں نے ایک دوسرے سے ملنا جلنا چھوڑا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے جو سلام کی ابتداء کرے۔

امام بخاری حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے، وہ ایک دوسرے سے ملیں، پس یہ اس سے منہ موڑ لے اور وہ اس سے منہ موڑ لے، اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۰۷۷، صحیح مسلم: ۲۵۶۰، سنن ترمذی: ۱۹۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۱، مسند احمد: ۲۳۰۱۷، موطا امام مالک: ۱۶۸۲)

اور اسی باب سے ہے کسی شخص کا اپنے بھائی کی عیادت کرنا، اور جب وہ اسے طعام کی دعوت دے تو اسے قبول کرنا۔ اگر کسی مسلمان نے اس طعام کو ترک کیا تو فرض کا ترک کرنے والا نہیں ہوگا بلکہ مستحب کا ترک کرنے والا ہوگا۔ اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۱۱۔۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۹۔ بَابُ: السَّلَامِ لِلْمَعْرِفَةِ وَغَيْرِ الْمَعْرِفَةِ ہر ایک کو سلام کرنا خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ سلام کرنا مطلقاً سنت ہے خواہ جس کو سلام کیا جائے اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو۔ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ سلام اس کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جس کی معرفت ہو اور جس کی معرفت نہ ہو اس کو سلام کرنا ترک کر دے۔

امام طحاوی، امام طبرانی اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ ایک مرد مسجد کے پاس سے گزرے گا اور وہ اس میں نماز نہیں پڑھے گا اور صرف انہی کو سلام کرے گا جن کو وہ پہچانتا ہو۔ اور امام طحاوی کی عبارت یہ ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ سلام صرف جان پہچان

والے کو کیا جائے اور اس حدیث کے یہ الفاظ اس باب کے عنوان کے موافق ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۳۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَعَلَى مَنْ لَمْ تَعْرِفْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یزید نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، کہ ایک مرد نے نبی ﷺ سے سوال کیا: اسلام کا کونسا وصف سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو جن کو تم پہچانتے ہو اور جن کو تم نہیں پہچانتے۔

(صحیح بخاری: ۱۲، ۲۸، ۶۲۳۶، صحیح مسلم: ۳۹، سنن نسائی: ۵۰۰۰، سنن ابوداؤد: ۵۱۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۲۵۳، مسند احمد: ۶۵۴۵)

صحیح البخاری: ۶۲۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یزید کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حبیب ہیں، اور اس حدیث کی سند میں ابو الخیر کا ذکر ہے، وہ مرثد بن عبداللہ الیزنی ہیں، اور اس سند کے تمام راوی بصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ای الاسلام خیر" یعنی اسلام کے کون سے اعمال سب سے بہتر ہیں؟۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۳۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رضى الله عنهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ يَلْتَقِيَانِ فَيَصُدُّ هٰذَا وَيَصُدُّ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ وَذَكَرَ سُفْيَانُ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(صحیح بخاری: ۶۰۷۷، ۶۲۳۷، صحیح مسلم: ۲۵۶۰، سنن ترمذی: ۱۹۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۱، مسند احمد: ۲۳۰۱۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عطاء بن یزید اللیثی، از حضرت ابی ایوب رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے، وہ دونوں ایک دوسرے سے ملاقات کریں، یہ ادھر منہ موڑ لے اور دوسرا ادھر منہ موڑ لے، اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو لفظِ سلام کے ساتھ ابتداء کرے۔

اور سفیان نے ذکر کیا کہ انہوں نے ابو ایوب سے یہ حدیث تین مرتبہ سنی ہے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے "خواہ پہچان ہو یا نہ ہو ہر ایک کو سلام کرنا"۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے "جو دو مسلمان بھائی باہم ناراض ہوں اور ملاقات کے وقت ہر ایک دوسرے سے منہ پھیر لیتا ہو، ان میں بہتر وہ ہے جو سلام سے ابتداء کرے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوایوب، وہ حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب الادب میں باب الہجرۃ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فیصد هذا" پس یہ ایک اعراض کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۹۔ ۳۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۳۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سلام کرنے کی تاکید اور انجان کو سلام کرنے کا بیان اور اس پر دلائل

ہر ایک کو سلام کرنا بھی ادب اور تواضع کے باب سے ہے، اور کسی اجنبی کو بغیر معرفت کے سلام کرنے سے ملنے جلنے کی راہ کھلتی ہے اور انس کا باب کھلتا ہے، تاکہ تمام مومن بھائی بھائی ہو جائیں اور کسی کو دوسرے سے وحشت نہ ہو۔ اور بغیر معرفت کے سلام نہ کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے سے اعراض کرنے کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔ پس مناسب یہ ہے کہ مومن اس سے اجتناب کریں کہ صرف واقف کو سلام کریں اور ناواقف کو سلام نہ کریں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ صرف واقفیت کی وجہ سے سلام کیا جائے گا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷)

امام عبدالرزاق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بازار میں داخل ہوتے تو جس چھوٹے سے یا بڑے سے ملاقات ہوتی تو اس کو سلام کرتے۔ اور وہ کسی نابینا آدمی کے پاس سے گزرتے تو اس کو بھی سلام کرتے۔ اور دوسرا ان کے سلام کا جواب نہیں دیتا تھا تو کہا گیا کہ وہ نابینا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۴۴۲)

اور سلف صالحین بہ کثرت سلام کرنے کی حفاظت کرتے تھے جیسا کہ معمر نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے دو

Marfat.com

مڑ کر جا رہے تھے، پھر ان دونوں کے درمیان ایک درخت آ گیا، اس کے بعد وہ پھر ملے تو ایک نے دوسرے کو سلام کیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۴۴۶)

ہر ایک پر سلام کرنے کی تاکید پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ جو شخص کسی غیر آباد گھر میں داخل ہو تو وہاں بھی دخول کے وقت سلام کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُیُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ۔ (النور: ۶۱) پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کرو۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور النخعی اور علقمہ اور عطاء اور عکرمہ اور قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جب تم ایسے گھر میں داخل ہو جس میں کوئی نہ ہو تو کہو "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین"، چونکہ فرشتے تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب کوئی شخص ایسے گھر میں داخل ہو کہ جو آباد ہو اور اس میں لوگ رہتے ہوں تو وہ اس کے زیادہ لائق ہے کہ ان کو سلام کیا جائے۔

اور ابن وہب نے از حفص بن میثرہ از زید بن اسلم روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو، کیونکہ جب تم میں سے کوئی ایک شخص گھر میں داخل ہوتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے اور کھانے پر اللہ کے نام کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے کہ تمہارے لیے نہ یہاں ٹھہرنے کی جگہ ہے اور نہ کھانا ہے، اور جب وہ دخول کے وقت سلام نہ کریں اور کھانے پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیں تو شیطان اپنے اصحاب سے کہتا ہے کہ تم نے رات گزارنے کی جگہ کو بھی پالیا اور رات گزارنے کے کھانے کو بھی پالیا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۰۱)

یہ حدیث صحیح مسلم (۲۰۱۸) میں بھی مذکور ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۹ ص ۱۳۔ ۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۳۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صرف جان پہچان کی وجہ سے سلام نہ کرنے کے مزید شواہد

امام ابوجعفر الطحاوی نے مشکل الآثار میں مسروق سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور علقمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہے تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان میں تھے تو ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم اے ابن ام عبد! تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہنسے اور انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ جان پہچان کی وجہ سے سلام کیا جائے گا۔ (مشکل الآثار: ۱۵۹۱)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں کہا کہ میں بیت اللہ میں آیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے، آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر میں آپ کے پاس آیا اور میں پہلا شخص تھا جس نے اسلام کی تحیت کے ساتھ آپ کو سلام کیا، آپ نے فرمایا: وعلیك السلام من انت؟ یعنی تم پر بھی سلام ہو اور تم کون ہو؟ (صحیح مسلم: ۲۴۷۳)

امام طحاوی نے کہا: یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق

Marfat.com

کے ساتھ ہوں اور رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے میں مشغول ہوں یا طواف میں مشغول ہوں، اس لیے کہ یہ مکہ کا واقعہ ہے بیت اللہ کے پاس، اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام کرنے کی ضرورت نہیں تھی، اور سیدنا رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنے کی حاجت تھی تو اس لیے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے صرف رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ (مشکل الآثار ج ۴ ص ۲۷۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے لیے اجنبی تھے پھر بھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ اور نبی ﷺ نے صرف حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو جواب دیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ سلام کا جواب دینا سلام کے جواب کے خلاف ہے، کیونکہ جو مسلمان جماعت میں سے صرف ایک شخص کو سلام کرے اور باقیوں کو سلام نہ کرے تو وہ باقیوں پر ظلم کرنے والا ہے، کیونکہ نبی ﷺ سب کو سلام کرتے تھے۔ اور جواب دینے کا یہ حکم نہیں ہے، کیونکہ جو شخص سلام کرے اس کو بھی جواب دیا جا سکتا ہے اور جس جماعت کے اندر وہ موجود ہے اس پوری جماعت کو بھی جواب دیا جا سکتا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: نہ نماز میں کمی کی جائے اور نہ سلام میں۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نماز میں اس طرح کمی نہ کرے کہ رکوع اور سجود میں سے کوئی رکن کم کرے اور سلام میں اس طرح کمی نہ کرے کہ ایک شخص کو سلام کرے یعنی السلام علیک کہے۔ یا جواب میں وعلیک کہے اور وعلیکم نہ کہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۴۶۔ ۴۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۱۰۔ بَابُ: آيَةِ الْحِجَابِ
عورتوں کے پردہ کی آیت کا بیان

اس باب میں پردہ کی آیت کے نزول کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کو مردوں سے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

۶۲۳۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ كَانَ ابْنَ عَشْرِ سِنِينَ مَقْدَمَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ فَخَدَمْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَشْرًا حَيَاتَهُ وَكُنْتُ أَعْلَمَ النَّاسِ بِشَأْنِ الْحِجَابِ حِينَ أُنْزِلَ وَقَدْ كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَسْأَلُنِي عَنْهُ وَكَانَ أَوَّلَ مَا نَزَلَ فِي مُبْتَنَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ بِهَا عَرُوسًا فَدَعَا الْقَوْمَ فَأَصَابُوا مِنَ الطَّعَامِ ثُمَّ خَرَجُوا وَبَقِيَ مِنْهُمْ رَهْطٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَطَالُوا الْمُكْثَ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَخَرَجَ وَخَرَجْتُ مَعَهُ كَيْ يَخْرُجُوا فَمَشَى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى جَاءَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جس وقت ان کی عمر دس سال تھی تو رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے، پس میں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دس سال خدمت کی اور میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ عورتوں کے پردہ کے متعلق جاننے والا تھا جب یہ حکم نازل ہوا۔ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مجھ سے اس کے متعلق سوال کرتے تھے، اور سب سے پہلے جو چیز نازل ہوئی وہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو شب زفاف گزاری تھی اس کے متعلق تھی، نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بطور دولہا کے

عَتَبَةَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ ظَنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى زَيْنَبَ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ لَمْ يَتَفَرَّقُوا فَرَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَرَجَعْتُ مَعَهُ حَتَّى بَلَغَ عَتَبَةَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَظَنَّ أَنْ قَدْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ قَدْ خَرَجُوا فَأُنْزِلَ آيَةُ الْحِجَابِ فَضَرَبَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ سِتْرًا۔

صبح کی، آپ نے مسلمانوں کو بلایا، پس انہوں نے طعام کھایا، پھر گھر سے چلے گئے اور ان کے درمیان سے ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی رہی، اور ان کا بیٹھنا کافی طویل ہو گیا، پھر رسول اللہ ﷺ اٹھے اور آپ گھر سے نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ نکلا تاکہ وہ لوگ بھی گھر سے نکل جائیں، پس رسول اللہ ﷺ چلتے رہے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلتا رہا حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی چوکھٹ پر آئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ گمان کیا کہ اب وہ لوگ گھر سے نکل گئے ہوں گے، پس آپ واپس آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا حتیٰ کہ آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوئے، پس اس وقت بھی وہ بیٹھے ہوئے تھے اور گھر سے الگ نہیں ہوئے تھے، پس رسول اللہ ﷺ واپس آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی چوکھٹ پر پہنچ گئے، پس آپ نے یہ گمان کیا کہ اب وہ گھر سے نکل گئے ہوں گے، پس آپ واپس آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا، پس اس وقت وہ گھر سے نکل چکے تھے، پھر پردہ کرنے کی آیت نازل ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ ڈال دیا۔

(صحیح بخاری: ۴۷۹۱، ۴۷۹۲، ۴۷۹۳، ۴۷۹۴، ۵۱۵۴، ۵۱۶۳، ۵۴۶۶، ۵۱۶۸، ۵۱۷۰، ۵۱۷۱، ۵۴۶۶، ۶۲۳۸، ۶۲۳۹، ۶۲۷۱، ۷۴۲۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۸، سنن ترمذی: ۳۲۱۷، مسند احمد: ۱۲۹۴۸)

صحیح البخاری: ۶۲۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے ''اٰیۃ الحجاب'' اور اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر پردہ کے احکام کی آیت نازل ہو گئی'' اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سلیمان، یہ ابو سعید الجعفی الکوفی ہیں، جو مصر میں رہائش پذیر تھے۔ اور یہ عبداللہ بن

Marfat.com

وہب سے روایت کرتے ہیں۔اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، وہ ابن یزید ہیں اور وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں اور وہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں، جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مقدم'' یعنی جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حیاتہ'' یعنی آپ کی باقی حیات تک میں آپ کی خدمت میں رہا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نزول حجاب کے حکم کو تمام صحابہ سے زیادہ جاننے والے تھے

اس حدیث میں مذکور ہے ''کنت اعلم الناس بشان الحجاب'' یعنی میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ پردہ کے حکم کے نازل ہونے کے سبب کو جاننے والا تھا۔اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بطور فخر کے نہیں کہا بلکہ خبر دینے کے لیے کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وقد کان ابی بن الکعب یسالنی عنہ'' یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مجھ سے پردہ کے لزوم کے حکم کے سبب کے متعلق سوال کرتے تھے، اور وہ حجاب کی آیت ہے۔اور وہ آیت درج ذیل ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ (الاحزاب:۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو، سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے، کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ، بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، سو وہ تم سے حیاء کرتے ہیں، اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا، اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ پردے کا حکم نازل ہونے کے متعلق سب سے زیادہ جاننے والے تھے، کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ عالم تھے اور عمر میں ان سے بڑے تھے اور مرتبہ اور عظمت میں بھی ان سے بڑے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ان سے استفادہ کرتے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پردہ کے حکم کے نازل ہونے کے سبب کے متعلق دریافت کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مبتنی'' یہ ابتناء سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: شب زفاف گزارنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عروسا'' یہ صفت کا صیغہ ہے اور اس میں مرد اور عورت دونوں مساوی ہیں جب تک کہ وہ شادی کی تقریب میں منہمک ہوں۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۷۔۳۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۳۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ لَمَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان

Marfat.com

تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ زَيْنَبَ دَخَلَ الْقَوْمُ فَطَعِمُوا ثُمَّ جَلَسُوا يَتَحَدَّثُونَ فَأَخَذَ كَأَنَّهُ يَتَهَيَّأُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُومُوا فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ مِنَ الْقَوْمِ وَقَعَدَ بَقِيَّةُ الْقَوْمِ وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَ لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ جُلُوسٌ ثُمَّ إِنَّهُمْ قَامُوا فَانْطَلَقُوا فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَجَاءَ حَتَّى دَخَلَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ فَأَلْقَى الْحِجَابَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ﴾ الْآيَةَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ فِيهِ مِنَ الْفِقْهِ أَنَّهُ لَمْ يَسْتَأْذِنْهُمْ حِينَ قَامَ وَخَرَجَ وَفِيهِ أَنَّهُ تَهَيَّأَ لِلْقِيَامِ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَقُومُوا۔

کی، انہوں نے بیان کیا: میرے والد نے کہا: ہمیں ابومجلز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: جب نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو صحابہ آپ کے گھر آئے، پس انہوں نے کھانا کھایا، پھر بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے رہے، پس آپ کھڑے ہونے کے لیے تیار ہوئے، پس صحابہ نہیں کھڑے ہوئے، جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہوگئے، پس جب آپ کھڑے ہوئے تو صحابہ میں سے کچھ لوگ بھی کھڑے ہوگئے اور باقی صحابہ بیٹھے رہے، اور نبی ﷺ آئے تا کہ گھر میں داخل ہوں تو وہ صحابہ ہنوز بیٹھے ہوئے تھے، پھر وہ لوگ کھڑے ہوئے اور گھر سے نکل گئے تو میں نے نبی ﷺ کو بتایا، پس آپ آئے حتیٰ کہ گھر میں داخل ہوگئے، پس میں بھی گھر میں داخل ہونے لگا تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان حجاب ڈال دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو۔

امام عبداللہ نے کہا ہے: اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ ان صحابہ نے جب آپ کھڑے ہوئے اور گھر سے نکل گئے تو انہوں نے آپ سے اجازت طلب نہیں کی۔ اور اس میں یہ ہے کہ آپ کھڑے ہونے کے لیے تیار ہوئے اور آپ یہ ارادہ کرتے تھے کہ یہ صحابہ بھی کھڑے ہوجائیں۔

(صحیح بخاری: ۴۷۹۱، ۴۷۹۲، ۴۷۹۳، ۴۷۹۴، ۵۱۵۴، ۵۱۶۳، ۵۱۶۶، ۵۱۶۸، ۵۱۷۰، ۵۱۷۱، ۵۴۶۶، ۶۲۳۸، ۶۲۳۹، ۶۲۷۱، ۷۴۲۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۸، سنن ترمذی: ۳۲۱۷، مسند احمد: ۱۲۹۴۸)

صحیح البخاری: ۶۲۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سابق کی ایک اور سند کا ذکر ہے۔

امام عبداللہ نے کہا ہے: اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ ان صحابہ نے جب آپ کھڑے ہوئے اور گھر سے نکل گئے تو انہوں نے آپ سے اجازت طلب نہیں کی۔ اور اس میں یہ ہے کہ آپ کھڑے ہونے کے لیے تیار ہوئے اور آپ یہ ارادہ کرتے تھے کہ یہ صحابہ بھی کھڑے ہوجائیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ابوعبداللہ، اس سے مراد خود امام بخاری ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیہ من الفقہ" یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مذکور میں سمجھنے کی یہ بات ہے۔ اور یہ تعلیق صرف مستملی کی روایت میں ہے اور دوسروں نے اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ اس کے ذکر کا کوئی محرک ہے، کیونکہ امام بخاری نے اس کا الگ عنوان قائم کیا ہے جو بائیس ابواب کے بعد آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۴۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ احْجُبْ نِسَاءَكَ قَالَتْ فَلَمْ يَفْعَلْ وَكَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ يَخْرُجْنَ لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ وَكَانَتِ امْرَأَةً طَوِيلَةً فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ فِي الْمَجْلِسِ فَقَالَ عَرَفْتُكِ يَا سَوْدَةُ حِرْصًا عَلَى أَنْ يُنْزَلَ الْحِجَابُ قَالَتْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ آيَةَ الْحِجَابِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کو پردہ میں رکھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آپ نے ایسا نہیں کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات ایک رات سے دوسری رات تک گھر سے نکل کر کھلے میدانوں کی طرف جاتی تھیں، پس حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا بھی نکلیں اور وہ لمبے قد والی عورت تھیں، پس ان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور وہ اسی مجلس میں تھے تو انہوں نے کہا: اے سودہ! میں نے آپ کو پہچان لیا، اس سبب سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حرص تھی کہ پردہ کے احکام نازل ہو جائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ پھر اللہ عزوجل نے حجاب کی آیت نازل فرما دی۔

(صحیح بخاری: ۱۴۶، ۴۷۹۵، ۵۲۳۷، ۶۲۴۰، صحیح مسلم: ۲۱۷۰، مسند احمد: ۲۳۷۶۹)

صحیح البخاری: ۶۲۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، علامہ کرمانی نے کہا: یا تو یہ ابن ابراہیم ہیں یا ابن منصور ہیں۔ اور امام ابو نعیم نے مستخرج میں وثوق سے کہا ہے کہ یہ ابن راہویہ ہیں۔ اور وہ اسحاق بن ابراہیم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یعقوب کا ذکر ہے، وہ

ابن ابراہیم ہیں، وہ اپنے والد ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابراہیم بغداد میں قضاء کے عہدے پر فائز تھے، وہ ابو صالح بن کیسان سے روایت کرتے ہیں از محمد بن مسلم بن شہاب الزہری۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قِبَلَ المناصع" یعنی مناصع کی طرف اور مناصع مدینہ کی ایک مشہور جگہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے، کیونکہ قرآن مجید ان کی رائے کے موافق نازل ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۳۔ ۳۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ازواجِ مطہرات کے پردہ کا مشورہ دینا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے اوپر حجاب کی فرضیت کا بیان ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا: آپ اپنی ازواج کو پردہ میں رکھیں۔ (صحیح البخاری: ۶۲۴۰) اور دوسری حدیث میں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! کاش آپ امہات المومنین کو پردہ میں رکھیں، کیونکہ ان کے پاس نیک بھی آتا ہے اور فاجر بھی آتا ہے، تو پھر حجاب کی آیت نازل ہوگئی۔ (صحیح البخاری: ۴۴۸۳)

حجاب میں عورت کے لیے اپنے جسم کے کس حصہ کو چھپانا واجب ہے

اور اس کی وضاحت فقہاء کے اس قول سے ہوتی ہے کہ عورت کا احرام اس کے چہرہ اور ہتھیلیوں میں ہے۔ اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ گواہی دینے کے لیے اپنے چہرہ کو کھولے۔ اور امہات المومنین کے لیے اس کی اجازت نہیں ہے۔

اور سلف صالحین کا اس آیت کی تاویل میں اختلاف ہے:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ (النور: ۳۱) اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو۔

جو زینت خود ظاہر ہے اس سے مراد ہے سرمہ اور انگوٹھی اور خضاب اور ہاتھوں کے کنگن اور کانوں کی بالیاں اور کپڑے۔ یا اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔ اور مکحول، عطاء اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

(تفسیر الطبری ج ۹ ص ۳۰۴۔ ۳۰۵، تفسیر ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۵۷۵۔ ۲۵۷۰، تفسیر ابن کثیر ج ۱۰ ص ۲۱۷)

اور اسماعیل بن اسحاق نے کہا: اس تفسیر میں وہ داخل ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ "ما ظہر" (جو خود بہ خود ظاہر

ہو) سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں، کیونکہ عورت پر واجب ہے کہ نماز میں اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کے ماسوا کو چھپائے۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مسافروں کے لیے عورت کو دیکھنا جائز ہے۔

عالم کا اپنی تعریف میں اپنے علم کی خصوصیت اور تفرد بیان کرنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں حجاب کی آیت کے نزول کے متعلق سب سے زیادہ جاننے والا ہوں"۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ عالم کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کے پاس جو علم ہے وہ لوگوں پر اس علم کو ظاہر کرے اور بتائے کہ یہ علم صرف اسی کے پاس ہے، تاکہ لوگوں کو اس سے اس علم کو حاصل کرنے میں رغبت ہو اور عالم اپنے اوپر فخر کرنے اور اپنی شان بڑھانے کی وجہ سے ایسا نہ کہے۔ (شرح ابن بطال ج ۹ ص ۱۷۔۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"المناصع" کا بیان

ابوسعید نے کہا: یہ وہ جگہیں ہیں جہاں پر لوگ بول و براز کو رفع کرنے کے لیے جاتے ہیں، اس کا واحد "منصع" ہے۔

الازہری نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ یہ وہ جگہیں ہیں جو مدینہ سے باہر ہیں۔ (تہذیب اللغۃ، ج ۴، ص ۳۵۸۶)

اور امام بخاری نے صحیح البخاری: ۱۴۶ میں ذکر کیا ہے کہ "منصع" کا معنی ہے کھلا میدان۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ ابن الملقن نے جو کتب لغت کے حوالوں سے "منصع" کا معنی بیان کیا ہے کہ یہ کھلے میدانوں کو کہتے ہیں جن میں لوگ اپنی حوائج ضروریہ سے فارغ ہوتے ہیں، اس سے واضح ہوا کہ علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ "منصع" مدینہ میں ایک مشہور مقام ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حجاب کے تین مراتب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے: آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں۔

قرآن مجید میں حجاب کے متعلق تین حکم ہیں:

(۱) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ۔ (الاحزاب: ۵۹)	اے نبی! آپ اپنی ازواج سے اور اپنی صاحب زادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔

اس حکم کا منشاء یہ ہے کہ وہ اپنے چہروں کو اجنبی مردوں سے حجاب میں رکھیں اور عورتوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو چھپا کر رکھیں۔

امام ابن جریر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا

Marfat.com

ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کی بناء پر اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں سے سر کو اور چہرے کو اس طرح ڈھانپ لیں کہ فقط ایک آنکھ کھلی رہے۔ (جامع البیان: ۲۱۸۶۱)

عہد رسالت میں حجاب اور نقاب کا معمول تھا، امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعۂ افک کی حدیث میں روایت کرتے ہیں: میں اپنے پڑاؤ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی، اور میں سو گئی اور حضرت صفوان بن معطل اسلمی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے، وہ رات کے آخری حصہ میں چلے اور صبح کے وقت میرے پڑاؤ پر پہنچے تو انہوں نے ایک انسانی ہیولا دیکھا، جب وہ میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھے پہچان لیا کیونکہ انہوں نے حجاب کے حکم سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا، انہوں نے کہا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' میں یہ سن کر بیدار ہو گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۴۱)

یہ حدیث اس بات کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد ازواجِ مطہرات چادروں سے اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں، حضرت شماس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ام خلاد نام کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، درآں حالیکہ اس نے نقاب پہنی ہوئی تھی، اس کا بیٹا شہید ہو گیا تھا اور وہ اس کے متعلق پوچھنے آئی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا: تم اپنے بیٹے کے متعلق پوچھ رہی ہو اور اس حال میں بھی تم نقاب پہنے ہوئے ہو، اس نے کہا: میں نے اپنا بیٹا کھویا ہے، اپنی حیا نہیں کھوئی۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۸۸) (انوار تبیان القرآن ص ۶۸۰، فرید بک اسٹال، لاہور)

(۲) اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔ (الاحزاب: ۵۳) جب تم نبی کی ازواج سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات اور مسلمانوں کے درمیان پردہ لٹکا دیا جائے۔

اس سے مراد دنیا اور دنیا کی وہ تمام چیزیں ہیں جن کی ضرورت پیش آتی ہے، نیز اس آیت میں دلیل ہے کہ مسلمان ازواج مطہرات سے پردہ کی اوٹ سے دینی مسائل بھی طلب کر سکتے ہیں، اس اجازت میں عام مسلم خواتین بھی داخل ہیں، کیونکہ عورتیں مجسم چھپائی جانے والی جنس ہیں، ان کا بدن اور ان کی آواز سب مستور ہے بلکہ واجب الستر ہے اور سوائے شہادت یا علاج کے ان کے لیے اپنے جسم کے کسی حصہ کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ (انوار تبیان القرآن ص ۶۷۹، فرید بک اسٹال، لاہور)

(۳) وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى۔ (الاحزاب: ۳۳) اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو۔

اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ ازواجِ مطہرات اپنے گھروں میں لازم رہیں اور اگر کسی ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر جانا پڑے تو بناؤ سنگھار کر کے گھر سے باہر نہ نکلیں۔

اس آیت میں ایک لفظ ''قرن'' ہے، یہ جمع مونث، امر حاضر کا صیغہ ہے، اس میں دو احتمال ہیں، ایک یہ یا تو یہ ''قرار'' سے بنا ہے، اس صورت میں اس کا معنی ہوگا: اے نبی کی بیویو! اپنے گھروں میں برقرار رہو اور بغیر شرعی ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلو، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ''وقار'' سے بنا ہے، اس صورت میں اس کا معنی ہے: اپنے گھروں میں سکونت پذیر رہو اور بغیر شرعی ضرورتوں کے گھروں سے باہر نہ نکلو، لیکن اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے اور کسی مسلمان عورت کے لیے شرعی ضرورت کے بغیر گھر

Marfat.com

سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عورت سراپا چھپانے کی چیز (واجب الستر) ہے، جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تکتا رہتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۷۳) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر آنکھ زانیہ ہے اور جب عورت معطر ہو کر کسی مجلس سے گزرتی ہے تو وہ زانیہ ہوتی ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۷۸۶)

(انوار تبیان القرآن ص ۶۷۳، فرید بک اسٹال، لاہور)

۱۱۔ بَابٌ: اَلِاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ — آنکھ سے دیکھنے کی وجہ سے اجازت لینے کو مشروع کیا گیا ہے

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ استئذان کو اس لیے مشروع کیا گیا ہے تاکہ کوئی شخص اپنے آنکھ سے کسی کے گھر کے وہ احوال نہ دیکھے جن کو گھر والا دکھانا نہیں چاہتا۔

۶۲۴۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ حَفِظْتُهُ كَمَا أَنَّكَ هَا هُنَا عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اطَّلَعَ رَجُلٌ مِنْ جُحْرٍ فِي حُجَرِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِدْرًى يَحُكُّ بِهِ رَأْسَهُ فَقَالَ لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ تَنْظُرُ لَطَعَنْتُ بِهِ فِي عَيْنِكَ إِنَّمَا جُعِلَ الِاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بتایا کہ الزہری نے کہا: میں نے اس حدیث کو اس طرح محفوظ رکھا ہے جیسا کہ تم میرے یہاں پر ہو، از سہل بن سعد روایت ہے کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کے سوراخ میں سے جھانکا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں لوہے کی سلاخ تھی جس سے آپ اپنے سر کے بال کھجا رہے تھے، آپ نے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم انتظار کر رہے ہو (یا دیکھ رہے ہو) تو میں اس سلاخ کے ساتھ تمہاری آنکھوں کو زخمی کر دیتا۔ آنکھ سے دیکھنے کی وجہ سے استئذان کو مشروع کیا گیا ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۹۲۴، ۶۲۴۱، ۶۹۰۱، صحیح مسلم: ۲۱۵۶، سنن ترمذی: ۲۷۰۹، سنن نسائی: ۴۸۵۹، مسند احمد: ۲۲۲۹۶، سنن داری: ۲۳۸۴)

صحیح البخاری: ۶۲۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔
یہ حدیث کتاب اللباس کے باب الامتشاط میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حفظتہ" یعنی میں نے اس حدیث مذکور کو اس طرح محفوظ رکھا ہے جیسا کہ تم یہاں پر ہو، یعنی جس طرح

تمہارا یہاں پر ہونا بالکل ظاہر اور محسوس ہے اور اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے، اسی طرح میں نے اس حدیث کو محفوظ رکھا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من جحر'' جحر کا معنی ہے سوراخ۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''فی حُجَرِ النبی ﷺ'' یہ لفظ حجرے کی جمع ہے، اور بعض روایات میں آیا ہے ''فی حجرۃ النبی ﷺ'' یعنی وہ نبی ﷺ کے حجرے کے سوراخ سے جھانک رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مدری'' اس کا وزن مِفعل ہے نہ کہ فعلی، ابن فارس نے کہا: کہا جاتا ہے ''مدرت المرأۃ شعرھا'' جب عورت اپنے بالوں کو لوہے کی سلاخ سے سیدھا کرے یا سنوارے۔ الجوہری نے کہا: یہ ایسی چیز ہے جو بناؤ سنگھار کرنے والی عورتوں کے بالوں کی مینڈھیوں کو سیدھا کرتی ہے اور سنوارتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تنتظر'' اور ایک روایت میں ہے ''تنظر'' یعنی وہ مرد حجرے کے سوراخ سے جھانک رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انما جعل الاستئذان من اجل البصر'' یعنی گھر میں داخل ہونے کے وقت اجازت طلب کرنے کو اس لیے مشروع کیا گیا ہے تاکہ داخل ہونے والے کی نظر گھر والوں کی چھپانے والی چیزوں کے اوپر نہ پڑے اور تاکہ وہ ان کے احوال پر مطلع نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۴۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ بَعْضِ حُجَرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِمِشْقَصٍ أَوْ بِمَشَاقِصَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَخْتِلُ الرَّجُلَ لِيَطْعُنَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی بکر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی ﷺ کے کسی حجرے سے دیکھ رہا تھا، نبی ﷺ اس کی طرف کھڑے ہوئے اور آپ کے پاس ایک نوکدار چیز تھی یا نوکدار چیزیں تھیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: گویا میں دیکھ رہا تھا کہ نبی ﷺ حیلہ کر رہے تھے کہ کس طرح وہ نوکدار چیز اس میں گھونپ دیں۔

(صحیح بخاری: ۶۸۸۹، ۶۹۰۰، صحیح مسلم: ۲۱۵۷، سنن ترمذی: ۲۷۰۸، سنن نسائی: ۴۸۵۸، سنن ابو داؤد: ۵۱۷۱، مسند احمد: ۱۳۰۹۵)

صحیح البخاری: ۶۲۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے عبید اللہ بن ابی بکر بن انس الانصاری، یہ ابو معاذ البصری ہیں اور وہ اپنے دادا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''بمشقص'' یہ تیر کا نوکدار پھل ہے جب کہ وہ صرف لمبا ہو اور چوڑا نہ ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یختل'' یعنی رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ اس کی غفلت میں وہ نوکدار چیز اس کو مار دیں، اور یہ اس کے ساتھ مخصوص ہے جو عمداً دیکھے۔ اور جب کسی کی نظر غیر ارادی طور پر واقع ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اس سے اس پر استدلال کیا جاتا ہے کہ جس نے ایسے دیکھنے والے کو وہ نوکدار چیز ماری تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس کو وہ نوکدار چیز ماری گئی ہے تو اس کا زخم شرعاً ضائع ہے، رائیگاں ہے، یعنی اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ خفیف چیز کے ساتھ اس کو مارنا جائز ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو اس کو نوکدار چیز مارنے کا فرمایا، یہ بطور تہدید اور تغلیظ ہے، یعنی اس کو دھمکانے اور ڈرانے کے لیے فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ کیا اس کو نوکدار چیز ڈرانے سے پہلے مارنا جائز ہے، اس میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ ہاں ڈرانے سے پہلے بھی اس کو مارنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کی ممانعت کے مزید دلائل

اس حدیث سے استئذان کے معنی کا بیان معلوم ہوتا ہے، اور استئذان کو اس لیے مشروع کیا گیا ہے تا کہ کوئی شخص مومن کی ان چیزوں پر نظر نہ ڈالے جن کو وہ چھپانا چاہتا ہے اور جن کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنی ماں کے پاس آنے کے لیے بھی اجازت طلب کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: وہ تو میرے ساتھ گھر میں رہتی ہے، آپ نے فرمایا: اس کے پاس آنے کے لیے بھی اجازت طلب کرو، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم اپنی ماں کو برہنہ دیکھو، اس نے کہا: نہیں! تو آپ نے فرمایا: پھر اس کے پاس آنے کے لیے اجازت طلب کرو۔ (موطا امام مالک ص ۵۹۷)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی لڑکا بالغ ہو جائے تو وہ اپنی ماں کے پاس اور نہ اپنی بہن کے پاس بغیر اجازت کے جائے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ڜ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى

اے ایمان والو! تمہارے مملوک غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو (گھروں میں داخل ہونے کے لیے) تین اوقات میں اجازت طلب کرنی چاہیے، نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب تم اپنے (فالتو) کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں، ان تین اوقات کے بعد

بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ (النور: ۵۸)

(بلا اجازت آنے میں) نہ تم پر کوئی حرج ہے اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے، وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس گھروں میں آنے جانے والے ہیں، اللہ اسی طرح (اپنی) آیتیں تمہارے لیے بیان فرماتا ہے، اور اللہ خوب علم والا، بے حد حکمت والا ہے O

اس آیتِ مبارکہ میں ان تین اوقات کے علاوہ نابالغ لڑکے کو بغیر اجازت گھر میں آنے کی اجازت دی ہے، جس کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ بالغ لڑکے کو بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

حکم کا کسی علت پر موقوف ہونا اور اس کے انکار پر غیر مقلدین کا رد

غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ حکم صرف خصوصیت کے ساتھ اسماء پر لاگو ہوتا ہے اور علت کی وجہ سے کسی چیز پر حکم لگانا جائز نہیں ہے۔ ان کے رد کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کرنے کی علت یہ بیان فرمائی تا کہ داخل ہونے والے کی نظر گھر کی مخفی چیزوں پر نہ پڑے، اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی کاموں کو واجب قرار دیا اور کئی کاموں سے منع فرمایا اور ان کاموں کے وجوب اور ممانعت کی علت آپ نے بیان فرما دی کہ وہ علت پائی جائے گی تو وہ حکم واجب ہو جائے گا اور ممانعت کی علت پائی جائے گی تو حکم ممنوع ہوگا۔

اور قرآن مجید میں اس کی بہ کثرت نظائر ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ (الانبیاء: ۳۱)

اور ہم نے زمین میں اونچے اونچے پہاڑ بنا دیئے تا کہ لوگوں کے بوجھ سے زمین ایک طرف ڈھلک نہ جائے اور ہم نے اس زمین میں کشادہ راستے بنائے تا کہ لوگ ہدایت حاصل کریں O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمین پر اونچے اونچے پہاڑ بنانے کی علت بیان فرمائی ہے تا کہ لوگوں کے بوجھ سے زمین ایک طرف ڈھلک نہ جائے، اور اسی طرح یہ آیت ہے:

مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر: ۷)

اللہ نے ان بستیوں والوں سے جو اموال نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے، سو وہ اللہ کے ہیں اور رسول کے اور (رسول کے) قرابت داروں کے اور یتیموں کے اور مسکینوں کے اور مسافروں کے تا کہ وہ (اموال) تم میں سے (صرف) مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتے رہیں اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ کفار جو مال چھوڑ کر وطن سے چلے جائیں اور مسلمان ان کے اموال پر قبضہ کر لیں، وہ مال فئے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ اس مال فئے کو رسول کے قرابت داروں، اور یتیموں اور مسکینوں

Marfat.com

اور مسافروں پر خرچ کیا جائے، اور پھر اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالِ فئے کو ضرورت مندوں کے لیے دینے کا جو حکم فرمایا ہے، یہ اس لیے فرمایا ہے تا کہ وہ اموال تم میں سے صرف مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتے رہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ۔ (النساء:١٦٥) (اور ہم نے) خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تا کہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسولوں کو بھیجنے کی یہ علت بیان فرمائی ہے تا کہ لوگ عذر نہ پیش کریں کہ ہم نے برے کام کیے لیکن ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا اور ہم نے اچھے کاموں کو ترک کیا کیونکہ ہمارے پاس کوئی بتانے والا نہیں تھا، تو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسولوں کو بھیج دیا تا کہ کوئی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بے عملی پر کوئی عذر نہ پیش کر سکے۔

اس طرح کی اور بھی بہت آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی حکم کو کسی علت کی وجہ سے نازل فرماتا ہے، اور جب وہ علت پائی جائے گی تو وہ حکم بھی پایا جائے گا، غیر مقلدین اور اہلِ ظاہر اس کا انکار کرتے ہیں، لیکن قرآن مجید کی ان نصوصِ صریحہ اور بہ کثرت احادیث کے ہوتے ہوئے ان کے انکار کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج۹ ص ۱۸۔۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکنے والے کی آنکھ کو پھوڑنا حملہ آور کی مدافعت نہیں ہے بلکہ جنایت کرنے والے کی سزا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حیلہ کر رہے تھے کہ آپ کے حجرے میں دیکھنے والے کو غافل پا کر اس کی آنکھ پھوڑ دیں، اگر یہ حملہ کو دفاع کرنے کے باب سے ہوتا تو آپ پہلے اس کو تنبیہ فرماتے، پھر جب وہ دیکھنے پر اصرار کرتا اور نہ ہٹتا سوا اس کے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے، تو اس کی آنکھ پھوڑ دی جاتی، لیکن جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا، تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ حملہ کی مدافعت نہیں ہے بلکہ جرم کرنے والے کی سزا ہے۔

کیا گھر والوں کی باتیں سننا بھی جرم ہے؟

یعنی کوئی شخص دروازے کے پیچھے سے کھڑا ہو کر آپ کی باتیں سنے تو کیا اب بھی آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ اس کی آنکھ پھوڑ دیں؟ اہل علم نے کہا: نہیں! اس لیے کہ آنکھ سے دیکھنا اور لوگوں کی مخفی چیزوں پر مطلع ہونا کسی کی بات سننے سے زیادہ سنگین ہے، نیز کسی کی بات سننا اس وقت ہوگا جب بلند آواز سے بات کی جائے اور جب گھر والے اپنی آوازوں کو بلند کریں حتیٰ کہ ان کی آواز باہر نکلے تو یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی آوازوں کو بلند کیا ہے اور اس وجہ سے اگر دروازہ کھلا ہوا ہو اور کوئی آدمی دروازے کے سامنے کھڑا ہو کر دیکھے تو کیا اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے گی؟ نہیں! اس لیے کہ یہ تفریط اور تقصیر گھر والوں کی طرف سے ہے، پس وہی لوگ ہیں جنہوں نے دروازے کی حفاظت نہیں کی، لیکن جب دروازہ بند ہو اور انسان پھر دیکھے تو پھر اس کی یہ سزا ہے کہ اس کی آنکھ

Marfat.com

چھوڑ دی جائے۔

کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرنے کی حکمت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجازت طلب کرنے کی ایک حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ کہیں اجازت طلب کرنے والے کی نظر گھر کی مخفی چیزوں پر نہ پڑے، اسی لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ ادب یہ ہے جب تم دروازہ کے پاس کھڑے ہو تو دروازہ کی دائیں جانب کھڑے ہو یا بائیں جانب کھڑے ہو، حتیٰ کہ جب وہ شخص آئے جو دروازہ کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو تم اس کے گھر کی اندرونی چیزوں کو دروازہ کھلنے کے بعد نہ دیکھو، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مستحسن ادب ہے خاص طور پر قدیم دروازوں میں۔ اور رہا گھر والے کا اس طرف دیکھنا کہ جو دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات کوئی دشمن دروازے پر آیا ہو۔ اور جو شخص اس جرم کی سزا دینے کے لیے کسی کے دماغ پر چوٹ لگائے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ رخصت صرف آنکھ پھوڑنے کے متعلق ہے۔

صحابہ کرام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ دینا کہ آپ ازواج کو حجاب میں رکھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر عمل نہ فرمانا

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں کس طرح تطبیق دی جائے گی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اپنی ازواجِ مطہرات کو حجاب میں رکھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کرتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات گھر سے باہر جاتی تھیں جیسا کہ دیگر عورتیں جاتی تھیں، اس میں کوئی خطرہ بھی نہیں تھا، لیکن صحابہ کرام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعظیم اور توقیر کیا کرتے تھے، انہوں نے پسند کیا کہ آپ کی ازواج حجاب میں رہیں حتیٰ کہ لوگ ان کو نہ دیکھیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۴۲، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۲۔ بَابٌ: زِنَا الْجَوَارِحِ دُونَ الْفَرْجِ — شرم گاہ کے بغیر دیگر اعضاء سے زنا کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شرم گاہ کے بغیر دیگر اعضاء کا زنا کس طرح ہے، اور جوارح، جارحۃ کی جمع ہے اور انسان کے جوارح اس کے وہ اعضاء ہیں جن کے ساتھ وہ تصرف کرتا ہے۔

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ زنا کا اطلاق شرم گاہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ شرمگاہ کے بغیر دیگر اعضاء پر بھی زنا کا اطلاق ہوتا ہے، پس آنکھوں کا زنا اجنبی عورت کو دیکھنا ہے اور زبان کا زنا فحش کلام کرنا ہے جیسا کہ اس کا بیان حدیث میں آ رہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۴۳۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ لَمْ أَرَ شَيْئًا أَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِنْ قَوْلِ أَبِي هُرَيْرَةَ ح حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، از ابن طاؤس از والد خود، از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے کوئی چیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے

طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ كُلَّهُ وَيُكَذِّبُهُ۔

قول سے زیادہ لمم (صغیرہ گناہ) کے مشابہ نہیں دیکھی ح اور مجھے محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول کی بہ نسبت کوئی چیز لمم (صغیرہ گناہ) کے مشابہ نہیں دیکھی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جس کو وہ لامحالہ پائے گا، پس آنکھوں کا زنا (اجنبی عورت کو) دیکھنا ہے، اور زبان کا زنا (فحش) کلام کرنا ہے، اور نفس اس کی تمنا کرتا ہے اور خواہش کرتا ہے، اور شرمگاہ اس سب کی تصدیق کرتی ہے اور تکذیب کرتی ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۶۱۲، صحیح مسلم: ۲۶۵۷، سنن ابوداؤد: ۲۱۵۲، مسند احمد: ۷۶۶۲)

صحیح البخاری: ۶۲۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابق اس جملہ میں ہے: "پس آنکھوں کا زنا (اجنبی عورت کو) دیکھنا ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی پہلی سند میں مذکور ہے الحمیدی، یہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہیں جو اپنے اجداد میں سے ایک کی طرف منسوب ہیں، اور لفظ حُمید، حمد کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور ابن طاؤس کا ذکر ہے، وہ عبداللہ ہیں، اور طاؤس، ابن کیس الہمدانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمود کا ذکر ہے، وہ ابن غیلان ہیں۔ اور عبدالرزاق کا ذکر ہے، وہ ابن ہمام ہیں۔ اور معمر کا ذکر ہے، وہ ابن راشد ہیں۔

اور اس حدیث کی دوسری سند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول پر اکتفاء کی ہے جو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا تھا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اللمم" اس کا معنی ہے: جو چیز کسی شخص کو نفس کی شہوات میں داخل کردے۔ دوسرا قول ہے اس کا معنی ہے: وہ کام جو گناہوں کے قریب ہو، اور تیسرا قول ہے کہ اس کا معنی ہے: گناہ صغیرہ۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "لامحالة" یعنی اللہ تعالیٰ نے بندے کے کسی کام کے متعلق جو لکھ دیا ہے، بندے کے لیے اس کام کو کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "والفرج یصدق ذالك" اس پر یہ سوال ہے کہ تصدیق اور تکذیب تو خبر کی صفت ہیں، تو یہاں اس کا کیا معنی ہے؟

اس کا جواب دیا گیا ہے کہ تصدیق کا معنی ہے: وہ حکم جو واقع کے مطابق ہو اور تکذیب کا معنی ہے وہ حکم جو واقع کے مطابق نہ ہو، سو اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس کا نفس جو بھی خواہش کرتا ہے تو اس کی شرمگاہ اگر اس کے مطابق عمل کرے تو وہ تصدیق ہے، اور اگر اس کے خلاف عمل کرے تو وہ اس کی تکذیب ہے۔

آنکھ سے زنا کی وضاحت

انسان جو پہلی نظر کسی اجنبی عورت پر ڈالے تو وہ معاف ہے، اور جب وہ دوسری نظر لذت اور شہوت کے اعتبار سے اس عورت پر ڈالے تو یہ آنکھ کا زنا ہے۔ اور اسی طرح اگر وہ کسی عورت کے ساتھ فحش کام کرنے کے متعلق لذت سے کلام کرے تو یہ پھر اس کی زبان کا زنا ہے۔

جب کسی شخص نے کہا کہ تمہارے ہاتھ نے زنا کیا یا تمہارے پیر نے زنا کیا، تو اس پر حدِ قذف نہیں لگائی جائے گی۔ اور ابن القاسم مالکی نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اور التوضیح میں مذکور ہے: امام شافعی نے کہا: جب کسی شخص نے کہا کہ تیرے ہاتھ نے زنا کیا تو اس پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے، پس الروضۃ میں لکھا ہوا ہے کہ جب کسی شخص نے کہا کہ تیری آنکھ نے زنا کیا، یا تیرے ہاتھ نے زنا کیا، یا تیرے پیر نے زنا کیا تو یہ کنایہ کے ساتھ اس کی طرف زنا کی نسبت کرنا ہے اور جمہور شافعیہ کا یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آنکھوں اور زبان کے زنا کے گناہِ صغیرہ ہونے کی توجیہ

آنکھوں کا زنا یہ ہے کہ کسی اجنبی عورت پر پہلی نظر پڑنے سے روکنے پر انسان کو قدرت نہیں ہے لیکن جب وہ پہلی نظر کے بعد دوبارہ اس اجنبی عورت کی طرف لذت اور شہوت کے ساتھ دیکھے گا تو یہ اس کی آنکھ کا زنا ہے۔

اسی طرح زبان کا زنا یہ ہے کہ وہ کسی عورت کے ساتھ زنا کرنے کی لذت کے ساتھ بات کرے جس عورت کے ساتھ مباشرت کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہے۔

اور نفس کا زنا یہ ہے کہ وہ دل میں زنا کی تمنا اور خواہش کرے، کیونکہ یہ شرمگاہ میں زنا کرنے کے دواعی ہیں۔

اور اس حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جس کو وہ لامحالہ پائے گا، یعنی ابن آدم اس حصے سے چھٹکارا پانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے متعلق جو کچھ لکھ دیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی میں سابق ہے، اور اس کا کرنا ضروری ہے۔ اور انسان اس پر قادر نہیں ہے کہ اس چیز کو اپنے آپ سے دور کر دے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فضل فرمایا اور آنکھ اور زبان کے زنا کو لمم اور گناہِ صغیرہ قرار دیا۔ اور انسان سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ وہ گناہِ صغیرہ کو ترک کرے، جب تک کہ اس کی شرمگاہ نے ان گناہوں کی تصدیق نہ کی ہو۔ پس جب شرم گاہ اس کی تصدیق کر دے تو پھر یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نرمی ہے اور رحمت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کمزور خلقت میں پیدا کیا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لمم اور گناہِ صغیرہ پر بھی مواخذہ کرتا اور حدیثِ نفس پر بھی مواخذہ کرتا تو یہ اس کا عدل ہوتا اپنے بندوں پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کام بھی کرے اس کے متعلق اس سے سوال نہیں کیا جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت ہے کہ وہ تھوڑی سی نیکی کو قبول کر لیتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، یہ اس کا فضل اور احسان ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۹ ص ۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امرد اور بے ریش لڑکے کی طرف شہوت سے دیکھنے کا حکم

بے ریش لڑکے کی طرف شہوت سے دیکھنا اجنبی عورت کی طرف دیکھنے سے زیادہ خبیث ہے، جیسا کہ لواطت زنا سے زیادہ خبیث ہے، یہی وجہ ہے کہ لواطت کی حد میں راجح یہ ہے کہ اس کی حد زنا سے زیادہ سنگین ہے، اور فاعل اور مفعول بہ کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا خواہ وہ غیر شادی شدہ ہو، پس فاعل اور مفعول بہ کو قتل کر دیا جائے گا۔

اور شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ صحابہ کا اس پر اجماع ہے یعنی فاعل اور مفعول کو قتل کرنے پر خواہ وہ غیر شادی شدہ ہوں، لیکن اس کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا: انہیں آگ میں جلا دیا جائے، اور بعض دوسرے علماء نے کہا: ان کو پتھروں سے رجم کر دیا جائے، اور بعض دوسروں نے کہا: انہیں بلندی سے شہر میں پھینکا جائے اور پھر ان پر پتھر مارے جائیں۔

اہم بات یہ ہے کہ صحابہ کا اس پر اجماع ہے کہ فاعل اور مفعول بہ کو قتل کر دیا جائے، کیونکہ اس کا فساد بہت سنگین ہے۔ اس میں مرد عورتوں کی مثل ہو جاتا ہے۔ اور مفعول بہ کا نفس ٹوٹ جاتا ہے اور وہ مردوں کو اس طرح دیکھتا ہے جیسا کہ عورتیں مرد کی طرف دیکھتی ہیں، اسی لیے اس کا جرم زنا سے زیادہ سنگین ہے، پس جس نے بے ریش کی طرف شہوت سے دیکھا تو بس وہ العیاذ باللہ اس کی طرح ہے جو عورتوں کی طرف دیکھتا ہے بلکہ اس سے زیادہ سخت ہے۔ اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ امرد سے بچو کیونکہ اس کا فتنہ کنواری لڑکیوں سے زیادہ شدید ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۴۳-۴۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۳- بَابُ: التَّسْلِيمِ وَالِاسْتِئْذَانِ ثَلَاثًا

تین مرتبہ سلام کرنے اور تین مرتبہ اجازت طلب کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سلام اور اجازت کو طلب کرنا تین تین مرتبہ ہونا چاہیے، خواہ وہ ملے ہوئے ہوں یا الگ الگ ہوں۔

تین مرتبہ سلام اور کلام کرنے کی حکمت

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: یہ سنانے اور بات سمجھانے میں مبالغہ کے لیے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کا قرآن مجید میں ذکر کیا ہے، پس قصوں کو اور خبروں کو اور اوامر کو مکرر ذکر کیا ہے تاکہ اللہ کے بندے یہ سمجھ لیں کہ دوسری مرتبہ سننے کے بعد تدبر کریں اور تیسری مرتبہ سننے کے بعد پہلی مرتبہ سے زیادہ تدبر کریں اور وہ چیز ان کے دل میں راسخ ہو جائے اور بار بار ذکر سے پختہ ہو جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی بات کا تکرار کرنا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تاکید کے لیے ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ خیال ہو کہ پتا نہیں اس نے یہ بات سمجھ لی ہے یا نہیں اس لیے دوبارہ ذکر کیا ہو، پھر تیسری مرتبہ ذکر کیا تاکہ زیادہ پختگی حاصل ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷۴۔۳۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۴۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا۔

(صحیح بخاری: ۹۵، ۶۲۴۴، سنن ترمذی: ۲۷۲۳، مسند احمد: ۱۲۸۰۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثمامہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام کرتے تو تین مرتبہ سلام کرتے اور جب آپ کلام فرماتے تو ایک بات کو تین مرتبہ دہراتے۔

صحیح البخاری: ۶۲۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسحاق کا ذکر ہے، وہ ابن منصور ہیں۔ اور علامہ کرمانی نے کہا: وہ ابن ابراہیم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد الصمد کا ذکر ہے، وہ ابن عبد الوارث ہیں۔ اور عبد اللہ بن المثنیٰ کا ذکر ہے، وہ ابن عبد اللہ بن انس ہیں۔ اور ثمامہ کا ذکر ہے، وہ ابن عبد اللہ بن انس ہیں جو بصرہ کے قاضی ہیں اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب العلم میں "باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفهم" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی کا بیان اور تین مرتبہ سے زیادہ سلام کرنے کی تحقیق

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام کرتے تو تین مرتبہ سلام کرتے، اور جب کوئی بات کرتے تو اس کو تین مرتبہ دہراتے۔ علامہ ابن بطال نے کہا کہ یہ صیغہ عموم کا تقاضا کرتا ہے لیکن مراد خصوص ہے، یعنی

Marfat.com

غالب احوال میں رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔ اور اسی طرح علامہ کرمانی نے کہا ہے۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ اس پر اعتراض ہے، کیونکہ محض صیغہ دوام اور تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔

علامہ عینی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فعلِ مضارع تکرار کی خبر دیتا ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ جب تین مرتبہ سلام کیا، پھر اس نے یہ گمان کیا کہ شاید اس کا سلام مخاطب نے نہیں سنا یا گھر والے نے نہیں سنا تو وہ کیا تین مرتبہ سے زیادہ سلام کرے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وہ تین مرتبہ پر زیادہ نہ کرے، اور ظاہر حدیث کی پیروی کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔

اور امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین مرتبہ سے زیادہ سلام کرے حتیٰ کہ اسے متحقق ہو جائے کہ گھر والوں نے سن لیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۴۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ إِذْ جَاءَ أَبُو مُوسَى كَأَنَّهُ مَذْعُورٌ فَقَالَ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عُمَرَ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ قُلْتُ اسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي فَرَجَعْتُ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ فَقَالَ وَاللهِ لَتُقِيمَنَّ عَلَيْهِ بِبَيِّنَةٍ أَمِنْكُمْ أَحَدٌ سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَاللهِ لَا يَقُومُ مَعَكَ إِلَّا أَصْغَرُ الْقَوْمِ فَكُنْتُ أَصْغَرَ الْقَوْمِ فَقُمْتُ مَعَهُ فَأَخْبَرْتُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ذَلِكَ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ بِهَذَا۔

(صحیح بخاری: ۲۰۶۲، ۶۲۴۵، صحیح مسلم: ۲۱۵۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن خصیفہ نے حدیث بیان کی از بُسر بن سعید از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کی مجالس میں سے کسی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اس وقت حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ آئے گویا کہ وہ خوفزدہ تھے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی، تو میں واپس چلا گیا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں کس چیز نے اندر آنے سے روکا، میں نے کہا کہ میں نے تین مرتبہ اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی، سو میں واپس چلا گیا، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے، سو اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس چلا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! تم ضرور اس حدیث پر کوئی گواہ پیش کرو، کیا تم میں سے کسی ایک نے اس حدیث کو نبی ﷺ سے سنا ہے، تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! تمہارے ساتھ صرف وہی شہادت دے گا جو لوگوں میں سب سے کم عمر ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں لوگوں میں سب سے کم عمر تھا، میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

ساتھ کھڑا ہوا اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا۔

اور ابن المبارک نے کہا: مجھے ابن عیینہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یزید بن خصیفہ نے حدیث بیان کی از بُسر بن سعید، میں نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اسی طرح سنا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید بن خصیفہ، خصیفہ، خصفۃ کی تصغیر ہے، یہ کوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُسر، یہ ابن سعید المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو سعید الخدری، یہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ابو موسیٰ، یہ عبداللہ بن قیس الاشعری ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کانہ مذعور" کہا جاتا ہے "ذعرتہ" یعنی میں نے اس کو ڈرایا، دھمکایا۔ اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ہم نے پوچھا: کیا بات ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری طرف پیغام بھیجا کہ میں ان کی طرف آؤں، پس میں ان کے دروازہ پر گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حفاظتِ حدیث کے معاملہ میں سختی

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال ما منعك" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہیں مجلس میں داخل ہونے سے کس چیز نے روکا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ پس انہیں اجازت نہیں دی گئی تو وہ اپنے گھر کی طرف چلے گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کام میں مشغول تھے، جب وہ فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا: کیا تم نے حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی آواز نہیں سنی؟ انہیں اجازت دو، کہا گیا: وہ تو واپس چلے گئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا اور کہا: تمہیں کس چیز نے داخل ہونے سے منع کیا، تو انہوں نے کہا کہ میں نے تین مرتبہ داخل ہونے کی اجازت طلب کی، پس مجھے اجازت نہیں دی گئی تو میں واپس چلا گیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس چلا جائے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! تم ضرور اس حدیث پر گواہ پیش کرو ورنہ میں تم کو دردناک سزا دوں گا۔ اور بکیر بن الاشج کی روایت میں ہے کہ پس اللہ کی قسم! میں تمہاری پیٹھ کے اوپر اور پیٹ کے اوپر کوڑے ماروں گا اگر تم میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں لائے جو تمہارے حق میں گواہی دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح

Marfat.com

فرمایا ہے۔اور عبید بن عمیر کی روایت میں ہے کہ تم ضرور اس پر کوئی گواہ لاؤ۔اور ابونضرہ کی روایت میں ہے: اگر تم گواہ نہیں لائے تو میں تم کو عبرت کا نشان بنادوں گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''کیا تم میں سے کسی نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟'' اور عبید بن عمیر کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ انصار کی مجلس کی طرف گئے اور ان سے سوال کیا۔اور ابونضرہ کی حدیث میں ہے، انہوں نے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مرتبہ اجازت طلب کی جائے۔راوی نے کہا: پس وہ ہنسنے لگے تو میں نے کہا کہ تمہارے پاس تمہارا بھائی آیا ہے اور وہ خوف زدہ ہے اور تم ہنس رہے ہو؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقال ابی بن کعب'' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے ساتھ شہادت کے لیے وہی جائے گا جو قوم میں سب سے کم عمر ہے۔اور بکیر بن الاشج کی روایت میں ہے، پس اللہ کی قسم! تمہارے ساتھ وہی جائے گا جو ہم میں سب سے کم عمر ہے، اے ابوسعید! تم اٹھو، پس میں اٹھ کر ان کے ساتھ گیا اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے۔اے ابن خطاب! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر عذاب نہ بنیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک حدیث سنی تو میں نے چاہا کہ میں اس کی تحقیق کرلوں تو کون ابوموسیٰ کی اس حدیث میں موافقت کرے گا؟

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷۵-۳۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تین مرتبہ اجازت طلب کرنے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف

علامہ المہلب مالکی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تین مرتبہ سلام کرنا اور تین مرتبہ کسی کلام کو دہرانا اس لیے ہوتا تھا کہ اچھی طرح مسئلہ کو سمجھایا جاسکے اور اچھی طرح کسی بات کو پہنچایا جاسکے، اور اسی وجہ سے قرآن مجید میں قصص اور اخبار اور اوامر اور نواہی کو مکرر بیان فرمایا گیا ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ تین مرتبہ اجازت طلب کی جائے، اگر اس کو اجازت مل جائے تو فبہا، ورنہ اگر وہ چاہے تو واپس چلا جائے، اور اگر چاہے تو تین دفعہ سے زیادہ سلام کرے اور اجازت طلب کرے، یعنی اس پر تین دفعہ کے بعد واپس جانا واجب نہیں ہے۔

اور علامہ ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ تین دفعہ اجازت طلب کرنا مستحسن ہے، اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص تین دفعہ سے زیادہ اجازت طلب کرے مگر جب اس کو یہ یقین ہو کہ گھر والوں نے اس کی آواز نہیں سنی تو اب کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ تین دفعہ سے زیادہ اجازت طلب کرے یا سلام کرے۔

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ظاہر اس قول کو مسترد کرتا ہے، کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا کہ تین مرتبہ سے زیادہ اجازت طلب نہیں کی جائے گی، اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے اس معنی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔اور اگر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ جائز ہوتا کہ تین دفعہ سے بھی زیادہ سلام کرنا اور اجازت

Marfat.com

طلب کرنا جائز ہے تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہ کرتے، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اس کی ضرورت نہ ہوتی کہ وہ اپنے موقف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کریں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے تین مرتبہ زیادتی نہ کرنے پر انکار کیا۔

بعض اہل بدعت کے اس قول کا رد کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ واحد عدل کی خبر کو قبول نہیں کرتے تھے اور یہ غلط تاویل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر اسلاف کے مذہب سے جہالت ہے

اور اس حدیث کی بعض سندوں سے یہ روایت ہے (سنن ابوداؤد: 5183-5184) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا: لیکن میں تم پر کوئی تہمت نہیں لگاتا، لیکن میرا ارادہ یہ ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے اوپر بے دھڑک جرأت نہ کریں۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ واحد کی خبر میں غور وخوض کرنا چاہیے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کو کوئی سہو ہو گیا ہو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خبر واحد کو قبول کرنا بہت مشہور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضحاک بن سفیان کی خبرِ واحد کو قبول کیا کہ عورت اپنے خاوند کی دیت کی وارث ہوتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۹۲۷، سنن ترمذی: ۱۴۱۵، ۲۱۱۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۲، مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۲)

نیز سفیان بن عیینہ نے از زہری از سعید بن المسیب روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ دیت عاقلہ کے لیے ہوتی ہے اور عورت اپنے خاوند کی دیت کی بالکل وارث نہیں ہوتی حتیٰ کہ ان سے الضحاک بن سفیان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف یہ لکھا تھا کہ میں اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کے خاوند کی دیت سے وارث بناؤں، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح ابوداؤد: ۲۵۹۹، الارواح: ۲۶۴۹)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمل بن مالک الہذلی الاعرابی کی خبرِ واحد کو قبول کر لیا کہ پیٹ کے بچے کی دیت ایک غلام کو آزاد کرنا ہے یا ایک باندی کو آزاد کرنا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۷۲، سنن نسائی ج ۸ ص ۲۲-۲۱، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۱، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۴)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے طاؤس سے سنا از ابن عباس از حضرت عمر رضی اللہ عنہم، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے متعلق معلوم کیا تو حمل بن مالک النابغہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں دو عورتوں کے درمیان تھا، ایک عورت نے دوسری عورت کو ایک لکڑی ماری اور اس کو بھی مار ڈالا اور اس کے پیٹ کے بچہ کو بھی مار ڈالا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچہ میں ایک غلام کی دیت کو واجب کیا اور اس عورت کے متعلق حکم دیا کہ اسے قتل کیا جائے۔ (صحیح ابن حبان: ۶۰۲۱)

اور شیخ البانی نے صحیح ابن ماجہ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خبرِ واحد کو جزیہ کے متعلق قبول فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۵۷، ۳۱۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۰۴۳، مسند احمد: ۱۶۶۰)

اور اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خبرِ واحد کو طاعون کے متعلق قبول فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۵۷۲۹، ۵۷۳۰، ۶۹۷۳، صحیح مسلم: ۲۲۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۳، مسند احمد: ۱۶۸۵، ۱۶۶۹، موطا امام مالک: ۱۶۵۵)

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خبرِ واحد کو قبول کرنے کی متعدد مثالیں اور واقعات

اور کوئی عقل مند اس میں شک نہیں کرے گا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا عادل ہونا اس اعرابی الہزلی سے زیادہ مشہور تھا۔
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیثِ ثقیفہ میں کہا کہ میں ایک حدیث بیان کر رہا ہوں، جس نے اس کو یاد کر لیا اور اس کو اپنے دل میں محفوظ کر لیا، اس کو چاہیے کہ وہ اس کی روایت کرے۔
(صحیح البخاری، ۶۸۳۰، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۳۲، سنن ابو داؤد: ۴۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۳، مسند احمد: ۳۹۳، موطا امام مالک: ۱۵۵۸، سنن دارمی: ۲۷۸۴)

اور پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ یہ حکم دیں کہ جو ان سے حدیث سنے وہ اس کو روایت کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو روایت کرنے سے منع کرے اور خبرِ واحد کو قبول نہ کرے، یہ بات وہی شخص کہے گا جو معاند ہوگا اور جاہل ہوگا۔
نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو عالم متبحر ہو کبھی اس سے بھی کوئی علم مخفی رہ جاتا ہے جسے اس سے بہت کم درجے کے لوگ جانتے ہیں، اور تمام چیزوں کے علم کا احاطہ کرنا تو صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ کی شان ہے۔
(شرح ابن بطال ج ۹ ص ۲۲۔ ۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملے تو اجازت طلب کرنے والے کو لوٹ جانا چاہیے

یہ بھی استئذان ہے کہ جب انسان کو تین مرتبہ اجازت طلب کرنے کے باوجود اجازت نہ دی جائے تو وہ لوٹ جائے، کیونکہ جب اس نے تین مرتبہ اجازت طلب کی اور اس کو اجازت نہیں دی گئی تو اس کی دو وجہیں ہیں: (۱) یا تو گھر والا موجود نہیں ہے (۲) یا وہ موجود تو ہے لیکن وہ اس کے آنے کو پسند نہیں کرتا۔ پس اگر ہم فرض کر لیں کہ اس نے تمہارے لیے دروازہ کھول دیا اور کہا کہ تم لوٹ جاؤ، تو تم پر لازم ہے کہ تم لوٹ جاؤ اور یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ عمل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (النور: ۲۸)

اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ یہ (لوٹ جانا) تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کا خوب جاننے والا ہے O

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول نہ کرنے کی توجیہ

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو قصہ ہے، تو اس میں ایک اشکال ہے اور یہ معلوم ہے کہ حدیث کو قبول کیا جاتا ہے خواہ اس کو روایت کرنے والا ایک شخص ہو، پھر کس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے گواہ کو طلب کیا، حالانکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ثقہ ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث کی روایت کی ہے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ ہم اسی حدیث کو قبول کریں گے جس کے ساتھ کوئی گواہ ہو، پھر تو تمام وہ احادیث ضائع ہو جائیں گی جن کی صرف ایک

صحابی روایت کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقام اپنے نفس سے مدافعت کا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ صادق ہیں، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے نفس کے دفاع کے لیے کوئی حدیث گھڑ لیتا ہے، تو اس کے سدِ باب کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے گواہ کو طلب کیا، تا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص ایسا نہ کرے کہ وہ اپنے نفس کے دفاع میں کوئی حدیث گھڑ لے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خلاف ہو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سدِ باب کے لیے اس شخص سے بھی گواہ طلب کیا جس کا صادق ہونا روزِ روشن کی طرح واضح تھا، پس ہم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ پر تہمت نہیں لگائی لیکن انہوں نے زیادہ ثبوت کا ارادہ کیا، یہ امر ان کے نزدیک ثابت تھا لیکن ان کو یہ خوف ہوا کہ کوئی شخص اپنے نفس کے دفاع میں کہہ دے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے تا کہ اپنے نفس سے کسی تہمت کو دور کرے۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ کیا ذوالیدین نے صحیح کہا ہے؟ حالانکہ حضور کو معلوم تھا کہ ذوالیدین صحابی ہیں اور وہ غلط بات نہیں کہہ سکتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ثبوت اور تحقیق کے لیے پوچھا کہ کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۴۶-۴۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۴۔ بَابٌ: إِذَا دُعِيَ الرَّجُلُ فَجَاءَ هَلْ يَسْتَأْذِنُ؟

اس کا بیان کہ جب کسی مرد کو بلایا جائے، پس وہ آ جائے تو کیا وہ اجازت طلب کرے گا؟

قَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: هُوَ إِذْنُهُ۔

اور سعید نے کہا از قتادہ از ابو رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یعنی اس کو بلانا ہی اجازت ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی مرد کسی شخص کو اپنے گھر کی طرف بلائے، سو وہ آ جائے تو کیا اب وہ اجازت طلب کرے گا؟ امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا، اور اس سلسلہ میں جو حدیث آ رہی ہے، اسی پر اکتفاء کر لی۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں جس سعید کا ذکر ہے، یہ سعید بن عروبہ ہیں۔ اور اس میں ابو رافع کا ذکر ہے، شعبہ بن الحجاج نے کہا کہ ابو رافع کا نام نفیع ہے، اور یہ سنان بصری ہیں، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جاہلیت کو پایا اور یہ مدینہ میں تھے، پھر مدینہ سے بصرہ کی طرف منتقل ہو گئے، اس تعلیق کو سندِ موصول کے ساتھ امام ابو جعفر طحاوی نے از ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ از المعتمر روایت کیا ہے اور ان کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ جب تم میں سے کسی ایک کو بلایا جائے، سو وہ بلانے والے کے ساتھ آ جائے، پس یہ اس کے لیے اذن ہے یعنی اجازت ہے، یعنی اس کو بلانا ہی نفسِ اذن ہے تو دوبارہ اذن کی تجدید کی ضرورت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۶۲۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ أَخْبَرَنَا مُجَاهِدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَوَجَدَ لَبَنًا فِي قَدَحٍ فَقَالَ أَبَا هِرٍّ الْحَقْ أَهْلَ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ إِلَيَّ قَالَ فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَأَقْبَلُوا فَاسْتَأْذَنُوا فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا۔ (سنن ترمذی: ۲۴۷۷، مسند احمد: ۱۰۳۰۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن ذر نے حدیث بیان کی، اور ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عمر بن ذر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں مجاہد نے خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ داخل ہوا، پس آپ نے ایک پیالے میں دودھ کو پایا، تو آپ نے فرمایا: اے ابوہر، اہل صفہ کے پاس جاؤ، سوان کو میرے پاس بلاؤ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں ان کے پاس آیا، پس ان کو بلایا، تو انہوں نے میرے بلانے کو قبول کیا اور انہوں نے اجازت طلب کی، تو آپ نے ان کو اجازت دی، پس وہ داخل ہو گئے۔

صحیح البخاری: ۶۲۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی مطابقت اس وقت تک واضح نہیں ہوگی جب تک کہ ہم اس باب کے عنوان میں تفسیر کو بیان نہ کریں، کیونکہ اس عنوان میں کہا ہے: پس وہ آ گیا، تو کیا وہ اجازت طلب کرے گا؟ یعنی اگر بلانے والے کے ساتھ وہ شخص آیا، یا وہ اکیلا آیا جب اس کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلایا تھا، تو جب وہ بلانے والے کے ساتھ آئے گا تو اب اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور حدیث معلق بھی اسی پر محمول ہے، اسی لیے فرمایا کہ وہ اس کی اجازت ہے، اور حدیث ثانی میں مذکور ہے کہ وہ تنہا آئے یعنی جن کو بلایا تھا وہ تنہا آئے۔ تو اس لیے انہیں ضرورت ہوئی کہ وہ اجازت طلب کریں تو اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے، پس انہوں نے قبول کیا اور یہ نہیں کہا کہ ہم نے قبول کیا، کیونکہ اگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ آتے تو کہتے کہ ہم نے قبول کیا، اور اس سے وہ تعارض دور ہو گیا جو ان دونوں حدیثوں میں باعتبار صورت کے ہے، پس حدیث اول اور عنوان میں مطابقت اس طرح ہے کہ جس کو بلایا تھا، وہ بلانے والے کے ساتھ آیا اور حدیث ثانی میں اور عنوان کے درمیان مطابقت اس طرح ہے کہ بلانے والا ان کے ساتھ نہیں آیا تھا، پس اصل عبارت یوں ہوگی کہ کیا اس صورت میں اجازت طلب کی جائے، جواب ہے کہ ہاں، جب وہ بلانے والے کے ساتھ آئے گا تو پھر اجازت نہیں طلب کی جائے گی اور جب وہ اکیلا آئے گا اور بلانے والے کے ساتھ نہیں آئے گا تو پھر اجازت طلب کی جائے گی۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اباھر" یعنی اے ابا ہر۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اھل الصفہ" یہ وہ چبوترہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں تھا اور اس میں فقراء صحابہ رہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷۸۔۳۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب کسی شخص کو بلایا جائے تو بعض صورتوں میں اس کو اجازت لینے کی ضرورت ہے اور بعض صورتوں میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: جب کسی شخص کو بلایا جائے اور وہ اس بلانے پر فوراً آ جائے اور دیر نہ کرے تو اس کو بلانا ہی اس کی اجازت ہے، پس اگر اس کو بلایا جائے اور جس وقت اسے بلایا جائے اس کے بعد وہ آئے تو پھر وہ اجازت طلب کرے گا، اسی طرح جب اسے کسی ایسی جگہ بلایا جائے جس کے متعلق اسے یہ علم نہ ہو کہ یہاں پر کسی شخص کو داخل ہونے کی اجازت دی گئی ہے تو وہ نہ داخل ہو حتیٰ کہ اجازت طلب کر لے، اور اگر وہاں پر کوئی ایسا شخص ہو جس کو اس کے بلانے سے پہلے اجازت دی گئی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ بھی داخل ہو جائے خواہ اس کے بلانے کو تاخیر ہو چکی ہو۔ اور اس کے اور اس زمانہ کے درمیان اتنا ممکن ہو کہ بلانے والا اپنے کسی کام سے فارغ ہو جائے یا کسی اور کام میں مصروف ہو جائے یا اپنے گھر والوں کے ساتھ کوئی تصرف کرے تو پھر اس کا بلانا فوت نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ شخص اجازت طلب کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۹ ص ۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کی تعلیق اور ان کی روایت میں تعارض کا جواب

امام بخاری نے اپنی تعلیق میں کہا ہے کہ جب کسی شخص کو بلایا گیا تو اس کو بلانا ہی اس کے داخل ہونے کی اجازت ہے، اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام ابو جعفر نے از ابراہیم از معتمر از ابن عیینہ از سعید روایت کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ جب تم میں سے کسی ایک کو بلایا جائے اور وہ بلانے والے کے ساتھ آ جائے تو یہ اس کی اجازت ہے، اور جو اس کے بعد حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے، اس سے اس کا کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ پہلی حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس کو بلایا گیا ہے وہ بلانے والے کے ساتھ آیا تو اب وہ سلام کرنے سے اور اجازت طلب کرلے سے مستغنی ہو گیا، اور دوسری حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس کو بلایا گیا وہ بلانے والے کے ساتھ نہیں آیا، تو جب وہ بلانے والے کے ساتھ نہیں آیا تو پھر وہ اجازت طلب کرے گا، تو اصحاب صفہ نے اجازت طلب کی، اور آپ نے انہیں اجازت دی تو وہ داخل ہو گئے۔

گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینے کا طریقہ

امام ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں از ربعی بن حراش روایت کرتے ہیں کہ مجھے ایک مرد نے حدیث بیان کی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی اور آپ اس وقت گھر میں تھے، اس نے کہا کیا: میں داخل ہو جاؤں، تو آپ نے خادم سے فرمایا: جاؤ اس کے پاس اور اس کو اجازت کا طریقہ سکھاؤ اور اس سے کہو کہ تم کہو: السلام علیکم، کیا میں داخل ہو جاؤں؟ اور ابوایوب سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ سلام ہے، تو اجازت طلب کرنا کیسے ہوگا، تو آپ نے فرمایا: کوئی مرد سبحان اللہ کہے یا اللہ اکبر کہے یا الحمد للہ کہے یا کھنکھارے تو گھر والے اس کو اجازت دیں گے۔

اور حارث از عبد الرحمن بن نجیح از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رات کو بھی اور دن کو بھی آتا جاتا تھا، پس جب میں آپ کے پاس آتا اور آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو آپ میرے لئے کھنکھارتے۔

اور زید بن اسلم نے کہا کہ مجھے میرے والد نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا تو میں نے کہا: کیا میں داخل ہو جاؤں؟ تو انہوں نے کہا: اس طرح نہ کہو لیکن کہو: السلام علیکم! پس جب تمہیں سلام کا جواب دیا جائے تو پھر داخل ہو جانا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۶۶۳، ۲۵۶۶۵، ۲۵۶۶۷)

اور ابوزبیر نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایک مرد مجھ سے اجازت طلب کرتا ہے اور سلام نہیں کرتا، کیا میں اجازت دوں؟ تو انہوں نے کہا: میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں اور لوگ ایسا کرتے ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کسی کو اجازت نہ دو حتیٰ کہ وہ تم کو سلام کرے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تمہیں بلایا جائے تو یہ تمہارے لیے اجازت ہے، پس تم سلام کرو اور پھر داخل ہو، اور ابن یزید نے کہا: ایک مرد نے کسی صحابی سے اجازت طلب کی اور وہ مرد دروازہ پر کھڑا ہوا تھا، اس نے کہا: کیا میں داخل ہو جاؤں تین مرتبہ، اور وہ اس صحابی کی طرف دیکھ رہا تھا، انہوں نے اس کو اجازت نہیں دی، پھر اس نے کہا: السلام علیکم کیا میں داخل ہو جاؤں تو انہوں نے کہا: ہاں، پس انہوں نے کہا: اگر تم ساری رات کھڑے رہتے اور کہتے: کیا میں داخل ہو جاؤں تو میں تمہیں اجازت نہ دیتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۸۱۷، ۲۵۸۲۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۶۲ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بلانے کے باوجود داخل ہونے کے لیے اجازت لینا عرف پر موقوف ہے

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب کسی شخص کو بلایا جائے تو آیا وہ داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرے یا نہ کرے؟ اور صحیح یہ ہے کہ یہ معاملہ عرف پر موقوف ہے۔

اگر عرف اور عادت اس پر مبنی ہو کہ کسی کا بلانا اس کو داخل ہونے کی اجازت دینا ہے جیسا کہ ایک مرد کسی گھر میں آیا اور دروازہ کھلا ہوا ہے اور لوگ اس میں داخل ہو رہے ہیں تو یہ اجازت ہے، اور اس کو اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ داخل ہونے کے لیے

Marfat.com

اجازت طلب کرے، لیکن اگر اس نے دیکھا کہ دروازہ بند ہے تو وہ اجازت طلب کرے گا خواہ اس کو بلایا گیا ہو، اس لیے کہ مرد بسا اوقات گھر میں داخل ہوتا ہے اور دروازہ بند کر دیتا ہے اور اس وقت کسی کو بغیر اجازت کے اس گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔

ضرورت سے زیادہ کھانا یا مضر چیز کو کھانا جائز نہیں ہے

اور امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ذکر کی ہے، اس میں اہلِ صفہ کا قصہ مشہور ہے اور اس حدیث میں یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! پیو، انہوں نے کہا: میرے پیٹ میں تو اب جگہ نہیں ہے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کبھی انسان اپنے پیٹ کو بھر لیتا ہے لیکن خفیف چیز سے جیسے دودھ نہ کہ ثقیل چیز سے۔ اسی لیے شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسا طعام کھائے جس سے اس کو ایذاء ہو یا اس سے اس کو بدہضمی ہو، کیونکہ اس میں بدن کو نقصان پہنچانا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار'' کوئی شخص کسی کو ضرر نہ پہنچائے، اور نہ دو آدمیوں سے ہر ایک دوسرے کو ضرر پہنچائے'' (سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۱)۔ پس انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ کھانے سے اپنے پیٹ کو بھر لے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھوکے تھے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۴۷۔۴۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۱۵۔ بَابُ: التَّسْلِيمِ عَلَى الصِّبْيَانِ — بچوں کو سلام کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بچوں کو سلام کرنا بھی مشروع اور جائز ہے۔

۶۲۴۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه أَنَّهُ مَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَفْعَلُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سیار از ثابت البنانی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۶۸، سنن ترمذی: ۲۶۹۶، سنن ابوداؤد: ۵۲۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۰، مسند احمد: ۱۱۹۲۸، سنن دارمی: ۲۶۳۶)

صحیح البخاری: ۶۲۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن الجعد مذکور ہے، یہ ابن عبید ابوالحسن الجوہری البغدادی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سیار مذکور ہے، یہ ابو العنز الواسطی ہیں۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ثابت سے صرف یہی حدیث مروی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ثابت البنانی کا ذکر ہے، سعد بن لوی کی اولاد ان کی طرف منسوب ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''یفعلہ'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو سلام کرتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کو سلام کرنا آپ کا خلق

عظیم ہے اور ادب شریف ہے۔ اور اس حدیث میں سنتوں کی تعلیم دینے کی مشق ہے اور آدابِ شریعت کی ریاضت ہے، تا کہ لوگ سنت کے آداب پر عمل کریں۔ ایک قول یہ ہے کہ خوبصورت بچے کو سلام نہ کیا جائے کیونکہ اس کو سلام کرنے میں فتنہ کا خدشہ ہے۔ اور اگر بچہ کسی بالغ کو سلام کرے تو بالغ پر واجب ہے کہ اس کے سلام کا جواب دے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۷ ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: ہم نے اس باب کی شرح میں علامہ ابن بطال اور علامہ ابن ملقن سے کچھ نقل نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے اس باب کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اور علامہ ابن ملقن نے جو کچھ لکھا ہے یہ وہی ہے جس کو علامہ عینی سے ہم نقل کر چکے ہیں، ذیل میں ہم دونوں کے حوالے پیش کر رہے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۹ ص ۲۴، التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۶۶)

صحیح البخاری: ۶۲۴۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے کہ آپ جب چھوٹے بچوں کے ساتھ گزرتے تو ان کو سلام کرتے، اور یہ مکارمِ اخلاق اور تواضع کے باب سے ہے اور بچوں کو اخلاق اور مکارم کی تعلیم دینا ہے۔ ایک سوال یہ ہے کہ کیا بچوں کے سلام کا جواب دینا جائز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی کہا جاتا ہے کہ بچوں کے سلام کا جواب دینا واجب ہے، کیونکہ یہ آدمی کے حق کو متضمن ہے، اور کبھی کہا جاتا ہے کہ واجب نہیں ہے کیونکہ وہ غیر مکلف ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کو تعلیم دی جائے اور ان کو یہ بتایا جائے کہ جب کوئی سلام کرے تو ان کو جواب دیا جاتا ہے اور بچہ وہ ہے جو بلوغت کی عمر تک نہ پہنچا ہو۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۴۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بچوں کو سلام کرنے کے متعلق دیگر احادیث اور ان کے مسائل

امام نسائی نے اس باب کی حدیث کو جعفر بن سلیمان کی سند سے زیادہ مکمل طریقے سے روایت کیا ہے، اس کے الفاظ اس طرح سے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار سے ملاقات کے لیے جاتے تو ان کے بچوں کو سلام کرتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کے حق میں دعا فرماتے، اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا اکثر کرتے تھے بخلاف صحیح بخاری کی حدیث کے، کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان کو سلام کیا، سو یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، اور میں ان بچوں کے اسماء پر واقف نہیں ہوا۔

اور امام ابو نعیم نے عمل الیوم واللیلۃ میں از عثمان بن مطر از ثابت اس طرح روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: السلام علیکم بچو! اور اس حدیث کی روایت کرنے والا عثمان ضعیف ہے۔ اور امام ابو داؤد نے از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے اور میں اس وقت ایک لڑکا تھا اور لڑکوں میں موجود تھا تو آپ نے ہم کو سلام کیا، پھر آپ نے مجھے ایک پیغام دے کر

Marfat.com

بھیجا۔الحدیث۔۔۔اور عنقریب حفظ السر کے باب میں یہ حدیث آئے گی۔اور امام بخاری نے الادب المفرد میں بھی اس کی مثل ایک حدیث روایت کی ہے،اس میں مذکور ہے کہ ہم بچے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سلام کیا اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی کام سے بھیجا اور آپ راستہ میں بیٹھ گئے اور میرا انتظار کر رہے تھے حتیٰ کہ میں واپس آیا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: بچوں کو سلام کرنے میں ان کو شریعت کے آداب سکھانے کی مشق کرانی ہے،اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ بڑوں کو چاہیے کہ بڑائی کی چادر کو اتار دیں اور تواضع کے راستہ کو اختیار کریں اور نرم جانب کو اختیار کریں۔ابوسعید المتولی نے التتمہ میں لکھا ہے کہ جس نے بچے کو سلام کیا تو بچے پر اس سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے،کیونکہ بچہ اہلِ فرائض میں سے نہیں ہے،اور بچے کے ولی کو یہ چاہیے کہ اس کو سلام کا جواب دینے کا حکم دے تا کہ بچے کو سلام کا جواب دینے کی عادت پڑے۔اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا جائے جس میں بچہ بھی ہو اور صرف بچہ سلام کا جواب دے اور بڑے سلام کا جواب نہ دیں تو بڑوں سے سلام کا جواب دینا ساقط نہیں ہوگا۔اسی طرح قاضی حسین نے کہا ہے۔اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ کافی نہیں ہے، اور اگر بچہ سلام کی ابتداء کرے تو بالغ پر اس سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس سے اس بچے کے سلام کو مستثنیٰ کیا جائے گا جو خوبصورت ہو اور یہ خوف ہو کہ اس کو سلام کرنے سے فتنہ میں پڑنے کا خدشہ ہے،خاص طور پر جب وہ بچہ قریب بہ بلوغ ہو اور اکیلا ہو۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۷ ص ۳۱۵،دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۶۔ بَابُ: تَسْلِيمِ الرِّجَالِ عَلَى النِّسَاءِ وَالنِّسَاءِ عَلَى الرِّجَالِ

مردوں کا عورتوں کو سلام کرنے اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا جائز ہے بشرطیکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔امام بخاری نے اس عنوان سے امام عبدالرزاق کی اس روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے،وہ از معمر از یحییٰ بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا مکروہ ہے،اور یہ حدیث مقطوع ہے یا معضل ہے۔(یعنی اس حدیث سے سند کے درمیان سے ایک راوی منقطع ہے یا دو راوی منقطع ہیں)۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷۸۔۳۷۹،دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا نَفْرَحُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قُلْتُ وَلِمَ قَالَ كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تُرْسِلُ إِلَى بُضَاعَةَ قَالَ ابْنُ مَسْلَمَةَ نَخْلٍ بِالْمَدِينَةِ فَتَأْخُذُ مِنْ أُصُولِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ،وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن سے بہت خوش ہوتے تھے،میں نے پوچھا:

Marfat.com

السِّلْقَ فَتَطْرَحُهُ فِي قِدْرٍ وَتُكَرْكِرُ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ انْصَرَفْنَا وَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَدِّمُهُ إِلَيْنَا فَنَفْرَحُ مِنْ أَجْلِهِ وَمَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ۔

کیوں؟ انہوں نے کہا: ہمارے ہاں ایک بڑی بی تھیں جو مقام بضاعہ میں جاتی تھیں، ابن مسلمہ نے بیان کیا: وہ مقام مدینے کا ایک باغ تھا، پس اس میں سے چقندر کی جڑوں کو لیتیں اور ان کو ایک پتیلی میں ڈالتیں اور اس میں جو کے دانے پیس کر ملاتیں، پس جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو ہم واپس آتے اور ان کو سلام کرتے، تو وہ ہمارے سامنے وہ طعام رکھتیں، تو ہم اس طعام کی وجہ سے خوش ہوتے تھے۔ اور ہم قیلولہ نہیں کرتے تھے اور نہ ناشتہ کرتے تھے مگر جمعہ کے بعد۔

(صحیح بخاری: ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۱، ۲۳۴۹، ۵۴۰۳، ۶۲۴۸، ۶۲۷۹، صحیح مسلم: ۸۵۹، سنن ترمذی: ۵۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۹)

صحیح البخاری: ۶۲۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی حازم، یہ عبدالعزیز ہیں اور ابو حازم کا نام ہے سلمہ بن دینار۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سہل، وہ حضرت ابن سعد الانصاری الساعدی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بُضاعة" اس لفظ میں باء پر ضمہ بھی ہے اور کسرہ بھی ہے۔ اور یہ مدینہ میں انصار کے بنو ساعدہ کے گھروں میں ایک کنواں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ابن مسلمہ، یہ عبداللہ بن مسلمہ ہیں جو امام بخاری کے شیخ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نخل" یعنی باغ، اس کی تفسیر ابن مسلمہ نے کر دی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تکرکر" اس کی اصل "الکر" ہے، اس کو مضاف لایا گیا کیونکہ چکی کا پتھر بار بار گھومتا ہے اور اس کے اندر جو دانے ہوتے ہیں ان کو پیستا ہے۔ اور کبھی "الکرکرۃ" کا معنی آواز بھی ہوتا ہے اور "الکرکرۃ" سخت آواز کو بھی کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۴۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَا عَائِشَةُ هَذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ بن عبدالرحمن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

قَالَتْ قُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ تَرَى مَا لَا نَرَى تُرِيدُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَابَعَهُ شُعَيْبٌ وَقَالَ يُونُسُ وَالنُّعْمَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَبَرَكَاتُهُ۔

بیان فرمایا کہ اے عائشہ! یہ جبرائیل ہیں جو تم کو سلام کر رہے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ، آپ وہ چیزیں دیکھتے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے، وہ ارادہ کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے۔
اس حدیث میں معمر کی متابعت شعیب نے کی ہے اور یونس اور نعمان نے کہا الزہری ''وبرکاتہ''۔

(صحیح بخاری: ۳۲۱۷، ۳۷۶۸، ۶۲۰۱، ۶۲۴۹، ۶۲۵۳، صحیح مسلم: ۲۴۴۷، سنن ترمذی: ۳۸۸۱، سنن نسائی: ۳۹۵۳، سنن ابوداؤد: ۵۲۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۶، مسند احمد: ۲۴۳۳۶، سنن دارمی: ۲۶۳۸)

صحیح البخاری: ۶۲۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور پر یہ اعتراض کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے اور اس کا جواب

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے عنوان اور حدیث کے درمیان کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کا عنوان ہے ''مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا'' اور اس حدیث میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سلام کا ذکر ہے، اور حضرت جبرائیل فرشتہ ہیں اور فرشتے نہ مرد ہوتے ہیں اور نہ عورت ہوتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا مذکر کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔
علامہ عینی اس کے جواب میں فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ کہا گیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرد کی صورت میں آتے تھے، پس اس اعتبار سے مطابقت حاصل ہوگئی اور باب کے عنوان اور حدیث میں ادنیٰ مطابقت بھی کافی ہوتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن مقاتل، اور یہ محمد بن مقاتل المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ، یہ عبد اللہ بن المبارک المروزی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''تری'' یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہے۔ ایک سوال یہ کیا گیا ہے کہ فرشتہ جسم ہے، پس جب وہ کسی جگہ پر ہوگا تو اس کا دکھائی دینا بعض حاضرین کے ساتھ مخصوص نہیں ہوسکتا۔
اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دکھائی دینا ایک ایسا امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی شخص میں پیدا کرتا ہے، پس دکھائی دینا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے تابع ہے، اسی وجہ سے اشعریہ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ ایک نابینا شخص چین میں ہو اور وہ اندلس کے کسی مقام کو دیکھ لے اور جو اس کے پاس بیٹھا ہو وہ اس کو نہ دیکھے۔

عورتوں کو سلام کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ عورتوں پر سلام کرنا جائز ہے ماسوا جوان عورتوں کے، کیونکہ جب جوان عورتوں سے کلام کرے گا تو اس میں نظر کی خیانت کا خوف ہوگا اور شیطان کے بہکانے کا خوف ہوگا، یہ قتادہ کا قول ہے اور امام مالک اور علماء کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ مرد عورتوں کو سلام نہ کرے جب تک ان میں کوئی محرم عورتیں نہ ہوں، اور انہوں نے کہا ہے کہ عورتوں سے اذان دینے اور اقامت پڑھنے اور نماز میں بلند آواز میں قراءت کرنے کا حکم ساقط نہیں ہے اور ان سے سلام کا جواب دینا ساقط ہے، پس ان کو سلام نہ کیا جائے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ فقہائے احناف کا مذہب نہیں ہے، کیونکہ ان کے نزدیک عورتوں کے لیے نہ اذان مشروع ہے اور نہ اقامت پڑھنا مشروع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷۹۔۳۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورتوں کو سلام کرنے کے متعلق مفصل احادیث اور احکام

امام بخاری نے اس عنوان سے امام عبد الرزاق کی اس روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو از معمر از یحییٰ بن ابی کثیر مروی ہے، اس میں مذکور ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا مکروہ ہے، اور یہ حدیث مقطوع ہے یا معضل ہے، اور امام بخاری نے جو یہ کہا ہے کہ مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ فتنہ سے مامون ہوں، اور امام بخاری نے اس باب میں دو احادیث کا ذکر کیا ہے جن سے ان کا جواز معلوم ہوتا ہے، اور اس مسئلہ میں ایک حدیث وارد ہے جو امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے، اور وہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں میں گزرے تو آپ نے ہم پر سلام کیا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے اور یہ امام بخاری کی شرط پر نہیں ہے، اس لیے امام بخاری نے اپنی شرط والی حدیث پر اکتفاء کی، اور اس حدیث کا ایک شاہد ہے جس کی امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ علامہ حلیمی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے اور فتنہ سے مامون تھے، پس جس شخص کو اپنے نفس پر سلامتی کا اعتماد ہو تو وہ سلام کرے ورنہ چپ رہنے میں زیادہ سلامتی ہے۔ اور امام ابونعیم نے عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت واثلہ کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد عورتوں کو سلام کریں اور عورتیں مردوں کو سلام نہ کریں، اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ غسل کر رہے تھے تو میں نے آپ کو سلام کیا۔

"بئر بضاعہ" کا بیان

عبد اللہ بن مسلمہ جو امام بخاری کے شیخ ہیں اور انہی کو القعنبی کہا جاتا ہے، انہوں نے بضاعہ کی یہ تفسیر کی ہے کہ وہ مدینہ میں ایک باغ ہے، اسی وجہ سے وہاں سے چقندر لائے جاتے تھے اور کتاب الجمعہ میں یہ گزر چکا ہے کہ وہاں ان بڑی بی کی ایک کیاری تھی،

اور دوسروں نے یہ تفسیر کی ہے کہ وہاں پر بنوساعدہ کے مکان تھے اور وہیں پر ایک مشہور کنواں تھا۔ اور اصحاب السنن نے روایت کی ہے کہ اس کنویں کے اندر حیض کے کپڑے ڈالے جاتے تھے، اور دراصل وہ کپڑے باغ میں ڈالے جاتے تھے، پھر بارش ان کپڑوں کو بہا کر اس کنویں تک لے جاتی تھی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد نے اپنی سند میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بئر بضاعہ کو اور اس کھیت کو دیکھا ہے اور اس کے پانی کو دیکھا ہے، اور اس کو تفصیل سے انہوں نے اپنی کتاب سنن ابوداؤد میں کتاب الطہارۃ میں بیان کیا ہے۔ اور امام طحاوی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ زمین پر بہتا ہوا پانی تھا۔

حضرت جبریل علیہ السلام کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کرنے کی تحقیق

علامہ ابن التین نے نقل کیا ہے کہ علامہ داؤدی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ملائکہ کو مرد نہیں کہا جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا مذکر کے صیغوں سے ذکر کیا ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مرد کی صورت میں آتے تھے جیسا کہ بدء الوحی کے اندر گزر چکا ہے۔

مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کو سلام کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابن بطال مالکی نے المہلب سے نقل کر کے لکھا ہے کہ مردوں کا عورتوں پر سلام کرنا اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا جائز ہے جب فتنہ کا خوف نہ ہو، اور فقہاء مالکیہ نے جوان اور بوڑھی عورت کے درمیان فرق کیا ہے تا کہ فتنہ کا سدِ باب ہو۔ اور ربیعہ نے تو مطلقاً منع کیا اور فقہاء احناف نے کہا: عورتوں کے لیے مردوں کو ابتداءً سلام کرنا ممنوع ہے، کیونکہ عورتوں کو اذان اور اقامت اور بلند آواز کے ساتھ قراءت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس میں مَحرم کا استثناء ہے، پس عورت کے لیے اپنے مَحرم کو سلام کرنا جائز ہے۔

المہلب مالکی نے کہا ہے: امام مالک کی دلیل اس باب میں حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، کیونکہ جو مرد ان بڑی بی کی زیارت کرتے تھے اور وہ ان کو چقندر کھلاتی تھیں وہ ان کے محارم نہیں تھے۔ مہلب کا کلام ختم ہوا۔

المتولی نے کہا ہے: اگر مرد کی بیوی ہو یا محرم ہو یا باندی ہو تو وہ ایسی ہے جیسے مرد کے لیے مرد ہوتا ہے، اور اگر عورت اجنبی ہو اور اس کی طرف دیکھنے سے فتنے کا خوف ہو تو اس کو سلام کرنا مشروع نہیں ہے نہ ابتداءً سلام کرے اور نہ اس کے سلام کا جواب دے، اور اگر ان میں سے کسی نے سلام کی ابتداء کی تو دوسرے کے لیے اس کے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے، اور اگر وہ بوڑھی ہو اور اسے فتنہ کا خوف نہ ہو تو پھر اس کو سلام کرنا جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں مالکیہ نے تو جوان عورت میں فرق کیا ہے خوبصورتی اور عدمِ خوبصورتی کا، کیونکہ خوبصورتی فتنہ کا محل ہے بخلاف مطلق جوان عورت کے۔ پس اگر کسی مجلس میں مرد اور عورتیں جمع ہوں تو جانبین سے سلام کرنا جائز ہے جب کہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۱۶۔ ۳۱۷، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۴۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

صحابہ کرام کے بڑی بی کو سلام کرنے کی تحقیق

اگر صورت ایسی ہو جیسی اس حدیث میں ذکر کی گئی ہے تو پھر مردوں کے عورتوں کو سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ وہاں کوئی فتنہ نہیں تھا، نہ تو وہاں کوئی خلوت تھی اور نہ کوئی اور ممنوع امر تھا۔ پس مردوں کی ایک جماعت تھی اور عورت ایک بوڑھی خاتون تھی، لیکن جب عورت جوان ہو اور مرد اکیلا ہو تو پھر یہاں پر سلام فتنہ کو پیدا کرے گا، اس لیے ہم اس صورت میں سلام کے مشروع ہونے کا قول نہیں کرتے کیونکہ اس کے اندر عورت اور مرد دونوں کے اعتبار سے فتنہ ہے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ جوان مرد جب جوان عورت کے پاس سے گزرے تو اس میں زیادہ شر حاصل ہوگا۔ اور اگر ہم کہیں کہ ان مواقع پر سلام کرنا جائز ہے تو جب بھی مرد کسی جوان عورت کے پاس سے گزریں گے تو اس کو سلام کریں گے، اور اس سے فتنہ عظیم برپا ہوگا۔ اسی وجہ سے جب ایسی صورت ہو کہ صحابہ کی ایک جماعت تھی اور وہ ایک بوڑھی عورت کے پاس گئے تھے تو فتنہ سے ہر اعتبار سے ممنوع تھے، تو وہ اس پر سلام کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۷۔ بَابُ إِذَا قَالَ: مَنْ ذَا؟ فَقَالَ: أَنَا

جب گھر والوں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو آنے والے نے کہا: میں ہوں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا: جب ایک مرد نے اس شخص سے کہا جس نے دروازہ کھٹکھٹایا: کون ہے؟ یعنی وہ کون ہے جس نے دروازہ کھٹکھٹایا، تو دروازہ کھٹکھٹانے والے نے کہا: میں ہوں، امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا، کیونکہ اس باب کی حدیث سے اس کا حکم معلوم ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۵۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہما يَقُولُ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي دَيْنٍ كَانَ عَلَى أَبِي فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ مَنْ ذَا فَقُلْتُ أَنَا فَقَالَ أَنَا أَنَا كَأَنَّهُ كَرِهَهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اس قرض کے متعلق بات کرنے کے سلسلہ میں جو میرے والد پر تھا، تو میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ہوں، آپ نے فرمایا: میں، میں، گویا کہ آپ نے اس کو ناپسند فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۵۵، سنن ترمذی: ۲۷۱۱، سنن ابوداؤد: ۵۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۹، مسند احمد: ۱۴۰۳۰، سنن دارمی: ۲۶۳۰)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے'' من ذا'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دو بار انا انا کہا، اور دوسری بار انا کا ذکر پہلے انا کی تاکید ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ گویا کہ آپ نے میرے اس جواب کو ناپسند کیا ہے، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے مطابق نہیں تھا، کیونکہ جواب میں مفید یہ تھا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے کہ میں جابر ہوں۔ ورنہ اس میں صرف یہ بیان تھا کہ گویا کہ اجازت طلب کرنے والا یہ سمجھتا تھا کہ میری آواز کو آپ پہچان لیں گے۔

اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ یہ آیت استئذان کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۵۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے جواب کو ناپسند کرنے کی وجہ

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول کو اس لیے ناپسند فرمایا کہ اس میں صرف اس کے لیے بیان ہے جو آواز کو پہچانتا ہو، اور جو آواز کو نہ پہچانتا ہو تو اس کے اوپر مشتبہ ہوگا کہ کون آیا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ انہیں چاہیے تھا کہ وہ لفظِ سلام کے ساتھ اجازت طلب کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب کو اس لیے ناپسند فرمایا کہ انہوں نے لفظِ سلام کے ساتھ اجازت طلب نہیں کی تھی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حاکم کے دروازہ کو کھٹکھٹانا جائز ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی ضرورت کے پیش نظر گھر سے باہر نکلنا جائز ہے جیسا کہ حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہما کے واقعہ میں مذکور ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۹ ص ۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۵۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح میں علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے تعریف اور تعیین حاصل نہیں ہوئی بلکہ ابہام باقی رہا، اور انہیں چاہیے تھا کہ وہ اپنا نام لے کر کہتے کہ میں فلاں شخص ہوں، اور اگر وہ کہتے کہ میں فلاں شخص ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو انہوں نے کہا: میں ام ہانی ہوں۔

اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ دروازہ کھٹکھٹانے والا کہے کہ میں ابو فلاں ہوں، یا قاضی فلاں ہوں، یا شیخ فلاں ہوں،

جبکہ اس کے نام سے تعیین حاصل نہ ہو، اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ کہے کہ میں فلاں شخص ہوں جو اس نام سے معروف ہے۔

اگر دروازہ کھٹکھٹانے والا نام نہ بتائے تو اس میں ایک قسم کا تکبر ہے

علامہ ابن الجوزی نے یہ کہا ہے کہ جب آنے والا شخص یہ کہے کہ میں ہوں اور اپنا نام نہ بتائے تو اس میں ایک قسم کا تکبر ہے، گویا کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں وہ ہوں کہ جس کو اپنا نام بتانے کی ضرورت نہیں ہے، یا میں اپنے نام بتانے کو اپنے تکبر کے خلاف سمجھتا ہوں، جس کے بعد علامہ ابن ملقن نے علامہ المہلب کی شرح ذکر کی ہے جس کو ہم علامہ ابن بطال کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۷۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۱۸۔ بَابٌ: مَنْ رَدَّ فَقَالَ: عَلَيْكَ السَّلَامُ — جس نے سلام کے جواب میں کہا ''علیک السلام''

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ رَدَّ الْمَلَائِكَةُ عَلَى آدَمَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور نبی ﷺ نے فرمایا: فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سلام کا جواب دیا: السلام علیک ورحمۃ اللہ۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جس نے سلام کرنے والے کے جواب میں کہا ''علیک السلام'' اور سلام کرنے والے پر لفظ خطاب کے ساتھ ابتداء کی، پھر لفظِ سلام کا ذکر کیا۔ اور یہ طریقہ جس کا امام بخاری نے ذکر کیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں وارد ہے جب حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے اپنے اس قول سے جواب دیا ''وعلیہ السلام''۔ پس انہوں نے اس کے ذکر کو مقدم کیا جس کو سلام کیا گیا ہے، پھر لفظِ سلام کا ذکر کیا۔

اور سلام کے جواب دینے میں اور بھی کئی طریقے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ کہا جائے: السلام علیک۔ اور ابتداء میں لفظِ سلام کو ذکر کیا جائے اور جواب میں کہا جائے: ''والسلام علیکم'' اور ''وعلیک السلام''۔ اور کہا جائے: ''وعلیک السلام ورحمۃ اللہ'' اور کہا جائے: ''والسلام علیک ورحمۃ اللہ''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے اس قول سے اس کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہو جس نے علیک السلام کے علاوہ کوئی جواب دیا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۱۸، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس شرح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ محض اندازہ ہے، پس اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، اور امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ علیک السلام کے ساتھ جواب دیا جائے اور اس میں انحصار نہیں کیا، کیونکہ فرشتوں نے سلام کے جواب میں کہا: السلام علیک۔ اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے ''وعلیک السلام'' اور اس کے ساتھ واو عاطفہ کا ذکر ہے اور قرآن مجید میں سلام کرنے والے کے نام کے اوپر لفظ سلام کو

Marfat.com

مقدم ذکر فرمایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ یَاسِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۳۰) آل یاسین پر سلام ہو O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۲۰) موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو O

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ۔ (ہود: ۷۳) اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

اور التوضیح میں مذکور ہے کہ یحییٰ نے از ابن کثیر از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لفظِ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے، پس اس کو تم آپس میں پھیلاؤ، پس اگر یہ حدیث صحیح ہے تو سلام کرنے میں مختار اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کو مخلوق کے نام پر مقدم کیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ امام بخاری کا یہ عنوان اس طرف اشارہ ہو کہ جس نے کہا ہے کہ لفظِ سلام کے اوپر کسی چیز کو مقدم نہ کیا جائے بلکہ سلام کی ابتداء میں اور اس کے جواب میں السلام علیک کہا جائے، یا جس نے کہا کہ مفرد کے صیغہ پر اقتصار نہ کیا جائے بلکہ جمع کے صیغہ کو لایا جائے یا جس نے کہا کہ واؤ کو حذف نہ کیا جائے بلکہ واوِ عاطفہ کو جواب میں ذکر کیا جائے، پس کہے: وعلیک السلام، یا جس نے کہا کہ جواب میں یہ کافی ہے کہ علیک پر اقتصار کیا جائے بغیر لفظِ سلام کے، یا جس نے کہا: علیک السلام پر اقتصار نہ کیا جائے بلکہ ورحمۃ اللہ کا اضافہ کیا جائے، اور یہ پانچ جگہیں ہیں جن کے متعلق آثار وارد ہیں، اور اول کے متعلق وہ اثر ہے جو گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے کہ سلام اللہ کا اسم ہے، پس لائق ہے کہ اللہ کے نام کے اوپر کسی چیز کو مقدم نہ کیا جائے، اس پر ابن دقیق العید نے متنبہ کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۱۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

پھر علامہ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ یہ محض اندازہ ہے اس پر اعتماد نہ کیا جائے۔ اور امام بخاری نے باب کا عنوان علیک السلام سے قائم کیا ہے اور اس پر انحصار نہیں کیا، پھر علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کے اسی کلام کو نقل کیا ہے اور اس کو حافظ ابن حجر کی طرف منسوب نہیں کیا جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۹۷، مکتبۃ الرشد ۱۴۱۸ھ)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

بعض شافعیہ سے یہ منقول ہے کہ سلام کی ابتداء کرنے والا اگر کہے: علیک السلام تو یہ کافی نہیں ہے۔ اور علامہ نووی نے المتولی سے نقل کیا ہے کہ جس نے ابتداء میں کہا: وعلیکم السلام تو یہ سلام نہیں ہے اور وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور پھر انہوں نے کہا کہ مشروع یہ ہے کہ لفظِ علیکم کو مقدم کیا جائے۔ علامہ نووی نے کہا: اگر اس نے واؤ کو ساقط کر دیا اور کہا: علیکم السلام تو علامہ واحدی نے کہا ہے کہ یہ سلام ہے اور وہ جواب کا مستحق ہوگا، اگرچہ اس نے معروف لفظ کو تبدیل کر دیا ہے۔ اسی طرح علامہ نووی نے واؤ کو ساقط کرنے اور واؤ کو ثابت رکھنے میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور متبادر یہ ہے کہ اختلاف علیکم کو سلام پر مقدم کرنے میں ہے جیسا کہ

Marfat.com

الواحدی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں کہ مجلس کو علیکم السلام کے ساتھ ختم کرے، اور زیادہ صحیح حصول ہے۔اور امام بخاری نے الادب المفرد میں معاویہ بن قراء کی سند سے روایت کی ہے کہ مجھ سے ابو قراء بن ایاس المزنی الصحابی نے کہا: جب تمہارے ساتھ کوئی مرد گزرے اور کہے: السلام علیکم، تو تم وعلیک السلام نہ کہو واحد کے صیغہ کے ساتھ، کیونکہ وہ واحد نہیں ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔اور اس مسئلہ کی فروع یہ ہیں کہ اگر ابتداء میں جمع کا صیغہ ہو تو واحد کے صیغہ کے ساتھ جواب دینا کافی نہیں ہے، کیونکہ جمع کا صیغہ تعظیم کا تقاضا کرتا ہے، تو واحد کے صیغہ کے ساتھ اس کا جواب صحیح نہیں ہوگا۔اس پر ابن دقیق العید نے تنبیہ کی ہے۔(فتح الباری ج ۷ ص ۳۱۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح بخاری کی تعلیقات کی شرح از علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی

پہلی تعلیق میں امام بخاری نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ اس حدیث کی ایک طرف ہے جس کا ذکر "باب تسلیم الرجال والنساء" میں پہلے ہو چکا ہے اور اس میں بیان ہے کہ جس نے جواب میں وبرکاتہ کا اضافہ کیا۔

اور امام بخاری کی دوسری تعلیق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو جواب دیا اور کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ، یہ دوسری حدیث کا ایک طرف ہے جس کا ذکر کتاب الاستئذان میں ہو چکا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۱۸۔۳۱۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۲۵۱۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم جَالِسٌ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الَّتِي بَعْدَهَا عَلِّمْنِي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن نمیر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از سعید ابن ابی سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ ایک مرد مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے، پس اس نے نماز پڑھی اور پھر آیا، پس آپ کو سلام کیا، تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وعلیک السلام، پس واپس جاؤ، اور نماز پڑھو اور تم نے نماز نہیں پڑھی، سو وہ شخص واپس گیا اور نماز پڑھی اور پھر آیا اور آپ کو سلام کیا، آپ نے فرمایا: وعلیک السلام اور واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، پس اس نے دوسری مرتبہ کہا یا اس کے بعد کے مرتبہ میں کہا: یا رسول اللہ! مجھے تعلیم دیجئے، آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو پورا وضو کرو، پھر قبلہ کی طرف منہ کرو اور پھر اللہ اکبر کہو، اور پھر جو تمہیں قرآن آسانی سے یاد ہو اس کو پڑھو،

Marfat.com

ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ فِي الْأَخِيرِ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا۔

پھر رکوع کرو، حتیٰ کہ اطمینان سے رکوع کرلو، پھر رکوع سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ تم سیدھے کھڑے ہوجاؤ، پھر سجدہ کرو، حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اسی طرح اپنی پوری نماز میں کرو۔

اور ابواسامہ نے آخر میں کہا: حتیٰ کہ تم سیدھے کھڑے ہوجاؤ۔

(صحیح بخاری: ۷۵۷، ۷۹۳، ۶۲۵۱، ۶۲۵۲، ۶۶۶۷، صحیح مسلم: ۳۹۷، سنن ترمذی: ۳۰۳، سنن نسائی: ۸۸۴، سنن ابوداؤد: ۸۵۶، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۰، مسند احمد: ۹۳۵۲)

صحیح البخاری: ۶۲۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس نے سلام کے جواب میں کہا: علیک السلام'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ایک شخص نے آپ کو سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: وعلیک السلام۔

اور باب کے عنوان میں اور حدیث میں دونوں میں جس کو سلام کیا گیا اس کا ذکر مقدم ہے اور لفظ سلام مؤخر ہے، اور یہ بھی جائز ہے جیسا کہ شروع میں بیان ہوچکا ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ السلام کو پہلے ذکر کیا جائے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

اس تعلیق میں ابواسامہ کا ذکر ہے اور ان کا نام ہے حماد بن اسامہ، اور اس میں ذکر ہے کہ ابواسامہ نے اخیر میں کہا اور وہ یہ ہے کہ جب تم اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ، تو اس کی جگہ کہا: حتیٰ کہ تم سیدھے کھڑے ہوجاؤ۔ امام بخاری نے اس تعلیق کو کتاب الایمان والنذور میں سند موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۵۲۔ حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي سَعِيدٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے سعید نے حدیث بیان کی از والد خود، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم سجدہ سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔

(صحیح بخاری: ۷۵۷، ۷۹۳، ۶۲۵۱، ۶۲۵۲، ۶۶۶۷، صحیح مسلم: ۳۹۷، سنن ترمذی: ۳۰۳، سنن نسائی: ۸۸۴، سنن ابوداؤد: ۸۵۶، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۰، مسند احمد: ۹۳۵۲)

صحیح البخاری: ۶۲۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن بشار، یہ محمد بن بشار ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ قطان ہیں۔ اور عبید اللہ کا ذکر ہے، وہ العمری ہیں جن کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے از سعید از والد خود، یعنی کیسان جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ امام بخاری نے یہاں اس حدیث کا اختصار کیا ہے اور کتاب الصلوٰۃ میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۲۔ ۳۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۵۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس کو سلام کیا گیا ہے آیا اس کا پہلے ذکر کیا جائے یا لفظِ سلام کا پہلے ذکر کیا جائے

اس باب میں آثار مختلف ہیں، پس یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے جواب میں فرمایا: علیک السلام۔ اور فرشتوں نے جو حضرت آدم علیہ السلام کو جواب دیا، اس میں انہوں نے کہا: ''السلام علیک''۔ (صحیح البخاری: ۳۳۲۶) اور قرآن مجید میں لفظِ سلام اس پر مقدم ہے جس کو سلام کیا گیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ یَاسِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۳۰) آل یاسین پر سلام ہو O

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۲۰) موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو O

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد فرمایا:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ۔ (ہود: ۷۳) اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

اور ابوعفان نے از ابی تمیمہ الجہمی از ابی دری یا ابی جری روایت کی ہے کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: علیک السلام یا رسول اللہ، تو آپ نے فرمایا: علیک السلام نہ کہو، یہ مُردوں کا سلام ہے، کہو السلام علیک، اور یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں طریقے صحیح ہیں مگر یہ کہ عرب کی عادت اس طرح ہے کہ اگر شر کا موقع ہو تو جس کے خلاف دعا کی جائے اس کے ذکر کو مقدم کرتے ہیں جیسے ان کا قول ہے ''علیہ لعنۃ اللہ وغضب اللہ'' اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَّ اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۷۸﴾ (ص: ۷۸) بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت ہے O

اور اللہ تعالیٰ نے لعان کرنے والوں کے متعلق فرمایا:

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۝ (النور:۷)
اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو O

اور عورت کے لعان میں فرمایا:

وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝ (النور:۹)
اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ (خاوند) سچوں میں سے ہو O

اور یحییٰ بن ابی کثیر نے از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لفظ السلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے، پس تم اس کو اپنے درمیان پھیلاؤ۔

(مصنف عبدالرزاق:۲۰۱۱۷، الضعفاء للعقیلی ج ۱ ص ۱۴۱، المعجم الاوسط للطبرانی:۳۰۰۸)

حافظ الہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں بشر بن رافع ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد:۱۲۷۲۸)

اور اس باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قوی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔ (الصحیحہ للالبانی:۱۸۴،۱۶۰۷،۱۸۹۴)

پس اگر یہ حدیث صحیح ہو تو سلام کرنے میں مختار یہ ہے اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم کو مخلوق کے اسم پر مقدم کیا جائے، اور اگر اس کے علاوہ کیا گیا، اور اس نے جس کو سلام کیا ہے اس نے اس کو مقدم کر دیا اللہ کے اسم پر تو اس نے کوئی حرام کام نہیں کیا اور اس پر کوئی حرج بھی نہیں ہے، کیونکہ اس کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت ہے۔

رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ علیک السلام مُردوں کا سلام ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف ثابت ہے، آپ نے قبر والوں کو سلام کرتے ہوئے فرمایا: ''السلام علیکم دار قوم مومنین'' اور ان کو وہ سلام کیا جو زندوں کو سلام کیا جاتا ہے۔ اور ابن ابی زید نے کہا: ''السلام علیکم'' تو جواب دینے والے نے کہا: وعلیکم السلام یا وہ کہے: سلام علیکم، جیسا کہا گیا ہے ''او ردوھا''۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا۔ (النساء:۸۶)
اور جب تم کو کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو یا اسی لفظ کو لوٹا دو۔

اس آیت میں فرمایا کہ تم اسی طرح اس کے سلام کا جواب دو یا اس سے بہتر جواب دو، اور جواب میں یہ نہ کہو: سلام علیک۔ اور اکثر سلام برکت پر ختم ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۹ ص ۳۰۔۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری:۶۲۵۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آیا انسان جہالت کی وجہ سے معذور ہے یا نہیں؟

یہاں پر ایک اہم مسئلہ ہے جس پر تنبیہ ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان جہالت کی وجہ سے

Marfat.com

معذور نہیں ہوتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی سے فرمایا: جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان جہالت کی وجہ سے معذور ہوتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پچھلی نمازوں کے دہرانے کا حکم نہیں دیا حالانکہ وہ پچھلی نمازیں بھی اسی طریقہ سے پڑھتا تھا، لیکن جب کہ اب نماز کا وقت تھا اور اس سے نماز کا مطالبہ تھا تو وہ اپنے ذمہ سے اس وقت تک بری نہیں ہوگا جب تک کہ وہ صحیح طریقہ سے نماز نہیں پڑھے گا، اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان ترک واجب میں اس وقت معذور ہوتا ہے جب اس کا تدارک اور تلافی ممکن نہ ہو، لیکن جب اس کا تدارک اور تلافی ممکن ہو بلکہ اس سے اس وقت اس فرض کی ادائیگی کا مطالبہ ہو تو ضروری ہے کہ وہ اس فرض کو صحیح طریقہ سے ادا کرے۔

(شرح صحیح البخاری ج ٦ ص ٥٤۔ ٥٥، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ١٤٢٩ھ)

١٩۔ بَابٌ إِذَا قَالَ: فُلَانٌ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ — جب کوئی کہے کہ فلاں آدمی تم پر سلام پڑھ رہا تھا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص کہے کہ فلاں شخص تم پر سلام پڑھ رہا تھا، تو وہ شخص جواب میں کیا کہے۔ امام بخاری نے اس جواب کو ذکر نہیں کیا کیونکہ اس باب میں جو حدیث مذکور ہے، اس سے وہ جواب معلوم ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٣٨٣، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٦٢٥٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَهَا إِنَّ جِبْرِيلَ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عامر سے سنا، وہ کہتے تھے کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ بے شک جبریل تم پر سلام پڑھ رہے تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ۔

(صحیح بخاری: ٣٢١٧، ٣٧٦٨، ٦٢٠١، ٦٢٤٩، ٦١٥٣، صحیح مسلم: ٢٤٤٧، سنن ترمذی: ٣٨٨١، سنن نسائی: ٣٩٥٣، سنن ابوداؤد: ٥٢٣٢، سنن ابن ماجہ: ٣٦٩٦، مسند احمد: ٢٤٣٣٦، سنن دارمی: ٢٦٣٨)

صحیح البخاری: ٦٢٥٣، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور زکریا کا ذکر ہے، یہ ابن ابی زائدہ الاعمٰی الکوفی ہیں۔ اور

Marfat.com

اس حدیث کی سند میں عامر کا ذکر ہے، وہ شعبی ہیں۔ اور یہ حدیث عنقریب گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۵۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سلام کا جواب دینا امانت ہے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص کے پاس کسی غائب کا سلام پہنچے تو وہ اس کے سلام کا اس طرح جواب دے جس طرح حاضر کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

ایوب نے از ابی قلابہ روایت کی ہے کہ ایک مرد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے تھے: آپ کو سلام ہو، حضرت سلمان نے پوچھا: کب؟ اس نے کہا: تین دن ہوئے، تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم یہ ادا نہ کرتے تو یہ سلام تمہارے پاس امانت رہتا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۹۴۶۴، شعب الایمان للبیہقی: ۸۹۲۱)

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۵۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سلام کرنے کے آداب اور احکام

ہر قسم کے کلام کرنے سے پہلے سلام کرنے سے ابتداء کرنا سنت ہے، اور احادیث صحیحہ اس پر دلالت کرتی ہیں اور امت کے متقدمین اور متاخرین کا عمل بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ کلام سے پہلے سلام ہے اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۶۹۹)

اور سلام سے ابتداء کرنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مرد کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے، ایک دوسرے سے ملاقات کریں، پس یہ بھی منہ موڑ لے اور وہ بھی منہ موڑ لے، اور ان دونوں میں بہتر وہ ہوگا جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۳۷، صحیح مسلم: ۲۵۶۰، سنن ترمذی: ۱۹۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۱، مسند احمد: ۲۳۰۱۷، موطا امام مالک: ۱۶۸۲)

اور سلام کا جواب دینا افضل ہے، اور جس کو سلام کیا گیا ہے اگر وہ پیشاب کرنے میں مشغول ہو یا جماع کرنے میں مشغول ہو تو ایسی حالت میں اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر اس نے سلام کر دیا تو وہ شخص جواب کا مستحق نہیں ہوگا۔ اسی طرح جو شخص سویا ہوا ہو یا اونگھ رہا ہو یا نماز پڑھ رہا ہو یا اذان دے رہا ہو یا اقامت پڑھ رہا ہو یا حمام میں ہو یا کھانا کھا رہا ہو اور لقمہ اس کے منہ میں ہو تو

Marfat.com

ان کو بھی سلام نہ کیا جائے۔ اور اگر سلام کیا تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا۔

یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے کا حکم

ذمی کو سلام کی ابتداء کرنا حرام ہے، اگر اس نے ہم کو سلام کیا تو ہم اس کو جواب میں کہیں گے: علیکم، اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کریں گے، اور ایک قول یہ ہے کہ ہم کہیں گے: علیک اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کریں گے، اور ایک قول یہ ہے کہ ہم کہیں گے: علیک السلام فقط۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اہل کتاب کے ایک مرد کی طرف لکھا: السلام علیک!

اور کریب نے ان سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک یہودی عالم کی طرف مکتوب لکھا تو اس کو سلام کیا، تو کریب نے کہا کہ کیا آپ نے اس کو سلام کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے۔

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ جب تم کسی یہودی یا نصرانی کی طرف کسی اپنی ضرورت میں مکتوب لکھو تو سلام سے ابتداء کرو۔

اور محمد بن کعب سے روایت ہے کہ میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ ہم ان کو سلام سے ابتداء کریں، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ إِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ۔ (الانعام: ۵۴) اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں، تو آپ کہیں: تم پر سلام ہو۔

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی مسلمان یا یہودی یا نصرانی یا چھوٹا یا بڑا نہیں گزرتا تھا مگر وہ اس کو ابتداءً سلام کرتے تھے، ان سے کہا گیا: آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سلام کو پھیلائیں۔

اور ابن عجلان روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ، حضرت ابوالدرداء، اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم مشرکین کو ابتداءً سلام کرتے تھے، اور نیز ابن عجلان سے روایت ہے از ابوعیسیٰ، انہوں نے کہا کہ تواضع یہ ہے کہ ہم ابتداءً سلام کریں جس سے بھی ملاقات کریں۔ اور ابوبردہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اہل ذمہ کے ایک مرد کی طرف مکتوب لکھا تو اس کو سلام کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۳۹، ۲۵۷۴۳، ۲۵۷۴۵)

قاضی عیاض نے ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ ضرورت کے وقت ان کو ابتداءً سلام کرو، اور یہی علقمہ اور نخعی کا قول ہے۔

اور اوزاعی سے سوال کیا گیا کہ کوئی مسلمان کافر کے ساتھ گزرے اور اس کو سلام کرے؟ تو انہوں نے کہا: اگر تم نے ان کو سلام کیا ہے تو صالحین نے ان کو سلام کیا ہے اور اگر تم نے ان کے سلام کرنے کو ترک کیا تو صالحین نے ان کے سلام کرنے کو ترک کیا ہے۔

(اکمال المعلم ج ۷ ص ۵۳)

اور عنقریب اس کی زیادہ تفسیر وہاں آئے گی جہاں امام بخاری اس مسئلہ کو ذکر کریں گے۔

جن کو سلام کرنا مکروہ ہے

جب دو فریق قاضی کے پاس مقدمہ کریں تو قاضی کو سلام نہ کریں، اور مذاق کرنے والے بوڑھے کو سلام نہ کریں، یا مرتد کو سلام نہ کریں، یا کذاب کو سلام نہ کریں، یا کھیلنے والے کو سلام نہ کریں، اور جو لوگوں کو برا کہتا ہو اس کو سلام نہ کریں۔ اور جو بازار میں لوگوں

Marfat.com

کے چہرہ کی طرف دیکھتا ہو اور اس کی توبہ معروف نہ ہو تو اس کو سلام نہ کریں۔ اور جو لوگ مسجد میں قرآن پڑھنے کے لیے بیٹھے ہوں یا تسبیح پڑھنے کے لیے یا نماز کے انتظار میں اور وہ اس لیے نہ بیٹھے ہوں کہ کوئی ان کو زیارت کرنے کے لیے آئے گا تو یہ ان کو سلام کرنے کا وقت نہیں ہے، پس ان کو سلام نہ کیا جائے۔ اسی لیے فقہاء نے کہا ہے کہ اگر ان پر داخل ہونے والا سلام کرے تو اسے جواب دینے کی گنجائش ہے، کیونکہ سلام صرف اس پر مکروہ ہے جو زیارت اور سلام کے انتظار میں بیٹھا ہو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۷۷۔۷۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۰۔ بَابُ: التَّسْلِيمِ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ

جس مجلس میں مسلمانوں اور مشرکین کی جماعت ہو، ان کو سلام کرنے کا بیان

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس مجلس میں مسلمان اور مشرکین ملے جلے بیٹھے ہوں، اس مجلس میں سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے اس حکم کو عنوان میں بیان نہیں کیا، کیونکہ اس حدیث سے اس کا حکم معلوم ہو جائے گا۔

۶۲۵۴۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَكِبَ حِمَارًا عَلَيْهِ إِكَافٌ تَحْتَهُ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ وَأَرْدَفَ وَرَائَهُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَهُوَ يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ وَذٰلِكَ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ حَتّٰى مَرَّ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ وَفِيهِمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَّرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ ثُمَّ قَالَ لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللّٰهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ أَيُّهَا الْمَرْءُ لَا أَحْسَنَ مِنْ هٰذَا إِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَلَا تُؤْذِنَا فِي مَجَالِسِنَا وَارْجِعْ إِلَى رَحْلِكَ فَمَنْ جَائَكَ مِنَّا فَاقْصُصْ عَلَيْهِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ اغْشَنَا فِي مَجَالِسِنَا فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از عروہ بن الزبیر، انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ نبی ﷺ دراز گوش پر سوار ہوئے جس پر پالان تھا اور اس کے نیچے فدک کی بنی ہوئی چادر تھی، اور آپ ﷺ کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے اور آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے بنو الحارث بن الخزرج میں جا رہے تھے، اور یہ غزوہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے، حتیٰ کہ آپ ایسی مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمانوں اور مشرکین کی اور بت پرستوں کی اور یہود کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی، اور ان میں عبد اللہ بن ابی ابن سلول بھی تھا، اور اس مجلس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، جب اس مجلس کے اوپر اس سواری کا گرد و غبار چھا گیا تو عبد اللہ بن ابی نے اپنی ناک کو اپنی چادر سے ڈھانپ لیا، پھر کہا: ہم پر اپنا گرد و غبار نہ ڈالو تو نبی ﷺ نے ان کو سلام کیا، پھر آپ ٹھہر گئے، پھر آپ سواری سے اترے، پھر آپ نے ان سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی، تو عبد اللہ بن

وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى هَمُّوا أَنْ يَتَوَاثَبُوا فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُخَفِّضُهُمْ ثُمَّ رَكِبَ دَابَّتَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ أَيْ سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ إِلَى مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ يُرِيدُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ اعْفُ عَنْهُ يَا رَسُولَ اللهِ وَاصْفَحْ فَوَاللهِ لَقَدْ أَعْطَاكَ اللهُ الَّذِي أَعْطَاكَ وَلَقَدِ اصْطَلَحَ أَهْلُ هَذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلَى أَنْ يُتَوِّجُوهُ فَيُعَصِّبُونَهُ بِالْعِصَابَةِ فَلَمَّا رَدَّ اللهُ ذَلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ شَرِقَ بِذَلِكَ فَذَلِكَ فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ فَعَفَا عَنْهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم

ابی ابن سلول نے کہا: اے مرد، اس سے اچھا کوئی کلام نہیں ہے اگر آپ جو کچھ کہتے ہو وہ برحق ہے تو آپ ہم کو ہماری مجلسوں میں ایذاء نہ پہنچائیں، اور آپ اپنے ڈیرے کی طرف رجوع کریں، سو جو آپ کے پاس ہم میں سے آئے، اس کے سامنے آپ یہ قصہ بیان کریں، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ہماری مجالس کو ڈھانپ لیں، ہم اس کو پسند کرتے ہیں، پھر مسلمان اور مشرکین اور یہودی آپس میں ایک دوسرے کو برا کہنے لگے حتیٰ کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ ایک دوسرے پر حملہ کریں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ان کو چپ کراتے رہے، پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے حتیٰ کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، پھر آپ نے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا کہ ابوحباب نے کیا کہا ہے، آپ کی مراد تھی عبداللہ بن ابی ابن سلول، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اس کو معاف کر دیجئے اور اس سے درگزر کیجئے، پس اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ منصب عطا کیا ہے جو عطا کیا ہے، اور بے شک اس بستی کے لوگوں نے اس پر اکتفاء کر لیا تھا کہ اس کو تاج پہنائیں گے اور اس کے سر کے اوپر عمامہ باندھیں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو اس حق کے سبب رد کر دیا جو حق اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے تو یہ اس وجہ سے ناراض ہو گیا، پس اس وجہ سے اس نے وہ کام کیا جو آپ نے دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف فرما دیا۔

(صحیح بخاری: ۲۹۸۷، ۴۵۶۶، ۵۶۶۳، ۵۹۶۴، ۶۲۰۷، ۶۲۵۴، صحیح مسلم: ۱۷۹۸، مسند احمد: ۲۱۲۶۰)

صحیح البخاری: ۶۲۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جس جماعت میں مسلمان اور مشرکین موجود ہوں تو اس جماعت کو سلام کرنے کا حکم" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے پاس سے گزرے جس میں مشرکین اور مسلمان تھے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجلس

والوں کو سلام کیا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن موسیٰ، یہ الفراء ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو اسحاق الرازی، جو صغیر کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ابن یوسف الصنعانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابن سلول'' ابن کا لفظ مرفوع ہے اور یہ عبداللہ کی صفت ہے، کیونکہ سلول عبداللہ کی ماں کا نام ہے، اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ سلول عبداللہ بن ابی کا باپ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''القطیفة'' اس کا معنی ہے: فدک کی بنی ہوئی مخملی چادر۔ اور فدک خیبر کی بستی ہے۔

اور اس حدیث میں ''عَجاجة'' کا لفظ ہے (عین پر زبر ہے) اس کا معنی ہے: گرد و غبار۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خمّر'' اس کا معنی ہے: ڈھانپ لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا تغبّروا'' اس کا معنی ہے: گرد و غبار نہ اڑاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا احسن'' یعنی آپ جو پڑھ رہے ہیں اس سے حسین کلام اور کوئی نہیں ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''رحل'' اس کا معنی ہے: منزل، اور کسی شخص کے سامان رکھنے کی جگہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وھموا'' یعنی انہوں نے آپس میں لڑنے اور ایک دوسرے کو مارنے کا قصد کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''البحرة'' اس کا معنی ہے شہر، اور بُحیرہ تصغیر کے ساتھ بھی روایت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یتوجوہ'' تتویج کا معنی ہے عمامہ باندھنا، اس سے مراد یہ ہے کہ یا تو وہ اس کو حقیقت میں عمامہ باندھنا چاہتے تھے اور یا مراد ہے کہ وہ اس کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''شرق'' اس کا معنی ہے کہ کوئی چیز آدمی کے گلے میں پھنس جائے جس کو نہ وہ اگل سکے اور نہ نگل سکے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۵۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

منافقین اور مشرکین کو سلام کرنے کی تحقیق

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اظہار ہے کہ اگر کوئی مسلمان ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھے جس میں منافق ہوں یا کافر ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس جماعت کو سلام کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جب وہ اس جماعت کے پاس پہنچا اور وہ لوگ بیٹھے ہوئے

Marfat.com

ہوں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو سلام کیا جن میں عبد اللہ بن ابی بھی تھا۔ اور عبد اللہ بن ابی کی وجہ سے آپ ان لوگوں کو سلام کرنے کی وجہ سے نہیں رکے، حالانکہ عبد اللہ بن ابی کا نفاق اور اس کی اسلام کے ساتھ عداوت اور مسلمانوں کے ساتھ اس کی دشمنی بہت مشہور تھی، کیونکہ اس جماعت کے اندر مومنین بھی تھے۔

حسن بصری سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب تم ایسی مجلس کے پاس سے گزرو جس میں مسلمان ہوں اور کفار ہوں تو ان کو سلام کرو۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۹۴۶۱، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ) اور یہ اس کے خلاف ہے جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جو لوگ حق سے منحرف ہوں کسی بدعت کی وجہ سے یا باطل خواہشوں کی گمراہی کی وجہ سے یا کفار کے دین کی وجہ سے تو ان کو سلام کرنا اور ان سے کلام کرنا جائز نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی گمراہی اور کوئی بدعت اور کوئی کفر نفاق سے زیادہ نہ برا ہے اور نہ خبیث ہے، اور اس دن عبد اللہ بن ابی کے نفاق میں کوئی شک نہیں تھا۔

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس دن اس لیے سلام کیا اور سواری سے اس کی طرف اترے تا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیں اور یہ آپ پر فرض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سواری سے اترنا اس کو دعوت دینے کے لیے نہیں تھا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے عبد اللہ بن ابی کو اور منافقین کی جماعت کو ابتداء اسلام میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے چکے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو سواری سے اترے تھے تو ان کی تالیف قلب کے لیے اور ان کے ساتھ نرمی کرنے کے لیے اور اس توقع پر اترے تھے کہ شاید یہ حق کی طرف رجوع کرلیں۔

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مال کے ساتھ بھی ان کی تالیف قلب کرتے تھے، چہ جائیکہ سلام کے ساتھ اور اچھی باتوں کے ساتھ ان کی تالیف قلب کریں، اور آپ کی تالیف قلب سے یہ ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس کو معاف کیجئے اور اس سے درگزر کیجئے، یعنی اس سے دشمنی مول نہ لیں، اور یہ سب اس لیے تھا کہ آپ کو یہ توقع تھی کہ وہ اسلام کی طرف رجوع کرلے گا۔

امام ابو جعفر طبری نے کہا ہے کہ سلف صالحین سے یہ روایت ہے کہ وہ اہل کتاب کو سلام کرتے تھے۔ جریر نے از منصور از ابراہیم از علقمہ روایت کی ہے کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا تو ایک دہقان ایک پل سے دوسرے سرے تک ہمارا مصاحب ہوا، پھر اس کو اپنا راستہ مل گیا تو وہ اس پر چلا گیا، حضرت عبد اللہ نے پوچھا: وہ مرد کہاں گیا، میں نے کہا: وہ اپنے راستہ پر چلا گیا، تو حضرت عبد اللہ کی نظر نے اس کا پیچھا کیا اور کہا: السلام علیکم، میں نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! کیا ان کو سلام کی ابتداء کرنا مکروہ نہیں ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! لیکن یہ صحبت کا حق ہے۔ (شعب الایمان ج ۶ ص ۴۶۳)

اور ابن محیریز سامرہ کے پاس سے گزرتے تو ان کو سلام کرتے اور قتادہ نے کہا: جب تم اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہو تو کہو: "سلام علی من اتبع الھدیٰ" جو ہدایت کا پیروکار ہو اس کو سلام۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۹۸۴۱، ۱۹۴۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابراہیم نے کہا ہے: جب تمہیں یہودی سے کوئی کام ہو تو اس کو سلام سے ابتداء کرو۔ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر جاتے تو جس مسلمان یا نصرانی صغیر یا کبیر کے پاس سے گزرتے تو اس کو سلام کرتے، تو ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سلام کو پھیلائیں۔

Marfat.com

یہود ونصاریٰ کو سلام کی ابتداء کرنے کے متعلق دو حدیثوں میں تعارض اور اس کا جواب

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود ونصاریٰ کو سلام کی ابتداء نہ کرو اور جب تم ان سے راستہ میں ملو تو ان کو تنگ راستہ کی طرف مجبور کرو۔ (صحیح مسلم: ۲۱۶۷) تو اس روایت کے متعلق آپ کیا کہیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ان دونوں حدیثوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہے۔ اور حدیثِ حضرت اسامہ میں بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کا معنی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مخرج کا عموم ہے اور حضرت اسامہ کی حدیث خصوص کو بیان کرتی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ عبداللہ بن ابی بیٹھا ہوا ہے اور اس کے گرد اس کے قوم کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ نے ناپسند کیا کہ آپ وہاں سے گزر جائیں، تو آپ سواری سے اترے اور سلام کیا اور بیٹھ گئے، تو آپ کا سواری سے اترنا ذمہ کو ادا کرنے کے لیے تھا۔

اور اس کی نظیر وہ ہے جو علقمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے دہقان کو سلام کیا جو کوفہ کے راستہ میں ان کی صحبت میں شریک تھا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ہمارا مصاحب رہا ہے اور صحبت کا حق ہوتا ہے، اور جیسا کہ نخعی نے کہا ہے: جب تمہیں یہودی سے کوئی کام ہو یا نصرانی سے کوئی کام ہو تو سلام سے ابتداء کرو، پس معلوم ہوا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وہ چیز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ رہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ان سے تم سلام کی ابتداء نہ کرو، اس کا معنی یہ ہے کہ بغیر کسی سبب داعی کے ابتداء نہ کرو، جو تمہیں اس بات کی دعوت دے کہ ان کے ساتھ سلام کی ابتداء کرو، کوئی ذمہ ادا کرنا ہو یا تمہاری کوئی ضرورت ہو جو ان سے متعلق ہو یا صحبت کا حق ہو پڑوس میں یا سفر میں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بغیر کسی سبب کے یہود ونصاریٰ کو سلام کی ابتداء نہ کی جائے، اور اگر کوئی سبب ہو یعنی یہودی یا نصرانی سے کوئی کام ہو، یا وہ تمہارے پڑوس میں ہوں یا سفر میں ہوں اور صحبت کا حق ہو تو ان کو سلام کرنا جائز ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ دور دراز سے مریض کی عیادت کرنی چاہیے اور سوار ہو کر ان کی طرف جانا چاہیے، اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اشرف الناس کو بھی دراز گوش پر سواری کرنی چاہیے اور کسی کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھانا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۹ ص ۳۲۔ ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۵۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہود ونصاریٰ کو سلام کرنے کی مزید تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے: سنت یہ ہے کہ جب کسی ایسی مجلس کے ساتھ گزر ہو جس میں مسلمان بھی ہوں اور کافر بھی تو لفظِ عام کے ساتھ سلام کیا جائے اور اس سے صرف مسلمان کا قصد کیا جائے، اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: اسی کی مثل یہ ہے کہ جب ایسی مجلس کے ساتھ گزر ہو جس میں اہل سنت بھی ہوں اور اہل بدعت بھی، اور ایسی مجلس کے پاس سے گزر ہو جس میں

Marfat.com

نیک لوگ بھی ہوں، اور ایسی مجلس کے ساتھ گزر ہو جس میں محبت کرنے والے لوگ بھی ہوں اور نفرت کرنے والے لوگ بھی ہوں۔

کافروں اور بد مذہبوں کو ابتداءً سلام نہ کرنے کے دلائل

علامہ نووی نے اس موقف پر اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے، اور اس کی اصل یہ ہے کہ کافر کو ابتداءً سلام کرنا ممنوع ہے، اور اس کی ممانعت صراحۃً وارد ہے، کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام بخاری نے الادب المفرد میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود و نصاریٰ کو سلام کی ابتداء نہ کرو اور ان کو تنگ راستہ کی طرف مجبور کرو۔ اور امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام نسائی نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ ابو بصرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: میں کل یہود کی طرف سوار ہو کر جاؤں گا، پس تم ان کو سلام کی ابتداء نہ کرنا۔

کافر کو سلام کی ابتداء کرنے کے دلائل اور ان کے جوابات

اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ ان کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے، امام ابو جعفر طبری نے ابن عیینہ کی سند سے روایت کی ہے کہ کافر کو سلام کی ابتداء کرنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ؕ (الممتحنہ:۸)

اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے اور تھوڑا تھوڑا دینے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر سے کہا:

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝ (مریم:۴۷)

ابراہیم نے کہا: تجھے سلام ہو میں عنقریب اپنے رب سے تیرے لیے استغفار کروں گا، بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے O

اور امام ابن ابی شیبہ نے از عون بن عبد اللہ از محمد بن کعب روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے سوال کیا کہ کیا اہل ذمہ کو سلام کیا جائے؟ تو انہوں نے کہا: ہم ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور ہم ان کو ابتداءً سلام نہیں کرتے، عون نے کہا: میں نے ان سے کہا: پس آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں ان کو ابتداءً سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، میں نے پوچھا کیوں؟ تو انہوں نے کہا: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ (الزخرف:۸۹)

آپ ان سے درگزر کیجئے اور کہیے: بس ہمارا سلام! پس یہ عنقریب جان لیں گے O

امام بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرنے کے بعد کہا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ہر اس شخص کو سلام کرتے تھے جو ان سے ملاقات کرے، ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے لفظ سلام کو ہماری امت کے لیے تحیت بنایا ہے اور ہمارے ذمیوں کے لیے امان بنایا ہے۔ یہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں انہیں ابتداءً سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے، سو وہ حدیث اولیٰ ہے۔

Marfat.com

اور قاضی عیاض نے اس آیت سے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو آذر سے کہا تھا "سلم علیك" اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کا قصد اس سے ان کو چھوڑنا تھا اور ان کو دور کرنا تھا اور ان سے تحیت مقصود نہیں تھی، اور بعض سلف نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے:

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ آپ ان سے درگزر کیجئے اور کہیے: بس ہمارا سلام! پس یہ عنقریب (الزخرف:۸۹) جان لیں گے O

یہ آیت، آیت قتال سے منسوخ ہو گئی ہے۔

حضرت اسامہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں تطبیق

اور ابوجعفر طبری نے کہا ہے: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو سلام کیا جب کہ کفار مسلمانوں کے ساتھ تھے، اس میں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو کفار کو سلام کرنے کی ممانعت ہے ان میں کوئی مخالفت نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث عام ہے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث خاص ہے، پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کو خاص کیا جائے گا کہ جب ان کو سلام کرنا بغیر کسی سبب اور بغیر کسی ضرورت کے ہو جس میں نہ کوئی صحبت کا حق ہو نہ پڑوس کا حق ہو، نہ کوئی بدلہ ہو اور نہ کوئی اور حق ہو، اور مراد یہ ہے کہ ان کو سلام کی جو سزا مشروع ہے اس کی ان سے ابتداء کرنا ممنوع ہے، لیکن اگر کسی ایسے لفظ کے ساتھ ان کو سلام کیا جائے جس سے وہ سلام سے نکل جائیں مثلاً یوں کہا جائے "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" تو یہ جائز ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل وغیرہ کی طرف لکھا "سلم علی من اتبع الھدیٰ" (جو ہدایت کا پیروکار ہے اس کو سلام ہو)۔

مشرکین کو سلام کرنے کا طریقہ

اور امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ روایت کی ہے کہ جب تم اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہو تو ان کو اس طرح سلام کرو "السلام علی من اتبع الھدیٰ"۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے ابو مالک کی سند سے روایت کی ہے کہ جب تم مشرکین کو سلام کرو تو کہو "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" تو وہ یہ گمان کریں گے کہ تم نے ان کو سلام کیا ہے، حالانکہ تم نے ان سے سلامتی کو دور کیا ہے۔

یہود کو تنگ راستہ کی طرف جانے کے لیے مجبور کرنے کا محمل

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب تم ان سے کسی راستہ میں ملو تو ان کو تنگ راستہ کی طرف جانے پر مجبور کر دو۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم تنگ راستہ میں ان کا اکرام اور ان کا احترام نہ کرو، اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جب تم ان سے کسی کشادہ راستہ میں ملو تو ان کو تنگ راستہ کی طرف جانے میں مجبور کر دو، کیونکہ یہ ان کو ایذاء پہنچانا ہے اور ہمیں ان کو بغیر کسی سبب کے ایذاء پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۲۰۔۳۲۱، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۵۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد درج ذیل ہیں

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان جب کسی ایسی مجلس کے پاس سے گزرے جس میں کفار اور مسلمین ہوں تو سلام کرے، لیکن علماء نے یہ کہا ہے کہ اسے چاہیے کہ اس سلام سے مسلمانوں کا قصد کرے اور جو ان کے ساتھ مشرکین ہیں ان کا قصد نہ کرے۔

(۲) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع پر دلیل ہے، کیونکہ آپ دراز گوش پر سوار ہوئے اور آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھایا، کیونکہ متکبرین صرف گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں، نیز وہ اپنی سواری پر کسی کو پیچھے نہیں بٹھاتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ تواضع کرنے والے تھے۔

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مریض کی عیادت کے لیے سوار ہو کر جانا چاہیے، اور مریض اگر دور دراز علاقہ میں ہو جہاں انسان کو سوار ہو کر جانا پڑے تو مریض کی عیادت کرنے کے لیے دور دراز علاقہ میں بھی جائے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے سفر کر کے گئے۔

(۴) اس حدیث میں عبداللہ بن ابی ابن سلول کے تکبر کا ذکر ہے، کیونکہ اس نے اپنی چادر سے اپنی ناک کو ڈھانپ لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کو ظاہر کرنے کے لیے، اور اسی لیے اس نے کہا کہ ہم پر اپنا گرد وغبار نہ ڈالو۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کا کوئی موقع نہیں چھوڑتے تھے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں ٹھہر گئے اور ان لوگوں کو اللہ عزوجل کی دعوت دی۔

(۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا چاہتا ہو، وہ اطمینان سے دعوت دے یعنی اگر وہ سواری پر سوار ہو تو سواری سے اترے، پھر مطمئن ہو کر ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے۔

(۷) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ کی طرف دعوت دینے کے لیے سب سے افضل چیز اللہ عزوجل کا کلام ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر قرآن مجید کو پڑھا، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن مجید کی بہت بلیغ تاثیر ہے، خصوصاً جب کوئی شخص اپنے دل سے قرآن پڑھے اور جو اس کے معانی کو جانتا ہو۔

(۸) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ منافق حق بات کو قطعی طور پر رد نہیں کرتا لیکن شک میں پڑ جاتا ہے، اسی لیے عبداللہ بن ابی نے کہا: اس سے اچھی اور برحق کوئی بات نہیں ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔

(۹) عبداللہ بن ابی نے یہ نہیں کہا کہ یہ کلام باطل ہے لیکن اس نے اپنے دل کی سیاہی کو اس طرح ظاہر کیا کہ اگر آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے، کیونکہ منافقین کی عادت ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی صراحۃً تحسین نہیں کرتے تھے۔

(۱۰) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ منافقین کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے سے تکلیف ہوتی تھی اور وہ تنگ ہوتے تھے، اس لیے عبداللہ بن ابی نے کہا کہ آپ ہماری مجلسوں میں آ کر ہمیں ایذاء نہ پہنچائیں، لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مومن تھے

Marfat.com

انہوں نے کہا: آپ ضرور ہماری مجلسوں میں آئیں اور ہم اس کو پسند کرتے ہیں، اور یہاں پر دو مردوں میں فرق ہو گیا حالانکہ دونوں بنو آدم میں سے ہیں لیکن ایک منافق تھا اور دوسرا مومن تھا۔

(۱۱) اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ عبداللہ بن ابی نے اس قرآن کی تکریم نہیں کی، کیونکہ اس نے کہا: جو شخص آپ کے پاس آئے آپ اس کو قصہ بیان کریں، گویا اس نے قرآن مجید کو قصص قرار دیا، گویا کہ وہ اساطیر الاولین ہیں جیسا کہ لوگوں پر قصے بیان کیے جاتے ہیں خواہ وہ حق ہوں یا باطل ہوں۔

(۱۲) اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سیرت ہے کہ آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ خواہ مخواہ فتنہ بھڑکے، اور آپ چاہتے تھے کہ جو مسلمانوں میں تنازع ہو تو وہ اس حد تک نہ پہنچے کہ وہ فتنہ کو پہنچ جائے، لہٰذا جب ان دونوں فریقوں میں تنازع ہوا اور وہ ایک دوسرے پر حملہ کے درپے ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو ٹھنڈا کر رہے تھے۔

(۱۳) اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ جو قوم میں بڑا ہو اس کی طرف قوم کے کسی فرد کی شکایت کرنی چاہیے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سید الخزرج تھے اور عبداللہ بن ابی خزرج سے تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی شکایت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کی۔

(۱۴) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کافر یا منافق کو کنیت کے ساتھ تعبیر کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے سنا نہیں کہ ابو حباب نے کیا کہا، اور یہ نہیں فرمایا کہ کیا تم نے نہیں سنا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا کہا؟

(۱۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے حق میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی شفاعت کو قبول فرمایا، کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ عبداللہ بن ابی نے جو کچھ کہا ہے وہ غیرت کے سبب سے کہا ہے، اسی وجہ سے اکثر اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ سب وشتم حتیٰ کہ قذف اور تہمت بھی جب بطورِ غیرت کے ہو تو اس کا کوئی حکم نہیں ہے، کیونکہ غیرت ایسا امر ہے کہ انسان کے لیے اپنے نفس کو اس میں ضبط کرنا ممکن نہیں ہے حتیٰ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی کئی کام غیرت کے سبب سے کرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے درگزر فرماتے تھے، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ غیرت ایسی چیز ہے جو انسان کی فطرت کا تقاضا ہے اور اس سے چھٹکارا انسان کی طاقت میں نہیں ہے، پس جب کوئی شخص کافر کے حق میں سفارش کرے تو اس پر یہ غور کیا جائے کہ کافر نے جو کیا ہے آیا وہ اس کو کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اس کو وہ حاصل نہیں ہوا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عبداللہ بن ابی کے حق میں سفارش کو قبول فرمالیا۔

(۱۶) نیز اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ اخلاق کا بیان ہے، کیونکہ آپ کی استطاعت میں یہ تھا کہ آپ عبداللہ بن ابی کو تعزیراً سزا دیتے کہ اس نے بہت سارے ایسے کام کیے تھے جو گناہ ہیں مثلاً اس نے اپنے ناک پر کپڑا ڈالا اور کہا کہ ہم پر غبار نہ ڈالو، اور کہا: اگر آپ جو کہتے ہیں وہ برحق ہے، اور کہا کہ آپ ہماری مجالس میں آ کر ہمیں ایذا نہ دیں، اور کہا کہ جو آپ کے پاس آئے اس کو یہ قصہ بیان کریں، یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن پر تعزیراً سزا دینے کا حق ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرمادیا۔

(۱۷) نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تعزیر میں ایسی شفاعت جائز ہے جو سزا سے حائل ہو، یا اس معصیت میں جو تعزیر کو واجب کرتی ہے، اور حد اس کے برخلاف ہے، کیونکہ حد میں شفاعت جائز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی شفاعت

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد میں حائل ہوگئی تو اس نے اللہ تعالیٰ کے امر کو رد کیا۔ (صحیح الجامع: ۶۱۹۶) اور آپ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما پر ناراض ہوئے جب انہوں نے اس مخزومیہ عورت کی سفارش کی جس نے چوری کی تھی تو آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کر رہے ہو۔ (صحیح البخاری: ۳۲۱۶، صحیح مسلم: ۲۱۹۶) تعزیر اس کے برخلاف ہے، کیونکہ تعزیر میں شفاعت جائز ہے خواہ وہ معصیت سلطان تک پہنچ جائے، کیونکہ سلطان کے لیے جائز ہے کہ وہ تعزیر کو قائم کرے یا قائم نہ کرے، اگرچہ فقہاء کا ظاہر کلام یہ ہے کہ تعزیر واجب ہے اور اس کو ساقط کرنا صحیح نہیں ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ امام جب تعزیر کو ساقط کرنے میں مصلحت دیکھے تو اس کو ساقط کر دے۔

(۱۸) اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کو سلام کی ابتداء کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود و نصاریٰ کو سلام کی ابتداء نہ کرو۔ (صحیح مسلم: ۴۰۳۰، سنن ترمذی: ۲۶۲۴)

(۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عام کی تخصیص کرنا جائز ہے، کیونکہ جب انسان کسی عام قول کا یا کسی عام لفظ کا ذکر کرے اور اس سے خاص کا ارادہ کرے اپنی نیت کے اعتبار سے تو یہ جائز ہے، مثلاً اگر اس نے کہا: میں طعام نہیں کھاؤں گا اور اس کی یہ نیت ہو کہ میں وہ طعام نہیں کھاؤں گا جس میں چکنائی ہو، تو یہ جائز ہے۔

(۲۰) تعزیر کی نوع اور کیفیت اور اس کی مقدار کی کوئی حد نہیں ہے، لیکن اگر وہ ایسی معصیت ہو کہ اس کی جنس میں حد ہو تو وہ حد کو نہیں پہنچتی۔ اور تعزیر مال کے ساتھ بھی ہوتی ہے، یعنی کسی پر جرمانہ عائد کر دیا جائے اور زجر و توبیخ یعنی ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور حبس اور قید کرنے کے ساتھ بھی ہوتی ہے، یا کوڑے لگانے کے ساتھ بھی ہوتی ہے لیکن اتنے کوڑے نہ لگائے جائیں جو حد کی مقدار کو پہنچتے ہوں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۶۔ ۵۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۱۔ بَابُ: مَنْ لَمْ يُسَلِّمْ عَلَى مَنِ اقْتَرَفَ ذَنْبًا وَلَمْ يَرُدَّ سَلَامَهُ حَتَّى تَتَبَيَّنَ تَوْبَتُهُ وَإِلَى مَتَى تَتَبَيَّنُ تَوْبَةُ الْعَاصِي؟

جس نے اس شخص کو سلام نہیں کیا جس نے گناہ کا ارتکاب کیا، اور نہ اس کے سلام کا جواب دیا حتیٰ کہ اس کی توبہ ظاہر ہو جائے، اور گناہ کرنے والے کی توبہ کس وقت تک ظاہر ہوگی؟ اس کا بیان

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو: لَا تُسَلِّمُوا عَلَى شَرَبَةِ الْخَمْرِ.

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ شراب پینے والوں کو سلام نہ کرو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے گناہ کا ارتکاب کیا ہو اس کو سلام نہ کیا جائے، اکثر شارحین کی یہی تفسیر ہے۔ امام ابو عبیدہ نے کہا: اس کا معنی ہے کہ جس پر گناہ کی تہمت ہو۔ اس باب کے دو جز ہیں اور یہ پہلا جز ہے، اور دوسرا جز یہ ہے کہ گناہ کرنے والے کی توبہ کب تک ظاہر ہوگی؟ پس پہلے حکم کی تفصیل میں جمہور علماء کا اختلاف ہے، انہوں نے کہا کہ فاسق معلن اور بدعتی کو سلام نہ

کیا جائے۔ اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص فاسق کو سلام کرنے پر مجبور ہو جائے، یعنی اسے یہ خطرہ ہو کہ اس نے اگر سلام نہیں کیا تو اس کے دین یا دنیا میں کوئی ضرر پہنچے گا تو وہ اس نیت سے سلام کرے کہ سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے، گویا کہ وہ یوں کہے کہ اللہ تم پر نگران ہے، یعنی السلام علیکم کا معنی ہے "اللہ رقیب علیکم" "اللہ تم پر نگران ہے۔ علامہ ابن العربی مالکی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ اور ابن وہب نے کہا: ہر شخص کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے خواہ کافر ہو، اور ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ (البقرہ: ۸۳) اور لوگوں سے اچھی باتیں کرو۔

اس دلیل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ مدعا خاص ہے کہ ہر شخص کو سلام کرنا چاہیے اور دلیل عام ہے کہ لوگوں سے اچھی بات کرنی چاہیے، اور اچھی بات عام ہے کہ وہ سلام ہو یا کوئی اور بات ہو۔

اور اس باب کے عنوان کا دوسرا حکم یہ ہے کہ گناہ کرنے والے کی توبہ کب تک ظاہر ہوگی؟ یعنی اس کی توبہ کی صحت کب معلوم ہوگی؟ امام بخاری نے اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ صرف اس کا توبہ کر لینا اس کے لیے کافی نہیں ہے کہ اس کی توبہ صحیح ہو گئی ہے، بلکہ ضروری ہے کہ اس کے توبہ کرنے کے بعد اتنی مدت گزر جائے جتنی مدت کے اندر قرائن سے اس کی توبہ کا صحیح ہونا معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے کیے ہوئے کام کے اوپر نادم ہے اور اپنے گناہ کے تدارک کرنے کی طرف متوجہ اور درپے ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا: اس کی کوئی حد معین نہیں ہے لیکن اس کا معنی یہ ہے کہ جس وقت اس نے توبہ کی تو فوراً اس کی توبہ کا صحیح ہونا معلوم نہیں ہوگا، نہ اس دن معلوم ہوگا حتیٰ کہ اس کے اوپر اتنی مدت گزر جائے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی توبہ صحیح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر ایک سال گزر جائے، دوسرا قول یہ ہے کہ چھ ماہ گزر جائیں، تیسرا قول یہ ہے کہ اس کی توبہ کرنے کے بعد پچاس دن گزر جائیں جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے، اور اس کو رد کر دیا گیا ہے بایں طور کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ کے لیے پچاس دن معین نہیں فرمائے تھے، بلکہ آپ نے صحابہ کو ان کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرما دیا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے، اور یہ ایک مخصوص واقعہ ہے اس میں کوئی عام حکم نہیں ہے۔ اور اس کا حکم جرم کرنے والے کے جرم کی نوعیت سے مختلف ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس باب کی تعلیق میں کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: شراب پینے والوں کو سلام نہ کرو۔ یہ تعلیق باب کے عنوان کے پہلے جز کے مطابق ہے، اس عنوان میں "شربۃ" کا لفظ ہے، یہ شارب کی جمع ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اہل لغت نے اس وزن پر جمع کو نہیں لکھا، انہوں نے کہا ہے کہ "شارب و شرب" جیسے "صاحب و صحب"۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فصحاء صحابہ میں سے ہیں اور کون سا لغوی ان کے مرتبہ کے برابر ہوگا، اور اس وزن پر جمع آتی ہے جیسے فاسق کی جمع "فسقۃ" اور کاذب کی جمع "کذبۃ"۔ اس تعلیق کو امام بخاری نے "الادب المفرد" میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام ابو جعفر طبری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس اثر کی روایت اسی طرح کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "لا تسلموا علی شربۃ الخمر" یعنی شراب پینے والوں کو سلام نہ کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۴۔۳۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۵۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن بکیر

Marfat.com

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوكَ وَنَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ كَلَامِنَا وَآتِي رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ فَأَقُولُ فِي نَفْسِي هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ أَمْ لَا حَتّٰى كَمَلَتْ خَمْسُونَ لَيْلَةً وَآذَنَ النَّبِيُّ ﷺ بِتَوْبَةِ اللهِ عَلَيْنَا حِينَ صَلَّى الْفَجْرَ۔

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن کعب نے کہا: میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا جب وہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ کلام کرنے سے صحابہ کو منع فرمادیا تھا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا اور آپ کو سلام کرتا تھا، پھر میں اپنے دل میں سوچتا تھا: کیا حضور نے سلام کا جواب دینے کے لیے اپنے ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں، حتیٰ کہ پچاس راتیں گزر گئیں اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی تو آپ نے ہماری توبہ کے مقبول ہونے کا اعلان فرمادیا۔

(صحیح بخاری: ۴۴۱۸، صحیح مسلم: ۲۷۶۹، سنن ترمذی: ۳۱۰۲، سنن نسائی: ۳۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۲، مسند احمد: ۱۵۳۶۲)

صحیح البخاری: ۶۲۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث بہت طویل ہے جو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ کے متعلق ہے۔ امام بخاری نے اس کو غزوۂ تبوک میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہاں امام بخاری نے اس کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور اس حدیث کی اتنی مقدار کو ذکر کیا ہے جس کی یہاں پر ضرورت تھی اور اسی کے مطابق یہاں پر عنوان قائم کیا ہے کہ جو شخص نافرمانی کرے اس کو تادیباً سلام نہ کیا جائے اور تادیباً اس کے سلام کا جواب نہ دیا جائے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ سلام کو پھیلایا جائے اور یہ حکم عام ہے، تو میں کہوں گا: جمہور کے نزدیک اس عموم سے فاسق کے سلام اور اس کے جواب کو خاص کرلیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن بکیر، اور یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عقیل، یہ عقیل بن خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن عبداللہ، یہ ابن کعب بن مالک الانصاری السلمی المدنی ہیں، یہ اپنے والد عبداللہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں، اور عبداللہ اس حدیث کو اپنے والد حضرت کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وآتی" یہ مضارع کا صیغہ ہے یعنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۴۔۳۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۵۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اہلِ معاصی کو ان کی تادیب کے لیے سلام نہ کرنا پہلے مسلمانوں کی سنت ہے، جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے تین اصحاب کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ اور اکثر اہلِ علم نے یہی کہا ہے کہ اہلِ بدعت کی تادیب کے لیے ان کو سلام نہ کیا جائے۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: جو عادی شرابی ہو اس کو سلام نہ کرو، اور جو لہو ولعب میں مشغول ہو اس کو سلام نہ کرو۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ یزید بن ابی حبیب سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: اگر تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو جو شطرنج کھیل رہے ہوں تو ان کو سلام نہ کرو۔ (شعب الایمان: ۶۵۲۶)

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر جب ان لوگوں کے پاس سے گزرتے جو چوسر کھیلتے تھے تو ان کو سلام نہ کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۱۶۴)

امام مالک نے اجازت دی ہے کہ جو شخص دائماً لہو ولعب میں مشغول نہ ہو، کبھی کبھی لہو ولعب میں مشغول ہوتا ہو تو اس کو سلام کرنا جائز ہے۔

اسی طرح حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب سے کلام نہ کرنے کا معنی ہے: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تادیباً ان پر غم وغصہ کا اظہار فرمایا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ۔ (النساء: ۳۴)

اور تم کو جن عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو ان کو نصیحت کرو اور ان کو ان کے بستروں پر اکیلا چھوڑ دو، اور ان کو (تادیباً) مارو۔

امام بخاری کے عنوان کا دوسرا جزو یہ ہے کہ گناہ کرنے والے کی توبہ کب تک ظاہر ہوگی؟

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: اس کی کوئی حد معین نہیں ہے، لیکن اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے توبہ کرتے ہی اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور نہ اسی دن اس کی توبہ قبول ہوگی، حتیٰ کہ اس کے اوپر اتنا عرصہ گزر جائے جس عرصہ میں قرائن سے اس کی توبہ کا صحیح ہونا معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے گناہ پر نادم ہو اور اس کی تلافی کرنے کے درپے ہو۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۳۶۔۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۵۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فاسق اور مرتکب معصیت کی توبہ کی کوئی حد معین نہ ہونے پر دلیل

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دو صاحبوں کے متعلق توبہ کے مقبول ہونے کی کوئی حد معین نہیں ہوئی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں توقف فرمایا تھا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحی کا انتظار فرمایا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ ان کی توبہ قبول ہو گئی۔

بدعتی اور فاسق سے سلام اور کلام کے منقطع ہونے پر دلیل

مبتدع اور جس نے کسی بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہو اس کو سلام نہیں کرنا چاہیے اور نہ اس کے سلام کا جواب دینا چاہیے جیسا کہ امام بخاری اور دیگر علماء نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے قصہ سے استدلال کیا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ظالموں کو سلام کرنے پر مجبور ہو جائے تو انہیں اس نیت سے السلام علیکم کہے کہ سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص دائماً شراب نوشی کرتا ہو، اس کو سلام نہ کرو اور نہ اس کو سلام کرو جو اپنے ماں باپ کے ساتھ برا سلوک کرتا ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۸۶۔۸۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۵۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بکثرت مذاق کرنے والے اور فحش باتیں کرنے والے کے متعلق فقہائے اسلام کا نظریہ

بعض فقہائے احناف نے اس کے ساتھ ان گناہ کرنے والوں کو لاحق کیا ہے جو بکثرت مذاق کرتے ہیں، لہو ولعب میں مشغول رہتے ہیں اور فحش باتیں کرتے ہیں اور بازاروں میں بیٹھتے ہیں تاکہ گزرنے والی عورتوں کو تاڑیں، اور اس طرح کے بیہودہ کام کرنے والوں کو بھی ان کے ساتھ لاحق کیا ہے۔

اور علامہ ابن رشد مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک نے فرمایا: جو لوگ اپنی بری خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں ان کو سلام نہ کیا جائے۔

اور علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے: یہ بطور تادیب ہے اور ان سے بیزاری کے اظہار کے لیے ہے۔

فساق، فجار سے سلام اور کلام کو منقطع کرنے کے متعلق دلائل

امام بخاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ فساق فجار کو سلام نہ کیا جائے اور نہ ان کے سلام کا جواب دیا جائے۔ اور یہ قید لگانا کہ جو فاسق اپنے فسق پر توبہ نہ کرے، یہ عمدہ ہے لیکن حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے قصہ سے اس پر استدلال کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے جو گناہ سرزد ہو گیا تھا، وہ اس پر نادم ہوئے اور انہوں نے اس پر توبہ کی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ کلام کرنے کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی، اور اس کا

Marfat.com

تقاضا یہ ہے کہ کسی فاسق سے کلام نہ کیا جائے حتیٰ کہ اس کی توبہ قبول ہو جائے، اور اس کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ کے قبول ہونے پر مطلع ہونا تو ممکن تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو یہ ممکن نہیں ہے، پھر اس کی توبہ کے قبول ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے گناہ پر نادم ہو اور جو گناہ اس سے سرزد ہو گیا ہے تو اب دوبارہ اس گناہ کو نہ کرے۔

صحیح بخاری کی تعلیق کی تائید میں دیگر احادیث

امام ابوجعفر طبری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شراب پینے والے اگر بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔

اور امام سعید بن منصور نے سندِ ضعیف سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو لوگ شراب پینے والے ہوں، ان کو سلام نہ کرو اور جب وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اور جب وہ مر جائیں تو ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو۔

امام ابن عدی نے بھی اس حدیث کی سندِ ضعیف کے ساتھ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں باہر نکلتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہوتا تھا اور بازاروں میں پھرتا تھا اور مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے دیوار سے ان کے گھر میں جھانکا اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

امام بخاری نے اس قصہ سے صرف اتنا ہی ذکر کیا ہے جس کی یہاں ضرورت تھی، تاکہ ان کا یہ عنوان ثابت ہو کہ جو شخص اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے، اس سے تادیباً سلام کو ترک کر دیا جائے اور نہ اس کے سلام کا جواب دیا جائے۔ اور جس حدیث میں ہے کہ بہ کثرت سلام کرو، اس حدیث سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مخصوص کی گئی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے اس کے برعکس کہا۔ امام ابوجعفر طبری نے سندِ جید کے ساتھ ان سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے کوئی مسلمان گزرتا، یا عیسائی گزرتا، یا چھوٹا گزرتا یا بڑا گزرتا تو وہ اس پر سلام کرتے، ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا: ہمیں سلام کو پھیلانے کا حکم دیا گیا ہے اور گویا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ اس حدیث پر مطلع نہیں ہوئے جس سے سلام پھیلانے کے اس حکمِ عام کو خاص کر لیا گیا ہے۔

کسی دینی یا دنیاوی ضرورت کی بناء پر غیر مسلموں کو سلام کی ابتداء کرنے کا جواز

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ غیر مسلم کو سلام نہ کیا جائے، لیکن اگر کسی مسلمان کو کوئی دینی یا دنیاوی ضرورت ہو، مثلاً اس نے سفر میں رفاقت کا حق ادا کرنا ہو تو وہ سلام کر سکتا ہے۔ اور امام طبری نے سندِ صحیح کے ساتھ علقمہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا تو ایک دہقان ہمارا مصاحب ہو گیا یعنی ہمارے ساتھ سفر کرنے لگا، پھر جب ہمارے راستے الگ الگ ہوئے تو وہ اپنے راستہ پر چلا گیا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نظر اس کا پیچھا کرتی رہی اور آپ نے فرمایا: السلام علیکم، علقمہ بیان کرتے ہیں، میں نے کہا: کیا آپ اس کو مکروہ قرار نہیں دیتے کہ غیر مسلموں سے سلام کی ابتداء کی جائے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! لیکن یہ صحبت اور رفاقت کا حق ہے، اور ابوجعفر طبری نے بھی اسی کے موافق کہا اور کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مجلس والوں پر سلام کیا تھا جن میں مسلمان بھی تھے اور کفار بھی تھے، اور اس کا جواب اس سے

پہلے باب میں گزر چکا ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۲۱۔ ۳۲۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۵۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فساق کو سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے کے متعلق تفصیل

جس آدمی نے تنہائی میں گناہ کا ارتکاب کیا اور اس کا اعلان نہیں کیا اس کو سلام کیا جائے گا، کیونکہ سلام کرنے والے نے کوئی مخالفت نہیں کی۔ اور اصل یہ ہے کہ مسلمان کو ابتداءً سلام کیا جائے اور اس کے سلام کا جواب دیا جائے۔ اور اگر کوئی شخص کھلم کھلا گناہ کا ارتکاب کرتا ہو مثلاً شراب پیتا ہو تو جس وقت وہ شراب پی رہا ہو اس وقت اس کو سلام نہ کیا جائے اور اس کے بعد اس کو سلام کرنا جائز ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے وہ شخص اس کو سلام کر کے اس کو نیکی کا حکم دینا چاہتا ہو اور برائی سے روکنا چاہتا ہو۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۲۔ بَابٌ: كَيْفَ يُرَدُّ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ السَّلَامُ؟

اس کا بیان کہ ذمیوں کو سلام کا جواب کس طرح دیا جائے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں اہلِ ذمہ کے سلام کے جواب کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے، اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اہلِ ذمہ کے سلام کا جواب دینا منع نہیں ہے، اس لیے امام بخاری نے ان کے جواب کی کیفیت کے متعلق عنوان قائم کیا ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ اہل ذمہ کے سلام کا جواب دینا فرض ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بطور عموم فرمایا ہے:

وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا۔ (النساء: ۸۶)

اور جب تم کو کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو یا اسی لفظ کو لوٹا دو۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ جو شخص تم کو سلام کرے تو تم اس کے سلام کا جواب دو خواہ وہ مجوسی ہو، اور شعبی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک اور جمہور فقہاء نے اس سے منع کیا ہے۔ اور عطاء نے کہا کہ یہ آیت مسلمین کے ساتھ مخصوص ہے، لہٰذا کفار کے سلام کا مطلقاً جواب نہ دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ دَخَلَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ فَفَهِمْتُهَا فَقُلْتُ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَهْلًا يَا عَائِشَةُ فَإِنَّ اللهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ۔

نے بیان کیا کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو انہوں نے کہا: السام علیک، میں نے ان کی بات سمجھ لی تو میں نے کہا: تم پر سام (موت) ہو اور لعنت ہو، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تمام امور میں نرمی کو پسند فرماتا ہے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ نے نہیں سنا انہوں نے کیا کہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کو جواب دے دیا تھا "وعلیکم" (یعنی تم پر ہو)۔

(صحیح بخاری: ۲۹۳۵، ۶۰۲۴، ۶۰۳۰، ۶۲۵۶، ۶۳۹۵، ۶۴۰۱، ۶۹۲۷، صحیح مسلم: ۲۱۶۵، سنن ترمذی: ۲۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۸، مسند احمد: ۲۳۵۷۰)

صحیح البخاری: ۶۲۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں، اور یہ حدیث کتاب الادب میں اس باب میں گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فحش کلام نہیں فرماتے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "السام" اس کا معنی ہے: موت۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: تم پر فوراً موت آئے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فقلت وعلیکم السام واللعنة" اور ابوملیکہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم پر اللہ کی لعنت ہو اور تم پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اور صحیح مسلم میں ہے "بلکہ تم پر موت آئے اور مذمت آئے"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۵۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کفار کے سلام کے جواب کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل کتاب تم کو سلام کریں تو تم کہو "وعلیکم"۔

(صحیح البخاری: ۶۹۲۶، صحیح مسلم: ۲۱۶۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہود تم کو سلام کریں تو ان میں سے کوئی ایک کہتا ہے: "السام علیک" تو تم کہو: "وعلیک"۔ (یعنی وہ کہتے ہیں: تم پر موت ہو تو تم کہو: اور تم پر ہو)۔ (صحیح البخاری: ۶۹۲۸، صحیح مسلم: ۲۱۶۴)

Marfat.com

السام کا معنی

امام ابوعبید نے کہا ہے: السام کا معنی موت ہے۔ اور قتادہ نے اس کی تاویل کی ہے، کہ وہ کہتے ہیں کہ تمہارے دین پر موت آجائے۔

سعید نے بیان کیا از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ایک یہودی آیا اور اس نے آپ کو سلام کیا تو صحابہ نے اس کے سلام کا جواب دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اس نے کیا کہا؟ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے سلام کیا ہے، آپ نے فرمایا: اس نے کہا ہے "سام علیکم" یعنی تمہارے دین پر موت آئے۔

(تفسیر طبری ج ۱۲ ص ۱۵، صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۵۶)

اور ایک روایت میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا: "علیکم السام والذام" یعنی تم پر موت آئے اور تمہاری مذمت ہو یا تم پر دائمی موت آئے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۶۵)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ایک روایت میں "وعلیکم" کے الفاظ ہیں اور دوسری روایت میں "علیکم" کے الفاظ ہیں اور بغیر واؤ کے "علیکم" کے الفاظ زیادہ بہتر ہیں، کیونکہ واؤ حرف تشریک ہے۔ اس کا معنی ہے کہ تم بھی اس میں شریک ہو۔

(غریب الحدیث للخطابی ج ا ص ۳۲۲)

علامہ ابن حبیب نے کہا ہے: جب تم نے کہا "وعلیک" تو تم نے اپنے نفس پر بھی اس کو محقق کر دیا جو اس نے کہا اور اپنے نفس کو اس کے ساتھ شریک کر دیا، لیکن تم کہو: علیک، گویا کہ تم نے اس کے قول کو اس کے اوپر رد کر دیا اور شاید کہ علامہ ابن حبیب تک یہ حدیث نہیں پہنچی۔

اہل ذمہ کو سلام کا جواب دینے میں مذاہب فقہاء

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اہل ذمہ کے سلام کا جواب دینا فرض ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا۔ (النساء: ۸۶) اور جب تم کو کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو یا اسی لفظ کو لوٹا دو۔

حضرت ابن عباس اور قتادہ اور دوسروں نے کہا: یہ آیت مسلمانوں کے سلام کا جواب دینے اور کفار کے سلام کا جواب دینے، دونوں کے متعلق عام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا "اَوْ رُدُّوْهَا" اس کا مطلب یہ ہے کہ کفار سے کہو "وعلیکم"۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جو بھی تم کو سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دو خواہ وہ مجوسی ہو۔

(تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۹۱)

علامہ ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ یہودی اور نصرانی کے سلام کا جواب نہ دو، اگر تم جواب دو تو کہہ دو "علیک"۔

(المنتقی ج ۷ ص ۲۸۰۔۲۸۱)

علامہ ابن عبد الحکیم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ یہودی اور نصرانی کی کنیت رکھنا جائز ہے اور ان کی عیادت کرنا بھی جائز

ہے اور یہ سلام کا جواب دینے سے بڑی بات ہے۔(المنتقی ج ۳ص ۳۴۳)

اور یحییٰ نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا: جس شخص نے یہودی یا نصرانی کو سلام کیا تو کیا وہ اس سے اپنے سلام کو واپس لے؟ تو امام مالک نے کہا: نہیں!(المؤطاج ۲ص ۹۶۰)

اور ابن وہب نے کہا کہ یہود اور نصاریٰ کو سلام کرو اور اس آیت سے استدلال کیا:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔(البقرہ:۸۳) اور لوگوں سے اچھی باتیں کرو۔

اور انہوں نے اس آیت سے بھی استدلال کیا:

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ (الزخرف:۸۹) آپ ان سے درگزر کیجئے اور کہیے: بس ہمارا سلام! پس یہ عنقریب جان لیں گے O

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ آیت قتال اور جہاد کی آیات سے منسوخ ہو گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ ان کو سلام کا جواب نہ دیا جائے اور سلام کا جواب دینے کی آیت اہل اسلام کے ساتھ خاص ہے۔ یہ عطاء کا قول ہے۔(تفسیر طبری ج ۴ص ۹۱)

اور شارع علیہ السلام نے یہودی کے سلام کا جواب "وعلیکم" کے لفظ کے ساتھ دیا ہے، لہٰذا عطاء کا قول ساقط ہو گیا۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی معزز آدمی یا سلطان کی طرف سے بدلہ لینا جائز ہے، کیونکہ جب یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "السام علیک" تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "علیکم السام واللعنة" لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے صرف "وعلیک" کہہ دینا کافی ہے۔

المعونۃ میں مذکور ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ان سے کہا جائے: "السلام علی من اتبع الھدیٰ" جو ہدایت کا پیروکار ہو اس پر سلام ہو، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے متعلق فرمایا تھا۔(صحیح البخاری:۷، صحیح مسلم:۱۷۷۳)

جس شخص نے کسی کو مسلمان سمجھ کر سلام کیا، پھر اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ تو کافر ہے تو مستحب یہ ہے کہ وہ اس سے اپنا سلام واپس لے لے اور اس سے کہے کہ میرا سلام مجھے واپس کر دو۔ اور اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ اس شخص کو وحشت میں ڈالے اور یہ ظاہر کرے کہ ان دونوں کے درمیان الفت اور محبت نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرد کو سلام کیا، پس انہیں بتایا گیا کہ یہ تو یہودی ہے تو انہوں نے اس کا پیچھا کیا اور کہا: میرا سلام مجھے واپس کر دو۔(مصنف عبدالرزاق:۱۹۴۵۸، مکتب اسلامی، بیروت)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ص ۸۸۔۹۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری:۶۲۵۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہود کو لعنت کرنے کا بیان

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب یہود نے کہا "السام علیک" تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا: "علیکم

Marfat.com

السام واللعنة'' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ان کے کلام سے زیادہ سخت جواب دیا اور وہ اس کے اہل بھی تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو، انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۷، صحیح مسلم: ۸۲۶، سنن نسائی: ۶۹۶)

لیکن یہ مقام اس کا تقاضا نہیں کرتا تھا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہر واے عائشہ! اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۲۷، صحیح مسلم: ۲۷۰۲، سنن ترمذی: ۲۶۲۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۹)

پس یہ عظیم کلمہ ہے جو ہر معاملہ میں نرمی کرنے پر مشتمل ہے، خواہ عبادات ہوں، معاملات ہوں، یا مخاطبات ہوں، نیکی کا حکم دینا ہو یا برائی سے روکنا ہو، اللہ تعالیٰ ہر چیز میں نرمی کو پسند فرماتا ہے، پس اس کو تم قاعدہ بنالو اور اس کو تمام احوال میں جاری کرو، اور تم نرم ہو جاؤ خواہ تمہارے ساتھ کوئی نرمی نہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو نرمی کرنا پسندیدہ ہے اور یہ کافی ہے، اور جب تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں وہ کرو گے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عمدہ اجر دے گا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۶۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۲۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمُ الْيَهُودُ فَإِنَّمَا يَقُولُ أَحَدُهُمُ السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْ وَعَلَيْكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کو یہود سلام کریں تو ان میں سے کوئی ایک شخص تم سے کہتا ہے: السام علیک (یعنی تم پر موت آئے) تو تم جواب میں کہو: ''وعلیک''۔

(صحیح بخاری: ۶۹۲۸، صحیح مسلم: ۲۱۶۴، سنن ترمذی: ۱۶۰۳، سنن ابوداؤد: ۵۲۰۶، مسند احمد: ۴۵۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۹۰، سنن دارمی: ۲۶۳۵)

صحیح البخاری: ۶۲۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں اہل ذمہ کے سلام کے جواب دینے کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اہل ذمہ کو سلام کرنے کے دیگر مباحث اور بقیہ احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقل وعلیك'' اس حدیث میں واؤ کا ذکر کیا گیا ہے اور الموطا میں بغیر واؤ کے مذکور ہے۔ اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ واؤ کے ساتھ اپنے ظاہر پر محمول ہے یعنی تم پر بھی موت آئے گی، کیونکہ ہم اور تم اس میں برابر ہیں، ہم سب پر موت آنی ہے۔ اسی طرح حدیث سابق میں جو ''وعلیکم'' ہے اس کی بھی یہی شرح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث میں واؤ

Marfat.com

استیناف کے لیے ہے عطف کے لیے نہیں ہے اور اصل عبارت یوں ہے ''تم پر وہ نازل ہو جس مذمت کے تم مستحق ہو''۔ اور قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: ''تم پر وہ چیز نازل ہو جس کا تم ہمارے ساتھ ارادہ کرتے ہو یا جس کے تم مستحق ہو''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۵۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم کو اہل کتاب سلام کریں تو تم کہو وعلیکم۔

(صحیح بخاری: ۶۹۲۶، صحیح مسلم: ۲۱۶۳، سنن ترمذی: ۳۳۰۱، سنن ابوداؤد: ۵۲۰۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۷، مسند احمد: ۱۱۵۳۷)

صحیح البخاری: ۶۲۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ہشیم کا ذکر ہے، یہ ابن بشیر الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ ابن ابی بکر بن انس بن مالک انصاری کا ذکر ہے، یہ اپنے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے، ایک قول یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: تم کہو ''وعلیکم السِلام'' (سین کے نیچے زیر) اور اس کے معنی ہیں پتھر، یعنی تم پر پتھر برسیں۔ اور حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے اس کو رد کر دیا ہے، کیونکہ ہمارے لیے اہل ذمہ کو سب وشتم کرنا مشروع نہیں ہے۔

اور طاؤس سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: یوں کہو ''وعلاکم السلام'' (الف کے ساتھ) جس کے معنی ہیں بلندی، حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے اس کو بھی مسترد کر دیا ہے اور متقدمین کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ ان کے سلام کے جواب میں یہ کہنا جائز ہے ''علیکم السلام'' جیسا کہ مسلمان کے سلام کے جواب میں کہا جاتا ہے، اور بعض علماء نے درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ آپ ان سے درگزر کیجئے اور کہیے: بس ہمارا سلام! پس یہ عنقریب جان لیں گے ۝ (الزخرف: ۸۹)

یہ علامہ ماوردی شافعی نے بعض شافعیہ سے نقل کیا ہے، لیکن یہ نہ کہا جائے: ورحمۃ اللہ، اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً ان کے سلام کا جواب دینا جائز ہے۔ اور حضرت ابن عباس اور علقمہ سے روایت ہے کہ ضرورت کے وقت انہیں سلام کا جواب دینا جائز ہے، اور

متقدمین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ ان کے سلام کا بالکل جواب نہ دیا جائے۔ اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اہل ذمہ اور اہل حرب کے جواب میں فرق کیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۳- بَابُ: مَنْ نَظَرَ فِي كِتَابِ مَنْ يُحْذَرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ لِيَسْتَبِينَ أَمْرُهُ

کسی کے اس مکتوب کو پڑھنے کا جواز جس میں مسلمانوں کے خلاف کوئی بات لکھی ہوتا کہ صورت حال منکشف ہو جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص کے مکتوب میں مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش لکھی ہو تو اس کا پڑھنا جائز ہے تا کہ اصل صورت حال معلوم ہو جائے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے: جس نے اپنے بھائی کے مکتوب کو اس کی اجازت کے بغیر دیکھا تو گویا کہ اس نے دوزخ کو دیکھا۔

علامہ عینی اس حدیث کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے اس شخص کے مکتوب کو خاص کر لیا جائے گا جس نے مسلمانوں کے خلاف کوئی بات لکھی ہو، کیونکہ کسی سازش کو دور کرنا زیادہ اہم ہے بہ نسبت بغیر اجازت کسی کے خط کو پڑھنے کے، علاوہ ازیں یہ حدیث ضعیف ہے اور صحیح بخاری کی حدیث کے پائے کی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۵۹- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ بُهْلُولٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ حَدَّثَنِي حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَأَبَا مَرْثَدٍ الْغَنَوِيَّ وَكُلُّنَا فَارِسٌ فَقَالَ انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا امْرَأَةً مِنَ الْمُشْرِكِينَ مَعَهَا صَحِيفَةٌ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ قَالَ فَأَدْرَكْنَاهَا تَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهَا حَيْثُ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ قُلْنَا أَيْنَ الْكِتَابُ الَّذِي مَعَكِ قَالَتْ مَا مَعِي كِتَابٌ فَأَنَخْنَا بِهَا فَابْتَغَيْنَا فِي رَحْلِهَا فَمَا وَجَدْنَا شَيْئًا قَالَ صَاحِبَايَ مَا نَرَى كِتَابًا قَالَ قُلْتُ لَقَدْ عَلِمْتُ مَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن بہلول نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ادریس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حصین بن عبدالرحمن نے حدیث بیان کی از سعد بن عبیدہ از ابوعبدالرحمن السلمی از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت الزبیر بن العوام اور ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور ہم سب گھوڑوں پر سوار تھے، آپ نے فرمایا: تم روضہ خاخ میں جاؤ، کیونکہ وہاں مشرکین کی ایک عورت ہے اس کے ساتھ حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک مکتوب ہے جو مشرکین کی طرف انہوں نے بھیجا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم تھوڑی دور گئے جہاں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا تو ہم نے اس عورت کو پکڑ لیا، ہم نے اس سے کہا: وہ خط کہاں ہے جو تمہارے پاس ہے؟ اس نے کہا:

كَذَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَأُجَرِّدَنَّكِ قَالَ فَلَمَّا رَأَتِ الْجِدَّ مِنِّي أَهْوَتْ بِيَدِهَا إِلَى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ فَأَخْرَجَتِ الْكِتَابَ قَالَ فَانْطَلَقْنَا بِهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ يَا حَاطِبُ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ مَا بِي إِلَّا أَنْ أَكُونَ مُؤْمِنًا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَمَا غَيَّرْتُ وَلَا بَدَّلْتُ أَرَدْتُ أَنْ تَكُونَ لِي عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَدْفَعُ اللهُ بِهَا عَنْ أَهْلِي وَمَالِي وَلَيْسَ مِنْ أَصْحَابِكَ هُنَاكَ إِلَّا وَلَهُ مَنْ يَدْفَعُ اللهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ قَالَ صَدَقَ فَلَا تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِنَّهُ قَدْ خَانَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعْنِي فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ قَالَ فَقَالَ يَا عُمَرُ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ قَالَ فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ وَقَالَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔

میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، ہم نے اس کو نیچے بٹھایا اور ہم نے اس کے پالان کے سامان کی تلاشی لی اس میں کوئی چیز نہیں تھی، میرے دونوں ساتھیوں نے کہا: ہم نے تو کوئی مکتوب نہیں دیکھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ نہیں بولا، اور جس ذات کی قسم کھائی جاتی ہے تم ضرور وہ خط نکالو ورنہ میں تمہارے کپڑے اتار دوں گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اس نے دیکھا کہ میں اس بات میں سنجیدہ ہوں تو اس نے ازار باندھنے کی جگہ کی طرف ہاتھ بڑھایا، وہ ایک چادر ازار کے طور پر باندھی ہوئی تھی اور خط نکالا، ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، آپ نے فرمایا: اے حاطب! تمہیں اس کام پر کس نے برانگیختہ کیا؟ تو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والا ہوں، اور میں نے اس ایمان میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں کیا، میں نے ارادہ کیا کہ میرا ان مشرکین کے اوپر کوئی احسان ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے اہل اور مال سے ان کے شر کو دور کر دے، اور آپ کے جتنے بھی اصحاب یہاں پر ہیں ان کے پاس ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے اہل اور مال سے مشرکین کے شر کو دور فرما دے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے تم اس کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہ کہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: پس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی ہے، آپ مجھے چھوڑیں میں اس کی گردن اڑا دیتا ہوں، آپ نے فرمایا: اے عمر! تمہیں کیا پتا اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا، پس فرمایا: تم جو چاہے عمل کرو تمہارے لیے جنت واجب ہو گئی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۰۰۷، ۳۰۸۱، ۳۹۸۳، ۴۲۷۴، ۴۸۹۰، ۶۲۵۹، ۶۹۳۹، صحیح مسلم: ۲۴۹۴، سنن ترمذی: ۳۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۵۰، مسند احمد: ۶۰۱)

صحیح البخاری: ۶۲۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جس مکتوب میں مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش لکھی ہو اس کو پڑھنے کا جواز" اور بعض سندوں کے ساتھ روایت ہے کہ مکتوب کو کھولنا اور لکھنے والے کی اجازت کے بغیر اس کو پڑھنا تا کہ اصل معاملہ معلوم ہو جائے، یہ حدیث کتاب الجہاد میں "باب الجاسوس" میں گزر چکی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اس مکتوب کو لے آئے جو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے ساتھ بھیجا تھا، اس مکتوب میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے بعض مشرکین مکہ کی طرف یہ لکھ کے بھیجا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

یہ حدیث کتاب المغازی کے غزوہ بدر میں گزر چکی ہے اس باب میں "باب فضل من شهد بدرا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یوسف بن بُہلول کا ذکر ہے، یہ التمیمی الکوفی ہیں جو ۲۱۸ھ میں فوت ہو گئے تھے، ائمہ ستہ میں سے صرف امام بخاری نے ان سے حدیث روایت کی ہے، اور صحیح بخاری میں صرف ان سے یہی حدیث روایت کی گئی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ادریس کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن ادریس بن یزید اودی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حصین کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سعد بن عبیدہ کا ذکر ہے، یہ ابوعبدالرحمٰن کے داماد ہیں اور ابوعبدالرحمٰن کا نام عبداللہ بن حبیب السلمی ہے۔ اس حدیث کے تمام رجال کوفی ہیں۔ اور ابومرثد ابن حصین الغنوی ہیں، اور کتاب الجہاد میں ابومرثد کی جگہ حضرت مقداد کا ذکر ہے، اس میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ بھی ساتھ ہوں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "خاخ" یہ ایک جگہ کا نام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فان بها امراة" اس عورت کا نام سارہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فابتغينا" یعنی ہم نے اس کے پالان میں سامان کی تلاشی لی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اهوت بيدها" یعنی اس عورت نے ازار باندھنے کی جگہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وما غيرت" یعنی میں نے دین اسلام میں کوئی تغیر نہیں کیا اور میں مرتد نہیں ہوا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "يد" یعنی میرا ان پر کوئی احسان ہو جائے اور میری طرف سے ان پر کوئی نعمت ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اعملوا" یعنی آخرت میں تمہاری مغفرت ہو جائے گی، سوا اس کے کہ اگر ان میں سے کوئی ایسے جرم کا

Marfat.com

مرتکب ہوا جس پر حد واجب ہوتی ہو تو اس پر حد جاری کی جائے گی یا کسی کا حق اس پر واجب ہو تو وہ حق اس سے وصول کیا جائے گا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس سے معلوم ہوا کہ جس نے گناہ کیا ہے اس کی پردہ دری کرنا جائز ہے اور جو عورت نافرمان ہو اس کے کپڑے اتارنا جائز ہیں۔ اور جب مسلمانوں کی کوئی مصلحت ہو تو کسی کے مکتوب کو بغیر اجازت کے پڑھنا جائز ہے، کیونکہ ایسی صورت میں لکھنے والے کی کوئی حرمت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۸۔۳۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۵۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنے والے کے پردہ کو چاک کرنا جائز ہے، اور جو عورت نافرمانی کرے اس کے کپڑے اتارنا جائز ہیں، اور جس حدیث میں یہ روایت ہے کہ کسی کے خط کو نہیں پڑھنا چاہیے اور یہ حرام ہے، اور اس سلسلہ میں جو تغلیظ آئی ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

امام ابوداؤد از محمد بن کعب القرظی روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دیوار پر پردے نہ ڈالو اور جس نے اپنے بھائی کے خط میں اس کی اجازت کے بغیر دیکھا تو وہ صرف دوزخ کی آگ کو دیکھتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۸۵)

امام ابوداؤد نے کہا: یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ محمد بن کعب سے مروی ہے اور یہ تمام سندیں ضعیف ہیں۔ اور امام ابوداؤد کی سند بھی ضعیف ہے۔ (المعجم الطبرانی: ۱۰۷۸۱، مسند الشہاب ج ۱ ص ۲۸۴)

یہ حدیثیں بھی ضعیف ہیں۔

اگر کسی کے مکتوب میں مسلمانوں کے خلاف کسی سازش کا ذکر ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس خط کو پڑھنا جائز ہے

برتقدیر ثبوت اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس شخص کے مکتوب میں خیر کے سوا اور کچھ نہ لکھا ہو اور اگر اس نے مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش کی ہو یا مسلمانوں کے خلاف لکھا ہو تو اس کی کتاب کی کوئی حرمت اور عزت نہیں ہے اور نہ اس شخص کی کوئی حرمت اور عزت ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کسی عورت کو غیر محرم کے لیے برہنہ دیکھنا جائز نہیں ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ اس کے کپڑے اتار دیں گے اگر اس نے وہ خط نہیں نکالا، اور انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ اگر تم نے خط نہیں نکالا تو تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔ اور عورت کی حرمت مکتوب کی حرمت سے زیادہ ہے، اور جب اس عورت نے خیانت کی تو اس کی حرمت ساقط ہو گئی، اسی طرح اس مکتوب کی حرمت بھی ساقط ہو گئی۔

ضرورت کے وقت اجنبی شرمگاہ کو دیکھنے کا جواز

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف اس وقت دیکھنا جائز ہے کہ جب کوئی ایسی مصیبت نازل ہو کہ اس کی طرف دیکھنے کے بغیر اور کوئی چارہ نہ ہو، اور اس کی صحت پر دلیل درج ذیل حدیث ہے:

امام مالک از سہیل بن ابی صالح از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: یارسول

اللہ! یہ بتائیے کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھوں تو کیا میں اس کو اتنی مہلت دوں کہ میں چار گواہ لے کر آؤں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! (الموطا ص ۴۵۹)

امام ابوجعفر طبری نے کہا: اور اگر چار گواہ آجائیں تب بھی ان کے لیے اس زانی مرد اور زانی عورت کی شرمگاہوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے اور ان کا حاضر ہونا اور ان کا غائب ہونا برابر ہے، کیونکہ زنا پر گواہی دینا جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ وہ گواہ اس طرح گواہی دیں کہ انہوں نے اس طرح دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں داخل ہوتی ہے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت عورت اور مرد کو برہنہ دیکھنا جائز ہے اور یہاں پر ضرورت زنا کے ثبوت پر گواہی کو مہیا کرنا ہے)۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۹۳۔ ۹۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار لیں گے، تو اس عورت نے اپنے بالوں کے گچھے کے اندر سے وہ خط نکالا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۰۷)

جو عورت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا مکتوب لے کر مشرکین کی طرف جارہی تھی اس کا تذکرہ

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، لکھتے ہیں:

اس مسافرہ عورت کا نام سارہ تھا، یہ ابوعمرو بن صیفی بن ہاشم کی باندی تھی۔ اور اس کے نام میں اور بھی اقوال ہیں۔ حضرت حاطب نے یہ خط تین مشرکین کی طرف لکھا تھا (۱) صفوان بن امیہ (۲) سہیل بن عمرو (۳) عکرمہ بن ابی جہل۔ امام حاکم نے اکلیل میں بیان کیا ہے کہ یہ عورت علی الاعلان گاتی بجاتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار پڑھتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اس کو قتل کرنے کا حکم دیا، سو یہ قتل کر دی گئی۔ لیکن ابونعیم اور ابن مندہ دونوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ عورت صحابیات میں سے تھی، اور قاضی اسماعیل نے حضرت حاطب کے قصہ میں لکھا ہے کہ جن صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش کے لیے بھیجا تھا، ان سے فرمایا تھا کہ وہاں مسلمانوں میں سے ایک عورت ہے جس کے پاس مشرکین کے نام ایک مکتوب ہے، اور صحابہ نے جب اس کے کپڑے اتارنے کا ارادہ کیا تو اس عورت نے کہا: کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حاکم سے روایت ہے کہ اس عورت کو فتح مکہ کے دن قتل کر دیا گیا تھا اور ابوعبید البکری کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہاں مشرکین میں سے ایک عورت ہوگی، اس میں مسلمین کی بجائے مشرکین کا لفظ ہے۔

اور علامہ واحدی نے اسباب النزول میں لکھا ہے کہ جب وہ عورت مدینہ میں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم مسلمان عورت آئی ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر تم کیوں آئی ہو، اس نے کہا: میں کسی کام سے آئی ہوں، آپ نے فرمایا: تم قریش کے جوانوں سے کیسے بچ کر نکل گئیں؟ (اسباب النزول للواحدی: ۸۱۱)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے مکتوب کے متن کے متعلق روایات

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ بن احمد السہیلی المتوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:

اس مکتوب میں اس طرح لکھا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف رات کو ایک لشکر کے ساتھ آرہے ہیں اور اللہ کی قسم کھا کر کہا:

Marfat.com

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بھی تمہاری طرف جاتے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو تم پر فتح عطا فرماتا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو ان کے اوپر پورا فرماتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے اور آپ کا مددگار ہے، اور تفسیر ابن سلام میں لکھا ہے کہ اس میں لکھا ہوا تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا تمہاری طرف روانہ ہو رہے ہیں یا کسی اور کی طرف، سو تم پر احتیاط لازم ہے۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس مکتوب میں یہ لکھا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مکہ پر حملہ کی اجازت دے دی ہے، اور میری یہ رائے نہیں ہے کہ آپ نے تمہارے علاوہ اور کسی کا ارادہ کیا ہو، تو میں نے پسند کیا کہ میرا تم پر احسان ہو کہ میں اس مکتوب سے تمہیں خبر دے رہا ہوں۔

اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ منقول ہے کہ انہوں نے اپنے مکتوب میں لکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر بہت عظیم ہے اور تم ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ (المفہم شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۴۴۰)

العقاص یعنی بالوں کے گچھے کا معنی

کہا جاتا ہے کہ بالوں کا گچھا انار کی شکل ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک دھاگے سے بالوں کی مینڈھیوں کو باندھ دیا جاتا ہے اور علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا ہے کہ العقاص اس دھاگے کو کہتے ہیں جس سے مینڈھیوں کی اطراف کو باندھ دیا جاتا ہے۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس عورت نے اس مکتوب کو اپنے ازار باندھنے کی جگہ سے نکالا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو منافق کہا، اس کی توجیہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ پر نفاق کے لفظ کا اطلاق کیا، کیونکہ انہوں نے کفارِ قریش کی مدد کی، حالانکہ ان کے باطن میں یہ تھا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے جو یہ مکتوب لکھا تھا وہ ایک تاویل سے لکھا تھا اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی نیت کے صدق کو ظاہر فرما دیا اور ان کو اس سے نجات عطا فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں، کیونکہ اس نے کفر کیا ہے۔

علامہ باقلانی نے کہا کہ ہوسکتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہو کہ اس نے کفرانِ نعمت کیا ہے اور ان سے ان کی یہ مراد نہ ہو کہ یہ اسلام کے بعد کافر ہو گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ (الممتحنہ: ۱)

اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ وہ اس حق کا کفر کرتے ہیں جو تمہارے پاس آچکا ہے۔ وہ رسول کو اور تمہیں اس وجہ سے نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو، اگر تم میرے راستہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کے لیے نکلے ہو (تو ان سے دوستی نہ رکھو) تم ان کی طرف دوستی کا خفیہ پیغام بھیجتے ہو، اور میں خوب جانتا ہوں جس کو تم نے چھپایا اور جس کو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو ایسا کرے گا وہ راہ راست سے

Marfat.com

بھٹک گیاO۔

اس آیت میں بھی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ایمان پر دلیل ہے، کیونکہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو منع فرمایا ہے کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے دوستی نہ کریں، تو اگر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ سے دوستی رکھی بھی تھی تب بھی وہ مومنین کے خطاب میں داخل ہیں۔

اہلِ بدر کے لیے عمومی مغفرت کی بشارت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر ہو چکے ہیں اور تمہیں کیا معلوم کہ بے شک اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کی طرف متوجہ ہوا، پس فرمایا: تم جو چاہے عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ (صحیح البخاری:۳۰۰۷)

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ بشارت اہلِ بدر کے گزشتہ گناہوں کے لیے ہے یا آئندہ گناہوں کے لیے ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: مجھ پر اس کی یہ توجیہ منکشف ہوئی ہے کہ یہ خطاب، خطابِ اکرام وتشریف ہے۔ یعنی ان صحابہ کے لیے ایسی حالت حاصل ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما دیا اور وہ اس کے اہل ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعد کے گناہوں کو بھی بخش دے اگر بعد میں ان سے گناہ صادر ہوں، یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی اسی وقت مغفرت فرما دی جو گناہ ان سے ابھی نہیں ہوئے تھے اور ہونے والے تھے۔ یعنی ان میں ایسی صلاحیت تھی کہ وہ اس صلاحیت کی وجہ سے ان سے بعد میں صادر ہونے والے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں، اور کسی کام کی صلاحیت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کام بھی ہو، جیسے کئی صحابہ میں خلافت کی صلاحیت تھی لیکن ہر صحابی خلیفہ نہیں ہوا۔ اور اگر بدری صحابہ میں سے کسی نے کوئی گناہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے موت سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دے دی، اور جو آدمی ان کے احوال پر مطلع ہوا سے اس چیز کا علم ہوگا۔

(المفہم شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ۴۴۱۔ ۴۴۲، دار ابن کثیر، بیروت)

اور قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر ان میں سے کسی کا ایسا جرم ثابت ہو جس پر حد واجب ہوتی ہے تو اس پر اس بشارت کے باوجود حد قائم کی گئی جیسا کہ حضرت مِسطح بن اُثاثہ رضی اللہ عنہ جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین پر تہمت لگائی تھی تو ان پر بھی حدِ قذف جاری کی گئی۔ (اکمال المعلم ج ۷ ص ۵۳۹، بیروت)

میں کہتا ہوں: اسی طرح حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی بدری صحابی تھے اور انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں حصہ لیا تھا، سو ان پر بھی حدِ قذف جاری کی گئی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جاسوس کا پردہ چاک کرنا جائز ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو جب کہ اس میں کوئی مصلحت ہو اور اس کا پردہ رکھنے میں کوئی خرابی ہو۔

(۲) علامہ ابن الجوزی نے کہا: جو آدمی تاویل سے کوئی ممنوع کام کرے اس کا حکم اس کے خلاف ہے جو عمداً ممنوع کام کو کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی خبر مشرکین کو دینا ممنوع ہے، لیکن حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے تاویل کے ساتھ یہ کام

کیا تھا اس لیے ان سے مواخذہ نہیں ہوا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی براءت فرمائی کہ وہ مسلمان ہیں اور بدری صحابی ہیں۔
(۳) علامہ قرطبی نے کہا کہ مسلمان کے احوال کی مشرکین کو خبر دینا گناہِ کبیرہ ہے، لیکن کفر نہیں ہے۔
(المفہم شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۴۴۷، دار ابن کثیر بیروت)
(۴) علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جاسوس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو قتل اس لیے نہیں کیا گیا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔
لیکن امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جو جاسوس مسلمان ہو اس کو تعزیراً سزا دی جائے گی اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر وہ کوئی باوقار شخص ہو تو اس کو معاف کر دیا جائے گا، کیونکہ حدیث میں ہے:
کسی مسلمان مرد کو قتل کرنا صرف ان صورتوں میں جائز ہے: جب وہ ایمان کے بعد کفر کرے، یا شادی کے بعد زنا کرے، یا کسی کو ناحق قتل کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۰۲، سنن ترمذی: ۲۱۵۹، سنن نسائی: ج ۷ ص ۹۱۔ ۹۲، سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۳)
ابن وہب مالکی نے کہا: اگر جاسوس توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور بعض مالکیہ نے کہا: اگر جاسوسی کرنا اس کی عادت ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور ابن ماجیشون مالکی کا بھی یہی قول ہے۔ اور ابن قاسم مالکی نے کہا ہے: اس کی گردن اڑا دی جائے گی اور اس کی توبہ معروف نہیں ہے۔ (اکمال المعلم ج ۷ ص ۹۳)
امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی سے منقول ہے کہ اس کو لمبے عرصہ تک قید میں رکھا جائے گا اور سزا دی جائے گی۔
(معالم السنن للخطابی ج ۲ ص ۲۳۸)
امام ابوجعفر طبری نے کہا ہے کہ جب امام پر یہ ظاہر ہو کہ کسی شخص نے مشرکین کو مسلمانوں کے معاملات کی خبر دی ہے اور وہ لکھنے والا بے وقوف نہ ہو اور نہ اسلام میں دھوکا دینے والا ہو اور اس کا یہ فعل اس کی لغزش کی بناء پر ہو، اور اس نے اس طرح کے اور جرائم نہ کیے ہوں تو اس کو معاف کرنا جائز ہے، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دیا تھا باوجود اس کے کہ آپ ان کے جرم پر مطلع ہو گئے تھے۔ حدیث میں ہے:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ مرتبہ والے ہوں اور باعزت ہوں، ان کی لغزشوں کو معاف کر دو، سوا اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کا ارتکاب کریں۔
(سنن ابوداؤد: ۴۳۷۵، مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۱، صحیح ابن حبان: ۲۹۶)
(۵) امام ابوجعفر طبری نے کہا ہے: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض نبوت کی خبروں اور علمِ غیب کا بیان ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس عورت کی خبر دی جو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا مکتوب لے کر قریش کی طرف جا رہی تھی اور اس جگہ کی خبر دی جہاں پر وہ عورت تھی اور یہ تمام امور بغیر وحی کے معلوم نہیں ہو سکتے۔
(۶) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس کے متعلق جاسوسی کا یقین ہو اس کا پردہ چاک کرنا جائز ہے، اور نافرمان عورت کے کپڑے اتارنا جائز ہیں۔ اور یہ کہ کبھی جاسوس مومن بھی ہوتا ہے اور اس کا تجسس اس کو ایمان سے نہیں نکالتا اور بغیر سربراہِ ملک کی اجازت کے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کرے جاسوسی کر کے یا کسی اور طریقہ سے تو اس کو معاف

Marfat.com

کرنا بھی جائز ہے۔
(۷) اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وعید کو جس کے لیے چاہے مؤخر کر دیتا ہے، کیونکہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ اہل بدر پر مطلع ہوا اور فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے، کیونکہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے اور اس فضیلت کی وجہ سے ان کے اس جرم کو معاف فرما دیا کہ انہوں نے مسلمانوں کے احوال کی مشرکین کو خبر دی تھی۔
(۸) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو گناہ ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے ان کو بھی معاف کرنا جائز ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۸ ص ۱۶۲۔ ۱۷۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

بدری صحابہ کے گناہوں کی مغفرت کی بشارت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں ان کو بخش دیا جائے گا، ورنہ اگر ان میں سے کسی ایک کے اوپر کوئی حد واجب ہوتی تو دنیا میں وہ حد ساقط نہ ہوتی۔
علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے: یہ نوید بطور استقبال نہیں ہے بلکہ یہ ماضی کے متعلق بشارت ہے، اور اصل عبارت یوں ہے کہ تم جو چاہو عمل کرو، تم جو بھی عمل کرو گے تمہاری مغفرت ہو چکی ہے۔ انہوں نے کہا: اگر یہ مستقبل کے لیے بشارت ہوتی تو اس کا جواب یوں ہوتا کہ میں عنقریب تم کو بخش دوں گا۔ اور اگر اس طرح ہوتا تو یہ گناہ کرنے کی مطلقاً اجازت ہوتی حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ اپنے انجام سے خوفزدہ رہتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھتے تھے کہ کیا میں ان لوگوں میں سے تو نہیں ہوں جن کے متعلق تمہیں علم ہے کہ یہ منافق ہیں؟
اور علامہ قرطبی مالکی نے اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ تم عمل کرو، یہ امر کا صیغہ ہے اور یہ استقبال کے لیے وضع کیا گیا ہے، اور عرب امر کے صیغہ کو ماضی کے لیے نہیں استعمال کرتے نہ قرینہ کے ساتھ اور نہ بغیر قرینہ کے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ تم جو چاہو عمل کرو، تو اس کو فعل کی طلب پر محمول کیا جائے گا یہ صحیح نہیں ہے کہ یہ ماضی کے معنی میں ہے۔ پھر علامہ قرطبی نے یہ کہا کہ مجھ پر یہ نکتہ منکشف ہوا ہے کہ یہ خطاب تکریم اور تشریف کا خطاب ہے، یعنی ان لوگوں کو یہ مرتبہ حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما دیا اور ان میں یہ صلاحیت تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعد کے گناہوں کو بھی معاف فرما دے، اور کسی چیز کی صلاحیت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس چیز کا وقوع بھی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے صدق کو آپ کی دی ہوئی ہر خبر کے اندر ظاہر فرما دیا، کیونکہ بدری صحابہ کرام ہمیشہ اہل جنت کے عمل کرتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ ان سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوا تو وہ فوراً توبہ کر لیتے، اور یہ ان کے احوال سے معلوم ہو جاتا ہے جو ان کی سیرت کے اوپر مطلع ہوا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں معاف فرما دیا، یعنی تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے، یہ مراد نہیں ہے کہ ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوگا، کیونکہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بدری صحابہ تھے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو کہا وہ کہا، اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان کو یہ بشارت دی کہ ان صحابہ کے گناہ بخش دیے گئے، اور اگر بعد میں ان سے کوئی گناہ واقع ہو تو وہ بھی بخش دیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۷۔ ۵۸، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کردی تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن اڑا دوں؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کردی تھی تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لیے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین میں بہت قوی تھے اور نفاق سے بہت زیادہ بغض رکھتے تھے، اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی، وہ قتل کیے جانے کا مستحق ہے، لیکن انہوں نے اس پر وثوق نہیں کیا اسی لیے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے قتل کی اجازت طلب کی۔ اور ان پر منافق کا اطلاق اس لیے کیا کیونکہ انہوں نے اپنے دل میں اس بات کو مخفی رکھا جو ان کے ظاہر کے خلاف تھی۔ اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا عذر یہ ہے کہ انہوں نے اس تاویل سے وہ خط بھیجا تھا کہ اس میں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ اور امام ابوجعفر طبری نے از حارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ اس قصہ میں روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: کیا یہ بدر میں حاضر نہیں ہوا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بدر میں حاضر نہیں ہوا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن انہوں نے عہد شکنی کی اور آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کی۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنے کے ترک کی وجہ کی طرف رہنمائی کی کہ یہ بدر میں حاضر ہوا ہے تو گویا کہ یوں کہا گیا کہ کیا بدر میں حاضر ہونے کی وجہ سے ان کا یہ سنگین گناہ بخش دیا جائے گا، تو آپ نے یہ جواب دیا کہ تمہیں کیا پتا کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا: تم جو عمل چاہو کرو، میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

اس حدیث میں ''لعل'' کا لفظ ہے، شاید اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا، لیکن اللہ اور اس کے رسول کے کلام میں جب امید کا لفظ آئے تو وہ یقین کے معنی میں ہوتا ہے، اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں وثوق کے صیغہ کے ساتھ یہ روایت ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۷۴، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

بدری صحابہ کے گناہوں کی مغفرت کی بشارت کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ ''اے اہل بدر تم جو چاہو عمل کرو میں نے تم کو بخش دیا''۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خواہ تم کفر یا شرک کرو یا گناہ کبیرہ کرو تم کو کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس فکر اور تشویش میں نہ رہو کہ تم سے کوئی بڑا گناہ ہو جائے گا اور تم کو اس کی سزا ملے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہو گیا ہے کہ تم سے کفر و شرک یا گناہ کبیرہ سرزد ہونے نہیں دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی خدمات کی وجہ سے ان کو یہ فضیلت عطا کی کہ ان سے کوئی بڑا گناہ سرزد نہیں ہوگا۔ اور اگر بالفرض ان سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ موت سے پہلے ان کو اس گناہ سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔

اس کی نظیر درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں از حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صحابہ کو غزوۂ تبوک کی مدد کے لیے برانگیختہ فرما رہے تھے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! میرے ذمہ ایک سو اونٹ، ان کے پالان اور چادروں سمیت اللہ کی راہ میں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر غزوۂ تبوک کے لشکر کی مدد پر

Marfat.com

صحابہ کرام کو برانگیختہ کیا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ذمہ دو سو اونٹ اپنے پالان اور چادروں سمیت اللہ کی راہ میں ہیں، آپ نے پھر غزوۂ تبوک کے لشکر کی مدد پر صحابہ کرام کو برانگیختہ کیا تو پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ذمہ تین سو اونٹ اپنے پالان اور چادروں سمیت اللہ کی راہ میں ہیں۔ پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور فرما رہے تھے کہ اب عثمان کے اوپر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس کے بعد جو بھی عمل کریں، آپ نے پھر فرمایا: اب عثمان کے اوپر کوئی حرج نہیں ہے اس کے بعد وہ جو بھی عمل کریں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۰۰)

اور دوسری حدیث میں ہے: حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لشکر کی مدد کے لیے برانگیختہ کر رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں بکھیر رہے تھے، حضرت عبدالرحمن نے کہا: میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے اس کو ضرر نہیں ہوگا۔ آپ نے یہ دو مرتبہ فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۰۱، مسند احمد ج ۵ ص ۶۳)

اس حدیث کا بھی یہی مطلب ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دینی خدمات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو یہ مقام عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا ضامن ہوگیا کہ وہ ان سے کوئی گناہِ کبیرہ یا کوئی غلط کام سرزد ہونے نہیں دے گا۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں۔ اسی طرح صحیح بخاری کی اس حدیث میں اہلِ بدر کی مغفرت کی جو نوید ہے وہ بھی اسی معنی پر محمول ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۵۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسلمانوں کو کفار کے شرور سے متنبہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اسلام کے دشمنوں سے خبردار رہیں جو اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں اور وہ مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد کرتے رہتے ہیں، عام ازیں کہ وہ قائد میں اختلاف کریں یا غیر قائد میں، پس ان سے خبردار رہنا چاہیے حتیٰ کہ ہم کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔

حدیث مذکور میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے متعدد نشانیاں ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عورت کی طلب میں تین صحابہ کو بھیجنا اور اس عورت کا وہیں پایا جانا وحی الٰہی پر مبنی تھا

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہم کو بھیجا اس عورت کی طرف جس کے پاس حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا مکتوب تھا جو انہوں نے مشرکین کی طرف لکھا تھا، اور جب وہ اس جگہ میں پہنچ گئے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معین فرمایا تھا تو اس عورت نے اس بات سے انکار کیا کہ اس کے پاس کوئی چیز ہے، اور جب انہوں نے اس پر عزم کیا کہ وہ مکتوب نکالے تو اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کو خبر دی تھی، وہ وحی سے دی تھی

اور وہ برحق تھی۔

مسلمان جاسوس کو بھی قتل کرنے کا جواز

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان جاسوس کو بھی قتل کرنا جائز ہے، جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ یہ مرد ہمارے دشمن کے لیے جاسوسی کر رہا ہے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے بلکہ اس کو قتل کرنا واجب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کرنے سے کوئی مانع ذکر نہیں فرمایا سوا اس کے کہ وہ بدری صحابی ہیں، اور یہ فضیلت صرف شرکاء بدر کو حاصل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب ہم کو یقین ہو جائے کہ یہ شخص دشمن کے لیے جاسوسی کر رہا ہے تو ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کو قتل کر دیں، سوا اس کے کہ سربراہِ مملکت اس کو قتل نہ کرنے میں کوئی مصلحت دیکھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دین میں قوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین میں بہت قوی تھے، کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ اجازت طلب کی کہ وہ اس کو قتل کر دیں اور اس میں ان کا کمالِ ادب ہے، کیونکہ انہوں نے خود اس کو قتل کرنے کی جرأت نہیں کی، اور اس سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ ہمیں یہ چاہیے کہ ہم ایسے کاموں میں جرأت نہ کریں، مثلاً ہم بعض منکرات کو دیکھیں اور ان منکرات کو زائل کریں اور ہم کو ان منکرات کے زائل کرنے پر نہ ولایت عامہ ہو اور نہ ولایت خاصہ ہو تو ایسی صورت میں ہمیں چاہیے کہ جس سربراہ کو ولایت عامہ حاصل ہو ہم اس سے اجازت لے کر اس منکر کو زائل کریں۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی کیونکہ ان کا فعل بہ ظاہر قتل کرنے کا موجب تھا لیکن اس کے باوجود یہ ان کا ادب تھا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا مانع بیان فرمایا۔

اہلِ بدر کی فضیلت اور ان کے ایمان پر خاتمہ کی دلیل

(۴) اس حدیث سے اہلِ بدر کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا، لیکن یہاں پر یہ اشکال ہے کہ تم جو چاہو عمل کرو، کیا یہ حکم اباحت کے لیے ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اہلِ بدر کے لیے ہے کہ وہ چاہیں تو کفر کریں یا چاہیں تو گناہ کریں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم امتناع کے لیے ہے، اباحت کے لیے نہیں ہے۔ اور اہلِ بدر کے لیے یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان سے ان کے کیے ہوئے کاموں کی مغفرت ہو جائے گی، لیکن اس میں ایک اور وجہ سے بشارت یہ ہے کہ اہلِ بدر سے شرک نہیں ہوگا اور وہ اسلام کے بعد مرتد نہیں ہوں گے، کیونکہ اگر وہ اسلام کے بعد مرتد ہو جاتے تو ان کے اعمال ضائع ہو جاتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ (البقرہ: ۲۱۷)

اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالتِ کفر میں ہی مر گیا تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے۔

اور اس طرح اہلِ بدر کے لیے یہ بشارت ہے کہ انہوں نے شرک کے سوا جو بھی گناہ کیا ان کی مغفرت ہو جائے گی، اور وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی اور ان کو جنت میں دخول سے مانع نہیں ہوگی، کیونکہ انہوں نے غزوۂ بدر میں حصہ لے کر بہت عظیم

Marfat.com

نیکی کی ہے جو ان کی تمام سیئات کو مٹانے کی موجب ہے۔
(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حق میں شدید ہونے کے باوجود رقیق القلب تھے، سو اس حدیث میں تین امور ہیں، ایک یہ کہ وہ حق بات کہنے میں بہت شدید تھے، دوسری یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے تھے اور تیسری یہ کہ جب ان پر حق واضح ہو جاتا تو ان کے دل پر رقت طاری ہوتی تھی، یہی وجہ ہے کہ جب ان پر یہ ظاہر ہو گیا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والا ہے، اور انہوں نے اس معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کر دیا۔

مسلمانوں کے خلاف کفار کے لیے جاسوسی کرنا اللہ اور اس کے رسول کی خیانت ہے

(۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کافروں کے لیے جاسوسی کرنا اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کرنا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو برقرار رکھا کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔ اور ان کو قتل کرنے سے مانع کا بیان کیا کہ یہ بدری صحابی ہیں۔

فرقہ جبریہ کا ابطال

(۷) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اختیار دیا ہے اور وہ اپنے اختیار سے جو چاہے کام کرتے ہیں، اور اس میں جبریہ کے اس قول کا بطلان ہے کہ انسان کی کوئی خواہش نہیں ہوتی، اس کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا، انسان عمل کرنے میں مجبور ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم جو چاہو عمل کرو۔

فلاسفہ اور بے دینوں کی کتابوں کے مطالعہ کرنے کا جواز

(۸) امام بخاری نے اس باب کا یہ عنوان قائم کیا ہے کہ مسلمانوں کو فتنہ سے بچانے کے لیے کسی کا خط اس کی اجازت کے بغیر پڑھنا جائز ہے، تو کیا اس بناء پر فلاسفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا جائز ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں بلکہ واجب ہے کہ جس آدمی کو اپنے علم پر وثوق اور اعتماد ہو اور فلاسفہ اور ملاحدہ اور بے دینوں کی کتابیں پھیلی ہوئی ہوں تو اس پر واجب ہے کہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے، اور مسلمانوں کے ان کے فتنہ سے بچائے، ان کے شبہات کا جواب دے اور دلائل سے ان کا رد کرے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۶۵-۶۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۴- بَابٌ: كَيْفَ يُكْتَبُ الْكِتَابُ إِلَى أَهْلِ الْكِتَابِ؟

اہلِ کتاب کی طرف کس طرح مکتوب لکھا جائے؟ اس کا بیان

۶۲۶۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَكَانُوا تِجَارًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابو الحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ابو سفیان بن حرب نے ان

بِالشَّامِ فَأَتَوْهُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُرِءَ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ السَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ۔

کو خبر دی کہ بے شک ہرقل نے انہیں قریش کی ایک جماعت میں بلایا اور وہ شام میں تاجر تھے، پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کا مکتوب منگایا، پس اس کو پڑھا گیا، اس میں لکھا ہوا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے ہرقل عظیم الروم کی طرف، اس پر سلام ہو جو ہدایت کا پیروکار ہو۔ اما بعد۔

(صحیح البخاری: ۷، ۵۱، ۲۶۸۱، ۲۸۰۴، ۲۹۴۱، ۲۹۷۸، ۳۱۷۴، ۴۵۵۳، ۵۹۸۰، ۶۲۶۰، ۷۱۹۶، ۷۵۴۱، صحیح مسلم: ۱۷۷۳، سنن ترمذی: ۲۷۱۷، سنن ابوداؤد: ۵۱۳۶، مسند احمد: ۲۳۶۶)

صحیح البخاری: ۶۲۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے "اہلِ کتاب کی طرف مکتوب کس طرح لکھا جائے"۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو ہرقل کی طرف مکتوب لکھا اس میں لکھا ہوا تھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد عبد اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ہرقل کی طرف جو روم کا بادشاہ ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن مقاتل، یہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ وہ روایت کرتے ہیں از یونس بن یزید از محمد بن مسلم الزہری از عبید اللہ، جو عبد اللہ بن عتبہ کے بیٹے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تجارا" یہ تاجر کی جمع ہے۔

اس حدیث کی شرح کتاب کے اول میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ ذمہ کو سلام کی ابتداء کرنے کی دلیل

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ اہلِ کتاب کی طرف بسم اللہ لکھ کر بھیجی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور کاتب مکتوب کے شروع میں

Marfat.com

اپنا نام لکھے جیسا کہ مسلمان کی طرف مکتوب لکھا جائے تو اس طرح کیا جاتا ہے، اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ضرورت کے وقت اہل کتاب کو سلام کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف مکتوب لکھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۹۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ ذمہ کو سلام کی ابتداء کی دلیل پر حافظ ابن حجر کا تبصرہ

اس باب میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ہرقل کا جو قصہ بیان کیا تھا، اس حدیث کی ایک طرف ذکر کی گئی ہے۔ امام بخاری نے جو اس کا عنوان قائم کیا ہے اس سے اس حدیث کا مطلب واضح ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہلِ کتاب کو مکتوب لکھا جائے تو اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی جائے اور کاتب مکتوب سے پہلے اپنا نام لکھے اور انہوں نے کہا: اس میں یہ دلیل ہے کہ اہلِ کتاب کو ضرورت کے وقت سلام کے ساتھ ابتداء کرنا جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: مطلقاً اہلِ کتاب کو سلام کے ساتھ ابتداء کرنے پر اعتراض ہے، کیونکہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کو ایک قید کے ساتھ سلام کیا جائے جیسا کہ حدیث میں ہے ''اس پر سلام ہو جو ہدایت کا پیروکار ہو'' یا اس پر سلام ہو جو حق سے تمسک کرے وغیرہ وغیرہ، اور کتاب الاستیذان کے شروع میں اس میں فقہاء کا اختلاف بیان کیا جا چکا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۲۷، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہرقل کو ''والسلام علی من اتبع الهدیٰ'' فرمانے کی حکمتیں

اس حدیث میں مذکور ہے: یہ مکتوب ہرقل کی طرف ہے جو عظیم الروم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف العظیم نہیں فرمایا، کیونکہ وہ فقط اپنی قوم کا عظیم تھا اور اس کے لیے عظمتِ مطلقہ ثابت نہیں تھی۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''بل فعله كبيرهم'' بلکہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے، اور یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام بڑے نے کیا ہے، بلکہ ان کا بڑا کہا، یعنی بتوں میں جو سب سے بڑا بت ہے اس نے یہ کام کیا ہے۔

نیز اس حدیث میں فرمایا: ''السلام علی من اتبع الهدیٰ'' اور یہ نہیں فرمایا: ''السلام علیک'' کیونکہ یہود و نصاریٰ کو سلام کی ابتداء نہیں کی جاتی، اور آپ کے اس ارشاد میں بلاغت کی دو قسم ہے جس کو ''براعۃ الاستہلال'' کہا جاتا ہے، یعنی کلام کے شروع میں ان الفاظ کو لایا جائے جو مقام کے مناسب ہوں، گویا کہ آپ نے یوں فرمایا: تم ہدایت کی اتباع کرو تا کہ تم پر سلام ہو۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں قرآن مجید کی ان آیات کو ملحوظ رکھا:

Marfat.com

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۔ (الانعام:۹۰)
یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے، سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا:

قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝ (طٰہٰ:۴۷)
بے شک ہم تیرے رب کی طرف سے تیرے پاس نشانی لے کر آئے ہیں اور اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی O

سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح ہرقل کو سلام کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا۔

مکتوب میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کے فوائد

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے حتیٰ کہ اہلِ کتاب کی طرف مکتوب لکھا جائے تو اس میں بھی پہلے بسم اللہ لکھی جائے، کیونکہ بسم اللہ برکت اور خیر ہے اور عجب بات یہ ہے کہ بسم اللہ کا پڑھنا خبیث کو طیب کر دیتا ہے اور بسم اللہ کا نہ پڑھنا طیب کو خبیث کر دیتا ہے، پس جب تم ذبیحہ کو ذبح کرو اور بسم اللہ پڑھو تو وہ ذبیحہ طیب اور حلال ہوگا، اگر بسم اللہ نہ پڑھو تو خبیث اور حرام ہوگا۔ اور کھانے سے پہلے جب بسم اللہ پڑھ لی جائے تو شیطان اس سے محروم ہوگا، اور جب بسم اللہ کو نہ پڑھا جائے تو شیطان کھانے میں تمہارے ساتھ شریک ہو جائے گا، اور حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ کام جس کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے، وہ ابتر ہے یعنی ناقص البرکت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پوری لکھی جائے یا فقط بسم اللہ کو لکھا جائے

فقط بسم اللہ کو لکھنا بھی جائز ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ مکمل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی جائے، البتہ بعض علماء نے کہا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھا جائے، کیونکہ رحمٰن اور رحیم ان دو اسموں کا تقاضا یہ ہے کہ جانور کو ذبح نہ کیا جائے بلکہ اس پر رحم کیا جائے، پس ان دو اسموں کو کیسے لایا جائے گا جو فعل کی ضد ہیں۔ لیکن یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہوں اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا کہ میرے لیے اس جانور کو ذبح کرنا مباح کر دیا، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اس جانور کا ذبح کرنا مجھ پر حرام ہوتا اور میں اس جانور کا گوشت کھانے سے محروم ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝ وَ لَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ (یٰس:۷۲۔۷۳)
اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کے تابع کر دیا، پس ان میں سے بعض پر وہ سوار ہوتے ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں O اور ان کے لیے ان میں اور بھی فوائد ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں، کیا پس وہ شکر ادا نہیں کرتے O

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۶۸۔۶۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۵۔ بَابٌ: بِمَنْ يُبْدَأُ فِي الْكِتَابِ

کتاب میں کس کے نام سے ابتداء کی جائے، اس کا بیان

۶۲۶۱۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ

اور اللیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از

Marfat.com

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ نَجَرَ خَشَبَةً فَجَعَلَ الْمَالَ فِي جَوْفِهَا وَكَتَبَ إِلَيْهِ صَحِيفَةً مِنْ فُلَانٍ إِلَى فُلَانٍ۔

عبدالرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، از رسول اللہ ﷺ، آپ نے بنی اسرائیل کے ایک مرد کا ذکر کیا، جس نے لکڑی کا ایک تنا لیا، پھر اس میں سوراخ کیا اور پھر اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیے اور اس کے صاحب کی طرف ایک خط لکھ دیا، اور عمر بن ابی سلمہ نے کہا از والد خود، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے لکڑی کے ایک تنے میں سوراخ کیا اور اس کے اندر مال رکھ دیا اور اس کی طرف ایک خط لکھ دیا کہ یہ فلاں کے لیے فلاں کی طرف سے ہے۔

(صحیح البخاری:۱۴۹۸، ۲۰۶۳، ۲۲۹۱، ۲۴۰۴، ۲۴۳۰، ۲۷۳۴، ۶۲۶۱، مسند احمد:۸۳۸۱)

صحیح البخاری:۶۲۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ یہ مکتوب فلاں کی طرف سے فلاں کی جانب ہے، کیونکہ اس میں کاتب نے اپنے نام سے ابتداء کی اور پھر مکتوب الیہ کا ذکر کیا۔ اور اس تعلیق کو ہم نے کتاب الکفالۃ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ کس نے اس کو طول کے ساتھ ذکر کیا اور کس نے اس کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ لکھنے والا اپنے نام سے شروع کرے۔ حدیث میں ہے:

امام ابوداؤد نے از ابن العلاء بن الحضرمی از العلاء روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے مکتوب لکھا اور اپنے نام سے ابتداء کی۔ اور اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے از معمر از ایوب روایت کیا ہے کہ میں نے ایک مکتوب پڑھا العلاء بن الحضرمی کی جانب سے سیدنا محمد ﷺ کی طرف۔ اور از معمر از ایوب روایت ہے کہ بسا اوقات وہ اس مرد کا نام پہلے ذکر کرتے جس کی طرف مکتوب لکھتے اور امام مالک سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۸۹۔۳۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۶۲۶۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لکھنے والا اپنے نام سے ابتداء کرے یا مکتوب الیہ کے نام سے ابتداء کرے، دونوں کا جواز

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا تو اپنے نام سے ابتداء کی اور ان سے

Marfat.com

ایک مرد نے یہ سوال کیا کہ وہ اپنے کسی کام کے متعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھنا چاہتا ہے اور اس نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے نام سے ابتداء کرے، تو اس سے کہا گیا کہ اگر تم نے اپنے نام سے ابتداء کی تو یہ تمہاری ضرورت پوری کرنے کے لیے زیادہ مفید ہوگا اور اس نے ایسا کیا۔ اور امام مالک نے کہا کہ مکتوب الیہ سے ابتداء کرنا بھی جائز ہے، اور کہا کہ آج کل کے لوگوں کے عرف کے مطابق یہی ہے۔

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ ھ نے لکھا ہے کہ سنت یہی ہے کہ لکھنے والا اپنے ذکر سے شروع کرے اور یہ حکم تمام چیزوں میں ہے، مگر یہ کہ حدیث میں آیا ہے کہ جانور کا مالک اس کے اگلے حصہ کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۴۶۶، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹)

مسند احمد کی پوری روایت اس طرح ہے: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ جانور کا مالک اس کے اگلے حصہ کا زیادہ مستحق ہے۔ اور امام احمد نے مسند احمد ج ۳ ص ۳۲ میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد جانور کے اگلے حصہ کا زیادہ مستحق ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ ھ نے کہا ہے: اس حدیث کی امام احمد نے روایت کی ہے اور اس میں ایک راوی اسماعیل بن رافع ہے، امام بخاری نے کہا: یہ ثقہ ہے اور مقارب الاحادیث ہے، اور جمہور ائمہ نے اس کو ضعیف قرار دیا اور اس کے باقی رجال صحیح ہیں۔

اس حدیث کی امام ترمذی نے بھی روایت کی ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۷۷۳)

اور امام احمد نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے از بریدہ۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳)

اور امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اس کی حضرت بریدہ سے روایت کی ہے۔ (۴۷۳۵)

اور معمر نے روایت کی ہے از ایوب، انہوں نے کہا: میں نے ایک مکتوب پڑھا از العلاء بن الحضرمی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب۔

اور شعبی نے کہا: ابو عبیدہ بن الجراح اور معاذ بن جبل نے لکھا: از ابو عبیدہ اور معاذ، اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف۔

اور نافع نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمال جب ان کی طرف مکتوب لکھتے تو اپنے ناموں سے ابتداء کرتے۔ اور معمر نے کہا از ایوب از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے غلاموں کو حکم دیتے تھے کہ جب ان کی طرف مکتوب لکھیں تو اپنے ناموں سے ابتداء کریں ورنہ وہ ان کو جواب نہیں دیں گے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۰۹۱۲، ۲۰۹۱۴، ۲۰۹۱۶)

اور ایک قوم نے یہ اجازت دی ہے کہ لکھنے والا اپنے نام سے پہلے کسی اور کا نام لکھ سکتا ہے، اور ایوب بسا اوقات اپنے نام سے پہلے کسی مرد کا نام لکھتے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۰۹۱۴)

اشہب نے روایت کی ہے کہ امام مالک سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے سے چھوٹے کی طرف مکتوب لکھے اور وہ اس سے افضل نہ ہو تو امام مالک نے کہا: اس کا نام پہلے لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اہل عراق نے کہا: کہ اپنے سے پہلے کسی کا نام نہ لکھو خواہ وہ تمہارا باپ ہو یا تمہارا بڑا ہو۔ اور ان کے قول کے خلاف یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کبّر کبّر" یعنی کسی شخص

Marfat.com

نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے صاحب سے پہلے کلام کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے کو پہلے کلام کرنے کا موقع دو۔
(صحیح البخاری: ۳۱۷۳، صحیح مسلم: ۱۶۶۹)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۹۷۔۹۹، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۶۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان کہ اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر کیا گیا ہے "کہ اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو"۔ اور اس عنوان سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ جو شخص بیٹھا ہوا ہو اس کا آنے والے کے لیے کھڑے ہونے کا کیا حکم ہے؟ لیکن امام بخاری نے وثوق کے ساتھ حکم نہیں بیان کیا، کیونکہ اس میں اختلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ أَهْلَ قُرَيْظَةَ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَيْهِ فَجَاءَ فَقَالَ قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ أَوْ قَالَ خَيْرِكُمْ فَقَعَدَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِكَ قَالَ فَإِنِّي أَحْكُمُ أَنْ تُقْتَلَ مُقَاتِلَتُهُمْ وَتُسْبَى ذَرَارِيُّهُمْ فَقَالَ لَقَدْ حَكَمْتَ بِمَا حَكَمَ بِهِ الْمَلِكُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ أَفْهَمَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ مِنْ قَوْلِ أَبِي سَعِيدٍ إِلَى حُكْمِكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی امامہ بن سہل بن حُنیف از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، کہ اہل قریظہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حکم سے قلعہ سے نیچے اتر آئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف پیغام بھیجا، سو وہ آئے، پس آپ نے فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو یا فرمایا: اپنے سے بہتر کی طرف کھڑے ہو۔ سو وہ آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: یہ لوگ (بنو قریظہ) تمہارے حکم کے مطابق قلعہ سے اتر آئے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ حکم دیتا ہوں کہ ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے، آپ نے فرمایا: تم نے وہی حکم دیا ہے جس کا فیصلہ بادشاہ (اللہ تعالیٰ) نے کیا تھا۔

امام ابوعبداللہ نے کہا: مجھے میرے بعض اصحاب نے از ابوالولید حضرت ابوسعید کے قول کی روایت کی کہ یہ تمہارے حکم کی طرف قلعہ سے اترے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۰۴۳، ۳۸۰۴، ۴۱۲۱، ۶۲۶۲، صحیح مسلم: ۱۷۶۸، سنن ابوداؤد: ۵۲۱۵، مسند احمد: ۱۰۷۸۴)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید کا ذکر ہے، یہ ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سعد بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمن بن عوف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابواُمامہ (الف پر پیش ہے)، ان کا نام اسعد بن سہل بن حُنیف (حاء پر پیش) ہے، یہ انصاری ہیں۔ اور ابوسعید کا نام سعد بن مالک الخذری رضی اللہ عنہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث کی سند میں قریظہ کا ذکر ہے، یہ یہود کے ایک قبیلہ کا نام ہے جو ایک قلعہ میں بند ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مقاتلتھم" یعنی مردوں کی وہ جماعت جو لڑنے والی تھی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "الذراری"، یہ الذریۃ کی جمع ہے یعنی عورتیں اور بچے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "المَلِك" (اس میں لام کے نیچے زیر ہے) یعنی بادشاہ اور وہ اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ وہی علی الاطلاق حقیقی بادشاہ ہے۔ اور عصیلی کی روایت میں ہے کہ لام پر زبر ہے یعنی فرشتہ، اور اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جو یہ حکم لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے تھے۔

کسی سردار یا بڑے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا جواز

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سلطان یا حاکم مسلمانوں کو حکم دے کہ وہ ان کے کسی بڑے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں اور اس حدیث میں سلطانِ اکبر کی مجلس میں اہلِ فضل کی تکریم کے لیے کھڑے ہونے کا جواز ہے۔ اور تمام لوگوں پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ اپنے سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں۔ اور بعض علماء نے اس قیامِ تعظیم سے منع کیا ہے اور درجِ ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے باہر نکلے، ہم آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کھڑے ہو جس طرح عجمی کھڑے ہوتے ہیں۔

امام ابوجعفر طبری نے کہا: یہ حدیث ضعیف ہے اور مضطرب السند ہے اور اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہے۔

نیز ان علماء نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

امام حاکم حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: جو یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے رہیں تو اس کے لیے دوزخ واجب ہے۔

امام ابوجعفر طبری نے کہا ہے: اس میں اس کے لیے قیام کرنے سے منع فرمایا ہے جو اس قیام سے خوش ہوتا ہو اور اس کو منع نہیں فرمایا جو کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوتا ہو۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی الشافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث میں کسی بڑے عالم کے اوپر سید کے لفظ کے اطلاق کرنے کا جواز ہے۔اور اس حدیث میں کسی رئیس فاضل اور امامِ عادل کی تعظیم کے لیے اس کے متبوعین کے کھڑے ہونے کا جواز ہے،اور اسی طرح متعلم کے لیے عالم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا جواز اور استحباب ہے۔اور اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مکروہ ہے جوان صفات سے متصف نہ ہو۔

قیام کی چار قسمیں

علامہ ابوالولید بن رشد نے کہا ہے کہ قیام کی چار قسمیں ہیں:

(۱) اس شخص کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا ممنوع ہے جو اپنے تکبر اور بڑائی اور اپنی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے یہ چاہتا ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں۔

(۲) اس شخص کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مکروہ ہے جو نہ تو تکبر کرتا ہے اور نہ کھڑے ہونے والوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہو،لیکن یہ خدشہ ہو کہ وہ بھی ان میں داخل ہو جائے گا جن کے لیے کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے،اور اس وجہ سے کہ اس میں متکبرین کے ساتھ مشابہت ہے۔

(۳) اس شخص کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے کہ لوگ نیکی کے قصد سے اور اس کی تکریم کے لیے کھڑے ہوتے ہوں اور اس شخص کا یہ ارادہ نہ ہو کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں،اور وہ متکبرین کے ساتھ مشابہت سے مامون ہو۔

(۴) اس شخص کے لیے کھڑا ہونا مستحب ہے جو کسی سفر سے آیا ہو اور اس کے آنے کی خوشی پر اس کے لیے قیام کیا جائے تا کہ اس کو سلام کرے،یا جس شخص کو نئی اور تازہ نعمتیں ملی ہوں تو وہ ان نعمتوں کے حصول پر اس کو مبارکباد دینے کے لیے کھڑا ہو،یا جو شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اس کی تعزیت کے لیے کھڑا ہو۔

علامہ التورپشتی کا حدیث مذکور سے قیام تعظیم کے استدلال پر اعتراض اور علامہ طیبی کا جواب

علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی،متوفی 661ھ نے کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ میں لکھا ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے" قوموا الی سید کم " (اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو) تو اس کا معنی یہ ہے کہ سردار کی مدد کرنے کے لیے اور اس کو سواری سے اتارنے کے لیے کھڑے ہو۔اور اگر اس سے مراد سردار کی تعظیم ہوتی تو آپ یوں فرماتے" قوموا لسید کم " یعنی اپنے سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو۔

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی،متوفی 743ھ،نے شرح الطیبی میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ اس امر کے تعظیم کے لیے نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اکرام کے لیے بھی نہ ہو،اور وہ جو علامہ التورپشتی نے الی اور لام کا فرق بیان کیا ہے وہ ضعیف ہے،کیونکہ اس مقام پر الی،لام کے معنی میں ہے،گویا کہ یوں کہا گیا ہے کہ تم کھڑے ہو اور اپنے سردار کی طرف چل کر جاؤ اس سے ملاقات کے لیے اور اس کے اکرام کے لیے۔اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مشتق پر حکم لگایا جائے تو اس مشتق کا ماخذِ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے اور اس حدیث میں سید کی طرف کھڑے ہونے پر حکم لگایا ہے اور سید کا ماخذِ اشتقاق سیادت ہے،گویا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف کھڑے ہونے کی علت ان کی سیادت ہے،یعنی چونکہ وہ تمہارے سردار ہیں اس لیے تم ان کی طرف کھڑے ہو۔

Marfat.com

اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، نے کہا ہے کہ نیکی اور تکریم کے طور پر قیام کرنا جائز ہے جیسا کہ انصار نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے قیام کیا تھا، اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے لیے قیام کیا تھا، اور جس کے لیے قیام کیا جائے اس کو یہ اعتقاد نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اس قیام کا مستحق ہے، حتیٰ کہ اگر اس کے لیے قیام نہ کیا جائے تو وہ اس کو ڈانٹے یا اس کی شکایت کرے اور اس پر ناراض ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قیام تعظیم کی تحقیق

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کوئی بڑا مجلس میں آئے تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز اور مستحب ہے اور اس کے خلاف درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت آپ اپنی لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، ہم آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کھڑے ہو جس طرح بعض عجمی بعض کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۳۰، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۳، تہذیب الآثار للطبری: ۸۳۳)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا: اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کی سند میں ابوالعدبس اور ابومرزوق ہیں جو مجہول راوی ہیں اور ناقلین کا اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے۔

اسی طرح اس کے خلاف یہ حدیث بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو یہ پسند کرے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے رہیں اس کے لیے دوزخ واجب ہو جائے گی۔ (تہذیب الآثار للطبری: ۸۳۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی ممانعت اس پر مبنی ہے کہ جو شخص اس سے خوش ہو کہ اس کے لیے کھڑا ہوا جائے۔ اور مطلقاً قیام کی اس حدیث میں ممانعت نہیں ہے۔ نیز قیام تعظیم پر درج ذیل حدیث دلیل ہے:

قیام تعظیم کے جواز اور استحباب کے دلائل

امام نسائی سندِ جید کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے کہ وہ آرہی ہیں تو آپ انہیں خوش آمدید کہتے اور ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے اور ان کو بوسا دیتے، پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۳۹۱)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے کہ اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو، یہ ان کی تعظیم کے لیے ہے۔ کیونکہ ان کی دین میں خدمات تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کا بڑا مرتبہ تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر فتنہ کا خوف

Marfat.com

نہیں تھا۔

نیز حدیث میں ہے:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے کھڑے ہوئے جب ان کی توبہ قبول کی گئی تھی۔

(صحیح البخاری:۴۴۱۸، صحیح مسلم:۲۷۶۹)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار نہیں کیا۔ صرف دنیاداروں کی تعظیم کے لیے قیام کرنا مکروہ ہے اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ایسے دین دار کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔

قیام تعظیم کے متعلق امام مالک کا موقف

امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں بہت مبالغہ کرتی ہے، وہ اس کے کپڑے اتارتی ہے، اس کی جوئیں دیکھتی ہے اور اس کے سامنے کھڑی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ بیٹھ جائے تو امام مالک نے اس کے جواب میں کہا کہ اس کا خاوند کے کپڑے اتارنا اور اس کی جوئیں دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اس کے لیے کھڑے رہنا حتیٰ کہ وہ بیٹھ جائے یہ درست نہیں ہے، یہ تو متکبرین کا فعل ہے اور بسا اوقات لوگ انتظار کرتے رہتے ہیں، جب وہ آتا ہے تو اس کی طرف کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ اسلام میں نہیں ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے لیے ایسا کیا گیا جب وہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی طرف آئے تو لوگ ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ قیام صرف رب العالمین کے لیے کرنا چاہیے۔ (الذخیرہ ج ۱۳ ص ۲۹۹)

علامہ داؤدی نے کہا: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی کو یا سیدی کہہ کر بلانا جائز ہے، اور امام مالک اس کو مکروہ کہتے تھے، اور غالباً ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَّاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ۔ (یوسف:۲۵) اور ان دونوں نے اس عورت کے خاوند کو دروازے کے قریب پایا۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا۔ (آل عمران:۳۹) اور سردار اور عورتوں سے بہت بچنے والے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۰۰۔۱۰۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قیام تعظیم کے متعلق علامہ نووی شافعی اور حافظ ابن الحاج مالکی کا مباحثہ

علامہ نووی نے قیام تعظیم کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے قیام کیا۔

Marfat.com

علامہ ابن الحاج مالکی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس لیے قیام کیا تھا تا کہ حضرت کعب بن مالک کو ان کی توبہ کے مقبول ہونے پر مبارک باد دیں اور ان سے مصافحہ کریں۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث سے قیامِ تعظیم کے اوپر استدلال نہیں کیا۔ اور امام بخاری نے اس حدیث کو صرف مصافحہ پر استدلال کرنے کے لیے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ اور اگر یہ قیام وہ ہوتا جس میں فریقین کا نزاع ہے تو اس قیام میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ منفرد نہ ہوتے۔ پس یہ منقول نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے کھڑے ہوئے ہوں یا آپ نے کسی کو کھڑے ہونے کا حکم دیا ہو اور نہ حاضرین میں سے کسی اور نے اس وجہ سے قیام کیا تھا۔ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس موقع پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے قیام میں اس لیے منفرد ہیں کہ ان دونوں کے درمیان بہت زیادہ دوستی اور محبت تھی اور جیسا کہ مسلمانوں میں عادت جاری ہے کہ وہ خوشی کے مواقع پر مبارک باد دیتے ہیں، سو جس کی جتنی محبت ہوتی ہے وہ اتنی زیادہ خوشی مناتا ہے اور اتنا زیادہ ملتا جلتا ہے۔ اس کے برخلاف سلام ہے، کیونکہ سلام ہر اس شخص کے لیے مشروع ہے جس کو تم جانتے ہو یا نہ جانتے ہو۔ اور دوستی میں تفاوت اور فرق حقوق میں تفاوت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ امر معروف ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس کے دل میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی اتنی محبت اور دوستی ہوتی جتنی محبت اور دوستی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے دل میں تھی اور وہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی خوشی کے وقوع پر مطلع نہ ہوا ہوتا جس طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ مطلع ہوئے تھے تو وہ بھی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دینے کے لیے کھڑا ہوتا، کیونکہ یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو کلام کرنے سے مطلقاً منع کر دیا گیا تھا اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ مہاجرین میں سے کوئی اور میری طرف کھڑا نہیں ہوا، مہاجرین کی تخصیص میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف مہاجرین کے علاوہ انصار میں سے لوگ انہیں مبارکباد دینے کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔

علامہ ابن الحاج نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے کھڑے ہونے کو قیامِ تعظیم پر محمول کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ دیگر مہاجرین نے اس مستحب کام کو ترک کر دیا اور ان کے ساتھ یہ گمان نہیں کیا جا سکتا۔

نیز علامہ نووی نے قیامِ تعظیم پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے۔

علامہ ابن الحاج مالکی نے اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے اس وجہ سے کھڑے ہوئے ہوں تا کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی جگہ پر بٹھائیں ان کے اکرام اور اعزاز کے لیے۔ نہ اس وجہ سے کہ آپ ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے ہوں۔ خاص طور پر اس وجہ سے کہ یہ معروف ہے کہ اس وقت لوگوں کے گھر تنگ تھے اور فرش کم بچھا ہوا تھا اور آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ ان کو اپنی جگہ پر بٹھائیں اور یہ آپ کے قیام کو مستلزم تھا۔ اور ابن الحاج مالکی نے اس دلیل میں بہت غور و فکر کیا ہے۔

پھر علامہ نووی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بیٹھے ہوئے تھے تو آپ کے رضاعی والد آئے تو آپ نے ان کے لیے اپنا بعض کپڑا بچھا دیا جس پر وہ بیٹھ گئے۔ پھر آپ کی رضاعی والدہ آئیں تو آپ نے ان کے لیے کپڑے کی دوسری طرف پھاڑ کر بچھا دی، پھر آپ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ کھڑے ہوئے

Marfat.com

اور آپ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا، اور یہ قیامِ تعظیم ہے۔

علامہ ابن الحاج مالکی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ وہ قیام ہوتا جس میں فریقین کا نزاع ہے یعنی قیامِ تعظیم تو نبی ﷺ کے رضائی والدین اس تعظیم کے زیادہ مستحق تھے بہ نسبت ان کے رضائی بھائی کے اور آپ رضائی بھائی کے لیے صرف اس لیے کھڑے ہوئے تھے کہ مجلس میں جو چادر بچھی ہوئی تھی اس میں ان کے لیے توسیع کی جائے۔

پھر علامہ نووی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام مالک نے حضرت عکرمہ بن ابی جہل کے قصہ میں روایت کیا ہے کہ جب وہ فتح مکہ کے دن یمن کی طرف بھاگ گئے اور ان کی بیوی نے ان کی طرف سفر کیا حتیٰ کہ ان کو حالتِ اسلام میں واپس لے آئیں، جب نبی ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ خوشی سے اچھل کر کھڑے ہوگئے اور آپ کے اوپر کوئی چادر نہیں تھی۔ اور علامہ نووی نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے آئے تو نبی ﷺ ان کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: مجھے پتا نہیں میں کس چیز سے زیادہ خوش ہوا ہوں جعفر کے آنے سے یا خیبر کی فتح سے۔ اور علامہ نووی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے اور نبی ﷺ اپنے گھر میں تھے، انہوں نے دروازہ کو کھٹکھٹایا، آپ ان کی طرف کھڑے ہوئے اور آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا۔

علامہ ابن الحاج مالکی نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ قیام محلِ نزاع سے متعلق نہیں ہے، کیونکہ آپ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے آنے پر جو کھڑے ہوئے تھے وہ ان کے اسلام لانے کی خوشی کی وجہ سے کھڑے ہوئے تھے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لیے جو کھڑے ہوئے تھے تو وہ بھی ان کے آنے کی خوشی کی وجہ یا خیبر کی فتح کی خوشی کی وجہ سے کھڑے ہوئے تھے، اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے جو کھڑے ہوئے تھے تو وہ بھی ان کے آنے کی خوشی کی وجہ سے کھڑے ہوئے تھے۔

اس کے بعد علامہ نووی نے قیامِ تعظیم کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہم سے باتیں کرتے تھے، جب آپ کھڑے ہوتے تو ہم کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ ہم دیکھتے کہ آپ گھر میں داخل ہو جاتے، یعنی اس وقت تک کھڑے رہتے۔

علامہ ابن الحاج نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ صحابہ کرام کا قیام کرنا اس ضرورت کی بناء پر تھا کہ اب وہ نبی ﷺ کی حدیث سننے سے فارغ ہو گئے ہیں اور اب وہ اپنے کاموں کی طرف متوجہ ہوں گے، اور اس لیے کہ آپ کے حجرہ یا آپ کے گھر کا دروازہ مسجد میں تھا اور وہ مسجد کشادہ نہیں تھی کہ وہ سیدھے کھڑے رہتے حتیٰ کہ نبی ﷺ گھر میں داخل ہو جاتے۔ اسی طرح علامہ ابن الحاج مالکی نے کہا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: مجھ پر علامہ نووی کی اس دلیل کا یہ جواب منکشف ہوا ہے کہ شاید صحابہ اتنی دیر اس لیے کھڑے رہتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک یہ ہوسکتا تھا کہ آپ کو کوئی کام پیش آئے حتیٰ کہ اگر وہ متفرق ہو جاتے تو آپ کو انہیں بلانے کی تکلیف اٹھانی پڑتی۔ پھر میں نے سنن ابوداؤد کا مطالعہ کیا تو مجھے ایک حدیث کے آخر میں وہ بات مل گئی جو میں نے کہی ہے اور وہ اس اعرابی کا قصہ ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی چادر کو پکڑ کر کھینچا تو آپ نے کسی مرد کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ اس اعرابی کے لیے اس کے اونٹ پر کھجور یا جو لاد دو، اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ واپس جاؤ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ تم پر رحم کرے، یعنی صحابہ کرام اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کے لیے کھڑے رہے کہ شاید آپ کوئی اور حکم دیں۔
پھر علامہ نووی نے ان احادیث کے عمومات سے استدلال کیا ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو ان کے اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق ٹھہراؤ اور سفید بالوں والے کی تعظیم کرو اور بڑے آدمی کی توقیر کرو۔ اور یہ حدیث بھی قیام تعظیم کی تائید کرتی ہے۔
علامہ ابن الحاج مالکی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بطور تکریم کسی کے لیے قیام کرنا ان عمومات میں داخل ہے لیکن جو محلِ نزاع ہے اس سے ممانعت ثابت ہے، لہٰذا ان عمومات سے وہ محلِ نزاع خاص کر لیا جائے گا۔
اور علامہ نووی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے سر کے پاس تلوار لے کر کھڑے ہو گئے تھے۔
علامہ ابن الحاج مالکی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا یہ قیام تعظیم کے لیے نہیں تھا بلکہ نبی ﷺ کی طرف سے مدافعت کرنے کے لیے تھا تاکہ مشرکین کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو کوئی اذیت نہ پہنچے اور یہ محلِ نزاع نہیں ہے۔
پھر علامہ نووی نے حضرت معاویہ اور حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کو ذکر کیا ہے جو پہلے گزر چکی ہیں۔ حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:
حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی ﷺ تشریف لائے اس وقت آپ اپنی لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، ہم آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کھڑے ہو جس طرح بعض عجمی بعض کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:
حضرت عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو یہ پسند کرے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے رہیں اس کے لیے دوزخ واجب ہو جائے گی۔
اور اس سے پہلے امام ترمذی کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور جب وہ آپ ﷺ کو دیکھتے تو قیام نہیں کرتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس قیام کو ناپسند فرماتے ہیں۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور اس کا عنوان قائم کیا ہے کہ ایک مرد کا دوسرے مرد کے لیے قیام کرنا مکروہ ہے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے لیے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ لوگوں کے لیے قیام کرنا مکروہ ہے۔
علامہ نووی نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے زیادہ قریب ہے جس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اور اس کے دو جواب ہیں۔
ایک جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ صحابہ کے قیام کو اس لیے ناپسند کرتے تھے کہ آپ کو ان پر فتنہ کا خوف تھا کہ وہ آپ کی تعظیم میں افراط کریں گے تو اس وجہ سے آپ نے ان کے قیام کو ناپسند فرمایا، جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے "لاتطرونی" میری تعریف میں زیادہ مبالغہ نہ کرو۔ اور آپ نے بعض صحابہ کے دوسرے بعض صحابہ کے لیے قیام کو ناپسند نہیں فرمایا، کیونکہ صحابہ آپ کے علاوہ دوسروں کے لیے آپ کے سامنے قیام کرتے تھے، اور آپ نے اس کو منع نہیں فرمایا بلکہ اس کو مقرر رکھا اور اس کا حکم دیا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے درمیان کمال درجہ کی محبت اور انس اور دوستی اور صفائے قلب تھی جو آپ کی تعظیم کے لیے قیام سے بہت زائد تھی، لہٰذا قیام مقصود نہیں تھا۔ اور جب کسی انسان کو ایسی حالت میں فرض کیا جائے تو پھر قیام کی ضرورت نہیں ہوگی۔

علامہ ابن الحاج نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ پہلا جواب اس وقت مکمل ہوگا جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ صحابہ کرام کسی کے لیے بھی اصلاً قیام نہیں کرتے تھے، پھر جب وہ خصوصیت سے آپ کے لیے قیام کریں گے تو یہ تعظیم کے مبالغہ میں داخل ہو جائے گا، لیکن علامہ نووی نے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ دوسروں کے لیے قیام کرتے تھے۔ پس ان کے لیے کس طرح جائز ہوگا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کے لیے وہ کام کریں جس میں تعظیم میں مبالغہ سے امن نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کو ترک کر دیں۔ پس اگر ان کا یہ فعل اکرام کے لیے تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکرام کے زیادہ لائق تھے، کیونکہ نصوص میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کی جائے، پس ظاہر یہ ہے کہ صحابہ کرام جو دوسروں کے لیے قیام کرتے تھے وہ یا اس لیے تھا کہ کسی کے آنے کی وجہ سے قیام کرتے تھے یا کسی کو مبارک باد دینے کے لیے قیام کرتے تھے یا دوسرے اسباب کی وجہ سے قیام کرتے تھے جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور جو محلِ نزاع میں داخل نہیں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے لیے قیام کو ناپسند فرماتے تھے یہ وہی قیام تھا جو محلِ نزاع میں ہے یا وہ قیام ہے جو مذموم ہے جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

اور دوسرے جواب پر علامہ ابن الحاج مالکی نے یہ تبصرہ کیا ہے: اگر کسی صحابی کی صحابیت زیادہ مؤکد نہ ہو اور نہ اس کا مرتبہ معروف اور مشہور ہو اور وہ قیام نہ کرے تو وہ معذور ہے۔ اس کے برخلاف جس کی صحابیت مؤکد ہو اور اس کا مرتبہ بھی عظیم ہو تو اس کے لیے یہ متوجہ ہوگا کہ اس کے ساتھ زیادہ نیکی کرنا اور اس کا زیادہ اکرام کرنا مطلوب ہے اور اس کی زیادہ توقیر کرنی چاہیے۔ اور علامہ نووی کے قول پر یہ لازم آئے گا کہ جو آپ کے ساتھ زیادہ حق دار ہو اور جو آپ کے مرتبہ کے زیادہ قریب ہو وہ آپ کی تعظیم اور توقیر اس سے کم کرتا تھا جو آپ سے بعید ہو۔ اور احادیثِ صحیحہ میں اس کے برخلاف ہے جیسا کہ سہو کے قصہ میں روایت ہے کہ صحابہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، سو وہ آپ سے کلام کرنے سے ڈرے اور آپ سے حضرت ذوالیدین نے کلام کیا، حالانکہ ان کا مرتبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بہ نسبت بہت بعید تھا۔ علامہ ابن الحاج نے کہا کہ اس قصہ سے یہ لازم آئے گا کہ عالم کے خواص اور کبیر اور رئیس اس عالم کی تعظیم نہیں کرتے تھے اور کھڑے ہو کر اس کی تعظیم نہیں بجا لاتے تھے بخلاف اس کے جو ان سے بعید ہو۔ اور اس میں قیام کے ساتھ تعرض ہے اور نہ کسی اور چیز کے ساتھ اور یہ متفق علیہ ہے۔ علامہ ابن الحاج مکی نے کہا کہ جو چیز ممنوع ہے وہ محبت سے قیام کرنا ہے، اگر ان کے دل میں اس کا خطرہ نہ ہو تو ان کے لیے قیام کریں یا نہ کریں تو ان پر کوئی ملامت نہیں ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ جب قیام کو ترک کرنا توہین کی خبر دے یا اس پر کوئی فساد مترتب ہو تو پھر قیام کو ترک کرنا ممنوع ہوگا۔ اور اسی طرف ابن عبد السلام نے اشارہ کیا ہے جس کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بعض محققین سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ ممنوع یہ ہے کہ لوگ قیام کو عادت بنا لیں جیسا کہ عجمیوں نے عادت بنا لی ہے اور جیسا کہ اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کرتی ہے۔ اور

Marfat.com

اگر قیام اس لیے ہو کہ کوئی شخص سفر سے آیا ہے، یا حاکم کے لیے اس کے محلِ ولایت میں قیام ہو تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اسی کے ساتھ وہ جوابات لاحق ہو جائیں گے جو علامہ ابن الحاج نے دیے ہیں جیسے کہ کسی شخص کو کوئی نعمت ملے اور اس کو مبارک باد دینی ہو یا کسی عاجز کی مدد کرنی ہو یا مجلس میں کشادگی کے لیے قیام کیا جائے یا اور کسی وجہ سے تو یہ جائز ہے۔ اور امام غزالی نے کہا ہے: قیام بطورِ اعظام کے مکروہ ہے اور بطورِ اکرام کے مکروہ نہیں ہے اور یہ عمدہ تفصیل ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۳۰۔ ۳۳۱، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

مجلس میں آنے والے شخص کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: "قوموا الی سیدکم" اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو۔ اس حدیث کو امام بخاری نے بھی متعدد اسانید سے روایت کیا ہے۔ امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۲، ج ۳ ص ۱۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی) اور امام ابوداؤد نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۵، نور محمد اصح المطابع، کراچی)

قیام تعظیم کے متعلق علامہ نووی شافعی کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب معزز لوگ آئیں تو ان کی تعظیم اور اکرام کے لیے قیام کیا جائے، اسی طرح جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے قیام کے استحباب پر استدلال کیا ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ وہ قیام نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے، قیام ممنوع یہ ہے کہ ایک شخص بیٹھا ہو اور دوسرے لوگ اس کی تعظیم کے لیے جب تک وہ بیٹھا ہو کھڑے رہیں، (علامہ نووی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اہل فضل کے آنے کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اس کے متعلق احادیث موجود ہیں۔ اور اس کی ممانعت میں صراحت سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے، میں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں مانعین کے تمام شکوک اور شبہات کو زائل کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

قیام تعظیم کے متعلق علامہ ابی مالکی کا موقف

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث سے لازم آتا ہے کہ قوم کے رئیس اور اہل خیر اور اہل فضل کی تعظیم کے لیے قیام کرنا چاہیے، کیونکہ تحقیق سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سے زیادہ افراد کے لیے کھڑے ہوئے اور یہ وہ قیام نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے، قیام ممنوع یہ ہے کہ جیسے عجمی بادشاہ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور لوگ ان کی تعظیم کے لیے کھڑے رہتے ہیں، صحابہ کا اس میں اختلاف تھا کہ آپ نے صرف انصار کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے قیام کا حکم دیا تھا یا تمام مہاجرین اور انصار کو یہ حکم دیا تھا۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۹۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قیام تعظیم کے متعلق علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی کا موقف

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، لکھتے ہیں:

آنے والے کی تعظیم کے لیے اٹھنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے، جیسا کہ عالم کے سامنے پڑھنے والے کے لیے بھی تعظیماً کھڑے ہونا مستحب ہے۔ (درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۳۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ، استنبول، ۱۳۲۷ھ)

قیام تعظیم کے متعلق علامہ شامی کا موقف

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

یعنی اگر وہ شخص تعظیم کا مستحق ہو (تو اس کے آنے پر کھڑے ہونا مستحب ہے)۔ قنیہ میں ہے: جو شخص مسجد میں بیٹھا ہوا اس کا آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے، اسی طرح قرآن مجید پڑھنے والے کا بھی آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے، البتہ جس شخص کے لیے قیام کیا جائے اس کا قیام کو پسند کرنا مکروہ ہے۔ علامہ ابن وہبان نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں قیام مستحب ہے، کیونکہ قیام نہ کرنے سے کینہ، بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے، خاص طور پر جس شخص کے لیے عموماً لوگ قیام کرتے ہوں وہاں قیام کرنا مستحب ہے، باقی قیام پر جو وعید ہے وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں، جیسا کہ ترک اور عجمی کرتے ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عنایہ وغیرہ میں ہے کہ شیخ حکیم ابوالقاسم کے پاس جب کوئی غنی آتا تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے اور فقراء اور طلباء کے لیے نہیں کھڑے ہوتے تھے، جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: غنی مجھ سے تعظیم کی توقع رکھتا ہے اگر میں اس کی تعظیم نہ کروں تو اس کو تکلیف ہوگی، اور فقراء اور طلباء مجھ سے صرف سلام کے جواب اور علمی مباحث میں گفتگو چاہتے ہیں۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۲۳۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ، استنبول، ۱۳۲۷ھ)

قیام تعظیم کے متعلق علامہ قاضی خاں کا موقف

علامہ حسن بن منصور اوز جندی المعروف بہ قاضی خاں، متوفی ۲۹۵ھ، لکھتے ہیں:

ایک قوم مصحف میں دیکھ کر قرآن مجید پڑھ رہی ہو یا ایک اکیلا شخص پڑھ رہا ہو اور اس کے پاس معزز اور معظم لوگوں میں سے کوئی شخص آئے اور پڑھنے والا اس کی خاطر کھڑا نہ ہو تو فقہاء نے کہا کہ اگر آنے والا عالم دین، اس کا والد یا اس کو علم دین سکھانے والا استاذ ہے تو اس کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۳ ص ۴۲۲، علی ہامش الہندیہ، مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک اشراف اور معزز لوگوں کے لیے قیام تعظیمی جائز ہے بلکہ مستحب ہے اور اگر کوئی شخص سفر سے واپس آئے، یا کسی کو مبارک باد دینی ہو یا اور کوئی جائز مقصد ہو تو پھر قیام کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، فقہاء مالکیہ میں سے علامہ ابن الحاج اور فقہاء حنبلیہ میں سے علامہ ابن قیم نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، لیکن موخر الذکر صورتوں میں وہ قیام کو جائز کہتے ہیں۔

ان حوالوں سے ظاہر ہو گیا کہ قیام تعظیم کے جواز اور استحباب پر امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام بیہقی اور جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور ان عظیم ائمہ اور فقہاء کے مقابلہ میں علامہ ابن الحاج اور علامہ تورپشتی کا اختلاف کچھ وقعت نہیں رکھتا خصوصاً جب ان کے اعتراض کا جواب بھی دیا جا چکا ہے۔

Marfat.com

قیام تعظیم کے ثبوت میں دیگر احادیث و آثار

ہم ابھی ابھی امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، اور امام احمد کے حوالوں سے حدیث "قوموا الی سیدکم" کا ذکر کر چکے ہیں، جس سے جمہور فقہاء اسلام نے قیام تعظیمی کے جواز اور استحباب پر استدلال کیا ہے، اب ہم اس سلسلہ میں دیگر احادیث پیش کر رہے ہیں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے اور بیٹھنے میں مشابہ نہیں دیکھا، جب حضرت فاطمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہوتے اور ان کو بوسا دیتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تو وہ اپنی نشست سے کھڑی ہوتیں، آپ کو بوسا دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔ (جامع ترمذی ص ۵۵۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ج ۲ ص ۳۵۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ)

نیز امام بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (الادب المفرد ص ۲۴۴، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ غزوۂ تبوک سے رہ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی تو ہمیں اللہ کے توبہ قبول فرمانے کی خبر دی گئی، اس وقت مجھ سے صحابہ فوج در فوج ملے اور مجھے توبہ قبول ہونے پر مبارک باد دینے لگے، وہ کہتے تھے کہ اللہ کا تمہاری توبہ قبول کرنا مبارک ہو، میں جب مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے۔ (مجھے دیکھ کر) حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور دوڑ کر آ کے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی، بخدا مہاجرین میں سے ان کے سوا اور کوئی شخص میرے لیے نہیں کھڑا ہوا۔ (الادب المفرد ص ۲۴۳، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، لکھتے ہیں:

محمد بن ہلال اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لے جاتے تو ہم آپ کے گھر میں داخل ہونے تک آپ کے لیے کھڑے رہتے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۴۰، مطبوعہ دار الکتب العربی، ۱۴۰۲ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

ان احادیث کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث ہیں جو قیام تعظیم پر دلالت کرتی ہیں، علامہ نووی نے ان کو کتاب القیام میں بیان کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان کا تفصیلاً ذکر کیا ہے، لیکن ہم نے بغرض اختصار صرف مذکور الصدر احادیث کے بیان پر اکتفاء کی ہے۔ اب ہم ان احادیث کا ذکر کریں گے جن کو قیام تعظیم کے مخالفین بیان کرتے ہیں اور ان احادیث کے جوابات بھی بیان کریں گے۔

Marfat.com

قیام تعظیم کے خلاف احادیث اور ان کے جوابات

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر ٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے، ہم آپ کے لیے کھڑے ہو گئے، آپ نے فرمایا: عجمیوں کی طرح مت کھڑے ہو، جو بعض، بعض کی تعظیم کرتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ)

پہلی بات یہ ہے کہ امام طبرانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مضطرب السند ہے۔ اور اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر صحاح کی حدیث کے معارض ہے جن میں آپ نے قیام کا حکم دیا ہے اور خود بھی قیام کیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس میں مطلقاً قیام سے منع نہیں فرمایا بلکہ عجمیوں کے قیام سے منع فرمایا ہے جس میں سردار بیٹھا رہتا ہے اور لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے رہتے ہیں، اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، ہم نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی درآں حالیکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر نماز کی تکبیریں کہہ رہے تھے، آپ نے ہم کو کھڑے ہوئے دیکھ لیا، پھر آپ نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا ہم بیٹھ گئے، جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: مجھے خدشہ ہے کہ تم اہل روم اور فارس کی طرح کام کرنے لگو گے، جو اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں درآں حالیکہ وہ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، سو ایسا نہ کرو۔ (الادب المفرد ص ۲۴۴ مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا (اس کے باوجود) وہ حضور کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ انہیں علم تھا کہ آپ قیام کو ناپسند فرماتے ہیں۔

(جامع ترمذی ص ۳۹۳، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی سے اس حدیث کے دو جواب نقل کیے ہیں، پہلا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کا قیام کرنا اس لیے ناپسند تھا کہ آپ کو یہ خدشہ تھا کہ کہیں وہ تعظیم میں زیادہ افراط نہ کرنے لگیں، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا: "لاتطرونی" "میری تعظیم میں زیادہ مبالغہ نہ کرو" اور آپ نے آپس میں صحابہ کا قیام کرنا ناپسند نہیں کیا، کیونکہ بعض صحابہ کے لیے آپ نے خود قیام کیا اور آپ کے سامنے صحابہ دوسروں کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ نے اس پر انکار نہیں کیا بلکہ ان کو مقرر اور ثابت رکھا اور اس کا حکم دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کے اور صحابہ کے درمیان اس قدر انس اور محبت تھی جس میں قیام تعظیمی کی گنجائش نہیں تھی، اور جب لوگ کمال محبت کے ساتھ آپس میں گھل مل کر رہنے لگیں تو پھر قیام کے تکلف کی ضرورت نہیں رہتی۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۳، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

علامہ ابو حامد نے لکھا ہے: ہر چند کہ قیام، ثناء اور اعتذار وغیرہ صحبت کے حقوق میں سے ہیں، لیکن ان میں ایک طرح کی اجنبیت اور تکلف ہے اور جب جانبین میں مکمل اتحاد ہوتا ہے تو تکلف کی بساط بالکلیہ لپیٹ دی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کا قیام

کرنا اور قیام کو ترک کرنا یہ دونوں امر ثابت ہیں اور دونوں کا ثبوت از منہ، احوال اور اشخاص کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہے۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

ابومجلز بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ آئے تو حضرت عبداللہ بن الزبیر اور ابن صفوان ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بیٹھ جاؤ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے: جو اس سے خوش ہوتا ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔ (جامع ترمذی ص ۳۹۳، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی سے اس حدیث کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے قیام کی محبت سے ممانعت ہے اور اس میں مطلقاً قیام کی ممانعت کا بیان نہیں ہے، جس شخص کے دل میں قیام کی محبت نہ ہو، اس کے لیے لوگ قیام کریں یا نہ کریں اس پر کوئی ملامت نہیں ہے اور اگر کسی شخص کے دل میں قیام کی محبت ہو تو وہ حرام کا مرتکب ہوگا خواہ لوگ اس کے لیے قیام کریں یا نہ کریں، لہٰذا اس حدیث سے ترکِ قیام پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قیام کی وجہ سے کوئی شخص اس کی محبت میں مبتلا ہوگا جس سے منع کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ممنوع قیام کی محبت ہے قیام کرنا ممنوع نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۳، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ ابن الحاج اور علامہ ابن قیم نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہر حال اس حدیث سے ترکِ قیام پر استدلال کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے جو صحیح اور صریح احادیث کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کی تصریح کے مطابق یہ حدیث حسن ہے اور جن احادیث میں قیام کا حکم اور قیام کا ثبوت ہے وہ احادیث صحیحہ ہیں اور حدیث حسن حدیث صحیح سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

نیز علامہ ابن قتیبہ نے اس حدیث کا یہ جواب دیا کہ اس حدیث میں اس قیام کی محبت پر وعید ہے جو عجمی بادشاہوں کے سامنے قیام کیا جاتا ہے بایں طور کہ جب تک بادشاہ بیٹھا رہے لوگ اس کے سامنے کھڑے رہتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۰، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

قیام تعظیم کے متعلق علامہ ابن بطال مالکی کا موقف

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سلطان یا حاکم مسلمانوں کے کسی سردار کی تکریم کا حکم دے اور سلطانِ اکبر کی مجلس میں اہلِ فضل کی تکریم کرنا جائز ہے اور ان کے اصحاب وغیرہ کا اس کی تعظیم کے لیے قیام کرنا جائز ہے اور تمام لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے سردار کی تعظیم کے لیے قیام کریں۔

علامہ طبری نے کہا ہے: اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض وہ حدیث ہے جس کی مسعر نے از ابی العنبس از ابی العدبس از ابی مرزوق از ابی غالب از ابی امامہ روایت کی ہے کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لاٹھی کا سہارا لیتے ہوئے آئے، ہم آپ کے لیے کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کھڑے ہو جس طرح بعض عجمی دوسرے

Marfat.com

بعض عجمیوں کی طرح کھڑے ہوتے ہیں۔

علامہ طبری نے کہا: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے دین میں استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ابوالعدیس اور ابومرزوق دونوں مجہول ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی سند میں ناقلین کا اضطراب ہے۔

پھر اگر کوئی گمان کرنے والا یہ گمان کرے کہ حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو یہ پسند کرے کہ مرد اس کے لیے کھڑے رہیں تو اس کے لیے دوزخ کی آگ واجب ہے۔ سو یہ گمان صحیح نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر اس کے لیے دی ہے جو اس سے خوش ہوتا ہے کہ اس کے لیے قیام کیا جائے اور اس میں نفسِ قیام سے ممانعت نہیں ہے۔

اور امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ منہال نے بیان کیا کہ مجھے حضرت عائشہ بنت طلحہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی صاحبزادی کو دیکھتے کہ وہ آ رہی ہیں تو آپ انہیں خوش آمدید کہتے، پھر ان کی طرف قیام فرماتے اور پھر ان کو بوسا دیتے اور پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

(شرح ابن بطال ج ۹ ص ۴۷۔۴۸، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر ہم دیکھیں کہ کوئی شخص دروازہ میں داخل ہوا ہے اور ہم کھڑے ہو جائیں اور اس کی طرف چل کر جائیں تو یہ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ اکرام اور تکریم کا اہل ہو اور ہمارا اس کی تکریم کرنا امورِ مسنونہ میں سے ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو۔

اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے بازو کی رگ میں ایک تیر لگ گیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ان سے محبت تھی اور آپ کے نزدیک جو ان کا مرتبہ تھا، اس وجہ سے آپ نے حکم دیا کہ مسجدِ نبوی میں ان کا خیمہ بنایا جائے تاکہ آپ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت کرتے تھے، کیونکہ وہ اس کے مستحق تھے۔ انہوں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھ پر اس وقت تک موت طاری نہ کرنا حتیٰ کہ میری آنکھیں بنوقریظہ کی سزا سے ٹھنڈی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احزاب کے بعد ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں اور بنوقریظہ کو ان کے حکم کے مطابق قلعہ سے اتارا۔ پس یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے یہ اختیار کیا تھا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے متعلق فیصلہ کریں، کیونکہ حضرت سعد ان کے حلیف تھے، پس انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ عنقریب ان کے اوپر احسان رکھیں گے اور عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی شفاعت کریں گے، لیکن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہیں کیا۔ اور جب وہ آئے تو انہوں نے بنوقریظہ سے کہا: میرا فیصلہ تم پر نافذ ہو جائے گا تو انہوں نے کہا: ٹھیک ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو۔

اس کے بعد شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے: "قوموا لسیدکم" "تم اپنے سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو"۔ اس سے مراد ہے: کسی شخص کی تعظیم

کے لیے کھڑے ہونا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ افضل اس کو ترک کرنا ہے۔ اور اگر لوگ عدم قیام کی عادت بنالیں تو یہ زیادہ اولیٰ ہے، کیونکہ یہ صحابہ کا وہ فعل ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ کرتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس کو ناپسند فرماتے ہیں لیکن کسی کا اکرام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ثقیف کا وفد آیا اور آپ مقام جعرانہ میں تھے تو آپ نے ان کے لیے قیام کیا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۰۷-۱۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

علماء دیوبند کے نزدیک قیام تعظیم

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی لکھتے ہیں:

کسی کے لیے قیام کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، ان میں اکثر صورتیں متفق علیہ ہیں اور ان کا حکم واضح ہے، سردار بیٹھا ہے اور حاضرین تعظیم و تکریم میں مسلسل کھڑے ہیں، یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے، یا آنے والے کے دل میں تکبر و بڑائی ہو اور وہ چاہتا ہو کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں، یہ صورت بھی بالاتفاق ناجائز ہے، آنے والے کے دل میں تکبر پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے قیام مکروہ ہے، کسی کی آمد پر خوشی کی وجہ سے استقبال کے لیے کھڑا ہونا بالاتفاق مستحب ہے، مبارک باد دینے کے لیے کھڑا ہونا بھی مستحب ہے۔ کسی مصیبت زدہ کو تسلی دینے کے لیے کھڑا ہونا بھی بالاتفاق مستحب ہے۔ ان تمام صورتوں کے حکم میں اختلاف نہیں۔

صرف ایک صورت قیام تعظیمی کے حکم میں اختلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ آنے والے کے اکرام میں کوئی آدمی کھڑا ہوتا ہے اور آنے والے کے دل میں نہ اپنے لیے اس قیام تعظیمی کی خواہش ہے اور نہ تمنا، اس صورت میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ جائز ہے لیکن یہ اجازت دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ ایک یہ کہ جس کے لیے کھڑے ہو رہے ہیں، اس کے دل میں یہ طلب نہ ہو کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کھڑے ہونے والے کے دل میں اس قیام کا داعیہ ہو، اگر دل میں اس کے اکرام کا داعیہ نہیں، محض ریاء اور تملق کی بناء پر کھڑا ہو رہا ہے تو جائز نہیں۔ (کشف الباری، کتاب الاستیذان، ص ۹۴-۹۵، مکتبہ فاروقیہ، کراچی ۱۴۳۱ھ)

قیام تعظیم کے متعلق مصنف کا موقف

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے لیے قیام کو ناپسند فرمایا، وہ آپ کی تواضع اور آپ کا انکسار تھا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی قیام فرماتے تھے جیسا کہ گزرا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے پر آپ قیام فرماتے تھے اور وفد ثقیف کے لیے آپ نے قیام فرمایا اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الاعراف: ۱۵۷)

سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی نصرت اور حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں O

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ (الفتح: ۹)

تا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم ان کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو۔

Marfat.com

سو نبی ﷺ کی تعظیم کے لیے قیام خواہ آپ کی حیات مبارکہ میں ہو یا بعد از وصال ہو ہر دو صورتوں میں جائز اور مستحب ہے۔

٢٧- بَابُ: الْمُصَافَحَةِ
مصافحہ کرنے کا بیان

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: عَلَّمَنِي النَّبِيُّ ﷺ التَّشَهُّدَ، وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اور میری دونوں ہتھیلیاں آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھیں۔

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي۔

اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: میں مسجد میں داخل ہوا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ وہاں پر تشریف فرما تھے، پس حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ میری طرف کھڑے ہوئے اور تیز چل کر آئے حتیٰ کہ میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھ کو مبارک باد دی۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں مصافحہ کرنے کے جواز کا بیان ہے۔ مصافحہ بابِ مفاعلہ سے ہے، اس کا معنی ہے: ایک ہتھیلی کی چوڑائی کو دوسری ہتھیلی کی چوڑائی کے ساتھ ملانا اور چہرہ کو چہرہ کے مقابل کرنا۔ علامہ کرمانی نے کہا: مصافحہ کا معنی ہے ہاتھ کو پکڑنا اور یہ محبت کو پیدا کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعلیق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اور میری ہتھیلی آپ کی دو ہتھیلیوں کے درمیان تھی۔ امام بخاری نے اس تعلیق کو اس باب کے بعد سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کے بعد امام بخاری کی دوسری تعلیق ہے جس میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے قیام اور ان کے مصافحہ کرنے اور مبارک باد دینے کا ذکر ہے۔ یہ تعلیق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے توبہ قبول ہونے کے سلسلہ میں ہے۔ اس تعلیق کی حدیث میں ''یہرول'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: ایک قسم کا دوڑنا۔ اور اس تعلیق میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا ذکر ہے، یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٣٩٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٦٢٦٣- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ أَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِي أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ نَعَمْ۔ (سنن ترمذی: ٢٧٢٩)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کیا نبی ﷺ کے اصحاب کے درمیان مصافحہ ہوتا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں!

صحیح البخاری: ٦٢٦٣، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن عاصم، یہ ابن عبیداللہ البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہمام، وہ ابن یحییٰ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان مصافحہ کرنے کا معمول تھا۔ اور وہی حجت ہیں اور امت کے لیے پیشوا ہیں۔ پھر ان کے بعد صحابہ کرام کے تابعین ہیں۔ اور ان سے بھی مصافحہ کے متعلق آثار حسان مروی ہیں۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ مصافحہ عام علماء کے نزدیک مستحسن ہے اور امام مالک نے پہلے اسے مکروہ کہا تھا اور بعد میں اس کو مستحسن کہا ہے۔ اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ تمام علماء کے نزدیک ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا ایسی سنت ہے جس پر سب کا اجماع ہے اور مصافحہ کے عمومی حکم سے اجنبی عورت اور بے ریش لڑکے سے مصافحہ کرنا مستثنیٰ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۶۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَ اللهِ بْنَ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ۔

(صحیح بخاری: ۳۶۹۴، ۶۲۶۴، ۶۶۳۲، مسند احمد: ۱۷۵۸۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حیوۃ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابو عقیل زہرہ بن معبد نے حدیث بیان کی، انہوں نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن ہشام سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا۔

صحیح البخاری: ۶۲۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "المصافحة" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا اور اسی کو مصافحہ کہتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سلیمان کا ذکر ہے، وہ ابی سعید الجعفی الکوفی ہیں جو مصر میں رہتے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن وہب کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن وہب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حیوۃ کا ذکر ہے، یہ حیوۃ بن شریح ہیں۔ وہ زہرہ بن معبد سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن عبداللہ بن ہشام بن عثمان بن عمرو القرشی التیمی کا ذکر ہے جن کا اہل حجاز

میں شمار کیا جاتا ہے۔ ابو عمر بن عبدالبر نے کہا: ان کو ان کی والدہ زینب بنت حُمید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں، وہ اس وقت کم سن تھے۔ آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعا کی اور ان کو بیعت نہیں کیا کیونکہ وہ اس وقت کم عمر تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۹۲۔ ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

مصافحہ کے ثبوت میں دیگر احادیث

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی از شعبہ از سماک، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مصافحہ کے متعلق بحث کر رہے تھے تو النعمان بن حُمید نے کہا: میں اپنے ماموں عباد بن شرحبیل کے ساتھ سلیمان کے پاس گیا، پس جب سلمان نے ان کو دیکھا تو ان سے مصافحہ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۳۰، المجلس العلمی، بیروت ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ از ابو اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی دو مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۳۱، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی روایت کی گئی ہے:

(سنن ابوداؤد: ۵۲۱۲، سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۳، سنن ترمذی: ۲۷۲۷، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۹، ۳۰۳)

امام ابن ابی شیبہ از حنظلہ السدوسی از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کریں، آپ نے فرمایا: ہاں!

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۳۲، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی روایت کی گئی ہے:

(سنن ترمذی: ۲۷۲۸، سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۸، مصنف عبد بن حمید: ۱۲۱۷، مصنف ابویعلیٰ: ۴۲۸۷، ۴۲۸۷)

اس حدیث کے بہ کثرت شواہد ہیں۔ اور درج ذیل حدیث بھی ان میں سے ایک ہے:

نیز امام ابن ابی شیبہ از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۳۳، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی روایت کی گئی ہے:

(صحیح البخاری: ۶۲۶۳، سنن ترمذی: ۲۷۲۹)

امام ابن ابی شیبہ از شعبہ از غالب روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبی سے کہا کہ ابن سیرین مصافحہ کرنے کو مکروہ کہتے ہیں تو شعبی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مصافحہ کرتے تھے۔ اور جب ان میں سے کوئی ایک سفر سے واپس آتا تو اپنے صاحب کو گلے لگاتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۳۴، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۲،

Marfat.com

دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

معاذ بن معاذ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عون سے مصافحہ کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ محمد (ابن سیرین) ہمارے ساتھ مصافحہ نہیں کرتے تھے اور نہ ہم ان کے ساتھ مصافحہ کرتے تھے۔ اور جب کوئی شخص ان کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ اپنے ہاتھ کو کسی سے نہیں روکتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۳۵، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

ابن فضیل بیان کرتے ہیں از اللیث از ابن الاسود، انہوں نے کہا کہ سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۳۶، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

امام ابن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں: ہمیں ابن مبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ایوب از عبید اللہ بن زحر از علی بن زید از القاسم از حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: تمہارے سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۳۸، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی روایت کی گئی ہے:

(سنن ترمذی: ۲۷۳۱، مسند احمد: ج ۵ ص ۲۶۰، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کا ایک شاہد امام ترمذی نے نقل کیا ہے، سنن ترمذی: ۲۷۳۰)

علاوہ ازیں امام بخاری نے سندِ حسن کے ساتھ اس حدیث کو الادب المفرد: ۹۶۸ میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ سلام کی تکمیل یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے مصافحہ کرو۔

معانقہ کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از الاجلح از الشعبی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسا دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۴۳، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی روایت کی گئی ہے:

(امام حاکم نے اس حدیث کو سندِ موصول کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ المستدرک ج ۲ ص ۶۲۴ اور حافظ ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ج ۳ ص ۲۱۱ میں اس کا دوبارہ ذکر کیا ہے۔)

(نیز امام حاکم نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہے اور اس پر کوئی غبار نہیں ہے اور حافظ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ المستدرک ج ۱ ص ۳۱۹)۔

(نیز علامہ الزبیدی نے اس کو احیاء العلوم کی شرح میں نقل کیا ہے۔ اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۲۷۹۔ اور امام بیہقی نے اس کو دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۲۴۶ میں ذکر کیا ہے)۔

(امام طبرانی نے اس حدیث کی حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے معاجم ثلثہ میں روایت کی ہے۔ المعجم الکبیر: ۱۴۷۰، المعجم الاوسط: ۲۰۲۴، المعجم الصغیر

Marfat.com

۳۰۔اور حافظ ذہبی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے)۔

(اور امام ابن عدی نے الضعفاء الکامل ج۶ ص ۲۲۲۵ میں اس کی روایت کی ہے)۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از حجاج بن دینار از عتبہ بن ابی عثمان کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا یعنی معانقہ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۴۴، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

نیز امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از ابی بلج، انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن میمون اور اسود بن ہلال کو دیکھا، دونوں کی باہم ملاقات ہوئی اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے صاحب کو گلے لگایا یعنی معانقہ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۴۵، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

نیز امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی از عباد بن عباد، انہوں نے کہا: میں نے ابومجلز اور خالد الاشج کو دیکھا، پس دونوں نے ملاقات کی اور دونوں نے اپنے صاحب سے معانقہ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۴۶، المجلس العلمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مصافحہ کے جواز اور استحسان کے متعلق دلائل

عام علماء کے نزدیک مصافحہ کرنا مستحسن ہے۔ امام مالک نے پہلے اس کو مکروہ کہا تھا اور بعد میں اس کو مستحب قرار دیا اور انہوں نے کہا کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: لوگ مصافحہ نہیں کرتے اور میں اس کو کرتا ہوں۔ اور انہوں نے دو آدمیوں کے معانقہ کرنے کو مکروہ قرار دیا۔ اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ۔ (یونس: ۱۰) اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے کے لیے یہ دعا ہوگی "سلام علیکم"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منشاء یہ ہے کہ اس آیت میں صرف سلام کا ذکر ہے اور معانقہ کا ذکر نہیں ہے۔

اور امام مالک سے یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے سفیان بن عیینہ سے مصافحہ کیا اور یہ دوستی اور محبت کو پختہ اور مضبوط کرتا ہے۔

(المنتقیٰ ج ۷ ص ۲۱۶)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث ہے، جب ان کی طرف حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور ان سے مصافحہ کیا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں حضرت طلحہ کی اس مبارک باد کو کبھی نہیں بھولوں گا اور انہیں یہ خبر دی کہ حضرت طلحہ نے ان کی طرف عظیم قیام کیا اور مصافحہ کیا اور خوش ہوئے۔ اور صحابہ کرام کے نزدیک سب سے افضل صلۂ رحم مصافحہ کرنا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مصافحہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں معمول تھا اور وہی دین میں حجت اور امت کے لیے پیشوا ہیں، پھر ان کے بعد تابعین کا مرتبہ ہے۔ اور ان کے متعلق بھی آثار حسان مروی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے از ابی خالد و ابن نمیر از الاجلح از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو دو مسلمان ایک دوسرے سے مل کر ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۰۸)

اور حماد نے از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے اہلِ یمن نے آ کر مصافحہ کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۱۳، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۲)

اور حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب کوئی مرد آتا تو آپ اس سے مصافحہ فرماتے اور آپ اپنا ہاتھ اس سے نہیں کھینچتے تھے حتیٰ کہ وہی اپنا ہاتھ کھینچتا اور آپ اپنا منہ اس سے نہیں موڑتے تھے حتیٰ کہ وہ مرد آپ سے منہ موڑتا۔ (سنن ترمذی: ۲۴۹۰)

اور روایت ہے کہ تم ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرو، یہ کینہ کو دور کرتا ہے اور ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، یہ بغض کو دور کرتا ہے۔ (موطا امام مالک ج ۲ ص ۹۰۸)

مصنف کے تتبع سے مصافحہ کے جواز کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے سے ملاقات کریں، پھر وہ ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اور اللہ عزوجل کی حمد کریں اور اللہ عزوجل سے استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۱۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نیز حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب بھی دو مسلمان ایک دوسرے سے ملاقات کریں، پس مصافحہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۱۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ، سنن ترمذی: ۲۷۲۷، سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۳، مسند احمد: ۱۸۵۷۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اہلِ یمن آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس اہلِ یمن آئے ہیں اور یہ وہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے مصافحہ کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۱۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عنزہ کے ایک مرد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس وقت پوچھا جب وہ شام سے آئے کہ جب آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ لوگوں سے مصافحہ کرتے تھے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں جب بھی آپ سے ملا تو آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا اور ایک دن آپ نے کسی کو میرے گھر بھیجا، میں گھر میں نہیں تھا اور جب میں آیا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام لانے والے کی خبر دی گئی تو میں آپ کے پاس آیا، اس وقت آپ اپنے تخت کے اوپر تھے، آپ نے مجھے لپٹا لیا۔ الحدیث (مسند احمد: ۲۱۴۷۶، ج ۵ ص ۱۶۸، موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۲۰ھ)

فلاں العنزی بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے، جب لوگ ان سے چھٹ گئے تو میں نے کہا: اے

Marfat.com

ابوذر! میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کام کے متعلق سوال کرتا ہوں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر وہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ہے تو میں نہیں بیان کروں گا، میں نے کہا: وہ راز نہیں ہے۔ لیکن جب کوئی مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتا تو کیا آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرتے تھے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے اس شخص سے سوال کیا ہے جس کو اس حدیث کی مکمل خبر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مجھے نہیں ملے مگر میرا ہاتھ پکڑتے سوا ایک دفعہ کے اور وہ آخری دفعہ تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میں آپ کے پاس آپ کے اس مرض میں آیا جس میں آپ کی وفات ہوگئی، میں نے آپ کو لیٹا ہوا پایا، میں آپ کے اوپر جھک گیا، آپ نے اپنا ہاتھ اٹھا کر مجھے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(مسند احمد: ۲۱۴۴۳، مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۳، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

ابو واصل بیان کرتے ہیں، میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملا تو انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔۔۔ الحدیث

(۲۳۵۴۲، مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۷، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم حج کرنے والے سے ملاقات کرو تو اس کو سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے درخواست کرو کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرے، کیونکہ اس کی مغفرت کر دی گئی ہے۔ (مسند احمد: ۵۳۷۱، مسند احمد ج ۲ ص ۶۹، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

مصافحہ کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

قنیہ میں مذکور ہے: مسلمان اپنے عیسائی پڑوسی سے مصافحہ کرے جب کہ وہ کافی مدت کے بعد لوٹا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ ابن محیریز نے مسجد دمشق میں ایک نصرانی سے مصافحہ کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۷۸)
اور صاحب قنیہ نے کہا ہے: مصافحہ کرنے میں سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۰۴۔۱۰۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

مصافحہ کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، لکھتے ہیں:
جمہور علماء کے نزدیک مصافحہ کرنا مستحسن ہے، امام مالک نے بھی اس کو پہلے مکروہ کہا تھا اور بعد میں اس کو مستحب قرار دیا۔ مصافحہ کرنے سے دوستی اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہونے کی خوشی میں ان کے پاس قیام کیا اور ان کو مبارک باد دی اور ان سے مصافحہ کیا اور خوش ہوئے تو یہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے بہترین صلہ تھا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں مصافحہ کرنے کا معمول تھا اور وہی دین میں حجت ہیں اور مسلمانوں کے لیے پیشوا ہیں، لہٰذا ان کی اتباع لازم ہے۔
اور فقہاء تابعین سے بھی مصافحہ کرنے کے جواز کے متعلق آثار حسان مروی ہیں۔
نیز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی مرد آتا تو آپ اس سے مصافحہ کرتے اور آپ اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے تھے حتیٰ کہ وہ خود اپنا ہاتھ کھینچتا اور اپنا چہرہ اس کی طرف سے نہیں پھیرتے تھے حتیٰ کہ وہ خود اپنا

Marfat.com

چہرہ پھیرتا۔ (شرح ابن بطال ج ۹ ص ۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مصافحہ کرنے کے جواز اور استحسان کے متعلق فقہاء شافعیہ کا موقف

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

ہمام بیان کرتے ہیں: قتادہ نے کہا کہ حسن بصری مصافحہ کرتے تھے۔ اور دوسری سند کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ایک آدمی اپنے بھائی سے ملاقات کرتا ہے تو کیا وہ اس کے لیے جھک جائے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس نے کہا: پس وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا ایسی سنت ہے جس پر اجماع ہے۔ امام احمد بن حنبل اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی دو مسلمان ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

اور امام ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور اس سے استغفار کرتے ہیں۔

امام ابوبکر الرویانی نے اپنی مسند میں ایک اور سند کے ساتھ حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں یہ گمان کرتا تھا کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے، تو آپ نے فرمایا: ہم مصافحہ کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

عطاء الخراسانی نے الموطا میں یہ مرسل روایت ذکر کی ہے کہ مصافحہ کرو، یہ کینہ کو دور کرتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں اس حدیث کی سندِ موصول پر مطلع نہیں ہو سکا۔ اور حافظ ابن عبد البر نے اپنے شواہد میں حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اقتصار کیا ہے۔

رہا صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کو مخصوص کرنا جیسا کہ علامہ ابن عبد السلام نے "القواعد البدعیه المباحه" میں ذکر کیا ہے۔ اس کے متعلق علامہ نووی نے کہا ہے کہ مصافحہ کی اصل سنت ہے، اور رہا یہ کہ بعض احوال میں مسلمان مصافحہ کی حفاظت کرتے ہیں تو یہ اس کو اصلِ سنت سے خارج نہیں کرتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس میں غور و فکر کرنے کی گنجائش ہے، کیونکہ نفل نماز کی اصل سنتِ مرغوبہ ہے، اس کے باوجود محققین نے کہا ہے کہ نفل نماز کو کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص کرنا مکروہ ہے۔ اور بعض فقہاء نے "صلوٰۃ الرغائب" پر حرام کا اطلاق کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور مصافحہ کرنے کے عمومی حکم سے اجنبی عورت اور بے ریش لڑکے کو مستثنیٰ کیا جائے گا۔

امام مالک سے بھی مصافحہ کا جواز منقول ہے جیسا کہ موطا امام مالک میں انہوں نے مصافحہ کا ذکر کیا ہے اور مصافحہ کے جواز پر تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اجماع ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۳۲۔ ۳۳۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مصافحہ کے جواز اور استحباب کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی متوفی ۱۴۲۱ھ، لکھتے ہیں:

مصافحہ کا معنی ہے: دونوں ہاتھوں سے ملاقات کرنا، لیکن اس کا کیا حکم ہے آیا یہ جائز ہے یا سنت ہے یا کیا ہے؟

پس امام بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس حال میں تشہد کی تعلیم دی کہ ان کی ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دونوں ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا۔ اور اس میں حکمت یہ ہے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ان سے بیان فرمائیں، وہ اس کو غور سے سنیں۔ پھر اس کے بعد امام بخاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی، جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو وہ مسجد میں داخل ہوئے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ میرے پاس دوڑتے ہوئے آئے، حتیٰ کہ انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ رہے تھے، کیونکہ آپ اس وقت وہاں موجود تھے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصافحہ کرنا اور کسی خوشی کی خبر پر مبارک باد دینا جائز ہے۔

ہر جائز خوشی پر مبارک باد دینے کا جواز اور کفار کو ان کی عیدوں کے اوپر مبارک باد دینے کا عدم جواز

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ ہم کسی شخص کو صرف توبہ کے قبول ہونے پر مبارک باد دیں گے بلکہ ہم ہر انسان کو ہر خوشی کی خبر پر مبارک باد دیں گے جس کا تعلق اس کے دین کے ساتھ ہو یا اس کی دنیا کے ساتھ ہو، حتیٰ کہ اگر کسی شخص کو اپنی تجارت میں غیر معمولی نفع حاصل ہو تو ہم اس کو بھی مبارک باد دیں گے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ کفار کو ان کی عیدوں پر مبارک باد دینا جائز نہیں، کیونکہ ان کو اس موقع پر مبارک باد دینا ان کو شرک اور کفر پر برقرار رہنے کی مبارک باد دینا ہے۔

کیا ہر وقت مصافحہ کیا جائے یا صرف ملاقات کے وقت؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ مصافحہ کرنا صحابہ کرام کا معمول تھا، لیکن وہ ہر وقت مصافحہ نہیں کرتے تھے بلکہ ملاقات کے وقت مصافحہ کرتے تھے۔

اب یہاں پر یہ سوال ہے کہ جب انسان کسی مجلس میں داخل ہو تو کیا تمام اہل مجلس سے ایک ایک کر کے مصافحہ کرے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ میرے گمان میں یہ سنت نہیں ہے اگرچہ آج کل بعض لوگ ایسا کرتے ہیں اور میرے گمان میں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے نہیں ہے، پس حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے قصہ میں مذکور ہے کہ وہ آئے اور بیٹھ گئے اور کھڑے نہیں ہوئے اور نہ انہوں نے کسی ایک سے مصافحہ کیا اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اور نہ صحابہ نے ایسا کیا، جیسا کہ وہ ہر ایک سے الگ الگ سلام نہیں کرتے تھے اسی طرح وہ ہر ایک سے الگ الگ مصافحہ بھی نہیں کرتے تھے۔ اس لیے جب کوئی شخص مجلس میں داخل ہو تو وہ تمام لوگوں کو ایک ہی مرتبہ سلام کرے گا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۷۳۔ ۷۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

مصافحہ کرنے کے متعلق علماء دیوبند کا موقف

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی، مہتمم جامعہ فاروقیہ لکھتے ہیں:

ان احادیث کی بناء پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مصافحہ کے سنت ہونے پر اجماع ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کراہت کا قول منقول ہے لیکن انہوں نے بعد میں اس سے رجوع کر لیا تھا۔

مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ''فیض الباری'' میں فرمایا کہ مصافحہ کا عام طریقہ تو یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے، تاہم اگر کسی نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تو بھی سنت ادا ہو جائے گی۔ (فیض الباری کتاب الاستیذان، باب المصافحہ ج ۴ ص ۴۱۱)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الکوکب الدری'' میں فرمایا کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے بھی ثابت ہے اور دونوں ہاتھوں سے بھی ثابت ہے لیکن ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا چونکہ فرنگیوں کا شعار بن چکا ہے، اس لیے واجب الترک ہے۔

(الکوکب الدری، کتاب الاستیذان باب المصافحہ ج ۳ ص ۳۹۲، لامع الدراری، کتاب الاستیذان، باب المصافحہ ج ۱۰ ص ۵۶)

غیر مقلدین کے مصافحہ کرنے کا طریقہ

مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

لفظِ مصافحہ ''صفح'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہتھیلی ہے۔ پس ایک آدمی کا سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے آدمی کی سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی سے ملانا مصافحہ کہلاتا ہے، جو مسنون ہے۔ یہ ہر دو جانب سے سیدھے ہاتھوں کے ملانے سے ہوتا ہے۔ بایاں ہاتھ ملانے کا یہاں کوئی محل نہیں ہے جو لوگ دایاں اور بایاں دونوں ہاتھ ملاتے ہیں ان کو لفظ مصافحہ کی حقیقت پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(شرح صحیح بخاری، ج ۷ ص ۵۸۱، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۴ء)

نیز شیخ میواتی لکھتے ہیں:

ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا جس طرح اہل حدیث مصافحہ کرتے ہیں، احادیث صحیحہ صریحہ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے نہایت صاف طور پر ثابت ہے۔ اس کے ثبوت میں ذرا بھی شک نہیں ہے اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا جس طرح اس زمانہ کے حنفیہ میں رائج ہے نہ کسی حدیث صحیح سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی کے اثر سے اور نہ کسی تابعی کے قول وفعل سے اور ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم) سے بھی کسی امام کا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا یا اس کا فتویٰ دینا بسند منقول نہیں اور فقہائے حنفیہ نے تشبیہ اور تمثیل کے پیرایہ میں جو یہ لکھا ہے کہ ''عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فقہ کی کاشت کی اور زراعت لگائی اور علقمہ نے اس میں آبپاشی کی اور اس کو سینچا اور ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا اور حماد رحمۃ اللہ علیہ نے مالش کی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے غلہ کو چکی میں پیسا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے آٹے کو گوندھا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روٹی پکائی اور باقی تمام لوگ (یعنی مقلدین احناف) اس روٹی سے کھا رہے ہیں۔'' سو واضح ہو کہ ان کی کاشت کرنے والے، زراعت لگانے والے، آبپاشی کرنے والے، کاٹنے والے، مالش کرنے والے، آٹا پیسنے والے، آٹا گوندھنے والے اور روٹی پکانے والے میں سے بھی کسی کا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا یا اس کا فتویٰ دینا ثابت نہیں۔ (شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۵۸۲۔ ۵۸۳، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۴ء)

غیر مقلدین کے طریقہ کو باطل قرار دینا

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی، مہتمم جامعہ فاروقیہ لکھتے ہیں:

آج کل بعض غیر مقلدین ایک ہاتھ سے مصافحہ کو سنت قرار دیتے ہیں اور باب میں ذکر کردہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

قول سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد سکھایا اور میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے ایک غیر مقلد سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور اس نے ایک ہاتھ سے اور استدلال میں ''وکفی بین کفیه'' کو پیش کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔ مولانا نے فرمایا: پھر سنت پر کس نے عمل کیا میں نے یا آپ نے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دونوں ہاتھ ملائے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر عمل کرنا سنت کہلاتی ہے، تب وہ لاجواب ہو کر خاموش ہوا۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۲۹۸)

(کشف الباری، کتاب الاستیذان، ص ۱۰۱، مکتبہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی)

غیر مقلدین کے قول کا بطلان مصنف کی طرف سے

میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ''وکفی بین کفیه'' کہ میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی، یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تو اپنا ایک ہاتھ ملایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ ملائے۔ میں کہتا ہوں: یہ ادب کے خلاف ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ ملا رہے ہوں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنا صرف ایک ہاتھ ملائیں اور صحابہ کرام کے افعال کو خلاف ادب پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے صحیح یہ ہے کہ اس حدیث میں ''کفی بین کفیه'' ہے یعنی میری دونوں ہتھیلیاں آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھیں۔ اور یہی بات مقام صحابہ اور ادب کے موافق ہے۔ اور اگلے باب میں آنے والی تعلیق سے بھی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کی تائید ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں میں یہ کہتا ہوں کہ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا ہو اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کی جائے گی یا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سنت کی ابتداء کی جائے گی؟ کیا غیر مقلدین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے افعال میں جب تعارض ہو تو کیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر ترجیح دی جاتی ہے؟

۲۸۔ بَابُ: اَلْأَخْذِ بِالْيَدَيْنِ

دونوں ہاتھوں کو پکڑنا

یعنی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا

وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِيَدَيْهِ۔

اور حماد بن زید نے ابن المبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پکڑنا سنت ہے، اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے کہ حماد بن زید نے ابن المبارک سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا۔

Marfat.com

عبداللہ بن المبارک کا تذکرہ

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں: ابن المبارک کا نام عبداللہ بن المبارک المروزی ہے جو مشہور ائمہ اور حفاظِ اسلام میں سے شمار کیے جاتے ہیں، انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری سے فقہ کا علم حاصل کیا اور ہمارے اصحابِ احناف نے ان کو امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے شمار کیا۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ ان کی وفات ۱۸۱ھ میں ہوئی تھی جب وہ ایک غزوہ سے واپس آ رہے تھے، اس وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔ ان سے محدثین کی ایک جماعت نے روایت حدیث کی ہے۔

اور امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلام اور دعا کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۶۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ سَخْبَرَةَ أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَهُوَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْنَا فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا السَّلَامُ يَعْنِي عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سیف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن سخبرہ ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم دی اور اس وقت میری دونوں ہتھیلیاں آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھیں جس طرح آپ نے مجھے قرآن مجید کی کسی سورت کی تعلیم دی تھی۔ تمام قولی عبادتیں اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں۔ اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس وقت آپ ہمارے درمیان تھے، جب آپ کی وفات ہو گئی تو ہم نے کہا: "السلام" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

(صحیح بخاری: ۸۳۱، ۸۳۵، ۱۲۰۲، ۶۲۳۰، ۶۲۶۵، ۶۳۲۸، ۷۳۸۱، صحیح مسلم: ۴۰۲، سنن ترمذی: ۲۸۹، سنن نسائی: ۱۱۶۸، سنن ابوداؤد: ۹۶۸، سنن ابن ماجہ: ۸۹۹، مسند احمد: ۴۰۵۴، سنن دارمی: ۱۳۴۰)

صحیح بخاری: ۶۲۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے "دونوں ہاتھوں سے پکڑنا یعنی مصافحہ کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میری دونوں ہتھیلیاں آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان میں تھیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم ۔ وہ الفضل بن دُکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سیف، وہ ابن ابی سلیمان ہیں اور انہیں ابن سلیمان مخزومی بھی کہا جاتا ہے، وہ بنو مخزوم کے آزاد شدہ غلام تھے۔ یحییٰ القطان نے کہا: وہ ۱۵۰ھ تک زندہ رہے اور ہمارے نزدیک وہ ثقہ تھے اور ان راویوں میں سے تھے جن کی تصدیق کی جاتی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن سخبرہ کا ذکر ہے، یہ الازدی الکوفی ہیں۔

تشہد کی یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب الصلوٰۃ میں متعدد ابواب میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث کی میں مذکور ہے "فلما قبض" اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ صحابہ تشہد میں کہتے تھے "السلام علیك ایها النبی" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں خطاب کے صیغہ کے ساتھ کہتے تھے، جب آپ کا وصال ہو گیا تو انہوں نے خطاب کو چھوڑ دیا اور غائب کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا اور وہ کہتے تھے "السلام علی النبی" اس حدیث میں علی النبی کے قائل امام بخاری ہیں رحمہ اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۳۔ ۳۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

غیر مقلدین کا نماز کے تشہد میں خطاب کے صیغہ کو غیر واجب قرار دینا

مشہور غیر مقلد شیخ صدیق بن حسن بھوپالی التوفی ۱۳۰۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم "السلام علیك ایها النبی" اس وقت پڑھتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے، جب آپ کی وفات ہو گئی تو ہم نے کہا "السلام علی النبی"۔ اسی طرح صحیح بخاری میں ہے۔

اور امام ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں اور السراج الجوزقی اور ابونعیم اصفہانی اور امام بیہقی نے متعدد سندوں کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ جب آپ کی وفات ہو گئی تو ہم نے کہا "السلام علی النبی" اور علامہ سبکی نے شرح المنہاج میں یہ کہا ہے کہ اگر صحابہ سے یہ صحیح منقول ہے تو یہ اس پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام میں خطاب کرنا آپ کی وفات کے بعد واجب نہیں ہے، پس "السلام علی النبی" کہا جائے گا۔ (عون الباری لحل ادلۃ صحیح البخاری ج ۲ ص ۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۹ھ)

مشہور غیر مقلد شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

اس سے ان لوگوں کو نصیحت لینا چاہیے جو کہتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبت میں یعنی دوسرے ملکوں میں رہ کر یوں کہنا درست ہے "السلام علیک یا رسول اللہ" کیونکہ اگر یہ کہنا درست ہوتا تو عبداللہ بن مسعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تشہد میں یوں کیوں بدلتے السلام علی النبی باوجود یکہ تشہد ایک ماثور ذکر تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی سورت کی طرح ان کو سکھایا

Marfat.com

تھا اور اس لیے ہمارے علماء نے تشہد میں اب بھی یوں پڑھنا جائز رکھا ہے السلام علیك ایھا النبی کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے قرآن میں ہے یاایھا النبی، یاایھا الرسول اور حق یہ ہے کہ اگر کوئی قبر شریف کے پاس یوں کہے: السلام علیک یارسول اللہ تب تو جائز ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور زائر کا سلام سنتے ہیں مگر دوسرے مقاموں میں اس طرح کہنا مفید نہیں اس لیے کہ آپ کا سننا دوسرے مقاموں میں کہیں ثابت نہیں ہوا۔ (تیسیر الباری شرح صحیح بخاری، ج ۵ ص ۶۹۸ نعمانی کتب خانہ، لاہور)

صحیح البخاری: ۶۲۶۵ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الجمعہ سے پہلے شقیق بن سلمہ کی سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے (کہ ہم آپ کی حیات میں تو "السلام علیك ایھا النبی" کہتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد ہم کہتے تھے السلام، یعنی کافِ خطاب کو حذف کر کے۔ امام بخاری نے کہا: یعنی "علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم")۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو تشہد کے کلمات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور بعد از وفات کا فرق کیا ہے، وہ دیگر صحابہ کے نزدیک معتبر نہیں تھا

میں کہتا ہوں کہ کتاب الاستئذان میں اس روایت میں یہ اضافہ ہے اور کتاب الصلوٰۃ میں یہ اضافہ نہیں ہے، اس لیے یہ قطعی طور پر ثابت نہ ہوا کہ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد "السلام علیك ایھا النبی" پڑھنا چھوڑ دیا۔

نیز میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جس تشہد کی تعلیم دی تھی اس میں خطاب کا صیغہ تھا، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات پڑھنے کا حکم دیا "السلام علیك ایھا النبی ورحمة الله وبرکاته" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیمات دی ہیں وہ قیامت تک کے لیے ہیں، اس لیے راجح وہی ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تشہد میں "السلام علیك ایھا النبی" پڑھا جائے۔ اور بعد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو اس کو تبدیل کر کے کہا کہ ہم بعد میں پڑھنے لگے "السلام" یا "السلام علی النبی" تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس تبدیل کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ شارع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس صیغہ کو اپنے اجتہاد سے تبدیل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کے مقابلہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ نیز نماز میں تشہد اس وقت بھی تمام بلادِ اسلامیہ میں پڑھا جاتا تھا خواہ وہاں حضور بہ نفسِ نفیس موجود ہوں یا نہ ہوں۔

علاوہ ازیں یہ اضافہ صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ہے جو کتاب الاستئذان میں ہے۔

دوسرے صحابہ کی احادیث میں یہ اضافہ نہیں ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے، آپ فرماتے تھے "التحیات المبارکات الصلوات الطیبات لله، السلام علیك ایھا النبی ورحمة الله وبرکاته، السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین اشهد ان لا

Marfat.com

اللہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ "۔

اور ایک روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ آپ ہمیں اس طرح تشہد کی تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۴۰۳، الرقم المسلسل: ۸۸۷، سنن ابوداؤد: ۹۷۴، سنن ترمذی: ۲۹۰، سنن نسائی: ۱۱۷۳، سنن ابن ماجہ: ۹۰۰، مسند احمد: ۲۸۹۴)

نیز امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ جب تم قعدہ اولیٰ میں ہو تو کہو: "التحیات الطیبات الصلوات للہ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد عبدہ و رسولہ "۔

(صحیح مسلم: ۴۰۴، الرقم المسلسل: ۷۹۰، سنن ابوداؤد: ۹۷۲، ۹۷۳، سنن ابن ماجہ: ۸۴۷، ۹۰۱، مسند احمد: ۱۹۵۲۱)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر روایت سے اتفاق نہیں کیا اور سب نے اس اضافہ کے بغیر یہ روایت کی ہے کہ تشہد میں "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" پڑھا جائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور بعد از وفات میں تشہد کے کلمات پڑھنے کا فرق نہیں کیا۔ اور کتاب الاستئذان میں جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے جس کی دیگر صحابہ نے موافقت نہیں کی، اس لیے صحیح یہی ہے کہ نماز کے تشہد میں "السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ" پڑھا جائے۔ اور آپ کی حیات اور بعد از وفات کا فرق نہ کیا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اور آپ کی سماعت کی وسعت کی بناء پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد کے سلام میں حیات اور بعد از وفات کا فرق کرنا مرجوح ہے اور ضعیف ہے

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس تشہد کی علی وجہ الاطلاق تعلیم دی اور یہ نہیں فرمایا کہ جب تک میں زندہ ہوں اس طرح کہو یعنی "السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ" اور جب میں وفات پا جاؤں تو تم کہنا "السلام علی النبی "۔ اور یہ معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ اس پر قیامت تک عمل کیا جائے۔ اور اس سے ہم کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول ضعیف اور مرجوح ہے، اور صحیح یہ ہے کہ انسان تشہد میں قیامت تک یہ کہتا رہے "السلام علیک ایھا النبی "۔

باقی رہا یہ سوال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح کہا جائے "السلام علیک"، حالانکہ آپ سنتے نہیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" میں کہا ہے کہ تشہد میں خطاب کا صیغہ اس لیے وارد ہے تاکہ بندہ اپنے ذہن میں یہ حاضر کرے گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سامنے ہیں اور وہ آپ سے خطاب کر رہا ہے۔ (شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۷۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت اوس بن اوس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ایام میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اس دن میں حضرت آدم کی تخلیق ہے، اسی دن میں ان کی وفات ہے، اسی دن میں صور پھونکا جائے

گا، اسی دن میں سب لوگ بے ہوش ہوں گے، سوتم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے، آپ نے فرمایا: اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۷، سنن نسائی: ۱۳۷۴، سنن ابن ماجہ: 1085)

نیز شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ، اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ یہ وہ دن ہے جس دن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور کوئی بندہ نہیں ہے جو مجھ پر درود پڑھتا ہو مگر اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو، ہم نے عرض کیا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: میری وفات کے بعد بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے کھانے کو حرام کر دیا ہے۔

(جلاء الافہام ص ۶۳، المکتبۃ النوریۃ الرضویہ بالجامع البغدادی، لائل پور، پاکستان)

ایام حرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور سے سعید بن المسیب کا اذان کو سننا

حافظ ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں تین دن تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان نہیں دی گئی اور نہ اقامت ہوئی۔ اور سعید بن المسیب مسجد سے باہر نہیں نکلے اور وہ نماز کے وقت کو صرف اس آواز سے پہچانتے تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک سے آتی تھی۔ (سنن داری: ۹۴، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، مشکوۃ المصابیح: 5951، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام المعروف بہ ابن تیمیہ الدمشقی المتوفی ۷۲۸ھ، لکھتے ہیں:

ایک قوم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک سے سلام کا جواب سنا یا آپ کے علاوہ دیگر صالحین کی قبروں سے سلام کا جواب سنا، اور بے شک سعید ابن المسیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے ایام حرہ میں اذان کی آواز سنتے تھے۔ پس یہ تمام امور حق ہیں اور معاملہ اس سے زیادہ عظیم ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۳۸-۳۳۹، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مالک الدار، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط آ گیا، تو ایک شخص (حضرت بلال بن حارث المزنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک پر گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجیے، کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی، اور ان سے کہو: تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔ (المصنف ج ۱۲ ص ۳۲، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۵-۴۹۶، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اسی طرح جو روایت ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آیا اور آپ سے ایام قحط میں بارش نہ ہونے کی شکایت کی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ آپ اسے حکم دے رہے ہیں کہ تم عمر کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز استسقاء پڑھائیں، اور اس کی مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کم درجہ کے اولیاء سے بھی ثابت ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۳۹، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

تشہد میں "السلام علیك ایھا النبی" پڑھتے وقت اہل عرفان کی خطاب کے صیغہ کی توجیہ

امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

اہل عرفان کہتے ہیں کہ جب نمازیوں نے ملکوت کے دروازہ کو کھلوایا اور تحیات پڑھ کر اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو ان کو "الملك الحی الذی لا یموت" کی بارگاہ میں دخول کی اجازت مل گئی۔ پس ان کی آنکھیں مناجات اور دعا کے ساتھ ٹھنڈی ہوگئیں، جیسا کہ حدیث میں ہے "میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے" پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مزید حمد و ثنا کی اور اپنی حاجات طلب کیں۔ اس وقت ان کو اس پر تنبیہ کی گئی کہ ان پر یہ الطاف نبی الرحمہ کے واسطہ سے نازل ہوئے ہیں اور ان کی متابعت کی برکت سے حاصل ہوئے ہیں، پس ان کو کشف ہوا تو دیکھا کہ اللہ کا حبیب محبوب کے حرم میں حاضر ہے، پھر وہ ان پر سلام کرتے ہوئے متوجہ ہوئے اور کہا "السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ"۔

(شرح الطیبی ج ۲ ص ۳۵۳، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۱۳ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی صحیح البخاری: ۸۳۱ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی تحیت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحیت کی طرف منتقل ہونا، پھر اپنی تحیت کی طرف منتقل ہونا، پھر صالحین کی تحیت کی طرف منتقل ہونا۔ اس کی شرح میں علامہ طیبی نے لکھا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ساتھ ملکوت کا دروازہ کھولا تو ان کو اللہ عزوجل کے حریم میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی جو حی لا یموت ہے، سو اللہ تعالیٰ سے مناجات کی وجہ سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔ پھر ان کو اس پر متنبہ کیا گیا کہ یہ نبی الرحمۃ کے واسطہ سے اور ان کی اتباع کی برکت کی وجہ سے ہے۔ پس وہ متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ حبیب حرم الحبیب میں موجود ہیں تو پھر وہ آپ کی طرف یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئے "السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ"۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نیز علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی علامہ طیبی کی اس عبارت کا اپنی شرح میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۸۔ ۱۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں:

بعض عرفاء نے کہا ہے کہ یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ تمام ذرائر موجودات اور افرادِ ممکنات میں جاری و ساری ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ پس نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے غافل نہ ہوتا کہ انوار قرب اسرار معرفت سے منور اور فائز ہو جائے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۳۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے امام اور ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ تمام ذرائر موجودات اور افراد ممکنات میں

Marfat.com

جاری وساری ہے۔ الی آخرہ (تیسیر القاری شرح فارسی صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۱، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ)

علامہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی المالکی المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اہلِ عرفان کے طریقہ پر یہ کہا جائے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ساتھ ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں ''الحی الذی لا یموت'' کے حرم میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی، سوان کی آنکھیں مناجات کے ساتھ ٹھنڈی ہوگئیں، پھر وہ اس پر متنبہ ہوئے کہ یہ مقام ان کو نبی الرحمۃ کے واسطہ اور ان کی متابعت کی برکت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ پس وہ متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ حبیب حرمِ حبیب میں حاضر ہے، پس وہ یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئے ''السلام علیك ایها النبی و رحمة الله وبرکاته''۔

(شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک، ج ۱ ص ۲۹۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

مشہور دیوبندی عالم مفتی رشید احمد صاحب متوفی ۱۴۲۳ھ لکھتے ہیں:

قراءت کے سوا نماز کے جمیع وظائف انشاءً پڑھے جاتے ہیں، جیسا کہ حقیقتِ صلوٰۃ پر غور کرنے سے ظاہر ہے، حقیقتِ صلوٰۃ کی تفصیل لکھنے کی نہ تو اس وقت ضرورت ہے اور نہ ہی فرصت، لہٰذا صرف ''السلام علیك ایها النبی'' کی حکمت تحریر کی جاتی ہے۔ دربار سلطانی سے واپس ہوتے وقت کچھ نذرانہ پیش کرنے کا دستور ہے، اس لئے مصلی ''التحیات لله والصلوٰت والطیبات'' کا نذرانہ پیش کرتا ہے، پھر یک خیال آتا ہے کہ یہ قربِ الٰہی و مناجات بالرب صرف سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مسعود کی بدولت ہے، ہدایت کا ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وجود ہے تو بے ساختہ مصلی اپنے محسنِ اعظم و منعمِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۸، ایچ ایم سعید کمپنی پاکستان چوک، کراچی ۱۴۰۱ھ)

علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

جب نمازی تشہد کا سلام عرض کرے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کرے اور ان الفاظ کو قصد اور ارادہ کے ساتھ انشاءً پڑھے اور یہ الفاظ جن معانی کے لیے وضع کیے گئے ہیں ان معانی کا قصد کرے، گویا کہ وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو تحیت پیش کرتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتا ہے اور اپنے نفس پر سلام پیش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء پر سلام پیش کرتا ہے۔ اس کے برخلاف بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے سلام کی حکایت ہے نہ کہ نمازی اپنی طرف سے سلام کرے۔

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱ ص ۳۸۸، المکتبۃ الغوثیہ، کراچی)

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

تشہد کے الفاظ سے ان کے معانی کا قصد کرے اور بطورِ انشاء ان معانی کا ارادہ کرے، گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تحیت پیش کرتا ہے اور اس کے نبی کو اپنی طرف سے سلام عرض کرتا ہے اور اس کے اولیاء کو۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو شبِ معراج آپ کو سلام کیا تھا اس کی حکایت اور خبر کا قصد نہ کرے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۱۹۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

یعنی شبِ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ تعالیٰ نے سلام فرمایا تھا اس کی خبر دینے کا قصد نہ کرے بلکہ اپنی طرف سے آپ کو سلام عرض کرے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۹۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

Marfat.com

نیز امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی المتوفی ۵۰۵ ھ لکھتے ہیں:

نماز کے تشہد میں جب تم بیٹھو تو ادب سے بیٹھو، اور التحیات کا معنی یہ ہے کہ اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے شخص کریم کو حاضر کرو اور کہو ''سلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔ (احیاء علوم الدین، ج ۱ ص ۱۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ ھ)

امام عبد الوہاب شعرانی الشافعی ثم الحنفی المتوفی ۹۷۳ ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ عظمیٰ ہیں اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بھولیں جب بھی ہم آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کبھی الگ نہیں ہوتے۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ ھ)

نیز امام شعرانی لکھتے ہیں کہ سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا کہ شارع علیہ السلام نے نمازی کو تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم دیا تا کہ جو لوگ اللہ عزوجل کے سامنے بیٹھے ہیں اور اس بارگاہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں تو وہ اس سے غافل نہ ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کبھی الگ نہیں ہوتے، پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالمشافہ سلام کریں۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد میں خطاب کے صیغہ کو غائب کے صیغہ کے ساتھ بدلنے کے متعلق ملا علی قاری کی تحقیق

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

امام غزالی نے احیاء العلوم میں کہا ہے ''السلام علیک ایھا النبی'' پڑھنے سے پہلے تم اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شخص کریم کو حاضر کر لو اور پھر کہو ''السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ'' اور رہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تو ''السلام علیک ایھا النبی'' کہتے تھے اور جب آپ کی وفات ہو گئی تو ہم ''السلام علی النبی'' کہتے تھے۔ اور امام بخاری نے اپنی روایت میں یہ بیان کیا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نہیں ہے بلکہ راوی نے یہ سمجھا ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں کہ جب آپ کی وفات ہو گئی تو ہم نے کہا ''سلام'' یعنی نبی پر سلام۔ پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو کہا ''سلام'' ان سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اسی طریقہ کے مطابق ہمیشہ پڑھتے رہے جیسا کہ آپ کی حیات میں پڑھتے تھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ ہم نے خطاب کے صیغہ کو تبدیل کر دیا اور ''السلام علی النبی'' پڑھا۔ اور جب لفظ میں یہ دونوں احتمال ہوں تو اس میں کسی ایک معنی پر تعیین کے ساتھ دلالت نہیں ہو گی۔

(مرقات المفاتیح ج ۲ ص ۶۳۱، المکتبۃ الحقانیہ، پشاور)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفردات

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد میں مطلقاً ''السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہنے کی تعلیم فرمائی تھی اور اس میں یہ قید نہیں تھی کہ تم میری زندگی میں اس طرح پڑھنا اور وفات کے بعد اس کو بدل دینا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم

Marfat.com

قیامت تک کے لیے تھی جیسا کہ دیگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے مطلقاً احکام قیامت تک کے لیے حجت ہیں اور قائم ہیں۔اس کے برخلاف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تو "السلام علیك ایها النبی" کہتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد "السلام علی النبی" کہنے لگے۔لیکن یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفردات میں سے ہے۔صحابہ میں سے کسی نے اس کی موافقت نہیں کی جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے گزر چکا ہے۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا قرآن ہونے کا انکار کرنے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تفرد

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ از زربن حبیش رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے المعوذتین (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝) کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے کہا گیا تھا (کہ یہ سورتیں پڑھو) تو میں نے پڑھیں، تو ہم اسی طرح کہتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔(صحیح بخاری:۴۹۷۶، مسند احمد:۲۰۶۷۷)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح اور اس طرح کہتے ،یعنی یہ دو سورتیں قرآن نہیں ہیں۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ ان کو پڑھو، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ دو سورتیں قرآن ہیں۔ان میں صحابہ کا اختلاف رہا ہے اور بعد میں یہ اختلاف اٹھ گیا۔اب اس پر اجماع ہو گیا کہ یہ دو سورتیں قرآن ہیں۔اب اگر کوئی ان کا انکار کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام احمد نے اور امام ابن حبان نے از عاصم یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصحف میں معوذتین کو نہیں لکھتے تھے اور امام طبرانی نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصحف سے المعوذتین کو مٹا دیتے تھے، تو میں کہوں گا کہ امام بزار نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس مسئلہ میں کسی نے موافقت نہیں کی اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ان کو پڑھا ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور امام ابن حبان نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ اگر تم ایسا کر سکو کہ نماز میں ان کی قراءت نہ چھوٹے تو ایسا کرو۔اور امام احمد نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو معوذتین پڑھائیں اور آپ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھو تو ان سورتوں کو پڑھو۔اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔اور امام سعید بن منصور نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس کی دو رکعتوں میں المعوذتین کو پڑھا۔(عمدۃ القاری ج۲۰ ص۱۶، دارالکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ، فتح الباری ج۶ ص۱۵۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دیگر تفردات

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب حضرت ابوالدرداء کے پاس آئے تو حضرت ابوالدرداء نے ان میں سے کسی قاری کو طلب کیا، پس انہوں نے اس کو پالیا۔پس حضرت ابوالدرداء نے پوچھا تم میں سے کون حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے موافق پڑھتا ہے، ابراہیم نے کہا: ہم سب ان کی قراءت کے موافق

Marfat.com

پڑھتے ہیں، پھر انہوں نے پوچھا: تم میں سے سب سے زیادہ حافظ کون ہے، تو ہم نے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا نام بتایا، تو انہوں نے حضرت علقمہ سے پوچھا: تم نے حضرت ابن مسعود سے ''وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝'' (الیل:۱) کو کس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے؟ علقمہ نے کہا ''والذکر والانثیٰ'' حضرت ابوالدرداء نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ اور یہ لوگ (اہل شام) ارادہ کرتے ہیں کہ میں وما خلق الذکر والانثیٰ پڑھوں، اور اللہ کی قسم میں ان کی موافقت نہیں کروں گا۔

(صحیح بخاری: ۴۹۴۳، ۴۹۴۴، صحیح مسلم: ۸۲۴، سنن ترمذی: ۲۹۳۹، مسند احمد: ۲۷۰۰۶)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہر چند کہ اس روایت کی نسبت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی طرف بہت قوی ہے، مگر اب قراءت متواترہ پر اجماع ہو چکا ہے اور غالباً حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی قراءت ''والذکر والانثیٰ'' کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں تک اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں پہنچا تھا۔ اور تعجب ہے کہ کوفہ میں جو علقمہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے انہوں نے بھی ان کی قراءت کے موافق نہیں پڑھا۔ اور اسی طرح اہل شام نے بھی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی قراءت کے موافق نہیں پڑھا۔ اس سے یہ بات قوی ہو جاتی ہے کہ ان کی قراءت کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۰، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جنبی کے لیے تیمم کے جواز کے قائل نہیں تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب تک جنبی کو پانی نہ ملے وہ نماز نہ پڑھے، اور جب پانی مل جائے تو وہ وضو کر کے نماز پڑھے۔ اس سلسلہ میں جمہور صحابہ کا ان سے اختلاف رہا ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کیا جس کی کچھ تفصیل امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کی ہے جس کو ہم پیش کر رہے ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ شقیق بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بتایا کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، پس حضرت عبداللہ بن مسعود سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! یہ بتایئے کہ جب جنبی کو پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ پانی کو پالے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: تو آپ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کیا جواب دیں گے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارے لیے تیمم کر لینا کافی تھا۔ (حضرت عمار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں ایک سفر میں جنبی ہو گئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو نماز نہیں پڑھی اور حضرت عمار پوری مٹی پر لوٹ پوٹ ہو گئے یعنی پورے جسم کا تیمم کر لیا، پھر واپس آ کر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے تیمم کر لینا کافی تھا)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے مطمئن نہیں ہوئے تھے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: چلیے حضرت عمار کی اس حدیث کو چھوڑیے، آپ بتایئے اس آیت کا آپ کیا جواب دیں گے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا	اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تم

Marfat.com

صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِّنْهُ ط پاک مٹی سے تیمم کرو، سو تم اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس پاک مٹی سے مسح کرو۔ (المائدہ:۶)

پس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پتا نہیں چلا کہ وہ جواب میں کیا کہیں، پس انہوں نے کہا: اگر ہم ان کو اس صورت میں تیمم کرنے کی اجازت دے دیں تو جس شخص کو ذرا بھی پانی ٹھنڈا لگے گا تو وہ پانی کو چھوڑ کر تیمم کرے گا، پس میں نے شقیق سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس وجہ سے جنبی کے لیے تیمم کو مکروہ کہتے تھے، انہوں نے کہا: ہاں! (صحیح البخاری: ۳۴۶، ۳۴۷)

میں کہتا ہوں کہ اس تفصیل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کوئی اجتہاد یا ان کا کوئی قول دین میں حجت نہیں ہے بلکہ ان کا وہ اجتہاد اور وہ قول دین میں حجت نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح حدیث کے خلاف ہو اور جمہور صحابہ نے اس کی موافقت نہ کی ہو۔ اور ان کا جو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی صریح حدیث کے خلاف نہیں ہے اور جمہور صحابہ نے اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ موافقت کی ہے تو ان کا وہ قول اور اجتہاد دین میں حجت ہے۔

دیگر بعض صحابہ کے تفردات

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ از علی بن حسین (زین العابدین) علیہما السلام از مروان بن الحکم روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سامنے حاضر تھا اور حضرت عثمان تمتع بالحج یعنی حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کر رہے تھے۔ (یعنی ایک سفر میں حج اور عمرہ کیا جائے) جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو فرمایا: ''لبیک بعمرة وحجة'' اور کہا: میں کسی ایک شخص کے قول کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑوں گا۔

(صحیح بخاری: ۱۵۶۳، ۱۵۶۹، صحیح مسلم: ۱۲۲۳، سنن نسائی: ۲۷۲۳، مسند احمد: ۱۱۴۳، سنن دارمی: ۱۹۲۳)

نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ ابو جمرہ نصر بن عمران الضبعی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے تمتع کیا تو مجھے چند لوگوں نے منع کیا۔ پس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا، پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرد مجھ سے کہہ رہا تھا ''حج مبرور وعمرة متقبلة'' (یعنی یہ حج اور عمرہ مقبول ہیں)۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر دی تو انہوں نے کہا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۵۶۷، صحیح مسلم: ۱۲۴۲، مسند احمد: ۲۱۵۹)

نیز امام بخاری سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا مقام عسفان میں تمتع میں اختلاف ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اس کام سے کیوں منع کرتے ہیں جس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے اور اس ممانعت سے آپ کی کیا مراد ہے؟ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا۔ (۱۵۶۹، ۱۵۶۳)

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو صحابہ کرام کے اقوال اور آثار پر مقدم کیا جائے

ہم نے اس بحث میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد تشہد میں سلام کے صیغہ کو بدل دیا اور خطاب کی بجائے غائب کے صیغہ سے سلام عرض کرنے لگے، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم یہ تھی کہ تشہد میں ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته'' پڑھا جائے اور اس میں آپ نے حیات اور بعد از وفات کی کوئی قید نہیں لگائی

Marfat.com

تھی جس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی حیات ہو یا آپ کی وفات ہو چکی ہو، تشہد میں سلام اسی طرح پڑھا جائے گا "السلام علیك ایها النبی و رحمة الله وبرکاته" اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو آپ کی وفات کے بعد اس صیغہ کو بدل دیا یہ ان کے تفردات میں سے ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی تشہد میں سلام کی روایت کی ہے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موافقت نہیں کی بلکہ یہی کہا ہے کہ مطلقاً "السلام علیك ایها النبی و رحمة الله وبرکاته" پڑھا جائے۔ اس تحقیق کو لکھنے کے بعد مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحابہ کرام کے اقوال اور ان کے آثار پر مقدم ہیں۔

امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

میں نے یحییٰ بن ضریس سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سفیان کے پاس حاضر تھا اور ان کے پاس ایک مرد آیا، اس نے کہا: آپ ابوحنیفہ پر کیا اعتراض کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے احکام حاصل کرتا ہوں، پس اگر اس میں کوئی حکم نہ پاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے حکم حاصل کرتا ہوں، اور اگر میں اللہ کی کتاب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں حکم نہ پاؤں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے قول پر عمل کرتا ہوں، اور ان میں سے جس صحابی کے قول کو چاہوں اس پر عمل کرتا ہوں، اور ان میں سے جس صحابی کے قول کو چھوڑنا چاہوں تو چھوڑ دیتا ہوں۔ اور صحابہ کے قول سے کسی اور کے قول کی طرف نہیں نکلتا، لیکن جب صحابہ کے قول ختم ہو جائیں اور ابراہیم النخعی اور الشعبی، ابن سیرین، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، سعید بن المسیب اور انہوں نے کئی نام لیے، ان کے اقوال شروع ہوں، تو یہ تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اجتہاد کیا، سو میں بھی اسی طرح اجتہاد کرتا ہوں جس طرح یہ تابعین اجتہاد کرتے تھے۔ پھر سفیان کافی دیر تک خاموش رہے اور پھر کہا: یہ کلمات انہوں نے اپنی رائے سے کہے ہیں اور مجلس میں کوئی شخص باقی نہیں رکھا مگر اس نے ان کلمات کو لکھ لیا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: ہم حدیث شدید کو سنتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور ضعیف حدیث کو سنتے ہیں اور اس کی امید رکھتے ہیں اور زندہ لوگوں سے محاسبہ نہیں کرتے، اور جو لوگ فوت ہو گئے ہیں ان کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کرتے۔ اور جو احادیث ہم نے سنی ہیں ان کو تسلیم کرتے ہیں، اور جن باتوں کو ہم نہیں جانتے ان کو ان کے عالم کی طرف مفوض کر دیتے ہیں۔

(تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۶۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

خلاصۂ بحث

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تشہد میں اسی طرح سلام پڑھنا چاہیے جس طرح سلام پڑھنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے صیغہ کو اپنی طرف سے تبدیل نہیں کرنا چاہیے۔ اور ہر شعبہ میں اور ہر معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ہی عمل کرنا چاہیے، کیونکہ ہمیں آپ کی ہی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (آل عمران: ۳۲) آپ کہیے: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ○

ہاں! جس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح حکم موجود نہ ہو یا ہمیں معلوم نہ ہو تو اس مسئلہ میں ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے

Marfat.com

طریقہ پر عمل کرنا چاہیے۔اور اگر ان کا طریقہ بھی میسر نہ ہو تو پھر ہمیں ائمہ مجتہدین کے اجتہاد کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا تو آپ نے پوچھا: جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو تو تم اس کا کس طرح فیصلہ کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر تم اللہ کی کتاب میں حکم نہ پاؤ؟ تو انہوں نے کہا: پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں نہ پاؤ اور نہ کتاب اللہ میں؟ تو انہوں نے کہا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوشش کو ترک نہیں کروں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندہ کو اس چیز کی ہدایت دی جس سے اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۹۲، سنن ترمذی: ۱۳۲۷، مسند احمد: ج ۵ ص ۲۳۶)

اس حدیث سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ کسی بھی پیش آمدہ مسئلہ پر عمل کرنے کے لیے سب سے پہلے قرآن مجید پر عمل کیا جائے گا، اور اگر اس میں صریح حکم نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اور آپ کی حدیث پر عمل کیا جائے گا، اور اگر آپ کی حدیث میں بھی صریح حکم نہ ملے تو اس کے بعد اقوال اور آثارِ صحابہ پر عمل کیا جائے گا اور پھر اس کے بعد اجتہاد کا مرتبہ ہے۔ لہٰذا اس تفصیل سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ تشہد میں سلام پڑھتے وقت وہی صیغہ اختیار کرنا چاہیے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم دی ہے اور وہ ہے "السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔۔۔۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

مصافحہ کرتے ہوئے ہاتھوں کو بوسا دینے کی تحقیق

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میری دونوں ہتھیلیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلیوں میں تھیں، اور یہ مصافحہ کرنے میں مبالغہ ہے اور علماء کے نزدیک یہ مستحب ہے۔ اور ہاتھوں کو بوسا دینے میں اختلاف ہے۔ پس امام مالک نے اس کا انکار کیا ہے اور اس سلسلہ میں جو روایت ہے اس کا بھی انکار کیا ہے اور دوسرے فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے اور انہوں نے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابولبابہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو اس وقت بوسا دیا جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ امام مالک نے اس کو اس صورت میں مکروہ قرار دیا ہے کہ جب کوئی بطور تحیہ اور تعظیم کسی کے ہاتھوں کو بوسا دے، لیکن جب وہ دینی قربت کی بناء پر یا کسی کے علم کی بناء پر، یا کسی کی بزرگی کی بناء پر ہاتھوں کو بوسا دے تو یہ جائز ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو بوسا دینا اس قبیل سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور جو شخص کسی کو دنیاوی منفعت کی وجہ سے بوسا دے، یا بادشاہ کو بوسا دے، یا کسی متکبر کے ہاتھ کو بوسا دے تو یہ مکروہ ہے۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکروں میں سے ایک لشکر میں تھے، پس لوگ بھاگ گئے اور میں بھی ان لوگوں میں تھا جو بھاگ گئے تھے۔ جب ہم رک گئے تو ہم نے کہا: یہ ہم نے کیا کیا کہ ہم جنگ میں مقابلہ سے بھاگ گئے اور اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے۔ ہم نے کہا کہ ہم مدینہ منورہ چلے

جائیں، پس وہیں رہیں اور ہم اس طرح جائیں کہ ہمیں کوئی نہ دیکھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ پس ہم مدینہ میں داخل ہوئے۔ پھر ہم نے کہا کہ اگر ہم اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کریں، اگر ہماری توبہ قبول ہو تو ہم وہیں رہیں اور اگر توبہ قبول نہ ہو تو ہم چلے جائیں۔ پھر ہم فجر کی نماز سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑے ہو گئے، پس ہم نے کہا: ہم بھاگنے والوں میں سے ہیں۔ آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: بلکہ تم حملہ کرنے والوں میں سے ہو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ہم نزدیک ہوئے اور ہم نے آپ کے مبارک ہاتھ کو بوسا دیا، پھر آپ نے فرمایا: میں مسلمانوں کی پناہ گاہ ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۲۳، سنن ترمذی: ۱۷۱۶، مسند احمد: ۵۵۹۵، ۵۹۰۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے ماویٰ اور ملجا ہیں اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو تسکین پہنچاتے ہیں اور ان کی دلجوئی کرتے ہیں۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو بوسا دینا جائز ہے۔

امام ترمذی صفوان بن عسال سے روایت کرتے ہیں کہ دو یہودی آئے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو ہم اس سے سوال کرتے ہیں۔ اس نے کہا: ان کو نبی نہ کہو کیونکہ اگر انہوں نے سن لیا کہ تم ان کو نبی کہتے ہو تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ پھر وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے ان دونوں نے سوال کیا کہ اللہ عزوجل یہ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۰۱)

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو نو واضح احکام دیئے، سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھئے جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے موسیٰ سے کہا: اے موسیٰ! میں تم کو ضرور جادو کیا ہوا گمان کرتا ہوں ۝

انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو نو نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے، وہ نو نشانیاں کون سی ہیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (۱) تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ (۲) اور تم زنا نہ کرو (۳) اور تم کسی اس جان کو قتل نہ کرو جس کے قتل ناحق کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے (۴) اور تم چوری نہ کرو (۵) اور تم جادو نہ کرو (۶) اور تم کسی بے قصور کو بادشاہ کے پاس اس لیے لے کر نہ جاؤ کہ وہ اس کو قتل کر دے (۷) اور تم سود نہ کھاؤ (۸) اور تم کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ (۹) اور تم میدانِ جنگ سے پیٹھ موڑ کر نہ بھاگو۔ اور اے یہودیو! تم خاص طور پر ہفتہ کے دن حد سے تجاوز نہ کرو۔ تو ان دونوں یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو اور آپ کے پیروں کو بوسا دیا اور ان دونوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نبی ہیں۔ آپ نے پوچھا: پھر تم کو اسلام قبول کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ نبی رہے، اور ہم کو یہ خطرہ ہے کہ اگر ہم نے اسلام قبول کر لیا تو یہود ہم کو قتل کر دیں گے۔

(سنن ترمذی: ۲۷۳۳، ۳۱۴۴، سنن نسائی: ۴۰۸۹ (کتاب المحاربہ، باب السحر)، سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۵، کتاب الادب، باب الرجل یقبل ید الرجل)

اس باب سے واضح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو بوسا دینا بھی جائز ہے اور آپ کے پیروں کو بوسا دینا بھی جائز ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۰۷۔۱۰۸ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

ہاتھوں کو بوسا دینے کے متعلق مزید احادیث

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

(۱) حضرت الزارع العبدی بیان کرتے ہیں اور وہ عبدالقیس کے وفد میں تھے، انہوں نے کہا: ہم اپنی سواریوں سے جلدی اتر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور آپ کے پیر کو بوسا دے رہے تھے۔اس حدیث کی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے۔اور مزیدہ العصری کی حدیث بھی اسی کی مثل ہے۔

(۲) حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہوئے، پس ہم نے آپ کے ہاتھ کو بوسا دیا۔اس حدیث کی سند قوی ہے۔

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپ کے ہاتھ کو بوسا دیا۔

(۴) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی اعرابی اور درخت کے قصہ میں یہ حدیث ہے، اس نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے سر کو، آپ کے پیروں کو بوسا دوں، سو آپ نے اس کو اجازت دے دی۔

(۵) اور امام بخاری نے الادب المفرد میں عبدالرحمن بن رزین سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: اے سلمہ بن الاکوع! آپ ہمارے لیے اپنا ہاتھ بڑھایئے، تو انہوں نے اپنا بھاری ہاتھ بڑھایا گویا کہ وہ اونٹ کا ہاتھ تھا، ہم اس ہاتھ کی طرف کھڑے ہوئے اور ہم نے اس ہاتھ کو بوسا دیا۔

(۶) اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بوسا دیا۔

(۷) نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم) کے ہاتھ اور پیر کو بوسا دیا۔

(۸) اور ابو مالک اشجعی کی سند سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ میرے سامنے اپنا وہ ہاتھ بڑھایئے جس ہاتھ سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، تو انہوں نے وہ ہاتھ بڑھایا تو میں نے اس کو بوسا دیا۔

علامہ نووی نے کہا ہے: کسی شخص کے ہاتھ کو اس کے زہد اور تقویٰ کی بناء پر اور اس کی نیکی کی بناء پر، یا اس کے علم کی بناء پر، یا اس کے شرف کی بناء پر، یا اس کے تقویٰ کی بناء پر، یا اسی طرح دیگر امور دینیہ کی بناء پر بوسا دینا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔اور اگر اس سے مال و دولت حاصل کرنے کے لیے بوسا دے، یا اس کی دنیاوی شوکت کی وجہ سے اس کے ہاتھ کو بوسا دے، تو یہ شدید مکروہ ہے۔ابو سعید متولی نے کہا: بلکہ یہ جائز نہیں ہے۔(فتح الباری ج ۷ ص ۳۳۴، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۲۹۔بَابُ: الْمُعَانَقَةِ، وَقَوْلِ الرَّجُلِ: كَيْفَ أَصْبَحْتَ؟

کسی شخص کے ساتھ گلے ملنے کا بیان اور ایک شخص کا دوسرے سے یہ پوچھنا: آج صبح آپ کا مزاج کیسا ہے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں معانقہ کرنے کا بیان ہے۔اور معانقہ کا لفظ باب مفاعلہ سے ماخوذ ہے۔جب ایک شخص اپنے دونوں ہاتھ کسی

Marfat.com

کے گلے میں ڈالے اور اس شخص کو اپنے ساتھ ملائے اور چپکائے۔

امام بخاری نے کہا: اور ایک شخص کا دوسرے شخص سے یہ کہنا کہ آج صبح آپ کا مزاج کیسا ہے؟ علامہ کرمانی نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے باب "ماذکر فی الاسواق" میں ذکر کیا ہے کہ کسی شخص کے آنے پر یا اس سے ملاقات کے وقت اس سے معانقہ کرنا۔ اور شاید کہ امام بخاری نے اس سے یہ اخذ کیا ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ معانقہ کرتے ہیں: تو کہتے ہیں تم نے آج کی صبح کیسی کی؟ اور امام بخاری کو ایسی حدیث نہیں ملی جو معانقہ کے مناسب ہوتی۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے معانقہ کا عنوان قائم کیا اور اس باب میں معانقہ کے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں کی، پس یہ باب فارغ تھا حتیٰ کہ امام بخاری کی وفات ہوگئی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۴۔۳۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٢٦٦۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا يَعْنِي ابْنَ أَبِي طَالِبٍ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ ح و حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رضی الله عنه خَرَجَ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَقَالَ النَّاسُ يَا أَبَا حَسَنٍ كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللهِ بَارِئًا فَأَخَذَ بِيَدِهِ الْعَبَّاسُ فَقَالَ أَلَا تَرَاهُ أَنْتَ وَاللهِ بَعْدَ الثَّلَاثِ عَبْدُ الْعَصَا وَاللهِ إِنِّي لَأُرَى رَسُولَ اللهِ ﷺ سَيُتَوَفَّى فِي وَجَعِهِ وَإِنِّي لَأَعْرِفُ فِي وُجُوهِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْمَوْتَ فَاذْهَبْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَنَسْأَلَهُ فِيمَنْ يَكُونُ الْأَمْرُ فَإِنْ كَانَ فِينَا عَلِمْنَا ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا أَمَرْنَاهُ فَأَوْصَى بِنَا قَالَ عَلِيٌّ وَاللهِ لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَيَمْنَعُنَاهَا لَا يُعْطِينَاهَا النَّاسُ أَبَدًا وَإِنِّي لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ أَبَدًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن کعب نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی یعنی ابن ابی طالب نبی ﷺ کے پاس سے نکلے ح اور ہم کو احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس سے اس مرض میں نکلے جس مرض میں آپ کی وفات ہوگئی تھی، تو لوگوں نے کہا: اے ابوحسن! رسول اللہ ﷺ نے کس طرح صبح کی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: الحمدللہ! رسول اللہ ﷺ پرسکون ہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پکڑا، پس کہا: کیا تم آپ کو نہیں دیکھتے اور اللہ کی قسم! تمہیں تین دن کے بعد لاٹھی کا بندہ بننا پڑے گا، اور اللہ کی قسم! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ عنقریب رسول اللہ ﷺ کی اس مرض میں وفات ہو جائے گی۔ اور بے شک میں عبدالمطلب کے بیٹوں کے چہروں کو موت کے وقت پہچانتا ہوں، تم ہمارے ساتھ رسول

Marfat.com

(صحیح بخاری: ۷۴۴۴،۶۲۶۶، مسند احمد: ۲۳۰۷)

اللہ ﷺ کے پاس چلو، ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ یہ خلافت کن لوگوں میں ہوگی؟ اگر ہم میں یہ خلافت ہو تو ہم اس کو جان لیں، اور اگر دوسروں میں ہو تو ہم عرض کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے متعلق کچھ وصیت فرما دیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے خلافت کا رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور آپ نے ہم کو خلافت سے منع کر دیا تو لوگ ہمیں کبھی بھی خلافت نہیں دیں گے اور میں رسول اللہ ﷺ سے خلافت سے متعلق کبھی بھی سوال نہیں کروں گا۔

صحیح البخاری: ۶۲۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے دو جزو ہیں، پہلا جزو ہے معانقہ اور دوسرا جزو ہے کہ کوئی شخص کسی سے پوچھے: آج صبح آپ کا مزاج کیسا تھا؟ سو یہ حدیث اس باب کے دوسرے جزو کے مطابق ہے، کیونکہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ صبح رسول اللہ ﷺ کا مزاج کیسا تھا؟ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

معانقہ کے متعلق مباحث

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں معانقہ کا عنوان قائم کیا ہے اور اس باب میں انہوں نے معانقہ کے متعلق حدیث ذکر نہیں کی۔ اور اس باب میں اس حدیث کو ذکر کرنا چاہیے تھا جب نبی ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا تھا۔ وہ حدیث درج ذیل ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ دن کے ایک حصہ میں گھر سے باہر نکلے، نہ آپ مجھ سے بات کر رہے تھے اور نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا حتیٰ کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے۔ پھر آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: کیا یہاں وہ بچہ ہے؟ تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تھوڑی دیر کے لیے آپ کو روکے رکھا، میں نے گمان کیا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کو ہار پہنا رہی ہیں یا ان کو نہلا رہی ہیں۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے معانقہ کیا اور ان کو بوسہ دیا اور آپ نے دعا

Marfat.com

کی: اے اللہ! اس سے محبت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے، اس سے بھی محبت رکھ۔

(صحیح بخاری: ۲۱۲۲، ۵۸۸۴، صحیح مسلم: ۲۴۲۱، سنن ابن ماجہ: ۱۴۲، مسند احمد: ۸۱۸۰)

معانقہ کے متعلق مذاہب فقہاء

فقہاء کا معانقہ کے جواز میں اختلاف ہے، امام مالک نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور ابن عیینہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

سعید بن اسحاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ علی بن یونس اللیثی المدنی نے بیان کیا کہ میں امام مالک بن انس کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس وقت سفیان بن عیینہ آئے اور انہوں نے دروازہ پر کھڑے ہو کر اجازت طلب کی، تو امام مالک نے کہا: یہ صاحبِ سنت ہیں ان کو گھر میں داخل کرو، پس وہ گھر میں داخل ہوئے اور انہوں نے کہا: ''السلام علیک ورحمۃ اللہ'' تو گھر والوں نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ سفیان بن عیینہ نے کہا: ہمارا سلام خاص اور عام ہے: ''السلام علیک یا ابا عبداللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' تو امام مالک نے کہا: وعلیک السلام یا ابا محمد ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر امام مالک نے سفیان بن عیینہ سے مصافحہ کیا اور پھر کہا: اے ابو محمد! اگر یہ بات بدعت نہ ہوتی تو میں تم سے معانقہ کرتا۔ تو سفیان نے کہا: جو تم سے بہتر ہیں یعنی نبی ﷺ انہوں نے معانقہ کیا ہے۔ امام مالک نے کہا: جعفر سے؟ انہوں نے کہا: ہاں! امام مالک نے کہا: یہ حدیث خاص ہے اے ابو محمد۔ سفیان نے کہا: جو حکم جعفر کے لیے عام ہے وہ ہمارے لیے بھی عام ہے، اور جو حکم جعفر کے لیے خاص ہے اور ہمارے لیے بھی خاص ہے، کیونکہ ہم نیک لوگ ہیں، کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اس مجلس میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کروں؟ انہوں نے کہا: ہاں اے ابو محمد! آپ وہ حدیث بیان کریں، تو انہوں نے یہ حدیث بیان کی:

مجھے عبداللہ بن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جب حبشہ کی سرزمین سے آئے تو نبی ﷺ نے ان کو گلے لگایا یعنی معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسا دیا۔ اور حضرت جعفر نے کہا: آپ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ صورت اور سیرت میں میرے مشابہ تھے۔ (الذخیرہ ج ۱۳ ص ۲۹۷)

نیز امام عبدالرزاق نے از سلیمان بن داؤد روایت کی ہے کہ میں نے الثوری اور معمر کو دیکھا کہ جب وہ ایک دوسرے سے ملتے تو ان میں سے ہر ایک معانقہ کرتا اور ہر ایک دوسرے کو بوسا دیتا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۴۲)

معانقہ کے متعلق بہ کثرت آثار مروی ہیں، ان میں سے یہ حدیث ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے، سو انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ ﷺ ان کی طرف کھڑے ہوئے اور آپ کے بالائی جسم پر کپڑا نہیں تھا اور آپ اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے گئے، اور اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے کبھی آپ کے بالائی جسم کو عریاں نہیں دیکھا اور نہ اس کے بعد۔ پس آپ نے ان سے معانقہ کیا اور ان کو بوسا دیا۔

(سنن ترمذی: ۲۷۳۲، مسند احمد: ج ۴ ص ۲۳۹)

امام ابوداؤد عنزہ کے ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس وقت کہا جب وہ شام سے آئے تھے، میں آپ سے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں ضرور وہ

حدیث بتاؤں گا بشرطیکہ وہ راز نہ ہو، میں نے کہا: وہ راز نہیں ہے، پھر پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں سے ملاقات کرتے تھے تو کیا مصافحہ کرتے تھے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی میری ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا، اور ایک دن آپ نے مجھے بلایا جب میں گھر میں نہیں تھا، جب میں آیا تو مجھے خبر دی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا ہے، پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس وقت آپ تخت پر تھے، اور آپ نے مجھے لپٹا لیا، اور یہ لپٹانا بہت عمدہ تھا، بہت عمدہ تھا۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۱۴، ۲۱۵۰۰)

اور سلیمان بن داؤد نے از عبدالحکیم بن منصور از عبدالملک بن عمیر از ابوسلمہ بن عبدالرحمن از ابی الہیثم التیہان روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے ملاقات کرتے تو ان سے معانقہ کرتے اور ان کو بوسا دیتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کو ذکر نہ فرمانے کی تحقیق

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کا اصلاً ذکر نہیں کیا گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت کے متعلق دریافت کرو آیا وہ ہمیں ملے گی یا کسی اور کو ملے گی۔

حدیث کے بعض اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درد شدید ہو گیا تو آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور نماز پڑھانے کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حضرت ابوبکر نرم دل ہیں، جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو اپنی قراءت نہیں سنا سکیں گے، پس آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیجئے، آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، میں نے حفصہ سے کہا کہ آپ کہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو نرم دل ہیں، وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو اپنی قراءت نہیں سنا سکیں گے، پس آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیجئے، آپ نے فرمایا: تم بھی یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو، ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۷۱۳) (شرح ابن بطال ج ۹ ص ۵۰۔ ۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بنانے کے متعلق دیگر احادیث

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض کے ایام میں فرمایا: میرے لیے اپنے باپ ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ان کو ایک مکتوب لکھ دوں، کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں ہی (خلافت) کے لائق ہوں۔ اور اللہ اور مومنین ابوبکر کے ماسوا کا انکار کر دیں گے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۷، الرقم المسلسل: ۶۰۷۵، مسند احمد: ۲۴۸۰۵)

نیز امام مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ بناتے تو کس کو بناتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو، پھر ان سے پوچھا گیا کہ پھر حضرت ابوبکر کے بعد آپ کس کو خلیفہ بناتے؟ تو انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو، پھر ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد پھر آپ کس کو خلیفہ بناتے؟ تو

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۵، الرقم المسلسل: ۶۰۷۲)

معانقہ کے جواز کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کا تتبع

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

معانقہ کے جواز کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

(۱) یہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو ہم اس سے پہلے امام ابوداؤد کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔

(۲) امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب صحابہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب کسی سفر سے آتے تو ایک دوسرے سے معانقہ کرتے۔

اپنے صاحب سے اس سوال کا جواز کہ آپ نے صبح کیسے کی؟

علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے یہ نقل کی ہے کہ سب سے پہلے اس لفظ کا استعمال اس وقت ہوا جب عمواس کے طاعون کا زمانہ تھا۔ سنت یہ ہے کہ سلام سے ابتداء کی جائے۔ اور عمواس کے طاعون میں اس بات کے دواعی تھے کہ کوئی شخص اپنے دوست سے اس کا حال پوچھے، پھر یہ بہت کثرت سے ہونے لگا حتیٰ کہ بس یہی سوال کرتے کہ تم نے صبح کیسے کی ہے اور تمہارا کیا حال ہے؟

امام ابن ابی شیبہ نے از ابن ابی عمر روایت کی ہے اور امام بخاری نے بھی الادب المفرد میں یہ روایت کی ہے، حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے صبح کی؟ تو آپ نے فرمایا: خیر کے ساتھ۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۳۵۔۳۳۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی انسان کا دوسرے انسان سے یہ پوچھنا تم نے کیسے صبح کی؟ آیا جائز ہے یا نہیں

اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے انسان کے اس قول پر استدلال کیا ہے ''تم نے کیسے صبح کی؟''۔ اور واقع میں یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ لوگوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بطور تحیت یہ سوال نہیں کیا تھا اور لوگ ایک دوسرے سے بطور تحیت یہ سوال کرتے ہیں کہ تم نے کیسے صبح کی؟ اور لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کی خبر معلوم کرنے کے لیے یہ سوال کیا تھا کہ آپ کی طبیعت صبح کیسی تھی، آیا آپ صحت مند تھے یا آپ پر مرض کی شدت تھی، اس لیے اس حدیث سے باب کے عنوان پر استدلال کرنا محل نظر ہے، کیونکہ جب لوگ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تم نے صبح کیسے کی، تو کبھی تو بطور تحیت اور تعظیم کے کہتے ہیں اور کبھی اس کا حال معلوم کرنے کے لیے کہتے ہیں۔

امام بخاری نے ''الادب المفرد'' میں یہ باب قائم کیا ہے ''کیف اصبحت؟'' اور اس باب میں محمود بن لبید سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی رگ میں جب تیر چبھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس سے گزرتے تو پوچھتے کہ تم نے صبح کیسے کی؟ اسی طرح امام نسائی نے از حضرت عمر بن ابی سلمہ از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، پس کہا: آپ نے کیسے صبح کی؟ آپ نے فرمایا: صالح، یعنی میں تندرست تھا۔ اور امام ابن ابی شیبہ نے از سالم بن ابی الجعد از ابن ابی عمرہ اس کی مثل روایت کی ہے۔ اور امام بخاری نے ''الادب المفرد'' میں نیز یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے صبح کی؟ تو آپ نے فرمایا: خیریت کے ساتھ۔

اور مہاجر الصائغ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو جب ان سے کہا گیا کہ تم نے کیسے صبح کی؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے تھے۔

ان آثار سے معلوم ہوا کہ کسی کی خیریت معلوم کرنے کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ تم نے صبح کیسے کی؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خلافت کے لیے سوال کرنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلیں اور ہم آپ سے سوال کریں کہ یہ خلافت کن لوگوں میں ہوگی؟ اگر ہم میں ہے تو ہمیں معلوم ہو جائے، اور اگر ہمارے غیر میں ہے تو ہم حضور سے عرض کریں کہ حضور اس کو ہماری خیر خواہی کا حکم دیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خلافت کا سوال کیا، پس آپ نے اس سے ہم کو منع کر دیا تو لوگ ہمیں کبھی بھی خلافت نہیں دیں گے، اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی بھی خلافت کا سوال نہیں کروں گا''۔

یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کمال ذکاوت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج میں اپنا خلیفہ بنایا اور نماز کی امامت میں اپنا خلیفہ بنایا، اور آپ نے ارشاد فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، اور آپ نے فرمایا: مسجد میں سے سب کے ذیلی دروازے ختم کر دیے جائیں گے سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔ اور یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنقریب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے والے ہیں۔ اور ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت سے فرمایا: اگر تم مجھ کو نہ پاؤ تو پھر ابوبکر کے پاس جانا اور نیز آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول اور مومنین ابوبکر کے غیر کا انکار کر دیں گے۔ اس طرح کی بہت چیزیں ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہونے والے تھے۔ اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ ہوا کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خلافت کی طلب کے لیے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع کر دیا تو پھر بعد میں لوگ ہمیں خلیفہ نہیں بنائیں گے اور خلافت ہماری طرف نہیں لوٹے گی۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ ولایت ارباب حل وعقد کے اتفاق سے منعقد ہوتی ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''پھر لوگ ہمیں خلافت کبھی بھی نہیں دیں گے''۔ یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ خلافت ارباب حل وعقد کے اجماع سے ثابت ہوتی ہے۔ اور خلافت امورِ متعددہ سے ثابت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک نصِ صریح ہے۔ اور خلافت اجماع سے منعقد ہوتی ہے جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو گیا تھا۔ اور تیسرا طریقہ ہے غلبہ، کوئی شخص اپنے زورِ بازو اور قوت سے لوگوں پر غالب آ کر خلیفہ بن جائے، جیسے اس امت کے شروع میں جب حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا گیا تو عبد الملک بن مروان غلبہ سے حجاز کا حکمران بن گیا اور لوگوں نے اس کی اتباع کی۔ اب اس کے احکام کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا

Marfat.com

واجب تھا۔

تاہم کسی شخص کو خلافت کا سوال نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم امارت کا سوال نہ کرنا، کیونکہ اگر تمہارے سوال کی وجہ سے امارت تم کو دی گئی تو تم کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اور اگر تم کو بغیر سوال کے امارت دی گئی تو تمہاری مدد کی جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۶۱۳۲، صحیح مسلم: ۱۶۵۲، سنن ترمذی: ۱۵۲۹، سنن نسائی: ۵۳۸۴، سنن ابوداؤد: ۲۹۲۹)

لیکن اگر کوئی شخص شرح صدر سے یہ جانتا ہو کہ وہ خلافت کا اہل ہے اور اگر اس نے خلافت کو قبول نہیں کیا تو لوگ کسی نااہل کو خلیفہ بنالیں گے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو خلافت اور امارت کے لیے پیش کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَآئِنِ الْأَرْضِ ۚ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴿۵۵﴾ (یوسف:۵۵)

(حضرت یوسف علیہ السلام نے) کہا: مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں، بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں O

(شرح صحیح البخاری: ج ۶ ص ۸۷۔۸۱، ملخصاً، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۰۔ بَابُ: مَنْ أَجَابَ بِلَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ

کسی کے بلانے پر یہ جواب دینا ''لبیک'' (میں حاضر ہوں) اور ''سعدیک'' (میں آپ کی اطاعت کے لیے مستعد ہوں)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس آدمی نے کسی کے سوال کے جواب میں ''لبیک'' کہا اور اس کا معنی ہے: میں آپ کی اطاعت پر قائم ہوں۔ جب کوئی شخص کسی جگہ پر قیام کرے تو کہتے ہیں ''لبّ بالمکان'' اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: ایک بار اجابت کے بعد دوسری مرتبہ اجابت کرنا۔ اور ''سعدیک'' کا معنی ہے: میں آپ کے حکم کی اتباع کرنے والا ہوں اور اس کی مخالفت کرنے والا نہیں ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۶۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ أَنَا رَدِيفُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ قَالَ مِثْلَهُ ثَلَاثًا هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ قُلْتُ لَا قَالَ حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، از حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سواری پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے معاذ! میں نے کہا: ''لبیک وسعدیک''

Marfat.com

يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً فَقَالَ يَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنْ مُعَاذٍ بِهٰذَا۔

(میں حاضر ہوں اور آپ کی اطاعت کے لیے مستعد ہوں)۔ پھر اس کی مثل تین مرتبہ آپ نے فرمایا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح جواب دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، پھر آپ چلتے رہے، اور پھر تھوڑی دیر بعد کہا: اے معاذ! میں نے کہا: "لبیک وسعدیک" آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے جب وہ اس کی اطاعت کرلیں یعنی جب وہ اس کی عبادت کرلیں، میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جب وہ یہ کرلیں (یعنی اس کی عبادت کرلیں) تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے۔

ہمیں ہدبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، اسی طرح۔

(صحیح البخاری: ۲۸۵۶، ۵۹۶۷، ۶۲۶۷، ۶۵۰۰، ۷۳۷۳، صحیح مسلم: ۳۰، سنن ترمذی: ۲۶۴۳، سنن ابوداؤد: ۲۵۵۹، سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۶، مسند احمد: ۲۱۴۸۶)

صحیح البخاری: ۶۲۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب میں "لبیک اور سعدیک" کہنے کا ذکر ہے۔ اور اس حدیث میں بھی ذکر ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں "لبیک وسعدیک" کہا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان یعبدوہ" یعنی لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ یہ عملیات کی طرف اشارہ ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "اور لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کریں"۔ یہ اعتقادیات کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ توحید تمام عقائد کی اصل ہے۔ توحید کا معنی ہے: اللہ کو ایک ماننا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ پر بندوں کے حق کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے"۔ اس پر یہ سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حق ثابت کے معنی میں ہے، یا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حق کو خود اپنے اوپر واجب کرلیا ہے، بندوں نے اس پر کچھ واجب نہیں کیا، یا بندوں کے کسی عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۶۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا وَاللَّهِ أَبُو ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَرَّةِ الْمَدِينَةِ عِشَاءً اسْتَقْبَلَنَا أُحُدٌ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ مَا أُحِبُّ أَنَّ أُحُدًا لِي ذَهَبًا يَأْتِي عَلَيَّ لَيْلَةٌ أَوْ ثَلَاثٌ عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ إِلَّا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ إِلَّا أَنْ أَقُولَ بِهِ فِي عِبَادِ اللَّهِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَأَرَانَا بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْأَكْثَرُونَ هُمُ الْأَقَلُّونَ إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَهَكَذَا ثُمَّ قَالَ لِي مَكَانَكَ لَا تَبْرَحْ يَا أَبَا ذَرٍّ حَتَّى أَرْجِعَ فَانْطَلَقَ حَتَّى غَابَ عَنِّي فَسَمِعْتُ صَوْتًا فَخَشِيتُ أَنْ يَكُونَ عُرِضَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَرَدْتُ أَنْ أَذْهَبَ ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا تَبْرَحْ فَمَكَثْتُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُ صَوْتًا خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ عُرِضَ لَكَ ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَكَ فَقُمْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاكَ جِبْرِيلُ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ لِزَيْدٍ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَقَالَ أَشْهَدُ لَحَدَّثَنِيهِ أَبُو ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ نَحْوَهُ وَقَالَ أَبُو شِهَابٍ عَنِ الْأَعْمَشِ يَمْكُثُ عِنْدِي فَوْقَ ثَلَاثٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے باپ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زید بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی اللہ کی قسم! ابوذر نے ربذہ میں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ کی سیاہ پتھریلی زمینوں میں رات کے وقت جارہا تھا، ہمارے سامنے احد پہاڑ تھا۔ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور اس کے اوپر ایک رات یا تین راتیں گزر جائیں، سوا ایک دینار کے جس کو میں قرض کی ادائیگی کے لیے محفوظ رکھوں۔ مگر میں کہتا ہوں اللہ کے بندوں میں کہ اس طرح، اور اس طرح اور اس طرح کریں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنا ہاتھ دکھایا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! میں نے کہا: لبیک وسعدیک یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: جو (دنیا میں) زیادہ مالدار ہیں وہ آخرت میں کم ہوں گے، مگر جو اس طرح دے اور اس طرح دے، پھر مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! تم یہیں ٹھہرے رہو حتیٰ کہ میں واپس آؤں، پھر آپ چلے گئے حتیٰ کہ مجھ سے غائب ہوگئے، پھر میں نے ایک آواز سنی، میں خوفزدہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی چیز پیش آئی ہے، پس میں نے ارادہ کیا کہ میں جاؤں، پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد یاد آیا کہ تم کہیں نہ جانا، پس میں ٹھہرا رہا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ایک آواز سنی تھی مجھے یہ خوف ہوا کہ شاید آپ کو کوئی چیز

پیش آئی ہے، پھر مجھے آپ کا قول یاد آیا تو میں ٹھہرا رہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، یہ میرے پاس آئے، پس انہوں نے مجھے خبر دی کہ جو میری امت سے اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہیں کرتا تھا، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔

اعمش نے بیان کیا: میں نے زید سے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ یہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ تھے، تو زید بن وہب نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ مجھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث ربذہ میں بیان کی تھی۔

الاعمش نے کہا: مجھے ابوصالح نے حدیث بیان کی ہے از حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اسی کی مثل۔

اور ابوشہاب نے کہا از الاعمش، کہ وہ سونا میرے پاس تین دن سے زیادہ رہے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۳۷، ۱۴۰۸، ۲۳۸۸، ۳۲۲۲، ۵۸۲۷، ۶۲۶۸، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۷۴۸۷، صحیح مسلم: ۹۴، سنن ترمذی: ۲۶۴۴، مسند احمد: ۲۰۹۰۵)

صحیح البخاری: ۶۲۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمر بن حفص کا ذکر ہے، یہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں اور وہ سلیمان الاعمش سے روایت کرتے ہیں از زید بن وہب ابوسلیمان الہمدانی الجہنی الکوفی، یہ بنوقضاعہ سے تھے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے کے لیے نکلے، اس اثناء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ راستہ میں ہی تھی۔ ان کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام جندب بن جنادہ ہے، یہ ۳۲ھ میں ربذہ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت ابوالدرداء کا ذکر ہے، ان کا نام عویمر بن زید ہے۔ یہ بھی دمشق میں ۳۲ھ میں فوت ہوئے تھے اور یہ فتح مصر کے موقع پر حاضر تھے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''واللہ'' یعنی اللہ کی قسم۔ اس کا ذکر انہوں نے تاکید یا مبالغہ کے لیے کیا ہے، کیونکہ یہ کہا گیا تھا کہ اس حدیث کے راوی حضرت ابوالدرداء ہیں نہ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں پتا چلتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی حرۃ المدینۃ'' ''حرۃ'' سیاہ پتھریلی زمین کو کہتے ہیں اور یہ زمین مدینہ کے ایک طرف میں تھی جس میں سیاہ پتھر بہت زیادہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا ارصدہ فیھا'' یعنی میں اس دینار کو صرف قرض کی ادائیگی کے لیے محفوظ رکھوں گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ھکذا ثلاث مرات'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں طرف ہاتھ بڑھایا اور بائیں طرف ہاتھ بڑھایا اور سامنے ہاتھ بڑھایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الاکثرون ھم الاقلون'' یعنی جو لوگ دنیا میں مال کے اعتبار سے زیادہ ہیں، وہ آخرت میں ثواب کے اعتبار سے کم ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عرض'' یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ ہوا کہ شاید کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آ گیا یا آپ پر کوئی آفت اور مصیبت پہنچی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ربذۃ'' یہ مدینہ سے تین مرحلہ دور ایک ریگستان ہے جو ذاتِ عرق کے قریب تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۷۔ ۳۹۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۷، ۶۲۶۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

ابن الانباری نے کہا ہے کہ ''لبیک'' کا معنی یہ ہے کہ میں آپ کی اطاعت پر قائم ہوں۔ یہ عرب کے اس قول سے ماخوذ ہے ''لب فلان بمکان'' جب کوئی شخص کسی جگہ ٹھہرے یا قائم ہو۔ اور ''سعدیک'' کا لفظ اسعاد سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: متابعت۔

اور دوسروں نے کہا: ''لبیک'' کا معنی ہے: ایک بار اجابت کے بعد دوسری بار اجابت کرنا، اور ''سعدیک'' کا معنی ہے: میں تمہاری ایک بار موافقت کے بعد دوسری بار موافقت کرتا ہوں۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: کسی کی پکار پر ''نعم'' (جی ہاں) کے ساتھ جواب دینا یا کسی بھی ایسے لفظ کے ساتھ جواب دینا جو سمجھ میں آتا ہو، یہ کافی ہوتا ہے۔ لیکن سید اور مالک کی پکار پر لبیک کے ساتھ جواب دینا اس کی عزت افزائی کے لیے ہے اور اسعاد کے ساتھ جواب دینا افضل ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حق کو ثابت کرنا مرجئہ کا مذہب ہے

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر اعتراض کیا جائے کہ ''آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق

Marfat.com

ہے؟'' آپ کے اس ارشاد سے تو مرجئہ کے اس زعم کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ اطاعت گزاروں کو ثواب عطا فرمائے۔ سو اہلِ سنت ان کو یہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اوپر بندوں کا کوئی حق واجب نہیں ہے۔ اور یہاں پر یہ لفظ بطور تقابل کے ذکر فرمایا ہے، کیونکہ پہلے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ اور اس کے بعد فرمایا کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ (الشوریٰ: ۴۰) اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

یہاں پر ''سیئۃ'' کی جزا کو بھی ''سیئۃ'' فرمایا ہے یعنی برائی، حالانکہ جو شخص کسی کے ساتھ برائی کرے، پھر اس کے بدلہ میں اس کو جو سزا دی جائے وہ ''سیئۃ'' نہیں ہوتی، وہ عدل اور انصاف ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ صورت اور شکل میں دونوں فعل ایک جیسے ہیں اور ایک دوسرے کے مقابل ہیں، اس لیے ''سیئۃ'' کی جزا کو بھی ''سیئۃ'' فرمایا۔ اسی طرح یہاں بھی عبادت گزاروں کے ثواب کو اس طرح فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ثواب کے مستحق ہیں۔ اور بندوں کا جو اللہ تعالیٰ پر حق ہے اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدہ کو پورا فرمائے کہ اس نے فرمایا ہے کہ وہ نیکی کرنے والوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدہ کو پورا فرمائے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، ج ۹ ص ۵۲۔ ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام جندب ہے۔ دوسرا قول ہے کہ ان کا نام بریر بن جنادہ بن سفیان ہے۔ یہ ۳۲ھ میں ربذہ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا نام عویمر بن زید بن قیس ہے۔ یہ دمشق میں ۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے اور ان کی شام میں اولاد ہے اور یہ مصر کے فتح کے موقع پر حاضر تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۱۶۔ ۱۱۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک سواری پر دو سواروں کے بیٹھنے کا جواز

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک سواری پر دو سواروں کا بیٹھنا جائز ہے، بشرطیکہ سواری کو اس سے اذیت اور تکلیف نہ پہنچے۔ اگر سواری کو اس سے اذیت اور تکلیف پہنچے تو پھر یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ سواری پر ظلم اور عدوان ہے۔

استاذ کا شاگرد سے امتحاناً سوال کرنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو پکارا تو انہوں نے ''لبیک وسعدیک'' کہا اور یہ تین مرتبہ

Marfat.com

ہوا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ اور یہ ان سے بطور امتحان سوال کیا تھا تا کہ اس پر دلیل قائم ہو کہ استاذ اپنے شاگرد کی لیاقت اور فہم کو ظاہر کرنے کے لیے اس سے سوال کرے۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پیدا کیا، ان کی مدد فرمائی، ان کو رزق دیا، تو ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق ہو۔

بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق نہ ہونے کی دلیل

بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اور اپنے کرم سے اپنے اوپر نیک بندوں کے ثواب دینے کو واجب کر لیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ (الانعام:۵۴) تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ توحید خالص عبادت کے ساتھ بندہ سے عذاب کو دور کرنے کی موجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ جب وہ یہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے۔ یعنی جب بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور عبادت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے ان کو بجالائے، اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے رک جائے، تو یہی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ؕ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ﴿۸﴾ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ﴿۱۰﴾ (اللیل:۵۔۱۰)

پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا O اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا O پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے O اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا O اور نیک باتوں کی تکذیب کی O پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے O

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار کیا "کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟" تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نے کہا نہیں!

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نہیں اس لیے کہا کہ صحابہ کرام کا یہی طریقہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کوئی بات پوچھتے تو وہ کہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کو علم ہے، حتیٰ کہ جب حضور نے پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ تو صحابہ نے کہا: اللہ ورسولہ اعلم۔ تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی بیان فرمائیں اور وہ اپنی معلومات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ پیش کریں۔

اہل سنت وجماعت کا یہ اعتقاد ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل ہے، اگر وہ چاہے تو ان کو عذاب دے اور اگر وہ چاہے تو ان کو معاف فرما دے۔ (شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۸۲۔ ۸۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۶۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہ حدیث متعدد فوائد پر مشتمل ہے جو درج ذیل ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے "کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے"۔

عشاء کی نماز کے بعد چہل قدمی کرنے کا جواز

اس حدیث میں عشاء کی نماز کے بعد کہیں جانے اور چہل قدمی کرنے کا جواز ہے، کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز کے بعد چل رہے تھے۔ لیکن اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ کس کام کے لیے جا رہے تھے، اللہ ہی اس کو بہتر جانتا ہے۔ ہوسکتا ہے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے جا رہے ہوں یا صرف چلنے کے قصد سے جا رہے ہوں۔

بندوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے مال جمع کرنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور اس پر ایک رات یا تین راتیں گزر جائیں اور میرے پاس ان میں سے ایک دینار بھی باقی ہو مگر میں اس کو قرض کی ادائیگی کے لیے رکھوں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رضا کے لیے مال کو جمع کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرض کی ادائیگی کے لیے مال رکھنا چاہتے تھے اور باقی تمام مال اللہ کی راہ میں تقسیم کرنا چاہتے تھے۔

اپنے اجتہاد پر عمل نہ کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کا وجوب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوذر! تم اس جگہ سے نہ جانا حتیٰ کہ میں واپس آ جاؤں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بتایا: پھر آپ چلے گئے حتیٰ کہ میری نظر سے اوجھل ہوگئے، پھر میں نے ایک آواز سنی، مجھے خطرہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے، سو میں نے جانے کا ارادہ کیا، پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول یاد آیا کہ تم یہاں سے نہ جانا، پس میں ٹھہرا رہا"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے تھے۔ اگرچہ اس مقام کا تقاضا یہ تھا کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے تو وہ فوراً دوڑ کر جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرتے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت گئے تھے اور رات کو متعدد خطرات ہوتے ہیں اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خطرہ ہوا، کیونکہ مدینہ میں منافقین تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن تھے لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کو راجح جانا، کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ تم یہاں سے نہ جانا جب تک کہ میں واپس نہ آ جاؤں۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر ثابت قدم رہنا یہ لائق مدح ہے اور اپنے اجتہاد سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف جلدی نہیں کرنی چاہیے۔

تاحیات توحید کے عقیدہ پر برقرار رہنے کی فضیلت

اس حدیث میں توحید کے عقیدہ پر برقرار رہنے کی فضیلت کی دلیل ہے۔ اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے جو شخص اس حال میں مر گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تھا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو انسان شرک نہ کرے وہ جنت میں داخل ہوگا حتیٰ کہ کوئی نیک عمل

اس نے نہ کیا ہو۔اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا سمجھنا بہت بڑی خطا ہے، کیونکہ اس سے پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ ''اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں''۔ پھر آپ نے جو فرمایا کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، وہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کو اس کی معصیت پر سزا نہ ملے، کیونکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ انجامِ کار جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے کچھ گناہ معاف نہیں ہوئے تو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اس کو عذاب دے کر اس کو پاک صاف کر دے گا اور جنت میں جانے کے قابل بنا دے گا۔ اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

مال دنیا کی طرف التفات نہ کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر احد پہاڑ بھی میرے لیے سونا بن جائے تو میں وہ سب تقسیم کر دوں گا، صرف اس دینار کو رکھ لوں گا جو قرض کی ادائیگی کے لیے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مال دنیا کی طرف توجہ اور التفات اور رغبت نہیں کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مستشرقین کے لگائے ہوئے الزامات کا رد

مستشرقین یہ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ملک کا ارادہ کرتے تھے اور آپ شہوت پسند مرد تھے اور صرف عورتوں کی طرف رغبت کرتے تھے۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہوانی مرد ہوتے تو کنواری اور خوبصورت عورتوں سے شادی کرتے، اور ان کو اس چیز سے کیا رکاوٹ یا مانع تھا کہ آپ خوبصورت کنواری عورتوں سے شادی کرتے، جب کہ آپ کے اصحاب آپ کے اتنے اطاعت شعار تھے کہ اگر آپ انہیں حکم دیتے کہ اپنا سر کاٹ دو، تو وہ اپنا سر کاٹ دیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا اور ان سے بھی نکاح اس لیے کیا تا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دوستی اور رفاقت کا حق ادا ہو جائے۔ لیکن آپ نے ہر قبیلہ کی عورتوں سے نکاح کیا تا کہ ان سے مصاہرت کا رشتہ قائم ہو جائے، جس سے ان سے تعلق اور ربط قائم ہو اور تبلیغ دین کے مواقع آسان ہوں۔ اور کبھی آپ کسی کی دلجوئی کے لیے نکاح کرتے۔ حضرت صفیہ بنت حیی جن کے والد بنو نضیر کے سردار تھے اور وہ قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو گئیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی کے لیے ان کے ساتھ نکاح کیا۔ لیکن مستشرقین جو حقائق کو مسخ کرتے ہیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بے ہودہ الزام لگایا کہ آپ پر شہوت کا غلبہ تھا اور آپ نے ملک اور ریاست کو حاصل کیا تا کہ اپنی پسند کی عورتوں سے نکاح کریں، اور انہوں نے حقائق کو اس طرح مسخ کر دیا جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے اور اس کا بندہ کہلانے سے کوئی عار نہیں تھا۔

کیا صاحبِ معصیت کو مشرک کہنا جائز ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ پس کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود

Marfat.com

وَخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ط بنالیا، اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ (الجاثیہ: ۲۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کر کے اپنی خواہشات کے موافق عمل کرنا، یہ گویا اپنی خواہشات کی پرستش کرنا ہے اور غیر اللہ کی پرستش کرنا شرک ہے، تو جو شخص معصیت کا ارتکاب کرے، آیا اس کو مشرک کہنا جائز ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرک کا عام معنی ہے۔ اور جس شرک کی اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں فرمائے گا وہ شرک خاص ہے، یعنی کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو عبادت میں یا عمل میں شریک قرار دے، اس لیے ایسے شخص کو تہدیداً مشرک کہنا تو جائز ہے حقیقتاً مشرک کہنا اس کو جائز نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ٦ ص ٨٥۔٨٦، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ١٤٢٩ھ)

۳۱۔ بَابٌ: لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهٖ
کوئی مرد دوسرے مرد کو اس کے بیٹھنے کی جگہ سے نہ اٹھائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ کوئی مرد دوسرے مرد کو اس کے بیٹھنے کی جگہ سے نہ اٹھائے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے۔ اور یہ آداب مجلس اور محاسنِ اخلاق میں سے ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۶۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی نافع از از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: کوئی مرد دوسرے مرد کو اس کی مجلس سے نہ اٹھائے، پھر خود وہاں پر بیٹھ جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۷۷، سنن ترمذی: ۲۷۴۹، مسند احمد: ۴۶۴۵، سنن دارمی: ۲۶۵۳)

صحیح البخاری: ۶۲۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن عبداللہ ہیں۔ اور یہ حدیث موطا امام مالک میں ابن وہب اور محمد بن الحسن کی روایت سے مذکور ہے۔

اور کتاب الجمعہ میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ کوئی مرد اپنے بھائی کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ پر نہ

Marfat.com

بیٹھے۔اور ابن جریج نے از نافع از ابن عمر روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھائے اور خود اس کی جگہ بیٹھ جائے۔ابن جریج نے کہا: میں نے نافع سے پوچھا: یہ جمعہ کے متعلق ہے؟ تو انہوں نے کہا: جمعہ ہو یا کوئی اور موقع ہو۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۸۔۳۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۲۔بَابٌ: اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا الآية (المجادلہ:۱۱)

جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادہ ہو جاؤ تو کشادہ ہو جایا کرو، اللہ تمہارے لیے کشادگی فرمادے گا اور جب تم سے کہا جائے: کھڑے ہو تو کھڑے ہو جایا کرو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ وہ باب ہے جس میں اللہ عزوجل کے اس قول کو ذکر کیا جائے گا کہ ''جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادہ ہو جاؤ تو کشادہ ہو جایا کرو، اللہ تمہارے لیے کشادگی فرمادے گا اور جب تم سے کہا جائے: کھڑے ہو تو کھڑے ہو جایا کرو''۔

اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے۔پس علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس بالخصوص مراد ہے۔اسی طرح مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے۔اور امام طبری نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں رغبت کرتے تھے۔اور جب آپ کو آتے ہوئے دیکھتے تو اپنی مجلس کو وہ تنگ کر دیتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ بعض صحابہ بعض کے لیے کشادگی کریں۔

اور امام ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حیان سے روایت کی ہے کہ یہ آیت جمعہ کے دن نازل ہوئی۔مہاجرین اور انصار جو اہلِ بدر میں سے تھے وہ آئے تو انہوں نے کوئی جگہ نہیں پائی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اٹھا دیا جن کا اسلام متاخر تھا اور ان صحابہ کو ان کی جگہ بٹھا دیا تو ان متاخرین صحابہ پر یہ بات دشوار گزری اور منافقین نے اس پر نکتہ چینی کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادہ ہو جاؤ تو کشادہ ہو جایا کرو، اللہ تمہارے لیے کشادگی فرمادے گا اور جب تم سے کہا جائے: کھڑے ہو تو کھڑے ہو جایا کرو''۔

اور حسن البصری نے کہا: یہ خصوصیت کے ساتھ غزوہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یزید بن ابی حبیب نے کہا: یعنی تم جنگ میں ثابت قدم رہو۔اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے۔

اس میں ارشاد ہے ''يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ'' یعنی تم کشادگی کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے جنت کے مقامات میں کشادگی کر دے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَانْشُزُوْا'' یعنی جب تم سے کہا جائے: اٹھو تو اٹھ جاؤ اور دشمن سے لڑنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ، یا نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ، یا کسی نیک کام کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

اور حسن بصری نے کہا: جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔اور قتادہ اور مجاہد نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متفرق ہو جاؤ اور کھڑے ہو جاؤ۔اور ابن زید نے کہا: آپ کے گھر میں آپ کے پاس سے کھڑے ہو جاؤ، کیونکہ آپ کو گھر میں کئی کام ہوتے ہیں۔

صاحب الافعال نے کہا: ''نشز القوم عن مجلسهم'' کا معنی ہے کہ وہ اس مجلس سے کھڑے ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۷۰ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ آخَرُ وَلَكِنْ تَفَسَّحُوا وَتَوَسَّعُوا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَكْرَهُ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ يَجْلِسَ مَكَانَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ، آپ نے اس سے منع فرمایا کہ کسی مرد کو اس کی جگہ سے اٹھایا جائے اور دوسرا آدمی اس جگہ میں بیٹھ جائے، لیکن تم مجلس میں کشادگی کرو اور وسعت اختیار کرو۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ کوئی مرد اپنی مجلس سے اٹھے تو دوسرا اس کی جگہ بیٹھ جائے۔

(صحیح بخاری: ۹۱۱، ۶۲۶۹، ۶۲۷۰، صحیح مسلم: ۲۱۷۷، سنن ترمذی: ۲۷۴۹، سنن ابوداؤد: ۴۸۲۸، مسند احمد: ۵۵۴۴، سنن دارمی: ۲۶۵۳)

صحیح البخاری: ۶۲۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں خلاد بن یحییٰ کا ذکر ہے، یہ ابن یحییٰ بن صفوان السلمی الکوفی ہیں۔ یہ مکہ میں رہتے تھے اور وہیں ان کی وفات ۲۱۳ھ میں ہو گئی تھی۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور عبید اللہ کا ذکر ہے، وہ العُمری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ویجلس فیه آخر'' یعنی اس میں دوسرا شخص آکر بیٹھ جائے۔

اس حدیث میں کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر دوسرے شخص کے اس کی جگہ بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ یہ حکم بطور استحباب ہے، اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ ادب کا تقاضا ہے، کیونکہ جگہ کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتی۔ اور دوسرے علماء نے کہا کہ اس حکم پر عمل کرنا واجب ہے اور ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھے اور پھر واپس آئے تو وہی اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے''۔

اور محمد بن مسلم نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی کام کی وجہ سے اپنی جگہ سے اٹھے اور پھر واپس آئے تو وہ اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔ لیکن جب وہ جگہ چھوڑ کر چلا جائے تو اب وہ دوسروں سے اولیٰ نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جب وہ اس لیے اٹھا ہو کہ واپس آئے گا تو اب وہ اس جگہ کا حقدار ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ قریب سے لوٹ آیا تو وہ اس کا حقدار ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

امام ابوداؤد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا تو اس کے لیے دوسرا مرد اپنی جگہ سے اٹھا تو وہ آنے والا وہاں بیٹھنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمایا۔

کسی شخص کی جگہ پر دوسرے آدمی کے بیٹھنے کے متعلق اختلاف فقہاء

اور علامہ النووی نے بیان کیا ہے: ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ اس شخص کے حق میں ہے جو مسجد کی کسی جگہ پر بیٹھا ہوا ہو اور پھر وہ مثلاً نماز پڑھنے کے لیے اٹھ کر جائے، یا پھر وہاں سے اٹھ کر جائے تاکہ وضو کرے یا کوئی اور تھوڑا سا کام ہو اور پھر لوٹ آئے، تو اس جگہ کے اختصاص میں اس کا حق باطل نہیں ہوگا۔ اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ جو اس کے پیچھے ہو اس کو اٹھائے اور اس کی جگہ بیٹھ جائے اور جو پیچھے بیٹھا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے۔ اور اس کے وجوب میں اختلاف ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ واجب ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے اور یہ امام مالک کا مذہب ہے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہے: اس کا زیادہ حق اس جگہ نماز پڑھنے میں ہوگا اور کسی کام میں نہیں ہوگا۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ وہاں سے اٹھ کر جائے اور اپنی جگہ پر جانماز چھوڑ کر جائے یا کوئی چیز نہ چھوڑ کر جائے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جس شخص کی مسجد میں کوئی معین جگہ ہو جہاں بیٹھ کر وہ تدریس کرتا ہے یا فتوے دیتا ہے، امام مالک سے منقول ہے کہ وہ اس جگہ کا حقدار ہے جب یہ بات معروف ہو۔ اور انہوں نے کہا کہ جمہور کا موقف یہ ہے کہ یہ استحسان ہے، حق واجب نہیں ہے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ جس آدمی کی کسی جگہ بیٹھنے کی عادت ہو تو وہ اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے حتیٰ کہ اس کی غرض پوری ہو جائے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جمہور کا موقف یہ ہے کہ یہ واجب نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۷۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اپنی جگہ کو دوسرے کے لیے ایثار کرنے کی متعدد صورتیں

اپنی جگہ چھوڑ کر دوسرے کو اس جگہ بیٹھنے کے لیے کہا جائے تو اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ایک قسم یہ ہے کہ وہ عبادت نہ ہو۔ پس اس چیز میں ایثار کرنا کہ جو عبادت نہ ہو یہ عمدہ خصلت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی مدح فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر: ۹) اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں خود شدید ضرورت ہو۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے کہ اس چیز کا ایثار کیا جائے جو عبادت تو ہو لیکن عبادتِ واجبہ نہ ہو۔ سو بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ مستحسن ہے اور بعض علماء نے کہا کہ یہ مکروہ ہے۔ اور فقہائے حنابلہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے، مثلاً آپ صفِ اول میں بیٹھے ہیں اور پیچھے سے کوئی

Marfat.com

شخص آرہا ہے تو آپ اس کو صفِ اول میں بٹھائیں اور خود پچھلی صف میں چلے جائیں، تو یہ مکروہ ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ " (البقرہ:۱۴۸)"سو تم نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکلو"۔

اور صحیح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل ہے۔ پس جب کوئی شخص یہ دیکھے کہ مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے شخص کو ترجیح دی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ مستحب کام کا ترک مکروہ کو مستلزم نہیں ہے اور یہ قاعدہ اہلِ علم کے نزدیک مقرر ہے۔ پس اگر کسی انسان نے کسی مستحب کام کو ترک کر دیا تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے مکروہ کام کیا لیکن یہ کہا جائے گا کہ اس نے ایک خیر کو ترک کر دیا۔ اور اگر مصلحت کا تقاضا یہ ہو کہ دوسرے شخص کو ترجیح دی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً بیٹا صفِ اول میں بیٹھا ہو اور اس کا باپ پیچھے سے آرہا ہو اور اس کو معلوم ہو کہ اگر وہ پیچھے نہیں ہٹا اور باپ کو آگے نہیں کیا تو باپ کے دل میں کوئی ملال ہوگا تو ہم کہیں گے کہ ایسی صورت میں افضل ایثار ہے اور یہ نیکی ہے۔

(۳) کسی واجب کام کا ایثار کرنا۔ پس واجب کام میں ایثار کرنا حرام ہے، مثلاً ایک آدمی کے پاس تھوڑا پانی ہے جس سے صرف وہ وضو کر سکتا ہے تو اب وہ کسی دوسرے کو وہ پانی دے دے اور خود تیمم کر کے نماز پڑھے تو یہ جائز نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اس پانی سے خود وضو کرے اور تیمم نہ کرے، کیونکہ یہ ایثار میں اس کے اوپر واجب کو ترک کرنا لازم آئے گا اور یہ حرام ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۸۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۳۔ بَابُ: مَنْ قَامَ مِنْ مَجْلِسِهِ أَوْ بَيْتِهِ وَلَمْ يَسْتَأْذِنْ أَصْحَابَهُ أَوْ تَهَيَّأَ لِلْقِيَامِ لِيَقُومَ النَّاسُ

جو شخص اپنے اصحاب کی اجازت کے بغیر مجلس یا گھر میں کھڑا ہوا یا کھڑے ہونے کا ارادہ کیا تاکہ دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو جائیں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو شخص اپنی مجلس سے کھڑا ہو گیا اور اس کے پاس دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے اس کے پاس لمبی نشست کی اور اس نے اس سے حیاء کی کہ ان سے کہے کہ تم اٹھ جاؤ۔ اور یہ جو عنوان میں کہا ہے کہ "اس نے اپنے اصحاب سے اجازت نہیں لی" اس کا یہی مطلب ہے۔ یا وہ کھڑا ہونے کے لیے تیار ہوا تاکہ لوگ اٹھ جائیں، حتیٰ کہ جو وہاں لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ یہ سمجھیں کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں، تو یہ امر جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۰۔۴۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۷۱۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ دَعَا النَّاسَ طَعِمُوا ثُمَّ جَلَسُوا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا وہ ابی مجلز سے ذکر کرتے ہیں اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے

Marfat.com

يَتَحَدَّثُونَ قَالَ فَأَخَذَ كَأَنَّهُ يَتَهَيَّأُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُومُوا فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ مَعَهُ مِنَ النَّاسِ وَبَقِيَ ثَلَاثَةٌ وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَ لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ جُلُوسٌ ثُمَّ إِنَّهُمْ قَامُوا فَانْطَلَقُوا قَالَ فَجِئْتُ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوا فَجَاءَ حَتَّى دَخَلَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ فَأَرْخَى الْحِجَابَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللهِ عَظِيمًا﴾

(الاحزاب:۵۳)

بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا تو آپ نے لوگوں کو دعوت دی، انہوں نے کھانا کھایا، پھر وہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ اس طرح تیار ہوئے گویا اٹھنا چاہتے ہیں تو لوگ نہیں اٹھے، پھر جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے، پھر جب آپ کھڑے ہوئے تو آپ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی کھڑے ہو گئے اور تین لوگ باقی رہ گئے۔ اور نبی ﷺ آئے تا کہ گھر میں داخل ہوں تو وہ لوگ اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر وہ لوگ کھڑے ہو گئے، پس میں آیا اور میں نے نبی ﷺ کو خبر دی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں۔ پس آپ آئے حتیٰ کہ گھر میں داخل ہو گئے، سو میں بھی داخل ہونے لگا تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان حجاب ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو، سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے، کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ، بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، سو وہ تم سے حیاء کرتے ہیں، اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا، اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے، تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ، اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو، بے شک اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے O

(صحیح بخاری: ۴۷۹۱، ۴۷۹۲، ۴۷۹۳، ۴۷۹۴، ۵۱۵۴، ۵۱۶۳، ۵۱۶۶، ۵۱۶۸، ۵۱۷۰، ۵۱۷۱، ۵۴۶۶، ۶۲۳۸، ۶۲۳۹، ۶۲۷۱، ۷۴۲۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۸، سنن ترمذی: ۳۲۱۷، مسند احمد: ۱۲۹۴۸)

صحیح البخاری: ۶۲۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حسن بن عمر کا ذکر ہے، یہ ابن شقیق البصری ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں معتمر کا ذکر ہے، یہ اپنے والد سلیمان بن طرخان البصری سے روایت کرتے ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ابومجلز کا ذکر ہے، ان کا نام لاحق بن حمید السدوسی البصری ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت عظیم اخلاق تھے۔آپ تمام لوگوں سے ان چیزوں میں زیادہ حیاء فرماتے تھے جن کا آپ کو نہ حکم دیا گیا ہو اور نہ آپ کو ان سے منع کیا گیا ہے۔اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو کسی چیز کا حکم دیتا تو آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ کرنے میں کوئی حیاء نہیں فرماتے تھے اور اس کا پرزور اعلان کرتے۔اور جو لوگ کھانے کے بعد آپ کے گھر میں بیٹھے رہے تھے یہ آپ کو اور آپ کی اہلیہ کو اذیت پہنچانے کا سبب تھا، اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے سے منع فرمایا ہے۔اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۷۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاحزاب: ۵۳ کا شان نزول

بعض احادیث میں وارد ہے کہ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بہت دیر تک بیٹھے رہے تو آپ نے اس سے حیاء فرمائی کہ ان سے کہیں کہ تم گھر سے اٹھ کر چلے جاؤ اور ان کو اپنے گھر سے نکال دیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خلقِ عظیم پر فائز تھے اور سب لوگوں سے زیادہ حیاء کرتے تھے، جن چیزوں میں نہ آپ کو حکم دیا گیا تھا اور نہ آپ کو منع کیا گیا تھا۔پس جب اللہ تعالیٰ آپ کو کسی چیز کا حکم دیتا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ کرنے سے آپ بالکل حیاء نہیں فرماتے تھے اور اس کا پرزور اعلان کرتے تھے۔اور لوگوں کا کھانے کے بعد آپ کے گھر میں بیٹھے رہنا آپ کے لیے اور آپ کی اہلیہ کے لیے اذیت کا باعث تھا۔اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے سے منع فرمادیا اور اس کو حرام کردیا ہے۔اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے الاحزاب: ۵۳ نازل فرمائی۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے لیے دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں ہے۔اور جس کو داخل ہونے کی اجازت دی گئی ہو، اسے چاہیے کہ اپنی حاجت پوری ہونے کے بعد زیادہ دیر تک نہ بیٹھے تاکہ داخل ہونے والا اس شخص کو ایذاء نہ پہنچائے جس نے اس کو داخل کیا ہے۔

(۲) جو شخص دوسرے کے گھر میں زیادہ دیر تک بیٹھا رہے حتیٰ کہ گھر والے کو یہ ناپسند ہو تو گھر والے کے لیے یہ جائز ہے کہ ان سے اجازت لیے بغیر کھڑا ہو جائے۔اور ان لوگوں پر یہ ظاہر کرے کہ ان کا اتنی دیر تک بیٹھے رہنا اس کے لیے بوجھ کا باعث ہے۔اور جب وہ کھڑا ہو جائے تو گھر میں داخل ہونے والے کو بھی چاہیے کہ وہ بھی اس کے ساتھ کھڑے ہو جائیں اور ان کے لیے اس کے بعد

Marfat.com

بیٹھنا جائز نہیں ہے، اِلاّ یہ کہ گھر والا ان کو اجازت دے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۴۔۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۳۴۔ بَابُ: الْاِحْتِبَاءِ بِالْيَدِ، وَهُوَ الْقُرْفُصَاءُ

ہاتھ سے ''احتباء'' کرنا اور اس کو ''القرفصاء'' کہتے ہیں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی مقعد کو زمین پر ٹکا کر بیٹھنا اور ہاتھوں کو پنڈلیوں پر جوڑ کر بیٹھنا جائز ہے۔ اس کو عربی میں ''القرفصاء'' کہتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ دونوں رانوں کو کھڑا کر کے مقعد پر بیٹھے اور ہاتھوں کو پنڈلیوں کے اوپر حلقہ بنائے اور رانوں کو پیٹ سے ملائے۔ امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا اور اس پر اکتفاء کر لی کہ اس باب کی حدیث سے اس کا حکم واضح ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۱۔۴۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي غَالِبٍ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا بِيَدِهِ هٰكَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی غالب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن المنذر الحزامی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی از والد خود از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو کعبہ کے صحن میں اپنے ہاتھ سے احتباء کی صورت میں بیٹھے ہوئے اس طرح دیکھا۔

تنبیہ: اس حدیث کی تخریج نہیں مل سکی۔

صحیح البخاری: ۶۲۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن ابی غالب کا ذکر ہے، یہ ابو عبداللہ القوسی ہیں، یہ بغداد میں ٹھہرے تھے اور یہ امام بخاری کے کم عمر شیوخ میں سے ہیں۔ اور امام بخاری کی وفات سے چھ سال پہلے فوت ہو گئے تھے۔ امام بخاری نے ان کی صرف یہی حدیث روایت کی ہے، اور ایک دوسری حدیث کتاب التوحید میں روایت کی ہے۔ اور امام بخاری کے ایک اور شیخ ہیں جن کا نام محمد بن ابی غالب الواسطی ہے، وہ بغداد میں رہتے تھے۔ علامہ الکلاباذی نے کہا: انہوں نے ہشیم سے سماع کیا ہے اور قوسی سے ۲۶ سال پہلے فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن المنذر کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ ابو اسحاق الحزامی ہیں، حزام ان کے اجداد میں سے ایک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن فلیح کا ذکر ہے، جو اپنے والد فلیح سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن سلیمان بن

Marfat.com

المغیرہ بن حنین المدنی ہیں۔ وہ از نافع از ابن عمر روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "آپ اپنے ہاتھ سے بصورتِ احتباء بیٹھے ہوئے تھے"۔ اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایک ہاتھ سے اپنے گھٹنوں کو پکڑا ہوا تھا، لیکن سنن ابوداؤد میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو دونوں ہاتھوں سے احتباء کرتے تھے، یعنی دونوں ہاتھوں کا گھٹنوں کے درمیان حلقہ بنالیتے تھے۔ اور امام بزار کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر لیتے۔ نیز امام بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ کعبہ کے پاس بیٹھتے اور دونوں ٹانگوں کو ملاتے، پھر ان کو کھڑا کر لیتے اور ہاتھوں سے ان کے گرد حلقہ بنالیتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۵۔ بَابُ: مَنِ اتَّكَأَ بَيْنَ يَدَيْ أَصْحَابِهِ

جو اپنے اصحاب کے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھا

قَالَ خَبَّابٌ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً، قُلْتُ: أَلَا تَدْعُو اللهَ؟ فَقَعَدَ۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ایک چادر سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا: کیا آپ اللہ سے دعا نہیں کرتے؟ تو آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ باب ٹیک لگانے کے بیان میں ہے۔ کہا گیا ہے کہ "الاتکاء" کا معنی ہے: لیٹنا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تخت پر لیٹے ہوئے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ تخت کے نشانات آپ کے پہلو پر نقش ہو گئے تھے۔

علامہ خطابی نے کہا: ہر وہ شخص جس نے کسی چیز کا سہارا لیا ہو اور اس پر متمکن ہو تو وہ ٹیک لگانے والا ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو مشہور صحابی ہیں۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث معلق کو وارد کر کے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ "الاضطجاع" ٹیک لگانا اور اس پر اضافہ ہے۔

اور امام دارمی نے اور امام ترمذی نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے۔ اور ابو عوانہ نے اور ابن حبان نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ گدے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اور علامہ ابن العربی نے بعض

Marfat.com

اطباء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ٹیک لگانے کو مکروہ کہا ہے۔اور علامہ ابن العربی نے ان کا رد کیا ہے کہ اس میں جسم کو راحت پہنچانا ہے جیسے کسی چیز کا سہارا لینا اور احتباء کی کیفیت سے بیٹھنا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس طرح نہیں ہے، کیونکہ "اضطجاع" کا معنی ہے: سونا، نیند کرنا، یہ ابن اثیر نے کہا ہے۔اور الجوہری نے کہا ہے "ضجع الرجل" کا معنی ہے کہ کسی شخص نے اپنا پہلو زمین پر رکھا اور "اضطجع" بھی اس کی مثل ہے، بلکہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو وارد کرنے کا امام بخاری کا مقصد وہ ہے جو انہوں نے تعلیق میں بیان کیا، کیونکہ اس تعلیق میں مذکور ہے "وھو متوسد" اور "التوسد" ٹیک لگانے کے معنی میں ہے۔اور یہ تعلیق علامات نبوت میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔امام بخاری نے حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، اس وقت آپ اپنی چادر سے کعبہ کے سائے میں لیٹے ہوئے تھے، ہم نے ان سے کہا کہ کیا آپ ہمارے لیے مدد طلب نہیں کرتے، کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کرتے۔۔۔ الحدیث (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

فتح الباری کی پوری عبارت علامہ عینی نے نقل نہیں کی۔فتح الباری میں مذکور ہے کہ "الاتکاء" کا معنی ہے "الاضطجاع" (لیٹنا) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو کتاب الطلاق میں حدیث ہے، اس میں یہ گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے تھے یعنی لیٹے ہوئے تھے، کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ تخت کے نشانات آپ کے پہلو میں نقش ہو گئے تھے۔اس طرح قاضی عیاض نے کہا ہے۔اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر مکمل لیٹنا نہ ہو تب بھی تخت کے نشانات نقش ہو جاتے ہیں۔اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ہر وہ شخص جس نے کسی چیز کا سہارا لیا ہو اور وہ اس پر متمکن ہو تو وہ "متکیء" یعنی ٹیک لگانے والا ہے۔

میں نے جو شرح کی ہے وہ علامہ خطابی کے قول کے موافق ہے اور جوہری کا قول اس کے منافی نہیں ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۹۸، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

۶۲۷۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الجریری نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

(صحیح بخاری: ۲۶۵۴، ۵۹۷۶، ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، ۶۹۱۹، صحیح مسلم: ۸۷، سنن ترمذی: ۳۰۱۹، مسند احمد: ۱۹۸۷۲)

۶۲۷۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ مِثْلَهُ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے اس کی مثل بیان کی: آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر سیدھے بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: سنو! اور جھوٹی بات کہنا۔ پھر آپ بار بار فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش! آپ سکوت فرماتے۔

(صحیح بخاری: ۲۶۵۴، ۵۹۷۶، ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، ۶۹۱۹، صحیح مسلم: ۸۷، سنن ترمذی: ۳۰۱۹، مسند احمد: ۱۹۸۷۲)

صحیح البخاری: ۶۲۷۳، ۶۲۷۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ دوسری حدیث دراصل پہلی حدیث کی دوسری سند ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وعقوق الوالدین"۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ "عقوق" کا معنی ہے: ماں باپ کی نافرمانی کرنا، تو یہ شرک کے درجہ میں کیسے ہوگا، حالانکہ شرک کرنا تو کفر ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کی نافرمانی کو شرک کے ساتھ ذکر فرمایا، یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ ماں باپ کی فرمانبرداری کرنا بہت عظیم اطاعت ہے اور نافرمانی کرنا بہت سنگین گناہ ہے۔ اور اس میں ماں باپ کے نافرمان پر آپ نے تغلیظ فرمائی ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں سب سے بڑا کبیرہ گناہ شرک کرنا ہے اور لوگوں کے حقوق میں سب سے بڑا گناہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۷۴ کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اس چیز کا جواز ہے کہ عالم کا لوگوں کے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھنا جائز ہے اور اسی طرح مجلس فتویٰ میں۔ اور اسی طرح سلطان اور امیر کا بعض ضروری کاموں کے لیے ٹیک لگا کر بیٹھنا جائز ہے، کیونکہ اس سے بیٹھنے میں راحت حاصل ہوتی ہے۔ یا اس کے بعض اعضاء میں جو تکلیف ہو تو اس سے نجات ملتی ہے، لیکن بہ طور عموم یا عام حالات میں ٹیک لگا کر نہیں بیٹھنا چاہیے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح بندہ بیٹھتا ہے اور آپ ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۴۹۲۰)

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، ج ۹ ص ۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

۳۶۔ بَابُ: مَنْ أَسْرَعَ فِي مَشْيِهِ لِحَاجَةٍ أَوْ قَصْدٍ
جو شخص کسی ضرورت کی وجہ سے یا کسی قصد کی وجہ سے تیزی سے چلا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ کسی شخص کا اپنی حاجتِ مقصودہ کو پورا کرنے کے لیے تیزی سے چلنا جائز ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر وہ بغیر کسی ضرورت کے تیزی سے چلے تو پھر درست نہیں ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تیزی سے چلتے تھے اور فرماتے تھے کہ تیزی سے چلنا حاجت پوری کرنے میں جلدی کا سبب ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تیزی سے چلنے کی وجہ سے انسان ان چیزوں کو دیکھنے میں مشغول نہیں ہوتا جن کو دیکھنا نہیں چاہیے۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ بقدرِ ضرورت چلنا سنت ہے خواہ تیزی سے چلے خواہ آہستہ چلے۔ امام بخاری نے کہا ''او قصدا'' یعنی تیزی سے چلے کسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ قصد کا معنی ہے کسی شے کا ایثار کرنا اور عدل کرنا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد ہو کہ وہ تیز تیز چل کر کسی نیکی کو حاصل کرنے کا قصد کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعَصْرَ فَأَسْرَعَ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید از ابن ابی ملیکہ، کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی اور پھر جلدی چلتے ہوئے گھر میں داخل ہو گئے۔

(صحیح بخاری: ۸۵۱، ۱۲۲۱، ۱۴۳۰، ۶۲۷۵، سنن نسائی: ۱۳۶۵، مسند احمد: ۱۵۷۱۸)

صحیح البخاری: ۶۲۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

حدیث مذکور کتاب الصلوٰۃ کی مفصل حدیث کی ایک طرف ہے۔ اس باب کا عنوان ہے ''جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور پھر اسے کوئی کام یاد آیا تو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر تیزی سے نکل گیا''۔ پھر امام بخاری نے از حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے پیچھے مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی، آپ نے سلام پھیرا، پھر کھڑے ہوئے اور پھر تیز تیز چلتے ہوئے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اپنی ازواج مطہرات کے کسی حجرہ میں گئے۔ سو لوگ آپ کے تیزی سے جانے کی وجہ سے خوفزدہ ہوگئے۔ پھر آپ لوگوں کے پاس آئے، آپ نے دیکھا کہ ان کو آپ کے تیز چلنے پر تعجب تھا تو آپ نے فرمایا: مجھے یاد آیا کہ ہمارے پاس ایک سونے کا ٹکڑا پڑا ہوا ہے، تو میں نے ناپسند کیا کہ یہ سونے کا ٹکڑا مجھے روک لے، تو میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ اور کتاب الزکوٰۃ میں اس میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے گھر میں ایک صدقہ کا سونا چھوڑا تھا، میں نے ناپسند کیا کہ میں اس کے

Marfat.com

ساتھ رات گزاروں تو میں نے اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان یا عالم کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے جلدی جلدی اور تیز تیز چلنا چاہیے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کے کام کو جلدی کرنے میں فضیلت ہے اور اس میں دیر کرنے کو ترک کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۷۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان اور عالم کو اپنی ضروریات پوری کرنے میں جلدی کرنا چاہیے اور ان کی طرف سبقت کرنا چاہیے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہونے میں جلدی کرتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یاد آیا کہ آپ کے پاس صدقہ ہے تو آپ نے پسند فرمایا کہ اس کو پہلے تقسیم کر دیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کے کام میں جلدی کرنی چاہیے اور اس میں تاخیر کو ترک کر دینا چاہیے۔ اور امام ابن المبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تیزی سے چلتے تھے، عاجز اور سست لوگوں کی طرح نہیں چلتے تھے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تیزی سے چلتے تھے اور اپنی حاجت کو جلدی پورا کرتے تھے۔ (کتاب الزہد لابن المبارک ص ۲۸۸)

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۷۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

چلنے کا اصل طریقہ

یعنی اصل یہ ہے کہ آدمی اطمینان اور آرام سے چلے اور جلدی نہ کرے، لیکن اگر اس کو کوئی ایسی ضرورت ہو جس کا تقاضا جلدی جانا ہو تو پھر جلدی جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور پھر جلدی سے گھر میں داخل ہو گئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو بے ترتیبی سے چلتے ہوئے دیکھتے تو اس کو درّہ سے مارتے تھے۔

پس انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی حاجت یا اپنا قصد پورا کرنے کے لیے جلدی جلدی چلے، سوا اس کے کہ اس کو یہ خوف ہو کہ اس کا تہبند نیچے گر جائے گا اور اس کی شرمگاہ کھل جائے گی۔

مسئلہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تھے تو گویا کہ وہ بلندی سے نشیب کی طرف اترتے تھے، تو کیا یہ جلدی چلنے پر دلیل ہے؟

Marfat.com

جواب:
نہیں بلکہ یہ نبی ﷺ کے قوت سے چلنے پر دلیل ہے بغیر تیزی اور جلدی کے۔

(شرح صحیح البخاری، ج ۶ ص ۹۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۷۔ بَابُ: السَّرِيرِ — تخت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس حدیث میں تخت کو رکھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور یہ معروف ہے۔ علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ سریر کا لفظ "سرور" سے ماخوذ ہے، کیونکہ عموماً صاحب نعمت تخت کو رکھتا ہے۔ اور میت کے تخت کو سریر مشابہۃً کہا جاتا ہے، اس میں اس کے خوش ہونے کی نیک فال ہے۔ اور کبھی سریر کے لفظ کو ملک کے ساتھ کنایہ کیا جاتا ہے اور اس کی جمع "اسرۃ"، اور "سرر" آتی ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس عنوان کو اور اس کے بعد جو دو عنوان ہیں، ان کو کتاب الاستئذان میں ذکر کرنے کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ استئذان سے مراد ہے گھر میں داخل ہونا، پس گھر کے متعلقات کا تبعاً ذکر کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۷۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي وَسْطَ السَّرِيرِ وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ تَكُونُ لِي الْحَاجَةُ فَأَكْرَهُ أَنْ أَقُومَ فَأَسْتَقْبِلَهُ فَأَنْسَلُّ انْسِلَالًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تخت کے وسط میں نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی ہوتی تھی، مجھے کوئی کام ہوتا اور میں آپ کے سامنے سے گزرنا ناپسند کرتی تو میں چپکے سے نکل جاتی تھی۔

(صحیح بخاری: ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۵۰۸، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۹، ۹۹۷، ۱۲۰۹، ۶۲۷۶، صحیح مسلم: ۵۱۲، سنن نسائی: ۱۶۸، سنن ابو داؤد: ۷۱۲، مسند احمد: ۲۵۳۵۶، موطا امام مالک: ۲۵۸، سنن دارمی: ۱۴۱۳)

صحیح البخاری: ۶۲۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جریر کا ذکر ہے، وہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاعمش کا ذکر ہے، وہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو الضحیٰ کا ذکر ہے، وہ مسلم بن صبیح ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مسروق کا ذکر ہے، وہ ابن الاجدع ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

لفظِ وسط کی تحقیق

علامہ ابن التین نے کہا ہے: ہم نے اس لفظ کو سین کی جزم کے ساتھ پڑھا ہے اور لغتِ مشہورہ میں سین کی زبر کے ساتھ ہے۔
علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: ''وَسَط'' اگر سین کی زبر کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے: مقدار متصل، جیسے جسمِ واحد کی ہوتی ہے۔ اور سین کی جزم کے ساتھ یہ اس مقدار کے لیے موضوع ہے جو دو جسموں کے درمیان منفصل ہو جیسے وسط القوم۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں نے اپنی ایک کتاب جس کا نام میں نے ''التذکرۃ البدریۃ'' رکھا ہے ان دونوں لفظوں میں یعنی ''وَسْط'' اور ''وَسَط'' میں فرق یہ ہے کہ وَسَط جس میں سین پر زبر ہے، اس کا معنی ہے: ایک چیز کی دو طرفیں جیسے تم کہو ''قبضت وسَط الحبل'' میں نے رسی کے دو طرفوں کو پکڑ لیا''۔ اور ''کسرت وسط الرمح'' اور ''جلست وسط الدار'' میں گھر کی ایک طرف کو بیٹھ گیا، اور وسْط جس میں سین پر جزم ہے یہ ظرف ہے، اسم نہیں ہے جیسے تم کہو ''جلستُ وسْط القوم'' میں قوم کے درمیان بیٹھ گیا۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھر میں تخت کو رکھنا جائز ہے۔ اور تخت پر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ اور عورت کا شوہر کے سامنے لیٹنا بھی جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۷۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کا تخت کو رکھنا جائز ہے اور اس پر سونا بھی جائز ہے اور اس پر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔
اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا اپنے شوہر کے سامنے لیٹنا جائز ہے۔
(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۷۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے ''انسل انسلالا'' یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہونے اور آپ کو چھونے کے خطرہ سے چپکے سے تخت سے اتر جاتی تھیں، یعنی تخت سے پھسل جاتی تھیں حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے الگ ہونے کے بعد کھڑی ہو جاتی تھیں۔ (شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۹۵۔۹۶، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۸۔ بَابٌ: مَنْ أُلْقِيَ لَهُ وِسَادَةٌ

۶۲۷۷۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ ح و حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيكَ زَيْدٍ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فَحَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِي فَدَخَلَ عَلَيَّ فَأَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ فَجَلَسَ عَلَى الْأَرْضِ وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَقَالَ لِي أَمَا يَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ خَمْسًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ سَبْعًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ تِسْعًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِحْدَى عَشْرَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ شَطْرَ الدَّهْرِ صِيَامُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ۔

گدا بچھانے کا جواز

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی ح انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از خالد از ابی قلابہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابوالملیح نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں آپ کے والد زید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس گیا، انہوں نے ہمیں یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ کے سامنے میرے روزوں کا ذکر کیا گیا، آپ میرے پاس تشریف لائے، میں نے آپ کے لیے چمڑے کا ایک گدا بچھایا جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، آپ زمین پر بیٹھ گئے اور گدا میرے اور آپ کے درمیان تھا، آپ نے فرمایا: کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہر مہینے تین روزے رکھا کرو، میں نے کہا: یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا: پانچ؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا: سات؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا: نو؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا: گیارہ؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا: حضرت داؤد سے زیادہ روزے نہ رکھو، ان کے روزے نصف دہر پر مشتمل تھے، ایک دن روزہ اور ایک دن افطار۔

(صحیح بخاری: ۱۹۷۵، ۶۲۷۷، صحیح مسلم: ۱۱۵۹، سنن نسائی: ۲۳۹۱، مسند احمد: ۶۸۳۹)

صحیح البخاری: ۶۲۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" دخلت مع ابیک زید" اس جملہ میں ابوقلابہ سے خطاب ہے اور ان کا نام عبداللہ ہے اور ان کے باپ کا نام زید ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور زید کا ذکر صرف اسی حدیث میں ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "قلت یا رسول اللہ!" اس جملہ میں کچھ عبارت محذوف ہے، اصل عبارت یوں ہے "میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں یا رسول اللہ!" یا عبارت یوں ہے "یہ روزے مجھے کافی نہیں ہوں گے یا رسول اللہ!"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال خمسا" اسی طرح باقی جملوں میں بھی اصل عبارت محذوف ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "شطر الدھر" یعنی "نصف الدھر"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھیں اور ایک دن افطار کریں۔ اس کی فضیلت اس لیے ہے کہ اس میں زیادہ فضیلت ہے، کیونکہ جو شخص مسلسل روزے رکھے گا تو روزہ رکھنا اس کی طبیعت کا خاصہ بن جائے گا اور اس کو روزہ رکھنے میں زیادہ مشقت نہیں ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۷۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے مسلسل روزے رکھنے کی توجیہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے جو منقول ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ جب تک میں زندہ رہوں گا تو دن میں روزے رکھا کروں گا اور رات میں قیام کیا کروں گا، کیونکہ ان کو عبادات میں زیادہ کوشش کرنے کی رغبت تھی اور نیکی کے کاموں میں حرص تھی۔ لیکن یہ ان کے نفس پر شاق ہوا۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے۔ پھر آپ ان کو مسلسل نصیحت کرتے رہے حتیٰ کہ ان کا حال یہ ہوگیا کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور آدھی رات تک سوتے اور پھر رات کے چھٹے حصہ میں سوتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کا قیام ہے۔ لیکن بعد میں جب حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بوڑھے ہوگئے تو انہوں نے یہ تمنا کی کہ کاش وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت پر عمل کر لیتے، کیونکہ مسلسل ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن روزہ چھوڑنے سے ان کا جسم کمزور ہوگیا تھا۔ پھر وہ پندرہ دن روزہ رکھتے اور پندرہ دن افطار کرتے تھے۔ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گدا رکھا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی معزز شخص کے لیے گدا رکھنا جائز ہے۔ اور یہ اس آسائش میں شمار نہیں ہے جو منع کی گئی ہے، بلکہ یہ نفس کو اس کا حق ادا کرنا ہے تاکہ نفس کو راحت اور اطمینان پہنچے۔

مسئلہ: جن ایام میں حضرت عبداللہ بن عمرو دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو قیام کرتے تھے، کیا یہ ان پر فرض تھا؟

جواب: نہیں! لیکن انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ جس حال میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوئے تھے، اس حال کو ترک کردیں، ورنہ یہ نفلی روزے تھے۔

مسئلہ: جب انسان یہ نیت کرے کہ وہ ہر مہینہ میں سات دن روزے رکھے گا یا نو دن روزے رکھے گا، تو کیا اس کے لیے مسلسل روزے رکھنا جائز ہے؟

جواب: اس کے لیے جائز ہے کہ وہ مسلسل روزے رکھے یا منقطع رکھے، اور اس میں کوئی مانع نہیں ہے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۹۶-۹۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۶۲۷۸ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّهُ قَدِمَ الشَّأْمَ ح و حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ ذَهَبَ عَلْقَمَةُ إِلَى الشَّأْمِ فَأَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي جَلِيسًا فَقَعَدَ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتَ قَالَ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ قَالَ أَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِي كَانَ لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهُ يَعْنِي حُذَيْفَةَ أَلَيْسَ فِيكُمْ أَوْ كَانَ فِيكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللهُ عَلَى لِسَانِ رَسُولِهِ ﷺ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي عَمَّارًا أَوَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ السِّوَاكِ وَالْوِسَادِ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ كَيْفَ كَانَ عَبْدُ اللهِ يَقْرَأُ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى قَالَ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى فَقَالَ مَا زَالَ هَؤُلَاءِ حَتَّى كَادُوا يُشَكِّكُونِي وَقَدْ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی از شعبہ از مغیرہ از ابراہیم از علقمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شام میں آئے ح اور ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ از ابراہیم، انہوں نے کہا: علقمہ شام کی طرف گئے، پس ایک مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی: اے اللہ! مجھے کوئی نیک ہم نشیں عطا فرما۔ پھر وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر بیٹھ گئے، انہوں نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ میں اہل کوفہ سے ہوں۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم میں رسول اللہ ﷺ کے ان رازوں کو جاننے والا نہیں ہے جن رازوں کو ان کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا تھا یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، یا تم میں وہ نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے شیطان سے محفوظ ہونے کی بشارت دی یعنی حضرت عمار رضی اللہ عنہ، یا تم میں نبی ﷺ کی مسواک اور آپ کا گدا اٹھانے والے نہیں ہیں؟ یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ یہ آیت کس طرح پڑھتے ہیں: ''واللیل اذا یغشیٰ'' انہوں نے کہا ''والذکر والانثیٰ''۔ اور وہ مسلسل مجھ کو اس آیت میں شک ڈالتے رہے حالانکہ میں نے اس آیت کو رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔

(صحیح بخاری: ۳۲۸۷، ۳۷۴۲، ۳۷۴۳، ۳۷۶۱، ۴۹۴۳، ۴۹۴۴، ۶۲۷۸، سنن ترمذی: ۳۸۱۱، مسند احمد: ۲۷۰۰۱)

صحیح البخاری: ۶۲۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان سے اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ''الوسادۃ'' یعنی گدے کا ذکر ہے اور حدیث کا عنوان بھی یہی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن جعفر، یہ ابن اعین ابوزکریا البخاری البیکندی ہیں جو ۲۴۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

اور اس حدیث کی سند میں یزید کا ذکر ہے، یہ ابن ہارون الواسطی ہیں جو واسط میں ۲۰۶ھ میں فوت ہوئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مغیرہ کا ذکر ہے، اور ان کو المغیرہ بن المقسم الضبی بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو الولید کا ذکر ہے، اور وہ ہشام بن عبد الملک الطیالسی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام عویمر بن مالک ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال ممن انت؟" یہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے علقمہ سے پوچھا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "صاحب السر" علامہ کرمانی نے کہا ہے: یعنی نفاق کے رازوں کا علم جن کو تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے اسماء اور ان کی تعیین حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتادی تھی اور ان کو اس منقبت کے ساتھ مخصوص کر لیا تھا کیونکہ دوسرے اس پر مطلع نہیں تھے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ "سر" (راز) سے مراد جیسا کہا گیا ہے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو سترہ منافقین کے نام بتائے تھے اور ان کے علاوہ کسی اور کو وہ نہیں بتائے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جس کے متعلق شک ہوتا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھتے، اگر وہ اس کے جنازے میں جاتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی جاتے، اور اگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اس کے جنازے میں نہ جاتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نہ جاتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اوکان فیکم" اس میں شعبہ کو شک ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "الذی اجارہ اللہ علی لسان رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان سے شیطان سے پناہ میں رکھا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو شیطان سے امان میں رکھے اور فرمایا تھا کہ یہ طیب اور مطیب ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "والوسادۃ" یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور گدے اور وضو کے آلہ کو اٹھانے والے تھے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم حجاب کو اٹھاؤ اور میری بات سنو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ خصوصیت عطا فرماتے تھے، جب وہ آتے تو آپ ان سے حجاب میں نہیں ہوتے تھے۔ اور جب وہ کوئی سوال کرتے تو آپ ان کے سوال کو مسترد نہیں فرماتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کیف کان عبد اللہ یقرء؟" یہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے، وہ علقمہ سے پوچھتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ "وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ" (الیل: ۱۔۲) کو کس طرح پڑھتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ "والذکر والانثیٰ" پڑھتے تھے بغیر "وما خلق" کے۔ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح پڑھتے تھے اور اہل شام اس آیت کو قراءت مشہورہ متواترہ کے ساتھ پڑھتے تھے اور وہ ہے "وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۙ" (الیل: ۳) اور وہ لوگ قراءت شاذہ کے متعلق شک میں رہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۷۔۴۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۷۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے اس حدیث کے حسب ذیل فوائد بیان کیے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان اور عالم کی تکریم کرنی چاہیے اور ان کے لیے گدا بچھانا چاہیے۔

(۲) سلطان اور عالم کے اصحاب کو اس کی زیارت کرنی چاہیے اور اس کا قصد کرنا چاہیے اور اس کے گھر جانا چاہیے۔ اور اپنے دین میں جن مسائل کو جاننے کی ضرورت ہو وہ اس سے پوچھنا چاہیے۔

(۳) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سلطان یا عالم کی عزت افزائی کے لیے گدا بچھایا جائے تو وہ اس پر نہ بیٹھے اور تواضع اختیار کرتے ہوئے زمین پر بیٹھے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کے لیے گدا بچھایا تو آپ گدے کو چھوڑ کر زمین پر بیٹھے۔

(۴) نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سربلندی کو ترک کر کے تواضع کو اختیار کرنا چاہیے اور نفس کو تذلل پر برانگیختہ کرنا چاہیے۔

(۵) نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان کی خدمت ہر اس شخص پر واجب ہے جو اس کے مرتبہ پر مطلع ہو۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۷۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علقمہ کا تذکرہ

علقمہ کوفہ کے تابعین کے سردار تھے اور امام مالک ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں فوقیت دیتے تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسود کو فضیلت دیتی تھیں اور بعض علماء ابو میسرہ کو فضیلت دیتے تھے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے مناقب

امام محمد بن سعد نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں انسانوں اور جنات سے قتال کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے انسانوں سے تو قتال کیا تو جنات سے کیسے قتال کیا؟ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک منزل میں ٹھہرا تو میں نے اپنی مشک اور اپنا ڈول لیا تا کہ پانی پیئوں، تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! عنقریب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں گے جو تم کو پانی سے منع کریں گے، پھر جب میں کنوئیں کے سرہانے تھا تو ایک کالے رنگ کا مرد آیا۔ اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! تم آج اس کنوئیں سے ایک ڈول پانی بھی نہیں لو گے، پس اس نے مجھ سے ڈول چھینا اور میں نے اس کو پکڑا اور پھر میں نے اس کو پچھاڑ دیا، پھر میں نے ایک پتھر کو پکڑا اور اس سے اس کی ناک اور اس کا چہرا توڑ دیا۔ پھر میں نے اپنی مشک بھر لی اور وہ لے کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس پانی پر کوئی آیا تھا، میں نے کہا: ایک سیاہ فام بندہ آیا تھا، آپ نے فرمایا: تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ تو میں نے

Marfat.com

بتایا۔آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو وہ کون تھا؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: وہ شیطان تھا جو تم کو پانی سے روکنے آیا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۵۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۳۲۔۱۳۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۷۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال اور علامہ ابن ملقن کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۷۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نیک ساتھی کے حصول کی دعا کرنا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیک ساتھی عطا کرے، کیونکہ نیک ہم نشیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ مشک اٹھانے والے کی طرح ہے، یا تو وہ تمہیں مشک ہدیہ میں دے گا، یا تم اس سے خرید لو گے، ورنہ تم اس سے اچھی خوشبو تو حاصل کرو گے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۶۴، سنن ترمذی: ۲۸۶۳)

اس کے برخلاف جو برا ہمنشیں ہو تو وہ لوہار کی بھٹی کی طرح ہے، یا تو وہ تمہارے کپڑے جلا دے گی، یا تم اس سے ناگوار بدبو حاصل کرو گے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۶۴، سنن ترمذی: ۲۸۶۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ''صاحب السواک والوسادۃ'' ہونے کی توجیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت یہ تھی کہ آپ اپنے اصحاب میں سے ہر ایک کو کوئی خصوصیت عطا فرمائیں، کیونکہ اس میں مشقت نہیں ہے۔ اور جو مرکزی اعمال ہیں وہ لوگوں پر دشوار ہوتے ہیں، لیکن جب وہ اعمال لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیے جائیں تو اس میں لوگوں کے لیے راحت ہوتی ہے اور عمل کرنے والے کے لیے بھی راحت ہوتی ہے، کیونکہ انسان بشر ہے اور وہ یہ طاقت نہیں رکھتا کہ وہ تمام خصائص کو حاصل کر لے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان خصائص کو اپنے اصحاب کے درمیان تقسیم فرما دیتے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ''صاحب السر'' ہونے کی خصوصیت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے اسماء کی خبر دی تھی اور ان کے علاوہ اور کسی کو ان پر مطلع نہیں کیا تھا، حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھتے تھے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں میرا نام تو منافقین کے ناموں میں نہیں بتایا تھا؟ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے نفس پر نفاق کا خطرہ محسوس کرتے تھے، اور آج کل ایک عام آدمی جو ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا ایمان حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ایمان سے زیادہ ہے، حالانکہ نفاق ایک لطیف راز ہے جو دل میں ہوتا ہے اور بندے کو اس کا شعور نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ ایسی چیزوں کا اعتقاد کر لیتا ہے جو شرک ہوتی ہیں اور اس کو پتا نہیں چلتا۔ اور وہ دکھاوا اور

Marfat.com

ریاکاری ہے۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: مجھے تم پر جس چیز کا سب سے زیادہ خطرہ ہے، وہ شرک اصغر ہے یعنی ریا۔(صحیح الجامع:۱۵۵۵)

اور شرک خفی یہ ہے کہ انسان نماز پڑھ رہا ہو اور اس کو بہت مزین کر کے اچھی طرح نماز پڑھے، کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ کوئی آدمی اسے دیکھ رہا ہے، تو بہت خشوع اور خضوع ظاہر کر کے نماز پڑھے۔خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ''صاحب السر'' تھے۔

میں کہتا ہوں: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے منافقین میں میرا نام تو نہیں لیا تھا؟''۔یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کمال تقویٰ اور شدتِ الٰہی کے خوف کی وجہ سے تھا، کیونکہ وہ ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں ان سے نادانستگی میں کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو گیا ہو جو دکھاوا ہو اور ریا ہو اور وہ بھی نفاق ہے۔(سعیدی غفرلہٗ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کی تحقیق

نبی ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید پڑھنے کی تاکید فرمائی۔آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس طرح قرآن پڑھنا چاہتا ہو جس طرح قرآن نازل ہوا ہو تو وہ ابن ام عبد کی قراءت پر پڑھے۔(صحیح الجامع:۵۹۶۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح پڑھتے تھے:

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى ۙ (اللیل:۱۔۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے جس طرح انہوں نے نبی ﷺ کے منہ سے سنا تھا اور قراءت معروفہ اور قراءت متواترہ اس طرح ہے ''وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۙ'' (اللیل:۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں یہ تینوں آیات متناسب ہیں:

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى ۙ (اللیل:۱۔۳)

اور رات کی قسم جب وہ (دن کو) چھپا لے! ○ اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہو! ○ اور نر اور مادہ کی قسم ○

اس صورت میں ان تینوں آیات میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی قسمیں ہیں۔اور یہ تینوں آیات متناسب ہیں، کیونکہ رات اور دن بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور نر اور مادہ بھی ایک دوسرے کے متقابل ہیں، تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے متقابلات کی قسمیں کھائیں۔اور قراءتِ معروفہ میں تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم ہے۔یعنی پہلی دو آیات میں مخلوق کی قسم ہے اور تیسری آیت میں خالق کی قسم ہے، اور بہ ظاہر یہ آیات غیر متناسب ہیں:

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۙ (اللیل:۱۔۳)

اور رات کی قسم جب وہ (دن کو) چھپا لے! ○ اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہو! ○ اور اس ذات کی (قسم) جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ○

مسئلہ: کیا ہمارے لیے جائز ہے کہ ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق وہ پڑھیں جو نبی ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے، خواہ متواتر نہ ہو؟

الجواب: اس طرح پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن چونکہ عوام اس قراءت سے مانوس نہیں ہے، تو ایسی قراءت نہ کی جائے جو عوام کے

نزدیک غیر مانوس ہو، کیونکہ اس سے فتنۂ عظیمہ پیدا ہوگا۔ کیونکہ لوگ کہیں گے کہ کبھی قرآن اس طرح پڑھتے ہیں اور کبھی دوسری طرح پڑھتے ہیں، انہوں نے قرآن کو کھیل بنا رکھا ہے۔ (شرح صحیح بخاری ج۶ ص ۹۷۔۹۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۹۔ بَابُ: الْقَائِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ — جمعہ کے بعد قیلولہ یعنی نیند کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں جمعہ کی نماز کے بعد قیلولہ کرنے کا بیان ہے۔ اور قیلولہ ظہر کے بعد سونے کو کہتے ہیں۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: ''المقیلة اور القیلولة' نصف النہار کے بعد استراحت کرنے کو کہتے ہیں، خواہ اس کے بعد نیند نہ آئے۔

(عمدة القاری ج ۲۲ ص ۴۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا نَقِيلُ وَنَتَغَدَّى بَعْدَ الْجُمُعَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جمعہ کی نماز کے بعد قیلولہ کرتے تھے اور ناشتہ کرتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۱، ۲۳۴۹، ۵۴۰۳، ۶۲۴۸، ۶۲۷۹، صحیح مسلم: ۸۵۹، سنن ترمذی: ۵۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۹)

صحیح البخاری: ۶۲۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں محمد بن کثیر کا ذکر ہے۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ الثوری ہیں۔ اور سہل بن سعد کا ذکر ہے، وہ حضرت سعد بن مالک انصاری الساعدی ہیں۔

اس حدیث کی شرح کتاب الجمعہ میں گزر چکی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۴۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۷۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قیلولہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیلولہ کیا کرو، کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔ اور اس حدیث کی سند میں کثیر بن مروان ہے اور وہ متروک ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

٤٠- بَابُ: الْقَائِلَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں سونے کا بیان

٦٢٨٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا كَانَ لِعَلِيٍّ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَبِي تُرَابٍ وَإِنْ كَانَ لَيَفْرَحُ بِهِ إِذَا دُعِيَ بِهَا جَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْتَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ فَقَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِإِنْسَانٍ انْظُرْ أَيْنَ هُوَ فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ فَأَصَابَهُ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَهُوَ يَقُولُ قُمْ أَبَا تُرَابٍ قُمْ أَبَا تُرَابٍ۔

(صحیح بخاری:٤٤١، ٣٧٠٣، ٦٢٠٤، ٦٢٨٠، صحیح مسلم:٢٤٠٩)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب سے زیادہ اپنا کوئی نام پسند نہیں تھا اور جب ان کو ابوتراب کہہ کر بلایا جاتا تو وہ خوش ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر آئے، پس گھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا، تو فرمایا: تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا تھا، سو وہ مجھ پر ناراض ہوئے اور گھر سے نکل گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے کسی انسان سے فرمایا: جاؤ دیکھو وہ کہاں ہیں؟ پس وہ آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں، پس رسول اللہ ﷺ آئے اور وہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے اور ان کے جسم کے اوپر کی چادر ان کے پہلو سے ڈھلک گئی تھی اور اس پر مٹی لگی ہوئی تھی تو رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ سے اس مٹی کو صاف کر رہے تھے اور فرما رہے: اٹھو ابوتراب! اٹھو ابوتراب! (یعنی مٹی والے)۔

صحیح البخاری: ٦٢٨٠، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے مسجد میں سونا اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے۔

یہ حدیث کتاب الاستئذان سے پہلے ''باب التکنی بابی تراب'' میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٤٠٩، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

صحیح البخاری: ٦٢٨٠، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ٤٤٩ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کے فوائد

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے: اس حدیث کے درج ذیل فوائد ہیں:

(۱) اس حدیث میں دن کے وقت سونے کا ثبوت ہے اور رات کو بھی مسجد میں بغیر ضرورت کے سونے کا ثبوت ہے۔ اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ بعض فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے اور بعض فقہاء نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور کتاب الصلوٰۃ میں یہ باب گزرا ہے "باب نوم الرجل فی المسجد" یعنی مرد کے مسجد میں سونے کا بیان۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے داماد کے ساتھ مزاح فرمانا اور ان کی کنیت کے علاوہ ان کی کنیت رکھنا: ایسی چیز کے ساتھ کنیت رکھنا جو ان کو عارض ہوئی ہو جیسا کہ آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کنیت "هرة" یعنی بلی کے ساتھ رکھی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی کنیت مٹی کے ساتھ رکھی جو ان کے جسم کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

(۳) اس حدیث میں ارباب فضیلت کے مزاح کرنے کا جواز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے تھے مگر آپ حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتے تھے۔

(۴) اور اس حدیث میں داماد کے ساتھ نرمی اور ملائمت کا بیان ہے اور ان پر عتاب نہ کرنے کا بیان ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ناراض ہوئے تو آپ نے اس پر انہیں عتاب نہیں فرمایا بلکہ آپ انہیں ڈھونڈنے مسجد میں گئے اور انہیں فرمایا: اٹھو! اور ان کو ان کے گھر جانے کی طرف راغب کیا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن ملقن نے علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ ھ کی حرف بہ حرف شرح کو نقل کر دیا ہے جو ہم نے علامہ ابن بطال کے حوالہ سے ذکر کر دی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۳۵، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی وہی شرح کی ہے جو علامہ ابن بطال نے کی ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

۴۱- بَابُ: مَنْ زَارَ قَوْمًا فَقَالَ عِنْدَهُمْ — جو شخص کسی سے ملاقات کرنے گیا، پھر وہیں سو گیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص دن کے وقت کسی کی زیارت کے لیے گیا، پھر وہیں سو گیا۔ اس عنوان میں "قال" کا

Marfat.com

لفظ "قیلولة" سے ماخوذ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۸۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِيِّ ﷺ نِطَعًا فَيَقِيلُ عِنْدَهَا عَلَى ذَلِكَ النِّطَعِ قَالَ فَإِذَا نَامَ النَّبِيُّ ﷺ أَخَذَتْ مِنْ عَرَقِهِ وَشَعَرِهِ فَجَمَعَتْهُ فِي قَارُورَةٍ ثُمَّ جَمَعَتْهُ فِي سُكٍّ قَالَ فَلَمَّا حَضَرَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْوَفَاةُ أَوْصَى إِلَيَّ أَنْ يُجْعَلَ فِي حَنُوطِهِ مِنْ ذَلِكَ السُّكِّ قَالَ فَجُعِلَ فِي حَنُوطِهِ۔ (صحیح مسلم: ۲۳۳۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا (حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کا پارچہ بچھاتی تھیں، آپ اسی چمڑے کے ٹکڑے پر ان کے ہاں سو جاتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے اور آپ کے بالوں سے کچھ لے کر ان کو ایک شیشی میں جمع کر لیتیں، پھر اس میں ایک قسم کی خوشبو ملاتیں، فرمایا: جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مجھے وصیت کی کہ ان کی خوشبو میں وہ خوشبو ملادی جائے، پھر وہ خوشبو ملادی گئی۔

صحیح البخاری: ۶۲۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کے وقت حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں سونے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ام سلیم، یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، اور یہ ملحان بن خالد بن زید انصاریہ کی بیٹی ہیں اور ان کا نام الغمیصاء ہے۔ اور دوسرا قول ہے کہ رمیصاء ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اور حضرت ام حرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں اور ان کے بھائی حرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی ماموں تھے۔ اور ابن وہب نے کہا ہے کہ حضرت ام حرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی سُكٍّ" یہ ایک قسم کی خوشبو ہے جس میں دوسری خوشبو ملائی جاتی ہے اور استعمال کیا جاتا ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کس طرح لیتی تھیں حالانکہ آپ سوئے ہوئے ہوتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا وہ معنی نہیں ہے جو ذہن میں متبادر ہوتا ہے، بلکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرتے تھے تو جو آپ کے

Marfat.com

بال جھڑتے تھے ان کو وہ آپ کے پسینہ کے ساتھ ایک خوشبو میں ملا دیتی تھیں۔ اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ امام محمد بن سعد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب منیٰ میں اپنا سر منڈایا تو حضرت ابوطلحہ نے وہ بال لیے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان سے وہ بال لیے اور ان کو خوشبو میں ملا دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں بالوں کا ذکر غیر مناسب ہے، اس لیے امام مسلم نے اپنی روایت میں بالوں کا ذکر نہیں کیا۔

اس حدیث میں ''حنوط'' کا ذکر ہے۔ یہ ایک خاص قسم کی خوشبو ہے جو میت کے جسم پر لگائی جاتی ہے اور اس میں کافور اور صندل ملا ہوا ہوتا ہے۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: حنوط ایک قسم کی خوشبو ہے جو میت کے کفن پر لگائی جاتی ہے اور اس کے جسم پر لگائی جاتی ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام اور رئیس اور عالم کا اپنے مستند بھائیوں کے گھر میں دن کے وقت سونا جائز ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے جس سے دوستی اور محبت مؤکد ہوتی ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابن آدم کے بال پاک ہیں۔ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کے بالوں اور آپ کے پسینہ کو تبرکاً لیا تھا اور اس کے ساتھ ایک قسم کی خوشبو ملا دی۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی حنوط کے ساتھ اس لیے ملوا دیا تا کہ ناپسندیدہ چیزوں سے پناہ میں رہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ جمع کرنے کے متعلق متعدد روایات

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، پس آپ دن کے وقت وہاں سو گئے۔ آپ کو پسینہ آیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میری والدہ ایک شیشی لے کر آئیں اور پھر آپ کے پسینہ کو اس شیشی میں جمع کیا، پس آپ بیدار ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ام سلیم! یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یہ آپ کا پسینہ ہے، ہم اس کو خوشبو میں ملا رہے ہیں، اور آپ کا پسینہ سب سے بہترین خوشبو ہے۔ اور اسحاق بن ابی طلحہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ چمڑے کے ٹکڑے پر گرا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے اس چمڑے سے پسینہ کو شیشی میں ڈال لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو پوچھا: آپ کیا کر رہی ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ہم آپ کے پسینہ کی برکت سے اپنے بچوں کے لیے امید رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا۔ اور ابوقلابہ کی روایت میں ہے کہ وہ آپ کے پسینہ کو جمع کرتیں اور ایک خوشبو کے ساتھ ملا دیتیں، آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ آپ کا پسینہ ہے، میں اس کو خوشبو کے ساتھ ملا رہی ہوں۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے اس فعل پر مطلع تھے اور آپ نے ان کے اس فعل کو جائز قرار دیا۔

علامہ ابن بطال نے کہا تھا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کے بال پاک ہوتے ہیں۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ اگر دلیل سے ثابت ہو کہ انسان کے بال پاک نہیں ہوتے تو پھر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی خصوصیت ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کریمہ کے متعلق شیخ ابن عثیمین کی ہفوات

شیخ ابن عثیمین حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات دوسرے انسانوں کے فضلات کی طرح ہیں جو ان میں سے طاہر ہو، وہ طاہر ہیں اور جو نجس ہو، وہ نجس ہیں۔ اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو ہم منی کی طہارت کے اوپر استدلال نہ کرتے، کیونکہ ہر انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منی کا طاہر ہونا آپ کے خصائص میں سے تھا اور صحیح بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی چیز طاہر ہے جو چیز ہماری طاہر ہے اور آپ کے لیے اسی چیز کی نجاست کا حکم ہے جو ہمارے لیے نجاست کا حکم ہے۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ کسی عورت کا آپ کے جسم کو چھونا حرام نہیں ہے۔ اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عورت کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز ہے اور یہ بھی آپ کے خصائص میں سے ہے جیسا کہ آپ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ کسی عورت پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ آپ سے حجاب میں رہے اور اس کے متعدد دلائل ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۰۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

شیخ ابن عثیمین کی ہفوات کا جواب از مصنف

جس طرح شیخ ابن عثیمین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کریمہ کو نجس قرار دیا ہے، اسی طرح شیخ تھانوی نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کریمہ کو نجس قرار دیا ہے۔ اور بعض غیر مقلدین نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ ہم ان سب کا جواب لکھ رہے ہیں:

شیخ تھانوی کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کا نجس ہونا

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ نے بھی اپنی آخری تصنیف میں لکھا ہے:

بعض روایات کا تو ثبوت مقدوح ہے اور بعض کی دلالت اور بعض روایات میں شارحین کا یہ قول مذکور ہے: میں نے پیا اور مجھے پتا نہیں تھا اور ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہی فرمانا مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ سالم بن ابی الحجاج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی، پھر خون نکل لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے اور دوسری روایت میں دوبارہ نہ پینا، کیونکہ ہر خون حرام ہے، پس مسئلہ بالکل منقح ہو گیا کہ طہارت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ (بوادر النوادر ص ۴۴۹، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور)

شیخ تھانوی نے اس پر غور نہیں کیا کہ کسی چیز کا حرام ہونا، اس کی نجاست کو مستلزم نہیں ہے، انسان کا گوشت کھانا بھی حرام ہے، لیکن وہ نجاست کی بناء پر حرام نہیں ہے، کرامت کی بناء پر حرام ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا پینا تو بہ طریق اولیٰ کرامت کی وجہ سے حرام ہوگا نہ کہ نجاست کی بناء پر۔

الماوردی کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منڈائے ہوئے بال اور آپ کے فضلات نجس ہیں (العیاذ باللہ) لیکن بہ کثرت علماء شافعیہ کے نزدیک آپ کے بال مبارک اور آپ کے فضلات طاہر ہیں۔

Marfat.com

بعض غیر مقلد علماء کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کا نجس ہونا

معروف غیر مقلد عالم عبداللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

ام ایمن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک مٹی کا پیالہ تھا، جس میں آپ رات کو (عذر کی بناء پر) پیشاب کیا کرتے تھے۔ ایک رات میں پیاسی ہوگئی، پس غلطی سے وہ پیشاب پی لیا۔ پس رسول اللہ کے پاس میں نے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا: اس دن کے بعد تجھے کبھی پیٹ کا درد نہیں ہوگا۔ اس روایت سے آپ کے پیشاب کا پاک ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ غلطی سے پیا گیا ہے۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ تیرے پیٹ میں درد نہیں ہوگا، یہ علاج ہے۔ بعض نجس چیز بھی علاج بن جاتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چونکہ یہ غلطی اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی وجہ سے ہوئی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا معاوضہ یہ دیا کہ اس نجس چیز کو اس کے لیے شفاء بنا دیا، بہرصورت اس غلط فعل کو طہارت کی دلیل بنانا غلط ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۲۵۰-۲۵۱، مطبوعہ: دار احیاء السنۃ النبویہ، سرگودھا)

حیرت ہے کہ یہی صاحب جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشاب کو نجس لکھا ہے یہی مصنف بیل بلکہ ہر وہ جانور جس کا گوشت کھایا جاتا ہو، اس کے پیشاب کو نہ صرف پاک بلکہ حلال قرار دیتے ہیں۔ ان کی عبارت درج ذیل ہے:

قضیب گاؤ (بیل کا آلہ تناسل) حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، مگر یہ مذہب صحیح نہیں ہے، بلکہ ماکول اللحم (جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو) کا گوبر پیشاب تک پاک اور حلال ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۵۶۶)

تاہم بعض غیر مقلد علماء نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کو پاک لکھا ہے۔ چنانچہ شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

آنحضرت کے تو تمام فضلات تک پاک اور طاہر تھے، آپ پر دوسرے آدمیوں کا قیاس نہیں ہوسکتا ہے۔

(تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۷۹، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، لاہور ۱۹۹۰ء)

اکثر شافعیہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلاتِ مبارکہ طاہر ہیں

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ انسان کا بال جسم سے الگ ہونے کے بعد پاک ہوتا ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال کو اپنے پاس بہ طور تبرک رکھا، تاہم اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال مکرم ہے، اس پر دوسرے انسان کے بال کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، علامہ ابن المنذر اور علامہ خطابی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی اور اصل میں خصوصیت کا نہ ہونا ہے۔ اس جواب کا یہ رد کیا گیا ہے کہ ان کو چاہیے کہ یہ منی کی طہارت پر بھی اس حدیث سے استدلال نہ کریں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کو کھرچ دیا کرتی تھیں، کیونکہ یہ کہنا جائز ہے کہ آپ کی منی پاک ہے اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جائے گا، اور حق یہ ہے کہ احکامِ شرعیہ میں آپ کا وہی حکم ہے جو تمام مکلفین کا ہے، ماسوا ان احکام کے جن کی خصوصیت دلیل سے ثابت ہوا اور آپ کے فضلات (خون، منی، بول اور براز وغیرہ) کی طہارت پر بہ کثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیت قرار دیا ہے اور ائمہ نے آپ کے فضلات کی

Marfat.com

طہارت کو آپ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے، اس لیے اکثر فقہاء شافعیہ کی کتابوں میں اس کے خلاف جو کچھ لکھا ہے، اس کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ ائمہ کے درمیان اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی طہارت کی بحث میں چونکہ آپ کے فضلات (خون اور بول و براز) کی طہارت کا ذکر کیا گیا ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اصل احادیث کے حوالوں سے آپ کے فضلات کی طہارت کو بیان کر دیں۔ فنقول وباللہ التوفیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے (بیت الخلاء میں) گئے، پھر میں گئی تو میں نے وہاں جا کر کوئی چیز نہیں دیکھی اور مجھے وہاں مشک کی خوشبو آ رہی تھی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی، آپ نے فرمایا: بے شک زمین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت سے جو کچھ نکلے، اس کو ڈھانپ لے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۷۲، طبع قدیم، المستدرک: ۶۹۵۰ طبع جدید، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۲۰ھ، کنز الاعمال: ۳۴۲۵۳، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۵ طبع جدید، علامہ خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے لکھا ہے کہ ابن دحیہ نے کہا: اس حدیث کی سند ثابت ہے اور یہ اس باب میں سب سے قوی حدیث ہے، نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۱، طبع جدید، ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم جماعت انبیاء کے اجسام اہل جنت کی ارواح پر بنائے گئے ہیں اور زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم سے جو چیز نکلے، اس کو نگل لے۔ (الفردوس بماثور الخطاب: ۱۴۳، جمع الجوامع: ۸۰۳۶، کنز العمال: ۳۲۲۴)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کی ایک جانب میں مٹی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا، آپ رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات میں اٹھی، مجھے پیاس لگ رہی تھی، میں نے اس برتن سے پی لیا اور مجھے پتا نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے) جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ایمن! اس مٹی کے برتن کو اٹھاؤ اور اس میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو، میں نے کہا: اللہ کی قسم! اس میں جو کچھ ہے، اس کو میں نے پی لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ نے فرمایا: سنو! اس کے بعد کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔

(المستدرک ج ۴ ص ۶۳-۶۴، طبع قدیم، المستدرک: ۶۹۱۲ طبع جدید، المعجم الکبیر: ۲۳۰، ج ۲۵ ص ۸۹، کنز العمال: ۳۴۲۵۶، جمع الجوامع: ۲۷۵۴۹، تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۰۸۹-۲۰۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱، البدایہ والنہایہ، ج ۴ ص ۴۲۱، الطبع الجدید، ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ برکہ نام کی دو عورتوں نے لکڑی کے پیالہ سے آپ کا پیشاب پیا، ایک کی کنیت ام ایمن تھی اور دوسری کی کنیت ام یوسف تھی، جب ام یوسف نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا: تم صحت مند ہو گی، سو وہ تا حیات بیمار نہیں ہوئیں۔ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۴)

حکیمہ بنت امیمہ بنت رقیقہ اپنی ماں رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کرتے تھے اور اس کو اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے، آپ نے اس میں پیشاب کیا، پھر آپ آئے تو دیکھا کہ اس

پیالہ میں کوئی چیز نہیں تھی، ایک خاتون جن کا نام برکہ تھا، جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھیں اور ان کے ساتھ سرزمین حبشہ سے آئی تھی، آپ نے ان سے پوچھا: وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کو پی لیا، آپ نے فرمایا: تم پر دوزخ کی آگ منع کر دی گئی ہے۔

(المعجم الکبیر: ۴۷۷، ج ۲۴ ص ۱۸۹، المعجم الکبیر: ۵۲۷، ج ۲۴ ص ۲۰۶، ۲۰۶، السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۶۷، تاریخ دمشق الکبیر: ۵۲۰۰۔ ج ۳ ص ۳۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے راوی صحیح ہیں اور ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۲۲، ۳۲۱، طبع جدید، ۱۴۱۸ھ)

عامر بن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی، آپ نے مجھ سے پوچھا: تم نے اس (خون) کا کیا کیا؟ میں نے کہا: میں نے اس کو غائب کر دیا، آپ نے فرمایا: شاید تم نے پی لیا، میں نے کہا: میں نے اس کو پی لیا۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار: ۲۴۳۶، حافظ الہیثمی نے کہا: بزار کی سند صحیح اور ثقہ ہے، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

بریہ بن عمر بن سفینہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی، آپ نے فرمایا: یہ خون لے جاؤ اور اس کو چوپایوں، پرندوں اور لوگوں سے چھپا کر دفن کر دو، میں نے اس کو چھپ کر پی لیا، پھر میں نے اس کا (آپ سے) ذکر کیا تو آپ ہنسے۔

(المعجم الکبیر: ۶۴۳۴، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، التاریخ الکبیر للبخاری: ۵۴۱۸، ۲۵۲۴، ج ۴ ص ۱۸۰، المطالب العالیہ: ۳۸۴۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۷، تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۲)

عبد الرحمن بن ابی سعید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون چوس کر نگل لیا، ان سے کہا گیا: کیا تم نے خون پی لیا؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پی لیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خون جس کے خون کے ساتھ مل گیا، اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

(المعجم الاوسط: ۹۰۹۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۱۴، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اجماع ہو، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو انہوں نے آپ کے زخم سے خون چوس لیا حتیٰ کہ آپ کا چہرہ بالکل سفید اور صاف ہو گیا، ان سے کہا گیا کہ اس خون کو تھوک دو، انہوں نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! میں اس خون کو کبھی نہیں تھوکوں گا! پھر وہ پیٹھ موڑ کر جہاد کرنے چلے گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے، وہ اس کو دیکھ لے، پس وہ شہید ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۳، رقم الحدیث: ۱۹)

عامر بن عبد اللہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی، جب وہ فصد لگا کر فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عبد اللہ! اس خون کو ایسی جگہ گرا دو، جہاں اس کو کوئی نہ

Marfat.com

دیکھے، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گیا تو میں نے اس خون کو پی لیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گیا تو آپ نے فرمایا: شاید تم نے اس کو پی لیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم کو خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا؟ تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا! دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: تم نے وہ خون کیوں پیا؟ حضرت ابن الزبیر نے کہا: میں نے یہ پسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون میرے پیٹ میں ہو، آپ نے حضرت ابن الزبیر کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا اور تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم، حلیۃ الاولیاء: ۱۱۶۷، ۱۱۶۶، طبع جدید، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۲۸ طبع قدیم، سنن دارقطنی: ۸۷۱ طبع جدید، المستدرک ج ۳ ص ۵۵۴ طبع قدیم، المستدرک ۶۳۴۳ طبع جدید، تاریخ دمشق الکبیر: ۶۲۲۵ ـ ۶۲۲۴، ۶۲۲۳، ۶۲۲۲، ج ۳۰ ص ۱۲۵ ـ ۱۲۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۷، تلخیص الحبیر: ۱۸، ج ۱ ص ۴۳ ـ ۴۲، کنز العمال: ۳۴۲۳۷ ـ ۳۳۵۹۱، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۹۹ ـ ۹۸، الطبع الجدید، ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن الزبیر سے فرمایا: تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا، اس میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی ہے، حضرت ابن الزبیر نے ۶۳ھ میں مکہ میں اپنی حکومت قائم کر دی تھی، بنوامیہ کو اس پر افسوس ہوا، یزید نے محرم چونسٹھ ہجری میں ان کے خلاف لشکر بھیجا اور کعبہ پر سنگ باری کی گئی اور کعبہ کے پردوں کو جلایا گیا اور چودہ ربیع الاول ۶۴ھ کو یزید کے مرنے کے بعد یہ لشکر واپس آ گیا، پھر عبد الملک بن مروان نے اپنے دورِ حکومت میں حجاج بن یوسف کی کمان میں لشکر بھیجا، بالآخر سترہ جمادی الاولیٰ ۷۲ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا گیا اور حضرت ابن الزبیر اور بنوامیہ دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے افسوس ہوا اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن الزبیر سے جو یہ فرمایا کہ تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ کی آگ چھوئے گی، اس میں ان آیتوں کی طرف اشارہ ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ (مریم: ۷۲ ـ ۷۱)

اور بیشک تم سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا، یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے ○ پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے ○

اس آیت کی تفسیر میں جمہور مفسرین کا مختار یہ ہے کہ مسلمانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی اس قسم کو پورا کرنے کے لیے دوزخ میں داخل کیا جائے گا اور پھر ان کو نکال لیا جائے گا اور دوزخ مسلمانوں پر ٹھنڈی ہوگی اور کافروں کو جلا رہی ہوگی، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ کافروں کو دوہرا عذاب ہو، ایک عذاب ان کو اپنے جلنے کا ہوگا اور دوسرا عذاب یہ ہوگا کہ ان کے مخالف مسلمان اسی دوزخ سے گزر رہے ہیں اور ان کو عذاب نہیں ہو رہا، حسب ذیل احادیث اس تفسیر پر دلیل ہیں:

حضرت یعلی بن منبہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن دوزخ مومن سے کہے گی:

Marfat.com

جزیا مومن فقد اطفانورك لهبي. اے مومن! (جلدی سے) گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میرے شعلہ کو بجھا دیا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۵۸، حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں سلیم بن منصور بن عمار ضعیف راوی ہیں، مجمع الزوائد: ۱۸۴۴۶)

حضرت ابوسمینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس آیت میں ''ورود'' کا معنی دخول ہے، پس ہر نیک اور بد شخص دوزخ میں داخل ہوگا اور مومنوں پر دوزخ اس طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی، پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد: ۱۸۴۴۷)

اس کی پوری بحث تبیان القرآن جلد سابع میں مریم: ۷۲۔۷۱ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض ائمہ شافعیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں، اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۵۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۹ھ)

نیز صحیح بخاری کی اس حدیث مذکور میں بھی شیخ ابن عثیمین کا رد ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام سلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کو ایک شیشی میں جمع کر کے رکھتی تھیں، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو متعدد روایات سے بیان کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں آپ کے پسینہ کو برکت کے لیے جمع کر رہی ہوں کیوں کہ اس کی خوشبو بہت زیادہ ہے، آپ نے فرمایا: تم ٹھیک کر رہی ہو۔

میں کہتا ہوں: غور کریں! ہمارا پسینہ بدبودار ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ خوشبودار ہوتا تھا، حتیٰ کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کے پسینہ کو جمع کر کے ایک شیشی میں رکھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ اس خوشبو کو حنوط کے ساتھ ملا کر ان کے کفن پر لگایا جائے۔ (سعیدی غفرلہ)

فضلات کریمہ کی طہارت پر ملا علی قاری کے اعتراضات کے جوابات

ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے جو یہ روایت ذکر کی ہے کہ زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز نگل لیتی اور اس جگہ خوشبو پھیل جاتی، اس کو امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ موضوع ہے (اس کا جواب جمع الوسائل کے حوالے سے خود ملا علی قاری کی عبارت میں آ رہا ہے۔) قاضی عیاض نے دوسری روایت جو امام محمد بن سعد کے حوالے سے ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء علیہم السلام سے جو چیز نکلتی ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے۔۔

Marfat.com

الحدیث۔ ابن دحیہ نے کہا کہ اس کی سند ثابت ہے اور یہ اس باب میں قوی ترین حدیث ہے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث فضلات کی طہارت پر نہیں بلکہ اس کی ضد پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ زمین کے نگلنے سے معلوم ہوتا ہے، البتہ پاکیزہ خوشبو ان کی طہارت پر دلالت کرتی ہے۔ امام بغوی نے فضلات کی طہارت پر یہ دلیل قائم کی کہ آپ کے پیشاب اور خون سے شفاء حاصل کی گئی ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ جس چیز سے شفاء حاصل کی جائے اس کا طاہر ہونا لازم نہیں ہے، کیونکہ اونٹوں کے پیشاب سے بھی شفاء حاصل کی گئی ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک اونٹوں کا پیشاب نجس ہے۔

(شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ملخصاج ا ص ۳۵۳۔ ۳۵۴، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ملا علی قاری پر رحم فرمائے! کہاں حضور کا بول مبارک اور کہاں اونٹوں کا پیشاب! اونٹوں کا پیشاب سخت بدبودار ہوتا ہے اور جہاں آپ کا بول و براز گرتا تھا اس جگہ خوشبو پھیل جاتی تھی، اس حدیث کی قوت خود ملا علی قاری کو بھی تسلیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بول مبارک پر اونٹوں کے پیشاب سے معارضہ کرنا، سخت حیرت کا باعث ہے۔

علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

حضرت ابوطیبہ حجام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پیا، اور آپ نے ان پر انکار نہیں فرمایا، حضرت ام ایمن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پیا اور آپ نے ان پر انکار نہیں، بلکہ فرمایا: تمہارا پیٹ آگ میں داخل نہیں ہوگا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے آپ کا خون پیا۔ ان احادیث کو بہ طور دوا پینے پر محمول کیا گیا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فصد لگانے والے سے فرمایا: دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے۔ (واضح رہے کہ حرام ہونا نجس ہونے کو مستلزم نہیں ہے، کیونکہ انسان بھی حرام ہے لیکن اس کی حرمت کرامت کی بناء پر ہے نہ کہ نجاست کی بناء پر، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا حرام ہونا بہ درجہ اولیٰ کرامت کی بناء پر ہے۔۔۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

علامہ نووی نے کہا کہ پیشاب پینے والی حدیث صحیح حسن ہے اور یہ طہارت پر استدلال کے لیے کافی ہے کیونکہ آپ نے اس فعل پر انکار نہیں کیا، منہ دھونے کا حکم دیا اور نہ دوبارہ پینے سے منع کیا۔ قاضی حسین نے کہا کہ تمام فضلات کی طہارت کا قول زیادہ صحیح ہے اور یہی کثیر متاخرین کا مختار ہے اور بطور دوا پینے کا جواب یہ ہے کہ (یہ ملا علی قاری کے اعتراض کا بھی جواب ہے) یہ احتمال اس حدیث سے مردود ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفاء حرام چیزوں میں نہیں رکھی"۔ اور اس کا نکتہ یہ ہے کہ فرشتوں نے آپ کے پیٹ کو دھو کر پاک کر دیا تھا، اس باب میں بہت زیادہ احادیث ہیں جیسے حضرت ابن الزبیر کا خون پینا، اور حضرت ام ایمن کا رات کو تخت کے نیچے رکھے ہوئے پیالہ سے پیشاب پینا۔ (نسیم الریاض ج ا ص ۳۵۴، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی چیز ناپسندیدہ اور ناپاک نہیں تھی، ملا علی قاری اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے منی دھوتی تھیں، آپ پتھر اور ڈھیلوں سے استنجاء کرتے تھے، نیز اگر آپ سے خارج ہونے والی چیزیں پاک ہوتیں تو وہ چیزیں حدث ناقض (وضو اور غسل کا سبب) نہ ہوتیں، جیسے پسینہ، آنسو، تھوک اور رینٹ وغیرہ ہیں۔ اور اس پر اجماع ہے کہ وضو ٹوٹنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کی مثل ہیں سوا اس چیز کے جس کا استثناء ہے، مثلاً نیند، کیونکہ

Marfat.com

آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا تھا۔ (شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۵۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اللہ تعالیٰ ملا علی قاری پر رحم فرمائے، آپ کے فضلات کریمہ کے طاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ امت کے لیے طاہر ہیں، باقی آپ کے حق میں ان کا خروج موجب حدث ہے، اسی وجہ سے آپ استنجاء، وضو اور غسل فرماتے تھے۔ امت کے لیے ان کے طاہر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کئی صحابہ اور صحابیات نے آپ کا پیشاب اور خون پیا اور آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جنگ احد کے دن حضرت مالک بن سنان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم سے خون چوس کر پی لیا۔

ملا علی قاری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی مثل کو حاکم، بزار، بیہقی اور دار قطنی نے روایت کیا ہے لیکن قاضی عیاض نے اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی طہارت پر جو استدلال کیا ہے اس پر ملا علی قاری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ضرورت سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے۔ (شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۵۹، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

ہماری سمجھ میں یہ نہیں آسکا کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم سے خون چوسنے سے کون سی طبعی یا شرعی ضرورت تھی، جس کی وجہ سے ان کے لیے خون چوسنا مباح ہو گیا تھا! حقیقت یہ ہے کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں بلکہ غلبہ محبت کی بناء پر آپ کے زخم سے خون چوسا تھا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جن صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون یا پیشاب پیا، آپ نے ان میں سے کسی کو یہ نہیں کہا کہ اپنا منہ دھوؤ، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا خون اور پیشاب پاک ہے، ملا علی قاری اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان احادیث میں دھونے کے حکم پر دلالت ہے نہ عدم حکم پر دلالت ہے، علاوہ ازیں پیشاب لگنے سے منہ دھونا صحابہ کو بالبداہت معلوم تھا اور اگر مان لیا جائے کہ آپ نے دھونے کا حکم نہیں دیا، تب بھی محض احتمال سے طہارت ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو ذہول ہو گیا ہو، یا آپ کو اعتماد ہو کہ وہ منہ دھو لیں گے۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا کہ وہ منہ دھوئے بغیر نماز پڑھ رہا ہے اور آپ نے اس پر سکوت کیا اور اس کو برقرار رکھا تب طہارت ثابت ہو جائے گی۔

(شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

ملا علی قاری نے جو یہ کہا ہے کہ ان احادیث میں دھونے کے حکم پر دلالت ہے نہ عدمِ حکم پر دلالت ہے، یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ فضلات نجس ہوتے تو آپ پر لازم تھا کہ آپ انہیں دھونے کا حکم دیتے اور جب دھونے کا حکم نہیں دیا تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ فضلات طاہر ہیں جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

ملا علی قاری نے جو یہ کہا ہے کہ پیشاب لگنے سے منہ دھونا صحابہ کو بالبداہت معلوم تھا۔ سوال یہ ہے کہ کس کے پیشاب لگنے سے منہ دھونا واجب ہے عام آدمی کے؟ تو بے شک یہ انہیں معلوم تھا کہ عام آدمی کے پیشاب لگنے سے اس جگہ کو دھونا لازم ہے، لیکن یہ عام آدمی کا پیشاب تو نہیں تھا! اگر ان کے نزدیک اس پیشاب کا حکم بھی عام آدمی کے پیشاب کی طرح ہوتا تو وہ اس کو کیوں پیتے؟ ظاہر ہے کہ وہ آپ کے پیشاب کو طاہر سمجھتے تھے جبھی تو انہوں نے اس کو پیا تھا، اب اگر بالفرض یہ پیشاب ان کے گمان کے برخلاف ناپاک ہوتا تو آپ پر لازم تھا کہ آپ بتاتے کہ اپنا منہ دھو لو۔

ملا علی قاری نے کہا: اگر مان لیا جائے کہ آپ نے دھونے کا حکم نہیں دیا تب بھی محض احتمال سے طہارت ثابت نہیں ہوگی،

Marfat.com

کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو ذہول ہو گیا ہو یا آپ کو اعتماد ہو کہ وہ خود دھولیں گے۔

اگر مان لیا جائے کا کیا مطلب ہے؟ فی الواقع آپ نے دھونے کا حکم نہیں دیا تھا، اور یہ صرف طہارت کا احتمال نہیں ہے بلکہ طہارت پر قوی دلیل ہے کیونکہ نبوت کے منصب کا یہ تقاضا ہے کہ جب بھی کوئی شخص غلط کام کرے تو نبی اس کی اصلاح کرے، اس وجہ سے نبی کا کسی چیز پر خاموش رہنا اس کے جواز کی دلیل ہوتا ہے کیونکہ نبی کسی غلط کام پر خاموش نہیں رہ سکتا۔ اور یہ جو کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو ذہول ہو گیا ہو، سو یہ بھی غلط ہے، کیوں کہ امور تبلیغیہ میں ذہول نہیں ہوتا، پھر یہ ایک دفعہ کا واقعہ تو نہیں ہے متعدد مرتبہ آپ کے سامنے خون پیا گیا اور آپ نے کسی مرتبہ منہ دھونے کا حکم نہیں دیا۔ کیا ہر بار آپ کو ذہول ہو گیا تھا؟ اور یہ جو کہا ہے کہ آپ کو یہ اعتماد تھا کہ وہ خود دھولیں گے، یہ بھی غلط ہے، آپ کو یہ اعتماد تو تب ہوتا جب آپ یہ جانتے کہ صحابہ کے نزدیک آپ کے فضلات نجس ہیں، وہ تو آپ کے فضلات کو پاک سمجھتے تھے اور ان کو پیتے تھے تو پھر آپ کو ان کے دھونے پر اعتماد کیسے ہوتا! ملا علی قاری نے لکھا ہے: ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا کہ وہ منہ دھوئے بغیر نماز پڑھ رہا ہے اور آپ نے اس پر سکوت فرمایا اور اس کو مقرر رکھا تو پھر طہارت ثابت ہوگی۔

یعنی اگر کوئی شخص مثلاً صبح سے ظہر تک، یا ظہر سے عصر تک اپنے منہ پر کوئی ناپاک چیز لگائے رکھے تو ملا علی قاری کے نزدیک حضور اس کو اس لیے منع نہیں کریں گے کہ یہ ابھی نماز نہیں پڑھ رہا، کیا نماز کے علاوہ باقی اوقات میں منہ پر ناپاک چیز لگائے رکھنا جائز ہے؟ اور نماز کے علاوہ کوئی شخص اپنے منہ پر خون یا پیشاب مل لے تو کوئی حرج نہیں ہے؟ اس لیے فضلات کریمہ کی طہارت پر ملا علی قاری کا یہ اعتراض بھی غلط ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو پیشاب یا خون دوبارہ پینے سے منع نہیں فرمایا اور یہ ان کی طہارت کی دلیل ہے۔ ملا علی قاری اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

منع کرنے کی ضرورت اس وقت پیش آتی جب کسی شخص نے عمداً اور بلا ضرورت یہ کام کیا ہوتا اور عنقریب روایت میں آرہا ہے کہ حضرت برکہ نے لاعلمی میں پیشاب پیا تھا (یعنی ان کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ پیشاب ہے) اور ابن عبد البر نے روایت کیا ہے کہ سالم بن ابی الحجاج نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی اور خون پی لیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے؟ اور ایک روایت میں ہے دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے۔ (شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ا ص ۳۶۱، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

صحابہ میں سے جس نے بھی آپ کا خون یا پیشاب پیا تھا وہ کسی ضرورت سے نہیں پیا تھا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت کی وجہ سے پیا تھا اور عمداً پیا تھا۔ خون اور پیشاب پینے کے متعدد واقعات ہیں۔

علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

حاکم اور دار قطنی نے روایت کیا ہے اور حضرت ام ایمن بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو ایک جانب رکھے ہوئے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا، میں رات کو اٹھی، میں پیاسی تھی میں نے اس کو پی لیا درآں حالیکہ مجھے پتا نہیں تھا، جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے ام ایمن! اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو، میں نے کہا: اس میں جو کچھ تھا وہ میں نے پی لیا، آپ ہنسے اور فرمایا: بخدا تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا۔

Marfat.com

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں: ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے خبر دی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے ایک پیالے میں پیشاب کرتے تھے جس کو آپ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا، ایک دن آپ نے وہ پیالہ دیکھا تو اس میں کچھ نہیں تھا، ایک عورت جس کا نام برکہ تھا جو حضرت ام حبیبہ کی خادمہ تھی اور ان کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی آپ نے اس سے پوچھا: اس پیالہ میں جو پیشاب تھا وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: اس کو میں نے پی لیا، آپ نے فرمایا: اے ام یوسف! تم صحت مند رہو گی۔ ابن دحیہ نے کہا: یہ دو مختلف عورتوں کے دو مختلف واقعے ہیں۔ پہلی عورت برکہ ام ایمن ہیں اور دوسری عورت برکہ ام یوسف ہیں۔

(نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۳، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

ملا علی قاری نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ دو الگ واقعہ ہیں۔ (شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۳، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

جب یہ واضح ہو گیا کہ یہ دو واقعہ ہیں اور یہ قول کہ میں نے لاعلمی میں پیا تھا حضرت برکہ ام ایمن کا ہے اور حضرت برکہ ام یوسف کے واقعہ میں یہ قول نہیں ہے کہ میں نے لاعلمی میں پیا تھا، اس لیے ملا علی قاری کا مطلقاً یہ کہنا درست نہیں ہے کہ پینے والوں نے عمداً اور بلاضرورت نہیں پیا۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پینے کے بھی متعدد واقعات ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا، ان میں ابوطیبہ نام کے فصد لگانے والے ہیں اور قریش کا ایک لڑکا ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی تھی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پیا، یہ روایات بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابونعیم کی حلیہ میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے آپ کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا۔

(شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۱، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

ان احادیث میں سے کسی میں یہ مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے لاعلمی میں خون پیا، صرف حضرت ام ایمن کی روایت سے ''لا اشعر'' کا لفظ دیکھ کر مطلقاً یہ کہنا کہ ''حضور دوبارہ پینے سے اس وقت منع کرتے جب پینے والوں نے بلاضرورت اور عمداً پیا ہوتا'' سخت مغالطہ آفرینی ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ: سالم بن ابی الحجاج نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی اور خون پی لیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے اور ایک روایت میں ہے کہ دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے۔

ہر خون کا حرام ہونا اور اسی طرح آپ کے خون کا بھی حرام ہونا طہارت کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ حرمت کرامت کی بناء پر ہے نجاست کی بناء پر نہیں ہے، دراصل اس عبارت سے ملا علی قاری، قاضی عیاض پر یہ رد کرنا چاہتے ہیں کہ قاضی عیاض نے یہ استدلال کیا تھا کہ اگر آپ کے فضلات نجس ہوتے تو آپ کسی کو دوبارہ پینے سے منع کرتے، سو ملا علی قاری نے ابن عبدالبر کے حوالے سے یہ لکھا کہ ایک روایت میں ہے: ''لا تعد فان الدم کله حرام''۔ ''دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے'' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے ابن عبدالبر کی کتاب کو دیکھا اس میں سالم کے تذکرہ میں فصد کا یہ واقعہ مذکور ہے لیکن ''لا تعد فان الدم کله حرام'' کا ذکر نہیں ہے اور ملا علی قاری کے استدلال کا مرکزی نکتہ یہی ہے، ابن عبدالبر کی اصل عبارت یہ ہے:

(سالم) رجل من الصحابة حجم النبی صلی اللہ علیہ وسلم سالم ایک صحابی ہیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی اور فصد

وشرب دم الحجم فقال له رسول اللہ ﷺ اما علمت ان الدم کله حرام.

کا خون پی لیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے۔

(استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۲ ص ۲۷، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابن عبد البر نے "فی روایۃ لا تعد" نہیں لکھا، اور اگر ملا علی قاری کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور نے لکھا ہے یا کسی اور روایت میں ہے تو ملا علی قاری نے اس کا حوالہ نہیں دیا اور جو چیز مذاہب اربعہ کے جمہور علماء کا مختار ہو اور مستند احادیث سے ثابت ہو اس کو ایک بے سند اور مجہول روایت کی بنیاد پر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ ملا علی قاری پر رحم فرمائے، ہو سکتا ہے کہ اس تمام بحث سے ان کا مقصود یہ ہو کہ فضلات کریمہ کی طہارت ایک ظنی مسئلہ ہے اس پر کوئی دلیل قطعی نہیں ہے، کیونکہ جن وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے ان پر اعتراضات ہو سکتے ہیں، ملا علی قاری کی طرف سے اس توجیہ کی وجہ یہ ہے کہ ملا علی قاری نے اپنی دوسری تصانیف میں اس کے برخلاف لکھا ہے۔

فضلات کریمہ سے متعلق بعض احادیث کی فنی حیثیت اور اس مسئلہ میں جمہور علماء کا موقف!!!

ملا علی قاری حنفی شرح شمائل ترمذی میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے فضلات کے متعلق امام طبرانی نے سند حسن یا سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کو بیت الخلاء میں جاتے ہوئے دیکھتی ہوں، پھر جو شخص آپ کے بعد بیت الخلاء میں جاتا ہے وہ آپ سے خارج ہونے والی کسی چیز کا کوئی اثر نہیں دیکھتا، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو یہ حکم دیا ہے کہ انبیاء سے جو کچھ خارج ہو وہ اس کو نگل لے، اس حدیث کو امام ابن سعد نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے مستدرک میں ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ امام بیہقی کا یہ کہنا کہ یہ حدیث حسن بن علوان کی موضوعات میں سے ہے اور اس کا ذکر مناسب نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ مشہورہ میں نبی ﷺ کے اس قدر معجزات کا ذکر ہے جو حسن بن علوان کے کذب سے مستغنی کر دیتے ہیں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۷۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام بیہقی کی یہ عبارت بالخصوص ابن علوان کے روایت کردہ متن پر محمول ہے اور وہ یہ ہے: "کیا تم نہیں جانتیں کہ ہمارے اجسام ارواح اہل جنت کے مطابق پیدا ہوئے ہیں اور جو کچھ ان سے نکلتا ہے اس کو زمین نگل لیتی ہے"۔ یا اس حدیث پر موضوع کا حکم لگانا صرف ابن علوان کی سند کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسری جن سندوں سے یہ حدیث مروی ہے ان پر موضوع کا حکم نہیں ہے، یا امام بیہقی ان اسانید پر مطلع نہیں ہوئے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے (یعنی امام طبرانی، امام ابن سعد، اور امام حاکم کی ذکر کردہ اسانید)، اور یہ جواب زیادہ ظاہر ہے۔

امام بیہقی کا یہ تبصرہ براز کے متعلق تھا، اور پیشاب کا تو بہت صحابہ نے مشاہدہ کیا ہے، آپ کی خادمہ برکہ ام ایمن نے آپ کا پیشاب پیا، اور حضرت ام حبیبہ کی خادمہ برکہ ام یوسف نے آپ کا پیشاب پیا، آپ کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا، آپ اس میں پیشاب کرتے تھے، اور دوسری برکہ نے اس کو پی لیا، تو آپ نے ان سے فرمایا: اے ام یوسف! تم تندرست ہو گئیں، اور وہ مرض موت کے سوا پھر کبھی بیمار نہیں ہوئیں اور پہلی برکہ سے یہ روایت ہے کہ رات کو رسول اللہ ﷺ نے

Marfat.com

گھر کی ایک جانب رکھے ہوئے ٹھیکرے میں پیشاب کیا، وہ کہتی ہیں کہ میں رات کو پیاس سے اٹھی اور جو کچھ اس ٹھیکرے میں موجود تھا میں نے اس کو پی لیا اور مجھ کو پتا نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے)، صبح کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام ایمن جو کچھ اس ٹھیکرے میں ہے اس کو پھینک دو، میں نے کہا: بہ خدا! جو کچھ اس میں تھا میں نے پی لیا، پھر رسول اللہ ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ نے فرمایا: سنو! خدا کی قسم! تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا، علامہ ابن حجر نے کہا: ہمارے ائمہ متقدمین اور دوسرے ائمہ کی ایک جماعت نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ کے فضلات طاہر ہیں اور متاخرین کی ایک جماعت کا بھی یہی مختار ہے اور طہارت فضلات پر بکثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ لاہور) ایک قول یہ ہے کہ اس کا سبب نبی ﷺ کا شق صدر آپ کے باطن کو دھونا ہے۔

(جمع الوسائل ج ۲ ص ۳۔۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی)

۶۲۸۲، ۶۲۸۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ذَهَبَ إِلَى قُبَاءٍ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ فَنَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ أَوْ قَالَ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ شَكَّ إِسْحَاقُ قُلْتُ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ فَقُلْتُ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ زَمَانَ مُعَاوِيَةَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب قباء کی طرف جاتے تو حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے۔ اور وہ آپ کو کھانا کھلاتیں، اور وہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ایک دن آپ ان کے گھر گئے تو انہوں نے کھانا کھلایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ سو گئے اور پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، انہوں نے کہا: میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے اس سمندر کے وسط میں تخت کے اوپر سوار ہو رہے تھے جیسے بادشاہوں کے تخت ہوتے ہیں، یا فرمایا جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر ہوتے ہیں، راوی اسحاق کو شک ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ سو آپ نے دعا کی، پھر آپ نے اپنا سر رکھا اور پھر سو گئے۔ پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے پوچھا: آپ کو کیا چیز ہنساتی ہے یارسول اللہ! فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں گے اور اس سمندر کے اندر تختوں پر اس طرح

Marfat.com

سوار ہوں گے جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھتے ہیں یا فرمایا: بادشاہوں کی مثل تختوں پر ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کردے۔ آپ نے فرمایا: تم پہلوں میں سے ہو۔ پھر حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سمندر میں سوار ہوئیں، جب وہ سمندر سے نکلیں تو ان کی سواری نے ان کو گرادیا، پس وہ فوت ہوگئیں۔

(صحیح بخاری: ۲۷۸۸، ۲۸۰۰، ۲۸۷۸، ۲۸۹۵، ۲۹۲۴، ۶۲۸۳، ۷۰۰۲، صحیح مسلم: ۱۹۱۲، سنن ترمذی: ۱۶۴۵، سنن نسائی: ۳۱۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۴۹۰، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۶، مسند احمد: ۱۳۳۷۹، موطا امام مالک: ۱۰۱۱، سنن دارمی: ۲۴۲۱)

صحیح البخاری: ۶۲۸۲۔ ۶۲۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الجہاد کے باب "فضل من یصرع فی سبیل اللہ" اور باب "غزوۃ المرأۃ فی البحر" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ام حرام"۔ یہ بنت ملحان ہیں۔ اور یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں۔ (اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی رضاعی خالہ تھیں)۔ ابن الکلبی نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ غزوہ ۲۸ھ میں ہوا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۲۔ ۶۲۸۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ میری امت کے مجاہدین سمندر میں تخت پر اس طرح سوار ہوں گے جیسا کہ بادشاہ سوار ہوتے ہیں، یعنی جس طرح بادشاہوں کا دنیا میں حال ہوتا ہے کہ ان پر دنیا وسیع ہوتی ہے اور ان کے ہتھیار بہت ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ ہوں گے۔

(۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان مجاہدین کو پیش کیا گیا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں ان کے حال پر مطلع کیا گیا ہو کہ وہ اس طریقہ سے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

(۳) اس حدیث میں عورتوں کے جہاد کرنے کی دلیل ہے۔ امام مالک نے بڑے لشکروں میں اس کی اجازت دی ہے۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے "ثبج البحر" اس کا معنی ہے: وسط البحر۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۳۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۸۲۔ ۶۲۸۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی وفات کے متعلق مختلف روایات

امام بخاری کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سمندر سے نکلیں تو وہ اپنی سواری سے گر گئیں اور فوت ہو گئیں۔اور اللیث کی روایت میں ہے کہ جب مجاہدین اپنے غزوہ سے شام کی طرف لوٹے تو حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی طرف ایک سواری لائی گئی تا کہ وہ اس سواری پر سوار ہوں تو وہ اس سواری سے گر گئیں اور فوت ہو گئیں۔اور امام احمد نے زید سے روایت کی ہے کہ ان کو ایک سفید خچر نے گرا دیا، پس وہ گر گئیں اور فوت ہو گئیں۔اور ایک روایت میں ہے کہ ان کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ فوت ہو گئیں۔اور ان میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ سفید خچر ان کے قریب لایا گیا تا کہ وہ اس پر سوار ہوں، تو وہ سوار ہونے کے لیے (چڑھنے لگیں) شروع ہوئیں تو گر گئیں اور ان کی گردن ٹوٹ گئی، پس وہ فوت ہو گئیں۔

اور اللیث کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ یہ واقعہ شام کے ساحل میں ہوا جب وہ سمندر سے نکلیں غزوۂ قبرص سے لوٹنے کے بعد۔ لیکن ابن ابی عاصم نے کتاب الجہاد میں از ہشام بن عمار از یحییٰ بن حمزہ، حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے قصہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبادہ حمص کے ساحل پر اترے۔اور ہشام بن عمار نے کہا: میں نے ام حرام کی قبر حمص کے ساحل میں دیکھی ہے۔اور ایک جماعت نے وثوق سے کہا کہ ان کی قبر جزیرہ قبرص میں ہے۔اور ابن حبان نے اس حدیث کی روایت بیان کرنے کے بعد لیث بن سعد کی سند سے کہا ہے کہ ام حرام کی قبر بحر روم میں ہے جس کو قبرص کہا جاتا ہے۔

اور ابن عبد البر نے وثوق سے کہا ہے کہ جب وہ سمندر سے قبرص کی طرف نکلیں تو ان کے پاس ایک سواری لائی گئی، پس اس سواری نے ان کو گرا دیا۔اور امام طبری نے الواقدی کی سند سے کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی فتح کے بعد ان سے صلح کر لی تھی کہ اب وہ ہر سال سات ہزار دینار دیا کریں گے۔جب انہوں نے وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سواری لائی گئی تا کہ وہ اس پر سوار ہوں۔وہ سواری سے گر گئیں پس فوت ہو گئیں۔ان کی قبر وہاں پر ہے، ان کی قبر کے پاس بارش کے لیے دعا کی جاتی ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک نیک عورت کی قبر ہے۔اس بناء پر شاید ہشام بن عمار کی مراد یہ ہے کہ میں نے ان کی قبر کو ساحل پر دیکھا تھا یعنی جزیرہ قبرص کے ساحل پر دیکھا تھا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں جہاد کی ترغیب ہے اور جہاد پر برانگیختہ کرنا ہے اور مجاہد کی فضیلت ہے۔

(۲) اس میں جہاد کے لیے سمندر کے سفر کا جواز ہے اور یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمندر کے سفر سے منع کرتے تھے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دے دی۔علامہ ابو بکر ابن العربی نے کہا: پھر عمر بن عبد العزیز نے سمندر کے سفر سے منع کیا اور پھر بعد میں اس کی اجازت دے دی، اور اسی پر معاملہ مستقر ہو گیا۔اور منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ کے بغیر سمندر کے سفر سے منع فرمایا تھا۔

Marfat.com

اور علامہ ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ جب سمندر موجزن ہو تو پھر سمندر کا سفر کرنا حرام ہے۔ اور امام مالک نے عورتوں کے لیے سمندر کے سفر سے مطلقاً منع کیا ہے، انہیں خوف تھا کہ عورتیں مردوں کی شرمگاہوں پر مطلع ہو جائیں گی کیونکہ وہاں پر اس سے بچنا مشکل ہے۔ اور ان کے اصحاب نے کہا: یہ چھوٹی کشتیوں کے متعلق امام مالک کا قول ہے لیکن جو بڑی کشتیاں اور جہاز ہوں جس میں پردے کا اہتمام ممکن ہو تو پھر عورتوں کے لیے سمندری سفر میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) اس حدیث میں شہادت کی تمنا کا جواز ہے اور میں نے باب الشہداء میں ذکر کیا ہے کہ کئی لوگوں پر شہداء کا اطلاق ہوتا ہے خواہ وہ قتل نہ کیے گئے ہوں۔

(۴) اور اس حدیث میں قیلولہ کرنا یعنی دوپہر کے وقت سونے کا جواز ہے، کیونکہ اس سے رات کے قیام میں مدد ملتی ہے۔

(۵) اور ہر امام کے ساتھ جہاد کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ قیصر میں جہاد کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے اور اس غزوہ کا امیر یزید بن معاویہ تھا۔

(۶) بعض شارحین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں قیامت تک مجاہدین کی فضیلت ہے۔

(۷) ہم سے ابن وہب نے کہا کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالاؤں میں سے ایک تھیں، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس قیلولہ کرتے تھے اور ان کی گود میں سر رکھ کے سوتے تھے اور وہ آپ کے سر میں جوئیں دیکھتی تھیں۔

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں جوئیں نہیں ہو سکتیں۔ آپ طیب وطاہر تھے اور صاف ستھرے رہتے تھے اور جوئیں میل کچیل سے اور پسینہ کی بدبو سے پیدا ہوتی ہیں، اس لیے آپ کا سر جوؤں سے پاک تھا۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اپنی عادت کے مطابق آپ کے سر کو سہلاتی تھیں جس کو راوی نے جوئیں دیکھنے سے تعبیر کیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اکثر علماء کے نزدیک حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ اور محرم ہونا

(۸) ابن عبدالبر نے کہا کہ جو صورت بھی ہو حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم تھیں۔ اور المہلب نے ابن وہب سے نقل کیا ہے کہ وہ آپ کے باپ یا دادا کی خالہ تھیں۔ اور ابن الجوزی نے کہا: میں نے بعض حفاظ سے سنا ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت آمنہ بنت وہب کی رضاعی بہن تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ تھیں۔

اور ابن عربی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے معصوم تھے کہ آپ کو آپ کی زوجہ کے علاوہ اور کسی پر شہوت آئے اور آپ ہر فعل قبیح سے مبرأ تھے اور ہر قبیح بات سے منزہ تھے۔ پس حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا آپ کے سر کے بالوں کو دیکھنا یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ پھر کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حجاب سے پہلے کا واقعہ ہو۔ اور اس قول کو رد کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ یقینی طور پر حجاب کے بعد کا ہے، کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

قاضی عیاض نے خصوصیت کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ خصائص احتمال سے ثابت نہیں ہوتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا مسلم ہے لیکن اصل یہ ہے کہ خصوصیت نہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال کی اقتداء کرنا جائز ہے حتیٰ کہ کسی فعل کا خصوصیت ہونا دلیل سے ثابت ہو۔

علامہ دمیاطی کا حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا آپ کی رضاعی خالہ ہونے کا انکار کرنا

علامہ دمیاطی نے کہا: جس نے بھی یہ زعم کیا کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی یا نسبی خالاؤں میں سے ایک تھیں، وہ اس بات کو بھول گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبی مائیں اور رضاعی مائیں تو معلوم ہیں اور ان میں سے کوئی بھی انصار میں سے نہیں تھیں اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا انصار میں سے تھیں، سوائے ام عبد المطلب کے۔ اور یہ سلمہ بنت عمرو بن زید بن لبید بن خراش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار ہیں۔ اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا، یہ بنتِ ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم ہیں۔ پس حضرت ام حرام اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہما صرف عامر بن غنم میں جمع ہوتی ہیں جو ان کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ اور اس وجہ سے خالہ ہونا محرمیت کو ثابت نہیں کرتا، کیونکہ ان کا خالہ ہونا مجازی ہے اور یہ ایسا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا کہ یہ میرے ماموں ہیں، کیونکہ وہ بنی زہرہ سے تھے اور وہ حضرت سیدہ آمنہ کے رشتہ دار تھے جو آپ کی والدہ تھیں۔ اور حضرت سعد حضرت آمنہ کے بھائی نہیں تھے نہ نسب سے اور نہ رضاع سے۔ پھر علامہ دمیاطی نے کہا: جب یہ مقرر ہو گیا تو حدیثِ صحیح میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات کے سوا کسی عورت کے پاس نہیں جاتے تھے سوائے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے۔ آپ سے ان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: میں ان پر رحم کرتا ہوں کیونکہ ان کا بھائی میرے ساتھ جہاد میں حاضر ہوا اور شہید ہوا، یعنی حرام بن ملحان اور وہ بئر معونہ کے دن شہید کیے گئے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ قصۂ جہاد میں باب "فضل من جهز غازيا" میں یہ بات گزر چکی ہے۔ اور میں نے وہاں پر یہ بات واضح کی ہے کہ ایک طرف تو صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے سوا کسی عورت کے پاس نہیں جاتے تھے اور اس باب کی حدیث میں ہے کہ آپ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تھے۔ اس میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہما دونوں بہنیں تھیں اور دونوں ایک گھر میں رہتی تھیں اور حرام بن ملحان ان دونوں کے بھائی تھے، پس علت دونوں میں مشترک تھی۔ اور اگر ام عبد اللہ بنت ملحان کا قصہ ثابت ہو جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے تو اس میں بھی وہی قول ہوگا جو حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے متعلق قول ہے۔ اور اس علت کے ساتھ یہ بات بھی ملے گی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ اور یہ عادت جاری ہے کہ مخدوم اور خادم، اور خادم کے اہل مل جل کر رہتے ہیں۔

پھر علامہ دمیاطی نے کہا: اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ آپ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے ساتھ تنہائی میں ملتے تھے، ہو سکتا ہے اس وقت حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا بیٹا بھی ہو یا خادم ہو یا شوہر ہو یا کوئی اور تابع ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ احتمال قوی ہے لیکن اصل اشکال کو دور نہیں کرتا، کیونکہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لمس کرنا ثابت ہے کہ وہ آپ کی جوئیں دیکھتی تھیں اور بہترین جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تنہائی میں جانا یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ دلیل اس پر واضح ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۷۔۳۵۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ ہونے یا نہ ہونے کے متعلق حرفِ آخر

میں کہتا ہوں: علامہ ابن عربی، علامہ الدمیاطی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے سوا سب مستند علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں اور محرم تھیں۔ لیکن علامہ الدمیاطی نے دلائل سے واضح کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ نہیں تھیں اور نہ نسبی خالہ تھیں، کیونکہ آپ کی نسبی اور رضاعی خالہ سب مہاجرات میں سے تھیں اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا انصار میں سے تھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے پاس خلوت میں جانا صرف آپ کی خصوصیت ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۸۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

راجح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے پاس خلوت میں جانا آپ کی خصوصیت تھی۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ بابِ خصوصیت سے ہے حتیٰ کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا رضاعی خالہ ہونا ثابت ہو اور اصل یہ ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے۔ پس زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ بابِ خصوصیت سے ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ کے لیے چار سے زیادہ ازواج سے نکاح کرنا جائز ہے، تو اسی طرح نکاح اور محرمیت کے متعلق بھی آپ کے وہ خصائص ہیں جو دوسروں کے لیے ثابت نہیں ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ صحابہ آپ کے آثار اور فضلاتِ طاہرہ سے تبرک حاصل کرتے تھے، جیسا کہ وہ آپ کے تھوک اور بلغم سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ اور آپ کے پسینہ اور لعابِ دہن اور کپڑوں اور بالوں سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

(۱) اس حدیث میں دن میں قیلولہ کرنے اور سونے کا جواز ہے، کیونکہ اس سے رات کے قیام پر مدد حاصل ہوتی ہے۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو چیز بدن کو ایذاء پہنچائے جیسے جوئیں، ان کو بدن سے نکالنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں جوئیں اپنی عادت کے مطابق دیکھتی تھیں، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع آپ کے سر میں جوئیں تھیں، کیونکہ جوئیں میل کچیل، گندگی اور پسینہ کی بدبو سے پیدا ہوتی ہیں اور آپ کا جسم مبارک ان تمام آلائشوں سے مبرا اور منزہ تھا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر امام کے ساتھ جہاد کرنا مشروع ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ قیصر کے خلاف جہاد کرنے والوں کی مدح فرمائی اور اس غزوہ کا امیر یزید بن معاویہ تھا۔

(۴) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد خبریں اور پیش گوئیاں ہیں جو بعد میں اسی طرح واقع ہوئیں جس طرح آپ نے فرمایا تھا اور ان کو نبوت کی علامات میں سے شمار کیا گیا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ کی امت آپ کے بعد بھی باقی رہے گی اور یہ کہ آپ کی امت میں بہت قوی مرد ہوں گے جو دشمن پر غلبہ پائیں گے۔ اور یہ کہ وہ شہروں پر قبضہ کریں گے حتیٰ کہ سمندر کے راستہ سے جہاد کریں گے۔ اور یہ کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اس زمانہ تک زندہ رہیں گی اور ان صحابہ کے ساتھ ہوں گی جو سمندر کے راستہ جہاد کریں گے۔ اور یہ کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا دوسرے غزوہ کو نہیں پائیں گی بلکہ پہلے غزوہ میں فوت ہو جائیں گی۔

Marfat.com

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو نعمت تازہ ملی ہو اس پر ہنسنا اور خوش ہونا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے ہنسے کہ آپ کی امت آپ کے بعد جہاد کرے گی اور اللہ تعالیٰ ان کو اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔

(۶) بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے ہنسے تھے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہمان کا اپنے گھر کے علاوہ دوسرے کے گھر میں رہنا جائز ہے جب کہ اجازت لے لی ہو اور فتنہ سے مامون ہو اور اجنبی عورت کا مہمان کی خدمت کرنا اور اس کو کھانا کھلانا یہ جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس باب میں دوسروں کے مساوی نہیں ہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ سے بہت دور ہیں اور بہت مامون ہیں۔ اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کا اجنبی عورت کو دیکھنا جائز ہے اور اس کے ساتھ خلوت کرنا جائز ہے اور آپ کا باتیں کرنا بھی جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ آپ کے سر میں جوئیں دیکھے اور اس باب میں جو دوسرے کام ہیں۔ (شرح صحیح البخاری، ج ۶ ص ۱۱۰۔ ۱۱۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۴۲۔ بَابُ: الْجُلُوسِ كَيْفَمَا تَيَسَّرَ — جس طرح آسانی ہو بیٹھنے کا جواز

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھنا جائز ہے۔ اور اس سے اس کو مستثنیٰ کیا جائے گا جس کی ممانعت کی گئی ہے، جیسا کہ اس باب کی حدیث میں آرہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۸۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَالِاحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلَى فَرْجِ الْإِنْسَانِ مِنْهُ شَيْءٌ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُدَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری، از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے لباسوں اور دو قسم کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ ''اشتمال الصماء'' سے منع فرمایا، اور ایک کپڑے کے ساتھ احتباء سے منع فرمایا، جب کہ انسان کی شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو، اور (بیع میں) ''الملامسہ'' اور ''المنابذہ'' سے منع فرمایا۔

سفیان کی متابعت معمر اور محمد بن ابی حفصہ اور عبد اللہ بن بدیل نے زہری سے کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷، ۱۹۹۱، ۲۱۴۴، ۲۱۴۷، ۵۸۲۰، ۵۸۲۲، ۶۲۸۴، سنن نسائی: ۵۳۴۱، سنن ابوداؤد: ۲۴۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۹، مسند احمد: ۱۰۷۱۰)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کے عنوان میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح آسانی سے بیٹھا جا سکے اس طرح بیٹھنا جائز ہے۔ اور اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ دو قسم کے لباسوں یعنی ''اشتمال الصماء'' اور ''الاحتباء'' جب کہ شرم گاہ ڈھکی ہوئی نہ ہو، کے سوا بیٹھنے کی حالت ممنوع نہیں ہے، کیونکہ اصل یہ ہے کہ ماسوا میں ممانعت نہیں ہے اور اصل ہر ہیئت اور ہر لباس میں جواز ہے جب کہ شرمگاہ ڈھکی ہوئی ہو۔ اور طاؤس سے روایت ہے کہ آلتی پالتی مار کر بیٹھنا بھی مکروہ ہے، کیونکہ یہ ہلاک کرنے والی بیٹھنے کی حالت ہے۔

میں کہتا ہوں: طاؤس کی یہ روایت صحیح نہیں ہے، کیونکہ سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آلتی پالتی مار کر بیٹھتے تھے یعنی چارزانو بیٹھتے تھے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی مجلس میں چارزانو بیٹھتے حتیٰ کہ سورج حسین صورت میں نکل آتا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۵۰، صحیح مسلم: ۶۷۰، سنن ترمذی: ۵۸۵، سنن نسائی: ۱۳۵۶)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ حدیث کتاب البیوع میں از عیاش از عبد الاعلیٰ از معمر گزر چکی ہے اور اس پر تفصیلی بحث بھی گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لبستین'' یعنی دو قسم کے پہناوے۔ ایک پہناوا ہے ''اشتمال الصماء'' اور وہ یہ ہے کہ کپڑے کو کسی ایک کندھے پر ڈال لیا جائے اور دوسری جانب ظاہر ہو جس پر کپڑا نہ ہو۔ (جیسے دیہاتوں میں لوگ پیچھے سے دھوتی اٹھا کر سر پر رکھ لیتے ہیں اور پیچھے کی شرمگاہ کھلی ہوتی ہے۔) اور دوسرا پہناوا ''الاحتباء'' ہے یعنی کوئی شخص سرین کو زمین پر ٹکا کر اکڑوں بیٹھا ہوا ہو اور اس کی شرمگاہ ڈھکی ہوئی نہ ہو (یعنی تہبند کھلا ہوا ہو)۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الملامسة''۔ یعنی ایک شخص دوسرے شخص کے کپڑے کو رات یا دن کے وقت چھوئے اور کہے جس چیز کو میں نے چھولیا اس کی بیع واجب ہو جائے گی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''المنابذة'' یعنی ایک شخص دوسرے کی طرف کپڑا پھینک دے اور وہ اس کی طرف کپڑا پھینک دے اور یہ ان کے درمیان کپڑوں کو دیکھے بغیر بیع ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الصماء'' اور ''الاحتباء'' کے بغیر دوسرے لباس پہننے کا جواز

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو قسم کے لباسوں کی حالتوں سے منع فرمایا ہے، کیونکہ

Marfat.com

دوسری حالتوں میں اور دوسرے لباسوں میں جب شرمگاہ ڈھکی ہوئی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ان دو لباسوں سے نماز میں منع فرمایا ہے اور وہ "الصماء" اور "الاحتباء" کی کیفیت ہے، کیونکہ جب نماز میں انسان جھکے گا یا اٹھے گا تو اس کی شرمگاہ کے کھلنے کا خطرہ ہے۔ اور جب وہ بیٹھا ہوگا اور کچھ نہیں کرے گا اور اپنے ہاتھوں سے تصرف نہیں کرے گا تو اس کی شرمگاہ ڈھکی ہوئی ہوگی اور اس صورت میں لباس کی ان حالتوں میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے صحن میں "احتباء" کی ہیئت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن ملقن نے علامہ ابن بطال کی شرح کو من وعن نقل کر دیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۳۹ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی کی شرح پر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا تعاقب

علامہ المہلب مالکی نے لکھا ہے کہ "الصماء" اور "الاحتباء" کی حالتوں میں جب نمازی جھکے یا اوپر اٹھے تو اس کی شرمگاہ مستور نہیں رہے گی۔ لیکن جو غیر نماز میں بیٹھا ہو اور کچھ نہ کر رہا ہو اور اپنے ہاتھوں سے تصرف نہ کرے تو اس کی شرمگاہ نہیں کھلتی اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور "باب الاحتباء" میں یہ گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحنِ کعبہ میں احتباء کی کیفیت سے بیٹھے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ المہلب مالکی رحمہ اللہ اس بات سے غافل رہے کہ یہ قید تو نفسِ حدیث میں مذکور ہے، کیونکہ حدیث میں ہے "ایک کپڑے میں احتباء اس وقت ممنوع ہے جب اس کی شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو"۔ اور کتاب اللباس کے "اشتمال الصماء" کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ "الصماء" یہ ہے کہ کپڑے کی ایک طرف اس کے ایک کندھے پر ہو اور دوسرا کندھا اور دوسری جانب اس کی کھلی ہوئی اور ظاہر ہو۔ اور شرمگاہ کا ستر کرنا ہر حالت میں مطلوب ہے۔ ہر چند کہ وہ نماز کی حالت میں زیادہ مؤکد ہے، کیونکہ سترِ عورت کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

اور علامہ ابن بطال نے ابن طاؤس سے نقل کیا ہے کہ چار زانو بیٹھنا ممنوع ہے۔ اور اس پر یہ تعاقب کیا گیا ہے کہ امام مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھتے تو مجلس میں چار زانو بیٹھتے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۵۱، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

جس طرح بیٹھنے میں سہولت ہو، اس طرح بیٹھنے کا جواز

امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ جس طرح بیٹھنے میں سہولت ہو اس طرح بیٹھنے کا جواز ہے۔ اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق جگہ کے ساتھ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق ہیئت اور کیفیت کے ساتھ ہو اور یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ جگہ میں اس لیے صحیح ہے، کیونکہ انسان کو کبھی آخر میں بیٹھنا میسر ہوتا ہے اور کبھی درمیان میں بیٹھنا میسر ہوتا ہے اور کبھی اول میں بیٹھنا میسر ہوتا ہے، سو جس طرح اس کو بیٹھنا میسر ہو تو وہ اس طرح بیٹھ جائے اور نہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالے اور نہ دوسروں کو۔ اور ہیئت اور حالت میں بھی یہی حکم ہے۔ وہ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالے، کیونکہ کبھی انسان کو صرف اسی صورت میں راحت ہوتی ہے جب وہ چار زانو بیٹھے، یا وہ اپنے پیر بچھا کر بیٹھے، کیونکہ ہمیں یہ قاعدہ حاصل ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے اوپر آسانی کرے اور اپنے آپ کو سہولت میں رکھے جس قدر سہولت حاصل ہو سکے، سوا ان چیزوں کے جن چیزوں کو اللہ عزوجل نے حرام فرما دیا ہے۔

پھر اس کے بعد امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کے پہناووں اور دو قسم کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ پہناوے "اشتمال الصماء" اور ایک کپڑے میں "الاحتباء" ہیں۔

"اشتمال الصماء" کی تعریف

"اشتمال الصماء" یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ لے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو باہر نہ نکالے، یہ صورت جیسا کہ اہل علم نے کہا ہے اس لیے ممنوع ہے کہ اس صورت میں اگر اس پر کوئی اچانک حملہ کرے تو اپنے نفس سے دفاع کی طاقت نہیں رکھتا، اس لیے اس کا نام "الصماء" رکھا گیا ہے، کیونکہ اس لباس میں کوئی منفذ اور سوراخ نہیں ہوتا۔

ایک کپڑے میں "الاحتباء" کی تعریف

یہ بھی ممنوع ہے۔ اور اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ اپنی سرین کو جما کر اکڑوں بیٹھے گا اور گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں کے حلقہ میں لے لے گا اور اس صورت کو احتباء کہتے ہیں، تو اس کی شرمگاہ اوپر سے کھل جائے گی، کیونکہ "الاحتباء" میں انسان اپنی پشت کو ایک کپڑے سے لپیٹ لیتا ہے اور وہ کپڑا اس کی پنڈلیوں پر بھی ہوتا ہے، اور جب وہ ایسا کرے گا تو اس کی شرمگاہ اوپر سے کھل جائے گی اور ظاہر ہو جائے گی اور بعض اوقات اس کی پیٹھ سے بھی کپڑا ڈھلک جائے گا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا ہے کہ اس کی شرمگاہ پر کوئی چیز نہ ہو۔ لیکن اگر فرض کیا جائے کہ کوئی ایک کپڑا یا اس کا کوئی جزو اس کی شرمگاہ پر لپٹا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اب اس کی شرمگاہ کے کھلنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

رہا دو قسم کی بیع! سو ایک "ملامسہ" ہے اور دوسری "منابذہ" ہے۔ اور ملامسہ "لمس" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے چھونا اور منابذہ "نبذ" سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: پھینکنا۔

ملامسہ کی ممانعت کی توجیہ

ملامسہ یہ ہے کہ ایک آدمی یہ کہے کہ تم نے جس کپڑے کو بھی چھولیا تو وہ مثلاً تمہارے لیے سو روپے کا ہے، کیونکہ اس میں غرر اور دھوکا ہے۔ کیونکہ بسا اوقات وہ ایسے کپڑے کو چھو لیتا ہے جو سو ریال کا ہے اور وہ صرف اس کپڑے کو لینا چاہتا ہے جو ایک ریال کا ہو،

Marfat.com

تو اب اس کی قیمت مجہول ہوگی۔اسی طرح کبھی وہ اس کپڑے کو چھوتا ہے جو سفید یا سرخ ہے تو یہ مجہول العین ہے۔تو ملامسہ میں یا قیمت مجہول ہوگی یا عین مجہول ہوگا، اس لیے ممنوع ہے۔

منابذہ کی ممانعت کی توجیہ

منابذہ مثلاً یہ ہے کہ وہ کہے کہ میں جو کپڑا ابھی تمہاری طرف پھینکوں وہ دس ریال کا ہے، یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مجہول العین بھی ہے اور مجہول الثمن بھی ہے۔اور کبھی وہ ایسا کپڑا پھینک دیتا ہے جس کی مالیت ایک درہم بھی نہیں ہوتی اور اس کو وہ دس درہم میں بیچ رہا ہے۔اور کبھی وہ سفید کپڑا پھینک دیتا ہے اور کبھی سرخ کپڑا پھینک دیتا ہے، اس میں جہالۃ العین ہے، اس لیے ممنوع ہے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۱۶، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۴۳۔ بَابُ: مَنْ نَاجَى بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ وَمَنْ لَمْ يُخْبِرْ بِسِرِّ صَاحِبِهِ، فَإِذَا مَاتَ أَخْبَرَ بِهِ

جس نے لوگوں کے سامنے کسی کے ساتھ سرگوشی کی، اور جس نے اپنے صاحب کے راز کی خبر نہیں دی، پس جب اس صاحب کی وفات ہو گئی تو پھر اس کی خبر دی

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے کسی کے ساتھ سرگوشی کی، یعنی اس نے دوسرے سے خطاب کیا اور لوگوں کے سامنے اس کے ساتھ چپکے سے بات کی۔اور اس باب کا دوسرا عنوان ہے کہ اس نے اپنے صاحب سے راز کی جو بات کی ہے تو اپنے صاحب کی حیات میں اس کی خبر کسی کو نہیں دی۔اور جب اس کا صاحب فوت ہو گیا تو پھر اس نے دوسروں کو اس کی خبر دی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس باب کا عنوان دو اجزاء پر مشتمل ہے۔اور امام بخاری نے اس کے حکم کو واضح نہیں کیا، کیونکہ اس حدیث سے اس کا حکم معلوم ہو جاتا ہے اور اس پر اکتفاء کر لی۔

پہلا جزو یہ ہے کہ ایک شخص کا ایک جماعت کے سامنے کسی سے راز کی کوئی بات کرنا، سو یہ جائز ہے۔اور یہ اس باب سے نہیں ہے جس میں ایک آدمی دوسرے کے سامنے کسی سے چپکے سے کوئی بات کرے اور دوسرے کو نہ بتائے کہ کیا بات کی ہے، کیونکہ جب وہ ایک سے بات کرے گا اور دوسرے کو نہیں بتائے گا تو اس کو یہ خوف ہوگا کہ شاید میرے خلاف کوئی بات کر رہا ہے۔لیکن جب وہ ایک جماعت کے سامنے کسی ایک بندے سے یا کسی ایک شخص سے چپکے سے کوئی بات کرے گا تو اس کو یہ خطرہ نہیں ہوگا کہ یہ میرے خلاف کوئی بات کر رہا ہے۔سو جب ایک جماعت کے سامنے کسی ایک سے کوئی بات کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور دوسرا عنوان یہ ہے کہ جب اس کا صاحب فوت ہو جائے تو پھر وہ اس خبر کو بتا سکتا ہے، کیونکہ زندگی میں اس کا راز بتانا نامناسب تھا، کیونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اگر بتا دیتیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس وقت کیا راز کی بات کی ہے یعنی اپنی وفات کے وقت، تو آپ کی ازواج مطہرات بہت غمگین ہوتیں۔اسی طرح اگر وہ یہ بتا دیتیں کہ وہ تمام مومنین کی سردار ہیں، تب بھی ان کو شدید رنج ہوتا اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مطمئن ہو گئیں کہ اب کوئی حرج نہیں ہے تو انہوں نے اس کی خبر

Marfat.com

دے دی۔ اور اسی سے اس حدیث کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۸۵، ۶۲۸۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى عَنْ أَبِي عَوَانَةَ حَدَّثَنَا فِرَاسٌ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ إِنَّا كُنَّا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَهُ جَمِيعًا لَمْ تُغَادَرْ مِنَّا وَاحِدَةٌ فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَمْشِي لَا وَاللَّهِ مَا تَخْفَى مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ قَالَ مَرْحَبًا بِابْنَتِي ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا فَلَمَّا رَأَى حُزْنَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَإِذَا هِيَ تَضْحَكُ فَقُلْتُ لَهَا أَنَا مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ خَصَّكِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالسِّرِّ مِنْ بَيْنِنَا ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَأَلْتُهَا عَمَّا سَارَّكِ قَالَتْ مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سِرَّهُ فَلَمَّا تُوُفِّيَ قُلْتُ لَهَا عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَّا أَخْبَرْتِنِي قَالَتْ أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ فَأَخْبَرَتْنِي قَالَتْ أَمَّا حِينَ سَارَّنِي فِي الْأَمْرِ الْأَوَّلِ فَإِنَّهُ أَخْبَرَنِي أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ بِالْقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً وَإِنَّهُ قَدْ عَارَضَنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا أَرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي فَإِنِّي نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ قَالَتْ فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ قَالَ يَا فَاطِمَةُ أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی از ابی عوانہ، انہوں نے کہا: ہمیں فراس نے حدیث بیان کی از عامر از مسروق، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کی ازواج آپ کے پاس اکٹھی بیٹھی تھیں اور ہم میں سے کوئی بھی غیر حاضر نہیں تھیں تو حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام چلتی ہوئی آئیں۔ اللہ کی قسم! ان کی چال رسول اللہ ﷺ کی چال کے مطابق تھی، پس جب آپ نے ان کو دیکھا تو خوش آمدید کہا اور فرمایا: میری بیٹی کو مرحبا ہو۔ پھر ان کو اپنی دائیں طرف یا بائیں طرف بٹھایا۔ پھر آپ نے ان سے چپکے سے کوئی بات کی تو وہ بہت زیادہ روئیں، پھر جب آپ نے ان کے غم کو دیکھا تو دوبارہ ان سے بات کی، اس وقت وہ ہنس پڑیں۔ میں نے ان سے کہا: اس وقت میں آپ کی ازواج کے درمیان تھی، کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان آپ کو ایک راز کے ساتھ خاص کیا، پھر آپ روئیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ اٹھ گئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا راز کی بات کی تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کروں گی، پھر جب آپ کی وفات ہوگئی تو میں نے ان سے کہا: میں آپ کو یہ قسم دیتی ہوں کہ میرا جو آپ کے اوپر حق ہے، آپ اس حق کی وجہ سے ضرور مجھے بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کیا خبر دی تھی؟ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں! اب بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے، پس انہوں نے مجھے خبر دی، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے پہلی مرتبہ مجھ سے راز کی بات کی تو مجھے یہ خبر دی کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کرتے تھے اور انہوں نے اس سال میرے ساتھ دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا ہے،

اور میں یہ گمان کرتا ہوں کہ میری وفات کا وقت اب قریب آ گیا ہے، سو تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا، کیونکہ میں تمہارے لیے بہترین سلف یعنی پیش رو ہوں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پھر میں روئی جو آپ نے مجھے روتے ہوئے دیکھا تھا، پھر جب آپ نے میری بے صبری کو دیکھا تو دوبارہ مجھ سے راز کی بات کی اور فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام مومن عورتوں کی سردار ہو، یا تم اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔

(صحیح بخاری: ۳۶۲۳، ۳۶۲۴، ۳۶۲۵، ۳۷۱۵، ۴۴۳۳، ۶۲۸۵، صحیح مسلم: ۲۴۵۰، سنن ترمذی: ۳۸۷۲، سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۱، مسند احمد: ۲۵۸۷۴)

صحیح البخاری: ۶۲۸۵۔۶۲۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے موسیٰ، وہ ابن اسماعیل ابوسلمیٰ البصری التبوذکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عوانہ، یہ الوضاح بن عبداللہ الیشکری ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے فراس، یہ ابن یحییٰ المکتب الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عامر، وہ ابن شراحیل الشعبی ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے مسروق، وہ ابن الاجدع ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا فشی" یہ لفظ "الافشاء" سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: کسی بات کو پھیلانا اور ظاہر کرنا۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے "عزمت" یعنی میں نے قسم کھائی ہے۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے "جزعی" "الجزع" کا معنی ہے: کم صبر کرنا۔ اور دوسرا قول ہے کہ اس کا معنی ہے بے صبری اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ باقی ابحاث ان ابواب میں گزر چکی ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۵۔۶۲۸۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کے سامنے کسی ایک سے راز کی بات کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو منع فرمایا ہے کہ "ایک آدمی کو چھوڑ کر دوسرے سے سرگوشی نہ کرو" تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس دوسرے آدمی کو یہ خطرہ ہوگا کہ شاید میرے خلاف بات کی جا رہی ہے اور جب جماعت کے سامنے کسی ایک سے بات کی جائے گی تو پھر خطرہ نہیں ہوگا۔ اور یہ حسن ادب اور کرم

Marfat.com

المعاشرت میں سے ہے۔

(۲) جب کسی کا راز دوسروں کو بیان کرنے سے ضرر کا خطرہ ہو تو پھر اس کا راز افشاء نہ کیا جائے، کیونکہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے سامنے اس وقت بتا دیتیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ عنقریب آپ کی وفات ہو جائے گی تو ازواجِ مطہرات کو بہت شدید غم ہوتا۔ اسی طرح اگر وہ یہ بتا دیتیں کہ وہ تمام مومنین کی عورتوں کی سردار ہیں تو بھی ان کو بہت رنج و غم ہوتا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کو یہ خطرہ نہیں تھا تو انہوں نے یہ خبر دے دی۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۵۔۶۲۸۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی غیر کو اپنی قسم دینے کا بیان

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو کہا ''میں آپ کو قسم دیتی ہوں کہ آپ پر جو میرا حق ہے'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے اور المدونہ میں امام مالک سے روایت ہے کہ جب کسی شخص نے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم یہ کام کرو اور وہ یہ کام نہ کرے تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ اور اگر یہ کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ تم یہ کام کرو اور اس نے وہ کام نہیں کیا تو وہ حانث ہو جائے گا، کیونکہ یہ قسم ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک دونوں صورتوں میں اس کا رجوع قسم کھانے والے کے قصد کی طرف ہوگا۔ اگر اس نے قسم کا قصد کیا تو یہ قسم ہے اور اگر مخاطب کی قسم کا قصد کیا یا اس مخاطب کی شفاعت کا قصد کیا یا مطلقاً کہا تو یہ قسم نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۵۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ ابن بطال کی ذاتی رائے ہے ورنہ ازواجِ مطہرات کا دل اور دماغ اس قسم کے خیالات سے پاک تھا بلکہ نہ بتانے کی وجہ یہی ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سے ایذاء پہنچتی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۵۔۶۲۸۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپس میں مل کر بیٹھی تھیں۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف غیرت نہیں رکھتی تھیں اور یہی چاہیے کہ جب متعدد ازواج ہوں تو وہ اپنے دلوں سے غیرت کو جہاں تک ہو سکے نکال دیں، اور ایک دوسرے کے ساتھ الفت اور محبت کے ساتھ پیش آئیں اور ملتی جلتی رہیں۔

(۲) اولاد اپنے والد کے مشابہ ہوتی ہے خواہ صفت میں خواہ ہیئت میں، خواہ چال ڈھال میں خواہ آواز میں، خواہ اس کے سوا، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کے مشابہ تھی۔

(۳) اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ خلق کا بیان ہے کہ آپ اپنی اولاد کے ساتھ بہت شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے، حضرت

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آتیں تو آپ ان کو مرحبا فرماتے۔ اسی طرح والد کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ رہے۔ اور والد کو چاہیے کہ ان کے اوپر تکبر کی نظر نہ ڈالے لیکن ان کی طرف رحمت سے نظر کرے اور شفقت سے نظر کرے۔

(۴) جب انسان کے کسی کلام سے دوسرے کو رنج پہنچے تو اس کو چاہیے کہ اس کے ساتھ ایسی بات کرے جس سے اس کا رنج زائل ہو جائے۔ جس طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی وفات کی خبر دی تو وہ رنجیدہ ہوئیں، پھر آپ نے دوسری خبر یہ دی کہ وہ مومنین کی عورتوں کی سردار ہوں گی جس سے وہ خوش ہوئیں۔

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان دوسرے سے پوچھ سکتا ہے کہ تم نے فلاں سے کیا راز کی بات کی تھی، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا بات کی تھی؟ لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب اس میں کوئی مصلحت ہو، ورنہ حسنِ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ جس بات کے ساتھ انسان کا مقصود نہ ہو اس کو ترک کردے۔

(۶) جب کوئی عذر زائل ہو جائے تو پھر افشاءِ راز جائز ہے، کیونکہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بتادیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا راز کی بات فرمائی تھی۔

(۷) اس حدیث میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی دلیل ہے کہ وہ تمام مومنین کی عورتوں کی سردار ہیں یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہیں، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک تمام مومنین میں افضل اس امت کے مومنین ہیں، پس جب حضرت سیدہ اس امت کی مومنات کی سردار ہوئیں تو گویا قیامت تک کی مومنات کی سردار ہیں۔

(۸) اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ قرائن سے استدلال کرنا جائز ہے، کیونکہ جب اس سال دو مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کا دور کیا تو اس قرینہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ استدلال کیا کہ اس سال آپ کی وفات ہو جائے گی۔ اور قرینہ سے استدلال پر دلیل یہ بھی ہے کہ سورۂ یوسف میں مذکور ہے:

اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ (یوسف: ۲۷۔۲۶)

اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو وہ عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹوں میں سے ہے ○ اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے ○

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اگر یوسف علیہ السلام کی قمیص سامنے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ اس عورت کے سچی ہونے پر قرینہ ہے اور اگر ان کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سچے ہونے پر قرینہ ہے۔ اور اس آیت میں قرینہ سے استدلال پر دلیل ہے۔

(۹) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو چاہیے کہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور صبر کرنے کی وصیت کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ وصیت کی کہ تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ اور یہ اس لیے آپ نے حکم دیا کہ آپ نے اپنی وفات کی جو خبر دی ہے، تو اس مصیبت کے اوپر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صبر کریں، کیونکہ آپ کی وفات کی خبر سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رنجیدہ ہونا متوقع تھا تو آپ نے انہیں وصیت کی کہ تم صبر کرنا۔

(۱۰) اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ اگر مصلحت ہو تو انسان خود اپنی تعریف کر سکتا ہے، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے

Marfat.com

لیے بہترین سَلف اور پیش رو ہوں، کیونکہ سب سے پہلے آپ کی شفاعت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا داخل ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے لیے سلف ہیں اور خصوصاً اس امت کے عبادِ صالحین کے لیے۔ لیکن جب اس میں مصلحت نہ ہو تو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی خودستائی اور تعریف نہ کرے، کیونکہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔ (شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۱۷۔۱۱۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۴۴۔ بَابُ: الْاِسْتِلْقَاءِ پیٹھ کے بل چت لیٹنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں چت لیٹنے کے جواز کا بیان ہے اور وہ پیٹھ کے بل سونا ہے اور اپنی پشت زمین پر رکھنا ہے۔ اور اس باب میں اختلاف ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے پانچ سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ مرد اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے۔

اور امام مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اشتمال الصماء" سے اور ایک کپڑے میں "الاحتباء" سے منع فرمایا۔ اور یہ کہ آدمی اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے اور وہ اپنی پشت پر لیٹا ہوا ہو۔

امام طحاوی نے کہا ہے: ایک قوم نے ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھنے کو مکروہ قرار دیا اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ قوم سے امام طحاوی کی مراد محمد بن سیرین، مجاہد، طاؤس اور ابراہیم النخعی ہیں۔ پھر امام طحاوی نے کہا: دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی اور کہا کہ ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان کا استدلال اس باب کی دوسری حدیث سے ہے۔ اور یہ فقہاء حسن بصری، شعبی، سعید بن المسیب، ابومجلز، لاحق بن حمید اور محمد بن حنفیہ رحمہم اللہ علیہم ہیں۔

امام طحاوی نے اس باب میں طویل بحث کی ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس باب کی حدیث نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دی جائے گی کہ ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب تہبند باندھا ہوا ہو اور جواز اس صورت پر محمول ہے جب شرمگاہ ظاہر نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۳۔۴۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۸۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَبَّادُ بْنُ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي الْمَسْجِدِ مُسْتَلْقِيًا وَاضِعًا إِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عباد بن تمیم نے خبر دی از عمِ خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا، آپ کی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ کے اوپر تھی۔

(صحیح بخاری: ۴۷۵، ۵۹۶۹، ۶۲۸۷، صحیح مسلم: ۲۱۰۰، سنن ترمذی: ۲۷۶۵، سنن نسائی: ۷۲۱، سنن ابوداؤد: ۴۸۶۶، مسند احمد: ۱۵۹۹۵، موطا امام

Marfat.com

مالک: ۱۸، ۴۳، سنن داری: ۲۶۵۶)

صحیح البخاری: ۶۲۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، وہ ابن المدینی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور الزہری کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور عباد کا ذکر ہے، وہ ابن تمیم المازنی ہیں اور ان کے عم حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو چت لیٹنے کی ممانعت منقول ہے، وہ منسوخ ہے، کیونکہ امام بخاری نے باب مذکور کی حدیث کے بعد یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما مسجد میں چت لیٹتے تھے، اگر اس طرح لیٹنا ممنوع ہوتا تو حضرت عمر اور حضرت عثمان اس طرح نہ لیٹتے اور یہ متصور نہیں ہے کہ ان سے اس کی ممانعت مخفی تھی۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۵۸۔۱۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر نے علامہ ابن بطال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ محض احتمال سے حضرت جابر کی حدیث کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے یہ نہیں کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے منسوخ ہونے کا احتمال ہے، بلکہ انہوں نے پورے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی چت لیٹنے سے ممانعت کی حدیث منسوخ ہے اور اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اس طرح لیٹتے تھے اور ان سے اس ممانعت کا مخفی ہونا متصور نہیں ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ضرورت کی بناء پر بیان جواز کے لیے چت لیٹے ہوں، یا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس زیادہ صحابہ نہ ہوں، کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صحابہ ہوتے تھے تو آپ مسجد میں وقار کے ساتھ چار زانو بیٹھتے تھے اور تواضع کے ساتھ بیٹھتے تھے، دوزانو بیٹھتے تھے یا اکڑوں بیٹھتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ٹیک لگا کر بیٹھنا اور لیٹنا جائز ہے، البتہ مسجد میں منہ کے بل اوندھا لیٹنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اوندھے منہ لیٹ کر سونے کی ممانعت اور لیٹنے اور سونے کی چار اقسام

میں کہتا ہوں کہ اوندھے منہ لیٹنے کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا، وہ اپنے پیٹ کے بل (اوندھا) لیٹا ہوا تھا،

آپ نے فرمایا: یہ لیٹنے کا ایسا طریقہ ہے جس کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ (سنن ترمذی: ۲۷۶۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۷)

یعیش بن طخفہ بن قیس الغفاری بیان کرتے ہیں کہ میرے والد رضی اللہ عنہ اصحاب الصفہ میں سے تھے (وہ بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ عائشہ کے گھر چلو، چنانچہ ہم گئے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہم کو کچھ کھلاؤ، وہ حشیشہ (گندم کے موٹے آٹے میں گوشت یا کھجوریں ڈال کر بنایا ہوا طعام) لے کر آئیں، وہ پرندے کی خوراک کے برابر تھا، ہم نے اس کو کھالیا، پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں کچھ پلاؤ، وہ العس (بہت بڑا پیالہ جس میں چار کلو سما سکے) میں دودھ لے کر آئیں، سو ہم نے اس کو پی لیا، پھر فرمایا: اے عائشہ! ہمیں پلاؤ تو وہ چھوٹا پیالہ لائیں، پس ہم نے اس کو پی لیا، پھر فرمایا: اگر تم لوگ چاہو تو سو جاؤ، اور اگر تم چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ تو جس وقت میں سحر کے وقت مسجد میں منہ کے بل (اوندھا) لیٹا ہوا تھا، میں نے دیکھا: ایک شخص مجھے اپنے پیر سے ہلا رہا ہے، میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ نے فرمایا: اس طرح لیٹنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۰۴۰، سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۳، صحیح ابن حبان: ۵۰۵۰، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح سے تھوڑی دیر پہلے لیٹتے تو اپنی دونوں کلائیوں کو کھڑا کر کے اپنے سر کو اپنی ہتھیلیوں پر رکھ لیتے۔

(صحیح مسلم: ۳۱۳، الرقم المسلسل: ۶۸۳، شرح السنہ: ۳۳۵۹، مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مؤخر الذکر حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب رات کے آخری حصہ میں آپ لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح کا وقت قریب ہوتا تو دونوں کلائیوں کو نصب کر کے ہتھیلیوں پر سر رکھ لیتے اور سو جاتے اور یہ اس لیے کرتے تھے تاکہ گہری اور میٹھی نیند نہ آئے اور نماز فجر فوت نہ ہو جائے، اور پہلی صورت میں جب آپ دائیں کروٹ پر سوتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پھر بائیں جانب دل معلق رہتا تھا اور قرار اور سکون کم ہوتا تھا اور گہری نیند نہیں آتی تھی۔

اگر بائیں کروٹ پر لیٹا جائے تو دل اپنی جگہ پر سکون رہتا ہے اور گہری نیند آتی ہے اور اطباء چونکہ جسم کو آرام پہنچانا چاہتے ہیں، اس لیے وہ کہتے ہیں بائیں کروٹ پر سونا چاہیے تاکہ کھانا اچھی طرح ہضم ہو جائے اور ظاہر کی حرارت باطن میں پہنچ جائے، جو کھانے کے ہضم ہونے کی موجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

سونے کی چار قسمیں ہیں: (۱) چت لیٹ کر سونا، یہ غور و فکر کرنے والوں کا طریقہ ہے، جو آسمان اور اجرام فلکیہ کو دیکھ کر ان میں غور و فکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر استدلال کرتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے بھی چت لیٹنا ثابت ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ (۲) دائیں کروٹ پر سونا، یہ عبادت گزاروں کے سونے کا طریقہ ہے، کیونکہ اس صورت میں گہری نیند نہیں آتی اور انسان عبادت کے لیے اپنے وقت پر بیدار ہو جاتا ہے۔ (۳) بائیں کروٹ سونا، یہ اطباء کا طریقہ ہے کیونکہ اس صورت میں کھانا جلد ہضم ہو جاتا ہے اور جسم کو راحت اور آرام ملتا ہے۔ (۴) منہ کے بل اوندھے لیٹ کر سونا، یہ غافل لوگوں کے سونے کا طریقہ ہے، کیونکہ انسان کے بدن کا سب سے عزت والا حصہ سینہ ہے، وہ خاک

Marfat.com

ذلت پر ہوتا ہے یا نیچے ہوتا ہے اور یہ وہ طریقہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۷۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ان حدیثوں کی شرح میں حضرت محدث دہلوی منفرد ہیں، میں نے ان حدیثوں کی شرح کے لیے عمدۃ القاری، فتح الباری لابن رجب، فتح الباری لابن حجر، شرح نووی، معالم السنن، عارضۃ الاحوذی، تحفۃ الاحوذی اور مرقاۃ المفاتیح کو دیکھا، کسی نے بھی دائیں کروٹ پر سونے اور جب فجر قریب ہو تو کلائیوں کو نصب کر کے ہتھیلیوں پر سر رکھنے کی توجیہ نہیں بیان کی، نہ سونے کی مذکور الصدر اقسام بیان کیں، یہ صرف حضرت محدث دہلوی کا تفرد ہے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر نور اور رحمتیں نچھاور فرمائے اور ان کے فیوضات سے ہمیں بھی حظ وافر عطا فرمائے۔ آمین۔

صحیح البخاری: ۶۲۸۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ چت لیٹنا جائز ہے، کیونکہ یہ بھی ایک لیٹنے کی ہیئت ہے لیکن اس میں ضروری یہ ہے کہ انسان اس بات سے مامون ہو کہ اس کی شرمگاہ ظاہر نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ اس کی شرمگاہ ظاہر ہو جائے گی تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ بعض لوگ جب ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ کے اوپر رکھتے ہیں اور اگر انہوں نے شلوار نہ پہنی ہوئی ہو تو ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھتے وقت ان کی شرمگاہ کھل جاتی ہے۔

اسی طرح شرط ہے کہ انسان فتنہ سے محفوظ ہو۔ پس عورت ایسی جگہ پر نہ لیٹے جہاں پر اس کے شوہر کے علاوہ دوسرے مرد ہوں اور اس کا اتفاق رمضان اور غیر رمضان میں مسجد حرام میں پیش آتا ہے، کیونکہ بعض عورتیں فتنہ میں مبتلا ہوتی ہیں جب وہ چت لیٹی ہوئی ہوں۔ اور جب یہ دونوں شرطیں فوت ہو جائیں تو پھر کوئی حرج نہیں ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں چت لیٹے ہوئے تھے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۱۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۴۵۔ بَابٌ: لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ — دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دو شخص تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں۔ ہاں اگر اس سے اجازت لے لیں تو پھر جائز ہے، کیونکہ معمر نے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ جب تین آدمی ہوں تو دو آدمی آپس میں تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں، سوا اس کے کہ انہوں نے اس سے اجازت لے لی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وقولہ تعالیٰ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ (المجادلہ: ۹)

اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو تم گناہ، سرکشی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرنا، اور نیکی اور خوف خدا کی سرگوشی کرنا، اور اللہ سے ڈرتے رہنا، اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے ۝

Marfat.com

وقولہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۞ أَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ ۚ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۞ (المجادلہ: ١٢۔ ١٣)

اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کرنے کا ارادہ کرو، تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ کیا کرو، یہ تمہارے لیے بہت اچھا اور نہایت پاکیزہ ہے، پس اگر تم کو کچھ نہ ملے (تو غم نہ کرو) بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے سے گھبرا گئے، پس جب تم نے (صدقہ) نہ کیا اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی، پس تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو، اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے O

المجادلہ: ۹ کی تفسیر از مصنف:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ شیطان منافقین کو اس پر برانگیختہ کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے اس طرح سرگوشیاں کیا کریں جس سے مسلمان فکر، تشویش اور غم میں مبتلا ہوں، اس لیے کہ جب مسلمان منافقوں کو ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ یہ گمان کریں گے کہ شاید ان کو یہ خبر پہنچی ہے کہ ہمارے بھائی اور رشتہ دار جو جہاد میں گئے ہوئے تھے، وہ قتل ہو گئے ہیں یا شکست کھا گئے ہیں اور اس وجہ سے وہ تشویش اور غم میں مبتلا ہوں گے، اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ جب تین مسلمان ہوں تو ایسا نہ کریں کہ ایک کو چھوڑ کر دو مسلمان آپس میں سرگوشی کرنا شروع کر دیں، اس سے تیسرا مسلمان اس تشویش میں مبتلا ہوگا کہ شاید یہ میرے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں، اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تین آدمیوں میں سے ایک آدمی پشتو یا گجراتی یا کسی بھی دوسری زبان جس کو تیسرا آدمی نہیں جانتا اور دو آدمی آپس میں پشتو یا گجراتی وغیرہ میں بات کرنا شروع کر دیں تو اس سے وہ تیسرا آدمی خواہ مخواہ اس بدگمانی میں مبتلا ہوگا کہ شاید یہ میرے خلاف یا میرے متعلق کوئی بات کر رہے ہیں، حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کے سامنے دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔ (صحیح البخاری: ٦٢٨٨)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تین افراد ہو تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی باہم سرگوشی نہ کریں حتیٰ کہ تم اس کو تشویش اور غم میں مبتلا کرو، تم لوگوں سے میل جول رکھو۔ (صحیح البخاری: ٦٢٩٠)

ان احادیث میں عدد کی خصوصیت مراد نہیں ہے، لہٰذا چار آدمیوں میں سے ایک کو چھوڑ کر تین سرگوشیاں نہ کریں، اسی طرح دس آدمی ایک کو چھوڑ کر آپس میں پشتو یا سندھی یا کسی اور زبان میں بات نہ کریں، اس لیے جب مجلس میں بہت آدمی ہوں تو اس زبان میں بات کریں جو سب کو آتی ہو اور مجلس میں سے کسی ایک آدمی کے لیے بھی غم اور تشویش میں مبتلا ہونے کا سبب نہ بنیں۔

المجادلہ: ١٢۔ ١٣ کی تفسیر از مصنف:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے یعنی خفیہ طریقہ سے آپ سے سوال کرنے پر جو صدقہ کرنے کا حکم دیا، اس کی حسب ذیل

Marfat.com

حکمتیں ہیں:

(۱) اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا اظہار ہے، کیونکہ مال خرچ کرنے میں مشقت ہوتی ہے اور جو چیز مشقت سے حاصل ہو، اس کی بہت قدر و منزلت ہوتی ہے، اس کے برخلاف جو چیز آسانی سے حاصل ہو جائے اس کی کوئی خاص قدر نہیں ہوتی اور جب مسلمان مال خرچ کرنے کے بعد آپ سے سرگوشی کر سکیں گے تو اس سرگوشی کی بہت قدر و منزلت ہوگی۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ کثرت سوالات کرنے لگے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مشقت ہوتی تھی کیونکہ آپ نے احکام کی تبلیغ کرنی ہوتی تھی، مصالح امت کے کام کرنے ہوتے تھے اور دیگر عبادات کرنی ہوتی تھیں، پس اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تخفیف کا ارادہ کیا اور جب اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو مسلمان (بہ کثرت) سوالات کرنے سے رک گئے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۴۹۳)

(۳) اس میں فقراء کی مدد ہے کیونکہ وہ صدقہ فقراء کو دیا جائے گا۔ (انوار تبیان القرآن ص ۸۶۷۔۸۶۸، فرید بک اسٹال، لاہور)

المجادلہ: ۱۲۔ ۱۳ کی تفسیر از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، المجادلہ: ۱۲۔ ۱۳ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جب مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا تو صحابہ پر یہ حکم دشوار گزرا، پھر اس کے متعلق رخصت نازل ہوگئی۔ مجاہد نے کہا ہے کہ مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا حتیٰ کہ وہ صدقہ کریں۔ پس آپ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی نے سرگوشی نہیں کی۔ انہوں نے ایک دینار پیش کیا اور اس کا صدقہ کیا تو پھر رخصت نازل ہوگئی اور صدقہ کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اور مقاتل بن حیان سے روایت ہے کہ یہ حکم دس راتوں تک رہا پھر منسوخ ہو گیا۔ اور کلبی سے روایت ہے کہ دن کے ایک گھنٹہ تک یہ حکم تھا، پھر منسوخ ہو گیا۔

اس آیت میں فرمایا ہے "ءاشفقتم" یعنی کیا تم اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے سے گھبراتے ہو، ناپسند کرتے ہو اور شیطان تم کو فقر سے ڈراتا ہے اور تم کو بخل کا حکم دیتا ہے۔ اور جب تم نے اس حکم پر عمل نہیں کیا جس کا تمہیں حکم دیا گیا تھا اور تم پر دشوار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی اور تم سے درگزر فرمایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۸۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةٌ فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی ح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی، از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں۔

(صحیح مسلم: ۲۱۸۳، سنن ترمذی: ۲۸۲۵، سنن ابوداؤد: ۴۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۶، مسند احمد: ۴۵۵۰، موطا امام مالک: ۱۸۵۷، سنن دارمی: ۲۶۵۷)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۲۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ پھر وہ تیسرا آدمی یہ وہم کرے گا کہ شاید یہ دونوں آدمی اسے کوئی دھوکا دینا چاہتے ہیں، اور اس میں مجلس کا ادب ہے اور جلیس یعنی ہم نشیں کی تکریم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک آدمی کو چھوڑ کر دو آدمیوں کی آپس میں سرگوشی کرنے کی ممانعت

اس باب کی حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دو آدمی آپس میں چپکے چپکے بات نہ کریں اور اپنے صاحب کو چھوڑ دیں، کیونکہ اس سے اس آدمی کو وحشت ہوگی، وہ یہ گمان کرے گا کہ یہ دونوں اس کے متعلق بات کر رہے ہیں اور وہ گھبرائے گا اور خوفزدہ ہوگا۔ اور اس کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب تین آدمی ہوں تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں مگر اس کی اجازت سے، کیونکہ اس صورت میں یہ جائز ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۲۶، رقم الحدیث: ۱۹۸۰۶، مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۶)

سفر میں خصوصیت کے ساتھ ایک آدمی کو چھوڑ کر دو آدمیوں کا باہم سرگوشی کرنا ممنوع ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تین آدمی کسی جنگل میں سفر کر رہے ہوں تو یہ حلال نہیں ہے کہ ان میں سے دو آدمی باہم سرگوشی کریں اور اپنے صاحب کو چھوڑ دیں، اس سے وہ غمزدہ ہوگا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۶۔۱۷۷، حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس حدیث کے باقی رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۳۔۶۴)

اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کیونکہ جنگل میں مرد کے اوپر زیادہ خطرہ ہوتا ہے اور وحشت اور گھبراہٹ بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگل میں ایک آدمی کو چھوڑ کر باقی دو آدمیوں کا آپس میں سرگوشی کرنے کو ممنوع قرار دیا۔

باہم سرگوشی کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آدمیوں میں سے دو آدمیوں کو باہم سرگوشی کرنے سے منع فرمایا ہے، اسی طرح اگر زیادہ آدمی ہوں تو تب بھی ایک کو چھوڑ کر دو آدمیوں کا باہم سرگوشی کرنا ممنوع ہے۔ پس ایک جماعت کے لیے ایک کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی کرنا منع ہے، سوا اس کے کہ اس ایک سے اجازت لے لیں۔ اور انہوں نے کہا: امام مالک کا مذہب یہ ہے اور ہمارے اصحاب کا اور جمہور علماء کا بھی یہی مذہب ہے کہ یہ ممانعت ہر زمانہ میں، ہر سفر میں اور ہر حضر میں ہے۔ اور

بعض نے کہا: یہ ممانعت سفر کے ساتھ خاص ہے۔ اور بعض نے کہا: یہ ممانعت منسوخ ہو گئی ہے، یہ ممانعت اول اسلام میں تھی اور جب اسلام غالب ہو گیا اور لوگ امن میں ہو گئے تو یہ ممانعت منسوخ ہو گئی۔ (المنتقی ج ۷ ص ۳۱۳)

اور منافقین مومنین کے سامنے ایک دوسرے سے سرگوشی کرتے تھے تاکہ مومنین کو غم میں مبتلا کریں، لیکن جب وہ چار ہوں اور دو سرگوشی کریں اور دو نہ کریں تو پھر کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۴ ص ۱۶۷۔۱۶۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۴۵۔۱۴۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مناجات کا معنی

مناجات کا معنی ہے: کسی سے چپکے چپکے بات کرنا، قرآن مجید میں ہے:

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝ (مریم: ۵۲)

ہم نے انہیں طور کی دائیں جانب سے ندا کی اور ہم نے انہیں قریب کر کے رازدار بنایا ۝

اس آیت میں ندا کا لفظ بھی ہے اور ''نجیا'' کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: سرگوشی کرنے والا۔ ندا میں بلند آواز سے کلام کیا جاتا ہے اور سرگوشی میں چپکے چپکے کلام کیا جاتا ہے۔

تو مناجات دو قسم کی ہیں: ایک قسم کی مناجات جائز ہے جب کہ اس مناجات میں نیکی اور تقویٰ کی بات کی جائے۔ اور ایک قسم کی مناجات سے منع فرمایا گیا ہے اور یہ وہ مناجات ہے جس میں گناہ اور سرکشی کی بات ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی بات ہو۔

پس اثم یہ ہے کہ دو آدمی کسی برے کام کے لیے سرگوشی کریں، مثلاً وہ یہ سرگوشی کریں کہ وہ شراب پئیں گے۔ اور سرکشی یہ ہے کہ دو آدمی کسی برے کام کے متعلق سرگوشی کریں جس کا تعلق دوسروں کے ساتھ ہو مثلاً وہ سرگوشی کریں کہ کسی کا مال چرائیں گے یا کسی کے گھر ڈاکہ ڈالیں گے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے متعلق سرگوشی کی مثال یہ ہے کہ دو آدمی یہ سرگوشی کریں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد یا دوسرے تنظیمی کاموں کے متعلق جو حکم دیا ہو اس کی مخالفت کے متعلق سرگوشی کریں۔ اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو اور کسی جگہ کا حاکم ہو وہ بھی اس کے قائم مقام ہے یعنی حاکم کے خلاف اگر دو آدمی سرگوشی کریں کہ وہ حاکم کے حکم کی مخالفت کریں گے اور اس عمل میں مخالفت کریں گے جس امر میں اس کی اطاعت واجب ہے تو یہ بھی معصیت ہے۔

نیکی اور تقویٰ کے متعلق سرگوشی کرنا

یعنی اچھے کاموں کے متعلق سرگوشی کرنا، مثلاً دو آدمی سرگوشی کریں کہ وہ اللہ عزوجل کی اطاعت میں قیام کریں گے اور تقویٰ یہ ہے کہ وہ سرگوشی کریں کہ وہ کسی حرام کام کو ترک کریں گے۔

Marfat.com

مباح کام کے متعلق سرگوشی کرنا

یہاں ایک تیسری قسم بھی ہے کہ وہ سرگوشی نہ کسی گناہ کے متعلق ہو اور نہ کسی نیکی کے متعلق ہو۔ ایسی سرگوشی مباح ہے نہ اس کا حکم دیا گیا ہے اور نہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ کسی نیکی کو متضمن ہو تو وہ نیکی کی قسم میں داخل ہوگی اور اگر کسی گناہ کو متضمن ہو تو گناہ کی قسم میں داخل ہوگی۔

شیطان کا غمزدہ کرنے کے لیے سرگوشی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (المجادلہ:۱۰)

سرگوشی تو صرف شیطان کی طرف سے ہوتی ہے تا کہ وہ ایمان والوں کو غمگین کرے اور وہ اللہ کے اذن کے بغیر ایمان والوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے والا نہیں ہے، اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے O

بہ کثرت منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آپس میں سرگوشی کرتے تھے اور جب ان میں سے کوئی ایک اپنے صاحب سے سرگوشی کرتا تو وہ کسی مسلمان کی طرف دیکھتا تا کہ وہ اسے ڈرائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' تا کہ وہ ایمان والوں کو غمگین کرے'' یعنی ان کے دلوں میں غم ڈالے۔ اور ان کی سرگوشی اگر چہ مسلمانوں کو غمگین کرنے کے لیے ہو لیکن اللہ کی اجازت کے بغیر وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور اگر یہ اللہ کے اذن سے ہو تو مومن اس کام پر راضی ہوتا ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اذن سے ہو۔ اور فرمایا: ''اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے''۔ یعنی ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور ان لوگوں کی سرگوشیوں سے ہم تشویش میں مبتلا نہ ہوں اور غمگین نہ ہوں اور خوفزدہ نہ ہوں۔

بعض تقدیری معاملات سے غمزدہ ہونا شیطان کی طرف سے نہیں ہوتا

اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات تقدیری اور تکوینی امور سے انسان کو غم ہوتا ہے اور یہ حزن طبعی ہے اور یہ شیطان کی طرف سے نہیں ہوتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا گیا اور وہ نزع کی کیفیت میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آپ نے فرمایا'' آنکھ روتی ہے اور دل غمزدہ ہوتا ہے اور ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے اور اے ابراہیم! ہم تمہارے فراق سے غمزدہ ہیں''۔

(صحیح البخاری:۱۳۰۳، صحیح مسلم:۲۳۱۵، سنن ابوداؤد:۳۱۲۶)

خواب میں شیطان کا انسان کو غمزدہ کرنا

اسی قبیل سے یہ ہے کہ شیطان سونے والے کو خواب میں یہ دکھاتا ہے کہ انسان بیمار ہو رہا ہے۔ اور اس صورت میں انسان کو یہ چاہیے کہ وہ کام کرے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جب وہ خواب میں کوئی مکروہ چیز دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور یہ دعا کرے: اے اللہ! میں شیطان کے شر سے اور میں نے خواب میں جو شر دیکھا ہے اس سے تیری پناہ میں آتا

Marfat.com

ہوں۔ اور وہ یہ خواب کسی کو بیان نہ کرے اور جس کروٹ پر وہ سویا ہوا تھا اس کروٹ کو بدل کر دوسری کروٹ پر سو جائے۔ اور اگر دوبارہ ایسا خواب دیکھے تو کھڑا ہو اور وضو کرے اور نماز پڑھے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو پھر یہ ڈراؤنا خواب اس کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔

(شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۲۰۔۱۲۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۴۶۔ بَابُ: حِفْظِ السِّرِّ — راز کی حفاظت کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں راز کی حفاظت کرنے کا بیان ہے۔ یعنی راز کے افشاء کرنے کی اور اس کو ظاہر کرنے کی ممانعت ہے، کیونکہ وہ امانت ہے اور امانت کی حفاظت کرنا واجب ہے اور یہی مومنین کے اخلاق ہیں۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی کے راز کو افشاء کرنا جائز نہیں ہے جب کہ راز والے کو اس کے افشاء کرنے سے ضرر ہو۔ اور اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ جب راز بیان کرنے والا فوت ہو جائے تو پھر اس کے راز کو چھپانا لازم نہیں ہے جب کہ اس کی زندگی میں اس کے راز کو چھپانا واجب تھا۔

علامہ داؤدی نے کہا: راز بیان کرنے والے کی وفات کے بعد بھی اس کے راز کو افشاء نہیں کرنا چاہیے، سوائے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو آپ کی وفات کے بعد فاش کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوسری بار کیا پیش گوئی کی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشاء کرنا اس وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے علم کو آگے پہنچایا جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۲۸۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَسَرَّ إِلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سِرًّا فَمَا أَخْبَرْتُ بِهِ أَحَدًا بَعْدَهُ وَلَقَدْ سَأَلَتْنِي أُمُّ سُلَيْمٍ فَمَا أَخْبَرْتُهَا بِهِ۔

(صحیح مسلم: ۲۴۸۲، مسند احمد: ۱۲۸۸۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک راز کی بات کہی، سو میں نے اس راز کی کسی کو بھی آپ کے بعد خبر نہیں دی اور مجھ سے ام سلیم نے اس کے متعلق سوال کیا تو میں نے ان کو بھی اس کی خبر نہیں دی۔

صحیح البخاری: ۶۲۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن صباح، یہ عطار ہیں اور اہل بصرہ سے ہیں اور ۲۵۱ھ میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔ اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں، اور اس حدیث کی سند میں معتمر کا ذکر ہے، یہ اپنے والد سلیمان بن طرخان التیمی البصری سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بعدہٗ" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ راز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ مخصوص تھا ورنہ اگر اس راز کا تعلق علم سے ہوتا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے اس علم کو چھپانا جائز نہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ام سلیم" یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ رضی اللہ عنہا۔ اور یہ راز کو چھپانے میں مبالغہ ہے، کیونکہ جب انہوں نے اپنی والدہ سے بھی اس راز کو چھپایا تو دوسروں سے بہ طریق اولیٰ چھپایا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

راز کی حفاظت کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا، آپ نے فرمایا: میرے راز کی حفاظت کرنا تو تم مومن ہو گے۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۳۶۲۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۹۹۱، المعجم الصغیر: ۸۵۶)

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بات کرنے والا مڑ کر چلا جائے تو اس کی بات امانت ہوتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۵۸۹)

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس لیے سوال کیا تھا کہ ان کو یہ پتا نہیں تھا کہ آپ کی یہ بات راز ہے، اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک بات راز کی فرمائی ہے تو انہوں نے کہا: تم اس کی خبر نہ دینا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۴۷۔ ۱۴۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۸۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مجالس کا امانت ہونا

ثابت کی روایت میں ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: حضور کو کیا کام تھا، میں نے کہا: وہ حضور کا راز ہے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کسی کو نہ بتانا۔

Marfat.com

اور حدیث میں ہے: مجلس میں بیٹھنے والوں کی بات امانت ہوتی ہے۔ پس کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے صاحب کا راز افشاء کرے۔ امام عبدالرزاق نے اور امام القضاعی نے مسند الشہاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''المجالس بالامانة'' یعنی مجلس میں جو باتیں ہوتی ہیں وہ امانت ہوتی ہیں۔

اور ابی داؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ مجالس امانت ہوتی ہیں مگر تین صورتوں میں، جب اس مجلس میں کسی ناحق خون کرنے کی بات کی جائے، یا کسی پاک دامن عورت سے زنا کرنے کی بات کی جائے، یا کسی کا مال ناحق چھیننے کی بات کی جائے، یعنی ان صورتوں میں وہ بات امانت نہیں ہوتی، بلکہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لیے اس راز کا افشاء کرنا واجب ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۵۴۔ ۳۵۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۷۔ بَابٌ: إِذَا كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةٍ فَلَا بَأْسَ بِالْمُسَارَّةِ وَالْمُنَاجَاةِ

اس بات کا بیان کہ جب تین سے زیادہ لوگ ہوں تو چپکے سے بات کرنے یا سرگوشی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب سرگوشی کرنے والے تین سے زیادہ ہوں تو سرگوشی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، یعنی بعض لوگ دوسروں سے سرگوشی کریں، کیونکہ اس میں وہ وہم پیدا نہیں ہوگا جو تین لوگوں میں پیدا ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''المناجاة'' (یعنی سرگوشی کرنے) کا ''المسارة'' (یعنی چپکے چپکے بات کرنے) پر عطف ہے، یہ کسی چیز کا اپنے نفس پر عطف ہے، کیونکہ ان دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے درمیان مغایرت ہے اور وہ یہ ہے کہ ''المسارة'' کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے چپکے چپکے بات کریں، لیکن اس اعتبار سے کہ ایک شخص اپنا راز دوسرے کو بتاتا ہے اور وہ اپنا راز دوسرے کو بتاتا ہے۔ اور ''المناجاة'' کا تقاضا ہے کہ کلام دونوں جانبوں سے چپکے چپکے ہو، تو ''المناجاة'' ''المسارة'' سے خاص ہے، تو یہ خاص کا عام پر عطف ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۵۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جب دو لفظ ہوں اور ان کا معنی واحد ہو تو پھر ایک کا دوسرے پر عطف کرنا جائز ہے، اس اعتبار سے کہ دونوں کے لفظ مختلف ہیں۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے کہا: ان دونوں لفظوں میں مغایرت ہے، یہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ان دونوں میں من حیث اللغة فرق نہیں ہے۔

علامہ الجوہری نے کہا: ''سِر'' (راز) وہ ہے جس کو چھپایا جاتا ہے۔ پھر انہوں نے باب ''نجا'' میں کہا کہ ''النجوی'' دو

Marfat.com

آدمیوں کے درمیان سر (راز) ہے، کہا جاتا ہے "نجوتہ نجوا" یعنی میں نے اس کے ساتھ چپکے چپکے بات کی۔ اسی طرح کہا جاتا ہے "ناجیتہ"۔ اور ہر ایک "المسارۃ" اور "المناجاۃ" میں باب مفاعلہ سے ہے، اور یہ باب مشارکت کے لیے ہے جن میں سے ایک کے ساتھ فعل کا تعلق صراحۃً ہوتا ہے اور دوسرے کے ساتھ فعل کا تعلق ضمناً ہوتا ہے۔ پس جب اس طرح ہے تو "المناجاۃ" کس طرح "المسارۃ" سے اخص ہوگی، پھر جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے خاص نہیں ہے تو پھر یہ خاص کا عام پر عطف کس طرح ہوگا؟۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

علامہ عینی نے "المکابرۃ" سے کچھ زیادہ بات نہیں کی، اور اپنے سینہ سے رد کیا ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی علی صحیح البخاری، ج ۲ ص ۳۹۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

۶۲۹۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى رَجُلَانِ دُونَ الْآخَرِ حَتَّى تَخْتَلِطُوا بِالنَّاسِ أَجْلَ أَنْ يُحْزِنَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم تین افراد ہو تو دو آدمی دوسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں حتیٰ کہ وہ لوگوں کے ساتھ مختلط ہو جائیں اس وجہ سے کہ وہ اس کو غم میں ڈالے گا۔

(صحیح بخاری: ۶۲۸۸، صحیح مسلم: ۲۱۸۳، سنن ترمذی: ۲۸۲۵، سنن ابوداؤد: ۴۸۵۱، سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۵، مسند احمد: ۴۵۵۰، موطا امام مالک: ۱۸۵۷، سنن دارمی: ۲۶۵۷)

صحیح البخاری: ۶۲۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت مفہوم مخالف کے طور پر ہے، یعنی اگر مجلس میں صرف تین آدمی نہ ہوں بلکہ زیادہ ہوں تو پھر دو آدمی آپس میں سرگوشی کر سکتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان، وہ ابن ابی شیبہ ہیں جو ابوبکر کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں جریر کا ذکر ہے، وہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو وائل کا ذکر ہے، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "دون الآخر" کیونکہ جب ایک آدمی اکیلا رہ جائے گا اور دو آدمی آپس میں سرگوشی کریں گے تو وہ آدمی اس لیے غمگین ہوگا کہ اس سے وہ سرگوشی نہیں کر رہے اور اس کے دل میں یہ بات آئے گی کہ شاید ان کی سرگوشی اس کو نقصان پہنچانے کے لیے ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "حتی یختلطوا" یعنی وہ تین آدمی دوسروں کے ساتھ مختلط ہو جائیں، خواہ وہ دوسرا ایک ہو یا زیادہ ہوں۔

کہا گیا ہے: ایک آدمی کے حق میں یہ اس لیے مکروہ ہے کیونکہ جب وہ ایک آدمی اکیلا رہ جائے گا اور دو آدمی آپس میں سرگوشی کریں گے تو وہ اس سے غمگین ہوگا۔ یا تو اس کو یہ گمان ہوگا کہ وہ دونوں اس کے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں یا اس کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس کے برخلاف جب وہ لوگوں کے سامنے بات کریں گے تو پھر اختلاط کی وجہ سے یہ وجہ نہیں رہے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۹۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لوگوں کی جماعت میں دو آدمیوں کے باہم سرگوشی کرنے کے جواز کی توجیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ایک آدمی کو چھوڑ کر دو آدمی باہم سرگوشی کریں، تاکہ بدگمانی، حسد اور جھوٹ سے اجتناب ہو۔

علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ ابن حرب نے یہ کہا ہے کہ یہ صورت سفر میں مکروہ ہے، کیونکہ وہاں پر بدگمانی اور تہمت ہو سکتی ہے۔ پس تیسرا آدمی یہ خوف کرے گا کہ یہ دونوں اس کو کوئی دھوکا دینا چاہتے ہیں یا اس کے ساتھ کوئی مکروہ کام کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے برخلاف جب ایک جماعت ہوگی تو پھر ایسا نہیں ہوگا۔ اور اگر ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ سرگوشی کرے تو یہ جائز ہے، کیونکہ لوگ ان کے ساتھ اس سرگوشی میں شریک ہیں، تو پھر غم زائل ہو جائے گا۔ اور ابن الجلاب کے نسخہ میں مذکور ہے: اسی طرح ایک جماعت دوسری جماعت کو چھوڑ کر سرگوشی کرے تو یہ بھی مکروہ ہے اور بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور امام مالک سے منقول ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو پہلے گزر چکی ہے وہ اس کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ اور اگر اس نے کسی کی اجازت سے سرگوشی کی ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور امام مالک نے حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب ارادہ کرتے کہ کسی شخص سے سرگوشی کریں اور وہ تین افراد ہوتے تو پھر وہ چوتھے آدمی کو بلا لیتے، پھر ان دو سے کہتے کہ آپ ذرا پیچھے ہٹ جائیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک آدمی کو چھوڑ کر دو آدمی سرگوشی نہ کریں۔ پس جب وہ تین سے زیادہ ہوں تو پھر ایک کے ساتھ سرگوشی کرنا جائز ہے۔ پھر جتنی جماعت زیادہ ہوگی اتنا سرگوشی کرنا بہتر ہوگا اور تہمت سے اور بدگمانی سے دور ہوگا۔ کیا

Marfat.com

تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کی اور آپ لوگوں کی ایک جماعت میں تھے اور انہوں نے آپ کو خبر دی کہ کوئی کہنے والا کیا کہہ رہا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۵۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دو آدمیوں کی بات تیسرے کے لیے سننے کی ممانعت

جب دو آدمی ابتداءً بات کر رہے ہوں اور وہاں تیسرا آدمی ہو جو ان کی بات نہ سن رہا ہو، اگر وہ جہراً کلام کریں تو یہ ان کی بات سننے کے لیے آئے تو یہ جائز نہیں ہے۔ اور امام بخاری نے "الادب المفرد" میں حضرت سعید المقبری سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرا اور ان کے ساتھ ایک اور آدمی بات کر رہا تھا تو میں بھی وہاں کھڑا ہو گیا تو انہوں نے میرے سینہ پر تھپڑ مارا اور کہا: جب دو آدمی بات کر رہے ہوں تو ان کے درمیان کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔

اور امام احمد نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت سعید مقبری سے یہ اضافہ کیا ہے: کیا تم نے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دو آدمی سرگوشی کر رہے ہوں تو ان کے درمیان تیسرا آدمی داخل نہ ہو حتیٰ کہ وہ ان سے اجازت لے لے۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے: کسی ایک کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو سرگوشی کرنے والوں کی سرگوشی کے درمیان حائل ہو جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کہتے ہیں: اور میں کہتا ہوں: جب دو آدمی بیٹھے ہوئے ہوں تو تیسرا آدمی ان کے درمیان نہ داخل ہو اور اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے کہ جب ان میں سے کوئی ایک بلند آواز سے بات کر رہا ہو تب بھی وہ ان کے درمیان دخیل نہ ہو۔ اور بعض لوگوں کی سمجھ زیادہ ہوتی ہے اور وہ تھوڑی سی بات سن لیں تو اس سے باقی بات پر استدلال کر لیتے ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ حکم اسلام کی ابتداء میں تھا، جب اسلام پھیل گیا اور لوگ مامون اور محفوظ ہو گئے تو اب یہ حکم ساقط ہو گیا۔ اور علامہ قرطبی نے اس پر تعاقب کیا ہے کہ یہ ان کا قول محض ان کی رائے پر مبنی ہے اور یہ بغیر دلیل کے تخصیص ہے۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: حدیث کے الفاظ عام ہیں اور معنی بھی عام ہے اور اس کی علت یہ ہے کہ تیسرے آدمی کو غم ہوگا، اور یہ علت سفر اور حضر دونوں میں موجود ہے۔ پس واجب ہے کہ اس کو عام قرار دیا جائے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۵۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۲۹۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَسَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا قِسْمَةً فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِنَّ هٰذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللهِ قُلْتُ أَمَا وَاللهِ لَآتِيَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ فِي مَلَإٍ فَسَارَرْتُهُ فَغَضِبَ حَتّٰى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ، از الاعمش از شقیق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال غنیمت تقسیم کیا تو انصار کے ایک مرد نے کہا: یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ عزوجل کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا، حضرت عبداللہ نے

احْمَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَى مُوسَى أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ۔

بیان کیا: میں نے دل میں کہا: میں بے شک اللہ کی قسم! نبی ﷺ کے پاس جاؤں گا، پس میں آپ کے پاس آیا اور آپ لوگوں کی ایک جماعت میں تھے تو میں نے چپکے سے آپ کو خبر دی، آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی تو انہوں نے صبر کیا۔

(صحیح بخاری: ۳۱۵۰، ۳۴۰۵، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶، ۶۰۵۹، ۶۱۰۰، ۶۲۹۱، ۶۳۳۶، صحیح مسلم: ۱۰۶۲، مسند احمد: ۳۵۹۷)

صحیح البخاری: ۶۲۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ انہوں نے کہا ''میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ ایک جماعت میں تھے تو میں نے چپکے سے آپ کو اس بات کی خبر دی''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ چپکے سے کسی کے ساتھ بات کرنا اس وقت منع ہے جب صرف دو آدمی ہوں اور جب لوگوں کے درمیان ایک جماعت ہو اور اس وقت کسی کے ساتھ چپکے سے بات کی جائے تو یہ ممنوع نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوحمزہ کا ذکر ہے، ان کا نام محمد بن میمون السکری ہے، یہ سلیمان الاعمش سے روایت کرتے ہیں از شقیق بن سلمہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی ملأ'' یعنی ''فی جماعة''۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس باب اور اس کی مثل کو کتاب الاستئذان میں ذکر کرنے کی کیا مناسبت ہے؟

پھر انہوں نے کہا: میں کہتا ہوں کہ استئذان کی مشروعیت اس وجہ سے ہے کہ اجنبی شخص جو گھر میں داخل ہو، وہ گھر کے اندرونی احوال پر مطلع نہ ہو۔ یا اس لیے کہ اکثر اور غالب یہ ہے کہ سرگوشی صرف گھروں میں ہوتی ہے اور خالی جگہوں میں ہوتی ہے، تو امام بخاری نے اس حدیث کا کتاب الاستئذان میں بالتبع ذکر کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۷۔۴۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

جس شخص نے نبی ﷺ سے یہ کہا: آپ عدل کریں، اس کو قتل نہ کرنے کی وجہ

ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کو چپکے سے یہ بتایا تو آپ سن کر سخت غضب ناک ہوئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! میں نے آپ کو نہ بتایا ہوتا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۲)

Marfat.com

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس شخص کو قتل کیا گیا۔

علامہ مازری نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے کلام سے نبوت میں طعن کا مفہوم نہ نکلتا ہو اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف تقسیم میں عدل کے ترک کرنے کو منسوب کیا ہو، اور ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس لیے سزا نہ دی ہو کہ اس کا یہ جرم ثابت نہیں ہوا تھا، صرف ایک شخص نے اس کی بدگوئی کو نقل کیا تھا، اور صرف ایک شخص کی گواہی سے خون نہیں بہایا جاتا۔

(اکمال المعلم ج ۳ ص ۶۰۷)

علامہ مازری کی تاویل کو لکھنے کے بعد قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

یہ تاویل اس لیے درست نہیں ہے کہ اس شخص نے کہا تھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! عدل کیجئے، اور کہا تھا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ سے ڈریں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۳) اور اس نے صحابہ کی جماعت میں اس طرح کہا تھا، حتیٰ کہ حضرت عمر اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! لوگ کہیں گے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں، تو اس شخص کو قتل نہ کرنے کا یہ سبب ہے، اور آپ نے اس شخص کو ان منافقین کے حکم میں رکھا جنہوں نے متعدد بار آپ کو ایذاء دی اور آپ نے ان سے ناگفتنی باتیں سنیں، لیکن آپ نے ان کی باتوں پر صبر کیا اور تحمل کیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں اور ہم نے اپنی کتاب الشفاء کی قسم رابع میں بہت تفصیل سے لکھا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرے، وہ کافر ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۶۰۷۔ ۶۰۸، دار الوفاء)

علامہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کو قتل کیوں نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالعموم ایذاء پہنچاتے تھے اور اس یہودی کو قتل کیوں نہیں کیا جس نے آپ سے کہا تھا: "السام علیکم" (تم پر موت آئے)۔ حالانکہ یہ بد دعا تھی اور اس شخص کو قتل کیوں نہیں کیا جس نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا، اور ایک مرتبہ کہا: عدل کر! اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے منافقین کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا، اس وقت آپ لوگوں کے ایمان لانے کی خاطر ان کی تالیف قلب (دل جوئی) کرتے تھے، اور اسلام کو ان کے دلوں میں مزین کرتے تھے، اور اس وقت مسلمانوں کی کثرت کی ضرورت تھی، اور اس وقت آپ صحابہ سے فرماتے تھے کہ لوگوں کو اپنی طرف راغب کرو اور ان کو متنفر نہ کرو، اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے یہی ارشاد فرمایا تھا:

اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ (المومنون: ۹۶) اچھے طریقہ سے برائی کو دور کیجئے۔

اور آپ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کے قتل سے منع فرمایا ہے، اس وجہ سے آپ ان کی ایذاء رسانی کو برداشت کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب دین اسلام پھیل گیا اور تمام ادیان پر غالب آ گیا تو آپ جن گستاخوں کو قتل کرنے پر قادر ہوئے، ان کے قتل کا حکم دیا، اسی طرح آپ نے بعض گستاخوں کے خون کو مباح کر دیا، جیسے کعب بن زہیر اور ابن زبعری وغیرہ۔

منافقین کو قتل نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ منافقوں کا بہ ظاہر مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا، اور بارگاہ رسالت میں منافقوں

Marfat.com

کے جو گستاخانہ کلمات پہنچائے گئے تھے، ان کو کسی ایک صحابی نے نقل کیا تھا، اور منافقین ان کلمات سے بری ہونے پر قسم کھا لیتے تھے، علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان کے خواہش مند تھے، اس لیے ان کی ایذاء رسانیوں پر صبر کرتے تھے، جیسا کہ ہمیشہ اولوالعزم رسول کرتے رہے ہیں، یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا، اور ان کی وجہ سے اسلام کو بہت تقویت پہنچی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ان سے وہ گستاخانہ کلمات قطعی طور پر ثابت نہیں تھے، کیونکہ ان کلمات کو کسی بچہ نے نقل کیا تھا، یا غلام نے یا عورت نے اور نصاب شہادت یعنی دو مردوں کی گواہی کے بغیر کسی کا خون بہانا جائز نہیں ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم نبوت سے ان کے خلاف فیصلہ اس لیے نہیں کیا کہ بہ ظاہر ان کا شمار مسلمانوں اور صحابہ میں ہوتا تھا، اور اگر آپ ان کو اس وجہ سے قتل کر دیتے کہ آپ کے علم میں وہ منافق تھے تو مخالفین اور معاندین آپ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے کہ آپ جس کو قتل کرنا چاہتے ہیں، اس پر نفاق کی تہمت لگا کر قتل کر دیتے ہیں اور اس سے اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں رکاوٹ ہوتی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس شخص کو قتل کرنے سے منع فرمایا جس نے آپ سے کہا تھا: "اعدل" اور قتل کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں، اسی وجہ سے ابن معاذ اور ابن قصار نے کہا ہے کہ یہ لوگ اگر اپنے نفاق کو ظاہر کرتے تو آپ ان کو قتل کر دیتے۔ رہا یہ کہ آپ نے اس یہودی کو قتل نہیں کیا جس نے کہا تھا: "السام علیکم" (تم پر موت آئے)، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس یہودی کا مسلمانوں سے معاہدہ تھا اور یہ ابتداء اسلام کا واقعہ تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو قتل نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو یہ توقع تھی کہ اس کے ساتھ نرمی کرنے کی وجہ سے کچھ لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۹۳-۱۹۲، بیروت)

قاضی عیاض مالکی نے اپنی کتاب الشفاء میں جو گستاخ رسول کے متعلق فقہاء کے قول کا ذکر کیا ہے، وہ عبارت یہ ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والے کے متعلق ائمہ اربعہ کے مسالک

جان لو کہ امام مالک ان کے اصحاب، سلف صالحین اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نے گالی دی اور اس کے بعد توبہ کر لی تو اس کو بہ طور حد قتل کیا جائے گا نہ بہ طور کفر، شیخ ابو الحسن قابسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب کسی شخص نے آپ کو گالی دینے کا اقرار کیا اور اس کے بعد توبہ کر لی اور توبہ کا اظہار کر دیا تو اس کو گالی دینے کے سبب سے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ اس کی حد ہے، ابو محمد بن ابی زید نے بھی یہی کہا ہے، البتہ اس کی توبہ اس کو آخرت میں نفع دے گی اور وہ عند اللہ مؤمن قرار پائے گا۔

(الشفاء ج ۲ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ ملتان)

علامہ سید محمد ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہو، اس کی توبہ قبول نہ کرنا امام مالک کا مشہور مذہب ہے۔ اور امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور ایک روایت میں ان سے یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی، لہٰذا ان کا مذہب امام مالک کی طرح ہے، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کا حکم مرتد کی طرح ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے جیسا کہ مصنف وغیرہ سے منقول ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دینے والے کا حکم بہ طریق اولیٰ یہی ہوگا کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے، بہر حال یہ بات ظاہر ہو گئی کہ احناف اور شوافع

Marfat.com

مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور امام مالک سے بھی یہ ایک ضعیف روایت سے ثابت ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۴۰۴-۴۰۱، مطبوعہ عثمانیہ، استنبول)

صحیح البخاری: ۶۲۹۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۶۲۹۱ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مال غنیمت کو تقسیم کیا، تو انصار کے ایک مرد نے کہا: یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ عزوجل کی رضاء کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سنو! اللہ کی قسم! میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بیان کروں گا، پس میں آپ کے پاس آیا اور آپ ایک جماعت میں تھے، میں نے آپ کو چپکے سے یہ بات بتائی، آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے، ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی تو انہوں نے اس پر صبر کیا۔ (صحیح مسلم: ۱۷۵۹)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شیطان ابن آدم کے خون جاری ہونے کی جگہوں میں دوڑتا ہے۔ پس انصار کے جس مرد نے یہ سنگین بات کہی کہ اس تقسیم سے اللہ عزوجل کی تقسیم کا ارادہ نہیں کیا گیا تو شیطان کبھی انسان کو سنگین الزام پر برانگیختہ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی تقسیم کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں ہے۔ پھر کون آپ کے بعد اللہ کی رضا کے لیے کام کرے گا؟!! کوئی نہیں کر سکتا۔ اور اس حدیث میں ایک اور انصاری کے قول کی نظیر ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ کیا کہ وہ اپنی پتھریلی زمینوں کو سیراب کریں، کیونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا وہاں پر باغ تھا اور ان کے پڑوسی انصاری کا بھی ایک باغ تھا اور پانی پہلے حضرت زبیر کے باغ میں بہہ کر آتا تھا، پھر انصاری کے باغ میں بہہ کر آتا تھا، اور ان میں زیادہ حقدار وہ تھا جو بلندی پر ہو اور وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! تم پانی دو اور پھر اپنے پڑوسی کے باغ کی طرف چھوڑ دو، پھر وہ اپنے باغ کو پانی دیں گے۔ اور جو اس پانی کی وجہ سے تم کو فصل حاصل ہو اس کو صدقہ کر دینا خواہ تھوڑی مقدار میں ہو، تو وہ انصاری غضبناک ہو گیا، اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم اپنے باغ کو پانی دو حتیٰ کہ پانی تمہاری دیواروں تک پہنچ جائے، پھر اس کو اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دینا۔ (صحیح البخاری: ۲۱۸۷، صحیح مسلم: ۲۳۵۷)

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق کی حفاظت کی اور ان دیواروں کی جو اس کھیت میں پانی کے حوض کے درمیان حدود فاصلہ تھیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت زبیر بن العوام کو ان کے بعض حقوق عطا کیے تاکہ ان کو کافی مقدار میں پانی پہنچ جائے۔ اور باقی ان کے پڑوسی کو مل جائے، تو اس میں دو مصلحتیں تھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی مصلحت بھی تھی اور ان کے پڑوسی کی مصلحت بھی تھی، کیونکہ اس کو پانی کی سیرابی سے محروم نہیں فرمایا۔ پس جب اس نے یہ سنگین بات کہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق دیا اور ان کو حکم دیا کہ پانی کو دیواروں تک پہنچاؤ، پھر اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دینا۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذاء دینے کی تفصیل

اس حدیث کا دوسرا جزو یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحمت فرمائے، ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی تو انہوں نے صبر کیا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا درج ذیل ارشاد ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی تھی، تو اللہ نے موسیٰ کو ان کی تہمت سے بری کر دیا، اور وہ اللہ کے نزدیک معزز تھے ○ (الاحزاب:۶۹)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایذاء نہ دو جس طرح موسیٰ (علیہ السلام) کو اذیت دی گئی تھی۔ پس موسیٰ (علیہ السلام) کو حسی اور معنوی طور پر ایذاء دی گئی۔ ان کو ان کے دین میں بھی ایذاء دی گئی اور ان کی خلقت میں بھی ایذاء دی گئی حتیٰ کہ انہوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آدر ہیں، یعنی ان کے خصیے بڑے ہیں اور یہ عیب ہے، تو اللہ عزوجل نے ان کو ان کے لگائے ہوئے عیب سے بری کر دیا جب کہ انہوں نے ایک دن غسل کیا اور اپنے کپڑے پتھر پر رکھ دیے تو پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ گیا حتیٰ کہ وہ بنی اسرائیل تک پہنچے اور جب وہ بنی اسرائیل تک پہنچے تو پتھر ٹھہر گیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اس پتھر کو پالیا، اور فرمایا: اے پتھر! میرے کپڑے دے، اے پتھر! میرے کپڑے دے۔ اور بنی اسرائیل نے آپ کو برہنہ دیکھ لیا اور انہوں نے مشاہدہ کر لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں کوئی عیب نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لگائے ہوئے عیب سے بری کر دیا۔

(شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۲۵، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۴۸۔ بَابٌ: طُولِ النَّجْوٰی
لمبی سرگوشی کا بیان

وقوله: (وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰی) (بنی اسرائیل: ۴۷) مَصْدَرٌ مِنْ نَاجَيْتُ، فَوَصَفَهُمْ بِهَا وَالْمَعْنَى: يَتَنَاجَوْنَ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''اور جب وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں'' ''نجویٰ'' ناجیت کا مصدر ہے، اس مصدر کے ساتھ ان لوگوں کی صفت فرمائی اور معنی یہ ہے کہ وہ مناجات یعنی سرگوشی کرتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں لمبی سرگوشی کا بیان ہے اور ''نجویٰ'' ''تناجی'' کا اسم ہے جو مصدر کے قائم مقام ہے۔

امام بخاری نے تعلیق ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَاِذْ هُمْ نَجْوٰی'' یعنی وہ سرگوشی ہیں۔ سرگوشی کرنے والوں پر سرگوشی کا اطلاق کرنا باب مبالغہ سے ہے، جیسے کہا جاتا ہے ''ابوحنیفہ فقہ ہیں''۔ امام بخاری نے کہا: یہ مصدر ہے، ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ اسم مصدر ہے جو مصدر کے قائم مقام ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ازہری نے کہا ہے کہ وہ سرگوشی کرنے والے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۶۲۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنہ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَجُلٌ يُنَاجِي رَسُولَ اللهِ ﷺ فَمَا زَالَ يُنَاجِيهِ حَتَّى نَامَ أَصْحَابُهُ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: نماز قائم کی گئی اور ایک مرد رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کر رہا تھا، وہ مسلسل سرگوشی کرتا رہا حتیٰ کہ آپ کے اصحاب سو گئے، پھر آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے ان کو نماز پڑھائی۔

(صحیح بخاری: ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۲۹۲، صحیح مسلم: ۳۷۶، سنن ترمذی: ۵۱۸، سنن نسائی: ۷۹۱، سنن ابوداؤد: ۵۴۴، مسند احمد: ۱۱۵۷۶)

صحیح البخاری: ۶۲۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث کے عنوان کے ساتھ مطابقت نفسِ حدیث سے ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن بشار، یہ بندار ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن جعفر، یہ غندر ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے عبد العزیز، یہ ابن صہیب ہیں۔

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں ''باب الامام تعرض له الحاجة بعد الاقامة'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ایک مرد رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کر رہا تھا''۔ اور وہاں پر حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی ﷺ ایک مرد سے مسجد کی ایک جانب میں سرگوشی کر رہے تھے، آپ اس وقت تک نماز پڑھانے کے لیے کھڑے نہیں ہوئے حتیٰ کہ لوگ سو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۸۔ ۳۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۹۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لمبی سرگوشی کے جواز اور عدم جواز کا محمل

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے صاحب سے لمبی سرگوشی کر سکتا ہے یا نہیں؟

اور ہمیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث معلوم ہے: ''کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے''۔ (صحیح البخاری: ۵۹۹۴، صحیح مسلم: ۶۷)

اور جب ہم کو یہ معلوم ہو گیا تو لمبی سرگوشی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ اس سرگوشی کا تعلق کسی نیک بات سے ہو۔ اور

جب وہ سرگوشی کسی بری بات سے یا شر سے متعلق ہو اور اس میں خیر نہ ہو تو پھر اس سرگوشی کا لمبا ہونا ممنوع ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نماز کی اقامت کے بعد امام سے مناجات اور سرگوشی کرنا جائز ہے۔ اور لمبی سرگوشی کرنا بھی مضر نہیں ہے، کیونکہ یہ شرط نہیں ہے کہ نماز کی اقامت اور نماز پے در پے ہو، کیونکہ صحابہ سو گئے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے ''حتیٰ کہ آپ کے اصحاب سو گئے، پھر آپ نے ان کو نماز پڑھائی''۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی اقامت اور نماز کے درمیان طویل فصل جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ مکبر نے نماز کے ارادہ سے اقامت کہی ہو، یعنی اگر مکبر کو یہ معلوم ہو کہ ابھی نماز نہیں پڑھائی جائے گی اور دیر میں پڑھائی جائے گی اور وہ اقامت کہے اور پھر اقامت اور نماز میں فصل ہو اور اس کو اس چیز کے پیدا ہونے کا کوئی علم نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ طویل فصل ہو۔

مطلقاً نیند سے وضو نہ ٹوٹنے کا بیان

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مطلقاً نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا، کیونکہ نفسِ نیند حدث نہیں ہے۔ نیند حدث کے گمان کا سبب ہے، کیونکہ جو شخص سو گیا تو اس کے متعلق یہ گمان ہوگا کہ وہ نیند میں بے وضو ہو گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ '' آنکھ سرین کی حفاظت کرتی ہے، پس جب دونوں آنکھیں سو جائیں گی تو اس کے پٹھے ڈھیلے پڑ جائیں گے اور ہوا خارج ہو جائے گی''۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب اس نے گہری نیند کی اور اس کو اپنے نفس کا پتا نہیں چلا اگر اس کا وضو ٹوٹ گیا، لیکن تھوڑی سی نیند اگر انسان کو پیش آئے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، جب کہ وہ سرین کو جما کر بیٹھا ہوا ہو یا رکوع میں ہو یا سجدہ میں ہو یا قیام میں ہو اور اس حالت میں نیند آ جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (شرح صحیح بخاری ج ٦ ص ٧ ١٢، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ١٤٢٩ھ)

٤٩۔ بَابٌ: لَا تُتْرَكُ النَّارُ فِي الْبَيْتِ عِنْدَ النَّوْمِ

سوتے وقت گھر میں آگ کو نہ چھوڑا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ سوتے وقت گھر میں آگ کو نہ چھوڑا جائے۔ یعنی کوئی شخص سوتے وقت اپنے گھر میں آگ کو نہ چھوڑے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٣١٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٦٢٩٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از والد خود از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: تم اپنے گھروں میں اس وقت آگ کو نہ چھوڑو جب تم سوتے ہو۔

(صحیح مسلم: ٢٠١٥، سنن ترمذی: ١٨١٣، سنن ابو داؤد: ٥٢٤٦، سنن ابن ماجہ: ٣٧٦٩، مسند احمد: ٤٥٠١)

صحیح البخاری: ۶۲۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عیینہ، یہ سفیان ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے سالم، یہ حضرت ابن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم ہیں، وہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تم آگ کو نہ چھوڑو"۔ اس حدیث میں لفظِ آگ عام ہے، اس میں چراغ کی آگ اور موم بتی کی آگ داخل ہے، اور وہ قندیلیں جو مساجد وغیرہ میں معلق ہوتی ہیں جب ان سے ضرر کا خطرہ نہ ہو جیسا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے تو ظاہر ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "جس وقت تم سو رہے ہو"۔ اس حدیث میں سونے کے ساتھ مقید فرمایا ہے، کیونکہ اس وقت میں غفلت ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۹۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رضی الله عنه قَالَ احْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِينَةِ عَلَى أَهْلِهِ مِنَ اللَّيْلِ فَحُدِّثَ بِشَأْنِهِمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِنَّ هٰذِهِ النَّارَ إِنَّمَا هِيَ عَدُوٌّ لَكُمْ فَإِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوهَا عَنْكُمْ۔ (صحیح مسلم: ۲۰۱۶، سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں رات کے وقت ایک گھر ان کے گھر والوں کے اوپر جل گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا گیا، تو آپ نے فرمایا: یہ آگ صرف تمہاری دشمن ہے، پس جب تم سوؤ تو اس آگ کو اپنے پاس سے بجھا دو۔

صحیح البخاری: ۶۲۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ آگ کو بجھا دو، کیونکہ آگ کو بجھانا اس کو مستلزم ہے کہ گھر میں آگ کو جلتا ہوا نہ چھوڑا جائے۔ اور اس باب کا عنوان بھی یہی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن العلاء، یہ ابوکریب الہمدانی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ابواسامہ، یہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے برید بن عبداللہ بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ، اور یہ برید اپنے دادا حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان کا نام عامر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام الحارث ہے، وہ از حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان ھذہ النار انما ھی عدو لکم" یعنی یہ آگ تمہاری دشمن ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: آگ کا ہماری دشمن ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ آگ ہمارے ابدان اور ہمارے اموال کے اس طرح منافی ہے جس طرح دشمن منافی ہوتا ہے۔ ہرچند کہ اس آگ میں ہمارے لیے منفعت بھی ہے مگر وہ کسی واسطہ سے حاصل ہوتی ہے۔ پس اس کے اوپر ہمارے دشمن ہونے کا اطلاق کیا، کیونکہ اس میں عداوت کا معنی پایا جاتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے واضح بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ تم جس وقت میں اور جس جگہ میں بھی آگ کے قریب جاؤ گے تو وہ تمہیں جلا دے گی اور تم کو چھوڑے گی نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۱۹۔ ۴۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۹۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ كَثِيرٍ هُوَ ابْنُ شِنْظِيرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم خَمِّرُوا الْآنِيَةَ وَأَجِيفُوا الْأَبْوَابَ وَأَطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا جَرَّتِ الْفَتِيلَةَ فَأَحْرَقَتْ أَهْلَ الْبَيْتِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از کثیر (اور وہ ابن شنظیر ہیں) از عطا از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برتنوں کو ڈھانپ دو، اور دروازوں کو لوٹا دو (یعنی بند کر دو)، اور چراغوں کو بجھا دو، کیونکہ "فاسق جانور" (یعنی چوہا) بعض اوقات چراغ کی بتی کو کھینچ لیتا ہے اور گھر والوں کو جلا دیتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۳۱۶، صحیح مسلم: ۲۰۱۲، سنن ترمذی: ۲۸۵۷، مسند احمد: ۱۴۲۴۷، موطا امام مالک: ۱۷۲۷)

صحیح البخاری: ۶۲۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حماد، وہ ابن زید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں کثیر کا ذکر ہے، وہ ابن شنظیر الازدی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عطاء، وہ ابن ابی رباح ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "خمروا" یہ تخمیر کے باب سے امر کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے: ڈھانپنا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اجیفوا" یہ "اجافة" سے امر کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے: رد کرنا۔ کہا جاتا ہے "اجفت الباب" یعنی میں نے دروازہ کو لوٹا دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الفویسقة" یہ "فاسقة" کی تصغیر ہے، اس سے مراد ہے چوہا۔

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے: اس حدیث میں امر بھی ہے اور نہی بھی ہے۔ اور اس حدیث میں ارشاد اور رہنمائی ہے۔ اور کبھی یہ استحباب کے لیے ہوتا ہے۔ علامہ نووی نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ ارشاد کے لیے ہے، کیونکہ اس میں دنیاوی مصلحتیں ہیں۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ کبھی اس میں دینی مصلحت ہوتی ہے اور وہ ہے نفس کی حفاظت کرنا جس کو قتل کرنا حرام ہے اور مال کی حفاظت کرنا جس کو ضائع کرنا حرام ہے۔

حدیث میں ہے: امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی اور امام ابن حبان نے اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ روایت کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک چوہا آیا اور اس نے چراغ کی بتی کو کھینچا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مصلّی پر ڈال دیا جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے، سو اس سے ایک درہم جتنی جگہ جل گئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سوؤ تو اپنے چراغوں کو بجھا دو، کیونکہ شیطان اس قسم کی چیزوں کی رہنمائی کرتا ہے تا کہ تم کو جلا دے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۹۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض الفاظ کے معانی اور اس باب کی حدیث کی تائید میں دیگر احادیث

اس حدیث میں "تخمیر" کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے ڈھانپنا، اسی سے خمر کا لفظ ماخوذ ہے کیونکہ وہ بھی عقل کو ڈھانپتی ہے، اور عورت کے دوپٹہ کو خمار کہتے ہیں اور خمر اس چیز کو کہتے ہیں جو تم سے مستور ہو۔

اس حدیث میں "اجیفوا" کا لفظ ہے یعنی دروازہ کو بند کر دو تا کہ چور سے اور شیطان سے حفاظت رہے۔

اس حدیث میں "الفویسقة" کا لفظ ہے یعنی چوہا۔ اس کو فاسق فرمایا ہے اگرچہ اس کو نہ کسی بات کا حکم دیا جاتا ہے اور نہ کسی چیز سے منع کیا جاتا ہے، کیونکہ اس کا فعل فساد کا فعل ہے۔ اسی کی مثل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ فاسق ہیں ان کو حرم میں بھی قتل کر دیا جائے: (۱) چوہا (۲) بچھو (۳) چیل (۴) کوا (۵) کاٹنے والا کتا۔

(صحیح بخاری: ۱۸۲۹، ۳۳۱۴، صحیح مسلم: ۱۱۹۸، سنن ترمذی: ۸۳۷، سنن نسائی: ۲۸۸۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۷، مسند احمد: ۲۴۰۴۸، سنن دارمی: ۱۹۱۷)

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ تمہارا دشمن ہے"۔ یعنی چوہا دشمن کا فعل کرتا ہے کہ گھر کو جلا دیتا ہے۔ اور آپ نے برتن کو ڈھانپنے کا حکم دیا، اسی طرح مشک کے منہ کو بند کرنے کا حکم دیا، کیونکہ حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ برتنوں کو ڈھانپ کر رکھو اور مشک کا منہ ڈوری سے باندھ دو، کیونکہ سال میں ایک ایسی رات آتی ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے، وہ کسی ایسے برتن پر نہیں گزرتی جو ڈھکا ہوا نہ ہو، یا کسی مشک پر سے نہیں گزرتی جس کا منہ باندھا ہوا نہ ہو مگر اس میں وہ وبا نازل ہو جاتی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۱۴، مسند احمد: ۱۴۸۳۵)

ان احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص رات کو اس گھر میں سونے کا ارادہ کرے جس میں اس کے علاوہ اور کوئی نہ ہو اور اس میں آگ بھی ہو یا چراغ بھی ہو تو وہ سونے سے پہلے چراغ کو بجھا دے اور آگ سے حفاظت کرلے تا کہ اس کے جلانے کا ضرر نہ پہنچے۔ اسی طرح اگر اس کے گھر میں جماعت ہو تو ان پر واجب ہے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو اس وقت تک نہ سوئیں جب تک کہ یہ حفاظتی تدابیر اختیار نہ کرلی جائیں، کیونکہ شارع علیہ السلام نے اس کا حکم دیا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک چوہا آیا اور اس نے چراغ کی بتی کو گھسیٹا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس جانماز پر ڈال دیا جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے، تو اس جانماز سے ایک درہم جتنی جگہ جل گئی۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۴۷، صحیح ابن حبان: ۵۵۱۹، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۲۸۵۔ ۲۸۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۵۳۔ ۱۵۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس باب کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے وہ علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح سے ماخوذ ہے۔ (دیکھیے: شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۷۰۔ ۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۹۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی آفت اور مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے اس کا سدِ باب کرنا چاہیے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے۔

(۲) اگر گھر والے بیدار ہوں تو پھر آگ کو نہ بجھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب اس آگ سے حفاظت اور امن ہو، تو پھر آگ کو چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ چوہے کو قتل کرنا چاہیے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فاسق فرمایا ہے، کیونکہ بسا اوقات یہ چوہا چراغ کی بتی کو گھسیٹتا ہے اور گھر والوں کو آگ لگا دیتا ہے۔

(۵) چوہا سونے کی دھات میں رغبت کرتا ہے۔

ہمارے شیخ عبدالرحمن السعدی نے بیان کیا کہ ایک عالم دین بیٹھے ہوئے کتاب لکھ رہے تھے۔ پس ایک چوہا آیا، انہوں نے اس کے اوپر کوئی چیز رکھ دی، پھر اس چوہے کی بہن اس کو طلب کرنے کے لیے آئی لیکن وہ اس چیز کو اٹھانے پر قادر نہ ہوئی، پھر وہ چھت کی طرف گئی اور میرے پاس ایک دینار کو لا کر پھینک دیا لیکن انہوں نے اس گرفتار چوہے کو آزاد نہیں کیا، پھر وہ گئی اور ایک

Marfat.com

اور دینار لے آئی، پھر تیسرا، پھر چوتھا یہاں تک کہ وہ دس دینار لے کر آئی، اور اخیر میں وہ تھیلی لے کر آئی جس میں دینار تھے، اور ظاہر یہ ہے کہ اس شیخ نے اس چوہے اور اس کی بہن دونوں کو مار ڈالا تھا۔

آگ کے متعلق قرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں

أَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۝ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ الْمُنشِـُٔونَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنَٰهَا تَذْكِرَةً وَمَتَٰعًا لِّلْمُقْوِينَ ۝ فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ۝ (الواقعہ: ۷۱۔ ۷۴)

بھلا بتاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو ○ کیا اس کے لیے درختوں کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ○ ہم نے اس کو نصیحت بنایا اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز ○ سو آپ اپنے رب کے اسم کی تسبیح کرتے رہیے ○

آیاتِ مذکور کی تفسیر اور آگ کے فوائد

اس زمانہ میں آگ کے حصول کا یہی ذریعہ تھا کہ درختوں سے لکڑیاں کاٹ کر ایندھن حاصل کیا جائے، پھر زمین کی کانوں سے پتھر کا کوئلہ نکل آیا اور لکڑیوں کو جلا کر اس سے بھی کوئلہ حاصل کیا جانے لگا، پھر زمین سے تیل نکل آیا اور قدرتی گیس نکل آئی، لیکن جس طرح جنگل میں درخت اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں، اسی طرح پتھر کا کوئلہ اور گیس اور تیل کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور بندوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں۔

یعنی ہم نے دنیا کی آگ کو پیدا کیا تاکہ تم اس کی حدت، حرارت اور سوزش کو دیکھ کر آخرت کی آگ سے ڈرو۔ اس آیت میں ''مقوین'' کا لفظ ہے، اس کا مادہ ''قوی'' ہے، اس کا معنی ہے: وہ گھر جو رہنے والوں سے خالی ہو۔ مسافروں کو ''مقوین'' اس لیے کہتے ہیں کہ بعض اوقات وہ دورانِ سفر ایسی جگہ جاتے ہیں جہاں چٹیل میدان اور ویرانہ ہو اور کھانے پینے کی کوئی چیز دستیاب نہ ہو، وہاں جنگل میں قیام کے وقت مسافر آگ جلاتے ہیں تاکہ کوئی جنگلی درندہ آکر ان کو ضرر نہ پہنچائے۔ اور بعض اوقات وہ کسی حلال جانور یا پرندہ کو شکار کر کے اس کو آگ پر بھون لیتے ہیں اور یوں اپنی بھوک مٹاتے ہیں۔ (انوار تبیان القرآن ص ۸۵۶، فرید بک اسٹال، لاہور)

شیخ ابن عثیمین نے لکھا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ آگ میں فوائد بھی ہیں اور آگ سے ضرر بھی ہوتا ہے۔ سو ہمیں چاہیے کہ اس کے ضرر سے احتراز کریں اور اس کے فوائد کے حصول کی امید اور توقع رکھیں۔ (شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۲۸۔ ۱۲۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۰۔ بَابُ إِغْلَاقِ الْأَبْوَابِ بِاللَّيْلِ

رات میں دروازوں کو بند کر دینے کا بیان

۶۲۹۶۔ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عَبَّادٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ بِاللَّيْلِ إِذَا رَقَدْتُمْ وَغَلِّقُوا الْأَبْوَابَ وَأَوْكُوا الْأَسْقِيَةَ وَخَمِّرُوا الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ قَالَ هَمَّامٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَوْ بِعُودٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن ابی عباد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سوؤ تو رات کے وقت چراغوں کو بجھا دو اور دروازوں کو بند کر دو اور مشک کے منہ کو ڈوری سے باندھ دو، اور کھانے اور پینے کی چیزوں کو ڈھانپ دو۔ ہمام

Marfat.com

نے کہا: میرا گمان ہے انہوں نے بیان کیا خواہ لکڑی سے۔

(صحیح بخاری: ۵۶۲۴، صحیح مسلم: ۲۰۱۲، سنن ترمذی: ۱۸۱۲، مسند احمد: ۱۴۵۹۷، موطا امام مالک: ۱۷۲۷)

صحیح البخاری: ۶۲۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حسان بن ابی عباد کا ذکر ہے اور ابوعباد کا نام بھی حسان ہی ہے۔ نیز ابوعلی البصری مکہ میں رہے اور ۲۱۳ ھ میں فوت ہو گئے اور امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ہمام کا ذکر ہے، یہ ابن یحییٰ ہیں۔ اور عطاء کا ذکر ہے، یہ ابن ابی رباح ہیں۔

رات کے وقت دروازہ بند کرنے کی حکمت

اس حدیث میں دروازوں کے بند کرنے کا حکم فرمایا ہے، کیونکہ رات کو شیاطین پھیل جاتے ہیں اور یہ مسلمانوں پر مسلط ہوتے ہیں اور ان کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔ اور ایک اور حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات اپنے پر پھیلائے تو اپنی اولاد کو گھروں میں روک لیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ رات کو اپنی مخلوق میں سے ان کو پھیلا دیتا ہے جن کو دن میں نہیں پھیلاتا۔ اور شیاطین کے لیے رات میں انتشار اور پھیلنا ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۹۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کی تائید میں دیگر احادیث

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات اپنے پر پھیلاتی ہے تو تم اپنے بچوں کو روک لو، کیونکہ اس وقت شیطان پھیل جاتے ہیں۔ پس جب عشاء کی ایک ساعت گزر جائے تو اپنے بچوں کو کھول دو اور اپنا دروازہ بند کر دو اور بسم اللہ پڑھو اور اپنے چراغ کو بجھا دو، اور اللہ کے نام کا ذکر کرو، اور اپنی مشک کا منہ بند کر دو، اور اللہ کے نام کا ذکر کرو، اور اپنے برتنوں کو ڈھانپ دو۔ اور اللہ کے نام کا ذکر کرو، اور اگر تم برتن پر کوئی چیز عرض کی جانب رکھ دو۔

(صحیح البخاری: ۳۲۸۰، ۳۳۰۴، ۳۳۱۶، ۵۶۲۳، ۵۶۲۴، ۶۲۹۵، ۶۲۹۶، صحیح مسلم: ۲۰۱۲، سنن ترمذی: ۱۸۱۲، سنن ابوداؤد: ۳۷۳۱، مسند احمد: ۱۴۰۲۵)

اور عقیل نے کہا: عورت کو اس وقت وضو کرنے سے اپنی حفاظت کرنی چاہیے، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن میں ان کے لیے مصلحت ہے ان کی نیند میں اور ان کی بیداری میں۔

اور امام مالک نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شیطان کسی بند دروازہ کو نہیں کھولتا اور نہ اس مشک کو کھولتا ہے جس کا منہ بند کیا ہوا ہو۔ اور نہ کسی ڈھکے ہوئے برتن کو کھولتا ہے۔ (موطا امام مالک ج ۲ ص ۹۲۹-۹۲۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۵۶-۱۵۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ ھ)

Marfat.com

تنبیہ: علامہ ابن ملقن کی شرح دراصل علامہ ابن بطال کی شرح کا خلاصہ ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۲۹۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ کے ذکر کی برکت کی وجہ سے شیطان مسلمانوں کے گھروں میں داخل نہیں ہوسکتا

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازوں کو بند کرنے کا جو حکم دیا ہے، یہ ان کی دینی اور دنیاوی مصلحتوں کی وجہ سے ہے تاکہ ان کی جانیں اور ان کے اموال مفسدین کے فساد سے محفوظ رہیں، خصوصاً شیاطین کے شر سے محفوظ رہیں۔

اور آپ نے جو فرمایا ہے کہ "شیطان کسی بند دروازہ کو نہیں کھولتا"۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ دروازہ کو بند رکھنے کا حکم اس مصلحت سے ہے کہ شیطان کو انسان کے ساتھ مختلط ہونے سے دور رکھا جائے۔ اور یہ ایسی حکمت ہے جس پر سوائے وحی کے اطلاع نہیں ہوسکتی، جو صرف نبی کو حاصل ہوتی ہے۔

اس حدیث میں شیطان پر الف لام جنس کے لیے ہے، کیونکہ اس سے مراد کوئی معین شیطان نہیں ہے۔

اور اس حدیث میں ہے "کھانے اور پینے کی چیزوں کو ڈھانپ دو"۔ ہمام نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: خواہ کسی لکڑی کی چوڑائی سے ڈھانپ دو۔

اور فرمایا "اللہ کے نام کا ذکر کرو"۔ اور دودھ پینے کے باب میں اس کی حکمت بیان کی جاچکی ہے۔

علامہ ابن بطال نے اس حدیث میں شیطان کو عموم پر محمول کیا ہے اور اس اشکال کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ شیطان کو یہ قوت نہیں دی کہ وہ کسی ڈھکی ہوئی چیز کو کھولے، اگرچہ اس سے زیادہ قوت اسے عطا کی گئی ہے، کیونکہ وہ ان جگہوں میں داخل ہوجاتا ہے جہاں آدمی داخل نہیں ہوسکتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اور اس میں اضافہ یہ ہے کہ جب مسلمان اللہ عزوجل کے نام کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا نام ان چیزوں کے کاموں کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر نہ کرے تو پھر شیطان ان چیزوں میں داخل ہوجاتا ہے اور تصرف کرتا ہے۔ اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

امام مسلم اور امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہو اور دخول کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرے اور کھانے کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرتا ہے اور کھانے کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے: تمہارے لیے نہ رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ کھانا ہے۔ اور جب وہ دخول کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے کہ تم نے اپنا ٹھکانا اور کھانا پینا پالیا۔

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ شیطان بند دروازہ کو نہیں کھولتا۔ یہ اپنے عموم پر ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اس کے ساتھ خاص ہو جو اللہ کے نام کا ذکر کرے۔

حدیث مذکور میں جس شیطان کے گھر میں داخل ہونے کی ممانعت کو ذکر فرمایا ہے، اس سے مراد شیطانِ خارج ہے ہمزاد نہیں ہے

نیز انہوں نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شیطان خارج، داخل نہیں ہوسکتا لیکن وہ شیطان جس کو ہمزاد کہتے ہیں جو انسان کے جسم کے ساتھ ہوتا ہے تو یہ حدیث اس کے نکلنے پر دلالت نہیں کرتی۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دروازہ بند کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے سے گھر میں جو شیطان ہیں، وہ بھاگ جاتے ہیں۔ اور بعض علماء نے اس سے یہ استنباط بھی کیا ہے کہ جماہی لیتے وقت منہ کو بند کرلیا جائے تو شیطان اس میں داخل نہیں ہوسکتا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۵۷۔ ۳۵۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۱۔ بَابٌ: اَلْخِتَانِ بَعْدَ الْكِبَرِ وَنَتْفِ الْإِبْطِ

بڑی عمر کے بعد ختنہ کرنے اور بغل کے بال اکھیڑنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں مرد کی بڑی عمر کے بعد ختنہ کرنے کا بیان ہے اور بغل کے بال اکھیڑنے کا بھی بیان ہے۔ علامہ کرمانی نے بیان کیا ہے کہ اس باب کو کتاب الاستئذان میں ذکر کرنے کی مناسبت یہ ہے کہ عموماً ختنہ گھروں میں کیا جاتا ہے اور گھروں میں بغیر استئذان کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۹۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَنَتْفُ الْإِبْطِ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فطرت (سنت) پانچ ہیں: ختنہ کرنا، زیر ناف بالوں کا مونڈنا، بغل کے بال اکھیڑنا، اور مونچھوں کو کاٹنا اور ناخن تراشنا۔

(صحیح بخاری: ۵۸۸۹، ۵۸۹۱، ۶۲۹۷، صحیح مسلم: ۲۵۷، سنن ترمذی: ۲۷۵۶، سنن نسائی: ۱۰، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۸، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲، مسند احمد: ۷۲۲۰)

صحیح البخاری: ۶۲۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن قزعہ کا ذکر ہے، یہ حجازی ہیں۔ اور ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف کا ذکر ہے۔ یہ حدیث کتاب اللباس میں باب ''قص الشارب'' میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الفطرۃ" یعنی انبیاء علیہم السلام کی سنت، جن کی اقتداء کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے ان کاموں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ (البقرہ: ۱۲۴) اور جب کئی باتوں میں ابراہیم کی ان کے رب نے آزمائش کی۔

اس حدیث میں پانچ کی تخصیص اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں لکھا ہے کہ دس چیزیں سنت ہیں۔ ان میں یہ پانچ چیزیں زائد ہیں: مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، استنجا کرنا اور انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الختان"۔ ظاہر اقوال کے مطابق مردوں اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ عورتوں میں سنت ہے۔ امام مالک اور فقہاء احناف کا یہی مذہب ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مردوں پر واجب ہے اور عورتوں پر واجب نہیں ہے۔ اور ایک حدیث میں مذکور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کرنا عورتوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے تکریم ہے، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ ختنہ کرنے کے وقت میں اختلاف ہے۔ فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ بلوغت کے بعد ختنہ کیا جائے، اور ولادت کے ساتویں روز ختنہ کرنا مستحب ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے کہ آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ولادت کے ساتویں دن ختنہ کیا۔ اس حدیث کی امام حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے۔

اللیث نے کہا: لڑکے کا ختنہ سات سال کی عمر سے لے کر دس سال کی عمر تک کیا جائے۔ امام مالک نے کہا: ہمارے شہر میں عام لوگوں کا چلن یہ ہے کہ جب بچہ سمجھدار ہو جائے تو اس کا ختنہ کیا جائے۔ مکحول نے کہا کہ حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام کا سات دن کے بعد ختنہ کیا اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ تیرہ سال کی عمر میں کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الاستحداد" یعنی زیر ناف بالوں کو مونڈنے کے لیے استرا استعمال کرنا۔ شعبی سے روایت ہے کہ ان بالوں پر چونا لگایا جائے، اور یہ معروف کے خلاف ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "تقلیم الاظفار" یعنی ناخنوں کو تراشنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ختنہ کرنے کے مفصل احکام

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی اور کثیر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا واجب ہے اور امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ختنہ کرنا مردوں اور عورتوں دونوں پر واجب ہے، مرد پر واجب ہے کہ وہ اس پوری کھال کو کاٹ دے جس نے حشفہ کو چھپایا ہوا ہوتا ہے حتیٰ کہ پورا حشفہ ظاہر ہو جائے۔ اور عورت پر واجب ہے کہ فرج کے اوپر جو کھال ہے اس کا نچلا حصہ کاٹ دے۔

ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ بچپن میں ان دونوں ختنوں کو کرنا جائز ہے واجب نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ولی پر واجب ہے کہ بچے کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا ختنہ کرا دے اور ایک قول یہ ہے کہ دس سال سے پہلے ختنہ کرنا حرام

ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب ہے۔

خنثیٰ مشکل کے متعلق کئی اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ بلوغ کے بعد اس کا ختنہ کرنا واجب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک اس کا مذکر یا مؤنث ہونا معلوم نہ ہو اس کا ختنہ کرنا جائز نہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس آلہ سے وہ پیشاب کرے یا جماع کرے اس کا ختنہ کر دیا جائے۔

اگر کوئی شخص بغیر ختنہ کے مرجائے تو اس میں تین قول ہیں: صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ نہ کیا جائے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ کیا جائے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ بڑے کا ختنہ کیا جائے اور چھوٹے کا ختنہ نہ کیا جائے۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے۔ امام احمد نے فرمایا: مردوں پر یہ حکم شدید ہے کیونکہ مرد جب ختنہ نہیں کرے گا تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی۔ اور عورت کا معاملہ آسان ہے، ابو عبد اللہ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرد کے معاملہ میں سختی کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: جو مرد ختنہ نہ کرائے اس کا حج ہے نہ نماز۔ حسن بصری یہ رخصت دیتے تھے کہ جو شخص اسلام لائے وہ اگر ختنہ نہ کرائے تو کچھ حرج نہیں ہے، وہ کہتے تھے کہ کئی سیاہ فام اسلام لائے اور ان میں سے کسی کی تفتیش نہیں کی گئی اور نہ ان کا ختنہ کرایا گیا، اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ شرمگاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر ختنہ کرنا واجب نہ ہوتا تو ختنہ کرنے کے لیے مختون کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا، نیز یہ مسلمانوں کے شعار میں سے ہے، اس لیے دیگر شعائر کی طرح یہ بھی واجب ہوگا اور اگر کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو اور ختنہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس سے ختنہ کا حکم ساقط ہو جائے گا جیسا کہ غسل، وضوء وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر ختنہ کرنا لازم ہے۔ حنبل نے کہا: میں نے ابو عبد اللہ سے ذمی کے متعلق سوال کیا جب وہ مسلمان ہو تو آیا اس کا ختنہ کیا جائے گا؟ انہوں نے کہا: اس کے لیے ختنہ ضروری ہے، میں نے پوچھا: اگر وہ بوڑھا ہو یا بوڑھی ہو؟ انہوں نے کہا: ان کے لیے ختنہ کرانا مستحب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ۔ (الحج: ۷۸) (تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)۔

اور عورتوں کے حق میں بھی ختنہ مشروع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھولے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں۔ اور خلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے تکریم ہے۔

(المغنی ج ۱ ص ۶۴-۶۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

Marfat.com

ولادت کے دن ختنہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ یہود کے افعال سے ہے، یہ اس وقت کرنا مستحب ہے جب بچہ کو نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔(یعنی سات سال کی عمر میں) مردوں کا ختنہ کرنا سنت ہے اور عورتوں کا ختنہ کرنا مستحب ہے اور مستحب یہ ہے کہ عورت کی کھال کاٹنے میں مبالغہ نہ کرے۔(الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے ہیں، جصاص نے کتاب ادب القضاء میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے مکرمت (فضیلت) ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۷، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ)

عالمگیری میں ہے:

ختنہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ختنہ کرنا سنت ہے۔ غرائب میں مذکور ہے یہی صحیح قول ہے، ختنہ کرنے کے لیے مستحب وقت سات سال سے لے کر بارہ سال کی عمر ہے، سراجیہ میں ہے: یہی مختار قول ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک ختنہ کرنا جائز ہے، اسی طرح جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ عورتوں کے ختنہ کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ سنت ہے۔ شمس الائمہ حلوانی نے خصاف کی ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ عورتوں کا ختنہ کرنا مکرمت (فضیلت) ہے۔ کسی لڑکے کا ختنہ کیا گیا اور پوری کھال نہیں کٹی تو اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی ہے تو یہ ختنہ ہے اور اگر نصف یا نصف سے کم کھال کٹی ہے تو یہ ختنہ نہیں ہے۔ (خزانۃ المفتیین) صلوٰۃ النوازل میں مذکور ہے: ایک بچہ کا ختنہ نہیں کیا گیا اور اب شدت سے کھینچنے کے سوا اس کی کھال کو کاٹا نہیں جا سکتا اور اس کا حشفہ ظاہر ہو اور دیکھنے میں وہ مختون معلوم ہو تو ختنہ کے ماہرین کو دکھایا جائے، اگر وہ کہیں کہ اس کا ختنہ کرنا مشکل ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ بوڑھا اور کمزور شخص اسلام لایا تو اگر ماہرین نے کہا کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ عذر کی وجہ سے واجب کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے تو سنت کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

(خلاصہ): ایک قول یہ ہے کہ جب بوڑھا شخص خود ختنہ کر سکتا ہو تو کر لے ورنہ چھوڑ دے۔ ہاں اگر اس کے لیے ممکن ہو تو وہ شادی کر لے یا ختنہ کرنے والی باندی کو خرید لے اور وہ اس کا ختنہ کر دیں۔ بچہ کا ختنہ نہیں کیا گیا پھر کھال بڑھ گئی، اگر اس کھال نے حشفہ کو ڈھانپ لیا ہے تو اس کا دوبارہ ختنہ کیا جائے ورنہ نہیں۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۷، مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ)

۶۲۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اخْتَتَنَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَ ثَمَانِينَ سَنَةً وَاخْتَتَنَ بِالْقَدُومِ مُخَفَّفَةً قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ وَقَالَ بِالْقَدُّومِ مُشَدَّدَةً وَهُوَ مَوْضِعٌ۔

[اطراف الحدیث] (صحیح بخاری: ۳۳۵۶، ۶۲۹۸، صحیح مسلم: ۲۳۷۰، مسند احمد: ۹۴۳۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی (۸۰) سال کی عمر کے بعد ختنہ کیا، اور انہوں نے مقام قدوم میں ختنہ کیا تھا۔

امام ابوعبداللہ بخاری بیان کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث

Marfat.com

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ نے حدیث بیان کی از ابی الزناد اور کہا ''القدوم'' مشدد ہے اور یہ ایک جگہ کا نام ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت باب کے جزو اول کے ساتھ ہے، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑی عمر کے بعد ختنہ کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاعرج کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔ اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر کے متعلق روایات

اس حدیث میں مذکور ہے ''بعد ثمانین سنة'' (یعنی اسی سال کے بعد)۔ امام مالک نے الموطا میں از ابی الزناد الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ موقوفاً روایت کی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے ۱۲۰ سال کی عمر میں ختنہ کیا اور مقامِ قدوم میں ختنہ کیا۔ اور اس کے بعد ۸۰ سال تک زندہ رہے۔

اور فوائدِ ابن السماک میں از ابواویس از ابوالزناد اسی سند کے ساتھ یہ روایت مرفوعاً مذکور ہے۔

اور اکثر روایات میں یہ مذکور ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کیا۔ اور بعض علماء نے ان دونوں روایتوں میں تطبیق دی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دو سو سال تک زندہ رہے۔ اسی سال غیر مختون تھے اور ان میں سے ایک سو بیس سال ختنہ کے ساتھ تھے۔ اور پہلی روایت کا معنی یہ ہے کہ جب ان کی عمر کے اسی سال گزر گئے تو انہوں نے ختنہ کیا۔ اور دوسری روایت کا معنی یہ ہے کہ جب ان کی عمر کے ایک سو بیس سال باقی تھے تو انہوں نے ختنہ کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ان دو حدیثوں میں تطبیق کی ضرورت اس وقت ہوگی جب یہ دونوں صحت کے درجہ میں مساوی ہوں اور اس باب کی حدیث چونکہ صحیح بخاری کی ہے تو دوسری حدیث اس کے مزاحم نہیں ہوسکتی۔ علاوہ ازیں بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

قدوم کے معنی کی تحقیق

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قدوم میں ختنہ کیا"۔ کہا گیا ہے کہ "القدوم" بڑھئی کے آلہ کو کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ اگر القدوم تخفیف کے ساتھ ہو تو اس کا معنی آلہ ہے اور اگر یہ قدوم ہو یعنی تشدید کے ساتھ تو پھر یہ جگہ کا نام ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے دونوں معنی کا اتفاق ہے، یعنی انہوں نے آلہ کے ساتھ ایک جگہ میں ختنہ کیا۔ اور یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ القدوم کا معنی کلہاڑی ہے۔ اور امام عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ القدوم ایک بستی ہے اور الحازی سے روایت ہے کہ یہ حلب (شام) کی بستی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مجلس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۹۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِثْلُ مَنْ أَنْتَ حِينَ قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ أَنَا يَوْمَئِذٍ مَخْتُونٌ قَالَ وَكَانُوا لَا يَخْتِنُونَ الرَّجُلَ حَتَّى يُدْرِكَ۔ (صحیح بخاری: ۶۳۰۰، مسند احمد: ۲۳۷۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عباد بن موسیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے خبر دی از اسرائیل از ابی اسحاق از سعید بن جبیر، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت آپ کی کیا عمر تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرا اس وقت ختنہ ہو چکا تھا۔ اور انہوں نے کہا کہ لوگ آدمی کا اس وقت تک ختنہ نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے۔

صحیح البخاری: ۶۲۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عبدالرحیم، جن کو صاعقۃ البغدادی کہا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عباد بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ الختلی ہیں۔ اور یہ امام بخاری کے نچلے مشائخ میں سے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن یونس ہیں، وہ اپنے دادا ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ختنہ ہو چکا تھا"۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ سعید بن جبیر نے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کی وفات ہوئی اور اس وقت میری عمر دس سال تھی اور ان سے عبید اللہ بن عبداللہ نے روایت کی ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس منیٰ میں حاضر ہوا اور اس وقت

Marfat.com

میں بلوغت کے قریب تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صحیح اور محفوظ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی، کیونکہ ارباب السیر (یعنی سیرت نگاروں) نے یہ تصریح کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے اور وہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ لہٰذا ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت تیرہ سال ہوئی۔ اور جس حدیث میں ہے کہ میں اس وقت دس سال کا تھا تو انہوں نے کسر (یعنی تین کے عدد کو) کو ساقط کر دیا۔ علاوہ ازیں امام احمد نے ایک اور سند سے روایت کی ہے کہ ان کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''عرب اس وقت تک ختنہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ لڑکا بالغ نہ ہو جائے''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲۳۔ ۴۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۰۰۔ وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قُبِضَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَنَا خَتِينٌ۔

اور ابن ادریس نے کہا از والد خود از ابی اسحاق از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں اس وقت ختنہ شدہ تھا۔

(صحیح بخاری: ۶۲۹۹، ۶۳۰۰، مسند احمد: ۲۳۷۵)

صحیح البخاری: ۶۳۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ختنہ کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

ہمارے نزدیک مردوں اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب ہے، یہی ظاہر اقوال ہے۔ (المجموع ج ۱ ص ۳۴۹۔ ۳۴۸)

دوسرا قول یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں میں ختنہ کرنا سنت ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے: مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے اور عورتوں پر سنت ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۱۱۵)

اور دوسرا قول امام مالک اور فقہاء احناف کا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ فطرت پانچ چیزیں ہیں۔ پس حدیث میں ختنہ کا ذکر ہے اور فطرت کا معنی ہے سنت، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ان سنتوں میں سے شمار کیا ہے جن کی فطرت کی طرف اضافت کی ہے۔

(مواہب الجلیل ج ۴ ص ۳۹۵، المنتقی ج ۷ ص ۲۲۲، الاستذکار ج ۸ ص ۳۳۸، حاشیۃ الدسوقی ج ۱ ص ۲۹)

اور مرفوعاً روایت ہے کہ ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے تکریم ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۷۵، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۲۵۔ ۳۲۴، امام بیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

Marfat.com

میں کہتا ہوں: یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ جب بھی دو مسلمان ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ختنہ کرنے کا حکم نہیں دیا اور اگر ختنہ فرض ہوتا تو آپ اس کو ترک نہ فرماتے۔ اور امام شافعی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ (النحل: ۱۲۳) پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ملتِ ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے مجتنب تھے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں ختنہ کرنا تھا، کیونکہ انہوں نے مقامِ قدوم میں خود اپنا ختنہ کیا جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ملت کا اصل معنی شریعت اور توحید ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ ملتِ ابراہیم میں فرائض بھی ہیں اور سنن بھی ہیں۔ پس جائز ہے کہ ختنہ کرنا سنتوں میں سے ہو۔

اور فطرت سے مراد ہے فطرتِ اسلام، اور یہ اسلام کی سنتیں ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ (فاطر: ۱) تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والا ہے۔

اور ختنہ کرنا اس شخص کے مسلمان ہونے کی علامت ہے جو اسلام میں داخل ہو، لہٰذا ختنہ کرنا شعائرِ مسلمین میں سے ہے۔

اور القزاز نے کہا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ فطرت سے مراد یہاں پر وہ وصف ہے جس وصف پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اور ان کی طبیعت کو پیدا کیا ہے۔ اور انسان کے جسم میں جو چیز اس کی زینت میں سے نہ ہو، وہ مکروہ ہے۔

ختنہ کرنے کے وقت کے متعلق فقہاء کا اختلاف

ختنہ کرنے کے وقت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک بلوغ کے بعد ختنہ کرنا چاہیے۔ اور ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے، کیونکہ آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ختنہ ولادت کے ساتویں دن کیا۔ اس حدیث کی امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔
(المستدرک ج ۴ ص ۲۳۷)

اور اللیث نے کہا: لڑکے کا ختنہ سات سال سے دس سال کی عمر تک کرنا چاہیے۔ اور امام مالک نے کہا: ہمارے شہر میں عام لوگ اس وقت ختنہ کرتے ہیں جب بچہ کے دانت نکل آتے ہیں۔ (المنتقیٰ ج ۷ ص ۲۳۲)

اور مکحول نے کہا کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کا سات دن میں ختنہ کیا، اور اپنے دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ تیرہ سال کی عمر میں کیا۔ اور امام ابوجعفر نے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹوں کا ختنہ ساتویں دن کرتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۲۴۸)

اور حسن بصری نے اور امام مالک بن انس نے ساتویں دن ختنہ کو مکروہ کہا ہے۔ (المنتقیٰ ج ۷ ص ۲۳۲)

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اسی سال کی عمر میں ختنہ کیا تھا، یہ ہم پر واجب نہیں ہے، کیونکہ عام لوگ اسی (۸۰) سال تک نہیں پہنچتے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت ختنہ کیا جب ان کی طرف اس کی وحی کی گئی تھی، سو انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا۔ اور نظر کا تقاضا یہ ہے کہ ختنہ جلد کر لینا چاہیے، کیونکہ اس عضو کو جماع کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بلوغت کے قریب ختنہ کیا اور انہوں نے کہا کہ جب مرد کو سمجھ آ جائے تو اسے ختنہ کر لینا چاہیے، کیونکہ اس میں صفائی ہے تاکہ وضو کے وقت مکمل طہارت ہو جائے۔ اسی وجہ سے لوگوں نے کہا ہے کہ اس کھال کو کم عمری میں کاٹ لینا چاہیے تاکہ بچہ پر درد کم ہو اور اس کا عضو بھی کمزور ہوتا ہے اور اس کی سمجھ بھی کم ہوتی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۵۹۔ ۱۶۲، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

ختنہ کے فقہی مسائل کے متعلق فقہاء شافعیہ کی تحقیق

علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو کھال مرد کے آلہ کے سر کو چھپا لیتی ہے اس زائد کھال کو ختنہ کے وقت کاٹنا واجب ہے، اس طرح کہ آلہ پورا منکشف ہو جائے۔ اگر اس کے بعض حصہ کو کاٹا تو دوبارہ باقی حصہ کو کاٹنا واجب ہے۔

اور عورت میں یہ واجب ہے کہ پیشاب نکلنے کی جگہ کے اوپر کی کھال کو کاٹ دیا جائے۔ اس کی ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے اور اس پر ان کا اتفاق ہے۔ اور عورت کے متعلق مستحب یہ ہے کہ تھوڑی سی کھال کاٹی جائے اور زیادہ کھال نہ کاٹی جائے۔ اور اس پر درج ذیل حدیث سے استدلال ہے:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت مدینہ میں ختنہ کرتی تھی، اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھال کاٹنے میں مبالغہ نہ کرنا، کیونکہ اس میں عورت کا زیادہ حصہ ہے اور اس کے شوہر کے لیے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۷۱، المستدرک ج ۳ ص ۵۲۵، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۲۴)

ہمارے اصحاب نے کہا ہے: ختنہ کے وجوب کا وقت بالغ ہونے کے بعد ہے، لیکن بچہ کے سرپرست کے لیے مستحب یہ ہے کہ اس کے بچپن میں ختنہ کر دے، کیونکہ اس میں آسانی ہے۔ اور صاحب الحاوی وغیرہ نے کہا ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں حدیث وارد ہے۔ (المجموع شرح المہذب ج ۲ ص ۳۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۰ کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ختنہ کے متعلق فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابن القصار نے کہا ہے: امام مالک اور فقہاء احناف کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ختنہ کرنا فرض ہے۔ امام مالک اور فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فطرت پانچ چیزیں ہیں اور ان میں آپ نے ختنہ کا ذکر فرمایا اور ''الفطرۃ'' سنت کو کہتے ہیں، کیونکہ آپ نے ختنہ کو سنتوں میں سے قرار دیا ہے۔ اور جب حضرت سلمان فارسی نے اسلام قبول کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ختنہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر ختنہ کرنا فرض ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کے بیان کرنے کو ترک نہ فرماتے۔

اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ (النحل: ۱۲۳) پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے مجتنب تھے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں ختنہ کرنا تھا، کیونکہ انہوں نے مقامِ قدوم میں خود اپنا ختنہ کیا جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ملت کا اصل معنی شریعت اور توحید ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ ملت ابراہیم میں فرائض بھی ہیں اور سنن بھی ہیں۔ پس جائز ہے کہ ختنہ کرنا سنتوں میں سے ہو۔

اور فطرت سے مراد ہے فطرتِ اسلام، اور یہ اسلام کی سنتیں ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (فاطر: ۱) تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والا ہے۔

اور ختنہ کرنا اس شخص کے مسلمان ہونے کی علامت ہے جو اسلام میں داخل ہو، لہٰذا ختنہ کرنا شعائرِ مسلمین میں سے ہے۔

اور القزاز نے کہا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ فطرت سے مراد یہاں پر وہ وصف ہے جس وصف پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اور ان کی طبیعت کو پیدا کیا ہے۔ اور انسان کے جسم میں جو چیز اس کی زینت میں سے نہ ہو، وہ مکروہ ہے۔

ختنہ کرنے کے وقت میں بھی اختلاف ہے۔ اللیث نے کہا: لڑکے کا سات سال کی عمر سے لے کر دس سال کی عمر تک ختنہ کیا جائے اور امام مالک نے کہا: ہمارے شہر کے عام لوگ اس وقت ختنہ کرتے ہیں جب بچہ دانت نکالتا ہے۔ اور مکحول نے کہا کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق کا ختنہ سات دن بعد کیا اور اپنے دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل کا ختنہ تیرہ سال کی عمر میں کیا۔

اور امام ابوجعفر نے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کا ختنہ ساتویں دن کیا۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اسی سال کے بعد ختنہ کیا تھا، یہ ہم پر واجب نہیں ہے، کیونکہ عام لوگ اسی (۸۰) سال تک پہنچنے سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں اس وجہ سے ختنہ کیا تھا کہ ان پر اس وقت اسی عمر میں یہ حکم نازل ہوا تھا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۳۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ختنہ کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف

اس حدیث میں فطرت کا ذکر ہے، فطرت کی دو قسمیں ہیں: فطرتِ باطنہ اور فطرتِ ظاہرہ۔

فطرتِ باطنہ کی تعریف اور اس کے متعلق قرآن مجید اور حدیث کی تصریح

فطرتِ باطنہ، دل کو شرک سے پاک کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ سو آپ باطل پرستوں سے کنارہ کش ہو کر اپنے آپ کو دین حق پر

Marfat.com

النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم: ۳۰) قائم رکھیں۔

اور حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ الفطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۳۵۸، صحیح مسلم: ۲۶۵۸، مسند احمد: ۷۶۵۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۱۴)

فطرت ظاہرہ کی تعریف

فطرت ظاہرہ یہ ہے کہ یہ ظاہر جسم کی پاکیزگی اور صفائی ہے اور ان میں سے یہ پانچ چیزیں بھی ہیں۔ اور صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ دس چیزیں فطرت ہیں۔ ان میں پہلی چیز ختنہ ہے۔

ختنہ کے مسائل

ختنہ مرد اور عورت دونوں میں ہوتا ہے، مرد میں ختنہ یہ ہے کہ آلہ کے سر کے اوپر جو کھال آلہ کے سر کو چھپا لیتی ہے اور اس کو القلفہ کہتے ہیں، اس کو کاٹ دیا جائے۔ اور عورت میں اس کھال کے کاٹنے کو کہتے ہیں جو پیشاب نکلنے کی جگہ کے اوپر ہوتی ہے اور یہ عورتوں میں معروف ہے۔

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ ختنہ آیا واجب ہے یا سنت ہے، یا مردوں کے حق میں واجب ہے اور عورتوں کے حق میں سنت ہے۔

امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ختنہ مردوں اور عورتوں دونوں کے حق میں واجب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے: بلکہ یہ مردوں اور عورتوں دونوں کے حق میں سنت ہے جیسا کہ زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور ناخنوں کو تراشنا۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ مردوں کے حق میں ختنہ کرنا واجب ہے اور عورتوں کے حق میں سنت ہے، کیونکہ مرد اس سے اتنا استفادہ کرتے ہیں جتنا عورتیں اس سے استفادہ نہیں کرتیں، کیونکہ اگر مرد کا قلفہ باقی رہے تو وہ نجاست میں لتھڑ جائے گا کیونکہ پیشاب قلفہ اور حشفہ کے درمیان داخل ہوگا اور اس جگہ کو فاسد کر دے گا، اور بسا اوقات اس سے زخم پیدا ہوگا۔ اس کے برخلاف عورت میں ایسا نہیں ہوتا۔ (شرح صحیح بخاری، ج ۶ ص ۱۳۰۔ ۱۳۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۲۔ بَابٌ: كُلُّ لَهْوٍ بَاطِلٌ إِذَا شَغَلَهُ عَنْ طَاعَةِ اللهِ

اس کا بیان کہ ہر وہ کھیل باطل ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باز رکھے

وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ أُقَامِرْكَ، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ۔ (لقمان: ٦)

اور جس شخص نے اپنے ساتھی سے کہا: آؤ میں تمہارے ساتھ جوا کھیلوں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بعض لوگ غافل کرنے والی کہانیاں خریدتے ہیں تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو اللہ کے راستہ سے بہکائیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے" ہر لہو یعنی ہر کھیل باطل ہے"۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ کھیل جس کو مسلمان مرد کھیلتا ہے، وہ باطل ہے سوائے تیر اور کمان کے اور سوائے گھوڑے کو سدھانے کے اور سوائے اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی کرنے کے۔

جب کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں تھی تو امام بخاری نے اس حدیث کا ایک جزو اس باب کا عنوان قرار دیا اور اس حدیث کی" الجامع الصحیح" میں روایت نہیں کی۔

امام بخاری نے یہ قید لگائی ہے کہ جب وہ کھیل انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باز رکھے تو وہ باطل ہے اور یہ قید احترازی ہے، کیونکہ اگر کوئی کھیل انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے نہ روکے تو وہ مباح ہوگا اور اہل حجاز کا یہی موقف ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے دو بچیوں کے گانے بجانے کو عید کے دن جائز قرار دیا جیسا کہ کتاب العیدین میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اور مسجد میں جو حبشی جنگی مشقیں کر رہے تھے، اس کے دیکھنے کو بھی آپ نے جائز قرار دیا۔

اور اس باب کو کتاب الاستئذان میں ذکر کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ لہو اور کھیل عموماً گھروں میں ہوتے ہیں اور اسی سے جوا بھی ہے، کیونکہ وہ کسی خاص جگہ پر ہوتا ہے۔

اس باب میں یہ تعلیق ہے کہ" کسی شخص نے اپنے صاحب سے کہا: آؤ میرے ساتھ جوا کھیلو"۔

اس تعلیق سے مقصود یہ ہے کہ اس کا حکم بیان کیا جائے۔

" تعال" کہا جاتا ہے اور" تعالوا" کہا جاتا ہے اور" تعالیا" بھی کہا جاتا ہے اور اس کی مزید گردان نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر کیا جو لقمان: ۶ میں مذکور ہے۔ اور اس آیت کو اس عنوان کے بعد ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جو کھیل گمراہی کی طرف پہنچائے وہ باطل ہے۔ اور اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو شخص کسی کھیل کو خریدے اور اس کا مقصد گمراہ کرنا نہ ہو تو وہ مذموم نہیں ہے جیسا کہ اس باب کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی کھیل اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نہ روکے تو وہ مذموم نہیں ہے۔

" لھو" کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف

اس آیت میں جس لہو کا ذکر ہے، اس کے مصداق میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد گانا بجانا ہے، اور انہوں نے اس پر تین بار قسم کھائی اور فرمایا کہ گانا بجانا دل میں نفاق کو پیدا کرتا ہے۔ مجاہد نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ گانے بجانے کو سننا یہ لہو ہے اور اسی کی مثل باطل چیزوں کو سننا لہو ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ جو غنا آدمی کو مشغول کردے اور ابن جریج سے منقول ہے کہ اس سے مراد طبل یعنی ڈھولک ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد شرک ہے۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت اس مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے ایک باندی کو خریدا جو رات دن گاتی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت النضر بن الحارث کے متعلق نازل ہوئی ہے جو فارس میں تجارت کے لیے جاتا تھا اور وہاں سے عجمیوں کی قصہ کہانیوں کی کتابیں خرید کر لاتا تھا، پھر وہ قریش کو پڑھ کر سناتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں عاد اور ثمود کی کہانیاں سناتے ہیں، میں تم کو رستم اور بہرام کی کہانیاں سناتا ہوں، اور بادشاہوں کے قصے سناتا ہوں، تو لوگ اس کی کہانیوں کی طرف مائل ہوتے اور قرآن سننے کو چھوڑ دیتے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ''تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دے''۔ امام بخاری نے اسی سے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ جو کھیل اللہ کی اطاعت سے باز رکھے اور روکے، وہ باطل ہے۔

اس آیت میں ''سبیل اللہ'' کا لفظ ہے، اس سے مراد قرآن ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد دینِ اسلام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲۴۔۴۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تم میں سے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی، اسے چاہیے کہ وہ کہے لا الٰہ الا اللہ۔ اور جس نے اپنے صاحب سے کہا: آؤ! میں تمہارے ساتھ جوا کھیلتا ہوں، تو وہ صدقہ کرے۔

(صحیح بخاری: ۴۸۶۰، ۶۱۰۷، ۶۳۰۱، ۶۶۵۰، صحیح مسلم: ۱۶۴۷، سنن ترمذی: ۱۵۴۵، سنن نسائی: ۳۷۷۵، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۶، مسند احمد: ۸۰۲۶)

صحیح البخاری: ۶۳۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ''جو شخص لات اور عزیٰ کی قسم کھائے، وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے'' اور لات اور عزیٰ کی قسم کھانا یہ حق سے اعراض کرنا ہے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

بتوں کی قسم کھانے کی تلافی اور تدارک

اس حدیث میں مذکور ہے "فلیقل لا الہ الا اللہ" کیونکہ جس شخص نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو اس نے صورتاً بتوں کی تعظیم کی جب اس نے ان بتوں کے نام کا حلف اٹھایا، تو اس کو کلمۂ توحید پڑھنے کا حکم دیا تا کہ بتوں کی قسم کھانے کے فعل کی تلافی اور تدارک ہو، کیونکہ اس کا کفارہ ہے کلمۂ شہادت۔ اور جس نے جوا کھیلنے کی دعوت دی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ صدقہ دے، کوئی چیز بھی صدقہ کر دے جس پر صدقہ کا اطلاق ہو سکے۔

جوئے کے حرام ہونے کا بیان

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ (المائدہ:۹۰)

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں (میں) سے ہیں، سو تم ان سے اجتناب کرو تا کہ تم کامیاب ہو O

اہل تفسیر کا اس پر اتفاق ہے کہ "المیسر" سے مراد یہاں پر "القمار" یعنی جوا ہے۔ اور زمانۂ جاہلیت میں لوگ جوا کھیلتے تھے اور ہارنے والا جیتنے والے کو ایک مقرر شدہ رقم ادا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے افعالِ جاہلیت کو منسوخ قرار دیا اور قمار کو حرام کر دیا۔ اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، یہ اس کے عوض ہے کہ انہوں نے جوئے کو مباح کر لیا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دیا۔ اور کفارہ گناہ کی جنس سے ہوتا ہے، کیونکہ جوا کھیلنے والا یا غالب ہوگا یا مغلوب ہوگا۔ اگر وہ غالب تھا تو اس کے ہاتھ میں جو جوئے کی رقم آئی ہے، اس رقم کو صدقہ کر کے وہ جوا کھیلنے کی تلافی کرے گا، اور اگر وہ مغلوب تھا تو اس کا صدقہ دینا اللہ کی رضا کے لیے زیادہ لائق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲۵۔۴۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لہو کی تفسیر میں مفسرین کی عبارات

امام طبری نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: لہو سے مراد غنا ہے اور اس پر انہوں نے تین بار قسم کھائی۔

(تفسیر الطبری: ۲۸۰۴۰، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳)

نیز علامہ طبری نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے کہا ہے کہ اس آیت میں لہو سے مراد شرک ہے۔ (تفسیر الطبری: ۲۸۰۶۴)

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غنا دل میں نفاق کو پیدا کرتا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۳)

اور مجاہد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اس آیت میں "لہو الحدیث" سے مراد غنا کو سننا ہے یا اس کی مثل کسی باطل چیز کو سننا

ہے۔(تفسیر الطبری:۲۸۰۵۷)

علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے: اور القاسم بن محمد نے کہا کہ غنا باطل ہے اور باطل دوزخ میں ہے۔(تفسیر القرطبی ج ۱۴ ص ۵۲)

ایک قول یہ ہے کہ جس نے قلیل مقدار میں غنا کیا تا کہ اپنے نفس کو راحت پہنچائے اور اس سے اطاعت پر مدد حاصل کرے تو یہ جائز ہے۔

اور امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کم مقدار میں غنا ہو تو پھر بھی ناجائز ہے، تا کہ حرام کام کا راستہ نہ کھلے اور اس کا سد باب ہو۔

اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ''لہو'' جب تھوڑی مقدار میں ہو اور اطاعت سے مشغول نہ کرے اور اللہ کے ذکر سے نہ روکے تو وہ حرام نہیں ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ شارع علیہ السلام نے عید کے دن دو لڑکیوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے غنا کے سننے کو جائز قرار دیا، کیونکہ وہ دن عید کا تھا۔(صحیح البخاری:۹۴۹)

اور اسی طرح شارع علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے حبشیوں کے جنگی کھیل کی مشقوں کو مسجد میں دیکھنا جائز قرار دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھپایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئیں، آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم کو یہ کافی ہے؟(صحیح البخاری:۹۵۰)

اسی طرح جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک انصاری مرد کی بیوی کی شب زفاف میں گئیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہارے پاس کوئی لہو نہیں ہے، کیونکہ انصار لہو سے خوش ہوتے ہیں۔(صحیح البخاری:۵۱۶۲)

اور اس سے پہلے سنت العیدین کے باب میں گزر چکا ہے کہ تھوڑے سے غنا کی رخصت ہے اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ کون سا غنا مکروہ ہے۔ پس یہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ تھوڑا سا غنا اور لہو جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور اس کی اطاعت سے نہ روکے، وہ مباح ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اہل حجاز نے غنا کے سماع کو جائز قرار دیا ہے۔ امام مالک سے کہا گیا کہ اہل مدینہ غنا کا سماع کرتے ہیں تو انہوں نے کہا: ہمارے نزدیک فاسق و فاجر لوگ غنا کا سماع کرتے ہیں۔(تفسیر القرطبی ج ۱۴ ص ۵۲)

امام اوزاعی نے کہا ہے: آلاتِ لہو کے سماع کے متعلق اہل حجاز کے قول کو ترک کر دیا جائے گا۔

علامہ ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ ان سے بانسری وغیرہ کے سماع کے متعلق سوال کیا گیا جن کے سننے سے تم کو لذت حاصل ہوتی ہے جب کہ تم بازار میں ہو یا مجلس میں ہو، کیا اس کو یہ کہا جائے گا کہ وہ اس راستہ کو چھوڑ دے یا اس مجلس سے اٹھ جائے، تو امام مالک نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ وہ وہاں سے اٹھ جائے سوا اس کے کہ وہ کسی کام کی وجہ سے بیٹھا ہوا ہو، یا ایسی حالت پر ہو کہ اٹھ نہ سکتا ہو۔ اسی وجہ سے جو آدمی راستہ میں ہو وہ بانسری وغیرہ کی آواز سنے تو وہاں سے لوٹ جائے۔

محمد بن المنکدر سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: ''میرے وہ بندے کہاں ہیں جو اپنی جانوں کو لہو اور مزامیر شیطان کے سننے سے دور رکھتے تھے، میں ان کے لیے مشک کے باغات حلال کرتا ہوں اور انہیں خبر دو کہ میں نے ان کے اوپر اپنی رضا کو حلال کر دیا ہے''۔(مسند ابن الجعد:۱۶۸۲)

Marfat.com

جوئے اور دیگر لہو کے کھیلوں کے متعلق فقہاء کی عبارات

امام مالک نے چوسر اور دیگر باطل کھیلوں کے ساتھ کھیلنے کو مکروہ کہا ہے۔(المنتقی ج ۷ ص ۲۸۷، الذخیرہ ج ۱۳ ص ۲۸۳)
اور امام مالک نے یہ آیت تلاوت کی:

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ (یونس: ۳۲) تو حق کو چھوڑ کر گمراہی کے سوا اور کیا ہے۔

اور امام مالک نے کہا: جو آدمی دائماً لہو ولعب میں مشغول رہے، اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

(تفسیر القرطبی ج ۱۴ ص ۵۲)

اور امام شافعی نے کہا: جب لہو ولعب میں مشغول ہونے کی وجہ سے وہ نماز اپنے وقت میں نہ پڑھ سکے تو اس کی شہادت جائز نہیں ہے۔(کتاب الام ج ۶ ص ۲۴)

اور ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ چوسر کے ساتھ کھیلنا مکروہ ہے۔

اور ابو ثور نے کہا ہے: جس نے بعض لہو کھیلے حتیٰ کہ نماز کا وقت گزر گیا تو اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی۔ اور علماء نے بطور استحباب اس کو صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک کے سوا اور کسی قول پر مواخذہ نہیں فرماتا حتیٰ کہ اس کا فعل اس کے قول کی تصدیق کرے یا تکذیب کرے، حتیٰ کہ اگر ایک مرد نے کسی عورت سے کہا: آ میں تیرے ساتھ زنا کرتا ہوں یا شراب پیتا ہوں اور اس نے ایسا کیا نہیں تو نہ اس پر دنیا میں اور نہ آخرت میں سزا ہوگی، جب کہ وہ کبائر سے بچتا ہو۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ جس کی زبان سے ایسی بات جاری ہو اور اس کا دل بھی اس کی نیت کرے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ صدقہ کرے اور یہ صغیرہ گناہوں میں سے ہوگا۔ اور اسی طرح جس نے لات اور عزیٰ کا حلف اٹھایا تو اس پر لازم ہے کہ وہ کلمہ شہادت پڑھے، تاکہ اس کی زبان سے جو شرکیہ کلمہ صادر ہوا ہے وہ منسوخ ہو جائے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۶۴۔۱۶۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

غنا، سماع اور وجد کی تحقیق

علامہ سید محمود آلوسی البغدادی الحنفی المتوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ غنا قلب کا جاسوس ہے اور یہ مروت اور عقول کو چرا لیتا ہے اور دلوں میں جوش پیدا کرتا ہے۔ اور دل کے رازوں پر مطلع ہوتا ہے اور دل میں جو ھویٰ اور شہوت وغیرہ مرکوز ہوتی ہے، اس کو منتشر کرتا ہے۔ جب کوئی شخص غنا کو سنتا ہے تو اس کی عقل اور حیاء کم ہو جاتی ہے۔ اور اس کی مروءۃ اور رونق رخصت ہو جاتی ہے۔ اور جن چیزوں کو وہ غناء سے پہلے قبیح جانتا تھا ان کو مستحسن جانتا ہے اور بسا اوقات اپنے ہاتھوں سے تالیاں بجاتا ہے اور پیروں سے زمین کو کوٹتا ہے۔ فقہاء کا اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس کی تحریم منقول ہے۔ القاضی ابو الطیب علامہ القرطبی الماوردی اور قاضی عیاض نے اسی طرح لکھا ہے۔

غنا اور سماع کے حکم کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

الفتاوی التاتارخانیہ میں مذکور ہے: جان لو کہ تمام ادیان میں گانا بجانا حرام ہے اور الزیادات میں مذکور ہے کہ گانے والے مردوں اور گانے والی عورتوں کے لیے وصیت کرنا ہمارے اور اہل کتاب کے نزدیک معصیت ہے۔ اور علامہ ظہیر الدین المرغینانی

Marfat.com

سے منقول ہے، انہوں نے کہا: جس نے ہمارے زمانہ میں گانے والے کے لیے اس کے گانے کے دوران کہا ''احسنت'' یعنی بہت اچھا تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا اور صاحب ہدایہ اور صاحب الذخیرہ نے غنا کو گناہِ کبیرہ قرار دیا۔ یہ عید اور شادی کے موقع کے علاوہ غنا کا حکم ہے۔ اور اس میں ہمارے زمانہ کے صوفیاء کا غنا داخل ہے جو مساجد میں اور دعوات میں اشعار اور اذکار کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس میں اہلِ ھویٰ مختلط ہوتے ہیں۔ اور یہ ہر غناء سے زیادہ شدید ہے کیونکہ اس کے ساتھ عبادت کا اعتقاد ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی تنہائی میں بیٹھ کر وحشت کو دور کرنے کے لیے اشعار گا کر پڑھے یا عید کے مواقع پر یا شادی کے مواقع پر تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس زمانہ میں یہ بھی مطلقاً ممنوع ہے۔ (تاتارخانیہ کی عبارت ختم ہوئی)۔

اور الدرالمختار میں مذکور ہے کہ تنہائی میں وحشت کو دور کرنے کے لیے گانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ علامہ عینی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر ان اشعار میں نصیحت اور حکمت ہو تو وہ اتفاقاً جائز ہیں۔ اور بعض فقہاء نے شادی کے موقع پر اشعار گا کر پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ شادی کے موقع پر دف کو بجانا جائز ہے۔ اور بعض فقہاء نے اس کو مطلقاً مباح قرار دیا ہے اور بعض فقہاء نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے۔ اور البحرالرائق میں مذکور ہے: مذاہب کے نزدیک غنا مطلقاً حرام ہے۔ پس اختلاف منقطع ہو گیا بلکہ ہدایہ کی ظاہر عبارت یہ ہے کہ غنا گناہِ کبیرہ ہے خواہ اپنے نفس کے لیے پڑھے۔ اور مصنف نے بھی اس کو مقرر رکھا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص غنا کا سماع کرتا ہے یا مجلسِ غنا میں بیٹھتا ہے، اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ (الدرالمختار کی عبارت ختم ہوئی)

اور امام ابوبکر الطرسوی نے اپنی کتاب ''تحریم السماع'' میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ غنا کو مکروہ قرار دیتے تھے اور اس کو گناہوں میں شمار کرتے تھے۔ اسی طرح اہلِ کوفہ کا مذہب ہے جن میں سفیان، حماد، ابراہیم اور شعبی وغیرہ ہیں۔ ان کا غنا کی کراہت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور ہم اس کی کراہت میں اہلِ بصرہ کے اختلاف کو اور ان کے منع کرنے کو نہیں جانتے۔ اور ان کی مراد کراہت سے کراہتِ تحریمی ہے اور متقدمین بہ کثرت مکروہ بول کر حرام مراد لیتے تھے۔ اور انہوں نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے غنا اور اس کے سماع سے منع فرمایا ہے، انہوں نے کہا کہ جب کسی شخص نے باندی خریدی اور اس کو مغنیہ پایا تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس باندی کو اس کے عیب کی وجہ سے واپس کر دے۔ اور ان سے سوال کیا گیا کہ اہلِ مدینہ غنا کی رخصت دیتے ہیں تو انہوں نے کہا: ہمارے نزدیک فساق غنا کے ساتھ شغل کرتے ہیں۔ اور انہوں نے تمام حنبلیوں کی طرف غنا کی تحریم کو نقل کیا ہے جیسا کہ المقنع کے شارح نے نقل کیا ہے۔

غنا اور سماع کے حکم کے متعلق فقہاءِ حنبلیہ اور فقہاءِ شافعیہ کی تصریحات

شیخ ابن تیمیہ نے ''کتاب البلغة'' میں ذکر کیا ہے کہ اکثر اصحابِ حنبلیہ غنا کی تحریم پر متفق ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ سے منقول ہے کہ میں نے اپنے والد یعنی امام احمد بن حنبل سے غنا کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: غنا قلب میں نفاق پیدا کرتا ہے اور انہوں نے امام مالک کے اس قول کو نقل کیا کہ غنا ہمارے نزدیک فساق کا شیوہ ہے اور المحاسبی نے رسالۃ الانشاء میں لکھا کہ غنا مردے کی طرح حرام ہے۔ اور الطرسوی نے کتاب ادب القاضی میں نقل کیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ غنا لہو مکروہ ہے جو باطل کے مشابہ ہے۔ اور جس نے بہ کثرت غنا یا سماع کیا تو وہ جاہل ہے، اس کی شہادت مردود ہے۔ اور اس میں مذکور ہے کہ امام شافعی کے مذہب کے عارفین نے کہا ہے کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ غنا حرام ہے۔ اور انہوں نے ان فقہاء پر انکار کیا جنہوں نے

Marfat.com

امام شافعی کی طرف غنا کے حلال ہونے کو منسوب کیا ہے جیسا کہ قاضی ابوالطیب اور الطبری اور الشیخ ابواسحاق۔ اور امام بغوی کے بعض تلامذہ نے اپنی کتاب ''التقریب'' میں لکھا ہے کہ غنا حرام ہے، اس کا فعل بھی اور اس کا سماع بھی۔ اور علامہ ابن الصلاح نے اپنے فتاویٰ میں طویل بحث کے بعد لکھا ہے: ''پس یہ سماع مسلمین کے اہل الحل والعقد کے اجماع سے حرام ہے''۔

اور میں نے فاضل مناوی کی جامع صغیر کی شرح کبیر میں دیکھا ہے کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ غنا اس وقت مکروہ تنزیہی ہے جب فتنہ سے مامون ہو۔ اور المنہاج میں مذکور ہے: بغیر آلہ کے غنا مکروہ ہے۔ علامہ نووی شافعی اور علامہ رافعی شافعی نے لکھا ہے کہ غنا معصیت ہے اور یہ اس پر محمول ہے جس میں شراب کی صفت ہو یا کسی بے ریش لڑکے کی تعریف ہو یا اجنبی عورت کی صفت ہو اور اس قسم کی چیزیں جو عموماً معصیت پر برانگیختہ کرتی ہیں۔ اور انہوں نے جو کہا ہے کہ بغیر آلہ کے اشعار پڑھنا اور گانا مکروہ ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ آلات کے ساتھ گانا بجانا حرام ہے۔ اور علامہ الزرکشی نے کہا ہے کہ قیاس یہ ہے کہ فقط آلات کو بجانا حرام ہے اور نفس غنا مکروہ ہے۔ (شیخ ابن تیمیہ کی عبارت ختم ہوئی)

سماع کے متعلق علماء کی عبارات

علامہ العزبن عبدالسلام سے محبت کے اشعار کے سماع اور رقص کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: رقص بدعت ہے اور اس کو وہی اختیار کرے گا جو ناقص العقل ہوگا۔ پس عورتوں کے سوا کسی کا رقص کرنا جائز نہیں ہے۔ اور رہا ان اشعار کا سننا جو عمدہ احوال کی تحریک پیدا کرتے ہیں اور امورِ آخرت کی یاد دلاتے ہیں ان میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ سستی کے وقت ان کا سننا مستحب ہے۔ اور جس کے قلب میں خبیث خواہش ہو وہ محفلِ سماع میں حاضر نہ ہو۔ اور نیز انہوں نے کہا کہ سامعین اور مسموع کے اختلاف سے سماع کا حکم مختلف ہے۔ جو عارفین باللہ ہیں ان کا سماع ان کے احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، پس جس پر خوفِ خدا کا غلبہ ہو تو اس میں سماع کا اثر ہوتا ہے جب اس کے سامنے اللہ کے خوف کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور غم کرنے کا اور رونے کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔ اور وہ یا تو عذاب کا خوف ہوتا ہے یا ثواب نہ ملنے کا خوف ہوتا ہے۔ اور ان میں قرآن کی تاثیرات زیادہ غالب ہوتی ہیں۔

اور قاضی حسین نے از جنید قدس سرہٗ نقل کیا ہے کہ لوگ سماع کرتے ہیں۔ رہے عوام تو ان کے اوپر سماع حرام ہے اور رہے زاہدین تو ان کے لیے سماع مباح ہے، کیونکہ اس سے ان کے مجاہدات میں مدد ہوتی ہے اور رہے عارفین تو ان کے لیے سماع مستحب ہے، کیونکہ اس سے ان کے قلوب زندہ ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح ابو طالب مکی نے ذکر کیا ہے اور علامہ السہروردی نے عوارف المعارف میں ذکر کیا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت جنید نے حرام سے اس کے اصطلاحی معنی کا ارادہ کیا ہے۔ نیز حضرت جنید قدس سرہ سے منقول ہے کہ ان سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: یہ مبتدی کے لیے گمراہی ہے اور منتہی کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

اور علامہ قشیری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سماع کی کئی شرائط ہیں۔ ان میں سے یہ ہے کہ سماع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کی معرفت ہو تا کہ ان کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ کیا ہیں اور صفات افعال کیا ہیں اور ان کو یہ معلوم ہو کہ اللہ سبحانہ کے حق میں کس قسم کی نعت جائز نہیں ہے اور کس قسم کا وصف بیان کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ پر کن اسماء کا اطلاق جائز ہے اور کن اسماء کا اطلاق ممنوع ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ سماع کی یہ شرائط اہل تحسین میں سے ذوالعقول کے لیے

Marfat.com

ہیں۔ اور اہلِ حقائق کے نزدیک سماع کی شرط یہ ہے کہ صدقِ مجاہدہ سے نفس فانی ہو چکا ہو، پھر مشاہدہ کی رو سے دل کی حیات ہو۔ اور جس کو ان چیزوں کا پتا نہ ہو اس کا سماع کرنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ انہوں نے اس مسئلہ میں طویل بحث کی ہے، پھر لکھا ہے کہ اکثر صوفیاء کے نزدیک اس زمانہ میں سماع حرام ہے، کیونکہ اس کی شرائط پائی نہیں جاتیں۔

سماع اور وجد کے متعلق ایک جھوٹی روایت اور اس کا ابطال

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

تعجب اس پر ہوتا ہے کہ بعض لوگ سماع اور تواجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں اور انہوں نے عطیہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحابِ صفہ کے پاس گئے اور وہاں بیٹھے اور آپ نے فرمایا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو اشعار پڑھے تو کسی نے ایک شعر پڑھا:

لسعت حية الهوی كبدی ولا طبيب لها ولاراق

الا الحبيب الذی شغفت به فعنده رقيتی وترياق

ترجمہ: خواہش کے سانپ نے میرے جگر کو ڈس لیا اور اس کے لیے نہ کوئی طبیب ہے اور نہ کوئی دم کرنے والا ہے،

سوا اس محبوب کے جس پر میں عاشق ہوں اور اسی کے پاس اس ڈنک کا دم ہے اور تریاق ہے۔

سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے اور آپ جھومنے لگے حتیٰ کہ آپ کی چادر مبارک آپ کے کندھے سے گر گئی، پس اصحابِ صفہ نے اس چادر کو لے لیا اور اس کے چار سو ٹکڑے کر کے آپس میں تقسیم کر لیے۔

اور مجھے اپنی زندگی کی قسم! یہ صریح جھوٹ ہے اور قبیح تہمت ہے اور اہلِ سنت کے محدثین کے اجماع کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور میرا یہی گمان ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کر لیا ہے اور یہ قرآن عظیم ہے جس کی جبریل علیہ السلام تلاوت کرتے تھے اور اس کو متعدد اصحاب سنتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی پر ایسا حال طاری نہیں ہوتا تھا۔ اور وہ جو انہوں نے ان دو شعروں میں سماع کا ذکر کیا ہے، سو اللہ پاک ہے اور یہ بہتان عظیم ہے۔

اور میں کہتا ہوں کہ اب غنا اور سماع کے اندر عام لوگ مبتلا ہو چکے ہیں، تمام شہروں میں اور تمام جگہوں میں حتیٰ کہ مساجد بھی اس سے منزہ نہیں ہیں، بلکہ گانے والے اوقاتِ مخصوصہ میں منبر پر گاتے ہیں اور ان کے گانوں میں شراب کی اور دیگر ممنوعات کی صفات ہوتی ہیں۔ اور اس کے باوجود وقف کی آمدنی سے اس کے لیے حصہ مقرر کیا جاتا ہے۔

اور سب سے قبیح بات یہ ہے کہ ابلیسی صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ ہم خمر سے مراد محبتِ الٰہی کی شراب لیتے ہیں اور سکر سے مراد محبتِ الٰہی کے غلبہ کو مراد لیتے ہیں اور محبوب سے مراد محبوبِ اعظم ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے۔ اور یہ سب ان کی خرافات ہیں۔

اور بعض علماء نے تالیاں بجانے کو حرام قرار دیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں پر مشابہت اختیار کرتی ہیں اور مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں پر مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی تعظیم کرتا ہے، اس سے رقص کرنا اور تالی بجانا متصور نہیں ہے اور یہ رقص کرنا اور

Marfat.com

تالی بجانا اسی سے صادر ہوتا ہے جو جاہل ہوتا ہے۔ اور ان کی جہالت پر دلیل یہ ہے کہ شریعت میں اور کتاب و سنت میں رقص اور تالی بجانے کے متعلق کوئی ہدایت نہیں ہے اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا اور نہ ان کے متبعین میں سے کسی نے ایسا کیا۔ یہ صرف وہ جاہل اور بے وقوف کرتے ہیں جن پر حقائق ان کی خواہشات کے ساتھ مشتبہ ہو گئے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک قوم جب قرآن کو سنتی ہے تو بے ہوش ہو جاتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قرآنِ کریم اس سے زیادہ کریم ہے کہ اس کے سننے سے لوگوں کی عقول سلب ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ (الزمر: ۲۳)

اللہ نے بہترین کلام کو نازل کیا جس کے مضامین ایک جیسے ہیں بار بار دہرائے ہوئے، اس سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے جسم اور ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے، وہ جس کو چاہتا ہے اس کی ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے ۝

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "غنا دل میں نفاق کو پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی سبزہ کو اگاتا ہے"۔

جس محفل میں گانا بجانا ہو اس میں شریک ہونے کا حکم

تنویر الابصار اور اس کی شرح الدر المختار میں مذکور ہے: جس شخص کو کسی ولیمہ میں بلایا گیا اور وہاں پر لہو و لعب اور غنا ہے، اور وہ وہاں پر بیٹھا اور اس نے کھانا کھایا تو اس کو وہاں بیٹھنا نہیں چاہیے بلکہ وہاں سے اٹھ جانا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الانعام: ۶۸)

اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد تم ظلم کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو ۝

اگر وہ شخص ان کو گانے بجانے سے منع کرنے پر قادر ہو تو منع کرے۔ اور اگر وہ شخص دینی پیشوا نہیں ہے تو صبر کرے، اور اگر دینی پیشوا ہے اور منع کرنے پر قادر نہیں ہے تو اٹھ کر چلا جائے اور ان کے ساتھ نہ بیٹھے۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے حکایت کی گئی ہے کہ اگر وہ دینی پیشوا ہے تو ایسی مجلس میں نہ بیٹھے۔ پس یہ ہو سکتا ہے کہ وہاں بیٹھنا حرام ہو یا مکروہ ہو۔ اور گانے بجانے کے سنتے وقت کانوں میں انگلیاں دینا مستحب ہے۔ (روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۱۸۔ ۱۰۴ ملخصاً وملتقطاً، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ آلوسی نے یہاں بہت طویل بحث کی ہے اور ہم نے اختصار کے ساتھ ان کے کلام میں سے ضروری مباحث کو لکھ دیا ہے۔

غنا، سماع، وجد اور تواجد کی مزید تحقیق

لہو الحدیث کا محمل غناء کو قرار دینا

امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المتوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

کلبی اور مقاتل نے کہا ہے کہ یہ آیت النضر بن الحارث کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ تجارت کے لیے فارس جاتا تھا، وہاں سے عجمیوں کی خبریں خرید کر لاتا، ان کو روایت کرتا اور قریش کو سناتا، اور کہتا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو عاد اور ثمود کی خبریں سناتے ہیں اور میں تم کو رستم اور اسفندیار کی خبریں سناتا ہوں اور عجمی بادشاہوں کے قصے سناتا ہوں، لوگ اس کی خبروں اور قصوں کی طرف مائل ہوتے اور قرآن سننا چھوڑ دیتے۔ (علامہ قرطبی نے بھی یہی شانِ نزول لکھا ہے۔ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۴۸)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانے والیوں کو تعلیم دینا اور ان کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور ان کی قیمت حرام ہے۔ اور اسی کی مثل میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: ''اور بعض لوگ غافل کرنے والی کہانیاں خریدتے ہیں تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو بہکائیں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۵، سنن الکبریٰ: ج ۶ ص ۱۴، کنز العمال ج ۴ ص ۳۹)

علامہ ثعلبی لکھتے ہیں: جو شخص گانا گاتے وقت اپنی آواز بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دو شیطان بھیج دیتا ہے، ایک اس کے ایک کندھے پر بیٹھ جاتا ہے اور دوسرا اس کے دوسرے کندھے پر بیٹھ جاتا ہے اور جب تک وہ گاتا رہتا ہے شیطان اس کو لاتوں سے مارتے رہتے ہیں۔

دوسرے مفسرین نے کہا: اس آیت کا محمل وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کو چھوڑ کر لہو، معازف، مزامیر اور غنا سنتے ہیں اور انہوں نے کہا اللہ کے راستہ سے مراد قرآن مجید ہے (معازف سے مراد وہ آلات غنا ہیں جن کو ہاتھوں سے بجایا جائے اور مزامیر سے مراد وہ آلات غنا ہیں جن کو منہ سے بجایا جائے)۔

ابوالصہبا البکری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے تین بار قسم کھا کر فرمایا: اس سے مراد غنا ہے، ضحاک نے کہا: غنا مال کو ضائع کرتا ہے، رب کو ناراض کرتا ہے اور دل کو یادِ الٰہی سے غافل کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے ایک باندی خریدی جو اس کو دن رات گانا سناتی تھی اور ہر وہ بات جو اللہ کے راستہ سے غافل کرکے اس کے منع کیے ہوئے کام کی طرف لے جائے وہ لہو الحدیث ہے اور گانا بھی اسی قسم سے ہے۔ (الکشف والبیان ج ۷ ص ۳۱۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

غناء کی تحریم اور ممانعت میں قرآن مجید کی آیات

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے غنا کی تحریم میں حسب ذیل آیات پیش کی ہیں:

(۱) غناء کی تحریم میں ایک یہی زیر تفسیر آیت ہے یعنی لقمان: ۶، اس آیت سے علماء نے غناء کی کراہت اور ممانعت پر استدلال کیا ہے۔

(۲) وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ (النجم: ۶۱) اور تم کھیل میں پڑے ہوئے ہو O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد غنا ہے، باندی سے کہا جائے ''اسمدی لنا'' اس کا معنی ہے: ہمیں گانا سناؤ۔

(۳) وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ۔ تو ان میں سے جن کو بھی اپنی آواز سے بہکا سکتا ہو، بہکا لے۔

(بنی اسرائیل: ۶۴)

مجاہد نے کہا: اس سے مراد غنا اور مزامیر ہیں، اس کی تفسیر سورۃ بنی اسرائیل میں گزر چکی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۴۸، دار الفکر، تلبیس ابلیس ص ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ)

غناء کی تحریم اور ممانعت میں احادیث اور آثار

علامہ قرطبی نے غنا کی تحریم اور ممانعت پر حسب ذیل احادیث اور آثار سے استدلال کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آوازیں ملعون اور فاجر ہیں، میں ان سے منع کرتا ہوں، مزمار کی آواز اور شیطان کی آواز جو کسی نغمہ اور خوشی کے وقت ہو، اور کسی مصیبت کے وقت رونے پیٹنے اور گریبان پھاڑنے کی آوازیں۔ (امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے)۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۰۵، مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۰۰۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مزامیر توڑنے کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۴۰۶۸۹، تلبیس ابلیس ص ۲۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں زمین میں دھنسنا، مسخ اور آسمان سے پتھر برسنا ہوگا، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! اور یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب گانے والیوں اور آلات موسیقی کا ظہور ہو اور شرابوں کو (کھلے عام) پیا جائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۲، علل الترمذی رقم الحدیث: ۶۰۲، المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۰۹۲۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں ہوں گی تو ان پر بلاؤں کا نزول حلال ہو جائے گا، آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون سی خصلتیں ہیں آپ نے فرمایا: (۱) جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے (۲) اور امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے (۳) اور زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے (۴) اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے (۵) اور ماں کی نافرمانی کرے (۶) اور دوست کے ساتھ نیکی کرے (۷) اور باپ کے ساتھ بے وفائی کرے (۸) اور مساجد میں آوازیں بلند کی جائیں (۹) اور سب سے رذیل شخص کو قوم کا سردار بنا لیا جائے (۱۰) اور کسی شخص کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کی جائے (۱۱) اور شرابیں (برسر عام) پی جائیں (۱۲) اور ریشم پہنا جائے (۱۳) اور گانے والیوں (۱۴) اور آلات موسیقی کو رکھا جائے (۱۵) اور اس امت کے بعد والے پہلوں کو برا کہیں، اس وقت تم سرخ آندھیوں یا زمین میں دھنسنے کا اور مسخ کا انتظار کرو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۰، المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۰۳۸۶، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۵۸، ج ۱۲ ص ۳۹۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مال فے (کافروں کا چھوڑا ہوا مال) کو ذاتی دولت بنا لیا جائے اور امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے، اور زکوٰۃ کو جرمانہ قرار دیا جائے، اور دین کے علاوہ علم حاصل کیا جائے، اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے، اور اپنے دوست کو قریب رکھے اور اپنے باپ کو دور رکھے، اور مسجدوں میں آوازوں کو بلند کیا جائے اور فاسق کو قبیلہ کا سردار بنایا جائے اور قوم کا سربراہ رذیل ہو، اور کسی شخص کے شر کی بناء پر اس کی عزت کی جائے، اور گانے والیوں اور آلات موسیقی کا ظہور ہو اور شرابیں پی جائیں اور اس امت کے پچھلے لوگ پہلوں پر لعنت کریں، اس وقت تم سرخ آندھی کا اور زلزلہ کا اور زمین میں دھنسنے کا اور مسخ کا اور آسمان سے پتھر برسنے کا انتظار کرو اور ان نشانیوں کا انتظار کرو جو پے در پے آئیں گی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۱، المسند الجامع رقم الحدیث ۱۵۲۳۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی باندی کے پاس گانا سننے کے لیے بیٹھا

Marfat.com

اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا جائے گا۔(الجامع الصغیر رقم الحدیث:۸۴۲۸،جمع الجوامع رقم الحدیث:۲۰۲۴۰،حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام ابن عساکر کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے ضعف کی طرف رمز کی ہے)۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے گانے کو سنا قیامت کے دن اس کو جنت میں روحانیین کی آواز سننے کی اجازت نہیں ہوگی، آپ سے پوچھا گیا کہ روحانیین کون ہیں یارسول اللہ!؟ آپ نے فرمایا: وہ جنت کے قاری ہیں۔اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے۔

(نوادر الاصول ج ۲ ص ۸۷،جمع الجوامع رقم الحدیث:۲۰۲۳۹،الجامع الصغیر رقم الحدیث:۸۴۲۷،کنز العمال رقم الحدیث:۴۰۲۳۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص اس حال میں مرگیا کہ اس کے پاس گانے والی تھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔

(الجامع لاحکام القرآن، جز ۱۴ ص ۵۱۔۴۹، دار الفکر، بیروت، تلبیس ابلیس لابن الجوزی ص ۲۴۰۔۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جس قسم کے اشعار کا دف کے ساتھ یا بغیر دف کے سماع جائز ہے

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ فرماتے ہیں:

ان احادیث اور ان کے علاوہ دیگر احادیث اور آثار کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ غنا حرام ہے۔غنا سے مراد وہ معروف غنا ہے جس سے دلوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے، اس سے عشق میں جولانی پیدا ہوتی ہے۔اس قسم کے اشعار میں عورتوں کا اور ان کے حسن کا ذکر ہو اور ان کی خوبیوں کا بیان ہو اور شراب اور دیگر محرمات کا ذکر ہو تو اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ لہو ہے اور مذموم غنا ہے، اور جو اشعار ان چیزوں سے خالی ہوں ان کی قلیل مقدار کو خوشی کے ایام میں گانا جائز ہے، مثلاً شادی اور عید کے ایام میں اور سخت مشقت کے کاموں کی مشقت کو سرور سے زائل کرنے کے قصد سے جیسا کہ خندق کھودنے کے موقع پر تھا، یا جیسا کہ حبشی غلام انجشہ اور سلمہ بن اکوع نے اونٹوں کو چلاتے وقت غنا کیا۔(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۵۱)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ خندق کے دن مٹی کھود رہے تھے حتیٰ کہ آپ کا پیٹ خاک آلود ہو گیا اور آپ یہ منظوم کلام پڑھ رہے تھے:

واللہ لولا اللہ ماھتدینا	ولا تصدقنا ولا صلینا
اللہ کی قسم! اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے	اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے
فانزلن سکینۃ علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا
پس تو ہم پر طمانیت نازل فرما	اور دشمن کے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ
ان الاولی قد بغوا علینا	ان ارادو فتنۃ ابینا
بے شک پہلوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی	اگر وہ ہم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''ابینا ابینا'' کا تکرار کرتے اور اس پر آواز کو بلند فرماتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۲۸۳، ۴۱۰۴، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۸۰۳، مسند احمد رقم الحدیث:۱۸۷۰۷، سنن دارمی رقم الحدیث:۲۴۵۹، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۸۵۷)

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر رکھ کر مٹی کو نقل کر رہے تھے اور یہ منظوم کلام پڑھ رہے تھے:

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد مابقینا ابدا

ہم وہ ہیں جنہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ ہیں

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے:

اللهم انه لا خیر الا خیر الاخرة فبارك فی الانصار والمهاجرة

اے اللہ! اچھائی تو صرف آخرت کی اچھائی ہے سو تو انصار اور مہاجرین میں برکت نازل فرما

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۰۰، ۱۸۰۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۵۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۷۸۷)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے ان احادیث کی شرح میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو کفار کے خلاف شجاعت پر ابھارنے کے لیے اشعار اور رجزیہ کلام پڑھنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔ نیز انہوں نے لکھا ہے کہ مشقت زائل کرنے کے لیے اور کسی کام کو خوشی سے کرنے کے لیے اشعار پڑھنا جائز ہے۔ عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳۸)

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا مدینہ کے جنوب کی گھاٹیوں سے

وجب الشکر علینا مادعی لله داع

ہم پر شکر کرنا واجب ہے جب تک کوئی دعا کرنے والا اللہ سے دعا کرتا رہے

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اس قسم کے اشعار وہ لوگ مدینہ میں پڑھتے تھے، اور بسا اوقات ان اشعار کو دف کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اسی جنس کے اشعار سے یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، اور ان کے پاس ایام منیٰ میں دو بچیاں تھیں جو دف بجا رہی تھیں اور جنگ بعاث کے گیت گا رہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر نے ان بچیوں کو ڈانٹا، اور کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مزمار شیطان بجا رہی ہو! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے کو کھولا اور فرمایا: اے ابوبکر ان کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں، اور ایک روایت میں ہے: اے ابوبکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۵۲، ۹۴۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۹۸)

امام ابن جوزی فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ یہ لڑکیاں کم عمر تھیں کیونکہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم سن تھیں اور لڑکیاں آ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلتی تھیں۔

Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وضاحت فرمائی کہ ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے جیسے مجوسیوں کی عید نیروز ہے اور یہ دن ہماری عید کا دن ہے، اور شرعاً خوشی کا دن ہے، سو اتنی مقدار میں خوشی کے دن غنا کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ وہ غنا نہیں ہے جو دلوں میں فسق و فجور کی آگ بھڑکاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۱۶، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سرورِ شرعی کا دن ہے اور اس دن اتنی مقدار میں غنا کا انکار نہیں کیا جاتا جیسا کہ شادی کے موقع پر انکار نہیں کیا جاتا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۶، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کسی رشتہ دار لڑکی کی شادی انصار کے کسی لڑکے سے کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: تم نے لڑکی کو رخصت کر دیا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس کے ساتھ کسی گانے والی کو بھیجا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جی نہیں! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار ایسے لوگ ہیں جنہیں گانے کا شوق ہے، کاش! تم اس کے ساتھ اس کو بھیجتے جو یہ گاتا:

اتیناکم اتیناکم فحیانا وحیاکم

ہم تمہارے پاس آئے ہیں، ہم تمہارے پاس آئے ہیں سو اللہ تمہیں بھی زندہ رکھے اور ہمیں بھی زندہ رکھے

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۰۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۱، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۲۵۱۴، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۱۹۴، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۹۲، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۳۱۵۵، اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر اس کی تائید صحیح البخاری میں ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک لڑکی کی انصار کے ایک مرد کی طرف رخصتی کی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہارے ساتھ لہو (گانا بجانا) نہیں تھا؟ کیونکہ انصار کو لہو اچھا لگتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۶۴)

حضرت محمد بن حاطب الجمحی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حرام اور حلال کے درمیان فرق دف اور آواز ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۸۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۳۶۹، ۳۳۷۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۹۶، مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۸، المستدرک ج ۲ ص ۱۸۴، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۸۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نکاح کا اعلان کرو اور اس کو مساجد میں منعقد کرو اور اس پر دفوف (دف کی جمع) بجاؤ۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۸۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۹۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۹۰)

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ شب زفاف کو میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جس طرح تم میرے پاس بیٹھے ہو اور اس وقت بچیاں دف بجا رہی تھیں اور میرے جو آباء غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے ان کا مرثیہ گا رہی تھیں یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک نے یہ مصرع پڑھا:

وفینا نبی یعلم ما فی غد اور ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جو (ازخود) غیب کو جانتے ہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اس مصرع پر چپ رہو، اور وہی پڑھو جو اس سے پہلے پڑھ رہی تھیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۰۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۲۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۹۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۹۰، مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۹، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۸۷۸، المعجم الکبیر ج ۲۴ رقم الحدیث: ۶۹۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۸۹)

Marfat.com

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے مستفاد ہوا کہ شادی کی صبح کو دف بجانے کی آواز کو سننا جائز ہے، اور مخلوق میں سے کسی ایک کی طرف بھی علم غیب کی نسبت کرنا مکروہ ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۰ مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

کیونکہ جب علی الاطلاق کسی کی طرف علم غیب کی نسبت کی جائے تو اس سے متبادر علم غیب بالذات ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الملفوظات ج ۳ ص ۴۷، نوری کتب خانہ، لاہور) اسی لیے جو لڑکیاں یہ مصرع پڑھ رہی تھیں آپ نے انہیں اس مصرع پر خاموش ہونے کا حکم دیا اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو مکروہ لکھا ہے، لیکن بہر حال مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا کفر وشرک نہیں ہے ورنہ آپ ان لڑکیوں کو توبہ کرنے کا اور دوبارہ ایمان لانے کا حکم دیتے۔

اور حافظ بدرالدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوا کہ شادی کی صبح کو دف بجانا اور اس کا سننا جائز ہے اور جو علماء اس کو منع کرتے ہیں وہ اس کو ابتداء اسلام پر محمول کرتے ہیں، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص مخلوق میں سے کسی کی طرف علم غیب کی نسبت کرے اس کو منع کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن علی بن جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

عید، شادی اور دیگر خوشی کی تقاریب میں قلیل مقدار میں دف بجا کر اس قسم کے اشعار پڑھنا امام احمد بن حنبل کے نزدیک جائز ہے، اسی طرح وہ اشعار جو وعظ ونصیحت پر مشتمل ہوں وہ بھی امام احمد کے نزدیک جائز ہیں، امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا: ایسے اشعار جن میں دلوں کو نرم کرنے کا اور جنت اور دوزخ کا ذکر ہو آیا ان کو پڑھنا جائز ہے، امام احمد نے کہا: کوئی اس قسم کا شعر سناؤ تو سائل نے یہ اشعار پڑھے:

اذا ما قال لی ربی اما استحیت تعصینی

وتخفی الذنب من خلقی وبالعصیان تاتینی

ترجمہ: جب مجھ سے میرا رب فرمائے گا: تجھ کو حیا نہیں آتی تو میری نافرمانی کرتا ہے اور تو میری مخلوق سے گناہ کو چھپاتا ہے اور ان گناہوں کے ساتھ میرے پاس آتا ہے۔

امام احمد نے کہا: یہ شعر مجھے پھر سناؤ، وہ بار بار فرمائش کر کے یہ شعر سنتے رہے، پھر جب وہ گھر گئے تو خود یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ اور رہے وہ اشعار جو کہ مرثیہ پڑھنے والے اور نوحہ کرنے والے پڑھتے ہیں اور خود بھی آواز سے روتے ہیں اور لوگوں کو بھی آواز سے رلاتے ہیں تو ایسے اشعار پڑھنا اور لوگوں کو آواز سے رلانا ناجائز اور حرام ہے۔ اسی طرح آلات موسیقی کے ساتھ اشعار کو پڑھنا بھی ناجائز اور حرام ہے۔

آلات موسیقی کے ساتھ سماع کا حرام ہونا

عبدالرحمٰن بن غنم اشعری کہتے ہیں کہ مجھے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے حدیث بیان کی اور بہ خدا! انہوں نے جھوٹ نہیں کہا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب

Marfat.com

اور باجوں (آلات غنا) کو حلال قرار دیں گے، اور کچھ ایسے لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ کہیں گے کہ "کل آنا" اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (شراب اور باجوں وغیرہ کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۹۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۷۵۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۸۸، مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۲، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۲۲۱)

اس حدیث میں معازف (آلات غنا) کے حلال کرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کیے جانے کی وعید سنائی ہے، بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کیے جانے سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ حقیقتاً بندر اور خنزیر کی شکل میں متشکل کر دیئے جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے اخلاق یا ان کے قلوب بندر اور خنزیر کے اخلاق اور قلوب کے ساتھ تبدیل کر دیئے جائیں۔

آلات موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء احناف کا نظریہ

صحیح البخاری: ۵۵۹۰، کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں میری امت کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا، مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ گواہی دیتے ہوں گے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور وہ نماز پڑھتے ہوں گے، روزے رکھتے ہوں گے اور حج کرتے ہوں گے، اور وہ ان شرابوں کو پئیں گے، وہ اس لہو میں اور شراب نوشی میں رات گزاریں گے اور جب وہ صبح اٹھیں گے تو مسخ ہو کر بندر اور خنزیر ہو چکے ہوں گے۔ امام ترمذی نے اس مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۲) اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں روایت کیا ہے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں گھبراہٹ ہوگی، لوگ اپنے علماء کی طرف جائیں گے تو وہ بندر اور خنزیر ہو چکے ہوں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ بدرالدین عینی حنفی صحیح البخاری: ۹۴۹، کی شرح میں لکھتے ہیں:

الغنا (گانے بجانے) کی تحریم میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ اس لہو و لعب سے ہے جو بالاتفاق مذموم ہے، اور رہا وہ غنا جو محرمات سے خالی ہو تو اس کی قلیل مقدار، عید، شادی اور خوشی کی تقاریب میں جائز ہے، اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ حرام ہے، اور اہل عراق کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی کے مذہب میں یہ مکروہ ہے، امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے، صوفیاء کی ایک جماعت نے عید کے دن لڑکیوں کے دف بجانے کی حدیث سے غنا کے مباح ہونے پر استدلال کیا ہے خواہ وہ آلات موسیقی کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو، اور ان کا یہ استدلال مردود ہے کیونکہ ان لڑکیوں کا یہ غنا صرف جنگ اور بہادری کی نظم سے متعلق تھا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی، لیکن جو غنا معروف اور مشہور ہے وہ بے ریش لڑکوں اور عورتوں کے محاسن پر مشتمل ہوتا ہے اور دیگر حرام چیزوں کا بیان ہوتا ہے جو پر سکون آدمی کے دل میں شہوت کا جوش اور ہیجان پیدا کر دیتا ہے اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور صوفیاء نے اس کی جو بدعت نکالی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور جب تم ان کے اقوال اور

Marfat.com

افعال کو دیکھو گے تو اس میں زندیقی کے آثار پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ صحیح مسلم: ۸۹۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں، یعنی گانا بجانا ان کی عادت نہیں تھی اور نہ وہ اس میں مشہور تھیں، اور غناء میں علماء کا اختلاف ہے، اہل حجاز کی ایک جماعت نے اس کو مباح کہا ہے اور یہ امام مالک سے ایک روایت ہے، اور امام ابوحنیفہ اور اہل عراق نے اس کو حرام کہا ہے، امام شافعی کا مذہب: اس کی کراہت ہے، امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔

پیشہ ور گانے والیاں وہ ہوتی ہیں جو اپنے گانے سے عورتوں کا شوق اور ان کی محبت پیدا کرتی ہیں اور بے حیائی کی طرف اپنے کلام میں تعریض اور اشارے کرتی ہیں اور پر سکون دلوں میں حسین عورتوں کی طلب کے جذبات کی آگ بھڑکاتی ہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ غنا میں زنا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۴ ص ۲۵۰۶، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

آلات موسیقی کے متعلق ایک قوم نے لکھا ہے کہ ان کی تحریم پر اجماع ہے اور بعض علماء نے اس کے برعکس لکھا ہے، ہم کتاب الاشربہ میں حدیث معازف کی تشریح میں اس پر مفصل لکھیں گے اور فریقین کے شبہات کا ذکر کریں گے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب الاشربہ میں حدیث معازف کی شرح میں آلات موسیقی کی تحریم کی جس بحث کا وعدہ کیا ہے اس کا ذکر کرنا وہ بھول گئے۔

آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

صوفیہ نے آلات موسیقی کے ساتھ سماع کی جو بدعت رائج کی ہوئی ہے، اس کی تحریم میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے، لیکن جو لوگ نیکی کی طرف منسوب ہیں ان میں سے اکثر کے اوپر نفوس شہوانیہ اور اغراض شیطانیہ غالب ہو چکی ہیں اور اس کا ذکر ان میں اس قدر مشہور ہو چکا ہے کہ وہ اس کی تحریم اور اس کے فحش سے اندھے ہو چکے ہیں اور ان میں سے بہت لوگوں سے بے حیاؤں، ہیجڑوں اور بچوں کی قبیح حرکات صادر ہوتی ہیں، اور وہ موزون اور منضبط حرکات کے ساتھ رقص کرتے ہیں اور ناچتے ہیں جس طرح جاہل اور بے حیاء کرتے ہیں، اور ان کی بے حیائی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں: یہ کام عبادات اور نیک اعمال سے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ آلات موسیقی کے سماع سے دلوں کا زنگ دور ہو جاتا ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ زندیقی کے آثار ہیں اور اہل باطل کے اقوال ہیں، ہم بدعتوں سے اور فتنوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اور اللہ سے توبہ کا اور سنت پر عمل کرنے کا سوال کرتے ہیں۔

(المفہم ج ۲ ص ۵۳۴، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ سماع اللہ عزوجل کی عبادت ہے، جنید سے منقول ہے کہ ان صوفیاء پر تین وقتوں میں رحمت نازل ہوتی ہے، کھانے کے وقت کیونکہ یہ فاقہ کے بعد کھاتے ہیں، اور مذاکرہ کے وقت کیونکہ یہ صدیقین کے مقامات اور انبیاء کے احوال سے متجاوز ہوتے ہیں اور سماع کے وقت کیونکہ یہ وجد کے ساتھ سنتے ہیں اور حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں اگر جنید سے یہ روایت صحیح ہے تو اس سماع سے ان اشعار کا سماع مراد ہے جو دلوں کو نرم کرتے ہیں اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں، ابن عقیل نے کہا: ہم نے ان صوفیاء سے سنا ہے کہ جب کوئی ساربان اونٹ کو ہنکاتے وقت گاتا ہے اس وقت دعا کی جائے تو مستجاب ہوتی ہے، کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ گانے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے، ابن عقیل نے کہا: یہ کفر ہے کیونکہ جو شخص حرام یا مکروہ کو عبادت اعتقاد کرے وہ اس اعتقاد سے کافر ہو جائے گا۔

(تلبیس ابلیس ص ۲۵۲، ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام ابن جوزی لکھتے ہیں: جب یہ صوفیاء غناء کو سنتے ہیں تو وجد کرتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں اور چیختے ہیں اور کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ کتنے ہی عابد جب قرآن مجید کو سنتے ہیں تو بعض مر جاتے ہیں، بعض بے ہوش ہو جاتے ہیں اور بعض چیختے اور چلاتے ہیں، اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جھوٹ ہے، حضرات صحابہ سے اس کی مثل نہیں سنی گئی۔

سب سے صاف دل صحابہ کرام کے تھے اور جب ان کو وجد آتا تو وہ صرف روتے تھے اور خدا سے ڈرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ کیا تو ایک شخص بے ہوش ہو گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہم پر دین میں کون تلبیس کر رہا ہے، اگر یہ سچا ہے تو یہ اپنی شہرت کر رہا ہے اور اگر جھوٹا ہے تو اللہ اس کو مٹا دے گا۔

(تلبیس ابلیس ص ۲۵۴۔۲۵۳، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

نیز امام ابن جوزی لکھتے ہیں: جب صوفیاء پر رقص کے حال میں طرب طاری ہوتا ہے تو یہ ناچتے ناچتے کسی شخص کو مجلس سے اٹھا لیتے ہیں تا کہ وہ بھی کھڑا ہو جائے، اور ان کے مذہب میں یہ جائز نہیں ہے کہ جو شخص جذب سے ناچ رہا ہو تو اہل مجلس بیٹھے رہیں اور جب وہ کھڑا ہو تو باقی لوگ بھی کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب کوئی شخص سر ننگا کرے تو باقی لوگ بھی سر ننگا کر لیتے ہیں، حالانکہ سر ننگا کرنا قبیح ہے اور خلاف ادب ہے اور صرف حالت احرام میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اظہار ذلت کے لیے سر ننگا کیا جاتا ہے۔

(تلبیس ابلیس ص ۲۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

آلات موسیقی تین قسم کے ہیں: ستار، بانسری اور منہ سے بجائے جانے والے تمام قسم کے باجے، سارنگی، طنبور اور ہاتھ سے بجائے جانے والے تمام قسم کے باجے، ان کا بجانا حرام ہے اور جو شخص عادتاً ان باجوں کو سنے اس کی شہادت مردود ہے، اور دوسری قسم دف ہے، خوشی کے مواقع پر عورتوں کا دف بجانا جائز ہے۔ اور مردوں کے لیے دف بجانا ہر حال میں مکروہ ہے، کیونکہ عورتیں اور مخنث دف بجاتے ہیں اور مردوں کے دف بجانے میں عورتوں کی مشابہت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی ہے

Marfat.com

جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں، تیسری قسم چھڑی بجانا ہے، یہ اس وقت مکروہ ہے جب اس کے ساتھ کوئی حرام یا مکروہ چیز ہو جیسے تالی بجانا، گانا یا ناچنا۔ (المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۴۔ ۱۷۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۶ھ)

غناء اور سماع کے متعلق مفسرین احناف کی تصریحات

اور جو لوگ غافل کرنے والی کہانیاں خریدتے ہیں تا کہ بغیر علم کے لوگوں کو اللہ کے راستے سے بہکائیں، ان پر جب کتاب اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ تکبر سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور حق کو سننے سے اعراض کرتے ہیں، آپ ان لوگوں کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے۔

یہ آیت بھی "لھو الحدیث" کی مذمت میں ہے اور "لھو الحدیث" کی تفسیر میں آلات موسیقی اور غنا کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

علامہ ابواللیث نصر بن محمد السمر قندی الحنفی المتوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:

ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ شخص گانے بجانے والی باندیوں کو خریدتا تھا۔ امام ابواللیث نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانے والیوں کو بیچنا اور ان کی تجارت کرنا جائز نہیں ہے اور ان کی قیمت کھانا حرام ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۱۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۶۸)

(بحر العلوم تفسیر السمر قندی ج ۳ ص ۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ)

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

لہو ہر اس باطل چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو مشغول کر کے خیر سے روک دے، اور یہاں لہو سے مراد رات کو سنائی جانے والی جھوٹی کہانیاں اور غنا ہے اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم قسم کھا کر کہتے تھے: اس سے مراد غنا ہے، ایک قول یہ ہے کہ غنا قلب کو خراب کرتا ہے، مال کو ختم کرتا ہے اور رب کو ناراض کرتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جو شخص بھی غنا کے ساتھ آواز بلند کرتا ہے اللہ اس کے اوپر دو شیطان مسلط کر دیتا ہے، ایک اس کندھے پر اور دوسرا اس کندھے پر اور وہ اس وقت تک اس کو لاتیں مارتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ گر جاتا ہے۔ (مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۴۶۸، مطبوعہ پشاور)

علامہ اسماعیل حقی البروسی الحنفی المتوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں مزامیر (منہ سے بجائے جانے والے آلات موسیقی) اور برابط اور معازف (ہاتھوں سے بجائے جانے والے آلات موسیقی) کو اور ان بتوں کو مٹادوں جن کی زمانہ جاہلیت میں پرستش کی جاتی تھی۔۔ الحدیث (مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۸۰۳) نیز حدیث میں ہے کہ مجھے مزامیر کو توڑنے اور خنزیروں کو قتل کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔

اہل معانی نے کہا: اس آیت میں ہر وہ شخص داخل ہے جو لہو ولعب کو اور مزامیر اور معازف کو قرآن مجید کے مقابلہ میں ترجیح دے، اور ذمیوں کو مزامیر اور طنابیر کی بیع سے منع کیا جائے گا اور غنا کے اظہار سے بھی روکا جائے گا، اور جن احادیث میں عید کے ایام میں غنا کی رخصت ہے وہ متروک ہیں، اس زمانہ میں ان پر عمل نہیں کیا جائے گا، اسی لیے عید کے دن معازف کو جلانا مستحب ہے (علامہ اسماعیل حقی نے یہ صحیح نہیں لکھا کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے اور قیاس سے احادیث کو منسوخ کرے اور صحیح یہ ہے

Marfat.com

کہ عید، نکاح اور دیگر خوشی کے ایام میں اچھے اشعار کو دف کے ساتھ اور بغیر دف کے قلیل مقدار میں پڑھنا جائز ہے، البتہ دیگر آلات موسیقی کو استعمال کرنا مطلقاً ممنوع ہے، اسی طرح ان اشعار کا پڑھنا بھی مطلقاً ممنوع ہے جن کا مضمون غیر شرعی ہو۔ غلام رسول سعیدی غفرلہٗ)

بعض علماء نے کہا ہے کہ آلاتِ موسیقی کی حرمت لعینہا نہیں ہے، جیسے خمر اور زنا کی حرمت ہے، بلکہ یہ حرمت لغیرہا ہے، اسی لیے علماء نے اس سے جہاد کے طبل کو مستثنیٰ کیا ہے، پس جب آلاتِ موسیقی کو بہ طور لہو ولعب استعمال کیا جائے تو یہ حرام ہیں اور جب لہو ولعب نہ ہو تو پھر حرمت زائل ہو جائے گی۔ (یہ قول بھی صحیح نہیں ہے صرف عید، نکاح اور خوشی کے ایام میں قلیل مقدار میں بہ طور لہو ولعب دف بجانے کی رخصت ہے جیسا کہ احادیث کے حوالے سے گزر چکا ہے اور ان کے علاوہ دف بجانے کی رخصت نہیں ہے، خواہ لہو ولعب مقصود ہو یا نہ ہو۔ غلام رسول سعیدی غفرلہٗ)

جائز اور ناجائز سماع

طرز اور خوش الحانی کے ساتھ اشعار سننے میں اختلاف ہے، اگر اشعار میں عورتوں کا ذکر ہو اور انسان کے قد اور رخسار کا ذکر ہو جس سے نفس اور شہوت کی آگ بھڑکتی ہو تو دین دار لوگوں کے لیے ان کا سننا جائز نہیں ہے خصوصاً جب کہ اس کو بہ طور مشغلہ سنا جائے۔ اور اگر ان اشعار میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہو، دوزخ سے ڈرایا گیا ہو اور جنت کی ترغیب دی گئی ہو اور اللہ عزوجل کی نعمتوں کی تعریف کی گئی ہو، اور نیک کاموں کی تحریک ہو تو پھر ان کے سننے پر انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور اسی قبیل سے جہاد اور حج کے فضائل کے اشعار ہیں، جن کو سن کر جہاد کرنے اور حج کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اگر اشعار پڑھنے والا بے ریش نوخیز لڑکا ہو جس کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہو یا عورتیں بھی اس مجمع کو جھانک کر دیکھ رہی ہوں تو یہ عین فسق ہے اور اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔

بعض لوگ تکلف سے سماع کرتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم یہ ہے کہ لوگ کسی مرتبہ کے حصول یا دنیاوی منفعت کے لیے سماع کرتے ہیں، یہ تلبیس اور خیانت ہے، اور حقیقت کی طلب کے لیے تکلف کرنا ہے جیسے کوئی شخص مصنوعی اور بناوٹی وجد خود پر طاری کر کے وجد کو طلب کرتا ہے، فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں بیٹھا ہو اور اس کے سامنے پورا قرآن مجید پڑھا جائے تو اگر وہ سچے جذب سے اپنے آپ کو گرا دے تو فبہا ورنہ صاحب عقل کو چاہیے کہ وہ شیطان کو اپنے پیٹ میں داخل کرنے سے ڈرے، اور اس کا سماع کے وقت نعرہ مارنا، یا تالی بجانا یا کپڑے پھاڑنا یا رقص کرنا اگر لوگوں کو دکھانے یا سنانے کے لیے ہو تو اس سے بچنا لازم ہے۔

دکھانے اور سنانے کے لیے سماع کے متعدد گناہ ہیں:

دکھاوے کے لیے حال کھیلنے کی خرابیاں

(۱) وہ شخص اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے کہ اللہ نے اس پر وجد طاری کر دیا ہے اور بے خودی اور جذب میں رقص کر رہا ہے یا اس پر حال طاری ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا بدترین گناہ ہے۔

(۲) وہ حاضرین محفل کو اس فریب میں مبتلا کرتا ہے وہ اس کے متعلق حسن ظن رکھیں اور لوگوں کو دھوکے میں ڈالنا خیانت ہے، رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۲۵)

(۳) وہ اپنے کھڑے ہونے میں اور بیٹھنے میں دوسرے لوگوں کو اپنی موافقت اور اپنا ساتھ دینے پر ابھارتا ہے، سو وہ لوگوں کو جھوٹ اور باطل کا مکلف کرتا ہے۔ آج کل محفل سماع میں جو لوگ حال کھیلتے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر کا حال ایسا ہی ہوتا ہے۔ (مصنف)

سماع کی طرف میلان کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

سماع کے اسباب

(۱) انسان کی طبیعت خوش آوازی کی طرف مائل ہو اور یہ شہوت اور حرام ہے (یہ وجہ درست نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(۲) انسان کے نفس میں نغمات اور خوش الحانی کی طرف میلان ہو یہ بھی حرام ہے کیونکہ یہ لذت شیطانی ہے جو مردہ قلب اور زندہ نفس کو حاصل ہوتی ہے اور دل کے مردہ ہونے کی علامات یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اور آخرت کو بھول جائے اور دنیا کے اشغال میں منہمک ہو اور اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہو اور ہر وہ دل جو دنیا کی محبت میں ملوث ہو اس کا سماع طبیعت کا سماع ہے اور تکلف ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے افعال کے نور کے مطالعہ سے اس کے دل میں سماع کی طرف میلان ہو اور یہ عشق ہے اور حلال ہے، کیونکہ یہ میلان رحمانی ہے اور زندہ دل اور مردہ نفس کو حاصل ہوتا ہے (زندہ دل سے مراد یہ ہے کہ اس کا دل اللہ کی یاد سے زندہ ہو اور مردہ نفس سے مراد یہ ہے کہ اس کی حیوانی اور نفسانی خواہشات مر چکی ہوں، ایسا شخص بغیر آلات موسیقی کے ان ہی اشعار کو سنے گا جن کا مضمون غیر شرعی نہ ہو۔)

(۴) اللہ تعالیٰ کی ذات سے نور کے مشاہدہ سے اس کی روح میں سماع سے انس پیدا ہو جائے اور یہ محبت اور سکون ہے اور یہ بھی حلال ہے۔

سماع کی حقیقت

شیخ سعدی کے ایک شعر کا مفہوم یہ ہے: اے برادر! میں نہیں جانتا کہ سماع کیا ہے! میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ سماع کرنے والا کون ہے، یہ وہ شخص ہے جس کی روح برج معنی کی طرف پرواز کرتی ہے اور اس کی پرواز سے فرشتہ بھی عاجز رہتا ہے۔ یہ عاشق صادق کا حال ہے اور اصحاب حال وہ لوگ ہیں جن میں اعمال صالحہ کے انوار کا اثر ہوتا ہے تو اللہ ان کو دین پر استقامت کے ساتھ حال اور وجد اور ذوق اور کشف اور مشاہدہ اور معائنہ اور معرفت عطا فرماتا ہے، زین الدین الحافی قدس سرہٗ نے کہا: جس شخص کے دل میں یہ نور پیدا ہو وہ ان علماء کے قول پر عمل کر کے سماع کرے جو سماع کو جائز کہتے ہیں (یعنی آلات موسیقی کے بغیر ان اشعار کا سماع کرے جو شریعت کے مطابق ہوں) ورنہ ان علماء کے قول پر عمل کرنے میں زیادہ سلامتی ہے جو سماع کو مکروہ کہتے ہیں، اور سماع کا معنی ہے دل کش اور اچھی آواز کو سننا جس کی طرف دل بے اختیار کھنچتا ہو اور یہ انسان کی فطرت میں مرکوز ہے حتیٰ کہ جن میں عقل نہیں ہے وہ بھی اچھی اور سریلی آواز کی طرف مائل ہوتے ہیں کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کی وجہ سے پرندے ان کے پاس آ کر ٹھہر جاتے تھے۔ (روح البیان ج ۷ ص ۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

سماع کی انواع، شرائط، آلات موسیقی کے استعمال اور تواجد کی تحریم اور ممانعت پر دلائل

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام غزالی نے فرمایا: سماع یا تو محبوب ہوگا بایں طور کہ سننے والے پر اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس سے ملاقات کے شوق کا غلبہ ہو، تاکہ اس سے اس کو مکاشفات اور ملاطفات حاصل ہوں، یا سماع مباح ہوگا بایں طور کہ اس کو اپنی بیوی سے عشق ہو (اور وہ حسن کو اپنی بیوی کے حسن پر محمول کرے گا) یہ مباح ہے، جب کہ اس پر اللہ کی محبت کا غلبہ ہو نہ نفسانی خواہشوں کا، اور یا سماع حرام ہوگا بایں طور کہ اس کے اوپر ناجائز اور حرام خواہشوں کا غلبہ ہو۔

العز بن عبد السلام سے محبت کے اشعار سننے، سر دھننے اور رقص کے متعلق سوال کیا گیا، انہوں نے کہا: رقص کرنا بدعت ہے، اور وہی شخص رقص کرے گا جس کی عقل ناقص ہوگی، اور رہے عشق و محبت کے اشعار تو اگر وہ امور آخرت پر مشتمل ہوں تو ان کے سننے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ جب انسان کا دل دنیا میں منہمک ہو تو ایسے اشعار کا سننا مستحب ہے، اور جس شخص کے دل میں ناپاک اور ناجائز خواہشیں ہوں وہ سماع نہ کرے کیونکہ اس سے اس کی ناپاک خواہشوں کو تحریک ہوگی، اور انہوں نے کہا کہ سننے والوں اور جن سے سنا جاتا ہے ان کے اختلاف سے سماع کا حکم مختلف ہے۔ پس سننے والے یا تو عارف باللہ ہوں گے اور ان کے احوال بھی مختلف ہوتے ہیں جن پر خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے، جب وہ سماع کرتے ہیں تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہوتا ہے اور ان پر غم کے آثار طاری ہوتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں یا ان کو عذاب کا خوف ہوتا ہے یا ثواب کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے یا اللہ کا انس اور قرب ہوتا ہے، اور وہ سب سے افضل ڈرنے والے اور سب سے عمدہ سننے والے ہیں اور جس کلام کو سنا جائے اس میں قرآن مجید کی تاثیر سب سے زیادہ ہے۔

جس شخص پر امید کا غلبہ ہو اس پر نعمتوں کا ذکر سننے سے اثر ہوتا ہے اور اگر اس کو اللہ کے انس اور قرب کی امید ہو تو وہ امید رکھنے والوں میں افضل ہے اور اگر اس کو ثواب کی امید ہو تو اس کا سماع دوسرے درجہ میں ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کی وجہ سے اللہ سے محبت کرتا ہو تو اس کے انعام و اکرام کا سماع اس میں اثر کرتا ہے۔ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے جمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا سماع اس میں تاثیر کرتا ہے اور یہ سماع پہلے درجات سے افضل ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کا غلبہ ہو اس کا سماع سب سے افضل ہے۔

یہ تو جس نوع کا ذکر سنا جائے اس کے اعتبار سے سننے والوں کے مدارج تھے، اور جس سے ذکر کو سنا جائے اس کے اعتبار سے اختلاف مدارج کی تفصیل یہ ہے کہ عام آدمی کی بہ نسبت عالم سے سماع کرنے میں زیادہ تاثیر ہوتی ہے، عالم کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے ولی سے سماع کرنے میں زیادہ تاثیر ہوتی ہے اور ولی کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے نبی سے سماع میں زیادہ تاثیر ہوتی ہے اور سب سے زیادہ تاثیر خود اللہ عزوجل سے سننے میں ہوتی ہے اور یہ بلاواسطہ سماع صرف کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوا یا حبیب اللہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا، اور ان درجات کی وجہ یہ ہے کہ محب کے دل میں سب سے زیادہ تاثیر محبوب کے کلام کی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام، صدیقین، اور ان کے اصحاب اور اتباع اور مومنین صالحین آلات موسیقی کے سماع میں مشغول نہیں رہے اور صرف اپنے رب اللہ عزوجل کے کلام کے سننے میں مشغول رہے۔

Marfat.com

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کی شرائط ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کی معرفت ہوتا کہ صفات ذات، صفات افعال سے ممتاز ہوں اور معلوم ہو جائے کہ کس چیز کو اللہ تعالیٰ کی صفت میں ذکر کرنا جائز ہے اور کیا چیز اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ کی صفت میں ذکر کرنا جائز نہیں ہے، اور اہل تحقیق کے نزدیک شرط یہ ہے کہ وہ صدق مجاہدہ سے اپنے نفس کو فنا کر چکا ہو اور اپنی روح کے مشاہدہ سے اپنے دل کو زندہ کر چکا ہو اور جو اس مرتبہ پر نہیں پہنچا اس کا سماع کرنا وقت کا ضیاع اور اس کا بناوٹی وجد کرنا ریا ہے اور اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے اکثر صوفیاء کا سماع کرنا حرام ہے۔

جو لوگ سماع میں تالیاں بجاتے ہیں اور چیختے چلاتے ہیں اور بے ہوشی اور وجد کا ڈھونگ رچاتے ہیں، یہ سب تصنع اور ریا ہے، اسی طرح بال نوچنا، سینہ کوبی کرنا اور کپڑے پھاڑنا حرام ہے۔

اور ہم نے جو ذکر کیا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ آلات موسیقی کو استعمال کرنا حرام ہے اور امام بخاری، امام احمد، اور امام ابن ماجہ، امام ابو نعیم اور امام ابوداؤد نے اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ ضرور میری امت میں ایسی قوم ہو گی جو ریشم کو، شراب کو اور آلات موسیقی کو حلال کرے گی اور یہ حدیث تمام آلات موسیقی کی تحریم اور ممانعت میں بالکل صریح ہے۔ اور اسی کے مشابہ وہ حدیث ہے جس کو امام ابن ابی الدنیا نے حضرت انس سے اور امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابوامامہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میری امت میں ضرور زمین میں دھنسنا اور آسمان سے پتھر برسنا اور مسخ ہو گا، اور یہ اس وقت ہو گا جب وہ شرابیں پئیں گے، گانے والیوں کو رکھیں گے اور آلات موسیقی کو استعمال کریں گے۔ امام دولقی نے آلات موسیقی کی تحریم کے دلائل بہت تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔

بعض صوفیاء نے مزامیر اور دیگر آلات موسیقی کے جواز میں رسائل لکھے ہیں اور ان میں اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم، تابعین، علماء عاملین اور ان کے مقلدین پر حیرت ناک افتراء باندھا ہے اور بہتان تراشا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان جس کے ساتھ لہو و لعب کرتا ہے اس کو خواہش کے گڑھے میں گرا دیتا ہے، سو وہ حق سے بہت بعید ہوتا ہے اور تصوف سے ہزار ہا میل دور ہوتا ہے، لہٰذا اگر بعض اکابر آلات موسیقی کے استعمال کو حلال کہیں تو تم ان کے قول سے دھوکا نہ کھانا کیونکہ یہ قول ائمہ مذاہب اربعہ اور دیگر مستند فقہاء کبار کے اقوال کے خلاف ہے، اور ہر شخص ان فقہاء کے قول پر عمل کرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا کو ترک کر دے گا، اور جس شخص کو عقل سلیم دی گئی ہے اور اس کا دل باطل خواہشوں سے پاک ہے اس کو اس میں کوئی شک نہیں ہو گا کہ آلات موسیقی سے ساز اور آواز کو سننا دین میں سے نہیں ہے اور یہ سید المرسلین وسیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مقاصد سے کوسوں دور ہے۔ (روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۱۷۔۱۰۸ ملخصاً وموضحاً، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

غناء اور سماع کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تحقیق

مسئلہ: راگ یا مزامیر کرانا یا سننا گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ، اس فعل کا مرتکب فاسق ہے یا نہیں؟

جواب: مزامیر یعنی آلات لہو و لعب بروجہ لہو و لعب بلاشبہ حرام ہے، جن کی حرمت اولیاء و علماء دونوں فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں مصرح، اون کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے اور حضرات علیہ سادات بہشت کبرائے سلسلہ عالیہ چشت رضی اللہ عنہم وعنا بہم کی طرف اس کی نسبت محض باطل و افتراء ہے، حضرت سیدی فخر الدین زرادی قدس سرہ کہ حضور سیدنا

Marfat.com

محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدنیاوالدین محمد احمد رضی اللہ عنہ کے اجلۂ خلفاء سے ہیں جنہوں نے خاص عہد کرامت مہد حضور ممدوح میں بلکہ خود بحکم حضور والا مسئلہ سماع میں رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تالیف فرمایا، اپنے اسی رسالہ میں فرماتے ہیں: سمع بعض المغلوبین السماع من المزامیر فی غلبات الشوق واما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبری عن هذه التهمة وهو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرة من کمال صنعة الله تعالیٰ۔ یعنی بعض مغلوب الحال لوگوں نے اپنے غلبۂ حال وشوق میں سماع مع مزامیر سنا اور ہمارے پیران طریقت رضی اللہ عنہم کا سننا اس تہمت سے بری ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعتِ الٰہی جل وعلا سے خبر دیتے ہیں انتہیٰ۔ بلکہ خود حضور ممدوح رضی اللہ عنہ نے اپنے ملفوظات شریفہ فوائد الفواد وغیرہا میں جابجا حرمت مزامیر کی تصریح فرمائی، بلکہ حضور والا صرف تالی کو بھی منع فرماتے کہ مشابہ لہو ہے بلکہ ایسے افعال میں عذر غلبہ حال کو بھی پسند نہ فرماتے کہ مدعیان باطل کو راہ نہ ملے واللہ یعلم المفسد من المصلح فرضی اللہ عن الائمة ما انصحهم للامة، یہ سب امور ملفوظات اقدس میں مذکور وماثور، فوائد الفواد شریف میں صاف تصریح فرمائی ہے کہ مزامیر حرام است کما نقل احمد عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدی الشیخ المحقق مولانا عبد الحق المحدث الدهلوی رحمة الله تعالیٰ علیهم وعلینا بهم آمین۔ حضور ممدوح کے یہ ارشادات عالیہ ہمارے لیے سند کافی اور ان اہل ہوا وہوس مدعیان چشتیت پر حجت وافی۔ ہاں جہاد کا طبل، سحری کے نقارہ، حمام کا بوق، اعلان نکاح کا بے جلاجل دف جائز ہیں کہ یہ آلات لہو ولعب نہیں، یوہیں یہ بھی ممکن کہ بعض بندگان خدا جو ظلمت نفس وکدورات شہوت سے یک لخت بری ومنزہ ہو کر فانی فی اللہ وباقی باللہ ہوگئے کہ لا یقولون الا الله ولا یسمعون بل لا یعلمون الا الله بل لیس هناك الا الله اون میں سے کسی نے بحالت غلبہ حال خواہ عین الشریعۃ الکبریٰ تک پہنچ کر ازانجا کہ اون کی حرمت بعینہا نہیں وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی بعد وثوق تام واطمینان کامل کہ حالاً ومآلاً فتنہ منعدم احیاناً اس پر اقدام فرمایا ہو ولہٰذا افاضل محقق آفندی شامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی ردالمحتار میں زیر قول درمختار ومن ذالك (ای الملاهی) ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبه فلا باس به کما اذا ضرب فی ثلثة اوقات لتذکیر ثلاث نفخات الصور الخ فرماتے ہیں: هذا یفید ان الة اللهو لیست بحرمة بعینها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة الا تری ان ضرب تلك الالة بعینها حل تارة وحرم اخری باختلاف النیة والامور بمقاصدها وفیه دلیل لساداتنا الصوفیة الذین یقصدون بسماعها امورا هم اعلم بها فلا یبادر المعترض بالانکار کی لا یحرم برکتهم فانهم السادة الاخیار امدنا الله تعالیٰ بامداداتهم واعاد علینا من صالح دعواتهم وبرکاتهم۔

اقول بلکہ یہاں ایک اور وجہ ادق واعمق ہے، صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رب العزۃ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی تمشی بها، یعنی میرا بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے، پھر جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اور اوس کا وہ ہاتھ جس سے کوئی چیز پکڑتا ہے اور اوس کا وہ پاؤں جس سے چلتا ہے انتہیٰ۔ اب کہیے: کون کہتا اور کون سنتا ہے آواز تو شجرۂ طور سے آتی ہے مگر لا واللہ پیڑ نے نہ کہا انی انا اللہ رب العلمین۔ کفیٰ

Marfat.com

اوگفتۂ اللہ بود۔گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود، یہی حال سننے کا ہے وللہ الحجۃ البالغۃ مگر اللہ اللہ یہ عبادت اللہ کبریت احمر و کوہ یاقوت ہیں، اور نادر احکام شرعیہ کی بنا نہیں تو اون کا حال مفید جواز یا حکم تحریم میں قید نہیں ہوسکتا کما افادہ المولی المحقق حیث اطلق سیدی کمال الدین محمد بن الهمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی اخر الحج من فتح القدیر فی مسئلۃ الجواز، نہ یہ مدعیان خامکار اون کے مثل ہیں نہ بے بلوغ مرتبہ محفوظیت نفس پر اعتماد جائز فانها اکذب مایکون اذا حلفت فکیف اذا وعدت، رجماً بالغیب کسی کو ایسا ٹھہرالینا صحیح ہاں یہ احتمال صرف اتنا کام دے گا کہ جہاں اوس کا انتفا معلوم نہ ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ دیجئے اور بے ضرورت شرعی ذات قائل سے بحث نہ کیجئے ھذا ھو الانصاف فی امثال الباب واللہ الهادی الی سبیل الصواب۔ سماع مجرد بے مزامیر اوس کی چند صورتیں ہیں۔ اول: رنڈیوں ڈومنیوں محل فتنہ امردوں کا گانا، دوم: جو چیز گائی جائے معصیت پر مشتمل ہو، مثلاً فحش یا کذب یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو یا شراب و زنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ امرد کی بالتعیین تعریف حسن یا کسی معین عورت کا اگرچہ مردہ ہو ایسا ذکر جس سے اوس کے اقارب احبا کو حیا و عار آئے۔ سوم: بطور لہو و لعب سنا جائے اگرچہ اوس میں کوئی ذکر مذموم نہ ہو تینوں صورتیں ممنوع ہیں الاخیرتان ذاتا والاولی ذریعۃ حقیقۃ ایسا ہی گانا لہو الحدیث ہے، اس کی تحریم میں اور کچھ نہ ہو تو صرف حدیث کل لعب ابن ادم حرام الا ثلثۃ کافی ہے، ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزامیر ہوں نہ گانے والے محل فتنہ نہ لہو و لعب مقصود نہ کوئی ناجائز کلام گائیں بلکہ سادے عاشقانہ گیت غزلیں ذکر باغ و بہار و فساق و فجار و اہل شہوات دنیہ کو اس سے بھی روکا جائے گا و ذالک من باب الاحتیاط القاطع والنصح الناصح و سد الذرائع المخصوص بہ ھذا الشرع الهادع والدین الفارع اسی طرح حدیث الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل ناظر۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الملاهی عن ابن مسعود والبیهقی فی شعب الایمان عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی ﷺ اور اہل اللہ کے حق میں یقیناً جائز بلکہ مستحب کہیے تو دور نہیں گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دبی بات کو ابھارتا ہے جب دل میں بری خواہش بے ہودہ آلائشیں ہوں تو انہیں کو ترقی دے گا اور جو پاک مبارک ستھرے دل شہوات سے خالی اور محبت خدا اور رسول سے مملو ہیں اون کے اس شوق محمود و عشق مسعود کو افزائش دے گا و حکم المقدمۃ حکم ماھی مقدمۃ لہ انصافا، ان بندگان خدا کے حق میں اوسے ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بے جا نہیں۔ فتاوی خیریہ میں ہے لیس فی القدر المذکور من السماع ما یحرم بنص ولا اجماع وانما الخلاف فی غیر ما عین والنزاع فی سوی ما بین وقد قال بجواز السماع من الصحابۃ والتابعین جم غفیر (الی ان قال) اما سماع السادۃ الصوفیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبمعزل عن ھذا الخلاف بل ومرتفع عین درجۃ الاباحۃ الی رتبۃ المستحب کما صرح بہ غیر واحد من المحققین، یہ اوس چیز کا بیان تھا جسے عرف میں گانا کہتے ہیں اور اگر اشعار حمد و نعت و منقبت و وعظ و پند و ذکر آخرت بوڑھے یا جوان مرد خوش الحانی سے پڑھیں اور بہ نیت نیک سنے جائیں کہ اسے عرف میں گانا نہیں بلکہ پڑھنا کہتے ہیں تو اس کے منع پر تو شرح سے اصلاً دلیل نہیں حضور پر نور سید عالم ﷺ کا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے لیے خاص مسجد میں منبر رکھنا اور اون کا اوس پر کھڑے ہو کر نعت اقدس سنانا، اور حضور اقدس ﷺ و صحابہ کرام کا استماع فرمانا خود حدیث صحیح بخاری شریف سے واضح اور عرب کے رسم حدی زمانہ صحابہ و تابعین بلکہ عہد اقدس رسالت میں رائج رہنا خوش الحانی رجال کے جواز پر دلیل لائح، انجشہ رضی اللہ عنہ کے حدی پر حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے انکار نہ فرمایا بلکہ بلحاظ عورت رویدک یا انجشہ لا تکسر

القوا ریر ارشاد ہوا کہ اون کی آواز دلکش ودل نواز تھی، عورتیں نرم نازک شیشیاں ہیں، جنہیں تھوڑی ٹھیس بہت ہوتی ہے، غرض مدار کار تحقق وتوقع فتنہ ہے، جہاں فتنہ ثابت وہاں حکم حرمت جہاں توقع واندیشہ وہاں بنظر سد ذریعہ حکم ممانعت جہاں نہ یہ نہ وہ بلکہ بہ نیت محمود استحباب موجود۔ بحمد اللہ یہ چند سطروں میں تحقیق نفیس ہے کہ ان شاء اللہ العزیز حق اس سے متجاوز نہیں نسال اللہ سوی الصراط من دون تفریط ولا افراط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۵۶۔ ۵۴ مطبوعہ دارالعلوم امجدیہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عبارت ہر چند کہ کافی دقیق اور علمی ہے اور ہم ایسے عام لوگوں کی ذہنی سطح سے بلند ہے، تاہم اعلیٰ حضرت نے وہی لکھا ہے جو ہم اس سے پہلے قرآن مجید کی آیات، احادیث صحیحہ اور مفسرین، محدثین، ائمہ مذاہب اور دیگر فقہاء کی عبارات کو آسان انداز میں پیش کر چکے ہیں، عوام کے لیے یہ کافی ہے اور اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فتاویٰ سے اقتباس پیش کر دیا ہے۔

۵۳۔ بَابٌ: مَا جَاءَ فِي الْبِنَاءِ

عمارت بنانے کے متعلق احادیث

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ إِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْبَهْمِ فِي الْبُنْيَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ جب جانوروں کو چرانے والے عمارتیں بنائیں گے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ان احادیث کو بیان کیا گیا ہے جو عمارت بنانے کے متعلق وارد ہیں اور احادیث میں ان کی مذمت ہے۔ اور عمارت بنانا اس سے عام ہے کہ وہ مٹی کی بنائی جائے یا پتھروں کی یا لکڑی کی یا سرکنڈوں کی، یا اور اس طرح کی چیزوں کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کی ہے کہ آدمی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھنے کی مقدار سے زیادہ عمارت بنائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿۱۲۹﴾ (الشعراء: ۱۲۸۔ ۱۲۹)

کیا تم ہر اونچی جگہ پر لہو ولعب کی ایک یادگار تعمیر کر رہے ہو؟ O اور تم اس توقع پر مضبوط مکان بنا رہے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے O

یعنی تم محل بناتے ہو۔ اور حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم، انہوں نے کہا: ہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی عیادت کرنے کے لیے گئے، اور ان کو گرم لوہے سے سات داغ لگائے ہوئے تھے، تو انہوں نے کہا: بے شک ہمارے اصحاب گزر گئے اور چلے گئے اور انہوں نے دنیا میں کوئی کمی نہیں کی اور بے شک ہم نے اتنا مال پایا کہ ہم اس کو رکھنے کے لیے جگہ بھی نہیں پاتے سوائے مٹی کے اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موت کی دعا سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ضرور موت کی دعا کرتا، پھر ہم دوبارہ ان کے پاس گئے اور وہ اپنی ایک دیوار بنا رہے تھے، پس انہوں نے کہا کہ بے شک مسلمان کو ہر اس چیز میں اجر دیا جاتا ہے جس کو وہ خرچ کرتا ہے، سوائے اس چیز کے جس کو وہ اس مٹی میں بناتا ہے (یعنی عمارت بناتا ہے)۔ (صحیح البخاری: ۶۳۴۹، ۶۳۵۰، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۷۲۳۴، صحیح مسلم: ۲۶۸۱، سنن

Marfat.com

ترمذی: ۲۴۸۳، سنن نسائی: ۱۸۲۳، مسند احمد: ۲۰۵۶۷)

اور مکان کی جتنی مقدار کی ضرورت ہو جو اس کو گرمی، سردی اور بارش سے بچا سکے، اتنی مقدار میں مکان کا بنانا مباح ہے اور سلف صالحین اسی طرح کرتے تھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے: میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا گھر بنایا جو میری بارش سے حفاظت کرتا ہے۔ الحدیث

اور ابن وہب اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ حضرت سلیمان کا کوئی مکان نہیں تھا، وہ دیوار اور درخت سے سایہ طلب کرتے تھے۔ اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت عمارہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ جب کوئی مرد سات ہاتھ سے اوپر مکان بناتا تو اس کو یہ کہہ کر بلایا جاتا: اے فاسق!

اس کے بعد امام بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس روایت کو ذکر کیا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ جانوروں کو چرانے والے اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔

یہ تعلیق سندِ موصول کے ساتھ کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جنگلوں اور دیہاتوں کے فقراء پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی اور وہ لمبی اور اونچی عمارتیں بنا کر ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ یہ لوگ محلات بناتے ہیں اور اس میں سونے اور چاندی کے پل بناتے ہیں اور کھانے پینے اور پہننے میں بہت اسراف کرتے ہیں اور ایسا اسراف کرتے ہیں کہ جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہیں ہیں اور حکم صرف اللہ کا ہے جو الواحد القہار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲۶۔ ۴۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۰۲ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ رَأَيْتُنِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بَنَيْتُ بِيَدِي بَيْتًا يُكِنُّنِي مِنَ الْمَطَرِ وَيُظِلُّنِي مِنَ الشَّمْسِ مَا أَعَانَنِي عَلَيْهِ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللهِ۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۱۶۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی وہ ابن سعید ہیں، از سعید از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا، میں نے اپنے ہاتھ سے گھر بنایا جو مجھے بارش سے محفوظ رکھے اور دھوپ سے مجھ پر سایہ کرے۔ اور اللہ کی مخلوق میں سے کسی نے میری اس معاملہ میں مدد نہیں کی۔

صحیح البخاری: ۶۳۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ "میں نے اپنے ہاتھ سے ایک گھر بنایا جو مجھے بارش سے محفوظ رکھے۔

الاسماعیلی نے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام نے اس حدیث کو اس باب میں داخل کیا ہے جس میں مٹی اور پتھروں اور کنکروں کے ساتھ مکان بنانے کا ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں مٹی اور پتھروں وغیرہ سے مکان بنانے کا ذکر نہیں کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دُکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، یہ ابن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی القرشی ہیں۔ اور یہ اسحاق مکہ میں رہتے تھے، انہوں نے اس حدیث کی اپنے والد سے روایت کی ہے اور از سعید از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وہی مراد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رایتنی مع النبی ﷺ" یعنی میں نے اپنے آپ کو نبی ﷺ کے زمانہ میں دیکھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "بنیت بیدی بیتا یکننی من المطر" یعنی میں نے اپنے ہاتھوں سے بغیر کسی کی مدد کے ایک گھر بنایا جو مجھے بارش سے اور دھوپ سے بچائے۔ الکسائی سے منقول ہے "کننت الشیء" کا معنی ہے میں نے اس کو چھپایا اور دھوپ سے بچایا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ما اعاننی علیہ" یعنی اس گھر کو بنانے میں لوگوں میں سے کسی نے بھی میری تائید نہیں کی۔ یہ اس کی تاکید ہے کہ میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۰۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاللهِ مَا وَضَعْتُ لَبِنَةً عَلَى لَبِنَةٍ وَلَا غَرَسْتُ نَخْلَةً مُنْذُ قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ سُفْيَانُ فَذَكَرْتُهُ لِبَعْضِ أَهْلِهِ قَالَ وَاللهِ لَقَدْ بَنَى قَالَ سُفْيَانُ قُلْتُ فَلَعَلَّهُ قَالَ قَبْلَ أَنْ يَبْنِيَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، عمرو نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب سے نبی ﷺ کی وفات ہوئی ہے اللہ کی قسم! میں نے کبھی ایک اینٹ کے اوپر دوسری اینٹ نہیں رکھی اور نہ کوئی کھجور کا درخت اگایا۔ سفیان نے کہا: میں نے اپنے گھر والوں میں سے کسی سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے بنایا ہے۔ سفیان نے کہا: میں کہتا ہوں کہ شاید حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے گھر بنانے سے پہلے یہ بات کہی تھی۔

صحیح البخاری: ۶۳۰۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے'' سفیان نے کہا: میں کہتا ہوں کہ شاید حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے گھر بنانے سے پہلے یہ بات کہی تھی''۔ یعنی شاید کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے گھر بنانے سے پہلے یہ کہا تھا کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے ہیں میں نے ایک اینٹ پر دوسری اینٹ نہیں رکھی اور یہ سفیان کی طرف سے اچھا عذر پیش کیا گیا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ ایک روایت یہ ہے ''قبل ان یبتنی'' یعنی انہوں نے شادی کرنے سے پہلے اپنے ہاتھ سے گھر نہیں بنایا تھا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے حقیقت مراد ہو یعنی انہوں نے اپنے ہاتھوں سے گھر نہیں بنایا تھا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہو کہ انہوں نے اپنی ضرورت سے زائد گھر نہیں بنایا تھا۔ اور ان کے بعض گھر والوں نے جو یہ ثابت کیا ہے کہ انہوں نے گھر بنایا تھا تو اس سے بھی یہی مراد ہے کہ انہوں نے گھر کی اصلاح کے لیے کچھ بنایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۲۔ ۶۳۰۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی تعلیق کے بعض الفاظ کی شرح

اس حدیث کی تعلیق میں مذکور ہے'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ ''البُهم'' کے چرانے والے لمبی لمبی عمارتیں بنائیں گے۔

''اشراط الساعة'' کے معنی ہیں قیامت کی علامتیں۔ اشراط کا لفظ ''شرط'' کی جمع ہے اور ''البُهم'' کا لفظ بهمة کی جمع ہے۔ علامہ الجوہری نے کہا ہے کہ یہ چھوٹے دنبہ کو کہتے ہیں۔ (الصحاح ج ۵ ص ۱۸۷۵)

اور امام ابوعبید نے اپنی مصنف میں کہا ہے کہ البُهم' کا معنی ہے بکرے کی اولاد اور یہ نر اور مادہ دونوں کو شامل ہے۔

اور ابن فارس نے کہا: ''البُهم'' کا معنی ہے چھوٹی بکریاں۔ (مجمل اللغۃ ج ۱ ص ۱۳۸)

باب میں مذکور حدیث کے بعض الفاظ کی شرح

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''بنيت بيدی بيتا ما اعاننی عليه احد من خلق الله'' یعنی میں نے اپنے ہاتھوں سے ایک گھر بنایا اور اللہ کی مخلوق میں سے کسی نے بھی میری مدد نہیں کی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد یہ تھی کہ چونکہ اس گھر کو بنانے میں زیادہ مشقت نہیں تھی، اس لیے میں نے خود ہی اس گھر کو بنالیا۔

اور سفیان نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات ہونے سے پہلے گھر بنایا تھا، کیونکہ عالم سے جب دو مختلف قول مروی ہوں یا کوئی ایسا قول مروی ہو جو اس کے فعل کے خلاف ہو تو ان اقوال کو ایسی صورت پر محمول کرنا چاہیے جس میں تناقض نہ ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قریبی رشتہ داروں میں سے کسی نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کی تکذیب نہیں کی جس میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی عمارت نہیں بنائی۔

لمبے اور اونچے گھروں کے بنانے کی مذمت کی توجیہ

الشعراء: ۱۲۸۔۱۲۹ میں مضبوط مکان بنانے کی مذمت کی ہے یعنی محلات بنانے کی۔ لیکن اگر بقدرِ ضرورت بڑا مکان بنایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے اپنے ہاتھ سے ایک گھر بنایا جو مجھے بارش سے محفوظ رکھے۔

امام طبری نے از الحسن از حمران بن ابان از حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ چیز جو اس طعام کے ٹکڑے سے زائد ہو اور یہ پانی اور وہ گھر جو آدمی کو سایہ کر سکے اور وہ کپڑا جو اس کا ستر کر سکے، تو ابن آدم کا اس سے زائد میں کوئی حق نہیں ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارت کی اتنی مقدار بنانے کو مباح قرار دیا ہے جو اسے دھوپ اور بارش کی اذیت سے بچائے، کیونکہ کسی میں بھی یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ دھوپ اور بارش کے مصائب کو برداشت کر سکے، جیسا کہ آپ نے غذا کی اتنی مقدار کو مباح قرار دیا ہے جس سے اس کا بدن قائم رہ سکے، سو اتنی مقدار کو اس کے لیے کھانا پینا جائز ہے اور لباس کی اتنی مقدار کو جائز قرار دیا ہے جو اس کی شرمگاہ کو چھپا سکے اور جو اس سے زائد ہو اس میں ابن آدم کا حق نہیں ہے۔

اور ابن وہب اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ سے گھر بناتے تھے، حالانکہ وہ حاکم تھے اور ان کا کوئی گھر نہیں تھا، وہ دیواروں اور درختوں کے سائے میں رہتے تھے۔ ایک مرد نے ان سے کہا: کیا میں آپ کے لیے ایسا گھر نہ بنادوں جس میں آپ سکونت رکھیں، انہوں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ مرد ان سے مسلسل اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے کہا: میں ایک ایسے گھر کو پہچانتا ہوں جو آپ کے موافق ہوگا، انہوں نے کہا: اچھا بتاؤ! اس نے کہا: میں آپ کے لیے گھر بناتا ہوں، جب آپ کھڑے ہوں گے تو آپ کا سر چھت کو لگے گا اور جب آپ پیروں کو پھیلائیں گے تو پیر دیواروں کے ساتھ لگیں گے، تو انہوں نے کہا: گویا کہ تم میرے دل میں رہتے ہو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۶۹۔۱۷۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۳ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طویل وعریض مکان بنانے کی مذمت میں دیگر احادیث

امام ابن ابی الدنیا نے عمارہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ جب کوئی مرد سات ہاتھ سے اوپر مکان بناتا تو اسے یہ کہہ کر پکارا جاتا اے فاسق! کہاں جا رہے ہو۔ اور اس حدیث کی سند میں ضعف ہے اور یہ موقوف ہے۔

امام ترمذی سندِ صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کو اس کے خرچ کرنے پر اجر دیا جائے گا سوائے مٹی کے، یا فرمایا: سوائے عمارت تعمیر کرنے کے، کیونکہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔

اور امام طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں

Marfat.com

اینٹوں اور مٹی کی محبت ڈال دیتا ہے جس سے وہ تعمیر کرتا ہے۔

اور نیز امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوبشر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اپنے مال کو عمارت بنانے میں خرچ کرتا ہے۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میرے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور میں ایک دیوار بنا رہا تھا، آپ نے فرمایا: موت اس سے بھی پہلے آنے والی ہے۔ اور یہ تمام روایات اس صورت پر محمول ہیں جو ضرورت سے زائد تعمیر کی جائے۔ لیکن رہائش کے لیے جتنی عمارت کا بنانا ضروری ہے جو انسان کو سردی اور گرمی سے بچا سکے اس کی تعمیر کرنا جائز ہے۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر تعمیر بنانے والے پر وبال ہے سوا اس کے کہ جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو، سوا اس کے کہ جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۶۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مکان بنانے کی صحت کا مدار

بعض احادیث میں زیادہ اور بڑے مکان بنانے کی مذمت ہے اور یہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب انسان قرض حاصل کر کے مکان کو بنائے لیکن جب اسے گرمی یا سردی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہو اور مکان بنانے کے لیے قرض حاصل کرنے کی ضرورت نہ پڑے تو پھر اس کے لیے مکان بنانا جائز ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۴۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: آج کل ہمارے زمانہ میں تین سے چار منزل تک مکان بنانے کا عام رواج ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ زمین مہنگی ہے اور الگ الگ ایک منزل کے مکان بنانے میں زیادہ خرچ آتا ہے اور تین چار منزل کا مکان بنالیا جائے تو زمین پر زیادہ خرچ نہیں آتا اور کئی خاندان اس میں رہائش رکھ سکتے ہیں۔ اور بعض مقامات پر دفاتر پر مشتمل دس سے بیس اور پچیس منزل تک کی عمارتیں بنائی جاتی ہیں، اس میں بھی زمین اور جگہ کی بچت ملحوظ ہوتی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

تنبیہ: کتاب الاستئذان میں پچاسی (۸۵) احادیث مرفوعہ ہیں۔ ان میں سے بارہ (۱۲) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں۔ اور ان میں سے مکرر پینسٹھ (۶۵) احادیث ہیں اور خالص احادیث کی تعداد بیس (۲۰) ہے۔

کتاب الاستئذان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکمل ہوگئی۔ اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز کتاب الدعوات شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٨٠- كِتَابُ الدَّعَوَاتِ

دعاؤں کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کتاب میں ''الدعوات'' کا بیان ہے۔ دعوات، دعوة کی جمع ہے اور یہ مصدر ہے، اس سے مراد ہے دعا۔ کہا جاتا ہے: ''دعوت اللہ'' یعنی میں نے اللہ سے سوال کیا۔ اور کہا جاتا ہے: ''دعوتہ'' یعنی میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی۔ اور دعا واحد ہے اور اس کی جمع ادعیۃ ہے۔ اور دعا کا اطلاق عبادت پر بھی کیا جاتا ہے اور دعا کا معنی چیخ وپکار بھی ہوتا ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ (الاعراف:۵) جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ وپکار تھی کہ بے شک ہم ہی ظالم تھے O

اور دعا کا اطلاق تسمیہ اور نام پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ (النور:۶۳) تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے معنی میں درج ذیل آیت کریمہ ہے:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ (المومن:۶۰) اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے O

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

المومن: ۶۰ کی تفسیر از مصنف

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ آیا اس سے مراد دعا ہے یا اس آیت میں دعا سے مراد عبادت ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں دعا سے مراد عبادت ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المومن: ۶۰، کی تفسیر میں فرمایا: ہر عبادت دعا میں منحصر ہے اور آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے دوزخ میں داخل ہوں گے۔ (سنن الترمذی: ۲۹۶۹) اور دعا سے اگر اس کا معروف معنی مراد لیا جائے تو وہ بھی درست ہے اور اس حدیث کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بھی اس کی عبادت کرنا ہے۔ دعا کرنے کی ترغیب اور اس کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے فرمایا: میں اپنے بندے کے

Marfat.com

گمان کے موافق ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۷۵۰۵)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی چیز کی فضیلت نہیں ہے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بہت حیاء فرمانے والا بہت کریم ہے، جب بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی اور نا کام لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۸۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔ (سنن الترمذی: ۳۳۷۱)

دعا کی ترغیب اور فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی چیز میں فضیلت نہیں ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۲۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۷۶، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر کوئی مصیبت آئے یا نہ آئے، دعا ہر حال میں تمہیں نفع دیتی ہے، سو! اے اللہ کے بندو! دعا کو لازم رکھو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۴۸، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۸، جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۲۷۸۴)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر صرف دعا سے ٹلتی ہے، عمر میں صرف نیکی کی وجہ سے اضافہ ہوتا ہے اور انسان گناہ کرنے کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔ (صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۷۲، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو، کیونکہ اللہ سوال کرنے کو پسند فرماتا ہے اور سب سے افضل عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۱، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۲۸۔ ۱۲۷، جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۶۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا، اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۳، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: ۳۸۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۰۰، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۲، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۶۵۵، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۱، شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۳۸۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تمہیں تمہارے دشمنوں سے نجات دے اور تمہارے رزق کو زیادہ کرے: تم دن رات اللہ سے دعائیں کیا کرو کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔

(مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۸۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اپنے رب عزوجل کے سب سے زیادہ قریب سجدہ میں ہوتا ہے، پس تم (سجدہ میں) بہ کثرت دعا کیا کرو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۷۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا

ہے، جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں؟ کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کردوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۹۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۸، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۶۱۹، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۶۵۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۴، سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۴۸۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۶۶، مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۶۱۵۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۱۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کس وقت کی دعا سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۹، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۳۹۴۸)

دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات اور قبولیت دعا کی شرائط

اس آیت میں یہ ارشاد ہے: ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے: تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا''۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کتنی مرتبہ لوگ دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول نہیں ہوتی، اس کا جواب یہ ہے کہ دعا کے قبول ہونے کی چند شرائط ہیں، جب ان شرائط کے مطابق دعا کی جائے تو پھر دعا ضرور قبول ہوتی ہے، وہ شرائط اور ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) دعا کرنے والے کا کھانا، پینا اور لباس رزق حلال سے ہونا چاہیے، اگر اس کا رزق حرام ہو تو پھر اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ طیب (پاک) ہے، وہ طیب کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ پھر آپ نے فرمایا: ایک آدمی لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور اس کی غذا حرام ہوتی ہے، اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۸۹، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۸۸۳۹، مسند احمد: ج ۲ ص ۳۲۸، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۲۰، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۲۶۴، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۴۶، شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۰۲۸)

(۲) دعا کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور حاضر کر کے دعا کرے، قلب غافل سے دعا نہ کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ سے اس طرح دعا کرو کہ تمہیں دعا کے قبول ہونے کا یقین ہو، یاد رکھو: اللہ اس دل کی دعا قبول نہیں فرماتا جو غافل ہو اور اس کا دھیان لہو و لعب میں ہو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۷۹، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۱۰۵، الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۳۸۰، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۳، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۳۵۶)

(۳) دعا کرنے والا راحت کے ایام میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ مشکلات اور مصائب میں اس کی دعا قبول کرے اس کو چاہیے کہ وہ آسانی سے اور راحت کے ایام میں اس سے زیادہ دعا کرے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:

Marfat.com

۲۳۸۲، المستدرک ج ۱ ص ۵۴۴)

(۴) بے نیازی سے دعا نہ کرے، بلکہ اصرار اور گڑگڑا کر دعا کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پورے عزم کے ساتھ دعا کرے اور یہ ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے عطا فرما، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۳۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۱۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۰۰۳، جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۱۸۶۰)

(۵) دعا کے قبول ہونے میں جلدی نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت قبول کی جاتی ہے جب وہ دعا کی قبولیت میں جلدی نہ کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۴۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۳۵، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۴۸۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۵۳)

(۶) کسی گناہ کے حصول یا رشتہ منقطع کرنے کی دعا نہ کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو شخص بھی اللہ سے دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس کا سوال عطا کر دیتا ہے یا اس سے کسی مصیبت کو ٹال دیتا ہے، بہ شرطیکہ وہ کسی گناہ کی دعا نہ کرے یا رشتہ منقطع کرنے کی دعا نہ کرے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۱، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۰)

(۷) گڑگڑا کر، عاجزی سے، ڈرتے ہوئے اور مسکین بن کر دعا کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دو رکعت نماز پڑھو اور ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھو، پھر گڑگڑاؤ، عاجزی کرو، مسکین بنو، پھر اپنے دونوں ہاتھ اللہ عزوجل کی طرف اس طرح اٹھا کر دعا کرو کہ ہتھیلیاں تمہاری طرف ہوں اور کہو: اے میرے رب! اے میرے رب! اور جو اس طرح نہیں کرے گا اس کی نماز ناقص ہوگی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۸۵، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۱، ج ۴ ص ۱۶۷، المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۹۵، کتاب الدعاء رقم الحدیث: ۲۱۰)

(۸) دنیا میں کسی مصیبت کے نزول کی دعا نہ کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان شخص کی عیادت کی، جو چوزے کی طرح بہت کمزور ہو چکا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم اللہ سے کوئی دعا یا کوئی سوال کرتے تھے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں یہ دعا کرتا تھا کہ اے اللہ! اگر تو مجھے آخرت میں کوئی سزا دینے والا ہے تو تو مجھے دنیا میں ہی سزا دے دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، تم یہ دعا کیوں نہیں کرتے: اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا، پھر آپ نے اس کے لیے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اس کو شفا دے دی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۸۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۸۹۲، جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۱۱۹۰)

(۹) اپنے مسلمان بھائی کے لیے پس پشت دعا کرے تو جو دعا وہ اس مسلمان بھائی کے لیے کرے گا وہ اس کے حق میں بھی قبول ہو جائے گی۔

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان شخص اپنے بھائی کے پس پشت اس کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ! اس کو بھی اس کی مثل عطا فرما۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۳۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۳۴)۔

(۱۰) دعا کی ابتداء میں اللہ عزوجل کی حمد وثناء کرے تو اس کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے یہ پانچ کلمات پڑھ کر دعا کی وہ اللہ سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا اللہ اس کو وہ عطا فرما دیگا، (وہ پانچ کلمات یہ ہیں:) لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر، لا الہ الا اللہ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۳۶۱، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۶۳۴، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۰، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۲۶۴)

(۱۱) دعا میں سب سے پہلے اللہ عزوجل کی حمد وثناء کرے، پھر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے، پھر اس کے بعد اپنے لیے دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد وثناء کرے جو اس کے شایان شان ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، پھر دعا کرے تو اس کا قبول ہونا اور کامیاب ہونا زیادہ متوقع ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۴۴۱ طبع قدیم، مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۵۲، رقم الحدیث: ۱۹۸۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۷۸۰، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو حضرت ابو عبیدہ نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے اور ان کا سماع حضرت ابن مسعود سے ثابت نہیں ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۲۵۰، میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا سماع ثابت ہے۔ عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۰۳، مصر)

(۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی وہیں تھے۔ جب میں (نماز پڑھ کر) بیٹھا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، پھر اپنے لیے دعا کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا، سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۹۳، شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۴۰۱، جلاء الافہام رقم الحدیث: ۱۴۰۱)

(۱۳) دعا کے اول اور آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے تو وہ دعا رد نہیں ہوتی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعا آسمان اور زمین کے درمیان موقوف رہتی ہے اور اس کا کوئی لفظ اوپر نہیں چڑھتا حتیٰ کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۸۶، جلاء الافہام رقم الحدیث: ۵۰، جامع المسانید والسنن مسند عمر بن

Marfat.com

الخطاب رقم الحدیث: ۱۲۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دعا کے اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے اور جب نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے تو وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۸۱۴۸، زہر الفردوس ج ۴ ص ۲۳، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۶۰۴، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۲۵، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۰)

(۱۳) روزہ دار، امام عادل اور مظلوم کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی، روزہ دار جب روزہ افطار کرتا ہے اور امام عادل اور مظلوم کی دعا، اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو بادلوں کے اوپر اٹھا لیتا ہے اور ان کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا، خواہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۶۔ ۳۵۹۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۵۲، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۵، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۹۰۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۴۱۹، مسند البزار رقم الحدیث: ۳۱۱۹، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱)

(۱۴) مسافر کی دعا اور والد کی اپنی اولاد کے لیے دعا بھی رد نہیں کی جاتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے: (۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) اور والد کی اپنی اولاد کے لیے دعا۔

(اس حدیث کی سند حسن ہے) (سنن ترمذی: رقم الحدیث: ۲۴۶۲، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: ۳۸۶۲)

(۱۵) جس دعا کے آخر میں آمین کہا جائے، اس کی قبولیت پر مہر لگ جاتی ہے۔

حضرت ابوزہیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے، ہم ایک شخص کے پاس آئے جو بہت گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اس کی دعا سننے لگے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے دعا پر مہر لگا دی تو اس کی قبولیت واجب ہو جائے گی، ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کس چیز سے مہر لگے گی؟ آپ نے فرمایا: آمین سے، اگر اس نے دعا کو آمین پر ختم کیا تو اس کی قبولیت واجب ہو جائے گی، پھر وہ آدمی چلا گیا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا، پھر آپ اس شخص کے پاس آئے جو دعا کر رہا تھا، پس آپ نے فرمایا: اے فلاں! دعا کو آمین پر ختم کرو اور بشارت لو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۳۸)

(۱۶) دعا کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص دعا کرے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتا ہو، قرآن مجید میں ہے:

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي۔ جب کوئی دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو بھی چاہیے کہ یہ بھی میرا کہا مانا کریں۔ (البقرہ: ۱۸۶)

اللہ تعالیٰ ہم سے مستغنی ہے، وہ پھر بھی ہمارا کہا مان لیتا ہے اور ہم اس کے محتاج ہیں، سو ہم کو تو بہت زیادہ اس کا کہا ماننا چاہیے،

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم اس کا کہا مانتے رہتے خواہ وہ ہمارا کہا مانتا یا نہ مانتا، کیونکہ وہ مالک ہے اور ہم مملوک ہیں۔ لیکن یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے کہا: آؤ برابر کا سلوک کرلو۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (البقرہ:۱۵۲) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ۔ (البقرہ:۴۰) تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔

اور تم میرا حکم مانو میں تمہاری دعا قبول کرلوں گا (البقرہ:۱۸۶)۔ اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم خواہ اس کا حکم مانیں یا نہ مانیں وہ ہماری دعائیں قبول کرتا رہے، گویا ہم اس کے ساتھ برابر کا سلوک کرنے پر بھی تیار نہیں ہیں۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ۔ (الانعام:۹۱) انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہ کی جیسی اس کی قدر کرنی چاہیے تھی۔

دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات اور دعا کی شرائط اور اوقات کے متعلق علماء اور فقہاء کے اقوال

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

سہل بن عبداللہ تستری نے کہا: دعا کی سات شرطیں ہیں: (۱) گڑگڑانا (۲) خوف (۳) امید (۴) دوام یعنی ہمیشہ دعا کرنا (۵) خشوع (۶) عموم یعنی عموم کے صیغوں سے دعا کرنا (۷) حلال رزق کھانا۔

ابن عطاء نے کہا: دعا کے ارکان ہیں یا پر ہیں اور اسباب ہیں اور اوقات ہیں۔ اگر دعا اپنے ارکان کے موافق ہو تو وہ قوی ہوتی ہے اور اگر اپنے پروں کے موافق ہو تو آسمان پر اڑ کر پہنچتی ہے، اگر اپنے وقت کے موافق ہو تو کامیاب ہوتی ہے اور اگر اپنے اسباب کے موافق ہو تو ظفریاب ہوتی ہے، دعا کے ارکان یہ ہیں: حضور قلب، تواضع اور انکسار اور خشوع، اور اس کے پر صدق ہیں اور اس کا وقت رات کا پچھلا پہر ہے اور اس کا سبب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ دعا کی چار شرطیں ہیں: (۱) تنہائی میں دل کی حفاظت کرنا (۲) لوگوں کے سامنے زبان کی حفاظت کرنا (۳) نظر کی محارم سے حفاظت کرنا (۴) پیٹ کی لقمۂ حرام سے حفاظت کرنا۔

ابراہیم بن ادھم سے پوچھا گیا: کیا وجہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، انہوں نے کہا: کیونکہ تم اللہ کو پہچانتے ہو پھر اس کی اطاعت نہیں کرتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہو پھر آپ کی اتباع نہیں کرتے اور تم قرآن کریم کو پڑھتے ہو پھر اس پر عمل نہیں کرتے اور تم اللہ کی نعمتیں حاصل کرتے ہو اور ان کا شکر ادا نہیں کرتے اور تمہیں جنت کا علم ہے اور تم اس کو طلب نہیں کرتے اور تمہیں دوزخ کی معرفت ہے اور تم اس سے نہیں بھاگتے اور تم شیطان کو جانتے ہو پھر بھی تم اس سے جنگ کرنے کے بجائے اس کی موافقت کرتے ہو اور تمہیں موت پر یقین ہے پھر بھی تم اس کی تیاری نہیں کرتے اور تم مردوں کو دفن کرتے ہو پھر بھی تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور تم اپنے عیوب کو نظر انداز کرتے ہو اور لوگوں کے عیوب میں مشغول رہتے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نوف البکالی سے کہا: اے نوف! اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی کہ آپ بنی اسرائیل سے کہیے: میرے گھر میں صرف پاک دل، خائف نظر اور صاف ہاتھوں کے ساتھ داخل ہوں اور جب تک کوئی شخص میری مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم کرنے میں بری نہ ہو میں اس کی دعا قبول نہیں کرتا اور نوف! تم شاعر نہ بنو (یعنی جھوٹے، خیالی قصے اور لوگوں کی خوشامد پر مشتمل اشعار کہنے والا، اس سے اللہ اور رسول کی حمد اور نعت اور وعظ اور نصیحت کے اشعار مستثنیٰ ہیں) اور نہ گری پڑی چیز کا

Marfat.com

اعلان کرنے والا اور نہ (ظالم) سپاہی اور نہ (ظالم) ٹیکس وصول کرنے والا اور نہ (ظالم) عشر وصول کرنے والا، کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام رات کی ایک ساعت میں کھڑے ہوئے اور کہا: اس ساعت میں اللہ تعالیٰ ہر بندے کی دعا قبول فرماتا ہے، سوا اس کے جو اعلان کرنے والا ہو یا سپاہی ہو یا ٹیکس وصول کرنے والا ہو یا عشر وصول کرنے والا ہو یا ڈھول بجانے والا ہو یعنی موسیقار۔

موطا امام مالک میں ہے: جب تم میں سے کوئی دعا کرے، تو پورے عزم سے دعا کرے، یہ نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اور اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ (صحیح البخاری: ۶۳۳۸، موطا امام مالک: ۴۹۳۔ ۴۹۲)، ہمارے علماء نے کہا ہے کہ آپ نے جو فرمایا ہے کہ "پورے عزم سے سوال کرے" اس میں یہ دلیل ہے کہ مومن کو دعا میں خوب کوشش کرنی چاہیے اور اس کو دعا کے قبول ہونے کی امید رکھنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ کریم سے دعا کر رہا ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: انسان اپنی کسی جائز خواہش کی دعا کرنے سے باز نہ رہے کیونکہ بدترین خلائق ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے حشر تک کی مہلت دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے اور دعا کے لیے ایسے اوقات اور احوال ہوتے ہیں جن میں دعا کے قبول ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے اور وہ اوقات یہ ہیں: وقت سحر، وقت افطار، اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت، جہاد کا وقت، اور ان تمام اوقات کے متعلق آثار وارد ہیں۔ (ان اوقات میں ساعت جمعہ کو بھی ذکر کرنا چاہیے تھا)۔

شہر بن حوشب نے روایت کیا ہے کہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کہا: اے شہر! کبھی خوف خدا سے تمہارے رونگٹے کھڑے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! انہوں نے کہا: اس وقت اللہ سے دعا کیا کرو کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲ ص ۲۹۱۔ ۲۹۰، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے کے متعلق امام رازی کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: "تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا"۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہم دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔ امام رازی فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ پس ہر وہ شخص جو اللہ سے دعا کرے اور اس کے دل میں اپنے مال، اپنے اقتدار، اپنے رشتہ داروں، اپنے دوستوں اور اپنی جدوجہد پر اگر ذرہ برابر بھی اعتماد ہو تو درحقیقت اس نے صرف زبان سے دعا کی ہے اور دل سے اس کا اعتماد ان چیزوں پر ہے جو اللہ کی غیر ہیں، تو اس شخص نے کسی وقت بھی اللہ سے ایسی دعا نہیں کی جس میں اس کے دل کی توجہ غیر اللہ کی طرف نہ ہو، پس ظاہر یہ ہے کہ انسان کی دعا اسی وقت قبول ہوگی جب اس کا دل غیر اللہ سے بالکلیہ منقطع ہو اور انسان کا دل غیر اللہ سے بالکلیہ اس وقت منقطع ہوتا ہے جب اس کی موت قریب ہو، کیونکہ اس وقت انسان کو قطعی طور پر اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اس کو اللہ کے فضل کے سوا کوئی چیز نفع نہیں دے گی، لہٰذا اس قاعدہ کے مطابق جس کو ہم نے ذکر کیا ہے اللہ کے نزدیک انسان کی دعا صرف اسی وقت قبول ہوگی جب اس کی موت قریب ہوگی، اور ہم اللہ کے فضل اور احسان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ جب موت کا وقت قریب ہوگا تو وہ ہمیں ایسی دعا کرنے کی توفیق دے گا جو اخلاص اور گڑگڑانے سے مقرون ہوگی۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر زندگی میں بہت دفعہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں ہوتی کیونکہ ہم کو دوسری چیزوں پر بھی اعتماد ہوتا ہے اور اخلاص

کے ساتھ ہماری دعا اس وقت ہوگی جب موت قریب ہوگی اور اس وقت ہماری دعا قبول ہوجائے گی۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۲۸۔۵۲۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کے جواب پر مصنف کی نقد و نظر

میرے نزدیک امام رازی کا یہ جواب حسب ذیل وجوہ سے صحیح نہیں ہے:

(۱) یہ لازم نہیں ہے کہ انسان اخلاص کے ساتھ اللہ سے صرف اسی وقت دعا کرسکتا ہے جب اس کی موت کا وقت قریب ہو، اگر ایسا ہوتا تو قرآن اور حدیث میں ہم کو صرف اسی وقت دعا کرنے کی ہدایت دی جاتی جب ہماری موت کا وقت قریب ہو۔

(۲) یہ قاعدہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ زندگی میں متعدد بار ایسی صورت پیش آتی ہے کہ جب انسان کے تمام سہارے ختم ہوجاتے ہیں اور وہ اخلاص کے ساتھ اللہ سے دعا کرتا ہے اور اللہ کے سوا اس کی اور کسی کی طرف نظر نہیں ہوتی۔

(۳) قرآن مجید میں ہے:

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا كَانَ یَدْعُوْۤا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ۔ (الزمر: ۸)

اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب سے رجوع کرتے ہوئے دعا کرتا ہے، پھر جب اس کو اللہ اپنے پاس سے نعمت عطا فرمادیتا ہے تو وہ یہ بھول جاتا ہے کہ وہ اس سے پہلے کیا دعا کرتا رہا تھا۔

اس آیت میں انسان کے دعا کرنے اور اس دعا کے قبول کیے جانے کا ذکر ہے اور یہ قرب موت کا وقت نہیں ہے۔

(۴) وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَاۤ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّهٗ۔ (یونس: ۱۲)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو لیٹے ہوئے بھی پکارتا ہے، بیٹھے ہوئے بھی اور کھڑے ہوئے بھی، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کردیتے ہیں تو وہ اس طرح گزر جاتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں کبھی اس تکلیف میں پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی تھی۔

اس آیت میں بھی انسان کے دعا کرنے اور اس کی دعا کے قبول ہونے کا ذکر ہے اور یہ بھی قرب موت کے وقت کی دعا نہیں ہے۔

(۵) اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ۔ (النمل: ۶۲)

وہ کون ہے جو مجبور کی دعا کو قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا اور وہ کون ہے جو اس سے مصیبت کو دور کرتا ہے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ جب کوئی شخص مجبور ہو کر اس سے دعا کرے تو وہ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور وہ قرب موت کا وقت نہیں ہوتا۔

(۶) فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ ۝ (العنکبوت: ۶۵)

اور جب مشرکین کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ سے دعا کرتے ہیں، پھر جب اللہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو پھر شرک کرنے لگتے ہیں ۝

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ مشرکین بھی اخلاص کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور اللہ ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور کشتی میں سوار ہونے کا وقت قرب موت کا وقت نہیں ہے۔

(۷) وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ (الروم: ۳۳)

اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے دعا کرتے ہیں، پھر جب اللہ ان کو اپنی رحمت کا ذائقہ چکھا دیتا ہے تو پھر ان میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے O

اس آیت میں اس بات کا واضح بیان ہے کہ جو انسان بھی تکلیف کے وقت اللہ سے دعا کرے اللہ اس پر رحم فرماتا ہے اور اس میں بھی قرب موت کا وقت نہیں ہے۔

(۸) وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝ (لقمان: ۳۲)

اور جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ سے دعا کرتے ہیں، پھر جب اللہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو ان میں سے بعض اعتدال پر رہتے ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہوں۔

جب سمندر میں موجوں کے اٹھنے کے وقت مشرکین بھی اللہ سے اخلاص کے ساتھ دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے اور یہ بھی قرب موت کا وقت نہیں ہوتا، موت اس وقت ان کے قریب ہوتی جب موجوں کے تھپیڑوں سے کشتی ان کے ہاتھ سے نکل جاتی اور وہ صرف لہروں کے رحم و کرم پر ہوتے اور ڈوب رہے ہوتے۔

(۹) وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۶۷)

اور جب سمندر میں تم پر مصیبت آتی ہے تو اللہ کے سوا وہ سب گم ہو جاتے ہیں جن کو تم پکارا کرتے تھے، پھر جب وہ تم کو بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم اعراض کر لیتے ہو اور انسان بہت ناشکرا ہے O

اس آیت میں یہ بھی بتلایا ہے کہ جب مشرک بھی مصیبت کے وقت اخلاص کے ساتھ اللہ سے دعا کریں تو وہ ان کی دعا قبول فرما لیتا ہے حالانکہ وہ بھی قرب موت کا وقت نہیں ہوتا۔

(۱۰) قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (الانعام: ۶۳)

آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور سمندر کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے، تم اس سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرتے ہو کہ اگر تو نے ہمیں ان اندھیروں سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے O

اندھیروں سے نجات کی دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتا ہے، حالانکہ وہ قرب موت کا وقت نہیں ہے۔

Marfat.com

(۱۱) قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ (الانعام: ۶۴)
آپ کہیے کہ اللہ ہی تم کو ان اندھیروں سے نجات دیتا ہے اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے تم پھر بھی شرک کرتے ہو O

یعنی مشرکین جب مصائب سے نجات کی دعا کرتے ہیں تو اللہ قبول فرماتا ہے اور دعا قبول کرنے کے موقع پر ان دس آیتوں میں سے کسی آیت میں بھی قرب موت کا وقت بیان نہیں فرمایا، کسی قسم کی تکلیف ہو، مصیبت ہو، بیماری ہو، کشتیوں میں سوار ہونے کا وقت ہو، موجوں کا سامنا ہو، بحر و بر کے اندھیرے ہوں، جس وقت بھی اس سے اخلاص کے ساتھ دعا کی جائے وہ دعا قبول فرمالیتا ہے، خواہ دعا کرنے والا مومن ہو یا مشرک اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اخلاص صرف موت کو سامنے دیکھ کر ہو، کسی بھی وقت اخلاص ہوسکتا ہے اور جب بھی اخلاص کے ساتھ دعا کی جائے گی اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمالے گا، صرف وہ دعا قبول نہیں ہوگی جس میں اخلاص نہ ہو۔

ہم نے پہلے دس آیتوں سے امام رازی کے اس قول کا رد کیا ہے کہ صرف موت کو قریب دیکھ کر جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے، اب ہم صحیح اور صریح احادیث سے اس قول کا رد کرتے ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانة یلیق۔

(۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی: (۱) روزہ دار جب روزہ افطار کرتا ہے (۲) امام عادل (۳) اور مظلوم کی دعا۔ الحدیث (سنن الترمذی: ۲۵۲۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین آدمیوں کی دعا کے قبول ہونے کی گارنٹی دی ہے اور ان میں سے کسی کی بھی دعا اس وقت قبول نہیں ہوتی جب موت قریب ہوتی ہے۔

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے: (۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) والد کی اپنی اولاد کے لیے دعا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۶۲)

اس حدیث میں بھی یہ قید نہیں ہے کہ جب موت قریب ہو تو ان کی دعا قبول ہوگی بلکہ مطلقاً فرمایا: ان کی دعا قبول ہوگی۔

(۱۴) حضرت ابو زہیر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دعا کے آخر میں آمین کہا جائے وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۳۸)

(۱۵) حضرت عمر نے فرمایا: جس دعا کے اول اور آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ (سنن ترمذی: ۴۸۶)

ان احادیث سے بھی واضح ہوگیا کہ امام رازی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ صرف وہی دعا قبول ہوتی ہے جو قرب موت کے وقت کی جائے۔

(۱۶) امام رازی نے یہ کہا ہے کہ اخلاص کے ساتھ توبہ اسی وقت ہوسکتی ہے جب موت قریب ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تلقین کی ہے کہ انسان سے جب گناہ سرزد ہو جائے وہ اسی وقت توبہ کرے:

(۱۶) وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ
اور جب لوگ کوئی بے حیائی کا کام کر گزریں یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیں، پھر فوراً اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشے گا، اور اپنے کاموں پر دانستہ اصرار نہ کیا

Marfat.com

یَعْلَمُوْنَ۝ (آل عمران:۱۳۵) ہو O

(۱۷) اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا۝ (النساء:۱۷)
اللہ پر صرف ان ہی لوگوں کی توبہ قبول کرنا ہے، جو ناواقفیت سے کوئی گناہ کر لیں، پھر فوراً توبہ کر لیں، پس اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا اور اللہ بہت علم والا، بے حد حکمت والا ہے O

امام رازی نے جو قرب موت کے وقت دعا کی تلقین کی ہے وہ ان آیات کے خلاف ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(۱۸) وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ۔ (الشوریٰ:۲۵)
اور وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور ان کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

(۱۹) وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ۔ (طٰہٰ:۸۲)
اور بے شک میں اس کو ضرور بے حد بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے۔

ان آیتوں کا تقاضا ہے کہ بندہ جس وقت بھی توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اس کو معاف فرما دیتا ہے اور حدیث میں ہے:

(۲۰) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل رات کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن میں ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے، حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۷۵۹، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۵۱۳۹)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ بندہ دن کے گناہ کی رات آنے سے پہلے توبہ کر لے اور رات کے گناہ کی دن آنے سے پہلے توبہ کر لے اور اگر اس نے بندہ کی توبہ اور اس کی دعا صرف قرب موت کے وقت قبول کرنی ہوتی تو وہ بندوں کو جلد توبہ کرنے کی تلقین کیوں فرماتا جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو توبہ کرنے میں تاخیر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ۔ (النساء:۱۸)
اللہ پر ان کی توبہ قبول کرنا نہیں ہے جو گناہ کرتے رہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے موت آ جائے تو وہ کہے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں۔

امام رازی نے جو اس آیت کی تفسیر کی ہے اور بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے کا یہ جواب دیا ہے کہ اخلاص سے توبہ صرف قرب موت کے وقت ہوتی ہے اور اسی وقت کی دعا قبول ہوتی ہے اور یہ کہا ہے کہ ہم اللہ کے فضل اور احسان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ جب موت کا وقت قریب ہوگا تو وہ ہمیں ایسی دعا کرنے کی توفیق دے گا جو اخلاص کے ساتھ ہوگی۔ امام رازی کی یہ تقریر اور تلقین اور ان کی یہ توقع بہ کثرت آیات اور احادیث کے خلاف ہے اور اللہ ہی صحیح تفسیر کی ہدایت اور توفیق دینے والا ہے۔
(تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۳۹۶۔ ۴۰۶)

۱۔ بَابٌ: لِكُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ

اس کا بیان کہ ہر نبی کی ایک دعا مستجاب یعنی مقبول ہوتی ہے

Marfat.com

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ۝ (المومن:۶۰)

اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے O

یعنی مجھے واحد مانو اور صرف میری عبادت کرو، کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ میں تمہاری عبادت کو قبول کروں گا اور تمہاری مغفرت کروں گا اور تم کو ثواب عطا فرماؤں گا۔ اور کہا جاتا ہے کہ دعا کے معنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے اور اس سے سوال کرنا ہے۔

اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ دعا کا رجوع اس طرف ہے کہ اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دیے جائیں۔ ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ دعا نہ کی جائے اور اپنے تمام معاملات قضا و قدر کے سپرد کر دیے جائیں۔ اور اس آیت کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں دعا سے مراد عبادت ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''دعا ہی عبادت ہے''۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے روایت کی ہے۔ اور ایک اور جماعت کا یہ قول شاذ ہے کہ اس آیت میں دعا سے مراد ہے گناہوں کا ترک کرنا اور جمہور نے یہ جواب دیا ہے کہ دعا سب سے عظیم عبادت ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: ''الحج عرفة'' یعنی حج عرفہ ہے، کیونکہ حج کا معظم رکن وہ میدانِ عرفات میں قیام ہے۔ اور اس کی تائید امام ترمذی کی اس روایت سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی ترغیب کے متعلق تواتر کے ساتھ احادیث مروی ہیں۔

امام احمد اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو اللہ سے سوال نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھتا ہے۔

اور مبغوض وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو۔

نیز امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے سوال کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے۔

امام طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو پسند فرماتا ہے جو اصرار سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۲۹۔ ۴۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۰۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث

قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُو بِهَا وَأُرِيدُ أَنْ أَخْتَبِئَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي فِي الْآخِرَةِ۔

بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا مستجاب ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ دعا کرتا ہے اور میں ارادہ کرتا ہوں کہ میں اپنی اس دعا کو چھپالوں تا کہ اپنی امت کی آخرت میں شفاعت کروں۔

(صحیح بخاری: ۷۴۷۴، صحیح مسلم: ۱۹۸، سنن ترمذی: ۳۶۰۲، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۷، مسند احمد: ۷۶۵۷، موطا امام مالک: ۴۹۲، سنن دارمی: ۲۸۰۵)

صحیح البخاری: ۶۳۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، وہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، وہ عبداللہ بن ہرمز ہیں۔ امام بخاری ان سے حدیث میں منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لكل نبی دعوة مستجابة يدعوبها" یعنی وہ نبی اس مستجاب دعا کو کر لیتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہر نبی وہ دعا جلدی کر لیتا ہے اور میں نے وہ دعا اپنی امت کے قیامت کے دن شفاعت کرنے کے لیے چھپا کر رکھی ہے۔

اور کتاب التوحید میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت آ رہی ہے، اس میں مذکور ہے: پس میں ارادہ کرتا ہوں ان شاء اللہ کہ میں اس دعا کو چھپاؤں، اور اس میں ان شاء اللہ کا اضافہ تبرک کے لیے ہے۔

اور امام مسلم نے "از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ میں نے وہ دعا چھپالی ہے"۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "میں نے وہ دعا قیامت کے لیے رکھی ہے"۔

آیا ہر نبی کی صرف ایک دعا قبول ہوتی ہے یا ہر دعا قبول ہوتی ہے

اگر تم یہ سوال کرو کہ بہ کثرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں قبول ہوئی ہیں، خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا۔ اور اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر نبی کی فقط ایک دعا مستجاب ہوتی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں دعاء مستجابہ سے مراد یہ ہے کہ جس دعا کی قبولیت اور استجابت قطعی ہو، اور ان کے ماسوا جو انبیاء علیہم السلام کی دعائیں ہیں ان میں دعا کے قبول ہونے کی توقع ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ "ہر نبی کی ایک دعا ہوتی ہے" یعنی ہر نبی کی افضل ایک دعا ہوتی ہے۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ ان میں سے ہر نبی کی ایک دعا عام ہوتی ہے جو امت کے حق میں مستجاب ہوتی ہے۔ یا تو وہ امت کی ہلاکت کی دعا کریں یا وہ امت کی نجات کی دعا کریں۔ لیکن ان کی جو خاص دعائیں ہیں ان میں سے بعض مستجاب ہوتی ہیں اور بعض

Marfat.com

مستجاب نہیں ہوتیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ انبیاء کے حق میں یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ ان کی بعض دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔اور ان کے حال کے لائق جو معنی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی بعض دعائیں اسی وقت قبول ہو جاتی ہیں اور بعض دعائیں اس وقت تک مؤخر ہو جاتی ہیں جس وقت اللہ تعالیٰ ان کے قبول کرنے کا ارادہ فرمائے۔اور''میں نے دعا کو چھپا لیا ہے'' اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے دعا کو ذخیرہ کر لیا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۰۔۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۰۵۔ وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ قَالَ مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كُلُّ نَبِيٍّ سَأَلَ سُؤْلًا أَوْ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَا بِهَا فَاسْتُجِيبَ فَجَعَلْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اور مجھ سے خلیفہ نے کہا کہ معتمر نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: ہر نبی نے ایک سوال کیا، یا فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا تھی جو اس نے کر لی، سو اس کی دعا قبول کی گئی، پس میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے کر دیا۔

(صحیح بخاری: ۴۷۴۷، صحیح مسلم: ۱۹۸، سنن ترمذی: ۳۶۰۲، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۷، مسند احمد: ۷۶۵۷، موطا امام مالک: ۴۹۲، سنن دارمی: ۲۸۰۵)

صحیح البخاری: ۶۳۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں خلیفہ کا ذکر ہے، یہ ابن خیاط ابو عمرو العصفری البصری ہیں۔اسی طرح العسیلی اور کریمہ کی روایت میں واقع ہوا ہے کہ مجھ سے خلیفہ نے کہا۔اور اکثرین کی روایت میں مذکور ہے''اور معتمر نے کہا'' اور وہ ابن سلیمان التیمی ہیں۔پس روایتِ اولیٰ کی بناء پر یہ حدیث متصل ہے اور امام مسلم نے بھی اس کو سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے خبر دی از حضرت انس بن مالک کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔۔۔پھر اسی طرح ذکر کیا جس طرح قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔اور قتادہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت اس طرح ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا ہے جو اس نے اپنی امت کے لیے کی اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا کر رکھا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی حدیث کی تخریج از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم بن حجاج القشیری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ان شاء اللہ میں اپنی دعا کو چھپا کر رکھوں گا تا کہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کر سکوں۔

(صحیح مسلم: ۱۹۸، مسند احمد: ۷۷۱۸)

Marfat.com

نیز امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا مستجاب ہوتی ہے، پس ہر نبی نے اپنی دعا کرنے میں جلدی کی اور میں نے اپنی دعا کو چھپا کر رکھا ہے تاکہ قیامت کے دن میں اپنی امت کی شفاعت کر سکوں۔ پس یہ دعا ان شاء اللہ میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے بالکل شرک نہ کرتا ہو۔ (صحیح مسلم: ۱۹۹، سنن ترمذی: ۳۶۱۳، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۷، مسند احمد: ۱۰۳۱۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی دعا کو مؤخر کرنے میں اپنی امت پر شفقت فرمانا

یہ تاخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ نظر کی بناء پر ہے، کیونکہ آپ نے یہ اختیار کیا کہ آپ کی دعا ان امور میں ہو جو مناسب ہوں، اور آپ کا اس امت پر فضل اور کرم یہ ہے کہ آپ نے اپنی امت کے گناہگاروں کے لیے شفاعت کو مؤخر کر دیا تاکہ جو اپنی مغفرت سے مایوس ہو چکے ہوں ان کو سابقین مقربین کے ساتھ لاحق فرما دے۔

صحیح مسلم: ۱۹۹، میں ہے کہ "ہر نبی کی ایک دعا مقبول ہوتی ہے جو اس نے اپنی امت کے متعلق کی"۔ اس حدیث کے دو محمل ہیں: ایک محمل یہ ہے کہ نبی نے وہ دعا اپنے لیے کی جب کہ وہ اس امت میں موجود تھے۔ یا نبی نے وہ دعا امت کے متعلق کی یا ان کی اصلاح کے لیے یا ان کی ہلاکت کے لیے۔

ہر نبی کی ایک دعا مستجاب ہونے کی توجیہ

اس کا معنی یہ ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا اس کی دعاؤں میں سب سے افضل ہوتی ہے جیسے دوسری حدیث میں ہے کہ "ہر نبی نے ایک سوال کیا اور سوال وہ ہے جس کا مردے سے سوال کیا جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ۝ (طٰہٰ: ۳۶) فرمایا: اے موسیٰ! تمہارا سوال پورا کر دیا گیا O

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا اور ایک سخت اور مشکل کام کرنے کا حکم دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے آٹھ چیزوں کا سوال کیا اور اخیر میں یہ عرض کیا کہ میں نے ان آٹھ چیزوں کا اس لیے سوال کیا تاکہ میں تیری تسبیح اور تیرا ذکر زیادہ سے زیادہ کر سکوں۔ پہلا سوال یہ کیا کہ میرا سینہ کھول کر وسیع کر دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ فرمایا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ۔ (الشعراء: ۱۳) میرا سینہ تنگ ہے اور میری زبان نہیں چل رہی۔

سو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے سینہ کی تنگی کو فراخی اور وسعت سے تبدیل کر دے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا منشاء یہ تھا: ان کو جرأت، ہمت اور حوصلہ عطا فرما۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ عرض نہیں کیا کہ میرا سینہ کھول دے بلکہ یہ عرض کیا: میرے لیے میرا سینہ کھول دے تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس شرح صدر کا فائدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچے گا نہ کہ اللہ تعالیٰ کو۔

دوسرا سوال یہ کیا: اور میرے لیے میرا کام (مشن) آسان کر دے۔ یعنی اس مشن میں جو رکاوٹیں ہیں ان کو دور فرما دے اور اس مشن کی تکمیل کے جو اسباب اور وسائل ہیں وہ مہیا فرما دے۔

اور انبیاء علیہم السلام نے اس ایک مستجاب کے علاوہ اور بھی دعائیں کی ہیں۔ پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ آپ کی امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کیا جائے تو آپ کی یہ دعا منظور فرمالی۔ اور آپ نے یہ سوال کیا کہ آپ کی امت کے اوپر ان کے دشمن غالب نہ

Marfat.com

ہوں اور سوال کیا کہ میری امت آپس میں ایک دوسرے سے جنگ نہ کرے تو آپ کو اس دعا سے روک دیا اور ان کے آپس میں جنگ کرنے کو ان کے گناہوں کا کفارہ قرار دیا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۶، ۱۵۶، امام ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ ۱۲۲۸، اور امام حاکم نے المستدرک میں اس کو صحیح قرار دیا، ج ۱ ص ۳۱۴)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں جو یہ دعا ہے کہ "میری امت پر ان کا دشمن غالب نہ ہو" اس کا محمل یہ ہے کہ میری پوری امت پر ان کا دشمن غالب نہ ہو، تا کہ یہ سوال نہ ہو کہ یہودی فلسطین پر غالب ہو گئے، اور انگریز برصغیر پر غالب ہو گئے، کیونکہ ان کا غلبہ بعض علاقوں پر تھا پوری امتِ مسلمہ پر نہیں تھا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

ہر نبی کی مستجاب دعا کی تفصیل

یہ وہ دعا ہے جو ہر نبی نے دنیا میں طلب کر لی جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ (نوح: ۲۶)

اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ ○

اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی:

وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ وَّرَآءِىْ وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿۵﴾ يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾ (مریم: ۵-۶)

اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت داروں سے خطرہ ہے، اور میری اہلیہ بانجھ ہے، سو تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما ○ جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث ہو، اور اے میرے رب! اس کو پسندیدہ بنا ○

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْ لِىْ وَهَبْ لِىْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ (ص: ۳۵)

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو، بے شک تو ہی بہت دینے والا ہے ○

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی امت کے لیے دعا کو چھپا کر رکھا تھا، وہ امت پر آپ کی رحمت تھی اور شفقت تھی تا کہ جس وقت امت کو شدید ضرورت ہو اور ان کے اعمال منقطع ہوں اس وقت اس دعا کو خرچ کیا جائے۔

عمر بن عبد العزیز نے کہا ہے: مجھے سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ میں اپنی دعا کی مقبولیت سے محروم ہو جاؤں۔

اور ابن عیینہ نے کہا: اگر دوزخ کے کافروں کو یہ میسر ہوتا کہ وہ دعا کر کے دوزخ سے نکل جائیں گے تو وہ ضرور نکل جاتے، لیکن انہوں نے یہ دعا کی:

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ (الزخرف: ۷۷)

اور وہ (دوزخ کے نگران فرشتے سے) پکار کر کہیں گے: اے مالک! چاہیے کہ تمہارا رب ہمیں ختم کر دے، وہ کہے گا: تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو ○

نیز انہوں نے یہ دعا کی:

Marfat.com

رَبَّنَآ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ۝ اے ہمارے رب! ہمیں اس دوزخ سے نکال، اگر ہم پھر (کفر کی طرف) لوٹیں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے O (المومنون:۱۰۷)

اور بے شک اللہ سبحانہٗ کو علم تھا کہ اگر ان کو دوزخ سے نکال دیا گیا تو یہ پھر کفر کی طرف لوٹ جائیں گے، اور اگر انہوں نے یہ شرط نہ لگائی ہوتی کہ وہ کفر کی طرف نہیں لوٹیں گے تو ان کی دعا خالص ہوتی اور ان کو دوزخ سے نکال لیا جاتا۔

مومنین کی دعا مقبول ہونے کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیۡنَ ۝ اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے O (المومن:۶۰)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کی دعا کے مقبول ہونے کا ضامن ہو گیا ہے جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مومنین کی بہت سی دعائیں قبول نہیں ہوتیں، پھر اس آیت کا کیا محمل ہے؟

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اپنی اطاعت کے ساتھ مجھے پکارو، تو تم نے اپنی اطاعت سے جس چیز کو طلب کیا ہے میں وہ تم کو عطا فرماؤں گا اور بندہ کی اپنے رب کی اطاعت اس سے دعا کرنا ہے اور اپنی حاجات میں اس کی طرف رغبت کرنا ہے اور وہ اپنی حاجات میں اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر مانگے اور یہ یقین رکھے کہ اس دعا کا پورا ہونا اللہ سبحانہٗ کے ہاتھ میں ہے۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ سے دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ:۳۸۲۷، مسند احمد: ج ۲ ص ۴۴۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲)

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت ہی ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیۡنَ ۝ اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے O (المومن:۶۰)

پس آپ نے دعا کا نام عبادت رکھا۔

(سنن ابوداؤد:۱۴۷۹، الادب المفرد:۷۱۴، السنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۴۵۰، کتاب الدعا للطبرانی:۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو گڑگڑا کر اور اصرار سے دعا کرتے ہیں۔

(کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۴۵۲، الکامل لابن عدی ج ۸ ص ۵۰۰، کتاب الدعا للطبرانی:۲۰، شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۳۸، رقم:۱۱۰۸)

Marfat.com

اصرار اور گڑگڑا کر دعا کرنے پر ایک اعتراض کا جواب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نیک اعمال کے ساتھ اتنی دعا کرنا کافی ہے جتنا کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ اور سفیان سے کہا گیا: اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو انہوں نے کہا: گناہوں کو ترک کرنا ہی دعا ہے۔ سو یہ اقوال اصرار اور گڑگڑا کر دعا کرنے کے خلاف ہیں۔

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ایسا نہیں ہے، کیونکہ انسان کی طبیعت جس پر پیدا کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اس شخص سے حاجت طلب کرے جو اس پر پہلے سے ناراض ہو تو اس کا دعا سے محروم ہونا زیادہ لائق ہے بہ نسبت اس کے کہ جس پر وہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی وجہ سے راضی ہو اور وہ اس کی ناراضگی سے اجتناب کرتا ہو۔ پس جب اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ اس کا فلاں بندہ اس کا اطاعت گزار ہے اور وہ اس سے حاجت طلب کرتا ہے تو اس کی تھوڑی دعا بھی کافی ہے۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ دعا کے مقبول ہونے کی علامات کیا ہیں؟

تو میں کہوں گا کہ شہر بن حوشب نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، انہوں نے ان سے کہا: اے شہر! کیا کبھی خوف الٰہی سے کبھی تمہارے رونگٹے کھڑے نہیں ہوتے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! تو انہوں نے کہا: تم اللہ سے دعا کرو کیونکہ اس وقت میں دعا قبول ہوتی ہے۔

ابورھم السماعی یہ کہتے تھے کہ دعا کے وقت چھینک آنا دعا کے مقبول ہونے کی علامت ہے۔

انبیاء کی ایک دعا قبول ہونے پر اعتراض کا جواب

اگر تم یہ کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا مقبول ہوتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے لیے فرمایا ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ (المومن:۶۰) تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے وعدہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی ہر دعا کو قبول فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، پھر اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ایک دعا کی تخصیص کی ہے کہ وہ اس کو قبول فرمائے گا، تو نبوت کے درجہ کی فضیلت کہاں رہی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح تم نے گمان کیا ہے اور نہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر دعا کرنے والے کی دعا مقبول ہوتی ہے اور قتادہ نے کہا: وہ دعا مقبول ہوتی ہے جو تقدیر کے موافق ہو۔ اور حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی صرف ایک دعا مقبول ہوتی ہے اور ہمارے نبی سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ کثرت دعائیں مقبول ہوئیں جو اسانید صحیحہ سے ثابت ہیں اور ان میں سے وہ دعا ہے جو آپ نے مشرکین کے خلاف کی تھی کہ ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے سات قحط کے سال مسلط کر دیے جائیں۔ (صحیح البخاری:۱۰۰۷، صحیح مسلم:۲۷۹۸)

اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ان کافر سرداروں کے خلاف دعا کی جو آپ کے معاند تھے اور وہ سب غزوۂ بدر میں قتل کر دیے گئے۔ (صحیح البخاری:۲۴۰، ۱۷۹۴)

اور ان کے علاوہ بے شمار دعائیں ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبول کی گئیں، اور ہمیں کوئی ایسی حدیث نہیں پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی

Marfat.com

دعا رد کردی گئی ہو، سو اس دعا کے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ کی امت آپس میں جنگیں نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا کے کرنے سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ (البقرہ: ۲۵۳)

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے، لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے O

اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر نبی کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دعا ہوتی ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے، کیونکہ نبی کا جو بلند درجہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو اس کا عزت والا مقام ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ نبی جو چاہے وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی آرزو کو پورا فرمائے۔

اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے تہامہ کے پہاڑوں کو سونا بنا دے، تو اللہ تعالیٰ ایسا کر دے گا۔ اور آپ کو یہ اختیار دیا کہ آپ بندہ اور نبی ہوں یا نبی اور بادشاہ ہوں تو آپ نے آخرت کو دنیا پر اختیار کر لیا۔ (المعجم الاوسط للطبرانی ج ۷ ص ۸۸ رقم: ۷۱۹۳)

اور یہ درجہ عام لوگوں میں سے کسی کے لیے نہیں ہے۔ ہمیں دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کے مقبول ہونے کی امید رکھیں۔ اور خوف اور امید کی درمیانی کیفیت میں رہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر انبیاء علیہم السلام پر فضیلت

اس حدیث میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء پر فضیلت کا بیان ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شفاعت کی دعا کو قبول فرمالیا۔ اور اس دعا کو آپ کے حق میں یا آپ کے اہل بیت کے حق میں خاص نہیں کیا، پس اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی امت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے اوپر رؤف اور رحیم ہیں، قرآن مجید میں ہے:

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ: ۱۲۸)

تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں اور مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں O

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۷۷۔ ۱۸۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الدعوات'' کا لفظ ''دعوۃ'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: سوال کرنا۔ اور دعا کا معنی ہے: طلب کرنا اور کسی کام کی دعوت دینا اور اس کام پر برانگیختہ کرنا۔ اور ''دعوت فلانا'' کا معنی ہے: میں نے اس سے سوال کیا، اور ''دعوتہ'' کا معنی ہے: میں نے اس سے مدد طلب کی۔ اور علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ دعا کا اطلاق عبادت پر بھی کیا جاتا ہے جیسا کہ یہ آیت ہے:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس: ۱۰)

اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی 'پاک ہے تو اے اللہ!' اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے کے لیے یہ دعا ہوگی:

Marfat.com

''سلام (علیکم)'' اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہوگا
''الحمدللہ رب العالمین'' O

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ (الاعراف:۵) جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی کہ بے شک ہم ہی ظالم تھے O

امام راغب نے کہا ہے کہ دعا کا اطلاق نام لینے پر بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ یہ آیت ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ (النور:۶۳) تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

علامہ راغب نے کہا ہے کہ دعا اور نداء دونوں کا معنی واحد ہے لیکن کبھی نداء کو اسم سے مجرد کر لیا جاتا ہے، لیکن دعا کو اسم سے مجرد نہیں کیا جاتا۔

اور شیخ ابوالقاسم قشیری نے ''الاسماء الحسنیٰ'' کی شرح میں لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں دعا کئی معانی میں استعمال ہے، ان میں سے ایک معنی عبادت ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ (یونس:۱۰۶) اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں جو آپ کو نہ نفع پہنچا سکے نہ نقصان پہنچا سکے۔

اور دعا کا دوسرا معنی مدد طلب کرنا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (البقرہ:۲۳) اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلالو۔

اور دعا سوال کے معنی میں بھی قرآن مجید میں مذکور ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ (المومن:۶۰) تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا۔

اور دعا قول کے معنی میں بھی وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس:۱۰) اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی ''پاک ہے تو اے اللہ!'' اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے کے لیے یہ دعا ہوگی: ''سلام (علیکم)'' اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہوگا ''الحمدللہ رب العالمین'' O

اور دعا کا لفظ قرآن مجید میں نداء کے لیے بھی وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۵۲) جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور تم یہ گمان کرو گے کہ تم تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے O

اور دعا کا لفظ قرآن مجید میں ثناء کے معنی میں بھی وارد ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ آپ کہیے: تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جس نام سے

Marfat.com

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ (الاسراء:۱۱۰) پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں۔

آیا حالات کو اللہ پر چھوڑ دینا افضل ہے یا دعا کرنا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ (المومن:۶۰)

اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے O

اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ دعا کرنا تقدیر پر تفویض سے افضل ہے، اور دعا کو تفویض پر ترجیح ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ دعا کو ترک کرنا افضل ہے اور اپنے حالات اور معاملات کو قضاء وقدر کے سپرد کر دینا چاہیے۔ اور انہوں نے اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں لفظ دعا سے مراد عبادت ہے، کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے "بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے"۔

اور بعض دوسرے علماء نے کہا: اس آیت میں دعا سے مراد ہے: گناہوں کو ترک کرنا۔ اور جمہور نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ "دعا ہی عبادت ہے" یہ اس لیے فرمایا کہ دعا کرنا بہت عظیم عبادت ہے، جیسا کہ دوسری حدیث میں فرمایا: "حج عرفہ ہے" یعنی حج کا عظیم رکن وقوف عرفہ ہے۔ اور اس کی تائید امام ترمذی کی اس روایت سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دعا کرنا عبادت کا مغز ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی ترغیب میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے۔ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

(۲) دعا ان مصائب میں نفع پہنچاتی ہے جو نازل ہو چکے ہیں اور ان میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے، پس اے اللہ کے بندو تم پر دعا کرنا لازم ہے۔

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اور امام طبرانی نے کتاب الدعا میں اس حدیث کی ثقات کی سند سے روایت کی ہے۔

اور دعا میں اخلاص شرط ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ (المومن:۶۵) سو تم اسی کی اطاعت کرتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اس سے دعا کرو۔

علامہ الطیبی نے کہا ہے کہ دعا میں اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج اور غایت تذلل کا اظہار ہوتا ہے۔ اور تمام عبادات صرف اللہ عزوجل کی طرف انکسار اور خشوع اور خضوع کے ساتھ مشروع کی گئی ہیں، کیونکہ المومن: ۶۰ میں اللہ تعالیٰ کی طرف تذلل اور خشوع نہ کرنے کو تکبر سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دعا کو اپنی عبادت کو قرار دیا۔

Marfat.com

علامہ القشیری نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ اولیٰ دعا کرنا ہے یا سکوت کرنا اور اللہ کی رضا پر راضی رہنا ہے، سوایک قول یہ ہے کہ افضل دعا کرنا ہے اور اسی کو ترجیح دینا افضل ہے، کیونکہ دعا کرنے کے متعلق بہ کثرت دلائل ہیں۔ کیونکہ اس میں خشوع اور خضوع کا اظہار ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف افتقار اور احتیاج کا اظہار ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ سکوت اور رضا اولیٰ ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر اپنے آپ کو چھوڑ دینا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ان کا شبہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا نہیں جانتا کہ اس کے لیے کیا چیز مقدر کی گئی ہے، پس اس کی دعا اگر تقدیر کے موافق ہے تو وہ تحصیل الحاصل ہے، اور اگر اس کی دعا قضاء و قدر کے خلاف ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے معاندہ ہے۔

پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ دعا بھی جملہ عبادات میں سے ہے کیونکہ اس میں خشوع اور افتقار ہے۔ اور دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ جب بندہ کا یہ اعتقاد ہے کہ وہی چیز واقع ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کی ہے تو پھر یہ معاندہ نہیں ہے۔ اور دعا کرنے کا فائدہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے سے ثواب کا حصول ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو اس نے دعا کی ہو اسی پر تقدیری معاملات موقوف ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسباب اور مسببات کا خالق ہے۔

علامہ قشیری نے کہا ہے: جس دعا کا تعلق اللہ تعالیٰ یا مسلمانوں کے ساتھ ہو، تو اس میں دعا کرنا افضل ہے، اور جس دعا کا تعلق اس کے اپنے نفس کے ساتھ ہو تو اس میں سکوت کرنا افضل ہے۔ اور علامہ ابن بطال نے اس معنی کی اس طرح تاویل کی ہے کہ دوسروں کے لیے دعا کرنا مستحب ہے اور اپنے لیے دعا کو ترک کرنا افضل ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کتنے لوگ دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول نہیں ہوتی، تو اگر یہ آیت اپنے ظاہر پر ہوتی تو اس کے خلاف نہ ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے: ہر دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے لیکن قبولیت کی مختلف اقسام ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو اس نے دعا کی وہ بعینہٖ قبول ہو جاتی ہے، اور کبھی اللہ تعالیٰ اس دعا کے عوض میں اسے کوئی اور چیز عطا فرماتا ہے جیسا کہ امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روئے زمین پر جب بھی کوئی مسلمان دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا فرماتا ہے، یا اس سے اس کی مثل کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے۔

اور امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ اس کی فوراً دعا قبول کر لیتا ہے یا اس کے اجر کو اپنے پاس ذخیرہ کر لیتا ہے۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی دعا کرتا ہے بشرطیکہ اس میں کسی گناہ کا سوال نہ ہو، نہ قطع رحم کا سوال ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کے عوض اس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز عطا فرماتا ہے، یا تو اس کی دعا بعینہٖ قبول فرمالیتا ہے، یا اس کے اجر کو آخرت میں ذخیرہ فرمالیتا ہے، یا اس سے اس کی مثل کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے۔

اور دعا کی قبولیت کی اور بھی شرائط ہیں، ان میں سے یہ ہے کہ دعا کرنے والا حلال کھانا کھاتا ہو، اور حلال کپڑے پہنتا ہو، اور بیس ابواب کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث آئے گی کہ دعا کی قبولیت کی شرط یہ ہے کہ وہ دعا کی قبولیت میں جلدی نہ کرے، یہ نہ کہے کہ میں نے دعا کی تو میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ اس حدیث کی امام مالک نے روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۷، ص

Marfat.com

۳۶۳۔۳۶۴،دارالمعرفہ،بیروت،۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۴۔۶۳۰۵،کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابو صالح نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ان شاء اللہ یہ دعا میرے ہر اس امتی کو شامل ہوگی جو اس حال میں فوت ہوا جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کیا ہو۔ گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ اس دعا کو مؤخر کریں، پھر آپ نے اس دعا کو کرنے کا عزم کیا اور وہ دعا کرلی اور اس کے وقوع کی امید رکھی۔ اور اس کلام کا تتمہ شفاعت اور اس کی اقسام کی بحث میں آئے گا ان شاء اللہ ''کتاب الرقاق'' کے اول میں۔

حدیث مذکور پر ایک اشکال کا جواب

اس حدیث کے ظاہر پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام نے دعائیں کیں اور وہ قبول ہوئیں اور خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں۔ اور اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ہر نبی کی فقط ایک دعا قبول ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ فقط ایک دعا قبول ہوتی ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ قطعیت کے ساتھ صرف ایک دعا قبول ہوتی ہے، اور اس کے ماسوا جو انبیاء علیہم السلام کی دعائیں ہیں وہ قبولیت کی توقع پر ہیں۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا مستجاب ہوتی ہے یعنی جو اس کی دعاؤں میں سب سے افضل ہو، اور ان کی اور دعائیں بھی ہوتی ہیں۔

تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہر نبی کی اپنی امت کے متعلق ایک عام دعا ہوتی ہے جو قبول ہوتی ہے یا وہ اس امت کو ہلاک کرنے کے متعلق یا اس امت کی نجات کرنے کے متعلق۔ رہی ان کی مخصوص دعائیں تو ان میں سے بعض مستجاب ہوتی ہیں اور بعض مستجاب نہیں ہوتیں۔

چوتھا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی کی ایک خاص دعا ہوتی ہے جو وہ دنیا کے لیے کریں یا اپنے نفس کے لیے کریں جیسے نوح علیہ السلام نے دعا کی:

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۝ (نوح:۲۶)

اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ ۝

اور جیسے حضرت زکریا علیہ السلام نے خاص اپنے نفس کے لیے دعا کی تھی:

وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۝ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ (مریم:۵۔۶)

اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت داروں سے خطرہ ہے، اور میری اہلیہ بانجھ ہے، سو تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما ۝ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو، اور اے میرے رب! اس کو پسندیدہ بنا ۝

اور جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی تھی:

Marfat.com

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ (ص:۳۵)

انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو، بے شک تو ہی بہت دینے والا ہے O

اشکالِ مذکور کا بعض شارحین کی طرف سے جواب اور اس پر علامہ طیبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کا تعاقب

مصابیح السنہ کے بعض شارحین نے یہ کہا ہے: ''جان لو کہ انبیاء علیہم السلام کی تمام دعائیں مستجاب ہوتی ہیں، اور اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت کے خلاف ہلاکت کی دعا کی مگر میں نے یہ دعا نہیں کی، تو اس دعا کے عوض مجھے شفاعت عطا کی گئی، کیونکہ میں نے اپنی امت کی اذیتوں پر صبر کیا اور امت سے مراد امت الدعوۃ ہے نہ کہ امتِ اجابت۔

علامہ الطیبی نے اس جواب پر تعاقب کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے کئی قبائل کے خلاف دعا کی اور قریش کے معین مردوں کے خلاف آپ نے دعا کی۔ آپ نے رعل اور ذکوان کے خلاف دعا کی اور مضر کے خلاف دعا کی۔

پھر علامہ طیبی نے کہا: زیادہ بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لیے اس کی امت کے حق میں ایک دعا کو مستجاب کر دیا ہے، پس ہر نبی نے اس کو دنیا میں پالیا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی بعض امت دعوت کے متعلق دعا کی تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ (آل عمران:۱۲۸)

آپ ان میں سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، اللہ (چاہے تو) ان (کافروں) کی توبہ قبول فرمائے یا وہ ان کو عذاب دے کیوں کہ بے شک وہ ظلم کرنے والے ہیں O

پس وہ دعائے مستجاب آخرت کے لیے ذخیرہ ہوگئی۔ اور غالب یہ ہے کہ آپ نے جن کے خلاف دعا کی آپ نے ان کی ہلاکت کا ارادہ نہیں کیا، آپ کا ارادہ یہ تھا کہ وہ شرک اور کفر سے باز آکر توبہ کر لیں۔

رہا یہ کہ مصابیح کے بعض شراح نے یہ کہا کہ انبیاء علیہم السلام کی تمام دعائیں مستجاب ہوتی ہیں تو وہ اس حدیث سے غافل ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں مجھے عطا فرما دیں اور ایک چیز سے مجھے منع فرما دیا۔۔۔ الحدیث

اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر کمال شفقت ہے اور مہربانی ہے کہ آپ نے ان کی مصلحتوں کی طرف نظر کرتے ہوئے اپنی مخصوص دعا کو مؤخر کر لیا تاکہ جب امت کو زیادہ ضرورت ہو تو اس موقع پر وہ دعا کی جائے۔

اور یہ جو فرمایا کہ یہ دعا ان شاء اللہ ہر اس امتی کو حاصل ہوگی جس کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بالکل شرک نہ کرتا ہو، آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ جو شرک پر نہیں مرا اس کو دوزخ میں دائمی عذاب نہیں ہوگا، خواہ وہ اس حال میں مرا ہو کہ کبائر پر اصرار کرتا ہو۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۶۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۰۴ ـ ۶۳۰۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی اقسام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی حسب ذیل تین اقسام ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل محشر کی شفاعت کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل جنت کے لیے شفاعت کریں گے کہ ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے چچا ابو طالب کے متعلق تخفیفِ عذاب کی شفاعت، جب آپ کی شفاعت کی وجہ سے صرف اس کے ٹخنوں تک آگ تھی اور اس کی آگ کی دو جوتیاں پہنائی گئیں جس سے اس کا دماغ کھول رہا تھا اور اس کا عذاب تمام اہلِ دوزخ کے عذاب سے کم تھا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تیسری قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کافر کے لیے کبھی بھی شفاعت کرے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، کیونکہ آپ عنقریب ابو طالب کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ ابو طالب نے اسلام کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی نصرت کی تھی جیسی نصرت کسی کافر نے نہیں کی، پس اسی لیے آپ کو شفاعت کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔

قبولیتِ دعا کی شرائط

(۱) انسان صدقِ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، وہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر سوال کرے اور اللہ تعالیٰ سے مستغنی ہو کر سوال نہ کرے، کیونکہ جب تم نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اور وہ سوال ایسا تھا کہ جیسے تم اللہ تعالیٰ سے مستغنی ہو اور تمہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ تمہاری دعا قبول ہوگی یا نہیں ہوگی تو یہ دعا اس لائق ہے کہ اس کو قبول نہ کیا جائے۔ پس ضروری ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو تم اپنی حاجت کا اظہار کرو اور اپنی احتیاج کا اللہ عزوجل کی طرف اظہار کرو۔

(۲) تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور تم اس دعا کے قبول ہونے کی امید رکھتے ہو اور اس دعا کے قبول ہونے کو مستبعد نہ جانتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا تجربہ نہ کرنا چاہتے ہو۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ سے بہ طور تجربہ دعا کی یا اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور وہ جانتا تھا کہ اس دعا کا قبول ہونا بہت بعید ہے تو اب یہ دعا بھی اس لائق ہے کہ اس کو قبول نہ کیا جائے، اس لیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں دعا کرو کہ تمہیں اس دعا کے قبول ہونے کا یقین ہو۔

(۳) دعا میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے، اگر اس نے دعا میں حد سے تجاوز کیا بایں طور کہ ایسی چیز کا سوال کیا جو مشروع نہیں ہے یا مقدر نہیں ہے تو یہ بھی دعا کے اندر حد سے تجاوز ہے اور یہ جائز بھی نہیں ہے اور یہ دعا قبول بھی نہیں ہوتی۔

پس جب کسی شخص نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ سے ظہر کی نماز کی فرضیت کو اٹھا لے تو یہ دعا میں تجاوز ہے، اور اگر اس نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے نبی بنا دے، تو یہ بھی دعا میں حد سے تجاوز ہے، یہ جائز نہیں ہے اور نہ یہ دعا قبول

Marfat.com

ہوگی۔ اور دعا میں حد سے تجاوز یہ ہے کہ آدمی کسی شخص کے متعلق ناحق دعا کرے۔ اگر کسی شخص کے متعلق ناحق دعا کی تو وہ بھی قبول نہیں ہوگی۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کے متعلق فرمایا: ہماری دعائیں ان کے متعلق قبول ہوتی ہیں اور ان کی دعائیں ہمارے متعلق قبول نہیں ہوتیں، کیونکہ وہ ظالم ہیں اور ہم حق پر ہیں، اس لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی کے متعلق ناحق دعا کرے۔

(۴) دعا کرنے والا حرام کے کھانے سے اجتناب کرے، اگر اس نے حرام غذا کھائی تو اس کی دعا کا مقبول ہونا بہت بعید ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ ایک مرد لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: اے میرے رب اے میرے رب! اور اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا لباس حرام ہے اور اس کو حرام غذا دی گئی ہے، تو آپ نے فرمایا: اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟

خلاصۂ بحث

اس بحث کے خلاصہ میں تین امور ہیں:

مسئلہ: جو شخص حرام غذا کھاتا ہو، کیا اس کی دعا بالکل قبول نہیں ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں! کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی دعا کیسے قبول ہوگی، یہ نہیں فرمایا کہ اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

جب کوئی شخص مضطر یعنی بے قرار ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی مدح فرمائی ہے کہ وہ مضطر (بے قرار) کی دعا قبول فرماتا ہے:

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ (النمل: ٦٢)

(بتاؤ!) جب بے قرار اس کو پکارتا ہے تو اس کی دعا کو کون قبول کرتا ہے اور کون تکلیف کو دور کرتا ہے، اور تم کو زمین پر پہلوں کا قائم مقام بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے، تم لوگ بہت کم نصیحت کو قبول کرتے ہو O

جب کوئی شخص مظلوم ہو تو اس کی دعا ظالم کے متعلق قبول ہوتی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "مظلوم کی دعا سے بچنا، کیونکہ اس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا"۔

(شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۴۹۔۱۵۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۔ بَابُ: أَفْضَلِ الْاِسْتِغْفَارِ

مغفرت طلب کرنے کی سب سے افضل دعا

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا ﴿١٢﴾ (نوح: ۱۰۔۱۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "پس میں نے ان سے کہا: تم اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے O وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا O اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لیے باغات اگائے گا اور تمہارے لیے دریا بہائے گا O"

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران:۱۳۵)

اور جن لوگوں نے جب کوئی بے حیائی کا کام کیا یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشا ہے، اور انہوں نے دانستہ ان کاموں پر اصرار نہیں کیا O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں سب سے افضل طلب مغفرت کی دعا کا بیان ہے۔ اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس میں استغفار کی فضیلت ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری کا عنوان ہے "افضل استغفار"۔ پس اگر تم یہ سوال کرو کہ افضل کا معنی یہ ہے کہ جس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہو تو اس کی یہاں پر کیا توجیہ ہے، کیونکہ ثواب تو استغفار کرنے والے کو حاصل ہوگا۔

تو میں کہتا ہوں کہ یہ کلام ایسے ہے جیسے کہا جائے: مکہ افضل ہے مدینہ سے، یعنی مکہ میں عبادت کرنے کا ثواب مدینہ میں عبادت کرنے کے ثواب سے زیادہ ہے۔ پس مراد یہ ہے کہ اس قسم کے استغفار کا ثواب اس سے زیادہ ہے جو اس قسم کے بغیر ہو۔

باب مذکور کی تعلیقات کی شرح از علامہ عینی

امام بخاری نے ان دونوں آیتوں سے یہ اشارہ کیا ہے کہ استغفار کرنا مشروع ہے اور استغفار کرنے پر برانگیختہ کیا ہے۔ اس لیے انہوں نے اس کا عنوان "افضل استغفار" قائم کیا ہے۔ اور دوسری آیت سے یہ اشارہ کیا ہے کہ استغفار ہر چیز میں حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کی تائید امام ثعلبی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ ایک مرد حسن بصری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے قحط سالی کی شکایت کی تو حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، پھر دوسرا آیا اور اس نے فقر اور تنگدستی کی شکایت کی تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، اور پھر تیسرا آیا اور اس نے کہا: آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا فرمائے، تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، پھر ایک اور آیا اور اس نے اپنے باغات کی خشک سالی کی شکایت کی، تو انہوں نے کہا: تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس مختلف قسم کے لوگ مختلف شکایات لے کر آئے اور وہ اپنے معاملات میں سوال کرتے تھے، آپ نے سب کو استغفار کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا: میں نے اپنی طرف سے یہ نہیں کہا بلکہ میں نے اللہ عزوجل کی اس آیت میں غور کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: "استغفروا ربکم" "تم اپنے رب سے استغفار کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقوله تعالى: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۠ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ (نوح:۱۰۔۱۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "پس میں نے ان سے کہا: تم اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے O وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا O اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لیے باغات اگائے گا اور تمہارے لیے دریا بہائے گا O"

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام نے بارش کے متعلق بھی فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، اور یہ بھی فرمایا کہ وہ تمہاری بیٹوں اور مال سے مدد فرمائے گا اور یہ بھی فرمایا کہ وہ تمہارے لیے باغات بنادے گا اور تمہارے لیے دریا بہادے گا۔ تو معلوم ہوا کہ ہر قسم کی پیش آمدہ ضرورت میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا جائے اور اس سے استغفار کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کو پورا فرما دیتا ہے اور اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۱۔۴۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٣٠٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ الْعَدَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي شَدَّادُ بْنُ أَوْسٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم سَيِّدُ الِاسْتِغْفَارِ أَنْ تَقُولَ اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الحسین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے بشیر بن کعب العدوی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث بیان کی، آپ نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ تم کہو "اے اللہ تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کیے ہوئے عہد اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی استطاعت کے مطابق قائم ہوں، میں نے جو جو (برے) کام کیے، ان کے شر سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں، تیری مجھ پر جو نعمتیں ہیں ان کا میں اعتراف کرتا ہوں اور میں تیرے حضور اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں، سو تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا۔ آپ نے فرمایا: جس نے یہ دعا یقین کے ساتھ صبح پڑھی، پھر وہ اسی دن شام سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ اہلِ جنت میں سے ہے۔ اور جس نے یہ دعا رات کو یقین کے ساتھ پڑھی اور پھر وہ صبح ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ اہلِ جنت میں سے ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۳۲۳، سنن ترمذی: ۳۳۹۳، سنن نسائی: ۵۵۲۲، مسند احمد: ۱۶۶۶۲)

صحیح البخاری: ۶۳۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''افضل الاستغفار'' اور اس حدیث میں بھی سید الاستغفار کا ذکر ہے، کیونکہ سید اصل میں اس رئیس کو کہتے ہیں جس کا ضروریات اور حاجات میں قصد کیا جاتا ہے اور جس کی طرف معاملات میں رجوع کیا جاتا ہے۔ اور جب کہ یہ دعا توبہ کے تمام معانی کی جامع ہے تو اس کے لیے اس اسم کا استعارہ کیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو قوم کا سید اور سردار ہوتا ہے وہ قوم میں افضل ہوتا ہے، اور یہ دعا بھی تمام دعاؤں کی سید اور سردار ہے اور وہ استغفار ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو معمر، یہ عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المنقری المقعد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوارث، یہ ابن سعید العنبری البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسین، یہ ابن ذکوان المعلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن بریدہ، یہ ابن الحصیب الاسلمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشیر بن کعب، یہ العدوی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بن ثابت بن المنذر بن الحرام الانصاری، یہ حضرت حسان بن ثابت الشاعر رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں اور حضرت شداد جلیل القدر صحابی ہیں۔ یہ شام میں چلے گئے تھے اور ان کی کنیت ابویعلیٰ ہے اور ان کے والد کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ اور امام بخاری نے حضرت شداد رضی اللہ عنہ کی صرف یہی حدیث ذکر کی ہے۔

اس حدیث کی امام نسائی نے استعاذہ کے باب میں روایت کی ہے اور ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں بھی روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''سید الاستغفار''۔ اس پر یہ سوال کیا گیا ہے کہ اس دعا کو سید الاستغفار قرار دینے کی کیا حکمت ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ نام اور اس کی دیگر امثال تعبدیات میں سے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ان کو زیادہ جاننے والا ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کے اکمل اوصاف سے ہے اور اپنا ذکر انقص حالات سے ہے۔ اور یہ انتہائی عاجزی اور تواضع ہے، جس عاجزی اور تواضع کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مستحق نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وانا علی عھدك ما استطعت'':

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بندہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ میں نے تجھ سے جو عہد کیا ہے اور تجھ پر ایمان لانے کا جو وعدہ کیا ہے اور اچھے طریقہ سے تیری اطاعت کرنے کا جو وعدہ کیا ہے تو میں اس پر حتی المقدور قائم رہوں گا۔ اور اس میں استطاعت کی شرط اس لیے ہے کہ بندہ اپنے عجز کا اور قصور کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا کماحقہ حق ادا نہیں کر سکتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وانا علی عھدك ووعدك'' اس عہد سے مراد وہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکالا تو وہ چیونٹیوں کی مثل تھے اور ان بندوں کو ان کے نفسوں پر گواہ کر کے پوچھا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے اس کی ربوبیت کا اقرار کیا اور اس کی وحدانیت کا اقرار کیا۔ اور ''میں تیرے وعدہ پر قائم ہوں'' یعنی وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بندوں کے ساتھ کیا تھا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا ہوگا

Marfat.com

اور اس نے اللہ تعالیٰ کے فرض کیے ہوئے کاموں کو ادا کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جو کام اس پر فرض کیے گئے تھے اس نے اس کو ادا کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابوء لك بنعمتك علیّ"۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس سے بندہ اعتراف کا ارادہ کرتا ہے، کہا جاتا ہے "باء فلان بذنبه" جب کسی شخص نے کسی چیز کو اٹھایا جس کو اپنے نفس سے دور کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔

علامہ الطیبی نے کہا ہے: بندہ نے پہلے یہ اعتراف کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کیا ہے اور انعام کو مقید نہیں کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تمام نعمتوں کو شامل ہو جائے۔ پھر اپنے نفس کی تقصیر اور کمی کا اعتراف کیا کہ اس نے ان نعمتوں کا پورا شکر ادا نہیں کیا۔ پھر اس میں مبالغہ کیا اور شکر کے ادا نہ کرنے کو گناہ قرار دیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "من قالها من النهار موقنا" جس نے دعا کے ان کلمات کو اخلاصِ قلب کے ساتھ کہا اور ان کلمات کے ثواب کی تصدیق کرتے ہوئے کہا تو وہ اہل جنت میں سے ہے۔ امام نسائی کی روایت میں ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور عثمان بن ربیعہ کی روایت میں ہے: جس نے یہ کلمات کہے اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ مومن ان دعائیہ کلمات کو نہ کہے پھر بھی وہ اہلِ جنت میں سے ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعائیہ کلمات کہنے والا جنت میں ابتداءً داخل ہو جائے گا بغیر اس کے کہ وہ دوزخ میں داخل ہو، کیونکہ غالب یہ ہے کہ جو ان کلمات کی حقیقت پر یقین رکھتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ یا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس استغفار کی برکت سے معاف فرما دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۲۔۴۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

استغفار کا معنی، اس کا حکم اور اس معنی میں مروی دیگر احادیث

استغفار ان گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو گناہ اس کے مرتکب کی جان اور مال میں کسی حکم کو واجب نہیں کرتے خواہ اس کا گناہ کبائر میں سے ہو۔ لیکن جس نے اپنی جان اور مال میں کسی حکم کو واجب کر لیا ہے کسی گناہ کے کرنے کی وجہ سے تو پھر یہ استغفار اس کے لیے کافی نہیں ہوتا جب تک کہ اس حکم کو قائم نہ کیا جائے اور وہ بندہ اس حکم سے باہر نہ ہو جائے۔

حدیث میں ہے: از بلال بن یسار بن زید از والد خود از جد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کہا: "استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم واتوب الیه" اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا خواہ وہ میدانِ جہاد سے پیٹھ دے کر بھاگا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۱۷، سنن ترمذی: ۳۵۷۷)

کیونکہ جہاد سے بھاگنا اگرچہ کبائر میں سے ہے، لیکن یہ ان گناہوں میں سے ہے جو اس کے مرتکب پر اس کے جان اور مال میں سے کسی حکم کو واجب نہیں کرتے، اور اللہ تعالیٰ مالک ہے کہ وہ معاف فرما دے یا درگزر فرمائے ہر اس گناہ سے جو شرک کے علاوہ ہو، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران:۱۳۵)	اور جن لوگوں نے جب کوئی بے حیائی کا کام کیا یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے، اور انہوں نے دانستہ ان کاموں پر اصرار نہیں کیا O

نیز حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ مجھ کو اس حدیث سے وہ نفع عطا فرماتا جو نفع مجھے عطا فرمانا چاہتا۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کوئی مرد مجھے حدیث بیان کرتا تو میں اس سے حلف طلب کرتا، پس جب وہ حلف اٹھالیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا۔ اور مجھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مرد کوئی گناہ کرلے، پھر وہ کھڑا ہو کر وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر اللہ عزوجل سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران:۱۳۵)	اور جن لوگوں نے جب کوئی بے حیائی کا کام کیا یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے، اور انہوں نے دانستہ ان کاموں پر اصرار نہیں کیا O

(سنن ابوداؤد:۱۵۲۱، سنن ترمذی:۴۰۶، سنن ابن ماجہ:۱۳۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی:۱۰۲۵۰)

گناہ پر اصرار کا معنی

اس آیت میں مذکور ہے "وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا" یعنی انہوں نے جو گناہ کرلیا ہے اس پر اصرار نہ کریں۔ مجاہد نے بیان کیا کہ اس کا معنی ہے: اس گناہ پر جاری نہ رہیں۔ اور معروف یہ ہے کہ اصرار اس وقت کہا جاتا ہے جب آدمی کسی کام پر دوام کرے۔

اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے گناہ کے بعد استغفار کرلیا اس نے اصرار نہیں کیا خواہ وہ دن میں ستر مرتبہ بھی اس گناہ کا ارتکاب کرے۔

(سنن ابوداؤد:۱۵۱۴، سنن ترمذی:۳۵۵۹، مسند ابویعلیٰ:۱۳۷، سنن بیہقی: ج۱۰ ص۱۸۸)

نیز اس آیت میں مذکور ہے "وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ" یعنی ان کو یہ علم ہو کہ وہ اس گناہ سے توبہ کر چکے ہیں۔

حدیث مذکور کے الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت" یعنی وہ عہد جو اللہ تعالیٰ نے بندوں سے ان کی اصل تخلیق کے وقت لیا جب بندوں کو ان کے آباء کی پشتوں سے نکالا اس وقت وہ چیونٹیوں کی مثل تھے اور ان کو ان کے نفسوں پر گواہ کیا اور فرمایا "الست بربکم؟" (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) انہوں نے کہا "بلیٰ" (کیوں نہیں) تو بندوں نے اپنے تخلیق کے اندر

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرلیا۔ اور وعدہ سے مراد یہ وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبانِ رسالت سے ان کے ساتھ یہ وعدہ کیا ہے کہ جو ان میں سے اس حال میں مر گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کرتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمادے گا۔

پس ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اللہ عزوجل سے یہ دعا کرے کہ وہ اسی عہد پر اس کا خاتمہ کر دے اور اس کو ایمان پر وفات دے، تاکہ وہ اس اجر کو حاصل کرلے جس کا اللہ عزوجل نے وعدہ فرمایا ہے۔ اور اس قسم کی دعا انبیاء علیہم السلام نے اپنے رب سے کی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ (ابراہیم:۳۵) اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش کرنے سے محفوظ رکھO

اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ (یوسف:۱۰۱) مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھانا، اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دیناO

اور ہمارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا کی:

''اور جب تو کسی قوم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو مجھے تو اپنی طرف اٹھالینا اس حال میں کہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہوں''۔

(المستدرک ج ۱ ص ۵۲۷)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''انا علی عهدك ووعدك ما استطعت'' یعنی میں اپنی استطاعت کے مطابق تجھ سے کیے ہوئے عہد اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر قائم ہوں، کیونکہ کوئی شخص بھی اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے تمام احسانات کے مطابق اس کی عبادت کرے اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت کرسکتا ہے اور نہ اس کی تمام نعمتوں پر شکر ادا کرسکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت زیادہ ہیں، ان کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ (لقمان:۲۰) اور اس نے اپنی تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کردی ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کی تمام ظاہری نعمتوں کا شکر بھی ادا کون کرسکتا ہے چہ جائیکہ اس کی تمام باطنی نعمتوں کا بھی شکر ادا کرے۔ تو اس میں بندہ اپنے عجز اور قصور کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پورا حق ادا نہیں کرسکتا۔

دعاءِ مذکور کو استغفار کہنے پر ایک اعتراض کا جواب

اگر تم یہ کہو کہ اس دعا میں لفظِ استغفار کہاں ہے، حالانکہ شارع علیہ السلام نے اس دعا کا نام سید الاستغفار رکھا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عرب کی زبان میں استغفار کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ سے مغفرت کو طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ سے اپنے پچھلے گناہوں کی مغفرت کا سوال کرنا اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا۔ اور ہر وہ دعا جس میں یہ معانی ہوں تو وہ استغفار ہے، حالانکہ اس حدیث میں لفظِ استغفار بھی ہے اور وہ بندہ کا یہ قول ہے ''سو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا''۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۸۴۔۱۸۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۰۶ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں جو امور تحریر فرمائے ہیں ان میں سے اکثر وہ ہیں جن کو علامہ ابن ملقن اپنی شرح التوضیح میں لکھ چکے ہیں اور ان میں سے تقریباً تمام کو ہم نے نقل کر دیا ہے۔ تاہم پھر بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کی چند امور قابل ذکر ہیں۔

فضیلتِ استغفار کے متعلق دیگر احادیث

امام احمد نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس نے کہا: اے میرے رب! میں ہمیشہ لوگوں کو گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری عزت کی قسم! میں ہمیشہ ان کی مغفرت کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے۔

اور ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے استغفار کر لیا اس نے اصرار نہیں کیا خواہ وہ ایک دن میں ستر مرتبہ اس گناہ کو دہرائے۔

اس حدیث میں ستر مرتبہ کا ذکر مبالغہ کے لیے ہے، ورنہ کتاب التوحید میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت آ رہی ہے اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بندہ نے گناہ کیا، پس کہا: اے میرے رب! میں نے ایک گناہ کیا ہے سو تو مجھ کو معاف فرما دے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا۔ الحدیث۔ اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اس بندہ کو معلوم تھا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو معاف فرماتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی فرماتا ہے، تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

صحیح البخاری: ۶۳۰۶ میں مذکور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ تم کہو: اے اللہ تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کیے ہوئے عہد پر اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں، میں ان کاموں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو میں نے کیے اور تیری جو مجھ پر نعمتیں ہیں ان کا میں اعتراف کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں، سو تو مجھے بخش دے کیونکہ گناہوں کو بخشنے والا تیرے سوا اور کوئی نہیں ہے، اور جس نے یہ دعائیہ کلمات یقین کے ساتھ دن میں کہے اور اسی دن وہ شام سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ اہلِ جنت میں سے ہے، اور جس نے رات کو یہ دعائیہ کلمات یقین کے ساتھ کہے اور وہ صبح ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ اہلِ جنت میں سے ہے۔

سید الاستغفار کو سید الاستغفار کہنے کی توجیہ

علامہ ابن ابی جمرہ نے بیان کیا کہ اس حدیث میں بدیع، معانی اور حسین الفاظ کو جمع کر دیا گیا ہے، اس وجہ سے اس استغفار کا یہ حق ہے کہ اس کو سید الاستغفار کا نام دیا جائے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدت کا اقرار ہے اور بندہ کی عبودیت کا اعتراف ہے اور یہ ماننا ہے کہ وہی خالق ہے اور اس اقرار کا عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں سے لیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی امید ہے اور بندہ کی طرف سے جو برے کام ہو گئے ان کے شر سے پناہ کا ذکر ہے، اور نعمتوں کی اضافت ان کے موجد کی طرف ہے

Marfat.com

اور گناہ کی اضافت اپنے نفس کی طرف ہے اور اللہ کی مغفرت میں رغبت ہے اور یہ اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس مغفرت کے او پر اور کوئی قادر نہیں ہے اور ان تمام چیزوں میں شریعت اور حقیقت کے اجتماع کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ تکالیفِ شرعیہ اسی وقت حاصل ہوتی ہیں جب اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہو اور اتنی قدر حقیقت میں بھی ہوتی ہے۔ پس اگر یہ اتفاق ہو کہ بندہ نے اس کے خلاف کیا حتیٰ کہ اس پر وہ چیز جاری ہوگئی جو اس کے لیے مقدر کی گئی ہے اور اس کے خلاف حجت قائم ہوگئی تو پھر دو چیزوں میں سے ایک چیز باقی رہے گی، یا تو اللہ تعالیٰ کے عدل کے تقاضا سے اس کو سزا ہوگی یا اللہ تعالیٰ کے فضل کے تقاضا سے اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے گا۔

اور نیز استغفار کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نیت صحیح ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو اور ادب ہو۔ پس اگر کسی ایک نے ان شرائط کو حاصل کر کے استغفار کیا خواہ یہ الفاظِ مذکورہ نہ ہوں اور دوسرے الفاظ سے استغفار کیا، یا اس نے ان شرائط کو پورا نہیں کیا تو کیا یہ دونوں امر برابر ہیں؟ پس جواب یہ ہے کہ جو چیز زیادہ ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ یہ الفاظ جو اس حدیث میں ذکر کیے گئے ہیں، یہی سید الاستغفار ہیں جب کہ ان شروطِ مذکورہ کے ساتھ یہ الفاظ ادا کیے جائیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۶۷۔ ۳۶۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۶ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

استغفار کا معنی ہے: مغفرت کو طلب کرنا اور مغفرت دو چیزوں کو متضمن ہے:

ایک ہے گناہ کو ستر کرنا اور اس پر پردہ رکھنا اور دوسری چیز ہے گناہ سے درگزر کرنا اور اس پر عذاب نہ دینا، کیونکہ یہ لفظ ماخوذ ہے مِغفر سے، اور مغفر خود کو کہتے ہیں جو جنگ کے موقع پر سر پر لوہے کی ایک ٹوپی پہنی جاتی ہے اور اس سے سر کی حفاظت ہوتی ہے، پس جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہو کہ اے اللہ میری مغفرت فرما تو تم اللہ تعالیٰ سے دو چیزوں کا سوال کرتے ہو، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو لوگوں سے چھپائے اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں پر مواخذہ نہ فرمائے اور ان کو معاف فرمادے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اقوال کی جن قائلین کی طرف نسبت کی ہے، اس کی تحقیق

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۙ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ (نوح: ۱۰۔ ۱۱)

"پس میں نے ان سے کہا: تم اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے O وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا O

اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف یہ نسبت کی ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو وہ بہت بخشنے والا ہے، وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا۔ حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام نے بعینہٖ یہ الفاظ نہیں کہے تھے، کیونکہ لغتِ عربی حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حادث ہوئی ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی لغت عربی نہیں تھی، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس قول کی ان کی طرف نسبت کی، جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ۔ (البقرہ: ۵۴)

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی امت سے کہا: اے میری امت! بے شک تم نے بچھڑے کو (معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو۔

حالانکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے بعینہ یہ الفاظ نہیں فرمائے تھے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى۔ (المومن: ۲۶)

اور فرعون نے کہا: مجھے موسیٰ کو قتل کرنے دو۔

حالانکہ فرعون نے بھی بعینہ یہ الفاظ نہیں کہے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے: چونکہ ان قائلین نے اپنے اپنے زمانہ کی زبانوں میں جو الفاظ کہے تھے ان الفاظ کے معانی کو اللہ تعالیٰ نے لغتِ عربی میں نقل فرما دیا۔

لفظِ غفار کا معنی

اس آیت میں ارشاد ہے "اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا" :

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ عزوجل سے استغفار کریں اور اس کی علت یہ بیان کی کہ اللہ تعالیٰ غفار ہے، اور غفار مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ لازمہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے کے ساتھ متصف ہے ازلاً اور ابداً اور بہت مغفرت کرنے والا ہے۔

اعترافِ معصیت کی فضیلت

حدیث سید الاستغفار میں مذکور ہے کہ "میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں"۔

کیونکہ ہر انسان سے کوئی نہ کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بنی آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں بہترین وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں، اور ہمارے گناہ بہت ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ ہمارے گناہ ہماری طاعت سے زیادہ ہیں تو ہم اس میں صادق ہوں گے، کیونکہ ہماری عبادات گناہوں کے ساتھ مخلوط ہوتی ہیں۔ پس وہ کون ہے جو اپنی طاعت اور عبادت کو بر طریقِ مطلوب کر سکے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ (ہود: ۱۱۴)

بے شک نیکیاں، گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

سو ہماری خطائیں بہت ہیں، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کرنے کی تعلیم اور تلقین کی کہ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، سو تو مجھے معاف فرما اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف فرمانے والا نہیں ہے۔ اور یہ حدیث اس وجہ سے سید الاستغفار ہے، کیونکہ اس میں توحید ہے اور گناہ کا اعتراف ہے اور ایمان کی تقریر ہے اور اللہ کی نعمتوں کا اعتراف ہے۔ اور یہ اس سے زیادہ بلیغ ہے کہ آدمی صرف یہ کہے کہ "اللھم اغفرلی" اسی وجہ سے اس کو سید الاستغفار فرمایا ہے۔

(شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۵۱۔ ۱۵۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۳۔ بَابُ: اسْتِغْفَارِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ

دن اور رات میں نبی ﷺ کے مغفرت طلب کرنے کا بیان

اس باب میں دن اور رات میں نبی ﷺ کے استغفار کرنے کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔

۶۳۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ وَاللهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً۔

(سنن ترمذی: ۳۲۵۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۱۶، مسند احمد: ۷۷۳۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی، انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اور اللہ کی قسم! بے شک میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں باب کے عنوان کے اجمال کی وضاحت کر دی ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں نبی ﷺ کے استغفار کی مقدار کا بیان نہیں تھا، اور اس حدیث میں بیان کیا ہے کہ آپ دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کیا کرتے تھے۔

نبی ﷺ کے معصوم ہونے کے باوجود آپ کے استغفار کرنے کی توجیہ

نبی ﷺ معصوم اور مغفور ہیں، اس کے باوجود آپ ستر مرتبہ سے زیادہ ایک دن میں استغفار فرماتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا عبادت ہے، تو آپ بطور عبادت کے استغفار فرماتے تھے، یا آپ امت کی تعلیم کے لیے استغفار کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کتنی مرتبہ استغفار کرے، یا جو کام آپ کسی حکمت کی وجہ سے ترکِ اولیٰ کرتے تو وہ اگرچہ گناہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود آپ اس پر استغفار فرماتے، یا آپ تواضعاً استغفار کرتے تھے، یا جو کام آپ سے سہواً سرزد ہو گئے آپ ان پر استغفار کرتے تھے، یا اعلانِ نبوت سے پہلے جو کام آپ نے کیے آپ ان پر استغفار کرتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ امت کی مصلحت کے کاموں میں مشغول رہتے تھے اور دشمنانِ اسلام سے جہاد میں مصروف رہتے تھے اور نومسلموں کی تالیف میں مصروف رہتے تھے، اور اس طرح کے اور ایسے کاموں میں مشغول رہتے تھے جو آپ کو اپنے عظیم مقام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے مشغول رکھتے تھے، تو آپ اپنے مقامِ عالی کے اعتبار سے ان کاموں کو گناہ قرار دیتے، اگرچہ یہ کام عظیم طاعات میں سے ہیں اور افضلِ اعمال میں سے ہیں۔ لیکن ان کاموں میں بلند درجہ سے نزول ہوتا ہے اس لیے آپ ان پر استغفار فرماتے تھے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اپنے احوال میں دائماً ترقی کرتے تھے۔ پس جب آپ دیکھتے کہ آپ کا کیا ہوا پہلا کام کم درجہ کا

Marfat.com

ہے تو آپ اس پر استغفار کرتے، جیسے کہا گیا ہے "حسنات الابرار سیئات المقربین" (نیکوں کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں)۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طبیعت میں غفلات طاری ہوتی ہیں جو استغفار کی محتاج ہوتی ہیں۔

اور علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے: بشر کی طبعی ہفوات سے کوئی محفوظ نہیں ہے اور انبیاء علیہم السلام اگرچہ کبائر سے معصوم ہوتے ہیں، لیکن وہ صغائر سے معصوم نہیں ہوتے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ انبیاء علیہم السلام صغائر اور کبائر تمام سے نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد معصوم ہوتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے "میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں"۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں مبالغہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے معین عدد مراد ہو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں" یہ ہوسکتا ہے کہ یہ اس روایت کی تفسیر ہو جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اللہ عزوجل سے ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

اور امام نسائی نے از ابی سلمہ روایت کی ہے کہ میں اللہ عزوجل سے استغفار کرتا ہوں اور ایک دن میں سو مرتبہ اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: انبیاء علیہم السلام کا استغفار کرنا ان کے درجات میں اضافہ اور بلندی کے لیے ہوتا ہے۔ و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا اس لیے نہیں تھا کہ آپ سے کوئی گناہ ہوا تھا اور آپ اس پر استغفار کرتے تھے، بلکہ آپ کا استغفار آپ کے درجات کی بلندی کے لیے ہوتا تھا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین کا بہ کثرت استغفار کرنا

تمام بندوں میں سب سے زیادہ عبادت کی کوشش کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنی معرفت رکھی ہے۔ پس وہ ہمیشہ اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور عبادت میں اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

مکحول نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے کسی ایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ استغفار کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

مکحول بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو استغفار کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور مکحول خود بھی بہ کثرت استغفار کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم صبح کے وقت ستر مرتبہ استغفار کریں۔

اور ابواسحاق نے از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میں نے سنا کہ آپ یہ دعا کر رہے تھے، آپ نے کھڑے ہونے سے پہلے سو مرتبہ یہ دعا کی:

استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ۔ میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہے اور ہمیشہ قائم ہے اور میں اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ وہ اپنے گھر والوں سے بہت تیز زبان سے بات کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اے حذیفہ! تم السحاۃ سے بے خبر ہو (یعنی مٹانے والی چیزیں)۔ انہوں نے پوچھا: وہ مٹانے والی چیزیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: الاستغفار۔ میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت فرمایا جب ان پر منافقین نے تہمت لگائی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سے کسی گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو، کیونکہ گناہ سے توبہ کرنا ندامت ہے اور استغفار ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات سے پہلے بہ کثرت پڑھتے تھے ''سبحان اللہ وبحمدہٖ استغفر اللہ واتوب الیہ''۔ میں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجھے میرے رب نے خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت کو دیکھوں گا، پس جب آپ اس علامت کو دیکھیں تو بہ کثرت یہ پڑھا کریں، پس میں نے وہ علامت دیکھی، اور وہ علامت یہ ہے:

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۝ (النصر:۱) جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے O

(یعنی اس آیت میں آپ کی وفات کی علامت کا ذکر ہے)۔

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: جو مسلمان تین مرتبہ اس طرح استغفار کرتا ہے ''استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ'' تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں خواہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں اور خواہ وہ میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگا ہو۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بہ کثرت پڑھتے تھے ''الحمد للہ واستغفر اللہ'' ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: یہ نعمت ہے، تو میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں، اور اگر یہ خطا ہے تو میں اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔

اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا: میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا گویا کہ وہ ایک باغ میں ہیں، میں نے ان سے پوچھا: آپ نے اپنے کون سے عمل کو افضل پایا؟ تو انہوں نے کہا: الاستغفار۔

اور ابوعثمان نے از سلیمان روایت کی ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے وسعت اور کشادگی میں دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر مصیبت اور بلاء نازل فرما دیتا ہے، وہ پھر دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: یہ ایک کمزور مرد کی معروف آواز ہے جواب کمزور ہو چکا ہے، پھر وہ اس کی شفاعت کرتے ہیں اور جب کوئی بندہ وسعت اور کشادگی میں زیادہ دعائیں نہیں کرتا اور اس پر مصیبت نازل ہوتی

Marfat.com

ہے اور پھر وہ دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: یہ ایک کمزور مرد کی اجنبی آواز ہے، وہ اس کی شفاعت نہیں کرتے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۷۳-۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۷ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ کثرت استغفار کرنے کی متعدد توجیہات

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ کثرت استغفار کر کے اپنی امت کو استغفار کے طریقہ کی تعلیم کی اور یہ بتایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے خضوع اور خشوع پیش کریں اور عبودیت کا اظہار کریں اور اپنی تقصیر کا اعتراف کریں، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نقص سے بری ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۴ (کتاب الکسوف باب الصدقۃ فی الکسوف)، صحیح مسلم: ۹۰۱ (کتاب صلوۃ الکسوف، باب صلوۃ الکسوف))

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ استغفار کرنا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے تھا، حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے یا نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ کے دونوں قدم سوج جاتے، آپ سے کہا جاتا: آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں، تو آپ فرماتے: کیا میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہ بنوں۔

(صحیح بخاری: ۱۱۳۰، صحیح مسلم: ۲۸۱۹، سنن ترمذی: ۴۱۲، سنن نسائی: ۱۶۴۴، سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۹، مسند احمد: ۱۷۷۴۴)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ استغفار اس لئے کرتے تھے کہ آپ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور آپ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے تھے، حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: وہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں میں گئے اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق دریافت کیا، پس جب ان کو خبر دی گئی تو گویا کہ انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا، سو انہوں نے کہا: کہاں ہم اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کی تو اگلی پچھلی تمام ظاہری خطاؤں کی معافی فرما دی ہے، پس ان میں سے ایک نے کہا کہ رہا میں، تو میں ہمیشہ رات بھر نمازیں پڑھوں گا، اور دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ ساری عمر روزے رکھوں گا اور کوئی روزہ نہیں چھوڑوں گا اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی بھی نکاح نہیں کروں گا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا: تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے اس طرح اور اس طرح کہا ہے، سنو اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور میں تم سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور روزہ چھوڑتا بھی ہوں اور میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور رات کو سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، سو جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری: ۵۰۶۳، صحیح مسلم: ۱۴۰۱، سنن نسائی: ۳۲۱۷، مسند احمد: ۱۳۶۳۱)

علامہ ابن الجوزی مالکی کی بیان کردہ توجیہ پر علامہ ابن الملقن الشافعی کا تعاقب

(۴) ہم نے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کثرت استغفار کی توجیہات بیان کی ہیں وہ اس سے کہیں اولیٰ ہیں جو ابن الجوزی نے بیان کی ہیں۔ انہوں نے کہا: ہفوات الطبع (طبیعتوں کی خرابی) سے کوئی شخص سلامت نہیں ہے، سو انبیاء علیہم السلام اگرچہ کبائر سے معصوم ہوتے ہیں لیکن وہ صغائر سے معصوم نہیں ہوتے اور ان کی طبیعت پر غفلات طاری ہوتے ہیں، اس وجہ سے وہ استغفار کی طرف محتاج ہوتے ہیں۔

علامہ ابن الجوزی کا یہ قول غلط ہے، کیونکہ مختار مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کبائر اور صغائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں اور ان کی فطرت پاکیزہ ہوتی ہے۔

کثرتِ استغفار کے متعلق بعض دیگر علماء کی بیان کردہ توجیہات

(۵) بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ترقی کرتے رہتے تھے، پس جب وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے تو اس سے پہلے کے حال کو کم خیال فرماتے اور اس سے استغفار کرتے، جیسا کہ کہا گیا ہے ''حسنات الابرار سیئات المقربین'' (نیکوں کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں)۔

یہ ابو سعید الخراز کا قول ہے جیسا کہ خطیب بغدادی نے اس کی اپنی تاریخ میں روایت کی ہے۔ (ج ۴ ص ۲۷۶) اور حافظ ابن عساکر نے اس قول کی تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۳۷ میں روایت کی ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس قول کو حدیث گمان کیا ہے۔ اسی وجہ سے شیخ شوکانی نے اپنی کتاب ''الفوائد المجموعہ'' میں اس کو وارد کیا ہے اور اس کو ابن عساکر کی طرف منسوب کر کے رد کیا ہے۔

(۶) بعض علماء نے بیان کیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی شان یہ تھی کہ آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہتے لیکن بعض اوقات دیگر معاملات میں مصروف ہونے کی وجہ سے آپ کا ذکر منقطع ہو جاتا، یا آپ امت کی اصلاح کی فکر میں رہتے اور ذکر میں منہمک نہ ہو سکتے۔ تو اس انقطاعِ ذکر کی وجہ سے آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے۔

(۷) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمام بندوں میں سے سب سے زیادہ عبادت کی کوشش کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنی معرفت رکھی ہے، پس وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ استغفار کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور مکحول نے کہا: میں نے کسی شخص کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ استغفار کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اور مکحول بھی بہ کثرت استغفار کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں امر کیا گیا کہ ہم صبح کے وقت ستر مرتبہ استغفار کیا کریں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۴۸۴، علامہ نور الدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے کہا: اس حدیث کی سند میں حسن بن ابی جعفر راوی ہے اور وہ متروک ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۰۹)

ابو اسحاق از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں بھی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا تو میں نے سنا آپ قیام سے پہلے سو مرتبہ یہ دعا کر رہے تھے: ''استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ''۔

Marfat.com

(الادب المفرد للبخاری: ۶۲۷، الطبرانی: ۳۵۳۲، ان دونوں کتابوں میں یہ عبارت ہے" کہ آپ مجلس میں سو مرتبہ یہ استغفار کرتے: اے میرے رب میری مغفرت فرما، میری توبہ قبول فرما اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ ان کی زبان ان کے اہل کے اوپر تیز ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حذیفہ! تم مٹانے والی چیزوں سے کہاں ہو، انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: الاستغفار، بے شک میں اللہ تعالیٰ سے دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں۔

(مصنف ابن شیبہ: ۲۹۴۳۲، سنن کبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۱۱۷، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج ۱ ص ۲۷۶)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت فرمایا جب منافقین نے ان پر تہمت لگائی تھی: "اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق اس طرح کی اور اس طرح کی بات پہنچی ہے، پس اگر تم بری ہو تو عنقریب تم کو اللہ تعالیٰ بری کر دے گا، اور اگر تم نے گناہ کر لیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، پھر اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے"۔ (صحیح بخاری: ۲۶۶۱، صحیح مسلم: ۲۷۷۰، مسند احمد: ۲۵۰۹۵)

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: جو مسلمان بھی تین مرتبہ یہ دعا کرتا ہے: "استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ" تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں خواہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں اور خواہ وہ میدان جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگا ہو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بہ کثرت یہ دعا کرتے تھے "الحمد للہ واستغفر اللہ" ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا: اگر یہ نعمت ہے پس میں اللہ تعالیٰ کی اس پر حمد کرتا ہوں اور اگر یہ گناہ ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔

اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا: میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا گویا کہ وہ باغ میں ہیں، تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اپنے کس عمل کو سب سے افضل پایا تو انہوں نے کہا: استغفار۔

اور ابوعثمان نے از حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے وسعت اور کشادگی میں دعا کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس پر کوئی مصیبت نازل کرتا ہے، پس وہ پھر دعا کرتا ہے تو فرشتے اس سے کہتے ہیں: یہ ایک مرد ضعیف کی آواز ہے جو جانی پہچانی ہے، پھر وہ اس کی سفارش کرتے ہیں اور جب وہ وسعت اور کشادگی میں بہ کثرت دعائیں نہیں کرتا اور اس پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے پھر وہ دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: یہ ایک مرد ضعیف کی آواز ہے جو اجنبی ہے، وہ اس کی سفارش نہیں کرتے۔

اور علامہ ابن التین نے اس حدیث کی شرح میں اس پر کوئی اور اضافہ نہیں کیا، البتہ یہ نقل کیا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ استغفار کیا تو اس کی سات سو خطاؤں کو بخش دیا جاتا ہے اور کونسا بندہ یا بندی ہے جو ہر دن سات سو گناہ کرتا ہے۔

استغفار کے فوائد

(۱) گناہوں کا مٹنا (۲) عیوب پر پردہ (۳) رزق میں وسعت (۴) مخلوق سے سلامت رہنا (۵) مال کی حفاظت (۶) امیدوں کا پورا ہونا (۷) مال میں برکت کا ہونا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۹۰۔ ۱۹۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کے متعلق متعدد روایات

باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں''۔

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ آپ مغفرت کو طلب فرماتے ہیں اور توبہ کا عزم فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو حدیث میں الفاظ مذکور ہیں وہی بعینہ مراد ہوں۔ اور اس کی تائید امام نسائی کی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں مجلس سے اٹھنے سے پہلے سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہے اور قائم ہے اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان الفاظ سے روایت ہے کہ ہم مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سو مرتبہ یہ دعا گنتے تھے:
''اے رب! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بہت مغفرت فرمانے والا ہے''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

اور زہری نے یہ روایت کی ہے: بے شک میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

اور ابو سلمہ نے یہ روایت کی ہے کہ میں ہر دن سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

اور امام نسائی نے از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا، پس فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف ایک دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

اور امام مسلم نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے: ''بے شک میرے دل پر ایک ابر چھا جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ہر روز سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں''۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر ابر چھانے کی متعدد توجیہات

(۱) قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث میں غین کا لفظ ہے یعنی میرے دل پر زنگ چڑھ جاتا ہے یا ابر چھا جاتا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جس ذکر کی شان یہ ہے کہ اس پر دوام کیا جائے، کبھی کسی وجہ سے اس ذکر میں کمی یا سستی ہوجاتی ہے تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذنب قرار دے کر اس کی وجہ سے استغفار کرتے۔

(۲) اس سے مراد وہ چیز ہے جو دل میں حدیثِ نفس واقع ہوتی ہے، یعنی کسی کام کی طرف ترغیب اور دل کا اس طرف مائل ہونا۔

(۳) اس سے مراد وہ سکینہ ہے جو دل کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس پر استغفار کرنا عبودیت کے اظہار کے لیے ہے اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے ہے۔

Marfat.com

(۴) یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ایک حالت ہے اور اس پر استغفار کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔ پھر علامہ المحاسبی نے کہا: عام لوگوں کا خوف گناہوں پر مواخذہ کی وجہ سے عذاب کا خوف ہوتا ہے اور مقربین کا خوف اللہ تعالیٰ کے اجلال اور اعظام کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۵) الشیخ شہاب الدین السہر وردی نے کہا: یہ گمان نہ کیا جائے کہ آپ کے دل پر غین یا ابر کا چھا جانا کوئی نقص کی حالت ہے بلکہ وہ کمال ہے یا تتمہ کمال ہے، جیسا کہ کسی چیز کو مسلسل دیکھنے کی وجہ سے ہم آنکھ کو بند کر لیتے ہیں تا کہ آنکھ کو آرام حاصل ہو۔ اسی طرح تجلیات الٰہیہ کے مسلسل مشاہدہ کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر ابر چھا جاتا ہے اور کچھ دیر کے لئے یہ حالت موقوف ہو جاتی ہے اور یہ درحقیقت حصول کمال کا سبب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم ہونے کے باوجود آپ کے استغفار کرنے کی توجیہات

یہاں پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کیا حالانکہ آپ معصوم ہیں اور استغفار کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے پہلے کسی معصیت کا وقوع ہو۔ اور اس اشکال کے متعدد جوابات ہیں، بعض ازاں یہ ہیں:

(۱) اس سے مراد وہ غین ہے یا وہ ابر ہے جو آپ کے قلب پر چھا جاتا ہے اور اس کی متعدد توجیہات ابھی ہم بیان کر چکے ہیں۔

(۲) علامہ عبدالرحمن بن علی جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے کہ ہفوات الطبائع البشریہ یعنی بشری کمزوریوں سے کوئی نفس خالی نہیں ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام اگرچہ گناہ کبیرہ سے معصوم ہوتے ہیں لیکن گناہ صغیرہ سے معصوم نہیں ہوتے۔ اور علامہ ابن الجوزی کا یہ جواب تحقیق کے خلاف ہے اور مختار نہیں ہے۔

(۳) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا اللہ تعالیٰ کے اس حق کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے ہے جس حق کو ادا کرنا آپ پر واجب تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس وجہ سے ہو کہ آپ کئی مباح کاموں میں مشغول ہو جاتے مثلاً کھانے پینے میں یا جماع کرنے میں یا نیند کرنے میں یا آرام کرنے میں یا لوگوں سے باتیں کرنے میں اور لوگوں کی مصلحتوں کے متعلق غور کرنے میں اور دشمنان اسلام کے خلاف جنگ کرنے میں اور مؤلفین کی تالیف کرنے میں، اس طرح کے اور دیگر امور جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رکاوٹ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف گریہ وزاری کرنے اور اس کی تجلیات کا مشاہدہ کرنے اور مراقبہ کرنے میں فرق آتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بلند مقام کے اعتبار سے ان احوال کو بھی ذنب خیال فرماتے، یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مسلسل توجہ نہ رکھ سکتے، اس وجہ سے آپ استغفار فرماتے۔

(۴) اور یہ جواب دیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا امت کو استغفار کے طریقہ کی تعلیم کے لیے تھا، یا امت کے گناہوں پر ان کی شفاعت کرنے کے لیے تھا۔

(۵) اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے رہتے تھے اور جب آپ کم درجہ کے حال کو دیکھتے تو اس کو اپنے بلند مقام کے اعتبار سے گناہ قرار دیتے اور اس پر استغفار فرماتے۔ لیکن یہ جواب اس ظاہر حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ آپ ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۶۸۔۳۶۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ الحافظ ابو العباس احمد بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ ھ، لکھتے ہیں:

ہر دن سو مرتبہ استغفار اور توبہ کی تجدید کرنا

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ از الاغر المزنی (اور وہ صحابی ہیں) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میرے دل پر ایک پردہ پڑ جاتا ہے اور میں اللہ عزوجل سے ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۷۰۲، سنن ابوداؤد: ۱۵۱۵، مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۰)

اس حدیث میں ''لیغان'' کا لفظ ہے۔ یہ ''الغین'' سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: پردہ، اور بادل اور ابر کو بھی الغین کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی ڈھانپ لیتے ہیں۔ اور کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ نبی ﷺ کے قلب میں کسی گناہ کی وجہ سے ایسا اثر ہوا جس سے آپ کے دل پر پردہ پڑا، کیونکہ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام پر صغائر کے ارتکاب کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے بھی یہ نہیں کہا کہ جب انبیاء علیہم السلام سے کوئی گناہ صغیرہ سرزد ہو تو اس سے ان کے دل میں اس طرح اثر ہو جاتا ہے جس طرح نافرمانوں کے دلوں میں گناہوں سے اثر ہوتا ہے بلکہ وہ مغفور ہیں اور ان کی تکریم کی گئی ہے اور ان پر ان میں سے کسی چیز کے سبب سے مواخذہ نہیں ہوتا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ پردہ یا ابر گناہ کے سبب سے نہیں ہے۔

نبی ﷺ کے دل پر غین یا ابر تھا، اس کی توجیہات

(۱) ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ کی شان یہ تھی کہ دائماً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے لیکن کبھی مختلف مشغولیات کی وجہ سے آپ یہ ذکر نہیں کر سکتے تھے تو ان مشغولیات کی بناء پر آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنی امت کے احوال پر مطلع ہوتے اور آپ کے بعد جو آپ کی امت کے احوال ہوں گے ان پر آپ مطلع ہوتے، تو آپ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے استغفار کرتے تھے۔

(۳) نبی ﷺ جب اپنی امت کے حالات اور معاملات پر غور و فکر کرتے اور آپ کی امت جو دشمنانِ اسلام سے جہاد کرتی اس کے متعلق غور کرتے اور یہ بھی بہت عظیم مقام ہے اور عظیم عبادات میں سے ہے اور افضل اعمال میں سے ہے، لیکن اس میں غور و فکر کرنے کی وجہ سے آپ دائماً جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے اس میں رکاوٹ ہو جاتی تو اس پر آپ اللہ تبارک وتعالیٰ سے استغفار فرماتے تھے۔

(۴) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اللہ تعالیٰ کو عظیم جاننے کا ایک مقام ہے اور آپ جو استغفار کرتے وہ اس غین یا ابر کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کھڑے ہوتے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ میرے قلب پر پردہ پڑ جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔

(۵) اور بعض ارباب اشارات نے کہا ہے کہ نبی ﷺ ہمیشہ اپنے مقامات میں ترقی کرتے تھے اور ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ میں جلدی منتقل ہوتے تھے، پس جب آپ ایک مقام سے ترقی کر کے دوسرے مقام کی طرف جاتے تو نچلے مقام کو اپنے مقامِ عالی کے اعتبار سے نقص شمار فرماتے، تو اس نچلے مقام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے۔

Marfat.com

اور جنید بغدادی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے "حسنات الابرار سیئات المقربین"۔

"حسنات الابرار سیئات المقربین" کی شرح از مصنف

میں کہتا ہوں: "حسنات الابرار سیئات المقربین" کا معنی یہ ہے کہ بعض وہ کام جو نیکوں کی نیکیاں ہیں مثلاً دشمنانِ اسلام سے جہاد میں مشغول رہنا، مسلمانوں کی مصلحتوں میں غور وفکر کرنا وغیرہ، یہ بھی فی نفسہٖ نیکیاں ہیں لیکن مقربین جن کی شان یہ ہے وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر رہیں اور کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضوری سے منقطع نہ ہوں اور ہر وقت تجلیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ اور مراقبہ کرتے رہیں اور کسی آن اس میں انقطاع نہ ہو اور جس آن میں اس سے انقطاع ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر نہ رہیں تو وہ اس کو بھی گناہ خیال کرتے ہیں۔ ہر چند کہ جن وجوہ کی بناء پر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس آن کے لیے حاضر نہ ہو سکے تھے وہ بھی فی نفسہٖ نیکی تھی لیکن اس سے بڑی نیکی جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہے، وہ نہیں تھی، اس لیے وہ اس کو بھی گناہ خیال کر کے اس پر استغفار کرتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

توبہ کرنے کا لغوی اور شرعی معنی

نیز اس باب کی حدیث میں مذکور ہے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو جیسا کہ درج ذیل آیات میں ارشاد ہے:

وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (النور: ۳۱) اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ O

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (التحریم: ۸) اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (الحجرات: ۱۱) اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں O

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ توبہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو گناہ کرے اور لغت میں توبہ کا معنی ہے: رجوع کرنا۔ اور شرع میں توبہ کا معنی ہے: جو کام شرعاً مذموم ہو اس سے رجوع کر کے اس کام کو کرنا جو شرعاً محمود ہے۔

نیز امام مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو کیونکہ میں اللہ کی طرف ایک دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۷۰۲، مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۰)

یہ حدیث دائماً توبہ کرنے پر دلالت کرتی ہے اور انسان جب بھی اپنے گناہ کو یاد کرے تو دوبارہ توبہ کرے، کیونکہ گناہ کا حصول تو یقینی طور پر ہوا ہے اور گناہ کی سزا سے خروج مشکوک ہے، تو توبہ کرنے والے پر حق یہ ہے کہ اپنے گناہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے اور اس پر ہمیشہ افسوس کرتا رہے حتیٰ کہ متحقق ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس گناہ کو معاف فرما دیا ہے۔ اور اس کی امثال کا ہمارے لیے اسی وقت تحقق ہوگا جب ہماری اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی۔ پس انسان پر واجب ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے خوف کو اپنے اوپر لازم رکھے اور جو اس سے گناہ کا کام ہو گیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت کا اظہار کرتا رہے اور یہ عزم کرتا رہے کہ وہ دوبارہ اس گناہ کی طرف رجوع نہیں کرے گا اور اس گناہ کو اپنے آپ سے اکھاڑے گا۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ہم پر یہ متحقق

Marfat.com

ہو گیا ہے کہ ہمارا وہ گناہ معاف کر دیا گیا ہے تب بھی ہمارے اوپر اس نعمت کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ حدیث میں ہے:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی کثرت عبادت کے متعلق سوال کیا کہ آپ تو مغفور ہیں پھر آپ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

(صحیح البخاری: ۴۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۸۲۰، مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۵)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ وہ ہر روز اپنی توبہ کا تکرار کرتے ہیں حالانکہ آپ مغفور ہیں تاکہ آپ کی امت اس طریقہ پر بدرجہ اولیٰ عمل کرے، کیونکہ آپ کا غیر یہ کہے گا کہ جن کے ذنوب کی مغفرت متحقق ہو چکی ہے جب ان کا حال یہ ہے کہ وہ ایک دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں تو وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ وہ بھی اسی طرح بہ کثرت توبہ اور استغفار کرے، لیکن توبہ لوگوں کے مراتب کے اعتبار سے منقسم ہوتی ہے۔

عوام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور خواص غفلات سے توبہ کرتے ہیں یعنی جس آن وہ کسی وجہ سے عبادت سے غافل رہیں اس پر توبہ کرتے ہیں۔ اور خواص الخواص حسنات کی طرف التفات کرنے سے توبہ کرتے ہیں۔

(المفہم شرح صحیح مسلم، ج ۷ ص ۲۶۔۲۸، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

کثرتِ استغفار کا استحباب

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی المتوفی ۸۲۸ھ، لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت استغفار کرنا عبودیت کے اظہار کے لیے تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف دائماً احتیاج کو ظاہر کرنے کے لیے تھا اور اللہ سبحانہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے تھا۔ علامہ المحاسبی نے کہا ہے: ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کا جو اللہ عزوجل سے خوف ہوتا ہے وہ اس کی عظمت کی وجہ سے خوف ہوتا ہے اگرچہ وہ عذاب سے مامون ہوتے ہیں اور ان کا استغفار کرنا اس کا شکر ادا کرنے کے لیے ہوتا ہے، نہ ابر اور پردہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں فرمائی ہیں: ایک یہ فرمایا ہے کہ میرے دل پر پردہ آ جاتا ہے، اور یہ فرمایا کہ میں اللہ عزوجل سے استغفار کرتا ہوں۔ ان میں سے کوئی امر دوسرے پر موقوف نہیں ہے۔ پس ابر کا ذکر کرنا ایک قضیہ ہے اور استغفار کرنا دوسرا قضیہ ہے، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے آخر میں فرمایا: اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو کیونکہ میں ایک دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں عرض کرتے تھے: میں تجھ سے استغفار کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔ اور اس دعا میں آپ قرآن پر عمل کرتے تھے۔

اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام پر صغائر کے ارتکاب کو جائز قرار دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ آپ کا استغفار اس لیے تھا کہ ایسا نہ ہو کہ آپ کی زبان یا آپ کے اعضاء سے کوئی ایسی چیز سرزد ہو جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور پچھلی مغفرت فرما دی ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ وہ چیز ہے جو قلوبِ صافیہ پر طاری ہو جاتی ہے، کیونکہ نفس میں چھوٹی چھوٹی نافرمانیوں کا خیال آتا ہے اور غفلت طاری ہوتی ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ہمارے بعض شیوخ یہ کہتے تھے کہ ان جوابات کی ضرورت نہیں ہے، اور اس حدیث

Marfat.com

کا معنی یہ ہے کہ آپ ایک مقام سے اس سے اعلیٰ مقام کی طرف منتقل ہوتے تھے، پھر مقامِ اول کو مقامِ اعلیٰ کے اعتبار سے ابر اور پردہ خیال فرماتے اور پھر اس پر استغفار فرماتے تھے۔

نیز اس حدیث میں ارشاد ہے "میں ایک دن میں ایک سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں"۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ بندہ کو چاہیے کہ دائماً توبہ کرتا رہے اور بندہ جب بھی اپنے گناہ کو یاد کرے تو دوبارہ توبہ کرے، کیونکہ گناہ تو اس سے یقینی طور پر سرزد ہو چکا ہے اور اس کی توبہ مشکوک ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ مکرر توبہ کرتا رہے حتیٰ کہ اس کو یقین ہو جائے کہ اس کی توبہ قبول ہو گئی ہے اور یہ یقین اسی وقت ہوگا جب اس پر موت آ جائے گی۔ پس واجب ہے کہ وہ خوف کو لازم رکھے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن کی مغفرت کی بشارت دی جا چکی ہے جب وہ ہر دن سو مرتبہ توبہ اور استغفار کرتے تھے تو دوسروں کو کتنی زیادہ توبہ اور استغفار کرنے کی ضرورت ہوگی۔

(اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم ج ۹ ص ۱۰۳۔ ۱۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کی توجیہات

اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے استغفار کرتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت فرما دی ہے۔ (ذنوب سے مراد خلافِ اولیٰ کام ہیں نہ کہ گناہ)۔ اس کی متعدد توجیہات ہیں:

(۱) آپ سے جو سہواً کام واقع ہوئے ان پر آپ استغفار کرتے تھے۔

(۲) اعلانِ نبوت سے پہلے آپ نے جو کام کیے آپ ان پر استغفار کرتے تھے۔

(۳) آپ کا کوئی گناہ نہیں تھا لیکن آپ تواضع اور اظہارِ عبودیت کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔

(۴) آپ امت کی رہنمائی اور انہیں اللہ تعالیٰ سے استغفار کی تعلیم دینے کے لیے استغفار کرتے تھے۔

اور حق بات یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی سند سے روایت کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر غین (ابر) چھا جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۷۰۲، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ)

علماء نے بیان کیا ہے: اس حدیث میں غین کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے ابر، کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو ملاحظہ فرماتے اور اس کے جمال کا مشاہدہ کرتے جیسا کہ بشریت کا تقاضا ہے یا امت کی مصلحتوں میں غور و فکر کرنے میں مشغول ہوتے جب کہ آپ پر حق یہ تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں مستغرق رہتے جیسا کہ ملائکہ کروبین ہیں بلکہ ان سے زیادہ تو اس وجہ سے آپ استغفار کرتے، کیونکہ ابرار کی حسنات بھی مقربین کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں۔

امام غزالی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ترقی کرتے تھے، تو حالتِ سابقہ میں جب کم درجہ کو دیکھتے تو اس سے اگلے مرتبہ میں جا کر اس نچلے مرتبہ پر استغفار کرتے، لیکن مسلم کی یہ حدیث اس توجیہ کے مناسب نہیں ہے، اگرچہ امام غزالی کا یہ کہنا برحق ہے

کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی فرماتے تھے۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۱۰ ص ۵۷۔۵۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کثرتِ استغفار کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت کا اس آیت میں اعلان فرمادیا ہے:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح: ۱۔۲) (اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطا فرمائی O تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام۔

اس آیت کے نازل ہونے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے، اور یہ ظاہر فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی محتاج ہے۔ اور یہ ممکن ہے کہ اس سے کوئی خطا واقع ہوجائے لیکن انبیاء علیہم السلام اپنی خطا پر برقرار نہیں رہتے تھے بلکہ ان کو اس خطا کے خلاف نیکی کی طرف راجع کردیا جاتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس عظیم مقام کے حاصل ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے اور اس کی طرف توبہ کرتے تھے تو ہم لوگوں کو کتنا زیادہ اللہ تعالیٰ سے دن اور رات میں استغفار کرنا چاہیے۔ ہم لوگ نماز میں یا نماز کے بعد تھوڑا بہت استغفار کرتے ہیں اور باقی وقت ہم غفلت میں گزار دیتے ہیں۔ (شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۵۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

شیخ محمد تقی العثمانی، شیخ الحدیث دار العلوم کراچی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں جو غین کا ذکر ہے اس سے مراد وہ غفلت ہے جو ان لوگوں پر طاری ہوجاتی ہے جن کی شان یہ ہے کہ وہ دائماً اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ پس جب ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سستی یا غفلت طاری ہو تو وہ اس کو ذنب قرار دیتے ہیں اور اس پر استغفار کرتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنی امت کے جن احوال پر مطلع ہوتے ہیں ان میں غور و فکر کرتے ہیں، پھر اپنی امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنی امت کی مصلحتوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان امور میں غور و فکر کرتے ہیں جن میں ان کی امت دشمنانِ اسلام سے جہاد کرتی ہے۔ تو اس عظیم مقام سے رکاوٹ آجاتی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ دائماً اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور اس کا ذکر کریں، سو اس کو وہ ذنب قرار دیتے ہیں اگرچہ یہ امور بہت عظیم طاعات میں سے ہیں اور افضلِ اعمال میں سے ہیں۔ پس یہ عالی درجہ سے نزول ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے اور اس کی تجلیات کا مشاہدہ کرنے اور اس کا مراقبہ کرنے سے ان امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے رکاوٹ آجاتی ہے تو وہ اس پر استغفار کرتے ہیں۔ (تکملۃ فتح الملہم ج ۵ ص ۵۶۳۔۵۶۴، مکتبہ

دار العلوم کراچی ۱۴)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ سے گناہ کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے کس وجہ سے یہ فرمایا کہ ''میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہوں''۔

اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق جو بندوں پر واجب ہے اس کی ادائیگی میں جو تقصیر ہوگئی اس پر آپ استغفار کرتے تھے اور یہ تقصیر اس وجہ سے ہوئی کہ آپ بعض مباح امور میں مشغول رہتے تھے، کھانے میں پینے میں، جماع میں، سونے میں، آرام میں، لوگوں سے باتیں کرنے میں، اور دشمنانِ اسلام سے جنگ کرنے میں اور مؤلفۃ قلوب کی تالیف میں اور بہت سے ایسے امور جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضوری سے رکاوٹ ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ استغفار کرتے تھے، یا آپ اپنی امت کو استغفار کا طریقہ سکھانے کے لیے استغفار کرتے تھے، یا امت کے ذنوب کے اوپر آپ استغفار کرتے تھے اور یہ ان کی شفاعت کے حکم میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقتِ حال کو جاننے والا ہے۔ (عون الباری لحل ادلۃ صحیح البخاری، ج ۶ ص ۱۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۷، کی شرح از شیخ محمد علی صابونی

الشیخ محمد علی الصابونی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے نہیں تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبائر اور صغائر سے معصوم ہیں، آپ کا استغفار امت کی تشریع کے لیے تھا اور امت کو استغفار کے طریقہ کی تعلیم دینے کے لئے تھا، کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تو آپ کی امت آپ کی اقتداء کرے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہٗ کے اس حکم پر عمل کرتے تھے:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ (محمد: ۱۹)

پس آپ جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں پر استغفار کیجئے اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لیے۔

تاکہ آپ کی امت کے مسلمان مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں رہیں۔ اس میں آپ نے اپنی امت کی اس طرف رہنمائی کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور اس سے استغفار کریں اور توبہ کریں، کیونکہ ہر ابن آدم خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں۔ (الشرح المیسر لصحیح البخاری، ج ۵ ص ۴۰۸)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں تو انہیں استغفار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

(۱) اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کبائر اور اصرار علی الصغائر سے تو معصوم ہوتے ہیں لیکن صغائر سے معصوم نہیں ہوتے، استغفار صغائر کی وجہ سے کرتے ہیں۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں: یہ جواب مردود ہے، صحیح اور مختار مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں۔
(سعیدی غفرلہٗ)

(۲) بعض علماء کے نزدیک انبیاء کبائر اور صغائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں، ان کے نزدیک جواب یہ ہے کہ بسا اوقات خلاف اولیٰ کام انبیاء سے صادر ہو جاتے ہیں وہ اگر چہ گناہ کے زمرے میں داخل نہیں ہوتے لیکن انبیاء کی بلند شان اور ارفع مقام کی وجہ سے ''حسنات الابرار سیئات المقربین'' کے قاعدے کی بناء پر انبیاء اسے بھی اپنے حق میں سیئہ سمجھتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔
(کشف الباری شرح صحیح بخاری، کتاب الدعوات، ص ۱۸۱، مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کراچی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کی توجیہات از مصنف

اس بحث میں یہ جواب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (نصر: ۳) سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح فرمائیں اور اس سے استغفار کریں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار کرنے کا حکم دیا تو آپ امتثال امر اور اس کا حکم ماننے کے لیے استغفار کرتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ۔ (بقرہ: ۲۲۲) اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

تو آپ اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے دن میں سو بار سے زیادہ استغفار کرتے تھے۔

اس بحث کو لکھتے وقت یہ دو جواب اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں القاء کیے۔ وللہ الحمد علی ذالک

۴۔ بَابُ: التَّوْبَةِ توبہ کا بیان

قَالَ قَتَادَةُ ''تُوبُوا إِلَى اللهِ تَوْبَةً نَصُوحًا'' الصَّادِقَةُ: النَّاصِحَةُ۔ اور قتادہ نے کہا: ''اللہ کی طرف خالص توبہ کرو''۔ یعنی سچی اور پکی توبہ کرو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں توبہ کا بیان کیا گیا ہے۔ علامہ الجوہری نے کہا ہے: توبہ کا معنی ہے: گناہ سے رجوع کرنا۔ اسی طرح سے لفظ ''التوب'' ہے اور الاخفش نے کہا ہے ''التوب'' ''توبة'' کی جمع ہے ''تاب الی اللہ توبة ومتابة'' کہا جاتا ہے۔ اور ''وقد تاب اللہ علیہ'' اس کا معنی ہے ''اللہ تعالیٰ نے اس کو توبہ کی توفیق دی''۔ اور اس کی توبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرے کہ وہ اس کی توبہ قبول فرمائے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس سلسلہ میں مشائخ کی عبارات مختلف ہیں۔ پس کسی نے کہا کہ توبہ کا معنی ندامت ہے، اور کسی نے کہا کہ توبہ کا معنی دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم ہے۔ اور کسی اور نے کہا کہ توبہ کا معنی ہے: گناہ کو اکھاڑ دینا۔ اور بعض علماء نے ان تینوں

Marfat.com

امور کو جمع کیا اور وہ کامل ترین توبہ ہے۔

علامہ ابن المبارک نے کہا ہے کہ حقیقتِ توبہ کی چھ علامات ہیں:

(۱) گزشتہ گناہ پر نادم ہونا (۲) دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا (۳) ہر وہ فرض جو گناہ سے ضائع ہو گیا اس کو ادا کرنا (۴) بندہ نے کسی پر ظلم کر کے کسی کا جو حق مارا ہے وہ حق اس کو ادا کرنا (۵) اور مالِ حرام سے جو اس نے اپنے بدن کو فربہ کیا ہے اس کو تفکرات اور غموں سے اتنا پگھلانا حتیٰ کہ اس کی کھال ہڈیوں کے ساتھ چمٹ جائے، پھر کھال اور ہڈی کے درمیان دوبارہ پاکیزہ گوشت پیدا ہو (۶) بدن کو عبادت کا درد چکھانا جس طرح اس نے بدن کو معصیت کی لذت چکھائی تھی۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے، اس کی امام عبد بن حمید نے از شیبان از قتادہ روایت کی ہے اور قتادہ نے ''توبة النصوح'' کی تعریف کی ہے سچی توبہ۔ اور صاحب العین نے کہا ہے کہ توبہ خالص اور سچی ہوتی ہے۔ اور اس کو ''توبة النصوح'' اس لیے کہا گیا ہے کہ بندہ اس توبہ سے اپنے نفس کی خیر خواہی کرتا ہے اور اس کو دوزخ کی آگ سے بچاتا ہے۔

الاصمعی نے کہا ہے: ''الناصح'' کا معنی ہے: خالص شہد یا کوئی اور خالص چیز۔ اور ہر وہ چیز جو خالص ہو تو اس کو نصوح کہتے ہیں۔ اور ''وانتصح فلان'' اس کا معنی ہے فلاں نے نصیحت کو قبول کر لیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۴۔۴۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۳۰۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ حَدِيثَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ فَقَالَ بِهِ هٰكَذَا قَالَ أَبُو شِهَابٍ بِيَدِهِ فَوْقَ أَنْفِهِ ثُمَّ قَالَ لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ مَنْزِلًا وَبِهِ مَهْلَكَةٌ وَمَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَوَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهُ حَتّٰى إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَ أَرْجِعُ إِلٰى مَكَانِي فَرَجَعَ فَنَامَ نَوْمَةً ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ تَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ وَجَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از الاعمش از عمارہ بن عمیر از الحارث بن سوید، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو حدیثیں بیان کیں، ان میں سے ایک از نبی ﷺ ہے اور دوسری ان کی اپنی طرف سے ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ بے شک مومن اپنے گناہوں کو اس طرح سمجھتا ہے جیسے وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا اور یہ سمجھے کہ اس کے اوپر پہاڑ گرنے والا ہے اور فاجر اپنے گناہ کو اس طرح سمجھتا ہے جیسے مکھی اس کے ناک پر بیٹھی ہے اور وہ اپنے ہاتھ سے ناک پر اشارہ کر کے اس مکھی کو اڑا دے، پھر (دوسری حدیث انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بیان کی) اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی ہلاکت کی جگہ قیام کیا، اس کے ساتھ اس کی سواری بھی تھی اور کھانے پینے کی

Marfat.com

الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ سَمِعْتُ الْحَارِثَ وَقَالَ شُعْبَةُ وَأَبُو مُسْلِمٍ اسْمُهُ عُبَيْدُ اللهِ كُوفِيٌّ قَائِدُ الْأَعْمَشِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ۔

(صحیح مسلم: ۲۷۴۴، سنن ترمذی: ۲۴۹۸، مسند احمد: ۱۲۸۱۵)

چیزیں بھی تھیں، پھر وہ سر رکھ کر سو گیا اور جب وہ بیدار ہوا تو اس کی سواری غائب تھی، حتیٰ کہ اسے جب سخت گرمی اور پیاس لگی یا جو اللہ نے چاہا تو اس نے کہا: میں اپنی جگہ واپس جاتا ہوں، پس لوٹ گیا اور سو گیا، پھر سر اٹھایا تو اس کی سواری اس کے پاس موجود تھی۔

ابو شہاب کی متابعت ابو عوانہ اور جریر نے کی ہے از الاعمش۔

اور ابو اسامہ نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ نے حدیث بیان کی، میں نے الحارث بن سوید سے سنا۔

اور شعبہ نے اور ابو مسلم جن کا نام عبداللہ کوفی ہے اور وہ اعمش کے قائد تھے، نے بیان کیا از الاعمش از ابراہیم التیمی از الحارث بن سوید۔

اور ابو معاویہ نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عمارہ از الاسود از عبداللہ اور از ابراہیم التیمی از الحارث بن سوید از حضرت عبداللہ۔

صحیح البخاری: ۶۳۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "باب التوبہ" یعنی توبہ کا بیان۔ اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، یہ احمد بن عبداللہ بن یونس التمیمی الیربوعی الکوفی ہیں۔ یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں اور اسی کے ساتھ مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو شہاب، ان کا نام عبدربہ بن نافع الحناط ہے اور یہ ابو شہاب الحناط الصغیر ہیں۔ اور رہے ابو شہاب الحناط الکبیر، وہ اس طبقہ کے شیوخ میں ہیں اور ان کا نام موسیٰ بن نافع ہے، اور یہ دونوں بھائی نہیں ہیں اور یہ دونوں کوفی ہیں اور اسی طرح اس سند کے باقی رجال بھی کوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمارہ بن عمیر التیمی، یہ تیم اللہ ہیں بنی تیم اللات بن ثعلبہ، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحارث بن سوید التیمی، یہ تیم الرباب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

Marfat.com

یہ صحابی ہیں۔

اس حدیث میں نسق (بالترتیب) واحد سے تین تابعین کا ذکر ہے۔ان میں سے پہلے الاعمش ہیں اور یہ صغار تابعین میں سے ہیں اوران میں سے دوسرے عمارہ بن عمیر ہیں، یہ اوساط تابعین میں سے ہیں،اوران میں سے تیسرے الحارث بن سوید ہیں اور یہ کبار تابعین میں سے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو حدیثیں بیان کیں،ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور دوسری اپنی طرف سے'':

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تصریح نہیں کی، علامہ نووی اور علامہ ابن بطال نے بھی کہا ہے مرفوع حدیث وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں انہوں نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوتا ہے کہ جب کوئی مرد کسی جگہ ٹھہرے اوروہاں اس کی ہلاکت ہو۔۔الحدیث۔

اور پہلی حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے،امام مسلم نے از جریر از الاعمش از عمارہ از الحارث روایت کی ہے کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی عیادت کرنے کے لیے گیا اوروہ اس وقت بیمار تھے تو انہوں نے ہمیں دو حدیثیں بیان کیں، ایک حدیث اپنی طرف سے اوردوسری حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے،آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔۔الحدیث

اس حدیث میں مذکور ہے''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مومن اپنے گناہوں کواس طرح خیال کرتا ہے گویا کہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہو اور وہ ڈرتا ہو کہ پہاڑ اس کے اوپر آکر گرے گا''۔

اس کا سبب یہ ہے کہ مومن کا قلب منور ہوتا ہے، جب وہ اپنے نفس کا جائزہ لیتا ہے اور کوئی اپنا ایسا کام دیکھتا ہے جو اللہ عزوجل کے حکم کے خلاف ہوتو وہ اس کو بہت سنگین شمار کرتا ہے اور پہاڑ کے ساتھ مثال دینے میں حکمت یہ ہے کہ دوسری ہلاک کرنے والی چیزوں سے کبھی نجات حاصل ہوجاتی ہے،اس کے برخلاف جب پہاڑ کسی بندہ کے اوپر گر جائے تو عادۃً اس سے نجات نہیں ہوتی۔

اوراس حدیث میں مذکور ہے''اور فاجر یعنی عاصی اور فاسق جب گناہ کرتا ہے تو وہ اپنے گناہ کواس طرح قرار دیتا ہے جیسے مکھی اس کے ناک پر بیٹھی ہو اور وہ ہاتھ سے اس کو اڑا دیتا ہے''۔

یعنی عاصی اور فاسق اپنے گناہ کو بہت آسان خیال کرتا ہے، کیونکہ اس کے قلب میں تاریکی ہوتی ہے تو گناہ اس کے نزدیک بہت معمولی ہوتا ہے اور جس طرح ہاتھ سے مکھی اڑاتے ہیں تو وہ اس طریقہ سے اس گناہ کو اپنے سے دور کرتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے جب بندہ کسی ایسی جگہ ٹھہرے جو ہلاکت کی جگہ ہو اور اس کی سواری جس پر اس کے کھانے اور پینے کی چیز ہو وہ گم ہوجائے،وہ اس کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے،پھر تھک ہار کر اپنی جگہ پر آ کر سو جائے''اور جلیل کی روایت میں ہے''میں اسی جگہ لوٹتا ہوں جہاں میں سویا تھا حتیٰ کہ میں مرجاؤں،پھر اپنا سر اپنی کلائی کے نیچے رکھے تاکہ مرجائے پھر اس کو نیند آجائے،پھر جب وہ بیدار ہوتو اچانک اس کی

Marfat.com

سواری وہیں کھڑی ہو جس پر اس کے کھانے اور پینے کی چیزیں رکھی ہوئی ہوں تو گویا اس کو از سرِ نو زندگی ملی تو کس قدر خوش ہوگا، سو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندہ کی توبہ سے اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۵۔۴۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۳۰۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح و حَدَّثَنَا هُدْبَةُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اللّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلَى بَعِيرِهِ وَقَدْ أَضَلَّهُ فِي أَرْضِ فَلَاةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ ح اور ہمیں ہدبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ تم میں سے جس کا اونٹ اچانک اسے مل جائے حالانکہ وہ ایک چٹیل میدان میں گم ہوا تھا۔

(صحیح بخاری: ۶۳۰۸، صحیح مسلم: ۲۷۴۴، سنن ترمذی: ۲۴۹۸، مسند احمد: ۱۲۸۱۵)

صحیح البخاری: ۶۳۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی پہلی سند میں اسحاق کا ذکر ہے۔ الغسانی نے کہا: شاید یہ ابن منصور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حبان کا ذکر ہے، یہ ابن ہلال الباہلی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ہمام بن یحییٰ کا ذکر ہے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

اور دوسری سند از ہدبہ بن خالد از ہمام الیٰ آخرہ ہے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح بندہ اپنے گم شدہ اونٹ کے اچانک مل جانے سے خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ کرنے سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

''توبۃ النصوح'' کے معانی

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''توبۃ النصوح'' یہ ہے کہ بندہ کسی گناہ سے توبہ کرے اور پھر دوبارہ وہ گناہ نہ کرے۔

علامہ ابن المبارک نے کہا ہے کہ حقیقتِ توبہ کی چھ علامات ہیں:

(۱) گزشتہ گناہ پر نادم ہونا (۲) دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا (۳) ہر وہ فرض جو گناہ سے ضائع ہو گیا اس کو ادا کرنا (۴) بندہ نے کسی پر ظلم کر کے کسی کا جو حق مارا ہے وہ حق اس کو ادا کرنا (۵) اور مالِ حرام سے جو اس نے اپنے بدن کو فربہ کیا ہے اس کو تفکرات اور غموں سے اتنا پگھلانا حتیٰ کہ اس کی کھال ہڈیوں کے ساتھ چمٹ جائے، پھر کھال اور ہڈی کے درمیان دوبارہ پاکیزہ گوشت پیدا ہو (۶) بدن کو عبادت کا درد چکھانا جس طرح اس نے بدن کو معصیت کی لذت چکھائی تھی۔

اور میمون بن مہران حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کتنے ہی توبہ کرنے والے ہیں جو قیامت کے دن یہ گمان کریں گے کہ وہ توبہ کرنے والوں میں سے ہیں حالانکہ وہ توبہ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں گے، کیونکہ انہوں نے توبہ کے دروازوں کو نہیں کھولا۔ (اس حدیث کی امام بیہقی نے شعب الایمان: ۷۱۷۹ میں روایت کی ہے)

عبداللہ بن سمیط نے کہا ہے: جب تک بندہ کا قلب کسی ایک گناہ کے اوپر اصرار کرتا رہتا ہے تو اس کے اعمال ہوا میں معلق ہوتے ہیں، اگر وہ اس گناہ سے توبہ کرلے تو فبہا ورنہ اس کے اعمال ہمیشہ معلق ہوتے ہیں۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جب میرا بندہ میری طرف توبہ کرلیتا ہے تو میں اس کے اعضاء سے وہ گناہ بھلا دیتا ہوں اور اس جگہ سے وہ گناہ بھلا دیتا ہوں اور کراماً کاتبین سے وہ گناہ بھلا دیتا ہوں حتیٰ کہ وہ اس کے خلاف گواہی نہیں دیتے''۔

توبہ کے متعلق قرآن مجید کی آیات

توبہ کرنا اللہ تعالیٰ سے ہر مسلمان کے اوپر فرض ہے خواہ اس نے صغیرہ گناہ کیے ہوں خواہ کبیرہ گناہ کیے ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (النور: ۳۱)

اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ O

(۲) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔ (التحریم: ۸)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔

(۳) اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىِٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ (النساء: ۱۷)

توبہ کی مقبولیت اللہ پر صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو جہالت سے گناہ کر بیٹھیں، پھر عنقریب توبہ کرلیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ (اپنے فضل سے حتماً) قبول فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے O

Marfat.com

پس ہر گناہ کرنے والا جس وقت وہ گناہ کرتا ہے وہ جاہل ہوتا ہے خواہ وہ عالم ہو۔ اور جس نے موت سے پہلے توبہ کر لی تو اس نے عنقریب توبہ کی۔

اور ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ندامت توبہ ہے''۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۲، مسند احمد: ۳۵۶۸، مسند بزار: ۱۹۲۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۷۹۹، المستدرک للحاکم: ۷۶۱۲، ۷۶۱۳، شعب الایمان للبیہقی: ۷۰۲۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۰۵۵۸)

ابن شہاب الزہری نے بیان کیا: جب بنی اسرائیل سے کہا گیا:

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ (البقرہ: ۵۴) پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو، سو تم ایک دوسرے کو قتل کرو۔

تو وہ دو صفوں میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا حتیٰ کہ ان سے کہا گیا: کافی ہو گیا، تو یہ مقتول کی شہادت ہو گئی اور زندوں کی توبہ ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے قتل کو اٹھا لیا کیونکہ انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنے میں بہت کوشش کی، پس اللہ تعالیٰ کا اس امت پر اسلام کے بعد کتنا بڑا انعام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے کیے ہوئے برے کاموں پر نادم ہو کر اس سے توبہ کر لیں۔

مرد اپنی عمر کو گناہ میں فنا کر دیتا ہے اور وہ گناہوں میں اور نافرمانیوں میں اپنی عمر کو فنا کرتا ہے، پھر نادم ہوتا ہے اور اس گناہ کو اپنی ذات سے اکھاڑ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے گناہ کو ساقط کر دیتا ہے اور اس کو اپنا حبیب بنا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ (بقرہ: ۲۲۲) اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے O

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص گناہ سے توبہ کر لیتا ہے، وہ اس شخص کی مثل ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۰، الطبرانی ج ۱۰ ص ۱۵۰، رقم الحدیث: ۱۰۲۸۱، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۱۰، مسند الشہاب ج ۱ ص ۹۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۴)

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے جو حدیث ذکر کی، اس میں یہ فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ مومنین میں اس کا شمار ہو، تو وہ اپنے گناہوں سے ڈرے اور اس کو بہت زیادہ گناہوں سے خوف ہو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کم نہ سمجھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تھوڑی سی چیز پر بھی مواخذہ فرماتا ہے اور اسی کے لیے حجتِ بالغہ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو دوسری حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بیان کی ہے، اس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ سے بہت خوش ہوتا ہے جو توبہ کرتا ہے، اور خوشی کے معنی رضا ہیں، قرآن مجید میں ہے:

كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ (المومنون: ۵۳) ہر گروہ اسی سے خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہو O

یعنی ہر گروہ اس سے راضی ہوتا ہے جس کام کو وہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ سے راضی ہوتا ہے۔

Marfat.com

توبہ اور استغفار کا معنی لطیف یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے اور متقدمین اور متاخرین توبہ پر ہمیشہ عمل کرتے رہے، اور انبیاء علیہم السلام نے بہ کثرت توبہ کی اور استغفار کیا اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے اور گناہوں سے براءت کا اظہار کرتے تھے اور استغفار میں توبہ کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ:۱۱۷)

بے شک اللہ نے نبی پر فضل فرمایا اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی جب کہ اس کے بعد یہ قریب تھا کہ ان کے ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں، پھر اس کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول کی، بے شک وہ ان پر نہایت مہربان بہت رحم والا ہے O

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۹۸۔ ۲۰۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

دعاؤں کے بیان سے پہلے استغفار اور توبہ کی ضرورت کی توجیہ

امام بخاری نے ان دو بابوں کو یعنی استغفار اور توبہ کو کتاب الدعاء کے شروع میں وارد کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ قبولیت اس شخص کی دعا کی جلدی ہوتی ہے جو معصیت اور گناہ کے ساتھ متصف نہ ہو۔ پس جب امام بخاری نے توبہ اور استغفار کو دعا کی احادیث لانے سے پہلے ذکر کیا تو اس سے بندہ کی دعا کی قبولیت زیادہ متوقع ہے۔

اور علامہ ابن الجوزی سے سوال کیا گیا، کسی شخص نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کروں یا اس سے استغفار کروں؟ تو انہوں نے جواب دیا: جب کپڑا میلا کچیلا ہو تو انسان خوشبو لگانے کی بجائے صابن کی طرف زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ یعنی پہلے وہ اپنے کپڑے کو صاف کرے گا، پھر خوشبو لگائے گا۔ اسی طرح بندہ پہلے استغفار کر کے توبہ کرے گا اور پھر تسبیح پڑھے گا۔ اور استغفار کا معنی ہے: غفران کو طلب کرنا۔ اور کسی چیز کی اس سے حفاظت کرنا جو اس کو میلا کچیلا کرتی ہے۔ اور ہر چیز کا میل اور کچیل اس کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا بندہ کی مغفرت فرمانا اس لئے ہے کہ وہ اس کو عذاب سے محفوظ رکھے اور توبہ کا معنی ہے کہ بندہ گناہ کو ترک کرے۔ اور شرعی معنی یہ ہے کہ گناہ کی قباحت کی وجہ سے اس کو ترک کرے اور اس کے فعل پر نادم ہو اور یہ عزم کرے کہ وہ دوبارہ گناہ نہیں کرے گا۔ اور جس شخص کا حق اس نے سلب کیا ہو وہ حق اس کو واپس کرے یا حق دار سے اس کے حق سے براءت کو طلب کرے اور یہ سب سے بلیغ عذر ہے۔

علامہ قرطبی کی توبہ کی تعریف

علامہ الحافظ ابو العباس احمد بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ، المفہم شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

توبہ کی تعریف میں مشائخ کی عبارات مختلف ہیں۔ کسی نے کہا: توبہ ندامت ہے، اور دوسرے نے کہا: دوبارہ گناہ نہ کرنے کا

Marfat.com

عزم توبہ ہے۔اور تیسرے نے کہا: گناہ کو اکھاڑ دینا یہ توبہ ہے۔اور بعض نے ان تینوں امور کو جمع کیا اور یہ توبہ کی سب سے کامل تعریف ہے۔

علامہ قرطبی کی تعریف کا مانع اور جامع نہ ہونا

لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: کہ یہ تعریف جامع اور مانع نہیں ہے۔مانع اس لئے نہیں ہے کہ کبھی یہ تینوں امور جمع ہوتے ہیں اور وہ شرعاً توبہ کرنے والا نہیں ہوتا، کیونکہ بسا اوقات وہ مال کی حرص کی وجہ سے ایسا کرتا ہے یا وہ اس لئے ایسا کرتا ہے تاکہ لوگ اس کو ملامت نہ کریں اور اس کو عار نہ دلائیں۔

اور توبہ صرف اس وقت صحیح ہوتی ہے جب کوئی بندہ اخلاص سے توبہ کرے یعنی نہ مال کے لالچ کی وجہ سے اور نہ ملامت کے خوف کی وجہ سے اور جس نے غیر اللہ کی وجہ سے گناہ کو ترک کیا وہ بالاتفاق توبہ کرنے والا نہیں ہے۔

اور یہ تعریف جامع اس لئے نہیں ہے کہ اس تعریف سے یہ صورت نہیں نکلتی کہ جس آدمی نے مثلاً زنا کیا، پھر اس کا آلہ کاٹ دیا گیا تو اب اس سے گزشتہ فعل پر ندامت کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا، رہا یہ کہ وہ یہ عزم کرے کہ وہ دوبارہ زنا نہیں کرے گا تو اب یہ اس سے متصور ہی نہیں ہے۔

توبہ کی تعریف میں صرف ندامت کا کافی نہ ہونا

اور اسی طرح جس نے یہ کہا کہ توبہ کی تعریف میں ندامت کافی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ جو شخص صرف نادم ہوا اور اس نے اس گناہ کو اپنی طبیعت سے نہیں اکھاڑا اور اس نے یہ عزم نہیں کیا کہ وہ دوبارہ گناہ نہیں کرے گا تو وہ بھی اتفاقاً توبہ کرنے والا نہیں ہے۔

توبہ کی صحیح تعریف

بعض محققین نے توبہ کی تعریف میں یہ کہا کہ انسان سے جو گناہ پہلے حقیقتاً ہو چکا ہے یا تقدیراً تو وہ محض اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس گناہ کو ترک کر دے اور یہ سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ جامع توبہ کی تعریف ہے، کیونکہ توبہ کرنے والا اس گناہ کو ترک کرنے والا نہیں ہے جس کو وہ کر چکا ہے، کیونکہ وہ اس گناہ کے عین پر اور نہ اس کے ترک پر اور نہ اس کے فعل پر قادر ہے۔وہ صرف اس پر قادر ہے کہ دوبارہ اس کی مثل گناہ کرے۔

اسی طرح جس سے کوئی گناہ واقع نہیں ہوا، اس سے یہ ممکن ہے کہ وہ اس گناہ کے کرنے سے بچے، سو وہ متقی ہے تائب نہیں ہے۔اور اس پر باعث اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے تنبیہ ہے جو شخص گناہ کی برائی اور اس کے ضرر کی وجہ سے گناہ کو چھوڑ نا چاہتا ہے، کیونکہ گناہ ایک ہلاک کرنے والا زہر ہے جو انسان کی دنیا اور آخرت کی سعادت کو ہلاک کر دیتا ہے اور اس کو دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت سے حجاب میں رکھتا ہے۔اور جب انسان کے اوپر ہلاکت کا خوف غالب ہو تو وہ اس کے تدارک کی تدبیر کرے گا تاکہ اپنے نفس سے اس زہر کے اثر کو دور کر سکے، پس اس وقت وہ اپنے پچھلے کئے ہوئے کام پر نادم ہوگا اور دوبارہ اس کے نہ کرنے کا پختہ عزم کرے گا۔

Marfat.com

مختلف گناہوں کے اعتبار سے توبہ کی اقسام اور اس کے احکام

جان لو کہ توبہ یا کفر سے ہوتی ہے یا گناہ سے۔ پس کافر کی توبہ قطعی طور پر مقبول ہے اور گناہ گار کی توبہ سچے وعدہ کی وجہ سے مقبول ہے، اور قبول کا معنی ہے: گناہ کے ضرر سے خالی ہونا حتیٰ کہ انسان ایسا ہو جائے جیسے اس نے وہ گناہ نہیں کیا۔ پھر گناہگار کی توبہ یا اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے ہوگی یا کسی اور وجہ سے ہوگی، پس اگر اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے وہ توبہ کر رہا ہے تو اس توبہ میں یہ کافی ہے کہ وہ گزشتہ گناہ کو ترک کر دے۔ البتہ شریعت نے فقط ترک کو کافی نہیں قرار دیا بلکہ اس کی طرف قضاء کو یا کفارہ کو بھی لازم کیا ہے، مثلاً نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے توبہ کرتا ہے تو جو نمازیں نہیں پڑھیں ان کی قضاء کرے۔ اور اگر روزہ توڑنے یا قسم توڑنے یا قتل کرنے کی وجہ سے توبہ کرتا ہے تو لازم ہے کہ روزہ توڑنے کا کفارہ ادا کرے یا قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرے یا قتل کرنے کا کفارہ ادا کرے۔

اور جب اللہ کے غیر کے حق کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے توبہ کرتا ہے تو اس میں ضروری ہے کہ اس کا وہ حق اس کے مستحق تک پہنچائے، ورنہ وہ اس گناہ کے ضرر سے خالی نہیں ہوگا۔ لیکن جو شخص حق دار تک اس کا حق پہنچانے پر پوری کوشش کے باوجود قادر نہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہوگا اور اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔

علامہ عبداللہ بن المبارک کی بیان کردہ شرائط توبہ

علامہ عبداللہ بن المبارک نے توبہ کی زیادہ شرائط ذکر کی ہیں۔ انہوں نے کہا: توبہ کی شرط ندامت ہے اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم ہے اور جو حقوق ادا نہیں کیے ان کو واپس کرنا ہے۔ اور جو فرائض ضائع کیے ہیں ان فرائض کو ادا کرنا ہے۔ اور اس کا جو بدن مال حرام سے بڑھا ہوا اس بدن کو غم اور تفکرات سے پگھلائے حتیٰ کہ پھر اس کے لئے صاف اور پاک گوشت پیدا ہو جائے۔ اور اپنے نفس کو عبادت کا درد اس طرح چکھائے جس طرح اس نے اپنے نفس کو معصیت کی لذت چکھائی تھی۔

علامہ عبداللہ بن المبارک کی بیان کردہ شرائط توبہ پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ان میں سے بعض چیزیں توبہ کی تکمیل کرنے والی ہیں۔ اور جن علماء نے توبہ کی تفصیل ندامت کے ساتھ کی ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد اور امام ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ندامت توبہ ہے۔ لیکن اس حدیث میں ان کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کا معنی ہے توبہ پر برانگیختہ کرنا۔ اور یہ کہ ندامت توبہ کا سب سے عظیم رکن ہے نہ یہ کہ ندامت خود توبہ ہے۔

اور ہم نے جو کہا تھا کہ یہ توبہ اللہ کے لیے ہونی چاہیے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ گزشتہ کیے ہوئے کام پر ندامت ہونی چاہیے اور یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ اپنی طبیعت سے اس معصیت کی جڑ کو اکھاڑ دے۔ پس مثلاً جس شخص نے اپنے بیٹے کو قتل کیا اور وہ اس وجہ سے اس پر نادم ہوا کہ وہ اس کا بیٹا ہے (یعنی اس وجہ سے نادم نہیں ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی ہے) اور جس شخص نے کسی گناہ میں مال کو خرچ کیا، پھر وہ اس پر نادم ہوا کہ اس کا مال کم ہو گیا (یعنی وہ اس پر نادم نہیں ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی ہے) اس لئے ضروری ہے کہ جو شخص اپنے گزشتہ کیے ہوئے فعل پر نادم ہو تو اس کی وہ ندامت محض اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہو۔

اور حقوق العباد میں توبہ کی صحت کے لئے یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ جس شخص نے کسی مرد کی باندی کو چھین لیا اور اس سے زنا کیا تو اس کی توبہ اسی وقت صحیح ہوگی جب وہ اس باندی کو اس کے مالک کی طرف واپس کردے گا، اور جس شخص نے کسی شخص کو عمداً قتل کیا تو اس کی توبہ اسی وقت صحیح ہوگی جب وہ اپنے آپ کو اس مقتول کے ولی کے سپرد کردے کہ وہ چاہے تو اس سے قصاص لے اور یا چاہے تو اس کو معاف کردے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ غصب اور مقتول کے حق کی توبہ کے متعلق واضح ہے، لیکن ممکن ہے کہ اس کی توبہ زنا دوبارہ نہ کرنے کے ساتھ صحیح ہو اگر وہ باندی بدستور اس کے قبضہ میں رہے۔ اور اسی طرح قتل دوبارہ نہ کرنے سے اس کی توبہ صحیح ہو اگرچہ وہ اپنے آپ کو مقتول کے ولی کے سپرد نہ کرے۔

توبہ کی شرائط مذکورہ پر بعض علماء کا اضافہ کرنا

بعض محققین علماء نے توبہ کی شرائطِ مذکورہ پر درج ذیل شرائط کا اضافہ کیا ہے:

(۱) گناہ کرنے والا گناہ کی جگہ سے دور چلا جائے۔

(۲) اور اخیر عمر تک دوبارہ اس جگہ نہ جائے حتیٰ کہ اس کو موت آجائے۔

(۳) اس وقت تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہوا ہو۔

(۴) وہ اس گناہ کا دوبارہ ارتکاب نہ کرے، اگر اس نے اس گناہ کا دوبارہ ارتکاب کیا تو اس کی توبہ باطل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: پہلی شرط مستحب ہے۔ اور دوسری اور تیسری شرط حدِ تکلیف میں داخل ہے۔ اور چوتھی اور آخری شرط قاضی ابوبکر الباقلانی کی طرف منسوب ہے۔ اور بیس ابواب کے بعد ایک حدیث آرہی ہے جو اس چوتھی شرط کو باطل کرتی ہے اور وہ باب ہے ''فضل الاستغفار''۔

علامہ حلیمی نے الاسماء الحسنٰی میں ''تواب'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر اپنی رحمت کے فضل سے رجوع فرماتا ہے، وہ جب بھی عبادت کی طرف رجوع کرتا ہے اور اپنی معصیت پر نادم ہوتا ہے تو اس نے پہلے جو نیکی کی ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے جو اس سے ثواب کا وعدہ کیا ہے اس سے ثواب کو محروم نہیں کرتا۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے ''التواب'' وہ ہے کہ جب بھی بندہ گناہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔ (یعنی اس کی توبہ باطل نہیں ہوتی)۔

''توبۃ نصوحا'' کی تحقیق

قتادہ نے کہا ہے کہ ''توبۃ نصوحا'' وہ ہے جو توبہ صادقہ ہو۔

کہا گیا ہے: اس کو توبہ نصوحا اس لئے کہتے ہیں کہ بندہ اپنے نفس کو نصیحت کرتا ہے یعنی اس کی خیر خواہی کرتا ہے۔ اور اس کو مبالغہ کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے اپنی تفسیر میں ''توبۃ نصوحا'' کے متعلق حسب ذیل اقوال ذکر کئے

Marfat.com

ہیں:

(۱) حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ "توبۃ النصوح" وہ ہے کہ جس کے بعد گناہ دوبارہ نہ کرے، جس طرح دودھ تھن سے نکلنے کے بعد اس میں واپس نہیں جاتا۔ اس حدیث کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

(۲) اور قتادہ نے کہا ہے کہ "توبۃ النصوح" وہ ہے جو توبہ صادقہ ہو اور خالصہ ہو۔

(۳) حسن بصری نے کہا ہے کہ "النصوح" یہ ہے کہ بندہ گناہ سے اس طرح بغض رکھے جس طرح پہلے اس سے محبت رکھتا تھا اور جب بھی اس گناہ کو یاد کرے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

(۴) ایک قول یہ ہے کہ "توبۃ النصوح" یہ ہے کہ جس کے قبول ہونے کا وثوق نہ ہو اور بندہ ڈرتا رہے۔

(۵) ایک قول یہ ہے کہ "توبۃ النصوح" وہ ہے جس کے بعد مزید توبہ کی ضرورت نہ ہو۔

(۶) الکلبی نے کہا: "توبۃ النصوح" یہ ہے کہ دل سے گناہ پر نادم ہو، زبان سے استغفار کرے اور گناہ کو اکھاڑ دے اور اس کو یہ اطمینان ہو کہ اب وہ دوبارہ یہ گناہ نہیں کرے گا۔

(۷) اور سعید بن جبیر نے کہا کہ "توبۃ النصوح" توبۃ المقبولہ ہے، اور توبہ اس وقت مقبول ہوتی ہے جب اس میں تین شرطیں ہوں: ایک قبول نہ ہونے کا خوف، دوسرا قبول ہونے کی امید، اور تیسرا ادائی عبادات کرنا۔

(۸) سعید بن المسیب نے کہا: "توبۃ النصوح" وہ ہے جس کے ساتھ تم اپنے نفسوں کی خیر خواہی کرو۔

(۹) القرظی نے کہا: "توبۃ النصوح" میں چار چیزیں جمع ہوتی ہیں: زبان سے استغفار، بدن سے گناہ کو اکھاڑ پھینکنا، اور دل سے دوبارہ نہ کرنے کا عزم کرنا، اور برائی اور بد خلقی کو چھوڑ دینا۔

(۱۰) سفیان ثوری نے کہا: "توبۃ النصوح" میں چار چیزیں ہیں: "القلۃ، والعلۃ، والذلۃ، والغربۃ"۔

(۱۱) اور الفضیل بن عیاض نے کہا: توبۃ النصوح یہ ہے کہ گناہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہو، پس وہ ہمیشہ اس کی طرف دیکھتا رہے۔

(۱۲) ابن السماک نے کہا کہ تم گناہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے کھڑا کرو اور اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے سے حیا کرو۔

(۱۳) ابو بکر الوراق نے کہا کہ تم یہ سمجھو کہ زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی ہے۔

(۱۴) ابو بکر الواسطی نے کہا: یہ وہ توبہ ہے جو کسی عوض کے فوت ہونے کی وجہ سے نہ ہو، کیونکہ جس نے دنیا میں کوئی گناہ کیا اپنے نفس کی آسانی کے لئے، پھر اس نے توبہ کی تاکہ اسے آخرت میں آسانی مل جائے تو اس کی توبہ اپنے نفس کی حفاظت کے لئے ہے اللہ کے لئے نہیں ہے۔

(۱۵) اور ابو بکر الدقاق المصری نے کہا: "توبۃ النصوح" یہ ہے کہ لوگوں کے چھینے ہوئے حقوق واپس کردے، دشمنوں سے کی ہوئی زیادتی کو معاف کرائے اور عبادات پر دوام کرے۔

(۱۶) رُوَیم نے کہا کہ توبہ صرف اللہ کے لئے ہو جیسا کہ معصیت صرف اپنے لیے کرتے تھے۔

(۱۷) ذوالنون نے کہا: "توبۃ النصوح" کی تین علامتیں ہیں: کم باتیں کرنا، کم کھانا اور کم سونا۔

Marfat.com

(۱۸) شقیق بلخی نے کہا: جس نے گناہ کیا ہے وہ اپنے نفس کے اوپر زیادہ ملامت کرے اور کبھی ندامت سے الگ نہ ہو، تا کہ گناہ کی آفات سے نجات پائے۔

(۱۹) سری سقطی نے کہا کہ "توبۃ النصوح" اس وقت تک متحقق نہیں ہوگی جب تک کہ اپنے نفس اور تمام مومنین کی خیر خواہی نہ چاہے۔

(۲۰) اور جنید بغدادی نے کہا: "توبۃ النصوح" یہ ہے کہ گناہ کو بھول جائے اور کبھی اس کو یاد نہ کرے، کیونکہ جس کی توبہ صحیح ہوتی ہے، وہ اللہ سے محبت کرنے والا ہو جاتا ہے، اور جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اللہ کے ماسوا کو بھول جاتا ہے۔

(۲۱) اور ذوالاذنین یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری رہیں، اور اس کا دل غمزدہ ہو۔

(۲۲) فتح الموصلی نے کہا: "توبۃ النصوح" کی تین علامتیں ہیں: خواہش کی مخالفت کرے، زیادہ روئے، بھوک اور پیاس برداشت کرے۔

(۲۳) سہل بن عبداللہ التستری نے کہا: یہ توبہ اہل سنت و جماعت کی ہے، کیونکہ بدعتی کی کوئی توبہ نہیں ہوتی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر بدعتی کی توبہ سے حجاب میں ہے۔

(۲۴) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی آدمی کے شر کے لئے کافی ہے کہ گناہ سے توبہ کرے اور پھر اس گناہ کی طرف رجوع کرے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۹ ص ۱۸۲۔ ۱۸۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان اقوال پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ علامہ قرطبی نے ان اقوال کو صوفیاء کے کلام سے مختلف عبارات سے اخذ کیا ہے اور یہ تمام اقوال توبہ کے مکملات میں سے ہیں، توبہ کی صحت کی شرائط سے نہیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فاسق کے گناہ پر تبصرہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب مومن سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو وہ اس طرح ڈرتا ہے جیسے پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور اس کو یہ خطرہ ہے کہ پہاڑ اس کے اوپر گر جائے گا۔ اور فاسق جب کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی کو اڑا دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مومن کے اوپر اس کے ایمان کی قوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے خوف کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوتا اور یہی مسلمان کی شان ہے، وہ ہمیشہ خوف الٰہی میں رہتا ہے اور اپنے نیک اعمال کو بھی کم سمجھتا ہے اور اس سے چھوٹا سا بھی گناہ ہو جائے تو اس کی پکڑ، گرفت اور عذاب سے ڈرتا رہتا ہے۔ اور فاسق کا یہ اعتقاد نہیں ہوتا کہ اس گناہ کی وجہ سے اس کو کوئی بڑا عذاب ہوگا یا کوئی بڑا ضرر پہنچے گا جیسا کہ مکھی کا ضرر اس کے نزدیک آسان ہوتا ہے، اور اس کو دور کرنا بھی آسان ہوتا ہے، تو اسی طرح وہ سمجھتا ہے کہ اس نے جو گناہ کیا ہے اس کا کوئی خاص عذاب نہیں ہوگا اور اس سے اس کو دور کرنا بھی آسان ہے۔

فاسق کی گناہ سے بے پرواہی اور مومن کے گناہ سے شدید خوف کے اوپر فقہاء اسلام کے تبصرے

المحب الطبری نے کہا ہے کہ مومن کی یہ صفت اللہ تعالیٰ سے شدت خوف کی وجہ سے اور اس کے عذاب کے شدت خوف کی وجہ سے ہوتی ہے، کیونکہ اس کو اپنے گناہ کا تو یقین ہوتا ہے اور مغفرت کا یقین نہیں ہوتا۔ اور فاسق و فاجر کی اللہ تعالیٰ سے بہت کم معرفت

Marfat.com

ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس کا خوف بھی کم ہوتا ہے اور وہ گناہ اور معصیت کو معمولی سمجھتا ہے۔

اور علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا: اس کا سبب یہ ہے کہ فاجر کے قلب میں تاریکی ہوتی ہے تو اس کے نزدیک گناہ بہت کم اور معمولی ہوتا ہے۔

فاجر کے گناہوں کو مکھی اڑانے کے ساتھ تشبیہ دینے کی حکمت یہ ہے کہ مکھی سب سے ہلکا پرندہ ہے اور سب سے حقیر پرندہ ہے اور وہ چھوٹی سی چیز پر گر جاتی ہے، اور ناک کے ذکر میں یہ مبالغہ ہے کہ وہ گناہ کو بہت معمولی سمجھتا ہے۔ اور ہاتھ سے مکھی اڑانے میں یہ اشارہ ہے کہ فاسق یہ سمجھتا ہے کہ اس معمولی مقدار سے اس کا ضرر دور ہو جائے گا۔ اور اس میں یہ رہنمائی کی ہے کہ نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اور اس میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ وہ گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہتے اور خوارج وغیرہ کا رد ہے جو گناہ کی وجہ سے انسان کو کافر قرار دیتے ہیں۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مومن کو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ خوف ہونا چاہیے خواہ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ قلیل گناہ پر بھی عذاب دیتا ہے، کیونکہ وہ اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے۔

بندہ کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی فرح کا بیان

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: ہر وہ صفت جو تغیر کا تقاضا کرتی ہو، اللہ تعالیٰ کا اس صفت کے ساتھ موصوف ہونا جائز نہیں ہے۔ اگر قرآن و حدیث میں کوئی ایسی چیز وارد ہے تو اس کو ایسے معنی پر محمول کیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہو، اس لئے یہاں فرحت کا معنی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے پر جو احسان فرماتا ہے اور اس سے درگزر فرماتا ہے، اس کا کنایہ فرحت کے ساتھ کیا ہے، کیونکہ بادشاہ کی یہ عادت ہے کہ جب وہ کسی کے کام سے خوش ہوتا ہے تو اس پر زیادہ احسان فرماتا ہے۔

اور علامہ القرطبی نے المفہم میں کہا ہے: اس مثال سے یہ قصد کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے بندہ کی توبہ کو بہت جلد قبول فرماتا ہے۔ اور اس کی توبہ قبول کر کے اس کی مغفرت فرماتا ہے اور اس کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو کوئی خوش ہونے والا دوسرے کے ساتھ کرتا ہے۔

اور اس مثال کی توجیہ یہ ہے کہ عاصی اپنی معصیت کے سبب سے شیطان کے قبضہ میں اور اس کی قید میں ہوتا ہے اور اپنی ہلاکت کے قریب ہوتا ہے، پس جب اللہ تعالیٰ اس پر لطف فرماتا ہے اور اس کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اور وہ اس معصیت کے پنجہ سے نکل جاتا ہے اور شیطان کی قید سے نجات پاتا ہے اور اس ہلاکت سے نجات پاتا ہے جس کے قریب پہنچ گیا تھا تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اس پر متوجہ ہوتا ہے اور مغفرت کے ساتھ اس پر توجہ فرماتا ہے، ورنہ جو فرح اور خوشی مخلوقین کی صفات میں سے ہے وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے، کیونکہ جب کسی انسان کو کوئی کامیابی حاصل ہوتی ہے یا وہ اپنے نفس سے کسی ضرر کو دور کرتا ہے یا نفع کو حاصل کرتا ہے تو اس پر خوشی سے بے حال ہو جاتا ہے اور یہ چیزیں اللہ تعالیٰ پر محال ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں کامل ہے، اپنے وجود میں غنی ہے، اس کو کوئی نقص لاحق نہیں ہوتا اور نہ کوئی قصور طاری ہوتا ہے اور اس فرح کا ہمارے نزدیک ایک ثمرہ اور فائدہ ہے اور وہ کسی چیز پر متوجہ ہونا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس بندہ کے اوپر اپنی کمال رحمت اور عظیم مغفرت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے جو اس کی

Marfat.com

بارگاہ میں سچی توبہ کرتا ہے اور ندامت سے آنسو بہاتا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں متعدد فوائد ہیں:

(۱) کسی مرد کا تنہا سفر کرنے کا جواز، کیونکہ شارع علیہ السلام اسی چیز کی مثال دیں گے جو جائز ہو اور جس حدیث میں تنہا سفر کرنے کی ممانعت ہے، وہ تنزیہہ پر محمول ہے۔

(۲) جس جگہ پر کھانے پینے کی چیزیں دستیاب نہ ہوں، اس کو ہلاکت کی جگہ سے تعبیر کرنے کا جواز۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بشر کا خوش ہونا اور غم کرنا، وہ بہ طریقِ عادت جاریہ ہے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس بندہ کا غم اس وجہ سے تھا کہ اس کی سواری غائب ہو گئی اور سواری کے غائب ہونے کی وجہ سے اس کو خوراک میسر نہ تھی تو اس کو موت کا خوف ہوا اور خوشی اس وجہ سے تھی کہ سواری مل گئی اور عادۃً جن چیزوں سے حیات حاصل ہوتی ہے، وہ چیزیں مل گئیں۔

(۴) اور اس میں اللہ کے حکم ماننے کی برکت ہے، کیونکہ اس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جو اپنی سواری کے ملنے سے مایوس ہو گیا تھا اور موت کو اپنے سامنے پا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان فرمایا کہ اس کی سواری اس کو مل گئی۔

(۵) اور اس حدیث میں مثال کو بیان کرنے کا جواز ہے تاکہ امورِ محسوسہ جو عقلوں کے قریب ہوتے ہیں، ان سے مسئلہ بیان کیا جا سکے اور انسان کو اپنے نفس کے محاسبہ پر برانگیختہ کرنا ہے۔ اور ان علامات کا اعتبار کرنا ہے جو نعمت کی بقا پر دلالت کرتی ہیں۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۷۰۳۔ ۷۰۴، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۰۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب انسان ایک گناہ سے توبہ کرے اور دوسری قسم کے گناہوں میں مشغول ہو تو اس کی توبہ مقبول ہو گی یا نہیں؟

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جب وہ ایک گناہ سے توبہ کر لے اور دوسری اقسام کے گناہوں میں مشغول ہو تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کی توبہ صحیح ہوتی ہے خواہ وہ دوسرے قسم کے گناہوں میں مشغول ہو یا ان پر اصرار کرتا ہو، مثلاً اس نے اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے سے توبہ کی ہے یا ان سے بات کرنے سے توبہ کی ہے۔ اور دوسری قسم کے گناہ میں مشغول ہے مثلاً اس نے سودی کاروبار سے توبہ کی ہے اور وہ جھوٹ بولتا ہے، اس لئے کہ جھوٹ بولنا اور جنس ہے اور سودی کاروبار کرنا اور جنس ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ جس نے کسی گناہ سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، کیونکہ اس پر عمومی دلائل ہیں، حتیٰ کہ اگر وہ اس کی جنس پر اصرار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

لیکن اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ توبہ مطلقہ جس کی وجہ سے انسان ثنا اور تعریف کا مستحق ہوتا ہے اور جو توبہ اس کو توابین میں داخل کرتی ہے، وہ توبہ اس وقت صحیح نہیں ہو گی جب وہ کسی اور قسم کے گناہ پر اصرار کرتا ہے یا اس میں مشغول ہوتا ہے، اور وہ تواب کا

Marfat.com

صفت کے ساتھ متصف نہیں ہوگا۔

رہا مطلق توبہ، تو وہ صحیح ہے خواہ وہ دوسری قسم کے گناہ پر اصرار کرتا ہو، لیکن اس وجہ سے وہ ''تو ابین'' کے زمرہ میں داخل نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کو فرح کے ساتھ متصف کرنا

اہل سنت و جماعت کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس وصف کے ساتھ متصف کرنا جائز ہے جس وصف کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو خود متصف کیا ہے اور اس کے رسول نے کیا ہے بغیر تحریف کے اور تبدیل کے، پس ہم ان صفات پر ایمان لاتے ہیں، یہ برحق ہیں لیکن بغیر تمثیل کے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۔ (الشوریٰ:۱۱) اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی فرح کا اور معنی ہے اور بندوں کی فرح کا اور معنی ہے۔

(شرح صحیح بخاری ج ٦ ص ١٥٦۔ ١٥٨، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ١٤٢٩ھ)

۵۔ بَابُ: الضَّجْعِ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ دائیں کروٹ پر سونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دائیں کروٹ پر سونا مستحب ہے۔ ''الضجع'' کا معنی ہے: اپنا پہلو زمین پر رکھنا۔ اور کتاب الصلوٰۃ میں یہ باب گزر چکا ہے ''فجر کی دوسنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر سونا''۔ اور اس باب کا تعلق کتاب الدعوات کے ساتھ اس طرح ہے کہ اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیٹتے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَجِيءَ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات (تہجد) پڑھتے، پس جب فجر طلوع ہوتی تو آپ دو ہلکی رکعت سنت فجر پڑھتے، اس کے بعد آپ دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ موذن آتا، پس وہ آپ کو اقامت نماز کی اطلاع دیتا۔

(صحیح بخاری: ۶۲۶، ۹۹۴، ۱۱۲۳، ۱۱۶۰، ۱۱۷۰، ۶۳۱۰، صحیح مسلم: ۷۳۶، سنن نسائی: ۱۷۶۲، سنن ابن ماجہ: ۱۱۹۸، مسند احمد: ۲۴۵۸۱، سنن دارمی: ۱۴۷۳)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "پھر آپ دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد الجعفی، یہ المسندی کے نام سے معروف ہیں۔

یہ حدیث ابواب الوتر میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

سنتِ فجر کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا اور گھر میں نماز کا انتظار کرنا بھی مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے، اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فجر کی دو رکعت پڑھے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۶۱، سنن ترمذی: ۴۲۰، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۵)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مستقل امام ہو، موذن کو اس کے پاس جا کر نماز کی خبر دینی چاہیے اور اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ گھر میں نماز کا انتظار کرنا مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ سے نکل کر مسجد میں آجاتے تاکہ آپ کو نماز کے انتظار کی فضیلت حاصل ہوتی کیونکہ نماز کا انتظار کرنے والے کا نماز میں شمار ہوتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۳۱۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیئات میں سے ایک ہیئت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے۔ اور اللہ ہی خوب جانتا ہے یہ ہیئت لیٹنے میں زیادہ مناسب اور ملائم ہے۔ یا آپ اس لئے کرتے تھے کیونکہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر فضیلت حاصل ہے۔ اور یہ تمام صورتیں مباح ہیں، ان میں سے کوئی ہیئت واجب نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص تہجد کی نماز سے تھک جائے اس کے لئے نمازِ فجر سے پہلے لیٹنا سنت ہے

یہ لیٹنا سنتِ فجر کے بعد ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے یہ لیٹنا سنت ہے جو اپنے گھر میں نماز پڑھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنت نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ صرف آرام کے لئے کیا ہے۔ پس بعض علماء نے کہا: اگر انسان نے تہجد کی نماز میں قیام کیا ہو اور اس کو نیند کرنے اور لیٹنے کی ضرورت ہو تاکہ آرام حاصل ہو اور صبح کی نماز تر و تازگی کے ساتھ پڑھے تو اس کے لیے لیٹنا سنت ہے ورنہ نہیں ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اس کو یہ خوف نہ ہو کہ فجر کی نماز بھی اس کی نیند میں گزر جائے گی۔ پس اگر اس کو

یہ خوف ہو کہ فجر کی نماز سے وہ سو جائے گا تو پھر یہ لیٹنا سنت نہیں ہوگا بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ لیٹنا جائز بھی نہیں ہوگا۔

اور ابن حزم نے بہت مبالغہ کیا، انہوں نے کہا کہ یہ لیٹنا فجر کی نماز کی صحت کے لیے شرط ہے۔ پس جو شخص فجر کی سنت پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر نہیں لیٹا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہے بلکہ باطل ہے۔ اور یہ قول غرائب علم سے ہے، کیونکہ یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا محض فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا جب تک آپ نے اس کا حکم نہ دیا ہو۔ اور جس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ ''جب تم میں سے کوئی شخص فجر کی دو سنتیں پڑھے تو وہ دائیں کروٹ پر لیٹ جائے'' سو یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ صحیح صرف یہ ہے کہ یہ فقط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے۔ (شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۵۸-۱۵۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶- بَابٌ: إِذَا بَاتَ طَاهِرًا — باوضو سونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جب وہ باوضو سوئے۔ اس باب میں جو احادیث بیان کی گئی ہیں وہ امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہیں۔

ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداؤد اور امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے باوضو سوئے، پھر رات کو وہ کسی وقت اٹھے اور اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی خیر کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ سوال عطا فرماتا ہے۔ اور اس باب کی حدیث کو امام بخاری نے کتاب الدعوات میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ایک عظیم دعا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۳۱۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ مَنْصُورًا عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رضي الله عنهما قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ وَقُلِ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَهْبَةً وَرَغْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مُتَّ مُتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ فَقُلْتُ أَسْتَذْكِرُهُنَّ وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ قَالَ لَا وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے منصور سے سنا از سعد بن عبیدہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی، انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر آؤ، پھر تم ایسا وضو کرو جیسا نماز کے لیے وضو کرتے ہو، پھر تم دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور تم کہو: ''اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی اور میں نے اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا اور میں نے اپنی پشت تیری پناہ میں دے دی تجھ سے ڈرتے ہوئے اور تیری طرف رغبت کرتے ہوئے، نہ کوئی ٹھکانا ہے اور نہ کوئی تجھ سے نجات کی جگہ ہے مگر تیری ہی طرف، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جس کو تو نے نازل فرمایا، اور تیرے اس نبی

Marfat.com

پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا''، پس اگر تم مر جاؤ تو فطرت پر مرو گے اور اپنے ان دعائیہ کلمات کو اخیر میں کہنا۔ پس میں نے کہا اور میں ان کلمات کو یاد کرنے والا تھا: اور میں اس رسول پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، تو آپ نے فرمایا: نہیں! وہی کہو میں اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا۔

(صحیح بخاری: ۲۴۷، ۶۳۱۱، ۶۳۱۳، ۶۳۱۵، ۷۴۸۸، صحیح مسلم: ۲۷۱۰، سنن ترمذی: ۳۵۷۴، سنن ابوداؤد: ۵۰۴۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۷۶، مسند احمد: ۱۸۱۷۷، سنن دارمی: ۲۶۸۳)

صحیح البخاری: ۶۳۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جب کوئی شخص رات کو باوضو سوئے'' اور اس حدیث میں مذکور ہے ''پس تم ایسا وضو کرو جیسا کہ نماز کے لیے وضو کرتے ہو، پھر لیٹ جاؤ''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معتمر، یہ ابن سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعد بن عبیدہ، یہ ابوحمزہ الکوفی ہیں، یہ ابوعبدالرحمٰن کے داماد ہیں۔ اور عمر بن ہبیرہ کی جب کوفہ پر ولایت تھی اس وقت ان کی وفات ہوگئی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جب تم اپنے بستر پر جاؤ اور ایسا وضو کرو جو نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ''۔ اس حدیث میں امر استحباب کے لیے ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے: احادیث میں نیند کے وقت وضو کرنے کا ذکر نہیں ہے، سوا اس حدیث کے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی'' اور ابوذر اور ابوزید کی روایت میں ہے: میں نے اپنا چہرہ تیرے سپرد کر دیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ نفس اور چہرہ دونوں سے مراد ذات اور شخص ہے یعنی میں نے اپنی ذات اور اپنے شخص کو تیرے سپرد کر دیا۔ اور ایک اور باب کے بعد ایک حدیث آئے گی اس میں یہ الفاظ ہیں ''میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی اور اپنا چہرہ تیرے سپرد کر دیا'' پس جب اس طرح ہو تو نفس سے مراد ہوگی ذات اور الوجہ (یعنی چہرہ) سے مراد ہوگی قصد۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''اسلمت، استسلمت، انقدت'' ان سب کا معنی ہے: میں نے اپنے نفس اور اپنی ذات کو تیرے حکم کے تابع کر دیا، کیونکہ اس کی تدبیر پر مجھے قدرت نہیں ہے۔ اور نہ اس پر قدرت ہے کہ میں اس کے لیے نفع آور چیزوں کو کھینچوں اور نہ اس پر قدرت ہے

Marfat.com

کہ میں اسے ضرر دینے والی چیزوں سے دور کردوں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''وفوضت'' یہ تفویض سے ماخوذ ہے، یعنی معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردینا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''والجأت ظهری الیك'' یعنی میں نے اپنی پشت تیری پناہ میں دے دی۔ یعنی میں نے اپنے معاملات میں تجھ پر اعتماد کیا جیسا کہ انسان جب کسی چیز کے ساتھ اپنی پیٹھ کو ٹیک لگاتا ہے تو اس پر اعتماد کرتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ڈرتے ہوئے اور رغبت کرتے ہوئے'' یعنی تیرے عذاب کے خوف سے ڈرتے ہوئے اور تیرے ثواب کی امید کرتے ہوئے۔

اور امام نسائی نے روایت کیا ہے ''رهبة منك ورغبة الیك'' تجھ سے ڈرتے ہوئے اور تیری طرف رغبت کرتے ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جس کو تو نے نازل کیا''۔ ہوسکتا ہے اس سے مراد قرآن مجید ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد ہر وہ کتاب ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

اور ابوزید المروزی کی روایت میں ہے ''انزلته وارسلته'' یعنی جس کتاب کو تو نے نازل کیا اور جس رسول کو تو نے بھیجا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وبنبیك الذی ارسلت'' رسول اس نبی کو کہتے ہیں جو صاحب کتاب ہو اور یہ نبی سے خاص ہے، اور ہم نے اس کلام کی زیادہ شرح اپنی ہدایہ کی شرح میں یعنی ہدایہ کے دیباچہ میں کی ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: رسالت کو نبوت لازم ہے اور نبوت کو رسالت لازم نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جس نے یہ کلمات پڑھے اور اس رات مرگیا تو وہ دینِ اسلام پر مرے گا''۔

اور مسند احمد کی روایت میں ہے ''اگر تم مرگئے تو فطرت پر مرو گے اور تمہارے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا''۔

اور کتاب التوحید میں اس حدیث کے آخر میں ہے کہ ''جب تم صبح اٹھو گے تو خیر کے ساتھ اٹھو گے'' یعنی اس حال میں نیکی ہوگی اور نیک اعمال زیادہ ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقلت استذکرهن'' یعنی حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ان کلمات کو حفظ کرنے کے لیے دہرایا اور نبی کے لفظ کی جگہ رسول کا لفظ کہا۔

نیز اس حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا ''نہیں! وہی پڑھو (یعنی وبنبیك الذی ارسلت)'' علماء نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ کے کلام کو اس لیے رد فرمایا تا کہ دو منصب اور دو مرتبے جمع ہوں ایک نبوت کا مرتبہ اور دوسرا رسالت کا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ آپ نے کلام کو التباس سے محفوظ رکھنے کے لیے اس طرح فرمایا، کیونکہ رسول کے لفظ میں تو حضرت جبریل بھی داخل ہوجاتے ہیں۔

اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ کلمات ذکر اور دعاء ہیں۔ پس ان کلمات میں انہی الفاظ پر اقتصار کیا جائے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہوں، کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان خاص کلمات کی وہ تاثیر ہو جو دوسرے کلمات میں نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴۰۔۴۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۱۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باوضو سونے کے متعلق اقوال اور احادیث

اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ آدمی وضو کر کے سوئے۔ پس جب وہ وضو کر کے سوئے گا تو یہ اس کے لیے کافی ہوگا اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر وہ اس رات کو فوت ہو جائے تو وہ طہارت پر فوت ہوگا اور اس لیے کہ باوضو سونے سے اس کا خواب سچا ہوگا اور نیند میں شیطان کے کھیلنے سے محفوظ رہے گا۔

اور امام عبد الرزاق اپنی سند کے ساتھ از ابوبکر بن عیاش روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابو یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے مجاہد سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم بغیر وضو کے ہرگز نہ سونا، کیونکہ روحیں اسی کیفیت پر اٹھائی جاتی ہیں جس کیفیت میں ان کو قبض کیا جاتا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۹۸۴۴)

نیز امام عبد الرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ اعمش نے دیوار پر تیمم کیا، ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں وضو کرنے سے پہلے مجھے موت نہ آ جائے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۹۸۴۳)

حکم بن عتیبہ سے ایک مرد نے سوال کیا کہ کیا کوئی مرد بغیر وضو کے سو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ مکروہ ہے اور ہم ایسا کرتے ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۹۸۴۲)

ابو توبہ العجلی بیان کرتے ہیں: جو باوضو اپنے بستر پر گیا یا اللہ کا ذکر کرتے ہوئے سویا تو اس کا بستر مسجد ہوگا۔ اور اس کا نماز میں یا ذکر میں ہی شمار ہوگا حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۹۸۳۷)

اور دائیں کروٹ پر سونا اس لیے مطلوب ہے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر شرف حاصل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس لیے بھی کہ دائیں کروٹ پر سونے سے آدمی جلدی بیدار ہوتا ہے۔
(صحیح البخاری: ۴۲۶، صحیح مسلم: ۲۶۸)

''وبرسولك الذی ارسلت'' پر انکار کی توجیہات

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے ''وبرسولك الذی ارسلت'' دہرایا تو آپ نے اس پر انکار فرمایا، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ رسول کا لفظ رسلِ ملائکہ کو بھی شامل ہے جیسے حضرت جبریل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ''وبنبیك الذی ارسلت'' کی تعلیم فرمائی، وہ ذکر اور دعا ہے، پس انہی کلمات پر اقتصار کرنا چاہیے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی الفاظ کے پڑھنے کی وحی فرمائی ہو، اس لیے انہی الفاظ کے ساتھ ادا کرنا متعین ہو گیا ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ''وبنبیك الذی ارسلت'' میں نبوت اور رسالت دونوں کو جمع کر دیا ہے۔ اور ''وبرسولك الذی

Marfat.com

ارسلت'' میں لفظ رسول کا تکرار ہے اور اہلِ بلاغت تکرار کو ناپسند کرتے ہیں۔

بعض علماء نے اس حدیث کی بناء پر روایت بالمعنی سے منع کیا ہے اور مجھے وزیر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ روایت بالمعنی اس وقت منع ہے جب اس سے معنی مختلف ہو جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۰۶۔ ۲۰۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باوضو سونے کے متعلق دیگر احادیث اور فوائد

امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص باوضو سوتا ہے اس کے لباس میں ایک فرشتہ سوتا ہے، پس جب وہ شخص بیدار ہوتا ہے تو فرشتہ دعا کرتا ہے: اے اللہ! اپنے فلاں بندہ کی مغفرت فرما۔ اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سندِ جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ بندہ طہارت اور پاکیزگی پر رات گزارے تاکہ اچانک اس کو موت آئے تو وہ ہیئت کاملہ پر ہو۔ اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ انسان موت کی تیاری کرے تو یہ مستحب ہے، کیونکہ بدن کی طہارت سے قلب کی طہارت اولیٰ ہے۔

اور دائیں کروٹ پر سونے کی تخصیص اس لئے ہے کہ دائیں کروٹ پر سونے سے آدمی جلدی بیدار ہوتا ہے، نیز قلب دائیں جانب متوجہ ہوتا ہے، پس وہ نیند سے بوجھل نہیں ہوگا۔ اور علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اطباء نے تصریح کی ہے کہ یہ ہیئت بدن کے لیے زیادہ سودمند ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ تھوڑی دیر دائیں جانب کروٹ لے کر سوئے، پھر بائیں جانب کروٹ بدل کر سوئے، کیونکہ پہلی صورت سے نیند میں کمی ہوگی اور کھانا جلدی ہضم ہوگا۔

الخرائطی نے مکارم الاخلاق میں ایک اور سند کے ساتھ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب وہ اپنے بستر پر جائے تو کہے: اے اللہ! تو میرا رب ہے اور میرا مالک ہے اور میرا معبود ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، تیری ہی طرف میں نے اپنی ذات کو متوجہ کر دیا۔

کلماتِ دعائیہ کے الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''وجہ'' کا لفظ ہے اور اس کا معنی ذات اور شخص ہے، یعنی میں نے اپنی ذات اور شخص کو تیری طرف سونپ دیا ہے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ ابو اسحاق نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اس میں نفس اور وجہ دونوں لفظوں کو جمع کیا ہے، اس کی عبارت اس طرح ہے ''میں نے اپنا نفس تیری طرف سپرد کر دیا اور اپنا معاملہ تیری طرف مفوض کر دیا اور اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کر دیا''۔

اس حدیث میں ''اسلمت'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: میں نے تیرے حکم کی اطاعت کی اور میں نے اپنے نفس اور اپنی

ذات کو تیرے حکم کے تابع کر دیا، کیونکہ مجھے نفس کی تدبیر کے اوپر کوئی قدرت نہیں ہے، اور میں نفس کی نفع دینے والی چیزوں کو حاصل کر سکتا ہوں اور نہ ضرر دینے والی چیزوں کو نفس سے دور کر سکتا ہوں۔

اور فرمایا "وفوضت امری الیک" یعنی میں نے اپنے تمام معاملات میں تجھ پر توکل کیا ہے۔

اور فرمایا "والجات" یعنی میں نے اپنے تمام امور میں تجھ پر اعتماد کیا ہے تاکہ تو میری ان چیزوں میں مدد کرے جو مجھے نفع دیں۔

علامہ طیبی نے ذکر کیا ہے: اس ذکر میں ایسے عجائب ہیں جس کو ماہر اہلِ بیان کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ پس "اسلمت نفسی" میں یہ اشارہ کیا کہ بندہ کے اعضاء اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع ہیں جن چیزوں کا وہ حکم دے اور جن چیزوں سے وہ منع فرمائے۔

اور "وجهت وجهی" میں یہ اشارہ ہے کہ اس کی ذات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلص ہے اور نفاق سے بری ہے۔

اور "فوضت امری" میں یہ اشارہ ہے کہ اس کے خارجی اور داخلی معاملات سب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا مدبر اور تدبیر کرنے والا نہیں ہے۔

اور "الجات ظهری" میں یہ اشارہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کے بعد بھی اگر کوئی نقصان دہ چیز پیش آئے یا ایذاء پہنچانے والی چیز پیش آئے تو ان تمام اسباب میں وہ اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اور "رغبة و رهبة" میں یہ اشارہ ہے کہ میں نے اپنے تمام معاملات کو تیری طرف رغبت کی وجہ سے پیش کیا اور میں نے اپنی پشت کو تیرے خوف سے تیری طرف رکھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جس نے یہ دعائیہ کلمات کہے، پھر اسی رات کو وہ فوت ہو گیا تو وہ فطرت پر فوت ہوگا"۔

علامہ طیبی نے بیان کیا: اس میں یہ اشارہ ہے کہ فطرت سے مراد ہے دینِ قویم جو ملتِ ابراہیم ہے، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا اور اس کے احکام کی اطاعت کی، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ ﴿۸۴﴾ (الصّٰفّٰت: ۸۴) وہ قلبِ سلیم کے ساتھ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوئے ہیں O

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے فرمایا:

اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۳۱﴾ (البقرہ: ۱۳۱) میں تمام جہانوں کے رب کی اطاعت پر قائم ہوں O

نیز فرمایا:

فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا۔ (الصّٰفّٰت: ۱۰۳) سو جب دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

ان کلماتِ دعائیہ میں اور مرتے وقت کلمۂ ایمان کے پڑھنے کے ثمرات کا فرق

علامہ ابن بطال اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ فطرت سے مراد یہاں دینِ اسلام ہے اور یہ وہی ہے جس کا دوسری حدیث میں بیان ہے کہ جس شخص کا آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

علامہ القرطبی نے المفہم میں یہ کہا ہے کہ اسی طرح دیگر شیوخ نے بھی کہا ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ کلمات جو تا حیات توحید اور تسلیم و رضا کا تقاضا کرتے ہیں، جب ان کلمات کا کہنے والا اس شخص کی مثل ہوگا جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہے تو پھر ان کلماتِ عظیمہ کا کہنے والا بھی جنتی ہوا اور جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا وہ بھی جنتی ہوا تو پھر ان کلمات کی کیا خصوصیت رہی؟

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کہ اس کا جواب یہ ممکن ہے کہ اگرچہ ان دونوں حدیثوں کا تقاضا یہ ہے کہ جس کا خاتمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر ہوا اور جس نے یہ دعائیہ کلمات پڑھے، دونوں کا خاتمہ فطرت پر ہوگا لیکن دونوں فطرتوں میں فرق ہے۔ پس اول کی فطرت مقربین کی فطرت ہے اور دوسری کی فطرت اصحاب الیمین کی فطرت ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

علامہ نووی نے کہا ہے: اس حدیث کے تین فوائد ہیں:

(۱) سوتے وقت وضو کرنا اگرچہ وہ پہلے سے باوضو ہو، کیونکہ مقصود ہے طہارت پر سونا۔

(۲) دائیں کروٹ پر سونا۔

(۳) اپنی دعا کو اللہ کے ذکر پر ختم کرنا۔

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ حدیث اس پر مشتمل ہے کہ انسان ان چیزوں پر ایمان لائے جن پر ایمان لانا اجمالاً واجب ہے، اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں پر، اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر اور الٰہیات اور نبویات پر۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال کی طرف اسناد کرے۔ اور چہرہ اور نفس کے ذکر میں اور اپنی پشت کو اللہ کی طرف ٹیک لگانے کے ذکر میں توکل کا اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کی طرف اشارہ ہے اور اس کی تقدیر پر راضی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ سب باعتبار معاش کے ہے۔ اور یہ اعتراف ہے کہ ثواب اور عقاب اور خیر اور شر یہ باعتبار معاد کے ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۷۵-۳۷۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۔ بَابٌ: مَا يَقُولُ إِذَا نَامَ

جب کوئی شخص سوئے تو اس وقت کیا دعا کرے

۶۳۱۲۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا وَإِذَا قَامَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ يُنْشِزُهَا يُخْرِجُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الملک از ربعی بن حراش از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بستر پر جاتے تو یہ دعا کرتے "میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور تیرے نام سے زندہ ہوتا ہوں" اور جب بیدار ہوتے تو یہ دعا کرتے "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف جمع ہونا ہے۔"
"وہ اس کو اٹھاتا ہے: وہ اس کو نکالتا ہے"۔

(صحیح بخاری: ۶۳۱۴، ۶۳۲۴، ۷۳۹۴، ۷۳۹۵، صحیح مسلم: ۲۷۱۱، سنن ترمذی: ۳۴۱۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۴۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۰، مسند احمد: ۲۷۷۶۰، مسند احمد: ۲۲۷۶۰)

صحیح البخاری: ۶۳۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور تیرے نام سے زندہ ہوتا ہوں'' اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب بندہ نیند سے بیدار ہو تو پھر کیا کہے۔ تو باب کی حدیث میں عنوان پر اضافہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قبیصہ، یہ ابن عقبہ الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے سفیان، یہ الثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالملک، یہ ابن عمیر ہیں۔ اور یہ حدیث از ربعی بن حراش از حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں الیمان کا ذکر نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر جاتے تو یہ دعا کرتے: میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور تیرے نام سے زندہ ہوتا ہوں''۔ یعنی جب تک میں زندہ ہوں تو تیرے نام سے زندہ رہوں گا اور جب میں وفات پاؤں گا تو تیرے نام سے وفات پاؤں گا۔

اس تقریر سے یہ سوال ساقط ہو جاتا ہے کہ حیات اور موت اللہ کے سبب سے ہے نہ کہ اس کے نام کے سبب سے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اسم مسمّٰی کا عین ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظِ اسم اس میں زائد ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور اسی کی طرف اٹھنا ہے''۔ یعنی قیامت کے دن لوگ اسی کی طرف زندہ ہو کر جمع ہوں گے۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ زندہ ہونا اور مرنا نہیں ہے بلکہ بیدار ہونا اور سونا ہے۔

اس کا جواب دیا گیا ہے کہ موت کا معنی ہے ''روح کے تعلق کا بدن سے منقطع ہو جانا'' اور کبھی یہ لفظ سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ نیند ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نیند موت کا بھائی ہے، یا ظاہراً اور باطناً ہے اور وہ موتِ متعارف ہے۔ اور اس پر زندہ کرنے اور مارنے کا اطلاق بطورِ تشبیہ کیا گیا ہے اور یہ استعارہ مصرحہ ہے۔

اور ابو اسحاق الزجاج نے کہا ہے: جو نفس انسان سے نیند کے وقت الگ ہو جاتا ہے وہ نفس تمیز کے لیے ہے اور جو نفس موت کے وقت انسان سے الگ ہو جاتا ہے وہ حیات کے لیے ہے۔ اور نیند کو موت اس لیے کہا گیا ہے کہ نیند سے عقل اور حرکت زائل ہو جاتی ہے تو یہ اطلاق بطورِ تمثیل اور تشبیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴۱۔۴۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۱۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَرَ رَجُلًا ح و حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن الربیع نے اور محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق، انہوں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو حکم دیا ح اور ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ

Marfat.com

أَوْصَى رَجُلًا فَقَالَ إِذَا أَرَدْتَ مَضْجَعَكَ فَقُلْ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مُتَّ مُتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ۔

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق الہمدانی نے حدیث بیان کی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو وصیت کی کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو یہ دعا کرو: "اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا، اور میں نے اپنا معاملہ تجھ پر چھوڑ دیا، اور میں نے اپنے چہرہ کو تیری طرف متوجہ کیا، اور میں نے اپنی پشت تیری پناہ میں دے دی تیری طرف رغبت اور تیرے خوف کی وجہ سے، تیرے سوا نہ کوئی ٹھکانا ہے اور نہ تجھ سے کوئی نجات کی جگہ ہے مگر تیری طرف۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جس کو تو نے نازل کیا اور اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے رسول بنایا (یعنی بھیجا)۔" پس اگر تم مر گئے تو فطرت پر مرو گے۔

(صحیح بخاری: ۶۳۱۱، ۷۴۸۸، ۶۳۱۳، ۶۳۱۵، صحیح مسلم: ۲۷۱۰، سنن ترمذی: ۳۵۷۴، سنن ابوداؤد: ۵۰۴۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۷۶، مسند احمد: ۱۸۱۷۷، سنن دارمی: ۲۶۸۳)

صحیح البخاری: ۶۳۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اسی حدیث کی مثل ہے جس کو امام بخاری نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور یہاں اس حدیث کی دو سندیں بیان کی ہیں۔ ایک سند سعید بن الربیع کی ہے جو البصری ہیں اور وہ ہرات کے کپڑے بیچتے تھے تو ان کو الہروی کہا جاتا ہے۔ اور محمد بن عرعرہ، یہ دونوں از شعبہ از ابی اسحاق از عمرو بن عبد اللہ السبیعی روایت کرتے ہیں۔ اور دوسری حدیث از آدم از شعبہ از ابی اسحاق ہے۔

پہلی سند سے جو روایت ہے اس میں آپ نے ایک مرد کو حکم دیا۔ اور دوسری سند سے جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ آپ نے ایک مرد کو وصیت کی، اور دونوں معنی متقارب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور دعا کی حکمت

سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا مستحب ہے، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اس کے اعمال کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ہو۔ اور جب صبح کرے تو اللہ کا نام لے تاکہ اس کے اعمال میں سے پہلا عمل اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر ہو اور کلمۂ طیب ہو۔

Marfat.com

نیز اس حدیث میں ہے کہ ''آخر میں یہ دعائیہ کلمات کہنا'' یعنی اس کے بعد اور کوئی دنیاوی بات نہ کرنا جو تمہارے عمل کے خاتمہ پر دلیل ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے فرمایا ''اگر تم مر گئے تو فطرت پر مرو گے''۔

اس حدیث میں موت سے مراد ہے نیند اور ''نشور'' سے مراد ہے قیامت کے دن زندہ کرنا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۱۰ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسم کا مسمّٰی کا عین ہونا

علامہ قرطبی نے کہا ہے: حدیث میں ہے ''میں تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ اسم ہی مسمّٰی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ (الاعلیٰ: ۱) اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھیے جو سب سے بلند ہے ۝

یعنی اپنے رب کی تسبیح پڑھیے۔ اسی طرح اکثر شارحین نے کہا ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے بعض مشائخ سے ایک اور معنی کا استفادہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام ''الاسماء الحسنیٰ'' رکھا ہے اور ان اسماء کے معانی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں؛ پس جو معنی بھی وجود میں ظاہر ہوتا ہے، وہ ان اسماء کے تقاضوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس گویا کہ آپ نے فرمایا: میں تیرے اس نام کے ساتھ جو زندہ کرنے والا ہے زندہ ہوتا ہوں اور میں تیرے اس نام کے ساتھ جو مارنے والا ہے مرتا ہوں۔

موت کے دیگر معانی

موت کا معنی ہے: روح کے تعلق کا بدن سے منقطع ہو جانا اور سانس کا زائل ہو جانا۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موت سے مراد یہاں سکون ہو، جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں ''ماتت الریح'' یعنی ہوا ساکن ہو گئی۔ تو ہو سکتا ہے کہ یہاں سونے والے پر موت کا اطلاق اس لحاظ سے کیا گیا ہو کہ اب اس کی حرکات ساکن ہو گئیں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ۔ (یونس: ۶۷) وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون پاؤ۔

علامہ الطیبی نے کہا ہے: کبھی سخت احوال کے لیے بھی موت کے لفظ کا استعارہ کیا جاتا ہے جیسے الفقر اور ذلت اور سوال اور بڑھاپا اور معصیت اور جہالت۔

نیز علامہ الطیبی نے لکھا ہے: نیند کے اوپر موت کا اطلاق کرنے کی حکمت یہ ہے کہ انسان حیات سے جو فائدہ اٹھاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو تلاش کرنا ہے اور اس کی اطاعت کا قصد کرنا ہے اور اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے اجتناب کرنا ہے۔ پس جو شخص سو جاتا ہے تو اس سے یہ انتفاع زائل ہو جاتا ہے۔ پس وہ میت کی طرح ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر حمد کرتا ہے اور اس معنی کے زائل ہونے پر حمد کرتا ہے۔

Marfat.com

اور علامہ طیبی نے کہا ہے کہ یہ تاویل دوسری حدیث کے موافق ہے جس میں مذکور ہے: ''اگر تو نے اس روح کو بھیج دیا تو اس کی حفاظت کر جس طرح تو اپنے عباد صالحین کی حفاظت کرتا ہے'' اور اسی کے ساتھ یہ قول منتظم ہو جاتا ہے ''والیہ النشور'' یعنی ثواب کے پانے میں اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: جس حدیث کا علامہ طیبی نے اشارہ کیا ہے وہ عنقریب اپنی شرح کے ساتھ آئے گی۔

نیز اس حدیث میں ارشاد ہے: ''والیہ النشور'' یعنی قیامت کے دن اسی کی طرف اٹھنا ہے اور موت کے بعد اللہ تعالیٰ کا زندہ کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے ''نشر اللہ الموت فنشروا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا سو وہ زندہ ہو گئے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۷۸۔۳۷۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٨۔ بَابُ: وَضْعِ الْيَدِ الْيُمْنَى تَحْتَ الْخَدِّ الْأَيْمَنِ — دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سونے والے کا دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھنا مستحب ہے۔

۶۳۱۴۔ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک از ربعی از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب رات کے وقت بستر پر آتے تو اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے اور پھر یہ دعا کرتے ''اے اللہ میں تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ زندہ ہوتا ہوں''۔ اور جب بیدار ہوتے تو یہ دعا کرتے ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد ہمیں زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے''۔

(صحیح بخاری: ۶۳۱۲، ۶۳۱۴، ۶۳۲۴، ۷۳۹۴، صحیح مسلم: ۲۷۱۱، سنن ترمذی: ۳۴۱۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۴۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۰، مسند احمد: ۲۷۷۶۰، مسند احمد: ۲۲۷۶۰)

صحیح البخاری: ۶۳۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ عنوان مقید ہے کہ دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے ہو اور حدیث میں یہ قید نہیں ہے۔

اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ قید بھی مستفاد ہے یا تو اسی حدیث سے جس کی امام بخاری نے تصریح کی ہے اور وہ ان کی

Marfat.com

شرط پر نہیں ہے، یا اس حدیث سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام میں دائیں جانب کو پسند فرماتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوتے وقت اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھنا اس لیے تھا تاکہ آپ کی امت آپ کی اقتداء کرے

یہ وہی حدیث ہے جو صحیح البخاری: ۶۳۱۲ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے بیان کیا ہے کہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے تھے۔ اور ہو سکتا ہے یہ عجز کے اظہار کے لیے ہو اور موت کے حال کا شعور طلب کرنے کے لیے ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لیے کیا تاکہ آپ کی امت آپ کی اقتداء کرے۔ اور وہ اس سے بے خوف نہ ہوں کہ نیند کی حالت میں اچانک ان پر موت آجائے گی۔ اور وہ اچانک موت کے آنے پر تیاری پر ہوں۔ پس موت کے لیے تیار رہیں اپنی بیداری میں اور اپنے تمام احوال میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ کے نام سے مرتا ہوں اور اسی کے نام سے زندہ رہتا ہوں''۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۱۱ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کی تائید میں ایک اور حدیث

اس باب میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس کی امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر جاتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا کرتے: ''اے اللہ! جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچانا''۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام نسائی نے اس حدیث کی ایک اور سند کے ساتھ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ یہ دعا تین مرتبہ کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۷۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب میں مذکور کیفیت کے ساتھ سونا صرف رات کی نیند کے متعلق ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے بستر پر جاتے۔ الحدیث۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب آپ دن میں نیند کرتے تھے تو اس طرح نہیں کرتے تھے یعنی دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے نہیں رکھتے تھے۔ اور بسا اوقات آپ رات کی نیند کے وقت یہ دعا کرتے: ''اے اللہ! میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور تیرے نام

Marfat.com

سے زندہ ہوتا ہوں''۔ اور آپ یہ دعا کرتے: ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے''۔ کیونکہ قرآن مجید میں رات کی نیند کے متعلق فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضٰى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (الانعام:٦٠)

اور وہی رات میں تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کیا، پھر دن میں تم کو اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ میعاد پوری ہو، پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے، پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے O

اگرچہ قرآن مجید میں یہ بھی ارشاد ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الزمر:٤٢)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن روحوں کی موت نہیں آئی ان کو نیند میں (قبض کرتا ہے)۔ پھر جن روحوں کی موت کا فیصلہ کر لیا ہے ان کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ میعاد تک چھوڑ دیتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں O

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ موت وفات ہے خواہ وہ رات میں ہو یا دن میں ہو، لیکن ہم ہر حال میں حدیث کی اتباع کریں گے اور حدیث میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نیند کے وقت اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے، لہٰذا اس کیفیت سے سونا رات میں مستحب ہے، کیونکہ مطلق فعل استحباب پر دلالت کرتا ہے اور وجوب کا فائدہ نہیں دیتا، سوا اس صورت کے کہ اس میں کسی امر مجمل کا بیان ہو۔

سوال: نیند کے وقت بہ کثرت دعائیں وارد ہیں، کیا ان میں سے تمام دعائیں ہر روز پڑھی جائیں گی یا انسان کو اختیار دیا جائے گا کہ کسی دن کوئی دعا پڑھ لے اور کسی دن کوئی دعا پڑھ لے۔

جواب: جو چیز ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ جو دعائیں اس طرح وارد ہیں ان سب پر عمل کیا جائے گا سوا اس کے کہ ہمیں معلوم ہو کہ ان میں سے بعض دعائیں بعض دوسری دعاؤں کے قائم مقام ہیں یا کسی دلیل سے یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کسی ایک دعا کی قسم پر اقتصار کیا جائے گا۔ (شرح صحیح بخاری ج ٦ ص ١٦١۔ ١٦٢، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ١٤٢٩ھ)

٩- بَابُ: النَّوْمِ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ

دائیں کروٹ پر سونے کا بیان

٦٣١٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ نَامَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں العلاء بن المسیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ

Marfat.com

أَمْرِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ قَالَهُنَّ ثُمَّ مَاتَ تَحْتَ لَيْلَتِهِ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ اسْتَرْهَبُوهُمْ مِنَ الرَّهْبَةِ مَلَكُوتٌ مُلْكٌ مَثَلُ رَهَبُوتٌ خَيْرٌ مِنْ رَحَمُوتٍ تَقُولُ تَرْهَبُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَرْحَمَ۔

رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر جاتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے، پھر دعا کرتے: اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا اور اپنا چہرہ تیری طرف پھیر دیا اور اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا اور اپنی پیٹھ تیری پناہ میں دی تجھ سے رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے، نہ کوئی ٹھکانا ہے اور نہ تجھ سے نجات کی جگہ ہے مگر تیری طرف، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ کلمات کہے، پھر اسی رات کو فوت ہو گیا تو فطرت پر فوت ہوگا۔

''استرھبوھم'' کا لفظ رھبة سے ماخوذ ہے۔''ملکوت'' ملک کی مثل ہے اور رھبوت کا لفظ رحموت سے بہتر ہے، کہا جاتا ہے ''ترھب'' ترحم سے بہتر ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۳۱۱، ۶۳۱۳، ۶۳۱۵، ۷۴۸۸، ۲۴۷، صحیح مسلم: ۲۷۱۰، سنن ترمذی: ۳۵۷۴، سنن ابوداؤد: ۵۰۴۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۷۶، مسند احمد: ۱۸۱۷۷، سنن دارمی: ۲۶۸۳)

صحیح البخاری: ۶۳۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔ اور اس میں بعض الفاظ کی زیادتی اور بعض کی کمی ہے۔

حدیث میں مذکور تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں ''استرھبوھم'' کا لفظ ہے، اس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۝ (الاعراف: ۱۱۶)

موسیٰ نے کہا: تم ڈالو، جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان کو خوف زدہ کر دیا اور انہوں نے بہت بڑا جادو پیش کیا O

یعنی فرعون کے جادوگروں نے جب اپنی بھاری اور لمبی لمبی لکڑیاں ڈالیں تو وہ اچانک پہاڑوں کی مثل سانپ بن گئیں اور انہوں نے وادی کو بھر لیا اور بعض رسیاں بعض پر سوار تھیں، سو انہوں نے لوگوں کو ڈرایا اور لوگ خوفزدہ ہو گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ''رھبت'' کا لفظ ڈرانے کے معنی میں ہے۔

اور اس تعلیق میں دوسرا لفظ ''ملکوت'' ہے، یہ ''فعلوت'' کے وزن پر ہے۔ امام بخاری نے اس کی تفسیر ملک کے ساتھ کی ہے۔

اور علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ الملکوت وہ اسم ہے جو ملک سے بنایا گیا ہے جیسا کہ جبروت اور رہبوت جو کہ جبر اور رہبت سے

Marfat.com

بنائے گئے ہیں۔

اور کہا جاتا ہے "رجل رهبوت" یعنی جو مرد ڈرایا گیا ہو اور یہ رحموت سے بہتر ہے، اس لیے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اس سے رحم کی دعا کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴۳۔ ۴۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کا دیگر احادیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر جاتے وقت یہ دعا کرتے تھے اور اس سے پہلے ایک حدیث میں گزرا ہے کہ آپ نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کو یہ دعا کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کے بعد دوسری حدیث تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کو اس دعا کرنے کی وصیت کی۔ سوان احادیث میں تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا کے پڑھنے کے حکم دینے میں اور اس کی وصیت کرنے میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ اس حکم کو بطور تاکید کے وصیت سے تعبیر فرمایا اور رہا یہ کہ آپ خود بھی یہ دعا پڑھتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو امت کو حکم دیتے تھے خود بھی اس پر عمل فرماتے تھے، بلکہ بسا اوقات آپ کا عمل آپ کے قول سے زیادہ ہوتا تھا۔

(شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۶۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ ھ)

١٠ - بَابُ: الدُّعَاءِ إِذَا انْتَبَهَ بِاللَّيْلِ

رات کے وقت جب بیدار ہو تو کیا دعا کرے

۶۳۱۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ بِتُّ عِنْدَ مَيْمُونَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَأَتَى حَاجَتَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَأَتَى الْقِرْبَةَ فَأَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا بَيْنَ وُضُوءَيْنِ لَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ أَبْلَغَ فَصَلَّى فَقُمْتُ فَتَمَطَّيْتُ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَرَى أَنِّي كُنْتُ أَتَّقِيهِ فَتَوَضَّأْتُ فَقَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِأُذُنِي فَأَدَارَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَتَتَامَّتْ صَلَاتُهُ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ فَآذَنَهُ بِلَالٌ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَكَانَ يَقُولُ فِي دُعَائِهِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی از سفیان از سلمہ از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سویا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھے، آپ قضاء حاجت کو گئے، پھر آپ نے اپنا چہرہ دھویا اور ہاتھوں کو دھویا، پھر آپ سو گئے، پھر آپ اٹھے، پھر آپ مشک کے پاس آئے اور اس کا منہ کھولا، پھر آپ نے دو وضوؤں کا درمیانی وضو کیا اور زیادہ پانی خرچ نہیں کیا لیکن اعضاء پر پوری طرح پانی کو پہنچایا پھر آپ نے نماز پڑھی، پس میں اسی طرح لیٹا رہا کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھیں کہ میں آپ کے انتظار میں جاگ رہا ہوں، میں نے بھی وضو کر لیا، سو آپ کھڑے ہوئے نماز پڑھ

Marfat.com

نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِي نُوْرًا وَعَنْ يَسَارِي نُوْرًا وَفَوْقِي نُوْرًا وَتَحْتِي نُوْرًا وَأَمَامِي نُوْرًا وَخَلْفِي نُوْرًا وَاجْعَلْ لِي نُوْرًا قَالَ كُرَيْبٌ وَسَبْعٌ فِي التَّابُوتِ فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ وَلَدِ الْعَبَّاسِ فَحَدَّثَنِي بِهِنَّ فَذَكَرَ عَصَبِي وَلَحْمِي وَدَمِي وَشَعَرِي وَبَشَرِي وَذَكَرَ خَصْلَتَيْنِ۔

رہے تھے، پس میں آپ کے بائیں جانب کھڑا ہوگیا، آپ نے میرا کان پکڑ کر مجھے گھمایا اور مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کردیا، پھر آپ نے تیرہ رکعت نماز مکمل کی، پھر آپ لیٹ گئے، پھر آپ نے نیند کی، حتیٰ کہ آپ نے خراٹے لیے اور آپ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے، پھر حضرت بلال نے آپ کو نماز کی خبر دی، پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا، اور آپ اپنی دعاء میں یہ پڑھتے تھے: اے اللہ! میرے دل میں نور کردے اور میری آنکھ میں نور کردے اور میرے کان میں نور کردے اور میرے دائیں طرف نور کردے اور میرے بائیں طرف نور کردے اور میرے اوپر نور کردے اور میرے نیچے نور کردے اور میرے آگے نور کردے اور میرے پیچھے نور کردے اور میرے لیے نور بنادے گریب نے کہا: یہ سات دعائیں تابوت (یعنی بدنِ انسان کے لیے ہیں)، پس میری ملاقات حضرت عباس کی اولاد میں سے کسی سے ہوئی تو انہوں نے یہ کلماتِ دعائیہ مجھ سے بیان کیے اور اس میں ذکر کیا ''اور میرے پٹھوں کو اور میرے گوشت کو اور میرے خون کو اور میرے بالوں کو اور میری کھال کو'' پس انہوں نے دو خصلتوں کا ذکر کیا۔

(صحیح مسلم: ۷۶۳، سنن ترمذی: ۳۴۲۳، سنن نسائی: ۱۱۲۱، سنن ابوداؤد: ۱۳۵۳، مسند احمد: ۲۱۶۵، موطا امام مالک: ۲۶۷، سنن دارمی: ۱۲۵۵)

صحیح البخاری: ۶۳۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''رات کے وقت بیدار ہو تو کیا دعا کرے'' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوئے تو آپ نے یہ دعا فرمائی۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور ابن مہدی کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمٰن بن حسان العنبری البصری ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، یہ الثوری ہیں۔ اور سلمہ کا ذکر ہے، یہ ابن کہیل ہیں۔ اور کریب کا ذکر ہے، یہ حضرت ابن عباس

Marfat.com

رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الصلوٰۃ میں از عبداللہ بن ہاشم روایت کی ہے اور کتاب الطہارت میں از ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے کتاب الادب میں از عثمان از وکیع روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی نے شمائل میں از بندار از ابن مہدی اس حدیث کے بعض حصوں کی روایت کی ہے۔ اور امام نسائی نے کتاب الصلوٰۃ میں از ھناد روایت کی ہے۔ اور امام ابن ماجہ نے کتاب الطہارۃ میں از علی بن محمد روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہ بنت الحارث الہلالیہ ام المؤمنین ہیں اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔

نیز اس حدیث میں "شناق" کا لفظ مذکور ہے، یہ وہ دھاگا ہے جس سے مشک کا منہ باندھا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "آپ نے دو وضوؤں کے درمیان وضو کیا" یعنی آپ کا یہ وضو خفیف اور کامل تھا جو تمام وضو کی سنتوں کا جامع تھا۔

اور اس حدیث میں ہے کہ "آپ نے اکثار نہیں کیا" یعنی آپ نے ایک مرتبہ سے زائد اعضاء کو نہیں دھویا۔ اور آپ نے پانی کو اعضاءِ وضو کی ان جگہوں پر پہنچایا جہاں پر پانی کا پہنچانا واجب ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے عمدہ وضو کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اتقیہ" یعنی میں آپ سے ڈرتا تھا یا بچتا تھا۔ اور نسفی اور دوسروں کی روایت میں ہے "ارقبہ" میں آپ کا انتظار کرتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے "انقبہ" یہ تنقیب سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے تفتیش کرنا۔ اور اکثر روایات میں ہے "ارقبہ" یعنی میں آپ کا انتظار کرتا تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: "واجعلنی نورا" یعنی میرے لیے نور بنا دے۔ یہ لفظ عام ہے اور اس کے بعد لفظ خاص ہے اور تنوین اس میں تعظیم کے لیے ہے یعنی میرے لیے نورِ عظیم بنا دے۔

لفظِ تابوت کی تفسیر میں متعدد اقوال

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وسبع فی التابوت" یعنی سات دوسرے کلمات تابوت میں، تابوت سے مراد ہے انسان کا بدن جو روح کے لیے بمنزلہ تابوت ہے۔ اور وہ بدن جس کا مآل یہ ہے کہ وہ تابوت میں ہو یعنی جس پر میت کو اٹھایا جاتا ہے، اور یہ پٹھے ہیں اور گوشت ہے اور خون ہے اور بال ہیں اور کھال ہیں اور دوسری دو خصلتیں ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا: شاید کہ وہ چربی اور ہڈی ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ہڈی اور قبر ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بہت طویل بیان کی ہے۔ اس میں مذکور ہے: اے اللہ! میری ہڈیوں کو نور بنا دے اور میری قبر میں نور کر دے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان دو خصلتوں سے مراد زبان اور نفس ہے، کیونکہ عقیل نے مسلم کی روایت میں اس کا اضافہ کیا ہے اور یہ بھی جسد کے اجزاء میں سے ہے۔

Marfat.com

اور علامہ الدمیاطی نے اپنے حاشیہ میں وثوق سے کہا ہے کہ تابوت سے مراد سینہ ہے جو دل کا ظرف ہے۔ اور اسی طرح علامہ ابن بطال نے کہا ہے۔ پھر کہا: جو شخص علم کو محفوظ کرلے اس کے متعلق کہا جاتا ہے اس کا علم تابوت میں رکھا ہوا ہے۔

اور علامہ نووی نے دوسروں کی اتباع کرتے ہوئے کہا: تابوت سے مراد پسلیاں ہیں، اور جن چیزوں کو پسلیاں شامل ہیں یعنی قلب وغیرہ، اس میں تابوت کو تشبیہ دی ہے جس میں سامان کو محفوظ کر کے رکھا جاتا ہے، پس یہ سات کلمات میرے دل میں ہیں لیکن میں ان کو بھول گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سات انوار ہیں جو اس تابوت میں لکھے ہوئے تھے جو بنی اسرائیل کا تھا جس میں سکینہ تھی۔

اور علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے: تابوت سے مراد صندوق ہے، یعنی سات مکتوبہ صندوق میں ہیں۔ اور اس وقت وہ مجھے محفوظ نہیں ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر دو خصلتوں کا ذکر کیا'' تا کہ سات مکمل ہوں۔

اگر تم سوال کرو کہ اس حدیث میں نور سے کیا مراد ہے؟

تو میں کہوں گا کہ نور سے مراد ہے حق کا بیان اور تمام حالات میں توفیق۔

علامہ طیبی نے کہا ہے: اعضاء کے لیے نور کو طلب کرنے کا معنی یہ ہے کہ یہ تمام اعضاء انوارِ معرفت سے آراستہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مزین ہو جائیں اور اس کے ماسوا سے خالی ہو جائیں، کیونکہ شیاطین اپنے وسوسے چھ جہات سے ڈالتے ہیں، پس ان سے خلاصی کے لیے یہ انوار ہوں جو ان چھ جہات کا راستہ روک دیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴۵۔۴۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری''۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے ''اے اللہ! تیرے لیے ہی حمد ہے اور تو آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے (یعنی منور ہے)۔ (صحیح البخاری: ۶۹۷، ۱۱۲۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کے مختلف اوقات میں دعا کرتے تھے، سوتے وقت اور بیدار ہوتے وقت آپ مختلف دعائیں کرتے جو اس حال کے مناسب ہوتیں۔ اور بعض اوقات آپ خلوت میں دعا کرتے جب آپ کا دل مختلف چیزوں سے فارغ ہوتا اور آپ اصرار سے اور گڑگڑا کر دعا کرتے اور دعا میں بہت کوشش کرتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے دل کو نور بنا دے، میرے کان کو نور بنا دے، میرے تمام اعضاء کو نور بنا دے۔ اور بعض وہ اوقات ہیں جن میں آپ جامع دعا کرتے اور معانی پر اقتصار کرتے اور تعیین اور شرح نہ کرتے۔ لہٰذا ان اوقات میں دعاؤں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنی چاہیے اور ہر حال میں آپ کی پیروی کرنی چاہیے۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو جاننے کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس میں اسی طرح لیٹا رہا کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھیں کہ میں آپ کے انتظار میں جاگ رہا ہوں''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ اس لیے کیا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دکھائیں کہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور وہ آپ کے احوال کو نہیں دیکھ رہے، کیونکہ ہر شخص جب اپنے گھر میں تنہا ہو تو وہ ایسے افعال کرتا ہے جن کے متعلق وہ کسی دوسرے کے مطلع ہونے کو پسند نہیں کرتا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس پر اس چیز نے برانگیختہ کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رات میں حرکات کو اور آپ کے افعال کو دیکھ لیں اور اس سے ان کے علم کی حرص کا پتا چلتا ہے۔ اور ہم پہلے کتاب الصلوٰۃ میں لکھ چکے ہیں کہ ان کے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ وصیت کی تھی کہ تم اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے احوال کو دیکھنا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حصولِ علم کی حرص کرنی چاہیے اور علماء کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے اور جس چیز کے متعلق معلوم ہو کہ یہ علماء پر دشوار ہوگی اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔

فائدہ

امام طبری نے از معقل بن یسار از حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شرک چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ مخفی طریقہ سے انسان میں داخل ہوتا ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس سے کس طرح نجات ہوگی یا اس سے نکلنے کی کیا صورت ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات کی تعلیم نہ دوں جب تم وہ پڑھو تو تم قلیل اور کثیر اور صغیر اور کبیر شرک سے بری ہو جاؤ؟ میں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم یہ دعا کرو ''اے اللہ! میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں جس سے میں ایسا شرک کروں جس کو میں جانتا ہوں، اور تجھ سے اس شرک پر استغفار کرتا ہوں جس کو میں نہیں جانتا'' اور یہ دعائیہ کلمات تم تین مرتبہ پڑھو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۱۴۔ ۲۱۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

دعائے نور کے متعلق مفصل روایت

امام ترمذی نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں دعائے نور کی بعض تفصیلات ہیں:

اے اللہ! میرے لیے میری قبر میں نور کر دے، اور میرے دل میں نور کر دے، اور میرے آگے نور کر دے، اور میرے پیچھے نور کر دے، اور میرے دائیں طرف نور کر دے، اور میرے بائیں طرف نور کر دے، اور میرے اوپر نور کر دے، اور میرے نیچے نور کر دے، اور میرے کان میں نور کر دے، اور میری آنکھوں میں نور کر دے، اور میرے بالوں میں نور کر دے، اور میری کھال میں نور کر دے، اور میرے گوشت میں نور کر دے، اور میرے خون میں نور کر دے، اور میری ہڈیوں میں نور کر دے، اے اللہ! میرے لیے نور کو عظیم کر دے، اور مجھے نور عطا فرما، اور میرے لیے نور کر دے۔۔۔ الحدیث (سنن ترمذی: ۳۴۱۹)

صحیح البخاری: ۶۳۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور میں نور کا معنی

علامہ قرطبی نے کہا ہے: یہ انوار جن کے حصول کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے، ان الفاظ کو ظاہر پر محمول کرنا بھی ممکن ہے۔ پس آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اعضاء میں سے ہر عضو کے اندر ایک نور پیدا کر دے جس کی وجہ سے وہ نور قیامت کے دن قیامت کے اندھیروں میں روشن ہو، آپ کے لیے بھی اور آپ کے متبعین کے لیے بھی یا جن کے لیے اللہ تعالیٰ چاہے۔ علامہ قرطبی نے کہا: اولیٰ یہ ہے کہ کہا جائے کہ یہاں نور سے علم اور ہدایت کا استعارہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ (الزمر:۲۲)
پس کیا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے نور (ہدایت) پر قائم ہو۔

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ ۔ (الانعام:۱۲۲)
کیا جو شخص پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے ایک نور بنایا جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے۔

علامہ القرطبی نے کہا: اور تحقیق یہ ہے کہ نور کے معنی سے وہ مراد ہے جس کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہو اور یہ اپنے مضاف کے اعتبار سے مختلف ہے۔ پس سماعت کا نور وہ ہے جو مسموعات کو ظاہر کرنے والا ہو اور بصر کا نور وہ ہے جو مبصرات کو کشف کرنے والا ہو، قلب کا نور وہ ہے جو معلومات کو کشف کرنے والا ہو اور اعضاء ظاہرہ کا نور وہ ہے جن سے عبادات ظاہرہ کے اعمال ظاہر ہوتے ہیں۔

علامہ طیبی نے کہا: ان اعضاء کے لیے نور کو طلب کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اعضاء کو معرفت کے انوار سے آراستہ کر دے اور عبادات کے انوار سے مزین کر دے اور ان کے ماسوا سے خالی کر دے، کیونکہ شیاطین چھ جہات سے وسوسے ڈالتے ہیں، پس اس سے تخلص اس طرح ہوگا کہ ایسے انوار ہوں جو ان جہات میں شیطان کے راستہ کو روک دیں۔ اور ان تمام امور کا رجوع ہدایت، بیان اور حق کی روشنی کی طرف ہے۔

اور علامہ طیبی نے نیز کہا کہ سمع، بصر اور قلب کو حضور نے اپنے ساتھ خاص کیا یعنی میرے کان میں نور کر دے اور میرے بصر میں نور کر دے اور میرے قلب میں نور کر دے، کیونکہ قلب اللہ کی نعمتوں میں غور و فکر کرنے کے قرار کی جگہ ہے، اور سمع اور بصر اللہ تعالیٰ کی آیات کی حفاظت کی جگہ ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۳۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھتے۔ ان میں سے بعض آیات درج ذیل ہیں:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ (آل عمران:۱۹۰)
بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O

Marfat.com

(۲) اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد پر دلیل ہے، کیونکہ آپ نے گھر میں مشک لٹکائی ہوئی تھی جس میں وضو کے لیے اور پینے کے لیے پانی تھا۔ آپ ایک مد (ایک لیٹر) اور ایک صاع (چار لیٹر) سے غسل فرماتے تھے۔

(۳) اس حدیث میں تربیت کی کیفیت کا بیان ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ میں نے انگڑائی لی تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ دیکھیں کہ میں آپ کے احوال کو جانچ رہا ہوں، کیونکہ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ نیند سے اٹھتے ہیں تو انگڑائی لیتے ہیں۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ نماز کے درمیان میں امامت کی نیت کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے درمیان میں بہ طور مقتدی داخل ہوئے۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب مقتدی ایک ہو تو اسے امام کی دائیں طرف کھڑا ہونا چاہیے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں بائیں طرف کھڑا ہوا تو آپ نے مجھے کان سے پکڑ کر گھمایا اور دائیں طرف کر دیا۔

(۶) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نماز کی مصلحت کے لیے نماز میں حرکت کرنا جائز ہے۔

مقتدی کے دائیں طرف کھڑے ہونے کا حکم بہ طور استحباب ہے نہ کہ بہ طور وجوب

کیونکہ دائیں جانب افضل ہے۔ اہل علم کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں کہ آیا یہ واجب ہے یا مستحب ہے؟

ہمارے شیخ عبدالرحمن نے اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ حکم استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اس فعل کا صدور ہوا ہے اور آپ کا فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ اگر یہ واجب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد اس پر متنبہ کرتے اور فرماتے کہ ایسا نہ کرنا جس طرح جب صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کے ایام میں آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی جب کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ بیٹھ جائیں، پھر سلام پھیرنے کے بعد آپ نے انہیں خبر دی کہ امام کو صرف اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ پس جب اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بتایا ہو کہ ایک مقتدی کا امام کی بائیں طرف کھڑے ہونا جائز نہیں ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ واجب نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تعلیل قوی ہے اور حجت ظاہرہ ہے، کیونکہ اہل علم کے نزدیک یہ قاعدہ مقرر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا، وہ صرف استحباب پر دلالت کرتا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ نماز میں حرکت کرنے کی اصل میں ممانعت ہے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دائیں طرف لانے کے لیے حرکت کی تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس طرح سے قیام حرام ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی ادنیٰ سبب کی وجہ سے نماز میں حرکت کرنا جائز ہے حتیٰ کہ بچہ کو رونے سے چپ کرانے کے لیے حرکت کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہما کو نماز کی حالت میں اٹھایا اور یہ بھی نماز میں حرکت ہے۔

خلاصہ یہ ہے جیسا کہ ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ایک مقتدی کا امام کی دائیں طرف کھڑا ہونا سنت ہے واجب نہیں ہے۔ اور جب ایک مقتدی امام کی بائیں جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور دائیں جانب خالی رہے تب بھی نماز جائز اور صحیح ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ تہجد کی رکعات

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نمازِ تہجد کی تیرہ رکعات تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری حدیث میں روایت ہے کہ آپ نے تہجد کی نماز میں گیارہ رکعات پڑھیں اور اس حدیث میں روایت ہے کہ آپ نے تیرہ رکعات پڑھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی تہجد کی نماز میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور کبھی تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نیند سے وضو نہ ٹوٹنا آیا آپ کی خصوصیت ہے یا نہیں؟

شیخ ابن عثیمین متوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نیند وضو کو نہیں توڑتی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوجاتے حتیٰ کہ آپ خراٹے لیتے اور ان کی آواز سنی جاتی اور آپ کھڑے ہوجاتے اور نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے، پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ نیند وضو کو نہیں توڑتی۔

لیکن اس پر کوئی قائل یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی نیند آپ کے وضو کو نہیں توڑتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں اور آپ کا دل نہیں سوتا تھا۔

ہم کہتے ہیں: اصل خصوصیت کا نہ ہونا ہے اور ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کی آنکھیں سوتی ہیں اور آپ کا دل نہیں سوتا''، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نیند کی حالت میں بھی ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کیا حدیث میں یہ نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سفر میں رات کے آخری حصہ میں سوگئے اور سورج طلوع ہوگیا اور ان کو صرف سورج کی گرمی نے بیدار کیا، سو تم کیسے کہتے ہو کہ آپ نہیں سوتے تھے؟

ہم کہتے ہیں: ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ کا جسم نہیں سوتا تھا، پس جو نہیں سوتا تھا وہ آپ کا دل ہے اور آپ کا احساسِ باطن آپ کے ساتھ رہتا تھا، اور رہا احساسِ ظاہر تو وہ سوجاتا تھا، اسی لیے آپ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۶۵۔۱۶۶، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

شیخ ابن عثیمین کی تحقیق پر مصنف کا تعاقب

میں کہتا ہوں کہ شیخ ابن عثیمین کا یہ کہنا غلط ہے کہ نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا اور یہ آپ کی خصوصیت نہیں ہے، کیونکہ متعدد دین شارحین اور محققین علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سوکر اٹھنا اور پھر وضو کیے بغیر نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت ہے۔ نیند سے وضو کے ٹوٹنے پر دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوگئے اور آپ سجدہ میں تھے حتیٰ کہ آپ نے خراٹے لیے، پھر آپ نے کھڑے ہوکر نماز پڑھی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ تو سوگئے تھے، آپ نے فرمایا: وضو اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو لیٹ کر یا کروٹ کے بل سوئے، کیونکہ جب وہ لیٹ جاتا ہے تو اس کے مفاصل اور جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۲، سنن ترمذی: ۷۷، مسند احمد: ج ۱ ص ۲۵۶، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۵۹، ۱۶۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۲۱)

از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی حالتِ قیام میں سوجائے یا

Marfat.com

حالت قعود میں سو جائے اس پر وضو نہیں ہے، حتیٰ کہ وہ پہلو کے بل زمین پر لیٹ جائے۔ (الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۶۸)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا نیند سے ہل رہا تھا کہ اچانک کسی نے پیچھے سے مجھے گود میں بھر لیا، میں نے دیکھا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا مجھ پر وضو واجب ہو گیا؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک تم اپنا پہلو زمین پر نہ رکھو۔ (سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۲۰، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۵۵)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، آنکھ سرین کی رسی ہے، جب آنکھ سو جاتی ہے تو یہ رسی ڈھیلی ہو جاتی ہے، امام طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ "سو جو شخص سو جائے تو وہ وضو کرے"۔

(سنن دارقطنی: ۵۸۷، المعجم الکبیر: ۸۷۵، مسند احمد ج ۴ ص ۹۶۔۹۷، مسند ابو یعلیٰ: ۷۳۷۲، سنن دارمی: ۷۲۲، سنن ابن ماجہ: ۴۷۷، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۱۸، سنن ابوداؤد: ۲۰۳، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴۷، الجامع الصغیر: ۵۷۴۹، الجامع الکبیر: ۱۴۵۶۳)

ہر چند کہ بعض احادیث کی سند ضعیف ہے لیکن جب کوئی حدیث متعدد سندوں سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے اور لائق استدلال ہوتی ہے۔ نیز اگر ضعیف حدیث سے مجتہدین استدلال کریں تب بھی وہ حدیث قوی ہوتی ہے اور لائق استدلال ہوتی ہے۔ اور اس حدیث سے تمام مجتہدین نے یہ استدلال کیا ہے کہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اب اس پر اجماع امت ہو گیا ہے کہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نیند سے وضو نہ ٹوٹنا یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

نیز شیخ ابن عثیمین نے جو یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک سفر میں رات کے آخری حصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سو گئے، وہ پوری حدیث درج ذیل ہے:

امام مالک از زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات مکہ کے راستہ میں رات کے آخری حصہ میں ٹھہرے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ ان کو نماز کے وقت بیدار کر دیں، پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ سو گئے اور صحابہ بھی سو گئے، حتیٰ کہ جب وہ بیدار ہوئے تو ان پر سورج طلوع ہو چکا تھا، پس صحابہ بیدار ہوئے اور وہ گھبرائے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی سواریوں پر سوار ہوں حتیٰ کہ اس وادی سے نکل جائیں، اور آپ نے فرمایا: اس وادی میں شیطان ہے، پس وہ سوار ہوئے حتیٰ کہ اس وادی سے نکل گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ سواریوں سے اتریں اور وضو کریں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ نماز کی اذان کہیں یا اقامت کہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے ان کی گھبراہٹ کو دیکھا تھا تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا اور اگر چاہتا تو ان روحوں کو اس وقت کے علاوہ کسی وقت میں لوٹا دیتا، پس جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے سو جائے یا بھول جائے، پھر گھبرا کر اٹھے تو نماز پڑھ لے جس طرح نماز کو اپنے وقت پر پڑھتا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ شیطان بلال کے پاس آیا اور وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، اس نے بلال کو لٹا دیا اور ان کو اس طرح تھپکتا رہا جس طرح بچہ کو تھپکا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ سو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسی طرح خبر دی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خبر دی تھی، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں

Marfat.com

گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (مؤطا امام مالک: ۲۶)

یہ حدیث صحیح مسلم: ۶۸۰، سنن ابوداؤد: ۴۳۵، سنن ابن ماجہ: ۶۹۷ میں بھی مذکور ہے۔

نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، چار رکعت نماز پڑھتے، نہ پوچھو ان کے حسن اور ان کے طول سے، پھر آپ چار رکعات نماز پڑھتے، نہ پوچھو تم ان کے حسن اور ان کے طول سے، پھر آپ تین رکعات پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح بخاری: ۱۱۴۷، ۲۰۱۳، ۳۵۶۹، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ترمذی: ۴۳۹، سنن نسائی: ۱۶۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱، مسند احمد: ۲۴۵۵۳، موطا امام مالک: ۲۶۵)

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟''

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: گویا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ وہم کیا کہ وتر (عشاء کی) نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کا مشاہدہ کیا تھا کیونکہ وہ (عشاء کی) نماز کے بعد وتر پڑھتے تھے۔ پھر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول اس کے خلاف دیکھا تو آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی کہ آپ کی دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور آپ کا دل نہیں سوتا۔ اور یہ مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد کو حاصل نہیں تھا اور یہ انبیاء علیہم السلام کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے۔ اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے، کیونکہ وہ تمام بشر سے قلب کی نیند میں مفارق ہوتے ہیں۔ اور آنکھ کی نیند میں تمام بشر کے مساوی ہوتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خراٹے لیتے اور پھر نماز پڑھتے۔

اور عکرمہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفوظ تھے اور آپ نیند سے بیدار ہو کر وضو کرتے تھے اگرچہ آپ نیند کے بعد وضو نہیں کرتے تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور یہ بعید نہیں ہے کہ آپ اس وقت وضو کرتے ہوں جب نیند آپ کے قلب پر غالب ہو جاتی ہو اور یہ بہت نادر ہے، جیسا کہ آپ ایک وادی میں اس وقت تک سوئے رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا تا کہ آپ امت کے لیے یہ سنت قائم کریں کہ وقت کے نکلنے سے نماز ساقط نہیں ہوتی۔ اگرچہ وقت کا نکلنا نیند کی وجہ سے معلوم ہو یا نسیان کی وجہ سے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۹ ص ۱۱۳، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا بہت اعلیٰ مرتبہ ہے، اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے کیونکہ وہ دل کے سونے میں تمام لوگوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور آنکھوں کے سونے میں تمام لوگوں کے مساوی ہوتے ہیں۔

Marfat.com

از ایوب از عکرمہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ انہوں نے آپ کے خراٹے سنے، پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا، عکرمہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۳۸)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے اٹھ کر وضو کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے، اور یہ بعید نہیں ہے کہ جب نیند آپ کے قلب پر غالب آ جائے تو آپ وضوء کریں اور یہ بہت نادر ہے جیسا کہ ایک سفر میں صبح کی نماز کے وقت آپ کو نیند تھی تا کہ آپ کی امت کے لیے یہ نمونہ ہو کہ وقت نکلنے کی وجہ سے نماز ساقط نہیں ہوتی، خواہ آپ پر نیند کا غلبہ ہو یا آپ بھول گئے ہوں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے سے کیسے سو گئے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ اس کا جواب دو طریقوں سے ہے۔

زیادہ صحیح اور مشہور جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ قلب صرف ان محسوسات کا ادراک کرتا ہے جو قلب کے ساتھ متعلق ہوتی ہیں جیسے درد وغیرہ۔ اور طلوع فجر وغیرہ کا ادراک قلب نہیں کرتا، اس کے ادراک کا تعلق آنکھ کے ساتھ ہے اور اس کا ادراک آنکھ سے کیا جاتا ہے اور آنکھ سوئی ہوئی تھی اگرچہ قلب بیدار تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کی دو حالتیں ہیں، ایک حالت یہ ہے کہ جس میں دل سو جاتا ہے اور اس موقع پر ایسا ہی تھا۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ آپ کا دل نہیں سوتا اور آپ کے غالب احوال یہی ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۰۹۷، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی المتوفی ۸۲۸ھ، صحیح مسلم کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المازری نے کہا: اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نماز کے وقت سے سو گئے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ اور دوسری حدیث میں ہے: میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری، کتاب التہجد باب: ۱۶، صحیح مسلم، کتاب المسافرین ۱۲۵، سنن ابوداؤد، کتاب الطہارۃ باب: ۷۹، سنن ترمذی: کتاب المواقیت، باب: ۲۰۸)

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ اکثر اوقات میں میرا دل نہیں سوتا اور کم اوقات میں میرا دل سوتا ہے۔

اور دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ کی نیند آپ پر مستغرق نہیں ہوتی حتیٰ کہ آپ بے وضو ہو جائیں اور میرے نزدیک اس میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ آپ نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کی دونوں آنکھیں سو جاتی ہیں جیسا کہ اس واقعہ میں ہوا، کیونکہ طلوع فجر کا آنکھ سے ادراک کیا جاتا ہے نہ کہ دل کے ساتھ۔

اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ آپ کا دل اس لیے نہیں سوتا کہ آپ کے دل پر وحی کی جاتی ہے، پس آپ کے دل کے اوپر نیند کا استغراق جائز نہیں ہے اور آپ نیند میں بے وضو ہونے سے محفوظ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ سو جاتے تھے حتیٰ کہ آپ کے خراٹے سنے جاتے اور آپ نماز پڑھتے اور آپ وضو نہیں کرتے۔ (اکمال اکمال المعلم، ج ۲ ص ۶۱۹۔ ۶۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسنی المتوفی ۸۹۵ھ اپنی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کا ایک جواب یہ ہے کہ اکثر اوقات میں میرا دل نہیں سوتا اور نادر اوقات میں سو جاتا ہے جیسا کہ اس وادی کے واقعہ میں ہوا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نیند آپ پر مستغرق نہیں ہوتی تھی حتیٰ کہ آپ بے وضو ہو جائیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ آپ کی آنکھیں سو جاتی ہیں جیسا کہ اس وادی میں سو گئیں اور طلوع فجر کا آنکھ سے ادراک کیا جاتا ہے نہ کہ دل کے ساتھ۔ (مکمل اکمال الاکمال، جز ۲ ص ۶۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی المصری الازہری المالکی المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

تحقیق: علماء نے اس حدیث کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ساتھ تطبیق دی ہے کہ بے شک میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا، بایں طور کہ دل کا ادراک ان محسوسات کے ساتھ ہوتا ہے جو دل کے ساتھ متعلق ہوں جیسا کہ درد وغیرہ۔ اور ان کے ساتھ دل کے ادراک کا تعلق نہیں ہوتا جن کے ادراک کا تعلق آنکھ کے ساتھ ہے، کیونکہ آنکھ سوئی ہوئی تھی اور قلب بیدار تھا۔

علامہ نووی نے کہا کہ یہ جواب صحیح اور معتمد ہے۔ (شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک ج ۱ ص ۸۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان)

تنبیہ: ہم نے جو شارحین کی عبارات نقل کی ہیں، ان بعض عبارات میں تکرار ہے لیکن ہم نے اس تکرار کو اس لیے نظر انداز کر دیا کہ ہمارا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ اکثر علماء متقدمین اور متاخرین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کو ذکر کیا ہے کہ نیند سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔ اور شیخ ابن عثیمین نے جو اس خصوصیت کا انکار کیا ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عقیدت سے محرومی کا نتیجہ ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۳۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَوْ لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن ابی مسلم سے سنا از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو تہجد پڑھتے اور آپ یہ دعا کرتے: ''اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے، تو آسمانوں اور زمینوں کا اور جو ان میں ہیں ان کا نور ہے (یعنی ان کو منور کرنے والا ہے) اور تیرے لیے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمینوں کا اور جو ان میں ہیں ان کو قائم کرنے والا ہے، اور تیرے لیے ہی حمد ہے، تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیرا قول حق ہے اور تجھ سے ملاقات حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور قیامت حق ہے اور انبیاء حق ہیں اور محمد حق ہیں، اے اللہ! میں تیرے لیے اسلام لایا اور تجھ پر ہی توکل کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیری طرف رجوع کیا اور

Marfat.com

تیرے سبب سے میں نے جھگڑا کیا اور تیری ہی طرف میں نے محاکمہ کیا، سو تو میرے لیے بخش دے جو کام میں نے پہلے کیے اور جو کام میں نے بعد میں کئے، اور جو میں نے پوشیدہ طور پر کیے اور جو میں نے ظاہراً کیے، تو مقدم کرنے والا ہے اور تو مؤخر کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، یا کہا: اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

(صحیح بخاری: ۱۱۲۰، ۶۳۱۷، ۷۳۸۵، ۷۴۴۲، ۷۴۹۹، صحیح مسلم: ۷۶۹، سنن ترمذی: ۳۴۱۸، سنن نسائی: ۱۶۱۹، سنن ابوداؤد: ۷۷۱، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۵، مسند احمد: ۳۳۵۸، موطا امام مالک: ۵۰۰، سنن دارمی: ۱۴۸۶)

صحیح البخاری: ۶۳۱۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تہجد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور تہجد کے مباحث کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ عرب کے نزدیک تہجد کا معنی بیدار ہونا ہے اور رات کی نیند کے بعد جاگنا ہے، انہوں نے کہا: ''ھجود'' کا معنی نیند کرنا بھی ہے۔ آدمی نیند سے بیدار ہو تو تب بھی کہا جاتا ہے ''تھجّد'' اور جب سویا ہوا ہو تو اس وقت بھی کہا جاتا ہے ''تھجّد''۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۰۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی متوفی ۳۹۸ھ نے کہا: ''ھجَدَ اور تھجّدَ'' کا معنی ہے جب رات کو سویا، اور یہ لغت اضداد سے ہے، اسی وجہ سے رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق تہجد فرمایا ہے، یعنی نیند کو ترک کر کے اٹھ کر نماز پڑھنا۔

(الصحاح للجوہری ج ۲ ص ۵۵، دار العلم، بیروت، ۱۴۰۴ھ)

علامہ ابن الفارس نے کہا ہے کہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے والے کو متہجد کہا جاتا ہے۔ (مجمل اللغۃ ج ۲ ص ۸۹۹)

اور علامہ نووی نے علماء سے نقل کیا ہے کہ تہجد کا اصل معنی ہے: نیند چھوڑ کر رات کو نماز پڑھنا۔

(المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۵۳۴)

تہجد کی نماز پڑھنے کا شرعی حکم

قیام اللیل سنتِ مؤکدہ ہے۔ بعض سلف صالحین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ پوری امت کے اوپر رات کا قیام کرنا واجب ہے، کم از کم اتنی مقدار جس کے اوپر تہجد کا اطلاق ہو جائے اگرچہ وہ صرف دودھ دوہنے کی مقدار ہو، اور یہ قول غلط اور مردود ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مطلق نفل جس کا کوئی سبب نہ ہو وہ دن میں پڑھنے کی بہ نسبت رات میں پڑھنا افضل ہے، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کو نماز پڑھنا

Marfat.com

ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۳، کتاب الصیام، باب فضل الصوم المحرم)

کیونکہ یہ نماز اس وقت پڑھی جاتی ہے جو غفلت کا وقت ہے، پس اس کا پڑھنا اہم ہے۔ پس اگر اس نے رات کے دو حصے کیے تو دوسرے حصہ میں نماز پڑھنا افضل ہے یا تین حصے کیے تو درمیانی تہائی حصہ میں نماز پڑھنا افضل ہے، یا چھ حصے کیے تو رات کے چھٹے حصے میں نماز پڑھنا افضل ہے، جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز کے متعلق حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام آدھی رات تک سوتے تھے اور تہائی رات میں نماز میں قیام کرتے تھے، اور چھٹے حصہ میں سوتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۱۱۳۱، صحیح مسلم: ۱۱۵۹، سنن نسائی: ۱۶۳۰، سنن ابوداؤد: ۲۴۴۸، سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۲، مسند احمد: ۶۴۵۵، سنن دارمی: ۱۷۵۲)

اور پوری رات میں قیام کرنا مکروہ ہے۔ اس کے متعلق یہ حدیث صحیح ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو، میں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: سو تم ایسا نہ کرو، تم روزہ رکھو اور روزہ چھوڑو، اور رات کو قیام کرو اور نیند کرو، کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہاری دونوں آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہر مہینہ سے تین روزے رکھ لو، کیونکہ ہر نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے تو یہ صیام دہر ہو جائیں گے۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۱۹۷۵، صحیح مسلم: ۱۱۵۹، سنن نسائی: ۲۳۹۱، مسند احمد: ۶۸۳۹)

بعض راتوں کو زندہ کرنا مکروہ نہیں ہے خصوصاً رمضان کی آخری دس راتوں کو ساری رات بیدار ہو کر عبادت کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کو بھی، کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جس نے راتوں کو زندہ کیا اس کا دل نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دل مر جائیں گے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عید کی دو راتوں میں اللہ کے لیے قیام کیا اس کا دل نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دل مر جائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عید الفطر کی رات اور عید الاضحیٰ کی رات نماز پڑھی تو اس کا دل نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دل مر جائیں گے۔ (المعجم الاوسط: ۱۵۹، مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۰۵ھ)

حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، ان احادیث کے متعلق لکھتے ہیں:

عید کی راتوں کو زندہ کرنے کے متعلق امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں احادیث روایت کی ہیں۔ اس کی سند میں عمر بن ہارون البلخی ہیں جن پر غالب ضعف ہے اور جماعت کثیرہ نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۹۸، رقم الحدیث: ۳۲۰۳، دار الکتاب العربی، بیروت، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض تھی یا نفل، اس کی تحقیق

نفل کا لغت میں معنی ہے: اصل چیز پر زیادتی ۔اور اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ کس وجہ سے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تہجد کے ساتھ تخصیص کی گئی ۔بعض علماء نے کہا کہ آپ پر تہجد کی نماز فرض تھی اور دوسروں پر تہجد کی نماز نفل تھی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو آپ کے لیے نفل بنا دیا ۔(جیسا کہ علامہ ابن بطال مالکی نے نقل کیا ہے ۔ج ۳ ص ۱۰۸)

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ تہجد کی نماز آپ پر واجب تھی، پھر اس کے وجوب کو منسوخ کیا گیا اور یہ نفل ہو گئی۔

امام طبری نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کو نفل اس لیے قرار دیا کہ آپ نے پہلے کوئی ایسا فعل نہیں کیا تھا جو گناہ ہو اور یہ تہجد کی نماز اس کا کفارہ ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت فرما دی ہے، تو آپ کے لیے یہ محض نفل اور فضل ہے ۔اور دوسروں کے لیے تہجد کی نماز ان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور یہ ان کے لیے نفل نہیں ہے اور اس کا نفل ہونا آپ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپ مغفور ہیں ۔(تفسیر الطبری ج ۸ ص ۱۳۰، رقم: ۲۲۶۱۸)

اور جن علماء نے یہ کہا کہ تہجد کی نماز آپ پر واجب تھی تو انہوں نے اس سے استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''نافلة لك'' یعنی یہ صرف آپ کے لیے فرض ہے اور پانچ فرضوں پر زائد ہے اور اس میں آپ کی، آپ کی امت سے تخصیص کی گئی ہے۔

اور امام طبری نے پہلی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے۔

اور مجاہد کے اس قول کا کوئی معنی نہیں ہے کہ چونکہ آپ کی مغفرت کر دی گئی اس لیے آپ کو تہجد کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغفرت کی آیت (لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ) (الفتح: ۲) کے نزول کے بعد بھی بہ کثرت استغفار کرتے تھے ۔اور اس لیے کہ سورۃ الفتح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیبیہ سے واپس ہونے کے بعد نازل ہوئی ۔اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ پر یہ آیت نازل کی گئی:

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۝ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۝ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر: ۱۔۳)

جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے ۝ اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں ۝ سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں، بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے ۝

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی حیات کے اخیر تک اپنے رب سے استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حالانکہ آپ کے مغفور ہونے کی آیت اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی ۔سو معلوم ہوا کہ آپ کا مغفور ہونا آپ کے استغفار کرنے کے منافی نہیں ہے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کو گنتے تھے ایک سو مرتبہ ۔آپ دعا کرتے: ''رب اغفرلی وتب علی انك انت التواب الرحیم'' (اے میرے رب! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے)۔(سنن ابوداؤد: ۱۵۱۶، سنن ترمذی: ۳۴۳۴، سنن ابن ماجہ: ۳۸۱۴)

امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ الاغر المزنی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر ابر

Marfat.com

چھا جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۷۰۲)

امام ابوجعفر طبری لکھتے ہیں:

ان احادیث سے مجاہد کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغفور ہیں تو پھر تہجد کی نماز پڑھنے کی آپ کو ضرورت نہیں ہے، کیونکہ تہجد کی نماز تو اس لیے پڑھی جائے گی کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور آپ معصوم ہیں آپ نے کوئی گناہ کیا نہیں، اور بفرض محال اگر کوئی گناہ ہو تو اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی ہے۔ (تفسیر الطبری ج ۸ ص ۳۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مغفور ہونے کے باوجود آپ کے استغفار کرنے کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ جب نبی معصوم اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرے تو اس کا معنی اس کے درجات کی بلندی ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو تہجد کی نماز میں لمبا قیام کرتے تھے اور آپ کے پائے مبارک سوج جاتے تھے تو وہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کرنے کے لیے تھا، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے یا نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ کے دونوں قدم سوج جاتے، آپ سے کہا جاتا: آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں، تو آپ فرماتے: کیا میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہ بنوں۔

(صحیح بخاری: ۱۱۳۰، صحیح مسلم: ۲۸۱۹، سنن ترمذی: ۴۱۲، سنن نسائی: ۱۶۴۴، سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۹، مسند احمد: ۱۷۷۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ استغفار اس لئے کرتے تھے کہ آپ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور آپ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے تھے، حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: وہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں میں گئے اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق دریافت کیا، پس جب ان کو خبر دی گئی تو گویا کہ انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا، سو انہوں نے کہا: کہاں ہم اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کی تو اگلی پچھلی تمام ظاہری خطاؤں کی معافی فرمادی ہے، پس ان میں سے ایک نے کہا کہ رہا میں، تو میں ہمیشہ رات بھر نمازیں پڑھوں گا، اور دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ ساری عمر روزے رکھوں گا اور کوئی روزہ نہیں چھوڑوں گا اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی بھی نکاح نہیں کروں گا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا: تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے اس طرح اور اس طرح کہا ہے، سنو! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور میں تم سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور روزہ چھوڑتا بھی ہوں اور میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور رات کو سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، سو جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری: ۵۰۶۳، صحیح مسلم: ۱۴۰۱، سنن نسائی: ۳۲۱۷، مسند احمد: ۱۳۶۳۱)

نیز آپ کے استغفار کے درج ذیل محامل ہیں:

(۱) آپ اپنی تواضع اور انکسار کو ظاہر کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کو بیان کرنے کے لیے استغفار کرتے تھے۔

(۲) آپ امت کی تعلیم کے لیے استغفار کرتے تھے تاکہ وہ بھی آپ کی اقتداء میں استغفار کریں خواہ ان سے گناہ سرزد ہوا ہو یا نہ

Marfat.com

ہوا ہو۔

(۳) چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ النصر: ۳ میں اس کی تصریح ہے، اس حکم پر عمل کرنے کے لیے آپ استغفار کرتے تھے۔

(۴) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(البقرہ: ۲۲۲)، سو اس کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے آپ استغفار کرتے تھے۔

کثرتِ استغفار کے متعلق دیگر احادیث

نیز کثرتِ استغفار کی فضیلت درج ذیل حدیثوں سے بھی ظاہر ہوتی ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کہا ''استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ'' اس کی مغفرت کر دی جائے گی خواہ وہ میدانِ جہاد سے منہ موڑ کر بھاگا ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۱۷، سنن ترمذی: ۳۵۷۷)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مغفرت طلب کرنے کو لازم کر لیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کی جگہ کر دے گا اور ہر فقر سے خوشی اور کشادگی کر دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہے۔(سنن ابوداؤد: ۱۵۱۸، سنن ابن ماجہ: ۳۸۱۹)

حدیث میں مذکور دعاء کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''انت قیم السمٰوٰت والارض'' یعنی تو آسمانوں اور زمینوں کو قائم کرنے والا ہے۔ اور الموطا میں مذکور ہے''انت قیام''۔(الموطا: ۵۰۰)

الہروی نے کہا:''قوام'' کہا جاتا ہے۔ اور مجاہد اور ابوعبید نے کہا ہے''القیوم'' کا معنی ہے: ہر چیز کو قائم کرنے والا۔

(تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۷، رقم: ۵۷۶۷)

اور قیوم کے لفظ کی قرآن مجید میں تصریح ہے اور قائم کی بھی تصریح ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَمَنْ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ (الرعد: ۳۳) کیا جو ہر شخص کے اعمال کا نگران ہے (وہ بتوں کی مانند ہو سکتا ہے)۔

قیم کے معنی میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قیم وہ ذات ہے جو مخلوق کی تدبیر کرنے والی ہے اور قائم ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قیم کا معنی ہے: جو ہمیشہ قائم رہے اور کبھی زائل نہ ہو۔ اس کا معنی ہے: تو ہر نفس کے اوپر قائم ہے جس کا وہ نفس کسب کرتا ہے اور تو اس نفس کا خالق ہے اور رازق ہے اور اس کو مارنے والا ہے اور اس کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور اس کا ایک معنی ہے: جو ہر نفس کا محافظ ہے، نہ غافل ہوتا ہے اور نہ اکتاتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے''تو آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اور جو ان میں ہیں''۔

یعنی تیرے نور سے ہدایت پاتے ہیں جو بھی آسمانوں میں ہیں اور زمینوں میں ہیں۔(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۰۹)

Marfat.com

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ تو آسمانوں اور زمینوں میں نور والا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس کا معنی مروی ہے یعنی آسمانوں اور زمین والوں کو ہدایت دینے والا ہے۔ (تفسیر طبری ج۹ ص ۳۲۰، رقم: ۲۶۰۸۵)
اور مجاہد سے مروی ہے، اس کا معنی ہے: تو زمین اور آسمان اور سورج اور چاند اور ستاروں کی تدبیر کرنے والا ہے۔
(تفسیر الطبری ج۹ ص ۳۲۱۔۳۲۰، رقم: ۲۶۰۸۵)

ابن عرفہ نے کہا: اس کا معنی ہے: تو زمین اور آسمان کو روشن کرنے والا ہے۔ اور جس نے کہا: اس کا معنی ہے: نور والا تو اس کا معنی ہے: اس کا نور قرآن ہے۔
اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ زمین اور آسمان والوں کو ہدایت دینے والا ہے، جس ہدایت سے کوئی شخص منور اور روشن ہوجاتا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی ہو کہ مومنین کے قلوب کو روشن کرنے والا ہے۔
اور ابوالعالیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان کو سورج اور چاند اور ستاروں سے مزین کرنے والا ہے۔ اور زمین کو انبیاء اور اولیاء اور علماء سے مزین کرنے والا ہے۔ (تفسیر طبری ج۱۲ ص ۲۵۷)
نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''تو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے'' یعنی ان کا مالک ہے اور جو آسمان اور زمین میں ہیں ان کا بھی مالک ہے اور جو ان میں ہیں ان کا خالق ہے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''تو حق ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے، اور اس کا معنی ہے کہ اس کا وجود محقق ہے۔ ہر وہ چیز جس کا وجود صحیح ہو اور محقق ہو، وہ حق ہے۔
اور یہ وصف رب جل جلالہ کا حقیقت میں ہے اور اس کی خصوصیت ہے اور کسی اور کے لیے یہ مناسب نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وجود لنفسہٖ ہے، اس سے پہلے اس کا عدم نہیں ہے اور نہ اس کو عدم لاحق ہوتا ہے۔ اور اس کے ماسوا کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا۔
نیز قرآن مجید میں ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ (لقمان: ۳۰)
اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا یہ جن کی عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔

اور اس میں یہ بتایا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو معبود کہا وہ حق ہے اور جس نے اس کے غیر کو معبود کہا وہ کذب ہے۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے ''تیرا وعدہ حق ہے''۔ یعنی اس کا وعدہ محقق ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو مدت مقرر کی ہے اس کے خلاف نہیں ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ۔ (ابراہیم: ۲۲)
بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق وعدہ تھا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کرنے والوں کے لیے جنت کا وعدہ کیا اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں ان کو دوزخ سے ڈرایا اور اس نے لوگوں کے مرنے کے بعد ان کے اٹھنے کا وعدہ کیا اور حشر کا اور ثواب کا اور عقاب کا۔ اس میں ان کا انکار ہے جو اس کے وعدہ کا انکار کرتے ہیں اور اس کے رسولوں کی ان چیزوں میں تکذیب کرتے ہیں جن کی انہوں نے تبلیغ کی ہے اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید سے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اور تیری ملاقات حق ہے''۔ اس سے مراد مرنے کے بعد اٹھنا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے

Marfat.com

مراد موت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو مارنے والا ہے اور ان کو اپنی ملاقات کے لیے اور جزاء کے لیے اٹھانے والا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اور تیرا قول حق ہے" یعنی تیرا قول صدق اور عدل ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ تیرا وعدہ برحق ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اور جنت حق ہے اور نار حق ہے" یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جو جنت اور دوزخ کی خبریں دی ہیں وہ حق ہے اور صدق ہے اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ جنت اور دوزخ کو پیدا کیا جا چکا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اور قیامت حق ہے" یعنی قیامت کا آنا ضروری ہے تا کہ جن لوگوں کو دنیا میں ان کے ظلم پر سزا نہیں دی گئی قیامت کے بعد انہیں ان کے ظلم پر سزا دی جائے۔ اور جن لوگوں کو دنیا میں ان کی مظلومیت پر جزا نہیں دی گئی ان کو اس پر جزا دی جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اور انبیاء حق ہیں اور محمد حق ہیں" یعنی انبیاء علیہم السلام اللہ کے رسول ہیں اور وہ حق ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ان کی خصوصیت کی بناء پر الگ سے کیا گیا جیسا کہ ملائکہ کے عمومی ذکر کے بعد حضرت جبریل اور میکائیل کا ذکر کیا گیا ہے۔ (البقرہ: ۹۸)

اس حدیث میں مذکور ہے "اللهم لك اسلمت" یعنی اے اللہ میں نے تیرے احکام کو قبول کیا اور ان پر عمل کیا جس چیز کا تو نے حکم دیا یا جس چیز سے تو نے منع کیا اس کے مطابق عمل کیا، اور تسلیم کیا اور میں راضی ہوا اور تیری اطاعت کی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وبك آمنت" یعنی میں نے تیری تصدیق کی اور تو نے جو خبریں نازل کیں ان کی تصدیق کی اور جو تو نے حکم دیا اور جس چیز سے تو نے منع کیا اس کی تصدیق کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان حقیقت میں اسلام نہیں ہے بلکہ ایمان حقیقت میں تصدیق ہے۔ قاضی ابوبکر نے کہا کہ ایمان اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کی تصدیق ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا۔ (الحجرات: ۱۴) دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لائے، آپ کہیے کہ تم ایمان نہیں لائے، ہاں! یہ کہو کہ ہم نے اطاعت کی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کے لیے اسلام کو ثابت کیا، پھر ان سے ایمان کی نفی کی۔ یعنی اسلام سے مراد ظاہری اطاعت ہے اور ایمان سے مراد دل کی تصدیق ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وعليك توكلت" یعنی میں نے اپنی قوت سے براءت کی اور معاملات کو تیری طرف سپرد کر دیا اور میں نے یقین کر لیا کہ مجھے وہی چیز پہنچے گی جو میرے لیے لکھی گئی ہے اور میں نے اپنے معاملات تیری طرف سپرد کر دیے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "واليك انبت" یعنی میں نے تیرے امر کی اطاعت کی۔ منیب وہ ہے جو اپنے رب جل جلالہٗ کی طرف اپنے دل سے رجوع کرنے والا ہو۔ یعنی تو میرے لیے جو بھی تدبیر کرے میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں اور تیری عبادت کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وبك خاصمت" یعنی تو نے جو مجھے براہین اور دلائل استدلال کے لیے عطا کیے ہیں، ان سے

Marfat.com

میں استدلال کر کے تیرے حق میں جھگڑا کرتا ہوں، جو تجھ سے معاند ہو اس سے لڑتا ہوں۔ اور اس کے خلاف زبانی دلائل دیتا ہوں، یا تلوار سے اس کے خلاف جہاد کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''والیك حاکمت'' یعنی میں ہر معاملہ میں تجھے حاکم بناتا ہوں۔ نہ اس طرح جیسے زمانہ جاہلیت میں لوگ بتوں اور جاہلوں کو حکم بناتے تھے۔ پس جو تیری مخالفت کرے میرے اور اس کے درمیان تو ہی حاکم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فاغفرلی ماقدمت'' یعنی جو میں نے کام پہلے کیے ان کو معاف فرما دے، یہ تواضع اور خضوع اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کے اجلال کی بناء پر دعا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغفور ہیں، اور یہ دعا اس لیے ہے کہ ہم اس دعا میں آپ کی پیروی کریں۔ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور انبیاء کا مرتبہ بلند کیا کیونکہ وہ نیک اعمال میں بہت کوشش کرتے تھے اور وہ اس کی عظمت کی معرفت رکھتے تھے۔ اور مغفرت کا معنی ہے: گناہ کو ڈھانپ لینا۔ اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں اس کا معنی ہے: ان کے مراتب کو بلند کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''انت المقدم وانت المؤخر'' یعنی تو ہی اول ہے اور تو ہی آخر ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا: یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی طرف بھیجنے میں دوسروں پر مقدم کیا۔ آپ نے فرمایا: ''نحن الآخرون السابقون'' (صحیح بخاری: ۲۳۸) یعنی دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر میں بھیجا اور قیامت کے دن شفاعت کے معاملہ میں آپ کو تمام انبیاء پر مقدم فرمائے گا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے''لاحول ولا قوة الا باللہ'' یعنی میں کسی قول اور فعل میں تصرف کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، نہ کسی قول اور فعل کی نیت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں، مگر تیری مدد سے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۹ ص ۱۷۔ ۲۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی عصمت اور گناہوں سے معصوم ہونے کے متعلق شیخ ابن عثیمین کا نظریہ

شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کبھی گناہ واقع ہوتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں ہے: آپ نے دعا کی''اے اللہ! میرے ان کاموں کو بخش دے جو میں نے پہلے کیا'' اور بندہ سے جب گناہ واقع ہو تو اس سے اس کو ضرر نہیں ہوتا بلکہ کبھی انسان کو گناہ سے توبہ کرنے کے بعد وہ خیر حاصل ہوتی ہے جو غیر گناہ سے پہلے حاصل نہیں تھی، کیونکہ توبہ اس کے کیے ہوئے پہلے گناہ کو مٹا دیتی ہے۔ اور انسان گناہ کرنے کے بعد اللہ عزوجل کی طرف منکسر ہوتا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے: کیونکہ انسان پہلے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، پس جب وہ گناہ کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل کے سامنے منکسر ہوتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۞ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ اور آدم نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ لغزش میں مبتلاء

Marfat.com

وَ هَدٰی ﴿ (طٰہٰ: ۱۲۱-۱۲۲) ہو گئے O پھر ان کے رب نے انہیں برگزیدہ فرمایا، اور ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کی رہنمائی فرمائی O

اس آیت میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے تین امور حاصل ہوئے جو پہلے حاصل نہیں تھے: ایک توبہ، دوسری بزرگی اور تیسری ہدایت۔

حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے رسل کرام علیہم السلام گناہ سے ممنوع نہیں ہیں، وہ کبھی گناہ کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتے ہیں اور گناہ پر اصرار نہیں کرتے، یہی فرق ہے ان کے اور تمام لوگوں کے درمیان، کیونکہ تمام لوگ بعض اوقات دائماً گناہ کرتے رہتے ہیں اور اس سے رجوع نہیں کرتے، لیکن انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام گناہوں پر اصرار کرنے سے معصوم ہوتے ہیں۔ دوسرا فرق جو مجھے ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی معصیت شہوت اور خواہشِ نفس سے نہیں ہوتی، بخلاف عام لوگوں کی معصیت کے، وہ شہوت اور خواہشِ نفس سے ہوتی ہے۔

رہی انبیاء علیہم السلام کی معصیت تو کبھی وہ اجتہاد سے ہوتی ہے جیسے اجتہاد میں ان کو خطاء ہو جاتی ہے۔ اور کبھی ان کا وہ اجتہاد ان میں گناہ کی ایک قسم پیدا کر دیتا ہے۔

شیخ ابن عثیمین کے شبہات کے جوابات

شیخ ابن عثیمین نے انبیاء علیہم السلام کی اجتہادی خطا کو بھی گناہ قرار دیا ہے حالانکہ اجتہادی خطا گناہ نہیں ہوتی، بلکہ اس پر بھی ایک اجر ملتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے ممنوع درخت سے کھایا، ان کا اجتہاد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کی ممانعت کی ہے وہ تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ تنزیہہ کے لیے ہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ نے ان سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا بلکہ جب انہوں نے اس پر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کی خلافت عطا فرمائی اور نبوت عطا فرمائی۔ اور انہوں نے جنت سے اور آسمانوں سے زمین کی طرف ہجرت کی اور ہجرت کا بھی اللہ تعالیٰ بہت زیادہ اجر عطا فرماتا ہے۔

شیخ ابن عثیمین نے اپنے استدلال میں دوسری آیت یہ ذکر کی ہے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿ (التوبہ: ۴۳) اللہ آپ کو معاف فرمائے، آپ نے انہیں (غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی) کیوں اجازت دے دی، (اگر آپ اجازت نہ دیتے) تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ (عذر پیش کرنے میں) کون سچے ہیں اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے O

شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں: کہ اس لطیف عتاب پر غور کرو، اللہ تعالیٰ نے عفو کا پہلے ذکر فرمایا پھر بعد میں فرمایا کہ آپ نے منافقین کو اجازت کیوں دی۔ اور یہ خطاب لطیف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زجر و توبیخ نہیں کی بلکہ زجر و توبیخ سے پہلے معاف فرما دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو جہاد میں نہ جانے کی اجازت دی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مصلحت کا گمان کرتے تھے۔

Marfat.com

شیخ ابن عثیمین کی شرح پر مصنف کا جواب

اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جس کام سے اللہ نے لازماً منع کیا ہو، اس کام کا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور جس کام سے اللہ نے لازماً منع نہ کیا ہو بلکہ ترجیحاً منع کیا ہو یعنی اس کام کا نہ کرنا راجح ہو تو اس کام کا کرنا گناہ تو نہیں لیکن مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے، اب اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے منافقین کو اجازت دینے سے لازماً منع کیا ہوتا تو یہ فعل حرام اور گناہ کبیرہ ہوتا اور اگر ترجیحاً منع کیا ہوتا تو گناہ تو نہ ہوتا مگر یہ فعل مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہوتا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو منع کیا ہی نہیں تھا تو آپ کا ان کو اجازت دینا، کسی قسم کا گناہ ہے نہ یہ فعل مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے، بلکہ آپ کے لیے ان کو اجازت دینا یا نہ دینا دونوں فعل مباح تھے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت آمیز خطاب فرمایا ہے کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے ان کو جہاد میں شامل نہ ہونے کی کیوں اجازت دے دی، حالانکہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو پھر بھی یہ لوگ جہاد میں شریک ہونے والے نہ تھے، یعنی ان کے حق میں آپ کا اجازت دینا یا نہ دینا دونوں امر برابر تھے، لہٰذا آپ کا انہیں جہاد میں شامل نہ ہونے کی اجازت دینا کسی قسم کا گناہ نہیں ہے۔

نیز شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام ہر اس گناہ سے معصوم ہوتے ہیں جو اخلاق کے منافی ہوں، جیسے زنا اور لواطت اور جو اس کے مشابہ گناہ ہوں، تو انبیاء علیہم السلام ان کے ارتکاب سے ممنون ہوتے ہیں، کیونکہ ان کا ارتکاب رسالت کی بنیاد کو منہدم کر دیتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس لیے مبعوث ہوا ہوں تاکہ مکارمِ اخلاق کو مکمل کر دوں، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا فعل کریں جو اس کے منافی یا اس کے خلاف ہو۔

نیز شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اسی طرح کذب اور خیانت سے بھی معصوم ہوتے ہیں، پس یہ ممکن نہیں ہے کہ نبی علیہ السلام جھوٹ بولیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ وہ خیانت کریں، کیونکہ اس سے ان کی رسالت پر طعن ہوگا، پس جب وہ کسی کی امانت میں خیانت کر سکتے ہیں اور جھوٹ بول سکتے ہیں تو اللہ کی وحی میں بھی خیانت کر سکیں گے اور جھوٹ بول سکیں گے، اس لیے انبیاء علیہم السلام کذب اور خیانت سے معصوم ہیں، کیونکہ اس سے رسالت کی بنیاد منہدم ہو جائے گی۔

نیز انبیاء علیہم السلام شرک سے بھی معصوم ہوتے ہیں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ شرک کریں، کیونکہ شرک ان کے دعویٰ توحید کے منافی اور مناقض ہے۔

شیخ ابن عثیمین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہوں پر قرآن اور سنت سے استدلال

شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں:

اس کا کیا جواب ہے جو حدیثِ صحیح میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "افلح وابیه ان صدق" (یہ شخص کامیاب ہو گیا اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے سچ بولا)۔ (صحیح مسلم: ۱۱-۱) اور یہ معلوم ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے لیکن یہ شرکِ اصغر ہے جب تک کہ قسم کھانے والا جس کی قسم کھائی گئی ہے اس کی تعظیم کا اس طرح اعتقاد نہ کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی جاتی ہے، کیونکہ اس کی اس طرح تعظیم کرنا جس طرح اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے اس کو گناہ کبیرہ بنا دیتا ہے۔

پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ کلمہ ہے جو بلا قصد زبان پر جاری ہو جاتا ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ثکلتك امك" (تجھے

تیری ماں روئے، یعنی تو مر جائے)۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی گناہ ہو جاتا ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ہم جان لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ اور عام لوگوں کے گناہوں میں کیا فرق ہے اور رہے وہ لوگ جو یہ زعم کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بالکل گناہ نہیں کرتے، سو یہ وہ قول ہے جس کا کتاب اور سنت رد کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ (محمد:١٩)

پس آپ جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں پر استغفار کیجئے اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لیے۔

(شرح صحیح بخاری ج ٦ ص ١٧٢۔ ١٧٣، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ١٤٢٩ھ)

شیخ ابن عثیمین کے استدلال کا مصنف کی طرف سے جواب

شیخ ابن عثیمین نے "افلح وابیہ" سے اس پر استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم کھائی اور یہ کم از کم شرک اصغر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری میں چار جگہ یہ حدیث مذکور ہے (صحیح بخاری: ٤٦، ١٨٩١، ٢٦٧٨، ٦٩٥٦) اور کسی حدیث میں بھی "وابیہ" کے لفظ نہیں ہیں۔ اسی طرح صحیح مسلم میں بھی دو جگہ یہ حدیث مذکور ہے۔ اصل حدیث صحیح مسلم: ١١ ہے جو مفصل ہے اور قتیبہ بن سعید سے مروی ہے، اس میں بھی "وابیہ" کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور صحیح مسلم کی دوسری روایت جو مجمل ہے اور یحییٰ بن ایوب سے مروی ہے، اس میں "وابیہ" کے الفاظ مذکور ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت موثوق نہیں ہے۔ امام بخاری نے تو ان الفاظ کو روایت ہی نہیں کیا۔ اور امام مسلم نے بھی ایک جگہ ان الفاظ کو روایت کیا ہے دوسری جگہ روایت نہیں کیا۔ اور بر تقدیر ثبوت اس کا جواب یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا اس وقت ممنوع ہے جب یہ قصد کیا جائے کہ اگر اس قسم کے خلاف ہوا تو قسم کھانے والا حانث ہو جائے گا اور اگر یہ قصد نہ ہو اور صرف لغوی اعتبار سے غیر اللہ کی قسم کھائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ قرآن مجید میں خود اللہ عزوجل نے بہ کثرت آیات میں غیر اللہ کی قسم کھائی ہے: جیسے فرمایا "لَعَمْرُكَ" (اے محمد!) آپ کی زندگی کی قسم! (الحجر: ٧٢) نیز فرمایا: "وَالطُّوْرِ ۝" (الطور: ١) (اور پہاڑ) طور کی قسم!۔ اور فرمایا: "وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝" (التین: ١)، انجیر اور زیتون کی قسم۔ اور "وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝" (الضحیٰ: ١۔ ٢) چاشت کے وقت کی قسم ۝ اور رات کی قسم جب وہ پھیل جائے ۝

اور ان کے علاوہ قرآن مجید میں بہ کثرت مزید آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔

رہا شیخ ابن عثیمین (سورہ) محمد: ١٩، کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذنب پر استدلال کرنا تو یہ بھی درست نہیں ہے، مفسرین کرام نے اس آیت کے متعدد جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ بعض ازاں یہ ہیں:

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس آیت کے دو جواب ہو سکتے ہیں (١) اگر بالفرض آپ سے گناہ صادر ہو جائے تو آپ اللہ سے استغفار کریں (٢) آپ اللہ سے استغفار کرتے رہیں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے بچائے رکھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٦ ص ٢٢١)

امام رازی لکھتے ہیں کہ اس آیت کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(١) اس آیت میں خطاب آپ کے ساتھ ہے اور مراد مومنین ہیں اور یہ جواب بعید ہے کیونکہ مومنین اور مومنات کا الگ سے

ذکر کیا گیا ہے اور بعض لوگوں نے کہا: ''لذنبك'' سے مراد ہے: آپ اپنے اہل بیت کے ذنب کیلئے استغفار کیجئے اور عام مومنین اور مومنات کے لیے استغفار کیجئے جو آپ کے اہل بیت سے نہیں ہیں۔ (۲) اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی استغفار کا حکم دینا مراد ہے اور ذنب سے مراد ترک افضل (خلاف اولیٰ) ہے جو آپ کے مرتبہ کی بلندی کے اعتبار سے بہ ظاہر ذنب ہے اور ذنب کی حقیقت سے آپ بری ہیں اور بہت دور ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۲)

علامہ آلوسی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

(۱) اس آیت میں استغفار کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد ہے: تواضع، انکسار اور تقصیر کا اعتراف (یعنی بندہ میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا کما حقہ شکر ادا کر سکے، سو اس تقصیر کا اعتراف مراد ہے) اور یہ معانی استغفار کرنے کو لازم ہیں۔

(۲) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کے اعتبار سے ذنب سے مراد ہے: ترکِ اولیٰ اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کام ایک شخص کے اعتبار سے نیکی ہو اور دوسرے کے اعتبار سے گناہ ہو، جیسے کہا گیا ہے: ''حسنات الابرار سیئات المقربین''۔

(روح المعانی ج ۲۶ ص ۸۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کے متعلق حاصل بحث

تمام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام گناہِ صغیرہ اور کبیرہ خواہ سہواً ہوں یا عمداً ہوں، اعلانِ نبوت سے پہلے اور اعلانِ نبوت کے بعد ان سے معصوم ہوتے ہیں۔ دیگر انبیاء علیہم السلام سے بعض اوقات اجتہادی خطائیں ہو جاتی ہیں جو صورتاً خطا ہوتی ہیں حقیقتاً خطا نہیں ہوتیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت حکمتیں ہوتی ہیں، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا شجرِ ممنوع سے کھانا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بہ ظاہر اور صورتاً تین جھوٹ بولنا جو حقیقت میں جھوٹ نہیں تھے۔ اور ان کی حکمتیں اپنے مقام پر بیان کی جا چکی ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق محققین اہلِ سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجتہادی خطاء سے بھی معصوم رکھا ہے، لہٰذا شیخ ابن عثیمین کا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے گناہوں کے صدور کو بیان کرنا نہ صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور عقیدت سے محرومی ہے بلکہ علمی تحقیق اور دیانت کے بھی خلاف ہے۔

۱۱۔ بَابُ: التَّكْبِيرِ وَالتَّسْبِيحِ عِنْدَ الْمَنَامِ سوتے وقت اللہ اکبر اور سبحان اللہ کی تسبیح پڑھنے کا بیان

اس باب میں سوتے وقت تکبیر یعنی اللہ اکبر اور تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنے کا بیان ہے۔ اور امام بخاری کو چاہیے تھا کہ عنوان میں تحمید یعنی الحمد للہ پڑھنے کا بھی ذکر کرتے، کیونکہ اس باب کی حدیث ان تینوں امور پر مشتمل ہے۔

۶۳۱۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام شَكَتْ مَا تَلْقَى فِي يَدِهَا مِنَ الرَّحَى فَأَتَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَلَمْ تَجِدْهُ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ قَالَ فَجَاءَنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْتُ أَقُومُ فَقَالَ مَكَانَكِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے شکایت کی کہ ان کے ہاتھوں میں چکی پینے سے جو تکلیف ہوگئی ہے، سو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے کسی خادم کا سوال کیا، تو انہوں نے

Marfat.com

فَجَلَسَ بَيْنَنَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِي فَقَالَ أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ إِذَا أَوَيْتُمَا إِلٰى فِرَاشِكُمَا أَوْ أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ فَهٰذَا خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ وَعَنْ شُعْبَةَ عَنْ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ التَّسْبِيْحُ أَرْبَعٌ وَثَلَاثُوْنَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا، انہوں نے اس بات کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کی خبر دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور ہم اپنے بستروں پر جا چکے تھے، میں اٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا: تم اپنی جگہ رہو، پھر آپ ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے پاس پائی، آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں جو تمہارے لیے خادم سے بہتر ہو؟ جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ یا تم دونوں اپنے بستروں کو پکڑو تو تینتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہو اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہو، یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے، اور از شعبہ از خالد از ابن سیرین یہ روایت ہے کہ تسبیح چونتیس مرتبہ ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۱۱۳، ۳۷۰۵، ۵۳۶۱، ۵۳۶۲، ۶۳۱۸، صحیح مسلم: ۲۷۲۷، سنن ترمذی: ۳۴۰۸، سنن ابوداؤد: ۵۰۶۲، مسند احمد: ۱۱۴۵، سنن دارمی: ۲۶۸۵)

حدیث مذکور کی تفصیل اور اس حدیث کی سنن ابوداؤد میں روایت اور دیگر فوائد

علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت علی نے کہا: حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی۔ حتیٰ سے پہلے عبارت اس طرح مقدر ہے: آپ ہمارے بستر میں داخل ہو گئے اور وہ سخت سردی کی رات تھی، اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بستر میں داخل ہو چکے تھے اور حضرت فاطمہ نے اپنا سر لحاف میں داخل کر لیا تھا، حضرت علی نے کہا: حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے:

ام الحکم یا ضباعہ بنت الزبیر بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قیدی حاصل کیے، پس میں اور میری بہن حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ کے پاس گئیں، پس ہم نے اپنے اپنے حال کی شکایت کی اور ہم نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ہمارے لیے کچھ قیدیوں کا حکم دیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر بدر کے قیدیوں نے سبقت کر لی ہے، پھر آپ نے تسبیح کا قصہ ذکر کیا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ تسبیح پڑھنا خادم سے کس طرح بہتر ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس ذکر سے آخرت میں ثواب ہوگا، اور خادم کی وجہ سے چکی پیسنے کی مشقت سے راحت ملے گی اور آخرت کا ثواب دنیا کی مشقت کی راحت کے مقابلہ میں بہت زیادہ بہتر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

خمس کی تقسیم میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترجیح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام اپنے اجتہاد کے مطابق خمس کو تقسیم کرے گا، کیونکہ نبی ﷺ کو جو قیدی ملے تھے وہ خمس میں سے تھے، ان قیدیوں کے پانچ حصے تھے، چار تو وہیں مجاہدین کو دے دیئے گئے تھے اور ان کا پانچواں حصہ نبی ﷺ کے پاس روانہ کیا گیا تھا، پھر نبی ﷺ نے یہ خمس اپنے اقربین کو نہیں دیا اور دوسروں کو دے دیا اور اسی کے موافق امام مالک اور فقہاء احناف کا مذہب ہے۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ خمس میں سے ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کو عطاء کرنا فرض ہے اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ خمس میں سے رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا حصہ معین نہیں ہے، البتہ اگر وہ فقراء ہوں تو پھر وہ فقراء اور مساکین میں داخل ہیں اور جس طرح دیگر فقراء کو حصہ دیا جائے گا، اسی طرح ان کو بھی حصہ دیا جائے گا، اور اگر وہ غنی ہوں تو پھر ان کو خمس میں سے نہیں دیا جائے گا۔

اس حدیث میں امام مالک اور فقہاء احناف کے مسلک کی تائید ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو جو قیدی حاصل ہوئے تھے وہ خمس میں سے تھے اور اگر خمس میں قرابت داروں کا حصہ ہوتا تو آپ کی صاحب زادی سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نسب اور رحم کے لحاظ سے آپ کے سب سے زیادہ قریب تھیں، آپ نے قیدیوں میں ان کا حصہ نہیں رکھا اور نہ ان کو کوئی خادم دیا، اور آپ نے ان کو اللہ کے ذکر اور تحمید اور تہلیل کی طرف سونپ دیا اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی امید رکھی۔ اس حدیث کے بقیہ فوائد حسب ذیل ہیں:

دینی طلباء کے حصہ کا مقدم ہونا، جب بیٹی اور داماد سوئے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان بیٹھنے کا جواز، عبادت کا دنیا کے عظیم نفع سے بہتر ہونا

(۱) مال غنیمت کے پانچویں حصہ میں علم دین کے طلبہ کا حصہ باقی حصہ داروں پر مقدم ہے۔ علامہ المہلب نے کہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ دنیا سے اپنا کم سے کم حصہ لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے لیے آخرت میں جو حصہ رکھا ہے، اس کی توقع رکھے۔ (۲) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کے پاس اس وقت بھی جا سکتا ہے جب وہ اپنے خاوند کے ساتھ لیٹی ہوئی ہو یا سوئی ہوئی ہو۔ (۳) بیٹی اور داماد جب سوئے ہوئے ہوں یا لیٹے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان بیٹھنا اور اپنے قدموں کو ان میں سے کسی کے جسم کے ساتھ ملانا۔ (۴) اعمال صالحہ میں سے تھوڑا عمل بھی امور دنیا کے زیادہ فوائد سے بہتر ہے، اور جب تسبیح و تہلیل کا اجر دنیا کے خادم اور اس کی خدمت سے بہت زیادہ ہے تو سوچئے نماز، حج، روزے اور زکوٰۃ کا اجر دنیاوی فوائد کے مقابلے میں کتنا زیادہ ہوگا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۸ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

تسبیحاتِ مذکورہ کے علاوہ رات کے وقت ایک اور دعا پڑھنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس قصہ میں ایک اور دعا کا ذکر کیا ہے اور اس کی عبارت امام طبری نے اپنی کتاب تہذیب میں از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے خادم کا سوال کرتی تھیں تو آپ نے فرمایا: کیا میں تمہاری اس چیز پر رہنمائی نہ کروں جو خادم سے بہتر ہے۔ تم تسبیح پڑھا کرو جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے، اور تم یہ دعا کرو:

اللهم رب السموات السبع ورب العرش العظيم، ربنا ورب كل شيء، منزل التوراة والانجيل والزبور والفرقان، اعوذ بك من شر كل ذی شر، ومن شر كل دابة، انت اخذ بناصيتها، انت الاول فليس قبلك شيء، وانت الأخر فليس بعدك شيء، وانت الظاهر فليس فوقك شيء، وانت الباطن فليس دونك شيء، اقض عنی الدين واغننی من الفقر۔

اے اللہ! سات آسمانوں کے رب اور عرش عظیم کے رب، ہمارے رب اور ہر چیز کے رب، تورات اور انجیل اور زبور اور فرقان کے نازل کرنے والے، میں ہر صاحب شر کے شر سے تیری پناہ میں آتی ہوں، اور میں ہر سواری کے شر سے تیری پناہ میں آتی ہوں جس کو تو اس کے سر کے بالوں سے پکڑنے والا ہے، تو ہی اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں، اور تو ہی آخر ہے، سو تیرے بعد کوئی چیز نہیں، اور تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں، اور تو ہی باطن ہے اور تیرے پیچھے کوئی چیز نہیں۔ تو مجھ سے قرض کو ادا کردے اور مجھے فقر سے غنی کردے۔

امام مسلم نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے از سہیل بن ابی صالح از والد خود۔ اور امام ترمذی نے بھی اس حدیث کی از طریق اعمش روایت کی ہے، لیکن اس میں ذکرِ ثانی پر اقتصار کیا ہے اور تسبیح کا ذکر نہیں کیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: یہ سوتے وقت ذکر کی ایک قسم ہے اور اس کا معنی اس ذکر پر برانگیختہ کرنا اور اس ذکر کا استحباب ہے نہ کہ ذکر کا وجوب۔ اور قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوتے وقت متعدد اذکار منقول ہیں جو احوال، اشخاص اور اوقات کے اعتبار سے مختلف ہیں، اور ہر ذکر میں فضیلت ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: اس حدیث میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ فقر غنا سے افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم دونوں کو اس چیز پر رہنمائی نہ کروں جو تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے، پھر ان کو اس ذکر کی تعلیم فرمائی۔

پس اگر غنا فقر سے افضل ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو خادم عطا فرما دیتے اور آپ نے ان کو اس ذکر کی تعلیم دی، پس جب آپ نے ان کو خادم سے منع کیا اور صرف ذکر پر اقتصار کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے ان کے لیے اس چیز کو اختیار فرمایا جو اللہ کے نزدیک افضل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ تقریر اس وقت مکمل ہوگی اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت فاضل خادم ہوتے، اور حدیث میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان خدام کے فروخت کرنے کی ضرورت تھی تاکہ آپ اس کی آمدنی کو اہل صفہ پر خرچ کریں۔ اسی وجہ سے قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو علماء اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ فقیر غنی سے افضل ہے، ان کی

Marfat.com

اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ اس حدیث میں آپ نے جو فرمایا ہے کہ میں اس سے خیر پر تمہاری رہنمائی نہ کروں، اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ ان کو اس چیز کی تعلیم دیں جو عملِ آخرت سے ہے اور وہ ہر حال میں امورِ دنیا سے افضل ہے۔ اور آپ نے اس پر اقتصار کیا کیونکہ آپ کے لیے خادم کو عطا کرنا ممکن نہیں تھا۔ پھر ان کو یہ بتایا کہ انہوں نے جو طلب کیا ہے اس سے افضل وہ چیز ہے جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے۔

اور علامہ قرطبی نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس ذکر کے سپرد کر دیا کیونکہ یہ ضرورت کے وقت دعا کرنے سے افضل ہے یا اس لیے کہ آپ نے اپنی صاحبزادی کے لیے اس چیز کو پسند کیا جس کو آپ اپنے لیے پسند کرتے تھے کہ آپ فقر کو ترجیح دیتے تھے اور فقر کی شدت پر صبر کرتے تھے، کیونکہ اس کا عظیم اجر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی صاحبزادی کی ضرورت پر اہلِ صفہ کی ضرورت کو ترجیح دینا

اور علامہ المہلب نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو اس ذکر کی تعلیم دی جس کا آخرت میں نفع زیادہ ہے۔ اور اپنی صاحبزادی کے اوپر اہلِ صفہ کو ترجیح دی کیونکہ انہوں نے اپنے نفسوں کو علمِ حدیث کے سماع کے لیے وقف کیا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو منضبط کرنے کے لیے انہوں نے بھوک و پیاس کو برداشت کیا ہوا تھا۔ وہ مال کمانے میں رغبت نہیں رکھتے تھے اور نہ عیال میں رغبت رکھتے تھے لیکن انہوں نے معمولی غذا کے عوض اپنے نفسوں کو اللہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا، اور اس سے معلوم ہوا کہ مالِ خمس میں سے دینے کے لیے طلباءِ علم کو دوسروں پر مقدم کیا جائے گا۔ اور اسی پر صالحین کا عمل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حمایت کی ہے اور یہی اکثر انبیاء اور اولیاء کی سنت ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کی منقبت ظاہرہ ہے۔

(۲) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی صاحبزادی اور اپنے داماد کے اوپر انتہائی نرمی، شفقت اور محبت کا بیان ہے، کیونکہ آپ ان دونوں کے بستر پر آ کر ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ اور جو ان کے حال کے اعتبار سے بہتر تھا وہ ان کو عطا فرمایا، یعنی خادم کو عطا کرنے کے بجائے ان کو تسبیحات پڑھنے کی تلقین کی۔

(۳) اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو چیز اہم ہو وہ چیز دینی چاہیے۔ اور اہم یہ ہے کہ آخرت کی تیاری کی جائے اور دنیا کی مشقتوں کے اوپر صبر کیا جائے۔

(۴) علامہ طیبی نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بہت زیادہ تھا، کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سفارت کے لیے مخصوص کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تخصیص کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے والد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا قصد کیا تھا اور اس دن آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ان کی باری میں تھے اور جب

Marfat.com

آپ کو نہیں پایا تو پھر اپنی ضرورت کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔
اور اس سے پہلے یہ گزر چکا ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کا ذکر کیا تھا۔ ان میں اس طرح تطبیق ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر نہیں پایا تو پھر وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئیں اور ان سے اس بات کا ذکر کیا اور اس میں یہ احتمال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں ازواج باقی ازواج پر فضیلت رکھتی تھیں، کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان دونوں کے پاس گئیں۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص دائماً اللہ تعالیٰ کا سوتے وقت ذکر کرے تو اس کو کوئی تھکاوٹ حاصل نہیں ہوگی، کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب چکی پیسنے سے تھکاوٹ کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسبیحات پڑھنے کی طرف راجع کیا، اسی طرح شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے، لیکن یہ درست نہیں ہے۔ اور یہ لازم نہیں آتا کہ دائماً تسبیحات پڑھنے سے بندہ کو تھکاوٹ نہ ہو، لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ دائماً تسبیحات پڑھنے سے اس کو کثرت عمل سے ضرر نہ ہو اور وہ اس پر دشوار نہ ہو خواہ تھکاوٹ اس کو حاصل ہو۔ واللہ اعلم

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۸۶۔ ۳۸۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۱۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیوی پر شوہر کی خدمت کرنے کا بیان

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اس قسم کے کاموں میں بیوی شوہر کی خدمت کرے، یعنی گندم پیسے، آٹا گوندے اور روٹی پکائے اور جو اس کے مشابہ کام ہوں حتیٰ کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی بیوی مدینہ کے باہر سے باغات کی طرف کھجوروں کی گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھیں۔ اور اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عورت گھر کے کاموں میں سے کسی کام میں شوہر کی خدمت نہ کرے بلکہ شوہر پر لازم ہے کہ وہ پکا پکایا کھانا لا کر بیوی کو مہیا کرے اور عورت پر لازم نہیں ہے کہ وہ اس میں سے کسی کام کی اصلاح کرے اور نہ اس پر یہ لازم ہے کہ وہ کپڑے دھوئے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی سیرت کے خلاف ہے۔ اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی سیرت یہ ہے کہ بیوی اس قسم کے کاموں میں شوہر کی خدمت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ چکی پیسنے سے ان کے ہاتھوں میں تکلیف ہوگئی ہے تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم پر یہ واجب نہیں ہے، تم اپنے شوہر کو چھوڑو حتیٰ کہ وہ کوئی خادم لے کر آئے یا وہ خود پیسے، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حال کو برقرار رکھا۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان الفت، محبت اور حسن صحبت کے تعلقات تھے حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس باریک امر پر مطلع ہوگئیں۔

(۲) اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر رہتی تھیں اور تمام ازواج میں وہ زیادہ

Marfat.com

مقرب تھیں۔

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی اور داماد کے پاس رات کو ان کے بستر پر آسکتا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ حسین تھے اور آپ سب سے زیادہ حیادار تھے، اس کے باوجود آپ ان دونوں کے بستر پر تشریف لائے۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے خادم مہیا کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے، کیونکہ آپ کا ان کی ضرورت کے طلب سے عدول کرنا اس پر دلیل ہے کہ یہی افضل ہے اور انسان جب بھی خادم کے حصول سے صبر کرے تو یہ اس کے لیے افضل ہے اور یہی واقع ہے اور حق ہے۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو قید کیا تھا اور ان کو غلام بنایا تھا ان میں غیر مسلم تھے۔ اور غیر مسلم کو گھر میں خادم بنانا آپ نے مناسب نہیں جانا، کیونکہ جب خادمہ کافرہ ہو تو یہ بہت زیادہ قبیح ہے، کیونکہ کافر خادمہ اللہ اور اس کے رسول کی اور مومنین کی دشمن ہے، تو تمہارے لیے کیسے مناسب ہوگا کہ تم اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے دشمن کو اپنے گھر میں رکھو۔ اور امام احمد رحمہ اللہ اپنی آنکھیں بند کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمن کو دیکھوں۔

(شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۷۵۔۱۷۶، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۲۔ بَابُ: التَّعَوُّذِ وَالْقِرَائَةِ عِنْدَ الْمَنَامِ — اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کی آیات کو سوتے وقت پڑھنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن سورتوں میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی گئی ہے، ان سورتوں کو سوتے وقت پڑھنا مستحب ہے۔

۶۳۱۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ نَفَثَ فِي يَدَيْهِ وَقَرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر جاتے تو اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے اور المعوذات (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ) کو پڑھتے اور ان کو پڑھ کر اپنے جسم پر ہاتھ پھیرتے۔

(صحیح بخاری: ۵۰۱۷، ۵۷۴۸، ۶۳۱۹، سنن ترمذی: ۳۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۵۰۵۶، مسند احمد: ۲۴۳۳۲)

صحیح البخاری: ۶۳۱۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المعوذات سے سوتے وقت اپنے اوپر دم کرنے کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیماری میں اور اپنی نیند کے وقت اپنے اوپر المعوذات کو پڑھ کر دم کرتے تھے، اس میں یہ دلیل ہے کہ ان سورتوں کو پڑھ کر دم کرنے میں عظیم برکت ہے اور ہر جس چیز سے نیند میں خطرہ ہو تو آدمی ان سورتوں کو پڑھ کر اللہ کی پناہ طلب کرے۔

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ایسی آیات نازل کی گئی ہیں جن کی مثل میں نے نہیں سنی، وہ المعوذتین ہیں یعنی ("قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ "اور" قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ ")۔ (تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۳۶، رقم الحدیث: ۳۷۵۹، صحیح مسلم: ۸۱۴)

نیز حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں ایک مرتبہ اس طرح بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ "اور" قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ "اور" قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ "، ان سے پناہ طلب کیا کرو، کیونکہ ان کی مثل کے ساتھ پناہ طلب نہیں کی گئی۔ (سنن نسائی ج ۸ ص ۲۵۴، صحیح مسلم: ۸۱۴)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کو پڑھ کر دم کیا، اور دم کے لیے "نفث" کا لفظ ہے، امام ابو عبید نے کہا کہ نفث کا لفظ "التفل" سے کم ہے، کیونکہ "التفل" میں لعاب دہن کی آمیزش ہوتی ہے۔ (غریب الحدیث ج ۱ ص ۸۰)

صحیح البخاری: ۶۳۱۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سوتے وقت المعوذات کے علاوہ دیگر سورتیں اور دعائیں پڑھنے کا بیان

سوتے وقت قراءت کے متعلق متعدد احادیث صحیحہ وارد ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ سوتے وقت آیت الکرسی کو پڑھا جائے۔ یہ حدیث کتاب الوکالۃ وغیرھا میں گزر چکی ہے۔

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں سوتے وقت پڑھنی چاہئیں، اور اس کا حوالہ فضائل قرآن میں گزر چکا ہے۔

(۳) فروہ بن نوفل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نوفل رضی اللہ عنہ سے کہا: تم "قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ " ہر رات میں پڑھا کرو اور اس کے اختتام پر سویا کرو، کیونکہ اس میں شرک سے براءت ہے۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام نسائی، اور امام ابن حبان اور حاکم نے روایت کی ہے۔

(۴) حضرت العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے المسبحات کی قراءت کرتے تھے، (یعنی جن سورتوں کے شروع میں سبح یا یسبح کا لفظ ہے)۔ اور آپ فرماتے: ان سورتوں کی ایک آیت کا پڑھنا ہزار آیتوں کے پڑھنے سے افضل ہے۔ اس حدیث کی بھی امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کی ہے۔

(۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہیں سوتے تھے حتیٰ کہ سورۃ الف لام تنزیل اور سورہ تبارک الذی پڑھ لیں۔ اس حدیث کی امام بخاری نے الادب المفرد میں روایت کی ہے۔

Marfat.com

(۶) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بستر پر لیٹنے سے پہلے کتاب اللہ کی کوئی سورت پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک فرشتہ کو بھیج دیتا ہے جو اس کی ہر موذی چیز سے حفاظت کرتا ہے۔ اس حدیث کی امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

تعوذ کے متعلق دیگر دعاؤں کا بیان

(۱) ابوصالح ایک مسلمان مرد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم شام کے وقت یہ پڑھو:

اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من شر ما خلق — میں ہر مخلوق کے شر سے اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

تو تم کو کوئی چیز ضرر نہیں دے گی۔ اور اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔

(۲) امام ابوداؤد از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور اس حدیث کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ جب ہم میں سے کوئی ایک اپنے بستر پر جائے تو یہ دعا پڑھے:

اللھم رب السمٰوٰت و رب الارض۔ الحدیث — اے اللہ! جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے۔

اور اس کے دوسرے الفاظ یہ ہیں:

اللھم فاطر السمٰوٰت والارض علم الغیب والشھادۃ و رب کل شیء وملیکہ اشھد ان لا الہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی ومن شر الشیطان الرجیم و شرکہ۔

اے اللہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے! غیب اور شہادت کے جاننے والے، ہر چیز کے رب اور مالک، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اپنے نفس کے شر سے اور شیطانِ مردود کے شر سے اور اس کے شرک سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر جاتے وقت یہ دعا کرتے تھے:

اللھم انی اعوذ بوجھک الکریم وکلماتک التامات من شر کل شیء انت اٰخذ بناصیتہ۔

اے اللہ! میں تیرے کریم چہرہ اور تیرے کلماتِ تامہ کے ساتھ ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جس کو تو اس کی پیشانی سے پکڑنے والا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۸۷۔۳۸۸، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۳۔ بَابٌ:

۱۳۔ باب:

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں یہ باب عنوان کے بغیر مذکور ہے۔ علامہ ابن بطال کی شرح میں بھی اسی طرح مذکور ہے اور ہم

Marfat.com

پہلے بیان کر چکے ہیں کہ امام بخاری جس باب کا عنوان قائم نہ کریں، وہ باب ابواب سابقہ کے لیے بمنزلہ فصل ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَوَى أَحَدُكُمْ إِلَى فِرَاشِهِ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ بِاسْمِكَ رَبِّ وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ تَابَعَهُ أَبُو ضَمْرَةَ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ وَقَالَ يَحْيَى وَبِشْرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَوَاهُ مَالِكٌ وَابْنُ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی اپنے بستر پر لیٹے تو اپنے بستر کو اپنے تہبند کے کنارے سے جھاڑ لے، کیونکہ وہ شخص نہیں جانتا کہ اس کے بعد اس کے بستر پر کیا چیز آ گئی ہے، پھر یہ دعا کرے: اے میرے رب! تیرے نام سے میں نے اپنا پہلو رکھا ہے اور تیرے نام سے اپنے پہلو کو اٹھاؤں گا، اگر تو نے میری جان کو روک لیا (یعنی مجھ پر موت آ گئی) تو اس پر رحم فرمانا اور اگر تو نے اس کو چھوڑ دیا تو اس کی اس طرح حفاظت کرنا جس طرح تو اپنے صالحین کی حفاظت کرتا ہے۔

زہیر بن معاویہ کی متابعت ابو ضمرہ اور اسماعیل بن زکریاء نے کی ہے از عبید اللہ۔

اور یحییٰ اور بشر نے کہا از عبید اللہ از سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ۔

اور اس حدیث کی امام مالک نے اور ابن عجلان نے از سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے از نبی ﷺ۔

(صحیح بخاری: ۷۳۹۳، صحیح مسلم: ۲۷۱۴، سنن ترمذی: ۳۴۰۱، سنن ابو داود: ۵۰۵۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۷۴، مسند احمد: ۷۷۵۲، سنن دارمی: ۲۶۸۴)

صحیح البخاری: ۶۳۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، اور وہ احمد بن عبد اللہ بن یونس ہیں۔ اور ان کی شہرت اپنے دادا کی طرف نسبت

Marfat.com

میں زیادہ ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زہیر، یہ زہر کی تصغیر ہے، یہ ابن معاویہ ابوخیثمہ الجعفی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ بن عمر، یہ العمری ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید المقبری، یہ اپنے باپ ابوسعید سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام کیسان ہے جو بنولیث کے آزاد شدہ غلام ہیں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث میں تین تابعین کا ذکر ترتیب سے ہے اور وہ سب مدنی ہیں۔اول عبید اللہ بن عمر ہیں، یہ صغیر تابعی ہیں۔ثانی سعید مقبری ہیں، یہ متوسط تابعی ہیں، اور ثالث ان کے والد کیسان ہیں، یہ کبیر تابعی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اذا اوی احدکم الی فراشہ" یعنی جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بستر پر سونے کے لیے لیٹے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فلینفض فراشہ بداخلۃ ازارہ" یعنی وہ اپنے تہبند کے کنارہ سے بستر کو جھاڑ لے۔اور "داخلۃ الازار" سے مراد ہے تہبند کی وہ جانب جو انسان کے جسم کی طرف ہوتی ہے۔

علامہ بیضاوی نے کہا ہے: اس کو تہبند کے اندرونی کنارہ سے بستر کو جھاڑنے کا اس لیے حکم دیا ہے کہ اب وہ سونے کا ارادہ کرتا ہے، اور سوتے وقت اس کے تہبند کا بیرونی کنارہ اوپر ہوگا اور اندرونی کنارہ باقی رہے گا، تو اس کو جھاڑ لے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانہ لا یدری ما خلفہ علیہ" یعنی وہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد بستر پر کیا چیز آگئی، اس لیے بستر کو جھاڑنا مستحب ہے کہ کہیں اس میں سانپ نہ ہو یا بچھو نہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور موذی جانور کیڑا مکوڑا نہ ہو اور اس کو پتا نہ چلے۔وہ اس طرح جھاڑے کہ اس کا ہاتھ تہبند کے کنارہ سے چھپا ہوا ہو تا کہ اس کے ہاتھ میں کوئی ناپسندیدہ چیز نہ آجائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم یقول باسمک رب وضعت جنبی وبک ارفعہ" یعنی پھر یہ دعا کرے کہ اے میرے رب! تیرے نام سے میں اپنا پہلو بستر پر رکھتا ہوں اور تیرے نام سے اسے اٹھاؤں گا۔اور اے میرے رب! اگر تو میری جان کو اور روح کو قبض کر لیتا ہے یعنی مجھ پر موت طاری کر دیتا ہے تو اس پر رحم فرمانا، کیونکہ رحمت اس کے مناسب ہے۔اور سنن ترمذی میں مذکور ہے کہ "اس کی مغفرت فرما دینا"۔اور اگر تو میری روح کو چھوڑ دے یعنی دنیا میں باقی رکھے تو اس کی حفاظت کرنا، کیونکہ زندگی کے مناسب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس زندگی کی حفاظت فرمائے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴۹۔۴۵۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

صحیح البخاری: ۶۳۲۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کا جدید فائدہ

اس حدیث میں ایک اور قسم کا بیان ہے جن کا احادیث متقدمہ میں ذکر نہیں ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنے کا التزام ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ اقرار کرنا ہے کہ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جن کا یہ زعم ہے کہ دم کرنا اور اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا اسی وقت جائز ہے جب بندہ بیمار ہو، اور جب ایسی چیزوں کا خطرہ ہو جن سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ پر دم کیا اور

Marfat.com

المعوذات کو پڑھا اور ان کو آپ نے اپنے جسم پر پھیرا۔ اور اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی اس چیز کے شر سے جو بعد میں حادث ہوئی ہو، اور اس کے بعد جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس میں ادبِ عظیم ہے جس کی شارع علیہ السلام نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ تہبند کے کنارہ سے سوتے وقت بستر کو جھاڑ لیں کہ کہیں بعض حشرات الارض یا کیڑے مکوڑے یا ضرر دینے والی چیزیں اس کے بستر پر نہ آ گئی ہوں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۲۳۔ ۲۲۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۲۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سوتے وقت کی دعائیں

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اللہ عزوجل کے اس قول کے موافق ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا۔ (الزمر: ۴۲) اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: عبد اللہ بن الحارث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو حکم دیا کہ جب وہ بستر پر لیٹے تو یہ دعا کرے: اے اللہ! تو نے میرے نفس کو پیدا کیا ہے اور تو ہی اس کو وفات دے گا، تیرے ہی لیے اس نفس کی موت ہے اور اس کی حیات ہے۔ اگر تو اس نفس کو زندہ رکھے تو اس کی حفاظت کرنا اور اگر تو اس پر موت طاری کرے تو اس کو بخش دینا۔

اس حدیث کی امام نسائی نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا کرتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو کھلایا اور ہم کو پلایا اور ہمیں کافی ہوا اور ہمیں پناہ دی۔ سو کتنے لوگ ایسے ہیں جن کی کوئی کفایت کرنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی ان کو پناہ دینے والا ہے۔

امام مسلم کے علاوہ امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ اضافہ ہے: "اور جس نے مجھ پر احسان کیا اور جس نے مجھ کو عطا کیا تو بہت زیادہ عطا کیا"۔

اور امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹتے وقت یہ دعا کرتے تھے: "اے اللہ! میں تیرے کریم چہرہ اور تیرے کلمات تامہ کے ساتھ ان چیزوں سے پناہ طلب کرتا ہوں جن کو تو ان کی پیشانی سے پکڑنے والا ہے۔ اے اللہ! تو گناہ کو اور قرض کو کھولتا ہے، اے اللہ! تیرا لشکر شکست نہیں کھاتا اور تیرے وعدہ کا خلاف نہیں ہوتا اور کوئی بخت والا اپنے بخت کی وجہ سے تیرے مقابلہ میں نفع نہیں دے سکتا، تو سبحان ہے اور تیرے لیے حمد ہے"۔

اور امام ابوداؤد نے ابوالازہر الانماری سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بستر پر لیٹتے تو یہ دعا کرتے: "اے اللہ!

Marfat.com

میرے (ظاہری) گناہ کو بخش دے، اور مجھ سے میرے شیطان کو دور کر دے اور جس کو میں نے گروی رکھا ہے اس کو چھڑا دے، اور مجھ کو اعلیٰ ندا میں کر دے''۔

اس حدیث کی امام حاکم اور امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام حاکم اور امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص بستر پر لیٹنے کے وقت تین مرتبہ یہ دعا کرے:

استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و اتوب۔ میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

تو اس کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے خواہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں اور خواہ اس کے گناہ جمع شدہ ریت کے ذرات سے زیادہ ہوں، اور اگر چہ اس کے گناہ ایام دنیا سے زیادہ ہوں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۸۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۲۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تہبند کی اندرونی جانب سے بستر کو جھاڑنے کی حکمت

تہبند کے اندرونی کنارہ سے بستر کو جھاڑنے کی حکمت یہ ہے کہ تہبند کے بیرونی کنارہ پر دھول مٹی اور میل کچیل ہوتا ہے۔ اور اندرونی کنارہ صاف ہوتا ہے، اس وجہ سے تہبند کے اندرونی کنارہ سے بستر کو جھاڑنے کا حکم دیا ہے۔ اور بعض احادیث میں مذکور ہے کہ یہ تین مرتبہ کیا جائے۔

مسئلہ: کیا یہ جھاڑنا تہبند کے ساتھ مخصوص ہے؟

الجواب: ہوسکتا ہے اس میں خصوصیت ہو، اور تہبند کو اس لیے خاص کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اکثر لوگوں کی عادت یہ تھی کہ اوپر ایک چادر لپیٹتے تھے اور نیچے تہبند باندھتے تھے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے سونے کے لیے کوئی مخصوص کپڑا رکھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ بستر کو صاف کرے خواہ وہ تہبند نہ ہو مثلاً قمیص ہو یا شلوار ہو۔

(شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۷۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۴۔ باب: الدُّعَاءِ نِصْفَ اللَّيْلِ — آدھی رات کو دعا کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں آدھی رات کے وقت سے لے کر طلوع فجر تک دعا کرنے کی فضیلت ہے۔ علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: یہ وقت شریف ہے۔ اللہ عزوجل نے اس وقت کو آسمانِ دنیا سے نزول کے لیے مخصوص کیا ہے، تو وہ اپنے فضل سے اپنے بندوں کی دعا کو اس وقت میں قبول فرماتا ہے اور ان کے سوال کو عطا فرماتا ہے اور ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور یہ غفلت کا وقت ہے اور

Marfat.com

خلوت کا وقت ہے، اور اس وقت میں نیند انسان پر مستغرق ہوتی ہے اور وہ نیند سے لذت حاصل کرتا ہے اور لذت کو چھوڑنا انسان پر خصوصاً آرام طلب لوگوں پر دشوار ہوتا ہے اور سردی کے زمانہ میں، پس کامیاب وہ ہے جو اس وقت کو غنیمت جانتا ہے اور اللہ عزوجل توفیق دینے والا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۲۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَغَرِّ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ يَتَنَزَّلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ يَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابو عبداللہ الاغر و ابوسلمہ بن عبدالرحمن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے، جب تہائی رات کا آخری حصہ باقی ہوتا ہے، فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول فرماؤں، کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا فرماؤں، اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کردوں۔

(صحیح بخاری: ۱۱۴۵، ۶۳۲۱، ۷۴۹۴، صحیح مسلم: ۷۵۸، سنن ترمذی: ۳۴۹۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۱۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۶، مسند احمد: ۹۹۴۰، موطا امام مالک: ۴۹۶، سنن داری: ۱۴۷۹)

صحیح البخاری: ۶۳۲۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آدھی رات یا تہائی رات کے وقت دعا کرنے کی توجیہ

جو شخص اپنے رب سے مناجات کے لیے اور اس کی طرف آہ وزاری کرنے کے لیے اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے اور اپنی گردن کو دوزخ سے چھڑانے کے لیے دعا کرتا ہے اور اس وقت میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے جس وقت میں انسان بالعموم نیند کی لذت میں اور بستروں کے آرام میں ہوتا ہے تو یہ اس کی نیت کے اخلاص پر دلیل ہے اور یہ کہ اس کی اپنے رب کی طرف رغبت صحیح ہے، تو اس لیے اس کی دعا کی قبولیت متوقع ہوگی کیونکہ وہ اخلاص کے ساتھ مقرون ہے اور دعا میں اس کی نیت صادق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی غافل کی دعا کو قبول نہیں کرتا۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اس حال میں کہ تمہیں دعا کے قبول ہونے کا یقین ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ اس قلب سے دعا کو قبول نہیں کرتا جو غافل ہو اور لہو ولعب میں مشغول ہو۔

(سنن ترمذی: ۳۴۷۹، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۱۰۹، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۳، امام حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند مستقیم ہے اور صالح مروی جو بصرہ کے زاہدوں میں سے ایک ہیں وہ اس کے ساتھ متفرد ہیں، اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کی روایت نہیں کی۔)

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات کو میرے پاس میرا رب تبارک وتعالیٰ حسین صورت میں آیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گمان کیا کہ آپ کے خواب میں آیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ ملاءِ اعلیٰ (ملائکہ مقربین) کس بات میں بحث کر رہے ہیں، میں نے عرض کیا: نہیں، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی سو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ ملاءِ اعلیٰ کس بات میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! وہ کفارات میں بحث کر رہے ہیں اور کفارات نمازوں کے بعد مساجد میں ٹھہرنا ہے اور پیدل چل کر نماز میں جماعت کے لیے جانا ہے اور تکلیف کے وقت پورا وضو کرنا ہے، جس نے یہ کیا تو وہ خیر کے ساتھ زندہ رہے گا اور خیر کے ساتھ فوت ہوگا۔ اور اس کی خطا ایسی ہوگی جیسے وہ اسی دن اپنی ماں سے پیدا ہوا ہو۔ اور اللہ عزوجل نے فرمایا: اے محمد! جب تم نماز پڑھو تو دعا کرو: اے اللہ! میں تجھ سے نیکیوں کے فعل کا سوال کرتا ہوں، اور برائیوں کے ترک کا سوال کرتا ہوں اور مساکین کی محبت کا سوال کرتا ہوں، اور جب تو اپنے بندوں کے فتنہ کا ارادہ کرے تو مجھے اپنی طرف اس حال میں اٹھالینا کہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔ اور فرمایا: درجات یہ ہیں کہ بہ کثرت سلام کیا جائے اور کھانا کھلایا جائے اور رات کو نماز پڑھی جائے جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

(سنن ترمذی: ۳۲۳۳، ۳۲۳۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت میں دعا کرنے پر تنبیہ کی ہے، کیونکہ اس وقت میں انسان کا دل دنیا کے خیالات سے خالی ہوتا ہے، تاکہ بندہ سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ اپنے رب سے دعا کرے تو اس کے لیے قبولیت متوقع ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کے اوپر رحمت ہے، پس اسی کے لیے حمد ہے اور شکر ہے دائماً کثیرا، کیونکہ اس نے بندوں کی مصلحتوں کے لیے اور ان کے منافع کے لیے الہام فرمایا۔

حدیث مذکور کے عنوان کی توجیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ امام بخاری نے آدھی رات کے وقت دعا کا عنوان قائم کیا ہے، حالانکہ حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ عزوجل تہائی رات کے اخیر میں آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان کو قرآن مجید کی اس آیت سے اخذ کیا ہے:

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا ○ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کردیں ○

(المزمل: ۲-۳)

پس اس حدیث کا عنوان قرآن مجید کی دلیل سے قائم کیا ہے اور حدیث دلالت کرتی ہے کہ مقبولیت کا وقت تہائی رات ہے، مگر نصف کا ذکر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس پر دلالت کرتا ہے کہ وقت کے داخل ہونے سے پہلے اس کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ بندہ منتظر ہو اور دعا کے قبول ہونے کے لیے تیار ہو، پس یہ اجابت کا سبب ہوگا۔ اور چاہیے یہ کہ رات یا دن کا کوئی وقت بھی نہ گزرے مگر بندہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہو۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے نزول کی توجیہ

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نزول کا ذکر ہے اور نزول تو جسم اور جسمانیت کا تقاضا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے، تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہو کہ وہ اس وقت میں آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوں اور یہ ندا کریں۔
اور اوزاعی سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ فعل اللہ تعالیٰ سے ظاہر ہوا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۲۶۔ ۲۲۸ ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: اس تاویل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ سلف صالحین کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقت میں نزول فرماتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے بلا تشبیہ اور بلا تمثیل۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے آسمان سے نزول کے متعلق مذاہب علماء

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کو ثابت کرتے ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بلندی کی جہت ہے اور جمہور علماء نے اس کا انکار کیا ہے، کیونکہ یہ قول اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کے ثبوت کی طرف لے جاتا ہے اور نزول کے معنی میں اقوال مختلف ہیں:

(۱) بعض علماء نے اس حدیث کو اپنے ظاہر اور حقیقت پر محمول کیا ہے اور وہ مشبہہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے قول سے بلند ہے۔
(۲) بعض علماء نے اس موضوع پر احادیث واردہ کی صحت کا انکار کیا ہے اور وہ خوارج اور معتزلہ ہیں اور یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ اس قسم کی آیات جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ان کی تو انہوں نے تاویل کی ہے اور حدیث کا انکار کیا ہے، یہ ان کا جہل ہے یا عناد ہے۔
(۳) اور بعض علماء نے اس حدیث کو اس کے مورد کے مطابق جاری کیا ہے اور ان کا اس پر اجمالاً ایمان ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی کیفیت اور تشبیہ سے تنزیہہ کرتے ہیں اور وہ جمہور سلف صالحین ہیں۔ اور امام بیہقی وغیرہ نے اس موقف کو ائمہ اربعہ سے اور سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ سے اور حماد سے اور اوزاعی سے اور لیث وغیرہم سے نقل کیا ہے۔
(۴) اور بعض علماء نے اس حدیث کی ایسی تاویل کی ہے جو کلام عرب کے استعمال کے مناسب ہے۔
(۵) اور بعض علماء نے اس حدیث کی تاویل میں افراط سے کام لیا حتیٰ کہ قریب ہے کہ ان کی یہ تاویل تحریف تک پہنچ جائے۔
(۶) اور ان میں سے بعض نے تفصیل کی ہے کہ جو تاویل کلام عرب کے استعمال کے قریب ہے اس کے درمیان اور اس کے درمیان جو کلام عرب کے استعمال سے بعید ہے تو انہوں نے بعض میں تاویل کی اور بعض میں تفویض کی اور یہ امام مالک سے منقول ہے اور متاخرین میں سے ابن دقیق العید نے اس کو وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

Marfat.com

امام بیہقی نے کہا کہ زیادہ سلامتی اس میں ہے کہ اس حدیث پر ایمان لایا جائے بلا کیف اور اس کی مراد سے سکوت کیا جائے، سوا اس کے کہ اس کی مراد شارع علیہ السلام سے ثابت ہو۔ اور ان کا اس پر اتفاق ہے کہ تاویل معین واجب نہیں ہے، پس اس وقت اس حدیث کے مطلب کو شریعت کی طرف مفوض کر دینے میں زیادہ سلامتی ہے۔ اور اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ کتاب التوحید میں آئے گی۔

حدیث مذکور کی تاویلات

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: مبتدعین سے منقول ہے کہ وہ ان احادیث کو رد کرتے ہیں اور سلف صالحین ان احادیث کو قبول کرتے ہیں اور ایک قوم ان احادیث کی تاویل کرتی ہے۔ اور میں بھی اسی کے مطابق کہتا ہوں۔

رہا یہ کہ اس حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نازل ہوتا ہے"، یہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی طرف راجع ہے نہ کہ اس کی ذات کی طرف، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ملک سے عبارت ہے۔ یعنی اس کا امر نازل ہوتا ہے اور اس کی نہی نازل ہوتی ہے۔

اور نزول جس طرح اجسام میں ہوتا ہے اسی طرح معانی میں ہوتا ہے۔ پس اگر تم احادیث میں مذکور نزول کو نزول حسی پر محمول کرو تو یہ اس فرشتہ کی صفت ہے جو اس حکم کو لے کر نازل ہوتا ہے۔ اور اگر اس نزول کو تم نزولِ معنوی پر محمول کرو اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کام نہیں کیا، پھر اس کو کیا تو اس کو ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف نزول قرار دیا، تو یہ عربی کے مطابق ہے اور صحیح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی تاویل دو طریقوں سے ہے۔ یا تو یہ معنی کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوتا ہے یا فرشتہ اس کے حکم سے نازل ہوتا ہے۔ یا یہ تاویل کی جائے کہ یہ استعارہ ہے اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والوں کے اوپر لطف و کرم فرماتا ہے اور ان کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔

اور اس تاویل کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مہلت دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ آدھی رات گزر جاتی ہے، پھر ایک نداء کرنے والے کو حکم دیتا ہے جو کہتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا ہے تو اس کی دعا قبول کی جائے۔۔۔ الحدیث

اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک نداء کرنے والا نداء کرتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا ہے تو اس کی دعا قبول کی جائے۔۔ الحدیث

علامہ قرطبی نے کہا: اس سے اشکال دور ہو جاتا ہے۔

اور علامہ بیضاوی نے کہا: جب کہ دلائل قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ اللہ سبحانہٗ جسمیت سے اور مکان سے منزہ ہے تو اس کے اوپر ایسا نزول ممتنع ہے جو ایک جگہ سے اس سے نچلی جگہ کی طرف انتقال کے معنی میں ہو، پس اس سے مراد ہے: اس کی رحمت کا نور یعنی اس کے جلال کی صفت جو غضب کا تقاضا کرتی ہے اور انتقام کا تقاضا کرتی ہے اس سے وہ منتقل ہوتا ہے اکرام کی صفت کی طرف جو شفقت اور رحمت کا تقاضا کرتی ہے۔

تینوں دعاؤں کا فرق

اس حدیث میں تین دعاؤں کا ذکر ہے:

(۱) ''کون ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں'' (۲) ''کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں'' (۳) اور ''کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کروں''۔

ان تینوں میں فرق یہ ہے کہ یا تو مطلوب ضرر کو دور کرنا ہوگا، یا نفع کو حاصل کرنا ہوگا۔ اور وہ نفع یا دینی ہوگا یا دنیاوی ہوگا۔ پس استغفار میں اول کی طرف اشارہ ہے یعنی دینی نفع کی طرف، اور سوال میں دوسرے کی طرف اشارہ ہے یعنی دنیاوی نفع کی طرف، اور دعا میں تیسرے مطلوب کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ دعا میں یا تو کسی چیز کی طلب نہیں ہوگی جیسے وہ کہے: یا اللہ۔ اور سوال میں طلب ہوگی۔

بعض دیگر دعاؤں کا ذکر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے ''کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے تو میں اس کی توبہ قبول کروں''۔ اور ابوجعفر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ''کون ہے جو مجھ سے رزق طلب کرے تو میں اس کو رزق دوں، اور کون ہے جو کسی تکلیف کو دور کرنے کی دعا کرے تو میں اس کی تکلیف کو دور کروں''۔ اور عطاء نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ''کون ہے جو بیمار ہو مجھ سے شفاء طلب کرے تو میں اس کو شفاء دوں''۔

اور ان دعاؤں میں عمل طاعت کی طرف ترغیب ہے اور زیادہ ثواب کی طرف اشارہ ہے۔ اور زہری نے دار قطنی سے روایت کیا ہے کہ نماز فجر تک یہ دعا کرتا ہے۔

ان احادیث کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ أَضْعَافًا كَثِيْرَةً۔ (البقرہ:۲۴۵)

وہ کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسن دے؟ تو اللہ اس کو بڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے۔

اور رات کے وقت دعا کرنے کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ ۝ (آل عمران:۱۷)

جو صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، (اللہ کی) اطاعت کرنے والے، (راہِ خدا میں) خرچ کرنے والے، رات کے پچھلے پہر اٹھ کر مغفرت طلب کرنے والے ہیں ۝

سو یہ اجابت اور قبولیتِ دعا کا وقت ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض لوگ ان اوقات میں بھی دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قبولیتِ دعا کی کوئی شرط نہیں پائی جاتی، مثلاً وہ اپنے کھانے پینے اور پہننے میں حرام سے احتراز نہیں کرتے

Marfat.com

یا قبولیتِ دعا میں جلدی کرتے ہیں، یا کسی گناہ کی یا قطعِ رحم کی دعا کرتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی دعا سے زیادہ بہتر کوئی اور چیز ہوتی ہے جو ان کی مصلحت کے مناسب ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۳۵۔۶۳۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۲۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی تحقیق کہ اللہ عزوجل کا آسمانِ دنیا کی طرف نزول حقیقتاً ہے اور اس سے مراد اس کے حکم کا نزول نہیں ہے

یہ حدیث بہت عظیم ہے اور بعض اہلِ علم نے یہ کہا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدِ تواتر تک پہنچتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حدیث مستفیض مشہور ہے، شیخ ابن تیمیہ نے اپنی ایک مستقل کتاب میں اس کی شرح کی ہے اور اس کے فوائدِ عظیمہ بیان کیے ہیں اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اللہ سبحانہٗ کا آسمانِ دنیا سے حقیقتاً نزول ہوتا ہے اور نزول اللہ تعالیٰ کی صفتِ فعلیہ سے ہے، کیونکہ یہ فعل ہے اور یہ نزول حقیقتاً ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نزول کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی ہے کہ ہمارا رب نازل ہوتا ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ فصیح ہیں اور اسی طرح ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ خیر خواہی کرنے والے ہیں اور کوئی شخص بھی مخلوق میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیر خواہی میں مساوی نہیں ہے، اسی طرح ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندوں سے صرف ہدایت کا ارادہ کرتے ہیں اور آپ یہ ارادہ نہیں فرماتے کہ بندے گمراہ ہو جائیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ اللہ کے عالم ہیں اور تمام مخلوق سے زیادہ مخلوق کے خیر خواہ ہیں اور تمام مخلوق سے زیادہ فصیح کلام کرتے ہیں۔ اور اسی طرح آپ صرف مخلوق کی ہدایت کا ارادہ فرماتے ہیں، پس جب آپ نے فرمایا کہ ہمارا رب نازل ہوتا ہے تو کونسا انسان ہے جو اس لفظ کے خلاف کہے، کیونکہ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ تہمت لگائے گا کہ آپ مثلاً عالم نہیں ہیں، کیونکہ مراد تو ہے: اللہ کا حکم نازل ہوتا ہے اور آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نازل ہوتا ہے، تو کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ عالم ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ عالم ہیں۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ تہمت لگاتے ہو کہ آپ فصیح نہیں ہیں، آپ کوئی بات کہنے کا ارادہ فرماتے لیکن کچھ اور فرماتے۔ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ اللہ کا حکم نازل ہوتا ہے لیکن آپ نے کہا کہ ہمارا رب نازل ہوتا ہے۔

مسئلہ: کیا اللہ عزوجل کا آسمان سے نزول اس کو مستلزم ہے کہ عرش خالی ہو جائے؟

الجواب: اس سوال کی اصل بدعت ہے، کیونکہ ہم سوال کرتے ہیں: کیا تم اللہ تعالیٰ کی صفات کی فہم میں صحابہ سے زیادہ حریص ہو، اگر وہ کہے کہ ہاں تو اس نے جھوٹ بولا، اگر وہ کہے: نہیں تو پھر صحابہ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا۔ اور انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے تو کیا اس سے عرش خالی ہو جاتا ہے۔

پس صحیح طریقہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اس میں توقف کیا جائے اور سب سے ضعیف قول یہ ہے کہ عرش خالی ہو جاتا ہے اور ہم پر یہ واجب نہیں ہے کہ ہم یہ کہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بیان نہیں کیا اور صحابہ نے اس کے متعلق آپ سے سوال نہیں کیا اور اگر یہ ان چیزوں میں سے ہوتی کہ جس کا اعتقاد رکھنا ہم پر واجب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بیان فرما دیتا اور اس کا رسول کسی طریقہ

سے بیان فرمادیتا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق کو اپنی طرف سے بیان فرمادیتے اور کبھی توقف فرماتے، پھر آپ پر وحی نازل ہوتی اور کبھی کوئی اعرابی آتا اور آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کرتا اور کبھی صحابہ سوال کرتے اور اس مسئلہ میں حدیث میں کوئی چیز وارد نہیں ہوئی۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ یہ سوال بدعت ہے جیسا کہ ایک شخص نے امام مالک سے یہ سوال کیا تو امام مالک نے کہا: یہ سوال بدعت ہے، صحابہ نے آپ سے یہ سوال نہیں کیا تو تم اب اللہ کے دین میں بدعت اختیار کر رہے ہو کیونکہ تم ایک امر دینی کے متعلق سوال کر رہے ہو جس کے متعلق صحابہ نے سوال نہیں کیا، اور وہ تم سے افضل ہیں اور تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صفات جاننے میں حریص ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے یہ سوال نہیں کیا۔

مسئلہ: کیا اللہ عزوجل خود نزول فرماتا ہے؟

الجواب: بے شک اللہ عزوجل خود نزول فرماتا ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور وہ تمام مخلوق سے زیادہ عالم ہیں، سب سے زیادہ خیر خواہ ہیں، سب سے زیادہ فصیح ہیں، سب سے زیادہ صادق ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ ہمارا رب نازل ہوتا ہے تو یہ جھوٹ نہیں ہے اور نہ آپ نے امت کو کوئی دھوکا دیا ہے اور نہ آپ نے کوئی غلط بات کہی اور نہ آپ نے جہالت کی بات کہی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ عزوجل نازل ہوتا ہے، لیکن بعض لوگوں نے کہا کہ جو چیز نازل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوسروں نے کہا: جو چیز نازل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، اور دوسروں نے کہا: جو نازل ہوتا ہے وہ اللہ کے فرشتوں میں سے فرشتہ ہے، سبحان اللہ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے کہ اس کی تعبیر اس طرح کرنی چاہیے، کیا آپ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ نازل ہوتا ہے، کیا آپ نہیں جانتے تھے کہ اس نزول کی کس طرح تعبیر کرنی چاہیے۔

تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہ لوگ صفات کی نصوص میں تحریف کرتے ہیں اور یہ ان کو سمجھ نہیں سکتے اور اگر کوئی شخص اللہ کے احکام میں سے کسی حکم میں تحریف کرتا تو یہ باطل ہوتا کیونکہ اس کے احکام مصلحتوں کے ساتھ مربوط ہیں۔

پس ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے نہ کوئی بنیاد ہے جس کی وجہ سے یہ اب سلامتی کے طریقہ اور منہج حکیم سے عدول کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۔ (الشوریٰ:١١) اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن:٢٦۔٢٧) جو بھی زمین پر ہے وہ فنا ہونے والا ہے ○ اور آپ کے رب کی ذات باقی ہے جو عظمت اور بزرگی والا ہے ○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کے رب کا چہرہ باقی رہے گا۔

تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نزول کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ (شرح صحیح

Marfat.com

البخاری ج ۶ ص ۱۸۰۔۱۸۵ ملخصاً وملتقطاً، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ ھ)

شیخ ابن عثیمین کی تحقیق پر مصنف کا تعاقب

میں کہتا ہوں کہ شیخ ابن عثیمین نے شیخ ابن تیمیہ کے قول کا صرف ایک رخ بیان کیا ہے، انہوں نے یہ لکھا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات ذکر کی گئی ہیں ان صفات کا انکار کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ان صفات کی تاویل کرنا جائز ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھی ہے، اس کی آنکھیں بھی ہیں، اس کا چہرہ بھی ہے، اس کی پنڈلی بھی ہے لیکن وہ مخلوق کے ہاتھ اور اس کی آنکھوں اور اس کے چہرہ اور اس کی پنڈلی کی مثل نہیں ہے، بلکہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق ہیں۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفات ہیں لیکن ان کی کیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یہ صفات اس کی کس طرح ہیں۔

اسی طرح بعض علماء نے شیخ ابن تیمیہ کی ان ظاہر عبارات کو دیکھ کر اس پر کفر اور گمراہی کا فتویٰ لگایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کے قائل ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ کے افکار اور ان پر علماء امت کے تبصرے

علامہ تقی الدین ابوبکر حصنی دمشقی متوفی ۸۲۹ ھ لکھتے ہیں:

ابوالحسن دمشقی نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ہم ابن تیمیہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، اس نے وعظ کیا اور استواء کی آیات کو بیان کیا، اس نے کہا: اللہ عرش پر اس طرح بیٹھا ہے جس طرح میں یہاں بیٹھا ہوں، یہ سن کر لوگ اس پر پل پڑے اور اس کی وتیوں سے مرمت کر دی، اور اس کو بعض حکام تک پہنچایا، انہوں نے اس کا علماء سے مناظرہ کرایا، اس نے یہ آیت پیش کی "الرحمٰن علی العرش استویٰ" علماء اس پر ہنسے اور انہوں نے جان لیا کہ یہ قواعد علم کو جاری کرنے سے جاہل ہے، پھر علماء نے اس پر یہ آیت پیش کی "فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" (البقرہ: ۱۱۵) "تم جہاں کہیں (قبلہ کی طرف) منہ پھیرو، اللہ اسی طرف متوجہ ہے" اس نے اس آیت کی باطل تاویلات کیں۔ اس نے کہا: اللہ حقیقۃً ہمارے ساتھ ہے، اور اللہ عرش پر بھی حقیقۃً مستوی ہے، اور یہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عداوت رکھتا تھا۔ علماء نے اس کو مارنے اور اس کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ قاضی مالکی کے حکم سے اس کو اور اس کے بھائیوں کو قید کر دیا گیا، اس کو قید کرنے کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ اس نے کہا: انبیاء علیہم السلام مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبروں کی زیارت کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے، امام برہان الدین فزاری نے اس کے خلاف چالیس سطروں کا فتویٰ لکھا جس میں اس کو کافر قرار دیا، اور شیخ شہاب الدین بن جہبل شافعی نے اور مالکی علماء نے بھی اس کی موافقت کی اور اس کے گمراہ، بدعتی اور زندیق ہونے پر اتفاق کیا، سلطان نے تمام قاضیوں کو جمع کیا اور قاضی القضاۃ بدر الدین بن جماعہ نے اس فتویٰ کو پڑھ کر اس پر مہر لگائی اور لکھا کہ اس قول کا قائل بدعتی اور گمراہ ہے اور حنفی اور حنبلی علماء نے اس فتویٰ کی موافقت کی، لہٰذا اس کے کفر پر اجماع ہو گیا۔ (کتاب دفع شبہ من شبہ وتمرد ص ۴۱۔۴۵، مطبعہ دار الکتاب العربیہ، حلب، ۱۳۵۰ ھ)

علامہ تاج الدین عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی السبکی المتوفی ۷۷۱ ھ نے قصیدہ نونیہ میں ان مسائل کو جمع کیا ہے جس میں اشاعرہ کا اختلاف ہے اور بعض عقائد کی سنت کے مطابق تصحیح کی ہے، اس میں یہ شعر بھی ہے:

Marfat.com

كذب ابن فاعله يقول لجهله الله جسم ليس كالجسمان

زانیہ کے بیٹے نے اپنے جہل کی وجہ سے یہ کہا کہ اللہ جسم ہے، حالانکہ اللہ جسموں کی مثل نہیں ہے۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۳ ص ۷۹ ۳، دار احیاء الکتب العربیہ)

مشہور سیاح ابن بطوطہ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ دمشق کا بہت بڑا عالم تھا، لیکن اس کی عقل میں کمی تھی، دمشق کے علماء کے اس پر اعتراض تھے، اس کو قاضی القضاۃ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس سے کہا: ان اعتراضات کے جواب دو، اس نے کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور کوئی جواب نہیں دیا، دوبارہ کہا: اس نے یہی جواب دیا، اس کو قاضی القضاۃ نے قید کر دیا، میں نے دمشق کے قیام کے دوران ایک دن اس کے پیچھے جمعہ پڑھا، یہ مسجد کے منبر پر وعظ کر رہا تھا، دورانِ وعظ اس نے کہا: اللہ آسمان دنیا سے اس طرح اترتا ہے، یہ کہہ کر اس نے منبر سے اتر کر دکھایا، پھر اس سے ابن الزہراء مالکی نے معارضہ کیا اور لوگوں نے ہاتھوں اور جوتوں سے اس کو اس قدر مارا کہ اس کی پگڑی گر گئی اور اس کا لباس پھٹ گیا۔ اس کو ایک حنبلی قاضی کے پاس لے گئے، انہوں نے اس کو قید کرنے اور تعزیر لگانے کا حکم دیا۔ اس کے مردود اقوال میں سے یہ ہیں: اس نے کلمہ واحدہ سے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا، قبر انور کی زیارت کرنے والے کے لیے نماز قصر کرنے کو ناجائز کہا، ملک ناصر نے اس کو قلعہ میں قید کرنے کا حکم دیا اور یہ وہیں مر گیا۔ (رحلہ ابن بطوطہ ج ۱ ص ۱۱۲۔ ۱۱۱، مطبوعہ دار احیاء العلوم، بیروت)

امام ابو عبد اللہ شمس الدین محمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی بہت بڑا عالم تھا، اس کی تصانیف تین سو مجلدات کو پہنچتی ہیں، یہ دمشق اور مصر میں کئی مرتبہ فتنہ میں پڑا، اور مصر، قاہرہ، اسکندریہ اور قلعہ دمشق میں دو مرتبہ قید ہوا اور قلعہ دمشق میں ۷۲۸ھ میں فوت ہوا، اس کے بہت سے متفردات ہیں اور ائمہ میں سے ہر ایک کے قول کو اخذ بھی کیا جاتا ہے اور ترک بھی کیا جاتا ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۹۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ نے اللہ تعالیٰ کے (آسمان سے) نازل ہونے کی حدیث بیان کی، پھر منبر کی دو سیڑھیوں سے اتر کر کہا: جس طرح میں اترا ہوں اللہ تعالیٰ اس طرح اترتا ہے، اس وجہ سے یہ کہا گیا کہ ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کا قائل ہے۔

(الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار الجیل، بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

احمد بن تیمیہ نے عقیدہ حمویہ اور واسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ، پیر، چہرہ اور پنڈلی کا جو ذکر آیا ہے وہ اس کی صفات حقیقیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر بذاتہ مستوی ہے۔ اس سے کہا گیا کہ اس سے تحیز اور انقسام لازم آئے گا، تو اس نے کہا: میں یہ نہیں مانتا کہ تحیز اور انقسام اجسام کے خواص میں سے ہیں، اس وجہ سے ابن تیمیہ کے متعلق کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے تحیز اور انقسام کا قائل ہے، بعض علماء نے ابن تیمیہ کو زندیق قرار دیا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد نہیں مانگنی چاہیے، اس کے قول میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہے اور آپ کی تعظیم کا انکار ہے، بعض علماء نے اس کو منافق قرار دیا، کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتا

Marfat.com

تھا کہ آپ نے سترہ مقامات میں خطاء کی، اور کتاب اللہ کی مخالفت کی، وہ جہاں بھی گئے انہوں نے شکست کھائی، انہوں نے بار بار خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے، اور ان کی جنگ حکومت کے لیے تھی دین کے لیے نہیں تھی، نیز ابن تیمیہ نے کہا کہ حضرت عثمان مال سے محبت کرتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ وہ بوڑھے تھے، وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کر رہے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کہ وہ بچپن میں اسلام لائے تھے اور بچپن کا اسلام لانا ایک قول کے مطابق صحیح نہیں ہوتا۔

(الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الجیل، بیروت)

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات میں متقدمین کا مسلک

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی حد ہے، نہ کوئی ضد ہے، نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ کوئی اس کی مثل ہے اور اس کا ہاتھ ہے اور اس کا چہرہ ہے اور اس کا نفس ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے چہرہ، ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے، پس وہ اس کی صفات بلا کیف ہیں، اور یہ نہ کہا جائے کہ اس کے ہاتھ سے مراد اس کی قدرت یا نعمت ہے، کیونکہ اس قول سے اللہ تعالیٰ کی صفات کو باطل کرنا لازم آتا ہے۔

(فقہ اکبر مع شرحہ ص ۳۶-۳۷، مطبوعہ مصر، ۱۳۷۵ھ)

الامام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ "ثم استوی علی العرش" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کلبی اور مقاتل نے کہا: "استوی" کا معنی استقر ہے (رحمٰن عرش پر برقرار ہے) اور ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنی ہے: عرش پر چڑھا اور معتزلہ نے الاستواء کی تاویل استیلاء سے کی ہے (وہ عرش پر غالب ہے) اور رہے اہلسنت تو وہ کہتے ہیں کہ عرش پر استواء اللہ تعالیٰ کی صفت بلا کیف ہے، انسان پر واجب ہے کہ وہ استواء پر ایمان لائے اور اس کا علم اللہ عزوجل کے سپرد کر دے۔ ایک شخص نے امام مالک بن انس سے اس آیت کے متعلق سوال کیا "الرحمن علی العرش استوی" کہ استواء کی کیا کیفیت ہے۔ امام مالک نے تھوڑی دیر سر جھکایا اور ان کو پسینہ آ گیا، پھر انہوں نے کہا: "استواء" کا معنی معلوم ہے (معتدل و مستقیم ہونا، جم کر بیٹھنا) اور اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے اور میرے گمان میں تم محض گمراہ ہو، پھر امام مالک کے حکم سے اس کو نکال دیا گیا۔ اور سفیان ثوری، الاوزاعی، لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، عبد اللہ بن مبارک اور ان کے علاوہ دیگر علماء اہلسنت سے صفاتِ متشابہات کے متعلق مروی ہے کہ جس طرح یہ صفات وارد ہوئی ہیں ان کو اسی طرح بلا کیف ماننا چاہیے۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۳۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی الحنبلی المتوفی ۷۲۸ھ نے اپنے فتاویٰ میں اس مسئلہ پر متعدد جگہ بحث کی ہے، اگر ان تمام ابحاث کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل اور مفصل کتاب بن سکتی ہے، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

امام احمد رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسی صفت کے ساتھ موصوف کیا جائے جس صفت کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے، یا جس صفت کے ساتھ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موصوف کیا ہے، اور قرآن اور حدیث سے تجاوز نہ کیا جائے۔

اور سلف کا مذہب یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وہی صفت بیان کرتے تھے جو اللہ نے خود اپنی صفت بیان کی ہے یا جو صفت اس کے رسول نے بیان کی ہے، بغیر کسی تحریف اور تعطیل کے اور بغیر کسی تکییف اور تمثیل کے (تحریف سے مراد ہے مثلاً ہاتھ سے مراد قوت

اور لعنت لینا، اور تعطیل سے مراد اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی نفی کرنا اور کہنا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ نہیں ہے، اور تکییف سے مراد ہے یہ کہنا کہ اس کا ہاتھ اس کیفیت کا ہے یا وہ عرش پر اس طرح بیٹھا ہے یا وہ آسمانِ دنیا کی طرف اس طرح نازل ہوتا ہے اور تمثیل سے مراد ہے یہ کہنا کہ اس کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھ کی مثل ہے)، اور یوں ایمان رکھا جائے کہ اللہ کا ہاتھ ہے اور وہ کیسا ہے اور کس طرح ہے یہ ہم کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جو صفت بیان کی ہے وہ برحق ہے، اس میں کوئی پہیلی یا بجھارت نہیں ہے اور اس کے باوجود اللہ سبحانہٗ کی کوئی مثل نہیں ہے، اس کی ذات کی کوئی مثل ہے نہ اس کے اسماء اور صفات کی اور نہ اس کے افعال کی، پس جس طرح ہم کو یہ یقین ہے کہ اس کی ذات اور اس کے افعال کی حقیقت ہے، اسی طرح ہم کو یہ یقین ہے کہ اس کی صفات بھی حقیقی ہیں اور اس کی ذات اور اس کی صفات کی اور اس کے افعال کی کوئی مثل نہیں ہے اور ہر وہ چیز جو کسی نقص یا حدوث کو واجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے حقیقتاً منزہ ہے اور اللہ سبحانہٗ اس کمال کا مستحق ہے جس سے بڑھ کر کمال متصور نہیں ہے۔

اور سلف کا مذہب تعطیل اور تمثیل کے درمیان ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے ساتھ تشبیہ نہیں دیتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو مخلوق کی ذات کے ساتھ تشبیہ نہیں دیتے، اور اللہ تعالیٰ سے ان صفات کی نفی نہیں کرتے جن صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے اور اس کے رسول نے ان صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو متصف کیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور اس کی عالی صفات کو معطل نہیں کرتے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کو ان کے معانی سے موڑ کر تحریف کرتے ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی آیات میں الحاد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا صحیح معنی یہ ہے کہ وہ عرش پر اس استواء کے ساتھ مستوی ہے جو اس کی شانِ جلال کے موافق ہے اور اس کے ساتھ مختص ہے، پس جس طرح اس کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر چیز کا عالم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور وہ سمیع اور بصیر ہے، اسی طرح اس کی یہ صفت ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے علم اور قدرت کے اثبات سے یہ لازم نہیں آتا کہ علم اور قدرت کے جو مخلوق کے عوارض ہیں ان کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیے لازم آئے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے استواء کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخلوق کے استواء کے جو عوارض ہیں، ان کا ثبوت اللہ کے لیے لازم آئے، اور اللہ عزوجل عرش کے اوپر ہے، یہ اس طرح نہیں ہے جس طرح مخلوق میں سے کوئی چیز دوسرے کے اوپر ہوتی ہے اور یاد رکھو کہ سلف کے طریقہ کی مخالفت پر کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۱۔ ۲۰، مطبوعہ دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اللہ تعالیٰ کے نزول اور استواء کے محامل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں ہمارا رب تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۱۴۵، الموطا، رقم الحدیث: ۲۱۴، مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۷)

اس قسم کے جو اطلاقات، قرآن اور سنت میں ہیں ان کے متعلق علماء اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی کیفیت کو جانے بغیر ان پر ایمان لانا حق ہے۔ وہ کہتے ہیں: اللہ نازل ہوتا ہے اور کیفیت نزول کو بیان نہیں کرتے اور نہ کیفیت استواء کو بیان کرتے ہیں۔

بعض عوام سے شریک نے کہا: بعض لوگ ان احادیث کا انکار کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نزول کا ذکر ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس یہ احادیث ان ہی اسانید سے پہنچی ہیں جن اسانید سے نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج کے احکام کے متعلق

احادیث پہنچی ہیں اور ہم نے اللہ عزوجل کو ان احادیث سے ہی پہچانا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صرف اتباع ہے، اور بعض لوگوں نے یہ توجیہ کی کہ رب کے نزول کا معنی یہ ہے کہ اس کی رحمت اور اس کی نعمت نازل ہوتی ہے، یہ توجیہ باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی نعمت تو رات اور دن کے ہر وقت میں نازل ہوتی ہے۔ اس میں رات کے آخری تہائی حصہ یا کسی اور وقت کی خصوصیت کا کیا دخل ہے؟ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ خصوصیت کے ساتھ اپنی رحمت سے دعا قبول فرماتا ہے، کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کس وقت میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، آپ نے فرمایا: آدھی رات کے بعد۔ (مسند احمد، ج ۵ ص ۱۷۹)

اور ہمیشہ نیک لوگ رات کے پچھلے پہر اٹھ کر استغفار کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے "وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ" (آل عمران: ۱۷) (الاستذکار ج ۸ ص ۱۵۳۔۱۵۱، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

اللہ تعالیٰ کے لیے بلندی کی جہت سے اشارہ کرنے کا محمل

امام مالک نے عمر بن الحکم سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میری ایک باندی بکریوں کو چراتی تھی، ایک دن ایک بکری گم ہوگئی، میں نے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ مجھے اس پر افسوس ہوا۔ میں بھی آخر انسان ہوں میں نے اس کو تھپڑ مار دیا، اور مجھ پر (پہلے سے) ایک غلام کو آزاد کرنا تھا۔ کیا میں اس غلام کی جگہ اس باندی کو آزاد کردوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان میں۔ آپ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ رسول اللہ ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آزاد کردو۔

(الموطا، رقم الحدیث: ۱۵۱۱، صحیح مسلم: صلوٰۃ ۳۳ (۵۳۷) ۱۱۷۹، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۹۳۰)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب کہ دین حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مکان اور جہت منتفی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن اور سنت میں ایسی بے شمار تصریحات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان اور جہت کا ثبوت ہوتا ہے اور باوجود اختلاف آراء اور تفرق ادیان کے سب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کے لیے بلند جانب کی طرف دیکھتے ہیں اور دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جہت سے منزہ ہونا عام لوگوں کی عقلوں سے ماوراء ہے حتیٰ کہ جو چیز کسی سمت اور جہت میں نہ ہو لوگ اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں تو ان سے خطاب کرنے کے لیے زیادہ مناسب اور ان کے عرف کے زیادہ قریب اور ان کو دین حق کی دعوت دینے کے زیادہ لائق یہ تھا کہ ان سے ایسا کلام کیا جائے جس میں بظاہر تشبیہ ہو اور ہر چند کہ اللہ تعالیٰ ہر سمت اور جہت سے منزہ ہے لیکن چونکہ بلند جانب تمام جوانب میں سب سے اشرف ہے اس لیے اس جانب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا اور عقلاء اللہ تعالیٰ کے لیے آسمان کی طرف اس لیے متوجہ نہیں ہوتے کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے بلکہ اس وجہ سے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے، کیونکہ تمام خیرات اور برکات اور انوار اور بارشیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔

(شرح المقاصد ج ۴ ص ۵۱۔۵۰، مطبوعہ منشورات الرضی، قم ایران، ۱۴۰۹ھ)

Marfat.com

۱۵۔ بَابُ: الدُّعَاءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ — بیت الخلاء میں دخول کے وقت دعا کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص بیت الخلاء میں دخول کا ارادہ کرے تو کیا دعا کرے۔

۶۳۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو دعا کرتے: اے اللہ میں خبث اور خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۱۴۲، ۶۳۲۲، صحیح مسلم: ۳۷۵، سنن ترمذی: ۶، سنن نسائی: ۱۹، سنن ابوداؤد: ۴، سنن ابن ماجہ: ۲۹۶، مسند احمد: ۱۱۵۳۶، سنن دارمی: ۶۶۹)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے الفاظ کے معانی

اس حدیث کو لفظ ''کان'' کے ساتھ ذکر کیا ہے جو دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے، یعنی نبی ﷺ جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا کرتے۔

اور بعض روایات میں لفظ ''اذا'' کے ساتھ ذکر ہے، جیسا کہ سعید کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ جب بیت الخلاء میں دخول کا ارادہ کرتے۔

پس اگر قضائے حاجت کے لیے مخصوص مکان بنایا ہوا نہ ہو جیسے جنگل اور صحراء وغیرہ تو اس جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا جائز ہے اور اگر قضائے حاجت کے لیے مخصوص مکانا بنایا ہوا ہو (جیسے واش روم) تو اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے۔ پس جنہوں نے دخول کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو مکروہ قرار دیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب دخول کا ارادہ کرے تو یہ دعا کرے، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء کا ارادہ کرے تو کہے: ''اعوذ باللہ من الخبث والخبائث''۔

(سنن ابوداؤد: ۶، سنن ابن ماجہ: ۲۹۶، مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۹۰۳، ۹۹۰۶، صحیح ابن خزیمہ: ۶۹، الطبرانی ج ۵ ص ۲۰۴، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۱۸۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۹۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان جگہوں میں جنات اور شیاطین حاضر ہوتے ہیں، پس جب تم میں سے کوئی ایک ان میں داخل ہو تو کہے: ''اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث''۔ (کتاب الدعاء للطبرانی ج ۲ ص ۹۵۹)

ابن وہب از حیوۃ بن شریح از ابی عقیل روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعید مقبری سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص بیت الخلاء میں قضائے حاجت کے لیے جائے اور پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے، تو وہ ذکر اس کے اور جنات کے درمیان پردہ

Marfat.com

ہو جاتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرے گا تو جنات اس کی طرف دیکھیں گے اور مذاق اڑائیں گے اور ہنسیں گے۔
(کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۳۰۷۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۸۰۳، کتاب الدعا للطبرانی: ۳۵۶، کتاب عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۲۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعاء کا محمل

ظاہر یہ ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہارِ عبودیت کے لیے یہ دعا کی اور امت کی تعلیم کے لیے یہ دعا کی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنات اور انسانوں کے شر سے محفوظ ہیں۔ اور آپ نے ایک خبیث اور زبردست جن کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۶۱، ۱۲۱۰، ۳۲۸۴)

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت اپنے رب کی طرف متوجہ رہتے تھے اور تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی حفاظت کرتے تھے اور جن جگہوں میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنی چاہیے وہاں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے تھے اور جہاں سکوت کرنا چاہیے وہاں پر سکوت فرماتے تھے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو آپ دعا کرتے "غفرانك"۔
(سنن ابوداؤد: ۳۰، سنن ترمذی: ۷)

یعنی میں اللہ تعالیٰ سے اس حالت کے متعلق استغفار کرتا ہوں جس حالت نے مجھے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے اور اس کے ذکر کرنے سے روک دیا، سو آپ بیت الخلاء میں جاتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور باہر آتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔

بیت الخلاء جاتے وقت اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کا فقہی حکم

اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کی اس دعاء کے استحباب پر علماء کا اجماع ہے خواہ قضائے حاجت کسی عمارت کے مکان میں کرے یا صحراء اور جنگل میں کرے، کیونکہ یہ جگہ شیاطین کا ماویٰ ہوتی ہیں۔

الشیخ ابو حامد الاسفرائینی نے لکھا ہے کہ یہ دعا اس جگہ کے ساتھ مخصوص ہے جو قضائے حاجت کے لیے بنائی گئی ہو اور جنگل اور صحراء شیاطین کا ماویٰ نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص پناہ طلب کرنے کی دعا کو بھول گیا اور بیت الخلاء میں داخل ہو گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اب پناہ طلب کرنے کی دعا کو مکروہ کہا ہے، اور دوسری جماعت جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، انہوں نے اس کی اجازت دی ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن الملقن ان کا رد کرتے ہیں کہ اس طرح نہیں ہے، کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ دخول سے مراد ہے: جب دخول کا ارادہ کرے اور اس کے متعلق آثار مختلف ہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ بئر جمل سے آئے تو ایک مرد نے آپ کو سلام کیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ نے دیوار پر تیمم کر لیا۔

امام بخاری نے اپنی کتاب "خلق افعال العباد" میں لکھا ہے کہ عطاء نے بیان کیا: جس انگوٹھی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو اگر انسان اس انگوٹھی کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہو یا وہ اپنی بیوی کے پاس جائے اور وہ انگوٹھی اس کے ہاتھ میں ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (خلق افعال العباد: ۳۷۷)

اور یہی حسن بصری کا قول ہے۔اور وکیع نے سعید بن المسیب سے اس کی مثل روایت کی ہے۔
امام بخاری نے بیان کیا کہ طاؤس نے کہا: کسی مرد کے کمر بند میں دراہم ہوں اور وہ قضائے حاجت کر رہا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔(خلق افعال العباد: ۳۸۲)
اور ابراہیم نخعی نے کہا: لوگوں کے لیے اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کے لیے دراہم کو رکھنا ضروری ہے۔
اور بعض تابعین نے کہا: مستحب یہ ہے کہ جس انگوٹھی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوا سے لے کر بیت الخلاء میں نہ جائے۔
(خلق افعال العباد: ۳۸۳)
امام بخاری نے کہا: یہ عبارت بغیر تحریم کے صحیح ہے۔(خلق افعال العباد: ۳۸۳، شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۳۲۔۲۳۴)
اور رہی بئر جمل والی حدیث تو وہ اختیار پر اور فضیلت پر محمول ہے، کیونکہ سلام کا جواب دینے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی وضو میں ہو۔اس کو امام طحاوی نے بیان کیا ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۴ ص ۸۸۔۹۵ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

بیت الخلاء سے نکلنے کے وقت کی بعض دیگر دعائیں

نیز علامہ ابن بطال مالکی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء سے آئے تو یہ دعا کرے، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے اس چیز کو نکال لیا جو مجھے ایذاء پہنچاتی، اور اس چیز کو روک لیا جو مجھے نفع دیتی۔(شرح ابن بطال ج ۱۰ ص ۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)
علامہ ابن الحسین نے الشیخ ابو محمد سے نقل کیا ہے کہ بیت الخلاء سے آتے وقت یہ دعا کرنا مستحب ہے:

الحمد لله الذی اذاقنی لذته واخرج عنی مشقته وابقٰی فی جسمی قوته۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنی لذت عطاء کی اور مجھ سے مشقت کو نکال دیا اور میرے جسم میں اس کی قوت کو رکھا۔
(کتاب الدعاء للطبرانی: ۳۷۰، کتاب عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۲۵)

۱۶۔ باب: مَا يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ

صبح اٹھتے وقت دعا کرنے کا بیان

یعنی جب انسان صبح کو اٹھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے کیا دعا کرے۔

۶۳۲۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ سَيِّدُ الِاسْتِغْفَارِ اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از بشیر بن کعب از حضرت شداد بن اوس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے: اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی

Marfat.com

فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ إِذَا قَالَ حِينَ يُمْسِي فَمَاتَ دَخَلَ الْجَنَّةَ أَوْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِذَا قَالَ حِينَ يُصْبِحُ فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ مِثْلَهُ۔

مستحقِ عبادت نہیں ہے مگر تو، تو نے مجھے پیدا کیا، اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے اپنی طاقت کے مطابق کیے ہوئے عہد پر اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر قائم ہوں۔ میں تیرے لیے تیری دی ہوئی نعمت کا اعتراف کرتا ہوں اور میں تیرے لیے اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ سو تو میری مغفرت فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کی مغفرت نہیں کرتا۔ میں نے جو برے کام کیے ان سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ جب بندہ نے شام کے وقت یہ دعا کی اور وہ فوت ہو گیا تو جنت میں داخل ہوگا یا فرمایا: اہلِ جنت میں سے ہوگا۔ اور جب اس نے صبح کو یہ دعا کی اور اسی دن فوت ہو گیا تو بھی اسی کی مثل فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۶۳۲۳، سنن ترمذی: ۳۳۹۳، سنن نسائی: ۵۵۲۲، مسند احمد: ۱۶۶۶۲)

یہ حدیث اس سے پہلے افضل استغفار کے باب میں گزر چکی ہے۔

۶۳۲۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ قَالَ بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ أَمُوتُ وَأَحْيَا وَإِذَا اسْتَيْقَظَ مِنْ مَنَامِهِ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الملک بن عمیر از ربعی بن حراش از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نیند یا سونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا فرماتے: اے اللہ! تیرے نام سے میں مرتا ہوں اور تیرے نام سے میں زندہ ہوتا ہوں۔ اور جب آپ نیند سے بیدار ہوتے تو دعا کرتے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد ہمیں زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۳۱۴، ۶۳۲۴، ۷۳۹۴، صحیح مسلم: ۲۷۱۱، سنن ترمذی: ۳۴۱۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۴۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۰، مسند احمد: ۲۲۷۶۰، مسند احمد: ۲۲۷۶۰)

یہ حدیث بھی اس باب ''مایقول اذا نام'' میں گزر چکی ہے۔

۶۳۲۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابن حمزہ از منصور از ربعی بن حراش از خرشہ بن الحر از حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب رات کو بستر پر جاتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرے نام

Marfat.com

فَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔

کے ساتھ میں مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔ اور جب بیدار ہوتے تو یہ دعا کرتے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد ہمیں زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۳۱۴، ۶۳۲۴، ۷۳۹۴، ۷۳۹۵، صحیح مسلم: ۲۷۱۱، سنن ترمذی: ۳۴۱۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۴۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۰، مسند احمد: ۲۷۷۶۰، مسند احمد: ۲۲۷۶۰)

امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب التوحید میں روایت کی ہے۔ اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۶۳۱۲ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صبح اور شام اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی حکمت

صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے تا کہ اس کے اعمال کی ابتداء اور شروع اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہو۔ اسی طرح سوتے وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے تا کہ اس کے عمل کا اختتام اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہو۔ پس کراماً کاتبین اپنے صحیفہ کے اول میں بھی اس کا عملِ صالح لکھیں اور صحیفہ کے اخیر میں بھی اس کا عملِ صالح لکھیں۔ پھر اس کے درمیان جو اس سے گناہ ہوئے ان کی مغفرت کی امید کی جائے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! میرا دن کی ابتداء میں ایک ساعت کے لیے ذکر کرو اور دن کے آخر کی ایک ساعت میں بھی میرا ذکر کرو تو پھر اس دن کے درمیان کے لیے میں تمہیں کافی ہو جاؤں گا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۱۳)

اور صالحین بازاروں میں دن کے اول میں اور دن کے وسط میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور یہ اس لیے کرتے ہیں کہ وہ صبح اور شام اللہ سے دعا کرنے میں رغبت رکھتے ہیں۔

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تاجروں کو حکم دیتے تھے کہ تم دن کے اول کو اپنی آخرت کے لیے کرو اور اس کے ماسوا کو اپنی دنیا کے لیے کرو۔ اور اس معنی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے:

حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابنِ آدم! کیا تم دن کی ابتداء میں چار رکعت پڑھنے سے عاجز ہو تو دن کے آخر میں، میں تمہارے لیے کافی ہو جاؤں۔

(سنن ترمذی: ۴۷۵، مسند احمد: ج ۵ ص ۲۸۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۶۸، مسند الشامیین للطبرانی ج ۱ ص ۱۷۳)

یہ تمام احادیث علامہ ابن الملقن نے ذکر کی ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۳۳۔ ۲۳۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صبح کے وقت دیگر دعاؤں کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت یہ دعا کی: "اے اللہ! میں نے صبح کی، میں تیری گواہی دیتا ہوں اور تیرے حاملین عرش کی گواہی دیتا ہوں اور تیرے فرشتوں کی گواہی دیتا ہوں اور تیری تمام مخلوق کی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اور بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں"۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے چوتھائی حصہ کو آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔ اور جس نے یہ دعا دو مرتبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کے نصف کو آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔ الحدیث

اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کی ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

ابوسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت اور شام کے وقت یہ دعا کی: "میں اللہ کو رب مان کر راضی ہوں اور اسلام کو دین مان کر راضی ہوں اور محمد کو رسول مان کر راضی ہوں" تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اس کو راضی کرے۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے اور اس کی سند قوی ہے۔ اور امام ترمذی نے بھی اس حدیث کی سندِ ضعیف کے ساتھ روایت کی ہے۔

اور عبد اللہ بن غنام البیاضی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت یہ دعا کی: "اے اللہ! صبح کو جو مجھے نعمت ملی یا تیری مخلوق میں سے کسی ایک سے نعمت ملی تو وہ صرف تیری طرف سے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے تیرے ہی لیے حمد ہے اور تیرے ہی لیے شکر ہے"، سو اس نے اس دن کا شکر ادا کر دیا۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کی ہے۔ اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہیں کیا چیز منع کرتی ہے کہ تم اس کو سنو جو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم جب صبح کرو یا جب تم شام کرو تو یہ دعا کیا کرو: "یاحی یاقیوم" "تیری رحمت سے میں مدد طلب کرتی ہوں، میرے تمام احوال کی اصلاح فرما دے اور مجھے پلک جھپکنے کے لیے بھی میرے نفس کی طرف سپرد نہ کر"۔

اس حدیث کی امام نسائی اور امام البزار نے روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۷، ص ۳۹۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۷۔ بَابُ: الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ — نماز میں دعا کرنے کا بیان

اس باب میں نماز میں دعا کرنے کی کیفیت کا بیان ہے۔

۶۳۲۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے

Marfat.com

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رضی الله عنه أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ إِنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ أَبُوبَكْرٍ رضی الله عنه لِلنَّبِيِّ ﷺ۔

خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یزید نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما از حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: مجھے ایسی دعا کی تعلیم کیجئے جس کے ساتھ میں نماز میں دعا کروں۔ تو آپ نے فرمایا: تم دعا کرو: اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا، سو تو اپنے پاس سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اور عمرو بن الحارث نے کہا از یزید از ابی الخیر، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا۔۔۔۔

(صحیح البخاری: ۸۳۴، ۶۳۲۶، ۷۳۸۸، صحیح مسلم: ۲۷۰۵، سنن ترمذی: ۳۵۳۱، سنن نسائی: ۱۳۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۵، مسند احمد: ۸)

صحیح البخاری: ۶۳۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالخیر، ان کا نام مرثد ہے، ان کا نام ابن عبداللہ الیزنی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت عبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، یہ صحابی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ان کا نام عبداللہ بن عثمان ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ، نے کہا: کہ یہ دعا الجوامع سے ہے، کیونکہ اس میں انتہائی تقصیر کا اعتراف ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کرنے والا ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ سے انتہائی انعام کو طلب کیا ہے، اور یہ مغفرت اور رحمت ہے، کیونکہ مغفرت کا معنی ہے: گناہوں پر پردہ ڈالنا اور ان کو مٹا دینا۔ اور رحمت کا معنی ہے خیر کو پہنچانا۔ پس پہلی دعا کا مآل ہے دوزخ کے عذاب سے دور کرنا اور دوسری دعا کا مآل ہے جنت میں داخل کرنا اور یہی عظیم کامیابی ہے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے کرم سے ان لوگوں میں سے کر دے جو تیرے کرم سے کامیاب ہونے والے ہیں اے اکرم الاکرمین۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۲۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ حَدَّثَنَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے

هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا أُنْزِلَتْ فِي الدُّعَاءِ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن سعیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ''وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا'' بنی اسرائیل: ۱۱۰ ''(اور آپ نماز میں نہ بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے)۔ یہ آیت دعا کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۷۲۳، ۷۵۲۶، صحیح مسلم: ۴۴۷، موطا امام مالک: ۵۰۵)

صحیح البخاری: ۶۳۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی، اور وہ ابن سلمہ النیشاپوری ہیں۔ یہ الکلاباذی کا قول ہے۔

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا کہ علی بن سلمہ ہیں جیسا کہ میں نے سورۃ المائدہ کی تفسیر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

علامہ عینی ان پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ وہم ڈالا ہے کہ وہی اس قول کے قائل ہیں، حالانکہ انہوں نے اس کو الکلاباذی سے نقل کیا ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مالک بن سعیر، یہ السعر کی تصغیر ہے۔ اور تمیمی نے اس لفظ کو صاد کے ساتھ یعنی الصعیر ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''یہ آیت دعا کے متعلق نازل ہوئی'' یعنی نماز میں دعا کے متعلق نازل ہوئی ہے تاکہ یہ حدیث عنوان کے مطابق ہو جائے۔ یہ علامہ الکرمانی کا قول ہے۔ لیکن یہ دعا عام ہے جو اس دعا کو بھی شامل ہے جو نماز میں ہو اور اس دعا کو بھی شامل ہے جو خارج از نماز ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۲۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ كُنَّا نَقُولُ فِي الصَّلَاةِ السَّلَامُ عَلَى اللهِ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاتَ يَوْمٍ إِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا قَعَدَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابو وائل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں کہتے تھے: اللہ پر سلام ہو، فلاں پر سلام ہو، تو ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: اللہ تعالیٰ خود

Marfat.com

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ إِلَى قَوْلِهِ الصَّالِحِينَ فَإِذَا قَالَهَا أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ صَالِحٍ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الثَّنَاءِ مَا شَاءَ۔

سلام ہے۔پس جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں بیٹھے تو یوں کہے: ''التحیات للہ۔۔۔الصالحین تک'' پس جب وہ یہ کہہ لے گا تو اللہ تعالیٰ کا ہر نیک بندہ جو آسمان اور زمین میں ہے اس کو یہ سلام پہنچ جائے گا۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔پھر وہ ثنا میں سے جو چاہے اختیار کرے۔

(صحیح البخاری: ۸۳۱، ۸۳۵، ۱۲۰۲، ۶۲۳۰، ۶۲۶۵، ۶۳۲۸، ۷۳۸۱، صحیح مسلم: ۴۰۲، سنن ترمذی: ۲۸۹، سنن نسائی: ۱۱۶۸، سنن ابوداؤد: ۹۶۸، سنن ابن ماجہ: ۸۹۹، مسند احمد: ۴۰۵۴، سنن دارمی: ۱۳۴۰)

صحیح البخاری: ۶۳۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبدالحمید ہیں۔اور اس کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن المعتمر ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو وائل، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ کے اواخر میں باب التشہد کے اخیر میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جاچکی ہے۔

اور سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵۴۔۴۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نماز کے تشہد اخیر پڑھنے کے متعلق اختلاف فقہاء

المصنف میں مذکور ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف تشہد اور الاستخارہ کی حدیث کو لکھتے تھے۔اور علماء کا تشہد اخیر میں اختلاف ہے۔پس امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ اور امام اوزاعی نے کہا ہے کہ تشہد اخیر فرض نہیں ہے۔(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۶۳، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۲۲)

اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا ہے کہ تشہد اخیر فرض ہے۔

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۰۲، المہذب ج ۱ ص ۲۶۵، المجموع ج ۳ ص ۴۴۲، المغنی ج ۲ ص ۲۲۶، المبدع ج ۱ ص ۴۶۷، شرح الزرکشی ج ۱ ص ۳۲۱)

تشہد اخیر کی فرضیت پر امام شافعی کے دلائل اور اس پر بحث و نظر

امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک نماز پڑھے تو کہے ''التحیات للہ۔۔الحدیث'' اور امر وجوب کے لیے ہے۔

Marfat.com

اس دلیل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ہر امر وجوب کے لیے نہیں ہوتا کیونکہ تکبیرات انتقالات کا بھی امر کیا گیا ہے (یعنی رکوع سے پہلے تکبیر اور رکوع کے بعد تکبیر اور سجدہ سے پہلے اور سجدہ کے بعد تکبیر)۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (الحاقۃ: ۵۲) سو آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح پڑھیے O

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس تسبیح کو تم اپنے رکوع میں رکھ لو۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (الاعلیٰ: ۱) اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھیے جو سب سے بلند ہے O

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس تسبیح کو تم اپنے سجدہ میں رکھ لو۔

(سنن ابوداؤد: ۸۶۹، کتاب الصلوٰۃ باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ، سنن ابن ماجہ: ۸۸۷، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ وسنۃ فیہا، باب التسبیح فی الرکوع والسجود، سنن دارمی: ۱۳۴۴، کتاب الصلوٰۃ باب مایقال فی الرکوع، صحیح ابن خزیمہ: ۶۰۰، کتاب الصلوٰۃ باب الامر بتعظیم الرب فی الرکوع، صحیح ابن حبان: ۱۸۹۸، کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ)

اور تمام فقہاء بشمول امام شافعی سب نے یہ کہا ہے کہ یہ امر استحباب کے لیے ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان تسبیحات اور تکبیرات کے پڑھنے کا حکم دیا ہے اور آپ نے یہ تسبیحات پڑھی ہیں اور تکبیرات پڑھی ہیں اس وجہ سے ان کی فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں ہوا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشہد کے متعلق حکم دینا یہ بھی فرضیت پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ یہ دونوں چیزیں ذکر ہیں اور اس میں کوئی بدن کا عمل نہیں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح فرائض کا حکم دیتے تھے اسی طرح سنن کا حکم بھی دیتے تھے۔

نیز جس طرح تشہد اولیٰ اور تشہد اولیٰ میں بیٹھنے کے قائم مقام سجدہ سہو ہے، اسی طرح چاہیے کہ سجدہ سہو تشہد اخیر کے بھی قائم مقام ہو جائے جب نماز میں بیٹھ جائے اور تشہد پڑھنے سے اس کو سہو ہو جائے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ القعدۃ الاخیرہ فرض ہے، اسی طرح اس کا ذکر بھی فرض ہونا چاہیے جیسا کہ قعدہ اولیٰ سنت ہے اور اس کا ذکر بھی سنت ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ قعدہ اخیرہ تشہد کے پڑھنے کے لیے مقرر نہیں ہے بلکہ یہ سلام پڑھنے کے لیے مقرر ہے۔ اور سلف صالحین کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ جس نے آخری سجدہ کرنے کے بعد سر اٹھا لیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی (یعنی اس نے قعدہ اخیرہ کیا اور نہ اس میں تشہد اخیر پڑھا)۔ یہ حضرت علی اور ابن المسیب اور حسن بصری اور ابراہیم سے مروی ہے۔

(تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۲۲، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۶۳، عیون المجالس ج ۱ ص ۳۰۵، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۵۰، المجموع ج ۳ ص ۴۴۳)

اور عطاء نے کہا: جو شخص تشہد بھول گیا اس کی نماز جائز ہے اور حکم اور حماد سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

امام طبری اور امام طحاوی نے کہا ہے: علماء امت میں سے تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر تشہد میں صلوٰۃ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ اور امام شافعی کا یہ شاذ قول ہے۔ انہوں نے کہا: جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تشہد اخیر میں سلام سے پہلے صلوٰۃ نہیں پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہے اور اگر اس نے تشہد سے پہلے صلوٰۃ پڑھ لی تو یہ اس کو کفایت نہیں کرے گا۔ اور امام

شافعی کے اس قول کے موافق کسی کا قول نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی سنت مروی ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں کہ امام طبری اور امام طحاوی کا یہ قول درست نہیں ہے، کیونکہ امام شافعی کے اس قول کے مطابق صحابہ کی ایک جماعت نے کہا ہے اور امام احمد سے بھی اس کے متعلق روایت ہے۔

التوضیح کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ امام احمد بن حنبل کی اس مسئلہ میں تین روایات ہیں، ایک روایت یہ ہے جو ذکر کی گئی ہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنا فرض ہے اور یہی شوافع کا مذہب ہے۔ اور تیسری روایت یہ ہے کہ تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنا واجب ہے اور یہ الخرقی اور ابوالبرکات کا مختار ہے۔

(الانتصار ج ۲ ص ۲۸۴-۲۸۶، المغنی ج ۲ ص ۲۲۸، کتاب الفروع ج ۱ ص ۴۶۴، شرح الزرکشی ج ۱ ص ۳۲۱)

اور مالکیہ میں سے ابن مواز کا بھی یہی قول ہے۔ (الذخیرہ ج ۲ ص ۲۱۸)

علامہ الرویانی نے حضرت عمر اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہم سے اس کی حکایت کی ہے اور علامہ امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفی ۴۵۰ھ، نے از محمد بن کعب القرظی التابعی اس کی حکایت کی ہے۔

(الحاوی الکبیر ج ۲ ص ۱۳۷، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ نے از الشعبی از علی بن الحسین اس کی روایت کی ہے۔

(السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۵۳۰ نشر السنہ، ملتان)

اور امام اسحاق بن راہویہ نے کہا: اگر کسی نے تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کو عمداً ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی اور اگر سہواً ترک کیا تو مجھے امید ہے اس کی نماز کافی ہو جائے گی۔ (المجموع ج ۳ ص ۴۴۹)

امام ابن حبان اور امام حاکم دونوں نے اپنی صحیح میں حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمر الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد آیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور ہم آپ کے پاس تھے، اس نے کہا: یا رسول اللہ! رہا آپ پر سلام پڑھنا تو ہم نے اس کو جان لیا، پس ہم آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں جب ہم اپنی نمازوں میں آپ پر صلوٰۃ پڑھیں، آپ نے فرمایا: تم کہو "اللھم صل علی محمد"۔

(صحیح ابن حبان: ۱۹۵۹، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۶۸، امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔)

امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ سے بشیر بن سعد نے پوچھا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا ہے، سو ہم آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں، انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا حتیٰ کہ ہم نے تمنا کی کہ انہوں نے آپ سے یہ سوال نہ کیا ہوتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس طرح پڑھو:

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت اے اللہ! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ نازل فرما اور آل

Marfat.com

علی آل ابراھیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم فی العالمین انک حمید مجید۔

(سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صلوۃ نازل فرما جیسے تو نے آلِ ابراہیم پر صلوۃ نازل فرمائی اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر برکت نازل فرما اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آل پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے آلِ ابراہیم پر تمام جہانوں میں برکت نازل فرمائی۔ بے شک تو حمد کیا ہوا بزرگ ہے۔

اور سلام اسی طرح پڑھو جس طرح تم جانتے ہو۔ (صحیح مسلم: ۴۰۵، سنن ابوداؤد: ۹۸۰، ۹۸۱، مسند احمد: ۲۲۴۱۵)

یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے:

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں: مجھ سے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ملے، پس انہوں نے کہا: کیا میں تمہیں ایک ہدیہ نہ دوں؟ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، پس ہم نے کہا: ہم نے جان لیا کہ ہم کس طرح آپ پر سلام پڑھیں، سو ہم آپ پر صلوۃ کس طرح پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: ''اللھم صل علی محمد وعلی آلِ محمد کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید، اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم انک حمید مجید''۔

(صحیح البخاری: ۳۳۷۰، صحیح مسلم: ۴۰۶، سنن ابوداؤد: ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، سنن ترمذی: ۴۸۳، سنن ابن ماجہ: ۹۰۴، مسند احمد: ۱۸۱۵۶)

نیز ایک اور سند کے ساتھ روایت ہے:

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ پر صلوۃ کس طرح پڑھیں، آپ نے فرمایا: تم کہو: ''اللھم صل علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما صلیت علی ابراھیم وبارک علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید''۔ (صحیح مسلم: ۴۰۷، سنن ابوداؤد: ۱۵۳۰، سنن ترمذی: ۴۸۵، مسند احمد: ۲۳۶۶۱)

نیز امام الحافظ علی بن عمر الدارقطنی، متوفی ۳۸۵ھ، اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم تشہد کے فرض ہونے سے پہلے کہا کرتے: ''السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی جبریل ومیکائیل السلام علی فلان'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ نہ کہو: السلام علی اللہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے لیکن تم کہو ''التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ۔۔۔۔

امام بیہقی نے کہا: یہ سند صحیح ہے۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۳۸، نشر السنہ، ملتان، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۵۰)

علامہ ابن الملقن شافعی فرماتے ہیں: اس حدیث میں دو دلیلیں ہیں:

ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''تشہد کے فرض ہونے سے پہلے''، اس میں یہ دلیل ہے کہ تشہد فرض ہوگئی تھی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''قولوا'' ''تم کہو''، یہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تشہد میں اتنی دیر بیٹھنا واجب ہے جتنی دیر میں تشہد پڑھ لیا جائے اور تشہد کا پڑھنا واجب نہیں

Marfat.com

ہے۔(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۶۳، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۲۲)

امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھنا واجب ہے جتنی دیر میں سلام پڑھ لیا جائے۔

پھر جان لو کہ اس باب میں متعدد تشہدات مروی ہیں جن کی تعداد تیرہ ہے۔

اور امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تشہد کو اختیار کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۰۳، کتاب الصلوۃ باب التشہد فی الصلوۃ، سنن ابوداؤد: ۹۷۴، سنن ترمذی: ۲۹۰، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۴۲۔ ۲۴۳، سنن ابن ماجہ: ۹۰۰)

اور امام مالک نے الموطا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تشہد کو اختیار کیا ہے۔

عبدالرحمن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا جس وقت وہ منبر پر تھے اور وہ لوگوں کو تشہد کی تعلیم دے رہے تھے، وہ کہہ رہے تھے: پڑھو ''التحیات للہ الزاکیات للہ ، الطیبات الصلوات للہ ، السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ ، السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ ''۔ (الموطا امام مالک ص ۷۷، کتاب الصلوۃ، باب التشہد فی الصلوۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہے جیسا کہ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ، نے کہا ہے۔(المحلی ج ۳ ص ۲۷۰)

اور امام ابوحنیفہ اور اکثر محدثین اور امام احمد بن حنبل نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کو اختیار کیا ہے۔

(مختصر اختلاف العلماء ج ۱ ص ۲۱۴، المبسوط ج ۱ ص ۲۷، المغنی ج ۲ ص ۲۲۰، المجموع ج ۱ ص ۴۴۵)

اس حدیث میں مذکور ہے ''التحیات'' یہ تحیۃ کی جمع ہے اور اس کا معنی ملک ہے یا بقاء ہے یا عظمت ہے یا سلامتی ہے یا حیات ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''الصلوات'' اس سے مراد ہے پانچ نمازیں یا نوافل یا عبادات یا دعا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''الطیبات'' یعنی پاکیزہ اقوال اور پاکیزہ اعمال۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۷ ص ۲۶۸۔ ۲۷۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: معروف یہ ہے کہ ''التحیات'' کا معنی ہے قولی عبادتیں۔ اور ''الصلوات'' کا معنی ہے بدنی عبادتیں اور ''الطیبات'' کا معنی ہے مالی عبادتیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

تشہد اخیر میں تشہد کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر دلائل اور امام شافعی کے دلائل کے جوابات

تنبیہ: علامہ ابن الملقن الشافعی نے تشہد کی بحث میں امام شافعی کے اس قول کو ثابت کیا ہے کہ نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کو پڑھنا فرض ہے، اور امام شافعی کی ایک دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام عمر میں تشہد پڑھنے پر دوام کیا اور یہ فرضیت کی دلیل ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ ہم تشہد کے فرض ہونے سے پہلے ''السلام علی اللہ ، السلام علی جبریل ومیکائیل'' پڑھا کرتے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ پہلے تشہد فرض نہیں تھا بعد میں فرض ہوا۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''فقولوا'' یہ امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ سو ہم یہاں پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو دلائل سے پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا: ''جب تم نے اپنا سر آخری سجدہ سے اٹھایا اور تشہد کی مقدار بیٹھ گئے تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی''۔ آپ نے نماز کے تمام کو صرف قعدہ کی مقدار پر موقوف کیا اور اگر تشہد فرض ہوتا تو بغیر تشہد کے نماز کا تمام ہونا ثابت نہ ہوتا۔ لیکن یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوام کی وجہ سے واجب ہے۔ اور آپ کا دائماً تشہد پڑھنا اس کے وجوب کی دلیل ہے، لہٰذا تشہد پڑھنا واجب ہے فرض نہیں ہے۔ اور حدیث وجوب پر دلالت کرتی ہے نہ کہ فرضیت پر، کیونکہ وہ خبرِ واحد ہے اور خبرِ واحد وجوب کی صلاحیت رکھتی ہے نہ کہ فرضیت کی۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۶۸۹۔۶۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

نیز علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں مغفرت کی دعا کی تعلیم دینا

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نمازی کے لیے جائز ہے کہ اپنی تمام نماز میں وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی دنیا اور آخرت کی حاجات کے متعلق دعا کرے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ تعلیم دی کہ وہ نماز میں اپنے رب سے مغفرت کا سوال کریں اور بندہ کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے بڑی حاجت اور ضرورت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کو طلب کرے۔ اسی طرح باقی ضروریات میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں سجدہ میں دعا کرتا ہوں اپنے ستر بھائیوں کے لیے اور ان کا نام لیتا ہوں اور ان کے آباء کا نام لیتا ہوں۔ (مسند ابو الجعد: ۱۰۹۸)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جب امام ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتا تو وہ کہتے تھے:

اللھم بحولك وقوتك اقوم واقعد۔ اے اللہ! تیری دی ہوئی طاقت اور قوت سے میں کھڑا ہوتا ہوں اور بیٹھتا ہوں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۹۶)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اور اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان کا لفظ اسی کے لائق ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو اور کوئی جرم نہ ہو، کیونکہ جرائم کے مرتکبین یہ زعم کرتے ہیں کہ وہ مومن نہیں ہیں اور انہوں نے یہ زعم کیا کہ بڑے گناہ اور چھوٹے گناہ سب بڑے گناہ ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صدیقین میں سے تھے اور اہلِ ایمان میں سے تھے، اس کے باوجود شارع علیہ السلام نے ان کو یہ دعا کرنے کا حکم دیا کہ ''اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیے ہیں تو تو میری مغفرت فرما''۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ بندہ پر واجب ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے رب سے ڈرتا رہے خواہ وہ عبادت میں بہت زیادہ کوشش کرنے والا ہو، کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دین میں بہت عظیم مقام تھا، اس کے باوجود وہ اللہ عزوجل سے مغفرت طلب کرنے کی دعا کرنے کے محتاج تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۳۶۔۲۳۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۲۸ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نماز میں دعا کی مشروعیت اور حدیث میں مذکور دعا کی فضیلت

علامہ ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے: اس حدیث میں نماز کے اندر دعا کے مشروع ہونے کا بیان ہے اور اس دعاء مذکور کی دیگر دعاؤں پر فضیلت ہے۔ اور یہ کہ اپنے سے اعلیٰ سے دعا کی تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ اور دعا کو نماز میں اس لیے خاص کیا گیا ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدہ میں ہوتا ہے، سو تم سجدہ میں زیادہ دعا کیا کرو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جو اس دعا کی تعلیم کی اس میں دنیا کے اوپر آخرت کے معاملات کو ترجیح دینے کا اشارہ ہے۔ اور گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حال سے یہ جان لیا تھا کہ یہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں۔

صحیح البخاری: ۶۳۲۸ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں بیٹھے اور التحیات للہ ... سے لے کر صالحین پڑھے تو اس کا یہ سلام آسمان اور زمین کے درمیان ہر نیک بندہ کو پہنچ جائے گا"۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہٗ ورسولہ، پھر وہ اللہ تعالیٰ سے جو چاہے ثنا کرے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں تشہد میں دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور تشہد بھی نماز کا ایک حصہ ہے۔ اور اس حدیث میں ثناء پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ثناء سے مراد دعا ہے۔ اور سجدہ میں بھی دعا کرنے کا حکم ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے گزر چکا ہے کہ بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قریب سجدہ میں ہوتا ہے، سجدہ میں کثرت سے دعا کرو۔

نماز کے چھ مقامات میں اللہ تعالیٰ کی ثناء اور اس سے دعا کا بیان

(۱) تکبیر تحریمہ کے بعد یہ دعا کرے:

اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب، اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس، اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد۔	اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح دوری کر دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے، اے اللہ! مجھے خطاؤں سے صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کر دیا جاتا ہے، اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی سے اور برف سے اور اولوں سے دھو دے۔

(صحیح البخاری: ۷۴۴، صحیح مسلم: ۵۹۸، سنن نسائی: ۸۹۵، سنن ابوداؤد: ۷۸۱، سنن ابن ماجہ: ۸۰۵، مسند احمد: ۱۰۰۳۶، سنن دارمی: ۱۲۴۴)

(۲) امام مسلم نے اعتدال کی بحث میں "من شیء بعد" کے بعد حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث روایت کی ہے:

Marfat.com

اللھم طھرنی بالثلج والبرد والماء۔ اے اللہ! مجھے برف سے اور اولوں سے اور ٹھنڈے پانی سے پاک کردے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو صحیح مسلم کے حوالہ سے ذکر کیا ہے لیکن صحیح مسلم میں اعتدال کی بحث میں درج ذیل حدیث ہے:

اللھم ربنا لک الحمد ملء السماوات وملء الارض وملء ما شئت من شیء بعد، اھل الثناء والمجد، لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد۔ (صحیح مسلم: ۴۷۱)

اے اللہ ہمارے رب! تیرے لیے ہی اتنی حمد ہے جس سے تمام آسمان اور تمام زمینیں بھر جائیں اور جس چیز کو تو چاہے وہ بھر جائے، اہل الثناء اور مجد تیری حمد کرتے ہیں، جس چیز کو تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز کو تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے، اور تیرے مقابلہ میں کسی کوشش کرنے والے کی کوشش نفع نہیں دے سکتی۔

(۳) رکوع میں دعا:

سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی۔ اے اللہ! تو پاک ہے ہمارے رب، اور تیری حمد کے ساتھ، اے اللہ میری مغفرت فرما۔

(صحیح البخاری: ۷۹۴، صحیح مسلم: ۴۸۴، سنن نسائی: ۱۰۴۷، سنن ابوداؤد: ۸۷۷، سنن ابن ماجہ: ۸۹۹، مسند احمد: ۲۴۲۶۴)

(۴) سجدہ میں آپ اکثر دعا کرتے تھے۔

(۵) دو سجدوں کے درمیان آپ دعا کرتے تھے ''اللھم اغفرلی'' اے اللہ! میری مغفرت فرما۔

(۶) تشہد میں دعا، اس کا بیان آچکا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۹۲۔ ۳۹۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۲۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ وسیلہ سے دعا کرنے کی انواع اور اقسام

(۱) اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا اپنے حال کے وسیلہ سے دعا کرے، مثلاً دعا کرے ''اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا'' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تعلیم دی۔ اور جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝ (القصص: ۲۴) اے میرے رب! بے شک میں اس خیر کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی O

اور جیسے حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ دعا کی:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ (الانبیاء: ۸۳) بے شک مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے O

Marfat.com

(۲) اللہ تعالیٰ کے اسماء کے وسیلہ سے دعا کرنا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف: ۱۸۰) اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو ان ہی ناموں میں سے اس سے دعا کرو۔

جیسا کہ اس حدیث کے اخیر میں ہے:

انك انت الغفور الرحیم۔ بے شک تو بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے افعال کے ساتھ توسل کرنا:

جیسے ''اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم ''۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر صلوٰۃ نازل فرمانا یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، تو اللہ تعالیٰ کے اس فعل کے وسیلہ سے دعا کی ہے کہ جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے، اس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی صلوٰۃ اور سلام نازل فرما۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی صفات کے وسیلہ سے دعا کرنا:

جیسے کوئی شخص یہ دعا کرے ''اے اللہ! میں تیرے علم غیب کے وسیلہ سے اور مخلوق پر تیری قدرت کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تیرے علم میں میرے لیے حیات بہتر ہو''۔ کیونکہ علم غیب اور خلق پر قدرت اللہ تعالیٰ کی صفات کے باب سے ہے۔

(۵) صالحین کی دعا سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توسل پیش کرنا:

جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! ہم پہلے اپنے نبی کو تیری بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو تیری بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے ہیں، سو تو ہم پر بارش نازل فرما۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے اور اللہ عزوجل سے دعا کرتے، یہ توسل کی وہ اقسام ہیں جو جائز ہیں۔

نیز شیخ ابن عثیمین نے لکھا ہے:

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تیری بارگاہ میں محمد کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں، تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ بشر کی ذات ان میں سے نہیں ہے جو انسان کو اللہ کے قریب کر دے۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ میں تجھ سے خُلق محمد کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں یا جاہ محمد کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں تو اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۹۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

شیخ ابن عثیمین پر مصنف کا تعاقب

میں کہتا ہوں: شیخ ابن عثیمین نے صحیح نہیں لکھا اور حدیث اس کے خلاف ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب قحط پڑتا تو وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کو طلب کرتے اور یوں دعا کرتے: اے اللہ! ہم تیری طرف اپنے نبی کا وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا، اور بے شک ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، تو تو ہم پر بارش نازل فرما، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پس ان پر بارش نازل ہوتی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۱۰، ۳۷۱۰)

Marfat.com

اس حدیث میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس دعا کے بعد حضرت عباس کھڑے ہوکر دعا کرتے تو بارش ہوتی، یہ شیخ ابن عثیمین نے اپنے عقیدۂ مجدیت کے تحفظ کے لیے حدیث میں ازخود اضافہ کیا ہے، بلکہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ذوات کے وسیلہ سے بھی دعا کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اور بعد میں انہوں نے آپ کے محترم چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی اور بارش ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر ذواتِ قدسیہ کے وسیلہ کا جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے: ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس کہنے لگا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس آئے ہیں، ہمارا اونٹ بھوک سے بلبلا رہا ہے اور بچے بھوک سے رو رہے ہیں، پھر یہ شعر پڑھا:

ولیس لنا الا الیك فرارنا وأین فرار الناس الا الی الرسل

ہم بھاگ کر صرف آپ کے پاس ہی آسکتے ہیں اور لوگ بھاگ کر صرف رسولوں کے پاس ہی آسکتے ہیں

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عیدگاہ میں نماز پڑھائی، پھر حضرت عباس سے کہا: آپ کھڑے ہوکر بارش کی طلب کے لیے دعا کریں، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر دعا کی۔

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ مالک الداری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں پر قحط پڑ گیا، پس ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، پھر اس شخص سے خواب میں یہ کہا گیا کہ تم عمر کے پاس جاؤ۔ (الحدیث)

سیف نے فتوح میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے، جو صحابی ہیں۔ الزبیر بن بکار نے ''الانساب'' میں اس واقعہ کو اپنی سند سے روایت کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس وقت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے وسیلہ سے دعا کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا میں کہا: اے اللہ! ہر مصیبت کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے اور ہر مصیبت صرف توبہ سے دور ہوتی ہے، اور یہ قوم اس مصیبت میں میرے پاس آئی ہے کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ میرا تیرے نبی کے نزدیک کیا مقام تھا، اور ہم نے تیری طرف اپنے گناہ گار ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور توبہ کے ساتھ اپنی پیشانیاں تیرے حضور جھکائی ہوئی ہیں، ہم پر بارش نازل فرما! پھر پہاڑوں کی مثل آسمان پر بادل امڈ آئے اور اتنی بارش ہوئی کہ زمین سرسبز ہوگئی اور لوگ خوش حال ہوگئے۔

زید بن اسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قحط کے سال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عباس کا اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح اولاد اپنے والد کا احترام کرتی ہے، پس اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم کے بارے میں آپ کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس وسیلہ بناؤ، پس وہ ابھی وہاں سے روانہ نہ ہوئے تھے کہ بارش ہوگئی۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ قحط کا یہ سال ۱۸ھ میں تھا۔ حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ اہل صلاح، اہل خیر اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنا مستحب ہے اور اس

Marfat.com

حدیث میں حضرت عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے تواضع کرنا ہے اور ان کے حق کا اعتراف کرنا ہے۔(فتح الباری ج ۲ ص ۵۳۷۔۵۳۶ ملخصا، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ سے استمداد کا ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ ہونے پر یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت بلال بن حارث مزنی آپ کی قبر پر گئے اور آپ سے خطاب کیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، پھر خواب میں حضرت بلال بن حارث سے یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ اور ان پر میرا سلام پڑھو اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر عنقریب بارش ہوگی، اور ان سے کہو کہ تم فہم سے کام لو، پھر حضرت بلال بن حارث، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے رب! میں صرف اسی کام کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۶۵ مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۲ ص ۳۲، ادارۃ القرآن)

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔(تاریخ کبیر: ۱۲۹۴ ج ۷ ص ۱۸۲، کتاب الجرح والتعدیل: ۹۴۳۔ امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے، ج ۶۰ ص ۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۹ھ، حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو امام بیہقی کی روایت سے بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔)

امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا: اے امیر المومنین! ان پر لعنت کیجئے، انہوں نے کہا: نہیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شام میں ابدال ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے ایک مرد فوت ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا مرد بدل دے گا، ان کے سبب سے بارش ہوگی اور دشمنوں کے خلاف مدد ہوگی اور اہل شام سے عذاب کو دور کیا جائے گا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲، مشکوۃ: ۶۲۷۷)

۱۸- بَابُ: الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

نماز کے بعد دعا کا بیان

اس حدیث میں فرض نماز کے بعد دعا کا بیان کیا گیا ہے۔

۶۳۲۹- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ أَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالدَّرَجَاتِ وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ قَالَ كَيْفَ ذَاكَ قَالُوا صَلَّوْا كَمَا صَلَّيْنَا وَجَاهَدُوا كَمَا جَاهَدْنَا وَأَنْفَقُوا مِنْ فُضُولِ أَمْوَالِهِمْ وَلَيْسَتْ لَنَا أَمْوَالٌ قَالَ أَفَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَمْرٍ تُدْرِكُونَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَتَسْبِقُونَ مَنْ جَاءَ بَعْدَكُمْ وَلَا يَأْتِي أَحَدٌ بِمِثْلِ مَا جِئْتُمْ بِهِ إِلَّا مَنْ جَاءَ بِمِثْلِهِ تُسَبِّحُونَ فِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مال دار لوگ درجات کو لے گئے اور دائمی جنت کو لے گئے، آپ نے فرمایا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں جس طرح ہم جہاد کرتے ہیں اور اپنے زائد اموال کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور

Marfat.com

دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا وَتَحْمَدُونَ عَشْرًا وَتُكَبِّرُونَ عَشْرًا تَابَعَهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ سُمَيٍّ وَرَوَاهُ ابْنُ عَجْلَانَ عَنْ سُمَيٍّ وَرَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ وَرَوَاهُ جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَرَوَاهُ سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہمارے پاس اموال نہیں ہیں، آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز کی خبر نہ دوں جس سے تم اپنے پہلوں کے اجر کو پالو گے اور تم اپنے بعد کے لوگوں پر سبقت کرو گے، اور کوئی شخص اس اجر کو حاصل نہیں کر سکے گا سوا اس شخص کے جو تمہاری مثل عمل کرے، تم ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ پڑھو اور دس مرتبہ الحمد للہ پڑھو اور دس مرتبہ اللہ اکبر پڑھو۔

سمی کی متابعت عبداللہ بن عمر نے کی ہے از سمی۔

اس حدیث کو ابن عجلان نے از سمی ورجاء بن حیوۃ روایت کیا ہے۔

اور اس حدیث کو جریر نے از عبدالعزیز بن رُفیع از ابوصالح از حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔

اور اس حدیث کو سہیل نے از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۴۳، ۶۳۲۹، صحیح مسلم: ۵۹۵، سنن ابوداؤد: ۱۵۰۴، سنن ابن ماجہ: ۹۲۷، مسند احمد: ۷۲۰۲، موطا امام مالک: ۴۸۸، سنن دارمی: ۱۳۵۳)

صحیح البخاری: ۶۳۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، یہ ابن منصور ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ابن راہویہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید، یہ ابن ہارون ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ورقاء، یہ اورق کی تانیث ہے، یہ ابن عمر الیشکری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سمی، یہ ابوبکر بن عبدالرحمن کے آزاد کردہ غلام ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصالح، یہ الذکوان الزیات السمان ہیں۔

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کی حدیث کی دیگر روایات

امام مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس کہا کہ مال دار لوگ تو بلند درجات کو لے گئے اور دائمی جنت کو لے گئے، آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ انہوں نے کہا: وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہ روزہ رکھتے ہیں جس طرح ہم روزہ رکھتے ہیں

Marfat.com

اور وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کر سکتے، اور غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم غلام آزاد نہیں کر سکتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں جس کی وجہ سے تم ان کے درجہ کو پالو گے جنہوں نے تم پر سبقت کی ہے اور اپنے بعد والوں پر تم سبقت کرو گے، اور ان میں سے کوئی بھی تم سے افضل نہیں ہوگا سوا ان کے جو تمہاری مثل وہ کام کریں۔ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم سبحان اللہ کہو اور اللہ اکبر کہو اور الحمد للہ کہو ہر نماز کے بعد تینتیس، تینتیس مرتبہ۔

ابوصالح نے کہا: پھر فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ہمارے مال دار بھائیوں نے یہ سن لیا جو ہم کرتے تھے تو انہوں نے بھی اس کی مثل کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے وہ عطا کرے۔

(صحیح البخاری: ۶۳۲۹، صحیح مسلم: ۵۹۵)

نیز امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ پڑھا اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ پڑھا اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا اور یہ ننانوے مرتبہ ہے اور سو پورا کرنے کے لیے کہے ''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر'' تو اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ جتنے ہوں۔ (صحیح مسلم: ۵۹۷، مسند احمد: ۸۸۴۲، ۱۰۲۷۱)

حدیث مذکور کے بعض الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''الدثور'' کا لفظ ہے، علامہ داؤدی نے کہا: اس کا معنی ہے غنا اور ''الدثور'' کا معنی فنا بھی ہے، سو یہ لغت اضداد میں سے ہے۔

اس حدیث میں ''الدرجات'' کا لفظ ہے، ہوسکتا ہے یہ درجات حسی ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ درجات معنوی ہوں۔

اس حدیث میں ''کل صلوٰۃ'' کا لفظ ہے، یہ فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے، اگرچہ حضرت کعب بن عجرہ کی حدیث میں فرض نماز کی قید ہے۔

غنی شاکر کی فقیر صابر پر فضیلت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غنی شاکر، فقیر صابر سے افضل ہے۔ اس سلسلہ میں پانچ مذاہب ہیں اور یہی سب سے صحیح مذہب ہے، اگرچہ جمہور صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ فقیر صابر کو ترجیح ہے، کیونکہ اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے فقراء کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور اغنیاء سے سوال کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فی نفسہٖ نہ فقیر صابر افضل ہے اور نہ غنی شاکر افضل ہے، بلکہ افضل فقیر شاکر ہے۔ کیونکہ جس کے پاس مال نہ ہو تو وہ صبر کے علاوہ اور کیا کرے گا اور جس کے پاس مال ہو وہ شکر کے علاوہ اور کیا کرے گا۔ فضیلت تو اس کی ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔

امام رازی سے منقول ہے کہ عبد اللہ بن مبارک کی شقیق بلخی سے ملاقات ہوئی، عبد اللہ بن مبارک نے شقیق بلخی سے پوچھا کہ تمہارے ہاں کے فقراء کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا: انہیں کچھ نہ ملے تو صبر کرتے ہیں اور کچھ مل جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ عبد اللہ بن مبارک نے کہا: یہ تو ہمارے ہاں کے کتوں کا حال ہے کہ اگر انہیں کچھ کھانے کو نہ ملے تو مالک کے اوپر بھونکتے نہیں

Marfat.com

ہیں اور مل جائے تو مالک کے پیچھے دم ہلاتے پھرتے ہیں، شقیق بلخی نے کہا: پھر آپ کے ہاں کے فقراء کا کیا حال ہے؟ عبداللہ بن مبارک نے کہا: اگر ان کو کچھ نہ ملے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور کچھ مل جائے تو دوسرے ضرورت مندوں کو دے دیتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

امام طبرانی نے از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ جب نماز قائم کی جاتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دعا قبول کی جاتی ہے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۹۰۰)

نیز علامہ ابن ملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا کرنا نفل نماز کے بعد دعا کرنے سے افضل ہے، کیونکہ فرض نماز نفل نماز سے افضل ہے۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ عبدالرحمٰن بن الاسود نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ دل ظرف (برتن) ہیں، ان کو قرآن کے ساتھ بھرو اور غیر قرآن کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۲۶)

پس ان میں سے کون افضل ہے اللہ کا ذکر کرنا یا قرآن مجید کی تلاوت کرنا؟

میں کہتا ہوں کہ میں نے عمرو بن ابی سلمہ الاوزاعی سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ سعید سے سوال کرو، سو انہوں نے سعید سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: بلکہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا افضل ہے۔ پھر اوزاعی نے سعید سے کہا: قرآن مجید کی تلاوت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے، لیکن سلف صالحین کی سیرت یہ ہے کہ وہ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

امام طبری نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں ایسی قوم کے ساتھ بیٹھوں جو طلوع فجر کے بعد سے لے کر طلوع شمس تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو یہ میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور اگر میں ایسی قوم کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کے بعد سے لے کر غروب شمس تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو وہ میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (شعب الایمان: ۵۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اللہ کی راہ میں تلواریں چلانے سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت زیادہ مال دینے سے افضل ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۳۹۔۲۴۱، ج ۷ ص ۳۰۲۔۳۰۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۲۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے "الدعاء بعد الصلوٰۃ" اور اس عنوان سے امام بخاری نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جنہوں نے یہ زعم کیا ہے کہ نماز کے بعد دعا کرنا بالکل مشروع نہیں ہے اور ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

امام مسلم از عبداللہ بن الحارث از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد اتنی دیر بیٹھتے تھے

Marfat.com

جتنی دیر میں یہ پڑھا جائے ''اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو نفی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ نمازی سلام پھیرنے کے بعد اسی ہیئت پر بیٹھا رہے جس ہیئت پر سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھا ہوا تھا، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد اپنے اصحاب کی طرف مڑتے، پس نماز کے بعد جو دعائیں وارد ہیں وہ اس پر محمول ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد اپنے اصحاب کی طرف مڑتے تو وہ دعائیں کرتے۔

شیخ ابن القیم نے ''الہدی النبوی'' میں لکھا ہے: رہا نماز کا سلام پھیرنے کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنا خواہ امام کرے یا منفرد نمازی کرے یا مقتدی کرے تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے بالکل نہیں ہے۔ اور نہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی سند صحیح یا حسن سے منقول ہے۔ اور بعض علماء نے اس کو فجر اور عصر کی دو نمازوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا اور نہ آپ کے بعد خلفاء نے کیا اور نہ اس کی طرف امت کی رہنمائی کی، یہ صرف استحسان ہے جس کو بعض علماء نے فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنے کے عوض میں اختیار کیا ہے۔

نیز ابن قیم نے کہا: عام دعائیں نماز کے ساتھ متعلق ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں وہ دعائیں کیں۔

نیز ابن قیم نے کہا: نمازی کے حال سے یہی مناسب ہے، کیونکہ نمازی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے اور جب سلام پھیر لیتا ہے تو وہ مناجات منقطع ہو جاتی ہیں۔

پھر ابن قیم نے کہا: لیکن وہ اذکار جو فرض نماز پڑھنے کے بعد وارد ہیں، ان میں مستحب یہ ہے کہ نمازی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کے بعد وہ اذکار کرے اور ان سے فارغ ہونے کے بعد جو چاہے اپنے رب سے دعا کرے۔ اور فرض نماز کے بعد دعا نہ کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد بالکل دعا نہ کی جائے وہ مردود ہے، کیونکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز کے بعد دعائیں کی ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے معاذ! بے شک اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں، پس تم ہر نماز کے بعد اس دعا کو نہ چھوڑو ''اللھم اعنی علی ذکرك و شکرك وحسن عبادتك''۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد نے اور امام نسائی نے روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کو امام ابن حبان اور امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: ''اللھم انی اعوذ بك من الکفر والفقر وعذاب القبر''۔ اس حدیث کی امام احمد اور امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کی ہے۔ اور امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: ''اللھم ربنا ورب کل شیء۔۔۔ الحدیث''۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کی ہے۔

اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے مڑنے کے بعد یہ دعا کرتے تھے: ''اللھم اصلح لی دینی۔۔۔ الحدیث''۔ اس حدیث کی امام نسائی نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

نیز امام ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کہا گیا: یا رسول اللہ! کس وقت کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ تو

آپ نے فرمایا: آدھی رات کے اخیر کی دعا۔ اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا اور کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

اور امام طبری نے امام جعفر بن محمد صادق سے روایت کی ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا کرنا نفل نماز کے بعد دعا کرنے سے افضل ہے جیسا کہ فرض نماز، نفل نماز سے افضل ہے۔

تسبیحات کی تعداد میں تعارض کا جواب

صحیح البخاری: ۶۳۲۹ میں مذکور ہے ''جس نے ان تسبیحات کو دس، دس مرتبہ پڑھا'' اور صحیح البخاری: ۸۴۳ میں مذکور ہے ''جس نے ان تسبیحات کو تینتیس، تینتیس مرتبہ پڑھا''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روایت راجح ہے جس میں تینتیس، تینتیس مرتبہ پڑھنا مذکور ہے، کیونکہ جس روایت میں زیادہ الفاظ ہوں وہ مقدم ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۹۳۔ ۳۹۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۲۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے باب کے عنوان کی توجیہ

اس حدیث کے باب میں مذکور ہے ''نماز کے بعد دعا''۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں کوئی ایسی حدیث روایت نہیں کی جو صراحۃً دعا پر دلالت کرتی ہو۔ یا تو امام بخاری نے اشارہ کیا ہے اس حدیث کی طرف جو ان کی شرط کے مطابق نہیں ہے جیسا کہ وہ اکثر باب کا عنوان لکھتے ہیں اور ان میں ایسی احادیث وارد کرتے ہیں جو باب کے عنوان پر دلالت نہیں کرتیں، لیکن وہ اشارہ کرتے ہیں دوسری احادیث کی طرف جو اس مسئلہ میں وارد ہوئی ہیں، لیکن وہ ان کی شرط کے موافق نہیں ہوتیں اور یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اور ان کی ذکاوت ہے، کیونکہ اس باب میں تسبیحات اور ذکر کی روایت ہے۔ ہوسکتا ہے امام بخاری نے ذکر کو دعا قرار دیا ہو، کیونکہ ذکر کرنے والا اپنے ذکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتا ہے اور اس کے عذاب سے نجات کی توقع رکھتا ہے اور اس صورت میں ذکر بھی دعا ہوگا اور یہ دلالتِ لزوم کے اعتبار سے ہے نہ کہ دلالتِ مطابقی یا تضمنی، کیونکہ ذکر کو دعا لازم ہے، کیونکہ اگر تم ذاکر سے سوال کرو کہ تم نے کس لیے ذکر کیا تو وہ کہے گا: میں اللہ کے ثواب کی امید رکھتا تھا اور اس کے عذاب سے ڈرتا تھا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام کو مسابقت کی حرص تھی اور وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر عبادت کرنا چاہتے تھے۔

نیز اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ نیک اعمال پر رشک کرنا چاہیے اور یہ حسد نہیں ہے، لیکن فقراء کو اس پر رشک آیا کہ اغنیاء نے ان پر سبقت حاصل کر لی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۹۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

٦٣٣٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ الْمُغِيرَةُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مسیب بن رافع از ورّاد جو حضرت مغیرہ بن

Marfat.com

أَبِي سُفْيَانَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ إِذَا سَلَّمَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُسَيَّبَ۔

شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں، انہوں نے کہا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف مکتوب لکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد جب سلام پھیرتے تو یہ ذکر کرتے: (ترجمہ:) ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جو واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! جس چیز کو تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو منع کردے اسے کوئی دینے والا نہیں، اور کسی کا نسب تیرے مقابلہ میں فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور نہ کسی کا بخت تیرے مقابلہ میں فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ کسی کی کوشش اور جدوجہد تیرے مقابلہ میں فائدہ پہنچا سکتی ہے''۔ اور شعبہ نے کہا از منصور، میں نے المسیب سے سنا۔

(صحیح البخاری: ۸۴۴، ۱۴۷۷، ۲۴۰۸، ۵۹۷۵، ۶۳۳۰، ۶۴۷۳، ۶۶۱۵، ۷۲۹۲، صحیح مسلم: ۵۹۳، سنن نسائی: ۱۳۴۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۰۵، مسند احمد: ۱۸۱۷۷، سنن دارمی: ۱۳۴۹)

صحیح البخاری: ۶۳۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے المسیب، یہ ابن رافع الکاہلی ہیں۔ یہ بہت روزہ رکھنے والے اور بہت قیام کرنے والے تھے، ۱۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وراد، یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام اور ان کے منشی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۳۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ذکر بالجہر پر دلیل

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف مکتوب لکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے:

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جو واحد ہے اور اس کا کوئی

Marfat.com

وھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد

شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! جس چیز کو تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو منع کر دے اسے کوئی دینے والا نہیں، اور کسی کا نسب تیرے مقابلہ میں فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور نہ کسی کا بخت تیرے مقابلہ میں فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ کسی کی کوشش اور جدوجہد تیرے مقابلہ میں فائدہ پہنچا سکتی ہے"۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اس ذکر کی روایت کی اور ان کا سننا اسی صورت میں متصور ہوگا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے یہ ذکر کیا ہو۔ اور یہ ذکر بالجہر کی واضح دلیل ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۹۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۹۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (التوبہ: ۱۰۳) وَمَنْ خَصَّ أَخَاهُ بِالدُّعَاءِ دُونَ نَفْسِهِ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور آپ ان پر صلوٰۃ بھیجئے"۔ اور جس نے اپنے بھائی کو دعا کے ساتھ خاص کیا نہ کہ خود کو۔

وَقَالَ أَبُو مُوسَى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ۔

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: "اے اللہ! عبید ابی عامر کی مغفرت فرما، اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہ کو معاف فرما"۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا ذکر کیا گیا ہے "وَصَلِّ عَلَيْهِمْ" جمہور کی روایت میں اتنا ہی مذکور ہے، اور بعض نسخوں میں اس پر اضافہ ہے اور وہ یہ ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (التوبہ: ۱۰۳)

آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں گے اور ان کے باطن کو صاف کریں گے اور آپ ان پر صلوٰۃ بھیجئے، بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے اور اللہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے ۝

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے۔ اور اس کا معنی ہے کہ "آپ ان کے لیے دعا کیجئے اور استغفار کیجئے"۔ یعنی آپ کی دعا ان کے لیے ثابت قدم رہنے اور طمانیت کا سبب ہے۔

Marfat.com

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ "جس نے اپنے بھائی کو دعا کے ساتھ خاص کیا اور اپنے لیے دعا نہیں کی"۔ اس تعلیق میں امام طبری کی روایت کے رد کی طرف اشارہ ہے۔

امام طبری اپنی سند کے ساتھ سعید بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک مرد کا ذکر کیا اور اس پر رحمت بھیجی یعنی کہا: "اللہ اس پر رحم فرمائے" تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے میرے سینے پر تھپڑ مارا اور مجھ سے فرمایا: اپنے نفس سے یا اپنے آپ سے دعا کی ابتداء کرو۔

اور اسی طرح ابراہیم النخعی سے روایت ہے، وہ کہتے تھے: جب تم دعا کرو تو اپنے نفس سے دعا کی ابتداء کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہاری کون سی دعا مقبول ہوگی۔ اور اس باب کی احادیث ان روایات کا رد کرتی ہیں۔

اگر کہا جائے کہ اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی اپنے بھائی کے لیے اس کے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے "اور تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو"۔

علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس استدلال میں اعتراض ہے، کیونکہ اس حدیث میں عام ہے کہ دعا کرنے والا اس غائب کے ساتھ دعا کو خاص کرتا ہو یا اپنے نفس کا بھی ذکر کرتا ہو، اور اس سے عام ہے کہ وہ اس غائب کے لیے دعا کی ابتداء کرتا ہو یا اپنے لیے دعا کی ابتداء کرتا ہو۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی "اے اللہ! عبید ابی عامر کی مغفرت فرما، اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہ کو معاف فرما"۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبید ابی عامر اور حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کی ہے اور اپنے لیے دعا نہیں کی۔

یہ تعلیق حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو غزوۂ اوطاس میں تفصیلاً ذکر ہو چکی ہے اور اس میں حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کا قصہ ہے اور وہ حضرت ابوموسیٰ مذکور کے چچا ہیں اور وہی عبداللہ بن قیس ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت عبید رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی، پھر ان سے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ ان کے لیے بھی دعا کریں تو آپ نے ان کے لیے بھی دعا کی: اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہ کو معاف فرما۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵۷۔۴۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے جس حدیث کا اجمالاً ذکر کیا ہے، اس کی پوری روایت حسب ذیل ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک

لشکر کے ساتھ حضرت ابو عامر کو وادیٔ اوطاس کی طرف بھیجا، پس وہاں درید بن الصمہ سے مقابلہ ہوا، سو درید کو قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر کو شکست دے دی، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: اور آپ نے مجھے حضرت عامر کے ساتھ بھیجا، پس حضرت ابو عامر کے گھٹنے میں ایک جشمی کا تیر لگا اور وہ ان کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا، پس میں نے حضرت ابو عامر کے پاس جا کر پوچھا: اے میرے چچا! آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟ تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ کو اشارہ سے بتایا کہ وہ میرا قاتل ہے جس نے مجھے تیر مارا ہے، سو میں اس کا قصد کر کے اس سے جا ملا، جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ پیٹھ موڑ کر بھاگا، پس میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں اس سے کہہ رہا تھا کہ تجھے حیاء نہیں آتی! تو ٹھہرتا کیوں نہیں! پس وہ ٹھہر گیا، پھر ہم دونوں کی تلواریں ٹکرائیں، پس میں نے اس کو قتل کر دیا، پھر میں نے حضرت ابو عامر سے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے قاتل کو مار ڈالا، انہوں نے کہا: تم میرے گھٹنے سے یہ تیر نکال لو، میں نے ان کے گھٹنے سے وہ تیر نکالا تو اس سے پانی نکلنے لگا، انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر میرا اسلام پیش کرو اور آپ سے عرض کرو کہ میرے لیے بخشش کی دعا کریں، اور حضرت ابو عامر نے مجھے لوگوں پر اپنا جانشین بنایا، پس وہ تھوڑی دیر زندہ رہے، پھر وہ فوت ہو گئے، پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ اپنے گھر میں کھجور کی رسیوں سے بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس پر بستر تھا، چارپائی کی بنائی آپ کی پشت اور پہلوؤں پر نقش ہو گئی تھی، میں نے آپ کو اپنی خبریں بتائیں اور حضرت ابو عامر کی خبر بتائی اور میں نے بتایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں تو آپ نے پانی منگا کر وضو کیا، پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی: اے اللہ! عبید ابی عامر کو بخش دے اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی، پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو قیامت کے دن اپنی مخلوق میں بہت لوگوں کے اوپر درجہ عطا فرمانا، میں نے عرض کیا: اور میرے لیے بھی بخشش طلب کریں تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہوں کو معاف فرما اور اس کو قیامت کے دن عزت والی جگہ میں داخل فرما دینا! حضرت ابو بردہ نے کہا: ان میں سے ایک دعا حضرت ابو عامر کے لیے تھی اور دوسری دعا حضرت ابو موسیٰ کے لیے تھی۔ (صحیح البخاری: ۴۳۲۳)

۶۳۳۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى سَلَمَةَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلَى خَيْبَرَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَيَا عَامِرُ لَوْ أَسْمَعْتَنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ فَنَزَلَ يَحْدُو بِهِمْ يُذَكِّرُ

تَاللَّهِ لَوْلَا اللَّهُ مَا اهْتَدَيْنَا

وَذَكَرَ شِعْرًا غَيْرَ هَذَا وَلَكِنِّي لَمْ أَحْفَظْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ هَذَا السَّائِقُ قَالُوا عَامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ قَالَ يَرْحَمُهُ اللَّهُ وَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْلَا مَتَّعْتَنَا بِهِ فَلَمَّا صَافَّ الْقَوْمُ قَاتَلُوهُمْ فَأُصِيبَ عَامِرٌ بِقَائِمَةِ سَيْفِ نَفْسِهِ فَمَاتَ فَلَمَّا أَمْسَوْا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید مولیٰ سلمہ، انہوں نے کہا: ہمیں سلمہ بن الاکوع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف گئے تو قوم میں سے ایک مرد نے کہا: اے عامر! اپنی حدیث سناؤ تو وہ پڑھنے لگے اور انہوں نے یہ شعر پڑھا:

"اللہ کی قسم! اگر اللہ (کا حکم) نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے"۔

اس کے علاوہ انہوں نے دوسرے اشعار بھی پڑھے جو مجھے یاد نہیں ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ان سواریوں کو کون ہنکار رہا ہے، لوگوں نے بتایا کہ یہ عامر بن الاکوع ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس پر رحم فرمائے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص

Marfat.com

أَوْقَدُوا نَارًا كَثِيرَةً فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَا هَذِهِ النَّارُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ قَالُوا عَلَى حُمُرٍ إِنْسِيَّةٍ فَقَالَ أَهْرِيقُوا مَا فِيهَا وَكَسِّرُوهَا قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نُهَرِيقُ مَا فِيهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ أَوْ ذَاكَ.

نے عرض کیا یارسول اللہ! کاش ابھی آپ ان سے ہمیں اور فائدہ اٹھانے دیتے۔ پھر جب صحابہ نے صفیں باندھیں تو مسلمانوں نے کفار سے جنگ کی اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار چھوٹی تھی جو خود ان کے پاؤں پر لگ گئی اور اس سے ان کی وفات ہوگئی، جب شام ہوئی تو لوگوں نے جگہ جگہ آگ جلائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسی آگ ہے، اسے کیوں جلایا گیا ہے، صحابہ نے کہا کہ پالتو گدھوں (کا گوشت) پکانے کے لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ ان دیگچیوں میں ہے اسے پھینک دو اور دیگچیوں کو توڑ دو، ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اجازت دیں تو ایسا نہ کرلیں کہ دیگچیوں میں جو کچھ ہے اسے پھینک دیں اور دیگچیوں کو دھولیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا یونہی کرلو۔

(صحیح البخاری: ۲۴۷۷، ۴۱۹۶، ۵۴۹۷، ۶۱۴۸، ۶۳۳۱، ۶۸۹۱، صحیح مسلم: ۱۸۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۵، مسند احمد: ۱۶۰۷۶)

صحیح البخاری: ۶۳۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال رجل من القوم" اس سے مراد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ای عامر" اور ایک روایت میں ہے "یاعامر" اور دونوں لفظ برابر ہیں۔ اور عامر سے مراد عامر بن الاکوع ہیں جو سلمہ کے چچا ہیں اور اس حدیث کے راوی ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا: وہ ان کے بھائی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "هنيهاتك" یہ "هنيهة" کی جمع ہے اور هنة کی تصغیر ہے، اس کی اصل هنوة ہے، اور اس سے مراد وہ چھوٹے چھوٹے اشعار ہیں جیسے رجز کا چھوٹا چھوٹا کلام ہوتا ہے۔ اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ مذکور شعر نہیں ہے۔

اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ مقصود یہ مصرع ہے اور اس کے بعد اور بھی مصاریع ہیں جو کتاب الجہاد میں گزر چکے ہیں۔ اور اس پر یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ ان اراجیز کے ساتھ ارتجاز خندق کھودنے کی حدیث میں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ یہ جائز ہے کہ دونوں مواقع پر یہ مصرعے پڑھے گئے ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قوم میں سے ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے ان سے ہمیں کیوں نہ فائدہ پہنچنے دیا" یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر بن الاکوع کے لیے دعا کی: اللہ اس پر رحم فرمائے، اور یہ دعا اس کے لیے کی جاتی ہے جو وفات پاچکا ہو تو لوگوں نے یہ سمجھا کہ اب اس جنگ میں حضرت عامر بن الاکوع فوت ہو جائیں گے یا شہید ہو جائیں گے، تبھی آپ

نے یہ دعا کی: اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔ یعنی آپ کی اس دعا سے ان پر شہادت واجب ہوگئی، کاش! آپ ان کو ہمارے لیے چھوڑ دیتے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ وہ یہ جانتے تھے کہ جس انسان کے لیے بھی کسی جہاد میں رحم کو طلب کیا جائے تو وہ شہید ہو جاتا ہے، تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا سنی تو انہوں نے کہا: کاش! ہمیں آپ عامر سے نفع یاب ہونے دیتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''علی حمر انسیۃ'' اس سے مراد ہے پالتو گدھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''الا نھریق؟'' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ان دیگچیوں کا گوشت الٹ دو اور ان دیگچیوں کو توڑ دو، تو کسی صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم ایسا نہ کریں کہ ان دیگچیوں کا گوشت الٹ دیں اور ان دیگچیوں کو دھو دیں۔ تو آپ نے فرمایا: یا ایسا کرلو۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس مشورہ کو قبول فرمالیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵۸۔۴۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مال کو ضائع کرنے کی ممانعت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان دیگچیوں کو توڑنے کا حکم دیا تھا جن میں پالتو گدھوں کا گوشت پکایا گیا، لیکن بعد میں آپ نے صحابہ کے مشورہ سے یہ فرمایا کہ دیگچیوں کو الٹ کر پالتو گدھوں کے پکائے ہوئے گوشت کو گرادیا جائے اور دیگچیوں کو دھوکر رکھ لیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے دیگچیوں کے توڑنے کے حکم کو منسوخ فرمادیا، کیونکہ دیگچیوں کے توڑنے سے مال کو ضائع کرنا لازم آتا تھا۔ اور اس سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گزرا ہے کہ ''جن مشکوں میں خمر ہے ان کو توڑ دیا جائے'' اس کا بھی کوئی معنی نہیں ہے، کیونکہ وہ مال کو ضائع کرنا ہے اور جس کو پانی سے دھوکر پاک کرلیا جائے اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگچیوں کے متعلق فرمایا کہ ان کو دھولیا جائے۔

امام ترمذی نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! میری گود میں جو یتیم بچے ہیں ان کے لیے میں نے خمر کو خریدا ہے، تو آپ نے فرمایا: خمر کو بہادو اور مشکوں کو توڑ دو۔ (سنن ترمذی: ۱۲۹۳)

سو یہ حدیث بھی باب مذکور کی حدیث کی بناء پر منسوخ قرار پائے گی، کیونکہ مشکوں کو دھوکر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اور امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری لی اور بازار کی طرف گئے، وہاں پر مشکوں میں خمر تھی جو مشکیں شام سے لائی گئی تھیں، آپ نے چھری سے ان مشکوں کو پھاڑ ڈالا اور مجھے حکم دیا کہ میں تمام بازاروں میں جاؤں اور جہاں پر بھی کسی مشک میں خمر ہو تو اس کو پھاڑ ڈالوں تو میں نے ایسا کیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۳۔۱۳۲)

مشکوں کو پھاڑنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ امام مالک نے یہ کہا کہ پانی سے مشک پاک نہیں ہوگی، کیونکہ مشک کے اندر خمر سرایت کرچکی ہے اور دوسرے ائمہ نے کہا کہ مشک بھی پاک کی جاسکتی ہے، اس کو بھی پانی سے دھویا جاسکتا ہے، کیونکہ پانی بھی اس میں سرایت کرجاتا ہے اور اس میں جو خمر سرایت کی جاچکی ہے وہ اس کو پاک کردے گا۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے پکائے ہوئے گوشت کو گرانے کا حکم دیا تا کہ تحریم میں مبالغہ ہو۔ اور اس سے پہلے گدھوں کا گوشت کھایا جاتا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۶ ص ۲۷-۲۸ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۳۳۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو هُوَ ابْنُ مُرَّةَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہما كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا أَتَاهُ رَجُلٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ فَأَتَاهُ أَبِي فَقَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی مرد صدقہ لے کر آتا تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! آلِ فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما۔ پس آپ کے پاس میرے والد اپنا صدقہ لے کر آئے تو آپ نے کہا: اے اللہ! ابواوفی کی آل کے اوپر صلوٰۃ نازل فرما۔

(صحیح البخاری:۱۴۹۷، ۴۱۶۶، ۶۳۳۲، ۶۳۵۹، صحیح مسلم:۱۰۷۸، سنن نسائی:۲۴۵۹، سنن ابوداؤد:۱۵۹۰، سنن ابن ماجہ:۱۷۹۶، مسند احمد:۱۸۹۱۵)

صحیح البخاری:۶۳۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "وَصَلِّ عَلَيْهِمْ" یعنی اے اللہ! ان پر صلوٰۃ نازل فرما، اور اس حدیث میں مذکور ہے "اے اللہ! فلاں کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما"۔

علامہ ابن التین نے کہا: یعنی فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما اور ان کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل فرماتے تھے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (التوبہ:۱۰۳)

آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں گے اور انکے باطن کو صاف کریں گے اور آپ ان پر صلوٰۃ بھیجئے، بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے اور اللہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے O

لفظ صلوٰۃ کے ساتھ صرف انبیاء علیہم السلام کے لیے بالاستقلال دعا کی جاتی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لیے بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا نہیں کی جاتی بلکہ تبعاً دعا کی جاتی ہے، مثلاً کہا جاتا ہے "اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مسلم، اور وہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور وہ ابن ابراہیم ہیں۔ اور اس میں مذکور ہے عمرو، وہ ابن

مرہ ہیں۔ اور حضرت ابو عوفی کا نام ہے عبداللہ، اور ان کے بیٹے کا نام ہے علقمہ، اور یہ دونوں صحابی ہیں رضی اللہ عنہما۔
یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۳۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرًا قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَهُوَ نُصُبٌ كَانُوا يَعْبُدُونَهُ يُسَمَّى الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي رَجُلٌ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَصَكَّ فِي صَدْرِي فَقَالَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا قَالَ فَخَرَجْتُ فِي خَمْسِينَ فَارِسًا مِنْ أَحْمَسَ مِنْ قَوْمِي وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ فَانْطَلَقْتُ فِي عُصْبَةٍ مِنْ قَوْمِي فَأَتَيْتُهَا فَأَحْرَقْتُهَا ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ مَا أَتَيْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا مِثْلَ الْجَمَلِ الْأَجْرَبِ فَدَعَا لِأَحْمَسَ وَخَيْلِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس، انہوں نے کہا: میں نے جریر سے سنا، انہوں نے کہا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھ کو ذی الخلصۃ سے راحت نہیں پہنچاتے؟، اور وہ ایک بت تھا جس کی لوگ عبادت کرتے تھے اور اس کا نام الکعبۃ الیمانیہ رکھا گیا تھا۔ حضرت جریر نے بیان کیا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ایسا مرد ہوں جو گھوڑوں پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔ آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور پھر دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔ حضرت جریر نے بتایا کہ میں اپنی قوم کے پچاس بہادر سواروں کے ساتھ نکلا اور بسا اوقات سفیان نے کہا کہ میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ نکلا، پھر میں اس بت کے پاس آیا اور میں نے اس کو جلا دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں آپ کے پاس اسی وقت آیا ہوں جب میں نے اس کو خارش زدہ اونٹ کی طرح چھوڑ دیا، تو آپ نے میری قوم کے بہادروں اور ان کے گھوڑوں کے لیے دعا کی۔

(صحیح البخاری: ۳۰۲۰، ۳۰۳۶، ۳۰۷۶، ۳۸۲۳، ۴۳۵۵، ۴۳۵۶، ۴۳۵۷، ۶۰۸۹، ۶۳۳۳، صحیح مسلم: ۲۴۷۶، سنن ابوداؤد: ۲۷۷۲، سنن ابن ماجہ: ۱۵۹، مسند احمد: ۱۸۷۲۲)

صحیح البخاری: ۶۳۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احمس (بہادروں) کے لیے اور ان کے گھوڑوں کے لیے دعا فرمائی" اس کا

Marfat.com

معنی یہ ہے کہ آپ نے دعا کی: اے اللہ! احمس (بہادروں) کے اوپر صلوٰۃ نازل فرما یعنی رحمت نازل فرما اور ان کے گھوڑوں پر۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، اور وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، اور وہ ابن ابی خالد الاحمسی الکوفی ہیں۔ اور ابو خالد کا نام سعید ہے اور ایک قول ہے کہ ہرمز ہے اور دوسرا قول ہے کہ کثیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قیس، اور وہ ابن ابی حازم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، اور وہ حضرت جریر بن عبداللہ الاحمسی الصحابی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجہاد ''باب حرق الدور والنخیل'' میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰ ۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الخلصة'' کا معنی

اس حدیث میں ''الخلصة'' کا لفظ ہے، یہ ایک بت ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی تھی۔ اور القتبی نے کہا ہے: یہ ایک بت ہے یا پتھر ہے، زمانہ جاہلیت میں اس کے اوپر جانور کو رکھ کر ذبح کیا جاتا تھا۔

اس حدیث میں ''ذو الخلصة'' کا لفظ ہے، یہ خثعم کا گھر ہے جس کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا اور اس میں ایک گھر تھا جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ خلصہ کا گھر ہے، پھر اس گھر کو منہدم کر دیا گیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۴۷ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۳۳۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَنَسٌ خَادِمُكَ قَالَ اللَّهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بتایا کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ انس آپ کا خادم ہے، آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے مال اور اس کی اولاد میں کثرت فرما۔ اور جو تو نے اس کو عطا کیا ہے اس میں برکت عطا فرما۔

(صحیح البخاری: ۱۹۸۲، ۶۳۴۴، ۶۳۷۸، ۶۳۸۰، صحیح مسلم: ۲۴۸۱، مسند احمد: ۱۲۵۴۱)

صحیح البخاری: ۶۳۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے مال اور اولاد کی کثرت کی دعا کی ہے اور ان کے رزق میں برکت کی دعا کی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن الربیع، یہ ابوزید الہروی ہیں۔ یہ ہروی کپڑے فروخت کیا کرتے تھے تو اس لیے ان کی نسبت ہروی کی طرف ہوگئی اور یہ اہلِ کوفہ میں سے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! انس آپ کی خدمت کرنے والے ہیں تو آپ ان کے لیے دعا کیجئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے تین دعائیں کیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے تین دعاؤں کے معانی

پہلی دعا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دعا یہ کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مال زیادہ ہو حتیٰ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بصرہ میں باغ تھا جو ہر سال دو مرتبہ پھل دیتا تھا، اور اس میں جو پھول تھے ان سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

دوسری دعا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دوسری دعا یہ کی کہ ان کی اولاد زیادہ ہو، اور ان کی ایک سوبیس اولاد ہوئی۔ دوسرا قول ہے کہ اسی اولاد ہوئی جن میں سے ۷۸ مرد تھے اور ۲ بیٹیاں تھیں حفصہ اور ام عمرو۔

علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سوبیس تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے گرد گھومتے تھے اور ان کے ساتھ ان کی اولاد میں سے ستر نفوس ہوتے تھے۔

تیسری دعا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے تیسری دعا لمبی عمر کی فرمائی تھی، جس پر یہ دلیل ہے کہ آپ نے دعا میں کہا کہ اے اللہ! تو نے اس کو جو کچھ دیا ہے اس میں برکت عطا فرما، اور سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ ان کی عمر زیادہ ہوئی، پس ان کی عمر ایک سوبیس (۱۲۰) سال تھی، اس کو امام احمد نے از معتمر از حمید روایت کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی عمر ایک سوتین (۱۰۳) سال تھی۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ ان کی عمر ایک سودس (۱۱۰) سال تھی۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ ان کی عمر ایک سوسات (۱۰۷) سال تھی۔

کثرتِ مال اور کثرتِ اولاد کی دعا پر ایک اعتراض کا جواب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: اے اللہ! جو مجھ پر ایمان لایا ہو اور جس نے تیرے دیے ہوئے احکام کی تصدیق کی ہو اس کے مال اور اس کی اولاد میں کمی فرما۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اور یہ حدیث کیسے صحیح ہو سکتی ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کرنے کی اور اولاد کو طلب کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ مال کی کثرت سرکشی کو پیدا کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰ ۞ أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَىٰ ۞ (العلق: ۶۔۷)
بے شک انسان ضرور سرکشی کرتا ہے ○ اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے ○

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ۔ (التغابن: ۱۴)
اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے مال اور اولاد کی کثرت کے لیے جو دعا کر رہے ہیں وہ مال اور اولاد کے ضرر اور شر سے محفوظ رہیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۳۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلًا يَقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهَا فِي سُورَةِ كَذَا وَكَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ایک مرد مسجد میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے، تو آپ نے دعا کی: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے، اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جس کو میں فلاں فلاں سورت سے ساقط کر چکا تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۶۵۵، ۵۰۳۷، ۵۰۳۸، ۵۰۴۲، ۶۳۳۵، صحیح مسلم: ۷۸۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۳۱، مسند احمد: ۲۴۵۴۸)

صحیح البخاری: ۶۳۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اس مرد نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جو میں فلاں فلاں سورت سے ساقط کر چکا تھا"۔ اس کا معنی یہ ہے کہ میں ان آیتوں کو بھول چکا تھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قرآن کے بھولنے کی نسبت کس طرح جائز ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نسیان آپ کے اختیار میں نہیں ہے اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان امور میں نسیان جائز ہے جن امور کا تعلق تبلیغ کے ساتھ نہ ہو، بشرطیکہ آپ کو اس نسیان پر برقرار نہ رکھا جائے۔ لیکن جن امور کا تعلق تبلیغ سے ہے ان میں آپ کا بھولنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ ۞ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ۔ (الاعلیٰ: ۶۔۷)
ہم عنقریب آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے ○ مگر جو اللہ چاہے۔

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۱۔۴۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۳۶۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ قَسْمًا فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ هٰذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللهِ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَغَضِبَ حَتّٰى رَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ وَقَالَ يَرْحَمُ اللهُ مُوسٰى لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے خبر دی از ابی وائل از حضرت عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کچھ تقسیم کیا تو ایک مرد نے کہا: یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ عزوجل کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ سو میں نے نبی ﷺ کو اس بات کی خبر دی، پس آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے چہرہ میں غضب کے آثار دیکھے اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی، انہوں نے اس پر صبر کیا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۵۰، ۳۴۰۵، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶، ۶۰۵۹، ۶۱۰۰، ۶۲۹۱، ۶۳۳۶، صحیح مسلم: ۱۰۶۲، مسند احمد: ۳۵۹۷)

صحیح البخاری: ۶۳۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، یہ نبی ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دعا ہے۔ اور اس باب میں دوسروں کے لیے دعاؤں کی احادیث کا ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، اور وہ الاعمش ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو وائل، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے عبداللہ، وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے وجہ (چہرہ یا ذات) کا ارادہ نہیں کیا گیا"۔ یعنی اس تقسیم میں اخلاص نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ چہرہ اور جہت سے پاک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

دوسروں کے لیے دعائیں کرنے کے متعلق دیگر احادیث

اس باب میں امام بخاری نے چھ احادیث روایت کی ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کے لیے دعائیں کی ہیں۔ اور دیگر احادیث میں بھی اس کا ثبوت ہے:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: مسلمان مرد کے پس پشت اس کے حق میں دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اس کے سرہانے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے، جب بھی وہ اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو وہ مقرر فرشتہ کہتا ہے: آمین اور تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۷۳۳، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل دعاء للمسلمین بظهر الغیب)

امام ابوداؤد اور امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دعا کی قبولیت بہت جلد ہوتی ہے، وہ غائب کی غائب کے لیے دعا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۳۵، سنن ترمذی: ۱۹۸۰)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ دعائیں مقبول ہوتی ہیں: (۱) مظلوم کی دعا حتیٰ کہ وہ انتقام لے لے (۲) حج کرنے والے کی دعا حتیٰ کہ وہ واپس آجائے (۳) مجاہد کی دعا حتیٰ کہ وہ جہاد سے لوٹ آئے (۴) بیمار کی دعا حتیٰ کہ وہ تندرست ہوجائے (۵) اور ایک بھائی کی اپنے بھائی کے لیے دعا۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۴۷-۴۶، رقم الحدیث: ۱۱۲۵)

بعض متقدمین سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے دعا کرے تو اپنی ذات سے ابتداء کرے۔ ابراہیم نخعی نے کہا: جب تم دعا کرو تو اپنی ذات سے ابتداء کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کون سی دعا مقبول ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۲۹)

یہ تمام احادیث علامہ ابن الملقن نے اپنی شرح میں ذکر کی ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۴۷-۲۴۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

۲۰- بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّجْعِ فِي الدُّعَاءِ — مقفّٰی کلام کے ساتھ دعا کرنے کی کراہت

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں مقفّٰی کلام کے ساتھ دعا کرنے کی کراہت کا بیان ہے۔ اور "السجع" کا معنی ہے: ایسا کلام جو مقفّٰی ہو اور اس میں وزن کی رعایت نہ کی گئی ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سجع کا معنی ہے کلام کی رعایت کرنا۔ اور یہ "سجعة الحمامة" سے ماخوذ ہے جب کبوتر اپنی آواز کو بار بار دہرائے۔ اور کہا جاتا ہے: سجع اس وقت مکروہ ہے جب تکلف کے ساتھ مقفّٰی کلام کے ساتھ دعا کی جائے، لیکن اگر بالطبع مقفّٰی کلام کے ساتھ دعا کی جائے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ دعا میں سجع سے اس لیے منع کیا گیا ہے کیونکہ سجع کو طلب کرنے میں تکلف اور مشقت ہے اور یہ خشوع سے اور اخلاص کے ساتھ گڑگڑا کر دعا کرنے سے مانع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جو بہ کثرت دعائیں قافیہ بندی کے ساتھ کرتا ہو اور اس کا اکثر کلام مسجع مقفّٰی ہو تو وہ ممنوع ہے۔ اور قرآن میں بھی کلامِ مقفّٰی بہ کثرت ہے، اسی طرح احادیث میں بھی بہ کثرت کلامِ مقفّٰی ہے۔ لیکن اگر یہ کلامِ مقفّٰی اخلاص سے مانع نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ جو شخص دعا میں سجع اور قافیہ بندی کا طالب ہوگا، وہ اپنے کلام میں ہم وزن الفاظ کو لانے کی فکر میں ہوگا، اور اس کا دل خشوع سے غافل ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کلامِ مقفّٰی کے ساتھ دعا کرنے سے منع کیا ہے، حالانکہ احادیث میں اس طرح کی دعائیں ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن مشرکین کے خلاف دعا کی تو آپ نے کہا:

اللهم منزل الكتاب، سريع الحساب، اللهم اهزم الاحزاب، اللهم اهزمهم وزلزلهم۔

اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے، جلد حساب لینے والے، اے اللہ! کفار کی جماعتوں کو شکست دے، اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان کے قدم اکھاڑ دے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۳، صحیح مسلم: ۱۷۴۲، سنن ترمذی: ۱۶۷۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۹۶، مسند احمد: ۱۸۶۲۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ جو تکلف سے قافیہ بندی کی جائے وہ مکروہ ہے اور اگر اتفاقاً دعا میں ہم وزن الفاظ آجائیں تو وہ مکروہ نہیں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۵۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۳۳۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ أَبُو حَبِيبٍ حَدَّثَنَا هَارُونُ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيتِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مِرَارٍ وَلَا تُمِلَّ النَّاسَ هَذَا الْقُرْآنَ وَلَا أُلْفِيَنَّكَ تَأْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِهِمْ فَتَقُصُّ عَلَيْهِمْ فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيثَهُمْ فَتُمِلُّهُمْ وَلَكِنْ أَنْصِتْ فَإِذَا أَمَرُوكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُونَهُ فَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ فَإِنِّي عَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا ذَلِكَ يَعْنِي لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا ذَلِكَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن محمد بن السکن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان بن ہلال ابو حبیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہارون المقری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزبیر بن الخریت نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا: لوگوں کے سامنے ہر جمعہ کے دن حدیث بیان کرو، اگر تم اس کا انکار کرو تو دو مرتبہ بیان کرو، اور اگر تم اور زیادہ بیان کرنا چاہو تو تین مرتبہ بیان کرو، اور لوگوں کو اس قرآن سے اکتاہٹ میں نہ ڈالو، اور میں تمہیں اس حال میں نہ پاؤں کہ تم لوگوں کے پاس جاؤ اور وہ اپنی باتوں میں سے کسی بات میں مشغول ہوں، تم ان کے سامنے حدیث بیان کرو اور ان کی باتوں

Marfat.com

الاجتناب۔ (تحفۃ الاشراف:٦٠٩٠)۔

کو منقطع کرو تو وہ تنگ ہوں گے اور ملال میں ہوں گے۔ لیکن تم خاموش رہو، پس جب وہ تمہیں کہیں پھر تم ان کے سامنے حدیث بیان کرو جب کہ انہیں حدیث سننے کا شوق ہو۔ اور دعا میں قافیہ بندی اور سجع کو دیکھو، پس اس سے اجتناب کرو، کیونکہ میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ رہا ہوں، وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ یعنی وہ صرف قافیہ بندی سے اجتناب کرتے تھے۔

صحیح البخاری: ٦٣٣٧، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن محمد بن السکن، یہ البزار ہیں۔ ان کی حدیث ''صدقۃ الفطر'' میں گزر چکی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حبان بن ہلال، ان کی کنیت ابو حبیب الباہلی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہارون، یہ ابن موسیٰ المقری ہیں۔ یہ نحوی ہیں اور الاعور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزبیر بن الخریت، ان کی حدیث ''کتاب المظالم'' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ہر جمعہ کو حدیث بیان کرو''۔ یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ نصیحت اور خیر خواہی کے لیے ہے اور اس کی حکمت حدیث میں بیان کر دی ہے کہ لوگوں کو ملال میں اور اکتاہٹ میں مبتلا نہ کرو۔ اور لوگوں کو قرآن سے اکتاہٹ میں نہ ڈالو۔ اور جب لوگ اپنی گفتگو میں مصروف ہوں اس وقت ان کے سامنے کسی حدیث کا وعظ نہ کرو بلکہ اس وقت ان کو احادیث سناؤ جب وہ احادیث سننے کو طلب کریں اور اس کے مشتاق اور خواہش مند ہوں۔

حدیث مذکور کے فقہی مسائل

(١) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ میں بھی افراط مکروہ ہے، کیونکہ اس سے اکتاہٹ کا خطرہ ہے اور نبی ﷺ اسی طرح کرتے تھے، آپ اپنے اصحاب کو وعظ اور نصیحت کرنے میں ان کی حفاظت فرماتے تھے تاکہ صحابہ کو اکتاہٹ نہ ہو۔

(٢) حدیث بیان کرنے والے کو چاہیے کہ اس وقت حدیث بیان نہ کرے جب لوگ اپنی باتوں میں مشغول ہوں بلکہ اس وقت بیان کرے جب لوگ اس کے خواہش مند ہوں۔

(٣) حکمت اور علم کی باتوں کو ان کے سامنے نہ بیان کیا جائے جن کو ان کے سننے کی حرص نہیں ہے اور ان کو سیکھنے کا شوق نہیں ہے،

Marfat.com

کیونکہ اس سے علم کو ذلیل کرنا لازم آئے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے علم کا مرتبہ بلند فرمایا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۳۔۴۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن نے اپنی شرح میں ان فقہی مسائل کو بیان کیا ہے۔ اور علامہ عینی نے وہیں سے ان مسائل کو اخذ کیا ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۵۱، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسجع اور مقفیٰ کلام کے ساتھ دعا کرنے کی ممانعت کی حکمت

امام غزالی نے کہا ہے: وہ سجع مکروہ ہے جس میں تکلف ہو، کیونکہ تکلف سے جو دعا کی جائے وہ اظہار ذلت اور گڑگڑانے کے مناسب نہیں ہے ورنہ جو دعائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان میں ایسے کلمات ہیں جو ایک وزن پر ہوتے ہیں لیکن ان میں تکلف نہیں ہے، جیسے یہ دعا ہے:

اعوذ بك من عين لا تدمع، ونفس لا تشبع، وقلب لا يخشع۔

میں اس آنکھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو آنسو نہ بہائے، اور اس نفس سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو سیر نہ ہو اور اس دل سے تیری پناہ میں آتا ہوں جس میں خشوع نہ ہو۔

الازہری نے کہا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مسجع کلام کے ساتھ دعا کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ یہ کاہنوں کے کلام کے مشابہ ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۹۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۱۔ بَابٌ: لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ

پورے عزم اور وثوق کے ساتھ دعا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے

۶۳۳۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ وَلَا يَقُولَنَّ اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِي فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ۔
(صحیح البخاری: ۷۴۶۴، صحیح مسلم: ۲۶۷۸، مسند احمد: ۱۱۵۶۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پورے عزم کے ساتھ سوال کرے اور اس طرح ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے عطا فرما، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے۔

صحیح البخاری: ۶۳۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''پورے عزم کے ساتھ سوال کرے'' یعنی قطعیت کے ساتھ سوال کرے اور اس کو مشیت کے اوپر معلق نہ کرے، کیونکہ جب وہ مشیت پر معلق کرے گا تو اس میں اپنے مطلوب سے استغناء کی صورت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۳۹ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ فَإِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ہرگز اس طرح دعا نہ کرے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو میری مغفرت کردے، اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما، اسے چاہیے کہ پورے عزم کے ساتھ سوال کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۴۷۷، صحیح مسلم: ۲۶۷۹، سنن ترمذی: ۳۴۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۴۸۳، مسند احمد: ۷۲۷۲، موطا امام مالک: ۴۹۶)

صحیح البخاری: ۶۳۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بندہ پوری کوشش سے اور اصرار کے ساتھ دعا کرے۔ اس طرح دعا کرے جیسا کہ کوئی محتاج فقیر گڑگڑا کر اصرار سے دعا کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۳۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بار بار دعا کرنے اور اصرار کرنے کا بیان

اس حدیث میں ہے ''اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کسی کے جبر کے بغیر۔ پس مومن کو چاہیے کہ وہ جدوجہد اور کوشش سے دعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کے مقبول ہونے کی توقع رکھے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، کیونکہ مومن کریم سے دعا کر رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلہ میں متعدد احادیث مروی ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو ہرگز یہ نہ کہے ''اگر تو چاہے تو مجھے عطا کرے'' لیکن وہ اپنی عظیم رغبت کا اظہار کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز عظیم نہیں ہے، وہ جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۷۹)

- امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بندہ میرے ساتھ جو گمان کرتا ہے میں اس کے گمان کے ساتھ ہوں، اور میں اس کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرے تو میں اس کو اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کو یاد کرتا ہوں، اگر وہ میری طرف ایک بالشت بڑھے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں، اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھے تو میں اس کی طرف دو ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر بڑھتا ہوں، اور اگر وہ میرے پاس چلتا ہوا آئے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۷۴۰۵، صحیح مسلم: ۲۶۷۵، سنن ترمذی: ۳۶۰۳، سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۲، مسند احمد: ۷۴۲۳)

اور ابو عاصم نے از ابن جریج از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اسی حال میں مرے جس حال میں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۴، صحیح مسلم: ۲۸۷۷)

امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی عبدِ مومن کو اللہ کے ساتھ حسنِ ظن سے بہتر چیز عطا نہیں کی۔ اور اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے بندہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گمان کے مطابق اس کو عطا فرماتا ہے، کیونکہ تمام خیر اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔ (موسوعہ ابن ابی الدنیا: ۸۳)

اور سفیان بن عیینہ نے کہا: کوئی شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے نہ روکے، کیونکہ تمام مخلوق میں سب سے بدتر ابلیس ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا بھی قبول فرمائی ہے، قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِيٓ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝ (الحجر: ۳۶-۳۷)

اس نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے یوم حشر تک مہلت دے ۝ فرمایا: بے شک تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے ۝

سفیان بن عیینہ کے اس قول کی امام بیہقی نے شعب الایمان: ۱۱۴۷، میں روایت کی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۵۳-۲۵۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۳۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے انتہائی رغبت اور اصرار کے ساتھ بار بار دعا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کتاب التوحید میں روایت ہے کہ اس طرح دعا نہ کرے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے رزق دے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انتہائی عزم کے ساتھ دعا کرے اور عظیم رغبت کے ساتھ دعا کرے اور بار بار دعا کرے اور اصرار کرے۔

علامہ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے: کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے دے، خواہ وہ امورِ دین سے متعلق سوال کرے یا امورِ دنیا سے متعلق سوال کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ علامہ ابن عبد البر نے اس ممانعت کو تحریم پر محمول کیا ہے اور علامہ نووی نے اس ممانعت کو تنزیہ پر محمول کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۹۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۳۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دعا کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر معلق کرنے کی خرابیاں

جب کوئی شخص دعا کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف کرے تو اس میں حسب ذیل خرابیاں ہیں:

(۱) اس شخص کی دعا سے یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر کرنے والا ہے۔

(۲) اس شخص کی ایسی دعا سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس نے جو سوال کیا ہے، وہ اتنا بڑا سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دینے پر قادر نہیں ہے۔

(۳) اس شخص کی ایسی دعا سے یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ شخص اپنے سوال اور دعا میں اللہ تعالیٰ سے مستغنی ہے، کیونکہ وہ دعا کرتا ہے: اگر تو چاہے تو مجھے رزق دے دے اور اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرمائے اور اگر تو چاہے تو میری مغفرت کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ سے اس کائنات میں کوئی مستغنی نہیں ہے۔

سوال: اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی بخار زدہ مریض سے یہ فرماتے: کوئی حرج نہیں ہے ان شاء اللہ یہ پاک کرنے والا ہے، کیا آپ کی یہ دعا اس حدیث کے معارض ہے؟

الجواب: یہ دعا اس حدیث کے معارض نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان شاء اللہ فرمایا، یہ تعلیق کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کے لیے ہے۔ اور جب کوئی شخص یہ کہے "اگر تو چاہے" تو اس میں ایک قسم کی بے ادبی ہے، اور جب وہ کہے "ان شاء اللہ" تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۰۰۔۲۰۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۲۔ بَابٌ: يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَعْجَلْ

بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ دعا کے قبول ہونے کے لیے جلدی نہ کرے

۶۳۴۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ يَقُولُ دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی عبید جو مولیٰ ابن ازہر ہیں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی نہ کرے، پس وہ یہ کہے: میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

(صحیح مسلم: ۲۷۳۵، سنن ترمذی: ۳۳۸۷، سنن ابوداؤد: ۱۴۸۴، سنن ابن ماجہ: ۳۸۵۳، مسند احمد: ۸۹۰۳، موطا امام مالک: ۴۹۵)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عبید، ان کا نام سعد بن عبید ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مولیٰ ابن ازہر، ان کا نام عبدالرحمن ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یستجاب لاحد کم مالم یعجل"۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے "یستجاب" اجابت کے معنی میں ہے، یعنی تم میں سے ہر شخص کی دعا اس وقت قبول ہوگی جب کہ وہ قبولیت کے لیے جلدی نہ کرے۔

ابن بطال نے کہا: اس کا معنی یہ ہے: وہ آدمی مایوس ہو جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے، یا وہ آدمی یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرنے سے عاجز ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو عطا کرنے سے کوئی کمی نہیں ہوتی۔ علامہ کرمانی نے کہا:

دعا کے مقبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ ایک تو جلدی نہ کرے اور دوسرا یہ نہ کہے کہ میں نے دعا کی تو میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

اس پر سوال یہ ہے کہ آدمی یہ دونوں باتیں تو نہ کہے تو پھر اس کی دعا قبول ہوگی یا نہیں ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (البقرہ:۱۸۶)

دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، تو چاہیے کہ وہ (بھی) میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان برقرار رکھیں تا کہ وہ کامیابی حاصل کریں O

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جب یہ دو باتیں نہ پائی جائیں یعنی نہ تو آدمی جلدی کرے اور نہ یہ کہے کہ میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی، تو پھر اس کی دعا قبول ہوگی۔

لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں دے دیں اور ایک چیز سے مجھے منع کر دیا، اور وہ میرا یہ سوال تھا کہ میری امت کے بعض لوگ دوسرے بعض لوگوں کو ضرر نہ پہنچائیں یا ان سے جھگڑا نہ کریں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جلدی کرنا انسان کی فطرت میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (الانبیاء:۳۷)

انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔

اس لیے دعا کی قبولیت میں یہ شرط کہ انسان جلدی نہ کرے بعض احوال میں بہت مشکل ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۴۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی بعض صورتیں

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے جب تک وہ کسی گناہ کی دعا نہ کرے، یا قطع رحم کی دعا نہ کرے اور جب تک دعا کی قبولیت میں جلدی کو طلب نہ کرے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! جلدی کو طلب کرنے کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کہے کہ میں نے دعا کی اور میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ پس وہ حسرت کا اظہار کرے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۳۵، کتاب الذکر والدعاء، باب: بیان انہ یستجاب للداعی مالم یعجل)

اور امام اسحاق بن راہویہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بندہ کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو میری دعا قبول نہیں ہوئی، یا یہ کہے کہ مجھے کسی چیز سے مستغنی نہیں کیا گیا۔ (مسند اسحاق بن راہویہ: ۳۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یعنی بندہ دعا قبول نہ ہونے سے مایوس نہ ہو۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے: بندہ اس وقت جلدی کرتا ہے جب اس کی غرض دنیا کی کسی چیز کے متعلق سوال کرنا ہو اور وہ چیز اس کو نہ ملے تو اس پر مزید دعا کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور واجب یہ ہے کہ بندہ کی غرض دعا سے صرف اللہ کے لیے ہو، اور صرف اللہ عزوجل سے اپنی احتیاج اور افتقار کو ظاہر کرنا ہو، اور وہ عبودیت سے الگ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں لگا رہے اور ذلت اور خشوع سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اصرار کے ساتھ اور گڑگڑا کر دعا کی جائے۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی دعا کرتا ہے اس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ملتی ہے، یا تو اس کی وہ دعا قبول ہو جاتی ہے، یا اللہ تعالیٰ اس دعا کا اجر اپنے پاس ذخیرہ کر لیتا ہے یا اللہ تعالیٰ اس کے کسی گزشتہ گناہ کو معاف فرما دیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۸، الادب المفرد للبخاری: ۷۱۰، مسند ابویعلیٰ: ۱۰۱۹، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۴۹۳، شعب الایمان للبیہقی: ۱۱۲۸)

اور قتادہ نے بیان کیا کہ بندہ کی وہ دعا قبول ہوتی ہے جو تقدیر کے موافق ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے بعض افراد کو دوسرے بعض افراد سے جنگ میں مبتلا نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے روک دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ چیز مقرر تھی کہ امت کے درمیان اختلاف اور جھگڑا ہوگا۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی دعا کو مسترد نہیں فرماتا، البتہ کبھی دعا کے قبول ہونے میں تاخیر کی وجہ کوئی مصلحت ہوتی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ نے جو سوال کیا ہوتا ہے وہ اس کے حال کے مناسب نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں بندہ کو وہ چیز عطا فرما دیتا ہے جو اس کے حال کے مناسب ہوتی ہے اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو مؤخر کرتا ہے اور اس کے عوض میں قیامت کے دن اسے اجر عطا فرماتا ہے، سو مومن کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کو نہ چھوڑے، کیونکہ وہ دعا

Marfat.com

کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تسلیم و رضا کا پیروکار رہتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۵۵۔۲۵۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۴۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قبولیتِ دعا کے آداب

قبولیت دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ دعا کرنے والا طلب کو لازم رکھے، اور دعا قبول نہ ہونے کی وجہ سے مایوس نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری اور اس کی طرف افتقار اور احتیاج کو ظاہر کرتا رہے حتیٰ کہ بعض متقدمین نے کہا ہے کہ میری دعا قبول نہ ہو اس سے زیادہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ میں دعا کرنے سے محروم ہو جاؤں۔ اور اس میں درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ ہے:

امام ترمذی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا، اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے گئے۔

اور میں نے کتاب الدعاء کے اول میں لکھا ہے کہ مومن کی دعا مسترد نہیں ہوتی، جب کہ وہ قبولیت میں جلدی نہ کرے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دعا تو قبول نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ اس سے کوئی برائی اور مصیبت ٹال دیتا ہے یا اس کے لیے آخرت میں ذخیرہ کر دیتا ہے جو اس کے سوال سے بہتر ہوتا ہے۔

اور آدابِ دعا میں سے یہ ہے کہ ان اوقات میں دعا کرے جو فضیلت والے اوقات ہیں اور احوال ہیں، مثلاً سجدہ میں دعا کرے، اذان کے وقت دعا کرے، دعا سے پہلے وضو کرے اور نماز پڑھے اور ہاتھوں کو بلند کرے اور اس سے پہلے توبہ کرے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرے، اور اخلاص سے دعا کرے، اور حمد اور ثناء سے نماز کی ابتداء کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ سے دعا کرے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۰۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۳۔ بَابُ: رَفْعِ الْأَيْدِي فِي الدُّعَاءِ

دعا میں ہاتھوں کو بلند کرنے کا بیان

وَقَالَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرمایا اور میں نے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ وَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور دعا کی: اے اللہ! میں اس کارروائی سے تیری طرف بری ہوتا ہوں جو خالد نے کی ہے۔

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ دعا میں ہاتھوں کو بلند کرنا مشروع اور جائز ہے۔

Marfat.com

امام بخاری کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس ہے، اور اس حدیث میں وہ طویل قصہ ہے جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت ابوعامر اشعری کے شہید ہونے کے متعلق ہے اور یہ قصہ کتاب المغازی میں سندِ موصول کے ساتھ غزوۂ حنین میں بیان کیا جاچکا ہے۔

امام بخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں خالد کا ذکر ہے، وہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہ تعلیق بھی اس قصہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو غزوۂ بنو جذیمہ میں بھیجا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس لیے بھیجا تھا کہ وہ اسلام کی دعوت دیں، بنو جذیمہ کے لوگ اچھی طرح یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم اسلام لائے یا ہم نے اسلام قبول کیا، بلکہ وہ کہتے تھے "صبأنا" یعنی ہم ایک دین سے دوسرے دین میں منتقل ہوگئے، پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ انہیں قتل کرنے لگے اور گرفتار کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! میں اس کارروائی سے تیری طرف بری ہوتا ہوں جو خالد نے کی ہے۔

۶۳۴۱۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَشَرِيكٍ سَمِعَا أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ۔

اور امام ابوعبداللہ نے کہا: اور الاویسی نے بیان کیا کہ مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید اور شریک، ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۱۰۳۱، صحیح مسلم: ۸۹۵، سنن ابوداؤد: ۱۱۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۰، مسند احمد: ۱۲۴۹۲)

صحیح البخاری: ۶۳۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوعبداللہ مذکور ہے، یہ خود امام بخاری ہیں۔ اور الاویسی میں اویس کی طرف نسبت ہے، یہ اوس کی تصغیر ہے، اور اوس سے مراد اوس بن حارثہ ہیں، یہ انصار کا ایک قبیلہ ہے۔ اور یہ تغلب اور الازد اور خثعم میں ہے، اور الاویسی یہ اویس بن سعد بن ابی سرح کی طرف نسبت ہے حتیٰ کہ یہ غالب بن فہر کی طرف ختم ہے اور ان کا نام عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ بن عمر بن اویس القرشی العامری الاویسی المدنی ہیں۔ یہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد جعفر کا ذکر ہے، یہ ابن ابی کثیر الانصاری ہیں، اور یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، یہ الانصاری المدنی ہیں۔ اور شریک کا ذکر ہے، یہ شریک بن عبداللہ بن نمیر القرشی المدنی ہیں۔

Marfat.com

دعا میں دونوں ہاتھوں کے بلند کرنے کی کیفیت میں علماء کا اختلاف

یہ حدیث، حدیث استسقاء کی مختصر ہے اور یہ تعلیقات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دعا میں ہاتھ بلند کرنے چاہئیں، لیکن اس میں یہ دلالت نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرتے تھے یا زمین کی طرف۔ اور اس باب میں بہت اختلاف ہے۔ پس بعض علماء نے دونوں ہاتھوں کے بلند کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے، انہوں نے کہا کہ جب اللہ سے اپنی حاجت میں دعا کرے تو سبابہ (انگشتِ شہادت) سے اشارہ کرے۔

اور شعبہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کچھ لوگوں نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا تو انہوں نے کہا: یہ لوگ کس چیز کو لے رہے ہیں۔ پس اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ کسی لمبے پہاڑ کی چوٹی پر ہوں، تب بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ قرب حاصل نہیں کر سکیں گے۔

اور حضرت جبیر بن معطم نے ہاتھوں کے بلند کرنے کو مکروہ کہا اور حضرت شریح نے ایک مرد کو دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں کو بلند کر رہا تھا تو آپ نے کہا: یہ کس کو لے رہا ہے، تیری ماں نہ رہے۔

اور مسروق نے ان لوگوں سے کہا جو اپنے ہاتھ کو بلند کر رہے تھے اللہ تعالیٰ ان ہاتھوں کو کاٹ دے۔

اور قتادہ اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور ہاتھوں کو بلند نہیں کرتے تھے۔

اور بعض لوگوں نے ہتھیلیوں کے پھیلانے کو اختیار کیا ہے نہ کہ ان کے بلند کرنے کو۔ پھر اس کی صفت میں ان کا اختلاف ہے، بعض لوگوں نے کہا: دونوں ہاتھوں کو اپنے سینہ کے سامنے تک بلند کرے اور ہاتھوں کے بطن کو چہرہ کی طرف رکھے۔ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب ایک شخص نے اپنے ہاتھوں کو سینہ تک بلند کیا تو یہ دعا ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہتھیلیوں کے باطن سے دعا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ اور ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

صالح بن کیسان از محمد بن کعب القرظی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ عز وجل سے سوال کرو تو اس سے اپنی ہتھیلیوں کے باطن کے ساتھ سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو اور ان ہتھیلیوں کو اپنے چہرہ کے ساتھ ملو۔

اور بعض علماء کا مختار یہ ہے کہ چہرہ کے بالمقابل ہاتھوں کو بلند کیا جائے۔ یہ حضرت ابن عمر اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

اور بعض علماء کا مختار یہ ہے کہ ہاتھوں کو بلند کیا جائے حتیٰ کہ چہرہ کے بالمقابل ہو اور ہاتھوں کی پشت ان کے چہرہ کے قریب ہو۔

اور بعض علماء نے کہا کہ ہاتھوں کے بطون کو آسمان کی طرف کرے جب رغبت سے دعا کرے اور جب خوف سے دعا کرے تو زمین کی طرف کرے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ہاتھوں کے بطون کو آسمان کی طرف ہر حال میں مطلقاً کرے۔

علامہ داؤدی نے کہا: ایک حدیث میں ہے کہ دعا کرنے والا دعا کے اخیر میں اپنے چہرہ پر ہاتھوں سے مسح کرے۔

Marfat.com

علامہ عینی فرماتے ہیں: گویا کہ علامہ داؤدی نے اس حدیث کا ارادہ کیا ہے جس کو محمد بن کعب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے اس کو کئی سندوں سے روایت کی ہے۔ حافظ المزی نے کہا: یہ تمام سندیں ضعیف ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۶۶-۳۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۴۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرنے کی کیفیت میں فقہاء کا اختلاف اور اس سلسلہ میں احادیث اور آثار

نماز کے علاوہ دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، جیسا کہ امام طبری نے کہا ہے: پس بعض علماء کا مختار یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت میں دعا کرے تو انگشتِ شہادت سے اشارہ کرے اور وہ کہتے تھے کہ یہی اخلاص ہے۔

اور دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا مکروہ ہے، شعبہ وغیرہ نے اور خالد نے از حصین از عمارہ بن رؤیبہ روایت کی ہے کہ انہوں نے بشر بن مروان کو دیکھا کہ وہ منبر پر اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کر رہے تھے، تو انہوں نے اس کو سب وشتم کیا اور کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ نہیں کرتے تھے یعنی انگشتِ شہادت سے اشارہ کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۸۷۴، کتاب الجمعہ، باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبہ، صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۵۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۱۰)

اور سعید نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو دعا میں ہاتھوں کو بلند کر رہے تھے، تو انہوں نے کہا: یہ لوگ کس چیز کو لے رہے ہیں۔ پس اللہ کی قسم! اگر یہ کسی لمبے پہاڑ کی چوٹی پر ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ کا زیادہ قرب حاصل نہیں کر سکتے۔

اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ کہا، اور حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کو دیکھا جو دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کر رہے تھے تو انہوں نے کہا: تم ان ہاتھوں سے کس چیز کو لے رہے ہو تمہاری ماں نہ رہے۔

اور مسروق نے ان لوگوں سے کہا جو اپنے ہاتھ دعا میں بلند کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان ہاتھوں کو کاٹ ڈالے۔ اور ابن المسیب نے دعا میں ہاتھ اٹھانے کو اور آواز نکالنے کو مکروہ قرار دیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۲۵۱)

اور قتادہ اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور ہاتھوں کو بلند نہیں کرتے تھے۔ اور سعید بن جبیر نے ایک مرد کو دیکھا جو دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہا تھا تو انہوں نے کہا: ہمارے دین میں تکفیر نہیں ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب کسی آدمی نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ کے بالمقابل رکھا تو یہ دعا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے دعا کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔ اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو اور ہتھیلیوں سے اپنے چہروں پر مسح کرو۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۷۷۹، المستدرک ج ۱ ص ۵۳۶)

Marfat.com

حضرت ابن عمر اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کا مختار یہ تھا کہ اپنے ہاتھوں کو چہروں تک بلند کریں۔ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ عرفہ میں کھڑے ہوئے ،آپ دعا کر رہے تھے اور آپ نے اپنی ہتھیلیوں کی پشت کو چہرہ کے قریب کیا اور ہاتھوں کو سینہ کے اوپر اور کندھے سے نیچے تک بلند کیا۔(مسند احمد ج ۳ ص ۸۵،رقم الحدیث:۱۱۸۰۶)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:جب تم میں سے کوئی شخص ایک انگلی سے اشارہ کرے تو وہ اخلاص ہے اور جب دونوں ہاتھ سینہ تک بلند کرے تو وہ دعا ہیں۔اور جب سر سے اوپر ہاتھوں کو بلند کرے اور ہاتھوں کا ظاہر چہرہ کے قریب ہو تو وہ الابتہال ہے۔(ابتہال کا معنی ہے:شدت سے اور گڑگڑا کر دعا کرنا)۔(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۵۰،رقم الحدیث:۳۲۴۷)

اور ان کا استدلال حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا میں دونوں ہاتھوں کو بلند فرماتے تھے حتیٰ کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

پس صحیح بات یہ ہے جیسا کہ امام طبری نے کہا ہے کہ یوں کہا جائے کہ یہ تمام آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں اور متفق ہیں، ان میں اختلاف نہیں ہے، اور جس طریقہ پر بھی عمل کیا جائے وہ صحیح ہے۔رہا ایک انگلی سے اشارہ کرنا تو یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق ہے کہ اس میں اخلاص ہے، اور دونوں ہاتھوں کو پھیلانا یہ دعا ہے، اور دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا، یہ ابتہال ہے۔

اور عمر بن نبہان نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دونوں ہتھیلیوں کے ظاہر اور باطن کے ساتھ دعا کر رہے تھے۔اور ہو سکتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہو، کیونکہ دعا کے احوال مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس لیے کیا ہو کہ آپ یہ بتائیں کہ اس معاملہ میں گنجائش ہے، اور لوگوں کے لیے جائز ہے وہ جس حال میں بھی دعا کریں۔

رہی وہ حدیث جو قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استسقاء کے علاوہ اور کسی دعا میں ہاتھوں کو بلند نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔(صحیح مسلم:۸۹۵، کتاب:صلوٰۃ الاستسقاء، باب رفع الیدین بالدعاء فی الاستسقاء)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھوں کو زیادہ بلند صرف نمازِ استسقاء میں کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاتھوں کو صرف سات مقامات پر بلند کیا جائے: نماز کی ابتداء میں، اور جب تم بیت اللہ کو دیکھو، اور صفا اور مروہ پر، اور میدانِ عرفات کی شام میں، اور مزدلفہ میں، اور جمرتین کے وقت۔(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۷۲، مسند الشافعی:۸۷۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطلقاً دعا میں ہاتھوں کو بلند کرنا بھی ثابت ہے۔جعفر بن میمون از ابی عثمان از حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب حیاء کرنے والا ہے، کریم ہے، جب کوئی بندہ اس کی طرف دونوں ہاتھوں کو اٹھائے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ عطاء اور طاؤس اور مجاہد سے روایت ہے کہ انہوں نے نماز کے بعد ہاتھوں کے بلند کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ انہوں نے اس وقت کہا ہے جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل نہ ہوئی ہو جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف گڑگڑا کر دعا کرنے کے محتاج ہوں۔اس صورت میں اسی طرح ہے۔اور اگر وہ کسی مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی طرف

دعا کرنے کے محتاج ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے وہ مصیبت دور کر دے، ایسی صورت میں ہاتھ بلند کر کے دعا کرنا امام مالک کے نزدیک مستحسن ہے۔

المدونہ میں مذکور ہے کہ امام مالک نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور ہاتھوں کے بطون زمین کی طرف تھے اور ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف تھی اور امام مالک نے کہا کہ اگر ہاتھوں کو بلند کیا جائے تو اس طرح کیا جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ خوف کی حالت میں تو اسی طرح ہے اور رغبت کی حالت میں دونوں ہتھیلیوں کے بطون کو آسمان کی طرف کرے، اور ایک قول یہ ہے کہ ہر حال میں دونوں ہاتھوں کے بطون کو آسمان کی طرف کرے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۵۸ ۔ ۲۶۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۴۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرنے کا ثبوت

بعض علماء نے دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرنے سے منع کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے علاوہ اور کسی دعا میں ہاتھوں کو بلند نہیں کرتے تھے''۔ یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس حدیث میں اور بعد کی احادیث میں تطبیق دی گئی ہے کہ جس حدیث میں نفی ہے وہ خاص صفت کی نفی ہے، ہاتھوں کو مطلقاً بلند کرنے کی نفی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نماز استسقاء میں ہاتھوں کو زیادہ بلند کرنا دوسری احادیث کے خلاف ہے۔ یا تو اس لیے کہ استسقاء میں دونوں ہاتھوں کو چہرہ کے بالمقابل بلند کیا جائے اور عام دعاؤں میں کندھوں تک ہاتھوں کو بلند کیا جائے۔ یا اس طرح کہ استسقاء میں دونوں ہتھیلیاں زمین کی طرف ہوں اور دعا میں دونوں ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہوں۔

علامہ المنذری نے کہا ہے کہ اگر ان حدیثوں کو جمع کرنا مشکل ہو تو جن احادیث میں دعا میں رفع یدین کا ثبوت ہے، وہ نفی کی احادیث سے راجح ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: جب کہ بہ کثرت احادیث دعا میں رفع یدین (ہاتھوں کو اٹھانے) کے متعلق وارد ہیں۔

امام بخاری نے ''الادب المفرد'' میں اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث وارد کی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ طفیل بن عمرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس عرض کیا کہ دوس اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، آپ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ بلند کیے اور آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے۔ یہ حدیث صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے اور اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے دونوں ہاتھ بلند کیے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو نے ہجرت کی، پھر اس شخص کا قصہ ذکر کیا جس نے ان کے ساتھ ہجرت کی اور اس میں یہ جملہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! اس کے ہاتھوں کی بھی مغفرت فرما، اور آپ نے اپنے دونوں

ہاتھوں کو بلند کیا۔اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں صرف بشر ہوں۔۔۔الحدیث۔اس کی سند صحیح ہے۔

اور اس سلسلہ میں احادیث صحیحہ میں سے وہ ہیں جن کی امام بخاری نے اپنے رسالہ ''جزءرفع الیدین'' میں روایت کی ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ دونوں ہاتھ بلند کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کر رہے تھے۔

اور امام مسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کی حدیث کسوف کے قصہ میں روایت کی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی کسوف میں یہ دعا منقول ہے۔پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ نے اہلِ بقیع کے لیے دعا کی اور اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ بلند کیا۔اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث فتح مکہ کے باب میں ہے کہ آپ نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور آپ دعا کر رہے تھے۔

اور صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوحُمید کی حدیث ہے ابن اللتبیۃ کے قصہ میں، آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور کہا: اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور کہا: اے اللہ! میری امت۔

اور امام ترمذی اور نسائی اور حاکم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرہ سے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز آتی، ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی اور پھر یہ کیفیت منقطع ہوگئی تو آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ بلند کیے اور دعا فرمائی۔

اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا، آپ دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا فرما رہے تھے تو آپ کی سواری لڑکھڑائی تو اس کی مہار گر گئی۔

اور امام ابوداؤد نے قیس بن سعد سے روایت کی ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور آپ دعا فرما رہے تھے: اے اللہ! تیری صلوات اور رحمتیں سعد بن عبادہ کی آل پر نازل ہوں۔۔۔الحدیث، اور اس کی سند جید ہے۔اور اس سلسلہ میں احادیث بہت زیادہ ہیں۔(فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مصنف کے تتبع سے خارج از نماز دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا، انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی، وہ اچھی طرح سے یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم اسلام لائے، وہ کہنے لگے ''صبأنا صبأنا'' (ہم نے دین بدل دیا) حضرت خالد نے ان کو قتل کرنا اور قید کرنا شروع کر دیا اور ہم میں سے ہر شخص کو انہوں نے ایک قیدی دیا حتیٰ کہ جس صبح کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ حکم دیا تھا کہ ہر شخص اپنے اپنے قیدی کو قتل کر دے تو میں نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی شخص اپنے قیدی کو قتل کرے گا حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ ماجرا ذکر کیا، تب

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر (دوسری روایت میں ہے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر) یہ دعا کی: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے تیری طرف بری ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۳۳۹، سنن نسائی: ۵۴۲۰)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دیہاتیوں میں سے ایک اعرابی جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے، بچے اور لوگ ہلاک ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی اور لوگ بھی اپنے ہاتھوں کو بلند کر رہے تھے، ابھی ہم مجلس سے اٹھے نہیں تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔۔۔الحدیث

(صحیح البخاری: ۱۰۲۹، سنن ابوداؤد: ۱۱۶۸، ۱۱۷۳)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۰، صحیح مسلم: ۸۹۵، سنن نسائی: ۱۷۴۸)

(۴) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت ابو عامر کو ایک لشکر کا امیر بنا کر اوطاس کی طرف بھیجا، ان کا مقابلہ درید بن الصمہ سے ہوا۔ اس حدیث کے اخیر میں ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں: جب میں لوٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر حاضر ہوا، آپ ایک چار پائی پر بغیر بستر کے لیٹے تھے، آپ کی پشت مبارک اور پہلو پر چار پائی کے نشانات ثبت ہو گئے تھے، میں نے آپ سے اپنا اور حضرت ابو عامر کا ماجرا عرض کیا اور یہ بتایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ سے کہنا کہ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ آپ نے پانی منگوایا، وضو کیا اور دونوں ہاتھ بلند کیے اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! اپنے بندہ ابو عامر کی مغفرت فرما، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ نے کہا: اے اللہ! قیامت کے دن اس کو اپنی کثیر مخلوق پر فضیلت عطا فرمانا۔۔۔الحدیث (صحیح البخاری: ۴۳۲۳، صحیح مسلم: ۱۶۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ رقم الحدیث: ۸۱۷۸)

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے خیبر پہنچے، اس وقت وہ لوگ اپنے کدال اور پھاوڑے لے کر نکل رہے تھے، جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر سمیت آپہنچے، اور انہوں نے قلعہ کی طرف دوڑنا شروع کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور دعا کی: خیبر تباہ ہو گیا۔ بے شک ہم جس قوم کے صحن میں نازل ہوتے ہیں تو لوگوں کی کیسی صبح ہوتی ہے جن کو ڈرایا جا چکا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۶۴۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۳، ۱۱۱)

(۶) سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمرہ اولیٰ پر سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے بعد اللہ اکبر کہتے، پھر نرم جگہ کا قصد کرتے، پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے طویل قیام کرتے، پھر دونوں ہاتھ بلند کرتے، پھر اسی طرح جمرہ وسطی پر کنکریاں مارتے، پھر بائیں جانب نرم جگہ کا قصد کرتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے اور دونوں ہاتھوں سے دعا کرتے، پھر جمرہ عقبہ کی رمی کرتے اور وہاں نہ ٹھہرتے اور کہتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۵۲، سنن نسائی: ۳۰۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۰۳۲)

(۷) زہری بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جمرہ کی رمی کرتے جو مسجد منیٰ کے قریب ہے تو سات کنکریاں مارتے اور ہر مرتبہ رمی کے بعد اللہ اکبر کہتے، پھر آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے ٹھہر جاتے اور پھر اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے اور طویل قیام کرتے۔۔۔الحدیث (صحیح البخاری: ۱۷۵۳، سنن نسائی: ۳۰۸۳، سنن دارمی: ۱۹۰۳)

Marfat.com

(۸) وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کو دیکھا وہ دعا کرتے تھے اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔ (اس حدیث کی سند ضعیف ہے)۔ (الادب المفرد: ۶۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کر رہے تھے: میں محض بشر ہوں، تو میرا مواخذہ نہ فرمانا، میں جس مومن کو بھی اذیت دوں یا برا کہوں تو تو اس پر میرا مواخذہ نہ فرما۔

(الادب المفرد: ۶۲۵، یہ حدیث صحیح ہے)

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! دوس نافرمانی کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں، ان کے خلاف دعائے ضرر کیجئے، آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ بلند کیے اور لوگوں نے گمان کیا کہ آپ ان کے خلاف دعائے ضرر کریں گے، آپ نے کہا: اے اللہ! دوس کو ہدایت فرما اور ان کو لے آ۔ (الادب المفرد: ۶۲۶، تہذیب تاریخ دمشق ج ۷ ص ۶۶، مسند حمیدی: ۱۰۵۰)

(۱۱) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا: آپ کا ایک مضبوط قلعہ کے متعلق کیا خیال ہے جو دوس کا قلعہ ہے۔ آپ نے اس کا انکار فرمایا کیونکہ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے انصار کے لیے مقرر کر دی تھی۔ پھر حضرت طفیل نے ہجرت کی اور ان کے ساتھ ان کے قبیلہ کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی، وہ شخص بیمار پڑ گیا اور اس شخص نے بے صبری کی اور چھری سے اپنے ہاتھ کی رگیں کاٹ ڈالیں اور وہ مر گیا۔ حضرت طفیل نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے کی وجہ سے اللہ نے مجھے بخش دیا، انہوں نے پوچھا: تمہارے ہاتھ کو کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ مجھے بتایا گیا کہ ہم اس کو ہرگز ٹھیک نہیں کریں گے جس کو تم نے خود خراب کیا۔ حضرت طفیل نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا، آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! اس کے ہاتھوں کو بھی معاف فرما دے۔

(الادب المفرد: ۶۲۹)

(۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، یہ اس رات کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے گھر میں تھے، آپ نے کروٹ لی، چادر اوڑھی اور جوتے نکال کر اپنے قدموں کے سامنے رکھے، اور چادر کی ایک طرف اپنے بستر پر بچھا کر لیٹ گئے، تھوڑی دیر میں نیند کے خیال سے لیٹے رہے، پھر آہستہ سے چادر اوڑھی، جوتا پہنا، چپکے سے دروازہ کھولا، آرام سے باہر نکلے اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا، میں نے بھی چادر سر پر اوڑھی اور ایک چادر اپنے گرد لپیٹی اور آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ آپ بقیع میں پہنچے اور وہاں پر طویل قیام کیا اور تین بار (دعا کے لیے) اپنے ہاتھ بلند کیے اور لوٹ آئے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳، ۹۷۴، سنن نسائی: ۲۰۳۶، مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۱)

(۱۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حیادار کریم ہے، جب کوئی شخص اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو نامراد لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔

(سنن الترمذی: ۳۵۶۷، سنن ابوداؤد: ۱۴۸۸، سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۵، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۷، ۵۳۵، مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸، کتاب الدعاء للطبرانی ص ۸۴، رقم الحدیث: ۲۰۲)

Marfat.com

(۱۴) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں دونوں ہاتھ بلند فرماتے تو جب تک اپنے ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرتے نہیں تھے ان کو نیچے نہیں کرتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۹۸)

(۱۵) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ دونوں ہاتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے حیا فرماتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے اور اس کے ہاتھوں میں کچھ نہ رہے۔

(سنن ترمذی: ۳۵۶۷، سنن ابوداؤد: ۱۴۸۸، سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۵، المعجم الکبیر ج ۶ ص ۳۱۴، کتاب الدعا للطبرانی: ۲۰۲)

(۱۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور ہاتھوں کی پشت دونوں سے سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۸۷)

(۱۷) سائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے اور اپنے ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۹۲)

(۱۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرے کے پاس شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی سی آواز سنائی دیتی، ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی، ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے اور جب وہ کیفیت ختم ہوگئی تو آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ بلند کیے اور یہ دعا کی: اے اللہ! ہمیں زیادہ دے اور ہم میں کمی نہ کر اور ہمیں عزت دے اور ہمیں ذلت سے بچا اور ہمیں عطا فرما اور ہمیں محروم نہ کر اور ہمیں ترجیح دے اور ہم پر کسی کو ترجیح نہ دے اور ہمیں راضی کر اور ہم سے راضی رہ۔ الحدیث (سنن ترمذی: ۳۱۸۳، سنن کبریٰ للنسائی: ۱۴۳۹، مسند احمد: ۲۲۲۳، المستدرک ج ۱ ص ۵۳۵)

(۱۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ ستر قاریوں کی شہادت کے قصہ میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ بلند کر کے ان کے قاتلوں کے خلاف دعائے ضرر کرتے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۱)

(۲۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بلند کر کے دو آدمیوں کے خلاف دعا کی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۲۳)

(۲۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اخلاص اس طرح ہے، آپ نے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کیا اور یہ دعا ہے، آپ نے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کیے اور یہ ابتہال ہے اور پھر آپ نے اور زیادہ ہاتھ بلند کیے۔ (کتاب الدعا للطبرانی: ۲۰۸)

(۲۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگِ احزاب کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی تو آپ نے چادر پھینک دی اور بغیر (اوپر کی) چادر کے کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھ خوب بلند کر کے دعا کی۔

(اتحاف السادۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشر ج: ۲۹۴۳)

(۲۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں کھڑے ہوئے اس طرح دعا کر رہے تھے، انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتیوں تک بلند کیے اور ہتھیلیوں کو زمین کی جانب رکھا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۳، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۸، سنن نسائی: ۳۰۱۷)

Marfat.com

(۲۴) حضرت خلاد بن سائب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کا سوال کرتے تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنی جانب رکھتے اور جب کسی چیز سے پناہ طلب کرتے تو اپنے ہاتھوں کی پشت کو اپنی جانب رکھتے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۵۶، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۸)

(۲۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میدانِ عرفات میں دعا کرتے ہوئے دیکھا، آپ کے دونوں ہاتھ سینہ کی جانب تھے جیسے کوئی مسکین کھانا مانگ رہا ہو۔ (المعجم الاوسط: ۲۹۱۳)

(۲۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے حتیٰ کہ میں ہاتھوں کو بلند کرتے ہوئے اکتا جاتی۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۵، اس کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۸)

(۲۷) حضرت ابو برزہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے حتیٰ کہ آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۷۴۴۰، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۸)

(۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ (مسند البزار: ۳۱۴۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۸)

(۲۹) حضرت یزید بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے ساتھ آئے حتیٰ کہ آپ نے المریطاء کے نزدیک قرن پر قیام کیا۔ اس وقت آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ بلند کیے ہوئے دعا کر رہے تھے۔

(المعجم الاوسط: ۸۹۱۸، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹)

(۳۰) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب حیاء کرنے والا کریم ہے، جب مرد اس کی طرف دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتا ہے تو اس کو اس سے حیاء آتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے اور ان میں کوئی خیر نہ ہو، پس جب تم میں سے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ بلند کرے تو یہ تین بار کہے "یا حی یا قیوم لا الہ الا انت یا ارحم الراحمین"۔ پھر اپنے چہرے پر خیر کو انڈیل دے (یعنی اپنے چہرہ پر ہاتھ پھیرے)۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۵۵۷)

(۳۱) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنگ دستی کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرو اور اللہ تعالیٰ سے فراخی کا سوال کرو۔ (المعجم الکبیر: ۳۸۴۲)

(۳۲) حضرت خلاد بن السائب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنی ہتھیلیوں کو چہرہ تک بلند کرتے۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۸۵)

(۳۳) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے سوال کرو اور ہاتھوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۲، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹)

(۳۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بیت اللہ کو دیکھو، جب صفا اور مروہ پر ہو اور جب میدانِ عرفات میں ہو، اور جب مزدلفہ میں ہو اور جب شیطان پر کنکریاں مارو اور جب نماز قائم کرو تو دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا۔

(المعجم الاوسط: ۱۷۰۹)

(۳۵) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم جو بات بھی کرتا ہے وہ لکھ لی جاتی ہے، جب وہ کوئی خطا کرے اور اس پر توبہ کرنا چاہے تو اسے بلند ہونے والا نور لانا چاہیے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرے اور یہ کہے کہ میں اس خطا سے توبہ کرتا ہوں اور میں یہ دوبارہ کبھی نہیں کروں گا تو اس کی وہ خطا بخش دی جائے گی جب تک کہ وہ اس خطا کو دوبارہ نہ کرے۔ (کتاب الدعاء للطبرانی: ۲۰۷)

۲۴۔ بَابُ: الدُّعَاءِ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ — قبلہ کی طرف منہ کیے بغیر دعا کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب دعا کرنے والے کا منہ قبلہ کی طرف نہ ہو تو پھر بھی دعا کرنا جائز ہے۔

۶۳۴۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَسْقِيَنَا فَتَغَيَّمَتِ السَّمَاءُ وَمُطِرْنَا حَتَّى مَا كَادَ الرَّجُلُ يَصِلُ إِلَى مَنْزِلِهِ فَلَمْ تَزَلْ تُمْطَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ فَقَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ ادْعُ اللهَ أَنْ يَصْرِفَهُ عَنَّا فَقَدْ غَرِقْنَا فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَجَعَلَ السَّحَابُ يَتَقَطَّعُ حَوْلَ الْمَدِينَةِ وَلَا يُمْطِرُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، تو ایک مرد نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش نازل فرمائے۔ پس آسمان پر بادل آگئے اور ہم پر بارش ہوئی حتیٰ کہ قریب تھا کہ کوئی مرد اپنے گھر تک نہ پہنچ سکے، پھر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی، پھر وہی مرد کھڑا ہوا یا کوئی دوسرا، سو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم سے اس بارش کو پھیر دے، پس ہم تو غرق ہو گئے۔ آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد نازل فرما، ہم پر نازل نہ فرما۔ پھر بادل مدینہ کے گرد پھٹتے رہے اور اہلِ مدینہ پر بارش نہیں ہوئی۔

(صحیح البخاری: ۹۳۲، ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲، صحیح مسلم: ۸۹۷، سنن نسائی: ۱۵۱۵، سنن ابوداؤد: ۱۱۷۴، مسند احمد: ۱۲۶۰۴)

صحیح البخاری: ۶۳۴۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غیر قبلہ کی طرف دعا کرنے کا ثبوت

اس حدیث سے باب کے عنوان پر استدلال کی دلیل یہ ہے کہ خطیب کے لیے یہ جائز ہے کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے، اور یہ منقول نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دو مرتبہ دعا کی تو آپ نے گھوم کر قبلہ کی طرف منہ کر لیا۔ اور کتاب الاستسقاء میں گزر چکا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس قصہ کے اخیر میں ہے کہ یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر پلٹی اور نہ قبلہ کی طرف منہ

Marfat.com

کیا۔(فتح الباری ج ۷ ص ۴۰۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۵۔ بَابُ: الدُّعَاءِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ — قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دعا کرنے والا جب دعا کرے تو قبلہ کی طرف منہ کرے۔

۶۳۴۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى هَذَا الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِي فَدَعَا وَاسْتَسْقَى ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباد بن تمیم از عبداللہ بن زید، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عیدگاہ کی طرف گئے بارش کو طلب کرنے کے لیے، پس آپ نے دعا کی اور بارش کو طلب کیا، پھر آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنی چادر کو پلٹا۔

(صحیح البخاری: ۱۰۰۵، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۶۳۴۳ صحیح مسلم: ۸۹۴، سنن ترمذی: ۵۵۶، سنن نسائی: ۱۵۱۱، سنن ابوداؤد: ۱۱۶۷، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۷، مسند احمد: ۱۵۹۹۹، موطا امام مالک: ۴۴۸، سنن دارمی: ۱۵۳۳)

صحیح البخاری: ۶۳۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قبلہ کی طرف دعا کے بعد منہ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں مذکور ہے کہ جب آپ نے دعا کا ارادہ کیا تو قبلہ کی طرف منہ کیا اور چادر کو پلٹا۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۴۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنے کے متعلق دیگر احادیث

امام مسلم اور امام ترمذی نے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، جب غزوہ بدر کا دن تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا، پھر قبلہ کی طرف منہ کیا، پھر اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے، پھر اپنے رب سے دعا کی۔۔الحدیث

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کیا اور قریش کی جماعت کے خلاف آپ نے دعا کی۔۔۔الحدیث۔۔اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

عبدالرحمن بن طارق از والد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب یعلیٰ کے مکان سے نکلے تو آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ ذوالبجادین کی قبر کے پاس دیکھا، پس جب آپ اس کی تدفین سے فارغ ہوئے تو آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور آپ نے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا۔ اس حدیث کی امام ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۰۲-۴۰۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۶- بَابُ: دَعْوَةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لِخَادِمِهِ بِطُولِ الْعُمُرِ وَبِكَثْرَةِ مَالِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے خادم کے لیے لمبی عمر اور کثرت مال کی دعا کرنے کا بیان

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کا بیان ہے کہ آپ نے ان کے لیے لمبی عمر اور کثرت مال کی دعا کی۔

۶۳۴۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا حَرَمِيٌّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ قَالَتْ أُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ خَادِمُكَ أَنَسٌ ادْعُ اللهَ لَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حرمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ (حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا) نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انس آپ کا خادم ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا کیجئے، تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت کر دے، اور جو کچھ تو نے اس کو دیا ہے اس میں برکت نازل فرما۔

(صحیح البخاری: ۱۹۸۲، ۶۳۳۴، ۶۳۴۴، ۶۳۷۸، ۶۳۸۰، صحیح مسلم: ۲۴۸۱، مسند احمد: ۱۲۵۳۱)

صحیح البخاری: ۶۳۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک اعتراض کا جواب

اس باب کے عنوان میں لمبی عمر کا بھی ذکر ہے، حالانکہ حدیث میں لمبی عمر کی دعا کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان کے لیے یہ دعا کی کہ جو (حضرت) انس (رضی اللہ عنہ) کو عطا فرمایا ہے اس میں برکت نازل فرما، یہ اس پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے، اور اس میں دعا کرنا لمبی عمر کو شامل ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض دیگر سندوں کے ساتھ اس حدیث میں یہ روایت ہے، آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کی حیات

Marfat.com

لمبی کر، اس کو امام بخاری نے الادب المفرد میں ایک اور سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن ابی الاسود کا ذکر ہے، اور یہ عبداللہ بن محمد بن ابی الاسود ہیں۔ اور ابوالاسود کا نام حمید بن الاسود ہے جو عبدالرحمٰن بن مہدی البصری الحافظ کے بھانجے ہیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۹۔ ۴۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۴۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے لمبی عمر کی دعا کی توجیہ

اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے لمبی عمر کے لیے دعا کی۔ اگرچہ دوسری سندوں کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے کثرتِ ولد کی دعا کی اور کثرتِ اولاد متعدد سالوں میں ہوتی ہے۔ پس کثرتِ اولاد کی دعا کرنا اس کو مستلزم ہے کہ ان کی عمر لمبی ہے۔

نیز آپ نے یہ بھی دعا کی کہ جو کچھ ان کو عطا کیا ہے اس میں برکت نازل فرما، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عمر بھی عطا کی تھی۔ اور عمر میں برکت کی دعا اس کو مستلزم ہے کہ ان کی عمر لمبی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کثرتِ مال اور کثرتِ اولاد کا بیان

رہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مال کی کثرت تو ان کی کھجوریں ایک سال میں دو مرتبہ پھل دیتی تھیں۔ اور رہا ان کی اولاد کی کثرت تو حضرت انس رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جو اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے اپنی پشت سے ایک سو نرینہ اولاد کو دیکھ لیا۔ اور خود حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حجاج بن یوسف جب بصرہ آیا تو اس وقت تک میں ایک سو اور کچھ اولاد کو دفن کر چکا تھا۔ اور حجاج بن یوسف ۷۵ھ میں بصرہ آیا تھا۔ اور اس کے آنے کے بعد جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوئی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے تھی۔ اور رہی ان کی عمر تو وہ ایک سو سے زائد سال تھی۔

عمر کی طوالت پر ایک اعتراض کا جواب

اگر تم یہ کہو کہ لمبی عمر کی دعا کا کیا معنی ہے حالانکہ یہ معلوم ہے کہ عمر کی مدت میں نہ کوئی اضافہ ہوتا ہے اور نہ کوئی کمی ہوتی ہے بلکہ وہ اتنی ہی رہتی ہے جتنی عمر اس کی اس وقت لکھ دی گئی تھی جب وہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا۔

اس کا جواب یہ ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح لکھتا ہے کہ اگر اس کے بندہ نے اس کی اطاعت کی اور اس سے ڈرتا رہا اور گناہوں کو ترک کیا تو اس کی عمر اتنی ہوگی ورنہ اس سے کم ہوگی۔ اور اس کی وضاحت درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:

قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۙ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اتَّقُوۡہُ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ۙ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ وَ یُؤَخِّرۡکُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (نوح: ۲۔۴)

(نوح) نے کہا: اے میری قوم! میں تمہیں عذاب سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں O کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو O وہ تمہارے بعض گناہوں کو معاف فرمادے گا اور تمہیں ایک معین مدت تک مہلت دے گا، بے شک جب اللہ کی معین کردہ مدت آجائے گی تو اس کو موخر نہیں کیا جائے گا، کاش تم جانتے O

اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تو تمہاری زندگی کی مدت میں اضافہ کر دیا جائے گا، اور اگر تم نے نافرمانی کی تو اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ثابت ہے کہ ان کی عمر کی کیا مقدار ہوگی۔

علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے: اسی کی مثل وہ روایت ہے کہ صدقہ تقدیر مبرم کو ٹال دیتا ہے اور دعا مصیبت کو دور کر دیتی ہے، حالانکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی مرد اپنے گناہوں کی وجہ سے سزا کا مستحق ہوتا ہے، پھر وہ اگر صدقہ کر دے تو اس سے وہ سزا ساقط ہو جاتی ہے۔

اور اس کی مزید تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ خفیہ طور پر صدقہ دینا رب تبارک وتعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۹ ص ۴۲۱، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۱ ص ۲۸۹، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۵، شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۴)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نزول کی جگہ ہوتا ہے، اور جب صدقہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب زائل ہو جائے تو عذاب بھی زائل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو دعا اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچتی ہے اور کوئی مصیبت آسمان سے نازل ہونے والی ہوتی ہے تو اس دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو زائل کر دیتا ہے، اور ان تمام چیزوں کے متعلق قلم تقدیر لکھ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ صدقہ کرے گا یا دعا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے اپنے غضب کو زائل کر دے گا اور مصیبت کو ٹال دے گا۔

اور اس حدیث کے اندر غنی کی فقیر پر فضیلت کا بیان ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے مال کی کثرت کی دعا کی اور ہم ان شاء اللہ اس بحث کو دوبارہ کتاب الرقاق میں ذکر کریں گے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۶۷۔۲۶۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۴۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے طویل عمر کی دعا کی توجیہ

اس حدیث میں لمبی عمر کی دعا کا ذکر نہیں ہے، تو امام بخاری نے عنوان میں لمبی عمر کی دعا کا ذکر کیسے کیا؟

Marfat.com

بعض شارحین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں ان کے لیے کثرتِ اولاد کا ذکر ہے، اور کثرتِ اولاد طول عمر کو مستلزم ہے۔اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں کوئی ملازمہ نہیں ہے۔البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ لوگوں کی عام عادت یہ ہے کہ جب اولاد کثیر ہوتی ہے تو عمر زیادہ ہوتی ہے لیکن بہتر جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو الادب المفرد میں ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں کہ انس آپ کا خادم ہے، آپ اس کے لیے دعا نہیں فرماتے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے مال میں کثرت کر، اس کی اولاد میں کثرت کر، اس کی حیات لمبی کر اور اس کی مغفرت فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اولاد کی کثرت کا بیان

اور ان کی اولاد کی کثرت کا بیان یہ ہے کہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: اللہ کی قسم! میرا مال کثیر ہے اور میری اولاد اور اولاد کی اولاد آج ایک سو سے زیادہ ہیں۔اور کتاب الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ مجھے میری بیٹی امینہ نے خبر دی کہ حجاج کے بصرہ آنے تک میری پشت سے ایک سو بیس اولاد مدفون ہو چکی ہیں۔اور علامہ نووی نے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صحابہ میں سب سے زیادہ اولاد تھی۔اور علامہ ابن قتیبہ نے المعارف میں لکھا ہے کہ بصرہ میں تین مرد ایسے تھے جو اس وقت تک نہیں فوت ہوئے حتیٰ کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنی اولاد سے ایک سو مرد دیکھ لیے جو ان کی پشت سے پیدا ہوئے تھے: حضرت ابوبکرہ، حضرت انس اور حضرت خلیفہ بن بدر اور بعض علماء نے چوتھے کا ذکر بھی کیا ہے اور وہ معلق بن ابی صفرہ ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مال کی کثرت کا بیان

اور مال کی کثرت کا بیان یہ ہے: امام ترمذی نے ابوالعالیہ سے روایت کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کے باغ میں ہر سال دو مرتبہ پھل لگتے تھے اور ان کے پھلوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی، اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر کے طول کا بیان

اور رہا ان کی عمر کا طویل ہونا تو صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ہجرت کے وقت ان کی عمر نو سال تھی اور ان کی وفات ۹۱ھ میں ہوئی۔ نیز ایک قول یہ ہے کہ ان کی عمر ایک سو تین سال ہوئی۔یہ خلیفہ کا قول ہے اور یہی معتبر ہے۔اور ان کی عمر کے متعلق جو زیادہ سے زیادہ روایت ہے، وہ یہ ہے کہ ان کی عمر ایک سو اور سات سال تھی اور کم سے کم عمر کی روایت یہ ہے کہ ان کی عمر ۹۹ سال تھی۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۰۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۷۔ بَابُ: الدُّعَاءِ عِنْدَ الْكَرْبِ — غم اور پریشانی کے وقت دعا کرنا

کرب کا معنی ہے: ایسا غم جو انسان کو اپنی گرفت میں لے اور پریشانی۔

۶۳۴۵۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے

Marfat.com

اللہ عنہما قال کان النبی ﷺ یدعو عند الکرب یقول لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم لا الہ الا اللہ رب السموات والارض ورب العرش العظیم

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از ابی العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ غم اور پریشانی کے وقت یہ دعا کرتے تھے:
''اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، جو عظیم ہے اور بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، اور عرش عظیم کا رب ہے''۔

(صحیح البخاری:۶۳۴۶، ۷۴۲۱، ۷۴۳۱، صحیح مسلم:۲۷۳۰، سنن ترمذی:۳۴۳۵، سنن ابن ماجہ:۳۸۸۳، مسند احمد:۲۰۱۳)

صحیح البخاری:۶۳۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، وہ ابن ابو عبداللہ الدستوائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو العالیہ، یہ ''العلو'' سے ماخوذ ہے، ان کا نام رفیع الریاحی ہے۔

سند مذکور پر ایک اعتراض کا جواب

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام بخاری کی اس سند میں قتادہ کا ذکر ہے، اور قتادہ مدلس ہیں کیونکہ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں کتاب الطہارۃ میں ابو خالد الدالانی کی حدیث کے بعد لکھا ہے از قتادہ از ابی العالیہ، شعبہ نے کہا کہ قتادہ نے ابو العالیہ سے چار حدیثوں کا سماع کیا ہے: (۱) یونس بن متی کی حدیث (۲) حضرت ابن عمر کی حدیث کتاب الصلوٰۃ میں (۳) اور حدیث القضاۃ ثلاثۃ (۴) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ''میرے نزدیک کچھ مرد پسندیدہ ہیں''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام بخاری کے نزدیک یہ حصر معتبر نہیں ہے، کیونکہ شعبہ مدلسین میں سے کسی سے روایت نہیں کرتے تھے سوا اس صورت کے کہ اس مدلس نے اپنے شیخ سے سماع کیا ہو۔ اور اس حدیث کی شعبہ نے قتادہ سے روایت کی ہے، اس لیے امام بخاری نے اس حدیث کو اپنے عنوان کے آخر میں وارد کیا ہے جس مقام پر یہ کہا کہ وہب نے بیان کیا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ اسی کی مثل جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نبی ﷺ کرب کے وقت یہ دعا کرتے تھے'' یعنی جب پریشانی نازل ہوتی تو آپ یہ دعا کرتے تھے۔ اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ان کلمات کے ساتھ دعا کرتے تھے اور پریشانی کے وقت یہ کلمات پڑھتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم'' یہ کلمات توحید کے اوپر مشتمل ہیں۔ اور یہ ان تنزیہات کی اصل

Marfat.com

ہے جن کا نام اوصافِ جلالیہ رکھا گیا ہے۔ اور اس میں عظمت کا ذکر ہے جو قدرتِ عظیمہ پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ عاجز عظیم نہیں ہوتا۔ اور اس میں حلم کا ذکر ہے جو علم پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ جو کسی چیز سے جاہل ہو اس سے حلم متصور نہیں ہوتا۔ اور علم اور حلم صفاتِ وجودیہ حقیقیہ کی اصل ہیں جن کا نام اوصافِ اکرامیہ رکھا گیا ہے۔ اور اس دعا میں حلیم کے ذکر کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ مومن کا غم اور پریشانی غالباً اطاعت میں کسی قسم کی تقصیر کی وجہ سے ہوتا ہے، یا کسی حال میں عبادت سے غافل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کے معاف کرنے کی امید ہے جس سے غم کم ہو جائے گا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ کلمات ذکر ہیں نہ کہ دعا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس ذکر سے دعا کو شروع کیا جاتا ہے تاکہ پریشانی دور ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رب السمٰوٰت والارض" اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا اور پوری کائنات کا رب ہے لیکن ان کلماتِ دعائیہ میں آسمانوں اور زمینوں کے ذکر کی تخصیص اس وجہ سے کی گئی ہے کہ ہمارے مشاہدات میں سب سے عظیم چیز آسمان اور زمین ہیں۔

لغت میں رب کا معنی مالک، سید، تدبیر کرنے والا، پالنے والا، نعمت پوری کرنے والا اور نعمت دینے والا ہے۔ رب کا لفظ مطلقاً اسی وقت بولا جاتا ہے جب اس سے مراد اللہ عزوجل کی ذات ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے غیر پر رب کا اطلاق کیا جائے تو کہا جائے گا: فلاں چیز کا رب۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "رب العرش العظیم" یہ کلماتِ دعائیہ بھی توحید اور ربوبیت پر مشتمل ہیں اور عرش کی عظمت کو متضمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماءِ حسنیٰ میں سے رب کے لفظ کو اس لیے خاص فرمایا ہے کہ پریشانی کو دور کرنے کے لیے اور غم کو ٹالنے کے لیے رب کا لفظ بہت مناسب ہے، کیونکہ یہ تربیت کا مقتضی ہے۔

اور عرش کی تخصیص اس لیے ہے کہ وہ عالم کے تمام اجسام میں سب سے عظیم ہے اور تمام چیزیں عرش کے نیچے داخل ہیں جیسے ادنیٰ، اعلیٰ میں داخل ہوتا ہے۔ پھر لفظ عظیم عرش کی صفت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۶۹۔۴۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۴۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ وَقَالَ وَهْبٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام از ابو عبداللہ از قتادہ از ابو العالیہ، از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غم اور پریشانی کے وقت یہ دعا کرتے تھے:

"اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، جو عظیم اور بردبار ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جو عرشِ عظیم کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، جو آسمانوں کا رب ہے اور زمینوں کا رب ہے اور عرشِ کریم کا رب ہے"۔

اور وہب نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ اسی

Marfat.com

حدیث کی مثل۔

(صحیح البخاری:۶۳۴۶، ۷۴۲۱، ۷۴۳۱، صحیح مسلم:۲۷۳۰، سنن ترمذی:۳۴۳۵، سنن ابن ماجہ:۳۸۸۳، مسند احمد:۲۰۱۲)

صحیح البخاری:۶۳۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور کی دوسری سند ہے۔پہلی سند کے ساتھ حدیث میں ''رب العرش العظیم'' ہے۔ اور دوسری سند کے ساتھ ''رب العرش الکریم'' ہے۔اور کریم کا معنی ہے کہ وہ کیفیت کی جہت سے حسن ہے اور ذات اور صفت کے لحاظ سے ممدوح ہے۔اور حدیث سابق میں عرش کی صفت عظیم ہے، وہ باعتبار مقدار کے ہے، یعنی اس کی جسامت بہت بڑی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۶۳۴۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ حدیث مذکور میں دعا کا ذکر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا ذکر ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دعا سے پہلے اس طرح کے دعائیہ کلمات کہنے چاہئیں جس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا ذکر ہو اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے وہ کلمات ہوں جن کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ الاعمش نے النخعی سے روایت کی ہے کہ جب کوئی مرد دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا ذکر کرے تو اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔اور جب حمد وثناء سے پہلے دعا کرے تو اس دعا کے مقبول ہونے کی توقع ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر اس طرح تنبیہ کی ہے: جب تم کو کسی امیر یا حاکم سے اپنے اوپر ظلم کا خطرہ ہو تو یہ دعا کرو: اے اللہ! سات آسمانوں کے رب اور عرش عظیم کے رب! میرے لیے فلاں سے پناہ ہو جا اور جنات اور انسانوں میں سے اس کے معاونین سے پناہ ہو جا کہ وہ میرے اوپر کوئی زیادتی کریں یا مجھ پر کوئی سرکشی کریں، جب تم یہ دعا کرو گے تو اللہ عزوجل تم کو اس سے پناہ میں رکھے گا اور وہ تمہیں کوئی ناپسندیدہ ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

دعائے مذکور کی برکات اور ثمرات

حسین مروزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں کون سا ذکر زیادہ کرتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا: آپ یہ ذکر کرتے تھے ''لا الٰہ الا اللہ سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر وللہ الحمد'' پھر مجھ سے سفیان نے کہا: یہ ذکر ہے اور اس میں دعا نہیں ہے، پھر مجھ سے انہوں نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جب بندہ مجھ سے سوال کرنے کے بجائے میری حمد وثناء کرنے میں مشغول ہو تو میں اس کو ان سے زیادہ عطا کرتا ہوں جس کا سائلین سوال کرتے ہیں، میں نے کہا: جی ہاں۔آپ نے مجھے یہ حدیث بیان کی اور ابن مہدی نے بھی یہ حدیث بیان کی ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی تحریر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: مجھے ابوبکر رازی نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں اصفہان میں شیخ ابونعیم کے پاس تھا اور ان سے حدیث لکھتا تھا اور وہاں ایک اور شیخ بھی تھے جو ابوبکر بن علی کے نام سے معروف تھے اور تمام شہر والے انہی سے فتوے لیتے تھے۔ بعض شہر والوں نے ان سے حسد کیا اور ان کے خلاف سلطان سے شکایت کی، سلطان نے ان کو قید کرنے کا حکم دیا اور یہ رمضان کے مہینہ کا واقعہ ہے۔ ابوبکر رازی نے بیان کیا: پس میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی دائیں طرف تھے اور آپ کے ہونٹ ہل رہے تھے اور مسلسل تسبیح پڑھ رہے تھے، پس مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر بن علی سے کہو کہ وہ دعائے کرب کو پڑھیں جو صحیح البخاری میں ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان سے پریشانی کو دور کردے، پس میں صبح کو ان کے پاس آیا اور ان کو اپنے خواب کی خبر دی، انہوں نے وہ دعا کی اور چند دن کے بعد ان کو قید سے نکال دیا گیا۔ پس اس خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بخاری کی اس کتاب کی صحت کی خبر دی ہے اور جبریل علیہ السلام کے سامنے دی ہے اور شیطان اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں متمثل ہو جائے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۱۲۔۱۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے بھی حسین مروزی کی روایت سے ابوبکر بن علی کا یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۷۵۔۲۷۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۰۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابوبکر بن علی کے واقعہ کے فوائد اور مسائل

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے مظلومین کے احوال پر مطلع فرمایا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مظلوم کسی مصیبت میں مبتلاء ہو، اللہ تعالیٰ نے اس سے آپ کو اس مصیبت کے دور کرنے کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح البخاری کے ابواب اور اس کی احادیث پر مطلع ہیں اور اپنی امت کو ان احادیث کے مطابق عمل کرنے کی ہدایت دیتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف صحیح البخاری کے ابواب اور احادیث پر مطلع نہیں تھے بلکہ آپ احادیث کے رواۃ اور ان کی ثقاہت پر بھی مطلع تھے اور امت کو اس پر آگاہ فرماتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احادیث کے رواۃ پر مطلع ہونا اور امت کو اس سے آگاہ فرمانا

امام مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہمیں سوید بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اور حمزہ الزیات نے ابان بن ابی عیاش سے تقریباً ایک ہزار احادیث کا سماع کیا۔ علی بن مسہر کہتے ہیں کہ میری ملاقات حمزہ سے ہوئی تو

انہوں نے مجھے خبردی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ کے سامنے ابان بن اباس سے سنی ہوئی احادیث کو پیش کیا، تو آپ نے ان میں سے صرف چند احادیث کو پہچانا، وہ پانچ یا چھ احادیث تھیں۔

(مقدمہ امام مسلم: ۸۰، صحیح مسلم: ص ۲۳، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن کثیر الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمن نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابونعیم احمد بن محمد بن ابراہیم البزار نے خبردی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوحامد بن بلال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالازہر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی حکیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، انہوں نے کہا: میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کی امت میں ایک مرد ہے جس کو سفیان ثوری کہا جاتا ہے تو وہ کیسا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا باس بہ'' یعنی اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(تفسیر ابن کثیر (تفسیر سورۃ الاسراء)، ج ۳ ص ۱۶، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

ان دو مستند حوالوں سے ظاہر ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حدیث کے راویوں پر بھی تھی اور ان کے ضعف اور قوت کو بھی آپ پہچانتے تھے اور امت کو اس سے آگاہ بھی فرماتے تھے۔

کرب اور مصیبت کے وقت صرف اللہ کو یاد کرنے اور اس سے مدد طلب کرنے کی تعلیم اور تلقین

نیز صحیح البخاری میں جو کرب اور مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی تعلیم اور تلقین ہے، اس میں زیادہ اہمیت کے ساتھ یہ ہدایت ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ کو یاد کرنا چاہیے اور اللہ سے دعا کرنی چاہیے۔ اور یہ کہ مصیبت اللہ کا نام لینے سے ہی ٹلتی ہے، اس لیے بندہ کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے اور یاد کرتا رہے اور اسی سے لو لگائے رکھے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہی تعلیم تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مشن تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ وصیت کی: جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو۔

(ابن ابی عاصم فی السنۃ: ۳۱۶، سنن ترمذی: ۲۵۱۶، المعجم الطبرانی: ۱۲۹۸۸، ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ: ۴۲۵، شعب الایمان للبیہقی: ۱۹۵، الآجری فی الشریعۃ ص ۱۹۸، مسند عبد بن حمید: ۶۳۶، العقیلی فی الضعفاء: ج ۳ ص ۵۳، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۵۴۱۔ ۵۴۲، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۱۴، کتاب الآداب للبیہقی: ۱۰۷۳، مسند ابویعلیٰ: ۱۰۹۹، تاریخ بغداد، ج ۱۴ ص ۱۲۵، الدرالمنثور ج ۱ ص ۱۵۹، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، مسند احمد: ج ۱ ص ۲۹۳، رقم الحدیث: ۲۶۶۹، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مصیبت اور پریشانی دور کرنے کے لیے دیگر دعاؤں کے متعلق احادیث

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو

ایسے کلمات کی تعلیم نہ دوں جب تم ان کلمات کو پڑھ لو تو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دے گا حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل کیے ہوئے ہو، (وہ کلمات یہ ہیں:) ''لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم ، لا الہ الا اللہ العلی العظیم، سبحان اللہ رب السموٰت السبع و رب العرش الکریم ، الحمد للہ رب العالمین''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۳۴۶)

نیز امام ابن ابی شیبہ نے دعائے کرب کے باب میں اپنی سند کے ساتھ از عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ روایت کی ہے کہ مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت زدہ کے لیے یہ دعائیہ کلمات فرمائے:

اللھم رحمتك ارجوا ، فلا تکلنی الی نفسی طرفة عین، و اصلح لی شانی کلہ، لا الہ الا انت۔

اے اللہ! میں تیری رحمت سے امید رکھتا ہوں، تو مجھے پلک جھپکنے کی مقدار بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر، اور میرے تمام احوال کی اصلاح فرما، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۴۵)

امام احمد نے سندِ جید کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تعلیم دی کہ جب مجھ پر کوئی مصیبت آئے تو میں یہ دعا کروں: ''لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ وتبارك اللہ رب العرش العظیم ، الحمد للہ رب العالمین''۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۹۱)

نیز امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انصار صحابہ میں سے ایک مرد تھا جس کی کنیت ابو معلق تھی اور وہ تاجر تھا، اس کو چوروں نے پکڑ لیا اور اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، اس انصاری نے کہا: مجھے اجازت دو میں چار رکعت نماز پڑھ لوں، انہوں نے کہا: پڑھ لو، اس نے نماز پڑھی اور پھر یہ دعا کی:

یاودود یاودود، یا ذالعرش المجید، یا فعالا لما ترید، اسألك بعزتك التی لا ترام، وملکك الذی لا یضام ، وبنورك الذی ملأ ارکان عرشك ان تکفینی شر ھذا اللص یا مغیث اغثنی یا مغیث اغثنی یا مغیث اغثنی۔

اے محبت کرنے والے، اے محبت کرنے والے، اے عرشِ مجید کے مالک! اے وہ جو اپنے ہر ارادہ کے متعلق کام کرتا ہے، میں تیری عزت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو کبھی جھکتی نہیں ہے، اور تیرے ملک کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اس میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔ اور تیرے اس نور کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس نے تیرے عرش کے پایوں کو بھر لیا کہ تو اس چور کے شر سے مجھے کافی ہو جا، اے مدد کرنے والے میری مدد فرما، اے مدد کرنے والے میری مدد فرما، اے مدد کرنے والے میری مدد فرما۔

پس اچانک ایک فرشتہ اپنے ہاتھ میں مارنے کا آلہ لے کر آیا اور اس نے چور کو قتل کر دیا، اس انصاری نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں، جب تو نے دعا کی تو آسمان والوں نے تمہاری فریاد سنی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے اس چور کے قتل پر مامور کر دے، سو اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پس جان لو کہ جس نے چار رکعت نماز پڑھی اور پھر یہ دعا کی تو اس کی دعا قبول کی جائے گی خواہ وہ مصیبت زدہ ہو یا غیر مصیبت زدہ ہو۔

Marfat.com

(مجابو الدعوۃ ص ۶۳، رقم: ۲۳)(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۷۱-۲۷۳ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

مصیبت کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنے کی تلقین

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوا کہ ہر مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہیے، اسی سے سوال کرنا چاہیے، اسی سے مدد طلب کرنی چاہیے، اور اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے۔ ہمارے زمانہ میں لوگ اللہ تعالیٰ کو بھول چکے ہیں اور اپنے مصائب میں اور اپنی حاجات میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے۔ ہر چند کہ نمازوں کے بعد اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کرتے ہیں لیکن وہ رسمی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، اخلاص سے اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں، اسی سے سوال کریں، اسی سے دعا کریں، اسی سے مدد چاہیں۔ اور ہر پیش آمدہ مصیبت اور آفت میں اللہ تعالیٰ کو پکاریں، جیسا کہ مسند احمد اور سنن ترمذی کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث گزر چکی ہے۔ اس حدیث کا پورا متن اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں، اللہ کو یاد رکھو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد رکھو تم اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو سو اللہ سے سوال کرو، اور جب تم مدد طلب کرو، سو اللہ سے مدد طلب کرو۔ اور جان لو کہ پوری امت اگر تمہیں کسی چیز پر نفع پہنچانے پر جمع ہو جائے تو وہ تمہیں کسی چیز کا نفع نہیں پہنچا سکتی سوا اس کے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر پوری امت تمہیں ضرر پہنچانے پر جمع ہو جائے تو وہ تمہیں بالکل ضرر نہیں پہنچا سکتی، سوا اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر ضرر لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے لکھ کر خشک ہو گئے ہیں۔

(ابن ابی عاصم فی السنۃ: ۳۱۶، سنن ترمذی: ۲۵۱۶، المعجم للطبرانی: ۱۲۹۸۸، ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ: ۴۲۵، شعب الایمان للبیہقی: ۱۹۵، الآجری فی الشریعۃ ص ۱۹۸، مسند عبد بن حمید: ۶۳۶، العقیلی فی الضعفاء: ج ۳ ص ۵۳، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۵۴۱-۵۴۲، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۱۴، کتاب الآداب للبیہقی: ۱۰۷۳، مسند ابو یعلیٰ: ۱۰۹۹، تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۲۵، الدر المنثور ج ۱ ص ۱۵۹، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، مسند احمد: ج ۱ ص ۲۹۳، رقم الحدیث: ۲۶۶۹، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور اس سے دعا کرنے کی وجہ سے مصیبت ٹلنے کے متعدد واقعات

امام ابن ابی الدنیا نے "کتاب الفرج بعد الشدۃ" میں عبد الملک بن عمیر سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ولید بن عبد الملک نے عثمان بن حبان کو لکھا کہ الحسن بن الحسن (رضی اللہ عنہما) کو پکڑو اور ان کو سو کوڑے مارو، اور لوگوں کے سامنے پیش کرو، پھر حضرت حسن بن حسن کو بلایا گیا تو حضرت علی بن حسین (حضرت زین العابدین) ان کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا: اے میرے چچا کے بیٹے! آپ مصیبت ٹلنے کی دعاؤں کو یاد کریں اور پڑھیں، اللہ تعالیٰ آپ سے مصیبت ٹال دے گا۔ تو حضرت الحسن بن الحسن

Marfat.com

(رضی اللہ عنہما) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ الفاظ کہے (لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم، لا الہ الا اللہ رب السماوات والارض ورب العرش الکریم) حضرت الحسن بن الحسن (رضی اللہ عنہما) نے وہ کلمات پڑھے تو ان کی طرف عثمان بن حبان نے سر اٹھا کر دیکھا اور کہا: میں دیکھتا ہوں کہ اس مرد کے خلاف جھوٹ بولا گیا ہے، ان کا راستہ چھوڑ دو اور میں عنقریب امیر المومنین (ولید بن عبدالملک) کو ان کا عذر لکھ کر بھیج دوں گا، سو حضرت الحسن بن الحسن (رضی اللہ عنہما) کو رہا کر دیا گیا۔

امام نسائی اور امام طبری نے از الحسن بن الحسن بن علی (رضی اللہ عنہم) روایت کی ہے، کہ جب حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا تو ان سے فرمایا: اگر تم پر کوئی مصیبت نازل ہو تو تم یہ دعا کرنا: ''لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم، سبحان اللہ رب العرش العظیم، الحمد للہ رب العالمین''۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر حجاج بن یوسف نے مجھے بلایا تو میں نے یہ دعا پڑھی تو حجاج نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تمہیں بلایا تھا اور اس وقت میں تمہیں قتل کرنے کا ارادہ کرتا تھا لیکن اب تم مجھے روئے زمین پر سب سے زیادہ محبوب ہو۔ اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ اپنی حاجت بیان کیجئے۔

اور اسی قبیل سے امام ترمذی کے سوا باقی اصحاب السنن نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات کی تعلیم نہ دوں جن کو تم مصیبت نازل ہونے کے وقت پڑھو؟ (وہ کلمات یہ ہیں) ''اللہ، اللہ ربی، لا اشرك به شیئا'' (یعنی اللہ، اللہ میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتی)۔

امام طبری نے از ابو الجوزاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی کی مثل بیان کی ہے۔ اور امام ابوداؤد نے اور اس حدیث کو امام ابن حبان نے از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے۔

مصیبت زدہ کی دعاؤں میں سے یہ بھی ہے:

اللهم رحمتك ارجو فلا تكلنی الی نفسی طرفة عینی، واصلح لی شانی كله لا اله الا انت۔

اے اللہ! میں تیری رحمت سے امید رکھتا ہوں، تو مجھے پلک جھپکنے کی مقدار بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر، اور میرے تمام احوال کی اصلاح فرما، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۰۵، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۸۔ بَابُ: التَّعَوُّذِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ — مصیبت کی مشقت سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں مصیبت کی مشقت سے پناہ طلب کرنے کا بیان ہے، جَہد اور جُہد دونوں کا معنی مشقت ہے۔ جب بھی انسان کو شدید مشقت اور ایسی مصیبت پہنچے جسے برداشت کرنے کی اس میں طاقت نہ ہو اور وہ از خود اس مصیبت کو دور کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ ''جهد البلاء'' ہے یعنی مصیبت کی مشقت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے جهد البلاء کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مال کا کم ہونا اور عیال کا زیادہ ہونا یہ جهد البلاء ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۷۳۴۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي سُمَيٌّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ قَالَ سُفْيَانُ الْحَدِيثُ ثَلَاثٌ زِدْتُ أَنَا وَاحِدَةً لَا أَدْرِي أَيَّتُهُنَّ هِيَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سمی نے حدیث بیان کی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مصیبت کی مشقت اور بدبختی کے حصول اور بری قضاء سے اور دشمنوں کی خوشی سے پناہ طلب کرتے تھے۔ سفیان نے کہا: حدیث میں تین چیزیں ہیں اور میں نے ایک کا اضافہ کر دیا، اور میں از خود نہیں جانتا کہ وہ اضافہ شدہ ان تین چیزوں میں سے کون سی چیز ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۱۶، صحیح مسلم: ۲۷۰۷، سنن نسائی: ۵۴۹۲، مسند احمد: ۷۳۰۸)

صحیح البخاری: ۷۳۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سمی، یہ مولیٰ ابوبکر بن عبدالرحمٰن المخزومی ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ابو صالح، یہ ذکوان الزیات ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "رسول اللہ ﷺ پناہ طلب کرتے تھے": اکثر احادیث میں اسی طرح ہے اور مسدد نے از سفیان اپنی سند کے ساتھ اس کی لفظِ عمرو کے ساتھ روایت کی ہے۔ اس حدیث میں ہے "تعوذوا" یعنی تم مصیبت کی مشقت وغیرہ سے پناہ طلب کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور آپ "درك الشقاء" سے پناہ طلب کرتے تھے"۔ "درك" کا معنی ہے: ادراک اور لحوق، یعنی کسی چیز کو پانا اور اس کا حصول۔ اور "شقاء" کا معنی ہے: شدت، اور تنگی اور یہ سعادت کی ضد ہے یعنی بدبختی۔ اور اس کا اطلاق اس سبب پر کیا جاتا ہے جو ہلاکت کی طرف پہنچائے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ "درك الشقاء" کی دو قسمیں ہیں، ایک دنیا میں اور دوسری آخرت میں۔ اسی طرح "سوء القضاء" یعنی بری تقدیر، یہ بھی عام ہے نفس میں اور مال میں اور اہل میں اور خاتمہ میں اور آخرت میں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ "سوء القضاء" سے پناہ طلب کرتے تھے۔ قضاء سے مراد ہے المقضی، یعنی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے جس چیز کا حکم دیا ہو اور اللہ تعالیٰ کا ہر حکم حسن ہے، اس کے کسی حکم میں برائی نہیں ہے۔ علماء نے قضاء اور قدر کی تعریف میں بیان کیا ہے کہ قضاء کا معنی ہے: ازل میں کلیات کا بطور اجمال حکم کرنا۔ اور قدر کا معنی ہے: ان کلیات کی جزئیات کے وقوع پر بطور تفصیل کے حکم لگانا۔

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ٘ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ (الحجر:۲۱) اور ہمارے ہی پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم اس کو صرف معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں O

اس آیت میں ''خزائنہ'' کا لفظ ہے، یہ خزانہ کی جمع ہے، خزانہ اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنی چیزیں چھپا کر رکھتا ہے، یا اس جگہ انسان اپنی چیزوں کو محفوظ کر کے رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کے رزق اور معیشت کے اسباب جمع کر کے رکھے ہوئے ہیں، عام مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس خزانہ سے مراد بارش ہے، کیونکہ انسانوں، حیوانوں اور پرندوں کو رزق کی فراہمی بھی بارش کے ذریعہ ہوتی ہے۔ بارش سے سبزہ اگتا ہے اور فصل تیار ہوتی ہے، جس میں انسانوں، حیوانوں اور پرندوں سب کے لیے غذا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر سال سب جگہ یکساں بارش نازل نہیں فرماتا بلکہ اپنی حکمت سے کسی جگہ کم بارش نازل فرماتا ہے، کسی جگہ زیادہ اور کسی جگہ بالکل بارش نازل نہیں فرماتا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''و شماتۃ الاعداء'' اس کا معنی ہے کہ دشمنوں کی خوشی پر غم ناک ہونا اور جب دشمن اس کے غم پر خوش ہوں تو اس سے دل میں بہت زیادہ تاثیر ہوتی ہے اور بہت زیادہ قلق ہوتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تعلیم کے لیے یہ دعا کی ہے۔

اور تعوذ کے یہ کلمات جامعہ ہیں، کیونکہ مصیبت یا تو مبدأ کی جہت سے ہوگی اور وہ بری تقدیر ہے۔ یا معاد کی جہت سے ہوگی اور وہ بدبختی کا حصول ہے، کیونکہ حقیقی بدبختی وہی ہے جو آخرت میں بدبختی ہو یا دنیا کی زندگی کے اعتبار سے مصیبت ہوگی یا دوسروں کی وجہ سے ہوگی یا اس کے اپنے نفس کی وجہ سے ہوگی۔ اگر دوسروں کی وجہ سے ہو تو وہ دشمنوں کا خوش ہونا ہے۔ اور اگر اپنے نفس کی وجہ سے ہو تو وہ جھد البلاء ہے یعنی مصیبت کی مشقت ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے سفیان، اور یہ سفیان بن عیینہ ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ اور یہ تعلیق اسی سند کے ساتھ موصول ہے۔

سفیان نے کہا کہ حدیث میں تین چیزوں کا ذکر ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تین چیزوں کا ذکر کیا ہے اور میں نے اس میں ایک چیز کا اضافہ کر دیا تو یہ چار ہو گئیں۔ اور میں از خود نہیں جانتا کہ وہ چوتھی چیز ان میں سے کون سی ہے۔ یعنی جس چوتھی چیز کا میں نے اضافہ کیا وہ کونسی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا: سفیان بن عیینہ کے لیے یہ کس طرح جائز ہوا کہ وہ اپنے کلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے ساتھ ملا دیں اس طرح کہ ان دونوں میں فرق نہ کیا جا سکے؟

پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ انہوں نے اس طرح نہیں ملایا کہ ان پر وہ تین معین چیزیں مشتبہ ہو گئی ہیں۔ اور انہوں نے جان

Marfat.com

کہ یہ تین چیزیں چار چیزوں میں سے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اس روایت کی تحقیق کے لیے چار کا ذکر کیا۔ کیونکہ وہ اضافہ شدہ چیز ان سے خارج نہیں تھی۔

اور امام بخاری نے کتاب القدر میں اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں ان چاروں چیزوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے ذکر کیا ہے اور اس میں کسی تردد اور شک کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ اس میں کسی زیادتی یا کمی کا ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۷۴۔ ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: علامہ عینی کی مذکور شرح، علامہ ابن الملقن شافعی کی شرح سے ماخوذ ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۷۷۔ ۲۷۸ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۶۳۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"درك الشقاء" اور "سوء القضاء" کا معنی

"درك الشقاء" کا معنی ہے کہ مجھے بدبختی لاحق ہو، اور "شقا" سعادت کی ضد ہے۔ اور "سوء القضاء" سے ہو سکتا ہے یہ مراد ہو کہ جو قضاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاحق ہوتی ہے، کیونکہ ہمیں جو بھی اچھائی یا برائی پہنچتی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اگرچہ برائی کے اسباب ہم مہیا کرتے ہیں لیکن وہ سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ہوتا ہے، اور قضاء وہی ہے جو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: "ہم اپنے نفسوں کے شر در سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں"۔

"شماتة الاعداء" کا معنی

"شماتة الاعداء" کا معنی یہ ہے کہ ہمیں جو مصائب اور تکلیفیں پہنچی ہیں، ہمارے دشمن ان پر خوش ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچتی ہے تو ان کے دشمن اس سے خوش ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کرنے کے لیے آئے اور بیت اللہ تک پہنچے اور طواف کرنے لگے تو کفار قریش پردوں کے پیچھے سے دیکھ رہے تھے اور صحابہ کو سب وشتم کر رہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ عنقریب تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جن کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے، سو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجر اسود سے رکن یمانی تک رمل کریں یعنی بھاگ بھاگ کر چکر لگائیں، اور دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلیں، تو رمل تمام چکروں میں نہیں تھا بلکہ حجر اسود سے رکن یمانی تک تھا، لیکن حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں چکروں میں رمل کیا اور حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۱۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۔ بَابُ: دُعَاءِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى — نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا "اللهم الرفيق الاعلیٰ" کا بیان

Marfat.com

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت یہ دعا کی: ''اللھم الرفیق الاعلیٰ'' اور ''الرفیق الاعلیٰ'' پر نصب ہے، اس کا معنی ہے میں نے ''الرفیق الاعلیٰ'' کو اختیار کیا، یا میں ''الرفیق الاعلیٰ'' کو اختیار کرتا ہوں یا ارادہ کرتا ہوں۔

علامہ داؤدی نے کہا: ''الرفیق الاعلیٰ'' جنت ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ''الرفیق الاعلیٰ'' سے مراد ہے انبیاء علیہم السلام کی جماعت جو اعلیٰ علیین میں رہتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۴۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فِي رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ وَهُوَ صَحِيحٌ لَنْ يُقْبَضَ نَبِيٌّ قَطُّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِي غُشِيَ عَلَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ أَفَاقَ فَأَشْخَصَ بَصَرَهُ إِلَى السَّقْفِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى قُلْتُ إِذًا لَا يَخْتَارُنَا وَعَلِمْتُ أَنَّهُ الْحَدِيثُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيحٌ قَالَتْ فَكَانَتْ تِلْكَ آخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى۔

(صحیح البخاری: ۴۴۳۷، صحیح مسلم: ۲۴۴۴، مسند احمد: ۲۴۰۶۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے اور عروہ بن الزبیر نے اہل علم کے مردوں کے درمیان خبر دی، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تندرست تھے تو آپ فرمارہے تھے کہ کسی نبی کی ہرگز روح قبض نہیں کی جاتی حتیٰ کہ اسے اس کا جنت میں ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے، پھر اس کو اختیار دیا جاتا ہے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری آئی اور آپ کا سر میرے زانو پر تھا تو ایک ساعت کے لیے آپ پر غشی طاری ہوئی پھر آپ کو ہوش آیا، پھر آپ کی نظر چھت کی طرف لگ گئی، پھر آپ نے دعا کی ''اللھم الرفیق الاعلیٰ'' میں نے (دل میں) کہا: اب آپ ہم کو اختیار نہیں کریں گے، اور میں نے جان لیا کہ یہ وہ حدیث ہے جو آپ ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ آخری بات تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ''اللھم الرفیق الاعلیٰ''۔

صحیح البخاری: ۶۳۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن عفیر، وہ سعید بن محمد بن عفیر المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، اور وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی رجال من اهل العلم" یعنی سعید بن المسیب نے اور عروہ بن زبیر نے اس حدیث کو اس وقت بیان کیا جب اہل علم کی ایک جماعت اس حدیث کو سن رہی تھی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ثم یخیر" یعنی آپ کو یہ اختیار دیا جائے گا کہ آپ جنت میں اپنے ٹھکانہ کی طرف منتقل ہو جائیں یا دنیا کی زندگی کو اختیار کریں۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فلما نزل به" یعنی جب آپ پر وفات کا وقت آ گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۴۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"الرفیق الاعلیٰ" کی دعا کا رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہونا

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے "اے اللہ! الرفیق الاعلیٰ" اور یہ نہیں کہا: رفیق الاعلیٰ کے لیے دعا کا باب۔ ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ سمجھا ہو کہ اس دعا کی مثل صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کر سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ اسم تفضیل ہے اور وہ انتہائی بلندی پر دلالت کرتا ہے، اور انتہائی بلندی صرف رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہے اور اولوالعزم کے لیے ہے۔ پس جب انسان کوئی ایسی دعا کرے گا جو دعا صرف رسولوں کے لیے ہوتی ہے تو ایسی دعا کے اندر حد سے تجاوز ہوگا، کیونکہ ہم بتا چکے ہیں دعا میں تجاوز یہ ہے کہ انسان ایسی چیز کو طلب کرے جو جائز نہ ہو۔ یا تو اس وجہ سے کہ وہ شرعاً معتذر ہو، یا تقدیراً معتذر ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے یہ ارادہ نہ کیا ہو لیکن یہ بیان کیا ہو کہ اس امت میں سب سے پہلے جنہوں نے رفیق اعلیٰ کی دعا کی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور اس بناء پر واجب ہے کہ رفیق اعلیٰ سے مراد عموماً اہل جنت ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور انسان رفیق اعلیٰ کی دعا کرے تو پھر اس سے مراد یہ ہوگا کہ وہ عموماً اہل جنت کی دعا کرتا ہے۔

عام مومنین کے لیے "الرفیق الاعلیٰ" کے مرتبہ کی توجیہ

شیخ ابن عثیمین نے کہا کہ ہم کہتے ہیں کہ جب "الرفیق الاعلیٰ" سے اسم تفضیل کا قصد کیا جائے تو یہ رسولوں کا مرتبہ ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسول کا مرتبہ جنت میں سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے بھی اس مرتبہ کو پائیں گے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت بالا خانوں سے ایک دوسرے کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح چمک دار ستارہ افق میں دیکھا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب ہیں یا انہوں نے کہا کہ شہداء کے مراتب ہیں اور ان کے علاوہ دوسرا نہیں پاسکتا۔ آپ نے فرمایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! یہ وہ مرد ہیں

Marfat.com

جواللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی، اور یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے درجہ میں ہوں گے بلکہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے درجات نہیں ہیں، بلکہ ان لوگوں کے درجات ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی، اور انبیاء علیہم السلام کے درجات اس سے بہت بلند ہیں، اور علو مطلق جنت میں رسولوں کے سوا اور کسی کے لیے نہیں ہوگی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات کے وقت شدت طاری کرنے کی حکمت

اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے وقت شدت پیش آئی تھی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوئی، اور آپ نے سکرات الموت (موت کی سختیوں) میں شدت کو محسوس کیا۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبر کے سب سے بلند درجات کو پالیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام صبر کرنے والوں سے زیادہ صبر کرنے والے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرتے ہیں، پس آپ رات کو قیام کرتے حتیٰ کہ آپ کے مبارک پاؤں میں ورم آجاتا، اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی معصیت سے اپنے آپ کو روکنے کے لیے صبر کیا، اور کارِ رسالت میں جو تکلیفیں آپ نے اٹھائیں، ان پر صبر کیا۔ آپ نے قریش کی اذیت پر صبر کیا۔ اور تقدیر میں آپ کے لیے جو مشکلات لکھی ہوئی تھیں ان پر صبر کیا، کیونکہ آپ کو عام انسانوں کی بہ نسبت دگنا بخار چڑھتا تھا، اور موت کے وقت آپ پر سختی اور شدت کی گئی، اور یہ سب اس لیے تھا تاکہ آپ صبر کرنے والوں میں سب سے بلند درجہ کو پالیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے سردار ہیں، اور صبر بہت بلند درجہ ہے اور وہ آسانی سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر شدت اور سختی کی گئی، پھر صالحین پر، پھر جوان کے قریب ہیں اور پھر جوان کے قریب ہیں۔ اور جب انسان اس مسئلہ پر غور کرے گا تو اس پر دنیا کی مشکلات آسان ہو جائیں گی اور مصیبتیں سہل ہو جائیں گی، کیونکہ وہ یہ جان لے گا کہ ان مشکلات اور مصائب پر صبر کی وجہ سے بلند درجہ کو پالے گا۔ اور ''الرفیق الاعلیٰ'' سے مراد انبیاء علیہم السلام کا درجہ ہے یا خود انبیاء علیہم السلام ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء:٦٩)

اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، اور یہ کیا ہی عمدہ ساتھی ہیں O

(شرح صحیح البخاری، ج ٦ ص ٢١٣، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ١٤٢٩ھ)

٣٠۔ بَابُ: الدُّعَاءِ بِالْمَوْتِ وَالْحَيَاةِ — موت اور حیات کی دعا کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ موت کی دعا کرنا مکروہ ہے، اور عنوان میں مذکور ہے ''اور حیات کی''، یعنی جب بندہ کے لیے حیات شر ہو تو پھر حیات کی دعا کرنا بھی مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٧٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٦٣٤٩۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ — امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے

عَنْ قَيْسٍ قَالَ أَتَيْتُ خَبَّابًا وَقَدِ اكْتَوَى سَبْعًا قَالَ لَوْلَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ.

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، (انہوں نے کسی بیماری کی وجہ سے گرم لوہے سے) اپنے جسم پر سات داغ لگوائے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ضرور موت کی دعا کرتا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۷۲، ۶۳۴۹، ۶۳۵۰، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۷۲۳۴، صحیح مسلم: ۲۶۸۱، سنن ترمذی: ۲۴۸۳، سنن نسائی: ۱۸۲۳، مسند احمد: ۲۰۵۶۷)

صحیح البخاری: ۶۳۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

باب کے عنوان میں موت اور حیات دونوں کے لیے دعاؤں کا ذکر ہے، اور اس میں ابہام ہے۔ اور حدیث نے اس ابہام کو اٹھالیا اور بتایا کہ یہاں پر موت کی دعا کرنے کی کراہت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن ابی خالد ہیں۔ اور قیس کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حازم ہیں۔ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، اور وہ ابن الارت بن جندلہ مولیٰ خزاعہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے (گرم لوہے سے) سات داغ لگوائے ہوئے تھے"۔ یعنی ان کے پیٹ میں کسی قسم کا درد تھا، اس کو زائل کرنے کے لیے لوہا گرم کر کے سات داغ لگوائے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں تو لوہے سے داغ لگوانے سے منع فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس کے لیے ہے جس کا یہ اعتقاد ہو کہ داغ لگوانے سے شفاء ہوتی ہے لیکن جس کا یہ اعتقاد ہو کہ شفاء دینے والا اللہ عزوجل ہے تو وہ اگر گرم لوہے سے داغ لگوائے تو کوئی حرج نہیں ہے، یا ممانعت اس کے لیے ہے جو کوئی اور دوا کے حصول پر قادر ہو اور جو کوئی اور دوا کے حصول پر قادر نہ ہو تو وہ اگر گرم لوہے سے داغ لگوائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷۳۔ ۴۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ أَتَيْتُ خَبَّابًا وَقَدِ اكْتَوَى سَبْعًا فِي بَطْنِهِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لَوْلَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل، انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہوں نے اپنے پیٹ

Marfat.com

پر (گرم لوہے سے) سات داغ لگوائے ہوئے تھے، پس میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے: اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو موت کی دعا کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں موت کی دعا کرتا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۷۲، ۶۳۴۹، ۶۳۵۰، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۷۲۳۴، صحیح مسلم: ۲۶۸۱، سنن ترمذی: ۲۴۸۳، سنن نسائی: ۱۸۲۳، مسند احمد: ۲۰۵۶۷)

صحیح البخاری: ۶۳۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جو ابھی مسدد سے روایت کی گئی ہے، اور امام بخاری نے اس حدیث کا محمد بن المثنیٰ کی سند سے اعادہ کیا ہے، کیونکہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ انہوں نے پیٹ پر داغ لگوائے ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۵۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا لِلْمَوْتِ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے خبر دی از عبد العزیز بن صہیب، از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز اس تکلیف کی وجہ سے جو اس پر آئی ہو موت کی تمنا نہ کرے، پس اگر اس نے ضرور موت کی تمنا کرنی ہو تو وہ یوں دعا کرے: اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے، اور مجھ کو اس وقت موت دینا جب موت میرے لیے بہتر ہو۔

(صحیح البخاری: ۵۶۷۱، ۶۳۵۱، ۷۲۳۳، صحیح مسلم: ۲۶۸۰، سنن ترمذی: ۹۷۱، سنن نسائی: ۱۸۲۰، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۸، سنن ابن ماجہ: ۴۲۶۵، مسند احمد: ۱۱۵۶۸)

صحیح البخاری: ۶۳۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے'': یہ خطاب صحابہ کرام کو ہے اور مراد صحابہ بھی ہیں اور ان کے بعد کے مسلمان بھی ہیں۔ اس حدیث میں مذکور ہے ''اس تکلیف کی وجہ سے جو اس کو پہنچی ہے'': یہ مرض کو بھی شامل ہے اور دوسری چیزیں جو تکلیف کی اقسام سے ہیں ان کو بھی شامل ہے۔

آیا موت کی تمنا کرنا منسوخ ہے یا نہیں؟

اس حدیث میں مصیبت نازل ہونے کے وقت موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

Marfat.com

کیونکہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تھی:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ○ (یوسف:۱۰۱) مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھانا، اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دیناO

اور اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے موت کی دعا کی:

وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ○ (النمل:۱۹) اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لےO

اور اس باب کی حدیث صحیح البخاری: ۵۶۷۴ میں مذکور ہے: "اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے"۔ اور حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما نے موت کی دعا کی ہے۔ اور اس استدلال کو رد کر دیا گیا ہے، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ دعا کی جب موت مقارن ہو گئی تھی اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں ان کاملین کے درجات کے ساتھ ملا دے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہے، وہ ضعیف ہے۔ اس حدیث کی روایت معمر نے از علی بن زید کی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابو حفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

موت کی تمنا کے متعلق دیگر احادیث

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ از سلمہ بن ابی زید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کی تمنا نہ کرو، کیونکہ موت کی ہولناکی شدید ہے اور مرد کی سعادت اس میں ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے۔ امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ از عبد اللہ بن قیس روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی عمر طویل ہو اور اس کے عمل نیک ہوں۔

(سنن ترمذی: ۲۳۲۹، مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۷)

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ از عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ از والد خود روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! لوگوں میں سب سے بہتر کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس کی عمر طویل ہو اور عمل اچھے ہوں، پھر اس نے کہا: لوگوں میں سب سے برا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی عمر طویل ہو اور عمل برے ہوں۔ (سنن ترمذی: ۲۳۳۰)

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حارثہ بن مضرب سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، انہوں نے پیٹ میں لوہے سے داغ لگوایا ہوا تھا، انہوں نے کہا: میرے علم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی ایک پر بھی جتنے مصائب نہیں آئے جتنے مصائب مجھ پر آئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مجھے ایک درہم بھی میسر نہ تھا، اور اب میرے گھر کی ایک جانب میں چالیس ہزار درہم ہیں اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع نہ کیا ہوتا یا کہا: ہمیں موت کی تمنا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ضرور موت کی تمنا کرتا۔ (سنن ترمذی: ۹۷۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۹)

Marfat.com

حدیث مذکور کی فقہ

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: اس باب کا حکم یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس سے منع فرمایا ہے کہ کسی مصیبت کے نازل ہونے کے وقت وہ موت کی تمنا کرے، اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ یہ دعا کریں کہ جب ان کے لیے موت میں خیر ہو تو اس وقت ان پر موت آئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے موت کی دعا کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے اور حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما نے موت کی دعا کی، سو یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ ان حضرات نے اس وقت یہ دعا کی جب موت مقارن ہوگئی تھی اور ان کی مراد یہ تھی کہ ہمیں صالحین کے درجات کے ساتھ ملا دے۔

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: اور شاید مراد یہ تھی کہ جب تو مجھے وفات عطا کرے تو ایسا کرنا۔ سو یہ دعا ہے، تمنا نہیں ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا کی کہ مجھے رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ ملا دے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ خبر دی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو موت کا اختیار دیا جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ کو موت کا اختیار دیا گیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اسی دن متحقق ہوگئی تھی، کیونکہ فرشتے آپ کے پاس یہ بشارت دینے کے لیے آئے تھے کہ آپ کی اپنے رب کے ساتھ ملاقات ہوگی اور اللہ نے جو آپ کے لیے نعمتیں تیار فرمائی ہیں ان سے آپ ملاقات کریں گے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہارے والد پر آج کے بعد کوئی کرب اور تکلیف نہیں ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۹)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت کی تمنا کا قصہ یہ ہے کہ معمر نے از الحسن از سعید بن ابی العاص روایت کی ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک رات دیکھ رہا تھا، آپ البقیع میں گئے اور یہ صبح کا وقت تھا، میں بھی آپ کے پیچھے گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور میری بصارت کمزور ہوگئی ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ میری رعیت میں انتشار ہوگا تو مجھے اپنے طرف اٹھا لے دراں حالیکہ میں نہ عاجز ہوں اور نہ ملامت کیا ہوا۔

زہری نے کہا از ابن المسیب ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۳۱۵)

اور اس حدیث کی سند میں ایک راوی علی بن زید ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۱۸۔ ۳۲۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت یوسف اور حضرت سلیمان علیہم السلام نے موت کی تمنا نہیں کی بلکہ خاتمہ بالخیر کی دعا کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں ضعف ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۶۳۵۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

موت کی دعاء کرنے سے ممانعت کی حکمت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: ''تم میں سے کسی شخص کو جب کوئی بیماری یا تکلیف آئے تو وہ اس پر موت کی دعا نہ کرے، کیونکہ کبھی اس تکلیف میں اس کے دین اور دنیا میں اس کے لیے خیر ہوتی ہے'' یا تو اس تکلیف کی وجہ سے اس کے گزشتہ گناہ جھڑ جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بوڑھے شخص سے کہا جس کی آپ نے اس کے مرض میں عیادت کی اور اس کو بخار چڑھا ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، ان شاء اللہ یہ بخار تمہیں پاک کرنے والا ہے، اور کبھی اس شخص کے لیے مرض میں کئی منافع ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک نفع یہ ہے کہ اس مرض کی وجہ سے وہ شخص گناہوں سے باز رہتا ہے جب کہ وہ صحت کی حالت میں وہ گناہ کرتا تھا۔ یا اس تکلیف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بدن اور مال سے اس کی کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے۔ پس اللہ عزوجل اپنے بندہ مومن کے حال کو خوب جاننے والا ہے، پس بندہ کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے مرض میں اور صحت میں راضی رہے اور تقدیر پر تہمت نہ لگائے۔ اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بہ نسبت اس کے حال کو زیادہ جاننے والا ہے اور مرض کی وجہ سے تنگ ہو کر اور دنیا کی مشکلات کی وجہ سے موت کا سوال نہ کرے۔

موت کی دعا کے جواز کی وجوہ

(۱) جب انسان کو یہ خطرہ ہو کہ وہ ایسے فتنہ میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے اس کا دین ضائع ہو جائے گا تو اس وقت اس کے لیے موت کی تمنا کرنا مباح ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! جب تو کسی قوم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو مجھے اپنی طرف اس حال میں اٹھالینا کہ میں فتنہ میں مبتلاء نہ ہوں۔

(۲) جب انسان کو یہ خطرہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جو ذمہ داریاں ڈالی ہیں وہ ان کو کما حقہ ادا نہیں کر سکے اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرنا اس کے لیے مشکل ہوگا اور وہ ضعیف ہو تو وہ موت کی دعا کر سکتا ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی، میری قوت کمزور ہوگئی اور میری رعیت منتشر ہے، تو مجھے اس حال میں اپنی طرف اٹھالے کہ میں اپنے حقوق کو ضائع کرنے والا نہ ہوں اور نہ اس میں کمی کرنے والا ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ اگر ان کی عمر لمبی ہوگئی اور ان کا ضعف زیادہ ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر جو ذمہ داریاں ڈالی ہیں وہ ان کو ادا نہیں کر سکیں گے اور اپنی رعیت کے امور کو انجام نہیں دے سکیں گے اور جس سال انہوں نے یہ دعا کی اس سال ان کی عمر ساٹھ سال تھی یا اس کے لگ بھگ تھی، اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کیا، جب انہوں نے چالیس سال کی عمر میں اپنے لیے موت کا سوال کیا، کیونکہ زندہ رہنے کی صورت میں خطرہ تھا کہ حالات متغیر ہو جائیں گے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۱۵۔۱۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۳۱- بَابُ: الدُّعَاءِ لِلصِّبْيَانِ بِالْبَرَكَةِ وَمَسْحِ رُؤُسِهِمْ

بچوں کے لیے برکت کی دعا کرنے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنے کا بیان

وَقَالَ أَبُو مُوسَى: وُلِدَ لِي غُلَامٌ وَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِالْبَرَكَةِ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا لڑکا پیدا ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے برکت کی دعا کی۔

Marfat.com

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں بچوں کے لیے برکت کی دعا کرنے کا بیان ہے، یعنی ان کی نشو ونما عمدہ طریقہ سے ہو اور وہ توفیق پر اور شرف پر قائم رہیں۔ برکت کا لفظ ''برك البعير'' سے ماخوذ ہے جب اونٹ کو ایک جگہ پر بٹھا دیا جائے اور وہ اس جگہ پر لازم رہے۔ اور برکت کا اطلاق زیادتی اور اضافہ پر بھی ہوتا ہے۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اصل اول ہے۔

امام بخاری نے عنوان میں بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے ثبوت میں درج ذیل حدیث ہے:

امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جس شخص نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کے ہاتھ کے نیچے اس یتیم کے سر کے جتنے بال آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان بالوں کے برابر اس کے لیے نیکیاں لکھ دے گا۔ اور اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔

اور امام احمد نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: تم مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا نام ہے عبد اللہ بن قیس الاشعری۔ اور یہ تعلیق حدیث موصول کی ایک طرف ہے جو کتاب العقیقہ میں گزر چکی ہے اور ان کے لڑکے کا نام ابراہیم تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷۴۔۴۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۵۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنِ الْجَعْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از الجعد بن عبد الرحمٰن، انہوں نے کہا: میں نے حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مجھے میری خالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں، سو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے بھانجے کے سر میں درد ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو پیا۔ پھر میں آپ کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا ہوا تو میں نے آپ کے دو کندھوں کے درمیان آپ کی مہرِ نبوت کو دیکھا جو چھپر کٹ (مسہری) کی گھنڈی (بٹن) کی شکل تھی۔

(صحیح البخاری: ۱۹۰، ۳۵۴۰، ۳۵۴۱، ۵۶۷۰، ۶۳۵۲، صحیح مسلم: ۲۳۴۵، سنن ترمذی: ۳۶۴۳)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حاتم، ان کا نام ہے ابن اسماعیل الکوفی، یہ مدینہ میں رہتے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الجعد، ان کو الجعید بھی کہا جاتا ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن بن اوس الکندی ہیں اور ان کو التیمی المدنی بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے السائب، یہ لفظ سَیَب کا اسمِ فاعل ہے، یہ ابن یزید ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الزر'' یہ قمیص کے ازرار میں سے ایک ہے۔ اور اس سے مراد ہے بٹن۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ''الحجلة'' یہ وہ مسہری ہے جو دلہن کے لیے تیار کی جاتی ہے اور اس کے چاروں طرف کپڑے کے پردے لٹکائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اس کے کونوں میں ایک قسم کے بٹن ہوتے ہیں جن سے ان پردوں کو ٹانکا ہوا ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۴-۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

مہرِ نبوت کا معنی اور مفہوم

اس حدیث میں مہر نبوت کا ذکر ہے، اس سے مراد وہ چیز ہے جو آپ کے خاتم النبیین ہونے کی دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا، قاضی بیضاوی نے کہا: خاتم النبوۃ آپ کے دو کندھوں کے درمیان ایک نشان ہے، کتب متقدمہ میں اس کی صفت بیان کی گئی ہے اور مہر نبوت اس بات کی علامت ہے کہ آپ وہی نبی ہیں جس کا آسمانی کتابوں میں وعدہ کیا گیا تھا۔

مہر نبوت کے متعلق متعدد روایات

اس حدیث میں بیان ہے کہ آپ کی مہر نبوت چھپر کٹ کی گھنڈی کی مثل تھی، اس کے متعلق اور بھی روایات ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت میں مہر نبوت کو دیکھا، وہ کبوتر کے انڈے کی طرح تھی۔

(صحیح مسلم: ۲۳۴۴، الرقم المسلسل: ۵۹۷۰، سنن ترمذی: ۳۶۴۴، شمائل ترمذی: ۱۷، مسند احمد ج ۵ ص ۹۰، ۹۵، ۹۸، ۱۰۲، ۱۰۷، المعجم الکبیر: ۱۹۰۸-۱۹۱۸، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۲۷۶)

عمر بن اخطب انصاری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو زید! قریب آؤ اور میری پشت پر ہاتھ پھیرو، میں نے آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو میری انگلیاں مہر نبوت پر تھیں، راوی نے پوچھا: مہر نبوت کیسی تھی؟ انہوں نے کہا: وہ بالوں کا گچھا تھا۔ (شمائل ترمذی: ۲۰، مسند احمد ج ۵ ص ۷۷-۳۴۱، صحیح ابن حبان: ۲۰۹۶، المستدرک ج ۲ ص ۲۰۶)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مہر نبوت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ آپ کی پشت میں ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔ (شمائل ترمذی: ۲۲، مسند احمد ج ۳ ص ۶۹)

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس وقت آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، میں گھوم کر آپ کے پیچھے آ گیا، آپ سمجھ گئے کہ میرا کیا ارادہ ہے، آپ نے اپنی پشت سے چادر گرا دی تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ملی ہوئی انگلیوں کے مجموعہ کی طرح مہر نبوت دیکھی، اس کے گرد تل تھے، وہ چنے کے برابر مسّے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۶، الرقم المسلسل: ۵۹۷۳، شمائل ترمذی: ۲۳، مسند احمد ج ۵ ص ۸۳۔۸۲)

۶۳۵۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي عُقَيْلٍ أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ مِنَ السُّوقِ أَوْ إِلَى السُّوقِ فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ عُمَرَ فَيَقُولَانِ أَشْرِكْنَا فَإِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيُشْرِكُهُمْ فَرُبَّمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی از ابی عقیل، انہیں ان کے دادا عبداللہ بن ہشام بازار سے لے جاتے تھے یا بازار کی طرف لے جاتے تھے، پس وہ غلہ خریدتے، پھر ان سے حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی ملاقات ہوتی، وہ دونوں ان سے کہتے: ہمیں بھی شریک کر لو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے برکت کی دعا کی تھی، پس وہ ان کو شریک کر لیتے، پھر بسا اوقات ابن ہشام (نفع میں) پوری سواری حاصل کرتے اور اس کو اپنے گھر کی طرف بھیج دیتے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۰۱، ۲۵۰۲، ۶۳۵۳، ۷۲۱۰، سنن ابوداؤد: ۲۹۴۲، مسند احمد: ۱۷۵۸۵)

صحیح البخاری: ۶۳۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن وہب المصری اور سعید بن ابی ایوب القتبانی المصری، اور ابوایوب کا نام مقلاص ہے۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعقیل، ان کا نام زہرہ بن معبد ہے، یہ عبداللہ بن ہشام القرشی التیمی کے بیٹے ہیں جو بنوتیم بن مرہ سے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کیا ہے اور ان سے ان کے پوتے زہرہ مذکور نے حدیث روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلب معاش کے لیے بازار میں جانا چاہیے اور برکت جہاں سے بھی ملے اس کو حاصل کرنا چاہیے۔
(۲) اس حدیث میں ان جاہل اور بناوٹی زاہدوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ معاش کو طلب کرنا مذموم ہے۔
(۳) جو بچہ شارع علیہ السلام سے کسی حدیث کو بھی یاد رکھے وہ صحابی ہے۔

(۴) اس حدیث میں تجارت کو طلب کرنے کا ثبوت ہے اور شرکت کے سوال کا بھی ثبوت ہے۔

۶۳۵۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ وَهُوَ الَّذِي مَجَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي وَجْهِهِ وَهُوَ غُلَامٌ مِنْ بِئْرِهِمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے محمود بن الربیع نے خبر دی اور یہ وہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جن کے چہرہ میں ان کے کنوئیں سے کلی کی تھی اور یہ اس وقت لڑکے تھے۔

(صحیح البخاری: ۷۷، ۱۸۹، ۸۳۹، ۱۱۸۵، ۶۳۵۴، ۶۴۲۲، سنن ابن ماجہ: ۶۶۰، مسند احمد: ۲۳۱۰۹)

صحیح البخاری: ۶۳۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

بہ ظاہر یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنا اور ان کے لیے برکت کی دعا کرنا لیکن بچے کے منہ پر شفقت سے کلی کرنا ان کے سر پر ہاتھ پھیرنے اور ان کے لیے برکت کی دعا کرنے کے قائم مقام ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہوگئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز بن عبداللہ، یہ ابن یحییٰ بن عمر القرشی العامری الاویسی المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن سعد، یہ ابن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ لڑکے تھے، یعنی محمود بن ربیع کم عمر بچہ تھے۔ حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ انہوں نے چار سال یا پانچ سال کی عمر میں اس واقعہ کو یاد رکھا اور یہ ۹۶ھ میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

لعاب دہن کی فضیلت

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمود بن ربیع کے منہ پر کلی کی تھی اور کلی کا مطلب ہے اپنا لعاب دہن کسی چیز پر ڈالنا۔ اور پانی کی فضیلت کے کئی مراتب ہیں۔ دنیا کے پانیوں میں زمزم کا پانی بہت افضل ہے اور اس سے بھی افضل کوثر و تسنیم جنت کے دریاؤں کا پانی ہے۔ اور اس سے بھی افضل نبی ﷺ کا لعاب دہن ہے۔ اور اس سے بھی افضل وہ پانی ہے جو کئی مواقع پر رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے جاری ہوا۔

Marfat.com

لعابِ دہن کے ثمرات اور برکات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن کئی صحابہ کرام کو عطا فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زہر خوردہ ایڑھی پر لعابِ دہن لگایا تو اس سے زہر کا اثر جاتا رہا۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر لعابِ دہن لگایا وہ جڑ گئی، حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی نکلی ہوئی آنکھ پر لعابِ دہن لگا کر اس کی جگہ پر واپس رکھ دی تو وہ پہلے سے بہتر روشن ہوگئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھ میں لعابِ دہن لگایا تو اس کو شفاء ہوگئی۔ اس طرح کی اور بھی نظائر ہیں۔

۶۳۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيَدْعُو لَهُمْ فَأُتِيَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ إِيَّاهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچوں کو لایا جاتا، سو آپ ان کو دعا دیتے۔ پس ایک بچہ کو لایا گیا، اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگا کر اس کپڑے کے اوپر بہا دیا اور اس کو (زیادہ شدت سے) نہیں دھویا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۲، ۵۴۶۸، ۶۰۰۲، ۶۳۵۵، صحیح مسلم: ۲۸۶، سنن نسائی: ۳۰۳، سنن ابن ماجہ: ۵۲۳، مسند احمد: ۲۵۲۴۰، موطا امام مالک: ۱۴۲)

صحیح البخاری: ۶۳۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الطہارۃ کے باب بول الصبیان میں امام مالک کی دو سندوں کے ساتھ گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے "فاتبعه" یعنی آپ نے اس کے بعد اس پر پانی بہایا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

فائدہ:

امام شافعی اور امام احمد، یہ کہتے ہیں کہ دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاک ہوتا ہے اور جس کپڑے پر اس نے پیشاب کیا اس کو دھونا ضروری نہیں ہے، اس پر صرف پانی چھڑک لینا کافی ہے۔ ان کا استدلال مذکور الصدر حدیث سے ہے۔

فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ دودھ پیتی بچی ہو یا دودھ پیتا بچہ ہو، دونوں کا پیشاب نجس ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو، کیونکہ عام عذابِ قبر اسی سے ہوتا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۴۵۷)

۶۳۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ مَسَحَ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى سَعْدَ بْنَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر نے خبر دی

Marfat.com

أَبِي وَقَّاصٍ يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ. (مسند احمد: ۲۳۱۵۳) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ہاتھ پھیرا تھا، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو دیکھا، وہ ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔

صحیح البخاری: ۶۳۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ہاتھ پھیرا تھا" اور اس کی وضاحت غزوۃ الفتح کی اس تعلیق سے ہوتی ہے: زہری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرہ پر فتح مکہ کے سال ہاتھ پھیرا تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن ثعلبہ، یہ ابن صُعَیر العذری ہیں، انہیں ابن ابی صعیر بھی کہا جاتا ہے، یہ ہجرت سے چار سال پہلے پیدا ہوئے اور ۸۹ھ میں ان کی وفات ہوئی، وفات کے وقت ان کی عمر ترانوے (۹۳) سال تھی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ہجرت کے بعد پیدا ہوئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۴ سال تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔ کتاب الوتر میں، وتر کے متعلق تمام ابحاث گزر چکی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

فائدہ:

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک رکعت وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔ اور فقہاء احناف کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کٹی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایک رکعت وتر پڑھے۔ (تمہید ج ۵ ص ۲۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ)

اور امام نسائی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۶۹۴، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مذکورہ احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابوحفص عمر بن علی احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کی احادیث کا خلاصہ

اس باب کی احادیث میں یہ بتایا ہے کہ بچوں کو صالحین کی طرف لے جانا چاہیے اور ان سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ وہ بچوں کے لیے برکت کی دعا کریں اور نیک شگون کے لیے ان کے سروں پر ہاتھ پھیریں اور ان کی دعا سے تبرک حاصل کریں۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۵۴ میں حضرت محمود بن ربیع کی حدیث ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ اور اہل فضل کو بچوں کے ساتھ خوش طبعی اور دل لگی کرنی چاہیے۔ اور یہ صالحین کے اخلاق میں سے ہے۔

صحیح البخاری: ۶۳۵۳ میں ابوعقیل کی حدیث ہے، اس میں سلف صالحین نے جائز نفع کی ترغیب دی ہے اور ان کو تجارت کی برکت پر حریص کیا ہے اور یہ کہ وہ تجارت کرتے تھے اور رزق کو طلب کرنے کے لیے کوشش کرتے تھے تا کہ اس وجہ سے وہ لوگوں کے محتاج نہ ہوں اور لوگوں کے آگے اپنی ضروریات کے لیے ہاتھ نہ پھیلائیں۔

صحیح البخاری: ۶۳۵۲ میں حضرت ابو یزید السائب بن یزید بن سعید کی روایت ہے۔ یہ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع کی طرف گئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آرہے تھے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور یہ حجۃ الوداع میں بھی حاضر ہوئے، ان کی عمر ۸۴ سال تھی۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی السائب بن یزید نام کا صحابی نہیں ہے۔

حضرت السائب کے آزاد شدہ غلام نے کہا کہ حضرت السائب کے سر کے اگلے حصہ کے بال سیاہ تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔ (معرفۃ الصحابہ لابن مندہ: ۴۸۵)

اور السائب نام کے صحابہ میں بیس سے زیادہ صحابہ ہیں۔ اور حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا سارا سر سفید ہو گیا تھا سوا اس جگہ کے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پھیرا تھا، وہ جگہ سیاہ تھی حتیٰ کہ حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی۔

حضرت محمود بن الربیع بن سراقہ الخزرجی کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ان کی عمر پانچ سال تھی۔ ان کو یاد تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرہ پر کلی کی تھی، اسی وجہ سے ان کا صحابہ میں شمار ہے۔

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہما کے متعلق علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ انہوں نے دس صحابہ کو پایا، ان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ؛ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہ، حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دو حدیثوں کا سماع کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۸۵۔۲۸۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۵۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از الجعد بن عبدالرحمٰن، انہوں نے کہا: میں نے حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مجھے میری خالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں، سو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے بھانجے کے سر میں درد ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو پیا۔ پھر میں آپ کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا ہوا تو میں نے آپ کے دو کندھوں کے درمیان آپ کی مہر نبوت کو دیکھا جو چھپر کٹ (مسہری) کی گھنڈی (بٹن) کی مثل تھی۔

بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنا اوران کے لیے برکت کی دعا کرنا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کے لیے برکت کی دعا کرنی چاہیے اوران کے سروں پر ہاتھ پھیرنا چاہیے۔ اور یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان پر برکت نازل فرمائے۔ اور جب کسی شخص پر برکت نازل ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کے قول میں اور اس کے فعل میں، اوراس کی اولاد میں اوراس کے تمام احوال میں برکت نازل فرمائے گا۔

بچوں کے ساتھ انسان کونرمی اور ملائمت کا سلوک کرنا چاہیے

انسان کو چاہیے کہ بچوں کے ساتھ رقت اورنرمی کا معاملہ کرے، کیونکہ اس سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور بعض اوقات آنکھ سے آنسونکل آتے ہیں۔ اور بچوں کے ساتھ نرمی کرنے کی وجہ سے جودل میں نرمی پیدا ہوتی ہے اس میں عجیب وغریب حکمت ہے۔

انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں غوروفکر کرے اور مخلوقات کی کیفیت میں تدبر کرے، یہ بوڑھا آدمی ہے، اور یہ ادھیڑ عمر کا ہے اور یہ جوان ہے اور یہ کم عمر ہے اور یہ بچہ ہے۔

اوران تمام اصناف میں انسان کو تدبر کرنا چاہیے، کیونکہ آج کوئی بچہ ہے، کل وہ بالغ ہوگا، پھر جوان ہوگا، پھر ادھیڑ عمر کا ہوگا اور پھر وہ بوڑھا ہوگا۔ اورخود انسان کے اوپر بھی یہ تمام ادوار آئیں گے۔

بچہ اس کو بھولتا نہیں ہے کہ کسی نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ جب تم کسی بچے کے سر پر ہاتھ پھیرو گے اور شفقت کرو گے تو بچہ اس بات کو کبھی نہیں بھولے گا کہ فلاں شخص نے فلاں سال میں میرے ساتھ یہ شفقت کا سلوک کیا تھا اور ہوسکتا ہے کہ بعد میں بڑا ہوکر وہ اس نیک سلوک کرنے والے کے لیے دعا کرے۔

شیخ ابن عثیمین کے نزدیک برکت کے حصول کا صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونا

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے برکت حاصل کرنا اور آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو پینا، یا آپ کے پسینہ سے، یا آپ کے کپڑے سے برکت حاصل کرنا۔ یہ تمام امور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ خصوصیت پر کیا دلیل ہے؟

تو ہم کہتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ نے دوسرے بعض صحابہ سے برکت حاصل نہیں کی۔ وہ حضرت ابوبکر سے، حضرت عمر سے، حضرت عثمان سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے اور دیگر صحابہ سے برکت حاصل نہیں کرتے تھے۔ اگر یہ امور جائز ہوتے تو صحابہ سب سے پہلے یہ کام کرتے، پس جب انہوں نے یہ کام نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جائز نہیں ہے۔ اورانسان اس سے نفع حاصل نہ کرے۔

اور میں یہ گمان کرتا ہوں کہ جس چیز کا نفع شرعاً ثابت نہ ہوتو اس کو نفع کا سبب بنالینا، یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے، کیونکہ انسان کسی حکم کو یا کسی چیز میں کسی تاثیر کو ثابت کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ بنایا ہوتو اس امر میں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شریک ہوگا۔

(شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۶۔۲۱۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

شیخ ابن عثیمین کے صحابہ کی برکت کے انکار پر مصنف کا تعاقب

میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات تمام رسولوں کی برکتوں سے زیادہ عظیم ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں برکت کے حصول کا سبب رکھا ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور اولیاء اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے برکت کا سبب بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ (کہف: ۸۲) اور رہی وہ دیوار تو وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی، اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ان کے باپ کی نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لڑکوں کے مال کی حفاظت کرائی، کیونکہ ان کی کوئی نیکی ذکر نہیں کی گئی۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ باپ کی نیکیوں کی وجہ سے اس کے بیٹے اور بیٹے کے بیٹے کے ساتھ نیکی فرماتا ہے اور اس کی ذریت کی حفاظت فرماتا ہے اور وہ ہمیشہ اللہ کے ستر اور اس کی حفاظت میں رہتے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۲۸۸۲)

اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی برکات درج ذیل احادیث سے ظاہر ہوتی ہیں:

حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اصحابِ صفہ فقراء لوگ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو، وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو، وہ پانچویں کو لے جائے یا چھٹے کو لے جائے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین فقراء کو لے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس فقراء کو لے گئے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کا کھانا کھایا، پھر وہیں ٹھہرے رہے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی، پھر آپ لوٹ کر آئے۔ پھر آپ ٹھہرے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھالیا۔ پھر رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد آئے تو ان کی بیوی نے کہا: آپ کو اپنے مہمانوں سے کس نے روکے رکھا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا، ان کی بیوی نے بتایا کہ انہوں نے کھانے سے انکار کیا حتیٰ کہ آپ آ جائیں، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا: میں اللہ کی قسم! کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اور ان کی بیوی نے قسم کھائی کہ وہ بھی کھانا نہیں کھائیں گی، اور ان کے مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ وہ بھی کھانا نہیں کھائیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ قسم کھانا شیطان کی طرف سے تھا، پھر انہوں نے کھانا منگایا اور انہوں نے بھی کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا۔ پس جب بھی وہ لقمہ اٹھاتے تو اس کے نیچے سے اس سے زیادہ نکل آتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ تو کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہو گیا ہے۔ پھر سب نے کھایا اور وہ کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، پس ذکر کیا گیا کہ آپ نے بھی اس کھانے میں سے کھایا۔

(صحیح البخاری: ۳۵۸۱، صحیح مسلم: ۲۰۵۷، سنن ترمذی: ۱۸۲۰، سنن ابن ماجہ: ۳۲۵۵، سنن دارمی: ۲۰۴۴، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۸)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اصحابِ صفہ اور فقراء صحابہ کی برکت سے کھانا تین گنا زیادہ ہو گیا۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کے لیے برکت کا ثبوت نہیں ہے۔ نیز وہ برکت والا کھانا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی کھایا، ان کی بیوی نے بھی کھایا اور فقراء صحابہ نے بھی کھایا، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھیج دیا اور آپ نے

اس کھانے سے تناول فرمایا۔ حافظ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن عدی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نیک مسلمان کے سبب سے اس کے پڑوس کے سو گھروں سے بلاؤں کو دور کر دیتا ہے۔

امام ابن جریر نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نیک مسلمان کے سبب سے اس کی اولاد، اولاد در اولاد، اس کے اہل خانہ اور اس کے پڑوس کی اصلاح فرما دیتا ہے اور جب تک وہ شخص ان میں رہے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرماتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نمازیوں کے سبب بے نمازیوں سے عذاب کو دور کر دیتا ہے، اور حج کرنے والوں کے سبب سے حج نہ کرنے والوں سے عذاب کو دور کر دیتا ہے، زکوٰۃ دینے والوں کے سبب سے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے عذاب کو دور کر دیتا ہے۔

امام احمد، حکیم ترمذی اور امام ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شام میں چالیس ابدال ہیں، جب بھی ان میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ دوسرے کو اس کا بدل بنا دیتا ہے، ان کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے اور دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے، اور ان کے سبب سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے، اور امام ابن عساکر کی روایت میں ہے، ان کے سبب سے روئے زمین سے بلاء اور غرق کیے جانے کو دور کیا جاتا ہے۔

امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تیس ابدال ہیں، انہی کے وسیلہ سے زمین قائم ہے، انہی کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے اور انہی کے وسیلہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ کتب آیۃ اللہ العظمی، ایران)

۳۲۔ بَابُ: الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ یعنی درود پڑھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھنے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے مطلقاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کا عنوان قائم کیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد اس کا حکم ہو اور اس کی فضیلت ہو اور اس کی صفت ہو اور اس کے محل کو بیان کرنا ہو۔ اور امام بخاری نے عنوان پر جو اقتصار کیا ہے وہ تیسری صورت کے ارادہ پر دلالت کرتا ہے یعنی صلوٰۃ کی صفت، اور اس سے دوسری صورت بھی ماخوذ ہو سکتی ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کی فضیلت۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۰۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس باب کی دونوں حدیثیں اس باب کے عنوان کے اطلاق کا فائدہ دیتی ہیں، کیونکہ دونوں حدیثیں نبی ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے کی کیفیت کو بیان کرتی ہیں اور عنوان اور حدیث کے اندر مطابقت مطلوب ہوتی ہے اور مطابقت اسی صورت میں حاصل ہوگی جو صورت ہم نے بیان کی ہے یعنی یہ باب نبی ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے کی کیفیت کے بیان میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ بدرالدین عینی حنفی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس کو بغور پڑھو اور تعجب کرو۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری ج ۲ ص ۴۰۵، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ لکھا ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس عنوان سے مراد یہ ہو کہ نبی ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم اور اس کی فضیلت اور اس کا حکم اور اس کا محل۔ اور قطعی طور پر یہ نہیں لکھا کہ اس عنوان سے یہی مراد ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

٦٣٥٧ـ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى قَالَ لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ أَلَا أُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ عَلِمْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ قَالَ فَقُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا، انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی، سو انہوں نے کہا: کیا میں آپ کو ایک ہدیہ نہ دوں، بے شک نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، پس ہم نے کہا: یارسول اللہ! ہم کو معلوم ہے ہم آپ پر کس طرح سلام پڑھتے ہیں، سو ہم آپ پر صلوٰۃ (درود شریف) کیسے پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: اے اللہ! (سیدنا) محمد (ﷺ) پر صلوٰۃ نازل فرما، اور آلِ (سیدنا) محمد (ﷺ) پر، جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر صلوٰۃ نازل فرمائی، بے شک تو حمد کیا ہوا بزرگ ہے، اے اللہ! (سیدنا) محمد (ﷺ) پر برکت نازل فرما، اور آلِ (سیدنا) محمد (ﷺ) پر، جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو حمد کیا ہوا بزرگ ہے۔

(صحیح البخاری: ٣٣٧٠، ٤٧٩٧، ٦٣٥٧، صحیح مسلم: ٤٠٦، سنن ترمذی: ٤٨٣، سنن نسائی: ١٢٨٩، سنن ابوداؤد: ٩٧٦، سنن ابن ماجہ: ٩٠٤، مسند احمد: ١٧٦٣٩، سنن دارمی: ١٣٤٢)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں جو ابہام تھا، اس حدیث سے وہ ابہام دور ہوگیا۔ اور حدیث نے یہ بیان کر دیا کہ باب کے عنوان سے مراد صلوٰۃ (درود) پڑھنے کی کیفیت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، یہ ابن ابی ایاس ہیں اور ان کا نام عبدالرحمن ہے اور ان کی اصل خراسان سے ہے اور یہ عسقلان میں رہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حکم، یہ ابن عتیبہ ہیں، یہ "عتبۃ الدار" کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور یہ محمد کے والد ہیں اور اہل کوفہ کے فقیہ ہیں۔ اور ابولیلیٰ کا نام یسار ہے، اور ابوعمرو نے کہا: ان کے لیے صحابیت اور روایت ثابت ہے، اور یہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ اور حضرت کعب بن عجرہ انصار کے حلیف ہیں اور یہ بیعتِ رضوان میں حاضر ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں مذکور ہے "علمنا" یعنی ہم کو صلوٰۃ پڑھنے کی کیفیت کی تعلیم دیجئے، اور وہ یہ ہے کہ کہا جائے "السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تو سلام پڑھنے کی کیفیت ہے اور علامہ عینی کا مقصود ہے صلوٰۃ پڑھنے کی کیفیت۔ اور وہ کیفیت اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم درود ابراہیمی پڑھو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ نازل فرمانے کی دعا کا معنی

یعنی دنیا میں آپ کے ذکر کو بلند کر کے آپ کی دعوت کو غلبہ دے، اور آپ کی شریعت کو بقا عطا کر کے آپ کو عظمت عطا فرما۔ اور آخرت میں آپ کی شفاعت کو قبول فرما کر اور ان کے اجر وثواب کو دگنا چوگنا کر کے ان کو مکرم فرما، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تو نے ہم کو ان پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا ہے، ہم ان کے مرتبہ ومقام سے واقف نہیں ہے، اے اللہ! تو ہی ان کے مقام اور مرتبہ کو جاننے والا ہے، سو تو ہی ان پر صلوٰۃ نازل فرما۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلوٰۃ کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں ہے "جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے"۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مشبہ بہ ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشبہ ہیں، اور مشبہ بہ، مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے، اس لیے حضرت ابراہیم کی صلوٰۃ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ سے قوی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ "کما صلیت" میں کاف تشبیہ کے لیے نہیں ہے، بلکہ تعلیل کے لیے ہے، یعنی چونکہ تو نے حضرت ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے، اس لیے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی صلوٰۃ نازل فرما۔

Marfat.com

۶۳۵۸۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّي قَالَ قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم اور دراوردی نے حدیث بیان کی از یزید از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آپ پر سلام ہے، پس ہم آپ پر صلوٰۃ (درود) کیسے پڑھیں؟ تو آپ نے فرمایا تم کہو: اے اللہ! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صلوٰۃ نازل فرما جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ نازل فرمائی، اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر برکت نازل فرما اور آل (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر برکت نازل فرما، جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی۔

(صحیح البخاری: ۴۷۹۸، ۶۳۵۸، سنن نسائی: ۱۲۹۳، سنن ابن ماجہ: ۹۰۳، مسند احمد: ۱۱۰۴۱)

صحیح البخاری: ۶۳۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن حمزہ، یہ ابواسحاق الزبیری المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی حازم، یہ عبدالعزیز بن ابی حازم ہیں اور ان کا نام سلمہ بن دینار ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الدراوردی، یہ عبدالعزیز بن محمد ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید، یہ ابن عبداللہ بن اسامہ بن الہاد اللیثی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن خباب، یہ مولیٰ بنی عدی بن النجار الانصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، یہ صحابی ہیں اور ان کا نام سعد بن مالک ہے۔

حدیث مذکور میں تشبیہ پر اعتراض کا جواب

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ تشبیہ کی شرط یہ ہے کہ مشبہ بہ زیادہ قوی ہوتا ہے اور یہاں معاملہ بالعکس ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں۔

پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ تشبیہ ناقص کو کامل کے ساتھ لاحق کرنے کے باب سے نہیں ہے، بلکہ یہ تشبیہ غیر معروف کو معروف کے ساتھ لاحق کرنے کے باب سے ہے اور اس میں یہ شرط نہیں ہے۔ یا یہ مجموعہ کی تشبیہ مجموعہ کے ساتھ ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آلِ ابراہیم، آلِ محمد سے افضل ہیں، کیونکہ آلِ ابراہیم میں انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور آلِ محمد میں کوئی نبی نہیں

Marfat.com

۔(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۸-۴۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز میں صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھنا آیا فرض ہے یا نہیں، پس ہمارے نزدیک نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھنا واجب ہے، اور صحابہ کی ایک جماعت سے بھی اسی طرح مروی ہے۔(الحاوی الکبیر ج ۲ ص ۱۳۰) اور امام شافعی اس مسئلہ میں منفرد نہیں ہیں جیسا کہ امام شافعی کی طرف منسوب ہے۔ اور امام احمد سے ایک یہی روایت ہے۔

علامہ الرویانی نے البحر میں حضرت عمر سے اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود سے اور حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہم سے اس کی حکایت کی ہے۔ اور علامہ الماوردی نے اس کو محمد بن کعب القرظی التابعی سے نقل کیا ہے۔

(الحاوی الکبیر ج ۲ ص ۱۳۷)

اور امام بیہقی نے اس کی شعبی وغیرہ سے از علی بن الحسین رضی اللہ عنہما روایت کی ہے۔ اور ابن المواز المالکی کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ ابن القصار نے نقل کیا ہے۔ اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا مسلک یہ ہے کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا سنت ہے۔(الحاوی الکبیر ج ۲ ص ۱۳۷)

علامہ ابن بطال مالکی نے اس کی جمہور علماء سے روایت کی ہے اور کہا ہے: ہمارے اصحاب کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، کیونکہ انسان پر واجب ہے کہ وہ دو مرتبہ شہادت دے، ایک مرتبہ زندگی میں اور ایک مرتبہ جب اس کو قدرت ہو۔ پھر کہا: امام شافعی کا یہ شاذ قول ہے کہ انہوں نے یہ زعم کیا کہ یہ نماز میں فرض ہے۔(شرح ابن بطال ج ۱۰ ص ۱۱۳)

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: متعدد مالکی علماء نے اس طرح لکھا ہے، اور میں اس عبارت پر راضی نہیں ہوں، کیونکہ تم جانتے ہو کہ صحابہ کی ایک جماعت بھی اس سے پہلے یہ کہہ چکی ہے۔ اور ابن المواز بھی مالکیوں میں سے ہیں۔

اور حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: یہ درود شریف نماز میں ہے۔ اور ابراہیم بن محمد نے اس حدیث کو از سعید بن اسحاق از ابن ابی لیلیٰ کعب بن عجرہ روایت کیا ہے۔

امام طحاوی نے یہ کہا ہے: امام شافعی کے مخالفین کی دلیل یہ ہے کہ ابراہیم بن محمد ان محدثین میں سے نہیں ہیں جن کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اور اگر یہ ثابت بھی ہو تو ان کی حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اس درود شریف کو نماز میں پڑھنا فرض ہے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں قرآن مجید کی آیتیں پڑھیں اور آپ نے حکم دیا کہ وہ آیتیں نماز میں پڑھی جائیں لیکن آپ کی یہ مراد نہیں تھی کہ ان آیتوں کو پڑھنا فرض ہے۔ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب ''فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ۝'' (الواقعہ: ۷۴) نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنے رکوع میں رکھو، اور جب ''سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى ۝'' (الاعلیٰ: ۱) نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: اس کو اپنے سجدہ میں رکھو۔ اور جو شخص رکوع اور سجود میں ان تسبیحات کو نہ پڑھے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، تو معلوم ہوا کہ ان تسبیحات کو پڑھنا فرض نہیں ہے۔

Marfat.com

اسی طرح روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز میں تشہد کی تعلیم دی۔ اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ اور اس کا ذکر صحیح البخاری: ۸۳۱ میں ہو چکا ہے۔ یعنی صحیح البخاری: ۸۳۱ میں صرف تشہد پڑھنے کا ذکر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ سو اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز میں درود شریف پڑھنا فرض ہوتا تو یہاں پر اس کا بھی ذکر ہوتا۔

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: لیکن حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تشہد کے بعد صلوٰۃ پڑھنے کا بھی ذکر ہے، جیسا کہ صحیح مسلم: ۴۰۵، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی بعد التشہد میں مذکور ہے۔ اور سنن ابوداؤد: ۱۴۸۱، سنن ترمذی: ۳۴۷۷، سنن نسائی: ۱۲۸۴ میں مذکور ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۹۰۔ ۲۹۲ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: مذکور الصدر روایات میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کا ذکر تو ہے لیکن اس میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس درود شریف کو پڑھنا فرض ہے، جب کہ امام شافعی کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ لہٰذا امام طحاوی کی دلیل مضبوط ہے اور علامہ ابن الملقن کا عذر اس سلسلہ میں مفید نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۳۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے متعلق مذاہب علماء

حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی لکھتے ہیں:

میں جو اس سلسلہ میں علماء کے کلام پر واقف ہوا ہوں تو اس میں درج ذیل دس مذاہب ہیں:

(۱) امام ابن جریر طبری نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھنا مستحبات میں سے ہے اور انہوں نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

(۲) ابن قصار وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فی الجملہ صلوٰۃ (درود) پڑھنا واجب ہے، لیکن اس کا شمار نہیں ہے۔ اور کم سے کم عمر میں ایک مرتبہ پڑھنا کافی ہے۔

(۳) زندگی میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں ہو اور یہ کلمۂ توحید کی مثل ہے۔ یہ امام ابوبکر رازی حنفی کا قول ہے اور ابن حزم وغیرہ نے بھی کہا ہے اور علامہ قرطبی المفسر نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عمر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ اور یہ ہر وقت سنن مؤکدہ کی طرح واجب ہے۔

(۴) نماز کے تشہد اخیر میں سلام کے بعد آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ اور اس کے بعد نماز کو ختم کرنے کے لیے سلام پڑھا جائے، یہ امام شافعی اور ان کے متبعین کا قول ہے۔

(۵) الشعبی اور اسحاق بن راہویہ نے کہا ہے کہ تشہد میں آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔

(۶) امام ابو جعفر الباقر نے کہا ہے کہ نماز میں بغیر تعیین محل کے آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔
(۷) ابو بکر مالکی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنا واجب ہے اور اس میں کسی عدد کی تعیین نہیں ہے۔
(۸) امام طحاوی نے کہا ہے اور حنفیہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، اور حلیمی اور فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی کہا ہے۔ اور ابن العربی مالکی نے کہا ہے: اسی میں زیادہ احتیاط ہے، اسی طرح علامہ زمخشری نے بھی کہا ہے۔
(۹) علامہ الزمخشری نے کہا ہے: ہر مجلس میں ایک مرتبہ آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، اور اگر آپ کا ذکر کئی مرتبہ کیا جائے تو کئی مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے۔
(۱۰) نیز علامہ زمخشری نے کہا ہے: ہر دعا کے اندر آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

رہا یہ کہ کس جگہ آپ پر نماز میں درود شریف پڑھا جائے، تو یہ اس سے معلوم ہو جاتا ہے جو ہم نے درود شریف پڑھنے کے حکم میں علماء کی آراء بیان کی ہیں۔

رہا یہ کہ درود شریف پڑھنے کی صفت کیا ہے، تو اس کی صفت وہی ہے جس کا اس باب کی دونوں حدیثوں میں ذکر ہے۔

درود شریف پڑھنے کی صفت اور کیفیت

امام طبری نے از الحکم یہ روایت کی ہے کہ "میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑا ہوا، پس میں نے کہا: آپ پر سلام پڑھنے کو تو ہم نے پہچان لیا، پس آپ پر صلوٰۃ کس طرح ہوگی یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا: تم کہنا اللھم صل علی محمد۔۔۔ الحدیث"۔

حضرت زید بن خارجہ کی حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر درود پڑھو اور بہت کوشش سے دعا کرو اور کہو اللھم صل علی محمد۔۔۔ الحدیث"۔

صحابہ کرام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ ہم آپ پر کس طرح صلوٰۃ (درود شریف) پڑھیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ سلام پڑھنے کے متعلق تو ان کو معلوم تھا کہ اس کے الفاظ مخصوص ہیں اور وہ یہ ہیں "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" تو صحابہ نے اس سے یہ سمجھا کہ صلوٰۃ کا بھی کوئی لفظ مخصوص ہوگا اور انہوں نے خود قیاس نہیں کیا، کیونکہ ممکن تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر کے معلوم کر لیتے، خاص طور پر ذکر کے الفاظ جن میں قیاس نہیں ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں فرمایا کہ تم یوں کہو "الصلوٰۃ علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اور نہ آپ نے یوں فرمایا "الصلوٰۃ والسلام علیک" بلکہ آپ نے دوسرا صیغہ بتلایا۔ آپ نے فرمایا تم کہو "اللھم صل علی محمد"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھی جانے والی صلوٰۃ (درود) کا معنی

ابو العالیہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ (درود) کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا ملائکہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد و ثناء کرنا۔ اور ملائکہ کی صلوٰۃ کا معنی ہے: آپ کے لیے دعا کرنا۔

اور امام ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حیان سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا صلوٰۃ (درود) پڑھنا اس کا مغفرت فرمانا ہے، اور ملائکہ کا صلوٰۃ (درود) پڑھنا استغفار کرنا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رب کی صلوٰۃ کا معنی ہے رحمت اور ملائکہ کی صلوٰۃ کا معنی ہے: استغفار۔
اور الضحاک بن مزاحم نے کہا: اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ (درود) اس کی رحمت ہے، اور ایک روایت ہے کہ اس کی مغفرت ہے۔ اور ملائکہ کی صلوٰۃ (درود) دعا ہے۔ ان دونوں کی اسماعیل قاضی نے روایت کی ہے اور گویا کہ دعا سے ان کی مراد مغفرت ہے۔
المبرد نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ (درود) رحمت ہے اور ملائکہ کی صلوٰۃ، رحمت کو طلب کرنا ہے۔
اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ (درود) اور رحمت میں مغایرت کی ہے، قرآن مجید میں ہے:

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۔ (البقرۃ:۱۵۷) یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے خصوصی نوازشیں ہیں اور رحمت ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام نے بھی صلوٰۃ اور رحمت میں مغایرت کو سمجھا تھا، حتیٰ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیفیتِ صلوٰۃ سے متعلق سوال کیا حالانکہ سلام کے ساتھ رحمت کا ذکر ہے "السلام علیك ایها النبی و رحمة الله وبركاته"۔ اس کے باوجود انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ (درود) کی کیفیت کے متعلق سوال کیا۔ اگر صلوٰۃ رحمت کے معنی میں ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: تم سلام میں اس طریقہ کو جان چکے ہو۔
علامہ الحلیمی نے کہا: یہ جائز ہے کہ صلوٰۃ آپ پر سلام کے معنی میں ہو اور یہ درست نہیں ہے۔ اور اس باب کی حدیث اس پر رد کرتی ہے۔ اور بہترین قول وہ ہے جو ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) آپ کی حمد وثنا اور آپ کی تعظیم ہے اور ملائکہ کی صلوٰۃ اور دوسروں کی صلوٰۃ اس تعظیم کو اور اس میں اضافہ کو طلب کرنا ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر صلوٰۃ (درود) خاص بھی ہوتی ہے اور عام بھی ہوتی ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام پر جو صلوٰۃ ہے وہ ان کی حمد وثنا ہے اور ان کی تعظیم ہے۔ اور دوسروں پر جو اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ (درود) ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہے جو ہر چیز کو شامل ہے۔
اور قاضی عیاض نے بکر بن القشیری سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صلوٰۃ ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف کو بیان کرنا ہے اور آپ کی زیادہ تکریم ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ پر جو صلوٰۃ ہے وہ رحمت ہے۔ اور اس تقریر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی مومنین کے درمیان صلوٰۃ (درود) کا فرق واضح ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ ۔ (الاحزاب:۴۳) وہی ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے (بھی)۔

اور یہ معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کا مرتبہ اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے جو مومنین پر صلوٰۃ نازل ہوتی ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں ("صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا" الاحزاب:۵۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تعظیم اور تکریم ہے جو دوسری آیات میں نہیں ہے۔
اور علامہ الحلیمی نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کا معنی آپ کی تعظیم ہے، پس جب ہم کہتے ہیں "اللهم صل على محمد" تو اس کا معنی ہے: اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کر، اور مراد یہ ہے کہ دنیا میں آپ کے ذکر کو بلند کر کے اور آپ کے دین کو غالب کر کے اور آپ کی شریعت کو باقی رکھ کر آپ کی تعظیم ہو۔ اور آخرت میں آپ کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ آپ کو عظیم ثواب عطا کیا جائے

اور آپ کو آپ کی امت کے حق میں شفاعت کرنے والا بنایا جائے اور آپ کو مقامِ محمود پر فائز کیا جائے۔ پس قرآن مجید میں جو ارشاد ہے "صَلُّوْا عَلَيْهِ" اس کا معنی ہے: تم اپنے رب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) کی دعا کرو۔

اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ پر آپ کی آل اور آپ کی ازواج اور آپ کی ذرّیت کا بھی عطف ہوتا ہے، تو اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ ان کی تعظیم کی بھی دعا کی جائے، کیونکہ ہر ایک کی تعظیم اس کے مرتبہ اور درجہ کے مناسب ہوتی ہے۔ اور ابو العالیہ کا قول زیادہ واضح ہے، کیونکہ اس سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ جب لفظِ صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور ملائکہ کی طرف ہو اور مومنین کی طرف ہو جنہیں صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، ان سب کا ایک معنی ہے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غیر انبیاء کے لیے بھی رحمت کی دعا کرنا جائز ہے۔ اور غیر انبیاء پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے جواز میں اختلاف ہے۔ اور اگر "اللھم صل علی محمد" کا معنی یہ ہوتا کہ اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحم فرما، تو پھر یہ غیر انبیاء کے لیے بھی جائز ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے متعدد الفاظ اور صیغے

علامہ نووی نے شرح المہذب میں کہا ہے کہ احادیثِ صحیحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کے جتنے بھی الفاظ وارد ہیں، ان سب کو جمع کرنا چاہیے۔ پس یوں صلوٰۃ پڑھی جائے: "اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد وازواجہ وذریتہ کما صلیت علی ابراھیم وآلِ ابراھیم وبارك فی العالمین"۔

امام سعید بن منصور، امام طبرانی، امام طبری اور ابن فارس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیثِ طویل روایت کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: "اللھم اجعل شرائف صلواتك ونوامی برکاتك ورأفة تحیتك علی محمد عبدك ورسولك۔ الحدیث"۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "اللھم اجعل صلواتك وبرکاتك ورحمتك علی سید المرسلین امام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدك ورسولك۔ الحدیث"۔

اس حدیث کی امام ابن ماجہ اور امام طبری نے روایت کی ہے۔

اور ابن قیم نے دعویٰ کیا ہے کہ اکثر بلکہ کل احادیث میں یہ تصریح ہے کہ محمد اور آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر آلِ ابراہیم کے ساتھ کیا جائے۔

ابو العباس سراج نے از داؤد بن قیس از نعیم از مجمر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ صحابہ کرام نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح صلوٰۃ پڑھیں، تو آپ نے فرمایا: تم کہو "اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارك علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت وبارکت علی ابراھیم وآل ابراھیم انك حمید مجید"۔

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یوں کہو "اللھم اجعل صلواتك ورحمتك وبرکاتك علی محمد وعلی آل محمد کما جعلتھا علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم"۔ اس حدیث کی اصل امام احمد کے نزدیک ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس میں اور اضافہ بھی ہے اور وہ یہ ہے: "وارحم محمدا وآل محمد کما صلیت وبارکت وترحمت علی ابراھیم۔ الحدیث"۔

امام طبری نے اپنی تہذیب میں از حنظلہ بن علی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کہا: "اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم وبارك علی محمد

وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم وترحم علی محمد وعلی آل محمد کما ترحمت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم '' تو میں قیامت کے دن اس کے حق میں شہادت دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے سوا اس کے کہ اس میں سعید بن سلیمان ایک راوی مجہول ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھتے ہوئے آپ کے اوپر رحمت کے ذکر کی تحقیق

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھا جائے یا صلوٰۃ پڑھی جائے تو اس کے ساتھ رحمت کا ذکر کرنا جائز ہے اور علامہ ابن العربی الصید لانی الشافعی نے کہا ہے کہ یہ منع ہے۔ اور ابو القاسم الانصاری نے کہا کہ صلوٰۃ اور سلام کے ساتھ رحمت کا ذکر کرنا جائز ہے، اور صلوٰۃ اور سلام کے بغیر آپ کے اوپر رحمت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے۔

اور قاضی عیاض نے جمہور سے جواز کو مطلقاً نقل کیا ہے۔ اور علامہ قرطبی نے المفہم میں کہا ہے کہ یہی صحیح ہے، کیونکہ احادیث میں آپ کے لیے رحمت کا بھی ذکر ہے۔ اور دوسرے علماء نے اس کی مخالفت کی ہے۔ پس فقہاء احناف کی کتاب الذخیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ امام محمد نے کہا: یہ مکروہ ہے، کیونکہ اس میں نقص کا وہم ڈالنا ہے، کیونکہ رحمت عموماً اس فعل پر کی جاتی ہے جس فعل پر ملامت کی جائے۔ اور علامہ ابن عبدالبر نے وثوق سے اس کو منع کیا ہے، انہوں نے کہا: کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرے تو کہے '' رحمہ اللہ '' کیونکہ آپ نے فرمایا '' من صلی علیّ '' (جس نے مجھ پر صلوٰۃ پڑھی) اور آپ نے یہ نہیں فرمایا '' من ترحم علیّ '' (جس نے میرے لیے رحمت کی دعا کی) اگرچہ صلوٰۃ کا معنی بھی رحمت ہے، لیکن صلوٰۃ کا لفظ تعظیم کے لیے خاص ہے، لہٰذا اس لفظ کو چھوڑ کر دوسرا لفظ نہیں بولا جائے گا، بلکہ اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ (النور: ۶۳)
تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

اور یہ بہت عمدہ بحث ہے۔

حدیث مذکور میں آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مصداق

اس میں اختلاف ہے کہ اس حدیث میں آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مصداق کون ہے۔ پس راجح قول یہ ہے کہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مراد آپ کی وہ آل ہے جن کو صدقہ دینا حرام ہے۔ امام شافعی نے اسی کی تصریح کی ہے اور یہی جمہور کا مختار ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا: '' انا آل محمد لا تحل لنا الصدقہ '' (ہم آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں ہمارے لیے صدقہ جائز نہیں ہے)۔

اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ لوگوں کے لیے میل ہے، اور یہ صدقہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے جائز نہیں ہے۔

امام احمد نے کہا: تشہد کی حدیث میں آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مراد آپ کے اہلِ بیت ہیں۔ اور اس بناء پر کیا اس حدیث میں آل کے بجائے اہل کا لفظ کہنا جائز ہے؟ اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مراد آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد ہیں، کیونکہ اس حدیث کی اکثر سندوں میں

''آل محمد وازواجہ وذریتہ'' کے لفظ ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ آل سے مراد آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ آل سے مراد آپ کی تمام امتِ اجابت ہے۔علامہ ابن العربی مالکی نے کہا: امام مالک کا اسی قول کی طرف میلان ہے۔اور ازہری کا بھی یہی مختار ہے۔اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ (الانفال: ۳۴) اس کے متولی تو صرف متقی مسلمان ہی ہوتے ہیں O

اور بعض علماء نے اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آل محمد کل تقی'' (ہر متقی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہے)۔اس حدیث کی امام طبرانی نے روایت کی ہے لیکن اس کی سند بہت کمزور ہے، اور امام بیہقی نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے لیکن اس کی سند بھی ضعیف ہے۔

اس سوال کے متعدد جوابات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلوٰۃ (درود) سے تشبیہ دی گئی ہے

مشہور سوال یہ ہے کہ مشبہ بہ، مشبہ سے افضل ہوتا ہے۔اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں، حالانکہ آپ آلِ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے افضل ہیں۔اس سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں صلوٰۃ (درود) پڑھنے کی تعلیم اس وقت دی تھی جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم نہیں دیا تھا کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں، کیونکہ امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ''یا خیر البریۃ'' (اے وہ جو تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں)۔تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خیر البریۃ'' حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ہیں۔پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں، اس جواب پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ علم ہو گیا کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں تو پھر آپ اس درود کو متغیر کر دیتے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درود کی یہ تعلیم تواضعاً دی تھی اور امت کے لیے بھی تواضع کو مشروع کیا تا کہ وہ بھی تواضع کی فضیلت کو حاصل کر لیں۔

(۳) یہاں پر نفسِ صلوٰۃ کو نفسِ صلوٰۃ (درود) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے نہ کہ صلوٰۃ کے مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صلوٰۃ (درود) نازل کی گئی ہے وہ اس سے عظیم درجہ کی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ (درود) نازل کی گئی ہے۔اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ (النساء: ۱۶۳) (اے رسول معظم!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی (نازل) فرمائی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی (نازل) فرمائی۔

اس آیت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو وحی نازل کی گئی ہے، اس کو اس وحی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی گئی تھی۔اور یہ تشبیہ بھی نفسِ وحی میں ہے وحی کی کیفیت میں نہیں ہے۔اسی طرح قرآن مجید کی درج ذیل آیت ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ (البقرۃ: ۱۸۳) تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا تھا۔

اس آیت میں ہم پر جو روزے فرض کیے گئے ہیں ان روزوں کو پچھلی امتوں کے روزوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تشبیہ بھی نفس

Marfat.com

صیام میں ہے کیفیتِ صیام میں نہیں ہے اور نہ مقدارِ صیام میں ہے، کیونکہ ان کا روزہ ہمارے روزوں سے مقدار میں بہت بڑا ہوتا تھا۔

(۴) اس حدیث میں کاف تشبیہ کے لیے نہیں ہے بلکہ تعلیل کے لیے ہے، یعنی اے اللہ! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) نازل فرما کیوں کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ (درود) نازل فرمائی ہے۔ اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا (البقرۃ:۱۵۱) کیونکہ ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے۔

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ (البقرۃ:۱۹۸) کیوں کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اس لیے اس کا ذکر کرو۔

(۵) اس سے مراد یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ اپنا خلیل بنائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا۔ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لسانِ صدق عطا فرمائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لسانِ صدق عطا فرمائی ہے، اگرچہ دونوں کے خلیل ہونے میں اور دونوں کی لسانِ صدق میں بہت فرق ہے۔

(۶) ''اللھم صل علی محمد'' میں محمد کی تشبیہ نہیں ہے بلکہ آلِ محمد کی تشبیہ ہے۔ یعنی آلِ محمد پر ایسی صلوٰۃ (درود) نازل فرما جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ (درود) نازل فرمائی تھی۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم نہیں آئے گا بلکہ آلِ ابراہیم سے افضل ہونا لازم آئے گا۔ اب اس پر یہ سوال ہوگا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر صلوٰۃ (درود) بھیجنا کس طرح درست ہوگا جب کہ غیر انبیاء علیہم السلام پر صلوٰۃ (درود) بھیجنا جائز نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کے ساتھ دی گئی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل میں انبیاء علیہم السلام بھی ہیں۔ یہ جواب امام شافعی کی طرف منسوب ہے۔

(۷) یہ تشبیہ مجموع کی مجموع کے ساتھ ہے یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

(۸) یہ تشبیہ نمازی کی طرف راجع ہے، گویا نمازی یہ دعا کرتا ہے: اے اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کا مجھے ایسا اجر عطا فرما جیسا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کا اجر عطا فرماتا ہے۔

(۹) ہم یہ نہیں مانتے کہ ہمیشہ مشبہ بہ، مشبہ سے افضل ہوتا ہے بلکہ کبھی مشبہ، مشبہ بہ سے افضل ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (النور:۳۵) اس کے نور کی مثال ایسے طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال طاق کے چراغ کے ساتھ دی گئی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نور کے مقابلہ میں چراغ کے نور کی کیا حیثیت ہے۔ لیکن جب کہ مشبہ بہ میں مشابہت ظاہر ہوتی ہے تو تشبیہ عمدہ ہوتی ہے، تو جو طاق میں چراغ ہو اس کا نور ظاہر ہوتا ہے، اس لیے اس کے نور کے ساتھ اللہ کے نور کو تشبیہ دی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعظیم ان پر صلوٰۃ پڑھنے کی وجہ سے مشہور تھی تو اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلوٰۃ کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

(۱۰) علامہ الحلیمی نے کہا ہے کہ اس تشبیہ کا سبب یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیت کے متعلق کہا:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ اے اہل بیت اتم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، بے شک اللہ

مَّجِيدٌ ﴿٧٣﴾ (ہود: ٧٣) حمد و ثناء کا مستحق بہت بزرگ ہے O

اور یہ معلوم ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اہلِ بیت میں سے ہیں، گویا نمازی کہتا ہے: اے اللہ! ان فرشتوں کی دعا قبول فرما جنہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا جیسا کہ تو نے ان کے متعلق دعا قبول فرمائی ہے۔ علامہ نووی نے ان میں سے بعض جوابات کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ بہترین جواب وہ ہے جو امام شافعی کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ کہ تشبیہ نفسِ صلوٰۃ کی ہے نہ کہ کیفیتِ صلوٰۃ کی، یا مجموعہ کی مجموعہ کے ساتھ تشبیہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز میں صلوٰۃ (درود) پڑھنے کی کیفیت

ہمارے شیخ مجد الدین شیرازی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کی فضیلت کو بیان کیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کی افضل کیفیت یہ ہے کہ یوں صلوٰۃ پڑھے: ''اللھم صل علی محمد عبدك ورسولك النبی الامی وعلی آله وازواجه وذریته وسلم عدد خلقك ورضا نفسك وزنة عرشك ومداد كلماتك''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اس کو پورا پورا اجر دیا جائے، وہ جب ہم پر صلوٰۃ پڑھے تو یوں پڑھے: ''اللھم صل علی محمد النبی وازواجه امھات المومنین وذریته واھل بیته کما صلیت علی ابراھیم۔۔۔ الحدیث''۔

صلوٰۃ (درود) اور سلام دونوں کو ملا کر پڑھا جائے یا الگ الگ بھی پڑھا جا سکتا ہے؟

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو اور بہ کثرت سلام پڑھو O

(الاحزاب: ٥٦)

اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو سلام پڑھنے کی تعلیم پہلے دی گئی اور صلوٰۃ (درود) پڑھنے کی تعلیم بعد میں دی گئی، کیونکہ انہوں نے کہا: ہم نے جان لیا کہ ہم کس طرح آپ پر سلام پڑھیں، سو ہم آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں؟

اور اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ صلوٰۃ (درود) اور سلام کو الگ الگ پڑھنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ سلام کی تعلیم صلوٰۃ (درود) کی تعلیم سے پہلے ہے۔ پس پہلے نماز میں ایک عرصہ تک صرف سلام پڑھا جاتا تھا پھر بعد میں صلوٰۃ کو پڑھنا شروع کیا گیا۔ ہاں یہ مکروہ ہے کہ آدمی صرف صلوٰۃ کو پڑھے اور آپ پر سلام کو بالکل نہ پڑھے، لیکن اگر اس نے ایک وقت میں صلوٰۃ (درود) پڑھ لی اور دوسرے وقت میں سلام پڑھ لیا تو وہ بھی اس آیت پر عمل کرنے والا ہو جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کی فضیلت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کی فضیلت میں بہت احادیث قویہ ہیں، امام بخاری نے ان میں سے کسی کی روایت نہیں کی۔ وہ احادیث درج ذیل ہیں:

Marfat.com

(۱) امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ (درود) پڑھی، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ صلوٰۃ پڑھتا ہے۔

(۲) امام نسائی حضرت ابو بردہ بن نیار اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جس نے مجھ پر اخلاص قلب کے ساتھ صلوٰۃ (درود) پڑھی، اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوات نازل فرماتا ہے اور اس کے دس درجات بلند فرماتا ہے اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کی دس برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔

(۳) امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن وہ شخص میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ صلوٰۃ (درود) پڑھتا ہوگا۔ امام ابن حبان نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۴) امام بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر جمعہ کے دن میری امت کی صلوٰۃ مجھ پر پیش کی جاتی ہے، پس جو مجھ پر زیادہ صلوٰۃ (درود) پڑھتا ہوگا، وہ میرے زیادہ قریب ہوگا۔

(۵) امام احمد، امام ابوداؤد، امام ابن حبان اور امام حاکم نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر صلوٰۃ (درود) نہ پڑھے۔ اس حدیث کی امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن حبان اور امام حاکم نے روایت کی ہے۔

(۶) امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: جو مجھ پر صلوٰۃ (درود) پڑھنا بھول گیا، وہ جنت کے راستہ سے خطا کرے گا۔

(۷) امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کی ناک خاک آلودہ کرے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر صلوٰۃ (درود) نہیں پڑھی۔

(۸) امام عبدالرزاق نے قتادہ کی مرسل روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: بے وفائی میں سے یہ ہے کہ کسی شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر صلوٰۃ (درود) نہ پڑھے۔

(۹) امام احمد نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ پر بہت زیادہ صلوٰۃ (درود) پڑھتا ہوں، میں آپ پر کتنی صلوٰۃ (درود) پڑھا کروں؟ آپ نے فرمایا: جتنی مرتبہ تم چاہو، اس نے کہا: تہائی مرتبہ، آپ نے فرمایا: جتنی مرتبہ تم چاہو، اگر تم اس سے زیادہ پڑھو تو بہتر ہے، اس نے کہا کہ میں کل وقت میں آپ پر صلوٰۃ پڑھوں گا آپ نے فرمایا: پھر یہ تمہارے مقصود کے لیے کافی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے فوائد

علامہ حلیمی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے سے مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ہم پر حق ہے اس کو ادا کیا جائے۔ اور علامہ ابن عبدالسلام نے بھی ان کی اتباع کی ہے۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے وجوب پر دلائل

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کا فائدہ نمازی کی طرف لوٹتا ہے، کیونکہ اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنا اس کے عقیدہ کی صحت پر اور اس کی نیت کے اخلاص پر اور اس کی محبت کے اظہار پر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے دوام پر اور آپ کے واسطہ کریمہ کے احترام پر دلالت کرتا ہے۔ اور انہوں نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں آپ پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کو اس وقت واجب کیا ہے جب آپ کا ذکر کیا جائے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کی ناک خاک آلودہ کرے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر صلوٰۃ نہ پڑھے، اور اس کو بخیل فرمایا اور اس کو جفا کار فرمایا۔ اور یہ سب وعیدات ہیں۔ اور ترک پر وعید وجوب کی علامت ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کا حکم آپ کے احسان کے بدلہ کے لیے ہے اور آپ کا احسان تو دائم اور مستمر ہے، لہٰذا آپ پر صلوٰۃ (درود) بھی دوام اور استمرار کے ساتھ پڑھی جائے۔ اور انہوں نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ (النور: ٦٣) تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

پس اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے اور کوئی مسلمان آپ پر صلوٰۃ (درود) نہ پڑھے تو وہ آپ کو عام لوگوں کی طرح قرار دے رہا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے عدم وجوب اور استحباب پر دلائل

جو علماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کو واجب نہیں قرار دیتے، ان کے دلائل یہ ہیں:

(۱) صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھنا واجب ہے، سو یہ من گھڑت قول ہے، اور اگر یہ بر سبیل عموم ہوتا تو مؤذن پر لازم ہوتا کہ جب اذان دے تو آپ پر درود پڑھے، اسی طرح اذان سننے والے پر لازم ہوتا کہ اذان سنے تو آپ پر صلوٰۃ (درود) پڑھے، اور قرآن پڑھنے والے پر لازم ہوتا کہ جب بھی قرآن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پڑھے تو آپ پر صلوٰۃ (درود) پڑھے۔ اور جو شخص اسلام میں داخل ہو تو جب بھی وہ کلمہ شہادت پڑھے تو آپ پر صلوٰۃ پڑھے، اور اس میں مشقت اور حرج ہے اور شریعت اس کے خلاف سہل ہے۔

(۲) اگر ایسا ہوتا تو جب بھی اللہ عزوجل کا ذکر کیا جاتا تو اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کرنا واجب ہوتی اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

(۳) فقہاء احناف میں سے صاحب القدوری نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جب بھی ذکر کیا جائے تو آپ پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے وجوب کا قول اجماع کے خلاف ہے، کیونکہ صحابہ میں سے کسی سے بھی یہ محفوظ نہیں ہے کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوں تو یہ کہتے ہوں "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک"۔ اور یہ اسی لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو سننے والا دوسری عبادت سے فارغ نہ ہوتا۔ اور انہوں نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ بطور مبالغہ اور بطور تاکید کے وارد ہیں اور اس شخص سے متعلق ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) کے ترک کرنے کو اپنی عادت بنالیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ جب بھی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ پر صلوٰۃ (درود) پڑھنا

Marfat.com

واجب ہے۔ اور تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص آپ پر صلوٰۃ (درود) نہ پڑھے تو وہ فرض یا لازم کا تارک نہیں ہے اور گناہ گار نہیں ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کا حکم استحباب کے لیے ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے مواقع

تشہد اول میں، جمعہ اور دیگر خطبات میں، نمازِ جنازہ میں۔

جن مواقع میں درود شریف پڑھنے کی خصوصی احادیث میں تاکید ہے، ان میں سے اکثر احادیث کی سند جید ہے اور وہ یہ ہیں:

موذن کے کلمات کا جواب دینے کے بعد اور دعا سے پہلے، دعا کے وسط میں، دعا کے آخر میں اور دعا کے اول میں درود شریف پڑھنے کی تاکید ہے۔ اور قنوت کے آخر میں، اور تکبیراتِ عید کے درمیان میں اور مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے باہر آتے وقت اور لوگوں کے ساتھ اجتماع کے وقت اور ان سے تفریق کے وقت اور سفر میں، اور تہجد کی نماز کے وقت، ختمِ قرآن کے وقت، غم اور فکر کے وقت، گناہ سے توبہ کے وقت، حدیث پڑھنے کے وقت، علم کی تبلیغ کے وقت، ذکر کے وقت، جب کوئی چیز بھول جائے۔

اور بعض احادیثِ ضعیفہ میں وارد ہے کہ حجرِ اسود کی تعظیم کے وقت، تلبیہ پڑھنے کے وقت، وضو کے وقت، ذبح کے وقت اور چھینک کے وقت۔ اور ان دونوں مواقع پر درود شریف پڑھنے کی ممانعت بھی وارد ہے اور جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی تاکید ہے جیسا کہ حدیثِ صحیح میں ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۰۹۔ ۴۲۲، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر عسقلانی پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے، انہوں نے اس حدیث شریف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے متعلق بہت عمدہ اور جامع شرح لکھی ہے اور درود شریف سے متعلق کسی گوشہ کو نہیں چھوڑا۔ میں تقریباً چالیس (۴۰) سال سے شروحاتِ حدیث کا مطالعہ کر رہا ہوں اور میں نے کسی کتاب میں درود شریف سے متعلق اختصار کے ساتھ اتنی جامع بحث نہیں پڑھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں درود شریف کو زیادہ سے زیادہ محبت کے ساتھ پڑھنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور میں نے انتہائی مشقت اور محنت کے ساتھ فتح الباری سے ان مباحث کو اخذ کیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو بھی اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمائے۔ آمین۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۳۳۔ بَابٌ: هَلْ يُصَلَّى عَلَى غَيْرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر بھی صلوٰۃ (درود) پڑھی جائے گی؟

وقول الله تعالیٰ: وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔ (التوبہ: ۱۰۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور آپ ان پر صلوٰۃ (درود) بھیجیے، بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے"۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ (درود) پڑھی جائے گی یا طبعاً؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کے لفظ میں فرشتے اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور مومنین داخل ہیں۔

Marfat.com

امام بخاری نے اس عنوان کو استفہام کے ساتھ شروع کیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کے جواز کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ سو بعض فقہاء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کا مطلقاً انکار کیا ہے اور ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

امام ابوبکر بن ابی شیبہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''میرے علم میں نہیں ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے اوپر صلوٰۃ (درود) پڑھے''۔

یہ قول امام مالک سے منقول ہے۔ اور اسی کی مثل حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے منقول ہے اور سفیان سے بھی منقول ہے۔

اور بعض فقہاء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر طبعاً صلوٰۃ پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اور استقلالاً پڑھنے کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ اور ایک جماعت کا قول ہے۔

اور بعض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر صلوٰۃ پڑھنے کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے یعنی استقلالاً بھی اور طبعاً بھی۔

رہا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ (درود) پڑھنا، اس کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مجھ پر صلوٰۃ پڑھو تو اللہ کے دیگر انبیاء پر بھی صلوٰۃ (درود) پڑھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اسی طرح مبعوث کیا ہے جس طرح مجھے مبعوث کیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حفظِ قرآن کی دعا کے متعلق حدیث ہے جس میں مذکور ہے: مجھ پر صلوٰۃ (درود) نازل فرما اور تمام انبیاء علیہم السلام پر صلوٰۃ نازل فرما۔ اس حدیث کی امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت کی ہے۔

رہا فرشتوں پر درود پڑھنا، تو ممکن ہے کہ اس کا حدیثِ مذکور سے استنباط کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی رسل فرمایا ہے۔

اور رہے مومنین، تو اس باب کی حدیث ان پر صلوٰۃ پڑھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور اس میں وہ اختلاف ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

امام بخاری نے اس آیت سے اس باب کو شروع کیا ہے تا کہ اس پر دلیل قائم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر بھی صلوٰۃ (درود) پڑھنا جائز ہے۔ نیز یہ حدیث اس ابہام کو اٹھا دیتی ہے جو حدیث کے عنوان میں ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے ''وَصَلِّ عَلَيْهِمْ'' اس کا معنی ہے: ان کے لیے دعا کیجئے اور ان کے لیے استغفار کیجئے، کیونکہ صلوٰۃ کا معنی دعا ہے۔ اور علامہ ثعلبی کی تفسیر میں مذکور ہے کہ جب حاکم صدقہ کو وصول کرے تو کہے ''جو کچھ تم نے عطا کیا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس پر اجر دے''۔

اور قتادہ اور کلبی سے منقول ہے کہ اس میں صدقہ دینے والوں کے لیے یہ اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے صدقہ کو ان سے قبول کر لیا ہے۔ اور ابو معاذ سے منقول ہے کہ یہ ان کا تزکیہ ہے۔ اور ابو عبیدہ سے منقول ہے: یہ ان کو ثابت قدم رکھنا ہے۔ (عمدۃ

Marfat.com

القاری ج ۲۲ ص ۴۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۵۹ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ إِذَا أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم بِصَدَقَتِهِ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ از حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے صدقہ کو لے کر آتا تو آپ دعا فرماتے: ”اے اللہ! اس پر صلوٰۃ نازل فرما، پس آپ کے پاس میرے والد صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ابواوفیٰ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما“۔

(صحیح البخاری: ۱۴۹۷، ۴۱۶۶، ۶۳۳۲، ۶۳۵۹، صحیح مسلم: ۱۰۷۸، سنن نسائی: ۲۴۵۹، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۶، مسند احمد: ۱۸۹۱۵)

صحیح البخاری: ۶۳۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابن ابی اوفیٰ کا ذکر ہے، ابواوفیٰ کے بیٹے کا نام عبداللہ ہے اور ابواوفیٰ کا نام علقمہ بن خالد الاسلمی ہے اور یہ دونوں صحابی ہیں رضی اللہ عنہما۔

اس حدیث کی تحقیق کتاب الزکوٰۃ کے باب مذکور میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۶۰ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبداللہ بن ابی بکر از والد خود از عمرو بن سلیم الزرقی، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابوحمید الساعدی نے خبر دی کہ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر کیسے صلوٰۃ (درود) پڑھیں، تو آپ نے فرمایا: تم کہو: ”اے اللہ! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی ازواج پر اور آپ کی اولاد پر صلوٰۃ نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے، اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر برکت نازل فرمائی ہے، بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۶۹، ۶۳۶۰، صحیح مسلم: ۴۰۷، سنن نسائی: ۱۲۹۴، سنن ابوداؤد: ۹۷۹، سنن ابن ماجہ: ۹۰۵، مسند احمد: ۲۳۰۸۹، موطا امام مالک: ۳۹۷)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۶۰ ،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر صلوٰۃ (درود) کا بیان''اور اس حدیث میں اس ابہام کی وضاحت ہے جو باب کے عنوان میں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن ابی بکر ہیں، یہ اپنے والد ابوبکر بن عمرو بن حزم الانصاری سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحمید، یہ عبدالرحمن الانصاری المدنی الصحابی ہیں، اور ان کے نام میں اور ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔

یہ حدیث''احادیث الانبیاء علیہم السلام''میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''وذریتہ''اس کا معنی ہے نسل۔ اور کبھی اس کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ مخصوص کیا جاتا ہے۔ اور کبھی اس کا اطلاق اصل پر ہوتا ہے اور یہ''ذرأ''سے ماخوذ ہے، یعنی اس کو پیدا کیا گیا ہے مگر کثرت استعمال کی وجہ سے اس میں تخفیف کی گئی ہے اور ہمزہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ''الذر''سے ماخوذ ہے، یعنی ان کو چیونٹیوں کی مثل پیدا کیا گیا ہے۔

آل پر صلوٰۃ (درود) بھیجنے کا بیان

اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد ہیں۔ اور بعض علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ آل پر صلوٰۃ بھیجنا واجب نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں آل کا ذکر نہیں ہے۔ اگرچہ دوسری احادیث میں آل کا بھی ذکر ہے۔

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں:''صل علی محمد واھل بیتہ وازواجہ وذریتہ''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۶۰ ،کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صلوٰۃ (درود) کا معنی اور غیر نبی پر صلوٰۃ پڑھنے کے متعلق مذہب مختار

ضحاک نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اس کی رحمت ہے، اور فرشتوں کی صلوٰۃ دعا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر صلوٰۃ پڑھنا کتاب اور سنت کی دلیل سے جائز ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی شخص صدقہ لے کر آتا تو آپ دعا کرتے "اللھم صل علیہ" اے اللہ! اس پر صلوٰۃ نازل فرما۔ اور ابوحمید کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج اور اولاد پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا ہے اور وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر ہیں۔ سو اس باب میں ان فقہاء کا رد ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر صلوٰۃ پڑھنے کا انکار کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۶۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام پر صلوٰۃ پڑھنے کے دلائل

امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تشہد میں مجھ پر صلوٰۃ پڑھنے کو اور اللہ کے انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنے کو ترک نہ کرو۔۔۔ الحدیث۔

اور امام بیہقی نے سندِ ضعیف کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نبیوں پر صلوٰۃ (درود) بھیجو۔۔ الحدیث

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مجھ پر صلوٰۃ پڑھو تو اللہ تعالیٰ کے دیگر نبیوں پر بھی صلوٰۃ پڑھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اسی طرح بھیجا ہے جس طرح مجھے بھیجا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر صلوٰۃ (درود) بھیجنے میں مذاہب

قاضی عیاض نے کہا: عام اہلِ علم کا مختار جواز ہے اور سفیان نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر صلوٰۃ پڑھنا مکروہ ہے۔ اور امام مالک نے کہا: انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ پڑھنے کو میں مکروہ قرار دیتا ہوں اور ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

اور یحییٰ بن یحییٰ نے امام مالک کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ لفظِ صلوٰۃ رحمت کی دعا ہے، پس بغیر کسی نص صریح یا اجماع کے اس سے منع نہیں کیا جائے گا۔

قاضی عیاض نے کہا: اور جس چیز کی طرف میرا میلان ہے، وہ امام مالک اور سفیان کا قول ہے۔ اور وہی محققین، متکلمین اور فقہاء کا قول ہے۔ انہوں نے کہا: انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لیے رضی اللہ عنہ کہا جائے گا یا غفر لہ کہا جائے گا۔ اور غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنا معروف نہیں ہے، بنو ہاشم کی حکومت میں یہ چیز حادث ہوئی۔

نیز اس پر دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو سلام کی تعلیم دی تو فرمایا: "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین"۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلام انبیاء پر بھی پڑھا جائے گا اور غیر انبیاء پر بھی پڑھا جائے گا۔ اور جب آپ نے صحابہ کو صلوٰۃ کی تعلیم دی تو آپ نے صرف اس پر اقتصار کیا "اللھم صل علی محمد وعلی اھل بیت" اس قول کو علامہ قرطبی نے المفہم میں اختیار کیا ہے۔ اور ابوالمعالی حنبلی نے اس کو اختیار کیا ہے۔ اور ابن تیمیہ کا بھی یہی مختار ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر طبعاً مطلقاً صلوٰۃ پڑھنا جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں ہے۔ اور یہ امام ابوحنیفہ اور ایک جماعت کا قول ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا

ہے کہ استقلالاً پڑھنا مکروہ ہے اور طبعاً پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ اور یہ امام احمد سے منقول ہے۔ علامہ نووی نے کہا کہ یہ خلاف اولیٰ ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ مطلقاً جائز ہے اور امام بخاری کے عنوان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے اس آیت سے اس باب کو شروع کیا ہے جس میں مذکور ہے "صل علیھم" اور وہ حدیث روایت کی ہے جو مطلقاً جواز پر دلالت کرتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ پڑھنے کے جواز کے متعلق دیگر دلائل

قیس بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور آپ دعا کر رہے تھے: "اللھم اجعل صلواتك و رحمتك علی آل سعد بن عبادة" (اے اللہ! اپنی صلوات اور رحمت کو سعد بن عبادہ کی آل پر نازل فرما)۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کی ہے اور اس کی سند جید ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھ پر صلوٰۃ پڑھیے اور میرے خاوند پر صلوٰۃ پڑھیے، تو حضور نے صلوٰۃ پڑھی۔ اس حدیث کی امام احمد نے طویل روایت کی ہے اور مختصر روایت بھی کی ہے اور امام ابن حبان نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں "صلی اللہ علیك وعلی جسدك" (اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے جسم پر صلوٰۃ نازل فرمائے)۔

نیز ان علماء نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ۔ (الاحزاب: ۴۳)	وہی ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے (بھی)۔
أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ۔ (البقرہ: ۱۵۷)	یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے خصوصی نوازشیں اور رحمت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر صلوٰۃ پڑھنے کے مانعین کے جوابات

مانعین نے قرآن مجید کی ان آیات اور احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ صلوٰۃ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر ہے، یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے اور ان کے لیے جائز ہے کہ وہ جس کو چاہیں جس دعا کے ساتھ خاص کر لیں اور ان کے غیر کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

امام بیہقی نے کہا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر صلوٰۃ سے منع کیا ہے، وہ اس پر محمول ہے کہ جب غیر نبی پر بطور تعظیم کے صلوٰۃ پڑھی جائے لیکن جب بطور رحمت کی دعا اور برکت کی دعا کے صلوٰۃ پڑھی جائے تو پھر منع نہیں ہے۔

اور ابن القیم نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر اور ملائکہ پر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر اور آپ کی آل پر اور آپ کی اولاد پر اور اہل طاعت پر اجمالاً صلوٰۃ پڑھی جائے۔ اور غیر انبیاء کے لیے خصوصی طور پر صلوٰۃ نہ پڑھی جائے جیسا کہ رافضی کرتے ہیں۔ اور اگر کسی وقت بھی غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور اس کو شعار نہ بنایا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر سلام پڑھنے کا شرعی حکم

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر سلام پڑھنے میں بھی اختلاف ہے جب کہ اس پر اتفاق ہے کہ زندہ پر سلام پڑھنا جائز ہے۔پس ایک قول یہ ہے کہ غیر انبیاء علیہم السلام پر مطلقاً سلام پڑھنا مشروع ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان پر بھی تبعاً سلام پڑھنا چاہیے اور کسی ایک کے لیے خصوصی طور پر سلام نہ پڑھا جائے کیونکہ یہ رافضیوں کا شعار ہے۔اور علامہ نووی نے اس کو الشیخ محمد بن الجوینی سے نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۲۲۔۴۲۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۶۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ (درود) کی دعا کرنے کا بیان

امام بخاری نے حضرت ابن ابی اوفیٰ اور حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہم کی حدیث روایت کی ہے، حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابواوفیٰ رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صدقہ لے کر آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی ''اللھم صل علیه''۔اور حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللھم صل علی محمد وازواجه وذریته۔۔۔الحدیث'' اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج اور اولاد پر صلوٰۃ کی دعا کا ذکر ہے۔

شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ جب کسی دعا کا کوئی سبب ہو اور اس کو اس شخص معین کے لیے دعا کا شعار نہ بنایا جائے، اس پر صلوٰۃ کی دعا کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔اور اگر یہ دو شرطیں نہ پائی جائیں تو پھر کسی کے لیے بالاستقلال صلوٰۃ کی دعا کرنا جائز نہیں ہے، ہاں! بالتبع صلوٰۃ کی دعا کی جاسکتی ہے جیسے کہا جائے ''اللھم صل علی محمد وعلی ازواجه وذریته''۔(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۲۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۴۔بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ آذَيْتُهُ فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكَاةً وَرَحْمَةً

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: میں نے جس کو تکلیف دی ہو تو اے اللہ! وہ تکلیف اس کے گناہوں کا کفارہ اور رحمت بنادے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی ہے کہ ''مجھ سے اگر کسی کو تکلیف یا اذیت پہنچی ہو تو اے اللہ! وہ تکلیف اس کے گناہوں کی طہارت اور اس کے جنت میں درجات کی بلندی اور صلوٰۃ اور رحمت کا سبب بنادے''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۸۰۔۴۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۶۳۶۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ اللَّهُمَّ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْ ذَلِكَ لَهُ قُرْبَةً إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(صحیح مسلم:۲۶۰۱، مسند احمد:۱۰۰۳۱، سنن دارمی:۲۷۶۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے: اے اللہ! میں نے جس مومن کو بھی برا کہا ہو تو وہ اس کے لیے قیامت تک اپنے قرب کا ذریعہ بنادے۔

صحیح البخاری:۶۳۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن صالح کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن وہب المصری سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، وہ ابن یزید سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن شہاب کا ذکر ہے، وہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے اگر کسی مسلمان کو برا کہا ہو اور وہ اس برائی کا سبب نہ ہو تو اس کے لیے آپ کا اسے برا کہنا اس کی طہارت کا سبب ہوگا۔ اور اگر وہ اس برائی کا مستحق ہو تو پھر وہ اس کے لیے طہارت نہیں ہوگی۔ اور دوسری روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد اس صورت پر محمول ہے جب وہ مسلمان اس برائی کا مستحق ہو۔

نبی ﷺ کی دعائے مذکور کے ثبوت میں متعدد احادیث

علامہ بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں: اس کی تائید درج ذیل روایات سے ہوتی ہے:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی اور اس حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں بشر ہوں، اس طرح راضی ہوتا ہوں جس طرح بشر راضی ہوتا ہے اور اس طرح ناراض ہوتا ہوں، جس طرح بشر ناراض ہوتا ہے، پس میں اپنی امت میں سے جس شخص کے خلاف کوئی ایسی دعا کروں کہ وہ اس دعا کا اہل نہ ہو تو اے اللہ! اس کے لیے اس دعا کو طہارت اور زکوٰۃ اور قرب کا ذریعہ بنادے، جس سے وہ قیامت تک قرب حاصل کرتا رہے۔

نیز امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں صرف ایک بشر ہوں اور میں نے اپنے رب سے یہ شرط کی ہے کہ میں جس مسلمان کو بھی برا کہوں یا اس کے خلاف

Marfat.com

دعا کروں تو میری اس دعا کو اس کے لیے طہارت اور اجر بنا دے۔

اور نیز امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں صرف بشر ہوں، پس میں جس مرد کو بھی برا کہوں یا جس کو لعنت کروں یا جس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لیے طہارت اور رحمت بنا دے۔

اس پر یہ سوال کیا گیا ہے کہ جب آپ کی اس دعا پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ دعا اس بندہ کے لیے رحمت بنا دی جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خُلقِ کریم میں سے ایک خلق ہے اور آپ کے کرمِ عمیم میں سے ایک کرم ہے، کیونکہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ سے جو بھی ایسی چیز واقع ہو اس کو خیر اور کارآمد بنا دیا جائے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خُلقِ عظیم پر فائز ہیں۔

(عمدة القاری ج ۲۲ ص ۲۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۶۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خُلقِ عظیم اور کرمِ عمیم کا بیان

یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کی تصدیق کرتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صفت بیان فرمائی ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے، تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں، مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں ○ (التوبہ: ۱۲۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شبِ معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ میری امت ان کی طاقت نہیں رکھتی، کچھ تخفیف فرمایئے حتیٰ کہ پچاس کی جگہ پانچ نمازیں فرض ہو گئیں اور فرمایا کہ یہ تعداد میں پانچ نمازیں ہیں اور اجر میں پچاس نمازیں ہیں۔ (ملخصاً) (صحیح البخاری: ۳۴۹) اور آپ کا یہ عمل مومنین کی فلاح پر حریص ہونے کے سبب سے تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۴۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۳۹)

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو برا نہیں کہتے تھے اور نہ کسی کو ظلماً ایذاء پہنچاتے تھے اور آپ کی شریعت میں اس کو واجب کر دیا گیا ہے۔ اور آپ اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی فطرت میں عفو کو رکھا ہے اور کرم کو رکھا ہے۔ اور صحیح البخاری کی باب مذکور کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس کو آپ نے برا کہا ہو اس کے دل میں اُنس پیدا کیا جائے تا کہ اس کے اوپر شیطان غالب ہو کر اس کو مایوس نہ کر دے اور اس کے دل میں یہ وسوسہ نہ ڈالے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس کے خلاف دعا کی وجہ سے اسے عنقریب کوئی ضرر ہوگا، کیونکہ آپ کی دعا قبول ہوتی ہے، تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ آپ مومنین کے خلاف جو دعا کریں اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے اور اس کو پاکیزگی اور رحمت بنا دے اور اس دعا

Marfat.com

کو اس کے لیے سزا نہ بنائے اور عذاب نہ بنائے۔ یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے، کیونکہ نبی ﷺ بطور تادیب کسی کو برا کہتے تھے اور حد سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ اور کیونکہ آپ کی دعا قبول ہوتی ہے اس لیے آپ نے اس کے عوض میں یہ دعا کی کہ اگر آپ کسی کے خلاف دعا کریں تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے آپ کی دعا کو رحمت بنا دے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۹۵ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ، نے اس حدیث کی یہ تقریر علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح سے اخذ کی ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۶۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے باب مذکور کی حدیث کی تائید میں دیگر احادیث

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ از ابن شہاب از عم خود، روایت کرتے ہیں: اے اللہ! میں نے تجھ سے یہ عہد لیا ہے جس عہد کے تو خلاف نہیں کرے گا کہ میں نے جس مومن کو بھی برا کہا ہو یا اس کو کوڑا مارا ہو تو اس کو اس کے لیے قیامت کے دن کفارہ بنا دے۔

نیز امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: اے اللہ! میں صرف بشر ہوں، پس جس مسلمان کو بھی میں نے برا کہا ہو یا جس پر لعنت کی ہو یا جس کو کوڑا مارا ہو تو اس کو اس کے لیے طہارت اور رحمت بنا دے۔

نیز امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے دعا کی: میں نے مومنین میں سے جس کو بھی اذیت پہنچائی ہو یا اس کو برا کہا ہو یا اس پر لعنت کی ہو یا اس کو کوڑا مارا ہو تو اس کو اس کے لیے رحمت اور طہارت اور قیامت تک اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے۔

نیز امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، آپ نے دعا کی اے اللہ! (سیدنا) محمد (ﷺ) صرف بشر ہے، وہ اس طرح ناراض ہوتا ہے جس طرح بشر ناراض ہوتا ہے، اور میں نے تجھ سے یہ عہد لیا ہے جس کی تو مخالفت نہیں کرے گا، اور اس حدیث میں یہ بھی ہے: پس جس مومن کو بھی میں نے ایذاء پہنچائی ہو۔ الحدیث

نیز امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو مرد آئے اور انہوں نے کسی معاملہ کے متعلق آپ سے گفتگو کی، میں نہیں جانتی کہ وہ کیا معاملہ تھا، پس نبی ﷺ کو ان دونوں نے ناراض کیا، آپ نے ان کو برا کہا اور ان پر لعنت کی، پس جب وہ دونوں چلے گئے تو میں نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتی کہ میں نے اپنے رب سے کیا شرط لگائی ہے؟ میں نے یہ دعا کی ہے کہ اے اللہ! میں صرف بشر ہوں، پس جس مسلمان پر بھی میں لعنت کروں یا اس کو برا کہوں تو اس کو اس کے لیے طہارت اور اجر بنا دے۔

نیز امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں صرف بشر ہوں، میں اس طرح راضی ہوتا ہوں جس طرح بشر راضی ہوتا ہے اور اس طرح ناراض ہوتا ہوں جس طرح بشر ناراض ہوتا ہے، پس میں اپنی امت میں سے جس کسی کے

Marfat.com

خلاف بھی کوئی دعا کروں اور وہ اس دعا کا اہل نہ ہو تو میری اس دعا کو اس کے لیے طہارت بنادے اور رحمت بنادے اور قیامت تک اپنے قرب کا ذریعہ بنادے۔

جو شخص آپ کی دعائے ضرر کا مستحق نہ ہو، اس کے خلاف آپ کی دعائے ضرر کی توجیہات

علامہ المازری نے کہا ہے: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف دعا کیسے کریں گے جو آپ کی دعائے ضرر کا مستحق نہ ہو۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ وہ اس دعا کا اہل یا مستحق نہ ہو اس کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! تیرے نزدیک باطنِ امر میں وہ اس دعائے ضرر کا مستحق نہ ہو نہ کہ ظاہرِ حال کے اعتبار سے اور ظاہری جرم کے اعتبار سے جب میں نے اس کے خلاف دعا کی، پس گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی کہ جس مسلمان کا باطنی امر تیرے نزدیک اس قبیل سے ہو کہ تو اس سے راضی ہو تو اس کے خلاف میری اس دعا کو جو میں نے ظاہرِ حال کے تقاضا سے کی ہے اس کو اس مسلمان کے لیے طہارت اور رحمت بنادے۔ علامہ المازری نے کہا کہ یہ معنی صحیح ہے اور اس میں کوئی خرابی نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہرِ حال کے اعتبار سے عبادت کرتے تھے اور باطنِ امر میں جو لوگوں کا حساب ہے اسے اللہ پر چھوڑ دیتے تھے۔

یہ جواب ان علماء کے قول پر مبنی ہے جو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام میں اجتہاد کرتے تھے اور آپ اپنے اجتہاد کے اعتبار سے جو فیصلہ فرماتے اس پر عمل کرتے تھے، لیکن جو علماء یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف وحی کے مطابق حکم دیتے تھے، ان کے قول کی تقدیر پر یہ جواب نہیں بن سکتا۔

پھر علامہ المازری نے کہا: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا کیا معنی ہے کہ میں اس طرح ناراض ہوتا ہوں جس طرح بشر ناراض ہوتا ہے، کیونکہ اس قول سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کے خلاف دعا کی، وہ جوشِ غضب کے تقاضا سے کی نہ کہ شرعی تقاضا سے کی۔ پھر دوبارہ سوال لوٹ آئے گا۔

پھر اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کا ارادہ یہ ہو کہ آپ نے جس کے خلاف دعا کی یا جس کو آپ نے برا کہا یا کوڑا مارا تو آپ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ اس کے خلاف یہ دعا کریں یا جرم کرنے والے کو سزا دیں یا ترک کردیں۔ پس آپ کا غضب اللہ تعالیٰ کے لیے تھا جس نے آپ کو اس کے اوپر لعنت کرنے پر برانگیختہ کیا یا کوڑے مارنے پر، اور یہ شریعت سے خارج نہیں ہے۔

علامہ المازری نے تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں آپ نے اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز نہ کیا ہو اور آپ کو جو اس شخص پر غضب تھا اس نے جرم کرنے والے کو زیادہ سزا دینے پر نہ برانگیختہ کیا ہو، یا آپ کو یہ خطرہ تھا کہ آپ کے غضب نے جرم کرنے والے کو تھوڑی سی زیادہ سزا دینے پر برانگیختہ کیا ہو اور آپ کا یہ فعل گناہِ صغیرہ سے ہوگا اور یہ ان کے نزدیک ہے جو آپ کے لیے گناہِ صغیرہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔

علامہ المازری نے چوتھا جواب یہ دیا ہے کہ آپ نے جس پر لعنت کی یا جس کو برا کہا یہ بلا قصد کیا۔ اور یہ اس طرح نہیں ہے کہ آپ نے کسی پر لعنت کی ہو اور اللہ تعالیٰ سے اس لعنت کے قبول کرنے کی دعا کی ہو۔

قاضی عیاض نے اس آخری احتمال کو ترجیح دی ہے، انہوں نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو برا کہا یا دعا کی وہ مقصود

نہیں تھا اور نہ آپ کی نیت تھی، لیکن اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ اپنے کلام میں اور اپنے خطابات میں عتاب کے وقت اس طرح کے کلمات کہتے ہیں اور ان کی یہ نیت نہیں ہوتی کہ ان کلمات کا وقوع ہو جیسے کہتے ہیں: تم زخمی ہو جاؤ، تمہارا سر مونڈ دیا جائے، تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہو جائیں، تو آپ کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں واقع میں ایسا نہ ہو جائے اور آپ کی یہ دعا قبول نہ ہو جائے، تو آپ نے اپنے نفس سے عہد کیا اور اس کی طرف رغبت کی اور آپ نے یہ دعا کی کہ اللہ اس کو رحمت اور اپنا قرب بنا دے۔ (علامہ مازری کا کلام ختم ہوا)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ احتمال عمدہ ہے مگر اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ میں نے جس کو کوڑا مارا ہو تو اس کو بھی اس کے لیے رحمت بنا دے، تو یہ جواب وہاں نہیں چل سکے گا، کیونکہ بغیر قصد کے کوڑا نہیں مارا جاتا، اور آپ نے تمام امور کو ایک ترتیب سے ذکر کیا ہے سوا اس کے کہ کوڑے سے مراد ایک کوڑا ہو۔

پھر قاضی عیاض نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت غضب میں بھی کوئی بات خلاف حق نہیں کہتے تھے اور نہ کوئی کام خلاف حق کرتے تھے لیکن اللہ کے لیے جو آپ کا غضب ہوتا تھا وہ کبھی آپ کو برانگیختہ کرتا کہ آپ مخالف کو جلد سزا دیں اور معاف کرنے اور درگزر کرنے کو ترک کر دیں اور اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ہوتی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے نفس کے لیے انتقام نہیں لیا سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو پامال کیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: پھر اس احتمال کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا کیا معنی ہوگا کہ میں جس کے لیے دعائے ضرر کروں اور وہ دعائے ضرر کا مستحق نہ ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یعنی میں جلدی اس کے لیے دعائے ضرر کر دوں یا جلدی اس کو سزا دے دوں اور اس سے درگزر نہ کروں۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر انتہائی درجہ شفیق تھے اور آپ کا خلق بہت جمیل تھا اور آپ کا کرم بہت عمیم تھا، کیونکہ اگر آپ سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوتا تو آپ اس کی تلافی کرتے اور اس کے لیے دعا کرتے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۲۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۶۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق اور آپ کی عادت میں فحش کلام کا نہ ہونا

اس باب میں جو احادیث روایت کی گئی ہیں ان سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلق اور آپ کی عادت اور آپ کی فطرت میں فحش کلام نہیں تھا۔ اور اس میں فرق ہے کہ کسی انسان کی فطرت اور عادت میں تو فحش کلام نہ ہو لیکن کبھی کبھار اس سے کوئی سخت بات صادر ہو اور یہ اس کی عصمت کے خلاف نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۲۶، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ المازری نے جو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلا قصد اگر کسی کو برا کہیں یا لعنت کریں یا اس کو کوڑا ماریں تو اس کے متعلق آپ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! اس کو اس شخص کے لیے رحمت بنا دے، اس کی نظیر درج ذیل حدیث میں ہے:

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی المتوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر میں لشکر کی صفیں سیدھی کر رہے تھے، حضرت سواد بن غزیّہ رضی اللہ عنہ صف کے آگے سے نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیٹ میں دھکا دیا یا تیر چبھویا اور آپ نے فرمایا: اے سواد! صف میں سیدھے رہو، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! آپ مجھے اس کا قصاص دیں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا اور فرمایا کہ تم قصاص لے لو۔ وہ آپ کے ساتھ چمٹ گئے اور انہوں نے آپ کو بوسا دیا، آپ نے پوچھا: تمہیں اس فعل پر کس چیز نے برانگیختہ کیا، انہوں نے کہا: اللہ کی تقدیر سے وہ ہونے والا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور مجھے یہ خوف ہوا کہ آج میں قتل کر دیا جاؤں تو میں نے ارادہ کیا کہ میرا آخری کام یہ ہو کہ میں آپ کے ساتھ گلے لگ چکا ہوں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۴ ص ۳۳۔۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

۳۵۔ بَابُ: التَّعَوُّذِ مِنَ الْفِتَنِ — فتنوں سے پناہ طلب کرنے کی دعا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

فِتَن، فتنة کی جمع ہے، اس کا زیادہ استعمال اس میں ہے جب کسی مکروہ چیز کے ساتھ آزمائش کی جائے۔ اور پھر اس کا استعمال گناہ، کفر، قتال، جلانے اور زائل کرنے اور کسی چیز کو پھیرنے میں بھی کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۶۲۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ حَتَّى أَحْفَوْهُ الْمَسْأَلَةَ فَغَضِبَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي الْيَوْمَ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا بَيَّنْتُهُ لَكُمْ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ يَمِينًا وَشِمَالًا فَإِذَا كُلُّ رَجُلٍ لَافٌّ رَأْسَهُ فِي ثَوْبِهِ يَبْكِي فَإِذَا رَجُلٌ كَانَ إِذَا لَاحَى الرِّجَالَ يُدْعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَبِي قَالَ حُذَافَةُ ثُمَّ أَنْشَأَ عُمَرُ فَقَالَ رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ رَسُولًا نَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الْفِتَنِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا رَأَيْتُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَالْيَوْمِ قَطُّ إِنَّهُ صُوِّرَتْ لِي الْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَتَّى رَأَيْتُهُمَا وَرَاءَ الْحَائِطِ وَكَانَ قَتَادَةُ يَذْكُرُ عِنْدَ هَذَا الْحَدِيثِ هَذِهِ الْآيَةَ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا حتیٰ کہ بہت زیادہ سوال کیا۔ آپ ناراض ہو گئے اور منبر پر چڑھے، پھر آپ نے فرمایا: تم مجھ سے آج کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کرو گے مگر میں تمہیں اس چیز کا بیان کروں گا۔ پھر میں نے اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو ہر مرد کپڑے میں اپنا سر لپیٹے ہوئے رو رہا تھا، پھر ایک مرد تھا جب اس کا مردوں سے جھگڑا ہوتا تو اس کو اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کر کے بلایا جاتا، اس نے کہا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے، آپ نے فرمایا: حذافہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اور (سیدنا) محمد (ﷺ) کو رسول مان کر

تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾۔ (المائدہ:۱۰۱)

راضی ہیں، ہم فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج کی مثل خیر اور شر کو کبھی نہیں دیکھا، بے شک میرے لیے جنت اور دوزخ کی تصویر مہیا کی گئی حتیٰ کہ میں نے ان دونوں کو اس دیوار کے پیچھے دیکھا، اور قتادہ اس حدیث کو روایت کرتے وقت یہ آیت پڑھتے تھے:

''اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں''۔ (المائدہ:۱۰۱)

(صحیح البخاری: ۹۳، ۵۴۰، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۶۴۸۶، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۹، مسند احمد: ۱۱۹۴۳)

صحیح البخاری: ۶۳۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی احفوہ المسألة'' یعنی حتیٰ کہ صحابہ نے بہت زیادہ سوالات کیے۔ ''الحوا علیہ فی السوال'' کا معنی ہے انہوں نے سوال کرنے میں مبالغہ کیا اور بہت زیادہ سوالات کیے۔ علامہ داؤدی نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ نے ایسے سوالات کیے جن کا جواب دینا آپ کو ناپسند تھا تا کہ آپ کی امت پر تنگی نہ ہو۔ اور ان سوالات کا تعلق دین کے ساتھ تھا نہ کہ مال کے ساتھ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اس شخص کو اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کر کے بلایا جاتا تھا''۔ یعنی جب اس شخص کا کسی کے ساتھ جھگڑا ہوتا تو لوگ اس شخص کو اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کر کے بلاتے، تو اس شخص نے چاہا کہ وہ اپنے نسب کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرلے اور تحقیق کرلے تو اس نے پوچھا: میرا باپ کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باپ حذافہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ حکم دیا کہ ان کے باپ حُذافہ ہیں، یا تو آپ کو وحی سے معلوم ہوا تھا یا آپ نے فراست سے یہ جواب دیا یا قیافہ سے یہ جواب دیا۔ اور جب حضرت عبد اللہ اپنی ماں کے پاس لوٹے تو ان کی ماں نے ان سے کہا: تم کو اس سوال پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: ہم زمانہ جاہلیت میں تھے اور میں نہیں جانتا تھا کہ میرا باپ کون ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہماری طرف کتاب ہے، ہم اس پر راضی ہیں، اور ہمارے نبی کی جو سنت ہے ہم اس پر راضی ہیں'' اور اس وجہ سے ہمیں سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لیے کہا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم ظاہر ہو اور مسلمانوں پر شفقت کرنے کے لیے تا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوالات کر کے آپ کو ایذاء نہ پہنچائیں۔

حدیث مذکور کے فوائد

• اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب آپ کی کامل قضاء سے مانع نہیں تھا۔ اس کے خلاف باقی فیصلہ کرنے والے جو ہیں وہ حالتِ غضب میں غلط فیصلہ کر دیتے ہیں۔

نیز اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم معلوم ہوئی اور ان کے علم کی فضیلت معلوم ہوئی، کیونکہ انہیں یہ خطرہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوالات کرنا کہیں آپ کی ناراضگی کا موجب نہ ہو۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم سے صرف ضرورت کے وقت سوال کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وراء الحائط'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محراب کی دیوار کے پیچھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۲۔ ۲۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم مجھ سے جس چیز کا بھی سوال کرو گے میں تمہیں اس کا جواب دوں گا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا فرما دیا ہے حتیٰ کہ اس مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا آپ اس کا جواب دیتے۔ اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، ہر شخص اس مرتبہ کا نہیں ہے کہ اس سے جس چیز کا سوال کیا جائے وہ اس کا جواب دے دے، مثلاً میں حدیث پڑھاتا ہوں، اب مجھ سے کوئی شخص سوال کرے کہ زمین کی حرکت کی کیا رفتار ہے؟ یا سورج کی حرکت کی کیا رفتار ہے؟ ظاہر ہے مجھے اس کا جواب معلوم نہیں ہے، لیکن اس سے میرے حدیث پڑھانے کے منصب پر تو کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور آپ کا دعویٰ ہو کہ میں ہر سوال کا جواب دوں گا اور آپ جواب نہ دے سکیں تو آپ کے تو دعویٰ نبوت میں فرق آ جائے گا۔ اس سے واضح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی اس مرتبہ کا نہیں ہے کہ وہ یہ دعویٰ کر سکے کہ مجھ سے جو مرضی آئے سوال کرو میں اس مجلس میں تمہیں اس سوال کا جواب دوں گا۔ اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت اور آپ کے علمِ کلی اور علمِ ما کان وما یکون پر واضح دلیل ہے، حتیٰ کہ صحابہ کرام کو یقین تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماؤں کے رحم اور باپوں کی پشت پر بھی مطلع ہیں، تبھی حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ بتائیے میرا باپ کون ہے؟ ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی شخص نہیں بتا سکتا کہ کس شخص کا باپ کون ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت اور دوزخ کو دیکھنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دیوار کے پیچھے جنت اور دوزخ کی تصویر اللہ تعالیٰ نے بنا دی۔ بعض لوگ اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقۃً جنت اور دوزخ کو نہیں دیکھا تھا بلکہ ان کی تصویروں کو دیکھا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نمازِ کسوف کی ایک حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت دکھائی گئی اور آپ نے جنت کے خوشوں کو توڑنے کا ارادہ کیا۔ اگر آپ کو صرف تصویر دکھائی گئی ہوتی تو تصویر کو دیکھ کر تو کوئی اس کے خوشوں کو توڑنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ جس حدیث کا ہم نے حوالہ دیا ہے وہ درج ذیل ہے:

Marfat.com

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت طویل قیام کیا۔۔۔۔۔اس حدیث کے اخیر میں ہے: صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑ رہے تھے، پھر ہم نے آپ کو دیکھا آپ پیچھے ہٹ رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا، پھر اس میں سے ایک خوشہ کو میں نے پکڑنا چاہا، اگر میں اس کو پالیتا تو تم اس کو رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔ پھر مجھے دوزخ دکھائی گئی، اور میں نے آج کی طرح کوئی ڈراؤنا منظر نہیں دیکھا۔۔۔الحدیث

(صحیح البخاری: ۲۹، ۴۳۱، ۷۴۸، ۱۰۵۲، ۳۲۰۲، ۵۱۹۷، صحیح مسلم: ۸۸۴، ۹۰۷، سنن نسائی: ۱۴۹۳، مسند احمد: ۲۷۰۶، موطا امام مالک: ۴۴۵)

صحیح البخاری: ۶۳۶۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب اور آپ کی ناراضگی آپ کے حکم دینے سے مانع نہیں ہے، کیونکہ آپ حق کے سوا بات نہیں کہتے خواہ آپ ناراض ہوں یا راضی ہوں، اور اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم کا ثبوت ہے اور ان کی فضیلت کا ثبوت ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۲۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۶۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فتنہ کی دو قسمیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فتنہ سے پناہ طلب کرنا

یعنی انسان کو چاہیے کہ وہ فتنوں سے پناہ کی طلب کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہر نماز میں فتنوں سے پناہ طلب کریں۔ حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

اللهم انی اعوذبك من عذاب القبر ومن عذاب النار ومن فتنة المحيا والممات ومن فتنة المسيح الدجال۔	اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور عذاب نار سے اور زندگی اور موت کے فتنوں سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۷۷، صحیح مسلم: ۵۸۸، سنن ترمذی: ۳۶۰۴، سنن نسائی: ۵۵۰۶، سنن ابوداؤد: ۹۸۳، سنن ابن ماجہ: ۹۰۹، مسند احمد: ۱۰۳۸۹)

اور فتنہ کبھی کسی شبہ کی وجہ سے ہوتا ہے، انسان کو کوئی شبہ عارض ہوتا ہے اور اس پر حق مشتبہ ہو جاتا ہے اور وہ حق کو نہیں پہچان سکتا، اور کبھی فتنہ شہوت کی بناء پر ہوتا ہے اور انسان گناہ کرتا ہے اور اس کو علم ہوتا ہے کہ یہ گناہ ہے، پس پہلا فتنہ علم میں شبہ کی وجہ سے ہے اور دوسرا فتنہ قصد میں شبہ کی وجہ سے ہے اور انسان ہمیشہ ان دونوں امروں کے درمیان رہتا ہے، وہ اپنے دین کے اندر جو فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے تو ان دو سببوں کی وجہ سے ہوتا ہے، یا تو جہل ہوتا ہے یا اس کی خواہش اور شہوت ہوتی ہے۔ پس تم انسان کو پاؤ گے، مثلاً وہ جہل کی وجہ سے خطا کرتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ خطا ہے، اور کبھی وہ شہوت کی وجہ سے گناہ کرتا ہے اور اس کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ

Marfat.com

گناہ ہے، اور یہ دونوں امر فتنہ ہیں اگر اللہ تعالیٰ تم کو ان سے پناہ میں نہ رکھے تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

سوال میں اصرار نہیں کرنا چاہیے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو سوال میں اصرار نہیں کرنا چاہیے خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کے عہد میں، کیونکہ نبی ﷺ شارع ہیں اور کسی شخص نے کوئی ایسا سوال کیا اور اس کے سوال کی وجہ سے نبی ﷺ نے اس چیز کو حرام کر دیا، پس وہ شخص بہت عظیم جرم کا مرتکب ہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح انسان کو سوال میں اصرار نہیں کرنا چاہیے، سوا اس شخص کے کہ جس کے اوپر کوئی مصیبت نازل ہوئی ہو، پس وہ اس مصیبت کے متعلق سوال کرے یا اس کو یہ توقع ہو کہ اس کو کوئی مصیبت نازل ہوگی اور وہ اس کے متعلق سوال کرے۔ اور وہ مرد جو علم حاصل کرتا ہے اور حصولِ علم میں بحث کرتا ہے اور علم کو حاصل کرنے کے لیے سوال کرتا ہے، پس پہلی قسم وہ ہے کہ جس میں کوئی مصیبت نازل ہوئی یا اس کو کوئی توقع تھی کہ مصیبت نازل ہوگی اور اسے اس کے متعلق سوال کرنا ہوگا۔ سو ان صورتوں میں سوال میں اصرار کرنا جائز ہے۔

صحابہ کرام کا اپنے سر کو کپڑے میں لپیٹ کر رونے کا سبب

جب بعض صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے بااصرار سوال کیا اور رسول اللہ ﷺ ان پر ناراض ہوئے اور آپ منبر پر چڑھ گئے اور آپ نے فرمایا: تم آج مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کرو گے مگر میں تمہیں اس چیز کے متعلق بیان کروں گا۔ اور اس نے صحابہ کے لیے حد قائم کی کہ وہ زیادہ اصرار سے سوال نہ کریں اور آپ کو مشقت اور تھکاوٹ میں مبتلا نہ کریں، اسی لیے انہوں نے اپنے اوپر تنقید کی اور اپنے اوپر ملامت کی اور پھر ان میں سے ہر شخص اپنے سر پر کپڑا لپیٹ کر رو رہا تھا۔ پس وہ بااصرار سوال کرنے پر نادم ہوئے۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ طٰہٰ پر درود پڑھو؟

الجواب: جب کوئی تم سے کہے کہ طٰہٰ پر درود پڑھو، تو تم اس سے کہو: طٰہٰ قرآن مجید میں حروف ہجائیہ ہیں، ہاں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسماء میں سے طٰہٰ ہے اور میرا گمان ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ کے اسماء میں سے یٰسٓ ہے۔ اور ان کے قاعدہ پر ہم کہتے ہیں کہ آپ کے اسماء میں سے نون ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ طٰہٰ رسول اللہ ﷺ کے اسماء میں سے نہیں ہے اور نہ یٰسٓ ہے اور نہ نون ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۲۷۔ ۲۲۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: ہمارے زمانہ کے بعض شعراء نے کہا ہے

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسٓ وہی طٰہٰ

۳۶۔ بَابُ: التَّعَوُّذِ مِنْ غَلَبَةِ الرِّجَالِ — مردوں کے غلبہ سے پناہ طلب کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں مردوں کے غلبہ سے پناہ طلب کرنے کی دعا کا بیان ہے۔ یعنی مردوں کے قہر سے پناہ طلب کرنا۔ کہا جاتا ہے:

Marfat.com

"فلان مغلب" یعنی فلاں شخص مقہور ہے اور از خود اس کو دفع نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ غلبہ سے مراد ہے ان کا تسلط اور ہلاک کرنے کے لیے ان کا دباؤ۔ اور یہ عوام کے غلبہ کی مثل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۶۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ الْتَمِسْ لَنَا غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ يُرْدِفُنِي وَرَاءَهُ فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ كُلَّمَا نَزَلَ فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ فَلَمْ أَزَلْ أَخْدُمُهُ حَتَّى أَقْبَلْنَا مِنْ خَيْبَرَ وَأَقْبَلَ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ قَدْ حَازَهَا فَكُنْتُ أَرَاهُ يُحَوِّي وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ أَوْ كِسَاءٍ ثُمَّ يُرْدِفُهَا وَرَاءَهُ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَدَعَوْتُ رِجَالًا فَأَكَلُوا وَكَانَ ذَلِكَ بِنَاءَهُ بِهَا ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا بَدَا لَهُ أُحُدٌ قَالَ هَذَا جُبَيْلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ جَبَلَيْهَا مِثْلَ مَا حَرَّمَ بِهِ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب بن عبد اللہ بن حنطب، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے لیے اپنے لڑکوں میں سے ایک لڑکا تلاش کرو جو میری خدمت کرے، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے نکالا اور اپنے پیچھے سواری پر بٹھا کر لائے، پس میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتا تھا، جب بھی آپ گھر میں ہوتے تو میں اکثر آپ سے سنتا تھا، آپ دعا کرتے تھے: "اے اللہ! میں فکر اور غم سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور عجز اور سستی سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور بخل اور بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور قرض کی شدت سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور مردوں کے غلبہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں، پھر میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہا حتیٰ کہ ہم خیبر سے آئے اور آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے منتخب کر لیا تھا، پس میں دیکھ رہا تھا کہ آپ نے ان کو اپنی چادر سے پردہ میں رکھا ہوا تھا اور ان کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا ہوا تھا حتیٰ کہ جب مقام صہباء پر پہنچے تو آپ نے ایک قسم کا حلوہ تیار کرایا اور اس کو چمڑے کے دستر خوان پر رکھا، پھر مجھے بھیجا، میں نے لوگوں کو دعوت دی، پس لوگوں نے اس کو کھایا، یہ آپ کا ان کے ساتھ شب باشی کا ولیمہ تھا۔ پھر آپ آگے بڑھے حتیٰ کہ آپ کو احد پہاڑ دکھائی دیا، پھر آپ نے فرمایا: یہ ایک پہاڑ ہے، یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور جب آپ مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! میں ان دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ کو اس طرح حرم قرار دیتا ہوں جس طرح حضرت

Marfat.com

ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا۔ اے اللہ! ان کے مد میں
اور ان کے صاع میں برکت نازل فرما۔

(صحیح البخاری: ۲۸۸۹، ۲۸۹۳، صحیح مسلم: ۱۳۶۵، سنن ترمذی: ۳۹۲۲، مسند احمد: ۱۳۱۳۶، ۱۲۲۰۵)

صحیح البخاری: ۶۳۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مردوں کے غلبہ سے پناہ طلب کرنا" اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ "اے اللہ! میں مردوں کے غلبہ سے پناہ طلب کرتا ہوں"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن ابی عمرو، اور وہ مطلب کے آزاد کردہ غلام ہیں، اور وہ ابن عبداللہ بن حنطب ہیں اور وہ المخزومی القرشی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام زید بن سہل الانصاری ہے، یہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے اور حضرت ام سلیم حضرت انس کی والدہ ہیں رضی اللہ عنہما۔

اس حدیث میں "ھم" اور "حزن" کا ذکر ہے۔ "ھم" مستقبل میں پیش آنے والی کسی پریشانی کو کہتے ہیں۔ اور "حُزن" ماضی میں واقع کسی پریشانی کو کہتے ہیں۔ اور بخل، کرم کی ضد ہے اور "جُبن" شجاعت اور بہادری کی ضد ہے۔ اور بعض نسخوں میں مذکور ہے "والحزن والعجز والکسل" اور "عجز" قدرت کی ضد ہے اور "کسل" کے معنی ہیں سستی، یعنی آدمی میں چستی اور پھرتی نہ ہو۔ اور "ضلع الدین" کا معنی ہے قرض کا بوجھ، شدت اور اس کی قوت۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پس میں ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا رہا" یعنی آپ کی وفات تک۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وحازھا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے حضرت صفیہ بنت حیی کو اپنے لیے چُن لیا اور ان کو اپنے لیے لے لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یحوی" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو گھما کر اونٹ کے کوہان کے ساتھ باندھ دیا، اس خطرہ سے کہ کہیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا گر نہ جائیں۔

اور اس حدیث میں "عباءۃ" کا ذکر ہے اور یہ چادر کی ایک قسم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الصھباء" یہ خیبر اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حیسا" یہ کھجوریں، گھی اور پنیر کو ملا کر ایک قسم کا ملیدہ (حلوہ) بنایا جاتا ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "بناؤہ بہا" یعنی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب زفاف گزارنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یحبنا ونحبہ" یعنی احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محبت سے مراد حقیقی محبت ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کو شامل ہے کہ احد پہاڑ میں حقیقی محبت پیدا کر دے اور اس میں مجاز بھی ہو سکتا ہے یعنی احد پہاڑ کے رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ اہل مدینہ ہیں اور ہم ان اہل مدینہ سے محبت کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "میں ان دو پہاڑوں کی درمیانی جگہ کو اس طرح حرم قرار دیتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرم قرار دیا"۔ یہ تشبیہ نفسِ حرمتِ شکار میں ہے، نہ شکار کی جزاو غیرہ میں۔

اور اس حدیث میں مد اور صاع کا ذکر ہے، صاع سے مراد ہے چار کلو گرام وزن اور مد سے مراد ہے ایک کلو گرام وزن۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۔ ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا حتیٰ کہ ہم خیبر سے آئے"۔

غزوۂ خیبر کی تاریخ

غزوۂ خیبر جمادی الاولیٰ سات (۷) ہجری میں پیش آیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۶)

اور ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحجہ میں حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد خیبر کی طرف عزم کرتے ہوئے نکلے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۳۷۸)

اور اس وقت چھ ہجری کے چند دن باقی تھے۔ اور مکی بن ابراہیم البلخی نے از سعید بن ابی عروبہ از قتادہ از ابی نضرہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ (۱۲) رمضان کو خیبر کی طرف نکلے، پس لوگوں کے ایک گروہ نے روزہ رکھا اور دوسروں نے روزہ چھوڑا۔ پھر روزہ رکھنے والوں نے روزہ چھوڑنے والوں کو ملامت نہیں کی اور نہ روزہ چھوڑنے والوں نے روزہ رکھنے والوں پر ملامت کی۔ (صحیح مسلم: ۱۱۱۶)

اور امام ترمذی اور امام نسائی نے اس کو روایت کیا ہے کہ کسی نے دوسرے پر ملامت نہیں کی۔

(سنن ترمذی: ۷۱۲، سنن نسائی: ج ۴ ص ۱۸۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۵ ص ۳۲۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی دعاء کا جوامع الکلم سے ہونا

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حدیث مذکور میں جو دعا ہے یہ جوامع الکلم میں سے ہے، کیونکہ رذائل کی تین قسمیں ہیں: نفسانی، بدنی اور خارجی۔ پس پہلی انسان کی قوتوں کے اعتبار سے ہے اور وہ تین ہیں: عقلی، غضبی اور شہوانی۔ پس ''هم'' اور ''حزن'' قوتِ عقلیہ کے اعتبار سے ہے اور ''جبن'' قوتِ غضبیہ کے اعتبار سے ہے اور ''بخل'' قوتِ شہوانیہ کے اعتبار سے ہے۔ اور ''عجز اور کسل'' قوتِ بدنیہ کے اعتبار سے ہے۔ اور دوسری رذیلہ اس وقت ہوتی ہے جب انسان کے اعضاء سلامت ہوں اور تمام آلات اور قویٰ کارآمد ہوں۔ اور پہلی رذیلہ اس وقت ہوتی ہے جب کسی عضو میں کمی ہو۔ اور غلبہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان کے مال میں کمی ہو۔ اور دعاء ان تمام رذائل سے پناہ کی طلب پر مشتمل ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۲۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۷۔ بَابُ: التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنے کا بیان

۶۳۶۴۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ خَالِدٍ بِنْتَ خَالِدٍ قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرَهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (صحیح البخاری: ۱۳۷۶، ۶۳۶۴، مسند احمد: ۲۶۵۱۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ام خالد بنت خالد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے نہیں سنا کہ نبی ﷺ سے ان کے علاوہ کسی نے سنا ہو، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا نبی ﷺ عذابِ قبر سے پناہ طلب کرتے تھے۔

صحیح البخاری: ۶۳۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحمیدی، یہ عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ ہیں جو اپنے اجداد میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے موسیٰ بن عُقبہ، عُقبہ میں عین پر پیش ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ام خالد، ان کا نام امۃ بنت خالد بن سعید بن العاص بن امیہ ہے۔ امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں۔ نبی ﷺ کے عہد میں یہ بہت چھوٹی تھیں، انہوں نے آپ سے حدیث کو یاد رکھا اور ان کی وفات بعد میں ہوئی اور ان سے حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا، اور صحابہ میں بھی ام خالد بنتِ خالد بن یعیش بن قیس النجاریہ ہیں جو حارث بن النعمان کی بیوی ہیں۔ ابن سعید نے کہا کہ یہ تابعیہ ہیں اور صحابہ میں ان کا شمار نہیں ہے۔ صاحب التوضیح نے اسی طرح کہا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حافظ ذہبی نے بھی ان کا صحابیات میں ذکر کیا ہے، ام خالد بنت الاسود بن عُبد یغوث، ان سے عبید اللہ

بن عبداللہ نے روایت کی ہے۔ اورام خالد بنت خالد کا بھی ذکر کیا ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب قبر سے پناہ طلب کرنا اپنی امت کی تعلیم اور رہنمائی کے لیے ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۔ ۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۶۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ مُصْعَبٍ كَانَ سَعْدٌ يَأْمُرُ بِخَمْسٍ وَيَذْكُرُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِهِنَّ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا يَعْنِي فِتْنَةَ الدَّجَّالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی از مصعب، انہوں نے کہا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ پانچ چیزوں کا حکم دیتے تھے اور ان پانچ چیزوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حکم دیتے تھے، آپ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور میں بزدلی سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں اس سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں ارذل عمر کی طرف لوٹایا جاؤں، اور میں دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں آپ نے دجال کا فتنہ مراد لیا، اور میں عذاب قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۸۲۲، ۶۳۶۵، ۶۳۷۰، ۶۳۷۴، ۶۳۹۰، سنن ترمذی: ۳۵۶۷، سنن نسائی: ۵۴۴۷، مسند احمد: ۱۶۲۴)

صحیح البخاری: ۶۳۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالملک، یہ ابن عمیر بن سوید بن حارثہ الکوفی ہیں اور یہ شعبی کے بعد کوفہ میں قاضی مقرر ہوئے اور سعید بن عثمان بن عفوان کے ساتھ خراسان میں جہاد کرنے کے لیے گئے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بلخ میں جیحون کا دریا عبور کیا اور یہ ثمرقند کے راستہ پر ہے، اور یہ تابعین میں سے ہیں۔ یہ ایک سو چھتیس (۱۳۶) ہجری میں فوت ہوئے۔ اور جس دن ان کی وفات ہوئی اس دن ان کی عمر ایک سو تین (۱۰۳) سال تھی۔ اور اس حدیث کی سند میں مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت سعد پانچ چیزوں کا حکم دیتے تھے" یعنی ان پانچ چیزوں سے پناہ طلب کرنے کا ذکر کرتے تھے جن کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "میں اس سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں ارذل عمر کی طرف لوٹایا جاؤں"۔ ارذل عمر سے مراد ہے

Marfat.com

بڑھاپا، جب انسان کی جسامت کم ہو جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۔ (یس:٦٨)

اور ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں تو ہم اس کی جسمانی بناوٹ کو (ابتدائی حالت کی طرف) الٹ دیتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ٢٣ ص ٥، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

صحیح البخاری: ٦٣٦٥، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ٨٠٤ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ارذل عمر کا معنی ہے: ایسا بڑھاپا جس میں قوت اور عقل کم ہو جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٩ ص ٣٠٢، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ١٤٢٩ھ)

٦٣٦٦ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَتْ عَلَيَّ عَجُوزَانِ مِنْ عُجُزِ يَهُودِ الْمَدِينَةِ فَقَالَتَا لِي إِنَّ أَهْلَ الْقُبُورِ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ فَكَذَّبْتُهُمَا وَلَمْ أُنْعِمْ أَنْ أُصَدِّقَهُمَا فَخَرَجَتَا وَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ عَجُوزَيْنِ وَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ صَدَقَتَا إِنَّهُمْ يُعَذَّبُونَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ كُلُّهَا فَمَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ فِي صَلَاةٍ إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: میرے پاس دو بوڑھی عورتیں آئیں جو مدینہ کی بوڑھی عورتوں میں سے تھیں، ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ قبر والوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے تو میں نے ان دونوں کی تکذیب کی، اور میں نے ان کی تصدیق نہیں کی، پس وہ دونوں چلی گئیں اور نبی ﷺ میرے پاس آئے، میں نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! دو بوڑھیں عورتیں آئی تھیں اور میں نے آپ سے ان کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: ان دونوں نے سچ کہا، ان لوگوں کو عذاب دیا جاتا ہے جس عذاب کو تمام جانور سنتے ہیں، پھر میں نے آپ کو اس کے بعد دیکھا کہ آپ جب بھی نماز پڑھتے تو اس میں عذابِ قبر سے پناہ طلب کرتے۔

(صحیح البخاری: ١٠٥٥، ١٣٧٢، ٦٣٦٦، صحیح مسلم: ٩٠٣، سنن نسائی: ١٤٧٦، مسند احمد: ٢٤٧٤٣، موطا امام مالک: ٦٤٣٦، سنن دارمی: ١٥٢٧)

صحیح البخاری: ٦٣٦٦، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "لوگوں کو عذاب دیا جاتا ہے جس عذاب کو تمام جانور سنتے ہیں"۔ اور کتاب الجنائز میں گزر چکا

Marfat.com

ہے کہ میت کی آواز ہر چیز سنتی ہے سوا انسان کے۔

اس پر سوال کیا گیا ہے کہ عذاب تو سنائی نہیں دیتا۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ مقصود ان انسانوں کی آواز ہے جن کو عذاب دیا جاتا ہے، یا بعض عذاب سنائی دیتے ہیں، مثلاً قبر والے کو جو مار لگائی جاتی ہے تو اس مار کی آواز سنائی دیتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عذابِ قبر کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

القاضی ابو بکر بن الطیب وغیرہ نے کہا ہے: عذابِ قبر کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کی تصدیق میں قرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۟ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝

صبح اور شام ان کو دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت آئے گی (یہ حکم دیا جائے گا کہ) آل فرعون کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو ○ (مومن: ۴۶)

اور اس پر اتفاق ہے کہ آخرت میں صبح اور شام نہیں ہے، صبح اور شام صرف دنیا میں ہے۔ پس آل فرعون کو ان کی موت کے بعد قیامت قائم ہونے سے پہلے عذاب میں داخل کیا جائے گا اور جب قیامت قائم ہوگی تو ان کو زیادہ شدید عذاب میں داخل کیا جائے گا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۰ ص ۱۵۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

عذابِ قبر کے ثبوت میں قرآن اور احادیث سے دلائل

اہل علم نے اس آیت سے عذابِ قبر پر استدلال کیا ہے، کیونکہ اس آیت میں مذکور ہے کہ آل فرعون کو صبح اور شام دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ پر پیش کیا جائے گا، کیونکہ اس عذاب پر عطف کر کے فرمایا: اور قیامت کے دن بھی انہیں دوزخ کی آگ پر پیش کیا جائے گا اور عطف تغایر کو چاہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی انہیں دوزخ کی آگ پر پیش کیا جا رہا ہے اور قیامت کے بعد بھی انہیں دوزخ کی آگ پر پیش کیا جائے گا۔ نیز آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ فرشتوں سے کہا جائے گا کہ آل فرعون کو زیادہ شدید عذاب میں داخل کرو، اس سے معلوم ہوا کہ نفس شدید عذاب انہیں پہلے دیا جا چکا ہے اور وہ قبر کا عذاب ہے۔

اس استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عذابِ قبر کے قائلین کے نزدیک عذابِ قبر قیامت تک دائمی ہوگا اور اس آیت سے صرف صبح اور شام کے وقت عذابِ قبر ثابت ہو رہا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دن کی دو طرفیں صبح اور شام ہیں، پس ان دو طرفوں کا ذکر فرما دیا اور اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو قیامت تک دائمی عذاب ہوتا رہے گا۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کے متعلق ارشاد ہے:

Marfat.com

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا۬ ۔ (نوح:۲۵) یہ لوگ اپنے گناہوں کے سبب سے غرق کر دیئے گئے، پس ان کو فوراً دوزخ کی آگ میں داخل کر دیا گیا۔

اس آیت میں جس دوزخ کی آگ کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد وہ آگ نہیں ہے جس میں کافروں کو قیامت کے بعد ڈالا جائے گا، کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: ان کو غرق ہوتے ہی فوراً دوزخ کی آگ میں داخل کر دیا جائے گا، اور آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ فوراً نہیں ہوگا، غرق ہونے کے فوراً بعد جو عذاب ہوگا، وہ قبر میں ہی ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی ان دو آیتوں میں عذابِ قبر کی صاف تصریح ہے، نیز عذابِ قبر کے متعلق یہ احادیث بھی ہیں:

(۱) حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عذابِ قبر سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری:۶۳۶۴)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور عذابِ قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری:۶۳۶۷)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا حتیٰ کہ جانور بھی ان کی آوازوں کو سنیں گے۔ (المعجم الکبیر:۱۰۴۵۹)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عذابِ قبر کی نفی کی، پھر اس کے بعد عذابِ قبر کو ثابت فرمایا

باب الکسوف میں از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ ایک یہودی عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سوال کرنے کے لیے آئی تو اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دعا دی: اللہ آپ کو عذابِ قبر سے اپنی پناہ میں رکھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا لوگوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ سے اس کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ پھر آپ دوسرے دن ایک سواری پر سوار ہوئے تو سورج کو گہن لگ گیا، اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ عذابِ قبر سے پناہ طلب کریں۔ اور اس میں زہری کی روایت کی موافقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اس کا علم نہیں تھا۔ اور اس سے زیادہ صریح وہ روایت ہے جس کو امام احمد نے امام بخاری کی شرط کے ساتھ سعید بن عمرو بن سعید اموی سے روایت کی ہے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک یہودی عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی اس کے ساتھ کوئی نیکی کرتیں تو وہ یہودی عورت یہ دعا دیتی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہود جھوٹ بولتے ہیں، قیامت کے علاوہ کوئی عذاب نہیں ہے، پھر آپ ٹھہرے رہے جتنی مدت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹھہرانا چاہا، پھر ایک دن دوپہر کے وقت آپ نکلے اور آپ بلند آواز سے یہ

Marfat.com

اعلان کر رہے تھے کہ اے لوگو! عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو، کیونکہ عذاب قبر برحق ہے۔ اور ان تمام روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب قبر کا آخر میں مدینہ میں علم ہوا جیسا کہ صلوٰۃ کسوف کی تاریخ میں اپنی جگہ ثابت ہے۔

اس پر یہ اشکال ہے کہ اس سے پہلے مکہ میں یہ آیت نازل ہو چکی ہے:

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۞ (مومن:۴۶)

صبح اور شام ان کو دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت آئے گی (یہ حکم دیا جائے گا کہ) آل فرعون کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو O

اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ مومن کی یہ آیت آل فرعون کے متعلق ہے اور جو کفار آل فرعون کے ساتھ لاحق ہیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عذاب قبر کا انکار کیا وہ موحدین کے اوپر عذاب قبر تھا۔ پھر بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس کے اوپر عذاب قبر نازل فرمائے گا، تو پھر آپ کو اس پر وثوق ہو گیا کہ عذاب قبر موحدین کو بھی ہوگا، اور پھر آپ نے عذاب قبر سے پناہ طلب کرنے میں بہت مبالغہ کیا اور اپنی امت کو تعلیم دی اور رہنمائی کی۔ پس الحمد للہ تعارض اٹھ گیا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ عذاب قبر اس امت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۶۳۶۶ کی شرح میں لکھا ہے:

اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ مومنین کی قبر میں آزمائش کی جائے گی تو آپ نے فرمایا کہ یہود کی قبر میں آزمائش کی جائے گی۔ سو آپ نے اپنے علم کے مطابق یہ فرمایا۔ پھر جب آپ کو یہ علم دیا گیا کہ غیر یہود کو بھی عذاب دیا جائے گا تو پھر آپ نے عذاب قبر سے پناہ طلب کی اور آپ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔
(فتح الباری ج ۷ ص ۴۲۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۶۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قبر میں عذاب اور ثواب کی کیفیت

مسئلہ: کیا عذاب قبر بدن پر ہوتا ہے یا روح پر؟

الجواب: قرآن مجید کی ظاہر نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ عذاب بدن پر ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۞ (الانعام: ۹۳)

نکالو اپنی جانوں کو، آج تمہیں ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی کیونکہ تم اللہ پر ناحق بہتان تراشتے تھے اور تم اس کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے تکبر کرتے تھے O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری روحوں کو عذاب چکھایا جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۗ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۞ (مومن: ۴۶)

صبح اور شام ان کو دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت آئے گی (یہ حکم دیا جائے گا کہ) آل فرعون کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو○

اسی طرح اس آیت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ صبح اور شام آل فرعون کے بدنوں اور جسموں پر عذاب کو پیش کیا جائے گا۔

پس قرآن مجید کی ظاہر نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں کہ عذاب بدن پر ہوگا اور روح کو اس کے درد کا ادراک ہوگا، لیکن یہ عذاب جو بدن کو پہنچتا ہے اس کا بدن کے اوپر اس طرح حسی ظہور نہیں ہوتا جس طرح دنیا میں کسی چوٹ کا بدن پر حسی ظہور ہوتا ہے، مثلاً قبر میں عذاب کے وقت مردہ کو جو گرز لگائے جاتے ہیں یا اس کے اوپر قبر تنگ کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر نکل آتی ہیں تو کوئی نشان مردہ پر نہیں ہوتا۔ اور عذابِ قبر، عذابِ غیبی ہے، دنیا کے عذاب کی طرح نہیں ہے جس طرح ثوابِ قبر بھی ثوابِ غیبی ہے۔ اور ظاہر نصوص یہ ہیں کہ یہ عذاب اور ثواب بدن کو ہوتا ہے۔

اور بعض اہلِ علم نے کہا ہے: بلکہ یہ عذاب اور ثواب روح کو ہوتا ہے اور بدن کو بالکل عذاب نہیں ہوتا۔ اور دوسرے علماء نے یہ کہا: بلکہ عذاب اصل میں روح کو ہوتا ہے لیکن اس کا اتصال بدن کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور میرے نزدیک معتمد قول پہلا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ اگر ہم قبر کو کھودیں تو مردہ اس میں اسی طرح پڑا ہوگا جس طرح کل اس کو دفن کیا گیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امورِ غیبیہ ہیں اور مشاہدہ میں ان کا ظہور ممکن نہیں ہے، اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی نشانی دکھانا چاہے ورنہ اصل یہ ہے کہ عذاب بھی غیبی ہے اور ثواب بھی غیبی ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۳۲۔ ۲۳۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۸۔ بَابُ: التَّعَوُّذِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

زندگی اور موت کی آزمائش سے پناہ طلب کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں زندگی اور موت کی آزمائش سے پناہ طلب کرنے کا بیان ہے۔ یعنی زندگی کے زمانہ اور موت کے زمانہ اور موت کے زمانہ سے مراد ہے کہ جب انسان کی روح بدن سے منفصل (جدا) ہوتی ہے، اس وقت سے لے کر قیامت تک کا زمانہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۶۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عجز، سستی،

Marfat.com

بزدلی، بخل اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اور میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور میں زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۸۲۳، ۴۷۰۷، ۶۳۶۷، ۶۳۷۱، صحیح مسلم: ۲۷۰۶، سنن ترمذی: ۳۴۸۵، سنن نسائی: ۵۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۵۴۰، مسند احمد: ۱۲۷۰۳)

صحیح البخاری: ۶۳۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں معتمر کا ذکر ہے، وہ اپنے باپ سلیمان بن طرخان التیمی البصری سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۶۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زندگی اور موت کی آزمائش کا بیان

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس دعا میں کلمہ جامعہ ہے جو معانی کثیرہ پر مشتمل ہے اور مرد کو چاہیے کہ اس پر جو بلائیں نازل ہوئی ہیں ان کے اٹھانے میں اپنے رب کی طرف رغبت کرے اور جو مصیبتیں نازل نہیں ہوئیں، ان کو دفع کرنے میں بھی اپنے رب کی طرف متوجہ ہو۔ اور تمام معاملات میں اپنے رب کا محتاج رہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام چیزوں میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے تھے تاکہ آپ کی امت سے یہ آزمائشیں دور ہو جائیں اور آپ اپنی امت کو یہ تعلیم دیں کہ وہ کس طریقہ سے اور کس صفت سے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۲۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے: زندگی کے فتنہ سے مراد وہ امور ہیں جو انسان کو زندگی کی مدت میں عارض ہوتے ہیں کہ وہ دنیا اور شہوات اور جہالات کی آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور سب سے بڑا فتنہ العیاذ باللہ یہ ہے کہ موت کے وقت اس کا خاتمہ فتنہ پر ہو، اور موت کے فتنہ سے مراد یہ ہے کہ موت کے وقت جو آزمائش ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد قبر کی آزمائش ہو، کیونکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تم اپنی قبروں میں ایسے فتنوں میں مبتلا کیے جاؤ گے جو دجال کے فتنہ کے قریب ہوگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ زندگی کے فتنہ سے مراد ہے کہ انسان کسی آزمائش میں مبتلا ہو اور وہ صبر نہ کر سکے۔ اور موت کے فتنہ سے مراد ہے کہ قبر میں اس سے سوال کیا جائے اور وہ حیرت میں مبتلا ہو۔ اور یہ عام کا ذکر ہے خاص کے بعد، کیونکہ عذاب قبر بھی موت کے فتنہ میں داخل ہے اور دجال کا فتنہ زندگی کے فتنہ میں داخل ہے۔

اور الحکیم الترمذی نے نوادر الاصول میں سفیان ثوری سے روایت کی ہے کہ میت سے جب سوال کیا جاتا ہے تیرا رب کون ہے

Marfat.com

تو اسے شیطان دکھائی دیتا ہے اور وہ شیطان اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں ہوں تیرا رب، پس اس لیے یہ دعا وارد ہے کہ بندہ مومن اس سوال کے جواب میں ثابت قدم رہے۔ اور پھر انہوں نے سندِ جید کے ساتھ عمرو بن مرۃ سے روایت کی ہے کہ صحابہ اسے مستحب قرار دیتے تھے کہ جب میت کو قبر میں رکھا جائے تو وہ کہے: اے اللہ! اس کو شیطان سے اپنی پناہ میں رکھنا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۳۔ ۲۹۴، ملخصاً وملتقطاً، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

فتنہ کا معنی

فتنہ کا اصل معنی ہے امتحان اور آزمائش، اور شریعت میں فتنہ کا استعمال ہوتا ہے کسی مصیبت کو دور کرنے کی آزمائش۔ اور فتنہ غفلت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ۔ (التغابن: ۱۵) تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو صرف آزمائش ہیں۔

یعنی تم اپنے مال اور اولاد کی محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل ہو جاتے ہو۔

نیز فتنہ کا استعمال گمراہی، کفر، عذاب اور رسوائی میں بھی ہوتا ہے اور جیسا قرینہ ہو اس کے اعتبار سے ویسا معنی کیا جاتا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۲۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۹۔ بَابُ: التَّعَوُّذِ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ گناہ اور قرض سے پناہ طلب کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں مأثم کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے اثم اور گناہ۔ اور مغرم کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے: جس چیز کا ادا کرنا تم پر لازم ہو جیسا کہ قرض اور دیت۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۶۸۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ اللّٰهُمَّ اغْسِلْ عَنِّي خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے، گناہ، قرض اور قبر کی آزمائش اور قبر کے عذاب سے اور دوزخ کی آزمائش اور دوزخ کے عذاب سے اور غنیٰ کی آزمائش کے شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور فقر کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور المسیح الدجال کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اے اللہ! مجھ سے میرے گناہوں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو ڈال اور میرے دل کو گناہوں سے اس

طرح صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کر دیا جاتا ہے۔ اور میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح دوری کر دے جس طرح مشرق اور مغرب کے درمیان تو نے دوری رکھی ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۳۲، ۸۳۳، ۲۳۹۷، ۶۳۶۸، ۶۳۷۵، ۶۳۷۶، ۶۳۷۷، ۷۱۲۹، صحیح مسلم: ۵۸۹، سنن نسائی: ۱۳۰۹، سنن ابوداؤد: ۸۸۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۸، مسند احمد: ۲۳۷۸۰)

صحیح البخاری: ۶۳۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں فتنۂ قبر اور عذابِ قبر کا ذکر ہے، فتنۂ قبر سے مراد ہے منکر اور نکیر کا سوال۔ اور عذاب قبر اس کے بعد مجرمین کو ہوتا ہے، پس گویا کہ فتنۂ قبر عذابِ قبر کا مقدمہ ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''ومن فتنة النار''فتنۃ النار سے مراد ہے: دوزخ کے فرشتوں کا بطور ڈانٹ ڈپٹ کے دوزخیوں سے سوال کرنا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

كُلَّمَآ أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝ (الملک: ۸)

جب بھی اس میں (کافروں کا) کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ اس سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا تھا ۝

اور دوزخ کا عذاب اس کے بعد ہوتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''ومن شر فتنة الغنى''یعنی مال و دولت کی آزمائش کے شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

مال و دولت کی آزمائش کا شر ہے جیسے سرکشی اور اترانا، اور زکوٰۃ ادا نہ کرنا اور دیگر مالی حقوق ادا نہ کرنا۔ اور فقر میں شر کا صراحۃً ذکر نہیں کیا، کیونکہ اس کا ضرر دوسری چیزوں کے ضرر سے زیادہ ہے یا مالداروں پر تغلیظ کے لیے حتیٰ کہ وہ اپنے مال و دولت سے دھوکہ میں نہ آئیں اور مال و دولت کے مفاسد سے غافل نہ رہیں۔ اور اس کی دوسری خرابیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: ''اور میں فقر کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں''۔ کیونکہ بسا اوقات فقر انسان کو ایسے کاموں پر برانگیختہ کرتا ہے جو دین داروں کے لائق نہیں ہوتے اور ان کو حرام کے ارتکاب پر آمادہ کرتا ہے اور وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور بسا اوقات فقر کی وجہ سے آدمی ایسے کلمات بولتا ہے جو کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''ومن فتنة المسيح الدجال''مسیح فعیل کے وزن پر ہے اور یہ مفعول کے معنی میں ہے، یعنی

Marfat.com

دجال کی آنکھ رگڑی ہوئی ہوگی۔ یا اس کا معنی ہے: وہ بہت سرعت اور تیزی کے ساتھ زمین کی مسافت کو قطع کرے گا۔

ابن فارس نے کہا ہے: مسیح وہ ہے کہ جس کے چہرہ کی ایک جانب رگڑی ہوگی اور اس کی آنکھ نہیں ہوگی اور نہ اس کا ابرو ہوگا۔ اور دجال کا لفظ دجل سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: ڈھانپنا، کیونکہ وہ ایک کثیر جماعت کو زمین میں ڈھانپ لے گا، یا وہ حق کو کذب کے ساتھ ڈھانپ لے گا، یا زمین کو تیزی سے قطع کرے گا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''خطایای'' اور خطایا کی اصل ہے خطائی، یہ فعائل کے وزن پر ہے اور جب دو ہمزہ جمع ہو گئے تو دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدل دیا گیا کیونکہ اس سے پہلے کسرہ ہے اور پھر وہ ثقیل تھا تو اس کو حذف کر دیا۔ اور پھر یاء کو الف سے تبدیل کر دیا گیا، پھر پہلے ہمزہ کو یاء سے تبدیل کر دیا کیونکہ وہ دو الفوں کے درمیان خفیف تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''برف اور پانی کے اولوں سے''۔ اس حدیث میں برف اور اولوں کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے کیونکہ یہ بہت صاف ہوتے ہیں اور نجاست کے ملنے سے بہت بعید ہوتے ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ونق'' یہ ''نقّی ینقّی تنقیة'' سے ماخوذ ہے اور اس کو تاکید کے لیے ذکر کیا ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ یہ مجاز ہے یعنی جب کسی چیز کو برف اور اولوں کے پانی سے دھویا جاتا ہے تا کہ جو چیز عارض ہوئی ہو وہ دھل کر صاف ہو جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عرب کی عادت یہ ہے کہ جب دھونے میں مبالغہ کا ارادہ کیا جائے تو گرم پانی سے دھویا جاتا ہے نہ کہ ٹھنڈے پانی سے، خاص طور پر برف کے پانی سے۔

اور علامہ خطابی نے اس کا جواب دیا ہے کہ ان مثالوں کے ساتھ اعیانِ مسمیات کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اس سے گناہوں کی تطہیر میں مبالغہ اور تاکید کا ارادہ کیا ہے کہ گناہ بالکل مٹ جائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۔۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۶۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قرض سے پناہ طلب کرنے کا بیان

امام نسائی نے از سلمہ بن سعید بن عطیہ از معمر از زہری روایت کی ہے اور اس حدیث کا اختصار سے ذکر کیا ہے اور اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرض اور گناہ سے پناہ طلب کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ قرض سے بہت زیادہ پناہ طلب کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے، آپ نے فرمایا: جو شخص مقروض ہو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں جو اس حدیث کی راویہ ہیں۔

غنیٰ کے شر اور فقر کے شر کا بیان

غنیٰ اور فقر کو شر کے ساتھ مقید کیا ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے اندر ایک اعتبار سے خیر ہوتی ہے تو جس چیز سے پناہ طلب کی ہے وہ غنیٰ کا شر ہے اور فقر کا شر ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔

امام غزالی نے کہا ہے: غنیٰ کا فتنہ مال کو جمع کرنے کی حرص ہے اور مال کی محبت ہے حتیٰ کہ بندہ مال کو حاصل کرے خواہ حرام

Marfat.com

طریقہ سے ہو۔ اور مال جمع کرنے کی حرص میں جس مال کو خرچ کرنا اس پر واجب ہے وہ نہ کرے اور مالی حقوق ادا نہ کرے۔ اور فقر کے فتنہ سے مراد یہ ہے کہ وہ فقر اور فاقہ کی وجہ سے حرام کا ارتکاب کرے۔

گرم پانی سے دھونے کے بجائے برف اور اولوں کے پانی سے دھونے کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میری خطاؤں کو برف کے پانی اور اولوں کے پانی سے دھو دے"۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ گرم پانی سے دھو دے، حالانکہ عادت یہ ہے کہ گرم پانی میل کچیل کے زائل کرنے میں زیادہ مؤثر اور بلیغ ہوتا ہے۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ برف کا پانی اور اولے کا پانی دونوں طاہر پانی ہیں جن کو ہاتھ نہیں چھوتے۔ اور وہ استعمال سے آلودہ نہیں ہوتے، پس ان کا ذکر اس مقام میں زیادہ مؤکد ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اس سوال کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں، پھر اس کی کیا توجیہ ہے کہ آپ نے اپنے گناہوں کو دھونے کی دعا کی

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے کہ اے اللہ! میرے گناہوں کو برف کے پانی اور اولوں کے پانی سے دھو ڈال، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں اور آپ سے کسی قسم کا کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوا جس کے لیے توبہ کی ضرورت ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے کی ہے کہ امت جب اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے دعا کرے تو اس طرح دعا کرے۔ یا تشریع کے لیے کی ہے تاکہ ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنا مشروع ہو جائے اور دعا کرنے والے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ادا کرنے کی سنت کا ثواب مل جائے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی مسئلہ کی تعلیم کے لیے خلاف اولیٰ کام کرتے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے زم زم کا پانی کھڑے ہو کر پیا، یا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے منہ اندھیرے اول وقت میں فجر کی نماز پڑھی حالانکہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ زیادہ اجر اس وقت ہوتا ہے جب فجر کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب روشنی پھیل جائے۔ اسی طرح کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسئلہ کی تعلیم کے لیے کوئی مکروہ تنزیہی کام کرتے جیسے آپ نے فرمایا ہے کہ فصد لگانے کی اجرت نہ دی جائے اس کے باوجود آپ نے ایک بار فصد لگانے کی اجرت دی، تاکہ یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ فصد لگانے کی اجرت دینا بھی جائز ہے مگر یہ مکروہ تنزیہی ہے، تو اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد حکمتوں کی وجہ سے کبھی خلاف اولیٰ کا ارتکاب کیا اور کبھی مکروہ تنزیہی کا ارتکاب کیا، اگرچہ یہ امور گناہ نہیں ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضعاً ان کو بھی گناہ قرار دیا اور اللہ تعالیٰ سے ان گناہوں کو دھونے کی دعا کی۔ (سعیدی غفرلہ)

۴۰ - بَابُ: الِاسْتِعَاذَةِ مِنَ الْجُبْنِ وَالْكَسَلِ

بزدلی اور سستی سے پناہ طلب کرنے کا بیان

كُسَالَى وَكَسَالَى وَاحِدٌ۔

کُسالی اور کَسالی (ست) کا ایک ہی معنی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

"جُبن" کا معنی ہے: بزدلی اور یہ بہادری کے خلاف ہے۔ اور "کسل" کا معنی ہے: سستی اور کسی کام کے کرنے سے بوجھل

Marfat.com

ہونا، اور یہ چستی کے خلاف ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی کُسالی میں کاف پر پیش بھی ہے اور کاف پر زبر بھی ہے، اور یہ دو قرائتیں ہیں، اور جمہور نے اس کو پیش کے ساتھ یعنی کُسالی پڑھا ہے اور الاعرج نے اس کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ بنو تمیم کی لغت ہے۔

(فتح الباری ج ۲۳ ص ۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۶۹۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن ابی عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے فکر، غم، عجز اور سستی اور بزدلی اور بخل اور قرض کے غلبہ، اور مردوں کے غلبہ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۸۲۳، ۴۷۰۷، ۶۳۶۷، ۶۳۶۹، ۶۳۷۱، صحیح مسلم: ۲۷۰۶، سنن ترمذی: ۳۴۸۵، سنن نسائی: ۵۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۵۴۰، مسند احمد: ۱۷۷۰۳)

صحیح البخاری: ۶۳۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں خالد بن مخلد کا ذکر ہے، مَخلد میں میم پر زبر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے، اور یہ ابن بلال ہیں۔ اور ابوزید المروزی کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرو بن ابی عمرو کا ذکر ہے، یہ المطلب بن عبداللہ بن حنطب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث عنقریب باب "التعوذ من غلبة الرجال" میں گزر چکی ہے اور حدیث میں مذکور الفاظ کی تصریح بھی بیان کی جا چکی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۳ ص ۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۱۔ بَابُ: التَّعَوُّذِ مِنَ الْبُخْلِ

بخل سے پناہ طلب کرنے کا بیان

الْبُخْلُ وَالْبَخَلُ وَاحِدٌ، مِثْلُ: الْحُزْنِ وَالْحَزَنِ۔

لفظ بُخل اور بَخل کا ایک معنی ہے جیسے حُزن اور حَزن کا ایک معنی ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

"بُخل" میں باء پر پیش ہے اور "بَخل" میں باء پر زبر ہے، لفظوں میں فرق ہے اور معنی ایک ہے۔ اور اس کی نظیر حُزن اور حَزن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۷۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ كَانَ يَأْمُرُ بِهَؤُلَاءِ الْخَمْسِ وَيُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک بن عمیر از مصعب بن سعد از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، اور وہ ان پانچ باتوں کا حکم دیتے تھے۔ اور ان پانچ باتوں کو نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے: اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں بزدلی سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں اس سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں کہ مجھے ارذل عمر کی طرف لوٹا دیا جائے، اور میں دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور میں عذابِ قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۸۲۲، ۶۳۶۵، ۶۳۷۰، ۶۳۷۴، ۶۳۹۰، سنن ترمذی: ۳۵۶۷، سنن نسائی: ۵۴۴۷، مسند احمد: ۱۶۲۴)

صحیح البخاری: ۶۳۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے اور وہ محمد بن جعفر ہیں۔

یہ حدیث عنقریب باب "التعوذ من عذاب القبر" میں گزر چکی ہے۔ اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "میں دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں":

شعبہ نے کہا: میں نے عبد الملک بن عمیر سے دنیا کے فتنہ سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: دنیا کا فتنہ دجال ہے۔ اسی طرح اسماعیلی کی روایت میں ہے، اور دجال پر دنیا کے فتنہ کا اطلاق اس وجہ سے ہے کہ اس کا فتنہ بہت بڑا ہوگا۔ اور دنیا کے تمام فتنوں سے بڑا دجال کا فتنہ ہوگا۔ اور اس کا ذکر اس حدیث میں صراحۃً ہے، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا، پھر آپ نے فرمایا کہ روئے زمین میں جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے دجال کے فتنہ سے بڑا اولادِ آدم کے لیے کوئی فتنہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۴۲- بَابُ: التَّعَوُّذِ مِنْ أَرْذَلِ الْعُمُرِ

ارذل عمر سے پناہ طلب کرنے کا بیان

أَرَاذِلُنَا: أَسْقَاطُنَا۔

اراذِلُنا کا معنی ہے: ''اسقاطنا'' اور اس کا معنی ہے: ہمارے نچلے درجہ کے کمینے اور پسماندہ لوگ۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ارذل عمر سے پناہ طلب کرنے کا بیان ہے۔ اور ارذل عمر کا معنی ہے بڑھاپا اور بے عقلی کی وجہ سے ایسی بات کرنا جس پر ہنسی آئے، اور جب انسان کے احوال پچھلی طرف لوٹ جائیں، قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ (النحل: ۷۰)

اور تم میں سے بعض کو ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے، تاکہ انجام کار وہ حصول علم کے بعد کچھ بھی نہ جان سکے، بے شک اللہ نہایت علم والا بے حد قدرت والا ہے ۝

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

النحل: ۷۰ کی تفسیر از مصنف

حکماء نے انسان کی عمر کے چار مراتب ذکر کیے ہیں:

پہلا مرتبہ اس کی عمر کا وہ زمانہ ہے جب اس کے بچپن اور نوجوانی کا زمانہ ہوتا ہے، اور اس کی نشوونما ہوتی ہے۔ اور یہ ولادت سے لے کر بیس سال تک کی عمر ہے۔

اور دوسرا مرتبہ وہ ہے جب اس کی عمر اپنے شباب کو پہنچ جاتی ہے، اور یہ بیس سال سے چالیس سال تک کی عمر ہے۔

اور تیسرا مرتبہ دورِ انحطاط ہے، جب اس کی عمر ڈھل جاتی ہے اور وہ ادھیڑ عمر کو پہنچ جاتا ہے، یہ چالیس سال سے ساٹھ سال تک کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس کو کہولت کہتے ہیں۔

اور چوتھا مرتبہ انحطاطِ کبیر کا ہے، یہ بڑھاپے کا زمانہ ہے، یہ ساٹھ سال سے لے کر ستر، اسی سال کی عمر تک کا زمانہ ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے بعض لوگ اس قدر بوڑھے ہو جائیں گے کہ ان کی عقل فاسد اور خراب ہو جائے گی اور وہ عالم ہو جانے کے بعد جاہل ہو جائیں گے تاکہ اللہ تم کو اپنی قدرت دکھائے کہ جس طرح وہ مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے، اسی طرح وہ عالم بنانے کے بعد جاہل بنانے پر قادر ہے۔ (زادالمسیر ج ۴ ص ۴۶۷)

۶۳۷۱- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَرَمِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز بن صہیب، از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح پناہ طلب کرتے ہوئے دعا کرتے تھے: ''اے اللہ! میں سستی سے تیری پناہ طلب

Marfat.com

کرتا ہوں اور میں بزدلی سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں بڑھاپے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں بخل سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں''۔

(صحیح البخاری: ۲۸۲۳، ۴۷۰۷، ۶۳۶۷، ۶۳۷۱، صحیح مسلم: ۲۷۰۶، سنن ترمذی: ۳۴۸۵، سنن نسائی: ۵۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۵۴۰، مسند احمد: ۱۷۷۰۳)

صحیح البخاری: ۶۳۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہاں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ باب کا عنوان ہے ''ارذل عمر'' اور حدیث میں ارذل عمر کا ذکر نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں بڑھاپے کا ذکر ہے، اور بڑھاپا ارذل عمر کا معنی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابومعمر، ان کا نام عبداللہ بن عمر ہے۔ نیز اس حدیث میں عبدالوارث کا ذکر ہے، یہ ابن سعید البصری ہیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

اس حدیث کی شرح عنقریب گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۳۔ بَابُ: الدُّعَاءِ بِرَفْعِ الْوَبَاءِ وَالْوَجَعِ وباء اور درد کو دور کرنے کی دعا کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں وباء اور درد کو دور کرنے کا بیان ہے، وباء کا معنی ہے: ایسا مرض جو عام ہو گیا ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: تیز رفتار موت۔

اور وباء، طاعون سے عام ہے، کیونکہ اس کی حقیقت ایک عام مرض ہے جو آب و ہوا کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض علماء نے کہا کہ وباء اور طاعون دونوں مترادف ہیں۔ اور اس پر دوسروں نے رد کیا کہ طاعون مدینہ میں داخل نہیں ہوتا اور وباء مدینہ میں داخل ہوئی ہے جیسا کہ عرنیین کی حدیث میں ہے: جن کو مدینہ کی آب و ہوا راس نہیں آئی تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں بحث ہے، کیونکہ طاعون مرضِ عام ہے، اسی طرح وبا بھی مرضِ عام ہے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ طاعون مدینہ میں داخل نہیں ہوتا، ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد طاعون داخل نہیں ہوتا۔

اور اس باب کے عنوان میں ''الوجع'' یعنی درد کا بھی ذکر ہے، یعنی درد کو دور کرنے کی دعا کرنا۔ اور اس کا اطلاق ہر قسم کے مرض پر ہوتا ہے۔ تو یہ عام کا خاص پر عطف ہے، لیکن اس اعتبار سے کہ وباء کا منشاء خاص ہے اور وہ آب و ہوا کی خرابی ہے، اس کے برخلاف درد کے متعدد اسباب ہوتے ہیں۔ اور ایک اعتبار سے وباء کا اطلاق مرضِ عام پر ہوتا ہے۔ اور درد کا اطلاق بھی مرضِ عام پر

Marfat.com

ہوتا ہے، تو یہ عام کا عام پر عطف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَمَا حَبَّبْتَ إِلَيْنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ وَانْقُلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا وَصَاعِنَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! مدینہ کو ہماری طرف محبوب بنا دے جیسا تو نے مکہ کو ہماری طرف محبوب بنایا ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ اور مدینہ کے بخار کو الجحفہ کی طرف منتقل کر دے، اور ہمارے مد میں اور ہمارے صاع میں برکت نازل فرما۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۹، ۳۹۲۶، ۵۶۵۴، ۵۶۷۷، ۶۳۷۲، صحیح مسلم: ۱۳۷۶، مسند احمد: ۲۵۷۰۸، موطا امام مالک: ۱۶۴۸)

صحیح البخاری: ۶۳۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "وباء اور درد کو دور کرنے کی دعا"۔ اور اس حدیث میں وباء کا ذکر نہیں ہے، لیکن یہ کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں یہ دعا ہے کہ مدینہ کے بخار کو الجحفہ کی طرف منتقل کر دے۔ اور بخار بھی ایک مرض عام ہے جس کی وباء کے ساتھ مناسبت ہے۔ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس حدیث کی بعض سندوں کے ساتھ اس طرح روایت ہے کہ ہم مدینہ میں آئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں سب سے زیادہ وباء والی جگہ تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ بعید وجہ ہے، کیونکہ مطابقت باب کے عنوان میں اور باب کی اس حدیث کے درمیان ہوتی ہے جو اس باب میں بعینہٖ ذکر کی گئی ہو۔

حدیث مذکور کے معانی

یہ حدیث مختصر ہے، اس کے شروع میں ہے کہ "جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو حضرت ابو بکر کو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار آ گیا"، اور یہ کتاب الحج کے آخر میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

"الجحفہ" کے خلاف دعائے ضرر کرنے کی توجیہ

اور "الجحفہ" یہ اہل مصر کا اور شام کا قدیم میقات ہے۔ اور اب اہل شام کا میقات وہی ہے جو اہل مدینہ کا میقات ہے، اور اس وقت الجحفہ میں یہود رہتے تھے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے خلاف بیماریوں اور وباؤں کی دعائے ضرر کرنا جائز ہے۔

صاع اور مد میں برکت کی دعا سے مقصود

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "ہمارے صاع اور مد میں برکت نازل فرما"۔ یہ دو پیمانے ہیں۔ مد ایک کلو گرام کے برابر ہے

Marfat.com

صاع چار کلوگرام کے برابر ہے، اوران کی برکت ان چیزوں کی برکت کو مستلزم ہے جن کو ان پیمانوں میں ڈالا جاتا ہے۔اور مراد یہ ہے کہ مدینہ میں بہ کثرت روزی ہو، پھل زیادہ ہوں اور غلہ زیادہ ہو۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۷۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ عَادَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ شَكْوَى أَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ بَلَغَ بِي مَا تَرَى مِنَ الْوَجَعِ وَأَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي وَاحِدَةٌ أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي قَالَ لَا قُلْتُ فَبِشَطْرِهِ قَالَ الثُّلُثُ كَثِيرٌ إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا أُجِرْتَ حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ قُلْتُ آأُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ إِلَّا ازْدَدْتَ دَرَجَةً وَرِفْعَةً وَلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ اللَّهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ قَالَ سَعْدٌ رَثَى لَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ أَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ۔

(صحیح البخاری: ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، صحیح مسلم: ۱۶۲۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از عامر بن سعد، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں میری اس بیماری کی عیادت کی جس میں، میں موت کے منہ میں پہنچ چکا تھا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مجھے کتنا درد ہو رہا ہے، اور میں مال دار ہوں۔اور میری وارث میری صرف ایک بیٹی ہے، کیا میں اپنے دو تہائی مال کو صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: اچھا میں نصف مال کو صدقہ کردوں؟ تو آپ نے فرمایا: تہائی مال بہت ہے، اگر تم اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑ دو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑ و، وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں، اور بے شک تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے جس سے اللہ عزوجل کی رضا کا ارادہ کرو گے تو تمہیں اس پر اجر دیا جائے گا، حتیٰ کہ تم جو اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھتے ہو (اس پر بھی اجر ملے گا)۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب کے بعد پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: تم ہرگز پیچھے نہیں رہو گے، تم جو بھی ایسا عمل کرو گے جس سے اللہ عزوجل کی رضا کا ارادہ کرو گے، تمہارا اس سے درجہ بلند ہوگا، اور شاید کہ تم پیچھے رہو گے حتیٰ کہ کچھ لوگوں کو تم سے فائدہ ہوگا اور دوسرے لوگوں کو تم سے ضرر ہوگا۔اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھنا اور ان کو ان کی ایڑھیوں پر نہ لوٹانا۔لیکن سعد بن خولہ پر افسوس ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان پر اظہار افسوس کیا کہ ان کی وفات مکہ میں ہوگئی تھی۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: اس کا تعلق باب کے عنوان کے رکنِ ثانی کے ساتھ ہے، کیونکہ اس حدیث کی بعض روایات میں ہے: ''آپ نے اس درد کے لیے دعا کی جوان کو تھا''۔

علامہ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ عنوان میں مطلقاً درد کو دور کرنے کی دعا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ معترض اس حدیث کے بقیہ کلام سے غافل ہے، کیونکہ امام مسلم کی بعض سندوں میں یہ حدیث اس طرح ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے شفاء دے، تو آپ نے تین مرتبہ دعا کی: اے اللہ سعد کو شفاء دے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی علی صحیح البخاری، ج ۲ ص ۴۰۹، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

نیز علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہو سکتی ہے کہ آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھنا اور ان کو ان کی ایڑھیوں پر نہ لوٹانا، کیونکہ اس دعا میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے درد سے شفاء کی دعا کی طرف اشارہ ہے، تاکہ وہ اپنے دارِ ہجرت یعنی مدینہ میں لوٹ کر چلے جائیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''عادنی'' یعنی آپ نے میری عیادت کی۔ اس کا معنی ہے: مجھے جو بیماری ہوئی تھی اس کی وجہ سے آپ مجھے دیکھنے کے لیے تشریف لائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اشفیت منه'' اس کا معنی ہے: میں اس مرض کی وجہ سے موت کے قریب پہنچ چکا تھا، ان کی مراد شدتِ مرض میں مبالغہ ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''إلّا ابنة لی واحدة'' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: مگر میری صرف ایک بیٹی ہے، اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس کا نام عائشہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذو مال'' یعنی میں بہت مالدار ہوں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فتوحات سے بہت زیادہ مال حاصل ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان تذر ورثتك اغنياء خير من ان تذرهم عالة يتكففون الناس'' یعنی اگر تم اپنے ورثاء کو خوشحال چھوڑو تو اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو۔ ''عالة'' العائل کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: فقیر۔ ''يتكففون الناس'' یعنی وہ سوال کے لیے لوگوں کے آگے ہاتھ دراز کریں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی فی امراتك'' یعنی ''فی فم امراتك'' اس کا معنی ہے: تم اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ رکھو گے تم

اس میں بھی اجر ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب کا بیان اور آپ کا معجزہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولعلك تخلف حتی ینتفع بك اقوام'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ شاید کہ تم پیچھے چھوڑے جاؤ گے حتیٰ کہ کچھ اقوام تم سے نفع حاصل کریں گی۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عمر لمبی ہوگی۔ اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہے، کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بعد میں زندہ رہے حتیٰ کہ انہوں نے عراق کو فتح کیا اور ان سے کچھ اقوام کو فائدہ پہنچا، اس سے آپ کی مراد ہیں مسلمان، یعنی مسلمانوں کو فائدہ ہوا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ویضر بك آخرون'' یعنی دوسرے لوگوں کو تمہاری وجہ سے نقصان ہوگا۔ اس سے آپ نے مشرکین کا ارادہ فرمایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے بیٹے عمر بن سعد کو اس لشکر کا امیر بنا دیا جن کا حضرت سیدنا الحسین رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوا تھا۔ پس وہ کربلا کی زمین میں شہید کر دیے گئے اور ان کا قصہ مشہور ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللھم امض لاصحابی ھجرتھم'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری اور باقی رکھنا، یعنی ان کی ہجرت کو مکمل فرمانا اور ان کی ہجرت کو ان پر کم نہ کرنا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ مہاجرین اولین کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اپنا مشن پورا کرنے کے بعد مکہ میں تین دن سے زیادہ ٹھہریں، تو آپ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مہاجرین کو اس پر ثابت قدم رکھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لکن البائس'' یہ لفظ البئوس سے ماخوذ ہے یعنی فقر اور بدحالی۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: البائس وہ ہے جس کو بہت شدید حاجت ہو۔

حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ پر اظہارِ افسوس کی وجہ

حضرت سعد بن خولہ بنو عامر بن لوی کے قبیلہ سے تھے۔ اور دوسروں کے نزدیک وہ ان کے حلیف تھے۔ اور انہوں نے حبشہ سے ہجرت کی تھی جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ علامہ واقدی نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے لیے افسوس کا اظہار کیا، کیونکہ وہ مکہ میں ہی فوت ہو گئے تھے اور یہ وہی زمین تھی جہاں سے انہوں نے ہجرت کی تھی۔

اور التوضیح میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے اس لیے افسوس کا اظہار کیا کیونکہ حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا: جس نے کسی شہر سے ہجرت کی اس کو ہجرت کا ثواب ملتا رہے گا، جس زمین سے اس نے ہجرت کی ہے، سو جس زمین کی طرف اس نے ہجرت کی ہے، اس زمین کی طرف ہجرت کرنے کا ثواب اسے قیامت تک ملتا رہے گا۔ سو حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ جب مکہ میں فوت ہو گئے تو وہ اس اجر سے محروم ہو گئے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ بدر میں حاضر ہونے کے بعد وہ مکہ لوٹ آئے تھے اور وہاں پر بغیر عذر کے کافی طویل قیام کیا۔ اور اگر ان کا کوئی عذر ہوتا تو وہ گناہگار نہ ہوتے، اور ان کی وفات حجۃ الوداع میں ہوئی۔

اور ابن المزین مالکی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اس لیے اظہارِ افسوس کیا کہ وہ اسلام لائے اور مکہ میں مقیم رہے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی۔ اور اس قول پر انکار کیا گیا ہے، کیونکہ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کا شمار بدری صحابہ میں ہوتا ہے۔ (عمدۃ

Marfat.com

القاری ج ۲۳ ص ۱۲۔ ۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بیماری میں دعا کرنا

امام بخاری نے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کا ذکر نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیماری میں دعا فرمائی تھی، آپ نے دعا کی: اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۵۶۷۵ میں تعلیقاً گزر چکی ہے۔

وباء کو دور کرنے کی دعا کی توجیہ

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ولی اور حاکم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے خلاف دعا کریں اور کسی وباء کو دور کرنے کی دعا کریں۔ اور جس حاکم نے ایسا کیا تو اس کی ولایت صحیح نہیں ہوگی، لیکن یہ قول ساقط ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی: اے اللہ! ہماری طرف مدینہ کو محبوب کر دے اور مدینہ کے بخار کو ''الجحفہ'' کی طرف منتقل کر دے۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی دعا کی ہے اور کوئی شخص بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توکل کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

اور ''الجحفہ'' اس وقت اللہ تعالیٰ کے شہروں میں ایسا شہر تھا جس میں سب سے زیادہ بخار ہوتا تھا۔ اور لوگ اس کے چشمہ سے پانی پینے سے اجتناب کرتے تھے، اس چشمہ کو ''عین الحمیٰ'' کہا جاتا تھا، کیونکہ جو اس چشمہ سے پانی پیتا اس کو بخار آ جاتا تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس وقت اہلِ جحفہ مشرکین تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی تھی کہ مدینہ کا بخار الجحفہ کی طرف منتقل ہو جائے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۱۴۔ ۳۱۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۴۴۔ بَابُ: اَلاِسْتِعَاذَةِ مِنْ أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَفِتْنَةِ النَّارِ

ارذل عمر سے اور دنیا کے فتنہ سے اور دوزخ کے فتنہ سے پناہ طلب کرنا

اس باب میں ارذلِ عمر سے پناہ طلب کرنے کا بیان ہے، اور ارذلِ عمر کی تفسیر کئی مرتبہ گزر چکی ہے۔ اور دنیا کے فتنہ سے پناہ طلب کرنے کا بیان ہے اور اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ دنیا کے فتنہ سے مراد دجال ہے۔ اور فتنہ نار سے پناہ طلب کرنے کا بیان ہے، یعنی دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کرنے کا بیان ہے۔

۶۳۷۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ تَعَوَّذُوا بِكَلِمَاتٍ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَتَعَوَّذُ بِهِنَّ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے خبر دی از زائدہ از عبد الملک از مصعب بن سعد از والد خود، انہوں نے کہا کہ ان دعائیہ کلمات کے ساتھ پناہ طلب کرو جن دعائیہ کلمات کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پناہ طلب کرتے تھے: اے اللہ! میں بزدلی

وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ أَرْذَلِ الْعُمُرِ۔

سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ مجھے ارذل عمر کی طرف لوٹا دیا جائے، اور میں دنیا کے فتنہ سے اور عذابِ قبر کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۸۲۲، ۶۳۶۵، ۶۳۷۰، ۶۳۷۴، ۶۳۹۰، سنن ترمذی: ۳۵۶۷، سنن نسائی: ۵۴۴۷، مسند احمد: ۱۶۲۴)

صحیح البخاری: ۶۳۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن ابراہیم، یہ ابن نصر السعدی البخاری ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اسحاق بن راہویہ ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسین، یہ ابن علی بن الولید الجعفی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زائدہ، وہ ابن قدامہ ابو الصلت الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد الملک، وہ ابن عمیر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مصعب، وہ ابن سعد ہیں جو اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث عنقریب باب "التعوذ من البخل" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۷۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَأْثَمِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَشَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى وَشَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے سستی اور بڑھاپے اور قرض اور گناہ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کرتا ہوں اور دوزخ کے فتنہ سے اور قبر کے فتنہ سے اور عذابِ قبر سے اور غنیٰ کے فتنہ کے شر سے اور فقر کے فتنہ کے شر سے، اور مسیح الدجال کے فتنہ کے شر سے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو برف کے پانی سے اور اولوں سے دھو ڈال، اور میرے دل کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا

ہے، اور میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۳۲، ۸۳۳، ۲۳۹۷، ۶۳۶۸، ۶۳۷۵، ۶۳۷۶، ۶۳۷۷، ۷۱۲۹، صحیح مسلم: ۵۸۹، سنن نسائی: ۱۳۰۹، سنن ابوداؤد: ۸۸۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۸، مسند احمد: ۲۳۷۸۰)

صحیح البخاری: ۶۳۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الھرم'' کا ذکر ہے اور اس کی تفسیر ارذل عمر کے ساتھ کی گئی ہے۔ اور یہ حدیث صحیح مسلم کی کتاب الدعوات میں از ابو کریب ہے، اور سنن ابن ماجہ میں از علی بن محمد مروی ہے اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۵۔ بَابٌ: اَلِاسْتِعَاذَةِ مِنْ فِتْنَةِ الْغِنَى

غنیٰ کے فتنہ سے پناہ طلب کرنے کا بیان

۶۳۷۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ خَالَتِهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَعَوَّذُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْغِنَى وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلام بن ابی مطیع نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از ان کی خالہ، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اس طرح پناہ طلب کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے دوزخ کے فتنہ سے پناہ طلب کرتا ہوں اور دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں تجھ سے فتنہ قبر سے پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں تجھ سے عذابِ قبر سے پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں تجھ سے غنیٰ کے فتنہ سے پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں تجھ سے فقر کے فتنہ سے پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں تجھ سے اسیح الدجال کے فتنہ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۸۳۲، ۸۳۳، ۲۳۹۷، ۶۳۶۸، ۶۳۷۵، ۶۳۷۶، ۶۳۷۷، ۷۱۲۹، صحیح مسلم: ۵۸۹، سنن نسائی: ۱۳۰۹، سنن ابوداؤد: ۸۸۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۸، مسند احمد: ۲۳۷۸۰)

صحیح البخاری: ۶۳۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سلام کا ذکر ہے، جو ابن ابی مطیع الخزاعی البصری ہیں۔ یہ ایک سو سڑسٹھ (۱۶۷) ہجری میں فوت ہو گئے

Marfat.com

تھے۔اور ہشام اپنے والد عروہ بن الزبیر سے اور وہ اپنی خالہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔
اس حدیث میں دوزخ کے فتنہ کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کو دیکھنے سے محفوظ رکھے، کیونکہ اس کے بعد عذاب نہیں ہوگا۔
اس حدیث کی شرح بھی گزر چکی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۔۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۶۔ بَابُ: التَّعَوُّذِ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ فقر کے فتنہ سے پناہ طلب کرنے کا بیان

اس باب میں فقر سے مراد فقر مدقع ہے، یعنی وہ فقر جو بندہ کو ذلیل کردے۔

۶۳۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَشَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى وَشَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ قَلْبِي بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے دوزخ کے فتنہ سے اور دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے اور غنیٰ کے فتنہ کے شر سے اور فقر کے فتنہ کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے المسیح الدجال کے فتنہ کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں، اے اللہ! میرے دل کو برف کے پانی اور اولوں سے دھودے، اور میرے دل کو گناہوں سے اس طرح پاک کردے جس طرح صاف کپڑے کو میل کچیل سے تو نے پاک کردیا ہے۔اور میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی دوری تو نے مشرق اور مغرب میں کی ہے۔اے اللہ! میں سستی اور گناہ اور قرض سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۸۳۲، ۸۳۳، ۲۳۹۷، ۶۳۶۸، ۶۳۷۵، ۶۳۷۶، ۶۳۷۷، ۷۱۲۹، صحیح مسلم: ۵۸۹، سنن نسائی: ۱۳۰۹، سنن ابوداؤد: ۸۸۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۸، مسند احمد: ۲۴۰۷۸)

صحیح البخاری: ۶۳۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، وہ یا تو ابن سلام ہیں، یا ابن المثنیٰ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ابومعاویہ کا ذکر ہے، وہ

Marfat.com

محمد بن حازم ہیں۔ اس حدیث کی شرح بھی گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۷۔ بَابُ: الدُّعَاءِ بِكَثْرَةِ الْمَالِ مَعَ الْبَرَكَةِ — برکت کے ساتھ کثرتِ مال کی دعا کرنے کا بیان

اس باب میں برکت کے ساتھ کثرتِ مال کی دعا کا ذکر ہے، اور السرخسی کے نسخہ میں یہ باب مذکور نہیں ہے۔

۶۳۷۸، ۶۳۷۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَسٌ خَادِمُكَ ادْعُ اللهَ لَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس رضی اللہ عنہ، از حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انس آپ کے خادم ہیں، آپ اللہ سے ان کے لیے برکت کی دعا کریں، تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے مال اور اس کی اولاد کو زیادہ کر، اور جو کچھ تو نے اس کو عطا کیا ہے اس میں برکت عطا فرما۔

اور از ہشام بن زید روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل سنا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۸۲، ۶۳۳۴، ۶۳۴۴، ۶۳۷۸، ۶۳۸۱، صحیح مسلم: ۲۴۸۱، مسند احمد: ۱۲۵۴۱)

صحیح البخاری: ۶۳۷۸، ۶۳۷۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے، اور وہ محمد بن جعفر ہیں۔

اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۸۔ بَابُ: الدُّعَاءِ بِكَثْرَةِ الْوَلَدِ مَعَ الْبَرَكَةِ — برکت کے ساتھ کثرتِ اولاد کی دعا کا بیان

۶۳۸۰، ۶۳۸۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو زَيْدٍ سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رضی الله عنه قَالَ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ أَنَسٌ خَادِمُكَ قَالَ اللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوزید سعید بن الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بتایا کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انس آپ کا خادم ہے تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس کے مال کو اور اس کی اولاد کو زیادہ کر، اور جو کچھ تو نے اس کو عطا کیا ہے، اس میں برکت عطا فرما۔

(صحیح البخاری: ۱۹۸۲، ۶۳۳۴، ۶۳۴۴، ۶۳۷۸، ۶۳۸۱، صحیح مسلم: ۲۴۸۱، مسند احمد: ۱۲۵۴۱)

صحیح البخاری: ۶۳۸۰، ۶۳۸۱: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن الربیع، یہ ابوزید الہروی ہیں۔ یہ ہروی کپڑے فروخت کرتے تھے تو ان کی اس کی طرف نسبت کردی۔ اور یہ اہلِ بصرہ میں سے ہیں اور دو سو گیارہ (۲۱۱) ہجری میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔

اس حدیث کی شرح بھی گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۹۔ بَابُ: الدُّعَاءِ عِنْدَ الِاسْتِخَارَةِ — استخارہ کے وقت کی دعا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس دعا کا بیان ہے جو استخارہ کے وقت کی جاتی ہے۔ استخارہ سے مراد ہے کسی چیز کی خیر کو طلب کرنا۔ کہا جاتا ہے: ''استخر اللہ یخرلک'' تم اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرو وہ تمہارے لیے خیر مقدر کردے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۸۲۔ حَدَّثَنَا مُطَرِّفُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُعَلِّمُنَا الِاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَالسُّورَةِ مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا هَمَّ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاقْدُرْهُ لِي وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مطرف بن عبداللہ ابومصعب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن ابی الموال نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام امور میں استخارہ کی تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن کی کسی صورت کی تعلیم ہو (آپ نے فرمایا:) جب کوئی اہم کام درپیش ہو تو دو رکعت نماز پڑھو اور پھر یہ دعا کرو: ''اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر کو طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت کو طلب کرتا ہوں، اور تیرے فضلِ عظیم سے سوال کرتا ہوں، کیونکہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں اور تو جاننے والا ہے اور میں جاننے والا نہیں ہوں، اور تو علام الغیوب ہے (غیوب کو بہت جاننے والا) اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے میرے دین میں اور میرے معاش میں اور میرے انجامِ کار میں بہتر ہو یا کہا: میرے مقدم کام میں یا موخر کام میں، تو اس کو میرے لیے مقدر کردے

Marfat.com

اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے شر ہے میرے دین میں اور معاش میں اور میرے انجام کار میں یا کہا: میرے مقدم امر میں یا مؤخر امر میں، تو اس کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے، اور میرے لیے خیر کو مقدر کر دے جہاں بھی ہو، پھر مجھ سے راضی ہو جا، پھر اپنی ضرورت کا نام لے۔

(صحیح البخاری:۱۱۶۶، سنن ترمذی:۴۸۰، سنن نسائی:۳۲۵۳، سنن ابوداؤد:۱۵۳۸، سنن ابن ماجہ:۱۳۸۳، مسند احمد:۱۴۲۹۷)

صحیح البخاری: ۶۳۸۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اپنے تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے کا بیان

مومن پر واجب ہے کہ وہ اپنے تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے اور اپنی قوت اور طاقت سے بری ہو، اور اس کو چاہیے کہ چھوٹے کام ہوں یا بڑے کام ہوں، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو خیر کی طرف لے جائے اور شر سے اس کو دور رکھے۔ اور یہ یقین رکھے کہ وہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو استخارہ میں سنت ہے اس پر عمل کرے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعائے استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن مجید کی کسی صورت کی تعلیم دیتے تھے، کیونکہ لوگوں کو اپنی تمام حاجات میں استخارہ کی شدید حاجت ہوتی ہے جس طرح نماز میں قراءت کی شدید حاجت ہوتی ہے۔

اور اس حدیث میں قدریہ کے خلاف دلیل ہے جن کا یہ زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ شر کو پیدا نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ ان کے افتراء سے پاک ہے، اور اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ظاہر فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ شر کا مالک ہے اور خالق ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۲۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

استخارہ کرنے کا طریقہ

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض متقدمین سے منقول ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورت کے بعد اس آیت کا اضافہ کرے:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ (القصص:۶۸-۶۹)

اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے، اس میں ان کا کوئی اختیار نہیں ہے، اللہ پاک ہے اور ان چیزوں سے بلند و برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں O اور آپ کا رب ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو وہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں اور جن چیزوں کو وہ ظاہر کرتے ہیں O

Marfat.com

اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور ضمِ سورت کے بعد اس آیت کا اضافہ کرے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ (الاحزاب:۳۶)

اور نہ کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرمادیں تو ان کے لیے اپنے اس کام میں کوئی اختیار ہو، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو بے شک وہ کھلی ہوئی گم راہی میں مبتلا ہو گیاO

مشائخ سے یہ سنا گیا ہے کہ آدمی باوضو قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھ کر سو جائے، اگر اس کو خواب میں سفید یا سبز چیز نظر آئے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کام میں خیر ہے، اور اگر اس کو سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو وہ اس کام کے شر ہونے کی علامت ہے، پھر اس کام سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۴۱۰، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۹ھ)

اگر پہلی بار اس کو خواب میں کوئی چیز نظر نہ آئے تو دوسرے دن پھر استخارہ کرے، پھر تیسرے دن استخارہ کرے، پھر مسلسل سات دن تک استخارہ کرتا رہے، اگر پھر بھی کوئی چیز نظر نہ آئے تو جس چیز کی طرف اس کا دل جم گیا ہے اسی کو اللہ کی طرف سے گمان کرے۔

واضح رہے کہ ہر شخص اپنے لیے خود استخارہ کرے، کوئی شخص دوسرے کے لیے استخارہ نہیں کر سکتا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں متکلم کے صیغوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ آج کل بعض لوگ مسجد کے امام سے کہتے ہیں: آپ ہمارے فلاں کام کے لیے استخارہ کریں، یا ٹی وی پر کوئی صاحب دوسروں کے لیے استخارہ کر کے مسئلہ کا حل بتاتے ہیں، یہ دونوں طریقے غلط اور خلافِ حدیث ہیں۔

صحیح البخاری: ۶۳۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

استخارہ کے متعلق دیگر احادیث

حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کی سعادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے۔ اس حدیث کی امام احمد نے روایت کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو دعا کرتے ''اللھم خرلی واخترلی'' (اے اللہ! اس کام کو میرے لیے اختیار کر اور پسند فرمالے)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے استخارہ کیا، وہ ناکام نہیں ہوگا۔ اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں روایت کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

کن امور میں استخارہ کرنا چاہیے

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے: واجب اور مستحب کام میں استخارہ نہیں کیا جائے گا، اور حرام اور مکروہ کے ترک میں بھی استخارہ نہیں کیا جائے گا۔ پس استخارہ صرف مباح کام میں کیا جائے گا اور جب مستحب کام میں دو امر متعارض ہوں کہ وہ کس کام سے ابتداء کرے تو اس میں بھی استخارہ کیا جا سکتا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۳۳۔ ۴۳۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۸۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

استخارہ کی دعا کرنے کے بعد مطلوب کے خیر ہونے پر کیسے واقفیت ہو گی؟

حسب ذیل متعدد امور سے مطلوب کا خیر ہونا معلوم ہو سکتا ہے:

(۱) دو کاموں میں سے کسی ایک کام کے لیے اگر اس کا شرحِ صدر ہو جائے تو جس کام پر اس کا شرحِ صدر ہوا ہے اسی کو اختیار کر لے۔

(۲) وہ کوئی خواب دیکھے جس سے ان دو کاموں میں سے کوئی ایک کام راجح قرار پائے۔

(۳) کوئی نیک اور خیر خواہ شخص اس کو ان دو کاموں میں سے کسی ایک کام کے کرنے کی طرف اشارہ کرے تو وہ یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس کام میں خیر رکھی ہے۔

(۴) وہ فال سے معلوم کرے مثلاً وہ کوئی ایسی چیز سنے جس سے ان دو کاموں میں سے کوئی ایک کام متعین ہو جائے۔

(شرح صحیح البخاری، ج ۶ ص ۲۴۷۔۲۴۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۰۔ بَابُ: الدُّعَاءِ عِنْدَ الْوُضُوءِ — وضو کے وقت کی دعا کا بیان

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وضو کے وقت کیا دعا کرنی چاہیے۔

۶۳۸۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ دَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ بِهِ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ۔

(صحیح البخاری: ۴۳۲۳، صحیح مسلم: ۲۴۹۸، مسند احمد: ۲۲۴۰۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پانی منگایا، پھر آپ نے اس پانی سے وضو کیا، پھر آپ نے دونوں ہاتھ بلند کیے، پس آپ نے دعا کی: اے اللہ! عبید ابی عامر کی مغفرت فرما، اور میں نے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو قیامت کے دن اپنی مخلوق میں سے اکثر لوگوں کے اوپر فوقیت عطا فرمانا۔

صحیح البخاری: ۶۳۸۳: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "وضو کے وقت دعا کرنے کا بیان" اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وضو کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسامہ، ان کا نام حماد بن اسامہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُرید، یہ ابن عبداللہ ہیں اور یہ اپنے دادا ابوبردہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام عامر بن ابی موسیٰ الاشعری ہے۔ اور حضرت ابوموسیٰ کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

یہ حدیث ایک طویل حدیث سے اختصار ہے جس کو امام بخاری نے کتاب المغازی میں باب غزوۂ اوطاس میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۔۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۱۔ بَابُ: الدُّعَاءِ إِذَا عَلَا عَقَبَةً

جب کسی گھاٹی پر چڑھے، تو اس وقت دعا کرنے کا بیان

۶۳۸۴۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى رضی الله عنه قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَكُنَّا إِذَا عَلَوْنَا كَبَّرْنَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا وَلَكِنْ تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا ثُمَّ أَتَى عَلَيَّ وَأَنَا أَقُولُ فِي نَفْسِي لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ فَإِنَّهَا كَنْزٌ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ أَوْ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ هِيَ كَنْزٌ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی عثمان، از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، پس جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو، کیونکہ تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے ہو اور نہ غائب کو پکار رہے ہو، تم اس کو پکار رہے ہو جو بہت سننے والا اور بہت دیکھنے والا ہے۔ پھر نبی ﷺ میرے پاس آئے اور میں اپنے دل میں پڑھ رہا تھا: ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' (اللہ کی مدد کے بغیر گناہوں سے پھرنا اور نیک کام کرنے کی طاقت ممکن نہیں ہے)۔ تو آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! کہو ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ''، یہ دونوں کلمات جنت کے خزانوں میں سے خزانہ ہیں، یا فرمایا: کیا میں تمہیں اس کلمہ کی رہنمائی نہ کروں جو جنت کے خزانوں میں سے خزانہ ہے، وہ ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' پڑھنا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۹۲، ۴۲۰۵، ۶۳۸۴، ۶۴۰۹، ۶۶۱۰، ۷۳۸۶، صحیح مسلم: ۲۷۰۴، سنن ترمذی: ۳۴۶۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۲۶، مسند احمد: ۱۹۰۲۶)

صحیح البخاری: ۶۳۸۴: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، اور وہ سختیانی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعثمان، وہ عبدالرحمٰن بن مل النہدی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوموسیٰ، اور وہ اشعری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''یایھا الناس اربعوا علی انفسکم'' یعنی اے لوگو اپنے نفسوں کے ساتھ نرمی کرو، یعنی بلند آواز کے ساتھ ذکر نہ کرو، یا جہر میں مبالغہ نہ کرو۔

''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' کا خزانہ ہونا

یعنی ان کلمات کے پڑھنے کا اجر لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہے، اور اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اوپر گردن جھکا دینا ہے، اور تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کے اوپر چھوڑ دینا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ برائی کو دور کرنے اور خیر اور نیکی کے حصول میں کوئی قوت اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۔۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۲۔ بَابُ: الدُّعَاءِ إِذَا هَبَطَ وَادِيًا وادی سے اترنے کے وقت کی دعا

فِيهِ حَدِيثُ جَابِرٍ۔ اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

باب میں مذکور تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث وہ ہے جو کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔وہاں عنوان ہے''التسبیح اذا ھبط وادیا'' اور اس میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: جب ہم کسی گھاٹی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب کسی گھاٹی سے اترتے تو ہم سبحان اللہ کہتے۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب میں مذکور تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

بلندی پر چڑھنے کے وقت اللہ اکبر پڑھنے اور بلندی سے اترنے کے وقت سبحان اللہ پڑھنے کی توجیہ

بلندی پر چڑھنا بندہ کو محبوب ہوتا ہے تو اس وقت بندہ اللہ اکبر کہے اور اس بلندی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ ہر بلندی سے بلند ہے، پس اللہ تعالیٰ کی تکبیر پڑھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بلندی پر چڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اور بلندی سے اترتے وقت سبحان اللہ کہنے کی حکمت یہ ہے کہ یہ تنگی اور پھسلنے کا موقع ہے، تو اس موقع پر ان اسباب کو یاد کرے جن سے کشادگی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سات ظلمات کے اندر تھے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھی تو اللہ

تعالیٰ نے ان کو غم سے نجات دی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۳۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۳۔ بَابُ: الدُّعَاءِ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَوْ رَجَعَ

جب آدمی کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرے یا واپس آنے کا ارادہ کرے، تو اس وقت کی دعا کا بیان

فِيهِ يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ

اس باب میں یحییٰ بن ابی اسحاق نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے اس باب میں ''مایقول اذا رجع من الغزو''۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد سے واپس آتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے، پھر یہ دعا کرتے:

آیبون ان شاء اللہ، تائبون، عابدون، حامدون، لربنا ساجدون، صدق اللہ وعدہ، ونصر عبدہ، وھزم الاحزاب وحدہ۔

ہم لوٹنے والے ہیں ان شاء اللہ، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، حمد کرنے والے ہیں، اپنے رب کے لیے سجدہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو سچا کیا، اور اپنے بندہ کی مدد کی، اور کفار کے لشکر کو تنہا اس نے شکست دی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۸۵۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ ثُمَّ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع، از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ سے لوٹتے یا حج کرتے یا عمرہ کرتے تو زمین کی ہر بلند جگہ پر تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے، پھر یہ دعا کرتے: ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں، اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور تنہا (کفار کے) لشکر کو شکست دی۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۱۷۹۷، ۲۹۹۵، ۳۰۸۴، ۴۱۱۶، ۶۳۸۵، صحیح مسلم: ۱۳۴۴، سنن ترمذی: ۹۵۰، سنن ابوداؤد: ۲۷۷۰، مسند احمد: ۴۶۲۲، موطا امام مالک: ۹۶۰)

صحیح البخاری: ۶۳۸۵: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں، ان میں سے ایک ہے "سفر کے ارادہ کے وقت کی دعا" اور دوسرا جز و ہے "سفر سے واپسی کے وقت کی دعا"۔ پس یہاں پر جز اول کے مطابق حدیث کہاں ہے، اور جو حدیث امام بخاری نے از یحییٰ بن ابی اسحاق ذکر کی ہے، وہ بھی جز ثانی کے متعلق صریح ہے۔

میں کہوں گا: حدیث مذکور کی ایک اور سند ہے جو صحیح مسلم میں علی بن عبداللہ الازدی از ابن عمر کی روایت سے ہے، اس کے شروع میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سیدھے بیٹھتے اور کسی سفر میں نکلتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے، پھر پڑھتے: "سبحٰن الذی سخر لنا ھذا ۔۔۔ الحدیث۔ یہاں تک کہ جب آپ واپس آتے تو پھر یہ دعا کرتے: آیبون تائبون ۔۔۔ الحدیث۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، اور وہ ابن ابی اویس ہیں۔

ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں چند الفاظ ایک وزن پر ہیں اور وہ ہیں: "صدق اللہ وعدہٗ، ونصر عبدہٗ، وھزم الاحزاب وحدہٗ" اور اس کو سجع کہتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجع سے منع فرمایا ہے اور یہ سجع ہے۔

اس کا یہ جواب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی سجع سے منع فرمایا جو کاہنوں کی سجع ہوتی ہے، کیونکہ وہ تکلف سے الفاظ ایک وزن پر لاتے ہیں اور وہ الفاظ باطل کو متضمن ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور سفر کے دعائیہ کلمات آیا سفرِ طاعت کے ساتھ خاص ہیں یا سفر معصیت کو بھی شامل ہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج یا عمرہ سے واپس آتے تو زمین کی ہر بلندی پر تین مرتبہ تکبیرات پڑھتے"۔

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعائیہ کلمات ان تین سفروں کے ساتھ مخصوص ہیں اور جمہور فقہاء کے ۔ اس طرح حکم نہیں ہے، بلکہ یہ ہر سفر میں مشروع ہے خواہ وہ سفر اطاعت کا ہو جیسے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے یا طلب علم کے لیے، کیونکہ یہ تمام وہ سفر ہیں جو اطاعت کے لیے ہیں۔

Marfat.com

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کلماتِ دعائیہ سفرِ مباح کو بھی شامل ہیں، کیونکہ سفرِ مباح میں مسافر کو کوئی ثواب نہیں ہوتا، تو اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ وہ ایسا فعل کرے جس سے اس کو ثواب حاصل ہو۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دعائیہ کلمات سفرِ معصیت کو بھی شامل ہیں، کیونکہ سفرِ معصیت کا مرتکب دوسروں کی بہ نسبت ثواب کے حصول کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔

اور اس دلیل پر اعتراض کیا گیا ہے، کیونکہ جو دعا سفرِ طاعت کے ساتھ مخصوص ہے، اس کو سفرِ مباح میں پڑھنا منع نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے میں کوئی معصیت نہیں ہے، بحث اس میں ہے کہ یہ مخصوص ذکر اس مخصوص وقت میں کیا جائے۔ پس ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ یہ عباداتِ مخصوصہ ہیں اور ان میں ذکرِ مخصوص مشروع ہے۔ پس یہ اس کے ساتھ خاص ہوگا جیسا کہ اذان کے بعد جو ذکر منقول ہے اور نماز کے بعد جو ذکر منقول ہے، وہ انہی کے ساتھ خاص ہوگا۔ اور صحابی نے ان تین سفروں پر اقتصار کیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر ان تین انواع میں منحصر تھا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۳۷، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۵۴۔ بَابُ: الدُّعَاءِ لِلْمُتَزَوِّجِ

نکاح کرنے والے کے لیے دعا کا بیان

۶۳۸۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنه قَالَ رَأَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَهْيَمْ أَوْ مَهْ قَالَ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ بَارَكَ اللهُ لَكَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اوپر زرد رنگ کا اثر دیکھا، آپ نے فرمایا: یہ کیسے نشان ہیں، انہوں نے بیان کیا: میں نے ایک عورت سے ایک گٹھلی سونے کے عوض نکاح کیا تو آپ نے دعا دی: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۴۹، ۲۲۹۳، ۳۷۸۱، ۳۹۳۷، ۵۰۷۲، ۵۱۴۸، ۵۱۵۳، ۵۱۵۵، ۵۱۶۷، ۶۰۸۲، ۶۳۸۶، صحیح مسلم: ۱۴۲۷، سنن ترمذی: ۱۹۳۳، سنن نسائی: ۳۳۸۸، سنن ابوداؤد: ۲۱۰۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۷، مسند احمد: ۱۲۵۶۴، موطا امام مالک: ۱۱۵۷، سنن دارمی: ۲۲۰۴)

صحیح البخاری: ۶۳۸۶: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''نکاح کرنے والے کے لیے دعا کا بیان'' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ جب حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بارک اللہ لک'' اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ اور یہ ان کے لیے دعا ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "صفرة" اس کا معنی ہے: وہ خوشبو جس کو شب زفاف میں استعمال کرتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "مهيم" یعنی تمہارا کیا حال ہے یا تمہاری کیا شان ہے۔

امام ابوحنیفہ پر ایک اعتراض کا جواب

التوضیح میں مذکور ہے کہ اس حدیث میں امام ابوحنیفہ پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ دس درہم سے کم مہر جائز نہیں ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: سبحان اللہ! یہ کیسی فہم ہے؟ کیونکہ ایک گٹھلی سونے کا وزن پانچ درہم سونے کے برابر ہوتا ہے اور وہ ساڑھے تین مثقال ہے، اور پانچ درہم سونے کا وزن دس درہم سے زیادہ ہوتا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۰۔۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۸۷ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه قَالَ هَلَكَ أَبِي وَتَرَكَ سَبْعَ أَوْ تِسْعَ بَنَاتٍ فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم تَزَوَّجْتَ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ ثَيِّبًا قَالَ هَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ أَوْ تُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ قُلْتُ هَلَكَ أَبِي فَتَرَكَ سَبْعَ أَوْ تِسْعَ بَنَاتٍ فَكَرِهْتُ أَنْ أَجِيئَهُنَّ بِمِثْلِهِنَّ فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً تَقُومُ عَلَيْهِنَّ قَالَ فَبَارَكَ اللهُ عَلَيْكَ لَمْ يَقُلْ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرٍو بَارَكَ اللهُ عَلَيْكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کی وفات ہوگئی اور انہوں نے سات یا نو بیٹیاں چھوڑیں، پس میں نے ایک عورت سے نکاح کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے جابر تم نے نکاح کرلیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کنواری سے یا بیوہ سے۔ میں نے کہا: بیوہ سے، آپ نے فرمایا: کیوں نہ تم نے ایک لڑکی سے نکاح کیا تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی (تم اس سے خوش طبعی کرتے وہ تم سے خوش طبعی کرتی)، یا فرمایا: تم اس کو ہنساتے وہ تم کو ہنساتی۔ میں نے عرض کیا: میرے والد فوت ہو گئے اور انہوں نے سات یا نو بیٹیاں چھوڑی تھیں، تو میں نے ناپسند کیا کہ میں ان لڑکیوں کی مثل کوئی لڑکی نکاح کر کے لے آؤں، تو پس میں نے ایک عورت سے نکاح کیا جو ان کی تربیت کرے، آپ نے دعا دی: "بارك الله عليك" (اللہ تعالیٰ تم پر برکت نازل فرمائے)۔
ابن عیینہ اور محمد بن مسلم نے از عمرو "بارك الله عليك" نہیں کہا۔

(صحیح البخاری: ۵۳۶۷، صحیح مسلم: ۷۱۵، سنن ترمذی: ۱۱۰۰، سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۰، مسند احمد: ۱۴۳۴۷، سنن دارمی: ۲۲۱۶)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۸۷ : کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بکرا ام ثیبا؟" یعنی تم نے کنواری لڑکی سے نکاح کیا ہے یا بیوہ عورت سے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "هلا جارية" یعنی تم نے کسی لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا، یعنی کنواری لڑکی سے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بارك الله عليك" اس سے پہلے حدیث میں مذکور تھا "بارك الله لك" لام کے ساتھ اور اس میں علیک کے ساتھ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے، پہلی روایت میں برکت کا ان کے ساتھ اختصاص ہے کیونکہ لام اختصاص کے لیے آتا ہے، اور دوسری روایت میں برکت کا استعلاء ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۸۷ ، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نکاح کرنے والے کے لیے دیگر دعاؤں کا بیان

امام نسائی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب نے بنو جشم کی ایک عورت سے نکاح کیا تو ان کو مبارک باد دی گئی کہ تم دونوں کے درمیان اتفاق رہے اور تمہیں اولاد نصیب ہو، تو انہوں نے ان سے کہا: اس طرح دعا دو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی تھی کہ اللہ تعالیٰ تم میں برکت نازل کرے یا اللہ تعالیٰ تم پر برکت نازل کرے یا خاص تم پر برکت نازل کرے۔ (سنن نسائی ج ۶ ص ۱۲۸)

اور سنن ترمذی میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی نکاح کرنے والے کو مبارک باد دیتے تو فرماتے "بارك الله لك وبارك عليك" اور فرماتے "اللہ تعالیٰ تم دونوں کو خیر کے ساتھ جمع رکھے"۔ پھر کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۰۹۱)

"الرفأ والبنين" کا معنی

اور "الرفاء والبنين" کا معنی ہے: تمہارے درمیان اچھی صحبت ہو اور بیٹے پیدا ہوں اور "الرفأ" کا معنی ہے ملنا اور ملائمت۔ اور ابن السکیت نے کہا: اس کا معنی ہے سکون اور طمانیت، یہ اس وقت ہے جب اس لفظ پر ہمزہ نہ ہو۔

گٹھلی کے وزن کی تحقیق

پہلی حدیث میں "النواة" کا ذکر ہے: ابن وہب نے کہا: اس کا وزن پانچ درہم کے برابر ہے، جب سونا نہ ہو تو، جیسا کہ چالیس درہم کو اوقیہ کہا جاتا ہے۔ اور ابن عیینہ نے کہا: گٹھلی کا وزن پانچ قیراط کے برابر ہے، امام احمد نے کہا: سونے کی گٹھلی کا وزن تین درہم اور ایک تہائی ہے۔ اور اسحاق نے کہا: اس کا وزن پانچ درہم اور نصف ہے۔ اور اس حدیث میں امام ابوحنیفہ پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ دس درہم سے کم مہر جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں: علامہ ابن ملقن کے اس اعتراض کا جواب علامہ عینی نے اپنی شرح میں ذکر کر دیا ہے جس کو ہم نقل کر چکے ہیں۔

ولیمہ کا شرعی حکم

نیز پہلی حدیث میں مذکور ہے ''آپ نے فرمایا: ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے''۔ چونکہ یہ امر کا صیغہ ہے اس لیے بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ کرنا واجب ہے اور یہ ہمارے بعض اصحاب شافعیہ کا قول ہے۔ اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ولیمہ کرنا مستحب ہے اور یہ امام مالک کا قول ہے۔ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شب زفاف گزارنے کے بعد ولیمہ منعقد ہوتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۳۱۔۳۳۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۵۵۔ بَابُ: مَا يَقُولُ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ — جب کوئی مرد اپنی بیوی کے پاس جائے تو کیا دعا کرے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرے تو کیا دعا کرے۔

۶۳۸۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ قَالَ بِاسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذَلِكَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از سالم از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی مرد اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے تو کہے: اللہ کے نام سے، اے اللہ! ہم سے شیطان کو دور رکھ اور شیطان کو اس سے دور رکھ جو تو ہمیں اولاد عطا فرمائے، کیونکہ اگر ان کے درمیان کوئی اس عمل کے سبب سے اولاد مقدر کی جائے تو پھر شیطان اس کو کبھی ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱، ۳۲۷۱، ۳۲۸۳، ۵۱۶۵، ۶۳۸۸، ۷۳۹۶، صحیح مسلم: ۱۴۳۴، سنن ترمذی: ۱۰۹۲، سنن ابوداؤد: ۲۱۶۱، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۹، مسند احمد: ۱۹۱۱، سنن دارمی: ۲۲۱۲)

صحیح البخاری: ۶۳۸۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جریر کا ذکر ہے، وہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سالم کا ذکر ہے، وہ ابن ابی الجعد ہیں، اور کریب بن مسلم کا ذکر ہے، جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جب کوئی مرد اپنے اہل کے پاس آئے" اہل سے مراد بیوی ہے، اور آنے سے مراد ہے: جب وہ اس سے جماع کا ارادہ کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "شیطان اس کو ضرر نہیں دے سکے گا" یعنی اس پر اس طرح مسلط نہیں ہوگا کہ اس کے دین میں یا اس کے بدن میں ضرر پہنچانے پر قادر ہو۔ اور یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اس کو وسوسہ بھی نہیں ڈال سکے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (البقرہ: ۲۰۱)

نبی ﷺ کی یہ دعا: اے ہمارے رب! ہم کو دنیا میں اچھائی عطا فرما

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب نبی ﷺ کی اس دعا کے بیان میں ہے کہ اے ہمارے رب! تو ہم کو دنیا میں اچھائی عطا فرما۔ حسن نے کہا: دنیا میں اچھائی علم اور عبادت ہے اور آخرت میں اچھائی جنت ہے۔ قتادہ نے کہا: دنیا میں اچھائی عافیت ہے۔ سدی نے کہا: دنیا میں اچھائی مال ہے اور آخرت میں اچھائی جنت ہے، اور محمد بن کعب القرظی نے کہا: نیک بیوی اچھائیوں میں سے ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے ہمارے رب! ہم کو دوزخ کے آگ سے بچا" یعنی ہم کو دوزخ کی آگ سے دور رکھنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۸۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ اللّٰهُمَّ ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اکثر یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں اچھائی عطا فرما، اور ہم کو دوزخ کی آگ سے بچا۔ (البقرہ: ۲۰۱)

(صحیح البخاری: ۴۵۲۲، ۶۳۸۹، صحیح مسلم: ۲۶۹۰، سنن ابوداؤد: ۱۵۱۹، مسند احمد: ۱۳۱۶۸)

صحیح البخاری: ۶۳۸۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوارث، وہ ابن سعید البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز، وہ ابن صہیب البصری ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے ساتھ اکثر دعا کرتے تھے، کیونکہ یہ دعا دنیا اور آخرت کے تمام معانی کو شامل ہے۔ اور ''حسنة'' سے مراد ہے نعمت، پس آپ نے دنیا اور آخرت کی نعمت کا سوال کیا اور عذاب سے بچنے کا سوال کیا۔

(عمدة القاری ج ۲۳ ص ۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۸۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''حسنة'' کی تفسیر میں متعدد اقوال

حسن بصری نے کہا: دنیا میں ''حسنة'' سے مراد علم اور عبادت ہے، اس کی امام ابن ابی حاتم سے سندِ صحیح کے ساتھ روایت ہے۔ اور امام ابن ابی حاتم سے سندِ ضعیف کے ساتھ روایت ہے کہ دنیا میں ''حسنة'' سے مراد ہے پاکیزہ رزق اور علمِ نافع اور آخرت میں ''حسنة'' سے مراد ہے جنت۔

علامہ ابن المنذر نے سفیان ثوری سے روایت کی ہے کہ دنیا میں ''حسنة'' ہے پاکیزہ رزق اور علم، اور آخرت میں ''حسنة'' سے مراد ہے جنت۔ اور الثعلبی نے از سدی اور مقاتل روایت کی ہے: دنیا کی حسنہ رزق حلال واسع ہے اور عملِ صالح ہے اور آخرت میں ''حسنة'' سے مراد ہے مغفرت۔

اور عطیہ سے روایت ہے کہ دنیا میں ''حسنة'' سے مراد علم اور عمل صالح ہے اور آخرت میں ''حسنة'' سے مراد حساب کا آسان ہونا اور دخولِ جنت ہے۔

اور اسی سند کے ساتھ عوف سے مروی ہے: جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور قرآن عطا کیا اور اہل اور مال عطا کیا اور اولاد عطا کی تو اس کو دنیا میں اور آخرت میں ''حسنة'' عطا کر دی۔

اور کشاف میں مذکور ہے کہ دنیا میں ''حسنة'' نیک بیوی ہے اور آخرت میں ''حسنة'' حور ہے۔ اور دوزخ کا عذاب بری بیوی ہے۔

اور شیخ عماد الدین بن کثیر نے کہا ہے: دنیا میں ''حسنة'' ہر مطلوبِ دنیوی کو شامل ہے، عافیت ہو اور وسیع گھر ہو اور خوبصورت بیوی ہو، اور نیک اولاد ہو، اور رزق واسع ہو، اور علمِ نافع ہو، اور عملِ صالح ہو، اور سہولت والی سواری ہو، اور ثنائے جمیل ہو۔ یہ تمام چیزیں دنیا کی ''حسنة'' میں درج ہیں اور آخرت کی ''حسنة''، سو وہ جنت میں بلند درجہ ہے اور محشر کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہنا ہے، اور حساب کا آسان ہونا ہے۔ اور عذابِ نار سے بچنا، اس کا تقاضا ہے کہ دنیا میں عذابِ نار سے بچے، حرام کاموں سے اجتناب کرے، شبہات کو ترک کرے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۴۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

۵۷۔ بَابٌ: التَّعَوُّذِ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا دنیا کے فتنہ سے پناہ طلب کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں دنیا کے فتنہ سے پناہ طلب کرنے کا بیان ہے، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دنیا کے فتنہ سے مراد ہے دجال کا فتنہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ دنیا کے فتنہ سے مراد مال ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۹۰۔ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ رضی الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَلِّمُنَا هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا تُعَلَّمُ الْكِتَابَةُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ نُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیدہ بن حمید نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن عمیر از مصعب بن سعد بن ابی وقاص از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمیں ان کلمات دعائیہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح کتابت سکھائی جاتی ہے: اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں ارذل عمر کی طرف لوٹایا جاؤں، اور میں دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۸۲۲، ۶۳۶۵، ۶۳۷۰، ۶۳۷۴، ۶۳۹۰، سنن ترمذی: ۳۵۶۷، سنن نسائی: ۵۴۴۷، مسند احمد: ۱۶۲۴)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے "باب التعوذ من البخل" میں گزر چکی ہے۔

۵۸۔ بَابٌ: تَكْرِيرِ الدُّعَاءِ مکرر دعاء کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں دعاء کی تکرار کا بیان ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بار دعا کرنے کے بعد دوسری بار دعا کی جائے، کیونکہ دعا کے تکرار میں فقر کا اظہار ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کا بیان ہے اور تذلل اور خضوع ہے۔ اور امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کو یہ پسند تھا کہ تین مرتبہ دعا کی جائے اور تین مرتبہ استغفار کیا جائے۔ اس حدیث کی امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۹۱۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُنْذِرٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ طُبَّ حَتَّى إِنَّهُ لَيُخَيَّلُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ

Marfat.com

إِلَيْهِ أَنَّهُ قَدْ صَنَعَ الشَّيْءَ وَمَا صَنَعَهُ وَإِنَّهُ دَعَا رَبَّهُ ثُمَّ قَالَ أَشَعَرْتِ أَنَّ اللهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ جَائَنِي رَجُلَانِ فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوبٌ قَالَ مَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ قَالَ فِي مَاذَا قَالَ فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ قَالَ فَأَيْنَ هُوَ قَالَ فِي ذَرْوَانَ وَذَرْوَانُ بِئْرٌ فِي بَنِي زُرَيْقٍ قَالَتْ فَأَتَاهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَ وَاللهِ لَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ وَلَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُؤُسُ الشَّيَاطِينِ قَالَتْ فَأَتَى رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهَا عَنِ الْبِئْرِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَهَلَّا أَخْرَجْتَهُ قَالَ أَمَّا أَنَا فَقَدْ شَفَانِي اللهُ وَكَرِهْتُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا زَادَ عِيسَى بْنُ يُونُسَ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ ﷺ فَدَعَا وَدَعَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ۔

رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا، اور آپ نے اپنے رب سے دعا کی، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو سوال کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا جواب دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کیا جواب ہے؟ آپ نے بیان فرمایا کہ میرے پاس دو مرد آئے، ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا میرے دونوں پاؤں کی جانب بیٹھ گیا، پھر ان میں سے ایک نے اپنے صاحب سے کہا: اس مرد کو کیسا درد ہے؟ دوسرے نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے، اس نے پوچھا: کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے بتایا: لبید بن اعصم نے، کہا: کس چیز میں جادو کیا گیا ہے، اس نے کہا: کنگھی پر کھجور کے زخوشے میں، اس نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟ تو اس نے بتایا کہ ذروان میں، اور ذروان بنو زریق کا کنواں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں پر گئے، اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹ آئے، آپ نے فرمایا: بخدا! اس کنوئیں کا پانی ایسا تھا جیسے مہندی کا نچوڑا ہوا پانی ہو اور گویا اس کے کھجور کے درخت ایسے تھے جیسے شیاطین کے سر ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں گئے، اور اس کنویں کی خبر دی، میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے اس جادو کو نکالا کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء دے دی، اور میں نے لوگوں میں شر کے پھیلانے کو برا جانا۔

عیسیٰ بن یونس اور لیث بن سعد نے از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا، سو آپ نے دعا کی اور دعا کی۔ اور پھر اس کے بعد حدیث بیان کی۔

(صحیح البخاری: ۳۱۷۵، ۳۲۶۸، ۵۷۶۳، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۶۰۶۳، ۶۳۹۱، صحیح مسلم: ۲۱۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۵، مسند احمد: ۲۴۷۹)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے" آپ نے دعا کی، اور دعا کی" اور اس میں دعا کی تکرار کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے"طب" یہ مجہول کا صیغہ ہے یعنی آپ پر جادو کیا گیا، اور مطبوب کا معنی ہے مسحور، جس پر جادو کیا گیا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے"حتیٰ کہ آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا": علامہ خطابی نے کہا ہے کہ آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ کوئی کام کر رہے ہیں حالانکہ وہ کام آپ نہیں کرتے تھے، خصوصاً بیویوں کے متعلق اور بیویوں سے جماع کے متعلق۔ اس کے سوا آپ پر جادو کا اور کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ اور اس میں آپ کی نبوت پر ضرر نہیں ہے۔ اور انبیاء کے ابدان میں جادو کا اثر قتل سے زیادہ نہیں ہے اور زہر سے زیادہ نہیں ہے۔ اور قتل اور زہران کی فضیلت کو دور کرنے والا نہیں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف آزمائش ہے، اور جس چیز کا نبوت کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے محفوظ رکھا کہ آپ کی نبوت میں کوئی فساد واقع ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے"دو مرد آپ کے پاس آئے"۔ ایک حضرت جبریل علیہ السلام تھے اور دوسرے حضرت میکائیل علیہ السلام تھے، اور وہ مردوں کی صورت میں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ"لبید بن الاعصم نے آپ پر جادو کیا تھا"۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ یہودی تھا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ منافق تھا۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ یہودی ہو اور پھر اسلام لے آیا ہو اور اپنے نفاق کو چھپاتا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے"مشط اور مشاطۃ" مشط کا معنی ہے کنگھی اور مشاطۃ کا معنی ہے کہ کنگھی سے جو بال نکلتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے"ذروان" یہ مدینہ میں بنوزریق کا ایک کنواں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے"رؤس الشیاطین" صاحب التوضیح نے کہا: اس سے مراد ہے سانپ، اور کھجور کے درختوں کو شیطان کے سروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ وہ بھی دیکھنے میں غیر مانوس ہوتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق مصنف کی تحقیق

اب تک میں نے دلائل سے یہی سمجھا ہے کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور یہ غلط ہے کہ چالیس راتوں تک آپ پر جادو کا اثر رہا یا چھ ماہ تک آپ پر جادو کا اثر رہا یا ایک سال تک آپ پر جادو کا اثر رہا۔ لیکن چونکہ علماء امت کی عظیم اکثریت کا یہ مذہب ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا تھا تو میں یہ سوچتا ہوں کہ علماء امت کی عظیم اکثریت کے مقابلہ میں میری منفرد رائے کیا حیثیت رکھتی ہے، ہوسکتا ہے یہاں پر ایسے دلائل ہوں جو مجھ پر منکشف نہ ہوئے ہوں اور ان دلائل کے اعتبار سے آپ پر جادو کا اثر ہوا ہو، سو اگر واقع میں ایسا ہے تو میں اپنی تحقیق سے رجوع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

حضور توبہ کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ میرے مطالعہ میں کمی ہو اور میری فکر میں نقص ہو اور میں اس معاملہ کی حقیقت تک نہ پہنچ سکا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے، میں نے وہی لکھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت اور آپ کی عظمت اور شان کے مطابق سمجھا، لیکن میں بہت گناہگار انسان ہوں اور میری فکر اور عقل بھی نارسا ہے، ہوسکتا ہے جس طرح جمہور علماء نے کہا ہے اسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کی عظمت ہو اور میں اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکا ہوں، سو اگر ایسا ہے تو میں اپنی اس تحقیق سے رجوع کرتا ہوں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث کی مفصل شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۷۶۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

۵۹۔ بَابُ: الدُّعَاءِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ

مشرکین کے خلاف دعا کرنا

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ وَقَالَ: اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِأَبِي جَهْلٍ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے سات قحط کے سال کی مثل سات سال مسلط کر کے ان کے خلاف میری مدد فرما۔ اور اے اللہ! ابوجہل کی گرفت فرما۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: دَعَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ: اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔ (آل عمران: ۱۲۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دعا کی: اے اللہ! فلاں پر لعنت کر اور فلاں پر لعنت کر، حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ”آپ ان میں سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، اللہ (چاہے تو) ان (کافروں) کی توبہ قبول فرمائے یا ان کو عذاب دے“۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ان دعاؤں کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے خلاف کی تھیں۔ یہاں پر مطلق دعا کا ذکر ہے اور کتاب الجہاد میں ذکر ہے کہ ”مشرکین پر شکست اور زلزلہ کی دعا کرنا“۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور پہلی دعا کتاب الاستسقاء میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

اور تعلیق مذکور میں دوسری دعا کا معنی ہے کہ اے اللہ! ابوجہل کو ہلاک کر دے۔ اور یہ حدیث کتاب الطہارۃ کے آخر میں گزر چکی ہے۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کے موافق حدیث غزوہ احد میں گزر چکی ہے اور سورہ آل عمران کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن) نے کہا ہے: اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کے خلاف دلیل ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ نماز میں وہی دعا کی جائے جو قرآن میں ہو۔ اور اگر نماز میں وہ دعا کی گئی جو قرآن میں نہیں ہے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ یہ نفل نماز تھی اور امام ابوحنیفہ نے جو کہا ہے وہ فرض نماز کے متعلق کہا ہے۔

علاوہ ازیں یہ آیت نماز میں منافقین پر لعنت کرنے اور ان کے خلاف دعا کرنے کے لیے ناسخ ہے۔ اور اس کے عوض صبح کی نماز میں دعائے قنوت کو مشروع کر دیا گیا ہے۔ یہ ابن وہب وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۹۲۔ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى قَالَ دَعَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الْأَحْزَابِ فَقَالَ اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از ابن ابی خالد، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب (کفار کی جماعتوں) کے خلاف دعا کی: اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے، جلد حساب لینے والے، کفار کی جماعتوں کو ہلاک کر دے، ان کو شکست دے اور ان کے قدم اکھاڑ دے اور ان میں زلزلہ برپا فرما۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۳، ۲۹۶۵، ۳۰۲۵، ۴۱۱۵، ۶۳۹۲، ۷۴۸۹، صحیح مسلم: ۱۷۴۲، سنن ترمذی: ۱۶۷۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۹۶، مسند احمد: ۱۸۶۲۸)

صحیح البخاری: ۶۳۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن سلام، وہ محمد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی خالد، وہ اسماعیل ہیں اور ابوخالد کا نام سعد ہے اور انہیں ہرمز بھی کہا جاتا ہے اور کثیر البجلی الاحمسی الکوفی بھی کہا جاتا ہے۔ اور ابن ابی اوفی، یہ حضرت عبد اللہ ہیں، اور حضرت ابو اوفی کا نام علقمہ ہے اور یہ دونوں صحابی ہیں رضی اللہ عنہما۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے گناہوں اور ان کے جرائم کے اعتبار سے ان کے خلاف دعا کرتے تھے۔ اور آپ اس کے خلاف دعا میں مبالغہ کرتے جس نے مسلمانوں کو بہت شدید ایذاء پہنچائی ہوتی تھی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب آپ اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! مضر کے اوپر اپنی گرفت کو سخت کر دے۔ اور آپ

Marfat.com

نے ابو جہل کے خلاف ہلاکت کی دعا کی۔ اور آپ نے کفار کی ان جماعتوں کے خلاف ہزیمت اور زلزلہ کی دعا کی جو خندق کے دن آپ کے خلاف جمع ہو گئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف آپ کی دعا قبول فرمائی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہود پر لعنت کرنے سے منع فرمایا تھا اور آپ نے ان کو حکم دیا تھا کہ نرمی کریں اور ان کو ایسا ہی جواب دیں جیسا انہوں نے کہا ہے (کیونکہ یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے ہوئے کہا تھا ''السام علیکم'' اور اس کا معنی ہے موت، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا ''السام علیکم ولعنکم اللہ'' (صحیح البخاری: ۶۴۰۱)) اور ان کے لیے اضافہ کرنے کو جائز نہیں قرار دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ آپ نے ان یہودیوں کے متعلق فرمایا ہو جن کے اسلام لانے کی آپ کو توقع تھی تو آپ نے تالیفِ قلب کے طور پر ایسا فرمایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۔۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۹۳۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ قَنَتَ اللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللّٰهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن ابی عبداللہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز کی دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ پڑھتے تو آپ دعائے قنوت پڑھتے، اور آپ دعا کرتے: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما، اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات دے، اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے، اے اللہ! کمزور مومنین کو نجات دے، اے اللہ! مضر کو سختی کے ساتھ روند ڈال، اے اللہ! ان کے اوپر یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے قحط کے سالوں کی طرح سال مسلط کر دے۔

(صحیح البخاری: ۸۰۴، صحیح مسلم: ۶۷۵، سنن نسائی: ۱۰۷۴، سنن ابو داؤد: ۱۴۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۴، مسند احمد: ۷۲۱۹، سنن دارمی: ۱۵۹۵)

صحیح البخاری: ۶۳۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''مشرکین کے خلاف دعائے ضرر'' اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے: اے اللہ! مضر کو سختی کے ساتھ روند ڈال، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معاذ بن فضالہ، اس میں معاذ کی میم پر پیش ہے اور فضالہ کی فاء پر زبر ہے۔ اور اس حدیث کی

Marfat.com

سند میں ہشام بن ابوعبداللہ کا ذکر ہے، یہ الدستوائی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، یہ ابن ابی کثیر ہیں۔اور ابوسلمہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مُضر کے خلاف روندنے کی دعا فرمائی، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کردے، کیونکہ جو شخص کسی کو اپنے پاؤں کے ساتھ روندے، وہ اس کو بُری طرح ہلاک کرتا ہے۔اور مُضر ایک قبیلہ ہے۔اور اس حدیث میں مضاف محذوف ہے یعنی مضر کے کافروں کو سختی سے روند ڈال۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۹۴۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سَرِيَّةً يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ فَأُصِيبُوا فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَجَدَ عَلَى شَيْءٍ مَا وَجَدَ عَلَيْهِمْ فَقَنَتَ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَيَقُولُ إِنَّ عُصَيَّةَ عَصَوُا اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از عاصم از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا جن کو قراء (قرآن کے قاری) کہا جاتا تھا، سو ان کو شہید کر دیا گیا، پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کے اوپر اتنا غمزدہ نہیں دیکھا جتنا غم آپ کو ان کی شہادت پر ہوا تھا۔پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے رہے اور آپ دعا کرتے تھے کہ عُصَیَّہ نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

(صحیح البخاری: ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۳۰۰، ۲۸۰۱، ۲۸۱۴، ۳۰۶۴، ۳۱۷۰، ۴۰۸۸، ۴۰۸۹، ۴۰۹۰، ۴۰۹۱، ۴۰۹۲، ۴۰۹۳، ۴۰۹۴، ۴۰۹۵، ۴۰۹۶، ۶۳۹۴، ۷۳۴۱، صحیح مسلم: ۶۷۷، سنن نسائی: ۱۰۷۱، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۴، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۴، مسند احمد: ۱۲۴۳۸، سنن دارمی: ۱۵۹۹)

صحیح البخاری: ۶۳۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے ''مشرکین کے خلاف دعائے ضرر'' اور اس حدیث میں مذکور ہے آپ نے ''دعائے قنوت'' پڑھی۔اور دعائے قنوت مشرکین کے خلاف دعائے ضرر کو متضمن ہے۔اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں الحسن بن الربیع کا ذکر ہے، یہ البجلی الکوفی ہیں۔اور ابوالاحوص کا ذکر ہے، یہ سلّام بن سلیم الحنفی الکوفی ہیں۔اور عاصم کا ذکر ہے، وہ ابن سلیمان الاحول ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''نبی ﷺ نے ایک سریہ بھیجا'':سریہ لشکر کی اس جماعت کو کہتے ہیں جن کا انتہائی عدد چار سو ہو، انہیں دشمن کے خلاف لڑنے کے لیے بھیجا جاتا ہے۔اور اس کی جمع سرایا ہے۔ان کو سریہ اس لیے کہا ہے کہ یہ لشکر کا خلاصہ اور لشکر کے بہترین افراد تھے اور السری کا معنی ہے:نفیس۔

ستر قراء کی شہادت کی تفصیل

جن کو القرّاء کہا جاتا تھا،ان کو قراء اس لیے کہتے تھے کہ یہ دوسروں کی بہ نسبت قرآن مجید زیادہ پڑھتے تھے۔یہ متفرق لوگ تھے جو صفہ میں ٹھہرتے تھے اور قرآن مجید کو سیکھتے تھے اور مسلمانوں کی مدد کرتے تھے،پس رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ستر قاریوں کو اہل نجد کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کو اسلام کی دعوت دیں،پس جب وہ قراء بئر معونہ کے پاس اترے تو عامر بن الطفیل نے چند لوگوں کی جماعت کے ساتھ ان کو ہلاک کرنے کا قصد کیا،سو ان سب کو شہید کر دیا۔

اور اس حدیث میں''اصیبوا'' کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے:ان سب کو شہید کر دیا گیا،اور نبی ﷺ اس پر بہت زیادہ غمگین ہوئے۔

اور اس حدیث میں''عصیة'' کا لفظ ہے،یہ العصو کی تصغیر ہے اور یہ ایک قبیلہ ہے،اور کتاب الجہاد میں گزرا ہے کہ آپ نے چالیس دن تک ان کے خلاف دعائے قنوت پڑھی۔اور عدد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷،دار الکتب العلمیہ،بیروت،۱۴۲۱ھ)

ستر قاریوں کے متعلق حدیث

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رعل،الذکوان اور عصیہ اور بنولحیان نے اپنے دشمن کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کی،تو آپ نے ستر انصار سے ان کی مدد کی،جن کو ہم ان کے زمانہ میں القراء (قرآن پڑھنے والے) کہتے تھے،وہ دن میں جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے،حتیٰ کہ جب وہ بئر معونہ کے پاس پہنچے تو ان لوگوں نے ان قراء کے خلاف غداری کی اور ان کو قتل کر دیا،جب نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ایک ماہ تک عرب کے قبیلوں میں سے چند قبیلوں کے خلاف صبح کی نماز میں دعا کرتے رہے،رعل،الذکوان،عصیہ اور بنولحیان کے خلاف۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا:پس ہم نے قرآن میں یہ آیت پڑھی،پھر اس آیت کو اٹھا لیا گیا،ہماری قوم تک ہماری طرف سے یہ خبر پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی،سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔(صحیح البخاری:۴۰۹۰)

۶۳۹۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ كَانَ الْيَهُودُ يُسَلِّمُونَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَقُولُونَ السَّامُ عَلَيْكَ فَفَطِنَتْ عَائِشَةُ إِلَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا:ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی،انہوں نے کہا:ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری، از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا،وہ بیان کرتی ہیں کہ یہود نبی ﷺ

Marfat.com

قَوْلِهِمْ فَقَالَتْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا يَقُولُونَ قَالَ أَوَلَمْ تَسْمَعِي أَنِّي أَرُدُّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَقُولُ وَعَلَيْكُمْ

کو سلام کرتے تھے اور کہتے تھے "السام علیک" (آپ پر موت ہو) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے قول کی مراد سمجھ لی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "علیکم السام واللعنة" (تم پر موت اور لعنت ہو)، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! نرمی کرو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتا ہے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا آپ نے سنا نہیں یہ لوگ کیا کہہ رہے تھے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا میں اسی کو ان کے اوپر لوٹا رہا تھا، پس میں کہہ رہا تھا "وعلیکم" (اور تم پر)۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۵، ۶۰۲۴، ۶۰۳۰، ۶۲۵۶، ۶۳۹۵، ۶۴۰۱، ۶۹۲۷، صحیح مسلم: ۲۱۶۵، سنن ترمذی: ۲۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۸، مسند احمد: ۲۴۰۵۷)

صحیح البخاری: ۶۳۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے "وعلیکم" یعنی نبی ﷺ نے یہودیوں کے جواب میں فرمایا: تم پر بھی وہی چیز نازل ہو جو تم نے میرے متعلق کہی ہے اور یہ ان کے خلاف دعائے ضرر ہے۔ اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، یہ السندی کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ابن یوسف الصنعانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یہودی نبی ﷺ کو سلام کرتے تو کہتے تھے "السام علیک" سام کے معنی موت ہیں، یعنی وہ آپ پر بددعا کرتے تھے کہ آپ پر موت آئے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "مهلا یا عائشه" یعنی اے عائشہ! نرمی سے بات کرو"۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۳۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن حسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی،

Marfat.com

الْخَنْدَقِ فَقَالَ مَلَأَ اللّٰهُ قُبُورَهُمْ وَبُيُوتَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ وَهِيَ صَلَاةُ الْعَصْرِ۔

انہوں نے کہا: ہمیں عبیدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ خندق کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! کفار کی قبروں اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے، جس طرح انہوں نے ہمیں درمیانی نماز سے مشغول رکھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، اور وہ عصر کی نماز تھی۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۱، ۴۱۱۱، ۴۵۳۳، ۶۳۹۶، صحیح مسلم: ۶۲۷، سنن ترمذی: ۲۹۸۴، سنن نسائی: ۴۷۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۹، سنن ابن ماجہ: ۶۸۴، مسند احمد: ۱۲۲۵، سنن دارمی: ۱۲۳۲)

صحیح البخاری: ۶۳۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں مشرکین کے خلاف دعائے ضرر کا صراحۃً ذکر ہے کہ اے اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الانصاری، یہ محمد بن عبد اللہ بن المثنیٰ القاضی ہیں اور یہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔ یہاں امام بخاری نے ان سے بالواسطہ روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام بن حسان، بعض محدثین نے کہا ہے کہ ان کا حافظہ درست نہیں تھا، لیکن یہ محمد بن سیرین سے روایت کرنے والوں میں سب سے زیادہ روایت کو یاد رکھنے والے اور اس کو حفظ کرنے والے تھے۔ اور سعید بن ابی عروبہ نے کہا کہ ابن سیرین کی روایات میں ہشام بن حسان سے زیادہ کوئی حافظ نہیں تھا۔ اور اس حدیث کی سند میں عبیدہ کا ذکر ہے، یہ سلمانی ہیں۔

یہ حدیث غزوۂ خندق میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ہم خندق کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے" یعنی غزوۂ خندق کے دن اور اس کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے" یعنی جب وہ مُردہ ہوں، اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے، یعنی جب وہ زندہ ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جس طرح انہوں نے ہم کو درمیانی نماز کے پڑھنے سے مشغول رکھا"۔ اس حدیث میں وجہ تشبیہ

Marfat.com

ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تمام محبوب عبادات سے مشغول رکھا تو اللہ تعالیٰ ان کو آگ کے ساتھ مشغول رکھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اور وہ عصر کی نماز ہے''۔علامہ کرمانی نے کہا: یہ درمیانی نماز کی راوی نے تفسیر کی ہے اور یہ حدیث مدرج ہے۔اور اس میں بحث ہے کیونکہ مغازی میں واقع ہے کہ عصر کی نماز میں اتنی تاخیر ہوگئی کہ سورج غروب ہو گیا اور اس میں یہ خبر ہے کہ وہ عصر کی نماز قضاء ہوئی تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے ''حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا'' اور یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ فقط عصر کی نماز قضا ہوئی تھی، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ظہر کی نماز بھی قضاء ہوئی ہو، کیونکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ درمیانی نماز ظہر ہے۔اور یہ حدیث مدرج نہیں ہے، کیونکہ حدیث مرفوع میں ہے کہ انہوں نے ہم کو نمازِ عصر سے مشغول رکھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس باب میں مذکور احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشرکین کے گناہوں اور جرائم کے اعتبار سے ان کے خلاف دعا میں مبالغہ کا بیان

اس باب کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکینِ مُضر کے خلاف اس دعا کا ذکر ہے ''اے اللہ! مُضر کو سختی کے ساتھ روند ڈال''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے خلاف ان کے گناہوں اور ان کے جرائم کے اعتبار سے دعا کرتے تھے۔اور جن کی مسلمانوں پر شدید اذیت ہوتی، ان کے خلاف دعا کرنے میں مبالغہ فرماتے تھے۔کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو آپ نے فرمایا ''اے اللہ! مضر کو سختی کے ساتھ روند ڈال، اے اللہ! ان کے خلاف میری مدد کر''۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے خلاف ہلاکت کی دعا کی۔اور غزوۂ احزاب میں جو کفار کی جماعتیں حملہ کرنے کے لیے آئی تھیں، ان کے خلاف شکست کی اور زلزلہ کی دعا کی۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو ان کے متعلق قبول فرمایا۔اور جن لوگوں نے ستر قاریوں کو شہید کر دیا تھا، ان کے خلاف ایک ماہ تک قنوت پڑھتے رہے اور غزوۂ خندق میں کفار کی جماعتوں کے خلاف دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو اور ان کی قبروں کو آگ میں جلا دے۔

اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مشرکین کے خلاف ہلاکت وغیرہ کی دعا جائز ہے جیسا کہ شارع علیہ السلام نے ان آثار متواترہ میں دعا کی ہے۔

صلوٰۃ وسطیٰ کا بیان

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد صلوٰۃ عصر ہے۔(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۷۶)

اور ابن حبیب مالکی نے کہا کہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اس سے مراد صبح کی نماز ہے۔(المنتقی ج ۱ ص ۲۴۵)

اور ابن القصار نے اس حدیث کی شرح میں کہا کہ اس دن کفار نے مسلمانوں کو ظہر، عصر اور مغرب کی نمازوں سے مشغول کر دیا تھا، اور عصر ان تین نمازوں کے درمیان تھی۔

Marfat.com

اور ابن القابسی نے کہا: وسطیٰ دو نمازیں ہیں، قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ صبح کی نماز ہے، اور سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔ اور اس میں اور بھی مذاہب ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۴۲۔۳۴۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

باب میں مذکور احادیث کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن ابی عبداللہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عشاء کی نماز کی دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ پڑھتے تو آپ دعائے قنوت پڑھتے، اور آپ دعا کرتے: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما، اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات دے، اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے، اے اللہ! کمزور مومنین کو نجات دے، اے اللہ! مضر کو سختی کے ساتھ روند ڈال، اے اللہ! ان کے اوپر یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے قحط کے سالوں کی طرح سال مسلط کر دے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۹۳)

حدیث مذکور کے مسائل

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دعائے قنوت رکوع کے بعد پڑھی جائے گی، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "سمع اللہ لمن حمدہ" کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس کے خلاف دعا کی جائے یا جس کے حق میں دعا کی جائے اس کی نماز میں تعیین کرنا یا اس کو نماز میں معین کرنا جائز ہے، مثلاً تم نماز میں کہو "اللھم اغفر لفلان"، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں عیاش بن ابی ربیعہ کا نام لے کر اور الولید بن ولید کا نام لے کر اور سلمہ بن ہشام کا نام لے کر ان کے حق میں دعائیں کیں۔ اور مُضر کے کفار کے خلاف آپ نے نام لے کر دعا کی۔

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ الولید نام رکھنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات دے، اس کے برخلاف بعض لوگوں نے کہا کہ الولید نام رکھنا مکروہ ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نام کو نہیں بدلا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برّہ کا نام بدل کر زینب رکھ دیا تھا، اور آپ جو نام مکروہ ہو اس کو تبدیل کر دیتے تھے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ انسان ولید نام رکھ سکتا ہے۔

(۴) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمومی دعا بھی کی ہے اور خصوصی دعا بھی کی ہے۔ آپ نے مشرکین کے خلاف عمومی دعا کی اور مسلمانوں کے حق میں عمومی دعا کی، کیونکہ آپ نے فرمایا: اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔

نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فرائض میں دعائے قنوت پڑھنا جائز ہے، لیکن علماء نے اس کو اس صورت کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جب مسلمانوں کو کوئی مصیبت نازل ہو یا کوئی حادثہ پیش آئے۔ اور ایسی صورت میں تمام فرائض میں قنوت پڑھی جائے گی صرف

Marfat.com

فجر کی نماز میں نہیں۔

دعائے قنوت صرف امام پڑھے گا یا ہر نمازی؟

ایک قول یہ ہے کہ صرف امام دعائے قنوت پڑھے گا اور باقی لوگ نہیں پڑھیں گے، ان کا استدلال اس سے ہے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت پڑھتے تھے اور مدینہ کی دیگر مساجد کے اندر نمازی دعائے قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ اور اگر یہ بالعموم مشروع ہوتا تو سب لوگ دعائے قنوت پڑھتے۔ اور اس لیے بھی کہ امت کی جنگ اور صلح میں امام سے سوال کیا جاتا ہے، لہٰذا مصائب کے نزول کے وقت امام ہی دعائے قنوت پڑھے گا۔

اور بعض علماء نے کہا ہے: بلکہ ہر امام مسجد دعائے قنوت پڑھے گا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے، آپ نے فرمایا: اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اور رہا وہ جو اکیلے نماز پڑھتا ہے تو وہ بالکل قنوت نہ پڑھے۔

اس مسئلہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ دعائے قنوت ہر نمازی کے لیے مشروع ہے حتیٰ کہ جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو وہ بھی پڑھے اور حتیٰ کہ عورتیں بھی پڑھیں، اس لیے کہ یہ امر عام مسلمانوں کے ساتھ متعلق ہے، لہٰذا یہ عام مسلمانوں کے لیے مشروع ہے کہ وہ دعائے قنوت کو پڑھیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۶۲۔ ۲۶۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۰۔ بَابُ: الدُّعَاءِ لِلْمُشْرِكِينَ مشرکین کے لیے دعا کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں مشرکین کے لیے دعا کرنے کا بیان ہے اور یہ عنوان کتاب الجہاد میں گزر چکا ہے لیکن وہاں پر کہا تھا: مشرکین کے لیے ہدایت کی دعا کرنا تاکہ ان کی دلجوئی ہو، پھر وہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی جو اس باب کی حدیث میں ہے۔ اب یہاں دو باب ہیں، ایک باب تو مشرکین کے خلاف دعا کرنا اور ایک باب ہے: مشرکین کے حق میں دعا کرنا، اور یہ دو مختلف اعتباروں سے ہے۔ پس پہلے باب میں مشرکین کے خلاف دعاء ہے، کیونکہ وہ اپنے کفر پر ڈٹ جاتے ہیں اور مسلمانوں کو ایذاء پہنچاتے ہیں، اور دوسرے باب میں ان کے لیے اسلام کی ہدایت کی دعا ہے تاکہ ان کی دلجوئی ہو۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ جانتے نہیں ہیں، تو میں کہوں گا: اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو اسلام کی ہدایت دے جس کے ساتھ مغفرت صحیح ہے، کیونکہ کفر کے گناہ کی مغفرت نہیں کی جاتی، یا اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی مغفرت فرما اگر وہ اسلام قبول کر لیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۹۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَدِمَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ دَوْسًا قَدْ عَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللهَ عَلَيْهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ طفیل بن عمرو رسول

Marfat.com

فَظَنَّ النَّاسُ أَنَّهُ يَدْعُو عَلَيْهِمْ فَقَالَ اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! دوس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور اسلام لانے سے انکار کیا ہے، آپ ان کے خلاف اللہ سے دعا کیجئے، لوگوں نے گمان کیا کہ بے شک آپ ان کے خلاف دعا کریں گے، آپ نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۷، ۴۳۹۲، ۶۳۹۷، صحیح مسلم: ۲۵۲۴، مسند احمد: ۱۰۱۴۸)

صحیح البخاری: ۶۳۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی کا ذکر ہے، وہ ابن المدینی ہیں، اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور ابوالزناد کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور الاعرج کا ذکر ہے، وہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "الطفیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے" ان کا پورا نام ہے الطفیل بن عمرو بن طریف بن العاص بن ثعلبہ بن سلیم بن غنم بن دوس الدوسی، یہ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت طفیل مکہ میں اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، پھر اپنی قوم کے شہروں کی طرف سرزمین دوس میں چلے گئے، پھر وہیں رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کرلی۔ پھر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جب آپ خیبر میں تھے اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے ان کی اتباع کی تھی، پھر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مقیم رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ پھر یہ مسلمانوں کے ساتھ رہے حتیٰ کہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوگئے۔ دوسرا قول ہے کہ جنگِ یرموک میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شہید کیے گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "دوس نے اللہ کی نافرمانی کی اور اسلام لانے سے انکار کیا"۔ دوس، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور ان کو یہاں لے آ" یعنی قبیلہ دوس کے لوگ اسلام قبول کر کے یہاں آجائیں۔ اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم ہے اور تمام جہانوں پر آپ کی رحمت ہے، کیونکہ آپ نے ان کے حق میں دعا کی حالانکہ لوگوں نے ان کے خلاف دعا کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مشرکین کے حق میں دعا کرنا، مشرکین کے خلاف دعا کرنے کی ناسخ ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَٰلِمُونَ ﴿١٢٨﴾ (آل عمران:۱۲۸)

آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، اللہ (چاہے تو) ان (کافروں) کی توبہ قبول فرمائے یا وہ ان کو عذاب دے کیونکہ بے شک وہ ظلم کرنے والے ہیں O۔

اور اکثر علماء کا مختار یہ ہے کہ مشرکین کے خلاف دعا کرنا منسوخ نہیں ہے۔ اور مشرکین کے خلاف دعا کرنا جائز ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۹۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشرکین کے خلاف دعاء کرنے کی توجیہات

اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مشرکین کے خلاف دعا کرنا جائز ہے، اور جن مشرکین کے اسلام لانے کی توقع ہو تو ان کی تالیف قلب کے لیے ان کے خلاف دعا کرنے سے ممانعت کی گئی ہے۔ اور مشرکین کے خلاف دعا کرنے کی ممانعت اور جواز میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ اگر مشرکین کے خلاف دعا کا یہ تقاضا ہو کہ ان کو کفر میں سرکشی پر زجر و توبیخ کی جائے تو پھر یہ جائز ہے۔ اور اگر مشرکین کے خلاف دعاء کا تقاضا یہ ہو کہ ان کو ان کے کفر پر ہلاک کر دیا جائے تو پھر یہ دعا ممنوع ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا کی کہ اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ۔ اس میں یہ رہنمائی ہے کہ جس دوسری حدیث میں آپ نے یہ دعا کی ہے کہ اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما، کیونکہ وہ جانتے نہیں ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو زیادتی کی ہے اس کو معاف فرما دے، اور یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے تمام گناہوں کو معاف فرما دے، کیونکہ کفر کا گناہ نہیں مٹایا جاتا، یا آپ نے جو دعا کی کہ اے اللہ! ان کی مغفرت فرما، اس کا یہ معنی ہے کہ اے اللہ! ان کو اسلام کی ہدایت دے، کیونکہ اسلام کے ساتھ مغفرت صحیح ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ اگر یہ اسلام لے آئیں تو پھر ان کی مغفرت فرما۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۴۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۱۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا: ''اے اللہ! میرے لیے میرے ان کاموں کی مغفرت فرمادے جو میں نے پہلے کیے اور جو میں نے بعد میں کیے''

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تواضعاً کی ہے اور اپنے نفس کے اوپر گناہ کا شمار کیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ آپ سے سہواً جو اگلے اور پچھلے گناہ ہو گئے ان کو معاف فرمادے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ نبوت سے پہلے جو آپ سے ایسے کام ہو گئے ان کی مغفرت فرمادے۔ اور ہر حال میں آپ مغفور ہیں، اور آپ کے تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام خواہ وہ پہلے ہوئے

Marfat.com

ہوں یا بعد میں ہوئے ہوں، ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے۔ سو آپ نے یہ دعا تواضعاً کی ہے، اس لیے کہ دعا کرنا عبادت ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ آپ نے اپنی امت کی رہنمائی کی ہے اور ان کو تعلیم دی ہے، کیونکہ آپ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہیں خواہ نبوت سے پہلے ہوں یا نبوت کے بعد ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ نے پہلے جو فاضل کام کیا ہو اور بعد میں جو افضل کام کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۹۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي كُلِّهِ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطَايَايَ وَعَمْدِي وَجَهْلِي وَهَزْلِي وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ وَحَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِهِ۔

(صحیح البخاری: ۶۳۹۸، ۶۳۹۹، صحیح مسلم: ۲۷۱۹، مسند احمد: ۱۹۲۳۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از ابو موسیٰ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: ''اے میرے رب! میرے لیے میری خطا کو بخش دے اور میرے جہل کو، اور میرے تمام کاموں میں اسراف کو بخش دے، اور ان کو بخش دے جن کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے، اے اللہ! میرے لیے میری خطاؤں کو بخش دے اور میرے عمداً کاموں کو اور میرے جہالت سے کاموں کو اور جو کام میں نے سنجیدگی سے کیے اور ہر وہ کام جو میرے نزدیک ہیں، اے اللہ! میرے لیے ان کاموں کی مغفرت فرما دے جو میں نے پہلے کیے اور جو میں نے بعد میں کیے اور جو میں نے چھپ کر کیے اور جو میں نے ظاہراً کیے، تو مقدم کرنے والا ہے اور تو موخر کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اور عبید اللہ بن معاذ نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق از ابو بردہ بن ابو موسیٰ از والد خود از نبی ﷺ اسی حدیث کی مثل۔

صحیح البخاری: ۶۳۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالملک بن صباح، یہ البصری ہیں۔ اور امام بخاری نے ان کی صرف اسی جگہ حدیث روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو اسحاق، یہ عمرو بن عبداللہ السبیعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی موسیٰ۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس کے بعد یہ حدیث جس سند سے مروی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد ابو بردہ

بن ابی موسیٰ ہیں یعنی عامر، اور جو روایت اس کے بعد ہے ایک سند کے ساتھ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابو بکر بن ابی موسیٰ ہیں، لیکن الکلاباذی نے کہا ہے کہ یہ عمرو بن ابی موسیٰ ہیں۔ اور ابو موسیٰ کا نام عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اے اللہ! میری خطا کو بخش دے"۔ خطا کا معنی ہے ذنب یعنی گناہ۔

(میں کہتا ہوں: یہاں گناہ سے مراد ہے کہ وہ کام جو بہ ظاہر گناہ ہو اور حقیقت میں گناہ نہ ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "اور میرے جہل کی مغفرت فرما"۔ جہل سے مراد ہے علم کی ضد۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "اور میرے اسراف کو معاف فرما"۔ اسراف کا معنی ہے: حد سے تجاوز کرنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فی امری" یعنی میں نے اپنے کام میں جو اسراف کیا ہو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وعمدی" عمد کا معنی ہے جو سہو کے خلاف ہو اور اس کی ضد ہو، اور جہل سے مراد ہے علم کی ضد اور ہزل کا معنی ہے: سنجیدگی کی ضد، اور عمد کا جو خطا پر عطف ہے، یہ خاص کا عام پر عطف ہے، اس اعتبار سے کہ خطا عام ہے کہ وہ دانستہ ہو یا نادانستہ، یا ایک مقابل کا عطف دوسرے مقابل پر ہے۔ یا خطیئۃ سے مراد وہ کام ہے جو بطورِ خطا ہوا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انت المقدم" یعنی تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے مقدم کرتا ہے اس کو توفیق دے کر، اور جس کو چاہتا ہے اپنی مخلوق میں سے اس کو مؤخر کر دیتا ہے اس کو شرمندہ اور رسوا کر کے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۔ ۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۳۹۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى وَأَبِي بُرْدَةَ أَحْسِبُهُ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ كَانَ يَدْعُو اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي هَزْلِي وَجِدِّي وَخَطَايَايَ وَعَمْدِي وَكُلُّ ذَٰلِكَ عِنْدِي۔

(صحیح البخاری: ۶۳۹۸، ۶۳۹۹، صحیح مسلم: ۲۷۱۹، مسند احمد: ۱۹۲۳۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن عبدالمجید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن ابی موسیٰ و ابی بردہ، میں گمان کرتا ہوں کہ یہ از ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ یہ دعا کرتے تھے: "اے اللہ! میرے لیے میرے گناہ کو بخش دے اور میری جہالت کے کاموں کو اور میں نے جو اپنے معاملہ میں اسراف کیا ہے اس کو بخش دے، اور جن کاموں کو تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے ان کو بخش دے، اے اللہ! میں نے مذاق سے جو کام کیے ان کو بخش دے، اور جو سنجیدگی سے کام کیے ان کو بخش دے اور جو میں نے خطا سے کیے اور جو میں نے دانستہ کیے، اور وہ سب تیرے نزدیک ہیں۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۳۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

یہ اس حدیث کی دوسری سند ہے جو محمد بن مثنیٰ سے روایت ہے اور وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عبدالمجید الحنفی البصری سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسرائیل، یہ ابن یونس ہیں جو اپنے دادا ابواسحاق عمرو سے روایت کرتے ہیں از ابوبکر اور ابو بردہ، یہ دونوں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''میرے ان کاموں کو بخش دے جن کو تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے'': یعنی ان گناہوں کو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''کل ذالک عندی'' یعنی میں ان کاموں کے ساتھ متصف ہوں، سو تو ان کو معاف فرمادے۔

مرتکبِ کبیرہ کی مغفرت کا بیان

علامہ کرمانی نے بیان کیا ہے کہ علامہ القرافی نے کتاب القواعد میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص یہ دعا کرے کہ اے اللہ! میری مغفرت فرما اور تمام مسلمانوں کی، تو یہ محال کی دعا ہے، کیونکہ تمام مسلمانوں میں مرتکبِ کبیرہ بھی ہے اور مرتکبِ کبیرہ دوزخ میں داخل ہوگا اور دوزخ میں داخل ہونا مغفرت کے منافی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ ممنوع ہے، کیونکہ ہم اس منافات کو نہیں مانتے، کیونکہ مغفرت کے منافی یہ ہے کہ مرتکبِ کبیرہ دوام اور خلود کے لیے دوزخ میں داخل ہے جیسا کہ کفار داخل ہوتے ہیں جب کہ مرتکبِ کبیرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے نکل جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے مغفرت فرمادے گا، پھر بھی دوزخ سے نکل جائیں گے۔ اور اس پر یہ معارضہ بھی ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تمام مومنین کی مغفرت کے لیے دعا کی ہے:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (نوح:۲۸) اے میرے رب! میری، میرے والدین کی اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہوں ان کی مغفرت فرما اور جملہ مومنین اور مومنات کی (بھی مغفرت فرما)۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ الکرمانی نے اس قول کو مغلطائی کی اتباع سے نقل کیا ہے جو انہوں نے القرافی سے نقل کیا ہے۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت کے رد میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے جو اس قول کو القرافی سے نقل کیا ہے اس میں انہوں نے کسی کی اتباع نہیں کی۔ علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے جو مغلطائی کا نام صراحۃً لیا ہے، اس میں ادب کو ترک کر دیا ہے۔ اور اگر شیخ علاؤالدین مغلطائی ان کے شاگرد ہوتے یا ان کے ساتھ

Marfat.com

پڑھنے میں شریک ہوتے تب بھی ادب کا یہ تقاضا نہیں تھا کہ ان کا نام بغیر تعظیم کے لیتے۔
(علامہ علاؤ الدین مغلطائی متوفی ۷۶۲ھ دراصل حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی دونوں کے استاذ ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)
پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح کے آخر میں لکھا ہے: مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس باب میں اس مسئلہ کو لکھنے کی کیا مناسبت تھی؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کی مناسبت تو ہر چیز سے ظاہر ہے، اور اصحاب التحقیق پر وہ چیز ظاہر ہے جو حافظ ابن حجر عسقلانی کو اپنے قصور کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی پر رد کرنا

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
علامہ عینی نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس مناسبت کا ظہور تو بالکل ظاہر ہے تو ان پر لازم تھا کہ اس مناسبت کا بیان بھی کرتے، اور وہ جو انہوں نے مغلطائی کی طرف سے مدافعت کی ہے اور کہا ہے کہ ان کا نام بغیر تعظیم کے لیا ہے تو خود علامہ عینی اس سے زیادہ شدید بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں، کیونکہ وہ قاضی عیاض کا نام بغیر کسی تعظیم کے لکھتے ہیں مثلاً یوں نہیں کہتے کہ امام عیاض نے کہا یا شیخ عیاض نے کہا، وہ لکھتے ہیں عیاض نے کہا، حالانکہ قاضی عیاض کا مرتبہ مغلطائی سے بہت زیادہ بڑا ہے۔ تو ان دونوں ناموں میں سے کس کی تعظیم کرنا زیادہ لائق تھا!۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۱۱، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)
میں کہتا ہوں: ان دونوں حدیثوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف گناہوں کی نسبت کی ہے خواہ وہ دانستہ ہوں یا نادانستہ ہوں، اور خواہ وہ خلوت میں ہوں یا جلوت میں، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہیں اور نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد آپ سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوا نہ سہواً اور نہ عمداً اس لیے ان دعاؤں کا محمل یا تو یہ ہے کہ آپ نے یہ امت کی تعلیم کے لیے اپنی طرف گناہوں کی نسبت کی ہے کہ ہمیں اس طرح دعا کرنی چاہیے، اور یا گناہوں سے مراد وہ کام ہیں جو بہ ظاہر خلاف اولیٰ ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۳۹۸، ۶۳۹۹ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے مغفرت کا محمل

میں کہتا ہوں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعائیں امت کی تعلیم کے لیے کی ہیں۔
امام طبری نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ اس کی کیا توجیہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ رب تبارک وتعالیٰ آپ کے گناہوں کی مغفرت فرمادے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام گناہوں کی مغفرت فرمادی ہے۔ پھر اپنے رب سے گناہوں کی مغفرت کے سوال کی کیا توجیہ ہے جب کہ وہ گناہ بخشے ہوئے ہیں اور کیا یہ جائز ہے کہ آدمی اپنے رب سے یہ سوال کرے کہ اس کا رب اسے بنو آدم میں سے بنادے، حالانکہ وہ بنو آدم میں سے ہے، اور کیا یہ جائز ہے کہ آدمی اپنے رب سے یہ سوال کرے کہ اس کا رب اس کے لیے دو ہاتھ اور دو پیر بنادے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے دو

ہاتھ اور دو پیر بنا دیے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں یہ دعا اس وقت کی جب آپ کی وفات قریب ہوگئی، اور جب یہ آیت نازل ہو چکی تھی:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۚ (النصر: ۱۔۳)

جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے O اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں O سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں، بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے O

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو توبہ کرنے اور مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتے تھے اور اس سے استغفار کرتے تھے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرما چکا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہوں اور اس سے استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۳۰۷)

اور معصوم کا اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا اور استغفار کرنا دراصل اس کے درجات میں ترقی اور بلندی کے لیے ہوتا ہے۔ سو آپ کا یہ استغفار آپ کے اخروی درجات میں بلندی اور ترقی کے لیے ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار یعنی طلبِ مغفرت کے متعلق معتزلہ کا مذہب

معتزلہ نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر نہ کبائر جائز ہیں اور نہ صغائر۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ان کاموں کی مغفرت فرمائی ہے جو ان سے سہواً سرزد ہوئے اور غفلت سے سرزد ہوئے اور اجتہاد سے سرزد ہوئے، یا وہ کام جو حقیقت میں ان کے منصب کے اعتبار سے نہیں تھا، ایسی چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمائی ہے اور ان کو ذنب قرار دیا ہے، کیونکہ ذنب وہی ہے جو عمداً ہو اور قصداً ہو، اور جو عمد اور قصد کے بغیر کام ہو، وہ ذنب نہیں ہوتا۔

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں کہ معتزلہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام صرف انہی کاموں پر استغفار کرتے ہیں جو ان سے بطور سہو صادر ہوا ہو یا غفلت سے صادر ہوا ہو، کیونکہ عام مسلمانوں سے بھی جو کام غفلت یا سہو سے صادر ہوا ہو ان پر بھی ان کاموں میں استغفار کرنا واجب نہیں ہے تو انبیاء علیہم السلام پر ان کاموں میں استغفار کرنا کس طرح واجب ہوگا!

اس سوال کا ایک اور جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے ذنب پر مغفرت طلب کی، یہ اظہارِ خضوع اور اظہارِ عبودیت کے لیے ہے اور تقصیر کا اعتراف کیا ہے تاکہ اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کریں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں اتنا زیادہ قیام کرتے کہ آپ کے پائے مبارک پر ورم آ جاتا، آپ سے کہا گیا کہ آپ کے تو اگلے اور پچھلے ذنب کی تو اللہ تعالیٰ نے مغفرت کر دی ہے پھر آپ اتنی کوشش کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳۰)

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا میں زیادہ کوشش کرنا اور اپنی خطاؤں کا اور تقصیر کا اعتراف کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کا اقرار

ہے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ عبادت کرنا حتیٰ کہ آپ کے پیر سوج جائیں، یہ محض اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے تھا، کیونکہ دعا اللہ تعالیٰ کی عظیم عبادت ہے، تا کہ آپ امت کے لیے یہ نمونہ اور سنت قرار دیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اس سے مسلسل دعائیں کرنا چاہیے اور بے خوف ہونے کی طرف مائل نہیں ہونا چاہیے، خواہ ان کے اعمال بہت زیادہ ہوں اور ان کی عبادات بہت زیادہ ہوں، تب بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اس سے مغفرت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ علامہ المحاسبی نے اسی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ملائکہ کو اور انبیاء علیہم السلام کو جو اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے، وہ اس کی عظمت کا خوف ہوتا ہے اور اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب کا خوف نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ چونکہ بے نیاز ہے اور جو چاہے کرے اس کا مالک ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے پناہ طلب کرتے ہیں اور اس سے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۴۸۔۳۵۰ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۳۹۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لیے نفع اور ضرر کے مالک ہیں یا نہیں؟

ابن عثیمین نے کہا ہے: ان دونوں حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لیے نفع کے مالک ہیں نہ ضرر کے مالک ہیں، اسی لیے آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔

شیخ ابن عثیمین کی اس شرح پر مصنف کا تعاقب اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفع رسانی کا ثبوت

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (التوبہ: ۷۴)

اور ان کو صرف یہ ناگوار گزرا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فضل سے مسلمانوں کو غنی کرتے ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفع رسانی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔ (الاحزاب: ۳۷)

اور اے رسول مکرم! یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور آپ نے بھی۔

جس شخص کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، وہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے ان کو آزاد کر دیا تھا اور یہ آپ کا ان پر انعام ہے جس کا قرآن مجید نے ذکر فرمایا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ انعام بھی فرماتے ہیں اور یہ بھی آپ کی نفع رسانی ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عباس بن عبد المطلب قال یا رسول اللہ! ہل

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے

Marfat.com

نفعت ابا طالب بشیء، فانه کان یحوطك ویغضب لك، قال نعم، هو فی ضحضاح من نار، لولا انا لكان فی الدرك الاسفل من النار۔

(صحیح البخاری: ۶۲۰۸، صحیح مسلم: ۲۱۰، مسند احمد: ۱۱۰۷۸)

کہا: یارسول اللہ! کیا آپ نے ابوطالب کو کچھ نفع پہنچایا؟ کیونکہ وہ آپ کی مدافعت کرتے تھے اور آپ کے لیے لوگوں پر غضب ناک ہوتے تھے، آپ نے فرمایا: ہاں، وہ ٹخنوں تک دوزخ کی آگ میں ہیں، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفع پہنچانے کی واضح تصریح ہے۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے گناہ گار عذاب سے نجات پائیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت سے لوگ جنت میں جائیں گے، اگر کوئی شخص ساری عمر کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتا رہے اور محمد رسول اللہ نہ پڑھے تو وہ ایمان اور اسلام میں داخل نہیں ہوگا اور جنت کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور اگر مرنے سے پہلے ایک مرتبہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لے تو وہ جنت کا مستحق ہو جائے گا۔ سو جن کے نام کا یہ نفع ہے ان کی ذات کی نفع رسانی کا کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفع رسانی کا منکر ہو، وہ آپ کا نام نہ لے اور ہمیں جنت میں جا کر دکھا دے۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انما انا قاسم واللہ یعطی — میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۱، صحیح مسلم: ۱۰۳۷، سنن ابن ماجہ: ۲۲۱، مسند احمد: ۱۶۴۰۷، موطا امام مالک: ۱۶۶۷، سنن دارمی: ۲۲۴)

شیخ ابن عثیمین کا انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہوں کو منسوب کرنا اور مصنف کا اس پر تعاقب

نیز شیخ ابن عثیمین نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گناہوں کی معافی طلب کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سے بھی گناہ ہوتے ہیں۔ (شرح صحیح البخاری، ج۶ ص ۲۶۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور اگر کسی آیت یا حدیث میں کسی نبی کے لیے ذنب کا لفظ آیا ہے تو وہ اطلاقِ مجازی ہے، اس سے مراد صورتاً ذنب ہے یا ظاہراً ذنب ہے، حقیقۃً ذنب سے انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۲۔ بَابُ: الدُّعَاءِ فِي السَّاعَةِ الَّتِي فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن دعا کرنے کی ساعت

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں جمعہ کے دن کی اس ساعت کو بیان کیا گیا ہے جس میں دعا کے مقبول ہونے کی توقع کی جاتی ہے۔ اور امام بخاری نے کتاب الجمعہ میں یہ باب قائم کیا ہے "باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ" اور یہ معین نہیں کیا کہ وہ کون سی ساعت ہے نہ وہاں

Marfat.com

پر اور نہ یہاں پر، اور اس ساعت کی تعیین میں بہت سے اقوال ہیں جن کا ہم نے کتاب الجمعہ میں ذکر کیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۰۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ وَقَالَ بِيَدِهِ قُلْنَا يُقَلِّلُهَا يُزَهِّدُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ جب مسلمان اس ساعت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ سے جس خیر کا بھی سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس خیر کو عطا فرماتا ہے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا: ہم نے کہا کہ آپ اس ساعت کی کمی اور اختصار کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۹۳۵، ۵۲۹۴، ۶۴۰۰، صحیح مسلم: ۸۵۲، سنن ترمذی: ۴۹۱، سنن نسائی: ۱۴۳۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۴۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۷، مسند احمد: ۹۹۲۹، موطا امام مالک: ۲۴۲، سنن دارمی: ۱۵۶۹)

صحیح البخاری: ۶۴۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن ابراہیم، وہ اسماعیل بن علیہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، اور وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، وہ ابن سیرین ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جب مسلمان نماز پڑھ رہا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے کسی خیر کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ خیر عطا فرماتا ہے"۔ اس حدیث میں خیر کی قید اس لیے لگائی ہے تاکہ وہ دعا نکل جائے جو انسان کسی گناہ کی دعا کرے یا رحم کے رشتہ کو قطع کرنے کی دعا کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۰۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمعہ کی ساعتِ اجابت کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس ساعت کو عصر کے بعد آخری ساعت میں

Marfat.com

تلاش کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۸، سنن نسائی: ج ۳ ص ۱۰۰، المستدرک ج ۱ ص ۲۷۹)

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس ساعت کو عصر کے بعد سے لے کر غروبِ آفتاب تک تلاش کرو۔

(سنن ترمذی: ۴۸۹، علامہ نووی نے المجموع میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے)

ساعتِ جمعہ کے متعلق علماءِ امت کے اقوال

(۱) یہ ساعت عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروبِ آفتاب تک ہے، یہ ایک جماعت کا قول ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

(۲) حسن بصری اور ابوالعالیہ نے کہا: یہ ساعت زوال کے بعد ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۵۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۶، الاوسط لابن المنذر ج ۴ ص ۹)

(۳) یہ ساعت طلوعِ فجر سے لے کر طلوعِ شمس تک ہے۔ (المجموع ج ۴ ص ۴۲۳)

(۴) امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: یہ ساعت اذان کے وقت ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ جب مؤذن صبح کی نماز کے لیے اذان دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۹، ۵۴۷۰)

(۵) جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو نماز کے ختم ہونے تک یہ ساعت ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۶ ص ۱۴۱۔۱۴۰)

علامہ ابن التین نے کہا: میرے نزدیک یہی قول صحیح ہے۔ اور قاضی عیاض نے کہا کہ امام کے نکلنے سے نماز پڑھانے تک یہ ساعت ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے حتیٰ کہ اس سے فراغت ہو جائے۔

(۶) یہ ساعت نمازِ جمعہ کے وقت ہے۔ اس کو علامہ ابن بطال نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے۔ اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ ساعت تکبیرِ تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۳)

(۷) زوالِ آفتاب سے لے کر اس وقت تک جب کہ مرد نماز میں داخل ہو۔

یہ ابوالسوار العدوی نے ذکر کیا ہے۔ اور ابن صباغ نے کہا ہے: یہ زوالِ آفتاب سے لے کر امام کے نماز میں داخل ہونے تک ہے۔ اور قاضی ابوالطیب نے کہا: زوالِ آفتاب سے لے کر امام کے خروج تک ہے۔

(۸) جب سورج ایک بالشت سے لے کر ایک ہاتھ تک بلند ہو اس وقت یہ ساعت ہے۔ (التمہید ج ۴ ص ۵۷)

(۹) امام ابن ابی شیبہ نے از حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ مجھے توقع ہے کہ یہ ساعت جمعہ کے دن کئی ساعتوں میں سے ایک ساعت ہے، جب مؤذن اذان دے، یا امام منبر پر ہو، یا نماز کی اقامت ہو رہی ہو۔ (المصنف: ۵۴۶۵)

(۱۰) جمعہ کی اذان کے وقت جب بیع حرام ہو جاتی ہے، اس وقت سے لے کر بیع کے حلال ہونے تک یہ ساعت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۷)

(۱۱) یہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ وہ ساعت ہے جس وقت میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۵۷۵)

Marfat.com

(۱۲) یہ ساعت پورا دن مخفی رہتی ہے جیسے لیلۃ القدر مخفی ہے، اور صلوٰۃ وسطیٰ مخفی ہے۔ اور اس کو مخفی رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ کوشش اور جدوجہد کریں اس کو طلب کرنے میں، جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو مخفی رکھا ہے تاکہ لوگ صالحین کے ساتھ حسن ظن کریں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۷ ص ۶۱۸۔۶۲۱ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن نے پانچ اور اقوال ذکر کیے ہیں، لیکن ہم نے جو اقوال ذکر کیے ہیں وہ کافی ہیں۔

۶۳۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ يُسْتَجَابُ لَنَا فِي الْيَهُودِ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِينَا۔

نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ یہود کے متعلق ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں اور ہمارے متعلق ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں نبی ﷺ کے اس ارشاد کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہماری جو دعا یہود کے متعلق ہوتی ہے وہ قبول کی جاتی ہے، کیونکہ ہم جو دعا بھی کرتے ہیں وہ حق ہوتی ہے، اور یہود کی ہمارے متعلق دعا قبول نہیں ہوتی، کیونکہ وہ ہمارے خلاف ظلم کی دعا کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۰۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ الْيَهُودَ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ قَالَ وَعَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ السَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَإِيَّاكِ وَالْعُنْفَ أَوِ الْفُحْشَ قَالَتْ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قُلْتُ رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ فَيُسْتَجَابُ لِي فِيهِمْ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ یہود نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: السام علیک، (یعنی آپ پر موت آئے) نبی ﷺ نے فرمایا: ''وعلیکم'' (یعنی تم پر آئے)، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''تم پر موت ہو، اور تم پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے، اور اللہ تعالیٰ تم پر غضب ناک ہو'' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! نرمی کرو، تم ملائمت کو اختیار کرلو، اور تم ملامت کرنے سے گریز کرو، یا فرمایا: درشت کلامی کرنے سے گریز کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا انہوں نے کیا کہا تھا، آپ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ میں ان کی دعا ان پر لوٹا دی، پس میری دعا ان کے متعلق قبول

Marfat.com

ہوگی اوران کی دعا میرے متعلق قبول نہیں ہوگی۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۵، ۶۰۲۴، ۶۰۳۰، ۶۲۵۶، ۶۳۹۵، ۶۴۰۱، ۶۹۲۷، صحیح مسلم: ۲۱۶۵، سنن ترمذی: ۲۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۸، مسند احمد: ۲۳۵۷۰)

صحیح البخاری: ۶۴۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، وہ سختیانی ہیں۔اور ابن ابی ملیکہ کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ملیکہ ہیں اوران کا نام زہیر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" وعلیکم" اس کا معنی ہے: تم پر موت آئے، کیونکہ قرآن میں ہے:

"كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾" (الرحمٰن: ۲۶) "جو بھی زمین پر ہے وہ فنا ہونے والا ہے O"

اس حدیث کی شرح عنقریب "باب الدعاء علی المشرکین" میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۰۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہود کی دعا قبول نہ ہونے کا سبب

یہود کی دعا ہمارے خلاف اس لیے قبول نہیں ہوتی کہ یہود ہدایت کو ترک کر کے گمراہ ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیاتِ ظاہرہ سے عناد رکھتے ہیں اور باوجود اس کے کہ وہ آیات ان پر منکشف ہو چکی ہیں، پھر بھی ان کا انکار کرتے ہیں۔اس وجہ سے ان کی دعا ہمارے حق میں قبول نہیں ہوتی، کیونکہ وہ ظالم ہیں۔اور ہمارے خلاف اپنی دعاؤں میں بھی ظلم کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿١٤﴾ (الرعد: ۱۴) اور کافروں کی دعا صرف گمراہی میں ہے O

اور یہ ظالم کی دعا کے متعلق اصل اور قاعدہ ہے کہ ظالم جس کے خلاف دعا کرے، اس کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔اللہ تعالیٰ تک اسی کی دعا پہنچتی ہے جو حق کے موافق ہو اور صدق پر مبنی ہو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۵۳۔ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۴۔ بَابُ: التَّأْمِينِ — آمین کہنے کا بیان

اس باب میں دعاء کے بعد آمین کہنے کا بیان ہے۔

۶۴۰۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَاهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے

هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْقَارِئُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُؤَمِّنُ فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ زہری نے کہا: ہمیں انہوں نے یہ حدیث از سعید بن المسیب بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قاری (قرآن پڑھنے والا) آمین کہے تو تم آمین کہو، کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، پس جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۷۸۰، ۶۴۰۲، صحیح مسلم: ۴۱۰، سنن ترمذی: ۲۵۰، سنن نسائی: ۹۲۸، سنن ابوداؤد: ۹۳۶، سنن ابن ماجہ: ۸۵۱، مسند احمد: ۷۲۰۳، موطا امام مالک: ۱۹۵، سنن دارمی: ۱۲۴۶)

صحیح البخاری: ۶۴۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جب قاری آمین کہتا ہے تو تم آمین کہو'' اس سے مراد عام ہے، خواہ وہ اس نماز میں امام ہو یا نماز کے غیر میں قرآن پڑھ رہا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے''، یا تو موافقت سے مراد زمانہ میں موافقت ہے یعنی اسی وقت آمین کہیں اور یا صفت میں موافقت ہے یعنی جس طرح فرشتے خشوع سے آمین کہتے ہیں اسی طرح آمین کہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ آمین آہستہ کہنی چاہیے، کیونکہ فرشتے بھی آہستہ آمین کہتے ہیں تو ان کے ساتھ موافقت جب ہی ہوگی جب نمازی آہستہ آمین کہیں گے۔ اور جہراً اور بلند آواز سے آمین کہنے سے فرشتوں کی موافقت نہیں ہوگی۔ سو اس حدیث میں فقہاء احناف کی دلیل ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں''۔ اس سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق اللہ عزوجل کے حقوق کے ساتھ ہے۔ رہے وہ گناہ جن کا تعلق بندہ کے حقوق کے ساتھ ہیں تو جب تک بندہ معاف نہ کرے وہ گناہ معاف نہیں ہوتے۔ نیز علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس سے مراد گناہِ صغیرہ ہیں، کیونکہ گناہِ کبیرہ یا اللہ تعالیٰ کے فضلِ محض سے معاف ہوتے ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اور یا توبہ سے۔

اس حدیث کی مکمل شرح کتاب الصلوٰۃ کے باب ''جهر الامام بالتامین'' میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۳،

Marfat.com

دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۰۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ اس سے پہلے بندہ کے جتنے بھی گناہ ہوں، وہ آمین کہنے سے معاف ہوجاتے ہیں۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ وضو کرنے سے بھی وضو کرنے والے کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اس کا نماز کی طرف جانا نفل ہوتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ بشارت دی ہے۔ اور اگر بندہ کے گناہ پہلے معاف ہو چکے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وضو کے بعد اس نے کوئی گناہ کیا ہو تو آمین کہنے سے وہ گناہ معاف ہوجائے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۵۴۔ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۰۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آمین کہنے کے متعلق دیگر احادیث

امام ابن ماجہ اور امام ابن خزیمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود کو تمہارے خلاف کسی چیز پر اتنا حسد نہیں ہے جتنا وہ سلام میں اور آمین کہنے میں تمہارے اوپر حسد کرتے ہیں۔
نیز امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود نے آمین کہنے پر تمہارے خلاف حسد کیا ہے، تو تم کثرت کے ساتھ آمین کہا کرو۔ اور امام حاکم نے حبیب بن مسلمہ الفہری سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب بھی کوئی جماعت جمع ہو اور وہ ایک دوسرے کے لیے دعا کریں اور دوسرے اس پر آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرمالیتا ہے۔
اور امام ابوداؤد نے ابوزہیر النمیری سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس کھڑے ہوئے تھے جو بہت اصرار سے دعا کر رہا تھا، تو آپ نے فرمایا: اس کی دعا کا قبول ہونا واجب ہوگا اگر یہ اس دعا پر مہر لگا دے، اس نے پوچھا: کس چیز کے ساتھ مہر لگاؤں، آپ نے فرمایا: آمین کے ساتھ، پھر وہ ایک مرد کے پاس آیا اور کہا: اے فلاں! آمین کے ساتھ دعا کو ختم کرو اور بشارت کو قبول کرو۔ اور ابوزہیر کہتے تھے کہ آمین اس طرح ہے جس طرح کسی صحیفہ پر مہر لگاتے ہیں۔
(فتح الباری ج ۷ ص ۴۳۶۔۴۴۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۰۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آمین کہنے میں فرشتوں کی موافقت کا علم کیسے ہوگا؟

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب انسان کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوجائے گی تو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امرِ مجہول پر حکم کو معلق کیا ہے، کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ ہماری آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی یا نہیں ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب امام آمین کہے گا اور ہم بھی آمین کہیں تو ہم جان لیں گے کہ ہماری آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی یہ علت بیان کی ہے کہ ہم اس وقت آمین کہیں جب امام آمین کہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ جس نے امام کے ساتھ آمین کہی تو اس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی۔

یہ آمین اسمِ فعل ہے اور اس کا معنی ہے ''استجب'' یعنی ہماری دعا کو قبول فرما۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۶۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۵۔ بَابٌ: فَضْلِ التَّهْلِيلِ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کی فضیلت کا بیان

اس باب میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

۶۴۰۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذَلِكَ حَتَّى يُمْسِيَ وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ إِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو مرتبہ پڑھا: ''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک، ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر'' تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا، اور اس کے لیے ایک سو نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کے ایک سو گناہ مٹا دیے جائیں گے، اور اس دن شام تک اس کی شیطان سے حفاظت رہے گی۔ اور کوئی شخص اس کے اتنی بار پڑھنے سے افضل عمل نہیں کرے گا مگر وہ شخص جو اس سے زیادہ عمل کرے۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۳، ۶۴۰۳، صحیح مسلم: ۲۶۹۱، سنن ترمذی: ۳۴۶۸، سنن ابن ماجہ: ۳۷۹۸، مسند احمد: ۸۰۰۸، موطا امام مالک: ۴۸۶)

صحیح البخاری: ۶۴۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سُمَی، یہ ابو بکر بن عبد الرحمن المخزومی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو صالح، ان کا نام ذکوان الزیات ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں لفظ ''عدل'' مذکور ہے۔ الاخفش نے کہا: یہ زیر کے ساتھ یعنی عِدل ہے اور اس کا معنی ہے: مثل۔
اور یہ لفظ زبر کے ساتھ عَدل بھی ہے۔ کہا جاتا ہے ''عدلت لهذا عدلا حسنا'' یہ بھی مثل کے معنی میں ہے۔
یہ حدیث کتاب بدء الخلق میں ''باب صفة ابليس وجنوده'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۔۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۰۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' اور ''الحمد للہ'' پڑھنے کی فضیلت

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: افضل الذکر التهليل ہے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' اور افضل الدعاء اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔
(سنن ترمذی: ۳۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۸۰۰، السنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۰۸، صحیح ابن حبان: ۸۴۶، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۴۹۸، شعب الایمان للبیہقی ج ۴ ص ۹۰)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے جو افضل ذکر کیا وہ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔
اور امام طبری نے از سعید بن ابی عروبہ از عبد اللہ بن باباہ المکی از حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، یہ روایت کی ہے کہ جس مرد نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، تو یہ وہ کلمہ اخلاص ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بغیر کسی عمل کو قبول نہیں کرتا حتیٰ کہ وہ یہ کلمہ کہے۔ پس جب اس نے کہا: الحمد للہ، تو یہ کلمہ شکر ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی کا شکر قبول نہیں فرماتا حتیٰ کہ وہ یہ کلمہ کہے۔
(کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۶۰۲، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۵۷۹)

اور الاعمش نے از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے: جس نے کہا ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' اسے چاہیے کہ وہ اس کے بعد کہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''۔ (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۴۳۸)
اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جنت میں ''الحمادون'' داخل ہوں گے، جو لوگ خوشی اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۲ ص ۱۹، المعجم الاوسط ج ۳ ص ۲۴۰، المعجم الصغیر ج ۱ ص ۱۸۱، رقم الحدیث: ۲۸۸، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۹۴)

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا بیان

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کہا: ''میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ مجھے صبح کو جو بھی نعمت ملی ہے، وہ صرف تیری طرف سے ملی ہے لا شریک لک لک الحمد والشکر'' تو اس نے اس دن کا شکر ادا کر دیا۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد: ۵۰۷۳، الاحاد والمثانی ج ۴ ص ۱۸۳، سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۵، رقم الحدیث: ۹۸۳۵، شعب الایمان للبیہقی ج ۴ ص ۸۹، صحیح ابن حبان: ۸۶۱، کتاب الدعاء للطبرانی: ۳۰۶)

اور جس شخص کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہو جس کو وہ ناپسند کرتا ہو اور اس نے کہا ''الحمد للہ علی کل حال'' اور جس نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس سے وہ خوش ہوا اور کہا ''الحمد للہ بنعمتہ تتم الصالحات''۔ (تو اس نے بھی اس دن کا شکر ادا کر دیا)۔

(کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۷۶۹، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۴۹۹، شعب الایمان للبیہقی ج ۴ ص ۹۱)

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۶۴۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ مَنْ قَالَ عَشْرًا كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ قَالَ عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ رَبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ مِثْلَهُ فَقُلْتُ لِلرَّبِيعِ مِمَّنْ سَمِعْتَهُ فَقَالَ مِنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ فَأَتَيْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ فَقُلْتُ مِمَّنْ سَمِعْتَهُ فَقَالَ مِنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى فَأَتَيْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى فَقُلْتُ مِمَّنْ سَمِعْتَهُ فَقَالَ مِنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ يُحَدِّثُهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَوْلَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ مُوسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الرَّبِيعِ قَوْلَهُ وَقَالَ آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ سَمِعْتُ هِلَالَ بْنَ يَسَافٍ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ وَعَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَوْلَهُ وَقَالَ الْأَعْمَشُ وَحُصَيْنٌ عَنْ هِلَالٍ عَنِ الرَّبِيعِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَوْلَهُ وَرَوَاهُ أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از ابواسحاق از عمرو بن میمون، انہوں نے کہا: جس نے دس مرتبہ پڑھا تو یہ ایسا ہے جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک غلام کو آزاد کیا۔

اور عمر بن ابی زائدہ نے کہا: اور ہمیں عبداللہ بن ابی السفر نے حدیث بیان کی از الشعبی از الربیع بن خثیم اسی کی مثل۔ پس میں نے ربیع سے کہا: تم نے اس حدیث کو کس سے سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: عمرو بن میمون سے، پھر میں عمرو بن میمون کے پاس گیا، میں نے کہا: آپ نے اس حدیث کو کس سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ابن ابی لیلیٰ سے، پھر میں ابن ابی لیلیٰ کے پاس گیا اور کہا آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟ تو انہوں نے کہا: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے، وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔

اور ابراہیم بن یوسف نے کہا از والد خود از ابواسحاق، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ از حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اس قول کو از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور موسیٰ نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از داؤد از عامر از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ از ابوایوب از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور اسماعیل نے کہا از شعبی از الربیع بن خثیم، ان کا قول۔

اور آدم نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا:

Marfat.com

ﷺ کَانَ کَمَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَالصَّحِيحُ قَوْلُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ الْحَافِظُ أَبُو ذَرٍّ الْهَرَوِيُّ صَوَابُهُ عُمَرُ وَهُوَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ اليونيني قلت و على الصواب ذكره ابو عبدالله البخاري فی الاصل كما تراه لا عمرو۔ (صحیح مسلم: ۲۶۹۳، مسند احمد: ۲۳۰۳۴)

ہمیں عبدالملک بن میسرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ہلال بن یسار سے سنا از الربیع بن خثیم اور عمرو بن میمون از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کا قول۔

اور الاعمش نے کہا اور حصین نے از ہلال از الربیع از حضرت عبداللہ ان کا قول۔

اس کو روایت کیا ابومحمد الحضرمی نے از ابوایوب از نبی ﷺ: وہ شخص اس کی مثل ہوگا جس نے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد سے ایک غلام آزاد کیا۔

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: صحیح قول عبدالملک عمرو کا ہے۔

حافظ ابوذر الہروی نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ عمر ہے، اور وہ ابن ابی زائدہ ہیں۔ یونینی نے بیان کیا: میں نے کہا: ابوعبداللہ بخاری نے جو اصل میں ذکر کیا ہے وہی صحیح ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو، یہ لفظ عمرو نہیں ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، جو المسندی کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالملک بن عَمرو (عین پر زبر) یہ ابوعامر العقدی ہیں، ان کی کنیت ان کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عُمر بن ابی زائدہ، ان کا نام خالد ہے اور دوسرا قول ہے کہ ان کا نام میسرہ ہے، اور یہ زکریاء بن ابی زائدہ الہمدانی کے بھائی ہیں۔ اور زکریاء کی احادیث ان سے زیادہ ہیں اور زیادہ مشہور ہیں۔ یہ ایک سو انچاس (۱۴۹) ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔

عمرو بن میمون کا تذکرہ

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسحاق، یہ عمرو بن عبداللہ السبیعی التابعی الصغیر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن میمون، یہ الاودی ہیں، یہ تابعی کبیر ہیں، المخضرم ہیں، انہوں نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا اور یہ وہی ہیں جنہوں نے بندروں کے سنگسار کرنے کی حدیث روایت کی ہے اور اس کی حکایت مشہور ہے۔ یہ شام میں رہتے تھے، پھر بغداد میں رہائش اختیار کر لی، انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یمن اور شام میں سماع کیا ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب سے اور حضرت ابن مسعود اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے، یہ امام بخاری کے نزدیک ہے اور انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

سے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے، یہ امام مسلم کے نزدیک ہے، اور یہ حجاج کی حکومت کے دوران وفات پا گئے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جس نے دس مرتبہ پڑھا"۔ یعنی جس نے دس مرتبہ یہ پڑھا "لا الٰه الا الله وحدہٗ لا شریك له، له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر" تو یہ شخص اس کی مثل ہوگا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک غلام کو آزاد کیا۔

صحیح البخاری: ۶۴۰۳ میں روایت ہے کہ وہ اس کی مثل ہے جس نے دس غلاموں کو آزاد کیا اور اس حدیث میں ہے کہ وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے ایک غلام کو آزاد کیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ مخفی نہ رہے کہ دونوں حدیثوں میں نسبت محفوظ ہے، کیونکہ سو کی نسبت دس کی طرف ایسی ہے جیسے دس کی نسبت ایک غلام کی طرف ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے اختصار کے ساتھ مرسلاً روایت کی ہے۔

اور امام مسلم نے طویل روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے "ہمیں سلیمان بن عبید اللہ ابوایوب الغیلانی نے حدیث روایت کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر یعنی العقدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون، انہوں نے بیان کیا: جس نے لا الٰه الا الله وحدہٗ لا شریك له، له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر، دس مرتبہ پڑھا تو وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے چار غلام آزاد کیے۔

پس اگر تم سوال کرو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے غلام کو آزاد کرنے کے ذکر کی کیا تخصیص ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے غلاموں کو آزاد کرنا، دوسرے غلاموں کے آزاد کرنے پر فضیلت رکھتا ہے، کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دوسرے کی جزو ہیں۔

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

از ابی محمد الحضرمی از ابوایوب الانصاری روایت ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو میرے پاس ٹھہرے، تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوایوب! کیا میں تمہیں نہ سکھاؤں، میں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: جو بندہ بھی صبح اٹھے اور یہ پڑھے: "لا الٰه الا الله وحدہٗ لا شریك له، له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر" تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس گناہ مٹا دیے جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دس غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے، اور وہ شام تک شیطان سے پناہ میں رہے گا۔ اور جو شخص شام کو یہ کلمات کہے تو وہ بھی اسی طرح ہے۔

ثمامہ بن حزن نے کہا: میں نے ابومحمد سے پوچھا: کیا آپ نے یہ حدیث خود حضرت ابوایوب سے سنی ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے یہ حدیث حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۔۳۳ ملخصاً وملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۴۰۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ذکرِ مذکور کے متعلق دیگر احادیث

امام الدارقطنی نے از حماد بن الحسن از حجاج بن نصیر از شعبہ از عبداللہ بن ابی السفر از شعبی از ابن ابی لیلیٰ از حضرت ابوایوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے: جس نے "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک، ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر" پڑھا تو وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے دس غلام آزاد کیے۔ (علل الدارقطنی ج ۶ ص ۱۰۲۔۱۰۳)

پھر دوسری جگہ امام دارقطنی نے از عمر بن ابی زائدہ از ابن ابی السفر از الشعبی از الربیع روایت کی ہے اور اس میں ہے از ابی عامر از عمر بن ابی زائدہ از ابی اسحاق از عمرو بن میمون: جس نے "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک، ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر" دس مرتبہ پڑھا تو وہ اس کی مثل ہے جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے چار غلام آزاد کیے۔

(علل الدارقطنی ج ۶ ص ۱۰۴۔۱۰۵)

امام ابن ابی شیبہ نے از طلحہ از عبدالرحمٰن بن عوسجہ از حضرت البراء روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک، ولہ الحمد بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شیء قدیر" دس مرتبہ پڑھا، تو وہ اس کی مثل ہے جس نے دس غلام آزاد کیے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۹)

اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو مرتبہ پڑھا "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک، ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر" تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کا اجر ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۶۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۵۷۔۳۶۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۰۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں اجر کی مقدار میں تعارض کی تطبیق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے کہ جس نے یہ ذکر کیا اس کا اجر دس غلاموں کو آزاد کرنے کی مثل ہے۔ اور ابو اسحاق کی از عمرو بن میمون روایت میں مذکور ہے کہ جس نے دس مرتبہ یہ ذکر کیا تو وہ ایسا ہے جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے چار غلاموں کو آزاد کیا۔ اور ابو محمد الحضرمی سے روایت ہے کہ وہ شخص اس کی مثل ہوگا جس نے اولادِ اسماعیل (علیہ السلام) سے چار غلاموں کو آزاد کیا ہو۔

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ راجح وہ روایت ہے جس میں چار غلاموں کے آزاد کرنے کا ذکر ہے۔ اور یہ چار غلام اولادِ اسماعیل سے ہیں۔ اور اولادِ اسماعیل سے جو غلام ہیں ان کو عام غلاموں کے اوپر فضیلت ہے۔ اور جس حدیث میں دس غلاموں کے

Marfat.com

آزاد کرنے کا ذکر ہے وہ عام غلام ہیں۔ یعنی اولادِ اسماعیل کے چار غلام، دس عام غلاموں کے برابر ہیں۔

اور علامہ قرطبی نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ زیادہ اجر اس کو ملے گا جو ذکر کرتے وقت ان الفاظ کے معانی پر غور کر کے ذکر کرے گا۔ اور اس طرح بھی تطبیق دی گئی ہے کہ جو صبح کی نماز کے بعد یہ ذکر کرے گا اس کو زیادہ اجر ملے گا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۴۸ ملخصاً وملتقطاً دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۶۔ بَابُ: فَضْلِ التَّسْبِيحِ تسبیح پڑھنے کی فضیلت

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب تسبیح پڑھنے کی فضیلت میں ہے اور تسبیح "سبحان اللہ" کہنا ہے۔ اور یہ اسم مصدر ہے۔

اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی ان تمام نقائص سے براءت بیان کرنا جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شریک کی نفی کرنا، اور بیوی کی نفی کرنا، اور اولاد کی نفی کرنا اور تمام رذائل کی نفی کرنا۔

اور کبھی تسبیح کا لفظ بولا جاتا ہے اور اس سے مراد تمام الفاظِ ذکر ہوتے ہیں۔ اور کبھی تسبیح کا لفظ بولا جاتا ہے اور اس سے مراد نفل نماز ہوتی ہے۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: تسبیح کی اصل نقائص سے براءت کو بیان کرنا ہے، پھر اس کا استعمال بہ طور وسعت کے تقرب کی جگہوں میں کیا گیا۔ اور اس کا اطلاق ذکر پر بھی ہوتا ہے اور نفل نماز پر بھی ہوتا ہے، کہا جاتا ہے "قضیت سبحتی" یعنی میں نے نفل نماز ادا کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۷۔۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سُمَی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو مرتبہ "سبحان اللہ وبحمدہٖ" پڑھا، اس کے تمام گناہ مٹا دیے جائیں گے خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے مثل ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۶۹۱، سنن ترمذی: ۳۴۶۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۱۲، مسند احمد: ۸۶۱۷)

صحیح البخاری: ۶۴۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی سند ہے جو اس سے پہلے باب میں مذکور تھی۔ اور اس میں یہ مذکور تھا کہ جس نے ایک دن میں سو مرتبہ "لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ۔ الخ" پڑھا، اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔ اور یہاں پر ہے کہ جس نے سو مرتبہ "سبحان اللہ وبحمدہٖ" پڑھا تو اس کے تمام گناہ مٹا دیے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے مثل ہوں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''سبحان اللہ'' یہ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے ''سبحت'' فعل محذوف ہے، اس کا معنی ہے: میں نے تسبیح پڑھی سبحان اللہ۔ اس کا خلاصہ ہے ''میں نے اللہ تعالیٰ کی تمام نقائص اور عیوب سے براءت کو بیان کیا''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وبحمدہ'' اس کا معنی ہے: میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہوں جو میری حمد کے ساتھ مقارن ہے، کیونکہ اس نے مجھے تسبیح پڑھنے کی توفیق دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی یوم'' علامہ طیبی نے کہا ہے: یوم کا لفظ مطلق ہے اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس وقت میں یہ تسبیح پڑھنی ہے۔

صاحب المظہر نے کہا ہے: اس حدیث میں وقت کا لفظ مطلق ہے اور وہ یہ خبر دیتا ہے کہ یہ اجر مذکور اس شخص کے لیے حاصل ہوگا جس نے سو مرتبہ یہ تسبیح پڑھی خواہ اس نے پے در پے اور مسلسل پڑھی ہو یا کئی مجالس میں متفرق طور پر پڑھی ہو، یا بعض تسبیحات دن کے اول میں پڑھی ہوں اور بعض تسبیحات دن کے آخر میں پڑھی ہوں۔ لیکن افضل یہ ہے کہ یہ تسبیحات دن کے اول حصہ میں پے در پے پڑھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اس کے گناہ مٹا دیے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے مثل ہوں''۔ یعنی اللہ کے حقوق میں سے جو حقوق اس نے ضائع کیے ہیں ان کا گناہ مٹا دیا جائے گا، کیونکہ لوگوں کے حقوق اس وقت تک ساقط نہیں ہوتے جب تک کہ اس شخص کا خصم راضی نہ ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۰۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از عمارہ از ابی زرعہ، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلموں کو پڑھنا زبان پر ہلکا ہے اور میزان میں بھاری ہیں، اور رحمٰن کی طرف محبوب ہیں، ''سبحان اللہ العظیم، سبحان اللہ وبحمدہ''۔

(صحیح البخاری: ۶۶۸۲، ۷۵۶۳، صحیح مسلم: ۲۶۹۴، سنن ترمذی: ۳۴۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۸۰۶، مسند احمد: ۷۱۶۷)

صحیح البخاری: ۶۴۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن فضیل، وہ محمد بن فضیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمارہ، یہ ابن القعقاع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوزرعہ، ان کا نام ہرم بن عمر بن جریر البجلی الکوفی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "دو کلمے ایسے ہیں جن کا زبان پر پڑھنا آسان ہے"۔
اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں جو دو کلمے ذکر کیے گئے ہیں وہ "سبحان الله العظیم" اور "سبحان الله وبحمدہ" ہیں، اور یہ دونوں کلام ہیں۔
اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر کلمے سے مراد کلمہ اصطلاحی نہیں ہے جو مفرد ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد کلمہ لغوی ہے جو کلام کو بھی شامل ہے جیسے کہا جاتا ہے "کلمة الشهادة" یا کہا جاتا ہے "کلمة طیبه"، حالانکہ یہ دونوں کلمے بھی کلام ہیں۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ "یہ دو کلمے میزان میں بھاری ہیں"۔ اس حدیث میں ثقل سے مراد حقیقت ہے کیونکہ اعمال کو میزان کے وقت مجسم کیا جائے گا اور میزان وہ چیز ہے جس میں قیامت کے دن بندوں کے اعمال کو وزن کیا جائے گا۔ اور اس کی کیفیت میں کئی اقوال ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ایک جسمِ محسوس ہے۔ اس کی ایک ڈنڈی ہے اور دو پلڑے ہیں (یعنی ترازو)۔ اور اللہ تعالیٰ اعمال کو ان جسموں کی طرح کردے گا جن کا وزن کر دیا جاتا ہے، یا اعمال کے صحیفوں کو وزن کیا جائے گا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹-۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اعمال کو وزن کرنے کی تحقیق از مصنف

میں کہتا ہوں: علامہ عینی کی یہ عبارت دراصل اس سوال کا جواب ہے کہ وزن تو اس چیز کا کیا جاتا ہے جس کا جسم ہو اور اعمال تو از قبیلِ اعراض ہیں، ان کا وزن کیسے ہوگا؟
اس کا ایک جواب تو علامہ عینی نے دیا ہے کہ اعمال کو جسم بنا دیا جائے گا یا صحیفۂ اعمال کا وزن کیا جائے گا۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ جدید تحقیق سے ثابت ہے کہ اعراض کا بھی وزن کیا جاتا ہے مثلاً حرارت اور برودت اعراض ہیں، اور تھرمامیٹر سے بخار کی مقدار کا وزن کیا جاتا ہے کہ کتنے سینٹی گریڈ بخار ہے یا کتنے فورن ہائیٹ بخار ہے۔ اسی طرح مٹھاس بھی ایک کیفیت اور عرض ہے اور جس مشین سے شوگر کی مقدار معلوم کی جاتی ہے اس سے مٹھاس کا وزن معلوم ہو جاتا ہے، خون کے ایک قطرہ کو اسٹرپ پر لگا کر مشین میں ڈالتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس قطرہ میں کتنے ملی گرام مٹھاس ہے۔ اسی طرح چکنائی بھی عرض ہے، اور اس کی مقدار بھی مشین سے معلوم ہو جاتی ہے کہ انسان نے جو کچھ کھایا ہے اس میں کتنے ملی گرام کولیسٹرول تھا۔ اسی طرح آلات سے ہوا کے دباؤ کی مقدار کا بھی علم ہو جاتا ہے، اور یہ سب اعراض ہیں۔ تو جب انسان آلات کے ذریعہ اعراض کی مقدار اور اس کے وزن کو معلوم کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ جو ان تمام چیزوں کا خالق ہے، اس کے لیے کیا بعید ہے کہ وہ انسان کے اعمال کا میزان میں وزن کرلے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "حبیبتان" یعنی وہ دو کلمے رحمٰن کے نزدیک محبوب ہیں۔ حبیبتان، حبیبة کا تثنیہ ہے، اور یہ فعیل کا وزن مفعول کے معنی میں ہے یعنی وہ دو کلمے محبوب ہیں۔ اور یہاں مراد یہ ہے کہ ان کلموں کا پڑھنے والا اللہ کے نزدیک محبوب ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی بندہ سے محبت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف خیر اور تکریم کو پہنچاتا ہے۔

Marfat.com

یہاں پر سوال یہ ہے کہ جب فعیل کا لفظ مفعول کے معنی میں ہو تو اس میں مذکر اور مؤنث برابر ہوتے ہیں تو پھر یہاں پر اور خاص طور پر جب اس کا موصوف مذکر ہو تو پھر تانیث کی علامت کو لانے کی کیا وجہ ہے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب فعیل کا وزن مفعول کے معنی میں ہو تو وہ مذکر اور مؤنث میں برابر ہوتا ہے، یہ نہیں ہے کہ اس کا مذکر اور مؤنث ہونا واجب ہوتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کا وجوب مفرد میں ہوتا ہے تثنیہ میں نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۔ ۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تاء کی آٹھ قسمیں

میں کہتا ہوں: یہاں پر تاء، تانیث کی نہیں ہے بلکہ تاء کی کئی اقسام ہیں:

(۱) وحدت کی تاء: جیسے تمرۃ ایک کھجور، یا دُرّۃٌ ایک موتی۔

(۲) مصدریت کی تاء: جیسے فاعلیت اور مفعولیت کی تاء، یعنی کسی لفظ کا فاعل یا مفعول بنانا۔

(۳) مبالغہ کی تاء: جیسے علّامۃ، کیونکہ اس لفظ میں علّام سے زیادہ مبالغہ ہے۔

(۴) عوض کی تاء: جیسے عِدۃٌ، یہ لفظ اصل میں وعد تھا، واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض میں آخر میں تاء لے آئے۔ اسی طرح زِنۃٌ۔

(۵) زائدہ: جیسے حجارۃ، جمع کا وزن حجار ہے، اور یہ تاء زائدہ ہے۔ اور اسی طرح ملائکۃٌ، اس میں بھی تاء زائدہ ہے۔

(۶) تذکیر کی تاء: جیسے ثلاثۃ رجال، اور جیسے قرآن کی درج ذیل آیت ہے:

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا۔ (الحاقۃ: ۷)

رِجال اور ایام کے لفظ مذکر ہیں اور ان کا ممیز ثلاثۃ اور ثمانیۃ ہے۔ سو یہ تاء، تانیث کی نہیں ہے بلکہ تذکیر کی ہے۔

(۷) تانیث کی تاء: جیسے ضاربۃ، قائمۃ

(۸) اسمیت کی تاء: یعنی کسی وصف کو اسم بنانے کے لیے آخر میں تاء لگا دیتے ہیں جیسے کافیۃ، شافیۃ۔

اسی طرح یہاں بھی حبیبتان کے اندر تاء، اسمیت کی ہے یعنی حبیب کا لفظ جو کہ وصف تھا اس کے آخر میں تاء لگا کر اس کو اسم بنا دیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اسماءِ حسنیٰ میں سے لفظِ رحمٰن کو خاص کرنے کی توجیہ

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "الی الرحمٰن" یعنی یہ دو کلمے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ تو بہت ہیں اور یہاں ان اسماء میں سے لفظِ رحمٰن کو خاص کیا گیا ہے، کیونکہ یہاں مقصود اللہ تعالیٰ کی بندوں پر رحمت کی وسعت ہے، کیونکہ وہ تھوڑے عمل کے اوپر بہت ثواب عطا فرماتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں پر لفظِ رحمٰن کو اس لیے خاص کیا گیا ہو کہ یہ اسم "کلمتان" اور "ثقیلتان" اور

Marfat.com

"المیزان" کے مناسب ہیں۔اور رعایت سجع اس وقت ممنوع ہے جب کاہنوں کی طرح الفاظ کو ایک وزن اور ایک سجع پر لایا جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "سبحان اللہ"، لفظ سبحان اللہ تسبیح کا عَلَم ہے جیسے عثمان مرد کا علم ہے۔اور علم کی دو قسمیں ہیں: ایک علم شخصی اور ایک علم جنسی۔اور کبھی یہ عین کے لیے ہوتا ہے اور کبھی معنی کے لیے ہوتا ہے۔پس یہ علم جنسی ہے جو معنی کے لیے ہے۔

اب یہاں یہ سوال ہے کہ آپ نے بتایا کہ سبحان علم ہے، اور یہ لفظ واجب الاضافۃ ہے، اور یہاں بھی اس کی اضافت لفظ اللہ کی طرف ہے، اور علم مضاف نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علم کو نکرہ کر دیا جائے تو پھر اس کی اضافت جائز ہے۔

نیز اس حدیث میں لفظ سبحان کا دو مرتبہ ذکر ہے "سبحان اللہ العظیم" اور "سبحان اللہ وبحمدہٖ": اس تکرار کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علی الاطلاق نقائص سے منزہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کی یہ تسبیح اس کی حمد کے ساتھ مقارن ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سلبیہ کا بھی ذکر ہو اور صفتِ ایجابیہ کا بھی ذکر ہو۔اللہ تعالیٰ کا نقائص سے بری ہونا صفتِ سلبیہ ہے اور اس کا حمد کے ساتھ مقارن ہونا صفت ایجابیہ ہے۔اور حمد صفتِ کمال پر ہوتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ مطلقاً صفاتِ کمالیہ کا جامع ہے اور مطلقاً نقائص سے بری ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۔۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۰۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے متعلق دیگر احادیث

امام دیلمی نے از وہب بن منبہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ جو بندہ بھی "سبحان اللہ وبحمدہٖ" کہتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ نے سچ بولا اور میں سبحان ہوں اور میری حمد ہے۔اگر اس نے سوال کیا تو میں اس کے سوال کے مطابق عطا فرماؤں گا، اور اگر وہ خاموش رہا تو میں اس کی اتنی مغفرت کروں گا جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔(کنز العمال: ۲۰۲۹)

امام طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ کی صلوٰۃ التسبیح ہے۔پس آسمانِ دنیا کے فرشتے سجدہ میں قیامت تک کہتے رہیں گے "سبحان ذی الملک والملکوت" اور دوسرے آسمان کے فرشتے حالتِ قیام میں قیامت تک کہتے رہیں گے "سبحان ذی العزۃ والجبروت" اور تیسرے آسمان کے فرشتے حالتِ قیام میں قیامت تک کہتے رہیں گے "سبحان الحی الذی لا یموت"۔(تفسیر الطبری: ۶۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ" (الکہف: ۴۶) کی تفسیر میں کہا: "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر"۔(تفسیر الطبری: ۲۳۰۹۴)

اگر تم سوال کرو کہ بار بار سبحان اللہ اور الحمد للہ کی تکرار کا کوئی قائم مقام ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور میں چار ہزار گٹھلیوں پر تسبیح پڑھ رہی تھی تو آپ نے فرمایا: میں تمہارے سامنے ایک کلمہ پڑھوں جو تمہاری تسبیح سے افضل ہو، میں نے پوچھا: وہ

Marfat.com

کون سا کلمہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ عدد ما خلق''۔

(سنن ترمذی: ۳۵۵۴، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۴ ص ۷۴، المعجم الاوسط ج ۸ ص ۲۳۶، رقم: ۸۵۰۴، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۴۷)

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے، وہ اپنی جائے نماز پر صبح کے وقت اللہ کا ذکر کر رہی تھیں اور اللہ کی تسبیح کر رہی تھیں، پس آپ اپنے کام سے چلے گئے، پھر دن چڑھنے کے بعد واپس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا: تم جب سے اسی جگہ بیٹھی تسبیح پڑھ رہی ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایسے کلمات پڑھے ہیں کہ اگر ان کو تمہارے پڑھے ہوئے کلمات کے ساتھ وزن کیا جائے تو وہ راجح ہوں گے، وہ کلمات یہ ہیں: ''سبحان اللہ عدد ما خلق، سبحان اللہ رضا نفسہ، سبحان اللہ زنة عرشہ، سبحان اللہ مداد کلماتہ، والحمد للہ مثل ذٰلک''۔ (صحیح مسلم: ۲۷۲۶، کتاب الذکر والدعاء، باب التسبیح اول النہار وعند النوم)

''سبحان اللہ وبحمدہ'' سے تمام گناہوں کا معاف ہونا آیا صرف متقین کے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لیے

بعض علماء نے کہا ہے کہ تسبیح پڑھنے کے یہ فضائل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں کہ جس نے ''سبحان اللہ وبحمدہ'' ایک سو مرتبہ کہا تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کی مثل ہوں، یہ بشارت ان لوگوں کے لیے ہے جو دین میں بزرگ ہیں اور کاملین ہیں اور بڑے بڑے جرائم سے پاک ہیں اور یہ نہ گمان کیا جائے کہ جس نے یہ تسبیح پڑھی اور اپنی شہوات پر اصرار کیا اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی بے حرمتی کرتا رہا تو وہ بھی سابقین مطہرین کے ساتھ لاحق ہو جائے گا اور ان کے مرتبہ کو پالے گا خواہ اس میں نہ تقویٰ ہو نہ اخلاص ہو اور نہ اعمالِ صالحہ ہوں۔ اور وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہوں اور اللہ کے دین پر عمل کرنے کے بجائے اپنی خواہشات پر عمل کرتا ہو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۶۴-۳۶۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

اس قول پر مصنف کا تعاقب

میں کہتا ہوں کہ جو کاملین اور متقین ہیں ان کے کب اتنے گناہ ہوتے ہیں جو سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں۔ سو جب کاملین سو مرتبہ اس تسبیح کو پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے بے حد و بے حساب درجات کو بڑھا دے گا۔ باقی رہا یہ کہ اگر چور اور ڈاکو اور قاتل اور زانی بھی سو مرتبہ یہ تسبیح پڑھ لیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بھی معاف کر دے گا۔ تو بھائی اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے، اگر اللہ تعالیٰ مرتکبین کبائر کے گناہ کو بھی معاف فرما دے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت ہے، آپ کو اس سے کیا تکلیف ہے؟

نیز یہ درست ہے کہ سو مرتبہ یہ تسبیح پڑھنے سے بندہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں، لیکن سو مرتبہ یہ تسبیح پڑھنے کی توفیق ہر ایک کو نہیں ہوتی۔ جو قاتل، زانی اور شدید مرتکب کبیرہ ہوں، ان کو یہ توفیق ہی نہیں ہوتی کہ وہ سو مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں۔ اب جیسے سنن نسائی میں یہ حدیث ہے کہ جو فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے، اس کے اور جنت کے درمیان صرف موت حائل ہوتی ہے یعنی وہ مرتے ہی جنت میں چلا جائے گا، تو اگر مرتکب کبیرہ یہ پڑھے تو وہ بھی مرتے ہی جنت میں چلا جائے گا، لیکن ہر ایک کو یہ توفیق نہیں ہوتی۔ جو مرتکب کبیرہ ہوں انہیں کہاں نماز پڑھنے کی توفیق ہوتی ہے، چہ جائیکہ فرض

Marfat.com

نماز کے بعد مصلاً وہ آیت الکرسی بھی پڑھیں۔لیکن اگر بالفرض وہ پڑھ لیں تو ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تنگ نہیں کرتے ، ''ان رحمتی وسعت کل شیء'' اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے اور بڑے سے بڑا گناہِ کبیرہ کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الزمر: ۵۳)

آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا، بے شک وہی بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O

میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا دامن تھام کر دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ میرے اور میرے تمام قارئین کے گناہوں کو معاف فرمائے۔آمین یارب العلمین۔

صحیح البخاری: ۶۴۰۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تسبیح اور تہلیل کی احادیث کا موازنہ

صحیح البخاری: ۶۴۰۳ میں مذکور ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو مرتبہ کہا ''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر'' تو یہ اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے، اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور وہ شخص اس دن شام تک شیطان سے حفاظت میں رہے گا۔الحدیث۔

اور صحیح البخاری: ۶۴۰۵ میں مذکور ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو مرتبہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' کہا، اس کے تمام گناہ مٹا دیئے جائیں گے خواہ وہ گناہ سمندر کے جھاگ کی مثل ہوں۔

بہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تسبیح پڑھنے کا ثواب ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھنے سے زیادہ ہے، کیونکہ سمندر کے جھاگ کا عدد وہ سو نیکیوں سے کئی گنا زیادہ ہے، لیکن ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ... الحدیث'' پڑھنے کے متعلق حدیث میں ہے کہ جس نے ایک دن میں سو مرتبہ یہ پڑھا تو یہ اس کی مثل ہے جس نے دس غلام آزاد کیے۔اور غلام آزاد کرنے کا اجر بہت بڑا ہے۔حدیث میں ہے: جس نے اللہ کے لیے غلام کو آزاد کیا تو اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں اس شخص کے عضو کو دوزخ سے آزاد کر دیا جائے گا، تو اس سے معلوم ہوا کہ جس کو غلام آزاد کرنے کا اجر ہوگا اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔اور اس کے اندر یہ بھی ہے کہ اس کے سو درجے بڑھا دیے جائیں گے۔

اور اس کی تائید دوسری احادیث سے ہوتی ہے کہ افضل الذکر ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھنا ہے، اور یہ اس لیے افضل ہے کہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھا۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اللہ کا اسمِ اعظم ہے۔اور اس سے پہلے تسبیح کی شرح میں

Marfat.com

یہ گزر چکا ہے کہ تسبیح پڑھنے سے ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں۔اور یہ "لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر" کے ضمن میں داخل ہے۔

نیز امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سب سے افضل ذکر "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھنا ہے۔

بہ ظاہر اس کے معارض یہ حدیث ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کلام کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کلام "سبحان اللہ وبحمدہ" ہے، اور ایک روایت میں ہے، آپ سے سوال کیا گیا کہ کون سا کلام سب سے افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ کلام سب سے پسندیدہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لیے پسند کرلیا ہے اور وہ کلام ہے "سبحان اللہ وبحمدہ"۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ "سبحان اللہ وبحمدہ" ان چار کلمات کا اختصار ہو اور وہ یہ ہیں: "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر"۔

سبحان اللہ، میں ان چیزوں سے تنزیہہ ہے جو اللہ عزوجل کی شان کے لائق نہیں ہیں اور اس کی صفات کی نقائص سے تقدیس ہے تو اس میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا معنی مندرج ہو جاتا ہے۔اور "بحمدہ" الحمد للہ کے معنی میں صریح ہے اور یہ اللہ اکبر کے معنی کو شامل ہے۔

اس تمام بحث کے باوجود یہ لازم نہیں آتا کہ سبحان اللہ کہنا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے افضل ہے، کیونکہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں توحید کی تصریح ہے اور تسبیح توحید کو متضمن ہے۔

امام مسلم نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام چار ہیں، تم ان میں سے جس سے بھی ابتداء کرو گے تو اس میں کوئی ضرر نہیں ہے: "سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر"

کیونکہ ان تمام کلمات کا حاصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور تنزیہہ ہے، اور جس نے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کی، اس نے اس کی تعظیم کی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کی، اس لیے علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب ان اذکار کے متعلق مطلقاً کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب سے زیادہ محبوب اذکار ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ اذکار اور ان کی مثل جو دوسرے اذکار ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ جو حدیث میں ہے کہ افضل الذکر "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے، اس سے مراد ہے جب بندہ ذکر کرے، ورنہ مطلقاً قرآن افضل الذکر ہے۔

اور علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کلام سے مراد کلام بشر ہے، کیونکہ "سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر" میں پہلے تین کا ذکر تو قرآن مجید میں ہے اور چوتھے کا ذکر یعنی "اللہ اکبر" قرآن مجید میں نہیں ہے۔اور جو قرآن مجید میں نہ ہو وہ اس سے افضل نہیں ہوگا جو قرآن مجید میں ہے۔

امام طبری نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب مرد نے کہا ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' تو یہ کلمۃ الاخلاص ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی عمل کو قبول نہیں کرتا۔ اور جب اس نے کہا ''الحمدللہ'' تو یہ کلمۃ الشکر ہے اور بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہیں ہوتا جب تک کہ الحمد للہ نہ کہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے کہا ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اسے چاہیے کہ وہ اس کے بعد الحمدللہ بھی کہے۔

امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! مجھے ایسی چیز کی تعلیم دے جس سے میں تجھے یاد کروں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیں: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' الحدیث۔ اور اس حدیث میں ہے کہ اگر سات آسمانوں کو اور جو کچھ ان میں ہے اور سات زمینوں کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو وہ پلڑا راجح ہوگا جس میں ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ہے۔ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' سے ذکر کرنا الحمدللہ سے ذکر کرنے پر راجح ہے۔

اور اس کے معارض حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''الحمد للہ'' میزان کو بھر لیتی ہے، کیونکہ بھرنا مساوات پر دلالت کرتا ہے اور راجح ہونا زیادہ ہونے میں صریح ہے، پس ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کا ذکر اولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۵۱۔۴۵۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۷۔ بَابُ: فَضْلِ ذِكْرِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ — اللہ عزوجل کے ذکر کی فضیلت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اللہ کے ذکر کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے اور اللہ کے ذکر سے مراد یہاں پر یہ ہے کہ ان الفاظ کو پڑھا جائے جن کے پڑھنے کی اور جن کے بہ کثرت ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس عمل کو واجب کیا ہے اس پر دوام اور مواظبت کی جائے۔ یا جس عمل کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہے جیسے قرآن مجید کی تلاوت اور حدیث کو پڑھنا اور علم کا تکرار اور نفلی نمازیں پڑھنا۔

اور امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے کہا ہے: زبان کے ذکر سے مراد وہ الفاظ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید اور تمجید پر دلالت کریں۔ اور ذکر بالقلب سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے دلائل میں غور کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام نہ کرو، ان کے دلائل میں غور و فکر کرنا حتیٰ کہ ان کی حکمتوں پر اور ان کے اسرار پر آدمی کو اطلاع حاصل ہو۔ اور انسان کے ظاہری اعضاء کا ذکر یہ ہے کہ اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی طاعات میں مستغرق رہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے

رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَثَلُ الَّذِی یَذْکُرُ رَبَّهُ وَالَّذِی لَا یَذْکُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔ (صحیح مسلم:۷۷۹)

حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اس کی مثال جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۰۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ زندہ کی مثل ہے اور اس کا سبب اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسامہ، وہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُرید بن عبداللہ، جو اپنے دادا ابوبُردہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام عامر ہے اور وہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں اللہ کے ذکر کرنے والے کو زندہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ یہ ہے کہ زندہ بھی کسی چیز سے نفع حاصل کرتا ہے اور کسی چیز سے مدد حاصل کرتا ہے، تو اللہ کا ذکر کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نفع حاصل کرتا ہے اور اس سے مدد حاصل کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا، اس کو مُردہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، کیونکہ مُردہ بھی بہ ظاہر معطل ہوتا ہے اور باطن میں باطل ہوتا ہے، تو اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا تو وہ بھی اجر وثواب سے معطل ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۰۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحُفُّونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْهُمْ مَا يَقُولُ عِبَادِي قَالُوا يَقُولُونَ

۶۴۰۸۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں گھومتے رہتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو ڈھونڈتے ہیں، پس جب وہ دیکھتے ہیں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں تو آواز دیتے ہیں: آؤ اپنی حاجت کی طرف،

Marfat.com

يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيُمَجِّدُونَكَ قَالَ فَيَقُولُ هَلْ رَأَوْنِي قَالَ فَيَقُولُونَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَأَوْكَ قَالَ فَيَقُولُ وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي قَالَ يَقُولُونَ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا وَتَحْمِيدًا وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا قَالَ يَقُولُ فَمَا يَسْأَلُونِي قَالَ يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ قَالَ يَقُولُونَ مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَيَقُولُ فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَرَوَاهُ سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

(صحیح مسلم: ۲۶۸۹، سنن ترمذی: ۳۶۰۰، مسند احمد: ۷۴۲۶)

آپ نے فرمایا: پھر فرشتے ان لوگوں کا اپنے پروں سے آسمانِ دنیا تک احاطہ کر لیتے ہیں، آپ نے فرمایا: ان کا رب ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے میرے بندے کیا کہتے تھے؟ وہ کہتے ہیں وہ تیری تسبیح کرتے تھے اور تیری تکبیر پڑھتے تھے اور تیری حمد کرتے تھے اور تیری تعظیم کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے؟ آپ نے بتایا فرشتے کہتے ہیں: نہیں! اللہ کی قسم! انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا ہے، آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرتا ہے اور اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو پھر کس طرح ہوتا؟ آپ نے بتایا: فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو اس سے زیادہ عبادت کرتے، اس سے زیادہ تیری بزرگی بیان کرتے اور اس سے زیادہ تیری تسبیح پڑھتے، آپ نے بتایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کرتے تھے؟ آپ نے بتایا کہ فرشتے کہتے ہیں: وہ تجھ سے جنت کا سوال کرتے تھے، آپ نے بتایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ آپ نے بتایا فرشتے کہتے ہیں: نہیں! اللہ کی قسم! اے رب! انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا، آپ نے بتایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: پس اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو پھر کس طرح ہوتا؟ آپ نے بتایا فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کو جنت کی بہت زیادہ حرص ہوتی اور بہت زیادہ طلب ہوتی اور اس میں بہت زیادہ رغبت ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: پس وہ کس چیز سے پناہ طلب کرتے تھے؟ آپ نے بتایا فرشتے کہتے ہیں: وہ دوزخ سے پناہ طلب کرتے تھے، آپ نے بتایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ آپ نے بتایا وہ کہتے ہیں: نہیں اللہ کی قسم! انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا ہے، آپ نے بتایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پس اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو پھر کیا ہوتا؟ آپ نے بتایا کہ فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو اس سے

Marfat.com

بہت زیادہ فرار حاصل کرتے اور بہت زیادہ اس سے خوف زدہ ہوتے۔آپ نے بتایا: پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: پس میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔آپ نے بتایا کہ پھر فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ کہتا ہے: ان ذکر کرنے والوں میں فلاں بندہ تھا جو ان میں سے نہیں تھا، وہ تو کسی کام سے آیا تھا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یہ وہ بیٹھنے والے ہیں کہ جوان کے ساتھ بیٹھا ہو وہ بھی نامراد نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شعبہ نے از اعمش روایت کی ہے اور اس کی مرفوع روایت نہیں کی۔

اور اس حدیث کی سہیل نے از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

صحیح البخاری: ۶۴۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، وہ ابن عبد الحمید ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش وہ سلیمان ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصالح، وہ ذکوان الزیات ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے فرشتے گھومتے پھرتے ہیں ان کے لیے فضل ہے، وہ ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں۔۔الحدیث

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ جو فرشتے مخلوق کے ساتھ مترتب ہوتے ہیں یہ فرشتے ان پر فضیلت رکھتے ہیں۔

اور علامہ طیبی نے کہا ہے کہ فضل، فاضل کی جمع ہے، یعنی وہ فرشتے فضیلت والے ہیں۔

حدیث مذکور میں اللہ کے ذکر سے مراد عام ذکر ہے یا خاص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا ذکر ہے

اس حدیث میں مذکور ہے "وہ فرشتے ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں"۔ذکر کرنے والوں سے مراد عام ہے خواہ وہ نماز پڑھتے ہوں، قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوں، یا حدیث کی قراءت کرتے ہوں، یا علوم کی تدریس کرتے ہوں، یا علماء علمی مسائل میں مباحثہ کرتے ہوں۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۔۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: بہ ظاہر ذکر کرنے والوں سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تہلیل اور تسبیح کرتے ہوں۔یعنی "لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا

شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر" پڑھتے ہوں اور "سبحان اللہ وبحمدہ" پڑھتے ہوں۔ اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ امام بخاری نے تہلیل اور تسبیح کی فضیلت کی حدیث کے بعد اس حدیث کی روایت کی ہے۔

نیز بہ ظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہو جیسے صوفیاء کرام مساجد میں حلقے بنا کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، اور اگر کوئی شخص تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو تو بہ ظاہر یہ حدیث اس کو شامل نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضلِ عمیم سے توقع ہے کہ جو شخص تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو اور اللہ تعالیٰ سے جنت کو طلب کر رہا ہو اور دوزخ سے پناہ مانگ رہا ہو اس کو بھی یہ حدیث شامل ہوگی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی معیت کعبہ اور لیلۃ القدر سے زیادہ فیض رساں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ذکر کرنے کے قصد سے ذاکرین کے ساتھ نہ بیٹھا ہو بلکہ اتفاقاً یا کسی کام کی وجہ سے ان کے ساتھ جا بیٹھا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی محروم نہیں کرے گا اور اس کو بھی اپنے فضل سے جنت عطا فرمائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ اور جو لوگ نیک لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھیں اس کا شمار بھی نیکوں میں ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ شعر ہے:

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

غور فرمائیں! کوئی مسلمان کعبہ میں نماز پڑھے تو اس کو اجر تو زیادہ ملتا ہے لیکن کعبہ میں نماز پڑھنا جنت کی ضمانت نہیں ہے، اور کوئی شخص لیلۃ القدر کو پا کر عبادت کرے تو اسے ہزار ماہ سے زیادہ عبادت کا اجر تو ملے گا لیکن اس کی بخشش کی گارنٹی نہیں ہے، لیکن جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ کسی مجلس میں رہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش کی ضمانت دی ہے، کیونکہ اس سے پہلے حدیث میں مذکور ہے کہ وہ ذکر کرنے والے جنت کا سوال کرتے تھے اور دوزخ سے پناہ طلب کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فرشتو! گواہ ہو جاؤ میں نے ان کو بخش دیا۔ پھر جب کوئی فرشتہ یہ کہے گا کہ ان میں سے کوئی شخص ذکر کرنے کے قصد سے نہیں بیٹھا تھا کسی اور کام سے آ کر بیٹھ گیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ذکر کرنے والے ایسے ہیں کہ جو ان کے ساتھ آ ملے وہ بھی محروم نہیں ہوتا۔ یعنی اس کو بھی دوزخ سے پناہ ملے گی اور اس کو بھی جنت عطا کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کریم کعبہ بھی ہے اور کریم لیلۃ القدر بھی ہے اور اللہ کے نیک بندے بھی کریم ہیں لیکن اللہ کے نیک بندوں کا کرم کعبہ اور لیلۃ القدر کے کرم سے زیادہ ہے۔

اور میرا حال یہ ہے کہ ؂

احب الصالحین ولست منھم لعل اللہ یرزقنی صلاحا

میں خود تو نیک نہیں ہوں لیکن اللہ کے نیک بندوں سے محبت کرتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیکی عطا فرمادے۔ آمین

صحیح البخاری: ۶۴۰۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے متعلق دیگر احادیث

اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی تسبیح اور تہلیل کے متعلق متعدد احادیث وارد ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے میرے چچا! مجھے وصیت کیجئے! انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سوال کیا تھا جس طرح تم نے مجھ سے سوال کیا ہے، پس آپ نے فرمایا: دن اور رات میں سے کوئی دن یا رات نہیں گزرتی مگر اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ ہوتا ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وہ صدقہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر سب سے بڑا احسان یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں وہ اپنا ذکر ڈال دے۔

(الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۹۸۷، کشف الاستار: ۶۹۴، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۷-۲۳۶، حافظ نور الدین الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں حسین بن عطاء راوی ہے جس کو ابوحاتم وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام ابن حبان نے اس کا کتاب الثقات ج ۶ ص ۲۰۹ میں ذکر کیا ہے۔)

(۲) امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ دونوں گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قوم بھی اللہ کا ذکر کرتی ہے تو فرشتے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ان میں ذکر کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۷۰۰، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر)

(۳) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۳۷۷، از سفیان از ابی اسحاق، سنن ابن ماجہ: ۳۷۹۰، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۴۹۶، شعب الایمان للبیہقی ج ۱ ص ۳۹۴)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص رات کی عبادت کی تکلیف برداشت کرنے سے عاجز ہو اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کرے اور اللہ کی راہ میں دشمن کے خلاف جہاد کرنے سے بزدلی کرے، اسے چاہیے کہ وہ بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔

(المنتخب لعبد بن حمید: ۶۴۱، مسند البزار: ۴۹۰۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۱۲۱، شعب الایمان للبیہقی: ۵۰۸)

حافظ نور الدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے کہا ہے: اس حدیث کی امام بزار، امام طبرانی نے روایت کی ہے اور اس میں ایک راوی ابویحییٰ القتات ہے اور اس کی توثیق کی گئی ہے اور جمہور نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور مسند البزار کے باقی رجال صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھیں تو ان کے اوپر وہ حسرت اور ندامت کا باعث ہے، پس اگر اللہ چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا اور اگر اللہ چاہے گا تو ان کو بخش دے گا۔ (سنن ترمذی: ۳۳۸۰، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۵-۴۹۴)

(۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے باغات میں چلا کرو، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ذکر کی مجالس، پس تم اللہ کے ذکر میں صبح کرو یا شام کرو اور اپنے دلوں میں ذکر کرو اور جو شخص اسے پسند کرتا ہو کہ وہ جان لے کہ اللہ کے نزدیک اس کا کیا مرتبہ ہے، پس وہ اس پر غور کرے کہ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

کیا مرتبہ ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بندہ کو اس مقام پر رکھتا ہے جس مقام پر بندہ اللہ تعالیٰ کو رکھتا ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ: ۱۸۶۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۵۰۱، المستدرک للحاکم: ۴۹۵۔ ۴۹۴، شعب الایمان للبیہقی: ۵۲۸)

حافظ نور الدین الہیثمی نے لکھا ہے: اس حدیث کی امام ابو یعلیٰ، امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کی ہے، اس حدیث کی سند میں عمر بن عبد اللہ مولیٰ غفرہ ہے، اس کی متعدد محدثین نے توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اس حدیث کے بقیہ رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں۔

(۷) سالم بن ابو الجعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ایک آدمی نے ایک سو غلام آزاد کئے، انہوں نے کہا: یہ ایک مرد کے مال سے بہت ہے اور اس سے افضل وہ ایمان ہے جس میں رات اور دن عبادت کا التزام کیا گیا ہو، اور تم میں سے کسی ایک شخص کی زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۴۵۵، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۱۹، شعب الایمان للبیہقی: ۶۲۷)

(۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا: اے میرے رب! کونسی عبادت تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: جو بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور مجھے بھولتا نہیں ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی: ۶۸۱)

(۹) پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں، جب تک وہ ذکر کرتے رہیں اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں۔ اور فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایہ کرتے ہیں جب تک وہ اس جگہ ہوتے ہیں۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۶۷۱)

ان تمام احادیث کو امام طبری نے آداب النفوس میں ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی فقہ

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو بندہ کو اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی رغبت دلائی ہے، یہ اس لیے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس بندہ کی مغفرت کا سبب ہو جائے اور اس بندہ پر رحمت کا ذریعہ ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ۔ (البقرہ: ۱۵۲) سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کا بندہ کا ذکر کرنا، بندہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

ثابت البنانی نے کہا کہ ابو عثمان النہدی نے بیان کیا: میں اس ساعت کو جانتا ہوں جس ساعت میں اللہ تعالیٰ میرا ذکر کرتا ہے۔ ان سے پوچھا گیا: آپ کو اس کا کیسے علم ہوا؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ: ۱۵۲) (سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا)۔

علامہ ابن الجوزی نے زاد المسیر (ج ۱ ص ۱۰۷) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ تم اپنی طاعت کے ساتھ مجھے یاد کرو میں اپنی مغفرت کے ساتھ تمہیں یاد کروں گا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ میں نے تمہیں جو نعمت عطا کی ہے تم اس کا شکر ادا کر کے میرا ذکر کرو، اور میں اپنی رحمت کے ساتھ اور نعمتوں میں اضافہ کر کے تمہارا ذکر کروں گا۔

السدی نے کہا ہے: جو بندہ بھی اللہ کا ذکر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتا ہے۔ جب مومن اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ اپنی رحمت کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہے، اور جب کافر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے یا جن کاموں سے منع کیا ہے ان احکام کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا یعنی اس کو یاد کرنا۔ اور دوسری قسم ہے زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اور ان دونوں میں اجر ہے مگر احکام کی ادائیگی کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور ان احکام کو ادا کرنا یہ زبان کے ساتھ ذکر کرنے سے افضل ہے یعنی زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور اس کے امر اور نہی کی مخالفت کرے۔ اور پوری فضیلت اور شرف اس میں ہے کہ جب آدمی اللہ تعالیٰ کے احکام کی ادائیگی کو بھی یاد رکھے اور زبان سے بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور کسی امر اور نہی کے وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کو نہ بھولے، نہ زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بھولے۔

آیا کراماً کاتبین اس ذکر کو بھی لکھتے ہیں جو دل سے کیا جائے؟ اور سلف کے اس میں کیا اقوال ہیں، اس کا بیان عنقریب باب الاعتصام میں آئے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ تنہائی میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں تنہائی میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور جب میرا بندہ جماعت میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔
(صحیح البخاری: ۷۴۰۵)

اگر تم یہ سوال کرو: کیا بندہ پر کوئی ایسا حال بھی ہوتا ہے جس حال میں اس کے اوپر دل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا فرض ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! جن احوال میں اس کے اوپر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اور باقی فرائض کو ادا کرنا فرض ہے، ان احوال میں اس پر لازم ہے کہ وہ دل سے اللہ کا ذکر کرے اور اس کو یاد کرے۔ پس اس پر لازم ہے کہ ان فرائض کی ادائیگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور جب اپنے عمل سے ان فرائض کو مکمل کرے تب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اور جو عبادات نفل ہیں ان میں اگرچہ اس پر دل سے اللہ کا ذکر کرنا فرض نہیں ہے تاہم اگر وہ دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا تو اس کو بہت نفع حاصل ہوگا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۶۸۔ ۳۷۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے ان تمام احادیث اور آثار کو اور ان تمام مباحث فقہیہ کو علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح بخاری سے من وعن اخذ کیا ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۴۱۔ ۱۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

اور ہم علامہ ابن ملقن کے حوالہ سے اس لیے ذکر کرتے ہیں کہ مخرجین نے علامہ ابن ملقن کی ذکر کردہ تمام احادیث کی تخریج کی ہے ہم اس تخریج کو نقل کرنے کی حرص میں ابن ملقن کے حوالہ سے لکھتے ہیں اور چونکہ علامہ ابن بطال کی شرح پر کسی نے تخریج نہیں کی اس لیے ان کی کتاب کا ذکر نہیں کرتے، اگرچہ علامہ ابن ملقن نے اپنی شرح میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب علامہ ابن بطال کی کتاب ہی کی من وعن نقل ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۰۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ذکر کی اقسام

بعض عارفین سے منقول ہے کہ ذکر کی سات قسمیں ہیں:

(۱) آنکھوں کا ذکر آنسوؤں کا بہنا ہے (۲) کانوں کا ذکر توجہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام سننا ہے (۳) زبان کا ذکر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنا ہے (۴) ہاتھوں کا ذکر ضرورت مندوں کو عطا کرنا ہے (۵) بدن کا ذکر وعدہ کو پورا کرنا ہے (۶) دل کا ذکر اللہ تعالیٰ کا خوف اوراس سے رحمت کی امید ہے (۷) اور روح کا ذکر اللہ کی تقدیر پر تسلیم اور رضا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت میں دیگر احادیث

(۱) امام بخاری نے کتاب التوحید کے اواخر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندہ کے اس گمان کے ساتھ ہوتا ہوں جو وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے، اگر وہ میرا تنہائی میں ذکر کرے تو میں اس کا تنہائی میں ذکر کرتا ہوں، اور اگر وہ میرا مجلس میں ذکر کرے تو میں اس کا مجلس میں ذکر کرتا ہوں۔

(۲) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان تم میں سے کسی ایک کے سر کے پچھلے حصہ یعنی گدی کے اوپر اس کے سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر لکھ دیتا ہے: تمہارے لیے لمبی رات ہے سو جاؤ، پس اگر وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وہ وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے، پھر وہ صبح کو تروتازہ اور خوش دلی سے اٹھتا ہے ورنہ وہ صبح کو خبیث النفس اور سستی سے مارا ہوا اٹھتا ہے۔

(۳) امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ بھی بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان میں سکینہ نازل ہوتی ہے۔

(۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کلام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لیے پسند فرمایا ہے "سبحان ربی وبحمدہ۔۔۔الحدیث"

(۵) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا جو بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں کہ میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے، سو انہوں نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔

(۶) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کلام چار ہیں "لا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر، سبحان اللہ، والحمد للہ" تم ان میں سے جس سے بھی ابتداء کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں یہ کہتا ہوں کہ "سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر" اللہ تعالیٰ کو ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

(۸) امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے اس کو سندِ صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے از الحارث بن الحارث الاشعری، یہ ایک حدیث طویل ہے جس میں مذکور ہے: "میں تمہیں یہ حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور بے شک اس کی مثال

Marfat.com

اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کسی دشمن کے تعاقب میں تیزی سے نکلا حتیٰ کہ وہ ایک مضبوط قلعہ پر آیا اور اس نے اپنے نفس کو اس قلعہ میں ان سے حفاظت میں کرلیا، اسی طرح بندہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ شیطان سے حفاظت میں رکھتا ہے"۔

(۹) حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! اسلام کے احکام مجھ پر بہت زیادہ ہوگئے ہیں، مجھے کسی ایسی چیز کی خبر دیجئے جس کو میں مضبوطی سے پکڑلوں۔ آپ نے فرمایا: تمہاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔ اس حدیث کی امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام ابن حبان نے اس حدیث کی مثل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(۱۰) امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو تمہارے اس عمل کی خبر نہ دوں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہے اور تمہارے رب کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور جس کا درجہ تمہارے درجات میں سب سے بلند ہے اور جو تمہارے لیے سونے اور چاندی کو خرچ کرنے سے بہتر ہے اور تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے مقابلہ کرو، پس تم ان کی گردنوں کو مارو اور وہ تمہاری گردنوں کو ماریں۔ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: وہ اللہ عزوجل کا ذکر ہے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اوائل جہاد میں مجاہد کی فضیلت میں یہ حدیث آئی ہے کہ مجاہد اس روزہ دار کی طرح ہے جو روزہ چھوڑتا نہیں ہے اور اس شخص کی طرح نماز میں قیام کرنے والا ہے جو قیام سے تھکتا نہیں ہے۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام اعمال صالحہ میں جہاد سب سے افضل ہے۔

اور ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اللہ کے ذکر سے مراد وہ ذکر ہے جو کامل ہو، یعنی جس میں زبان کا ذکر بھی ہو اور اس کے ساتھ دل کا ذکر بھی ہو، یعنی دل سے وہ اس ذکر کے معنی پر غور وفکر کرے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو ذہن میں حاضر کرے۔ اور جس کو یہ ذکر حاصل ہوگا وہ اس شخص سے افضل ہوگا جو کفار سے قتال کرتا ہے اور اس کا ذہن اس میں مستحضر نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ جہاد کی افضلیت زبان کے خالی ذکر سے ہے جس کے ساتھ ذکرِ قلب اور تفکر نہ ہو۔ اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا مثلاً وہ زبان سے اور قلب سے اللہ کا ذکر کرتا ہے اور ذہن میں اللہ کی عظمت مستحضر ہوتی ہے اور نماز کا حال ہو یا روزہ کا حال ہو یا صدقہ کرنے کا حال ہو، یا کفار سے قتال کرنے کا حال ہو، ہر حال میں اس کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کی عظمت مستحضر رہتی ہے تو وہ انتہائی بلندی کو پہنچ گیا اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اور قاضی ابوبکر بن العربی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ جو بھی نیک عمل ہو اس میں اس کی صحت کے لیے ذکر کی شرط ہے، پس جو شخص صدقہ کرتے وقت یا روزہ رکھتے وقت یا مثلاً کسی بھی نیک عمل کو کرتے وقت دل سے اللہ کا ذکر نہ کرے اور اللہ کی عظمت کو ذہن میں مستحضر نہ رکھے تو اس کا عمل کامل نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ذکر اس حیثیت سے افضل الاعمال ہے، اور اس کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے زیادہ بلیغ ہے۔

مجالسِ ذکر کے مصادیق

اس حدیث میں ذکر ہے: جب اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا کہ میرے بندے کیا کہتے تھے تو فرشتے کہیں گے: تیری تسبیح

Marfat.com

کرتے تھے اور تیری تکبیر کرتے تھے اور تیری حمد کرتے تھے۔

اور ابومعاویہ کی روایت میں ہے: فرشتے کہیں گے کہ ہم نے اس کو اس حال میں چھوڑا وہ تیری حمد کرتے تھے اور تیری تمجید کرتے تھے اور تیرا ذکر کرتے تھے۔

اور سہیل کی روایت میں ہے: ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے جو زمین میں تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری تکبیر پڑھتے ہیں اور تیری تہلیل کرتے ہیں اور تیری حمد کرتے ہیں اور تجھ سے سوال کرتے ہیں۔

اور امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ تیری نعمتوں کی تعظیم کرتے ہیں اور تیری کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور تیرے نبی پر درود پڑھتے ہیں اور تجھ سے اپنی آخرت اور دنیا کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

ان احادیث کے مجموعہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مجالس ذکر سے مراد یہ ہے کہ وہ مجالس جو اللہ تعالیٰ کے اذکار وارِدہ کی تمام انواع پر مشتمل ہوں جن میں تسبیح ہو اور تکبیر ہو۔ اور یہ ان مجالس پر بھی مشتمل ہیں جن میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی کتاب کی تلاوت ہو اور دنیا اور آخرت کی خیر کی دعا ہو اور جن مجالس میں حدیث نبوی کی قراءت ہو، اور علمِ شرعی کی تدریس ہو اور علمِ شرعی کا مذاکرہ ہو، نفلی نمازوں پر اجتماع ہو۔ تاہم اس میں بحث ہے، زیادہ مشابہ یہ ہے کہ یہ مجالس تسبیح اور تکبیر کی مجالس کے ساتھ اور تلاوتِ قرآن کے ساتھ مخصوص ہیں، اگرچہ حدیث شریف کا پڑھنا، اور علم کی تدریس اور مناظرہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں داخل ہیں۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجالسِ ذکر اور ذاکرین میں فضیلت ہے اور ذکر کے لیے جمع ہونے میں فضیلت ہے اور جو ان کے پاس آ کر بیٹھ جائے اس کا بھی انہی میں شمار ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان ذاکرین کو اپنے فضل سے ان کی تکریم کے لیے جو نعمت عطا فرماتا ہے وہ نعمت ان کے پاس بیٹھنے والے کو بھی عطا فرماتا ہے خواہ وہ ان کے ساتھ اصلِ ذکر میں شامل نہ ہو۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ملائکہ بنو آدم سے محبت کرتے ہیں اور ان میں سے ذاکرین کی تلاش میں زمین میں گھومتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا: میرے بندے کیا کرتے تھے، کیا سوال کرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کبھی سائل کسی سے سوال کرتا ہے اور جس سے سوال کیا جائے وہ اس سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے، اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ جس چیز کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس کے اوپر زیادہ توجہ مبذول کرانا مقصود ہوتا ہے اور اس کے شرف کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ ملائکہ سے جو خصوصیت کے ساتھ اہلِ ذکر کے متعلق سوال کرے گا، اس میں ملائکہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ (البقرہ: ۳۰)	کیا آپ ایسے شخص کو نائب بنائیں گے جو زمین میں فساد اور خون ریزی کرے گا حالانکہ ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

گویا کہ اب فرشتوں سے فرمایا گیا ہے: دیکھو میرے بندے کس طرح تسبیح اور تقدیس کررہے ہیں حالانکہ ان کے اوپر شہوات کو مسلط کیا گیا ہے اور شیطان کے وسوسوں کو ان کے اوپر ڈالا گیا ہے، تو انہوں نے کس طرح شہوات اور وساوسِ شیطان کا مقابلہ کر کے تسبیح اور تقدیس میں تمہارے مشابہ ہو گئے۔

(۵) اور اس حدیث سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ بنو آدم سے جو ذکر حاصل ہوتا ہے وہ فرشتوں سے حاصل شدہ ذکر سے اعلیٰ اور اشرف ہے، کیونکہ بنو آدم کا ذکر کثرتِ مشاغل کے باوجود ہے اور ذکر سے روکنے والی متعدد چیزوں کے باوجود ہے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بن دیکھے کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکنے کے لیے نہ کوئی مشغولیت ہے اور نہ کوئی ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکنے والا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والے ہیں۔

(۶) اس میں ان زنادقہ کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں ظاہراً دیکھتے ہیں، حالانکہ صحیح مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہے، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان لو کہ تم اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھو گے حتیٰ کہ تم فوت ہو جاؤ۔

(۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو امر محقق ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی قسم تاکید اور تعظیم کے لیے کھانا جائز ہے کیونکہ اس حدیث میں ہے "اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا: کیا بندوں نے مجھے دیکھا ہے؟ تو فرشتے کہیں گے: نہیں اللہ کی قسم! انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا ہے"۔

(۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت تمام خیرات کی انواع پر مشتمل ہے اور دوزخ تمام انواع مکروہہ پر مشتمل ہے۔ اور رغبت اور طلب اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہیے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۵۵۔ ۴۵۷، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں ان نعت گو شعراء کا رد ہے جو جنت کی تنقیص اور تحقیر کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: "جنت کی طلب چیز ہے کیا اور بھی کچھ مانگ"۔ حالانکہ انبیاء اور رسل نے خود سید الرسل نے اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کیا ہے۔ مزید اس میں ان شعراء کا بھی رد ہے جو کہتے ہیں "ڈراتا مجھ کو تو کیوں ہے عذابِ قبر سے واعظ" کیوں کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ ذاکرین اللہ تعالیٰ سے جہنم کے عذاب سے پناہ طلب کررہے تھے۔ اور قبر کا عذاب بھی اللہ کے عذابوں میں سے ایک عذاب ہے جس سے پناہ طلب کرنے کا ذکر متعدد احادیث میں ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے تمام عذابوں سے محفوظ رکھے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۴۰۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "فرشتے ان ذکر کرنے والوں کا اپنے پروں سے آسمانِ دنیا تک احاطہ کر لیتے ہیں"۔

اس میں یہ اشکال ہے کہ بہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے ان ذکر کرنے والوں کو آسمانِ دنیا تک لے جاتے ہیں، اور یہ معلوم ہے کہ ذکر کرنے والے زمین میں ہیں اور ان کو اوپر نہیں اٹھایا گیا۔ تو یا تو اس کی تاویل میں یہ کہا جائے گا کہ اللہ عزوجل ایسے اجسام پیدا فرماتا ہے جو ان ذاکرین کے مشابہ ہوتے ہیں اور ان کو فرشتے آسمانِ دنیا تک لے جاتے ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے کہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو آسمانِ دنیا تک لے جاتا ہے اور وہ سوئے ہوئے نہیں ہوتے حتیٰ کہ ہم کہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیند

حالت میں آسمانِ دنیا تک لے جاتا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۷۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۸۔ بَابُ: قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" پڑھنے کی فضیلت

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" پڑھنے کی فضیلت کو بیان کیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز رہنا اللہ تعالیٰ کی عصمت کے بغیر ممکن نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اوپر قوت کا حصول اللہ تعالیٰ کی اعانت کے بغیر ممکن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۰۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ أَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ فِي عَقَبَةٍ أَوْ قَالَ فِي ثَنِيَّةٍ قَالَ فَلَمَّا عَلَا عَلَيْهَا رَجُلٌ نَادَى فَرَفَعَ صَوْتَهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ قَالَ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى بَغْلَتِهِ قَالَ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان تیمی نے خبر دی از ابی عثمان از حضرت ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک گھاٹی میں یا بتایا ایک وادی میں چلنا شروع کیا، پس جب ایک مرد اس کی بلندی پر پہنچا تو اس نے بلند آواز سے کہا: "لا الہ الا اللہ واللہ اکبر" اور رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے تو آپ نے فرمایا: بے شک تم نہ کسی بہرے کو پکار رہے ہو اور نہ کسی غائب کو، پھر آپ نے فرمایا: اے ابوموسیٰ، یا فرمایا: اے ابوعبداللہ! کیا میں تمہیں ایسے کلمہ کی رہنمائی نہ کروں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے، میں نے کہا: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: "لاحول ولاقوۃ الا باللہ"۔

(صحیح البخاری: ۴۲۰۵، صحیح مسلم: ۲۷۰۴، سنن ترمذی: ۳۴۶۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۲۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۴، مسند احمد: ۱۹۱۰۲)

صحیح البخاری: ۶۴۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، وہ ابن المبارک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے، وہ ابن طرخان التیمی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوعثمان کا ذکر ہے، وہ عبدالرحمٰن بن مل النہدی ہیں۔ اور ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن قیس ہیں۔

Marfat.com

یہ حدیث عنقریب باب ''الدعاء اذا علا عقبة'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''اخذ'' اس کا معنی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چلنا شروع کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''او قال فی ثنية'' یعنی راوی کو شک ہے کہ اس حدیث میں ''ثنية'' کا لفظ ہے یا ''عقبة'' کا لفظ ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ راوی حدیث کے الفاظ نقل کرنے میں بہت احتیاط کرتا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ حدیث کے لفظ کو بعینہٖ نقل کرے، جب کہ ''عقبة'' اور ''ثنية'' دونوں کا معنی گھاٹی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''کیا میں تمہاری رہنمائی اس کلمہ پر نہ کروں جو جنت کے خزانہ سے ہے؟''۔اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ کلمہ جنت کے خزانہ سے کس طرح ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ خزانہ کی مثل ہے، کیونکہ جس طرح خزانہ میں نفیس چیزیں اکٹھی کی جاتی ہیں جن سے نفع حاصل کرنے کی توقع ہوتی ہے،اسی طرح اس کلمہ کو پڑھنے کے ثواب میں امورِ کثیرہ ہیں جن کے حصول کی توقع کی جاتی ہے۔

(عمدة القاری ج ۲۳ ص ۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۔ بَابٌ: لِلّٰهِ مِائَةُ اسْمٍ غَيْرَ وَاحِدٍ

اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں (یعنی ننانوے)

۶۴۱۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً قَالَ لِلّٰهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ اسْمًا مِائَةٌ إِلَّا وَاحِدًا لَا يَحْفَظُهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ وَتْرٌ يُحِبُّ الْوَتْرَ۔

(صحیح مسلم: ۲۶۷۷، مسند احمد: ۷۴۵۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم نے اس حدیث کو ابو الزناد سے محفوظ رکھا ہے از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، ایک کم سو۔ جو شخص بھی ان اسماء کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور اللہ وتر (فرد) ہے اور وہ وتر کو پسند کرتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبد اللہ، اور وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں، اور ابو الزناد کا نام ہے عبد اللہ بن ذکوان، اور الاعرج کا نام ہے عبد الرحمٰن بن ہرمز۔

Marfat.com

دیگر کتب حدیث میں حدیث مذکور کا ذکر

اس حدیث کی بھی امام مسلم نے کتاب الدعوات میں روایت کی ہے از زہیر بن حرب، اور اس میں مذکور ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسم ہیں، جس نے ان کو یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ وِتر (طاق) ہے اور وِتر کو پسند کرتا ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے: جس نے ان اسماء کو یاد کر لیا اور ایک روایت میں بخاری کے الفاظ کی مثل ہے مگر اس کے آخر میں یہ ہے کہ جس نے ان اسماء کو یاد کر لیا، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور امام ترمذی نے اس حدیث کی از ابن ابی عمر روایت کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ کے لیے ننانوے اسم ہیں جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا "ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم ۔۔۔ الحدیث" اور امام ترمذی نے ان تمام اسماء کا شمار کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس کی تحقیق کہ اللہ تعالیٰ کے جو اسماء حدیث میں مذکور ہیں، ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں یا نہیں؟

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان اسماء کے سوا اور کوئی اسم نہیں ہے، کیونکہ اگر ان اسماء کے سوا اور کوئی اسم ہوتا تو اس عدد کی تخصیص کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا متناہی ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی مدح فرمائی ہے اور اپنی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں، وہ غیر متناہی ہیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث میں ان اسماء کا حصر نہیں ہے، کیونکہ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان کے علاوہ اور کوئی اسم نہیں ہے بلکہ ان کا معنی یہ ہے کہ ان اسماء کو جس نے یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان اسماء کو یاد کرنے سے بندہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور یہ خبر دینا مقصود نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ان مذکور اسماء میں حصر ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اگرچہ اس سے زیادہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء کے معانی ان مذکورہ اسماء میں محصور ہیں، پس اس وجہ سے ان مذکورہ اسماء میں اللہ تعالیٰ کے اسماء کا حصر کیا گیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس میں دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے مشہور نام لفظِ اللہ ہے، کیونکہ تمام اسماء کی اضافت لفظِ اللہ کی طرف ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہی اسمِ اعظم ہے۔

ابو القاسم القشیری نے بیان کیا ہے کہ اس میں یہ دلیل ہے کہ اسم عینِ مسمّٰی ہے، کیونکہ اگر اسم مسمّٰی کا غیر ہوتا تو پھر یہ اسماء اللہ کے غیر کے ہوتے۔ اور دوسروں نے کہا: اگر اسم مسمّٰی کا غیر ہوتا تو جب حدیث میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسم ہیں تو اس سے لازم آتا "الٰھۃ" متعدد ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسم سے مراد یہاں پر لفظ ہے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اسم کا لفظ اس معنی میں بھی آتا ہے، اختلاف اس چیز میں ہے کہ کیا اسم کا اطلاق کیا جائے تو اس سے مسمّٰی کا عین مراد ہوتا ہے اور تعدد اسماء سے مسمّٰی کا تعدد لازم نہیں آتا۔

Marfat.com

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جن الفاظ کا اللہ سبحانہٗ پر اطلاق کیا جاتا ہے، وہ ایک اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرتے ہیں اور دوسرے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ حقیقیہ یا صفتِ غیر حقیقیہ پر دلالت کرتے ہیں، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اعتبارات اور صفات میں تعدد ہو نہ کہ ذات میں تعدد ہو، اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء کو یاد کرنے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے "جو بھی ان اسماء کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا":

یاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ دل سے ان اسماء کو پڑھے، پس یہ تکرار سے کنایہ ہے کیونکہ حفظ تکرار کو مستلزم ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حفظ کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو ان اسماء کے تقاضوں پر عمل کرے اور ہر اسم کے معنی پر ایمان لائے اور اطاعت کرے۔ اور دوسری روایت میں اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص دعا میں ان اسماء کا شمار کرے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جو ان اسماء کی رعایت کرے اور ان کے تقاضوں کی حفاظت کرے اور ان کے معانی کی تصدیق کرے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ "من احصاھا" کا معنی یہ ہے کہ جو ان کے مجموعہ کی تکرار کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دخل الجنة" یعنی وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ یہاں لفظِ ماضی تحقیقاً ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ ایسا یقیناً ہوگا۔

وَتر کے پسندیدہ ہونے کی وجوہ

اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ وَتر ہے" یعنی اللہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "یحب الوتر" یعنی اللہ تعالیٰ وَتر (طاق) کو اعمال میں فضیلت دیتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نمازیں پانچ رکھی ہیں، اور طواف میں سات چکر رکھے ہیں، اور اکثر اعمال میں تین دفعہ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، اور آسمان بھی سات پیدا کیے اور زمینیں بھی سات پیدا کیں اور ان سب میں طاق کا عدد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۔ ۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم ہے اور قرآن مجید کی منزلیں بھی سات ہیں، اور ہفتہ کے بھی سات دن ہوتے ہیں، اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ طاق کا عدد اللہ کا پسندیدہ عدد ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۴۱۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے غیر متناہی ہونے پر دلیل

حدیث مذکور میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کا ذکر ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان ننانوے اسماء کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اور اسماء نہیں ہیں، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء غیر متناہی ہیں، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ

اور اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی ہوں اور اس کے بعد ان میں سات سمندروں کا اور اضافہ

Marfat.com

ہو، تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ (لقمٰن:۲۷)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکہف:۱۰۹)

آپ کہیے: اگر میرے رب کے کلمات (کو لکھنے) کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ضرور سمندر ختم ہو جائے گا، خواہ ہم اس کی مدد کے لیے اتنا ہی سمندر اور لے آئیں O

اور حدیث میں جو ان ننانوے اسماء کا ذکر ہے، اس سے مقصود یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے تو ان اسماء کے ساتھ دعا کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۔ (الاعراف:۱۸۰)

اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، تو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو۔

سو اس عدد کا ذکر اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا ان اسماء کے ساتھ کی جائے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے: یہ قول دلوں کی طرف زیادہ میلان کرتا ہے۔ اور علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۷ ص ۵)

کیونکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توصیف کرنے والے اس کی کنہ (حقیقت) تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور اس کی حمد وثنا کرنے والے اس کی صفات کی انتہاء تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس دلیل سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء، ان مذکور اسماء کے علاوہ اور بھی ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی صفات متناہی ہو جائیں گی حالانکہ اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں۔ اور یہ ابوالحسن الاشعری کا قول ہے اور اہل علم کی ایک جماعت کا بھی قول ہے۔

علامہ ابن الطیب نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اس سے زیادہ نہیں ہیں لیکن ظاہر یہ ہے کہ جس نے ان اسماء کو بطور تعظیم کے یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اگرچہ اس کے اور اسماء بھی ہیں۔

اللہ عزوجل کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق

علامہ القابسی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات توقیفی ہیں، یعنی جن اسماء کا ذکر کتاب اور سنت میں آچکا ہے اور کتاب اور سنت میں ان اسماء کے علم سے ہی اللہ تعالیٰ کے اسماء کا علم ہوتا ہے۔ اور جن اسماء کا ذکر کتاب وسنت میں نہ ہو ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق کرنا جائز نہیں ہے۔ اور قیاس کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ ان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس کے اسماء کا کوئی معین عدد مذکور نہیں ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ایک کم سو ہیں۔ اور بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ننانوے اسماء کا استخراج کیا ہے۔ اور ان میں سے بعض اسماء ہیں اور بعض صفات ہیں۔

علامہ الداؤدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے ننانوے اسماء کی تصریح کی ہے۔

علامہ ابن القابسی نے کہا ہے کہ امام مالک نے اپنی سند کے ساتھ کعب الاحبار سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: جو کلمات میں پڑھتا ہوں اگر وہ نہ ہوتے تو یہود مجھے گدھا بنا دیتے، ان سے پوچھا گیا: وہ کیا کلمات ہیں؟ تو انہوں نے بتایا:

اعوذ بوجه الله العظيم، الذی ليس له شیء اعظم منه، وبكلمات الله التامات التی لايجاوزهن بر ولا فاجر وباسماء ة الحسنیٰ كلها، ما علمت منها، وما لم اعلم من شر ما خلق وذرأ وبرأ۔ (الموطا: ص ۲۹۰)

میں اللہ کی عظیم ذات کی پناہ میں آتا ہوں، جس سے عظیم کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلمات تامات کی پناہ میں آتا ہوں جن سے کوئی نیک اور بد تجاوز نہیں کر سکتا۔ اور میں اس کی ہر مخلوق کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا ہے اور زمین میں منتشر کیا ہے اس کے تمام اسماء حسنیٰ کی پناہ میں آتا ہوں جن کا مجھے علم ہے اور جن کا مجھے علم نہیں ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ یہ دعا کرتے تھے اور بعض متقدمین بزرگ بھی یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اسمِ اعظم کا بیان

حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا ایک مرد یہ دعا کر رہا تھا:

اللهم انی اسالك بانی اشهد انك لا اله الا انت الاحد الصمد الذی لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد۔

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تو ہی عبادت کا مستحق ہے اور تو ہی واحد بے نیاز ہے، جس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے، اور اس کا کوئی ہمسر اور مماثل نہیں ہے۔

تو انہوں نے کہا: اس نے اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کے ساتھ دعا کی ہے۔ اور جس نے بھی اس اسم کے ساتھ دعا کی اس کی دعا مقبول ہوگئی، اور جو اس اسم کے وسیلہ سے سوال کرے گا اسے عطا کیا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۸۵۷، مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۷، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۰۴)

اور شہر بن حوشب نے حضرت اسماء بنتِ یزید سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم ان دو آیتوں میں ہے: ''وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ'' (البقرہ: ۱۶۳)

(سنن ابوداؤد: ۱۴۹۶، سنن ترمذی: ۳۴۷۸، سنن ابن ماجہ: ۳۸۵۵، مسند احمد ج ۶ ص ۴۶۱)

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا وہ اسمِ اعظم کہ جب اس کے وسیلہ سے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمائے، اور جب اس کے وسیلہ سے سوال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے، وہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام کی دعا ہے، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُــْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الانبیاء: ۸۷-۸۸)

پھر انہوں نے تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو پاک ہے، بے شک میں (ہی) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا ○ تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور ان کو غم

Marfat.com

نجات دے دی، اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں O
(المستدرک للحاکم ج ا ص ۵۰۶)

اور دوسرے علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم وہ (لفظ) ''اللہ'' ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾
(الحشر: ۲۲۔۲۴)

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ ہر غیب اور شہادت (باطن وظاہر) کا جاننے والا ہے وہ نہایت رحم فرمانے والا بے حد مہربان ہے O وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ بادشاہ ہے، بہت پاک، ہر نقص سے سالم، امان دینے والا، نگہبان، بہت غالب، نہایت عظمت والا، سب سے بڑا، مشرکین اس کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں اس سے پاک ہے O وہی اللہ ہے خالق، موجد، صورت بنانے والا، تمام اچھے نام اسی کے ہیں، آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں، اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O

''احصاء'' کے معنی کی تحقیق

اس حدیث میں ہے ''جس نے اسماء کا احصاء کیا وہ جنت میں داخل ہو گیا''۔

امام بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ احصاء کا معنی ہے: حفظ کرنا اور یاد کرنا۔ اور یہی صحیح ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے ''مَن حفظها''۔ (صحیح البخاری: ۷۳۹۲)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: جس نے دعا میں ان اسماء کا شمار کیا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ جس نے ان اسماء کی عمدہ رعایت کی اور ان اسماء کے تقاضا کی حفاظت کی اور ان کے معانی کی تصدیق کی۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ: جس نے ان اسماء کے تقاضوں پر عمل کیا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''احصاء'' کا معنی ہے: عقل اور معرفت، پس اس کا معنی ہے: جس نے ان اسماء کی معرفت حاصل کی اور ان کے معانی کو سمجھا اور ان پر ایمان لایا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اور یہ لفظ ماخوذ ہے ''الحصاۃ'' سے جس کا معنی عقل ہے۔ عرب کہتے ہیں ''فلان ذوحصاۃ'' یعنی وہ شخص عقل والا ہے۔ (غریب الحدیث للخطابی ج ا ص ۳۷۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۷۹۔۳۸۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام جعفر اور امام ابوزید کے تتبع سے قرآن مجید میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ

امام ابونعیم نے از طبرانی از احمد بن عمرو الخلال از ابن ابی عمر روایت کی ہے کہ ہمیں محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر بن محمد الصادق سے الاسماء الحسنیٰ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ قرآن میں ہیں۔ پس ہم سے سفیان نے وعدہ کیا کہ وہ ہمارے لیے قرآن سے یہ اسماء نکالیں گے، پھر انہوں نے تاخیر کر دی۔ پھر ہم ابوزید کے پاس آئے تو انہوں نے ان اسماء کو ہمارے لیے نکالا، پھر ہم نے ان اسماء کو سفیان پر پیش کیا، انہوں نے اس پر چار مرتبہ غور کیا اور کہا: ہاں! وہ یہی ہیں۔ اور اسی کو جعفر ابوزید نے ذکر کیا ہے، انہوں نے کہا: سورۃ الفاتحہ میں پانچ اسماء ہیں: "(۱) اللہ (۲) رب، (۳) الرحمٰن (۴) الرحیم، (۵) مالک"۔ اور سورۃ البقرہ میں یہ اسماء ہیں: "(۶) محیط، (۷) قدیر، (۸) علیم، (۹) حکیم، (۱۰) علی، (۱۱) عظیم، (۱۲) تواب، (۱۳) بصیر، (۱۴) ولی، (۱۵) واسع (۱۶) کاف، (۱۷) رؤف، (۱۸) بدیع، (۱۹) شاکر، (۲۰) واحد (۲۱) سمیع، (۲۲) قابض، (۲۳) باسط، (۲۴) حی، (۲۵) قیوم، (۲۶) غنی، (۲۷) حمید، (۲۸) غفور، (۲۹) حلیم، اور جعفر نے اضافہ کیا: (۳۰) الہ، (۳۱) قریب، (۳۲) مجیب، (۳۳) عزیز، (۳۴) نصیر، (۳۵) قوی، (۳۶) شدید (۳۷) سریع، (۳۸) خبیر۔

اور جعفر اور ابوزید نے کہا کہ آل عمران میں یہ اسماء ہیں: (۳۹) وھاب، (۴۰) قائم۔ اور جعفر نے اضافہ کیا (۴۱) الصادق (۴۲) باعث (۴۳) منعم (۴۴) متفضل، اور سورۃ النساء میں یہ اسماء ہیں: (۴۵) رقیب، (۴۶) حسیب، (۴۷) شھید، (۴۸) مقیت (۴۹) وکیل۔

اور جعفر نے اضافہ کیا: (۵۰) علی، (۵۱) کبیر۔ اور سفیان نے اضافہ کیا: (۵۲) عفو۔ اور سورۃ الانعام میں ہے (۵۳) فاطر، (۵۴) قاھر، اور جعفر نے اضافہ کیا: (۵۵) ممیت، (۵۶) غفور (۵۷) برھان۔ اور سفیان نے اضافہ کیا: (۵۸) لطیف (۵۹) خبیر (۶۰) قادر۔ اور سورۃ الاعراف میں ہیں: (۶۱) محی (۶۲) ممیت۔

اور سورۃ الانفال میں یہ اسماء ہیں: (۶۳) نعم المولی و نعم النصیر، اور سورۂ ہود میں یہ اسماء ہیں: (۶۴) حفیظ، (۶۵) مجید (۶۶) ودود، (۶۷) فعال لما یرید۔ اور سفیان نے اضافہ کیا: (۶۸) قریب، (۶۹) مجیب، اور سورۃ الرعد میں ہیں: (۷۰) کبیر، (۷۱) متعال، اور جعفر نے اضافہ کیا ہے کہ سورۃ ابراہیم میں (۷۲) منان، اور جعفر نے اضافہ کیا: (۷۳) صادق، (۷۴) وارث۔ اور سورۃ الحجر میں ہے: (۷۵) خلاق۔ اور سورہ مریم میں ہے: (۷۶) صادق (۷۷) وارث، اور جعفر نے اضافہ کیا ہے: (۷۸) فرد، اور سورۃ طٰہٰ میں صرف جعفر کے نزدیک ہے (۷۹) غفار، اور سورۃ المومنین میں ہے: (۸۰) کریم۔ اور سورۃ النور میں ہے (۸۱) حق مبین، اور سفیان نے اضافہ کیا ہے: (۸۲) نور، اور سورۃ الفرقان میں ہے: (۸۳) ھاد، اور سورۃ السبا میں ہے: (۸۴) فتاح، اور سورۃ الزمر میں ہے (۸۵) عالم، اور یہ صرف جعفر کے نزدیک ہے، اور سورۃ المومن میں ہے (۸۶) غافر، (۸۷) قابل، (۸۸) ذی الطول، اور سفیان نے اضافہ کیا ہے: (۸۹) شدید، اور جعفر نے اضافہ کیا ہے: (۹۰) رفیع، اور سورۃ الذاریات میں ہے (۹۱) رزاق، (۹۲) ذو القوۃ (۹۳) المتین، اور سورۃ الطور میں ہے (۹۴) بر، اور سورۃ القمر میں ہے (۹۵) مقتدر، اور جعفر نے اضافہ کیا ہے (۹۶) ملیک، اور سورۃ الرحمٰن میں ہے: (۹۷) ذو الجلال والاکرام، اور

Marfat.com

جعفر نے اضافہ کیا (۹۸) رب المشارقین والمغربین۔ اور سورۃ الحدید میں ہے (۹۹) اول، (۱۰۰) آخر، (۱۰۱) ظاہر، (۱۰۲) باطن، اور سورۃ الحشر میں ہے (۱۰۳) قدوس، (۱۰۴) سلام، (۱۰۵) المومن، (۱۰۶) المھیمن (۱۰۷) العزیز (۱۰۸) الجبار، (۱۰۹) المتکبر، (۱۱۰) خالق، (۱۱۱) الباری، (۱۱۲) مصور، اور جعفر نے اضافہ کیا ہے (۱۱۳) ملک، اور سورۃ البروج میں ہے (۱۱۴) مبدیء (۱۱۵) معید، اور سورۃ الفجر میں ہے (۱۱۶) وتر، یہ صرف جعفر کے نزدیک ہے۔ اور الاخلاص میں ہے: (۱۱۷) الاحد، (۱۱۸) الصمد۔

جعفر اور ابوزید نے جو اسماء قرآن مجید سے نکالے ہیں یہ ان کا آخری بیان ہے۔ اور اس میں شدید اختلاف ہے اور تکرار ہے اور کئی لفظ اسم کے ساتھ وارد نہیں ہیں اور وہ یہ ہیں:

''صادق، منعم، متفضل، منان، مبدیء، معید، باعث، قابض، باسط، برہان، ممیت، معین، باق''۔

اور کئی اسم مضاف ہیں جیسے ''فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰی'' (الانعام: ۹۵) اور جیسے ''قابل التوب'' اور ''شدید العقاب'' اور ''رفیع الدرجات'' اور جیسے ''قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ'' (الرعد: ۳۳)۔ اور سورۃ الفاطر میں ہے ''فاطر السمٰوٰت'' اور سورۃ الانعام میں ہے ''وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ'' (الانعام: ۶۱)۔ اور ''عالم الغیب'' (الرعد: ۱۰۲)، اور المومن ۳ میں ہے ''غَافِرِ الذَّنْۢبِ'' اور غالب کا لفظ ہے جیسے ''واللہ غالب علی امرہ'' اور ''رفیع الدرجات'' میں رفیع ہے۔ اور حافظ اس آیت میں ہے ''فاللہ خیر حفظاً'' (المومن: ۳) اور اس آیت میں ہے ''وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝'' (الحجر: ۹)۔ اور حفی کا لفظ ہے اس آیت میں ''سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ۝'' (مریم: ۴۷)۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی تفصیل از امام ترمذی

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسم ہیں، جس نے ان کو سمجھ کر یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (وہ اسماء یہ ہیں:)

''ھو اللہ الذی لا الہ الا'' (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں) ''ھو الرحمٰن'' (جو بغیر کسی غرض کے بغیر کسی عوض کے از خود رحم فرمانے والا ہے) ''الرحیم'' (جو آخرت میں رحم فرمانے والا ہے) ''الملک'' (جو حقیقی بادشاہ ہے) ''القدوس'' (جو ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے) ''السلام'' (جو ہمیشہ سلامت رہنے والا ہے) ''المؤمن'' (جو امن اور عافیت دینے والا ہے) ''المھیمن'' (جو نگہبانی کرنے والا ہے) ''العزیز'' (جو غالب ہے) ''الجبار'' (جو صاحب جبروت ہے اور تمام مخلوق اس کے زیر تصرف ہیں) ''المتکبر'' (کبریائی جس کا حق ہے) ''الخالق'' (پیدا کرنے والا ہے) ''الباری'' (ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے) ''المصور'' (صورت بنانے والا ہے) ''الغفار'' (بہت بخشنے والا ہے) ''القہار'' (جو بہت غلبہ اور قہر والا ہے) ''الوھاب'' (بہت عطا کرنے والا ہے) ''الرزاق'' (بہت رزق دینے والا ہے) ''الفتاح'' (رحمت کے دروازے کھولنے والا ہے) ''العلیم'' (بہت زیادہ علم والا ہے) ''القابض'' (تنگی کرنے والا ہے) ''الباسط'' (فراخی کرنے والا ہے) ''الخافض'' (پست کرنے والا ہے) ''الرافع'' (بلند کرنے والا ہے) ''المعز'' (عزت دینے والا ہے) ''المذل'' (ذلت دینے والا ہے) ''السمیع'' (از خود بہت سننے والا ہے) ''البصیر'' (از خود بہت دیکھنے والا ہے) ''الحکم'' (فیصلہ کرنے والا

ہے)''العدل'' (انصاف کرنے والا ہے)''اللطیف'' (جو از خود لطف و کرم کرنے والا ہے)''الخبیر'' (ہر چیز کی از خود خبر رکھنے والا ہے)''الحلیم'' (بردبار ہے)''العظیم'' (بہت عظمت والا ہے)''الغفور'' (بہت معاف کرنے والا ہے) ''الشکور'' (شکر کی بہت جزاء دینے والا ہے)''العلی'' (بہت بلند ہے)''الکبیر'' (بہت بڑا ہے)''الحفیظ'' (بہت حفاظت کرنے والا ہے)''المقیت'' (سب کو ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے والا ہے)''الحسیب'' (سب کے لیے کافی ہے) ''الجلیل'' (بہت بزرگ ہے)''الکریم'' (بہت عزت والا ہے)''الرقیب'' (بہت نگہبان ہے)''المجیب'' (دعاؤں کو بہت قبول کرنے والا ہے)''الواسع'' (بہت وسعت والا ہے)''الحکیم'' (بہت حکمت والا ہے)''الودود'' (بہت محبت کرنے والا ہے)''المجید'' (بہت بزرگ ہے)''الباعث'' (مُردوں کو اٹھانے والا ہے)''الشھید'' (از خود ہر چیز پر حاضر ہے)''الحق'' (ہمیشہ ثابت ہے)''الوکیل'' (حقیقی کارساز ہے)''القوی'' (بہت قوت والا ہے)''المتین'' (بہت مضبوط ہے)''الولی'' (سرپرست اور مددگار ہے)''الحمید'' (اس کی بہت تعریف کی ہوئی ہے)''المحصی'' (شمار کرنے والا ہے) ''المبدیء'' (ابتداءً پیدا کرنے والا ہے)''المعید'' (لوٹانے والا ہے)''المحیی'' (زندہ کرنے والا ہے)''الممیت'' (مارنے والا ہے)''الحی'' (ہمیشہ زندہ ہے)''القیوم'' (از خود قائم ہے)''الواجد'' (سب کچھ اپنے پاس رکھنے والا ہے) ''الماجد'' (بزرگی اور عظمت والا ہے)''الواحد'' (اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے)''الصمد'' (سب سے بے نیاز اور سب اس کے محتاج)''القادر'' (ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے)''المقتدر'' (کامل قدرت رکھنے والا ہے)''المقدم'' (جس کو چاہے آگے کرنے والا ہے)''المؤخر'' (جس کو چاہے پیچھے کرنے والا ہے)''الاول'' (سب سے پہلے)''الآخر'' (سب کے بعد)''الظاھر'' (دلائل کے اعتبار سے سب سے زیادہ ظاہر)''الباطن'' (اور وجود کے اعتبار سے سب سے مخفی) ''الوالی'' (مالک اور کارساز ہے)''المتعالی'' (بلند و اعلیٰ)''البر'' (بہت بڑا محسن)''التواب'' (توبہ قبول کرنے والا) ''المنتقم'' (سزا دینے والا)''العفو'' (بہت معاف کرنے والا)''الرؤف'' (بہت مہربانی کرنے والا)''مالك الملك'' (تمام جہانوں کی ملکیت والا)''ذوالجلال والاکرام'' (بہت بزرگی اور عزت والا)''المقسط'' (عدل کرنے والا) ''الجامع'' (تمام مخلوق کو میدانِ حشر میں جمع کرنے والا)''الغنی'' (جو بے نیاز ہے)''المغنی'' (جو اپنے بندوں کو بھی بے نیاز بنا دیتا ہے)''المانع'' (جس چیز کو چاہے منع کرنے والا)''الضار'' (جس چیز سے چاہے ضرر دینے والا)''النافع'' (جس چیز سے چاہے نفع دینے والا)''النور'' (روشن اور واضح)''الھادی'' (ہدایت دینے والا)''البدیع'' (ابتداءً بنانے والا) ''الباقی'' (ہمیشہ رہنے والا)''الوارث'' (سب کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا)''الرشید'' (جس کا ہر فعل درست ہے) ''الصبور'' (سب سے زیادہ صبر کرنے والا)۔

امام ابوعیسیٰ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے، ہمیں صفوان بن صالح سے متعدد نے یہ حدیث بیان کی ہے مگر ہم اس حدیث کو صرف صفوان سے پہچانتے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۵۰۷، المستدرک للحاکم: ج ۱ ص ۱۶، رقم الحدیث: ۴۱)

امام ترمذی کے بیان کردہ ننانوے اسماءِ حسنیٰ پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں نے ان اسماء کا تتبع کیا جو قرآن میں اسم کے صیغہ کے ساتھ مذکور ہیں اور ان کا امام ترمذی کی روایت میں ذکر نہیں ہے۔
وہ یہ اسماء ہیں: (۱) الرب، (۲) الالہ، (۳) المحیط، (۴) القدیر، (۵) الکافی، (۶) الشاکر، (۷) الشدید، (۸) القائم، (۹) الحاکم، (۱۰) الفاطر، (۱۱) الغافر، (۱۲) القاهر، (۱۳) المولی، (۱۴) النصیر، (۱۵) الغالب، (۱۶) الخالق، (۱۷) الرفیع، (۱۸) الملیک، (۱۹) الکفیل، (۲۰) الخلاق، (۲۱) الاکرم، (۲۲) الاعلی، (۲۳) المبین، (۲۴) الحفی (۲۵) القریب (۲۶) الاحد (۲۷) الحافظ۔

سو یہ ستائیس اسماء ہیں۔ اور ان ستائیس اسماء کو جب امام ترمذی کی روایت کے ساتھ ملایا جائے جو انہوں نے اسم کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیے ہیں تو ننانوے کا عدد پورا ہو جاتا ہے اور یہ سب اسماء قرآن مجید میں مذکور ہیں، لیکن بعض اسماء اضافت کے ساتھ ہیں جیسے "شَدِيْدُ الْعِقَابِ" (المومن: ۳) اور جیسے رفیع ہے "رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ" میں (المومن: ۱۵)، اور قائم اس آیت میں ہے: "قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ" (الرعد: ۳۳)، اور الفاطر اس آیت میں ہے "فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ" (فاطر: ۱)، اور القاهر ہے اس آیت میں "وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ" (الانعام: ۶۱)، اور المولی والنصیر ہے اس آیت میں "نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ۝" (الانفال: ۴۰)، اور عالم اس آیت میں ہے "عٰلِمُ الْغَيْبِ" (الرعد: ۹)، اور خالق اس آیت میں ہے "خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ" (الانعام: ۱۰۲)، اور الغافر اس آیت میں ہے "غَافِرِ الذَّنْۢبِ" (المومن: ۳) اور غالب اس آیت میں ہے "وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ" (یوسف: ۲۱)، اور رفیع اس آیت میں ہے "رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ" (المومن: ۱۵)، اور الحافظ، یہ اس آیت میں ہے "فالله خیر حفظا" (المومن: ۳)، اور اس آیت میں ہے "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝" (الحجر: ۹)۔

اور امام ترمذی کی روایت میں بھی اس طرح کے اسماء ہیں جیسے المحیی یہ اس آیت میں ہے "لَمُحْيِ الْمَوْتٰى" (الروم: ۵۰)، اور المالک، یہ اس آیت میں ہے "مالك الملك" اور النور، یہ اس آیت میں ہے "نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (النور: ۳۵) اور البدیع، یہ اس آیت میں ہے "بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (الانعام: ۱۰۱)، اور الجامع، یہ اس آیت میں ہے "جامع الناس" (آل عمران: ۲۶)، اور الحکم، یہ اس آیت میں ہے "اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا" (الانعام: ۱۱۴) اور الوارث، یہ اس آیت میں ہے "وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝" (الحجر: ۲۳)۔

اور وہ اسماء جو ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور امام ترمذی کی روایت میں ان کا ذکر ہے، اور وہ قرآن مجید میں اسم کے صیغہ کے ساتھ مذکور نہیں ہیں، اور یہ ستائیس اسم ہیں:

القابض، الباسط، الخافض، الرافع، المعز، المذل، العدل الجلیل، الباعث، المحصی، المبدی، المعید، الممیت، الواجد، الماجد، المقدم، المؤخر، الولی، ذوالجلال والاکرام، المقسط، المغنی، المانع، الضار، النافع، الباقی، الرشید، الصبور۔

اگر امام ترمذی کی روایت میں ان اسماء کے ماسوا پر اقتصار کیا جائے اور ان مذکورہ ستائیس کے بدلہ میں ان ستائیس اسماء کا ذکر کیا جائے جن کا میں نے ذکر کیا ہے تو اس سے ننانوے کا عدد پورا ہو جائے گا اور یہ سب قرآن مجید میں مذکور ہیں اور اسم کے صیغہ کے ساتھ وارد ہیں۔ اور ان کے مقامات قرآن مجید میں ظاہر ہیں سوا "الحفی" کے۔ کیونکہ یہ سورۂ مریم میں حضرت ابراہیم کے اس قول میں

Marfat.com

مذکور ہے "سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا" (مریم: ۴۷)، اور بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس باریکی پر متنبہ ہوئے ہوں۔

ان متعدد اسماء صفات کا ذکر جو ایک صفت سے مشتق ہیں اور ان کو الگ الگ شمار کرنے کی توجیہ

اس تفصیل کے بعد اب صرف اس چیز میں غور کرنا رہ گیا کہ بعض متعدد اسماء ایک صفت سے مشتق ہیں جیسے: القدیر، المقتدر، القادر، الغفور، الغفار، الغافر، اسی طرح: العلی، الاعلی، المتعال، اور اسی کی مثل ہے: الملک، الملیک، المالک، اور اسی کی نظیر ہے: الکریم، الاکرم، اور اسی طرح ہے: القاہر، القہار، اور اسی طرح ہے: الخالق، الخلاق، اور اسی کی مثل ہے: الشاکر، الشکور، اور اسی طرح ہے: العالم، العلیم۔

پس اس کی توجیہ میں یہ کہا جائے گا کہ جن علماء نے ان کو الگ الگ اسم شمار کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اسماء میں فی الجملہ تغایر ہے، کیونکہ بعض اسماء میں ایک زائد خصوصیت ہے جو دوسرے میں نہیں ہے۔ اسی طرح: الرحمٰن اور الرحیم دونوں اسم صفتِ واحدہ سے مشتق ہیں۔ اور اگر ان کو الگ الگ شمار کرنے سے منع کیا جائے تو پھر جو دو اسم ایک معنی میں مشترک ہیں ان کو شمار نہ کیا جائے جیسے الخالق، الباری، المصور، لیکن ان کو شمار کیا جاتا ہے اگرچہ یہ ایجاد اور اختراع کے معنی میں مشترک ہیں۔ اور ان میں ایک اعتبار سے تغایر ہے اور وہ یہ ہے کہ خالق کا معنی ہے: جو ایجاد پر قادر ہو، اور الباری کا معنی ہے: جو جوہر مخلوق کا موجد ہو، اور المصور کا معنی ہے: جو صورت بنائے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۱۴، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے تتبع سے قرآن مجید میں ننانوے اسماء حسنیٰ کی تحقیق جو اسم کے صیغہ کے ساتھ وارد ہیں

(۱) اللہ (۲) الرحمٰن (۳) الرحیم (۴) الملک (۵) القدوس (۶) السلام (۷) المومن (۸) المہیمن (۹) العزیز (۱۰) الجبار (۱۱) المتکبر (۱۲) الخالق (۱۳) الباری (۱۴) المصور (۱۵) الغفار (۱۶) القہار (۱۷) التواب (۱۸) الوہاب (۱۹) الخلاق (۲۰) الرزاق (۲۱) الفتاح (۲۲) العلیم (۲۳) الحلیم (۲۴) العظیم (۲۵) الواسع (۲۶) الحکیم (۲۷) الحی (۲۸) القیوم (۲۹) السمیع (۳۰) البصیر (۳۱) اللطیف (۳۲) الخبیر (۳۳) العلی (۳۴) الکبیر (۳۵) المحیط (۳۶) القدیر (۳۷) المولی (۳۸) النصیر (۳۹) الکریم (۴۰) الرقیب (۴۱) القریب (۴۲) المجیب (۴۳) الوکیل (۴۴) الحسیب (۴۵) الحفیظ (۴۶) المقیت (۴۷) الودود (۴۸) المجید (۴۹) الوارث (۵۰) الشہید (۵۱) الولی (۵۲) الحمید (۵۳) الحق (۵۴) المبین (۵۵) القوی (۵۶) المتین (۵۷) الغنی (۵۸) المالک (۵۹) الشدید (۶۰) القادر (۶۱) المقتدر (۶۲) القاہر (۶۳) الکافی (۶۴) الشاکر (۶۵) المستعان (۶۶) الفاطر (۶۷) البدیع (۶۸) الغافر (۶۹) الاول (۷۰) الآخر (۷۱) الظاہر (۷۲) الباطن (۷۳) الکفیل (۷۴) الغالب (۷۵) الحکم (۷۶) العالم (۷۷) الرفیع (۷۸) الحافظ (۷۹) المنتقم (۸۰) القائم (۸۱) المحی (۸۲) الجامع (۸۳) الملیک (۸۴) المتعالی (۸۵) النور (۸۶) الہادی (۸۷) الغفور (۸۸) الشکور (۸۹) العفو (۹۰) الرؤف (۹۱) الاکرم (۹۲) الاعلی (۹۳) البر (۹۴) الحفی (۹۵) الرب (۹۶) الالٰہ (۹۷) الواحد (۹۸) الاحد (۹۹) الصمد (لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد)۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۱۴، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے پہلے امام جعفر اور امام ابوزید کے حوالہ سے قرآن مجید میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ذکر کیا، پھر اس پر یہ جرح کی کہ ان اسماء میں اختلاف شدید ہے اور تکرار ہے اور کئی ایسے اسماء ہیں جو لفظِ اسم کے ساتھ وارد نہیں ہیں۔ پھر امام ترمذی نے جو اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ذکر کیے ہیں اس میں یہ اصلاح کی کہ اس میں ستائیس ایسے اسماء کا ذکر نہیں ہے جو قرآن مجید میں ہیں اور امام ترمذی کی روایت میں نہیں ہیں۔ پھر یہ بتایا کہ امام ترمذی کی روایت میں ستائیس ایسے اسماء کا ذکر کیا گیا ہے جو اسماء متقابل ہیں اور قرآن مجید میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ اور اگر ان ستائیس اسماء کو ان اسماء سے بدل لیا جائے جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور امام ترمذی نے ان کو ذکر نہیں کیا تو ننانوے کا عدد پورا ہو جائے گا اور قرآن مجید کے مطابق ہو جائے گا۔ پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے ازخود قرآن مجید میں وارد ننانوے اسماء ذکر کیے جو صیغہ اسم کے ساتھ قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ اور اس تحقیق میں حافظ ابن حجر عسقلانی منفرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔ (سعیدی غفرلہٗ)

آیا اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ ننانوے کے عدد میں منحصر ہیں یا اس سے زائد ہیں؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ننانوے کے عدد میں اختلاف کیا گیا ہے کہ اسماءِ حسنیٰ اس عدد میں منحصر ہیں یا اس سے زیادہ ہیں۔ لیکن ننانوے کا عدد اس لیے مخصوص ہے کہ جس نے ان ننانوے اسماء کو سمجھ کر یاد کر لیا اور ان کے تقاضوں پر عمل کیا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ پس جمہور کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ ننانوے سے زیادہ ہیں اور علامہ نووی نے کہا ہے: علماء کا اس پر اتفاق ہے، پس انہوں نے کہا: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ننانوے میں حصر نہیں ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان ننانوے اسماء کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا کوئی اور اسم نہیں ہے۔ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ ان اسماء کو جس نے سمجھ کر یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ پس اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس نے ان ننانوے اسماء کو یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا اور یہ مراد نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ننانوے کے عدد میں منحصر ہیں۔ اور اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے جس کی امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے:

اسألك بكل اسم هولك سميت به نفسك او انزلته فی كتابك او علمته احدا من خلقك او استاثرت به فی علم الغيب عندك۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے ہر اس اسم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس اسم کے ساتھ تو نے اپنا نام رکھا ہے، یا تو نے جس اسم کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا تو نے جس اسم کی اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو تعلیم دی ہے، یا جس اسم کو تو نے اپنے علم غیب میں اپنے ساتھ مخصوص رکھا ہے۔

اور امام مالک نے کعب احبار کی یہ دعا روایت کی ہے:

واسألك باسمائك الحسنیٰ ما علمتُ منها وما لم اعلم۔

اور میں تجھ سے تیرے ان اسماءِ حسنیٰ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جن کا مجھے علم ہے اور جن کا مجھے علم نہیں ہے۔

امام طبری نے از قتادہ اس حدیث کی مثل روایت کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس دعا کی مثل کے

ساتھ دعا مانگی۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں ان اسماءِ مخصوصہ کا اس عدد کے ساتھ اثبات ہے۔ اور اس حدیث میں ان اسماء کے سوا مزید اسماء کی ممانعت نہیں ہے۔ اور ان اسماء کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ ان اسماء کے معانی بہت واضح ہیں۔

اور علامہ ابن بطال نے قاضی ابوبکر بن الطیب سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صرف یہی ننانوے اسماء ہیں بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے ان اسماءِ حسنیٰ کو سمجھ کر یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

اور حصر نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ ان اسماءِ حسنیٰ میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں۔

نیز اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ان اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ دعا کرنی چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، تو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو۔ (الاعراف: ۱۸۰)

پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ یہ ننانوے اسماء ہیں، ان کے ساتھ دعا کی جائے اور ان اسماء کے غیر کے ساتھ دعا نہ کی جائے۔

علامہ ابن بطال نے اس قول کو المہلب سے نقل کیا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ بہ کثرت احادیثِ صحیحہ کے اندر ان اسماء کے ساتھ دعا وارد ہے جو اسماء قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قیامِ لیل کی حدیث میں ہے ''انت المقدم وانت المؤخر۔'' وغیرہ ذالک۔ اور مقدم اور مؤخر ان اسماءِ حسنیٰ میں مذکور نہیں ہیں۔

اور امام فخر الدین رازی نے کہا ہے: جب کہ اسماء صفات میں سے بھی ہیں اور صفات یا ثبوتیہ حقیقیہ ہیں جیسے الحی، یا صفات اضافیہ ہیں جیسے العظیم یا صفات سلبیہ ہیں جیسے القدوس۔ یا حقیقیہ اور اضافیہ ہیں جیسے القدیر۔ یا صفات سلبیہ اضافیہ ہیں جیسے اول اور آخر۔ اور یا حقیقیہ اور اضافیہ اور سلبیہ ہیں جیسے الملک۔ اور سلوب غیر متناہی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ غیر متناہی امور کا عالم ہے اور غیر متناہی امور پر قادر ہے۔ پس اس میں کوئی امتناع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس کے متعلق کوئی اسم ہو، پس لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء غیر متناہی ہیں۔

القاضی ابوبکر بن العربی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسم ہیں اور ابن العربی نے کہا: یہ کم ہیں۔ اور الفخر الرازی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چار ہزار اسم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک ہزار علم کے ساتھ منفرد ہے اور کسی کو ان کا علم نہیں ہے اور بقیہ اسماء کا علم اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو تعلیم کیا۔ اور انبیاء علیہم السلام کو ان میں سے دو ہزار اسماء کی تعلیم دی، اور باقی لوگوں کو ایک ہزار اسماء کی تعلیم دی۔ اور یہ دعویٰ دلیل کا محتاج ہے۔

اور بعض علماء نے اس قول پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ اس باب کی نفسِ حدیث سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر سے محبت کرتا ہے۔ اور جس روایت میں، مَیں نے اسماء کو لکھا ہے اس میں وتر کا ذکر نہیں ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ان ننانوے اسماء کے علاوہ اور بھی اسماء ہیں۔

اور جن لوگوں کا مختار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ان ننانوے اسماء میں حصر ہے جیسے ابن حزم۔ اور ابن حزم ان لوگوں میں سے

ہے جن کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا حصر ننانوے اسماء میں ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ایک کم سو ہیں۔ انہوں نے کہا: اگر ان اسماء کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء ہوں تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء سو ہوں، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ایک کم سو ہوں۔

اور ابن حزم کی یہ دلیل حجت نہیں ہے، اس لیے کہ حدیث میں ننانوے اسماء میں حصر اس اعتبار سے ہے کہ جس نے ان اسماء کو یاد کرلیا تو وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ وعدہ اس سے ہے جس نے ننانوے سے زائد اسماء کو یاد کیا تو اس نے خطاء کی۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہاں پر کوئی اسم ان اسماء کے علاوہ ہو۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ (الاعراف: ۱۸۰) اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، تو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو۔ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں غلط راہ اختیار کرتے ہیں۔

اور مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس نام سے پکارا جائے جو نام کتاب یا سنتِ صحیحہ میں وارد نہیں ہے۔ اور ان میں سے کئی اسماء کا سورۃ الحشر کے آخر میں ذکر کیا گیا ہے اور اس آیت پر یہ سورت ختم کی گئی ہے کہ "له الاسماء الحسنىٰ"۔

اور بعض جن لوگوں کو یہ وہم ہوتا ہے کہ اسماءِ حسنیٰ کی تعداد ننانوے سے زیادہ ہے، ان کے وہم کی بنیاد یہ ہے کہ بعض اسماء لفظاً مکرر ہیں جیسے الغافر، الغفار، الغفور۔ پس معدود ان میں سے ایک ہے۔ پس جب اس کا اعتبار کیا جائے اور ان اسماء کو جمع کیا جائے جن کی قرآن مجید میں تصریح ہے اور حدیث صحیح میں تصریح ہے تو وہ اسماء ننانوے سے زیادہ نہیں ہیں۔ اور دوسرے علماء نے کہا کہ الاعراف: ۱۸۰ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اسماءِ حسنیٰ ہیں، ان ہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ یہ وہ اسماء ہیں جن کا حدیث میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں۔ اگر کسی حدیث میں ان کی تعیین وارد ہو تو اس کی طرف رجوع کرنا واجب ہے ورنہ اسماءِ حسنیٰ کے تتبع کے لیے قرآن مجید و سنتِ صحیحہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی طرف حوالہ کرنا زیادہ اقرب ہے اور الحمدللہ! قرآن مجید کے تتبع سے ننانوے کا عدد حاصل ہوگیا جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے۔ پس اسی پر اقتصار کرنا چاہیے۔ اور اس عددِ مذکور کو مکمل کرنے کے لیے احادیثِ صحیحہ کی طرف بھی رجوع کرنا چاہیے اور یہ ایک اور طریقہ ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قوت سے اس پر مدد فرمائے گا۔ آمین

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۶۲۔ ۴۶۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اسماءِ حسنیٰ کے ننانوے کے عدد میں انحصار کی حکمت

امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ ننانوے میں ان اسماء کا منحصر ہونا یہ امر تعبدی ہے۔ اس عدد کی حکمت عقل سے معلوم نہیں کی جاسکتی، جیسے فرض نمازیں پانچ میں منحصر ہیں یا جیسے رکعات کی تعداد منحصر ہے مثلاً فجر کی نماز دو رکعتوں میں منحصر ہے، ظہر، عصر اور عشاء کی نماز چار رکعتوں میں منحصر ہے اور مغرب کی نماز تین رکعتوں میں منحصر ہے تو یہ بھی امر تعبدی ہے عقل

Marfat.com

سے نہیں جانا جاسکتا کہ پانچ نمازیں فرض کیوں ہیں چھ کیوں نہیں ہیں۔ اور فجر کی نماز کی رکعت مثلاً دو کیوں ہیں تین کیوں نہیں ہیں۔ اور اسی طرح نصابِ زکوٰۃ کی مقدار کا معاملہ ہے، مثلاً سونے کا نصاب بیس مثقال سونا ہے (ساڑھے سات تولہ)۔ اور چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے (ساڑھے باون تولہ چاندی)۔ تو یہ مقدار بھی عقل سے معلوم نہیں کی جاسکتی، شارع علیہ السلام نے جو مقدار بتادی بس وہی مقدار معین ہوگئی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ننانوے کے عدد میں انحصار کی حکمت یہ ہے کہ عدد یا زوج (جفت) ہوگا یا فرد (طاق) ہوگا۔ اور فرد، زوج سے افضل ہے۔ اور افراد کی بغیر تکرار کے انتہا ننانوے پر ہوتی ہے، اس لیے کہ سو اور ایک میں واحد یعنی ایک مکرر ہو جاتا ہے۔ اور فرد، زوج سے اس لیے افضل ہے کیونکہ وتر، شفع (دوگانہ) سے افضل ہے، کیونکہ وتر خالق کی صفت ہے اور شفع (دوگانہ، جفت) مخلوق کی صفت ہے اور شفع (جفت) وتر (طاق) کا محتاج ہوتا ہے اور وتر (طاق) شفع (جفت) کا محتاج نہیں ہوتا۔

بعض علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ سو ہیں، ان کے دلائل

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ عدد میں کمال سو سے حاصل ہوتا ہے، اس لیے کہ اعداد کی تین اجناس ہیں: اُحاد (اکائی) عشرات (دہائی) اور مئات (سینکڑہ)۔ اور ہزار دوسری اکائی کی ابتداء کی جگہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اسماء سو ہیں، اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک کے علم کے ساتھ منفرد ہے اور وہ ایک اسمِ اعظم ہے، پس اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو اس پر مطلع نہیں کیا۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء سو ہیں لیکن ایک ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ اور جس اسم کے ساتھ سو کا عدد مکمل ہوتا ہے وہ مخفی نہیں ہے بلکہ وہ لفظِ اللہ ہے۔ اور جن علماء نے اس پر وثوق کیا ہے ان میں سے علامہ سہیلی ہیں، انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ سو ہیں اور وہ جنت کے درجات کے مطابق ہیں۔ اور جس اسم سے سو اسماء مکمل ہوتے ہیں وہ اسم لفظِ ''اللہ'' ہے اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف: ۱۸۰)۔ پس اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں اور ایک اسم ان پر زائد ہے اور اسی سے سو کا عدد مکمل ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۶۳، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس مبحث کی تحقیق کہ آیا اسم مسمّٰی کا عین ہے یا غیر؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابو القاسم القشیری نے ''شرح اسماء اللہ الحسنیٰ'' میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اسم مسمّٰی کا عین ہے، انہوں نے کہا: اس حدیث میں اس پر یہ دلیل ہے کہ اسم مسمّٰی کا عین ہے، کیونکہ اگر اسم مسمّٰی کا غیر ہو تو پھر اسماء الحسنیٰ اللہ تعالیٰ کا غیر ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ (الاعراف: ۱۸۰) اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، تو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو۔

اور جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ پکارے گا یا ان کے ساتھ دعا کرے گا تو لازم آئے گا کہ وہ غیر اللہ کو پکارے

Marfat.com

ہے یا غیر اللہ سے دعا کر رہا ہے، اس لیے لازماً ماننا پڑے گا کہ یہ اسماء حسنیٰ اللہ تعالیٰ کا عین ہیں۔

پھر علامہ القرطبی نے کہا ہے کہ کبھی کہا جاتا ہے کہ اسم مسمّٰی کا عین ہے کہ ہم جب یہ اسم کا کلمہ بولتے ہیں تو اس سے مراد اس کا مسمّٰی ہوتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے، قرآن مجید میں ہے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴿١﴾ (الاعلیٰ:۱) اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھیے جو سب سے بلند ہے O

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اپنے رب کی تسبیح کیجئے، یہ نہیں ہے کہ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیجئے۔ پس اسم سے مراد مسمّٰی کا عین ہے۔

پس متکلمین اسم کا اطلاق کرتے ہیں اور ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اسمِ معنوی مسمّٰی کا عین ہے یا نہیں ہے اور ان کا اسمِ لفظی کے اندر اختلاف نہیں ہوتا، اسمِ لفظی سے صرف نحوی بحث کرتے ہیں۔

پھر علامہ قرطبی نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اگرچہ متعدد ہیں لیکن اس کی ذات میں تعدد نہیں ہے اور نہ اس کی ذات میں ترکیب ہے اور نہ اس کی ذات جسمیات کی طرح محسوس ہے اور نہ عقلیات کی طرح محدود ہے، یہ اسماء ان اعتبارات کے لحاظ سے متعدد ہیں جو ذات پر زائد ہیں۔ پھر ان اسماء کی دلالت کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں:

(۱) جو لفظ صرف ذاتِ مجردہ پر دلالت کرے جیسے لفظِ ''اللہ''۔ پس یہ لفظ اللہ کی ذات پر مطلقاً دلالت کرتا ہے بغیر کسی قید کے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء کی معرفت ہوتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ رحمٰن اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ، رحمٰن کے اسماء میں سے ہے۔ اسی وجہ سے صحیح قول یہ ہے کہ لفظِ ''اللہ'' اسمِ علم ہے، نہ مشتق ہے اور نہ صفت ہے۔

(۲) وہ اسم جو ان صفات پر دلالت کرے جو ذات کے لیے ثابت ہیں جیسے علیم، قدیر، سمیع اور بصیر۔

(۳) وہ اسم جو اللہ تعالیٰ کی طرف کسی چیز کی اضافت پر دلالت کرے جیسے خالق اور رازق، کیونکہ خالق کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی مخلوق ہو جس کا وہ خالق ہو، اور رازق کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی مرزوق ہو جس کو وہ رزق دے۔

(۴) وہ اسم جو کسی چیز کے سلب اور نفی پر دلالت کرے جیسے العلی، القدوس۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے منزہ ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۶۳۔ ۲۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں یا عقلی ہیں؟

(توقیفی کا معنی یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے واقف کیے بغیر ہمیں اللہ تعالیٰ کے کسی اسم کا علم نہیں ہو سکتا۔ اور عقلی کا معنی یہ ہے کہ عقل کے نزدیک جو معنی اللہ کے لیے ثابت ہو، وہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اسماء حسنیٰ آیا توقیفی ہیں اس معنی میں کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ جو افعال اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں، ان افعال سے اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم بنائے۔ (مثلاً قرآن مجید میں ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرہ:۳۱) اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے۔

اب کوئی شخص یہ کہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن مجید میں عَلَّمَ کا لفظ آیا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کو معلم کہنا جائز ہے لیکن چونکہ

قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے معلم کا لفظ وارد نہیں ہوا، اس لیے اللہ تعالیٰ پر معلم کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اِلّا یہ کہ جب کتاب یا سنت کی کسی نص میں کسی اسم کی تصریح ہو تو اسی کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہوگا۔

امام فخر الدین رازی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب سے یہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں۔ اور المعتزلہ اور الکرامیہ نے یہ کہا ہے کہ جب عقل اس پر دلالت کرے کہ فلاں لفظ اللہ تعالیٰ کے حق میں ثابت ہے تو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کرنا جائز ہے۔

اور القاضی ابوبکر اور الغزالی نے کہا ہے کہ اسماء توقیفی ہیں نہ کہ صفات۔ اور کہا ہے کہ یہی مختار ہے۔

اور امام غزالی نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نام رکھیں جو آپ نے اپنا نام نہیں رکھا اور نہ آپ کے والد ماجد نے آپ کا وہ نام رکھا، تو جب مخلوق میں یہ جائز نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے متعلق کیسے جائز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو اس نام سے پکارا جائے جو نام اللہ تعالیٰ نے اپنا نہ رکھا ہو۔

اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی ایسے اسم اور کسی ایسی صفت کا اطلاق جائز نہیں ہے جس سے نقص کا وہم پیدا ہوتا ہو خواہ نصِ قرآن میں اس کا ذکر آ چکا ہو، جیسے قرآن مجید میں ہے:

فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ (الذٰریٰت: ۴۸) — پس ہم کیسا اچھا فرش بنانے والے ہیں O

پس اللہ تعالیٰ کی ذات پر ''ماھد'' کا اطلاق جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا معنی ہے فرش بنانے والا، کیونکہ یہ معنی موہمِ نقص ہے۔ فرش تو مزدور اور مستری بناتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ (الواقعہ: ۶۴) — اس کو (حقیقت میں) تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں O

سو اللہ تعالیٰ کو ''زارع'' کہنا جائز نہیں ہے، کیونکہ زارع کسان کو کہتے ہیں اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لیے موہمِ نقص ہے۔

اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ (الانعام: ۹۵) — بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔

سو اللہ تعالیٰ کو ''فالق'' کہنا جائز نہیں ہے، کیونکہ پھاڑنا مخلوق کی صفت ہے، اللہ کی شان کے لائق نہیں ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ (آل عمران: ۵۴) — اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے (ان کے خلاف) خفیہ تدبیر فرمائی۔

اس آیت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو ماکر یا مکار کہنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں بے ادبی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا (الذٰریٰت: ۴۷) — اور ہم نے آسمان کو (اپنی) قوت سے بنایا۔

سو اس آیت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو بانی کہنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کا معنی ہے مکان بنانے والا اور یہ مزدور اور مستری بناتے ہیں اور یہ موہمِ نقص ہے۔

اور ابوالقاسم القشیری نے کہا ہے کہ اسماء کو کتاب، سنت اور اجماع سے حاصل کیا جاتا ہے، پس ہر وہ اسم جس کا ذکر کتاب میں ہو یا سنت میں ہو یا اجماع سے ثابت ہو، اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر جائز ہے اور جس میں وارد نہ ہو اس کا اطلاق جائز نہیں ہے خواہ اس کا معنی صحیح ہو۔

اور ابواسحاق الزجاج نے کہا ہے: کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان اسماء کے ساتھ دعا کرے جن اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت نہیں کی۔

اور ضابطہ یہ ہے کہ جن اسماء کے ساتھ شریعت نے دعا کی اجازت دی ہو خواہ وہ اسم مشتق ہو یا غیر مشتق ہو، تو وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اور ہر وہ اسم جس کا اس کی طرف منسوب ہونا جائز ہے خواہ اس میں تاویل کا دخل ہو یا نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

عقائد کے اعتبار سے اسماءِ حسنیٰ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ الحلیمی نے کہا ہے: عقائد کے اعتبار سے اسماءِ حسنیٰ کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) معطلین اور دہریہ کا رد کرنے کے لیے باری تعالیٰ کا اثبات۔ اور اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں: الحی، الباقی، الوارث اور جو اسماء ان کے معنی میں ہوں۔

(۲) مشرکین کا رد کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں: الکافی، العلی، القادر (میں کہتا ہوں: اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے یہ اسماء مناسب ہیں: "والھکم الہ واحد، ھو اللہ احد"۔ سعیدی غفرلہ)

(۳) مشبہہ کا رد کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہ اسماء ہیں: القدوس، المجید، المحیط وغیرہا۔ (المشبہہ وہ فرقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے مشابہ مانتا ہے)۔

(۴) ان فلاسفہ کا رد کرنے کے لیے جو کہتے ہیں کہ یہ کائنات علت اور معلول کے طریقہ سے وجود میں آئی ہے۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے یہ اسماء ہیں: الخالق، الباری، المصور، القوی۔ یعنی کسی علت کے وجود سے یہ کائنات موجود نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے موجود ہوئی ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق میں مدبر ہے اور اس میں جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے یہ اسماء ہیں: القیوم، العلیم، الحکیم۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۶۴، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

اسمِ اعظم کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام جعفر طبری، امام ابوالحسن الاشعری اور ان کے بعد علماء کی ایک جماعت مثلاً ابوحاتم بن حبان اور قاضی ابوبکر الباقلانی وغیرہم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی اسمِ اعظم نہیں ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء کو اس کے دوسرے بعض اسماء پر

Marfat.com

فضیلت دینا جائز نہیں ہے۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمِ اعظم کے علم کو اپنے ساتھ خاص کرلیا ہے اور مخلوق میں سے کسی کو اپنے اسمِ اعظم پر مطلع نہیں کیا۔ اور بعض دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم ''ھُوَ'' ہے۔ اس کو امام فخر الدین رازی نے بعض اہلِ کشف سے نقل کیا ہے۔

(۲) لفظِ ''اللہ''۔ کیونکہ یہ وہ اسم ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے غیر پر اطلاق نہیں کیا جاتا، اور اس لیے کہ الاسماء الحسنیٰ میں یہی اصل ہے، اس لیے تمام صفات کی اضافت اس کی طرف کی جاتی ہے۔

(۳) ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ ان کو اسمِ اعظم کی تعلیم دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور اس طرح دعا کی:

اللھم انی ادعوك الله، وادعوك الرحمٰن، وادعوك الرحیم، وادعوك باسمائك الحسنیٰ کلھا ما علمت منھا وما لم اعلم۔۔ الحدیث

اے اللہ! میں تجھ سے اللہ کہہ کر دعا کرتی ہوں، اور تجھ سے رحمٰن کہہ کر دعا کرتی ہوں، اور تجھ سے رحیم کہہ کر دعا کرتی ہوں، اور میں تجھ سے تیرے تمام اسماءِ حسنیٰ کے وسیلہ سے دعا کرتی ہوں جن کا مجھے علم ہے اور جن کا مجھے علم نہیں ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم انہی اسماء میں ہے جن کے ساتھ تم نے دعا کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس حدیث سے استدلال میں بحث ہے۔

(۴) ''الرحمٰن الرحیم الحی القیوم'' کیونکہ امام ترمذی نے حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا اسمِ اعظم ان دو آیتوں میں ہے: ''وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾'' (البقرہ: ۱۶۳) اور ''اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾''۔ (آل عمران: ۲)

اس حدیث کی امام نسائی کے سوا باقی اصحاب السنن نے روایت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

(۵) ''الحی القیوم''، کیونکہ امام ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ اسمِ اعظم تین سورتوں میں ہے: البقرہ، آل عمران، اور طٰہٰ۔ القاسم راوی نے کہا کہ مجھ سے ابوامامہ نے کہا کہ میں نے ان سورتوں میں تلاش کیا تو میں نے جان لیا کہ یہ ''الحی القیوم'' ہے اور امام رازی نے اس کی تقویت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں اسم اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عظمت اور صفاتِ ربوبیت میں سے ہیں اور دوسرے اسماءِ عظمت اور ربوبیت پر اس طرح دلالت نہیں کرتے۔

(۶) ''الحنان المنان، بدیع السمٰوٰت والارض، ذوالجلال والاکرام، الحی القیوم'' امام احمد، امام حاکم، امام ابوداؤد اور امام نسائی اور امام ابن حبان نے اس حدیث کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

Marfat.com

(۷) "بدیع السموات والارض، ذوالجلال والاکرام"، کیونکہ امام ابویعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ بنو طے کے ایک مرد سے روایت کی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ مجھے الاسم الاعظم دکھائے، تو مجھے دکھایا گیا کہ آسمانوں کے ستاروں کے درمیان یہ اسماء لکھے ہوئے تھے۔

(۸) "ذوالجلال والاکرام" کیونکہ امام ترمذی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد سے سنا، وہ دعا کر رہا تھا "یا ذالجلال والاکرام" تو آپ نے فرمایا: تیری دعا قبول ہوگئی اور تو سوال کر۔ اور امام فخر الدین رازی نے اس سے اس پر استدلال کیا ہے کہ یہ اسماء ان تمام صفات پر مشتمل ہیں جو الوہیت میں معتبر ہیں کیونکہ جلال میں تمام سلوب کی طرف اشارہ ہے اور اکرام میں تمام اضافات کی طرف اشارہ ہے۔

(۹) "اللہ لا الٰہ الا ھو الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد" کیونکہ امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام حبان اور امام حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔ اور یہ سند کے اعتبار سے تمام اسماء کی روایات پر راجح ہے۔

(۱۰) "رب، رب" کیونکہ امام حاکم نے حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اس لفظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا اسم رب، رب ہے۔ اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب بندہ کہتا ہے "یا رب، رب" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لبیک عبدی" تو سوال کر تجھے عطا کیا جائے گا۔

(۱۱) "لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین" کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام نے ان اسماء کے ساتھ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اور جو مسلمان مرد جب بھی ان اسماء کے وسیلہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔

(۱۲) "ھو اللہ اللہ الذی لا الٰہ الا ھو رب العرش العظیم" کیونکہ امام فخر الدین رازی نے حضرت زین العابدین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسمِ اعظم سکھائے تو انہوں نے خواب میں یہ کلمات دیکھے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۶۵۔۴۶۶، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

اسماءِ حسنیٰ کے احصاء کی تحقیق

ابن ابی عمر نے از سفیان روایت کی ہے: جس نے ان اسماءِ حسنیٰ کا احصاء کیا، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ امام مسلم اور الاسماعیلی نے اس طریقہ سے روایت کی ہے۔ علامہ خطابی نے کہا: الاحصاء کے کئی معانی ہیں:

(۱) تمام اسماءِ حسنیٰ کو گنے اور ان میں سے کسی ایک اسم پر اقتصار نہ کرے اور تمام اسماءِ حسنیٰ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور تمام اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ثناء کرے تو پھر وہ جنت کا مستحق ہوگا۔

(۲) احصاء کا معنی ہے: طاقت رکھنا، جیسے قرآن مجید میں ہے:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ (المزمل: ۲۰) اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے۔

یعنی اس قیام کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ اسی طرح حدیث میں ہے "استقیموا ولن تحصوا" یعنی تم مستقیم رہو اور تم ہرگز استقامت کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ ان اسماءِ حسنیٰ کے تقاضوں پر بندہ عمل کرے اور ان کے معانی کا اعتبار کرے

Marfat.com

اور اپنے نفس پر ان معانی کو لازم رکھے۔ پس جب اس نے کہا "الرزاق" تو اللہ کے رزق کے اوپر اعتماد رکھے علیٰ ھذا القیاس۔

(۳) احصاء سے مراد ہے: ان اسماءِ حسنیٰ کے معانی کا احاطہ کرنا اور ان کے معانی کو عقل سے سمجھنا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ جس کو ان اسماء کا احصاء حاصل ہو گیا اور اس کی نیت صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ اور یہ مراتبِ ثلاثہ، سابقین اور صدیقین اور اصحابِ یمین کے لیے ثابت ہوتے ہیں۔ اور بعض دوسرے علماء نے کہا ہے کہ احصاء کا معنی ہے: جس نے ان اسماءِ حسنیٰ کو پہچانا اور اس کو ان کی معرفت ہوئی، کیونکہ جس کو ان کی معرفت ہو گی وہ مومن ہی ہو گا اور مومن وہ ہے جو جنت میں داخل ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۶۶ ۴، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

اللہ تعالیٰ اپنی عظیم بارگاہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی کو عظیم اجر عطا فرمائے جنہوں نے بہت وسیع اور گہرا مطالعہ کر کے اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ کے تمام پہلوؤں کی تحقیق کی اور متقدمین اور متاخرین شارحین میں سے کوئی بھی اسماءِ حسنیٰ کی اس پایہ کی شرح نہیں کر سکا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۴۱۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسماءِ حسنیٰ کے متعلق حدیث کی تحقیق

جس حدیث میں ان اسماءِ حسنیٰ کا بیان کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے، کیونکہ اس حدیث میں ایسے اسم بھی ہیں جن کا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے مثلاً الرب، الشافی۔ اور ان اسماء میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے نہیں ہیں جیسے المنتقم، المعز۔ کیونکہ المنتقم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر صرف قید کے ساتھ کیا ہے، ارشاد ہے:

إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ ﴿۲۲﴾ (السجدہ: ۲۲) بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں○

پس اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ ہم ان اسماء کو کیسے حاصل کریں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اسماء کا قرآن مجید میں بیان نہیں کیا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اسماء کا بیان کیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن قبولیت کی ساعت کو ہم سے مخفی رکھا، اور رمضان کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کو ہم سے مخفی رکھا تا کہ لوگ اس ساعت کے حصول کے لیے مسلسل جدوجہد کریں، اسی طرح مسلمانوں اور علماء کو چاہیے کہ کتاب وسنت سے ان ننانوے اسماء کو حاصل کریں۔

پھر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس سے تو اس امت میں ان اسماءِ حسنیٰ کی تعیین میں اختلاف ہو گا۔

تو ہم کہیں گے: اس میں کوئی ضرر نہیں ہے، سو جس شخص نے بھی ننانوے اسماءِ حسنیٰ کتاب وسنت سے نکال لیے اگرچہ تمام ان اسماء پر متفق نہ ہوں تو اس کو بہر حال ثواب اور اجر حاصل ہو گا۔

باقی رہا یہ کہ ان اسماء کے احصاء سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان اسماء کی معرفت حاصل کرے اور ان کے تقاضوں پر عمل کرے۔ (شرح صحیح البخاری، ج ۶ ص ۲۷۸، ملخصاً وملتقطاً، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۰۔ بَابُ: الْمَوْعِظَةِ سَاعَةً بَعْدَ سَاعَةٍ
وقفہ وقفہ سے نصیحت کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نصیحت وقفہ وقفہ سے ہونی چاہیے۔ الموعظة کا معنی ہے: نصیحت، کیونکہ اگر لگا تار اور مستقل نصیحت کی جائے تو اس سے سننے والے کے دل میں اکتاہٹ پیدا ہوگی اور یہی معنی اس حدیث کا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیحت میں ہماری حفاظت فرماتے تھے اور کئی ایام میں نصیحت فرماتے تھے، کیونکہ آپ ہماری اکتاہٹ کو ناپسند کرتے تھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس باب کو کتاب الدعوات میں ذکر کرنے کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نصیحت کرنے میں غالباً اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی از قبیلِ دعا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۱۱۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ كُنَّا نَنْتَظِرُ عَبْدَ اللهِ إِذْ جَاءَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ فَقُلْنَا أَلَا تَجْلِسُ قَالَ لَا وَلَكِنْ أَدْخُلُ فَأُخْرِجُ إِلَيْكُمْ صَاحِبَكُمْ وَإِلَّا جِئْتُ أَنَا فَجَلَسْتُ فَخَرَجَ عَبْدُ اللهِ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِهِ فَقَامَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَمَا إِنِّي أُخْبَرُ بِمَكَانِكُمْ وَلَكِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهِيَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے، اس وقت یزید بن معاویہ آئے، ہم نے کہا: کیا آپ بیٹھتے نہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! لیکن میں اندر داخل ہوتا ہوں، پس تمہاری طرف تمہارے صاحب کو لے کر آتا ہوں، ورنہ پھر میں آکر تمہارے پاس بیٹھوں گا، پھر حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ آئے اور وہ ان کا (یزید بن معاویہ کا) ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، پس ہمارے پاس کھڑے ہو گئے، پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تمہارے آنے کی خبر مل گئی تھی لیکن تمہاری طرف آنے سے مجھے اس چیز نے روکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ نصیحت کے معاملہ میں ہماری حفاظت فرماتے تھے۔ اور ہماری اکتاہٹ کو ناپسند فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۸، ۷۰، ۶۴۱۱، صحیح مسلم: ۲۸۲۱، سنن ترمذی: ۲۸۵۵، مسند احمد: ۴۲۱۶)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۴۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''وقفہ وقفہ سے نصیحت کرنا'' اور اس حدیث میں بھی یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں روزانہ نصیحت نہیں کرتے تھے کہ کہیں ہم روز روز نصیحت سننے سے اکتا نہ جائیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں از سلیمان از الاعمش از شقیق بن سلمہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ہم عبداللہ کا انتظار کر رہے تھے'' اس سے مراد ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

اور صحیح مسلم کی روایت میں مذکور ہے کہ ہم حضرت عبداللہ کے گھر کے دروازہ کے باہر بیٹھے ہوئے ان کا انتظار کر رہے تھے تو ہمارے پاس سے یزید بن معاویہ گزرے۔

یزید بن معاویہ النخعی الکوفی التابعی ثقہ اور عابد ہیں۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں فارس کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ان کا ذکر صرف اسی مقام پر ہے۔

یہ یزید بن معاویہ وہ نہیں ہے جس کو حضرت معاویہ نے اپنا ولی عہد بنایا تھا اور اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت کا مطالبہ کیا تھا اور انجام کار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کر دیا گیا۔ کیونکہ اس کا پورا نام ہے یزید بن معاویہ بن ابوسفیان بن حرب، اور اس حدیث کے جو راوی ہیں ان کا نام یزید بن معاویہ النخعی الکوفی ہے، یہ ثقہ راوی ہیں اور عبادت گزار ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۱۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وقفہ وقفہ سے نصیحت کرنے کا سبب

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور ملائمت کا بیان ہے کہ وہ اپنے اصحاب کو تعلیم اور تفہیم میں نرمی فرماتے تھے تاکہ وہ خوشی اور نشاط کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیحت حاصل کریں اور امت کو اس کی اقتداء کرنی چاہیے، کیونکہ جو تعلیم تدریجاً دی جائے اس میں مشقت کم ہوتی ہے اور وہ اس تعلیم کو یاد رکھنے اور حفظ کرنے کی زیادہ داعی ہوتی ہے۔

اور اس حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے، کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور عمل میں آپ کی متابعت کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۸۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

Marfat.com

تنبیہ: کتاب الدعوات میں ایک سو پینتالیس (۱۴۵) احادیث مرفوعہ ہیں، ان میں سے اکتالیس (۴۱) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں۔ اوران میں مکررات ایک سو اکیس (۱۲۱) ہیں اور چوبیس (۲۴) احادیث خالص ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس مقام پر کتاب الدعوات ختم ہوگئی۔ اوراب ان شاءاللہ کتاب الرقاق شروع کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس طرح اس نے کتاب الدعوات کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی، اسی طریقہ سے کتاب الرقاق بلکہ پوری صحیح البخاری کی احادیث کی شرح کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۸۱۔ کِتَابُ الرِّقَاقِ

دلوں کو نرم کرنے والی احادیث پر مشتمل کتاب

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

''الرقاق'' کا معنی

لفظِ رقاق، رقیق کی جمع ہے اور یہ رقۃ سے ماخوذ ہے۔علامہ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ رقۃ کا معنی رحمت ہے۔اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رقۃ، غلظۃ کی ضد ہے۔صاحب التلویح نے کہا ہے: علماء کی ایک جماعت نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے کہ یہ لفظ الرقائق ہے۔اسی طرح نسفی نے جو صحیح البخاری کا نسخہ لکھا ہے اس میں بھی الرقائق ہے اور یہ لفظ رقیقۃ کی جمع ہے۔اور دونوں کا معنی ایک ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي الرِّقَاقِ (وَالصِّحَّةِ وَالْفَرَاغِ) وَأَنْ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ

رقاق کا بیان (صحت اور فراغت کا بیان) اور اس کا بیان کہ زندگی درحقیقت وہی ہے جو آخرت کی زندگی ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کا جو نسخہ المستملی اور الکشمیھنی سے منقول ہے اس میں اس باب کا عنوان ہے ''الصحۃ والفراغ'' اور ''لا عیش الا عیش الآخرۃ'' اور صحیح بخاری کا جو نسخہ کریمہ سے منقول ہے اس میں مذکور ہے ''باب ما جاء فی الرقاق وان لا عیش الا عیش الآخرۃ''۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۱۲۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ هُوَ ابْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ قَالَ عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن سعید نے خبر دی، وہ ابن ابی ہند ہیں از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے اکثر لوگ خسارہ میں ہوتے ہیں یا دھوکا کھاتے ہیں۔ان میں سے ایک صحت ہے اور دوسری فراغت ہے۔
اور العباس العنبری نے کہا: صفوان بن عیسیٰ نے ہمیں حدیث

Marfat.com

بیان کی از عبداللہ بن سعید بن ابی ہند از والد خود، انہوں نے کہا کہ
میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے اسی حدیث کی مثل روایت کی۔

(سنن ترمذی: ۲۳۰۴، سنن ابن ماجہ: ۴۱۷۰، مسند احمد: ۳۱۹۷، سنن داری: ۲۷۰۷)

صحیح البخاری: ۶۴۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

نعمت کا معنی ہے حالتِ حسنہ، یعنی عمدہ حالت۔ امام فخر الدین رازی نے کہا ہے: نعمت اس منفعت کو کہتے ہیں جس میں کسی غیر کی طرف سے کوئی احسان ہوا ہو، اور مغبون کا معنی ہے بیع میں نقصان اور حقیقت میں یہ رائے کی کمی کو کہتے ہیں گویا کہ آپ نے فرمایا کہ یہ دو امر ایسے ہیں کہ جب ان کو اس جگہ استعمال نہ کیا جائے جہاں استعمال کرنا چاہیے تو ان نعمتوں والے کو اس میں نقصان ہوگا یعنی وہ اس کو نقصان سے فروخت کرے گا جس کے انجام کی تعریف نہیں کی جائے گی، کیونکہ انسان جب صحت کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت نہیں کرے گا تو وہ مرض کے زمانہ میں بطریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت نہیں کرے گا، اور اسی پر فراغت کا حکم ہے یعنی فراغت کے زمانہ میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت اور عبادت نہیں کرے گا تو وہ نقصان زدہ اور فریب خوردہ رہے گا۔ جب انسان تندرست ہوتا ہے اور عبادت کے لیے فارغ نہیں ہوتا کیونکہ وہ معاش کے اسباب کے حصول میں مشغول رہتا ہے۔ پس جب انسان صحت کے زمانہ میں اور فراغت کے زمانہ میں فضائل کے حصول میں کوتاہی کرے تو یہ اس کا پورا پورا غبن اور نقصان ہے۔ اور ایسا کیونکر نہیں ہوگا کیونکہ دنیا تو آخرت کی تجارت کی جگہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۱۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحت اور فراغت کے ایام میں اللہ تعالیٰ کی طاعت اور عبادت نہ کرنا ہی نقصان ہے

اس حدیث میں مذکور ہے "دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے اکثر لوگ خسارہ میں ہوتے ہیں یا دھوکا کھاتے ہیں۔ ان میں سے ایک صحت ہے اور دوسری فراغت ہے"۔

بعض علماء نے کہا ہے: اس حدیث سے امت کو اس پر متنبہ کرنا مقصود ہے کہ صحت اور فراغت اللہ تعالیٰ کی دو عظیم نعمتیں ہیں، کیونکہ جب تک انسان کسب معاش میں مشغول ہو یا جب تک انسان بیماری میں رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور طاعت کے لیے فارغ نہیں ہوتا اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے بیماری سے محفوظ رکھا ہو اور اس کو فراغت عطا فرمائی ہو اور پھر بھی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں کمی کی ہو تو اس کو بہت نقصان ہوا ہے اور اس نے بہت دھوکا کھایا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جو لوگوں کو صحت عطا

کی ہے جب کہ ان کا اس میں کوئی استحقاق نہیں تھا اور ان کی عقلوں کو سلامت رکھا ہے اور ان کے رزق کا متکفل ہو گیا اور پھر ان کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور یہ قیاس کریں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہری نعمتیں دی ہیں اور کیا باطنی نعمتیں دی ہیں اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، پھر جتنی مدت وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جزاء میں ان کو دائمی جنت عطا کی جس کی نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اس میں ان کے لیے ایسی نعمتوں کو ذخیرہ کیا ہے جن نعمتوں کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خطرہ ہوا، پس جو شخص اس چیز کو بغور دیکھے تو وہ اپنی صحت اور فراغت کا وقت ضائع نہیں کرے گا اور اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اس کا شکر بجالانے میں صرف کرے گا اور یہ اعتراف کرے گا کہ جتنا اس کے اوپر عبادت کرنے کا حق تھا وہ ادا نہیں کر سکا۔ پس جو شخص اس طرح نہیں ہوگا اور غفلت میں رہے گا اور جن امور کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے التزام سے سہو کرے گا اور اس کے ایام سہو اور لہو ولعب میں گزریں گے اور اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کے قیام سے عاجز رہے گا تو پھر اس نے اپنے دن نقصان میں گنوائے اور وہ عنقریب نادم ہوگا، جب کہ ندامت اس کو نفع نہیں دے گی۔

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی مرتا ہے تو وہ نادم ہوتا ہے، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کس چیز پر نادم ہوتا ہے، فرمایا: اگر وہ نیک ہو تو اس پر نادم ہوتا ہے کہ اس نے زیادہ نیکیاں کیوں نہیں کی، اور اگر وہ بدکار ہو تو وہ اس پر نادم ہوتا ہے کہ اس نے بدی سے توبہ کیوں نہیں کی اور بدی کو ترک کیوں نہیں کیا۔
(سنن ترمذی: ۲۴۰۳)

غبن کا معنی ہے نقصان اور دھوکا کھانا، سو جو انسان اپنی صحت کے ایام میں یہ خیال نہ رکھے کہ جب وہ بیمار ہوگا تو عبادت نہیں کر سکے گا اور جو اپنی فراغت کے ایام میں یہ یاد نہ رکھے کہ جب وہ کارِ معاش میں مشغول ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کر سکے گا تو وہ نقصان زدہ ہوگا۔ پس جب انسان نماز، روزہ، حج، جہاد اور دیگر عبادات صحت اور جوانی کے ایام میں نہ کرے تو پھر بڑھاپے کے زمانہ میں تو بہ طریقِ اولیٰ ان عبادات کو نہیں کر سکے گا۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے: کبھی انسان تندرست ہوتا ہے اور عبادت کے لیے فارغ نہیں ہوتا، کیونکہ وہ اسبابِ معاش میں مشغول ہوتا ہے۔ اور کبھی وہ اسبابِ معاش سے فارغ ہوتا ہے لیکن تندرست نہیں ہوتا۔ اور جب آدمی تندرست بھی ہو اور فارغ بھی ہو تو پھر اس پر سستی غالب آجاتی ہے اور وہ عبادت اور اطاعت کے فضائل کو حاصل نہیں کر پاتا اور یہی خسارہ ہے۔ اور دنیا تو حصولِ نفع کا بازار ہے اور عمر تھوڑی ہے اور عبادت سے موانع بہت ہیں۔ سو انسان کو غور کرنا چاہیے اور صحت اور تندرستی اور کارِ معاش سے فراغت کو غنیمت جان کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور طاعت میں صرف کرنا چاہیے اور اگر ایسا نہیں کرے گا تو پھر یہی اس کا نقصان ہے اور یہی اس کا دھوکا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۹۷۔۳۹۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۱۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحت اور فراغت کے ضائع کرنے والے کو غبن کے ساتھ مثال دینے کی توجیہ

علامہ طیبی نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلف کی اس تاجر کے ساتھ مثال بیان فرمائی ہے جس کے پاس اصل پونجی ہو اور وہ

اصل پونجی کی سلامتی کے ساتھ نفع کو ڈھونڈتا ہو، تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ انتہائی غور وفکر کے ساتھ اپنی اصل پونجی کو خرچ کرے اور صدق کو اور مہارت کو لازم رکھے تا کہ اسے نقصان نہ ہو۔ پس صحت اور فراغت اصل پونجی ہے اور اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان کے ساتھ عمل کرے اور نفس اور دین کے دشمنوں کے ساتھ مجاہدہ کرے تا کہ اسے دنیا اور آخرت کی خیر کا نفع حاصل ہو، اور اسی کے قریب قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (الصف: ۱۰۔۱۲)

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے O تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو O وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں اور عمدہ پاکیزہ مکانوں میں دائمی جنتوں میں یہی بہت بڑی کامیابی ہے O

سو! مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی سے اور شیطان کی دسیسہ کاریوں سے اجتناب کرے تا کہ ایسا نہ ہو کہ اس کی اصل پونجی نفع کے ساتھ ضائع ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اکثر لوگ اس میں نقصان میں مبتلا ہوتے ہیں اور یہ اس آیت کی مثل ہے:

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ (سبا: ۱۳)

اے آل داؤد! تم شکر ادا کرنے کے لیے نیک کام کرو، اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں O

قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی نعمت کون سی ہے؟ پس ایک قول یہ ہے کہ ایمان سب سے پہلی نعمت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ زندگی سب سے پہلی نعمت ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ صحت سب سے پہلی نعمت ہے۔ اور ایمان کو سب سے پہلی نعمت قرار دینا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ وہ نعمتِ مطلقہ ہے۔ اور زندگی اور صحت یہ دونوں دنیاوی نعمتیں ہیں۔ اور یہ اس وقت تک حقیقی نعمتیں نہیں ہوں گی جب تک ان کے ساتھ ایمان مقرون نہ ہو۔ اور اس وقت اس میں اکثر انسان دھوکا کھاتے ہیں اور ان کا نفع بالکل چلا جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے، پس جس نے اپنے آپ کو اپنے نفس کے ساتھ چھوڑ دیا جو اسے برائی کا حکم کرتا ہے اور ہمیشہ راحت کی طرف اکساتا ہے اور اس نے حدود کی حفاظت کو ترک کر دیا اور اطاعت اور عبادت پر دوام کو چھوڑ دیا تو اس نے دھوکا کھایا اور اس کو اصل پونجی میں نقصان ہوا۔ اور اسی طرح جب انسان کارِ معاش سے فارغ ہو اور پھر وہ عبادت اور اطاعت نہ کرے تو وہ بھی فریب خوردہ ہے اور نقصان زدہ ہے۔ اور کبھی انسان کے لیے عذر ہوتا ہے، اس کے برخلاف جب وہ فارغ ہو تو اس سے عذر اٹھ جاتا ہے اور اس کے خلاف حجت قائم ہو جاتی ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۱۳ اور ۶۴۱۴ میں یہ مذکور ہے کہ اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، سو تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔ اس کی صحیح البخاری: ۶۴۱۲ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جو لوگ اپنی زندگی کو دنیاوی عیش و آرام میں خرچ کرتے ہیں

Marfat.com

اورآخرت کے لیے عبادت کی تیاری نہیں کرتے تو وہ اپنی صحت اور فراغت کو ضائع کر دیتے ہیں اور اس میں نقصان اٹھاتے ہیں اور دھوکا کھاتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۰۷-۴۷۱، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۴۱۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ

اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةْ
فَأَصْلِحِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از معاویہ بن قرۃ، از حضرت انس رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا:

اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے
سو تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما

(صحیح البخاری: ۲۸۳۴، ۲۸۳۵، ۲۹۶۱، ۳۷۹۵، ۳۷۹۶، ۴۰۹۹، ۴۱۰۰، ۶۴۱۳، ۷۲۰۱، صحیح مسلم: ۱۸۰۵، سنن ترمذی: ۳۸۵۷، مسند احمد: ۱۲۵۳۹)

صحیح البخاری: ۶۴۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے دوسرے جزو کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن بشار، وہ بندار ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے غُندر، وہ محمد بن جعفر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معاویہ بن قرہ بن ایاس المزنی، اور قرہ کے لیے صحابیت ثابت ہے۔

یہ حدیث فضائل انصار میں از آدم گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۱۴- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْخَنْدَقِ وَهُوَ يَحْفِرُ وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ وَيَمُرُّ بِنَا فَقَالَ

اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةْ
فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ

تَابَعَهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن المقدام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو حازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سہل بن سعد الساعدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق میں تھے اور آپ خندق کھود رہے تھے اور ہم مٹی کو منتقل کر رہے تھے آپ نے ہمارے پاس سے گزرتے ہوئے کہا:

اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے
سو تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما

Marfat.com

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۹۸، ۶۴۱۴، صحیح مسلم: ۱۸۰۴، سنن ترمذی: ۳۸۵۶، مسند احمد: ۲۲۳۰۸)

صحیح البخاری: ۶۴۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن المقدام، یہ العجلی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الفضیل بن سلیمان، یہ النمیری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو حازم، یہ سلمہ بن دینار ہیں۔

یہ حدیث بھی فضائل انصار میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھود رہے تھے۔ اور فضائلِ انصار میں یہ حدیث گزری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور انصار خندق کھود رہے تھے۔ اور بہ ظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ بعض صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کھود رہے تھے اور بعض صحابہ وہ تھے جو مٹی کو منتقل کر رہے تھے۔

اور صاحب التلویح نے کہا ہے کہ یہ جواب غور و فکر کا محتاج ہے اور دوسروں نے کہا: صحیح بخاری کے نسخہ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ جب آپ نکلے تو صحابہ خندق کھود رہے تھے، لہٰذا اس کو ساقط کر دینا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲- بَابٌ: مَثَلِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ

دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی مثال

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (الحدید: ۲۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یاد رکھو! دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے، زیب و زینت ہے اور آپس میں فخر کرنا ہے، اور مال اور اولاد میں کثرت کو طلب کرنا ہے اس بارش کی مثل ہے جس کی پیداوار کسانوں کو اچھی لگتی ہے، پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو (اے مخاطب) تو اس کو زرد رنگ کی دیکھتا ہے، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے، اور آخرت میں (فساق کے لیے) سخت عذاب ہے اور (نیکوں کے لیے) اللہ کی طرف سے مغفرت ہے اور خوش نودی ہے اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے ۝

Marfat.com

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے "مثل الدنیا فی الاخرۃ" اصل عبارت یوں ہے: "دنیا کی مثال آخرت کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے" اور اس عنوان میں فی بمعنی الیٰ ہے جیسے قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ (ابراہیم:۹) پس انہوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے مونہوں کی طرف لوٹایا۔

اور یہ عنوان مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ یعنی دنیا کی آخرت کے مقابلہ میں مثال کچھ بھی نہیں ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے کہ جنت میں ایک چابک جتنی جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے اس عنوان کی شرح میں لکھا ہے:

یہ عنوان اس حدیث کے بعض الفاظ پر مشتمل ہے جس کو امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ از المستورد بن شداد رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلہ میں صرف ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی ایک شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈالے، پھر دیکھے کہ انگلی، پانی کی کتنی تراوٹ کے ساتھ رجوع کرتی ہے۔ اس کی سند تابعی تک امام بخاری کی شرط پر ہے کیونکہ امام بخاری نے حضرت المستورد رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روایت نہیں کی۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۷۴، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ، کی اس شرح پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر نے جو ذکر کیا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور نہ یہ امام بخاری کے دل میں گزرا۔ امام بخاری نے یہ عنوان ذکر کیا ہے، پھر اس کے بعد حضرت سہل کی حدیث روایت کی ہے، کیونکہ وہ حدیث معنیٰ میں اس عنوان کے مطابق ہے۔ اور یہ اسی شخص پر مخفی رہے گا جس کی فہم میں قصور ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

فتح الباری میں اس عبارت کے متصل یہ عبارت ہے کہ "امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اقتصار کیا ہے کہ جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے" تو جنت میں چابک سے کم جگہ دنیا کی نعمتوں کے کیسے برابر ہوگی۔ پھر یہ حدیث حضرت المستورد رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موافق ہوگی۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری، ج ۲ ص ۴۱۲، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

آیت مذکورہ کے مفردات کے معانی

اس آیت میں "لعب ولھو" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: کھیل کود، بے فائدہ اور بے مقصد کام۔ اور ایسی چیزیں جن سے

Marfat.com

میں دل لگایا جائے۔
یہاں دنیا کی زندگی سے مراد وہ زندگی ہے جس میں صرف دنیا داری کے کام ہوں، لیکن جس زندگی میں انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرے، وہ یہاں مراد نہیں ہے۔
اور اس آیت میں ''زینۃ'' کا ذکر ہے، اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے انسان خوشنمائی حاصل کرے۔
اور ''تفاخر'' کا معنی ہے: ایک دوسرے پر فخر کرنا جیسے آدمی کہے: میرے پاس اتنا مال ہے اور تمہارے پاس اتنا مال نہیں ہے اور میری اتنی اولاد ہے اور تمہاری اتنی اولاد نہیں ہے۔
اور اس آیت میں مذکور ہے ''غیث'' اس کا معنی ہے کھیتی۔ اور اس آیت میں مذکور ہے ''الکفار'' یہ کافر کی جمع ہے اور کافر کسان کو کہتے ہیں، کفر کا معنی ہے چھپانا، کسان بھی بیج کو مٹی میں چھپا دیتا ہے اس لیے اس کو کافر کہتے ہیں۔ ''اعجب الکفار'' کا معنی ہے: کھیت کو کسان دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح کفار بھی دنیا کی زیب و زینت کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔
اس آیت میں مذکور ہے ''ثم یھیج'' اس کا معنی ہے: پھر وہ کھیت خشک ہو جاتا ہے اور لکڑیاں اور ڈنڈیاں رہ جاتی ہیں۔ اور اس میں دنیا کی مثال دی ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور اس کی خوشنمائی اور زیب و زینت بالآخر زائل ہو جاتی ہے۔
اس آیت میں مذکور ہے ''عذاب شدید'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔
اور اس آیت میں مذکور ہے ''ومغفرۃ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے مغفرت اور بخشش کو تیار کر رکھا ہے۔
اور پھر اس آیت میں فرمایا ''کہ دنیا کی زندگی تو صرف دھوکہ کی پونجی ہے'' یہ اس آیت کے پہلے جز کی تاکید ہے۔

باب میں مذکور آیت کی تفسیر از مصنف

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے دنیا کی زندگی مذموم ہے اور آخرت کی زندگی محمود ہے، حالانکہ بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں بھی اچھائی ہے، انبیاء علیہم السلام دنیا ہی میں مبعوث کیے گئے ہیں اور اولیاء اللہ بھی دنیا میں ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

لَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (البقرۃ:۱۳۰)	بے شک ہم نے ابراہیم کو دنیا میں چن لیا اور وہ آخرت میں نیکوکاروں میں سے ہیں ۝
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً (البقرۃ:۲۰۱)	اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہٖ دنیا اور اس کی چیزیں مذموم نہیں ہیں کیونکہ دنیا میں کعبہ اور بیت المقدس بھی ہے، مسجد نبوی بھی ہے اور دیگر مساجد بھی ہیں، قرآن مجید اور دیگر دینی کتب بھی ہیں، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے مزارات ہیں، دینی مدارس اور دینی لائبریریاں ہیں، اللہ تعالیٰ کے نیک اور برگزیدہ بندے ہیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کے مراکز ہیں، دنیا صرف اس اعتبار سے مذموم ہے کہ اس میں اللہ کی اطاعت کے بجائے شیطان کی اطاعت کی جائے اور اس میں وہ چیزیں ہوں جو اللہ کی اطاعت سے غافل کرتی ہیں اور شیطان کی اطاعت کی طرف راغب کرتی ہیں جیسے شراب خانے، قحبہ خانے، قمار خانے، بت

Marfat.com

کدے اور رقص و موسیقی کے کلب ہیں اور اس میں ایسی ہی چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔

۶۴۱۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَلَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود، از حضرت سہل رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جنت میں چابک جتنی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ اور ضرور اللہ کی راہ میں صبح کو نکلنا یا شام کو نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۹۲، صحیح مسلم: ۱۸۸۱، سنن ترمذی: ۱۶۶۴، سنن نسائی: ۳۱۱۸، سنن ابن ماجہ: ۴۳۳۰، ۲۷۵۶، مسند احمد: ۲۲۳۶۵)

صحیح البخاری: ۶۴۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد العزیز جو اپنے والد ابو حازم سے روایت کرتے ہیں، ان کا نام سلمہ بن دینار ہے اور وہ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں "سبیل اللہ" کا ذکر ہے اور یہ عام ہے کہ مسلمان بندہ جہاد کے لیے نکلے یا علم دین کی طلب کے لیے نکلے یا نماز پڑھنے کے لیے جائے یا حج اور عمرہ کے لیے جائے علیٰ حذا القیاس۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۱۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنت کی نعمتوں کا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہونے کا سبب

اس کا سبب یہ ہے کہ جنت غیر فانی ہے اور دنیا کی مدت ختم ہونے والی ہے اور زائل ہونے والی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو بیان فرمایا کہ جنت میں ایک چابک جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے یا اللہ کے راستہ میں صبح نکلنا یا شام کو نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، آپ کی مراد یہ ہے کہ اس کا ثواب دنیا و مافیہا سے بہتر ہے تاکہ آپ اپنی امت کو اس پر متنبہ کریں کہ اللہ کے نزدیک دنیا کی بہت کم حیثیت ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے لیے دنیا کے دار جزا ہونے کو پسند نہیں فرماتا۔ اور نہ جنت کو اپنے دشمنوں کے لیے پسند فرماتا ہے بلکہ دنیا تو ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کھیل تماشا ہے اور زیب و زینت ہے اور ایک دوسرے پر فخر ہے اور مال اور اولاد میں کثرت کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے۔

اور امام ترمذی حضرت مستورد بن شداد الفہری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا آخرت کے مقابلہ

Marfat.com

میں ایسے ہے جیسے تم میں سے کوئی آدمی اپنی ایک انگلی کو سمندر میں ڈالے، پھر وہ دیکھے کہ وہ انگلی کتنی تری کو لے کر لوٹی ہے۔
(سنن ترمذی: ۲۳۲۳)
نیز امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو دنیا سے ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۲۰)
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۴۰۲ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۱۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دنیا اور آخرت کے تقابل کی مزید وضاحت

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ سورۃ الحدید کی آیت اور اس باب کی حدیث اس آیت کی مثل ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۗ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ (النساء: ۷۷)

آپ کہیے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے آخرت بہت بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا O

اس آیت میں جو دنیا کی متاع کی قلت بیان فرمائی ہے یہ فی نفسہٖ دنیا کے اعتبار سے ہے اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اور اس کی کوئی عظمت نہیں ہے اور اس آیت کو لوگوں کی عقول کے قریب کرنے کے لیے اور تمثیل کے لیے بیان فرمایا ہے ورنہ دنیا متناہی ہے اور آخرت غیر متناہی ہے اور متناہی اور غیر متناہی میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ اور اسی طرف حضرت مستورد رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اشارہ ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی ایک شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈالے اور پھر دیکھے انگلی میں کتنی تری لگتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا اس پانی کی مثل ہے جو انگلی میں تری ہے۔ اور آخرت پورے سمندر کی مثل ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ۝ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ يُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۝ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ (محمد: ۳۶-۳۸)

دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے اور اگر تم ایمان پر برقرار رہو اور متقی بن جاؤ تو وہ تمہارے اجر تمہیں عطا فرمائے گا اور تم سے تمہارے اموال طلب نہیں فرمائے گا O اگر وہ تم سے تمہارے اموال طلب کرے، پس شدت سے طلب کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ تمہارے دلوں کے زنگ کو ظاہر کر دے گا O ہاں! تم ہی وہ لوگ ہو جن کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، پس تم میں سے بعض بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ صرف اپنی جان سے ہی بخل کرتا ہے اور اللہ غنی ہے اور تم (سب اسی کے) محتاج ہو۔

Marfat.com

اس مثال کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد پیدا ہوتا ہے، پھر پروان چڑھتا ہے، پھر طاقت حاصل کرتا ہے، پھر مال کماتا ہے اور اولاد کو حاصل کرتا ہے اور ریاست حاصل کرتا ہے، پھر اس کے بعد اس کے جسم میں انحطاط شروع ہو جاتا ہے، پس وہ بوڑھا ہو جاتا ہے اور کمزور ہو جاتا ہے اور بیمار ہو جاتا ہے اور اس کو بیماری کے اور مال کی کمی کے اور عزت کی کمی کے حوادث اور نوائب پیش آتے ہیں، پھر وہ مر جاتا ہے، پھر اس کا معاملہ مضمحل ہو جاتا ہے اور اس کا مال اس کے وارثوں کے پاس چلا جاتا ہے اور اس کے حالات متغیر ہو جاتے ہیں، پس اس کا حال ایسا ہے جیسے کسی زمین پر بارش آئی ہو اور اس سے سبزہ پیدا ہوا ہو جو دیکھنے والوں کو اچھا لگتا ہو، پھر وہ سبزہ خشک ہو جائے اور زرد ہو جائے اور چورا چورا ہو جائے اور بکھر کر مضمحل ہو جائے۔

حدیث مستورد کی ایک مثال

امام غزالی نے احیاء العلوم میں حضرت المستورد رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی اور اس کے بعد یہ لکھا کہ "جان لو! کہ اہل دنیا کی ان کی غفلت میں مثال ایسے ہے جیسے چند لوگ ایک کشتی میں سوار ہوئے، پھر وہ ایک جزیرے پر پہنچے جو سبزہ سے لہلہا رہا تھا، وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے اس جزیرہ میں اترے تو ملاح نے ان کو خبردار کیا کہ دیر نہ لگانا اور صرف اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں تم اپنی حاجت پوری کر سکو، اور ان کو اس سے خبردار کیا کہ ایسا نہ ہو کہ کشتی چل پڑے اور تم رہ جاؤ۔ پھر بعض لوگ تو جلدی لوٹ آئے اور ان کو کشتی میں اچھی جگہ مل گئی اور وہ وہاں پر ٹھہر گئے اور دوسرے لوگوں کے کئی فرقے ہیں، پہلا فرقہ وہ ہے جس نے جزیرہ میں پھلوں اور پھولوں کو دیکھا اور جزیرہ میں بہتی ہوئی نہروں کو دیکھا اور جواہر اور معدنیات کو دیکھا، پھر وہ بیدار ہوئے اور جلدی سے کشتی میں پہنچ گئے تو ان کو بھی کشتی میں جگہ مل گئی مگر وہ پہلے لوگوں کی جگہ سے کم تھی سو ان کو فی الجملہ نجات مل گئی۔ دوسرا فرقہ جزیرہ کے جواہر اور پھلوں اور پھولوں کو دیکھنے میں لگ گیا اور وہ وہاں سے پھل اور پھول چن چن کر اکٹھے کرنے لگا اور اس میں اس کو دیر ہو گئی، اور جب وہ کشتی پر پہنچا تو اس کو پہلے لوگوں سے بھی کم جگہ ملی، انہوں نے اپنے نفس کے ساتھ سخاوت نہیں کی تھی کہ وہ جزیرہ میں جو چیزیں دلوں کو لبھا رہی تھیں ان کو چھوڑ دیتے۔ پھر وہ پھل سوکھ گئے اور پھول مرجھا گئے اور تیز آندھیاں چلیں حتیٰ کہ جو کچھ وہ لے کر آئے تھے آندھیوں نے وہ سب کچھ گرا دیا۔ اور تیسرا فرقہ وہ تھا جو جزیرہ کی رعنائی، خوبصورتی اور دلفریبی میں ڈوب گیا، اور ملاح کی وصیت سے غافل ہو گیا۔ پھر انہیں ملاح کی آواز آئی کہ وہ کشتیوں کو لے کر جا رہا ہے۔ پھر کشتی نکل گئی اور وہ جزیرہ کی خشکی میں پڑے رہ گئے حتیٰ کہ ہلاک ہو گئے۔ اور چوتھا فرقہ وہ تھا جس کی غفلت زیادہ شدید تھی اور انہوں نے ملاح کی نداء کو بھی نہیں سنا اور کشتی چلی گئی اور وہ جزیرہ کے اندر رہ گئے، انہیں درندوں نے پھاڑ کھایا اور بعض اس جزیرہ میں بھوک و پیاس سے ہلاک ہو گئے اور بعض ایسے تھے جن کو سانپوں نے اور اژدھوں نے ڈس لیا۔ سو! یہ اہل دنیا کی مثال ہے جب وہ دنیا کی رنگینیوں اور دلفریبیوں میں مشغول ہوتے ہیں اور آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں۔ پھر امام غزالی نے اس پر اپنی بات کو ختم کیا کہ یہ کتنی قبیح بات ہے کہ عقلمند آدمی سونے اور چاندی کو جمع کرتا ہے اور ان میں سے کسی چیز کو وہ موت کے بعد اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا اور اللہ ہی سے مدد طلب کی گئی ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۷۱-۴۷۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

٣- بَابٌ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

نبی ﷺ کے اس ارشاد کا بیان کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح مسافر ہو یا کسی راستہ کو عبور کرنے والے ہو

٦٤١٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبُو الْمُنْذِرِ الطُّفَاوِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَنْكِبِي فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ۔

(سنن ترمذی: ٢٣٣٣، سنن ابن ماجہ: ٤١١٤، مسند احمد: ٤٧٥٠)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالرحمن ابوالمنذر الطفاوی نے حدیث بیان کی از سلیمان از الاعمش، انہوں نے کہا: مجھے مجاہد نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے کو پکڑا، پھر فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو جس طرح تم مسافر ہو یا رستہ عبور کرنے والے ہو، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے: جب تم شام کرلو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کرلو تو شام کا انتظار نہ کرو۔ اور اپنی تندرستی کے اوقات میں سے کچھ حصہ اپنی بیماری کے اوقات کے لیے رکھو اور اپنی زندگی کے ایام میں سے کچھ حصہ اپنی موت کے لیے رکھو۔

صحیح البخاری: ٦٤١٦، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الطفاوی، اس میں بنو طفاوہ کی طرف نسبت ہے اور طفاوہ بصرہ میں ایک جگہ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بنوطفاوہ اس جگہ آ کر ٹھہرے ہوں تو اس وجہ سے ان کا نام بنوطفاوہ پڑ گیا، اور العقیلی نے اس کا انکار کیا ہے۔

نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مجاہد، الاعمش نے اپنے صیغہ کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے، اسی طرح الاعمش کے اصحاب نے ان سے روایت کی ہے اور اسی طرح اصحاب طفاوی نے ان سے روایت کی ہے۔ اور ابن المدینی اس کی تصریح میں متفرد ہیں۔ اور الاعمش نے اس حدیث کو مجاہد سے نہیں سنا، اور انہوں نے اس حدیث کو لیث بن ابی سلیم سے سنا ہے سو انہوں نے اس میں تدلیس کی۔

امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کی حسن بن قزاعہ کی سند سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن عبدالرحمن الطفاوی نے یہ حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد اور امام احمد اور امام ترمذی نے اس حدیث کو سفیان ثوری کی سند سے از لیث بن ابی

Marfat.com

سلیم از مجاہد روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے میرے منکب کو پکڑا'' منکب کا معنی بازو اور کندھا ہے۔ اور امام ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ نے میرے جسم کے کسی حصہ کو پکڑا، اور بخاری کی روایت اس مبہم کی تعیین کرتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر ہو''۔ یہ حدیث نصیحتوں کی تمام اقسام کی جامع ہے، کیونکہ مسافر لوگوں کو بہت کم جانتا پہچانتا ہے، اس میں حسد، عداوت، کینہ، نفاق، نزاع اور باقی تمام رذائل کم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان تمام رذائل کا منشاء لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے سے ہوتا ہے، کیونکہ جب وہ لوگوں کے درمیان رہتا ہے اور دیکھتا ہے کہ بعض لوگ اس سے زیادہ اچھے حال میں ہیں تو وہ ان سے حسد کرتا ہے۔ اور چونکہ اس کا کسی اجنبی جگہ پہ رہنا بہت کم ہوتا ہے اور نہ اس کے وہاں باغات ہوتے ہیں نہ کھیت ہوتے ہیں اور نہ اہل وعیال ہوتے ہیں اور وہ تمام چیزیں نہیں ہوتیں جو اللہ تعالیٰ سے اشتغال کا منشاء ہیں تو گویا دنیا میں دل لگانے کا کوئی سبب اسے میسر نہیں ہوتا۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ مسافر بھی تو راستہ عبور کرنے والا ہوتا ہے تو اس کو بطریق عطف لانے کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ راستہ عبور کرنا مسافرت کو مستلزم نہیں ہے اور اس میں زیادہ مبالغہ ہے، کیونکہ راستہ عبور کرنے والے کے تعلقات مسافر کے تعلقات سے کم ہوتے ہیں سو یہ عام کا خاص پر عطف ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنی تندرستی کے اوقات میں سے کچھ بیماری کا حصہ رکھ لو'' یعنی کچھ وقت اپنی بیماری کے لیے رکھو یعنی تندرستی کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں مشغول رہو کیونکہ بیماری کے ایام میں تم اتنی عبادت اور اطاعت نہیں کر سکو گے، اور اپنی زندگی کے ایام میں سے موت کا حصہ رکھو، یعنی اپنی زندگی کے ایام کو غنیمت جانو اور اپنی زندگی کے ایام کو بے فائدہ کاموں میں اور سہو اور غفلت میں نہ گزارو کیونکہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں اور اس کی امیدوں کے چراغ بجھ جاتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۰۔۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابوالزناد نے کہا ہے: اس حدیث میں لوگوں سے کم ملنے جلنے کی ترغیب ہے اور دنیا کی چیزوں سے کم فائدہ اٹھانے کی دلیل ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی المتوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس کا بیان یہ ہے کہ مسافر لوگوں سے بہت کم واقف ہوتا ہے اور لوگوں سے بہت کم ملنے جلنے والا ہوتا ہے بلکہ وہ لوگوں سے غیر مانوس ہوتا ہے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس کو وہ پہچانتا ہو اور جس سے وہ مانوس ہو اور اس کے ساتھ زیادہ ملنا جلنا اختیار کرے، سو وہ اپنے نفس میں خوفزدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جو راستہ عبور کرنے والا ہے وہ بھی اپنے سفر میں زیادہ دور نہیں جاتا، اور اس کے پاس سامان کم ہوتا ہے اور اس کے ساتھ سفر خرچ ہوتا ہے اور سواری ہوتی ہے جو اس کو اس کے مطلوب تک پہنچاتی ہے، یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا میں بے رغبتی کو

اختیار کرنا چاہیے اور دنیا سے صرف اتنی مقدار لینی چاہیے جس سے گزر بسر ہو جائے جیسا کہ مسافر زیادہ سامان کو نہیں اکٹھا کرتا، اسی طرح مومن بھی دنیا میں زیادہ چیزوں کا محتاج نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی نصیحت میں فرمایا: جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو، اس میں یہ بتایا کہ تم موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو، کیا پتا تمہیں شام دیکھنی نصیب ہو یا نہ ہو۔ اور دوسرا یہ کہ عمل صالح کی تیاری کرو۔ اور اس پر برانگیختہ کیا ہے کہ لمبی امیدیں نہ باندھو، اور دنیا کی دلفریب اور دل نشیں چیزوں کی طرف مائل نہ ہو۔

نیز فرمایا: ''تم تندرستی کے ایام میں سے کچھ بیماری کے ایام میں رکھو'' یعنی تم صحت کے ایام کو غنیمت جانو۔ اور زیادہ عبادت کرو اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو بعد میں تمہیں کوئی ایسی بیماری ہو جائے کہ تم زیادہ نیک عمل نہ کر سکو۔

اسی طرح فرمایا ''تم اپنی زندگی کے ایام میں سے موت کے لیے حصہ رکھو'' یعنی اپنی زندگی کے ایام کو غنیمت جانو اور ان کو فضول اور بے مقصد کاموں میں نہ گزارو، کیونکہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور اس کی امید ختم ہو جاتی ہے۔ اور پھر اس کو اپنے عمل کی کمی کے اوپر ندامت ہوتی ہے۔ سو! یہ حدیث کتنے خیر کے معانی کو جامع ہے۔ اور اسی وجہ سے علامہ نووی نے اس حدیث کو اپنی اربعین میں داخل کیا ہے۔ اور ہم نے اس کی شرح میں اس کی وضاحت کی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۴۰۳۔ ۴۰۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دنیا سے دل نہ لگانے کی وجوہ

علامہ یحییٰ بن شرف النووی نے کہا ہے کہ دنیا کی طرف مائل نہ ہو اور دنیا کو اپنا وطن نہ بناؤ، اور تم اپنے دل میں یہ خیال نہ جماؤ کہ تم دنیا میں باقی رہو گے۔ اور دنیا سے تم صرف اتنا تعلق رکھو جیسا کہ مسافر کسی اجنبی جگہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

اور دوسرے علماء نے کہا: راستہ عبور کرنے والا وہ شخص ہے جو راستہ عبور کر کے اپنے وطن کی طلب کرنے کے لیے جاتا ہے، پس جو مرد اس دنیا میں ہے وہ اس غلام کی طرح ہے جس کو اس کے مالک نے کسی کام سے دوسرے شہر بھیجا ہو، اور اس کو یہ کرنا چاہیے کہ جلدی سے وہ کام کرے جس کام کے لیے اس کو بھیجا گیا ہے، پھر وہ اپنے وطن کی طرف لوٹ آئے اور کسی ایسی چیز کے ساتھ دل نہ لگائے جس کا اس کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔

اور دیگر علماء نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ مومن اپنے آپ کو دنیا میں اس طرح رکھے جس طرح مسافر ہوتا ہے، پس اپنا دل کسی اجنبی شہر میں نہ لگائے، بلکہ اس کا دل اپنے وطن ہی کے ساتھ متعلق رہے جہاں اس نے واپس جانا ہے، اور اس دنیا میں رہنے کو صرف اس لیے قرار دے تاکہ وہ اپنی حاجت پوری کرلے اور اپنے وطن کی طرف لوٹنے کی تیاری کرے اور مسافر کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔ یا اس مسافر کی طرح ہو جو کسی معین جگہ پر قیام نہیں کرتا بلکہ وہ مسلسل سفر کرتا رہتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو نصیحت کی ہے اس کے موافق درج ذیل حدیث ہے

امام حاکم روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو

Marfat.com

غنیمت جانو: بڑھاپے سے پہلے جوانی کو غنیمت جانو، بیماری سے پہلے تندرستی کو غنیمت جانو، تنگدستی سے پہلے خوش حالی کو غنیمت جانو، کارِ معاش کی مشغولیت سے پہلے فراغت کو غنیمت جانو، موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جانو۔ اس حدیث کی امام ابن المبارک نے کتاب الزہد میں سندِ صحیح کے ساتھ عمرو بن میمون کی مرسل سے روایت کی ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی یہ نصیحت حدیث مرفوع سے حاصل کی گئی ہے اور یہ نصیحت امیدوں کے کم کرنے کو متضمن ہے اور یہ کہ عقلمند آدمی کو چاہیے کہ جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرے اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرے بلکہ یہ گمان کرے کہ اس کی موت اس سے پہلے آجائے گی۔

اور یہ جو فرمایا ہے ''صحت کے اوقات میں سے مرض کے اوقات کا حصہ رکھو'' یعنی ایسے عمل کرو جن کا نفع تمہیں موت کے بعد حاصل ہو اور صحت کے ایام میں نیک عمل کرنے میں جلدی کرو، کیونکہ کبھی مرض آجاتا ہے اور آدمی نیک عمل نہیں کر سکتا۔

اس حدیث کا اس حدیث سے تعارض جس میں مذکور ہے کہ بیماری کے ایام میں بندہ کے وہ اعمال لکھے جاتے ہیں جن کو وہ صحت کے ایام میں کرتا تھا اور اس تعارض کا جواب

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ حدیث صحیح میں یہ وارد ہے کہ جب بندہ بیمار ہو جاتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال میں وہ عمل لکھ دیتا ہے جو وہ صحت اور اقامت کے ایام میں عمل کرتا تھا، کیونکہ یہ حدیث اس شخص کے متعلق وارد ہے جو عمل کرتا ہو، اور اس باب کی حدیث میں جو مرض اور موت سے ڈرایا ہے یہ اس کے متعلق ہے جو بالکل عمل نہیں کرتا، کیونکہ جو بالکل عمل نہیں کرتا وہ اپنے عمل نہ کرنے پر نادم ہوگا اور اپنے مرض کی وجہ سے عمل کرنے سے جو عاجز ہو گیا ہے تو اس پر نادم ہوگا مگر یہ ندامت نفع نہیں دے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان صحت کے ایام میں کوئی نیک عمل کرتا ہو اور پھر بیماری طاری ہونے کی وجہ سے وہ عمل نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہ عمل لکھتا رہتا ہے جو صحت کے ایام میں وہ عمل کرتا تھا۔ اور یہاں اس شخص کے متعلق نصیحت کی ہے جو صحت کے ایام میں بالکل عمل نہیں کرتا تھا۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کندھے کو پکڑ کر یہ فرمایا تھا: دنیا میں مسافر کی طرح رہو''۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ معلم، متعلم کے اعضاء کو تعلیم کے وقت چھوئے اور واعظ لوگوں کو نصیحت کرتے وقت ان کو چھوئے تاکہ ان کا انس حاصل ہو اور تنبیہ حاصل ہو۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر حریص تھے کہ امت کو خیر پہنچائی جائے۔ اور آپ نے امت کو برانگیختہ کیا کہ وہ دنیا کو ترک کریں اور صرف قدرِ ضرورت پر اقتصار کریں۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۷۴۳۔۷۴۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۔ بَابُ: فِي الْأَمَلِ وَطُولِهِ

امید اور اس کے طول کا بیان

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (آل عمران: ۱۸۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو، جو شخص دوزخ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب ہے اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے ۝

Marfat.com

ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○ (الحجر ۳)

آپ ان کو کھانے میں اور (دنیاوی) فائدہ اٹھانے میں چھوڑ دیں اور ان کو ان کی امیدوں میں مشغول رہنے، دیں یہ عنقریب جان لیں گے ○

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: ارْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَارْتَحَلَتِ الْآخِرَةُ مُقْبِلَةً وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بَنُوْنَ فَكُوْنُوْا مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ أَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلٌ بِمُزَحْزِحِهِ: بِمُبَاعِدِهِ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا پیٹھ موڑتے ہوئے کوچ کر رہی ہے اور آخرت سامنے سے آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں، پس تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو، کیونکہ آج عمل ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل نہیں ہوگا۔

مزحزحہ کا معنی ہے: اس کو دور کرنے والا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امید عمل سے غافل کرتی ہے اور روکتی ہے اور تمام لوگوں کے لیے امیدیں رکھنا مذموم ہے سوائے علماء کے، کیونکہ اگر علماء کسی کام کی امید نہ رکھتے اور منصوبہ نہ بناتے تو پھر وہ کتابوں کی تصنیف اور تالیف نہ کرتے۔ علامہ ابن الجوزی نے اپنے شعر میں اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے:

وآمال الرجال لهم فضوح سوى امل المصنف ذى العلوم

لوگوں کی امیدیں ان کے لیے باعث رسوائی ہیں سوائے مصنف کی امید کے جو علوم سے مزین ہے

اور امید میں اور تمنا میں یہ فرق ہے کہ امید کسی سبب سے قائم ہوتی ہے اور تمنا بغیر سبب کے ہوتی ہے۔ اور بعض حکماء نے کہا ہے کہ انسان امید سے علیحدہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگر اس سے امید فوت ہو جائے تو پھر وہ تمنا پر اعتماد کرے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمناؤں کی کثرت عقل کو خراب کرتی ہے اور دین کو فاسد کرتی ہے اور قناعت کو دور کرتی ہے۔ اور شاعر نے کہا:

الله اصدق والآمال كاذبة وجل هذا المعنى فى الصدر وسواس

اللہ سب سے زیادہ سچا ہے اور امیدیں جھوٹی ہیں اور اس کا بڑا معنی سینہ میں وسواس ہیں

باب میں مذکور قرآن مجید کی آیات کی تفسیر از علامہ عینی

علامہ عینی لکھتے ہیں:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (آل عمران: ۱۸۵)

ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے، اور تمہارے کاموں کی جزا تو قیامت کے دن ہی دی جائے گی، سو! جو شخص دوزخ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے ○

Marfat.com

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ امید کا جس چیز کے ساتھ تعلق ہے وہ بے کار چیز ہے۔

آل عمران: ۱۸۵ کی تفسیر از مصنف

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کا اس کے سوا اور کوئی مقصود نہیں ہونا چاہیے کہ اس کو دوزخ کے عذاب سے نجات مل جائے اور جنت میں پہنچ جائے اور جو شخص دنیا کی رنگینیوں میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کے احکام سے غافل ہو جائے، اس کے لیے یہ دنیا دھوکے کا سامان ہے اور جس نے اللہ کے احکام کی اطاعت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل کرنے کے لیے دنیا سے تعلق رکھا، اس کے لیے دنیا اچھی متاع ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر کی شرح از علامہ عینی

علامہ عینی لکھتے ہیں:

کیونکہ دنیا پیٹھ پھیر کر جانے والی ہے تو اس میں امید رکھنا مذموم ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسی قول سے بعض حکماء نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ دنیا پیٹھ پھیر کر جانے والی ہے اور آخرت سامنے سے آنے والی ہے اور اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو پیٹھ پھیر کر جانے والی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جو سامنے سے آنے والی ہے اس کی طرف پیٹھ کر لیتا ہے۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) کہا ہے: ہم نے ابو اللیث السمرقندی رحمہ اللہ کی کتاب میں یہ روایت دیکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے پہلوں کی نیکی زہد (دنیا سے بے رغبتی) کے ساتھ ہوگی اور یقین کے ساتھ ہوگی، اور اس امت کے آخری لوگ بخل اور امید سے ہلاک ہو جائیں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور امام طبرانی اور امام ابن ابی الدنیا نے اس کی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر کی امام ابن المبارک نے اپنی کتاب الرقائق میں روایت کی ہے۔ اور اس کی نعیم بن حماد نے از سلیمان بن خلاد روایت کی ہے، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زبید الیامی از مہاجر الطبری۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آج عمل ہے'' اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ آج عمل نہیں ہے بلکہ آج کے دن میں عمل ہے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ حضرت علی نے آج کے دن کو نفسِ عمل از روئے مبالغہ کے قرار دیا جیسے کہا جاتا ہے: ابو حنیفہ فقہ ہیں اور ان کا دن روزہ دار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۱-۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۱۷۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مُنْذِرٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا إِلَى هَذَا الَّذِي فِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از منذر از ربیع بن خثیم از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع خط بنایا اور اس کے

Marfat.com

الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي فِي الْوَسَطِ وَقَالَ هٰذَا الْإِنْسَانُ وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ أَوْ قَدْ أَحَاطَ بِهِ وَهٰذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْأَعْرَاضُ فَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا وَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا۔

درمیان میں ایک خط بنایا جو مربع سے خارج تھا اور اس مربع کے وسط میں چھوٹے چھوٹے خطوط بنائے مربع کی جانب سے وسط میں، آپ نے فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ اس کی اجل (موت) اس کا احاطہ کرنے والی ہے یا فرمایا: اس کا احاطہ کر چکی ہے، اور یہ خط جو اس مربع سے خارج ہے یہ اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط اعراض (دنیاوی مشکلات) ہیں، اگر وہ ایک مشکل سے نکل جائے تو دوسری مشکل اس کو ڈس لیتی ہے۔ اور اگر وہ اس سے نکل جائے تو یہ مشکل اس کو ڈس لیتی ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۴۵۴، سنن ابن ماجہ: ۴۲۳۱، مسند احمد: ۳۶۴۴، سنن دارمی: ۲۷۲۹)

صحیح البخاری: ۶۴۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے انسان کی امید اور اس کا طول۔ اور اس حدیث میں یہ مثال دی ہے کہ انسان کی امید اور اس کی موت اور اس کی دنیاوی مشکلات اس کو عارض ہوتی رہتی ہیں، اور جب وہ ان مشکلات سے نکل لے تو اس کی موت آ جاتی ہے جب اس کی زندگی کی میعاد پوری ہو جاتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ثوری ہیں، وہ اپنے والد سعید بن مسروق سے روایت کرتے ہیں اور سعید منذر بن یعلیٰ سے روایت کرتے ہیں اور ثوری الکوفی ہیں، وہ ربیع بن خثیم سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ چاروں ثوری کوفی ہیں اور عبداللہ سے مراد ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اور وہ صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع خط کھینچا۔ مربع سے مراد یہ ہے کہ اس کے تمام زاویے برابر تھے اور اس کا طول اور عرض برابر تھا۔ اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے چھوٹے خط اس مربع میں کھینچے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ انسان ہے، یعنی یہ خط مثال کے طور پر انسان ہے اور اس کی صفت یہ ہے۔ اور مربع کے وسط میں ایک خط آپ نے کھینچا جو مربع سے باہر نکلا ہوا تھا اور مربع کے جو چار خطوط ہیں یہ انسان کی اجل ہے یعنی انسان کی زندگی کا اس کی اجل نے احاطہ کیا ہوا ہے اور اس کی جو امیدیں ہیں وہ اتنی زیادہ ہیں کہ وہ اس کی زندگی سے باہر نکلی ہوئی ہیں۔

Marfat.com

اس مربع کے چاروں طرف جو خطوط ہیں وہ انسان کی اجل یا موت ہے جس نے انسان کو گھیرا ہوا ہے

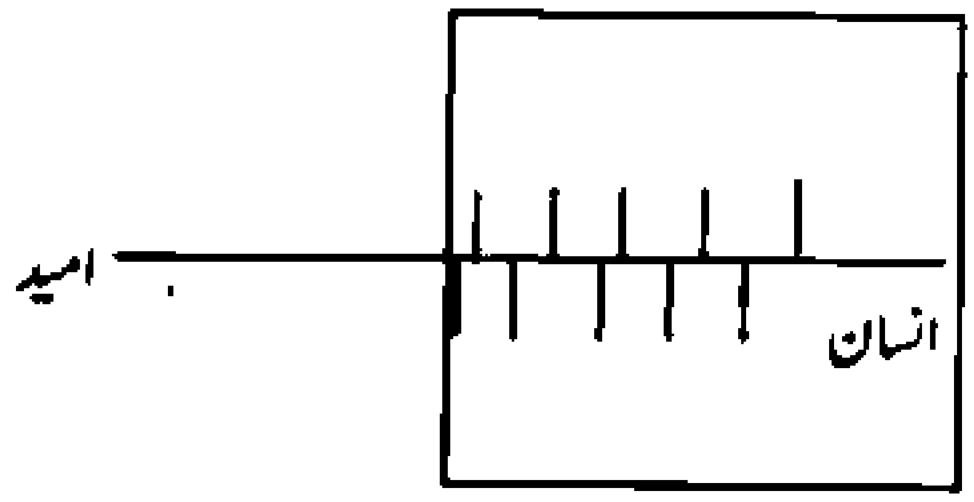

یہ چھوٹے چھوٹے خطوط انسانی کی دنیاوی مشکلات ہیں

اس مثال سے یہ واضح کیا ہے کہ انسان کی امید اس کی زندگی سے باہر نکلی ہوئی ہے اور مشکلات نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے، اس کی امید پوری نہیں ہوتی اور اس کو موت آ جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۱۔ ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٤١٨ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ ﷺ خُطُوطًا فَقَالَ هَذَا الْأَمَلُ وَهَذَا أَجَلُهُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ جَاءَهُ الْخَطُّ الْأَقْرَبُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی خطوط کھینچے، آپ نے فرمایا: یہ امید ہے اور یہ انسان کی اجل (موت) ہے، پس جس وقت انسان اسی حال میں ہوتا ہے تو اس کے پاس وہ خط آ جاتا ہے جو زیادہ قریب ہوتا ہے۔

صحیح البخاری: ٦٤١٨، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی خطوط کھینچے اور ان کی درج ذیل صفت ہے:

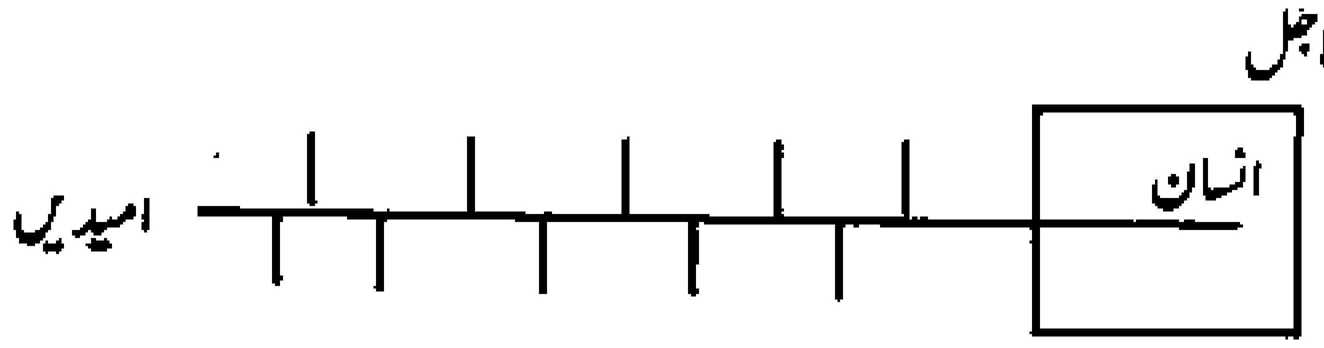

ان خطوط سے ان آفات اور مصائب کی طرف اشارہ ہے جو انسان کو عارض ہوتے ہیں وہ اسی طرح آفات میں مبتلاء ہوتا ہے کہ اچانک جو خط زیادہ قریب ہے وہ اس کے پاس آ جاتا ہے اور وہ اس کی اجل اور اس کی موت ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس نقشہ میں طویل نقشہ سے اختصار ہے اور دوسرے خطوط آفات ہیں اور جو خط زیادہ قریب ہے وہ اجل اور موت ہے کیونکہ کوئی شک نہیں ہے کہ جو خط محیط ہو وہی تمام خطوط سے زیادہ قریب ہے اور وہی انسان کی اجل اور موت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۳۔ ۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۴۱۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امیدیں کم رکھنے کی ترغیب

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ تنبیہ کی ہے کہ وہ امیدیں کم رکھیں اور ان کو موت کا خوف دلایا ہے کہ جس شخص سے اس کی موت کا وقت غائب ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ جس حال میں وہ موت سے دھوکہ میں ہو اور غفلت میں ہو اچانک اس کے اوپر موت آ جائے نعوذ باللہ من ذالک۔ پس مومن کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں انہی کے استعمال پر راضی رہے اور اپنی امیدوں اور خواہشات کے خلاف جہاد کرے۔ اور اس باب کے بعد یہ حدیث آئے گی کہ ہمیشہ بوڑھے آدمی کا دل دنیا کی محبت اور لمبی امید میں جوان ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۲۰)

قرآن مجید میں ہے:

ذَرۡهُمۡ يَاۡكُلُوۡا وَ يَتَمَتَّعُوۡا وَ يُلۡهِهِمُ الۡاَمَلُ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ۝ (الحجر ۳)

آپ ان کو کھانے میں اور (دنیاوی) فائدہ اٹھانے میں چھوڑ دیں اور ان کو ان کی امیدوں میں مشغول رہنے دیں یہ عنقریب جان لیں گے ○

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم!) آپ ان مشرکین کو اس حال میں رہنے دیں کہ یہ دنیا کی چیزیں کھاتے ہیں اور دنیا کی لذات اور شہوات سے نفع اندوز ہوتے ہیں اور اسی حال میں یہ رہیں حتیٰ کہ ان کی موت کا وقت آ جائے۔ اور ان کی لمبی امیدیں ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل رکھیں اور اپنی آخرت کے لیے مغفرت کا سامان پہنچانے سے یہ عاجز رہیں جس کی وجہ سے یہ اپنے رب کا قرب حاصل کر سکیں، پس عنقریب یہ کل جان لیں گے جب یہ دوزخ کی آگ پر وارد ہوں گے اور جب یہ اللہ کا کفر کرنے کی وجہ سے عذاب کو دیکھیں گے کہ یہ دنیا کی لذات سے نفع حاصل کرنے کے اندر منہمک رہے اور اس انجام کو پہنچ گئے۔

ابو اللیث السمر قندی کی روایت میں ہے: اس امت کے پہلوں کی بہتری زہد اور یقین کے ساتھ تھی اور اس امت کا آخری حصہ بخل اور لمبی امیدوں کی وجہ سے ہلاک ہوگا، پھر آپ نے فرمایا: جس نے اپنی امید کم رکھی، اللہ تعالیٰ اس کو چار کرامتیں عطا فرماتا ہے:

(۱) وہ شخص اللہ کی اطاعت پر قوی ہوتا ہے، کیونکہ جب اس کو معلوم ہو کہ وہ عنقریب مر جائے گا تو وہ اپنے مستقبل کے لیے ان چیزوں کا اہتمام نہیں کرے گا جو ناپسندیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش کرے گا اور زیادہ اطاعت کرے گا۔

(۲) وہ شخص اپنے تفکرات کو چھوڑ دے گا، کیونکہ جب اسے معلوم ہوگا کہ وہ عنقریب مر جائے گا تو وہ مستقبل کے لیے پریشان نہیں ہوگا۔

(۳) وہ کم نعمتوں پر راضی ہوگا۔

(۴) اس کا دل منور ہوگا۔ پس مسلمان کو چاہیے کہ اس کی امید کم ہو، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کس لمحہ میں اور کونسا سانس لیتے وقت وہ مر جائے گا۔ اور مسلمان کو چاہیے کہ بہ کثرت موت کا ذکر کرے۔ کیونکہ چھ خصلتوں کے سوا کوئی مفر نہیں ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) ایسا علم جو اس کی آخرت پر رہنمائی کرے (۲) ایسا رفیق جو اس کی اطاعت کے اوپر مدد کرے (۳) اور دشمن سے بچائے (۴)

Marfat.com

دن اور رات کے اختلاف میں جو اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں ان پر غور وفکر کرے (۵) اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرے، (۶) موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۴۰۸۔ ۴۱۰، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زہد کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیگر آثار

امام ابن شیبہ نے المصنف میں اور امام ابن المبارک نے کتاب الزہد میں اپنی سند کے ساتھ از مہاجر بن عمیر روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف یہ ہے کہ تم خواہش کی پیروی کرو گے اور لمبی امید رکھو گے۔ رہا خواہش کی پیروی کرنا تو وہ تم کو حق کے راستہ سے روکتا ہے اور رہا لمبی امید رکھنا تو وہ آخرت کو بھلا دیتا ہے اور بے شک دنیا پیٹھ موڑ کر جا رہی ہے۔

اور امام ابن ابی الدنیا نے از الیمان بن حذیفہ از علی بن ابی حفصہ مولیٰ علی روایت کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف دو خصلتوں کا ہے۔ پھر اس حدیث کا معنی ذکر کیا۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس خواہش کی پیروی کرنا تمہارے دلوں کو حق سے موڑ دیتا ہے۔ اور لمبی امید رکھنا تمہاری ہمتوں کو دنیا کی طرف پھیر دیتا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں بدبختی سے ہیں، آنکھوں کا خشک ہو جانا، دل کی سختی، لمبی امید اور دنیا کی حرص کرنا۔ اس حدیث کی امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے پہلے لوگوں کی نیکی زہد اور یقین سے ہے اور اس امت کے آخری لوگوں کی ہلاکت بخل اور (لمبی) امید سے ہے۔ اس حدیث کی امام طبرانی اور امام ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے۔

زہد کی حقیقت اور زہد کا سبب

ایک قول یہ ہے کہ امیدیں کم رکھنا زہد کی حقیقت ہے، یہ صحیح نہیں ہے بلکہ یہ زہد کا سبب ہے کیونکہ جس نے امیدیں کم رکھیں وہ دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے اور لمبی امید رکھنے سے عبادت میں سستی پیدا ہوتی ہے اور توبہ میں تاخیر ہوتی ہے اور دنیا میں رغبت ہوتی ہے اور انسان آخرت کو بھول جاتا ہے اور دلوں میں سختی ہوتی ہے، کیونکہ دل کی نرمی اور دل کی صفائی موت کو یاد رکھنے سے ہوتی ہے اور قبر کو یاد رکھنے سے ہوتی ہے اور ثواب اور عقاب کو یاد رکھنے سے ہوتی ہے اور قیامت کی خوفناک باتوں سے ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ	کیا ابھی تک ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے اور اس حق کے لیے نرم ہو جائیں جو نازل

Marfat.com

قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ (الحدید:۱۶)

ہو چکا ہے، اوران لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل بہت سخت ہو گئے، اوران میں سے بہت سے لوگ فاسق ہیں O

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کی امید کم ہو اس کے تفکرات کم ہوتے ہیں اور اس کا دل روشن ہو جاتا ہے، کیونکہ جب اس کی موت کا وقت آتا ہے تو وہ عبادت میں کوشش کر رہا ہوتا ہے اور اس کی تشویش کم ہوتی ہے اور تھوڑی چیز پر راضی ہو جاتا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۷۵، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۵۔ بَابُ: مَنْ بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً فَقَدْ أَعْذَرَ اللّٰهُ إِلَيْهِ فِي الْعُمُرِ

جس کی عمر ساٹھ سال کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عذر کا کوئی موقع نہیں رکھا

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ (فاطر:۳۷)

کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص نصیحت قبول کر لیتا جو نصیحت قبول کرنا چاہتا اور تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا بھی آیا تھا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس کی عمر ساٹھ سال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر اپنی حجت پوری کر دی ہے، اب اس کو چاہیے کہ وہ استغفار کرے اور اطاعت کرے اور بالکلیہ آخرت کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اوپر کوئی حجت نہیں رہتی۔ اور حاصل معنی یہ ہے کہ لمبی عمر دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت بندہ پر پوری کر دی ہے اور اس کو عبادت کے لیے ایک مدت عطا فرمائی ہے۔

آیتِ مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی

اس آیت میں فرمایا ہے ''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں انسان نصیحت کو قبول کرتا ہے'':

علامہ زمخشری نے کہا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ کی ہے، اللہ تعالیٰ بندوں سے فرماتا ہے اور اس کا یہ قول ہر عمر کو شامل ہے جتنی عمر میں انسان اپنے حال کی اصلاح کر سکتا ہو خواہ وہ عمر کم ہو۔

اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی' اس کے متعلق کئی اقوال ہیں:

مسروق نے کہا: اس سے مراد ہے چالیس سال۔ اور مجاہد نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد ہے چھیالیس سال۔ اور حضرت ابن عباس سے دوسری روایت ہے کہ اس سے مراد ہے ستر سال، اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس سے مراد ہے ساٹھ سال، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کی عمر ساٹھ سال یا ستر سال ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے عمر کے متعلق اس پر حجت تمام کر دی۔

Marfat.com

اور اس آیت میں فرمایا ہے "وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ" یعنی تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا بھی آیا تھا۔ اس کے مصداق میں اختلاف ہے، پس ایک قول یہ ہے کہ اس کا مصداق ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور زید بن علی نے کہا کہ اس کا مصداق قرآن ہے، اور عکرمہ، سفیان بن عیینہ اور وکیع نے کہا کہ اس سے مراد ہے بڑھاپا۔ اور یہی صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

فاطر: ۳۷ کی تفسیر از مصنف

انسان کی ہدایت اور نیکی کو اختیار کرنے اور برائیوں کو ترک کرنے کے لیے کتنی عمر کافی ہے، اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ انسان پر حجت قائم کرنے کے لیے ساٹھ سال کی عمر کافی ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی موت کو مؤخر کرکے اس کی عمر ساٹھ سال کر دی گئی تو اللہ نے اس پر سب سے زیادہ حجت پوری کر دی (اور اس کے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا)۔ (صحیح البخاری: ۶۴۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ساٹھ سال کی عمر والے کہاں ہیں، یہی وہ عمر ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس عمر میں وہ شخص نصیحت قبول کر لیتا جو نصیحت قبول کرنا چاہتا ہو۔ (جامع البیان: ۲۲۲۰۵ تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۸۰۰۵)

اس کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کی اللہ تعالیٰ نے عمر ساٹھ سال کر دی، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا، کیونکہ ساٹھ سال انتہائی عرصہ ہے، اس عمر میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید ہونی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کا غلبہ ہونا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے چالیس سال کی بھی روایت ہے۔

مجاہد کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس آیت کی تفسیر میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جتنی عمر میں ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جاتی ہے وہ چالیس سال ہے۔ (جامع البیان: ۲۲۲۰۱)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں انسان کی عقل کامل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اس کی عقل ڈھلنی شروع ہو جاتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۳۱۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ ھ)

میں کہتا ہوں: یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ سال تھی اور آپ سے زیادہ کسی کی عقل کامل نہیں تھی بلکہ آپ کی عقل سب سے زیادہ کامل تھی۔ کتنے صحابہ، فقہاء، تابعین، ائمہ مجتہدین اور علمائے دین ساٹھ، ستر اور اسی سال کی عمر پا کر مرحوم ہوئے اور آخر وقت تک ان کی عقل کامل رہی۔

امام مالک نے کہا: ہمارے شہروں میں لوگ دنیا داری میں مشغول رہتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور جب ان کی عمر چالیس سال کو پہنچ جاتی ہے تو دنیا داری کی مشغولیت اور لوگوں کے ساتھ میل جول کو ترک کر دیتے ہیں اور اپنے آخرت سنوارنے میں مشغول ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ انہیں موت آ جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہوں گی اور بہت کم اس سے متجاوز ہوں گے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۵۰، سنن ابن ماجہ: ۴۲۳۶، صحیح ابن حبان: ۲۹۸۰، مسند ابویعلیٰ: ۵۹۹۰، المستدرک

Marfat.com

ج ۲ ص ۷ ۴۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۰ ۷ ۳)

نذیر (ڈرانے والا) کے محامل

پھر فرمایا: اور تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا بھی آیا تھا۔

اس کی تفسیر میں اختلاف ہے، زید بن علی اور ابن زید نے کہا: اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابن عباس اور عکرمہ وغیرہ نے کہا: اس سے مراد بڑھاپا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اہل اور اقارب کی موت ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کمال عقل ہے۔

جب انسان پر بڑھاپا طاری ہوتا ہے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ اب کھیل کود کی عمر گزر گئی ہے، اور جب اس کے اصحاب اور اقارب گزر جاتے ہیں تو وہ سوچتا ہے کہ اب اس کی کوچ کا وقت بھی آ پہنچا ہے اور جب اس کی عقل کامل ہو جاتی ہے تو وہ حقائق امور میں غور وفکر کرتا ہے اور نیک کاموں اور برے کاموں میں فرق کرنے لگتا ہے۔ پس عقل والا آخرت کے لیے عمل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو اجر ہے اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے اور اخروی عذاب سے بچنے کی فکر کرتا ہے۔ (تبیان القرآن ج ۹ ص ۶۹۲۔ ۶۹۳، فرید بک اسٹال، لاہور)

۶۴۱۹۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَعْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغِفَارِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَعْذَرَ اللَّهُ إِلَى امْرِءٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتَّى بَلَّغَهُ سِتِّينَ سَنَةً تَابَعَهُ أَبُو حَازِمٍ وَابْنُ عَجْلَانَ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ۔ (مسند احمد: ۷۶۵۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد السلام بن مطہر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن علی نے حدیث بیان کی از معن بن محمد الغفاری از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس مرد کا عذر زائل کر دیا جس کی موت کو مؤخر کیا حتیٰ کہ اسے ساٹھ سال کی عمر تک پہنچا دیا۔

معن بن محمد کی متابعت ابوحازم اور ابن عجلان نے کی ہے از المقبری۔

صحیح البخاری: ۶۴۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد السلام بن مطہر، یہ ابن حسام ابوظفر الازدی البصری ہیں۔ یہ رجب دو سو چوبیس (۲۲۴) ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔ امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن علی، یہ ابن عطاء بن مقدم المقدمی ابوحفص البصری ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے معمر، یہ ابن محمد الغفاری ہیں، ان کی نسبت غفار بن مقبل کی طرف ہے جو حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے سعید بن ابی سعید ذکوان المقبری، ان کی نسبت مدینہ کے مقبرہ کی طرف ہے کیونکہ یہ اس کے پاس رہتے تھے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''اعذر اللہ الی امرء'': اعذر، باب افعال سے ہے اور اس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس مرد کا اطاعت اور عبادت میں کمی اور گناہوں سے اجتناب کے متعلق عذر زائل کر دیا، کیونکہ اس کی عمر لمبی کر دی حتیٰ کہ اسے ساٹھ سال کی عمر تک پہنچا دیا۔

اطباء کہتے ہیں: انسان کے چار سن ہیں۔ ایک سن طفولیت ہے، یہ بچپن سے جوانی تک ہے۔ دوسرا سن الشباب ہے، یہ جوان ہونے کے بعد سے لے کر ادھیڑ عمر تک ہے۔ اور تیسرا سن کہولت ہے، یہ چالیس سال کی عمر سے لے کر ساٹھ سال کی عمر تک ہے۔ اور چوتھا سن شیخوخت ہے، پس جب انسان ساٹھ سال کی عمر تک پہنچ جائے تو یہ اس کی عمر کا آخر ہے۔ پھر اس کے اندر اس کی قوت کا ضعف ظاہر ہوتا ہے اور اس کے اعضاء کی قوت میں کمی نمودار ہوتی ہے اور وہ ڈھل جاتا ہے اور موت سے ڈرانے والا آپہنچتا ہے، یہ وہ وقت ہے جس میں وہ اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرتا ہے۔

راقم الحروف کا حال

اس سال یعنی ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء میری عمر چھہتر (۷۶) سال کی ہو چکی ہے۔ اور جیسا کہ علامہ عینی نے لکھا ہے اب مجھ پر ضعف کا غلبہ ہے اور تمام اعضاء میں قوت کی کمی نمودار ہو گئی ہے۔ صحیح البخاری کی شرح کی نویں جلد تک میں اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا۔ پھر میرے ہاتھوں میں اتنی قوت نہیں رہی کہ میں اپنے ہاتھ سے لکھ سکتا۔ میرے ہاتھ کپکپانے لگتے تھے اور صحیح نہیں لکھا جاتا تھا، الفاظ اور حروف ٹیڑھے لکھے جاتے تھے۔ مجھے انیس سو چوراسی (۱۹۸۴ء) میں ذیابیطس (شوگر) کے مرض کا عارضہ ہوا تھا جس کی وجہ سے میری شوگر اتنی بڑھ گئی کہ میں روٹی کھانے سے عاجز ہو گیا۔ میں صبح ناشتہ میں شوگر فری کے دو پاپے، دوپہر اور شام کو بران بریڈ کے دو سلائس کھا سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ کھاؤں تو میری شوگر بڑھ جاتی ہے۔ اور انسان کو اصل قوت گندم کی روٹی سے حاصل ہوتی ہے وہ میں کھا نہیں سکتا۔ بعض اوقات دن کے دس بجے اور شام کے چار بجے دو کیلے کھا لیتا ہوں جس سے کچھ توانائی حاصل ہوتی ہے۔ سو! عمر کے تقاضے اور غذا میں کمی کی وجہ سے مجھے بہت زیادہ جسمانی کمزوری لاحق ہوئی ہے اور ایک لمبے عرصہ سے میری کمر میں درد ہے جس کی وجہ سے بیٹھنے سے تکلیف ہوتی ہے اور ہائی بلڈ پریشر ہے اور کولیسٹرول کی زیادتی ہے۔ ان دونوں امراض کی وجہ سے بھی بہت سارے پرہیز لازم ہیں۔ اور اب عرصہ ایک سال ہوا ایک نئی تکلیف پیدا ہو گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ میرے دونوں گھٹنوں کی ہڈیوں کے درمیان فاصلہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے چلنا پھرنا بھی بہت مشکل ہو گیا ہے اور نماز میں رکوع اور سجود نہیں ہو سکتا، اب کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں۔ ایک وقت تھا کہ میں نے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے منع کیا تھا لیکن اب بڑھاپے کی اور گھٹنوں کے درد کے عارضہ کی وجہ سے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر مجبور ہوں۔ پہلے خود لکھتا تھا اب میرے عزیز شاگرد حافظ محمد جمشید سلمہ لیپ ٹاپ پر کمپوز کرتے ہیں اور میں بولتا ہوں، صبح ایک گھنٹہ بخاری شریف پڑھاتا ہوں اور دن میں ایک ایک گھنٹہ کی دو نشستوں میں صحیح بخاری شریف کی شرح لکھواتا ہوں، اس حال میں میری زندگی گزر رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ (یٰس:۶۸) اور ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں تو ہم اس کی جسمانی بناوٹ کو (ابتدائی حالت کی طرف) پلٹا دیتے ہیں۔

Marfat.com

میں ہر لمحہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حالتِ ایمان میں چلتے ہاتھ پیروں کے ساتھ قائم رکھے اور مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب فرمائے۔اور ہر وقت موت اور آخرت کو یاد کرتا رہتا ہوں۔صحیح البخاری کی: ۶۴۱۹ کی شرح لکھوا رہا ہوں، اور اس کی کل احادیث: ۷۵۶۳ ہیں۔اللہ تعالیٰ سے میں بھی دعا کرتا ہوں اور قارئین بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آسانی کے ساتھ یہ شرح مکمل کرادے اور جب تک سانس چلتا رہے اور مجھ میں ہمت اور استطاعت رہے، تصنیف و تالیف کا کام ہوتا رہے۔جیسا کہ میں نے بتایا کہ مجھے اٹھتیس سال سے شوگر کا عارضہ ہے اور میں شوگر اور دیگر میٹھی چیزیں نہیں کھا سکتا اور دماغ کی غذا اصل میں گلوکوز اور شوگر ہے، اور اس مرض کی وجہ سے میرے دماغ کو اتنا گلوکوز نہیں پہنچ سکتا جتنا گلوکوز پہنچنا چاہیے، اس وجہ سے دماغ بھی کمزور ہو گیا ہے اور نسیان کا عارضہ ہو گیا ہے۔دماغی کام سے ذہن جلدی تھک جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے بہر حال یہ کام کرا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ کا بے حد و بے حساب شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمر میں اتنی بیماریوں کے باوجود مجھے بہت لوگوں سے اچھے حال میں رکھا ہوا ہے، میں خواہ تکلیف ہو لیکن چل پھر لیتا ہوں اور اپنی ضروریات پوری کر لیتا ہوں، لوگوں کو شوگر کی وجہ سے جو سنگین بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ان سے بچایا ہوا ہے اور اس کا کرم ہے کہ اس نے مجھے صرف اپنا محتاج رکھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھے صرف اپنا محتاج رکھے اور لوگوں کی احتیاج سے بچائے رکھے۔اور قارئین کرام دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تادمِ حیات مجھ سے دین کا یہ کام کراتا رہے تا آنکہ میرا ایمان پر خیر و خوبی کے ساتھ خاتمہ ہو جائے۔مزید اللہ تعالیٰ کا کرم یہ ہے کہ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ شرح صحیح مسلم کا انیسواں ایڈیشن شائع ہوا ہے اور تبیان القرآن کا دسواں ایڈیشن شائع ہوا ہے اور نعمۃ الباری کا پانچواں ایڈیشن شائع ہو چکا ہے اور ابھی حال میں جو ضیاء القرآن نے نعم الباری کی جلدیں شائع کی ہیں ان میں سے بھی آٹھویں اور نویں جلد کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور یہ بھی اللہ عزوجل کا مجھ پر خصوصی فضل و کرم ہے کہ میری زندگی میں میری کتابوں کے اتنے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے بخش دے اور آخرت کے تمام قسم کے عذاب سے اور قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ اور مامون رکھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے جنت الفردوس عطا فرمائے۔آمین یا رب العالمین

(غلام رسول سعیدی غفرلہٗ)

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ/ ۳۱ مارچ ۲۰۱۳ء

۶۴۲۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيرِ شَابًّا فِي اثْنَتَيْنِ فِي حُبِّ الدُّنْيَا وَطُولِ الْأَمَلِ قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ وَابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدٌ وَأَبُو سَلَمَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوصفوان عبداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہمیشہ بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں میں جوان ہوتا ہے: دنیا کی محبت میں اور لمبی امید میں۔

لیث بن سعد نے کہا ہے: مجھے یونس نے اور ابن وہب نے از

یونس حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید اور ابو سلمہ نے خبر دی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۴۶، سنن ترمذی: ۲۳۳۸، سنن ابن ماجہ: ۴۲۳۴، مسند احمد: ۱۳۲۸۲)

صحیح البخاری: ۶۴۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قلب الکبیر" کبیر سے مراد ہے بوڑھا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "اثنتین" اس سے مراد ہے: دو خصلتوں میں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "شابا" اس کا نام جوان رکھا، کیونکہ مال کی محبت میں اس کا دل مستحکم ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "طول الامل" اس کا معنی ہے لمبی امید، اور یہاں پر اس سے مراد ہے لمبی زندگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۴۲۱ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَكْبَرُ ابْنُ آدَمَ وَيَكْبَرُ مَعَهُ اثْنَانِ حُبُّ الْمَالِ وَطُولُ الْعُمُرِ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ دو خصلتیں بڑی ہوتی ہیں: مال کی محبت اور لمبی عمر۔ اس حدیث کی شعبہ نے از قتادہ روایت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۴۷، سنن ترمذی: ۲۳۳۹، سنن ابن ماجہ: ۴۲۳۴، مسند احمد: ۱۳۲۸۲)

صحیح البخاری: ۶۴۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یکبر" یعنی اس سن اور عمر میں بڑا ہو جاتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "یکبر معه" یعنی اس کے ساتھ دو خصلتیں عظیم ہوتی ہیں۔

اس سے پہلی حدیث میں شباب کا ذکر کیا تھا اور شباب سے مراد ہے قوت میں اضافہ۔ اور اس حدیث میں کبر کا ذکر کیا ہے، اس سے مراد ہے عدد میں اضافہ۔ پس وہ باعتبار کیف کے ہے اور یہ باعتبار مقدار کے ہے۔

Marfat.com

علماء نے بیان کیا ہے: ان دو خصلتوں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ابن آدم اپنے دل میں دو چیزوں کو سب سے زیادہ چاہتا ہے۔ ایک عمر ہے اور دوسرا مال کی بقا ہے۔ اور جب وہ محسوس کرتا ہے کہ اب اس کی زندگی سے کوچ کا وقت آ گیا ہے تو اس کی اس سے محبت بڑھ جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۲۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انسانی زندگی کے ادوار

انسان کی زندگی کے چار دور ہیں، ایک دور بچپن کی عمر کا ہے، اس دور میں اس کی مسلسل نشو و نما ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ پندرہ سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ دوسرا دور شباب کی عمر ہے جس عمر میں انسان کی نشو و نما کامل ہو جاتی ہے۔ اور اس کی قوت بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ پینتیس سال کی عمر کو جب وہ پہنچ جاتا ہے تو قوت کا بڑھنا ٹھہر جاتا ہے اور جب وہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اس میں کمی شروع ہو جاتی ہے۔ اور تیسرا دور کہولۃ کی عمر ہے، یہ اس کی زندگی کا وہ دور ہے جس میں انحطاط اور کمی ظاہر ہوتی ہے اور قوت باقی رہتی ہے اور اس کی انتہاء اکثر احوال میں ساٹھ سال پر ہوتی ہے۔ پس جب وہ ساٹھ سال کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اس میں قوت کا ضعف اثر انداز ہوتا ہے اور موت کے ڈرانے والے آ پہنچتے ہیں اور وہ بوڑھوں کی عمر میں آ پہنچتا ہے اور اس عمر میں اس کا انحطاط اور کمی زیادہ ہو جاتی ہے اور اخیر عمر تک اس کا ضعف ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ اور یحییٰ بن یمان نے کہا کہ میں نے سفیان بن سعید سے سنا، وہ کہتے تھے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کو پہنچ گیا اسے چاہیے کہ اپنے لیے کفن کو تیار کرے۔

امام مالک نے کہا ہے: ہم نے اپنے شہر کے اہلِ علم کو اس حال میں پایا کہ وہ دنیا کو طلب کرتے ہیں اور علم کو تلاش کرتے ہیں اور لوگوں سے مل جل کر رہتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے جب کسی ایک کے چالیس سال مکمل ہو جاتے ہیں تو پھر وہ لوگوں سے الگ ہو جاتے ہیں اور عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۴۱۳-۴۱۴ ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۱۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس عمر کے بعد عذر کی گنجائش نہیں ہے اس کے متعلق متعدد اقوال

اللہ تعالیٰ انسان کو اتنی عمر عطا فرماتا ہے جس میں وہ نیکیاں کرے اور گناہوں سے بچے اور ثواب کا مستحق ہو اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے۔ سو! اس کے لیے کتنی عمر کافی ہے اس میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ جتنی عمر کے بعد انسان کے پاس گناہوں سے بچنے کے لیے اور نیکیوں کے کرنے کے لیے عذر کی گنجائش نہیں رہتی تو وہ چالیس سال کی عمر ہے۔ اس کو امام طبری نے مسروق وغیرہ سے نقل کیا ہے اور ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ (الاحقاف: ۱۵) حتیٰ کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کا ہو گیا۔

Marfat.com

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ چھیالیس سال کی عمر ہے۔ امام ابن مردویہ نے اس کو از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے اور اسی آیت کی تلاوت کی ہے۔ مگر اس حدیث کی سند میں ابن خثیم ہے وہ صادق ہے لیکن اس میں ضعف ہے۔

(۳) یہ ستر سال کی عمر ہے، اس کی امام ابن مردویہ نے از عطا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے اور یہ آیت پڑھی ہے:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ (فاطر: ۳۷) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص نصیحت قبول کرتا جو نصیحت قبول کرنا چاہتا اور تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا بھی آیا تھا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں ستر سال کی عمر والوں کو عار دلایا ہے اور اس کی سند میں یحییٰ بن میمون راوی ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(۴) یہ عمر ساٹھ سال ہے۔ اس قول کے قائلین نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور امام ابو نعیم نے المستخرج میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ عمر جس میں ابن آدم کا عذر زائل ہو جاتا ہے وہ ساٹھ سال ہے۔

(۵) ساٹھ اور ستر میں تردد ہے، اس کے متعلق بھی امام ابن مردویہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ جس کی عمر ساٹھ یا ستر سال ہو تو اللہ تعالیٰ نے عمر کے متعلق اس کا عذر زائل فرما دیا۔ اور زیادہ صحیح قول وہی ہے جو اس باب کی حدیث ہے اور اس میں یہ حدیث بھی داخل ہو جاتی ہے کہ آرزوؤں کے لڑنے کی جگہ ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے۔ اس حدیث کی امام ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے۔

عذر زائل ہونے کا معنی

اس کا معنی یہ ہے کہ اب اس کا کوئی عذر باقی نہیں رہے گا کہ اب اگر وہ یہ کہے کہ اگر اس کی عمر باقی رہتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاتا۔ اس سے یہ کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں انتہائی لمبی عمر دے دی اور تمہیں اس عمر میں نیکیوں کے کرنے اور برائیوں کے ترک کرنے پر قادر کر دیا۔ اور جب اس کے پاس اطاعت کے ترک کرنے کا کوئی عذر نہیں رہے گا جب کہ جو عمر اسے حاصل ہو چکی ہے اس میں وہ اس اطاعت کو کرنے پر قادر تھا تو اب سوائے استغفار کرنے کے اس کے لیے اور کوئی چارہ نہیں ہے اور سوائے اطاعت کرنے کے اور بالکلیہ آخرت کی طرف متوجہ ہونے کے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حجت پوری کیے بغیر کسی کو سزا نہیں دیتا۔

اس کے علاوہ جو حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح کی ہے یہ وہی ہے جس کو علامہ عینی بیان کر چکے ہیں۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۷۷۔ ۴۷۸، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۔ بَابٌ: اَلْعَمَلِ الَّذِي يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللهِ — اس عمل کا بیان جس سے اللہ کی رضا کو طلب کیا جائے

فِيْهِ سَعْدٌ — اس باب کے مناسب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ کونسا عمل ہے جس کو اللہ کی رضا کی طلب کے لیے قابلِ شمار قرار دینا چاہیے۔یعنی جس عمل میں دکھاوا نہ ہو اور نہ سنانا ہو (یعنی وہ کسی کو دکھانے کے لیے یا کسی کو سنانے کے لیے کوئی نیک کام نہ کرے)۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی اس باب میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ حدیث کتاب الجنائز میں اپنے طول کے ساتھ گزر چکی ہے "باب رثاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خولہ" میں۔یعنی حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد مدینہ آئے، پھر مکہ آ کر بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں ان کی وفات ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر افسوس کیا کہ ان کی اسی جگہ وفات ہو گئی جہاں سے انہوں نے ہجرت کی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۶۔۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۴۲۲۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ وَزَعَمَ مَحْمُودٌ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع نے خبر دی اور حضرت محمود کا یہ زعم تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھا ہے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر سے ایک ڈول کے پانی سے ان کے منہ پر کلی کی تھی۔

(صحیح البخاری: ۷۷، ۱۸۹، ۸۳۹، ۱۱۸۵، ۶۳۵۴، ۶۴۲۲، سنن ابن ماجہ: ۶۶۰، مسند احمد: ۲۳۱۰۹)

صحیح البخاری: ۶۴۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے معاذ بن اسد، یہ المروزی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "زعم" یہ اس لیے کہا کہ جب حضرت محمود بن ربیع کم عمر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں داخل ہوئے اور آپ نے پانی پیا اور اس پانی سے حضرت محمود بن ربیع کے منہ کے اوپر (شفقت اور پیار سے) کلی فرمائی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

Marfat.com

۶۴۲۳ - قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ ثُمَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ قَالَ غَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَنْ يُوَافِيَ عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔

انہوں نے کہا: میں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، پھر بنو سالم کے ایک شخص سے، انہوں نے کہا کہ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: جو بندہ بھی قیامت کے دن اس حال میں پیش ہوگا کہ اس نے یہ کلمہ پڑھا ہوگا لا الٰہ الا اللہ، اور اس کو اس نے اللہ کی رضا کی طلب کے لیے پڑھا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر دوزخ کی آگ کو حرام کردے گا۔

(صحیح البخاری: ۴۲۴، ۴۲۵، ۶۶۷، ۶۸۶، ۸۳۸، ۸۴۰، ۱۱۸۶، ۴۰۰۹، ۴۰۱۰، ۵۴۰۱، ۶۴۲۳، ۶۹۳۸، صحیح مسلم: ۳۳، سنن ابن ماجہ: ۷۵۴)

صحیح البخاری: ۶۴۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''وجہ اللہ'' یہ لفظ متشابہات میں سے ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ ''وجہ'' زائد ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ جس نے بطور حق یا بطور اخلاص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور بطور دکھاوے اور بطور سنانے کے نہیں کہا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''مگر اللہ اس کے اوپر دوزخ کی آگ کو حرام کردے گا''۔ اور اس سے پہلے کتاب الصلوٰۃ میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ جس نے بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا، اللہ تعالیٰ اس کے اوپر دوزخ کی آگ کو حرام کردے گا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ وہاں یہ کہاں ہے کہ اللہ اس کو دوزخ کی آگ پر حرام کردے گا اور یہاں یہ فرمایا ہے کہ اس کے اوپر دوزخ کی آگ کو حرام کردے گا۔ پس ان دونوں جملوں میں کیا فرق ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلا جملہ حقیقت کے اعتبار سے ہے، کیونکہ آگ ان چیزوں کو کھاجاتی ہے جو اس میں ڈالے جاتے ہیں اور تحریم فاعل کے مناسب ہے اور یہ دونوں معنی ایک دوسرے کو متلازم ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۷۔ ۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۲۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةُ۔ (مسند احمد: ۹۱۲۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از عمرو بن سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندۂ مومن کیلئے میرے پاس اسکے سوا کوئی جزا نہیں ہے کہ جب میں اس کے صاف بچے کو اہل دنیا میں سے اٹھالوں پھر وہ اس پر صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے تو میں اس کو جنت عطا کروں۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۴۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قتیبہ، یہ ابن سعید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یعقوب بن عبدالرحمٰن، یہ الاسکندرانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، یہ عمرو بن عمرو ہیں جو المطلب المخزومی کے آزاد کردہ غلام ہیں اور یہ حدیث امام بخاری کے تفرادات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم احتسبه" یعنی پھر وہ اس بچہ کی وفات کے اوپر صبر کرے اور اللہ تعالیٰ سے اجر کو طلب کرے اور احتساب کا معنی ہے: اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اجر کو طلب کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "صفیه" اس سے مراد ہے "الحبیب المصافی" یعنی خالص دوست جیسے بیٹا اور بھائی اور ہر وہ شخص جس سے انسان محبت کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۲۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث کی باب سابق کے عنوان کے ساتھ مناسبت

اس باب سے پہلے باب میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جس کی عمر ساٹھ سال کی ہوگئی تو اس کے عمل نہ کرنے کے عذر کو اللہ تعالیٰ نے زائل کر دیا۔ امام بخاری کو یہ خوف ہوا کہ اس سے یہ گمان کیا جائے گا کہ جس کی عمر ساٹھ سال کی ہوگئی اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر دائماً کاربند رہا تو اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کی وعید نافذ ہو جائے گی، اس لیے اس کے بعد امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی جو حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کلمہ طیبہ جب اخلاص کے ساتھ پڑھا جائے تو وہ پڑھنے والے کو نفع پہنچائے گا۔ اور اس سے یہ اشارہ کیا کہ کلمۂ اخلاص کو پڑھنا کسی عمر والے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے کہ دوسری عمر کے ساتھ اس کا فائدہ نہ ہو۔

اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ توبہ اس وقت تک مقبول ہوتی ہے جب تک انسان اس حد پر نہ پہنچے جس حد کے بارے میں یہ منقول ہے کہ اس حد تک پہنچنے کے بعد توبہ مقبول نہیں ہوتی اور وہ ہے کہ انسان غرغرہ موت تک پہنچ جائے، یعنی جب روح اس کے جسم سے نکالی جائے اور وہ اس کے گلے تک پہنچ جائے اور اس کو آخرت کی نشانیاں دکھائی جا رہی ہوں۔ اور ابن المنیر نے بھی اس کی پیروی کی ہے، انہوں نے کہا: اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اعذار توبہ کو منقطع نہیں کرتے۔ اعذار اس جہت سے منقطع ہوتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے بندہ کے لیے اپنے فضل سے قائم کیا ہے اور اس کے باوجود امید باقی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے بھی اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا جوئی کے لیے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے اوپر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۴۲۴ میں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''میرے مومن بندہ کی میرے پاس اس کے سوا کیا جزا ہے جب دنیا والوں میں سے میں اس کے محبوب بندہ کی روح قبوض کرلوں تو اس کو جنت عطا فرماؤں''۔

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس نے اپنے محبوب بندہ کی وفات کے اوپر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھی تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا۔

جس شخص کا ایک بیٹا فوت ہوا ہو اور اس نے اس پر صبر کیا ہو تو اس کے متعلق جنت کی بشارت

علامہ ابن بطال نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا اور اس کا ایک بیٹا تھا تو وہ ان کے ساتھ مل جائے گا جو اس سے پہلے اس کے تین بیٹے یا دو بیٹے فوت ہو چکے ہوں۔ اسی طرح اس سے پہلے گزرا ہے صحابی کا قول ہے اس شخص کی فضیلت جس کا ایک بیٹا فوت ہوا ہو۔ یہ باب کتاب الجنائز میں ہے۔ اس باب میں مذکور ہے: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جس کا ایک بیٹا فوت ہوا ہو اور اس نے اس پر صبر کیا ہو، کیونکہ حدیث میں آپ نے تین کم سن بیٹوں یا دو کم سن بیٹوں کی وفات پر صبر کرنے والوں کو اجر اور جنت کی بشارت دی ہے۔ اور یہ اس سے مانع نہیں ہے کہ جس کا ایک بیٹا فوت ہوا اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہو۔ پس ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بعد یہ سوال کیا گیا ہو کہ جس شخص کا ایک بیٹا فوت ہوا ہو اور اس نے اس پر صبر کیا ہو تو اس کا کیا اجر ہو گا تو آپ نے اس کی خبر دی۔ یا آپ کو یہ علم دیا گیا ہو کہ ایک کا بھی وہی حکم ہے جو زیادہ بیٹوں کی وفات پر صبر کرنے کا حکم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ کتاب الجنائز میں گزر چکا ہے کہ یہ کس نے سوال کیا تھا اور وہ روایت بھی گزر چکی ہے کہ پھر ہم نے آپ سے ایک کے متعلق سوال نہیں کیا تھا۔ اور مجھے اب تک یہ نہیں مل سکا کہ ایک کے متعلق سوال کرنے والا کون تھا۔ پھر میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی وہ روایت دیکھی جس کی امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے، حضرت جابر بیان کرتے ہیں: ہم نے کہا: یا رسول اللہ! جس نے دو بیٹوں کی وفات پر صبر کیا ہو، تو آپ نے فرمایا: دو بیٹوں کی وفات پر بھی! محمود نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا: میرا گمان ہے کہ اگر آپ لوگ ایک کے متعلق سوال کرتے تو آپ ایک کے متعلق بھی خبر دے دیتے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں یہی گمان کرتا ہوں۔ اور اس حدیث کی سند کے رجال کی توثیق کی گئی ہے۔

اور امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے تین بیٹے فوت ہو گئے اس نے جنت کو واجب کر لیا، تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اور جس کے دو بیٹے فوت ہوئے ہوں تو آپ نے فرمایا: جس کے دو بیٹے فوت ہوئے ہوں۔ اور طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے یا ایک۔ اور اس کی سند میں ضعف ہے۔

اور امام طبرانی کی المعجم الکبیر میں اور المعجم الاوسط میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے تین بچوں کو دفن کیا اور ان پر صبر کیا۔۔۔ الحدیث۔۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے پس ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا ایک۔۔۔ پھر آپ خاموش رہے۔۔۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ام ایمن! جس نے ایک بیٹے کو دفن کیا اور اس پر صبر کیا اور اس میں ثواب کی نیت کی تو اس کے لیے بھی جنت واجب ہو گی۔ اور ان دونوں حدیثوں کی سند میں ناصح بن عبد اللہ ہے اور وہ بہت ضعیف ہے۔ اور اس باب کی حدیث کی اس پر دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں الصفیہ کا لفظ ہے، وہ عام ہے کہ بیٹا ہو یا کوئی اور ہو،

Marfat.com

کیونکہ اس کا معنی ہے: جو مرنے والا اس شخص کو محبوب ہو۔ اور آپ نے اس کا علیحدہ ذکر کیا اور اس پر جنت کے ثواب کو مرتب کیا جس کا وہ محبوب بندہ فوت ہو گیا ہو اور اس نے اس پر ثواب کی نیت سے صبر کیا ہو۔

اور اس حدیث میں وہ بھی داخل ہو جائے گا جس کو امام احمد اور امام نسائی نے حضرت قرۃ بن ایاس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا ایک بیٹا ہوا کرتا تھا، آپ نے پوچھا: کیا تم اس بیٹے سے محبت کرتے تھے، اس نے کہا: جی ہاں! پھر اس نے اس بیٹے کو گم پایا، آپ نے پوچھا: اس شخص کو کیا ہوا؟ صحابہ نے بتایا: یارسول اللہ! اس کا بیٹا فوت ہو گیا، تو آپ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازہ سے بھی جاؤ تو تمہارا بیٹا وہاں تمہارا انتظار کر رہا ہو، ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ بشارت اس شخص کے لیے خاص ہے یا ہم سب کے لیے؟ آپ نے فرمایا: یہ بشارت تم سب کے لیے ہے۔ اور اس کی سند صحیح حدیث کی شرط کے مطابق ہے۔ اور اس حدیث کو امام ابن حبان اور امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۷۹۔ ۴۸۰، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

نفوسِ قدسیہ کا ایک وقت میں متعدد جگہوں پر حاضر ہونا

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر نے امام احمد اور امام نسائی کے حوالہ سے جو حضرت قرۃ بن ایاس کی حدیث ذکر کی ہے، اس سے معلوم یہ ہوا کہ جنت کے ہر دروازہ کی یہ صفت ہو گی کہ اس شخص کا بیٹا وہاں اس شخص کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گا، یعنی بہ یک وقت اس کا بیٹا جنت کے تمام دروازوں پر موجود ہو گا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ایک شخص ایک وقت میں متعدد مقامات پر ہو سکتا ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ شب معراج حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر میں نماز بھی پڑھ رہے تھے اور مسجد اقصیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں بھی نماز پڑھ رہے تھے اور اسی وقت چھٹے آسمان پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی استقبال کے لیے بھی موجود تھے۔ سو! معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اور کاملین کو یہ فضیلت عطا فرماتا ہے کہ وہ ایک وقت میں اجساد مکتسبہ یا اجساد مثالیہ کے ساتھ متعدد جگہوں پر جلوہ فرما ہوتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۴۲۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

- شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تارکِ نماز کی تکفیر یا عدم تکفیر کی بحث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بھی اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کو طلب کرنے کے لیے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا، اللہ تعالیٰ اس کے اوپر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔

اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص نماز کا تارک ہو اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔ اور ہمارے نزدیک اس کے دو جواب ہیں:

(۱) نماز کے ترک کی قید سے یہ پتا چلتا ہے کہ اگر کسی شخص نے صرف نماز کو ترک نہیں کیا بلکہ زکوٰۃ کو بھی ترک کیا اور روزہ کو بھی اور حج کو بھی تو اس پر بھی دوزخ حرام ہو جائے گی۔ تو کیا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ نماز کو ترک کرے۔ سو جو شخص نماز کو

Marfat.com

ترک کرے اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اخلاص سے پڑھتا ہے تو ہم کہیں گے: تم جھوٹ بولتے ہو: اگر تم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اخلاص سے پڑھتے تو تم نماز بھی پڑھتے۔

(۲) ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے اور نماز کو ترک کرنے کی جو نصوص ہیں وہ خاص ہیں۔ پس جس نے نماز کو ترک کیا وہ ان نصوص کی وجہ سے اس حدیث سے خارج ہو جائے گا جن میں یہ تصریح ہے کہ نماز کا ترک کرنا کفر ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۹۷۔۲۹۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

تارکِ نماز کو کافر قرار دینے کے متعلق احادیث اور آثار

شیخ ابن عثیمین نے وہ احادیث ذکر نہیں کیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نماز کا عمداً ترک کرنا کفر ہے۔ تاہم اس قسم کی احادیث موجود ہیں:

حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے، سو جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

(سنن ترمذی: ۲۶۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۱ ص ۳۴، مسند احمد: ج ۵ ص ۳۴۶، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۹، صحیح ابن حبان: ۱۴۵۴، الکامل لابن عدی: ج ۳ ص ۸۹۶، المستدرک ج ۱ ص ۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۶۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندے اور شرک کے درمیان صرف نماز کو ترک کرنا ہے اور جب بندہ نے نماز کو ترک کیا تو اس نے شرک کیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۰، مسند ابویعلیٰ: ۴۱۰۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس نے عمداً نماز کو ترک کیا اس نے ظاہراً کفر کیا۔

(المعجم الاوسط: ۳۳۴۸، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۸)

نیز علامہ سیوطی نے تارکِ نماز کے متعلق متعدد احادیث نقل کی ہیں:

(۱) امام ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابن حبان اور امام حاکم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے، جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

(۲) امام طبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سات چیزوں کی نصیحت فرمائی، فرمایا: اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرو خواہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں یا تم کو جلا دیا جائے یا تم کو سولی پر چڑھا دیا جائے، اور نماز کو عمداً ترک نہ کرو، کیونکہ جس نے نماز کو عمداً ترک کیا وہ ملتِ اسلام سے نکل گیا اور معصیت کا ارتکاب نہ کرو کیونکہ اس میں اللہ کی ناراضگی ہے اور شراب نہ پیو کیونکہ اس میں تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

(۳) امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نماز کے سوا اور کسی چیز کے ترک کو کفر نہیں کہتے تھے۔

(۴) امام طبرانی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کفر اور ایمان کے درمیان نماز ہے، جس

Marfat.com

نے نماز کو ترک کیا اس نے شرک کیا۔

(۵) امام ابن حبان حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بارش کے دن جلدی نماز پڑھ لو، کیونکہ جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

(۶) امام اصبہانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عمداً نماز کو ترک کیا اللہ اس کے عمل کو ضائع کر دیتا ہے اور اس کا ذمہ اللہ سے بری ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لے۔

(۷) امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس نے نماز نہیں پڑھی وہ کافر ہے، اور ایک روایت میں ہے: اس نے کفر کیا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۹۴۔ ۲۹۸، مکتبہ آیۃ اللہ العظمی، ایران)

تارکِ نماز کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: جس نے ایک وقت کی نماز ترک کی اور وقت گزر گیا تو اس کو قید کر دیا جائے اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے جب تک کہ وہ نماز پڑھنے کا عادی نہ ہو جائے۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا مسلمان جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دیتا ہو، اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کی شہادت دیتا ہو اس کو صرف تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے سوا قتل کرنا جائز نہیں ہے: اس نے کسی بے قصور مسلمان کو قتل کیا ہو، شادی شدہ زنا کرنے والا ہو یا دین سے نکلنے والا ہو یعنی جماعت مسلمین کو چھوڑنے والا ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۸۷۸، صحیح مسلم: ۱۶۷۶، سنن ترمذی: ۱۴۰۲، سنن نسائی: ۴۰۱۶، سنن ابوداؤد: ۴۳۵۲، سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۴، مسند احمد: ۳۶۱۴، سنن دارمی: ۲۲۹۸)

تارکِ نماز کو کافر قرار دینے کی احادیث کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب

امام ابوحنیفہ تارکِ نماز کو کافر قرار دینے کی احادیث کو تغلیظ اور زجر و توبیخ پر محمول کرتے ہیں اور یہ تاویل کرتے ہیں کہ نماز کو ترک کرنا کافروں کا فعل ہے اور یہ صورتاً کفر ہے حقیقتاً کفر نہیں ہے۔ اور امام مالک اور امام شافعی تارکِ نماز کے حداً قتل کرنے کو واجب کہتے ہیں، ان کا قول ضعیف ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، البتہ ایک ضعیف قیاس ہے کہ سب سے بڑا حکم نماز کا ہے اور سب سے بڑی ممانعت قتل کی ہے، اور امام محمد جو تارکِ نماز کو کافر کہتے ہیں یہ قول خارجیوں کے مذہب کے مشابہ ہے جو گناہوں کے سبب سے مومن کی تکفیر کرتے ہیں۔

۷۔ بَابٌ: مَا يُحْذَرُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَالتَّنَافُسِ فِيهَا

دنیا کی تروتازگی اور اس کی خوش نمائی اور اس میں رغبت کرنے سے ڈرانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس باب کے عنوان میں "زھرۃ الدنیا" کا ذکر ہے، یعنی دنیا کی رونق اور اس کی تروتازگی اور اس کی خوش نمائی۔ اور اس باب کے عنوان میں "تنافس" کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز میں رغبت کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۲۵۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ كَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِهِ فَوَافَتْهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ رَآهُمْ وَقَالَ أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ وَأَنَّهُ جَاءَ بِشَيْءٍ قَالُوا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا أَلْهَتْهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ، انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے بتایا کہ حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت عمرو بن عوف جو کہ بنو عامر بن لوی کے حلیف تھے اور وہ غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے، انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو البحرین کی طرف بھیجا کہ وہ وہاں سے جزیہ لے کر آئیں، اور رسول اللہ ﷺ نے خود اہل البحرین سے صلح کی تھی اور ان کے اوپر حضرت العلاء بن الحضرمی کو امیر بنایا تھا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے، انصار نے ان کے آنے کی خبر سنی تو وہ صبح کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پہنچ گئے، جب رسول اللہ ﷺ نے نماز سے مڑ کر دیکھا تو وہ آپ کے سامنے پیش ہوئے، پس رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو آپ مسکرائے اور آپ نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ تم کو یہ خبر مل گئی ہے کہ ابو عبیدہ آئے ہیں اور وہ کچھ مال لے کر آئے ہیں، تو انصار نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا: پس خوشخبری لو اور اس کی امید رکھو جو تم کو خوش کرے، پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر تنگدستی کا خوف نہیں ہے لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ کی گئی۔ پھر تم دنیا میں رغبت کرو گے جیسا کہ انہوں نے دنیا میں رغبت کی تھی، اور وہ (دنیا) تم کو عبادت سے غافل کر دے گی جیسا کہ ان کو عبادت سے غافل کر دیا تھا۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۳۱۵۸، ۴۰۱۵، ۶۴۲۵، صحیح مسلم: ۲۹۶۱، سنن ترمذی: ۲۴۶۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۷، مسند احمد: ۱۶۷۸۳)

صحیح البخاری: ۶۴۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''دنیا میں رغبت کرنے سے ڈرانا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کردی جائے گی، پھر تم دنیا میں رغبت کرو گے اور دنیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل کردے گی۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن عبداللہ، یہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ، یہ ابن ابی عیاش ہیں جو اپنے چچا موسیٰ بن ابی عیاش الاسدی سے روایت کرتے ہیں جو حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے المسور، یہ ابن مخرمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن عوف الانصاری۔

اس سند میں اسماعیل بن ابراہیم کا ذکر ہے جن سے روایت میں امام بخاری متفرد ہیں۔ اور اس میں ایک درجہ کے تین تابعی ہیں اور وہ ہیں موسیٰ، ابن شہاب اور عروہ بن الزبیر۔ اور اس سند میں دو صحابی ہیں اور وہ حضرت المسور اور حضرت عمر بن عوف رضی اللہ عنہما ہیں اور یہ سب مدنی ہیں۔

یہ حدیث ''باب الجزیۃ والموادعۃ مع اھل الذمۃ والحرب'' میں گزرچکی ہے اور وہاں اس کی شرح بیان کی جاچکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''البحرین'' کا ذکر ہے۔ یہ خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کا رقبہ اڑھائی سو مربع میل ہے اور ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی دو لاکھ کے قریب تھی۔ (معجم البلدان اردو ص ۶۱)

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لے کر آئے''۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دس ہجری میں آئے تھے اور ایک لاکھ اسی ہزار درہم مالِ غنیمت لے کر آئے تھے۔ اور قتادہ نے کہا: یہ مال اسی ہزار تھا۔

الزہری نے بیان کیا کہ وہ رات کے وقت آئے تھے اور ابن حبیب نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو مال لایا گیا تھا یہ ان میں سب سے زیادہ مال تھا۔ قتادہ نے کہا: آپ نے تمام مال ایک چٹائی پر پھیلادیا اور کسی سائل کو اس سے محروم نہیں کیا۔ اور بحرین کے رہنے والے مجوسی تھے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مجوس سے جزیہ لینا جائز ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "وتلھیکم" یعنی دنیا کے مال کی کثرت تم کو آخرت سے غافل کر دے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۹۔۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد برحق ہے۔ ہمارے دور میں لوگوں کے پاس دنیا کے مال کی بہت کثرت ہے، سعودی عرب، لیبیا اور ایران میں سیال تیل اور قدرتی گیس کے ذخائر نکل آئے جس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کے پاس مال و دولت کی بہت فراوانی ہے۔ اسی طرح پاکستان میں بھی وڈیروں اور کارخانوں کے مالکان کے پاس بہت پیسہ ہے اور دولت مند لوگ یادِ خدا سے غافل ہیں، عبادت سے قاصر ہیں اور دنیا کی رنگینیوں اور عیش و عشرت میں مشغول رہتے ہیں، سعودی شہزادے یورپی ممالک میں جا کر جوا کھیلتے ہیں اور لاکھوں ریال میز پر ہار کر اٹھتے ہیں۔ اور ہمارے ہاں لوٹ مار کا بازار گرم ہے، مختلف پارٹیاں بھتہ لیتی ہیں، اور اغواء برائے تاوان کرتی ہیں اور لوگوں کی جان، مال اور عزت ان کے ہاتھوں محفوظ نہیں ہے۔ اور لوگ اسلحہ لے کر پھرتے ہیں، راہ چلتے لوگوں کو لوٹ لیتے ہیں۔ اور کسی کی بھی مال و دولت کی حرص کم نہیں ہوتی۔ ہمارے حکمران اربوں ڈالر سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں محفوظ کرا لیتے ہیں اور بین الاقوامی تجارت پر ناجائز کمیشن لیتے ہیں۔ اور یہ سب نتیجہ ہے دنیا میں رغبت اور مال میں حرص کا اور زہد اور قناعت کے نہ ہونے کا۔ اللہ تعالیٰ اس صورتِ حال سے ہم سب کو محفوظ اور مامون فرمائے۔ آمین

۶۴۲۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ إِنِّي فَرَطُكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي وَاللهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ وَإِنِّي قَدْ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب، از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھر سے باہر نکلے، پس آپ نے اہلِ احد کے اوپر نماز پڑھی جیسی جنازہ پر نماز پڑھی جاتی ہے، پھر آپ منبر کی طرف واپس آئے، پس آپ نے فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں، اور میں تمہارے حق میں شہادت دینے والا ہوں، اور بے شک اللہ کی قسم! میں ضرور اب بھی اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں، اور بے شک مجھے تمام زمینوں کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں، یا فرمایا: تمام زمینوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے تم پر اس کا خطرہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴۴، ۳۵۹۶، ۴۰۴۲، ۴۰۸۵، ۶۴۲۶، ۶۵۹۰، صحیح مسلم: ۲۲۹۶، سنن نسائی: ۱۹۵۴، مسند احمد: ۱۶۸۹۳)

صحیح البخاری: ۶۴۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں بھی یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اللیث، یہ ابن سعد ہیں۔اور بغیر الف لام کے لیث کی بھی روایت کی گئی ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید بن ابی حبیب، اور ان کا نام سوید ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالخیر، یہ مرثد بن عبد اللہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" نبی ﷺ ایک دن اہلِ احد کی طرف گئے اور آپ نے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی"۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہاں نمازِ جنازہ سے مراد اہل احد کے لیے وہ دعا کرنا ہے جو میت کی نمازِ جنازہ میں دعا کی جاتی ہے۔ اور یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ کتاب الجنائز میں گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے شہداءِ احد کو ان پر نمازِ جنازہ پڑھنے سے پہلے دفن کر دیا تھا۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

فقہاءِ احناف کا مذہب بیان کرنے میں علامہ عینی کا تسامح

میں کہتا ہوں: یہاں پر علامہ عینی کو تسامح ہوا ہے، کیونکہ امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ شہداء کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی کیونکہ وہ زندہ ہیں اور زندہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی۔اور اس کے برخلاف فقہاءِ احناف کا مذہب یہ ہے کہ شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ وہ زندہ ہیں تو ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، کیونکہ شہداء کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور زندہ کو تو دفن نہیں کیا جاتا۔اور شہداء کی بیوی سے دوسرا مسلمان نکاح کر سکتا ہے اور زندہ کی بیوی سے تو نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔اور شہداء کا ترکہ تقسیم ہو جاتا ہے اور زندہ کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا۔اور نمازِ جنازہ پڑھنا میت کا مسلمانوں پر حق ہے، اس لیے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور شہداءِ احد کی اس وقت نمازِ جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی لیکن بعد میں جب نبی ﷺ احد کی طرف گئے تو پھر آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔اور اس حدیث میں فقہاءِ احناف کی دلیل ہے اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے، لہٰذا اس حدیث کی اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے کہ یہاں نمازِ جنازہ سے مراد صرف دعا ہے۔(سعیدی غفرلہٗ)

فقہائے احناف کے مذہب کی تصریح

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

شہید وہ شخص ہے جس کو مشرکین نے قتل کیا یا وہ میدانِ جنگ میں پایا گیا اور اس پر زخم کا اثر تھا یا اس کو مسلمانوں نے ظلماً قتل کیا اور اس کو قتل کرنے سے دیت واجب نہیں ہوئی۔سو اس کو کفن دیا جائے گا اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ شہدائے احد کے حکم میں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: ان شہداء کو ان کے زخم اور ان کے خون سمیت ڈھانپ دو اور ان کو غسل نہ دو، پس ہر وہ شخص جس کو ہتھیار سے ظلماً قتل کیا گیا اور وہ پاک ہو اور بالغ ہو اور اس کے عوض کوئی

Marfat.com

مالی عوض واجب نہ ہو تو وہ شہداء کے معنی میں ہے، پس ان کے ساتھ اس کو ملایا جائے گا اور اثر سے مراد زخم ہے کیونکہ وہ قتل پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح خون کا غیر عادی جگہ سے نکلنا مثلاً آنکھ سے تو وہ بھی زخم پر دلالت کرتا ہے اور امام شافعی نمازِ جنازہ میں ہماری مخالفت کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے، پس وہ شفاعت سے مستغنی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ میت پر نمازِ جنازہ پڑھنا اس کی کرامت کے اظہار کے لیے ہے اور شہید اس کرامت کا زیادہ مستحق ہے اور جو گناہوں سے پاک ہوتا ہے وہ دعا سے مستغنی نہیں ہوتا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نابالغ بچہ۔ (ہدایہ اولین ص ۱۹۸۔ ۱۹۷، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور)

صاحب ہدایہ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنا فقہاءِ احناف کا مذہب ہے اور علامہ عینی نے جو زیرِ بحث حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ شہید کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی، کیونکہ شہدائے احد کو نمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا تھا، ہو یہ ان کا تسامح ہے اور علامہ عینی کے مزید مسامحات کو ہم درجِ ذیل عبارت میں واضح کر رہے ہیں۔

علامہ عینی کے تسامح پر دلائل

علامہ عینی حنفی نے صحیح البخاری: ۱۳۴۴، کی شرح میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہی اس پر استدلال کیا ہے کہ شہید کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے اس حدیث پر جو اعتراضات کیے ہیں ان کے متعدد جوابات دیے ہیں جن میں سے بعض کو ہم یہاں نقل کر رہے ہیں:

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی نفی ہے اور حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا اثبات ہے اور اثبات کی حدیث نفی کی حدیث پر راجح ہوتی ہے۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے والد اور چچا کی تجہیز اور تکفین کے کاموں میں مشغول تھے اور اس سلسلہ میں مدینہ بھی گئے تھے، پھر جب انہوں نے یہ اعلان سنا کہ شہید کو وہیں دفن کیا جائے جہاں ان کی لاشیں گری ہیں تو انہوں نے ان کی تدفین میں جلدی کی، اس سے معلوم ہوا کہ وہ شہداء کی تدفین کے وقت حاضر نہیں تھے، علاوہ ازیں الاکلیل میں یہ حدیث مذکور ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھی، پھر دیگر شہداء کو لایا گیا اور ان کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا، پھر آپ نے ان سب کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۴۹۶، المستدرک ج ۳ ص ۱۹۹)

(۳) ہمارے اصحابِ احناف نے جن روایات سے شہید کی نمازِ جنازہ پر استدلال کیا ہے، ان کی تعداد شہید پر نماز کی نفی کی روایات سے بہت زیادہ ہے۔

(۴) فوت شدہ مسلمانوں کی نمازِ جنازہ پڑھنا دین میں اصل ہے اور فرضِ کفایہ ہے اور یہ کسی کے فعل کے متعارض کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

(۵) اگر شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنا ناجائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان فرما دیتے جس طرح آپ نے شہید کو غسل دینے سے منع فرما دیا۔

(۶) برتقدیرِ تنزل ہم یہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ غزوۂ احد کے دن آپ نے شہداء کی نماز نہ پڑھی ہو اور دیگر صحابہ نے پڑھی ہو، اس لیے آپ نے خود بعد میں ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

Marfat.com

(۷) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس دن شہداءِ احد کی نماز نہ پڑھی ہو، کیونکہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی اور خون آلود تھا اور آپ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بہت رنج تھا، اور کسی اور دن آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہو، جیسا کہ صحیح البخاری: ۴۰۴۲ میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے آٹھ سال بعد شہداءِ احد کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

(۸) یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے شہداءِ احد کے علاوہ دوسرے شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے، کیونکہ آپ نے حضرت جعفر، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت رواحہ رضی اللہ عنہم کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی ہے۔

(کتاب المغازی للواقدی ج ۲ ص ۲۱۱، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۴۳۵، دار الفکر، ملا علی قاری نے لکھا ہے: یہ غائبانہ نماز ان کی خصوصیت تھی: مرقاۃ ج ۳ ص ۱۴۱، مکتبہ حقانیہ)

نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر بھیجا، وہاں ۱۳۰ مسلمان شہید ہوئے، ان کی نماز جنازہ حضرت عمرو بن العاص نے پڑھائی۔ (نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۱۹)

(۹) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت عقبہ کی حدیث میں ''صلّی'' کا معنی ہے: آپ نے ان کے لیے دعا کی اور استغفار کیا، کیونکہ حضرت عقبہ نے فرمایا: آپ نے ان کی اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۴۔ ۲۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

علامہ عینی کی عبارت کے اس حوالہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ علامہ عینی عمدۃ القاری ج ۲۳ میں اس حدیث کی شرح لکھتے وقت یہ بھول گئے کہ وہ عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۵۔ ۲۲۴ میں اس حدیث کی شرح میں کیا لکھ چکے ہیں۔ غالباً علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح علامہ ابن الملقن شافعی کی شرح التوضیح میں دیکھی اور اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہاں ''صلّی'' کا معنی دعا ہے، کیونکہ قبر پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی کیونکہ وہ شہداء ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۴۲۵، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ ھ)

سو! علامہ عینی نے اس مقام پر علامہ ابن الملقن شافعی کی شرح دیکھ کر اسی کے مطابق یہاں شرح کر دی اور یہ بھول گئے کہ وہ عمدۃ القاری ج ۸ میں اس کے برخلاف لکھ چکے ہیں۔ اور اس پر بھی توجہ نہیں کی کہ جو کچھ انہوں نے یہاں لکھا ہے وہ شوافع کا مذہب ہے اور فقہاءِ احناف کا مذہب اس کے برخلاف ہے۔

مصنف کی علامہ عینی کے مقابلہ میں تواضع اور انکسار

علامہ بدر الدین عینی حنفی بہت بڑے عالم ہیں اور میں ان کے مقابلہ میں ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم ہوں، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑوں کی کسی چیز کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور چھوٹوں کی اس چیز کی طرف توجہ ہو جاتی ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ چھوٹا ان بڑوں سے بڑھ گیا۔ میں خود بہت ہلکو ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس مقام پر میرے ذہن میں فقہاءِ احناف کا مذہب اور علامہ عینی کی سابق شرح کو تازہ رکھا، لہٰذا میں نے اس پر تنبیہ کرنے کو ضروری سمجھا، اس سے میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ میرا علم علامہ عینی سے زیادہ ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۴۲۶ کے دیگر فوائد، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر اور علم کی وسعت، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام خزانوں کا مالک ہونا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خبر دینا کہ (تمام) مسلمان مشرک نہیں ہوں گے اور دنیا میں رغبت کریں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت

(۱) اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ میں اب بھی اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

حالانکہ یہ حوضِ کوثر تو قیامت کے دن میدانِ حشر میں قائم ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان موجود ہوتے تھے اور بہ ظاہر صرف صحابہ کو دیکھ رہے ہوتے تھے، اس وقت آپ کی نظر سے آئندہ ہونے والے واقعات اور میدانِ محشر میں قائم ہونے والا حوض بھی اوجھل نہیں تھا، کیونکہ آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ میں اب بھی ضرور اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نظر میں یہ وسعت عطا فرمائی ہے کہ جو چیز ابھی موجود نہیں ہے اور ہزاروں سال بعد موجود ہوگی اس کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ لیتے تھے اور آپ کو اس دیکھنے پر یقین ہوتا تھا حتیٰ کہ آپ نے اس کو دیکھنے پر قسم کھائی۔

حیرت ہے کہ بعض علماء دیوبند نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس کمالِ رؤیت کا اور آپ کی وسعتِ علم کا انکار کرتے ہیں۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روئے زمین کے تمام خزانوں کا مالک بنادیا ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کردی ہیں''۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ کے بعد بعض مسلمان دین سے مرتد ہو کر مشرک ہو گئے تھے خواہ جبراً ہوئے یا اختیاراً ہوئے، جیسے اندلس میں کئی مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنادیا گیا اور بھارت میں کئی مسلمانوں کو جبراً ہندو بنادیا گیا، شدھی کردیا گیا۔ اور اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت کی دلیل ہے، کیونکہ آپ کو علم تھا کہ آپ کے بعد تمام مسلمان مشرک نہیں ہوں گے اور الحمدللہ! آج تک ایسا نہیں ہوا۔ اور اس میں ان علماء دیوبند کا بھی رد ہے جو بات بات پر مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں اور یارسول اللہ کہنے پر تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دیتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بعض علومِ غیبیہ کے ماننے کو بھی شرک قرار دیتے ہیں۔ اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ دنیا کے اکثر مسلمان مشرک ہو چکے ہیں اور یہ اس حدیث کی تصریح کے خلاف ہے۔

(۴) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس علم غیب کا ثبوت ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے اور ایسا ہی ہوا۔

(۵) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حوض کی خبر دی ہے اور یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔ یہ فائدہ علامہ عینی نے لکھا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۲۷ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ أَكْثَرَ مَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری

Marfat.com

أَخَافُ عَلَيْكُمْ مَا يُخْرِجُ اللهُ لَكُمْ مِنْ بَرَكَاتِ الْأَرْضِ قِيلَ وَمَا بَرَكَاتُ الْأَرْضِ قَالَ زَهْرَةُ الدُّنْيَا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ هَلْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَصَمَتَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَعَلَ يَمْسَحُ عَنْ جَبِينِهِ فَقَالَ أَيْنَ السَّائِلُ قَالَ أَنَا قَالَ أَبُو سَعِيدٍ لَقَدْ حَمِدْنَاهُ حِينَ طَلَعَ ذٰلِكَ قَالَ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ إِلَّا بِالْخَيْرِ إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَإِنَّ كُلَّ مَا أَنْبَتَ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرَةِ أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ فَاجْتَرَّتْ وَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَأَكَلَتْ وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ حُلْوَةٌ مَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ وَوَضَعَهُ فِي حَقِّهِ فَنِعْمَ الْمَعُونَةُ هُوَ وَمَنْ أَخَذَهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ۔

رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کا مجھے تم پر زیادہ خطرہ ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے زمین کی برکتوں سے (پیداوار) نکالے گا، عرض کیا گیا: اور زمین کی برکتیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: دنیا کی تروتازگی، رونق اور زیب وزینت، ایک مرد نے پوچھا: کیا خیر کے بدلہ میں شر آئے گی؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، پھر آپ اپنی پیشانی سے (پسینہ) پونچھنے لگے، آپ نے فرمایا: وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں، حضرت ابوسعید نے بیان کیا: ہم نے اس سائل کی تعریف کی جب وہ ظاہر ہوا، آپ نے فرمایا: خیر کے بدلہ میں صرف خیر آتی ہے، بے شک یہ مال سرسبز میٹھا ہے اور بے شک جس چیز کو نہر کا پانی اگاتا ہے وہ حرص کے ساتھ زیادہ کھانے والوں کا پیٹ پھلا کر ہلاک کر دیتا ہے یا ہلاکت کے قریب کر دیتا ہے سوائے اس جانور کے جس نے پیٹ بھر کر کھایا یہاں تک کہ جب اس کی دونوں کوکھیں بھر گئیں تو اس نے سورج کی طرف منہ کر کے جگالی کر لی، پھر اس نے لید اور پیشاب کر دیا، پھر لوٹ کر پھر کھانا شروع کر دیا اور یہ مال میٹھا ہے، جس نے اس کو حق کے ساتھ لیا اور اس کو حق کی جگہ میں رکھا تو یہ اس کے لیے اچھی مدد ہے اور جس نے اس مال کو ناحق طریقہ سے لیا یہ اس کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۹۲۱، ۱۴۶۵، ۲۸۴۲، ۶۴۲۷، صحیح مسلم: ۱۰۵۲، سنن نسائی: ۲۵۸۱، مسند احمد: ۱۱۴۵۵)

صحیح البخاری: ۶۴۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے" دنیا کی تروتازگی" اور اس حدیث میں بھی ذکر ہے کہ زمین کی برکات سے مراد ہے دنیا کی تروتازگی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت ابوسعید خدری،

Marfat.com

ان کا نام سعد بن مالک بن سنان ہے اور ان کی نسبت خدر کی طرف ہے، وہ انصار کی ایک شاخ ہے۔

یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ کے اندر "باب الصدقۃ علی الیتامٰی" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جس چیز کا مجھے تم پر زیادہ خطرہ ہے" اور کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہے "جس چیز کا مجھے اپنے بعد تم پر زیادہ خطرہ ہے"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "زہرۃ الدنیا" اور کتاب الزکوٰۃ میں یہ اضافہ ہے "وزینتھا" یعنی دنیا کی تروتازگی اور اس کی زینت۔ اور "زَھر" میں اگر زاء پر زبر ہو تو اس سے مراد ہے کسی چیز کا حسن۔ اور اگر زاء اور ہاء دونوں پر زبر ہو یعنی زَھَرۃ تو پھر اس سے مراد ہے زینت اور رونق اور یہ "زھرۃ الشجرۃ" سے ماخوذ ہے۔ اور اس سے مراد ہے انواع واقسام کا سامان اور کپڑے اور کھیت اور ایسی دوسری چیزیں جن کے حسن کو دیکھ کر انسان دھوکہ میں پڑ جاتا ہے جب کہ ان چیزوں کی بقاء بہت کم ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سو! ایک مرد نے کہا" اس مرد کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کیا خیر کے بدلہ میں شر آئے گا؟" یعنی کیا نعمت سزا بن جائے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ہم نے اس مرد کی تعریف کی جب وہ ظاہر ہوا"۔

یعنی ہم نے اس مرد کی تعریف کی جب وہ اس طرح ظاہر ہوا، اور کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہے کہ پہلے صحابہ نے اس کی مذمت کی تھی اور کہا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر رہے ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بات نہیں کر رہے۔

اور اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے انہوں نے اس کی مذمت کی اور پھر جب انہوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سوال سن کر خاموش ہو گئے تو پھر انہوں نے اس کی تعریف کی، کیونکہ اس کا سوال صحابہ کرام کا اس سے استفادہ کا سبب بن گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خضرۃ" اس میں تاء یا تو مبالغہ کے لیے ہے جیسے رجل اور علامۃ میں ہے، یا یہ موصوف کی صفت ہے جیسے "بقلۃ خضرۃ" یعنی سرسبز سبزی، یا مال کی اقسام کے اعتبار سے۔ ابن الانباری نے کہا: یہ مال کی صفت نہیں ہے، یہ تشبیہ کے لیے ہے گویا کہ آپ نے فرمایا کہ مال سرسبز اور میٹھی سبزی کی طرح ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الربیع" اس کا معنی ہے چھوٹا دریا یعنی نہر، اور اس کی جمع الاربع آتی ہے۔ اور اگانے کی نسبت نہر کی طرف کرنا مجازِ عقلی ہے اور حقیقت میں پیدا کرنے والا اللہ عزوجل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حبطا" اس کا معنی ہے بسیار خوری کی وجہ سے پیٹ کا پھول جانا۔ کہا جاتا ہے "حبطت الدابۃ" یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی جانور کسی اچھی چراگاہ میں خوب زیادہ کھائے حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھول جائے، پھر وہ مر جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاجترت" یہ لفظ اجترار سے بنا ہے، اس کا معنی ہے: اونٹ اپنے معدہ سے کھائی ہوئی چیزوں کو منہ کی طرف لائے، پھر ان کو دوبارہ چبائے اور ہر لقمہ جرہ کہلاتا ہے، اس کو جگالی کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وثلطت" علامہ ابن التین نے کہا: یعنی جو کچھ اس نے اپنے پیٹ میں کھایا تھا اس کو لید کی صورت میں نکال دے، اور اس سے غرض یہ ہے کہ تمام مال حرام نہیں ہے لیکن اس مال کو کثرت کے ساتھ حاصل کرنا مضر ہوتا ہے بلکہ ہلاکت

Marfat.com

کا سبب بن جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فنعم المعونة هو" یعنی جس مال کو اس نے حق کے ساتھ حاصل کیا اور حق کے ساتھ خرچ کیا تو وہ مرد کے لیے دنیا اور آخرت میں اچھا مددگار ہے۔ صاحب المغرب نے کہا ہے کہ "المعونة" کا معنی ہے العون یعنی مدد۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ مصدر میمی ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اس حدیث میں مومن کے لیے مثال دی ہے کہ وہ دنیا سے صرف اتنا حصہ لے جتنا اس کی ضرورت ہو اور دنیا کی رونق اور زیب و زینت کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھائے ورنہ وہ ہلاکت میں مبتلا ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۰ ـ ۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۲۸ ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي زَهْدَمُ بْنُ مُضَرِّبٍ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ فَمَا أَدْرِي قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ قَوْلِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ وَيَنْذُرُونَ وَلَا يَفُونَ وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابو جمرہ سے سنا، انہوں نے کہا: مجھے زہدم بن مضرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں (یعنی صحابہ)، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں (یعنی تابعین)، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں (یعنی تبع تابعین)، حضرت عمران نے کہا: میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے بعد دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ فرمایا، پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے اور ان کی گواہی طلب نہیں کی جائے گی اور وہ خیانت کریں گے اور امانت داری نہیں کریں گے اور وہ نذر مانیں گے اور نذر پوری نہیں کریں گے، اور ان میں فربہی (یعنی موٹاپا) ظاہر ہو گی۔

(صحیح البخاری: ۲۶۵۱، ۳۶۵۰، ۶۴۲۸، ۶۶۹۵، صحیح مسلم: ۲۵۳۵، سنن ترمذی: ۲۲۲۲، سنن نسائی: ۳۸۰۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۵۷، مسند احمد: ۱۹۳۳۴)

صحیح البخاری: ۶۴۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ بلا طلب شہادت دینا اور امانت میں خیانت کرنا اور نذر پوری نہ کرنا، یہ وہ امور ہیں جو دنیا اور اس کی تر و تازگی کی طرف رغبت کرنے کی وجہ سے پیدا ہوں گے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے غندر، یہ محمد بن جعفر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو جمرہ، یہ نصر بن عمران الضبعی ہیں۔ اور شعبہ نے اس کو ابو حمزہ (حاء کے ساتھ) ذکر کیا ہے لیکن یہ صرف مسلم کی سند میں ہے بخاری کی سند میں نہیں ہے۔ اور بخاری کی سند میں ابو جمرہ ہی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زہدم، یہ جعفر کے وزن پر ہے، یہ ابن مُضرِّب ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ویخونون" یعنی وہ ظاہراً خیانت کریں گے حتیٰ کہ لوگوں کا ان پر اعتماد نہیں رہے گا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا" یعنی وہ تکبر کریں گے اور ان میں شرف نہیں ہوگا، یا مال کو جمع کریں گے، یا دین سے غافل ہو جائیں گے اور دین کا کم اہتمام کریں گے، کیونکہ جو شخص موٹا ہوتا ہے وہ ریاضت کا اہتمام نہیں کرتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۲۔ ۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَجِيءُ مِنْ بَعْدِهِمْ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَتُهُمْ أَيْمَانَهُمْ وَأَيْمَانُهُمْ شَهَادَتَهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: تمام لوگوں میں بہترین میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ ان کی شہادت ان کے ایمان پر سابق ہوگی اور ان کا ایمان ان کی شہادت پر سابق ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۲۶۵۲، ۳۶۵۱، ۶۴۲۹، ۶۶۵۸، صحیح مسلم: ۲۵۳۳، سنن ترمذی: ۳۸۵۹، سنن ابن ماجہ: ۲۳۶۲، مسند احمد: ۳۹۵۳)

صحیح البخاری: ۶۴۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اسی طرح ہے جس طرح حدیث سابق کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت تھی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبد اللہ بن عثمان بن جبلہ المروزی کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو حمزہ، یہ محمد بن میمون السکری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، یہ النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبیدہ، یہ ابن عمرو السلمانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ، وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ان لوگوں کی شہادت ان کے ایمان پر سابق ہوگی اور ان کا ایمان ان کی شہادت پر سابق ہوگا''۔
علامہ کرمانی نے کہا: اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ دور ہے۔ پھر یہ جواب دیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی شہادت کے اوپر حرص ہوگی اور وہ اپنی شہادت پر حلف اٹھائیں گے۔ اور کبھی شہادت سے پہلے حلف اٹھائیں گے اور کبھی اس کے برعکس کریں گے۔ یا یہ مثال دی ہے کہ بہت جلدی شہادت دیں گے اور قسم کھائیں گے اور یہ کہ مرد کو اس پر حرص ہوگی حتیٰ کہ اس کو پتا نہیں چلے گا کہ آیا وہ شہادت سے ابتداء کرے یا قسم سے ابتداء کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۳۰۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ خَبَّابًا وَقَدِ اكْتَوَى يَوْمَئِذٍ سَبْعًا فِي بَطْنِهِ وَقَالَ لَوْلَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِالْمَوْتِ إِنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا بِشَيْءٍ وَإِنَّا أَصَبْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا لَا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس، انہوں نے کہا: میں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے اس دن اپنے پیٹ کے اوپر گرم لوہے سے سات داغ لگائے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں موت کی دعا کرتا اور بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب دنیا سے چلے گئے اور دنیا نے ان کے اندر کوئی نقص پیدا نہیں کیا اور ہم نے دنیا سے اتنا زیادہ حاصل کیا ہے کہ ہم اس کے لیے مٹی کے سوا اور کوئی جگہ نہیں پاتے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۷۲، ۶۳۴۹، ۶۳۵۰، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۷۲۳۴، صحیح مسلم: ۲۶۸۱، سنن ترمذی: ۲۴۸۳، سنن نسائی: ۱۸۲۳، مسند احمد: ۲۰۵۶۷)

صحیح البخاری: ۶۴۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے دنیا کی رنگینیوں اور دلفریبیوں کے باوجود دنیا سے کچھ حاصل نہیں کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن موسیٰ، یہ ابن عبد ربہ البلخی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن ابی خالد ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قیس، یہ ابن ابی حازم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خباب، یہ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ہیں۔

Marfat.com

یہ حدیث کتاب المرضیٰ میں "باب تمنی المریض الموت" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "دنیا نے ان کے اندر کوئی نقص پیدا نہیں کیا"۔ یعنی دنیا نے ان میں کسی وجہ سے کوئی نقص نہیں پیدا کیا۔ یعنی وہ مال کو جمع کرنے میں مشغول نہیں ہوئے حتیٰ کہ ان کے کمال میں کوئی کمی آتی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ہم نے اتنا زیادہ مال حاصل کیا ہے کہ ہم اس کے لیے مٹی کے سوا اور کوئی جگہ نہیں پاتے"۔ مٹی سے مراد ہے چار دیواری، کیونکہ اس کے بعد کی حدیث میں ہے وہ چار دیواری بنا رہے تھے۔ اگر یہ لفظ نہ ہوتا تو یہاں اس کی گنجائش تھی کہ اس سے مراد خزانہ ہوتا اور سونے چاندی کو زمین میں دفن کیا جاتا۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مال کے فتنہ سے نجات نہیں پائیں گے سوا اس کے کہ ان کو مٹی میں دفن کر دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۳۔ ۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۳۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ أَتَيْتُ خَبَّابًا وَهُوَ يَبْنِي حَائِطًا لَهُ فَقَالَ إِنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِينَ مَضَوْا لَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا شَيْئًا وَإِنَّا أَصَبْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ شَيْئًا لَا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل، انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ اس وقت چار دیواری بنا رہے تھے، انہوں نے کہا: ہمارے وہ اصحاب جو دنیا سے چلے گئے دنیا نے ان میں کوئی کمی نہیں کی، اور ہم نے ان کے بعد ایسی چیزیں پائیں کہ ان کے رکھنے کے لیے ہم مٹی کے سوا اور کوئی جگہ نہیں پاتے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۷۲، ۶۳۴۹، ۶۳۵۰، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۷۲۳۴، صحیح مسلم: ۲۶۸۱، سنن ترمذی: ۲۴۸۳، سنن نسائی: ۱۸۲۳، مسند احمد: ۲۰۵۶۷)

صحیح البخاری: ۶۴۳۱ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

یہ حدیث سابق کی ایک اور سند ہے، اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید القطان کا ذکر ہے، جو اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۳۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ رضی الله عنه قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قِصَّتُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی از سفیان از الاعمش از ابی وائل از حضرت خباب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔۔۔۔ (پھر آگے وہی قصہ بیان کیا ہے)۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۶۱۲۷، ۳۶۹۷، ۳۶۹۳، ۳۶۹۱۶، ۳۶۹۱۴، ۷۰۴۰۴، ۴۰۸۲، ۶۴۳۲، ۶۴۳۸، صحیح مسلم: ۹۴۰، سنن ترمذی: ۳۸۵۳، سنن نسائی: ۱۹۰۳، مسند احمد: ۲۶۶۷۲)

صحیح البخاری: ۶۴۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن کثیر۔ کثیر قلیل کی ضد ہے اور سفیان بن عیینہ ہیں، اور الاعمش، سلیمان ہیں۔ اور ابووائل، شقیق بن سلمہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دنیا کی تروتازگی اور مال کی کثرت کا فتنہ ہونا

ان احادیث میں اس پر تنبیہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ دنیا کی تروتازگی کے انجام بد سے ڈرتا رہے اور اس کے فتنہ کے شر سے خبر دار رہے اور دنیا کی زیب و زینت کی چیزوں میں رغبت کرنے سے احتیاط کرے اور دنیا کی خوشنمائی جو فانی ہے اس کی طرف مطمئن نہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر ان چیزوں کا خوف تھا اور آپ نے اپنی امت کو ان چیزوں سے ڈرایا کیونکہ آپ کو یہ علم تھا کہ خوشحالی کے ساتھ فتنہ ملا ہوا ہے۔

حضرت عمران اور حضرت عبداللہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تیسرے قرن کے بعد دنیا کا فتنہ زیادہ شدید ہوگا، کیونکہ آپ نے فرمایا کہ ان کی شہادت سابق ہوگی اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا اور آپ نے ان کے موٹاپے کو اور ان کی شہادت کو باطل قرار دیا اور ان کی امانت میں خیانت کرنے کا ذکر فرمایا اور دنیا میں ان کی رغبت کا ذکر فرمایا اور یہ بتایا کہ وہ دنیا کو ناجائز طریقہ سے حاصل کریں گے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمایا ہے کہ جس نے دنیا کو ناحق لیا پس وہ اس شخص کی مثل ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی مال کے فتنہ سے ڈرتے تھے، ان سے روایت ہے کہ جب ان کے پاس کسریٰ کے اموال لائے گئے تو انہوں نے اور اکابر صحابہ نے ان اموال پر رات گزاری، پھر جب صبح ہوئی اور دھوپ آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ رونے کا وقت نہیں ہے یہ تو شکر ادا کرنے کا وقت ہے، کیونکہ آپ کے پاس اتنا کثیر مال آیا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس قوم کے اوپر بھی اس مال کو عطا کیا اس قوم نے آپس میں ایک دوسرے کا خون بہایا اور رحم کے رشتوں کو منقطع کیا اور کہا: اے اللہ! تیرے رسول نے اس مال سے منع کیا ہے اور تو نے یہ مال مجھے عطا کیا ہے تاکہ تو مجھے آزمائش میں مبتلاء کرے، اے اللہ! مجھے اس مال کے فتنہ سے بچانا!

پس یہ تمام امور اس پر دلالت کرتے ہیں کہ خوشحالی بلاء ہے اور فتنہ ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیٰ کے فتنہ سے پناہ طلب کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس معنی کی خبر دی ہے، اس نے اپنے رسول سے فرمایا:

Marfat.com

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴀ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ (طٰہٰ: ۱۳۱)

اور ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آزمانے کے لیے دنیا کی آرائش اور زیبائش کی جو چیزیں دے رکھی ہیں آپ ان کی طرف ہرگز آنکھیں نہ پھیلائیں، آپ کے رب کا دیا ہوا ہی بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے O

طٰہٰ: ۱۳۱ کی تفسیر از مصنف

یعنی دوسروں کے پاس جو مال و متاع ہے اور دنیا کی زیب و زینت کی چیزیں ہیں آپ ان کو اچھا سمجھتے ہوئے رغبت سے ان کی طرف لمبی نظر نہ کریں اور یہ تمنا نہ کریں کہ آپ کو بھی ان جیسی چیزیں مل جائیں۔

اس آیت میں ''ازواجا'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے اصنافاً واشکالاً، یعنی مختلف اقسام اور مختلف شکل وصورت کی چیزیں۔

اور اس آیت میں ''زھرۃ الحیٰوۃ الدنیا'' کا ذکر ہے یعنی دنیاوی زندگی کی آرائش اور زیبائش کی پر رونق اور چمکتی دمکتی چیزیں۔

اور اس آیت کے اخیر میں فرمایا ''ورزق ربك'' یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جو اجر وثواب کا ذخیرہ کر رکھا ہے، یا دنیا میں آپ کو جو نبوت سے سرفراز فرمایا ہے اور ہدایت پر آپ کو برقرار اور ثابت قدم رکھا ہے وہی بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے مال کو فتنہ کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا:

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ (الانفال: ۲۸)

اور یقین رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں اور بے شک اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے O

الانفال: ۲۸ کی تفسیر از مصنف

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال و دولت کی جن نعمتوں سے نوازا ہے اور تمہیں جو اولاد عطا کی ہے، وہ تمہارے لیے امتحان اور آزمائش ہیں تا کہ اس امتحان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر فرمائے کہ تم مال اور اولاد میں سے اللہ کے حقوق کس طرح ادا کرتے ہو اور مال اور اولاد کی محبت تمہیں اللہ کے احکام پر عمل کرنے سے مانع ہوتی ہے یا نہیں، اور تم یہ یقین رکھو کہ تم اپنے مال اور اولاد میں سے اللہ کے احکام کے مطابق جو عمل کرتے ہو اس کا اجر وثواب اللہ ہی کے پاس ہے، سو تم اللہ ہی کی اطاعت کرو تا کہ تمہیں آخرت میں اجرِ جزیل مل جائے۔

اسی وجہ سے اس امت کے صالحین نے اکثر دنیا سے کم مقدار چیز لینے کو اختیار کیا اور صرف اتنی مقدار لی جو ان کی گزر بسر کے لیے کافی ہو، کیونکہ اپنے آپ کو فتنہ پر پیش کرنا محض دھوکہ ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دنیا کی طرف کم رغبت کرنے اور دنیا سے کم حصہ لینے کا ارشاد

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے'' آپ نے فرمایا: خیر کے بدلہ میں صرف خیر آتی ہے، بے شک یہ مال سرسبز میٹھا ہے اور بے شک جس چیز کو نہر کا پانی اگاتا ہے وہ حرص کے ساتھ زیادہ کھانے والوں کا پیٹ پھلا کر ہلاک کر دیتا ہے یا ہلاکت کے قریب کر دیتا ہے سوائے اس جانور کے جس نے پیٹ بھر کر کھایا یہاں تک کہ جب اس کی دونوں کوکھیں بھر گئیں تو اس نے سورج کی

Marfat.com

طرف منہ کر کے جگالی کر لی، پھر اس نے لید اور پیشاب کر دیا، پھر لوٹ کر پھر کھانا شروع کر دیا''۔

یہ حدیث دنیا کے مال میں حرص کرنے سے ڈرانے کے لیے بہت کافی اور بہت بلیغ ہے اور دنیا کی تر و تازگی کی طرف مائل کرنے سے بہت زیادہ روکنے والی ہے، کیونکہ مویشیوں کو زمین کی پیداوار بہت اچھی لگتی ہے تو اس کو بہت زیادہ کھاتے ہیں تو بسا اوقات موٹاپے سے ان کا جسم پھٹ جاتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومن کے لیے یہ مثال بیان کی کہ وہ دنیا سے صرف اتنا لے جس کی اس کو ضرورت ہو، اور دنیا کی تر و تازگی کو دیکھ کر دنیا کو زیادہ حاصل نہ کرے ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دنیا سے کم حصہ لینے کی ترغیب اور تنبیہ

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب دنیا سے چلے گئے اور دنیا نے ان کے اندر کوئی کمی پیدا نہیں کی۔

اس کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں اتنی فتوحات نہیں ہوئی تھیں اور اتنے اموال حاصل نہیں ہوئے تھے جتنے آپ کے بعد لوگوں کو مال حاصل ہوئے اور فتوحات ہوئیں اور اس وقت صحابہ کے پاس صرف اتنی مقدار ہوتی تھی جس سے ان کا گزارا ہو سکے اور وہ بھوک کی حالت میں اپنی کمر سیدھی رکھ سکیں اور انہوں نے دنیا کی لذیذ چیزوں میں سے حصہ نہیں لیا، کیونکہ وہ اس سے ڈرتے تھے کہ اگر انہوں نے دنیا کی لذیذ چیزوں سے حصہ لیا تو آخرت کی لذیذ چیزیں کم ہو جائیں گی۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک درہم کا گوشت خرید کر جا رہا تھا تو آپ نے اس سے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو اور تمہیں اس آیت کا خیال نہیں ہے:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝ (الاحقاف: ۲۰)

(ان سے کہا جائے گا:) تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو، پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور کیونکہ تم نافرمانی کرتے تھے O

دنیا کے عیش اور لذیذ چیزوں سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتناب کے متعلق احادیث

(۱) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کا ان چیزوں کے سوا اور کسی چیز میں حق نہیں ہے: اس کے رہنے کے لیے گھر ہو، اتنا کپڑا ہو جو اس کی شرمگاہ چھپانے کے لیے کافی ہو، روٹی اور پانی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۳۴۱، مسند احمد: ج ۱ ص ۶۲)

(۲) مُطرِّف اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو اس وقت آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے ''اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝'' (التکاثر: ۱) ''زیادہ کی طلب نے تمہیں غافل کر دیا''۔ آپ نے فرمایا: ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال۔ اور تمہارا مال صرف وہی ہے جس کو تم نے صدقہ کر کے روانہ کر دیا یا جس کو تم نے کھا کر فنا کر دیا، یا جس کو تم نے پہن کر پرانا کر دیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۴۲، صحیح مسلم: ۲۹۵۸، سنن نسائی: ۳۶۱۵، مسند احمد: ج ۴ ص ۲۴)

(۳) حضرت محصن خطمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص اس حال میں صبح کو اٹھے کہ اس کی

جگہ پر امن ہو اور اس کا جسم عافیت سے ہو اور اس کو اس دن کی روزی میسر ہو تو گویا اس کے لیے تمام دنیا اکٹھی کر دی گئی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن ترمذی:۲۳۴۶، سنن ابن ماجہ:۴۱۴۱)

(۴) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لیے مکہ کی وادی سونے کی بنا دے، میں نے کہا: نہیں اے میرے رب! میں ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا، پھر جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھے یاد کروں گا اور جب میں سیر ہو کر کھاؤں گا تو تیرا شکر کروں گا اور تیری حمد کروں گا۔

(سنن ترمذی:۲۳۴۷، مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۲)

(۵) مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے میرے لیے کھانا منگایا اور فرمایا: میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی، پھر میں رونا چاہتی ہوں تو روتی ہوں، میں نے پوچھا: کیوں؟ آپ نے بیان فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حال یاد کرتی ہوں جس حال میں آپ دنیا سے تشریف لے گئے تھے، اللہ کی قسم! آپ نے کبھی لگاتار دو دن روٹی اور گوشت سیر ہو کر نہیں کھایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی:۲۳۵۶، مسند احمد ج ۶ ص ۴۲)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل نے کبھی مسلسل تین دن گندم کی روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی:۲۳۵۸، صحیح مسلم الرقم المسلسل:۷۳۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۴)

(۷) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں خون بہایا اور میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ہم صرف درخت کے پتے اور اس کی چھال کھاتے تھے اور ہم میں سے ہر شخص بکری کی طرح مینگنیاں کرتا تھا۔ یہ حدیث حسن، صحیح غریب ہے۔

(سنن ترمذی:۲۳۶۵، صحیح البخاری:۳۷۲۸، صحیح مسلم، الرقم المسلسل:۷۳۵۹، سنن ابن ماجہ:۱۳۱)

(۸) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے تو بھوک کی شدت سے وہ نماز میں گر جاتے تھے حتیٰ کہ اعرابی لوگ ان کو مجنون کہتے تھے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو ان کی طرف مڑ کر فرماتے: "اگر تم کو یہ پتا چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارا کتنا اجر ہے تو تم یہ ضرور چاہو گے کہ تمہارے فقر اور فاقہ میں اور زیادتی کی جائے"۔ (سنن ترمذی:۲۳۶۸، مسند احمد ج ۶ ص ۱۸)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! میں بھوک کی وجہ سے اپنے جگر کو زمین کے ساتھ لگائے ہوئے تھا اور میں بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھے ہوئے تھا۔ الحدیث

(صحیح البخاری:۶۴۵۲، صحیح مسلم:۲۹۶۶، سنن ترمذی:۲۳۶۵، سنن ابن ماجہ:۱۳۱)

(۱۰) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہم نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر آپ کو اپنے پیٹ پر باندھے ہوئے پتھر دکھائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر باندھے ہوئے دو پتھر دکھائے۔

(سنن ترمذی:۲۳۷۱)

(۱۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا دیا تو آپ نے

Marfat.com

فرمایا: یہ پہلا طعام ہے جس کو تمہارے باپ نے تین دن کے بعد کھایا ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
(مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳، المعجم الکبیر: ۷۵۰)

(۱۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات چھلنی نہیں دیکھی، نہ کبھی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی۔
(مسند احمد ج ۶ ص ۷۱)

(۱۳) حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ثرید (گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے بھگوئے ہوئے) کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے آپ کے پاس ڈکار لی تو آپ نے فرمایا: اے ابوجحیفہ! ''قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکے وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں زیادہ سیر ہو کر کھاتے تھے''۔ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۳۶۷۰)

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ میں دودھ اور شہد آیا، آپ نے فرمایا: تم ایک گھونٹ پی کر ایک پیالہ میں رکھ دو، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے، میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے دنیا کی زائد نعمتوں کے متعلق سوال کرے، میں اللہ کے لیے تواضع کرتا ہوں اور جو اللہ کے لیے تواضع کرے اللہ تعالیٰ اس کو سربلند کرتا ہے، اور جو تکبر کرتا ہے اللہ عزوجل اس کو سرنگوں کرتا ہے، اور جو میانہ روی کرے اللہ تعالیٰ اس کو مستغنی کر دیتا ہے۔ اور جو موت کو زیادہ یاد کرے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۸۲۹۴)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں زہد کا بیان

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دس (۱۰) ہجری میں ایک لاکھ اسی ہزار درہم مال غنیمت لے کر آئے تھے، اسی طرح جامع المختصر میں مذکور ہے اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے کہ وہ مجوس سے جزیہ لے کر آئے تھے۔ اور قتادہ نے کہا: وہ مال اسی ہزار درہم تھا۔ اور ابن حبیب نے کہا: یہ سب سے زیادہ مال تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ اور زہری نے کہا: رات کو یہ مال آیا تھا۔ اور قتادہ نے کہا: یہ مال چٹائی پر رکھ کر پھیلا دیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال میں سے کسی سائل کو محروم نہیں کیا۔ حضرت عباس آئے اور وہ ایک کپڑے میں اتنا مال اکٹھا کرنے لگے جس کو اٹھانے سے عاجز ہو گئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ میری مدد کریں یہ مال اٹھا کر میرے کندھے پر رکھ دیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا حتیٰ کہ انہوں نے اس مال سے کچھ کم کیا اور اس کو اٹھانے پر قادر ہو گئے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۴۲۲۔۴۲۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۲۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دنیاوی مال کی محبت سے دور رکھنے کی وجوہ اور فقر کی غنیٰ پر فضیلت

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ''پس اللہ کی قسم! مجھے تمہارے اوپر فقر کا خوف نہیں ہے''۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مسلمانوں پر فقر کا خوف نہیں تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یہ علم تھا کہ دنیا مسلمانوں کے اوپر کشادہ کر دی جائے گی اور ان کو مال سے غنیٰ حاصل ہو گا اور اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی غیب کی خبروں میں ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے جس طرح فرمایا تھا اسی طرح واقع ہو گیا۔

علامہ طیبی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے، کیونکہ جو باپ اپنی اولاد پر شفیق ہوتا ہے تو وہ اپنی موت کے وقت اولاد کو مال عطا کرنے کی کوشش کرتا ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب پر والد کی طرح شفیق تھے لیکن آپ کا حال مال کے معاملہ میں اس سے مختلف تھا جو والد کا حال اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں پر فقر کا خوف نہیں رکھتے تھے جیسا کہ باپ اپنی اولاد کے متعلق فقر کا خوف رکھتا ہے لیکن آپ کو یہ خوف تھا کہ ان کو بہ کثرت خوشحالی حاصل ہوگی جو کہ والد کا اپنی اولاد کے لیے مطلوب ہوتا ہے، اور یہاں فقر سے مراد وہ فقر ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے تھا، یعنی وہ کم چیزوں کو اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہو کہ فقر کا ضرر خوشحالی کے ضرر سے کم ہے، اس لیے کہ فقر کا ضرر دنیاوی ہے اور غنیٰ کا ضرر دینی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا" کہ جب تمہیں دنیا کا مال زیادہ حاصل ہوگا تو تم دنیا میں رغبت کرو گے اور مال سے محبت کرو گے، سو یہ مال کی محبت تمہیں ہلاکت میں ڈال دے گی، کیونکہ مال مرغوب ہوتا ہے اور نفس اس کو طلب کرنے میں راحت حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو اس مال کے لینے سے منع کرتا ہے، اس وجہ سے اس کی لوگوں کے ساتھ عداوت اور دشمنی ہوتی ہے جس کا تقاضا ہے ایک دوسرے کو قتل کرنا اور وہ ہلاکت تک پہنچاتا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا: اس حدیث میں یہ فائدہ ہے کہ دنیا کی تر و تازگی سے بچنا چاہیے، کیونکہ اس کا انجام برا ہے اور اس کا فتنہ ہلاکت کا موجب ہے، پس انسان دنیا کی زیب و زینت اور خوبصورتی سے مطمئن نہ ہو اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ فقر غنیٰ سے افضل ہے، کیونکہ دنیا کا فتنہ غنیٰ کے ساتھ مقرون ہے اور غنیٰ سے فتنہ میں وقوع کا خوف ہے جو کبھی انسان کو ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے اور فقیر ان چیزوں سے مامون رہتا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۸۲، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

٨- بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ (فاطر: ۵-۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے، سو تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے، اور نہ (شیطان) تم کو اللہ کے متعلق دھوکے میں رکھے O بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، سو تم (بھی) اس کو دشمن بنائے رکھو، وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ دوزخ والے ہو جائیں O

جَمْعُهُ: سُعُرٌ. قَالَ مُجَاهِدٌ: الْغَرُوْرُ: الشَّيْطَانُ

سعیر کی جمع سعر ہے، مجاہد نے کہا: غرور سے مراد شیطان ہے۔

باب مذکور میں درج آیات کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب میں مذکور آیات کی شرح میں لکھتے ہیں:

فاطر: ۵ میں ارشاد ہے: "بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے"، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو مرنے کے بعد

دوبارہ زندہ کرے گا اور نیکو کاروں کو ثواب دے گا اور بدکاروں کو عذاب دے گا، اس کا یہ وعدہ برحق ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا: ''اور نہ (شیطان) تم کو اللہ کے متعلق دھوکے میں رکھے''۔ شیطان کے دھوکہ کی وجہ سے انسان گناہ کے کام کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی تمنا رکھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ غرور سے مراد شیطان ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے شیطان سے دھوکہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اور ہمارے لیے شیطان کی دشمنی کو بیان فرما دیا ہے تاکہ ہم شیطان کے بہکانے کی طرف اور وہ جو برائیوں کو خوشنما بناتا ہے اس کی طرف توجہ اور التفات نہ کریں۔

نیز فاطر: ٦ میں فرمایا ہے'' بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، سوتم (بھی) اس کو دشمن بنائے رکھو''۔ یعنی شیطان کو تم اپنے دشمنوں کے مرتبہ میں قرار دو اور اس کی موافقت کرنے اور اس کی اطاعت کرنے سے اجتناب کرو۔

نیز اس آیت میں فرمایا: ''وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ دوزخ والے ہو جائیں''۔ یعنی شیطان اپنے گروہ کے کافروں کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والے ہو جائیں۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں بتایا ہے کہ لفظ ''سعیر'' کی جمع ''سُعر'' ہے اور اس کا معنی ہے: دوزخ کا بھڑکنا۔

نیز دوسری تعلیق میں ہے: مجاہد نے کہا: غرور، شیطان ہے۔

مجاہد کا یہ اثر یہاں صرف الکشمیھنی کی روایت میں ہے اور الفریابی نے اس کو اپنی تفسیر میں ورقاء سے وصل کیا ہے۔

''الغرة'' کا معنی ہے: بیداری میں غفلت، اور غرور کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو انسان کو دھوکہ میں ڈالے، اور شیطان کو غرور اس لیے فرمایا کہ وہ دھوکہ میں ڈالنے والوں کا سردار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٣ ص ٦٤۔ ٦٥، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

آیاتِ مذکورہ کی تفسیر از مصنف

آخرت اور عذاب اور ثواب کے دلائل واضح ہو جانے کے بعد جو لوگ قیامت کا انکار کرتے تھے، اس آیت میں ان کو نصیحت کی گئی ہے اور دنیا کی زندگی کا دھوکہ میں ڈالنے کا معنی یہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں، اس کی لذتیں، اس کی زیب و زینت اور اس کی رنگینیاں انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت سے غافل کر دیتی ہیں، حتیٰ کہ حشر کے دن وہ کفِ افسوس ملتا رہ جائے، اور نہ شیطان تمہیں اللہ عزوجل کے متعلق دھوکہ میں رکھے، اور وہ دھوکہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو بھولا رہے اور مسلسل گناہ کرتا رہے اور امید یہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دے گا، اس کا یہ بھی معنی ہے کہ شیطان انسان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالے کہ تم اپنے گناہوں پر پریشان یا پشیماں نہ ہو، اللہ بہت غفور الرحیم ہے وہ تم کو معاف کر دے گا اور اس طرح شیطان انسان کو توبہ کرنے سے باز رکھے۔

٦٤٣٣۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْقُرَشِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مُعَاذُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ أَخْبَرَهُ قَالَ أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بِطَهُورٍ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمَقَاعِدِ فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن ابراہیم القرشی، انہوں نے کہا: مجھے معاذ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ بے شک حمران بن ابان نے ان کو خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم تَوَضَّأَ وَهُوَ فِی هٰذَا الْمَجْلِسِ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ هٰذَا الْوُضُوْءِ ثُمَّ أَتَی الْمَسْجِدَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ وَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَغْتَرُّوْا۔

پاس وضو کا پانی لے کر آیا اور وہ المقاعد (مدینہ میں ایک جگہ) پر بیٹھے ہوئے تھے، پس انہوں نے اچھی طرح وضو کیا، پھر بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اور وہ اسی مجلس میں تھے، سو آپ نے اچھی طرح وضو کیا، پھر آپ نے فرمایا: جس نے اس وضو کی مثل کیا، پھر مسجد میں آیا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ کو معاف کر دے گا۔
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دھوکہ نہ کھانا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۴، ۱۹۳۴، ۶۴۳۳، صحیح مسلم: ۲۲۶، سنن نسائی: ۸۴، سنن ابوداؤد: ۱۰۶، سنن دارمی: ۶۹۳)

صحیح البخاری: ۶۴۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں دھوکہ نہ کھانے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی مذکور ہے کہ تم دھوکہ نہ کھاؤ۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعد بن حفص، یہ ابو محمد الطلحی الکوفی ہیں۔ ان کو الضخم بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شیبان، یہ ابن عبدالرحمٰن ابو معاویہ النحوی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن ابی کثیر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن ابراہیم القرشی، یہ ابن الحارث بن خالد التیمی ہیں اور ان کے دادا حارث صحابی تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معاذ بن عبدالرحمٰن، یہ ابن عثمان بن عبیداللہ التیمی ہیں اور عثمان ان کے دادا ہیں، وہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ صحابی کے بھائی ہیں اور حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان بھی صحابی ہیں رضی اللہ عنہ، امام مسلم نے ان کی حدیث کی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے ان کا لقب "شارب الذہب" تھا یعنی سونے کو پینے والے۔ یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ میں ایک ہی دن میں شہید کر دیے گئے تھے۔ اور رہے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عثمان جو حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے بھائی ہیں اور وہ بھی صحابی ہیں رضی اللہ عنہ، وہ جنگِ جمل میں شہید کر دیے گئے تھے، اور یہ جمادی الاخریٰ ۳۶ھ کا واقعہ ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابن ابان کا ذکر ہے اور صحیح البخاری کے دوسرے نسخوں میں حمران بن ابان کا ذکر ہے، اور صرف جرجانی نے یہ روایت کی ہے کہ ابان نے اس کی خبر دی اور یہ خطا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی مثل وضو کیا"۔ یہ مثلیت اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کا وضو تمام وجوہ

Marfat.com

کے اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی مثل ہو، کیونکہ یہ بہت مشکل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پس انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی"۔ اس حدیث میں ان دو رکعتوں کے فرض ہونے کی قید نہیں ہے اور امام مسلم نے ایک روایت میں یہ قید لگائی ہے، اس میں از نافع بن جبیر از حمران روایت ہے "پھر وہ فرض نماز پڑھنے کے لیے گیا اور لوگوں کے ساتھ فرض نماز پڑھی یا مسجد میں گیا"۔ اور عمران سے روایت ہے "پس اس نے فرض نماز پڑھی" اور ایک اور روایت حمران سے ہے "جو مسلمان بھی وضو کرے سو مکمل وضو کرے پھر اس وضو سے وہ پانچ نمازیں پڑھے تو وہ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائیں گی"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے"۔ یعنی جن گناہوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہو، لیکن جن گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہو، پس وہ اس وقت تک معاف نہیں ہوں گے جب تک کہ اس کے خصم کو راضی نہ کر دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا تغتروا" یعنی تم دھوکہ نہ کھانا کہ تم گناہوں پر دلیری کرو اور یہ سمجھ کر عمداً گناہ کرو کہ گناہ تو بہر حال معاف ہو جائیں گے، کیونکہ گناہ کا معاف کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۳۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دنیا کی زندگی اور اس کی فانی خوشنمائی سے دھوکہ کھانے سے منع فرمایا ہے اور شیطان سے دھوکہ کھانے سے منع فرمایا ہے اور ہمارے لیے شیطان کی عداوت کو بیان فرما دیا ہے تاکہ ہم شیطان کے ورغلانے اور وہ جو شہوات باطلہ کو ہمارے لیے مزین کرتا ہے اس کی طرف توجہ نہ کریں، اور ہمیں اس کی اطاعت کرنے سے ڈرایا ہے اور ہمیں یہ خبر دی ہے کہ شیطان کے پیروکار اور اس کی جماعت دوزخ والے ہیں، پس عقلمند مومن پر واجب ہے کہ وہ شیطان سے پرہیز کرے اور جس چیز سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور اس کے نبی نے ڈرایا ہے اس سے اجتناب کرے، اور یہ کہ اگر بندہ سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ فوراً اس پر نادم ہو اور اس سے توبہ کرے اور یہ عزم کرے کہ وہ دوبارہ اس جیسے گناہ کو نہیں کرے گا۔ اور جب وہ کوئی نیک کام کرے تو اس نیک کام کو کم قرار دے اور اپنے عمل کو کم سمجھے۔ اور مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے عمل کے اوپر تکیہ نہ کرے۔ اور مجاہد نے غرور کی تفسیر میں کہا کہ اللہ سے دھوکہ کھانے کا معنی یہ ہے کہ بندہ نافرمانی کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی تمنا رکھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۴۲۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۳۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حمران کی دو روایتوں کا خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ حمران نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ ایک حدیث وہ ہے جس میں یہ قید ہے کہ بندہ دو رکعت نماز پڑھے اور اس نماز میں حدیثِ نفس نہ کرے۔ یعنی کسی کام یا بات میں دل نہ لگائے اور اس کام کو کرنے کا منصوبہ نہ بنائے۔ اور اس کو مطلقاً دو رکعت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور فرض نماز کے ساتھ مقید نہیں کیا ہے۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ وضو کرنے کے بعد بندہ فرض نماز جماعت میں پڑھے یا مسجد میں پڑھے اور اس میں حدیثِ نفس کو ترک کرنے کی قید نہیں ہے۔

نماز پڑھنے سے جو مغفرت حاصل ہوتی ہے وہ عام نہیں ہے

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اس کو تمام گناہوں کی مغفرت پر محمول نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ جو نماز گناہوں کو مٹاتی ہے یہ وہ نماز ہے جو مقبول ہو اور کسی بندہ کو اس پر اطلاع نہیں ہے کہ اس کی نماز مقبول ہو گئی ہے۔

اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ نماز ان گناہوں کو مٹاتی ہے جو صغیرہ ہوں، پس تم کبیرہ گناہوں کی مغفرت سمجھ کر دھوکہ نہ کھانا، اس بناء پر کہ نماز سے جو گناہ معاف ہوتے ہیں وہ صغیرہ ہیں اور اگر تم یہ سمجھو کہ اس سے عام گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ تم صغائر بھی زیادہ نہ کرو، کیونکہ صغائر پر اصرار کرنا اس صغیرہ کو کبیرہ کے حکم میں کر دیتا ہے۔ پھر نماز سے وہ گناہ معاف نہیں ہوتا۔ یا مطلب یہ ہے کہ یہ بشارت اطاعت گزاروں کے ساتھ خاص ہے اور یہ اس شخص کو حاصل نہیں ہو گی جو معصیت کا ارتکاب کرنے والا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۸۶۔ ۴۸۷، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے آخری جواب میں بحث و نظر ہے، کیونکہ اطاعت گزار تو گناہ کرتے ہی نہیں ہیں نہ صغیرہ اور نہ کبیرہ، تو یہ بشارت ان کے ساتھ کیسے خاص ہو گی؟ دراصل یہ بشارت گناہ گاروں کے لیے ہے کہ وہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اپنی مغفرت سے مایوس نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو نیکی کی توفیق دی ہے اور انہوں نے جو نمازیں پڑھی ہیں ان نمازوں کی وجہ سے ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۴۳۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دنیا کی زندگی کا بیان

فاطر: ۵ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٚ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ (فاطر: ۵)

اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے، سو تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے، اور نہ (شیطان) تم کو اللہ کے متعلق دھوکے میں رکھے ۝

اس آیت میں جو دنیا کی زندگی کے دھوکہ میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے، اس سے مراد وہ ہے جس کا درج ذیل آیت میں اشارہ فرمایا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ (آل عمران: ۱۴)

لوگوں کے لیے عورتوں سے خواہشات کی اور بیٹوں کی اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانوں کی اور نشان زدہ گھوڑوں کی اور مویشیوں اور کھیتی باڑی کی محبت خوش نما بنادی گئی ہے، یہ (سب) دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے ○

آل عمران: ۱۴ کی تفسیر از مصنف

اس آیت میں جن چیزوں کے متعلق فرمایا ہے کہ انسان کے لیے ان کی شہوات کی محبت مزین کی گئی ہے، یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہے، اور ان سے بہتر چیز آخرت کی نعمتیں ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ ان چیزوں سے محبت نہیں کرنی چاہیے یا ان چیزوں کو چھوڑ دینا چاہیے بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں میں اشتغال اور انہماک نہیں ہونا چاہیے، حتیٰ کہ انسان دنیا کی زینت اور خوشنمائی میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے، بلکہ انسان معتدل طریقہ پر گامزن ہو، اسلام دینِ فطرت ہے اس میں دین و دنیا دونوں کے احکام موجود ہیں۔ اسلام دہریت اور رہبانیت دونوں کے خلاف ہے، عبادات، معاملات اور سیاسیات کا جامع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آخرت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں سے افضل فرمایا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اور آخرت کی نعمتیں باقی ہیں، انسان کو جس وقت دنیا کی نعمتیں حاصل ہوں اس وقت بھی اس کو یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ نہ جانے کب یہ نعمتیں اس کے ہاتھ سے جاتی ہیں، نیز دنیا میں انسان کو اگر کسی ایک وجہ سے راحت میسر ہوتی ہے تو کسی اور طرف سے مصیبت اور پریشانی کا سامنا ہوتا ہے اور دنیا میں کوئی شخص بھی رنج و فکر سے خالی نہیں ہے اس کے برعکس آخرت کی نعمتوں میں کسی اعتبار سے فکر و رنج کی آمیزش نہیں ہوتی ہے۔

نیز شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ شیطان کے امر اور نفس امارہ بالسوء کی خواہش میں کس طرح فرق کیا جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفس امارہ بالسوء شیطان کے حکم کا پیروکار ہوتا ہے، کیونکہ نفس امارہ وہی کرتا ہے جس کا حکم شیطان دیتا ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۳۰۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۹- بَابٌ: ذَهَابِ الصَّالِحِيْنَ — نیک لوگوں کے چلے جانے کا بیان

وَيُقَالُ: الذِّهَابُ الْمَطَرُ

اور کہا جاتا ہے: ذہاب کا معنی ہے: بارش

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس باب میں نیک لوگوں کے چلے جانے کا ذکر ہے یعنی ان کی موت کا۔ اور نیک لوگوں کا چلے جانا قیامت کی علامات میں سے ہے اور دنیا کے فنا ہونے کے قریب ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے کہا ہے کہ اس تعلیق سے مراد یہ ہے کہ لفظِ ذہاب جانے میں اور بارش کے معنی میں مشترک ہے۔

علامہ عینی حنفی اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طرح نہیں ہے، کیونکہ جس ذہاب کا معنی جانا ہے وہ لفظ ذَہاب ہے، اور جس ذہاب کا معنی بارش ہے وہ ذِہاب ہے۔ صاحب المحکم نے کہا ہے "الذہبة بالکسر" کم بارش اور اس کی جمع ذِہاب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: علامہ عینی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری سے مکمل عبارت نقل نہیں کی۔ اور بعض عبارت کو حذف کر کے اعتراض کر دیا۔ فتح الباری کی مکمل عبارت حسب ذیل ہے:

صرف السرخسی کی روایت میں یہ مذکور ہے کہ لفظِ ذہاب مشترک ہے جانے اور بارش کے معنی میں۔ اور بعض اہل لغت نے یہ کہا ہے کہ ذہاب کا معنی ہے: کمزور بارش اور یہ ذِہبة کی جمع ہے اور ذہبة میں پہلے لفظ پر زیر ہے اور دوسرے میں جزم ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۸۷)۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۱۳۔ ۴۱۲، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

۶۴۳۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ مِرْدَاسٍ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَيَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيرِ أَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيهِمُ اللّٰهُ بَالَةً قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يُقَالُ حُفَالَةٌ وَحُثَالَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی، از بیان از قیس بن ابی حازم از مرداس الاسلمی، انہوں نے بیان کیا: نبی ﷺ نے فرمایا: نیک لوگ یکے بعد دیگرے چلے جائیں گے، پھر لوگ جَو کی بھوسی یا کھجور کے کچرہ کی طرح باقی رہ جائیں گے جن کی اللہ تعالیٰ کو بالکل پرواہ نہیں ہوگی۔ امام بخاری نے کہا: کہا جاتا ہے حُفالة اور حثالة۔ (حفالة اور حثالة دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے یعنی تلچھٹ یا بھوسی یا کھل)۔

(صحیح البخاری: ۴۱۵۶، ۶۴۳۴، مسند احمد: ۱۷۲۷۶، سنن دارمی: ۲۷۱۹)

صحیح البخاری: ۶۴۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "نیک لوگوں کے چلے جانے کا بیان" اور اس باب کی حدیث میں ہے "نیک لوگ یکے بعد دیگرے دنیا

سے رخصت ہو جائیں گے''۔اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن حماد، یہ الشیبانی البصری ہیں۔امام بخاری نے کتاب الحیض میں الحسن بن مدرک کے واسطہ سے ان سے ایک حدیث کی روایت کی ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعوانہ، ان کا نام الوضاح بن عبداللہ الیشکری ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بیان، یہ ابن بشر الاحمسی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قیس بن ابی حازم، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مرداس، یہ ابن مالک الاسلمی ہیں اور یہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، پھر انہوں نے کوفہ میں رہائش اختیار کر لی اور ان کا اہلِ کوفہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''نیک لوگ یکے بعد دیگرے چلے جائیں گے'' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی روحوں کو قبض فرمالے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''اور حُفالۃ باقی رہ جائیں گے''۔''حُفالۃ'' کا معنی ہے: بھوسی یا تلچھٹ یا کھل، اس کا معنی ہے: کسی چیز کا اصل جوہر نکلنے کے بعد جو فاضل اور ردّی چیز باقی رہ جاتی ہے اس کو حُفالۃ کہتے ہیں۔علامہ داؤدی نے کہا ہے: حُفالۃ وہ ہے جو جَو کے چھلکوں میں سے چھلنی کے ذریعہ نیچے گر جاتی ہے یعنی بھوسی۔یعنی جب نیک لوگ وفات پا کر دنیا سے گزر جائیں گے تو ردّی اور خراب لوگ باقی رہ جائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''اللہ تعالیٰ کو ان کی بالکل پرواہ نہیں ہوگی''۔علامہ خطابی نے کہا: اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوگی، ان کا کوئی مرتبہ نہیں ہوگا۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۶۔۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۳۴ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قیامت کی علامت نیک لوگوں کا دنیا سے گزر جانا ہے

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نیک لوگوں کی اقتداء کرنے میں رغبت کی جائے اور ان کے طریقہ کی مخالفت سے اجتناب کیا جائے، اس خوف سے کہ اگر ان کی مخالفت کی تو اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کی اللہ تعالیٰ کو بالکل پرواہ نہیں ہوتی۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ حدیث اکثر اور غالب امور پر محمول ہے۔اور زمین ان لوگوں سے خالی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی حجت کو قائم کرنے والے ہیں۔پس بعض ان میں سے علم میں راسخ ہوتے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ بعض احادیث کے مطابق اخیر زمانہ کے بعض لوگ صحابہ سے افضل ہوں گے

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ ابوامیہ الشعبانی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، پس میں نے کہا: اے ابوثعلبہ! آپ اس آیت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟:

Marfat.com

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ (المائدہ:۱۰۵) اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے تمہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

تو حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: سنو، اللہ کی قسم! میں اس کا سوال ان سے کر چکا ہوں جو اس آیت کی خبر رکھنے والے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا: بلکہ تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے اور خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے اور دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر رائے رکھنے والا اپنی رائے پر خوش ہو رہا ہے تو تم صرف اپنی فکر کرنا اور عام لوگوں کو چھوڑ دینا، کیونکہ تمہارے بعد صبر کرنے کے ایام آئیں گے اور ان ایام میں صبر کرنا ایسا ہے جیسے کوئی انگاروں کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لے، ان میں عمل کرنے والوں کو پچاس مردوں کا اجر ملے گا جو اس کی مثل اجر کرتے ہوں گے اور دوسری حدیث میں یہ اضافہ ہے، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ان میں سے پچاس لوگوں کا اجر اس شخص کو ملے گا؟ آپ نے فرمایا: تم میں سے پچاس لوگوں کا اجر اس کو ملے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۴۱، سنن ترمذی: ۳۰۵۸، سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۴)

بہ ظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اخیر زمانہ میں جو لوگ صبر کے ایام میں عمل کریں گے ان میں سے ایک آدمی کو پچاس صحابہ کے اجر کی مثل اجر ملے گا۔ اور اس سے اخیر زمانہ کے لوگوں کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر افضلیت لازم آتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام بہر حال بعد کے تمام مسلمانوں سے افضل ہیں خواہ وہ اخیر زمانہ کے ہوں یا نہ ہوں اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میرے اصحاب کو برا نہ کہو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی ایک شخص احد پہاڑ کی مثل سونا بھی خرچ کرے تو کسی ایک صحابی کے دیے ہوئے ایک کلو صدقہ یا آدھا کلو صدقہ کے اجر کے برابر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷۳، صحیح مسلم: ۲۵۴۰، سنن ترمذی: ۳۸۶۱، سنن ابوداؤد: ۴۶۵۸، سنن ابن ماجہ: ۱۶۱، مسند احمد: ۱۰۶۹۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۴۳۰۔ ۴۳۱ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

نیک لوگوں کے ہوتے ہوئے قیامت کا واقع نہ ہونا

میں کہتا ہوں: متعدد احادیث میں مذکور ہے کہ جب تک دنیا میں نیک لوگ اور اللہ کا نام لینے والے موجود ہوں گے، اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ زمین میں اللہ، اللہ نہ کہا جائے۔ اور دوسری روایت میں ہے: قیامت اس وقت تک کسی شخص پر قائم نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اللہ، اللہ کہہ رہا ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۸، سنن ترمذی: ۲۲۰۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۷)

نیز امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت صرف بدکار لوگوں پر قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۲۹۴۹، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

Marfat.com

یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے علم کو قبض نہیں فرمائے گا لیکن علماء کی روحوں کو قبض کر کے علم کو اٹھالے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا پس وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، پس وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(صحیح البخاری:۱۰۰، صحیح مسلم:۲۶۷۳، سنن ترمذی:۲۶۵۲، سنن ابن ماجہ:۵۲، مسند احمد:۶۴۷۵، سنن دارمی:۲۳۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا، جہل ثابت ہوگا، خمر پی جائے گی اور زنا کا ظہور ہوگا۔

(صحیح البخاری:۸۰، صحیح مسلم:۲۶۷۱، سنن ترمذی:۲۲۰۵، سنن ابن ماجہ:۴۰۴۵، مسند احمد:۲۱۱۸)

نیز امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، میں تمہیں ضرور ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جس کو میرے بعد تمہیں کوئی بیان نہیں کرے گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور جہل ظاہر ہوگا، زنا کا غلبہ ہوگا، عورتیں زیادہ ہوں گی مرد کم ہوں گے حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا منتظم ایک مرد ہوگا۔

(صحیح البخاری:۸۰، صحیح مسلم:۲۶۷۱، سنن ترمذی:۲۲۰۵، سنن ابن ماجہ:۴۰۴۵، مسند احمد:۲۱۱۸)

۱۰- بَابُ: مَا يُتَّقَى مِنْ فِتْنَةِ الْمَالِ

مال کے فتنہ اور آزمائش سے اجتناب کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: إِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن:۱۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

فتنہ کا معنی کلام عرب میں ہے: آزمائش اور ابتلاء۔ اور قصد سے پھیرنا بھی فتنہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ (الاسراء:۷۳)

اور قریب تھا کہ وہ آپ کو اس چیز سے لغزش دے دیتے جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے تاکہ آپ اس (وحی) کے علاوہ کوئی اور بات ہم پر گھڑ دیں۔

الاسراء:۷۳ کی تفسیر از مصنف

ان آیتوں میں ان مصائب اور آزمائشوں کی طرف اشارہ ہے جو کئی برسوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آرہے تھے، مشرکین مکہ سرتوڑ کوششیں کر رہے تھے کہ آپ کو دین اسلام کی دعوت سے باز رکھیں اور کسی نہ کسی طرح آپ کے استقلال اور عزم وہمت میں کچھ لچک اور نرمی پیدا کریں، اور اگر آپ بالکل ان کے ہم نوا نہ ہوں تو کم از کم اتنا ہو جائے کہ آپ ان کے باطل خداؤں کی مذمت نہ کریں، اس مقصد کے لیے انہوں نے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کیے، آپ کو سیم وزر کے لالچ بھی دیے، عرب کی خوبصورت دوشیزاؤں کی پیش کش بھی کی، دھمکیاں بھی دیں، معاشی دباؤ بھی ڈالا، تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور کر دیا اور باہر سے

Marfat.com

غلہ پہنچنے پر پابندی لگادی، آپ اور آپ کے اصحاب پر ظلم وستم کی انتہا کردی اور آپ کے ساتھ وہ سب کچھ کر ڈالا جو آپ کے عزم اور حوصلہ کو پست کرنے کے لیے کیا جا سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام امتحانوں میں آپ کو کامیاب اور سرخرو رکھا، مشرکین طرح طرح کی ترغیبات سے آپ کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کررہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا، ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتادیا کہ کوئی انسان خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، وہ صرف اپنی ذاتی طاقت کے بل بوتے پر باطل قوتوں سے مقابلہ نہیں کرسکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی توفیق شامل حال نہ ہو، انسان کسی امتحان اور کسی آزمائش میں کامیاب نہیں ہوسکتا، یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پختہ حوصلہ اور عزم واستقلال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باطل کے سامنے حق وصداقت کے مسلک پر پہاڑ کی طرح جمے رہے اور کوئی بڑی سے بڑی آزمائش کا سیلاب بھی آپ کو اپنی جگہ سے سرمو ہٹا نہیں سکا۔

اور فتنہ کا معنی احتراق اور جلنا بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۝ (الذریٰت: ١٣) (آپ کہیے:) جس دن ان کو دوزخ میں جلایا جائے گا ○

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں اس آیت کا ذکر کیا گیا ہے:

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن: ١٥) تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اموال اور اولاد فتنہ ہیں یعنی آزمائش ہیں، کیونکہ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مشغول رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ (التکاثر: ١) تم کو زیادہ مال کی حرص نے غافل کردیا ○

''الھا'' کا معنی ہے: زیادہ ضروری چیز سے غافل ہونا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تم مال اور اولاد کی کثرت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہوگئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٢٠ ص ١٥١)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمومی خطاب کر کے اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں مال اور اولاد کی محبت پیدا کردی ہے۔ حدیث میں ہے:

امام ترمذی، امام ابن حبان اور امام الحاکم نے حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢٣ ص ٦٧، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

بخل کی مذمت میں احادیث

میں کہتا ہوں: مال کی محبت کی وجہ سے انسان بخل کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ مال اس کے پاس جمع رہے اور اسے خرچ نہ کرنا پڑے اور بخل کی مذمت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

Marfat.com

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کی مثل سونا ہوتا تب بھی مجھے یہ پسند تھا کہ مجھ پر تین راتیں نہ گزریں اور میرے پاس اس میں سے کوئی چیز باقی ہو مگر وہ چیز جس کو میں قرض ادا کرنے کے لیے سنبھال کر رکھوں۔ (صحیح البخاری: ۲۳۸۹، صحیح مسلم: ۹۹۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۳۲، مسند احمد: ج ۲ ص ۲۵۶)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر روز جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک فرشتہ دعا کرتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس خرچ کا بدل عطا فرما۔ اور دوسرا فرشتہ دعا کرتا ہے: اے اللہ! خرچ نہ کرنے والے کے مال کو تلف کر دے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۴۲، صحیح مسلم: ۱۰۱۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۵)

(۳) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور گن گن کر خرچ نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر دے گا، اور تم اپنی تھیلی کا منہ بند نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر رزق کو بند کر دے گا اور جتنا تم کر سکتی ہو اتنا خرچ کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۵۹۱، صحیح مسلم: ۱۰۲۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۴)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۵۲، صحیح مسلم: ۹۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲)

(۵) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! اگر تو ضرورت سے زائد چیز کو خرچ کرے تو یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو اس کو روک کر رکھے تو یہ تیرے لیے بہت برا ہے۔ اور اپنے اوپر بقدر ضرورت خرچ کرنے پر ملامت نہیں کی جائے گی اور اپنے عیال داروں سے خرچ کرنے کی ابتداء کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۰۳۶)

(۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ظلم کرنے سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے اور بخل کرنے سے بچو، کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا، ان کو اس پر برانگیختہ کیا کہ وہ خون بہائیں اور اپنے رشتہ داروں کے قتل کو حلال سمجھیں۔ (صحیح مسلم: ۲۵۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۳)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! کونسا صدقہ کرنے کا زیادہ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس وقت صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور بخیل ہو، تمہیں فقر کا خدشہ ہو اور خوشحالی کی امید ہو اور صدقہ کرنے میں ڈھیل نہ دیتے رہو حتیٰ کہ تمہاری روح گلے تک پہنچ جائے پھر تم کہو: فلاں کے لیے یہ مال ہے اور فلاں کے لیے یہ مال ہے، وہ تو فلاں کے لیے ہو چکا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۱۹، صحیح مسلم: ۱۰۳۲، سنن نسائی: ۲۵۴۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱)

(۸) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، اس وقت آپ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں، میں نے عرض کیا: آپ پر میرا باپ اور میری ماں فدا ہوں، وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس مال بہت زیادہ ہے سوا ان کے جو اس طرح کریں اور اس طرح کریں اور اس طرح کریں، اپنے آگے سے اور اپنے پیچھے سے اور اپنے دائیں سے اور اپنے بائیں سے (یعنی ہر طرف خرچ کریں) اور وہ بہت کم ہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۶۳۸، صحیح مسلم: ۹۹۰، سنن ترمذی: ۶۱۷، سنن نسائی: ۲۴۴۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۲)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے، جنت

Marfat.com

کے قریب ہوتا ہے، لوگوں کے قریب ہوتا ہے، دوزخ سے دور ہوتا ہے۔ اور بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے، جنت سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے دور ہوتا ہے، دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔ اور ضرور سخی جاہل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔ (صحیح البخاری:۱۹۶۱)

(۱۰) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی مرد اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنی موت کے وقت وہ سو درہم خرچ کرے۔ (سنن ابوداؤد:۲۸۶۶)

۶۴۳۵ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيفَةِ وَالْخَمِيصَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ۔ (صحیح البخاری: ۲۸۸۶، ۲۸۸۷، ۶۴۳۵، سنن ابن ماجہ: ۴۱۳۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عیاش نے خبر دی از ابی حصین از ابی صالح، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دینار، درہم اور عمدہ ریشمی کپڑے اور سیاہ چادر کا غلام ہلاک ہو جائے، اگر اس کو دیا جائے تو وہ راضی ہوتا ہے اور اگر اس کو نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے ضرر کو بددعا سے تعبیر کرنا سخت ترین بے ادبی ہے

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

"دنیا کے ایسے گرویدہ غلام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بددعا فرمائی"۔ (کشف الباری، کتاب الرقاق، ص ۳۸۹، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

شیخ سلیم اللہ خان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے متعلق بددعا لکھنا سخت ترین بے ادبی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل بد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

(الاحزاب:۲۱)

ان کو یوں لکھنا چاہیے تھا کہ مال سے محبت کرنے والوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائے ضرر فرمائی یا ان کے لیے زجر و توبیخ فرمائی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۴۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مال کے فتنہ سے اجتناب کا بیان" اور اس باب کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال کے ساتھ محبت کرنے والوں کے لیے دعائے ضرر فرمائی ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن یوسف، یہ الزمی ہیں، یہ ان کے شہر زم کی طرف نسبت ہے اور ان کو ابن ابی کریمہ کہا جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کے والد کی کنیت ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کے دادا کا نام ہے اور ان کا نام ہی ان کی کنیت ہے۔ امام بخاری نے ان کی حدیث کو ایک واسطہ کے ساتھ بھی روایت کیا ہے اور بغیر واسطہ کے بھی روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوبکر، اور یہ ابن عیاش ہیں جو محدث تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحصین، ان کا نام عثمان بن عاصم ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوصالح، یہ ذکوان الزیات ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''تعس عبدالدینار والدرھم'' یعنی دینار اور درہم کے بندے ہلاک ہوجائیں۔ ''التعس'' کا معنی ہے شر۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں شر کو لازم رکھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ''التعس'' کا معنی ہے البعد، یعنی ان کے لیے خیر سے دوری ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ان کی زندگی کے لیے دعائے ضرر ہے۔

''عبدالدینار'' سے مراد ہے جو دینار کا طالب ہو اور دینار کے حصول میں اور دینار کو جمع کرنے میں اور دینار کی حفاظت کرنے میں حریص ہو۔ اسی وجہ سے اسے عبدالدینار فرمایا۔

ہمارے شیخ کے شیخ الطیبی نے کہا ہے: یہاں عبد کے لفظ کو ذکر کے ساتھ خاص کیا ہے تاکہ یہ بتایا جائے کہ وہ دنیا کی محبت اور دنیا کی شہوات میں اس طرح ڈوبا ہوا ہے جیسے کوئی شخص کسی کی قید میں ہو اور اس سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہ پاتا ہو۔ اور مالک الدینار اور جامع الدینار نہیں فرمایا، کیونکہ مطلقاً مال کا مالک ہونا یا مال کو جمع کرنا مذموم نہیں ہے، مذموم یہ ہے کہ مال کو ضرورت سے زیادہ جمع کیا جائے۔

اس حدیث میں ''القطیفة'' کا ذکر ہے، القطیفة کا معنی ہے ریشمی کمبل۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ''الخمیصة'' اس کا معنی ہے: سیاہ چوکور چادر، جس کو کالی کملی کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا ''اگر عبدالدینار کو دیا جائے تو وہ راضی ہوتا ہے اور اگر نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے۔''

یہ قرآن مجید کی درج ذیل آیت کے موافق ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝ (التوبہ:۵۸)

اور ان (منافقین) میں سے بعض وہ ہیں جو صدقات کی تقسیم میں آپ پر اعتراض کرتے ہیں، اگر ان کو ان صدقات سے دے دیا جائے تو وہ راضی ہوجاتے ہیں اور اگر ان کو ان صدقات سے نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہوجاتے ہیں ○

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

التوبہ: ۵۸ کی تفسیر از مصنف

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ حنین سے واپسی پر جعرانہ میں تھے، اسی اثناء میں ایک شخص آپ کے پاس آیا دراں حالیکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر لوگوں کو دے رہے تھے، اس شخص نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تمہیں عذاب ہو، اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا! اگر میں عدل نہ کرتا تو میں (اپنے مشن میں) ناکام اور نامراد ہو جاتا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس شخص کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں، یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا اور یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۱۶۸)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت سے جتنا ان کو عطا فرمایا تھا، اگر یہ لوگ اس پر راضی ہو جاتے خواہ وہ مال کم ہوتا لیکن اس پر خوش ہوتے اور یہ کہتے کہ ہمیں یہ مال کافی ہے اور عنقریب ہمیں اللہ تعالیٰ کسی اور مالِ غنیمت سے عطا فرمائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو دوبارہ اس مرتبہ سے زیادہ عطا فرمائیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے فضل وکرم کی طرف رغبت کرتے ہیں تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر ہوتا۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دنیا کی لذات کی وجہ سے دنیا کو طلب کرتا ہے یا دنیا برائے دنیا طلب کرتا ہے تو وہ نفاق کے خطرہ میں ہے اور جو شخص دنیا اس لیے طلب کرتا ہے کہ اس سے عبادات کی انجام دہی میں آسانی ہو، دین کی زیادہ اور موثر طریقہ سے تبلیغ کر سکے تو یہ مستحسن اور محمود ہے۔

۶۴۳۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر ابن آدم کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو تلاش کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۶۴۳۷، صحیح مسلم: ۱۰۴۹، سنن ترمذی: ۲۳۳۷، مسند احمد: ۳۴۹۱)

صحیح البخاری: ۶۴۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مال کے فتنہ سے اجتناب کا بیان" اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مثال سے دنیا کی حرص اور طمع کی مذمت فرمائی ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ دنیا کی حرص اور طمع کرنا آفت ہے، سو! اس سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عاصم، یہ الضحاک بن مخلد النبیل البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج، یہ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج المکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عطاء، یہ ابن ابی رباح ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سن کر احادیث روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث سنی ہے اور یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث کا سماع کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مکثرین صحابہ میں سے ہیں اور یہ حدیث ان کی کثیر روایات کے مقابلہ میں کم ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے"۔ یعنی قبر اور یہ موت سے کنایہ ہے۔ گویا کہ آپ نے یوں فرمایا کہ ابن آدم دنیا سے اس وقت تک سیر نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ مر جائے۔

حدیث مذکور کی دیگر احادیث کے ساتھ مطابقت

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ ابنِ آدم کا پیٹ صرف مٹی بھر سکتی ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ ابن آدم کا نفس صرف مٹی بھر سکتی ہے، اور تیسری حدیث میں ہے کہ ابن آدم کا منہ صرف مٹی بھر سکتی ہے۔ اور پیٹ کا بھرنا واضح ہے، پھر نفس اور منہ اور آنکھ کے ذکر کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نفس کا ذکر اس لیے ہے کہ عموماً ذات کو نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے اور پیٹ کا ذکر جس حدیث میں ہے اس میں نفس کے ذکر سے پیٹ کا ارادہ کیا ہے اور یہ کل کا اطلاق جزو پر ہے۔ اور منہ کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ منہ کے ذریعہ کوئی چیز پیٹ تک پہنچتی ہے۔ اور آنکھ کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ طلب میں اصل آنکھ ہے، جب آنکھ کسی چیز کو دیکھتی ہے اور اس بندہ کو وہ چیز اچھی لگتی ہے تو پھر وہ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اکثر روایات میں پیٹ کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ انسان جو عموماً مال کو طلب کرتا ہے تو لذیذ چیزوں کی تحصیل کے لیے طلب کرتا ہے اور لذیز چیزوں کو پیٹ میں ڈالنا چاہتا ہے۔

علامہ طیبی نے کہا کہ ابن آدم کا پیٹ صرف مٹی بھر سکتی ہے۔ مٹی کا ذکر اس لیے فرمایا کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، سو مٹی ہی اس کا پیٹ بھر سکتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "جو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے"۔ یعنی جو شخص گناہ اور نافرمانی سے رجوع کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دیتا ہے، یا اللہ تعالیٰ اس کی طرف تشدید سے تخفیف کی طرف رجوع فرماتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۶۹۔ ۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۳۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ مِثْلَ وَادٍ مَالًا لَأَحَبَّ أَنَّ لَهُ إِلَيْهِ مِثْلَهُ وَلَا يَمْلَأُ عَيْنَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَا أَدْرِي مِنَ الْقُرْآنِ هُوَ أَمْ لَا قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ ذٰلِكَ عَلَى الْمِنْبَرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مخلد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر ابنِ آدم کے لیے مال کی ایک وادی کی مثل ہو تو وہ پسند کرے گا کہ اس کے لیے اس کی مثل اور ہو، اور ابنِ آدم کی آنکھ کو مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی، اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے جو اس سے توبہ کرتا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں از خود نہیں جانتا کہ یہ حدیث قرآن سے ہے یا نہیں ہے؟۔
اور انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے اس حدیث کو منبر پر بیان فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۶۴۳۷، صحیح مسلم: ۱۰۴۹، سنن ترمذی: ۳۷۹۳، مسند احمد: ۳۴۹۱)

صحیح البخاری: ۶۴۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ ابن سلام ہیں اور ابوزید المروزی کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔
اور اس حدیث کی سند میں مخلد کا ذکر ہے، یہ ابن یزید ہیں۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں از خود نہیں جانتا کہ یہ حدیث قرآن سے ہے یا نہیں، ان کا مطلب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ قرآن کی وہ آیت ہو جس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْغَسِيلِ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِمَكَّةَ فِي خُطْبَتِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن سلیمان بن الغسیل نے حدیث بیان کی، از عباس بن سہل بن سعد، انہوں نے

Marfat.com

يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ لَوْ أَنَّ ابْنَ آدَمَ أُعْطِيَ وَادِيًا مَلْئًا مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ إِلَيْهِ ثَانِيًا وَلَوْ أُعْطِيَ ثَانِيًا أَحَبَّ إِلَيْهِ ثَالِثًا وَلَا يَسُدُّ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ۔

کہا: میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے منبر پر مکہ میں دورانِ خطبہ سنا، وہ کہہ رہے تھے: اے لوگو! بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ابنِ آدم کو ایک وادی عطا کی جائے جو سونے سے بھری ہوئی ہو تو وہ پسند کرے گا کہ اسے دوسری وادی ملے، اور اگر اسے دوسری وادی عطا کی جائے تو وہ پسند کرے گا کہ اسے تیسری وادی مل جائے، اور ابن آدم کا پیٹ صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے جو اس سے توبہ کرتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دُکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن سلیمان، یہ ابن عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر الغسیل ہیں۔ یعنی جن کو شہید ہونے کے بعد فرشتوں نے غسل دیا تھا اور وہ اس وقت جنبی تھے۔ اور غسیل، حضرت حنظلہ بن ابی عامر الاوسی تھے رضی اللہ عنہ۔ اور عبداللہ صغار صحابہ میں سے ہیں، ان کو حرہ کے دن شہید کر دیا گیا تھا اور یہ اس دن انصار کی ایک جماعت کے امیر تھے اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے اور وہ کبار صحابہ میں سے تھے اور ان کے والد ابوعامر راہب معروف تھے، یہ وہی ہیں جنہوں نے مسجدِ ضرار بنائی تھی اور اسی کے سبب سے قرآن مجید نازل ہوا۔ اور عبدالرحمٰن کا صغار تابعین میں ہوتا ہے۔

اس حدیث کی سند امام بخاری کی صحیح البخاری میں اعلیٰ اسانید میں سے ہے، کیونکہ یہ سند اگرچہ رباعی ہے مگر حکم میں ثلاثیات کے ہے۔ اسی طرح بعض شارحین نے کہا ہے، لیکن یہ حقیقۃً رباعیات میں سے ہے اور بعض شارحین نے جو کہا ہے کہ یہ ثلاثیات کے حکم میں ہے، اس میں بحث ونظر ہے۔ اور حضرت عباس بن حضرت سہل بن سعد ساعدی اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ اور اس حدیث کی روایت میں امام بخاری متفرد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَادِيَانِ وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ۔

(صحیح مسلم: ۱۰۴۸، سنن ترمذی: ۲۳۳۷، مسند احمد: ۱۲۳۰۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی، از صالح از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ابن آدم کے لیے سونے کی ایک وادی ہو تو وہ پسند کرے گا کہ اس کے لیے دو وادیاں ہوں، اور مٹی کے سوا ہرگز کوئی چیز اس کا منہ نہیں بھر سکے گی، اور جو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، اللہ

تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز بن عبداللہ، یہ ابن یحییٰ الاویسی المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمٰن بن عوف، یہ بغداد میں قضاء کے عہدہ پر مقرر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صالح، وہ ابن کیسان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۴۰۔ وَقَالَ لَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أُبَيٍّ قَالَ كُنَّا نَرَى هَذَا مِنَ الْقُرْآنِ حَتَّى نَزَلَتْ ﴿أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ (التکاثر:۱)

اور ہم سے ابوالولید نے کہا: ہمیں حماد بن سلمہ نے حدیث بیان کی، از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ، از حضرت اُبی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو قرآن سے سمجھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی ''أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ'' (التکاثر:۱)

صحیح البخاری: ۶۴۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تعلیقِ مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس تعلیق میں مذکور ہے ابوالولید، اور وہ ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہیں۔ الحافظ المزی کا نظریہ یہ ہے کہ یہ حدیث تعلیق ہے اور اس پر بعض شارحین نے اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث وصل میں صریح ہے۔ اور اس میں جو مذکور ہے ''قال لنا''، اس میں اس کے حدیث ہونے کی تصریح ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: صحیح بات وہ ہے جو علامہ المزی نے کہی ہے، اس لیے کہ اس کی سند میں حماد بن سلمہ کا ذکر ہے اور ان کا شمار ان میں نہیں کیا گیا جن سے امام بخاری نے حدیثِ موصول کی روایت کی ہے اور نہ وہ امام بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔

نیز اس تعلیق میں مذکور ہے ''عن ثابت'' یہ ابن اسلم البنانی ابومحمد البصری ہیں۔

نیز اس تعلیق میں مذکور ہے ''عن ابی'' یہ حضرت ابی بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس تعلیق میں صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔ (یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے)۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ حدیث قرآن سے ہے حتیٰ کہ سورۃ التکاثر نازل ہوگئی''۔

آیا حدیثِ مذکور سورۃ التکاثر سے منسوخ ہے یا نہیں؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورۃ التکاثر کی تخصیص کی کیا وجہ ہے حالانکہ یہ سورت اس حدیث کے لیے ناسخ نہیں ہے کیونکہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے: جب حکم منسوخ ہو تو پھر تعارض کی شرط ہے، لیکن جب الفاظ منسوخ ہوں تو پھر تعارض کی شرط نہیں ہے۔ پس اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ جب وہ سورت نازل ہوئی جو اس حدیث کے معنی میں ہے (یعنی سورۃ التکاثر) تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ اس حدیث کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے اور اس کے معنی پر اکتفاء کی۔ اور اس حدیث کی قرآن مجید کے معنی کے ساتھ جو موافقت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں ہے:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُۙ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۝ تم کو زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے غافل کر دیا O حتیٰ کہ تم (مرکر) قبروں میں پہنچ گئے O (التکاثر: ۱۔۲)

اور قبروں کی زیارت کی تفسیر موت کے ساتھ کی گئی ہے، یعنی تم کو مال کی کثرت حاصل کرنے نے اتنا مشغول کر دیا ہے حتیٰ کہ تم مر گئے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس تعلیق کا معنی یہ ہے کہ ہم گمان کرتے تھے کہ یہ حدیث قرآن ہے حتیٰ کہ اس حدیث کے معنی میں سورت نازل ہوئی۔ اس وقت ہم نے ان دونوں کے درمیان قیاس کیا اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ قرآن نہیں ہے، لہٰذا یہ حدیث سورۃ التکاثر سے منسوخ نہیں ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن تھی اور اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی جب سورۃ ''اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ'' نازل ہوئی۔

اور چوتھا قول یہ ہے کہ یہ حدیث، احادیثِ قدسیہ میں سے ہے، پس اس کی تلاوت قطعاً منسوخ ہوگئی اور اس کا حکم دائماً باقی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷۱۔۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۳۵۔۔۔۔۔ ۶۴۴۰ کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انسان کی شدتِ حرص کا بیان

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مال اور اولاد کی محبت پر پیدا کیا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ابن آدم کے لیے سونے کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو تلاش کرے گا۔۔۔ الحدیث۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے کہ بندے مال میں اضافہ کی حرص کرتے ہیں اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے جس پر جا کر انسان قناعت کر لے اور پھر مزید اضافہ کی تمنا سے رک جائے، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور ابن آدم کے پیٹ کو تو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے، یعنی جب انسان مر جاتا ہے اور قبر میں پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کے پیٹ کو مٹی بھر دیتی ہے اور اس کو دوسری مٹی سے غنی کر دیتی ہے حتیٰ کہ اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مثال سے دنیا کی حرص اور طمع اور اس میں اضافہ کی خواہش کی مذمت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر سلف صالحین دنیا کی بہت تھوڑی چیزیں رکھتے تھے اور قناعت کرتے تھے اور زیادہ مال کے حصول سے بھاگتے تھے، کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ مال کے فتنہ کا شران کو کس طرح عارض ہوگا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشحالی کے فتنہ کے شر سے پناہ طلب کی ہے۔ اور آپ نے ہر مومن کو یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر فتنہ کے شر سے محفوظ رکھا ہے۔ اور اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنہ کے شر سے حفاظت کی دعا کی، یہ آپ کی اللہ کے لیے تواضع ہے اور امت کے لیے تعلیم ہے اور ان کو دنیا سے بے رغبتی پر برانگیختہ کرنا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، ج ۱۰ ص ۱۶۲۔ ۱۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے شروع میں امام بخاری نے اس آیت کا ذکر کیا ہے:

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ (التغابن: ۱۵) تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں۔

اولاد کی محبت کا آزمائش ہونا

حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، اس وقت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے، وہ دو سرخ قمیصیں پہنے ہوئے تھے اور چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا، پھر فرمایا: اللہ عزوجل نے حق ارشاد فرمایا ہے: تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو صرف آزمائش ہیں، میں نے ان بچوں کی طرف دیکھا کہ یہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات منقطع کی اور ان کو اٹھایا، اس کے بعد آپ نے خطبہ شروع کیا۔

(سنن ابو داؤد: ۱۱۰۹، سنن ترمذی: ۳۷۷۴، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۰، صحیح ابن حبان: ۶۰۳۹، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ خطبہ کو منقطع کرنا اور منبر سے اترنا ایسا فتنہ ہے جس کی طرف اولاد کی محبت دعوت دیتی ہے، سو یہ مرجوح ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر کے لیے ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو فعل تھا وہ بیانِ جواز کے لیے تھا، تو آپ کے حق میں یہ راجح ہے۔ اور کسی کام کا بیانِ جواز کے لیے ہونا اس کو لازم نہیں کرتا کہ اس کا ترک اولیٰ ہو، کیونکہ اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ اولاد کی محبت کے کئی مراتب ہیں۔ اور یہ سب سے ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اور کبھی اولاد کی محبت کی وجہ سے انسان زیادہ خیر کو ترک کر دیتا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۸۹، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

اہل و عیال کی محبت کی وجہ سے نیک کاموں کے ترک کرنے کا بیان

التغابن: ۱۵ کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے: یہ آیت حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، ان کی

Marfat.com

بیوی اور اولاد تھی اور جب وہ جہاد کے لیے جانے لگتے تو وہ رونے لگتے اور کہتے کہ ہمیں کس پر چھوڑ کر جا رہے ہو؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں کچھ لوگ مسلمان ہوئے، پھر انہوں نے مدینہ ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی بیویوں اور ان کی اولاد نے ان کو ہجرت کرنے سے منع کیا اور روکا۔ (سنن ترمذی: ۳۳۱۴، المستدرک ج ۴ ص ۲۹۰)

حرص اور طمع کو ترک کرنے کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کوئی چیز عطا فرما رہے تھے تو میں کہہ رہا تھا: آپ اس کو دیجئے جس کو مجھ سے زیادہ ضرورت اور احتیاج ہے حتیٰ کہ آپ نے مجھے دوسری بار مال دیا تو میں نے کہا: اس کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ اس کا ضرورت مند اور محتاج ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس مال کو لے لو، اور تمہارے پاس جو یہ مال آئے اور تم اس کی طرف جھکنے والے نہ ہو اور نہ سوال کرنے والے ہو تو اس کو لے لیا کرو اور جو اس طرح نہ ہو تو اس کی طلب میں اپنے نفس کو نہ تھکاؤ۔ (صحیح البخاری: ۷۱۶۳، صحیح مسلم: ۱۰۴۵)

ابن کعب بن مالک الانصاری اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں بھیجے گئے ہوں وہ ان بکریوں کو اتنا زیادہ خراب کرنے والے نہیں ہیں جتنا کوئی شخص اپنے مال پر حرص کرتا ہے اور اپنے دین کے شرف پر حرص کرتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۷۶، مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۶۔۴۶۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو قسم کے حریص سیر نہیں ہوتے، ایک وہ شخص جو علم میں حرص کرتا ہو وہ سیر نہیں ہوتا، دوسرا وہ شخص جو دنیا میں حرص کرتا ہو وہ سیر نہیں ہوتا۔ (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۹۲، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۳۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تم احادیث کی زیادہ روایت کرنے سے اجتناب کرو سوا ان حدیثوں کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تھیں، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ عزوجل سے ڈراتے تھے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ عزوجل جس شخص کے ساتھ نیکی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں صرف خازن ہوں، پس جس کو میں خوش دلی سے عطا کروں تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے گا اور جس کو میں اس کے سوال اور اس کے حرص کی وجہ سے عطا کروں، وہ اس شخص کی مثل ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۳۷)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین باتیں فرماتے ہوئے سنا ہے: (۱) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی۔ (۲) اور جو شخص بھی کسی ظلم اور زیادتی کو اللہ کی رضا کے لیے معاف کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند فرماتا ہے۔ (۳) اور جو بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اوپر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۳)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا فرمایا، میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا فرمایا، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: ''اے حکیم! یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے جس نے اس مال کو سخاوتِ نفس سے لیا، اس کے لیے اس مال میں برکت دی جائے گی اور جس نے اپنے نفس کو جھکا کر اس مال کو لیا اس کے لیے اس مال میں برکت

نہیں کی جائے گی، وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے"۔ حکیم بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کے بعد کسی سے سوال کر کے اس کے لیے کمی نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے جدا ہو جاؤں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حکیم کو دینے کے لیے بلاتے تھے تو وہ قبول کرنے سے انکار کرتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو دینے کے لیے بلاتے تھے تو وہ انکار کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے مسلمانو! میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس مال فئے سے حکیم کے اوپر اس کا حق پیش کیا اور اس نے اس کو لینے سے انکار کیا، پس حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں کے مال میں سے کسی کے مال کو کم نہیں کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۲۷۲۱، صحیح مسلم: ۱۰۳۵)

حافظ ابن کثیر الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: تین چیزیں ایسی ہیں جس نے ان کو پالیا تو وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا: (۱) جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو، (۲) اور جو شخص کسی مرد سے محبت کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے اس سے محبت کرے، (۳) اور جس شخص کو آگ میں ڈالا جانا اس سے زیادہ محبوب ہو کہ اس کو کفر کی طرف لوٹایا جائے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کفر سے نجات دے دی ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۶، صحیح مسلم: ۴۳، سنن ترمذی: ۲۶۲۴، سنن نسائی: ۴۹۸۹، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۳، مسند احمد: ۱۱۵۹۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوگا حتیٰ کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل، اس کے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح البخاری: ۱۵، صحیح مسلم: ۴۴، سنن نسائی: ۵۰۲۴)

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۴۰، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ صحیح البخاری کے اس باب کی احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہاں پر ایک باریک نکتہ ہے، وہ یہ ہے کہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن آدم کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر ابن آدم کو سونے کی دو وادیاں مل جائیں تو وہ تیسری وادی کی خواہش کرے گا۔ الحدیث۔

اور ابن آدم مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور مٹی کی طبیعت میں سکڑنا اور خشک ہونا ہے اور اس کا ازالہ اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے اوپر اپنی توفیق کے بادلوں سے بارش نازل فرمائے تو اس میں پاکیزہ اوصاف کے پھل لگ جائیں اور پسندیدہ عادتیں پیدا ہو جائیں اور جو پاکیزہ شہر ہوتا ہے وہ اپنے رب کے اذن سے سبزہ نکالتا ہے اور جو زمین خبیث ہوتی ہے وہ تھوڑی سی چیز نکالتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ (الاعراف: ۵۸)

اور جو اچھی زمین ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے اپنی پیداوار نکالتی ہے اور جو خراب زمین ہوتی ہے وہ تھوڑی سی چیز نکالتی ہے۔

پس جس شخص کی توفیق تلافی نہ کرے اور اس کو اس کی حرص کے ساتھ چھوڑ دے تو اس کی حرص اس کو صرف مال کے جمع کرنے پر لگائے رکھتی ہے اور وہ اسی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۳ ص ۵۱۲، دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۱۱- بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: هٰذَا الْمَالُ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ

نبی ﷺ کے اس ارشاد کا بیان کہ یہ مال سرسبز میٹھا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ (آل عمران: ۱۴)

قَالَ عُمَرُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ إِلَّا أَنْ نَفْرَحَ بِمَا زَيَّنْتَهُ لَنَا، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ أَنْ أُنْفِقَهُ فِي حَقِّهِ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لوگوں کے لیے عورتوں سے خواہشات کی اور بیٹوں کی اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانوں کی اور نشان زدہ گھوڑوں کی اور مویشیوں اور کھیتی باڑی کی محبت خوش نما بنادی گئی ہے، یہ (سب) دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! بے شک ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے کہ جن چیزوں کو تو نے ہمارے لیے خوشنما بنایا ہے ان پر ہم خوش نہ ہوں اور مسرت کا اظہار نہ کریں۔ اے اللہ! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میں ان چیزوں کو حق کے راستہ میں خرچ کروں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ مال سرسبز میٹھا ہے۔ اس سے کس مال کی طرف اشارہ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے اس مال کی طرف اشارہ ہے جس میں لوگ تصرف کرتے ہیں۔ خضرۃ میں تاء مبالغہ کے لیے ہے یعنی بہت سرسبز ہے۔ اور اسی طرح حلوۃ میں بھی تاء مبالغہ کے لیے ہے یعنی بہت زیادہ میٹھا ہے۔

آل عمران: ۱۴ کی تفسیر از علامہ عینی

اس آیت میں فرمایا ہے: ''زين للناس حب الشهوات من النساء والبنين'' یہ دنیا لوگوں کے لیے خوش نما بنادی گئی ہے، یعنی اس دنیا میں لذیذ چیزوں کی متعدد اقسام ہیں۔ ان میں سے عورتیں بھی ہیں۔ اللہ عزوجل نے خوشنما اور لذیذ چیزوں کے بیان میں عورتوں کے ساتھ ابتداء فرمائی، کیونکہ عورتوں کا فتنہ اور ان کے ساتھ آزمائش بہت شدید ہے، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے اوپر عورتوں سے زیادہ مضر فتنہ کوئی نہیں چھوڑا۔

اگر عورتوں سے مقصود ان کی لذت سے پاک دامن رہنا ہو اور نکاح کے بعد کثرتِ اولاد ہو تو یہ چیز مطلوب ہے اور مرغوب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔ الحدیث۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کا ذکر کیا اور بیٹوں کی محبت یا تو ایک دوسرے پر فخر کے لیے ہوتی ہے اور زینت کے لیے ہوتی ہے تو یہ بھی اس میں داخل ہے۔ اور یا بیٹوں سے اس لیے محبت کی جاتی ہے تا کہ ان کی وجہ سے نسل میں کثرت ہو اور سیدنا محمد ﷺ کی امت زیادہ ہو، تو یہ قصد بھی محمود اور ممدوح ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو محبت کرنے والی ہوں اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہوں، کیونکہ میں تمہارے سبب سے قیامت

کے دن دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

اس کے بعد اس آیت میں فرمایا ہے: ''والقناطیر المقنطرۃ''۔ مفسرین نے قنطار کی تفسیر میں کئی اقوال ذکر کیے ہیں: ضحاک نے کہا: اس سے مراد ہے بہت زیادہ مال۔ ایک قول ہے ایک ہزار دینار۔ اور ایک قول ہے بارہ ہزار دینار، ایک قول ہے چالیس ہزار دینار، ایک قول ہے ستر ہزار دینار، ایک قول ہے اسی ہزار دینار۔

اور امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قنطار بارہ ہزار اوقیہ ہیں، جس میں سے ہر اوقیہ آسمان اور زمین کی چیزوں میں سے زیادہ بہتر ہے۔ اس حدیث کی امام ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔

اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا: بیل کی کھال میں مشک بھری ہوئی ہو تو یہ قنطار ہے۔

اور اس آیت میں ''الخیل المسومۃ'' کا ذکر ہے یعنی جن گھوڑوں پر نشان لگے ہوئے ہوں۔ اور ''الانعام'' یعنی آٹھ قسم کے مویشیوں کا ذکر ہے۔ ''والحرث'' یعنی وہ زمینیں جنہیں درخت اگانے اور کھیتی باڑی کے لیے تیار کیا گیا ہو۔

اور امام احمد نے حضرت سوید بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مرد کا بہترین مال وہ گھوڑا ہے جس سے زیادہ نسل پیدا ہو یا باغوں میں کھجور کے وہ شگوفے ہوں جن میں پیوند لگایا گیا ہو یا قلم لگایا گیا ہو۔

اس کے بعد فرمایا: جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہیں، یعنی یہ دنیا کی زندگی اور اس کی خوشنمائی ہے، فانی ہے، زائل ہونے والی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین ثواب اور بہترین اجر ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا کہ ہم اس پر قادر نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں ہمارے لیے مزین فرمائی ہیں ہم ان پر اظہار مسرت کریں۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مال کے فتنہ اور آزمائش کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ جن لوگوں کو یہ مال حاصل ہوا وہ اس مال کی خوشنمائی اور زینت کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو گئے تب انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میں اس مال کو حق کے راستہ میں خرچ کروں، کیونکہ جس شخص نے مال کو حق کے طریقہ سے لیا اور اس کو حق کے طریقہ میں خرچ کیا تو وہ اس مال کی آزمائش سے محفوظ ہو گیا اور سلامت رہا۔

اور امام مالک کے غرائب میں سے یہ ہے کہ انہوں نے اپنی سند کے ساتھ از یحییٰ بن سعید انصاری روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس مشرق سے مال آیا جس مال کے متعلق کہا گیا کہ یہ کسریٰ کا زیادہ جمع کیا ہوا مال ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اس مال کو زمین میں پھیلا دیا جائے اور چھپا دیا جائے، پھر آپ نے لوگوں کو بلایا، سو لوگ جمع ہوئے، پھر آپ نے حکم دیا کہ اس مال سے پردہ ہٹا دیا جائے، سو اس مال سے پردہ ہٹا دیا گیا، اس مال میں بہ کثرت زیورات تھے اور جواہر تھے اور ساز و سامان تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور آپ نے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی، لوگوں نے پوچھا: اے امیر المومنین! آپ کو کیا چیز رلاتی ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ مال غنیمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے اور اس مال کے لوگوں سے چھین لیا ہے، پھر فرمایا: جن لوگوں پر بھی یہ مال کھولا جاتا ہے وہ ایک دوسرے کا خون بہاتے ہیں اور ایک دوسرے کی حرمتوں کو حلال کرتے ہیں۔

Marfat.com

امام مالک نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے حدیث بیان کی کہ اس مال میں سے مناطق اور انگوٹھیاں بچ گئیں اور ان کو اٹھا دیا گیا، تو حضرت عبداللہ بن ارقم نے کہا: آپ کب تک اس مال کو روکے رکھیں گے اور تقسیم نہیں کریں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم مجھے فارغ دیکھو تو مجھے خبر دینا، پس جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فارغ دیکھا تو وہ سامان کھول کر ایک ٹوکرے میں ڈالا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بہت کثیر جانا، پھر دعا کی: اے اللہ! تو نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے لیے عورتوں اور بیٹوں کی محبت کو مزین کر دیا گیا ہے، پھر دعا کی کہ جس چیز کی محبت کو تو نے ہمارے لیے مزین کیا ہے، ہم اس پر قدرت نہیں رکھتے تو تو ہمیں اس کے شر سے بچا اور مجھے یہ توفیق دے کہ میں اس کو حق کے راستہ میں خرچ کروں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے نہیں اٹھے حتی کہ اس مال میں سے کوئی چیز بھی باقی نہیں رہی سب کو انہوں نے تقسیم کر دیا۔

ابوزید المروزی کی روایت میں یہ تعلیق ساقط ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۔ ۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۴۱۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِیَّ یَقُولُ أَخْبَرَنِی عُرْوَةُ وَسَعِیدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ عَنْ حَکِیمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَعْطَانِی ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِی ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِی ثُمَّ قَالَ هٰذَا الْمَالُ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْیَانُ قَالَ لِی یَا حَکِیمُ إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِطِیبِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِیهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ یُبَارَكْ لَهُ فِیهِ وَکَانَ کَالَّذِی یَأْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلَی۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں: مجھے عروہ اور سعید بن المسیب نے خبر دی از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا سو آپ نے مجھے عطا کیا، میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے پھر عطا کیا، میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے پھر عطا کیا، پھر آپ نے فرمایا: یہ مال اور بسا اوقات سفیان نے کہا: مجھ سے فرمایا: اے حکیم یہ مال سرسبز میٹھا ہے، سو! جس نے اس مال کو نفس کی پاکیزگی سے لیا اس کو اس مال میں برکت دی جائے گی، اور جس نے اس مال کو نفس جھکا کر لیا تو اس کو اس مال میں برکت نہیں دی جائے گی۔ اور وہ اس شخص کی مثل ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۷۲، ۲۷۵۰، ۳۱۴۳، ۶۴۴۱، صحیح مسلم: ۱۰۳۵، سنن ترمذی: ۲۴۶۳، سنن نسائی: ۲۶۰۲، مسند احمد: ۱۵۱۴۶)

صحیح البخاری: ۶۴۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے" اور اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد کا ذکر ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عروہ، یہ ابن الزبیر بن العوام ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حکیم، یہ حضرت حکیم بن حزام ہیں جو خویلد الاسدی کے بیٹے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قال لی یا حکیم!" یہ مال سرسبز میٹھا ہے۔اس کا معنی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے حکیم! اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ سفیان بن عیینہ نے یہ کہا: اے حکیم۔ کیونکہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی وفات اور سفیان کی ولادت کے درمیان پچاس سال کا عرصہ ہے تو سفیان کیسے کہہ سکتے ہیں: اے حکیم، اس لیے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "جو اس مال کو نفس جھکا کر لے گا"۔"اشراف نفس" کا معنی ہے کہ آدمی کسی چیز پر مطلع ہو اور اس کو حاصل کرنے کے درپے ہو مثلاً اپنا ہاتھ بڑھائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وہ اس کی مثل ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا"۔یعنی وہ اس کی مثل ہے جس کو جھوٹی بھوک لگی ہو، اور کبھی کتے کو کہا جاتا ہے کہ اس کو جھوٹی بھوک لگی ہے، وہ جتنا بھی کھائے سیر نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷۴۔۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۴۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دنیا کے سرسبز میٹھے مال سے حصہ لینے والوں کے تین مراتب

بنو آدم کے دلوں میں مال کی اچھائی اور زینت کو پیدا کر دیا گیا ہے اور یہ ان کی فطرت میں ہے، لیکن ان میں سے بعض وہ ہیں جن کی طبیعت میں اس مال کی اچھائی اور خوبصورتی ہمیشہ جاگزین رہتی ہے اور یہ مذموم ہے۔اور بعض وہ ہیں جو مال دنیا کی زیب و زینت میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی رعایت کرتے ہیں اور اس حد پر ٹھہر جاتے ہیں جو ان کے لیے مقرر کی گئی ہے اور یہ مرتبہ نفس کے ساتھ جہاد کرنے سے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حاصل ہوتا ہے اور یہ مرتبہ مذموم نہیں ہے۔اور تیسرا مرتبہ وہ ہے جو اس مرتبہ سے ترقی کرتے ہیں اور دنیا کے مال میں بے رغبتی رکھتے ہیں اور دنیا کے مال کے حصول پر قادر ہونے کے باوجود اس سے اعراض کرتے ہیں، سو! یہ مقام محمود ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی مرتبہ کے تھے جیسا کہ اس باب کی تعلیق میں بیان کیا گیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۹۳، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۲۔ بَابٌ: مَا قَدَّمَ مِنْ مَالِهِ فَهُوَ لَهُ انسان نے جو مال آگے بھیجا ہے وہی اس کا مال ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جو انسان اپنے مال میں تصرف کرنے کا مکلف کیا گیا ہے تو وہ قیامت کے دن اسی مال کا ثواب پائے گا جس مال کو اس نے صدقہ و خیرات کر کے آگے بھیج دیا۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنی موت سے پہلے عبادت کی جن مواضع میں اپنا مال بھیجا ہے اسی کا اس کو ثواب ملے گا۔ اور بہ ظاہر اس باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکی کے راستہ میں مال کو خرچ کرنا اس سے افضل ہے کہ اس مال کو اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ دیا جائے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ حدیث اس کے معارض ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اگر تم اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑ و تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے وارثوں کو فقراء چھوڑو، وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، اس لیے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اپنی بیماری کے ایام میں تمام مال کو صدقہ کر دیں۔ اور ان کی وارث ان کی ایک بیٹی تھی اور بیٹی اس پر قادر نہیں تھی کہ وہ بازار میں جا کر مال کماتی، تو آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے ترکہ میں سے ایک تہائی صدقہ کر دیں اور باقی دو تہائی ان کی بیٹی کو اور بیت المال کو مل جائے۔ اور اس باب کی حدیث میں آپ نے اپنے اصحاب کو ان کی صحت کے ایام میں مخاطب کیا ہے اور ان کو اس پر برانگیختہ کیا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ آخرت کے لیے آگے بھیجیں تا کہ اس مال کا انہیں قیامت کے دن نفع حاصل ہو۔

اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ صحابہ اپنے تمام مال کو بیماری کے ایام میں اللہ کی راہ میں خیرات کر دیں کیونکہ ایسا کرنا ان کا اپنے وارثوں کو محروم کرنا ہے اور ان کو فقراء چھوڑنا ہے کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلا کر سوال کریں اور شارع علیہ السلام نے ان کے لیے صرف تہائی مال کی وصیت کو جائز رکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۴۲- حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ قَالَ فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ.

(سنن نسائی: ۳۶۱۲، مسند احمد: ۳۶۱۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم التیمی نے حدیث بیان کی از الحارث بن السوید، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے، آپ نے فرمایا: پس بے شک اس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیج دیا، اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو اس نے پیچھے چھوڑا۔

صحیح البخاری: ۶۴۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ جو باب کا عنوان ہے وہی حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان الاعمش، جو ابراہیم بن یزید بن شریک تیمی سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ الحارث بن سوید التیمی سے روایت کرتے ہیں اور یہ تمام راوی کوفی ہیں اور حضرت عبداللہ سے مراد ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "آپ نے ارشاد فرمایا: انسان کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیج دیا" یعنی انسان نے اپنی زندگی میں جس مال کو نیکی کے راستوں میں خرچ کر دیا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "اور وارث کا مال وہ ہے جس کو اس نے اپنے پاس رکھا" یعنی جس مال کو اس نے مؤخر کیا، اس کو چھوڑ دیا اور اس میں سے صدقہ اور خیرات نہیں کی حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۴۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اپنے مال کو آخرت کے لیے روانہ کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں مومن کو اس پر متنبہ کیا ہے اور ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے مال میں سے آخرت کے لیے روانہ کرے۔ اور اس مال کا خازن اور محافظ نہ بن جائے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس مال کو خرچ کرنے سے روکنے والا نہ بن جائے۔ پھر جس دن اس کو اس مال کے صدقہ کے ثواب کی ضرورت ہوگی اس دن وہ اس سے ناکام اور نامراد ہوگا۔ اور بعض اوقات اس کا وارث اس کے چھوڑے ہوئے مال کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور نیکی کے راستہ میں خرچ کرے گا اسے اس کا ثواب ملے گا۔

اس حدیث کی یہ تاویل ہے کہ تہائی مال کو صدقہ کیا جائے اور نیکی کے راستہ میں خرچ کیا جائے اور باقی مال کو وارثوں کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ اور اس کی تائید حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے اور اس سے بھی ہوتی ہے کہ ارباب سیرت نے ذکر کیا ہے از ابن شہاب کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم کے اس گھر کو چھوڑ دوں جس گھر میں میں نے گناہ کیا تھا اور اپنا مال اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کر دوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے تہائی مال کا صدقہ کرنا کافی ہے اور آپ نے ان کو یہ حکم نہیں دیا کہ کل مال کا صدقہ کریں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۶۴۔۱۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۳۔ بَابٌ: اَلْمُكْثِرُوْنَ هُمُ الْمُقِلُّوْنَ — زیادہ مال دار لوگ اجر و ثواب میں کم تر ہوں گے

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا — اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی

نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(ہود: ۱۵۔۱۶)

آسائش کو طلب کرتے ہیں تو ہم ان کے کل اعمال کا صلہ یہیں دے دیں گے اور یہاں ان کے صلہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی O یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ہے اور انہوں نے دنیا میں جو کام کیے وہ ضائع ہو گئے اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ برباد ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان کا معنی ہے: جن لوگوں کے پاس مال زیادہ ہوگا وہ کم ثواب حاصل کریں گے یعنی مال کی کثرت اس مال دار کی نیکیوں کو قیامت کے دن کم کرے گی، جب کہ وہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں نہیں خرچ کرے گا، اور اگر اس نے اس مال کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کیا تو وہ قیامت کے دن نیکیوں سے غنی ہوگا۔

باب مذکور کی آیات کی تفسیر از علامہ عینی

سعید بن جبیر نے کہا ہے: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو اپنے عمل سے اللہ کے غیر کا ارادہ کرتے ہیں، ان کو دنیا میں ان کے عمل کی جزاء دے دی جاتی ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ یہود اور نصاریٰ ہیں، اگر وہ کسی مانگنے والے کو عطا کریں یا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کریں تو ان کو ان کے ان نیک اعمال کی جزاء دنیا میں دے دی جاتی ہے، ان کا رزق وسیع کر دیا جاتا ہے اور ان کے بدن کو تندرست رکھا جاتا ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ منافق لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال غنیمت عطا کر دیا۔

اور ضحاک نے کہا: یہ وہ مشرکین ہیں جنہوں نے جب کوئی عمل کیا تو ان کو دنیا میں اس عمل کی جزاء دے دی گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷۵۔۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۴۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجْتُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَمْشِي وَحْدَهُ وَلَيْسَ مَعَهُ إِنْسَانٌ قَالَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَكْرَهُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَهُ أَحَدٌ قَالَ فَجَعَلْتُ أَمْشِي فِي ظِلِّ الْقَمَرِ فَالْتَفَتَ فَرَآنِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز بن رفیع از زید بن وہب از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں راتوں میں سے کسی رات میں باہر نکلا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا چل کر جا رہے تھے اور آپ کے ساتھ کوئی انسان نہیں تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں میں نے یہ گمان

Marfat.com

فَقَالَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ أَبُو ذَرٍّ جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَائَكَ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ تَعَالَهْ قَالَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً فَقَالَ إِنَّ الْمُكْثِرِينَ هُمُ الْمُقِلُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا فَنَفَحَ فِيهِ يَمِينَهُ وَشِمَالَهُ وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَوَرَائَهُ وَعَمِلَ فِيهِ خَيْرًا قَالَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً فَقَالَ لِي اجْلِسْ هَا هُنَا قَالَ فَأَجْلَسَنِي فِي قَاعٍ حَوْلَهُ حِجَارَةٌ فَقَالَ لِي اجْلِسْ هَا هُنَا حَتّٰى أَرْجِعَ إِلَيْكَ قَالَ فَانْطَلَقَ فِي الْحَرَّةِ حَتّٰى لَا أَرَاهُ فَلَبِثَ عَنِّي فَأَطَالَ اللُّبْثَ ثُمَّ إِنِّي سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُقْبِلٌ وَهُوَ يَقُولُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ فَلَمَّا جَاءَ لَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَائَكَ مَنْ تُكَلِّمُ فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ مَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَرْجِعُ إِلَيْكَ شَيْئًا قَالَ ذٰلِكَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَضَ لِي فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ قَالَ بَشِّرْ أُمَّتَكَ أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ يَا جِبْرِيلُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ نَعَمْ وَإِنْ شَرِبَ الْخَمْرَ قَالَ النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ وَالْأَعْمَشُ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ بِهٰذَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ حَدِيثُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ مُرْسَلٌ لَا يَصِحُّ إِنَّمَا أَرَدْنَا لِلْمَعْرِفَةِ وَالصَّحِيحُ حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ قِيلَ لِأَبِي عَبْدِ اللّٰهِ حَدِيثُ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ مُرْسَلٌ أَيْضًا لَا يَصِحُّ وَالصَّحِيحُ حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ وَقَالَ اضْرِبُوا عَلٰى حَدِيثِ أَبِي الدَّرْدَاءِ هٰذَا إِذَا مَاتَ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عِنْدَ الْمَوْتِ۔

کیا کہ آپ اس کو ناپسند فرماتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کوئی شخص چلے، انہوں نے بیان کیا: پس میں چاند کے سایہ میں چلتا رہا، سو آپ نے مجھے دیکھ لیا، آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ابوذر ہوں اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کردے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! آگے بڑھو، پس میں ایک ساعت تک آپ کے ساتھ چلتا رہا، آپ نے فرمایا: جو دنیا میں زیادہ مال دار ہیں وہی قیامت کے دن اجر وثواب کے لحاظ سے کم ہوں گے، سوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ نے خیر عطا کی، پس اس نے اپنے دائیں جانب اور بائیں جانب اور آگے اور پیچھے اس مال میں سے عطا کیا اور اس میں نیک کام کیے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس میں کچھ دیر آپ کے ساتھ چلا، پس آپ نے مجھ سے فرمایا: یہاں بیٹھ جاؤ، پھر آپ نے مجھے ایسی زمین میں بٹھایا جس کے اردگرد پتھر تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا: تم یہاں بیٹھ جاؤ حتیٰ کہ میں تمہاری طرف واپس لوٹوں، پھر آپ پتھریلی زمین میں چلے گئے حتیٰ کہ میں آپ کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ آپ مجھ سے کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے اور آپ کا ٹھہرنا طویل ہوگیا۔ پھر میں نے آپ کی آواز سنی اور آپ میری طرف یہ کہتے ہوئے آرہے تھے: خواہ اس نے چوری کی ہو، خواہ اس نے زنا کیا ہو، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بتایا: جب آپ آئے تو میں صبر نہیں کرسکا، حتیٰ کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فداء کرے، آپ پتھریلی زمین کی جانب میں کس سے بات کررہے تھے، میں نے نہیں سنا کہ کوئی آپ کی بات کا جواب دے رہا ہو، آپ نے فرمایا: یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جو پتھریلی زمین کے ایک جانب میں میرے سامنے پیش ہوئے، انہوں نے کہا: آپ اپنی امت کو یہ بشارت دیجئے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوجائے گا، میں نے کہا: اے جبریل! خواہ اس نے چوری کی ہو خواہ اس نے زنا کیا

Marfat.com

ہو؟ تو حضرت جبریل نے کہا: جی ہاں!، میں نے کہا: خواہ اس نے چوری کی ہو، خواہ اس نے زنا کیا ہو؟ تو حضرت جبریل نے کہا: جی ہاں، خواہ اس نے شراب پی ہو۔ اور نضر نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے اور الاعمش نے اور عبدالعزیز بن رُفیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زید بن وہب نے اسی حدیث کی خبر دی۔

امام ابوعبداللہ (امام بخاری) نے بتایا کہ ابوصالح کی حدیث از ابوالدرداء مرسل ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ ہم نے اس کا ذکر صرف معرفت کے لیے کیا ہے اور صحیح حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ہے، ابوعبداللہ سے کہا گیا کہ عطاء بن یسار کی از ابوالدرداء جو حدیث ہے؟ امام بخاری نے کہا: وہ بھی مرسل ہے صحیح نہیں ہے اور صحیح حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اور انہوں نے کہا: ان حدیثوں کو حضرت ابوالدرداء کی ان حدیثوں کی طرف راجع کردو کہ جب بندہ مرتا ہے اور موت کے وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے۔ (یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مرتے وقت شرک نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ مرتے وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے)

(صحیح البخاری: ۱۲۳۷، ۱۴۰۸، ۲۳۸۸، ۳۲۲۲، ۶۲۶۸، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۷۴۸۷، صحیح مسلم: ۹۴، سنن ترمذی: ۲۶۴۴، مسند احمد: ۲۰۹۰۵)

صحیح البخاری: ۶۴۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور اور قرآن مجید کی آیاتِ مذکورہ کے درمیان مطابقت

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرے گا تو اگر اس کو اس گناہ پر آخرت میں عذاب دیا گیا تو بالآخر وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، کیونکہ جو مومن ہے وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ اور ان آیات میں بھی اس کی نفی نہیں ہے کہ وہ اپنی معصیت پر عذاب دیے جانے کے بعد جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، اور وہ ابن عبدالحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز، وہ ابی رُفیع الاسدی المکی ہیں، یہ کوفہ میں رہتے تھے اور یہ صغار تابعین میں سے ہیں، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث کا

Marfat.com

سماع کیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زید بن وہب ابو سلیمان الہمدانی الکوفی، ان کا تعلق قضاعہ سے تھا، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکل کر گئے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ راستہ میں تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ، ان کے نام کے متعلق زیادہ مشہور یہ ہے کہ ان کا نام جندب بن جنادہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں راتوں میں سے ایک رات میں باہر نکلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے جارہے تھے'' اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرۃ المدینہ یعنی مدینہ کی پتھریلی زمین میں عشاء کے وقت جارہا تھا تو انہوں نے جگہ اور وقت کو بیان کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں چاند کے سایہ میں چلتا رہا'' یعنی میں ایسی جگہ میں چلتا رہا جہاں چاند کی روشنی تھی تاکہ میں اپنے آپ کو مخفی رکھوں اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس وجہ سے مسلسل چلتے رہے کہ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ضرورت پیش آئے تو وہ آپ کے قریب ہی ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں نے کہا ابوذر'' یعنی میں نے کہا: میں ابوذر ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فنفح فیه'' ''نفح فلان بشیء'' کا معنی ہے: فلاں نے اس کو کوئی چیز دی اور ''النفح'' کا معنی ہے: دینا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی الحرۃ'' اس کا معنی ہے: سیاہ پتھریلی زمین، گویا کہ وہ آگ سے جلائی گئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وہ جنت میں داخل ہوگیا'' یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کی شہادت دی وہ جنت میں داخل ہوجائے گا خواہ اس نے چوری کی ہو یا زنا کیا ہو۔ اس کے دو معنی ہیں: ایک معنی یہ ہے کہ اس امت کے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے، دوسرا معنی یہ ہے کہ اگرچہ اس کو اس کے بعض گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں داخل کیا جائے گا پھر دوزخ سے نکال کر اس کو جنت میں داخل کردیا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ۔ (الجن: ۲۳)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بے شک اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔

سو اگر وہ اپنے کسی گناہ کی وجہ سے دوزخ میں داخل کردیا گیا تب بھی اپنے ایمان کی وجہ سے اس کی نجات ہوجائے گی۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۴۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں مذکور سورۂ ہود کی آیتوں کی تفسیر میں اختلاف اور اس باب میں ان آیتوں کے ذکر کی مناسبت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (ہود: ۱۵-۱۶)

جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی آسائش کو طلب کرتے ہیں تو ہم ان کے کل اعمال کا صلہ یہیں دے دیں گے اور یہاں ان کے صلہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی O یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ہے اور انہوں نے دنیا میں جو کام کیے وہ ضائع ہو گئے اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ برباد ہے O

اس آیت میں اختلاف کیا گیا ہے کہ یہ اپنے عموم کے اعتبار سے کفار کے متعلق ہے یا مسلمانوں میں سے جو شخص اپنے عمل کا دکھاوا کرتا ہے اس کے متعلق بھی یہ آیت ہے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ساتھ اس حدیث کی صحت پر استدلال کیا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجاہد قاری اور متصدق کے متعلق روایت کی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کے متعلق فرمایا کہ تم نے یہ عمل اس لیے کیا تھا تا کہ یہ کہا جائے: یہ عمل کرنے والا ہے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روئے جب انہوں نے اس حدیث کو سنا، پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو طول کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم میں بھی ہے۔ وہ حدیث درج ذیل ہے:

شفی الاصبحی بیان کرتے ہیں کہ وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک مرد تھا جس کے پاس لوگ جمع ہو گئے تھے، انہوں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ابو ہریرہ ہیں، پس میں ان کے قریب پہنچا حتیٰ کہ ان کے سامنے بیٹھ گیا، اور وہ لوگوں کو حدیث بیان کر رہے تھے، جب وہ خاموش ہو گئے اور تنہا ہوئے تو میں نے ان سے کہا: میں آپ کو حق کی قسم دیتا ہوں آپ وہ حدیث بیان کریں جس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور آپ نے اس کو سمجھا ہو اور آپ نے اس کو جانا ہو، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا کرتا ہوں، میں تمہیں ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی، میں نے اس کو سمجھا اور جانا، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے، تھوڑی دیر بے ہوش رہے اور پھر ہوش میں آ گئے، پھر انہوں نے کہا: میں تمہیں ضرور وہ حدیث بیان کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس گھر میں بیان کی اور ہمارے ساتھ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی نہیں تھا، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دوسری بار بے ہوش ہو گئے، پھر ہوش میں آئے، پھر انہوں نے اپنے چہرہ پر ہاتھ پھیرا، پھر کہا: میں تمہیں ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے اور میں اس وقت اس گھر میں تھا اور ہمارے ساتھ میرے اور آپ کے سوا اور کوئی نہیں تھا، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے، پھر تھوڑی دیر بے ہوش رہے، پھر ہوش میں آ گئے اور کہا: میں تمہیں ضرور وہ حدیث بیان کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس گھر میں بیان کی اور ہمارے ساتھ آپ کے اور میرے علاوہ اور کوئی نہیں تھا، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت شدید بے ہوش ہو گئے، پھر اپنے چہرہ کے بل جھک گئے، میں نے ان کو سہارا دیا، پھر ہوش میں آ گئے، پھر انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حدیث بیان کی کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کے درمیان اترے گا تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرے اور ہر امت دوزانو بیٹھی ہو گی، پس پہلے جس شخص کو اللہ تعالیٰ بلائے گا وہ ایک مرد ہو گا جس نے قرآن کو جمع کیا اور ایک وہ مرد ہو گا جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا اور ایک وہ مرد ہو گا جس کے پاس بہت مال ہو گا، اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے سے کہے گا: کیا میں نے تجھ کو اس کا علم نہیں دیا تھا جو میں نے اپنے رسول کو دیا تھا،

وہ کہے گا: کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے اس میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں اس قرآن کے ساتھ دن اور رات قیام کرتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا، فرشتے بھی کہیں گے: تم نے جھوٹ بولا، اللہ تعالیٰ فرمائے: گا بلکہ تم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص قاری ہے اور قرآن کا پڑھنے والا ہے، سو یہ کہا گیا۔ پھر مالدار کو بلایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تجھ پر مال کی وسعت نہیں کی تھی حتیٰ کہ تمہیں کسی کا محتاج نہیں کیا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو میں نے جو کچھ تمہیں دیا تم نے اس میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں رشتہ داروں کے ساتھ میل جول رکھتا تھا اور صدقہ کرتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا، فرشتے بھی کہیں گے: تم نے جھوٹ بولا، اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بلکہ تم نے ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص بہت سخی ہے، سو یہ کہا گیا۔ پھر اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا تھا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم کو کس چیز میں قتل کیا گیا؟ وہ کہے گا: مجھے تیرے راستے میں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا، سو میں نے جہاد کیا حتیٰ کہ میں قتل کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا، فرشتے کہیں گے: تم نے جھوٹ بولا، اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص بہت بہادر ہے، سو یہ کہا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ تین اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے وہ پہلے تین ہیں جن پر قیامت کے دن جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔

الولید ابوعثمان نے کہا: مجھے عقبہ بن مسلم نے خبر دی کہ شُفَی یہ وہ شخص ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تھا اور اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث سنائی تھی۔ ابوعثمان نے کہا: مجھے العلاء بن ابی حکیم نے حدیث بیان کی کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیاف تھے تو ان کے پاس ایک مرد آیا اور انہوں نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ان لوگوں کو یہ سزا دی گئی تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت روئے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ ہلاک ہو جائیں گے اور ہم نے کہا: یہ آدمی بری خبر لے کر آیا ہے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہوش میں آئے اور اپنے چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور کہا: اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (ہود: ۱۵-۱۶)

جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی آسائش کو طلب کرتے ہیں تو ہم ان کے کل اعمال کا صلہ یہیں دے دیں گے اور یہاں ان کے صلہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی O یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ہے اور انہوں نے دنیا میں جو کام کیے وہ ضائع ہو گئے اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ برباد ہے O

(سنن ترمذی: ۲۳۸۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۱)

امام ابوموسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت خصوصیت سے کفار کے حق میں ہے، کیونکہ ہود: ۱۶ میں ہے کہ ''یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ہے اور انہوں نے دنیا میں جو کام کیے وہ ضائع ہو گئے اور جو کچھ وہ

کرتے تھے وہ برباد ہے"۔

اور مومن کا بالآخر ٹھکانا اللہ تعالیٰ کے فضلِ محض کی وجہ سے جنت میں ہوگا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے جنت میں ہوگا۔ اور اس آیت میں جو دوزخ کی وعید فرمائی ہے اور اعمال کے ضائع کرنے کی وعید فرمائی ہے، یہ تو صرف کافر کے لیے ہے۔

اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ وعید اس عمل کے اعتبار سے ہے جس میں ریا واقع ہوا تھا۔ پس اس عمل کرنے والے کو یہ سزا دی جائے گی سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے۔ اور اعمال ضائع کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کے تمام اعمالِ صالحہ ضائع کر دیے جائیں گے جن میں وہ اعمال بھی ہیں جن میں ریا نہیں ہوا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس نے اپنے عمل سے فقط دنیا کے ثواب کا ارادہ کیا اس کو جلدی وہ ثواب دنیا میں دے دیا جائے گا اور آخرت میں اس کو عذاب دیا جائے گا، کیونکہ اس کا قصد صرف دنیا تھی اور اس نے آخرت سے اعراض کیا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت خصوصیت سے مجاہدین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ قول ضعیف ہے۔

اور اگر بالفرض یہ کہا جائے کہ یہ آیت عام ہے اور ہر ایک کو شامل ہے تو اس عموم سے ان کو خاص کر لیا جائے گا جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس سزا کو مقدر نہ کیا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ (بنی اسرائیل:۱۸)

جو شخص (صرف) دنیا کا طلب گار ہو ہم اس کو اسی دنیا میں سے جتنا ہم چاہیں دے دیتے ہیں جس کے لیے ہم ارادہ کریں، پھر ہم اس کا ٹھکانا دوزخ کو بنا دیتے ہیں جس میں وہ مذمت کے ساتھ دھتکارا ہوا داخل ہوگا O

اسی طرح اس قید سے درج ذیل مطلق آیت کو بھی مقید کیا جائے گا:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ (الشوریٰ:۲۰)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے O

اور اس تقریر سے یہ اشکال دور ہو جاتا ہے کہ کہا گیا ہے: بعض کفار دنیا میں بہت تنگدست اور مفلوک الحال ہوتے ہیں ان کے پاس مال بھی نہیں ہوتا، صحت بھی نہیں ہوتی اور لمبی عمر بھی نہیں ہوتی، بلکہ وہ اس آیت کے مصداق ہوتے ہیں:

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ (الحج:۱۱)

اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان سمیٹا، یہی کھلا ہوا نقصان ہے O

اور اس باب میں اس آیت کو ذکر کرنے کی مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ جس وعید کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ وعید وقتی طور پر ہے دائمی طور پر نہیں ہے، کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ جس مسلمان نے کسی کبیرہ کا ارتکاب کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اس میں یہ نہیں ہے کہ دخولِ جنت سے پہلے اس کو عذاب نہیں ہوگا جیسا کہ اس آیت میں اس کی نفی نہیں ہے کہ ریا کار

Marfat.com

ریا کی معصیت پر عذاب ملنے کے بعد جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۹۴۔۲۹۵، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۴۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا

نبی ﷺ کے اس ارشاد کا بیان کہ میں یہ نہیں پسند کرتا کہ میرے لیے احد پہاڑ کی مثل سونا ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں یہ عنوان اس طرح مذکور ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے لیے احد پہاڑ سونا بن جائے، اور بعض نسخوں میں اس طرح مذکور ہے کہ مجھے اس سے خوشی نہیں ہوتی کہ میرے پاس احد پہاڑ کی مثل سونا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۴۴۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَرَّةِ الْمَدِينَةِ فَاسْتَقْبَلَنَا أُحُدٌ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا يَسُرُّنِي أَنَّ عِنْدِي مِثْلَ أُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا تَمْضِي عَلَيَّ ثَالِثَةٌ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ إِلَّا شَيْئًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ إِلَّا أَنْ أَقُولَ بِهِ فِي عِبَادِ اللهِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ خَلْفِهِ ثُمَّ مَشَى فَقَالَ إِنَّ الْأَكْثَرِينَ هُمُ الْأَقَلُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ ثُمَّ قَالَ لِي مَكَانَكَ لَا تَبْرَحْ حَتَّى آتِيَكَ ثُمَّ انْطَلَقَ فِي سَوَادِ اللَّيْلِ حَتَّى تَوَارَى فَسَمِعْتُ صَوْتًا قَدِ ارْتَفَعَ فَتَخَوَّفْتُ أَنْ يَكُونَ قَدْ عَرَضَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَهُ فَذَكَرْتُ قَوْلَهُ لِي لَا تَبْرَحْ حَتَّى آتِيَكَ فَلَمْ أَبْرَحْ حَتَّى أَتَانِي قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتًا تَخَوَّفْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ وَهَلْ سَمِعْتَهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ذَاكَ جِبْرِيلُ أَتَانِي فَقَالَ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از الاعمش از زید بن وہب، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ کی پتھریلی زمین میں چل رہا تھا، پس ہمارے سامنے احد پہاڑ آیا، آپ نے فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: مجھے اس سے خوشی نہیں ہوتی کہ میرے پاس اس احد پہاڑ کی مثل سونا ہو اور مجھ پر تین دن گزر جائیں اور اس وقت میرے پاس ایک دینار ہو جس کو میں قرض کی ادائیگی کے لیے محفوظ رکھوں مگر یہ کہ میں اللہ کے بندوں میں اس (سونے کے پہاڑ) کو اس طرح اور اس طرح اور اس طرح تقسیم کروں، اپنی دائیں طرف اور اپنی بائیں طرف اور اپنے پسِ پشت، پھر آپ چلتے رہے، پس آپ نے فرمایا: جو (دنیا میں) زیادہ مال والے ہیں وہ قیامت کے دن (اجر میں) کم ہوں گے، مگر وہ جو اس طرح اور اس طرح اور اس طرح (مال کو تقسیم) کرے، اپنی دائیں جانب اور بائیں جانب اور اپنے پسِ پشت، اور وہ بہت کم ہیں۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: تم اسی جگہ رہو، یہاں سے نہ جانا حتیٰ کہ میں تمہارے پاس واپس آؤں۔ پھر آپ رات کی سیاہی

Marfat.com

دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ۔

میں چلے گئے حتیٰ کہ آپ غائب ہو گئے، پس میں نے ایک آواز سنی جو بہت بلند تھی۔ پس میں خوف زدہ ہوا کہ کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز پیش نہ آئی ہو، میں نے ارادہ کیا کہ میں آپ کے پاس جاؤں، پھر میں نے آپ کا یہ ارشاد یاد کیا جو آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ یہاں سے نہ جانا حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آؤں، پس میں نہیں گیا حتیٰ کہ آپ میرے پاس آئے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے ایک آواز سنی تھی جس سے میں ڈر گیا تھا، پس میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا، سو آپ نے فرمایا: کیا تم نے وہ آواز سنی تھی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو میرے پاس آئے تھے، انہوں نے کہا: آپ کی امت میں سے جو بھی اس حال میں مر گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا: خواہ وہ زنا کرے، خواہ وہ چوری کرے؟ تو حضرت جبریل نے کہا: خواہ وہ زنا کرے، خواہ وہ چوری کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۳۷، ۱۴۰۸، ۲۳۸۸، ۳۲۲۲، ۶۲۶۸، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۷۴۸۷، صحیح مسلم: ۹۴، سنن ترمذی: ۲۶۴۴، مسند احمد: ۲۰۹۰۵)

صحیح البخاری: ۶۴۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرے لیے احد پہاڑ کی مثل سونا ہو"۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے "مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ میرے پاس احد پہاڑ کی مثل سونا ہو"۔ اور ان میں مناسبت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسن بن الربیع، یہ ابو علی البورانی ہیں۔ الرشاطی نے کہا ہے: یہ البواری کی طرف منسوب ہیں۔
اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو الاحوص، یہ سلام بن سلیم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔
باب سابق میں جو حدیث گزری تھی یہ بھی وہی حدیث ہے اور اس میں الفاظ کی کچھ کمی بیشی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "میں اس سونے کے پہاڑ میں سے ایک دینار کو رکھ لوں تا کہ اس سے قرض کو ادا کروں"۔ یعنی میں

Marfat.com

نے اگر کسی سے کسی مدت کے ادھار کے لیے کچھ قرض لیا ہو تو اس دینار سے وہ قرض ادا کر دوں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ان الاکثرین هم الاقلون یوم القیامة الا من قال هکذا وهکذا عن یمینه وعن شماله":

اس حدیث میں "الا من قال" کا معنی کہنا نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے صرف کرنا، یعنی جو لوگ دنیا میں مال دار ہیں وہ آخرت کے اندر نیکی اور اجر کے اعتبار سے کم ہوں گے سوا ان کے جنہوں نے دنیا میں اپنے مال کو اس طرح اور اس طرح اور اس طرح صرف کیا، یعنی اپنی دائیں طرف اور اپنی بائیں طرف اور اپنے پس پشت۔

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مبالغہ کے فرمایا، کیونکہ عطیہ میں اصل یہ ہے کہ جو سامنے ہو اس کو دیا جائے اور یہ چار جہات میں سے ایک جہت ہے۔ اور احمد بن ملاعب کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے ہاتھ سے چاروں جہت کا ذکر فرمایا۔ یعنی دائیں بائیں سامنے اور پیچھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر آپ چلے گئے حتیٰ کہ رات کی سیاہی میں غائب ہو گئے"۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ چاند ان راتوں میں چھپ چکا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۰۔۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۴۵۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِي أَنْ لَا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْئًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن شبیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس، اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، (انہوں نے کہا:) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کی مثل سونا ہو تو مجھے اس سے خوشی ہوگی کہ میرے اوپر تین راتیں نہ گزریں اور میرے پاس ان میں سے کوئی چیز باقی بچے سوا اس چیز کے جس کو میں قرض کی ادائیگی کے لیے محفوظ رکھوں۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸۹، ۶۴۴۵، ۷۲۲۸، صحیح مسلم: ۹۹۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۳۲، مسند احمد: ۹۶۹۴)

صحیح البخاری: ۶۴۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن شبیب، یہ ابن سعید الحبطی ہیں، یہ حبطات بنی تمیم کی طرف نسبت ہے اور یہ بصری ہیں

Marfat.com

امام بخاری ان سے روایت میں متفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ مومن کو مال کی کثرت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے سوا اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی اطاعت میں مال کے خرچ کرنے پر مسلط کر دے تا کہ شارع علیہ السلام کی اقتداء اس کو حاصل ہو۔

(۲) اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ مومن کو اس طاعت کے ادا کرنے کی طرف جلدی کرنی چاہیے جو مطلوب ہو، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرض کی ادائیگی میں جلدی فرماتے تھے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت قرض ہوتا تھا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی مدد کرنے کے لیے اور ان کی غم گساری کرنے کے لیے اپنی حاصل شدہ روزی میں سے ان کو عطا فرماتے تھے اور اپنی ضرورت کے اوپر ضرورت مندوں کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کے پاس مال قلیل ہو تو اس پر راضی رہنا چاہیے اور عیش پرستی کے ترک پر صبر کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

(۵) میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو قرض لے کر ضرورت مندوں کی مدد کرتے تھے اور غریبوں کی غم گساری کرتے تھے، ہم کم از کم اتنا تو کریں کہ ہمارے پاس جو فاضل مال ہو اور ہماری ضرورت سے زائد ہو وہ ہم دیگر ضرورت مندوں کو دے دیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۴۴۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کثرتِ مال کی تمنا سے ممانعت

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مال کی کثرت کسی شخص کو قیامت کے دن نیکیوں کی کمی کی طرف لے جاتی ہے جب کہ وہ اس مال کو اللہ کی اطاعت میں خرچ نہ کرے، اور اگر وہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے تو وہ قیامت کے دن نیکیوں سے مالا مال ہوگا۔

اور اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ اغنیاء کی فقراء پر فضیلت ہے، کیونکہ اس حدیث میں اس مال دار کا استثناء فرمایا ہے جو اپنے مال سے دائیں جانب، بائیں جانب اور آگے پیچھے نفع پہنچائے۔ اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ فقیر اور غنی میں کون افضل ہے اور اس کو ان شاء اللہ میں باب فضل الفقر میں ذکر کروں گا۔

سورہ ہود کی آیت: ۱۵۔۱۶ کے متعلق مفسرین نے کہا ہے: ان آیتوں کے الفاظ تو عام ہیں لیکن یہ خصوصیت سے کفار کے متعلق ہیں، کیونکہ ہود: ۱۶ میں فرمایا ہے کہ "ان لوگوں کو آخرت میں صرف دوزخ کا عذاب ہوگا اور ان کے کیے ہوئے کام ضائع ہو جائیں گے"۔ اور امام بخاری نے اس باب میں ان آیتوں کا ذکر مومنین کو ڈرانے کے لیے کیا ہے تا کہ وہ اپنے افعال میں کفار کے مشابہ نہ ہوں کہ وہ دنیائے فانی کی زینت کے حصول میں مشغول ہو جائیں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

تنبیہ: علامہ ابن بطال نے جو اس حدیث کے فوائد ذکر کیے ہیں ان کو علامہ ابن ملقن نے نقل کیا ہے اور ان سے علامہ عینی نے نقل کیا ہے اور ان فوائد کو ہم علامہ عینی کی شرح میں بیان کر چکے ہیں۔

صحیح البخاری: ۶۴۴۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مناسب دیگر احادیث

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر یہ آیت پڑھ رہے تھے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ (الرحمٰن: ۴۶) اور جو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرتا ہو اس کے لیے دو جنتیں ہیں O

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خواہ اس شخص نے زنا کیا ہو، خواہ اس شخص نے چوری کی ہو؟ تو آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو، خواہ اس نے چوری کی ہو، میں نے دوبارہ عرض کیا تو آپ نے دوبارہ فرمایا، میں نے پھر تیسری مرتبہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں! خواہ اس نے یہ کام کیے ہوں وہ ابوالدرداء کی ناک کو خاک میں لتھیڑتا ہوا جنت میں چلا جائے گا۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں تصریح کی ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے علاوہ ہے اگرچہ اس کا معنی وہی ہے۔

اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا وہ جنت میں داخل ہو گیا، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو، خواہ اس نے چوری کی ہو وہ ابوالدرداء کی ناک کو خاک میں لتھیڑتا ہوا جنت میں چلا جائے گا۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کی طرف سے آنے والا آیا، پس اس نے پڑھا:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ (النساء: ۱۱۰) اور جو شخص برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا O

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خواہ اس نے زنا کیا ہو، خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر میں نے جب یہ تین بار کہا تو آپ نے فرمایا: عویمر (حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ) کی ناک کو خاک میں لتھیڑتا ہوا وہ جنت میں چلا جائے گا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پس میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اپنی ناک پر انگلیاں مار رہے تھے۔

Marfat.com

اور واہب بن عبداللہ المغافری نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پڑھا ''لا الٰه الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير'' وہ جنت میں داخل ہوگیا، میں نے عرض کیا: خواہ اس نے زنا کیا ہو، اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، میں نے پھر کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو، خواہ اس نے چوری کی ہو، وہ ابوالدرداء کی ناک کو خاک میں لتھیڑتا ہوا جنت میں چلا جائے گا۔
حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر میں لوگوں میں اس بشارت کی نداء کرنے کے لیے نکلا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور انہوں نے کہا: واپس جاؤ، کیونکہ لوگ جب یہ بشارت سن لیں گے تو اسی پر تکیہ کرلیں گے، پھر میں واپس گیا اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بتایا تو آپ نے فرمایا: عمر نے سچ کہا۔
حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: یہ آخری اضافہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے۔ اور عنقریب اس کی تفصیل سے شرح باب ''من جاهد في طاعة الله'' میں آئے گی۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ادب کرتے تھے اور آپ کے احوال کا مطالعہ کرتے تھے اور آپ سے محبت کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے اوپر کوئی ایسی چیز نہ عارض ہو جس سے آپ کو ایذاء پہنچے۔
(۲) اس حدیث سے اکابر کے ساتھ حسنِ ادب کا اظہار ہوتا ہے، اور یہ کہ جب چھوٹا یہ دیکھے کہ بڑا اکیلا ہے اور اس کے ساتھ حفاظت کے لیے کوئی نہیں ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور بیٹھا ہوا ہے اور نہ کوئی اور لازم ہے تو وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے پاس نہ جائے، اس کے برخلاف جب بڑا کسی مجمع میں ہو مثلاً مسجد میں یا بازار میں تو وہ اس کے ساتھ جہاں جگہ مناسب ہو بیٹھ جائے۔
(۳) اس حدیث کے شروع میں ہے ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا'' اس سے معلوم ہوا کہ کسی مرد کو کسی غرضِ صحیح کی وجہ سے اس کی کنیت کے ساتھ تعبیر کرنا جائز ہے، جب کہ اس کی کنیت اس کے اسم سے زیادہ مشہور ہو خاص طور پر اس وقت جب اس کا اسم اس کے اور دوسروں کے درمیان مشترک ہو اور اس کی کنیت منفرد ہو۔
(۴) کسی بڑے کے جواب میں چھوٹے کا لبیک اور سعدیک کہنا ادب کے زیادہ قریب ہے۔
(۵) جب کسی شخص نے اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے جانا ہو تو اس کا اکیلے جانا جائز ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو وہاں ٹھہرا کر خود اکیلے چلے گئے تھے۔
(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ تم یہیں ٹھہرے رہنا اور یہاں سے مت جانا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو یہ خیال آیا کہ کہیں اکیلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نامناسب امر نہ پیش آجائے، تو ان کی رائے یہ تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود جا کر دیکھیں، لیکن پھر انہیں یاد آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سے نہ جانے کا حکم دیا تھا تو اس سے معلوم ہوا کہ شیخ کے حکم پر عمل کرنا اپنی رائے اور مصلحت کی بہ نسبت زیادہ افضل ہے بلکہ واجب ہے۔
(۷) نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب طالب اپنے شیخ سے کوئی ایسی بات سنے جو اس کے نزدیک دلائلِ شرعیہ کے خلاف ہو تو وہ اپنے شیخ کی طرف مراجعت کرے حتیٰ کہ اس کا حل معلوم ہو، کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نزدیک آیات اور آثار سے یہ ثابت تھا

Marfat.com

کہ مرتکب کبیرہ کو دوزخ میں عذاب ہوگا، اور جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ جس نے شرک نہیں کیا وہ جنت میں داخل ہوگا تو انہوں نے اس کے متعلق سوال کیا کہ خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان دو کبیرہ گناہوں پر اقتصار کیا کیونکہ یہ دو گناہ حقوق اللہ کی معصیت اور حقوق العباد کی معصیت میں دو مثالیں ہیں۔ اور ایک اور روایت میں ہے خواہ اس نے خمر پی ہو، اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ بھی بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے عقل میں خلل واقع ہوجاتا ہے اور عقل ہی کی وجہ سے انسان کو جانوروں کے اوپر شرف عطا کیا گیا ہے، اور جب عقل میں خلل ہوجائے تو پھر عقل ہی تو انسان کو بقیہ کبائر سے روکنے والی ہے۔ اس وجہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق استفسار کیا۔

(۸) جب شیخ یہ دیکھے کہ طالب سوال کرنے میں اصرار کر رہا ہے تو وہ اس کی ڈانٹ ڈپٹ کرے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ خواہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو وہ ابوذر کی ناک کو خاک میں لتھیڑتا ہوا جنت میں داخل ہوجائے گا۔

(۹) امام بخاری نے کتاب اللباس میں اس حدیث کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ جب کوئی شخص موت کے وقت توبہ کرے، اور دوسروں نے اس پر محمول کیا ہے کہ اس حدیث میں جو ارشاد ہے کہ جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھا وہ جنت میں داخل ہوجائے گا یہ عام ہے کہ ابتداءً جنت میں داخل ہو یا اپنی معصیت کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہو، اور پہلا محمل حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے اور دوسرا محمل زیادہ اولیٰ ہے تاکہ دلائل میں تطبیق ہو۔

(۱۰) اس حدیث میں اہل سنت کی دلیل ہے اور خوارج اور معتزلہ کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ جب بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا لیکن اس حدیث سے ان کا رد کرنے میں یہ اعتراض ہے کہ کعب بن ذھل نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ اس شخص کے حق میں ہے جس نے کوئی برا کام کیا یا اپنی جان پر ظلم کیا، پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا۔ اور اس حدیث کی سند امام طبرانی کے نزدیک جید ہے، خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص جنت میں صرف کلمہ شہادت کی وجہ سے داخل نہیں ہوگا بلکہ توبہ کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا، اور خوارج اور معتزلہ بھی یہی کہتے ہیں کہ توبہ کرنے کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

(۱۱) بعض علماء نے اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ اس امت کی خصوصیت ہے، کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اپنی امت کو بشارت دیجئے کہ آپ کی امت میں سے جو بھی اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ احادیث صحیحہ میں یہ وارد ہے کہ اس امت کے بعض گناہ گاروں کو عذاب دیا جائے گا، کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کا اشارہ لکھا ہے اور مکمل حدیث ذکر نہیں کی، مکمل حدیث درج ذیل ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کوئی سامان ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نمازیں اور روزے اور زکوٰۃ کو لے کر آئے گا۔ اور اس نے کسی شخص کو گالی دی ہوگی، کسی شخص پر تہمت لگائی ہوگی، اور کسی شخص کا مال کھایا ہوگا، کسی شخص کا خون بہایا ہوگا، کسی شخص کو مارا ہوگا، پس اس کو بٹھایا جائے گا اور اس کی نیکیاں اس شخص کو دی جائیں گی اور جب اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی اور ابھی اس شخص کا حق پورا

Marfat.com

نہیں ہوا ہوگا تو پھر اس شخص کے گناہ اس کے اوپر ڈالے جائیں گے، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔
(سنن ترمذی: ۲۴۱۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۳)

امام ابوعیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
سو اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بعض گناہ گار لوگوں کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ سو مطلقاً یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جس نے بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

(۱۲) بعض احادیث میں ہے کہ جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دی وہ جنت میں داخل ہو گیا، اور بعض احادیث میں ہے: جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دی اس کو دوزخ پر حرام کر دیا گیا۔ بعض علماء نے ان حدیثوں کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ حدیثیں فرائض اور امر اور نہی کے نزول سے پہلے کی ہیں اور یہ تاویل سعید بن المسیب اور الزہری سے مروی ہے۔ یہ تاویل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں زنا اور چوری کا بھی ذکر ہے یعنی احکام کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت تھی۔

(۱۳) علامہ نووی نے کہا ہے کہ اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ گناہ گار اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل ہے، اور بے شک جو شخص توحید اور رسالت کی شہادت پر یقین کرتے ہوئے فوت ہوا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پس اگر وہ دین دار ہو یا گناہوں سے محفوظ ہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائے گا اور دوزخ پر حرام کر دیا جائے گا اور اگر اس نے بعض احکام کو ضائع کیا ہو یا بعض ممنوعہ چیزوں پر عمل کیا ہو اور بغیر توبہ کے مر گیا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے اوپر وعید نافذ ہو جائے، سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرنا چاہے، پس اگر وہ اس کو عذاب دینا چاہے گا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے جنت میں چلا جائے گا۔

(۱۴) اس حدیث میں اس کی ترغیب دی ہے کہ تمام نیکی کے راستوں میں اپنے مال کو خرچ کرنا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم زہد کے اعلیٰ درجات میں تھے، کیونکہ آپ نے اس کو پسند نہیں کیا کہ دنیا میں سے کوئی چیز آپ کے پاس ہو مگر آپ اس کو اس کے مستحقین میں خرچ کریں، یا جس کا آپ کے اوپر حق ہو اس کے حق کی ادائیگی میں خرچ کریں۔

(۱۵) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادات کے اوپر قرض کی ادائیگی کو مقدم کرنا چاہیے۔

(۱۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرض کا لینا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک درہم ہو تو میں قرض کی ادائیگی کے لیے رکھوں گا۔ علامہ ابن بطال نے یہ قید لگائی ہے کہ تھوڑا قرض لیا جائے، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں ایک دینار کو قرض کی ادائیگی کے لیے رکھوں گا، کیونکہ اگر آپ کے اوپر ایک دینار سے زیادہ قرض ہوتا تو آپ صرف ایک دینار کو قرض کی ادائیگی کے لیے نہ رکھتے، کیونکہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ عمدہ قرض ادا کرنے والے تھے۔

(۱۷) اور علامہ ابن بطال نے کہا: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اتنا قرض نہیں لینا چاہیے کہ جو اس پر محیط ہو جائے اور اس کے پاس اس قرض کو ادا کرنے کے لیے مال نہ ہو اور وہ اس کو ادا کرنے سے عاجز ہو جائے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ علامہ ابن بطال نے لفظِ ''ایک دینار'' سے یہ سمجھا ہے، حالانکہ دوسری روایت میں تین دینار کے الفاظ بھی ہیں۔ اور تین دینار کا محمل یہ ہے کہ ایک دینار کو آپ قرض کی ادائیگی کے لیے رکھیں، ایک دینار کو اپنے اہل پر خرچ کرنے کے لیے رکھیں، اور ایک دینار کو آپ مہمان پر خرچ

Marfat.com

کرنے کے لیے رکھیں۔

(۱۸) اس حدیث میں اس کی بھی ترغیب ہے کہ قرضہ جات کی ادائیگی کرنی چاہیے اور امانات کو ادا کرنا چاہیے۔

(۱۹) قاضی عیاض نے کہا ہے: اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ فقر غنیٰ پر افضل ہے اور بعض علماء نے اسی حدیث سے غنیٰ کی فقر پر افضلیت کو ثابت کیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کا ماخذ واضح ہے۔

(۲۰) اور اس حدیث میں اس پر برانگیختہ کیا ہے کہ آدمی اپنی زندگی اور صحت کے اندر مال کو خرچ کرے اور یہ انتظار نہ کرے کہ موت کے وقت اپنے مال کی وصیت کر دے گا، اور حدیث میں ہے کہ تم صدقہ کرو جب کہ تم تندرست ہو اور مال کے خرچ کرنے پر بخیل ہو، کیونکہ اکثر اغنیاء اپنے پاس سے مال کے نکالنے میں بخل کرتے ہیں جب تک کہ وہ عافیت میں رہیں اور انہیں امید ہو کہ وہ زندہ رہیں گے اور انہیں فقر کا خوف ہوگا۔ پس جو شخص شیطان کی مخالفت کرے اور اپنے نفس پر قہر کرے اور آخرت کو ترجیح دے وہ کامیاب ہو گیا۔ اور جس نے اس میں بخل کیا وہ وصیت میں ظلم کرنے سے محفوظ نہیں رہے گا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۰۱۔ ۵۰۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کے اور بھی بہت زیادہ فوائد ذکر کیے ہیں، لیکن ہم نے زیادہ اہم فوائد کا انتخاب کیا ہے۔

۱۵۔ بَابٌ: اَلْغِنَى غِنَى النَّفْسِ

غنیٰ حقیقت میں وہ ہے جس کا دل غنی ہو

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ۝ (المومنون: ۵۵۔ ۶۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم مال اور اولاد سے جو ان کی مدد کر رہے ہیں ۝ تو ان کو بھلائیاں پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں؟ (نہیں نہیں) بلکہ یہ سمجھ نہیں رہے ۝ بے شک جو لوگ اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں ۝ اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں ۝ اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے ۝ اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں (اس یقین کے ساتھ) کہ وہ اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں ۝ وہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیکیوں میں سب سے بڑھنے والے ہیں ۝ اور ہم ہر نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف کرتے ہیں اور ہمارے پاس ان کا نوشتہ اعمال ہے جو حق کے ساتھ کلام کرتا ہے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا ۝ (نہیں نہیں!) بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور ان کے سوا ان کے اور (بھی) برے اعمال ہیں جن کو وہ کرنے والے

Marfat.com

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: لَمْ يَعْمَلُوهَا لَا بُدَّ مِنْ أَنْ يَعْمَلُوهَا۔ ہیں O ابن عیینہ نے کہا: انہوں نے ان احکام پر عمل نہیں کیا جن پر عمل کرنا ان کے لیے ضروری تھا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غنی درحقیقت وہ شخص ہے جس کا دل غنی ہو، خواہ اس شخص کے پاس مال کثیر ہو یا قلیل ہو۔

باب میں مذکور آیات کی شرح از علامہ عینی

یہ سورہ مومنون کی نو آیات ہیں اور امام بخاری کی ان آیات کو ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ مطلقاً مال میں خیر نہیں ہے۔

المومنون: ۵۵ اور ۵۶ میں فرمایا: ''اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمۡ۔۔۔الآیۃ''۔'' کیا وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم مال اور اولاد سے جو ان کی مدد کر رہے ہیں، تو ان کو بھلائیاں پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں؟ (نہیں نہیں) بلکہ یہ سمجھ نہیں رہے''۔

یہ آیت کفار کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے معارض نہیں ہے جس میں آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے کثرتِ مال اور کثرتِ اولاد کی دعا کی تھی۔ اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا یہ کفار یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم انہیں جو کچھ مال عطا کرتے ہیں اور ان کے مال میں اضافہ کرتے ہیں اور ان کی اولاد میں اضافہ کرتے ہیں وہ ان کے کاموں کی جزا ہے اور خیر ہے، نہیں! بلکہ وہ ان کے لیے ڈھیل ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا کہ نیکیوں میں جلدی کرنے والے کون ہیں، سو فرمایا: ''بے شک جو لوگ اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں O اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں'' (المومنون: ۵۷۔۵۸)

اور یہ آیت اور اس کے بعد کی آیات میں ان متقین کی مدح ہے۔

نیز فرمایا: ''اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے O اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں (اس یقین کے ساتھ) کہ وہ اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں O'' (المومنون: ۵۹۔۶۰)۔ یعنی وہ لوگ زکوٰۃ اور صدقات ادا کرتے ہیں دراں حالیکہ ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں، انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ان کے یہ صدقات قبول نہ کیے جائیں۔

نیز فرمایا: ''وہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیکیوں میں سب سے بڑھنے والے ہیں'' (المومنون: ۶۱)۔ یعنی وہ لوگ نیک کاموں میں سبقت کرتے ہیں اپنی وسعت کے مطابق۔

نیز فرمایا: ''اور ہم ہر نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف کرتے ہیں اور ہمارے پاس ان کا نوشتہ اعمال ہے جو حق کے ساتھ کلام کرتا ہے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا'' O (المومنون: ۶۲) اور ہمارے پاس کتاب ہے یعنی لوحِ محفوظ ہے جو حق کے ساتھ کلام کرتی ہے یعنی ان کے عمل کی حق کے ساتھ شہادت دیتی ہے۔

نیز فرمایا: ''(نہیں نہیں!) بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور اس کے سوا ان کے اور (بھی) برے اعمال ہیں جن کو وہ

Marfat.com

کرنے والے ہیں O'' (المومنون: ۶۳)۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے متقین کا ذکر چھوڑ کر کفار کا ذکر شروع کیا یعنی وہ قرآن پر ایمان لانے سے غافل ہیں۔ یہ مقاتل کا قول ہے۔ اور ان کے اور بھی برے کام ہیں جو شرک کے علاوہ ہیں۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

سفیان بن عیینہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا جس میں فرمایا ہے ''اس کے سوا ان کے اور (بھی) برے اعمال ہیں جن کو وہ کرنے والے ہیں'' (المومنون: ۶۳)۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کے برے اعمال لکھے گئے جن پر مرنے سے پہلے ان پر عمل کرنا ضروری تھا تا کہ ان کے اوپر کلمۂ عذاب ثابت ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۲۔ ۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب میں مذکور کی آیات کی شرح از مصنف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''کیا وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم مال اور اولاد سے جو ان کی مدد کر رہے ہیں O تو وہ ان کو بھلائیاں پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں؟ (نہیں نہیں) بلکہ یہ سمجھ نہیں رہے۔'' (المومنون: ۵۵۔۵۶)

کافروں کے کفر کے باوجود ان کو نعمتیں دینے کی وجوہ

یہ امداد تو ان کو صرف گناہوں میں ڈھیل دینے کے لیے ہے اور ان کو معاصی کی دلدل میں زیادہ کھینچنے کے لیے ہے اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کی زیادہ نیکیوں کا ان کو صلہ مل رہا ہے، نہیں نہیں یہ تو حیوانات اور بہائم کے مشابہ ہیں، ان میں کوئی سمجھ اور شعور نہیں ہے کہ یہ اس پر غور کرتے کہ یہ استدراج اور ڈھیل ہے یا ان کی نیکیوں کا انعام ہے۔

امام رازی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ یزید بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں میں سے کسی نبی کی طرف یہ وحی کی: کیا میرا بندہ اس پر خوش ہوتا ہے کہ اس پر دنیا کشادہ کر دی گئی حالانکہ وہ مجھ سے بہت دور ہوتا ہے اور وہ اس پر افسوس کرتا ہے کہ میں اس سے دنیا اٹھا لیتا ہوں حالانکہ وہ میرے قریب ہوتا ہے۔

مومنین کی تحسین کی پانچ وجوہ

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک جو لوگ اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں O اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں O اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے O اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں (اس یقین کے ساتھ) کہ وہ اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں O وہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیکیوں میں سب سے بڑھنے والے ہیں O'' (المومنون: ۵۷۔۶۱)

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت فرمائی تھی اور ان آیتوں میں حسب ذیل پانچ وجوہ سے مومنین کی تحسین فرمائی ہے:

(۱) مومنین اپنے رب سے ڈرتے ہیں، مقاتل اور کلبی وغیرہ نے کہا کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں، اور بعض مفسرین نے کہا: وہ اپنے رب کے ڈر سے دائماً اس کی اطاعت کرتے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں اپنے رب کا خوف کامل

درجہ کا ہوگا، وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے سے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے حد خوفزدہ ہوگا، اور جس شخص کا یہ حال ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بہت دور رہے گا۔

(۲) اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی ذات اور صفات پر نشانیاں بکھری ہوئی ہیں، جو لوگ نشانیوں میں غور اور فکر کر کے صاحب نشان تک پہنچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان لاتے ہیں۔

(۳) اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے، اس سے مراد شرک جلی نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اس کو مستلزم ہے کہ اس کے ساتھ شرک نہ کیا جائے بلکہ اس سے مراد شرک خفی ہے یعنی وہ ریا کاری نہیں کرتے، اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں، کسی کو دکھانے اور سنانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔

(۴) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں جو کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں، اس سے مراد وہ تمام کام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر لازم کر دیے ہیں، خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو جیسے نماز اور زکوٰۃ اور خواہ ان کا تعلق حقوق العباد سے ہو جیسے لوگوں کی امانتیں ادا کرنا اور ان کے قرض ادا کرنا اور ان کے معاملات میں عدل و انصاف کرنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس آیت (المومنون:۶۰) کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا اس آیت کے مصداق وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں اے صدیق کی بیٹی! اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں، اس کے باوجود وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ ان کی عبادتیں قبول نہ کی جائیں۔ (سنن ترمذی:۳۱۷۵، سنن ابن ماجہ:۴۱۹۸، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۳)

(۵) وہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ بہت رغبت اور اہتمام سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور انہیں یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ کہیں یہ عبادت اپنے وقت سے موخر نہ ہو جائے اور کہیں اس عبادت کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو جائے، اور فرمایا: ''وہی نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں'' یعنی وہ دوسرے لوگوں سے پہلے نیکی کرنا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ظلم نہ کرنے کی وجوہ

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور ہم ہر نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف کرتے ہیں اور ہمارے پاس ان کا نوشتہ اعمال ہے جو حق کے ساتھ کلام کرتا ہے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا O (نہیں نہیں!) بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور اس کے سوا ان کے اور (بھی) برے اعمال ہیں جن کو وہ کرنے والے ہیں O'' (المومنون:۶۲۔۶۳)۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلص مومنوں کی صفات اور ان کے اعمال کی کیفیت کا بیان فرمایا تھا، اور بندوں کے اعمال کے احکام میں سے دو حکم بیان فرمائے، ایک حکم یہ ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ کام کا مکلف نہیں کرتا، اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کے پاس ایک کتاب میں بندوں کے اعمال لکھے ہوئے محفوظ ہیں اور وہ کتاب حق کے ساتھ کلام کرتی ہے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ظلم اس طرح متصور ہو سکتا ہے کہ ان کو ان کے جرم سے زیادہ سزا دی جائے یا ان کی نیکی سے کم ثواب دیا جائے یا ان کو اس

جرم کی سزا دی جائے جو انہوں نے نہیں کیا، یا ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کام کا مکلف کیا جائے۔اور اس قسم کا ظلم وہی کر سکتا ہے جو بندوں کی طاقت سے بے خبر ہو یا بندوں کے کئے ہوئے کاموں اور اس پر مرتب ہونے والی سزا یا جزا سے لاعلم ہو، اور اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا علم مخفی نہیں اور اس کا بے خبر ہونا محال ہے اور اللہ تعالیٰ کا ظلم کرنا بھی محال ہے۔اور یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی بندہ کا کوئی حق نہیں ہے اور اجر و ثواب دینا اس کا فضل ہے اور گناہوں پر گرفت کرنا اور سزا دینا اس کا عدل ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی طرح بھی ظلم کا تصور نہیں ہو سکتا۔

٦٤٤٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوحصین نے حدیث بیان کی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: سامان کی کثرت سے غنی نہیں ہوتا لیکن غنی دل کے مستغنی ہونے سے ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٠٥١، سنن ترمذی: ٢٣٧٣، سنن ابن ماجہ: ٤١٣٧، مسند احمد: ٧٣١٤)

صحیح البخاری: ٦٤٤٦، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور اور قرآن مجید کی آیاتِ مذکورہ کے درمیان مناسبت

مال کا خیر ہونا لذاتہ نہیں ہوتا بلکہ متعلق کے اعتبار سے ہوتا ہے، اگر مال کا متعلق خیر ہو تو وہ مال خیر ہوتا ہے۔اسی طرح جس آدمی کے پاس مال کثیر ہو وہ لذاتہ غنی نہیں ہوتا بلکہ اپنے تصرف کے اعتبار سے غنی ہوتا ہے۔اگر وہ فی نفسہٖ غنی ہو تو واجبات اور مستحبات اور دیگر نیکی کے راستوں میں اور عبادت کے طریقوں میں خرچ کرنے میں توقف نہیں کرے گا۔اور اگر وہ فی نفسہٖ فقیر ہو تو وہ اپنے مال کو اپنے پاس روک کر رکھے گا اور اس کے خرچ کرنے سے باز رہے گا اس خوف سے کہ کہیں وہ مال ختم نہ ہو جائے، سو وہ صورتاً بھی فقیر ہے اور معنیً بھی فقیر ہے اور اگر مال اس کے ہاتھ میں ہو لیکن وہ نہ اس سے دنیا کا نفع حاصل کرے اور نہ آخرت کا نفع حاصل کرے تو وہ مال اس کے اوپر عذاب بن جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن یونس کا ذکر ہے، وہ احمد بن عبداللہ بن یونس التیمی الیربوعی الکوفی ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ابوبکر کا ذکر ہے، وہ ابن عیاش القاری ہیں، مشہور یہ ہے کہ وہ کوفی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ابوحصین کا ذکر ہے، ان کا نام عثمان بن عاصم الاسدی الکوفی ہے۔اور اس حدیث کی سند میں ابوصالح کا ذکر ہے، وہ ذکوان الزیات ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''غنیٰ کثرتِ عرض سے نہیں ہوتا'': عَرَض (اس میں عین اور راء دونوں پر زبر ہے) سے مراد ہے دنیا کا ساز وسامان اور متاع۔ امام ابوعبید نے کہا ہے: العروض ساز وسامان ہیں اور یہ حیوان اور زمین کے ماسوا ہیں، وہ چیزیں جو کیل اور وزن میں داخل نہیں ہوتیں، اور ابن فارس نے کہا: عرض ہر وہ مال ہے جو نقد نہ ہو اور اس کی جمع عروض ہے۔ اور اگر اس میں صرف عین پر زبر ہو یعنی عَرض تو اس کا معنی ہے: انسان کو جو دنیا میں حصہ ملتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۗ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (الانفال:٦٧)

تم اپنے لیے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے، اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۗ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۗ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (الاعراف:١٦٩)

اور اگر ان کے پاس اس طرح کا اور سامان آ جائے تو وہ اس کو بھی لے لیں گے، کیا ان سے کتاب میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہیں کہیں گے، اور انہوں نے وہ سب کچھ پڑھ لیا جو تورات میں تھا اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے، کیا تم (یہ بات) نہیں سمجھتے O

اس حدیث کے معنی کا حاصل یہ ہے کہ حقیقی غنیٰ کثرتِ مال سے معتبر نہیں ہوتا بلکہ وہ نفس کا مستغنی ہونا ہے اور نفس کا دنیا پر حرص نہ کرنا ہے۔ اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ اکثر مال دار لوگوں کا دل فقیر ہوتا ہے اور وہ زیادہ مال کے حصول کی کوشش کرتے ہیں، اس کی وجہ ان کی مال جمع کرنے پر شدتِ حرص ہے تو گویا کہ وہ فقیر ہیں، اور جس کا نفس غنی ہوتا ہے، وہ بابِ رضا سے متعلق ہے، وہ اللہ کی قضاء کے اوپر راضی ہوتے ہیں، کیونکہ ان کو یہ علم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو اجر ہے وہ ختم ہونے والا نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۳۔ ۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۴۶ کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مالِ دنیا پر حرص کرنے والے کا غنی نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کوئی شخص مال اور اسباب اور ساز وسامان کی کثرت کی وجہ سے غنی نہیں ہوتا، کیونکہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس مال بہت زیادہ ہوتا ہے لیکن وہ فی نفسہٖ فقیر ہوتے ہیں، ان کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے وہ اس پر قناعت نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ مال میں اضافہ اور زیادتی کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور یہ پرواہ نہیں کرتے کہ یہ مال ان کے پاس کہاں سے آتا ہے، پس گویا کہ وہ مال کے اعتبار سے فقیر ہیں کیونکہ ان کو مال کے جمع کرنے پر بہت زیادہ طمع، لالچ اور حرص ہوتی ہے، اور حقیقت میں غنی وہ ہے جو دل سے مستغنی ہو، جس شخص کے پاس تھوڑا مال ہو اور وہ اس پر قناعت کرے اور زیادہ کی حرص نہ

کرے اور نہ اس کی طلب میں بہت زیادہ مبالغہ کرے، پس گویا کہ وہ ہمیشہ غنی ہے اور جس کا نفس مستغنی ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء پر اور تقدیر پر راضی ہے اور اپنے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس اجر ہے وہ ابرار کے لیے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اپنے نیک اولیاء کے لیے مقدر کیے وہ بہت عمدہ ہیں۔

حسن بصری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر راضی رہو جو تمہارے لیے تقسیم کیا گیا ہے تو تم تمام لوگوں سے زیادہ شکر گزار ہو گے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۰۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۰)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ (المومنون: ۵۵۔۵۶)

کیا وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم مال اور اولاد سے جو ان کی مدد کر رہے ہیں O تو وہ ان کو بھلائیاں پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں؟ (نہیں نہیں) بلکہ یہ سمجھ نہیں رہے O

یہ آیت کفار کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے جو مال اور اولاد کی کثرت کی دعا کی تھی، سو یہ آیت اس کے معارض نہیں ہے۔ اور مفسرین نے اس کے معنی میں یہ کہا ہے کہ یہ لوگ کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے جو ان کے مال اور اولاد میں اضافہ کیا ہے وہ ان کی بہترین جزاء ہے؟ نہیں بلکہ وہ استدراج ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈھیل دی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ (المومنون: ۶۳)

(نہیں نہیں!) بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور اس کے سوا ان کے اور (بھی) برے اعمال ہیں جن کو وہ کرنے والے ہیں O

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی حکمت سے غافل ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈھیل دینے کے لیے جو ان کے مال اور اولاد میں کثرت کی ہے، اس کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ راضی ہے، حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۴۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دل کے مستغنی ہونے کی وضاحت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''غنی حقیقت میں وہ ہوتا ہے جس کا دل مستغنی ہے'' اور اس کی اصل صحیح مسلم میں اور صحیح ابن حبان میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مال کی کثرت غنی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! اور آپ نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مال کی قلت فقر ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: غنی دل کا غنی ہونا ہے اور فقر دل کا فقر ہے۔

علامہ القرطبی نے لکھا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو غنی نفع بخش ہو یا جس کا نفع عظیم ہو یا جس غنی کی مدح کی گئی ہو، وہ

Marfat.com

نفس کا مستغنی ہونا ہے، اور اس کا بیان یہ ہے کہ جب نفس مستغنی ہوگا تو وہ زیادہ طمع نہیں کرے گا اور اس کو جو بھی چیز حاصل ہوگی وہ اس کو عظیم سمجھے گا اور غنی کی زیادہ مدح اس لیے کی گئی ہے کہ جس کا نفس فقیر ہوتا ہے وہ دنیا پر حریص ہوتا ہے اور وہ اس کو رذائلِ امور میں مبتلاء کر دیتا ہے اور گھٹیا افعال میں مشغول کر دیتا ہے، کیونکہ اس کی ہمت پست ہوتی ہے اور اس کا بخل زیادہ ہوتا ہے اور اس کی مذمت بہت زیادہ کی گئی ہے۔ اور وہ شخص ہر حقیر سے زیادہ حقیر ہوتا ہے اور ہر ذلیل سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نفس کے مستغنی ہونے سے متصف ہوتا ہے، وہ اللہ کے دیے ہوئے پر قناعت کرنے والا ہوتا ہے، اور بغیر ضرورت کے زیادتی اور اضافہ کی حرص نہیں کرتا اور لوگوں سے سوال نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہتا ہے، گویا کہ ہمیشہ وہ مال کو پانے والا ہے، اور جو شخص نفس کے فقر کے ساتھ متصف ہو، وہ اس کے برخلاف ہوتا ہے، کیونکہ اس کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، وہ اس پر قناعت نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ زیادتی اور اضافہ کا طالب رہتا ہے، پھر جب اس کو مطلوب نہیں ملتا تو وہ غمگین ہوتا ہے اور افسوس کرتا رہتا ہے، گویا کہ وہ مال کا محتاج ہے اور اس کو جو کچھ دیا گیا ہے وہ اس سے مستغنی نہیں ہے، پس وہ غنی نہیں ہے، پھر نفس کا غنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء پر راضی ہو اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو تسلیم کرے، اور اس کو یہ یقین ہو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ خیر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، پس وہ حرص سے اعراض کرنے والا ہے۔

علامہ طیبی نے کہا ہے: انسان کو چاہیے کہ اپنے اوقات کو غنی حقیقی میں صرف کرے اور تحصیل کمالات میں خرچ کرے نہ کہ مال کو جمع کرنے میں، کیونکہ مال کو جمع کرنے میں لگا رہے گا تو اس سے اس کا فقر زیادہ ہوگا۔ اور نفس کا غنی اس کے دل کے مستغنی ہونے سے حاصل ہوگا بایں طور کہ وہ تمام معاملات میں اپنے رب کا محتاج ہو اور اس کے نزدیک یہ متحقق ہو کہ دینے والا اور منع کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے، پس وہ اس کی قضاء پر راضی ہو اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے، اور مصائب کے دور کرنے میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہو، پھر اس کا دل اپنے رب کی طرف محتاج ہوگا اور اپنے رب کے علاوہ دوسروں سے وہ مستغنی ہوگا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۰۳۔ ۵۰۴، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۶۔ بَابُ: فَضْلِ الْفَقْرِ — فقر کی فضیلت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں فقر کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، فقیر سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو اور اس پر صابر ہو اور اس کے قول اور فعل سے کوئی ایسی چیز ظاہر نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی موجب ہو، اور وہ کوشش اور جدوجہد کو ترک نہ کرے۔ اور ایسے سوال میں مشغول نہ ہو جو انجام کار ذلت اور رسوائی ہے۔ اور جو اس زمانہ کے فقراء ہیں ان میں سے اکثر ان صفات کے ساتھ موصوف نہیں ہوتے۔ اور ان لوگوں کا فقر وہی ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ طلب کی ہے۔ رہا اس میں اختلاف کہ فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر افضل ہے تو یہ بہت مشہور ہے اور اکثر جماعت نے اس میں بحث کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۷۴۴۷ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٍ مَا رَأْيُكَ فِي هَذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِ النَّاسِ هَذَا وَاللهِ حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا رَأْيُكَ فِي هَذَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ هَذَا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَّعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم هَذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هَذَا۔

(صحیح البخاری: ۷۴۴۷، سنن ابن ماجہ: ۴۱۲۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ نے دوسرے مرد سے کہا جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا: اس مرد کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: یہ مرد معزز لوگوں میں سے ہے، اللہ کی قسم! یہ اس بات کے لائق ہے کہ اگر یہ کسی کو نکاح کا پیغام دے تو اس کے ساتھ نکاح کر دیا جائے، اگر یہ کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، پھر ایک اور مرد گزرا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا: اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ تو اس مرد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ مرد فقراء مسلمین میں سے ہے، یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ کسی کو نکاح کا پیغام دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے، اگر یہ کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ قبول کی جائے، اور اگر یہ کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اس دنیاوی معزز شخص سے بہتر ہے خواہ ایسے معزز شخص تمام روئے زمین میں بھرے ہوئے ہوں۔

صحیح البخاری: ۷۴۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "فقر کی فضیلت" اور اس حدیث میں دو مردوں کا ذکر ہے، ایک مرد معزز تھا اور دوسرا مرد پسماندہ تھا اور یہ باب اس دوسرے مرد کے متعلق ہے، سو اس طرح حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز بن ابی حازم، ان کا نام سلمہ بن دینار ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حری" اس کا معنی ہے: جدیر اور لائق۔
اس حدیث میں مذکور ہے "لایشفع" یہ مجہول کا صیغہ ہے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے "لا یسمع" یہ بھی مجہول کا صیغہ ہے، یعنی اس کی بات کی طرف توجہ نہ کی جائے اور اس کی بات کو نہ سنا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۴۔۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۴۸۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ عُدْنَا خَبَّابًا فَقَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نُرِيدُ وَجْهَ اللهِ فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ فَمِنَّا مَنْ مَضَى لَمْ يَأْخُذْ مِنْ أَجْرِهِ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ نَمِرَةً فَإِذَا غَطَّيْنَا رَأْسَهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَأْسُهُ فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ وَنَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الْإِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا: میں نے ابووائل سے سنا، انہوں نے کہا: ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کی، انہوں نے بتایا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی، ہم اللہ کی رضا کا ارادہ کرتے تھے، سو ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گیا، پس ہم میں سے بعض دنیا سے گزر گئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ بھی نہیں لیا، ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں، وہ غزوۂ احد میں شہید کر دیے گئے، انہوں نے ایک چادر چھوڑی تھی، جب ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر کھل جاتے تھے، اور جب ان کے پیروں کو ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں کے اوپر اذخر گھاس رکھ دیں، اور ہم میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کے اجر کا پھل پک گیا اور وہ اس کو چن رہے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۲۷۶، ۳۸۹۷، ۳۹۱۳، ۳۹۱۴، ۴۰۴۷، ۴۰۸۲، ۶۴۳۲، ۶۴۴۸، صحیح مسلم: ۹۴۰، سنن ترمذی: ۳۸۵۳، سنن نسائی: ۱۹۰۳، مسند احمد: ۲۶۶۷۲)

صحیح البخاری: ۶۴۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور ان کے

Marfat.com

فقر کا بیان ہے کہ انہوں نے صرف ایک چھوٹی چادر چھوڑی تھی جس سے ان کا پورا جسم نہیں ڈھانپا جا سکتا تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحمیدی، ان کا نام عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہے جو اپنے اجداد میں سے ایک کی طرف منسوب ہیں جن کا نام حُمید تھا۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، وہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابووائل، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی"۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی تو آپ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ ساتھ نہیں تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہجرت کی۔ اور معیت سے مراد ہجرت کے حکم میں مشترک ہونا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نرید وجه الله" یعنی ہم اللہ عزوجل کی رضا کو طلب کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے جو ہجرت کا ثواب تیار کر رکھا ہے اس کو طلب کرتے تھے۔ پس وہ اجر ثابت ہو گیا، یعنی اللہ تعالیٰ نے چونکہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اجر عطا فرمائے گا تو اس کے وعدہ کے اعتبار سے وہ اجر ہمارے لیے ثابت ہو گیا، یا از راہِ کرمِ الٰہی ثابت ہو گیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کے جواب میں بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اس لیے اس کے وعدہ کے اعتبار سے ہماری جزاء ثابت ہو گئی ورنہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

اس حدیث میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام ہے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قصی میں جمع ہو جاتے ہیں، یہ غزوۂ احد میں شہید کر دیئے گئے تھے اور یہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اٹھانے والے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نمرة" اس کا معنی ہے: چادر۔ اور یہ اصل میں اون کا دھاری دار تہبند تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۵-۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۴۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلم بن زریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، وہ بیان کرتے

Marfat.com

أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ تَابَعَهُ أَيُّوبُ وَعَوْفٌ وَقَالَ صَخْرٌ وَحَمَّادُ بْنُ نَجِيحٍ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا تو میں نے دیکھا کہ اکثر اہل جنت فقراء ہیں اور میں نے دوزخ میں جھانکا تو میں نے دیکھا اکثر اہلِ دوزخ عورتیں ہیں۔
ابورجاء کی متابعت ایوب اور عوف نے کی ہے۔
اور صخر اور حماد بن نجیح نے کہا از ابی رجاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

(صحیح البخاری: ۳۲۴۱، ۵۱۹۸، ۶۴۴۹، ۶۵۴۶، صحیح مسلم: ۲۷۳۷، سنن ترمذی: ۲۶۰۲، مسند احمد: ۲۰۸۶)

صحیح البخاری: ۶۴۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، ان کا نام ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلم بن زریر، زریر، عظیم کے وزن پر ہے اور یہ العطاردی البصری ہیں، اور ابورجاء کا نام عمران بن تیم العطاردی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۵۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ لَمْ يَأْكُلِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى خِوَانٍ حَتَّى مَاتَ وَمَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز نما تخت پر کھانا نہیں کھایا، اور آپ نے کبھی باریک چپاتی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۵۴۱۵، ۶۴۵۰، سنن الترمذی: ۱۷۸۸، سنن ابن ماجہ: ۳۲۹۲، مسند احمد: 11916)

صحیح البخاری: ۶۴۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ یہ حدیث بھی فقر پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابومعمر کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن محمد بن عمرو بن الحجاج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالوارث کا ذکر ہے، یہ ابن سعید البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں خوان کا لفظ ہے، یہ وہ چیز ہے جس کے اوپر کھانا رکھ کر عیش پرست لوگ کھاتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ لَقَدْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا فِي رَفِّي مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَطْرُ شَعِيرٍ فِي رَفٍّ لِي فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور میری دیوار کی الماری میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جو کسی جاندار کے کھانے کے قابل ہوتی، سوا جَو کے جو میری الماری میں رکھے ہوئے تھے، میں اس سے کھاتی رہی حتیٰ کہ مجھ پر کافی عرصہ گزر گیا، پھر میں نے ان کو ناپ کر دیکھا کہ کتنے ہیں تو وہ ختم ہوگئے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۹۷، ۶۴۵۱، صحیح مسلم: ۲۹۷۳، سنن ترمذی: ۲۴۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۵، مسند احمد: ۲۴۲۴۷)

صحیح البخاری: ۶۴۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث بھی اختیاری فقر کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن ابی شیبہ، یہ ابوبکر ہے اور ابوشیبہ ان کے علاتی (باپ شریک) دادا ہیں اور وہ ابن محمد بن ابی شیبہ ہیں اور ان کا نام ابراہیم ہے، اور وہ اصل میں واسط کے رہنے والے تھے پھر کوفہ میں رہنے لگے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسامہ، ان کا نام حماد بن ابواسامہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ابن عروہ ہیں جو اپنے باپ عروہ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''رفی'' یہ ایک چوڑی لکڑی ہے جس کی دو طرفیں دیوار میں نصب ہوتی ہیں اور یہ گھروں میں بنے ہوئے طاق کے مشابہ ہوتی ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ حدیث کتاب الوصایا کی اس حدیث کے خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

Marfat.com

وفات کے وقت نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم اور نہ کوئی اور چیز۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی اس سے کوئی مخالفت نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جو آپ کے ساتھ مخصوص ہوتی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو بیان کیا ہے، یہ وہ چیز ہے جو ان کے ساتھ مخصوص تھی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ذو کبد" کبد کے معنی ہیں جگر اور یہ تمام جانداروں کو شامل ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کتاب البیوع میں یہ حدیث گزری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے طعام کو ناپا کرو تا کہ تمہیں اس میں برکت دی جائے" اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ناپنے کی وجہ سے برکت چلی گئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو برکت کا اثبات ہے وہ بیع کے وقت ہے، اور جو برکت کی نفی ہے وہ خرچ کرنے کے وقت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۷۔۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقر اور غنیٰ کی ایک دوسرے پر افضلیت کا بیان

بہ ظاہر ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقر کی غنیٰ پر فضیلت ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ شارع علیہ السلام نے فقر کو اعمال کے اعتبار سے افضل قرار دیا ہے اور غنیٰ زیادہ عزت والا ہے۔ اور فضیلت کفاف میں ہے یعنی سوال نہ کرنے میں اور بھوک روکنے کے لائق کھانا کھانے میں۔ اور علماء نے اس مسئلہ میں بہت طویل بحث کی ہے اور اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ بعض علماء نے فقر کو غنیٰ پر فضیلت دی ہے اور جن لوگوں نے اس میں کتابیں لکھی ہیں ان میں ابن الفخار ہیں۔ اور دوسرے علماء نے غنیٰ کو فقر پر فضیلت دی ہے۔ اور جن علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں ان میں علامہ ابن قتیبہ ہیں۔

فقر کی غنیٰ پر فضیلت میں احادیث

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں دعا کرتے تھے: "اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مجھے مسکینی کی حالت میں موت عطا فرمانا، اور میرا مساکین کے گروہ میں حشر کرنا"۔

(سنن ترمذی: ۲۳۵۲، سنن ابن ماجہ: ۴۱۲۶، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۲۱)

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! جو مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میرے لائے ہوئے دین کی تصدیق کی تو تو اس کے مال میں اور اولاد میں کمی کرنا۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۱۳۳)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے ۔۔۔۔۔ الحدیث (سنن ترمذی: ۲۳۵۴)

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں مال والے قیامت کے دن اجر کے اعتبار سے کم ہوں گے سوا اس کے جو اس طرح اور اس طرح مال کو صدقہ کرے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۴۴) اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس سے خوشی

Marfat.com

نہیں ہوگی کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو چیزوں میں رشک کرنا مناسب ہے، ایک وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس مال کو حق کے راستہ میں ختم کر دے۔ (صحیح البخاری: ۷۳، صحیح مسلم: ۸۱۶)

(۶) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر تم نے اپنے وارثوں کو اغنیاء چھوڑا تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑ دو وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنا بعض مال اپنے پاس رکھو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ مفلس ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۸۰)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت کی مذمت نہیں فرماتے تھے جس میں فضیلت ہو۔

فی نفسہٖ فقر میں فضیلت ہے نہ غنیٰ میں فضیلت ہے بلکہ فضیلت میانہ روی میں ہے

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس مسئلہ میں سب سے بہتر جو میں نے دیکھا وہ علامہ احمد بن نصر الداؤدی کا قول ہے، انہوں نے کہا: فقر اور غنیٰ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اپنے بہترین بندوں کی آزمائش کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ صابرین کے صبر کو ظاہر فرمائے، اور مال پر اترانے والوں کی سرکشی کو ظاہر فرمائے۔ اور یہ مسئلہ غیر راسخ علماء پر مشکل ہو گیا۔ پس بعض علماء نے غنیٰ کی فقر پر فضیلت میں کتابیں لکھیں، اور دوسرے بعض علماء نے اس کے برعکس کیا۔ اور وہ اس طریقہ سے غافل ہوئے جس پر برانگیختہ کرنا واجب ہے اور مستحب ہے۔

اور مجھے توقع ہے کہ جس شخص کی نیت صحیح ہوگی اور وہ اخلاص سے عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی نیت کے مطابق اچھی جزاء دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۝ (الانبیاء: ۳۵)

اور ہم تم کو بری اور اچھی حالت میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں اور تم سب لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ۝ (بنی اسرائیل: ۸۳)

اور جب ہم انسان کو کوئی انعام دیتے ہیں تو وہ (بجائے شکر کے) منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے ○

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ (المعارج: ۱۹۔۲۱)

بے شک انسان کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہے ○ جب اس پر مصیبت آئے تو گھبرا جاتا ہے ○ اور جب اسے نفع پہنچے تو بخل کرتا ہے ○

فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝ (الفجر: ۱۵۔۱۶)

پس لیکن جب انسان کو اس کا رب عزت اور نعمت دے کر آزمائے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھے عزت دی ○ اور جب اس کا رب اس کو (مصیبت سے) آزمائے اور اس پر اس کا رزق تنگ کر

Marfat.com

دے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا O

وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ○ (الشوریٰ:۲۷)

اگر اللہ اپنے سب بندوں پر رزق کشادہ کردیتا تو وہ ضرور زمین میں سرکشی کرتے، لیکن اللہ جتنا چاہے ایک اندازے سے رزق نازل فرماتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کی مکمل خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے O

وَ لَوْ لَاۤ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ○ (الزخرف:۳۳)

اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ تمام لوگ کافروں کا گروہ بن جاتے تو ہم رحمٰن کا کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھت چاندی کی بنا دیتے اور ان کی وہ سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں O

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ○ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ○ (العلق:۶۔۷)

بے شک انسان ضرور سرکشی کرتا ہے O اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے O

نیز حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ہے، مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ دنیا تم پر کھول دی جائے گی۔۔۔الحدیث۔ (صحیح البخاری:۳۱۵۸،۶۴۲۵، صحیح مسلم:۲۹۶۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقر کے فتنہ سے بھی پناہ طلب کرتے تھے اور غنیٰ کے فتنہ سے بھی پناہ طلب کرتے تھے، پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ بقدرِ ضرورت سے زائد جتنی چیز ہو وہ آزمائش ہے اور اس آزمائش سے وہی سلامت رہتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ بچائے رکھے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قلیل ہو اور کافی ہو وہ اس سے بہتر ہے جو کثیر ہو اور غافل کرنے والا ہو۔
(مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۷، صحیح ابن حبان:۳۳۲۹، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۴۴۴)

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب کسریٰ کے اموال لائے گئے تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس قوم کے اوپر بھی اس مال کو کھول دیا وہ آپس میں ایک دوسرے کا خون بہائے گی اور رحم کے رشتوں کو قطع کرے گی، اے اللہ! ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے مگر یہ کہ ہم اس سے خوش ہوں جس کو تو نے ہمارے لیے خوش نما بنا دیا۔ اے اللہ! تو نے اس مال کو اپنے رسول سے روک لیا ان کے اکرام کے لیے، اور تو نے اس مال کو مجھ پر کھول دیا تا کہ تو مجھ پر آزمائش کرے، اے اللہ! اس مال کو حق کے راستہ میں خرچ کرنے پر مجھے مسلط فرما دے اور مجھے اس مال کے فتنہ سے بچا۔

یہ احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ فضیلت بقدرِ ضرورت مال میں ہے نہ کہ فقر کی فضیلت ہے جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے، بلکہ غنیٰ اور فقر دونوں آزمائشیں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے فتنوں سے پناہ طلب کرتے تھے۔ اور اس پر یہ آیات دلالت کرتی ہیں:

وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ○ (بنی اسرائیل:۲۹)

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن تک بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اس کو بالکل کھول دو کہ ملامت زدہ اور درماندہ بیٹھے رہو O

وَالَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ

اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ وہ فضول خرچ کرتے ہیں

Marfat.com

بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ۝ (الفرقان:٦٧)

اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا میانہ روی پر ہوتا ہے O

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَ ابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ وَ مَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۝ (النساء:٥۔٦)

اور کم عقلوں کو اپنے مال نہ دو جن کو اللہ نے تمہاری گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہے اور اس مال میں سے ان کو کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو O اور یتیموں کا (بہ طور تربیت) امتحان لیتے رہو حتیٰ کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں اور تم ان میں سمجھ داری (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو، اور ان کے مال کو فضول خرچ کر کے ان کے بڑے ہونے کے خوف سے جلدی جلدی نہ کھاؤ، اور جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے، اور جو حاجت مند ہو وہ دستور کے موافق کھالے، پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ بنالو، اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا O

اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے لیے مال کی تحسین کی، اور یہ اس غنیٰ کے متعلق ہے جس میں سرکشی نہ ہو۔ اور اگر ان کے پاس اس سے زیادہ مال ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرماتے۔ اور لوگوں کے ہاتھ صدقات سے کوتاہ ہو جاتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے وہ باز رہتے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہاری کیا رائے ہے میں تم کو ایک ایسے لشکر میں بھیجوں کہ جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے ساتھ لے آئے اور تمہیں مال غنیمت ملے اور میں تمہارے لیے مال میں رغبت کروں تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا ہجرت کے وقت جو بھی مال تھا وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے، تو آپ نے فرمایا: جو مال صلاحیت والا ہو وہ اس مرد کے لیے ہوتا ہے جو صلاحیت والا ہو۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۷، صحیح ابن حبان: ۳۲۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مال کے حصول پر برانگیختہ کیا اور آپ کسی شخص کو اس چیز پر برانگیختہ نہیں کرتے تھے جس سے اس کا حصہ اللہ کے نزدیک کم ہو جائے۔

لہٰذا یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فقر اور غنیٰ میں سے کوئی ایک دوسرے سے افضل ہے، کیونکہ یہ دونوں آزمائشیں ہیں۔ اور اس قول کا قائل گویا کہ یوں کہتا ہے کہ انسان کے ہاتھ کا چلا جانا اللہ کے نزدیک اس کی ٹانگ کے چلے جانے سے افضل ہے۔ اور اس کی سماعت کا چلا جانا اس کی بصارت کے چلے جانے سے افضل ہے۔ پس یہاں کوئی نعمت دوسرے سے افضل نہیں ہے، بلکہ یہ آزمائش ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائش میں مبتلاء کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ صابرین اور شاکرین کو دوسروں سے ممتاز کرے۔ اور میرے علم کے مطابق کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے فقر کی دعا کی ہو اور نہ کسی ایک کے لیے فقر کی دعا کی ہو جس کے لیے آپ خیر کا ارادہ کرتے تھے، بلکہ آپ یہ دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بقدر ضرورت عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے آپ فقر کے فتنہ سے بھی پناہ طلب کرتے تھے اور غنیٰ کے فتنہ سے بھی پناہ طلب کرتے تھے۔

Marfat.com

فقر کو افضل نہ قرار دینے پر ایک اعتراض کا جواب

یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے "اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مجھے حالتِ مسکینی میں وفات دے اور میرا حشر مساکین میں کرنا"۔ (سنن ترمذی: ۲۳۵۲)

اگر اس حدیث کی نقل ثابت ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے ایسی مسکینی میں زندہ رکھ جو میانہ روی سے تجاوز نہ کرے یا آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کو ظاہر فرماتے تھے۔ اور اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے اموال کو اور فدک اور خیبر میں جو آپ کا حصہ تھا اس کو ترک کر دیا تھا، پس یہ جائز نہیں ہے کہ آپ کے متعلق یہ گمان کیا جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہوں کہ آپ کے ہاتھ میں کچھ نہ رہے اور آپ اس پر قادر ہوں کہ آپ اپنے ہاتھ سے اموال کو خرچ کریں۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے اے اللہ! جو مجھ پر ایمان لایا ہو اور اس نے میرے لائے ہوئے دین کی تصدیق کی ہو تو اس کے مال اور اس کی اولاد میں کمی کر۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۱۳۳)

اس حدیث کی نقل صحیح نہیں ہے اور نہ اس کا اعتبار کرنا درست ہے اور اگر آپ نے قلتِ مال کی دعا کی ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ آپ نے یہ دعا کی کہ ان کو بقدرِ ضرورت رزق عطا فرما۔ اور رہا یہ کہ آپ نے قلتِ اولاد کی دعا کی ہو تو یہ دعا آپ مسلمانوں کے لیے کیسے کر سکتے ہیں اور جس چیز کو مشاہدہ رد کرتا ہو تو اس کی نقل صحیح نہیں ہے اور احادیث باہم متناقض اور مخالف نہیں ہوتیں اور آپ کیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کرتے اور حضرت ابولبابہ کو اور حضرت ابوسعد رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیتے کہ ان کے پاس جو مال ہے اس کو اپنے پاس باقی رہنے دیں اور فرماتے کہ یہ مال خیر ہے۔ پھر اس حدیث کے مخالف وہ حدیث ہے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے کثرتِ مال اور کثرتِ اولاد کی دعا کی اور یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کو عطا فرمایا ہے اس میں برکت نازل فرمائے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری بیٹی نے شمار کر کے بتایا کہ حجاج کے بصرہ آنے تک میری پشت سے ایک سو بیس سے زائد بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے پیدا ہوئے اور اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ ساٹھ سال زندہ رہے اور ان کی اولاد ہوئی۔ اور آپ نے ان کے لیے کثرتِ مال کی دعا کی اور یہ بھی دعا کی کہ جو کچھ ان کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس میں برکت نازل فرمائے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۴۴)

میں کہتا ہوں: بہ ظاہر علامہ ابن ملقن کا یہ کہنا مشکل نظر آتا ہے کہ حجاج بن یوسف کے بصرہ آنے کے بعد حضرت انس ساٹھ سال زندہ رہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ۹۳ھ میں فوت ہوئے ہیں اور حجاج ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد بصرہ گیا ہے تو اس کے بعد وہ بیس (۲۰) سال زندہ رہے۔ (سعیدی غفرلہ)

اس سوال کا جواب کہ جو شخص فقر یا غنیٰ کی آزمائش میں مبتلا ہو ان میں سے کون زیادہ افضل ہے جب کہ ان میں سے ہر ایک کا حال درست ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال صحیح نہیں ہے، کیونکہ کبھی ان لوگوں کے لیے فقر اور غنیٰ کی آزمائش کے علاوہ اور بھی اعمال ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ایک شخص دوسرے شخص سے افضل ہوتا ہے۔

پھر اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب ان دونوں کا حال برابر ہے تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فقیر پر فقر کی وجہ سے صبر اور تھوڑے مال پر قناعت اور اللہ کی تقسیم پر رضا واجب ہوتی ہے اور وہ اس واجب کو ادا کرتا ہے اور غنی پر مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور شکر بجالانا اور تواضع کرنا واجب ہوتا ہے اور وہ اس واجب پر عمل کرتا ہے تو ان دونوں مردوں میں کون زیادہ افضل ہے؟

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور جن کے پاس مال کا حصہ ہے وہ رد کیے گئے ہوں گے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۵۴)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ ان مالداروں کو جنت میں جانے سے روک لیا جائے گا جو مال پر فخر کرتے ہوں گے اور اپنے پاس مال جمع کرتے ہوں گے، لیکن جو مال میں اللہ کا حق سے ادا کرتے ہیں اور اس پر فخر نہیں کرتے اور مالی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اس کی حفاظت کرتے ہیں، پس یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن سے پہلے فقراء کو جنت میں داخل کیا جائے۔

اس تاویل کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو گزر چکی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشک کرنا صرف دو خصلتوں میں مستحسن ہے، ایک وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اس مال کو اسے حق کے راستہ میں خرچ کرنے پر مسلط کر دے۔
(صحیح البخاری: ۷۳)

اس سے معلوم ہوا کہ ان دو مرتبوں سے کوئی اور مرتبہ بلند نہیں ہے ورنہ شارع علیہ السلام اس پر رشک کرنے کی ترغیب نہ دیتے۔

نیز ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں، ایک گھوڑا مرد کے لیے اجر کا سبب ہوتا ہے، دوسرا گھوڑا مرد کے گناہوں پر ستر کا سبب ہوتا ہے، اور تیسرا گھوڑا اس کے اوپر گناہ کا سبب ہوتا ہے۔ پس جو گھوڑا اس کے لیے گناہوں کا بوجھ ہے، سو یہ وہ مرد ہے جس نے گھوڑے کو فخر اور دکھاوے کے لیے باندھا۔ (صحیح البخاری: ۲۸۶۰)

پس یہ تیسری قسم والا یوم حساب میں دخولِ جنت سے روکا جائے گا لیکن جس نے گھوڑا اجر کے لیے رکھا اور یا گناہوں پر پردہ کے لیے رکھا تو وہ اس میں داخل نہیں ہے۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ غنیٰ کی آفات بہت زیادہ ہیں اور مال داروں میں سے نجات پانے والے بہت کم ہیں، کیونکہ غنیٰ کی آفات میں سے وہی شخص سلامت رہتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

سوالِ مذکور کا ایک اور جواب

علامہ مہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ فقراء کا اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہونا فقر کی غنیٰ پر افضلیت کو واجب نہیں کرتا، کیونکہ جنت میں پہلے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں کوئی فضیلت ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر ہیں اور آپ جنت میں پہلے نہیں جائیں گے حتیٰ کہ آپ اپنی امت کی شفاعت کریں گے، اسی طرح نیک مومنین بھی اپنے لوگوں کی شفاعت کریں گے جو ان سے نچلے درجہ میں ہوں گے اور قیامت کے دن دیکھا جائے گا اور جس کا حساب کم سے کم ہوگا اس کو پہلے جنت میں بھیجا جائے گا، تو اسی وجہ سے فقراء کو پہلے بھیجا جائے گا کیونکہ ان کے اوپر اموال کے حساب کا غلبہ نہیں ہوگا۔ تو ان کا اغنیاء سے پہلے جنت میں جانا اس وجہ سے ہوگا۔ پھر اس کے بعد مال داروں سے حساب لیا جائے گا پھر، وہ جنت میں داخل ہوں گے اور وہ جنت کے اندر ان درجات کو پائیں گے جن درجات کو فقراء نے نہیں پایا تھا۔

Marfat.com

جنت میں اکثر فقراء کے ہونے سے فقر کی فضیلت کا جواب

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ میں جنت پر مطلع ہوا تو میں نے دیکھا جنت میں اکثر فقراء ہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۴۴۹)
یہ حدیث بھی فقیر کی افضلیت کو واجب نہیں کرتی اور اس کا معنی صرف یہ ہے کہ فقراء کی تعداد دنیا میں اغنیاء کی تعداد سے زیادہ ہے، تو اسی طرح وہ جنت میں بھی زیادہ ہوں گے۔ جیسا کہ تم کہو کہ دنیا میں فقراء زیادہ ہیں تو یہ تعداد کے اعتبار سے ہے فضیلت کے اعتبار سے نہیں ہے اور ان کی حالت کے اعتبار سے ہے، اور ان کو ان کے فقر نے جنت میں داخل نہیں کیا، وہ فقر کے باوجود نیک کام کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ جب فقیر نیک نہ ہو تو فقر کی وجہ سے اس کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے فقر کی فضیلت کا جواب

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا تو آپ نے اس شخص سے پوچھا جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تمہاری اس شخص کے متعلق کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: یہ مرد معزز لوگوں میں سے ہے اور اللہ کی قسم! یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ نکاح کا پیغام دیا جائے تو اس کا نکاح کر دیا جائے اور اگر یہ شفاعت کرے تو اس کی شفاعت قبول کی جائے، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے، پھر ایک اور مرد گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے متعلق پوچھا کہ اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ مرد فقراء مسلمین میں سے ہے، یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ نکاح کا پیغام دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر یہ کوئی بات کرے تو اس کی بات نہ سنی جائے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس کی مثل لوگوں سے (یعنی معززین میں سے) تمام روئے زمین کو بھر دیا جائے تب بھی یہ (مسلمان فقیر) ان سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۴۷)
اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف فقر کی وجہ سے اس کا افضل ہونا لازم نہیں آتا اور حدیث میں اس پر دلیل نہیں ہے کہ وہ اپنے فقر کی وجہ سے افضل ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر فقیر نیک نہ ہو تو ہر نیک مالدار اس سے افضل ہوگا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور ہم صرف اللہ کی رضا کا ارادہ کرتے تھے تو ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ثابت ہو گیا، پس ہم میں سے بعض نے اپنے اجر میں سے کوئی حصہ نہیں لیا، ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر تھے جو غزوۂ احد میں شہید کر دیئے گئے اور انہوں نے ایک ایسی چادر چھوڑی کہ اگر ہم اس سے ان کا سر ڈھانپیں تو ان کے پیر کھل جاتے تھے اور اگر پیروں کو ڈھانپیں تو ان کا سر کھل جاتا تھا، تو ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے سر کو ڈھانپ دیا جائے۔ اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس رکھ دیں اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے عمل کا پھل پک گیا اور وہ اس کو چن رہے ہیں۔
(صحیح البخاری: ۶۴۴۸)
اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کی ہجرت دنیا کو پانے کے لیے نہیں تھی اور نہ کسی نعمت کو جلد حاصل کرنے کے لیے تھی، ان کی ہجرت محض اللہ کی رضا کے لیے تھی تاکہ ان کو آخرت میں جنت کا ثواب ملے اور دوزخ سے نجات ہو جائے۔ پس ان میں سے جو

صحابی اس سے پہلے شہید ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اوپر شہروں کو فتح کرتا تو انہوں نے کہا: وہ دنیا سے گزر گئے اور انہوں نے دنیا سے کوئی اپنے اجر کا حصہ نہیں لیا اور ان کا اجر آخرت میں بہت زیادہ ہے۔ اور جو صحابہ ان میں سے باقی رہ گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا فتح کر دی اور انہوں نے دنیا کی پاکیزہ چیزیں حاصل کیں، انہیں یہ خوف ہوا کہ کہیں ان کی طاعت کا اجر انہیں دنیا میں نہ مل گیا ہو اور ان کی ہجرت کا ثواب انہیں دنیا میں مل گیا ہو، کیونکہ وہ آخرت کی نعمتوں پر زیادہ حریص تھے۔

میں کہتا ہوں: یہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا کمال تواضع ہے اور اللہ رب العالمین سے کمال درجہ کا خوف ہے ورنہ جن صحابہ پر شہر فتح کیے گئے اور اللہ کی نعمتوں کو کھولا گیا ان میں حضرات خلفاء راشدین ہیں جو افضلیت میں تمام صحابہ سے آگے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

تخت نما میز پر کھانا نہ کھانے کا جواب

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تخت نما میز پر کھانا نہیں کھاتے تھے اور پتلی چپاتی کھاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ اس لیے کرتے تھے کیونکہ آپ نے پاکیزہ چیزوں کو اور حلال چیزوں کو آخرت کی دائمی حیات کے لیے چھوڑ دیا تھا اور آپ اس پر راضی نہیں تھے کہ آپ فانی دنیا میں ان سے کوئی نعمت حاصل کریں، کیونکہ آپ افضلِ دارین کو اختیار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اختیار دیا تھا کہ آپ نبی اور بندے ہوں یا نبی اور بادشاہ ہوں تو آپ نے بندہ رہنے کو اختیار کیا۔ پس آپ پر لازم تھا کہ آپ اللہ کے لیے اس چیز کو پورا کریں جس کو آپ نے اختیار کیا تھا۔ اور دینی عبادات کو بجالانے کے لیے مال میں رغبت کی جاتی ہے تاکہ اس سے آخرت کے ثواب پر مدد حاصل کی جائے اور شارع علیہ السلام مغفور ہیں، ان وجوہ سے آپ کو مال کی ضرورت نہ تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صرف تھوڑے سے جَو کھائے تھے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جب وفات ہوئی اور الماری میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی جاندار کھاتا سوائے تھوڑے سے جَو کے جو ایک الماری میں تھے، پس میں اس سے کھاتی رہی حتیٰ کہ عرصہ گزر گیا، پھر میں نے ایک دن ان کی پیمائش کی تو وہ ختم ہو گئے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۵۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی میانہ روی کو بیان کرنے کے لیے ہے اور آپ صرف اتنی مقدار کھاتے تھے جس سے بھوک مٹ سکے۔

علامہ ابن الملقن کے نزدیک غنیٰ فقر سے افضل ہے

علامہ ابن الملقن شافعی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے، کیونکہ غنیٰ وہ حالت ہے جس حالت میں شارع علیہ السلام کی وفات ہوئی اور وہ اکمل الحالات ہے۔

اور سیدی ابو علی الدقاق سے سوال کیا گیا کہ غنیٰ یا فقر میں کون زیادہ افضل ہے تو انہوں نے کہا: غنیٰ زیادہ افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت غنیٰ کے ساتھ کی ہے اور فقر مخلوق کی صفت ہے اور حق تعالیٰ کا وصف مخلوق کے وصف سے افضل ہے اور یہ بہت عمدہ استدلال ہے۔

اور رہا تھوڑی مقدار پر قناعت کرنا تو یہ بلند درجہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز کا سوال کرتے تھے جو افضل الاحوال ہو۔ حدیث میں ہے:

امام ابن ماجہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر غنی اور ہر فقیر قیامت کے دن یہ تمنا کرے گا کہ اس کو گزارہ کے لائق دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۱۴۰)

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس بناء پر جو لوگ مقدارِ ضرورت کے اوپر قناعت کرتے ہیں تو وہی اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے، کیونکہ وہ متوسطین ہیں اور وسط کو اللہ تعالیٰ نے عدل فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا۔ (البقرہ: ۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۴۵۵۔ ۴۶۸ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۵۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بہ قدرِ ضرورت حصولِ مال کی فضیلت

بعض علماء نے بقدرِ ضرورت مال کے حصول کو افضل قرار دیا ہے۔

علامہ القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں: اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے تین حالات رکھے ہیں: (۱) فقر (۲) غنی (۳) بقدرِ ضرورت مال کا ہونا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی حالت فقر تھی، آپ نے اس کے واجبی حقوق کو نفس کے مجاہدہ کے ساتھ قائم کیا، دوسری حالت یہ تھی کہ آپ کو بکثرت فتوحات حاصل ہوئیں جس سے آپ اغنیاء کی حد کو پہنچ گئے، پھر آپ نے غنی کے حقوقِ واجبہ کو ادا کیا اور مستحقین کے اوپر مال کو خرچ کیا اور غرباء کی غم گساری کی اور باوجود اس کے کہ آپ کے پاس صرف اتنا مال تھا جو آپ کے اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرتا پھر بھی آپ ضرورت مندوں کے لیے ایثار فرماتے تھے۔

اور تیسری حالت آپ کی یہ تھی کہ آپ کے پاس بقدرِ ضرورت مال تھا اور اسی حالت میں آپ کی وفات ہوئی اور یہ وہ حالت ہے جو اس غنی سے سلامت ہے جو سرکشی کا موجب ہوتا ہے اور اس فقر سے بھی سلامت ہے جو درد اور تکلیف کا موجب ہوتا ہے۔ اس کے باوجود جس شخص کے پاس صرف بقدرِ ضرورت مال ہو اس کا بھی فقراء میں شمار ہوتا ہے، کیونکہ وہ دنیا کی لذیذ چیزوں سے بے نیاز رہتا ہے بلکہ وہ بقدرِ ضرورت سے زیادہ کے حصول پر اپنے نفس سے مجاہدہ کر کے صبر کرتا ہے۔ پس اس کا حال فقر سے فوت نہیں ہوتا مگر وہ ضرورت کے قہر اور سوال کی ذلت سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس سے پہلے احادیث میں گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کے مستغنی ہونے کی ترغیب دی ہے۔ حدیث میں ہے:

امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس چیز پر راضی ہو جاؤ جس کی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تقسیم کی ہے تو تم تمام لوگوں سے زیادہ غنی ہو گے۔

اور اس سے زیادہ صحیح وہ ہے جس کی امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: وہ شخص کامیاب ہو گیا جس کو اسلام کی ہدایت دی گئی اور اس کو بقدرِ ضرورت رزق دیا گیا اور اس نے قناعت کی۔

اس حدیث کی مثل امام ترمذی اور ابن حبان نے بھی روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: ان اوصاف میں فضیلت ہے اور حصول بقدرِ ضرورت بغیر زیادتی اور نقصان کے کفاف ہے۔

علامہ القرطبی نے کہا ہے: الکفاف وہ ہے جو حاجات سے رو کے اور ضروریات کو پورا کرے اور مال داروں کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو۔ اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو ان صفات کے ساتھ متصف ہو اس کو اپنا مطلوب حاصل ہو گا اور وہ دنیا اور آخرت میں اپنے مرغوب کے ساتھ کامیاب ہو گا اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! آلِ محمد کا رزق قوت بنا، یعنی اتنا بنا جو ان کی رمقِ حیات کو قائم رکھنے کے لیے کافی ہو اور جو ان کو سوال کی ذلت تک نہ پہنچائے اور اس میں ایسا زائد مال نہ ہو جو ان کو عیش و عشرت پر اور دنیا کی تر و تازگی اور زیب و زینت پر برانگیختہ کرے۔ اور اس میں ان کی دلیل ہے جو الکفاف یعنی بقدرِ ضرورت مال کے حصول کو افضل قرار دیتے ہیں، کیونکہ نبی ﷺ اپنے لیے اور اپنی آل کے لیے اسی حال کی دعا کرتے تھے جو افضل الاحوال ہو اور آپ نے یہ دعا کی ہے: اے اللہ! آلِ محمد کا رزق قوت بنا دے یعنی ان کو بقدرِ ضرورت مال عطا فرما۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: بہترین امور وہ ہیں جو درمیانی ہوں۔

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کی امام عبداللہ بن المبارک نے کتاب الزہد میں سندِ صحیح کے ساتھ القاسم بن محمد بن ابی بکر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: ایک مرد وہ ہے جس کے عمل کم ہیں اور گناہ بھی کم ہیں وہ افضل ہے، یا وہ مرد افضل ہے جس کے عمل کثیر ہیں اور گناہ بھی کثیر ہیں؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں کسی چیز میں سلامتی سے تجاوز نہیں کروں گا۔ پس جس شخص کو اتنا مال حاصل ہوا جو اس کے لیے کافی ہو اور اس نے اس پر قناعت کی ہو اور وہ مال کی آفات سے بچا رہا اور فقر کی آفات سے بھی بچا رہا تو وہ زیادہ بہتر ہے۔

اور اس سلسلہ میں ایک ایسی حدیث ہے جو اس مسئلہ میں نص کا درجہ رکھتی ہے۔

امام ابن ماجہ نے سندِ ضعیف کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر غنی اور ہر فقیر قیامت کے دن یہ تمنا کرے گا کہ اسے دنیا میں بقدرِ ضرورت مال دیا گیا ہوتا۔

میں کہتا ہوں: یہ تمام حقائق درست ہیں، لیکن ان مذکورہ امور سے اصل سوال کا جواب نہیں ملتا اور وہ یہ ہے کہ غنی یا فقر میں سے کونسی چیز افضل ہے؟، کیونکہ نزاع اس کے متعلق ہے جو ان دو میں سے کسی ایک وصف کے ساتھ متصف ہو۔ اسی لیے علامہ داؤدی نے اس کلام کے آخر میں یہ کہا کہ یہ سوال کرنا کہ فقر اور غنی میں سے کون افضل ہے، درست نہیں۔ کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ فقیر کے پاس کوئی ایسا عملِ صالح ہو جو غنی کے پاس نہ ہو تو فقیر افضل ہو جائے گا، اسی طرح غنی کے پاس کوئی ایسا افضل عمل ہو جو فقیر کے پاس نہ ہو تو غنی افضل ہو جائے گا۔ سوال اس وقت پیدا ہو گا جب دونوں برابر ہوں، یعنی ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایسا عمل ہو جو دوسرے کے عمل کے مقابلہ کا ہو۔ انہوں نے کہا: اس صورت میں ان میں کون افضل ہو گا اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔

اسی طرح ابن تیمیہ نے کہا ہے، لیکن انہوں نے کہا: جب فقیر اور غنی دونوں تقویٰ کے اندر مساوی ہوں تو وہ فضیلت میں بھی برابر ہیں۔

اوراس سے پہلے ابن دقیق العید کی بحث گزر چکی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فقراء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس طرح ہم نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، اسی طرح اغنیاء بھی نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں لیکن کچھ ایسی عبادات ہیں جو وہ کر سکتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے وہ حج کرتے ہیں، عمرہ کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں، صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور ہم یہ عبادات نہیں کر سکتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں ایسی چیز بتاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو ان کی فضیلت کو پالو گے اور وہ تم سے بڑھ نہیں سکیں گے الا یہ کہ وہ بھی وہی عمل کریں۔ پھر آپ نے بتایا کہ تم نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو۔ (صحیح البخاری: ۸۴۳)

امام مسلم نے اس حدیث کے بعد یہ اضافہ کیا ہے: پھر فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے اور کہا: ہمارے مال دار بھائیوں نے یہ عمل سنا تو انہوں نے بھی یہ عمل کیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے یہ فضل عطا فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۹۵)

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ غنی فقیر سے افضل ہے، کیونکہ غنی کو مالی عبادات کرنے کی وجہ سے زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے الا یہ کہ افضل کی تفسیر اشرف کے ساتھ کی جائے، یعنی جو وصف نفس کی صفات میں سے اشرف ہے پس نفس فقر کے سبب سے جن اخلاق مذمومہ سے متصف ہوتا ہے سو فقیر ریاضت کر کے ان اخلاق مذمومہ کو زائل کرے تو ایسا کرنا اس کے لیے باعث شرف ہے اور اس اعتبار سے فقر کو غنی پر ترجیح ہو جائے گی۔ اور اسی معنی کے اعتبار سے جمہور صوفیاء نے یہ کہا ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے، کیونکہ اس کا مدار نفس کی تہذیب اور اس کی ریاضت پر ہے۔ اور یہ غنی کی بہ نسبت فقر میں زیادہ ہوتی ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے: اختلاف کی صورت اس فقیر میں ہے جو حریص نہ ہو اور اس غنی میں ہے جو بخیل نہ ہو، کیونکہ یہ بات مخفی نہیں کہ جو فقیر قانع ہو وہ غنی بخیل سے افضل ہے۔ اور یہ کہ جو غنی نیکی میں خرچ کرنے والا ہو وہ اس فقیر سے افضل ہے جو حریص ہو۔ پس انہوں نے کہا کہ فی نفسہ مال ممنوع نہیں ہے بلکہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادات سے مانع ہے اور اسی طرح اس کے برعکس بھی ہے۔ پس کتنے غنی ایسے ہیں جن کو ان کا غنی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں رکھتا اور کتنے فقیر ایسے ہیں جو اپنے فقر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا: اور اگر تم یہ دیکھو کہ اکثر اور زیادہ کون ہے تو فقیر خطرات سے غنی کی بہ نسبت زیادہ دور ہوتا ہے، کیونکہ غنی کا فتنہ فقر کے فتنہ سے زیادہ شدید ہے۔

علامہ ابن جریر طبری نے کہا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صابر کی آزمائش شاکر کی آزمائش سے زیادہ شدید ہوتی ہے، البتہ میں اس طرح کہتا ہوں جیسا کہ مطرف بن عبد اللہ نے کہا کہ اگر میں مال کے حصول پر شکر کروں تو یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں مصیبت میں مبتلاء ہو کر صبر کروں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس کا سبب یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں یہ مرکوز ہے کہ وہ صبر کم کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق صبر کرنے والے کم پائے جاتے ہیں بہ نسبت ان کے جو اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

بعض علماء نے فقر کو فضیلت دی اور بعض نے غنی کو فضیلت دی اور بعض نے بقدر ضرورت مال کے حصول کو فضیلت دی، اور یہ

Marfat.com

محلِ خلاف سے خارج ہے اور وہ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کس کا حال اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ افضل ہے، آیا بندہ کے پاس مال کم ہو یہ افضل ہے تا کہ اس کا دل مالی غفلات سے فارغ ہو اور وہ مناجات کی لذت کو پائے، یا یہ افضل ہے کہ وہ مال کو حاصل کرے تا کہ وہ نیکی اور صلۂ رحمی اور صدقہ وخیرات کی زیادہ عبادات ادا کر سکے۔ اور جب یہ معاملہ ہے تو افضل وہ ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جمہور صحابہ نے اختیار کیا کہ دنیا کا مال کم لیا جائے اور دنیا کی تر و تازگی اور لذائذ سے اعراض کیا جائے۔

رہا یہ امر کہ جس شخص کو اس کی کوشش کے بغیر دنیا کا مال حاصل ہو مثلاً میراث سے حاصل ہو یا غنیمت سے حاصل ہو تو کیا اس کے لیے یہ افضل ہے کہ وہ جلدی سے اس تمام مال کو نیکی کے راستوں میں خرچ کر دے حتیٰ کہ اس کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہے یا اس کے لیے یہ افضل ہے کہ وہ اس مال کو صدقہ وخیرات میں صرف کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ آدمی اپنے پاس بقدرِ ضرورت مال رکھے اور یہ دعویٰ کرنا کہ جمہور صحابہ دنیا کا مال کم لیتے تھے اور زہد اختیار کرتے تھے، یہ ممنوع ہے، کیونکہ فتوحات کے بعد ان کا حال دو قسم پر تھا، بعض صحابہ وہ تھے جنہوں نے اس مال کو اپنے رب کا تقرب حاصل کرنے میں خرچ کیا، نیکی کے کاموں میں مال کو صرف کیا، رشتہ داروں کو عطا کیا، غرباء کی غم گساری کی اور اپنے دل سے مستغنی بھی رہے۔ اور بعض وہ تھے کہ جو اپنے پہلے حال پر قائم رہے جس طرح فتوحات سے پہلے ان کے پاس کم مال تھا اسی کیفیت پر قائم رہے اور جس نے سلف صالحین کی سیرت کا مطالعہ کیا اس سے یہ چیز مخفی نہیں ہوگی۔ اس معاملہ میں ان کی خبریں بے شمار ہیں۔

امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس غنی سے محبت کرتا ہے جو متقی ہو اور اپنے آپ کو مخفی رکھے۔ متقی سے اس حدیث میں مراد یہ ہے کہ وہ گناہوں کو ترک کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرے اور خفی سے مراد یہ ہے کہ وہ ریا کاری اور دکھاوے کو ترک کرے۔ اور یہ حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے جو ہم نے کہا ہے کہ کمال اس میں ہے کہ انسان میانہ روی کو اختیار کرے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۰۵۔۵۰۷، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

فقر اور غنیٰ میں موازنہ کے متعلق حرفِ آخر

ہم نے فقر اور غنیٰ کے متعلق جو ابحاث نقل کی ہیں ان سے ہم نے یہی سمجھا ہے کہ غنی کو فقیر پر افضلیت حاصل ہے، اور واضح رہے کہ غنی سے مراد یہ نہیں ہے جس کے پاس مال و دولت کی کثرت ہو خواہ وہ اس مال و دولت میں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرے یا نہ کرے، بلکہ غنی سے مراد ایسا غنی ہے جو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال و دولت سے مال و دولت کے متعلق جو اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں ان پر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لائے اور بندوں کے جو اس پر حقوق ہیں ان کو بھی ادا کرے اور خود سادگی سے زندگی گزارے اور عیش وعشرت میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام سے غافل نہ ہو اور غریبوں کی امداد کرنے سے بے پرواہ نہ ہو اور مال و دولت پر مغرور نہ ہو۔ سو ایسا غنی فقیر پر حسبِ ذیل تین وجوہ سے افضل ہے:

(۱) غنی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور فقیر مخلوق کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت مخلوق کی صفت سے افضل ہے، اس لیے غنی چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے متصف ہے اس لیے وہ فقیر سے افضل ہے۔

(۲) فقیر کے پاس چونکہ مال نہیں ہوتا اس لیے وہ بہت ساری مالی عبادات کرنے سے قاصر ہوتا ہے مثلاً حج اور عمرہ کرنا، زکوٰۃ ادا

Marfat.com

کرنا، قربانی کرنا اور نفلی صدقات وخیرات کرنا اور اس قسم کی دوسری مالی عبادات فقیر نہیں کر سکتا جب کہ غنی یہ تمام عبادات بجالاتا ہے، اس لیے بھی وہ فقیر سے افضل ہے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی حال فقر تھا اور آپ کے پاس مال کی فراوانی نہیں تھی لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے ذریعہ آپ کو بکثرت مال فئے عطا فرمایا حتیٰ کہ وفات سے پہلے آپ کی ملکیت میں فدک کے باغات تھے اور بنونضیر کی آمدنی بھی آپ کو حاصل تھی اور آپ کا یہ حال غنی کا حال تھا۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بھی غنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت بھی غنی ہے اس لیے غنی فقیر سے افضل ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۵۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غنی کی فقیر پر افضلیت کا بیان

کتنے غنی ایسے ہوتے ہیں جو ہزاروں فقیروں سے افضل ہوتے ہیں اور کتنے فقیر ایسے ہوتے ہیں جو ہزاروں اغنیاء سے افضل ہوتے ہیں، پھر اگر عوارض سے قطع نظر کر کے فی نفسہٖ فقر اور غنیٰ کی طرف نظر کی جائے تو غنی احسن اور افضل ہے، کیونکہ اس سے خاص نفع اور عام نفع حاصل ہوتا ہے جو فقر کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتا۔

اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر۔ بعض علماء نے کہا: غنی شاکر افضل ہوتا ہے، کیونکہ غنی سے امت کو وہ خیر اور نفع حاصل ہوتا ہے جو فقیر سے حاصل نہیں ہوتا۔ اور بعض علماء نے کہا کہ بلکہ فقیر صابر افضل ہوتا ہے، کیونکہ وہ مصائب اور قلتِ مال پر صبر کرتا ہے، سو وہ صابرین میں سے ہے، لیکن جب ہم نے اس پر من حیث الاطلاق نظر کی تو غنی شاکر افضل ہے، کیونکہ مال کے ساتھ مبتلاء ہونا بھی ایک مصیبت ہے، مال سے متعلق اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ پس اگر وہ مال کے حقوق بجالائے اور ان کا شکر ادا کرے تو اس کی مشقت فقیر کے صبر کرنے کی مشقت سے زیادہ ہوگی، کیونکہ بہت سارے اغنیاء وہ ہیں جو فخر اور غرور میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۳۲۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۷- بَابٌ: كَيْفَ كَانَ عَيْشُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ وَتَخَلِّيهِمْ مِنَ الدُّنْيَا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کس طرح زندگی بسر کرتے تھے اور دنیا کو چھوڑے رکھتے تھے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی کیفیت اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی زندگی کی کیفیت کا بیان ہے اور اس کا بیان ہے کہ انہوں نے دنیا کی لذیذ چیزوں کو اور دنیا کی عیش پرستی کو ترک کر رکھا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۵۲- حَدَّثَنِي أَبُو نُعَيْمٍ بِنَحْوٍ مِنْ نِصْفِ هَذَا الْحَدِيثِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ أَللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِنْ كُنْتُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابونعیم نے یہ حدیث نصف کے قریب بیان کی اور نصف دوسرے راوی نے بیان کی، ہمیں عمر بن ذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں

Marfat.com

لَأَعْتَمِدُ بِكَبِدِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْجُوعِ وَإِنْ كُنْتُ لَأَشُدُّ الْحَجَرَ عَلَى بَطْنِي مِنَ الْجُوعِ وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلَى طَرِيقِهِمُ الَّذِي يَخْرُجُونَ مِنْهُ فَمَرَّ أَبُو بَكْرٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيُشْبِعَنِي فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِي عُمَرُ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيُشْبِعَنِي فَمَرَّ فَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِي أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ فَتَبَسَّمَ حِينَ رَآنِي وَعَرَفَ مَا فِي نَفْسِي وَمَا فِي وَجْهِي ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْحَقْ وَمَضَى فَتَبِعْتُهُ فَدَخَلَ فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنَ لِي فَدَخَلَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِي قَدَحٍ فَقَالَ مِنْ أَيْنَ هَذَا اللَّبَنُ قَالُوا أَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ أَوْ فُلَانَةُ قَالَ أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْحَقْ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِي قَالَ وَأَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ الْإِسْلَامِ لَا يَأْوُونَ إِلَى أَهْلٍ وَلَا مَالٍ وَلَا عَلَى أَحَدٍ إِذَا أَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ وَأَصَابَ مِنْهَا وَأَشْرَكَهُمْ فِيهَا فَسَاءَنِي ذَلِكَ فَقُلْتُ وَمَا هَذَا اللَّبَنُ فِي أَهْلِ الصُّفَّةِ كُنْتُ أَحَقُّ أَنَا أَنْ أُصِيبَ مِنْ هَذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً أَتَقَوَّى بِهَا فَإِذَا جَاءَ أَمَرَنِي فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيهِمْ وَمَا عَسَى أَنْ يَبْلُغَنِي مِنْ هَذَا اللَّبَنِ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ ﷺ بُدٌّ فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَأَقْبَلُوا فَاسْتَأْذَنُوا فَأَذِنَ لَهُمْ وَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ قَالَ يَا أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ خُذْ فَأَعْطِهِمْ قَالَ فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ فَأُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى ثُمَّ يَرُدُّ

مجاہد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بیان کرتے تھے: اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، بے شک میں بھوک کی وجہ سے اپنے جگر (پیٹ) کو زمین پر لگا لیتا تھا اور بے شک میں بھوک کے سبب سے اپنے پیٹ پر پتھر کو باندھ لیتا تھا، اور ایک دن میں اس راستہ پر بیٹھ گیا جہاں سے صحابہ نکلتے تھے، سو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے، میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت سے متعلق سوال کیا، میں نے ان سے یہ سوال صرف اس لیے کیا تھا کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں، سو وہ گزر گئے اور انہوں نے ایسا نہیں کیا، پھر میرے پاس سے حضرت عمر گزرے، میں نے ان سے بھی کتاب اللہ کی آیت سے متعلق سوال کیا، میں نے ان سے یہ سوال صرف اس لیے کیا تھا کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں، سو وہ بھی گزر گئے اور انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا، پھر میرے پاس سے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے، آپ نے جب مجھے دیکھا تو آپ مسکرائے اور آپ نے جان لیا جو کچھ میرے دل میں ہے اور جو میرے چہرہ میں تاثرات تھے، پھر آپ نے فرمایا: اے اباہر! میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: میرے ساتھ چلو، اور آپ چل پڑے، میں آپ کے پیچھے آیا، آپ گھر میں داخل ہوئے، پس آپ نے اجازت طلب کی، پھر آپ نے مجھے اجازت دی، آپ گھر میں گئے تو آپ کو ایک پیالہ میں دودھ ملا، آپ نے پوچھا: یہ دودھ کہاں سے آیا؟ گھر والوں نے بتایا کہ یہ فلاں مرد نے یا فلاں عورت نے آپ کے لیے ہدیہ بھیجا ہے، آپ نے فرمایا: اے اباہر! میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اہل صفہ سے جا کر ملو اور ان کو میرے لیے بلا کر لاؤ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: اہلِ صفہ اسلام کے مہمان تھے، وہ گھر والوں کے ساتھ نہیں رہتے تھے اور نہ کسی اور کے ساتھ اور نہ ان کے پاس مال تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ

Marfat.com

عَلَيَّ الْقَدَحَ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلَى يَدِهِ فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ قُلْتُ صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ اقْعُدْ فَاشْرَبْ فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ فَقَالَ اشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ يَقُولُ اشْرَبْ حَتَّى قُلْتُ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا قَالَ فَأَرِنِي فَأَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللهَ وَسَمَّى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ۔

آتا تو آپ اس صدقہ کو اہل صفہ کے پاس بھیجتے اور خود اس میں سے کچھ بھی نہیں لیتے تھے اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ آتا، تو آپ ان کو بلاتے اور خود بھی اس میں سے لیتے اور ان کو بھی اس میں شریک کرتے ،سو یہ مجھے برا لگا، میں نے دل میں کہا: یہ اتنا سا دودھ اہلِ صفہ کے مقابلہ میں کیا ہوگا اور میں زیادہ حق دار تھا کہ میں اس دودھ سے کوئی گھونٹ پاتا اور اس سے قوت حاصل کرتا، پھر جب اہل صفہ آجائیں گے تو آپ مجھے حکم دیں گے تو پھر میں ان کو یہ دودھ پیش کروں گا اور یہ توقع نہیں ہے کہ پھر اس دودھ سے مجھے بھی کچھ ملے گا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سوا میرے لیے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا، پس میں اصحاب صفہ کے پاس آیا اور ان کو بلایا، سو وہ آئے ،پس انہوں نے اجازت طلب کی، آپ نے ان کو اجازت دی اور وہ گھر کے اندر اپنی اپنی مجالس میں بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: اے ابا ہر! میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ دودھ لو اور ان کو دو، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے وہ دودھ کا پیالہ لیا اور ایک مرد کو میں دیتا وہ پیتا حتیٰ کہ وہ سیر ہو جاتا، پھر وہ مجھ کو پیالہ واپس کر دیتا، پھر میں دوسرے مرد کو وہ دیتا سو وہ پیتا حتیٰ کہ سیر ہو جاتا، پھر وہ مجھے پیالہ لوٹا دیتا، حتیٰ کہ وہ دودھ پی کر سیر ہو جاتا، پھر مجھ پر پیالہ لوٹا دیتا، حتیٰ کہ میں اخیر میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا اور سب لوگ سیر ہو چکے تھے، آپ نے وہ پیالہ پکڑا اور اس کو میرے ہاتھ پر رکھا، پھر میری طرف دیکھا، پھر آپ مسکرائے، پھر آپ نے فرمایا: اے ابا ہر! میں نے کہا: لبیک یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اب میں باقی ہوں اور تم باقی ہو، میں نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: بیٹھو، سو پیو، پس میں بیٹھا اور میں نے پیا، آپ نے فرمایا: پیو، سو میں نے پھر پیا، آپ مسلسل فرماتے رہے پیو حتیٰ کہ میں نے کہا: نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں تو اس دودھ کے لیے

اب کوئی راستہ ہی نہیں پاتا، آپ نے فرمایا: پس مجھے دکھاؤ، پس
میں نے آپ کو پیالہ دیا، سو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور بسم اللہ
پڑھی اور باقی ماندہ دودھ پی لیا۔

(صحیح البخاری: ۵۳۷۵، ۶۲۴۶، ۶۴۵۲، سنن ترمذی: ۲۴۷۷، مسند احمد: ۱۰۳۰۱)

صحیح البخاری: ۶۴۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بسر کرنے کے طریقہ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی زندگی بسر کرنے کے طریقہ کی خبر دی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کا بعض حصہ کتاب الاستئذان میں مختصراً روایت کیا ہے، وہاں اس کی روایت از ابو نُعیم از عمر بن ذر از محمد بن مقاتل از حضرت عبد اللہ از عمر بن ذر سے کی ہے۔ پھر یہاں کتاب الرقاق میں اس حدیث کو دوبارہ ذکر کیا ہے اور یہاں اس کی فقط ابو نعیم سے طویل روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی نے اس حدیث کی کتاب الزہد میں روایت کی ہے اور امام نسائی نے اس حدیث کی کتاب الرقاق میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث کی سند میں امام بخاری نے یہ ذکر کیا ہے کہ ''ابو نعیم نے یہ حدیث نصف کے قریب بیان کی اور نصف دوسرے راوی نے بیان کی''۔

علامہ کرمانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں اشکال ہے کہ باقی نصف حدیث بغیر سند کے باقی رہے گی اور پھر وہ نصف مبہم ہے، آیا وہ نصف اول ہے یا آخر ہے۔

پھر اس کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ امام بخاری نے اس پر اعتماد کیا ہے جو انہوں نے کتاب الاطعمہ میں یوسف بن عیسیٰ المروزی سے روایت کی ہے۔ اور وہ اس حدیث کے نصف کے قریب ہے۔ پس شاید کہ امام بخاری نے نصفِ مذکور سے اس کا ارادہ کیا ہے جو ابو نعیم کی روایت ہے جس کو کتاب الاطعمہ میں ذکر نہیں کیا تھا۔ پس یہ پوری حدیث مسند ہو جائے گی۔ حدیث کا بعض حصہ یوسف سے مروی ہے اور بعض حصہ ابو نعیم سے مروی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اللہ الذی لا الٰہ الا ھو'' اس جملہ سے پہلے واؤ قسمیہ محذوف ہے، اصل میں یوں ہے ''واللہ الذی'' یعنی اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لاعتمد بکبدی علی الارض'' یعنی میں اپنے پیٹ کو زمین کے ساتھ چپکا رہا تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''لاشد الحجر علی بطنی'' یعنی میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھا۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے: ہم میں سے کسی ایک پر ضرور ایسے ایام آتے تھے کہ اسے ایسی کوئی چیز میسر نہیں ہوتی تھی جس سے وہ اپنی پشت کو سیدھا رکھ سکے حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی ایک پتھر لیتا اور اس کو اپنے پیٹ کے گڑھے میں رکھتا، پھر اس کے اوپر کپڑا باندھ دیتا تاکہ پشت سیدھی رہے۔ اور پیٹ پر پتھر باندھنے کا فائدہ یہ ہے کہ کھڑے ہونے میں کمر سیدھی رہے، یا اس لیے کہ پیٹ میں جو غذاء موجود ہے وہ جلدی جسم میں حلول نہ کرے۔ اور کبھی انتڑیوں کی ایک طرف مستور ہو جاتی اور ضعف کم ہو جاتا، یا پتھر کی ٹھنڈک سے بھوک کی گرمی کم ہو جاتی۔ یا اس میں کسرِ نفس کی طرف اشارہ ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ ابن آدم کا پیٹ صرف مٹی بھر سکتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: پیٹ پر پتھر باندھنے کو بعض لوگوں نے سبب اشکال قرار دیا، انہوں نے یہ وہم کیا کہ حجر کا لفظ غلط لکھا گیا ہے، اصل میں یہ حجز تھا زاء کے ساتھ، راء کے ساتھ نہیں تھا۔ اور حجز اس پٹی کو کہتے ہیں جس سے انسان اپنی کمر کو باندھ لیتا ہے، لیکن حجاز کے لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب انہیں بھوک بہت زیادہ لگتی اور ان کا پیٹ دوہرا ہو جاتا یا اس میں گڑھا پڑ جاتا اور ان کا سیدھا کھڑا ہونا مشکل ہو جاتا تو اس وقت وہ پتلے پتلے پتھروں کے پرت اپنے پیٹ پر باندھ لیتے تاکہ وہ سیدھے کھڑے ہو سکیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: جن لوگوں نے پیٹ پر پتھر باندھنے کا انکار کیا، ان میں امام ابن حبان بھی ہیں، انہوں نے اپنی صحیح میں اس کا انکار کیا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "علی طریقھم" یعنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا جو راستہ تھا جس راستہ سے وہ اپنے گھروں سے مسجد کی طرف جاتے تھے وہاں بیٹھ گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لیشبعنی" یہ لفظ الاشباع سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: کسی بھوکے کو پیٹ بھر کر کھلا دینا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر میرے پاس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے اور انہوں نے مجھے کھانا نہیں کھلایا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے، انہوں نے بھی کھانا نہیں کھلایا" اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سوال کو ظاہر پر محمول کیا، گویا وہ واقعی اس آیت کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ یا یہ کہ ان دونوں کے پاس اس وقت کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو اس وقت وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کھلا سکتے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بعد میں افسوس ہوا کہ وہ کیوں نہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں لے گئے اور ان کو کھانا کھلاتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واخذوا مجالسھم من البیت" یعنی اصحاب صفہ میں سے ہر ایک آ کر اس جگہ بیٹھ گیا جو جگہ اس کے بیٹھنے کے لائق تھی۔ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اصحابِ صفہ کا عدد کتنا تھا اور کتاب الصلوٰۃ کے ابواب المساجد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ میں نے ستر اصحابِ صفہ کو دیکھا۔ الحدیث۔ اور حلیۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ ان کی تعداد اس وقت سو کے قریب تھی۔ اور ابونعیم نے کہا ہے کہ اہلِ صفہ کی تعداد مختلف حالات کے اعتبار سے مختلف ہوتی تھی، بسا اوقات وہ جمع ہوتے تو زیادہ ہوتے تھے، بسا اوقات وہ کسی غزوہ میں یا کسی سفر میں گئے ہوتے تھے تو ان کی تعداد کم ہوتی تھی۔ اور کہا گیا ہے کہ یہاں پر ان کی تعداد ستر سے زیادہ تھی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دودھ دیا تو آپ مسکرائے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ گمان تھا کہ ان

Marfat.com

کے لیے دودھ نہیں بچے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال بقیت انا وانت" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! اب میں اور تم باقی رہ گئے ہو۔ یہ اہلِ صفہ کے حاضرین کے اعتبار سے ہے۔ رہے وہ لوگ جو گھر میں تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل تو ان کا اس روایت میں تعارض نہیں ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس وقت گھر میں اور کوئی نہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گھر والے اپنے حصہ کا دودھ پہلے پی چکے ہوں۔ اور جواب پیالہ میں دودھ رکھا ہوا تھا وہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا۔

اس روایت میں مذکور ہے "فحمد اللہ وسمی" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھی اور دودھ پیا۔ آپ نے حمد اس لیے کی تا کہ اللہ تعالیٰ کی برکت حاصل ہو، اور بسم اللہ اس لیے پڑھی تا کہ کسی مشروب کو پیتے وقت سنت قائم ہو۔

اس حدیث میں بہ کثرت فوائد ہیں جسے وہ شخص نکال سکتا ہے جس کی نظر میں وسعت ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۹۔۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۵۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُولُ إِنِّي لَأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ وَرَأَيْتُنَا نَغْزُو وَمَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ وَهَذَا السَّمُرُ وَإِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَا لَهُ خِلْطٌ ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ تُعَزِّرُنِي عَلَى الْإِسْلَامِ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ سَعْيِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل، انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں پہلا عرب ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر مارا اور ہم نے اپنے آپ کو دیکھا، ہم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے اور ہمارے پاس کھانا نہیں ہوتا تھا سوائے کیکر کے پتوں کے اور اس درخت کے، اور ہم میں سے کوئی ایک بکری کی طرح قضائے حاجت میں مینگنیاں کرتا تھا، وہ مینگنیاں خشک ہوتی تھیں جڑی ہوئی نہیں ہوتی تھیں۔ اب یہ بنو اسد میرے اسلام کے عمل پر ملامت کرتے ہیں۔ (اگر ایسا ہے تو) پھر تو میں ناکام ہوگیا اور میری کوشش رائیگاں ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۳۷۲۸، ۵۴۱۲، ۶۴۵۳، صحیح مسلم: ۲۹۶۶، سنن ترمذی: ۲۳۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱، مسند احمد: ۱۶۲۱)

صحیح البخاری: ۶۴۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی زندگی بسر کرنے کی کیفیت کا بیان ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء جہاد کے دوران کیکر کے درخت کے پتے کھاتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، یہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، یہ ابن ابی خالد ہیں۔ اور قیس کا ذکر ہے، یہ ابن ابی حازم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سعد کا ذکر ہے، وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لأول العرب" یعنی میں ضرور پہلا عرب ہوں۔ اور سنن ترمذی کی روایت میں مذکور ہے: میں وہ پہلا مرد ہوں جس نے اللہ کی راہ میں کفار کا خون بہایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الحبلة" یہ کیکر کے درخت کا پھل ہے یا عام کانٹے دار درختوں کا پھل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "السمر" اس سے مراد ہے کیکر یا ببول کا درخت۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ماله خلط" یعنی وہ مینگنیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی یا جڑی ہوئی نہیں ہوتی تھیں کیونکہ بہت زیادہ خشک ہوتی تھیں، تری نہیں ہوتی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تعزرنی" یعنی بنو اسد مجھے دین کے احکام کی تعلیم دیتے ہیں اور احکام اور فرائض پر واقف کرتے ہیں۔ یہ "تعزیز السلطان" سے ماخوذ ہے یعنی ادب سکھا کر کسی کو سیدھا کرنا۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ اپنی مدح کریں، حالانکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی مدح کو ترک کرے، کیونکہ اپنی مدح کرنے سے حدیث میں منع کیا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب جاہلوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر یہ طعن کیا کہ وہ اچھی طرح سے نماز نہیں پڑھتے تو پھر وہ اپنی فضیلت اور اپنی مدح کا ذکر کرنے اور اس کو ظاہر کرنے پر مجبور ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۵۴ - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ بُرٍّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتَّى قُبِضَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے فرمایا: جب سے سیدنا محمد ﷺ مدینہ آئے کبھی آل محمد نے مسلسل تین دن گندم کا طعام سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

(صحیح البخاری: ۵۴۱۶، ۶۴۵۴، صحیح مسلم: ۲۹۷۰، سنن نسائی: ۴۴۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۴، مسند احمد: ۲۴۶۳۱)

صحیح البخاری: ۶۴۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی گزران اس طرح بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے تین دن مسلسل سیر ہو کر گندم نہیں کھایا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عثمان کا ذکر ہے، وہ ابن ابی شیبہ ہیں۔ اور جریر کا ذکر ہے، وہ ابن عبد الحمید ہیں، اور منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور ابراہیم کا ذکر ہے، وہ النخعی ہیں۔ اور الاسود کا ذکر ہے، وہ ابن یزید ہیں۔ اور یہ تمام راوی کوفی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی قبض'' اس میں یہ اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں اقامت کی پوری مدت اسی حالت پر برقرار رہے اور وہ دس سال ہیں۔ اور ان دس سالوں میں آپ کے سفر کے ایام ہیں اور آپ کے غزوات کے ایام ہیں اور حج اور عمرہ کے ایام ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قلتِ خوراک کے متعلق دیگر روایات

امام محمد بن سعد نے اس حدیث کو ابراہیم نخعی سے اس طرح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان سے روٹی کا ایک ٹکڑا تک نہیں اٹھایا گیا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

اور امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے گندم کی روٹی سالن کے ساتھ سیر ہو کر کبھی نہیں کھائی۔

نیز امام مسلم کی ایک اور روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی روٹی اور زیتون کے تیل کو ایک دن میں دو مرتبہ نہیں کھایا۔

نیز ایک اور سند کے ساتھ روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: اللہ کی قسم! کبھی آپ نے ایک دن میں دو مرتبہ روٹی اور گوشت کو سیر ہو کر نہیں کھایا۔

اور امام محمد بن سعد نے شعبی کی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر چار ماہ ایسے آئے جن میں آپ نے گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۵۵۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ هُوَ الْأَزْرَقُ عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ عَنْ هِلَالٍ الْوَزَّانِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَا أَكَلَ آلُ مُحَمَّدٍ صلی الله علیه وسلم أَكْلَتَيْنِ فِي يَوْمٍ إِلَّا إِحْدَاهُمَا تَمْرٌ۔ (صحیح مسلم: ۲۹۷۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی اور وہ الازرق ہیں از مسعر بن کدام از ہلال الوزان از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی ایک دن میں دو مرتبہ کھانا نہیں

Marfat.com

کھایا مگر ان دو کھانوں میں سے ایک کھانا کھجوریں ہوتی تھیں۔

۶۴۵۶۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَدَمٍ وَحَشْوُهُ مِنْ لِيفٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

(صحیح مسلم: ۲۰۸۲، سنن ترمذی: ۱۷۶۱، سنن ابوداؤد: ۴۱۴۶، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۱، مسند احمد: ۲۳۹۳۰)

صحیح البخاری: ۶۴۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''فراش'' کا لفظ ہے اور دوسری حدیث میں اس کی جگہ ''ضجاع'' کا لفظ ہے اور اس کا معنی بھی بستر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۵۷۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ كُنَّا نَأْتِي أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَخَبَّازُهُ قَائِمٌ وَقَالَ كُلُوا فَمَا أَعْلَمُ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَغِيفًا مُرَقَّقًا حَتَّى لَحِقَ بِاللّٰهِ وَلَا رَأَى شَاةً سَمِيطًا بِعَيْنِهِ قَطُّ۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۳۳۹، مسند احمد: ۱۱۸۸۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کی روٹی پکانے والا کھڑا ہوا تھا، انہوں نے کہا: کھاؤ، میں نہیں جانتا کہ کبھی نبی ﷺ نے پتلی چپاتی دیکھی ہو حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل ہو گئے، اور نہ کبھی آپ نے اپنی آنکھوں سے بھنی ہوئی مسلم بکری دیکھی۔

صحیح البخاری: ۶۴۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مرققا'' علامہ ابن الاثیر نے بیان کیا: یہ وہ روٹیاں ہیں جو بڑی بڑی اور پتلی ہوں، ان کو رقیق اور

Marfat.com

رقاق کہا جاتا ہے جیسا کہ طویل اور طوال ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سمیطا" یعنی بھنی ہوئی۔ بکری کو ذبح کرنے کے بعد اس کی کھال اور اون کو اتار لیا جاتا ہے، پھر اس کو گرم پانی میں ڈال دیتے ہیں اور یہ اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ بکری کا گوشت گل جائے یا بھن جائے۔ اور اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے میں لذیذ نعمتوں کو اختیار نہیں فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ يَأْتِي عَلَيْنَا الشَّهْرُ مَا نُوقِدُ فِيهِ نَارًا إِنَّمَا هُوَ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنْ نُؤْتَى بِاللُّحَيْمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے اوپر ایسا مہینہ آتا جس میں ہم آگ نہیں جلاتے تھے، اس مہینہ میں صرف کھجور اور پانی ہوتا تھا، سوا اس کے کہیں سے تھوڑا سا گوشت آجائے۔

(صحیح مسلم: ۲۹۷۲، سنن ترمذی: ۲۴۷۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۴۴، مسند احمد: ۲۳۷۱۲)

صحیح البخاری: ۶۴۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں کی زندگی بسر کرنے کی کیفیت کا بیان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، وہ ابن عروہ ہیں۔ یہ حدیث امام بخاری کی متفرد روایات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لحیم" یہ لحم کی تصغیر ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اشارہ کیا کہ وہ گوشت بہت تھوڑا سا ہوتا تھا۔ اور ایک روایت میں لحم بھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۵۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ الاویسی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن

Marfat.com

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ ابْنَ أُخْتِي إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ وَمَا أُوقِدَتْ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَارٌ فَقُلْتُ مَا كَانَ يُعِيشُكُمْ قَالَتِ الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوا يَمْنَحُونَ رَسُولَ اللهِ ﷺ مِنْ أَبْيَاتِهِمْ فَيَسْقِينَاهُ

ابی حازم نے حدیث بیان کی از والدخود از یزید بن رومان از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے عروہ سے کہا: اے میرے بھانجے! بے شک ہم دو مہینوں میں تین مرتبہ چاند کی پہلی تاریخ کو دیکھتے تھے اور ان مہینوں میں رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے عرض کیا: پھر آپ کی زندگی کس چیز سے بسر ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: دو سیاہ چیزیں: کھجور اور پانی، مگر یہ کہ کبھی رسول اللہ ﷺ کے انصار میں سے کچھ پڑوسی تھے جن کو دودھ دینے والی اونٹنیاں بطورِ عطیہ دی گئی تھیں اور وہ اپنے گھروں سے رسول اللہ ﷺ کے لیے دودھ کا عطیہ دیتے تھے، سو ہم اس کو پیتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۶۷، ۶۴۵۸، ۶۴۵۹، صحیح مسلم: ۲۹۷۲، سنن ترمذی: ۲۴۷۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۴۵، مسند احمد: ۲۴۰۴۰)

صحیح البخاری: ۶۴۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی حازم، وہ عبدالعزیز ہیں اور ان کے والد سلمہ بن دینار ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یزید بن رومان کا ذکر ہے، یہ ابوروح الاسدی المدنی ہیں جو حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''من ابیاتھم'' اور کتاب الھبہ میں یہ حدیث ہے اس میں ''من البانھم'' کا لفظ ہے، یعنی وہ اپنے دودھ میں سے ہمیں دودھ بھیجتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابن اختی'' یعنی اے میرے بھانجے اور اس میں حرف نداء محذوف ہے۔ اور عروہ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما تھیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''منائح'' یہ منیحۃ کی جمع ہے اور ''منیحۃ'' اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کو کوئی مرد دوسرے کو دے کہ اس کا دودھ نکال کر پی لیا کرو، یا کوئی بکری ہو جس کو اس لیے دیا جائے کہ دودھ پینے کے بعد وہ اونٹنی یا بکری واپس کر دی جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیسقیناہ'' یعنی رسول اللہ ﷺ ہمیں وہ دودھ پلاتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اللّٰهُمَّ ارْزُقْ آلَ مُحَمَّدٍ قُوتًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از والد خود از عمارہ از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! آل محمد کو قُوت عطا فرما، (یعنی اتنا رزق دے جس سے ان کی رمق حیات برقرار رہے)۔

(صحیح مسلم: ۱۰۵۵، سنن ترمذی: ۲۳۶۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۳۹، مسند احمد: ۹۴۶۱)

صحیح البخاری: ۶۴۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث باب کے عنوان کے اس طرح مطابق ہے کہ اس میں کھانے کے لیے صرف اتنی مقدار کی طلب کا بیان ہے جس سے رمق حیات برقرار رہے۔ اور زہد کا مرتبہ اس سے زیادہ ہے۔ اور نبی ﷺ کی زندگی اسی سادگی سے بسر ہوتی تھی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد کا ذکر ہے، جو المسندی کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن فضیل کا ذکر ہے اور فضیل، فضل کی تصغیر ہے۔ یہ ابن غزوان الضبی الکوفی ہیں۔ اس حدیث کی سند میں جس محمد کا ذکر ہے، یہ اپنے والد فضیل سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد عمارہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن القعقاع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوزرعہ، وہ بوڑھے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں "قُوت" کا ذکر ہے، یعنی وہ رزق جو تھوڑی مقدار میں ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کی سادہ حیات اور بھوک و پیاس برداشت کرنے کا بیان

امام ابن جریر طبری نے کہا ہے: شارع علیہ السلام، صحابہ اور تابعین میں سے سلف صالحین نے سادہ زندگی اختیار کی اور فقر اور فاقہ کی تلخی پر صبر کیا اور سخت اور موٹے کپڑے پہننے کی مشقت کو برداشت کیا اور غنی کی حلاوت اور اس کی نعمتوں کو ترک کر دیا اور صرف اتنی مقدار خوراک پر گزارہ کیا جس سے ان کی کمر سیدھی رہ سکے اور رمق حیات قائم رہے، جیسے ہمارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی

Marfat.com

کئی دن بھوکے رہتے تھے اور بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے اور زندگی کی سختی کو ترجیح دیتے تھے اور اس پر صبر کرتے تھے، حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ اگر آپ اپنے رب سے یہ سوال کریں کہ وہ آپ کے لیے مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنادے اور چاندی بنادے تو اللہ تعالیٰ ضرور ایسا کرتا اور ہمیشہ سے نیکوکار اسی طریقہ پر گامزن رہے ہیں۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے اور گزرنے والے صحابہ سے قرآن کی آیت پوچھتے تھے تاکہ وہ ان کے حال پر مطلع ہو کر انہیں کچھ کھانا کھلائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بھوک کی شدت والی حدیث کے فوائد

(۱) صحیح البخاری: ۶۴۵۲ سے معلوم ہوا کہ اپنی حاجت کو مخفی رکھنا اس کے ظاہر کرنے سے بہتر ہے اور صالحین اور صابرین کے اخلاص کے مشابہ ہے۔ اگرچہ یہ جائز ہے کہ انسان اپنے باطنی حال کی خبر دے اور اس سے اپنی ضرورت کو بیان کرے جس سے یہ توقع ہو کہ وہ اس کی حاجت کو پورا کرے گا۔

(۲) اس میں نبوت کے علوم میں سے عظیم علم ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے دل میں کیا ہے جس کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نہیں جان سکے تھے۔

(۳) اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے کہ تھوڑا سا دودھ آپ کی برکت سے اتنا زیادہ ہو گیا کہ اس کو تمام اصحابِ صفہ نے پی لیا۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کے لیے ایثار کرتے تھے اور تمام عرب سے زیادہ آپ جواد تھے، کیونکہ آپ نے خود نہیں پیا اور اصحابِ صفہ کو دودھ پلایا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اصرار کر کے دودھ پلایا۔ اور آپ نے دنیا کی کوئی چیز اپنے لیے خاص نہیں کی۔

(۵) نیز ایک حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو حکیم بننے سے خوشی ہو اسے چاہیے کہ کم خوراک کھائے، کیونکہ جب اس کا پیٹ بھر جاتا ہے تو وہ حکمت کے نور کو چھپا دیتا ہے۔

(۶) مالک بن دینار نے کہا: میں نے عبداللہ رازی سے سنا کہ اللہ کا علم رکھنے والے یہ کہتے ہیں کہ سیر ہو کر کھانا دل میں شقاوت کو پیدا کرتا ہے اور بدن کو کمزور کرتا ہے۔

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے، میں نے آپ سے سوال کیا، آپ نے پوچھا: بھوک سے سوال کر رہے ہو، سو میں رونے لگا، آپ نے فرمایا: مت روؤ، کیونکہ حساب کی شدت بھوکے شخص کو نہیں پہنچے گی جب اس سے حساب لیا جائے گا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۴۷۵۔ ۴۸۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور (صحیح البخاری: ۶۴۵۲) کے مزید فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسلسل دودھ پینے کے لیے فرمایا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں تو اب اس دودھ کے لیے کوئی راستہ ہی نہیں پاتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کا بہت زیادہ پیٹ بھر کر کھانا پینا بھی جائز ہے، اتنا زیادہ کے اس کے بعد مزید کھانے پینے کی گنجائش نہ رہے۔ اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مقرر رکھا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ بہت زیادہ سیر ہو کر کھانا پینا جائز نہیں ہے، ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے۔ اور جب دودھ زیادہ پینا جائز ہے تو بہت رقیق ہوتا ہے اور آسانی سے جسم میں نفوذ کر جاتا ہے تو جو اس سے کثیف غذائیں ہوں گی، ان کو کھانا کیوں نہیں جائز ہوگا۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس صورت کے ساتھ مخصوص ہو، کیونکہ اس حال میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شدید بھوک لگی ہوئی تھی اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ دنیا میں زیادہ سیر ہو کر کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن زیادہ بھوکے ہوں گے۔ اور اسی باب میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس حدیث کی امام حاکم نے روایت کی ہے اور امام احمد نے اس کو ضعیف قرار دیا، اور نیز اس باب میں حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے بھرے ہوئے پیٹ سے اور کوئی برا برتن نہیں ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن احادیث میں پیٹ بھر کر کھانے کی مذمت ہے وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو عادتاً بہت زیادہ پیٹ بھر کر کھاتے ہوں، کیونکہ اس کی وجہ سے عبادت میں سستی ہوتی ہے (اور اس سے متعدد موذی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں مثلاً ذیابیطس (ڈائبیٹیز) بلند فشار دم (ہائی بلڈ پریشر) اور فالج۔ سعیدی غفرلہ)۔

اور جواز اس صورت پر محمول ہے جو کبھی کبھار بہت زیادہ بھوک کے غلبہ سے زیادہ سیر ہو کر کھائے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنی حاجت اور ضرورت چھپانی چاہیے اور اشارہ کے ساتھ اپنی ضرورت کو بیان کرنا اس کو ظاہر کرنے اور صراحتاً بیان کرنے سے بہتر ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے قرآن مجید کی آیت کے متعلق دریافت کیا کہ شاید وہ ان کے بھوکے ہونے کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کو چاہیے کہ اپنی ضرورتوں کے اوپر اپنے احباب اور اپنے خدام کی ضرورتوں کو ترجیح دے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے خود دودھ پینے کے اصحاب صفہ کو دودھ پلایا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا۔

(۴) نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض صحابہ بہت تنگدست تھے اور اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ انہوں نے شدید بھوک کے باوجود کسی کے آگے اپنا ہاتھ نہیں پھیلایا اور کسی سے صراحتاً یہ سوال نہیں کیا کہ ان کو کھانا کھلائے اور صرف تعریض اور اشارہ پر اکتفاء کیا۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت اپنی ذاتی ضرورت کو پورا کرنے پر مقدم ہے، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شدید بھوک لگی ہوئی تھی، اس کے باوجود جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصحاب صفہ کو بلاؤ اور ان کو دودھ پلاؤ، تو

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کی اور اپنی بھوک پیاس کی پرواہ نہیں کی۔
(۶) اس حدیث میں اہل الصفہ کی فضیلت ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے گھر بلا کر انہیں دودھ پلایا۔
(۷) اصحابِ صفہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہیں ہوئے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی کو بلایا جائے اور وہ بلانے والے کے گھر پہنچ جائے تو اس کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہو۔
(۸) اس حدیث میں مذکور ہے: اصحابِ صفہ آنے کے بعد ان میں سے ہر ایک اپنی مناسب جگہ پر بیٹھ گئے، اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو اس جگہ پر بیٹھنا چاہیے جو اس کے لیے مناسب ہو۔
(۹) اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس جگہ بیٹھ گئے جہاں سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما گزرے اور ان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔
(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوہر! اس سے معلوم ہوا کہ اپنے خادم کو کنیت کے ساتھ بلانا جائز ہے اور کنیت میں ترخیم کرنا بھی جائز ہے۔ (ترخیم کا مطلب ہے منادیٰ کے آخری حرف کو تخفیف کی غرض سے حذف کر دینا)۔
(۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی بزرگ شخص کا اپنے خادم کو بلانا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔
(۱۲) اس حدیث میں فراست کا ثبوت ہے، فراست کا مطلب ہے: قرائن کی بناء پر کسی امرِ غیبی کو معلوم کر لینا، مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر جو بھوک کے آثار تھے اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بھوک کو جان لیا۔
(۱۳) جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا تو انہوں نے کہا: لبیک، اس سے معلوم ہوا کہ لبیک کے ساتھ جواب دینا جائز ہے۔
(۱۴) جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ گھر پہنچے تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر گھر میں داخل ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خادم کو مخدوم کے گھر اجازت لے کر جانا چاہیے۔
(۱۵) اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر پہنچے تو آپ نے وہاں دودھ کا ایک پیالہ دیکھا تو آپ نے گھر والوں سے پوچھا: یہ دودھ کا پیالہ کہاں سے آیا ہے تو انہوں نے بتایا کہ فلاں نے آپ کے لیے ہدیہ بھیجا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس میں سے بعض فقراء کو بھی عطا فرماتے تھے اور اگر صدقہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو تناول نہیں فرماتے اور جو صدقہ کا مستحق ہوتا آپ اس کو عطا فرما دیتے، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دودھ کے متعلق معلوم کیا کہ دودھ کہاں سے آیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جب گھر میں کوئی کھانے پینے کی چیز آئے تو اس کے متعلق تفتیش اور تحقیق کرنی چاہیے۔
(۱۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اصحابِ صفہ کو دودھ پلا رہے تھے تو جب وہ ان کو دودھ پلا چکے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب تم پیو، تو اس سے معلوم ہوا کہ جو قوم کا ساقی ہو اس کو آخر میں پینا چاہیے۔
(۱۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد دودھ پیا، اس سے معلوم ہوا کہ گھر کے مالک کو سب کے آخر میں کھانا چاہیے۔
(۱۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی حمد کر کے اور بسم اللہ پڑھ کر دودھ پیا، اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی

Marfat.com

چاہیے اور بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔

(۱۹) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نادار صحابہ کا اور اپنے خدام کا خیال رکھتے تھے، اسی وجہ سے جب آپ کے پاس دودھ آیا تو آپ نے اصحابِ صفہ کو بلایا اور ان کو دودھ پلایا۔

(۲۰) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے کہ ایک پیالہ دودھ میں اتنی برکت ہوگئی کہ وہ تمام اصحابِ صفہ کے لیے کافی ہوگیا اور پھر بھی اتنا بچ گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اتنا زیادہ سیر ہو کر پیا کہ مزید پینے کی ان کے جسم میں گنجائش نہیں رہی۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۱۷، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۸۔ بَابُ: الْقَصْدِ وَالْمُدَاوَمَةِ عَلَى الْعَمَلِ میانہ روی اور کسی (نیک) عمل پر مداومت کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میانہ روی مستحب ہے اور یہ کسی کام میں اعتدال کو قائم رکھنا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ افراط اور تفریط کے درمیان متوسط طریقہ کو اختیار کرنا صحیح ہے۔ اور مداومت کا مطلب یہ ہے کہ کسی نیک عمل پر مداومت کی جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَشْعَثَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوقًا قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتِ الدَّائِمُ قَالَ قُلْتُ فَأَيَّ حِينٍ كَانَ يَقُومُ قَالَتْ كَانَ يَقُومُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے خبر دی از شعبہ از اشعث، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کونسا عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: الدائم، میں نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس وقت اٹھتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: آپ اس وقت اٹھتے تھے جب آپ مرغ کی اذان سنتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۳۲، ۶۴۶۱، ۶۴۶۲، صحیح مسلم: ۷۴۱، سنن نسائی: ۱۶۱۶، سنن ابوداؤد: ۱۳۱۷، مسند احمد: ۲۵۱۴۳، موطا امام مالک: ۴۲۲)

صحیح البخاری: ۶۴۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں: میانہ روی اور دائمی عمل۔ اور حدیث مذکور عنوان کے دوسرے جز کے مطابق ہے یعنی دائمی

عمل کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ المروزی کا لقب ہے۔اوراس حدیث کی سند میں مذکور ہے اشعث، یہ ابن ابی شعثاء ہیں اوران کا نام سلیم بن الاسود ہے۔یہ حدیث کتاب التہجد میں باب ''من نام عند السحر'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس وقت اٹھتے تھے یعنی نیند سے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جب آپ صارخ کو سنتے تھے،صارخ کا معنی ہے: بلند آواز سے چیخنا اور پکارنا۔یہاں اس سے مراد ہے مرغ کی اذان کی آواز۔علامہ الکرمانی نے کہا ہے: یا موذن کی آواز۔لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم موذن کی اذان سے بہت پہلے اٹھتے تھے۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۶،دارالکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۶۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عمل وہ تھا جس پر عمل کرنے والا ہمیشہ عمل کرے۔

(صحیح البخاری: ۴۳،۱۱۳۲، ۶۴۶۱، ۶۴۶۲، صحیح مسلم: ۷۴۱، سنن نسائی: ۱۶۱۶، سنن ابوداؤد: ۱۳۱۷، مسند احمد: ۲۵۱۴۳، موطا امام مالک: ۴۲۲)

صحیح البخاری: ۶۴۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث بھی عنوان کے جز ثانی کے مطابق ہے یعنی کسی عمل پر دوام کرنا۔اور امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۶،دارالکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۶۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَنْ يُنَجِّيَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِرَحْمَةٍ سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَاغْدُوا وَرُوحُوا وَشَيْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۱۶، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۱، مسند احمد: ۷۱۶۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو ہرگز اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ نے پوچھا: آپ کو بھی یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: اور مجھ کو بھی، سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، تم درست کام کرو اور درمیانی کام

Marfat.com

کرو، اور صبح کے وقت میں عمل کرو اور شام کے وقت میں عمل کرو، اور کچھ رات کے اندھیرے کے وقت میں اور میانہ روی کو لازم رکھو، میانہ روی کو لازم رکھو (منزل پر) پہنچ جاؤ گے۔

صحیح البخاری: ۶۴۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کا پہلا جز ہے القصد یعنی میانہ روی، اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے میانہ روی کا حکم دیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، یہ ابن ابی ایاس ہیں اور ان کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ذئب، ذئب کا معنی بھیڑیا ہے اور ان کا نام محمد بن عبدالرحمٰن ہے۔ اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لن ینجی" یعنی تم میں سے کوئی شخص ہرگز نجات نہیں پا سکتا یا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا انا" علامہ کرمانی نے کہا ہے: جب تمام لوگ جنت میں صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے داخل ہوں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر کے ساتھ تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کے متعلق قطعی دلیل سے یہ ثابت ہے کہ آپ جنت میں داخل ہوں گے اور آپ اللہ کی رحمت سے ہی جنت میں داخل ہوں گے تو جو آپ کے علاوہ کوئی شخص ہے وہ تو بطریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر داخل نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الا ان یتغمدنی اللہ برحمۃ" یعنی سوا اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں مجھے چھپا لے، جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی رحمت سے چھپا لے تو کہا جاتا ہے "تغمدہ اللہ برحمتہ" اور جب تم کسی شخص کو چھپا لو تو کہا جاتا ہے "تغمدت فلانا" اور اسی سے ماخوذ ہے "غمد السیف" یعنی تلوار کی میان، کیونکہ جب تم نے تلوار کو میان میں رکھ لیا تو تم نے تلوار کو اس کے غلاف میں چھپا لیا۔ اور سہیل کی روایت میں ہے "الا ان یتدارکنی" سوا اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ اس کا تدارک کرے اور اس کی تلافی کرے۔

ایک سوال کا جواب

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث کیے گئے ہو ۝ (الزخرف: ۷۲)

Marfat.com

اس جگہ سوال یہ ہے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگا اور قرآن مجید کی اس آیت میں مذکور ہے کہ تم اپنے (نیک) اعمال کی وجہ سے جنت کے وارث کیے گئے ہو۔ سو اس حدیث میں اور قرآن مجید کی آیت میں کس طرح تطبیق ہوگی؟

علامہ ابن بطال نے اس کا جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت کے درجات اور مراتب اعمال کی وجہ سے ملیں گے اور جنت کے درجات اعمال کے اعتبار سے مختلف ہیں اور حدیث اس پر محمول ہے کہ جنت میں نفسِ دخول اور اس میں دوام اللہ کے فضل کے بغیر نہیں ہوگا۔ البتہ جنت کے درجات اعمال کے اعتبار سے ملیں گے۔

پھر اس جواب پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل: ۳۲)

تم پر سلام ہو، تم جنت میں داخل ہو جاؤ، ان (نیک) کاموں کی وجہ سے جو تم کرتے تھے O

اس آیت میں تصریح ہے کہ جنت میں دخول بھی اعمال کے سبب سے ہوگا۔

اس کا جواب علامہ ابن بطال نے اس طرح دیا کہ یہ لفظ مجمل ہے اور حدیث نے اس کو بیان کر دیا ہے اور اصل عبارت یوں ہے کہ تم جنت کے منازل اور جنت کے محلات میں داخل ہو جاؤ اپنے اعمال کی وجہ سے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''سددوا'' یعنی سداد کا قصد کرو اور سداد کا معنی ہے ثواب۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ قول اور عمل میں میانہ روی کو اختیار کرو اور وہی صواب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وقاربوا'' یعنی تم عمل میں افراط اور زیادتی نہ کرو، تم عبادت کرنے میں بہت زیادہ کوشش کرو گے تو وہ تم کو تھکا دے گی، پھر تم عبادت کرنے سے اکتا جاؤ گے اور عمل کو چھوڑ دو گے، اس لیے تم حد سے زیادہ عمل نہ کرو بلکہ درمیانی عمل کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''القصد القصد'' یہ برانگیختہ کرنے کے لیے منصوب ہے، یعنی طریق متوسط کو لازم رکھو اور اس منزل پر پہنچ جاؤ جو تمہارا مقصود ہے۔ اس میں عبادت گزاروں کو مسافروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے گویا کہ فرمایا کہ تم تمام اوقات میں عبادت نہ کرو بلکہ خوشی کے اوقات میں عبادت کرنے کو لازم رکھو، کچھ صبح کے وقت کچھ شام کے اخیر میں اور کچھ رات کے بعض حصہ میں، اور اپنے نفسوں پر رحم کرو۔

اس حدیث میں اس آیت سے اقتباس ہے:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ ۝ (ہود: ۱۱۴)

اور دن کی دونوں طرفوں میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھیے، بے شک نیکیاں، گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں O

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۴۶۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے

Marfat.com

الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَاعْلَمُوا أَنْ لَنْ يُدْخِلَ أَحَدَكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَأَنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ۔

حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درست کام کرو اور درمیانی کام کرو، اور جان لو کہ تم میں سے ہرگز کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا اور بے شک تمام اعمال میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ وہ کام ہیں جن میں سب سے زیادہ دوام ہو خواہ وہ تھوڑے ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۴۶۳، صحیح مسلم: ۲۸۱۸، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۱، مسند احمد: ۲۴۴۲۰)

صحیح البخاری: ۶۴۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں بھی باب مذکور کے دوسرے جز کے ساتھ مطابقت ہے یعنی درمیانی عمل۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز بن عبداللہ، وہ ابن یحییٰ بن عمرو بن اویس العامری الاویسی المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، وہ ابن بلال ابوایوب القرشی التیمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے موسیٰ بن عقبہ، وہ ابن ابی عیاش الاسدی المدنی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں جو مذکور ہے "سددوا وقاربوا" ان کے معانی بیان ہو چکے ہیں۔ اور اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ "تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا" اس کی شرح بھی گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ادومھا" یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے، اس پر یہ سوال کیا گیا ہے کہ جس چیز میں ہمیشہ دوام ہوگا وہ قلیل کیسے ہوگی جب کہ دوام کا معنی ہے: تمام زمانوں کو شامل ہونا اور اس کی مقدار معین نہیں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ دوام سے مراد ہے عرف کے موافق کسی کام کو ہمیشہ کرنا اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہر مہینہ وہ کام کیا جائے یا ہر دن وہ کام کیا جائے اور اس پر عرف میں دوام اور مواظبت کا اطلاق آجائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۶۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰه عنها أَنَّهَا قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ أَيُّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان

Marfat.com

الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ قَالَ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ وَقَالَ اكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ۔

(صحیح مسلم: ۷۸۲، سنن نسائی: ۷۶۲، مسند احمد: ۲۴۹۰۳)

کرتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سے اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: جن میں زیادہ دوام ہو خواہ وہ تھوڑے ہوں۔ اور آپ نے فرمایا: اتنے اعمال کو کرو جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔

صحیح البخاری: ۶۴۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حسب سابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعد بن ابراہیم، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ یہ بھی تابعین میں سے ہیں اور اپنے زمانہ کے فقہاء اور صالحین میں سے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اکلفوا" علامہ کرمانی نے کہا ہے: تکلیف کا معنی ہے: اس کام کا حکم دینا جو تم پر دشوار ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ماتطیقون" اس کا معنی ہے: کسی کام کے حصول کے لیے اپنی کوشش کو صرف کرنا اور اس سے مراد ہے جس کام کی تم ہمیشہ طاقت رکھو اور مستقبل میں اس کام کے کرنے سے عاجز نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۶۶۔ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ كَيْفَ كَانَ عَمَلُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم هَلْ كَانَ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْأَيَّامِ قَالَتْ لَا كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً وَأَيُّكُمْ يَسْتَطِيعُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَسْتَطِيعُ۔

(صحیح مسلم: ۷۸۳، سنن ابوداؤد: ۱۳۷۰، مسند احمد: ۲۴۶۴۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از علقمہ، انہوں نے کہا: میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے ام المومنین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کس طرح تھا؟ کیا آپ کسی عمل کو کسی دن کے لیے خاص کر لیتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نہیں! آپ کا عمل دائمی ہوتا تھا، اور تم میں سے کون اتنی طاقت رکھتا ہے جتنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرنے میں طاقت رکھتے تھے۔

صحیح البخاری: ۶۴۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، یہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، یہ النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علقمہ، یہ علقمہ بن قیس ہیں اور وہ ابراہیم نخعی کے ماموں تھے، اور اس حدیث کی سند کے تمام راوی کوفی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ''هل كان يخص شيئا من الايام'' یعنی کیا رسول اللہ ﷺ کسی دن کوئی مخصوص عبادت کرتے تھے جس عبادت کو وہ دوسرے ایام میں نہیں کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نہیں۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے معارض دوسری حدیث ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ شعبان کے مہینہ کے علاوہ کسی اور مہینہ میں نفلی روزے رکھتے ہوں۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ بہت زیادہ سفر کرتے تھے، پس ہر مہینہ جو آپ تین روزے رکھا کرتے تھے وہ سفر کی وجہ سے بعض مہینوں میں نہیں رکھ سکتے تھے تو ان روزوں کو آپ شعبان میں جمع کر لیتے تھے، اور آپ عبادت تازگی اور خوشی کے ساتھ کرتے تھے جب آپ جہاد سے فارغ ہوتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ديمة'' اس کا معنی ہے دائما اور دیمۃ اصل میں اس بارش کو کہتے ہیں جو مسلسل ہوتی رہتی ہے اور اس کے اندر نہ بادل کی گرج ہوتی ہے اور نہ بجلی کی چمک ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تم میں سے کوئی شخص عمل کی اتنی طاقت نہیں رکھتا جتنی رسول اللہ ﷺ طاقت رکھتے تھے''۔ یعنی عبادت کی مقدار اور عبادت کی کیفیت جس میں خشوع اور خضوع ہوتا تھا، اس کی تم لوگ طاقت نہیں رکھتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۶۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا فَإِنَّهُ لَا يُدْخِلُ أَحَدًا الْجَنَّةَ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِمَغْفِرَةٍ وَرَحْمَةٍ قَالَ أَظُنُّهُ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَقَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ سَدِّدُوا وَأَبْشِرُوا قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن الزبرقان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از عبد الرحمٰن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: درست کام کرو اور میانہ روی سے کرو اور بشارت لو، کیونکہ تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا اور نہ آپ کو یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اور نہ مجھے، سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مغفرت اور رحمت سے ڈھانپ لے۔

مُجَاهِدٌ قَوْلًا سَدِيدًا وَسَدَادًا صِدْقًا.

امام بخاری نے کہا: میرا گمان ہے از ابی النضر از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔
اور عفان نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوسلمہ سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: درست کام کرو اور بشارت لو۔
اور مجاہد نے کہا: قولا سدیدا و سدادا اس کا معنی ہے: صدقا

(صحیح البخاری: ۶۴۶۳، صحیح مسلم: ۲۸۱۸، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۱، مسند احمد: ۲۴۴۲۰)

صحیح البخاری: ۶۴۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی آخری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی مجاہد نے کہا: سدادا اور سدید کا معنی ہے: ''العدل المعتدل الکافی'' جو خلل کو بھر دے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے:
مغلطائی کا یہ زعم ہے اور ہمارے شیخ ابن الملقن بھی ان کے تابع ہوئے ہیں کہ طبری نے مجاہد کی تفسیر کو از موسیٰ بن ہارون از عمرو بن طلحہ از اسباط از السدی از ابن نجیح از مجاہد وصل کیا ہے اور یہ وہم فاحش ہے۔ سدی کی ابن ابی نجیح سے کوئی روایت نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس سے متصل حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت اس طرح ہے:
اور نہ امام طبری نے اس سند سے کوئی روایت نقل کی ہے، امام طبری نے ایک دوسری سند کے ساتھ لکھا ہے: از سدی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس، ان کے اس قول کی شرح میں ''قولا سدیدا'' اور قول سدید وہ ہے جب کوئی ان سے کہے جو اس کی موت کے وقت حاضر ہوں، اپنے نفس کو مقدم رکھو اور اپنی اولاد کے لیے ترکہ چھوڑو۔ اور انہوں نے مجاہد کے اثر کی روایت کی از ورقاء از ابن ابی نجیح اور انہوں نے یزید بن زریع سے بھی روایت کی از سعید بن ابی عروبہ از قتادہ۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۲۶، دارالمعرفہ، بیروت)
حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، کی اس عبارت پر علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ، درج ذیل اعتراض کرتے ہیں:
میں کہتا ہوں: ادب کی رعایت کرنا مطلوب ہے اور کاش کہ ابن حجر یوں کہتے: شیخ مغلطائی متوفی ۷۶۲ھ نے کہا یا شیخ علاؤ الدین نے کہا، کیونکہ ان کو علاؤ الدین بھی کہا جاتا ہے حالانکہ وہ ان کے شیخ کے شیخ ہیں، کیونکہ کتنی مرتبہ ابن حجر اپنے شیخ کا ذکر اپنی شرح میں تعظیم کے ساتھ کرتے ہیں حالانکہ انہیں علم ہے کہ جب مثبت اور نفی جمع ہوں تو مثبت کے قول کو لیا جاتا ہے کیونکہ اس کو زیادہ علم ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ مثبت نافی پر اس وقت مقدم ہوتا ہے جب نفی کا عدد معین ہو، لیکن جب کہ وہ عدد غیر معین ہو جیسا کہ طبری میں ہے اور طبری میں اس کے خلاف موجود ہے، پس اب مثبت نفی کے اوپر مقدم نہیں ہوگا۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۱۷، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

۶۴۶۸۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى لَنَا يَوْمًا الصَّلَاةَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَأَشَارَ بِيَدِهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ قَدْ أُرِيتُ الْآنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلَاةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِي قُبُلِ هَذَا الْجِدَارِ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر آپ منبر پر چڑھ گئے، پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کیا، پس فرمایا: ابھی جب میں نے تم کو نماز پڑھائی تھی تو مجھے جنت اور دوزخ دکھائی گئی، اور ان دونوں کی صورتوں کی اس دیوار کے سامنے مثال بنائی گئی تھی اور میں نے آج کے دن کی مثل خیر اور شر کو نہیں دیکھا۔ میں نے آج کے دن کی مثل خیر اور شر کو نہیں دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۹۳، ۵۴۰، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۶۴۸۶، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۹، مسند احمد: ۱۱۶۳۳)

صحیح البخاری: ۶۴۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: کسی عمل کو ہمیشہ کرنا اور اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کو جنت اور دوزخ کی مثال دکھائی گئی، کیونکہ جنت کی طرف رغبت ہوتی ہے اور دوزخ سے ڈرایا گیا ہے اور ان دونوں کو نمازی کے سامنے رکھ دیا گیا ہے تاکہ نمازی جنت کی طلب میں اور دوزخ کے ڈر سے ہمیشہ عمل کرے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن فلیح، یہ اپنے والد فلیح بن سلیمان المغیرہ الخزاعی سے روایت کرتے ہیں اور ایک قول ہے کہ وہ اسلمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہلال بن علی، اور یہ ہلال بن ابی میمونہ ہیں اور ان کو ہلال بن ابی ہلال بھی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم رقی" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "قبلة المسجد" یعنی مسجد کے قبلہ کی جہت کی طرف۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فی قبل ھذا الجدار" یعنی اس مسجد کی دیوار کے آگے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دائمی عمل خواہ کم ہوں ان کی ترغیب کی توجیہ

علامہ المہلب المالکی التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: شارع علیہ السلام نے اپنی امت کو میانہ روی پر اور دائمی عمل کرنے پر برانگیختہ کیا ہے خواہ عمل کم ہوں، اس خوف سے کہ اگر امت زیادہ عمل کرے تو کہیں تھک کر اصلاً عمل کو چھوڑ نہ دے۔ اور اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں کوئی ایسا عمل نہیں کرتے تھے جو دوسرے ایام میں نہ کریں، پھر اس پر شعبان کے روزوں سے اعتراض کر کے اس کا جواب دیا ہے جس کو علامہ عینی نے اپنی شرح میں ذکر کر دیا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۶۴۶۸ میں جنت اور دوزخ کی مثال دکھانے کی توجیہ

اس کی دو وجہیں ہیں: ایک یہ کہ لوگ جنت کو دیکھ کر اس کی رغبت کی وجہ سے عمل میں کوشش کریں اور دوزخ کو دیکھ کر اس کے ڈر کی وجہ سے برے اعمال کو ترک کریں۔ سو لوگوں کو چاہیے کہ جب وہ نماز پڑھیں تو اپنے ذہن میں جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں کے سامنے حاضر کر لیں جیسا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہیں اور دوسرے تفکرات کو چھوڑ دیں جو شیطان ان کو مختلف چیزیں نماز میں یاد دلاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب وہ دوزخ کی مثال کو دیکھیں اور جنت کی مثال کو دیکھیں تو یہ ان کے لیے صبر کا باعث ہو اور نیک عمل کو دائماً کرنے کا باعث ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت تک پہنچانے کا اور دوزخ سے نجات کا باعث ہو۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کی وجہ سے جنت میں دخول

صحیح البخاری: ۶۴۶۴ میں مذکور ہے "تم میں سے کسی شخص کو بھی اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا"۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت اور اس کا فضل ثابت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کی وجہ سے بندوں کو جنت میں درجات اور منازل ملتے ہیں۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا دس گنا اجر دیتا ہے اور ایک گناہ پر ایک ہی سزا دیتا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً بندوں کو غیر متناہی نعمتیں دی ہیں جب کہ بندوں کا ان نعمتوں کے مقابلہ میں کوئی فعل نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو معتدل بشر پیدا کیا، پھر اس کو نعمتِ اسلام سے مشرف کیا، اس کو صحت اور عافیت کی نعمت دی، اس کو اپنی نعمت سے رزق عطا کیا اور اپنے نفس کے اوپر

Marfat.com

رحمت کو لازم کرلیا۔ اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بے شمار ظاہری اور باطنی نعمتیں ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۴۸۵۔۴۸۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۶۴۶۴ میں مذکور ہے ''تم میں سے کسی شخص کو بھی اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا''۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عمل سے جنت نہیں ملتی اور قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل سے جنت ملتی ہے، اس اعتراض کے متعدد جوابات

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (الزخرف: ۷۲)

یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث کیے گئے ہو O

اور فرمایا:

سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل: ۳۲)

تم پر سلام ہو، تم جنت میں داخل ہو جاؤ، ان (نیک) کاموں کی وجہ سے جو تم کرتے تھے O

قاضی عیاض نے کہا: اس آیت اور حدیث میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آیت میں جو اجمال تھا حدیث نے اس کی تفصیل کر دی ہے۔ اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ اور طاعت کی وجہ سے عمل کی توفیق اور ہدایت ہوتی ہے اور ان میں سے ہر چیز کا عمل کرنے والا اپنے عمل سے مستحق نہیں ہوتا، یہ توفیق محض اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے ملتی ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا: اس سے چار جواب حاصل ہوتے ہیں:

(۱) عمل کی توفیق اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملتی ہے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمتِ سابقہ نہ ہو تو انسان کو نہ ایمان حاصل ہوگا اور نہ طاعت حاصل ہوگی جس کی وجہ سے نجات ہوتی ہے۔

(۲) بندہ کے منافع اس کے مالک کے لیے ہوتے ہیں، پس اس کے عمل کا مستحق بھی اس کا مالک ہوتا ہے۔ پس جب بھی بندہ کو کوئی جزا دی گئی تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے۔

(۳) بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں نفسِ دخول تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے اور درجات کا حصول بندہ کے اعمال سے ہوتا ہے۔

(۴) اطاعت کے اعمال تھوڑے زمانہ میں ہیں اور ان کا ثواب کبھی ختم نہیں ہوتا، پس جو انعام کبھی ختم نہیں ہوتا اس عمل کی جزاء میں جو ختم ہو جاتا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا اعمال کے سبب سے نہیں ہوگا۔

علامہ کرمانی کا یہ جواب کہ ''بما کنتم تعملون'' میں باء سببیت کی نہیں ہے الصاق اور مصاحبت کی ہے

نیز علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ ''بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ'' (النحل: ۳۲) میں باء سببیت کی نہیں ہے بلکہ الصاق اور مصاحبت کے لیے ہے یعنی تم جنت میں داخل ہو جاؤ جب کہ تمہارے ساتھ تمہارے اعمال ملے ہوئے ہوں یا تمہارے اعمال تمہارے مصاحب ہوں۔ یعنی بندہ کے جنت میں دخول کے مقابلہ میں کوئی عمل نہیں ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی بندہ پر رحمت نہ ہوتی تو وہ بندہ کو جنت میں داخل نہ فرماتا، کیونکہ عمل دخولِ جنت کو واجب نہیں کرتا اور نہ دخولِ جنت کا عوض ہے۔ اور نہ بندہ کا عمل اللہ تعالیٰ کی نعمت کے مقابلہ میں ہے بلکہ بندہ کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی کسی ایک نعمت کے مقابلہ میں بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں اس کے شکر کو واجب کرتی ہیں اور بندہ ان تمام نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا، چاہیے تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کے مقابلہ میں بندوں کے نیک اعمال ہوں لیکن بندہ کے نیک عمل کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو بے شمار نعمتیں عطا کر دی ہیں۔ سو اگر اللہ تعالیٰ اس حالت میں بندہ کو عذاب دے تو وہ اس کو عذاب دے گا اور اس کا ظلم نہیں ہوگا، اور اگر اللہ تعالیٰ اس حالت میں بندہ پر رحم فرمائے تو یہ رحمت اس کے عمل سے بہتر ہے جیسا کہ امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقدیر کے مسئلہ میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا، اور اگر وہ رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے لیے بہتر ہے۔

بندہ کی مغفرت کے متعلق جبریہ اور قدریہ کا مذہب

جبریہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ عمل کسی اعتبار سے بھی دخولِ جنت کا سبب نہیں ہے اور قدریہ یہ کہتے ہیں کہ جنت بندہ کے اعمال کا سبب ہے اور حدیث سے ان دونوں کے دعویٰ کا بطلان ظاہر ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر بندہ کے اعمال دخولِ جنت کا سبب ہیں اور حقیقت میں عمل جنت میں دخول کا سبب نہیں ہے، جنت میں دخول کا سبب صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ واللہ اعلم

علامہ نووی کا یہ جواب کہ ظاہر آیات کا معنی ہے جنت میں دخول عمل سے ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جنت میں دخول اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے

علامہ نووی نے کہا ہے: کہ ظاہر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں دخول اعمال کے سبب سے ہے اور اس میں تطبیق اس طرح ہے کہ اعمال کی توفیق اور ہدایت اور اخلاص اور اعمال کو قبول فرمانا یہ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے ہے، پس یہ کہنا صحیح ہے کہ بندہ محض عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوا اور یہی حدیث کی مراد ہے۔ اور یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ وہ عمل کے سبب سے داخل ہوا کیونکہ اس کا عمل اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کی وجہ سے ہے۔

علامہ المازری نے کہا ہے: اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اطاعت کے اوپر اللہ تعالیٰ کا ثواب عطا فرمانا اس کا فضل ہے، اس طرح نافرمانوں سے انتقام لینا اور ان کو سزا دینا یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے کہ وہ اطاعت گزار کو عذاب دے اور نافرمان پر انعام فرمائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اور اس کی خبر صادق ہے اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا، اور یہ حدیث اہل سنت کے موقف کی تقویت کرتی ہے اور معتزلہ کا رد کرتی ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ بندہ کے عمل کی وجہ سے

اس کو جنت ملتی ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۲۳۔۵۲۴، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۹۔ بَابُ: الرَّجَاءِ مَعَ الْخَوْفِ

امید کے ساتھ خوف کا بیان

وَقَالَ سُفْيَانُ مَا فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ: لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (المائدہ: ۶۸)

اور سفیان نے کہا: مجھ پر قرآن مجید کی کوئی آیت اتنی زیادہ سخت نہیں ہے جتنی یہ آیت ہے" تم (دینِ برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ عذاب کے خوف کو رکھنا مستحب ہے، اور امید کو خوف سے منقطع نہ کیا جائے اور خوف کو امید سے منقطع نہ کیا جائے، کیونکہ اگر امید کو خوف سے منقطع نہ کیا تو اس سے تکبر کا خطرہ ہے اور اگر خوف کو امید سے منقطع نہ کیا تو اس سے اللہ کی رحمت سے مایوسی کا خطرہ ہے اور ان میں سے ہر ایک مذموم ہے۔ اور امید سے مقصود یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھے اور یہ امید رکھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمادے گا، اسی طرح اگر اس نے کوئی اطاعت کی ہے تو یہ امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس اطاعت کو قبول فرمائے گا۔ رہا وہ شخص جو گناہ میں ڈوبا رہا اور بغیر ندامت کے اور اس گناہ کو ترک کیے بغیر یہ امید رکھتا رہا کہ اللہ تعالیٰ اس سے مواخذہ نہیں فرمائے گا تو یہ غرور اور دھوکا ہے۔

امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ (المومنون: ۶۰)

اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں (اس یقین کے ساتھ) کہ وہ اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں O

کیا اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جو شخص چوری کرتا ہے اور زنا کرتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اس سے مراد وہ شخص ہے جو روزہ رکھتا ہے اور صدقہ وخیرات کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور اس کو یہ خوف ہوتا ہے کہ اس سے یہ عبادات قبول نہیں کی جائیں گی۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں سفیان کا ذکر ہے، اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں۔

اس آیت کے شروع میں اس طرح مذکور ہے:

Marfat.com

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (المائدہ:۶۸)

آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! تم (دینِ برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔

اور یہ آیت ان پر زیادہ سخت اس وجہ سے تھی کیونکہ یہ اس کو مستلزم ہے کہ جو کچھ کتب الٰہیہ میں لکھا ہوا ہے اس کا علم ہو اور اس کے تقاضا پر علم ہو اور اس کی تفسیر سورۃ المائدہ میں گزر چکی ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ زیادہ سخت خوف والی آیت درج ذیل ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ (آل عمران:۱۳۰۔۱۳۱)

اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ O اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے O

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ آیت جس سے سفیان بن عیینہ کو زیادہ خوف تھا وہ یہ ہے:

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۚ (النساء:۱۲۳)

(اللہ کا وعدہ) نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی خواہشوں پر، جو شخص کوئی برا کام کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ کے مقابلہ میں اپنے لیے کوئی حمایتی پائے گا نہ مددگار O

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس آیت کی باب کے عنوان کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص ان احکام پر عمل نہ کرے جو اس کتاب میں مذکور ہیں جو اس میں نازل کی گئی ہیں تو اس کو نجات حاصل نہیں ہوگی اور اس کی امید بغیر ان احکام پر عمل کیے اس کو نفع نہیں دے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۶۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الرَّحْمَةَ يَوْمَ خَلَقَهَا مِائَةَ رَحْمَةٍ فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً وَأَرْسَلَ فِي خَلْقِهِ كُلِّهِمْ رَحْمَةً وَاحِدَةً فَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ لَمْ يَيْئَسْ مِنَ الْجَنَّةِ وَلَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعَذَابِ لَمْ يَأْمَنْ مِنَ النَّارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی عمرو از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کو پیدا کیا تو اس نے سو رحمتیں پیدا کیں، اس نے ننانوے رحمتیں اپنے پاس رکھ لیں اور ایک رحمت تمام مخلوق میں بھیج دی، اگر کافر کو ان تمام رحمتوں کا علم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں تو وہ جنت سے مایوس نہیں ہوگا۔ اور اگر مومن کو ان تمام عذاب کا علم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہیں تو وہ دوزخ سے بے خوف نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۶۰۰۰، ۶۴۶۹، صحیح مسلم: ۲۷۵۲، سنن ترمذی: ۳۵۴۱، سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۳، مسند احمد: ۹۳۲۶، سنن دارمی: ۲۷۸۵)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۴۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ثواب کی امید کے ساتھ عذاب کا خوف ہونا" اور اس حدیث میں مذکور ہے "اگر کافر کو اللہ کی ان تمام رحمتوں کا علم ہو جائے جو اس کے پاس ہیں تو وہ جنت سے مایوس نہیں ہوگا اور اگر مومن کو ان تمام عذاب کا علم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہیں تو وہ دوزخ سے بے خوف نہیں ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مکلف کو اگر تحقق ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو وہ اپنی امید کو بالکل منقطع نہیں کرے گا اور اگر اس کو تحقق ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنا عذاب ہے تو وہ عذاب کے خوف کو بالکل ترک نہیں کرے گا۔ پس اس لیے یہ چاہیے کہ بندہ خوف اور امید دونوں کے درمیان رہے۔ پس نہ تو وہ بہت زیادہ امید رکھے حتیٰ کہ وہ مرجئہ میں سے ہو جائے جو کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ کسی معصیت کا کوئی ضرر نہیں ہوتا اور نہ خوف میں افراط کرے حتیٰ کہ خوارج اور معتزلہ میں سے ہو جائے جو کہتے ہیں کہ جس نے گناہِ کبیرہ کیا جب وہ بغیر توبہ کے مر گیا تو دوزخ میں رہے گا بلکہ خوف اور امید دونوں کے درمیان ہونا چاہیے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۵۷)

جن لوگوں کی یہ (مشرکین) عبادت کرتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف قریب ترین وسیلہ تلاش کرتے ہیں اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کے عذاب سے ڈرنا ہی چاہیے O

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث امام بخاری کی منفرد روایات میں سے ہے اور یہ حدیث کتاب الادب میں اس باب میں گزر چکی ہے "باب جعل اللہ الرحمۃ مائۃ جزء"۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جب اللہ تعالیٰ نے رحمت کو پیدا کیا تو سو رحمتوں کو پیدا کیا"۔ اس رحمت سے وہ رحمت مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں میں رکھی ہے اور یہ رحمت مخلوق ہے۔ اور جو رحمت اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سو رحمتیں" اس کا مطلب ہے کہ سو قسم کی رحمتیں پیدا کیں یا ایک رحمت کے سو اجزاء پیدا کیے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اگر کافر ان تمام رحمتوں کو جانتا ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں" تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوتا۔ اس حدیث میں کافر کے ذکر کو مقدم کیا ہے، کیونکہ رحمت کی کثرت اور وسعت اس کا تقاضا کرتی ہے کہ ہر ایک اس رحمت کی توقع رکھے۔ اور اس حدیث میں مضارع کا صیغہ استعمال کیا ہے ماضی کا نہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ کافر کو یہ علم نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

Marfat.com

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رحمت کے سو افراد ہیں۔ اور اس حدیث کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ افراد کی تعمیم کی جائے، اس پر یہ سوال ہے کہ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ رحمت کے سو جزء ہیں، لہٰذا تعمیم عموم اجزاء کے لیے ہوگی نہ کہ عموم افراد کے لیے اور اجزاء کو مبالغۃً افراد کے منزلہ میں نازل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۱۔ ۱۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۶۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا بیان

حدیث میں ہے "تم میں سے کوئی شخص ہرگز نہ مرے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھتا ہو"۔ یہ حدیث عنقریب صحیح البخاری کی کتاب التوحید میں آئے گی۔

نیز امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان پر داخل ہوئے اور وہ موت کے قریب تھا، آپ نے اس سے پوچھا: تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دو وصف کسی بندہ کے دل میں ایسے وقت میں جمع نہیں ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا کرے گا جس کی وہ امید رکھتا ہو اور اس سے وہ محفوظ رکھے گا جس سے وہ ڈرتا ہو، اور شاید کہ امام بخاری نے اپنے باب کے عنوان میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن جب کہ یہ حدیث ان کی شرط کے موافق نہیں تھی تو انہوں نے اس حدیث کو وارد نہیں کیا، لیکن وہ حدیث روایت کی جس سے یہ چیز اخذ کی جاسکتی ہے اگرچہ وہ مقصود کی تصریح میں اس کے برابر نہیں ہے۔

کافر کا جنت کی طمع کرنا

یہ حدیث برائی سے اجتناب کرنے کی محرک ہے خواہ برائی صغیرہ ہو اور اطاعت کو لازم رکھنے کی ترغیب دیتی ہے خواہ اطاعت تھوڑی سی ہو۔ یہاں پر ایک اشکال ہے کہ جنت کافر کے لیے پیدا نہیں کی گئی اور کافر کو جنت کی طمع اور خواہش بھی نہیں ہے تو وہ جنت کی تمنا کیسے کرے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص اپنے کفر کا اعتقاد نہ رکھتا ہو اس کا جنت کی تمنا کرنا بعید نہیں ہے اور یہ حدیث مومن کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت میں ترغیب دینے کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتنی وسیع رحمت ہے کہ اگر کافر کو اس کی وسعت کا علم ہو جائے جس کے لیے یہ مقدر کر دیا گیا ہے کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا اور اس کے لیے رحمت میں سے کوئی حصہ نہیں ہے تب بھی وہ جنت کی امید رکھے گا اور اس سے مایوس نہیں ہوگا۔ یا تو اس وجہ سے کہ اس کو جو یہ یقین ہے کہ وہ باطل پر ہے اور اسی پر عناداً وہ مستمر رہا ہے تو اس سے اگر قطع نظر کر لی جائے تو وہ بھی جنت کی توقع رکھے گا اور جب کافر کا یہ حال ہے تو مومن جنت کی تمنا کیوں نہیں کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی ہدایت دی ہے۔ اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جب قیامت کے دن ابلیس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کو دیکھے گا تو وہ بھی شفاعت کی توقع رکھے گا۔ اس حدیث کی امام طبرانی نے حضرت جابر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے المعجم الاوسط میں

Marfat.com

روایت کی ہے اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ جوانی اور صحت کے زمانہ میں خوف کا غلبہ رہنا چاہیے تا کہ آدمی گناہوں سے بچتا رہے۔ اور بڑھاپے اور ضعف میں اور کمزوری میں اللہ تعالیٰ سے امید کا غلبہ رہنا چاہیے۔

خوف کے متعلق قرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں:

اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ یَلْعَبُوْنَ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴿۹۹﴾ (الاعراف:۹۹-۹۸)

اور کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب چاشت کے وقت آجائے جب وہ کھیل کود میں مشغول ہوں O تو کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں؟ حالانکہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو تباہ و برباد ہونے والے ہوں O

وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ﴿۵۶﴾ (الاعراف:۵۶)

اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے دعا کرو، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے O

اور رجاء (امید) کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَ لَا تَایْــٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴿۸۷﴾ (یوسف:۸۷)

اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ کی رحمت سے تو کافر ہی مایوس ہوتے ہیں O

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۲۷-۵۲۸، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۲۰- بَابُ: الصَّبْرِ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ

جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، ان سے صبر کرنا

وَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴿۱۰﴾ (الزمر:۱۰)

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا O

وَقَالَ عُمَرُ: وَجَدْنَا خَیْرَ عَیْشِنَا بِالصَّبْرِ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے صبر کے ساتھ اپنی بہترین زندگی پائی۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے صبر کرنے میں کوشش کرنی چاہیے۔ اور المحارم محرمۃ کی جمع ہے۔ الجوہری نے کہا: حرمت کا معنی ہے جس چیز کا کرنا جائز نہ ہو اور اسی طرح المحرمۃ ہے۔

اور صبر کے معنی ہیں: نفس کو روکنا، اور کبھی یہ عن کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور یہ معاصی میں ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے "صَبَرَ عَن

Marfat.com

الزنا'' اس نے زنا کرنے سے اپنے آپ کو روکا، اور کبھی یہ علیٰ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے ''صَبَرَ علی الصلوٰۃ'' اس نے نماز پڑھنے پر صبر کیا، اور کبھی صبر کا لفظ فی کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور اس کا معنی ہے: مصائب کے اوپر جزع فزع کرنے، بے چینی اور گھبراہٹ کا اظہار کرنے اور رونے اور چلانے سے اپنے آپ کو روکنا۔

امام بخاری نے یہاں تعلیق میں الزمر: ۱۰ کو ذکر کیا ہے اور اس آیت کا ''الصبر عن محارم اللہ'' پر عطف ہے۔ اور اس کا مطلب بھی ہے کہ جو لوگ عبادت کی مشقت پر صبر کرتے ہیں یا جو لوگ مصائب میں جزع فزع کرنے سے اپنے آپ کو روکے رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو پورا پورا اجر بغیر حساب کے عطا فرماتا ہے۔

دوسری تعلیق میں امام بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا: ''ہم نے اپنی بہترین زندگی صبر کے ساتھ پائی''۔ یہاں پر صبر کا لفظ باء کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے اور یہ باء الصاق کے لیے ہے یعنی ہماری بہترین زندگی صبر کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اس اثر کو امام احمد نے کتاب الزہد میں سندِ صحیح کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمْ يَسْأَلْهُ أَحَدٌ مِنْهُمْ إِلَّا أَعْطَاهُ حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ نَفِدَ كُلُّ شَيْءٍ أَنْفَقَ بِيَدَيْهِ مَا يَكُنْ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ لَا أَدَّخِرْهُ عَنْكُمْ وَإِنَّهُ مَنْ يَسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ وَلَنْ تُعْطَوْا عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید اللیثی نے خبر دی، انہوں نے بتایا کہ انہیں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، پس ان میں سے جس کسی نے بھی سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عطا فرمایا حتیٰ کہ آپ کے پاس جتنا بھی مالِ غنیمت تھا وہ سب ختم ہو گیا۔ پھر جب اپنے ہاتھوں سے خرچ کرنے سے ہر چیز ختم ہو گئی تو آپ نے ان سے فرمایا: میرے پاس جو مال بھی ہوگا میں اس کو تم سے جمع کر کے نہیں رکھوں گا اور بے شک جو سوال سے رکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو روکے رکھتا ہے اور جو صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا فرماتا ہے۔ اور جو مستغنی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتا ہے۔ اور تمہیں ہرگز کوئی عطاء نہیں دی جائے گی جو صبر سے اچھی اور وسیع ہو۔

(صحیح البخاری: ۱۴۶۹، ۶۴۷۰، صحیح مسلم: ۱۰۵۳، سنن ترمذی: ۲۰۲۴، سنن نسائی: ۲۵۸۸، سنن ابوداؤد: ۱۶۴۴، مسند احمد: ۱۱۴۸۰، موطا امام مالک: ۱۸۸۰، سنن دارمی: ۱۶۴۶)

صحیح البخاری: ۶۴۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الزہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم الزہری سے روایت کرتے ہیں اور ان کا ذکر بخاری میں بہت زیادہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوسعید کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ضرورت کے وقت سوال کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سائل کو ایک مال سے دو مرتبہ دینے کا ثبوت ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو اس سے اچھے طریقہ سے عذر پیش کیا جائے، اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم اور آپ کی جود و سخا کا بیان ہے کہ آپ بار بار دینے سے اکتاتے نہیں تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے لوگوں کو صبر کرنے اور بے نیازی اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے پر وصیت کی ہے اور اللہ عزوجل کے رزق کا انتظار کرنے کی ترغیب دی ہے اور آپ نے یہ بتایا ہے کہ مومن کو جو چیزیں دی گئی ہیں ان میں سب سے اچھی چیز صبر ہے، کیونکہ صبر کی جزاء لامحدود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر: ۱۰) صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت سوال کرنا جائز ہے، تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا اور صبر کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے تاکہ اس کے پاس بغیر سوال کے اللہ تعالیٰ کا رزق آئے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

سوال کی ممانعت اور سوال کی حدِ جواز کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو اس کو سوال سے مستغنی کر دے، پھر بھی اگر اس نے لوگوں سے سوال کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر خراشیں ہوں گی، آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! سوال سے مستغنی ہونے کی کیا مقدار ہے، آپ نے فرمایا: اس کے پاس پچاس درہم ہوں یا اتنی مقدار کا سونا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۲۶، سنن ترمذی: ۶۵۰، سنن نسائی: ۲۵۹۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس اتنا مال تھا جو اس کو سوال سے غنی کر سکے تو وہ صرف آگ کی کثرت کر رہا ہے، مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! سوال سے غنی کرنے والے مال کی کیا مقدار ہے، یا پوچھا: اس غنی کی کتنی مقدار ہے جس کے باوجود سوال نہیں کرنا چاہیے، آپ نے فرمایا: جس سے وہ

Marfat.com

ایک رات اور ایک دن سیر ہو کر کھانا کھا سکے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۲۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غنی کے لیے صدقہ حلال ہے اور نہ اس شخص کے لیے جو قوی ہو اور اس کے اعضاء صحیح ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۳۴، سنن ترمذی: ۶۵۲)

صبر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

عبادات پر صبر کرنا:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (البقرۃ: ۴۶۔۴۵)

اور صبر اور نماز (کے ذریعہ) سے مدد حاصل کرو اور بے شک نماز ضرور دشوار ہے، سوا ان لوگوں کے (جو اللہ کی طرف) جھکنے والے ہیں O جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں O

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ (آل عمران: ۱۲۰)

اگر تمہیں کوئی اچھائی حاصل ہو تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تم کو کوئی برائی پہنچتی ہے تو یہ اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو ان کا مکروفریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، بے شک اللہ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے O

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

(آل عمران: ۱۴۱۔۱۴۲)

اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کر دے اور کافروں کو مٹا دے O کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے مجاہدوں اور صبر کرنے والوں کو (دوسروں سے) ممتاز نہیں کیا O

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَھُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۴۶)

اور کتنے نبیوں کے ساتھ (مل کر) اللہ والوں نے اللہ کی راہ میں قتال کیا، تو اللہ کی راہ میں مصائب پہنچنے کی وجہ سے نہ وہ سست ہوئے اور نہ کمزور پڑے اور نہ دبے، اور اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے O

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَھُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ (یونس: ۱۰۹)

اور آپ اسی کی اتباع کیجیے جس کی آپ پر وحی کی جاتی ہے حتیٰ کہ اللہ فیصلہ فرمائے، اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے O

وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ (المدثر: ۷)

اور اپنے رب کی خاطر صبر کیجیے O

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝

اور دن کی دونوں طرفوں میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھیے، بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ ان لوگوں

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (ہود: ۱۱۴۔۱۱۵)

کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں O اور صبر کیجئے، پس بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا O

مصائب پر صبر کرنا

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۗ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۵۵۔۱۵۷)

اور البتہ ہم تم کو کچھ ڈر، بھوک اور (تمہارے) مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان میں ضرور مبتلا کریں گے، اور ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے O جن کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں O یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے خصوصی نوازشیں ہیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پر ثابت قدم ہیں O

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۗ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (آل عمران: ۱۸۶)

بے شک تم اپنی جانوں اور مالوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے، اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور مشرکوں سے ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرتے رہے اور اللہ سے ڈرتے رہے تو یہ ضرور بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے O

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰىٓ اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (الانعام: ۳۴)

آپ سے پہلے بھی کتنے ہی عظیم رسولوں کی تکذیب کی گئی، سو انہوں نے اس تکذیب اور ایذاء رسانی پر صبر کیا حتیٰ کہ ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی اور اللہ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے، اور بے شک آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں O

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۗ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۗ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۗ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝ (یوسف: ۱۶۔۱۸)

اور وہ رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے O انہوں نے کہا: اے ابا! ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کر رہے تھے، اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے ساتھ چھوڑ دیا تھا، پس اس کو بھیڑیے نے کھا لیا اور آپ ہماری بات ماننے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں O اور وہ اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے، (یعقوب نے) کہا: (بھیڑیے نے تو خیر نہیں کھایا) بلکہ تمہارے دل نے ایک بات گھڑ لی ہے، پس اب صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے O

Marfat.com

صبر کی جزاء

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۖ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل:٩٦)

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا اور جن لوگوں نے صبر کیا ان کو ہم ان کے نیک کاموں کی ضرور جزاء دیں گے O

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ (المومنون:١٠٩-١١١)

بے شک میرے بندوں میں سے ایک گروہ یہ کہتا تھا: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے O تو (اے کافرو!) تم نے ان کا مذاق اڑایا حتیٰ کہ (اس مشغلہ نے) تمہیں میری یاد (بھی) بھلا دی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے O بے شک میں نے آج ان کے صبر کی اچھی جزاء دی اور بے شک وہی کامیاب ہیں O

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ (الفرقان:٧٣-٧٥)

اور جب ان لوگوں کو اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جائے تو وہ ان آیتوں پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے O اور وہ لوگ یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقین کا امام بنا دے O یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزاء میں جنت کی بلند عمارات دی جائیں گی اور وہاں ان کو دعا اور سلام پیش کیا جائے گا O

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر:١٠)

آپ کہیے: اے میرے ایمان دار بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہو، جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک کام کیے ہیں ان کے لیے اچھا اجر ہے اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے، صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا O

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً

بے شک نیکوکار ایسے مشروب کے جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہے O اس چشمہ سے اللہ کے بندے پئیں گے وہ اس چشمہ کو جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے O وہ نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلا ہوا ہے O وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں O (ابرار کہتے ہیں:) ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں ہم تم سے اس کے عوض نہ کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ ستائش O بے

Marfat.com

وَّ شُرُوۡرًا ﴿ۚ۱۱﴾ وَ جَزٰىہُمۡ بِمَا صَبَرُوۡا جَنَّۃً وَّ حَرِیۡرًا ﴿ۙ۱۲﴾ (الدہر: ۵۔۱۲)

شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو بے حد ترش اور سخت ہے O سو اللہ نے ان کو اس دن کے شر سے بچالیا اور ان کو ترو تازگی اور فرحت عطا فرمائی O اور ان کے صبر کی جزاء میں ان کو جنت اور ریشمی لباس عطا فرمایا O

صبر کے متعلق احادیث

(۱) حضرت عثمان بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس عرض کیا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت میں رکھے، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں دعا کردوں اور اگر تم چاہو تو تم صبر کرو وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اس نے کہا: آپ دعا کردیجئے، تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا کرے:

اللھم انی اسالك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی توجهت بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی، اللھم فشفعه فی۔

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد نبی الرحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں متوجہ ہوا ہوں تاکہ میری حاجت پوری کی جائے، اے اللہ! پس تو آپ کی شفاعت کو میرے متعلق قبول فرما۔

(سنن ترمذی: ۳۵۷۸، سنن ابن ماجہ ص ۹۹ طبع کراچی، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸، مستدرک ج ۱ ص ۵۱۹)

(۲) حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں ملا، اس نے کہا: کیا آپ مجھے اس طرح عامل نہیں بناتے جس طرح آپ نے فلاں شخص کو عامل بنایا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم لوگ عنقریب میرے بعد اپنے اوپر دوسروں کی ترجیح کو پاؤ گے سو تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم حوض پر مجھ سے ملاقات کرو۔ (صحیح البخاری: ۳۷۹۲، صحیح مسلم: ۱۸۴۵)

(۳) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض ان ایام میں جن میں آپ کا دشمن سے مقابلہ ہوا، آپ انتظار فرمارہے تھے حتیٰ کہ جب سورج غروب کے قریب ہوگیا تو آپ صحابہ میں کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو، پس جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو تم صبر کرنا، اور یاد رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۲۴، صحیح مسلم: ۱۷۴۲)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عطاء سے کہا: کیا میں تمہیں ایک ایسی عورت نہ دکھاؤں جو اہل جنت میں سے ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، تو انہوں نے کہا: یہ سیاہ فام عورت، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اس نے کہا: مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں برہنہ ہوجاتی ہوں، آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو تم صبر کرو اور تمہیں جنت مل جائے گی اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تندرست کردے، اس عورت نے کہا: میں صبر کروں گی، پھر کہا: میں برہنہ ہوجاتی ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میں برہنہ نہ ہوں، تو آپ نے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ (صحیح البخاری: ۵۶۵۲، صحیح مسلم: ۲۵۷۶)

Marfat.com

(۵) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ میں کھڑے ہوئے، پس آپ نے ان سے ذکر کیا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا افضل اعمال ہیں، ایک مرد نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو مجھ سے میرے گناہ مٹا دیئے جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جاؤ اس حال میں کہ تم صبر کرنے والے ہو، ثواب کی نیت کرنے والے ہو، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو، پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: میں نے کس طرح کہا تھا، اس نے کہا: یہ بتایئے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میرے گناہ مٹ جائیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس حال میں کہ تم صبر کرنے والے ہو، ثواب کی نیت کرنے والے ہو، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو، پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو، سوائے قرض کے، کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے ابھی بتایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۸۵)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان کرتی ہیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طاعون کے متعلق سوال کیا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ طاعون ایک عذاب تھا جسے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا تھا بھیج دیتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس طاعون کو مومنین کے لیے رحمت بنا دیا۔ پس جو بندہ بھی طاعون میں مبتلاء ہو اور وہ اس شہر میں صبر کرتا ہوا ٹھہرے اور یہ یقین رکھے کہ اس کو وہی مصیبت پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے تو اس کو شہید کی مثل اجر ملے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۳۴)

(۷) حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو ان کو مصیبت میں مبتلاء کر دیتا ہے، سو جو صبر کرے تو اس کے لیے صبر کا اجر ہوگا اور جو بے قرار ہو تو اس کے لیے بے قراری ہوگی۔

(الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۲۸۳)

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، بے شک اللہ عزوجل نے فرمایا: جب میں اپنے بندہ کو اس کی دو محبوب چیزوں کی مصیبت میں مبتلاء کرتا ہوں، سو وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں اس کے عوض میں اس کو جنت عطا کرتا ہوں، آپ کی مراد اس کی دونوں آنکھیں تھیں۔ (صحیح البخاری: ۵۶۵۳)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانا کھا کر شکر ادا کرنے والا اس کے منزلہ میں ہے جو روزہ رکھنے والا صبر کرنے والا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۴۸۶، سنن ابن ماجہ: ۱۷۶۴، مسند احمد: ۷۷۹۳)

(۱۰) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن کے حال پر تعجب ہوتا ہے، اس کا ہر حال خیر ہے اور یہ صرف مومن کے لیے ہے، اگر اس کو خوشی حاصل ہو تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہے، اور اگر اس کو مصیبت پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے خیر ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۹۹)

(۱۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ عزوجل کی مومن کے لیے قضاء و قدر پر تعجب کرتا ہوں، اگر اس کو خیر حاصل ہو تو اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور شکر ادا کرتا ہے، اور اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور صبر کرتا ہے، اور مومن کو ہر چیز میں اجر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ جو لقمہ وہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں رکھتا ہے اس میں بھی۔

(مسند احمد: ۱۴۸۷۔ حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی امام احمد نے روایت کی ہے اور اس کی اسانید اور رجال سب صحیح ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۰۹)

(۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت کو تقسیم کیا تو ایک مرد نے کہا: یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ عزوجل کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا، پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے آپ کو اس بات کی خبر دی، سو آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے چہرہ میں ناراضگی کے آثار دیکھے، پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، ان کو اس سے زیادہ ایذاء پہنچائی گئی تھی سو انہوں نے صبر کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۴۰۵، صحیح مسلم: ۱۰۶۲)

(۱۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بیمار تھا، پس میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور میں یہ دعا کر رہا تھا: اے اللہ! اگر میری مدتِ حیات پوری ہوگئی ہے تو مجھے اس میں راحت عطا فرما اور اگر وہ موخر ہے تو اس کو مجھ سے اٹھا لے اور اگر کوئی مصیبت ہے تو مجھے اس پر صبر کرنے والا بنا دے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے کس طرح دعا کی تھی؟ تو میں نے وہ دعائیہ کلمات دہرائے، تو آپ نے اپنے پیر سے ان کو مارا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو عافیت عطا فرما یا کہا: اس کو شفاء عطا فرما، پھر اس کے بعد مجھے کبھی درد نہیں ہوا۔ (سنن ترمذی: ۳۵۶۴)

(۱۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھی، آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈر اور صبر کر، اس نے کہا: آپ میرے پاس سے ہٹیں، کیونکہ آپ کو میری جیسی مصیبت نہیں پہنچی اور اس نے آپ کو نہیں پہچانا تھا، اسے بتایا گیا کہ یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئی، وہاں اس نے آپ کے دربانوں کو نہیں پایا اس نے کہا: میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا، آپ نے فرمایا: صبر تو صرف اس وقت معتبر ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچا ہو۔
(صحیح البخاری: ۱۲۸۳، صحیح مسلم: ۹۲۶)

(۱۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ان بیٹیوں کی پرورش کے ساتھ مبتلاء ہوا اور اس نے ان پر صبر کیا تو وہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جائیں گی۔ (سنن ترمذی: ۱۵۶۱)

(۱۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے امیر سے کوئی ناگوار بات دیکھی تو وہ اس پر صبر کرے، کیونکہ جو شخص جماعتِ مسلمین سے ایک بالشت بھی باہر نکلا اور مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔
(صحیح مسلم: ۱۸۴۹)

(۱۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مومن لوگوں سے مل جل کر رہتا ہے اور ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرتا ہے اس کو اس مومن سے زیادہ اجر ملتا ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر نہیں کرتا۔ (سنن ترمذی: ۲۵۰۷، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۲، مسند احمد: ۵۰۲۲)

۶۴۷۱ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي حَتَّى تَرِمَ أَوْ تَنْتَفِخَ قَدَمَاهُ فَيُقَالُ لَهُ فَيَقُولُ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن علاقہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز پڑھتے حتیٰ کہ آپ کی

Marfat.com

پنڈلیوں پر ورم آجاتا یا آپ کے دونوں قدم سوج جاتے، آپ سے کہا جاتا (آپ اتنی عبادت کی کوشش کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت فرمادی ہے) تو آپ فرماتے: کیا پس میں اللہ کا زیادہ شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں۔

(صحیح البخاری: ۱۱۳۰، ۴۸۳۶، ۶۴۷۱، صحیح مسلم: ۲۸۱۹، سنن ترمذی: ۴۱۲، سنن نسائی: ۱۶۴۴، سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۹، مسند احمد: ۱۷۷۷۴)

صحیح البخاری: ۶۴۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے صبر اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت پر صبر کیا حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خلاد بن یحییٰ، یہ ابن صفوان ابومحمد السلمی الکوفی ہیں، انہوں نے مکہ میں رہائش رکھی اور مکہ ہی میں ۲۱۳ھ میں فوت ہوگئے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مسعر، یہ ابن قدام الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زیاد، یہ ابن عِلاقہ ہیں (عین پر کسرہ اور لام پر زبر)۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی تورم" یہ اصل میں تورم تھا، واؤ کسرہ اور علامتِ مضارع کے درمیان واقع ہوئی تو اس کو حذف کردیا کیونکہ یہ ورم یرم کے باب سے ہے۔ اور ورم کا معنی ہے سوج جانا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او تنتفخ" علامہ کرمانی نے کہا کہ اَو کا لفظ تنویع کے لیے ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ راوی کو شک ہو۔ اور دوسروں نے وثوق سے کہا کہ شک کے لیے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیقال لہ" یعنی آپ سے کہا جاتا "انک قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر" اس کا معنی ہے: آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کردی گئی ہے۔ تو آپ جواب میں فرماتے: کیا میں اللہ تعالیٰ کے اس فضلِ عظیم اور اس نعمت پر شکر ادا نہ کروں جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ خاص کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۴۔ ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کلی مغفرت کے اعلان کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی یہ خصوصی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کی کلی مغفرت کا اعلان فرمادیا ہے تاکہ آپ آخرت

Marfat.com

میں اطمینان اور تسلی کے ساتھ اپنی امت کی شفاعت کر سکیں ورنہ جن انبیاء علیہم السلام کی دنیا میں مغفرت کا اعلان نہیں فرمایا وہ قیامت کے دن طلبِ شفاعت پر اپنا عذر پیش کریں گے۔

حدیث میں ذکر ہے کہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس شفاعت کے لیے جائیں گے تو وہ عذر پیش کریں گے، وہ کہیں گے: میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن تم ابراہیم کے پاس جاؤ کیونکہ وہ خلیل الرحمٰن ہیں، پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے: میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں: میں اس کے لیے نہیں ہوں تم عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کی (پسندیدہ) روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے: میں اس کے لیے نہیں ہوں، لیکن تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ، تو وہ میرے پاس آئیں گے، سو میں کہوں گا: میں ہی اس کے لیے ہوں، پس میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا، سو مجھے شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ مجھے ایسے حمد کے کلمات الہام فرمائے گا جن کے ساتھ میں اس کی حمد کروں گا اس وقت مجھے وہ کلمات مستحضر نہیں ہیں، پس میں اللہ تعالیٰ کی ان کلمات سے حمد کروں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا تو مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔۔۔الحدیث (صحیح البخاری:۷۵۱۰، صحیح مسلم:۱۹۳)

چونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرتِ کلی کا اعلان فرمادیا ہے اس لیے آپ اطمینان اور تسلی کے ساتھ اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے ورنہ دیگر تمام انبیاء علیہم السلام شفاعت کرنے سے گریز فرمائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی آپ کے اوپر بہت بڑی نعمت ہے اور بہت خاص انعام ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کی عظیم اور خصوصی نعمت کا زیادہ شکر ادا نہ کروں!

صحیح البخاری:۶۴۷۱ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صبر اور شکر کا موازنہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت پر صبر کرنے کا بیان ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنی زیادہ نماز پڑھتے تھے کہ آپ کے دونوں قدم سوج جاتے تھے اور آپ فرماتے تھے: کیا میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہ بنوں۔

سلف صالحین نے شکر کی تعریف میں اختلاف کیا ہے، امام طبری نے کہا: بعض علماء نے کہا ہے: بندہ اپنے رب کی نعمتوں پر اس کی حمد و ثناء کرے تو یہ رب کا شکر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو کچھ مقدر کیا ہے اس پر راضی رہے۔ اور اس کے لیے جو خیر اور شر کو مقدر کیا ہے اس کو تسلیم کرے تو یہ شکر ہے۔

اور ربیع بن انس نے اور دوسروں نے کہا ہے: بندہ کا شکر یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی عبادت کرے، یہ السدی اور محمد بن کعب سے مروی ہے۔ اور دوسرے علماء نے کہا: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یہ اقرار کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کے ساتھ اس پر فضل کیا ہے اس کا کوئی حق نہیں تھا کہ اس کو یہ نعمتیں دی جاتیں، یہ محض اس کا فضل ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا شکر

Marfat.com

ہے۔ اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا دونوں کا ایک معنی ہے، یہ حضرت ابن عباس اور حضرت زید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

اور امام طبری نے کہا: صحیح یہ ہے کہ بندہ کے شکر کا معنی یہ ہے کہ وہ یہ اقرار کرے کہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کے غیر نے نہیں دی۔ قرآن مجید میں ہے:

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ (سبا: ۱۳)

سلیمان جو کچھ چاہتے تھے وہ (جنات) ان کے لیے بنا دیتے تھے، قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر ٹب، اور چولہوں پر جمی ہوئی دیگیں، اے آل داؤد! تم شکر ادا کرنے کے لیے نیک کام کرو، اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں ○

اگر تم یہ سوال کرو کہ صبر اور شکر میں کس کا مرتبہ زیادہ ہے، تو کہا جائے گا: ان میں سے ہر ایک کا بلند درجہ ہے اور شریف مرتبہ ہے، اور جو عافیت اور آسانی میں ہو وہ اس کی مثل نہیں ہے جو فاقہ اور مصیبت میں مبتلا ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر: ۱۰)

صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا ○

صبر کی فضیلت کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اہلِ عافیت یہ پسند کریں گے کہ دنیا میں ان کی کھالوں کو قینچی سے کاٹ دیا جاتا جب وہ مصیبت میں مبتلاء لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ثواب دیکھیں گے۔ (سنن ترمذی: ۲۴۰۲)

اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، پس فرمایا: تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے کل خیر کو نازل فرما دیا ہے۔ بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، میں نے عرض کیا: آپ پر میرا باپ اور میری ماں فداء ہوں، وہ نیکیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: پانچ نمازیں، اور میرے پاس آپ تشریف لائے، پس فرمایا: تمہیں بشارت ہو کہ بے شک اللہ عزوجل نے ایسی خیر نازل فرمادی ہے کہ اس کے بعد شر نہیں ہوگا، میں نے عرض کیا: آپ پر میرا باپ اور میری ماں فداء ہوں، وہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "جو بھی ایک نیکی لے کر آیا اللہ تعالیٰ اس کو دس نیکیوں کی مثل اجر عطا فرمائے گا"۔ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میری امت کے اجر کو اور زیادہ کر، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ: ۲۶۱)

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس نے سات ایسے خوشے اگائے کہ ہر خوشے میں سات سو دانے ہیں، اور اللہ جس کے لیے چاہے ان کو دگنا کر دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے ○

میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میری امت کو اور زیادہ اجر عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩ (الزمر:١٠) صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گاO

اور امام طبرانی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام ہے شجرۃ البلوی، قیامت کے دن وہ مصیبت زدہ لوگوں کو دیا جائے گا، پس ان کے لیے کوئی صحیفہ اعمال بلند نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کے لیے میزان کو نصب کیا جائے گا، پس ان کے اوپر ان کا اجر انڈیل دیا جائے گا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩'' (الزمر:١٠)۔

(المعجم الکبیر:٢٧٦٠، حافظ الہیثمی المتوفی ٨٠٧ھ نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں ایک راوی سعد بن طریف ہے اور یہ بہت ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ٢ ص ٣٠٥)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٩ ص ٤٩٥۔ ٤٩٦، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ١٤٢٩ھ)

صحیح البخاری:٦٤٧١، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

صبر کا مقام اور مرتبہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک صبر کرنے والوں میں سب سے زیادہ مرتبہ ان کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کے ارتکاب پر صبر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی مشقت برداشت کرنے پر صبر کرتے ہیں اور جس نے ایسا کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے خالص اور پسندیدہ بندوں میں سے ہوتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں صبر سے زیادہ اچھی اور صبر سے زیادہ وسیع کوئی نعمت نہیں دی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: صبر اور سخاوت۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٤٣، شعب الایمان:١٠ ٩٧)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو سوال کرنے سے رکے گا اللہ تعالیٰ اس کو روک کر رکھے گا اور جو صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا فرمائے گا۔ اور جو استغناء کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دے گا۔ اور یہ اس آیت کی مثل ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ⑤ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ⑥ (اللیل:٥۔٦) پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہاO اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہاO

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ١٠ ص ١٨٥، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢٤ھ)

تنبیہ: اس کے بعد ہم نے جو علامہ ابن الملقن کی شرح ذکر کی ہے، وہ تمام کی تمام علامہ ابن بطال کی اسی حدیث کی شرح سے نقل ہے۔

صحیح البخاری:٦٤٧١، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

صبر کے متعدد معانی

صبر کے مفہوم میں فرائض اور واجبات کا کرنا اور مکروہات اور محرمات سے رکنا بھی داخل ہے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب بندہ کو مکروہات اور محرمات کے قبیح ہونے کا علم ہو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے حرام کیا ہے تا کہ اس کا بندہ رذائل کے ارتکاب سے محفوظ رہے، پس یہ علم عقلمند کو ان رذائل کے ترک کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اور اس کی وجہ اللہ تعالیٰ سے اور بندوں سے حیاء بھی ہے اور یہ خوف ہے کہ کوئی اس کو رذیل کام کرتے ہوئے دیکھے گا تو اس کی مذمت کرے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر ناراض ہو گا تو پھر وہ اس رذیل کام کو اپنے انجام کی خرابی کی وجہ سے ترک کر دیتا ہے۔ اور بندہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے اور سننے کی جگہ میں ہوتا ہے۔ سو یہ خوف بندہ کو ان برے کاموں کے ارتکاب سے روکتا ہے۔ اور اس کی یہ وجہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بندہ کو نعمتیں عطا کی ہیں، بندہ ان کی رعایت کرتا ہے، کیونکہ معصیت اور گناہ عموماً نعمت کے زوال کا سبب ہوتا ہے اور اس کی یہ وجہ بھی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے، کیونکہ محب اپنے آپ کو اپنے محبوب کے ناپسندیدہ کاموں سے روکتا ہے اور اس کام پر اپنے آپ کو قائم رکھتا ہے جو اس کے محبوب کو پسند ہوتا ہے۔ اور صبر کی تعریف جو سب سے عمدہ کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نفس کو ناپسندیدہ چیز سے روکنا صبر ہے۔ اور زبان کو اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے سے روکنا صبر ہے اور مصائب کو برداشت کرنا اور کشادگی کا انتظار کرنا صبر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں صبر کرنے والوں کی تحسین فرمائی ہے۔ اور کتاب الایمان کے شروع میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ''صبر نصف ایمان ہے''۔

امام راغب اصفہانی نے کہا ہے: صبر کا معنی ہے تنگی کے وقت میں اپنے آپ کو روکنا۔ سو صبر کا معنی ہے کہ عقل یا شرع جس چیز کا تقاضا کرتی ہے اس پر اپنے نفس کو روکنا۔ اور اس کے متعلقات کے اعتبار سے اس کے معنی مختلف ہوتے ہیں۔ اگر فقط مصیبت میں گھبراہٹ اور بے قراری سے اپنے آپ کو روکنا ہو تو اس کو مطلقاً صبر کہا جاتا ہے۔ اگر دشمن کے مقابلہ میں فرار سے اپنے آپ کو روکنا ہو تو اس کو شجاعت کہا جاتا ہے۔ اور اگر فحش کاموں سے اپنے آپ کو روکنا ہو تو اس کو عفت کہا جاتا ہے۔ اور اگر فضول کلام سے اپنے آپ کو روکنا ہو تو اس کو کتمان کہا جاتا ہے۔

صبر اور شکر کے محامل

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور واجب کا ترک کرنا حرام ہے۔ اور نفس کو واجب کے فعل کے ساتھ مشغول رکھنا فعلِ حرام سے صبر کرنا ہے۔ اور حاصل یہ ہے کہ شکر کرنا طاعت پر صبر کرنے کو متضمن ہے اور معصیت سے صبر کرنے کو متضمن ہے۔

بعض ائمہ نے کہا ہے: صبر شکر کو مستلزم ہے، کیونکہ شکر صبر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اور ان میں سے ایک چلا جائے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے، پس جس شخص کو کوئی نعمت حاصل ہو تو اس پر فرض ہے کہ اس نعمت پر شکر ادا کرے اور صبر کرے۔ رہا شکر تو واضح ہے اور رہا صبر تو وہ معصیت سے اپنے آپ کو روکے رکھے، اور جو شخص کسی مصیبت میں مبتلاء ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ صبر کرے، اور رہا شکر تو وہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ کے اوپر مصیبت میں بھی عبادت کا حق ہے جیسا کہ بندہ کے اوپر حالتِ نعمت میں عبادت کا حق ہے۔

پھر صبر کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم ہے معصیت اور گناہ سے صبر کرنا، پس وہ گناہ اور معصیت کا ارتکاب نہ کرے اور دوسری قسم

Marfat.com

ہے: طاعت پر صبر کرے، یعنی اطاعت اور عبادت کو ادا کرے، اور تیسری قسم ہے: مصیبت پر صبر کرے، یعنی مصیبت کے حال میں اپنے رب کی شکایت نہ کرے۔ اور مرد کے لیے ان تینوں میں سے کوئی ایک قسم ضروری ہے۔ پس صبر اس کو ابداً لازم ہے اور اس سے اس کا خروج نہیں ہے اور صبر ہر کمال کے حصول کا سبب ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے: کبھی صبر اللہ کے لیے ہوتا ہے اور کبھی اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پہلی قسم وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر صابر ہو اور اس کی رضا کا طالب ہو، پس اطاعت اور عبادت کی مشقت پر صبر کرے اور معصیت سے رک کر صبر کرے، کیونکہ شہواتِ باطلہ اس کو معصیت پر ابھارتی ہیں اور وہ شہوت کے ان تقاضوں پر صبر کرے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا:

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ (یوسف: ۳۳)

اے میرے رب! مجھے قید ہونا اس گناہ سے پسند ہے جس کی طرف مجھے یہ (عورتیں) دعوت دیتی ہیں اور اگر تو نے ان کی سازش مجھ سے دور نہ کی تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا O

دوسری قسم یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دے بایں طور کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قوت کے حوالے ہو۔

اور بعض علماء نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر صبر کرنا اس کی تقدیر پر راضی ہونا ہے اور اللہ کے لیے صبر کرنا اس کی محبت پر صبر کرنا ہے اور اس کے ساتھ صبر کرنا وہ اس کی مشیت اور ارادہ کے ساتھ متعلق ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۲۹۔۵۳۱، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۷۱ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صبر کی اقسام

صبر کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم ہے اللہ کی طاعت پر صبر کرنا، دوسری قسم ہے اللہ تعالیٰ کی معصیت سے صبر کرنا، اور تیسری قسم ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیروں پر صبر کرنا، عام ازیں کہ وہ تقدیریں رنج پہنچانے والی ہوں یا خوشی دینے والی ہوں۔

رہا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت پر صبر کرنا تو وہ یہ ہے کہ انسان اپنے رب کی اطاعت اس طرح کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو اس عبادت کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اطاعت صبر کی محتاج ہوتی ہے، خاص طور پر وہ اطاعت جس میں مشقت ہو مثلاً روزہ، اور بے شک روزہ نفوس پر دشوار ہوتا ہے، اسی وجہ سے رمضان کے مہینہ کو شہر الصبر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جہاد بھی نفوس پر مشکل اور دشوار ہوتا ہے اور اس میں بھی صبرِ طویل کی ضرورت ہوتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دشمن سے ملاقات کے وقت ثابت قدم رہنے کا حکم دیا ہے، اور انہی میں سے حج کرنا ہے کیونکہ اس میں مشقتِ مالیہ بھی ہے اور مشقتِ بدنیہ بھی ہے، خاص طور پر اس لیے کہ جب انسان مکہ جاتا ہے تو اپنے وطن سے دور ہوتا ہے اور اطاعت پر صبر یہ ہے کہ نفس کو اطاعت پر روکے رکھے حتیٰ کہ اس کو بطریقِ مطلوب ادا کر دے، اور یہ نفس کی مشقت اور بدن کی مشقت پر مشتمل ہے۔ اور بدن کی مشقت یہ

Marfat.com

ہے کہ اس میں بہت زیادہ نقل وحرکت کرنی پڑتی ہے اور نفس کی مشقت یہ ہے کہ اس میں انسان اپنے نفس کو ذلیل کرتا ہے۔
دوسری قسم ہے معصیت پر صبر کرنا: یعنی نفس کو گناہوں اور معاصی کے افعال سے روکنا جب اس کا نفس چاہتا ہے کہ وہ زنا کرے تو وہ اپنے آپ کو زنا سے روکے یا اس کا نفس چاہتا ہے کہ وہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرے تو وہ اپنے نفس کو روکے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو یہ معاصی پر صبر کرنا ہے۔
تیسری قسم ہے تقدیر پر صبر کرنا کیونکہ تقدیر میں جو مرض لکھا ہوا ہے یا فقر لکھا ہوا ہے یا جلدی موت لکھی ہوئی ہے تو ان سب چیزوں کے لیے صبر کی مشقت کی ضرورت ہے۔
ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت پر صبر کرنا یہ افضل ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی معصیت سے رک کر نفسانی خواہشات پر صبر کرنا اس کا مرتبہ ہے، اور پھر تیسرا مرتبہ ان تقدیروں پر صبر کرنے کا ہے جو اس کے لیے رنج کا باعث ہیں۔
(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۳۴۳۔ ۳۴۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۱۔ بَابٌ: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق: ۳)

اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اسے کافی ہے

قَالَ الرَّبِيعُ بْنُ خُثَيْمٍ: مِنْ كُلِّ مَا ضَاقَ عَلَى النَّاسِ۔

ربیع بن خثیم نے کہا: (توکل) ہر اس چیز سے ہے جو لوگوں کے اوپر تنگ اور دشوار ہو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب کا عنوان ہے "جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو وہ اسے کافی ہے"۔
توکل کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کی پناہ لینا اور اس پر اعتماد کرنا۔ اور اصطلاح میں توکل کا معنی ہے: اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا اور اسباب سے قطع نظر کرنا۔ اور توکل کا یہ معنی نہیں ہے کہ اسباب کو چھوڑ دیا جائے اور جو چیز مخلوق سے حاصل ہونے والی ہے اس پر اعتماد کیا جائے، کیونکہ یہ بسا اوقات توکل کی ضد کی طرف لے جاتی ہے۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی گھر میں بیٹھا یا مسجد میں اور اس نے کہا کہ میں کوئی کام نہیں کروں گا حتیٰ کہ میرے پاس میرا رزق آجائے، تو امام احمد نے کہا: یہ آدمی علم سے جاہل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے رزق کو میرے نیزوں کے سائے کے نیچے رکھا ہے۔ اور نیز آپ نے فرمایا: اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرو جو توکل کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے، صبح کو وہ بھوکے اٹھتے ہیں اور شام کو بھرے ہوئے پیٹ کے ساتھ واپس آتے ہیں، پس آپ نے بتایا کہ وہ صبح اور شام رزق کی طلب میں نکلتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم تجارت کرتے تھے اور باغات میں کام کرتے تھے اور ان کی اقتداء کرنا واجب ہے۔

Marfat.com

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق الربیع بن خثیم سے منقول ہے، یہ کوفی ہیں اور کبار تابعین میں سے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مصاحبت میں رہے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد میں سندِ جید کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان سے یہ کہتے تھے: اگر تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو تم سے محبت کرتے۔

اور الربیع بن خثیم نے کہا: توکل ہر اس چیز سے ہے جو لوگوں پر تنگ اور دشوار ہو، ان کی مراد یہ ہے کہ جس نے اللہ پر توکل کیا تو وہ اس کو کافی ہے، یہ ہر اس چیز سے ہے جو لوگوں پر تنگ اور دشوار ہو۔ علامہ کرمانی نے کہا: یعنی اللہ پر توکل کرنا ہر اس چیز سے عام ہے جو لوگوں پر دشوار ہو، یعنی توکل کی کسی ایسے کام میں خصوصیت نہیں ہے جو مشکل اور دشوار ہو بلکہ تمام ان امور میں توکل کرنا چاہیے جن میں لوگ تنگ ہوتے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۷۲۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ حُصَيْنَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ قَاعِدًا عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حصین بن عبدالرحمٰن سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں سعید بن جبیر کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دم نہیں کراتے ہوں گے اور نہ بدفال نکالتے ہوں گے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۰۵، ۶۴۷۲، صحیح مسلم: ۲۲۰، سنن ترمذی: ۲۴۴۶، مسند احمد: ۲۴۴۴)

صحیح البخاری: ۶۴۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ الغسانی نے کہا ہے کہ میں نے اس نام کو اپنے مشائخ کے پاس منسوب نہیں پایا (یعنی یہ لکھا ہوا نہیں پایا کہ اسحاق کس کے بیٹے تھے اور کس کی طرف منسوب تھے)۔ لیکن امام بخاری کی الصحیح الجامع میں بہ کثرت روایات اسحاق بن ابراہیم سے ہیں اور بعض نے کہا کہ یہ اسحاق بن منصور ہیں۔

دم کرانے کی ممانعت اور جواز کا محمل

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یسترقون" یعنی وہ دم کرنے کو طلب نہیں کرتے، اس کا معنی ہے کہ کوئی شخص کسی آفت میں مبتلاء

Marfat.com

ہو یا بیماری میں مثلاً اس کو بخار ہو یا مرگی ہو یا کوئی اور آفت ہو اور وہ تعویذ کو طلب کرے، یا کسی بزرگ کے پاس جائے اور کہے کہ اس بیماری میں مجھے دم کر دو۔ اور بعض احادیث میں دم کرنے کا جواز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کو نظر لگ جائے تو اس کے لیے دم کو طلب کرو، یعنی ایسے بندہ کو طلب کرو جو اس کو دم کرے۔ اور اس حدیث میں ممانعت ہے کہ وہ لوگ دم کرانے کو طلب نہیں کرتے ہوں گے۔ اور اس میں تطبیق اس طرح ہے کہ ان کلمات کے ساتھ دم کرنے سے منع فرمایا ہے جو عربی زبان کے بغیر ہوں، یا اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات اور اس کے کلام اور اس کی کتابوں میں جو کلام ہے اس کے بغیر ہوں، اور اس صورت میں منع ہے کہ جب وہ اعتقاد یہ رکھے کہ دم کرنے سے لامحالہ قطعی طور پر مرض زائل ہو جائے گا یا بیماری دور ہو جائے گی۔ اور دم کو طلب کرنے کا ثبوت اس صورت میں ہے جب کہ قرآن کے الفاظ سے دم کیا جائے یا اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات سے یا عربی الفاظ سے، اور اس میں یہ ارادہ نہ ہو کہ یقینی اور قطعی طور پر دم کرنے سے وہ آفت دور ہو جائے گی۔

بدفالی کا معنی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "لایتطیرون" یعنی وہ پرندوں سے بدفالی نہیں نکالتے ہوں گے، کیونکہ اسلام سے پہلے جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ پرندہ کو اڑاتے، اگر وہ دائیں طرف اڑتا ہوا جاتا تو اس سے نیک فال لیتے اور اگر وہ بائیں طرف اڑتا ہوا جاتا تو اس سے بدفال لیتے۔ اور "طیرۃ" اسے کہتے ہیں جو برائی میں ہوتی ہے اور فال اس کو کہتے ہیں جو نیکی میں ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۵۔۱۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۷۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "وہ لوگ دم نہیں کراتے ہوں گے": علامہ ابوالحسن القابسی نے کہا ہے: اس حدیث میں اس دم کی نفی ہے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں دم کراتے تھے (جس دم میں شرکیہ الفاظ ہوتے تھے)، لیکن جس دم میں کتاب اللہ کے الفاظ ہوں تو ایسا دم جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا دم کیا ہے اور ایسا دم کرانے کا حکم دیا ہے اور یہ دم توکل کے منافی نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یتطیرون" یعنی وہ پرندوں سے بدفالی نہیں نکالتے ہوں گے، جیسا کہ ظہورِ اسلام سے پہلے لوگوں کی عادت تھی کہ وہ پرندوں کے اڑنے سے بدفالی نکالتے تھے، اور بدفالی کو "الطیرۃ" کہا جاتا ہے اور نیک فال کو فال کہا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال کو پسند کرتے تھے۔

نظرِ بد لگنے اور دم کرانے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا یا آپ نے حکم فرمایا کہ نظر لگنے کے بعد دم کو طلب کیا جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۷۳۸، باب: رقیۃ العین)

اور امام بخاری نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے اہل بیت کے لیے ہر زہریلے جانور کے ڈسنے سے دم کرانے کی رخصت دی۔ (صحیح البخاری: ۵۷۴۱، باب: رقیۃ الحیۃ والعقرب)

Marfat.com

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو یا اپنے مال کو یا اپنے بھائی کو دیکھے اور وہ اس کو اچھا لگے تو اس کو چاہیے برکت کی دعا کرے، کیونکہ نظر کا لگنا برحق ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۹ ص ۲۵۶)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! جعفر کے بچوں کو نظر بہت جلد لگ جاتی ہے تو کیا ہم ان کے لیے دم کرالیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو نظر کا لگنا تقدیر پر سبقت کرے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۰۵۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نظر لگنے کے سوا دم نہ کراؤ۔ (الموطا ص ۵۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ سے کہا: تم مجھ پر دم کرو، میں تم پر اللہ کی کتاب سے دم کروں گا۔ (الموطا ص ۵۸۴)

حضرت شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی، تو آپ نے فرمایا: تم ان کو (یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو) پھوڑے کا دم کیوں نہیں سکھاتیں جس طرح تم نے ان کو لکھنا سکھایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۸۷)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ کے ڈسنے میں بنو عمرو بن حزم کو دم سکھایا، اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں: تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو، تو وہ اس کو نفع پہنچائے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۹، ۲۲۰۰)

نظرِ بد کی تعریف میں فقہاء اسلام کے اقوال

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: جو شخص کسی چیز کو اچھا سمجھتے ہوئے دیکھے، اور اس کے دیکھنے میں حسد کی ملاوٹ ہو اور دیکھنے والا خبیث الطبع ہو جیسے زہریلے جانور ہوتے ہیں تو اس کے دیکھنے سے نظر لگ جاتی ہے۔ اور اگر یہ قید نہ ہو تو ہر عاشق جب اپنے معشوق کو دیکھے تو اس کو نظر لگ جائے، کیونکہ وہ بھی اس کو اچھا سمجھتے ہوئے دیکھتا ہے، مگر ہر عاشق کے دیکھنے میں حسد کی ملاوٹ نہیں ہوتی اور وہ خبیث الطبع بھی نہیں ہوتا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ جب کسی شخص کے متعلق مشہور ہو کہ اس کی نظر لگ جاتی ہے تو اس سے اجتناب اور احتراز کرنا چاہیے اور امام اور سربراہ کو چاہیے کہ اس شخص کو لوگوں کے پاس جانے سے روکے اور اس کو یہ کہے کہ وہ اپنے گھر میں رہے اور اگر وہ تنگدست ہو تو اس کے کھانے پینے کی چیزیں اور اس کی ضروریات کی چیزیں اس کو مہیا کرے، کیونکہ اس کا ضرر کچا لہسن اور کچی پیاز کھا کر مسجد میں آنے سے زیادہ ہے، جس کو کھا کر مسجد آنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں داخل ہونے سے منع فرما دیا تھا تاکہ وہ لوگوں کو ایذاء نہ دے، اور اس کا ضرر جذام والی عورت سے بھی زیادہ ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ طواف کرنے سے روک دیا تھا۔

حافظ ابو عمر بن عبد البر نے کہا ہے: کبھی نیک آدمی کی بھی نظر لگ جاتی ہے اور نظر لگنے کا تعلق نہ نیکی کے ساتھ ہے اور نہ فسق کے ساتھ ہے۔ (التمہید ج ۱۳ ص ۶۹)

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے: اگر کسی شخص کی نظر لگنے سے نقصان ہوتا ہو اور یہ بات معلوم ہو گئی ہو کہ جب بھی وہ کسی چیز کے متعلق اس کو عظیم قرار دیتے ہوئے کلام کرتا ہے یا اس کو اچھا سمجھتے ہوئے کلام کرتا ہے تو اس چیز پر اس کی نظر لگ جاتی ہے اور اگر بار بار ایسا ہوتا ہے اور یہ اس کی عادت ہو جاتی ہے تو جو چیز اس کی نظر لگنے سے ضائع ہو جائے گی اسے اس کا تاوان دینا ہوگا اور اگر وہ عمداً اپنی نظر لگا کر کسی کو قتل کر دے تو اس کو قتل کیا جائے گا، جیسے جادوگر اپنی نظر لگنے سے کسی کو قتل کر دے تو اس کو قتل کیا جاتا ہے۔
(المفہم ج ۵ ص ۵۶۸)

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ نظر لگانے والا جب کسی چیز پر نظر لگاتا ہے تو اس کی قوت سے اس چیز میں تاثیر ہوتی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نظر لگانے والے کی آنکھ میں زہر ہوتا ہے تو جب وہ اپنی آنکھ کھول کر کسی چیز کی طرف دیکھتا ہے تو وہ زہر اس چیز پر اثر انداز ہوتا ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۸ ص ۲۱۵۔۲۱۶)

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ نظر سے کوئی چیز فاسد بھی ہوتی ہے اور کوئی چیز ضائع بھی ہو جاتی ہے جب نظر لگانے والا اس چیز کو دیکھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کر دی ہے کہ جب ایسا شخص کسی چیز کو دیکھے تو اس چیز میں اللہ تعالیٰ ضرر پیدا کر دیتا ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۹۸۔۴۰۵ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۷۲، کی شرح از شیخ عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نظر بد کی تعریف اور اس کے ازالہ کا طریقہ

نظرِ بد حسد کرنے والا لگاتا ہے اور یہ معروف ہے اور حسد کرنے والا وہ شخص ہے جس کے دل میں برائی کی محبت بھری ہوئی ہوتی ہے، اور جب وہ کسی شخص کو خوش دیکھتا ہے تو وہ مغموم ہوتا ہے اور جب کسی شخص کو بدحالی میں مبتلا دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا نفس خبیث ہوتا ہے، ان کے منہ سے خبیث ہوا نکلتی ہے حتیٰ کہ جس چیز پر وہ نظر لگاتے ہیں اس چیز پر وہ خبیث ہوا پہنچ جاتی ہے اور اس کو ہلاک یا ضائع کر دیتی ہے۔

اس مصیبت کو زائل کرنے کا طریقہ: اس مصیبت کو زائل کرنے کا طریقہ یا تو قرآن مجید کی آیتیں پڑھنا ہے، یعنی قرآن مجید کی آیات پڑھ کر دم کیا جائے۔ اور یا یہ طریقہ ہے کہ جس نے نظر لگائی ہے اس کو وضو کرایا جائے، پھر اس کے وضو سے جو قطرات گریں ان قطرات کو اس کے سر پر ڈالا جائے جس کو اس نے نظر لگائی ہے یا وہ قطرات اس کی کمر پر ڈالے جائیں، یا وہ قطرات اس کو پلائے جائیں تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاء ہو جائے گی۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے "لایسترقون" یعنی وہ لوگ کسی سے دم نہیں کرائیں گے، صحیح مسلم کے بعض الفاظ میں مذکور ہے "ولا یرقون" یعنی وہ دم نہیں کریں گے، لیکن یہ راوی کا وہم ہے کیونکہ انسان کا کسی دوسرے انسان کو دم کرنا ممنوع نہیں ہے بلکہ یہ امور

Marfat.com

مسنونہ مستحبہ میں سے ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دم کرتے تھے۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یتطیرون" یعنی وہ بدفالی نہیں نکالیں گے، بدفالی کبھی زمانہ سے متعلق ہوتی ہے اور کبھی جگہ سے متعلق ہوتی ہے۔ زمانہ سے بدفالی کے متعلق ہونے کی مثال یہ ہے جیسا کہ عرب کہتے تھے کہ شوال کے مہینہ میں عقدِ نکاح بدفالی ہے، اور بدھ کے دن کسی کام کے کرنے میں بھی بدفالی نکالتے تھے اور ان میں سے کسی بات کی کوئی اصل نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شوال کے مہینہ میں نکاح کیا اور ان کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام ازواج سے زیادہ تھا۔ اور جگہ کے ساتھ بدفالی کا تعلق یہ ہے کہ جیسے کوئی کہے: فلاں جگہ جانے سے نقصان ہوگا، اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدفالی نکالنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ بدفالی اوہام اور تخیلات کے دروازے کو کھولتی ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکل سے دور کرتی ہے اور نیک فال نکالنا جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نیک فال نکالتے تھے، کیونکہ اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۹۳۔ ۳۹۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: اسی طرح ہمارے ہاں رواج ہے کہ صفر کے مہینے میں نکاح یا نکاح کی بات کو بدفالی تصور کیا جاتا ہے، سو اس کی بھی دین میں کوئی اصل نہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۲۲۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنْ قِيلَ وَقَالَ — لوگوں کی باتیں نقل کرنے کی کراہت

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیل اور قال مکروہ ہے، یعنی یہ بات کہی گئی تھی اور فلاں نے یہ کہا۔ اس سے مقصود ہے لوگوں کی باتوں کو نقل کرنا فلاں نے اس طرح کہا اور فلاں نے اس طرح کہا۔ اور اس طرح کہا گیا اور اس طرح کہا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۷۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مُغِيرَةُ وَفُلَانٌ وَرَجُلٌ ثَالِثٌ أَيْضًا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَى الْمُغِيرَةِ أَنِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِحَدِيثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ الْمُغِيرَةُ إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ عِنْدَ انْصِرَافِهِ مِنَ الصَّلَاةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ وَكَانَ يَنْهَى عَنْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةِ الْمَالِ وَمَنْعٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایک سے زیادہ لوگوں نے خبر دی ان میں سے مغیرہ ہیں اور فلاں ہیں اور ایک تیسرا مرد بھی ہے اور شعبی سے روایت ہے از ورّاد کاتب المغیرہ بن شعبہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ وہ ان کی طرف ایسی حدیث لکھ کر بھیجیں جس کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، انہوں نے بیان کیا، پس حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف مکتوب لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا

Marfat.com

وَهَاتِ وَعُقُوقِ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدِ الْبَنَاتِ وَعَنْ هُشَيْمٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ وَرَّادًا يُحَدِّثُ هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

جب آپ نماز پڑھ کر مڑ رہے تھے، آپ تین مرتبہ ذکر کر رہے تھے: "لا اله الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير" اور انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ قیل اور قال سے اور زیادہ سوال کرنے سے اور مال کو ضائع کرنے سے منع فرماتے تھے اور اپنی چیز کو منع کرنے سے اور دوسروں کی چیزوں کو مانگنے سے اور ماؤں کی نافرمانی کرنے سے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرماتے تھے۔

اور از ہشیم، وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں عبدالملک بن عمیر نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے وراد سے سنا وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے از حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ۔

(صحیح البخاری: ۸۴۴، ۱۴۷۷، ۲۴۰۸، ۵۹۷۵، ۶۳۳۰، ۶۴۷۳، ۶۶۱۵، ۷۲۹۲، صحیح مسلم: ۵۹۳، سنن نسائی: ۱۳۴۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۰۵، مسند احمد: ۱۸۱۷۷، سنن دارمی: ۱۳۴۹)

صحیح البخاری: ۶۴۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن مسلم، یہ طوسی ہیں پھر بغدادی۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشیم کا ذکر ہے، یہ ابن بشیر الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مغیرہ کا ذکر ہے، یہ ابن مقسم الضبی ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "فلان" یہ مجالد بن سعید ہیں۔ امام ابن خزیمہ نے اپنی سند میں از زیاد بن ایوب اور یعقوب بن ابراہیم الدورقی روایت کی ہے، ان دونوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایک سے زیادہ لوگوں نے خبر دی، ان میں سے مغیرہ اور مجالد ہیں۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "اور ایک تیسرا مرد": کہا گیا ہے کہ یہ داؤد بن ابی ہند ہیں، کیونکہ امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں داؤد بن ابی ہند وغیرہ سے از شعبی روایت کی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ زکریا بن ابی زائدہ ہوں، یا اسماعیل بن ابی خالد ہوں، کیونکہ امام طبرانی نے از طریق الحسن بن علی بن راشد روایت کی ہے از ہشیم بن مغیرہ از زکریا بن ابی زائدہ۔ اور مجالد اور اسماعیل بن ابی خالد یہ سب شعبی سے روایت کرتے ہیں اور شعبی کا نام عامر بن شراحیل ہے۔ اور وراد حضرت مغیرہ کے آزاد کردہ غلام اور ان کے کاتب ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرتِ سوال سے منع فرمایا ہے''یعنی ان مسائل سے منع فرمایا ہے جن کی ضرورت نہیں ہوتی ، یا لوگوں کے اموال کے متعلق سوال کرنے سے منع فرمایا ہے، یا لوگوں کے احوال کے متعلق سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے''یعنی مال کو اس کے غیر محل میں رکھا جائے یا مال کو ناحق خرچ کیا جائے۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے''منع''اور''ھات'' سے منع فرمایا ہے،یعنی اپنی چیز دینے سے منع کرے اور دوسروں کی چیز طلب کرے،یعنی تم پر یہ حرام کیا گیا ہے کہ جس چیز کا دینا تم پر واجب ہے اس کو منع کرو اور جس چیز کا لینا تمہارے لیے جائز نہیں ہے اس کو تم طلب کرو۔اور آپ نے بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا ہے، یہ وہ بیٹی ہے جس کو زندہ درگور کردیا جاتا تھا، زمانہ جاہلیت میں لوگ ایسا کرتے تھے، جب کسی تنگدست کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو وہ اس کو مٹی میں دبا دیتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ سبحان اللہ کہا اور سو مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا، اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔(سنن نسائی:۱۳۵۰)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا، اس کو موت کے سوا کوئی چیز جنت میں داخل ہونے سے مانع نہیں ہے۔(عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:۱۰۰، موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت)

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۷، دارالکتب العلمیہ ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۷۳ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحنبلی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قیل وقال سے ممانعت کی توجیہ

قیل وقال سے مراد ہے: کسی بات کو بغیر ثبوت کے نقل کرنا۔اس لیے کہا جاتا ہے کہ کہا گیا یا فلاں نے کہا اور اس کا ثبوت ذکر نہیں کیا۔اور اس سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ انسان بسا اوقات دوسرے کی بات نقل کرنے میں لغزش کھاتا ہے اور قیل وقال کا دوسرا معنی یہ ہے کہ زیادہ باتیں کرنے سے منع فرمایا، کیونکہ جب انسان زیادہ باتیں کرتا ہے تو اس سے لغزش زیادہ ہوتی ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے، پس خاموش رہنا زیادہ باتیں کرنے سے زیادہ اولیٰ ہے۔

کثرتِ سوال سے ممانعت کی توجیہ

کثرتِ سوال سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کے علم کے متعلق زیادہ سوالات کیے جائیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوگئے کہ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام سے زیادہ سوالات کرتے تھے اور اختلاف کرتے تھے۔اور اس کا محمل یہ ہے کہ جس سوال کی ابھی ضرورت پیش نہیں آئی اس کے متعلق سوال کیا جائے، کیونکہ اس میں بلا ضرورت وقت کو ضائع کرنا ہے۔ کثرتِ سوال کی دوسری قسم یہ ہے کہ لوگ مباحثہ اور مناظرہ کریں اور احتمالاتِ عقلیہ نکالیں مثلاً یہ سوال کریں کہ رحمٰن عرش پر مستوی

Marfat.com

ہے تو کیسے؟ کیونکہ یہ سوال بدعت ہے۔اسی طرح حدیث میں ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جائے۔تو اس پر سوالات کرنا کہ رب آسمانِ دنیا پر کیسے نازل ہوتا ہے۔

ماؤں کی نافرمانی کرنے سے ممانعت

اس حدیث میں ''عقوق'' کا لفظ ہے، یہ ''عقّ'' سے بنا ہے جس کے معنی قطع کرنے کے ہیں، یعنی ماں کا حق قطع کرنا۔اور اس کی تصریح اس لیے کی ہے کہ ماں کا باپ کی بہ نسبت حسنِ صحبت میں زیادہ حق ہے، کیونکہ ماں کمزور ہوتی ہے اور وہ اپنے حق کو غالباً وصول نہیں کر سکتی، اس کے مقابلہ میں باپ قوی ہوتا ہے اگر بیٹا اس کا حق منقطع کرے تو باپ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے اور ماں اپنے ضعف اور رقت اور نرمی کی وجہ سے اپنا حق نہیں لے سکتی، اس لیے آپ نے ماؤں کی نافرمانی سے منع فرمایا ورنہ باپوں کی نافرمانی کرنا بھی ممنوع ہے۔

بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کی ممانعت

اس حدیث میں ''واد'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا۔اور زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی جہالت اور بیوقوفیوں کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، کیونکہ وہ اس میں اپنی ہتک اور عار محسوس کرتے تھے کہ وہ بیٹی کا باپ کہلائیں۔قرآن مجید میں ہے:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ ۝ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۝ (النحل:۵۸۔۵۹)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا منہ سارا دن سیاہ رہتا ہے اور وہ غم زدہ رہتا ہے O وہ اس بشارت کو برا سمجھنے کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا رہتا ہے (وہ سوچتا ہے) کہ ذلت کے ساتھ اس کو رکھ لے یا اس کو (زندہ) زمین میں دبا دے، سنو! وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں O

یعنی وہ اس فکر میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے کہ کیا وہ اس لڑکی کو ذلت و رسوائی کے ساتھ اپنے پاس رکھ لے یا زمین میں دبا دے، اور اکثر زمانہ جاہلیت میں اپنی بیٹی کو زمین میں دبا دیتے تھے حتیٰ کہ ذکر کیا ہے کہ ان میں سے اپنی بیٹی کے لیے گڑھا کھودتا اور جب غبار اڑ کر اس کی ڈاڑھی پر گرتا تو وہ غبار اپنی ڈاڑھی سے جھاڑتا اور پھر اپنی بیٹی کو دفن کرتا، اور بعض اوقات وہ اپنی بیٹی کو دفن کر رہا ہوتا اور بیٹی پکار رہی ہوتی ابا ابا، اور وہ اپنی بیٹی کو دفن کر دیتا۔قرآن مجید میں ہے:

وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (التکویر:۸۔۹)

اور جب زندہ درگور (لڑکی) سے سوال کیا جائے گا O وہ کس گناہ میں قتل کی گئی؟ O

بہ ظاہر یہ چاہیے تھا کہ قاتل سے سوال کیا جاتا کہ تم نے اس لڑکی کو کس گناہ کی وجہ سے زندہ درگور کیا ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال اور جواب اس قاتل کی تذلیل کے لیے کیا جائے گا جیسے عیسائیوں کی تذلیل کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا:

Marfat.com

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ ؔ (المائدہ:۱۱۶)

کیا آپ نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا اور معبود بنالو؟ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کہیں گے: اے اللہ! تو پاک ہے، میرے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے حق نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مقتولہ سے اس لیے سوال کیا جائے گا کہ وہ قاتل کے خلاف کیا دعویٰ کرتی ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ٦ ص ٣٥٦۔ ٣٦٠، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ١٤٢٩ھ)

٢٣۔ بَابُ: حِفْظِ اللِّسَانِ

زبان کی حفاظت کرنے کا بیان

وَقَوْلِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی: مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝۱۸ (ق:۱۸)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ جو بات بھی کہتا ہے (اس کو لکھنے کے لیے) اس کا محافظ (فرشتہ) منتظر ہوتا ہے ۝

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ زبان کو ان باتوں کے کہنے سے محفوظ رکھا جائے جو باتیں شرعاً جائز نہیں ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم جو کچھ باتیں کرتے ہیں اس پر ہم سے مواخذہ کیا جائے گا، آپ نے فرمایا: تمہیں تمہاری ماں روئے اے ابن جبل! اور لوگوں کو ان کے نتھنوں کے بل دوزخ میں صرف ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصل گرائے گی۔ (سنن ترمذی: ۲۶۱۶، سنن ابن ماجہ: ۳۹۷۳)

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

آیت مذکورہ میں جو "رقیب" اور "عتید" کے الفاظ ہیں اس سے مراد وہ دو فرشتے ہیں جو تمام چیزوں کو لکھتے ہیں، اسی طرح حسن اور قتادہ نے بیان کیا ہے۔ اور عکرمہ نے اس کو خیر اور شر کے ساتھ خاص کرلیا ہے، یعنی وہ صرف خیر اور شر کی باتیں لکھتے ہیں۔

اور پہلی تفصیل کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ۖۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝۳۹ (الرعد:۳۹)

اللہ جس چیز کو چاہے مٹا دیتا ہے، اور (جس چیز کو چاہے) ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے ۝

اس کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان جو بھی کلام کرتا ہے فرشتے اس کو لکھ لیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو مٹا دیتا ہے جس میں انسان کا نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ کوئی نقصان اور اس میں اس کو ثابت رکھتا ہے جس میں اس کا کوئی فائدہ یا کوئی نقصان ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۷۔۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۶۴۷۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ سَمِعَ أَبَا حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔

(صحیح البخاری: ۶۸۰۷، سنن ترمذی: ۲۴۰۸، مسند احمد: ۲۲۳۱۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو حازم سے سنا، از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، از رسول اللہ ﷺ، آپ نے فرمایا: جو میرے لیے اس چیز کا ضامن ہو جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان میں ہے اور اس چیز کا ضامن ہو جو اس کی دو ٹانگوں کے درمیان میں ہے تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

صحیح البخاری: ۶۴۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "زبان کی حفاظت کرنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے "جو میرے لیے اس چیز کا ضامن ہو جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان میں ہے" اس سے مراد ہے کہ وہ زبان کی حفاظت کرے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے المقدمی، یہ محمد بن ابی بکر مذکور کے اجداد میں سے ایک ہیں اور ان کا نام ہے محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم ابو عبداللہ، جو المقدمی البصری کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن علی، یہ اس محمد مذکور کے چچا ہیں اور یہ مدلس ہیں، لیکن امام بخاری نے ان کے سماع کی تصریح کی ہے اور "حدثنا" کہا ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سہل بن سعد، یہ حضرت سہل بن سعد بن مالک الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جو میرے لیے اس کا ضامن ہو گیا جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان میں ہے" اور اس سے مراد زبان ہے۔ یعنی اس نے زبان سے کوئی جھوٹ نہیں بولا، چغلی نہیں کی، غیبت نہیں کی، کوئی خلاف شرع بات نہیں کی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "جو اس چیز کا ضامن ہو گیا جو اس کی دو ٹانگوں کے درمیان ہے" یعنی شرمگاہ۔ اور اس نے اپنی شرمگاہ کو ناجائز محل میں استعمال نہیں کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑی آزمائش دنیا میں بندہ کے اوپر زبان اور شرمگاہ ہے اور جو ان کے شر سے بچ گیا تو وہ کسی بڑے شر سے بھی بچ جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۷۵۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن

Marfat.com

أَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ۔

سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ نیکی کی بات کہے ورنہ خاموش رہے، اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے، اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ مہمان کی تکریم کرے۔

(صحیح البخاری: ۵۱۸۵، ۶۰۱۸، صحیح مسلم: ۴۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۲، سنن دارمی: ۲۰۳۶، مسند احمد: ۷۵۷۱)

صحیح البخاری: ۶۴۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔ اور اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے کی خصوصیت کی توجیہ اور نیک بات کہنے اور پڑوسی کو ایذاء نہ دینے اور مہمان کی تکریم، ان تین اوصاف کی خصوصیت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے"۔ اس حدیث میں اللہ پر ایمان اور یوم آخرت پر ایمان کی تخصیص کی گئی ہے، اس میں مبدأ اور معاد کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ انسان کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہوتی ہے اور اس دنیا میں انسان کی انتہا آخرت کے دن ہوگی۔

نیز اس حدیث میں تین چیزوں کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ ایک یہ ہے کہ وہ نیک بات کہے اور دوسری یہ ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے، اس میں قول اور فعل کی اصلاح کی طرف اشارہ ہے، اور یا مقیم اور مسافر کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ جو ارشاد فرمایا کہ "وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے" اس میں برے اوصاف کو خالی کرنے کا ذکر ہے اور یہ جو فرمایا "وہ نیک بات کہے" یا فرمایا "مہمان کی تکریم کرے" اس میں اچھے اوصاف کے ساتھ مزین کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۸۔ ۱۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۷۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا لَيْثٌ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ سَمِعَ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ جَائِزَتُهُ قِيلَ مَا جَائِزَتُهُ قَالَ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید المقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابی شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے

Marfat.com

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ۔

دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمانی تین دن تک ہے (اور اسی میں اس کا) جائزہ ہے، (یعنی اس کی خصوصی مہمان نوازی)، آپ سے پوچھا گیا: اس کے جائزہ کی کیا مدت ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات، اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے مہمان کی تکریم کرے اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح البخاری: ۶۰۱۹، ۶۱۳۵، ۶۴۷۶، صحیح مسلم: ۴۸، سنن ترمذی: ۱۹۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۷۴۸، مسند احمد: ۲۶۶۲۰، موطا امام مالک: ۱۷۲۸)

صحیح البخاری: ۶۴۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، اور وہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو شریح، ان کا نام خویلد الخزاعی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جائزته'' یعنی مہمان کو اس کا جائزہ یعنی خصوصی مہمان نوازی عطا کرو۔ اور یہ فعل محذوف ''اعطوا'' کی وجہ سے منصوب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یوم ولیلة'' یعنی اس کی خصوصی مہمان نوازی ایک دن اور ایک رات ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مہمان کی مہمان نوازی تین دن تک کی جائے، اور ایک دن اور ایک رات اس کی خصوصی مہمان نوازی کی جائے یعنی اس میں اچھے اچھے کھانے کھلائے جائیں اور باقی دو دن جو گھر میں عام کھانا پکا ہوا ہو وہ کھلا دیا جائے۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۴۷۷ـ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا يَزِلُّ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مِمَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ التیمی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ کسی بات کے

بَيْنَ الْمَشْرِقِ۔

(صحیح البخاری: ۶۴۷۸، صحیح مسلم: ۲۹۸۸، مسند احمد: ۸۷۰۳)

ساتھ کلام کرتا ہے اور اس پر غور نہیں کرتا (کہ وہ کتنی بری بات ہے) اس بات کی وجہ سے وہ دوزخ میں پھسل کر گرتا جاتا ہے اور مشرق سے بھی زیادہ دوری کے فاصلہ پر چلا جاتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "زبان کی حفاظت" اور اس باب کی حدیث میں ذکر ہے کہ انسان تدبر کے بغیر کوئی بات کہہ دیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ پھسل کر دوزخ میں بہت دور چلا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبان کی حفاظت کرنی چاہیے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن حمزہ، یہ الاسدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی حازم، یہ عبدالعزیز ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید، یہ ابن عبداللہ ہیں اور ابن الہاد کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن ابراہیم، یہ التیمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیسیٰ بن طلحہ یہ ابن عبیداللہ التیمی ہیں۔ اور طلحہ بن عبیداللہ تیمی، یہ صحابی ہیں اور ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جنت کی بشارت دی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مایتبین فیھا" یعنی کوئی بندہ کوئی بات کہتا ہے اور اس کی برائی میں تدبر اور تفکر نہیں کرتا اور یہ کہ اس برائی کی وجہ سے اس کے اوپر کیا عذاب مرتب ہوگا۔

اس حدیث میں کلمہ کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سے مراد کلام ہے، جیسے کہا جاتا ہے "کلمۃ الشھادۃ"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یزل بھا" یعنی وہ اس بات کی وجہ سے پھسل کر دوزخ میں جا گرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابعد مما بین المشارق" یعنی اس کے اور مشرق کے درمیان جتنی مسافت ہے اس سے بھی زیادہ دور جا کر وہ دوزخ میں گرتا ہے۔

اس جگہ یہ سوال کیا گیا ہے کہ لفظ بین کا تقاضا ہے کہ اس کا متعدد اسماء پر دخول ہو۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ مشرق متعدد ہیں، کیونکہ گرمیوں کا مشرق اور ہے اور سردیوں کا مشرق اور ہے اور ان کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے اور وہ کرہ فلک کا نصف ہے۔ یا ایک ضد کا اطلاق کیا ہے اور اس کے مقابل دوسری ضد کا ارادہ کیا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب آدمی کوئی بات کہے تو بات کہنے سے پہلے اس کے اوپر غور کرلے کہ کہیں اس کا نتیجہ اس کے حق میں عذاب کا موجب تو نہیں ہے۔ پھر اگر مصلحت کا تقاضا ہو کہ وہ بات کہی جائے تو کہے ورنہ خاموش رہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۰۹۔ ۱۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۶۴۷۸ ـ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ۔

(مسند احمد: ۸۲۰۶، موطا امام مالک: ۱۸۴۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابوالنضر سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن عبداللہ یعنی ابن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: بے شک بندہ ایک بات کہتا ہے جس میں اللہ کی رضا ہوتی ہے اور وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے اس کے درجات بلند کر دیتا ہے، اور ایک بندہ کوئی بات کہتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ اس بات کی وجہ سے جہنم میں جا گرتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن منیر کا ذکر ہے، یہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالنضر کا ذکر ہے، یہ ہاشم بن القاسم التیمی الخراسانی ہیں۔ ان کا ذکر کتاب الوضوء میں ہو چکا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن کا ذکر ہے، جو اپنے والد عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوصالح کا ذکر ہے، یہ ذکوان الزیات ہیں۔ اس حدیث کی سند میں تین تابعی ایک درجہ کے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من رضوان اللہ" یعنی وہ بات ایسی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کا باعث ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یلقی لھا بالا" بال کے معنی ہیں: دل اور اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ اس کے دل میں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بات بہت عمدہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من سخط اللہ" یعنی بندہ ایسی بات کہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوتا ہے، اس کے دل میں اس کے سنگین نتائج کا خیال نہیں ہوتا اور اس بات کی وجہ سے پھسل کر دوزخ میں جا گرتا ہے کیونکہ دوزخ کے طبقات نیچے کی طرف ہیں، پس وہ نیچے جا گرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

زبان کی حفاظت کی اہمیت اور ضرورت

زبان کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ وہ بات نہ کہے جو بات نہیں کہنی چاہیے اور جو بات حق ہو اس کو ضرور کہے اور اس میں خاموش رہنے کی گنجائش نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ان لوگوں کے گناہ زیادہ ہوں گے جو لوگ بے مقصد باتوں میں غور وفکر کرتے رہے۔

(الطبرانی: ۸۵۴۷، شعب الایمان: ۱۰۸۷)

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی آدمی کے اچھے اسلام کی صفت یہ ہے کہ وہ بے مقصد باتوں کو ترک کر دے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۷۶)

امام مالک نے کہا ہے: جو شخص اپنی باتوں کو اپنے اعمال میں شمار نہیں کرتا وہ زیادہ باتیں کرتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ جس کو یہ علم ہو کہ اس کی باتیں بھی اس کے عمل میں سے ہیں تو وہ باتیں کم کرتا ہے۔

اور بعض متقدمین نے کہا کہ اگر ہمارے صحائفِ اعمال جن میں ہمارے اعمال لکھے جاتے ہیں ہمارے پاس ہوتے تو ہم باتیں کم کرتے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اکثر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے تھے، وہ کہتے یہ بات اس طرح ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اور یہ بات اس طرح ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

کم باتیں کرنے کے متعلق سلف صالحین کے اقوال

حسن بصری یہ کہتے تھے: اے ابنِ آدم! تمہارا دن تمہارا مہمان ہے، اس کی اچھی ضیافت کرو، اگر تم اس کی اچھی ضیافت کرو گے تو وہ تمہاری تعریف کرتا ہوا رخصت ہوگا اور اگر تم اس کی بری ضیافت کرو گے تو وہ تمہاری مذمت کرتا ہوا رخصت ہوگا۔

عمر بن عبدالعزیز نے رباح بن عبید سے کہا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک مرد رات کے اندھیرے میں ظلم کرتا ہے، پھر وہ مظلوم مسلسل ظالم کو بددعائیں دیتا ہے حتیٰ کہ اس سے اپنا حق پورا کر لیتا ہے اور ظالم اپنی نیکیاں اس پر ڈال دیتا ہے۔

نیز حسن بصری نے کہا: کوئی بندہ اس وقت تک حقیقتِ ایمان کو نہیں پا سکتا حتیٰ کہ کسی شخص کا ایسا عیب نہ بیان کرے جو عیب خود اس میں بھی موجود ہے حتیٰ کہ وہ اپنے نفس سے اس عیب کی اصلاح کر لے، کیونکہ جب وہ ایسا کرے گا تو وہ اپنے نفس میں پائے جانے والے عیب کی اصلاح کرلے گا۔

بعض اہل علم نے کہا ہے: کوئی شخص سلطان کے سامنے کسی مسلمان کی چغلی نہ کھائے، کیونکہ وہ چغلی بسا اوقات اس مسلمان کی ہلاکت کا سبب بن جاتی ہے اگرچہ چغل خور کا یہ ارادہ نہیں ہوتا لیکن اس کی وجہ سے وہ ہلاکت میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔

کم گوئی کے متعلق احادیث

امام ابن ابی الدنیا نے خاموشی کے فوائد کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام "الصمت" ہے، اس میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نجات کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور

اپنے گھر کو وسیع رکھو اور اپنے گناہوں پہ روؤ۔ (سنن ترمذی: ۲۴۰۶)

حضرت اسود بن اصرم المحاربی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے تو آپ نے پہلے فرمایا: اپنے ہاتھ اور اپنی زبان کو قابو میں رکھو، پھر فرمایا: سوائے خیر کے اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤ اور اپنی زبان سے نیکی کے سوا کوئی بات نہ کہو۔

(الطبرانی: ۸۱۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک مستقیم نہیں ہوگا حتیٰ کہ اس کا دل مستقیم ہو جائے اور اس کا دل اس وقت تک مستقیم نہیں ہوگا حتیٰ کہ اس کی زبان مستقیم ہو جائے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۸، شعب الایمان للبیہقی ج ۱ ص ۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو خاموش رہا اس نے نجات پالی۔

(سنن ترمذی: ۲۵۰۱، مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۹)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۰۲۔۵۰۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کم گوئی کے متعلق مزید احادیث

حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کس چیز کا مجھ پر سب سے زیادہ خوف کرتے ہیں، تو آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: اس کا۔ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور صحیح البخاری کی کتاب الایمان میں یہ حدیث گزر چکی ہے، کامل مسلمان وہ شخص ہے کہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ کے شر اور ضرر سے محفوظ رہیں۔

اور امام احمد اور امام ابن حبان نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اپنی زبان کو خیر کی بات کے سوا روکے رکھو۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جس کے اوپر ہر چیز کا دارومدار ہے، آپ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اس کو روک کے رکھو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہمارا اپنی باتوں کی وجہ سے مواخذہ کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: اور لوگوں کو دوزخ میں جو منہ کے بل گرایا جائے گا وہ ان کی زبانوں کی کٹی ہوئی فصلوں کی وجہ سے ہے۔ اس حدیث کی امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

اور امام طبرانی نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے: پھر تم ہمیشہ سلامت رہو گے جب تک زبان خاموش رہے گی۔ اور جب تم کلام کرو گے تو یا تمہارے حق میں لکھا جائے گا یا تمہارے خلاف۔

Marfat.com

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لمبی خاموشی کو لازم کرلو، کیونکہ یہ شیطان کو بھگانے والی ہے۔ اس حدیث کی امام احمد اور امام طبرانی اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۳۴، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۲۴۔ بَابُ: الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ — اللہ عزوجل کے خوف سے رونے کا بیان

اس باب میں اللہ عزوجل کے خوف سے رونے کی فضیلت کا بیان ہے۔

۶۴۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ رَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے خبیب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی (میدانِ حشر میں) اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوں گے۔ (ان میں سے) ایک وہ مرد ہے جو اللہ عزوجل کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسو بہائیں۔

(صحیح البخاری: ۶۶۰، ۱۴۲۳، ۶۴۷۹، ۶۸۰۶، صحیح مسلم: ۱۰۳۱، سنن ترمذی: ۲۳۹۱، سنن نسائی: ۵۳۸۰، مسند احمد: ۹۳۷۳، موطا امام مالک: ۱۷۷۷)

صحیح البخاری: ۶۴۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ قطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ بن عمر، وہ العمری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خُبیب بن عبدالرحمٰن، یہ الخزرجی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

یہ حدیث ایک حدیث کا قطعہ ہے اور مکمل حدیث درج ذیل ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سات مردوں کو اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا۔ (۱) امام عادل (۲) وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا (۳) وہ شخص جس کا دل مساجد میں معلق رہے (۴) وہ دو مرد جو اللہ سے محبت رکھیں اسی کی محبت میں جمع ہوں اور اسی کی محبت میں جدا ہوں (۵) جس مرد کو کوئی خوبصورت اور اقتدار والی عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ مرد کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ مرد جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) جو مرد تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۶۶۰، ۱۴۲۳، ۶۴۷۹، ۶۸۰۶، صحیح مسلم: ۱۰۳۱، سنن ترمذی: ۲۳۹۱، سنن نسائی: ۵۳۸۰، مسند احمد: ۹۳۷۳، موطا امام مالک: ۱۷۷۷)

(عمدة القاری ج ۲۳ ص ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ کے سائے کی توجیہ

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے "ظل" یعنی سائے کا ذکر ہے، جس چیز سے سورج کی روشنی یا دن کی روشنی چھپ جائے وہ چیز اس کا سایا ہوتی ہے۔ (قاموس ص ۱۰۲۸، موسسۃ الرسالہ، بیروت) عرف میں سایہ کسی جسم کا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے، اس لیے اس کا سایا ہونا محال ہے، اس لیے اس حدیث کی تاویل میں کہا جاتا ہے: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایا ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا۔ اور سائے کی اضافت جو اللہ کی طرف ہے یہ تعظیم اور تشریف کے لیے ہے جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۴، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کے متعلق احادیث

(۱) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کے لیے خوشی ہو جو اپنے نفس کا مالک ہو اور اس کا گھر وسیع ہو اور وہ اپنے گناہ پر روتا ہو۔ (الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۲۳۲)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کی طرف سے کوئی چیز پہنچی، سو آپ نے خطبہ دیا، پس فرمایا: مجھ پر جنت اور دوزخ پیش کی گئیں، پس میں نے آج کی مثل خیر اور شر کی کوئی اور چیز نہیں دیکھی اور اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں آیا تھا، انہوں نے کہا: صحابہ نے اپنے سر ڈھانپ لیے اور ان سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔

(صحیح البخاری: ۴۶۲۱، صحیح مسلم: ۲۳۵۹)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کے خوف سے روتی ہو اور دوسری وہ آنکھ جس نے اسلام کی سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے رات گزاری۔ (سنن ترمذی: ۱۶۳۹۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو یا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ دودھ تھن میں واپس لوٹ جائے اور اللہ کی راہ میں اڑنے والا غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۳۳، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۲، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۴)

(۵) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو اثروں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے: ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہایا گیا ہو۔ اور رہے دو اثر تو ایک وہ اثر ہے جو اللہ کے راستہ میں جسم پر لگا ہو، اور دوسرا وہ اثر ہے جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کی ادائیگی پر آیا ہو۔

(سنن ترمذی: ۱۶۶۹)

Marfat.com

(۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کو یاد کیا اور اس کی دونوں آنکھوں نے اللہ کے خوف سے آنسو بہائے حتیٰ کہ زمین پر اس کے آنسو گرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو عذاب نہیں دے گا۔

(المستدرک ج ۴ ص ۲۶۰)

(۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! روؤ، اگر تم کو رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ، کیونکہ دوزخی دوزخ میں روئیں گے حتیٰ کہ ان کے آنسوان کے چہروں پر اس طرح بہہ رہے ہوں گے: گویا کہ وہ پانی کی نہریں ہیں، پھر ان کے آنسو منقطع ہو جائیں گے، پس ان کی آنکھوں سے آنسو بہیں گے، پس اگر چشمے ان آنسوؤں میں چلائے جائیں تو وہ چل سکیں گے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۱۳۴، شرح السنہ للبغوی ۴۴۱۸)

صحیح البخاری: ۶۴۷۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلف صالحین کا خوفِ خدا سے رونا

مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی پیسنے کی آواز ہوتی ہے۔ (یا جیسے دیگچی میں پانی کے جوش کی آواز ہوتی ہے)۔

(سنن ابوداؤد: ۹۰۴، سنن نسائی: ۱۲۱۳)

یہ انبیاء اور صالحین کی سیرت ہے، اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے دلوں میں پلایا ہوا ہوتا ہے اور ان پر خوفِ خدا غالب ہوتا ہے گویا کہ وہ حساب کا معائنہ کر رہے ہیں۔

یزید رقاشی بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا: ہائے افسوس! عبادت گزار مجھ پر سبقت لے گئے اور انہوں نے اپنے گناہ پر نوحہ کیا، وہ اپنے گناہ پر رو رہے تھے اور یزید اپنے گناہ پر نہیں روتے تھے انہوں نے اس کا نام نوحہ اس لیے رکھا کہ وہ اپنے نفس کے اوپر روتے ہوئے بہت افسوس کرتے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۵۰-۵۱)

امام ابن المبارک نے از مجاہد ذکر کیا ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا طعام خشک گھاس تھا، وہ خوفِ خدا سے اس قدر روتے تھے کہ اگر ان کی آنکھوں پر آگ رکھی جاتی تو وہ آگ نہ جلتی۔ اور آنسوان کے چہرہ پر بہتے رہتے تھے۔ (کتاب الزہد لابن المبارک: ۴۷۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو سرگوشی میں بات کی تھی وہ یہ تھی کہ عبادت گزاروں نے ایسی عبادت نہیں کی جیسے کوئی بندہ میرے خوف سے روتا ہے اور جو لوگ میرے خوف سے روتے ہیں ان کا ایسا رفیق ہوتا ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہوتا۔

(الطبرانی ج ۱۲ ص ۱۲۰-۱۲۱، شعب الایمان للبیہقی ج ۷ ص ۳۴۵، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۰۳)

وہیب بن الورد بیان کرتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کچھ کہا، تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: اے ابا جان! بے شک حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک غار ہے جس کو وہی قطع کر سکتے ہیں جو خوفِ خدا سے رونے والے ہیں۔

Marfat.com

اور حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی ہے کہ جب تم دیکھو کہ فضول لوگ ہنس رہے ہیں تو تم اپنے آنکھوں میں رونے کا سرمہ پہناؤ۔

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام مسلسل اپنی خطاء پر پوری زندگی روتے رہے اور وہ اون کے کپڑے پہنتے تھے اور بالوں کے بستر پر لیٹتے تھے، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن روزہ چھوڑتے تھے، اور جَو کی روٹی نمک کے ساتھ کھاتے تھے اور اپنے مشروب کو آنسوؤں کے ساتھ ملاتے تھے اور وہ اپنی (ظاہری) خطاء کے بعد کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھے گئے، اور نہ وہ آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تھے اپنے رب سے حیاء کرتے ہوئے۔ اور یہ ان کی مغفرت کے اعلان کے بعد ہوا۔ اور جب وہ اپنی (ظاہری) خطاء کا ذکر کرتے تو بے ہوش ہو کر گر جاتے اور مضطرب ہو جاتے۔

اور محمد بن کعب اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ (ص:٢٥) اور بے شک ان کے لیے ہماری بارگاہ میں خاص تقرب ہے اور بہترین ٹھکانا ہے O

انہوں نے کہا ''زلفیٰ'' وہ ہے کہ جو شخص سب سے پہلے پیالہ سے پانی پیے گا وہ حضرت داؤد اور ان کے بیٹے ہیں علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

بعض علماء نے کہا: یہ ان کے لیے مخصوص ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنے آنسوؤں کو پیتے تھے۔

اور حضرت عثمان جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو روتے حتیٰ کہ ان کی ڈاڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی، ان سے کہا جاتا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو اس قدر نہیں روتے اور قبر پر آ کر اتنا روتے ہیں تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے، پس اگر بندہ کو یہاں نجات ہوگئی تو بعد کی منازل آسان ہیں اور اگر یہاں نجات نہیں ہوئی تو بعد کی منازل زیادہ سخت ہیں۔ (سنن ترمذی: ٢٣٠٨، سنن ابن ماجہ: ٤٢٦٧، مشکوٰۃ: ١٣٢)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر تمہیں ان چیزوں کا علم ہو جن کا مجھے علم ہے تو تم کم ہنسو اور روؤ زیادہ۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: اور تم پہاڑوں کی طرف نکل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کو بلند آواز سے پکار رہے ہو۔

(سنن ترمذی: ٦٦٣٧، سنن ترمذی: ٢٣١٢)

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: (اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:) مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے! جس بندہ کی آنکھ دنیا میں میرے خوف سے روئے گی مگر میں جنت میں اس کو زیادہ ہنساؤں گا۔ (شعب الایمان ج ١ ص ٤٨٩)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی بندہ کی کھال میں اللہ کے خوف سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے سوکھے پتے جھڑتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ٧ ص ٢٢٥، مسند البزار ج ٤ ص ١٤٨)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٩ ص ٥٠٨۔ ٥١٢، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ١٤٢٩ھ)

۲۵۔ بَابُ: اَلْخَوْفِ مِنَ اللّٰهِ — اللہ تعالیٰ سے خوف اور ڈرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف اور ڈرنے کا بیان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا خوف اس پر ایمان کے لوازم میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۷۵)

وہ شیطان ہی ہے جو اپنے چیلوں کے ذریعہ ڈراتا ہے، سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو بہ شرطیکہ تم مومن ہو O

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۸۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يُسِيءُ الظَّنَّ بِعَمَلِهِ فَقَالَ لِأَهْلِهِ إِذَا أَنَا مُتُّ فَخُذُونِي فَذَرُّونِي فِي الْبَحْرِ فِي يَوْمٍ صَائِفٍ فَفَعَلُوا بِهِ فَجَمَعَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى الَّذِي صَنَعْتَ قَالَ مَا حَمَلَنِي إِلَّا مَخَافَتُكَ فَغَفَرَ لَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ربعی از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک مرد تھا جو اپنے عمل کے بارے میں بدگمانی کرتا تھا، اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے پکڑنا اور سمندر میں کسی گرمی کے دن میں بکھیر دینا، سو انہوں نے ایسا کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے (اس کے ذرات) کو جمع کر لیا، پھر فرمایا: تو نے جو کام کیا ہے اس پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ اس نے کہا: مجھے صرف تیرے خوف نے برانگیختہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا۔

(صحیح البخاری: ۳۴۵۲، ۳۴۷۹، ۶۴۸۰، سنن نسائی: ۲۰۸۰، مسند احمد: ۲۲۸۴۴)

صحیح البخاری: ۶۴۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف" اور اس حدیث کے آخر میں ہے "اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! مجھے تیرے خوف نے اس وصیت یا اس کام پر برانگیختہ کیا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جریر کا ذکر ہے، وہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔

Marfat.com

اوراس حدیث کی سند میں ربعی کا ذکر ہے، یہ ربعی بن حراش ہیں۔ اوراس حدیث کی سند میں حذیفہ کا ذکر ہے، یہ حذیفہ بن یمان ہیں۔ اوراس سند کے تمام رجال کوفی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''تم سے پہلی امتوں میں ایک مرد تھا'' یعنی وہ مرد بنی اسرائیل میں سے تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وہ اپنے عمل کے متعلق بدگمانی کرتا تھا''۔ یعنی وہ شخص گناہ کے کام کرتا تھا اور وہ مردوں کے کفن چراتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مجھے سمندر میں بکھیر دینا''۔ یعنی میرے جسم کے ذرات کو کسی گرمی کے دن سمندر میں بکھیر دینا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۱۔ ۱۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۸۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْغَافِرِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ذَكَرَ رَجُلًا فِيمَنْ كَانَ سَلَفَ أَوْ قَبْلَكُمْ آتَاهُ اللهُ مَالًا وَوَلَدًا يَعْنِي أَعْطَاهُ قَالَ فَلَمَّا حُضِرَ قَالَ لِبَنِيهِ أَيَّ أَبٍ كُنْتُ لَكُمْ قَالُوا خَيْرَ أَبٍ قَالَ فَإِنَّهُ لَمْ يَبْتَئِرْ عِنْدَ اللهِ خَيْرًا فَسَّرَهَا قَتَادَةُ لَمْ يَدَّخِرْ وَإِنْ يَقْدَمْ عَلَى اللهِ يُعَذِّبْهُ فَانْظُرُوا فَإِذَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي حَتَّى إِذَا صِرْتُ فَحْمًا فَاسْحَقُونِي أَوْ قَالَ فَاسْهَكُونِي ثُمَّ إِذَا كَانَ رِيحٌ عَاصِفٌ فَأَذْرُونِي فِيهَا فَأَخَذَ مَوَاثِيقَهُمْ عَلَى ذَلِكَ وَرَبِّي فَفَعَلُوا فَقَالَ اللهُ كُنْ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ أَيْ عَبْدِي مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ قَالَ مَخَافَتُكَ أَوْ فَرَقٌ مِنْكَ فَمَا تَلَافَاهُ أَنْ رَحِمَهُ اللهُ فَحَدَّثْتُ أَبَا عُثْمَانَ فَقَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَ غَيْرَ أَنَّهُ زَادَ فَأَذْرُونِي فِي الْبَحْرِ أَوْ كَمَا حَدَّثَ وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از عقبہ بن عبد الغافر از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ۔ آپ نے ایک مرد کا ذکر کیا جو ان لوگوں میں سے تھا جو پہلے گزر چکے ہیں، یا فرمایا: جو تم سے پہلے گزر چکا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو مال عطا کیا تھا اور اولاد دی تھی یعنی اس کو مال اور اولاد عطا کی تھی، نبی ﷺ نے بتایا کہ جب اس پر موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: میں تمہارے لیے کیسا باپ تھا؟ اس کے بیٹوں نے کہا: آپ ہمارے لیے بہترین باپ تھے، اس نے کہا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی خیر جمع نہیں کی۔ قتادہ نے اس کی تفسیر کی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے پاس کسی خیر کو ذخیرہ نہیں کیا۔ اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے گا، پس غور سے سنو! جب میں مر جاؤں تو تم مجھ کو جلا دینا حتیٰ کہ جب میں کوئلہ ہو جاؤں تو مجھ کو کوٹ کر پیس دینا یا کہا: مجھ کو پیس دینا، پھر جب گرمیوں میں آندھی چلے تو اس آندھی میں مجھے اڑا دینا، پھر اس نے اپنے بیٹوں سے اس پر پکا وعدہ لیا اور کہا: میرے رب کی قسم کھاؤ (کہ تم ایسا کرو گے) سو اس کے بیٹوں نے ایسا کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے (اس

Marfat.com

کے ذرات سے) فرمایا: ہوجا، سو وہی مرد کھڑا ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے! تجھے اس کام پر کس نے برانگیختہ کیا؟ اس نے کہا: تیرے خوف نے، یا تجھ سے ڈرنے کی وجہ سے ایسا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ تلافی کی کہ اس پر رحم فرمایا۔
سو میں نے یہ حدیث ابوعثمان کو بیان کی تو انہوں نے کہا: میں نے یہ حدیث سلمان سے سنی ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے "تم میرے ذرات کو سمندر میں اڑا دینا" یا جس طرح انہوں نے حدیث بیان کی۔
اور معاذ نے کہا: اور مجھے شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا کہ میں نے عقبہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح البخاری: ۳۴۷۸، ۶۴۸۱، ۷۵۰۸، صحیح مسلم: ۲۷۵۷، مسند احمد: ۱۱۳۲۷)

صحیح البخاری: ۶۴۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث بھی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابق ہے کہ اس میں پچھلی امتوں کے ایک مرد کے خوف خدا کا ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں موسیٰ کا ذکر ہے، اور وہ ابن اسماعیل التبوذکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معتمر کا ذکر ہے، جو اپنے والد سلیمان التیمی سے روایت کرتے ہیں۔ اور عقبہ کا ذکر ہے، وہ ابن عبدالغافر ابونہار الازدی العوذی البصری ہیں۔ اور ابوسعید کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث مذکور ہے "فلما حضر" یعنی جب اس مرد کے پاس موت کی علامات آئیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "لم یبتئر" یہ فعل الابتئار سے بنا ہے اور یہ البار سے باب افعال ہے، اس کا معنی ہے: اس نے نہیں ذخیرہ کیا یا نہیں چھپایا۔ اسی طرح اس کی قتادہ نے تفسیر کی ہے۔ اور "البئیرۃ" کا اصل معنی ہے: الذخیرۃ اور الخبیئۃ یعنی چھپائی ہوئی چیز۔ اہل لغت نے کہا ہے "بئرت الشیء" اور "ابتئرت" کا معنی ہے: اس نے کسی چیز کو چھپایا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "وان یقدر علی اللہ یعذبہ" یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ اسی ہیئت اور اسی حال

میں قیامت کے دن اٹھایا گیا اور ہر شخص نے اس کو پہچان لیا، پس جب وہ پانی میں بکھری ہوئی راکھ ہو جائے گا یا ہوا میں بکھری ہوئی راکھ ہو جائے گا تو ہو سکتا ہے وہ مخفی رہے۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ ''اگر مجھ پر میرا رب قادر ہوا تو مجھے نہیں بخشے گا''۔

اس پر یہ سوال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرد کی کیسے مغفرت کر دی جس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک تھا، جس نے یہ وصیت کی کہ اگر اللہ مجھ پر قادر ہوا تو نہیں بخشے گا اور وہ اس سے جاہل تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لیے معاف کر دیا کہ اس نے اپنی صحت کے ایام میں معاصی سے توبہ کی اور اس پر نادم ہوا، اسی لیے اس نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ اس کو آگ میں جلا دیں اور اس کی راکھ کو سمندر میں یا ہوا میں اڑا دیں اس وجہ سے کہ اس کو اپنے رب کے عذاب کا خوف تھا اور ندامت توبہ ہوتی ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ ندامت کا توبہ ہونا اس امت کی خصوصیت ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے قابیل سے یہ حکایت فرمائی ہے:

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝ (المائدہ: ۳۰-۳۱)

تو اس (قابیل) نے اپنے بھائی (ہابیل) کے قتل کا منصوبہ بنایا، سو اس کو قتل کر دیا اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا ○ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا تا کہ وہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش چھپائے، اس نے کہا: ہائے افسوس! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا، پس وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا ○

ان آیات سے واضح ہوا کہ قابیل بھی اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرنے پر نادم ہوا تھا، لیکن اس کی یہ ندامت توبہ قرار نہیں پائی اور وہ عذاب کا مستحق ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو مذکور ہے ''ان یقدر علی ربی لا یغفرلی'' کہ اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوا تو میری مغفرت نہیں فرمائے گا۔ تب یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں شک کرنا تو کفر ہے۔ اس صورت میں اس کا یہ جواب ہو گا کہ اس کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا اور عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے کسی کافر یا مشرک کو بخش دے۔ ہم اس کو ناجائز اس لیے کہتے ہیں کہ اب اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل فرما چکا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور اس کے وسیع غنیٰ سے یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر یا مشرک کو بخش دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی کافر کا کفر ضرر نہیں دیتا اور نہ کسی مومن کے ایمان سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس وقت ہوگا جب ''ان یقدر علی ربی'' میں یقدر کو قدرت سے ماخوذ مانا جائے، لیکن قدر کا معنی تنگی بھی آتا ہے، جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ (الطلاق: ۷) اور جس پر اس کے رزق کو تنگ کیا جائے تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔

اور اب اس حدیث کا یہ معنی ہوگا کہ اگر اللہ نے مجھ پر تنگی کی یعنی اپنی رحمت کو مجھ پر تنگ کر دیا، اور اس نے اپنے خالق کو عجز اور عدمِ قدرت کے ساتھ متصف نہیں کیا۔

اور اس کا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لیے بخش دیا کیونکہ اس کی عقل پر یہ معنی غالب تھا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کے عذاب کے ڈر کی وجہ سے ایسی بے قراری طاری تھی جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو معذور قرار دیا۔ اور یہ اس صورت میں کفر ہوتا ہے جب کوئی کفر کا قصد کرے اور وہ ان الفاظ کے معانی کو سمجھتا ہو۔

اور اس کا چوتھا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ اصل میں موحد تھا تو اس کی اصلِ توحید کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا اور اس توحید کے ساتھ اس کی معصیت نے اس کو ضرر نہیں پہنچایا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس کو امام بخاری نے بنی اسرائیل کے قصہ میں ذکر کیا ہے اس میں اس طرح ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے لیے لکڑیاں جمع کرو اور اس میں آگ جلاؤ حتیٰ کہ جب میرا گوشت آگ کھا لے اور ہڈیاں رہ جائیں تو ان ہڈیوں کو اٹھا لینا اور ان کو کوٹنا اور پیسنا اور پھر گرمی کے دن تیز ہوا میں بکھیر دینا یا سمندر میں ڈال دینا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۲۔ ۱۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۸۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کے متعلق احادیث اور آثار

امام بخاری نے اس حدیث کو بنی اسرائیل کے قصص میں ذکر کیا ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص کفن چور تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کفن چور کو اس کے خوف کی شدت کی وجہ سے بخش دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۴۵۲، کتاب الانبیاء)

پس اللہ تعالیٰ کا سب سے قریب وسیلہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور بے شک مومن اللہ تعالیٰ کے ڈھیل دینے سے بے خوف نہیں ہوتا۔

الربعی نے کہا: میں نے حضرت داؤد کی زبور کی ابتداء میں یہ لکھا ہوا پایا: حکمت کی اصل رب تبارک وتعالیٰ کا خوف ہے، اور سلف صالحین کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پلایا گیا تھا۔ وہ اپنے نیک اعمال کو کم خیال کرتے تھے اور اس سے ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں ان کی نیکی غیر مقبول نہ ہو، اس کے باوجود کہ وہ گناہِ کبیرہ سے بچتے رہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ (المومنون: ۶۰) اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں (اس یقین کے ساتھ) کہ وہ اللہ کی طرف

Marfat.com

لوٹنے والے ہیں O

انہوں نے پوچھا: کیا اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جو شخص چوری کرتا ہے اور زنا کرتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اس سے مراد وہ شخص ہے جو روزہ رکھتا ہے اور صدقہ وخیرات کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور اس کو یہ خوف ہوتا ہے کہ اس (کی طرف) سے یہ عبادات قبول نہیں کی جائیں گی۔

اور مطرف بن عبداللہ نے کہا کہ مجھ پر دوزخ کے عذاب کا اتنا زیادہ خوف ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرنے سے روک دیتا ہے۔

سو یہ ان علماء ربانیین کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے تھے اور اپنے آپ کو ظالمین اور خاطئین سے شمار کرتے تھے حالانکہ وہ عبادت میں بہت زیادہ کوشش کرنے والے ہوتے تھے لیکن وہ اپنے نیک اعمال پر اعتماد نہیں کرتے تھے، وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے تھے۔

اور حکماء میں سے ایک حکیم نے کہا: جب تم یہ جاننا چاہو کہ اللہ کے نزدیک تمہاری کیا قدر ومنزلت ہے تو تم یہ دیکھو کہ تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی کتنی قدر ومنزلت ہے۔

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس سے ڈراتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر چیز سے ڈراتا ہے۔ (مسند الشہاب: ۴۲۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابنِ آدم کے اوپر ان کا خوف مسلط کر دیا جن سے ابن آدم ڈرتا ہے اور اگر ابنِ آدم صرف اللہ سے ڈرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر کسی کا خوف مسلط نہ فرماتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ابنِ آدم کو اس کے سپرد کر دیا جس کی وہ امید رکھتا ہے، پس اگر ابنِ آدم صرف اللہ سے امید رکھتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے غیر کے سپرد نہ فرماتا۔ (کنز العمال: ۵۸۶۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس گئے جو مرض الموت میں تھا، آپ نے اس سے پوچھا: تمہاری کیا کیفیت ہے؟ اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ (سے مغفرت) کی امید رکھتا ہوں یا رسول اللہ! اور اپنے گناہوں پر عذاب سے ڈرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ کے دل میں یہ کیفیت نہیں ہوگی مگر اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا فرمائے گا جس کی وہ امید رکھتا ہے اور اس سے بے خوف رکھے گا جس سے وہ ڈرتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۹۸۳، سنن ابن ماجہ: ۴۲۶۱)

اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامات

علامہ ابو اللیث نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامتیں سات چیزوں میں ظاہر ہوتی ہیں:

(۱) زبان میں خوف کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف زبان کو جھوٹ بولنے سے اور غیبت کرنے سے اور چغلی کرنے سے اور فضول باتیں کرنے سے روکتا ہے اور بندہ کی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تلاوت اور علمی مباحث کے مذاکرہ میں مشغول رکھتا ہے۔

(۲) پیٹ میں اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت یہ ہے کہ پیٹ میں کم غذا جائے اور وہ بھی حلال ہو اور ضرورت کے مطابق کھائے۔

(۳) آنکھوں میں خوف خدا کی علامت یہ ہے کہ حرام چہروں کی طرف اور حرام چیزوں کی طرف نہ دیکھے اور نہ دنیا کی طرف رغبت

Marfat.com

کی آنکھ سے دیکھے، دنیا کی طرف اس کا دیکھنا عبرت کے لیے ہو۔
(۴) کانوں میں اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت یہ ہے کہ فضول اور بے مقصد باتوں کو نہ سنے۔
(۵) قدموں میں اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کسی جگہ چل کر نہ جائے۔اور اس کا چل کر جانا صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہو۔
(۶) بندہ کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو کسی حرام چیز کی طرف نہ بڑھائے، صرف اس چیز کی طرف ہاتھ بڑھائے جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو۔
(۷) دل میں اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت یہ ہے کہ وہ دل سے لوگوں کی دشمنی اور بغض اور حسد کو نکال دے اور دل میں نصیحت کو داخل کرے اور مسلمانوں کے لیے شفقت اور خیر خواہی کو داخل کرے۔اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے معاملہ میں ڈرتا رہے اور اس کی اطاعت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اور وہ ریا کاری اور نفاق سے ڈرتا رہے۔

جب بندہ ان ساتوں امور کو حاصل کرلے گا تو وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (الزخرف:۳۵) — اور آخرت کا اجر آپ کے رب کے پاس (صرف) متقین کے لیے ہے O

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۱۴۔ ۵۲۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے خوف کے متعلق آیات، احادیث اور آثار

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (المائدہ:۴۴) — سو تم لوگوں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی صفت بیان فرمائی ہے:

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (النحل:۵۰) — وہ اپنے اوپر اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے O

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی صفت بیان فرمائی ہے:

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ (الاحزاب:۳۹) — جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتے، اور اللہ حساب لینے کے لیے کافی ہے O

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کا ذکر اس حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا علم رکھتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

Marfat.com

اور علماء کی صفت اس آیت میں ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰٓؤُا ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ۝ (فاطر:۲۸)

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں، بے شک اللہ غالب ہے، بہت بخشنے والا ہے O

مقربین کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف اس لیے ہوتا ہے کہ ان سے اس کا مطالبہ ہوتا ہے جس کا مطالبہ ان کے غیر سے نہیں ہوتا۔ پس وہ اس مرتبہ کی رعایت کرتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ان پر واجب ہے کہ وہ اپنے مرتبہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں تو چونکہ ان کا مرتبہ بہت بڑا ہوتا ہے اس لیے ان پر شکر کا وجوب بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔

پس اگر بندہ مستقیم ہو تو وہ خراب عاقبت سے ڈرتا رہتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوٓا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِۦ وَأَنَّهُۥٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ (الانفال:۲۴)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو، جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے حیات آفرین ہو، اور یقین رکھو کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ حائل ہے اور بے شک تم اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے O

اور اگر وہ کم درجہ کا ہو اور گناہوں کی طرف مائل ہو تو وہ اپنے برے کاموں سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور ان برے کاموں پر جب وہ نادم ہوتا ہے تو اس ندامت سے اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور جب وہ توبہ کر کے ان گناہوں کو اپنے نفس سے اکھاڑ پھینکتا ہے تو ان کو اس سے فائدہ ہوتا ہے، کیونکہ جب کسی کام کی برائی کی معرفت ہو جائے تو پھر اس برے کام کے کرنے کی وجہ سے دل میں خوف ہوتا ہے اور جو اس برے کام پر اللہ تعالیٰ کی وعید ہوتی ہے، اس وعید کی تصدیق کی وجہ سے دل میں خوف ہوتا ہے اور اس وجہ سے خوف ہوتا ہے کہ وہ توبہ سے محروم نہ ہو جائے، اور اس وجہ سے خوف ہوتا ہے کہ کہیں اس کا شمار ان لوگوں میں نہ ہو جن کی اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں کرنا چاہتا، تو وہ اپنے گناہ سے ڈرتا ہے اور اپنے رب سے اس بات کا طالب ہوتا ہے کہ وہ اس کو ان میں داخل کر دے جن کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے گا۔ اور اس باب میں وہ حدیث داخل ہے کہ ایک مرد کو ایسی عورت گناہ کی دعوت دیتی ہے جو خوب صورت ہو اور مال دار ہو اور وہ مرد یہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور گناہ کے ارتکاب سے باز رہے۔ اور وہ حدیث جو اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ تین اصحاب غار میں بند ہو گئے تو ہر ایک نے اپنے کسی نیک عمل کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس غار سے نجات عطا فرمائے، سو ایک مرد اللہ کے خوف کی وجہ سے ایک عورت کے ساتھ بے حیائی کے ارتکاب سے باز رہا اور وہ مال بھی چھوڑ دیا جو مال اس نے اس عورت کو عطا کیا تھا، اور اس کا داعیہ محض اللہ تعالیٰ کا خوف تھا۔ اور اس میں وہ قصہ بھی داخل ہے جو ایک مرد نے وصیت کی تھی کہ موت کے بعد اس کو جلا کر اس کی راکھ ہوا میں بکھیر دی جائے یا سمندر میں ڈال دی جائے اور اس وصیت کا باعث بھی اللہ تعالیٰ کا خوف تھا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۳۷، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

''نعم الباری'' جلد ثالث عشر (۱۳) کی تکمیل

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری جلد ثالث عشر کا افتتاح 2 رجنوری 2013ء بروز بدھ، ۱۹ صفر المظفر ر 1434ھ کو ہوا اور آج اس کا اختتام 14 اپریل 2013 بروز اتوار/ ۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ کو ہو گیا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کا بے حد وحساب شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ کو یہ عظیم نعمت عطا فرمائی کہ میرے ہاتھوں نعم الباری کی تیرہویں (۱۳) جلد کی تکمیل کرادی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کمال فضل اور احسان ہے اور اس کے رسول برحق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے حال پر کمال توجہ اور عنایت ہے۔ میں انتہائی ناکارہ اور گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ مجھ پر مسلسل اپنی نعمتوں کی بارش فرماتا رہتا ہے۔

اس جلد میں دوسو پچپن (۲۵۵) احادیث کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ آ گئی ہے۔ بارہویں جلد میں، میں نے شرح کم کی تھی اس وجہ سے اس میں (۵۴۸) احادیث کی شرح آ گئی تھی، لیکن اس جلد میں میں نے زیادہ توسع سے کام لیا ہے، کیونکہ قارئین جب کتاب پڑھتے ہیں تو وہ چاہتے ہیں کہ اس میں ان کو حدیث کی شرح میں خاطر خواہ مواد مل جائے، اس لیے میں نے عواقب سے بے پرواہ ہو کر اس جلد کو شرح وبسط کے ساتھ کمپوز کرایا۔ اس جلد کی کمپوزنگ یہیں پر حافظ محمد جمشید ہاشمی سلمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور اس کی پروف ریڈنگ بھی یہیں پر ہمارے معزز اور مکرم عزیز سید عمیر الحسن البرنی زید حبہٗ نے نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے کی ہے۔ اس جلد کی تکمیل تین مہینے اور بارہ ایام میں ہوئی ہے۔

نعم الباری جلد ثالث عشر (۱۳) کتاب الاستئذان سے شروع ہوئی ہے اور اس کے بعد کتاب الدعوات ہے اور پھر اس کے بعد کتاب الرقاق ہے، اس جلد میں کتاب الرقاق مکمل نہیں ہو سکی اور کتاب الرقاق میں کل ترپن (۵۳) ابواب ہیں اور ان میں سے پچیس (۲۵) ابواب کی شرح اس تیرہویں جلد میں آ گئی ہے۔ بقیہ ابواب کی شرح ان شاء اللہ چودھویں جلد میں آئے گی۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور نعم الباری کو مقبول اور مشکور فرمائے اور صحیح البخاری کے بقیہ ابواب اور احادیث کی شرح مجھے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس جلد میں میں نے جو مباحث لکھے ہیں محبین اور موافقین کو ان کی وجہ سے دین پر استقامت عطا فرمائے اور مخالفین اور معاندین کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

میں اس جلد کی تکمیل میں اپنے تمام معاونین اور محسنین کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں اور ان کے لیے دعا گو ہوں۔ خصوصاً مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن زید حبہم و لطفہم اور محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب شکر اللہ سعیہم اور صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی (بریڈ فورڈ) اور مشہور عالمی اسکالر حافظ عبد المجید (برسٹل) اور مولانا حامد قیوم (ناروے) اور حافظ محمد اکرم ساجد صاحب مدظلہ (پروف ریڈر)، مولانا مختار احمد صاحب، مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہم، حافظ محمد جمشید ہاشمی سلمہ، علاوہ ازیں اندرونِ ملک وبیرون ملک کے تمام معاونین کے لیے دعا گو ہوں۔

خصوصاً میری دینی بہن ثمینہ ہیں اور میری سگی بہن شمیم اختر ہیں، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو سلامت رکھے اور ان کی دعاؤں اور محبتوں سے مجھے مستفید رکھے۔

میں تقریباً تیس سال سے شوگر، ہائی بلڈ پریشر اور کمر کے درد کے عوارض میں مبتلاء ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ کولیسٹرول اور

Marfat.com

اس کے لواحق بھی ہیں اور ابھی تقریباً ایک سال سے گھٹنوں کی دو ہڈیوں کے درمیان فاصلہ ہو جانے کی وجہ سے گھٹنوں میں شدید تکلیف ہے جس کی وجہ سے میں چلنے پھرنے سے تقریباً معذور ہو گیا ہوں، عصاء کے سہارے تھوڑا بہت چل پھر لیتا ہوں۔ میں نے نعم الباری کی کسی جلد میں غالباً لکھا تھا کہ کرسی پر بیٹھ کر عذرِ شدید کے بغیر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، لیکن اب گھٹنوں کی تکلیف کی وجہ سے میں رکوع اور سجود کرنے پر قادر نہیں ہوں اور کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر مجبور ہوں۔ مسجد تک چل کر جانا میرے لیے بے حد مشکل اور تقریباً ناممکن ہے اس لیے اپنے کمرہ کے برابر والے کمرہ میں نماز پڑھتا ہوں، دو تین ساتھی میرے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور ایک ساتھی نماز پڑھا دیتے ہیں۔ اس طرح مجھے جماعت کے ثواب کی امید ہے۔ بہر حال لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ میں بے حد مشکلات، تکلیفوں اور بیماریوں میں نعم الباری کا یہ کام کر رہا ہوں اور خواہش یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے اس قابل رکھے کہ میں یہ شرح لکھوا تا رہوں تو میں لکھواتا رہوں۔ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان یہ ہے کہ میری سماعت اور بصارت درست ہے، میں چشمہ کے بغیر لکھنے پڑھنے کا کام کر لیتا ہوں اور آلۂ سماعت کے بغیر سن لیتا ہوں اگرچہ دور سے کوئی بات کرے یا پست آواز ہو تو سننے میں دشواری ہوتی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور تمنا بھی یہی ہے کہ جب تک میں دین کا کام کر سکتا ہوں کرتا رہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اور میرے معاونین اور قارئین کو اور میرے تلامذہ کو دنیا میں کسی کا محتاج نہ کرے، صحت اور عافیت کے ساتھ حالتِ ایمان میں ہم سب کا خاتمہ فرمائے اور ہمیں دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اہل بنا دے اور آخرت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے، اور آخرت کے مراحل کو ہمارے لیے آسان فرما دے، قبر کے عذاب، دوزخ کے عذاب، قیامت کی ہولناکیوں اور میدانِ محشر کی سختیوں سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور اپنے بے پایاں فضل و کرم سے ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین حمد الشاکرین، والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین شفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی
بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا، کراچی ۳۸

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد ثالث عشر (۱۳) کی ڈائری

افتتاح: ۱۹ صفر المظفر / 1434ھ / 2 / جنوری 2013ء بروز بدھ

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	ایک ماہ کی احادیث	تعدادِ حدیث
2 جنوری 2013ء	۱۹ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ	بدھ	=	=	=	۶۲۲۶
یکم فروری 2013ء	۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۴	جمعۃ المبارک	۲۱۰	۲۱۰	۳۹	۶۲۶۵
یکم مارچ 2013ء	۱۸ / ربیع الثانی	جمعۃ المبارک	۲۹۰	۵۰۰	۵۶	۶۳۲۱
یکم اپریل 2013ء	۱۹ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ	پیر	۳۱۲	۸۱۲	۱۰۵	۶۴۲۶
14 اپریل 2013	۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴	اتوار	۱۹۶	۱۰۰۸	۲۵۵	۶۴۸۱

Marfat.com

مصادر التحقیق فی نعم الباری

کتب سماویہ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ تورات

۳۔ زبور

۴۔ انجیل

کتب احادیث

۵۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی 150ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ ۱۴۳۱ھ

۶۔ امام مالک بن انس اصبحی، متوفی 179ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالفکر بیروت، 1409ھ، المکتبۃ التوفیقیہ، دارالمعرفہ بیروت، 1420ھ

۷۔ امام عبداللہ بن مبارک حنفی، متوفی 181ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۸۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی، متوفی 183ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۱۰۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1407ھ

۱۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، المسند، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1400ھ

۱۲۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود شافعی، متوفی 204ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1425ھ

۱۳۔ امام محمد بن عمر بن واقد شافعی، متوفی 207ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت، 1404ھ

۱۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی شیعی، متوفی 211ھ، مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ: مکتب اسلامی بیروت 1390ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۵۔ الامام الجلیل ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، متوفی 216ھ، مسند ابوعوانہ، دارالمعرفہ بیروت

۱۶۔ امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی شافعی، متوفی 219ھ، المسند، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۱۷۔ امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی، متوفی 227ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالصمیعی 1428ھ

۱۸۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، المصنف، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی 1406ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۱۹۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۰۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: مجلس علمی، بیروت 1427ھ
۲۱۔ امام احمد بن حنبل، متوفی 241ھ، المسند، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالفکر، بیروت 1415ھ، موسسۃ الرسالہ، بیروت 1420، عالم الکتب، بیروت 1419ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ
۲۲۔ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمن دارمی شافعی، متوفی 255ھ، سنن دارمی، مطبوعہ: دارالکتاب العربی 1407ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1420ھ
۲۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1430ھ، دارارقم، بیروت، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1431ھ، دارالفکر بیروت 1421ھ، موسسۃ الرسالہ 1431ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1425ھ، دارالعلم الحدیث: 1426ھ
۲۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، الادب المفرد، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412ھ
۲۵۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی، متوفی 261ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ، دارالفکر، بیروت 1424ھ
۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی، متوفی 273ھ، سنن ابن ماجہ: مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1415ھ، دارالجیل، بیروت، دارالفکر، بیروت 1421ھ
۲۷۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی 275ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ، دارالفکر بیروت، 1421ھ
۲۸۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی 275ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۲۹۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1422ھ، دارالجیل، بیروت 1998ء، دارالمعرفہ بیروت 1423ھ
۳۰۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، 1415ھ
۳۱۔ حافظ ابوبکر عمرو بن ضحاک بن مخلد الشیبانی، متوفی، 287ھ، کتاب السنہ، المکتب الاسلامی 1400ھ
۳۲۔ امام ابن ابی عاصم شافعی، متوفی 287ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ: دارالرایہ، ریاض، 1411ھ
۳۳۔ امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار شافعی، متوفی 292ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت
۳۴۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن نسائی، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412ھ، دارالفکر، بیروت، 1421ھ
۳۵۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت 1408ھ

Marfat.com

۳۶۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1411ھ موسسۃ الرسالہ 1421ھ
۳۷۔ امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی شافعی، متوفی 307ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۸۔ امام احمد بن عالی المثنی التمیمی شافعی، متوفی 307ھ، مسند ابویعلی موصلی، مطبوعہ: دارالمامون التراث، بیروت، 1404ھ
۳۹۔ امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری شافعی، متوفی 307ھ، المنتقی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ
۴۰۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی، متوفی 311ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1395ھ
۴۱۔ امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق شافعی، متوفی 316ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ: دارالباز، مکہ مکرمہ
۴۲۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ: داربلنسیہ، ریاض 1420ھ
۴۳۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، مشکل الآثار، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز 1415ھ
۴۴۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ: مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، 1404ھ، قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۵۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1427ھ
۴۶۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ مسند الطحاوی، مطبوعہ: مکتبۃ الحرمین، دبئی 1426ھ
۴۷۔ امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی شافعی، متوفی 322ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ
۴۸۔ امام ابوبکر احمد بن مروان بن محمد الدینوری القاضی المالکی، متوفی 333ھ، المجالسۃ وجواھر العلم، دار ابن حزم بیروت، 1419ھ
۴۹۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1407ھ
۵۰۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1425ھ
۵۱۔ امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری الشافعی، متوفی 360ھ، کتاب الشریعہ، مطبوعہ: موسسۃ الریان 1429ھ
۵۲۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم صغیر، مطبوعہ: مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ 1388ھ، مکتبہ اسلامی، بیروت 1405ھ
۵۳۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ معجم کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت
۵۴۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ معجم اوسط، مطبوعہ: مکتبۃ المعارف، ریاض 1405ھ، دارالفکر بیروت، 1420ھ
۵۵۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1409ھ
۵۶۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی، شافعی، متوفی 364ھ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، 1408ھ

Marfat.com

۵۷۔ امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی شافعی، متوفی 365ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۵۸۔ امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین شافعی، متوفی 385ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۵۹۔ امام الحافظ علی بن عمر الدار قطنی، متوفی 385ھ، سنن الدار قطنی، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، لبنان 1422ھ

۶۰۔ امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ شافعی، متوفی 396ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۱۔ امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری شافعی، متوفی 405ھ، المستدرک، مطبوعہ: دار الباز، مکہ مکرمہ، دار المعرفہ بیروت، 1427ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1420ھ

۶۲۔ امام ابوعبد اللہ محمد بن عمر واقد الواقدی شافعی، متوفی 407ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۶۳۔ امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دار الکتب العربی 1407ھ

۶۴۔ امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار النفائس، بیروت

۶۵۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان

۶۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۶۷۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1423ھ

۶۹۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

۷۰۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ: مکتبۃ المنارہ، مکہ مکرمہ 1410ھ

۷۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

۷۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1423ھ

۷۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، البعث والنشور، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ

۷۴۔ امام ابوعمر یوسف ابن عبد البر قرطبی مالکی، متوفی 463ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۷۵۔ حافظ ابی بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی المعروف بابن ابی الدنیا، متوفی 184ھ، موسوعہ الامام ابن ابی الدنیا، مکتبۃ العصریہ، بیروت

۷۶۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی شافعی، متوفی 488ھ، الجمع بین الصحیحین، مطبوعہ: دار ابن حزم 1423ھ

۷۷۔ امام ابوشجاع شیرویہ بن شہر دار بن شیرویہ الدیلمی شافعی، متوفی 509ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

Marfat.com

۷۸۔ امام حسین بن مسعود بغوی شافعی، متوفی 516ھ، شرح السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
۷۹۔ علامہ عمر بن عبد العزیز ابن مازہ البخاری الحنفی الملقب بالصدر الشہید المتوفی 536ھ، شرح الجامع الصغیر، دار الکتب العلمیہ بیروت 1427ھ
۸۰۔ امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۸۱۔ امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1407ھ
۸۲۔ امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، جامع المسانید، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ
۸۳۔ امام مجد الدین بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری شافعی، متوفی 606ھ، جامع الاصول، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، دار ابن کثیر، بیروت 1432ھ
۸۴۔ امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری شافعی، متوفی 656ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ: دار الحدیث، قاہرہ 1407ھ، دار ابن کثیر، بیروت 1414ھ
۸۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، التذکرہ فی امور الآخرہ، مطبوعہ: دار البخاری، مدینہ منورہ
۸۶۔ امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی شافعی، متوفی 676ھ، الاذکار من کلام سید الابرار، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1417ھ
۸۷۔ امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفی 676ھ، ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ، کراچی
۸۸۔ امام ابو محمد علی بن زکریا المنبجی الحنفی، متوفی 686ھ، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، دار خضر، بیروت 1419ھ
۸۹۔ امام محی الدین تبریزی شافعی، متوفی 742ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ: اصح المطابع، دہلی، دار ارقم، بیروت، دار ابن حزم 1423ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۹۰۔ امام علی بن عبد الکافی تقی الدین سبکی الشافعی، متوفی 746ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ: الدائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد، دکن
۹۱۔ تاج الدین علی بن عبد اللہ بن الحسن الارزدیلی التبریزی الشافعی، متوفی 746ھ، المعیار فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ التی استشہد بہا الفقہاء، دار الاصلاح 2009ء
۹۲۔ امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر المعروف بابن قیم الجوزیہ حنبلی، متوفی 751ھ، جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علی محمد خیر الانام، مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت 1417ھ، دار الطباعۃ المحمدیہ 1388ھ
۹۳۔ حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی حنفی، متوفی 762ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ: مجلس علمی سورۃ ہند، 1357ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۹۴۔ حافظ ابو الفرج زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی البغدادی الدمشقی، متوفی 795ھ، احوال القبور واحوال اھلھا الی النشور، دار الکتب العربی، بیروت 1418ھ
۹۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت 1402ھ، دار الفکر،

Marfat.com

بیروت 1414ھ
۹۶۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، کشف الاستار، مطبوعہ: موسستہ الرسالہ، بیروت 1404ھ
۹۷۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1420ھ
۹۸۔ امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، اتحاف الخیریۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ: مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت 1442ھ
۹۹۔ امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1414ھ،
۱۰۰۔ حافظ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی حنفی، متوفی 845ھ، الجوہر النقی، مطبوعہ: نشر السنہ ملتان
۱۰۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 848ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ: مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ
۱۰۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ: مکتبۃ دار الباز، مکہ مکرمہ، در الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۰۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، 1421ھ
۱۰۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث رافعی الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، 1417ھ
۱۰۵۔ امام زین الدین ابو العباس احمد بن عبد اللطیف الزبیری حنفی متوفی 893ھ، التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح، مطبوعہ موسستہ الرسالہ بیروت، 1430ھ
۱۰۶۔ امام عبد الرحمن بن عبد السلام بن عبد الرحمن بن عثمان الصفوری الشافعی، متوفی 894ھ، نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۰۷۔ حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی الشافعی، متوفی 902ھ، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، مطبوعہ: مکتبۃ المؤید، دمشق 1408ھ
۱۰۸۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ
۱۰۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ
۱۱۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ
۱۱۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ، دار ابن حزم، بیروت 1414ھ
۱۱۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۱۱۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۱۱۴۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفّٰی 974ھ، الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اہل البدع والزندقۃ، مطبوعہ: مکتبۃ القاہرہ، مصر 1385ھ
۱۱۵۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی، متوفّٰی 975ھ، کنز العمال، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت
۱۱۶۔ حافظ عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی الشافعی، متوفّٰی 1031ھ، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۱۱۷۔ امام محمد بن سلیمان المغربی المالکی، متوفّٰی 1094ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، مطبوعہ: مکتبہ ابن کثیر 1418ھ
۱۱۸۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن درویش الحوت البیرونی الحنفی، متوفّٰی 1276ھ، اسنی المطالب فی احادیث مختلف المراتب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1412ھ
۱۱۹۔ الحافظ ابو الفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی الشافعی، متوفّٰی 1380ھ، المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرح المناوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1996ھ
۱۲۰۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی المتوفّٰی 1420ھ، سلسلہ احادیث صحیحہ، انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع 1420ھ
۱۲۱۔ مولانا صالح بن عبد اللہ بن حمید، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، دار الوسیلہ للنشر والتوزیع 1425ھ
۱۲۲۔ مولانا عبد السلام بن محمد بن عمر علوش، کتاب الجامع فی الاحادیث القدسیہ، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامی، 1426ھ

کتب تفاسیر

۱۲۳۔ امام ابو زکریا یحیٰی بن زیاد فراء حنفی، متوفّٰی 207ھ، معانی القرآن، مطبوعہ: بیروت
۱۲۴۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفّٰی 310ھ، جامع البیان، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1409ھ، دار الفکر بیروت
۱۲۵۔ امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی شافعی، متوفّٰی 327ھ، تفسیر القرآن العظیم، مطبوعہ: نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ
۱۲۶۔ امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفّٰی 333ھ، تاویلات اہل السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۲۷۔ امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفّٰی 370ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، 1400ھ
۱۲۸۔ امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، متوفّٰی 427ھ، تفسیر الثعلبی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1422ھ
۱۲۹۔ امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک القشیری الشافعی، متوفّٰی 465ھ، تفسیر القشیری المسمّٰی لطائف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۱۳۰۔ علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی، متوفی 468ھ، الوسیط، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۱۳۱۔ امام شیخ الاسلام ابو المظفر السمعانی الشافعی، متوفّٰی 489ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ: دار الوطن، ریاض 1418ھ
۱۳۲۔ علامہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی، متوفّٰی 538ھ، الکشاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ،

Marfat.com

۱۳۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی التوفی 543ھ، احکام القرآن، مطبوعہ: دارالفکر بیروت

۱۳۴۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ تفسیر کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ

۱۳۵۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ، اسرار التنزیل وانوار التاویل، مطبوعہ: دار الکتب الوثاق، بغداد، عراق 1990ء

۱۳۶۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1415ھ

۱۳۷۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی 685ھ، انوار التنزیل واسرار التاویل، مطبوعہ: دارفراس للنشر والتوزیع، مصر

۱۳۸۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ: دارالکتب العربیہ، پشاور

۱۳۹۔ علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی 857ھ تفسیر الثعالبی، مطبوعہ: موسسۃ العالمی للمطبوعات، بیروت

۱۴۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جلالین، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۱۴۱۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی 1137ھ، روح البیان، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ

۱۴۲۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی 1223ھ تفسیر صاوی، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1421ھ

۱۴۳۔ علامہ السید عبداللہ سبر، متوفی 1242ھ، تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ: دارالاسوہ للطباعۃ والنشر، 1421ھ

۱۴۴۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی 1270ھ، روح المعانی، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت، دارالفکر بیروت 1417ھ

۱۴۵۔ نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، فتح البیان، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۱۴۶۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

۱۴۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، بیان القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

۱۴۸۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی بریلوی، متوفی 1367ھ خزائن العرفان

۱۴۹۔ مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1391ھ، نور العرفان، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، گجرات

۱۵۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

۱۵۱۔ غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی بریلوی، متوفی 1406ھ، التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم، مطبوعہ: مکتبہ فانوس پبلی کیشنز، پاکستان 2003ء

۱۵۲۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری حنفی بریلوی، متوفی 1418ھ، ضیاء القرآن، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

۱۵۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ

۱۵۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، انوار تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1431ھ

۱۵۵۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہٗ، ترجمہ وتحقیق وتخریج تفسیر خازن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور 1427ھ

۱۵۶۔ مولانا حافظ محمد واحد بخش غوثوی مہاروی حنفی بریلوی غفرلہٗ، برکات القرآن، ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل، فرید بک اسٹال لاہور 1430ھ

Marfat.com

شروح احادیث

۱۵۷۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری التوفی 318ھ، الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، مطبوعہ: دار الفلاح 1430ھ
۱۵۸۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، معالم السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۵۹۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، اعلام السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۶۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی، متوفی 449ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1420ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۶۱۔ حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستذکار (شرح الموطا)، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1413ھ
۱۶۲۔ حافظ ابوعمرو بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، التمہید، مطبوعہ: مکتبۃ القدوسیہ لاہور 1404ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۶۳۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، القبس فی شرح موطا بن انس، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۶۴۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ
۱۶۵۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ: دار الوفاء بیروت 1419ھ
۱۶۶۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، کشف المشکل علیٰ صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1444ھ
۱۶۷۔ امام ابومحمد عبدالجلیل بن موسیٰ اندلسی مالکی، متوفی 608ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ
۱۶۸۔ امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری شافعی، متوفی 656ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت
۱۶۹۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، متوفی 656ھ، المفہم، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت 1417ھ
۱۷۰۔ علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی 661ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ 1422ھ
۱۷۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، شرح مسلم، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی 1375ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ
۱۷۲۔ امام ابومحمد عبداللہ بن ابی حمزہ الاندلسی المالکی، متوفی 699ھ، بہجۃ النفوس، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1428ھ
۱۷۳۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض 1417ھ
۱۷۴۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، الاحادیث والآثار، مطبوعہ: مکتبۃ الرشید 1429ھ
۱۷۵۔ علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی 743ھ، شرح الطیبی، ادارۃ القرآن 1413ھ
۱۷۶۔ حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبداللہ الحنفی التوفی 762ھ، شرح ابن ماجہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1424ھ
۱۷۷۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی، متوفی 786ھ، تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ

Marfat.com

۱۷۸۔ علامہ محمد بن بہادر الزرکشی المتوفی 794ھ، التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ بیروت 1424ھ

۱۷۹۔ علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن، متوفی 804ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، مطبوعہ: وزارۃ الاوقاف، قطر 1429ھ

۱۸۰۔ امام قاضی بدر الدین الدمامینی المالکی، متوفی 827ھ، مصابیح الجامع، مطبوعہ: دار النور 1431ھ

۱۸۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی، متوفی 828ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۸۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، المکتب الاسلامی بیروت 1420ھ

۱۸۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، فتح الباری، مطبوعہ: دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور 1401ھ، بیروت 1420ھ، دار المعرفہ، بیروت 1426ھ

۱۸۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری، مکتبۃ الرشد، ریاض 1418ھ

۱۸۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت

۱۸۶۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر 1348ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۸۷۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع 1420ھ

۱۸۸۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی 895ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۸۹۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ: مطبع میمنہ مصر 1306ھ

۱۹۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1420ھ

۱۹۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1412ھ

۱۹۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، بیروت 1418ھ

۱۹۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الرسائل العشر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1409ھ

۱۹۴۔ علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، تحفۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1425ھ

۱۹۵۔ علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1426ھ

۱۹۶۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۹۷۔ علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، فیض القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز،

Marfat.com

مکہ مکرمہ 1418ھ
۱۹۸۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ: اصح المطابع، کراچی
۱۹۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۲۰۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۲۰۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، مرقات، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان 1390ھ
۲۰۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۲۰۳۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی غیر مقلد، متوفی 1025ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ: مطبع مصطفی البابی، مصر 1350ھ
۲۰۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ: مطبع تیج کمار لکھنو، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۰۵۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری الحنفی، متوفی 1069ھ، نسیم الریاض فی شرح الشفاء قاضی عیاض، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۲۰۶۔ شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1073ھ، تیسیر القاری فی شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۰۷۔ امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری المالکی، متوفی 1122ھ، شرح الزرقانی (شرح موطا امام مالک)، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ
۲۰۸۔ شیخ ابوالطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، عون الباری لحل ادلۃ الصحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ
۲۰۹۔ امام محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی، متوفی 1398ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1430ھ
۲۱۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی
۲۱۱۔ شیخ عبدالرحمن مبارک پوری غیر مقلد، متوفی 1325ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۱۲۔ شیخ وحیدالزمان غیر مقلد، متوفی 1328ھ، تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری، مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور 1990ھ
۲۱۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جامع الاحادیث مطبوعہ: مکتبہ مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات 1422ھ
۲۱۴۔ شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی، متوفی 1352ھ، فیض الباری، مطبوعہ: مطبع حجازی، مصر 1375ھ
۲۱۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی، متوفی 1369ھ، فتح الملہم، مطبوعہ: مکتبۃ الحجاز، کراچی
۲۱۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی الحنفی، متوفی 1414ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکلم الطیب، بیروت 1430ھ
۲۱۷۔ شیخ محمد بن زکریا بن محمد کاندھلوی دیوبندی، اوجز المسالک الی موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۱۸۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی، متوفی 1421ھ، شرح صحیح بخاری، مکتبۃ الطبری، 1429ھ
۲۱۹۔ ابومحمد عبداللہ بن مانع الروقی، الحلل الابریزیہ من التعلیقات البازیہ علی صحیح البخاری، دارالتدمریہ، ریاض 1428ھ

Marfat.com

۲۲۰۔ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی، کشف الباری، مطبوعہ: مکتبہ فاروقیہ، کراچی
۲۲۱۔ شیخ محمد تقی عثمانی دیوبندی، انعام الباری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء

کتب اصول احادیث

۲۲۲۔ علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم الحازمی الہمدانی المتوفی 584ھ، کتاب الفیصل فی علم الحدیث، مکتبۃ الرشد، ریاض 1428ھ
۲۲۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تقریب النواوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تدریب الراوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۵۔ ملاعلی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

کتب اسماء الرجال

۲۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۲۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1424ھ
۲۲۸۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی، متوفی 436ھ، تاریخ بغداد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۲۹۔ حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی شافعی، متوفی 742ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ
۲۳۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۳۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، الکاشف، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ
۲۳۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ج، تقریب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۳۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۳۶۔ حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الشافعی، متوفی 923ھ، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۳۷۔ علامہ محمد بن طولون شافعی، متوفی 953ھ، الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ
۲۳۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی شافعی، متوفی 963ھ، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشریعۃ الموضوعۃ
۲۳۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

Marfat.com

۲۴۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ: مکتبہ مجتبائی دہلی
۲۴۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، مطبوعہ: دار الباز للنشر والتوزیع 1405ھ
۲۴۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، مطبوعہ: مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، حلب 1389ھ
۲۴۳۔ علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی 1164ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ: مکتبہ الغزالی، دمشق
۲۴۴۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1415ھ
۲۴۵۔ یوسف عبد الرحمن المرعشلی معجم المعاجم والمشیخات، مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

کتب لغت

۲۴۶۔ امام اللغۃ خلیل بن احمد فراہیدی، متوفی 175ھ، کتاب العین، مطبوعہ: انتشارات اسوہ، ایران 1414ھ
۲۴۷۔ امام ابو عبید القاسم بن سلام الھروی الشافعی، متوفی 224ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۲۴۸۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، متوفی 276ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1408ھ
۲۴۹۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی، متوفی 398ھ، الصحاح، مطبوعہ: دار العلم، بیروت 1404ھ
۲۵۰۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی، متوفی 502ھ، المفردات، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ
۲۵۱۔ علامہ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی الحنفی، متوفی 537ھ، طلبۃ الطلبہ فی الاصلاحات الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۲۔ امام ابو نصر احمد بن محمد سمرقندی حنفی، متوفی 550ھ، انیس الفقہاء، فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ،
۲۵۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی، متوفی 606ھ، نہایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۴۔ علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی حنفی، متوفی 660ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۵۵۔ علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۵۶۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی 711ھ، لسان العرب، مطبوعہ: نشر ادب الحوزہ، قم ایران، دار صادر، بیروت 2003ء
۲۵۷۔ علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی، متوفی 816ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۲۵۸۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی 817ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۵۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ: مکتبہ دار الایمان، مدینہ منورہ 1415ھ

Marfat.com

۲۶۰۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی 1205ھ، تاج العروس، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریہ، مصر
۲۶۱۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد، مطبوعہ المطبع الفاثولیکہ، بیروت 1927ء
۲۶۲۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد مترجم، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی
۲۶۳۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی الاعلام، مطبوعہ: دارالمشرق، بیروت 1976ء
۲۶۴۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی اللغت، مطبوعہ: انتشارات اسلام 1379ء
۲۶۵۔ مولانا محمد غیاث الدین، غیاث اللغات (فارسی)، مطبوعہ: مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۲۶۶۔ الحاج مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو)، مطبوعہ، مطبع فیروز سنز لمیٹڈ
۲۶۷۔ سعدی الوجیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، پاکستان
۲۶۸۔ غلام احمد پرویز، متوفی 1985، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام گلبرگ لاہور 1984ء
۲۶۹۔ قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری حنفی، دستور العلماء، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، بیروت 1421ھ
۲۷۰۔ ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۲۷۱۔ امام ابومحمد عبدالملک بن ہشام المعافری، متوفی 218ھ، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ
۲۷۲۔ امام محمد بن سعد، متوفی 230ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ: دارصادر، بیروت 1388ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ
۲۷۳۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ: دارالقلم، بیروت
۲۷۴۔ امام ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سھل السامری الخرائطی، متوفی 327ھ، مکارم الاخلاق ومعالیہا ومحمود طرائقہا ومرضیہا، مطبوعہ: مطبع المدنی، موسسۃ السعودیہ، 1411ھ
۲۷۵۔ امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفی 405ھ، اعلام النبوۃ، داراحیاء العلوم، بیروت 1408ھ
۲۷۶۔ امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری شافعی، متوفی 406ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ: دارالبشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ 1424ھ
۲۷۷۔ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، متوفی 463ھ، تاریخ بغداد، دارالفکر بیروت، 1424ھ
۲۷۸۔ حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستیعاب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۷۹۔ امام محی السنہ الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی الشافعی، متوفی 510ھ، الانوار فی شمائل النبی المختار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۲۸۰۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، الشفاء، مطبوعہ: عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، دارالفکر بیروت 1415ھ
۲۸۱۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد الخثعمی السہیلی، متوفی 581ھ، الروض الانف فی تفسیر سیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۲۸۲۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفّی 597ھ، الوفاء، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۲۸۳۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفّی 597ھ، مولد العروس الشہیر بابن الجوزی، مطبوعہ: المکتبۃ الثقافیہ، بیروت
۲۸۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر شافعی، متوفّی 630ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالفکر بیروت
۲۸۵۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفّی 630ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۶۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان شافعی، متوفّی 681ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ: منشورات الشریف الرضی، ایران
۲۸۷۔ امام ابوجعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری، متوفّی 694ھ، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۸۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفّی 748ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1417ھ
۲۸۹۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ الحنبلی، متوفّی 751ھ، زاد المعاد، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1419ھ
۲۹۰۔ حافظ علاؤ الدین ابوعبداللہ مغلطائی بن قلیج، متوفّی 762ھ، الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ وتاریخ من بعدہ من الخلفاء، مطبوعہ: دارالقلم، دمشق 1416ھ
۲۹۱۔ علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی شافعی، متوفّی 771ھ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۹۲۔ حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفّی 774ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ
۲۹۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفّی 852ھ، الاصابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۹۴۔ شیخ عبدالرحمٰن الثعلبی، متوفّی 875ھ، الانوار فی آیات النبی المختار، مطبوعہ: دار ابن حزم 1426ھ
۲۹۵۔ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی شافعی، متوفّی 911ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ
۲۹۶۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفّی 911ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۹۷۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفّی 942ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۹۸۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفّی 1052ھ، مدارج النبوۃ، مکتبہ نوریہ، سکھر پاکستان 1397ھ
۲۹۹۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی، متوفّی 1124ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1393ھ
۳۰۰۔ شیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفّی 1242ھ، مختصر سیرۃ الرسول، مطبوعہ: المکتبۃ السلفیہ 1399ھ

کتب فقہ حنفی

۳۰۱۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفّی 189ھ، مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی
۳۰۲۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفّی 189ھ، مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ: دارالمعرفہ بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۳۰۳۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفّی 189ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: مصطفائی ہند 1291ھ

Marfat.com

۳۰۴۔ امام محمد بن الشھیر الحاکم الشہید البلخی الحنفی، متوفی 344ھ، الکافی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ،
۳۰۵۔ امام ابوبکر الرازی الجصاص المتوفی 370ھ، شرح مختصر الطحاوی، فتاوی فی الفقہ الحنفی، مکتبۃ الکریمیہ کانسی روڈ کوئٹہ
۳۰۶۔ ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، امجد اکیڈمی، لاہور 1397ھ
۳۰۷۔ امام ابواللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی المتوفی 373ھ، فتاوی ابواللیث سمر قندی، السیاۃ مختلف الروایہ، مکتبہ محمدیہ 1423ھ
۳۰۸۔ امام ابواللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، المکتبۃ الغفوریہ العاصمیہ، کراچی
۳۰۹۔ شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابوالحفص علی بن الحسن بن محمد السغدی الحنفی المتوفی 461ھ، النتف فی الفتاوی، مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ
۳۱۰۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، المبسوط، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت 1398ھ
۳۱۱۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامیہ، افغانستان 1405ھ
۳۱۲۔ علامہ علاؤ الدین محمد السمر قندی، متوفی 539ھ، تحفۃ الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۳۱۳۔ الامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن عبد الرشید البخاری، متوفی 542ھ، خلاصۃ الفتاوی مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
۳۱۴۔ الوزیر عون الدین ابوالمظفر یحیی بن محمد ہبیرہ، متوفی 560ھ، الافصاح عن معانی الصحاح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۱۵۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی 587ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۱۶۔ علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی 592ھ، فتاوی قاضی خان، مطبوعہ: کبری بولاق، مصر 1310ھ
۳۱۷۔ علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی 592ھ، شرح الزیادات، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۱۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ: شرکت علمیہ، ملتان
۳۱۹۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، کتاب التجنیس والمزید، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1424ھ
۳۲۰۔ علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی 616ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1424ھ
۳۲۱۔ علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود حنفی، متوفی 683ھ، الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع
۳۲۲۔ امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی 743ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی 1421ھ
۳۲۳۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی 786ھ، عنایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1415ھ
۳۲۴۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی 786ھ، فتاوی تاتارخانیہ مطبوعہ: ادارۃ القرآن کراچی 1411ھ
۳۲۵۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، بنایہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1411ھ
۳۲۶۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی 861ھ، فتح القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۳۲۷۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی 956ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور 1412ھ
۳۲۸۔ امام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی، متوفی 962ھ، جامع الرموز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۳۲۹۔ علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی 970ھ، البحر الرائق، مطبوعہ: علمیہ، مصر 1311ھ

Marfat.com

۳۴۰۔ امام شہاب الدین احمد محمد بن علی بن حجر الہیتمی، متوفی 974ھ، الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۴۱۔ امام سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی، متوفی 1005ھ، النہر الفائق، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی

۳۴۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۴۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، مناسک ملا علی قاری، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1417ھ

۳۴۴۔ ملا نظام الدین، متوفی 1061ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ: مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، 1310ھ

۳۴۵۔ علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الفقیہ العصری الحنفی، متوفی 1069ھ، امداد الفتاح شرح نورالایضاح ونجات الارواح، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ

۳۴۶۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی 1078ھ، مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ: المکتبۃ الغفاریہ، کوئٹہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۳۴۷۔ علامہ خیرالدین رملی، متوفی 1081ھ، جامع الفصولین، مکتبۃ القدس، کوئٹہ 1300ھ

۳۴۸۔ علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی 1088ھ، الدرالمختار، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۴۹۔ علامہ السید اسعد بن ابی بکر آفندی الحنفی المتوفی 110ھ، الفتاوی الاسعدیہ فی الفقہ الحنفیہ، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ

۳۵۰۔ علامہ شاہ عبدالعزیز محمد دہلوی، متوفی 1229ھ، فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1390ھ

۳۵۱۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی 1231ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۵۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مصر 1311ھ

۳۵۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، تنقیح الفتاوی الحامدیہ، مطبوعہ: دارالاشاعۃ العربی، کوئٹہ

۳۵۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رسائل ابن عابدین شامی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور

۳۵۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، ردالمحتار، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۳۵۶۔ علامہ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی، متوفی 1309ھ، فتاویٰ مسعودی، سرہند پبلی کیشنز 1407ھ

۳۵۷۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۳۵۸۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، احسن الفتاویٰ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی 1425ھ

۳۵۹۔ امام احمد رضا خان بریلوی، متوفی 1340ھ، العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور 1427ھ

۳۶۰۔ علامہ سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی، متوفی 1356ھ، فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1418ھ

۳۶۱۔ صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، بہار شریعت، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1416ھ

۳۶۲۔ صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ 1419ھ

۳۶۳۔ شیخ محمد شفیع دیوبندی، متوفی 1396ھ، جواہر الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی 1395ھ

۳۶۴۔ مولانا نوراللہ نعیمی بصیر پوری حنفی بریلوی، متوفی 1403ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ: کمائن پرنٹرز، لاہور 1983ء

Marfat.com

۳۶۵۔ مولانا وقار الدین حنفی بریلوی، متوفی 1413ھ، وقار الفتاوی، مطبوعہ: بزم وقار الدین 1997ء
۳۶۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاگرجی الحنفی التوفی 1414ھ، الفقہ الحنفی وادلتہ، دار الکلم الطیب، بیروت 1420ھ
۳۶۷۔ مولانا محمد عبد اللہ نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1982ء، فتاوی مجددیہ نعیمیہ، ناشر: مفتی اعظم سندھ اکیڈمی 1411ھ
۳۶۸۔ شیخ الاسلام علامہ الشیخ عبد الغنی النابلسی الحنفی النقشبندی التوفی 1123ھ، فتاوی النابلسی المسماۃ بنھایۃ المراد فی شرح ہدایہ ابن العماد، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ 1429ھ
۳۶۹۔ مفتی اہلسنت علامہ سید شجاعت علی قادری حنفی بریلوی، متوفی 1993ء، فقہ اہلسنت، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1978ء
۳۷۰۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن حنفی بریلوی غفرلہ، تفہیم المسائل، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 1407ھ
۳۷۱۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی، انوار الفتاوی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ
۳۷۲۔ شیخ سعید بن علی السمرقندی الحنفی الفتاوی فی الحیل والمخارج المسمی بجنۃ الاحکام وجنۃ الخصام، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ
۳۷۳۔ شیخ عبد الحمید محمود طہمار، الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید، المکتبۃ الحقانیہ کوئٹہ 1418ھ

کتب فقہ شافعیہ

۳۷۴۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الام، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1403ھ
۳۷۵۔ علامہ ابو الحسین علی بن محمد حبیب الماوردی شافعی، متوفی 450ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1414ھ
۳۷۶۔ علامہ ابو اسحاق شیرازی، متوفی 455ھ، المہذب، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، 1393ھ
۳۷۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، شرح المہذب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت 1423ھ
۳۷۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
۳۷۹۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، الفتاوی الحدیثیہ، 1419ھ

کتب فقہ مالکیہ

۳۸۰۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی 256ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۳۸۱۔ امام ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی، متوفی 494ھ، المنتقیٰ شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1331ھ
۳۸۲۔ قاضی عبد الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی 595ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ: دار الفکر بیروت
۳۸۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن الخطاب المغربی، متوفی 954ھ، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، مطبوعہ: مکتبۃ النجاح، لیبیا
۳۸۴۔ علامہ علی بن عبد اللہ بن الخرشی، متوفی 1101ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ: دار صادر، بیروت
۳۸۵۔ علامہ ابو البرکات، احمد دردیر مالکی، متوفی 1197ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

Marfat.com

۳۸۶۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی 1219ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۸۷۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، المغنی، مطبوعہ: دار الحدیث قاہرہ، 1425ھ

۳۸۸۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، الکافی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ

۳۸۹۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، مجموعۃ الفتاوی، مطبوعہ: ریاض، دار الجیل، بیروت 1418ھ

۳۹۰۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1424ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1426ھ

۳۹۱۔ علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی 763ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۳۹۲۔ علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی 885ھ، الانصاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1387ھ

۳۹۳۔ علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی 960ھ، الاقناع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ

۳۹۴۔ شیخ منصور بن یونس البھوتی الحنبلی، متوفی 1015ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۹۵۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمن ابن باز حنبلی، متوفی 1420ھ، 1999ء، مجموع فتویٰ ومقالات متنوعہ، مکتبۃ المورد، ریاض 1427ھ

کتب فقہ غیر مقلدین

۳۹۶۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی 456ھ، المحلی بالآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۳۹۷۔ شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی 1250ھ، نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر 1398ھ، دار الوفاء، 1421ھ

۳۹۸۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، متوفی 1367ھ، فتاویٰ ثنائیہ، مطبوعہ: النور اکیڈمی، مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

۳۹۹۔ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، متوفی 1805ھ، فتاویٰ نذیریہ، مکتبۃ المعارف الاسلامیہ، پاکستان 1333ھ

۴۰۰۔ شیخ حافظ عبداللہ محدث روپڑی، متوفی 1920ھ، فتاویٰ اہلحدیث، مطبوعہ: دار احیاء السنۃ النبویہ، پاکستان 1404ھ

کتب اصول فقہ

۴۰۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الرسالہ، مطبوعہ: مطبع امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1312ھ

۴۰۲۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی، متوفی 482ھ، اصول بزدوی، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۴۰۳۔ علامہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی، متوفی 483ھ، اصول السرخسی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت

۴۰۴۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ، مستصفیٰ، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ

۴۰۵۔ علامہ علاؤ الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری الحنفی، متوفی 730ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1411ھ

۴۰۶۔ علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی 772ھ، شرح المنہاج، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی، متوفی 861ھ، تحریر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1403ھ
۴۰۸۔ علامہ ابن امیر الحاج حنفی، متوفی 879ھ، التقریر والتحریر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۹۔ بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین حنفی، متوفی 1225ھ، فواتح الرحموت، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۴۱۰۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۴۱۱۔ علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی حنفی، متوفی 1252ھ، شرح شرح المنار للعلامۃ الشامی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

مذاہب اربعہ

۴۱۲۔ امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی المتوفی 370ھ، مختصر اختلاف العلماء، دار البشائر الاسلامیہ، 1417ھ
۴۱۳۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر 1359ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۴۱۴۔ علامہ عبد الرحمٰن الجزیری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۴۱۵۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ القاہرہ، 1400ھ
۴۱۶۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1405ھ
۴۱۷۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ: القاہرہ 1410ھ

کتب شیعہ

۴۱۸۔ شیخ ابو جعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الاصول من الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۱۹۔ شیخ ابو جعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۰۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، تہذیب الاحکام، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۱۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، الاستبصار، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۲۔ نہج البلاغہ (مع فارسی)، مطبوعہ: انتشارات زرین، ایران
۴۲۳۔ نہج البلاغہ (مع اردو)، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز
۴۲۴۔ شیخ عز الدین عبد الحمید بن ابی الحدید، متوفی 656ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ: موسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران
۴۲۵۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، بحار الانوار، مطبوعۃ المطبعۃ الاسلامیہ، تہران 1392ھ
۴۲۶۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حق الیقین، مطبوعہ: خیابان ناصر خسرو، ایران 1347ھ
۴۲۷۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ: انصاف پریس، لاہور
۴۲۸۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حیات القلوب (مترجم) مطبوعہ: حمایت اہل بیت وقف، لاہور

Marfat.com

۴۲۹۔ شیخ محمد بن حسین طباطبائی، متوفی 1293ھ، المیزان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، ایران 1302ھ

کتب متفرقات

۴۳۰۔ ابو المعالی عبد الملک الجوینی الشہیر بامام الحرمین الشافعی، متوفی 478ھ، مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، مطبوعہ: مکتبہ قدوسیہ، لاہور 1400ھ

۴۳۱۔ امام ابو الفتح ظہیر الدین الولوالجیہ حنفی، متوفی 540ھ، الفتاوی الولوالجیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۴۳۲۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابو بکر الدمشقی المعروف بابن قیم حنبلی، متوفی 751ھ، الداء والدواء، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، 1410ھ

۴۳۳۔ علامہ علی بن سلطان القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، القائلین بوحدۃ الوجود، مطبوعہ: دار المامون للتراث 1415ھ

۴۳۴۔ میر عبد الواحد بلگرامی حنفی، متوفی 1016ھ، سبع سنابل، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1402ھ

۴۳۵۔ ملا باقر مجلسی شیعی، متوفی 1110ھ، ضیاء العیون، مطبوعہ: ایرانی کتب خانہ

۴۳۶۔ شیخ سید محمد اسماعیل دہلوی دیوبندی، متوفی 1246ھ، تقویۃ الایمان، مطبوعہ: مطبع علیمی، اندرون لاہور

۴۳۷۔ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حنفی، متوفی 1258ھ، شمائم امدادیہ، مطبوعہ: مدنی کتب خانہ، ملتان 1405ھ

۴۳۸۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، آب حیات، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان 1413ھ

۴۳۹۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، تحذیر الناس، دار الاشاعت، کراچی

۴۴۰۔ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی حنفی، متوفی 1304ھ، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت 1408ھ

۴۴۱۔ شیخ محمود بن حسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، الجہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل، مکتبہ مدینہ، لاہور 1409ھ

۴۴۲۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۴۴۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، 1401ھ

۴۴۴۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، احکام شریعت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2002ء

۴۴۵۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الامن والعلی، شبیر برادرز، لاہور 1396ھ

۴۴۶۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ، صدیقی پبلشرز 2009ء

۴۴۷۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ: موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ

۴۴۸۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، انباء الحی، موسسۃ رضا الجامعہ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ

۴۴۹۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، متوفی 1346ھ، البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ: مطبع بلالی، ڈھونڈ

۴۵۰۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، گولڑہ شریف، اسلام آباد 1421ھ

۴۵۱۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، ملفوظات مہریہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور 1406ھ

Marfat.com

۴۵۲۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ، گولڑہ شریف، کتب خانہ درگاہ غوثیہ 1421ھ
۴۵۳۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور، 1406ھ
۴۵۴۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز 1415ھ
۴۵۵۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، تصفیہ مابین السنی والشیعہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1399ھ
۴۵۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفّٰی 1364ھ، حفظ الایمان مع بسط البنان وتغیر العنوان، مکتبہ تھانوی، کراچی
۴۵۸۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفّٰی 1364ھ، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق
۴۵۹۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفّٰی 1364ھ، جمال الاولیاء
۴۶۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفّٰی 1399ھ، خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1975ھ
۴۶۱۔ مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری غیر مقلد، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، المکتبۃ السلفیہ، لاہور 1391ھ
۴۶۲۔ ابوالحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی حنفی بریلوی، انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1998ء
۴۶۳۔ شیخ عبدالحی الکتانی، نظام الحکومت النبویہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۴۶۴۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، متوفّٰی 1985ء، دو اسلام، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی
۴۶۵۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ: اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1982ء
۴۶۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ: دانش گاہ پنجاب، لاہور
۴۶۷۔ میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۶۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز
۴۶۹۔ عقیدہ ختم نبوت، الادارہ لتحفظ العقائد الاسلامیہ، پاکستان
۴۷۰۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، دیوبندی، متوفّٰی 1346ھ، المہند علی المفند، ادارہ اسلامیات 1404ھ
۴۷۱۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، حسین احمد دیوبندی، متوفّٰی 1377ھ، منظور نعمانی، عقائد علماء دیوبند اور حسام الحرمین، دار الاشاعت، کراچی
۴۷۲۔ شیخ حسین احمد دیوبندی، متوفّٰی 1377ھ، الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، میر محمد کتب خانہ، کراچی
۴۷۳۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفّٰی 2009ء، تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور، ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ 1407ھ
۴۷۴۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفّٰی 2009ء، عبارات اکابر، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ
۴۷۵۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفّٰی 2000ء، تحفۂ قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان 2001ء
۴۷۶۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفّٰی 2000ء، اختلاف امت اور صراط مستقیم، مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن، کراچی 1399ھ

Marfat.com

۴۷۷۔ مخدوم محمد ہاشم سندھی، متوفی 1174ھ، ذریعۃ الوصول الیٰ جناب الرسول، مکتبہ لدھیانوی، کراچی 1995ء

۴۷۸۔ محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 2001ء

۴۷۹۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری بریلوی، متوفی 1354ھ، فتاویٰ دیداریہ، مطبوعہ: مکتبۃ العصر، گجرات

۴۸۰۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی حنفی بریلوی، متوفی 2003ء، مقالات مفتیٔ اعظم، مطبوعہ: بزمِ رضا، لاہور 1428ھ

۴۸۱۔ مولانا محمد منشاء تابش قصوری حنفی بریلوی غفرلہ، دعوتِ فکر، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، مرید کے شیخوپورہ 1403ھ

۴۸۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، حیاتِ استاذ العلماء، مطبوعہ: دارالاسلام لاہور 1433ھ

۴۸۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، توضیح البیان، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1422ھ

۴۸۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، ذکر بالجہر، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ

۴۸۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ

۴۸۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، مقالاتِ سعیدی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ

۴۸۷۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، مقامِ ولایت ونبوت، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ

۴۸۸۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تاریخ نجد وحجاز، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 2004ء

۴۸۹۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہٗ، حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن، فرید بک اسٹال لاہور، 1425ھ

۴۹۰۔ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی حنفی بریلوی، غفرلہ سفرِ آخرت کی منازل، فرید بک اسٹال لاہور، 1427ھ

Marfat.com

Marfat.com

فَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

شرح صحیح البخاری کے نام "**نعم الباری**" کی توجیہ

میں نے 18 جنوری 2006ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ کی مشہور زمانہ کتاب "المسند الصحیح الجامع المعروف بہ صحیح البخاری" کی شرح لکھنے کا آغاز کیا، میں نے ابتداءً اس کا نام انعم الباری رکھا تھا، بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ شیخ محمد تقی عثمانی بھی اس نام سے صحیح البخاری کی شرح لکھ رہے ہیں اور اس وقت تک انعم الباری کی چار جلدیں ہو چکی تھیں، اس لیے میں نے اس کا نام بدل کر نعمۃ الباری رکھ دیا اور فرید بک اسٹال لاہور سے اس کی سات جلدیں لکھنے کا معاہدہ کیا اور 14 ستمبر 2010ء کو میں نے نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل کر کے سید محسن اعجاز شاہ صاحب کے حوالے کر دی اور یوں میری حد تک اس معاہدہ کی تکمیل ہو گئی۔

بعد ازاں میرا رابطہ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز سے ہوا اور میں نے محترم محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب سے شرح صحیح البخاری لکھنے کا معاہدہ طے کیا اور اب آٹھویں جلد سے میں نے اس کا نام نعمۃ الباری کے بجائے "**نعم الباری**" رکھ دیا ہے تاکہ معاندین اور مفسدین کے لیے کسی شر کی گنجائش نہ رہے اور وہ یہ نہ کہیں کہ نعمۃ الباری کا معاہدہ تو ہم سے تھا اب یہ ضیاء القرآن والے کیوں شائع کر رہے ہیں۔ اس لیے میں نے اس کا نام ہی بدل دیا ہے اور بجائے نعمۃ الباری کے اس کا نام "**نعم الباری**" رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میرا اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کا حافظ و ناصر ہو اور ہمیں معاندین اور مفسدین کے شر اور فساد سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ الف الف صلوات وتسلیمات دائما ابدا۔

غلام رسول سعیدی

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی 38

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نِعَمُ الباری

فی

شرح صحیح البُخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی۔ ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء رابع عشر

Marfat.com

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعم الباری

فی شرح صحیح البخاری

جلد رابع عشر (۱۴)

الاحادیث: ۶۴۸۲ــــ ۶۷۷۱

کتاب الرقاق، کتاب الایمان والنذور

کتاب کفارات الایمان، کتاب الفرائض

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

(یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے)

نام کتاب	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد رابع عاشر (۱۴)
تصنیف	علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی
سال اشاعت	باراول نومبر 2013ء
تعداد	دو ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS27

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔021-32212011-32630411 فیکس:۔021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

ziaulquranpublications@gmail.com

Website:- www.ziaulquran.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری (رابع عاشر)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	افتتاحیہ	57
	٨١- كِتَابُ الرِّقَاقِ	59
1	دلوں کو نرم کرنے والی احادیث کا بیان	59
	٢٦- بَابٌ	59
2	گناہوں سے رکنے کا وجوب	59
3	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	59
4	صحیح البخاری: ٦٤٨٢، کی شرح از علامہ عینی	59
5	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	60
6	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	60
7	حدیث مذکور کے معانی	60
8	حدیث میں مذکور مثال کے متعلق متعدد اقوال	60
9	صحیح البخاری: ٦٤٨٣، کی شرح از علامہ عینی	61
10	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	62
11	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	62
12	حدیث مذکور کے معانی	62
13	صحیح البخاری: ٦٤٨٤، کی شرح از علامہ عینی	63
14	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	63
15	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	63
16	صحیح البخاری: ٦٤٨٣، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	63
17	حدیث میں مذکور پروانوں کی مثال کی تحقیق	63
	٢٧- بَابٌ	64
18	نبی ﷺ کے اس ارشاد کا بیان "اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ"	64
19	صحیح البخاری: ٦٤٨٥، کی شرح از علامہ عینی	65
20	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	65
21	حدیث مذکور کے معانی	65
22	صحیح البخاری: ٦٤٨٦، کی شرح از علامہ عینی	65
23	صحیح البخاری: ٦٤٨٦، کی شرح از علامہ ابن بطال	65
24	کم ہنسنے اور زیادہ رونے کے متعلق آثار اور اقوال علماء	66
	٢٨- بَابٌ	67
25	دوزخ کو شہوات سے ڈھانپ دیا گیا ہے	67
26	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	67
27	صحیح البخاری: ٦٤٨٧، کی شرح از علامہ عینی	68
28	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	68
29	حدیث مذکور کے معانی	68

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
30	صحیح البخاری: ۶۴۸۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	68
31	حدیث مذکور کا جوامع الکلم میں سے ہونا	68
32	صحیح البخاری: ۶۴۸۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	68
33	باب مذکور کی حدیث کی تائید میں ایک اور حدیث	69
34	مکارہ اور شہوات کا بیان	69
35	صحیح البخاری: ۶۴۸۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	69
36	دوزخ پر شہوات کے حجاب کا معنی	69
	۲۹- باب	71
37	جنت تم میں سے کسی ایک کے اس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ قریب ہے اور دوزخ بھی اسی طرح ہے	71
38	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	71
39	صحیح البخاری: ۶۴۸۸، کی شرح از علامہ عینی	72
40	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	72
41	حدیث مذکور کے معانی	72
42	حدیث مذکور کے فوائد	72
43	صحیح البخاری: ۶۴۸۹، کی شرح از علامہ عینی	73
44	حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت	73
45	صحیح البخاری: ۶۴۸۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	73
46	لبید کا تذکرہ	73
	۳۰- باب	74
47	انسان کو چاہیے کہ اپنے سے کم درجہ والے کو دیکھے	
48	اور اپنے سے بلند درجہ والے کو نہ دیکھے	74
49	صحیح البخاری: ۶۴۹۰، کی شرح از علامہ عینی	74
50	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	74
51	حدیث مذکور کے معانی	74
52	صحیح البخاری: ۶۴۹۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	75
53	صحیح البخاری: ۶۴۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	75
54	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کا طریقہ	75
55	صحیح البخاری: ۶۴۹۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	76
	۳۱- باب	76
56	جس نے نیک کام کرنے یا برا کام کرنے کا ارادہ کیا	76
57	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	76
58	صحیح البخاری: ۶۴۹۱، کی شرح از علامہ عینی	77
59	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	77
60	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	77
61	حدیث مذکور کے معانی	77
62	حسن اور قبح کے عقلی اور شرعی ہونے کی تحقیق	77
63	حسن وقبح کے عقلی ہونے کے دلائل	78
64	''عزم'' اور ''ھم'' کے مباحث (''ھم'' کا معنی ہے: کسی فعل کو ترجیح دینا)	81
65	فرشتے بندہ کے دل کے افعال پر کس طرح مطلع ہوتے ہیں؟	82
66	صحیح البخاری: ۶۴۹۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	82
67	نیکی اور برائی کے ''ھم'' کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کا فضل	82
68	فرشتوں کو بندہ کے دل کے افعال کا کیسے علم ہوتا ہے؟	83
69	صحیح البخاری: ۶۴۹۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	84
70	دل کے افعال پر مواخذہ ہونے کے دلائل	84
	۳۲- باب	86
71	گناہوں کو معمولی سمجھنے سے اجتناب کا بیان	86
72	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	86
73	صحیح البخاری: ۶۴۹۲، کی شرح از علامہ عینی	86
74	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	87

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
75	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	87
76	صحیح البخاری: ۶۴۹۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	87
77	گناہوں کو معمولی نہ سمجھنے کے متعلق دلائل	87
	۳۳- باب	88
78	اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے اور خاتمہ سے ڈرنے کا بیان	88
79	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	88
80	صحیح البخاری: ۶۴۹۳، کی شرح از علامہ عینی	89
81	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	89
82	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	89
83	حدیث مذکور کے معانی	90
84	صحیح البخاری: ۶۴۹۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	90
85	خواتیم اعمال کو بندوں سے مخفی رکھنے کی حکمت	90
	۳۴- باب	91
86	برے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی بہ نسبت تنہائی میں رہنے میں راحت ہے	91
87	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	91
88	صحیح البخاری: ۶۴۹۴، کی شرح از علامہ عینی	92
89	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	92
90	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	93
91	حدیث مذکور کے معانی	93
92	صحیح البخاری: ۶۴۹۵، کی شرح از علامہ عینی	93
93	لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے اور عزلت نشینی کے شرعی دلائل میں تطبیق	93
94	صحیح البخاری: ۶۴۹۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	94
95	ایام فتنہ میں خلوت نشینی کا سلامتی ہونا	94
96	فصل	98
97	صحیح البخاری: ۶۴۹۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	98
98	عزلت نشینی اور لوگوں کے ساتھ میل جول میں موازنہ	98
99	۳۵- باب	99
100	امانت کے اٹھ جانے کا بیان	99
101	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	99
102	صحیح البخاری: ۶۴۹۶، کی شرح از علامہ عینی	99
103	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	99
104	حدیث مذکور کے معانی	99
105	صحیح البخاری: ۶۴۹۷، کی شرح از علامہ عینی	102
106	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	102
107	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	102
108	حدیث مذکور کے معانی	102
109	صحیح البخاری: ۶۴۹۸، کی شرح از علامہ عینی	104
110	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	104
111	حدیث مذکور کے معانی	104
112	صحیح البخاری: ۶۴۹۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	104
	۳۶- باب	105
113	دکھانے اور سنانے کے لیے کسی عبادت کو کرنے کا بیان	105
114	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	105
115	صحیح البخاری: ۶۴۹۹، کی شرح از علامہ عینی	106
116	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	106
117	جندب نام کے صحابہ کرام	106
118	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	107
119	حدیث مذکور کے معانی	107
120	صحیح البخاری: ۶۴۹۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	108

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
121	صحیح البخاری:۶۴۹۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	110
122	ریاکاری کی مذمت میں مزید دلائل	110
	۳۷۔ باب	111
123	جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے لیے اپنے نفس سے جہاد کیا	111
124	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	111
125	صحیح البخاری:۶۵۰۰، کی شرح از علامہ عینی	112
126	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	112
127	حدیث مذکور کے معانی	112
128	صحیح البخاری:۶۵۰۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	113
129	نفس کے ساتھ جہاد کا بیان	114
130	صحیح البخاری:۶۵۰۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	115
131	جہاد بالنفس کی تعریف میں متقدمین کی آراء	115
132	حدیث مذکور کے فوائد	116
133	صحیح البخاری:۶۵۰۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	117
134	نفس کی اقسام	117
135	نفس کے ساتھ جہاد کر کے عبادت کرنا افضل ہے یا بغیر نفس کے ساتھ جہاد کے	117
136	اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا معنی	118
137	اللہ تعالیٰ کا بندوں کو عبادت پر اجر عطا فرمانا محض اس کا فضل ہے	118
	۳۸۔ باب	119
138	تواضع اور انکسار کا بیان	119
139	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	119
140	صحیح البخاری:۶۵۰۱، کی شرح از علامہ عینی	119
141	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	120
142	حدیث مذکور کے معانی	120
143	صحیح البخاری:۶۵۰۲، کی شرح از علامہ عینی	121
144	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	121
145	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	122
146	حافظ ابن حجر عسقلانی کی اصل اور مکمل عبارت	122
147	علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	123
148	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	123
149	خالد بن مخلد پر جرح کا جواب	123
150	حدیث مذکور کے معانی	124
151	اللہ کے ولی کی تعریف	124
152	''من عادی'' پر ایک سوال کا جواب	124
153	حدیث مذکور پر ایک اعتراض کا جواب	126
154	بندہ کی پناہ کی طلب اور اس کو پناہ دینے پر ایک اعتراض کا جواب	126
155	اللہ تعالیٰ کے تردد کرنے پر ایک اعتراض کا جواب	127
156	علامہ عینی کی شرح پر مصنف کے تعقبات	127
157	صحیح البخاری:۶۵۰۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	131
158	حدیث ''من عادی لی ولیا'' کی سند پر بحث ونظر	131
	حدیث مذکور کی مسند احمد میں روایت	132
159	حدیث مذکور کی مزید تخریج	133
160	اللہ تعالیٰ سے ''محاربۃ'' کا معنی	133
161	فرائض کی ادائیگی اور نوافل پر مواظبت	134
162	فرائض نوافل سے زیادہ اہم ہیں تو ان سے اللہ کی محبت کیونکر حاصل نہیں ہوگی؟	134
163	اللہ تعالیٰ بندہ کے کان اور آنکھ ہو جاتا ہے، اس کی توجیہات	135

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
164	بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے پر اشکال کا جواب	137
165	کسی بندہ کے دل میں آئی ہوئی بات اسی وقت شرعاً معتبر ہے جب وہ کتاب وسنت کے موافق ہو	137
	اللہ تعالیٰ کے تردد کی توجیہات	137
166	حدیث مذکور کے فوائد	138
	۳۹۔ باب	139
167	نبی ﷺ کا ارشاد: مجھے اور قیامت کو (ان دو) انگلیوں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے	139
168	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	139
169	باب میں مذکور آیت کی شرح از علامہ عینی	139
170	صحیح البخاری: ۶۵۰۳، کی شرح از علامہ عینی	139
171	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	139
172	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	140
173	صحیح البخاری: ۶۵۰۴، کی شرح از علامہ عینی	140
174	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	140
175	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	140
176	حدیث مذکور کے معانی	140
177	صحیح البخاری: ۶۵۰۵، کی شرح از علامہ عینی	141
178	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	141
179	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	141
180	باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	141
181	ان دو انگلیوں کی مثل کا مصداق	141
182	صحیح البخاری: ۶۵۰۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	143
183	دنیا کی مقدار کے متعلق اقوال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی رائے	143
184	دنیا کی عمر ختم ہونے میں کتنی مدت باقی ہے؟	143
185	صحیح البخاری: ۶۵۰۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	144
	۴۰۔ باب	144
186	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	144
187	صحیح البخاری: ۶۵۰۶، کی شرح از علامہ عینی	145
188	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	145
189	حدیث مذکور کے معانی	145
190	سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا بیان	145
191	صحیح البخاری: ۶۵۰۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	146
192	وقوع قیامت کی علامات	146
	۴۱۔ باب	147
193	جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو محبوب رکھے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے	147
194	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	147
195	صحیح البخاری: ۶۵۰۷، کی شرح از علامہ عینی	148
196	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	148
197	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	148
198	حدیث مذکور کے معانی	148
199	حدیث مذکور میں جملہ شرطیہ ہے یا خبریہ	148
200	اللہ کی ملاقات سے محبت اور اس کو ناپسند کرنے کی توجیہ	149
201	اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اقسام	149
202	موت کو ناپسند کرنے کا وقت	150
203	صحیح البخاری: ۶۵۰۸، کی شرح از علامہ عینی	151
204	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	151
205	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	151
206	صحیح البخاری: ۶۵۰۹، کی شرح از علامہ عینی	152
207	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	152
208	حدیث مذکور کے معانی	152
209	ایک سوال کا جواب	153

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
210	صحیح البخاری:۶۵۰۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	153
211	انسان کے آخری وقت کے متعلق دیگر احادیث	153
	''الرفیق الاعلیٰ'' کا معنی	154
	۴۲۔ باب	155
212	موت کی شدتوں کا بیان	155
213	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	155
214	صحیح البخاری:۶۵۱۰، کی شرح از علامہ عینی	155
215	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	156
216	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	156
217	حدیث مذکور کے معانی	156
218	صحیح البخاری:۶۵۱۱، کی شرح از علامہ عینی	156
219	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	157
220	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	157
221	حدیث مذکور کے معانی	157
222	اعراب اور ''جفاۃ'' کا معنی	157
223	اس اشکال کا جواب کہ سائل کا سوال تو قیامتِ کبریٰ کے متعلق تھا اور آپ نے جواب میں قیامت صغریٰ کا ذکر فرمایا؟	157
224	صحیح البخاری:۶۵۱۲، کی شرح از علامہ عینی	158
225	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	158
226	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	158
227	حدیث مذکور کے معانی	159
228	صحیح البخاری:۶۵۱۳، کی شرح از علامہ عینی	159
229	صحیح البخاری:۶۵۱۴، کی شرح از علامہ عینی	160
230	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	160
231	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	160
232	حدیث مذکور کے معانی	160
233	صحیح البخاری:۶۵۱۵، کی شرح از علامہ عینی	161
234	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	161
235	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	161
236	حدیث مذکور کے معانی	162
237	میت پر جنت اور دوزخ کے ٹھکانے پیش کرنے کا فائدہ	162
238	میت کی روح پر جنت اور دوزخ کے ٹھکانے پیش کیے جاتے ہیں یا اس کے بدن پر؟	162
239	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	162
240	حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب	163
241	حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری کی مفصل عبارت	163
242	حدیث مذکور کے فوائد از علامہ کرمانی	164
243	علامہ کرمانی کے بیان کردہ فوائد پر علامہ عینی کی بحث ونظر	164
244	صحیح البخاری:۶۵۱۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	165
245	مومنین پر ثواب اور کفار پر عذاب کو پیش کرنا	165
246	صحیح البخاری:۶۵۱۶، کی شرح از علامہ عینی	166
247	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	166
248	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	166
249	حدیث مذکور کے معانی	166
250	صحیح البخاری:۶۵۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	166
251	صحیح البخاری:۶۵۱۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	167
252	رسول اللہ ﷺ پر وفات کے وقت سکرات کی شدت کی توجیہات	167
253	رسول اللہ ﷺ پر وفات کے وقت سکرات کی شدت کی دیگر توجیہات از مصنف	167

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۴۳- باب	174
254	صور میں پھونکنے کا بیان	174
255	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	174
256	تعلیقات مذکورہ کی شرح از علامہ عینی	174
257	صور پھونکنے کی تعداد	176
258	صحیح البخاری: ۶۵۱۷، کی شرح از علامہ عینی	178
259	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	178
260	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	178
261	حدیث مذکور کے معانی	179
262	رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، پھر آپ نے اپنی فضیلت دینے سے کیوں منع فرمایا؟ اس سوال کے متعدد جوابات	179
263	''صعقة'' کا معنی	179
264	جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ قرار دیا ان کا بیان	180
265	صحیح البخاری: ۶۵۱۸، کی شرح از علامہ عینی	181
266	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	181
267	صحیح البخاری: ۶۵۱۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	181
268	جن افراد کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے	
269	مستثنیٰ قرار دیا، ان کی تفصیل کے متعلق بحث ونظر	181
270	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسول اللہ ﷺ پر فضیلت جزوی، حاملین عرش اور رسلِ ملائکہ کی موت اور اہل جنت اور جنت پر موت کا نہ آنا	185
271	جنت اور دوزخ کی فناء کے متعلق دیگر اقوال	186
272	صور میں پھونکنے کی تعداد	186
273	قیامت کے وقوع کا وقت اور کیفیت	187
	۴۴- باب	188
274	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو جمع کرے گا (یا فناء کرے گا)	188

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
275	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	188
276	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	188
277	صحیح البخاری: ۶۵۱۹، کی شرح از علامہ عینی	189
278	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	189
279	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	189
280	حدیث مذکور کے معانی	189
281	لفظ ''یدٌ'' کے متعدد معانی	189
282	صحیح البخاری: ۶۵۲۰، کی شرح از علامہ عینی	191
283	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	191
284	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	191
285	حدیث مذکور کے معانی	191
286	زمین کو روٹی بنانے کی تفصیل اور ''سفرة'' کا معنی	191
287	حدیث مذکور کے اوپر علامہ بیضاوی کا اشکال	192
288	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	192
289	نبی ﷺ کے ہنسنے کی توجیہ اور ''نواجذ'' وغیرہ کا معنی	193
290	''بالام'' اور ''نون'' کا معنی	193
291	اہل جنت کی ضیافت کے متعلق کعب احبار کی روایت	193
292	صحیح البخاری: ۶۵۲۱، کی شرح از علامہ عینی	194
293	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	194
294	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	195
295	حدیث مذکور کے معانی	195
296	صحیح البخاری: ۶۵۲۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	195
297	اللہ تعالیٰ کی اپنی حکومت اور بادشاہت میں منفرد ہونا	195
298	''ید'' کی تحقیق	196

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
299	اللہ تعالیٰ کے لیے انگلیوں کے ثبوت کی توجیہ	196
300	زمین کے تبدیل ہونے کا بیان	197
	۴۵۔ باب	197
301	حشر کی کیفیت کا بیان	197
302	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	197
303	حشر کی چار قسموں کا بیان	197
304	صحیح البخاری: ۶۵۲۲، کی شرح از علامہ عینی	199
305	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	199
306	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	199
307	حدیث مذکور کے معانی	199
308	حدیث میں مذکور حشر کا تعلق دنیا کے حشر سے ہے	199
309	اونٹوں پر سواری کی کیفیت کا بیان	200
310	بعض شراحِ مصابیح کے اس قول کا رد کہ اس حدیث میں جس حشر کا ذکر ہے اس سے مراد آخرت کا حشر ہے	200
311	صحیح البخاری: ۶۵۲۳، کی شرح از علامہ عینی	201
312	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	201
313	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	201
314	حدیث مذکور کے معانی	201
315	صحیح البخاری: ۶۵۲۴، کی شرح از علامہ عینی	202
316	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	202
317	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	202
318	حدیث مذکور کے معانی	203
319	صحیح البخاری: ۶۵۲۶، کی شرح از علامہ عینی	204
320	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	204
321	حدیث مذکور کے معانی	204
322	برہنہ حشر کیے جانے پر ایک سوال کا جواب	205
323	قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ سے پہلے لباس پہنانے کی توجیہات	205
324	قائل اپنے کلام کے عموم میں داخل نہیں ہوتا، اس جواب پر علامہ قرطبی اور علامہ عینی کا رد کرنا	205
325	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قیامت کے دن پہلے ملبوس ہونا کیا رسول اللہ ﷺ پر افضلیت کا موجب ہے؟	206
326	امت کے بعض مردوں کو "اُصیحابی" فرمانے کی توجیہ	206
327	اس حدیث میں آپ کی امت کے جن مردوں کو مرتدین فرمایا ہے اس میں "مرتدین" کے محامل	206
328	علمِ رسالت پر شیخ اشرف علی تھانوی کے ایک اعتراض کے متعدد جوابات	207
329	نبی ﷺ کے علمِ "ماکان وما یکون" کے ثبوت میں احادیث	208
330	اس پر دلائل کہ مرتدین کو نبی ﷺ کا بالقصد اور دانستہ "اُصیحابی" فرمانا محال ہے	208
331	صحیح البخاری: ۶۵۲۷، کی شرح از علامہ عینی	211
332	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	212
333	حدیث مذکور کے معانی	212
334	صحیح البخاری: ۶۵۲۸، کی شرح از علامہ عینی	212
335	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	213
336	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	213
337	حدیث مذکور کے معانی	213
338	اہلِ جنت کی تعداد کے متعلق تدریجاً بشارت	213
339	صحیح البخاری: ۶۵۲۹، کی شرح از علامہ عینی	214
340	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	214
341	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	214

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
342	حدیث مذکور کے معانی	215
343	باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	215
344	حشر کے متعلق قرآن مجید کی متعارض آیات	215
345	تعارض مذکور کا جواب	216
346	پہلا حال: جب مشرکین کو قبروں سے زندہ کر کے نکالا جائے گا	216
347	دوسرا حال: جب وہ حساب کی جگہ پر جائیں گے	217
	تیسرا حال: جب ان سے حساب ہوگا	217
348	چوتھا حال: جب مشرکین کو دارالجزاء کی طرف لے جایا جائے گا	218
349	پانچواں حال: جب مشرکین کا دوزخ میں قیام اور استقرار ہوگا	218
	۴۶۔ باب	221
350	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک قیامت کا زلزلہ بہت سنگین چیز ہےO''	221
351	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	221
352	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	221
353	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	222
354	صحیح البخاری: ۶۵۳۰، کی شرح از علامہ عینی	223
355	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	223
356	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	223
357	حدیث مذکور کے معانی	223
358	صحیح البخاری: ۶۵۳۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	224
359	کفار کے نابالغ بچے بھی جنت میں ہوں گے	224
	۴۷۔ باب	225
360	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ان لوگوں کا یہ گمان نہیں ہے کہ ان کو (مرنے کے بعد) اٹھایا جائے گا؟O بہت بڑے دن میںO جب سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گےO	225
361	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	225
362	صحیح البخاری: ۶۵۳۱، کی شرح از علامہ عینی	226
363	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	226
364	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	226
365	حدیث مذکور کے معانی	227
366	حشر کے دن لوگوں کے پسینہ کے متعلق متعدد روایات	227
367	صحیح البخاری: ۶۵۳۲، کی شرح از علامہ عینی	228
368	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	228
369	پسینہ کی کثرت کا سبب	229
370	صحیح البخاری: ۶۵۳۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	229
371	قیامت کے پسینہ کے متعلق مزید احادیث	229
372	قیامت کے پسینہ کے متعلق علماء امت کے اقوال	229
	۴۸۔ باب	230
373	قیامت کے دن بدلہ لیے جانے کا بیان	230
374	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	230
375	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	231
376	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	231
377	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	231
378	صحیح البخاری: ۶۵۳۳، کی شرح از علامہ عینی	232
379	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	232
380	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	232
381	حدیث مذکور کے معانی	232
382	صحیح البخاری: ۶۵۳۴، کی شرح از علامہ عینی	233
383	حدیث مذکور کے معانی	233
384	صحیح البخاری: ۶۵۳۵، کی شرح از علامہ عینی	235
385	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	235

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
386	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	235
387	حدیث مذکور کے معانی	235
388	صحیح البخاری: ۶۵۳۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	236
389	قصاص کے متعلق دیگر احادیث	236
390	یوم حساب آنے سے پہلے انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے مظالم کا تدارک کرے	239
391	حیوانات اور بہائم کا حشر اور ان کا ایک دوسرے سے قصاص لینا	240
	۴۹- باب	241
392	اس کا بیان کہ جس کے حساب میں سختی سے تفتیش کی گئی، اس کو عذاب دیا گیا	241
393	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	241
394	صحیح البخاری: ۶۵۳۶، کی شرح از علامہ عینی	242
395	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	242
396	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	242
397	حدیث مذکور کے معانی	242
398	صحیح البخاری: ۶۵۳۸، کی شرح از علامہ عینی	243
399	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	244
400	حدیث مذکور کے معانی	244
401	صحیح البخاری: ۶۵۳۹، کی شرح از علامہ عینی	244
402	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	244
403	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	245
404	حدیث مذکور کے معانی	245
405	صحیح البخاری: ۶۵۴۰، کی شرح از علامہ عینی	246
406	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	246
407	حدیث مذکور کے معانی	246
408	صحیح البخاری: ۶۵۳۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	246
409	بندوں پر ان کے اعمال پیش کرنے اور ان کے محاسبہ کے متعلق متعدد احادیث	246
410	باب مذکور کی حدیث سے ذریت آدم سے لیے ہوئے میثاق کی طرف اشارہ	249
411	جس چیز کا اللہ تعالیٰ ارادہ نہ کرے اس کے امر کرنے کے اوپر معتزلہ کے اعتراض کا جواب	249
	۵۰- باب	250
412	اس کا بیان کہ جنت میں ستر ہزار بغیر حساب کے داخل ہوں گے	250
413	صحیح البخاری: ۶۵۴۱، کی شرح از علامہ عینی	251
414	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	251
415	حدیث مذکور کے معانی	251
416	دوسرے مرد کے لیے نبی ﷺ نے بلا حساب جنت میں دخول کی دعا نہیں کی، اس کے چند جوابات	252
417	صحیح البخاری: ۶۵۴۲، کی شرح از علامہ عینی	253
418	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	254
419	حدیث مذکور کے معانی	254
420	صحیح البخاری: ۶۵۴۳، کی شرح از علامہ عینی	254
421	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	254
422	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	254
423	حدیث مذکور کے معانی	254
424	صحیح البخاری: ۶۵۴۴، کی شرح از علامہ عینی	255
425	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	255
426	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	255
427	حدیث مذکور کے معانی	256
428	باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	256
429	دواؤں کے ذریعہ علاج کا مشروع ہونا	256

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
430	باب مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	256
431	افق میں اپنی امت کی کثیر تعداد کو دیکھ کر ان کو نہ پہچاننے پر اشکال اور اس کا جواب	257
432	بلا حساب اور بلا عذاب جنت میں داخل ہونے والوں کا مصداق	257
433	دم کرانے کی تحقیق	258
434	توکل کی تحقیق	258
435	بلا حساب وبلا عذاب جنت میں داخل ہونے والوں کے متعلق متعدد روایات	259
	۵۱_بَابٌ	260
436	جنت اور دوزخ کی صفت کا بیان	260
437	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	261
438	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	261
439	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	261
440	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	261
441	صحیح البخاری: ۶۵۴۶، کی شرح از علامہ عینی	262
442	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	262
443	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	262
444	حدیث مذکور کے معانی	262
445	اکثر اہلِ جنت کے فقراء ہونے کی توجیہ اور اکثر اہلِ دوزخ کے عورتیں ہونے کی توجیہ	262
446	صحیح البخاری: ۶۵۴۷، کی شرح از علامہ عینی	263
447	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	263
448	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	263
449	حدیث مذکور کے معانی	263
450	صحیح البخاری: ۶۵۴۸، کی شرح از علامہ عینی	264
451	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	265
452	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	265
453	حدیث مذکور کے معانی	265
454	موت کو ذبح کرنے پر ایک سوال کا جواب اور موت کو کون ذبح کرے گا؟	265
455	صحیح البخاری: ۶۵۴۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	265
456	موت کو سرمئی مینڈھے کی شکل میں لانے کی حکمت	265
	موت نہ آنے سے اہلِ جنت کی خوشی اور اہلِ دوزخ کے غم کے متعلق دیگر احادیث	266
457	صحیح البخاری: ۶۵۴۹، کی شرح از علامہ عینی	267
458	حدیث مذکور کے معانی	267
459	صحیح البخاری: ۶۵۵۰، کی شرح از علامہ عینی	268
460	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	268
461	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	268
462	حارثہ کا تذکرہ	268
463	حدیث مذکور کے معانی	268
464	صحیح البخاری: ۶۵۵۱، کی شرح از علامہ عینی	269
465	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	269
466	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	269
467	حدیث مذکور کے معانی	269
468	دوزخی کی عظیم جسامت کے متعلق متعدد احادیث	269
469	صحیح البخاری: ۶۵۵۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	270
470	صحیح البخاری: ۶۵۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	271
471	اس سوال کا جواب کہ سایا تو دھوپ سے ہوتا ہے	
472	اور جنت میں دھوپ نہیں ہوگی تو پھر سایا کیسے ہوگا؟	271
473	صحیح البخاری: ۶۵۵۳، کی شرح از علامہ عینی	271

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
474	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	271
475	حدیث مذکور کے معانی	272
476	جواد اور مضمر کا معنی	272
477	صحیح البخاری: ۶۵۵۴، کی شرح از علامہ عینی	272
478	حدیث مذکور کے معانی	273
479	حدیث مذکور پر دور کے اشکال کا جواب	273
480	صحیح البخاری: ۶۵۵۶، کی شرح از علامہ عینی	273
481	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	273
482	حدیث مذکور کے معانی	274
483	صحیح البخاری: ۶۵۵۷، کی شرح از علامہ عینی	274
484	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	274
485	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	275
486	حدیث مذکور کے معانی	275
487	صحیح البخاری: ۶۵۵۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	275
488	صحیح البخاری: ۶۵۵۸، کی شرح از علامہ عینی	276
489	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	276
490	حدیث مذکور کے معانی	276
491	حدیث مذکور کے فوائد	276
492	شفاعت کی مختصر تحقیق	276
493	صحیح البخاری: ۶۵۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	277
494	دوزخیوں کو دوزخ سے نکالنے کے متعلق احادیث	277
495	شفاعت کے ثبوت میں دلائل	278
496	شفاعت کی اقسام	278
497	صحیح البخاری: ۶۵۵۹، کی شرح از علامہ عینی	280
498	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	.280
499	حدیث مذکور کے معانی	280
500	صحیح البخاری: ۶۵۵۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	280
501	صحیح البخاری: ۶۵۶۰، کی شرح از علامہ عینی	281
502	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	281
503	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	281
504	حدیث مذکور کے معانی	281
505	صحیح البخاری: ۶۵۶۱، کی شرح از علامہ عینی	282
506	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	282
507	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	282
508	حدیث مذکور کے معانی	282
509	صحیح البخاری: ۶۵۶۲، کی شرح از علامہ عینی	283
510	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	283
511	حدیث مذکور کے معانی	283
512	صحیح البخاری: ۶۵۶۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	283
513	صحیح البخاری: ۶۵۶۳، کی شرح از علامہ عینی	284
514	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	284
515	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	284
516	حدیث مذکور کے معانی	284
517	صحیح البخاری: ۶۵۶۴، کی شرح از علامہ عینی	285
518	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	285
519	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	285
520	حدیث مذکور کے معانی	285
521	صحیح البخاری: ۶۵۶۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	286
522	ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی توجیہات	286
523	صحیح البخاری: ۶۵۶۵، کی شرح از علامہ عینی	288
524	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	288
525	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	288
526	حدیث مذکور کے معانی	289
527	محشر کے کرب سے راحت دلانے اور حساب و	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کتاب کے لیے شفاعت	288
528	حضرت آدم علیہ السلام سے شفاعت کو طلب کرنا	289
529	حضرت نوح علیہ السلام سے شفاعت کو طلب کرنا اوران کے اول رسول ہونے پر بحث ونظر	289
530	حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جانے کے درمیان وقفہ کی مدت	290
531	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	290
532	حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب	291
533	حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شفاعت کو طلب کرنا اور	
534	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین ظاہری جھوٹوں کی توجیہ	291
535	حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شفاعت کو طلب کرنا اور	
536	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی (ظاہری) خطا کی توجیہ	292
537	حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے شفاعت کو طلب کرنا	292
538	معمولات اہل سنت کی صحت کی دلیل	292
539	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کو طلب کرنا	292
540	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی حدود	293
541	علامہ داؤدی کا اشکال اوراس کا جواب	293
542	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے تین مراحل	294
543	صحیح البخاری: ۶۵۶۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	294
544	انبیاء علیہم السلام سے گناہِ صغیرہ کے ارتکاب کا محال ہونا	294
	حضرت نوح علیہ السلام کے اول رسول ہونے پر ایک اشکال کا جواب	294
545	حدیث مذکور کے فوائد	294
546	صحیح البخاری: ۶۵۶۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	294
547	محشر کا کرب اوراس کی پریشانی	295
548	حضرت آدم علیہ السلام کا اپنی (ظاہری) خطاء کو یاد کرنا	295
549	حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی خطاء کو یاد کرنا	295
550	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی خطاء کو یاد کرنا	296
551	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کے اعلان کا بیان	296
552	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان	297
553	صحیح البخاری: ۶۵۶۶، کی شرح از علامہ عینی	298
554	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	298
555	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	298
556	صحیح البخاری: ۶۵۶۸، کی شرح از علامہ عینی	299
557	حدیث مذکور کے معانی	299
558	صحیح البخاری: ۶۵۶۹، کی شرح از علامہ عینی	300
559	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	300
560	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	300
561	حدیث مذکور کے معانی	300
562	صحیح البخاری: ۶۵۷۰، کی شرح از علامہ عینی	301
563	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	301
564	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	301
565	حدیث مذکور کے معانی	301
566	صحیح البخاری: ۶۵۷۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	301
567	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے کامیاب ہونے والوں کے مراتب	302
568	صحیح البخاری: ۶۵۷۱، کی شرح از علامہ عینی	303
569	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	303
570	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	303
571	حدیث مذکور کے معانی	303
572	جنت کی چوڑائی تو سات آسمانوں اور سات زمینوں کی چوڑائی کے برابر ہے، پس جنت میں دنیا کی مثل کیسے ہوگی؟	303

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
573	اللہ تعالیٰ کے متعلق ضحک اور استہزاء کی نسبت کی تاویلات	304
574	صحیح البخاری: ۶۵۷۲، کی شرح از علامہ عینی	304
575	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	304
576	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	305
577	حدیث مذکور کے فوائد از مصنف	305
	۵۲۔ باب	305
578	''صراط'' جہنم کا پل ہے	305
579	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	305
580	صحیح البخاری: ۶۵۷۳۔۶۵۷۴، کی شرح از علامہ عینی	309
581	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	309
	حدیث مذکور کے معانی	309
582	چاند اور سورج کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی مثال کی توجیہ	310
583	اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور اس کے دیدار پر ایک اعتراض کا جواب	310
584	محشر میں لوگوں اور مومنین کے کھڑے ہونے کی مدت	310
585	طاغوت کے لفظ کی تحقیق اور اس کا معنی	311
586	النساء: ۶۰ کی تفسیر از مصنف	311
587	البقرہ: ۲۵۷ کی تفسیر از مصنف	312
	اس امت سے مراد خاص امتِ محمدیہ ہے یا عموم مراد ہے؟	312
588	اللہ تعالیٰ کے آنے کی توجیہات	313
589	اللہ تعالیٰ کے کسی اجنبی صورت میں ظاہر ہونے کی تحقیق	313
590	اس اعتراض کا جواب کہ جب دنیا میں مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں تھا تو اس کو کیسے پہچانیں گے؟	313
591	اللہ تعالیٰ کے اجنبی صورت میں آنے کی حکمت	314
592	محشر میں اور جنت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا فرق	314
593	اس سوال کے جوابات کہ محشر میں اللہ تعالیٰ کا بطورِ	
594	امتحان یہ فرمانا ''میں تمہارا رب ہوں'' آخرت کے دار الجزاء ہونے کے خلاف ہے۔	315
595	جہنم کے پل کی صفت اور اس میں آنکڑوں کا بیان	315
	''کلالیب'' کا بیان	315
596	پل صراط پر سے گزرنے والوں کے بعض اعضاء کے کٹ جانے کا بیان	316
597	آثارِ سجود کے مصداق کا بیان	316
598	جب دوزخی کا جسم جل کر کوئلہ ہو چکا ہوگا تو فرشتے آثارِ سجود کو کیسے پہچانیں گے	317
599	جو شخص سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا اس کے مصداق کا بیان	317
	۵۳۔ باب	318
600	حوض کا بیان	318
601	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	318
602	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	319
603	حوض کے متعلق علمائے اسلام کے مذاہب	320
604	حوض کے ثبوت کے متعلق احادیث کا بیان	320
605	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	321
606	صحیح البخاری: ۶۵۷۶، کی شرح از علامہ عینی	321
607	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	321
608	حدیث مذکور کی پہلی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	322
609	حدیث مذکور کی دوسری سند کے بعض رجال کا تذکرہ	322
610	حدیث مذکور کے معانی	322

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
611	صحیح البخاری: ۶۵۷۷، کی شرح از علامہ عینی	323
612	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	323
613	حدیث مذکور کے معانی	323
614	حوض کے طول اور عرض کے متعلق مختلف روایات	323
615	مذکور الصدر مختلف روایات میں تطبیق	324
616	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	324
617	حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کو مسترد کرنا	324
618	علامہ عینی کے پسندیدہ جواب کا فتح الباری میں ذکر	325
619	حدیث میں مقاماتِ مذکورہ کے ذکر کی تفصیل	325
620	صحیح البخاری: ۶۵۷۸، کی شرح از علامہ عینی	326
621	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	326
622	حدیث مذکور کے معانی	327
623	صحیح البخاری: ۶۵۷۹، کی شرح از علامہ عینی	327
624	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	327
625	حدیث مذکور کے معانی	327
626	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	328
627	''کیزان'' کا معنی اور ستاروں کے ساتھ تشبیہ کے دو محمل	328
628	اس سوال کا جواب کہ جب حوض سے پینے کے بعد پیاس نہیں لگے گی تو پھر جنت کے دریاؤں سے کس لیے پانی پیا جائے گا؟	328
629	صحیح البخاری: ۶۵۸۰، کی شرح از علامہ عینی	329
630	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	329
631	حدیث مذکور کے معانی	329
632	ابن شہاب کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع کا ثبوت	329
633	صحیح البخاری: ۶۵۸۱، کی شرح از علامہ عینی	330
634	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	330
635	حدیث مذکور کے معانی	330
636	حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ بدر الدین عینی سے مناقشہ	330
637	صحیح البخاری: ۶۵۸۲، کی شرح از علامہ عینی	332
638	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	332
639	حدیث مذکور کے معانی	332
640	صحیح البخاری: ۶۵۸۳، کی شرح از علامہ عینی	333
641	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	333
642	حدیث مذکور کے معانی	333
643	صحیح البخاری: ۶۵۸۵، کی شرح از علامہ عینی	334
644	حدیث مذکور کے معانی	334
645	صحیح البخاری: ۶۵۸۶، کی شرح از علامہ عینی	335
646	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	335
647	صحیح البخاری: ۶۵۸۷، کی شرح از علامہ عینی	336
648	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	336
649	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	336
650	حدیث مذکور کے معانی	337
651	صحیح البخاری: ۶۵۸۸، کی شرح از علامہ عینی	337
652	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	338
653	حدیث مذکور کے معانی	338
654	صحیح البخاری: ۶۵۸۹، کی شرح از علامہ عینی	338
655	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	339
656	صحیح البخاری: ۶۵۹۰، کی شرح از علامہ عینی	339
657	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	339
658	حدیث مذکور کے معانی	340
659	شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا ثبوت اور صالحین کے عرس کا ثبوت	340
660	حدیث مذکور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات	341

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
661	صحیح البخاری: ۶۵۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	341
662	صحیح البخاری: ۶۵۹۲، کی شرح از علامہ عینی	342
663	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	342
664	حدیث مذکور کے معانی	342
665	صحیح البخاری: ۶۵۹۳، کی شرح از علامہ عینی	343
666	حدیث مذکور کے معانی	343
667	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	343
	۸۲- كِتَابُ الْقَدَرِ	345
1	تقدیر کا بیان	345
2	مسئلہ تقدیر کے متعلق مصنف کی تحقیق	345
3	تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	345
4	تقدیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی	345
5	تقدیر کی وضاحت اور اس کا کھوج لگانے کی ممانعت	346
6	خلق اور تقدیر کا فرق	347
7	قضاء معلق اور قضاء مبرم	348
8	جبر کی تحقیق	348
9	جبر کی تقویت میں امام رازی کے دلائل	349
10	امام رازی کے دلائل کے عقلی جوابات	349
11	امام رازی کے دلائل کے قرآن مجید کی آیات سے جوابات	350
12	امام رازی کے دلائل کے جوابات میں احادیث	350
13	انسان کا اپنے افعال کا خالق نہ ہونا	352
14	تقدیر میں بحث کرنے کی ممانعت	353
15	تقدیر کے ثبوت کے متعلق احادیث اور ان کی شرح	354
16	جبر کے معنی کی وضاحت	355
17	تقدیر کے ثبوت میں مزید احادیث اور ان کی شرح	355
18	آیا اسباب کا حصول تقدیر کے خلاف ہے یا نہیں؟	356
19	منکرین تقدیر کا فرقہ	356
20	تقدیر کے متعلق پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تحقیق	357
	۱- بَابٌ	357
21	تقدیر کے بیان میں	357
22	صحیح البخاری: ۶۵۹۴، کی شرح از علامہ عینی	358
23	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	358
24	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	358
25	حدیث مذکور کے معانی	359
26	''انبانا'' اور ''حدثنا'' کا معنی	359
27	صادق اور مصدوق کا فرق	359
28	حدیث مذکور سے اطباء کے قول کا ابطال	359
29	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	359
30	منی کو رحم میں جمع کرنے کا معنی	360
31	حدیث میں جن چار کلمات کے لکھنے کا ذکر ہے ان کی تشریح	361
32	اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث میں صرف تین کلمات لکھنے کا ذکر ہے	361
33	بندہ کے متعلق جو چار چیزیں لکھی جاتی ہیں وہ ازل میں مقدر ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے	
34	کہ وہ چار چیزیں ماں کے پیٹ میں لکھی جاتی ہیں	361
35	صحیح البخاری: ۶۵۹۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	362
36	صادق اور مصدوق کا معنی	362
37	''علقۃ'' اور ''مضغۃ'' کا معنی اور وجہ تسمیہ	362
38	رحم میں بندہ کے متعلق پانچ چیزوں کا لکھا جانا	362
39	ماں کے رحم میں نطفہ کے جمع ہونے کی کیفیت	363
40	انسان کے عمل پر تقدیر کا غالب آنا	363
41	قدریہ (منکرین تقدیر) کا حدیث مذکور پر تبصرہ	363
42	حدیث مذکور سے قدریہ کے عقائد کا رد	363

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
43	صحیح البخاری: ۶۵۹۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	365
44	تقدیر پر ایمان لانے کی اہمیت	365
45	تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد	365
46	اولیاء اللہ سے بعد از وصال مدد طلب کرنے کا ثبوت	365
47	تقدیر کو لکھنے کے مراحل	366
48	تقدیر پر ایمان لانے کے چار مراتب	367
49	صحیح البخاری: ۶۵۹۵، کی شرح از علامہ عینی	369
50	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	370
51	حدیث مذکور کے معانی	370
	۲۔ باب	370
52	قلم اللہ تعالیٰ کے علم پر خشک ہوگیا	370
53	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	370
54	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	371
55	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	372
56	صحیح البخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	373
57	صحیح البخاری: ۶۵۹۶، کی شرح از علامہ عینی	374
58	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	374
59	حدیث مذکور کے معانی	374
60	صحیح البخاری: ۶۵۹۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	375
61	باب مذکور سے امام بخاری کی غرض	375
62	النجم: ۳۲ کی تفسیر از مصنف	375
63	تقدیر کے متعلق اہل سنت کا نظریہ	376
64	الانبیاء: ۲۳ کی تفسیر از مصنف	376
65	لوگوں کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے	377
66	جبر کی نفی پر دلائل	377
67	قلم تقدیر کے لکھنے کا بیان	378
68	القلم: ۱ کی تفسیر از مصنف	378
69	اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف اپنی خواہشوں پر عمل کرنا، اپنی خواہشوں کی عبادت کرنا ہے	379
70	بعض بندوں کو رسول بنانے اور بعض کو گمراہ بنانے کی توجیہ	379
71	صحیح البخاری: ۶۵۹۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	380
72	تقدیر پر دہریوں کے ایک اشکال کا جواب	380
	۳۔ باب	381
73	اللہ تعالیٰ ہی اس کو جاننے والا ہے کہ مشرکین کے	
74	بچے کیا عمل کرنے والے تھے	381
75	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	381
76	صحیح البخاری: ۶۵۹۷، کی شرح از علامہ عینی	382
77	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	382
78	حدیث مذکور کے معانی	382
79	صحیح البخاری: ۶۵۹۸، کی شرح از علامہ عینی	383
80	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	383
81	حدیث مذکور کے معانی	383
82	صحیح البخاری: ۶۵۹۹۔۶۶۰۰، کی شرح از علامہ عینی	384
83	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	384
84	حدیث مذکور کے معانی	385
85	صحیح البخاری: ۶۵۹۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	385
86	تقدیر کے متعلق تفتیش کرنے کی ممانعت	385
87	مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب	386
88	مشرکین کے نابالغ بچوں کے متعلق علامہ ابن ملقن شافعی کی تحقیق	386

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
89	مشرکین کے نابالغ بچوں کے متعلق علامہ ابن بطال مالکی کی تحقیق	388
90	مشرکین کے نابالغ بچوں کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی کی تحقیق	390
91	مشرکین کے نابالغ بچوں کے متعلق علامہ کورانی حنفی کی تحقیق	392
92	مشرکین کے نابالغ بچوں کے متعلق شیخ محمد علی صابونی کی تحقیق	393
93	نابالغ بچوں کی آخرت میں آزمائش پر ایک اشکال کا جواب	393
94	مصنف کی گزارش	394
	۴۔ باب	394
95	اور اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا	394
96	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	394
97	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	395
98	ازل میں اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے تمام کاموں کا علم اور اس کا تقدیر میں لکھا ہوا ہونا	395
99	اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی اور تقدیر پر ایک اشکال کا جواب	396
100	صحیح البخاری: ۶۶۰۱، کی شرح از علامہ عینی	398
101	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	398
102	حدیث مذکور کے معانی	398
103	صحیح البخاری: ۶۶۰۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	399
104	صحیح البخاری: ۶۶۰۲، کی شرح از علامہ عینی	400
105	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	400
106	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	400
107	حدیث مذکور کے معانی	400
108	صحیح البخاری: ۶۶۰۳، کی شرح از علامہ عینی	401
109	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	401
110	حدیث مذکور کے معانی	401
111	صحیح البخاری: ۶۶۰۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	402
112	صحیح البخاری: ۶۶۰۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	402
113	باندیوں سے عزل کرنے کی تحقیق	402
114	صحیح البخاری: ۶۶۰۴، کی شرح از علامہ عینی	403
115	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	403
116	رسول اللہ ﷺ کے علم "ماکان و مایکون" اور علمِ کلی پر دلیل	403
117	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	404
118	حدیث مذکور کے معانی	404
119	صحیح البخاری: ۶۶۰۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	404
120	صحیح البخاری: ۶۶۰۵، کی شرح از علامہ عینی	405
121	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	405
122	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	405
123	حدیث مذکور کے معانی	406
124	تقدیر پر اعتماد کرنے کے بجائے عمل کرنے کی تلقین	406
	۵۔ باب	406
125	عمل کا دارومدار خاتمہ پر ہے	406
126	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	406
127	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	406
128	فجر اور عصر کی نماز کے سلسلہ میں فقہاء احناف کے مذہب کی وضاحت	407
129	صحیح البخاری: ۶۶۰۶، کی شرح از علامہ عینی	408

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
130	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	408
131	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	408
132	حدیث مذکور کے معانی	409
133	صحیح البخاری: ۶۶۰۷، کی شرح از علامہ عینی	410
134	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	410
135	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	410
136	حدیث مذکور کے معانی	410
137	مذکورہ دو حدیثوں میں تعارض کا جواب	410
138	خودکشی کرنے والے پر دوزخ کے عذاب کی وعید کی توجیہ	411
	۶۔ باب	411
139	نذر کا بندہ کو تقدیر کی طرف راجع کرنا	411
140	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	411
141	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	412
142	نذر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کی حکمت	412
143	نذر کی تعریف اور نذر کے شرعی احکام	412
144	اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اولیاء اللہ کی نذر ماننے کا عدمِ جواز	413
145	صحیح البخاری: ۶۶۰۸، کی شرح از علامہ عینی	414
146	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	414
147	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	415
148	حدیث مذکور کے معانی	415
149	نذر ماننے کی ممانعت کے محامل اور توجیہات	415
150	نذر ماننے کے متعلق مصنف کی تحقیق	416
151	صحیح البخاری: ۶۶۰۹، کی شرح از علامہ عینی	417
152	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	417
153	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	417
154	حدیث مذکور کے معانی	417
	۷۔ باب	418
155	گناہوں سے پھرنا اور نیکی کی طاقت اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے	418
156	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	418
157	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	418
158	بندہ کے خالقِ افعال نہ ہونے پر دلیل	418
159	صحیح البخاری: ۶۶۱۰، کی شرح از علامہ عینی	419
160	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	419
161	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	419
162	حدیث مذکور کے معانی	419
163	صحیح البخاری: ۶۶۱۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	420
164	اللہ تعالیٰ سے آہستہ دعا کرنے کا استحباب	420
165	صحیح البخاری: ۶۶۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	420
166	''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' پڑھنے کی فضیلت میں مزید احادیث	420
	۸۔ باب	421
167	معصوم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچائے رکھے	421
168	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	421
169	عصمت کی تحقیق	421
170	عصمت کا لغوی معنی	421
171	علماء اہل سنت کے نزدیک عصمت کا اصطلاحی معنی	422
172	علماء شیعہ کے نزدیک عصمت کا اصطلاحی معنی	423
173	عصمت انبیاء کے متعلق فقہائے اسلام کے نظریات اور مذاہب	423
174	عصمتِ انبیاء کے متعلق محققین کا مذہب	423
175	معصوم اور محفوظ میں فرق	424

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
176	ملائکہ کی عصمت کا بیان	424
177	انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر دلائل	424
178	انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات کا اجمالی جواب	426
179	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان	426
180	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	429
181	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	430
182	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	430
183	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر اعتراض	430
184	حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب	431
185	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	431
186	صحیح البخاری: ۶۶۱۱، کی شرح از علامہ عینی	432
187	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	432
188	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	432
189	حدیث مذکور کے معانی	432
	۹۔ باب	
190	اور جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں ان کا حق کو قبول کرنا محال ہے O	432
191	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	433
192	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	433
193	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	433
194	حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری میں اصل اور مکمل عبارت	433
195	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت پر اعتراض	434
196	حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب	434
197	صحیح البخاری: ۶۶۱۲، کی شرح از علامہ عینی	436
198	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	436
199	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	436
200	حدیث مذکور کے معانی	436
201	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	437
202	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	437
203	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت پر رد	438
	۱۰۔ باب	438
204	اور ہم نے آپ کو (شب معراج) جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا۔	438
205	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	438
206	شب معراج کے واقعہ میں مسلمانوں کی آزمائش	438
207	"شجرة الزقوم" (تھوہر کا درخت) کی آیت میں مسلمانوں کی آزمائش	439
208	فتنہ کے متعدد معانی اور محامل	439
209	صحیح البخاری: ۶۶۱۳، کی شرح از علامہ عینی	441
210	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	441
211	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	441
212	حدیث مذکور کے معانی	441
213	صحیح البخاری: ۶۶۱۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	442
	۱۱۔ باب	443
214	حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا اللہ تعالیٰ کے سامنے مباحثہ کرنا	443
215	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	443
216	صحیح البخاری: ۶۶۱۴، کی شرح از علامہ عینی	444
217	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	444
218	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	444
219	حدیث مذکور کے معانی	444

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
220	حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چالیس سال پہلے ان کی تقدیر لکھنے کی متعدد توجیہات	445
221	حضرت آدم علیہ السلام کے غلبہ کی توجیہ	445
222	دنیا میں اپنی خطاؤں پر تقدیر کا عذر پیش کرنے کا عدمِ جواز	446
223	حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات کا وقت	446
224	صحیح البخاری: ۶۶۱۴، کی شرح از علامہ ابن بطال	447
225	حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دلیل سے غلبہ کا بیان	447
226	قدریہ کے ایک اعتراض کا جواب	448
227	صحیح البخاری: ۶۶۱۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	448
228	جبریہ کا ایک شبہ اور اس شبہ کے حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے متعدد جوابات	448
229	حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دلیل سے غلبہ کے متعلق دیگر فقہائے اسلام کی تقاریر	451
230	حدیث مذکور کے فوائد	452
231	حضرت آدم علیہ السلام پر اپنا عذر واضح تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حضرت آدم علیہ السلام کا عذر واضح نہیں تھا،	
232	اس لیے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملامت کی	452
	اگر حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں نہ آتے تو حضرت	
233	موسیٰ علیہ السلام کو رسالت کے فضائل حاصل نہ ہوتے	452
234	جبریہ اور معتزلہ کا مذہب افراط اور تفریط پر مشتمل ہے، ان دونوں کے مذہب اور المرجئہ کے مذہب کا رد	452
235	جس جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کو نکالا گیا تھا وہی جنت الخلد ہے اور زمین کا کوئی باغ نہیں ہے	453
236	لفظِ عام سے خاص کے ارادہ کا بیان	453
237	حق کی طلب کے لیے مباحثہ اور مناظرہ کے انعقاد کا جواز	454
238	عالم کا اپنے سے بڑے عالم کے ساتھ مناظرہ کا جواز	454
239	تقدیر کے ازلی ہونے کا ثبوت	454
240	حالتِ غضب میں بعض امور کے معاف کرنے کا جواز	454
241	اللہ تعالیٰ کے پیشگی علم کا جبر کو مستلزم نہ ہونا	454
	۱۲۔ باب	455
242	اللہ تعالیٰ جو چیز عطا فرمائے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے	455
243	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	455
244	صحیح البخاری: ۶۶۱۵، کی شرح از علامہ عینی	456
245	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	456
246	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	456
247	حدیث مذکور کے معانی	457
248	صحیح البخاری: ۶۶۱۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	457
249	اللہ تعالیٰ کے خالقِ افعال ہونے کا بیان	457
250	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	457
251	فرض نماز کے بعد ذکر بالجہر کے متعلق علامہ ابن بطال مالکی کی رائے	457
252	علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	459
253	حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	460
254	ذکر بالجہر کے متعلق فقہاء کے نظریات	460
255	ذکر بالجہر کے جواز کے متعلق مصنف کی تحقیق	461
	۱۳۔ باب	462
256	سختیوں اور مشکلات اور بری قسمت سے اللہ تعالیٰ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کی پناہ طلب کرنا	462
257	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	462
258	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	462
259	صحیح البخاری: ۶۶۱۶، کی شرح از علامہ عینی	462
260	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	462
261	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	462
262	حدیث مذکور کے معانی	463
263	صحیح البخاری: ۶۶۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	464
264	''جهد البلاء'' اور ''درك الشقاء'' سے پناہ	
	طلب کرنے کی حکمت	464
265	صحیح البخاری: ۶۶۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی	464
	۱۴۔ باب	465
266	انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ تعالیٰ	
	حائل ہوجاتا ہے	465
267	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	465
268	صحیح البخاری: ۶۶۱۷، کی شرح از علامہ عینی	465
269	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	466
270	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	466
271	حدیث مذکور کے معانی	466
272	صحیح البخاری: ۶۶۱۸، کی شرح از علامہ عینی	467
273	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	467
274	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	467
275	حدیث مذکور کے معانی	467
276	الانفال: ۲۴ کی تفسیر از مصنف	468
277	انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ تعالیٰ کے	
	حائل ہونے کے محامل	469
278	تقدیر پر ایک اشکال کا جواب	469

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
279	صحیح البخاری: ۶۶۱۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	470
280	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	470
	۱۵۔ باب	471
281	آپ کہیے کہ ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچتی ماسوا	
	اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے مقدر کردی ہے۔	471
282	''قضی'' کا معنی ہے: اس نے مقدر کردیا۔	471
283	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	471
284	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	471
285	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	471
286	صحیح البخاری: ۶۶۱۹، کی شرح از علامہ عینی	472
287	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	472
288	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	473
289	حدیث مذکور کے معانی	473
290	طاعون کے متعلق جدید تحقیق	473
291	صحیح البخاری: ۶۶۱۹، کی شرح از علامہ ابن بطال	474
292	حدیث مذکور کی باب مذکور کے ساتھ مناسبت	474
293	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	474
294	طاعون کے متعلق احادیث	474
295	طاعون زدہ علاقہ میں دخول کی ممانعت اور طاعون	
	زدہ علاقہ سے فرار کی ممانعت کی توجیہ	475
296	طاعون زدہ علاقہ سے فرار کے متعلق سلف صالحین	
	کے مختلف اقوال	475
	۱۶۔ باب	477
297	اور اگر اللہ ہمیں نہ پہنچاتا تو ہم از خود یہاں نہیں پہنچ	
	سکتے تھے	477
298	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	477
299	صحیح البخاری: ۶۶۲۰، کی شرح از علامہ عینی	478
300	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	478

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
301	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	478
302	حدیث مذکور کے معانی	478
303	کتاب القدر کا اختتام	478
	۸۳۔ کِتَابُ الْأَيْمَانِ وَالنُّذُورِ	479
304	قسموں اور نذروں کا بیان	479
305	یمین کی اقسام	480
306	قسم توڑنے کے احکام	480
307	نذر کی تعریف	480
308	یمین کی اقسام	481
309	یمینِ غموس کی تعریف اور اس میں مذاہب	483
310	یمینِ لغو کی تعریف اور اس میں مذاہب	483
311	یمینِ لغو کی تعریف پر امام شافعی کے دلائل	484
312	یمینِ لغو کی تعریف کے ثبوت میں فقہاء احناف کے دلائل	484
313	یمینِ منعقدہ کی تعریف اور اس کے احکام	486
314	اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ قسم کھانے کا بیان	486
315	مختلف حروفِ قسم کے ساتھ قسم کی آیات	486
316	صفات کے ساتھ قسم کھانے کی تفصیل	487
317	لفظِ نذر کے ساتھ قسم کا بیان	487
318	قسم کی شرائط	487
319	یمینِ منعقدہ کا حکم	488
320	نذر کی تعریف اور رکن	488
321	نذر کے رکن کی شرائط	488
322	منذور بہ کے اعتبار سے شرائط	489
323	نذر کا حکم	491
324	نذر پوری کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	491
325	سورۃ التوبہ: ۷۷ کا مصداق	492
326	نذر پوری کرنے کے متعلق احادیث	492
327	نذر پورا کرنے کے متعلق عقلی دلیل	493
	۱۔ بَابٌ	493
328	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا، سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو)، اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تا کہ تم شکر ادا کروO	494
329	المائدہ: ۸۹ کی تفسیر از علامہ عینی	494
330	صحیح البخاری: ۶۶۲۱، کی شرح از علامہ عینی	495
331	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	495
332	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	495
333	حدیث مذکور کے معانی	496
334	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	496
335	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اپنی قسم کا کفارہ دینا	496
336	صحیح البخاری: ۶۶۲۲، کی شرح از علامہ عینی	497
337	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	497
338	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	497
339	حدیث مذکور کے معانی	497
340	صحیح البخاری: ۶۶۲۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	498
341	قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینے کے متعلق مذاہب فقہاء	498
342	صحیح البخاری: ۶۶۲۳، کی شرح از علامہ عینی	500

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
343	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	500
344	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	500
345	حدیث مذکور کے معانی	500
346	التوبہ: ۹۲ کی تفسیر از مصنف	501
347	رسول اللہ ﷺ کی نظیر کا ممتنع بالذات ہونا	502
348	رسول اللہ ﷺ کی نظیر کے ممتنع بالذات ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	503
349	صحیح البخاری: ۶۶۲۵، کی شرح از علامہ عینی	503
350	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	504
351	حدیث مذکور کے معانی	504
352	صحیح البخاری: ۶۶۲۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	505
353	مشکل الفاظ کے معانی	505
354	صحیح البخاری: ۶۶۲۶، کی شرح از علامہ عینی	505
355	حدیث مذکور کے معانی	506
356	صحیح البخاری: ۶۶۲۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	506
357	قسم پر جمے رہنے کی بہ نسبت قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنے کی فضیلت	506
	٢- باب	507
358	نبی ﷺ کا ارشاد ''اور اللہ کی قسم''	507
359	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	507
360	صحیح البخاری: ۶۶۲۷، کی شرح از علامہ عینی	508
361	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	508
362	حدیث مذکور کے معانی	508
363	حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی امارت پر اعتراض کرنے والے کا نام	509
364	صحیح البخاری: ۶۶۲۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	509

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	٣- باب	510
365	نبی ﷺ کی قسم کس طرح ہوتی تھی؟	510
366	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	510
367	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	510
368	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	511
369	صحیح البخاری: ۶۶۲۸، کی شرح از علامہ عینی	511
370	صحیح البخاری: ۶۶۲۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	512
371	نبی ﷺ کی دیگر قسموں کا بیان	512
372	اس سوال کا جواب کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ''لا ومقلب القلوب'' کا خصوصیت سے ذکر کیوں کیا؟	512
373	قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ میں دلوں کے پھیرنے کا ذکر	513
374	صحیح البخاری: ۶۶۲۹، کی شرح از علامہ عینی	513
375	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	514
376	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	514
377	حدیث مذکور کے معانی	514
378	صحیح البخاری: ۶۶۲۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	514
379	حدیث مذکور پر ایک اعتراض کا جواب	514
380	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	514
381	قیصر کے ملک کے باقی رہنے اور کسریٰ کے ملک کے برباد ہونے کی توجیہ	515
382	رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر ایک اعتراض کا جواب	515
383	قیصر و کسریٰ اور ان کے ملکوں کا مختصر تعارف	515
384	اس اشکال کا جواب کہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکتوں کے بعد بھی ان کی حکومتیں باقی رہی ہیں	515
385	حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	516

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
386	اجراءِ نبوت پر مرزائیہ کے ایک استدلال کا جواب	517
387	صحیح البخاری: ۶۶۳۰، کی شرح از علامہ عینی	517
388	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	518
389	صحیح البخاری: ۶۶۳۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	518
390	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر ان شاء اللہ کہے قیصر وکسریٰ کے خزانوں کے خرچ کرنے کی خبر دی، اس پر ایک اعتراض کا جواب	518
391	صحیح البخاری: ۶۶۳۱، کی شرح از علامہ عینی	519
392	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	519
393	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	519
394	کم ہنسنے اور زیادہ رونے کے متعلق آثار اور اقوالِ علماء	519
395	صحیح البخاری: ۶۶۳۲، کی شرح از علامہ عینی	520
396	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	520
397	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	521
398	حدیث مذکور کے معانی	521
399	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پہلے یہ کہنا کہ میں اپنے علاوہ سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتا ہوں، پھر بلا استثنیٰ کہنا کہ میں سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان دو قولوں کی توجیہ	521
400	محبتِ طبعی اور محبتِ عقلی کا فرق	521
401	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اختیاری ہونا	522
402	صحیح البخاری: ۶۶۳۳، ۶۶۳۴، کی شرح از علامہ عینی	524
403	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	524
404	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	524
405	حدیث مذکور کے معانی	524

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
406	رجم کے لیے چار مرتبہ اقرار کرنے میں مذاہب	525
407	صحیح البخاری: ۶۶۳۶، کی شرح از علامہ عینی	527
408	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	528
409	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	528
410	حدیث مذکور کے معانی	528
411	صحیح البخاری: ۶۶۳۷، کی شرح از علامہ عینی	529
412	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	529
413	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	529
414	صحیح البخاری: ۶۶۳۸، کی شرح از علامہ عینی	530
415	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	530
416	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	530
417	حدیث مذکور کے معانی	530
418	صحیح البخاری: ۶۶۳۹، کی شرح از علامہ عینی	531
419	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	531
420	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	531
421	حدیث مذکور کے معانی	532
422	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	532
423	حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویوں کے متعلق تورات کی شہادت	532
424	حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوتِ مردمی کا عام مردوں سے بہت زیادہ ہونا	532
425	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ مردمی کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت سے بہت زیادہ ہونا	533
426	مستشرقین کے اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج کا ہونا اس کو مستلزم ہے کہ آپ کثیر الشہوت تھے	533
427	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ ازواج کی حکمتیں	534
428	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج کی مزید حکمتیں	534

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
429	بعض صحابہ کا زیادہ خواتین سے اسلام میں نکاح کرنا	537
430	صحیح البخاری: ۶۶۴۰، کی شرح از علامہ عینی	538
431	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	538
432	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	538
433	حدیث مذکور کے معانی	538
434	صحیح البخاری: ۶۶۴۱، کی شرح از علامہ عینی	539
435	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	539
436	حدیث مذکور کے معانی	539
437	صحیح البخاری: ۶۶۴۲، کی شرح از علامہ عینی	541
438	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	541
439	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	541
440	حدیث مذکور کے معانی	541
441	صحیح البخاری: ۶۶۴۳، کی شرح از علامہ عینی	542
442	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	542
443	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	542
444	حدیث مذکور کے معانی	542
445	صحیح البخاری: ۶۶۴۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	542
446	صحیح البخاری: ۶۶۴۴، کی شرح از علامہ عینی	543
447	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	543
448	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	543
449	حدیث مذکور کے معانی	544
450	صحیح البخاری: ۶۶۴۵، کی شرح از علامہ عینی	544
451	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	545
452	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	545
453	حدیث مذکور کے معانی	545
	۴۔ باب	545
454	اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ	545
455	صحیح البخاری: ۶۶۴۶، کی شرح از علامہ عینی	546
456	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	546
	اللہ عزوجل کے غیر کی قسم کھانے کی ممانعت کی حکمت	546
457	اللہ تعالیٰ نے جو اپنی مخلوقات کی قسم کھائی ہے اس کی توجیہ	546
458	اگر کسی شخص نے "رب النجم" یا "رب السمآء" کی تاویل سے ستارہ یا آسمان کی قسم کھائی تو وہ شرعاً قسم نہیں ہوگی	547
459	مصحف کی قسم کھانے اور بیوی کو طلاق دینے اور غلام کو آزاد کرنے کی قسم کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	547
460	اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ اس نے فلاں کام کیا تو وہ یہودی ہے، اس کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	548
461	حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	548
462	غیر اللہ کی قسم کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	549
463	صحیح البخاری: ۶۶۴۷، کی شرح از علامہ عینی	550
464	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	550
465	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	550
466	حدیث مذکور کے معانی	550
467	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	551
468	صحیح البخاری: ۶۶۴۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	551
469	اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حسنیٰ کے ساتھ قسم کا منعقد ہونا	551
470	کافر کی قسم کا حکم	551
471	قسم اور اس کے احکام کے متعلق ظاہریہ کا مذہب	552
472	قسم اور اس کے احکام کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب	552
473	صحیح البخاری: ۶۶۴۸، کی شرح از علامہ عینی	554

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
474	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	554
475	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	554
476	حدیث مذکور کے معانی	554
477	حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	554
478	رسول اللہ ﷺ نے جو اعرابی کے متعلق فرمایا ''افلح وابیہ ان صدق'' (اس کے باپ کی قسم! اگر اس شخص نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہوگیا) آپ کے اس ارشاد کی توجیہات	554
479	صحیح البخاری: ۶۶۴۹، کی شرح از علامہ عینی	557
480	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	557
481	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	558
482	حدیث مذکور کے معانی	558
	۵۔ بَابٌ	559
483	لات اور عزیٰ کی قسم نہ کھائی جائے اور نہ بتوں کی قسم کھائی جائے	559
484	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	559
485	''اللات'' کی تعریف	559
486	''العزیٰ'' کی تعریف	559
487	''مناۃ'' کی تعریف	560
488	''الطواغیت'' کا معنی	560
489	صحیح البخاری: ۶۶۵۰، کی شرح از علامہ عینی	561
490	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	561
491	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	561
492	حدیث مذکور کے معانی	561
493	صحیح البخاری: ۶۶۵۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	561
494	لا الٰہ الا اللہ پڑھنا معصیت کا کفارہ ہے	561
495	لات اور عزیٰ کی قسم کھانے والے کو دوبارہ کلمہ پڑھنے کے حکم کی توجیہ	562
496	صحیح توبہ کی شرائط	562
497	لفظ طاغوت کی تحقیق	563
498	لات، عزیٰ اور مناۃ کی تحقیق از مصنف	564
499	صحیح البخاری: ۶۶۵۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	565
500	لات اور عزیٰ کی قسم کھانے والے کے شرعی حکم کے متعلق مذاہب فقہاء	565
	۶۔ بَابٌ	566
501	جس نے کسی چیز کی قسم کھائی اور اس سے یہ قسم طلب نہیں کی گئی تھی	566
502	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	566
503	صحیح البخاری: ۶۶۵۱، کی شرح از علامہ عینی	566
504	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	566
505	حدیث مذکور کے معانی	567
	۷۔ بَابٌ	567
506	جس شخص نے ملتِ اسلام کے غیر کی قسم کھائی (اس کا شرعی حکم)	567
507	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	567
508	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	568
509	صحیح البخاری: ۶۶۵۲، کی شرح از علامہ عینی	568
510	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	568
511	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	569
512	حدیث مذکور کے معانی	569
	۸۔ بَابٌ	569
513	کوئی شخص نہ کہے ''جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں'' اور کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے ''میں اللہ کی مدد کے سہارے ہوں پھر آپ کی مدد کے؟''	569
514	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	569

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
515	الدہر: ۳۰ کی تفسیر از علامہ آلوسی	570
516	صحیح البخاری: ۶۶۵۳، کی شرح از علامہ عینی	571
517	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	571
518	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	571
519	صحیح البخاری: ۶۶۵۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	572
520	اس باب کی حدیث کی تائید میں دیگر احادیث	572
521	صحیح البخاری: ۶۶۵۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	573
522	باب مذکور کی تائید میں دیگر روایات	573
	۹۔ باب	573
523	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	573
524	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	575
525	صحیح البخاری: ۶۶۵۴، کی شرح از علامہ عینی	576
526	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	576
527	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	576
528	صحیح البخاری: ۶۶۵۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	577
529	کسی کو اس کی قسم میں صادق کرنے کی شرائط	577
530	صحیح البخاری: ۶۶۵۵، کی شرح از علامہ عینی	578
531	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	578
532	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	578
533	حدیث مذکور کے معانی	578
534	حدیث مذکور کے فوائد	579
535	صحیح البخاری: ۶۶۵۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	579
536	قسم کھانے والے کو اس کی قسم میں سچا کرنے کی تفصیل	579
537	صحیح البخاری: ۶۶۵۶، کی شرح از علامہ عینی	580
538	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	580
539	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	580
540	حدیث مذکور کے معانی	580
541	مریم: ۷۱ کی تفسیر از مصنف	580
542	صحیح البخاری: ۶۶۵۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	581
543	مریم: ۷۱ میں "ورود" کی تفسیر میں علماء کا اختلاف	581
544	صحیح البخاری: ۶۶۵۷، کی شرح از علامہ عینی	582
545	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	582
546	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	582
547	حدیث مذکور کے معانی	583
	۱۰۔ باب	583
548	جس شخص نے کہا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں، یا کہا: میں نے اللہ کو گواہ بنایا	583
549	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	583
550	باب مذکور کی شرح میں علماء کے اقوال	583
551	صحیح البخاری: ۶۶۵۸، کی شرح از علامہ عینی	584
552	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	584
553	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	584
554	حدیث مذکور کے معانی	585
555	صحیح البخاری: ۶۶۵۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	585
556	"قرن" کے معنی کی تحقیق	585
557	صحابی کی تعریف اور ان کا مرتبہ	585
558	صحیح البخاری: ۶۶۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	586
559	شہادت کے لفظ سے قسم کے ارادہ میں مذاہب فقہاء	586
560	فقہاء احناف اور فقہاء حنابلہ کے اس پر دلائل کہ "اشہد" کا لفظ بھی قسم میں مستعمل ہے	586
561	حافظ ابن حجر عسقلانی کا فقہاء احناف اور فقہاء حنابلہ کے دلائل کو رد کرنا	587

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
562	مصنف کی طرف سے فقہاء احناف پر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے اعتراضات کے جوابات	587
563	لفظِ ''اشھد'' سے قسم کے ارادہ میں فقہاء حنبلیہ کا موقف	588
564	لفظِ شہادت سے قسم کے وقوع کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	590
	١١۔ باب	591
565	اللہ تعالیٰ کے عہد کو قسم کے لیے استعمال کرنے کا بیان	591
566	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	591
567	صحیح البخاری: ٦٦٥٩۔٦٦٦٠، کی شرح از علامہ عینی	592
568	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	593
569	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	593
570	حدیث مذکور کے معانی	593
571	لفظِ ''عہد'' کے ساتھ قسم کھانے کے احکام	593
572	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	593
573	لفظِ ''عہد'' کے ساتھ قسم منعقد ہونے میں فقہاء اسلام کے مذاہب	594
	١٢۔ باب	595
574	اللہ تعالیٰ کی عزت، اور اس کی صفات اور اس کے کلمات سے قسم کھانے کا بیان	595
575	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	596
576	اللہ تعالیٰ کی عزت، اور اس کی صفات اور اس کے کلمات کی قسم کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب	596
577	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	597
578	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	597
579	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	597
580	صحیح البخاری: ٦٦٦١، کی شرح از علامہ عینی	598
581	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	598
582	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	598
583	حدیث مذکور کے معانی	598
584	دوزخ میں رب العزت کے قدم رکھنے سے کیا مراد ہے؟	598
585	صحیح البخاری: ٦٦٦١، کی شرح از علامہ ابن ملقن	600
586	اللہ تعالیٰ کی صفات پر قسم کھانے پر دلائل	600
587	اللہ تعالیٰ کے کلام اور مصحف کی قسم کھانے میں مذاہب فقہاء	601
588	دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے کے محامل	602
	١٣۔ باب	603
589	کسی شخص کا یہ کہنا کہ ''اللہ کی عمر کی قسم'' یعنی اللہ تعالیٰ کی حیات اور اس کی بقا کی قسم	603
590	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	603
591	بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	603
592	صحیح البخاری: ٦٦٦٢، کی شرح از علامہ عینی	604
593	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	604
594	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	604
595	حدیث مذکور کے معانی	605
	١٤۔ باب	605
596	اللہ تم سے تمہاری بے ارادہ کھائی ہوئی قسموں پر مواخذہ نہیں فرمائے گا، لیکن ان قسموں پر تم سے مواخذہ فرمائے گا جو تم نے پختہ ارادوں سے کھائی ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بردبار ہے O	605
597	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	605
598	صحیح البخاری: ٦٦٦٣، کی شرح از علامہ عینی	605
599	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	605

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
600	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	606
601	صحیح البخاری: ۶۶۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	606
602	''لا واللہ، بلی واللہ'' کے یمین لغو ہونے پر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے دلائل	606
603	یمینِ لغو کے متعلق دیگر مذاہب	606
604	یمینِ لغو کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف	607
605	یمینِ لغو کے متعلق مذاہبِ فقہاء	610
	۱۵۔ بابٌ	611
606	جب قسموں میں کسی شخص نے بھول کر قسم توڑ دی	611
607	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	611
608	بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	611
609	بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	612
610	صحیح البخاری: ۶۶۶۴، کی شرح از علامہ عینی	613
611	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	613
612	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	613
613	حدیث مذکور کے معانی	613
614	صحیح البخاری: ۶۶۶۵، کی شرح از علامہ عینی	614
615	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	614
616	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	614
617	حدیث مذکور کے معانی	615
618	صحیح البخاری: ۶۶۶۶، کی شرح از علامہ عینی	615
619	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	616
620	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	616
621	حدیث مذکور کے معانی	616
622	صحیح البخاری: ۶۶۶۷، کی شرح از علامہ عینی	617
623	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	617
624	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	618

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
625	علامہ ابن الملقن کی تاویلات پر مصنف کا مواخذہ	618
626	صحیح البخاری: ۶۶۶۸، کی شرح از علامہ عینی	619
627	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	619
628	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	619
629	حدیث مذکور کے معانی	619
630	صحیح البخاری: ۶۶۶۹، کی شرح از علامہ عینی	620
631	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	621
632	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	621
633	صحیح البخاری: ۶۶۷۰، کی شرح از علامہ عینی	622
634	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	622
635	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	622
636	صحیح البخاری: ۶۶۷۱، کی شرح از علامہ عینی	623
637	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	623
638	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	623
639	حدیث مذکور کے معانی	624
640	حدیث مذکور کی شرح از مصنف	624
641	نسیان کا معنی	625
642	صحیح البخاری: ۶۶۷۲، کی شرح از علامہ عینی	625
643	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	626
644	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	626
645	حدیث مذکور کے معانی	626
646	حدیث مذکور کے فوائد	626
647	صحیح البخاری: ۶۶۷۳، کی شرح از علامہ عینی	627
648	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	627
649	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	627
650	حدیث مذکور کے معانی	628
651	ایک روایت میں نماز عید سے پہلے ذبح کرنے کی نسبت حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی طرف ہے اور دوسری	•

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	روایت میں اس کی نسبت حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کی طرف ہے، ان روایات کے تعارض کا جواب	628
652	''الجذع'' کی تعریف میں مختلف اقوال	628
653	علامہ عینی کی بیان کردہ ''الجذع'' کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ	628
654	صحیح البخاری: ٦٦٧٤، کی شرح از علامہ عینی	629
655	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	629
656	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	629
657	حدیث مذکور کے مسائل	630
658	باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	630
659	الاحزاب: ٥ کا تعلق قصہ مخصوصہ کے ساتھ ہے اور اس کا حکم عام نہیں ہے	630
660	اگر کسی شخص نے بھولے سے قسم توڑ دی تو آیا اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟	630
661	باب مذکور کی احادیث میں نسیان اور جہالت کی وجہ سے حکم کے ساقط ہونے کی توجیہات	632
	١٦۔ باب	633
662	عمداً جھوٹی قسم کھانا	633
663	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	634
664	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	634
665	یمینِ غموس کی تعریف	634
666	یمینِ غموس کا حکم	634
667	بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	635
668	النحل: ٩٤ کی تفسیر از مصنف	635
669	صحیح البخاری: ٦٦٧٥، کی شرح از علامہ عینی	636
670	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	636
671	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	636
672	حدیث مذکور کے معانی	636
673	گناہِ کبیرہ کی تعریف	636
	١٧۔ باب	636
674	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	637
675	بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	637
676	بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	638
677	بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	639
678	بابِ مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	639
679	صحیح البخاری: ٦٦٧٦-٦٦٧٧، کی شرح از علامہ عینی	640
680	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	640
681	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	640
682	حدیث مذکور کے معانی	641
683	یمینِ صبر کا معنی	641
684	صحیح البخاری: ٦٦٧٦، کی شرح از علامہ ابن ملقن	643
685	یمینِ غموس میں کفارہ نہ ہونے کے مزید دلائل	643
	١٨۔ باب	643
686	جو چیز ملکیت میں نہ ہو اس کے متعلق قسم کھانا اور گناہ کے متعلق قسم کھانا اور حالتِ غضب میں قسم کھانا	643
687	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	643
688	صحیح البخاری: ٦٦٧٨، کی شرح از علامہ عینی	644
689	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	644
690	جو شخص کسی ایسی چیز پر قسم کھائے جس کا وہ مالک نہ ہو تو قسم توڑنے پر کفارہ کے لزوم میں مذاہب فقہاء	644
691	جو شخص کسی غلام کا مالک نہ ہو اور اس کو آزاد کرنے کی قسم کھائے، یا جو عورت اس کے نکاح میں نہ ہو اس کو طلاق دینے کی قسم کھائے، اس کے متعلق	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اختلافِ فقہاء	645
692	تنبیہ از مصنف	646
693	امام ابوحنیفہ کے خلاف امام شافعی کی دلیل کا مصنف کی طرف سے جواب	646
694	حالتِ غضب میں کھائی ہوئی قسم اور حالتِ غضب میں دی ہوئی طلاق کے متعلق اختلافِ فقہاء	646
695	صحیح البخاری: ۶۶۷۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	647
696	حالتِ غضب میں دی ہوئی طلاق کے متعلق تحقیق	647
697	صحیح البخاری: ۶۶۷۹، کی شرح از علامہ عینی	649
698	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	650
699	صحیح البخاری: ۶۶۷۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	650
700	حالتِ غضب میں کھائی ہوئی طلاق کے متعلق مباحثِ فقہیہ	650
701	حالتِ غضب میں کھائی ہوئی قسم کے متعلق ظاہریہ کا موقف	651
702	معصیت کی قسم کی تحقیق	652
703	یمینِ غموس پر کفارہ لازم کرنے کے متعلق شیخ ابنِ حزم کے دلائل	655
704	شیخ ابن حزم کے اقوال کا مصنف کی طرف سے رد اور ابطال	656
705	صحیح البخاری: ۶۶۸۰، کی شرح از علامہ عینی	657
706	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	657
707	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	657
	۱۹۔ باب	657
708	جب کسی شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں آج کلام نہیں کروں گا، پھر اس نے نماز پڑھی، یا قرآن مجید پڑھا یا سبحان اللہ پڑھا، یا اللہ اکبر پڑھا، یا الحمدللہ پڑھا، یا لا الٰہ الا اللہ پڑھا تو یہ اس کی نیت پر محمول ہے۔	657
709	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	657
710	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	658
711	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	659
712	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	659
713	باب مذکور کے عنوان میں علامہ ابن بطال مالکی کی مکمل عبارت	659
714	نماز میں دنیاوی کلام کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار	660
715	فارسی زبان میں کلام کرنا، کسی کی طرف مکتوب لکھنا یا کسی کو اشارہ سے سلام کرنا آیا یہ سلام کے معنی میں ہے یا نہیں، اس کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	660
716	صحیح البخاری: ۶۶۸۱، کی شرح از علامہ عینی	662
717	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	663
718	حدیث مذکور کے معانی	663
719	صحیح البخاری: ۶۶۸۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	663
720	کلام کے اوپر کلمہ کا اطلاق	663
721	صحیح البخاری: ۶۶۸۲، کی شرح از علامہ عینی	664
722	صحیح البخاری: ۶۶۸۳، کی شرح از علامہ عینی	665
723	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	665
	۲۰۔ باب	665
724	جس شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ اپنے اہل کے اوپر ایک ماہ تک داخل نہیں ہوگا، اور وہ مہینہ انتیس دن کا تھا	665
725	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	665
726	صحیح البخاری: ۶۶۸۴، کی شرح از علامہ عینی	666
727	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	666

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
728	حدیث مذکور کے معانی	666
729	صحیح البخاری:۶۶۸۴، کی شرح از علامہ ابن بطال	666
730	رسول اللہ ﷺ کی ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہ جانے کی قسم کا سبب	667
731	ایک ماہ تک بالا خانہ میں رہنے کے متعلق مختلف احادیث کا باہمی ارتباط	668
	۲۱_باب	668
732	جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ نبیذ نہیں پیئے گا، پھر اس نے طلاء (کھجور کو پانی میں بھگویا جائے اور وہ پانی ایک تہائی جل جائے) کو پی لیا، یا اس نے سَکَر (تازہ کھجوروں کو پانی میں بھگو دیا جائے، پھر جب وہ پانی گاڑھا ہو جائے اور دھات چھوڑ دے تو وہ سکر ہے) کو پی لیا، یا عصیر (انگور کا کچا شیرہ جو نشہ آور ہو) کو پی لیا تو بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) کے نزدیک وہ حانث نہیں ہوگا اور ان کے نزدیک یہ مشروبات نبیذ نہیں ہیں	669
733	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	669
734	صحیح البخاری:۶۶۸۵، کی شرح از علامہ عینی	670
735	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	670
736	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	670
737	حدیث مذکور کے معانی	670
738	صحیح البخاری:۶۶۸۶، کی شرح از علامہ عینی	671
739	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	671
740	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	671
741	حدیث مذکور کے معانی	672
	۲۲_باب	672
742	جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ سالن نہیں کھائے گا، پھر اس نے روٹی کھجور کے ساتھ کھائی یا کسی اور چیز کے ساتھ جو سالن کے قائم مقام ہو	672
743	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	672
744	صحیح البخاری:۶۶۸۷، کی شرح از علامہ عینی	673
745	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت پر بحث	673
746	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	674
747	حدیث مذکور کے معانی	674
748	صحیح البخاری:۶۶۸۸، کی شرح از علامہ عینی	675
749	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	675
750	حدیث مذکور کے معانی	676
751	حدیث مذکور کا فائدہ	676
	۲۳_باب	676
752	قسموں میں نیت کا بیان	676
753	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	676
754	صحیح البخاری:۶۶۸۹، کی شرح از علامہ عینی	677
755	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	677
756	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	677
757	صحیح البخاری:۶۶۸۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	677
758	جب قسم کھانے والا اپنی قسم میں کسی خاص زمانہ یا کسی خاص جگہ یا کسی خاص عدد کی نیت کرے تو اس کے متعلق اختلاف فقہاء	678
759	صحیح البخاری:۶۶۸۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	678
760	قسم میں لفظ کے عرفی معنی اور شرعی معنی اور لغوی معنی کے اعتبار کے متعلق مسائل فقہیہ	678
761	قسم میں عرفی معنی کا اعتبار	679
762	آل عمران: ۱۷۳ کی تفسیر از مصنف	679
763	ہجرت کی دو قسمیں	682

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۴- باب	683
764	جب کسی شخص نے اپنے مال کا بطور نذر ہدیہ دیا یا بطور توبہ ہدیہ دیا	683
765	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	683
766	صحیح البخاری: ۶۶۹۰، کی شرح از علامہ عینی	684
767	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	684
768	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	684
769	حدیث مذکور کے معانی	685
770	جس نے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کی نذر مانی اس کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	685
771	صحیح البخاری: ۶۶۹۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	686
772	نبی ﷺ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ "تم کچھ مال اپنے پاس رکھ لو" اس کی حکمت	686
773	مسئلہ مذکورہ میں امام ابوحنیفہ کے قول کی تفصیل	687
774	امام شافعی کے قول پر دلیل	687
775	امام ابوحنیفہ کے قول پر دلیل	687
776	ان فقہاء کی دلیل جو کہتے ہیں کہ صورتِ مذکورہ میں صرف تہائی مال کو صدقہ کرنا لازم ہے	687
777	امام مالک کے قول پر دلیل	688
778	فقہاء کے دیگر اقوال پر بحث ونظر	688
779	صحیح البخاری: ۶۶۹۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	689
780	حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہونے کا مفصل قصہ	689
781	التوبہ: ۹۵-۹۶ کی تفسیر از مصنف	689
782	التوبہ: ۱۱۷-۱۱۸ کی تفسیر از مصنف	690
	۲۵- باب	692
783	جب کسی شخص نے اپنے اوپر کسی طعام کو حرام قرار دیا	692
784	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	693
785	اگر کوئی شخص طعام کو اپنے اوپر حرام قرار دے یا اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دے تو اس کے متعلق مذاہب فقہاء	693
786	بابِ مذکور کی پہلی دو آیتوں کی تفسیر از علامہ عینی	693
787	بابِ مذکور کی دوسری آیت کی تفسیر از علامہ عینی	694
788	المائدہ: ۸۷ کی تفسیر از مصنف	694
789	صحیح البخاری: ۶۶۹۱، کی شرح از علامہ عینی	695
790	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	695
791	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	695
792	حدیث مذکور کے معانی	695
793	نبی ﷺ سے ناگوار بو نہیں آرہی تھی، پھر ازواج نے کیسے غلط بیانی کی کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آرہی ہے؟	696
794	اس تعارض کا جواب کہ ایک حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پیا اور دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس شہد کو پیا	696
795	صحیح البخاری: ۶۶۹۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	698
796	اپنے اوپر کسی طعام یا مشروب کو حرام کرنے کے حکم میں فقہاء کا اختلاف	699
797	جن فقہاء نے اس صورت میں کفارہ کو واجب کیا ہے ان کے دلائل	699
798	شہد کی تحریم کا محمل	699
799	نبی ﷺ نے شہد کو حلال سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو شہد کے پینے سے قسم کھا کر روک لیا تھا	700
800	رسول اللہ ﷺ کے اختیار پر بعض علماء دیوبند کا اعتراض اور اس کا جواب	700
801	باب مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین	700

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
802	کسی چیز کو حرام قرار دینے کی تین قسمیں	701	821	حدیث مذکور کے معانی	710
803	سورۂ تحریم کی آیت سے شیخ ابن عثیمین کا رسول اللہ		822	صحیح البخاری: ۶۶۹۴، کی شرح از علامہ عینی	711
804	صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب ثابت کرنا اور مصنف کا جواب	702	823	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	711
805	انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کے صدور پر شیخ ابن عثیمین		824	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	711
806	کا سنن ترمذی کی حدیث سے استدلال اور مصنف		825	حدیث مذکور کے معانی	711
	کا جواب	703	826	باب مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین	712
807	مصنف کی طرف سے حدیث مذکور سے انبیاء علیہم السلام		827	نذر ماننے کے متعلق مذاہب فقہاء	712
	سے گناہوں کے صدور کے اعتراض کا جواب	703	828	سورۃ التوبہ: ۷۷ کا مصداق	713
808	سورۃ الفتح کی آیات سے شیخ ابن عثیمین کا رسول			۲۷۔ باب	713
	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گناہوں کو ثابت کرنا	704	829	جو نذر پوری نہ کرے، اس کے گناہ کا بیان	713
809	شیخ ابن عثیمین کے دلائل کے مصنف کی طرف سے		830	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	713
	جوابات	705	831	صحیح البخاری: ۶۶۹۵، کی شرح از علامہ عینی	714
810	شیخ ابن عثیمین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گناہوں		832	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	714
	سے مغفرت کی دعاؤں سے آپ کے گناہوں پر		833	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	714
	استدلال	706	834	حدیث مذکور کے معانی	714
811	اعتراضِ مذکور کا مصنف کی طرف سے جواب	707	835	لفظ "قرن" کے متعدد معانی	715
	۲۶۔ باب	707	836	صحیح البخاری: ۶۶۹۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	716
812	نذر کو پورا کرنے کا بیان اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:		837	نذر پوری نہ کرنے کی سزا	716
	"وہ نذر پوری کرتے ہیں"	707	838	موٹاپے اور فربہی کی مذمت کی توجیہ	717
813	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	707		۲۸۔ باب	717
814	صحیح البخاری: ۶۶۹۲، کی شرح از علامہ عینی	708	839	اطاعت کی نذر ماننے کا بیان	717
815	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	708	840	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	717
816	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	708	841	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	718
817	حدیث مذکور کے معانی	709	842	نذر کی اقسام	718
818	جس مقصد کے لیے نذر مانی ہے وہ مقصد پورا نہ ہو		843	صحیح البخاری: ۶۶۹۶، کی شرح از علامہ عینی	718
	تب بھی نذر کو پورا کیا جائے	709	844	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	718
819	بخیل کے نذر ماننے کی توجیہ	710	845	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	719
820	صحیح البخاری: ۶۶۹۳، کی شرح از علامہ عینی	710	846	حدیث مذکور کے معانی	719

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
847	صحیح البخاری:٦٦٩٦، کی شرح از علامہ ابن ملقن	719
848	اطاعت کی نذر کو پورا کرنے کے وجوب کی دلیل	719
849	الحدید:٢٧ کی تفسیر از مصنف	720
850	نذر المعصیت کا بیان	721
851	صحیح البخاری:٦٦٩٦، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	721
852	نذر اطاعت کو پورا کرنے کے دلائل	721
	٢٩۔ باب	722
853	جب کسی شخص نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی یا قسم کھائی کہ وہ کسی انسان سے بات نہیں کرے گا، پھر اس نے اسلام قبول کرلیا، اس کا بیان	722
854	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	722
855	صحیح البخاری:٦٦٩٧، کی شرح از علامہ عینی	723
856	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	723
857	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	723
858	کافر کی نذر کے متعلق فقہاء کے اقوال	723
859	حدیث مذکور کا محمل	724
860	اعتکاف میں روزہ کی شرط کے متعلق علامہ کرمانی کا فقہاء احناف پر اعتراض اور علامہ عینی کا جواب	725
861	صحیح البخاری:٦٦٩٧، کی شرح از علامہ ابن بطال	725
862	حالتِ کفر میں مانی ہوئی نذر کے متعلق فقہاء اسلام کے مختلف اقوال	725
	٣٠۔ باب	726
863	جو شخص فوت ہوگیا اور اس پر نذر تھی	726
864	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	726
865	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	726
866	صحیح البخاری:٦٦٩٨، کی شرح از علامہ عینی	728
867	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	728
868	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	728

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
869	حدیث مذکور کے معانی	728
870	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی نذر میں متعدد اقوال	728
871	نذر مبہم کے متعلق فقہاء کے اقوال	729
872	صحیح البخاری:٦٦٩٩، کی شرح از علامہ عینی	729
873	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	729
874	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	730
875	حدیث مذکور کے معانی	730
876	دو حدیثوں میں تعارض کا جواب	730
877	بندوں کے حق پر اللہ تعالیٰ کے حق کو قیاس کرکے جواب دینا	730
878	صحیح البخاری:٦٦٩٩، کی شرح از علامہ ابن بطال	730
879	میت کی نذر پوری کرنے کے متعلق اقوال فقہاء	730
880	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں کی نذر کے متعلق مختلف روایات	732
881	صحیح البخاری:٦٦٩٩، کی شرح از علامہ ابن ملقن	733
882	میت کی طرف سے حج کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	733
883	صحیح البخاری:٦٦٩٩، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	734
884	اولاد کا کسب والدین کے کسب میں شمار ہوتا ہے	734
885	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	734
886	صحیح البخاری:٦٦٩٩، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	735
887	مفضول جگہ نماز پڑھنے کی نذر مانی ہو تو اس سے افضل جگہ نماز پڑھنے سے بھی وہ نذر ادا ہو جائے گی	735
	٣١۔ باب	735
888	انسان جس چیز کا مالک نہ ہو، اس کی نذر ماننے کا بیان اور گناہ کی نذر ماننے کا بیان	735

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
889	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	735
890	صحیح البخاری: ۶۷۰۰، کی شرح از علامہ عینی	736
891	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	736
892	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	737
893	صحیح البخاری: ۶۷۰۱، کی شرح از علامہ عینی	737
894	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	737
895	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	737
896	صحیح البخاری: ۶۷۰۲، کی شرح از علامہ عینی	738
897	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	738
898	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	738
899	حدیث مذکور کے معانی	738
900	صحیح البخاری: ۶۷۰۳، کی شرح از علامہ عینی	739
901	صحیح البخاری: ۶۷۰۴، کی شرح از علامہ عینی	739
902	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	740
903	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	740
904	حدیث مذکور کے معانی	740
905	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	740
906	حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب	741
907	حدیث مذکور کے فوائد	741
908	صحیح البخاری: ۶۷۰۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	741
909	حدیث مذکور کے مزید فوائد	741
910	باب مذکور کی احادیث کی شرح از شیخ ابن عثیمین	742
911	نذر معصیت کے متعلق شیخ ابن عثیمین حنبلی کی رائے	742
912	برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹانے پر دلیل	742
913	نذر مباح اور نذر مکروہ کے حکم کا فرق	743
	۳۲۔ باب	743
914	جس نے چند معین ایام میں روزہ رکھنے کی نذر مانی پھر اتفاق سے وہ ایام عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے تھے، اس کا بیان	743
915	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	743
916	صحیح البخاری: ۶۷۰۵، کی شرح از علامہ عینی	744
917	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	744
918	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	744
919	حدیث مذکور کے معانی	744
920	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	744
921	صحیح البخاری: ۶۷۰۶، کی شرح از علامہ عینی	746
922	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	746
923	حدیث مذکور کے معانی	746
	۳۳۔ باب	747
924	کیا قسموں میں اور نذروں میں زمین اور بکریاں اور کھیت اور ساز وسامان داخل ہیں؟	747
925	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	747
926	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	748
927	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	749
928	صحیح البخاری: ۶۷۰۷، کی شرح از علامہ عینی	750
929	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	750
930	حدیث مذکور کے معانی	750
931	صحیح البخاری: ۶۷۰۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	751
932	جب مال مطلقاً مذکور ہو تو اس سے مراد عموم ہوتا ہے	751
933	صحیح البخاری: ۶۷۰۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	751
934	حدیث مذکور کے فوائد	751
935	صحیح البخاری: ۶۷۰۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	752

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
936	مال کے مصداق میں فقہاء کے اقوال	752
	۸۴۔ کِتَابُ کَفَّارَاتِ الْأَیْمَانِ	753
1	قسموں کے کفاروں کا بیان	753
	۱۔ بَابٌ	753
2	قسموں کے کفاروں کا بیان	753
3	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	753
4	قسم کے کفارہ کی مقدار میں اختلاف فقہاء	754
5	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	754
6	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	754
7	صحیح البخاری: ۶۷۰۸، کی شرح از علامہ عینی	755
8	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	755
9	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	756
10	حدیث مذکور کے معانی	756
11	صحیح البخاری: ۶۷۰۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	756
12	کفارہ کی مقدار میں فقہاء کے دلائل	756
13	قسم کے کفارہ میں کپڑوں کی مقدار	757
14	قسم کے کفارہ میں جس غلام کو آزاد کیا جاتا ہے اس کا معیار	757
15	کفارۂ قسم میں روزوں کا بیان	757
16	اگر ایذاء کی وجہ سے سر منڈائے تو سر منڈانے کی مقدار میں اختلاف ہے	758
17	سر منڈانے کے فدیہ میں بکری ذبح کرنے کی تفصیل	758
18	سر منڈانے کے فدیہ میں روزوں کی تفصیل	758
19	''ھوام'' کا معنی	758
20	صحیح البخاری: ۶۷۰۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	759
21	قسم کے کفارہ میں جو غلام آزاد کیا جائے گا، کیا اس کا مومن ہونا ضروری ہے؟	759
22	قسم کے کفارہ میں جو تین روزے رکھے جاتے	
23	ہیں، کیا وہ روزے مسلسل رکھے جائیں گے؟	759
	۲۔ بَابٌ	759
24	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	760
25	صحیح البخاری: ۶۷۰۹، کی شرح از علامہ عینی	761
26	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	761
27	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	761
28	حدیث مذکور کے معانی	761
29	صحیح البخاری: ۶۷۰۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	762
30	حدیث مذکور کے فوائد	762
	۳۔ بَابٌ	763
31	جس شخص نے کفارہ کی ادائیگی میں کسی تنگدست کی مدد کی	763
32	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	763
33	صحیح البخاری: ۶۷۱۰، کی شرح از علامہ عینی	764
34	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	764
35	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	764
36	حدیث مذکور کے معانی	764
37	صحیح البخاری: ۶۷۱۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	764
38	حدیث مذکور کے فوائد	764
	۴۔ بَابٌ	765
39	کفارہ میں دس مسکینوں کو دے خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں یا دور کے ہوں	765
40	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	765
41	صحیح البخاری: ۶۷۱۱، کی شرح از علامہ عینی	767
42	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	767
43	مصنف کے نزدیک حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت	767

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۵۔ باب	767
44	مدینہ منورہ کا "صاع" (چار کلو گرام) اور نبی ﷺ کا "مُد" (ایک کلو گرام) اور اس کی برکت، اور بعد میں اہلِ مدینہ کو جو یہ صاع اور مُد نسل در نسل ملا، اس کا بیان	767
45	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	767
46	صحیح البخاری: ۶۷۱۲، کی شرح از علامہ عینی	768
47	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	768
48	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	768
49	حدیث مذکور کے معانی	769
50	صحیح البخاری: ۶۷۱۳، کی شرح از علامہ عینی	770
51	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	770
52	حدیث مذکور کے معانی	770
53	صحیح البخاری: ۶۷۱۴، کی شرح از علامہ عینی	771
	حدیث مذکور کے معانی	771
54	صحیح البخاری: ۶۷۱۴، کی شرح از علامہ ابن بطال	771
55	کفارات میں "مُد" کے پیمانہ کے متعلق فقہاء کے اقوال	771
	۶۔ باب	772
56	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یا ایک غلام آزاد کرنا ہے" اور کون سے غلام کو آزاد کرنا زیادہ افضل ہے؟	772
57	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	772
58	صحیح البخاری: ۶۷۱۵، کی شرح از علامہ عینی	773
59	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	773
60	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	774
	۷۔ باب	775
61	مدبر اور ام ولد اور مکاتب کو کفارہ میں آزاد کرنے کا بیان اور ولد الزنا کو آزاد کرنے کا بیان	775
62	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	775
63	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	775
64	مُدَبَّر، اُمّ الولد اور مکاتب کو کفارہ میں آزاد کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف	775
65	صحیح البخاری: ۶۷۱۶، کی شرح از علامہ عینی	776
66	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	777
67	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	777
68	حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے مصنف کی توجیہ	777
69	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	777
70	حدیث مذکور کے معانی	777
71	صحیح البخاری: ۶۷۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	778
72	جب مُدَبَّر کی بیع حدیث سے ثابت ہے تو اس کو کفارہ میں آزاد کرنا بھی صحیح ہوگا	778
73	ام الولد کے اکثر احکام غلام کے احکام کی مثل ہیں، لہٰذا اس کو بھی کفارہ میں آزاد کرنا صحیح ہوگا	778
74	مُکاتَب کو کفارہ میں آزاد کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کا اختلاف	778
75	مُدَبَّر کو کفارہ میں آزاد کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کا اختلاف	779
76	"ولد الزنا" کے آزاد کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کا اختلاف	779
77	ولد الزنا کو آزاد کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث	779
78	ولد الزنا کو کفارہ میں آزاد کرنے کے دلائل	779
79	حافظ ابن حجر عسقلانی پر علامہ عینی کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب	780

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۷۔ باب	780
80	جب کسی شخص نے اس غلام کو آزاد کیا جو اس کے اور دوسرے کے درمیان مشترک تھا	780
81	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	780
82	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	781
	۸۔ باب	782
83	جب کسی شخص نے کفارہ میں غلام کو آزاد کیا تو اس کی ولاء کس کے لیے ہوگی؟	782
84	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	782
85	صحیح البخاری: ۶۷۱۷، کی شرح از علامہ عینی	783
86	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	783
87	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	783
88	حدیث مذکور کے معانی	783
89	صحیح البخاری: ۶۷۱۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	784
90	جب کوئی شخص کسی مشترک غلام کو آزاد کرے تو اس کی ولاء کے متعلق اقوالِ فقہاء	784
91	صحیح البخاری: ۶۷۱۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	784
92	جس غلام کو کفارہ میں آزاد کیا گیا، اس کی ولاء کے متعلق اقوالِ فقہاء	784
	۹۔ باب	785
93	قسموں میں استثناء کا بیان	785
94	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	785
95	قسموں میں استثناء کرنے کے متعلق فقہاء کے مذاہب	785
96	صحیح البخاری: ۶۷۱۸، کی شرح از علامہ عینی	787
97	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	787
98	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	787
99	حدیث مذکور کے معانی	787
100	صحیح البخاری: ۶۷۱۹، کی شرح از علامہ عینی	788
101	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	788
102	صحیح البخاری: ۶۷۲۰، کی شرح از علامہ عینی	789
103	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	789
104	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	789
105	حدیث مذکور کے معانی	789
106	صحیح البخاری: ۶۷۲۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	791
107	جب کسی شخص نے کسی چیز پر قسم کھائی اور اس نے بغیر وقفہ کے ان شاء اللہ کہا تو اس کا استثناء درست ہے اور اگر اس نے وقفہ کے بعد ان شاء اللہ کہا تو استثناء درست نہیں ہے، اس مسئلہ میں فقہاء کے اقوال	791
108	وقفہ کے بعد ان شاء اللہ کہنے کے معتبر ہونے پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دلائل	791
109	وقفہ کے بعد ان شاء اللہ کہنے سے استثناء کے معتبر نہ ہونے پر دلائل اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دلیل کا جواب	791
110	صحیح البخاری: ۶۷۲۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	792
111	لفظ ان شاء اللہ کو قسم کے ساتھ متصل کہنے پر مزید دلائل	792
112	حکایت	793
113	بیوی کو طلاق دینے اور غلام کو آزاد کرنے کی قسم میں ان شاء اللہ کہنے کی بحث	794
114	امام مالک وغیرہ کے نزدیک طلاق اور عتاق میں ان شاء اللہ کے ساتھ استثناء کے عدمِ جواز پر دلیل	
	امام مالک اور دیگر فقہاء کے اختلاف کا منشاء	794

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	١٠- بَابٌ	795
115	قسم توڑنے سے پہلے اور قسم توڑنے کے بعد کفارہ قسم دینے کے جواز کا بیان	795
116	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	795
117	صحیح البخاری: ٦٧٢١، کی شرح از علامہ عینی	798
118	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدمِ مطابقت	798
119	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	798
120	حدیث مذکور کے معانی	798
121	صحیح البخاری: ٦٧٢٢، کی شرح از علامہ عینی	800
122	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	800
123	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	800
124	حدیث مذکور کے معانی	801
125	صحیح البخاری: ٦٧٢٢، کی شرح از علامہ ابن بطال	801
	قسم توڑنے سے پہلے کفارہ قسم ادا کرنے کے متعلق فقہاء کے مذاہب اور دلائل	801
126	کفارۂ قسم کو قسم توڑنے پر مقدم کرنے کے دلائل	801
127	امام شافعی کے قول کا رد از علامہ ابن بطال	802
128	صحیح البخاری: ٦٧٢٢، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	803
129	امارت کے سوال کی ممانعت منصب حکومت اور ولایت کے ساتھ مخصوص ہے یا عام ہے	803
130	منصب قضاء کے متعلق دیگر احادیث	804
131	منصب کے طلب کی ممانعت اور منصب کی طلب کے جواز کی نصوص میں تطبیق	804
132	''کتاب الایمان والنذور'' اور ''کتاب الکفارات'' کی تکمیل	805
	٨٥- کِتَابُ الْفَرَائِضِ	806
1	وراثت کے احکام کا بیان	806
	١- بَابٌ	806
2	جن سے عہد کیا گیا ہو ان کے وارث ہونے کا بیان اور جو وارث کبھی ساقط نہیں ہوتے ان کا	
3	بیان اور جن کو کبھی وراثت نہیں دی جاتی ان کا بیان	807
4	باب میں مذکور آیات کی تفسیر از علامہ عینی	808
5	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	811
6	اصحاب الفروض اور عصبات کا بیان	811
7	قرض کا وصیت پر مقدم ہونا	812
8	ورثاء کی تفصیل	812
9	صحیح البخاری: ٦٧٢٣، کی شرح از علامہ عینی	813
10	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	813
11	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	813
12	حدیث مذکور کے معانی	813
13	حدیث مذکور پر ایک سوال	814
14	حدیث مذکور کے فوائد	814
15	صحیح البخاری: ٦٧٢٣، کی شرح از علامہ ابن بطال	814
16	حدیث مذکور سے مسائل مستنبط	814
17	صحیح البخاری: ٦٧٢٣، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	815
18	رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے آثار سے حصولِ برکت کا عدمِ جواز	815
19	شیخ ابن عثیمین کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ اور اولیاء اللہ کی برکتوں کا ثبوت	815
20	شیخ ابن عثیمین کا وارث کی میراث منقطع کرنے کو جائز قرار دینا اور مصنف کا اس پر مواخذہ	819
21	تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کا ممنوع ہونا	819
	٢- بَابٌ	819
22	وراثت کے احکام کی تعلیم دینا	819
23	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	819

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
24	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	820
25	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	821
26	ظن اور اجتہاد کا فرق	821
27	صحیح البخاری: ۶۷۲۴، کی شرح از علامہ عینی	822
28	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	822
29	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	822
30	صحیح البخاری: ۶۷۲۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	823
31	حدیث مذکور کا خلاصہ	823
30	تحسس اور تجسس کا فرق	823
33	صحیح البخاری: ۶۷۲۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	824
34	علم الفرائض کو نصف علم قرار دینے کی توجیہ	824
	۳۔ باب	824
35	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ہم (گروہ انبیاء) وارث نہیں بنائے جاتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے	824
36	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	824
37	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	825
38	صحیح البخاری: ۶۷۲۶، کی شرح از علامہ عینی	827
39	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	827
40	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	827
41	حدیث مذکور کے معانی	827
42	حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونے اور ان سے ترک کلام کرنے کے متعلق علامہ بدالدین عینی حنفی کی توجیہ	828
43	حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ناراضگی اور ترکِ کلام کے متعلق علامہ ابن بطال مالکی کی توجیہ	828
44	حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ناراضگی اور ترکِ کلام کے متعلق علامہ ابن ملقن شافعی کی توجیہ	828

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
45	حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ناراضگی اور ترکِ کلام کے متعلق علامہ کورانی حنفی کی توجیہ	829
46	حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ناراضگی اور ترکِ کلام کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی توجیہ	829
47	حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ناراضگی اور ترکِ کلام کے متعلق مصنف کی توجیہ	830
48	حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مواقف کی تفصیل اور علماء شیعہ کے ایک اعتراض کا جواب	830
49	حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میراث کے مطالبہ کے متعلق دیگر احادیث	831
50	علماء شیعہ کے ایک اور اعتراض کا جواب	831
51	حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ میراث کے متعلق حرف آخر	832
52	صحیح البخاری: ۶۷۲۷، کی شرح از علامہ عینی	833
53	صحیح البخاری: ۶۷۲۸، کی شرح از علامہ عینی	834
54	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	834
55	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	836
56	حدیث مذکور کے معانی	836
57	مشکل الفاظ کے معانی اور بعض جملوں کی وضاحت	836
	اس سوال کا جواب کہ جب حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو اموالِ فے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بتائی ہوئی شرط کے مطابق دے دیئے گئے تو اب پھر وہ کس بات میں اختلاف کر رہے تھے اور کس چیز میں ان کا جھگڑا تھا؟	837
58	صحیح البخاری: ۶۷۲۹، کی شرح از علامہ عینی	838
59	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	838

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
60	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	838
61	حدیث مذکور کے معانی	838
62	حضرت خزاعی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تعارض کا جواب	838
63	ازواجِ مطہرات کے خرچ کی توجیہ اور عاملین کی اجرت کی تفصیل	838
64	رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک میں حیات کی دلیل	839
65	حدیثِ مذکور کے فوائد	839
66	علامہ عینی حنفی کا علامہ ابن الملقن شافعی پر مواخذہ	839
67	صحیح البخاری: ۶۷۳۰، کی شرح از علامہ عینی	840
68	صحیح البخاری: ۶۷۳۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	840
69	انبیاء علیہم السلام کا کسی کو وارث نہ بنانے کی حکمت	840
70	رافضہ کی اس حدیث میں باطل تاویل اور اس کے بطلان کی توجیہ	841
71	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فدک کی میراث کے مطالبہ کی توجیہ	841
72	رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت کا بیان	841
73	''سلام اللہ علیہ'' پر ''رضی اللہ عنہ'' کی فضیلت اور اس پر شیخ ابن عثیمین کے دلائل	841
74	''سلام اللہ علیہا'' پر ''رضی اللہ عنہا'' کی فضیلت پر مصنف کے دلائل	842
75	رسول اللہ ﷺ کے اقرباء کے حصص	842
76	کیا رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل سے محبت کا یہ تقاضا نہیں تھا کہ حضرت ابوبکر، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبہ پر اموالِ فدک سے ان کا حصہ عطا کر دیتے؟	842
	۴- باب	842
77	نبی ﷺ کا یہ ارشاد: جس نے مال چھوڑا سو وہ اس کے گھر والوں کے لیے ہے	843
78	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	843
79	صحیح البخاری: ۶۷۳۱، کی شرح از علامہ عینی	843
80	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	844
81	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	844
82	حدیث مذکور کے معانی	844
83	بابِ مذکور کی حدیث کی تفصیل	844
84	رسول اللہ ﷺ کا وعدۂ مذکورہ قیصر و کسریٰ کی فتوحات پر موقوف تھا	844
85	رسول اللہ ﷺ افرادِ امت کی مصلحتوں کے ولی ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا نہ ہوں	844
86	صحیح البخاری: ۶۷۳۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	845
87	مال کی تعریف	845
88	اس دور میں تنگدست مسلمان میت کے قرض کی ادائیگی کی صورت	845
	۵- باب	846
89	باپ اور ماں کی طرف سے اولاد کی وراثت	846
90	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	846
91	بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	846
92	صحیح البخاری: ۶۷۳۲، کی شرح از علامہ عینی	847
93	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	847
94	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	847
95	حدیث مذکور کے معانی	848
96	صحیح البخاری: ۶۷۳۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	848
97	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علم الفرائض میں سب پر مقدم ہونے کے متعلق بحث و نظر	848
98	اصحاب الفروض اور عصبات کا بیان	849
99	شوہر کی وراثت کا حکم	849
100	بیوی کی وراثت کا حکم	849

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
101	باپ اور ماں کی وراثت کا حکم	849
102	دادی کی وراثت کی تفصیل	850
103	دادا کی وراثت کی تفصیل	851
104	بیٹیوں کی وراثت کی تفصیل	851
105	بہنوں کی وراثت کی تفصیل	851
	٦۔ باب	851
106	بیٹیوں کی وراثت کا بیان	851
107	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	851
108	صحیح البخاری: ٦٧٣٣، کی شرح از علامہ عینی	852
109	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	852
110	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	853
111	حدیث مذکور کے معانی	853
112	صحیح البخاری: ٦٧٣٤، کی شرح از علامہ عینی	853
113	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	854
114	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	854
115	حدیث مذکور کے معانی	854
116	صحیح البخاری: ٦٧٣٤، کی شرح از علامہ ابن ملقن	854
117	بیٹیوں اور بہنوں کی وراثت کا ذکر	854
118	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب کی خبر دینے کا ثبوت	855
119	صحیح البخاری: ٦٧٣٤، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	855
120	بیٹیوں کے وارث ہونے کی دلیل	855
121	عصبات کو ذوی الفروض سے تعبیر کرنے کا جواز	855
	٧۔ باب	856
122	پوتے کی وراثت جب بیٹا نہ ہو	856
123	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	856
124	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	856
125	یتیم پوتے کی وراثت کا قانون	857
126	صحیح البخاری: ٦٧٣٥، کی شرح از علامہ عینی	858
	٨۔ باب	858
127	بیٹی کے ہوتے ہوئے پوتی کی وراثت کا بیان	858
128	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	858
129	صحیح البخاری: ٦٧٣٦، کی شرح از علامہ عینی	859
130	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	859
131	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	859
132	حدیث مذکور کے معانی	859
133	حدیث مذکور کے فوائد	860
	٩۔ باب	862
134	باپ اور بھائیوں کی دادا کے ساتھ وراثت	862
135	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	862
136	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	862
137	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	863
138	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	864
139	صحیح البخاری: ٦٧٣٧، کی شرح از علامہ عینی	865
140	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	865
141	صحیح البخاری: ٦٧٣٨، کی شرح از علامہ عینی	866
142	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	866
143	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	866
144	حدیث مذکور کے معانی	866
145	صحیح البخاری: ٦٧٣٨، کی شرح از علامہ ابن ملقن	866
146	دادا کو باپ کے درجہ میں رکھنے کے متعلق متعدد روایات	866
	١٠۔ باب	867
147	اولاد وغیرہ کے ساتھ شوہر کی وراثت	867
148	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	867
149	صحیح البخاری: ٦٧٣٩، کی شرح از علامہ عینی	867
150	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	868

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
151	صحیح البخاری: ۶۷۳۹، کی شرح از علامہ ابن بطال	868
152	شوہر اور بیوی کے مقررہ حصوں پر اجماع	868
	۱۱۔باب	868
153	عورت اور شوہر کی وراثت اولاد کے ساتھ	868
154	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	868
155	صحیح البخاری: ۶۷۴۰، کی شرح از علامہ عینی	869
156	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	869
157	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	869
158	حدیث مذکور کے معانی	869
159	پیٹ کے بچہ کو مارے جانے کا قصہ اور اس کے متعلق متعدد روایات میں تطبیق	869
160	پیٹ کے بچہ کے تاوان میں دیے جانے والے مویشیوں کی اقسام اور ان کی تعداد کے متعلق مختلف روایات	870
161	"غرۃ" کا معنی اور تاوان میں دیے جانے والے غلام کے رنگ کے متعلق مختلف اقوال	871
162	جس عورت پر تاوان تھا اس کے مرجانے کی صورت میں اس کی وراثت کا مسئلہ	871
163	"غرۃ" کی ادائیگی کس پر لازم ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف	871
164	"غرۃ" کی قیمت میں فقہاء کا اختلاف	872
165	پیٹ کے مارے جانے والے بچہ کی صفت میں فقہاء کا اختلاف	872
166	دیت کو عقل کہنے کی توجیہ	872
167	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	873
168	"غرۃ" کے معنی کی تحقیق	873
169	مقتولہ کی دیت کے متعلق روایات	873
170	حدیث مذکور کے فوائد	874
	۱۲۔باب	875
171	بہنوں کی بیٹیوں کے ساتھ وراثت بطور عصبہ ہے	875
172	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	875
173	صحیح البخاری: ۶۷۴۱، کی شرح از علامہ عینی	875
174	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	875
175	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	875
176	حدیث مذکور کے معانی	876
177	صحیح البخاری: ۶۷۴۲، کی شرح از علامہ عینی	876
178	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	876
179	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	876
180	حدیث مذکور کے معانی	876
181	صحیح البخاری: ۶۷۴۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	877
182	بیٹیوں کے ساتھ بہنوں کی وراثت کی تفصیل	877
	۱۳۔باب	878
183	بھائیوں اور بہنوں کی وراثت کا بیان	878
184	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	878
185	صحیح البخاری: ۶۷۴۳، کی شرح از علامہ عینی	879
186	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	879
187	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	879
188	حدیث مذکور کے معانی	879
189	بہنوں اور بھائیوں کی وراثت کی تفصیل	879
190	بہنوں کی دادا کے ساتھ وراثت کی تفصیل	879
191	صحیح البخاری: ۶۷۴۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	880
192	بہنوں کے دادا کے ساتھ جمع ہونے کی ایک اور صورت	880
193	صحیح البخاری: ۶۷۴۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	880

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۴۔ باب	881
194	آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ہے اور اگر بہن بھائی وارث ہوں مرد اور عورتیں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے، اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تا کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O	882
195	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	882
196	صحیح البخاری: ۶۷۴۴، کی شرح از علامہ عینی	883
197	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	883
198	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	883
199	النساء: ۱۷۶ کے آخری آیت ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	883
200	قرآن مجید کی آخری آیت کے متعلق مصنف کی تحقیق	884
	۱۵۔ باب	884
201	چچا کے دو بیٹے ہیں ان میں سے ایک ماں شریک بھائی ہے اور دوسرا خاوند ہے، ان کی وراثت کا بیان	884
202	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	885
203	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	885
204	صحیح البخاری: ۶۷۴۵، کی شرح از علامہ عینی	886
205	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	886
206	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	887
207	حدیث مذکور کے معانی	887
208	''انا اولی بالمومنین'' کی تفسیر	887
209	''کل'' کا معنی	887
210	صحیح البخاری: ۶۷۴۶، کی شرح از علامہ عینی	888
211	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	888
	۱۶۔ باب	888
212	ذوی الارحام (عورتوں کی طرف سے رشتہ داروں) کا بیان	888
213	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	888
214	''ذوی الارحام'' کا لغوی معنی	889
215	''ذوی الارحام'' کا شرعی معنی	889
216	''ذوی الارحام'' کے مصادیق	889
217	''ذوی الارحام'' کو وارث بنانے کے متعلق فقہاء کا اختلاف	889
218	علامہ عینی کا خلاف تحقیق علامہ ابن ملقن اور علامہ ابن بطال کی نقل کرنا اور اپنے مذہب کی تحقیق نہ کرنا	889
219	صحیح البخاری: ۶۷۴۷، کی شرح از علامہ عینی	891
220	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	891
221	''ذوی الارحام'' کو وارث قرار دینے کے متعلق احادیث	892
222	''ذوی الارحام'' کو وارث نہ بنانے کے متعلق ایک حدیث	892
223	''ذوی الارحام'' کو وارث نہ بنانے کی حدیث کی سند پر علامہ عینی کی جرح اور تنقید	893
224	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	893
225	حدیث مذکور کے معانی	893

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
226	ذوی الارحام کی وراثت کے ثبوت میں آثار	893
227	ذوی الارحام کی وراثت کے متعلق فقہاء کا اختلاف	894
228	صحیح البخاری: ۶۷۴۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	895
229	ذوی الارحام کی توریث کے متعلق فقہاء کا اختلاف	896
	ذوی الارحام کو وارث قرار دینے کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل	897
230	ذوی الارحام کو وارث قرار دینے کے متعلق اختلاف صحابہ	897
231	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اس روایت کی نسبت جھوٹ ہے کہ وہ ذوی الارحام کو وارث نہیں قرار دیتے	897
232	ذوی الارحام کو وارث قرار دینے کے متعلق فقہاء تابعین اور فقہاء مجتہدین کا اختلاف	897
233	ذوی الارحام کو وارث نہ بنانے کے متعلق ایک روایت	898
234	روایت مذکورہ کے ضعف کا بیان	898
235	ذوی الارحام کو وارث بنانے کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل	898
236	ذوی الارحام کی وراثت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف	899
237	ذوی الارحام کے گیارہ مصادیق	899
238	ذوی الارحام کو وارث بنانے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا بیان	899
239	ذوی الارحام کو وارث نہ قرار دینے والوں کا بیان	900
	ذوی الارحام کو وارث قرار دینے سے متعلق قرآن مجید سے استدلال	900
240	ذوی الارحام کو وارث قرار دینے کے متعلق احادیث	901

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۷- باب	902
241	لعان کرنے والی عورت کی وراثت کا بیان	902
242	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	902
243	صحیح البخاری: ۶۷۴۸، کی شرح از علامہ عینی	903
244	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	903
245	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	903
246	ملاعنہ کی اپنے بیٹے کی وراثت کے متعلق دیگر احادیث	903
247	لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کی میراث کا بیان	903
248	ملاعنہ کے بیٹے کی وراثت کے متعلق فقہاء احناف کا مسلک	906
	۱۸- باب	907
249	بچہ اسی کا کہلائے گا جس کے بستر پر پیدا ہوا خواہ وہ بستر آزاد عورت کا ہو یا باندی کا	907
250	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	907
251	صحیح البخاری: ۶۷۴۹، کی شرح از علامہ عینی	908
252	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	909
253	عتبہ بن ابی وقاص کا تذکرہ اور یہ کہ صحیح یہ ہے کہ اس کی موت کفر پر ہوئی	909
254	حدیث مذکور کے معانی	909
255	عبد بن زمعہ کا نام اور زمعہ کی باندی کے بیٹے کو عبد بن زمعہ کا بھائی قرار دینے کا پس منظر	909
256	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	910
257	علامہ بدرالدین عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی عبارت پر تبصرہ	910
258	صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	911
259	علامہ عینی حنفی کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب	911

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
260	صحیح البخاری:۶۷۵۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	912
261	ثبوتِ نسب میں بچہ کی کسی کے ساتھ مشابہت کا شرعاً اعتبار نہ کرنا	912
262	زمعہ کی باندی سے پیدا شدہ لڑکے کا آزاد ہونا	913
263	تعارض اور شکوک کے وقت امرِ محتاط کے مطابق فیصلہ کرنا	913
264	ہر عالم کے قول پر فتویٰ نہ دیا جائے	914
265	صحیح البخاری:۶۷۵۰، کی شرح از علامہ عینی	915
266	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	915
267	حدیث مذکور کے مزید طرق	915
	۱۹۔ باب	916
268	اس قاعدہ کا بیان کہ ولاء اس کیلئے ہے جو آزاد کرے	916
269	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	916
270	بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	916
271	بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	916
272	سُنَیْن ابو جمیلہ کا تذکرہ	917
273	صحیح البخاری:۶۷۵۱، کی شرح از علامہ عینی	918
274	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	918
275	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	918
276	حدیث مذکور کے معانی	918
277	حدیث مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	918
278	حدیث مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	919
279	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر مغیث کے غلام ہونے پر دلیل	919
280	صحیح البخاری:۶۷۵۲، کی شرح از علامہ عینی	919
281	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	920
282	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	920
283	صحیح البخاری:۶۷۵۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	920
284	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی سیرت سے تین مسائل کا مستنبط ہونا	920
285	لقیط کی وراثت اور اس کی کفالت کا بیان	920
286	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کے غلام ہونے کی روایت کی ترجیح	921
	۲۰۔ باب	922
287	سائبہ کی میراث کا بیان	922
288	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	922
289	المائدہ:۱۰۳ کی تفسیر از مصنف	922
290	فقہاء کی ''السائبۃ'' کی میراث میں اختلاف	923
291	صحیح البخاری:۶۷۵۳، کی شرح از علامہ عینی	923
292	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	923
293	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	923
294	صحیح البخاری:۶۷۵۴، کی شرح از علامہ عینی	924
295	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	924
296	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	925
297	حدیث مذکور کے معانی	925
298	حدیث مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	925
299	قولِ منقطع یا حدیث منقطع کی تعریف	925
	۲۱۔ باب	926
300	جو شخص اپنے مالکوں سے بری ہو، اس کے گناہ کا بیان	926
301	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	926
302	صحیح البخاری:۶۷۵۵، کی شرح از علامہ عینی	927
303	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	927
304	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	927
305	حدیث مذکور کے معانی	928

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
306	حدیث مذکور کے فوائد	929
307	صحیح البخاری: ۶۷۵۶، کی شرح از علامہ عینی	929
308	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	929
309	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	929
310	حدیث مذکور کے معانی	929
311	صحیح البخاری: ۶۷۵۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	930
312	دوسروں کو ولاء کی بیع اور ہبہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	930
	۲۲- باب	931
313	جب کوئی مرد دوسرے مرد کے ہاتھوں پر اسلام لائے تو اس کی ولاء کا بیان	931
314	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	931
315	جس مرد کے ہاتھوں پر کسی شخص نے اسلام قبول کیا	
316	ہے اس کے لیے ولاء کے ثبوت میں اختلاف فقہاء	931
317	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	932
318	حسن بصری کے نزدیک مولی الموالات کی وراثت کا عام مسلمانوں کے لیے ہونا	932
319	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	932
320	حسن بصری کی اپنے موقف پر دلیل	932
321	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	932
322	حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تاویل	933
323	باب مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	933
324	امام شافعی، امام ترمذی اور علامہ ابن المنذر کے اقوال سے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی روایت کو ضعیف قرار دینا	933
325	حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر رد کرنا	933
326	حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ثبوت میں علامہ عینی کے دلائل	934
327	فقہاء احناف کے موقف اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	934
328	فقہاء احناف کی تائید میں امام طبری اور حافظ ابن عبد البر کی روایات	935
329	امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل کا جواب	936
330	امام ترمذی کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث متصل نہیں ہے	937
331	علامہ ابن المنذر کے اس قول کا جواب کہ یہ حدیث مضطرب ہے	937
332	صحیح البخاری: ۶۷۵۷، کی شرح از علامہ عینی	938
333	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	938
334	علامہ کرمانی کی شرح کا رد اور ولاء کا آزاد کرنے والے کے ساتھ مختص نہ ہونا	938
335	صحیح البخاری: ۶۷۵۸، کی شرح از علامہ عینی	939
336	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	939
337	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	939
338	حدیث مذکور کے معانی	939
339	ایک شخص کسی مرد کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے تو اس شخص کی ولاء کے متعلق فقہاء کے اقوال	940
340	حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر علامہ ابن المنذر کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات	940
341	عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم الاموی ابو محمد المدنی، ان سے صحاح ستہ کے	
342	تمام مصنفین حدیث روایت کرتے ہیں	940
343	صحیح البخاری: ۶۷۵۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	941
344	مسلمان کرنے والے کو ولاء دینے کے ثبوت میں فقہاء حنبلیہ کے دلائل	942

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
345	مسلمان کرنے والے کو وَلاء دینے کے ثبوت میں فقہاء احناف کے دلائل	942
	۲۳۔ باب	943
346	عورتوں کے وَلاء کے وارث ہونے کا بیان	943
347	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	943
348	صحیح البخاری: ۶۷۵۹، کی شرح از علامہ عینی	943
349	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	943
350	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	944
351	صحیح البخاری: ۶۷۶۰، کی شرح از علامہ عینی	944
352	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	944
353	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	944
354	حدیث مذکور کے معانی	944
355	صحیح البخاری: ۶۷۵۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	945
356	عورتوں کیلئے وَلاء کے ثبوت میں فقہاء کا اختلاف	945
357	فصل	945
358	آزاد کرنے والی عورت کی وفات کے بعد اس کی وَلاء کے متعلق فقہاء کے اقوال	945
359	جب عورت کسی غلام کو آزاد کرے، پھر فوت ہوجائے اور وہ اپنے بیٹے اور باپ کو چھوڑے، پھر وہ غلام بھی فوت ہوجائے تو اس کی وراثت میں امام ابو یوسف کا امام ابو حنیفہ اور امام محمد سے اختلاف	946
	۲۴۔ باب	947
360	کسی قوم کے آزاد کردہ غلام کا شمار بھی اسی قوم سے ہوگا اور اسی طرح کسی قوم کے بھانجے کا شمار بھی اسی قوم سے ہوگا	947
361	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	947
362	صحیح البخاری: ۶۷۶۱، کی شرح از علامہ عینی	947
363	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	948
364	صحیح البخاری: ۶۷۶۲، کی شرح از علامہ عینی	948
365	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	948
366	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	948
367	بھانجے کی وراثت کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	948
	۲۵۔ باب	949
368	قیدی کی وراثت کا بیان	949
369	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	949
370	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	950
371	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	950
372	صحیح البخاری: ۶۷۶۳، کی شرح از علامہ عینی	950
373	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	950
374	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	951
	۲۶۔ باب	951
375	اس کا بیان کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہوتا ہے	951
376	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	951
377	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	952
378	صحیح البخاری: ۶۷۶۴، کی شرح از علامہ عینی	952
379	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	952
380	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	952
	۲۷۔ باب	953
381	نصرانی غلام اور نصرانی مکاتب کی وراثت کا بیان اور اس کے گناہ کا بیان جس نے اپنے بیٹے کی نفی کی	953
382	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	953
383	نصرانی غلام کی وراثت کے متعلق علماء کے اقوال	954
	۲۸۔ باب	954
384	جس نے بھائی یا بھتیجے کا دعویٰ کیا، اس کا بیان	954
385	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	954

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
386	صحیح البخاری:۶۷۶۵، کی شرح از علامہ عینی	955
387	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	955
388	حدیث مذکور کے معانی	955
389	اگر کوئی شخص اپنے بھائی کا دعویٰ کرے تو اس کے متعلق فقہاء کے اقوال	955
390	اپنے بیٹے کی نفی کرنے والے کے متعلق وعیدات	956
	۲۹۔ باب	956
391	جس نے اپنے باپ کے غیر کے نسب کا دعویٰ کیا	956
392	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	956
393	صحیح البخاری:۶۷۶۶، کی شرح از علامہ عینی	957
394	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	957
395	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	957
396	حدیث مذکور کے معانی	957
397	صحیح البخاری:۶۷۶۸، کی شرح از علامہ عینی	958
398	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	958
399	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	958
400	حدیث مذکور کے معانی	958
	۳۰۔ باب	959
401	جب کوئی عورت کسی بیٹے پر دعویٰ کرے	959
402	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	959
403	صحیح البخاری:۶۷۶۹، کی شرح از علامہ عینی	959
404	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	960
405	ایک اعتراض کا جواب	960
406	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	930
407	حدیث مذکور کے معانی	960
408	چھوٹی عورت کے حق میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کی توجیہ	961
409	چھری کو "مدیۃ" اور "سکین" کہنے کی مناسبت	961
	۳۱۔ باب	861
410	قیافہ شناس کا بیان	961
411	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	961
412	صحیح البخاری:۶۷۷۰، کی شرح از علامہ عینی	962
413	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	962
414	حدیث مذکور کے معانی	963
415	ایک سوال کا جواب	963
416	حدیث مذکور کے فوائد	964
417	صحیح البخاری:۶۷۷۱، کی شرح از علامہ عینی	964
418	کتاب الفرائض اور چودھویں (۱۴) جلد کی تکمیل	965
419	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد رابع عشر (۱۴) کی ڈائری	967
420	مصادر التحقیق فی نعم الباری	968

Marfat.com

افتتاحیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ ربّ العالمین، الّذی جعلنا من المسلمین، ووصفنا بخیر امّۃ من الأمم الماضین، و انعم علینا بتنزیل القرآن الکریم و ھدانا بہ الی الصراط المستقیم، و الصلوٰۃ والسّلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغرّ المحجّلین، الذی شرح الفرقان باحادیثہ و بیانہ القویم، و کشف عن اسرارہ و غوامضہ لھدایۃ الناس اجمعین، و انقذنا بحسن سیرتہ من الظلمات والضلال المبین، و علی الہ الطیبین واصحابہ الطّاھرین الذین قاموا باشاعۃ الدین المتین مع کمال الخلوص والجھد العظیم، و علی ازواجہ الطّاھرات امھات المؤمنین، و علی جمیع الائمۃ التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدّین۔

و بعد فیقول العبد الفقیر الی مولاہ القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربہ السرمدی انّی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیہ نعم الباری) توکّلا علی رحمۃ اللہ و فضلہ العمیم۔ ولایکون تحریرہ و تقریرہ و تکمیلہ الّا نعمتہ العظمیٰ۔ فلذا سمّیتہ بنعمۃ الباری فی شرح الصحیح للبخاری۔ (تقبّلہ اللہ بلطفہ و تغمدنی بغفرانہ بمحض فضلہ)

اشھدان لا الہ الّا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد انّ سیّدنا و مولانا محمدا عبدہ و رسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور نفسی و من سیئات اعمالی۔ من یھدہ اللہ فلا مضلّ لہ ومن یّضللہ فلا ھادی لہ۔ اللھم ارنی الحق حقاً وارزقنی اتباعہ۔ اللھم ارنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابہ۔ اللھم اجعلنی فی تصنیف ھذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعلہ موافقاً باسمہ واحفظہ من شرور الاشرار والحاسدین۔ اللھم اجعلہ خالصا لوجھک الکریم و مقبولاً عندک وعند رسولک الرؤف الرحیم واجعلہ شائعاً و مستفیضاً و مفیضاً و مرغوباً فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبیّ الکریم ﷺ فی الدنیا و شفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ و امتنی علی الایمان بالکرامۃ۔ اللھم انت ربّی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت۔ اعوذ بک من شرما صنعت ابوء لک بنعمتک علیّ وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ ربّ اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ و علی والدیّ وان اعمل صالحاً ترضٰہ۔ آمین یا ربّ العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

Marfat.com

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن کریم نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں تفسیر تبیان القرآن سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے صحیح بخاری کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام "نعم الباری فی شرح صحیح البخاری" رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں؛ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے، پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۸۱۔ كِتَابُ الرِّقَاقِ

دلوں کو نرم کرنے والی احادیث کا بیان

۲۶۔ بَابُ: اِلْاِنْتِهَاءِ عَنِ الْمَعَاصِي — گناہوں سے رکنے کا وجوب

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں گناہوں سے رکنے کے وجوب کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ گناہوں کو بالکلیہ ترک کر دیا جائے اور اگر بالفرض کوئی گناہ ہو گیا ہے تو پھر اس سے اعراض کیا جائے اور یہ عہد کیا جائے کہ وہ دوبارہ اس گناہ کو نہیں کرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۸۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَا النَّجَاءَ فَأَطَاعَتْهُ طَائِفَةٌ فَأَدْلَجُوا عَلَى مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْهُ طَائِفَةٌ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَاجْتَاحَهُمْ۔

(صحیح البخاری: ۷۲۸۳، صحیح مسلم: ۲۲۸۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ از ابو بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور اس پیغام کی مثال جسے اللہ تعالیٰ نے دے کر مجھے مبعوث فرمایا ہے اس مرد کی مثال ہے جو ایک قوم کے پاس گیا، سو اس سے کہا: میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر کو دیکھا ہے اور بے شک میں کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں، سو تم جلدی نجات حاصل کرو، جلدی نجات حاصل کرو۔ پس ایک جماعت نے اس کی اطاعت کی اور وہ راتوں رات تیزی کے ساتھ اس جگہ سے نکل گئے، سو انہوں نے نجات پالی اور دوسری جماعت نے اس کی تکذیب کی تو صبح کو اس لشکر نے آ کر ان پر حملہ کر دیا ان کو بالکلیہ ہلاک کر دیا۔

صحیح البخاری: ۶۴۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے معاصی اور گناہوں سے رکنا، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک قوم کو ڈرایا گیا اور انہوں نے ڈرانے والے کی خبر پر عمل نہیں کیا تو وہ ہلاک کر دیئے گئے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن العلاء، یہ ابن کریب ہیں اور ابو کریب الکوفی ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو اسامہ، یہ حماد بن اسامہ اللیثی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُرید، یہ برد کی تصغیر ہے، یہ ابن عبداللہ بن ابی بُردہ ہیں اور ان کا نام عامر ہے، دوسرا قول ہے کہ ان کا نام الحارث ہے اور یہ بُرید اپنے دادا ابو بُردہ بن ابی موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "میری مثال اور میرے اس پیغام کی مثال جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے"۔ یہ ایک ایسی صفت ہے جس کو بلیغ کسی چیز کو تفہیم کے لیے فہم کے قریب کرنے کے لیے ذکر کرتا ہے۔

حدیث میں مذکور مثال کے متعلق متعدد اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے "وانا النذیر العریان" یعنی میں ایسا ڈرانے والا ہوں جس کے کپڑے اتار لیے گئے۔ اور وہ اپنے سر کے گرد کپڑے لپیٹے ہوئے کسی قوم کے پاس آیا ہو کسی لشکر کے حملہ سے ڈرانے کے لیے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: "النذیر العریان" سے مراد وہ مرد ہے جو قبیلہ خثعم سے تھا، ایک دن اس کے اوپر ذی الخلصہ نے حملہ کیا، اس کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا اور اس کی بیوی کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا، سو وہ اپنی قوم کی طرف گیا اور ان کو ڈرایا، تو پھر یہ کسی خبر کے تحقق کے لیے ضرب المثل بن گئی۔

اور ابن السکیت نے کہا ہے: یہ اس مرد کا نام ہے جس کے اوپر عوف بن عامر الیشکری نے حملہ کیا اور اس کی بیوی بنو کنانہ سے تھی اور اس قصہ کو حدیث کے الفاظ پر منطبق کرنا بعید ہے، کیونکہ اس قصہ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ برہنہ تھا۔

اور عبدالملک نے کہا: یہ قدیم مثال ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرد کا مقابلہ ایک لشکر سے ہوا، انہوں نے اس کے کپڑے اتار کر اس کو برہنہ کر دیا، پھر وہ مدینہ کی طرف آیا، اس نے کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر کو دیکھا ہے اور میں تمہیں اس لشکر سے ڈرانے والا ہوں اور تم مجھے برہنہ دیکھ رہے ہو، اس لشکر نے میرے کپڑے اتار لیے، سو تم بھی اس سے نجات حاصل کرو، نجات حاصل کرو۔

اور ابن السکیت نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال اپنی امت کے لیے بیان فرمائی ہے کیونکہ اس میں ایک شخص ڈرانے کے لیے برہنگی کی حالت میں آیا تھا۔

اور علامہ الخطابی نے کہا ہے: یہ لفظ "العریان" نہیں ہے بلکہ "العربان" ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ جو فصیح اللسان ہو اور صریح

Marfat.com

الفاظ کے ساتھ ڈراتا ہو اور کنایہ اور توریہ سے کام نہ لیتا ہو، اور یہ بھی کہا جاتا ہے ''رجل عریان'' یعنی ''فصیح اللسان''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فالنجاء النجاء''۔ یہ اکسانے اور برانگیختہ کرنے کے لیے مفعول مطلق ہے، یعنی تم نجات کو حاصل کرو بایں طور کہ تم فرار اور بھاگنے میں جلدی کرو، کیونکہ تم اس لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے اور دوسرا ''النجاء'' جو مذکور ہے، یہ پہلے کی تاکید ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فادلجوا'' یہ بابِ افعال سے ہے، اس کا معنی ہے: رات کے ابتدائی حصہ میں روانہ ہونا یا پوری رات چلتے رہنا۔ اور علامہ ابن الملقن نے اپنی توضیح میں لکھا ہے کہ یہ لفظ ''فادّلجوا'' ہے اور دال پر تشدید ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہاں درست نہیں ہے کیونکہ ''الادلاج'' کا معنی ہے: رات کے آخری حصہ میں روانہ ہونا، اور یہ اس مقام کے مناسب نہیں ہے، صحیح وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مهلهم'' اس کا معنی ہے: کہ وہ سکون اور وقار کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

اس کے بعد اس حدیث میں مذکور ہے ''فنجوا'' یعنی چونکہ انہوں نے ڈرانے والے کی اطاعت کی اور رات کے اول حصہ میں چل پڑے تو وہ نجات پا گئے۔ اور جس فریق نے ڈرانے والے کی تکذیب کی تھی تو دشمن نے اچانک آ کر ان پر حملہ کر دیا اور ان کو بالکلیہ ختم کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۵۔۱۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا فَجَعَلَ يَنْزِعُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَقْتَحِمْنَ فِيهَا فَأَنَا آخُذُ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَهُمْ يَقْتَحِمُونَ فِيهَا۔

(صحیح مسلم: ۲۲۸۴، مسند احمد: ۱۰۵۸۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن، انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری مثال اور لوگوں کی مثال اس مرد کی مثل ہے جس نے آگ جلائی، پس جب آگ نے اردگرد روشن کر دیا تو پروانے اور کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں وہ اس آگ میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا، اور وہ پروانے اور کیڑے مکوڑے اس پر غالب آ گئے اور وہ آگ میں داخل ہو گئے، پس میں تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ سے نکال رہا ہوں اور وہ اس آگ میں گرے جا رہے ہیں۔

صحیح البخاری: ۶۴۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے گناہوں اور معاصی سے رکنا اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو معاصی کے ارتکاب سے منع فرماتے تھے اور روکتے تھے جو معاصی دوزخ میں داخل ہونے کا سبب ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ الحمصی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن، یہ الاعرج ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ھذہ الدواب تقع فی النار" اس سے مراد پروانے ہیں یا وہ کیڑے مکوڑے ہیں جو آگ میں اور روشنی میں آ کر گرتے ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ چھوٹے مچھر ہیں۔ اور ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ مچھر کی مثل کیڑے مکوڑے ہیں اور اس کا واحد فراش ہے یعنی پروانہ۔ امام طبری نے کہا: یہ نہ مچھر ہے نہ مکھی ہے۔ ابونصر نے کہا ہے: یہ اڑتے ہیں اور چراغ پر گرتے ہیں۔ اور مجمع الغرائب میں مذکور ہے: یہ وہ اڑنے والے کیڑے مکوڑے ہیں جو آگ میں گرتے ہیں اور علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ ایک اڑنے والا کیڑا ہے جو مچھر سے بڑا ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیقتحمن" یہ الاقتحام سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز پر ٹوٹ پڑنا۔ کہا جاتا ہے "قحم فی الامر" یعنی کسی نے اپنے آپ کو اچانک گرا دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانا آخذ بحجزکم" اس میں صنعتِ التفات ہے اور غائب سے مخاطب کے صیغہ کی طرف رجوع ہے، بہ ظاہر ہونا چاہیے تھا کہ میں ان کو کمر سے پکڑ رہا ہوں۔ "حجز" کہتے ہیں تہبند باندھنے کی جگہ کو یا شلوار کے کمر بند باندھنے کی جگہ کو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وھم یقتحمون فیھا" اور دوسری روایت میں ہے "وانتم تقتحمون" یعنی وہ اس میں گر رہے ہیں، علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ قیاس یہ تھا کہ انتم ہوتا نہ کہ ھم ہوتا تا کہ یہ "حجزکم" کے موافق ہو، اور پھر یہ جواب دیا ہے کہ یہ صنعتِ التفات ہے۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمر سے پکڑ کر کھینچا، اس میں اس کا کوئی دخل نہیں تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۶۔ ۱۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۸۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء نے حدیث بیان کی از عامر، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کامل) مسلمان

Marfat.com

وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے دوسرے مسلمان محفوظ
رہیں۔ اور (کامل) مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے
کاموں سے ہجرت کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۰، ۶۴۸۴، صحیح مسلم: ۴۰، سنن نسائی: ۴۹۹۶، سنن ابوداؤد: ۲۴۸۱، ۴۰۶۶، ۷، سنن داری: ۲۷۱۶)

صحیح البخاری: ۶۴۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو اپنی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھے گا وہ گناہوں اور معاصی سے رکا ہوا ہوگا۔ اور نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کر لی اور جو اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کرے گا وہ معاصی سے رکا رہے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو نعیم، یہ الفضل بن دُکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زکریا، یہ ابن ابی زائدہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عامر، یہ شعبی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان کے شروع میں گزر چکی ہے۔

یہاں سوال ہے کہ اس حدیث میں مہاجر کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ مکہ فتح ہونے کے بعد ہجرت ختم ہوگئی۔ سو جو مسلمان اب ہجرت نہیں کر سکے ان کو ملال ہوتا کہ ہم اس فضیلت سے محروم رہ گئے، تو آپ نے ان کی دل جوئی کے لیے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں کو ترک کر دیا وہ حقیقت میں کامل مہاجر ہے اور اس کو ہجرت کا اجر و ثواب ملے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۸۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور پروانوں کی مثال کی تحقیق

صحیح البخاری: ۶۴۸۳ میں مذکور ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور لوگوں کی مثال اس مرد کی مثل ہے جس نے آگ جلائی، پس جب آگ نے اردگرد روشن کر دیا تو پروانے اور کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں وہ اس آگ میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا''۔

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو تشبیہ بیان کی گئی ہے وہ اس پر موقوف ہے کہ درج ذیل آیت کے معنی کی معرفت ہو:

Marfat.com

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ (البقرہ:۲۲۹)
اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں O

اس کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود اس کی حرام کی ہوئی اور منع کی ہوئی چیزیں ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے: "الا ان حمی اللہ محارمہ" (سنو! اللہ تعالیٰ کی خاص چراگاہ وہ ہے جس میں اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں) اور تمام محارم کی اصل دنیا اور اس کی زینت کی محبت ہے اور دنیا کی لذات اور شہوات کو حاصل کرنے کی رغبت ہے، پس نبی ﷺ نے ان حدود کا اظہار کتاب وسنت کے شافی اور کافی بیانات کے ساتھ فرمایا کہ آپ لوگوں کو دوزخ کی آگ سے چھڑاتے ہیں اور اس مرد نے جو آگ جلائی تھی، اس آگ کی روشنی سے زمین کے مشارق اور مغارب روشن ہو گئے۔ اور لوگوں نے بیان اور کشف کے باوجود اس کی پرواہ نہیں کی اور اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے رہے اور لذات اور شہوات کو حاصل کرنے کی حرص میں مبتلا رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ جو ان کو اس سے منع فرماتے رہے اس کو اس طرح بیان فرمایا کہ آپ ان کو ان کی کمر سے پکڑ کر کھینچ رہے ہیں جیسے پروانے آگ میں گرتے ہیں اور جو آدمی آگ روشن کرتا ہے اس پر غالب ہو جاتے ہیں اور خواہی نہ خواہی آگ میں گر جاتے ہیں۔ پس جیسا کہ آگ جلانے والے کی غرض اپنے فعل سے یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو آگ کی روشنی سے نفع پہنچائے اور اس کی حرارت سے ان کو فائدہ پہنچائے اور پروانے اس آگ کی روشنی کو اپنی ہلاکت کا سبب بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح نبی ﷺ ان بیانات کے ساتھ امت کو ہدایت دینے کا قصد کرتے ہیں تا کہ امت ہلاکت کے سبب سے اجتناب کرے لیکن لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے پھر بھی ہلاکت کو طلب کرتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۴۲، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۲۷- بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا

نبی ﷺ کے اس ارشاد کا بیان "اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ"

۶۴۸۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ كَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سعید بن المسیب، انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۴، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۵۰، ۱۰۵۶، ۱۰۵۸، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۲۱۲، ۳۲۰۳، ۴۶۲۴، ۵۲۲۱، ۶۶۳۱، صحیح مسلم: ۹۰۱، سنن ترمذی: ۵۶۱، سنن نسائی: ۱۴۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۱۸۰، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۳، مسند احمد: ۲۴۷۸۴، موطا امام مالک: ۴۴۴، سنن دارمی: ۱۵۲۷)

صحیح البخاری: ۶۴۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان وہی ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بکیر کا ذکر ہے، بکیر، بکر کی تصغیر ہے اور وہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر المخزومی المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عُقیل کا ذکر ہے، یہ ابن خالد الایلی ہیں۔ اور ابن شہاب کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اگر تم ان چیزوں کو جان لو جنہیں میں جانتا ہوں"۔ یعنی وہ خوفناک چیزیں اور وہ احوال جو ہمارے سامنے ہیں اور جو موت کے وقت ہم پر حالات پیش آئیں گے اور برزخ میں اور قیامت کے دن جو امور ہم پر مترتب ہوں گے۔

اس حدیث میں صنعتِ بدیع ہے، کیونکہ ہنسنے کا مقابلہ رونے سے کیا ہے اور قلت کا مقابلہ کثرت کے ساتھ کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۸۶- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۴، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۵۰، ۱۰۵۶، ۱۰۵۸، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۲۱۲، ۳۲۰۳، ۳۶۲۴، ۵۲۲۱، ۶۶۳۱، صحیح مسلم: ۹۰۱، سنن ترمذی: ۵۶۱، سنن نسائی: ۱۴۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۱۸۰، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۳، مسند احمد: ۲۴۸۴۷، موطا امام مالک: ۴۴۴، سنن دارمی: ۱۵۲۷)

صحیح البخاری: ۶۴۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث، حدیثِ سابق کی مثل ہے، فرق یہ ہے کہ پہلی حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان سے ان کے بیٹے موسیٰ بن انس الانصاری نے روایت کی ہے جو بصرہ کے قاضی تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۸۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

کم ہنسنے اور زیادہ رونے کے متعلق آثار اور اقوالِ علماء

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے تو وہاں پر لوگ باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے، آپ نے فرمایا: تم موت کا زیادہ ذکر کرو، سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کا خوف بندہ کے دل میں اس کے علم کی مقدار کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝ (فاطر:۲۸) اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں، بے شک اللہ غالب ہے بہت بخشنے والا ہے O

اور جب کسی شخص کو بھی ایسا علم نہیں ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تھا تو کوئی شخص بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اللہ سے ڈرنے والا نہیں ہے، پس اللہ تعالیٰ نے جس کے دل کو منور کر دیا اور اس کی بصیرت سے پردہ کو اٹھا دیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کن چیزوں سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت واجب ہے اور اس کا شکر واجب ہے اور اس نے مستقبل میں پیش آنے والی قیامت کی خوفناک چیزوں کو یاد کیا اور اللہ کے بندوں کو ان مواقف میں جن سختیوں کا سامنا ہو گا ان کو یاد کیا اور اس کا معائنہ کیا کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے جو سوال کرے گا چھوٹی سی چھوٹی چیز کے بارے میں تو پھر وہ شخص یقیناً بہت زیادہ غمگین ہو گا اور بہت زیادہ روئے گا، اسی لیے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تمہیں ان چیزوں کا علم ہو جائے تو تمہارے حلق کے نیچے سے نہ کوئی کھانے کا نوالہ اترے گا اور نہ پانی کا کوئی گھونٹ اترے گا اور نہ تم بستروں پر سو سکو گے اور نہ تم عورتوں سے محبت رکھو گے، اور تم جنگلوں کی طرف نکل جاؤ گے اور زور سے پکار رہے ہو گے اور رو رہے ہو گے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: روؤ، اگر تم کو رونا نہ آئے تو کوشش کر کے روؤ، پس اگر تم کو ان باتوں کا علم ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک شخص نماز پڑھتا رہے حتیٰ کہ اس کی پشت ٹوٹ جائے اور روئے حتیٰ کہ اس کی آواز منقطع ہو جائے۔

اور الفضیل نے کہا: مجھے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ وہ ایک دن ہنسے تو انہوں نے اپنے اوپر چھلانگ لگا کر کہا: تم کیوں ہنستے ہو؟ ہنسنا تو اسے چاہیے جس نے پل صراط کو طے کر کے قطع کر لیا ہو، پھر انہوں نے کہا: میں نے اپنے نفس پر یہ قسم کھائی ہے کہ میں اس وقت تک نہیں ہنسوں گا حتیٰ کہ میں یہ جان لوں کہ کب قیامت واقع ہو گی، پھر کسی نے ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو گئے۔

حسن بصری نے کہا: جس آدمی نے یہ جان لیا کہ موت اس پر آنے والی ہے اور قیامت کا اس سے وعدہ کیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس نے کھڑا ہونا ہے تو اس پر حق یہ ہے کہ وہ دنیا میں غمگین رہے۔ اور سفیان نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہا:

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝ (الانبیاء:۹۰) بے شک وہ (سب) نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور شوق اور خوف سے ہم سے دعائیں کرتے تھے اور وہ ہم سے عاجزی کرنے والے تھے O

سفیان نے کہا: دائمی حزن دل میں ہوتا ہے اور کہا: حزن بقدر بصیرت ہوتا ہے اور بعض متقدمین نے کہا: حزن اور خوف خدا دل

میں ہوتے ہیں اور انہی کی وجہ سے اعمال مرتب ہوتے ہیں؟ پس جس نے یہ قصد کیا کہ اس کا فرض مکمل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کامل نماز پڑھے گا اور کامل روزہ رکھے گا اور اسی طرح باقی فرائض بھی ادا کرے گا۔ اور اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال کے حقوق ادا کرے گا۔ اور جس سے یہ سوال کیا جائے کہ کن لوگوں سے مل جل کر رہتا ہے اور اپنی زبان اور سمع اور بصر اور تمام اعضاء کے بارے میں کس طرح اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاتا ہے تو وہ اس آیت میں داخل ہو جائے گا:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (فصلت: ۳۰)

بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر مستقیم رہے، ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) نازل ہوتے ہیں کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے O

سو وہ اپنے نفس کو اس سے عاجز اور کوتاہی کرنے والا پائے گا اور جب وہ کھلی آنکھ سے دیکھے اور جان لے کہ اس کی موت قریب ہے اور اس کی خطا عظیم ہے اور یہ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے تو وہ اپنے نفس پر بہت غم کرے گا۔

اور مطرف بن عبداللہ نے کہا کہ تم برے اعمال کو چھوڑ دو کیونکہ خیر میں بھی شر کثیر ہے۔ پس اگر ہمارے گناہ نہ ہوتے مگر اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کی صحت پر بھی ہم سے مواخذہ کرتا اور ان اعمال کو درست طریقہ پر انجام نہ دینے سے مواخذہ فرماتا تو اس میں عقلمندوں کے لیے بہت زیادہ نصیحت ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۹۵۔۱۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس شرح کو من وعن اپنی کتاب التوضیح میں نقل کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۳۰۔۵۳۲، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۲۸۔ بَابٌ: حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ دوزخ کو شہوات سے ڈھانپ دیا گیا ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ دوزخ کو شہوات کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا ہے، لہٰذا شہوات کے تقاضوں پر عمل کرنا دوزخ میں گرنے کا سبب ہے۔ اور بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ اور جنت کو تکلیفوں اور مشقتوں کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۸۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کو شہوات کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا ہے اور جنت کو تکلیفوں اور مشقتوں کے ساتھ

ڈھانپ دیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۸۲۲، ۲۸۲۳، سنن ترمذی: ۲۵۵۹، سنن نسائی: ۳۷۶۳، مسند احمد: ۸۷۲۱، سنن دارمی: ۲۸۴۳)

صحیح البخاری: ۶۴۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان حدیث کا جزو ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، اور وہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالزناد کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن ذکوان ہیں، اور اس حدیث کی سند میں الاعرج کا ذکر ہے، وہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" دوزخ کو شہوات کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا ہے" یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ہے اور شہوات کی مذمت میں ہے، ہر چند کہ انسانوں کے نفوس شہوات کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اس میں عبادات اور اطاعات پر برانگیختہ کیا ہے، ہر چند کہ نفوس عبادات اور اطاعات کو ناپسند کرتے ہیں اور ان پر عبادات اور اطاعات دشوار ہوتی ہیں۔ اور جنت کو تکلیف دہ کاموں اور مشقت والے کاموں کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا ہے، پس جنت تک آدمی اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس تکلیف دہ اور مشقت والے کاموں کی وادی کو عبور نہ کر لے۔ اور دوزخ سے اس وقت تک نجات نہیں پا سکتا جب تک کہ شہوات کے تقاضوں کو ترک نہ کر دے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۸۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کا جوامع الکلم میں سے ہونا

یہ حدیث شہوات کی مذمت میں اور اس سے منع کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر برانگیختہ کرنے میں بہت بلیغ ہے اور جوامع الکلم میں سے ہے اگرچہ نفس پر یہ دشوار ہوتا ہے اور نفس کو ناپسند ہوتا ہے، کیونکہ قیامت کے دن صرف جنت اور دوزخ ہوگی اور ان دونوں میں سے کسی ایک میں دخول کے بغیر اور کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا، اس لیے مومن پر واجب ہے کہ ان کاموں میں کوشش کرے جن کی وجہ سے وہ جنت میں داخل ہو جائے اور دوزخ سے دور ہو جائے خواہ یہ اس کے اوپر دشوار ہو، کیونکہ دوزخ پر صبر کرنا نفس پر شاق ہوتا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۳۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۸۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

باب مذکور کی حدیث کی تائید میں ایک اور حدیث

امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن حبان اور امام حاکم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا، پس فرمایا: جنت کی طرف دیکھو، پھر حضرت جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئے، پس کہا: تیری عزت کی قسم! جو بھی جنت کے متعلق سنے گا وہ اس میں داخل ہوجائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو جنت کو پر مشقت کاموں کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا، پھر فرمایا: اب جنت کی طرف رجوع کرو، حضرت جبریل نے رجوع کیا، پس کہا: تیری عزت کی قسم! مجھے یہ خوف ہے کہ اب تو اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہوگا، فرمایا: جا کر دوزخ کو دیکھو، حضرت جبریل نے دوزخ کی طرف دیکھا، پھر لوٹ آئے، پس کہا: تیری عزت کی قسم! دوزخ کے متعلق جو بھی سنے گا تو وہ اس میں داخل نہیں ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس دوزخ کو شہوات کے ساتھ ڈھانپ دو، پھر فرمایا: اب دوزخ کی طرف رجوع کرو، حضرت جبریل نے رجوع کیا، پس کہا: تیری عزت کی قسم! مجھے یہ خوف ہے کہ اس سے تو کسی کو نجات نہیں ہوگی۔

مکارہ اور شہوات کا بیان

اس حدیث میں مکارہ اور مشقت والے کاموں سے مراد وہ کام ہیں جن کا مکلف کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے اور ان کاموں کو بجالائے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان کو ترک کردے جیسا کہ عبادات کو صحیح طریقہ سے انجام دینا اور ان کی حفاظت کرنا اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان سے قولاً اور فعلاً اجتناب کرنا اور ان کے اوپر مکارہ اور پر مشقت کاموں کا اطلاق کیا، کیونکہ ان کاموں پر عمل کرنے والے کو مشقت ہوتی ہے اور اس کے لیے یہ کام مشکل ہوتے ہیں اور ان کاموں میں سے مصیبت پر صبر کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرنا ہے۔ اور شہوات سے مراد دنیا کی وہ چیزیں ہیں جن سے انسان کو لذت حاصل ہوتی ہے اور شریعت نے ان سے منع کیا ہے۔ اور اس لیے کہ شہوات کے تقاضوں پر عمل کرنا ان چیزوں کے ترک کا باعث ہوتا ہے جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اسی کے ساتھ شبہات بھی لاحق ہیں، کیونکہ جب آدمی مشتبہ چیزوں پر عمل کرے تو اس کا خطرہ ہے کہ پھر وہ کسی حرام کام میں مبتلا ہوجائے گا، گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کوئی آدمی جنت تک نہیں پہنچے گا جب تک کہ وہ مشقت والے کاموں کو نہ کرے جن کو مکارہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور دوزخ تک تبھی پہنچے گا جب وہ شہوات کے تقاضوں پر عمل کرے گا، اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حجاب سے ڈھانپ دیا ہے۔ جنت کے اوپر پر مشقت کاموں کا حجاب ڈال دیا ہے اور دوزخ کے اوپر شہوات اور لذیذ چیزوں کا حجاب ڈال دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۴۳۔ ۵۴۴، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۸۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دوزخ پر شہوات کے حجاب کا معنی

حجاب کا یہاں پر معنی ہے احاطہ، یعنی دوزخ شہوات کے تقاضوں پر عمل کرنے کا محل ہے، یعنی جو لوگ صرف شہوات کے

Marfat.com

تقاضوں پر عمل کرتے ہیں مثلاً زنا کی شہوت پر، لواطت کی شہوت پر، شراب نوشی کی شہوت پر، چوری کی شہوت پر، زمین کے اندر اپنی بڑائی حاصل کرنے کی خواہش، زمین میں فساد کرنا اور یہ سب شہوات ہیں۔ اور یہ وہ شہوات ہیں جنہوں نے دوزخ کا احاطہ کیا ہوا ہے اسی لیے دوزخ میں اکثر وہ لوگ داخل ہوں گے جو عیش و عشرت میں مبتلا رہتے ہیں، من مانی کرتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِیْمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِیْنَ ﴿۴۵﴾ (الواقعہ: ۴۱۔۴۵)

اور بائیں طرف والے کیسے برے ہیں بائیں طرف والے O وہ گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے O اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے O جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش O بے شک وہ اس سے پہلے بہت نعمتوں میں تھے O

الواقعہ: ۴۲ میں ''سَمُوْمٍ'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: گرم ہوا، جیسے دنیا میں لو چلتی ہے، یہ گرم ہوا بدن کے مسامات میں داخل ہو جاتی ہے، یہاں اس سے مراد دوزخ کی آگ کی سخت گرمی اور تپش ہے، اور اس آیت میں ''حَمِیْمٍ'' کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: کھولتا ہوا پانی، جب دوزخ کی آگ ان کے جسموں کو جلا دے گی تو یہ کھولتے ہوئے پانی کی پناہ میں آئیں گے جیسے دنیا میں انسان آگ سے گھبرا کر پانی کی طرف دوڑتا ہے تاکہ آگ کی گرمی کا توڑ پانی سے کرے اور وہ کھولتا ہوا پانی ایسا ہوگا ''وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾'' (محمد: ۱۵)۔ (اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، پس وہ ان کی انتڑیاں کاٹ ڈالے گا O)۔ وہ گرم ہوا کی شدت یا دوزخ کی آگ کی تپش سے سائے کی طرف دوڑیں گے جیسے انسان دھوپ کی تپش سے گھبرا کر سائے کی طرف جاتا ہے اور دوزخیوں کا سایا دھواں ہوگا، اس آیت میں ''یحموم'' کا لفظ ہے، لغت میں ''یحموم'' کا معنی ہے: شدید سیاہ، ایک قول یہ ہے کہ یہ لفظ ''حمم'' سے بنا ہے، اس کا معنی ہے کوئلہ، ضحاک نے کہا: دوزخ کی آگ سیاہ ہے، اس کے رہنے والے سیاہ ہیں اور اس کی ہر چیز سیاہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ﴿۱۶﴾ (الاسراء: ۱۶)

اور جب ہم کسی بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتے ہیں، سو وہ ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں، پھر وہ عذاب کے حکم کے مستحق ہو جاتے ہیں، سو ہم ان کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں O

اس آیت پر بہ ظاہر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اصل میں کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے، پھر اس کی بنیاد اور جواز فراہم کرنے کے لیے وہاں کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتا ہے تاکہ وہ ان احکام کی نافرمانی کریں، پھر اللہ تعالیٰ ان پر آسمانی عذاب نازل فرما کر ان کو تباہ و برباد کر دے، اور ان کو تباہ و برباد کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار فرماتا ہے کہ ان پر احکام نازل کیے جائیں اور وہ ان کی خلاف ورزی کریں تاکہ ان پر عذاب نازل کرنے کا جواز مہیا ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش نہیں ہوتا کہ اس کے بندوں کو عذاب میں مبتلا کیا جائے، وہ صرف اس سے راضی ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت اور عبادت کی جائے اور بندوں کو اجر و ثواب دیا جائے، وہ فرماتا ہے:

Marfat.com

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا، اگر تم شکر ادا کرتے رہو اور ایمان پر قائم رہو۔ (النساء: ۱۴۷)

شکر ادا کرنے کا معنی یہ ہے کہ برے کاموں کو ترک کیا جائے اور نیک کاموں کو دوام اور تسلسل کے ساتھ کیا جائے اور تا حیات ایمان کے خلاف کوئی کام نہ کیا جائے۔

بعض انسان دنیا میں اپنے اعمال سے دنیا کی منفعتوں، لذتوں اور دنیا میں اقتدار اور حاکمیت کے حصول کا ارادہ کرتے ہیں، یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں، کیونکہ ان کو یہ خوف ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کی تو ان کی اپنی سرداری اور چودھراہٹ جاتی رہے گی، اللہ تعالیٰ دنیا میں سے جتنا حصہ انہیں دینا چاہے وہ ان کو دے دیتا ہے اور انجامِ کار آخرت میں ان کو جہنم میں داخل کر دے گا اور وہ مذمت کیے ہوئے دھتکارے ہوئے جہنم میں داخل ہوں گے۔

پس اصحاب الشہوات وہ لوگ ہیں جو ان چیزوں میں داخل ہو گئے جن چیزوں سے دوزخ کا احاطہ کیا ہوا ہے اور حجاب ڈالا ہوا ہے حتیٰ کہ وہ دوزخ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ العیاذ باللہ

رہی جنت، تو اس کا معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ نیکی کا عمل ان نفوس کے لیے شاق اور مکروہ ہوتا ہے جو برائی کا حکم دینے والے ہیں، اسی لیے تم اکثر لوگوں کو پاؤ گے کہ خیر کے عمل کے وقت ان کا دل تنگ ہوتا ہے اور وہ اس کو ناپسند کرتے ہیں لیکن یہ خیر کے عمل ان کو جنت تک پہنچاتے ہیں۔

انسان جب اطاعت کے کاموں کا اخلاص کے ساتھ عادی ہو جائے اور ان کی متابعت کرے تو اسے اطاعت اور عبادت ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوتی ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں اور اس کی خطائیں معاف ہوتی ہیں جب وہ تکلیف اور مشقت کے وقت میں پورا پورا وضو کرے یعنی سرد موسم میں۔ انسان اپنے آپ کو ایذاء پہنچانا ناپسند کرتا ہے اور ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے میں اس کو ایذاء پہنچتی ہے لیکن جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی خطائیں معاف ہوں اور اس کے درجات بلند ہوں تو وہ اس تکلیف کو برداشت کرتا ہے۔ یا جیسے انسان حج کے لیے سفر کرے یا جہاد کے لیے سفر کرے تو یہ اس کو طبعاً ناپسند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ اور ہو سکتا ہے کہ تم پر کوئی چیز شاق گزرے اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ (البقرہ: ۲۱۶)

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۴۷ ۳۔۵ ۷ ۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۹۔ بَابٌ: اَلْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ

جنت تم میں سے کسی ایک کے اس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ قریب ہے اور دوزخ بھی اسی طرح ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس باب میں جنت کا بندہ کے ساتھ قرب بیان کیا گیا ہے اور اسی طرح دوزخ کا بھی بندہ کے ساتھ قرب بیان کیا گیا ہے۔یعنی اگر ایسے کام کرے گا جو جنت میں دخول کا موجب ہوں تو جنت میں چلا جائے گا اور اگر ایسے ناجائز کام کرے گا جو دوزخ میں دخول کا موجب ہوں تو دوزخ میں چلا جائے گا۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۸۸۔ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذَلِكَ۔

(مسند احمد: ۳۶۵۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے موسیٰ بن مسعود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور اور الاعمش از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت تم میں سے کسی ایک کے اس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ قریب ہے اور دوزخ بھی اس کے مثل ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے موسیٰ بن مسعود، یہ ابوحذیفہ النہدی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ الثوری ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، یہ ابن المعتمر ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابووائل، یہ شقیق بن سلمہ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔اور یہ تمام رجال کوفی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''شراك النعل'' کا ذکر ہے: یہ وہ جگہ ہے جس میں مرد اپنی انگلی کو داخل کرتا ہے اور اس کا اطلاق ہر اس چمڑے پر ہوتا ہے جس سے قدم کی حفاظت کی جاتی ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ اطاعات اور عبادات جنت کی طرف پہنچاتی ہیں اور معاصی اور گناہ دوزخ کے قریب کرتے ہیں اور معاصی اور گناہ بندہ کو بہت آسان لگتے ہیں تو مومن کو چاہیے کہ وہ خیر کو ترک نہ کرے اور شر پر مداومت نہ کرے، بسا اوقات وہ شر کو آسان سمجھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت سنگین ہوتا ہے، کیونکہ مومن اس نیکی کو نہیں جانتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرماتا ہے اور اس برائی کو نہیں جانتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۸۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ

Marfat.com

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَصْدَقُ بَيْتٍ قَالَهُ الشَّاعِرُ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ۔

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن عمیر از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: سب سے سچا شعر یہ ہے جس میں شاعر نے کہا ہے: ''سنو! ہر وہ چیز جو اللہ کے سوا ہے باطل ہے''۔

(صحیح البخاری: ۳۸۴۱، ۶۱۴۷، ۶۴۸۹، صحیح مسلم: ۲۲۵۶، سنن ترمذی: ۲۸۴۹، سنن ابن ماجہ: ۳۷۵۷، مسند احمد: ۸۸۶۶)

صحیح البخاری: ۶۴۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت

میں نے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس باب میں اس حدیث کو وارد کرنے کی وجہ ذکر کی ہو، اسی وجہ سے علامہ ابن بطال نے اس حدیث کو اس سے پہلے باب میں ذکر کیا ہے۔ پس میں کہتا ہوں: اس فیضِ الٰہی سے جو میرے دل میں واقع ہوا ہے کہ دنیا کی ہر وہ چیز جو اللہ کے ماسوا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف رجوع نہ کرتی ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے قریب ہو جب وہ چیز باطل ہو تو اس کے ساتھ مشغول ہونا جنت سے دور کرنے کا سبب ہے باوجود اس کے کہ جنت بندہ کے اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادات کے معاملات میں مشغول ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے امر میں داخل ہے اور یہ دوزخ سے دور کرتی ہیں حالانکہ دوزخ بندہ کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ قریب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۸۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لبید کا تذکرہ

جس شاعر کا یہ شعر ہے اس کا نام لبید ہے، اور یہ عامر ہیں اور پھر جعفری ہیں اور یہ صحابی ہیں جو مشہور شاعر ہیں اور یہ بنو جعفر بن کلاب کے وفد میں آئے تھے اور اسلام قبول کیا اور اسلام میں اچھے عمل کیے اور جب سے اسلام لائے انہوں نے کوئی شعر نہیں کہا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ شاعر نے اپنے شعر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے، اس سے مخصوص چیزیں مراد ہیں یعنی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت سے دور کرنے والی ہوں وہ چیزیں باطل ہیں ورنہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے قریب کرے وہ باطل نہیں ہے اور شاعر کا ارادہ یہ ہے کہ امرِ دنیا میں سے ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سوا باطل ہے، جو چیز ایسی ہو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف نہ لوٹاتی ہو اور اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب نہ حاصل ہوتا ہو تو وہ باطل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱۰ ص ۱۹۸)

صحیح البخاری: ۶۴۸۸، میں یہ دلیل ہے کہ اطاعات اور عبادات جنت کی طرف پہنچاتی ہیں اور گناہ اور معاصی دوزخ کے قریب

Marfat.com

پہنچاتے ہیں اور وہ بندہ کو بہت آسان لگتے ہیں۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مرد کوئی بات کہتا ہے جو اللہ کی رضا مندی کے متعلق ہوتی ہے اور اس کا دل اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے اس کے لیے اپنی رضا مندی قیامت تک کے لیے لکھ دیتا ہے اور ایک آدمی کوئی بات کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوتی ہے اور اپنے دل کو اس کی طرف متوجہ نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے اس کے متعلق اپنی ناراضگی کو قیامت تک کے لیے لکھ دیتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ:۳۹۶۹،موطا امام مالک ص ۷۰۹)

اسی طرح علامہ داؤدی نے کہا ہے: اللہ کے ماسوا سے مراد وہ ہیں جو انبیاء اور رسل اور فرشتے اور آسمانی کتابوں کے ماسوا ہوں، کیونکہ یہ تمام امور برحق ہیں اور یہ ارادہ کیا ہے کہ جو اللہ کے لیے نہ ہوں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۳۶،ملخصاً وملتقطاً،وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ،قطر ۱۴۲۹ھ)

۳۰۔ بَابٌ: لِيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ وَلَا يَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ

انسان کو چاہیے کہ اپنے سے کم درجہ والے کو دیکھے اور اپنے سے بلند درجہ والے کو نہ دیکھے

۶۴۹۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ مِمَّنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ۔ (صحیح مسلم:۲۹۶۳،مسند احمد:۷۳۶۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ ﷺ، آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اس کی طرف دیکھے جس کو اس کے اوپر مال میں اور جسمانی بناوٹ میں فضیلت دی گئی ہے تو چاہیے کہ اس کی طرف دیکھے جو اس سے کم درجہ کا ہے جو ان میں سے ہے جن پر اس کو فضیلت دی گئی ہے۔

صحیح البخاری:۶۴۹۰،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نیز امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: اس کی طرف دیکھو جو تم سے کم درجہ کا ہے اور اس کی طرف نہ دیکھو جو تم سے بلند درجہ کا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن اویس ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، وہ عبداللہ ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، وہ عبدالرحمٰن ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اس کی طرف دیکھنا چاہیے جو اس سے کم درجہ کا ہے'' تاکہ اس کے اوپر اپنی کی آسان ہو جائے۔

اور جو اللہ تعالیٰ نے اس کو نعمت دی ہے اس کا وہ شکر ادا کرے، یہ دنیاوی امور کے متعلق ہے اور رہا دینی امور کا معاملہ اور وہ امور جن کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے تو آدمی کو چاہیے اس کی طرف دیکھے جو اس سے زیادہ مرتبہ کا ہے تاکہ فضائل کے حصول میں اس کی رغبت زیادہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۹۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے: یہ حدیث خیر کے تمام معانی کی جامع ہے، کیونکہ بندہ جب اپنے رب کی عبادت کرتا ہو اور اس میں کوشش کرتا ہو اور وہ اس شخص کو دیکھے جو اس سے زیادہ عبادت کرتا ہے تو وہ اپنے دل میں یہ چاہے گا کہ یہ بھی عبادت کرے تاکہ اس کے ساتھ لاحق ہو جائے اور پھر وہ ہمیشہ اپنے رب کا زیادہ قرب حاصل کرتا رہے گا۔

اور جو شخص دنیا میں کسی خسیس حال کے اوپر ہو تو وہ غور کرے تو دنیا میں ایسے لوگ ہوں گے جو اس سے زیادہ خسیس حال میں ہوں گے، پس جب وہ اس شخص کو دیکھے گا اور اس پر غور کرے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور زیادہ نعمتیں آشکار ہوں گی، پھر وہ اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے بہتر حال میں رکھا۔ اور یہ نہیں سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نعمتیں کم دی ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۳۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کا طریقہ

امام حاکم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مال داروں کے پاس کم جایا کرو یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کم نہ سمجھو۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس مرض کی دوا ہے، کیونکہ جب کوئی شخص اپنے سے دنیاوی اعتبار سے بڑے مرتبہ کے شخص کو دیکھے گا تو وہ اس سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اس کے دل میں حسد پیدا ہو اور اس کی دوا یہ ہے کہ وہ اپنے سے دنیاوی اعتبار سے کم درجہ کے آدمی کو دیکھے تاکہ یہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا محرک ہو۔

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں جس شخص میں ہوں گی اللہ تعالیٰ اس کو شاکر صابر لکھ دے گا: جو شخص دنیا میں اس کی طرف دیکھے جو اس سے کم درجہ کا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی اس پر حمد کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر اپنا فضل فرمایا ہے۔ اور جو دین میں اس کی طرف دیکھے گا جو اس سے زیادہ مرتبہ کا ہو تو وہ اس کی اقتداء کرے گا اور جس نے دنیا میں اس شخص کو دیکھا جو اس سے زیادہ مرتبہ کا ہے تو وہ اس پر افسوس کرے گا کہ اس کو ایسی نعمتیں نہیں ملیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو شاکر صابر نہیں لکھے گا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۴۵۔۵۴۶، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۴۹۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اگر کسی مرد کو یہ خطرہ ہو کہ مال داروں کے پاس جانے سے وہ ان کے خلاف حسد میں مبتلا ہوگا اور اس کے اوپر جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کو وہ کم سمجھے گا تو پھر اس کو مال داروں کے پاس جانے سے اجتناب کرنا چاہیے ورنہ مال داروں کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۳۷۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ مال داروں کے پاس کم جایا کرو، وہ صحیح اور برحق ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ضرورت کے وقت مال داروں کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ بلاضرورت مال داروں کے پاس نہیں جانا چاہیے۔

(سعیدی غفرلہٗ)

۳۱۔ بَابُ: مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ أَوْ بِسَيِّئَةٍ — جس نے نیک کام کرنے یا برا کام کرنے کا ارادہ کیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب کے عنوان میں ''ھم'' کا لفظ ہے۔ اس کا معنی ہے: دل کا کسی کام کے کرنے کو ترجیح دینا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۹۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا جَعْدُ بْنُ دِينَارٍ أَبُو عُثْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً۔

(صحیح مسلم: ۱۳۱، مسند احمد: ۲۸۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جعد بن دینار ابو عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء العطاردی نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں کو لکھ کر مقدر کر دیا ہے، پھر ان کا بیان فرما دیا ہے، سو جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس سے لے کر سات سو نیکیوں بلکہ اس سے بھی بڑھا کر لکھ دیتا ہے۔ اور جس نے برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کی ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے۔ اور اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا اور اس پر

Marfat.com

عمل کرلیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک برائی لکھ دیتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس نے نیکی یا برائی کا ارادہ کیا'' اور اس جملہ کا بعینہ حدیث میں ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو معمر کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عمرو بن الحجاج المنقری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالوارث کا ذکر ہے، یہ ابن سعید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں جعد کا ذکر ہے، ان کی کنیت ابو عثمان الرازی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابورجاء کا ذکر ہے، ان کا نام عثمان بن تمیم العطاردی ہے اور یہ تمام راوی بصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں''۔ اس میں یہ بیان ہے کہ یہ حدیث احادیثِ قدسیہ میں سے ہے یا واقعہ کا بیان ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ اور رب عزوجل نے فرمایا کہ اس نے نیکیوں کو مقدر کر دیا اور اسی طرح برائیوں کو بھی مقدر کر دیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ یہ قاعدہ باطل ہے کہ حسن اور قبح عقلی ہیں اور افعال اپنی ذات میں قبیح یا حسن نہیں ہوتے بلکہ حسن اور قبح شرعی ہیں حتیٰ کہ اگر شارع اس کے برعکس ارادہ کرے تو برعکس ہو جائے گا یعنی اگر نماز سے منع فرمادے تو وہ قبیح ہو جائے گی اور زنا کا حکم دے تو وہ حسن ہو جائے گا، اور اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ نماز فی نفسہٖ حسن ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منع نہیں کرے گا اور زنا فی نفسہٖ قبیح ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا حکم نہیں دے گا، اور شارع علیہ السلام کاشف اور مبیّن ہیں مثبت نہیں ہیں اور ان کا اس کے برعکس حکم دینا جائز نہیں ہے۔

حسن اور قبح کے عقلی اور شرعی ہونے کی تحقیق

میں کہتا ہوں: اشاعرہ اور ماتریدیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ اشیاء کا حسن اور قبح عقلی ہے یا شرعی ہے، اشاعرہ کہتے ہیں کہ حسن اور قبح شرعی ہے، اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ حسین ہے اور جس چیز سے منع فرمایا ہے وہ قبیح ہے، اپنی ذات میں کوئی کام اچھا ہے نہ برا ہے۔ سچ بولنا اس لیے اچھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کا حکم دیا اور جھوٹ بولنا اس لیے برا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے کا حکم دیتا تو وہ اچھا ہوتا اور سچ بولنے سے منع فرماتا تو وہ برا ہوتا، لہٰذا اشیاء کا حسن اور قبح شرعی ہے۔

ماتریدیہ کہتے ہیں کہ اس طرح نہیں ہے۔ سچ بولنا، عبادت کرنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا یہ سب اپنی ذات میں اچھے کام تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا حکم دیا ہے۔ اور جھوٹ بولنا، کفر کرنا اور زنا کرنا یہ کام اپنی ذات میں برے اور قبیح تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے منع فرمایا، لہٰذا اشیاء کا حسن اور قبح شرعی نہیں ہے عقلی ہے۔

Marfat.com

حسن و قبح کے عقلی ہونے کے دلائل

ماتریدیہ کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳۲)

اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے O

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے زنا سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ وہ بے حیائی ہے اور برا طریقہ ہے۔ زنا برا طریقہ اس لیے ہے کہ زنا کی وجہ سے نسب محفوظ نہیں رہتا اور یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون شخص کس کا بیٹا ہے اور کس کے نسب سے ہے، اس لیے افزائش نسل کے لیے زنا کرنا برا طریقہ ہے۔ اور جو کام فی نفسہٖ بے حیائی ہو اور برا طریقہ ہو اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا حکم دینا محال ہے۔ نیز ماتریدیہ کی دلیل یہ آیت بھی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ (المائدہ: ۹۰۔۹۱)

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں سے ہیں، سو تم ان سے اجتناب کرو تا کہ تم کامیاب ہو O شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو O

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خمر (انگور کی شراب) پینے سے منع فرمایا ہے اور شرط لگا کر جوا کھیلنے سے منع فرمایا ہے اور ان کی حسب ذیل خرابیاں بیان فرمائی ہیں:

(۱) خمر ناپاک ہے (۲) شیطان کے عمل سے ہے (۳) خمر اور جوئے کی وجہ سے شرابی ایک دوسرے سے عداوت رکھتے ہیں اور بغض رکھتے ہیں، اسی طرح جوئے میں بھی ہارنے والا جیتنے والے سے عداوت اور بغض رکھے گا (۴) اور اس میں مشغول ہونا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور نماز سے روکتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان خرابیوں کی وجہ سے خمر اور جوئے کو حرام فرمایا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ (البقرہ: ۲۱۹)

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے (بھی) ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدہ سے زیادہ بڑا ہے۔

اس آیت میں بھی ماتریدیہ کی دلیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو حرام فرمایا اور بتایا کہ ہر چند کہ اس میں کچھ فائدہ بھی ہے لیکن اس کا نقصان اس کے فائدہ سے زیادہ ہے۔ اور نقصان زیادہ ہونے کی وجہ سے شراب اور جوئے کو حرام فرما دیا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا

اور آپ سے حیض کا حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ وہ گندگی

Marfat.com

النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ (البقرہ:۲۲۲) ہے، سو عورتوں سے حالتِ حیض میں الگ رہو اور ان سے عمل زوجیت نہ کرو حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں۔

لوگ آپ سے سوال کرتے تھے کہ جب بیوی ایام حیض میں ہو تو اس سے مجامعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ گندگی ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ حالتِ حیض میں بیوی سے مجامعت کرنے کی قباحت عقلی ہے، چونکہ یہ گندا کام تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا ہے۔

نیز ماتریدیہ کی دلیل یہ آیت بھی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۗ (العنکبوت:۴۵) بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کی یہ خوبی بیان فرمائی ہے کہ نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے اور یہ نماز کا حسنِ عقلی ہے۔ اور نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا ہوتا ہے اور منعم کا شکر ادا کرنا یہ بھی حسنِ عقلی ہے۔

واضح رہے کہ اکثر فقہائے احناف ماتریدی ہیں اور اکثر فقہائے شافعیہ اشعری ہیں اور علامہ کرمانی چونکہ شافعی ہیں اس لیے انہوں نے حسن و قبح کے شرعی ہونے کو بیان کیا ہے، علامہ بدرالدین عینی چونکہ حنفی ہیں اس لیے انہیں چاہیے تھا کہ وہ حسن و قبح عقلی ہونے پر دلائل پیش کرتے لیکن ان کی طرف سے یہ فریضہ اس ناکارہ نے سرانجام دیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں مذکور ہے "پس جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے"۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس نیکی کو لکھ دیں، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نیکی کو اس کے لیے مقدر کر دیا ہے اور کراماً کاتبین اس تقدیر کو جان لیتے ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "اگر اس نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل کر لیا تو وہ نیکی دس گنا لکھ دی جاتی ہے"۔

جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (الانعام:۱۶۰) جو شخص اللہ کے پاس ایک نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس جیسی دس نیکیوں کا اجر ہوگا، اور جو شخص ایک برائی لے کر آئے گا اس کو صرف ایک برائی کی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا O

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اس کی وہ نیکی سات سو گنا تک لکھ دی جاتی ہے اور اس کو دگنا بھی کر دیا جاتا ہے"، جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ:۲۶۱) جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس نے سات ایسے خوشے اگائے کہ ہر خوشے میں سات سو دانے ہیں، اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے ان کو دگنا کر دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے O

Marfat.com

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ جب نیکی کا ارادہ اس لیے معتبر ہوتا ہے کہ وہ دل کا فعل ہے تو چاہیے کہ برائی کے ارادہ کا بھی اسی طرح اعتبار کیا جائے کیونکہ وہ بھی دل کا فعل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے: یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے ان کے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا یہ فضلِ عظیم نہ ہوتا تو جنت میں کوئی شخص نہیں داخل ہو سکتا تھا، اس لیے کہ بندوں کی برائیوں کی تعداد نیکیوں سے بہت زیادہ ہوتی ہے، پس اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر یہ لطف و کرم فرمایا کہ ان کی نیکیوں کو تو دگنا چوگنا کر دیا اور برائیوں کو دگنا چوگنا نہیں کیا بلکہ ایک برائی کی اتنی سزا رکھی جتنی ایک برائی کی سزا ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض برائیوں کی سزا تو دگنی بھی ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ذکر ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۳۰)

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جس نے بھی (بالفرض) کھلی ہوئی معصیت کا کام کیا، اس کو دہرا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے O

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ازواجِ مطہرات کا مقام اور مرتبہ عام مسلمانوں سے بہت زیادہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے مواخذہ بھی عام مسلمانوں کی بہ نسبت بہت زیادہ رکھا ہے۔ لیکن ازواجِ مطہرات کی ایک معصیت کا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مواخذہ ہے ان سے وہ ایک مواخذہ ہی کیا جائے گا دو مواخذے نہیں کیے جائیں گے۔

اس کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ عام مسلمان اگر بھولے سے کوئی نافرمانی کرے تو اس سے مواخذہ نہیں ہوتا لیکن حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھولے سے ممنوعہ درخت سے کھا لیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝ (طٰہٰ: ۱۱۵)

اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا، پس وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا (نافرمانی کرنے کا) قصد نہیں پایا O

پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے سخت مواخذہ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (الاعراف: ۲۲-۲۴)

پس جب (حضرت آدم و حوا علیہما السلام) دونوں نے اس درخت سے چکھا تو ان کی شرم گاہیں ان کے لیے ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑنے لگے اور ان کے رب نے ان سے پکار کر فرمایا: کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور تم دونوں سے یہ نہ فرمایا تھا کہ بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے O دونوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے O فرمایا: اترو، تم

Marfat.com

میں سے بعض، بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لیے زمین میں
ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانا ہے O

اس لیے کہا جاتا ہے کہ جس کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے اس سے مواخذہ بھی شدید ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا: بے شک تم اس زمانہ میں ہو کہ تم میں سے جس نے کسی ایک حکم پر دسواں حصہ بھی عمل نہیں کیا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ پھر بعد میں ایسا زمانہ آئے گا کہ جس نے ان احکام میں سے دسواں حصہ بھی عمل کرلیا تو اس کی نجات ہو جائے گی۔ (سنن ترمذی: ۲۲۶۷)

کیونکہ صحابہ کرام کا مرتبہ بہت زیادہ تھا، انہوں نے اپنے سامنے نبوت کو چلتے پھرتے دیکھا اور سینکڑوں معجزات کا مشاہدہ کیا، نگاہِ رسالت نے ان کی تربیت کی اور ان کا اجر اتنا زیادہ رکھا کہ اگر وہ تھوڑے سے جو بھی صدقہ کردیں تو اس کا اجر بعد والوں کے احد پہاڑ جتنے صدقہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور جس نے حالتِ ایمان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا یا ایک ساعت آپ کی ہم نشینی کی تو بعد کے لوگوں میں سے کوئی شخص خواہ کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرلے وہ صحابی رسول کے برابر نہیں ہو سکتا۔ تو جب ان کا اجر اتنا زیادہ رکھا تو ان سے مواخذہ بھی بہت شدید رکھا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

''عزم'' اور ''ھم'' کے مباحث (''ھم'' کا معنی ہے: کسی فعل کو ترجیح دینا)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے ''جب بندہ برائی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ برا کام نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب بندہ نے برائی کا ارادہ کیا اور اس برائی کو نہیں کیا تو زیادہ سے زیادہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ اس کی وہ برائی نہ لکھی جاتی۔ اس کی نیکی کس طرح لکھ دی جاتی ہے۔

اس کا یہ جواب ہے کہ برائی سے باز رہنا بھی نیکی ہے۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص بیس سال نماز پڑھنے کے بعد بھی ایک نماز کو ترک کرنے کا عزم کرے تو وہ اسی حال میں نافرمان قرار پائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عزم ہے۔ عزم کا معنی ہے کہ کوئی شخص کسی کام کو کرنے کی پختہ نیت کرلے اور حدیث میں جو ذکر ہے وہ نیکی کا ''ھم'' ہے یا برائی کا ''ھم'' ہے۔ یعنی وہ نیکی کے کام کو ترجیح دے یا برائی کے کام کو ترجیح دے اور نیکی کو کرنے کی یا برائی کو کرنے کی نیت اور عزم نہ کرے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے: جب کوئی بندہ اپنے دل میں معصیت کی تحسین کرے تو اس سے مواخذہ نہیں کیا جاتا لیکن جب اس معصیت کا عزم کرلے تو پھر وہ حدیثِ نفس کے مرتبہ سے نکل جاتا ہے، پھر وہ دل کا عمل ہو جاتا ہے۔ پس اگر وہ کسی فعل کو کرنے کی نیت کرلے تو اس وقت وہ معصیت کا اور گناہ کا مرتکب ہوگا۔ اور ''ھم'' اور عزم میں فرق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کے دوران نماز کے توڑنے کا ''ھم'' کرے یعنی نماز کے توڑنے کے قصد کو ترجیح دے لیکن نماز کو توڑنے کی نیت نہ کرے تو اس سے اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ لیکن اگر وہ نماز کو توڑنے کا عزم کرلے اور اس کی نیت کرلے تو پھر اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

Marfat.com

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ کوئی بندہ برائی کا ارادہ کرے اور پھر اس برائی کو نہ کرے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے اس برائی کو ترک کرنے کا ارادہ کرے لیکن اگر کسی شخص نے اس پر جبر کیا اور اس نے حالتِ جبر میں برائی کو ترک کیا تو پھر اس برائی کے ترک کرنے کو نیکی قرار نہیں دیا جائے گا اور وہ اس حدیث کی عبارت میں داخل نہیں ہے۔

اور علامہ طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان لوگوں کے قول کی تصحیح اور تصویب ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ کراماً کاتبین بندہ کی نیکی یا برائی کے ارادہ کو لکھ لیتے ہیں اور اسی طرح وہ بندہ کی نیکی یا برائی کے اعتقاد کو بھی لکھ لیتے ہیں اور علامہ طبری نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جن کا یہ زعم ہے کہ کراماً کاتبین صرف اسی عمل کو لکھتے ہیں جو بندہ کا عمل ظاہر ہو اور سنائی دے اور وہ بندہ کے دل کے ارادہ پر مطلع نہیں ہوتے۔

فرشتے بندہ کے دل کے افعال پر کس طرح مطلع ہوتے ہیں؟

پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فرشتے غیب کے عالم تو نہیں ہیں، پس انہیں بندہ کے دل کے ارادہ کا کیسے پتا چل جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں یہ آیا ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس بندہ سے پاکیزہ اور پسندیدہ خوشبو نکلتی ہے اور جب بندہ برائی کا ارادہ کرتا ہے اور برے کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے ناگوار بدبو نکلتی ہے تو فرشتے اس خوشبو یا بدبو سے اس کے نیکی یا برائی کے ارادہ کو پہچان لیتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: جس حدیث کو امام طبری نے بیان کیا ہے اس کی ابو معشر المدنی نے روایت کی ہے۔ اور عنقریب کتاب التوحید میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت آئے گی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب میرا بندہ کسی برے کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو تم اس کو اس وقت تک نہ لکھو حتیٰ کہ وہ اس برائی پر عمل کر لے۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فرشتہ آدمی کے دل کے احوال پر یا تو اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے سے مطلع ہوتا ہے اور یا اللہ تعالیٰ اس میں ایسا علم پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ بندہ کے دل کے افعال اور احوال پر مطلع ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۱۔ ۱۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۹۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نیکی اور برائی کے ''ھم'' کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کا فضل

اس حدیث شریف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل کی مقدار کو بیان فرمایا ہے بایں طور کہ بندہ اگر نیکی کا ''ھم'' کرے یعنی نیکی کو ترجیح دینے کا قصد کرے اور خواہ وہ نیک کام نہ کرے پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کو بندہ کی نیکی قرار دیتا ہے اور اگر وہ برائی کا ''ھم'' کرے یعنی برائی کے فعل کو ترجیح دے خواہ اس کا عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بندہ کی نیکی قرار دیتا ہے۔ اور اگر وہ برائی کا ارتکاب کرلے تو اس کی ایک برائی لکھی جاتی ہے اور اگر وہ نیکی کا عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو دس نیکیاں قرار دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا یہ فضلِ عظیم نہ ہوتا تو کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوتا کیونکہ بندہ کی برائیاں اس کی نیکیوں سے زیادہ ہوتی ہیں، سو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ لطف کیا کہ اس کی نیکیوں کو تو دگنا چوگنا کر دیا اور اس کی برائیوں کو دگنا چوگنا نہیں کیا۔ اور نیکیوں کے ارادہ کو نیکی قرار دیا کیونکہ نیکی کا ارادہ بندہ کے دل کا فعل ہے۔

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو بندہ برائی کا ارادہ کرے اور برائی نہ کرے تو چاہیے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کی برائی نہ لکھتا تو اس کی برائی نہ کرنے کو نیکی کس طرح لکھا جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس طرح ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل حدیث میں برائی سے رکنے کو بھی صدقہ فرمایا ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری نے حدیث بیان کی از والد خود از جدِ خود، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے، صحابہ نے پوچھا: پس اگر وہ (کوئی چیز) نہ پائے؟ آپ نے فرمایا: پس وہ اپنے ہاتھوں سے کوئی کام کر کے اس کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے، صحابہ نے پوچھا: اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے یا نہ کر سکے، آپ نے فرمایا: پھر وہ ضرورت مند مظلوم کی مدد کرے، صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ یہ نہ کر سکے؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ خیر کا حکم دے یا فرمایا: نیکی کا حکم دے، راوی نے کہا: اگر وہ یہ نہ کر سکے؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ برائی سے باز رہے، کیونکہ یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۰۲۲، صحیح مسلم: ۱۰۰۸، سنن نسائی: ۲۵۳۸، مسند احمد: ۱۹۰۳۷، سنن دارمی: ۲۷۴۷)

فرشتوں کو بندہ کے دل کے افعال کا کیسے علم ہوتا ہے؟

یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے ایسی علامت مقرر کر دی ہو جس سے ان کو بندہ کے دل کے افعال کا علم ہو جائے جیسے اللہ تعالیٰ نے بہ کثرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے علمِ غیب کی سبیل مہیا فرمادی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے بنی اسرائیل سے کہا:

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْــــَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران: ۴۹)

اور وہ بنو اسرائیل کی طرف رسول ہوگا (یہ کہتا ہوا) کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں، میں تمہارے لیے مٹی سے پرندہ کی طرح ایک صورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے والی ہو جاتی ہے اور میں اللہ کے اذن سے مادرزاد اندھے اور برص زدہ کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے اذن سے مردہ کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں اس چیز کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو، اگر تم مومن ہو تو بے شک ان سب چیزوں میں تمہارے لیے قوی نشانی ہے O

اور بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ کثرت علمِ غیب کی خبریں دی ہیں۔ تو اس میں کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کہ ابنِ آدم کے ساتھ جو لکھنے والے فرشتے مقرر کیے گئے ہوں ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی سبیل مقرر کر دی ہو جس سے انہیں بنو آدم

Marfat.com

کے دلوں میں نیک کام کرنے اور برے کام کرنے کا علم ہو جائے اور فرشتے اس کو لکھ لیتے ہوں جب وہ اپنے دل میں کسی نیک کام کا ارادہ کرے یا اس کا عزم کرے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۹۹۔ ۲۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۹۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دل کے افعال پر مواخذہ ہونے کے دلائل

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (النور:۱۹)

بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے O

جو لوگ اس سے محبت رکھتے ہوں کہ مومنوں میں بے حیائی کی بات پھیلے تو یہ محبت رکھنا ان کے دل کا فعل ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل کے افعال پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۝ (الحجرات:۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور نہ تم (کسی کے متعلق) تجسس کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اس کو ناپسند کرو گے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

اس آیت میں بدگمانی کرنے اور تجسس کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ دل کے افعال ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل کے افعال پر مواخذہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝ (البقرہ:۲۳۵)

اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے (ان سے) عقد نکاح کا عزم نہ کرو اور یقین رکھو کہ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے، سو اس سے ڈرتے رہو، اور یقین رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی عورت کی عدت کے ایام میں اس عورت کو نکاح کا پیغام دینے سے منع فرمایا ہے اور یہاں تک فرمایا کہ عدت کے دوران تم اس کو نکاح کا پیغام دینے کا عزم بھی نہ کرو حتیٰ کہ عدت پوری ہو جائے۔ اور عزم کرنا دل کا فعل ہے، اس

Marfat.com

سے معلوم ہوا کہ دل کے افعال پر مواخذہ ہوتا ہے۔ اور اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے، سوتم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اسی طرح احادیث میں بھی دل کے افعال پر مواخذہ کا ثبوت ہے:

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں اس مرد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کے لیے روانہ ہوا، سو مجھے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ملے، پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ میں نے کہا: میں اس مرد کی مدد کروں گا (اس وقت حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ جاری تھی اور احنف بن قیس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے جانا چاہتے تھے) تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: واپس آجاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں کو ٹکرائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو قاتل ہے، پس مقتول (کے دوزخی ہونے) کی کیا وجہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بھی تو اپنے صاحب کے قتل پر حریص تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۱، صحیح مسلم: ۲۸۸۸، سنن نسائی: ۴۱۲۰، سنن ابوداؤد: ۴۲۶۸، سنن ابن ماجہ: ۳۹۶۵، مسند احمد: ۱۹۹۹۵)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ جو شخص اپنے صاحب کے قتل پر حریص ہو تو وہ بھی دوزخ میں جائے گا، حالانکہ حرص دل کا فعل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دل کے افعال پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔

نیز ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گمان کرنے سے بچو کیونکہ گمان کرنا سب سے جھوٹی بات ہے اور تجسس نہ کرو اور (کسی کے حالات جاننے کے لیے) تفتیش نہ کرو اور کسی سے حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۶۰۶۴)

نیز علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کسی مسلمان سے حسد کرنا اور مسلمانوں کو حقیر جاننا اور کسی مکروہ چیز کا ارادہ کرنا یہ اعمال قلوب میں سے ہیں اور ان سب پر مواخذہ ہوتا ہے۔

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں جو وسوسے آتے ہیں ان پر مواخذہ نہیں ہوتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان باتوں سے درگزر فرمایا ہے جو ان کے دلوں میں آتی ہیں جب تک وہ ان پر عمل نہ کریں یا ان کے مطابق کلام نہ کریں۔

(صحیح البخاری: ۵۲۶۹، صحیح مسلم: ۱۲۷، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۹، سنن ترمذی: ۱۱۸۶، سنن نسائی: ۳۴۳۱، مسند احمد: ۹۵۰۳)

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ حدیثِ نفس پر مواخذہ نہیں ہوتا اور حدیثِ نفس سے مراد یہ ہے کہ دل میں کسی کام کا خیال آئے اور دل اس کام کی تحسین کرے اور اس کی طرف ترغیب دے تو اس پر مواخذہ نہیں ہوتا، لیکن جب آدمی دل سے اس کام کا عزم کرلے تو پھر اس پر مواخذہ ہوگا جیسا کہ قرآن مجید کی آیت البقرہ: ۲۳۵ میں ہے کہ دورانِ عدت کسی کو نکاح کا پیغام دینے کا عزم نہ کرو۔ سو عزم سے منع کیا گیا ہے اور وہ دل کا فعل ہے، ہاں حدیثِ نفس پر مواخذہ نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل سے پختہ ارادہ نہ کرے۔ سو اگر کسی گناہ کا خیال دل میں آئے اور نفس اس کی طرف راغب بھی ہو اور اس کی تحسین کرے

Marfat.com

اور اس کی طرف ترغیب دے تو اس پر مواخذہ نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اس گناہ کا عزم نہیں کرے گا۔

اسی طرح اگر دل میں نیک کاموں کا خیال آئے اور ان کا بندہ عزم کرے تو اس پر اجر ملتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو اور بہترین اللہ کا ذکر وہ ہے جو مخفی ہو۔ (مسند احمد: ج ۱ ص ۱۷۲، صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۹۱، شعب الایمان ج ۱ ص ۴۰۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو جس کو فرشتے بھی نہیں سنتے اور یہ اس ذکر پر ستر درجے افضل ہے جس کو فرشتے سنتے ہیں۔ (مسند ابو یعلیٰ ج ۸ ص ۱۸۲)

اس سے معلوم ہوا کہ دل کے افعال پر ثواب بھی مرتب ہوتا ہے اور دل کے افعال پر عذاب بھی مرتب ہوتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۴۰۔ ۵۴۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۳۲۔ بَابٌ: مَا يُتَّقَى مِنْ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ — گناہوں کو معمولی سمجھنے سے اجتناب کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ گناہوں کو معمولی سمجھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! گناہوں کو معمولی سمجھنے سے بچو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اس کی طرف سے مطالبہ ہوگا۔ اس حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور محقرات، محقرۃ کی جمع ہے، یہ وہ گناہ ہیں جن کو ان کا کرنے والا حقیر سمجھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُونَ أَعْمَالًا هِيَ أَدَقُّ فِي أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعَرِ إِنْ كُنَّا لَنَعُدُّهَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْمُوبِقَاتِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يَعْنِي بِذَلِكَ الْمُهْلِكَاتِ۔ (مسند احمد: ۱۲۱۹۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از غیلان از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ بے شک تم ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں بال سے زیادہ باریک ہوتے ہیں اور بے شک ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ان کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے شمار کرتے تھے۔

امام ابو عبد اللہ نے کہا کہ "موبقات" سے مراد "مہلکات" ہے۔

صحیح البخاری: ۶۴۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت معنوی طور پر ثابت ہے یعنی جب گناہوں کو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ ہلاک کرنے والے ہیں تو پھر ان سے بندہ اجتناب کرے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک الطیالسی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مہدی، یہ ابن میمون الازدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے غیلان، یہ ابن جریر ہیں۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ یہ غیلان بن جامع ہیں اور یہ صراحۃً غلط ہے، اس لیے کہ غیلان بن جریر اہلِ بصرہ میں سے ہیں اور غیلان بن جامع کوفی ہیں جو کوفہ کے قاضی تھے اور اس سند کے تمام رجال بصری ہیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

اس حدیث کا معنی قرآن مجید کی اس آیت کی طرف راجع ہے:

وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ۝ اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے ہو حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت سنگین بات تھی O (النور: ۱۵)

اور صحابہ کرام صغیرہ گناہوں کو بھی مہلکات میں شمار کرتے تھے، کیونکہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ خوف تھا۔ اور وہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب نہیں کرتے تھے اور جب آدمی بہت زیادہ گناہوں کو معمولی سمجھے تو پھر وہ گناہ کبیرہ ہو جاتے ہیں کیونکہ صغیرہ پر اصرار اس کو کبیرہ بنا دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۹۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گناہوں کو معمولی نہ سمجھنے کے متعلق دلائل

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین ظاہری اور صورتاً جھوٹ بولے تھے: ایک یہ تھا کہ انہوں نے اپنی بیوی حضرت سارہ کے متعلق کہا کہ یہ میری بہن ہے حالانکہ ان کا یہ کلام حقیقت میں جھوٹ نہ تھا کیونکہ اس وقت روئے زمین پر حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی مومن نہیں تھا اور ان کی مراد یہ تھی کہ وہ ان کی دینی بہن ہیں۔ اسی طرح جب کفار نے ان کو میلے میں چلنے کے لیے کہا تو انہوں نے کہا کہ میں بیمار ہوں، ان کی مراد یہ تھی کہ تمہاری گمراہی اور بت پرستی کی وجہ سے مجھے رنج اور تکلیف ہے اور یہ بھی جھوٹ نہیں تھا۔ اسی طرح جب انہوں نے قوم کے بتوں کو توڑ دیا اور صرف بڑے بت کو باقی رکھا اور قوم نے آ کر پوچھا کہ ان بتوں کو کس نے توڑا ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ان کا بڑا بت تو یہاں موجود ہے ان سے پوچھو اگر یہ بول سکتے ہیں تو۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کلام بھی جھوٹ نہیں تھا لیکن جب حشر کے دن لوگ ان کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے تو ان کو اپنے یہ تین ظاہری جھوٹ یاد آئیں گے اور وہ شفاعت کرنے سے گریز کریں گے اور یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمالِ خوف ہے۔ اسی طرح کاملین اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور ان سے کوئی معمولی غلطی بھی ہو جائے تو

وہ اس کو بہت سنگین سمجھتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے وہ جس چیز پر چاہے مواخذہ فرما سکتا ہے۔ وہ چاہے تو ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے ساری عمر کے گناہوں کو بخش دے، اور وہ چاہے تو ایک بلی کو باندھ کر بھوکا پیاسا رکھنے کی وجہ سے ایک عورت کو دوزخ میں ڈال دے، سو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

ابن وہب از عمرو بن حریث از یزید بن ابی حبیب از اسلم بن عمران روایت کرتے ہیں، انہوں نے ابوایوب سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ ایک آدمی کوئی نیک کام کرتا ہے اور اس پر اعتماد کر لیتا ہے اور گناہوں کو معمولی سمجھتا ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے گناہوں نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہوگا۔ اور ایک مرد کوئی برا کام کرتا ہے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ امن میں ہوگا۔

اور اسد بن موسیٰ نے از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: تم گناہوں کو معمولی سمجھنے سے اجتناب کرو، کیونکہ یہ گناہ جمع ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ گناہ کرنے والوں کو ہلاک کر دیں گے۔

ابوعبدالرحمٰن الحبلی نے کہا ہے: اس شخص کی مثال جو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہے اور صغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس شخص کی طرح ہے جس کو ایک درندہ ملا وہ اس سے بچ گیا، پھر اس کو ایک نر اونٹ ملا وہ اس سے بھی بچ گیا، پھر اس کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا اور اس کو درد پہنچایا، پھر دوسری چیونٹی نے کاٹا، پھر تیسری چیونٹی نے کاٹا حتیٰ کہ کئی چیونٹیوں نے اس کو کاٹ کر بے ہوش کر دیا، وہ اسی طرح ہے جو مرد کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اور صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے تو تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ صغیرہ گناہوں پر عذاب دیتا ہے تو تم اس سے دھوکہ میں نہ آؤ۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۴۷۔۵۴۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۳۳۔ بَابٌ: الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ وَمَا يُخَافُ مِنْهَا — اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے اور خاتمہ سے ڈرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اعمال کا مدار خاتمہ اور انجام پر ہے۔

صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ خاتم میں تاء پر زبر بھی ہے اور تاء کے نیچے زیر بھی ہے، پھر کہا: اس کی جمع خواتیم ہے۔

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ کا رد فرماتے ہیں: یہ عجیب تصرف ہے کیونکہ علامہ ابن ملقن نے یہاں پر یہ گمان کیا ہے کہ خواتیم یہاں پر اس خاتم کی جمع ہے جس کو پہنا جاتا ہے یعنی انگوٹھی، حالانکہ اس کا یہاں پر کوئی دخل نہیں ہے۔ یہاں خواتیم سے وہ اعمال مراد ہیں جن اعمال کو کرتے کرتے مرد کی موت واقع ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۴،

Marfat.com

دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۹۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ الْأَلْهَانِيُّ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ نَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى رَجُلٍ يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِينَ وَكَانَ مِنْ أَعْظَمِ الْمُسْلِمِينَ غَنَاءً عَنْهُمْ فَقَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا فَتَبِعَهُ رَجُلٌ فَلَمْ يَزَلْ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى جُرِحَ فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَقَالَ بِذُبَابَةِ سَيْفِهِ فَوَضَعَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ فَتَحَامَلَ عَلَيْهِ حَتَّى خَرَجَ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ فِيمَا يَرَى النَّاسُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ لَمِنْ أَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ فِيمَا يَرَى النَّاسُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِخَوَاتِيمِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش الالھانی الحمصی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک مرد کو دیکھا جو مشرکین سے قتال کر رہا تھا، اور مسلمانوں کے نزدیک وہ شخص ان سے بہت زیادہ دفاع کرنے والا تھا، تو آپ نے فرمایا: جو شخص اس مرد کو دیکھنا چاہے جو اہلِ دوزخ میں سے ہو تو وہ اس مرد کو دیکھ لے، پھر ایک شخص اس مرد کے پیچھے پیچھے رہا اور اسی طرح اس کا پیچھا کرتا رہا حتیٰ کہ وہ مرد زخمی ہو گیا، اس نے موت کو جلدی طلب کیا اور اس نے تلوار کی نوک کو اپنے دو پستانوں کے درمیان رکھ کر اپنے آپ کو اس تلوار پر گرا دیا حتیٰ کہ وہ تلوار اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سے نکل گئی، تب نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک بندہ ضرور عمل کرتا ہے اور لوگ اس کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ یہ اہلِ جنت کا عمل کر رہا ہے اور بے شک وہ اہلِ دوزخ میں سے ہوتا ہے، اور ایک بندہ عمل کرتا رہتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ دوزخیوں کے سے عمل کر رہا ہے اور وہ اہلِ جنت سے ہوتا ہے، اعمال کا دار و مدار تو خاتمہ پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۹۸، ۴۲۰۲، ۴۲۰۷، ۶۴۹۳، ۶۶۰۷، صحیح مسلم: ۱۱۲، مسند احمد: ۲۲۳۰۶)

صحیح البخاری: ۶۴۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے، کیونکہ اس حدیث میں اس مرد کا ذکر ہے جو بہ ظاہر جہاد کر رہا تھا لیکن حقیقت میں وہ اہلِ دوزخ میں سے تھا کیونکہ اس نے انجام کار خودکشی کر لی تھی، اس لیے اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عیاش کا ذکر ہے، یہ الحمصی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوغسان کا ذکر ہے، یہ محمد بن مطرف

Marfat.com

ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ابوحازم کا ذکر ہے، یہ سلمہ بن دینار ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجہاد کے باب ''لایقال فلان شهید'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے اور یہ حدیث کتاب المغازی میں بھی گزری ہے اور عنقریب کتاب القدر میں بھی آئے گی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''جو ایسے مرد کی طرف دیکھنا چاہے جو اہلِ دوزخ میں سے ہو''اس مرد کا نام قزمان تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''کان من اعظم المسلمین غناء عنهم ''یعنی مسلمانوں کے نزدیک وہ مرد مسلمانوں کی طرف سے بہت زیادہ مدافعت کرنے والا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''بذبابة'' ذبابة کا معنی ہے: تلوار کی ایک طرف، اس مرد نے تلوار کی ایک طرف کو اپنے پستانوں کے درمیان رکھ کر اس پر زور دیا اور وہ تلوار اس کے آر پار ہو گئی۔

بہ ظاہر اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جو مرد مسلمانوں کی طرف سے جہاد کر رہا تھا اور وہ خودکشی کر کے مر گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو جہنمی فرمایا۔اس پر یہ اعتراض ہے کہ خودکشی کرنا تو گناہِ کبیرہ ہے تو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ تو دوزخ میں نہیں رہتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے باطن میں اس کے کفر پر مطلع تھے، اس وجہ سے آپ نے فرمایا کہ وہ اہلِ دوزخ میں سے ہے، یا اس شخص نے خودکشی کو حلال سمجھ کر اپنے آپ کو قتل کیا تھا، تو پھر وہ حرام کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر ہو گیا اور کافر اہلِ دوزخ میں سے ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۹۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواتیم اعمال کو بندوں سے مخفی رکھنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے بندوں سے ان کے اعمال کے خواتیم کو مخفی رکھا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے اور اس کی لطیف تدبیر ہے، کیونکہ اگر کسی انسان کو یہ علم ہو جائے کہ اس کا خاتمہ کس عمل پر ہوگا تو اس کے دل میں تکبر اور سستی پیدا ہوگی، جس کو یہ معلوم ہوگا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور جس کو یہ معلوم ہوگا کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا تو وہ زیادہ گمراہی، سرکشی اور کفر میں مبتلا ہوگا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس علم کو اپنے ساتھ خاص رکھا تا کہ بندے خوف اور امید کے درمیان رہیں۔پس جو اطاعت گزار ہو وہ اپنے عمل کی وجہ سے تکبر میں مبتلا نہ ہو اور جو گناہگار ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو تا کہ ہر بندہ اللہ تعالیٰ سے خضوع خشوع کرتا رہے اور عاجزی کرتا رہے اور اس کا محتاج رہے۔

حفص بن حمید نے کہا: میں نے امام ابن المبارک سے پوچھا: یہ بتایئے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو قتل کر دیا، تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں اس سے افضل ہوں تو امام عبداللہ بن المبارک نے کہا: تمہارا اپنے متعلق بے خوف ہونا کہ تم اس قاتل سے افضل ہو یہ اس کے قتل کے گناہ سے زیادہ سنگین ہے۔

Marfat.com

عبداللہ بن مبارک نے جو کہا کہ کسی شخص کا اپنے متعلق یہ گمان کرنا کہ وہ نجات یافتہ لوگوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا گناہ قاتل کے گناہ سے زیادہ ہے، کیونکہ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ انجام کار اس کا کیا حال ہوگا اور وہ کس حال پر مرے گا، اور یہ بھی نہیں جانتا کہ جس شخص کے متعلق وہ بدگمانی کر رہا ہے ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے اور وہ اس حال میں مرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر چکا ہو، اور تم بھی اس کے متعلق بدگمانی کر رہے ہو تو ہوسکتا ہے تمہارا حال متغیر ہو جائے اور تم اللہ پر ایمان کے بجائے اللہ کے کفر کی طرف منتقل ہو جاؤ، پس مومن اپنے ایمان کے حال میں اگرچہ یہ جانتا ہے کہ وہ نیک کام کر رہا ہے لیکن وہ یہ تو نہیں جانتا کہ وہ کس حال میں مرے گا، پس یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے متعلق یہ فیصلہ کرے کہ وہ نیکوکار ہے اور دوسرے کے متعلق یہ بدگمانی کرے کہ وہ بدکار ہے۔ سلف صالحین کا یہی طریقہ تھا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۲۰۲۔ ۲۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۳۴۔ بَابٌ: اَلْعُزْلَةُ رَاحَةٌ مِنْ خُلَّاطِ السُّوْءِ — برے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی بہ نسبت تنہائی میں رہنے میں راحت ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں ''العُزلة'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے ''الاعتزال اور الانفراد'' یعنی لوگوں سے الگ تھلگ رہنا۔ اور ''خلاط'' کا لفظ خلیط کی جمع ہے، کسی مرد کا خلیط وہ شخص ہوتا ہے جس سے وہ مل جل کر رہتا ہے، اس میں واحد اور جمع دونوں برابر ہیں۔ اور راحت کے معنی ہیں: خوشی اور استراحت اور نفس کا مطمئن اور پرسکون ہونا۔

لوگوں سے الگ تھلگ رہنے میں بہ کثرت فوائد ہیں، کم سے کم فائدہ یہ ہے کہ وہ شخص لوگوں کے شر سے دور رہتا ہے۔

اور حفص بن عاصم سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم خلوت نشینی میں سے اپنا حصہ لو، اور ایک روایت میں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: خلوت نشینی میں برے ساتھیوں سے نجات اور راحت ہے۔ اور امام طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا (میں) تمہیں یہ خبر نہ دوں کہ لوگوں میں سب سے بہتر ٹھکانے والا کون ہے؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: وہ مرد جس نے اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کے راستہ میں پکڑی اور کیا تمہیں اس شخص کی خبر نہ دوں جو اس کے قریب ہے، یہ وہ شخص ہے جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں خلوت نشین ہو، نماز پڑھتا ہو اور زکوٰۃ دیتا ہو۔

پھر اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث کہاں ہے جس میں آپ کا یہ ارشاد ہے: کامل مسلمان وہ ہے جو لوگوں سے مل جل کر رہتا ہے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرتا ہے، وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی اذیتوں پر صبر نہیں کرتا۔

اور اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ آپ نے جو فرمایا کہ جو شخص اپنے گھوڑے

کی لگام کو پکڑے تو وہ اس عموم سے خارج ہے اور اس سے مراد خاص شخص ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ بھی نیک لوگوں میں سے ہے، جیسا کہ دوسرے لوگوں نے بتایا: بہترین لوگوں میں سے وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اس کا عمل نیک ہو، یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص کسی وقت میں افضل ہوگا نہ کہ ہر وقت میں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۴۔۱۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَهُ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَالَ رَجُلٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ وَرَجُلٌ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّهُ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَالنُّعْمَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ أَوْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ يُونُسُ وَابْنُ مُسَافِرٍ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوسعید نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے بتایا: کہا گیا یارسول اللہ! ح اور محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے نیک کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو مرد اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے، اور جو مرد پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں ہو، اپنے رب کی عبادت کرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے چھوڑ دے۔

شعیب کی متابعت الزبیدی اور سلیمان بن کثیر اور نعمان نے کی ہے از الزہری۔

اور معمر نے کہا از الزہری از عطاء، یا عبیداللہ، از ابوسعید از نبی ﷺ اور یونس نے اور ابن مسافر نے اور یحییٰ بن سعید نے کہا: از ابن شہاب از عطاء از نبی ﷺ کے بعض اصحاب از نبی ﷺ۔

(صحیح البخاری: ۲۷۸۶، ۶۴۹۴ صحیح مسلم: ۱۸۸۸، سنن ترمذی: ۱۶۶۰، سنن نسائی: ۳۱۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۴۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۷، مسند احمد: ۱۱۴۲۸)

صحیح البخاری: ۶۴۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے" خلوت نشینی میں برے دوستوں سے طمانیت اور سکون ہے اور راحت ہے" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ" وہ مرد سب سے بہتر ہے جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے چھوڑ دیتا ہے"۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، ان کا نام الحکم بن نافع ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عطاء بن یزید، یزید کا لفظ زیادۃ سے ماخوذ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسعید، یہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور الاوزاعی، عبدالرحمٰن ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا''۔ اس اعرابی کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''سب سے افضل وہ مرد ہے جو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے''۔

اس پر یہ سوال ہوگا کہ دوسری احادیث میں ہے تم میں سے افضل وہ شخص ہے جو قرآن کا علم سیکھے اور قرآن کا علم سکھائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اختلاف، اوقات اور اقوام اور احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ یعنی بعض حالات میں مجاہد افضل ہوتا ہے اور بعض حالات میں معلم قرآن افضل ہوتا ہے، یعنی جب تبلیغ کے لیے جہاد کی ضرورت ہو تو مجاہد افضل ہے اور جب لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے معلم کی ضرورت ہو تو پھر لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا افضل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی شعب'' اس کا معنی ہے: پہاڑ میں راستہ اور پانی بہنے کی جگہ، اور دو پہاڑوں کے درمیان کشادگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا الْمَاجِشُونُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ خَيْرُ مَالِ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ الْغَنَمُ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الماجشون نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ابی صعصعۃ از والد خود از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ کسی مسلمان مرد کا بہترین مال وہ بکری ہوگی جس کے ساتھ وہ پہاڑ کی چوٹیوں میں جائے گا اور بارش گرنے کی جگہوں میں وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے پہاڑ کی چوٹیوں میں چلا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۹، ۳۳۰۰، ۳۶۰۰، ۶۴۹۵، ۷۰۸۸، سنن نسائی: ۵۰۳۶، سنن ابوداؤد: ۴۲۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۰، مسند احمد: ۱۰۶۴۹)

صحیح البخاری: ۶۴۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے اور عزلت نشینی کے شرعی دلائل میں تطبیق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فتنوں کے زمانہ میں شہروں اور آبادعلاقوں سے نکل کر جنگلوں اور ویرانوں میں چلے جانا چاہیے،

Marfat.com

لیکن یہ اس شخص کے لیے مشروع ہے جس کو فتنہ زائل کرنے پر قدرت نہ ہو اور جس کو ازالہ فتنہ پر قدرت ہو کہ وہ فتنہ کے ازالہ کے لیے کوشش کرے اور اس کے لیے یہ فرضِ عین ہے جب کہ وہ منفرد ہو اور اگر ایسے لوگ متعدد ہوں تو پھر یہ فرضِ کفایہ ہے۔ اور جب فتنہ کے ایام نہ ہوں تو پھر علماء کا عزلت نشینی اور لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں اختلاف ہے کہ ان میں کونسی چیز افضل ہے۔ امام شافعی اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے کیونکہ اس سے بہت فوائد حاصل ہوتے ہیں، شعائر اسلام کے حاصل ہونے کا موقع ملتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کے مواقع ملتے ہیں، بیماروں کی عیادت کی جاتی ہے، جو مسلمان فوت ہو جائیں ان کے جنازہ میں شرکت ہوتی ہے، ان کو کثرت سے سلام کیا جاتا ہے، نیکی کا حکم دیا جاتا ہے، برائی سے روکا جاتا ہے، نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں تعاون کیا جاتا ہے اور ضرورت مندوں کی مدد کی جاتی ہے اور یہ وہ کام ہیں جن کو ہر شخص کر سکتا ہے۔ اور اگر وہ شخص عالم اور زاہد ہو تو مل جل کر رہنا اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔ دوسرے علماء نے کہا: اس صورت میں بھی عزلت نشینی افضل ہے، کیونکہ اس میں سلامتی محقق ہے بہ شرطیکہ وہ جن عبادات کا مکلف ہے ان کی ادائیگی کا طریقہ اس کو معلوم ہو، اور جس شخص کو یہ خطرہ نہیں ہے کہ وہ گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا اس کے لیے مل جل کر رہنا افضل ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں سے الگ ویرانوں میں رہنا افضل ہے کیونکہ بہت کم محافل گناہوں سے خالی ہوتی ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں بھی ان کا ہمنوا ہوں، کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں شر اور فساد سے بچنا بہت مشکل ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتنوں سے دور رہنا چاہیے، سلف صالحین کی ایک جماعت فتنوں کے خطرہ سے بستیوں سے نکل گئی تھی۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ربذہ چلے گئے تھے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ آخر زمانہ میں فتنہ اور فساد برپا ہوگا۔ اس حدیث میں آپ کے علمِ غیب کا ثبوت ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں عزلت نشینی کو ترجیح دی ہے، جب کہ شارع علیہ السلام نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ محلہ کے سب مسلمان مل کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور شہر کے سب لوگ جمع ہو کر جمعہ کی اور عید کی نماز پڑھیں، اور تمام ملکوں کے مسلمان حج کے لیے جائیں اور میدانِ عرفات میں جمع ہوں، خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اجتماع کا حکم شریعت میں معلوم اور مشہور ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجتماعیت کا حکم اس وقت پسندیدہ ہے جب امن ہو اور عزلت نشینی اس وقت پسندیدہ ہے جب فتنہ کا زمانہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱ص ۲۶۴۔ ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۹۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایام فتنہ میں خلوت نشینی کا سلامتی ہونا

جب فتنوں کا ظہور ہو تو شہروں سے نکل کر ویرانوں کی طرف چلے جانا مستحب ہے، علی بن معبد نے از حسن بن واقد روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک سو اسی (۱۸۰) سال گزر جائیں تو میری امت کے لیے تنہائی اور عزلت نشینی حلال

ہو جائے گی اور لوگوں سے بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں میں رہنا جائز ہو جائے گا۔ (تذکرۃ الموضوعات ص ۲۲۳)

اور علی بن معبد نے از عبداللہ بن المبارک از مبارک بن فضالہ از الحسن روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں کوئی دین دار اپنے دین کو سلامت نہیں رکھ سکے گا سوا اس کے جو اپنے دین کو بچانے کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف چلا جائے یا پتھروں سے کسی پتھر کی طرف نکل جائے، پس جب ایسا ہو کہ زندگی کا گزارنا بغیر اللہ کی نافرمانی کے ممکن نہ رہے تو اس وقت خلوت نشینی جائز ہو جائے گی۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیسے خلوت نشینی جائز ہوگی حالانکہ آپ ہمیں نکاح کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب ایسا ہوگا تو ایک مرد کی ہلاکت اپنے ماں باپ کے ہاتھوں ہوگی، پس اگر اس کے ماں باپ نہ ہوں تو اس کی بیوی کے ہاتھوں اس کی ہلاکت ہوگی، پس اگر اس کی بیوی نہ ہو تو اس کی اولاد کے ہاتھوں اس کی ہلاکت ہوگی، پس اگر اس کی اولاد نہ ہو تو اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ہاتھوں اس کی ہلاکت ہوگی، صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ اس کو تنگ دستی کی زندگی پر عار دلائیں گے اور اس کو ان کاموں کا مکلف کرائیں گے جو اس کی طاقت میں نہیں ہوں گے، سو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(تنبیہ: اس حدیث کو علامہ ابن بطال نے ذکر کیا ہے۔ شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ اور علامہ ابن ملقن نے اس حدیث کو وہیں سے نقل کیا ہے اور مخرجین نے اس حدیث کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں:

ہم نے علامہ خطابی کی ''کتاب العزلۃ'' میں یہ حدیث روایت کی ہے از الحسن از ابی الاحوص از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ کسی دین دار کے لیے اس کا دین محفوظ نہیں رہے گا سوا اس شخص کے جو اپنے دین کو بچانے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر فرار ہوتا رہا یا ایک پہاڑ کی چوٹی سے دوسرے پہاڑ کی چوٹی تک فرار ہوتا رہا، یا ایک پتھر سے دوسرے پتھر کی طرف فرار ہوتا رہا جیسے لومڑی فرار ہوتی ہے۔

(حافظ العراقی نے ''احادیث الاحیاء'' ج ۱ ص ۳۷۱ کی تخریج میں لکھا ہے کہ علامہ خطابی نے کتاب العزلۃ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے اور امام بیہقی نے کتاب الزہد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔)

اسحاق بن راشد نے از عمرو بن وابصہ الاسدی از والد خود یہ حدیث روایت کی ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کا ذکر کیا اور قتل و غارت کے ایام کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص سے محفوظ نہیں ہوگا، میں نے پوچھا: پس اگر میں یہ زمانہ پاؤں تو آپ مجھے ان حالات میں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم اپنی جان کو اور اپنے ہاتھوں کو روکو اور اپنے گھر میں داخل ہو جاؤ، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے اگر وہ قاتل میرے گھر میں داخل ہو گیا تو؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے کمرہ میں داخل ہو جاؤ، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر وہ میرے کمرے میں داخل ہو جائے تو؟ آپ نے فرمایا: تم اپنی مسجد میں داخل ہو جاؤ اور اس طرح کرو، اور آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو کلائی کے کنارہ سے پکڑا اور تم کہو: میرا رب اللہ ہے حتیٰ کہ تم مر جاؤ۔

(سنن ابوداؤد: ۴۲۵۸، علامہ خطابی نے ''کتاب العزلۃ'' ص ۲۱۔۲۲ میں لکھا ہے: حافظ العراقی نے احادیث الاحیاء کی تخریج ج ۱ ص ۵۴۶ میں لکھا

ہے کہ اس حدیث کی امام ابوداؤد نے مختصراً روایت کی ہے اور علامہ خطابی نے کتاب العزلہ میں اس حدیث کو مکمل روایت کیا ہے، اور علامہ خطابی تک اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی ایک شخص سے روایت کی ہے جس کا نام سالم ہے اور وہ مجہول ہے۔)

امام ابن المبارک نے از شعبہ از خبیب بن عبدالرحمٰن از حفص بن عاصم روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عزلت میں سے اپنا حصہ لے لو۔ (کتاب الزہد والرقائق: ۱۱ص ۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عزلت نشینی میں برے اصحاب سے راحت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۱۷، کتاب العزلہ للخطابی ص ۲۲)

محمد بن سنان القزاز کی حدیث میں ہے کہ ہمیں ابوبکر نے خبر دی از بکیر بن مسمار، انہوں نے کہا: میں نے عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں اور بکریوں میں تھے تو ان کے پاس ان کا بیٹا عمر آیا، پس جب انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو کہا: میں اس سوار کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں، جب ان کا بیٹا ان کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: اے ابا جان! کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آپ ایک اعرابی ہوتے اور لوگ آپ سے آپ کے ملک کے متعلق جھگڑا کرتے، پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عمر کے سینہ پر ہاتھ مارا پس کہا: اے میرے بیٹے! خاموش رہو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اس بندہ سے محبت کرتا ہے جو متقی ہو، غنی ہو اور پوشیدہ ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۹۶۵، کتاب الزہد والرقائق)

امام ابوجعفر طحاوی نے مشکل الآثار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو اس شخص کی خبر نہ دوں جس کا گھر تمام لوگوں سے افضل ہوگا؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: وہ مرد جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کو رکھے، اور تمہیں اس کی خبر نہ دوں جو اس کے قریب ہو؟ یہ وہ مرد ہے جو کسی گھاٹی میں خلوت نشین ہو، نماز پڑھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور لوگوں کے شر اور فساد سے دور رہتا ہو۔ (تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۷ ص ۱۸۰)

اگر تم یہ سوال کرو: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا جواب ہوگا کہ جو مسلمان لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی پہنچائی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتا ہے، وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی پہنچائی اذیتوں پر صبر نہیں کرتا۔ (سنن ترمذی: ۲۵۰۷، شعب الایمان للبیہقی ج ۷ ص ۱۱۲، المشکوٰۃ: ۵۰۸۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ ”جو مرد اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو“ یہ حکم عام ہے اور یہاں اس سے خاص حکم مراد ہے۔ پس اس کا معنی یہ ہے کہ وہ افضل لوگوں میں سے ہے کیونکہ آپ نے اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ بھی سب سے افضل ہیں، آپ نے فرمایا: ”لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اس کا عمل نیک ہو“۔ (سنن ترمذی: ۲۳۲۹)

نیز آپ نے فرمایا: ”تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے“۔ (صحیح البخاری: ۵۰۲۷، کتاب فضائل القرآن)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿۲۳﴾ (النمل: ۲۳)

(ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتایا:) میں نے دیکھا کہ ان پر ایک عورت حکومت کر رہی ہے اور اس کو ہر چیز سے دیا گیا ہے اور

Marfat.com

اس کا بہت بڑا تخت ہے O

اس آیت میں بھی فرمایا ہے کہ بلقیس کو ہر چیز دی گئی تھی، حالانکہ بلقیس کو وہ چیزیں تو نہیں دی گئی تھیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھیں۔ (نہ بلقیس کو اس زمانہ کی ایجادات دی گئی تھیں مثلاً ہوائی جہاز، ٹینک، میزائل، ایٹم بم، بحری جہاز اور ٹرین وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو فرمایا ہے کہ بلقیس کو ہر چیز دی گئی تھی اس سے مراد عموم نہیں ہے بلکہ خاص چیزیں مراد ہیں، یعنی بلقیس کے ملک کے اعتبار سے اسے تمام چیزیں دی گئی تھیں۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حدیث میں جو فرمایا ہے کہ وہ شخص سب سے بہتر ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو اللہ کی راہ میں پکڑے ہوئے ہو، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بہترین لوگوں میں سے ہے، یا مراد یہ ہو کہ وہ اپنے سے پہلے لوگوں سے زیادہ بہتر ہے۔ پس جو شخص لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرتا ہے، وہ اس سے افضل ہوگا جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی اذیتوں پر صبر نہیں کرتا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ وہ کسی وقت میں افضل ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ہر وقت کے اندر افضل ہے جیسا کہ حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث میں ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ ابوامیہ الشعبانی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، پس میں نے کہا: اے ابوثعلبہ! آپ اس آیت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ (المائدہ: ۱۰۵) اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے تمہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

تو حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: سنو، اللہ کی قسم! میں اس کا سوال ان سے کرچکا ہوں جو اس آیت کی خبر رکھنے والے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا: بلکہ تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جارہی ہے اور خواہش کی پیروی کی جارہی ہے اور دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر رائے رکھنے والا اپنی رائے پر خوش ہو رہا ہے تو تم صرف اپنی فکر کرنا اور عام لوگوں کو چھوڑ دینا، کیونکہ تمہارے بعد صبر کرنے کے ایام آئیں گے اور ان ایام میں صبر کرنا ایسا ہے جیسے کوئی انگاروں کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لے، ان میں عمل کرنے والوں کو پچاس مردوں کا اجر ملے گا جو اس کی مثل اجر کرتے ہوں گے اور دوسری حدیث میں یہ اضافہ ہے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ان میں سے پچاس لوگوں کا اجر اس شخص کو ملے گا؟ آپ نے فرمایا: تم میں سے پچاس لوگوں کا اجر اس کو ملے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۴۱، سنن ترمذی: ۳۰۵۸، سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۴)

پس اس زمانہ میں لوگوں سے الگ رہنا ان کے ساتھ مل جل کر رہنے سے افضل ہوگا اور اس کے علاوہ دوسرے زمانوں میں اس کے خلاف حکم ہوگا۔ اور مراد یہ ہوگی کہ لوگوں سے میل جول نہ رکھو اور یہ مراد نہیں ہے کہ ان سے الگ رہنے والا سب سے افضل ہوگا حتیٰ کہ دونوں حدیثوں میں تضاد نہ ہو۔

اور جو چیز اس تاویل پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ زمانوں میں احکام مختلف ہوتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے اپنے امیر کے کسی حکم کو ناپسند کیا تو اسے چاہیے کہ وہ صبر کرے، کیونکہ جو شخص بھی اپنے امیر کی اطاعت سے ایک بالشت بھی نکلا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (صحیح مسلم: ۱۸۴۹، کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمۃ

Marfat.com

جماعۃ المسلمین عند ظہور الفتن)

نیز امام حاکم روایت کرتے ہیں: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں کی خبر دی جو قیامت تک ہونے والی ہیں، پس میں نے آپ سے ہر چیز کے متعلق دریافت کیا مگر میں نے آپ سے یہ سوال نہیں کیا کہ اہل مدینہ کس وجہ سے مدینہ سے نکلیں گے۔ (المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۲۶، دار الباز، مکۃ المکرمہ)

فصل

ابن معبد نے کتاب ''الطاعۃ والمعصیۃ'' میں از ابن المبارک از معمر از طاؤس روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتنہ کے زمانہ میں لوگوں میں سب سے اچھا مرد وہ ہے جو علیحدگی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرے۔ (المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۶۴)

اور عباد بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کو بشارت دو جو اپنے دین اور ایمان کو بچانے کے لیے ثواب کی نیت سے ایک شہر سے دوسرے شہر بھاگتے ہیں، وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوں گے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اس طرح ہوں گے اور آپ نے انگشتِ وسطیٰ اور سبابہ کو جمع کر کے دکھایا۔

اور مکحول یہ کہتے تھے کہ اگرچہ جماعت میں فضیلت ہے لیکن سلامتی تنہائی میں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۵۶۔ ۵۶۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۹۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عزلت نشینی اور لوگوں کے ساتھ میل جول میں موازنہ

علامہ خطابی نے کہا ہے: اگر عزلت نشینی اور تنہائی میں رہنے کا صرف یہی فائدہ ہوتا کہ اس سے انسان غیبت سے محفوظ رہتا ہے اور ناجائز اور بے حیائی کی چیزوں کو دیکھنے سے بچا رہتا ہے تب بھی اس میں بہت خیر تھی۔

اور لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں یہ فائدہ ہے کہ انسان اس وجہ سے اپنے معاش اور روزمرہ کے کھانے پینے کو سہولت سے حاصل کرتا ہے تو اس کے لیے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا اولیٰ ہے بشرطیکہ وہ جماعت کی حفاظت کرے، لوگوں کو سلام کرے، سلام کا جواب دے، مسلمانوں کے حقوق ادا کرے، بیماروں کی عیادت کرے، فوت شدہ مسلمانوں کی نمازِ جنازہ پڑھے اور مطلوب صرف یہ ہے کہ فضول صحبت کو ترک کرے کیونکہ فضول صحبت کی وجہ سے دل بیکار باتوں میں مشغول ہوتا ہے اور وقت ضائع ہوتا ہے اور لوگوں کے ساتھ میل جول کو اس طرح رکھے جیسے انسان کو کھانے اور پینے کی ضرورت ہوتی ہے تو صرف اتنی مجلس پر اقتصار کرے جس کی زیادہ ضرورت ہو اور جو بدن اور قلب کو راحت دینے والی ہو۔

علامہ قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: جن لوگوں نے عزلت نشینی کو اختیار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ لوگوں کے شر سے سلامت رہنے کا یہی طریقہ ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۵۳، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۳۵۔ بَابُ: رَفْعِ الْأَمَانَةِ
امانت کے اٹھ جانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں لوگوں کے درمیان امانت کے اٹھ جانے کا بیان کیا گیا ہے اور امانت کے اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ کوئی امین نہیں ملے گا۔ اور امانت خیانت کی ضد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِذَا أُسْنِدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امانت ضائع کردی جائے تو تم قیامت کا انتظار کرنا، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی منصب نااہل کے سپرد کردیا جائے تو تم قیامت کا انتظار کرنا۔

(صحیح البخاری: ۵۹، ۶۴۹۶، مسند احمد: ۸۵۱۲)

صحیح البخاری: ۶۴۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "امانت کا اٹھ جانا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب امانت ضائع کردی جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ اور امانت کا ضائع ہوجانا ہی امانت کا اٹھ جانا ہے۔

اور یہ حدیث کتاب العلم کے شروع میں اسی سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "امانت کیسے ضائع ہوگی؟" اس سوال کا قائل وہ اعرابی ہے جس نے یہ سوال کیا تھا کہ قیامت کب واقع ہوگی، کیونکہ یہ مکمل حدیث اس طرح سے ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ لوگوں کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک اعرابی آیا، اس نے سوال کیا: قیامت کب واقع ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا: جب امانت ضائع کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔۔۔الحدیث۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جب کوئی امر یعنی منصب نااہل کے سپرد کردیا جائے"۔ یہاں امر یا منصب سے مراد ان امور کی

Marfat.com

جنس ہے جن کا دین کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جیسے خلافت، سلطنت، امارت، قضاء اور افتاء۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: "اذا اسند الامر" سے مراد ہے جب مناصب غیر مستحقین کے سپرد کردیے جائیں جیسے قضاء کا منصب غیر عالم کے سپرد کردیا جائے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اگر کسی جاہل کو رشوت کے بغیر قضاء کے منصب پر سونپ دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ جاہل دین دار ہو اور جس مسئلہ کا اسے علم نہ ہو وہ عالم سے پوچھ کر اس کے مطابق فیصلہ کردے۔ پس مصیبتِ عظمیٰ یہ ہے کہ جاہل سے رشوت لے کر اسے قضاء کا منصب سونپ دیا جائے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس پر اللہ نے لعنت کی ہو یہ وہی ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لعنت کی ہے۔ اور مصر کے شہروں میں جو کہ اسلام کی کرسی ہیں سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ان شہروں میں قاضی اور حاکم اور تمام اہل مناصب صرف رشوت دے کر ہی منصب حاصل کرتے ہیں اور یہ چیز روم کے شہروں میں اور بلادِ عجم میں نہیں پائی جاتی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: روم کے شہروں سے مراد اگر یورپی ممالک ہیں تو بے شک وہاں ایسا نہیں ہوتا، وہاں اصول اور قانون کی عمل داری ہوتی ہے، اگرچہ وہ لوگ کافر ہیں لیکن اصول اور قانون پر پورا پورا عمل کرتے ہیں۔ برطانیہ میں ایک وزیر نے قانون بنایا کہ جو شراب پی کر گاڑی حدِ رفتار سے زیادہ رفتار سے چلائے گا اس کا چالان کیا جائے گا، وزیر موصوف خود شراب کے نشہ میں ستر میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زیادہ تیز گاڑی چلا رہے تھے، سو ٹریفک پولیس والوں نے ان کا چالان کردیا، دوسرے روز پارلیمنٹ میں انہوں نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا اور کہا: میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں، میں نے خود قانون بنایا اور خود قانون شکنی کی۔ اب ہمارے ملک کے حالات پر غور کریں کیا ہمارے ملک میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ کوئی ٹریفک کا افسر کسی وزیر کا چالان کردے گا؟ تازہ مثال ہے کہ سابق صدر پرویز مشرف عدالت میں پیش ہوا، عدالت نے کسی جرم کی بناء پر اسے گرفتار کرنے کا حکم دیا، پولیس کی موجودگی میں مشرف اپنے ذاتی سیکورٹی گارڈز کے ساتھ عدالت سے فرار ہو کر اپنی رہائش گاہ چک شہزاد میں پہنچ گیا اور پولیس تکتی رہ گئی، اور ایک دن کے بعد اس پولیس افسر کو معطل کیا گیا جس نے پرویز مشرف کو بروقت گرفتار نہیں کیا تھا، اس لیے یورپی ممالک میں تو اصول اور قانون کی عمل داری ہے لیکن عجم کے شہروں میں تو رشوت کا اور سفارش کا دور دورہ ہے، اسکول میں پڑھانے کے لیے اسکول ٹیچر کو بھی ملازمت کے حصول کے لیے چھ لاکھ روپیہ رشوت دینی پڑتی ہے، کسی بڑے منصب کے حصول کے لیے کتنی رشوت دینی پڑے گی اس کا آپ خود اندازہ کرلیں۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۴۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ حَدَّثَنَا حُذَيْفَةُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حَدِيثَيْنِ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْآخَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ عَلِمُوا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از زید بن وہب، انہوں نے کہا: ہمیں حذیفہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثیں بیان کیں، ان میں سے

Marfat.com

مِنَ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقَى أَثَرُهَا مِثْلَ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ فَلَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ فَيُقَالُ إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا وَيُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا أَعْقَلَهُ وَمَا أَظْرَفَهُ وَمَا أَجْلَدَهُ وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ زَمَانٌ وَمَا أُبَالِي أَيَّكُمْ بَايَعْتُ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا رَدَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامُ وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا رَدَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ أُبَايِعُ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا

قَالَ الْفِرَبْرِيُّ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ حَدَّثْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ فَقَالَ سَمِعْتُ أَبَا أَحْمَدَ بْنَ عَاصِمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا عُبَيْدٍ يَقُولُ قَالَ الْأَصْمَعِيُّ وَأَبُو عَمْرٍو وَغَيْرُهُمَا جَذْرُ قُلُوبِ الرِّجَالِ، الْجَذْرُ الْأَصْلُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَالْوَكْتُ أَثَرُ الشَّيْءِ الْيَسِيرِ مِنْهُ وَالْمَجْلُ أَثَرُ الْعَمَلِ فِي الْكَفِّ إِذَا غَلُظَ۔

ایک کا مصداق تو میں نے دیکھ لیا اور دوسری حدیث کے مصداق کا میں انتظار کر رہا ہوں، ہمیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ امانت مردوں کے دلوں کی گہرائی میں اتار دی گئی ہے، پھر انہوں نے قرآن کا علم حاصل کیا، پھر انہوں نے سنت کا علم حاصل کیا، اور ہمیں انہوں نے امانت کے اٹھ جانے کے متعلق یہ حدیث بیان کی کہ ایک مرد نیند کرے گا یعنی سوئے گا تو امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی، اس کا اثر آبلہ یا چھالہ کی طرح باقی رہ جائے گا، پھر وہ دوبارہ نیند کرے گا تو امانت اٹھالی جائے گی اور اس کا اثر اس طرح رہ جائے گا جیسے کام کرنے کی وجہ سے ہاتھوں میں کوئی چھالہ پڑ جاتا ہے، جیسے انگارہ تم نے اپنے پیر پر لڑھکایا تو اس سے ایک چھالہ پڑ گیا، پس تم اس کو ابھرا ہوا دیکھتے ہو اور اس میں کوئی چیز ہوتی نہیں ہے، پھر لوگ صبح کو اٹھیں گے، ایک دوسرے سے خرید وفروخت کریں گے اور ان میں سے کوئی ایک بھی امانت ادا کرنے والا نہیں ہوگا، پھر کہا جائے گا کہ بنو فلاں میں ایک مرد امین ہوا کرتا تھا، اور کسی مرد کے لیے کہا جائے گا: کتنا عقلمند ہے اور کتنا ظریف ہے اور کتنا جسیم ہے اور اس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ اور اب مجھ پر ایک ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ میں یہ پرواہ نہیں کرتا کہ میں تم میں سے کس سے کوئی چیز خریدوں، اگر وہ مسلمان ہو تو اس کو اسلام خیانت سے روکے گا، اور اگر نصرانی ہو تو اس کے حکام اس کو خیانت سے روکیں گے، لیکن آج کے دن پس میں صرف فلاں اور فلاں کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔

فربری نے بیان کیا: ابوجعفر نے کہا: میں نے یہ حدیث ابوعبداللہ کو بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابواحمد بن عاصم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے ابوعبیداللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ الاصمعی اور ابوعمرو اور ان کے غیر نے کہا: ''جذر قلوب الرجال'' اور ''جذر'' ہر چیز کی جڑ کو کہتے ہیں اور ''الوکت'' کسی چیز کے معمولی اثر کو کہتے ہیں۔ اور ''مجل'' کام کاج کا اثر جو ہتھیلی میں ظاہر ہو جب وہ

Marfat.com

ہتھیلی پھول جائے۔

(صحیح البخاری:۷۰۸۶، ۷۲۷۶، صحیح مسلم:۱۴۳، سنن ترمذی:۲۱۷۹، سنن ابن ماجہ:۴۰۵۳، مسند احمد:۲۳۲۴۴)

صحیح البخاری:۶۴۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''امانت کا اٹھ جانا'' اور اس حدیث میں امانت کے اٹھ جانے کا ذکر ہے، لہٰذا یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، وہ سلیمان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو حدیثیں بیان فرمائی'': ان میں سے ایک حدیث امانت کے نزول کے متعلق تھی اور دوسری حدیث امانت کے اٹھ جانے کے متعلق تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ان الامانۃ نزلت فی جذر قلوب الرجال'' جذر کے معنی ہیں ہر چیز کی جڑ۔ اور امام ابوعبید نے کہا ہے کہ ابن الاعرابی نے کہا:''الجذر'' درخت کی جڑ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ثم علموا من القرآن'' یعنی جب ان کے دلوں کی جڑوں میں امانت نازل ہوگئی تو پھر ان کو قرآن مجید سے یہ علم ہوا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝ (الاحزاب:۷۲)

بے شک ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر (اپنے احکام کی) امانت پیش کی تو انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی، بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہے O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس امانت سے مراد اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے فرائض ہیں۔ دوسرا قول ہے کہ اس امانت سے مراد اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے احکام ہیں اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اور الواحدی نے اکثر مفسرین سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعات اور عبادات ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''پھر انہوں نے سنت سے جانا'' سنت سے مراد ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حاصل معنی یہ ہے کہ امانت کا علم ان کو فطرت سے معلوم ہوا یا شریعت کا علم حاصل کرنے سے معلوم ہوا۔

Marfat.com

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وحدثنا رسول الله ﷺ عن رفعها" پھر رسول اللہ ﷺ نے دوسری حدیث بیان فرمائی کہ یہ امانت کس طرح اٹھالی جائے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ینام الرجل عن نومة فتقبض الامانة بقلبه" ایک مرد نیند کے وقت سوئے گا تو امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی۔ یعنی ایک قوم سے تدریجاً امانت کو اٹھالیا جائے گا، پہلے ایک قوم سے امانت کو اٹھالیا جائے گا، پھر دوسری قوم سے امانت کو اٹھالیا جائے گا اور جیسے جیسے ان کا دین فاسد ہوتا جائے گا ان سے امانت اٹھتی جائے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مثل اثر الوكت" علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: "الوکت" کسی چیز کا نکتہ کی طرح اثر ہوتا ہے، اس کا کوئی رنگ نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مثل المجل" مجل کا معنی ہے: سخت کام کرنے کی وجہ سے جو ہاتھوں میں چھالہ پڑ جاتا ہے مثلاً کلہاڑی سے لکڑیاں پھاڑے تو ہاتھوں میں چھالہ پڑ جاتا ہے۔ اور یہ کھال اور گوشت کے درمیان ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فنفط، فتراه منتبرا" یعنی وہ چھالہ جسم کے کسی عضو میں ابھرا ہوا ہوتا ہے۔ اور "منتبرا" کا مصدر الانتبار ہے، اس کا معنی "الارتفاع" ہے، کہا جاتا ہے "انتبر الامير" یعنی امیر منبر پر چڑھ کر بلند ہو گیا۔ اسی وجہ سے منبر کو منبر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی زمین سے بلند ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دل امانت سے خالی ہو جائے گا اور دل سے تدریجاً امانت تھوڑی تھوڑی کر کے زائل ہوتی رہے گی، پس جب اس سے امانت کا ایک جز زائل ہوگا تو اس کا نور زائل ہو جائے گا اور اس کے بعد اندھیرا آ جائے گا۔ وہ "الوکت" (ہلکا نشان) کی مثل ہے، اور اگر ایک اور چیز زائل ہو جائے تو پھر وہ چھالہ کی مثل ہے۔ اور یہ محکم اثر ہوتا ہے جو جلدی زائل نہیں ہوتا، کچھ مدت کے بعد زائل ہوتا ہے۔ پھر جب وہ نور زائل ہو جائے تو اس کو تشبیہ دی ہے انگارہ کے ساتھ جس کو تم پیر پر لڑھکاؤ تو اس میں چھالہ پڑ جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ما ابالي ايكم بايعت" علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس کی تاویل بیعت خلافت سے کی ہے اور یہ غلط ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ اگر وہ نصرانی ہوگا تو اس کو اس کے حکام سیدھے راستہ پر لگا دیں گے، اور صحیح وہ ہے جو جمہور نے کہا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس سے مراد خرید و فروخت ہے، یعنی پہلے مجھے معلوم تھا کہ وہ لوگ امانت دار ہیں تو میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تھا اور یہ تفتیش نہیں کرتا تھا کہ کون لوگ امانت دار ہیں اور کون لوگ امانت دار نہیں ہیں، ہر کسی سے خرید و فروخت کر لیتا تھا، کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوگا تو اس کا دینِ اسلام اس کو خیانت سے منع کرے گا اور اس کو امانت کے ادا کرنے پر برانگیختہ کرے گا اور اگر وہ کافر ہے تو اس کے حکام اس کو امانت داری پر مجبور کریں گے اور اگر میرا حق اس کے ذمہ ہوگا تو وہ حق اس سے دلا دیں گے۔

اور رہا آج کا دن، تو اب امانت اٹھ چکی ہے اور آج کے دن میں خرید و فروخت کرنے میں کسی پر اعتماد نہیں کرتا کہ میں کس سے خرید و فروخت کروں اور کس سے خرید و فروخت نہ کروں سوا چند معین لوگوں کے جن کو میں جانتا ہوں اور مجھے ان پر اعتماد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۹-۱۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۹۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان

Marfat.com

قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّمَا النَّاسُ كَالْإِبِلِ الْمِائَةِ لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً۔

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبردی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ سو اونٹوں کی مثل ہیں، تم ان میں سے کوئی ایک بھی عمدہ اونٹ نہیں پاؤ گے جو سواری کے لائق ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۵۴۷، سنن ترمذی: ۲۸۷۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۰، مسند احمد: ۴۵۰۲)

صحیح البخاری: ۶۴۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''امانت کا اٹھ جانا'' اور اس میں حدیث یہ ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ سو اونٹوں کی مثل ہیں، ان میں سے ایک بھی عمدہ یا سواری کے لائق نہیں ہوگا۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ لوگ بہت زیادہ ہوں گے اور ان میں پسندیدہ لوگ کم ہوں گے اور غیر پسندیدہ لوگ وہ ہوں گے جنہوں نے فرائض کو ضائع کر دیا جو ان پر مقرر کیے گئے تھے اور ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے امانت کی تفسیر فرائض کے ساتھ کی ہے، پس اس اعتبار سے باب کے عنوان اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہوگئی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث کے معنی میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد گزشتہ زمانہ کے لوگ ہیں، اس لیے امام بخاری نے اس کو یہاں پر ذکر کیا ہے اور نبی ﷺ نے اس سے اپنے زمانہ کے اصحاب اور ان کے تابعین کا ارادہ نہیں کیا، کیونکہ نبی ﷺ نے اپنے زمانہ کے اصحاب اور تابعین کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے، آپ نے فرمایا ''خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہ'' یعنی بہترین وہ لوگ ہیں جو میرے زمانہ کے ہیں، پھر وہ لوگ ہوں گے جو ان کے قریب ہوں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ تمام لوگوں میں کوئی مومن نہیں ہوگا سوا اس کے کہ سو میں یا اکثر میں کوئی ایک مومن ہوگا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ تمام لوگ دین کے احکام میں برابر ہیں اور کسی شخص کی کوئی ذاتی فضیلت نہیں ہے اور کسی شخص کا دوسرے سے کوئی زیادہ مرتبہ نہیں ہے جیسے سو اونٹ ہوں اور ان میں کوئی سواری نہ ہو۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اکثر لوگ ناقص ہوں گے اور اہلِ فضل اس میں بہت کم ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۰۔۱۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۹۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''لوگ سو اونٹوں کی مثل ہیں، تم ان میں سے کوئی بھی سواری نہیں پاؤ گے''۔

Marfat.com

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم سو اونٹوں میں کوئی ایک اونٹ بھی ایسا نہیں پاؤ گے جو سواری کیے جانے کی صلاحیت رکھتا ہو، کیونکہ سواری کیے جانے کی صلاحیت وہ اونٹ رکھتا ہے جو آسانی سے سوار کے حکم پر چلے، اسی طرح تم سو لوگوں میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں پاؤ گے جو تمہاری رفاقت اور صحبت کے لائق ہو، جو اپنے رفیق کی مدد کرے اور جو نرم مزاج ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: عرب بطور مبالغہ کے سو اونٹ کہتے ہیں، پس وہ کہتے ہیں کہ فلاں کے سو اونٹ ہیں اور فلاں کے دو سو اونٹ ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث کی دو طرح تاویل ہے، ایک یہ ہے کہ لوگ دین کے احکام میں برابر ہیں اور اس میں کسی معزز آدمی کی پسماندہ آدمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی امیر آدمی کی غریب آدمی پر کوئی فضیلت ہے جیسے سو اونٹ ہوں اور ان میں سے کوئی بھی اس لائق نہ ہو کہ اس پر سواری کی جائے، حالانکہ اونٹ ہوتے ہی اس لیے ہیں کہ ان پر سواری کی جائے۔ اور اس حدیث کی دوسری تاویل یہ ہے کہ اکثر لوگ ناقص ہیں اور ان میں اہل فضیلت بہت کم تعداد میں ہیں۔ پس وہ ایسے ہیں جیسے وہ اونٹ ہوں جن پر بوجھ لادا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے اس حدیث کو کتاب القضاء میں اس باب میں وارد کیا ہے کہ قاضی دو فریقوں کو برابر برابر رکھے۔

اور علامہ ابن قتیبہ سے منقول ہے کہ راحلۃ سے مراد وہ اونٹ ہے جو عمدہ ہو اور سوار ہونے کے لیے پسندیدہ ہو۔ اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ لوگ نسب میں ان سو اونٹوں کی طرح ہیں جن میں کوئی سواری کے لائق نہ ہو، پس سب برابر ہوں۔

اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں رغبت نہ کرنے والا اور آخرت میں رغبت کرنے والا بہت کم ہے جیسا کہ سو اونٹوں میں کوئی ایک سواری کے لائق ہو۔ اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ یعنی لوگوں میں جو شخص پسندیدہ اور کامل ہو، وہ بہت کم ہے۔

اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس مثال کے مناسب وہ مرد جواد ہے جو لوگوں کے بوجھ اٹھاتا ہے اور ان سے مصائب اور تکلیفوں کو دور کرتا ہے، وہ بہت کم ہوتا ہے جیسا کہ سو اونٹوں میں کوئی ایک سواری کے لائق ہوتا ہے۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: حدیث کا معنی یہ ہے کہ لوگ بہت زیادہ ہیں اور ان میں پسندیدہ لوگ بہت کم ہیں اور اسی معنی کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے، کیونکہ اس حدیث کو رفع الامانۃ کے باب میں داخل کیا ہے۔ اور علامہ ابن بطال نے یہ اشارہ کیا ہے کہ لوگوں سے مراد اس حدیث میں وہ ہیں جو قرونِ ثلاثہ کے بعد آئیں گے یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے بعد جو لوگ آئیں گے، وہ ایسے لوگ ہوں گے جو امانت میں خیانت کریں گے اور ان کے پاس امانت نہیں رکھی جائے گی۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۵۵۔۵۵۶، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۳۶۔ بَابُ: الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ — دکھانے اور سنانے کے لیے کسی عبادت کو کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس باب میں ریا کاری کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ ریا کاری کا معنی ہے: کسی عبادت کو اس قصد سے ظاہر کرنا کہ لوگ اس کو دیکھ کر اس عبادت کرنے والے کی تعریف کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۴۹۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ ح وحَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ غَيْرَهُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللهُ بِهِ وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللهُ بِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے سلمہ بن کہیل نے حدیث بیان کی ح اور ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سلمہ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اور میں نے ان کے علاوہ کسی اور سے نہیں سنا کہ اس نے کہا ہو کہ نبی ﷺ نے فرمایا، پس میں ان کے قریب ہوا تو میں نے ان کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے (دنیا میں) کسی کو سنانے کے لیے عمل کیا، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن اس کا عیب) سنائے گا، اور جس نے (دنیا میں) کسی کو دکھانے کے لیے عبادت کی، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن اس کے عیوب) لوگوں کو دکھائے گا۔

(صحیح البخاری: ۷۱۵۲، صحیح مسلم: ۲۹۸۷، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۷، مسند احمد: ۱۸۳۳۰)

صحیح البخاری: ۶۴۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ثوری ہیں اور یہ دونوں سندوں میں ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جندب، یہ ابن عبد اللہ البجلی ہیں اور یہ صغار صحابہ میں سے ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے اور دوسری سند پہلی سند سے اعلیٰ ہے۔

جندب نام کے صحابہ کرام

صحابہ میں جندب نام کے پانچ افراد ہیں:

(۱) جندب بن جنادہ ابوذر الغفاری (۲) جندب بن مکیث الجہنی (۳) جندب بن ضمرۃ الجندعی (۴) جندب بن کعب العبدی

(۵) جندب بن عبداللہ البجلی۔ اور یہ وہی ہیں جن سے سلمہ بن کہیل روایت کرتے ہیں اور ان میں زیادہ مشہور حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا کہ جندب یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ۳۲ھ میں ربذہ میں فوت ہوئے تھے، یہ مدینہ کے قریب بستیوں میں سے ایک بستی ہے اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہوئے تھے اور ان کی نماز جنازہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پڑھی تھی۔ اور جس جندب کا اس حدیث میں ذکر ہے ان کی تاریخ وفات کو کسی نے بیان نہیں کیا۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے کہ "سلمہ بن کہیل نے بیان کیا: جندب کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں نے کسی اور سے نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ان کے سوا اور کوئی اس جگہ باقی نہیں رہا تھا اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کا رد کیا ہے کہ اس طرح نہیں ہے، کیونکہ جندب اپنی وفات تک کوفہ میں رہے اور جندب کی حیات میں کوفہ میں حضرت ابو جحیفہ السوائی بھی تھے اور ان کی وفات جندب کی وفات کے چھ سال بعد ہوئی ہے۔ اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ بھی کوفہ میں تھے اور ان کی وفات جندب کی وفات کے بیس سال بعد ہوئی ہے اور سلمہ بن کہیل نے ان دونوں سے روایت کی ہے، پس یہ متعین ہو گیا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ان سے نہیں سنا اور نہ ان میں سے کسی ایک سے سنا اور نہ ان کے غیر سے سنا ان صحابہ سے جو اس وقت کوفہ کے علاوہ کسی اور شہر میں موجود تھے، اس کے بعد کہ انہوں نے جندب کی حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

علامہ کرمانی لکھتے ہیں: جس جندب کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے اس کی تاریخ وفات کا کسی نے ذکر نہیں کیا، پس حافظ ابن حجر یہ کیسے کہتے ہیں کہ حضرت ابو جحیفہ کی وفات جندب کی وفات کے چھ سال بعد ہوئی ہے اور حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۷۴ھ میں ہوئی ہے۔ علامہ الواقدی نے کہا ہے: وہ بشر بن مروان کی حکومت میں فوت ہوئے تھے اور حضرت ابن ابی اوفیٰ کی وفات ۸۷ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ امام بخاری نے بیان کیا ہے، پس حافظ ابن حجر یہ کیسے کہتے ہیں کہ ان کی وفات جندب کی وفات کے بیس سال بعد ہوئی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من سمّع" یعنی جس نے اپنے آپ کو مشہور کیا اور گم نامی کے ازالہ کے لیے ذکر کو پھیلایا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: یعنی اس نے ایک کام کیا جو اخلاص پر مبنی نہیں تھا، اس کا ارادہ صرف یہ تھا کہ لوگ اس کو دیکھیں اور اس کو سنیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ جزاء دی کہ اللہ تعالیٰ اس کو مشہور کرے گا اور اس کو رسوا کرے گا اور اس چیز کو ظاہر کرے گا جس کو وہ چھپاتا تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جس نے اپنے عمل سے لوگوں کے نزدیک کسی مقام، مرتبہ اور عزت کا ارادہ کیا اور اس نے اس عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے کام کو لوگوں کے نزدیک ظاہر فرمائے گا اور اس کو آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا۔ یا اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس پر مطلع کر دے گا کہ اس بندہ نے یہ کام اللہ کی رضا کے لیے نہیں کیا تھا، سو یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۱۔ ۱۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۴۹۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسی طرح جس نے کوئی کام ریا کاری کے لیے کیا اس کو قیامت کے دن ریا کاری کے ساتھ مشہور کیا جائے گا اور اس کو رسوا کیا جائے گا اور جو چیز اس کے باطن میں تھی اس کو ظاہر کیا جائے گا۔

صحیح مسلم: ۱۹۰۵ میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے بندہ کے لیے قیامت کے دن کہا جائے گا: تو نے یہ کام اس طرح اور اس طرح کیا تھا تا کہ یہ کہا جائے کہ اس بندہ نے یہ کام کیا ہے، سو دنیا میں کہا گیا، تم نے جس لیے وہ کام کیا تھا وہ مقصد پورا ہو گیا، اب اس بندہ کو دوزخ میں ڈال دو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ بہ ظاہر عمل کو دکھانے اور سنانے سے کون شخص سلامت رہے گا حالانکہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ رات کو اپنی مساجد میں اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے اور لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ یہ کون لوگ تہجد پڑھ رہے ہیں اور لوگ ان کی نیکیوں کو جان لیتے تھے اور لوگ ان کی نیکیوں کا ذکر کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو امام اور مقتدا ہوتے ہیں اور ان کے عمل کی پیروی کی جاتی ہے اور ان کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کیا فرائض مقرر کیے ہیں اور کیا نوافل۔ وہ اپنے نفس اور دشمن پر قہر کرتے تھے، ان کے لیے برابر ہے کہ وہ اپنے عمل کو ظاہر کریں یا مخفی رکھیں کیونکہ ان کی نیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہوتا ہے اور وہ اپنے عمل سے اللہ ہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں بلکہ ان کا عمل کو ظاہر کرنا بھی اس لیے ہوتا ہے تا کہ لوگوں کو اس عمل کی طرف راغب کریں اور اپنے نیک اعمال لوگوں کو دکھا کر نیک اعمال کی ترغیب دیں۔

اور لوگوں کی دوسری قسم وہ ہے جن کی پیروی نہیں کی جاتی اور ان پر ان کی خواہش نفس کا غلبہ ہوتا ہے تو ان لوگوں کے لیے اپنے نوافل کو چھپا کر کرنا افضل ہے۔

حماد از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو سنا جو قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا "اواب" (یعنی یہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے)، اور دوسرے آدمی کو سنا وہ قرآن پڑھ رہا تھا تو آپ نے فرمایا "مرائی" (یعنی یہ ریا کاری کرنے والا ہے)، پھر لوگوں نے دیکھا تو جس کو آپ نے "الاواب" فرمایا تھا وہ حضرت المقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۴۴)

اور زہری نے از ابو سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور بلند آواز سے قراءت کی تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن حذافہ! مجھے نہ سناؤ، اللہ کو سناؤ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۶۲)

وہب بن الورد نے بیان کیا: ایک عالم اپنے سے بڑے عالم سے ملا تو اس نے کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے، مجھے یہ بتایئے کہ میں اپنے کون سے عمل کو مخفی رکھوں؟ تو انہوں نے کہا: تم اپنے نیک عمل کو مخفی رکھو حتیٰ کہ تمہارے متعلق یہ گمان کیا جائے کہ تم نے کوئی نیکی نہیں کی سوائے فرائض کے۔ اس نے کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے، پھر میں اپنے کونسے عمل کو ظاہر کروں؟ تو انہوں نے کہا: تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔ (تفسیر الطبری ج ۸ ص ۱۶۹)

اور حسن بصری نے کہا ہے کہ میں ایسے لوگوں سے ملا جن میں سے کوئی ایک بھی اپنے نیک عمل کو چھپانے پر قادر نہیں تھا، سو وہ لوگ نیک عمل کو ظاہر کرتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ شیطان سے اسی عمل کو زیادہ محفوظ رکھا جا سکتا ہے جو چھپا کر کیا جائے۔ اور کہا: بعض لوگ ایسے تھے کہ ان کے پاس مہمان آتے اور وہ رات کو نماز پڑھتے اور مہمان کو ان کے نماز پڑھنے کا علم نہ ہوتا۔ اور الربیع بن خثیم چھپ کر عمل کرتے تھے، وہ مصحف قرآن پڑھتے، ان پر کوئی آنے والا آتا تو وہ مصحف کو چھپا دیتے۔ (کتاب الزہد لابن المبارک ص ۱۵)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو اپنی قراءت کی آواز آہستہ رکھتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو اپنی آواز کو بلند رکھتے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، تو انہوں نے کہا: میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہوں اور اس کو میری حاجت کا علم ہے، تو کہا گیا کہ آپ نے اچھا کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں تو انہوں نے کہا: میں شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار کرتا ہوں، تو کہا گیا: آپ نے اچھا کیا۔ اور جب ''وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ'' (بنی اسرائیل: ۱۱۰) نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: آپ کچھ آواز بلند کریں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: آپ کچھ آواز کو پست کریں، پس یہ ائمہ مقتدا ہیں۔ اور اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ (ہود: ۱۵۔۱۶)

جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی آسائش کو طلب کرتے ہیں تو ہم ان کے کل اعمال کا صلہ یہیں دے دیں گے اور یہاں ان کے صلہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی ○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ہے اور انہوں نے دنیا میں جو کام کیے وہ ضائع ہو گئے اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ برباد ہے ○

مجاہد نے کہا: یہ لوگ ریا کار ہیں۔

اور امام ابن المبارک نے سند جید کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے دکھاوے کے لیے کام کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے گا اور جس نے سنایا تو اللہ تعالیٰ اس کو سنائے گا۔ اور جس نے تعظیم کے لیے اپنے آپ کو بلند کیا اللہ تعالیٰ اس کو جھکا دے گا، اور جس نے خدا کے خوف سے تواضع کی، اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند فرمائے گا۔ (کتاب الزہد ص ۱۵۲)

امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! ایک آدمی کسی نیک عمل کو چھپاتا ہے، پھر جب لوگ اس نیک عمل پر مطلع ہو جاتے ہیں تو وہ خوش ہوتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو دو اجر ہیں، نیکی کو چھپانے کا بھی اجر ملے گا اور اس کے ظاہر کرنے کا بھی اجر ملے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸۴)

امام ترمذی نے کہا: بعض اہل علم نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جب لوگ اس کے اس نیک عمل کی تعریف کرتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے، لیکن جب اس کو اس سے خوشی ہو کہ لوگوں پر اس کی یہ نیکی ظاہر ہو اور وہ اس کی تعظیم و تکریم کریں تو یہ ریا کاری ہے۔ اور بعض نے یہ کہا کہ جب اس کے اس نیک عمل پر لوگ مطلع ہوں تو وہ اس لیے خوش ہوتا ہے کہ لوگ اس کے عمل جیسا نیک عمل کریں تو

اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور ان لوگوں کے نیک عمل کرنے کا اجر بھی ملے گا۔

حضرت ابو جوزاء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اہل جنت اور اہل نار کی خبر نہ دوں؟ اہل جنت وہ ہیں جن کے کان اس کی اچھی تعریف سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ سنتا ہے اور اہل نار وہ ہیں جن کے کان اس کے برے ذکر سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ سنتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۲۲۴، کتاب الزہد: ۱۵۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۷۵۔۵۷۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۴۹۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ریا کاری کی مذمت میں مزید دلائل

از سلمہ بن کہیل از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، جس شخص کی دنیا میں دو زبانیں ہوں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے قیامت کے دن آگ کی دو زبانیں بنا دے گا۔

علامہ خطابی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے کوئی عمل بغیر اخلاص کے کیا اور اس کا ارادہ اس سے یہ ہے کہ وہ لوگوں کو دکھائے اور لوگوں کو سنائے تو اس کی سزا قیامت کے دن یہ ملے گی کہ اللہ تعالیٰ اس کو مشہور کرے گا اور اس کو رسوا کرے گا اور اس چیز کو ظاہر کردے گا جس چیز کو وہ چھپاتا تھا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے اپنے عمل سے لوگوں کے نزدیک عزت اور نام و نمود کا ارادہ کیا اور اللہ عزوجل کی رضا کا ارادہ نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں کوئی ثواب نہیں دے گا اور دکھانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو مطلع کردے گا کہ اس نے یہ عمل لوگوں کو دکھانے کے لیے کیا تھا، اللہ کی رضا کے لیے نہیں کیا تھا۔ اس کی تائید درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ (ہود: ۱۵۔۱۶)

جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی آسائش کو طلب کرتے ہیں تو ہم ان کے کل اعمال کا صلہ یہیں دے دیں گے اور یہاں ان کے صلہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی O یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ہے اور انہوں نے دنیا میں جو کام کیے وہ ضائع ہو گئے اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ برباد ہے O

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے اپنے عمل سے یہ قصد کیا کہ لوگوں کو سنائے اور لوگوں کو دکھائے تاکہ لوگ اس کی تعظیم کریں اور لوگوں کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہو تو اس کو اس کا مقصود حاصل ہو جائے گا اور اس کے عمل کی یہی جزا ہو گی اور آخرت میں اس کو ثواب نہیں ملے گا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے لوگوں کے عیوب کو سنایا اور ان کو مشہور کیا، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو ظاہر کردے گا اور اس کو ناپسندیدہ باتیں سنائے گا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے اپنی طرف ایسے نیک عمل کو منسوب کیا جو اس نے نہیں کیا اور ایسی خیر کا دعویٰ

Marfat.com

کیا جس کو اس نے نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کرے گا اور اس کے جھوٹ کو ظاہر کر دے گا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو لوگوں کو اپنا عمل دکھاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس کے عمل کا ثواب دکھائے گا اور اس کو اس ثواب سے محروم کر دے گا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو سنائے گا، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مشہور کر دے گا اور لوگوں کے کانوں کو اس کے برے کاموں کے ساتھ دنیا میں بھر دے گا یا قیامت میں بھر دے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس معنی میں کئی احادیث مروی ہیں:

امام احمد اور امام دارمی نے حضرت ابوہند الداری سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی دکھاوے کی جگہ کھڑا ہوا اور سنانے کی جگہ کھڑا ہوا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو دکھائے گا اور اس کو سنائے گا۔ (یعنی اس کے عیوب دکھائے گا اور اس کے عیوب سنائے گا)۔

اور امام طبرانی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی دنیا میں سنانے اور دکھانے کی جگہ کھڑا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کے سامنے اس کو سنائے گا اور دکھائے گا۔ (یعنی اس کے عیوب لوگوں کو دکھائے گا اور سنائے گا)۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عملِ صالح کو مخفی رکھنا چاہیے لیکن جن لوگوں کی اقتداء کی جاتی ہے ان کے لیے اس کو ظاہر کرنا مستحب ہے جب کہ اس کا ارادہ یہ ہو کہ لوگ اس نیک کام میں اس کی اقتداء کریں اور اس کو بقدرِ ضرورت مقدر کیا جائے گا۔

علامہ ابن عبد السلام نے کہا ہے: نیک عمل کو مخفی رکھنے سے ان لوگوں کے نیک اعمال کو مستثنیٰ کیا جائے گا جن کی اقتداء کی جاتی ہے یا جن سے نفع حاصل کیا جاتا ہے جیسے علم کی کتابوں کو لکھنا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۵۶۔ ۵۵۷، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۳۷۔ بَابٌ: مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ — جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے لیے اپنے نفس سے جہاد کیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اپنے نفس سے جہاد کرنے کی فضیلت کو بیان کیا ہے، یعنی ایک انسان اللہ کی عبادت کرنا چاہتا ہے اور اس کا نفس اس کو کسی اور کام میں مشغول رکھنا چاہتا ہے تو وہ اپنے نفس کے تقاضوں کے خلاف جہاد کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۰۰۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا رَدِيفُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں

Marfat.com

لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا آخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ حَقُّ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ إِذَا فَعَلُوهُ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ۔

نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کا پچھلا حصہ تھا، آپ نے فرمایا: اے معاذ! میں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ وسعدیک! (میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں) پھر آپ تھوڑی دیر چلے، پھر آپ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے کہا: لبیک رسول اللہ وسعدیک! پھر آپ تھوڑی دیر چلے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں۔ پھر آپ تھوڑی دیر چلے، پھر آپ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: لبیک رسول اللہ وسعدیك، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے جب وہ اس کے حکم پر عمل کرلیں؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو عذاب نہ دے۔

(صحیح البخاری:۲۸۵۶،۵۹۶۷،۶۲۶۷،۶۵۰۰،۷۳۷۳،صحیح مسلم:۳۰،سنن ترمذی:۲۶۴۳،سنن ابوداؤد:۲۵۵۹،سنن ابن ماجہ:۴۲۹۶،مسند احمد:۲۱۴۸۶)

صحیح البخاری:۶۵۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح سے ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نفس کے ساتھ توحید کے ساتھ جہاد کیا جائے اور مرد کا اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہی جہادِ اکبر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جس وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا''۔ ردیف کا معنی ہے جو سوار کے پیچھے بیٹھا ہوا ہو۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے ''میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کا پچھلا حصہ تھا''۔ یہ وہ لکڑی ہے جس کے ساتھ سوار

اپنے پیچھے ٹیک لگاتا ہے اور اس سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت شدید قریب تھے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اچھی طرح سن سکیں اور اس کو منضبط کر سکیں۔ رہا یہ کہ اس حدیث میں تین مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو متوجہ کیا اور فرمایا: یا معاذ بن جبل، تو یہ تاکید کے اہتمام کے لیے تھا تاکہ اس کے بعد جو خبر آنے والی ہے اس کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بہت غور کے ساتھ سنیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''لبیک'' یہ کئی مرتبہ بتایا جا چکا ہے کہ یہ لفظ تلبیہ سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: یارسول اللہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں، اور یہ ''لب بالمکان'' سے ماخوذ ہے اور وہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص کسی جگہ پر قیام کرے۔ اور یہ ہمیشہ تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ بطور تکرار کے استعمال ہوتا ہے، یعنی میں بار بار آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا ''وسعدیك'' یعنی میں آپ کے اطاعت کے لیے مدد کرتا ہوں، اور یہ بھی مصدر منصوب ہے اور ''اسعدك السعدین'' کے معنی میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟''

حق کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو موجود ہو اور متحقق ہو یا وہ چیز جو ہونے والی ہو لامحالہ۔

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے حق کی تفسیر حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کی ہے مگر پوری نقل نہیں کی، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے بعد لکھا ہے:

''حق سے مراد یہاں پر وہ چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مستحق ہے یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب قرار دیا ہے''۔ اور علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حق سے مراد وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے ان سے خطاب فرمایا ہے اور ان پر جو احکام لازم کیے ہیں سو ان احکام کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ مستحق ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۵۹، دار المعرفہ، بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ اس کے بندے اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو واحد مانیں اور عبادت سے مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریں اور گناہوں سے اجتناب کریں اور اس کی نافرمانی نہ کریں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟'' معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب ہے جیسے کوئی مزدور کام کرے تو مالک پر اس کی مزدوری کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق نہیں ہے، یعنی جس طرح مزدور کی مزدوری مالک پر حق ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ پر کوئی حق نہیں ہے اور علامہ قرطبی نے کہا ہے: بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت اور اطاعت کرنے پر جو بندوں سے ثواب کا وعدہ اپنے فضل سے فرمایا ہے تو اس وعدہ کے مطابق ان کو ثواب عطا فرمائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۰۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

نفس کے ساتھ جہاد کا بیان

مرد کا اپنے نفس سے جہاد کرنا یہی جہادِ اکبر ہے اور دشمنِ اسلام کے ساتھ جنگ کرنا یہ جہادِ اصغر ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس امارہ کو اس کی خواہش سے روکا O پس بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے O (النازعات: ۴۰-۴۱)

اور از الحسن بن ہاشم از یحییٰ بن ابی العلاء از لیث از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ جہاد سے واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف آئے ہو، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! جہادِ اکبر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نفس سے جہاد کرنا۔ (تاریخ بغداد للخطیب ج ۱۳ ص ۵۲۳-۵۲۴)

(الحافظ العراقی نے احیاء العلوم ج ۲ ص ۷۰۹ پر احادیث کی تخریج میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اور ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی ج ۱۱ ص ۱۹۷ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کے عارفین میں سے کسی نے اس کی روایت نہیں کی۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے الکاف الشاف ج ۳ ص ۱۶۹-۱۶۸ میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں ضعف ہے اور شیخ البانی نے الاحادیث الضعیفہ میں اس کو درج کیا ہے: ۲۴۶۰)۔

اور سفیان ثوری نے کہا: تمہارا دشمن وہ نہیں ہے جس کو اگر تم قتل کرو تو تمہیں اس کا اجر ملے گا تمہارا دشمن تو تمہارا وہ نفس ہے جو تمہارے دو پہلوؤں کے درمیان ہے، سو تم اپنی خواہش کے خلاف جہاد کرو یہ اس سے زیادہ شدید ہے جو تم اپنے دشمن سے قتال کرتے ہو۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سب سے پہلے جس چیز کو تم اپنے دین سے گم پاؤ گے وہ تمہارے نفسوں کے ساتھ جہاد ہے اور کبھی جہاد النفس ہوتا ہے مباح شہوات سے اپنے آپ کو روکنا تا کہ آخرت میں زیادہ اجر ملے، تا کہ بندہ اس آیت کا مصداق نہ بن جائے:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾

(ان سے کہا جائے گا:) تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو، پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور کیونکہ تم نافرمانی کرتے تھے O (الاحقاف: ۲۰)

اور امت کے سلف صالحین کا اسی پر عمل رہا ہے۔

اور سالم الخواص نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی: آپ شہوات کے قریب نہ جائیں، کیونکہ میں نے شہوات کو اپنی ضعیف مخلوق کے لیے پیدا کیا ہے۔ اگر تم شہوات کے قریب گئے تو میں تم سے اپنی مناجات کی حلاوت کو سلب کرلوں گا اور اے داؤد! آپ بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ تم شہوات کے قریب نہ جاؤ، کیونکہ دل شہوات سے ڈھانپا ہوا ہے اور میری آواز اس سے حجاب میں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱۰ ص ۲۱۰-۲۱۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۸۱-۵۸۲ ملخصاً وملتقطاً، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ٦٥٠٠، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جہاد بالنفس کی تعریف میں متقدمین کی آراء

اس باب میں جہاد بالنفس کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور جہاد بالنفس سے مراد ہے نفس کو ان کاموں سے روکنا جو عبادت سے دور رکھتے ہیں اور ایسے کاموں میں مشغول نہ ہونا جن کی وجہ سے بندہ عبادت نہ کر سکے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: مرد کا اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہی کامل ترین جہاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ؕ اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس امارہ کو اس کی خواہش سے روکا O پس بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے O (النازعات: ۴۰-۴۱)

اور انسان جب اپنے نفس کو معاصی اور گناہوں سے روک لیتا ہے تو اپنے نفس کو شبہات سے بھی روک لیتا ہے اور اپنے نفس کو مباح اور جائز شہوات کی کثرت سے روکتا ہے تا کہ اس کو آخرت میں اجر زیادہ ملے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اور اس لیے تا کہ وہ شہوات کے تقاضوں پر زیادہ عمل کرنے کا عادی نہ بن جائے اور شہوات کے تقاضوں سے الفت نہ رکھے۔ پھر شہوت کے تقاضے اس کو مشتبہ کاموں کی طرف گھسیٹ لیں گے، پھر وہ اس سے محفوظ نہیں رہے گا کہ حرام کا ارتکاب کرے۔

علامہ القشیری نے اپنے شیخ ابوعلی الدقاق سے نقل کیا ہے: جو شخص اپنے ابتدائی سلوک میں نفس کے ساتھ جہاد نہ کرتا ہو تو وہ اس طریقہ کا ایک ذرہ بھی نہیں پائے گا۔

اور ابوعمر بن نجید سے روایت ہے: جس پر اس کا دین کرم کرے تو اس پر اس کا نفس آسان ہو جاتا ہے یعنی اس پر نفس کی مخالفت کرنا آسان ہوتی ہے۔

علامہ قشیری نے کہا ہے: نفس کے ساتھ مجاہدہ کی اصل یہ ہے کہ نفس کو اس کی پسندیدہ چیزوں سے روکے اور نفس کے تقاضوں کے خلاف کام کرے اور نفس کی دو صفتیں ہیں۔ ایک صفت ہے شہوات میں منہمک ہونا اور دوسری صفت ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے رکنا۔ اور مجاہدہ اس کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

بعض ائمہ نے کہا ہے: نفس کے ساتھ جہاد کرنا دشمن کے ساتھ جہاد کرنے میں داخل ہے، کیونکہ دشمن تین قسم کے ہیں، ان کا سردار شیطان ہے، پھر نفس ہے کیونکہ وہ انسان کو ان لذات کی طرف دعوت دیتا ہے جن کی وجہ سے وہ حرام میں واقع ہو جاتا ہے اور اس سے اس کا رب ناراض ہوتا ہے اور شیطان اس کا مددگار ہوتا ہے اور ان کاموں کو اس کے لیے خوشنما بناتا ہے۔ پس جس نے اپنی خواہش کی مخالفت کی اس نے شیطان کا قلع قمع کیا، پس نفس کے ساتھ مجاہدہ یہ ہے کہ نفس کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کرے

Marfat.com

اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان سے اپنے آپ کو روکے، اور جب بندہ اس پر قوی ہو جاتا ہے تو اس کے لیے دین کے دشمنوں سے جہاد کرنا آسان ہو جاتا ہے، پس پہلا جہادِ باطن ہے اور دوسرا جہادِ ظاہر ہے۔ اور نفس کے ساتھ جہاد کے چار مراتب ہیں:

(۱) نفس کو امورِ دین کے علم کے حصول کے لیے برانگیختہ کرنا اور ان کے تقاضوں پر عمل کرنے کے لیے تیار کرنا۔

(۲) نفس کو اس پر برانگیختہ کرنا کہ جن کو علم نہیں ہے ان کو تعلیم دیں۔

(۳) پھر اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف اور جو اللہ تعالیٰ کے دین کے مخالف ہیں ان کے خلاف قتال کرنے کی دعوت دے۔

(۴) اور جہاد النفس پر سب سے زیادہ مددگار شیطان کے ساتھ جہاد کرنا ہے اور شیطان کے ڈالے ہوئے شکوک و شبہات کو اپنے دل و دماغ سے نکال دینا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے جن محرمات سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہنا ہے۔ پھر شبہات کے ارتکاب سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دراز گوش پر دو آدمیوں کا سوار ہونا جائز ہے۔

(۲) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا ثبوت ہے، کیونکہ آپ نے دراز گوش پر سواری کی۔ اور جو شخص دراز گوش پر سواری کو حقیر جانے وہ دراز گوش سے بھی زیادہ حقیر ہے، کیونکہ دراز گوش پر سواری کرنا آپ کی سنت ہے۔

(۳) اس حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے اور ان کا حسنِ ادب ہے کہ انہوں نے لبیک کہا اور سعدیک کہا۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ کیونکہ ہر چیز کی حقیقتِ حال کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہوتا ہے۔

(۴) اور ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر بیٹھنا۔

(۵) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلام کی تاکید کے لیے اس کا تکرار کرنا چاہیے۔

(۶) اور شیخ اپنے تلمیذ سے کسی حکم کے متعلق پوچھے تاکہ معلوم ہو کہ تلمیذ کو اس حکم کے متعلق کیا معلوم ہے، اور جو اس کو معلوم نہ ہو اس حکم کو شیخ بیان کرے۔

(۷) صحیح البخاری کے اوائل میں یہ حدیث ہے اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس بشارت دینے سے منع کیا تھا کہ اللہ پر یہ حق ہے کہ جب بندے اس کی عبادت کریں تو وہ ان کو عذاب نہ دے، تاکہ لوگ اس بشارت پر اعتماد نہ کرلیں اور عمل کو چھوڑ دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب احادیث میں کسی چیز کی رخصت ہو ان کو بالعموم بیان نہیں کرنا چاہیے، تاکہ لوگ اپنی ناقص فہموں سے غلط رائے نہ قائم کرلیں۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو سنا اور اس حدیث کی وجہ سے انہوں نے عمل میں کوشش کو ترک نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ سے خوف میں کوئی کمی کی، لیکن جو شخص حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کا نہ ہو اس سے یہ اطمینان نہیں ہے، سو وہ ظاہر حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے عمل میں کوشش کرنے کو ترک کر دے گا۔ اور اس کے معارض کتاب اور سنت کی وہ تصریحات ہیں کہ بعض نافرمان موحدین کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا، اس لیے ان دونوں چیزوں کو جمع کرنا واجب ہے۔

(۸) زہری کا قول یہ ہے کہ یہ رخصت فرائض اور حدود کے نزول سے پہلے تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کتاب الجنائز میں یہ حدیث

Marfat.com

ہے کہ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' جنت کی چابی ہے، مگر ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں اور اس چابی کے دندانے اعمالِ صالحہ ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ شرک دوزخ میں داخل ہونے کا سبب ہے، تو جو شرک کو ترک کرے گا وہ دائماً دوزخ میں نہیں رہے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ موحدین کے تمام بدن کو آگ نہیں جلائے گی کیونکہ سجدہ کی جگہوں کو آگ نہیں جلاتی۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۵۷۔۵۵۹، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب السجود میں روایت کیا ہے، حدیث میں ہے:

امر الله الملائكة ان يخرجوا من كان يعبدالله فيخرجونهم ويعرفونهم بآثار السجود وحرم الله على النار ان تاكل اثر السجود۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اس کو نکال دیں، پھر فرشتے ان کو نکال دیں گے اور وہ ان کو سجدہ کی نشانیوں سے پہچانیں گے، اور اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی نشانیوں کو کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۰۶، صحیح مسلم: ۱۸۲، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۵۶، صحیح ابن حبان: ۷۴۲۹، سنن نسائی: ۱۱۳۹، سنن کبریٰ: ۱۱۶۳۷، سنن دارمی: ۱۸۰۱، صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۵، مسند احمد: ۷۷۱۷، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۳۴۹) (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۶۵۰۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نفس کی اقسام

ایک نفسِ امارہ ہے جو برائی کا حکم دیتا ہے اور اسی نفس کے ساتھ جہاد کرنا مطلوب ہے۔ اور دوسرا نفسِ مطمئنہ ہے جو کہ نیکی اور خیر کا ارادہ کرتا ہے۔ اور تیسرا نفسِ لوّامہ ہے جو انسان کو برے کاموں پر ملامت کرتا ہے۔ پس نفسِ مطمئنہ خیر کا ارادہ کرتا ہے اور نفسِ امارہ برائی کا اور شر کا ارادہ کرتا ہے، اور نفس لوّامہ ان دونوں کے بین بین ہے۔ پس انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے۔

نفس کے ساتھ جہاد کر کے عبادت کرنا افضل ہے یا بغیر نفس کے ساتھ جہاد کے

بعض علماء نے کہا ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد کر کے عبادت کرنا افضل ہے، اس لیے کہ جو شخص اپنے نفس کو عبادت پر ابھارتا ہے اور عبادت کی مشقت پر صبر کرتا ہے اور اس کا نفس جو اس کو عبادت سے روکتا ہے اس سے مزاحمت کرتا ہے تو اس کا عبادت کرنا زیادہ افضل ہے۔ اور بعض علماء نے کہا کہ جو نفس کے ساتھ جہاد کے بغیر عبادت کرتا ہے وہ افضل ہے، کیونکہ عبادت کرنا اس کی طبیعت کا تقاضا ہو گیا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی دائماً عبادت کرتا ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ یہ دوسری قسم افضل ہے، کیونکہ اس میں نفس کے ساتھ مجاہدہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عبادات بعد کے مسلمانوں سے زیادہ افضل ہیں، کیونکہ عبادت کرنا ان کی طبیعت کا تقاضا بن گیا تھا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں''۔

عبادت کا معنی ہے: محبت کے ساتھ اور تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور عبادت کرنے والا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ذلیل اور منکسر قرار دے اور یہ اعتقاد رکھے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور بندگی کا یہی تقاضا ہے کہ وہ تذلل اور عجز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ اور اس طرح نہ کرے کہ وہ عبادت کو عادتاً کر رہا ہے اور نہ اس طرح کرے جس سے یہ پتا چلے کہ وہ اپنے رب کی عبادت سے مستغنی ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تذلل تام کرے اور محبت اور تعظیم کے ساتھ اس کی اطاعت کرے۔

اللہ تعالیٰ کا بندوں کو عبادت پر اجر عطا فرمانا محض اس کا فضل ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے''۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اپنا حق کیسے ثابت کریں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اپنے کسی حق کو ثابت یا واجب نہیں کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نفس کے اوپر اپنے کرم اور فضل سے ہمارے حق کو واجب کرلیا ہے ورنہ ہمارا رب جو چاہے کرے لیکن اس کے کرم کا تقاضا یہ ہے کہ اس نے ہمارے لیے اپنے نفس کے اوپر کچھ حقوق واجب کرلیے اور اسی میں سے یہ حق بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ (الانعام: ۵۴)

اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ کہیں: تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے کہ تم میں سے جس کسی نے ناواقفیت کی وجہ سے کوئی برا کام کرلیا، پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور اصلاح کرلی تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ہم سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہو گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر ج ۳ ص ۴۸) اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے شدید غصہ سے غلبۂ شہوت یا حماقت کی بناء پر اخروی سزا سے غافل ہوکر کوئی گناہ کر لیا، پھر اس نے اخلاص کے ساتھ اپنے گناہ پر توبہ کی، اس گناہ سے رجوع کیا اور نادم ہوا اور مستقبل میں دوبارہ وہ گناہ نہ کرنے کا عزم کیا، اپنے عمل کی اصلاح کی اور اس گناہ کی تلافی اور تدارک کیا اور اس گناہ کے بعد کوئی نیکی کی، تاکہ اس گناہ کا اثر مٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اس گناہ کو بخش دے گا کیونکہ وہ بہت وسیع رحمت اور مغفرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر جو اپنی رحمت کو لازم کیا ہے، یہ اس طرح نہیں ہے جیسے کوئی چیز فرض یا واجب ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے ازراہِ کرم اور ازراہِ فضل اپنے اوپر اپنی رحمت کو لازم کرلیا ہے، پس اللہ ہی کے لیے حمد ہے اور اسی کے لیے ستائش ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۹۱۔ ۳۹۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۸۔ بَابُ: التَّوَاضُعِ تواضع اور انکسار کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں تواضع کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، تواضع کا معنی ہے: انسان کا اپنے مرتبہ سے نیچے اترنا، دوسرا قول ہے تواضع کا معنی ہے: اپنے سے بڑے مرتبہ والے کی تعظیم کرنا۔

امام عبداللہ بن المبارک نے اپنی سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ کوئی انسان ایمان کی بلندی پر اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا حتیٰ کہ اس کے نزدیک پستی بلندی سے زیادہ پسندیدہ ہو اور دنیا کا قلیل مال دنیا کے کثیر مال سے زیادہ پسندیدہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۰۱۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ نَاقَةٌ قَالَ ح و حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ وَأَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَتْ نَاقَةٌ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ وَكَانَتْ لَا تُسْبَقُ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ لَهُ فَسَبَقَهَا فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَقَالُوا سُبِقَتِ الْعَضْبَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے لیے ایک اونٹنی تھی ح اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی اور ابو خالد الاحمر نے از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کا نام العضباء تھا۔ اور وہ کبھی پیچھے نہیں رہتی تھی، سو ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا اور وہ اس سے آگے نکل گیا، تو مسلمانوں کو اس سے بہت رنج ہوا اور انہوں نے کہا: العضباء پر سبقت کرلی گئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ پر یہ حق ہے کہ جو چیز بھی دنیا میں سربلند ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پست کردیتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۷۱، ۲۸۷۲، سنن نسائی: ۳۵۸۸، سنن ابوداؤد: ۴۸۰۲، مسند احمد: ۱۱۵۹۹)

صحیح البخاری: ۶۵۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے تواضع، اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ کسی چیز کو دنیا میں سر بلند نہیں کرے گا مگر اس کو پست کر دے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ سر بلندی اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور فخر اور غرور ناپسندیدہ صفات ہیں اور تواضع اور انکسار اور عاجزی اور پستی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ صفات ہیں۔

میں کہتا ہوں: مطلقاً کبریائی اور بڑائی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اگر کوئی شخص کسی کو اپنے کمال میں یکتا اور ناقابلِ تسخیر سمجھے تو اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتا ہے۔ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو یہ سمجھتے تھے کہ وہ کبھی کسی اونٹ سے دوڑ میں اور مقابلہ میں پیچھے نہیں رہے گی اور اس کو ناقابلِ تسخیر گردانتے تھے تو ایک بار وہ بھی ایک اعرابی کے اونٹ سے پیچھے رہ گئی۔ ہمارے زمانہ میں اسکواش کا ایک چیمپئن تھا جس نام جہانگیر تھا اور اس نے پانچ سو سے زائد مقابلے جیتے تھے اور لوگ اس کو اسکواش میں ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے لیکن وہ اپنے چچا زاد بھائی جان شیر خان سے اسکواش کے ایک مقابلہ میں ہار گیا، اسی طرح مشہور باکسر محمد علی کلے بھی باکسنگ کا چیمپئن تھا اور کسی مقابلہ میں ہارا نہیں تھا حتیٰ کہ اس کو بھی لوگ ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے لیکن ایک مقابلہ میں وہ بھی جو فریزیر سے ہار گیا، سو مطلقاً بڑائی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ورنہ ہر کمال کو زوال ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام العضباء تھا"۔ "العضباء" اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا کان شق ہوا ہو، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا کان چرا ہوا نہیں تھا، یہ صرف اس کا لقب تھا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ایک اعرابی ایک قعود پر آیا"۔ "قعود" جوان اونٹ کو کہتے ہیں حتیٰ کہ وہ اپنے پیٹھ کو سوار کے لیے مہیا کرے، اس کی کم سے کم عمر دو سال ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۰۲- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ كَرَامَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ اللهَ قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عثمان بن کرامۃ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میرے ولی سے عداوت رکھی سو میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں، اور میرا بندہ کسی ایسی عبادت سے میرا قرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے ان عبادات سے زیادہ پسندیدہ ہو جو میں نے اس پر فرض کیں، اور میرا بندہ نوافل کے ساتھ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے

Marfat.com

الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَائَتَهُ۔

محبت کرتا ہوں، پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے وہ کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اور میں اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور میں اس کے وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے، اور میں اس کے وہ پیر ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور عطا کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اس کو ضرور پناہ عطا کرتا ہوں، اور میں کسی کام میں جس کو میں کرنے والا ہوں ایسا تردد نہیں کرتا جیسا تردد میں مومن کی روح قبض کرنے میں کرتا ہوں، وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے رنجیدہ کرنے کو ناپسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۲، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵ طبع جدید، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۴۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۴۶، ج ۱۰ ص ۲۱۹، کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۹۱، صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۵، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۲۶۶، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۳۲۷)

صحیح البخاری: ۶۵۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہاں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے حتیٰ کہ علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس حدیث میں تواضع کا مطلقاً ذکر نہیں ہے۔

اور صاحب التلویح نے کہا ہے: میں اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کو نہیں جانتا، کیونکہ اس حدیث میں تواضع کا ذکر نہیں ہے اور نہ تواضع کے قریب کسی چیز کا ذکر ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ مناسب یہ تھا کہ اس حدیث کو امام بخاری اس سے پہلے باب میں داخل کرتے جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مرد کے مجاہدہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس سوال کا علماء نے جواب بھی دیا ہے، پس علامہ کرمانی نے کہا: نوافل کے ساتھ تقرب اسی وقت حاصل ہوگا جب بندہ میں بہت زیادہ اپنے رب عزوجل کے لیے تواضع اور تذلل ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس جواب کو پہلے صاحب التلویح ذکر کر چکے ہیں، کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ نوافل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا مستحق ہوتا ہے اور یہ استحقاق رب عزوجل کے ساتھ انتہائی تذلل اور تواضع سے ہوتا ہے۔ پھر صاحب التلویح نے کہا: اس میں بُعد ہے، لیکن نوافل سے اللہ کے نزدیک اس وقت ثواب حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص فرائض پر محافظت کرے۔

اور دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس باب کی عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے مستفاد ہے "میں اس کے کان

Marfat.com

ہو جاتا ہوں"۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ عینی لکھتے ہیں:

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: اس باب کی حدیث کے ساتھ مناسبت اس کے لازم سے ہے، کیونکہ حدیث میں ہے "جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی میں اس سے اعلانِ جنگ کر دیتا ہوں"۔ سو یہ حدیث اولیاء اللہ سے عداوت رکھنے سے زجر و توبیخ پر مشتمل ہے اور وہ ان سے محبت کو مستلزم ہے اور تمام اولیاء اللہ سے اور اولیاء اللہ کی محبت غایت تواضع سے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اولیاء اللہ میں وہ بھی ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: التزام کی دلالت ترک کی گئی ہے، کیونکہ اگر یہ معتبر ہو تو لازم آئے گا کہ ایک لفظ کے غیر متناہی مدلولات ہوں اور اس قائل سے پوچھا جائے گا کہ تم لزومِ بیّن کا ارادہ کرتے ہو یا مطلق لزوم کا، اور جو بھی ہو دلالتِ التزامی کو ترک کیا جاتا ہے۔ پس اگر تم لزومِ بیّن کا ارادہ کرو تو وہ اشخاص کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، پس مدلول منضبط نہیں ہوگا۔ اور اگر تم مطلق لزوم کا ارادہ کرتے ہو تو لوازم غیر متناہی ہیں۔ پس ایک لفظ سے ان مدلولات کا افادہ ممتنع ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اصل اور مکمل عبارت

تنبیہ: اس حدیث کو تواضع کے باب میں امام بخاری نے داخل کیا ہے اور اس پر علامہ داؤدی نے یہ اشکال کیا ہے کہ اس حدیث میں بالکل تواضع نہیں ہے۔ اور بعض علماء نے کہا: مناسب یہ تھا کہ اس حدیث کو اس سے پہلے باب میں داخل کیا جاتا جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مرد کے مجاہدہ کا ذکر ہے، اور امام بیہقی نے "الزہد" میں یہی عنوان قائم کیا ہے، انہوں نے کہا ہے "فصل فی الاجتهاد والطاعة وملازمة العبودية" اور امام بخاری کی طرف سے اس اشکال کا جواب کئی وجوہ سے ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کا تقرب جو نوافل کے ساتھ حاصل ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انتہائی تواضع اور اس پر توکل سے حاصل ہوگا، اس جواب کو علامہ کرمانی نے ذکر کیا ہے۔

(۲) علامہ کرمانی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا عنوان حدیث کے اس جملہ سے مستفاد ہوتا ہے "کنت سمعه" یعنی میں بندہ کے کان ہو جاتا ہوں۔

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس سے ایک تیسرا جواب نکلتا ہے اور میرے لیے ایک چوتھا جواب بھی ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ مطابقت "من عادی لی ولیا" "جو میرے ولی سے عداوت رکھے" سے بہ طریق لازم ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس حدیث کا تقاضا ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت رکھنے سے زجر و توبیخ کی جائے جو ان کی محبت کو مستلزم ہے اور تمام اولیاء سے محبت کو مستلزم ہے اور یہ اسی وقت حاصل ہوگا جب انتہائی تواضع کی جائے، کیونکہ اولیاء اللہ میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں جن کی طرف کوئی شخص التفات نہیں کرتا اور تواضع پر ترغیب میں متعدد احادیث صحیحہ مروی ہیں لیکن ان میں سے کوئی حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں ہے، پس اس باب کی دونوں حدیثوں سے وہ مستغنی ہیں، ان میں سے ایک حدیث

Marfat.com

حضرت عیاض بن حمار کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تم تواضع کرو حتیٰ کہ کوئی آدمی دوسرے آدمی پر فخر نہ کرے۔ اس حدیث کی امام مسلم اور امام ابوداؤد وغیرہما نے روایت کی ہے۔ اور ایک حدیث وہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص نے اللہ کے لیے تواضع نہیں کی مگر اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کرتا ہے۔ اس حدیث کی امام مسلم اور امام ترمذی نے روایت کی ہے۔ اور ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جس کی حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے لیے تواضع کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اعلیٰ علیین میں کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۶۵، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: میں اس اعتراض کو رد کرنے میں مشغول ہونا مناسب نہیں سمجھتا اور میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص میرے جواب پر واقف ہوگا (جو فتح الباری میں مذکور ہے۔ فتح الباری ج ۷ ص ۵۶۵) تو وہ یہی کہے گا کہ باب کی حدیث سے مناسبت کے لیے ادنیٰ مناسبت کافی ہوتی ہے اور کیسے کافی نہیں ہوگی جب کہ میری تقریر سے (جو فتح الباری میں مذکور ہے: فتح الباری ج ۷ ص ۵۶۵) وہ مناسبت بالکل واضح ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۲۲، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عثمان، یہ ابن کرامۃ العجلی ہیں، یہ ۲۵۶ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے تھے اور یہ امام بخاری کے کم سن اساتذہ میں سے ہیں، اور یہ امام بخاری کے اکثر مشائخ میں شریک ہیں۔

نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن مخلد، یہ امام بخاری کی اس حدیث کے شیخ ہیں، امام بخاری نے ان سے بغیر واسطہ کے بھی حدیث روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں خالد بن مخلد ہیں، یہ البجلی ہیں، ان کو القطوانی الکوفی بھی کہا جاتا ہے، یہ محرم ۲۱۳ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان بن بلال ابو ایوب القرشی التیمی ہیں، جو ۱۷۷ھ میں فوت ہو گئے تھے، اور اس حدیث کی سند میں شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر القرشی ہیں، ان کو اللیثی بھی کہا جاتا ہے، یہ ۱۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

خالد بن مخلد پر جرح کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ خالد میں بحث ہے۔ امام احمد نے کہا: ان کی منکر روایات ہیں، امام ابو حاتم نے کہا: ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا اور امام ابن عدی نے کہا: ان کی دس احادیث منکر ہیں اور ان میں سے اس باب کی حدیث بھی منکر ہے، اور

Marfat.com

اس حدیث کی سند میں شریک ہے، اس میں بھی بحث ہے، اور وہ حدیث معراج کے راوی ہیں اس میں انہوں نے اضافہ بھی کیا ہے اور کمی بھی کی ہے اور تقدیم اور تاخیر بھی کی ہے اور کئی چیزوں کے ساتھ وہ متفرد ہیں جن میں ان کا کوئی متابع نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: رہے خالد، تو ابن معین نے کہا ہے کہ ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ابو حاتم نے کہا: ان کی حدیث کو لکھا جائے گا، اور ابوداؤد نے کہا: وہ بہت سچے ہیں لیکن ان میں تشیع تھا۔ اور میرے نزدیک ان کی روایت میں ان شاء اللہ کوئی حرج نہیں ہے۔ اور رہے شریک، تو یحییٰ بن معین اور نسائی نے کہا ہے کہ ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے، اور محمد بن سعد نے کہا: وہ ثقہ ہیں اور کثیر الحدیث ہیں۔ اور عطاء، وہ ابن یسار ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ عطاء بن ابی رباح ہیں، اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اور امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو میرے ولی سے عداوت رکھے میں اس سے اعلانِ جنگ کر دیتا ہوں"۔

یہ حدیث احادیثِ قدسیہ میں سے ہے اور اس حدیث کی بعض سندوں کے ساتھ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام نے بیان کیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے سنا۔

اللہ کے ولی کی تعریف

اس حدیث میں "ولی" کا ذکر ہے، ولی اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ عزوجل کی صفات کا عالم ہو اور اس کی اطاعت اور عبادت پر دوام کرتا ہو اور اپنی عبادت میں مخلص ہو۔

"من عادی" پر ایک سوال کا جواب

"معاداۃ" کا تقاضا ہے کہ کوئی شخص اللہ کے ولی سے عداوت رکھے اور اللہ کا ولی اس سے عداوت رکھے اور یہ اللہ کے ولی کی شان سے بعید ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من عادی" یہ معادات سے ماخوذ ہے اور یہ باب مفاعلہ ہے جو جانبین سے فعل کے صدور کا تقاضا کرتا ہے، یعنی وہ شخص اللہ کے ولی سے عداوت رکھے اور اللہ کا ولی اس سے عداوت رکھے حالانکہ ولی کی شان حلم ہے اور عداوت سے اجتناب کرنا ہے اور جو ان کے ساتھ جہالت کی بات کرے اس سے درگزر کرنا۔

اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ معادات جھگڑے میں منحصر نہیں ہے اور نہ دنیاوی جھگڑوں میں منحصر ہے بلکہ کبھی اس بغض کو بھی معادات کہتے ہیں جو تعصب سے پیدا ہوتا ہے مثلاً رافضی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے اور بدعتی، سنی سے بغض رکھتا ہے تو ان میں معادات جانبین سے ہوگی۔ اور ولی کی جانب سے جو عداوت ہوگی وہ محض اللہ کے لیے ہوگی اور دوسرے شخص کی جو عداوت ہوگی وہ اس کی نفسانیت کی بناء پر ہوگی۔

علامہ عینی اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس اعتراض کے جواب میں اس تکلف کی ضرورت نہیں

Marfat.com

ہے بلکہ کبھی بابِ مفاعلہ ایک جانب سے فعل کے صدور کے لیے بھی آتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض تمام آسمان اور زمینیں ہیں جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے ○

(آل عمران: ۱۳۳)

اس آیت مبارکہ میں بھی "سارعوا" کا لفظ ہے اور وہ بابِ مفاعلہ سے ہے اور یہاں بھی سرعت کا فعل جانبین سے نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ ہے "اسرعوا" "تم جلدی کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقد آذنته" اس کا معنیٰ ہے: میں اس کو خبر دیتا ہوں اور اس کو مطلع کرتا ہوں، یعنی میں اس سے جنگ کا اعلان کر دیتا ہوں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: "جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی اس نے میرے ساتھ جنگ کو حلال کر لیا"۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "اس نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کا اعلان کر دیا"۔ اور حضرت ابوامامہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: "اس نے مجھ سے اعلانِ جنگ کر دیا"۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ محاربہ جانبین سے ہوتا ہے، سو مخلوق اللہ تعالیٰ سے کیسے محاربہ کر سکتی ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہاں حرب کا اطلاق ہے اور اس سے اس کا لازم مراد ہے، یعنی اس کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے گا جو معاملہ دشمن محارب کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مما افترضت علیه" اس سے مراد جمیع فرائض ہیں، خواہ فرائض عین ہوں یا فرائض کفایہ ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں"۔

علامہ قشیری نے کہا ہے: بندہ کا اپنے رب سے قرب پہلے ایمان کے ساتھ ہوتا ہے، پھر نیک اعمال کے ساتھ ہوتا ہے اور رب کا قرب بندہ کے ساتھ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ بندہ کو دنیا میں اپنی معرفت عطا فرماتا ہے اور آخرت میں اس کو اپنی رضا عطا فرماتا ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کے لطف اور احسان کی کئی وجوہ ہیں۔ اور بندہ کا اللہ تعالیٰ سے قرب اسی وقت ہوتا ہے جب بندہ مخلوق سے دور رہے۔ اور رب تعالیٰ کا قرب علم اور قدرت کے ساتھ تمام لوگوں کو شامل ہے۔ اور لطف اور نصرت کے ساتھ خواص کے ساتھ مخصوص ہے اور اُنس کے ساتھ اولیاء اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا ہے" اس سے مراد وہ نوافل ہیں جو فرائض کو بھی شامل ہیں اور فرائض کی تکمیل کرنے والے ہیں اور اس سے نوافل مطلقاً مراد نہیں ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے"۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ یہ تمام الفاظ مجاز پر محمول ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ اس بندہ کی اس طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح بندہ اپنے اعضاء کی حفاظت کرتا ہے کہ کہیں وہ ہلاکت میں واقع نہ ہو جائے۔

علامہ الخطابی نے کہا ہے: یہ مثالیں ہیں اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو ان اعضاء کے ساتھ ایسی

Marfat.com

توفیق دیتا ہے جس سے وہ ایسے کام کرے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا باعث ہوں، اور اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کو اپنی معصیت سے محفوظ رکھتا ہے مثلاً اس کے کان ان چیزوں کو نہیں سنتے جو اللہ کو ناپسند ہوں یعنی لہو ولعب کو نہیں سنتے، اور اللہ اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے یعنی وہ اپنی آنکھوں سے ان چیزوں کو نہیں دیکھتا جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے دیکھنے سے منع فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے یعنی وہ اپنے ہاتھوں سے ان چیزوں کو نہیں پکڑتا جن کا پکڑنا اس کے لیے حلال نہیں ہے، اور وہ اس کے پاؤں ہو جاتا ہے، یعنی وہ اپنے پاؤں سے چل کر باطل کی طرف نہیں جاتا، یا بندہ ایسا نہیں کرتا کہ دعا کو قبول کرنے میں جلدی کرے اور اپنی طلب کو اصرار کرے، کیونکہ انسان کی سعی ان چار اعضاء کے استعمال کے بعد ہوتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے''۔ اس حدیث میں ''بصر'' کا لفظ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ''عین'' کا لفظ ہے، اور یعقوب بن مجاہد کی روایت میں عین کا لفظ ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور عبدالواحد کی روایت میں یہ اضافہ ہے ''میں اس کا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ تعقل کرتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے''۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے ''میں بندہ کے لیے اس کے مقاصد کو مہیا کر دیتا ہوں گویا کہ وہ کان اور آنکھوں سے اپنے مقاصد کو حاصل کر لیتا ہے''۔

دوسرا قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ''میں اس کی نصرت کرنے میں اس کے کان، آنکھ اور ہاتھ اور پیر کی طرح ہو جاتا ہوں''۔ یعنی دشمن کے خلاف اس کی مدد کرنے میں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہاں پر مضاف محذوف ہے، اصل عبارت یوں ہے کہ ''میں اس کی سماعت کا محافظ ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، پس وہ اسی بات کو سنتا ہے جس کا سننا اس کے لیے حلال ہوتا ہے اور اس کی بصارت کا محافظ ہو جاتا ہوں''۔

حدیث مذکور پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ بندہ اور اللہ تعالیٰ متحد ہوں اور اللہ تعالیٰ بندہ کا عین ہے۔ اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں آتے تھے تو انہوں نے کہا: حضرت جبریل روحانی ہیں، وہ اپنی صورت اتار دیتے اور بشر کا مظہر ہو کر آ جاتے، تو انہوں نے کہا: جب حضرت جبریل علیہ السلام ایسا کر سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ زیادہ قادر ہے کہ وجود کلی یا بعض وجود کی صورت میں ظاہر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ ظالم اتحادیہ کہتے ہیں۔

بندہ کی پناہ کی طلب اور اس کو پناہ دینے پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے ''کہ اگر وہ بندہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں''۔ یعنی بندہ جس چیز سے پناہ طلب کرے تو اللہ تعالیٰ بندہ کو اس چیز سے ضرور پناہ عطا فرماتا ہے۔

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ کتنے صلحاء اور عبادت گزاروں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور دعا میں بہت کوشش کی اور ان کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اجابت کئی قسم کی ہے، کبھی بندہ کا مطلوب بعینہٖ فوراً پورا ہو جاتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اس

Marfat.com

کے مطلوب کو مؤخر کر دیتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ کو وہ مطلوب تو عطا نہیں فرماتا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بہتر کوئی چیز عطا فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے تردد کرنے پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے "میں کسی کام میں جس کو میں کرنے والا ہوں ایسا تردد نہیں کرتا جیسا مومن کی روح قبض کرنے کے متعلق تردد کرتا ہوں"۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تردد کرنا محال ہے اور "البداء" امور میں جائز نہیں ہے (البداء کا معنی یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے کوئی کام کرنا ہو، پھر اس پر یہ ظاہر ہو کہ اس کام میں کوئی خرابی ہے تو اس کام کو ترک کر دے یا بدل دے اس کو "البداء" کہتے ہیں، شیعہ اس کے قائل ہیں اور اہل سنت اس کے منکر ہیں۔)

اس حدیث میں تردد کی دو تاویلیں ہیں۔ایک تاویل یہ ہے کہ بندہ اپنی زندگی کے ایام میں کسی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے موت کا منتظر ہوتا ہے یا فقر و فاقہ کی وجہ سے موت کا منتظر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس بیماری سے شفاء عطا فرمائے اور اس سے اس مصیبت کو دور کر دے، تو بندہ کا یہ فعل اس شخص کی تردید کی مثل ہے جو پہلے ایک کام کا ارادہ کرتا ہے، پھر اس پر ظاہر ہوتا ہے کہ اس کام میں کوئی حرج ہے تو اس کو ترک کر دیتا ہے یا اس سے اعراض کرتا ہے۔اور اس کام کا واقع ہونا ضروری ہوتا ہے جب اس کا وقت آ جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لیے فناء کو مقدر کر دیا ہے اور اپنے لیے بقاء کو مقدر کر دیا ہے۔

اور دوسری تاویل یہ ہے: میں جس کام کو کرنے والا ہوں اس میں اپنے رسولوں (فرشتوں) کو رد نہیں کرتا، جس طرح مومن کی جان کے معاملہ میں رد کرتا ہوں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے اور انہوں نے تھپڑ مار کر ملک الموت کی آنکھ نکال دی تھی اور حقیقتِ معنی دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بندہ پر لطف ہے اور اس کی شفقت ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وانا اکرہ اساءتہ" یعنی میں بندہ کی رنجیدگی کو ناپسند کرتا ہوں، کیونکہ بندہ موت کے سبب سے دائمی نعمت تک پہنچتا ہے جو اس کو زندگی میں حاصل نہیں ہے۔یعنی بندہ تو زندگی چاہتا ہے لیکن میں اس کو موت عطا کرتا ہوں، کیونکہ زندگی ارذل عمر تک پہنچاتی ہے اور خلقت کے پہلے حال کی طرف لوٹاتی ہے اور اسفل سافلین کی طرف راجع کرتی ہے۔یا اس کا معنی یہ ہے کہ میں بندہ کی مکروہ چیز یعنی موت کو ناپسند کرتا ہوں اور اس کی روح قبض کرنے میں جلدی نہیں کرتا تو میں متردد کی مثل ہوتا ہوں۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۵۔۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی شرح پر مصنف کے تعقبات

اس حدیث میں مذکور ہے "میں بندہ کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔۔۔الحدیث"۔

علامہ عینی نے اس کی یہ شرح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے کانوں کا اور اس کی آنکھوں کا محافظ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنے کانوں سے اسی بات کو سنتا ہے جس کا سننا اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے اور لہو و لعب کو نہیں سنتا اور حتیٰ کہ وہ اپنی آنکھوں سے انہیں چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے اور ناجائز اور حرام چیزوں کو نہیں دیکھتا۔

Marfat.com

لیکن یہ شرح اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے "کہ بندہ نوافل کو (بشمول فرائض) دوام کے ساتھ ادا کر کے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں، اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان ہو جاتا ہوں اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں"۔ سو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو بندہ اپنے کانوں سے اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز نہ سنے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلے اور جو اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں کو نہ دیکھے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلے، اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے بعد یہ مرتبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ سو بندہ کا اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں کو سننا اور پسندیدہ چیزوں کو دیکھنا یہ وہ مرتبہ ہے جو پہلے حاصل ہوتا ہے جس سے بندہ کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونا اس کے بعد کا مرتبہ ہے، لہٰذا محبوب بننے کے بعد اسے جو نعمت حاصل ہوگی وہ اس سے زائد ہوگی جو حصولِ قرب کے وقت حاصل ہوئی تھی۔ اس لیے یہاں پر اللہ تعالیٰ کے کان ہونے اور آنکھیں ہونے کا یہ معنی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے کان اور اس کی آنکھوں کا محافظ ہو جاتا ہے بلکہ یہاں اس کے سوا کوئی اور معنی مراد ہوگا۔ اور اس معنی کو سمجھنے کے لیے امام رازی کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ، لکھتے ہیں:

الحجة الثالثه: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عز وجل سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا: "کوئی بندہ فرائض کی ادائیگی کی مثل سے میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا اور نہ کوئی بندہ نوافل پر دوام کرنے سے میرے قرب کی مثل حاصل کر سکتا ہے حتیٰ کہ میں اس بندہ کو محبوب بنالیتا ہوں، پس جب میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں اور آنکھ ہو جاتا ہوں اور زبان اور آنکھ اور دل اور ہاتھ اور پیر، وہ مجھ سے سنتا ہے اور مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور مجھ سے چلتا ہے"۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اولیاء اللہ کے اپنے کانوں میں غیر اللہ کا کوئی حصہ نہیں رہتا نہ ان کی آنکھوں میں اور نہ ان کے باقی اعضاء میں، کیونکہ اگر ان کی آنکھوں میں اور کانوں میں غیر اللہ کا حصہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ میں اس کے کان ہوں اور میں اس کی آنکھ ہوں، پس یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ یہ مقام اس سے بلند ہے کہ کسی سانپ کو مسخر کر دیا جائے یا کسی درندہ کو مسخر کر دیا جائے۔

الحجة الرابعه: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عز وجل سے حکایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "جس نے میرے ولی کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھ سے اعلانِ جنگ کر دیا"۔ پس اللہ تعالیٰ نے ولی کی ایذاء کو اپنی ایذاء کے قائم مقام قرار دیا اور یہ اس آیت کے قریب ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح:۱۰)

بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر، سو جس نے یہ بیعت توڑی تو اس کا وبال صرف اسی پر ہوگا اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا ۝

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اور نہ کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ

Marfat.com

أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ۝ (الاحزاب: ۳۶)

جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرمادیں تو ان کے لیے اپنے اس کام میں کوئی اختیار ہو، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو بے شک وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو گیا O

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ (الاحزاب: ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور اس کے رسول کو، اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور اس نے ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے O

پس اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو اللہ کی بیعت قرار دیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو اللہ کی رضا قرار دیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء کو اللہ تعالیٰ کی ایذاء قرار دیا۔ پس ضروری ہوا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ تمام درجات سے اعلیٰ ہو اور اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہو۔ اسی طرح یہاں بھی فرمایا: ''جس نے میرے ولی کو ایذاء دی اس نے میرے ساتھ اعلانِ جنگ کر دیا''۔ یہ اس پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ولی کی ایذاء کو اپنی ایذاء کے قائم مقام قرار دیا۔ اور اس کی تاکید اس حدیث مشہور سے ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: میں بیمار تھا سو تم نے میری عیادت نہیں کی، میں نے تم سے پانی طلب کیا تم نے مجھے پانی نہیں پلایا، میں نے تم سے طعام طلب کیا تم نے مجھے طعام نہیں کھلایا، بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں یہ کام کیسے کرتا حالانکہ تو رب العالمین ہے! پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، اسی طرح پلانے اور کھلانے کا معاملہ ہے۔ اور یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اولیاء اللہ ان درجات تک پہنچ جاتے ہیں۔

الحجة الخامسة: ہم عرف میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ جس شخص کو بادشاہ خدمت خاصہ کے ساتھ مخصوص کر لیتا ہے اور اس کو اپنے پاس مجلس اُنس میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہے تو اس کو اس مرتبہ کے ساتھ مخصوص کر لیتا ہے کہ اس کو ان کاموں پر قادر کر دیتا ہے جن کاموں پر دوسرے قادر نہیں ہوتے، بلکہ عقلِ سلیم شہادت دیتی ہے کہ جب یہ قرب حاصل ہو جائے تو یہ مناصب اس کے تابع ہوتے ہیں، پس قرب اصل ہے اور منصب اس کے تابع ہے اور تمام بادشاہوں میں سب سے عظیم بادشاہ رب العالمین ہے، پس جب وہ اپنے بندہ کو یہ شرف عطا فرمائے کہ اس کو اپنی خدمت کی چوکھٹ تک پہنچائے اور کرامت کے درجات تک پہنچائے اور اس کو اپنی معرفت کے اسرار سے واقف کرے اور اپنے اور اس کے درمیان حجابات کو اٹھا دے اور اس کو اپنے قرب کی چادر پر بٹھائے تو اس میں کونسا بُعد ہے کہ اس کے ہاتھ پر بعض کرامات کا اس عالم میں ظہور ہو۔

الحجة السادسة: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ افعال کا متولی روح ہے نہ کہ بدن۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت روح کے لیے ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے جب خیبر کے دروازہ کو اکھاڑا تو فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا لیکن قوت ربانیہ سے اکھاڑا ہے، اس لیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نظر اس وقت میں عالم اجساد سے منقطع ہو گئی تھی اور وہ عالم کبریاء کے ملائکہ کے انوار سے روشن ہو گئے تھے اور ان کی روح ارواحِ ملکیہ کے جواہر کے مشابہ ہو گئی تھی، اور عالمِ قدس کے انوار ان میں موجزن ہو گئے تھے، پس ضروری ہوا کہ ان میں وہ

Marfat.com

قدرت حاصل ہوتی جو عموماً دوسرے بشر کو حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر دوام کرتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کے کان ہوجاتا ہوں اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں، پس جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کے کان ہوجاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو سنتا ہے اور جب یہ نور اس کی آنکھ ہوجاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو دیکھتا ہے اور جب یہ نور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہے تو وہ مشکل اور آسان چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہوتا ہے اور بعید اور قریب چیزوں پر تصرف کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۳۵۔۴۳۶، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ولی فرائض پر دوام اور نوافل پر پابندی کرنے سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہوجاتا ہے لیکن بندہ، بندہ ہی رہتا ہے خدا نہیں ہوتا، جیسے آئینہ میں کسی چیز کا عکس ہو تو آئینہ وہ چیز نہیں بن جاتا، اس کی صورت کا مظہر ہوجاتا ہے۔ بلاتشبیہ وتمثیل جب بندہ کامل کی اپنی صفات فنا ہوجاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہوجاتا ہے۔

شیخ محمد انور شاہ الکشمیری ثم الدیوبندی المتوفی ۱۳۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ''میں بندہ کے کان ہوجاتا ہوں'' اس پر دلالت کرتا ہے کہ متقرب بالنوافل میں صرف اس کا جسم باقی رہتا ہے اور اس میں متصرف حضرت الالٰہیہ ہیں اور یہ وہی چیز ہے جس کو صوفیاء فناء فی اللہ سے کہتے ہیں یعنی بندہ اپنے نفس کے دواعی اور محرکات کو اتار پھینکتا ہے حتیٰ کہ اس میں صرف اللہ تعالیٰ متصرف ہوتا ہے۔ اور اس حدیث میں وحدت الوجود کی چمک ہے اور ہمارے مشائخ اس مسئلہ کے معتقد ہیں۔

اور یہ ایسا ہے جیسے قرآن عزیز میں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے:

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (النمل:۸)

پھر جب وہ اس جگہ پہنچے تو ان کو ندا کی گئی کہ جو آگ (کی تجلی) میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے وہ برکت والا ہے اور اللہ سبحان ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے ○

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (القصص:۳۰)

پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں اس وادی کے دائیں کنارے پر برکت والی زمین کے ٹکڑے سے ایک درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ رب العٰلمین ہوں ○

پس جو چیز دکھائی گئی تھی اور جس کا مشاہدہ ہوا تھا وہ صرف آگ تھی نہ کہ رب جل مجدہٗ، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں تجلی فرمائی تھی، پس دیکھنے میں درخت کلام کررہا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے کلام کی اپنی طرف نسبت فرمائی، اس لیے کہ رب جل مجدہٗ اس درخت میں تجلی فرماچکا تھا اور وہ درخت اللہ تعالیٰ کی معرفت کا واسطہ بن گیا تھا۔ پس جس میں تجلی کی گئی تھی اس نے تجلی کرنے والے کا حکم لے لیا، اور اس حدیث کی امثال میرے نزدیک مسئلہ تجلی کی طرف راجع ہیں، پس بے شک جب درخت کے لیے یہ جائز ہے کہ اس میں یہ ندا کی جائے کہ میں اللہ ہوں، تو اس ولی کا کیا حال ہوگا جو نوافل سے تقرب حاصل کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کان اور اس کی آنکھیں نہ ہوں، یہ کیسے نہیں ہوگا حالانکہ ابن آدم جو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے موسیٰ علیہ السلام کے درخت سے کم تو نہیں ہے۔

(فیض الباری ج ۴ ص ۴۲۸۔۴۲۹، مجلس علمی، سورت، ہند ۱۹۳۸ء)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں اس معنی کا رد کیا ہے کہ بندہ عینِ حق تعالیٰ ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض گمراہ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ بندہ جب ظاہری اور باطنی عبادات کو لازم کر لیتا ہے حتیٰ کہ وہ بشری کدورات اور میل سے خالص اور صاف ہو جاتا ہے تو وہ حق کے معنی میں ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ اور یہ کہ بندہ کا نفس فنا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا ذکر کرنے والا ہے اور اس سے محبت کرنے والا ہے اور ان لوگوں کے رد کے لیے کافی ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ ''اگر بندہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کا سوال ضرور پورا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں''۔ پس اگر بندہ بندگی سے نکل کر حق ہو گیا تھا تو پھر اس کا کیا مطلب ہو گا کہ جب بندہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اس کو ضرور دیتا ہوں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۶۳، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۰۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث ''من عادی لی ولیا'' کی سند پر بحث ونظر

یہ حدیث عطاء بن یسار سے مروی ہے، صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عطاء بن ابی رباح ہیں اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے، اس پر خطیب بغدادی نے تنبیہ کی ہے۔ اور شمس الدین ذہبی نے خالد بن مخلد کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ امام احمد نے بیان کیا: اس کی منکر روایات ہیں۔ اور ابو حاتم نے کہا: اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ اور امام ابن عدی نے اس کی دس ایسی احادیث ذکر کی ہیں جو منکر ہیں۔ اور یہ حدیث از محمد بن مخلد از محمد بن عثمان بن کرامۃ شیخ البخاری سے مروی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث بہت غریب ہے، اگر صحیح البخاری کی ہیبت نہ ہوتی تو اس حدیث کو خالد بن مخلد کی منکرات میں سے شمار کیا جاتا، کیونکہ یہ متن صرف اسی سند کے ساتھ مروی ہے اور امام بخاری کے علاوہ اور کسی نے اس حدیث کی روایت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ یہ حدیث مسند احمد میں نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

یہ حدیث یقیناً مسند احمد میں نہیں ہے۔ اور یہ کہنا مردود ہے کہ یہ متن صرف اسی سند سے مروی ہے۔ اس کے باوجود خالد بن مخلد کے شیخ الشیخ شریک ہیں ان میں بھی بحث ونظر ہے اور وہی معراج کی حدیث کے راوی ہیں جس میں انہوں نے اضافہ بھی کیا ہے اور کمی بھی کی ہے اور تقدیم اور تاخیر بھی کی ہے اور وہ کئی چیزوں کے ساتھ منفرد ہیں جس میں ان کا کوئی متابع نہیں ہے جیسا کہ اس کی تفسیر اپنی جگہ پر آئے گی، لیکن اس حدیث کی اور بھی سند ہے اور اس کا مجموعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے۔ ان میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس کی امام احمد نے کتاب الزہد میں روایت کی ہے اور ابن ابی الدنیا نے اور امام ابو نعیم نے حلیۃ میں روایت کی ہے اور امام بیہقی نے کتاب الزہد میں روایت کی ہے از عبدالواحد بن میمون از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ اور امام ابن حبان نے اور امام ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ وہ اس حدیث میں متفرد ہیں۔ اور امام بخاری نے ان کے متعلق کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہیں لیکن امام طبرانی نے اس حدیث کی از یعقوب بن مجاہد از عروہ روایت کی ہے اور کہا ہے: اس حدیث کی عروہ سے صرف یعقوب اور عبدالواحد نے روایت کی ہے۔ اور ان میں سے وہ حدیث ہے جو حضرت ابوامامہ سے مروی ہے، اس کی

Marfat.com

امام طبرانی اور امام بیہقی نے کتاب الزہد میں سندِ ضعیف سے روایت کی ہے۔ اور ان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو الاسماعیلی نے مسند علی میں بیان کی ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے جس کی امام طبرانی نے روایت کی ہے اور ان دونوں کی سند ضعیف ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کی امام ابویعلیٰ اور امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کی ہے اور اس کی سند میں بھی ضعف ہے۔ اور حذیفہ سے روایت ہے جس کی امام طبرانی نے مختصراً روایت کی ہے اور اس کی سند حسن غریب ہے۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کی امام ابن ماجہ نے اور امام ابونعیم نے حلیۃ میں مختصراً روایت کی ہے اور اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ اور وہب بن منبہ سے منقطع روایت ہے جس کی امام احمد نے کتاب الزہد میں روایت کی ہے اور ابونعیم نے الحلیہ میں روایت کی ہے اور اس میں امام ابن حبان پر تعقب ہے جنہوں نے اس حدیث کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے کے بعد کہا: اس حدیث کے صرف دو طریقے معروف ہیں، یعنی اس باب کی حدیث کے علاوہ۔ اور وہ ہشام الکنانی ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور عبدالواحد بن میمون ہیں جو از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں روایات صحیح نہیں ہیں اور میں عنقریب بیان کروں گا کہ ان کی روایات میں کیا زائد فائدہ ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۶۰۔۵۶۱، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی مسند احمد میں روایت

حافظ ابن حجر عسقلانی نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ حدیث مسند احمد میں نہیں ہے، لیکن ہم نے دیکھا کہ یہ حدیث مسند احمد میں ہے۔ تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی کے دفاع میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسند احمد میں یہ حدیث مذکور ہے لیکن یہ خالد بن مخلد کی روایت نہیں ہے جس کا حافظ ابن حجر عسقلانی نے انکار کیا ہے اور اس کا متن بھی خالد بن مخلد کی روایت کے متن سے قدرے مختلف ہے، ہم درج ذیل عبارت میں مسند احمد کی سند اور متن مع ترجمہ کے ذکر کر رہے ہیں تاکہ پورا کشف ہو جائے:

۲۶۱۹۳۔ حدثنا حماد وابوالمنذر، قالا: حدثنا عبدالواحد مولی عروۃ، عن عروۃ عن عائشۃ: قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ عزوجل: من اذل لی ولیا فقد استحل محاربتی وما تقرب الی عبدی بمثل اداء الفرائض، وما یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ، ان سالنی اعطیتہ، وان دعانی اجبتہ، ما ترددت عن شیء انا فاعلہ ترددی عن وفاتہ لانہ یکرہ الموت، واکرہ مساءتہ، قال ابی: وقال ابوالمنذر: قال: حدثنی عروۃ، قال: حدثنی عائشۃ، وقال ابو المنذر: آذی لی۔

ہمیں حماد نے اور ابوالمنذر نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی جو عروہ کے آزاد شدہ غلام ہیں از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جس نے میرے ولی کی تذلیل کی اس نے میرے ساتھ جنگ کو حلال کر لیا، اور میرا بندہ فرائض کی ادائیگی کی مثل سے کسی چیز سے میرا تقرب حاصل نہیں کرتا اور بندہ ہمیشہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں، اگر وہ مجھ سے دعا کرے تو میں اس کو قبول کرتا ہوں، اور میں جس کام کو کرنے والا ہوں اس کے کرنے میں ایسا تردد نہیں کرتا جیسا تردد میں اس بندہ کی

Marfat.com

(مسند احمد: ۲۶۱۹۳، مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶، موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

وفات میں کرتا ہوں، کیونکہ وہ بندہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی رنجیدگی کو ناپسند کرتا ہوں، میرے والد نے کہا: اور ابوالمنذر نے کہا: کہ مجھے عروہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی اور ابوالمنذر نے کہا: جس نے میرے ولی کو ایذاء دی۔

یہ حدیث مسند احمد کے درج ذیل نسخوں میں بھی مذکور ہے:

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶، دارالفکر طبع قدیم)، (مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ)

(مسند احمد ج ۸ ص ۵۰۶، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۱۹ھ)، (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۰۷۱، دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۱۶ھ)

(مسند احمد: ۲۶۱۹۳، موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)۔

حدیث مذکور کی مزید تخریج

مسند احمد کے مخرجین شعیب الارنؤوط اور دیگر نے اس حدیث کی درج ذیل تخریج کی ہے:

امام ابن ابی الدنیا نے ''الاولیاء: ۴۵'' میں اور امام بیہقی نے ''کتاب الزہد: ۶۹۸۔۶۹۹'' میں اس حدیث کی از ابوالمنذر اسماعیل بن عمر اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: ''جب میں اس بندہ کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ تعقل کرتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے''۔

اور امام بزار نے ''۳۶۲۷ اور ۳۶۴۷'' میں اس حدیث کی روایت کی ہے اور امام ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۵ میں'' اس کی مختصراً روایت کی ہے از ابوعامر العقدی اور امام القضاعی نے ''مسند الشہاب: ۱۴۵۷ میں'' اس حدیث کی از ابوطلحہ بن یحییٰ روایت کی ہے اور یہ دونوں روایتیں بھی عبدالواحد سے ہیں اور اس میں بھی وہ اضافہ ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، امام بزار نے کہا: اس روایت میں عبدالواحد متفرد ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ یعقوب بن مجاہد ابوحزرۃ نے بھی اس کی متابعت کی ہے۔

امام طبرانی نے اس حدیث کی ''المعجم الاوسط: ۹۳۴۸ میں'' از ہارون بن کامل از سعید بن ابی مریم از ابراہیم بن سوید از یعقوب بن مجاہد ابوحزرۃ از عروہ بن زبیر روایت کی ہے۔

حافظ الہیثمی المتوفی ۸۰۴ھ نے ''مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹'' میں اس حدیث کی روایت کی ہے، اور اس حدیث کی امام بزار، امام احمد اور امام طبرانی کی طرف نسبت کی ہے۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۴۳ ص ۲۶۲، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ سے ''محاربۃ'' کا معنی

صحیح البخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی میں اس سے اعلانِ جنگ کر دیتا ہوں''۔

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ "محاربۃ" باب مفاعلہ ہے، اس کا معنی ہے: جانبین سے جنگ کرنا، حالانکہ مخلوق تو اللہ تعالیٰ کی قید میں ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کیسے جنگ کر سکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جنگ کا انجام ہلاکت ہے اور اللہ پر کوئی غالب نہیں آ سکتا تو معنی یہ ہے کہ جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی، اس نے اپنے آپ کو اپنی ہلاکت پر پیش کر دیا۔

علامہ الفاکہانی نے کہا ہے: اس حدیث میں شدید تحدید (دھمکی) ہے، کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے جنگ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا اور یہ بلیغ مجاز ہے کیونکہ جو شخص اس کو ناپسند کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے عناد رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے عناد رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ جو شخص اللہ کے ولی سے عداوت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کی تکریم کرے گا۔

علامہ الطوفی نے کہا ہے: جب کہ اللہ کا ولی اللہ کی اطاعت کر کے اور اللہ سے ڈر کر اس سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حفاظت اور نصرت کے ساتھ اس سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاری ہے کہ جو دشمن کا دشمن ہوتا ہے وہ دوست ہوتا ہے اور جو دشمن کا دوست ہوتا ہے وہ دشمن ہوتا ہے، پس اللہ کے ولی کا دشمن اللہ کا دشمن ہے، پس جو اللہ کے ولی سے عداوت رکھے وہ ایسا ہے جیسا کہ وہ اللہ کے ولی سے جنگ کرتا ہے اور جو اللہ کے ولی سے جنگ کرتا ہے وہ اللہ سے جنگ کرتا ہے۔

فرائض کی ادائیگی اور نوافل پر مواظبت

اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ فرائض کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ علامہ الطوفی نے کہا ہے کہ فرائض کا حکم جزمی ہے اور اس کے ترک پر عذاب ہوتا ہے، اس کے برخلاف نفل نہ تو اس کا حکم جزمی ہے اور نہ ان کے ترک پر عذاب ہوتا ہے، اگرچہ نوافل، فرائض کے ساتھ تحصیل ثواب میں شریک ہیں، پس فرائض زیادہ کامل ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرائض زیادہ محبوب ہیں اور زیادہ قرب کا سبب ہیں، نیز فرض اصل اور بنیاد ہے اور نفل فرع اور بنیاد کے اوپر کی عمارت ہے۔ اور فرائض کو ان کے طریقہ پر ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کا احترام ہے اور اس کی اطاعت کر کے اس کی تعظیم ہے اور ربوبیت کی عظمت کو اور عبودیت کی ذلت کو ظاہر کرنا ہے، پس فرائض کی ادائیگی کے ساتھ تقرب حاصل کرنا عظیم عمل ہے۔ اور جو شخص فرض کو ادا کرتا ہے کبھی عذاب کے خوف سے ادا کرتا ہے اور جو نفل کو ادا کرتا ہے وہ صرف خدمت کو ترجیح دینے کے لیے کرتا ہے۔ پس اس کو محبت کی جزاء دی جائے گی جو اللہ کی خدمت سے تقرب حاصل کرتا ہے۔

فرائض نوافل سے زیادہ اہم ہیں تو ان سے اللہ کی محبت کیونکر حاصل نہیں ہوگی؟

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بندہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت نوافل کے لزوم سے تقرب کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ فرائض اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام عبادات سے زیادہ پسندیدہ ہیں تو ان کی ادائیگی سے محبت کیونکر حاصل نہیں ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نوافل سے مراد وہ ہیں جو فرائض کو بھی شامل ہوں اور فرائض پر مشتمل ہوں اور فرائض کے مکمل ہوں اور اس کی تائید حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ: اے ابن آدم! میرے پاس جو اجر ہے تو اس کو اس وقت پاسکے گا

Marfat.com

جب تو ان کاموں کو کرلے جو میں نے تجھ پر فرض کیے ہیں۔

علامہ الفاکہانی نے کہا ہے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب بندہ فرائض کو ادا کرے اور نوافل کی ادائیگی میں دوام کرے یعنی نفلی نمازیں پڑھے، نفلی روزے رکھے اور دیگر نفلی عبادات کرے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو گی۔

اور علامہ ابن ہبیرہ نے کہا ہے کہ نفل فرض پر مقدم نہیں ہوتے، کیونکہ نفل کو نفل اس لیے کہتے ہیں کہ وہ فرائض پر زائد ہوتے ہیں پس جب تک فرض کو ادا نہ کیا جائے تو نفل حاصل نہیں ہوگا۔ اور جس نے فرض کو ادا کیا، پھر اس پر نوافل کو زیادہ ادا کیا تو اس سے تقرب کا ارادہ محقق ہوگا۔ نیز عادت جاری اس طرح ہے کہ تقرب غالباً واجبات کے بغیر ہوتا ہے جیسے ہدیہ اور تحفہ دینے سے محبت ہوتی ہے، اس کے برخلاف جو خراج ادا کرتا ہے یا جو اس کے ذمہ قرض ہو اس کو ادا کرتا ہے تو اس سے محبت نہیں ہوتی۔ نیز تمام نوافل فرائض کی تکمیل کے لیے مشروع کیے گئے ہیں جیسا کہ امام مسلم کی اس روایت میں ہے: ''دیکھو میرے بندہ کی کوئی نفلی عبادت ہے تو اس سے اس کے فرض کو کامل کر دیا جائے''۔ اس سے واضح ہوا کہ نوافل کے ساتھ تقرب سے مراد یہ ہے کہ جس نے فرائض کو ادا کیا نہ وہ کہ جس نے فرائض میں کمی کی جیسا کہ بعض اکابر نے کہا ہے: جس کو فرائض کی ادائیگی نوافل سے مشغول رکھے وہ معذور ہے اور جس کو نوافل کی ادائیگی فرائض سے مشغول رکھے وہ مغرور ہے۔

اللہ تعالیٰ بندہ کے کان اور آنکھ ہو جاتا ہے، اس کی توجیہات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ ''اللہ بندہ کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسی طرح اس کے کان اور ہاتھ اور پیر ہو جاتا ہے اور اس کا دل ہو جاتا ہے جس سے وہ تصرف کرتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ کلام کرتا ہے''۔ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے ''اور اس کا قلب ہو جاتا ہے جس سے وہ تعقل کرتا ہے''۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ''میں جس سے محبت کرتا ہوں اس کے کان، آنکھ اور ہاتھ ہو جاتا ہوں''۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ باری جل وعلا کیسے بندہ کے کان اور آنکھ ہو جائے گا اور اس اشکال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) یہ حدیث بطور تمثیل کے وارد ہے اور اس کا معنی یہ ہے: میں بندہ کے کان اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں کیونکہ وہ میرے حکم کو ترجیح دیتا ہے، پس وہ میری طاعت سے محبت کرتا ہے اور میری خدمت کو ترجیح دیتا ہے جیسا کہ وہ ان اعضاء سے محبت رکھتا ہے۔

(۲) بندہ بالکلیہ میرے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے، پس وہ اپنے کان سے وہی بات سنتا ہے جو بات مجھے راضی کرے اور اپنی آنکھ سے وہی دیکھتا ہے جس کا میں نے اسے حکم دیا ہے۔

(۳) میں بندہ کے مقاصد مہیا کر دیتا ہوں گویا کہ وہ ان مقاصد کو اللہ تعالیٰ کی سماعت اور بصر سے حاصل کرتا ہے۔

(۴) میں بندہ کی نصرت اور مدد میں اس کے کانوں اور اس کی آنکھ کی طرح ہو جاتا ہوں اور اس کے ہاتھوں اور اس کے پیروں کی طرح ہو جاتا ہوں تاکہ وہ اپنے دشمن کا مقابلہ کرے۔

(۵) علامہ فاکہانی اور علامہ ابن ہبیرہ نے کہا ہے کہ یہاں پر مضاف حذف ہے، اصل عبارت یوں ہے کہ میں اس کے کانوں کا محافظ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کوئی بات سنتا ہے، پس وہ اسی چیز کو سنتا ہے جس کا سننا جائز ہوتا ہے اور وہ اسی چیز کو دیکھتا ہے جس کا دیکھنا جائز ہوتا ہے۔

(۶) علامہ الفاکہانی نے کہا ہے: اس حدیث میں سمع بمعنی مسموع کے ہے، یعنی وہ صرف میرے ذکر کو سنتا ہے اور صرف میری کتاب کی تلاوت سے لذت حاصل کرتا ہے اور صرف مجھ سے مناجات کرنے سے اُنس حاصل کرتا ہے اور وہ ملکوت کے عجائب میں نظر نہیں کرتا اور صرف اسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے جس میں میری رضا ہوتی ہے۔

علامہ الطوفی نے کہا ہے: قابلِ ذکر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ مجاز ہے اور بندہ کی نصرت اور اس کی تائید اور اس کی اعانت سے کنایہ ہے گویا کہ اللہ سبحانہٗ نے اپنی ذات کو بندہ کے آلات کے منزلہ میں نازل فرمایا۔ اسی وجہ سے ایک روایت میں ہے: ''پس وہ مجھ سے سنتا ہے اور مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ سے پکڑتا ہے اور مجھ سے چلتا ہے''۔ اور انہوں نے کہا کہ اتحادیہ کا یہ زعم ہے کہ یہ مجاز نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے اور حق تعالیٰ بندہ کا عین ہو جاتا ہے۔ اور انہوں نے اس سے استدلال کیا کہ حضرت جبریل، حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں آتے تھے، انہوں نے کہا: وہ روحانی ہیں، پس وہ اپنی صورت کو الگ کر دیتے اور بشر کے مظہر میں ظاہر ہوتے تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اس پر زیادہ قادر ہے کہ وہ وجود کلی کی صورت میں ظاہر ہو۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے اس بات سے جو ظالمین کہتے ہیں۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ مثالیں ہیں اور ان کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو اپنے اعضاء کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق دیتا ہے جن سے اللہ کی محبت آسان ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کو محفوظ رکھتا ہے اور ان کو ان اعضاء کے ساتھ ان کاموں سے بچاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوں اور ان باتوں کے سننے سے بچاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسندیدہ ہوں، اور ان چیزوں کو دیکھنے سے بچاتا ہے جن کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، اور ان چیزوں کو پکڑنے سے بچاتا ہے جن کو پکڑنا اس کے لیے جائز نہیں ہے اور کسی باطل چیز کی طرف جانے سے اس کے پیروں کو بچاتا ہے۔ علامہ داؤدی نے بھی اسی کی مثل کہا ہے۔

(۷) علامہ خطابی نے یہ بھی کہا ہے کہ میں بندہ کے کان ہو جاتا ہوں، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا کو بہت جلدی قبول کرتا ہے اور اس کو اس کی طلب میں کامیاب کرتا ہے۔

امام بیہقی نے کتاب الزہد میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کانوں سے کسی بات کے سننے کی بہ نسبت میں بندہ کی ضروریات کو پورا کرنے میں بہت جلدی کرتا ہوں۔ اور کسی چیز کو دیکھنے کی اور کسی چیز کو چھونے کی اور کہیں چل کر جانے کی بہ نسبت اس کی ضرورت کو بہت جلد پورا کرتا ہوں۔

اور بعض متاخرین صوفیاء نے اس حدیث کو مقامِ فناء اور محو پر محمول کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی وہ مقصود ہے جس کے علاوہ اور کوئی چیز مقصود نہیں ہے۔

اور بعض گمراہ لوگوں نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ جب بندہ عبادتِ ظاہرہ اور عبادتِ باطنہ کو لازم کر لیتا ہے حتیٰ کہ میل سے صاف ہو جاتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کے معنی میں ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ وہ اپنے نفس کو فناء کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی ذات میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور یہ اسباب اس کے شہود میں محض عدم ہو جاتے ہیں اگرچہ خارج میں معدوم نہیں ہوتے۔ اور ہر تقدیر پر اس حدیث میں اتحادیہ کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو وحدتِ مطلقہ کے قائلین ہیں، کیونکہ اس حدیث کے آخر میں ہے ''اور اگر بندہ مجھ سے سوال کرے، اور اگر بندہ مجھ سے پناہ طلب کرے'' سو اگر بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے تو پھر بندہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیسے کرے گا اور اس سے کیسے پناہ طلب کرے گا۔

Marfat.com

بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے پر اشکال کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے "اگر وہ بندۂ محبوب مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور عطا کرتا ہوں، اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اس کو ضرور پناہ عطا کرتا ہوں"۔ اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ عُبّاد اور صلحاء کی جماعت نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور بہت مبالغہ کیا اور ان کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دعا کی مقبولیت کئی طرح ہوتی ہے، کبھی تو فی الفور بعینہٖ مطلوب حاصل ہو جاتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت کی وجہ سے وہ مطلوب تاخیر سے حاصل ہوتا ہے، اور کبھی مطلوب کا غیر حاصل ہوتا ہے، اس لیے کہ مطلوب میں کوئی حکمت نہیں ہوتی اور کوئی مصلحت نہیں ہوتی، اس لیے اللہ تعالیٰ وہ چیز عطا فرماتا ہے جس میں بندہ کی مصلحت ہوتی ہے۔

کسی بندہ کے دل میں آئی ہوئی بات اسی وقت شرعاً معتبر ہے جب وہ کتاب وسنت کے موافق ہو

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ "وہ بندہ میرے اولیاء اور اصفیاء کے ساتھ ہوگا اور انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ جنت میں ہوگا"۔ اور بعض جاہلوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ بندہ اہل تجلی میں سے ہے، پس انہوں نے کہا کہ جب اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ محفوظ ہو تو اس کے دل میں آنے والی باتیں خطاء سے محفوظ ہوں گی، اور اس پر اہل تحقیق نے رد کیا ہے کہ دل میں آنے والی وہی بات برحق ہے جو کتاب وسنت کے موافق ہو۔ اور عصمت صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے اور ان کے ماسوا سے کبھی خطاء ہو جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ راس الملھمین ہیں اس کے باوجود بسا اوقات ان کی ایک رائے ہوتی اور وہ صحابہ کو اپنی رائے کی خبر دیتے اور صحابہ اس کے خلاف مشورہ دیتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے سے رجوع کر لیتے۔ تو جس نے یہ گمان کیا کہ بندہ کے دل میں جو بات آتی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حکم کے مقابلہ میں کافی ہے، اس نے عظیم خطاء کا ارتکاب کیا۔ اور بعض جاہلوں نے اور مبالغہ کیا، انہوں نے کہا: "میرے دل میں میرے رب نے مجھ سے کہا ہے"، یہ بہت شدید خطاء ہے، کیونکہ یہ اس سے محفوظ نہیں ہے کہ اس کے دل میں شیطان نے بات کی ہو۔ واللہ المستعان

اللہ تعالیٰ کے تردد کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے "میں جس کام کو کرنے والا ہوں اس میں اتنا تردد نہیں کرتا جتنا مومن کی روح قبض کرنے میں تردد کرتا ہوں کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی رنجیدگی کو ناپسند کرتا ہوں"۔

علامہ الکلاباذی نے یہ کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے فعل کی صفت کو ذات کی صفت سے تعبیر کیا ہے اور تردید کو تردد سے تعبیر کیا ہے، یعنی بندہ کے دل میں جو زندگی سے محبت ہے اس کو موت سے محبت کی طرف لوٹا دیتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ بندہ کے دل میں اللہ سے ملاقات کا شوق پیدا کرتا ہے، سو وہ بندہ موت کا مشتاق ہو جاتا ہے چہ جائیکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے، سو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ بندہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ سبحانہٗ اس کی رنجیدگی کو ناپسند کرتا ہے، پس اس سے موت کی ناپسندیدگی کو زائل کر دیتا ہے، کیونکہ اس کے اوپر ایسے احوال وارد کرتا ہے، پھر اس حال میں اس کو موت آتی ہے کہ وہ موت کا مشتاق ہوتا ہے۔

اور علامہ ابن الجوزی نے اس کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ حدیث میں اللہ تعالیٰ کے تردد کا ذکر ہے اور مراد اس سے ملائکہ کا تردد ہے

Marfat.com

جو بندہ کی روح کو قبض کرتے ہیں اور اللہ سبحانہٗ نے ملائکہ کے تردد کو اپنی طرف منسوب اس لیے کیا کہ ان کا تردد کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب فرشتہ کو روح قبض کرنے کا حکم دیا ہے تو وہ کیسے تردد کرے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس وقت تردد کرتا ہے جب اس کے لیے وقت مقرر نہیں کیا جاتا، گویا کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کی روح اس وقت قبض کرنا جب یہ راضی ہو۔ پھر علامہ ابن الجوزی نے تیسرا جواب ذکر کیا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تردد کا معنی لطف ہو، گویا کہ فرشتہ روح قبض کرنے میں تاخیر کرتا ہے، کیونکہ جب وہ بندۂ مومن کی قدر و منزلت کو دیکھتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ اس سے دنیا والوں کو بہت فائدہ حاصل ہو رہا ہے تو اس کا احترام کرتا ہے اور اس کی روح کو قبض کرنے کے لیے اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا، پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو یاد کرتا ہے تو اس کی تعمیل کے سوا اس کے لیے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

اور علامہ کرمانی نے یہ جواب دیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندۂ مومن کی روح تاخیر سے قبض کرتا ہے اور تدریجاً قبض کرتا ہے، اس کے برخلاف باقی جو امور ہیں تو اللہ تعالیٰ محض کُن فرماتا ہے اور وہ امور واقع ہوجاتے ہیں۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولی کی قدر و منزلت بہت عظیم ہے، کیونکہ وہ اپنی تدبیر سے نکل کر اپنے رب کی تدبیر میں داخل ہوگیا۔ اور وہ خود اپنا بدلہ لینے سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے بدلہ لینے میں داخل ہوگیا۔ اور اپنی قوت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی قوت میں داخل ہوگیا۔

(۲) جو شخص کسی ولی کو ایذاء پہنچائے اور پھر فوراً اس پر کوئی مصیبت نہ آئے یا اس کے مال میں یا اس کی اولاد میں تو وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انتقام سے بچ گیا، کیونکہ اس پر کوئی اور مصیبت آسکتی ہے جو اس سے زیادہ شدید ہوگی۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے جو بندہ پر احکام فرض کیے ہیں خواہ وہ ظاہری ہوں جیسے نماز، زکوٰۃ اور دیگر عبادات یا جن چیزوں کا ترک فرض کیا ہے جیسے زنا اور قتل وغیرہ جو محرمات میں سے ہیں اور اس میں فرائضِ باطنہ بھی داخل ہیں جیسے اللہ کی معرفت کا حصول اور اس سے محبت اور اللہ پر توکل کرنا اور اللہ سے ڈرنا۔

(۴) اور اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ اللہ کا ولی مغیبات پر اللہ کی اطلاع سے مطلع ہوجاتا ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ قرآن مجید میں ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ (الجن: ۲۶-۲۷)

وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے، سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مکمل مطلع نہیں فرماتا O ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرمالیا ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں، سو وہ اس رسول کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر فرمادیتا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر اپنے غیب کو بالذات ظاہر فرماتا ہے اور اولیاء اللہ پر اپنے غیب کو انبیاء علیہم السلام کی متابعت میں ظاہر فرماتا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۶۰-۵۶۵، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

تنبیہ: علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کے اہم نکات کو ذکر کر دیا ہے لیکن ہم نے چاہا کہ حافظ ابن حجر کے نکات کو ان کی اصل عبارات کے ضمن میں پیش کیا جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۳۹۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ

نبی ﷺ کا ارشاد: مجھے اور قیامت کو (ان دو) انگلیوں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (النحل: ۷۷)

اور قیامت کا وقوع صرف پلک جھپکنے میں یا اس سے بھی جلد ہوگا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس عنوان میں "ساعۃ" کے لفظ پر زبر بھی ہے اور پیش بھی ہے، اگر اس پر زبر ہو تو یہ واؤ بمعنی مع کے ہے یعنی مجھے قیامت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس پر پیش مستحسن ہے اور "بُعِثْتُ" میں جو ضمیر مجہول ہے اس کا اس پر عطف ہے۔ اور "کھاتین" کا معنی ہے: دو انگلیوں کی مثل ہے یعنی انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی۔

باب میں مذکور آیت کی شرح از علامہ عینی

اس آیت کا معنی ہے: "اور قیامت کا وقوع صرف پلک جھپکنے میں یا اس سے بھی جلد ہوگا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ یعنی قیامت کا معاملہ اتنی سرعت کے ساتھ ہوگا جتنی سرعت میں پلک جھپکتی ہے یا اس سے بھی جلد ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۰۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ هٰكَذَا وَيُشِيرُ بِإِصْبَعَيْهِ فَيَمُدُّ بِهِمَا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۵۰، مسند احمد: ۲۲۲۹۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ کیا اور ان کو کھینچا۔

صحیح البخاری: ۶۵۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ یہ حدیث باب کے عنوان کے معنی کو متضمن ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن ابی مریم، اور وہ سعید بن محمد بن الحکم بن مریم المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوغسان، یہ محمد بن مطرف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحازم، یہ سلمہ بن دینار ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سہل، یہ حضرت سہل بن سعد الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں انگلیوں کو کھینچتے'' تا کہ وہ دو انگلیاں باقی انگلیوں سے ممتاز ہو جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۰۴۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ وَأَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ۔

(صحیح مسلم: ۲۹۵۱، مسند احمد: ۱۱۹۱۳، سنن دارمی: ۲۷۵۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی اور وہ الجعفی ہیں۔ انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ اور ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے اپنا یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے اور قیامت کو ان دو کی مثل بھیجا گیا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۵۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ یہ حدیث بھی باب کے عنوان کو متضمن ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الجعفی، اس میں جعف بن سعد کی طرف نسبت ہے جو مذحج کا قبیلہ ہے۔ الجوہری نے کہا: یہ یمن کے ایک قبیلہ کے باپ ہیں اور نسبت اسی طرح سے ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو التیاح، اور ان کا نام یزید ہے اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن حمید، وہ الضبعی البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے ''کھاتین'' یعنی ان دو کی مثل۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے جیسے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی لمبائی میں ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جیسے ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی تیسری چیز نہیں ہے، اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان کوئی تیسری چیز نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس حدیث کے معنی کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کا معاملہ قریب ہے اور وہ جلد آنے والی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (لقمٰن: ۳۴) بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے اور کسی دوسرے کو اس کا علم نہیں ہے، تو آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ قیامت عنقریب واقع ہونے والی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے: معلوم یہ ہے کہ وہ قریب آنے والی ہے اور اس کی ذات مجہول ہے، پس آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۹۔ ۱۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۰۵۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ يَعْنِي إِصْبَعَيْنِ تَابَعَهُ إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۴، صحیح مسلم: ۲۹۵۱، مسند احمد: ۱۱۹۱۳، سنن دارمی: ۲۷۵۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے خبر دی از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مجھے اور قیامت کو ان دو کی مثل بھیجا گیا ہے، یعنی دو انگلیوں کی مثل بھیجا گیا ہے۔

اسرائیل نے ابوبکر کی اس حدیث میں متابعت کی ہے از ابو حصین۔

صحیح البخاری: ۶۵۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ یہ حدیث بھی باب کے عنوان کو متضمن ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن یوسف، یہ ابوزکریا الزمی ہیں اور اس حدیث میں مذکور ہے ابوبکر، وہ ابن عیاش ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوحصین کا ذکر ہے، وہ عثمان بن عاصم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوصالح کا ذکر ہے، وہ ذکوان الزیات ہیں۔ اور اس حدیث کی سند کے تمام رجال کوفی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دو انگلیوں کی مثل کا مصداق

یعنی مجھے اور قیامت کو انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کی مثل مبعوث کیا گیا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے اور قیامت کے درمیان تھوڑا فاصلہ ہے جیسے ان دو انگلیوں کے طول میں تھوڑا فاصلہ ہے۔

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے عاجز نہیں ہے کہ اس امت کو آدھے دن تک مؤخر کر دے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۰، المستدرک ج ۴ ص ۴۲۵۔ ۴۲۴) یعنی پانچ سو سال تک۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۵۰)

حضرت زمل الخزاعی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا خواب بیان کیا، اس میں مذکور ہے: یارسول اللہ! میں نے دیکھا آپ ایک منبر پر ہیں جس کی سات سیڑھیاں ہیں اور آپ کے پہلو میں ایک دبلی اونٹنی ہے گویا کہ آپ اس کی صفت بیان کر رہے ہیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹنی سے مراد قیامت کا وقوع ہے جس سے آپ نے ڈرایا۔ اور آپ نے منبر کی سیڑھیوں کے متعلق فرمایا: دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور مجھے اس کے آخر میں بھیجا گیا ہے۔

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں:

یہ حدیث اگرچہ ضعیف الاسناد ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ متعدد صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے، انہوں نے کہا: دنیا کے سات دن ہیں اور ہر دن ہزار سال کا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری ہزار میں مبعوث کیے گئے ہیں۔

میں کہتا ہوں: بہ ظاہر یہ حدیث مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث کا مدلول تو یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ایک ہزار سال بعد قیامت آجائے گی لیکن اب تو چودہ سو چونتیس سال گزر گئے اور ابھی تک قیامت نہیں آئی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اور اس حدیث کی تاویل میں اور وجوہ بھی ذکر کی گئی ہیں یعنی آپ کے اور قیامت کے درمیان آپ کے سوا اور کوئی نبی نہیں ہوگا اور نہ آپ کی شریعت کے سوا کسی اور نبی کی شریعت ہوگی۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ صحیح البخاری: ۵۰ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے قیامت کے متعلق سوال کیا گیا ہے وہ اس کو سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے''۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں تھا اور اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کو قیامت کا علم تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الاعراف: ۱۸۷)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ آپ کہیے کہ اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے، اس کے وقت پر صرف وہی اس کو ظہور میں لائے گا، آسمانوں اور زمینوں پر قیامت بہت بھاری ہے، وہ تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی، وہ آپ سے اس کے متعلق اس طرح سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی جستجو میں ہیں، آپ کہیے: اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے O

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ قیامت کا علم نہ آپ کو ہے اور نہ کسی اور کو، یعنی قیامت کے وقوع کا علم۔ اور اس باب کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، پس آپ کے قریب اور کوئی نبی نہیں ہے، آپ کے قریب قیامت ہے جیسے انگشتِ

شہادت درمیانی انگلی کے قریب ہوتی ہے اور درمیان میں کوئی انگلی نہیں ہوتی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو قیامت کا علم ہو۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۹۳-۵۹۴ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: قرآن مجید کی آیت مذکورہ اور اسی طرح کی ایسی دیگر آیات کا محمل یہ ہے کہ قیامت کا بالذات اور بلا واسطہ علم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام میں سے جس کو چاہے گا قیامت کے وقوع پر مطلع فرمائے گا اور جو فرشتہ قیامت کے دن صور پھونکے گا اس کو تو بہر حال وقوع قیامت کا علم ہو جائے گا، اس لیے از خود اپنے قیاس سے کسی کو قیامت کے وقوع کا علم نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو قیامت کا علم عطا فرمائے گا اس کو قیامت کا علم ہو جائے گا۔ اور متعدد مفسرین نے تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وقوع قیامت کا علم دیا گیا اور آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اس کو مخفی رکھیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۵۰۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دنیا کی مقدار کے متعلق اقوال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی رائے

امام طبری اور دیگر علماء نے لکھا ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور چھ ہزار سال گزر چکے ہیں، گویا اب قیامت کے آنے میں ایک ہزار سال رہ گئے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس بحث کے آخر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ ۞ وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے O

(المعارج: ۴)

معمر نے کہا: دنیا اول سے لے کر آخر تک اس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کتنے سال گزر چکے ہیں اور کتنے سال باقی ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۶۹، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

دنیا کی عمر ختم ہونے میں کتنی مدت باقی ہے؟

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے متعدد احادیث ذکر کی ہیں کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور ذکر کیا ہے کہ اس امت کی مدت ایک ہزار سال ہے اور ایک ہزار سال کے بعد صرف پانچ سو سال کا اضافہ ہوگا اور انہوں نے اس پر ان احادیث اور آثار سے استدلال کیا ہے جن کو انہوں نے اپنے اس رسالہ میں ذکر کیا ہے: ''الکشف عن مجاوزۃ ھذہ الامۃ الالف''۔

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ہم جس سال میں ہیں اس سال میں ابھی تک امام مہدی کا ظہور نہیں ہوا اور اس سے ان لوگوں کی بنیاد منہدم ہو جاتی ہے۔

یہ جہان کب سے بنا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اسی طرح دنیا کی عمر کو بھی اور انسانیت کی ابتداء کو اور اس جہان میں انسانوں کی بقاء کو اور برزخ میں ان کتنا عرصہ رہیں گے ان تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس باب میں جو کچھ بھی وارد ہے وہ امور ظنیہ ہیں اور ان کی کوئی سند نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جا سکے۔

(تفسیر روح المعانی جز ۹ ص ۱۹۶-۱۹۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۵۰۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم پندرھویں صدی ہجری میں ہیں اور ابھی تک قیامت واقع نہیں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کب واقع ہوگی اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ اور قیامت دونوں اس طرح متصل ہیں جیسے انگشتِ سبابہ اور درمیانی انگلی، یعنی قیامت کا معاملہ قریب ہے۔ اور اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ لوگوں کو عملِ صالح پر برانگیختہ کیا جائے اس سے پہلے کہ قیامت اچانک آ جائے اور ان کو پتا بھی نہ ہو۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۴۰۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۴۰۔ بَابٌ باب

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں اسی طرح صرف لفظِ باب لکھا ہوا ہے اور اس کا کوئی عنوان ذکر نہیں کیا اور یہ بمنزلہ فصل ہے۔ اور اس کی حدیث وہی ہے جو اس سے پہلے باب میں ہے اور الکشمیہنی کی روایت میں ہے "باب طلوع الشمس من مغربها" اور ہر دو تقدیر پر اس باب کی اور اس سے پہلے والے باب کے درمیان مناسبت ظاہر ہے، کیونکہ سورج کا مغرب سے طلوع اس وقت ہوگا جب قیامت کا وقوع قریب ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۰۶۔ بَاب حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ فَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوا أَجْمَعُونَ فَذَلِكَ حِينَ ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ (الانعام: ۱۵۸) وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ فَلَا يَطْعَمُهُ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِي فِيهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أَحَدُكُمْ أُكْلَتَهُ إِلَى فِيهِ فَلَا يَطْعَمُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔ پس جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو اس کو تمام لوگ دیکھیں گے اور سب اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اور یہ اس وقت ہوگا "جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو" (الانعام: ۱۵۸)، اور ضرور قیامت قائم ہوگی اس حال میں کہ دو مرد اپنے درمیان کپڑے کو کھول رہے ہوں گے نہ اس کی خرید و فروخت کریں گے اور نہ اس کو لپیٹیں گے اور ضرور

Marfat.com

قیامت قائم ہوگی اس حال میں کہ ایک مرد اپنی اونٹنی کے دودھ کو لے کر مڑے گا اور اسے پی نہیں سکے گا اور ضرور قیامت قائم ہوگی اس حال میں کہ ایک شخص اپنے حوض کو درست کر رہا ہوگا اور اس حوض سے پانی نہیں پی سکے گا، اور ضرور قیامت قائم ہوگی اس حال میں کہ تم میں سے کوئی ایک اپنا لقمہ منہ کی طرف لے کر جائے گا اور اس کو کھا نہیں سکے گا۔

(صحیح البخاری:۸۵، صحیح مسلم:۱۵۷، سنن ابوداؤد:۴۳۱۲، سنن ابن ماجہ:۴۰۶۸، مسند احمد:۷۱۲۱)

صحیح البخاری:۶۵۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، وہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور شعیب کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حمزہ ہیں۔ اور ابوالزناد کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور عبدالرحمٰن کا ذکر ہے، وہ ابن ہرمز الاعرج ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

یہ حدیث مختصر ہے اور پوری حدیث کتاب الفتن کے اواخر میں اسی سند کے ساتھ آئے گی جس کے شروع میں ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو بڑی جماعتیں آپس میں قتال کریں اور اس میں تقریباً دس چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، پھر اس کا ذکر اختصار سے کیا گیا ہے جو اس باب میں مذکور ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اہل ہیئت نے بیان کیا ہے کہ فلکیات بسیط ہیں، ان کے تقاضے مختلف نہیں ہیں، لہٰذا ان پر قیامت واقع نہیں ہوسکتی۔ پھر یہ جواب دیا ہے کہ ان کے قواعد ٹوٹ جاتے ہیں اور ان کے مقدمات ممنوع ہیں۔

سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا بیان

اس باب میں جو آیت ذکر کی گئی ہے اس کے متعلق امام طبری لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو کافر مغرب سے سورج کے طلوع سے پہلے ایمان نہ لایا ہو تو سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد اس کو اپنے ایمان سے فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ اس وقت ایمان لانا اور عمل صالحہ کرنا اس کے حکم میں ہے جب کوئی آدمی غرغرہ موت کے وقت ایمان لائے یا عمل صالح کرے۔ اور اس وقت اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (غافر:۸۵)

پس ان کے ایمان نے ان کو اس وقت کوئی فائدہ نہیں پہنچایا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، یہ اللہ کا اس کے بندوں میں قدیم دستور ہے اور اس وقت کافر بہت نقصان میں رہے O

جیسا کہ حدیثِ صحیح میں ہے کہ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول ہوگی جب تک وہ غرغرہ موت میں نہ ہو (غرغرہ کا مطلب یہ ہے کہ روح اس کے جسم سے نکل کر حلقوم تک پہنچ جائے۔سعیدی غفرلہٗ)، نیز قرآن مجید میں ہے:

يَوۡمَ يَأۡتِيۡ بَعۡضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنۡفَعُ نَفۡسًا اِيۡمَانُهَا لَمۡ تَكُنۡ اٰمَنَتۡ مِنۡ قَبۡلُ اَوۡ كَسَبَتۡ فِيۡۤ اِيۡمَانِهَا خَيۡرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوۡۤا اِنَّا مُنۡتَظِرُوۡنَ۝ (الانعام:۱۵۸)

جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو، آپ کہیے کہ تم بھی انتظار کرو (اور) ہم بھی انتظار کر رہے ہیں O

علامہ ابن عطیہ نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ الانعام:۱۵۸ میں جو بعض آیات کا ذکر ہے اس سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔

جان لو کہ سورج اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چلتا ہے اور اس کی قدرت سے غروب ہوتا ہے۔اور غروب کے وقت سجدہ کرتا ہے، پھر اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت دی جاتی ہے، پھر ایک مطلع کی طرف لوٹتا ہے، پس جب وہ رات ہوگی تو اس کو دوسرے مطلع کی طرف طلوع ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی، پھر اس کو اجازت دی جائے گی اور اس کے طلوع کا وقت گزر چکا ہوگا۔ پھر چلتا رہے گا، پھر وہ جان لے گا کہ وہ باقی رات تک نہیں پہنچ سکے گا، پھر وہ مغرب کی طرف لوٹ آئے گا اور پھر وہاں سے طلوع ہوگا، پس جو شخص پہلے کافر تھا اس کو اس وقت کا ایمان نفع نہیں دے گا، اور جو مومن گناہ گار تھا اس کو اس کی توبہ فائدہ نہیں دے گی۔ اور امام ترمذی نے حضرت صفوان بن عسان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مغرب میں ایک دروازہ توبہ کے لیے کھلا ہوا ہے اور وہ دروازہ ستر سال کی مسافت پر مشتمل ہے، وہ دروازہ بند نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۱۔۱۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۶۵۰۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وقوعِ قیامت کی علامات

تین چیزیں ایسی ہیں کہ جب وہ نکل آئیں گی تو کسی نفس کو اس کے ایمان سے فائدہ نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو: (۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۲) دجال (۳) دابۃ الارض۔ (صحیح مسلم:۱۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھ چیزوں سے پہلے عمل کر لو: (۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۲) دھواں (۳) دجال (۴) دابۃ الارض (۵) تم میں سے کسی ایک کی موت (۶) یا سب کی موت یعنی قیامت۔ (صحیح مسلم:۲۹۴۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (صحیح مسلم:۲۷۰۳)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، پس جب سورج غروب

ہوگیا تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: سورج جاتا ہے اور اللہ عزوجل سے اجازت طلب کرتا ہے اور اس کو اجازت دی جاتی ہے، پس گویا کہ اس کو کہا جاتا ہے کہ جہاں سے وہ آیا تھا وہیں لوٹ جائے۔ تو پھر وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۷۴۲۴)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوگی کیونکہ اس وقت ایک چیخ کی آواز آئے گی جس سے اکثر لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ پس جو اس وقت اسلام لایا یا جس نے اس وقت توبہ کی اور ہلاک ہوگیا تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ (تفسیر السمر قندی ج ۱ ص ۵۲۶)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۵۹۹۔ ۶۰۰ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۴۱۔ بَابٌ: مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو محبوب رکھے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ سے محبت کا معنی یہ ہے کہ بندہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دے اور دنیا میں لمبے قیام کو پسند نہ کرے لیکن دنیا سے آخرت کی طرف رحلت کی تیاری کرے اور بندہ کا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرنا اس کے برخلاف ہے یعنی وہ دنیا میں لمبے قیام کو ناپسند کرے اور اللہ تعالیٰ کا بندہ سے محبت کرنا، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو خیر پہنچانے کا ارادہ فرمائے اور اس کو ہدایت دینے کا ارادہ فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا بندہ سے ملاقات کو ناپسند کرنا اس کے برخلاف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۵۰۷۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ قَالَتْ عَائِشَةُ أَوْ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذَاكِ وَلَكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَأَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَعُقُوبَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ اخْتَصَرَهُ أَبُو

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبت رکھی تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ملاقات سے محبت رکھتا ہے، اور جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ کی دوسری ازواج مطہرات نے کہا: بے شک ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ بات نہیں ہے لیکن مومن پر جب موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

دَاوُدَ وَعَمْرٌو عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

رضا اور اس کی تکریم کی بشارت دی جاتی ہے، پس اس کے نزدیک اس سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی جو اس سے آگے پیش آنے والی ہے، سو وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اور بے شک کافر پر جب موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے، پس اس کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی جو اس کے سامنے پیش آنے والی ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

ابوداؤد اور عمرو نے اس حدیث کو شعبہ سے اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سعید نے کہا از قتادہ از زرارہ از سعد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۲۶۸۳، سنن ترمذی: ۱۰۶۶، سنن نسائی: ۱۸۳۶، مسند احمد: ۲۲۱۸۸، سنن دارمی: ۲۷۵۶)

صحیح البخاری: ۶۵۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان اس حدیث کا جز ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حجاج کا ذکر ہے، یہ ابن المنہال البصری ہیں اور یہ امام بخاری کے بعض شیوخ میں سے ہیں۔ ۲۱۷ھ میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔ اور اس حدیث کی سند میں ہمام کا ذکر ہے، وہ ابن یحییٰ ہیں اور اس حدیث کی حضرت انس نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور یہ دونوں صحابی ہیں، سو اس حدیث کی سند میں صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کی محبت رکھتا ہے"۔

حدیث مذکور میں جملہ شرطیہ ہے یا خبریہ

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس جملہ میں شرط، جزاء کا سبب نہیں ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے اور اس حدیث کی تاویل یہ ہے.

Marfat.com

کہ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کی محبت رکھتا ہے اور اسی طرح کراہت کا معاملہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس جملہ میں ''مَن'' خبریہ ہے اور شرطیہ نہیں ہے، اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبت رکھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات کی محبت کا سبب ہے۔ اور اصل عبارت یوں ہے کہ جس بندہ نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبت رکھی تو یہ وہی بندہ ہے جس سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ بھی محبت رکھتا ہے اور اسی طرح کراہت کا معاملہ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کتاب التوحید میں عنقریب حدیث مرفوع آئے گی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''جب میرا بندہ میری ملاقات سے محبت کرتا ہے تو میں بھی اس کے ساتھ ملاقات سے محبت رکھتا ہوں''۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس حدیث میں ''مَن'' شرطیہ ہے اور اس کی نفی کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اللہ کی ملاقات سے محبت اور اس کو ناپسند کرنے کی توجیہ

اور علامہ النووی نے کہا ہے کہ جو کراہت معتبر ہے، یہ وہ ہے جو نزع روح کے وقت ہوتی ہے جس حالت میں بندہ کی توبہ قبول نہیں ہوتی، پس اس وقت ہر انسان کے لیے منکشف کر دیا جاتا ہے کہ وہ کس انجام سے دوچار ہونے والا ہے۔ سو اہل سعادت موت کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتے ہیں تاکہ وہ ان نعمتوں کی طرف منتقل ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے تاکہ ان کو عظیم اجر عطا فرمائے اور عزت و کرامت عطا فرمائے۔ اور اہل شقاوت اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ کس عذاب کی طرف اور برے انجام کی طرف منتقل ہونے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے یعنی ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور ان کے لیے خیر کا ارادہ نہیں فرماتا۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اقسام

علامہ الخطابی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ سے ملاقات کئی قسم پر ہے، ان میں سے ایک قسم اللہ تعالیٰ کی رویت اور معائنہ ہے یعنی آخرت کے احوال کو دیکھنا اور بعث اور نشور ہے، یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا ۙ وَ هُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ۝ (الانعام: ۳۱)

بے شک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا، حتیٰ کہ جب ان کے پاس اچانک قیامت آ پہنچے گی تو کہیں گے: ہائے افسوس! ہماری اس تقصیر پر جو اس بارے میں ہم سے ہوئی اور وہ اپنی پیٹھوں پر (اپنے گناہوں کا) بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے، سنو! وہ کیسا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے ○

اس تقصیر کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اعضائے جسمانیہ اور عقل و فکر کے ساتھ بھیجا تاکہ انسان اپنی قوت عملیہ اور قوت عقلیہ سے نفع حاصل کرے اور وہ نفع ہے اخروی نعمتوں کا اور غیر فانی اجر و ثواب کے حصول کا۔ اور یہ نفع اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر اور قیامت پر کفار ایمان نہیں لاتے تو ان کو اخروی نعمتوں کا نفع حاصل نہیں ہوتا اور کفر اور معصیت کی وجہ سے وہ ثواب کی

بجائے عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔

انسان کی سعادت کا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اس کی عبادت میں مشغول رہے اور دنیا کی عیاشیوں اور دلفریبیوں سے لاتعلق رہے اور ہر قسم کے گناہوں سے اپنے آپ کو باز رکھے، اور جو شخص قیامت کا اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا منکر ہوگا تو وہ شخص کسی زادِ راہ کو تیار نہیں کرے گا۔ اس کے برعکس وہ شخص جو شہوت اور غضب کے تقاضوں میں ڈوب کر اپنے گناہوں کے بوجھ میں اضافہ کرتا رہے گا حتیٰ کہ جب اس کے پاس قیامت آپہنچے گی تو وہ کہے گا ہائے: افسوس! میری اس تقصیر پر جو قیامت کے متعلق مجھ سے ہوئی۔

اور ملاقات کی تیسری قسم موت ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۠ (الجمعہ:۸)

آپ کہیے: جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ تمہیں ضرور پیش آنے والی ہے، پھر تم اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے جو ہر غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے، پس وہ تم کو خبر دے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے O

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ (العنکبوت:۵)

اور جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو بے شک اللہ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ بہت سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے O

جیسا کہ حدیث میں ہے "جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ کی اجل ضرور آنے والی ہے"۔

اور علامہ ابن الاثیر نے النہایہ میں کہا: یہاں اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے مراد ہے دارِ آخرت کی طرف منتقل ہونا اور اللہ کے پاس جو اجر ہے اس کو طلب کرنا اور اس سے غرض موت نہیں ہے، کیونکہ ہر ایک موت کو ناپسند کرتا ہے۔ سو جس نے دنیا کو ترک کیا اور دنیا سے بغض رکھا، وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے محبت رکھتا ہے اور جس نے دنیا کو ترجیح دی اور دنیا کی طرف مائل ہوا تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات موت سے حاصل ہوگی۔

موت کو ناپسند کرنے کا وقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "کافر کے پاس جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور سزا کی بشارت دی جاتی ہے، پس اس کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی چیز ناپسندیدہ نہیں ہوتی جو اس کے آگے پیش آنے والی ہے"۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے "جو اس کو آگے پیش آنے والی ہے" یہ موت کو بھی شامل ہے۔ اور اگر تم کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خصوصیت سے نفی کی ہے اور بر طریقِ عموم اس کا اثبات کیا ہے تو اس کی کیا توجیہ ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی صحت کی حالت میں اور اپنے حال پر مطلع ہونے سے پہلے کراہت کی نفی کی ہے اور نزع روح کی حالت میں اور اپنے حال پر مطلع ہونے کے بعد کراہت کا اثبات کیا ہے، لہٰذا اس میں کوئی منافاۃ نہیں

Marfat.com

ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۲۔۱۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٥٠٨۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات سے محبت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ٦٥٠٧ صحیح مسلم: ٢٦٨٣، سنن ترمذی: ١٠٦٦، سنن نسائی: ١٨٣٦، مسند احمد: ٢٢١٨٨، سنن دارمی: ٢٧٥٦)

صحیح البخاری: ٦٥٠٨، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان اس حدیث کا جز ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسامہ، یہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُرید، یہ ابن عبداللہ بن ابی بُردہ ہیں اور ان کا نام الحارث ہے یا عامر ہے۔ بُرید اپنے دادا ابوبردہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابو بُردہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الدعوات میں روایت کی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس حدیث کی صحت کو مستحکم کرنے کے لیے روایت کیا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٥٠٩۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فِي رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ وَهُوَ صَحِيحٌ إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِي غُشِيَ عَلَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ أَفَاقَ فَأَشْخَصَ بَصَرَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بُکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی اور عروہ بن الزبیر نے اہل علم کے رجال میں خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے اور اس وقت آپ تندرست تھے کہ بے شک کسی نبی کی ہرگز روح قبض نہیں کی گئی حتیٰ کہ اس

Marfat.com

إِلَى السَّقْفِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى قُلْتُ إِذًا لَا يَخْتَارُنَا وَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَدِيثُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا بِهِ قَالَتْ فَكَانَتْ تِلْكَ آخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ قَوْلُهُ اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى۔

(صحیح البخاری: ۷۴۴۳، صحیح مسلم: ۲۴۴۴، مسند احمد: ۲۴۰۶۲)

نے جنت میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ لیا، پھر اس کو اختیار دیا گیا، پھر جب آپ پر وفات کا نزول ہوا اور اس وقت آپ کا سر میرے زانو پر تھا، آپ پر کچھ دیر کے لیے بے ہوشی طاری ہوئی، پھر آپ ہوش میں آئے، پھر آپ کی نظر بلند ہو کر چھت کی طرف لگ گئی، پھر آپ نے کہا: اے اللہ! الرفیق الاعلیٰ، میں نے (دل میں) کہا: اب آپ ہمیں اختیار نہیں کریں گے اور میں نے جان لیا کہ یہ اسی حدیث کا وقت ہے جو آپ ہمیں بیان فرماتے تھے، پس آخری بات جو نبی ﷺ نے فرمائی وہ آپ کا یہ ارشاد تھا: ''اللھم الرفیق الاعلیٰ''۔

صحیح البخاری: ۶۵۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند فرمایا، جب آپ کو موت اور حیات کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے موت کو اختیار کر لیا کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے محبت تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جب نبی ﷺ تندرست تھے، پھر آپ کو اختیار دیا گیا'' یعنی دنیا کی زندگی اور موت کے درمیان اختیار دیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الرفیق الاعلیٰ'' یعنی میں رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں اور رفیق اعلیٰ سے مراد فرشتے ہیں یا رفیق اعلیٰ سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

(النساء: ٦٩)

جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی عمدہ ساتھی ہیں ۝

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اب رسول اللہ ﷺ ہمیں اختیار نہیں کریں گے'' یعنی جب آپ نے آسمان والوں کی رفاقت کو اختیار کر لیا تو پھر آپ زمین والوں کی مرافقت کو اختیار نہیں فرمائیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

ایک سوال کا جواب

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبت ہونی چاہیے اور یہ ملاقات موت کے بغیر ممکن نہیں جب کہ دیگر احادیث میں موت کی تمنا سے منع فرمایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں کے محل الگ الگ ہیں، جب انسان صحت مند ہو تو اس وقت موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے اور جب موت کا وقت آ جائے اور انسان عالمِ برزخ کا مشاہدہ کرنے لگے اور اس کو یہ دکھایا جائے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کیا کیا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خواہش ہونی چاہیے اور یہ خواہش ممنوع نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

(ارشاد الساری ج ۱۳ ص ۵۱۲)

صحیح البخاری: ۶۵۰۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انسان کے آخری وقت کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نظر اوپر اٹھ جائے اور سینہ سے آواز نکلنے لگے اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور انگلیوں میں تشنج ہو جائے تو یہ وہ وقت ہے کہ جب کوئی شخص اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔۔۔۔ الحدیث۔ (صحیح مسلم: ۲۶۸۴)

نیز تفسیر عبد بن حُمید میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو موت سے ایک سال پہلے اس کے لیے ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے جو اس کو سیدھی راہ پر چلاتا ہے اور اس کو توفیق دیتا ہے حتیٰ کہ کہا جاتا ہے: فلاں آدمی خیر کے ساتھ جاں بحق ہوا۔ پس جب اس پر موت کا وقت آتا ہے اور وہ اپنے ثواب کو دیکھتا ہے تو اس کی روح جلدی سے دوڑتی ہے اور یہ اس حدیث کا مصداق ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کی محبت رکھتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو موت سے ایک سال پہلے اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے، وہ اس کو گمراہ کرتا ہے اور فتنہ میں مبتلا کرتا ہے حتیٰ کہ لوگ کہتے ہیں: وہ شخص برے حال میں مرا۔ اور جب اس پر موت کا وقت آتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ اس پر کیا عذاب نازل ہوگا تو اس کا سانس اکھڑتا ہے اور یہ اس کا مصداق ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔

اور ابن جُریج نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے درج ذیل آیت کی تفسیر میں فرمایا:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (المومنون: ۹۹-۱۰۰)

حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے O تا کہ میں اس دنیا میں وہ نیک کام کر لوں جن کو میں چھوڑ آیا ہوں، ہرگز نہیں! یہ صرف ایک بات ہے جس کو یہ کہہ رہا ہے اور ان کے پس پشت ایک حجاب

Marfat.com

ہے جس دن تک ان کو اٹھایا جائے گاO

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس جب مومن فرشتوں کو دیکھتا ہے تو فرشتے مومن سے کہتے ہیں: ہم تمہیں دنیا کی طرف واپس بھیج دیں؟ تو مومن کہتا ہے: ''تفکرات اور غموم کی دنیا کی طرف؟ مجھے تو اللہ کی طرف لے جاؤ''۔ اور کافر یہ کہتا ہے: مجھے واپس دنیا میں بھیجو شاید میں کوئی نیک کام کروں۔ (المومنون: ۹۹۔۱۰۰) (تفسیر الطبری ج۹ ص ۴۲)

امام عبداللہ بن المبارک اپنی سند کے ساتھ از محمد بن کعب روایت کرتے ہیں کہ جب مومن کا سانس نکلنے لگتا ہے تو اس کے پاس ملک الموت آتا ہے، پس کہتا ہے: السلام علیک یا ولی اللہ! اللہ تم پر سلام پڑھتا ہے، پھر اس آیت کے موافق اس کی روح قبض کرتا ہے:

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾ (النحل: ۳۲) ان (متقین) کی جب فرشتے روحیں قبض کرتے ہیں تو اس وقت وہ پاکیزہ ہوتے ہیں، فرشتے کہتے ہیں: تم پر سلام ہو تم جنت میں داخل ہو جاؤ، ان کاموں کی وجہ سے جو تم کرتے تھےO

(کتاب الزہد لابن المبارک ص ۱۴۹، شعب الایمان للبیہقی ج ۱ ص ۳۶۱)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مومن کی روح نہیں قبض کی جاتی حتیٰ کہ اس کے اوپر سلام پیش کیا جائے۔

(المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۳۵۲۔۳۵۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مرد نیک ہو تو اس سے کہا جاتا ہے: اے پاکیزہ روح! نکل، تو پاکیزہ جسم میں تھی تو اس حال میں نکل کہ تیری تحسین کی گئی ہے اور تجھے خوشی اور مسرت کی بشارت ہو اور تیرا رب تجھ پر راضی ہے ناراض نہیں ہے اور اس سے اسی طرح کہا جاتا رہا ہے حتیٰ کہ اس کی روح اس کے جسم سے نکل جاتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۲۶۲)

''الرفیق الاعلیٰ'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں الرفیق الاعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں''۔ یہ جنت میں بلند درجہ کے حصول کی دعا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ ہوں۔ اور یہ جنت میں سب سے افضل جگہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر فرمایا: اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اختیار نہیں کریں گے''۔ یعنی آپ اس حالت میں ہمیں اختیار کرنے والے نہیں ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''آپ کا سر میرے زانو پر تھا''۔ یہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پھیپھڑے اور سینہ کے درمیان فوت ہوئے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۷۰۵۔۷۰۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۴۲۔ بَابُ: سَكَرَاتِ الْمَوْتِ
موت کی شدتوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب موت کی سکرات کے بیان میں ہے، سکرات ''سَکرۃ'' کی جمع ہے (جب سین پر زبر ہو) اور اس کا معنی ہے: موت کی شدت، موت کا غم اور موت کی بے ہوشی۔ اور ''سُکر'' (جب سین پر پیش ہو) تو اس کا معنی ہے: وہ حالت جو مرد اور اس کی عقل کے درمیان طاری ہو جاتی ہے۔ اور ''سُکر'' کا اکثر استعمال شراب میں ہوتا ہے اور اس کا معنی ہے: نشہ۔ اور غضب اور عشق اور اونگھ اور جو بے ہوشی رنج کی وجہ سے ہو اس پر بھی سُکر کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور ''سَکَر'' (جب سین اور کاف دونوں پر زبر ہو) تو یہ کھجور کا نبیذ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۱۰۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ أَبَا عَمْرٍو ذَكْوَانَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها كَانَتْ تَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ أَوْ عُلْبَةٌ فِيهَا مَاءٌ يَشُكُّ عُمَرُ فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ وَيَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى حَتَّى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْعُلْبَةُ مِنَ الْخَشَبِ وَالرَّكْوَةُ مِنَ الْأَدَمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی از عمر بن سعید، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی کہ بے شک ابو عمرو ذکوان جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے، انہوں نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بیان کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چمڑے کا برتن تھا یا لکڑی کا برتن تھا، اس میں پانی تھا، عمر کو شک ہے (کہ وہ چمڑے کا برتن تھا یا لکڑی کا برتن تھا)، آپ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈالتے، پھر ان کو بھگو کر اپنے چہرہ پر ملتے اور فرماتے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بے شک موت کی شدتیں ہیں، پھر آپ نے اپنا ہاتھ نصب کیا اور آپ فرما رہے تھے ''فی الرفیق الاعلیٰ''۔ حتیٰ کہ آپ کی روح قبض کر لی گئی اور آپ کا ہاتھ نیچے گر گیا۔

امام ابوعبداللہ (یعنی امام بخاری) نے کہا: ''العلبة'' لکڑی کا برتن ہے اور ''الرکوة'' چمڑے کا برتن ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۹۰، ۱۳۸۹، ۳۱۰۰، ۳۷۷۴، ۴۴۳۸، ۴۴۴۶، ۴۴۴۹، ۴۴۵۰، ۴۴۵۱، ۵۲۱۷، ۶۵۱۰، مسند احمد: ۲۴۶۹۶)

صحیح البخاری: ۶۵۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''سکرات الموت'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کی سکرات ہیں۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن سعید، یہ ابن ابی حسین المکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ملیکہ، یہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی ملیکہ ہیں، ان کا نام زہیر التیمی الاحول المکی ہے، یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دورِ حکومت میں قاضی تھے۔ اور عمر، ذکوان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ''رکوۃ'' یا ''علبة'' تھا جس میں پانی تھا، اس میں راوی کو شک ہے۔

''رکوۃ'' چمڑے کا ایک چھوٹا سا برتن تھا جس کی جمع رکاء ہے، اور ''علبة'' یہ لکڑی کا برتن ہے۔ العسکری نے اپنی تلخیص میں لکھا ہے کہ ''العلبة'' اعراب کا پیالہ ہے جو چمڑے سے بنایا جاتا ہے اور اس کو اونٹ کے پہلو میں لٹکایا جاتا ہے، اس کی جمع علاب آتی ہے۔ اور ابن التیانی کی الموعب میں مذکور ہے کہ اونٹ کی کھال سے جو چھوٹا پیالہ بنایا جاتا ہے اس کو ''العلبة'' کہتے ہیں۔ اور ابن ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ ''العلبة'' کا نچلا حصہ چمڑے کا ہوتا ہے اور اوپر کا حصہ گول لکڑی ہوتی ہے جیسے چھلنی ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی الرفیق'' یعنی اے اللہ! مجھے ان میں داخل کر دے، یعنی میں موت کو اختیار کر رہا ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۱۱۔ حَدَّثَنِي صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْأَعْرَابِ جُفَاةً يَأْتُونَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَيَسْأَلُونَهُ مَتَى السَّاعَةُ فَكَانَ يَنْظُرُ إِلَى أَصْغَرِهِمْ فَيَقُولُ إِنْ يَعِشْ هَذَا لَا يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ حَتَّى تَقُومَ عَلَيْكُمْ سَاعَتُكُمْ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي مَوْتَهُمْ۔ (صحیح مسلم: ۲۹۵۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے صدقہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سخت طبیعت کے دیہاتی لوگ آتے تھے، پس وہ آپ سے سوالات کرتے تھے کہ قیامت کب واقع ہوگی؟ تو آپ لوگوں میں سے سب سے کم عمر کی طرف دیکھ کر فرماتے: اگر یہ زندہ رہا تو اس کو بڑھاپا نہیں پائے گا حتیٰ کہ تم پر تمہاری قیامت واقع ہو جائے۔

ہشام نے کہا: یعنی ان کی موت۔

صحیح البخاری: ۶۵۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں موت کی شدت کا ذکر نہیں ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے "حتیٰ کہ تم پر تمہاری قیامت واقع ہو جائے" اور قیامت سے مراد موت ہے، اور موت میں سکرات ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صدقہ، یہ ابن الفضل المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدۃ، یہ ابن سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد عروہ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اعراب اور "جفاۃ" کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اعراب میں سے مرد آتے تھے۔ اعراب ان لوگوں کو کہتے ہیں جو جنگلوں اور دیہاتوں میں رہتے ہیں اور شہروں میں نہیں رہتے، اور بغیر ضرورت کے وہ شہر میں داخل بھی نہیں ہوتے۔ اور عرب لوگوں کے گروہ کے لیے معروف لفظ ہے اور اس کا اس لفظ سے واحد نہیں ہے خواہ وہ دیہات میں رہیں یا شہروں میں رہیں اور ان کی طرف جب نسبت کی جاتی ہے تو اعرابی اور عربی کہا جاتا ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "جفاۃ" یہ جافی کی جمع ہے جو جفا سے ماخوذ ہے، اور یہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی طبیعت میں سختی اور شدت ہو، کیونکہ اعراب لوگوں سے کم میل جول رکھتے تھے۔ اور ایک روایت میں "حفاۃ" ہے اور وہ حافی کی جمع ہے جو اپنے پیروں میں کوئی چیز پہنے بغیر چلتا ہے۔ اور یہ دونوں معنی دیہاتیوں میں غالب ہیں۔
اس حدیث کی تعلیق میں ہے کہ "ساعتکم" سے مراد ہے ان کی موت۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: ساعت سے مراد ہے ان لوگوں کی موت اور ان کے زمانہ کا ختم ہو جانا، کیونکہ جو شخص مر جاتا ہے تو اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے، کیونکہ قیامتِ کبریٰ کا علم تو اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کو نہیں ہے۔

اس اشکال کا جواب کہ سائل کا سوال تو قیامتِ کبریٰ کے متعلق تھا اور آپ نے جواب میں قیامت صغریٰ کا ذکر فرمایا؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ سائل نے تو قیامتِ کبریٰ کے متعلق سوال کیا تھا کہ وہ کب واقع ہوگی؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامتِ صغریٰ کے متعلق جواب دیا تو سوال اور جواب میں مطابقت نہیں ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قیامتِ کبریٰ کے وقت کے متعلق سوال کو چھوڑو، کیونکہ اس کے وقت کو تو اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی جانتا نہیں، اور اس وقت کے متعلق سوال کرو جس وقت میں تمہارے زمانہ کے لوگ ختم ہو جائیں گے تو اس کا جاننا تمہارے لیے اولیٰ ہے، کیونکہ اس کے جاننے سے تم میں موت سے پہلے نیک عمل کرنے کی ترغیب ہوگی، کیونکہ کوئی شخص یہ نہیں

Marfat.com

جانتا کہ اس سے پہلے کون فوت ہوگا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں قیامت کے قرب کو بیان کرنا ہے، اس سے قیامت کا حقیقۃً وقوع مراد نہیں ہے، یا یہ بیان کرنا ہے کہ بڑھاپے کی کوئی حد نہیں ہے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوگیا تھا کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی زیادہ عمر نہیں ہوگی اور زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۱۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم مُرَّ عَلَيْهِ بِجِنَازَةٍ فَقَالَ مُسْتَرِيحٌ وَمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْمُسْتَرِيحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ قَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَأَذَاهَا إِلَى رَحْمَةِ اللهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن عمرو بن حلحلۃ از معبد بن کعب بن مالک از حضرت ابوقتادہ بن ربعی الانصاری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ نے فرمایا: یہ راحت پانے والا ہے، اس سے راحت حاصل کی گئی ہے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! راحت پانے والا اور جس سے راحت حاصل کی گئی ہو، اس کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: بندہ مومن دنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے اللہ عزوجل کی رحمت کی طرف راحت پاتا ہے اور جو بندہ بدکار ہو تو اس سے اللہ کے بندے راحت پاتے ہیں اور شہر اور درخت اور مویشی۔

(صحیح البخاری: ۶۵۱۳، صحیح مسلم: ۹۵۰، سنن نسائی: ۱۹۳۰، مسند احمد: ۲۲۰۳۰، موطا امام مالک: ۵۷۱)

صحیح البخاری: ۶۵۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے لیکن اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ بندہ مومن موت کی صورت میں دنیا کی مشقتوں سے راحت پاتا ہے اور دنیا کی مشقتوں میں سے موت کی شدت بھی ہے۔ سو اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن ابی اویس کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ المدنی ہے، یہ امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں جن سے یہ حدیث مروی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عمرو بن حلحلۃ، جو معبد بن کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں اور معبد سے ان کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کی اور معبد بن کعب بن مالک، یہ انصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی

Marfat.com

سند میں ابوقتادہ کا ذکر ہے، ان کا نام الحارث بن ربعی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''بندہ مومن دنیا کی مشقت اور تکلیفوں سے اللہ عزوجل کی رحمت کی طرف راحت پاتا ہے اور بندہ فاجر یعنی بدکار اس سے اللہ کے دیگر بندے اور شہر اور درخت اور مویشی راحت پاتے ہیں''۔

علامہ ابن التین نے اس کی شرح میں لکھا ہے: کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مومن سے مراد خصوصاً متقی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد ہر مومن ہو۔ اور فاجر کا جو آپ نے ذکر فرمایا، ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد کافر ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد بدکار اور نافرمان ہو۔ رہا یہ کہ بندے اس سے راحت پائیں گے تو چونکہ وہ بندوں پر ظلم کرتا ہے تو جب وہ مرجائے گا تو لوگ اس کے ظلم سے نجات پالیں گے۔ رہا یہ کہ شہروں کو اس کے مرنے سے کیسے راحت ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ شہروں کے علاقوں کو غصب کرلیتا ہے اور شہروں کے حقوق سے منع کرتا ہے اور شہروں کے محاصل کو اور ان کی آمدنی کو ناجائز مصارف میں خرچ کرتا ہے۔ اور رہا یہ کہ درخت بدکار کے مرنے سے کیسے راحت پائیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بدکار درخت کے پھلوں کو ناجائز طریقہ سے حاصل کرتا ہے لیکن اصل میں یہ راحت درخت والے کو حاصل ہوگی اور درخت کی طرف اس راحت کا اسناد مجاز ہے۔ اور رہا یہ کہ مویشی اور چوپائے بدکار کے مرنے سے کیسے راحت پائیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بدکار اور فاجر چوپایوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادتا ہے اور انہیں کھانے اور پینے کے لیے کم چیزیں دیتا ہے، تو اس کے مرنے سے وہ جانور راحت پائیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۱۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مُسْتَرِيحٌ وَمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبدربہ بن سعید از محمد بن عمرو بن حلحلۃ، انہوں نے کہا: مجھے ابن کعب نے حدیث بیان کی از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: ''مستریح و مستراح منه'' مومن ہے جو راحت پاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۱۲، ۶۵۱۳، صحیح مسلم: ۹۵۰، سنن نسائی: ۱۹۳۰، مسند احمد: ۲۲۰۳۰، موطا امام مالک: ۵۷۱)

صحیح البخاری: ۶۵۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس سے پہلی حدیث کا اختصار کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۱۴۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے

Marfat.com

ثَلَاثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى مَعَهُ وَاحِدٌ يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، دو لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہتی ہے، اس کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے، گھر والے اور مال لوٹ آتے ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۹۶۰، سنن ترمذی: ۲۳۷۹، سنن نسائی: ۱۹۳۷، مسند احمد: ۱۱۶۷۰)

صحیح البخاری: ۶۵۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''سکرات الموت'' اور ہر مرنے والا موت کی سختیوں کو برداشت کرتا ہے اور اس حدیث میں میت یعنی مرنے والے کا ذکر ہے، اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں الحمیدی کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہیں جو اپنے اجداد میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہیں اور حُمید، حمد کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے اور وہ سفیان بن عیینہ ہیں اور ان کے شیخ عبداللہ بن ابی بکر کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے سوا اور کوئی روایت نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں''۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں میت کی جگہ المومن کا لفظ ہے اور پہلا لفظ محفوظ ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ میت کے گھر والے تو میت کے ساتھ جاتے ہیں لیکن اس کے مال کا اور اس کے عمل کا جانا تو بہ ظاہر صحیح نہیں ہے، کیونکہ آنا جانا تو ذی روح کی صفت ہے وہ گھر والوں کے لیے تو صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ گھر والوں کے لیے تو جانا حقیقت پر محمول ہے اور عمل اور مال کے لیے مجاز پر محمول ہے۔

اس پر پھر یہ اعتراض ہوگا کہ لفظ واحد سے حقیقت اور مجاز دونوں کا ارادہ کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک حقیقت اور مجاز کو جمع کرنا جائز ہے اور دوسروں کے نزدیک یہ عموم مجاز پر محمول ہے۔ یعنی ایک ایسا عام معنی لیا جائے کہ حقیقی معنی اور مجازی معنی دونوں اس کے فرد بن جائیں اور وہ یہاں پر ہے کہ میت کے ساتھ یہ تینوں چیزیں لازم رہتی ہیں۔

Marfat.com

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ہر میت کے ساتھ تو اس کے گھر والے اور مال نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عموم اور غالب احوال پر محمول ہے۔ اور مال سے مراد ہے اس میت کی باندیاں اور غلام اور اس کے مویشی وغیرہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''میت کا عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے''۔ عمل کے اس کے ساتھ باقی رہنے کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ شخص نیک ہو تو اس کا عمل اس کے پاس ایک حسین چہرہ اور حسین کپڑوں میں ملبوس شخص بن کر آئے گا، پس کہے گا: تمہیں بشارت ہو جس سے تم خوش ہو گے، وہ شخص کہے گا: آپ کون ہیں، وہ کہے گا: میں تمہارا نیک عمل ہوں اور حدیث میں ہے کہ کافر کے پاس ایک مرد بدشکل اور ڈراونی شکل میں آئے گا اور اس سے کہے گا: میں تیرا عملِ خبیث ہوں۔ اسی طرح حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور ہے جس کو امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ غُدْوَةً وَعَشِيًّا إِمَّا النَّارُ وَإِمَّا الْجَنَّةُ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى تُبْعَثَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے یا دوزخ اور یا جنت۔ پس اس سے کہا جائے گا: یہ تیرا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ تجھے دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۷۹، ۳۲۴۰، ۶۵۱۵، صحیح مسلم: ۲۸۶۶، سنن ترمذی: ۱۰۷۲، سنن نسائی: ۲۰۷۰، مسند احمد: ۵۸۹۰، موطا امام مالک: ۵۶۴)

صحیح البخاری: ۶۵۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک مر جائے اور موت سے پہلے انسان کو موت کی سختیوں سے گزرنا ہوتا ہے، اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان ''سکرات الموت'' کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالنعمان، یہ محمد بن الفضل السدوسی البصری ہیں اور ان کو عارم کہا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، وہ السختیانی ہیں۔ اور امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "میت پر اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے"۔ اور بعض روایات میں ہے کہ "میت کو اس کے ٹھکانے پر پیش کیا جاتا ہے"۔ اور یہ قلب پر محمول ہے۔ (یعنی اس میں معاملہ کو الٹ کر دیا گیا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ اونٹنی کو حوض پر پیش کیا حالانکہ حوض کو اونٹنی پر پیش کیا جاتا ہے۔)

میت پر جنت اور دوزخ کے ٹھکانے پیش کرنے کا فائدہ

اس حدیث میں مذکور ہے "میت پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے"۔ یعنی دن کے اول میں اور دن کے آخر میں۔ اور یہ اہلِ دنیا کے اعتبار سے ہے اور جو چیز مومن پر پیش کی جاتی ہے وہ اس کے دونوں ٹھکانے ہوتے ہیں جن کو وہ بہ یک وقت دیکھتا ہے اور مومن پر ان ٹھکانوں کے پیش کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو فرحت حاصل ہو اور کافر پر ان ٹھکانوں کو پیش کرنے کا فائدہ ہے کہ اس کو عذاب کی ایک قسم حاصل ہو۔

میت کی روح پر جنت اور دوزخ کے ٹھکانے پیش کیے جاتے ہیں یا اس کے بدن پر؟

روح پر یہ ٹھکانے حقیقتاً پیش کیے جاتے ہیں اور روح کے ساتھ بدن کے جو اجزاء متصل ہوتے ہیں ان پر پیش کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ نعمت یا عذاب کا ادراک کرتا ہے۔

علامہ ابن بطال نے دوسروں سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یہاں ٹھکانے پیش کرنے سے مراد خبر دینا ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے اعمال کی یہ جزاء ہے، کیونکہ کسی پر کوئی چیز پیش نہیں کی جاتی، کیونکہ جو چیز قیامت تک دائم رہے گی یہ وہ عرض ہے جو خصوصیت سے ارواح پر پیش کی جاتی ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ عرض کو خبر پر محمول کرنا ظاہر سے عدول ہے اور بغیر کسی قرینہ کے الفاظ کو ظاہر سے عدول پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس پر یہ اعتراض ہے کہ بدن فانی ہیں اور جو چیز فانی ہو وہ معدوم کے حکم میں ہے اور معدوم پر پیش کرنا متصور نہیں ہے اور ان کا یہ کہنا تسلیم نہیں ہے کہ بغیر قرینہ کے ظاہر سے عدول کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہاں ظاہر پر حکم لگانا متعذر ہے اور ظاہر سے عدول پر قرینہ موجود ہے اور وہ ہے معدوم پر پیش کرنے کا محال ہونا۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: ظاہر پر محمول کرنے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ حدیث مومن اور کافر دونوں کے حق میں عام ہے، سو اگر پیش کرنے کو روح کے ساتھ خاص کیا جائے تو شہید کے حق میں اس کا زیادہ فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ شہید کی روح تو یقینی طور پر ثواب سے بہرہ یاب ہوتی ہے جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں مذکور ہے۔ اسی طرح کافر کی روح دوزخ میں یقینی طور پر عذاب میں مبتلا ہوتی ہے، پس جب روح کو اس چیز پر محمول کیا جائے جو بدن کے ساتھ متصل ہے تو اس کا فائدہ شہید کے حق میں بھی ظاہر ہوگا اور کافر کے حق میں بھی ظاہر ہوگا۔ انتہیٰ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۸۰، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ کہنا تسلیم نہیں ہے کہ خبر کا عموم اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرنے کا مؤید ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ پھر ان کا یہ کہنا بھی تسلیم نہیں ہے کہ اگر اس پیش کرنے کو روح کے ساتھ خاص کیا جائے تو شہید کے حق میں اس میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہے، کیونکہ شہید کے حق میں اس کا فائدہ زیادہ فرحت اور سرور ہے اور کافر کے حق میں اس کا فائدہ اس کی زیادہ بے قراری اور حسرت ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ابی الدنیا اور امام طبرانی نے روایت کی ہے اور اس حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے قبر میں سوال کے فتنہ کو بیان کیا اور اس حدیث میں ہے: پھر اس کے لیے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا ٹھکانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار کیا ہے، تو اس کی خوشی اور سرور میں بہت اضافہ ہوتا ہے، پھر اس کے لیے دوزخ کے ابواب میں سے ایک باب کھولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: یہ تمہارا ٹھکانا تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار کیا تھا اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے، تو اس کی خوشی اور سرور میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔۔۔الحدیث۔

اور اس حدیث میں کافر کے متعلق مذکور ہے: ''پھر اس کے لیے دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جائے گا تو اس کی حسرت اور نامرادی میں اضافہ ہوگا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے ''اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے تو''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ عینی نے جو امام ابن ابی الدنیا اور طبرانی کے حوالہ سے حدیث لکھی ہے اس کا ہم نے خود فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

(انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۴۲۳، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری کی مفصل عبارت

اور فتح الباری کی مکمل عبارت اس طرح ہے:

کتاب الجنائز میں امام مالک کی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے: اگر وہ میت اہل جنت میں سے ہو تو اس کو اہلِ جنت سے ٹھکانا پیش کیا جائے گا اور اس کی توجیہ میں کتاب الجنائز میں لکھ چکا ہوں اور علامہ قرطبی نے المفہم میں لکھا ہے کہ یہ پیش کرنا مومن متقی کے لیے اور کافر کے لیے تو ظاہر ہے لیکن جو مومن گناہ گار ہے تو یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے سامنے اس کا ٹھکانا جنت سے پیش کیا جائے کہ وہ عنقریب اس جنت کی طرف راجع ہوگا اور اس اشکال سے نجات اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام ابن ابی الدنیا اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قبر کے سوال کے سلسلہ میں یہ حدیث ہے کہ ''پھر اس کے لیے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ وہ ٹھکانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار کیا ہے تو پھر اس کی خوشی اور سرور میں اضافہ ہوگا، پھر اس کے لیے دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جائے گا اور اس سے یہ کہا جائے گا کہ یہ تمہارا ٹھکانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار کیا تھا اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تو، تب بھی اس کی خوشی اور سرور میں اضافہ ہوگا۔۔۔الحدیث۔ اور کافر کے حق میں ہے کہ ''اس کے لیے دوزخ کے

دروازوں سے ایک دروازہ کھولا جائے گا تو اس کی حسرت اور چیخ وپکار میں اضافہ ہوگا دونوں جگہوں میں، اور اس میں ہے کہ اگر تم اطاعت کرتے تو۔۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہر نفس کو قبر میں جنت میں اس کا گھر دکھایا جائے گا اور دوزخ میں اس کے گھر کو دکھایا جائے گا، پس اہل دوزخ اس گھر کو دیکھیں گے جو دوزخ میں ہے، ان سے کہا جائے گا: اگر تم عمل کرتے تو تمہیں یہ جنت کا گھر ملتا۔ اور اہل جنت اس گھر کو دیکھیں گے جو دوزخ میں ہے، ان سے کہا جائے گا: اگر اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان نہ ہوتا تو تم اس گھر میں ہوتے۔

اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دکھانا نجات کے لیے ہے یا آخرت میں عذاب کے لیے ہے، لہٰذا جو گناہ گار ہے اس کے متعلق یہ ہو سکتا ہے کہ جس کے لیے دخول جنت سے پہلے عذاب کو مقدر کیا گیا ہو تو اس سے کہا جائے گا کہ یہ جنت میں تمہارا گھر ہے، اگر تم گناہ نہ کرتے تو ابتداءً جنت میں چلے جاتے۔ اور اس سے کہا جائے گا: یہ تمہارا گھر ہے تمہاری نافرمانی کی وجہ سے، ہم اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت کا سوال کرتے ہیں ہر مصیبت سے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی اور وہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۸۰، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو اس پر اس کے ٹھکانے کو صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے یا دوزخ کو یا جنت کو''۔ اس کے بعد مذکور ہے: ''پس کہا جاتا ہے: یہ تمہارا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ تم کو دوبارہ زندہ کیا جائے''۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ٹھکانے کو دوبارہ پیش کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

علامہ عینی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کا فائدہ ہے ان کو یاد دلانا کہ تم دوبارہ زندہ کر کے اس ٹھکانے میں داخل کیے جاؤ گے۔

حدیث مذکور کے فوائد از علامہ کرمانی

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس قول کا کیا فائدہ ہے ''حتیٰ کہ تم زندہ کر کے اس ٹھکانے میں داخل کیے جاؤ''۔

پھر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قبر میں جو اس کو ٹھکانے پر پیش کیا گیا تھا وہ اس کو بھول گیا تھا تو دوبارہ یاد دلانے کے لیے اسے پھر پیش کیا جائے گا۔

نیز علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں عذاب قبر کا اثبات ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ عذاب جسم کو ہوتا ہے اور یہ ضروری ہے کہ جسم میں روح کو لوٹایا جائے کیونکہ درد کا ادراک تو صرف زندہ کو ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی کے بیان کردہ فوائد پر علامہ عینی کی بحث ونظر

علامہ عینی علامہ کرمانی کی عبارت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قبر کے عذاب میں کوئی نزاع نہیں ہے اور رہا علامہ کرمانی کا یہ کہنا کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ عذاب جسم کو ہوتا ہے، سو یہ تسلیم نہیں ہے، اس لیے کہ جسم فنا ہو جاتا ہے اور جو چیز فنا ہو جائے اس کو عذاب دینا غیر متصور ہے۔ اور رہا علامہ کرمانی کا یہ کہنا کہ جسم میں روح کا لوٹانا ضروری ہے، سو اس میں اختلاف ہے۔ کیا حقیقتاً روح بدن میں لوٹتی ہے یا اس حیثیت سے بدن کے قریب ہو جاتی ہے کہ بدن کو اس

کے واسطہ سے یا بغیر واسطہ کے عذاب ہو، اس کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اور بعض علماء نے روح کو عذاب دینے کی مثال اس طرح دی ہے کہ جو شخص سویا ہوا ہو تو نیند میں اس کی روح کو ثواب ہوتا ہے یا عذاب ہوتا ہے اور جسم کو بالکل محسوس نہیں ہوتا۔

اور جان لو کہ مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درخت میں لٹکا ہوا ہے اور اس پر صبح اور شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، اور کفار کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں، وہ ہر دن میں دو مرتبہ جہنم میں ہوتی ہیں اور یہی ان پر عذاب کا پیش کرنا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی ارواح ساتویں زمین کے نیچے سیاہ چٹان میں ہوتی ہیں اور وہ سیاہ پرندوں کے پیٹوں میں جہنم کے کنارے پر ہوتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵۰۔۱۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۱۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مومنین پر ثواب اور کفار پر عذاب کو پیش کرنا

اللہ تعالیٰ نے کفار کے حق میں فرمایا ہے:

اَلنَّارُ یُعۡرَضُوۡنَ عَلَیۡہَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ ۟ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ ﴿۴۶﴾ (المومن: ۴۶)

صبح اور شام ان کو دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت آئے گی (یہ حکم دیا جائے گا کہ) آل فرعون کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو○

پس اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ پر پیش کرنے کی خبر دی ہے جیسا کہ نیک مسلمانوں کو جنت پر پیش کیا جاتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ مومن کامل الایمان کے ساتھ مخصوص ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ دوزخ سے نجات کا ارادہ فرماتا ہے۔ لیکن جس پر اللہ تعالیٰ اپنی وعید کو نافذ فرماتا ہے جو ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے نیک عمل بھی کیے ہیں اور برے عمل بھی کیے ہیں، پس ان کے لیے دونوں ٹھکانے ہیں جن دونوں ٹھکانوں کو وہ دیکھتے ہیں، جیسا کہ اس کے عمل کو دو شخص دو وقتوں میں دیکھتے ہیں یا ایک وقت میں دیکھتے ہیں کہ ایک عمل برا ہوتا ہے اور ایک عمل نیک ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہلِ جنت سے مراد وہ لوگ ہوں جو جنت میں داخل ہوں گے خواہ کسی طرح سے بھی داخل ہوں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ٹھکانے صرف روح پر پیش کیے جائیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بدن کے ایک جز کے ساتھ پیش کیے جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمام جسم کے ساتھ پیش کیے جائیں اور پھر اس میں روح داخل کی جائے جیسا کہ جب فرشتے آ کر میت سے سوال کرتے ہیں حتیٰ کہ فرشتے اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہا جاتا ہے: دیکھو یہ دوزخ میں تمہارا ٹھکانا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا، اور جس طرح بھی ہو عذاب محسوس ہوتا ہے اور درد موجود ہوتا ہے اور معاملہ بہت شدید ہے۔

اور بعض علماء نے روح کو عذاب دینے کی مثال سونے والے شخص کے ساتھ دی ہے، کیونکہ خواب میں اس کی روح کو ثواب ہوتا ہے یا عذاب ہوتا ہے اور جسم اس کو بالکل محسوس نہیں کرتا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آل فرعون کی ارواح سیاہ پرندوں کے پیٹوں میں ہیں، ان کو دوزخ پر ہر دن میں دو مرتبہ پیش کیا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے: یہ تمہارا ٹھکانا ہے اور یہ اللہ عزوجل کے اس قول کا مصداق ہے:

Marfat.com

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا۔ (المومن:۴۶) صبح اور شام ان کو دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی روحیں ساتویں زمین کے نیچے ایک سیاہ چٹان میں ہیں جو جہنم کے کنارے پر ہے اور اس میں وہ سیاہ پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۶۱۱۔ ۶۱۲ ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۵۱۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا۔

(سنن نسائی:۱۹۳۶، مسند احمد:۲۴۹۴۲، سنن دارمی:۲۵۱۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از الاعمش از مجاہد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مُردوں کو برا نہ کہو، کیونکہ انہوں نے جو پہلے اعمال بھیجے ہیں وہ اس کی جزاء پا چکے ہیں۔

صحیح البخاری:۶۵۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں بھی مُردوں کا ذکر ہے اور جو شخص مرتا ہے وہ مرنے سے پہلے ''سکرات الموت'' کی کیفیت سے گزرتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن الجعد کا ذکر ہے، یہ ابن عبید ابوالحسن الجوہری البغدادی ہیں۔ ان سے امام بخاری نے سولہ حدیثیں لکھی ہیں اور یہ رجب کے آخر میں ۲۳۰ھ میں فوت ہوئے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فانهم قد افضوا الی ماقدموا'' یعنی وہ اپنے اعمال کی جزاء خیر یا شر کو پہنچ چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۶۵۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک چمڑے کا یا لکڑی کا پیالہ تھا جس میں پانی تھا، آپ اپنے دونوں ہاتھ اس پانی میں داخل کرتے، پھر اس سے اپنے چہرہ پر لگاتے اور فرماتے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، بے شک موت کی سختیاں ہیں، پھر آپ نے اپنا ہاتھ کھڑا کیا اور آپ فرما رہے تھے: ''فی الرفیق الاعلیٰ'' حتیٰ کہ آپ کی روح قبض کر دی گئی اور آپ کا ہاتھ نیچے گر گیا۔

قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے جو امام ابوداؤد کے علاوہ باقی سنن میں سندِ حسن کے ساتھ مذکور ہے، اس میں

یہ ذکر ہے کہ آپ فرماتے: اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔ اور اس حدیث کی شرح مکمل گزر چکی ہے۔ اور وہاں یہ بھی گزر چکا ہے کہ قاسم بن محمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھے۔ پس میں اس کے بعد کسی پر بھی موت کی سختی کو ناپسند نہیں کرتی، اور ترمذی میں یہ روایت ہے کہ اگر کسی پر آسان موت آئے تو میں اس پر رشک نہیں کرتی جب کہ میں دیکھ چکی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی شدت تھی۔

اور مسروق نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے کسی کے اوپر اس سے زیادہ سخت درد نہیں دیکھا جتنا سخت درد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دیکھا تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے لیے دو اجر ہیں اور مسند ابو یعلیٰ میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم گروہِ انبیاء پر دگنی مصیبت آتی ہے تاکہ ہمیں دگنا اجر ملے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۷۷، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۱۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات کے وقت سکرات کی شدت کی توجیہات

اس حدیث میں دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات میں سختی کی گئی اور یہ اسی طرح ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تبلیغ فرمائی، اس وقت بھی آپ پر شدت ہوئی اور آپ کو سخت ایذاء پہنچائی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کے حال میں بھی شدت کی گئی کیونکہ آپ نے فرمایا: مجھے اتنا بخار چڑھتا ہے جتنا بخار تم دو آدمیوں کو چڑھتا ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دگنا بخار چڑھتا تھا۔ اسی طرح آپ پر موت میں بھی شدت کی گئی حتیٰ کہ آپ کے بعد کسی پر اگر سہولت کے ساتھ موت آتی تو اس پر رشک نہیں کیا جاتا تھا، اور آپ پر موت کے وقت شدت اس لیے کی گئی تاکہ آپ کو صابرین کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو، کیونکہ صبر ایک بلند منزل ہے جو سہولت سے حاصل نہیں ہوتا، اس کے لیے امتحان ضروری ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے مولیٰ نے امتحان لیا ''فنعم المولی ونعم النصیر''۔ اور آپ نے ان تمام امور میں صبر کیا حتیٰ کہ آپ جب دنیا سے گئے اس وقت بھی آپ موت کی شدت میں مبتلا تھے لیکن آپ نے صبر کیا اور اپنی حیات کو توحید پر ختم کیا، آپ فرماتے تھے: ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، بے شک موت کی سختیاں ہیں''۔ پس جس شخص کو موت کی سختیاں لاحق ہوں تو اس امر پر تعجب نہ کیا جائے جس کا ہونا ضروری ہے۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ سے اپنی امت کو تسلی دی ہے کہ ''موت کی سختیاں ہیں''۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے بہت زیادہ خیر خواہ تھے۔ اور اس وقت بھی آپ امت کی خیر خواہی میں مشغول رہے، آپ فرماتے تھے: ''الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم'' یعنی وفات کے وقت آپ نے اپنی امت کو نماز کی تاکید کی اور زکوٰۃ کی تاکید کی اور آپ اخیر وقت تک بندوں کو احکامِ شرعیہ پر عمل کے لیے برانگیختہ کرتے رہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۴۰۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات کے وقت سکرات کی شدت کی دیگر توجیہات از مصنف

(۱) میں کہتا ہوں کہ روح کے اور بدن کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں، روح کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں کمال

حاصل کرے اور اس کی زیادہ سے زیادہ عبادت اور اطاعت کرے اور بدن کا تقاضا ہے کھانے پینے کی لذات اور شرمگاہ کی شہوتیں۔ تو جس انسان میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتا ہے اور بدنی لذات اور شہوات سے کنارہ کش رہتا ہے تو اس کی روح بدن کے ساتھ متصل اور جڑی ہوئی ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے بے بہرہ اور دنیاوی لذات اور شہوات میں مبتلا ہوتا ہے اس کی روح کا بدن کے ساتھ اس قدر اتصال نہیں ہوتا، اس لیے موت کے وقت اس کی روح اس کے بدن سے آسانی سے نکل جاتی ہے کیونکہ وہ پہلے ہی اس کے ساتھ اتنی متصل نہیں ہوتی۔ اور جس نے اپنے بدن کے تقاضوں کو روح کے تقاضوں میں ڈھال لیا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت میں کامل اور اطاعت اور عبادت میں فائق ہوتا ہے اس کی روح بدن کے ساتھ شدید متصل ہوتی ہے اس لیے جب اس روح کو بدن سے الگ کیا جائے تو تکلیف ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت تھی اور آپ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرنے والے تھے اس لیے نزع روح کے وقت آپ کی روح کو آپ کے بدن سے سختی سے الگ کیا گیا۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان مرتے وقت اپنے عزیز واقارب سے جدا ہوتا ہے اور عزیز واقارب کی محبت اس کے دل میں پیوستہ ہوتی ہے تو جس کے جتنے زیادہ عزیز ہوتے ہیں اس کو ان سے فراق کے وقت اتنا زیادہ قلق اور رنج ہوتا ہے، اسے یہ خیال ہوتا ہے کہ میں اپنے فلاں فلاں رشتہ داروں سے اور عزیزوں سے جدا ہو رہا ہوں اور ان کی محبت اس کو دنیا کی طرف کھینچتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تمام امت سے محبت تھی اور آپ اپنی تمام امت پر شفیق تھے تو وفات کے وقت آپ کو یہ خیال تھا کہ آپ اپنی تمام امت سے جدا ہو رہے ہیں تو تمام امت کی جدائی کی وجہ سے آپ کو سب سے زیادہ قلق تھا اور اسی قلق کو موت کی سختی کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں کو خود ہی جانتا ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک عام لوگوں کی بہ نسبت بہت لطیف تھا اس وجہ سے آپ کو معمولی سی تکلیف بھی سخت معلوم ہوتی تھی۔

(۴) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ مصائب انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتے ہیں، پھر ان لوگوں پر جو انبیاء علیہم السلام کے مماثل ہیں۔

(سنن ترمذی:۲۳۹۸، سنن ابن ماجہ:۴۰۲۳، المستدرک:۵۵۱۴، جمع الجوامع:۳۱۴۰۰، کنز العمال:۶۷۸۰)

اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات کے وقت سکرات کی زیادہ سختی نازل کی گئی تاکہ زیادہ سختی کی وجہ سے آپ کو زیادہ اجر حاصل ہو۔

(۵) عام آدمیوں کو کسی چیز سے جتنی تکلیف ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے دگنی تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کو بخار ہو رہا تھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو تو بہت شدید بخار ہو رہا ہے، آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر آپ کو اس کا دگنا اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اسی طرح ہوگا۔ مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچے خواہ کانٹا چبھنے کی تکلیف ہو یا اس سے زیادہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہ مٹا دیتا ہے

جیسے درخت کے پتے گرا دیے جاتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۶۴۸، صحیح مسلم: ۲۵۷۱)

اور جب گناہ نہ ہوں تو ان کے درجات بلند کر دیے جاتے ہیں جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، ان پر جب بیماری کا غلبہ ہوتا ہے تو اس شدید تکلیف کی وجہ سے ان کے درجات مزید بلند کر دیے جاتے ہیں۔

(۶) مصیبت بہ قدر نعمت نازل ہوتی ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں اس پر مصیبت بھی بہت سخت نازل ہوتی ہے۔ مذکور الصدر حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قوی انسان پر سخت بلائیں نازل کی جاتی ہیں اور ضعیف انسان کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے، کیونکہ مصیبت زدہ کی جب معرفت قوی ہوتی ہے تو اس پر مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے، ان میں سے بعض لوگ مصیبت کے اجر پر نظر رکھتے ہیں تو ان کو وہ مصیبت معمولی معلوم ہوتی ہے، اور اس کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ مصیبت زدہ شخص یہ خیال کرتا ہے کہ مالک اپنی ملکیت میں تصرف کر رہا ہے اور وہ اس کا حق ہے، تو وہ اس بلاء اور مصیبت کو تسلیم کرتا ہے اور اس پر اعتراض نہیں کرتا، اور اس سے بھی بلند درجہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے مولیٰ کی محبت میں مستغرق اور منہمک ہوتا ہے اس کو اس وقت اس مصیبت کا احساس نہیں ہوتا جیسے حسن یوسف کے جلووں میں کھو کر مصر کی عورتوں کو اپنی انگلیاں کاٹنے کا درد اور احساس نہیں ہوا، اور اس سے بھی بڑا درجہ یہ ہے کہ جس طرح عام لوگ نعمت سے لذت حاصل کرتے ہیں خواص بلکہ اخص الخواص اسی طرح مصائب سے لذت حاصل کرتے ہیں، کیونکہ ان کی نظر مصائب کی طرف نہیں ہوتی مصائب نازل کرنے والی کی طرف ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو درد میں مبتلا نہیں دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۴۶، صحیح مسلم: ۲۵۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۲)

(۷) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ رکھ کر کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کے بخار کی شدت کی وجہ سے آپ کے اوپر اپنا ہاتھ نہیں رکھ سکتا، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم انبیاء کے گروہ پر اسی طرح مصائب کو دگنا کیا جاتا ہے جس طرح ہمارے اجر کو دگنا کیا جاتا ہے، بے شک انبیاء سابقین کو جوؤں کے ساتھ مبتلا کیا جاتا حتیٰ کہ وہ جوؤں کو مار دیتے، اور ان کو فقر کے ساتھ مبتلا کر دیا جاتا حتیٰ کہ وہ اپنا ستر ڈھانپنے کے لیے اپنے گرد چادر لپیٹ دیتے، اور بے شک وہ مصائب میں اسی طرح فرحت محسوس کرتے تھے جس طرح تم خوش حالی میں فرحت محسوس کرتے ہو۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۹۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۹۱۵، عالم الکتب، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۶۲۶، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۰۴)

(۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع روح کے وقت جو زیادہ سختی اور شدت کی گئی اس کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اگر امت کے کسی فرد پر نزع روح کے وقت سختی اور شدت ہو تو وہ گھبرائے نہیں اور یہ نہ سمجھے کہ اس پر ظلم ہو رہا ہے بلکہ یہ سمجھ کر اپنے آپ کو یہ تسلی دے کہ اس کی کیا حیثیت ہے، وہ کیا چیز ہے تمام انبیاء کے قائد اور رسولوں کے سردار پر بھی سکرات موت کی شدت کی گئی تھی، اسی طرح اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان پر سکرات کی سختی دیکھ کر اس کے متعلق یہ بدگمانی نہ کرے کہ اس کا انجام اچھا نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی سکرات موت کی شدت کی گئی تھی۔

(۹) روح معصیت کی آلودگی سے منزہ ہوتی ہے اور جب جسم معصیت میں ڈوبا ہوا ہو تو روح اور جسم میں اتصال اور ایک دوسرے کے ساتھ چمٹنا نہیں ہوتا، سو جو لوگ بدکار اور گناہ گار ہوتے ہیں تو نزع روح کے وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ایک جھٹکے سے روح

Marfat.com

جسم سے اکھڑ کر الگ ہو جاتی ہے اور اگر جسم عبادت اور اطاعت میں ڈوبا ہوا ہو تو روح سختی کے ساتھ جسم کے ساتھ چمٹ جاتی ہے، پس حضرت عزرائیل علیہ السلام جب نیک لوگوں کی روحوں کو قبض کرتے ہیں تو روح جسم سے الگ ہونے میں سخت مزاحمت کرتی ہے، اس لیے نیک لوگوں کو نزع روح کے وقت سخت تکلیف ہوتی ہے۔

(۱۰) آپ کے درجات کو بلند کرنے کے لیے آپ کو شدت سکرات میں مبتلا کیا گیا۔

(۱۱) سکرات کی سختی شدت کرب کی وجہ سے ہوتی ہے اور شدت فرح کی وجہ سے بھی ہوتی ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر جب نزع روح کی کیفیت طاری تھی تو ان کے گھر والوں نے کہا: ہائے ان کی تکلیف! حضرت بلال نے آنکھیں کھول کر کہا: ہائے اس کی خوشی! کل میں اپنے دوستوں سے ملوں گا، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں گا اور آپ کے اصحاب سے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ملاقات سے خوشی کی یہ کیفیت ہے تو اللہ عزوجل سے ملاقات کی خوشی کی کیفیت کا کیا عالم ہوگا اور جب وہ نعمتیں بندوں کو ملیں گی جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ۔ کوئی نفس ان نعمتوں کو نہیں جانتا جو ہم نے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے پوشیدہ کر رکھی ہیں۔ (السجدہ:۱۷)

تو ان بندوں کی خوشی کا کون اندازہ کر سکتا ہے جن کو یہ غیر مترقب نعمتیں ملیں گی۔

(المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

(۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع روح اور سکرات کی شدت کو اس لیے طاری کیا گیا تا کہ اس حال میں بھی آپ کی زندگی میں آپ کی امت کے لیے نمونہ ہو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

(الاحزاب:۲۱)

(۱۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شدت سکرات کو امت کی تعلیم کے لیے طاری کیا گیا تا کہ آپ نے اس حال میں جو دعائیں پڑھی تھیں آپ کی امت بھی ان دعاؤں کو پڑھے۔ وہ دعائیں یہ ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے وقت دیکھا، آپ کے پاس ایک لکڑی یا چمڑے کے پیالہ میں پانی تھا، آپ اس پیالہ میں ہاتھ ڈال کر اپنے ہاتھ سے چہرہ پر پانی لگاتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! سکرات الموت پر میری مدد فرما۔

(سنن ترمذی: ۹۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۵۸، مسند احمد ج ۶ ص ۶۴، سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۳، مسند ابو یعلیٰ: ۴۵۱۰، المعجم الاوسط: ۳۲۶۸، المستدرک: ۴۴۴۲ طبع جدید)

امام ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے تھے: اے اللہ! تو روح کو پٹھوں، ہڈیوں اور انگلیوں کی پوروں کے درمیان سے قبض کرتا ہے، سو تو موت پر میری مدد فرما اور اس کو مجھ پر آسان فرما دے۔

(احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۵۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ)

(۱۴) عام لوگوں کا جسم عناصر اربعہ سے مرکب ہوتا ہے تو روح کو صرف ان چار عناصر سے منفصل ہونے کی تکلیف ہوتی ہے، صوفیاء کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم تمام حقائق کائنات سے مرکب تھا، اس لیے نزع روح کے وقت آپ کی روح کو تمام حقائق کائنات سے منفصل ہونے کی تکلیف ہوئی اور عناصر اربعہ کی بہ نسبت تمام حقائق کائنات سے منفصل ہونے کی تکلیف بہت زیادہ ہے۔

(۱۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت ہوئی تو آپ پر بار بار بے ہوشی طاری ہو رہی تھی، حضرت فاطمہ علیہا السلام نے کہا: ''واکرب اباہ'' (آہ میرے والد کا کرب اور بے چینی)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے دن کے بعد تمہارے والد پر کرب اور بے چینی نہیں ہوگی، جب آپ فوت ہو گئے تو حضرت فاطمہ علیہا السلام نے کہا: ہائے! میرے والد نے رب کی دعوت پر لبیک کہا! ہائے میرے والد نے جنت الفردوس کو اپنا ٹھکانا بنالیا، ہائے ہم جبریل علیہ السلام کو اپنے والد کی خبر سناتے ہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے انس! اب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈال کر خوش ہو گئے ہو! (صحیح البخاری: ۴۴۶۲، سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۰، سنن نسائی: ۱۸۴۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۷، سنن دارمی: ۸۸)

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ کی تکلیف کی شدت دیکھ کر سیدہ فاطمہ زہراء علیہا السلام نے رنج اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: آہ میرے والد کا کرب اور بے چینی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا: ''آج کے بعد تمہارے والد کو بے چینی نہیں ہوگی'' اس میں آپ نے یہ تعلیم دی ہے کہ کسی شخص کو نزع روح کی تکلیف میں دیکھ کر اس کے اقرباء گھبرائیں تو وہ شخص ان کو تسلی دے۔

(۱۶) نزع روح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے پیالہ میں ہاتھ ڈال کر اس پانی کو اپنے ہاتھ سے چہرہ پر لگایا، اس میں آپ نے یہ تعلیم دی ہے کہ جو شخص نزع روح کی کیفیت میں مبتلا ہو اس کو اپنے چہرہ پر پانی مل کر اپنے جسم کو تسکین پہنچانی چاہیے۔

(۱۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نزع روح کی اس شدید تکلیف کے باوجود کوئی بے صبری کا اظہار نہیں کیا، کوئی آہ و بکا نہیں کی، کوئی ہائے وائے نہیں کہا، اور صبر واطمینان کے ساتھ اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی، سو اسی طرح امت کو بھی صبر واطمینان کے ساتھ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنی چاہیے۔

(۱۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت آیا اور آپ کا سانس اکھڑ رہا تھا، اس وقت آپ فرما رہے تھے: ''الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم'' نماز اور زکوٰۃ کو لازم رکھنا، یا نماز اور اپنے خدام کو لازم رکھنا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۹۷، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت وصیت کی جب آپ کی زبان بڑی مشکل سے چل رہی تھی، آپ نے فرمایا: ''الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم'' (یہ حدیث صحیح ہے)۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۶۹۷، صحیح ابن حبان: ۶۶۰۵، مسند عبد بن حمید: ۱۲۱۴، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵، مسند احمد ج ۳ ص ۷

اس سے معلوم ہوا کہ نزع روح کی شدت کے وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال دامن گیر تھا کہ آپ کی امت نماز کی ادائیگی اور کوتاہی نہ کرے اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں سستی نہ کرے۔ نزع روح کی شدت میں بھی آپ کو اپنی امت کی فکر لاحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر یاد رکھنا چاہیے اور نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی ہمیں کتنی فکر کرنی چاہیے۔

(۱۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آخری کلمہ کے ساتھ کلام کیا وہ تھا ''اللھم الرفیق ا

Marfat.com

اللہ! سب سے اعلیٰ رفیق)۔ (صحیح البخاری: ۴۴۶۳، سنن ترمذی: ۳۴۹۹، السنن الکبریٰ: ۷۱۰۵)

جب انسان کسی تکلیف میں مبتلا ہوتو اس کے دل و دماغ میں سوائے اپنی تکلیف اور اس سے نجات کے اور کوئی فکر نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سکرات کی شدت طاری کر کے یہ دکھایا کہ نزع روح کی شدید تکلیف میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ اپنی امت کو بھولے تھے اور نہ اپنے رب عزوجل کو، اور آپ کی زبان سے جو آخری کلمہ نکلا وہ اپنے رب عزوجل کا نام تھا "الرفیق الاعلیٰ"۔

(۲۰) جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکرات کی شدت میں بھی اپنے رب عزوجل کو یاد رکھا اور کہا: "اللھم الرفیق الاعلیٰ" اس میں آپ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہمیں بھی آخری وقت میں اپنے رب عزوجل کو یاد کرنا چاہیے اور اس کا نام لینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مقام اور مرتبہ کے اعتبار سے اللہ عزوجل کو "الرفیق الاعلیٰ" کے نام سے یاد کیا، اور ہمیں اپنی حیثیت کے مطابق اپنے رب عزوجل کو اس کے بلند و بالا نام کے ساتھ یاد کرنا چاہیے اور یہ پڑھنا چاہیے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنة — جس شخص کا آخری کلام "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۱۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مُردوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے کی تلقین کرو۔ (صحیح مسلم: ۹۱۶، سنن ترمذی: ۹۷۶، سنن نسائی: ۱۸۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۴۴۵)

الہ العالمین! یہ گناہ گار، ناکارہ اور عاجز بندہ آپ سے دعا کرتا ہے کہ اس پر سکرات الموت کو آسان فرمانا اور مرنے سے پہلے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" زبان پر جاری فرما دینا۔ آمین یا رب العالمین۔ اور اسی طرح میں اپنے تمام احباب، تلامذہ اور قارئین کے لیے بھی دعا کرتا ہوں کہ الہ العالمین ان پر بھی سکرات الموت کو آسان فرمانا اور مرنے سے پہلے ان کی زبان پر "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" جاری فرما دینا۔ آمین

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" پڑھا، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام فرما دیتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۲۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا، ...انے مجھے یہ بشارت دی کہ میری امت میں سے جو شخص فوت ہو گیا اس حال میں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو وہ ...میں داخل ہو گیا، میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ تو فرشتے نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور ...نے چوری کی ہو۔ (صحیح البخاری: ۷۴۸۷، صحیح مسلم: ۹۴، سنن ترمذی: ۲۶۴۴، مسند احمد: ۲۰۹۰۵)

...بث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول پر ایمان لایا اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا وہ دائمی طور پر دوزخ میں ...اہ اس نے کتنے زیادہ گناہ کیوں نہ کیے ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو بخش دے کیونکہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ (النساء:۱۱۰)

اور جو شخص کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا O

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

(آل عمران:۱۳۵۔۱۳۶)

اور جن لوگوں نے جب کوئی بے حیائی کا کام کیا یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے، اور انہوں نے دانستہ ان کاموں پر اصرار نہیں کیا O ان لوگوں کی جزاء ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسی جنتیں (باغات) ہیں جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور نیک کام کرنے والوں کی کیا خوب جزاء ہے O

اور اگر وہ بغیر توبہ کیے مر گیا تو ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضلِ محض سے معاف کر کے اس کو جنت میں داخل فرمادے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾

(الرعد:۶)

اور بے شک آپ کا رب لوگوں کے ظلم (گناہوں) کے باوجود ان کو بخشنے والا ہے اور بے شک آپ کا رب ضرور سخت عذاب دینے والا ہے O

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

(الزمر:۵۳)

آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا بے شک وہی بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O

اور تیسری صورت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمادیں، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔

(سنن ترمذی:۲۴۳۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳)

اور اس کی چوتھی صورت یہ ہے کہ جو مرتکب کبیرہ ہو، جب وہ اپنے گناہوں کی سزا پالے گا تو اللہ تعالیٰ اس سزا کے بعد اس کو جنت میں داخل فرمادے گا، کیونکہ جو بندہ بھی ایمان لایا اس کو اس کے ایمان کی جزا یعنی جنت ضرور ملے گی۔ اگر وہ اپنے گناہوں

Marfat.com

کے سبب سے پہلے جہنم میں داخل ہوا تو بعد میں اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرما دے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال: ۷۔۸) سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا O اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا O

لہٰذا جو ایمان لایا اس کو اس کی جزا ضرور ملے گی اور اس نے کبیرہ گناہ کیے اور ان کی معافی نہیں ہوئی تو اس کی سزا بھی ملے گی اور اس پر اجماع ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا، اس لیے اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے فضل محض اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہا اور اس کو گناہوں کی سزا ملی اور وہ دوزخ میں گیا تو بہر حال اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا اور اس کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہوگا اور اس شخص کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور اس کے دل میں ایک گندم کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو۔ اور اس شخص کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور اس کے دل میں ایک جوار کے برابر بھی ایمان ہو۔

(صحیح البخاری: ۴۴، صحیح مسلم: ۱۹۳، سنن ترمذی: ۲۵۹۳، سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۲، مسند احمد: ۱۲۳۶۱)

۴۴۔ بَابٌ: نَفْخِ الصُّوْرِ

صور میں پھونکنے کا بیان

قَالَ مُجَاهِدٌ: الصُّوْرُ: كَهَيْئَةِ الْبُوقِ، زَجْرَةٌ: صَيْحَةٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: النَّاقُوْرِ: الصُّوْرِ، الرَّاجِفَةُ: النَّفْخَةُ الْأُوْلٰى وَ الرَّادِفَةُ: النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ

مجاہد نے کہا: صور سینگ کی شکل پر ہے۔ زَجْرَةٌ: اس کا معنی ہے چیخ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: النَّاقُوْرِ کا معنی ہے صور اور ''الرَّاجِفَةُ'' کا معنی ہے: پہلی مرتبہ صور میں پھونک مارنا۔ اور ''الرَّادِفَةُ'' کا معنی ہے: دوسری مرتبہ صور میں پھونک مارنا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں صور پھونکنے کا بیان ہے، صُور کے لفظ میں صاد پر پیش ہے اور واؤ ساکن ہے۔ حسن بصری نے اس کو واؤ پر زبر بھی پڑھی ہے یعنی صُوَر۔ اور اس کی تاویل یہ کی ہے کہ اس سے مراد ہے جسموں میں پھونک مارنا تاکہ ان کی طرف روحوں کو لوٹایا جائے۔ اور امام ابو عبیدہ نے المجاز میں لکھا ہے کہ صُور، صورۃ کی جمع ہے جیسے سُوَر المدینة سورة اس سے مراد ہے شہر پناہ۔

الازہری نے کہا ہے: یہ معانی اہل سنت و جماعت کے موقف کے خلاف ہیں اور اس کی تفسیر اب آ رہی ہے۔

تعلیقات مذکورہ کی شرح از علامہ عینی

مجاہد نے کہا کہ صور سینگ کی شکل پر ہے۔

اس تعلیق کی الفریابی نے وصل کے ساتھ روایت کی ہے از ابن ابی نجیح از مجاہد۔ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

Marfat.com

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝ (الکہف:۹۹)

اور اس دن ہم ان کے بعضوں کو اس طرح چھوڑ دیں گے کہ وہ تیز موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے، اور صور پھونک دیا جائے گا، پھر ہم ان سب کو جمع کرلیں گے O

یعنی صور اس سینگ کی شکل کا ہوگا جس کو بجایا جاتا ہے اور یہ معروف ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لغتِ یمن میں صور سینگ کا نام ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صور کو بجائے جانے والے سینگ کے ساتھ کس طرح تشبیہ دی گئی ہے جو کہ مذموم ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس میں کوئی مانع نہیں ہے، کیا یہ نہیں دیکھا گیا کہ وحی کی آواز کو ''صلصلة الجرس'' یعنی گھنٹی کی آواز کے ساتھ تشبیہ دی گئی، حالانکہ گھنٹی کو ساتھ رکھنا ممنوع ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صور کو کس چیز سے بنایا گیا ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ابوالشیخ نے کتاب العظمت میں وہب بن منبہ سے یہ روایت کی ہے کہ صور کو سفید موتیوں سے صاف شیشہ میں بنایا گیا، پھر عرش سے فرمایا: صور کو پکڑ لو اور اس کو لٹکالو، پھر فرمایا: ہو، سو وہ ہوگیا۔ پس حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ صور کو پکڑ لیں، سو انہوں نے اس کو پکڑ لیا اور اس صور میں جتنی تعداد میں روحیں پیدا ہو چکی ہیں اتنے سوراخ ہیں، پھر انہوں نے اس حدیث کا ذکر کیا اور اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر تمام روحوں کو صور میں جمع کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ اس میں پھونک ماریں تو ہر روح اپنے جسم میں داخل ہو جائے گی۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور امام نسائی اور امام ابن حبان نے بھی اس کی روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور امام حاکم نے اس حدیث کی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس پوچھا: صور کیا چیز ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔

دوسری تعلیق میں مذکور ہے کہ ''زجرة'' کا معنی ہے چیخ۔ اس لفظ سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ ہے:

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت:۱۹)

وہ صرف ایک زوردار جھڑک ہوگی، پھر وہ یکا یک دیکھنے لگیں گی O

اس آیت میں ''زجرة'' کا لفظ ہے، اس کا معنی جھڑکنا ہے جیسے بکریوں اور اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے زور سے ڈانٹتے ہیں، پھر یہ لفظ چیخ کے معنی میں استعمال ہونے لگا، اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا تو ایک زوردار چیخ کی آواز آئے گی، جس سے مُردے اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور اس صور کی آواز کو ''زجرة'' سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ یہ آواز جھڑکنے کی طرح ہوگی جو مُردوں کو قبروں سے اٹھا دے گی اور ان کو ہنکا کر میدانِ حشر کی طرف لے جائے گی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس چیخ یا جھڑک کا کیا فائدہ ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چیخ محض ڈرانے کے لیے ہوگی اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا اس جھڑک کی مُردوں کو زندہ کرنے میں کوئی تاثیر ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے صور کی آواز سے سب زندہ

Marfat.com

لوگ مرجائیں گے اور دوسرے صور کی آواز سے سب مردہ لوگ زندہ ہوجائیں گے۔ نہ پہلے صور کی موت میں کوئی تاثیر ہے اور نہ دوسرے صور کی حیات میں کوئی تاثیر ہے، بلکہ موت اور حیات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ (الملک:۲) وہ ذات جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا۔

''زجرۃ'' کی تفسیر جو چیخ کی گئی ہے، یہ بھی مجاہد کی تفسیر ہے اور الفریابی نے اس کی بھی ابن ابی نجیح سے روایت کی ہے۔

تیسری تعلیق میں مذکور ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''الناقور'' کا معنی ہے ''الصور''۔ ناقور کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوۡرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِکَ یَوۡمَئِذٍ یَّوۡمٌ عَسِیۡرٌ ۙ﴿۹﴾ (المدثر:۸۔۹) پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی O تو وہ بہت مشکل والا دن ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر کو امام طبری اور امام ابن ابی حاتم نے از علی بن ابی طلحہ اس آیت مذکورہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے اور ''نقر'' کا معنی ہے: پھونک ماری۔

چوتھی تعلیق میں مذکور ہے: ''الراجفۃ'' سے مراد ہے پہلی پھونک، اور ''الرادفۃ'' سے مراد ہے دوسری پھونک۔ ان دونوں پھونکوں کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَۃُ ۙ﴿۶﴾ تَتۡبَعُہَا الرَّادِفَۃُ ؕ﴿۷﴾ (النازعات:۶۔۷) (تم کو ضرور مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا) جس دن لرزائے گی لرزانے والی O پھر اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی O

الفرّاء نے معانی القرآن میں مجاہد سے ذکر کیا ہے کہ ''راجفۃ'' کا معنی ہے زلزلہ۔ یعنی جو چیز زمین کو لرزائے گی اور ہلائے گی اور الٹ پلٹ کردے گی۔ اور ''رادفۃ'' سے مراد ہے: ''دکدکۃ'' یعنی پہاڑوں کا گر کر ہموار ہوجانا۔

صور پھونکنے کی تعداد

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ صور پھونکنے کی تعداد میں اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ دو مرتبہ صور میں پھونکا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَصَعِقَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰہُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیۡہِ اُخۡرٰی فَاِذَا ہُمۡ قِیَامٌ یَّنۡظُرُوۡنَ ﴿۶۸﴾ (الزمر:۶۸) اور صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہوجائیں گے، ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ سب کھڑے ہوکر دیکھنے لگیں گے O

اور دوسرا قول یہ ہے کہ تین مرتبہ صور میں پھونکا جائے گا۔ ایک ''نفخۃ الفزع'' ہے یعنی صور میں پھونکا جائے گا تو تمام آسمانوں اور زمینوں والے بے ہوش ہوجائیں گے اس حیثیت سے کہ ہر دودھ پلانے والی بھول جائے گی کہ اس نے کس کو دودھ پلایا۔ پھر ''نفخۃ الصعق'' ہے (یعنی جس صور پھونکنے سے لوگ ہلاک ہوجائیں گے)۔ پھر ''نفخۃ البعث'' ہے یعنی صور میں پھونکنے سے مُردے زندہ ہوجائیں گے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ پہلے دو صور بھی ایک صور کی طرف راجع ہیں جس صور میں پھونکنے سے لوگ ہلاک ہوجائیں گے۔

Marfat.com

اور مشہور یہ ہے کہ صُور میں پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ اور علامہ الحلیمی نے اس کے اوپر اجماع کو نقل کیا ہے۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور فرشتہ صور میں پھونکے گا۔
امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں از عبداللہ بن الحارث روایت کی ہے کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا: اے کعب! مجھے اسرافیل کے متعلق خبر دو۔ اس کے بعد حدیث میں مذکور ہے کہ صور پھونکنے والا فرشتہ اپنے ایک زانو کے بل گرا ہوا ہے اور دوسرا زانو اس نے نصب کیا ہوا ہے اور صور اس کے منہ میں ہے اور اس نے اپنی پشت ٹیڑھی کی ہوئی ہے اور اس نے اپنی نظر حضرت اسرافیل علیہ السلام کی طرف لگائی ہوئی ہے اور جب وہ دیکھے گا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے اپنے پروں کو ملا لیا ہے تو اس فرشتہ کو حکم دیا جائے گا کہ وہ صور میں پھونکے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں زید بن جدعان ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث مذکور کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ کتاب الزہد میں ہناد بن السری نے یہ روایت کی ہے کہ ہر صبح کو دو فرشتے صور کے ساتھ مقرر ہوتے ہیں، وہ انتظار کرتے ہیں کہ کب انہیں حکم دیا جائے تو وہ صور میں پھونکیں۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ پر موقوف ہے۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو صور میں پھونکنے والے دوسرے آسمان میں ہیں، ان میں سے ایک کا سر مشرق میں ہے اور اس کے پیر مغرب میں ہیں اور دوسرا اس کے برعکس ہے، وہ دونوں انتظار کر رہے ہیں کہ کب انہیں حکم دیا جائے تو وہ صور میں پھونکیں۔ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں۔
اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بغیر شک کے روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ اور امام بزار نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صور پھونکنے والے دو صاحبوں کے ہاتھوں میں دو سینگ ہیں، وہ دیکھ رہے ہیں کہ کب انہیں صور میں پھونکنے کا حکم دیا جائے گا۔
اور بعض علماء نے کہا کہ وہ فرشتہ جب دیکھے گا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے اپنے پروں کو ملایا ہے تو وہ صور میں پھونکے گا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گزرا ہے تو وہ پہلی بار صور میں پھونکے گا جس سے لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور دوسری مرتبہ صور میں حضرت اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پھونکیں گے اور اس سے جو ہلاک ہو گئے تھے وہ زندہ ہو جائیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵۱۔ ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۱۷۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِينَ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ وَالَّذِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور عبدالرحمٰن الاعرج، ان دونوں نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: دو مرد لڑے، ایک مرد مسلمانوں میں سے تھا اور دوسرا مرد یہود میں سے تھا، پس مسلمان

Marfat.com

اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِينَ قَالَ فَغَضِبَ الْمُسْلِمُ عِنْدَ ذَلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِيِّ فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ فِي أَوَّلِ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ مُوسَى فِيمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ۔

نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے (سیدنا) محمد (ﷺ) کو تمام جہانوں پر فضیلت دی، پس یہودی نے کہا: اور اس ذات کی قسم جس نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو تمام جہانوں پر فضیلت دی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس مسلمان غضب ناک ہوا اور اس نے یہودی کے منہ پر تھپڑ مارا، پس یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور اس نے اس کو جو کچھ اس کے اور مسلمان کے درمیان واقع ہوا اس کے متعلق خبر دی، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر فضیلت مت دو، کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے، پس میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا، سو اس وقت (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) عرش کی ایک جانب کو پکڑے ہوئے کھڑے ہوں گے، پس میں از خود نہیں جانتا کہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) ان لوگوں میں سے تھے جو بے ہوش ہوئے تھے، سو مجھ سے پہلے وہ ہوش میں آگئے یا وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ قرار دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۱، ۳۴۰۸، ۳۴۱۴، ۴۸۱۳، ۳۴۷۶، ۵۰۶۲، ۶۵۱۷، ۶۵۱۸، ۷۴۲۸، ۷۴۷۲، صحیح مسلم: ۲۳۷۳، سنن ترمذی: ۳۲۴۵، سنن ابوداؤد: ۴۶۷۱، مسند احمد: ۷۵۳۲)

صحیح البخاری: ۶۵۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''صور میں پھونکنا'' اور بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے ''لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے۔۔۔ الحدیث'' اور یہ معلوم ہے کہ لوگ صور میں پھونکنے کی وجہ سے بے ہوش ہوں گے۔ سو اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس باب کی حدیث کے رجال کا تذکرہ باب ''ما یذکر فی الاشخاص'' میں گزر چکا ہے۔ وہاں امام بخاری نے اس حدیث کی از یحییٰ بن قضاعہ از ابراہیم بن سعد از ابن شہاب از ابی سلمہ از عبد الرحمن الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی تھی۔ اور وہاں ان راویوں پر بحث ہو چکی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، پھر آپ نے اپنی فضیلت دینے سے کیوں منع فرمایا؟ اس سوال کے متعدد جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے "لاتخیرونی" یعنی مجھ کو فضیلت نہ دو، اور مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خیر نہ قرار دو۔

اس پر یہ سوال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات ہیں، تو آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت سے کیوں منع فرمایا؟

اس کا یہ جواب ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایسی فضیلت نہ دو جس سے ان کی شان میں کمی ہو یا ان کی توہین ہو۔ یا مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس طرح فضیلت نہ دو جس کے نتیجہ میں کوئی جھگڑا ہو، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بطورِ تواضع فرمایا۔ یا آپ نے یہ بات اس وقت فرمائی تھی جب آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عمل میں فضیلت نہ دو، کیونکہ ان کا عمل مجھ سے زیادہ ہے۔ اور ثواب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا فرماتا ہے عمل کی وجہ سے عطا نہیں فرماتا۔ یا مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آزمائش اور امتحان میں فضیلت نہ دو، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے زیادہ آزمائش اور امتحان میں مبتلا کیے گئے۔

"صعقة" کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے "فان الناس یصعقون یوم القیامة" یعنی قیامت کے دن لوگ بے ہوش کیے جائیں گے۔

"صعقة" کا معنی ہے: بے ہوش ہونا۔

اور علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: "صعق" یہ ہے کہ کسی شدید آواز کو سننے سے انسان پر بے ہوشی طاری ہو جائے اور بسا اوقات وہ اس آواز کو سن کر مر جاتا ہے، پھر اس کا استعمال زیادہ تر موت کے معنی میں ہوا۔

اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ دوبارہ اٹھائے جانے کے بعد یہ گھبراہٹ کی بے ہوشی ہو حتیٰ کہ تمام آسمان اور زمین شق ہو جائیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فافاق قبلی" وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ جائیں گے۔ کیونکہ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص بے ہوش ہونے کے بعد ہوش میں آئے، اور رہی موت تو کہا جاتا ہے: وہ اس سے زندہ کیا گیا ہے۔ اور پہاڑ طور پر جو صعقة ہوا تھا وہ موت نہیں تھا، وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۴۳)

پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ (علیہ السلام) بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب ان کو ہوش آیا تو کہا: تو پاک ہے میں نے تیرے حضور توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں ○

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فلا ادری اکان موسیٰ فیمن صعق فافاق قبلی" یعنی میں از خود نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیا ان لوگوں میں سے ہیں جو بے ہوش ہو گئے تھے، پس مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے۔

Marfat.com

اس پر بھی یہ سوال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا کہ ''میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں'' اور آپ نے فرمایا ''سب سے پہلے مجھ سے زمین پھٹے گی''، تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیسے فرمایا ''پس میں از خود نہیں جانتا کہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے تھے جو بے ہوش ہو گئے، پس مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس وقت کہا ہو جب آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ زمین سب سے پہلے آپ سے پھٹے گی۔ اور بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہلے شخص ہیں جن سے زمین پھٹے گی، پس موسیٰ علیہ السلام بھی اس جماعت میں سے ہوں گے۔ یعنی انبیاء علیہم السلام سے پہلے زمین پھٹے گی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''یا موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ قرار دیا'' جس آیت میں یہ فرمایا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ (الزمر: ٦٨)

اور صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے، ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے ۝

جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ قرار دیا ان کا بیان

جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ قرار دیا ہے ان کے متعلق دس اقوال ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) یہ مُردہ لوگ ہیں کیونکہ ان کو کوئی احساس نہیں ہوتا (۲) شہداء (۳) انبیاء علیہم السلام اور امام بیہقی کا اسی طرف میلان ہے اور انہوں نے جائز قرار دیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا۔ (۴) حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت ملک الموت، پھر پہلے تین فوت ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ حضرت ملک الموت علیہ السلام سے فرمائے گا: مر جاؤ! سو وہ مر جائیں گے۔ یہ یحییٰ بن سلام کا اپنی تفسیر میں قول ہے (۵) حاملین عرش، کیونکہ وہ آسمانوں کے اوپر ہیں اور اس آیت میں فرمایا ہے ''جو آسمانوں میں ہیں وہ بے ہوش ہو جائیں گے''۔ اور حاملین عرش آسمانوں سے اوپر ہیں۔ (۶) صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام، اس کی امام طبری نے سندِ ضعیف کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور قتادہ سے روایت کی ہے اور امام ثعلبی نے اس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (۷) وہ بچے جو جنت میں ہیں اور بڑی آنکھوں والی حوریں۔ (۸) جنت کے محافظین (۹) دوزخ کے محافظین اور دوزخ میں جو سانپ اور بچھو ہیں، اس کی امام الثعلبی نے حکایت کی ہے۔ (۱۰) تمام فرشتے۔ اس کو ابن حزم نے ''الملل والنحل'' میں وثوق کے ساتھ کہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملائکہ روحیں ہیں اور ان میں کوئی روح نہیں ہے، پس ان پر بالکل موت نہیں آتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵۳۔ ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَصْعَقُ النَّاسُ حِينَ يَصْعَقُونَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ قَامَ فَإِذَا مُوسَى آخِذٌ بِالْعَرْشِ فَمَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَعِقَ رَوَاهُ أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

قیامت کے دن لوگ بے ہوش کیے جائیں گے جب بے ہوش کیے جائیں گے، پس میں سب سے پہلے کھڑا ہوں گا، پس اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے، پس میں ازخود نہیں جانتا کیا وہ ان لوگوں میں سے تھے جو بے ہوش ہو گئے۔

اس حدیث کی ابوسعید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۱، ۳۴۰۸، ۳۴۱۴، ۳۴۷۶، ۴۸۱۳، ۵۰۶۲، ۶۵۱۷، ۶۵۱۸، ۷۴۲۸، ۷۴۷۲، صحیح مسلم: ۲۳۷۳، سنن ترمذی: ۳۲۴۵، سنن ابوداؤد: ۴۶۷۱، مسند احمد: ۷۵۳۲)

صحیح البخاری: ۶۵۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیثِ مذکور کی دوسری سند ہے جس میں اس حدیث کو امام بخاری نے اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کے رجال کا اس ترتیب کے ساتھ کئی مرتبہ بیان ہو چکا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، وہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالزناد کا ذکر ہے، وہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث میں الاعرج کا ذکر ہے، وہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوش میں آ گئے تو کیا اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل قرار دیا جائے گا؟

اس کا یہ جواب ہے: نہیں! اس اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مطلقاً افضلیت لازم نہیں آتی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں تو ایک امرِ مشکوک کا ذکر ہے کہ آیا وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا بے ہوش ہوئے ہی نہیں تھے، تو اس سے ان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر افضلیت لازم نہیں آئے گی کیونکہ آپ مطلقاً افضل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۱۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن افراد کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ قرار دیا، ان کی تفصیل کے متعلق بحث ونظر

ایک قول یہ ہے کہ مستثنیٰ ملائکہ ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ شہداء ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ انبیاء علیہم السلام ہیں اور علامہ الحلیمی کا مختار یہ ہے کہ مستثنیٰ شہداء ہیں اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انہوں نے اس پر استدلال اس آیت سے کیا ہے:

Marfat.com

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ (آل عمران:۱۶۹) اور جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں انہیں رزق دیا جارہا ہے۔

اور باقی اقوال جو ذکر کیے گئے ہیں وہ ضعیف ہیں۔

اور علامہ ابوالعباس القرطبی متوفی ۶۵۶ھ، نے نقل کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جن کا بے ہوش ہونے سے استثناء کیا گیا ہے ان کی تعیین میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں ہے اور سب کی گنجائش ہے۔ (المفہم شرح صحیح مسلم ج۶ ص ۲۳۱، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اور امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ نے ''البعث والنشور'' میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش کرنا نہیں چاہا، تو انہوں نے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شہداء ہیں۔ اس حدیث کی حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (البعث والنشور ص ۳۲۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

اور امام ابن معبد نے ''کتاب الطاعة'' میں بھی ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ قرار دیا، آپ نے فرمایا: وہ شہداء ہیں۔

اور النحاس نے ''معانی القرآن'' میں سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ وہ شہداء ہیں۔ (معانی القرآن ج۵ ص ۱۴۹)

اور حسن بن ابی الحسن نے کہا: جو لوگ دو صوروں کے درمیان مر جائیں گے ان سے اللہ عزوجل نے آسمان کی چند شخصیات کے بے ہوش ہونے کا استثنیٰ کیا۔

یحییٰ بن سلام نے اپنی تفسیر میں کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آخر میں ان میں سے جو باقی رہیں گے وہ حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت ملک الموت ہیں۔ پھر حضرت جبریل اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل فوت ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرمائے گا: مر جاؤ، تو وہ مر جائیں گے۔ (تفسیر ابن ابی زمنین ج۴ ص ۱۲۰)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ وہ حاملینِ عرش ہیں اور حضرت جبریل ہیں اور حضرت میکائیل اور حضرت ملک الموت علیہم السلام ہیں۔ اور علامہ الحلیمی نے کہا: جس کا یہ زعم ہے کہ جن کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے ان کا استثنیٰ حاملین عرش یا حضرت جبریل یا حضرت میکائیل یا حضرت ملک الموت کی وجہ سے ہے یا جس نے کہا کہ یہ استثنیٰ بچوں کی وجہ سے ہے یا جنت کی حوروں کی وجہ سے ہے یا جس نے یہ زعم کیا کہ یہ استثنیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے زمین مجھ سے شق ہوگی، پس میں اپنا سر بلند کروں گا تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک جانب ہوں گے۔۔۔۔ الحدیث۔ سو ان میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے۔ (شعب الایمان ج۱ ص ۳۱۰۔۳۱۱)

رہا پہلے قول کا صحیح نہ ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حاملین عرش نہ آسمان کے رہنے والے ہیں اور نہ زمین کے اور عرش تمام آسمانوں کے اوپر ہے، پس حاملینِ عرش آسمانوں میں کیسے ہوں گے؟ جب کہ الزمر: ۶۸ میں یہ فرمایا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے بے ہوش ہو جائیں گے سوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے۔ سو جب حاملینِ عرش آسمانوں اور زمینوں میں رہنے والے ہیں ہی نہیں تو ان کا استثنیٰ کیسے ہوگا؟

Marfat.com

اور رہے حضرت جبریل اور حضرت ملک الموت اور حضرت میکائیل علیہم السلام تو یہ ان فرشتوں میں سے ہیں جو عرش کے گرد حلقہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور جب کہ عرش آسمانوں کے اوپر ہے تو ان کا آسمانوں میں حلقہ بنانا نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح دوسرا قول بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ بچے اور حور جنت میں ہیں اور جنت اگرچہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں لیکن تمام جنتیں آسمانوں کے اوپر ہیں اور عرش کے نیچے ہیں اور وہ ایک ایسا عالم ہے جس کو بقا کے لیے پیدا کیا گیا ہے، پس اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ اس سے علیحدہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فنا کے لیے پیدا کیا ہے اور اس استثنیٰ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقتاً فوت ہو گئے تھے۔ پس دوسرے صور کو پھونکنے کے وقت ان پر موت نہیں آئے گی۔ اسی لیے اس استثنیٰ کی تاویل کرنے والوں نے ان کا شمار نہیں کیا جو صور پھونکنے سے پہلے فوت ہو چکے تھے، کیونکہ استثناء ان سے ہوگا جن کا اس میں فی الجملہ دخول ممکن ہو لیکن جس کا ان میں فی الجملہ دخول ممکن نہ ہو تو ان کے استثنیٰ کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں جو ارشاد ہے کہ "پس موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے کو پکڑے ہوئے ہیں اور میں از خود نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا طور میں جو انہیں بے ہوش کیا گیا تھا اس کی انہیں جزاء دی گئی"۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بے ہوشی کا "صعقة" ہے اور یہ قیامت کے دن ہوگا اور یہ موت کا "صعقة" نہیں ہے جو صور پھونکنے کے وقت حادث ہوگی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو میں سب سے پہلے اپنا سر اٹھاؤں گا تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک جانب کو پکڑے ہوئے ہوں گے، پس میں از خود نہیں جانتا کہ کیا وہ مجھ سے پہلے زندہ کر دیے گئے تھے اور اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ہے جیسے دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فضیلت دی گئی کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو پہاڑ طور پر بے ہوش کیا گیا تھا اسی کی جزاء دی گئی، یعنی ان کو دیگر انبیاء سے پہلے زندہ کیا گیا جس اندازے سے ان پر ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تھی یہاں تک کہ وہ ہوش میں آ گئے تا کہ یہ ان کی جزاء ہو جائے، اور ان کے علاوہ استثنیٰ میں جو اقوال ہیں وہ ثابت نہیں ہیں۔

علامہ ابو العباس القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ نے کہا ہے: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ صور میں دوسری مرتبہ پھونکنے کے بعد رونما ہوا جو نفخة البعث ہے یعنی جس میں سب کو زندہ کیا جائے گا۔ اور قرآن عظیم کی نص صریح کا تقاضا یہ ہے کہ یہ استثنیٰ ان سے ہے جو صور پھونکنے کے بعد بے ہوش ہو گئے تھے اور جب کہ یہ معاملہ اس طرح ہے تو بعض علماء نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان میں سے ہوں جو انبیاء علیہم السلام میں سے فوت نہیں ہوئے اور یہ بالکل باطل ہے کیونکہ گزر چکا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر موت آئی تھی۔

امام بیہقی نے کہا ہے: میرے نزدیک اس حدیث کی توجیہ یہ ہے اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ آپ نے شب معراج آسمان میں انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کو دیکھا اور یہ اس وقت صحیح ہوگا جب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ان کی روحوں کو لوٹا دیا، پس وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں جیسا کہ شہداء زندہ ہیں۔ پھر جب صور میں پہلی مرتبہ پھونک ماری گئی تو جنہوں نے بے ہوش ہونا تھا وہ بے ہوش ہو گئے لیکن یہ موت نہیں تھی صرف ان کا شعور ماؤف ہو گیا تھا، پس بے شک موسیٰ علیہ السلام ان میں سے

Marfat.com

ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے استثنیٰ کیا ''الا من شاء اللہ''۔ یعنی دوسرے لوگوں کا شعور تو ماؤف ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شعور ماؤف نہیں کیا، اور پہاڑ طور پر جو ان کو بے ہوش کر دیا گیا تھا اس کا اس میں حساب کر دیا گیا۔ (شعب الایمان ج ۱ ص ۳۱۰)

اور قاضی عیاض نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس ''صعقة'' سے مراد وہ ''صعقة'' ہو جس کے بعد گھبراہٹ طاری ہو گی جب آسمان اور زمینیں شق ہو جائیں گی۔ (اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۵۷)

علامہ قرطبی نے کہا ہے: جو چیز اس اشکال کو زائل کرتی ہے وہ یہ ہے کہ موت عدم محض نہیں ہے، وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل کیے جانے اور موت کے بعد بھی اپنے رب کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے، پس جب یہ صفت شہداء میں ہے تو اس صفت کا انبیاء علیہم السلام میں ہونا زیادہ حق دار اور زیادہ اولیٰ ہے بلکہ صحیح حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۷، سنن نسائی: ج ۳ ص ۹۱، سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۶)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شب معراج بیت المقدس میں اور آسمانوں میں جمع ہوئے خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حدیث بیان کی کہ جو شخص بھی آپ کو سلام کرتا ہے تو اس کا جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ آپ کی طرف روح کو لوٹا دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۴۱، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷)

اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن سے قطعی طور پر یہ علم ہو جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا معنی یہ ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہو گئے اس حیثیت سے کہ ہم ان کا ادراک نہیں کرتے ہر چند کہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں اور یہ ایسا حال ہے جیسا کہ فرشتوں کا حال ہے وہ بھی موجود ہیں اور زندہ ہیں۔ اور ہماری نوع میں سے ان کو کوئی نہیں دیکھتا سوا ان اولیاء اللہ کے جن کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیکھنے کی کرامت عطا کی ہو۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں تو جب صور میں پھونک ماری گئی جو ''نفخة الصعق'' تھی تو آسمانوں میں اور زمینوں میں جو بھی تھے وہ ''مصعوق'' ہو گئے سوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ رہا انبیاء علیہم السلام کے غیر کا صعق تو وہ موت ہے (یعنی صور میں پھونکنے سے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ جو تھے وہ سب مر گئے لیکن انبیاء علیہم السلام کا ''صعق'' یہ تھا کہ وہ بے ہوش ہوئے)۔ پس جب صور میں ''نفخة البعث'' ہو گا تو جو مر گئے تھے وہ زندہ ہو جائیں گے اور جن پر بے ہوشی طاری ہوئی تھی وہ ہوش میں آ جائیں گے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔
(المفہم ج ۶ ص ۲۳۴۔۲۳۳)

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ جب انبیاء علیہم السلام کے ماسوا کو شارح علیہ السلام نے زندوں میں شمار کیا ہے تو انبیاء علیہم السلام کا زندہ ہونا بدرجہ اولیٰ ہے۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت جزوی، حاملین عرش اور رسلِ ملائکہ کی موت اور اہل جنت اور جنت پر موت کا نہ آنا

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت ان پر بے ہوشی کا طاری ہونا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ''میں از خود نہیں جانتا حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا بے ہوش ہی نہیں ہوئے''۔

اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظیم فضیلت ہے، ہاں یہ فضیلت مشکوک ہے، کیونکہ فرمایا: یا تو وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا بے ہوش ہی نہیں ہوئے، اس سے ان کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افضلیت لازم نہیں آتی کیونکہ آپ کی افضلیت مطلقہ ہے۔
اور یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت جزوی ہے اور یہ علامہ الحلیمی کا مختار ہے۔
اور جن فرشتوں کا استثنیٰ میں ذکر کیا گیا ہے ہم ان سے موت کی نفی نہیں کرتے اور نہ ان کے متعلق موت کو محال قرار دیتے ہیں۔
ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ ان کا اس استثنیٰ میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ آسمانوں اور زمینوں سے اوپر ہیں۔
پھر ایسی احادیث بھی وارد ہیں کہ اللہ تعالیٰ حاملین عرش اور ملک الموت پر اور میکائیل پر موت کو طاری کرے گا اور سب سے آخر میں حضرت جبریل پر موت کو طاری فرمائے گا اور ان کو اسی جگہ زندہ کر دے گا اور وہ ان ملائکہ کو زندہ کریں گے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔
اور رہے اہل جنت تو ان کے متعلق حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ مریں گے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جنت دار الخلد ہے اور جو جنت میں داخل ہو گیا وہ اس میں کبھی بھی نہیں مرے گا، اس کے باوجود کہ وہ بھی موت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں پیدا کیا وہ زیادہ اولیٰ ہے کہ وہ جنت میں کبھی بھی نہ مرے۔
نیز موت مکلفین پر قہر کرنے کے لیے ہے اور ان کو ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف منتقل کرنے کے لیے ہے اور اہلِ جنت کے متعلق ہمیں یہ حدیث معلوم نہیں ہوئی کہ وہ بھی مکلف ہیں، پس اگر ان کو موت سے معاف کر دیا گیا جیسا کہ ان کو تکلیف سے معاف کر دیا گیا ہے تو یہ بعید نہیں ہے۔
رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۔ (القصص:۸۸) اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جو چیز بھی ہلاک ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو وہ ہلاک ہو جائے گی سوا اللہ سبحانہٗ کی ذات کے کیونکہ وہ قدیم ہے اور قدیم کے لیے فناء ممکن نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا حادث ہے اور حادث وہ ہوتا ہے جس کو مُحدِث جب تک چاہے باقی رکھے اور جب چاہے فناء کر دے۔ اور کسی صحیح حدیث یا معلول سے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ عرش کو ہلاک کرنے والا ہے، پس چاہیے کہ جنت بھی اس کی مثل ہو۔ (شعب الایمان ج ۱ ص ۳۱۱)

Marfat.com

جنت اور دوزخ کی فناء کے متعلق دیگر اقوال

علامہ قرطبی نے کہا ہے: جنت اور دوزخ کی فناء کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو فناء کرے گا تو جنت اور دوزخ کو اللہ تعالیٰ باقی رکھے گا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کو بھی اللہ تعالیٰ فناء کردے گا اور سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ'' (الحدید: ۳) ''اللہ ہی اول ہے اور وہی آخر ہے''۔ پس جب اللہ تعالیٰ جنت اور دوزخ کو فناء کردے گا تو جو ان میں مخلوق ہے وہ بھی بطریقِ اولیٰ فناء ہو جائے گی۔ اور بعض علماء نے تیسرے قول کا بھی ذکر کیا ہے کہ فقط دوزخ فناء ہوگی۔ اور ہمیں اس میں غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

صور میں پھونکنے کی تعداد

صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ صور میں صرف دو مرتبہ پھونک ماری جائے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو مرتبہ صور میں پھونکنے کے درمیان چالیس (۴۰) کا عرصہ ہے، لوگوں نے پوچھا: اے ابوہریرہ! چالیس دن کا عرصہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں انکار کرتا ہوں، لوگوں نے کہا: چالیس (۴۰) سال کا؟ انہوں نے کہا: میں انکار کرتا ہوں۔ لوگوں نے کہا: چالیس (۴۰) مہینوں کا؟ انہوں نے کہا: میں انکار کرتا ہوں اور کہا: انسان کی ریڑھ کی ہڈی کے سوا اس کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی اور اسی سے اس کی دوبارہ پیدائش کی جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۴۸۱۴، صحیح مسلم: ۲۹۵۵)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ (الزمر: ٦٨)

اور صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے، ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے ○

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ صور میں دو مرتبہ پھونکا جائے گا۔

اور بعض ضعیف احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ علی بن معبد کی ''کتاب الطاعة'' میں مذکور ہے کہ صور میں تین مرتبہ پھونکا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے فارغ ہو گیا تو اس نے صور کو پیدا کیا اور وہ صور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو عطا فرمایا، پس وہ صور کو اپنے منہ پر رکھے ہوئے ہیں اور نظر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھ رہے ہیں، میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ بہت عظیم سینگ ہے اور سینگ کی گولائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، اس صور میں حضرت اسرافیل علیہ السلام تین مرتبہ پھونک ماریں گے، پہلی مرتبہ پھونک مارنا ''نفخة الفزع'' ہوگا جسے سن کر لوگ گھبرائیں گے اور دوسری مرتبہ پھونک مارنا ''نفخة الصعق'' ہوگا (جسے سن کر عام لوگ مر جائیں گے اور انبیاء علیہم السلام صرف بے ہوش ہوں گے) اور تیسری مرتبہ پھونک ماریں گے تو سب لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے حاضر

ہو جائیں گے۔۔۔الحدیث

اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اس آیت میں مکمل فرمایا ہے:

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝ اور یہ (کفار) صرف ایک سخت چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جس کے درمیان کوئی مہلت نہیں ہوگی O (ص:۱۵)

قیامت کے وقوع کا وقت اور کیفیت

صور پھونکنے کا یہ واقعہ نصف رمضان کو جمعہ کے دن ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو چلائے گا تو وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے، پھر وہ فریب نظر ہو جائیں گے، پھر زمین، زمین والوں کے ساتھ حرکت کرے گی اور اس کا مصداق یہ آیت ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ (تم کو ضرور مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا) جس دن لرزائے گی لرزانے والی O پھر اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی O (النازعات:۶۔۷)

اور زمین اس طرح ہوگی جیسا کہ سمندر میں کشتی سمندر کی موجوں سے تھپیڑے کھا رہی ہوتی ہے اور لوگ اس کی پشت پر ہوں گے، اور دودھ پلانے والی اپنے بچہ کو بھول جائے گی، حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے، اور شیاطین اڑ کر بھاگ رہے ہوں گے حتیٰ کہ کنارے پر آئیں گے، پھر فرشتے ان کو تھپڑ ماریں گے حتیٰ کہ وہ لوٹ جائیں گے اور لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے اور ایک دوسرے کو پکاریں گے اور اس کا مصداق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے، تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اور جس کو اللہ گم راہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے O (المومن:۳۳)

پس جب لوگوں کا یہی حال ہوگا تو زمین پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی اور لوگ ایک سنگین امر دیکھیں گے۔ پھر لوگ آسمان کی طرف دیکھیں گے تو وہ پگھلے ہوئے تانبہ کی طرح ہوگا، پھر آسمان پھٹ جائیں گے اور سورج اور چاند کی روشنی ختم ہو جائے گی اور ستارے بکھر جائیں گے، پھر آسمان کو ان سے لپیٹ دیا جائے گا۔

اور مُردوں کو ان میں سے کسی چیز کا علم نہیں ہوگا، پس اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا ان کو اس حال میں باقی رکھے گا، پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو "نفخة الصعق" کا حکم دے گا، اور اس حدیث میں ہے "پھر ہاتف تین مرتبہ آواز دے گا: آج کس کی بادشاہی ہے؟ پھر خود ہی فرمائے گا "لله الواحد القهار" اللہ ہی کی بادشاہی ہے جو واحد قہار ہے"۔

علامہ زمخشری کی تفسیر میں ہے: منادی نداء کرے گا: آج کس کی بادشاہت ہے؟ تو اہل جنت جواب دیں گے: اللہ ہی کی ہے جو "واحد القهار" ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ وہ "نفخة البعث" پھونکیں، سو وہ پھونک ماریں گے تو پھر سب لوگ زندہ ہو جائیں گے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۶۱۶۔ ۶۲۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۴۴۔ بَابٌ: یَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو جمع کرے گا (یا فناء کرے گا)

رَوَاهُ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس کی نافع نے از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو قبض فرمائے گا اور قبض کے معنی ہیں: جمع کرنا۔ اور کبھی قبض کا معنی ہوتا ہے کسی شے کو فناء کرنا اور اس کو ختم کرنا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ (الزمر: ۶۷)

اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا اور قیامت کے دن سب زمینیں اس کی مٹھی میں ہوں گی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے، وہ ان چیزوں سے پاک ہے اور برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں ۝

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ قیامت کے دن تمام زمینیں فناء ہو جائیں گی۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوری زمین کو قبضہ میں لے لے گا، یعنی پوری زمین کو جمع کر لے گا۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے کتاب التوحید میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا یُونُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ حَدَّثَنِی سَعِیدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ یَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ وَیَطْوِی السَّمَاءَ بِیَمِینِهٖ ثُمَّ یَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَیْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے گا اور آسمان کو دائیں ہاتھ سے لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟

(صحیح البخاری: ۴۸۱۲، ۶۱۹۰، ۷۳۸۲، ۷۴۱۳، صحیح مسلم: ۲۷۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۹۲، مسند احمد: ۸۶۴۶، سنن دارمی: ۲۷۹۹)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۵۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو جمع کرے گا" اور اس باب کی حدیث میں بھی یہی عنوان ذکر ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ذکر ہے محمد بن المقاتل، یہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ذکر ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، یہ ابن زید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزہری، یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔

یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ویطوی السماء" یعنی اللہ تعالیٰ آسمان کو لپیٹ لے گا، اس سے لپیٹنے کا لغوی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آسمان کو اللہ تعالیٰ فناء کر دے گا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "بیمینہ" یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے، اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے آسمان کو فناء کر دے گا۔

لفظ "ید" کے متعدد معانی

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اس کی قدرت اور تمام مخلوقات کو احاطہ کرنے سے عبارت ہے اور "الید" کا لفظ متعدد معانی کے لیے آتا ہے، ان میں سے ایک معنی قوت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ اور ہمارے طاقت ور بندے داؤد کو یاد کیجئے، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے ○ (ص:۱۷)

اور "ید" کا دوسرا معنی مِلک ہے یعنی ملکیت جیسے درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (آل عمران:۷۳) آپ کہیے کہ بے شک فضل تو اللہ کے قبضہ میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے فضل عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت وسعت والا بہت علم والا ہے ○

اور "ید" کا تیسرا معنی نعمت ہے، جیسے تم کہو: "کم یدلی عند فلان" یعنی میں نے فلاں کو کتنی نعمتیں دی ہیں۔

اور "ید" کا چوتھا معنی ہے: ملا ہوا جیسا کہ اس آیت میں ہے:

Marfat.com

أَوْ يَعْفُوَا الَّذِي بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ۔ (البقرہ:۲۳۷) یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)۔

اور''ید'' کا پانچواں معنی ہے: عضو مخصوص یعنی ہاتھ۔ جیسے قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ (التوبہ:۲۹) حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں O

اور قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح:۱۰) اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر۔

اور''ید'' کا معنی اطاعت اور پیروی بھی ہے اور''ید'' کا معنی سلطنت بھی ہے اور''ید'' کا معنی اطاعت بھی ہے اور''ید'' کا معنی جماعت بھی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟''

اللہ تعالیٰ یہ قول اس وقت فرمائے گا جب دنیا کا زمانہ منقطع ہو جائے گا اور اس کے بعد لوگوں کو قبروں میں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور اس کے بعد حشر و نشر ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب تمام مخلوق کو چاندی کی مثل سفید زمین میں جمع کیا جائے گا اس وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ آج کس کی بادشاہت ہے تو بندے جواب دیں گے: اللہ ہی کے لیے ہے جو واحد القہار ہے۔ اس حدیث کی ابو وائل نے از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے اور اس کو نحاس نے ذکر کیا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صور کی طویل حدیث میں مذکور ہے کہ جب پہلی مرتبہ صور میں پھونکنے کے بعد تمام زندہ لوگ مر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا اس وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرمائے گا: میں جبار ہوں، آج کس کی بادشاہی ہے؟ تو کوئی جواب نہیں دے گا، پس اللہ عزوجل خود فرمائے گا''للہ الواحد القہار'' اللہ ہی کی بادشاہی ہے جو واحد القہار ہے۔

اس کا جواب یہ ہے: ان دونوں روایتوں میں تطبیق ہو سکتی ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد دو مرتبہ فرمائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۲۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم تَكُونُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُبْزَةً وَاحِدَةً يَتَكَفَّؤُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهٖ كَمَا يَكْفَأُ أَحَدُكُمْ خُبْزَتَهُ فِي السَّفَرِ نُزُلًا لِأَهْلِ الْجَنَّةِ فَأَتَى رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ بَارَكَ الرَّحْمٰنُ عَلَيْكَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ أَلَا أُخْبِرُكَ بِنُزُلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ بَلٰى قَالَ تَكُونُ الْأَرْضُ خُبْزَةً وَاحِدَةً كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَنَظَرَ النَّبِيُّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از خالد از سعید بن ابی ہلال از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ساری زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی، جبار عزوجل اپنے ہاتھ سے (اہل جنت کی ضیافت کے لیے) اس کو الٹ پلٹ کرے گا جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے دستر خوان پر روٹی کو گھماتا ہے، پھر ایک یہودی آیا، سو اس نے کہا: رحمن تم پر برکت نازل فرمائے اے ابو القاسم! کیا میں تم کو

Marfat.com

ﷺ إِلَيْنَا ثُمَّ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِإِدَامِهِمْ قَالَ إِدَامُهُمْ بَالَامٌ وَنُونٌ قَالُوا وَمَا هَذَا قَالَ ثَوْرٌ وَنُونٌ يَأْكُلُ مِنْ زَائِدَةِ كَبِدِهِمَا سَبْعُونَ أَلْفًا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۹۲)

(قیامت کے دن) اہل جنت کی ضیافت کی خبر نہ دوں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ اس نے کہا کہ تمام زمین ایک روٹی ہو جائے گی جیسے نبی ﷺ نے فرمایا، پس نبی ﷺ نے ہماری طرف دیکھا، پھر آپ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں، پھر اس یہودی نے کہا: کیا میں تم کو ان کے سالن کے متعلق خبر نہ دوں؟ پھر اس نے کہا: ان کا سالن بالام اور نون ہے، صحابہ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: بیل اور مچھلی جس کی کلیجی کے ساتھ زائد چربی کے حصہ کو ستر ہزار آدمی کھائیں گے۔

صحیح البخاری: ۶۵۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ بے شک اللہ عزوجل قیامت کے دن تمام زمین کو اپنی مٹھی میں لے گا، پھر اس کی ایک روٹی بنا دے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد، اور وہ ابن زید ہیں اور وہ الجمحی ہیں۔ اس سند میں سعید تک مصری راوی ہیں اور وہاں سے آخر تک مدنی راوی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

زمین کو روٹی بنانے کی تفصیل اور ''سفرۃ'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''تکون الارض یوم القیامۃ خبزۃ واحدۃ'' یعنی تمام زمین قیامت کے دن ایک روٹی بن جائے گی۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ آٹا گوندکر رکھا جاتا ہے، پھر آگ جلائی جاتی ہے اور پھر اس گندھے ہوئے آٹے کے پیڑے بنائے جاتے ہیں جو گول گول ہوتے ہیں، پھر اس کو ہاتھوں سے الٹ پلٹ کر کے اور پھیلا کر چپاتی کی طرح سیدھا بنا دیا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث میں ''سفرۃ'' کا ذکر ہے، سفرۃ اس طعام کو کہتے ہیں جو مسافر کے لیے بنایا جاتا ہے اور اسی سے سفرۃ اس دستر خوان کو بھی کہتے ہیں جس پر کھانا کھایا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''نزلا لاهل الجنة'' یعنی اہل جنت کی ضیافت اور مہمانی کے لیے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روٹی کو اہل جنت کے لیے بنائے گا جو جنت میں داخل ہونے سے پہلے اس کو محشر میں کھائیں گے حتیٰ کہ محشر کا جو لمبا زمانہ ہوگا اس میں بھوک لگنے سے ان کو تکلیف نہیں ہوگی۔

Marfat.com

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اہل محشر میں سے جو لوگ جنت میں جائیں گے وہ اس کو کھائیں گے، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اس کو کھاتے رہیں گے حتیٰ کہ جنت میں داخل ہو جائیں۔

علامہ داؤدی کی شرح کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ زمین سفید روٹی کی طرح ہو جائے گی، ہر مومن اس کو اپنے قدموں کے نیچے سے کھالے گا۔ اس حدیث کی امام طبری نے روایت کی ہے اور یہ علامہ داؤدی کے ذکر کیے ہوئے عموم کے منافی نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے اوپر علامہ بیضاوی کا اشکال

علامہ بیضاوی نے کہا ہے: یہ حدیث بہت مشکل ہے، نہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی صنعت اور ہر چیز پر اس کی قدرت کا انکار کیا جائے بلکہ اس لیے کہ زمین کے جسم کا پک کر روٹی بن جانا جیسا کہ کھانے کی چیزیں ہوتی ہیں، اس کا احادیث میں ثبوت نہیں ہے جب کہ آثار سے یہ ثابت ہے کہ یہ زمین قیامت کے دن آگ بن جائے گی اور اس کو جہنم کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور حدیث میں جو ہے کہ یہ زمین ایک روٹی ہو جائے گی، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ ایک روٹی کے مثل ہو جائے گی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ طیبی نے یہاں بحث کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کی زمین آگ بن جائے گی، یہ اپنی حقیقت پر محمول ہے اور زمین کا ایک روٹی ہو جانا جس کو محشر والے کھائیں گے یہ مجاز پر محمول ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: جس اثر کو ہم نے ابھی سعید بن جبیر سے ذکر کیا ہے وہ ان دونوں کا رد کرتا ہے، اور اولیٰ یہ ہے کہ زمین ایک روٹی بن جائے گی اس کو حقیقت پر محمول کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کی صلاحیت رکھتی ہے اور جس حدیث سے علامہ بیضاوی نے استدلال کیا ہے کہ زمین آگ بن جائے گی اس سے مراد تمام زمین نہیں ہے بلکہ سمندر کی زمین ہے کیونکہ امام طبری نے کعب احبار کی سند سے روایت کی ہے کہ سمندر کی جگہ آگ بن جائے گی اور ربیع بن انس کی تفسیر میں از ابو العالیہ از ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ آسمان شب بن جائیں گے اور سمندر کی جگہ آگ بن جائے گی۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام بیہقی نے کتاب البعث میں یہ آیت ذکر کی ہے:

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝ (الحاقۃ: ۱۴) اور زمینوں اور پہاڑوں کو اٹھالیا جائے گا تو وہ ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے O

امام بیہقی نے کہا ہے کہ زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار بن کر کفار کے چہروں پر چھا جائیں گے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: بعض شارحین (حافظ ابن حجر) نے کہا ہے کہ (زمین کا روٹی بن جانا اور زمین کا آگ بن جانا اور زمین کا غبار بن جانا، کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ زمین روٹی بن جائے گی اور ابی بن کعب کی روایت میں ہے کہ سمندر کی جگہ کی زمین آگ بن جائے گی اور ''الحاقۃ: ۱۴'' میں ہے کہ زمین ریزہ ریزہ ہو کر غبار ہو جائے گی) ان میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ بعض زمینیں آگ بن جائیں گی اور بعض زمینیں غبار بن جائیں گی اور بعض زمینیں روٹی ہو جائیں گی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۸۸، دار المعرفہ، بیروت)

Marfat.com

علامہ عینی اس پر رد کرتے ہیں کہ اس میں تامل ہے، کیونکہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ تمام زمین قیامت کے دن روٹی بن جائے گی اور ''الارض'' کا اطلاق تمام زمین پر ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو بیان کیا ہے اس میں مجاز کا ارتکاب ہے، تو جب تک حقیقت متعذر نہ ہو اس کو مجاز پر محمول نہیں کیا جائے گا اور تمام زمین کے روٹی بننے میں کوئی تعذر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کی صلاحیت رکھتی ہے بلکہ جواب شافی یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جو زمین آگ بن جائے گی اس سے سمندر کی زمین مراد ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ زمین غبار بن جائے گی اس سے پہاڑ مراد ہیں کیونکہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہونے کے بعد کفار کے چہروں پر غبار بن جائیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کی توجیہ اور ''نواجذ'' وغیرہ کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر آپ ہنسے'' یعنی آپ کو اس پر تعجب ہوا کہ یہودی نے کیسے اس چیز کی اپنی کتاب سے خبر دی جس کی نظیر وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے بتائی گئی تھی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ آپ کے نواجذ ظاہر ہو گئے''۔ نواجذ ڈاڑھوں کو کہتے ہیں اور وہ دانتوں کے اخیر میں ہوتی ہیں، کیونکہ دانتوں کے اول کو اضراس کہا جاتا ہے اور پھر ثنایا ہیں، پھر رباعیات ہیں، پھر ضواحک ہیں، پھر الارحاء ہیں، پھر النواجذ ہیں۔ اور کتاب الصوم میں مذکور ہے کہ آپ ہنسے حتیٰ کہ آپ کے انیاب ظاہر ہو گئے، اور اس میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ نواجذ کا اطلاق انیاب اور اضراس دونوں پر ہوتا ہے۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ کتاب الادب کے باب التبسم میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبسم پر اضافہ نہیں کرتے تھے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ کی عادت یہی تھی اور غالب طور پر آپ صرف تبسم فرماتے تھے اور آپ کا اتنا ہنسنا کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو جائیں، یہ کبھی کبھی ہوتا ہے اور اس کا اعتبار نہیں ہے۔

''بالام'' اور ''نون'' کا معنی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اس یہودی نے کہا: کیا میں تم کو اہل جنت کے سالن کی خبر نہ دوں تو اس نے کہا: اہل جنت کا سالن ''بالام'' اور ''نون'' ہے''۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: کہ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کا عربی زبان میں معنی بیل ہے، اس لیے اس کی تفسیر ''ثور'' کے لفظ سے کی گئی ہے اور اسی وجہ سے صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یہ بالام کیا چیز ہے، اگر یہ عربی لفظ ہوتا تو صحابہ کرام اس کو جانتے ہوتے۔ اور اس حدیث میں ''نون'' کا ذکر ہے اور اس کا معنی ہے مچھلی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''وہ سالن مچھلی کی کلیجی کی زائد چربی سے بنا ہوگا جس کو ستر ہزار کھائیں گے''۔ یہ کلیجی کی چربی کا زائد ٹکڑا بہت لذیذ ہوگا، اسی لیے اس کو کھانے کے ساتھ ستر ہزار اہل جنت کی تخصیص کی گئی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ستر سے مراد عدد کثیر ہو اور ستر ہزار میں انحصار نہ ہو۔

اہل جنت کی ضیافت کے متعلق کعب احبار کی روایت

کعب احبار نے امام عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے

Marfat.com

فرمائے گا''ہر مہمان کے لیے ایک جانور کو ذبح کیا جاتا ہے اور میں آج تمہارے لیے مچھلی اور بیل کو ذبح کرتا ہوں، پس بیل کو اہل جنت کے لیے ذبح کیا جائے گا''۔

اور امام مسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے''اہل جنت کا تحفہ مچھلی کے جگر کا زائد ٹکڑا ہوگا اور اسی میں ان کی غذاء ہوگی اور اس کے بعد ان کے لیے جنت کے بیل کو ذبح کیا جائے گا اور اس کے اطراف سے کھایا جائے گا اور اس حدیث میں ہے کہ ان کو سلسبیل کے چشمہ سے پلایا جائے گا''۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵۸۔۱۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۲۱۔حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى أَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ نَقِيٍّ قَالَ سَهْلٌ أَوْ غَيْرُهُ لَيْسَ فِيهَا مَعْلَمٌ لِأَحَدٍ۔(صحیح مسلم: ۲۷۹۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو سرخی مائل سفید زمین کے اوپر جمع کیا جائے گا جو میدے کی ٹکیہ کی طرح ہوگا۔

سہل یا کسی اور نے کہا: اس زمین میں کوئی نشان نہیں ہوگا وہ ہموار اور سیدھی ہوگی۔

صحیح البخاری: ۶۵۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے کر جمع کرے گا'' اور اس باب کی حدیث میں ذکر ہے کہ زمین میدے کی ٹکیہ کی طرح ہوگی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: میدانِ محشر کی زمین اس موجودہ زمین کے علاوہ ہوگی۔

حکم بن ابان نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ دنیا کی زمین لپیٹ دی جائے گی اور اس کے پہلو میں دوسری زمین ہوگی جس میں لوگوں کا حشر (یعنی لوگوں کو جمع) کیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ (ابراہیم: ۴۸)

جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب لوگ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے جو واحد ہے اور غالب بھی ○

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ زمین کو تبدیل

Marfat.com

کر دیا جائے گا گویا کہ وہ چاندی ہے، اس میں کوئی حرام خون نہیں بہایا ہوگا اور اس میں کوئی گناہ نہیں کیا ہوگا۔

علامہ قرطبی نے ''تذکرہ'' میں صاحب الافصاح سے نقل کیا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کا تبدیل کرنا دو مرتبہ ہوگا، پہلے صور پھونکنے کے وقت صرف ان کی صفات تبدیل ہوں گی، پس ستارے منتشر ہو جائیں گے اور سورج اور چاند کو گہن لگ جائے گا اور آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا اور سروں سے کھینچ لیا جائے گا اور پہاڑ چلنے لگیں گے اور زمین میں تموج ہوگا اور سمندر آگ بن جائیں گے، پھر ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک زمین پھٹ جائے گی، پھر اس کی بنیاد اور ہیئت بدل جائے گی، پھر اس کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا اور زمین کو پھیلا دیا جائے گا اور آسمان کو دوسرے آسمان سے بدل دیا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن ابی مریم، اور وہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن جعفر، یہ ابن ابی کثیر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو حازم، یہ سلمہ بن دینار ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سہل بن سعد، یہ حضرت سعد بن مالک الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا کی زمین مضمحل ہو کر معدوم ہو جائے گی اور محشر کی زمین نئی بنائی جائے گی جو روٹی کی طرح ہوگی یا چاندی کی مثل ہوگی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''عفراء''، اس کا معنی ہے: وہ سفید رنگ جس میں سرخی کی آمیزش ہو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''معلم'' یعنی اس زمین میں کوئی علامت نہیں ہوگی جس سے استدلال کیا جائے کہ یہاں پر یہ مکان ہے یا یہ دوکان ہے۔ اور یہ زمین بالکل ہموار ہوگی، اس میں کوئی گڑھا نہیں ہوگا اور نہ اونچائی ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۲۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی اپنی حکومت اور بادشاہت میں منفرد ہونا

اس باب کی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رب عزوجل تمام مخلوق کو فناء کر دے گا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ وغیرہ کی حدیث میں گزرا ہے اور کہا گیا ہے کہ ایک منادی اس وقت نداء کرے گا جب زمین چاند کی مثل سفید ہوگی اور اس میں مخلوق کو جمع کیا جائے گا اور اس زمین میں مخلوق نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی ہوگی، سو منادی نداء کرے گا: آج کس کی بادشاہت ہے؟ پھر بندے جواب دیں گے ''للہ الواحد القھار'' صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہے۔ اس کی ابووائل نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

Marfat.com

علامہ قرطبی نے کہا ہے: یہ وہ چیز ہے جس کو قیاس سے حاصل نہیں کیا جاتا اور نہ تاویل سے۔اور ظاہر یہ ہے کہ یہ احادیث ہیں، اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت اور حکومت میں منفرد ہوگا۔جب حکومت کے متعلق کسی کا دعویٰ نہیں ہوگا اور کسی کی طرف حکومت منسوب نہیں ہوگی، کیونکہ ہر ایک کی حکومت اور ملک فناء ہو چکا ہوگا اور ہر جبار اور متکبر فانی ہو چکا ہوگا اور ان کی نسبتیں اور ان کے دعوے منقطع ہو چکے ہوں گے اور یہ حسن بصری اور محمد بن کعب کا قول ہے۔اور یہی اس حدیث کا معنی ہے کہ میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں۔اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا''لمن الملك اليوم'' اس وقت دنیا کے زمانے منقطع ہو چکے ہوں گے اور اس کے بعد لوگوں کو قبر سے اٹھایا جائے گا اور حشر اور نشر ہوگا۔(التذکرہ:۱۹۵۔۱۹۴)

''ید'' کی تحقیق

صحیح البخاری:۶۵۱۹ میں مذکور ہے''اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں پکڑ لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ سے لپیٹ لے گا''۔

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ ید (ہاتھ) کا معنی تو ہمارے نزدیک عضو مخصوص ہے جس سے ہم کسی چیز کو پکڑتے ہیں اور لپیٹتے ہیں۔اور لفظِ شمال جس کا معنی ہے: الٹا ہاتھ، اس میں زیادہ شدید اشکال ہے، اس لیے کہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

پھر جان لو کہ کلامِ عرب میں''ید'' کے پانچ معانی ہیں: (۱) القوت (۲) النعمت (۳) ملانا (۴) ملک (۵) عضو مخصوص یعنی ہاتھ۔

اور الٹا ہاتھ چونکہ سیدھے ہاتھ کی بہ نسبت کمزور ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے اوپر الٹے ہاتھ یعنی شمال کا اطلاق نہیں آتا بلکہ سیدھے ہاتھ یعنی یمین کا اطلاق آتا ہے۔

حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے یمین کا لفظ ہے اور شمال کا ذکر نہیں ہے اور جس حدیث میں شمال کا ذکر ہے وہ ضعیف ہے۔اور یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے حالانکہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ یمین ہیں۔(صحیح مسلم:۱۸۲۷)

علامہ خطابی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف الٹے ہاتھ کی نسبت نہیں کی جاتی، کیونکہ الٹا ہاتھ نقص اور ضعف کا محل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے انگلیوں کے ثبوت کی توجیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حدیث میں مذکور ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام بنی آدم کے قلوب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک قلب کی طرح ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے اس قلب میں تصرف فرماتا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی: اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے، ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔
(صحیح مسلم:۲۶۵۴)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں انگلیوں کے درمیان دلوں کے ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام لوگوں کے دلوں پر قدرت ہے اور اس کے لیے ان دلوں کو پھیرنا بہت آسان ہے۔

Marfat.com

زمین کے تبدیل ہونے کا بیان

حضرت ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے کہ زمین کو سفید زمین سے بدل دیا جائے گا اور وہ چاندی کی مثل ہوگی جس پر کوئی حرام خون نہیں بہایا ہوگا اور نہ اس پر کوئی گناہ کیا گیا ہوگا۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۳۷۶)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ زمین کو آگ سے بدل دیا جائے گا اور جنت اس کے پیچھے ہوگی اور جنت کی جوان لڑکیاں اور جنت کے پیالے اس کے پیچھے دکھائی دیں گے۔ (تفسیر الطبری ج ۷ ص ۴۷۰)

اور ابوالجلد جیلان بن فروہ نے کہا: میں نے آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ قیامت کے دن زمین آگ کی طرح مشتعل ہوگی اور بھڑک رہی ہوگی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ زمین چاندی سے بدل دی جائے گی اور آسمان سونے سے بدل دیا جائے گا۔ (النکت والعیون ج ۳ ص ۱۴۴)

اور ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین (المعروف امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) نے کہا ہے: زمین کو روٹی کی طرح بدل دیا جائے گا اور قیامت کے دن مخلوق اس سے کھائے گی۔ (تفسیر القرطبی ج ۹ ص ۳۸۳)

اور سعید بن جبیر اور محمد بن کعب نے کہا: زمین کو سفید روٹی سے بدل دیا جائے گا اور مومن اس کو اپنے قدموں کے نیچے سے کھائے گا۔ (تفسیر طبری ج ۷ ص ۴۸۱)

اور امام ابن المبارک نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو چمڑے کی طرح کھینچا جائے گا اور اس کی وسعت میں اضافہ کیا جائے گا اور تمام مخلوق ایک زمین میں ہوگی۔ پھر آسمانوں کو قبض کر لیا جائے گا۔ (کتاب الزہد ص ۳۵۳)

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما (زین العابدین) بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ زمین کو چمڑے کی طرح کھینچے گا حتیٰ کہ کسی بشر کے لیے صرف اپنے قدموں میں کھڑے ہونے کی جگہ ہوگی۔

(النکت والعیون ج ۶ ص ۲۳۵، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۳۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۴۔ ۲۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۴۵۔ بَابٌ: كَيْفَ الْحَشْرُ — حشر کی کیفیت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حشر کی کیفیت کا بیان ہے اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں صرف باب الحشر لکھا ہے اور کیفیت کا لفظ نہیں ہے یعنی حشر کا بیان۔

حشر کی چار قسموں کا بیان

علامہ قرطبی نے کہا ہے: حشر جمع ہے اور حشر کی چار قسمیں ہیں، دو حشر دنیا میں ہیں اور دو حشر آخرت میں ہوں گے۔ جو حشر دنیا میں

Marfat.com

ہیں ان میں سے ایک حشر وہ ہے جس کا ذکر سورۃ الحشر کی اس آیت میں ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (الحشر:۲) وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو پہلی بار جلاوطن کرنے کے لیے ان کو ان کے گھروں سے نکالا۔

زہری نے کہا: بنونضیر دنیا میں وہ پہلے لوگ تھے جن کا شام میں حشر کیا گیا۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ ان اہلِ کتاب کو پہلی مرتبہ جزیرۂ عرب سے نکالا گیا، اور دوسری بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو مدینہ سے جلاوطن کر کے شام کی طرف نکالا۔

(۲) میدانِ محشر شام کی سرزمین میں قائم ہوگا جب تمام مُردوں کو زندہ کر کے شام کے علاقہ میں جمع کیا جائے گا اور دنیا میں سرزمین سے پہلی بار بنونضیر کو نکالا گیا تھا۔

(۳) یہودیوں کو قتال کے لیے پہلی بار ان کی بستی سے نکال کر جمع کیا گیا اور پھر ان کو جلاوطن کیا گیا۔

(۴) قتادہ نے کہا: یہ پہلا حشر ہے اور دوسرا حشر اس وقت ہوگا جب قربِ قیامت میں ایک آگ تمام لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۴۹۸۔۴۹۹، معالم التنزیل ج ۵ ص ۵۲۔۵۳)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

یہ دنیا میں پہلا حشر تھا جو شام کی طرف کیا گیا اور دنیا میں دوسرا حشر وہ ہے جس کا ذکر صحیح البخاری کی اس باب کی حدیث میں ہے کہ ایک آگ لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی۔

اور وہ دو حشر جو آخرت میں ہوں گے، ان میں سے ایک حشر تو وہ ہے جس میں مُردوں کو زندہ کرنے کے بعد ان کی قبروں سے نکال کر میدانِ محشر کی طرف جمع کیا جائے گا اور آخرت میں دوسرا حشر وہ ہے جس میں مومنوں کو جنت کی طرف جمع کیا جائے گا اور کفار اور منافقین کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گا۔ سو یہ کل چار حشر ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۲۲۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى ثَلَاثِ طَرَائِقَ رَاغِبِينَ رَاهِبِينَ وَاثْنَانِ عَلَى بَعِيرٍ وَثَلَاثَةٌ عَلَى بَعِيرٍ وَأَرْبَعَةٌ عَلَى بَعِيرٍ وَعَشَرَةٌ عَلَى بَعِيرٍ وَيَحْشُرُ بَقِيَّتَهُمُ النَّارُ تَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا وَتَبِيتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوا وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ أَصْبَحُوا وَتُمْسِي مَعَهُمْ حَيْثُ أَمْسَوْا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۱، سنن نسائی: ۲۰۸۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: لوگوں کا حشر تین طریقوں سے کیا جائے گا: (۱) لوگ اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہوں گے اور اللہ سے ڈرنے والے ہوں گے (۲) دو آدمی ایک اونٹ پر سوار ہوں گے اور تین آدمی ایک اونٹ پر سوار ہوں گے اور چار آدمی اونٹ پر سوار ہوں گے اور دس آدمی اونٹ پر سوار ہوں گے۔ (۳) اور باقی لوگوں کو آگ جمع کرے گی، آگ دوپہر میں ان کے ساتھ ہوگی جب وہ آرام کر رہے ہوں گے اور وہ آگ رات میں ان کے

Marfat.com

ساتھ ہوگی جب وہ رات میں سوئے ہوئے ہوں گے، اور وہ آگ صبح میں ان کے ساتھ ہوگی جب وہ صبح اٹھیں گے اور شام میں وہ آگ ان کے ساتھ ہوگی جب وہ شام کے وقت ہوں گے۔

صحیح البخاری: ۶۵۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں کا تین طریقوں سے حشر کیا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معلّی بن اسد، یہ البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وُہیب، یہ وہب کی تصغیر ہے اور یہ ابن خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن طاؤس، یہ عبداللہ ہیں۔ یہ اپنے والد طاؤس سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لوگوں کا حشر تین طریقوں سے کیا جائے گا" یعنی تین فرقوں میں لوگوں کا حشر ہوگا۔

حدیث میں مذکور حشر کا تعلق دنیا کے حشر سے ہے

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ علماء نے بیان کیا ہے: یہ حشر دنیا کے آخری وقت میں ہوگا قیامت سے تھوڑی دیر پہلے جیسا کہ اس کے بعد کی حدیث میں آئے گا کہ تم اللہ تعالیٰ سے پیدل چلتے ہوئے ملاقات کرو گے۔ اور اس لیے کہ اس میں شام اور صبح کا ذکر ہے، اور اس میں یہ ذکر ہے کہ آگ لوگوں کے ساتھ منتقل ہوگی اور یہ وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ حشر قیامت سے تھوڑی دیر پہلے ہوگا۔ زندہ لوگوں کو شام کی طرف جمع کیا جائے گا اور وہ حشر جو لوگوں کو زندہ کر کے قبروں سے محشر کی طرف ہوگا وہ اس صورت کے برخلاف ہے، کیونکہ اس صورت میں ہے کہ وہ اونٹوں پر سوار ہوں گے اور باری باری اس پر سوار ہو رہے ہوں گے۔ اور جو حشر قبروں سے محشر کی طرف ہوگا وہ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس باب کی حدیث میں روایت کی ہے کہ وہ ننگے پیر ہوں گے ننگے بدن ہوں گے اور پیدل چل رہے ہوں گے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "راغبین" یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے ہوں گے اور یہ مسلمانوں میں سے سابقین ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "راہبین" یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، اور یہ عام مومنین ہوں گے۔ اور کفار اہل دوزخ

Marfat.com

ہیں۔

اونٹوں پر سواری کی کیفیت کا بیان

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "دو آدمی ایک اونٹ پر ہوں گے"۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ اونٹ ان مسلمانوں کے لیے ہوں گے جو اللہ سے ڈرنے والے ہوں گے اور اپنے اخلاص میں اعلیٰ مرتبہ کے ہوں گے۔ اور فرمایا: وہ اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہوں گے اور جو رغبت کرنے والے ہوں گے وہ اپنے قدموں پر پیدل چل رہے ہوں گے۔ یا یہ اونٹ دونوں فریقوں کے لیے ہوں گے یعنی رغبت کرنے والوں میں سے مثلاً دو ایک اونٹ پر ہوں گے اور اللہ سے ڈرنے والوں میں سے دس ایک اونٹ پر ہوں گے اور کفار اپنے منہ کے بل چل رہے ہوں گے۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ ایک اونٹ پر لوگ باری باری سوار ہو رہے ہوں گے، بعض سوار ہوں گے اور بعض پیدل چل رہے ہوں گے۔

اس حدیث میں پانچ لوگوں کا اور چھ لوگوں کا دس تک ذکر نہیں کیا اختصاراً۔ اور اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اونٹ میں اتنی طاقت پیدا کر دے کہ وہ دس آدمیوں کو اٹھا کر لے جائے۔

بعض شراحِ مصابیح کے اس قول کا رد کہ اس حدیث میں جس حشر کا ذکر ہے اس سے مراد آخرت کا حشر ہے

بعض شراح المصابیح نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو آخرت کے اس حشر پر محمول کرنا اولیٰ ہے جو قبروں سے محشر کی طرف لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور انہوں نے اس کی کئی وجوہ ذکر کی ہیں۔ اور ہم نے ان کے قول اور ان کی وجوہ کو ترک کرنا مناسب جانا اور ہم نے علامہ خطابی کے قول پر اکتفاء کرنا مناسب سمجھا جس کو ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اور رد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ جس حشر کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ دنیا سے شام کی طرف ہوگا۔ ان میں سے ایک حدیث حضرت معاویہ بن حیدہ کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "تمہارا حشر کیا جائے گا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا دراں حالیکہ تم پیدل بھی ہو گے اور سواریوں پر بھی ہو گے اور تمہارا حشر تمہارے چہروں پر کیا جائے گا"۔ اس حدیث کی امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تقیل" یہ لفظ قیلولہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: دوپہر کے وقت تھوڑا سا آرام کرنا خواہ اس وقت نیند نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ کئی دنوں تک اس حال میں رہیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تبیت" یہ البیتوتۃ سے ماخوذ ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "تصبح" یہ الاصباح سے ماخوذ ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "تمسی" یہ الامساء سے ماخوذ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۱۔ ۱۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۲۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن محمد

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلَى وَجْهِهِ قَالَ أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلَى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَتَادَةُ بَلَى وَعِزَّةِ رَبِّنَا۔

البغدادی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، کہ ایک مرد نے کہا: یا نبی اللہ! کافر کا منہ کے بل کس طرح حشر کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: کیا جس نے انسان کو دنیا میں دو ٹانگوں پر چلایا ہے وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ قیامت کے دن اس کو منہ کے بل چلائے، قتادہ نے کہا: کیوں نہیں ہمارے رب کی عزت کی قسم

(صحیح البخاری: ۴۷۶۰، ۶۵۲۳، صحیح مسلم: ۲۸۰۶، مسند احمد: ۱۲۹۷۹)

صحیح البخاری: ۶۵۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں بھی حشر کی کیفیت کا بیان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، یہ الجعفی ہیں جو المسندی کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، وہ ابن محمد المؤدب البغدادی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شیبان، یہ ابن عبدالرحمن نحوی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ایک مرد نے پوچھا: یا رسول اللہ! کافر کا منہ کے بل کیسے حشر کیا جائے گا؟''۔ اس حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا (بنی اسرائیل: ۹۷)

اور ہم قیامت کے دن ان کو ان کے مونہوں کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے۔

کافروں کا منہ کے بل حشر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ کافروں کو اس بات کی سزا دی جائے گی کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ نہیں کرتے تھے، لہٰذا ان کی ذلت کو ظاہر کرنے کے لیے قیامت کے دن ان کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا کسی حدیث مرفوع میں یہ بھی مذکور ہے کہ کافروں کو دنیا میں بھی منہ کے بل چلایا جائے گا؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھانے کے بعد اللہ تعالیٰ مومنین کی ارواح کو ایک پاکیزہ خوشبو کے ساتھ اٹھائے گا، ایک آگ زمین کے اطراف سے نکلے گی جو لوگوں کو اور مویشیوں کو شام کی طرف جمع کرے گی۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کے حشر کے تین گروہ ہوں گے۔ ایک گروہ

گھوڑوں پر سوار ہوگا، دوسرا گروہ اپنی اولاد کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہوگا، اور تیسرا گروہ منہ کے بل شام کی طرف جا رہا ہوگا اور ان کے ساتھ بندر اور خنزیر بھی ہوں گے۔ اور جو لوگ شام کی طرف جمع کیے جائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو حق کی معرفت نہیں رکھتے ہوں گے اور نہ کسی فریضہ کی معرفت رکھتے ہوں گے اور نہ کتاب وسنت پر عمل کریں گے۔ اور یہ لوگ ایک سو سال تک جنات سے لڑتے رہیں گے جیسا کہ گدھے اور کتے لڑتے ہیں۔ اور قیامت کے معاملہ سے جس چیز سے سب سے پہلے لوگ خوفزدہ ہوں گے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو ایک ہوا بھیجے گا جو ہر دینار اور درہم کو قبض کر لے گی، پھر اللہ تعالیٰ اس کو بیت المقدس کی طرف لے جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی بنیادوں کو منہدم کر دے گا، پھر اس کو سمندر میں پھینک دے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۲۔ ۱۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۲۴۔ حَدَّثَنَا عَلِیٌّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ سَعِیدَ بْنَ جُبَیْرٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُولُ إِنَّكُمْ مُلَاقُو اللهِ حُفَاةً عُرَاةً مُشَاةً غُرْلًا قَالَ سُفْیَانُ هَذَا مِمَّا نَعُدُّ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ سَمِعَهُ مِنَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، عمرو نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرو گے کہ تم ننگے پیر ہو گے، ننگے بدن ہو گے، پیدل ہو گے اور غیر مختون ہو گے۔

سفیان نے کہا: ہم اس حدیث کو ان احادیث میں شمار کرتے ہیں جنہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۰، سنن ترمذی: ۲۴۲۳، سنن نسائی: ۲۰۸۱، مسند احمد: ۱۹۱۶، سنن دارمی: ۲۸۰۲)

صحیح البخاری: ۶۵۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں حشر کے دن لوگوں کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے اور اس باب کا عنوان حشر کی کیفیت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی، اور یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرو کا ذکر ہے، اور وہ ابن دینار ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ملقوا الله" اصل میں یہ لفظ "ملاقون" تھا، اضافت کی وجہ سے نون کو ساقط کر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حفاة" یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور حاف کی جمع ہے، یعنی پیروں میں نہ جوتے ہوں اور نہ موزے ہوں اور کوئی ایسی چیز نہ ہو جو پیروں کو چھپائے۔

اور اس کے بعد حدیث میں "عراة" کا ذکر ہے، یہ عارٍ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے برہنہ، یعنی ننگے بدن۔

اس حدیث میں مذکور ہے "غرلاً" "الغرل" اس کو کہتے ہیں جس کا ختنہ نہ کیا ہوا ہو۔

اور اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ ان کا حشر اس حال میں کیا جائے گا جس حال میں یہ پہلی مرتبہ پیدا کیے گئے تھے۔ اور ان کو اس حال میں لوٹایا جائے گا جس طرح یہ ابتداء میں تھے اور ان کی کوئی چیز گم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ختنہ سے جو کھال کا حصہ بچہ کے آلہ سے کاٹ دیا جاتا ہے وہ بھی ان کے ساتھ لگا ہوا ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سفیان نے کہا: ہم اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات میں شمار کرتے تھے"، یعنی یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنی ہوئی احادیث میں سے بہت مشہور تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۲۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ إِنَّكُمْ مُلَاقُو اللهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے: بے شک تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرو گے کہ تم ننگے پیر ہو گے، ننگے بدن ہو گے اور غیر مختون ہو گے۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۰، سنن ترمذی: ۲۴۲۳، سنن نسائی: ۲۰۸۱، مسند احمد: ۱۹۱۶، سنن دارمی: ۲۸۰۲)

۶۵۲۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا (يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ) (الانبیاء: ۱۰۴) وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از المغیرہ بن النعمان از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دے رہے تھے، پس آپ نے فرمایا: بے شک تمہارا حشر اس حال میں کیا جائے گا کہ تم ننگے پیر، ننگے بدن ہو گے، (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے): جس دن

يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ وَإِنَّهُ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي فَيَقُولُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾ (المائدہ: ۱۱۷-۱۱۸) قَالَ فَيُقَالُ إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ۔

ہم آسمانوں کو وثیقہ کے کاغذوں کی طرح لپیٹ لیں گے، جس طرح ہم نے ابتداءً پیدا کیا تھا ہم اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے جس کو ہم ضرور پورا کرنے والے ہیں O

اور بے شک قیامت کے دن مخلوقات میں سے سب سے پہلے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا، اور بے شک میری امت میں سے کچھ مردوں کو لایا جائے گا، پس انہیں بائیں طرف سے پکڑ لیا جائے گا سو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب میں سے ہیں، پس وہ فرمائے گا: بے شک آپ از خود نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالیں، سو میں کہوں گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندہ نے کہا:

اور میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے O اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو، تو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O

آپ نے فرمایا: پھر کہا جائے گا: بے شک یہ لوگ اپنی ایڑھیوں پر پھر کر مرتد ہو گئے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۲۴، صحیح مسلم: ۲۸۶۰، سنن ترمذی: ۲۴۲۳، سنن نسائی: ۲۰۸۱، مسند احمد: ۱۹۱۶، سنن دارمی: ۲۸۰۲)

صحیح البخاری: ۶۵۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن بشار کا ذکر ہے، اور اس کے بعد اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے، اور ان کا ذکر کئی مرتبہ کیا جا چکا ہے۔ اور یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے جو از شعبہ بن الحجاج از المغیرہ بن نعمان النخعی روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "محشورون" یہ حشر کا اسم مفعول ہے، اس کا معنی ہے: تم جمع کیے ہوئے ہو گے۔ اور دوسری روایت میں مضارع کے صیغہ کے ساتھ "تحشرون" بھی ہے۔

Marfat.com

برہنہ حشر کیے جانے پر ایک سوال کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابوداؤد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب ان پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگا کر پہنے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میت کو اس کے اسی لباس میں اٹھایا جائے گا جس لباس میں وہ فوت ہوگا۔ سو یہ حدیث ان احادیث کے معارض ہے جن میں مذکور ہے کہ حشر کے دن ہر انسان کو برہنہ اٹھایا جائے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ان حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ بعض فوت شدگان کو بے لباس اٹھایا جائے گا اور بعض فوت شدگان کو لباس پہنے ہوئے اٹھایا جائے گا، یا وہ قبروں سے وہ کپڑے پہنے ہوئے نکلیں گے جن کپڑوں میں وہ فوت ہوئے تھے۔ پھر حشر کی ابتداء کے وقت ان سے وہ لباس نکال لیا جائے گا، سوان کا برہنہ حشر کیا جائے گا جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ (الانبیاء: ۱۰۴) جس طرح ہم نے ابتداءً پیدا کیا تھا ہم اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے جس کو ہم ضرور پورا کرنے والے ہیں ۝

قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے لباس پہنانے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے ”قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لباس پہنایا جائے گا“۔ اس حدیث پر یہ سوال کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے لباس پہنانے کی کیا توجیہ ہے جب کہ آپ سید المرسلین ہیں۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے: ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے ختنہ کرنے کی سنت کو قائم کیا۔ اور ختنہ کرنے میں شرمگاہ کے بعض حصہ کو کھولنا ہے تو اس کی جزاء ان کو یہ دی گئی کہ ان کو قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنایا گیا، جیسا کہ پیاسے روزہ دار کو قیامت کے دن جزاء دی جائے گی اور اس کو ”ریان“ سے پانی پلایا جائے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا گیا تو ان کے کپڑے اتار لیے گئے تھے، سو اس کی جزاء میں قیامت کے دن ان کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا۔

اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جسم کو شلوار کے ساتھ ستر یعنی پوشیدہ کرنے کی سنت قائم کی تھی، اس لیے قیامت کے دن ان کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ ھ، نے ”المفہم“ (شرح صحیح مسلم) میں لکھا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ تمام مخلوقات سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا تو یہاں مخلوقات سے مراد ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماسوا ہیں، کیونکہ قائل اپنے آپ کو عمومی خطاب میں داخل نہیں کرتا۔

قائل اپنے کلام کے عموم میں داخل نہیں ہوتا، اس جواب پر علامہ قرطبی اور علامہ عینی کا رد کرنا

اور ان کے شاگرد مفسر قرآن امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، نے ”التذکرۃ“ میں لکھا ہے: یہ جواب بہت

Marfat.com

عمدہ تھا، اگر یہ حدیث نہ ہوتی جس کو امام ابن المبارک نے ''کتاب الزہد'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو قبط کا بنا ہوا سوتی لباس پہنایا جائے گا۔ پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش کی دائیں جانب یمنی چادر کا لباس پہنایا جائے۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ شارح صحیح مسلم علامہ قرطبی التوفی ۶۵۶ ھ پر تعجب ہے، انہوں نے یہ کیسے کہہ دیا کہ ہو سکتا ہے کہ مخلوقات میں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماسوا مخلوق مراد ہو جب کہ عام لفظ سے خاص کو کسی ایسی دلیل مستقل لفظی سے خاص کیا جا سکتا ہے جو عام کے ساتھ مقرون ہو، جیسا کہ اپنی جگہ پر یہ بات ثابت ہے۔ علاوہ ازیں امام ابن المبارک نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت لکھی ہے وہ اس احتمال کو رد کرتی ہے۔ اور امام ابو یعلیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد روایت کیا ہے جو اس باب کی حدیث کے موافق ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ سب سے پہلے جنت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، آپ کو جنت کا ایک حلّہ پہنایا جائے گا اور ایک کرسی لا کر اس کو عرش کی دائیں جانب رکھا جائے گا، پھر مجھے لایا جائے گا، پھر مجھے جنت کا ایک حلّہ پہنایا جائے گا جس کی کوئی بشر قیمت نہیں ڈال سکتا، پھر ایک کرسی لائی جائے گی اور اس کو عرش کی دائیں جانب رکھا جائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قیامت کے دن پہلے ملبوس ہونا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افضلیت کا موجب ہے؟

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہیں۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ کسی شخص کا ایک فضیلت کے ساتھ مخصوص ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ فضیلتِ مطلقہ کا حامل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک جزوی فضیلت حاصل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام انبیاء علیہم السلام پر کلی فضیلت ہے۔

امت کے بعض مردوں کو ''اُصیحابی'' فرمانے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے کچھ مردوں کے متعلق فرمایا ''اُصیحابی''۔ یعنی یہ میرے اصحاب ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بطور شفقت تصغیر کے صیغہ کے ساتھ فرمایا، کیونکہ ان کو دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں اس طرح کہوں گا جس طرح اللہ تعالیٰ کے نیک بندے نے کہا تھا''۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اس حدیث میں آپ کی امت کے جن مردوں کو مرتدین فرمایا ہے اس میں ''مرتدین'' کے محامل

اس حدیث میں مذکور ہے ''آپ سے کہا جائے گا: بے شک یہ لوگ اپنی ایڑھیوں پر پھر کر مرتد ہو گئے تھے''۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں مرتدین سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ دینِ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے حقوقِ واجبہ کو ادا نہیں کیا تھا۔ اور الحمد للہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی بھی دین سے مرتد نہیں ہوا تھا، عرب

کے بعض سخت دل لوگ دینِ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے جن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قتال کیا تھا۔

اور قاضی عیاض مالکی نے کہا: ان مرتدین کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم نافرمانوں کی ہے یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کیا تھا اور دوسری قسم وہ ہے جو کفر کی طرف پلٹ گئے تھے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث میں مرتدین اپنے ظاہر پر محمول ہیں یعنی وہ کافر ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے اس سے مراد امتِ دعوت ہے امت اجابت نہیں ہے۔

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ منافقین ہوں، یا وہ لوگ ہوں جو کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے تھے۔

اور علامہ داؤدی نے کہا ہے: ان مرتدین میں مرتکبین کبائر اور مرتکبین بدعت کا دخول محال نہیں ہے۔

اور علامہ النووی نے کہا ہے: ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ منافقین ہیں اور مرتدین ہیں، پس ہو سکتا ہے کہ ان کا ماتھا سفید ہو اور ان کے ہاتھ پیر بھی سفید ہوں کیونکہ یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد میں سے ہیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ماتھے اور ہاتھ پیروں کی سفیدی کو دیکھ کر ان کو "اُصیحابی" فرمائیں گے کیونکہ ماتھے اور ہاتھ پیروں کا سفید ہونا ایمان اور اعمالِ صالحہ کی علامت ہے، جو مسلمان وضو کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے، قیامت کے دن جب وہ اٹھے گا تو اس کا ماتھا اور اس کے ہاتھ پیر سفید ہوں گے۔ پھر آپ کو بتایا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپ کی وفات کے بعد اپنے آپ کو بدل لیا، اور یہ اس حال پر فوت نہیں ہوئے جس حال پر آپ انہیں دنیا میں چھوڑ کر گئے تھے۔

قاضی عیاض وغیرہ نے کہا: سو اس وقت ان کے ماتھے اور ہاتھ پیروں کی سفیدی نکل جائے گی اور ان کا نور بجھا دیا جائے گا۔

اور علامہ الفربری نے کہا کہ امام ابوعبداللہ البخاری نے قبیصہ سے روایت کی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مرتد ہو گئے تھے، پس ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا حتیٰ کہ یہ لوگ قتل کر دیئے گئے یا کفر پر مر گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۴۔ ۱۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علمِ رسالت پر شیخ اشرف علی تھانوی کے ایک اعتراض کے متعدد جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے کچھ مردوں کے متعلق فرمائیں گے "اصیحابی" یعنی یہ میرے اصحاب ہیں، حالانکہ آپ کو بتایا جائے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مرتد ہونے کا علم نہیں تھا۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ بعض امتیوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا "انك لا تدری ما احدثوا بعدك" (بے شک آپ ازخود نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نیا کام کیا تھا)۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر ہے آپ پر بعض کونیات (حوادث) ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء۔

(بسط البنان مع حفظ الایمان ص ۱۷، مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ، دیوبند)

ہم پہلے وہ احادیث بیان کر رہے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم عطا

Marfat.com

فرمایا تھا اور تمام ماکان و ما یکون میں یہ لوگ بھی داخل ہیں جن کے متعلق قیامت کے دن آپ ''أصیحابی'' فرمائیں گے۔ اور جن کے متعلق آپ کو بتایا جائے گا کہ یہ مرتد ہو گئے تھے۔ لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا کہ یہ لوگ حقیقت میں آپ کے امتی اور مومن نہیں ہیں بلکہ مرتد اور کافر ہیں۔ اب آپ وہ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ ''ماکان و ما یکون'' کے ثبوت میں احادیث

(۱) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر کھڑے ہوئے، پس آپ نے ہم کو مخلوق کی ابتداء سے خبر دی حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہلِ دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے، اس کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا، اس نے اس کو بھلا دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۹۲)

(۲) امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ایک مقام پر تشریف فرما ہوئے، آپ نے اس مقام سے لے کر قیامت تک کی کسی چیز کو نہیں چھوڑا مگر اس کے متعلق آپ نے بیان فرما دیا، اس کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا، اس نے بھلا دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۹۱، الرقم المسلسل: ۷۱۵۷، صحیح البخاری: ۶۶۰۴، سنن ابوداؤد: ۴۲۴۰)

(۳) امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی اس چیز کی جو قیامت تک ہونے والی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۹۱، الرقم المسلسل: ۷۱۶۹)

(۴) امام مسلم حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھے، پس ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا، پس آپ اترے، پھر آپ نے نماز پڑھائی، پھر آپ منبر پر چڑھے، پس آپ نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا، پھر آپ منبر سے اترے، پس آپ نے عصر کی نماز پڑھائی، پھر منبر پر چڑھے، پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ ''فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا'' پس آپ نے ہمیں ان تمام چیزوں کی خبر دی جو ہو چکی ہیں اور ان تمام چیزوں کی خبر دی جو ہونے والی ہیں، پس ہم میں زیادہ عالم وہ تھا جو زیادہ اس حدیث کو یاد رکھنے والا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۹۲، الرقم المسلسل: ۷۱۶۱)

صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کا علم عطا فرمایا گیا تھا اور اس علم کے عموم میں ان کا علم بھی شامل ہے جن کے متعلق زیرِ بحث حدیث میں مرتدین فرمایا ہے۔

اس پر دلائل کہ مرتدین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بالقصد اور دانستہ ''أصیحابی'' فرمانا محال ہے

نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو ''أصیحابی'' فرمایا، ان کو آپ نے بے توجہی سے ''أصیحابی'' فرمایا تھا۔ اور اگر آپ توجہ فرماتے تو ان کو ''أصیحابی'' نہ فرماتے۔ کیونکہ جو لوگ مرتد ہو گئے وہ کافر ہیں اور کافر قیامت کے دن اپنی علامتوں سے اس طرح ممتاز ہوں گے کہ میدانِ محشر میں موجود ہر شخص ان کو پہچان لے گا کہ یہ کافر ہیں، مومن نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۚ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۗ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

(آل عمران:۱۰۶۔۱۰۷)

جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے، سو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا: کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا، سو اب تم عذاب (کا مزہ) چکھو اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھے O اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے سو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے ان کے چہرے قیامت کے دن سیاہ ہوں گے، سو اس علامت سے تو ہر شخص جان لے گا کہ یہ لوگ کافر ہیں، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق کیسے فرما سکتے ہیں کہ یہ میرے اصحاب ہیں جب کہ آپ کے اصحاب کی شان یہ ہے کہ ان کے چہرے سفید ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے توجہی سے ان کو ''اُصیحابی'' فرمائیں گے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾ (عبس:۴۰۔۴۲)

اور اس دن کئی چہرے غبار آلود ہوں گے O ان پر سیاہی چھائی ہو گی O وہی لوگ کافر بدکار ہیں۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ کفار کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان پر غبار چھایا ہوا ہو گا۔ سو میدان محشر میں کفار کو دیکھ کر کسی کو ان کے بارے میں یہ شبہ نہیں ہو گا کہ یہ مومن ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شبہ کیسے ہو سکتا ہے؟

نیز امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبرہ پر آئے، پس آپ نے فرمایا: اے مومنین کی قوم کے دار! تم پر سلام ہو، بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اور میں پسند کرتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم میرے اصحاب ہو، اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے، تب صحابہ نے کہا: آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی تک نہیں آئے یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر ایک آدمی کے گھوڑے ''غر محجل'' (جن کے ماتھے اور ہاتھ پیر سفید ہوں) ہوں، وہ سیاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچان لے گا؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: پس بے شک میرے امتی آثارِ وضو کی وجہ سے ''غر محجل'' ہوں گے اور میں حوض پر ان کا پیشوا ہوں گا، سنو! چند لوگوں کو میرے حوض سے روکا جائے گا جیسا کہ کسی گم راہ اونٹ کو روکا جاتا ہے، میں ان کو بلاؤں گا، سنو یہاں آؤ، تو کہا جائے گا: ان لوگوں نے آپ کے بعد دین کو بدل لیا تھا، تو میں کہوں گا: (ان سے) دوری ہو، دوری ہو۔

(صحیح مسلم:۲۴۹، الرقم المسلسل:۵۷۴، سنن ابن ماجہ:۴۳۰۶، مسند احمد:۷۹۹۹)

اس حدیث میں واضح طور پر آپ نے یہ بتادیا ہے کہ قیامت کے دن آپ اپنی امت کو ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے اور یہ لوگ جو مرتد ہو گئے تھے ان میں آپ کی امت کی نشانیاں نہیں ہوں گی تو آپ بے توجہی سے ان کو ''اُصیحابی'' فرمائیں گے، اور

Marfat.com

جب آپ کو توجہ دلائی جائے گا کہ یہ تو وہ لوگ ہیں جو آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے تو آپ فرمائیں گے" سحقا، سحقا" (دوری ہو، دوری ہو)۔

اس حدیث کا بعض علماء نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ جب آپ" اُصیحابی" فرمائیں گے تو ان کی امید قائم ہو جائے گی کہ شاید ہماری نجات ہو جائے گی، اور جب آپ" سحقا، سحقا" فرمائیں گے تو ان کی امید ٹوٹ جائے گی، اور امید کا بندھ کر ٹوٹ جانا، یہ زیادہ رنج اور عذاب کا باعث ہوتا ہے۔ سو آپ کا انہیں" اُصیحابی" فرمانا ان کو زیادہ عذاب میں مبتلاء کرنے کے لیے تھا۔

علامہ زرقانی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے ان کو" اُصیحابی" فرمانا اس لیے تھا کہ ان کی امید قائم ہو، اور پھر بعد میں" سحقا، سحقا" کہہ کر ان کی امید کو توڑ دیا، اور امید بندھ کر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب ہوتا ہے۔

علامہ محمد باقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پہلے منافقین کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا اور پھر ان کا نفاق ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا، اسی طرح ان منافقین کو پہلے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور یہ بھی غر محجل ہوں گے اور پھر ان کا نفاق اور ارتداد ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا جائے گا، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو" اُصیحابی" فرمانا ان کے" غر محجل" ہونے کے اعتبار سے ہے، اور بعد میں" سحقا، سحقا" فرما کر ان کو اپنے حوض سے دور کر دینا، یہ ایسے ہی ہے جیسے دنیا میں آپ نے منافقین کو مسجدِ نبوی سے نکال دیا تھا۔ اور مرتدین پر یہ توجیہ اس طرح منطبق ہوتی ہے کہ مرتدین پہلے اسلام لائے، اور پھر دینِ اسلام سے منحرف ہو گئے۔ تو آپ کا ان کو پہلے" اصیحابی" فرمانا ان کے پہلے حالِ اسلام کے اعتبار سے ہے اور بعد میں" سحقا سحقا" فرما کر ان کو حوض سے دور کر دینا ان کے ارتداد کی سزا ہے۔

قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ یہ توجیہ زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ منافقین کو ایک نور دیا جائے گا اور ان کی ضرورت کے وقت اس نور کو بجھا دیا جائے گا، پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہر ایمان کی وجہ سے ان کو نور عطا کیا تا کہ وہ اس سے دھوکا کھائیں اور ان کی ضرورت کے وقت پل صراط پر اس نور کو بجھا دیا، اسی طرح یہ بعید نہیں ہے کہ پہلے ان کے چہرے اور ہاتھ پیروں کو سفید کر کے" غرۃ" اور" تحجیل" کے ساتھ ان کا حشر کیا جائے، اور آپ اس علامت کی وجہ سے ان کو" اُصیحابی" فرمائیں، اور جب ان کو حوض پر پانی پینے کی ضرورت ہو تو آپ ان کو" سحقا سحقا" فرما کر حوض سے دور کر دیں، اور اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں کو ان کے مکر کی یونہی جزا دیتا ہے۔ (شرح الموطا للزرقانی ج ۱۷ ص ۶۰، المطبعۃ الخیریہ مصر)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری ممات بھی تمہارے لیے خیر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، پس جو اچھا عمل ہوتا ہے میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں، اور جو برا عمل ہوتا ہے میں اس وقت اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ امام بزار نے اس حدیث کو سندِ جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اب اشکال یہ ہے کہ جب آپ کو امت کے احوال معلوم ہوتے ہیں تو پھر آپ ان مرتدین کو" اُصیحابی" کیوں فرمائیں گے؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ پر امت کے اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں، پس کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے برا کام

Marfat.com

کیا یا اچھا کام کیا، اور کام کرنے والوں کی تعیین کے بغیر اعمال پیش کیے جاتے ہیں، لیکن یہ جواب بعید ہے، کیونکہ ابن المبارک نے ابن المسیب سے روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح و شام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ امت کو وضو کے آثار اور ان کے اعمال سے پہچانیں گے اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو "اُصیحابی" کہہ کر نداء کرنا ان میں زیادہ حسرت اور عذاب پیدا کرنے کے لیے ہے، کیونکہ جب آپ ان کو "اصیحابی" کہہ کر فرمائیں گے تو ان کو نجات کی امید مل جائے گی اور جب آپ "سحقا سحقا" فرمائیں گے تو ان کی امید ٹوٹ جائے گی اور امید بندھ کر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا سبب ہے، اور فرشتوں کا یہ کہنا کہ انہوں نے دین بدل لیا تھا، یہ بھی ان میں زیادہ اور عذاب کا سبب ہے۔ علامہ زرقانی نے شرح الموطا میں یہی جواب دیا ہے۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۲۔ ۴۱۳، مکتبۃ الحجاز، کراچی)

مشہور دیوبندی عالم شیخ زکریا لکھتے ہیں:

میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اگر عرضِ اعمال کی احادیث صحیح ہوں تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر وقت وہ لوگ آپ کے ذہن میں محفوظ رہیں خاص طور پر حشر کے وقت بھی۔ یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کے ارتداد اور نفاق کا علم ہو لیکن محشر کی حشر سامانیوں کی بناء پر اس طرف توجہ نہ رہے۔ (اوجز المسالک ج ۱ ص ۶۲، المکتبۃ الیحیویۃ، سہارنپور)

ہم نے قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ، مشاہیر علماءِ اسلام اور خصوصاً علمائے دیوبند کی تصریحات سے یہ واضح کر دیا ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان مرتدین کو "اُصیحابی" فرمانا آپ کے علمِ کلی اور علمِ ما کان و ما یکون کے منافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حق کو شرحِ صدر کے ساتھ قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۶۵۲۷۔ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ أَبِي صَغِيرَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم تُحْشَرُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ الْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يُهِمَّهُمْ ذَاكِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن ابی صغیرہ نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی ملیکہ، انہوں نے کہا: مجھے القاسم بن محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا ننگے پیر، ننگے بدن، غیر مختون حال میں حشر کیا جائے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! مرد اور عورت ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: معاملہ اس سے بہت شدید ہوگا کہ وہ اس کا قصد کریں۔

(صحیح مسلم: ۲۸۵۹، سنن نسائی: ۲۰۸۴، سنن ابن ماجہ: ۴۲۷۶، مسند احمد: ۲۴۲۷۴)

صحیح البخاری: ۶۵۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں قیس بن حفص کا ذکر ہے، یہ ابو محمد دارمی البصری ہیں جن کی وفات ۲۲۷ھ میں ہوئی تھی۔ یہ امام بخاری کا قول ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں خالد بن الحارث کا ذکر ہے، یہ ابو عثمان الھجیمی ہیں جن کی وفات ۱۸۷ھ میں ہوئی تھی۔ اور یہ امام بخاری کے منفرد رواۃ میں سے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حاتم بن ابی صغیرہ کا ذکر ہے، ان کا نام مسلم القشیری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن ابی مُلیکہ کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی مُلیکہ ہیں۔ ان کا نام زُہیر الاحول المکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "معاملہ اس سے بہت شدید ہوگا کہ وہ اس کا قصد کریں"۔ یعنی محشر میں اتنی شدت ہوگی کہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ستر دیکھنے کا خیال نہیں ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۵۔۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۲۸۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَذَلِكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں تھے، آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی ہو کہ تم اہلِ جنت کا چوتھا حصہ ہو؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی ہو کہ تم اہل جنت کا تیسرا حصہ ہو؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی ہو کہ تم اہلِ جنت کا نصف حصہ ہو؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! بے شک میں ضرور امید کرتا ہوں کہ تم اہلِ جنت کا نصف حصہ ہوگے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ جنت میں صرف مسلمان شخص داخل ہوگا۔ اور تمہاری نسبت مشرکین کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک سیاہ بیل کی کھال میں ایک سفید بال ہوتا ہے یا سرخ بیل کی کھال میں ایک سیاہ بال ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۴۲، صحیح مسلم: ۲۲۱، سنن ترمذی: ۲۵۴۷، سنن ابن ماجہ: ۴۲۸۳، مسند احمد: ۳۶۵۳)

صحیح البخاری: ۶۵۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کی حدیث کا عنوان ہے حشر کی کیفیت، اور اس حدیث میں مسلمانوں کے جنت میں دخول کی تعداد کا بیان ہے۔ بہ ظاہر یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے لیکن مسلمانوں کا جنت میں دخول حشر کے بعد ہوگا، اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کے رجال کا ذکر کئی مرتبہ ہو چکا ہے۔ اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے، وہ محمد بن جعفر ہیں۔ اور ابو اسحاق کا ذکر ہے، وہ عمرو بن عبد اللہ السبیعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرو بن میمون الازدی کا ذکر ہے، انہوں نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا اور یہ ان میں تھے جنہوں نے بندروں کو ایک زانیہ بندریہ کو رجم کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ کا ذکر ہے، یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں تھے'' صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اس خیمہ میں چالیس مرد تھے اور وہ خیمہ چمڑے کا تھا۔

اہلِ جنت کی تعداد کے متعلق تدریجاً بشارت

اس حدیث میں مذکور ہے ''کیا تم اس سے راضی ہو کہ تم اہلِ جنت کا چوتھائی حصہ ہو؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے چوتھائی حصہ کا ذکر کیا، پھر تیسرے حصہ کا ذکر کیا، پھر نصف حصہ کا ذکر کیا۔ آپ نے تدریجاً مسلمانوں کی تعداد کے اضافہ کو بیان فرمایا۔ اور یہ اس لیے تھا کہ یہ بشارت صحابہ کے ذہن میں پختہ اور مؤکد ہو جائے۔ اور ابو صالح کی روایت میں ہے، آپ نے فرمایا: بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ تم اہلِ جنت کا دو تہائی حصہ ہو گے۔

اس حدیث کی ابو سعید نے روایت کی ہے اور یہ کلبی کی روایت ہے۔ محدثین نے کہا ہے کہ یہ اضافہ صحیح نہیں ہے کیونکہ کلبی ضعیف راوی ہے۔ لیکن امام احمد کی روایت اس طرح ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ تم اہلِ جنت کا چوتھائی حصہ ہو گے بلکہ تم اہلِ جنت کا تیسرا حصہ ہو گے بلکہ تم اہلِ جنت کا نصف حصہ ہو گے۔ اور امام ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ جنت کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی اور میری امت کی ان میں سے اسی (۸۰) صفیں ہوں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تم مشرکین کی بہ نسبت ایسے ہو گے جیسے سیاہ بیل کی کھال میں ایک سفید بال ہو''۔ اس حدیث میں ''أو'' کا لفظ ہے جس کا معنی ''یا'' ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث میں ایک بال کا اطلاق کیا ہے اور اس سے حقیقتِ وحدت مراد نہیں ہے، کیونکہ بیل میں کوئی ایک بال اس کے رنگ کے خلاف نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۶۔ ۱۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۲۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ   امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل

Marfat.com

عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَوَّلُ مَنْ يُدْعَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ آدَمُ فَتَرَاءَى ذُرِّيَّتُهُ فَيُقَالُ هَذَا أَبُوكُمْ آدَمُ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ فَيَقُولُ أَخْرِجْ بَعْثَ جَهَنَّمَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ كَمْ أُخْرِجُ فَيَقُولُ أَخْرِجْ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِذَا أُخِذَ مِنَّا مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ فَمَاذَا يَبْقَى مِنَّا قَالَ إِنَّ أُمَّتِي فِي الْأُمَمِ كَالشَّعَرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ۔ (مسند احمد:۸۶۹۶)

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از ثور از ابی الغیث از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے قیامت کے دن (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو بلایا جائے گا، پس ان کی اولاد ان کو دیکھے گی، پس کہا جائے گا: یہ تمہارے باپ آدم ہیں۔ (حضرت) آدم (علیہ السلام) کہیں گے "لبیك وسعدیك" (پس اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: اپنی اولاد میں سے ان کو جہنم سے نکال لو جن کو جہنم میں بھیجا گیا ہے، (حضرت) آدم (علیہ السلام) کہیں گے: اے میرے رب! کتنے نکالوں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر سو میں سے ننانوے نکال لو۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! جب ہم میں سے ہر سو میں سے ننانوے جہنم میں ہوں گے پھر تو ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچے گا، آپ نے فرمایا: بے شک میری امت دوسری امتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل کے اندر ہو۔

صحیح البخاری: ۶۵۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کی حدیث کا عنوان ہے "کیفیتِ حشر" اور اس حدیث میں جہنم سے بعض اولادِ آدم کو نکالنے کا ذکر ہے۔ سو بہ ظاہر یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے: جہنم سے بعض اولادِ آدم کا نکالنا حشر کے مرحلہ کے بعد ہوگا۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، اور وہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور ان کے بھائی عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے، وہ ابن بلال ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ثور کا ذکر ہے، وہ ابن زید دیلی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو الغیث کا ذکر ہے، یہ سالم ہیں جو عبد اللہ بن مطیع کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور یہ تمام راوی مدنی ہیں۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فتراءی" یعنی آدم علیہ السلام لوگوں کے سامنے ظاہر ہوں گے اور وہ ان کو دیکھیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اخرج" یہ اخراج سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: نکالو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "بعث جھنم" یعنی جو لوگ دوزخ میں ہیں، اور جو اس کے مستحق ہو گئے کہ ان کو دوزخ میں بھیجا جائے۔ یعنی ان میں سے ایک کو نکال دو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حشر کے متعلق قرآن مجید کی متعارض آیات

حشر کے متعلق قرآن مجید کی ایسی آیات ہیں جن میں بہ ظاہر تعارض ہے۔ ان میں سے درج ذیل آیات ہیں:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ (یونس:۴۵)

اور جس دن وہ (اللہ) ان کو جمع فرمائے گا (تو وہ یہ گمان کریں گے کہ) وہ (دنیا میں) دن کی صرف ایک گھڑی بھر رہے ہیں، وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے، بے شک وہ لوگ نقصان میں رہے جنہوں نے اللہ کے سامنے حاضر ہونے کو جھٹلایا تھا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے O

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۹۷)

اور ہم قیامت کے دن ان کو مونہوں کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب بھی وہ بجھنے لگے گی تو ہم اس کو ان کیلئے اور بھڑکا دیں گے O

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ٚ ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ (یٰس:۵۲)

وہ کہیں گے: ہائے ہماری مصیبت! ہم کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا، یہ وہ واقعہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا O

فَلَنَسْــَٔـلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْــَٔـلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (الاعراف:۶)

پس ہم ان لوگوں سے ضرور باز پرس کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے O

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دوزخیوں سے سوال کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کو جواب دیں گے۔ اور سوال جبھی ہوگا جب وہ سنیں گے اور جواب تبھی دیں گے جب وہ ناطق ہوں گے۔ حالانکہ اس سے پہلے بنی اسرائیل: ۹۷ میں فرمایا ہے کہ "وہ

Marfat.com

گونگے اور بہرے ہوں گے"، اور یہ تعارض ہے۔ اور یونس:۴۵ میں فرمایا ہے "وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے" اور بنی اسرائیل:۹۷ میں فرمایا ہے کہ "وہ اندھے ہوں گے" تو جب وہ اندھے ہوں گے تو کیسے ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ اور یٰس:۵۲ میں فرمایا ہے "کہ وہ کہیں گے: ہائے ہم کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھادیا" یعنی وہ بولتے ہوں گے۔ حالانکہ بنی اسرائیل:۹۷ میں فرمایا ہے کہ "وہ گونگے ہوں گے" تو پھر وہ کیسے بولیں گے؟۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿﴾ (طٰہٰ:۱۰۲)
جس دن میں صور میں پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اٹھائیں گے اس دن ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی O

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿﴾ (یٰس:۵۱)
اور صور پھونک دیا جائے گا، پس اچانک وہ (سب) قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے چلنے لگیں گے O

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿﴾ (المعارج:۴۳)
جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ بتوں کی طرف بھاگے جارہے ہیں O

یٰس:۵۱ میں فرمایا ہے "وہ تیزی سے چل رہے ہوں گے" اور المعارج:۴۳ میں فرمایا ہے "وہ دوڑ رہے ہوں گے" اور تیزی سے چلنا اور دوڑنا باہم متعارض ہیں۔

تعارضِ مذکور کا جواب

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ جب لوگوں کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھایا جائے گا اور وہ حشر کی طرف آئیں گے تو نہ ان کا ایک حال ہوگا، نہ ان کا ایک مقام ہوگا اور نہ ان کے ٹھہرنے کی ایک جگہ ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ پانچ احوال ہیں:

(۱) جس حال میں انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا (۲) جس حال میں وہ حساب کی جگہ کی طرف جائیں گے (۳) جس حال میں ان کا حساب ہوگا (۴) جس حال میں وہ دارالجزاء کی طرف جائیں گے (۵) جس حال میں وہ دارالجزاء میں قیام کریں گے اور جس میں وہ مستقر رہیں گے۔

پہلا حال: جب مشرکین کو قبروں سے زندہ کر کے نکالا جائے گا

کفار کے اس حال میں حواس اور اعضاء کامل ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ" (یونس:۴۵)، یعنی وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿﴾" (طٰہٰ:۱۰۳) یعنی وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے: تم صرف دس دن ٹھہرے تھے O اور فرمایا "فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿﴾" (الصّٰفّٰت:۱۹) یعنی پھر وہ یکایک دیکھنے لگیں گے O

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا
اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم زمین میں کتنے سال رہے تھے؟ O وہ کہیں

يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ فَسۡـئَلِ الۡعَآدِّيۡنَ ۝ قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا لَّوۡ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ۝ (المومنون: ۱۱۲۔۱۱۵)

گے: ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تھے، آپ گننے والوں سے پوچھ لیجئے ○ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم بہت کم وقت ٹھہرے تھے، کاش! تم نے پہلے جان لیا ہوتا ○ کیا پس تم نے یہ گمان کر لیا تھا کہ ہم نے تم کو فضول پیدا کیا تھا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے ○

دوسرا حال: جب وہ حساب کی جگہ پر جائیں گے

مشرکین کے اس حال میں بھی حواس کامل ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اُحۡشُرُوا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا وَاَزۡوَاجَهُمۡ وَمَا كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۲۲)

ظالموں کو اور ان کے ساتھیوں کو اور جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے، (ان سب کو) جمع کرو ○

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کو راستہ دکھاؤ اور ان کی رہنمائی کرو اور جو اندھا اور بہرا ہو اس کے لیے رہنمائی نہیں ہو سکتی۔ اور جو گونگا ہو وہ سوال نہیں کر سکتا، پس اس سے ثابت ہوا کہ اس حال میں ان کی آنکھیں بھی ہوں گی اور کان بھی ہوں گے اور بولنے والی زبانیں بھی ہوں گی۔

تیسرا حال: جب ان سے حساب ہوگا

مشرکین کے اس حال میں بھی حواس کامل ہوں گے تاکہ وہ سنیں کہ ان سے کیا کہا جا رہا ہے اور وہ اپنے صحائفِ اعمال میں پڑھیں جو ان کے اعمال بول رہے ہوں گے۔ اور ان کے خلاف ان کے اعضاء ان کے گناہوں کی گواہی دے رہے ہوں گے اور وہ ان کو سنیں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ بولیں گے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ فَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا فِيۡهِ وَيَقُوۡلُوۡنَ يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰٮهَا‌ ۚ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا‌ ؕ وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ (الکہف: ۴۹)

اور نامۂ اعمال رکھ دیا جائے گا، پھر آپ دیکھیں گے کہ مجرم اس میں لکھے ہوئے سے خوف زدہ ہوں گے اور کہیں گے: ہائے افسوس! اس نامۂ اعمال کو کیا ہوا اس نے نہ کوئی صغیرہ گناہ چھوڑا ہے نہ کبیرہ مگر سب کا احاطہ کر لیا ہے، اور انہوں نے جو بھی عمل کیا تھا سب کو لکھا ہوا اپنے سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا ○

اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے:

وَقَالُوۡا لِجُلُوۡدِهِمۡ لِمَ شَهِدۡتُّمۡ عَلَيۡنَا‌ ؕ قَالُوۡۤا اَنۡطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىۡۤ اَنۡطَقَ كُلَّ شَىۡءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝ (حم السجدہ: ۲۱)

اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی: ہمیں اسی اللہ نے گویائی بخشی جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا اور اسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

Marfat.com

تاکہ یہ لوگ قیامت کے احوال کا مشاہدہ کریں اور جن احوال کی دنیا میں یہ تکذیب کرتے تھے ان کو دیکھیں۔

چوتھا حال: جب مشرکین کو دار الجزاء کی طرف لے جایا جائے گا

اس حال میں ان کی سماعت اور بصارت کو اور زبانوں کو سلب کر لیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۹۷)

اور ہم قیامت کے دن ان کو مونہوں کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جب بھی وہ بجھنے لگے گی تو ہم اس کو ان کے لیے اور بھڑکا دیں گے O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ۝ (الرحمٰن: ۴۱)

(اس دن) مجرمین اپنے حلیوں سے پہچان لیے جائیں گے، اور ان کو ان کی پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑ لیا جائے گا O

اس آیت میں بھی اس طرح اشارہ ہے کہ ان کی بینائی، سماعت اور گویائی کو سلب کر لیا جائے گا۔

پانچواں حال: جب مشرکین کا دوزخ میں قیام اور استقرار ہو گا

اس کی دو قسمیں ہیں: ایک ابتدائی حال ہے اور ایک انتہائی حال ہے۔ پس جب وہ محشر میں حساب کی جگہ سے دوزخ کے کنارے تک کی مسافت کو قطع کریں گے تو اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے۔ یہ حال ان کی ذلت کے لیے طاری کیا جائے گا اور ان کو دوسروں سے ممتاز کرنے کے لیے طاری کیا جائے گا۔ پھر بعد میں ان کے حواس ان کی طرف لوٹا دیے جائیں گے تاکہ یہ دوزخ کو دیکھیں اور دوزخ میں جو ان کے لیے عذاب تیار کیا گیا ہے اس کو دیکھیں اور عذاب کے فرشتوں کو دیکھیں اور ہر اس چیز کو دیکھیں جس کی دنیا میں تکذیب کرتے تھے، پھر یہ دوزخ میں ٹھہریں گے اس حال میں کہ وہ بولتے ہوں گے دیکھتے ہوں گے اور سنتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝ (الشوریٰ: ۴۵)

اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ ان کو دوزخ پر اس حال میں پیش کیا جائے گا کہ وہ ذلت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے، کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور ایمان والے کہہ رہے ہوں گے کہ بے شک نقصان زدہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو اور گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیا، سنو! بے شک ظلم کرنے والے دائمی عذاب میں ہیں O

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الانعام: ۲۷)

اور (اے مخاطب!) کاش تو دیکھتا جب ان (کافروں) کو دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا، اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش! ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے اور ہم اپنے رب کی نشانیوں کی تکذیب نہ کریں اور

Marfat.com

مومنوں میں سے ہو جائیں O

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِی النَّارِؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَاؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًاۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ۬ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (الاعراف:۳۸)

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ، جس میں تم سے پہلے گزرے ہوئے جن اور انس داخل ہو چکے ہیں، جب بھی کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہوگی تو وہ اپنی جیسی جماعت پر لعنت کرے گی حتیٰ کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے تو بعد والے پہلوں کے متعلق کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم کو انہوں نے گمراہ کیا تھا، سو تو ان کو دگنا آگ کا عذاب دے، اللہ فرمائے گا: ہر ایک کے لیے دگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے O

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ (الملک:۸)

گویا وہ (دوزخ) ابھی شدت غضب سے پھٹ جائے گی، جب بھی اس میں (کافروں کا) کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ O

اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اہل جنت کو پکار کر کہیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ (الاعراف:۵۰)

اور اہلِ دوزخ اہل جنت سے پکار کر کہیں گے: ہم پر تھوڑا پانی انڈیل دو، یا کچھ اس میں سے دے دو جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے، تو (اہل جنت) کہیں گے: بے شک اللہ نے یہ پانی اور رزق کافروں پر حرام کر دیا ہے O

اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکار کر کہیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّاؕ قَالُوْا نَعَمْۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ (الاعراف:۴۴)

اور اہل جنت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ بے شک ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اس کو سچا پایا، کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں! پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو O

اور دوزخی دوزخ کے محافظین سے کہیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ

اور دوزخی جہنم کے محافظوں سے کہیں گے: تم اپنے رب سے دعا

Marfat.com

يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ (المومن:٤٩) کروکہ کسی ایک دن تو ہم سے عذاب کم کردے O

اور دوزخ کے محافظین ان کو جواب دیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ (المومن:٥٠) محافظ کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ دوزخی کہیں گے: کیوں نہیں، محافظ کہیں گے: پھر تم خود ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض گم راہی ہوتی ہے O

اور ان کا انجام اور مآل یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کہیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾ (المومنون:١٠٧۔١٠٨) اے ہمارے رب! ہمیں اس دوزخ سے نکال اگر ہم پھر (کفر کی طرف) لوٹیں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے O (اللہ) فرمائے گا: تم اسی میں دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو O

پھر ان پر دوام اور خلود کو لکھ دیا جائے گا اور اس کے لیے ایک مثال بیان کی جائے گی کہ ایک مینڈھا لایا جائے گا اور اس کا نام موت رکھا جائے گا، پھر اس مینڈھے کو جنت اور دوزخ کے درمیان پل صراط پر ذبح کر دیا جائے گا اور دوام اور خلود کا اعلان کر دیا جائے گا۔ (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۸۳)

اور اس موقف میں ان کی سماعت کو سلب کر لیا جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ ان کی بصارت کو بھی سلب کر لیا جائے لیکن سماعت کا سلب ہونا یقینی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ (الانبیاء:١٠٠) انکی اسی میں چیخ و پکار ہوگی اور وہ اس میں کچھ بھی نہ سن سکیں گے O

پس جب ان کی سماعت سلب کر لی جائے گی تو وہ صرف چیخ و پکار کرتے رہیں گے اور چنگھاڑتے رہیں گے۔

ابن معبد نے اپنی کتاب ''الطاعة'' میں الضحاک سے روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا ''اخسئوا'' یعنی تم اسی (دوزخ) میں دھتکارے ہوئے پڑے رہو، تو اس وقت وہ بہرے ہوں گے نہ سنتے ہوں گے اور نہ بولتے ہوں گے اور اندھے ہوں گے دیکھتے نہیں ہوں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان کی سماعت کو سلب کرنے کی یہ حکمت ہو کہ دنیا میں انہوں نے اپنے رب عزوجل کی نداء کو رسولوں کی زبان سے سنا تو انہوں نے اس کا جواب نہیں دیا بلکہ اس کا انکار کیا اور جھٹلایا جب کہ ان کے رسولوں کے صدق پر حجت قائم ہو چکی ہے۔ پس جب کہ اللہ تعالیٰ کی دنیا میں ان پر حجت سنانا تھی تو ان کے کفر کی آخرت میں سزا دی کہ ان سے سماعت کو سلب کر لیا۔ اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے رسول سے کہیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿٥﴾ (حم السجدہ:٥) اور انہوں نے کہا: جس دین کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں، ہمارے دلوں میں اس پر پردے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان حجاب ہے، سو آپ اپنا کام کیجئے، ہم اپنا کام کرنے والے ہیں O

اور نیز کفار نے دنیا میں کہا تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾ (حم السجدہ:۲۶)

اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو مت سنا کرو اور (اس کی قراءت کے وقت) لغو باتیں کیا کرو تا کہ تم غالب آ جاؤO

اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اپنے اوپر موٹی چادریں ڈال لیتے تھے اور اپنے سینوں کو موڑ لیتے تھے تا کہ نہ حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھیں اور نہ آپ کا وعظ سنیں، اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی علیہ السلام کے متعلق بھی کفار کی ایسی مثال بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَاۤ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٥﴾ (ہود:۵)

سنو! وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تا کہ وہ اس سے چھپائیں، سنو! جس وقت وہ اپنے کپڑے اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں (اس وقت بھی) وہ اس کو جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہےO

سو اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا میں مشرکین سے دوزخ میں ان کی بصارت کو سلب کر لیا تا کہ وہ دیکھ نہ سکیں اور عبرت حاصل نہ کر سکیں۔ اور نطق کو سلب کر لیا کیونکہ ان کو بصارت اور نطق دیا گیا تھا لیکن انہوں نے کفر کیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۴۰۔ ۴۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۴۶۔ بَابٌ: قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ: اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿١﴾ (الحج:۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک قیامت کا زلزلہ بہت سنگین چیز ہےO''

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾ (النجم:۵۷)

قریب آنے والی ساعت قریب آ چکی ہےO

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (القمر:۱)

قیامت قریب آ گئی۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کا زلزلہ یعنی قیامت کے دن کا اضطراب بہت سنگین چیز ہے۔

اس عنوان میں ''ساعة'' کا لفظ ہے، اصل میں ساعت کا معنی ہے: زمانہ کا ایک جزو۔ اور اس کا استعارہ قیامت کے دن کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور الزجاج نے کہا: ساعت کا معنی ہے وہ وقت جس میں قیامت واقع ہوگی۔ ایک قول یہ ہے کہ قیامت کو ساعت اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اچانک واقع ہوگی۔ یا قیامت کا وقت بہت طویل ہوگا اس وجہ سے اس کو ساعت کہا گیا ہے یا اس وجہ سے کہ اس وقت میں بہت تیزی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۔ یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت بہت خفیف ہوگی حالانکہ لوگوں پر قیامت کا وقت بہت طویل گزرے گا۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں ''اَزِفَ'' ماضی کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے قرب، یعنی قیامت کا وقت قریب آ گیا اور اس کی میعاد نزدیک آ گئی۔

Marfat.com

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے ''قیامت قریب آ گئی''۔ علامہ ابن کیسان نے کہا ہے کہ اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے، اصل عبارت یوں ہے کہ چاند شق ہو گیا اور قیامت قریب آ گئی۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ عنقریب چاند شق ہوگا اور علماء اس کے خلاف ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۷۔۱۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۳۰۔ حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ اللهُ يَا آدَمُ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ قَالَ يَقُولُ أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ فَذَاكَ حِينَ يَشِيبُ الصَّغِيرُ ﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيْدٌ ۝﴾ (الحج: ۲) فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّنَا ذَلِكَ الرَّجُلُ قَالَ أَبْشِرُوا فَإِنَّ مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ أَلْفًا وَمِنْكُمْ رَجُلٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَحَمِدْنَا اللهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنَّ مَثَلَكُمْ فِي الْأُمَمِ كَمَثَلِ الشَّعَرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوِ الرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الْحِمَارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابوصالح از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے آدم! پس وہ کہیں گے ''لبیک وسعدیک'' میں حاضر ہوں تیرے حکم کی اطاعت کے لیے کھڑا ہوں اور تمام بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دوزخ میں بھیجے ہوئے لوگوں کو نکالو، تو وہ کہیں گے: دوزخ میں بھیجے ہوئے کتنے لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے (دوزخ میں ہیں)، پس یہ وہ وقت ہے جب بچے بوڑھے ہو جائیں گے: اور ہر حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے، حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے ۝

سو یہ بات صحابہ کو بہت سخت معلوم ہوئی، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ ایک شخص ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تمہیں بشارت ہو، تم میں سے ایک شخص ہوگا اور ایک ہزار یاجوج ماجوج میں سے ہوں گے، پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میری یہ خواہش ہے کہ تم اہل جنت کا تیسرا حصہ ہو۔ ابوسعید نے بیان کیا: پس ہم نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میری خواہش ہے کہ تم اہل اور دوزخی جہنم کے محافظوں سے کہیں گے: تم اپنے رب سے دعا جنت کا نصف ہو، بے شک تمام امتوں میں تمہاری مثال

ایسی ہے جیسے سیاہ بیل کی کھال میں ایک سفید بال ہو۔ یا وہ سفید
داغ جو گدھے کے اگلے پیر میں ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۸، ۴۷۴۱، ۶۵۳۰، ۷۴۸۳، صحیح مسلم: ۲۲۲، مسند احمد: ۱۰۸۹۲)

صحیح البخاری: ۶۵۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے ''آپ نے فرمایا: قیامت کا وقت وہ ہے جب بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور ہر حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا۔۔ الی آخر الآیۃ''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یوسف بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ ابن راشد القطان الکوفی ہیں۔ ان کی دو سو باون ہجری (۲۵۲ھ) میں بغداد میں وفات ہوئی۔ اور اس حدیث کی سند میں جریر کا ذکر ہے، یہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان ہیں۔ اور ابو صالح کا ذکر ہے، یہ ذکوان الزیات ہیں۔ اور ابو سعید کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

یہ حدیث اس سے پہلے یاجوج اور ماجوج کے قصہ میں گزر چکی ہے۔ وہاں یہ حدیث حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''والخیر فی یدیک'' یعنی تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔ یہ جملہ بطور ادب فرمایا ہے ورنہ خیر اور شر دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور اس کی قدرت میں ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے حسن ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل قبیح نہیں ہے۔ فعل کا اچھا اور برا ہونا بندوں کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''من کل الف'' یعنی ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے دوزخ میں ہوں گے۔ اور اس سے پہلے باب کی حدیث میں گزرا ہے کہ ''ہر سو میں سے ننانوے دوزخ میں ہوں گے''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عدد کے مفہوم کا اعتبار نہیں ہوتا، یعنی کسی عدد کے ساتھ تخصیص اس عدد سے زائد کی نفی نہیں کرتی۔ یا ان دونوں حدیثوں سے مقصود ایک چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ مومنین کا عدد قلیل ہوگا اور کافرین کا عدد کثیر ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وما بعث النار'' یعنی جو لوگ دوزخ میں بھیجے گئے ہیں ان کی مقدار کتنی ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''فذاک'' اس میں اس وقت کی طرف اشارہ ہے جس وقت میں چھوٹا بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور ہر حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا۔ اور اس کلام کا ظاہر یہ ہے کہ اس چیز کا وقوع محشر میں ہوگا۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ معاملہ قیامت کے دن سے پہلے ہوگا، کیونکہ قیامت میں نہ تو حمل ہے اور نہ وضع حمل ہے اور نہ

Marfat.com

بوڑھا ہونا ہے۔اور حدیث ان پر رد کرتی ہے۔

علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ یہ لوگوں کو قیامت سے ڈرانے کی ایک مثال ہے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیامت کے حال کی شدت اور سنگینی سے کنایہ ہے اس حیثیت سے کہ اگر اس دن حاملہ عورتیں ہوتیں تو ان کے حمل ساقط ہوجاتے اور اگر بچے ہوتے تو وہ بوڑھے ہوجاتے ،جیسے عرب کہتے ہیں''ہم پر ایسی سختی آئی ہے کہ اس سختی کے اندر بچہ بوڑھا ہوجائے''۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''اینا ذالک رجل''یعنی ہزار دوزخیوں میں سے جس ایک کا استثنیٰ کیا گیا ہے وہ مرد کون ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے''ابشروا''اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے''اعملوا وابشروا''یعنی عمل کرو اور بشارت دو۔اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ تم قریب بہ صحت عمل کرو اور درست عمل کرو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے''ومنکم رجل''یعنی جو ایک مرد دوزخ سے نکالا جائے گا وہ ایک مرد ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''من یاجوج وماجوج الف''یعنی جس طرح مشرکین دوزخ میں ہوں گے،اسی طرح یاجوج اور ماجوج میں سے بھی ایک ہزار دوزخ میں ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''اوالرقمة''اس سے مراد ہے:وہ نشان اور وہ اثر جو گدھے کے اگلے پاؤں کے باطن میں ہوتے ہیں۔

علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ یہاں دو مثالیں دی ہیں،ایک مثال ہے جیسے سیاہ بیل کی کھال میں سفید بال ہو،دوسری مثال ہے جیسے گدھے کے اگلے پاؤں میں سفید داغ ہو۔اور ان دونوں مثالوں کی مقداروں میں تو بہت فرق ہے۔

پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ دونوں مثالوں میں سے غرض ایک چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ مومنین کا عدد کم ہوگا بہ نسبت کافروں کے اور یہ بہت زیادہ کم ہے اور یہ مقصد دونوں مثالوں سے حاصل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۸۔۱۶۹،دار الکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۶۵۳۰،کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کفار کے نابالغ بچے بھی جنت میں ہوں گے

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ''حاملہ عورت کا حمل ساقط ہوجائے گا''اور جو بچہ ساقط ہوگا وہ مرد ہوگا،پس مسلمانوں کے بچے اپنے آباء کی شفاعت کریں گے اور اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کفار کے بچوں کے ساتھ کیا کرے گا۔

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں کہ مختار یہ ہے کہ کفار کے بچے بھی جنت میں ہوں گے۔

الحج:۱ میں فرمایا ہے:''اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ○''کہ قیامت کا زلزلہ سنگین چیز ہے۔حالانکہ قیامت کا زلزلہ تو موجود نہیں ہے اور اس کو''شَیْءٌ عَظِیْمٌ''فرمایا ہے،اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز موجود نہ ہو اس کو بھی''شَیْءٌ''کہنا جائز ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰،ص ۳۶،ملخصاً وملتقطاً،وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ،قطر ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۷۴۔ بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (المطففین: ۴۔۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ان لوگوں کا یہ گمان نہیں ہے کہ ان کو (مرنے کے بعد) اٹھایا جائے گا؟ ○ بہت بڑے دن میں ○ جب سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے ○

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ (البقرہ:۱۶۶)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اور ان کے تمام وسائل منقطع ہو جائیں گے ○''

قَالَ: اَلْوُصُلَاتُ فِی الدُّنْیَا۔

انہوں نے کہا: اس سے مراد ہے کہ دنیا میں جن رشتوں کے ساتھ وہ ملے ہوئے رہتے تھے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

المطففین: ۴ میں فرمایا ہے''اَلَا يَظُنُّ'' اور یہاں پر ظن بمعنی یقین کے ہے یعنی کیا ان کو یہ یقین نہیں ہے کہ یہ مبعوث ہوں گے، پھر ان سے سوال کیا جائے گا کہ انہوں نے دنیا میں کیا کام کیے تھے۔ اور المطففین: ۵ میں فرمایا ہے''لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝'' یعنی قیامت کے دن، اور المطففین: ۶ میں فرمایا ہے''جس دن لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے'' تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ان کے اعمال کا فیصلہ فرمائے۔ کعب احبار نے کہا ہے کہ وہ تین سو سال تک کھڑے رہیں گے اور مقاتل نے کہا ہے: جب وہ اپنی قبروں سے نکلیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المطففین: ۶ کی تفسیر میں فرمایا: ''حتیٰ کہ اس دن ایک شخص اپنے پسینہ میں آدھے کانوں تک ڈوب جائے گا''۔ (صحیح البخاری: ۴۹۳۸، سنن ترمذی: ۳۳۳۵، سنن ابن ماجہ: ۴۲۷۸)

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سورج کو لوگوں کے قریب کر دیا جائے گا حتیٰ کہ ان سے ایک میل کی مقدار پر ہوگا، پھر لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے اپنے پسینہ میں ہوں گے، کسی کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا اور کسی کے گھٹنوں تک پسینہ ہوگا اور کسی کی کوکھوں تک پسینہ ہوگا اور بعض وہ لوگ ہوں گے کہ ان کا پسینہ ان کی لگام بنا ہوا ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۴، سنن ترمذی: ۲۴۲۱، مسند احمد ج ۶ ص ۴۔۳، المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۶۰۲، صحیح ابن حبان: ۷۳۳۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کا دن مومن پر آسان کر دیا جائے گا حتیٰ کہ جتنے وقت میں وہ دنیا میں فرض نماز پڑھتا تھا اس سے بھی کم وقت میں وہ دن اس پر گزر جائے گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۷۵، مسند ابو یعلیٰ: ۱۳۹۰، صحیح ابن حبان: ۷۳۳۴)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنے جود اور لطف سے ہمیں بھی ان مقرب لوگوں کے گروہ میں شامل فرمادے۔ آمین

Marfat.com

اس سے پہلے یہ گزر چکا ہے کہ میدانِ حشر میں لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ اپنی قبروں سے نکل کر کھڑے ہوں گے، دوسرا قول یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے اپنے دنیاوی حقوق لینے کے لیے کھڑے ہوں گے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ لوگ اللہ کے سامنے فیصلہ کے انتظار میں کھڑے ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾'' (البقرہ:۱۶۹)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے مراد رحم کے رشتے ہیں۔

اور قتادہ سے منقول ہے: اسباب سے مراد لوگوں کے آپس میں وہ تعلقات ہیں جن تعلقات کو دنیا میں وہ ملا کر رکھتے تھے۔ اور جن تعلقات کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، قیامت کے دن وہ تعلقات منقطع ہو جائیں گے اور قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۹۔۱۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۳۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۶﴾﴾ (المطففین:۶) قَالَ يَقُومُ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، (آپ نے یہ آیت پڑھی:)
''جب سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے O''
آپ نے فرمایا: ان میں سے ایک شخص اپنے آدھے کانوں تک پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا۔

(صحیح البخاری:۴۹۳۸، ۶۵۳۱، صحیح مسلم:۲۸۶۲، سنن ترمذی:۳۳۳۶، سنن ابن ماجہ:۴۲۷۸، مسند احمد:۵۷۸۹)

صحیح البخاری:۶۵۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں ''المطففین:۶'' کا ذکر ہے اور باب کے عنوان میں بھی یہی آیت مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن ابان، یہ الوراق الوزان الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیسیٰ بن یونس، یہ ابن اسحاق بن ابی اسحاق السبیعی الکوفی ہیں، یہ شام کی جانب میں ایک جگہ سکونت پذیر تھے جس کا نام ''الحدث'' تھا اور وہیں ان کی ۱۹۱ھ میں وفات ہوئی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عون، اور وہ عبد اللہ بن عون بن ارطبان البصری ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی رشحه" ۔"الرشح" کا معنی ہے: پسینہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انصاف اذنیه" اس میں اُذن کے تثنیہ کی اضافت ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا‌ۚ (التحریم:۴) اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔

قرآن مجید کی اس آیت میں جمع کی اضافت ضمیرِ مخاطب کی طرف ہے۔ اور اس حدیث میں تثنیہ کی اضافت ہے اور اس میں یہ فرق ہوسکتا ہے کہ جب کہ ہر شخص کے لیے دو کان ہوتے ہیں تو یہ ایسا ہے جیسے جمع کی اضافت اس کی مثل کی طرف ہو۔ علاوہ ازیں کم سے کم جمع کے دو فرد ہوتے ہیں۔ سو گویا یہ بھی جمع کے معنی میں ہے۔

حشر کے دن لوگوں کے پسینہ کے متعلق متعدد روایات

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس باب میں احادیثِ مختلفہ روایت کی گئی ہیں:

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج قریب ہوگا حتیٰ کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائے گا۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۲۶۹، ۳۵۰۹)

اور امام طبرانی اور امام ابو یعلیٰ نے ابو الاحوص کی حدیث از حضرت عبداللہ روایت کی ہے جس کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کو قیامت کے دن اس کے پسینہ کی لگام ڈالی جائے گی اس دن کے طول کی وجہ سے، حتیٰ کہ وہ کافر کہے گا: اے میرے رب! مجھے راحت دے خواہ دوزخ کی طرف۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ج ۸ ص ۳۶۳، ۸۸۸۱)

اور امام مسلم نے سلیم بن عامر کی حدیث از حضرت مقداد رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو سورج کو بندوں کے قریب کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ ایک میل یا دو میل کے اندازہ پر ہوگا۔ سلیم بن عامر نے کہا: میں از خود نہیں جانتا کہ ان دو میلوں سے کیا مراد ہے؟ یا زمین کی مسافت مراد ہے یا میل سے مراد سرمہ دانی کی سلائی ہے، پس سورج ان کو جھکا دے گا حتیٰ کہ وہ اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، پس ان میں سے بعض وہ ہوں گے کہ پسینہ ان کے ٹخنوں تک ہوگا اور بعض وہ ہوں گے کہ پسینہ ان کی لگام بن جائے گا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا، پس میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۶۴)

اور امام حاکم نے از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج قیامت کے دن زمین کے قریب ہوگا، پس لوگ پسینوں میں ہوں گے، پس بعض وہ لوگ ہوں گے کہ پسینہ ان کی ایڑھی تک پہنچے گا اور بعض وہ لوگ ہوں گے کہ پسینہ ان کی آدھی پنڈلی تک پہنچے گا اور بعض وہ لوگ ہوں گے کہ پسینہ ان کے گھٹنوں تک پہنچے گا اور بعض وہ لوگ ہوں گے کہ پسینہ ان کی رانوں تک پہنچے گا اور بعض وہ لوگ ہوں گے کہ پسینہ ان کی کوکھوں تک پہنچے گا اور بعض وہ لوگ ہوں گے کہ پسینہ ان کے کندھوں تک پہنچے گا اور بعض وہ لوگ ہوں گے کہ پسینہ ان کے منہ تک پہنچے گا، پھر آپ نے

اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، پس اس کی لگام بنائی۔ اور ان میں سے بعض وہ ہیں کہ پسینہ اس کو ڈھانپ لے گا اور آپ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر اس طرح رکھا۔ (المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۷)

اور امام ابن ابی شیبہ نے از سلمان الخبر روایت کی ہے، انہوں نے کہا: قیامت کے دن سورج کو دس سال کی گرمی دی جائے گی، پھر سورج لوگوں کی کھوپڑیوں کے قریب ہوگا حتیٰ کہ قاب قوسین کی مقدار پر ہوگا، پھر لوگوں کو پسینہ آئے گا حتیٰ کہ پسینہ زمین پر ان کی قامت کے برابر گر رہا ہوگا، پھر سورج بلند ہوگا حتیٰ کہ ایک مرد کا سانس اکھڑنے لگے گا، سلمان نے کہا حتیٰ کہ مرد کہے گا "غر غر"۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: سورج کی اس تیز گرمی سے کامل مومن کو ضرر نہیں ہوگا، یا جو عرش کے سائے میں ہوگا اس کو ضرر نہیں ہوگا۔

اور سلمان سے مروی ہے: سورج کی گرمی کو کوئی مومن مرد اور مومن عورت نہیں پائیں گے، رہے کفار تو سورج ان کو جلا دے گا حتیٰ کہ ان کے جلنے سے "عق عق" کی آواز سنائی دے گی۔

اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی سند کے ساتھ حدیث روایت کی ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اس دن بہت زیادہ تکلیف ہوگی حتیٰ کہ کافر کے منہ میں پسینہ سے لگام ہوگی، ان سے پوچھا گیا: پھر مومن کہاں ہوں گے؟ انہوں نے کہا: وہ سونے کی ایک کرسی پر ہوں گے اور ان پر بادل سایہ کرے گا۔ اور ابوظبیان سے روایت ہے کہ ابوموسیٰ نے کہا: سورج ان کے سروں پر ہوگا اور ان کے اعمال ان پر سایہ کریں گے۔ (تفسیر مجاہد ج ۲ ص ۷۳۴)

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۰۔۱۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۳۲۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْأَرْضِ سَبْعِينَ ذِرَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ حَتَّى يَبْلُغَ آذَانَهُمْ۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۳، مسند احمد: ۹۱۴۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابوالغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ پسینوں میں ہوں گے حتیٰ کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ تک نیچے چلا جائے گا اور پسینہ ان کی لگام بن جائے گا حتیٰ کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔

صحیح البخاری: ۶۵۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز بن عبداللہ، یہ ابن یحییٰ الاویسی المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے، یہ ابن بلال ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالغیث کا ذکر ہے، یہ سالم ہیں۔

Marfat.com

پسینہ کی کثرت کا سبب

پسینہ کی کثرت کا سبب قیامت کی مسلسل ہولناکیاں ہیں اور لوگوں کا رش ہے اور سورج کا قریب ہونا ہے۔ اور پسینہ کی مقدار کے اختلاف کا جو احادیث میں ذکر ہے، یہ ان کے اعمال کے اختلاف کے اعتبار سے ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۳۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قیامت کے پسینہ کے متعلق مزید احادیث

امام ابن المبارک نے اپنی ''رقائق'' میں شہر بن حوشب کی حدیث روایت کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک حدیث بیان کی کہ اللہ تعالیٰ انسانوں اور جنات میں سے امتوں کو جمع فرمائے گا اس حال میں کہ وہ برہنہ بدن ہوں گے اور ذلیل ہوں گے اور زمین کے بادشاہوں سے ان کے ملک کو اللہ تعالیٰ چھین لے گا اور ان کی سرکشی کے بعد ان پر پستی کو لازم کر دے گا اور وہ جو اللہ کی زمین میں اللہ کے بندوں پر جبر کرتے ہیں اس کے بعد ان پر ذلت کو لازم کر دے گا حتیٰ کہ جب وہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کے موقف میں پہنچیں گے تو سورج کو سات سال کی گرمی پہنائی جائے گی، پھر سورج کو مخلوقات کے قریب کیا جائے گا جتنا ایک قوس یا دو قوسوں کا فاصلہ ہے۔ (کتاب الزہد لابن المبارک ج ۱ ص ۴۶۷)

الوائلی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (المطففین: ۶) ''جب سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے''O

پھر آپ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم سب کو اللہ تعالیٰ اس طرح جمع کرے گا جس طرح تیروں کو ترکش میں جمع کیا جاتا ہے جو اس دن میں پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہاری طرف نظرِ (رحمت) نہیں فرمائے گا۔

(المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۷۲)

قیامت کے پسینہ کے متعلق علماء امت کے اقاویل

امام محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ ''کشف علوم الآخرۃ'' میں لکھتے ہیں: لوگوں کے پسینہ میں ڈوبنے کی مختلف اقسام ہوں گی، بعض وہ لوگ ہوں گے جن کو تھوڑا سا پسینہ آئے گا جیسے کوئی آدمی حمام میں بیٹھا ہوا ہو۔ اور بعض وہ لوگ ہوں گے کہ ان کو اتنا پسینہ آئے گا جیسے کوئی پیاسا آدمی پانی پیئے تو اس کو تراوٹ پہنچتی ہے۔ اور یہ کیونکر نہیں ہوگا حتیٰ کہ سورج لوگوں کے سروں کے قریب ہوگا حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی ایک اپنا ہاتھ سر پر رکھے تو اس کو سورج کی گرمی ستر درجہ زیادہ محسوس ہوگی۔

اور بعض سلف صالحین نے کہا ہے کہ اگر سورج زمین پر اس طرح طلوع ہو جس طرح قیامت کے دن طلوع ہوگا تو پوری روئے زمین جل جائے گی اور چٹانیں پگھل جائیں گی اور دریا سوکھ جائیں گے۔ سو وہ ہزار سال تک اسی طرح کھڑے رہیں گے۔ پھر اسی طرح وہ موج در موج ایک ہزار سال تک پھرتے رہیں گے اور اللہ عزوجل ان سے کوئی ایک بات بھی نہیں کرے گا۔ پس اس وقت

Marfat.com

لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت کا سوال کریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ بندوں سے حساب لے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ ہر شخص اپنے پسینہ کے ساتھ ہوگا، پس وہ اپنے آدھے کانوں تک پسینہ میں ڈوب جائے گا اور اس کی دونوں جانبوں میں پسینہ ہوگا اور یہ دنیا کے معمولات کے خلاف ہے۔ کیونکہ جب لوگوں کی جماعت کسی ہموار زمین میں کھڑی ہو اور ان پر پانی گرے تو وہ اس میں مختلف نہیں ہوتے اور حشر کے دن لوگ پسینہ کی مقدار میں مختلف ہوں گے اور یہ خلاف عادت ہے۔ اور ابن برجان نے اپنی کتاب میں اس کی مثال بیان کی ہے کہ مومن اپنے نورِ ایمان کے ساتھ لوگوں کے درمیان چلتا ہے اور کافر اپنے کفر کے اندھیروں میں ہوتا ہے اور مومن کو اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھتا ہے اور اس کو کافی ہوتا ہے اور کافر اور گناہ گار اپنی رسوائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی پناہ میں نہیں ہوتے۔ اور سنت پر عمل کرنے والا مومن یقین کی ٹھنڈک سے سیراب کیا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کے حسن کی وجہ سے وہ ہدایت کے راستوں پہ چلتا ہے اور بدعتی پیاسا رہتا ہے۔

امام غزالی نے کہا ہے: دنیا میں مومن کو جو اللہ کی راہ میں عمل کرنے سے پسینہ آتا ہے مثلاً جہاد کرنے سے، حج کرنے سے، نمازوں میں قیام کرنے سے، روزے رکھنے سے، کسی مسلمان کی حاجت پوری کرنے کے لیے آنے جانے کی وجہ سے اور کسی نیک کام کا حکم دینے کی مشقت اٹھانے کی وجہ سے، یا کسی برائی سے روکنے اور منع کرنے کی وجہ سے۔ پس عنقریب قیامت کے دن اس کو برے کاموں سے حیا کی وجہ سے رکنے اور خوفِ خدا کی وجہ سے گناہ نہ کرنے کی وجہ سے وہ پسینہ کی شدت سے نکل جائے گا۔ اور اگر ابن آدم جہالت اور غرور سے سلامت رہے تو وہ ضرور جان لے گا کہ دنیا کے مصائب کو برداشت کرنے میں جو پسینہ آتا ہے، یہ اس سے کہیں آسان ہے جو اسے قیامت کے دن انتظار کرنے کی وجہ سے پسینہ آئے گا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۵۰۔ ۵۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۴۸۔ بَابُ: الْقِصَاصِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ — قیامت کے دن بدلہ لیے جانے کا بیان

وَهِيَ الْحَاقَّةُ لِأَنَّ فِيهَا الثَّوَابَ وَحَوَاقَّ الْأُمُورِ الْحَقَّةُ وَالْحَاقَّةُ وَاحِدٌ

قیامت کو ''الحاقۃ'' کہتے ہیں، کیونکہ اس دن میں بدلہ ملتا ہے اور ثابت شدہ امور ہوتے ہیں۔ اور ''الحقۃ'' اور ''الحاقۃ'' دونوں کا ایک معنی ہے۔

وَالْقَارِعَةُ وَالْغَاشِيَةُ وَالصَّاخَّةُ وَالتَّغَابُنُ

''القارعۃ، الغاشیۃ، الصاخۃ، التغابن'' یہ بھی قیامت کے نام ہیں۔

غَبْنُ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَهْلَ النَّارِ۔

اہل جنت، اہل دوزخ کو ان کے حصہ سے محروم کر دیں گے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں قیامت کے دن قصاص اور بدلہ کی کیفیت کا بیان ہے، اور قِصاص میں قاف کے نیچے زیر ہے یہ ''القص'' سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: ''القطع'' یعنی کاٹنا۔ یا یہ ''اقتصاص الاثر'' سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: تتبع کرنا۔ کیونکہ جو شخص

قصاص اور بدلہ کا طلب گار ہوتا ہے وہ زیادتی کرنے والے کے قصور کو طلب کرتا ہے تا کہ اس کی مثل بدلہ لے۔

اور ''المغرب'' میں مذکور ہے کہ قصاص کا معنی ہے: مقتول کے ولی کا قاتل سے اور زخمی کے ولی کا زخمی کرنے والے سے بدلہ لینا۔ اور قصاص قتل میں یا زخم میں مساوات کا نام ہے، پھر قصاص کا ہر مساوی چیز پر اطلاق کیا گیا ہے۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی قیامت کو ''الحاقة'' کہتے ہیں کیونکہ اس کا وقوع برحق ہے۔ اور ''حواق الامور'' بھی کہتے ہیں کیونکہ اس دن تمام امور ثابت ہوں گے، یعنی اس دن ثواب اور عقاب کی جزاء متحقق ہوگی اور تمام امور جو اس دن ہوں گے وہ سب ثابت اور حق ہوں گے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ''الحقة'' اور ''الحاقة'' دونوں ایک ہیں یعنی معنی میں ایک ہیں۔ اسی طرح الفراء سے منقول ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن کو ''الحاقة'' اس لیے کہا گیا ہے کہ اس دن ان کفار سے خصومت کی جائے گی جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کی تھی، کیونکہ ''حاقة'' کا معنی خصومت بھی ہے۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

قیامت کا نام ''القارعة'' ہے۔ ''قرع'' کے معنی ہیں: کھٹکھٹانا، کیونکہ قیامت کا دن اپنی ہولناکیوں کی وجہ سے دل کو کھٹکھٹائے گا۔ علامہ الجوہری نے کہا ہے کہ ''القارعة'' کا معنی ہے: دہر کی شدائد میں سے ایک شدیدہ، یعنی دہر کے مصائب میں سے ایک مصیبت۔ اور ''قرع'' کا اصل معنی ہے: کوٹنا اور توڑنا اور اسی سے ''قرع الباب'' ماخوذ ہے یعنی دروازہ کو کھٹکھٹانا۔ اور سر پر لاٹھی ماری جائے تو اس کو بھی ''قرع'' کہتے ہیں۔

اور قیامت کا نام ''الغاشية'' بھی ہے، کیونکہ ''غشی'' کا معنی ہے: ڈھانپنا، اور قیامت کو غاشیة اس لیے کہتے ہیں کہ قیامت اپنی خوفناک باتوں کی وجہ سے لوگوں کو ڈھانپ لے گی۔ اور سعید بن جبیر اور محمد بن کعب سے منقول ہے کہ ''الغاشية'' کا معنی ہے نار یعنی آگ۔ اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ ''الغاشية'' قیامت ہے جو ہر چیز کو اپنی ہولناکیوں سے ڈھانپ لے گی۔

اور قیامت کا نام ''الصاخة'' بھی ہے۔ اور ''الصاخة'' کا معنی ہے: چیخ اور چنگھاڑ۔ کہا جاتا ہے ''صخ الصوت الاذن'' یعنی چنگھاڑ نے کانوں کو پھاڑ دیا۔ اور اسی وجہ سے قیامت کا نام ''الصاخة'' ہے۔ علامہ الثعلبی نے کہا ہے: ''الصاخة'' یعنی قیامت کی چیخ اور چنگھاڑ، اس کا نام ''الصاخة'' اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ چنگھاڑ مسلسل کانوں میں آئے گی حتیٰ کہ کانوں کو تقریباً بہرا کر دے گا۔

اور قیامت کا نام ''التغابن'' بھی ہے، یہ غبن کا باب تفاعل ہے، یعنی حصہ کا فوت ہونا۔ یعنی مغبون وہ ہے جس کے جنت میں جو گھر تھے اور ٹھکانے تھے وہ غبن کر لیے گئے۔ ہر کافر کا جو جنت میں ٹھکانا اور گھر ہے وہ اس کے ایمان کو ترک کرنے کی وجہ سے اس سے لے لیا جائے گا اور اس کو محروم کر دیا جائے گا۔ اور ہر مومن نیکی میں کمی کرنے کی وجہ سے اور اپنے ایام کو ضائع کرنے کی وجہ سے مغبون ہوگا یعنی اس کے ثواب میں کمی کی جائے گی۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: کہ ''تغابن'' باب تفاعل ہے جو دو طرفوں میں اشتراک کا تقاضا کرتا ہے اور یہاں پر غبن

Marfat.com

صرف ایک جانب سے ہے یعنی کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے جنت میں جو ان کا حصہ ہے اس سے ان کو محروم کر دیا جائے گا تو صرف کفار مغبون ہوں گے اور مومن مغبون نہیں ہوں گے، اس لیے یہاں پر غبن کو تغابن کے صیغہ کے ساتھ مبالغہ کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو لکھا ہے ہم اس کی صحت کو نہیں مانتے اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ تفاعل مبالغہ کے لیے آتا ہے اور تفاعل یہاں پر اپنی اصل پر ہے اور وہ ہے قوم کے درمیان اشتراک۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کفار اصلِ غبن میں سب مشترک ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۱۔ ۱۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۳۳۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ رضی الله عنہ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ بِالدِّمَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کے بدلہ کا فیصلہ کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۸۶۴، صحیح مسلم: ۱۶۷۸، سنن ترمذی: ۱۳۹۶، سنن نسائی: ۳۹۹۳، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۵، مسند احمد: ۳۶۶۵)

صحیح البخاری: ۶۵۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "قصاص" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جان کا قصاص لیا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، وہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، وہ الاعمش ہیں، وہ ابو وائل شقیق بن سلمہ سے از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور اس حدیث کی سند کے تمام رجال کوفی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اول ما یقضی بین الناس بالدماء" یعنی سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خون اور جان کے بدلہ کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اس کا معنی ہے: دنیا میں لوگوں کے درمیان جو خون اور جان کا جھگڑا تھا اس کا فیصلہ قیامت کے دن سب

سے پہلے کیا جائے گا۔

اس حدیث پر یہ سوال ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے بندہ سے اس کی نماز کا حساب لیا جائے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ پہلی حدیث میں جو فرمایا ہے کہ سب سے پہلے خون اور جان کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا وہ حقوق العباد سے متعلق ہے اور دوسری حدیث جس میں فرمایا ہے کہ سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اس کا تعلق خالق کے حقوق اور اس کی عبادت سے ہے۔

اور صور کی ایک طویل حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خون اور جانوں کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا، ہر مقتول اپنے سر کو اٹھائے ہوئے آئے گا، سو وہ کہے گا: اے میرے رب! اس سے سوال کر کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟

اور نافع بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقتول ایک ہاتھ سے اپنے سر کو لٹکائے ہوئے آئے گا اور دوسرے ہاتھ سے قاتل کے گریبان کو کھینچتا ہوا آئے گا، اس کے سر کی رگوں سے خون بہہ رہا ہو گا حتیٰ کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۲۔ ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۳۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيهِ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهَا فَإِنَّهُ لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ لِأَخِيهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَخِيهِ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ۔

(صحیح البخاری: ۲۴۴۹، مسند احمد: ۱۰۱۹۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی پر ظلم کیا ہو، پس اس کو چاہیے کہ وہ اس ظلم کو اس سے معاف کرا لے، کیونکہ وہاں پر نہ دینار ہو گا اور نہ درہم ہو گا، اس سے پہلے کہ اس کے بھائی کے لیے اس کی نیکیاں لی جائیں، پس اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے بھائی کے گناہ اس کے اوپر ڈال دیے جائیں گے۔

صحیح البخاری: ۶۵۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مظلمة" اور یہ اس چیز کا نام ہے جو تم سے ناحق لی جائے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "فلیتحلله" یعنی وہ اپنے بھائی سے سوال کرے کہ وہ اس ظلم کو اس کے لیے قیامت سے پہلے حلال کردے اور وہ اپنے بھائی سے کہے کہ وہ اس کو اپنے ذمہ سے بری کردے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اس کے بھائی کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی" یعنی ظالم کی نیکیاں لے کر مظلوم کو دی جائیں گی۔ اور اس سے مراد نیکیوں کا ثواب ہے۔

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ نیکیوں کا ثواب غیر متناہی ہے اور ظالم کا ظلم متناہی تھا، تو متناہی کے بدلہ میں غیر متناہی دینا یہ بجائے خود ظلم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ظالم کی نیکی کا اصل ثواب دیا جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ نے اس پر غیر متناہی اجر دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ نہیں دیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اگر اس کی نیکیاں نہیں ہیں تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیے جائیں گے"۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (الانعام: ۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

پس اگر مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیے گئے تو یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اختیار اور ارادہ سے کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ظالم پر جو مظلوم کے گناہ ڈالے جائیں گے وہ اس کے اختیار اور ارادہ کے بغیر بطور سزا ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۳۔۱۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۳۵۔ حَدَّثَنِی الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا یَزِیدُ بْنُ زُرَیْعٍ ﴿وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾ (الحجر: ۴۷) قَالَ حَدَّثَنَا سَعِیدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِی الْمُتَوَکِّلِ النَّاجِیِّ أَنَّ أَبَا سَعِیدٍ الْخُدْرِیَّ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم یَخْلُصُ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ فَیُحْبَسُونَ عَلٰی قَنْطَرَةٍ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَیُقَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمُ کَانَتْ بَیْنَهُمْ فِی الدُّنْیَا حَتّٰی إِذَا هُذِّبُوا وَنُقُّوا أُذِنَ لَهُمْ فِی دُخُولِ الْجَنَّةِ فَوَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ لَأَحَدُهُمْ أَهْدٰی بِمَنْزِلِهِ فِی الْجَنَّةِ مِنْهُ بِمَنْزِلِهِ کَانَ فِی الدُّنْیَا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۴۰، ۶۵۳۵، مسند احمد: ۱۱۰۷۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی۔ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) اور ان کے دلوں میں جو رنجشیں ہوں گی ہم ان سب کو نکال لیں گے، (وہ) ایک دوسرے کے بھائی ہو کر مسند نشین ہوں گے۔ (الحجر: ۴۷) انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی المتوکل الناجی، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنین دوزخ سے چھٹکارا پالیں گے، پھر ان کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا، پھر انہوں نے دنیا میں ایک دوسرے پر جو مظالم کیے ہوں گے ان کا قصاص لیا جائے گا، حتیٰ کہ جب ان کی کاٹ چھانٹ ہو جائے گی اور وہ پاک صاف ہو جائیں گے تو ان کو جنت میں دخول کی اجازت دی جائے گی۔ پس اس ذات کی

Marfat.com

قسم کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان جس کے قبضہ وقدرت میں ہے! ان میں سے کوئی ایک جنت میں اپنے ٹھکانے کو اس سے زیادہ پہچاننے والا ہوگا جتنا وہ دنیا میں اپنے گھر کو پہچانتا تھا۔

صحیح البخاری: ۶۵۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "قیامت کے دن قصاص اور بدلہ" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ "دوزخ سے نجات پانے کے بعد مومنین نے ایک دوسرے پر جو ظلم کیا ہوگا اس کا ان سے بدلہ لیا جائے گا"۔ اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "الصلت" یہ ابن محمد بن عبدالرحمٰن ابو ہمام الخارکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید بن زریع، یہ زرع کی تصغیر ہے اور یہ ابو معاویہ العیشی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید، یہ ابن ابی عروبہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو المتوکل، یہ علی بن داؤد الناجی ہیں، یہ بنو ناجیہ بن اسامہ بن لوی کی طرف نسبت ہے اور یہ ایک بہت بڑا قبیلہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو سعید، یہ حضرت سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث "کتاب المظالم" میں گزر چکی ہے۔ وہاں اسحاق بن ابراہیم سے اس حدیث کی روایت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں یہ آیت مذکور ہے "اور ان کے دلوں میں جو رنجشیں ہوں گی ہم ان سب کو نکال لیں گے" (الحجر: ۴۷)۔ اور یہ حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وہ مومنین جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل میں ہوں گے"۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن دو پل ہوں گے، ایک تو یہ پل ہوگا جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے اور دوسرا وہ پل ہے جو دوزخ کی پشت پر ہے اور اس کا نام پل صراط مشہور ہے۔

اور اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کسی دلیل سے یہ ثابت ہو کہ قیامت کے دن ایک ہی پل ہوگا تو اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ پل پہلے پل کا تتمہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جب ایک دوسرے سے قصاص لے لیا جائے گا حتیٰ کہ جب ان کی تہذیب اور ان کا تنقیہ کر دیا جائے گا"۔ تہذیب سے مراد ہے انہیں پاک کر دیا جائے گا، مہذب الاخلاق کا معنی ہے: مطہر الاخلاق۔ یہ جوہری نے کہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پاک صاف ہونے کے بعد انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی"۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: حضرت عبداللہ بن سلام کی حدیث میں مذکور ہے کہ فرشتے ان کو جنت کے راستہ پر دائیں جانب سے

Marfat.com

اور بائیں جانب سے رہنمائی کریں گے۔ (عمدة القاری ج ۲۳ ص ۱۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۳۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قصاص کے متعلق دیگر احادیث

امام نسائی روایت کرتے ہیں: بندہ سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اور سب سے پہلے لوگوں کے درمیان جس چیز کا فیصلہ کیا جائے گا وہ خون اور جان کا معاملہ ہے۔ (سنن نسائی: ج ۷ ص ۸۳)

اور امام مالک از یحییٰ بن سعید روایت کرتے ہیں، مجھے یہ حدیث پہنچی ہے: مرد کے اعمال میں سے جس پر سب سے پہلے نظر کی جائے گی وہ نماز ہے۔ (الموطا ج ۱ ص ۱۷۳)

امام ترمذی نے اس حدیث کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔۔۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن ترمذی: ۴۱۳)

علامہ داؤدی نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی اور حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم کے درمیان اور عتبہ اور شیبہ جو ربیعہ کے دو بیٹے ہیں اور ولید بن عتبہ کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا جنہوں نے غزوۂ بدر کے دن مبارزت کی تھی اور انہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ (الحج: ۱۹) یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق جھگڑا کیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ جھگڑنے والے دونوں فریق کون تھے؟ ایک قول یہ ہے کہ دو فریق وہ تھے جنہوں نے جنگِ بدر میں ایک دوسرے سے مبارزت کی تھی اور جنگ کے لیے للکارا تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت حضرت حمزہ اور ان کے دو ساتھیوں اور عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے جنگِ بدر کے دن ایک دوسرے کو للکارا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مومنین اور اہلِ کتاب کے دو فریق ہیں جنہوں نے آپس میں مباحثہ کیا تھا۔ اہلِ کتاب نے مومنین سے کہا: ہم تم سے زیادہ اللہ سے قریب ہیں ہماری کتاب تم سے پہلے نازل ہوئی ہے اور ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے تھے۔ اور مومنین نے کہا: ہم اللہ کے زیادہ حق دار ہیں، ہم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور تمہارے نبی پر بھی ایمان لائے، تم ہماری کتاب کو اور ہمارے نبی کو پہچانتے تھے، پھر تم نے ان کو چھوڑ دیا اور ان سے حسد کی وجہ سے ان کا کفر کیا۔ ان کی یہ خصومت ان کے رب کے پاس ہوگی۔ (جامع البیان: ۱۸۸۸۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو رحمٰن کے سامنے جھگڑے کے لیے اپنے رب کے سامنے گھٹنوں کے بل قیامت کے دن بیٹھوں گا، اور قیس بن عباد نے کہا: انہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ (الحج: ۱۹) یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق جھگڑا کیا۔

Marfat.com

انہوں نے بیان کیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے غزوۂ بدر کے دن ایک دوسرے کو للکارا تھا، حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم، اور شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔ (صحیح البخاری: ۳۹۶۵، صحیح مسلم: ۳۰۳۳)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے کہا: ہم میں مفلس وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کوئی سامان ہو۔ آپ نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس نے اس شخص کو گالی دی ہوگی اور اس شخص پر تہمت لگائی ہوگی اور اس شخص کا مال کھایا ہوگا اور اس شخص کا خون بہایا ہوگا اور اس شخص کو مارا ہوگا۔ پھر اس کی نیکیاں اس شخص کو دی جائیں گی اور اس کی نیکیاں اس شخص کو دی جائیں گی، پس اگر اس کی نیکیاں اس پر واجب حقوق سے پہلے ختم ہو جائیں گی تو پھر اصحابِ حقوق کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۱، مسند احمد: ۸۰۵۳، ۸۸۵۱)

نیز امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے حقوق ضرور اصحابِ حقوق کو قیامت کے دن ادا کیے جائیں گے حتیٰ کہ سینگ والی بکری نے جو دوسری بے سینگ بکری کو سینگ مارا ہوگا اس کا بدلہ بھی اس سے دلایا جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۲، مسند احمد: ۷۲۰۸، ۸۰۰۲)

نیز امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے، پس جب ظالم کو پکڑ لیتا ہے تو پھر اس کو مہلت نہیں دیتا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ (ہود: ۱۰۲)

اور آپ کے رب کی گرفت اسی طرح ہوتی ہے، جب وہ بستیوں پر اس حالت میں گرفت کرتا ہے کہ وہ ظلم کر رہی ہوتی ہیں، بے شک اس کی گرفت دردناک شدید ہے O

(صحیح مسلم: ۲۵۸۳، صحیح البخاری: ۴۶۸۶، سنن ترمذی: ۳۱۲۱، سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۸)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ عرفہ میں شام کے وقت اپنی امت کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی اور بہت زیادہ دعا کی، پس اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: میں نے یہ مغفرت کر دی مگر جو انہوں نے ایک دوسرے پر ظلم کیا ہے اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔ تو آپ نے عرض کیا: اے میرے رب! تو اس پر قادر ہے کہ مظلوم کو اس کی مظلومیت پر اپنے پاس سے کوئی اجر عطا فرما دے اور اس ظالم کو بخش دے۔ تو اس شام تو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول نہیں کیا، پھر جب مزدلفہ میں صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دوبارہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی اور ارشاد فرمایا کہ میں نے ان کو بخش دیا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۸، شعب الایمان ج ۱ ص ۳۰۴)

امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دعا کی قبولیت میں جو تاخیر ہوئی تو وہ اس لیے تھی کہ پہلے ان لوگوں کو کچھ عذاب چکھائے، پس ہوسکتا ہے کہ یہ خبر کسی ایک وقت کے ساتھ مخصوص ہو نہ کہ دوسرے وقت کے ساتھ۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مغفرت کی دعا کا قبول ہونا ان میں سے بعض کے لیے ہو نہ کہ دوسرے بعض کے لیے۔ پس یہ حدیث ایک قوم کے ساتھ خاص ہوگی نہ کہ دوسری قوم کے ساتھ، پھر جس کی اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں فرمائے گا اس کو اس کے گناہ کی وجہ سے عذاب چکھائے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ

Marfat.com

عام ہو، قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النساء:۴۸) بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

امام ابوداؤد الطیالسی حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک مقروض کو قیامت کے دن بلائے گا، پس فرمائے گا: اے ابن آدم! تو نے لوگوں کے حقوق اور ان کے اموال کو کیوں ضائع کیا؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے ضائع نہیں کیا لیکن میرا مال غرق ہو گیا یا جل گیا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں اس کا زیادہ حق دار ہوں کہ تیری طرف سے آج تیرے قرض ادا کر دوں، پھر اس کی نیکیاں اس کے گناہوں پر غالب آجائیں گی اور اس کو جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔ (مسند الطیالسی ج ۲ ص ۶۶۳، ۱۴۲۳)

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے ہم نے دیکھا کہ آپ ہنسے حتیٰ کہ آپ کے سامنے کے دانت ظاہر ہوئے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ آپ نے فرمایا: میری امت میں سے دو مرد رب العزت کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے رب! میرے بھائی سے میرا حق وصول فرما، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے بھائی سے فرمائے گا: اپنے بھائی کو اس کا حق دو۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! میری نیکیوں میں سے تو کچھ بھی باقی نہیں رہا، پھر اللہ تعالیٰ طالب سے فرمائے گا: اب تم کیا کرو گے اس کی نیکیوں میں سے تو کوئی چیز باقی نہیں رہی؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! یہ میرے گناہوں کا بوجھ اٹھائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، پھر آپ نے فرمایا: یہ بہت عظیم دن ہے، اس دن لوگ اس بات کے محتاج ہوں گے کہ ان سے ان کے گناہ اٹھا لیے جائیں، پھر اللہ تعالیٰ طالب سے فرمائے گا: اپنا سر اٹھاؤ، وہ سر اٹھائے گا اور کہے گا: اے میرے رب! میں چاندی کے بلند شہر دیکھ رہا ہوں اور سونے کے شہر دیکھ رہا ہوں جن میں موتی جڑے ہوئے ہیں، یہ کس نبی کے لیے یا صدیق کے لیے یا شہید کے لیے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ اس کے لیے ہیں جو ان کی قیمت ادا کر دے، وہ کہے گا: اے میرے رب! ان کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم اس کی قیمت ادا کرنے کے مالک ہو، وہ شخص کہے گا: کیسے اے میرے رب؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم اپنے بھائی کو معاف کر دو۔ وہ کہے گا: اے میرے رب میں نے اپنے بھائی کو معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑو اور اس کو جنت میں داخل کر دو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور ایک دوسرے کے ساتھ صلح رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مومنین کے درمیان صلح کرائے گا۔

(المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۷۶، علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں کہا ہے کہ اس میں ایک راوی عباد ضعیف ہے اور اس کا شیخ مجہول ہے۔)

امام ابن عبدالبر نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقروض قیامت کے دن قرض کی وجہ سے باندھا ہوا ہوگا۔ (التمہید ج ۲۳ ص ۲۳۸)

امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن بندہ کے ہاتھ کو یا بندی کے ہاتھ کو پکڑا جائے گا اور اس کو اولین اور آخرین کے سامنے پیش کیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ یہ شخص فلاں بن فلاں ہے۔

Marfat.com

جس کا اس کے اوپر حق بنتا ہو وہ آئے اور اپنا حق لے لے۔ پھر عورت خوش ہوگی کہ اپنے باپ سے حق لے اور اپنے بھائی سے حق لے یا اپنے خاوند سے حق لے، پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿ (المومنون:۱۰۱) پھر جب صور پھونک دیا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان رشتے قائم نہیں رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کر سکیں گے O

پھر رب تبارک وتعالیٰ اس بندہ سے فرمائے گا: ان لوگوں کو ان کے حقوق ادا کردو، وہ بندہ کہے گا: اے میرے رب! دنیا فنا ہوگئی، اب میں کہاں سے ان کے حقوق ادا کروں؟ پس فرشتے کہیں گے: اس کے نیک اعمال میں سے لے لو، اور ہر انسان کو اس کے مطالبہ کے حساب سے اس کی نیکیاں دے دو، پس اگر وہ بندہ اللہ کا ولی ہوگا تو اس کی نیکیوں میں اضافہ کر دیا جائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو اور زیادہ فرمائے گا حتیٰ کہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿ (النساء:۴۰) بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اس کو دگنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے O

یوم حساب آنے سے پہلے انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے مظالم کا تدارک کرے

پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس کا حساب کرنے پر جلدی کرے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم حساب کیے جانے سے پہلے خود اپنا حساب کرلو۔ اور خود اپنے اعمال کا وزن کرلو اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۱۵)

کیونکہ جب کوئی مرد مرے اور اس کے ذمہ نہ کوئی فرض ہو اور نہ کسی کا حق ہو تو وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائے گا۔ اور اس نے لوگوں پر جو ظلم کیے ہیں ان کے تدارک سے پہلے مر گیا تو قیامت کے دن اپنے حقوق طلب کرنے والے اس کا احاطہ کرلیں گے اور اس پر اپنے پنجے گاڑ دیں گے اور وہ ان کی کثرت سے مبہوت اور حیران ہوگا، کیونکہ اس نے کسی کی غیبت کی ہوگی یا کسی کی خیانت کی ہوگی یا کسی کو حقارت سے دیکھا ہوگا تو وہ سب اپنا بدلہ لینے کے لیے اس کے پاس اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور وہ جبار رب العزت کی یہ نداء سنے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿ (المومن:۱۷) آج ہر شخص کو اس کی کمائی کا صلہ دیا جائے گا، آج کوئی ظلم نہیں ہوگا، بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے O

پس اس وقت اس کی ان نیکیوں میں سے حق دار لوگوں کو دیا جائے گا جن نیکیوں کو حاصل کرنے میں اس نے اپنی عمر فنا کی تھی، اور اس کی وہ نیکیاں اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے والوں کو دی جائیں گی جیسا کہ ان احادیث میں وارد ہے جن کو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر ایک مرد کے پاس ستر صدیقوں کا ثواب ہو اور اس کے خلاف حق کا مطالبہ کرنے والا ہو جس کی اس نے ایک دمڑی دینی ہو تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ اپنے اس طالب کو راضی کردے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک دمڑی کے بدلہ میں سات سو مقبول نمازوں کو لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے حق کا مطالبہ کرنے والے کو دے دی جائے گی۔ اس کا امام قشیری نے

Marfat.com

''تحبیر'' میں ذکر کیا ہے۔

حیوانات اور بہائم کا حشر اور ان کا ایک دوسرے سے قصاص لینا

حیوانات اور بہائم کے حشر میں اور ان کے ایک دوسرے سے قصاص لینے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: چوپایوں اور پرندوں کا حشر ان کی موت ہے۔ یہ ضحاک کا قول ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت یہ ہے کہ حیوانات اور بہائم کا حشر ہوگا اور ان کو اٹھایا جائے گا، یہ حضرت ابوذر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اور حسن بصری کا قول ہے اور یہی صحیح ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ (التکویر:۵) اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے ○

ہم نے اس آیت کی حسب ذیل تفسیر کی ہے:

خشکی کے جانوروں میں سے جو جانور انسان سے عام طور پر مانوس نہیں ہوتے ان کو وحوش کہا جاتا ہے، ان وحشی جانوروں کو ہر طرف سے جمع کیا جائے گا حتیٰ کہ مکھیوں کو بھی قصاص کے لیے جمع کیا جائے گا، ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کسی کا استحقاق واجب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تمام وحشی جانوروں کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا اور جن جانوروں نے دوسرے جانوروں کو ایذاء پہنچائی ہوگی ان سے قصاص لیا جائے گا اور پھر ان سے کہا جائے گا: مرجاؤ، اور پھر تمام وحشی جانور مرجائیں گے۔ اور اس قصہ کو ذکر کرنے کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام وحشی جانوروں کو عدل کرنے کے لیے جمع فرمائے گا تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں اور جنات کو عدل کے لیے جمع نہ کرے۔

(۲) وحشی جانور انسانوں سے بدکتے ہیں اور ان کو دیکھ کر بھاگتے ہیں، اس کے باوجود وہ سب میدانِ محشر میں جمع ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کی ہولناکیوں کی وجہ سے وہ اپنی فطرت کو بھول چکے ہوں گے۔

(۳) ان حیوانات میں سے بعض حیوان دوسرے بعض حیوانات کی غذا ہوتے ہیں جیسے شیر اور بکری، لیکن اس دن یہ سب جمع ہوں گے اور کوئی دوسرے پر حملہ نہیں کرے گا اور یہ صرف اس وجہ سے ہوگا کہ قیامت کے دن ہولناکیوں کی وجہ سے وہ اپنے طبعی تقاضوں کو بھول چکے ہوں گے۔ (تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۵۸۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا، بہائم کو اور پرندوں کو اور چوپایوں کو اور ہر چیز کو۔ پھر اللہ تعالیٰ کے عدل کا یہ اثر ہوگا کہ بے سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم سب مٹی ہوجاؤ۔ اور اسی کی مثل حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

اور بعض احادیث میں ہے کہ بہائم جب قیامت کے دن مٹی ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس مٹی کو کفار کے چہرہ پر مارے گا اور یہ اس آیت کا مصداق ہے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ (عبس:۴۰) اور اس دن کئی چہرے غبار آلود ہوں گے ○

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن دو بکریوں کو دیکھا وہ ایک دوسری کو سینگ مار رہی تھیں تو

Marfat.com

آپ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس بے سینگ والی بکری کا سینگ والی بکری سے قصاص لے گا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۲، مسند ابوداؤد والطیالسی ج ۱ ص ۳۸۶، ۴۲۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۶۰۔ ۶۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۴۹۔ بَابٌ: مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ — اس کا بیان کہ جس کے حساب میں سختی سے تفتیش کی گئی، اس کو عذاب دیا گیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا اس کو عذاب دیا گیا۔ ''نُوقِشَ'' کا لفظ مناقشہ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: حساب میں مکمل تفتیش کرنا اور پورا پورا حساب کرنا اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کا مطالبہ کرنا اور اس میں چشم پوشی نہ کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۳۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ قَالَتْ قُلْتُ أَلَيْسَ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾ قَالَ ذَلِكِ الْعَرْضُ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ مِثْلَهُ وَتَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمٍ وَأَيُّوبُ وَصَالِحُ بْنُ رُسْتُمٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از عثمان بن الاسود از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس کے حساب میں مکمل تفتیش کی گئی اس کو عذاب دیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا: سو جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا○ تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا○ (الانشقاق) آپ نے فرمایا: یہ تو اس کو پیش کرنا ہے۔

مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عثمان بن الاسود، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا، انہوں نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔۔۔۔۔۔ اسی حدیث کی مثل۔

عثمان بن اسود کی متابعت ابن جریج اور محمد بن سُلیم اور ایوب اور صالح بن رستم نے کی ہے از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۱۰۳، ۴۹۳۹، ۶۵۳۶، ۶۵۳۷، صحیح مسلم: ۲۸۷۶، سنن ترمذی: ۲۴۲۶، سنن ابوداؤد: ۳۰۹۳، مسند احمد: ۲۳۶۸۰)

صحیح البخاری: ۶۵۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جس شخص سے حساب میں زیادہ تفتیش اور پوچھ گچھ کی گئی (کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کام کیوں نہیں کیا) تو اس کو عذاب دیا گیا''۔ اور اس حدیث میں بھی یہی مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبیداللہ بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ ابن باذام ابومحمد العبسی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عثمان بن الاسود کا ذکر ہے، یہ ابن موسیٰ المکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی ملیکہ کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ ہے۔

اس باب کی تعلیقات میں حدیث مذکور کی دو مزید سندیں ذکر کی گئی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

النضر بن شمیل نے ابوعامر الخزاز سے اس حدیث میں یہ اضافہ روایت کیا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھے علم ہے کہ قرآن مجید کی کونسی آیت سب سے زیادہ سخت ہے، تو مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ میں نے کہا:

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ (النساء: ۱۲۳)

(اللہ کا وعدہ) نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی خواہشوں پر، جو شخص کوئی برا کام کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ کے مقابلہ میں اپنے لیے کوئی حمایتی پائے گا نہ مددگار ○

آپ نے فرمایا: بے شک مومن کو دنیا میں اس سے زیادہ برے عمل کی جزا دی جائے گی، اس کو جو بیماری پہنچتی ہے حتیٰ کہ اس کو پتھر سے جو زخم آتا ہے (وہ بھی اس کے گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے) لیکن جس سے حساب میں سخت تفتیش کی گئی اس کو عذاب دیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۳۷ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ أَبِي صَغِيرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ يُحَاسَبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا هَلَكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن ابی صغیرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے القاسم بن محمد نے حدیث

Marfat.com

اللهِ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝﴾ (الانشقاق: ۷۔۸) فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّمَا ذَٰلِكِ الْعَرْضُ وَلَيْسَ أَحَدٌ يُنَاقَشُ الْحِسَابَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا عُذِّبَ۔

بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص سے بھی قیامت کے دن حساب لیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا، میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا: سو جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ۝ تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا ۝ (الانشقاق: ۷۔۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تو پیش کرنا ہے اور جس شخص سے بھی قیامت کے دن حساب میں سختی سے تفتیش کی جائے گی اس کو عذاب دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۰۳، ۴۹۳۹، ۶۵۳۶، ۶۵۳۷، صحیح مسلم: ۲۸۷۶، سنن ترمذی: ۲۴۲۶، سنن ابوداؤد: ۳۰۹۳، مسند احمد: ۲۳۶۸۰)

۶۵۳۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضي الله عنه أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ يُجَاءُ بِالْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ لَهُ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا أَكُنْتَ تَفْتَدِي بِهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لَهُ قَدْ كُنْتَ سُئِلْتَ مَا هُوَ أَيْسَرُ مِنْ ذَٰلِكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، ح اور مجھے محمد بن معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک نبی اللہ ﷺ فرماتے تھے: قیامت کے دن کافر کو لایا جائے گا، پس اس سے کہا جائے گا: یہ بتا اگر تیرے لیے تمام روئے زمین بھر کر سونا ہو، کیا تو اس زمین کو (عذاب سے نجات کے لیے) فدیہ میں دے گا؟ وہ کہے گا: جی ہاں، تو اس سے کہا جائے گا: تم سے تو اس سے زیادہ آسان چیز کا سوال کیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۳۴، ۶۵۳۸، ۶۵۵۷، صحیح مسلم: ۲۸۰۵، مسند احمد: ۱۱۹۰۳)

صحیح البخاری: ۶۵۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "حساب میں مناقشہ" اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے: "کیا تم عذاب سے نجات کے لیے تمام روئے زمین کے سونے کو دے دو گے" اور اس میں بھی ایک قسم کا مناقشہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ارءیت" اس کا معنی ہے: "اخبرنی" یعنی مجھے یہ بتاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تم سے اس سے آسان چیز کا سوال کیا گیا تھا" یعنی تم سے صرف یہ سوال کیا گیا کہ تم اللہ تعالیٰ کو ایک مانو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۳۹ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي خَيْثَمَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَسَيُكَلِّمُهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ بَيْنَ اللهِ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ ثُمَّ يَنْظُرُ فَلَا يَرَى شَيْئًا قُدَّامَهُ ثُمَّ يَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَّقِيَ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے خیثمہ نے حدیث بیان کی از عدی بن حاتم، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام فرمائے گا اور اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، وہ شخص اپنے آگے دیکھے گا تو اسے آگ کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آئے گی، پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو اس کے سامنے بھی دوزخ کی آگ ہوگی، سو تم میں سے جو شخص بھی دوزخ کی آگ سے بچنا چاہے خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کر کے (تو اس کو چاہیے کہ وہ بچے۔)

(صحیح البخاری: ۱۴۱۳، ۱۴۱۷، ۳۵۹۵، ۶۰۲۳، ۶۵۳۹، ۶۵۴۰، ۶۵۶۳، ۷۴۴۳، ۷۵۱۲، صحیح مسلم: ۱۰۱۶، سنن ترمذی: ۲۴۱۵، سنن نسائی: ۲۵۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۳، مسند احمد: ۱۷۷۸۲، سنن دارمی: ۱۶۵۷)

صحیح البخاری: ۶۵۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی حدیثِ سابق کی طرح ہے، کیونکہ جب بندہ سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا اور بندہ کے آگے اور سامنے دوزخ کی آگ ہوگی تو یہ بھی ایک قسم کا حساب میں مناقشہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، جو اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان الاعمش ہیں جو از خیثمہ روایت کرتے ہیں۔ اور خیثمہ بن عبد الرحمٰن الجعفی ہیں، وہ عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مامنکم من احد" بہ ظاہر یہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خطاب ہے اور تمام مومنین اس خطاب میں شامل ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وسیکلمه الله" یعنی تم میں سے کوئی ایک نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے گا۔ اور سنن ابن ماجہ میں ہے "مگر اس سے اس کا رب کلام فرمائے گا" یعنی اللہ تعالیٰ اس سے عنقریب خطاب فرمائے گا اور عنقریب اس سے کلام فرمائے گا۔

پھر وہ شخص دیکھے گا تو اس کے سامنے دوزخ کی آگ ہوگی۔ اور کتاب التوحید میں یہ روایت ہے "پس وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو وہی دیکھے گا جو اس کے سامنے تھا، اور بائیں طرف دیکھے گا تو وہی دیکھے گا جو اس کے سامنے تھا"۔ اور سنن ترمذی کی روایت میں ہے "پس وہ کوئی چیز نہیں دیکھے گا سوا اس کے کہ جس کو اس نے پہلے بھیجا"۔ اور محمد بن خلیفہ کی روایت میں ہے "پس وہ دائیں طرف دیکھے گا تو صرف آگ کو دیکھے گا اور بائیں طرف دیکھے گا تو صرف آگ کو دیکھے گا"۔

اور ابن ہُبیرہ نے کہا ہے: کہ دائیں بائیں دیکھنا اس وجہ سے ہے کہ انسان کو جب کوئی اہم چیز درپیش ہوتی ہے یا کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو وہ دائیں بائیں طرف دیکھتا ہے کہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہے؟ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ دائیں بائیں اس لیے دیکھے کہ اسے کوئی راستہ ملے اور وہ بھاگ کر اس آگ سے نجات پالے، تو وہ سوائے آگ میں داخل ہونے کے اور کوئی راستہ نہیں پائے گا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "پس جو شخص بھی تم میں سے یہ طاقت رکھتا ہو کہ آگ سے بچے خواہ کھجور کے ٹکڑے کو صدقہ کر کے"۔ اس کی جزاء محذوف ہے یعنی "تو وہ اس آگ سے بچے"۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۴۰۔ قَالَ الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي عَمْرٌو عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم اتَّقُوا النَّارَ ثُمَّ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ ثُمَّ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ ثَلَاثًا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔

الاعمش نے کہا: مجھے عمرو نے حدیث بیان کی از خیثمہ از عدی بن حاتم، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کی آگ سے بچو، پھر آپ نے اعراض کیا اور چہرہ پھیر لیا، پھر فرمایا: دوزخ کی آگ سے بچو، پھر آپ نے اعراض کیا اور چہرہ پھیر لیا تین مرتبہ، حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ دوزخ کی آگ کی طرف دیکھ رہے ہیں، پھر آپ نے فرمایا: دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور

Marfat.com

کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کر کے، اور جس کو کھجور کا ٹکڑا نہ ملے تو وہ کوئی اچھی اور نیک بات کہہ دے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۳، ۱۴۱۷، ۳۵۹۵، ۶۰۲۳، ۶۵۳۹، ۶۵۴۰، ۶۵۶۳، ۷۴۴۳، ۷۵۱۲، صحیح مسلم: ۱۰۱۶، سنن ترمذی: ۲۴۱۵، سنن نسائی: ۲۵۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۳، مسند احمد: ۱۷۷۸۲، سنن دارمی: ۱۶۵۷)

صحیح البخاری: ۶۵۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از عمرو، یہ ابن مُرّہ ہیں اور یہ از خیثمہ روایت کرتے ہیں۔ اور پہلے اس حدیث کی الاعمش از خیثمہ روایت کی تھی بلا واسطہ اور دوبارہ واسطہ کے ساتھ روایت کی ہے۔ یعنی پہلی حدیث کی سند میں الاعمش اور خیثمہ کے درمیان عمرو کا واسطہ نہیں تھا۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرو کا واسطہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اشاح'' اس کا معنی ہے: آپ نے منہ پھیر لیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسی چیز کے ضرر سے بچنے کے لیے منہ پھیر لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فمن لم یجد'' یعنی جسے سائل کو صدقہ دینے کے لیے کوئی چیز نہ ملے تو وہ سائل کو کوئی اچھی بات کہہ کر واپس کرے اور اس کو سختی سے رد نہ کرے۔ یعنی اس سے یوں کہے کہ میرے پاس تو تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، اللہ کرے کسی اور جگہ سے تمہاری ضرورت پوری ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۳۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بندوں پر ان کے اعمال پیش کرنے اور ان کے محاسبہ کے متعلق متعدد احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس سے بھی قیامت کے دن حساب لیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ جس سے بھی قیامت کے دن حساب میں مناقشہ کیا جائے گا اس کو عذاب ہوگا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ: ''سو جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا O تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا O'' (الانشقاق: ۷-۸)

علامہ قرطبی نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ یہ صرف پیش کرنا ہے، اور جو حساب اس آیت میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مومن کے اعمال اس پر پیش کیے جائیں گے حتیٰ کہ مومن اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسان کو پہچان لے گا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کے گناہوں پر پردہ رکھا اور آخرت میں اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی النجویٰ کے

Marfat.com

متعلق حدیث ہے۔(وہ حدیث درج ذیل ہے:)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمار ہے تھے: کہ مومن کو اس کے رب کے قریب کیا جائے گا، اور ہشام نے کہا کہ مومن قریب ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اوپر اپنی رحمت کا بازو رکھ دے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم اس گناہ کو پہچانتے ہو؟ بندہ کہے گا: میں پہچانتا ہوں، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس گناہ کو پہچانتے ہو (دو مرتبہ)، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تم سے دنیا میں ستر کیا تھا اور آج تم کو بخش دیتا ہوں، پھر اس کے صحیفۂ اعمال کو لپیٹ دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری:۴۶۸۵)

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے ''جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا اس کو عذاب دیا گیا''۔ اور حدیث میں مذکور ''عذاب دیا گیا'' کے دو معنی ہیں:

(۱) نفسِ مناقشۃ الحساب اور گناہوں کو پیش کرنا اور اس کے پچھلے گناہوں پر اس کو واقف کرنا اور اس کی ڈانٹ ڈپٹ کرنا یہ بھی عذاب ہے۔

(۲) اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عذاب کا مستحق ہوگا، کیونکہ بندہ کی جو بھی نیکی ہوتی ہے وہ اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو اس نیکی پر قادر کرتا ہے اور اس بندہ پر فضل فرماتا ہے اور اس کو اس نیکی کی ہدایت دیتا ہے اور خالص اللہ کی رضا کے لیے عمل کرنے والے بہت کم ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ بندہ ہلاک ہو گیا۔

علامہ النووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ دوسری تاویل ہی صحیح ہے کیونکہ لوگوں کے اوپر تقصیر اور کوتاہی غالب ہے۔ پس جس کا پورا پورا حساب لیا گیا اور اس کے ساتھ چشم پوشی نہیں کی گئی تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معارضہ کیا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ میں عموم ہے کہ ہر وہ شخص جس کا بھی حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا۔ اور الانشقاق:۸ میں اس پر دلیل ہے کہ بعض وہ لوگ جن سے حساب لیا جائے گا ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اور ان میں تطبیق کا طریقہ یہ ہے کہ اس آیت میں حساب سے مراد پیش کرنا ہے یعنی اعمال کو ظاہر کرنا ہے اور ان کا اظہار کرنا ہے، پس وہ عمل کرنے والا اپنے گناہوں کو پہچان لے، پھر اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بزار اور امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آسان حساب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ایک مرد کے اوپر اس کے گناہوں کو پیش کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے درگزر فرمائے گا۔

اور امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ایک مرد کو قیامت کے دن لایا جائے گا، پس کہا جائے گا: اس کے اوپر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے بڑے گناہ اس سے اٹھا لو، پھر اس کے اوپر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: تو نے فلاں فلاں دن یہ عمل کیا تھا اور یہ عمل کیا تھا اور یہ عمل کیا تھا اور یہ عمل کیا تھا، اور تو نے فلاں دن یہ اور یہ اور یہ عمل اور یہ عمل کیا تھا، پس بندہ کہے گا: جی ہاں اور انکار کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا اور وہ بندہ اپنے بڑے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ وہ بھی اس کے اوپر پیش کیے جائیں گے، پس اس سے کہا جائے گا: بے شک

Marfat.com

تیرے لیے ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی ہے، تب وہ بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے تو اور گناہ بھی کیے ہیں جن کو میں یہاں نہیں دیکھ رہا، پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔
(صحیح مسلم: ۱۹۰، الرقم المسلسل: ۳۵۵، سنن ترمذی: ۲۶۰۵، مسند احمد: ۲۱۵۴۸)

اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جس شخص کی نیکیاں اس کے گناہوں سے زیادہ ہوں، پس یہ وہ شخص ہے جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگا اور جس شخص کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں، پس یہ وہ شخص ہے جس سے آسان حساب لیا جائے گا، پھر وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، اور جس شخص کے گناہ اس کی نیکیوں سے زیادہ ہوں، پس یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو ہلاک کر دیا اور شفاعت صرف اس کی مثل کے لیے ہوگی۔

اور اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث بھی داخل ہے جس کو امام بخاری نے کتاب المظالم میں اور سورۂ ہود کی تفسیر میں اور کتاب التوحید میں روایت کیا ہے، اس حدیث میں مذکور ہے: تم میں سے کوئی ایک شخص اپنے رب کے قریب ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا بازو اس کے اوپر رکھے گا اور اس سے فرمائے گا: تو نے فلاں فلاں عمل کیا، اور وہ کہے گا: جی ہاں، پس اللہ تعالیٰ اس سے اقرار فرمائے گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تجھ پر پردہ رکھا تھا آج تیری مغفرت کر دیتا ہوں۔

اور اعمال کے پیش کرنے کی کیفیت کے متعلق وہ حدیث ہے جس کی امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو تین مرتبہ پیش کیا جائے گا، پس پہلی دو مرتبہ میں تو مباحثہ اور معاذیر ہوں گے اور اس وقت ہاتھوں سے صحیفے اڑ جائیں گے، پس وہ اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور بائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ حسن کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

امام ترمذی نے کہا کہ مباحثہ اور جدال کفار کے لیے ہوگا جو اللہ تعالیٰ سے مجادلہ کریں گے کیونکہ وہ اپنے رب کو نہیں پہچانتے ہوں گے، پس وہ یہ گمان کریں گے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے مباحثہ اور مجادلہ کریں گے تو ان کی نجات ہو جائے گی، اور معاذیر سے مراد حضرت آدم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کے سامنے عذر پیش کرنا ہے کہ انہوں نے اپنے دشمنوں کے خلاف حجت قائم کی اور تیسری مرتبہ مومن کو پیش کیا جائے گا اور وہ سب سے بڑا پیش کرنا ہوگا۔

تنبیہ: امام ابن مردویہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مرد سے بھی قیامت کے دن محاسبہ کیا جائے گا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا، بہ ظاہر یہ حدیث اس باب کی حدیث کے معارض ہے اور ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ دونوں حدیثیں مومن کے حق میں ہیں اور مومن کو عذاب دینے اور اس کے جنت میں دخول میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ موحد اگرچہ اس کے خلاف عذاب کا فیصلہ کیا جائے پس ضروری ہے کہ اس کو شفاعت کی وجہ سے یا عمومِ رحمت کی وجہ سے دوزخ سے نکال لیا جائے۔

صحیح البخاری: ۶۵۳۸ میں مذکور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن کافر کو لایا جائے گا، پس اس سے کہا جائے گا: یہ بتا اگر تیرے پاس تمام روئے زمین سونے سے بھری ہوئی ہوتی تو کیا تو اس کو فدیہ میں دیتا؟" وہ کہے گا: جی ہاں! اس سے کہا جائے گا: تجھ سے تو اس سے آسان چیز کے متعلق سوال کیا گیا تھا (یعنی اللہ کی توحید اور رسولوں پر ایمان اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت)۔

Marfat.com

باب مذکور کی حدیث سے ذرّیت آدم سے لیے ہوئے میثاق کی طرف اشارہ

ابی عمران کی روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں نے تجھ سے اس سے آسان چیز کا ارادہ کیا اور تو اس وقت آدم کی پشت میں تھا کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بنائے گا، پس تو نے انکار کیا مگر یہ کہ تو میرے ساتھ شریک بنائے گا''۔

اور ثابت کی روایت میں ہے کہ ''میں نے تجھ سے اس سے کم چیز کا سوال کیا تھا پس تو نے نہیں کیا، پھر اس کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا''۔

قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ (الاعراف: ۱۷۲)

اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر گواہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! ہم (اس پر) گواہی دیتے ہیں، (یہ گواہی اس لیے لی ہے) تا کہ قیامت کے دن تم یہ (نہ) کہہ دو کہ ہم اس سے بے خبر تھے O

پس یہ وہ میثاق ہے جو لوگوں سے اس وقت لیا گیا جب وہ حضرت آدم کی پشت میں تھے، پھر جس شخص نے دنیا میں موجود ہونے کے بعد اس میثاق کو پورا کیا تو وہ مومن ہے اور جس نے اس میثاق کو پورا نہیں کیا تو وہ کافر ہے۔

پس اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ میں نے تجھ سے ارادہ کیا تھا جب میں نے تجھ سے میثاق لیا تھا، پھر جب میں نے تجھے دنیا میں نکالا تو تو نے شرک کے سوا انکار کر دیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ارادہ سے مراد یہاں پر طلب ہے اور معنی یہ ہے کہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا اور تو نے اس پر عمل نہیں کیا، کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی ملک میں وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔

جس چیز کا اللہ تعالیٰ ارادہ نہ کرے اس کے امر کرنے کے اوپر معتزلہ کے اعتراض کا جواب

اور بعض معتزلہ نے اس پر اعتراض کیا ہے: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کا امر فرمائے جس کا وہ ارادہ نہ کرتا ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممتنع اور محال نہیں ہے۔

اور علامہ المازری نے کہا ہے: اہل السنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن سے ایمان کا ارادہ فرماتا ہے اور کافر سے کفر کا ارادہ فرماتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کافر سے ایمان کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ ایمان لے آتا ہے، یعنی اگر اس کے لیے ایمان کو مقدر کر دیتا تو اس کا ایمان واقع ہو جاتا۔

اور معتزلہ نے کہا ہے: بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے ایمان کا ارادہ کیا ہے، پس مومن نے اس کو قبول کیا اور کافر نے انکار کیا۔ پس انہوں نے غائب کو شاہد پر محمول کیا کیونکہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ شر کا ارادہ کرنے والا بھی شریر ہے اور کفر شر ہے، پس اللہ تعالیٰ کے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ کفر کا ارادہ کرے۔

اور اہل السنت نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مخلوقین کے حق میں شر کا ارادہ شر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل شر نہیں ہوتا وہ فعل کو جس طرح کرے وہ شر نہیں ہے۔ اور شر کا ارادہ اس لیے شر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شر سے منع کیا ہے اور اللہ سبحانہٗ کے اوپر کوئی نہیں ہے

Marfat.com

جو اس کو حکم دے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو مخلوقین کے ارادہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

نیز جو کسی فعل کا ارادہ کرے اور وہ فعل حاصل نہ ہو تو وہ عجز کی وجہ سے ہوگا اور باری تعالیٰ عجز کے ساتھ متصف نہیں ہوتا اور نہ ضعف کے ساتھ متصف ہوتا ہے، پس اگر اللہ تعالیٰ کافر سے ایمان کا ارادہ کرے اور کافر ایمان نہ لائے تو اس سے یہ معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ میں عجز اور ضعف ہے کہ اس نے ارادہ کیا اور وہ پورا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے۔

اور معتزلہ نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ (الزمر: ۷) اور وہ اپنے بندوں کے کفر کرنے کو پسند نہیں کرتا۔

اور اس آیت کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس عام سے ان کو خاص کر لیا گیا ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایمان کو مقدر کر دیا ہے اور اس آیت میں عباد سے مراد فرشتے ہیں اور مومنین انس ہیں اور مومنین جن ہیں۔ اور دوسروں نے یہ جواب دیا ہے کہ ارادہ رضا کا غیر ہے اور ''لایرضی'' کا معنی ہے ''لایشکرہ لھم'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اس پر ثواب نہیں دیتا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ رضا کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے کسی دین کو پسند نہیں کرتا جو ان کے لیے مشروع کیا گیا ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رضا ارادہ کے ماوراء ایک صفت ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ارادہ کا دو چیزوں کے مقابلہ پر اطلاق ہوتا ہے، تقدیر کا ارادہ اور رضا کا ارادہ، اور دوسرا ارادہ پہلے ارادہ سے خاص ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح الباری ج ۷ ص ۶۰۹۔ ۶۱۰، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۵۰۔ بَابٌ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ

اس کا بیان کہ جنت میں ستر ہزار بغیر حساب کے داخل ہوں گے

۶۵۴۱۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ ح قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَحَدَّثَنِي أَسِيدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَأَخَذَ النَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ الْأُمَّةُ وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ النَّفَرُ وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ الْعَشَرَةُ وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ الْخَمْسَةُ وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ وَحْدَهُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ كَثِيرٌ قُلْتُ يَا جِبْرِيلُ هٰؤُلَاءِ أُمَّتِي قَالَ لَا وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ كَثِيرٌ قَالَ هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَهٰؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا قُدَّامَهُمْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ قُلْتُ وَلِمَ قَالَ كَانُوا لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی ح اور مجھے اسید بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از حصین، انہوں نے کہا: میں سعید بن جبیر کے پاس تھا تو انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، پس ایک نبی کے ساتھ اس کی امت گزرتی تھی اور ایک نبی کے ساتھ جماعت گزرتی تھی اور ایک نبی کے ساتھ دس افراد گزرتے تھے اور ایک نبی کے ساتھ پانچ افراد گزرتے تھے اور ایک نبی تنہا گزرتے تھے، پس میں نے دیکھا ایک بہت بڑی جماعت تھی، میں نے کہا: اے جبریل! کیا یہ لوگ

Marfat.com

إِلَيْهِ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ آخَرُ قَالَ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

میری امت ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! لیکن آپ افق (آسمان کا کنارا) کی طرف دیکھیں، سو میں نے دیکھا تو وہاں ایک بہت زبردست جماعت تھی، انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار افراد ہیں اور ان سے نہ حساب ہوگا اور نہ ان کو عذاب ہوگا، میں نے پوچھا: وہ کس لیے؟ تو حضرت جبریل نے بتایا کہ یہ لوگ داغ نہیں لگواتے تھے اور نہ دم طلب کرتے تھے اور یہ لوگ شگون نہیں لیتے تھے اور یہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے تھے، پس آپ کی طرف حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے، پس انہوں نے کہا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں سے کردے، آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ان میں سے کردے، پھر آپ کی طرف ایک اور مرد کھڑا ہوا، اس نے کہا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کردے، آپ نے فرمایا: عکاشہ نے تم پر سبقت کر لی۔

(صحیح البخاری: ۵۷۰۵، صحیح مسلم: ۲۲۰، سنن ترمذی: ۲۴۴۶، مسند احمد: ۲۴۴۴)

صحیح البخاری: ۶۵۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''آپ کی امت کے ستر ہزار افراد جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے'' اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی دوسندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''عرضت علی الامم'' اس حدیث میں ''عُرِضَتْ'' مجہول کا صیغہ ہے اور ''عَلَیَّ'' میں یاء مشدد ہے اور ''الأُمَمُ'' میں میم پر پیش ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''النفر'' یہ اسم جمع ہے اور اس کا اطلاق مردوں کی جماعت پر ہوتا ہے جو تین سے لے کر دس تک ہوں اور اس کا واحد من لفظہ نہیں آتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''سواد کثیر'' سواد کے معنی سیاہی ہیں اور یہ اس شخص کو کہتے ہیں جو دور سے دھندلا نظر آتا ہے، اور اس

Marfat.com

کی صفت کثرت لائی گئی ہے، اس میں اشارہ ہے کہ اس سے مراد لفظِ جنس ہے۔ اور سعید بن منصور کی روایت میں کثیر کی جگہ عظیم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لایکتوون" یعنی وہ لوگ داغ نہیں لگواتے ہوں گے۔ علامہ کرمانی نے کہا: یعنی بغیر ضرورت کے داغ نہیں لگواتے ہوں گے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتے ہوں گے کہ داغ لگوانے سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولایسترقون" یعنی وہ دم نہیں کراتے ہوں گے۔

اس پر سوال ہے کہ دم کرانا تو سنت سے ثابت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ سے دم نہیں کراتے ہوں گے جو قرآن مجید کے الفاظ نہیں ہیں، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایسے الفاظ سے دم کراتے تھے جو قرآن مجید میں نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولایتطیرون" یعنی وہ پرندوں سے شگون نہیں لیتے ہوں گے۔ مقصود یہ ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت کے کاموں کو ترک کرنے والے ہوں گے۔ کہا گیا ہے کہ ان کا عدد ستر ہزار سے زائد ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ کتنے ہوں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ستر سے مراد عددِ کثیر ہو۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عددِ مذکور اپنے ظاہر پر محمول ہے اور انہوں نے اس کی تائید میں سنن ترمذی کی یہ حدیث پیش کی ہے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے میرے رب نے وعدہ کیا کہ وہ جنت میں میری امت میں سے ستر ہزار افراد کو داخل فرمائے گا جن سے نہ حساب ہوگا اور نہ ان پر عذاب ہوگا۔ اور میرا رب اپنی مٹھیوں میں سے تین مٹھیاں ڈالے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ستر ہزار میں اضافہ کا احتمال باقی ہے کیونکہ اس حدیث میں اس عدد کی خصوصیت مراد نہیں ہے اور اس میں جو مٹھیوں کا ذکر ہے یہ کثرت میں مبالغہ سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر آپ کی طرف ایک اور مرد کھڑا ہوا"۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ مرد حضرت سعد بن عبادہ الانصاری ہیں جو خزرج کے سردار ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے یہ سوال بہت بعید ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ سعد بن عمارہ الانصاری ہو اور نقل کرنے والے نے اس میں غلطی کی ہو۔

دوسرے مرد کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا حساب جنت میں دخول کی دعا نہیں کی، اس کے چند جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے "نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی ہے"۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے دعا کیوں نہیں کی اور یہ فرمایا کہ تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی ہے۔

الفراء نے کہا کہ یہ دوسرا شخص منافق تھا، لیکن اس جواب کو رد کیا گیا ہے کیونکہ صحابہ میں اصل یہ ہے کہ ان میں کوئی منافق نہیں تھا۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ عکاشہ کے حق میں آپ کی دعا مقبول ہو گئی ہے اور دوسرے کے حق میں آپ پر ایسی وحی نہیں ہوئی۔

اور علامہ ابن الجوزی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے: مجھ پر یہ جواب منکشف ہوا کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے صدقِ قلب سے

سوال کیا تھا تو ان کے حق میں دعا قبول کر لی گئی اور جب دوسرے نے کہا کہ میرے لیے بھی دعا کریں تو آپ نے سوال کے اس سلسلہ کو روکنے کے لیے فرمایا کہ عکاشہ نے تم پر سبقت کر لی۔ اور اگر آپ فرماتے: ہاں تو پھر تیسرا شخص بھی کھڑا ہو جاتا اور کہتا: میرے لیے بھی دعا کریں اور چوتھا بھی کھڑا ہو جاتا اور پھر بے شمار لوگ کھڑے ہو جاتے، اور تمام لوگ اس دعا کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔

اور علامہ القرطبی نے کہا ہے: جس دوسرے شخص نے دعا کی درخواست کی تھی اس کے وہ احوال نہیں تھے جو حضرت عکاشہ کے احوال تھے، اس لیے آپ نے اس کی درخواست قبول نہیں کی تھی۔

اور علامہ سہیلی نے کہا: میرے نزدیک اس کا یہ جواب ہے کہ جس وقت حضرت عکاشہ نے سوال کیا تو وہ قبولیت کی گھڑی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ قبولیت کی گھڑی ہے اور جب دوسرے آدمی نے سوال کیا تو وہ قبولیت کی گھڑی گزر چکی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۹۔۱۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۴۲۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيُّ يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

(صحیح البخاری: ۵۸۱۱، ۶۵۴۲، صحیح مسلم: ۲۱۶، مسند احمد: ۸۹۴۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ ستر ہزار ہوں گے، ان کے چہرے اس طرح روشن ہوں گے جس طرح چودھویں رات میں چاند روشن ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے وہ اپنے اوپر چادر اٹھائے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے، آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس کو ان میں سے کر دے، پھر انصار میں سے ایک مرد کھڑا ہوا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے، آپ نے فرمایا: تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی ہے۔

صحیح البخاری: ۶۵۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معاذ بن اسد، یہ ابوعبداللہ المروزی ہیں جنہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، یہ ابن یزید ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نمرۃ" یہ اس چادر کو کہتے ہیں جس میں سفید اور کالی دھاریاں ہوں، گویا کہ یہ چادر چیتے کی کھال سے بنائی گئی ہے، کیونکہ "نمر" کا معنی ہے چیتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۰۔۱۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۴۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا أَوْ سَبْعُ مِائَةِ أَلْفٍ شَكَّ فِي أَحَدِهِمَا مُتَمَاسِكِينَ آخِذٌ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ حَتَّى يَدْخُلَ أَوَّلُهُمْ وَآخِرُهُمُ الْجَنَّةَ وَوُجُوهُهُمْ عَلَى ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار افراد ضرور جنت میں داخل ہوں گے یا فرمایا: سات لاکھ، ان دو لفظوں میں سے ایک میں راوی کو شک ہے، وہ ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہوں گے حتیٰ کہ ان میں کا پہلا اور آخری جنت میں داخل ہو جائے گا اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۴۳، ۳۲۴۷، صحیح مسلم: ۲۱۹، مسند احمد: ۲۲۳۳۲)

صحیح البخاری: ۶۵۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوغسان، یہ محمد بن مطرف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحازم، یہ سلمہ بن دینار ہیں۔

یہ حدیث "صفۃ الجنۃ" کے باب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "متماسکین" اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے "متماسکون"۔ یعنی یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

Marfat.com

یعنی وہ ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وہ ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہوں گے" یہ متماسکون کا بیان ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی یدخل اولهم وآخرهم الجنة" یعنی وہ اس وقت تک ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہوں گے حتیٰ کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ اور "صفة الجنة" کے باب میں مذکور ہے "ان میں سے پہلا داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ آخری داخل ہو جائے گا"۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ سب ایک صف میں داخل ہوں گے، پھر سب اکٹھے داخل ہو جائیں گے۔

اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ جنت کا دروازہ بہت بڑا ہوگا حتیٰ کہ تمام اہلِ جنت ایک صف میں کھڑے ہو کر جنت کے دروازے سے داخل ہو جائیں گے۔ اور قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ متماسکین کا معنی یہ ہو کہ وہ وقار کی صفت پر ہوں گے۔ اور کوئی شخص دوسرے پر سبقت نہ کرے بلکہ سب اکٹھے داخل ہوں۔

علامہ نووی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایک صف میں پہلو بہ پہلو داخل ہوں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۴۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُومُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ يَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ خُلُودٌ۔

(صحیح البخاری: ۶۵۴۸، صحیح مسلم: ۲۸۵۰، مسند احمد: ۵۹۵۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح، انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل دوزخ، دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا کھڑا ہوگا (اور کہے گا:) اے اہلِ دوزخ! موت نہیں ہے، اور اے اہلِ جنت! موت نہیں ہے، دوام اور خلود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۵۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مومنین کے جنت میں داخل ہونے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یعقوب بن ابراہیم، یہ اپنے والد ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے

صالح، اور وہ ابن کیسان الغفاری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "خلود" یعنی تم ہمیشہ رہنے والے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَالُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ وَلِأَهْلِ النَّارِ يَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ۔

(سنن ترمذی: ۲۵۵۷، سنن ابن ماجہ: ۴۳۲۷، مسند احمد: ۷۴۹۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اہلِ جنت سے کہا جائے گا: اے اہلِ جنت! خلود (ہیشگی اور دوام) ہے موت نہیں ہے، اور اہل دوزخ سے کہا جائے گا: اے اہلِ دوزخ! خلود ہے موت نہیں ہے۔

باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دواؤں کے ذریعہ علاج کا مشروع ہونا

صحیح البخاری: ۶۵۴۱ میں ان مسلمانوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے جو داغ نہیں لگواتے ہوں گے، اور وہ ان لوگوں میں ہوں گے جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ اس سے بعض علماء نے دواؤں کے ذریعہ علاج کو مکروہ قرار دیا ہے اور تمام مذاہب کے علماء نے اس کی مخالفت کی ہے۔

(بدائع الصنائع للعلامہ کاسانی الحنفی ج ۵ ص ۲۷، المدخل لابن الحاج مالکی ج ۴ ص ۱۲۰، المجموع شرح المہذب للعلامہ النووی شافعی ج ۵ ص ۹۸، الفتاویٰ الکبریٰ للشیخ ابن تیمیہ الحنبلی ج ۳ ص ۷)

اور رسول اللہ ﷺ نے دواؤں کے منافع ذکر فرمائے ہیں جیسا کہ کتاب الطب میں گزر چکا ہے اور آپ نے دوا کے ساتھ علاج کرنے کا حکم دیا۔ اور صحیح البخاری کی حدیثِ مذکور ان لوگوں پر محمول ہے جو یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ دوائیں اپنی طبیعت سے مرض سے بری کرتی ہیں جیسا کہ بعض طبائعین کا قول ہے۔ پس توکل کرنے والے اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کرتے ہیں اور شارع علیہ السلام نے حضرت سعد کا داغ لگا کر علاج کیا اور حضرت ابن عمر اور حضرت عمران بن حصین اور حضرت خباب بن ارت اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے داغ لگا کر علاج کیا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۷۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب میں مذکور احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۵۴۱ میں مذکور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، پس ایک نبی کے ساتھ اس کی امت گزرتی اور ایک نبی کے ساتھ ایک جماعت گزرتی اور ایک نبی کے ساتھ دس گزرتے اور ایک نبی کے ساتھ پانچ گزرتے اور ایک نبی تنہا گزرتے، پس میں نے دیکھا ایک بہت بڑی جماعت تھی، میں نے کہا: اے جبریل! کیا یہ میری امت ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں لیکن آپ افق (یعنی آسمان کے کنارے) کی طرف دیکھیں، پس میں نے دیکھا وہاں بہت زبردست جماعت تھی، حضرت جبریل نے کہا: یہ آپ کی امت ہے۔۔۔الحدیث

افق میں اپنی امت کی کثیر تعداد کو دیکھ کر ان کو نہ پہچاننے پر اشکال اور اس کا جواب

الاسماعیلی نے یہاں پر یہ اشکال ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نہیں پہچانا حتیٰ کہ آپ نے یہ گمان کیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے، حالانکہ اس سے پہلے کتاب الطہارت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ سے پوچھا گیا: آپ ان کو کیسے پہچانیں گے جن کو آپ نے اپنی امت میں سے نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ وہ آثارِ وضوء سے ''غر محجل'' ہوں گے یعنی ان کا ماتھا اور ان کے ہاتھ پیر سفید ہوں گے، اور ایک روایت میں ہے ''ان کی ایسی علامت ہوگی جو کسی اور کے لیے نہیں ہوگی''۔

پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ آپ نے جن اشخاص کو افق میں دیکھا تھا ان میں سے اکثر کا ادراک نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ وہ بہت زیادہ تھے اور ان کے اشخاص میں تمیز نہیں تھی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر محمول ہے کہ جب وہ قریب ہوں گے اور یہ ایسا ہے جیسے ایک شخص کسی دوسرے شخص کو دور سے دیکھتا ہے، وہ اس سے بات کرتا ہے اور اس کو نہیں پہچانتا کہ یہ اس کا بھائی ہے، پھر جب وہ دوسرے سے متمیز ہو جاتا ہے تو اس کو پہچان لیتا ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کا وقوع اس وقت ہوگا جب آپ کی امت حوض پر ہوگی، یعنی جب آپ کی امت حوض پر وارد ہوگی اس وقت آپ اپنی امت کو پہچان لیں گے جیسے کسی کے غر محجل گھوڑے کالے گھوڑوں میں مل جائیں تو وہ ان کو پہچان لیتا ہے۔

بلا حساب اور بلا عذاب جنت میں داخل ہونے والوں کا مصداق

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت جبریل نے کہا: یہ آپ کی امت ہے اور ان کے آگے ستر ہزار ہیں ان پر نہ حساب ہوگا اور نہ عذاب ہوگا۔۔۔الحدیث''۔

صحابہ ان لوگوں کے مصداق کے متعلق بحث کرنے لگے، پس بعض لوگوں نے کہا: شاید یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اور بعض نے کہا: شاید یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کیا۔ اور انہوں نے کئی چیزوں کا ذکر کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو صحابہ نے آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ داغ لگواتے ہوں گے نہ دم طلب کرتے ہوں گے نہ پرندوں سے فال نکالتے ہوں گے اور صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔ اور ابن فضیل کی روایت میں ہے: پس صحابہ نے کہا: ہم وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے اللہ کے رسول کی پیروی کی پس ہم ہیں اور ہماری جو اولاد اسلام میں پیدا ہوئی، کیونکہ ہم تو زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئے تھے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ یہ شہداء ہیں اور بعض لوگوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا دل

Marfat.com

اسلام کے لیے نرم ہوگا۔

دم کرانے کی تحقیق

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے "یہ وہ لوگ ہیں جو دم نہیں کراتے ہوں گے"۔

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے اس روایت کا انکار کیا ہے اور ان کا یہ زعم ہے کہ اس روایت میں راوی نے غلطی کی ہے۔ اور انہوں نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ دم کرنے والا جس پر دم کرتا ہے اس کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے تو اس کا ترک کیسے مطلوب ہوگا؟

اور نیز حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دم کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب پر دم کیا اور ان کو دم کرنے کی اجازت دی، اور آپ نے فرمایا "تم میں جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے وہ اس کو نفع پہنچائے" اور نفع مطلوب ہے۔

ابن تیمیہ نے کہا: جو دم طلب کرتا ہے وہ دوسرے سے سوال کرتا ہے اور نفع کی امید رکھتا ہے اور کامل توکل اس کے منافی ہے، اور ان ستر ہزار سے مراد وہ لوگ ہیں جو کامل توکل کرتے ہیں اور دوسروں سے دم کرنے کا سوال نہیں کرتے اور نہ داغ لگاتے ہیں اور نہ پرندوں سے شگون نکالتے ہیں۔

دوسرے علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فی ذاتہا دم کرنا ممنوع نہیں ہے، ممنوع اس قسم کا دم ہے جس میں شرکیہ کلمات ہیں، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر اپنے دموں کو پیش کرو اور دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک اس میں کوئی شرکیہ کلمہ نہ ہو۔ اور اس میں ممانعت کی علت کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ قرطبی نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ساتھ دم کرنا اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء پر توکل ہو اور اللہ تعالیٰ کے اسماء سے پناہ طلب کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کی طرف رغبت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء سے برکت حاصل کی جائے۔ پس اگر یہ توکل کے منافی ہو تو پھر دعا کرنا بھی توکل کے منافی ہوگا، کیونکہ ذکر اور دعا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کیا اور سلف صالحین اور بعد کے نیک لوگوں نے دم کیا، پس اگر یہ ان ستر ہزار کے ساتھ لاحق ہونے سے مانع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اور سلف صالحین دم نہ کرتے۔

توکل کی تحقیق

اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ "جو ستر ہزار بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ پر توکل کرتے ہوں گے"۔

علامہ قرطبی وغیرہ نے کہا ہے: صوفیاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: توکل کے اسم کا وہی مستحق ہوتا ہے جس کے دل میں غیر اللہ تعالیٰ کا بالکل خوف نہ ہو، حتیٰ کہ اس کے اوپر اگر شیر حملہ کرے تو وہ اس سے نہ ڈرے حتیٰ کہ وہ رزق کی طلب میں کوشش نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا ضامن ہے۔ اور جمہور علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص اللہ کے وعدہ پر اعتماد کرے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء اور تقدیر واقع ہوگی اور رزق کو طلب کرنے میں سنت کی اتباع کو ترک نہ کرے، کیونکہ اس کے لیے کھانا اور پینا ضروری ہے اور وہ ہتھیار تیار کر کے دشمن کے خلاف جمع کرے اور دروازہ کو بند کرے، اسی طرح دیگر اسباب کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔ اور ان سب کے باوجود اس کا دل اسباب پر مطمئن نہ ہو بلکہ اس کا یہ اعتقاد ہو کہ یہ اسباب بذاتہا

Marfat.com

کسی نفع کو حاصل نہیں کر سکتے اور یہ اسباب بذاتہا کسی ضرر کو دور نہیں کر سکتے، بلکہ سبب اور مسبب سب اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ پس جب کسی مرد کا میلان سبب کی طرف ہو تو یہ اس کے توکل میں طعن کو پیدا کرے گا۔ اور اگر وہ اسباب کی طرف اس طرح سے نظر کرے کہ ان اسباب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اسباب کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تو پھر یہ توکل کے خلاف نہیں ہے۔

اور اکتساب کی مشروعیت پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد کا بہترین کھانا وہ ہے جو وہ اپنی کمائی سے کھاتا ہے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی کمائی سے کھاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۸۰)

اور ہم نے داؤد کو تمہارے لیے خاص لباس (زرہ) بنانا سکھایا تا کہ وہ تم کو جنگوں میں محفوظ رکھے، پس کیا تم شکر ادا کرو گے ○

اس آیت میں اسباب کے حصول کی دلیل ہے کہ تم زرہ کو اس لیے بناؤ کہ وہ تم کو جنگوں میں محفوظ رکھے۔ اسی طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا ۝ (النساء: ۷۱)

اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لو، پھر (دشمن کی طرف) الگ الگ دستوں کی شکل میں روانہ ہو یا سب مل کر روانہ ہو ○

اس آیت میں بھی جنگ کے وقت اپنی حفاظت کا سامان لینے کا حکم دیا ہے اور یہ اسباب کو اختیار کرنے کا حکم ہے، اگر یہ توکل کے خلاف ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا حکم نہ دیتا۔

بلا حساب و بلا عذاب جنت میں داخل ہونے والوں کے متعلق متعدد روایات

امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ اور امام طبرانی نے اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے میرے رب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار کو جنت میں داخل کرے گا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے نہ ان سے حساب ہوگا اور نہ ان پر عذاب ہوگا اور میرا رب اپنی مٹھیوں میں سے تین مٹھیاں بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔

اور صحیح ابن حبان میں یہ روایت بھی ہے جس کو امام طبرانی نے سندِ جید کے ساتھ روایت کیا ہے، یہ حدیث عتبہ بن عبد سے مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: "کہ پھر ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ل جائیں گے، پھر میرا رب اپنے دونوں ہاتھوں سے تین مٹھیاں بھر کر ڈالے گا" اور اس حدیث میں ہے" پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بے شک ستر ہزار کی شفاعت کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا ان کے آباء اور امہات اور ان کے قبائل کے متعلق اور میں یہ امید کرتا ہوں کہ میرا کم درجہ کا امتی بھی ان مٹھیوں میں ہوگا"۔

الکلاباذی نے معانی الاخبار میں سندِ ضعیف سے یہ روایت کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا تو میں نے آپ کو ڈھونڈا تو آپ اپنے بالا خانے میں نماز پڑھ رہے تھے، میں نے آپ کے سر کے اوپر تین انوار دیکھے، جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا: تم نے یہ انوار دیکھے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا:

Marfat.com

میرے پاس میرے رب کے پاس سے ایک آنے والا آیا، اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ میری امت سے ستر ہزار کو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا، پھر میرے پاس آیا اور مجھے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار کو بغیر حساب کے داخل کرے گا اور بغیر عذاب کے داخل کرے گا۔ پھر میرے پاس آنے والا آیا اور اس نے مجھے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ہر ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار سے دگنے چوگنے بغیر حساب اور کتاب کے جنت میں داخل کرے گا۔ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! یہ تو میری امت کو پورے نہیں ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ان کو تمہاری امت کے ان اعراب سے مکمل کردوں گا جو نہ روزہ رکھتے ہیں اور نہ نماز پڑھتے ہیں۔

الکلاباذی نے کہا: پہلی مرتبہ امت سے مراد ہے امتِ اجابت، اور دوسری مرتبہ امت سے مراد ہے آپ کے پیروکار، کیونکہ آپ کی امت تین قسم پر ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے خاص ہے، آپ کی امت میں پہلے آپ کے پیروکار ہیں، پھر امتِ اجابت ہے اور پھر امت دعوت ہے۔ پس پہلے وہ ہیں جو عملِ صالح کرنے والے ہیں اور دوسرے مطلقاً مسلمان ہیں اور تیسرے ان کے ماسوا ہیں جن کی طرف آپ کو مبعوث کیا گیا ہے۔ اور ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس سے پہلے جو مقدار ذکر کی گئی ہے اس پر جو مقدار زائد ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مٹھی بھر کر جنت میں ڈالنے کے اعتبار سے ہے۔

کیونکہ امام احمد نے از قتادہ از النضر بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے جنت میں چار لاکھ کو داخل کرے گا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اور زیادہ کریں، آپ نے فرمایا: پس اس طرح، آپ نے دونوں ہتھیلیوں کو جمع کیا تو انہوں نے کہا: اور زیادہ کریں، تو آپ نے کہا: اس طرح، پھر آپ نے دونوں ہتھیلیوں کو جمع کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کے لیے یہ کافی ہے، پس اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا اپنی ایک مٹھی سے ہی تمام مخلوق کو جنت میں داخل کر دے گا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر نے سچ کہا۔ اس حدیث کی سند جید ہے لیکن قتادہ کی سند میں بہت اختلاف ہے۔

اور خطیب نے ''المبهمات'' میں مجاہد سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنو المصطلق سے واپس ہوئے اور اس میں ایک طویل قصہ ہے اور اس میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، اسی صفیں اس میں سے میری امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں باقی امتوں کی ہوں گی، اور میرے ساتھ ان لوگوں میں سے ستر ہزار ایسے ہوں گے جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۱۳۔ ۶۱۷، ملخصا وملتقطا، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۵۱۔ بَابُ: صِفَةِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

جنت اور دوزخ کی صفت کا بیان

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ زِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ

عَدْنٌ: خُلْدٌ، عَدَنْتُ بِأَرْضٍ: أَقَمْتُ: وَمِنْهُ الْمَعْدِنُ

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ: فِي مَنْبِتِ صِدْقٍ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلا طعام جو اہلِ جنت کھائیں گے وہ مچھلی کی کلیجی کا زائد ٹکڑا ہوگا۔

''عدن'' کا معنی ہے: دوام اور ہمیشگی۔ ''عدنت بارض'' کا معنی ہے: میں نے زمین میں قیام کیا، اور اسی سے ''المعدن'' نکلا ہے۔

''فی مقعد صدق'' کا معنی ہے: صدق کے ظاہر ہونے کی جگہ۔

Marfat.com

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں جنت کی صفت بیان کی گئی ہے اور دوزخ کی صفت بیان کی گئی ہے اور کتاب بدء الخلق میں بھی یہ باب گزر چکا ہے، اس میں تھا "باب ماجاء فی صفة الجنة وباب صفة النار"۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ان کا نام سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہے۔ اور یہ حدیث عنقریب "باب یقبض اللہ الارض" میں گزر چکی ہے۔

اس تعلیق میں "زیادۃ کبد الحوت" کا ذکر ہے یعنی مچھلی کی کلیجی کا زائد ٹکڑا۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں "عدن" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: خلد اور ہمیشگی۔

امام بخاری کا طریقہ ہے کہ قرآن مجید میں جو لفظ آیا ہو اس کی شرح ذکر کرتے ہیں، سو قرآن مجید میں "جَنّٰتِ عَدۡنٍ" (التوبہ: ۷۲) کا لفظ مذکور ہے اور امام بخاری نے اس کی تفسیر کی ہے: ہمیشگی کی جنتیں۔ اور خلد کا ذکر کیا ہے۔

علامہ الجوہری نے کہا ہے "خلد" کا معنی ہے: بقا کا دوام۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے لکھا ہے "عدنت بارض" یعنی میں نے زمین میں قیام کیا۔ اس سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ "عدن" کا معنی ہے قیام کرنا۔ کہا جاتا ہے "عدن بالبلد" یعنی اس نے شہر میں قیام کیا اور امام بخاری نے کہا: اس سے "معدن" نکلا ہے یعنی اسی باب سے معدن کا لفظ ہے جس سے زمین کے جواہر نکالے جاتے ہیں مثلاً سونا، چاندی، پیتل اور لوہا وغیرہ۔

باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا ہے "فی معدن صدق" کا معنی ہے "فی منبت صدق" اس سے امام بخاری نے لوگوں کے کلام میں "معدن صدق" کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے "منبت صدق" اور ابوذر کی روایت میں ہے "فی مقعد صدق" جیسے قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍۙ ۝ فِىۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِيۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ ۝ (القمر: ۵۴-۵۵)

بے شک متقین جنتوں میں اور دریاؤں میں ہوں گے ○ سچی عزت کے مقام میں بہت قادر بادشاہ کے پاس۔

اس آیت میں "جَنّٰتٍ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: باغات۔ اور اس آیت میں "نَهَرٍ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دریا۔

کیونکہ "جنت" جمع کا صیغہ ہے تو بہ ظاہر نہر کی جگہ انہار کہنا چاہیے تھا لیکن آیت کے آخری الفاظ کو ایک وزن پر لانے کے لیے انہار کے بجائے نہر کا لفظ ذکر فرمایا، کیونکہ دوسری آیت کا آخری لفظ ہے "مقتدر" اس لیے پہلی آیت میں "انہار" کی جگہ

نھر کا لفظ فرمایا گیا ہے۔
الضحاک نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ متقین روشنی اور وسعت میں ہوں گے۔اور علامہ الثعلبی نے کہا ہے: ''مقعد صدق'' کا معنی ہے: ایسی مجلس جس میں حق باتیں کی جائیں جس میں کوئی لغو بات نہ ہو اور نہ کوئی گناہ کی بات ہو اور ایسی مجلس جنت ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۲۔ ۱۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۴۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از ابی رجاء از حضرت عمران از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا، پس میں نے دیکھا کہ اکثر اہلِ جنت فقراء ہیں، اور میں نے دوزخ میں جھانکا، پس میں نے دیکھا کہ اکثر اہلِ دوزخ عورتیں ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۲۴۱، ۵۱۹۸، ۶۴۴۹، ۶۵۴۶، صحیح مسلم: ۲۷۳۷، سنن ترمذی: ۲۶۰۲، مسند احمد: ۲۰۸۷)

صحیح البخاری: ۶۵۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جنت اور دوزخ کی صفت'' اور اس حدیث میں جنت کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ اکثر اہلِ جنت فقراء ہوں گے اور دوزخ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ اکثر اہل دوزخ عورتیں ہوں گی۔اور یوں یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عثمان بن الہیثم کا ذکر ہے، یہ ابن الجہم ابو عمرو المؤذن ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں عوف کا ذکر ہے، یہ مشہور اعرابی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ابو رجاء کا ذکر ہے، یہ عمران العطاردی ہیں اور ان کے شیخ حضرت عمران بن حصین الصحابی ہیں۔اور اس حدیث کی سند کے تمام رجال بصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اطلعت'' یعنی میں نے جھانکا اور میں نے دیکھا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اکثر اہلِ جنت کے فقراء ہونے کی توجیہ اور اکثر اہل دوزخ کے عورتیں ہونے کی توجیہ

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں ارشاد ہے کہ ''اہلِ جنت اکثر فقراء ہوں گے''۔اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فقیر صابر، غنی

Marfat.com

شاکر سے افضل ہے، کیونکہ آدمی کے پاس مال کی نعمت ہوتو اس پر شکر ادا کرنا اتنا مشکل کام نہیں ہے جتنا مشکل مال نہ ہونے کی صورت میں اپنی ضروریات پر صبر کرنا ہے اور بھوک اور پیاس کو برداشت کرنا ہے۔ اور اس حدیث میں ارشاد ہے کہ ''اہل دوزخ اکثر عورتیں ہوں گی'' اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں مردوں کی بہ نسبت کم عبادت کرتی ہیں اور نافرمانی زیادہ کرتی ہیں اور عورتیں اپنے خاوند کا شکر ادا نہیں کرتیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

٦٥٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينَ وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان التیمی نے خبر دی از ابی عثمان از حضرت اسامہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا، پس جنت میں عام داخل ہونے والے مساکین تھے اور مال دار لوگوں کو روکا ہوا تھا سوا اس کے کہ جو اصحابِ دوزخ تھے انہیں دوزخ میں جانے کا حکم دیا گیا اور میں دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو اس میں عام داخل ہونے والی عورتیں تھیں۔

(صحیح البخاری: ٥١٩٦، ٦٥٤٧، صحیح مسلم: ٢٧٣٦، مسند احمد: ٢١٣١٨)

صحیح البخاری: ٦٥٤٧، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اسی طرح مطابقت ہے جس طرح اس سے پہلی حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن علیہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان التیمی کا ذکر ہے اور اس حدیث کی سند میں ابو عثمان کا ذکر ہے، وہ عبدالرحمٰن بن مل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسامہ کا ذکر ہے اور وہ ابن زید بن حارثہ ہیں اور وہ صحابی بن صحابی ہیں رضی اللہ عنہما۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جنت میں عام داخل ہونے والے مساکین ہیں''۔ اس سے پہلی حدیث میں مذکور تھا کہ جنت میں عام داخل ہونے والے فقراء ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس میں یہ اشارہ ہے کہ مساکین اور فقراء کا ایک دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے۔
میں کہتا ہوں: اصطلاح میں ان کے درمیان فرق ہے۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس بہ قدر نصاب مال نہ ہو اور مسکین وہ ہے جس

کے پاس بالکل مال نہ ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ (البلد:١٦) یا خاک نشیں مسکین کو (کھانا کھلانا) O

(سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں مذکور ہے ''اصحٰب الجد محبوسون''۔ ''اصحٰب الجد'' سے مراد ہیں: اغنیاء، یعنی مال دار لوگ۔ ان کو حساب کے لیے روکا جائے گا، یعنی ان کو ان کی ضروریات سے زائد جو مال دیا گیا ہے اس کا حساب لیا جائے گا کہ انہوں نے اس مال کو نیکی میں خرچ کیا ہے یا گناہ میں اور اس مال کی نعمت کے مقابلہ میں انہوں نے کتنی عبادات کی ہیں۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے اپنے مال پر فخر کیا اور اس مال پر جو حق واجب ہوتا تھا اس کو ادا نہیں کیا تو اس کا حساب لیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اور اس حدیث میں فقر کی غنی پر فضیلت ہے جیسا کہ ہم نے پہلی حدیث میں بیان کیا ہے۔ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آدمی کے پاس اتنی نعمت ہو جو اس کی ضروریات کی متکفل ہو تو یہ افضل ہے، کیونکہ جو غنی سرکش ہو اس کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ (العلق:٦۔٧) بے شک انسان ضرور سرکشی کرتا ہے O اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے O

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح لابن الملقن الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ، ج ۳۰ ص ۸۴، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۵۴۸۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا صَارَ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَى الْجَنَّةِ وَأَهْلُ النَّارِ إِلَى النَّارِ جِيءَ بِالْمَوْتِ حَتّٰى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ فَيَزْدَادُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا إِلٰى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ أَهْلُ النَّارِ حُزْنًا إِلٰى حُزْنِهِمْ۔

(صحیح البخاری: ۶۵۴۴، ۶۵۴۸، صحیح مسلم: ۲۸۵۰، مسند احمد: ۵۹۵۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن محمد بن زید نے خبر دی از والد خود، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل جنت، جنت کی طرف چلے جائیں گے، اور اہل دوزخ، دوزخ کی طرف چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا اور جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک نداء کرنے والا نداء کرے گا: اے اہلِ جنت! موت نہیں ہے اور اے اہلِ دوزخ! موت نہیں ہے، سو اہلِ جنت کی خوشی میں اور خوشی زیادہ ہو جائے گی، اور اہل دوزخ کے غم میں اور غم زیادہ ہو جائے گا۔

صحیح البخاری: ۶۵۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جنت اور دوزخ کی صفت" اور اس حدیث میں اہل جنت اور اہل دوزخ کی صفت بیان کی گئی ہے۔ اور اہل جنت کی صفت بھی جنت کی صفت ہے اور اہل دوزخ کی صفت بھی دوزخ کی صفت ہے اور یوں یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے، کیونکہ یہ خوشی اور غم جنت اور دوزخ میں حاصل ہوگا۔ اور یہ وصف کا محل ہے اور اس سے حال کے وصف کا ارادہ کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں معاذ بن اسد کا ذکر ہے، یہ ابوعبداللہ المروزی ہیں جو بصرہ میں رہتے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمر بن محمد کا ذکر ہے، جو اپنے والد محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے "صفۃ اھل الجنۃ والنار" میں ہارون بن سعید سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حتیٰ کہ موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان کر دیا جائے گا"۔ اور سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان سرحد پر کھڑا کر دیا جائے گا"۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "پھر موت کو ذبح کر دیا جائے گا"۔

موت کو ذبح کرنے پر ایک سوال کا جواب اور موت کو کون ذبح کرے گا؟

اس جگہ یہ سوال ہے کہ موت تو عرض ہے یعنی روح کا بدن سے منفصل ہونا، تو پھر موت کے لیے لایا جانا اور اس کو ذبح کرنا یہ کیسے متصور ہوگا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ موت کو جسم اور جسد بنا دے گا، یا اس میں خلود اور دوام کی طرف ایک مثال سے اشارہ کیا ہے۔ اور علامہ قرطبی نے بعض صوفیاء سے نقل کیا ہے کہ جو شخص موت کو ذبح کریں گے وہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام ہیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذبح کریں گے۔ اور اس میں دوامِ حیات کی طرف اشارہ ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جنت کے دروازہ پر موت کو ذبح کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۴۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

موت کو سرمئی مینڈھے کی شکل میں لانے کی حکمت

اس سے پہلے سورۂ مریم کی تفسیر میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ موت کو سرمئی مینڈھے کی شکل لایا جائے گا۔ اور مقاتل اور کلبی نے اپنی تفسیر میں "اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ" (الملک: ۲) کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موت کو مینڈھے کی صورت میں پیدا فرمایا، وہ جس شخص کے پاس سے بھی گزرے گا وہ مر جائے گا اور حیات کو گھوڑے کی صورت میں پیدا

Marfat.com

کیا وہ جس شخص کے پاس سے بھی گزرے گا وہ زندہ ہو جائے گا۔علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ موت کو اس صورت میں لانے کی حکمت یہ ہے کہ موت کا فدیہ مینڈھے سے دیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا فدیہ مینڈھے سے دیا۔اور سرمئی کے رنگ میں جنت اور دوزخ کے رنگوں کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ سرمئی وہ ہے جس میں سفیدی اور سیاہی ہو اور جنتی لوگ وہ ہوں گے جو سفید ہوں گے اور دوزخی لوگ وہ ہوں گے جو سیاہ ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "موت کو ذبح کر دیا جائے گا" اور ذبح کرنے والے کا نام مذکور نہیں ہے۔

اور علامہ قرطبی نے بعض صوفیاء سے نقل کیا ہے کہ اس کو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذبح کریں گے اور اس میں حیات کے دوام کی طرف اشارہ ہے اور بعض تفاسیر میں منقول ہے کہ اس کو ذبح کرنے والے حضرت جبریل ہیں۔

موت نہ آنے سے اہلِ جنت کی خوشی اور اہلِ دوزخ کے غم کے متعلق دیگر احادیث

امام ابن ماجہ نے اور امام ابن حبان نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان کو صراط پر ٹھہرایا جائے گا، پس کہا جائے گا: اے اہلِ جنت! تو وہ متوجہ ہوں گے اور ڈر رہے ہوں گے کہ کہیں ان کو اس جگہ سے نہ نکال دیا جائے جس جگہ وہ ہیں، پھر کہا جائے گا: اے اہلِ دوزخ! پس وہ متوجہ ہوں گے اور خوش ہوں گے اور ایک دوسرے کو خوشخبری دیں گے کہ وہ اس جگہ سے نکل جائیں گے جس جگہ پر وہ ہیں، اور اس کے آخر میں ہے کہ پھر دونوں فریقوں سے کہا جائے گا: خلود ہے جس جگہ پر تم ہو۔

اور سنن ترمذی میں مذکور ہے کہ اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ سے کہا جائے گا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں ہم پہچانتے ہیں یہ موت ہے، ہمیں اس کے سپرد کیا گیا تھا، پھر اس موت کو جنت اور دوزخ کی سرحد پر ذبح کر دیا جائے گا۔

قاضی ابو بکر بن العربی نے کہا ہے: اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ یہ صریح عقل کے خلاف ہے، کیونکہ موت عرض ہے اور عرض جسم نہیں بنتی، پس اس کو کیسے ذبح کیا جائے گا؟ اور ایک جماعت نے اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے اور دوسری جماعت نے اس کی تاویل کی ہے اور کہا ہے یہ مثال ہے: حقیقت میں وہاں کوئی ذبح نہیں تھا۔اور دوسری جماعت نے کہا ہے کہ حقیقت میں ذبح ہوا ہے اور مذبوح متولی الموت ہے یعنی ملک الموت ہے۔اور ہر کوئی پہچانتا ہے کہ یہی وہ فرشتہ ہے جو ان کی روحوں کو قبض کرتا تھا۔اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر ملک الموت زندہ رہتے تو اہلِ جنت کا عیش مغموم ہوتا۔

اور علی بن معبد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ پھر ملک الموت آئے گا اور کہے گا: اے میرے رب! تو باقی ہے، تو الحی القیوم ہے، تجھے موت نہیں آئے گی اور میں باقی ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم بھی میری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہو، پس تم مرجاؤ اور تمہیں زندہ نہیں کیا جائے گا، پس ملک الموت مرجائے گا۔

اور ابن ابی الدنیا نے محمد بن کعب القرظی کی سند سے روایت کی ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ مخلوقات میں سے آخر میں جو فوت ہوگا وہ ایک فرشتہ ہے اس سے کہا جائے گا: مرجاؤ، اور تمہیں اس کے بعد زندہ نہیں کیا جائے گا۔

اگر یہ حدیث ثابت ہو تو یہ ان کی دلیل ہوگی جو اس کا رد کرتے ہیں کہ مینڈھے کو ذبح کیا گیا، کیونکہ ملک الموت اس سے پہلے فوت ہو گئے تھے، ایسی موت جس کے بعد کوئی حیات نہیں ہے لیکن یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۲۴۔۶۲۵، ملخصاً وملتقطاً دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

۶۵۴۹۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُولُونَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ فَيَقُولُ هَلْ رَضِيتُمْ فَيَقُولُونَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضَى وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ فَيَقُولُ أَنَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالُوا يَا رَبِّ وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ فَيَقُولُ أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہلِ جنت! وہ کہیں گے: ہم حاضر ہیں ہمارے رب اور تیری اطاعت کے لیے تیار ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو گئے؟ اہلِ جنت کہیں گے: ہم کیوں راضی نہیں ہوں گے حالانکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائیں، پس اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: میں تم کو اس سے افضل عطا فرماتا ہوں، وہ کہیں گے: اے رب! وہ کون سی نعمت ہے جو ان سے افضل ہے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارے اوپر اپنی رضاء کو حلال کر دیتا ہوں، سو میں تم پر اس کے بعد کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(صحیح البخاری: ۷۵۱۸، صحیح مسلم: ۲۸۲۹، سنن ترمذی: ۲۵۵۵، مسند احمد: ۱۱۴۲۵)

صحیح البخاری: ۶۵۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "میں تم پر اپنی نعمت کو حلال کر دیتا ہوں" یعنی میں تم پر اپنی نعمت کو نازل فرما دیتا ہوں۔ یا یہ لفظ ایجاب کے معنی میں ہے یعنی میں تم پر اپنی نعمت کو واجب کر دیتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حل امر اللہ علیہ" اس کا معنی ہے: اس پر وہ امر واجب ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۵۰۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ أُصِيبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ فَجَاءَتْ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّي فَإِنْ يَكُ فِي الْجَنَّةِ أَصْبِرْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کے دن شہید ہو گئے اور وہ

Marfat.com

وَأَحْتَسِبُ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى تَرَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ وَيْحَكِ أَوَهَبِلْتِ أَوَجَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ إِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيرَةٌ وَإِنَّهُ لَفِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ۔

نوعمر تھے تو ان کی والدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، سوانہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ حارثہ کا مرتبہ میرے نزدیک کیا تھا! اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں اور ثواب کی نیت کرتی ہوں، اور اگر کوئی دوسری بات ہے تو آپ دیکھیں گے میں کیا کرتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، یا تم اپنے بیٹے کے فراق میں دیوانی ہوگئی ہو؟ کیا وہاں ایک جنت ہے؟ وہاں تو بہت جنتیں ہیں اور وہ تمہارا بیٹا جنت الفردوس میں ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۰۹، ۳۹۸۲، ۶۵۵۰، ۶۵۶۷، سنن ترمذی: ۳۱۷۴، مسند احمد: ۱۳۳۳۰)

صحیح البخاری: ۶۵۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حدیث کے آخری جملہ میں ہے کہ ''جنت میں بہت جنتیں ہیں اور حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ جنت الفردوس میں ہیں''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں معاویہ بن عمرو کا ذکر ہے، وہ ابن مہلب الازدی البغدادی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابواسحاق کا ذکر ہے، وہ ابراہیم بن محمد الفزاری ہیں۔ اور حمید کا ذکر ہے وہ ابن ابی حمید الطویل ہیں۔

حارثہ کا تذکرہ

ان کا نام حارثہ بن سراقہ بن الحارث الانصاری ہے، یہ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے ماں باپ بھی صحابی ہیں اور ان کی ماں کا نام الربیع بنت النضر رضی اللہ عنہا ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔ اور ان کے نام میں اختلاف ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر کوئی اور بات ہے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں؟'' یعنی اگر وہ جنت میں نہیں ہے تو میں ایسا نوحہ کروں گی جو اہلِ حزن میں مشہور ہے اور ہر ایک اس کو دیکھے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ویحك'' یہ ترحم اور شفقت کا کلمہ ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''او ھبلت'' یعنی جس عورت کا بچہ فوت ہو جائے تو وہ اس کے غم میں چیخ و پکار کرتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جنت میں تو بہت جنتیں ہیں'' یعنی کئی قسم کے باغات ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جنت الفردوس'' زجاج نے کہا: جنت الفردوس وہ ہے جس میں مختلف اقسام کے سبزہ جات ہیں

اور ابن الانباری نے کہا: اس میں انگور وغیرہ کے باغات ہیں۔ الفراء نے کہا: یہ عربی لفظ ہے اور ''الفردس'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی وسعت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ رومی لفظ ہے جس کو عربوں نے نقل کر دیا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سریانی لفظ ہے اور اس سے مراد جنت کی وہ جگہ ہے جو سب سے افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۵۱۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا الْفُضَيْلُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيِ الْكَافِرِ مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ۔

(صحیح مسلم: ۲۸۵۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن موسیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل نے خبر دی از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: کافر کے دو کندھوں کے درمیان جو فاصلہ ہوگا وہ تیز رفتار سوار کی تین دن کی مسافت ہے۔

صحیح البخاری: ۶۵۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے جز ثانی میں ہے، یعنی کافر کے دو کندھوں کی مقدار دوزخ میں اتنی طویل ہوگی اور یہ دوزخ کی صفت ہے اور اس میں محل کا ذکر ہے اور اس سے ارادہ حال کا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں الفضل بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ السینانی ہیں اور سینان مرو کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ اور اس حدیث میں فضیل کا ذکر ہے، یہ فضل کی تصغیر ہے۔ اور ان کی کسی کی طرف نسبت کا ذکر نہیں کیا۔ اور ایک روایت میں الفضل بن غزوان مذکور ہے اور یہی معتمد ہے۔ اور ابو الحسن القابسی نے اپنی روایت میں جو ابو زید المروزی سے ہے کہا ہے کہ یہ الفضیل بن عیاض ہیں۔ اور اس کو ابو علی الجیانی نے رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ فضیل بن عیاض کی صحیح البخاری کی کتاب التوحید میں صرف دو جگہ روایت ہے اور ان کی کوئی روایت ابو حازم سے نہیں ہے جو اس حدیث کے راوی ہیں اور نہ انہوں نے اس کو پایا ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو حازم جو اس حدیث کے راوی ہیں، وہ سلیمان الاشجعی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

دوزخی کی عظیم جسامت کے متعلق متعدد احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''کافر کے دو کندھوں کے درمیان کا فاصلہ تیز رفتار سوار کی تین دن کی مسافت ہے''۔

اور یوسف بن عیسیٰ کی روایت ہے از الفضل بن موسیٰ جو امام بخاری کے شیخ ہیں، اس میں یہ مسافت پانچ دن کی لکھی ہے۔ اور امام احمد نے از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخی کے کان کی لو سے اس کے کندھے

Marfat.com

تک کی مسافت سات سو سال کی ہوگی۔ اور امام بیہقی نے کتاب البعث میں ایک اور سند سے روایت کی ہے از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ وہ ستر سال کی مسافت ہوگی۔ اور امام ابن المبارک نے کتاب الزہد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کافر کی ڈاڑھ قیامت کے دن احد پہاڑ سے بڑی ہوگی، ان کی جسامت اس لیے بڑی کی جائے گی تا کہ وہ زیادہ عذاب کا مزا چکھیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ کے ارشاد کی تصریح نہیں ہے لیکن یہ حکم میں آپ کے ارشاد کے ہے کیونکہ قیاس کا اس میں دخل نہیں ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت ہے۔ اور امام بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ کافر کی کھال اور اس کی کھال کی موٹائی بیالیس ہاتھ ہوگی اور یہ جبار کے ہاتھ ہیں۔ امام بیہقی نے کہا: لفظ جبار سے اس کی ہولنا کی کو بتانے کا ارادہ کیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جبار سے مراد کوئی جابر شخص ہو اور یہ اشارہ ہو اس ہاتھ کی بڑائی کا۔ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ یہ جبار یمن کا بادشاہ تھا۔ اور امام بیہقی نے عطاء بن یسار کی سند سے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے: اس کی ران ورقان کی مثل ہوگی اور اس کی مقعد میں اتنا فاصلہ ہوگا جتنا مدینہ اور ربذہ میں فاصلہ ہے۔ اور امام ترمذی کی روایت میں ہے: جیسے مکہ اور مدینہ کا فاصلہ ہے اور ورقان حجاز کا ایک مشہور پہاڑ ہے۔ اور ان مقداروں کا اختلاف دوزخ میں کفار کے عذاب کے اختلاف پر محمول ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ سنن ترمذی اور سنن نسائی میں سندِ جید کے ساتھ از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود یہ روایت ہے کہ قیامت کے دن متکبرین کا حشر چیونٹیوں کی مثل کیا جائے گا اور وہ مردوں کی صورت میں ہوں گے اور ان کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا اور اس جہنم کا نام بولس ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حشر کی ابتداء میں ہوگا اور یہ احادیث جو ذکر کی گئی ہیں یہ اس پر محمول ہیں کہ جب وہ دوزخ میں مستقر ہو جائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: ان احادیث پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ کافر نے جس جسامت کے ساتھ کفر کیا تھا یا کوئی گناہ کیا تھا وہ تو اتنا بڑا نہیں تھا، تو اب جو اتنے بڑے جسم کو عذاب دیا جائے گا تو اس سے تعذیب بلا معصیت لازم آئے گی۔

اس کا جواب یہ ہے: اس کا جسم اتنا ہی بڑا ہوگا جتنا دنیا میں تھا لیکن اس کے جسم کو بدہیئت اور قبیح ظاہر کرنے کے لیے اس کو پھلا کر اور پھیلا کر بڑا کر دیا جائے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۵۵۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے صحیح مسلم کی شرح المفہم میں لکھا ہے کہ دوزخ میں کافر کے جسم کو عظیم بنایا جائے گا تا کہ اس کا عذاب عظیم ہو اور اس کا درد دگنا چوگنا ہو۔ اور انہوں نے کہا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کفار اپنے عذاب میں مختلف ہوں گے جیسا کہ کتاب و سنت سے ہم کو علم ہے کیونکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے کا عذاب اور مسلمانوں کی پردہ دری کا عذاب اور زمین میں فساد کرنے کا عذاب صرف کفر کے عذاب کے مساوی نہیں ہے۔ تو جس نے کفر کے ساتھ ایسے بڑے بڑے گناہ بھی کیے ہوں گے تو اس کو زیادہ عذاب دینے کے لیے اس کے جسم کو پھلا کر اور پھیلا کر بڑا کر دیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

۶۵۵۲۔ وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۲۷، سنن ترمذی: ۳۲۹۳، مسند احمد: ۸۹۹۰)

اور اسحاق بن ابراہیم نے کہا: ہمیں مغیرہ بن سلمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ابو حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ از رسول اللہ ﷺ، آپ نے فرمایا: جنت میں ضرور ایک ایسا درخت ہے کہ ایک سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا اور اس کے سائے کو منقطع نہیں کر سکے گا۔

صحیح البخاری: ۶۵۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ سایا تو دھوپ سے ہوتا ہے اور جنت میں دھوپ نہیں ہوگی تو پھر سایا کیسے ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ''ظل'' کا معنی راحت، نعمت اور جہت ہے جیسے کہا جاتا ہے ''انا فی ظلك'' یعنی میں تمہاری رحمت کے سائے میں ہوں اور علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ ظل کا لفظ الفیء سے عام ہے کیونکہ کہا جاتا ہے ''ظل اللیل'' اور ''ظل الجنۃ'' اور ہر اس جگہ کے لیے ظل کا لفظ کہا جاتا ہے جہاں سورج کی روشنی نہیں پہنچتی اور الفیء کا لفظ وہاں کہا جاتا ہے جہاں سے سورج زائل ہو جائے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۲۸، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۵۵۳۔ قَالَ أَبُو حَازِمٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ النُّعْمَانَ بْنَ أَبِي عَيَّاشٍ فَقَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِيعَ مِائَةَ عَامٍ مَا يَقْطَعُهَا۔

ابو حازم نے کہا: پس میں نے النعمان بن ابی عیاش کو یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا: مجھے ابو سعید نے یہ حدیث بیان کی از نبی ﷺ اور بیان کیا کہ جنت میں ضرور ایک ایسا درخت ہے کہ عمدہ اور تیز رفتار گھوڑے پر سوار شخص سو سال تک چلتا رہے گا پھر بھی اس (کے) سائے کو قطع نہیں کر سکے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۵۵۲، صحیح مسلم: ۲۸۲۷، سنن ترمذی: ۳۲۹۳، مسند احمد: ۸۹۹۰)

صحیح البخاری: ۶۵۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کی حدیث میں جنت کی صفت کا بیان ہے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے از اسحاق بن ابراہیم بھی روایت کی ہے لیکن انہوں نے کہا ہے: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی اور امام بخاری نے یہاں پر اس حدیث کو تعلیق کی صورت میں ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسحاق بن ابراہیم کا ذکر ہے جو ابن راہویہ کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مغیرہ بن سلمہ کا ذکر ہے، یہ المخزومی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں وہیب کا ذکر ہے، یہ وہب کی تصغیر ہے، یہ ابن خالد البصری

Marfat.com

ہیں۔ اور ابو حازم کا ذکر ہے وہ سلمہ بن دینار ہیں۔ اور سہل کا ذکر ہے، وہ حضرت سہل بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ عمدہ تیز رفتار سوار اس درخت کو سو سال میں بھی قطع نہیں کر سکے گا''۔ یعنی سو سال میں بھی اس درخت کی ٹہنیوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔

جواد اور مضمّر کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الجواد'' اس کا معنی ہے: عمدہ اور تیز رفتار گھوڑا۔ جواد کا لفظ مذکر اور مونث دونوں کے لیے آتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''جو گھوڑا مضمّر ہو'' مضمّر اس گھوڑے کو کہتے ہیں کہ جس کو پہلے کھلا پلا کر موٹا کیا جائے اور چالیس دن کے بعد اس کو اس کی پچھلی خوراک پر لایا جائے اس کو مضمار کہتے ہیں۔ اور علامہ داؤدی نے کہا ہے: المضمر وہ گھوڑا ہے جو گھر میں داخل ہو اور اس پر اس کی زین ڈالی جائے اور اس کو چارہ کم دیا جائے تاکہ اس کا گوشت کم ہو جائے، پھر اس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور آدمی اس سے مطمئن ہوتا ہے کہ اس سے کوئی آگے نہیں نکل سکے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جو گھوڑے مضمر تھے ان سے سات میل تک دوڑ میں مقابلہ کرایا جاتا تھا۔ اور جو مضمر نہیں تھے ان سے ایک میل تک کی دوڑ میں مقابلہ کرایا جاتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۵۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا أَوْ سَبْعُ مِائَةِ أَلْفٍ لَا يَدْرِي أَبُو حَازِمٍ أَيُّهُمَا قَالَ مُتَمَاسِكُونَ آخِذٌ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَا يَدْخُلُ أَوَّلُهُمْ حَتَّى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ وُجُوهُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ضرور ستر ہزار جنت میں داخل ہوں گے یا سات لاکھ، ابو حازم نہیں جانتے تھے کہ کون سا عدد فرمایا، آپ نے فرمایا: وہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں گے اور ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہوں گے، ان میں سے اول اس وقت تک داخل نہیں ہوگا جب تک کہ آخر داخل نہ ہو جائے اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی صورت پر ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۳۲۴۷، ۶۵۴۳، ۶۵۵۴، صحیح مسلم: ۲۱۹، مسند احمد: ۲۲۳۳۲)

صحیح البخاری: ۶۵۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

حدیث مذکور پر دور کے اشکال کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے ''جنت میں اس وقت تک پہلا داخل نہیں ہوگا جب تک کہ آخری داخل نہ ہو جائے''۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ کیسے متصور ہوگا حالانکہ یہ دَور کو مستلزم ہے، کیونکہ اول کا دخول آخر کے دخول پر موقوف ہوگا اور آخر کا دخول اول کے دخول پر موقوف ہوگا؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: وہ سب ایک صف میں داخل ہوں گے اس میں اول اور آخر موجود ہوں گے اور یہ ''دَور معية'' ہے اور اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۷۔۱۸۸، دار الکتب العلمیہ ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ الْغُرَفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: اہلِ جنت (اپنے اوپر کے درجوں کے) بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان میں ستارے کو دیکھتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۵۵۶، ۳۲۵۶، صحیح مسلم: ۲۸۳۱، مسند احمد: ۲۲۳۶۹، سنن دارمی: ۲۸۳۰)

۶۵۵۶۔ قَالَ أَبِي فَحَدَّثْتُ بِهِ النُّعْمَانَ بْنَ أَبِي عَيَّاشٍ فَقَالَ أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ يُحَدِّثُ وَيَزِيدُ فِيهِ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الْغَارِبَ فِي الْأُفُقِ الشَّرْقِيِّ وَالْغَرْبِيِّ۔

(عبد العزیز نے کہا:) میرے والد نے کہا: پس میں نے یہ حدیث النعمان بن ابی عیاش سے بیان کی تو انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے اور وہ اس میں یہ اضافہ کرتے تھے: جیسا کہ تم افق شرقی اور غربی میں دور ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۵۵۶، ۳۲۵۶، صحیح مسلم: ۲۸۳۱، مسند احمد: ۲۲۳۶۹، سنن دارمی: ۲۸۳۰)

صحیح البخاری: ۶۵۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد العزیز کا ذکر ہے، وہ اپنے والد ابو حازم سلمہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں اور وہ اس حدیث کو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لیتراءون" یعنی اہلِ جنت ضرور دیکھیں گے اور اس میں لام تاکید کے لیے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الغرف" یہ "غرفة" کی جمع ہے یعنی بالا خانے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الکوکب" اور الاسماعیلی کی روایت میں ہے "الکوکب الدری" یعنی چمک دار ستارہ۔

صحیح البخاری: ۶۵۵۶ کی تعلیق میں ہے "قال" یعنی عبدالعزیز نے کہا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "أبی" اور وہ ابو حازم ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الغارب" اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے "الغابر"۔ "غارب" کا معنی ہے دور ہو جانے والا۔ اور "الغابر" کا معنی ہے: باقی رہنے والا۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ جو جنت میں بالا خانے سے دیکھے گا اس کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو دور سے کسی چمک دار ستارے کو دیکھے جو مشرق کی جانب ہو یا مغرب کی جانب ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۵۷ـ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِی عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى لِأَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَوْ أَنَّ لَكَ مَا فِی الْأَرْضِ مِنْ شَیْءٍ أَكُنْتَ تَفْتَدِی بِهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ أَرَدْتُ مِنْكَ أَهْوَنَ مِنْ هَذَا وَأَنْتَ فِی صُلْبِ آدَمَ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِی شَيْئًا فَأَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تُشْرِكَ بِی۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی عمران انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے قیامت کے دن سب سے کم عذاب ہوگا: اگر تمہارے پاس روئے زمین کی کوئی چیز ہوتی تو کیا تم اس عذاب سے نجات کے لیے اس کو فدیہ میں دیتے؟ وہ کہے گا: جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تجھ سے اس سے بھی آسان چیز کا ارادہ کیا تھا جس وقت تو آدم کی پشت میں تھا کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔ اور تو نے انکار کیا سوائے میرے ساتھ شریک بنانے کے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۳۴، ۶۵۳۸، ۶۵۵۷، صحیح مسلم: ۲۸۰۵، مسند احمد: ۱۱۹۰۳)

صحیح البخاری: ۶۵۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے جزو ثانی کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ اس حدیث میں دوزخ کی صفت بیان کی گئی ہے اس کے رہنے

Marfat.com

والوں کے حال سے، یہاں بھی ذکر محل کا ہے اور ارادہ حال کا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے، یہ محمد بن جعفر ہیں۔ اور ابوعمران کا ذکر ہے، وہ عبدالملک بن حبیب الجہنی البصری ہیں۔

یہ حدیث خلقِ آدم علیہ السلام کے باب میں گزر چکی ہے اور امام مسلم نے اس کو باب التوبۃ میں روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ابیت" یہ "ابی" سے ماخوذ ہے یعنی تو نے منع کیا۔

صحیح البخاری: ۶۵۵۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "میں نے تجھ سے اس سے آسان چیز کا سوال کیا تھا" یعنی میں نے تجھے ایک حکم دیا تھا اور تو نے اس پر عمل نہیں کیا، کیونکہ اللہ سبحانہٗ اپنی مخلوق میں سے کسی کو اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔

اگر اس پر یہ سوال کیا جائے کہ یہ کیسے صحیح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کا حکم دے جس کا وہ ارادہ نہ کرتا ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محال نہیں ہے بلکہ یہ ہم میں بھی پایا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے غلام پر عتاب کرے اور اس کو مارے اور کہے کہ میں نے اس کو ایک کام کا حکم دیا تھا اس نے وہ کام نہیں کیا، پھر واجب ہے کہ وہ اس کی حقیقت کو واضح کرے، پھر جب غلام آئے تو اسے کہے: فلاں کام کرو اور وہ یہ ارادہ نہ کرتا ہو کہ وہ یہ کام کرے بلکہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہو کہ دیکھو میں اس کو اس کام کا حکم دے رہا ہوں اور یہ نہیں کر رہا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۸۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۵۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ بِالشَّفَاعَةِ كَأَنَّهُمُ الثَّعَارِيرُ قُلْتُ مَا الثَّعَارِيرُ قَالَ الضَّغَابِيسُ وَكَانَ قَدْ سَقَطَ فَمُهُ فَقُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَبَا مُحَمَّدٍ سَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ يَخْرُجُ بِالشَّفَاعَةِ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمْ۔

(صحیح مسلم: ۱۹۱، مسند احمد: ۱۴۶۳۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ سے شفاعت کے سبب سے لوگ اس طرح نکلیں گے گویا کہ وہ ثعاریر ہیں، میں نے پوچھا: "ثعاریر" کیا ہے، انہوں نے کہا: وہ ضغابیس ہیں یعنی چھوٹی ککڑیاں۔ اور ان کے منہ کے دانت گر گئے تھے، پس میں نے عمرو بن دینار سے کہا: اے ابومحمد! (یہ ان کی کنیت ہے) کیا آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: شفاعت کے سبب سے دوزخ سے لوگ نکلیں گے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

صحیح البخاری: ۶۵۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالنعمان، یہ محمد بن الفضل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حماد، یہ ابن زید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، یہ ابن دینار ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جابر، یہ ابن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یخرج من النار" یعنی دوزخ سے لوگ نکلیں گے۔ اور صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ دوزخ سے ایک قوم کو شفاعت کے سبب سے نکالے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثعاریر" یہ "ثعرور" کی جمع ہے "عصفور" کے وزن پر۔ ابن الاعرابی نے کہا: یہ چھوٹی ککڑی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے پوچھا "ثعاریر" کیا ہے تو انہوں نے کہا وہ "ضغابیس" ہے۔ الضغابیس، ضغبوس کی جمع ہے۔ اور الاصمعی نے کہا: یہ ایک قسم کی گھاس ہے جس کو زیتون کے تیل اور سرکہ کے ساتھ ملا کر کھایا جاتا ہے۔ اور دوسرا قول ہے کہ یہ انگلی کے برابر بالشت کے برابر ہوتی ہے اس میں کوئی پتہ نہیں ہوتا اور اس میں ترشی کا ذائقہ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وکان قد سقط فمہ" اس کے قائل حماد ہیں۔ انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ ان کے منہ کے دانت گر گئے تھے۔

حدیث مذکور کے فوائد

شفاعت کی مختصر تحقیق

اس حدیث میں شفاعت کا ثبوت ہے اور معتزلہ کے مذہب کا رد ہے جو شفاعت کی نفی کرتے ہیں۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ المعتزلہ اور الخوارج نے شفاعت کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ جن مرتکبین کبائر کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا ان کو دوزخ سے نکالنے کے لیے شفاعت نہیں کی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۞ (المدثر: ۴۸) پس شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی فائدہ نہ دے گی O

اور اس آیت کی مثل اور دیگر آیات بھی ہیں۔

اور اہل السنت نے ان آیات کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ آیات کفار کے متعلق ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے ثبوت میں متواتر احادیث ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتکبین کبائر کی شفاعت فرمائیں گے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (الاسراء:۷۹) عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا O

اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ مقامِ محمود سے مراد شفاعت ہے۔اور علامہ الواحدی نے اس میں مبالغہ کیا اور یہ کہا کہ شفاعت کے ثبوت میں اجماع ہے۔

اور امام ابوجعفر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ اکثر اہل تاویل نے یہ بیان کیا ہے کہ مقامِ محمود وہ جگہ ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے تاکہ مسلمانوں کو محشر کی تکلیف سے راحت پہنچائیں۔اور احادیث کثیرہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مقامِ محمود سے مراد شفاعت ہے۔یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً مروی ہے اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے۔اور حسن بصری اور قتادہ سے بھی مروی ہے،اور امام طبری نے کہا: یہ لیث اور مجاہد کا قول ہے کہ مقامِ محمود سے مراد وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر بیٹھیں گے۔اور علامہ واحدی نے اس قول کا رد کیا ہے۔

اور علامہ ثعلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن رب تعالیٰ کے سامنے رب تعالیٰ کی کرسی پر بیٹھیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۸۹۔۱۹۰،دارالکتب العلمیہ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۶۵۵۸،کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دوزخیوں کو دوزخ سے نکالنے کے متعلق احادیث

امام سعید بن ابی منصور نے از سفیان از عمرو روایت کی ہے کہ ایک مرد نے عبید بن عمیر سے کہا اور وہ مرد خوارج کی رائے کے ساتھ متہم تھا،اس کو ہارون ابوموسیٰ کہا جاتا تھا۔اس نے کہا: اے ابوعاصم! یہ تم کیا حدیث بیان کر رہے ہو؟ (یعنی اللہ تعالیٰ ایک قوم کو شفاعت کے سبب دوزخ سے نکالے گا)،انہوں نے کہا: تم ایک طرف ہٹو،اگر میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے اس حدیث کو نہ سنا ہوتا تو میں اس حدیث کو نہ بیان کرتا۔

امام مسلم نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ہم ایک جماعت کے ساتھ نکلے،ہم حج کا ارادہ کرتے تھے،پھر ہم لوگوں کے ساتھ نکلے،پس ہم مدینہ میں گزرے تو ایک مرد حدیث بیان کر رہا تھا اور اس وقت اس نے دوزخیوں کا ذکر کیا،میں نے اس سے کہا کہ تم کیسی حدیث بیان کر رہے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (آل عمران:۱۹۲) اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں داخل کر دیا سو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا،اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے O

انہوں نے اس سے کہا: کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں،اس نے کہا: کیا تم نے قرآن مجید میں مقامِ محمود کو پڑھا ہے جس مقام پر اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فائز فرمائے گا؟ میں نے کہا: ہاں! تو انہوں نے کہا: یہ مقامِ محمد ہے جس کی حمد کی گئی ہے،اللہ تعالیٰ اسی مقام کی وجہ سے ان لوگوں کو دوزخ سے نکال دے گا جو پہلے دوزخ میں تھے۔

Marfat.com

شفاعت کے ثبوت میں دلائل

خلاصہ یہ ہے کہ خوارج مبتدعین کی ایک مشہور جماعت ہے جو شفاعت کا انکار کرتے تھے اور صحابہ ان کا انکار کرتے تھے اور وہ احادیث بیان کرتے تھے جو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔

امام سعید بن منصور نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جس نے شفاعت کی تکذیب کی اس کا اس دین میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

اور امام بیہقی نے کتاب البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیا اور فرمایا: ''عنقریب اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو رجم کا انکار کریں گے اور دجال کی تکذیب کریں گے اور عذابِ قبر کی تکذیب کریں گے اور شفاعت کی تکذیب کریں گے اور اس کی تکذیب کریں گے کہ کچھ لوگوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک قوم کو دوزخ سے نکالا جائے گا اور ہم اس کی اس طرح تکذیب نہیں کرتے جس طرح اس کی اہل حروراء یعنی الخوارج نے تکذیب کی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (الاسراء:۷۹) عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا○

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقامِ محمود کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ شفاعت ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوں گے، پس مجھے میرا رب سبز حلّہ پہنائے گا، پھر مجھے اجازت دی جائے گی، پھر جو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ میں کہوں گا اور یہی مقامِ محمود ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ آپ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں اور اہل علم یہ کہتے ہیں کہ یہی مقامِ محمود ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن کھڑا ہوں گا جب تم ننگے پیر ننگے بدن آؤ گے، پھر مجھے میرا رب حلّہ پہنائے گا، سو میں اس کو پہنوں گا، پس میں عرش کی دائیں جانب ایک مقام پر کھڑا ہوں گا جس مقام پر میرے سوا کوئی کھڑا نہیں ہوگا اور مجھ پر اولین اور آخرین رشک کریں گے۔

شفاعت کی اقسام

علامہ نووی نے قاضی عیاض کی پیروی میں کہا ہے: شفاعت کی پانچ قسمیں ہیں:

ایک قسم ہے محشر کی ہولناکیوں سے راحت پہنچانے کے لیے شفاعت کرنا۔

دوسری قسم ہے بعض لوگوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کے لیے شفاعت کرنا۔

تیسری قسم ہے جن لوگوں کو روک لیا گیا اور وہ عذاب کے مستحق ہو گئے ان کے لیے شفاعت کرنا تاکہ انہیں عذاب نہ دیا جائے۔

چوتھی قسم ہے اہل دوزخ میں سے گناہ گاروں کو نکالنے کے لیے شفاعت کرنا۔

اور پانچویں قسم ہے درجات کی بلندی کے لیے شفاعت کرنا۔

Marfat.com

قاضی عیاض نے شفاعت کی چھٹی قسم بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کے لیے شفاعت کرنا۔

اور بعض علماء نے شفاعت کی ساتویں قسم بھی بیان کی ہے اور وہ ہے اہلِ مدینہ کے لیے خصوصی شفاعت کرنا، کیونکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے مصائب پر جو بھی صبر کرے گا میں اس کی شہادت دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔ اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جس وقت جس شخص سے یہ ہو سکے وہ مدینہ میں مرجائے، کیونکہ میں مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت کروں گا۔

اور امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے میں اہلِ مدینہ کی شفاعت کروں گا، پھر اہلِ مکہ کی پھر اہلِ طائف کی۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میں اپنے اہلِ بیت کی شفاعت کروں گا، پھر جو ان کے قریب ہوں، پھر جو ان کے قریب ہوں، پھر تمام عرب کی شفاعت کروں گا، پھر عجمیوں کی شفاعت کروں گا۔

اور شفاعت کی آٹھویں قسم یہ ہے کہ جس شخص کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے جنت میں دخول کی شفاعت فرمائیں گے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا: سب سے پہلے جنت میں لوگ بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور جو میانہ روی سے عمل کرنے والے ہیں پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے داخل ہوں گے۔ اور پھر وہ داخل ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر کے گناہ کیا اور پھر جو اصحابِ اعراف ہیں وہ داخل ہوں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے، اور اصحابِ اعراف کے بارے میں راجح قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہیں۔

اور شفاعت کی ایک نویں قسم ہے اور یہ ان کے لیے شفاعت ہے جنہوں نے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہا اور کوئی نیک کام نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۳۱ ملخصا وملتقطا، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۵۵۹۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بَعْدَ مَا مَسَّهُمْ مِنْهَا سَفْعٌ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ فَيُسَمِّيهِمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَهَنَّمِيِّينَ۔

(صحیح البخاری: ۷۴۵۰، مسند احمد: ۱۱۸۶۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: دوزخ سے کچھ لوگ نکالے جائیں گے اس کے بعد کہ ان کو دوزخ کی تپش پہنچ چکی ہوگی، پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے، پھر اہلِ جنت ان کا نام جہنمی رکھیں گے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۵۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے جزو ثانی کے ساتھ مطابقت ہے، اس حیثیت سے کہ اس حدیث میں ان کا ذکر ہے جو جہنم سے نکالے جائیں گے اور ان کو جہنم کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

یہ حدیث کتاب التوحید میں تفصیل اور تطویل سے آئے گی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سفع" اس کے معنی ہیں: آگ کی حرارت اور تپش۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "جهنميين" یہ جہنمی کی جمع ہے جو جہنم کی طرف منسوب ہو۔

امام نسائی نے عمرو بن ابی عمرو سے از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اہلِ جنت ان کو کہیں گے کہ یہ جہنمی ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزاد کیے گئے ہیں۔

اور امام مسلم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو ان سے یہ نام مٹا دیا جائے گا۔

صحیح البخاری: ۶۵۵۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"السفع" کا معنی ہے: الاثر۔ الجوہری نے کہا: "سفعته النار" اس وقت کہا جاتا ہے جب آگ تھوڑا سا جھلسا دے، پس جسم کی کھال کا رنگ متغیر ہو جائے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۹۰، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۶۵۶۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضى الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ يَقُولُ اللهُ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيَخْرُجُونَ قَدِ امْتُحِشُوا وَعَادُوا حُمَمًا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ أَوْ قَالَ حَمِيَّةِ السَّيْلِ وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَلَمْ تَرَوْا أَنَّهَا تَنْبُتُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہلِ دوزخ، دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکال لو، پس ان کو دوزخ سے نکالا جائے گا اور وہ جل چکے ہوں گے اور کوئلہ بن چکے ہوں گے، پھر ان کو حیات کے

دریا میں ڈالا جائے گا، پس وہ اس طرح اگنے لگیں گے جس طرح کوڑے کرکٹ کا دانہ سیلاب کی کیچڑ میں اگتا ہے، یا راوی نے ''حمیة السیل'' کہا یعنی سیاہ بدبودار مٹی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ زرد رنگ کا لپٹا ہوا اگتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲، ۴۵۸۱، ۴۹۱۹، ۶۵۶۰، ۶۵۷۴، ۷۴۳۸، ۷۴۳۹، صحیح مسلم: ۱۸۴، مسند احمد: ۱۱۱۳۹)

صحیح البخاری: ۶۵۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آگ ان کے جسم میں داخل ہو کر ان کو کوئلہ بنادے گی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں موسیٰ کا ذکر ہے، وہ ابن اسماعیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں وہیب کا ذکر ہے، وہ ابن خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرو بن یحییٰ کا ذکر ہے جو اپنے والد یحییٰ بن عمارہ بن ابی حسن المازنی سے روایت کرتے ہیں از ابی سعید جن کا نام حضرت سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہے۔

یہ حدیث کتاب الایمان میں ''باب تفاضل اهل الایمان'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قد امتحشوا'' یہ ''الامتحاش'' سے بنا ہے اور مجہول کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے: جلنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حمما'' اس کا معنی ہے: کوئلے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیلقون'' یہ بھی مجہول کا صیغہ ہے اور اس کا باب القاء ہے اور اس کا معنی ہے: پھینکنا، یعنی ان کو حیات کے دریا میں پھینکا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الحبة'' یہ سبزیوں کا اور پھولوں کا بیج ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حمیل السیل'' اس کا معنی ہے: کوڑا کرکٹ، یعنی جو مٹی اور کوڑا ہو۔ پس جب اس کوڑے کرکٹ میں بیج بھی ہو اور وہ وادی کے کنارہ پر رہے تو ایک دن اور ایک رات میں وہ اگنے لگتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حمئة'' راوی کو شک ہے کہ ''حمیل'' کی جگہ ''حمئة'' کہا۔ حمئة کا معنی ہے: سیاہ بدبودار مٹی۔

علامہ نووی نے کہا ہے: وہ بہت تیزی کے ساتھ اگنے کی وجہ سے ضعیف ہوگا اور اپنے ضعف کی وجہ سے زرد رنگ میں لپٹا ہوا ہوگا اور پھر بعد میں وہ قوت کو پکڑ لے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٦٥٦١ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ تُوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَةٌ يَغْلِي مِنْهَا دِمَاغُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابو اسحاق سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے نعمان سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: قیامت کے دن جس شخص کو اہلِ دوزخ میں سے سب سے کم عذاب ہوگا یہ وہ مرد ہوگا جس کے دونوں قدموں کے تلووں میں آگ کے دو انگارے رکھ دیے جائیں گے جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(صحیح البخاری: ٦٥٦٢، صحیح مسلم: ٢١٣، سنن ترمذی: ٢٦٠٤، مسند احمد: ١٧٩٢٣)

صحیح البخاری: ٦٥٦١، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں دوزخ کی آگ کی یہ صفت بیان کی ہے کہ اس کے ایک انگارے سے دماغ کھولنے لگتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے، وہ محمد بن جعفر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو اسحاق کا ذکر ہے، اور وہ عمرو بن عبد اللہ السبیعی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں نعمان کا ذکر ہے، وہ حضرت ابن بشیر بن سعید الانصاری رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الایمان میں روایت کی ہے اور امام ترمذی نے ''صفة جهنم'' میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان اهون اهل النار عذابا يوم القيامة لرجل'' یعنی قیامت کے دن سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد ابو طالب ہو۔ اور ''لرجل'' میں لام پر زبر ہے اور یہ تاکید کے لیے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی اخمص قدمیه'' اخمص کا معنی ہے: پیر کا وہ حصہ جو چلتے وقت زمین سے متصل نہیں ہوتا، یعنی تلوا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جمرة'' اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے ''جمرتان'' اور اسی طرح اسرائیل سے جو روایت آرہی ہے

اس میں بھی "جمرتان" کا لفظ ہے۔یعنی اس کے تلووں میں دو آگ کے انگارے ہوں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۶۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ عَلَى أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ وَالْقُمْقُمُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک قیامت کے دن سب سے کم عذاب اس مرد کو ہوگا جس کے دونوں پیروں کے تلووں کے نیچے دو انگارے ہوں گے جس سے اس کا دماغ جوش میں آرہا ہوگا جس طرح دیگچی یا کیتلی میں جوش آتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۶۱، ۶۵۶۲، صحیح مسلم: ۲۱۳، سنن ترمذی: ۲۶۰۴، مسند احمد: ۱۷۹۲۳)

صحیح البخاری: ۶۵۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث مذکور کی دوسری سند ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسرائیل کا ذکر ہے، یہ اپنے دادا ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ سند پہلی سند سے اعلیٰ ہے، لیکن یہاں ابو اسحاق نے نعمان سے روایت کی ہے۔ اور پہلی حدیث میں سماع کی تصریح کی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "المرجل" اس کا معنی ہے: پیتل کی دیگچی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "القمقم" اس سے مراد ہے: کیتلی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۹۲۔ ۱۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۶۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اس حدیث کی از ابو اسحاق از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے کہ اہل دوزخ میں سے سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ کے دو جوتے اور دو تسمے پہنائے جائیں گے جس کی وجہ سے اس کا دماغ جوش میں آرہا ہوگا جیسا کہ دیگچی میں پانی جوش مارتا ہے۔ دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ اس کو سب سے زیادہ عذاب ہو رہا ہے، حالانکہ اس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۳)

Marfat.com

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ دوسری روایت میں ہے کہ وہ آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی۔(الصحاح ج ۳ ص ۱۰۳۸)
اور انہوں نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ مرد ابو طالب ہو یا کوئی اور مسلمان ہو، کیونکہ ابو طالب کے ٹخنوں تک آگ پہنچے گی اور اس کو کفار میں سے سب سے کم عذاب ہوگا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۹۲۔ ۹۳ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۵۶۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَ النَّارَ فَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا ثُمَّ ذَكَرَ النَّارَ فَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از خیثمہ از عدی بن حاتم، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے دوزخ کی آگ کا ذکر فرمایا، پھر آپ نے اپنا چہرہ موڑ لیا اور دوزخ کی آگ سے پناہ طلب کی، آپ نے پھر دوزخ کی آگ کا ذکر فرمایا، پھر آپ نے اپنا چہرہ موڑ لیا اور دوزخ کی آگ سے پناہ طلب کی، پھر آپ نے فرمایا: دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا صدقہ کر کے۔ اور جس کو وہ میسر نہ ہو تو وہ کوئی نیک بات کہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۳، ۱۴۱۷، ۳۵۹۵، ۶۰۲۳، ۶۵۳۹، ۶۵۴۰، ۶۵۶۳، ۷۴۴۳، ۷۵۱۲، صحیح مسلم: ۱۰۱۶، سنن ترمذی: ۲۴۱۵، سنن نسائی: ۲۵۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۳، مسند احمد: ۱۷۷۸۲، سنن دارمی: ۱۶۵۷)

صحیح البخاری: ۶۵۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں دوزخ کی آگ سے پناہ طلب کرنے کا ذکر ہے اور یہ دوزخ کی صفات میں سے ہے کہ اس کی آگ سے پناہ کو طلب کرنا چاہیے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو کا ذکر ہے، یہ ابن مرہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں خیثمہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبد الرحمٰن ہیں۔
یہ حدیث ''باب من نوقش الحساب عذب'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاشاح'' یعنی آپ نے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ ابن الاثیر نے کہا ہے: المشیح کا معنی ہے: الحذر اور کسی معاملہ سے منہ موڑنا۔ گویا آپ نے دوزخ کی آگ سے بچتے ہوئے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ یا آپ نے آگ سے بچنے کی وصیت پر

برانگیختہ کرنے کے لیے ایسا کیا۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٥٦٤- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ أَبُو طَالِبٍ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِي مِنْهُ أُمُّ دِمَاغِهِ۔

(صحیح البخاری: ۳۸۸۵، صحیح مسلم: ۲۱۰، مسند احمد: ۱۱۰۷۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی اور الدراوردی نے از یزید از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور آپ کے سامنے آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر کیا گیا، تب آپ نے فرمایا: شاید قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو فائدہ ہو، پس اس کو دوزخ کے ٹخنوں تک آگ میں رکھا جائے گا اور وہ آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کے دماغ کی جڑ کھول رہی ہوگی۔

صحیح البخاری: ۶۵۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کی حدیث میں دوزخ کے ٹخنوں کا ذکر ہے اور یہ دوزخ کی صفت ہے۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن حمزہ کا ذکر ہے، یہ ابواسحاق الزبیری الاسدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی حازم کا ذکر ہے اور یہ عبدالعزیز بن حازم سلمہ بن دینار الاسلمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الدراوردی کا ذکر ہے، ان کا نام عبدالعزیز بن محمد بن عبید ہے، یہ امام مسلم کے رجال میں سے ہیں۔ اور یہ تمام راوی مدنی ہیں۔

یہ حدیث ابوطالب کے قصہ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ابوطالب کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالمطلب ہیں اور نبی ﷺ کے چچا ہیں، ان کا نام عبد مناف ہے اور یہ حضرت عبداللہ کے سگے بھائی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "شاید ابوطالب کو میری شفاعت سے نفع پہنچے"۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ؁ (المدثر:۴۸) پس شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی فائدہ نہ دے گی O

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ابوطالب کو اس آیت کے عموم سے خاص کر لیا گیا ہے، اسی وجہ سے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے شمار کیا گیا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کافر کی سزا اس کے کفر پر بھی ہوگی اور اس کے گناہوں پر بھی ہوگی۔ پس جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر کی سزا کو تو معاف نہ فرمائے اور اس کے بعض گناہوں کی سزا کو شفاعت کرنے والے کے دل کو راضی کرنے کے لیے معاف فرما دے اور کافر کو کوئی ثواب نہیں ہوتا کیونکہ کفر پر مرنے کی وجہ سے اس کی تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۶۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی توجیہات

علامہ قرطبی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ قرآن مجید میں جو فرمایا ہے کہ کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی، اس سے مراد یہ ہے کہ شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے کفار کو دوزخ سے نکالا نہیں جائے گا۔ اور اس حدیث میں جو ابوطالب کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے فائدہ پہنچانے کا ذکر ہے اس سے مراد اس کے عذاب میں تخفیف ہے۔

اور علامہ القرطبی نے المفہم میں یہ کہا ہے کہ اس شفاعت کے متعلق اختلاف ہے، آیا یہ زبان سے قولی شفاعت ہے یا حالی شفاعت ہے؟ اور زبان سے قولی شفاعت تو مشکل ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ "کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے فائدہ نہیں ہوگا"۔

اور اس کا یہ جواب ہے کہ اس آیت میں تخصیص جائز ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ابوطالب نے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی بہت زیادہ کی اور آپ سے ظلم کو دور کیا تو اس کی یہ جزا دی گئی کہ اس کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی اور اس کے اوپر شفاعت کا اطلاق کیا گیا کیونکہ یہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی وجہ سے شفاعت فرمائی۔

اور اس کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ جس سے عذاب میں تخفیف کی گئی جب کہ اس نے تخفیف کا اثر نہیں پایا تو گویا اس کو شفاعت سے فائدہ نہیں پہنچا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو پہلے گزر چکا ہے کہ ابوطالب کو سب سے کم دوزخ میں عذاب ہوگا، کیونکہ دوزخ کے تھوڑے عذاب کو بھی پہاڑ برداشت نہیں کر سکتا۔ پس اس پر یہ صادق آئے گا کہ تخفیف سے اس کو فائدہ نہیں پہنچا۔ اور اس حدیث میں بھی اس کی تائید ہے، کیونکہ ابوطالب کے عذاب کو کم کر کے اس کے ٹخنوں تک رکھا گیا اس کے باوجود اس عذاب سے اس کا دماغ کھول رہا تھا، تو اس پر یہ صادق آئے گا کہ اس کے عذاب میں تخفیف تو کی گئی لیکن اس کو اس سے فائدہ نہیں پہنچا۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ کافر کے کفر کے عذاب میں تخفیف نہ کی جائے اور اس کے گناہوں کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۶۳، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ ھ)

۶۵۶۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے

Marfat.com

عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُونَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا عَلَى رَبِّنَا حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ الَّذِي خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّنَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ وَيَقُولُ ائْتُوا نُوحًا أَوَّلَ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللهُ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ ائْتُوا إِبْرَاهِيمَ الَّذِي اتَّخَذَهُ اللهُ خَلِيلًا فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ ائْتُوا مُوسَى الَّذِي كَلَّمَهُ اللهُ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ فَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ ائْتُوا عِيسَى فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ ائْتُوا مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَأْتُونِي فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ يُقَالُ لِي ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُ رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِي ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا ثُمَّ أُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ فَأَقَعُ سَاجِدًا مِثْلَهُ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ حَتَّى مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ وَكَانَ قَتَادَةُ يَقُولُ عِنْدَ هَذَا أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا، پس لوگ کہیں گے: اگر ہم اپنے رب کے پاس کسی کی شفاعت کو طلب کریں حتیٰ کہ وہ ہم کو اس جگہ سے راحت میں پہنچائے؟ پس وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے، پس لوگ کہیں گے: آپ وہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا سو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، پس آپ ہمارے لیے ہمارے رب کے پاس شفاعت کیجئے، پس حضرت آدم (علیہ السلام) فرمائیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور وہ اپنی (اجتہادی) خطا کو یاد کریں گے اور فرمائیں گے: تم نوح کے پاس جاؤ، وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، پس لوگ حضرت نوح (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے، پس وہ فرمائیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں، پس وہ اپنی (ظاہری) خطا کو یاد کریں گے تم ابراہیم کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا ہے، پس لوگ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے، پس حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں، پس وہ اپنی (ظاہری) خطاء کو یاد کریں گے، تم موسیٰ کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے، پس لوگ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے، سو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں، پس وہ بھی اپنی ظاہری خطاء کو یاد کریں گے، تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، پس لوگ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آئیں گے، سو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں، تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ، جن کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کردی گئی ہے، سو لوگ میرے پاس آئیں گے، پس میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا، پس اس وقت جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو

Marfat.com

سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں چھوڑے رکھے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے، آپ سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا، آپ بات کیجئے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہوگی، سو میں اپنا سر اٹھاؤں گا، پس میں اپنے رب کی ایسی حمد کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت تعلیم فرمائے گا، پھر میں شفاعت کروں گا، پھر میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، پھر میں لوگوں کو دوزخ سے نکالوں گا اور ان کو جنت میں داخل کر دوں گا۔ پھر میں دوبارہ لوٹوں گا، پھر پہلے کی مثل سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ حتیٰ کہ دوزخ میں صرف وہ باقی رہ جائے گا جس کو قرآن نے دوزخ میں روک لیا ہے۔ اور قتادہ اس حدیث میں کہتے تھے یعنی دوزخ میں جن پر خلود اور دوام واجب ہو چکا ہے۔

(صحیح البخاری: ٦٧٤٤، صحیح مسلم: ١٩٣، سنن ابن ماجہ: ٤٣١٢، مسند احمد: ١٣١٥٠)

صحیح البخاری: ٦٥٦٥، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے مستنبط کی جا سکتی ہے جس میں یہ ارشاد ہے "پھر میں دوزخ سے لوگوں کو نکالوں گا" کیونکہ اس میں بھی دوزخ کا ایک حال بیان فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عوانہ، ان کا نام الوضاح بن عبد اللہ الیشکری ہے۔

یہ حدیث سورۃ البقرہ کی تفسیر کے شروع میں گزر چکی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث کو امام مسلم نے سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: سورۂ بنی اسرائیل میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بہت طویل روایت ہے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نہیں ہے جب کہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

محشر کے کرب سے راحت دلانے اور حساب و کتاب کے لیے شفاعت

اس حدیث میں مذکور ہے ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائے گا''۔ المستملی کی روایت میں ہے ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو عرصات (یعنی کھلے میدانوں میں) جمع فرمائے گا''۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث گزر چکی ہے اس میں مذکور ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اولین اور آخرین کے تمام لوگوں کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا''۔ اور سعید اور ہمام کی روایت میں ہے ''اللہ تعالیٰ مومنین کو جمع فرمائے گا''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اگر ہم اپنے رب کے پاس کسی کی شفاعت کو طلب کرتے'' اس کی جزاء محذوف ہے یا یہ جملہ اظہارِ تمنا کے لیے ہے تو پھر اس کے جواب کی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی ہم اپنے رب کے پاس کسی کی استعانت کو طلب کرتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ وہ ہم کو اس جگہ سے راحت پہنچائے'' یعنی وہ ہم کو محشر کی ہولناکیوں اور اس کے احوال سے نکال لے اور اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے شفاعت کو طلب کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے'' اور شیبان کی روایت میں ہے ''پھر لوگ جائیں گے حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لست هناکم'' یعنی میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں۔ قاضی عیاض نے کہا ہے: ''لست هناکم'' اس سے کنایہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا مرتبہ مطلوبہ مرتبے سے کم ہے اور یہ انہوں نے تواضعاً فرمایا ہے، یا جوان کا سوال تھا اس کو بہت بڑا سمجھ کر فرمایا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ یہ مقام میرے لیے نہیں ہے بلکہ دوسرے کے لیے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یذکر خطیئته'' یعنی حضرت آدم علیہ السلام اپنی ظاہری خطاء کو یاد کریں گے کہ انہوں نے اس درخت سے کھایا تھا جس درخت سے ان کو منع فرمایا تھا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے ''میں اپنی اس خطاء کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا''۔ اور ابونضرہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''میں نے (ظاہری) گناہ کیا تو میں زمین کی طرف اتار دیا گیا''۔ پس ثابت نے امام سعید بن منصور سے روایت کی ہے کہ ''میں نے (ظاہری) خطاء کی اور میں فردوس میں تھا اور آج مجھے اگر بخش دیا جائے تو یہ میرے لیے بہت کافی ہے''۔

حضرت نوح علیہ السلام سے شفاعت کو طلب کرنا اور ان کے اول رسول ہونے پر بحث و نظر

اس حدیث میں مذکور ہے ''وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا''۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پہلے رسول ہیں نہ کہ حضرت نوح علیہ السلام۔ اسی طرح حضرت شیث اور حضرت ادریس علیہما السلام پہلے رسول ہیں اور یہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے ہیں۔

علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ حضرت نوح علیہ السلام

Marfat.com

وہ پہلے رسول ہیں جنہوں نے اپنی قوم کو عذاب سے ڈرایا۔ یا وہ پہلے رسول ہیں جن کو ایک قوم کی طرف مبعوث کیا گیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ان تینوں جوابوں میں اعتراض ہے۔

رہا پہلا جواب تو اس میں یہ اعتراض ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام رسول ہیں اور ان کو ان کی اولاد قابیل کی طرف بھیجا گیا۔ اور ان کے اوپر اکیس (۲۱) صحائف نازل کیے گئے جن کو حضرت جبریل علیہ السلام نے املاء کرایا تھا اور ان کو سریانی زبان میں لکھا گیا تھا اور ان پر ایک دن اور ایک رات میں پچاس رکعت فرض کی گئیں اور ان پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت، زنا، ظلم اور دھوکہ دہی اور سرکشی کو حرام قرار دیا گیا تھا۔

رہا دوسرا جواب تو اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بھی اپنی اولاد کو ان کاموں سے ڈرایا تھا جن میں ہلاکت ہے اور اپنی وفات کے وقت اس کی وصیت کی تھی۔

رہا تیسرا جواب تو اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بھی قوم ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اس وقت تک وفات نہیں ہوئی حتیٰ کہ ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور ان کی اولاد کا عدد چالیس ہزار کو پہنچ گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا ان میں بعض زنا کرتے ہیں، بعض شراب پیتے ہیں اور بعض فساد کرتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو ان کاموں سے روکا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت نوح علیہ السلام اپنی (ظاہری) خطاء کو یاد کریں گے''۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام اپنی اس ظاہری خطاء کو یاد کریں گے کہ انہوں نے اپنی قوم کے خلاف ہلاکت کی دعا کی تھی۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جانے کے درمیان وقفہ کی مدت

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، نے ''کشف علوم الآخرۃ'' میں لکھا ہے کہ جب اہلِ محشر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اس کے درمیان ہزار سال کا عرصہ ہے، اسی طرح ہر نبی سے دوسرے نبی تک ہزار سال کا عرصہ ہے اور پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بھی ہزار سال کا عرصہ ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے کہا ہے:

امام غزالی نے جو ایک ہزار سال کا عرصہ ہر نبی سے دوسرے نبی کے پاس جانے کے درمیان بیان کیا ہے میں اس کی کسی اصل پر واقف نہیں ہوا۔ اور امام غزالی نے اس کتاب میں ایسی احادیث بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے، لہٰذا ان کی ذکر کردہ کسی حدیث سے دھوکا نہ کھایا جائے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۳۶، دار المعرفہ، بیروت)

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام غزالی کی جلالتِ قدر اور ان کا عظیم مرتبہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکورہ عبارت کے منافی ہے اور ان کا امام غزالی کی بیان کردہ احادیث کی اصل پر واقف نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ دوسرے اس کی اصل پر واقف نہ ہوئے ہوں۔ علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی کا علم تمام احادیث کو محیط نہیں ہے اور نہ تمام منقولات کو محیط ہے حتیٰ کہ وہ یہ دعویٰ کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص

۱۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام غزالی کی جلالتِ قدر اس کے منافی نہیں ہے کہ ان کی بعض کتابوں کے متعلق حسنِ ظن کیا جائے اور اس میں سے نقل کیا جائے، اور یہ منقول ثابت نہیں ہے جیسا کہ احیاء العلوم میں ''قوت القلوب'' سے احادیث نقل کی گئی ہیں چنانچہ متعدد حفاظ نے اس پر تنبیہ کی ہے اور خود امام غزالی نے اعتراف کیا ہے کہ حدیث میں ان کی معلومات بہت کم ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے علم کے احاطہ کا دعویٰ نہیں کیا ہے، انہوں نے یہ کہا ہے کہ وہ اس حدیث کی اصل پر مطلع نہیں ہیں۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۲۵، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شفاعت کو طلب کرنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین ظاہری جھوٹوں کی توجیہ

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی (ظاہری) خطاء کو یاد کریں گے''۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وہ تین کلام ہیں جو انہوں نے بطورِ تعریض فرمائے تھے:

(۱) ''بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ'' (الانبیاء: ۶۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود بتوں کو توڑا تھا اور اس کی نسبت بڑے بت کی طرف کر دی اور فرمایا: بلکہ یہ کام ان کے بڑے بت نے کیا ہے۔ اور اس کلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سبب کی طرف نسبت کی ہے، یعنی اس بڑے بت کی پرستش کی جاتی تھی تو اس کی پرستش کو باطل کرنے کے سبب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام بتوں کو توڑ ڈالا تا کہ لوگوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ ان بتوں کو توڑا گیا اور یہ بڑا بت ان کو بچا نہیں سکا۔ سو ان کا یہ کلام ظاہری طور پر جھوٹ ہے حقیقت میں جھوٹ نہیں ہے۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے کہا کہ ''میں تمہارا بھائی ہوں'' حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے شوہر تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ میں تمہارا دینی بھائی ہوں۔ سو ان کا یہ کلام ظاہری طور پر جھوٹ ہے حقیقت میں جھوٹ نہیں ہے۔

(۳) ''اِنِّیْ سَقِیْمٌ'' (الصّفّت: ۸۹) یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے عید کے دن میلے میں جانے کی دعوت دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جانا نہیں چاہتے تھے تو انہوں نے عذر پیش کیا کہ میں بیمار ہوں، حالانکہ وہ بیمار نہیں تھے۔ یہ بھی بہ ظاہر جھوٹ ہے حقیقت میں جھوٹ نہیں ہے، کیونکہ ان کی مراد یہ تھی کہ میری قوم بیمار ہے کیونکہ وہ گمراہی میں مبتلاء ہے۔

حدیث میں ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے اور وہ سب اللہ کی راہ میں تھے، انہوں نے کہا: میں بیمار ہوں اور انہوں نے کہا ''بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ'' اور انہوں نے حضرت سارہ کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے۔ اس حدیث کی امام احمد اور امام بزار نے روایت کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شفاعت کو طلب کرنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی (ظاہری) خطا کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ" اس میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی (ظاہری) خطاء کو یاد کریں گے اور وہ ظاہری خطاء یہ تھی کہ انہوں نے ایک قبطی کو تادیباً گھونسا مارا تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھونسے کی ضرب سے مر گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ادب سکھانے کے لیے گھونسا مارا تھا، اس کو قتل کرنے کے قصد سے گھونسا نہیں مارا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے شفاعت کو طلب کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے"۔ اور امام مسلم کی روایت میں ہے "وہ کسی گناہ کا ذکر نہیں کریں گے"۔

اور ابونضرہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کی گئی ہے۔

معمولاتِ اہل سنت کی صحت کی دلیل

(میں کہتا ہوں: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی تو آپ بھی شفاعت کرنے سے گریز فرماتے، حالانکہ آپ شفاعت فرمائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت نہیں کی گئی اور بعض مخالفین جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنا اور یارسول اللہ کہنا شرک ہے اور غیر اللہ کی عبادت ہے، اگر یہ صحیح ہوتا تو آپ بھی شفاعت کرنے سے گریز فرماتے جب کہ آپ شفاعت فرمائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یارسول اللہ کہنا نہ شرک ہے نہ غیر اللہ کی عبادت ہے۔ سعیدی غفرلہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کو طلب کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر لوگ میرے پاس آئیں گے" اور نضر بن انس نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ مجھے اللہ کے نبی نے حدیث بیان کی کہ "میں کھڑا ہوا اپنی امت کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ پل صراط کو عبور کرے، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے، پس انہوں نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) یہ انبیاء آپ کے پاس آئے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام امتوں کو جہاں چاہے متفرع کرے اس غم کی وجہ سے جس میں یہ مبتلاء ہیں"۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہلِ محشر کے کلام کو جو بیان کیا گیا ہے یہ سب اس وقت واقع ہوگا جب پل صراط کو نصب کیا جائے گا اور کفار دوزخ میں گریں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا"۔ ہشام کی روایت میں ہے "پس میں جاؤں گا اور اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا"۔ قاضی عیاض نے کہا: یعنی شفاعت کے متعلق اجازت طلب کروں گا۔ اور قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ "میں جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور اس کو کھلواؤں گا، پس کہا جائے گا: یہ کون ہیں؟ تو میں کہوں گا: محمد، تو کہا جائے گا: محمد کو مرحبا ہو"۔ اور سلیمان کی حدیث میں ہے "میں دروازہ کے حلقہ کو پکڑوں گا اور وہ سونے کا ہوگا، پس دروازہ کھٹکھٹایا جائے گا، پس کہا جائے گا: یہ کون ہیں؟ میں کہوں گا: محمد تو میرے لیے دروازہ کھول دیا جائے گا حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں گا، پس میں سجدہ کرنے کی اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت دی جائے گی"۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "پس میں اپنے آپ کو دیکھوں گا کہ میں سجدہ کر رہا ہوں" اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں چھوڑے رکھے گا"۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ "میں سجدہ میں ایک جمعہ کی مقدار گر جاؤں گا"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر اللہ تعالیٰ مجھ سے فرمائے گا" اور النضر بن انس کی روایت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا: محمد کے پاس جاؤ، پس ان سے کہو: اپنا سر اٹھایئے! یعنی اللہ تعالیٰ مجھ سے جبریل علیہ السلام کی زبان پر فرمائے گا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی حدود

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "پھر میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی" یعنی میرے لیے شفاعت کے ہر دور میں ایک حد مقرر کی جائے گی جس حد سے میں واقف ہوں گا، پس میں اس حد سے تجاوز نہیں کروں گا مثلاً مجھ سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تمہیں اس کے متعلق شفاعت کرنے والا بنایا جس نے نماز با جماعت میں کمی کی، پھر کہا جائے گا: میں نے آپ کو ان کے متعلق شفاعت کرنے والا بنایا جنہوں نے نماز میں کمی کی، پھر کہا جائے گا: آپ کو ان کے متعلق شفاعت کرنے والا بنایا ہے جنہوں نے خمر پی، پھر کہا جائے گا: آپ کو ان کے متعلق شفاعت کرنے والا بنایا ہے جنہوں نے زنا کیا ہے۔ اور اسی طریقہ کے مطابق علامہ طیبی نے حکایت کی ہے۔

علامہ داؤدی کا اشکال اور اس کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا"۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: گویا کہ اس حدیث کا راوی ایسی چیز پر سوار ہوا جس کی اصل نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث کے اول میں میدانِ محشر کی تکلیف سے اور کرب سے راحت دلانے کی شفاعت کا ذکر کیا اور اس کے آخر میں دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کا ذکر کیا۔ اس سے اس کا ارادہ یہ ہے کہ یہ محشر سے منتقل ہونے اور صراط پر گزرنے اور جو صراط سے اس حالت میں دوزخ میں گر جائیں گے اس کے بعد ہوگا۔ اور اس کے بعد دوزخ سے نکالنے کی شفاعت واقع ہوگی۔ اور یہ اشکال قوی ہے۔

قاضی عیاض نے اس کا جواب دیا ہے اور علامہ نووی نے بھی ان کی پیروی کی ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ ملی ہوئی ہے، اس میں یہ واقع ہے "پس لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئیں گے، پس آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا، پس وہ دونوں پل صراط کی دونوں جانبوں میں کھڑے ہوں گے دائیں جانب اور بائیں جانب، پس تم میں سے اول بجلی کی طرح گزرے گا۔۔۔ الحدیث۔

قاضی عیاض نے کہا: پس اس روایت سے کلام متصل ہو جاتا ہے، کیونکہ جس شفاعت کے لیے لوگ آئیں گے اور اس میں محشر کے کرب سے راحت دی جائے گی پھر دوزخ سے نکالنے کی شفاعت ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے تین مراحل

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر میں دوبارہ لوٹوں گا" یعنی لوگوں کو دوزخ سے نکالنے اور ان کو جنت میں داخل کرنے کے بعد۔
حاصلِ کلام یہ ہے کہ پہلی مرتبہ اہلِ محشر کو محشر کی تکلیف سے راحت پہنچانے کے لیے شفاعت ہوگی۔ اور دوسری مرتبہ ان کو دوزخ سے نکالنے کے لیے شفاعت ہوگی اور تیسری مرتبہ میں آپ فرمائیں گے: اے میرے رب! اب دوزخ میں صرف وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے دوزخ میں روک دیا ہے۔ اور اسی طرح اکثر روایات میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۹۵۔۱۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۶۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام سے گناہِ صغیرہ کے ارتکاب کا محال ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی شفاعت کے متعلق حدیث بہت طویل ہے اور اس میں انبیاء علیہم السلام کے گناہوں کا ذکر ہے، سو بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہِ صغیرہ کا ارتکاب جائز ہے اور جن گناہوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ گناہِ صغیرہ ہیں۔ اور مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اول رسول ہونے پر ایک اشکال کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت نوح علیہ السلام اول رسول ہیں" حالانکہ اصحابِ تواریخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام رسول ہیں اور حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جدِ امجد ہیں۔ اور یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب حضرت ادریس علیہ السلام رسول نہ ہوں، پس ہو سکتا ہے کہ وہ نبی ہوں اور رسول نہ ہوں۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کا اللہ کا رسول ہونا زیادہ نقل اور شہرت سے ثابت نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رسولوں سے افضل ہیں۔
(۲) اس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تواضع اور انکسار ہے اور ان کا دوسروں کے حقوق کا اعتراف کرنا ہے۔
(۳) انبیاء علیہم السلام کو یہ علم نہیں تھا کہ شفاعتِ عظمیٰ کے ساتھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخصوص ہیں، اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو وہ پہلی مرتبہ ہی لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیج دیتے۔
(۴) اہلِ محشر اپنے نفع کے حصول کے لیے کوشش کریں گے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۹۴۔۹۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۶۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

محشر کا کرب اور اس کی پریشانی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا، اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا، ان کو بلانے والا سنائے گا اور ان میں بصر کو نافذ کرے گا اور سورج قریب ہوگا، پس لوگوں میں انتہائی غم اور کرب ہوگا جس کی وہ طاقت نہیں رکھیں گے اور نہ اس کو برداشت کریں گے۔ اور اسحاق بن راہویہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ سورج ان کے سروں کے قریب ہوگا اور اس کی تپش بہت شدید ہوگی اور سورج کا قرب ان کے لیے بہت دشوار ہوگا، پس وہ چیخ و پکار کر رہے ہوں گے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے شروع میں ہے "دنیا و آخرت میں جو کچھ بھی ہونے والا ہے وہ مجھ پر پیش کیا گیا، اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا، پس لوگ اس سے گھبرا رہے ہوں گے اور پسینہ ان کے منہ کی لگام بنا ہوا ہوگا۔ پس جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا ان کو اس حال میں روکے رکھے گا۔ اور لوگوں کے اعمال کے اعتبار سے ان پر پسینہ بہہ رہا ہوگا"۔

اور سلمان کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سورج میں دس سال کی گرمی ہوگی، پھر وہ لوگوں کے سروں کے قریب ہوگا، پس ان کا پسینہ بہہ رہا ہوگا حتیٰ کہ زمین پر ان کے قد کے برابر پسینہ ہوگا۔

اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ضرور تمام لوگوں کا قیامت کے دن سردار ہوں گا بغیر فخر کے اور جتنے بھی لوگ ہوں گے سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، وہ کشادگی کا انتظار کر رہے ہوں گے اور بے شک میرے ہی ساتھ حمد کا جھنڈا ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کا دن لوگوں پر بہت طویل ہوگا حتیٰ کہ لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے "حضرت آدم (علیہ السلام) کے پاس چلو جو ابوالبشر ہیں، وہ ہماری ہمارے رب کی طرف شفاعت کریں گے تاکہ ہمارا رب ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے"۔

حضرت آدم علیہ السلام کا اپنی (ظاہری) خطاء کو یاد کرنا

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے درخت سے کھایا حالانکہ ان کو اس سے منع کیا گیا تھا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے "میں اپنی خطاء کی وجہ سے جنت سے نکال دیا گیا ہوں"۔ اور امام سعید بن منصور کی روایت ہے "بے شک میں نے خطاء کی اور میں فردوس میں تھا، پس اگر اللہ تعالیٰ آج مجھے بخش دے تو یہ میرے لیے بہت کافی ہے"۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "بے شک میرا رب آج غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں ہوا اور نہ اس کے بعد اتنے غضب میں ہوگا اور اس نے مجھے درخت سے منع کیا تھا، پس میں نے اس کی نافرمانی کی نفسی نفسی اذهبوا الی غیری (آج مجھے اپنے نفس کی فکر ہے، میرے غیر کی طرف جاؤ)۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی خطاء کو یاد کرنا

معبد بن ہلال کی روایت میں ہے کہ "میں نے اپنی قوم کے خلاف دعا کی تھی" اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

Marfat.com

''میں نے دعا کی تھی تو پورے روئے زمین کو غرق کر دیا گیا''۔

حضرت نوح علیہ السلام نے دو وجہوں سے اہلِ محشر کی شفاعت نہ کرنے کا عذر پیش کیا تھا:

ایک وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ وہ ایسا سوال نہ کریں جس کا انہیں علم نہ ہو، انہیں یہ خوف ہوا کہ اگر انہوں نے اہلِ محشر کی شفاعت کی تو یہ بھی اس قبیل سے ہوگی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ایک دعا تھی جس کا قبول ہونا محقق تھا اور انہوں نے وہ دعا پوری کر لی جب روئے زمین کے اوپر طوفان آیا، اب انہیں یہ خطرہ ہوا کہ اب اگر انہوں نے اور دعا کی تو شاید وہ قبول نہیں ہوگی۔

بعض شارحین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے اہل کو نجات دے گا، پس جب ان کا بیٹا غرق ہو گیا تو انہوں نے اپنے رب کو یاد دلایا جو اس نے وعدہ فرمایا تھا تو حضرت نوح علیہ السلام کو بتایا گیا کہ آپ کے اہل سے مراد وہ ہیں جو ایمان لایا ہو اور اس نے نیک عمل کیے ہوں، تو آپ کا بیٹا ان سے خارج ہو گیا، لہٰذا آپ اس چیز کا سوال نہ کریں جس کا آپ کو علم نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی خطاء کو یاد کرنا

امام سعید بن منصور نے ثابت سے روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: ''میں نے ایک جان کو بغیر جان کے بدلہ کے قتل کر دیا اور اگر آج میری مغفرت کر دی جائے تو یہ میرے لیے بہت کافی ہے''۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ''میں نے ایک نفس کو قتل کر دیا جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا''۔

میں کہتا ہوں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو ارادۃً قتل نہیں کیا تھا، آپ نے اس کو تادیباً گھونسا مارا تھا اور وہ قضاءِ الٰہی سے مر گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو فرمایا ہے کہ ''میں نے ایک جان کو قتل کر دیا'' یہ آپ نے خوفِ الٰہی کی شدت سے فرمایا ورنہ آپ کا ارادہ اس کو قتل کرنے کا نہیں تھا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کے اعلان کا بیان

معتمر کی روایت میں ہے ''اس کی طرف جاؤ جو آج کے دن بخشا ہوا آیا ہے اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (الفتح: ۲) تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تاویل میں اختلاف ہے۔ ایک قول ہے ''متقدم'' سے مراد وہ کام ہیں جو نبوت سے پہلے ہوئے اور ''متاخر'' سے مراد ہے آپ کی عصمت۔

دوسرا قول ہے کہ آپ سے جو کام سہواً ہوئے یا تاویل سے ہوئے ان کی مغفرت کر دی گئی۔

تیسرا قول ہے ''متقدم'' سے مراد ہے آدم علیہ السلام کے گناہ اور ''متاخر'' سے مراد ہے آپ کی امت کے گناہ۔

چوتھا قول ہے کہ اس آیت کا معنی ہے ''آپ کی مغفرت کر دی گئی ہے اور اگر آپ سے گناہ واقع ہوتا تو بھی اس پر مواخذہ نہ

ہوتا''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے مطابق یہ چوتھا قول ہے۔ اور تیسرا قول یہاں معتبر نہیں ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں نے ایک جان کو بغیر جان کے بدلہ میں قتل کر دیا تھا اور اگر آج میری مغفرت ہو جائے تو مجھے کافی ہے، حالانکہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مغفرت فرما دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شفاعت طلب کرنے والوں سے فرمایا تھا ''تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت فرما دی ہے''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اگرچہ مغفرت فرما دی گئی اس کے باوجود وہ مواخذہ سے ڈرتے تھے اور اپنے آپ کو مقام شفاعت کے لائق نہیں سمجھتے تھے، اس کے برخلاف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ استدلال کیا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی شفاعت کرنے والے ہیں کیونکہ ان کے اگلے اور پچھلے (ظاہری) ذنب کی مغفرت فرما دی ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اگر آپ سے بالفرض کوئی ذنب واقع ہوا تو بھی آپ سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا، اور یہ ان نفیس حقائق میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں مجھ پر منکشف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حمد ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان

اور بعض اسانید سے یہ گذر چکا ہے کہ اہلِ محشر کے سوال میں سے یہ بھی تھا کہ جنت کا دروازہ کھلوایا جائے اور صحیح مسلم میں یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے وہ شخص ہیں جو جنت کا دروازہ کھلوائیں گے اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ''میں جنت کے دروازہ کے حلقہ کو پکڑوں گا، پس اس کو کھٹکھٹاؤں گا، سو کہا جائے گا: یہ کون ہیں؟ پس میں کہوں گا: محمد، پس وہ میرے لیے دروازہ کو کھول دیں گے اور مجھے مرحبا کہیں گے، پس میں سجدہ میں گر جاؤں گا''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد یہ روایت کی ہے کہ میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، پس کہا جائے گا: آپ اپنی امت میں سے جنت کے دروازوں میں سے سیدھے دروازہ سے داخل کر دیں ان کو جن پر نہ کوئی حساب ہوگا اور نہ عذاب ہوگا۔

اور صور کی طویل حدیث امام ابویعلیٰ سے مروی ہے، اس میں مذکور ہے ''میں کہوں گا: اے میرے رب! تو نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ کیا تھا، پس اہلِ جنت کے متعلق میری شفاعت کو قبول فرما کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے آپ کو ان میں شفاعت کرنے والا بنا دیا ہے اور میں نے آپ کی امت کے لیے جنت میں دخول کی اجازت دے دی ہے''۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۳۴۔۶۲۹ ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۵۶۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم فَيَدْخُلُونَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از الحسن بن ذکوان، انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے

Marfat.com

الْجَنَّةِ يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّينَ۔

حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ،آپ نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ایک قوم دوزخ سے نکلے گی ،پس جنت میں داخل ہو جائے گی ،ان کو ''جهنميين'' کہا جائے گا۔

(سنن ترمذی: ۲۶۰۰، سنن ابوداؤد: ۴۷۴۰، سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۵، مسند احمد: ۱۲۹۳۹۶)

صحیح البخاری: ۶۵۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں دوزخ کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسن بن ذکوان، یہ ابوسلمہ البصری ہیں، ان کے متعلق امام احمد اور ابن معین وغیرہما نے کلام کیا ہے اور صحیح البخاری میں ان کی صرف یہی حدیث ہے جو یحییٰ القطان سے مروی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابورجاء عمران العطاردی ہے۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب السنۃ میں روایت کی ہے اور امام ترمذی نے صفۃ النار میں اور امام ابن ماجہ نے کتاب الزہد میں، اور ان سب نے اس حدیث کی روایت محمد بن بشار سے کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٥٦٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُمَّ حَارِثَةَ أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَقَدْ هَلَكَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ أَصَابَهُ غَرْبُ سَهْمٍ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ عَلِمْتَ مَوْقِعَ حَارِثَةَ مِنْ قَلْبِي فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ لَمْ أَبْكِ عَلَيْهِ وَإِلَّا سَوْفَ تَرَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ لَهَا هَبِلْتِ أَجَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ إِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيرَةٌ وَإِنَّهُ فِي الْفِرْدَوْسِ الْأَعْلَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام حارثہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور ان کا بیٹا حارثہ غزوہ بدر میں شہید ہو چکا تھا، اس کو ایک اجنبی تیر آ کر لگا تھا، حارثہ کی والدہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ میرے دل میں حارثہ کی کتنی محبت ہے، اگر وہ جنت میں ہے تو میں اس پر نہیں روؤں گی ورنہ آپ عنقریب دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں؟ آپ نے اس سے فرمایا: کیا تم دیوانی ہو گئی ہو؟ کیا وہاں پر صرف ایک جنت ہے؟ وہاں پر تو بہت جنتیں ہیں اور بے شک وہ تو الفردوس الاعلیٰ میں ہیں۔

Marfat.com

(صحیح البخاری:۲۸۰۹، ۳۹۸۲، ۶۵۵۰، ۶۵۶۷، سنن ترمذی: ۳۱۷۴، مسند احمد: ۱۳۳۳۰)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

۶۵۶۸۔ وَقَالَ غَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ أَوْ مَوْضِعُ قَدَمٍ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَأَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيحًا وَلَنَصِيفُهَا يَعْنِي الْخِمَارَ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔

اور آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح کرنا یا شام کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور ضرور تم میں سے کسی ایک کے کمان کے کونہ جتنی جنت میں جگہ یا قدم رکھنے کی مقدار جنت میں جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور اگر اہلِ جنت میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو وہ زمین اور آسمان کے درمیان کو روشن کر دے گی اور ان کے درمیان فضاء کو خوشبو سے بھر دے گی۔ اور اس عورت کا دوپٹہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۷۹۲، ۲۷۹۶، ۶۵۶۸، صحیح مسلم: ۱۸۸۰، سنن ترمذی: ۱۶۵۱، مسند احمد: ۱۲۰۲۸)

صحیح البخاری: ۶۵۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولقاب قوس احدکم''۔ ''قاب'' کا معنی ہے: کمان کا کونہ، اور یہاں اس سے مراد ہے کمان کا اندازہ، کمان کی مقدار کے برابر جگہ۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''او موضع قدم'' یعنی تم میں سے کسی ایک کے قدم کی جگہ۔ اور ایک روایت میں ''موضع قِدِّ'' ہے (قاف پر زیر اور یاء پر تشدید) اس کا معنی ہے چابک، اور دوسرا معنی ہے: جوتی کا تسمہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لملأت ما بينهما ريحا'' یعنی وہ عورت پوری زمین و آسمان کو خوشبو سے بھر دے گی۔ اور سعید بن عامر کی روایت میں ہے کہ وہ عورت پوری زمین کو خوشبو سے بھر دے گی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ولنصيفها'' ''نصیف'' کا معنی ہے: عورت کا دوپٹہ جیسا کہ خود حدیث میں اس کی تفسیر بھی مذکور ہے۔ اور یہ تفسیر قتیبہ سے مروی ہے۔ اور زہری سے مروی ہے کہ ''نصیف'' خادم کو بھی کہا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ الْجَنَّةَ إِلَّا أُرِيَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ لَوْ أَسَاءَ لِيَزْدَادَ شُكْرًا وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ إِلَّا أُرِيَ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ أَحْسَنَ لِيَكُونَ عَلَيْهِ حَسْرَةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا اس کو اس کا دوزخ میں ٹھکانا

Marfat.com

دکھا دیا جائے گا اگر وہ گناہ کرتا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کرے۔ اور جو شخص بھی دوزخ میں داخل ہوگا اسے اس کا جنت میں ٹھکانا دکھا دیا جائے گا اگر وہ ایمان لاتا اور نیک کام کرتا تا کہ اس پر حسرت ہو۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ معاملہ قبر میں سوال کے وقت ہوگا۔

صحیح البخاری: ٦٥٦٩، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ دوزخ میں ٹھکانا دکھانا اور جنت میں ٹھکانا دکھانا یہ جنت اور دوزخ کی صفت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبدالرحمن بن ہرمز ہیں۔ اور اس سند کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا اسے دوزخ میں اس کا ٹھکانا دکھایا جائے گا اگر وہ برے کام کرتا''۔ یعنی اگر وہ ایسے برے کام کرتا جن کی وجہ سے وہ اہل جہنم میں سے ہو جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کرے''۔

اس جگہ یہ سوال کیا گیا ہے کہ جنت دارِ شکر نہیں ہے بلکہ وہ دارِ جزاء ہے پھر وہاں شکر کرنے کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ وہ شکر اس طرح ادا نہیں کرے گا کہ وہ شکر ادا کرنے کا مکلف ہے بلکہ اس کو شکر ادا کرنے سے لذت حاصل ہوگی۔ یا مراد شکر کا لازم ہے اور وہ راضی ہونا اور مسرور ہونا ہے، کیونکہ جو شخص کسی نعمت پر شکر ادا کرتا ہے وہ اس نعمت پر راضی ہوتا ہے اور اس پر خوش ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''جو شخص بھی دوزخ میں داخل ہوگا اسے اس کا جنت میں ٹھکانا دکھایا جائے گا اگر وہ نیک کام کرتا''۔ یعنی اگر وہ اسلام لے آتا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں اس ٹھکانے میں داخل فرماتا تا کہ یہ اس کے لیے اور حسرت ہو۔ یعنی اس کے عذاب میں اضافہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ٢٣ ص ١٩٨۔١٩٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

علامہ ابن الملقن نے کہا ہے: اس حدیث میں مومن کے لیے بشارت ہے اور اس کے برعکس کافر کے لیے وعید ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٣٠ ص ٩٧، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ١٤٢٩ھ)

۶۵۷۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ خَالِصًا مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ۔

(صحیح البخاری:۹۹، ۶۵۷۰، مسند احمد:۸۶۴۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عمرو از سعید بن ابی سعید المقبری، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ کون کامیاب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بے شک اے ابوہریرہ! مجھے یہ گمان تھا کہ مجھ سے اس حدیث کے متعلق سب سے پہلے تم سوال کرو گے کیونکہ میں نے دیکھا ہے تم حدیث کے اوپر بہت حریص ہو، میری شفاعت کے ساتھ قیامت کے دن سب سے زیادہ وہ کامیاب ہوگا جس نے اخلاص سے کہا ''لا الٰہ الا اللہ''۔ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے)۔

صحیح البخاری: ۶۵۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اگر اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور (صحیح البخاری: ۶۵۶۵) کے بعد ذکر کیا جاتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو کا ذکر ہے، وہ ابن عمرو ہیں جو مطلب بن عبداللہ بن حنطب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

یہ حدیث کتاب العلم کے ''باب الحرص علی الحدیث'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح بھی کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''میری شفاعت کے ساتھ قیامت کے دن سب سے زیادہ وہ کامیاب ہوگا جس نے اخلاص کے ساتھ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہا، یعنی اس کا دل زبان کی تصدیق کرتا ہو اور اس کی زبان دل کی تصدیق کرتی ہو، اور یہ شفاعت، شفاعتِ کبریٰ کے علاوہ ہے جو محشر میں راحت دلانے کے لیے کی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۷۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے کامیاب ہونے والوں کے مراتب

اس شفاعت سے جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے مراد یہاں پر شفاعت کی بعض اقسام ہیں اور یہ وہ ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے''امتی امتی''(میری امت، میری امت)، پس آپ سے کہا جائے گا: آپ اس کو دوزخ سے نکال لیں جس جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو، پس اس شفاعت کے ساتھ زیادہ کامیاب ہونے والا وہ ہوگا جس کا ایمان دوسروں سے زیادہ کامل ہوگا۔ رہی شفاعتِ عظمیٰ جو محشر کے کرب سے راحت دلانے کے لیے ہوگی تو اس میں سب سے زیادہ کامیاب ہونے والا وہ ہوگا جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا اور یہ وہ لوگ ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں اور یہ وہ ہیں جو حساب کے بعد جنت میں بغیر عذاب کے داخل ہوں گے اور وہ عذاب کے مستحق ہوں گے۔ پھر وہ لوگ ہیں جنہیں دوزخ کی آگ کی تپش پہنچے گی اور وہ دوزخ میں نہیں گریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ جنت میں دخول کے مراتب ہیں جو ان کے ایمان کے اخلاص کے مراتب پر موقوف ہیں۔ سو یہ سب اخلاص میں مشترک ہوں گے لیکن ان کے مراتب مختلف ہیں۔

قاضی بیضاوی نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہوں جن کا کوئی ایسا عمل نہ ہو جس کی وجہ سے وہ رحمت کے اور دوزخ سے نجات کے مستحق ہوں، کیونکہ ان میں شفاعت کی احتیاج زیادہ ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۴۲۔ ۶۴۳، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۵۷۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضى الله عنه قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ كَبْوًا فَيَقُولُ اللهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا أَوْ إِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشَرَةِ أَمْثَالِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ تَسْخَرُ مِنِّي أَوْ تَضْحَكُ مِنِّي وَأَنْتَ الْمَلِكُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ وَكَانَ يَقُولُ ذَاكَ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور جانتا ہوں کہ سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والا کون ہوگا، اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا کون ہوگا، ایک مرد دوزخ سے سرین کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا، پس وہ جنت میں آئے گا اور اس کے دل میں یہ خیال ڈالا جائے گا کہ جنت تو بھر چکی ہے، وہ لوٹے گا، پس کہے گا: اے میرے رب! میں نے جنت کو بھرا ہوا پایا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا، پس وہ جنت میں جائے گا اور اس کے دل میں یہ خیال ڈالا جائے گا کہ جنت بھر چکی ہے، پھر وہ لوٹے گا، پس کہے گا: اے میرے رب! میں نے جنت کو بھرا ہوا پایا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا تیرے لیے دنیا کی مثل

ہے اور اس جیسی دس مثالیں ہیں، پھر فرمایا: تیرے لیے دس مثلیں ہیں جو دنیا کی امثال کی طرح ہیں، وہ مرد کہے گا: تو مجھ سے مذاق کرتا ہے یا مجھ پر ہنستا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے، پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، اور آپ فرمار ہے تھے کہ یہ اہلِ جنت میں سے ادنیٰ کا درجہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۵۱۲، صحیح مسلم: ۱۸۶، سنن ترمذی: ۲۵۹۵، سنن ابن ماجہ: ۴۳۳۹، مسند احمد: ۳۵۸۴)

صحیح البخاری: ۶۵۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں دوزخ سے نکلنے کا ذکر ہے اور جنت میں داخل ہونے کا ذکر ہے، تو یہ جنت اور دوزخ کے اوصاف کا بیان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جریر کا ذکر ہے، یہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور ابراہیم کا ذکر ہے، وہ النخعی ہیں۔ اور عبیدہ کا ذکر ہے اور وہ ابن عمرو السلمانی ہیں۔ اور عبد اللہ کا ذکر ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ اس حدیث کے تمام رجال کوفی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" رجل یخرج من النار کبوا" یعنی جو آدمی اپنے دونوں ہاتھوں کے سہارے چل رہا ہوگا یا اپنی سرین کے بل گھسٹ رہا ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے" جنت میں وہ شخص داخل ہوگا جو کبھی تو چلے گا اور کبھی جھکے گا جب اس کو آگ کی تپش پہنچے گی، پس جب وہ دوزخ کی آگ سے گزر جائے گا تو کہے گا: برکت والی ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات دی" اور الاعمش کی روایت میں یہاں پر" زحفا" کا لفظ ہے اس کا معنی بھی ہے گھسٹتے ہوئے۔

جنت کی چوڑائی تو سات آسمانوں اور سات زمینوں کی چوڑائی کے برابر ہے، پس جنت میں دنیا کی مثل کیسے ہوگی؟

اس حدیث میں مذکور ہے" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا! تو جنت میں داخل ہو جا اور تیرے لیے دنیا کی مثل ہے اور اس جیسی دس مثلیں ہیں"۔

اس پر یہ سوال کیا گیا ہے کہ جنت کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمینوں کی چوڑائی کے برابر ہے، پس وہ جنت دنیا کی مثل کیسے ہے؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ تمثیل ہے اور جنت کی وسعت کو ہماری عقلوں کے مطابق بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے متعلق ضحک اور استہزاء کی نسبت کی تاویلات

اس حدیث میں مذکور ہے" تو مجھ سے مذاق کرتا ہے یا مجھ پر ہنستا ہے"۔اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے" کیا تو مجھ سے استہزاء فرما رہا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے"۔

علامہ مازری نے کہا ہے: اس نے اللہ تعالیٰ کے مذاق کرنے کے ساتھ ہنسنے کا ذکر کیا، اس لیے کہ جو کسی کا مذاق اڑاتا ہے وہ اس پر ہنستا ہے تو اس وجہ سے استہزاء کے ساتھ ہنسنے کا ذکر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے مذاق کرنے یا مذاق اڑانے کے لفظ کا استعمال بہ طور مجاز ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس لفظ کی کئی تاویلیں کی گئی ہیں اور مشابہ بالحق یہ ہے کہ خوشی کی زیادتی کی وجہ سے اس کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف استہزاء یا ضحک کی نسبت کس طرح صحیح ہوگی؟

پھر انہوں نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ان الفاظ کا اطلاق کیا جاتا ہے اور ان سے مراد ان کے لوازم ہوتے ہیں یعنی کیا تو میری توہین کر رہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۵۷۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنِ الْعَبَّاسِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک بن عمیر از عبد اللہ بن الحارث بن نوفل از حضرت عباس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: کیا آپ نے ابوطالب کو کچھ فائدہ پہنچایا؟

(صحیح البخاری: ۳۸۸۳، ۶۲۰۸، ۶۵۷۲، صحیح مسلم: ۲۰۹، مسند احمد: ۱۷۷۴)

صحیح البخاری: ۶۵۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں پر اختصار سے روایت کی ہے، پوری روایت اس طرح سے ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابوطالب کو کوئی نفع پہنچایا؟ وہ آپ کی مدافعت کرتے تھے اور آپ کے لیے لوگوں پر ناراض ہوتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں وہ ٹخنے تک دوزخ میں تھا اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

یہ حدیث" کتاب الادب" کے باب" کنیة المشرك" میں گزر چکی ہے اور اس مکمل حدیث سے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہو جاتی ہے، کیونکہ اس میں دوزخ کا حال بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مسدد کا ذکر ہے از ابوعوانہ، اور ان کا نام الوضاح بن عبداللہ الیشکری ہے از عبدالملک بن عمیر، از عبداللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب۔ اور عباس کا ذکر ہے، وہ ابن عبدالمطلب ہیں اور وہ عبداللہ بن حارث کے دادا کے چچا ہیں۔ اور حضرت حارث بن نوفل اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں، رضی اللہ عنہما۔

اس باب میں تیئس احادیث ذکر کی گئی ہیں جن میں سے اکثر دوزخ کی صفت کے بیان میں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے فوائد از مصنف

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ابوطالب کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا اور بعض روافض نے جو یہ حدیث گھڑی ہے کہ ''ابوطالب کی وفات کے وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا کہ تم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھو تو میں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہاری شفاعت کروں گا تو حضرت عباس نے کہا جو اس وقت اسلام نہیں لائے تھے کہ آپ نے جو کلمہ ابوطالب پر پیش کیا تھا وہ اس نے پڑھ لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں سنا''۔ اور اس حدیث کے موضوع ہونے پر دلیل صحیح البخاری کی حدیث مذکور ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفع پہنچاتے ہیں اور صحابہ کرام کا بھی یہ عقیدہ تھا جب ہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے ابوطالب کو نفع پہنچایا، وہ آپ کی مدافعت کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک دوزخ کی آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

اور اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ اور آپ کی شفاعت سے مشرکین کو بھی تخفیفِ عذاب کا نفع پہنچے گا۔ اور قرآن مجید میں جو فرمایا ہے کہ مشرکین کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی، اس کا معنی یہ ہے کہ بطورِ عدل تخفیف نہیں ہوگی اور یہ تخفیف بطور فضل ہوئی تھی۔ یا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ آپ کے ساتھ اگر مشرک بھی نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا صلہ بھی اسے دیتا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۲۔ بَابٌ: اَلصِّرَاطُ جِسْرُ جَهَنَّمَ

''صراط'' جہنم کا پل ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صراط جہنم کا پل ہے، لفظ ''صراط'' مبتداء ہے اور ''جسر جہنم'' اس کی خبر ہے، اور یہ ایک پل ہے جو جہنم کی پشت پر رکھا ہوا ہے تاکہ مسلمان اس کو عبور کر کے جنت میں جائیں۔ اور یہ عجمی لفظ ہے اور اس میں جیم پر زبر ہے اور زیر بھی جائز ہے۔ اور یہ آخرت کی آگ کا نام ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عربی لفظ ہے اور اس کو جہنم اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا گڑھا بہت دور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٦٥٧٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَعِيدٌ وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ ح وَحَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أُنَاسٌ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ هَلْ تُضَارُّونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ هَلْ تُضَارُّونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَيَتْبَعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الشَّمْسَ وَيَتْبَعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الْقَمَرَ وَيَتْبَعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الطَّوَاغِيتَ وَتَبْقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا فَيَأْتِيهِمُ اللهُ فِي غَيْرِ الصُّورَةِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا أَتَانَا رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللهُ فِي الصُّورَةِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَتْبَعُونَهُ وَيُضْرَبُ جِسْرُ جَهَنَّمَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ وَدُعَاءُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَبِهِ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ أَمَا رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهَا لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللهُ فَتَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ مِنْهُمُ الْمُوبَقُ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمُ الْمُخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُو حَتَّى إِذَا فَرَغَ اللهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ عِبَادِهِ وَأَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ مِنَ النَّارِ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ مِمَّنْ كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ أَمَرَ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوهُمْ فَيَعْرِفُونَهُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید اور عطاء بن یزید نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو خبر دی کہ نبی ﷺ نے فرمایا ح اور مجھے محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: جب سورج کے پاس بادل نہ ہوں تو کیا تم اس کو دیکھنے میں تنگ ہوتے ہو؟ صحابہ نے کہا: نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: جب چودھویں رات کو چاند کے پاس بادل نہ ہوں تو کیا تم چاند کو دیکھنے میں تنگ ہوتے ہو؟ صحابہ نے کہا: نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: پس تم اللہ عزوجل کو قیامت کے دن اسی طرح دیکھو گے، اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا، پس ارشاد فرمائے گا: جو شخص جس کی عبادت کرتا تھا اس کی پیروی کرے، پس جو سورج کی عبادت کرتا تھا وہ سورج کی پیروی کرے گا اور جو چاند کی عبادت کرتا تھا وہ چاند کی پیروی کرے گا اور جو بتوں کی عبادت کرتا تھا وہ بتوں کی پیروی کرے گا، اور یہ امت باقی رہ جائے گی اور اس امت میں ان کے منافقین بھی ہوں گے، پس ان کے پاس اللہ تعالیٰ اس صورت کے علاوہ کسی صورت میں آئے گا جس صورت سے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں، لوگ کہیں گے: ہم تجھ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، یہ ہماری جگہ ہے ہم یہیں رہیں گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آئے، پس جب ہمارے پاس ہمارا رب آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے، پس اللہ تعالیٰ

بِعَلَامَةِ آثَارِ السُّجُودِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ مِنِ ابْنِ آدَمَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيُخْرِجُونَهُمْ قَدِ امْتُحِشُوا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءٌ يُقَالُ لَهُ مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ نَبَاتَ الْحِبَّةِ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ وَيَبْقَى رَجُلٌ مِنْهُمْ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهِ عَلَى النَّارِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ قَدْ قَشَبَنِي رِيحُهَا وَأَحْرَقَنِي ذَكَاؤُهَا فَاصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ فَلَا يَزَالُ يَدْعُو اللّٰهَ فَيَقُولُ لَعَلَّكَ إِنْ أَعْطَيْتُكَ أَنْ تَسْأَلَنِي غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهُ فَيَصْرِفُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ ثُمَّ يَقُولُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَا رَبِّ قَرِّبْنِي إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَلَيْسَ قَدْ زَعَمْتَ أَنْ لَا تَسْأَلَنِي غَيْرَهُ وَيْلَكَ ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ فَلَا يَزَالُ يَدْعُو فَيَقُولُ لَعَلِّي إِنْ أَعْطَيْتُكَ ذٰلِكَ تَسْأَلُنِي غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهُ فَيُعْطِي اللّٰهَ مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهُ فَيُقَرِّبُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا رَأَى مَا فِيهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ ثُمَّ يَقُولُ أَوَلَيْسَ قَدْ زَعَمْتَ أَنْ لَا تَسْأَلَنِي غَيْرَهُ وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِي أَشْقَى خَلْقِكَ فَلَا يَزَالُ يَدْعُو حَتَّى يَضْحَكَ فَإِذَا ضَحِكَ مِنْهُ أَذِنَ لَهُ بِالدُّخُولِ فِيهَا فَإِذَا دَخَلَ فِيهَا قِيلَ لَهُ تَمَنَّ مِنْ كَذَا فَيَتَمَنَّى ثُمَّ يُقَالُ لَهُ تَمَنَّ مِنْ كَذَا فَيَتَمَنَّى حَتَّى تَنْقَطِعَ بِهِ الْأَمَانِيُّ فَيَقُولُ لَهُ هٰذَا لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَذٰلِكَ الرَّجُلُ آخِرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا۔

فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں، سو لوگ کہیں گے: تو ہمارا رب ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی پیروی کریں گے اور جہنم کا پل نصب کر دیا جائے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس میں سب سے پہلے اس پل سے گزروں گا اور اس دن تمام رسول یہ دعا کریں گے: اے اللہ! سلامتی فرما، سلامتی فرما۔ اور اس پل میں آنکڑے (بڑے ہک یعنی کنڈے کی مثل) ہوں گے جو سعدان کے کانٹوں کی مثل ہوں گے، کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: پس وہ آنکڑے سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے، البتہ ان کی لمبائی چوڑائی کی مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر وہ آنکڑے لوگوں کو ان کے اعمال کے اعتبار سے اچک لیں گے، ان میں سے کوئی اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا اور بعض کے جسم رائی کے دانہ کے برابر کٹ چکے ہوں گے، پھر وہ نجات پا جائیں گے حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور یہ ارادہ فرمائے گا کہ دوزخ سے ان کو نکالے جن کو نکالنے کا اس نے ارادہ کیا ہے ان لوگوں میں سے جو یہ شہادت دیتے ہوں گے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ ان لوگوں کو دوزخ سے نکالیں، پس فرشتے ان کو سجدہ کی نشانیوں کی علامتوں سے پہچانیں گے اور اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے سجدہ کی نشانیوں کے کھانے کو دوزخ پر حرام کر دیا ہے، پس فرشتے ان کو دوزخ سے نکالیں گے دراں حالیکہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر ان کے اوپر پانی کو چھڑکا جائے گا جس کو زندگی کا پانی کہا جاتا ہے سو وہ اس طرح اگنے لگیں گے جس طرح زرخیز زمین سیلاب میں اگتی ہے، اور ایک مرد ان میں سے باقی رہے گا اس کا چہرہ دوزخ کی طرف ہوگا سو وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے دوزخ کی بدبو نے ہلاک کر دیا اور اس کی تپش نے مجھے جلا ڈالا، سو میرا چہرہ دوزخ کی آگ سے پھیر دے، پھر وہ مسلسل

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہوسکتا ہے کہ اگر میں تجھ کو یہ نعمتیں دے دوں تو، تو مجھ سے کسی اور نعمت کا سوال کرے گا۔ وہ کہے گا: نہیں تیری عزت کی قسم! میں اس کے سوا کسی اور نعمت کا سوال نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ دوزخ کی آگ سے پھیر دے گا، پھر اس کے بعد وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت کے دروازہ کے قریب کر دے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ تو مجھ سے کسی اور چیز کا سوال نہیں کرے گا؟ اور اے ابن آدم! تو کتنا عہد شکن ہے، پھر وہ مسلسل دعا کرتا رہے گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہوسکتا ہے کہ اگر میں تجھ کو یہ دے دوں تو تو مجھ سے اور سوال کرے گا، وہ کہے گا: نہیں! تیری عزت کی قسم! میں اب اور کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے پختہ عہد اور پیمان لے گا کہ اب وہ اس کے سوا اور کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا، پھر اس مرد کو جنت کے دروازہ کے قریب کر دے گا۔ پھر جب وہ مرد جنت کی نعمتوں کو دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا خاموش کھڑا رہے گا، پھر کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت میں داخل کر دے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ تو مجھ سے کسی اور چیز کا سوال نہیں کرے گا؟ افسوس ہے اے ابنِ آدم! تو کتنا عہد شکن ہے۔ پس وہ مرد کہے گا: اے میرے رب! تو مجھے اپنی مخلوق میں سے سب سے بدنصیب تو نہ بنا، پس وہ مسلسل یہ دعا کرتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) ہنسے گا، پھر جب اللہ تعالیٰ اس سے ہنسے گا تو اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دے گا، پھر جب وہ جنت میں داخل ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ فلاں فلاں چیز کی تمنا کر، سو وہ تمنا کرے گا، پھر اس سے کہا جائے گا: فلاں فلاں چیز کی تمنا کر، سو وہ تمنا کرے گا حتیٰ کہ اس کی تمنائیں منقطع ہو جائیں گی، پس اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: یہ بھی تمہارے لیے ہیں اور اس کی ایک مثل اس کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مردِ اہلِ جنت میں سے سب کے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا ہوگا۔

(صحیح البخاری:۸۰۶، ۶۵۷۳، ۷۴۳۷، صحیح مسلم:۱۸۲، سنن نسائی:۱۱۴۰، مسند احمد:۷۷۶۰، سنن دارمی:۲۸۰۱)

۶۵۷۴۔ قَالَ عَطَاءٌ وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ جَالِسٌ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا يُغَيِّرُ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ حَدِيثِهِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى قَوْلِهِ هَذَا لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ هَذَا لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ حَفِظْتُ مِثْلُهُ مَعَهُ۔

عطاء نے کہا اور اس وقت حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں کوئی تغیر نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ جب وہ اس قول تک پہنچے کہ تمہارے لیے یہ ہے اور اس کی ایک مثل اور اس کے ساتھ ہے تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے لیے یہ ہے اور اس کی دس مثالیں اور ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یہ یاد ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: اس کی ایک مثل اس کے ساتھ ہے۔

(صحیح البخاری:۸۰۶، ۶۵۷۳، ۷۴۳۷، صحیح مسلم:۱۸۲، سنن نسائی:۱۱۴۰، مسند احمد:۷۷۶۰، سنن دارمی:۲۸۰۱)

صحیح البخاری: ۶۵۷۳۔ ۶۵۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جہنم پر ایک پل نصب کر دیا جائے گا" اور اس حدیث میں بھی مذکور ہے کہ "پھر جہنم پر ایک پل نصب کر دیا جائے گا اور وہی صراط ہے"۔ اور جہنم کے پل کو "صراط" اس لیے فرمایا ہے کہ "فضل السجود" کے باب میں مذکور ہے "پھر صراط کو نصب کیا جائے گا" تو یہاں عنوان میں دونوں لفظوں کو جمع کر دیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت میں دیکھیں گے"۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا میں رب کو دیکھنے کے متعلق سوال نہیں کیا گیا۔ اور امام مسلم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے "یاد رکھو تم اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھ سکو گے حتیٰ کہ تم مرجاؤ" اور اس سوال کا سبب یہ ہے کہ جب حشر کا ذکر کیا گیا اور اس قول کا کہ "ہر امت کو چاہیے کہ اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت کرتی تھی" اور مسلمانوں کے اس قول کا ذکر کیا گیا "ہماری یہ جگہ ہے ہم یہیں رہیں گے حتیٰ کہ ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھ لیں"۔

Marfat.com

چاند اور سورج کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی مثال کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''کیا تم سورج کو دیکھنے کے وقت تنگ ہوتے ہو جب اس پر بادل نہ ہوں''۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے ''لا تضامون'' یا ''لا تضاهون'' یعنی سورج تم پر مشتبہ نہیں ہوتا اور نہ تم اس کے متعلق شک کرتے ہو کہ تم اس کو دیکھنے کے متعلق ایک دوسرے سے جھگڑا کرو۔

پھر اس کے بعد چاند کا ذکر کیا اور سورج اور چاند کو ذکر کے ساتھ اس لیے خاص فرمایا کہ بغیر بادل کے آسمان میں سورج اور چاند کو دیکھنا بہت بڑی نشانی ہے، کیونکہ سورج اور چاند میں بہت عظیم نور ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے چاند اور سورج کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال کیا تھا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج اور چاند سے اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور اس کے دیدار پر استدلال فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور اس کے دیدار پر ایک اعتراض کا جواب

معتزلہ اور خوارج نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا انکار کیا ہے اور یہ ان کی جہالت ہے، کیونکہ کتاب، سنت اور اجماع صحابہ اور اسلافِ امت کے دلائل سے اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا ثابت ہے کہ آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ مومنین کو دکھائی دے گا۔ منکرین کہتے ہیں: جو چیز دکھائی دے وہ ایک جہت میں ہوتی ہے اور دیکھنے والا دوسری جہت میں ہوتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ دکھائی دے تو اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی کسی ایک جہت میں ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ مخلوق کے لیے ہے کہ جب مخلوق دکھائی دے تو وہ کسی ایک جہت میں ہوگی اور دیکھنے والی مخلوق دوسری جہت میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان قواعد سے بلند و برتر ہے۔ پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والا تو مانتے ہیں تو ان کے اصول کے مطابق پھر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ ایک جہت سے دیکھ رہا ہو اور مخلوق دوسری جہت میں دکھائی دے رہی ہو۔ اس لیے اس کہنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ دیکھنے والا ایک جہت میں ہو اور دکھائی دینے والا دوسری جہت میں ہو یہ اس وقت ہے جب دیکھنے والا اور دکھائی دینے والا دونوں مخلوق ہوں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق تقریباً بیس صحابہ سے احادیث مروی ہیں جن میں سے حضرت علی، حضرت جریر، حضرت صہیب اور حضرت انس رضی اللہ عنہم ہیں۔

محشر میں لوگوں اور مومنین کے کھڑے ہونے کی مدت

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائے گا''۔ شعیب کی روایت میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک زمین میں حشر فرمائے گا''۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین اور آخرین کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا، پھر ان کو سنائے گا اور ان میں بصر کو نافذ کرے گا''۔

اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں یہ روایت کی ہے: ''جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائے گا تو وہ چالیس سال تک کھڑے رہیں گے اور ان کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوئی ہوں گی اور اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں فرمائے گا۔۔۔الحدیث''۔

Marfat.com

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے امام احمد نے سندِ جید کے ساتھ روایت کی ہے کہ ''مومن کے اوپر حشر کے دن کے وقوف میں تخفیف کی جائے گی حتیٰ کہ اس پر وہ وقت ایسے گزرے گا جیسا کہ فرض نماز کا وقت گزرتا ہے''۔اور حضرت ابویعلیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''اتنا وقت لگے گا جیسے سورج کو مغرب کی طرف غروب میں وقت لگتا ہے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس جو شخص سورج کی عبادت کرتا ہوگا وہ اس کی پیروی کرے گا''۔

اس حدیث میں سورج اور چاند کی پیروی کرنے کا ذکر ہے۔ان کا خصوصیت سے ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ وہ جسامت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ عظیم ہیں۔

طاغوت کے لفظ کی تحقیق اور اس کا معنی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''جو طواغیت کی عبادت کرتے تھے وہ طواغیت کی پیروی کریں گے''۔

طواغیت ''طاغوت'' کی جمع ہے اور اس کا معنی شیطان اور بُت ہے۔یہ بطورِ جمع بھی استعمال ہوتا ہے اور بطورِ مفرد بھی اور مذکر بھی اور مونث بھی، اور اس کا اطلاق ان پر کیا جاتا ہے جو گمراہ کرنے والوں کے سردار ہوں۔الجوہری نے کہا ہے: طاغوت کاہن ہے اور شیطان ہے اور کبھی یہ واحد استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ۔(النساء:۶۰)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ اس (کتاب) پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور ان (کتابوں) پر (ایمان لائے ہیں) جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمے طاغوت کے پاس لے جائیں۔

النساء:۶۰ کی تفسیر از مصنف

ایک منافق اور ایک یہودی کا جھگڑا ہو گیا، یہودی نے کہا: میرے اور تمہارے درمیان ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) فیصلہ کریں گے۔ اور منافق نے کہا: کعب بن الاشرف فیصلہ کریں گے۔یہودی نے اپنی بات پر اصرار کیا تو وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں اور منافق کے خلاف فیصلہ فرمایا۔منافق اس فیصلہ سے راضی نہیں ہوا اور کہا: میرے اور تمہارے درمیان حضرت عمر رضی اللہ عنہ فیصلہ فرمائیں گے، پھر وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، یہودی نے بتادیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں اور اس منافق کے خلاف فیصلہ کر چکے ہیں لیکن یہ مانتا نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منافق سے پوچھا: کیا ایسا ہی ہے؟ اس منافق نے کہا: ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر گئے، تلوار لے کر آئے اور اس منافق کا سر قلم کر دیا، اس منافق کے گھر والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید میں یہ آیت نازل فرمائی۔(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۴۹۔۲۴۸، روح المعانی ج ۵ ص ۶۷)

اور کبھی طاغوت کا لفظ بطورِ جمع استعمال ہوتا ہے، جیسے درج ذیل آیت میں ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (البقرہ:۲۵۷)

اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے، انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست شیطان ہیں وہ ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں، وہ دوزخی لوگ ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O

البقرہ:۲۵۷ کی تفسیر از مصنف

اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ایمان کی دولت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نصیب ہوتی ہے اور جن لوگوں نے شیاطین سے دوستی رکھی، وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے محروم ہو گئے اور شیطان نے انہیں کفر کے اندھیروں میں دھکیل دیا۔ یہاں مفسرین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ان لوگوں کو مراد لیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، پھر شیطان کے بہکانے میں آ کر وہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور آپ کے ساتھ انہوں نے کفر کیا اور یوں وہ نور سے نکل کر ظلمت میں آ گئے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: طاغوت کا لفظ ہر چند کہ لاہوت کے وزن پر ہے لیکن اس میں قلب ہے (یعنی اس کی ترتیب الٹی کی گئی ہے) کیونکہ یہ ''طغیان'' سے ماخوذ ہے اور لاہوت کا لفظ غیر مقلوب ہے کیونکہ وہ ''لاہ'' سے ماخوذ ہے جیسے رغبوت اور رحموت ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ محققین کے نزدیک لاہوت کی جمع نہیں آتی کیونکہ یہ رہبوت اور رحموت کی طرح مصدر ہے اور طاغوت کی اصل ''طغیوت'' ہے۔ پس یاء کو غین پر مقدم کیا گیا تو یہ لفظ ''طیغوت'' ہو گیا، پھر یاء کو الف سے بدل دیا گیا کیونکہ یاء متحرک ہے اور اس کا ماقبل مفتوح ہے تو یہ لفظ طاغوت ہو گیا۔ سو جب یہ ثابت ہے کہ یہ اصل میں طغیان کے معنی میں مصدر ہے تو ثابت ہوا کہ یہ اسم مفرد ہے۔

اس امت سے مراد خاص امتِ محمدیہ ہے یا عموم مراد ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور یہ امت باقی رہ جائے گی جس میں اس کے منافقین بھی ہیں''۔ ایک قول یہ ہے کہ اس امت سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے عام مراد ہیں۔ اور اس میں تمام اہلِ توحید داخل ہیں حتیٰ کہ جنات بھی داخل ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے بقیہ حصہ میں ہے کہ اس میں وہ باقی رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بدکار۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ کہنا کہ یہ امت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علاوہ دوسروں کو بھی شامل ہے اس حدیث میں مذکور ''ھذہ الامۃ'' کے منافی ہے۔ اور یہ کہنا کہ اس حدیث کے بقیہ حصہ میں ہے کہ ''اس میں وہ باقی رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بدکار'' یہ اس طرح نہیں ہے، کیونکہ یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے جو مسلم میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جس میں اس امت کے منافقین بھی ہوں گے''۔

منافقین نے یہ گمان کیا کہ آخرت میں ان کو مومنین کے ساتھ مستور رکھنا ان کے لیے نفع مند ہو گا۔ پس وہ مومنین کے ساتھ اس دن میں مخلوط ہو گئے ہیں حتیٰ کہ ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ (الحدید:۱۳)

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں، ان سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کوئی نور حاصل کرو، پس ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا، اس کے اندرونی حصہ میں رحمت ہوگی اور اس کے باہر کی جانب عذاب ہوگاO

اللہ تعالیٰ کے آنے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس ان کے پاس اللہ تعالیٰ آئے گا''۔

اللہ تعالیٰ کے آنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی تجلی کا آنا ہے اور حجابات کا اٹھ جانا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آنے سے مراد یہ ہے کہ سب مومنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے کیونکہ عادت یہ ہے کہ ہر وہ جو دوسرے سے غائب ہو اس کو دیکھنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ وہ اس کے پاس نہ آئے، سو یہاں پر دیکھنے کو مجازاً آنے سے تعبیر فرمایا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آنا اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ایک فعل ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حدوث کی علامات سے تنزیہہ واجب ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس عبارت میں مضاف محذوف ہے اصل میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے کسی اجنبی صورت میں ظاہر ہونے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللہ تعالیٰ اس صورت کے علاوہ دوسری صورت میں آئے گا جس صورت سے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے''۔

اللہ تعالیٰ کی صورت کا لفظ متشابہات میں سے ہے اور امت کے اس میں دو فرقے ہیں۔ ایک فرقہ ''المفوضہ'' ہے جو متشابہات کی تاویل نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور دوسرا فرقہ ''المؤولہ'' ہے اور وہ صورت کی تاویل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ صورت سے مراد صفت ہے۔ یا اس کلام کو بطورِ مطابقت کے لایا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پہلے اللہ تعالیٰ ان کے پاس کسی اور صورت میں آئے گا اور پھر ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے''۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب دنیا میں مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں تھا تو اس کو کیسے پہچانیں گے؟

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ مسلمانوں نے تو پہلے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں تھا تو وہ کیسے پہچانیں گے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: مسلمان اللہ تعالیٰ کو دنیا میں صفت کے ساتھ پہچانتے تھے، یعنی انبیاء علیہم السلام نے جو اللہ تعالیٰ کی صفات

بیان کی ہیں ان صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو جانتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں ایک علم بدیہی پیدا فرما دے گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو جان لیں گے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس وقت تمام معلومات بدیہی ہو جائیں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جب اللہ تعالیٰ کسی اجنبی صورت میں مسلمانوں کے سامنے ظاہر ہوگا اور فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں تو مسلمان کہیں گے: ہم تم سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، ہم اسی جگہ ٹھہرے رہیں گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آ جائے، پس جب ہمارے پاس ہمارا رب آ جائے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے"۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: ہو سکتا ہے یہ کلام منافقین سے صادر ہوا ہو۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: یہ صحیح نہیں ہے اور کلام اس کے ساتھ مستقیم نہیں ہوتا۔

اور علامہ النووی نے کہا ہے کہ قاضی عیاض نے جو کہا ہے وہ صحیح ہے اور حدیث کا لفظ اس کی تصحیح کرتا ہے یا اس میں ظاہر ہے۔

اور علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں میں ان کے پاس آئے گا اور فرشتوں کی ایسی صورت میں آئے گا کہ ایسی صورت کی مثل دنیا میں انہوں نے نہیں دیکھی ہوگی۔ اس وجہ سے وہ اس حال کے اندر اللہ کی پناہ طلب کریں گے اور کہیں گے کہ جب ہمارے پاس ہمارا رب آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے یعنی جب ہمارے پاس ہمارا رب اس صورت یعنی اس صفت میں آئے گا جس سے ہم اس کو پہچانتے ہیں تو پہچان لیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے اجنبی صورت میں آنے کی حکمت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صورت کے بغیر آئے گا جس صورت سے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ امتحان کے لیے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس مختلف صورتوں میں آئے، پس فرمائے: میں تمہارا رب ہوں، اور یہ بطور امتحان ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے، پس فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں، تو اس وقت مسلمان کہیں گے: تو ہمارا رب ہے"۔

محشر میں اور جنت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا فرق

ایک قول یہ ہے: اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ مومنین اللہ تعالیٰ کو حشر کے پہلے مرحلہ میں دیکھ لیں گے اور حقیقتاً علم اللہ عزوجل کے پاس ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ محشر میں جو مسلمان اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے، یہ دیکھنا اس کے مغائر ہوگا جو وہ جنت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے جب اللہ تعالیٰ ان پر اکرام فرمائے گا، کیونکہ محشر میں دیکھنا امتحان کے لیے ہوگا اور جنت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا زیادہ اکرام کے لیے ہوگا۔

Marfat.com

اس سوال کے جوابات کہ محشر میں اللہ تعالیٰ کا بطورِ امتحان یہ فرمانا ''میں تمہارا رب ہوں'' آخرت کے دار الجزاء ہونے کے خلاف ہے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ امتحان لینا آزمائش اور تکلیف کے لیے ہوتا ہے اور قیامت کے دن آزمائش اور تکلیف نہیں ہو سکتی؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: تکلیف اور آزمائش کے آثار اس وقت منقطع ہوں گے جب جنت میں یا دوزخ میں استقرار ہو جائے گا۔ اور علامہ طیبی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ دنیا دارِ بلاء ہے اور آخرت دارِ جزاء ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں سے کسی ایک میں وہ چیز واقع نہ ہو جو دوسری میں خاص ہے کیونکہ قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے اور اس میں آزمائش ہوگی اور اس میں قبر والوں کو سوال کے فتنہ میں مبتلاء کیا جائے گا، اور اس کے علاوہ اور بھی آزمائشیں ہوں گی۔

جہنم کے پُل کی صفت اور اس میں آنکڑوں کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور جہنم کا پُل نصب کیا جائے گا''۔

یہ پُل جہنم کی پشت پر پھیلا ہوا ہے اور یہ بال سے زیادہ باریک ہے اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ اور صحیح مسلم میں مذکور ہے ''آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! وہ پُل کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ایک پھسلوان چیز ہوگی اور اس میں دندانے دار کانٹے ہوں گے، وہ لوہے کے کانٹے سعدان نامی جھاڑی کے کانٹوں کی طرح ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس میں سب سے پہلے اس پُل سے گزروں گا''۔ اس کا معنی ہے کہ میں سب سے پہلے اس پُل پر چلوں گا اور اس کو منقطع کروں گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: کوئی ایک بھی اس پُل سے نہیں گزرے گا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پُل سے گزر جائیں۔ اور علامہ النووی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے کہ اس پُل سے پہلے میں گزروں گا اور میری امت گزرے گی۔

''کلالیب'' کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے ''بہ کلالیب'' یہ ''کلّوب'' کی جمع ہے جو تنور کی طرح ہے اور اس میں بہ کی ضمیر پُل کی طرف لوٹ رہی ہے اور شعب الایمان کی روایت میں ہے ''جہنم میں آنکڑے ہیں''۔ اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ''پُل صراط کے دونوں کناروں پر آنکڑے معلق ہوں گے اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ حکم دے گا وہ آنکڑے اس کو پکڑ لیں گے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مثل شوك السعدان'' یہ تثنیہ کے لفظ پر ہے اور یہ ''سعدانة'' کی جمع ہے، یہ ایک کانٹے دار گھاس ہے جس کی پسندیدہ چراگاہ میں مثال دی جاتی ہے، کہتے ہیں کہ وہ چراگاہ ہے اور سعدان کی مثل نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان آنکڑوں کی لمبائی چوڑائی کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا'' اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے ''اس کی لمبائی چوڑائی کی مقدار کو صرف اللہ ہی جانتا ہے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لوگ اس پُل سے اپنے اعمال کے اعتبار سے گزریں گے، ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنے عمل سے ہلاک ہو جائیں گے''۔

Marfat.com

اس میں ''باء'' سببیت کی ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ۔ (البقرۃ:۵۴) بے شک تم نے بچھڑے کو (معبود) بنانے کے سبب سے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس ان میں سے بعض اپنے عمل سے ہلاک ہو جائیں گے'' یعنی اپنے برے عمل کے سبب سے۔

پل صراط پر سے گزرنے والوں کے بعض اعضاء کے کٹ جانے کا بیان

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''اور بعض رائی کے دانہ کے برابر کٹ جائیں گے'' یعنی ان کے اعضاء کو رائی کے دانہ کے برابر کاٹ دیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ پل صراط کے آنکڑے ان کے اجسام کو رائی کے دانہ کے برابر کاٹ دیں گے حتیٰ کہ وہ دوزخ میں گر جائیں گے۔ کہا جاتا ہے ''خردلت اللحم'' یعنی اس کے اعضاء کاٹ کر الگ الگ کر دیئے گئے۔ اور الاصیلی کی روایت میں یہ لفظ ''المجردلة'' ہے، یعنی وہ گرنے کے قریب ہوں گے۔ اسی طرح ابو احمد الجرجانی کی روایت میں ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے ''ان میں سے بعض گزر جائیں گے حتیٰ کہ نجات پا جائیں گے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ثم ینجو'' یعنی ان کی نجات ہو جائے گی۔ اور ابراہیم بن سعد کی روایت میں ہے ''ثم ینجلی'' یعنی ان کے لیے بیان کر دیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور یہ ارادہ فرمائے گا کہ جس کو دوزخ سے نکالنا ہے اس کو نکالے''۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کہنا کہ وہ کسی کام سے فارغ ہو گیا، محال ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان اپنے فیصلوں کو پورا فرما دے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ارادہ فرمائے گا کہ جن کو وہ دوزخ سے نکالنے کا ارادہ رکھتا ہے ان کو دوزخ سے نکالے اور یہ وہ ہیں جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ ان کو دوزخ سے نکالے، پس فرشتے ان کو سجدوں کے آثار کی علامت سے پہچانیں گے، اور اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر ابن آدم کے سجدوں کے نشان کے کھانے کو حرام فرما دیا ہے''۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور اپنی رحمت کے سبب سے یہ ارادہ فرمائے گا کہ جن کو وہ اہل دوزخ سے نکالنا چاہتا ہے ان کو نکالے تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ دوزخ سے ان کو نکالیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمانے کا ارادہ فرمائے گا، یہ وہ لوگ ہوں گے جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے تھے۔

آثار سجود کے مصداق کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے ''آثار سجود کی علامت سے''۔

سجدہ کا اثر پیشانی پر ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد سات ہڈیاں ہوں۔

Marfat.com

جب دوزخی کا جسم جل کر کوئلہ ہو چکا ہوگا تو فرشتے آثارِ سجود کو کیسے پہچانیں گے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر حرام فرما دیا ہے''۔

یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال کی عبارت یہ ہے کہ فرشتے سجدہ کے اثر کو کیسے پہچانیں گے جب کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ''اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کر دے گا حتیٰ کہ جب وہ کوئلہ ہو جائیں گے تو ان کو شفاعت کی اجازت دے گا''۔ اور اس کا حاصل معنی یہ ہے کہ بے شک اللہ عزوجل سجدہ کے اعضاء کو عام اعضاء سے خاص فرمالے گا جیسا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ کو اس سے منع کر دے گا کہ وہ مومن کے سجدہ کے نشان کو جلائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیخرجونهم قد امتحشوا ويسب عليهم ماء يقال له ماء الحيوة'' یعنی فرشتے ان کو دوزخ سے نکالیں گے جب کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر ان پر زندگی کا پانی ڈالا جائے گا۔ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے ''پس ان کو حیات کے دریا یا حیا کے دریا میں ڈال دیا جائے گا'' اور دوسری روایت میں مذکور ہے ''ان کو دریا میں ڈال دیا جائے گا جو جنت کے دریاؤں میں سے ہے اور اس کو حیات کا پانی کہا جاتا ہے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فينبتون نبات الحبة فى حمل السيل'' یعنی پس وہ اس طرح اگنے لگیں گے جس طرح دانہ سیلاب کے کوڑا کرکٹ میں اگتا ہے۔

جو شخص سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا اس کے مصداق کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ان میں سے ایک مرد باقی بچے گا جس کا چہرہ دوزخ کی طرف ہوگا''۔

الکشمیہنی کی روایت میں ہے ''اور یہ مرد بنی اسرائیل کا کفن چور تھا''۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فيقول يا رب قد قشبنى ريحها واحرقنى ذكاؤها فاصرف وجهى عن النار'' یعنی اے میرے رب! دوزخ کی بدبو نے مجھے ہلاک کر دیا اور اس کی تپش کی تیزی نے مجھے جلا ڈالا، سو میرا چہرہ دوزخ سے پھیر دے۔

علامہ الخطابی نے کہا ہے ''قشب الدخان'' اس وقت کہتے ہیں جب اس کے نتھنوں میں دھواں گھس جائے اور اس کو زکام میں مبتلا کر دے۔ اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ ''القشب'' کا معنی ہے: ہر ناپسندیدہ چیز کا لگنا اور بندہ کا اس سے گھن کھانا۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ مرد یہ دعا کیسے کرے گا حالانکہ وہ پل صراط سے گزرے گا اس حال میں کہ وہ جنت کو طلب کر رہا ہوگا تو اس کا چہرہ جنت کی طرف ہوگا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ وہ پل صراط پر پشت کے بل پلٹ جائے گا اور اسی حال میں رہے گا کہ اس کا چہرہ دوزخ کی طرف ہوگا اور وہ اپنے اختیار سے دوزخ سے اپنا چہرہ ہٹانے پر قادر نہیں ہوگا اور وہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

زیادہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ یہ ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○'' (الفاتحہ: ۶) کے قبیل سے ہے، گویا کہ جب وہ جنت کی طرف متوجہ ہوا تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کے چہرہ کو دوزخ سے دور رکھے۔ پھر اس کا چہرہ دوزخ سے

Marfat.com

دور کر دیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاذا رای مافیها سکت ما شاء الله ان یسکت ثم یقول: رب ادخلنی الجنة" یعنی جب وہ مرد جنت کی نعمتوں کو دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا خاموش کھڑا رہے گا، پھر دعا کرے گا: اے میرے رب! مجھے جنت میں داخل کر دے۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ اس نے جنت کو کیسے دیکھا حالانکہ اس وقت تک وہ جنت میں داخل نہیں ہوا تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ جنت کی دیوار شفاف ہے اور اس کا باطن ظاہر سے دکھائی دیتا ہے جیسا کہ جنت کے بالاخانوں کی صفت میں مذکور ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں دیکھنے سے مراد علم ہے یعنی جنت کی پاکیزہ خوشبوئیں اور اس کے انوار باہر پھیلے ہوئے ہوں گے جیسا کہ دوزخ کے باہر دوزخ کی تپش کی بدبو پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لاتجعلنی اشقی خلقك" یعنی تو مجھے اپنی مخلوق میں سے سب سے بدبخت نہ بنا۔

خلق سے مراد یہاں پر وہ ہے جو لوگ جنت میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ وہ تمام مخلوق میں سے سب سے بدبخت نہیں ہوگا کیونکہ وہ مومن ہے اور دوزخ سے نکلا ہوا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر "اشقی" بمعنی شقی ہے یا خلق سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوزخ سے نکل چکے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی یضحك" یعنی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہنسے گا۔

اس پر یہ سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ضحک کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے مجاز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مرد جنت میں داخل ہونے والوں میں سے آخری ہوگا"۔

امام مالک نے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں آخر میں جو شخص داخل ہوگا وہ جہینہ کا ایک مرد ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہاں دو روایتیں ہوں۔ ایک روایت کے مطابق وہ آخری شخص جہینہ سے ہوگا اور دوسری روایت اس حدیث میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۰۳۔ ۲۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۳۔ بَابٌ فِي الْحَوْضِ
حوض کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ ۞ (الکوثر: ۱)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے"۔

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ۔

اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم صبر کرو حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے حوض پر ملاقات ہو۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا ذکر کیا گیا ہے۔حوض اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں پانی جمع کیا جاتا ہے۔اور حوض کی جمع ''احواض'' اور''حیاض'' آتی ہے۔اور حوض کے متعلق اس قدر زیادہ احادیث وارد ہیں کہ وہ معنیً متواتر ہیں اور حوض پر ایمان رکھنا واجب ہے اور وہ کوثر ہے جو جنت کے دروازہ پر ہے،مومنین کو اس سے پانی پلایا جائے گا اور وہ حوض اب بھی پیدا کیا ہوا ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ،نے التذکرہ میں لکھا ہے اور''صاحب القوت'' (محمد بن علی بن عطیہ المشہور بابی طالب مکی التوفی ۳۸۶ھ) وغیرہ نے لکھا ہے کہ حوض صراط کے بعد ہوگا اور دوسروں نے اس کے برعکس لکھا ہے۔اور صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو حوض ہیں۔ایک حوض محشر میں ہے صراط سے پہلے اور دوسرا حوض جنت کے اندر ہے اور ان میں سے ہر حوض کا نام کوثر ہے۔اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں اس کا عنوان ہے''کتاب فی الحوض'' اور اس سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی لکھی ہوئی ہے۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں الکوثر کا ذکر ہے یہ''فوعل'' کا وزن ہے جو کثرت کا مبالغہ ہے اور عرب ہر اس چیز کو جو عدد میں کثیر ہو یا مقدار میں کثیر ہو یا مرتبہ میں عظیم ہو اس کو کوثر کہتے ہیں۔

اور سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ اس بڑھیا سے کہا گیا جس کا بیٹا سفر سے واپس آیا کہ تمہارا بیٹا کس چیز کو لے کر سفر سے لوٹا؟اس نے کہا''آب بکوثر''یعنی وہ مال کثیر کو لے کر لوٹا۔

اور کوثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا نام ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کوثر کے ذکر میں بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:یہ وہ حوض ہے جس پر میری امت آئے گی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے حوضِ کوثر مشہور ہے۔

لیکن امام ترمذی نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے،وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ہر نبی کے لیے ایک حوض ہے۔اور امام ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کے متصل ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے سندِ صحیح کے ساتھ حدیثِ مرسل از الحسن بصری روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ہر نبی کے لیے ایک حوض ہے اور وہ اپنے حوض پر کھڑا ہوگا اور اس کے ہاتھ میں ایک عصا ہوگا اور وہ اپنی امت میں سے جس کو پہچانے گا اس کو بلائے گا:سنو!انبیاء علیہم السلام اس پر فخر کریں گے کہ کس کے پیرو کار سب سے زیادہ ہیں اور مجھے امید ہے کہ میرے پیرو کار سب سے زیادہ ہوں گے۔

اور امام طبرانی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا۔اور اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔پس اگر یہ حدیث ثابت ہو تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو مخصوص ہے وہ کوثر ہے جس سے پانی حوض میں آ رہا ہوگا۔سو اس کی نظیر دوسروں کے لیے نہیں ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے سورۂ کوثر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حوضِ کوثر عطا فرمایا ہے۔

Marfat.com

حوض کے متعلق علمائے اسلام کے مذاہب

الخوارج اور بعض معتزلہ نے حوض کا انکار کیا ہے اور جو لوگ حوض کا انکار کرتے ہیں ان میں سے عبید اللہ بن زیاد بھی ہے جو عراق کے حکام میں سے ایک تھا۔ اور یہ لوگ اس مسئلہ میں گمراہ ہیں اور انہوں نے سلف صالحین کے اجماع کی خلاف ورزی کی اور متاخرین کے مذہب سے الگ ہو گئے۔

حوض کے ثبوت کے متعلق احادیث کا بیان

حوض کے متعلق پچاس سے زیادہ صحابہ سے احادیث منقول ہیں ان صحابہ میں سے حضرت ابن عمر، حضرت ابو سعید، حضرت سہل بن سعد، حضرت جندب، حضرت ام سلمہ، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت حارثہ بن وہب، حضرت المستورد، حضرت ابوذر، حضرت ثوبان، حضرت انس اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ پس ان صحابہ کی احادیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

اور حضرت ابوبکر، حضرت زید بن ارقم، حضرت ابو امامہ، حضرت عبد اللہ بن زید، حضرت سوید بن جبلہ، حضرت عبد اللہ الصنابحی، حضرت براء بن عازب، حضرت اسماء بنت ابی بکر، حضرت خولہ بنت قیس، حضرت ابن عباس، حضرت کعب بن عجرہ، حضرت بریدہ، حضرت ابو الدرداء، حضرت ابی بن کعب، حضرت اسامہ بن زید، حضرت حذیفہ بن اسید، حضرت حمزہ بن عبد المطلب، حضرت لقیط بن عامر، حضرت زید بن ثابت، حضرت حسن بن علی، حضرت ابوبکرہ، حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث امام احمد اور امام ابو عوانہ کے نزدیک ہے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث امام بیہقی وغیرہ کے نزدیک ہے اور ابو امامہ کی حدیث امام ابن حبان وغیرہ کے نزدیک ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن زید کی حدیث امام بخاری کے نزدیک ہے۔ اور حضرت سوید بن جبلہ کی حدیث امام ابوزرعہ الدمشقی کی مسند میں ہے اور حضرت عبد اللہ السنابحی کی حدیث امام ابن ماجہ کے نزدیک ہے۔

اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی حدیث امام بخاری کے نزدیک ہے اور حضرت خولہ بنت قیس کی حدیث امام طبرانی کے نزدیک ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث امام بخاری کے نزدیک ہے اور حضرت کعب بن عجرہ کی حدیث امام ترمذی اور امام نسائی کے نزدیک ہے اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث امام ابن ابی عاصم کے نزدیک ہے۔ اور حضرت ابی بن کعب کی احادیث اور جو ان کے ساتھ مذکور ہیں خولہ بنت حکیم تک، ان سب کی حدیث امام ابن ابی عاصم کے نزدیک ہے۔ اور حضرت عرباض بن ساریہ کی حدیث امام ابن حبان کے نزدیک ہے اور حضرت ابو مسعود البدری اور سلمان الفارسی اور سمرہ بن جندب اور عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی حدیث امام طبرانی کے نزدیک ہے۔ اور حضرت خباب بن الارت کی حدیث امام حاکم کے نزدیک ہے۔ اور حضرت النواس بن سمعان کی حدیث امام ابن ابی الدنیا کے نزدیک ہے۔ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کی حدیث امام ابن مندہ کے نزدیک ہے۔ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی حدیث امام ابن کثیر کے نزدیک ہے اور حضرت معاذ بن جبل اور حضرت لقیط بن صبرہ کی حدیث ابن القیم کے نزدیک ہے۔ اور حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث امام احمد اور بزار کے نزدیک ہے۔

Marfat.com

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ "حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم صبر کرو حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے حوض پر ملاقات ہو"۔

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم المازنی پورا نام ہے اور اس تعلیق کو امام بخاری نے غزوۂ حنین میں ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۰۹۔۲۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۷۵۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از شقیق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: میں تمہارا حوض پر پیش رو ہوں گا۔

(صحیح البخاری: ۶۵۷۶، ۷۰۴۹، صحیح مسلم: ۲۲۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۷، مسند احمد: ۳۶۳۲)

۶۵۷۶۔ وحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَلَيُرْفَعَنَّ مَعِي رِجَالٌ مِنْكُمْ ثُمَّ لَيُخْتَلَجُنَّ دُونِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ تَابَعَهُ عَاصِمٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ وَقَالَ حُصَيْنٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

اور مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از المغیرہ، انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سنا از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: میں تمہارا حوض پر پیش رو ہوں گا، اور ان میں سے کچھ مردوں کو میرے لیے ظاہر کیا جائے گا، پھر ان کو میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا، پس میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں! پس کہا جائے گا: بے شک آپ (از خود) نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا باتیں نئی نکالیں۔

سلیمان کی متابعت عاصم نے کی ہے از ابی وائل اور حصین نے کہا از ابی وائل از حضرت حذیفہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح البخاری: ۶۵۷۵، ۶۵۶۷، ۷۰۴۹، صحیح مسلم: ۲۲۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۷، مسند احمد: ۳۶۳۲)

صحیح البخاری: ۶۵۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کی تمام احادیث حوض کے ذکر میں ہیں سوا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے جس کو عطاء بن یسار نے روایت

Marfat.com

کیا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پس اب ان احادیث کے ذکر کے وقت باب کے عنوان سے مطابقت کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی پہلی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن حماد کا ذکر ہے یہ الشیبانی البصری ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں ابوعوانہ کا ذکر ہے، یہ الوضاح ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے اور یہ الاعمش ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں شقیق بن سلمہ کا ذکر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت عبداللہ کا ذکر ہے، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کی دوسری سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن علی کا ذکر ہے، یہ ابن بحر ابوحفص الباہلی البصری الصیرفی ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن جعفر کا ذکر ہے، یہ از شعبہ از المغیرہ بن مقسم الضبی از ابی وائل روایت کرتے ہیں اور ابووائل شقیق بن سلمہ ہیں اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انا فرطکم علی الحوض'' یعنی میں تمہارا حوض پر پیش رو ہوں گا۔

''فرط'' اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں سے پہلے حوض پر پہنچ جائے تاکہ لوگوں کو پانی پلانے کے لیے حوض کا اور ڈول کا انتظام کرے۔ کہا جاتا ہے ''فرطت القوم'' جب تم قوم سے پہلے پہنچو تاکہ تم ان کے لیے پانی کو طلب کرو اور ان کے لیے پانی کو مہیا کرو۔

اس حدیث میں اس امت کے لیے بشارت ہے اور ان لوگوں کو مبارک ہو کہ جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش رو ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لیرفعن'' یعنی ان لوگوں کو میرے لیے ظاہر کیا جائے گا حتیٰ کہ میں ان کو دیکھوں گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ثم لیختلجن دونی'' یعنی ان لوگوں کو حوض سے ہٹا دیا جائے گا اور میرے پاس سے کھینچ لیا جائے گا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ لوگ یا تو مرتد ہوں گے یا نافرمان ہوں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۰۔۲۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۷۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَمَامَكُمْ حَوْضٌ كَمَا بَيْنَ جَرْبَاءَ وَأَذْرُحَ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۷۴۵، مسند احمد: ۴۷۰۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: تمہارے آگے حوض ہے (اس کا فاصلہ ایسا ہے) جیسے جرباء اور اذرح کے درمیان فاصلہ ہے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۵۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ القطان ہیں۔ اوراس حدیث کی سند میں عبید اللہ کا ذکر ہے، وہ ابن عمر العمری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''امامکم'' اس کا معنی ہے: تمہارے آگے یا تمہارے سامنے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حوض'' اور السرخسی کی روایت میں ہے ''حوضی'' یعنی میرا حوض۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جرباء اور اذرح'' علامہ کرمانی نے کہا: یہ دو جگہوں کے نام ہیں۔

صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ عبید اللہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ شام کے دو شہر ہیں یا دو بستیاں ہیں اور ان کے درمیان تین راتوں کی مسافت ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: الرشاطی نے کہا ہے ''الجرباء'' مونث کا صیغہ ہے اور یہ الاجرب کی تانیث ہے، یہ شام کا ایک شہر ہے۔ اور ابن وضاح نے کہا: ''اذرح'' فلسطین میں ہے۔ اور الرشاطی نے کہا کہ اسی جگہ پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دو لاکھ درہم دیے تھے۔

حوض کے طول اور عرض کے متعلق مختلف روایات

اس جگہ مفصل اور مبسوط کلام کی ضرورت ہے کیونکہ حوض کی مقدار میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ یہاں اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ''حوض میں اتنا فاصلہ ہے جتنا جرباء اور اذرح میں فاصلہ ہے'' اور یہ بیان نہیں فرمایا کہ ان دونوں مقامات کے درمیان کتنی مسافت ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا کہ میرا حوض ایک ماہ کی مسافت پر ہے۔

اور امام بخاری کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میرے حوض کی مقدار اتنی ہے جیسا کہ ایلہ اور صنعاء کا فاصلہ یمن سے ہے۔ اور امام بخاری ہی کے نزدیک حارثہ بن وہب کی روایت میں ہے کہ جیسے مدینہ اور صنعاء کے درمیان فاصلہ ہے۔

اور امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حوض کی دو طرفوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ صنعاء اور ایلہ کے درمیان ہے۔ اور امام مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حوض کی چوڑائی ایسی ہے جیسے ایلہ سے لے کر الجحفہ تک کا فاصلہ ہے۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جیسے عدن اور ایلہ کے درمیان فاصلہ ہے۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جیسے عمان سے لے کر ایلہ تک کا فاصلہ ہے۔ اور امام ابن حبان نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: میرے حوض کی دو طرفوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایلہ اور صنعاء کے درمیان میں ہے اور یہ ایک ماہ کی مسافت ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جتنا صنعاء سے لے کر مدینہ تک کا فاصلہ ہے۔ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جتنا عدن سے لے کر عمان البلقاء تک کا فاصلہ ہے۔ اور امام عبد الرزاق نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جتنا مکہ اور ایلہ کے درمیان

Marfat.com

فاصلہ ہے۔اور ایک روایت میں ہے: جتنا مکہ اور عمان میں فاصلہ ہے۔
اور امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: جتنا مکہ اور ایلاء کے درمیان بُعد ہے اور ایک روایت میں ہے: جتنا مکہ اور عمان کے درمیان بُعد ہے۔اور حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: جتنا فاصلہ صنعاء سے لے کر بصریٰ تک ہے۔اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جتنا مکہ اور ایلہ کے درمیان بعد ہے یا جتنا صنعاء اور مکہ کے درمیان بعد ہے۔اور امام ابن ابی شیبہ نے اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جتنا فاصلہ کعبہ سے لے کر بیت المقدس تک ہے۔اور امام طبرانی نے حضرت عتبہ بن عمرو سے روایت کی ہے: جتنا بیضاء سے بصریٰ تک فاصلہ ہے۔

مذکور الصدر مختلف روایات میں تطبیق

علماء نے اس اختلاف میں تطبیق دی ہے۔قاضی عیاض نے کہا ہے: یہ اندازوں کا اختلاف ہے، کیونکہ کسی ایک حدیث میں یہ اختلاف مذکور نہیں ہے کہ اس کو راویوں کے اضطراب میں شمار کیا جائے۔یہ اختلاف متعدد صحابہ کی احادیثِ مختلفہ میں ہے جو انہوں نے مختلف مقامات پر سنیں۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حوض کی مقدار کے متعلق ہر مثال بیان فرماتے تھے اور اس کی وسعت کے متعلق بیان فرماتے تھے۔اور بعض دور دراز کے شہر میں بھی اس طرح کی مقدار کا اختلاف ہوتا ہے اور اس سے مسافتِ محققہ کا آپ نے ارادہ نہیں فرمایا۔قاضی عیاض نے کہا: اس طریقہ سے یہ الفاظِ مختلفہ باعتبار معنی کے جمع ہو جاتے ہیں۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے:
اس تطبیق میں بحث و نظر ہے، کیونکہ مثال کا بیان کرنا اور اندازہ کرنا متقارب چیزوں میں ہوتا ہے اور یہ اختلاف تو متباعد ہے جو کبھی زیادہ ہو کر تیس دن تک کا ہوتا ہے اور کبھی تین دن تک کا ہوتا ہے۔(فتح الباری ج ۷ ص ۶۵۵، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)
علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کے رد میں لکھتے ہیں:
میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی نظر میں نظر ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبر دی کہ حوض کی مقدار تین دن کی مسافت ہے تو اس وقت اتنی ہی مقدار تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے حضور پر فضل فرمایا کہ بتدریج حوض کی مقدار میں اضافہ فرمایا اور جتنی حوض کی مقدار میں وسعت ہوتی گئی اتنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مقدار کی خبر دیتے گئے۔اور جس نے بھی حوض کی مقدار دوسروں سے مختلف بیان کی ہے وہ اس اعتبار سے ہے۔اور اس وجہ سے اس اختلاف میں جوابِ شافی اور تطبیقِ کافی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی کے طویل کلام کی ضرورت نہیں رہتی جو بالکل بے فائدہ ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۲-۲۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کو مسترد کرنا

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:
میں کہتا ہوں: یہ جواب بعینہ وہی ہے جو اس کلامِ طویل میں مذکور ہے۔اور علامہ عینی جب اس جواب سے خوش ہوئے تو انہوں

Marfat.com

نے یہ وہم ڈالا کہ اس جواب کے ساتھ انہوں نے کامیابی حاصل کی ہے۔ اور اس میں علامہ عینی کی باقی کلام سے استغناء ہے اور علامہ عینی پر یہ حق تھا کہ اس کلام کو اس کی طرف منسوب کرتے جس نے اس کو ظاہر کیا ہے اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس کلام میں کوئی فائدہ نہیں ہے حالانکہ اسی کلام سے خوش ہو کر انہوں نے اس جواب کو نقل کیا ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۲۷، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی کے پسندیدہ جواب کا فتح الباری میں ذکر

میں کہتا ہوں: علامہ قرطبی لکھتے ہیں: بعض قاصرین کا یہ گمان ہے کہ حوض کی مقدار میں اختلافِ مذکور اضطراب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، پھر انہوں نے قاضی عیاض کے کلام کو نقل کر کے اضافہ کیا کہ یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر کبیر مقدار کی جوانب بہت وسیع ہیں۔ پھر انہوں نے کہا: اور شاید آپ نے حاضرین کے اعتبار سے جہاتِ مختلفہ کا ذکر کیا، پس جو شخص جس جہت کو پہچانتا تھا اسی جہت سے اس کو مخاطب کیا اور ہر قوم ایک جہت کی معرفت رکھتی تھی۔ اور علامہ النووی نے یہ جواب دیا ہے کہ مسافتِ قلیلہ کے ذکر میں وہ چیز نہیں ہے جو مسافتِ کثیرہ کے خلاف ہو اور اس کو رد کرے، پس اکثر مسافت حدیثِ صحیح سے ثابت ہے، لہٰذا اس میں کوئی معارضہ نہیں ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے اس طرف اشارہ دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کم مسافت کی خبر دی، پھر آپ کو مسافتِ طویلہ کا علم دیا گیا تو آپ نے اس کی خبر دی جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر فضل فرمایا تھا حوض کی مقدار میں تدریجاً وسعت کر کے۔ پس اعتماد اس پر ہوگا جو آپ نے طویل مسافت بیان فرمائی ہے۔ الی اخرہ۔ پس غور کرو کہ یہ عبارت کتنے فوائد پر مشتمل ہے جس کے متعلق اس معترض نے یہ کہا ہے کہ اس کلام میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وللہ الحمد

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۶۵، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

حدیث میں مقاماتِ مذکورہ کے ذکر کی تفصیل

الایلہ: یہ ایک آباد شہر ہے اور یہ شام کی جانب سے بحرِ قلزم کی ایک طرف ہے اور آج کل یہاں ویرانہ ہے، اور لوگ حج کرنے کے لیے مصر سے جاتے ہیں اور مصر کے والی اس کو عقبہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو اہل مصر میں مشہور ہے۔ ایلہ اور مدینہ نبویہ کے درمیان ایک ماہ سے کم کی مسافت ہے۔

صنعاء: صنعاء نام کے دو شہر ہیں۔ ایک صنعاء یمن کا شہر ہے اور یہ یمن کے شہروں میں سب سے بڑا شہر ہے۔ اور دوسرا صنعاء دمشق کے دروازہ پر ایک بستی ہے جو باب الفرادیس سے متصل ہے، یہ یاقوت کا قول ہے۔ اور جو صنعاء پہلا ہے حدیث میں وہی مراد ہے، اس لیے حدیث میں اس کی قید ہے "صنعاء من الیمن"۔

الجحفہ: یہ رابغ کے قریب ایک جگہ ہے اور یہ مصر اور اہل شام کا میقات ہے اور آج کل اہلِ شام ذوالحلیفہ سے احرام باندھتے ہیں جو اہلِ مدینہ کا میقات ہے۔

عدن: یہ یمن کی آخری جانب میں ایک شہر ہے جو بحرِ ہند کے ساحل پر ہے۔

عُمان: اس کی بھی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جو البلقاء کے قریب ہے، اس لیے اس کو عمان البلقاء کہا جاتا ہے۔ اور دوسری قسم جو ہے اس میں عین پر پیش ہے اور میم پر تشدید نہیں ہے یعنی یہ لفظ عُمان ہے، یہ بصرہ اور عدن کے درمیان سمندر کے کنارے پر

Marfat.com

واقع ہے۔

البلقاء: یہ فلسطین کا ایک معروف شہر ہے۔ یہ بعض کا قول ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

''البلقاء'' کا تلفظ ممدودہ بھی ہے اور مقصوری بھی ہے۔ الرشاطی نے کہا ہے: ''البلقاء'' دمشق کی عمل داری میں سے ہے۔

بصریٰ: اس میں باء پر پیش ہے اور صاد پر جزم ہے۔ یاقوت نے کہا: یہ شام کا ایک شہر ہے اور یہ حوران کا قصبہ ہے اور دمشق کی عمل داری میں سے ہے۔

البیضاء: یہ ربذہ کے قریب ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان معروف ہے۔ اور الرشاطی نے کہا ہے: ''البیضاء'' ابیض کی تانیث ہے اور یہ ربذہ کے قریب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۷۸۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ وَعَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ الْكَوْثَرُ الْخَيْرُ الْكَثِيرُ الَّذِي أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ قَالَ أَبُو بِشْرٍ قُلْتُ لِسَعِيدٍ إِنَّ أُنَاسًا يَزْعُمُونَ أَنَّهُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيدٌ النَّهَرُ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ۔ (صحیح البخاری: ۴۹۶۶، ۶۵۷۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر اور عطاء بن السائب نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ کوثر اس خیر کثیر کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

ابوبشر نے کہا: میں نے سعید سے کہا: لوگ یہ زعم کرتے ہیں کہ کوثر جنت میں دریا ہے تو سعید نے کہا: جنت میں جو دریا ہے، یہ بھی اس خیر کا حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

صحیح البخاری: ۶۵۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن مجید میں الکوثر کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہے:

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ (الکوثر: ۱) ''بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے ۝''

یہ حدیث تفسیر کوثر میں گزر چکی ہے اور وہاں امام بخاری نے اس حدیث کو از یعقوب بن ابراہیم از ہشیم از ابی بشر از سعید بن جبیر روایت کیا ہے۔ اور یہاں پر اس حدیث کو از عمرو بن محمد روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن محمد، یہ ابن بکیر الناقد البغدادی ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہُشیم، یہ ہشم کی تصغیر ہے، یہ ابن بُشیر ہیں اور بُشیر بھی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عطاء بن

Marfat.com

السائب، یہ الکوفی ہیں اور مشہور محدث ہیں اور صغار تابعین میں سے ہیں اور بہت سچے ہیں، اخیر عمر میں ان کے حافظہ میں اختلاط ہوگیا تھا اور انہوں نے ہشیم سے جو حدیث سنی ہے وہ اختلاط کے بعد سنی ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے یہاں پر ان کا ذکر ابو بشر کے ساتھ کیا ہے اور امام بخاری کی ان سے صرف اسی جگہ روایت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے''۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس تعلیق میں ابو بشر کا ذکر ہے وہ جعفر مذکور ہیں، اور سعید کا ذکر ہے وہ ابن جبیر ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ کوثر جنت میں ایک دریا ہے۔ الہروی نے کہا کہ تفسیر میں وارد ہے کہ کوثر سے مراد قرآن اور نبوت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۳۔ ۲۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۷۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَوْضِي مَسِيرَةُ شَهْرٍ مَاؤُهُ أَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِيزَانُهُ كَنُجُومِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ أَبَدًا۔

(مسند احمد: ۲۷۷۵۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ، انہوں نے کہا: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا حوض ایک ماہ کی مسافت پر ہے، اس کا پانی دودھ سے سفید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور اس کے کوزوں (گلاس یا پیالہ) کی تعداد آسمان کے ستاروں کی مثل ہے، جو اس میں سے ایک مرتبہ پیئے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

صحیح البخاری: ۶۵۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سعید کا ذکر ہے، یہ ابن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجمحی المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں نافع بن عمر کا ذکر ہے، یہ الجمحی المکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی ملیکہ کا ذکر ہے، یہ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی ملیکہ التیمی المکی ہیں، یہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''میرا حوض ایک ماہ کی مسافت ہے''۔
صحیح مسلم کی روایت میں ہے ''ایک ماہ کی مسافت پر ہے اور اس کے کونے برابر ہیں''۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے ''اس کا پانی دودھ سے سفید ہے''۔ علامہ المازری نے کہا: نحویوں کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

چونکہ نحویوں نے کہا ہے کہ ''ابیض من کذا'' نہیں کہا جاتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ راویوں کے تصرف کی وجہ سے ہو، کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ''اشد بیاضا من اللبن'' یعنی اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے یعنی ''ماؤہ ابیض من اللبن'' اشدّ کے بغیر، یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کو راویوں کی غلطی کی طرف منسوب کیا جائے جیسا کہ نحویوں کا زعم ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا صحیح مسلم کی روایت سے استشہاد کرنا غیر مفید ہے کیونکہ اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''لون'' یعنی رنگ سے اسمِ تفضیل کا استعمال فرمایا ہو اور یہ نحویوں پر حجت ہو کہ لون سے اسمِ تفضیل نہیں آتا۔

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے ''اس کی خوشبو مشک سے زیادہ خوشبودار ہے''۔ اور امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا اضافہ کیا ہے کہ ''اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا ہے'' اور امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ روایت کی ہے کہ ''اس کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے'' اور ترمذی کی روایت میں ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''اس کا پانی اولوں سے زیادہ ٹھنڈا ہے''۔

''کیزان'' کا معنی اور ستاروں کے ساتھ تشبیہ کے دو محمل

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وکیزانہ کنجوم السماء'' کیزان، کوز کی جمع ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ عدد میں تشبیہ ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ روشن ہونے میں تشبیہ ہو۔ اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ''اس کے لوٹے آسمان کے ستاروں کی مثل ہیں''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جس نے اس حوض سے پیا، اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی''۔

اور ابن ابی عاصم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ''جس نے حوض سے منہ پھیرا وہ کبھی سیراب نہیں ہوگا''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۴۔ ۲۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس سوال کا جواب کہ جب حوض سے پینے کے بعد پیاس نہیں لگے گی تو پھر جنت کے دریاؤں سے کس لیے پانی پیا جائے گا؟

میں کہتا ہوں: اس حدیث پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جب حوض سے پانی پینے کے بعد کبھی پیاس نہیں لگے گی تو پھر جنت کے دریا کس لیے ہیں اور ان سے کوئی کیوں پانی پیئے گا؟

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت کی نہروں سے جو پانی پیا جائے گا وہ پیاس بجھانے کے لیے نہیں بلکہ لذت کے حصول کے لیے پیا جائے گا جس طرح جنت میں دودھ اور شہد کی نہریں ہیں اور ان سے جو دودھ اور شہد کو پیا جائے گا وہ لذت کے حصول کے لیے پیا جائے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

٦٥٨٠۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ قَدْرَ حَوْضِي كَمَا بَيْنَ أَيْلَةَ وَصَنْعَاءَ مِنَ الْيَمَنِ وَإِنَّ فِيهِ مِنَ الْأَبَارِيقِ كَعَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ۔

(صحیح مسلم: ٢٣٠٣، سنن ابن ماجہ: ٤٣٠٤، مسند احمد: ١٣٠٨٣)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس، ابن شہاب نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے حوض کی مقدار ایسی ہے جیسے ایلہ اور صنعاء کی یمن سے مقدار ہے اور میرے حوض میں لوٹے آسمان کے ستاروں کے عدد کی مثل ہیں۔

صحیح البخاری: ٦٥٨٠، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سعید بن عفیر کا ذکر ہے، یہ سعید بن کثیر بن عفیر ابوعثمان المصری ہیں جو عبداللہ بن وہب المصری سے روایت کرتے ہیں از یونس بن یزید الایلی۔

حدیث مذکور کے معانی

ابن شہاب کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع کا ثبوت

اس حدیث میں مذکور ہے ''مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی''۔ اس حدیث کی سند میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ابن شہاب کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے ''ابن شہاب نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وصنعاء من الیمن'' اس حدیث میں یمن کی قید لگا کر اس کا اس صنعاء سے احتراز کرلیا جو شام میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من الاباریق'' یہ ابریق کی جمع ہے۔ ابریق فارسی کا لفظ ہے جس کو عربی بنایا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کعدد نجوم السماء'' یہ تشبیہ صرف عدد میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢٣ ص ٢١٥، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٦٥٨١۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید

Marfat.com

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح وحَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أَسِيرُ فِي الْجَنَّةِ إِذَا أَنَا بِنَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ قُلْتُ مَا هَذَا يَا جِبْرِيلُ قَالَ هَذَا الْكَوْثَرُ الَّذِي أَعْطَاكَ رَبُّكَ فَإِذَا طِينُهُ أَوْ طِيبُهُ مِسْكٌ أَذْفَرُ شَكَّ هُدْبَةُ۔

(صحیح البخاری: ۴۹۶۴، سنن ترمذی: ۳۳۵۹، مسند احمد: ۱۲۲۶۴)

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ ح اور ہمیں ہدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جس وقت میں جنت میں سیر کر رہا تھا تو میں ایک دریا کے پاس تھا جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ وہ کوثر ہے جو آپ کو آپ کے رب نے عطا فرمائی ہے۔ پس اس کی مٹی یا فرمایا: اس کی خوشبو تیز مشک کی خوشبو کی طرح تھی۔ اس میں ہدبہ کو شک تھا (کہ مٹی فرمایا یا اس کی خوشبو۔)

صحیح البخاری: ۶۵۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبد الملک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہمام، اور وہ ابن یحییٰ الازدی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جب میں جنت میں چل رہا تھا''۔ یہ شب معراج کا واقعہ ہے۔ اور اس کی تصریح سورۃ الکوثر کی تفسیر میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اس وقت میں ایک دریا کے پاس تھا جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس حوض سے بعض لوگوں کو قیامت کے دن دور کیا جائے گا یہ اس دریا کے علاوہ ہے جو جنت میں ہے۔ یا یہ وہی حوض ہو جس کو انہوں نے دیکھا تھا اور اس وقت نبی ﷺ جنت میں داخل ہوں اور وہ لوگ جنت سے خارج ہوں۔ پس آپ ان کو آواز دے کر بلائیں، سو ان کو حوض سے دور کیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ بدر الدین عینی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا انکار کیا ہے، انہوں نے کہا: اس سے یہ چیز مستغنی کرتی ہے کہ جو حوض جنت سے خارج ہے اس کو اس دریا سے بڑھایا جائے گا جو جنت میں داخل ہے، سو کوئی اشکال نہیں ہے۔

Marfat.com

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو کہا ہے: اس پر دلیل کی ضرورت ہے کہ یہ حوض جنت کے دریا سے بڑھایا جائے گا۔ اور ہم کہتے ہیں: اس سے زیادہ بہتر جواب یہ ہے کہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو حوض تھے، ایک وہ حوض جو جنت میں ہے اور دوسرا وہ حوض جو قیامت کے دن ہوگا اور ہم عنقریب اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس دلیل کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جس کو میں نے علامہ قرطبی کے رد میں اس کلام کے شروع میں ذکر کیا تھا۔ علامہ قرطبی نے وثوق سے یہ کہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو حوض ہیں۔ پس میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی جو صحیح مسلم میں حوض کی صفت میں ہے کہ اس حوض میں جنت سے دو پرنالے گریں گے اور اسی کی مثل حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اور اس سے زیادہ صریح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اس میں مذکور ہے "کوثر کا دریا حوض کی طرف کھولا جائے گا"۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۲۹، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "قباب الدر" "یہ "قبة" کی جمع ہے جو کسی عمارت پر بنا ہوتا ہے اور اس کی جمع "قبب" کے وزن پر بھی آتی ہے۔ اور "دُرّ" درة کی جمع ہے اور یہ موتی کو کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "المجوف" اس کا معنی ہے: کھوکھلے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاذا طینه او طیبه" یہ امام بخاری کے شیخ ہدبہ کو شک ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اذفر" یعنی جس کی خوشبو سب سے تیز ہو۔ ابن فارس نے کہا ہے: الذفر خوشبو کی تیزی کو کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۵۔۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۸۲۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِي الْحَوْضَ حَتَّى عَرَفْتُهُمْ اخْتُلِجُوا دُونِي فَأَقُولُ أَصْحَابِي فَيَقُولُ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ۔ (صحیح مسلم: ۲۳۰۴، سنن نسائی: ۹۰۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ضرور میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ حوض پر آئیں گے حتیٰ کہ میں جب ان کو پہچانوں گا تو ان کو میرے پاس سے کھینچ لیا جائے گا، پس میں کہوں گا: (یہ) میرے اصحاب ہیں، پس وہ کہے گا: آپ (از خود) نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالیں۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۵۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وہیب، یہ وہب کی تصغیر ہے اور وہ ابن خالد البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد العزیز، وہ ابن صہیب ابو حمزہ البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اختلجوا'' یہ خلج سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے اور اس کا معنی ہے: وہ کھینچے گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''دونی'' یعنی میرے قریب سے۔ پس میں کہوں گا ''اصحابی'' اور ایک روایت میں ہے ''اصیحابی'' تصغیر کے ساتھ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیقول'' اور الکشمیہنی کی روایت میں ہے ''فیقال''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ما احدثوا بعدك'' یعنی انہوں نے وہ گناہ کیے ہیں جن کی وجہ سے اس حوض سے پینا حرام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۸۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہارا حوض پر پیش رو ہوں گا، جو بھی میرے پاس سے گزرے گا وہ اس میں سے پیئے گا، اور جو پی لے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی، ضرور میرے پاس کچھ لوگ آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۷۰۴۹،۶۵۷۶، صحیح مسلم: ۲۲۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۷، مسند احمد: ۳۶۳۲)

۶۵۸۴۔ قَالَ أَبُو حَازِمٍ فَسَمِعَنِي النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ فَقَالَ هَكَذَا سَمِعْتَ مِنْ سَهْلٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ لَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَزِيدُ فِيهَا فَأَقُولُ إِنَّهُمْ مِنِّي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا

ابو حازم نے کہا: مجھ سے النعمان بن ابی عیاش نے سنا، پس انہوں نے پوچھا: کیا اسی طرح تم نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے سنا تھا؟ میں نے کہا: ہاں! پس انہوں نے کہا: میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ان سے سنا اور وہ اس میں یہ

Marfat.com

أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سُحْقًا بُعْدًا يُقَالُ سَحِيقٌ بَعِيدٌ سَحَقَهُ وَأَسْحَقَهُ أَبْعَدَهُ۔

(صحیح البخاری: ۶۵۸۴، صحیح مسلم: ۲۲۹۱، مسند احمد: ۱۰۸۳۶)

اضافہ کرتے تھے، پس میں کہوں گا کہ یہ لوگ مجھ سے ہیں، پس کہا جائے گا: بے شک آپ از خود نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالی تھیں۔ سو میں کہوں گا: جنہوں نے میرے بعد دین میں تغیر کر دیا ان کے لیے دوری ہو، دوری ہو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''سحقا'' کا معنی ہے ''بُعدا''، کہا جاتا ہے ''سحیق'' کا معنی ہے بعید۔ اور ''سحقهٗ واسحقهٗ'' کا معنی ہے: اس نے اس کو دور کر دیا۔

صحیح البخاری: ۶۵۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن مطرف، یہ ابو غسان اللیثی المدنی ہیں جو عسقلان میں رہتے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو حازم، یہ سلمہ بن دینار الاعرج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سہل، یہ حضرت سعد بن مالک الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انی فرطکم علی الحوض''۔ ''الفرط'' میں فا اور راء دونوں پر زبر ہے، یہ اس مرد کو کہتے ہیں جو حوض پر جانے والوں میں پہلے پہنچ جائے تاکہ ان کے لیے حوض کو درست کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سحقا'' یعنی دوری ہو اور اس کو مکرر ذکر کیا۔ اس میں یہ خبر ہے کہ وہ لوگ دین سے مرتد ہو گئے تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نافرمانوں کی شفاعت کریں گے اور ان کا اہتمام کریں گے اور ان کے لیے ایسا کلام نہیں فرمائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یقال سحیق'' اس کا معنی ہے بعید، یہ امام ابو عبیدہ کی درج ذیل آیت کی تفسیر میں منقول ہے:

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ (الحج: ۳۱)

ہر باطل سے الگ، صرف اللہ کے ہو کر رہو، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناتے ہوئے اور جس نے کسی کو اللہ کا شریک قرار دیا وہ گویا آسمان سے گر گیا، پھر اسے مردار خور پرندے جھپٹ لیتے ہیں یا آندھی اس کو کسی دور جگہ پھینک دیتی ہے O

اور اسی سے ماخوذ ہے ''النخلة السحوق'' یہ کھجور کے لمبے اور اونچے درخت کو کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۸۵۔ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ الْحَبَطِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ يَرِدُ عَلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِي فَيُحَلَّئُونَ عَنِ الْحَوْضِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيَقُولُ إِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى۔

اور احمد بن شبیب بن سعید الحبطی نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میرے پاس میرے اصحاب میں سے ایک جماعت آئے گی، سو ان کو حوض سے دور کیا جائے گا، پس میں کہوں گا: اے میرے رب! (یہ) میرے اصحاب ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بے شک آپ کو (از خود) علم نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالی تھیں، یہ لوگ اپنی پیٹھوں کے بل الٹے پیر دین سے پلٹ گئے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۸۶، صحیح مسلم: ۲۲۹۱، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۶، مسند احمد: ۱۰۸۳۶)

صحیح البخاری: ۶۵۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کو ابو عوانہ نے از ابی زرعہ الرازی اور ابو الحسن المیمون نے وصل کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان دونوں نے کہا: ہمیں احمد بن شبیب نے حدیث بیان کی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''یرد علی یوم القیامہ رھط من اصحابی''۔ یعنی قیامت کے دن میرے پاس میرے اصحاب میں سے ایک جماعت آئے گی۔ اس حدیث میں ''رھط'' کا لفظ ہے اور کئی بار بتایا جا چکا ہے کہ ''رھط'' مردوں کی اس جماعت کو کہتے ہیں جس میں دس سے کم افراد ہوں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جس میں چالیس تک افراد ہوں اور ان میں عورت نہ ہو اور اس کو ''رھط'' کہتے ہیں۔ اور رھط کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا اور اس کی جمع ''ارھاط، اراھط اور ارھُط'' آتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیحلؤون'' یہ ''تحلئۃ'' سے ماخوذ ہے اور مجہول کا صیغہ ہے، یعنی دور کیے جائیں گے اور بھگائے جائیں گے۔ جب کسی شخص کو پانی سے دور کیا جائے اور بھگایا جائے تو کہا جاتا ہے ''حلئہ حلئہ''۔ اور دوسری روایت میں ہے ''فیُجلون'' یہ بھی مجہول کا صیغہ ہے یعنی ان کو ہٹا دیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''علی ادبارھم'' اور ایک روایت میں ہے ''علی اعقابھم'' یعنی ان کو ان کی پیٹھوں کے بل لوٹا دیا جائے گا یا ایڑھیوں کے بل لوٹا دیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''القھقریٰ'' اس کا معنی ہے: الٹے پیر لوٹنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۷۔۲۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٦٥٨٦۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَرِدُ عَلَى الْحَوْضِ رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِي فَيُحَلَّئُونَ عَنْهُ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيَقُولُ إِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى وَقَالَ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَيُجْلَوْنَ وَقَالَ عُقَيْلٌ فَيُحَلَّئُونَ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از ابن المسیب، بے شک وہ نبی ﷺ کے اصحاب سے حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حوض پر میرے اصحاب میں سے کچھ مرد آئیں گے، پس ان کو حوض سے دور کیا جائے گا، پس میں کہوں گا: اے میرے رب! (یہ) میرے اصحاب ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بے شک آپ کو (از خود) علم نہیں ہے انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالیں، بے شک یہ اپنی پیٹھوں کے بل الٹے پیر لوٹ گئے تھے۔

اور شعیب نے کہا از الزہری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''فیجلون'' اور عقیل نے کہا: ''فیحلؤون'' (دونوں لفظوں کا معنی ہے: انہیں پانی سے دور کیا جائے گا)۔

اور الزبیدی نے کہا از الزہری از محمد بن علی از عبید اللہ بن ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ۔

(صحیح البخاری: ٦٥٨٥، صحیح مسلم: ٢٢٩١، سنن ابن ماجہ: ٤٣٠٦، مسند احمد: ١٠٨٣٦)

صحیح البخاری: ٦٥٨٦، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن صالح کا ذکر ہے، وہ ابو جعفر المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن وہب، وہ عبد اللہ بن وہب المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، وہ یونس بن یزید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، وہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔ وہ سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی ﷺ کے اصحاب سے۔

یہ وہی حدیث ہے جو پہلے گزر چکی ہے مگر وہاں پر کہا تھا کہ سعید بن المسیب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور یہاں پر کہا ہے کہ سعید بن المسیب نبی ﷺ کے اصحاب سے روایت کرتے ہیں، اور یہ اختلاف مضر نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان اصحاب میں داخل ہیں۔ اور یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ یہ مجہول سے روایت ہے، کیونکہ تمام صحابہ روایت میں

Marfat.com

عدول ہیں یعنی نیک اور راست گو ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۸۷۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ بَيْنَا أَنَا قَائِمٌ إِذَا زُمْرَةٌ حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ فَقَالَ هَلُمَّ فَقُلْتُ أَيْنَ قَالَ إِلَى النَّارِ وَاللهِ قُلْتُ وَمَا شَأْنُهُمْ قَالَ إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى ثُمَّ إِذَا زُمْرَةٌ حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ فَقَالَ هَلُمَّ قُلْتُ أَيْنَ قَالَ إِلَى النَّارِ وَاللهِ قُلْتُ مَا شَأْنُهُمْ قَالَ إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى فَلَا أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر الحزامی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جس وقت میں حوض پر کھڑا ہوں گا، پس ایک گروہ میرے سامنے آئے گا حتیٰ کہ جب میں انہیں پہچان لوں گا تو اس گروہ میں سے ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان سے نکلے گا، پس (فرشتہ) کہے گا: آؤ، میں نے پوچھا: کہاں؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم! دوزخ کی طرف۔ میں کہوں گا: ان کا کیا جرم ہے؟ وہ کہے گا: یہ آپ کے بعد اپنی پیٹھوں کے بل مرتد ہو کر الٹے پیر دین سے لوٹ گئے تھے۔ پھر ایک اور گروہ کو میں دیکھوں گا حتیٰ کہ جب میں ان کو پہچانوں گا تو ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان سے نکلے گا، پس (فرشتہ) کہے گا: ادھر آؤ، میں پوچھوں گا کہ کہاں؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم! دوزخ کی طرف۔ میں پوچھوں گا: ان کا کیا جرم ہے؟ وہ کہے گا: یہ آپ کے بعد اپنی پیٹھوں کے بل دین سے واپس لوٹ گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے کوئی ایک مرد بھی نہیں بچے گا مگر بے کار اونٹوں کی طرح۔

صحیح البخاری: ۶۵۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اس سے پہلی حدیث کے مطابق ہے اور مطابق کا مطابق بھی مطابق ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن فلیح کا ذکر ہے، یہ اپنے والد فلیح بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں از ہلال بن علی از عطاء بن

یسار۔ اور اس سند کے تمام راوی مدنی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بینما انا قائم" اور اس سے مراد یہ ہے کہ جس وقت میں حوض پر کھڑا ہوا ہوں گا۔ گویا کہ آپ نے خواب میں دیکھا جو آخرت میں واقع ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "زمرۃ" الزمرۃ کا معنی ہے: الجماعت۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خرج رجل" یعنی ایک مرد نکلے گا، اس سے مراد ہے کہ وہ فرشتہ ہوگا جو انسان کی صورت پر ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ھلم" یہ اس جماعت کو خطاب ہے اور اس کا معنی ہے: آؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقلت این؟" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ تم اس کو کہاں لے جا رہے ہو؟ وہ فرشتہ کہے گا: میں اس کو دوزخ کی طرف لے جا رہا ہوں۔ میں پوچھوں گا کہ کس جرم کی وجہ سے اس کو دوزخ میں لے جا رہے ہو؟ تو وہ کہے گا کہ یہ لوگ دین سے مرتد ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلا اراہ یخلص منھم الا مثل ھمل النعم" یعنی میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے جن کو بلایا ہے کوئی بھی دوزخ سے نجات نہیں پائے گا مگر بہت تھوڑے۔ اور اس میں یہ خبر ہے کہ ان لوگوں کی دو قسمیں ہوں گی، بعض کفار ہوں گے اور بعض نافرمان ہوں گے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے "الا مثل ھمل النعم" ھمل کا اطلاق اس اونٹ پر کیا جاتا ہے جو راستہ گم کر چکا ہو۔ اور "الھمل" اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ چرواہا نہ ہو۔ سدی نے کہا ہے: جب تم اونٹوں کو چھوڑ دو وہ رات بھر چرتے رہیں اور ان کے ساتھ چرواہا نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۸۸ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از خبیب بن عبد الرحمن از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۹۶، ۱۸۸۸، ۶۵۸۸، ۷۳۳۵، صحیح مسلم: ۱۳۹۱، مسند احمد: ۷۱۸۲، موطا امام مالک: ۴۶۲)

صحیح البخاری: ۶۵۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، یہ ابن عمر العمری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خبیب، یہ ابن عبد الرحمٰن ابو الحارث الانصاری ہیں جو عبید اللہ مذکور کے ماموں ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، اور وہ عبید اللہ مذکور کے دادا ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "میرا منبر میرے حوض پر ہے"۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ اس منبر سے مراد وہی منبر ہے جو دنیا میں آپ کا منبر تھا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے لیے حوض پر بھی ایک منبر ہے، آپ اس منبر سے لوگوں کو حوض کی طرف بلائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "میرے حجرہ اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔

اس حدیث میں "روضۃ" کا معنی ہے کہ بعینہٖ وہی جگہ جنت کی طرف حقیقتاً منتقل ہو جائے گی، یا مراد یہ ہے کہ اس جگہ عبادت کرنا جنت کے باغوں تک پہنچاتا ہے، پس وہ اس اعتبار سے مآل کے اعتبار سے مجاز ہے یعنی عبادت کا مآل جنت میں ہے یا اس میں تشبیہ ہے یعنی میرا حجرہ اور میرا منبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ کی مثل ہے۔ اس مبارک جگہ کو روضہ فرمایا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنے والے فرشتے اور انسان اور جنات مسلسل وہاں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی فضیلت بیان کی جائے اور وہاں ٹھہرنے کی ترغیب دی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بکثرت کیا جائے۔ اور جس نے وہاں پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو لازم رکھا تو وہ جنت کے باغ تک پہنچ جائے گا اور جس نے آپ کے منبر کے قریب عبادت کو لازم رکھا اسے قیامت کے دن حوض سے پلایا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں بیت سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۱۹ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۵۸۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از عبد الملک، انہوں نے کہا: میں نے جندب سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا۔

(صحیح البخاری: ۶۵۶۷، ۷۰۴۹، صحیح مسلم: ۲۲۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۷، مسند احمد: ۳۶۳۲)

صحیح البخاری: ۶۵۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان کا لقب ہے جو اپنے والد عثمان بن جبلہ بن ابوداؤد بن ابی رواد سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام ثابت ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعبہ، یہ ابن الحجاج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالملک، یہ ابن عمیر الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جندب، یہ ابن عبداللہ البجلی ہیں۔

اس حدیث میں ''فرط'' کا لفظ ہے، اس کا معنی پیش رو ہے اور اس کی تفسیر اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۹۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي وَاللهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یزید از ابی الخیر از حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دن گھر سے باہر نکلے، سو آپ نے شہداءِ احد پر ایسی نماز پڑھی جو جنازہ پر نماز پڑھی جاتی ہے، پھر آپ منبر کی طرف لوٹ گئے، آپ نے فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں، اور میں تمہارے متعلق گواہی دوں گا اور بے شک میں اللہ کی قسم! اب بھی ضرور اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں یا فرمایا: روئے زمین کی چابیاں دی گئی ہیں۔ اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے تم پر یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۴۴، ۳۵۹۶، ۴۰۴۲، ۴۰۸۵، ۶۴۲۶، ۶۵۹۰، صحیح مسلم: ۲۲۹۶، سنن نسائی: ۱۹۵۴، مسند احمد: ۱۶۸۹۳)

صحیح البخاری: ۶۵۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن خالد، یہ الجزری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید، یہ ابن ابی حبیب ابو رجاء المصری ہیں۔ اور ابو حبیب کا نام سوید ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالخیر، یہ مرثد بن عبداللہ الیزنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عقبہ، یہ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سو آپ نے شہداء احد کے اوپر ایسی نماز پڑھی جو جنازہ پر نماز پڑھی جاتی ہے"۔
علامہ کرمانی شافعی نے لکھا ہے: یعنی آپ نے ان کے لیے ایسی دعا کی جو میت پر دعا کی جاتی ہے یا جنازہ پر دعا پڑھی جاتی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جیسا کہ فوت شدہ لوگوں کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے اور یہی معنی حدیث کا ظاہر ہے۔ اور یہ واقعہ اہلِ احد کی شہادت کے آٹھ سال بعد ہوا تھا۔

شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا ثبوت اور صالحین کے عرس کا ثبوت

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں ایک تو یہ دلیل ہے کہ شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے جب کہ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ شہید زندہ ہوتا ہے اور زندہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی۔ ہم کہتے ہیں: زندہ کو دفن بھی نہیں کیا جاتا اور جب شہداء کو دفن کیا جاتا ہے تو ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے میں کون سا استبعاد ہے۔ نیز زندہ کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور شہید کی بیوہ سے نکاح کرنا جائز ہے۔ نیز زندہ کی میراث تقسیم نہیں کی جاتی اور شہید کی میراث تقسیم کی جاتی ہے۔ سو جب ان تمام معاملات میں شہید فوت شدہ مسلمان کے حکم میں ہے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے میں کون سا استبعاد ہے۔
نیز اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ شہداء احد کے آٹھ سال کے بعد نبی ﷺ نے ان کی قبروں پر جا کر ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اس میں اولیاء اللہ اور شہداء کی قبروں کی زیارت کا ثبوت ہے اور یہ ثبوت بھی ہے کہ شہداء کے اجسام محفوظ ہوتے ہیں کیونکہ جب انسان کا جسم مرنے کے بعد مٹی ہو جائے تو پھر اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی۔
امام محمد بن عمر الواقدی المتوفی ۲۰۷ھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال شہداء احد کی قبروں کی زیارت کرتے تھے اور جب آپ گھاٹی میں داخل ہوتے تو باآواز بلند فرماتے: السلام علیکم! کیونکہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔
(کتاب المغازی ج ۱ ص ۳۱۳، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۴ھ، دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۰۸، بیروت، شرح الصدور ص ۲۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۴، الدرالمنثور ج ۴ ص ۵۶۸، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۷۳ (طبع قدیم)، رقم الحدیث: ۶۷۴۵ (طبع جدید)
اس سے معلوم ہوا کہ سال کے سال صالحین کا جو عرس منعقد کیا جاتا ہے وہ شرعاً جائز ہے تاہم ہمارے زمانہ میں جو عرس کی تقریب میں بعض خرافات اور بدعات جاری ہو گئی ہیں کہ مزار کے قریب میلہ لگایا جاتا ہے، ناچ گانے ہوتے ہیں، مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے اور جہلاء مزارات پر سجدہ کرتے ہیں اور ایصالِ ثواب کے نام پر کھانے کی بے ادبی کی جاتی ہے اور رزق کی بے حرمتی ہوتی ہے، ظاہرین میں اٹھا اٹھا کر کھانے کی تھیلیوں کو پھینکا جاتا ہے، چرسی اور موالی وہاں پر ڈیرے جماتے ہیں۔ نماز کے وقت میں بھی شور شرابا جاری رہتا ہے، عورت اور مرد ڈھولک کی تھاپ پر دھمال ڈالتے ہیں، سو عرس کو ان تمام بدعات اور خرافات سے پاک کرنا چاہیے، وہاں پر صرف علمائے اسلام کے مواعظِ حسنہ ہوں، اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو، رسول اللہ ﷺ کی نعتیں پڑھی جائیں اور صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے، قرآن مجید کی تلاوت کی جائے اور اخیر میں دعا کی جائے اور دعا میں اللہ تعالیٰ کی جناب

Marfat.com

میں صاحب مزار کے وسیلہ سے اپنی حاجات کی براری کے لیے دعا کی جائے اور دعا صرف اللہ تعالیٰ سے کی جائے اور صاحب مزار کا صرف وسیلہ پیش کیا جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "مجھے تم پر یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے"۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعض اعراب مرتد ہو گئے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ خطاب تمام مسلمانوں کو ہے، پس اگر بعض مرتد ہو گئے تو یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا"۔ "تنافسوا" کا معنی ہے: تم اس میں رغبت کرو گے اور جھگڑو گے۔ یعنی مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم سب دنیا میں رغبت کرو گے اور آپس میں جھگڑو گے۔

حدیث مذکور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد معجزات ہیں۔

ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے یہ فرمایا: بے شک اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی وسعتِ نظر عطا فرمائی ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی نظر میدانِ محشر میں اپنے حوض کی طرف تھی۔

دوسرا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں۔ اور زمین کے جن خزانوں کی چابیاں آپ کو دی گئی تھیں وہاں آپ کی امت فتوحات کے جھنڈے گاڑتے ہوئے اور اسلام کی اشاعت کرتے ہوئے پہنچی۔

تیسرا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے غیب کی خبر دی کہ آپ کے بعد آپ کی پوری امت مشرک نہیں ہوگی۔

چوتھا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے یہ غیب کی خبر دی کہ مسلمان دنیا میں رغبت کریں گے اور دنیا کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں"۔ ہو سکتا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ خطاب فرما رہے ہوں اور خطبہ دے رہے ہوں تو آپ کے سامنے حوض کو منکشف کر دیا جائے، اور یہی ظاہر ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ میں اپنے دل میں دیکھ رہا ہوں۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ڈرایا کہ حوض سے کچھ لوگوں کو دور کر دیا جائے گا۔ اس میں یہ تنبیہ کرنا تھی کہ امت کو چاہیے کہ ایسے کام نہ کریں جن کاموں کی وجہ سے ان کو حوض سے دور کر دیا جائے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد غیب کی خبریں دی ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۶۸، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

٦٥٩١ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَذَكَرَ الْحَوْضَ فَقَالَ كَمَا بَيْنَ الْمَدِينَةِ وَصَنْعَاءَ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۹۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حرمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از معبد بن خالد، انہوں نے حارثہ بن وہب سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ نے حوض کا ذکر فرمایا، پس فرمایا: (حوض کی مقدار ایسی ہے) جیسے مدینہ اور صنعاء کا فاصلہ۔

٦٥٩٢ ـ وَزَادَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ حَارِثَةَ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ قَوْلَهُ حَوْضُهُ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَالْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ الْمُسْتَوْرِدُ أَلَمْ تَسْمَعْهُ قَالَ الْأَوَانِي قَالَ لَا قَالَ الْمُسْتَوْرِدُ تُرَى فِيهِ الْآنِيَةُ مِثْلَ الْكَوَاكِبِ۔

(صحیح البخاری: ٦٥٩١، صحیح مسلم: ۲۲۹۸)

اور ابن ابی عدی نے اضافہ کیا از شعبہ از معبد بن خالد از حارثہ، انہوں نے نبی ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ آپ کا حوض (اتنا بڑا ہے) جتنا صنعاء اور مدینہ کے درمیان فاصلہ ہے۔ پس ان سے المستورد نے کہا: کیا تم نے آپ سے یہ نہیں سنا کہ آپ نے برتنوں کے متعلق فرمایا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ المستورد نے کہا: اس حوض میں برتن اس طرح دکھائی دیں گے جیسے آسمان کے ستارے ہیں۔

صحیح البخاری: ٦٥٩٢، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حرمیؒ کا ذکر ہے، یہ ابن عمارہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معبد بن خالد کا ذکر ہے، یہ القاضی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حارثہ بن وہب القضاعی کا ذکر ہے، یہ کوفہ میں رہتے تھے اور ان کی احادیث ہیں اور یہ حضرت عبیداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے نبی ﷺ کے فضائل میں از محمد بن عبداللہ وغیرہ روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابن ابی عدی نے اضافہ کیا'' یہ محمد بن ابراہیم ہیں اور ابی عدی ان کے دادا ہیں، ان کا نام معروف نہیں ہے اور یہ بصری ہیں اور ثقہ ہیں اور آپ نے بہت احادیث روایت کی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس ان سے المستورد نے کہا'' یہ ابن شداد بن عمرو القرشی الفہری الصحابی بن الصحابی ہیں، یہ مصر کی فتح کے موقع پر حاضر تھے اور انہوں نے کوفہ میں رہائش اختیار کی اور ۴۵ ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔ امام بخاری کی ان سے صرف اسی جگہ ایک روایت ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ اس حوض میں اتنے اور اتنے برتن ہوں گے، حارثہ نے کہا: نہیں، تو حضرت مستورد رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں ستاروں کی مثل برتن دکھائی دیں گے"۔ یعنی وہ ستاروں کی طرح بہت زیادہ ہوں گے اور بہت روشن ہوں گے، یعنی حضرت المستورد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے، سو یہ حدیث بھی مرفوع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۱۔ ۲۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۹۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضی الله عنهما قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ حَتَّى أَنْظُرَ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ وَسَيُؤْخَذُ نَاسٌ دُونِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي فَيُقَالُ هَلْ شَعَرْتَ مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ وَاللهِ مَا بَرِحُوا يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ فَكَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُبِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلَى أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ عَنْ دِينِنَا أَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُونَ تَرْجِعُونَ عَلَى الْعَقِبِ۔

(صحیح البخاری: ۷۰۴۸، صحیح مسلم: ۲۲۹۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی از نافع بن عمر، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک میں حوض کے اوپر ہوں حتیٰ کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوض پر آئیں گے اور عنقریب کچھ لوگوں کو میرے پاس سے پکڑ لیا جائے گا، پس میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ مجھ سے ہیں اور میری امت سے ہیں!، پس کہا جائے گا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا؟ اللہ کی قسم! وہ ہمیشہ اپنی ایڑھیوں پر لوٹتے رہے ہیں، پس ابن ابی ملیکہ یہ کہتے تھے اے اللہ! ہم اس سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں کہ ہم اپنی ایڑھیوں پر لوٹیں یا ہم اپنے دین میں آزمائش میں مبتلاء کیے جائیں۔ (سورۂ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے) "اعقابکم تنکصون" (تو تم اپنی ایڑھیوں کے بل پلٹ کر بھاگ جاتے تھے)۔

صحیح البخاری: ۶۵۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ابن ابی ملیکہ کا ذکر ہے، ان کا نام عبد اللہ ہے اور عنقریب اس سند کا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ومن امتی" اس ارشاد سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جنہوں نے کہا کہ جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے دور کیا جائے گا وہ اس امت کے علاوہ دوسرے لوگ ہوں گے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

Marfat.com

اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو معین طور پر نہیں جانتے تھے اگر چہ یہ جانتے تھے کہ یہ لوگ آپ کی امت میں سے ہیں۔(فتح الباری ج ۷ ص ۶۶۹، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس شرح پر وہ اعتراض ہے جو مخفی نہیں ہے۔

علامہ عینی نے اعتراض تو بیان نہیں کیا۔ علامہ بوصیری نے کہا ہے کہ شاید وہ اعتراض یہ ہے کہ بہ کثرت احادیث میں یہ مذکور ہے کہ وہ مجھے پہچانتے ہوں گے اور میں انہیں پہچانتا ہوں گا۔ اور عنقریب یہ حدیث گزری ہے کہ ان میں سے ایک گروہ ہو گا حتیٰ کہ جب میں ان کو پہچان لوں گا تو ایک مرد میرے اور ان کے درمیان سے نکلے گا۔(صحیح البخاری: ۶۵۸۷)

اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ میرے حوض پر میرے پاس میرے صحابہ میں سے چند مرد آئیں گے حتیٰ کہ جب میں ان کو دیکھوں گا تو ان لوگوں کو میرے پاس سے نکال دیا جائے گا۔

ان احادیث سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو صراحۃً پہچانتے ہوں گے جن کو آپ کے حوض سے دور کیا جائے گا، لہٰذا حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ آپ ان کو معین طور پر نہیں پہچانتے ہوں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: کتاب الرقاق میں احادیثِ مرفوعہ کی تعداد ایک سو ترانوے (۱۹۳) ہے، ان میں سے تینتیس (۳۳) تعلیقات ہیں اور باقی احادیثِ موصولہ ہیں اور ان میں مکرر احادیث کی تعداد ایک سو چونتیس (۱۳۴) ہے۔ اور خالص احادیث کی تعداد ترپن (۵۳) ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کتاب الرقاق کی تکمیل ہو گئی اور اب ان شاء اللہ عزوجل کتاب القدر کی ابتداء ہو گی۔ کتاب الرقاق میں جو احادیث ذکر کی گئی ہیں وہ دلوں کو نرم کرنے والی ہیں۔ اے بار الٰہ! ہمارے دلوں کو بھی نرم کر دے، ہمیں اپنی محبت اور اپنا خوف عطا فرما اور اس کتاب کی شرح میں، میں نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان پر مجھے اور قارئین کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں آخرت کی ہولناکیوں اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ اور مامون رکھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے ہم کو جنت الفردوس عطا فرما۔ اور اپنے فضل سے جنت میں ہم کو اپنا دیدار عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۸۲۔ كِتَابُ الْقَدَرِ

تقدیر کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس کتاب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ کتاب قدر یعنی تقدیر کے بیان میں ہے۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے بیان کیا ہے کہ کتاب القدر کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا حکم، اور علماء نے کہا ہے: ازل میں جو اللہ تعالیٰ کا حکمِ کلی اجمالی ہے اس کو قضاء کہتے ہیں اور اس حکم کی تفاصیل جو واقع ہوں گی اور اس کی جزئیات کو قدر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ٘ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ (الحجر: ۲۱) اور ہمارے ہی پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم اس کو صرف معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں O

اور اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ تمام امور خواہ ایمان ہو یا کفر ہو، خیر ہو یا شر ہو، نفع ہو یا ضرر ہو، یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضاء اور اس کی قدر سے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ملک میں صرف اس کی تقدیر ہی جاری ہوتی ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: قدر کا معنی ہے جو چیز قدرت پر دلالت کرے اور مقدور پر دلالت کرے جو اللہ تعالیٰ کے علم سے واقع ہونے والا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو عقلاً اور اس کے قول کو نقلاً متضمن ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

مسئلہ تقدیر کے متعلق مصنف کی تحقیق

تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ (الفرقان: ۲) اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کو مقرر شدہ اندازہ پر رکھا O

وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۝ (الاحزاب: ۳۸) اور اللہ کا کام مقرر شدہ اندازہ پر ہے O

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ (القمر: ۴۹) ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے O

تقدیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی

تقدیر اور قدر کا معنی ہے: اندازہ۔ انسان کسی چیز کو بنانے سے پہلے اس کا اندازہ لگاتا ہے کہ وہ چیز کتنی مدت تک باقی رہے گی، اس سے کیا فوائد حاصل ہوں گے اور اس پر کیا نقصانات مرتب ہوں گے لیکن چونکہ انسان ناقص ہے، لہٰذا اس کا اندازہ بھی ناقص ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کامل ہے، لہٰذا اس کا اندازہ کامل ہوتا ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

تقدیر کا معنی ہے: کسی چیز کی مقدار کو معین کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا معنی ہے: کسی چیز کو حکمت کے تقاضا سے مخصوص مقدار، مخصوص صفت اور مخصوص مدت کے لیے بنانا اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کسی چیز کو دفعتاً اور ابتداءً کامل بنانا بایں طور کہ اس میں بعد میں زیادتی، کمی یا تبدیلی نہ ہو جیسے سات آسمان۔

(۲) جس چیز کے اصول موجود بالفعل ہوں اور اس کے اجزاء موجود بالقوۃ ہوں اور اس کو اس اندازہ سے بنایا جائے کہ اس سے وہی چیز موجود ہو نہ کہ کوئی اور چیز، جیسے کھجور کی گٹھلی کو اس اندازہ سے بنایا کہ اس سے کھجور ہی پیدا ہوگی سیب پیدا نہیں ہوگا، اور انسان کی مٹی کو اس اندازہ سے بنایا کہ اس سے انسان ہی پیدا ہوگا کوئی اور حیوان پیدا نہیں ہوگا۔

(المفردات ج ۲ ص ۵۱۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

علامہ المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

احادیث میں تقدیر کا ذکر بہت زیادہ ہے، اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے جس کام کو کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس کا حکم دے دیا۔

(النہایہ ج ۴ ص ۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: دراصل یہاں دو لفظ ہیں: قضاء اور قدر۔ علامہ ابن الاثیر الجزری نے جو معنی لکھا ہے وہ قضاء کا ہے اور قدر یعنی تقدیر کا وہی معنی ہے جو علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

تقدیر کے کئی معانی ہیں: (۱) کسی چیز کو بنانے اور تیار کرنے میں غور و فکر کرنا (۲) کسی چیز کو ختم کرنے کے لیے علامات مقرر کرنا (۳) دل میں کسی چیز کو سوچنا اور قیاس کرنا۔

القدریہ وہ فرقہ ہے جو تقدیر کا انکار کرتا ہے اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی کا نام ہے، انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو انسان کا علم تھا، اس کو علم تھا کہ کون انسان کفر کرے گا اور کون انسان ایمان لائے گا، اس نے اپنے اس علمِ سابق کو لکھ دیا اور جس کے لیے جو لکھا ہے وہ اس پر آسان کر دیا۔ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کو ہر انسان کے متعلق اندازہ (پیشگی علم) تھا کہ وہ جنتی ہوگا یا دوزخی ہوگا اور اسے انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اس کا علم تھا سو اس نے اپنے اس پیشگی علم کو لکھ دیا اور یہی تقدیر ہے۔ (لسان العرب ج ۱۲ ص ۷۳، دار صادر، بیروت، ۲۰۰۳ء)

تقدیر کی وضاحت اور اس کا کھوج لگانے کی ممانعت

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

تقدیر پر ایمان لانا فرضِ لازم ہے اور وہ یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام افعال کا خالق ہے خواہ وہ خیر ہوں یا شر ہوں، اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پیدا کرنے سے پہلے ان کے افعال کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (الصّٰفّٰت: ۹۶) اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو O

پس ایمان اور کفر، اطاعت اور معصیت سب اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے ہے اور اس کے ارادہ اور اس کی مشیت سے ہے، البتہ وہ ایمان سے راضی ہوتا ہے اور کفر سے ناراض ہوتا ہے (دراصل بندہ جس فعل کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں وہی فعل پیدا

Marfat.com

کر دیتا ہے، بندہ کے ارادہ کو کسب کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کو خلق کہتے ہیں اور بندہ جو برے کاموں پر سزا کا مستحق ہوتا ہے اور اچھے کاموں پر اس کو جو جزا دی جاتی ہے وہ اس کے کسب کے اعتبار سے ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور اللہ تعالیٰ نے ایمان اور طاعت پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ کفر اور معصیت سے راضی نہیں ہوتا، اور اس نے کفر اور معصیت پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور ثواب عطا فرمانا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔

تقدیر اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سر (راز) ہے جس پر اس نے کسی مقرب فرشتے کو مطلع فرمایا ہے نہ کسی نبی مرسل کو۔

(ہماری تحقیق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں تقدیر کی حقیقت معلوم ہے اور عام مومنوں کو آخرت میں تقدیر کی حقیقت پر مطلع کیا جائے گا۔ سعیدی غفرلہٗ)

تقدیر میں غور و فکر کرنا اور عقل سے اس میں بحث کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، پھر اس کے دو فرقے بنا دیے۔ دائیں جانب والوں کو اپنے فضل سے جنت کے لیے پیدا فرمایا اور بائیں جانب والوں کو اپنے عدل سے دوزخ کے لیے پیدا فرمایا۔ ایک شخص نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: اے امیر المومنین! مجھے تقدیر کے متعلق بتائیے، آپ نے فرمایا: یہ اندھیرا راستہ ہے تم اس پر مت چلو، اس نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا راز ہے جو تم سے مخفی ہے تم اس کی تفتیش مت کرو۔ (الکاشف عن حقائق السنن ج ۱ ص ۲۱۵، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۵۷، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

خلق اور تقدیر کا فرق

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی الشافعی المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ (الفرقان: ۲) اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کو مقرر شدہ اندازہ پر رکھا ۝

"اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا"، اس کا معنی ہے کہ انسان کے اعمال کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

پھر فرمایا: "اور اس کو مقرر شدہ اندازہ پر رکھا" یعنی وہ ہر چیز کو عدم سے وجود میں لایا اور اس میں وہ خاصیت مہیا کی جس میں اس کی صلاحیت اور استعداد تھی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اس نے انسان کو اس مقدار اور شکل پر پیدا کیا جس کو تم دیکھ رہے ہو اور اس میں ان کاموں کی طاقت رکھی جن پر دین اور دنیا کی کامیابی موقوف ہے۔ اسی طرح ہر حیوان میں ان کاموں کی طاقت رکھی جن پر اس کی دنیاوی مصلحت موقوف ہے اور ہر حیوان کو اس کے حال کے مناسب مقدار اور شکل و صورت پر پیدا فرمایا، اسی طرح تمام جمادات اور نباتات کو ان کے حسب حال، مقدار اور صورت پر پیدا فرمایا۔

تقدیر اللہ تعالیٰ کے علم کا نام ہے، جب اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہے کہ فلاں چیز ہوگی تو اس چیز کا ہونا ضروری ہے اور اس کا نہ ہونا محال ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے بدل جائے گا۔ اسی طرح جب اس نے کسی چیز کے متعلق خبر دی کہ فلاں چیز ہوگی تو اس کا ہونا ضروری ہے ورنہ اس کے کلام کا صدق، کذب سے بدل جائے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۳۱۔ ۴۳۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں دو لفظ ہیں، پہلے فرمایا: ''خلق'' پھر فرمایا: ''فقدر'' بہ ظاہر دونوں کا معنی ایک ہے اور یہ تکرار ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ''خلق'' کا معنی ہے: اللہ ہر چیز کو عدم سے وجود میں لایا اور ''فقدر'' کا معنی ہے: اس میں وہ چیزیں مہیا کیں جو اس کی حکمت کا تقاضا ہیں، جیسے انسان کو مخصوص مادے سے مخصوص صورت پر پیدا کیا اور اس میں وہ خصائص اور وہ افعال مہیا کیے جو اس کے لائق ہیں مثلاً اس میں فہم، ادراک، دنیا اور آخرت کے کاموں میں نظر اور تدبر کو پیدا کیا اور مختلف افعال پیدا کیے۔

(روح المعانی جز ۱۸ ص ۳۴۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

قضاء معلق اور قضاء مبرم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۖۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ (الرعد: ۳۹) اللہ جس (لکھے ہوئے کو) چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے، اور اسی کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے O

اس آیت کی علماء نے ایک اور تقریر کی ہے اور وہ یہ ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں: ایک تقدیر معلق ہے اور ایک تقدیر مبرم ہے۔ تقدیر معلق میں محو اور اثبات ہوتا رہتا ہے اور تقدیر مبرم اللہ تعالیٰ کے علم سے عبارت ہے، اس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا مثلاً ایک شخص کی قسمت میں اولاد نہیں ہے اور یہ تقدیر معلق ہے لیکن کسی مرد خدا کی دعا سے اس کے لیے اولاد مقدر کر دی جاتی ہے، پہلے اس کی قسمت میں لاولد لکھا تھا، اگر کسی مرد خدا نے دعا کر دی تو لاولد کو مٹا کر صاحب اولاد لکھ دیا جاتا ہے اور اگر کسی نے دعا نہیں کی تو وہ لاولد اسی طرح ثابت رہتا ہے اور یہ تقدیر معلق ہے جس کی طرف ''يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ'' (الرعد: ۳۹) میں اشارہ ہے۔

اور تقدیر مبرم کا مرتبہ جس کی طرف ''وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝'' (الرعد: ۳۹) سے اشارہ ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا علم ہے، اور اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ وہ لاولد یا صاحب اولاد ہے اور اس کے علم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، اسی طرح انسان اگر ماں باپ یا رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرے تو اس کی عمر بڑھ جاتی ہے یا اس کے رزق میں وسعت ہو جاتی ہے اور اگر ان کے ساتھ نیکی نہ کرے تو پھر عمر میں یا رزق میں اضافہ نہیں ہوتا مثلاً اس کی عمر پچاس سال لکھی ہوئی ہے، اس نے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کی تو پچاس سال مٹا کر اس کی عمر ساٹھ سال لکھ دی جاتی ہے اور اگر وہ ان کے ساتھ نیکی نہ کرے تو اس کی عمر اسی طرح پچاس سال لکھی رہتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ اس نے ان کے ساتھ نیکی کرنی ہے یا نہیں کرنی اور انجام کار اس کی عمر پچاس سال ہوگی یا ساٹھ سال اور ام الکتاب میں اس کی وہ عمر لکھی ہوئی ہوتی ہے، اور یہی تقدیر مبرم ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

جبر کی تحقیق

تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انسان کو جب اختیار دیا جائے گا تو وہ اپنے اختیار سے نیک کام کرے گا یا گناہ کرے گا، پھر وہ جس کام کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں وہی کام پیدا کر دیتا ہے اور شقی یا سعید ہونے کے متعلق اپنے حکم کو نافذ کر دیتا ہے اور یہی قضاء وقدر ہے، اس کا علم سابق قدر اور تقدیر ہے اور اس کے مطابق حکم کو نافذ کرنا قضاء ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ ایک شخص کی مدت حیات بیس سال ہے، یہ تقدیر ہے اور بیس سال پورے ہونے پر اللہ تعالیٰ اس کی موت کا حکم نافذ فرما دیتا

ہے یہ اس کی قضاء ہے۔

جبر کی تقویت میں امام رازی کے دلائل

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

انسان کے اختیار کا کوئی خالق ہے یا نہیں؟ اگر اس کا کوئی خالق نہیں ہے تو پھر یہ دہریوں کا مذہب ہے اور اگر اس اختیار کا خالق انسان ہے تو یہ اس لیے باطل ہے کہ خالق کے لیے ضروری ہے کہ وہ واجب اور قدیم ہو، ممکن اور حادث کسی چیز کا خالق نہیں ہوسکتا۔ اور اگر انسان کے اختیار کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر ہمارا مقصود ثابت ہو گیا کہ انسان کو نیک یا بد اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اسی کو جبر کہتے ہیں۔ صاحب عقل اپنا تجربہ کر کے دیکھ لے، کیونکہ انسان بعض اوقات کسی چیز سے بالکل غافل ہوتا ہے، پھر اچانک اس کے دل میں کسی کام کی صورت آتی ہے، پھر اس کام کی طرف اس کا دل مائل ہوتا ہے، پھر اس کام کے حصول کے لیے اس کے اعضاء اور اعصاب حرکت میں آتے ہیں اور پھر انسان اس فعل کو حاصل کر لیتا ہے، پس انسان کا کسی فعل کو کرنا خواہ وہ نیک ہو یا بد، اس تحریک اور شوق کے بعد ہوتا ہے جو اس کے دل میں اچانک پیدا ہوتا ہے اور اس تحریک اور شوق میں اس کا کوئی اختیار اور دخل نہیں ہوتا اور یہی جبر ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۷۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کے دلائل کے عقلی جوابات

جبر کی تائید میں امام رازی کی یہ دلیل بہت قوی ہے، میں آج صبح نمازِ فجر کے بعد اس پر غور کرتا رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے دل میں القاء کیا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں اختیار کی دو قسمیں ہیں: ایک تو مطلق اور کلی اختیار ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عطا فرمایا ہے، بلاشبہ اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اس سے جبر لازم نہیں آتا۔ اور ایک کسی مخصوص اور جزوی کام کو کرنے کا اختیار ہے مثلاً آج ظہر کی نماز پڑھنا یا نہ پڑھنا، اس اختیار کو انسان صادر کرتا ہے اور اس سے انسان کا خالق ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی عقل سے غور و فکر اور سوچ و بچار کرتا ہے اور اس کے بعد نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے میں سے کسی ایک جانب کو اختیار کرتا ہے۔ اور چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی عقل کا ثمرہ ہے اس لیے اس اختیار کے صدور سے انسان کا خالق ہونا لازم نہیں آتا۔

امام رازی نے فرمایا ہے: ''انسان بالکل غافل ہوتا ہے، پھر اچانک اس کے دل میں کسی اچھے یا برے کام کی صورت آتی ہے اور اس صورت کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے حصول کے لیے انسان کے اعضاء اور اعصاب حرکت میں آتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس صورت کو حاصل کر لیتا ہے اور اسی کو جبر کہتے ہیں''۔

امام رازی نے جبر کے ثبوت کی اس تقریر میں ایک اہم مقدمہ کی طرف توجہ نہیں کی اور وہ یہ ہے کہ جب انسان کو مثلاً کسی گناہ کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے تو فوراً ہی اس گناہ کے حصول کے لیے اس کے اعضاء اور اعصاب حرکت میں نہیں آتے بلکہ اس سے پہلے ایک مرتبہ عقل کے غور اور فکر کا ہے، انسان اس برائی کی دنیاوی خرابی اور اخروی عذاب پر غور کرتا ہے اور اس کی عقل اس کو گناہ کے ارتکاب سے روکتی ہے، اگر انسان اپنی عقل سلیم کے منع کرنے اور ضمیر کی ملامت سے باز آ جاتا ہے تو یہ اس کا تقویٰ ہے اور اگر وہ اپنی عقل اور ضمیر کی آواز کو نہیں مانتا اور اپنی نفسانی خواہش کے آگے سر جھکا دیتا ہے تو یہ اس کا فجور ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس

Marfat.com

کو برائی سے روکنے کے لیے عقل دی تھی اس لیے عقل کے روکنے کے باوجود اس کا معصیت اور گناہ کا ارتکاب کر لینا، کسی طرح بھی جبر نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس تہمت سے پاک اور بری ہے کہ وہ انسان کو گناہ پر مجبور بھی کرے، پھر اس گناہ پر اس کو سزا بھی دے۔ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ کسی گناہ کے ارتکاب سے پہلے اس کی عقل اس کو اس گناہ سے روکتی ہے، اس کے ثبوت میں قرآن وسنت سے حسب ذیل دلائل ہیں:

امام رازی کے دلائل کے قرآن مجید کی آیات سے جوابات

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ ۙ وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۚ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۞ (البلد: ۸۔۱۱)

کیا ہم نے انسان کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں O اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے O اور ہم نے اس کو (خیر اور شر کے) دو راستے دکھا دیے O پھر وہ (گناہ کو ترک کرنے اور نیکی کرنے کی) دشوار گھاٹی پر نہیں چڑھا O

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۞ (القیامۃ: ۱۴۔۱۵)

بلکہ ہر انسان کو اپنے نفس پر بصیرت ہے O خواہ وہ اپنے کتنے ہی عذر پیش کرے O

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۞ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جب متقی لوگوں کو شیطان گناہ کی صورت دکھاتا ہے تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں، پھر یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں O

یعنی وہ گناہ کی صورت کی ترغیب پر فوراً اس کے حصول کے درپے نہیں ہوتے بلکہ اس گناہ کے عواقب اور نتائج پر غور کرتے ہیں، پھر ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ گناہ کا ارادہ نہیں کرتے۔

وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۞ (الاعراف: ۲۰۰)

(اے مخاطب!) جب شیطان تم کو کوئی وسوسہ ڈالے (تمہارے دل میں گناہ کی صورت القاء کر کے اس کی طرف مائل اور راغب کرے) تو تم اللہ کی پناہ طلب کرو (''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ'' پڑھو)، بے شک وہ بہت سننے والا، بے حد جاننے والا ہے O

اس آیت میں بھی یہی تعلیم دی ہے کہ جب تمہارے دل میں گناہ کرنے کا شوق پیدا ہو اور اس کی تحریک ہو تو فوراً اس کے حصول کے درپے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل سے کام لو، غور وفکر کرو اور شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے اور گناہ کی صورت کو دل سے نکالنے کے لیے ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ'' پڑھو۔ اس طرح گناہ کی طرف سے تمہاری توجہ ہٹے گی اور تم گناہ سے باز آجاؤ گے۔

امام رازی کے دلائل کے جوابات میں احادیث

احادیث سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ انسان کے دل میں جیسے ہی گناہ کی صورت آتی ہے اور اس کا شوق اور اس کی تحریک ہوتی ہے تو وہ فوراً اس پر عمل نہیں کرتا بلکہ غور وفکر کر کے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے یا اس کو ترک کر دیتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ کتنی مرتبہ ہمارے دل میں برے وسوسے آتے ہیں اور ہم ان پر عمل نہیں کرتے۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے سینوں میں جو وسوسے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمالیا ہے بشرطیکہ وہ اس وسوسے کے موافق عمل نہ کرے یا کلام نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۲۸، صحیح مسلم: ۱۲۷، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۹، سنن ترمذی: ۱۱۸۳، سنن نسائی: ۳۴۴۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۰، مسند احمد: ج ۲ ص ۳۹۳)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انسان کے دل میں اچانک جن کاموں کی صورتیں آتی ہیں اگر وہ رذائل اور معاصی کی طرف راغب کریں تو وہ وسوسہ ہیں اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کی طرف راغب کریں تو وہ الہام ہیں۔

واضح رہے کہ ایک وسوسہ غیر اختیاری ہوتا ہے اور دوسرا اختیاری ہوتا ہے۔ غیر اختیاری وہ ہے جو انسان کے دل میں ابتداءً اور اچانک آئے اور انسان اس کو دفع کرنے پر قادر نہ ہو، اس قسم کا وسوسہ تمام امتوں سے معاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ (البقرہ: ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا۔

اور وسوسہ اختیاری وہ ہے کہ انسان کے دل میں کسی ناجائز کام کی صورت آئے اور وہ اس کو اپنے دل میں جمالے اور اس کے موافق عمل کرنے کی کوشش کرے اور اس کام کے تصور سے لذت حاصل کرے، جیسے انسان کے دل میں کسی اجنبی عورت کے ساتھ ناجائز خواہش پوری کرنے کی صورت آئے اور وہ اس کو دل میں جمالے اور وہ اس ناجائز کام کو کرنے کا منصوبہ بنائے، اسی طرح اور گناہوں کی صورتیں ہیں، تو جب تک وہ اس گناہ کو کرنے کا عزم نہ کرے یا اس پر عمل نہ کرے تو یہ وسوسہ خصوصاً اس امت کے لیے معاف ہے۔

علامہ نووی نے کہا: جب کوئی انسان اپنے دل میں گناہ کا عزم کرے اور اس کے ارتکاب کا پکا ارادہ کرے تو وہ اپنے اعتقاد میں اور عزم میں گناہگار ہوگا، جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ جب میرا بندہ گناہ کا ''ھم'' (غیر پختہ ارادہ) کرے تو اس کے گناہ کو نہ لکھو اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس کا ایک گناہ لکھو۔ (صحیح مسلم: ۱۲۸)

(الکاشف عن حقائق السنن ج ۱ ص ۱۹۹۔ ۲۰۰، ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۱۳ھ)

اس حدیث اور اس کی شرح سے واضح ہوگیا کہ انسان وسوسہ آتے ہی فوراً گناہ نہیں کرتا بلکہ کبھی اس پر عمل کرتا ہے اور کبھی اس پر عمل نہیں کرتا، حدیث میں ہے:

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا: آپ نے فرمایا: نیکی عمدہ خُلق (وصف) ہے اور گناہ وہ کام ہے جو تمہارے دل میں کھٹک رہا ہو اور تم اس کو ناپسند کرو کہ لوگ اس کام پر مطلع ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۵۵۳، سنن ترمذی: ۲۳۸۹)

دل میں کھٹکنے کا معنی یہ ہے کہ انسان اس کام کے متعلق متردد ہو اور اس کام کے درست ہونے کے متعلق اس کو شرح صدر نہ ہو اور اس کے دل میں شک ہو اور اس کو یہ خوف ہو کہ یہ کام گناہ ہوگا۔

اس حدیث سے آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ دل میں کسی برے کام کی صورت آتے ہی انسان فوراً اس پر عمل نہیں کرتا بلکہ اس پر غور و فکر کرتا ہے، اگر اس پر منکشف ہو جائے کہ یہ کام گناہ ہے اور اس پر خوف خدا کا غلبہ ہو تو وہ اس کام کو ترک کر دیتا ہے، اور

Marfat.com

اگر وہ شہوت میں ڈوبا ہوا ہو تو وہ اس گناہ کا ارتکاب کر لیتا ہے اور یہی اس آیت کا معنی ہے:

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ (الشمس: ۸) پس انسان کے نفس کو اس کی بدکاری اور اس سے بچنے کا طریقہ سمجھا دیا O

الحمد للہ! ہماری اس تقریر سے وہ دلیل ساقط ہو گئی جس سے امام رازی نے یہ ثابت کیا تھا کہ انسان اپنے افعال اختیاریہ میں مجبور ہے اور اس کا معاذ اللہ یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود انسان کو گناہ پر مجبور کرتا ہے اور خود ہی اس کو سزا دیتا ہے۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ اس ظلم سے پاک اور مبرا و منزہ ہے۔

انسان کا اپنے افعال کا خالق نہ ہونا

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے، خواہ بندہ کا فعل کفر ہو یا ایمان، اطاعت ہو یا معصیت، اس کے برعکس معتزلہ کا یہ فاسد گمان ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے، ان میں سے متقدمین تو بندہ کو خالق کہنے سے اجتناب کرتے تھے اور بندہ کو موجد اور مخترع کہتے تھے، لیکن جبائی اور اس کے متبعین نے یہ دیکھا کہ ان تمام الفاظ کا معنی ایک ہی ہے اور وہ ہے کسی چیز کو عدم سے وجود کی طرف نکالنا تو انہوں نے دلیری سے بندہ پر خالق کا اطلاق کر دیا، اور اہل حق جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں ہے اس کے حسب ذیل دلائل ہیں:

اگر بندہ اپنے افعال کا خالق ہو تو وہ اپنے افعال کی تفاصیل کا ضرور عالم ہوگا، کیونکہ جب تک کسی چیز کی تفاصیل کا علم نہ ہو انسان اس کو وجود میں نہیں لا سکتا، اور انسان کو اپنے افعال کی تفاصیل کا علم نہیں ہوتا، کیونکہ جب انسان ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جاتا ہے تو اس کے چلنے میں معین تعداد میں قدم اٹھتے ہیں کبھی تیز اور کبھی آہستہ، اور اس کو بالکل شعور نہیں ہوتا کہ اس کے چلنے میں کتنے قدم اٹھے اور اس میں کتنا وقت صرف ہوا، کتنے قدم تیز تھے اور کتنے آہستہ، اور اس سے اس کے متعلق اگر سوال بھی کیا جائے تو وہ جواب نہیں دے سکتا، یہ تو ان افعال کا حال ہے جو بالکل ظاہر ہیں اور اگر وہ اس پر غور کرے کہ کسی چیز کو پکڑنے اور چھوڑنے میں اس کے کتنے اعضاء نے حرکت کی اور اس کے اعصاب سکڑنے اور پھیلنے کا عمل کتنی بار ہوا تو اس کی بے شعوری اور لاعلمی اور بھی زیادہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ذکر فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (الصفت: ۹۶) اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے اور تمہارے کاموں کو O

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۔ (المومن: ۶۲) یہی ہے اللہ! جو تمہارا رب ہے، جو ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔

اور ہر چیز میں بندے کے اعمال بھی داخل ہیں، سو وہ ان اعمال کو بھی پیدا کرنے والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ (النحل: ۱۷) کیا جو پیدا کرتا ہے وہ اس کی مثل ہے جو کچھ پیدا نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق ہونے کو اپنی مدح میں اور اپنی عبادت کے استحقاق کو بیان فرمایا، یعنی عبادت کا مستحق وہی ہے جو

خالق ہو۔

معتزلہ نے یہ کہا کہ ہم خود سے چلنے والے کی حرکت کو اور رعشہ والے کی حرکت میں فرق کو دیکھتے ہیں، خود سے چلنے والا اپنے اختیار سے حرکت کرتا ہے اور رعشہ والا بغیر اختیار کے حرکت کرتا ہے، نیز اگر بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہو تو نیک افعال پر مدح اور برے افعال پر مذمت اور نیک افعال پر ثواب اور برے افعال پر عذاب کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ نیک اور برے افعال سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض جبریہ پر وارد ہوتا ہے، وہ کسب اور اختیار کی بالکل نفی کرتے ہیں، رہے ہم تو ہم یہ کہتے ہیں کہ بندہ جس فعل کا کسب کرتا ہے اور اس کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں وہ فعل پیدا کر دیتا ہے۔ (شرح العقائد ص ۶۰۔ ۶۲ ملخصاً مطبوعہ کراچی)

تقدیر میں بحث کرنے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، اس وقت ہم تقدیر کے متعلق بحث کر رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کا مبارک چہرہ سرخ ہو گیا گویا کہ آپ کے رخساروں میں انار کے دانے کھل گئے ہوں، آپ نے فرمایا: کیا تم کو اس میں بحث کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا میں اس میں بحث کرنے کے لیے تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں، تم سے پہلی امتیں اس وقت ہلاک کر دی گئی تھیں جب وہ اس میں بحث کر رہی تھیں، میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم اس میں بحث مت کرو۔ یہ حدیث حضرت عمر، حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۱۳۳، مسند ابویعلیٰ: ۶۰۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے تقدیر میں بحث کی اس سے قیامت کے دن اس کے متعلق سوال ہوگا، اور جس نے بحث نہیں کی اس سے اس کے متعلق سوال نہیں ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ: ۸۴)

ابن الدیلمی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا: میرے دل میں تقدیر کے متعلق کچھ شبہ پیدا ہو رہا ہے، مجھے تقدیر کے متعلق کوئی حدیث بیان فرمائیے، شاید اللہ تعالیٰ میرے دل سے اس شبہ کو نکال دے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں کو اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہے، اور اگر وہ رحم فرمائے تو اس کا رحم لوگوں کے اعمال سے بہتر ہے اور اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا اللہ کی راہ میں خیرات کرو تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک تم سے قبول نہیں فرمائے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ اور جب تک تم یہ یقین نہ رکھو کہ تم پر جو مصیبت آئی ہے وہ تم سے ٹل نہیں سکتی اور جو مصیبت تم سے ٹل چکی ہے وہ تم کو پہنچ نہیں سکتی، اور اگر تم اس عقیدہ کے خلاف پر مرے تو تم دوزخ میں داخل ہو گے، پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا، پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا، پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی جو اس کی مثل تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۶۹۹، سنن ابن ماجہ: ۷۷، مسند احمد: ۲۱۶۶۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ اور حضرت آدم علیہما السلام میں مباحثہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: تم ہی وہ شخص ہو جس نے اپنے ذنب (اجتہادی خطا) کی وجہ سے لوگوں کو جنت سے نکالا اور

Marfat.com

ان کو بدنصیب بنایا، حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے موسیٰ! تم ہی وہ شخص ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے شرف فرمایا، تم مجھے اس چیز پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے مجھ پر لکھ دیا تھا، یا کہا: جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کرنے سے پہلے میرے لیے مقدر کر دیا تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ پالیا۔

(صحیح البخاری: ۶۳۸۷، صحیح مسلم: ۲۶۵۲، سنن ابوداؤد: ۴۷۰۱، سنن ترمذی: ۲۱۳۴، موطا امام مالک: ۱۶۶۰، مسند احمد: ج ۲ ص ۳۹۸، صحیح ابن حبان: ۶۱۷۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۰۰، شرح السنہ: ۶۸)

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان یہ مباحثہ عالم برزخ میں ہوا، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی قبر پر گئے اور وہاں ان سے یہ بحث کی۔

رہا یہ سوال کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اجتہادی خطاء پر تقدیر کا عذر پیش کیا، کیا اس طرح ہم بھی اپنے گناہوں پر تقدیر میں لکھے ہوئے کا عذر پیش کر سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ عذر برزخ میں پیش کیا تھا اور جب تک وہ اس دنیا میں رہے تو وہ اپنی اجتہادی خطاء پر توبہ اور استغفار کرتے رہے۔ اور رہا یہ سوال کہ جب تقدیر میں بحث کرنا ممنوع ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے تقدیر کے مسئلہ پر کیوں بحث کی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بحث دنیا میں ممنوع ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ مباحثہ برزخ میں کیا تھا۔ نیز یہ ہماری شریعت میں ممنوع ہے، ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تقدیر پر بحث کرنا ممنوع نہ ہو۔

تقدیر کے ثبوت کے متعلق احادیث اور ان کی شرح

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ، اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت پر اور اس پر کہ ہر اچھی اور بری چیز اللہ کی تقدیر سے وابستہ ہے۔ الحدیث

(صحیح مسلم: ۸، سنن ابوداؤد: ۴۶۹۵، سنن ترمذی: ۲۶۱۰، سنن نسائی: ۴۹۹۰، سنن ابن ماجہ: ۶۳)

علامہ یحییٰ بن شرف النووی الشافعی المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

اہلِ حق کے نزدیک تقدیر ثابت ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء کا اندازہ کیا اور اللہ سبحانہٗ کو علم تھا کہ یہ چیزیں مخصوص صفات پر مخصوص اوقات میں واقع ہوں گی، سو اسی علم کے موافق یہ چیزیں واقع ہوتی ہیں، اور قدریہ اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کو مخصوص صفات کے ساتھ چیزوں کے وقوع کا پیشگی علم نہیں ہوتا بلکہ چیزوں کے وقوع کے بعد ان کا علم ہوتا ہے، ابن قتیبہ اور امام نے کہا: اہل حق تقدیر کو مانتے ہیں اور افعال کی تخلیق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں اور یہ جاہل قوم افعال کی تخلیق کی نسبت اپنی طرف کرتی ہے۔

ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ نے کہا:

اکثر لوگ قضاء اور قدر کا یہ معنی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر اور اپنی قضاء پر عمل کرنے کے لیے بندوں کو مجبور کر دیا، لیکن قضاء و قدر کا یہ معنی نہیں ہے، قدر کا معنی اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ ہے یعنی ازل میں اللہ تعالیٰ کا علم۔ اور قضاء کا معنی ہے: اپنے علم کے

Marfat.com

موافق چیزوں کو پیدا کرنا۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۴۴۷۔۴۴۹ ملخصا، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

جبر کے معنی کی وضاحت

میں کہتا ہوں کہ ان معترضین نے جبر کا معنی نہیں سمجھا، "جبر" یہ ہے کہ انسان کی خواہش اور اس کے اختیار کے بغیر اس سے کوئی کام کرایا جائے، جیسے کوئی شخص کسی انسان کی کنپٹی پر پستول رکھ کر اس سے کہے کہ اپنی جیب سے رقم نکالو، تو یہ جبر ہے۔ اور جب آدمی اپنی خواہش سے کوئی چیز خریدنے کے لیے جیب سے رقم نکالے تو یہ جبر نہیں ہے۔ سو ہم اچھے یا برے کام جو بھی کرتے ہیں تو وہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں، اور ہم جس کام کو اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے اندر وہی کام پیدا کر دیتا ہے، پھر جبر کہاں سے ہو گیا، سو ہم اپنے افعال میں مختار ہیں مجبور نہیں ہیں۔

تقدیر کے ثبوت میں مزید احادیث اور ان کی شرح

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مزینہ کے دو شخصوں نے آکر کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیں کہ آج جو لوگ عمل کرتے ہیں اور اس میں مشقت اٹھاتے ہیں، آیا یہ وہ چیز ہے جو پہلے سے ان کے لیے مقدر کر دی گئی ہے یا جو کچھ ان کو ان کے نبی نے بتایا ہے یہ اس پر از خود عمل کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! یہ وہ چیز ہے جو پہلے سے ان پر مقدر کر دی گئی ہے اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ نفس کی قسم اور اس کو درست بنانے کی ○ پھر اس کو بدکاری کی سمجھ دی اور اس سے بچنے کی ○ (الشمس: ۷۔۸)

(صحیح مسلم: ۲۶۵۰)

یعنی ہر انسان کو انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ خیر اور شر، نیکی اور بدی کی پہچان کرا دی، اور اس کی عقل میں یہ صلاحیت رکھی کہ وہ صحیح اور غلط اور حق اور باطل میں تمیز کر سکے، اور جس نے کتاب وسنت اور عقل سلیم کی ہدایت پر عمل کیا وہ کامیاب ہے اور جس نے اس سے انحراف کیا، وہ ناکام ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آیت سے استدلال کا یہ منشاء ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں نفس انسان کو بھلائی اور برائی سمجھا دی تھی اور اس کو ازل میں علم تھا کہ دنیا میں آکر انسان اس ہدایت پر عمل کرے گا یا نہیں، سو اسی علم کے موافق اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا اور اسی کا نام تقدیر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ ۝ (القمر: ۵۲) انہوں نے جو کچھ عمل کیے وہ سب لوح محفوظ میں لکھے ہوئے تھے ○

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نوجوان شخص ہوں اور مجھے اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہے اور میرے پاس اتنا مال نہیں ہے جس سے میں عورتوں سے شادی کروں، گویا کہ وہ خصی ہونے کی اجازت طلب کر رہے تھے، آپ خاموش رہے، میں نے دوبارہ عرض کیا، آپ پھر خاموش رہے، میں نے سہ بارہ عرض کیا، آپ خاموش رہے، میں نے چوتھی بار عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! جو کچھ تم نے کرنا ہے اس کو قلم (تقدیر) لکھ کر خشک ہو چکا ہے، سو تم خصی ہو یا اس عمل کو چھوڑ دو۔ (صحیح البخاری: ۵۰۷۶)

Marfat.com

یعنی ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ تم نے اپنے اختیار سے زنا کرنا ہے یا نہیں کرنا، اور اسی کے موافق لکھ دیا گیا، سواب خصی ہونے کا کیا فائدہ۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اس سے فرمایا: لکھ، اس نے پوچھا: کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر لکھ۔ اس نے لکھ دیا جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ابد تک ہونے والا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۱۵۵)

آیا اسباب کا حصول تقدیر کے خلاف ہے یا نہیں؟

حضرت ابوخزامہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم دم کراتے ہیں اور دوا سے علاج کراتے ہیں اور ڈھال وغیرہ کے ذریعے حملوں سے بچتے ہیں، کیا یہ چیزیں تقدیر کو ٹال دیتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ چیزیں بھی اللہ کی تقدیر سے ہیں۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۱، سنن ترمذی: ۲۰۶۵، سنن ابن ماجہ: ۳۴۳۷)

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیماری کو مقدر کیا ہے، اسی طرح بیماری کے ازالہ کے لیے دوا کو مقدر کیا ہے، پس جو آدمی دوا کو استعمال کرے اور اس کو فائدہ نہ ہو تو وہ یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے شفاء کو مقدر نہیں کیا، لیکن وہ صرف ایک بار دوا کو استعمال کر کے مایوس نہ ہو، بلکہ مختلف معالجوں سے علاج کرائے اور شفاء کا ہر طریقہ اختیار کرے اور تاحیات حصول شفاعت کی کوشش کرتا رہے۔ بعض احادیث میں دم کرانے کی ترغیب ہے اور بعض احادیث میں اس کو توکل کے خلاف فرمایا ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آیاتِ قرآن اور احادیث میں بیان کئے گئے کلمات سے دم کیا جائے یا تعویذ لکھا جائے تو یہ جائز ہے اور اگر شرکیہ کلمات سے دم کیا جائے یا کرایا جائے تو وہ ناجائز ہے اور توکل کے خلاف ہے۔

منکرین تقدیر کا فرقہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے: المرجئہ اور القدریہ۔ (سنن ترمذی: ۲۱۴۹، سنن ابن ماجہ: ۶۲)

المرجئہ وہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور مومن کو گناہوں پر کوئی ضرر نہیں ہوگا اور القدریہ وہ فرقہ ہے جو تقدیر کا منکر ہے اور انسان کو اپنے افعال کا خالق مانتا ہے اور کہتا ہے کہ مومن مرتکب کبیرہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: القدریہ اس امت کے مجوس ہیں، اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔

(سنن ابوداؤد: ۴۶۹۱، سنن ابن ماجہ: ۹۲، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۶۔۱۲۵، المستدرک ج ۱ ص ۸۵)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے مستقبل میں پیش آنے والے امور کا ذکر کر رہے تھے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر دینا اور جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کی پیدائشی عادت بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرنا، کیونکہ وہ اپنی فطرت پر ہی لوٹ جائے گا۔

Marfat.com

(مسند احمد ج ٦ ص ٤٤٣)

بہادری اور بزدلی، سخاوت اور بخل، اسی طرح حلیم اور بدمزاج یا غصہ ور، یہ فطری اور جبلی صفات ہیں، اگر کوئی شخص یہ خبر دے کہ فلاں شخص جو بہادر تھا اب بزدل ہو گیا ہے، یا جو سخی تھا وہ بخیل ہو گیا، یا جو حلیم اور بردبار تھا وہ جلد غصہ میں آنے والا بن گیا ہے، تو اس خبر کی تصدیق نہ کرنا کیونکہ ان صفات کا تعلق قضاء وقدر سے ہے، اور کسبی صفات بدل سکتی ہیں جیسے کوئی جاہل عالم بن جائے، یا جیسے کوئی بدکار متقی بن جائے۔

تقدیر کے متعلق پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تحقیق

پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ١٤١٨ھ ''وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا'' (الفرقان: ٢) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس کی حکمت وعلم کا یہ عالم ہے کہ اس جہان میں ان گنت قسموں کی بے شمار چیزیں ہیں لیکن کیا مجال کہ کوئی چیز اپنے اندازے سے کم یا زیادہ ہو، چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک، ریت کے ذروں سے لے کر پہاڑوں تک ہر چیز اس حقیقت کی شہادت دے رہی ہے کہ بنانے والے نے ہر چیز کو پورے اندازے سے بنایا، انسان اپنے آپ میں ہی غور کرے، اگر آنکھیں آگے کے بجائے سر کے پیچھے ہوتیں، آنکھوں پر پپوٹوں کا غلاف نہ ہوتا یا اس پر پلکیں نہ ہوتیں تو کیا اس نازک ترین چیز کی حفاظت ممکن تھی! اگر دل جہاں ہے وہاں سے ایک انچ اوپر یا نیچے ہوتا، یا بائیں طرف کی بجائے دائیں طرف ہوتا تو یہ اناولاغیری کا دم بھرنے والا انسان لحہ بھر بھی زندہ رہ سکتا! غرض یہ کہ سازِ نظامِ عالم اس دانائی اور کمال مہارت سے ترتیب دیا گیا ہے کہ ہر چیز کی وضع وقطع اور محل ومکان ایسی عمدگی سے مقرر کیا گیا ہے کہ اگر اس میں بال برابر بھی ردوبدل کیا جائے تو ہر چیز پاش پاش ہو جائے۔

(تفسیر ضیاء القرآن ج ٣ ص ٣٥٠، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، کراچی، ٢٠١١ء)

الحمد للہ رب العالمین! ہم نے مسئلہ تقدیر کے تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کر لیا اور اس سے متعلق تمام ضروری ابحاث کو قرآن اور احادیث کی روشنی میں منضبط کر دیا۔ اللہ تعالیٰ میری اس ذہنی کاوش کو قبول فرمائے اور منکرین کو اس سے ہدایت عطا فرمائے اور موافقین کو اس پر استقامت عطا فرمائے۔ تاہم میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے تقدیر کی تمام ابحاث کو منضبط کر لیا ہے، یقیناً اب بھی بہت ساری ابحاث باقی ہیں اور کچھ ابحاث صحیح البخاری کے کتاب القدر اور اس کے ابواب میں ان شاء اللہ العزیز آ جائیں گی۔ فالحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه وذريته وازواجه وامته اجمعين۔

١- بَابٌ: فِي الْقَدَرِ

تقدیر کے بیان میں

٦٥٩٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَنْبَأَنِي سُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان الاعمش نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا اور آپ صادق اور مصدوق ہیں، آپ نے فرمایا: بے شک تم

Marfat.com

فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعٍ بِرِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَوَاللهِ إِنَّ أَحَدَكُمْ أَوِ الرَّجُلَ يَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا غَيْرُ بَاعٍ أَوْ ذِرَاعٍ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذِرَاعٍ أَوْ ذِرَاعَيْنِ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا قَالَ آدَمُ إِلَّا ذِرَاعٌ۔

میں سے کوئی ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے، پھر وہ اس کی مثل (چالیس دن تک) جما ہوا خون رہتا ہے، پھر وہ اس کی مثل (چالیس دن تک) گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے، پس اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، اس کا رزق، اس کی مدتِ حیات، اس کا بدبخت ہونا یا اس کا نیک بخت ہونا۔ پس اللہ کی قسم! بے شک تم میں سے کوئی ایک یا فرمایا: کوئی ایک مرد ضرور اہلِ دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے درمیان اور دوزخ کے درمیان صرف ایک باع (دونوں بازوؤں کے پھیلاؤ کا فاصلہ) یا ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر کتاب (وہ لکھا ہوا) سبقت کرتی ہے، پس وہ اہل جنت کے سے عمل کرتا ہے، سو وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور بے شک ایک مرد ضرور اہل جنت کے سے عمل کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے یا دو ہاتھوں کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر کتاب سبقت کرتی ہے۔ پس وہ اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اور آدم نے کہا: ''الا ذراع'' یعنی صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۲۰۸، ۳۳۳۲، ۶۵۹۴، ۷۴۵۴، صحیح مسلم: ۲۶۴۳، سنن ترمذی: ۲۱۳۷، سنن ابوداؤد: ۴۷۰۸، سنن ابن ماجہ: ۷۶، مسند احمد: ۳۶۱۷)

صحیح البخاری: ۶۵۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ تم میں سے ایک آدمی اہل دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر کتاب یعنی تقدیر غالب آجاتی ہے، پھر وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔۔ الحدیث۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زید بن وہب، یہ ابو سلیمان الہمدانی الکوفی ہیں ان کا تعلق بنو قضاعہ سے ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

طرف روانہ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ راستہ میں تھے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے سماع کیا ہے۔

یہ حدیث اس سند کے ساتھ جو یہاں ذکر کی گئی ہے اعمش کی روایات میں مشہور ہے، علی بن مدینی نے کتاب العلل میں لکھا ہے کہ ہم یہ گمان کرتے تھے کہ اعمش اس روایت کے ساتھ متفرد ہیں حتیٰ کہ ہم نے اس حدیث کو سلمہ بن کہیل از زید بن وہب کی روایت سے پایا۔ اس حدیث کی روایت امام احمد اور امام نسائی نے بھی کی ہے اور وہ زید بن وہب از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ منفرد نہیں ہیں بلکہ اس حدیث کو ابو عبیداللہ بن مسعود نے امام احمد سے روایت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود بھی اس روایت کے ساتھ منفرد نہیں ہیں بلکہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کو طوالت اور اختصار سے روایت کیا ہے، ان میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو کہ اس حدیث کے بعد آئے گی۔ اور امام مسلم نے حضرت حذیفہ بن اُسید سے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کتاب القدر میں اس حدیث کی روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

''انبانا'' اور ''حدثنا'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انبانی سلیمان الاعمش'' اور کتاب التوحید میں امام بخاری نے لکھا ہے ''حدثنا سلیمان الاعمش'' اور اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ شعبہ کے نزدیک ''حدثنا'' اور ''انبانا'' دونوں برابر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند سے ان لوگوں پر رد کیا جاتا ہے جن کا یہ زعم ہے کہ شعبہ ''انبانا'' کو اجازت میں استعمال کرتے ہیں۔

صادق اور مصدوق کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اور آپ الصادق اور المصدوق ہیں''۔

صادق کا معنی ہے: جو فی نفسہ صادق ہو اور المصدوق کا معنی ہے: جس کی دوسروں نے تصدیق کی ہو۔

حدیث مذکور سے اطباء کے قول کا ابطال

علامہ کرمانی نے کہا ہے: جب کہ اس حدیث کا مضمون اطباء کے قول کے مخالف تھا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے صدق کی طرف اور اطباء کے قول کے بطلان کی طرف اشارہ کیا۔ یا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صادق اور مصدوق کا ذکر حصولِ لذت کے لیے کیا یا حصولِ برکت کے لیے کیا یا حصولِ افتخار کے لیے کیا۔

اطباء نے کہا ہے کہ پیٹ کا بچہ تیس دن سے لے کر چالیس دن تک متصور ہوتا ہے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیٹ کے بچہ کی تخلیق چار ماہ کے بعد ہوتی ہے (علامہ کرمانی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ کرمانی کی عبارت نقل کرنے کے بعد جو لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ علامہ کرمانی کی عبارت سے خوش نہیں ہوئے، کیونکہ یہ عبارت بعینہٖ دوسری حدیث میں بھی مذکور ہے اور اس میں کسی چیز کے بطلان کی

Marfat.com

طرف اشارہ نہیں ہے۔ اور یہ علامہ کرمانی کی عبارت کے مخالف ہے اور وہ یہ ہے جس کا امام ابوداؤد نے حضرت المغیرہ بن شعبہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ میں نے الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ رحمت صرف شقی کے دل سے نکالی جاتی ہے اور علاماتِ نبوت کے باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری ہے کہ میں نے الصادق المصدوق سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے نوجوان لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔۔ انتہیٰ

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۷۱، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس عبارت میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے محض علامہ کرمانی کی مخالفت پر اکسایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس کو غور سے پڑھو اور اس پر تعجب کرو۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۳۰، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا منشاء یہ ہے کہ انہوں نے جو علامہ کرمانی کی عبارت نقل کی ہے اس سے ان کا مقصود علامہ کرمانی کی عبارت کو باطل قرار دینا نہیں ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو دو حدیثیں ذکر کی ہیں وہ علامہ کرمانی کی عبارت کی تقویت کے لیے ذکر کی ہیں۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی عبارت سے علامہ کرمانی کی مخالفت پر نہیں اکسایا۔

منی کو رحم میں جمع کرنے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''بے شک تم میں سے کوئی ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے''۔

ابوالاحوص کی روایت میں ہے: ''تم میں سے کسی ایک کی تخلیق کو اپنی ماں کے پیٹ میں جمع کیا جاتا ہے'' اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے ''تم میں سے کسی ایک کی تخلیق کو اس کی ماں کے پیٹ میں جمع کیا جاتا ہے'' اور جمع کرنے سے مراد ہے بعض اجزاء کو دوسرے اجزاء کے ساتھ ملانا جب کہ پہلے وہ منتشر ہوں، اور اس حدیث میں خلق بمعنی مخلوق ہے۔

اور علامہ قرطبی نے کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ منی رحم میں شہوت کی قوت سے واقع ہوتی ہے اور وہ متفرق ہوتی ہے، پس اللہ تعالیٰ اس کو محلِ ولادت یعنی رحم میں جمع فرما دیتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر اسی کی مثل وہ علقة ہوتا ہے'' یعنی چالیس دن کی مدت میں وہ جما ہوا خون ہو جاتا ہے اور ''علقة'' کے معنی ہیں جمع ہوا خون جو گاڑھا ہو۔ اس کو علقة اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی رطوبت کا رحم کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ثم یکون مضغة مثل ذالك'' یعنی پھر چالیس دن کے بعد وہ جما ہوا خون گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے''۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے: ''پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے''۔ یہ فرشتہ ان فرشتوں میں سے ہوتا ہے جو ارحام کے ساتھ معلق کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

حدیث میں جن چار کلمات کے لکھنے کا ذکر ہے ان کی تشریح

اس حدیث میں مذکور ہے "اس فرشتے کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، ان میں سے ایک رزق ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رزق سے مراد غذا ہے خواہ حلال ہو یا حرام ہو۔ اور یہ ہر وہ غذا ہے جس کو اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف پہنچاتا ہے تاکہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرے۔ اور رزق کا لفظ اپنے عموم کے اعتبار سے علم وغیرہ کو بھی شامل ہے۔ اور اس کی اجل لکھ دی جاتی ہے یعنی اس کی عمر کی مدت لکھ دی جاتی ہے اول سے لے کر آخر تک۔ اور جس جزو اخیر میں اس کی موت ہوتی ہے اس جزو کو بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ بد بخت ہو گا یا نیک بخت ہو گا۔

اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث میں صرف تین کلمات لکھنے کا ذکر ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہاں تو صرف تین کلمات کا ذکر ہے چار کا ذکر نہیں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ چوتھی چیز یہ ہے کہ یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ مذکر ہو گا یا مونث ہو گا جیسا کہ اس کے بعد کی حدیث میں اس کی تصریح ہے۔ اور یہاں اس کا اس لیے ذکر نہیں کیا کہ یہ بہت مشہور ہے تو شہرت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو حذف کر دیا۔

بندہ کے متعلق جو چار چیزیں لکھی جاتی ہیں وہ ازل میں مقدر ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چار چیزیں ماں کے پیٹ میں لکھی جاتی ہیں

نیز اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ امور اس وقت لکھے جاتے ہیں جب وہ نطفہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے اور اس سے یہ پتا نہیں چلتا کہ یہ امور ازلی ہیں۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ فرشتے کے اعتبار سے ہے کہ یہ حکم ازل میں لکھا گیا ہے حتیٰ کہ وہ اس کی پیشانی پر مثلاً لکھ دے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "پس وہ بندہ اہلِ دوزخ کے عمل کرتا ہے"۔ اس حدیث میں دوزخ کو جنت پر مقدم کیا گیا ہے اور آدم کی روایت میں اس کے برعکس ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "غیر باع او ذراع"۔ الکشمیھنی کی روایت میں اسی طرح سے ہے اور دوسروں کی روایت میں ہے "غیر باع او ذراع" اور ابوالاحوص کی روایت میں ہے "اِلّا ذراع" بغیر شک کے ہے۔ اور ذراع یعنی ایک ہاتھ کے ساتھ اس لیے مثال دی ہے کہ اس کی وہ حالت موت کے قریب ہوتی ہے اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ جب انسان غرغرۂ موت میں ہوتا ہے یعنی جب اس کی روح اس کے جسم سے نکل کر حلق تک پہنچ جاتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فیسبق علیہ الکتاب" اس میں فاء تعقیب علی الفور کے لیے ہے، یعنی فوراً لکھا ہوا اس پر غالب آجاتا ہے۔ اور جو کچھ اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے وہ بغیر کسی مہلت کے جاری ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت وہ اہلِ جنت کے سے عمل کرے گا یا اہلِ دوزخ کے سے عمل کرے گا۔ اور کتاب سے مراد مکتوب ہے یعنی جو اللہ نے لکھا ہوا ہے اور جو ازل میں اس کے متعلق فیصلہ کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں یہ تعلیق ہے "اور آدم نے کہا: "اِلّا ذِراع" یعنی جب وہ صرف ایک ہاتھ رہ جاتا ہے۔ اس تعلیق کو امام بخاری

Marfat.com

نے کتاب التوحید میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۳۔۲۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۹۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صادق اور مصدوق کا معنی

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت صادق ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتے۔ اور اس حدیث میں آپ کی صفت مصدوق ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ اس وعدہ کو پورا فرمائے گا اور یہ تاکید ہے۔

''علقۃ'' اور ''مضغۃ'' کا معنی اور وجہ تسمیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''العلقۃ'' اس کا واحد علق ہے اور یہ جمے ہوئے خون کو کہتے ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''المضغۃ'' اس کا معنی ہے: گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا۔ اس کو ''مضغۃ'' اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ ٹکڑا اتنی مقدار کا ہوتا ہے جتنی مقدار میں گوشت کے ٹکڑے کو چبایا جاتا ہے اور ''مضغ'' کا معنی ہے: چبانا۔

رحم میں بندہ کے متعلق پانچ چیزوں کا لکھا جانا

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر فرشتہ، اس کا رزق اور اس کی مدتِ حیات اور اس کا اثر اور اس کی شقی یا سعید ہونا لکھ دیتا ہے''۔

اس میں زیادہ وضاحت ہے اور یہ ہر شخص کے اوپر لکھا جاتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر بندہ کے متعلق پانچ چیزیں لکھ کر فارغ ہو گیا: (۱) اس کا رزق (۲) اس کی مدتِ حیات (۳) اس کا عمل (۴) اس کا اثر (۵) اور اس کا ٹھکانا (یعنی اس کی قبر، کیونکہ وہی اس کا قیامت تک ٹھکانا ہے)۔(صحیح ابن حبان ج ۱۴ ص ۱۸، ۶۱۵۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ (لقمان: ۳۴) اور کوئی شخص (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے ''کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں مرے گا'' حالانکہ فرشتوں کو تو علم ہو جاتا ہے کہ بندہ کہاں مرے گا؟

اس کا جواب یہ ہے: ان کو یہ علم اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ہوتا ہے از خود نہیں ہوتا۔ اور آیت کا معنی یہ ہے کہ کسی بندہ کو از خود علم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں مرے گا۔

امام رزین نے ''تجرید الصحاح'' میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نطفہ رحم میں ڈال دیا جاتا ہے۔ الحدیث، اور اس میں مذکور ہے ''پس فرشتہ پوچھتا ہے: یہ مذکر ہے یا مونث، یہ شقی ہے یا سعید، اس کی عمر کتنی ہے، اس کا رزق کتنا ہے، اور اس کا اثر کتنا ہے، اور اس کے مصائب کیا کیا ہیں؟ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور فرشتہ لکھتا ہے۔ پھر جب جسم پر موت آجاتی ہے اور اس کو وہاں دفن کیا جاتا ہے جہاں سے اس کی (پیدائش کے وقت) مٹی لی گئی تھی''۔ اس حدیث کو

رزین نے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کا پتا نہیں چل سکا لیکن علامہ ابن الاثیر نے اس کو صرف رزین کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ حدیث غریب ہے اور غیر مشہور ہے۔

ماں کے رحم میں نطفہ کے جمع ہونے کی کیفیت

اور اس حدیث میں مذکور ہے "اس نطفہ کو اس کی ماں کے پیٹ میں جمع کیا جاتا ہے"۔

اعمش نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ نطفہ جب رحم میں واقع ہوتا ہے، پس اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اس سے بشر کی تخلیق کرے، تو عورت کی کھال میں ہر بال اور ناخن کے نیچے سے وہ اڑتا ہے۔ پھر وہ چالیس راتوں تک ٹھہرا رہتا ہے، پھر رحم میں خون بن جاتا ہے اور اس طرح وہ عورت کے رحم میں جمع ہوتا ہے۔

انسان کے عمل پر تقدیر کا غالب آنا

اس حدیث میں مذکور ہے "ایک مرد اہلِ دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر غالب آ جاتی ہے اور وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے"۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی موت کے قریب تک نیک عمل کرتا رہتا ہے اور فرشتے اس کا معائنہ کرتے ہیں جو اس کی روح قبض کرتے ہیں، پھر وہ ایسے برے کام کرتا ہے جو دوزخ کو واجب کرتے ہیں اور وہ نیک اعمال ساقط ہو جاتے ہیں اور وہ دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور ایمان کو صرف کفر ہی ساقط کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل آیت میں ارشاد ہے:

وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (الزمر: ۶۵)

بے شک آپ کی طرف (توحید کی) وحی کی گئی ہے، اور آپ سے پہلے نبیوں کی طرف کہ اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ○

قدریہ (منکرین تقدیر) کا حدیث مذکور پر تبصرہ

عمرو بن عبید جو قدریہ کا امام اور ان کا زاہد اور ان کا پیش رو تھا اس سے منقول ہے، اس نے کہا: اگر تم نے یہ حدیث ابو عثمان سے لکھی ہوتی تو میں اس کو لکھ لیتا اور اگر تم نے اس کو زید بن وہب سے سنا ہے تو میں اس کو رد کرتا ہوں اور اگر تم نے اس کو ابنِ مسعود سے سنا ہے تو میں اس کو قبول نہیں کروں گا۔ اور اگر تم نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو میں اس کو پھینک دوں گا، اور اگر تم نے اس کو اللہ تعالیٰ سے سنا ہے تو میں یہ کہوں گا: پھر اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد و میثاق کیوں لیے تھے؟

عمرو بن عبید کا یہ کلام بہت سنگین ہے، ہم اس کی گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور قیامت کی ہولناکیوں سے نجات کا سوال کرتے ہیں۔

حدیث مذکور سے قدریہ کے عقائد کا رد

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں قدریہ کے قول کا رد ہے اور ان کے اعتقاد کو باطل قرار دینا ہے۔

کہ وہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے تمام افعال کا خالق ہے خواہ وہ طاعات ہوں یا معاصی ہوں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ وہ گناہوں کو پیدا کرے اور زنا کو پیدا کرے اور کفر کو اور گمراہی کو پیدا کرے۔ پس اس حدیث سے ان کے قول کی تکذیب ظاہر ہوگئی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ماں کے پیٹ میں یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ اس نطفہ سے جو بندہ پیدا ہوگا وہ شقی یعنی بد بخت ہوگا یا سعید یعنی نیک بخت ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ بندہ کی بدبختی اس کے گناہ کرنے سے اور کفر کرنے سے ہوتی ہے۔

پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بندہ وہ عمل کرے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ بتادیا ہے کہ اس عمل پر اللہ بندہ کو عذاب دے گا، اور بندہ ان افعال کی تخلیق کرے۔

پھر قدریہ کا مذہب اس سے باطل ہوجاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کے عمل کے اوپر تقدیر غالب آجاتی ہے، پس وہ اخیر عمر میں اہلِ دوزخ کے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہوجاتا ہے۔ اگر یہ معاملہ بندہ کے اختیار میں ہوتا تو کیا یہ ہوسکتا ہے کہ بندہ ایسا عمل کرتا جس سے اس کی ساری عمر کی کی ہوئی نیکیاں ضائع ہوجاتیں، پھر وہ اپنے لیے ایسا عمل پیدا کرتا جو شر اور کفر ہوتا اور اس کے نتیجہ میں وہ دوزخ میں داخل ہوجاتا۔

اور قدریہ کی حجت اس سے ساقط ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں اس کے متعلق لکھ دیا ہے اور بندہ انجامِ کار اعتراف کرے گا کہ اس نے برے کاموں کا کسب کیا نفس اور شیطان کے بہکانے سے، اسی وجہ سے شر کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے کیونکہ شیطان اس کے لیے شر کو مزین کرتا ہے اور خیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے کیونکہ خیر کو اللہ تعالیٰ بندہ کے لیے پیدا کرتا ہے اور اس کو خیر پر قدرت عطا فرماتا ہے اور فرشتہ اس کی مدد کرتا ہے۔

یہ قدریہ کے مذہب کو باطل کرنے میں اصل دلیل ہے، پھر قدریہ پر یہ لازم آتا ہے کہ بندہ اعمال کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہوجائے بایں طور کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہو، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ (الرعد:١٦)

آپ کہیے: اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ایک ہے سب پر غالب ہے ○

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ (فاطر:٣)

کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تم کو آسمانوں اور زمینوں سے رزق دیتا ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، سو تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو ○

پس قدریہ نے قرآنِ مجید کی نصِ صریح کی مخالفت کی اور بندہ کے لیے یہ قدرت ثابت کی کہ وہ اپنے افعال کی تخلیق کرسکتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تنہا تخلیق کرنے والا ہے، اسی وجہ سے قدریہ کو متعدد احادیث میں اس امت کا مجوس فرمایا ہے کیونکہ وہ دو خالق مانتے ہیں جیسا کہ مجوس دو خالق مانتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قدریہ کے مذہب کو باطل فرمایا ہے اور یہ ثابت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے افعال کا خالق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت:٩٦)

حالانکہ تم کو اور تمہارے کاموں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے ○

Marfat.com

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۲۵۔۱۲۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۹۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تقدیر پر ایمان لانے کی اہمیت

تقدیر کا معاملہ بہت عظیم ہے اور مومن پر واجب ہے کہ تقدیر کے متعلق اہتمام سے ایمان لائے، کیونکہ اس پر ایمان لانا چھ ارکان میں سے ہے اور اس لیے کہ اس میں ایسے مسائل ہیں جو بعض لوگوں کے اوپر باعث اشکال ہیں۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں تقدیر کے متعلق بحث کی اور اس میں مناقشہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے تقدیر کو بیان فرمایا۔ اور تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کے متعلق ایک اندازہ قائم کیا ہے لیکن یہ تقدیر ایک پوشیدہ چیز ہے اور اس کا علم سوائے وحی کے نہیں ہو سکتا۔

تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد

تقدیر پر ایمان لانے کے بہت عظیم فوائد ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوتا ہے، کیونکہ وہ تقدیر کو تسلیم کرتا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کیا اور جو کچھ اس کے لیے کیا اس پر راضی رہتا ہے، پس جب انسان کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے اور اس کے معاملہ کو وہ تسلیم کرے گا تو وہ جان لے گا کہ کوئی عمل اس کو متغیر نہیں کر سکتا اور جو چیز واقع ہو گئی ہے اس کا اٹھنا ممکن نہیں ہے لیکن اس کے لیے دعا کرنا ممکن ہے۔

پھر تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد میں سے یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے کیونکہ جب تم کو یہ معلوم ہوگا کہ ہر چیز تقدیر کے ساتھ وابستہ ہے تو تم اتنی مقدار پر اعتماد کرو گے۔

اور تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد میں سے یہ ہے کہ انسان صرف اپنے رب سے مدد طلب کرے گا اور کسی اور سے مدد نہیں طلب کرے گا بلکہ اس کا مدد طلب کرنا صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے ہوگا۔ لیکن جن چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے غیر کی مدد کرنے کو مشروع کر دیا ہے ان چیزوں میں غیر سے مدد طلب کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے، لیکن جو لوگ دنیا سے چلے گئے ہیں اور فوت ہو گئے ہیں ان سے اپنی قضاء حاجت کے لیے مدد طلب کرنا یہ شرک ہے اور اگر وہ کسی زندہ شخص سے اپنے کام میں مدد طلب کرے اور وہ اس کی مدد کرنے پر قادر ہو تو یہ جائز ہے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ جو ہم سے مدد طلب کرے تو ہم پر لازم ہے کہ ہم اس کی مدد کریں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۴۹۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

اولیاء اللہ سے بعد از وصال مدد طلب کرنے کا ثبوت

میں کہتا ہوں: فوت شدہ اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنا اس وقت شرک ہوگا جب کوئی شخص ان کو تصرف میں مستقل بالذات سمجھے، لیکن اگر ان کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر سمجھے تو پھر یہ شرک نہیں ہے، لیکن مستحسن بھی نہیں ہے۔ مستحسن یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے۔

Marfat.com

حافظ ابوبکر بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ مالک الدار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) قحط واقع ہوا، ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اور ان کو میری طرف سے سلام کہو اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو کہ تم سوجھ بوجھ سے کام لو، اس شخص نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے رب! میں صرف اس چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۹۲-۹۱ مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

حافظ ابوعمرو بن عبد البر اور حافظ ابن کثیر نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

(الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۳۹۰-۳۸۹ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ، بیروت، ۱۴۰۰ھ)

اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خازن مالک الدار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) قحط واقع ہوا، ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ، صلی اللہ علیک وسلم! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے، کیونکہ وہ ہلاک ہو رہی ہے، پھر اس شخص کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی اور یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ۔۔۔الحدیث۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۲، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ)

سیف نے ''فتوح'' میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ یکے از صحابہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۶-۴۹۵، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی دونوں نے سنداً صحیح قرار دیا اور دونوں کی تصحیح کے بعد کسی تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ کسی کا انکار لائق التفات ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر آپ سے بارش کے حصول کے لیے مدد طلب کی۔ سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحب قبر سے اپنی حاجت میں مدد طلب کرنا شرک نہیں ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ ہر حال میں اور ہر حاجت میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

تقدیر کو لکھنے کے مراحل

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، لکھتے ہیں:

تقدیر کو لکھنے کا پہلا مرتبہ لوحِ محفوظ میں ہے اور پھر ہر سال لیلۃ القدر میں تقدیر لکھی جاتی ہے۔ اور پھر جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو پھر تقدیر لکھی جاتی ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

پھر یہ تقدیر اس پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے، پھر اس نے اشیاء کو مقدر کیا اور ان اشیاء کو لوحِ محفوظ میں آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو لکھ دیا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا: لکھ، اس نے کہا: میں کیا لکھوں؟ تو فرمایا: قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ لکھو، تو قلم نے اسی ساعت میں جو کچھ

Marfat.com

قیامت تک ہونے والا ہے وہ لکھ دیا۔

تقدیرِ ثانی:

تقدیرِ ثانی انسان کی عمر کی تقدیر ہے، یعنی اس میں انسان کی عمر کی ابتداء کو لکھا جائے اور یہ وہ ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر فرمایا ہے۔

تقدیرِ ثالث:

تقدیرِ ثالث وہ ہے جو لیلۃ القدر میں لکھی جاتی ہے اور یہ ہر سال لکھی جاتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۝ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ (الدخان: ۳۔۴)

بے شک ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل فرمایا، بے شک ہم عذاب سے ڈرانے والے ہیں O اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے O

یعنی اس رات میں تفصیل کی جاتی ہے اور بیان کیا جاتا ہے، اسی لیے اس کو لیلۃ القدر کہا جاتا ہے، کیونکہ اس میں اس سال کے معاملات کی تقدیر لکھی جاتی ہے۔

اور یہاں پر ایک تقدیرِ یومی ہے اور یہ وہی ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے موقع پر قلموں کی آواز سنی اور اس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ (الرحمٰن: ۲۹)

اسی سے سوال کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں، وہ ہر آن نئی شان میں ہے O

اور ان تمام تقدیرات کو ہم بغیر وحی کے نہیں جان سکتے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبان پر ان کا بیان فرمایا ہے۔

اور اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ تقدیر پر ایمان لانے کے چار مراتب ہیں:

تقدیر پر ایمان لانے کے چار مراتب

(۱) تم اس پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اجمالاً اور تفصیلاً جاننے والا ہے اور یہ اس کا علمِ ازلی ابدی ہے۔

(۲) تم اس پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس علم کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے یعنی لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ اس کے علم کے اعتبار سے کیا ہونے والا ہے، اور ان دونوں مرتبوں کی دلیل درج ذیل آیت میں ہے:

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذٰلِكَ فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ ۝ (الحج: ۷۰)

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے، بے شک یہ سب ایک کتاب میں (مرقوم) ہے، بے شک یہ سب اللہ پر آسان ہے O

حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ

Marfat.com

میں دو کتابیں تھیں، آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو یہ کیسی دو کتابیں ہیں؟ ہم نے کہا: نہیں، یا رسول اللہ! سوا اس کے کہ آپ ہمیں بتائیں، جو کتاب آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی اس کے متعلق آپ نے فرمایا: یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے، اس میں جنت والوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے نام ہیں۔ اور ان کے قبائل کے نام ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے اور اس میں نہ کبھی اضافہ کیا جائے گا اور نہ کبھی کمی کی جائے گی۔ پھر آپ کے بائیں ہاتھ میں جو کتاب تھی اس کے متعلق فرمایا: یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے، اس میں دوزخ والوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے نام ہیں اور ان کے قبائل کے نام ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا، نہ ان میں اضافہ ہوگا اور نہ ان میں کمی ہوگی۔ آپ کے اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! جب سب کاموں سے فراغت ہو چکی ہے تو عمل کس چیز میں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ٹھیک ٹھیک اور صحت کے قریب کام کرتے رہو، کیونکہ جو شخص جنتی ہے اس کا خاتمہ جنت والوں کے اعمال پر ہوگا خواہ وہ کوئی عمل کرتا رہے اور جو دوزخی ہے اس کا خاتمہ دوزخیوں کے اعمال پر ہوگا خواہ وہ کوئی عمل کرتا رہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ان کتابوں کو گرا دیا، پھر فرمایا: تمہارا رب اپنے بندوں سے فارغ ہو چکا ہے، ایک فریق جنت میں ہے اور ایک فریق دوزخ میں ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۱۴۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کی تقدیر کو لکھ دیا تھا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۶۶۳)

اس آیت میں فرمایا ہے "یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" اس سے پہلے مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور "اِنَّ ذٰلِكَ فِیْ كِتٰبٍ" جو فرمایا ہے، اس سے دوسرے مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۳) رہا تیسرا مرتبہ تو وہ مشیت کا مرتبہ ہے یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے۔ نہ وہ اللہ کا فعل ہے اور نہ وہ مخلوق کا فعل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ۝ (البقرہ: ۲۵۳)

اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے واضح نشانیاں آنے کے بعد آپس میں قتال نہ کرتے، لیکن انہوں نے اختلاف کیا، سو ان میں سے کوئی ایمان لے آیا اور کسی نے کفر کیا، اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے، لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے ○

یہ مشیت بندوں کے فعل کے اعتبار سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے فعل کے اعتبار سے مشیت کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ۝ (الحج: ۱۸)

بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ○

پس تقدیر کے ایمان کے مراتب میں سے مشیت تیسرا مرتبہ ہے کہ ہر وہ چیز جو اس کائنات میں حادث ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے حادث ہوتی ہے۔

(۴) رہا چوتھا مرتبہ وہ یہ ہے کہ جو چیز بھی کائنات میں حادث ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، پس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں

Marfat.com

ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق ہے اور اس کائنات میں جو چیز بھی موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ عام ازیں کہ وہ جماد ہو یا جاندار ہو، سو وہ مخلوق ہے حتیٰ کہ بندوں کے اعمال بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (الصفت: ۹۶) اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو O

تقدیر پر ایمان لانے کے چار مراتب ہیں اور اہل سنت و جماعت ان چاروں مرتبوں پر ایمان لاتے ہیں۔ رہے معتزلہ تو وہ مؤخر الذکر دو مرتبوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہ مشیت اور خلق کا مرتبہ ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں عموم نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں عموم ہے، کیونکہ انسان مستقل ہے، وہ خود کوئی کام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی تعلق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور فکر دی ہے اور اس کو آزاد بنایا ہے، پس وہ اپنی مشیت سے فعل کرتا ہے اور افعال کو اپنی مشیت سے حادث کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی تعلق نہیں۔ اور اس وجہ سے ان کو اس امت کا مجوس کہا گیا ہے، کیونکہ انہوں نے کائنات میں حادث ہونے والی چیزوں کے دو خالق مانے اور ہر ایک دوسرے سے مستقل ہے، پس آدمی اپنے افعال کا خالق ہے اور ان میں مستقل ہے اور رہے اللہ تعالیٰ کے افعال تو وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں جیسے بارش کو نازل کرنا اور دن اور رات کو پیدا کرنا۔

(شرح صحیح البخاری ج ٦ ص ٥٠٠۔ ٥٠١، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ١٤٢٩ھ)

٦٥٩٥۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ وَكَّلَ اللّٰهُ بِالرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ نُطْفَةٌ أَيْ رَبِّ عَلَقَةٌ أَيْ رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهَا قَالَ أَيْ رَبِّ أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى أَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْأَجَلُ فَيُكْتَبُ كَذٰلِكَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی بکر بن انس از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رحم کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کیا ہے، سو وہ کہتا ہے: اے رب نطفہ! اے رب علقہ! (جما ہوا خون)، اے رب مضغۃ! (گوشت کا ٹکڑا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اپنی تخلیق کو مکمل کرے، تو فرشتہ پوچھتا ہے: اے رب! مذکر بناؤں یا مؤنث بناؤں؟ بدبخت بناؤں یا نیک بخت بناؤں؟ اس کا رزق کتنا ہے، پس اس کی مدتِ حیات کتنی ہے؟ پس وہ اسی طرح لکھ دیتا ہے اس کی ماں کے پیٹ میں۔

(صحیح البخاری: ٣١٨، ٣٣٣٣، ٦٥٩٥، صحیح مسلم: ٢٦٤٦، مسند احمد: ١١٧٣٧)

صحیح البخاری: ٦٥٩٥، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حماد، وہ ابن زید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، وہ ابن ابی بکر بن انس بن مالک ہیں جو اپنے دادا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث صحیح البخاری کی کتاب الطہارۃ کے ''باب الحیض'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ای رب'' اس کا معنی ہے یارب! اے میرے رب۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''نطفۃ'' اگر یہ منصوب ہے تو اس پر فعل محذوف کے اعتبار سے نصب ہے اور اگر یہ مرفوع ہے تو یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان یقضی خلقھا'' یعنی جب اللہ تعالیٰ اس کی تخلیق کی تکمیل کا ارادہ فرماتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی بطن امہ'' یہ لکھنے کا ظرف نہیں ہے بلکہ یہ کلمات اس کی پیشانی پر لکھے جاتے ہیں یا اس کے سر پر مثلاً اور وہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللہ تعالیٰ رحم کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے'' اور اس سے پہلی حدیث میں مذکور تھا ''اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے''۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں تصرف کرنے کا حکم دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابٌ: جَفَّ الْقَلَمُ عَلَى عِلْمِ اللهِ

قلم اللہ تعالیٰ کے علم پر خشک ہو گیا

وَقَوْلُهُ: وَأَضَلَّهُ اللهُ عَلَى عِلْمٍ۔ (الجاثیہ: ۲۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور اللہ تعالیٰ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا''۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قلم اس چیز کو لکھ کر خشک ہو گیا ہے جس سے تم ملاقات کرنے والے ہو۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَهَا سَابِقُونَ: سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''لھا سابقون'' (وہی نیکیوں میں سب سے بڑھنے والے ہیں)، اس کا معنی ہے کہ ان کے لیے سعادت نے سبقت کر لی۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ وہ باب ہے جس میں اس کا بیان کیا جائے گا کہ قلم خشک ہو گیا ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: اس عنوان میں باب کے لفظ پر تنوین ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۸۱، دار المعرفہ، بیروت)

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ اس شخص کا قول ہے جس نے علم الاعراب میں سے کسی چیز کو مس نہ کیا ہو۔ اور تنوین معرب میں ہوتی ہے اور لفظِ باب یہاں پر مفرد ہے، پس اس پر کیسے تنوین آئے گی اور اصل عبارت وہ ہے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ تنوین کے ساتھ ہے اس کا معنی یہ ہے کہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی ''هذا بابٌ''۔

اور علامہ کرمانی نے یہ کہا ہے کہ جب بھی باب کا لفظ مضاف نہ ہو تو اس پر تنوین ہوتی ہے یعنی ''هذا بابٌ'' اور جزم اس وقت ہوتی ہے جب سکوت کا قصد کیا جائے کیونکہ یہ تعداد اور گنتی کے وقت ہوتا ہے اور اکثر مصنفین نے جو فقہاء اور علماء میں سے ہیں حتیٰ کہ نحوی علماء بھی اور دیگر علماء نے اپنی تصانیف میں تصریح کی ہے کہ جب باب کا ذکر بغیر اضافت کے ہو تو اس پر تنوین ہوتی ہے، اسی طرح جب ''فرعٌ'' کا ذکر ہو یا ''فصلٌ'' کا ذکر ہو یا ''تنبیهٌ'' کا لفظ ہو تو جب ان کا ذکر بغیر اضافت کے ہو تو ان پر تنوین ہوتی ہے۔ اور یہ تمام الفاظ تقدیرِ عبارت کے محتاج ہوتے ہیں، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو کہا ہے کہ اس پر تنوین ہے تو یہ تقدیر کی نفی کو مستلزم نہیں ہے، اور علامہ عینی نے بھی اس مقدار کو باب المحاربین میں تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ یہاں اس باب پر تنوین ہے کیونکہ معرب وہ ہوتا ہے جو مرکب کا جزء ہو اور مفرد جب تنہا ہو تو اس پر تنوین نہیں آتی۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۲۵، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

قلم کا خشک ہونا اس سے عبارت ہے کہ اس حکم میں کوئی تغیر نہیں ہوگا، کیونکہ کاتب کے قلم کی جب سیاہی خشک ہو جائے تو پھر اس کی کتابت باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح علامہ کرمانی نے کہا ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ اللہ جس (لکھے ہوئے کو) چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے، اور اسی کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے ○ (الرعد: ۳۹)

پس اگر علامہ کرمانی کی مراد یہ ہے کہ ازل میں جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تو یہ تسلیم کیا جائے گا اور اگر علامہ کرمانی کی مراد یہ ہو کہ لوحِ محفوظ میں جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا تو پھر اس کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اور زیادہ واضح یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ ''جف القلم'' کا معنی ہے: قلم اس چیز کو لکھنے سے فارغ ہو گیا جس چیز کو لکھنے کا اسے اس وقت حکم دیا گیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا تھا اور اس کو یہ حکم دیا تھا کہ قلم ان تمام چیزوں کو لکھے جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد کسی چیز کو متغیر کرنے کا ارادہ فرمایا جس کو پہلے قلم لکھ چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مٹا دیتا ہے جیسا کہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے''۔

اس باب کے عنوان میں لکھا ہے ''قلم خشک ہوگیا اللہ کے علم پر''۔ اللہ کے علم پر، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے حکم پر، کیونکہ اللہ کے معلوم کا وقوع میں آنا ضروری ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا جہل لازم آئے گا، پس اللہ تعالیٰ کو معلوم کا جو علم ہے وہ اس کے وقوع کے حکم کو مستلزم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

قلم خشک ہوگیا کا معنی ہے کہ لکھنے سے فراغت ہوگئی اور اس میں اشارہ ہے کہ جس چیز کو قلم نے لوحِ محفوظ میں لکھا ہے اس کا حکم متغیر نہیں ہوتا، پس وہ اس سے کنایہ ہے کہ کتابت یعنی لکھنے سے فراغت ہوگئی کیونکہ صحیفہ پر جس وقت لکھا جاتا ہے تو وہ صحیفہ یا صحیفہ کا بعض حصہ تر ہوتا ہے اور اسی طرح قلم بھی، پس جب لکھنا ختم ہو جاتا ہے تو لکھائی خشک ہو جاتی ہے اور قلم بھی خشک ہو جاتا ہے۔

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں لازم کا ملزوم پر اطلاق ہے، کیونکہ لکھنے سے فارغ ہونا اس کو مستلزم ہے کہ قلم سیاہی سے خشک ہوگیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس میں اشارہ ہے کہ اس کی لکھائی ختم ہوگئی۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ قلم خشک ہوگیا، اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے بعد کچھ نہیں لکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا لکھنا اور لوحِ محفوظ اور قلم یہ سب امورِ غیب سے ہیں اور ان کا تعلق اس علم کے ساتھ ہے جس پر ایمان لانا ہمیں لازم ہے اور ہم پر اس کی صفت کی معرفت لازم نہیں ہے۔ اور ہمیں اس چیز کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے جو ہم کو معلوم ہے۔

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے ''علی علم اللہ'' یعنی قلم اللہ تعالیٰ کے حکم پر خشک ہوگیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کا وقوع ضروری ہے، پس اللہ تعالیٰ کا معلوم کے ساتھ جو علم ہے وہ اس کے وقوع کے حکم کو مستلزم ہے۔ اور یہ وہ عبارت ہے جو امام احمد کی حدیث میں ہے اور اس کی امام ابن حبان نے تصحیح کی ہے۔

عبداللہ بن الدیلمی از حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا، پھر ان کے اوپر اپنے نور سے ڈالا، پس جس کو اس دن اس نور سے کچھ پہنچا وہ ہدایت پا گیا اور جس کو اس نور سے نہیں پہنچ سکا وہ گمراہ ہوگیا، پس اسی لیے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم پر خشک ہوگیا۔

اس حدیث کی امام احمد اور امام ابن حبان نے ایک دوسری سند کے ساتھ روایت کی ہے از ابی الدیلمی اور اسی کی مثل ہے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ ایک کہنے والے نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے پوچھا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ بیان کرتے ہیں کہ قلم خشک ہو چکا ہے، پھر اس حدیث کو ذکر کیا اور اس کے آخر میں ہے: پس اسی لیے میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہونے والا تھا اسے لکھ کر قلم خشک ہوگیا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۸۱، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: قلم اس کے ساتھ خشک ہو چکا

Marfat.com

ہے جس سے تم ملاقات کرنے والے ہو"۔

یہ حدیث اس مکمل حدیث کا ایک قطعہ ہے جس کو امام بخاری نے کتاب النکاح کے اوائل میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ایک جوان مرد ہوں اور مجھے اپنے نفس پر زنا کا خطرہ ہے اور میں اتنا مال نہیں پاتا جس کے سبب سے میں عورتوں سے نکاح کرسکوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے خاموش رہے، پھر میں نے اس کی مثل ذکر کیا تو آپ خاموش رہے، پھر میں نے اس کی مثل ذکر کیا سو آپ خاموش رہے، پھر میں نے اس کی مثل ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! قلم اس چیز کے ساتھ خشک ہو چکا ہے جس سے تم ملاقات کرنے والے ہو، پس تم خصی ہو اس بناء پر یا چھوڑ دو۔ (صحیح البخاری: ۵۰۷۶، سنن نسائی: ۳۲۱۵)

اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی بیان کی جاتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں، تم اللہ کے دین کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو پس اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو، اور جان لو کہ اگر امت اس پر متفق ہو جائے کہ تمہیں کسی چیز سے نفع پہنچائے تو تم کو صرف اسی چیز کے ساتھ نفع دے سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے، اور اگر وہ اس پر مجتمع ہوں کہ تمہیں کسی چیز کے ساتھ ضرر پہنچائیں تو وہ نہیں ضرر دے سکیں گے مگر اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے، قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۲۵۱۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۳)

صحیح البخاری کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَهَا سَابِقُونَ: سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "لھا سابقون" (وہی نیکیوں میں سب سے بڑھنے والے ہیں)، اس کا معنی ہے کہ ان کے لیے سعادت نے سبقت کرلی۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ سعادت سابقہ ہے اور آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ خیرات یعنی سعادت مسبوق ہیں اور یہ تعارض ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگوں سے سبقت کر گئے سعادت کی بناء پر اور یہ معنی نہیں ہے کہ انہوں نے سعادت پر سبقت کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۹۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ الرِّشْكُ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ يُحَدِّثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُعْرَفُ أَهْلُ الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید الرشک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے مطرف بن عبداللہ بن الشخیر سے سنا وہ حدیث

Marfat.com

نَعَمْ قَالَ فَلِمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُونَ قَالَ كُلٌّ يَعْمَلُ لِمَا خُلِقَ لَهُ أَوْ لِمَا يُسِّرَ لَهُ۔

بیان کرتے ہیں از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اہلِ جنت اہلِ نار سے پہچانے جاچکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس مرد نے کہا: پھر عمل کرنے والے کیوں عمل کریں؟ آپ نے فرمایا: ہر شخص وہ عمل کرتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے یا جو عمل اس کے لیے آسان کر دیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری:۷۵۵۱، صحیح مسلم:۲۶۴۹، سنن ابوداؤد:۴۷۰۹، مسند احمد:۱۹۳۳۳)

صحیح البخاری:۶۵۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، وہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید الرشک، اس کا معنی ہے القسام اور الغسانی نے کہا: اس کا معنی فارسی میں ہے غیور۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: جس کی ڈاڑھی لمبی ہو، کہا جاتا ہے کہ ان کی ڈاڑھی اتنی لمبی تھی کہ ان کی ڈاڑھی میں ایک بچھو داخل ہو گیا اور تین دن کی ان کی ڈاڑھی میں رہا اور اس کا پتا نہیں چل سکا۔ اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے: رِشک کا معنی ہے فارسی میں چھوٹی جوں جو بالوں کی جڑوں کے ساتھ چپک جاتی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال رجل'' یہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ایعرف اهل الجنة من اهل النار'' یعنی کیا اہلِ جنت اور اہلِ نار میں تمیز دی جائے گی؟

اس پر یہ سوال کیا گیا ہے کہ معرفت تو عمل کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ عمل علامت ہے، پھر سوال کی کیا وجہ ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہماری معرفت عمل کے ساتھ ہوتی ہے اور فرشتوں کی معرفت تو وہ عمل سے پہلے ہوتی ہے۔ اور اس لفظ سے غرض یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر کے تحت ان میں تفریق کی جائے گی؟

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فلم یعمل العاملون؟'' یہ سوال ہے اور معنی یہ ہے کہ جب قلم پہلے ہی سب کچھ لکھ چکا ہے، پھر عمل کرنے والے کے عمل کی کیا ضرورت ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بندہ یہ نہیں جانتا کہ انجام کار اس کا کیا معاملہ ہوگا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علمِ سابق کے مطابق عمل کرتا ہے اور اس کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کا علمِ سابق اس کے متعلق کیا ہے، پس اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ اس کا عمل اس کے انجام کی علامت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۹۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور سے امام بخاری کی غرض

اس باب کو قائم کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی نصوصِ صریحہ سے اور احادیث صحیحہ سے قدریہ کی دلیل کو باطل کریں جیسا کہ اس کے اوپر علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے تصریح کی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ ہر نفس کے اوپر حکم لگا کر فارغ ہو گیا ہے اور قلم نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ بندہ انجامِ کار خیر اور شر میں سے کیا کرے گا، اور قلم کی سیاہی اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق لکھ کر خشک ہو گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قدریہ کو ان کے علم کے باوجود گمراہی میں برقرار رکھا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ (النجم: ۳۲)

(اور) وہ تمہیں خوب جاننے والا ہے، جب اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں، پیٹ کے بچے تھے، سو تم اپنی پارسائی کا دعویٰ نہ کرو، اللہ متقین کو خوب جانتا ہے O

النجم: ۳۲ کی تفسیر از مصنف

اس آیت میں مومنین کے لیے رہنمائی ہے کہ اے مومنو! اللہ تعالیٰ تمہارے احوال کو بہت زیادہ جاننے والا ہے، وہ تمہاری پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام احوال سے واقف ہے، سو تم ریا اور فخر سے یہ نہ کہو کہ میں فلاں سے بہتر ہوں اور میں فلاں سے زیادہ مخلص اور متقی ہوں، کیونکہ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہیں اور اس کا معنی یہ بھی ہے کہ تم حتمی اور قطعی طور پر یہ نہ کہو کہ میں نجات یافتہ ہوں، کیونکہ تمہارے انجام کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ زید بن اسلم نے کہا: اس کا معنی ہے: اپنے آپ کو خامیوں اور عیوب سے بری نہ کرو۔

علامہ ابن ملقن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کی مختلف مٹیوں سے پیدا کیا، اس وقت اللہ تعالیٰ ہمارے حال کو جانتا تھا اور اس کا علم اس چیز کو محیط تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے لے کر قیامت تک جو نسل اس مٹی سے پیدا ہوگی، ایک پشت سے دوسری پشت تک منتقل ہوگی ان کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ اس مٹی میں کون سی مٹی پاک تھی اور کون سی مٹی ناپاک تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کو ان میں سے ہر ایک کے متعلق علم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا یا اس کی نافرمانی کرے گا تاکہ وہ شخص خود اپنے اعمال کا مشاہدہ کرے اور اس کی اپنی شہادت اپنے متعلق کافی ہے، اور اس کے متعلق فرشتے بھی گواہی دیں گے اور مخلوق میں سے جو اس کے احوال کا معائنہ کریں گے وہ بھی شہادت دیں گے، پس اس کی حجت منقطع ہو جائے گی اور نافرمانی کی صورت میں اس کا عذاب متحقق ہو جائے گا، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا جب انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ زنا کے خطرہ سے خصی ہو جائیں، تو آپ نے فرمایا: قلم اس کو لکھ کر

Marfat.com

خشک ہو چکا ہے جس کے ساتھ تم ملاقات کرنے والے ہو خواہ تم خصی ہو یا اس کو چھوڑ دو، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا کہ قلم خیر یا شر سے جس چیز کو بھی لکھ چکا ہے اس سے تجاوز نہیں ہوگا۔ پس ضروری ہے کہ وہ اس کے مطابق عمل کرے اور کسب کرے، اس لیے آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس حدیث میں خصی ہونے سے منع فرمایا جس کا ظاہر یہ ہے کہ انہیں اختیار دیا تھا اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو تقدیر سے بھاگنے کا ارادہ کرے اس کو آپ نے منع فرمایا۔ اور آپ نے یہ بتایا کہ اگر اس نے تقدیر سے بھاگ کر کوئی عمل کیا تو وہ بھی تقدیر ہی میں اس کے لیے مقدر ہو چکا ہے، کیونکہ قلم سب کاموں کو لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔

تقدیر کے متعلق اہل سنت کا نظریہ

الحسن البصری سے تقدیر کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو آزمائش کے لیے پیدا فرمایا اور مخلوق جبر سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتی اور نہ کسی کے غلبہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی ہے۔

پس اگر بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس سے روکنے والا نہیں ہے، بلکہ ان کی ہدایت میں مزید اضافہ فرماتا ہے اور ان کے تقویٰ میں بھی مزید اضافہ فرماتا ہے۔ اور اگر بندے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ان کو اس نافرمانی سے روکے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار دیا ہے کہ وہ اگر چاہیں تو فعل کریں اور اگر چاہیں تو نہ کریں۔ پس بندے اپنے اختیار سے کسب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جب بندوں کو عذاب سے ڈرا دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حجت کامل ہوگئی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۲۳) اس سے ان کاموں کا سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ کرتا ہے، اور ان سب سے بازپرس کی جائے گی O

الانبیاء: ۲۳ کی تفسیر از مصنف

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو کچھ تصرف فرماتا ہے، کسی کو زندگی دیتا ہے کسی کو موت دیتا ہے، کسی کو درجنوں بچے دیتا ہے کسی کو لاولد رکھتا ہے، کسی کو مال و دولت عطا کرتا ہے کسی کو فقر و فاقہ میں مبتلاء کرتا ہے، کسی کو دنیا میں وجاہت اور عزت عطا فرماتا ہے اور اس کو حاکم بناتا ہے اور کسی کو محکوم بنا دیتا ہے، کسی کو صحت اور قوت عطا فرماتا ہے اور کسی کو بیمار اور کمزور رکھتا ہے، کسی کو عزت دیتا ہے اور کسی کو ذلت میں مبتلاء رکھتا ہے، اس سے کسی بات کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا، کیونکہ سب اس کی مخلوق، مملوک اور غلام ہیں، سب اس کے زیرِ سلطنت اور زیرِ حکم ہیں، سب پر اس کی قضاء نافذ ہے، اس کے اوپر کوئی ہستی نہیں جو اس سے سوال کر سکے، اور آسمان اور زمین میں جو بھی مخلوق ہے وہ سب اس کے بندے ہیں اور ان سب سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کیا جائے گا، اور ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا، کیونکہ وہ سب کا مالک اور معبود ہے۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۲۰)

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (النحل: ۹) اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچاتا ہے، اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو (جبراً) ہدایت دے دیتا O

Marfat.com

لوگوں کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ کرم سیدھے راستہ کے بیان کو اپنے ذمہ لے لیا ہے، وہ رسولوں اور نبیوں کو بھیج کر اور کتابوں اور صحائف کو نازل فرما کر اور براہین اور دلائل قائم فرما کر سیدھا راستہ بیان فرماتا ہے، اور جو شخص سیدھا راستہ حاصل کرنے کا ارادہ کرے اور نیک اعمال کا قصد کرے تو اس کے لیے نیک اعمال پیدا فرما دیتا ہے، اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں جن پر چلنے سے ہدایت حاصل نہیں ہوتی اور اس ٹیڑھے راستہ کی دو تفسیریں ہیں (۱) کافروں کی مختلف ملتیں، یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت، (۲) اہل الاہواء اور اہل البدعات، جنہوں نے محض اپنی خواہشات سے نئے نئے مسالک بنا لیے ہیں جن کی قرآن عظیم اور احادیث صحیحہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا ارادہ فرماتا ہے اس کے لیے ایمان کے طریقے آسان کر دیتا ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہی پر برقرار رکھنے کا ارادہ فرماتا ہے اس کے لیے ایمان لانا اور اس کے طریقوں پر عمل کرنا دشوار فرما دیتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کا یہ معنی ہے: جو شخص ایمان کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایمان لانے کے راستے آسان فرما دیتا ہے اور جو شخص کفر اور گمراہی کو اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے کفر اور گمراہی کو پیدا کر دیتا ہے، وہ جبراً کسی کو مسلمان نہیں بناتا اور نہ جبراً کسی کو کافر بناتا ہے، اسی لیے فرمایا ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو (جبراً) ہدایت دے دیتا'' لیکن لوگوں کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

جبر کی نفی پر دلائل

میں کہتا ہوں: جبر اس صورت میں ہوتا کہ انسان اپنے قصد اور ارادہ سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانا چاہتا لیکن کوئی ان دیکھی طاقت اس کو جبراً گھسیٹ کر شراب خانے کی طرف لے جاتی اور اس کے ہاتھ میں شراب کا جام پکڑا دیتی، وہ شراب پینا نہیں چاہتا تھا وہ مسجد میں نماز پڑھنا چاہتا تھا، لیکن کسی غیر مرئی قوت نے اس کو بجائے مسجد کے شراب خانہ کی طرف دھکیل دیا۔

رہا یہ اشکال کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ پہلے سے تقدیر میں لکھ دیا ہے تو بندہ اس لکھے ہوئے کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بندہ کو کچھ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے وہی لکھا ہے جو کچھ اس نے اپنے اختیار اور ارادہ سے کرنا تھا۔ اگر اس نے اپنی زندگی میں اختیار اور ارادہ سے نیک کام کرنے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے وہ نیک کام لکھ دیے، اور اگر اس نے اپنے اختیار اور ارادہ سے زندگی میں برے کام کرنے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ان برے کاموں کو لکھ دیا، اس کو اس مثال سے سمجھ لیں کہ انسان کراچی سے اسلام آباد جانے کے لیے ہوائی جہاز کا ٹکٹ خریدتا ہے اور اس میں لکھا ہوتا ہے کہ فلاں تاریخ کو یہ جہاز اتنے بج کر اتنے منٹ پر کراچی سے پرواز کرے گا، ہمیں اس کا علم ہو جاتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جہاز کی پرواز ہمارے علم کی وجہ سے ہو رہی ہے اور جہاز اپنی اڑان میں ہمارے اس علم کے مطابق مجبور ہے بلکہ جہاز تو اپنے شیڈول کے مطابق پرواز کرتا ہے ہمیں کسی ذریعہ سے اس کا علم ہو گیا اور ہمارا یہ علم اس کو واجب نہیں کرتا کہ جہاز ہمارے علم کے مطابق پرواز کرے۔ اور اگر کسی وجہ سے جہاز کی پرواز میں گھنٹہ دو گھنٹہ تاخیر ہو جائے تو یہ بھی ممکن ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہمارے متعلق لکھ دیا ہے ہمیں اس کے متعلق علم نہیں ہے اس لیے ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے

Marfat.com

کرتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ المھلب المالکی نے بھی کہا ہے: اس باب کی حدیث میں جبریہ کے خلاف اہل سنت کی دلیل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عمل کرو ہر ایک کے لیے وہی عمل آسان کر دیا جائے گا جس عمل کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے، اور یہ نہیں فرمایا کہ ہر شخص کو اس عمل کے لیے مجبور کیا جائے گا جس عمل کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے بلکہ آپ نے یہ ارادہ فرمایا کہ اس کے عمل میں خیر یا شر جو بھی ارادہ کیا گیا ہے اس کے مطابق وہ عمل کرے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کو جنت یا دوزخ جس کے لیے بھی پیدا کیا گیا ہے اس کے عمل اس کے لیے آسان کر دیئے گئے ہیں اور وہ اس میں مختار ہے مجبور نہیں ہے۔ اور جبر اختیار سے نہیں ہوتا وہ اکراہ سے ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱۰ ص ۳۰۰)

قلمِ تقدیر کے لکھنے کا بیان

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے لوح اور قلم اور دوات کو پیدا کیا اور قلم سے فرمایا: لکھو جو کچھ ہونا ہے، سو اس نے لکھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا، پس ارشاد فرمایا: لکھو، اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا: قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ لکھو، سو اس نے لکھا۔ (تفسیر طبری ج ۱۲ ص ۱۷۶)

پس یہ اس آیت کی تفسیر ہے ''نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ○'' (القلم:۱)۔ ''نون، قلم کی قسم! اور اس کی جو (فرشتے) لکھتے ہیں'' ○

القلم: ۱ کی تفسیر از مصنف

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ القلم: ۱ کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ عزوجل نے جس چیز کو سب سے پہلے پیدا فرمایا وہ قلم ہے، پھر جو کچھ ہونے والا تھا اس کو قلم نے لکھا، پھر پانی سے بخار اٹھا، تو اس سے آسمان کو پیدا کیا اور پھر مچھلی کو پیدا فرمایا، (نون کا معنی مچھلی ہے) اور زمین کو مچھلی کی پشت پر پھیلایا گیا تو زمین ہلنے لگی تو اس کو پہاڑوں سے ٹھہرایا، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: ''نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ○''۔ (القلم:۱)

(جامع البیان: ۲۶۷۴۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ سیوطی نے لکھا ہے: اس حدیث کو امام عبد الرزاق، امام فریابی، امام سعید بن منصور، امام عبد بن حمید، امام ابن جریر، امام ابن المنذر، امام ابن ابی حاتم، امام ابوالشیخ نے ''العظمۃ'' میں، امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ المستدرک میں، امام بیہقی نے ''الاسماء والصفات'' میں اور امام خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں اور امام الضیاء نے ''المختارۃ'' میں روایت کیا ہے۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۲۴۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے القلم کو پیدا کیا، پھر اس سے فرمایا: لکھ! تو اس نے ابد تک جو کچھ ہونے والا تھا وہ لکھ دیا۔ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے ''قلم نے تمام ''ماکان ومایکون'' لکھ دیا''۔ (سنن ترمذی: ۲۱۵۵، ۳۳۱۹، سنن ابوداؤد: ۴۷۰۰، مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷)

Marfat.com

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

امام رازی نے کہا: نون کے متعلق یہ روایت کہ وہ مچھلی ہے اور اس پر زمین ٹھہری ہوئی ہے، یہ ضعیف روایت ہے۔ اور حق یہ ہے کہ نون اس سورت کا اسم ہے یا یہ حرف تہجی ہے اور اس سے یہ بتایا ہے کہ یہ قرآن ان ہی حروف سے مرکب ہے جن سے تم کلام مرکب کرتے ہو اور اگر تمہاری رائے میں یہ کلام کسی انسان کا بنایا ہوا ہے تو تم بھی اس کی مثل کلام بنا کر لے آؤ۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۹۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابن الملقن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے دوات کو پیدا کیا، اور نون سے یہی مراد ہے۔ اور قلم کو پیدا فرمایا، پس قلم نے لکھا جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ (الجاثیہ: ۲۳)

پس کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا، اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گم راہ کر دیا، اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا، پس اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے، تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے O

اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف اپنی خواہشوں پر عمل کرنا، اپنی خواہشوں کی عبادت کرنا ہے

الجاثیہ: ۲۳ میں فرمایا: پس کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا۔ الآیہ

کتنی بار ایسا ہوتا ہے کہ ہمارا دل کسی کام کرنے کو چاہتا ہے اور ہم کو علم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ نے اس کام سے منع کیا ہے اور وہ اس سے ناراض ہوتا ہے لیکن ہم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود اس کام کو کرتے ہیں اور اپنی خواہش پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہیں کرتے، سو بتائیں کہ ان مواقع پر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کرتے ہیں یا اپنی خواہش کی اتباع اور اپنے نفس کی اطاعت اور اس کی عبادت کرتے ہیں؟ اگر ہم اپنے دن اور رات کے تمام کاموں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے دن اور رات میں کم سر جھکاتے ہیں اور اپنی خواہش کے سامنے زیادہ سر جھکاتے ہیں۔

اسی طرح کوئی شخص اپنی خواہش سے حضرت عیسیٰ یا حضرت عزیر کی عبادت کرتا ہے، کوئی رام اور کرشن کی عبادت کرتا ہے، کوئی لات اور منات کی عبادت کرتا ہے، کوئی ستاروں کی عبادت کرتا ہے، کوئی آگ اور پیپل کی عبادت کرتا ہے، یہ سب اپنی خواہش کے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہیں، اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔

بعض بندوں کو رسول بنانے اور بعض کو گمراہ بنانے کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: ''اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا''۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے نفس کی اطاعت کی

Marfat.com

اور اپنی خواہش کے آگے سر جھکایا حالانکہ اس کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں سے راضی نہیں ہے اور اس نے ان کاموں سے منع فرمایا، اس کے باوجود اس نے اپنے علم کے تقاضے پر عمل نہیں کیا اور اس نے علم کے باوجود گمراہی کو اختیار کر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر گمراہی کو پیدا کر دیا، اور اس معنی کو اللہ تعالیٰ نے یوں تعبیر فرمایا: ''اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا''۔

اللہ تعالیٰ کو اس کے متعلق علم تھا کہ اس کی روح کا جوہر نیکی اور پرہیزگاری کو قبول نہیں کرے گا، اور جب اس کو اختیار دیا جائے گا تو وہ ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کو اختیار کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کفر اور گمراہی کو مقدر کر دیا اور جس کے متعلق اللہ کو علم تھا کہ اس کی روح کا جوہر نیکی کو اور تقویٰ اور طہارت کو قبول کرے گا وہ نہ صرف نیک ہوگا بلکہ دوسروں کو نیک بنائے گا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ و اشاعت کے راستہ میں ہر قسم کی مشقت اور صعوبت کو برداشت کرے گا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کو مقدر کر دیا، لہٰذا فرمایا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ (الانعام: ۱۲۴) اللہ کو خوب علم ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے گا۔

علامہ ابن ملقن ''وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ'' (الجاثیہ: ۲۳) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ کس کو گمراہی پر برقرار رکھے گا اور کس کو ہدایت دے گا، اور اسی معنی کی طرف امام بخاری اس باب کے عنوان میں گئے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے اس کو ہدایت کا علم دینے کے بعد اور بیان کرنے کے بعد گمراہی پر برقرار رکھا کیونکہ اس نے ہدایت کو قبول نہیں کیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۲۹۔۱۳۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۹۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تقدیر پر دہریوں کے ایک اشکال کا جواب

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! کیا اہلِ جنت، اہلِ نار سے ممتاز ہو چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: پھر عمل کرنے والے عمل کیوں کریں؟ آپ نے فرمایا: ہر شخص وہی عمل کرتا ہے جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے یا جو اس کے لیے آسان کر دیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۵۹۶، صحیح مسلم: ۲۶۴۹، سنن ابوداؤد: ۴۷۰۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ مکلفین سے ان کا مآل اور ان کا انجام محجوب ہے، یعنی ان کو معلوم نہیں ہے۔ پس مکلفین پر لازم ہے کہ ان کو جن کاموں کا حکم دیا ہے ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں کیونکہ ان کا عمل ان کے مآل اور انجام کی علامت ہے۔ اگرچہ بعض کا خاتمہ اس عمل کے خلاف ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔ لیکن کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہے۔ پس بندہ پر لازم ہے کہ اپنی پوری کوشش بجالائے اور اللہ کے احکام کی اطاعت کرنے میں اپنے نفس سے جہاد کرے اور اس میں کوتاہی نہ کرے اور اس تشویش میں نہ رہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا، پس اس کو اللہ کے احکام کی بجا آوری نہ کرنے پر ملامت کی جائے گی اور وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

اور امام ابن حبان نے اس باب کی حدیث میں یہ عنوان قائم کیا ہے کہ مرد پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں سرگرمی سے کوشش کرے خواہ اس سے پہلے اس نے کچھ نافرمانیاں کی ہوں۔

اور امام مسلم نے از ابوالاسود از حضرت عمران یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یہ بتایئے کہ آج جو لوگ عمل کرتے ہیں یہ وہی ہے جس کو ان کے لیے مقدر کر دیا گیا ہے اور تقدیر میں پہلے یہ عمل لکھا جا چکا ہے یا وہ از سرنو یہ عمل کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ یہ وہ چیز ہے جو ان کے اوپر لکھ دی گئی ہے اور اس سے پہلے تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی اس آیت میں ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ (الشمس: ۷۔۸) اور نفس کی قسم! اور جس نے اس کو درست بنایا O پھر اس (نفس) کو اس کے برے کام اور ان سے بچنے کا طریقہ سمجھا دیا O

اور اس حدیث میں ابوالاسود الدؤلی کا حضرت عمران کے ساتھ قصہ ہے اور اس میں مذکور ہے کہ ابوالاسود نے حضرت عمران سے کہا کہ کیا یہ ظلم ہوگا؟ (یعنی جب انسان وہی کرتا ہے جو تقدیر میں لکھا ہوا ہے تو کیا اس پر مواخذہ کرنا ظلم ہوگا؟) تو حضرت عمران نے جواب دیا: نہیں! ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ملک میں پیدا کیا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: حضرت عمران نے ابوالاسود پر منکرین تقدیر کا شبہ پیش کیا کہ وہ اپنی رائے سے اللہ تعالیٰ کے متعلق حکم لگاتے ہیں، پس جب انہوں نے یہ جواب دیا جو دین کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے تو اس کو اس آیت کے ساتھ مؤکد کیا اور یہ اہلسنت کی حد ہے اور اس میں انہوں نے یہ کہا: ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو مالک اعلیٰ ہے خالق اور آمر ہے اس پر اس وقت اعتراض نہیں کیا جائے گا جب وہ اپنی ملک میں اپنی مشیت کے مطابق تصرف کرے۔ اعتراض تو صرف مخلوق پر کیا جاتا ہے جو مامور ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۸۲، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۳۔ بَابٌ: اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ اللہ تعالیٰ ہی اس کو جاننے والا ہے کہ مشرکین کے بچے کیا عمل کرنے والے تھے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا ہے کہ مشرکین کے بچے کیا عمل کرنے والے تھے'' اور لفظ ''کانوا'' میں جو ضمیر ہے وہ مشرکین کی اولاد کی طرف لوٹ رہی ہے، کیونکہ حدیث کے شروع میں مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال ہے اور یہ حدیث کتاب الجنائز کے آخر میں گزر چکی ہے، وہاں اس باب کا عنوان تھا ''ماقیل فی اولاد المشرکین'' یعنی مشرکین کی اولاد کے متعلق جو کہا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان

Marfat.com

ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ۔

کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ ہی خوب جاننے والا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۸۳، ۶۵۹۷، صحیح مسلم: ۲۶۶۰، سنن نسائی: ۱۹۵۱، سنن ابوداؤد: ۴۷۱۱، مسند احمد: ۳۰۲۶)

صحیح البخاری: ۶۵۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے، یہ محمد بن جعفر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو بشر کا ذکر ہے، یہ جعفر بن ابی وحشیہ ایاس الیشکری الواسطی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ مشرکین کی اولاد کیا کرنے والی تھی"۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے: مشرکین کی اولاد کے متعلق تین مذاہب ہیں:

اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ وہ دوزخ میں ہوں گے، دوسرا مذہب یہ ہے کہ ان میں توقف کیا جائے گا اور تیسرا مذہب یہ ہے اور یہی صحیح ہے کہ مشرکین کی اولاد اہلِ جنت میں سے ہوگی۔

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

ثواب اور عقاب اعمال کی وجہ سے نہیں ہوتا ورنہ لازم آئے گا کہ نابالغ بچے نہ جنت میں ہوں اور نہ دوزخ میں ہوں، بلکہ ثواب اور عقاب کو واجب کرنے والا اللہ تعالیٰ کا لطف ہے اور اللہ تعالیٰ کا قہر ہے جو ازل میں ہی ان کے لیے مقدر کر دیا گیا ہے، پس اولیٰ اس میں توقف کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۹۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: اور مجھے عطاء بن یزید نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: اللہ

Marfat.com

تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۸۴، ۶۵۹۸، ۶۶۰۰، صحیح مسلم: ۲۶۵۹، سنن نسائی: ۱۹۵۲، مسند احمد: ۱۸۴۸)

صحیح البخاری: ۶۵۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، وہ ابن یزید الایلی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابنِ شہاب، وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجنائز کے اواخر میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کی روایت تھی از ابوالیمان از شعیب از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید اللیثی نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا الیٰ آخرہ۔اور یہاں پر روایت ہے کہ مجھے خبر دی عطاء بن یزید نے جیسا کہ تم نے پڑھا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "عن ذراری المشرکین" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا گیا؟ اس میں "ذراری" کا لفظ ہے اور یہ ذریّت کی جمع ہے اور مرد کی ذریّۃ اس کی اولاد ہوتی ہے اور اس کا واحد اور جمع دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ اعلم بما کانوا عاملین" امام بخاری کی اس سے غرض جہمیہ کے اس قول کا رد کرنا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے افعال کا اس وقت تک علم نہیں ہوتا حتیٰ کہ بندے عمل کر لیں۔اللہ تعالیٰ اس قول سے بلند و برتر ہے۔اور شارع علیہ السلام نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو جانتا ہے جو ابھی نہیں ہوئی، تو اس کو کیسے نہیں جانے گا جو ہو گی، وہ اس کے زیادہ لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہو۔اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہونے کے متعلق قضاء اور قدر مقرر فرمادی ہیں اور اس سے اہلِ سنت کا تقدیر کے متعلق مذہب قوی ہوتا ہے۔اور تقدیر اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اس کا غیب ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ مختص ہے، اس نے اس پر نہ کسی مقرب فرشتے کو اطلاع دی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: میں اس حدیث کی کوئی توجیہ اس کے سوا نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمادیا ہے کہ وہ کیا کرے گا، کیونکہ اللہ سبحانہ کو علم ہے کہ جو لوگ اپنی مدتوں سے متاخر ہیں اور انہوں نے کوئی کام نہیں کیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ فطرت پر پیدا ہو چکے ہیں یعنی اسلام پر اور ان کے باپ دادا ان کو یہودی بناتے ہیں اور نصرانی بناتے ہیں، جیسا کہ بکری کا بچہ سالم الاعضاء پیدا ہوتا ہے، اسی طرح انسانوں کے بچے بھی صحیح فطرت پر پیدا ہوتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۵۹۹۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ كَمَا تُنْتِجُونَ الْبَهِيمَةَ هَلْ تَجِدُونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ حَتَّى تَكُونُوا أَنْتُمْ تَجْدَعُونَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مولود بھی پیدا ہوتا ہے وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں جیسے جانور کا بچہ پیدا ہوتا ہے، کیا تم اس کے اعضاء کٹے ہوئے دیکھتے ہو حتیٰ کہ تم خود اس کے اعضاء کاٹتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۸۵، ۴۷۷۵، ۶۵۹۹، صحیح مسلم: ۲۶۵۸، مسند احمد: ۷۶۵۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۱۴)

۶۶۰۰۔ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَفَرَأَيْتَ مَنْ يَمُوتُ وَهُوَ صَغِيرٌ قَالَ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ۔

صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! جو شخص فوت ہو جائے اور وہ بچہ ہو؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۵۸، سنن ابوداؤد: ۴۷۱۴، مسند احمد: ۷۴۳۹۶)

صحیح البخاری: ۶۵۹۹۔۶۶۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق۔ بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ یہ اسحاق بن ابراہیم ہیں اور وہ ابن راہویہ الحنظلی ہیں (فتح الباری ج ۷ ص ۶۸۳، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

اور الکلاباذی نے کہا ہے: امام بخاری اسحاق بن ابراہیم بن نصر السعدی سے روایت کرتے ہیں اور اسحاق بن ابراہیم الحنظلی، اور اسحاق بن ابراہیم الکوسج از عبدالرزاق۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کے رد میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر کی عبارت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسحاق سے مراد یہاں پر ان تین مذکور میں سے کوئی ایک ہو سکتا ہے، اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک امام عبدالرزاق بن ہمام سے روایت کرتا ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ اسحاق بن راہویہ ہیں۔ یہ وثوق انہوں نے کہاں سے نکالا؟

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، وہ ابن راشد ہیں اور ہمام سے مراد ابن منبہ ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''علی الفطرۃ'' یعنی ''علی الاسلام'' اور دوسرا قول یہ ہے کہ فطرت سے مراد ہے خلقت، اور یہاں اس سے مراد ہے دینِ حق کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت، کیونکہ اگر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا اور ان کی طبیعت کے تقاضوں پر چھوڑ دیا جاتا تو وہ اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار نہ کرتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یھوّدانہ'' یعنی اگر اس کے ماں باپ یہود ہوں تو وہ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''وینصرانہ'' یعنی اگر اس کے ماں باپ نصرانی ہوں تو وہ اس کو نصاریٰ بنا دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ماں باپ اس کے دین بدلنے کا سبب ہوتے ہیں۔ اور معنی یہ ہے کہ بچہ جو فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور اس جانور کے مشابہ ہوتا ہے جس کے اعضاء کو فطرت پر پیدا ہونے کے بعد کاٹ دیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جدعاء'' اس کا معنی ہے: جس کے اعضاء کٹے ہوئے ہوں اور یہ ''الجدع'' سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: ناک اور کان کو کاٹنا، اور ہاتھوں اور ہونٹوں کو کاٹنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۰۔۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۵۹۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تقدیر کے متعلق تفتیش کرنے کی ممانعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو تم رک جاؤ۔

(مخرج نے کہا ہے: میں اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت پر مطلع نہیں ہوا، اور امام طبرانی نے اس حدیث کو المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۱۹۸ میں روایت کیا ہے۔ اور امام ابن عدی نے ''کامل فی الضعفاء'' ج ۸ ص ۲۶۴ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور حافظ الہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے: اس حدیث کی امام طبرانی نے روایت کی ہے اور اس میں ایک راوی ہے مسہر بن عبد الملک، اس کی امام ابن حبان وغیرہ نے توثیق کی ہے اور اس میں اختلاف ہے اور اس کے باقی رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں۔)

اور بلال بن ابی بردہ نے محمد بن واسع سے کہا: آپ قضاء اور قدر کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: اے امیر! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے قیامت کے دن قضاء اور قدر کے متعلق سوال نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ بندوں سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ (التمہید ج ۳ ص ۱۴۱، الاستذکار ج ۲۶ ص ۸۷)

اور عمر بن عبد العزیز نے حسن بصری کی طرف مکتوب لکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے یہ مطالبہ نہیں کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق کیا قضاء کی تھی، اللہ تعالیٰ ان سے یہ مطالبہ کرے گا کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے ان کو روکا ہے اور جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے، ان کے متعلق مخلوق نے کیا عمل کیا ہے، تو تم ابھی اپنے نفس سے مطالبہ کرو جو تم سے تمہارا رب قیامت کے دن مطالبہ کرے گا۔ (الاستذکار ج ۲۶ ص ۸۸۔۸۷)

ایک اعرابی سے تقدیر کے متعلق سوال کیا گیا تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں نظر کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص عین

Marfat.com

سورج کو دیکھے تو وہ اس سورج کی روشنی کو تو پہچانے گا لیکن اس سورج کی حدود بیان کرنے پر قادر نہیں ہوگا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۳۲-۱۳۵ ملخصاً وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس مسلمان کے بھی تین نابالغ بچے فوت ہو گئے ہوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے ان کو جنت میں داخل کر دے گا۔

تین کا عدد کثرت کی حیز میں داخل ہے اور کبھی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، پس اس کے ایمان میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ اس مصیبت پر صبر کرتا ہو۔ اسی وجہ سے جس شخص کے اوپر لگاتار مصائب آئیں، اس کو زیادہ ثواب کا اجر ملتا ہے۔ اور انسان اپنے بچے سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اور وہ اس پر راضی ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے بچے پر فداء کرے۔ اور یہ چیز انسانوں میں بھی معروف ہے اور جانوروں میں بھی، اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے مصائب پر صبر کرنے کے مرتبہ کو بلند فرمایا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: مسلمانوں میں سے جس شخص کے بھی تین بچے فوت ہوئے ہوں اور اس نے ان پر صبر کیا ہو تو وہ بچے اس کے لیے دوزخ کی آگ سے ڈھال بن جاتے ہیں۔

(موطا امام مالک ص ۱۶۲، کتاب الجنائز، باب الحسبۃ بالمصیبۃ بالولد وغیرہ، کتاب الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم ج ۴ ص ۱۸۵)

اور اس حدیث میں ''یحتسبھم'' کا لفظ ہے اور ''حسبۃ'' کا معنی ہے: مصیبت پر صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی قضاء کے سامنے سر جھکانا، پس جب اس کا نفس اللہ کی رضا پر خوش ہو تو اس کا اجر کامل ہوگا۔

اور یہ وارد ہے کہ اعمال میں سے رضا کے مرتبہ کا کوئی عمل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ'' (المائدہ:۱۱۹) اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے راضی ہے اور اس کے بندے ان اعمال پر جو اجر دیا گیا، اس پر راضی ہیں۔

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ بلوغت کو نہ پہنچے ہوں، یعنی اس حد پر نہ پہنچے ہوں کہ ان کے اوپر قلم تکلیف جاری ہو اور ''حنث'' کا معنی ہے بڑا گناہ۔ اور اس حدیث میں یہ قطعی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہوگی۔

مشرکین کے نابالغ بچوں کے متعلق علامہ ابن ملقن شافعی کی تحقیق

(۱) ایک قول یہ ہے کہ مشرکین کے نابالغ بچے اہل جنت میں سے ہیں، کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ (النساء:۴۰) بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

اور جس حدیث میں ہے کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ کوئی عمل نہیں کریں گے اور وہ اس وقت کی طرف نہیں لوٹیں گے جس میں وہ عمل کریں۔ اور یہی مختار ہے، یعنی مفسرین، فقہاء، متکلمین اور صوفیاء کی ایک جماعت نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور ابن حزم ظاہری کا بھی یہی مختار ہے۔

(۲) مشرکین کی نابالغ اولاد اہل جنت کے خدام ہوں گے۔

Marfat.com

یزید بن ابان نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے نابالغ بچوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ اہلِ جنت کے خدام ہیں اور یہ سفیان کا مذہب ہے۔

اس مسئلہ میں پانچ اقوال اور ہیں:

(الف:) اس مسئلہ میں نہ ان کے جنتی ہونے کی نفی کرنی چاہیے اور نہ ان کا اثبات کرنا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کو اپنے علم کے ساتھ مختص فرمالیا ہے۔

(ب:) مشرکین کی نابالغ اولاد اللہ تعالیٰ کی مشیت کے اوپر موقوف ہے اور یہ قول توقف کے قول کے علاوہ ہے، یعنی نہ ان کے جنتی ہونے کا حکم لگایا جائے اور نہ ان کے دوزخی ہونے کا حکم لگایا جائے۔

(ج) مشرکین کی نابالغ اولاد جنت اور دوزخ کے درمیان ایک درجہ میں ہوگی۔ ان کے پاس ایمان نہیں جس کی وجہ سے وہ جنت میں داخل ہوں، اور نہ ان کے اعمال ہیں جس کی وجہ سے ان کا دوزخ میں داخل ہونا واجب ہو۔

(د) اگر ان کی موت کے بعد ان کے ماں باپ اسلام قبول کرلیں تب بھی وہ دوزخ میں ہوں گے۔

(ہ) ان کو مرنے کے بعد مٹی بنادیا جائے گا۔

(۳) کفار کی نابالغ اولاد دوزخ میں ہوگی، کیونکہ حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم الابواء یا ودان میں گذرے تو آپ سے ان گھر والوں کے متعلق سوال کیا گیا جن میں مشرکین پر شب خون مارا گیا، پس ان کی عورتوں کو اور ان کے بچوں کو قتل کیا گیا، آپ نے فرمایا: وہ انہی میں سے ہیں۔ (یعنی مشرکین میں سے ہیں)۔

(صحیح البخاری: ۳۰۱۲، صحیح مسلم: ۱۷۴۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۷۲، سنن ابن ماجہ: ۲۸۳۹، مسند احمد: ۱۶۲۴۴)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث دنیاوی معاملات پر محمول ہے یعنی اگر کفار کے بچے اور ان کی عورتیں شب خون اور حملہ میں مارے جائیں تو ان کے لیے قصاص بھی نہیں ہوگا اور نہ دیت ہوگی۔ اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں مشرکین کی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

(۴) اللہ تعالیٰ مشرکین کی نابالغ اولاد کو اور جو لوگ فترت کے زمانہ میں مر گئے ان کو زندہ فرمائے گا اور بہروں اور گونگوں اور دیوانوں کو اور ان کے لیے دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی، پھر ان کے پاس ایک رسول کو بھیجا جائے گا جو ان کو حکم دے گا کہ اس آگ میں داخل ہو جاؤ، پس جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں عقل دیتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا، تو وہ اس آگ میں داخل ہو جائے گا اور وہ آگ اس کو ضرر نہیں پہنچائے گی اور وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں عقل عطا فرماتا اور وہ اللہ کی اطاعت نہ کرتا، تو وہ اس آگ میں داخل ہو جائے گا۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس قول کے متعلق جو آثار وارد ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔ ان سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۷۴)

علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ حدیث عقلاً صحیح نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ (التوبہ:۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ (مشرکین) دوزخی ہیں O

پس اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو دوزخی قرار دیا ہے۔ اور اگر ان کے لیے کوئی ایسا مقام ہوتا جس میں ان کی مغفرت کی توقع ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے استغفار کرنے سے منع نہ فرماتا۔

یہ استدلال صحیح نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابن التین نے کہا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ بن ابی اور اس جیسے منافقین کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا ہے اور مشرکین کی نابالغ اولاد کے لیے استغفار کرنے سے منع نہیں فرمایا۔

(۵) مشرکین کی نابالغ اولاد کے اخروی انجام کے متعلق توقف ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔

التوضیح کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے:

بعض اہلِ علم کا یہ مذہب ہے کہ ان کے متعلق اللہ سبحانہٗ کا علم قیامت کے دن ظاہر ہوگا اور ان کی آزمائش کی جائے گی جیسا کہ اہلِ فترت وغیرہ کی آزمائش کی جائے گی۔ پس اگر انہوں نے اس کا جواب دے دیا جو ان سے مطالبہ کیا گیا تو وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے اس کی نافرمانی کی تو دوزخ میں داخل ہوں گے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اہلِ فترت کی قیامت کے دن آزمائش کی جائے گی اور یہ وہ لوگ ہیں جن تک رسولوں کا پیغام نہیں پہنچا اور جو ان کے حکم میں ہیں جیسے مشرکین کی نابالغ اولاد، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (بنی اسرائیل:۱۵)

اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیج دیں O

اور یہ قول اہلِ فترت اور ان کی مثل کے متعلق سب سے صحیح قول ہے جن لوگوں تک اللہ تعالیٰ کی دعوت نہیں پہنچی۔

اور شیخ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد شیخ ابن قیم اور سلف اور خلف کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۰ ص ۱۶۹۔۱۷۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

مشرکین کے نابالغ بچوں کے متعلق علامہ ابن بطال مالکی کی تحقیق

مشرکین کی نابالغ اولاد کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، اکثر علماء کا موقف یہ ہے کہ ان کا انجام اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اور انہوں نے درج ذیل آیت میں تاویل کی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ (المدثر:۳۸۔۳۹)

ہر شخص اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہے O ماسوا دائیں طرف والوں کے O

"اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ" کے متعلق اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ وہ مومنین کے نابالغ بچے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اصحاب الملائکہ ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا: نابالغ بچوں کا حکم وہ ہے جو دنیا اور آخرت میں ان کے آباء کا حکم ہے۔ اگر ان کے آباء مومن ہوں تو آباء

Marfat.com

کے ایمان کی وجہ سے ان کو مومن قرار دیا جائے گا، اور اگر ان کے آباء کافر ہوں تو ان کو کافر قرار دیا جائے گا۔ اور انہوں نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ مشرکین کے نابالغ بچے جو جہاد میں مارے جائیں، ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بھی اپنے آباء کے طریقہ پر ہوں گے۔

اور دوسرے علماء کا قول یہ ہے کہ کفار کی اولاد کی آخرت میں آزمائش کی جائے گی۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ مشرکین کی اولاد مسلمانوں کی اولاد کے ساتھ جنت میں ہوگی۔ اور ان کا استدلال حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے جس کو امام بخاری نے کتاب التعبیر میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے:

رہا وہ طویل القامت مرد جو باغ میں ہے تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، اور جو بچے اس کے گرد، پس یہ ہر وہ مولود ہیں جو فطرت پر فوت ہوئے ہیں۔ بعض مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! پس اولادِ مشرکین کا کیا حکم ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور مشرکین کی اولاد بھی۔ (صحیح البخاری: ۷۰۴۷)

یہ حدیث مشرکین کی نابالغ اولاد کے جنتی ہونے کے متعلق قطعی حجت ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر مشرکین کی نابالغ اولاد کے متعلق یہ قول صحیح ہے تو اس حدیث کی کیا توجیہ ہوگی جس میں یہ ارشاد ہے کہ "اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے؟"

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیثِ مذکور کے معارض ہے جس میں مشرکین کی نابالغ اولاد کے متعلق بیان فرمادیا ہے کہ وہ جنت میں مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے ساتھ ہوں گے۔

نیز اس حدیث کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ اطفالِ مشرکین کیا عمل کرنے والے تھے، یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ علم دیا کہ وہ مسلمانوں کی اولاد کے ساتھ جنت میں ہوں گے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے، آپ وحی سے کلام فرماتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ ان کو کس دین پر مارے گا۔ اگر وہ زندہ رہتے اور بالغ ہو جاتے، لیکن جب وہ زندہ نہیں رہے اور عمل کرنے کی عمر کو نہیں پہنچے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو شامل ہوگی جن کا کوئی گناہ نہ ہو۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اللہ ہی خوب جاننے والا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے، یہ ارشاد مجمل ہے اور اس کی تفصیل قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۝ (الاعراف: ۱۷۲)

اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر گواہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں، ہم (اس پر) گواہی دیتے ہیں، (یہ گواہی اس لیے لی ہے) تا کہ قیامت کے دن تم یہ (نہ) کہہ دو کہ ہم اس سے بے خبر تھے ○

Marfat.com

سو یہ عام اقرار ہے، اس میں مشرکین اور مسلمین کی وہ اولاد بھی داخل ہے جو بالغ ہونے سے پہلے فوت ہوگئی۔ اور ان سب نے وہاں پر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف اور اقرار کر لیا، لہٰذا ان میں سے جو بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو گیا وہ اس آیت کے عموم سے خارج نہیں ہوگا۔

اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ مشرکین کے اطفال کا حکم وہ ہے جو ان کے آباء کا حکم ہے، یہ حسب ذیل آیت سے مردود ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ (الانعام: ۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

نیز دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنے ماں باپ کے حکم میں ہیں نہ کہ آخرت میں، یعنی اگر وہ شب خون میں اور حملہ میں مارے جائیں تو نہ ان کے لیے قصاص ہوگا اور نہ دیت ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ اطفالِ مشرکین کی آخرت میں آزمائش کی جائے گی یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں جو احادیث وارد ہیں وہ ضعیف ہیں، ان سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی، اور آخرت دارِ جزاء ہے دارالعمل نہیں ہے، لہٰذا وہاں پر ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۶۷۔۳۶۸، ملخصاً وملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

مشرکین کے نابالغ بچوں کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس مسئلہ میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) کفار کی نابالغ اولاد کا ٹھکانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، یہ قول ابن المبارک اور اسحاق سے منقول ہے، امام بیہقی نے الاعتقاد میں اس قول کو امام شافعی سے نقل کیا ہے، علامہ ابن عبدالبر المالکی نے کہا ہے کہ امام مالک کے طریقہ کا بھی یہی مقتضیٰ ہے اور ان کے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے اور کفار کے بچے اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں اور اس کی دلیل باب مذکور کی یہ حدیث ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تھا تو اس کو علم تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہیں (صحیح البخاری: ۱۳۸۳)

(۲) نابالغ اولاد اپنے آباء کے تابع ہے، پس مسلمانوں کی اولاد جنت میں اور کفار کی اولاد دوزخ میں ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے بچوں کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ہیں، اور مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انہوں نے تو اعمال کا زمانہ نہیں پایا! آپ نے فرمایا: تمہارا رب خوب جاننے والا ہے وہ کیا عمل کرنے والے تھے، اگر تم چاہو تو میں دوزخ میں ان کے رونے کی آواز سنا دوں۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(۳) وہ جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ میں ہیں، کیونکہ انہوں نے نیک کام نہیں کیے کہ وہ جنت میں داخل ہوں، نہ برے کام کیے ہیں کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں۔

(۴) وہ اہلِ جنت کے خدام ہیں، اس کے ثبوت میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کی اولاد اہل جنت کے خدام ہیں۔
(مسند ابو یعلیٰ: ۴۰۹۰، مسند البزار: ۲۱۷۰، تمہید ج ۷ ص ۲۵۵)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

یزید رقاشی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوحمزہ! آپ کے نزدیک مشرکین کے نابالغ بچوں کا کیا حکم ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے گناہ نہیں ہیں کہ ان کو عذاب دیا جائے، اور نہ ان کی نیکیاں ہیں کہ ان کو ثواب دیا جائے، پس وہ اہلِ جنت کے خدام ہوں گے۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۸۲۴، حلیۃ الاولیاء: ج ۷ ص ۳۰۸)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: وہ اہلِ جنت کے خدام ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۶۹۹۳، مسند البزار: ۲۱۷۲)

(۵) ان کو قیامت کے دن مٹی بنا دیا جائے گا۔

(۶) وہ دوزخ میں ہیں، یہ امام احمد کے بعض اصحاب کا قول ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸ (تاہم اس حدیث کی سند ضعیف ہے))

(۷) ان کی آخرت میں آزمائش کی جائے گی، ان کے سامنے آگ پیش کی جائے گی، پس جو اس آگ میں داخل ہو جائے گا اس کے لیے وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی، اس کے ثبوت میں یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن چار آدمیوں کو لایا جائے گا، نابالغ بچہ، کم عقل، جو فترت پر مر گیا اور شیخ فانی۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ، تو جن کے اوپر بدبختی لکھ دی گئی ہے، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو ہم کو اس آگ میں داخل کر رہا ہے حالانکہ ہم اس سے ڈرتے تھے اور جن کے لیے نیک بختی لکھ دی گئی ہے وہ اس میں دوڑتے ہوئے داخل ہو جائیں گے، پس یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور پہلا فریق دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مسند البزار: ۲۱۷۷، مسند ابو یعلیٰ: ۴۲۲۴)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ان کو لایا جائے گا جو زمانہ فترت میں مر گئے اور کم عقل کو، اور نابالغ بچہ کو، جو اس زمانہ فترت میں مر گیا وہ کہے گا: میرے پاس کتاب آئی تھی اور نہ رسول آیا تھا، اور کم عقل کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے ایسی عقل نہیں دی جس سے میں خیر اور شر کا ادراک کرتا، اور نابالغ بچہ کہے گا: میں نے عمل کرنے کا زمانہ نہیں پایا، آپ نے فرمایا: پھر ان کے لیے آگ پیش کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: اس میں داخل ہو جاؤ، پس ان میں سے جو لوگ اللہ کے علم میں نیک بخت ہوں گے، وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں بدبخت ہوں گے وہ اس میں داخل نہیں ہوں گے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے میرے سامنے میری نافرمانی کی ہے، پس تم میرے غیاب میں میرے رسولوں کی نافرمانی بھی کرتے۔ (مسند البزار: ۲۱۷۶)

یہ حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(المعجم الکبیر: ۸۳۔ ۸۴، ج ۲۰، المعجم الاوسط: ۱۹۵۷، مسند الشامیین: ۲۲۰۵، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۷)

Marfat.com

یہ حدیث الاسود بن سریع سے بھی مروی ہے۔ (صحیح ابن حبان ۷۳۵۷، المعجم الکبیر: ۸۴۱، مسند احمد ج ۴ ص ۲۴، مسند البزار: ۲۱۷۴)

(۸) وہ جنت میں ہیں، علامہ نووی نے کہا کہ یہی مذہب صحیح اور مختار ہے، جس پر محققین ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۵) اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیج دیں O

اور نابالغ بچوں کے حق میں رسالت متحقق نہیں ہے، کیونکہ جب عاقل کو اس لیے عذاب نہیں دیا جائے گا کہ اس کے پاس رسول نہیں آیا تو غیر عاقل کو بدرجہ اولیٰ عذاب نہیں دیا جائے گا، اور اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا جس کی آپ کو یہ تعبیر بتائی گئی: جو باغ میں طویل القامت شخص تھے، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جوان کے گرد بچے تھے، وہ ہر پیدا ہونے والا بچہ تھا جو فطرت پر پیدا ہوا، پس بعض صحابہ نے پوچھا: اور مشرکین کی اولاد؟ آپ نے فرمایا: اور مشرکین کی اولاد۔

(صحیح البخاری: ۷۰۴۷، صحیح مسلم: ۲۲۷۵)

(۹) بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

(۱۰) بعض دیگر علماء نے اس مسئلہ میں امساک کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۹، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

توقف سے مراد یہ ہے کہ چونکہ دلائل متعارض ہیں، اس لیے کسی قول کو ترجیح نہ دی جائے اور امساک سے مراد یہ ہے کہ اس بحث میں پڑنے سے گریز کیا جائے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے چھ اقوال ذکر کیے ہیں اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ دس اقوال ذکر کیے ہیں اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مشرکین کے نابالغ بچے جنت میں ہوں گے۔ (شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ج ۲ ص ۱۲۸، دار احیاء التراث العربی)

مشرکین کے نابالغ بچوں کے متعلق علامہ کورانی حنفی کی تحقیق

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی التوفی ۸۹۳ھ، لکھتے ہیں:

علامہ نووی شافعی نے کہا ہے: مشرکین کی اولاد کے متعلق تین فرقے ہیں، اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ وہ اہل دوزخ ہیں کیونکہ دوسری حدیث میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ اپنے آباء سے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۰۱۳، صحیح مسلم: ۱۷۴۵)

اور دوسرا مذہب ان میں توقف ہے، اور حق مذہب تیسرا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ سب اہل جنت میں سے ہیں، کیونکہ عنقریب حدیث معراج میں آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور ان کے گرد لوگوں کی اولاد تھی، عرض کیا: گیا یا رسول اللہ! اور مشرکین کی اولاد؟ آپ نے فرمایا: اور مشرکین کی اولاد بھی۔ (صحیح البخاری: ۷۰۴۷)

جس حدیث میں مذکور ہے کہ مشرکین کے بچے ان کے آباء سے ہیں، یہ دنیا کے احکام پر محمول ہے، کیونکہ ان کو غلام بنانا جائز

Marfat.com

ہے اور ان کی نمازِ جنازہ جائز نہیں ہے۔

اور یہ تیسرا مذہب ہی برحق ہے جو دلائل کے ساتھ مؤید ہے، پہلی دلیل تو اس باب کی حدیث ہے کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى۔ (الانعام: ۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اور تیسری دلیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" تو سب نے کہا "کیوں نہیں"۔ (الاعراف: ۱۷۲) تو مشرکین کی اولاد بھی اپنے اقرار پر باقی ہے۔

اس مذہب پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ مذہب درج ذیل حدیث کے خلاف ہے:

امام احمد نے روایت کی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اپنے ان دو بچوں کے متعلق سوال کیا جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے، آپ نے فرمایا: وہ دونوں دوزخ میں ہیں۔ (مسند احمد: ۱۱۳۴)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان دلائل کی ٹکر کی نہیں ہے، اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو تو یہ اس پر محمول ہے کہ یہ آپ نے اپنے ظن اور اپنے اجتہاد سے فرمایا تھا، پھر آپ پر اس کا خلاف ظاہر ہوا۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، ج ۳ ص ۳۸۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

مشرکین کے نابالغ بچوں کے متعلق شیخ محمد علی صابونی کی تحقیق

الشیخ محمد علی صابونی لکھتے ہیں:

مذہب صحیح اور مختار یہ ہے کہ مشرکین کی اولاد جنت میں ہوگی اور یہی محققین کا موقف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیج دیں ○ (بنی اسرائیل: ۱۵)

اور جب عقل والے کو اس وجہ سے عذاب نہیں دیا جائے گا کہ اس تک دعوتِ اسلام نہیں پہنچی تو جو بچہ غیر عاقل ہے اس کو بطریقِ اولیٰ عذاب نہیں ہونا چاہیے۔ پھر جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ "اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے"۔ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ اہلِ دوزخ سے ہیں۔ (الشرح المیسر علی صحیح البخاری، ج ۲ ص ۳۴۴، المکتبۃ العصریہ، لبنان، ۱۴۳۱ھ)

نابالغ بچوں کی آخرت میں آزمائش پر ایک اشکال کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے ذکر کردہ اقوال میں ساتواں قول یہ ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین کے نابالغ بچوں، کم عقل شخص اور زمانہ فترت میں مرنے والوں کی آزمائش کی جائے گی اور ان کو آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا، جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی اور جو داخل نہیں ہوگا، اس کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قیامت کا دن اور میدانِ حشر دارِ تکلیف تو نہیں ہے، دارِ تکلیف تو صرف دنیا ہے، پھر حشر کے دن ان کا امتحان کیوں لیا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت یا دوزخ میں استقرار کے بعد ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا، لیکن اس سے پہلے میدانِ حشر میں ان کا

Marfat.com

امتحان لینے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں وہاں بھی امتحان لینے کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ (القلم: ۴۲) جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور ان کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے O

اس آیت میں پنڈلی سے مراد اللہ تعالیٰ کی پنڈلی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے، اس وقت ہر مومن مرد اور عورت اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے، ماسوا ریاکاروں کے، وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اس آیت میں حشر کے دن لوگوں کو مکلف کرنے کا ذکر ہے۔

نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے ایسا خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا اس کو (قیامت کے دن) دو جَو کے درمیان گرہ لگانے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ ہرگز ان میں گرہ نہیں لگا سکے گا۔ اور جو تصویر بنائے گا اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس میں روح پھونکنے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔

(صحیح البخاری: ۷۰۴۲، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۴، سنن ترمذی: ۱۷۵۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۶، مسند احمد: ج ۱ ص ۳۵۹)

مصنف کی گزارش

میں کہتا ہوں: ہماری لائبریری میں جو کتابیں میسر تھیں ان میں چھان بین اور تتبع کرنے کے بعد ہم نے مشرکین کے نابالغ بچوں کے اخروی انجام کے متعلق فقہاءِ اسلام کے مذاہب لکھ دیئے ہیں اور بہرحال صحیح مذہب یہی ہے کہ آخرت میں مشرکین کے نابالغ بچے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے جنت میں ہوں گے جیسا کہ صحیح البخاری کی حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باغ کے قصہ والی حدیث میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور دنیا اور آخرت میں ہمیں مصائب اور عذاب سے امان میں رکھے اور اپنے فضل و کرم سے جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۴۔ بَابٌ: وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (الاحزاب: ۳۸)

اور اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ باب اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بیان میں ہے:

وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾ (الاحزاب: ۳۸) اور اللہ کے کام مقرر شدہ اندازوں پر ہوتے ہیں O

''قدر'' کے لفظ پر زبر بھی ہے اور جزم بھی ہے۔ اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ جس قضاء کو مقدر فرماتا ہے یعنی جس حکم کو تقدیر میں لکھ دیتا ہے۔ اور اگر قدر پر زبر ہو تو اس کا معنی ہے: قادر کا فعل یعنی جو مقدور ہے۔ اور تقدیر کا معنی ہے: کسی چیز کو بیان فرمانا۔ اور ''قدرا مقدورا'' کا معنی ہے: یعنی جس چیز کے وقوع کا اللہ تعالیٰ نے قطعی حکم لگا دیا۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے:

Marfat.com

اس باب سے غرض یہ ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ اللہ عزوجل کی تمام مخلوقات اس کے ارشاد لفظ "کُن" سے وجود میں آئی ہے خواہ وہ حیوان ہوں یا غیر حیوان ہوں۔ اسی طرح بندوں کی حرکات اور ان کے ارادوں اور ان کے اعمال جو معاصی یا اطاعات پر مشتمل ہیں، یہ سب اپنے اپنے زمانہ اور اوقات میں مقدر کیے گئے ہیں، نہ ان میں سے کسی چیز میں کوئی اضافہ ہوسکتا ہے نہ کوئی کمی ہوسکتی ہے اور نہ کوئی چیز اپنے وقت سے مقدم ہوسکتی ہے اور نہ کوئی چیز اپنے وقت سے موخر ہوسکتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۱، ۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ازل میں اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے تمام کاموں کا علم اور اس کا تقدیر میں لکھا ہوا ہونا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری التوفی ۳۱۰ھ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی شرح میں لکھا ہے:

بے شک اللہ عزوجل کو ہمیشہ سے یہ علم ہے کہ کون اس کی اطاعت کرے گا، سو وہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور کون اس کی نافرمانی کرے گا، سو وہ اس کو دوزخ میں داخل فرمائے گا۔ اور جو شخص جنت کا مستحق ہوا تو وہ اپنے استحقاق کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ابتداء سے علم تھا کہ وہ اپنے اختیار سے ایسے کام کرے گا جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اور نہ جو شخص دوزخ کا مستحق ہوا سو وہ بھی اپنے استحقاق کی وجہ سے دوزخ کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ اپنے اختیار سے ایسے کام کرے گا جن کا انجام اس کا دوزخ میں داخل ہونا ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی اپنے علم سابق کی وجہ سے نہ اپنی اطاعت پر مجبور کیا ہے اور نہ اپنی نافرمانی پر مجبور کیا ہے لیکن اللہ عزوجل نے ان کو پیدا کرنے سے پہلے ان کے متعلق جو اللہ تعالیٰ کو علم تھا وہ ان میں نافذ فرمادیا، اور جو کچھ وہ اپنے اختیار سے عمل کرنے والے تھے اور جو کچھ اس کے نتیجہ میں ان کا ٹھکانا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے نافذ فرمادیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اور مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد ان کے متعلق کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کی صفت میں فرمایا:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۙ وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ؕ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۙ مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ ۝ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۙ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِیْقَ ۙ۬ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۙ لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا یُنْزِفُوْنَ ۙ وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ ۙ وَ لَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ؕ وَ حُوْرٌ عِیْنٌ ۙ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (الواقعہ: ۱۳۔ ۲۴)

بڑا گروہ پہلے لوگوں سے ہے O اور تھوڑے پچھلے لوگوں سے ہیں O وہ (زر و جواہر سے) مرصع تختوں پر ہوں گے O ان پر تکیے لگائے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے O ان کے پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے گھوم رہے ہوں گے O مٹکوں اور جگوں اور شراب کے لبریز جاموں کے ساتھ O جس سے نہ ان کے سر میں درد ہو اور نہ ان کی عقل میں فتور ہو O ان کے پسندیدہ پھل O اور پرندوں کا وہ گوشت جس کو وہ چاہیں O اور بڑی آنکھوں والی حوریں O جیسے چھپے ہوئے موتی O یہ ان (نیک)

کاموں کی جزاء ہے جو وہ کرتے تھے O

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (السجدہ:۱۷)

سو کوئی نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے، اس کے اعمال کی جزاء میں کس نعمت کو چھپا کر رکھا گیا ہے O

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اہلِ دوزخ کے متعلق ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (حم السجدہ:۲۸)

یہ ہے اللہ کے دشمنوں کی سزا (جو) دوزخ کی آگ ہے، اس میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، یہ اس چیز کی سزا ہے کہ یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے O

پس اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان آیات میں یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اطاعت کرنے والوں کو ان کی اطاعت کی وجہ سے جنت کا ثواب عطا فرمائے گا اور نافرمانی کرنے والوں کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے دوزخ میں سزا دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر نہیں دی کہ وہ اپنے علمِ ازلی کی وجہ سے کن کو دوزخ میں داخل کرے گا اور کن کو جنت عطا فرمائے گا، لیکن اس کے علمِ ازلی میں یہ چیز مقرر ہے کہ یہ لوگ اہلِ سعادت میں سے ہیں اور اہلِ جنت میں سے ہیں جو اس کی اطاعت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ اہلِ شقاوت میں سے ہیں اور اہلِ دوزخ میں سے ہیں جو اہلِ دوزخ کا عمل کرتے ہیں، سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کی نافرمانی کی وجہ سے دوزخ میں داخل فرمائے گا۔ پس اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نیک کاموں کا حکم دیا تا کہ ان کاموں پر عمل کیا جائے۔ اور عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائے، سو وہ اپنی طاعت کی وجہ سے جنت کے مستحق ہوں گے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے تو وہ اپنی نافرمانی کی وجہ سے اس کے عذاب کے مستحق ہوں گے، سو اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ میں داخل فرما دے گا اور تا کہ اللہ تعالیٰ کی حجت اپنی مخلوق کے اوپر پوری ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی اور تقدیر پر ایک اشکال کا جواب

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ پھر رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کا کیا معنی ہے "تم عمل کرو ہر شخص کے لیے اسی عمل کو آسان کیا جائے گا جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے"۔ اگر معاملہ اسی طرح ہے جس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اہلِ سعادت اور اہلِ شقاوت، ان میں سے کوئی فریق بھی اس عمل کی طرف مجبور نہیں ہے جس کو وہ کرتا ہے اور جس کو وہ دنیا میں اپنے لیے اختیار کرتا ہے اور اس کو اس پر مجبور نہیں کیا گیا ہے بلکہ ان دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کے لیے اس عمل کو آسان کر دیا گیا ہے جس کو وہ اپنے نفس کے لیے اختیار کرتا ہے اور اس کے لیے اس عمل کو مزین کر دیا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ

اور یاد رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ بہت سی چیزوں میں تمہارا کہا مان لیتے تو ضرور تم مشقت میں پڑ جاتے، لیکن اللہ نے تمہاری طرف ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا ہے اور تمہارے نزدیک کفر اور فسوق اور معصیت

Marfat.com

أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ (الحجرات: ۷۔۸)

کو ناپسندیدہ بنادیا ہے، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں O یہ اللہ کا فضل اور اس کی نعمت ہے، اور اللہ بے حد جاننے والا حکمت والا ہے O

اور رہے اہلِ شقاوت تو ان کے لیے ان کے برے اعمال کو مزین کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ ان بُرے اعمال کو اللہ کی اطاعت کے مطابق عمل پر ترجیح دیتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ۝ (النمل: ۴)

بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے ان کے کاموں کو ان کے لیے خوش نما بنادیا ہے، پس وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَفَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ (فاطر: ۸)

تو کیا جس شخص کے لیے اس کے برے عمل کو خوش نما بنادیا گیا، سو اس نے اس عمل کو نیک سمجھا، (کیا وہ ہدایت یافتہ کی طرح ہے) سو اللہ جس کو چاہے گم راہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے، لہٰذا آپ کا دل ان پر حسرت زدہ نہ ہو، بے شک اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے O

اور ان آیتوں سے ہماری بیان کی ہوئی تقریر کی تائید اور تقویت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس کی مخلوق میں نافذ ہے اور وہ اس کے موافق عمل کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے جو لوحِ محفوظ میں ان کے اعمال کو لکھ دیا ہے اس کا یہ لکھنا ان میں سے کسی ایک کو اس کے عمل کی طرف مجبور نہیں کرتا، کیونکہ جو شخص کسی کام کو مجبوراً کرے اس میں کوئی شک نہیں وہ اس کو ناپسند کرتا ہے اور اس کو اس کام سے محبت نہیں ہوتی بلکہ وہ اسے مکروہ جانتا ہے اور اس سے بھاگتا ہے اور کافر اپنے کفر کی حفاظت میں اہلِ ایمان سے لڑتے ہیں اور فاسق اپنے فسق کی مدافعت میں نیک لوگوں سے جنگ کرتے ہیں اور کفار اپنے کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں اور فُساق اپنے فسق کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ترجیح دیتے ہیں اور اسی طرح مومن اپنی جان کو اپنے ایمان کی حفاظت میں خرچ کرتا ہے اور ایمان کی حفاظت میں مصائب اور تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے اور اپنی لذیذ چیزوں کو اور شہوات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی محبت میں ترک کرتا ہے، اور ان میں سے کوئی فریق بھی اپنے عمل کی طرف کیسے مجبور ہوگا جب کہ وہ جو عمل بھی کرتے ہیں وہ اس عمل کی محبت میں کرتے ہیں اور اس عمل سے نفرت نہیں کرتے اور اس عمل کے حصول کے لیے مخالفوں سے جنگ کرتے ہیں۔

سو اس سے واضح ہو گیا کہ تقدیر میں پہلے لکھے ہوئے ہونے سے اور مخلوق میں قضاء کے نافذ ہونے سے نہ مومن اپنے نیک کاموں میں مجبور ہوتا ہے اور نہ کافر اور فاسق اپنے برے کاموں میں مجبور ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا یہی معنی ہے کہ تم عمل کرو، پس ہر فریق کے لیے اس عمل کو آسان کر دیا گیا ہے جس عمل کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے اور بے شک اہلِ سعادت اور اہلِ شقاوت میں سے ہر فریق کے لیے وہ عمل آسان کر دیا گیا ہے جس کو وہ اختیار کرتا ہے اور اس کے لیے اس عمل کو خوش نما بنادیا گیا ہے اور وہ اس عمل سے محبت کرتا ہے جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۳۸۔۱۴۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

٦٦٠١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ فَإِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے تا کہ اس کا حصہ اپنے برتن میں انڈیل لے، اور چاہیے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ اس کو وہی حصہ ملے گا جو اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۱۴۰، ۲۱۴۸، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۶۰، ۲۱۶۲، ۲۷۲۳، ۲۷۲۷، ۲۷۲۴، ۵۱۴۴، ۵۱۵۲، ۶۶۰۱، صحیح مسلم: ۱۴۱۳، سنن ترمذی: ۱۲۲۲، سنن نسائی: ۳۲۳۹، سنن ابوداؤد: ۳۴۳۸، سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۴، مسند احمد: ۷۲۰۷، موطا امام مالک: ۱۱۱۱، سنن داری: ۲۱۷۵)

صحیح البخاری: ۶۶۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مقدر کر دیا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ عورت کے لیے وہی حصہ ہے جو اس کے لیے مقدر کر دیا گیا ہے۔ یعنی اس کے لیے جتنا رزق مقدر کر دیا گیا ہے، اتنا ہی رزق اس کو ملے گا خواہ اس کے شوہر کی دوسری بیوی ہو یا نہ ہو، اور اس عورت کو وہی حاصل ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے تقدیر میں لکھ دیا ہے خواہ اس کا شوہر اس کے سوال کو پورا کرے یا نہ کرے۔ اور اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

یہ حدیث کتاب النکاح کے اس باب میں گزر چکی ہے "باب الشروط التی لا تحل فی النکاح" وہاں اس حدیث کو امام بخاری نے از ابوسلمہ از ابوہریرہ از نبی ﷺ روایت کیا ہے۔ اور یہاں اس حدیث کو از عبداللہ بن یوسف التنیسی از امام مالک از ابی الزناد روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اختہا" یعنی کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے۔ اور بہن کا لفظ عام ہے، عام ازیں کہ وہ رشتہ کے اعتبار سے اس کی بہن ہو یا ایمان کے اعتبار سے اس کی بہن ہو، کیونکہ تمام مومنات دین میں بہنیں ہیں۔ اور نبی ﷺ نے عورت کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ مرد سے اس کی بیوی کی طلاق کا سوال کرے تا کہ وہ مرد اس سے نکاح کر لے اور مطلقہ کے لیے جو اس کا خرچ اور اس کی معاشرت تھی وہ اس عورت کو مل جائے، تو اس کو نبی ﷺ نے مجازاً اس سے تعبیر فرمایا کہ وہ اپنے پیالہ میں اس عورت کا حصہ ڈال لے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۶۰۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی التوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث تقدیر کے احکام جاری ہونے کے متعلق اصولِ دین سے ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر میں پیشگی لکھا ہوا اطاعات میں عمل کرنے کے خلاف نہیں ہے اور نہ انسان کو اکتساب اور کل کے لیے روزی حاصل کرنے سے منع کرتا ہے۔

امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر قرطبی مالکی متوفی ۴۶۳ھ، لکھتے ہیں:

یہ حدیث تقدیر کی احادیث میں اہلِ علم کے نزدیک بہت حسین حدیث ہے، کیونکہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ اگر خاوند اس عورت کی بات مان لے اور اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دے جس کے متعلق وہ عورت یہ گمان کرتی تھی کہ وہ رزق کے حصول میں اس کی مزاحم ہوگی تو اس کو یہ حاصل نہیں ہوگا بلکہ وہی حاصل ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے لیے پہلے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے خواہ اس کا خاوند اس کے سوال کو پورا کرے یا نہ کرے۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے:

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا۔ (التوبہ:۵۱)

آپ کہیے کہ ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچتی ماسوا اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدر کر دی ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۸۴، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۶۰۲۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَهُ رَسُولُ إِحْدَى بَنَاتِهِ وَعِنْدَهُ سَعْدٌ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَمُعَاذٌ أَنَّ ابْنَهَا يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَبَعَثَ إِلَيْهَا لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلِلّٰهِ مَا أَعْطَى كُلٌّ بِأَجَلٍ فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از عاصم از ابن عثمان از حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا اس وقت آپ کی صاحبزادیوں میں سے کسی ایک کی طرف سے آپ کے پاس بلانے والا آیا، اور اس وقت آپ کے پاس حضرت سعد اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم تھے، اور بے شک آپ کی صاحبزادی کا بیٹا اپنے نفس کی سخاوت کر رہا تھا (یعنی وہ مرض الموت میں تھے) تو آپ نے اپنی صاحبزادی کی طرف یہ پیغام بھیجا: اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ اس نے لے لیا اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ اس نے عطا فرمایا، ہر چیز کی ایک مدت مقرر ہے، پس ان کو چاہیے کہ وہ صبر کریں اور ثواب کی نیت کریں۔

(صحیح البخاری: ۱۲۸۴، ۵۶۵۵، ۶۶۰۲، ۶۶۵۵، ۷۳۷۷، ۷۴۴۸، صحیح مسلم: ۹۲۳، سنن نسائی: ۱۸۶۸، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۵، مسند احمد: ۲۱۲۶۹)

صحیح البخاری: ۶۶۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان تقدیر سے متعلق ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے "ہر چیز کی ایک مدت مقرر ہے"۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسرائیل، اور وہ ابن یونس بن ابی اسحاق ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عاصم، وہ ابن سلیمان الاحول ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعثمان، وہ عبدالرحمٰن النہدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسامہ، وہ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ الکلبی صحابی ہیں رضی اللہ عنہما۔

یہ حدیث کتاب الجنائز میں از عبدان گزر چکی ہے اور اس کی تشریح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اور آپ کے پاس سعد تھے" وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے "آپ کے پاس معاذ تھے" وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "آپ کی صاحبزادی کا بیٹا" اور اسی طرح کتاب الجنائز میں مذکور ہے۔ اور کتاب المرضیٰ میں مذکور ہے "آپ کی صاحبزادی کی بیٹی"۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث کو راوی منضبط نہیں کر سکا، کبھی اس نے یہ خبر دی کہ وہ بچہ تھا اور کبھی اس نے یہ خبر دی کہ وہ بچی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یجود بنفسہ" جو شخص موت کے قریب ہو اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے نفس کی سخاوت کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پس اس کو چاہیے کہ وہ صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے"۔ یہ نہیں فرمایا کہ پس تمہیں صبر کرنا چاہیے، کیونکہ آپ کی صاحبزادی غائب تھیں اور غائب کے لیے مخاطب کے صیغہ کو استعمال نہیں کیا جاتا۔

اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے بلانے والے سے خطاب کیا اور اگر اپنی صاحبزادی سے خطاب فرماتے تو فرماتے "پس تم صبر کرو اور تم ثواب کی نیت کرو"۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۰۳ ـ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَيْرِيزٍ الْجُمَحِيُّ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم جَاءَ رَجُلٌ مِنَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن محیریز الجمحی نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری

الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نُصِيبُ سَبْيًا وَنُحِبُّ الْمَالَ كَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَوَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ ذَلِكَ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ۔

رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ جس وقت وہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انصار میں سے ایک مرد آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! ہم قیدی عورتوں کو حاصل کرتے ہیں اور ہم مال سے محبت کرتے ہیں، تو عزل کرنے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس طرح کرتے ہو؟ تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم یہ نہ کرو، کیونکہ جس روح کے نکلنے کا اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ ضرور ہونے والا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۲۹، ۲۵۴۲، ۴۱۳۸، ۵۲۱۰، ۶۶۰۳، ۷۴۰۹، صحیح مسلم: ۱۴۳۸، سنن ابوداؤد: ۲۱۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۶، مسند احمد: ۱۱۴۲۹، موطا امام مالک: ۱۲۶۲، سنن دارمی: ۲۲۲۳)

صحیح البخاری: ۶۶۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیوں کہ اس حدیث کے آخر میں تقدیر کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حبان بن موسیٰ کا ذکر ہے، وہ المروزی ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، وہ ابن المبارک المروزی ہیں، اور یونس کا ذکر ہے، وہ ابن یزید ہیں جو محمد بن مسلم الزہری سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب البیوع میں از ابی الیمان، اور کتاب النکاح میں از عبداللہ بن محمد، اور کتاب المغازی میں از قتیبہ، اور کتاب العتق میں از عبداللہ بن یوسف، اور کتاب التوحید میں از اسحاق بن عفان مذکور ہے۔ اور امام مسلم نے اس حدیث کو کتاب النکاح میں از عبداللہ بن محمد روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رجل من الانصار" یعنی انصار کے ایک مرد نے سوال کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ابوصرمہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام مجدی الضمری ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سبیا" یعنی ہمیں قیدی عورتوں میں سے باندیاں ملتی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "العزل" اس کا معنی ہے: انزال کے وقت اپنے آلہ کو عورت کی اندامِ نہانی سے کھینچ کر نکال لینا اور منی کو فرج سے باہر گرا دینا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا علیکم ان لا تفعلوا" ایک قول یہ ہے کہ اس میں حضور ﷺ نے عزل سے ممانعت فرمائی ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں عزل کی اباحت ہے، یعنی تم عزل کرو اور یہ فعل زندہ درگور کرنا نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص

Marfat.com

۲۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۰۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غزوۃ المریسیع میں اور کتاب النکاح کے باب عشرۃ النساء میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کے متعلق سوال کیا اور امام نسائی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوسعید اور ابوصرمہ رضی اللہ عنہما، ان دونوں نے خبر دی ہے کہ ان کو قیدی عورتوں سے کچھ باندیاں ملیں، پس ہم ایک دوسرے سے عزل کے متعلق مشورہ کرتے تھے، پس ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا سوال کیا اور شاید کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سوال کیا اور جن لوگوں نے مشورہ کیا تھا وہ ایک جماعت تھی۔ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں مجدی الضمری سے روایت کی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۃ المریسیع میں گئے تو ہم کو کچھ قیدی عورتیں ملیں تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کے متعلق سوال کیا، اور ابوصرمہ کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ اور اس حدیث سے غرض یہ ہے جو اس کے آخر میں مذکور ہے کہ جس روح کے نکلنے سے متعلق اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں نکلنا لکھ دیا ہے تو وہ ضرور ہو کر رہے گا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۸۴، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۰۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باندیوں سے عزل کرنے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے "جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیدی عورتوں یعنی باندیوں سے عزل کرنے کے متعلق پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم ایسا نہ کرو"۔ ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد میں عزل کی اباحت ہے، یعنی تمہارے لیے جائز ہے کہ تم عزل کرو۔ اور یہ فعل کسی لڑکی کو زندہ درگور کرنا نہیں ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو اس سلسلہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تمام شہروں کے فقہاء نے اس حدیث سے داؤد ظاہری کے خلاف استدلال کیا ہے جس نے کہا ہے کہ امِ ولد کی بیع مباح ہے، کیونکہ اگر حمل بیع سے مانع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرماتے کہ تمہیں عزل کرنے کی کیا ضرورت ہے اور باندیوں کی بیع کرنا جائز ہے خواہ وہ حاملہ ہو جائیں، کیونکہ حمل ثمن کو باطل کرتا ہے اور صحابہ نے کہا: ہم مال سے محبت کرتے ہیں، اگر یہ بات نہ ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو اس اعتقاد پر برقرار نہ رکھتے۔

اور جن فقہاء نے داؤد ظاہری کی تائید کی ہے، انہوں نے کہا: اس حدیث میں حاملہ باندیوں کی بیع کی ممانعت نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ اگر وہ باندیاں حاملہ ہو جاتیں تو ان کو فروخت کرنا مشکل ہو جاتا حتیٰ کہ ان کے ہاں بچہ ہو جاتا ورنہ مسلمانوں کی اولاد کفار کے ہاتھوں میں چلی جاتی۔ اور شاید کہ عرب کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی قیدی مسلمان سے حاملہ ہو جاتی تو وہ اس کو نہیں چھڑاتے تھے، پس اگر وہ چھڑاتے تو بہت تھوڑے مال سے چھڑاتے تھے، کیونکہ حمل کی وجہ سے اس کی قیمت کم ہو جاتی تھی، اس وجہ سے انہوں نے یہ سوال کیا۔

Marfat.com

نیز اس میں ایک اور وجہ سے فساد ہے، وہ یہ ہے کہ قیدی عورت سے وطی کرنا اور اس سے لذت حاصل کرنا حرام ہے حتیٰ کہ ان عورتوں کو تقسیم کر دیا جائے اور ملکیت کے بعد ان کے رحم کا استبراء کر دیا جائے یعنی ایک حیض گزر جائے۔ سو صحابہ نے ان قیدی عورتوں کے ساتھ وطی کرنے کا ارادہ کس طرح کیا۔ اور شاید کہ صحابہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان سے صرف جسمانی لذت حاصل کریں کیونکہ اپنی بیویوں سے دور ہوئے انہیں کافی عرصہ گزر چکا تھا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ اگر ان کی فرج میں وطی کے بغیر ان سے جسمانی لذت حاصل کی جائے تو یہ مباح ہے جب کہ وہ فرج میں دخول نہ کریں۔ تو شارع علیہ السلام نے ان کو یہ خبر دی کہ اگر انہوں نے عزل کیا تب بھی منی فرج کی طرف سبقت کر جائے گی اور عزل کے باوجود بچہ ہو جائے گا اور صحابہ کے پاس اس کی تحریم کی کوئی دلیل نہیں تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۴۰۔۱۴۱ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۶۰۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ خُطْبَةً مَا تَرَكَ فِيهَا شَيْئًا إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرَى الشَّيْءَ قَدْ نَسِيتُ فَأَعْرِفُ مَا يَعْرِفُ الرَّجُلُ إِذَا غَابَ عَنْهُ فَرَآهُ فَعَرَفَهُ۔

(صحیح مسلم: ۲۸۹۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۴۰، مسند احمد: ۲۲۷۶۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن مسعود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابووائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور اس خطبہ میں قیامت تک ہونے والی کسی چیز کو نہیں چھوڑا مگر اس کا ذکر فرما دیا، جس نے اس کو جان لیا اس نے جان لیا اور جو اس سے جاہل رہا وہ اس سے جاہل رہا، بے شک میں کسی چیز کو دیکھتا جس کو میں بھول چکا تھا، پھر میں اس کو اس طرح پہچان لیتا جس طرح کوئی مرد اس چیز کو پہچان لیتا ہے جو اس سے غائب ہو چکی ہو، پھر اس کو دیکھ کر اس کو پہچان لیتا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۶۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی تقدیر کا بیان ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کائنات میں جو بھی امور مقدر کیے گئے ہیں ان سب کا بیان فرما دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم "ماکان و مایکون" اور علم کلی پر دلیل

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم عطا فرما دیا، اور آپ کو علم کلی عطا فرما دیا اور تمام مغیبات کا علم عطا فرما دیا۔ غیر مقلد مترجمین نے اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ آپ کو تمام دینی چیزوں کا علم دے دیا، لیکن یہ قید اس حدیث کے سیاق و سباق کے خلاف ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس نے اس کو جان لیا اور جو اس

Marfat.com

سے جاہل رہا وہ جاہل رہا، اور صحابہ کرام دینی احکام سے ناواقف نہیں تھے۔ نیز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں کسی چیز کو دیکھتا ہوں جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں تو اس کو اس طرح پہچان لیتا ہوں جس طرح کسی مرد سے کوئی چیز غائب ہوگئی ہو تو وہ اسے دیکھ کر پہچان لیتا ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس حدیث میں عموم مراد ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کا بیان فرما دیا۔ (سعیدی غفرلہ)

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن مسعود کا ذکر ہے، وہ ابوحذیفہ النہدی ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور الاعمش کا ذکر ہے، وہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابووائل کا ذکر ہے، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حذیفہ کا ذکر ہے، وہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں جو صحابی ہیں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب الفتن میں از عثمان بن ابی شیبہ وغیرہ روایت کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے بھی اس کو عثمان بن ابی شیبہ سے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''علمه من علمه وجهله من جهله'' اور جریر کی روایت میں ہے ''حفظه من حفظه ونسيه من نسيه'' جس نے اس کو یاد رکھا، اس نے اس کو یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا، اس نے اس کو بھلا دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاعرف مایعرف الرجل'' یعنی جب کسی انسان کی کوئی چیز گم ہو جائے اور پھر اسے اچانک وہ چیز مل جائے تو اسے یاد آتا ہے کہ وہی چیز ہے جو گم ہو چکی تھی، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مستقبل میں ہونے والے واقعات بتائے تھے تو جو صحابی ان میں سے کسی واقعہ کو بھول جاتا، پھر جب اس واقعہ کو رونما ہوتے دیکھتا تو اسے یاد آتا کہ یہ وہی واقعہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو خبر دی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۰۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں مذکور ہے ''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک میں ضرور جانتا ہوں ہر وہ فتنہ جو میرے زمانہ سے لے کر قیامت تک واقع ہونے والا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے کسی چیز کو مخفی نہیں رکھا اور میرے علاوہ اور کسی کو نہیں بیان فرمایا''۔

نیز امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ جو روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ ''اور اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی فتنہ کے قائد کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ دنیا ختم ہو جائے اور ان کے ساتھ تین سو صحابہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کا نام بتایا''۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۸۴۔۶۸۵، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

٦٦٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَهُ عُودٌ يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ وَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا قَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَلَا نَتَّكِلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ لَا اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ثُمَّ قَرَأَ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ۝﴾ الْآيَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از سعد بن عبیدہ از ابی عبدالرحمٰن السلمی از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کو کرید رہے تھے اور آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی ہے اس کا ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے کہ وہ دوزخ میں ہوگا یا جنت میں ہوگا، پس صحابہ میں سے ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم اسی لکھے ہوئے پر اعتماد نہ کرلیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! تم عمل کرتے رہو، پس ہر ایک کے لیے اس کا عمل آسان کردیا گیا ہے، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:
پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا ۝ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا ۝ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے ۝ (اللیل: ۵۔۷)

(صحیح البخاری: ۱۳۶۲، ۴۹۴۵، ۴۹۴۶، ۴۹۴۷، ۴۹۴۸، ۴۹۴۹، ۶۲۱۷، ۶۶۰۵، ۷۵۵۲، صحیح مسلم: ۲۶۴۷، سنن ترمذی: ۳۳۴۴، سنن ابوداؤد: ۴۶۹۴، مسند احمد: ۱۰۷۰)

صحیح البخاری: ۶۶۰۵ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے ان الفاظ سے اخذ کی جاسکتی ہے کہ ''صحابہ کرام نے پوچھا: کیا ہم اسی پر اعتماد نہ کرلیں؟'' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہمارے لیے جو کام مقدر کردیئے ہیں کیا ہم اسی تقدیر پر اعتماد نہ کرلیں اور عمل کرنے کو ترک کردیں!

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان کا لقب ہے اور ان کا ذکر کئی بار ہو چکا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحمزہ، ان کا نام محمد بن میمون السکری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعد بن عبیدہ، یہ السلمی الکوفی ہیں۔ یہ ابوعبدالرحمٰن کے داماد ہیں اور وہ اس حدیث میں امام بخاری کے شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعبدالرحمٰن، یہ عبداللہ بن حبیب ہیں جو کبار تابعین میں سے ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، وہ صحابی ہیں۔

Marfat.com

یہ حدیث کتاب الجنائز کے اس باب میں گزر چکی ہے "باب موعظة الرجل عند القبر" اور وہ حدیث اس سے زیادہ طویل ہے اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے" یعنی "بقیع الغرقد" میں اور یہ اہلِ مدینہ کا قبرستان ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ومعه عود" اور دوسری حدیث میں ہے "آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے زمین کرید رہے تھے"۔ اور منصور کی روایت میں ہے "معه مخصرة" اس کا معنی ہے: وہ عصا تھا یا لاٹھی تھی جس کو رئیس اپنے ہاتھ میں پکڑتا ہے تا کہ اس سے ٹیک لگائے۔

اس حدیث میں ہے "فقال رجل" امام مسلم کی روایت میں مذکور ہے کہ یہ مرد حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ تھے۔

تقدیر پر اعتماد کرنے کے بجائے عمل کرنے کی تلقین

اس حدیث میں مذکور ہے "الا نتکل؟" یعنی کیا ہم ان کاموں پر اعتماد نہ کرلیں جو اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہمارے لیے مقدر کر دیئے ہیں اور عمل کو ترک کر دیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں! کیونکہ ہر ایک کے لیے اس عمل کو آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ تم پر واجب ہے شریعت کی متابعت کرنا اور حقیقت کی تحقیق کرنا تم پر واجب نہیں ہے۔ اور باطنی امر کی وجہ سے ظاہری امر کو ترک نہیں کیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۔ بَابٌ: اَلْعَمَلُ بِالْخَوَاتِيمِ عمل کا دار و مدار خاتمہ پر ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ انسان کے خاتمہ کے وقت جو عمل ہوتا ہے اسی پر اس کا اخروی انجام موقوف ہوتا ہے۔ "خواتیم" خاتمة کی جمع ہے، یعنی موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کو دیکھنے سے پہلے کسی شخص کے اخروی حال کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے "اعمال کا مدار خواتیم پر ہے" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے متعلق جو خیر اور شر کا حکم لگایا ہے، پس وہ بندہ کے کسی کلمہ حق کی وجہ سے جو بندہ موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کو دیکھنے سے پہلے کہتا ہے، اس کے کفر کو معاف فرما دیتا ہے اور اس کے برے کاموں کو بھی۔ اسی طرح مومن کے عمل ضائع کر دیئے جاتے ہیں جب اس کا خاتمہ کفر پر ہو۔ اسی طرح پوری شریعت کے اندر حکم موجود ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز کی ایک رکعت کو پایا اس نے نماز کو پالیا۔ (صحیح البخاری

Marfat.com

۵۸۰)اسی طرح فرمایا: جس نے صبح کی ایک رکعت کو پایا، اسی طرح جس نے عصر کی ایک رکعت کو پایا اس نے نماز کو پالیا۔
(صحیح البخاری:۵۷۹)

پس اللہ تعالیٰ نے نماز کے خاتمہ کے سبب سے پوری نماز کو مکمل فرمادیا۔اسی طرح جس نے فجر سے پہلے عرفہ کی رات کو پالیا اور اس نے وقوف کرلیا تو اس نے حج کو پالیا۔اور جو عمل اس سے فوت ہوگیا ہے وہ اس کو پالے گا۔اسی طرح وہ بندہ جس نے کوئی نیکی کا کام نہیں کیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ اس کو جلا دیا جائے یا اس کی راکھ کو فضاء میں منتشر کردیا جائے تو وہ اپنے برے عمل کے خاتمہ سے ڈرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے برے عمل کی وجہ سے اس کو عذاب دے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔سو خاتمہ کا وقت ایسا وقت ہے جس میں گناہوں سے ضرر نہیں ہوتا اور نہ عبادت سے نفع ہوتا ہے، عبادت سے نفع اور برے کاموں سے ضرر اس وقت ہوتا ہے جب ان پر بندہ دوام کرے یہاں تک کہ اسی حال میں اس کے اوپر موت آئے۔اس چیز پر علامہ المہلب مالکی نے متنبہ کیا ہے۔(شرح ابن بطال ج ۱۰ ص ۳۰۶)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۴۳۔۱۴۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

فجر اور عصر کی نماز کے سلسلہ میں فقہاءِ احناف کے مذہب کی وضاحت

میں کہتا ہوں: علامہ ابن ملقن شافعی نے اس شرح میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں اور ان کی ظاہر کے مطابق شرح کی ہے اور اس میں شافعی مذہب کو بیان کیا ہے، فقہاءِ احناف کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے فجر کی نماز کی ایک رکعت کو پایا اور پھر سورج طلوع ہوگیا تو اس کی وہ نماز باطل ہوگئی، کیونکہ فجر کی نماز کا پورا وقت کامل ہے، اس نے اس نماز کو شروع تو کامل وقت میں کیا اور ختم ناقص وقت میں کیا لہٰذا ادّی کما وجب نہیں ہوا، یعنی جس طرح وہ نماز اس پر واجب ہوئی تھی اس طریقہ سے وہ نماز ادا نہیں کی گئی۔اور جس نے عصر کی نماز اس وقت شروع کی جب سورج پیلا پڑ چکا تھا اور اس کی نماز ختم ہونے سے پہلے سورج غروب ہوگیا تو اس کی نماز مکمل ہوجائے گی، کیونکہ جب اس نے عصر کی نماز شروع کی تو سورج پیلا پڑ چکا تھا اور وہ ناقص وقت ہے اور جب اس نے وہ نماز ختم کی تو اب سورج غروب ہو چکا تھا اور یہ بھی ناقص وقت ہے، لہٰذا ادّی کما وجب ہوگیا، یعنی جس طرح نماز اس پر واجب ہوئی تھی اسی طرح اس نے مکمل کردی۔رہا یہ کہ پھر اس حدیث کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو لڑکا اس وقت بالغ ہوا جب فجر کی نماز میں صرف ایک رکعت کا وقت تھا تو اس کے ذمہ اس نماز کی فرضیت ہوگئی، اسی طرح جو لڑکی اس وقت بالغہ ہوئی جب فجر کی نماز میں صرف ایک رکعت کا وقت باقی تھی اور سورج طلوع ہوگیا تو اس لڑکی پر بھی فجر کی نماز فرض ہوگئی اور یہ لوگ بعد میں اس نماز کی قضاء کریں گے۔(سعیدی غفرلہٗ)

۶۶۰۶۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهُ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبردی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبردی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر میں گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس مرد

حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ أَشَدِّ الْقِتَالِ وَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَأَثْبَتَتْهُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ الَّذِي تَحَدَّثْتَ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ مِنْ أَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ يَرْتَابُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلَى ذَلِكَ إِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ أَلَمَ الْجِرَاحِ فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى كِنَانَتِهِ فَانْتَزَعَ مِنْهَا سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهَا فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ صَدَّقَ اللهُ حَدِيثَكَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَا بِلَالُ قُمْ فَأَذِّنْ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَإِنَّ اللهَ لَيُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔

کے متعلق فرمایا جو آپ کے ساتھ تھا اور اسلام کا دعویٰ کرتا تھا، آپ نے فرمایا: یہ اہلِ دوزخ سے ہے، پس جب جنگ شروع ہوئی تو اس مرد نے بہت شدید قتال کیا اور اس کو بہت زیادہ زخم آگئے پھر بھی وہ ثابت قدم رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے آکر آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ آپ نے جس مرد کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ اہلِ دوزخ سے ہے، اس نے تو اللہ کی راہ میں بہت زبردست قتال کیا ہے اور وہ بہت زیادہ زخمی ہو گیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن وہ اہلِ دوزخ سے ہے، پس قریب تھا کہ بعض صحابہ (آپ کی نبوت کے متعلق) شک میں پڑ جاتے، پس جس وقت وہ مرد اسی حال پر تھا اچانک اس مرد نے زخم کا بہت درد محسوس کیا اور اس نے اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایا اور اس میں سے ایک تیر نکالا اور اس تیر سے اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا، پھر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ارشاد کو سچ کر دکھایا، اس شخص نے ابھی اپنے اندر تیر کو گھونپ لیا اور اپنے آپ کو قتل کر لیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر اعلان کرو کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوگا اور بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی کسی فاسق مرد سے بھی تائید فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۶۲، ۴۲۰۳، ۴۲۰۴، ۶۶۰۶، صحیح مسلم: ۱۱۱، مسند احمد: ۸۰۲۹، سنن دارمی: ۲۵۱۷)

صحیح البخاری: ۶۶۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جس مرد کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوا، اور اسی وجہ سے اس کو آپ نے اہلِ دوزخ میں شمار فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حبان بن موسیٰ، یہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک

Marfat.com

المروزی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجہاد کے اس باب میں گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر مرد سے بھی فرماتا ہے اور وہاں اس کی شرح گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "خیبر" اس سے مراد ہے غزوۂ خیبر۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کے متعلق فرمایا جو اسلام کا مدعی تھا"۔ اس مرد کا نام قزمان ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جو اسلام کا مدعی تھا" یعنی زبان سے اسلام کے کلمات پڑھتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وکثرت الجراح" یہ جراحۃ کی جمع ہے، یعنی اس مرد کو بہت زیادہ زخم لگے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاثبتتہ" یعنی اس کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا اور وہ صابر و ساکت کھڑا ہوا تھا ثابت قدم تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان زخموں نے اس کو زمین پر گرا دیا تھا اور وہ اٹھ نہیں سکتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وکاد بعض المسلمین یرتاب" پس قریب تھا کہ بعض مسلمان شک میں پڑ جاتے۔ یعنی وہ اس وجہ سے شک میں پڑ جاتے کیونکہ انہوں نے اس وعید کو بہت سخت اور سنگین سمجھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاھوی بیدہ الی کنانۃ" یعنی اس مرد نے ترکش سے تیر نکال کر اپنے آپ کو کاٹ ڈالا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۰۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَعْظَمِ الْمُسْلِمِينَ غَنَاءً عَنِ الْمُسْلِمِينَ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَنَظَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا فَاتَّبَعَهُ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ حَتَّى جُرِحَ فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَجَعَلَ ذُبَابَةَ سَيْفِهِ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتَّى خَرَجَ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مُسْرِعًا فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ قُلْتَ لِفُلَانٍ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَيْهِ وَكَانَ مِنْ أَعْظَمِنَا غَنَاءً عَنِ الْمُسْلِمِينَ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَا يَمُوتُ عَلَى ذَلِكَ فَلَمَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تھے، اس غزوہ میں مسلمانوں کی طرف سے ایک مرد سب سے زیادہ سخت لڑائی کر رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: جو شخص اہل دوزخ میں سے کسی مرد کو دیکھنا چاہتا ہو تو وہ اس کو دیکھ لے، تو اسی حال میں صحابہ میں سے ایک شخص نے اس مرد کا پیچھا کیا، اور وہ مرد مشرکین پر بہت سختی سے حملے کر رہا تھا حتیٰ کہ زخمی ہو گیا، پھر اس نے اپنی موت کو جلد طلب کیا، پس اس نے اپنی تلوار کی نوک کو اپنے دو پستانوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ وہ تلوار اس کے شانوں کے پاس سے نکل گئی، پھر وہ مرد دوڑتا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ

Marfat.com

جُرِحَ اسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ۔

کے رسول ہیں، آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ اس نے کہا: آپ نے فلاں شخص کے متعلق فرمایا تھا کہ جو شخص اہل دوزخ میں سے کسی مرد کو دیکھنا چاہتا ہو وہ اس کو دیکھ لے، حالانکہ وہ مرد مسلمانوں کی طرف سے بڑی بہادری سے جم کر لڑ رہا تھا، میں یہ سمجھا تھا کہ وہ اس حالت میں نہیں مرے گا، لیکن جب وہ زیادہ زخمی ہو گیا تو اس نے جلد مرنے کی خواہش سے اپنے نفس کو قتل کر لیا یعنی خودکشی کر لی۔ تب نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک بندہ اہلِ دوزخ کے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہلِ جنت سے ہوتا ہے، اور ایک بندہ اہلِ جنت کے کام کرتا رہتا ہے اور وہ اہلِ دوزخ سے ہوتا ہے، اور اعمال کا دارومدار صرف خاتمہ پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۹۸، ۴۲۰۲، ۴۲۰۷، ۶۴۹۳، ۶۶۰۷، صحیح مسلم: ۱۱۲، مسند احمد: ۲۲۳۰۶)

صحیح البخاری: ۶۶۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخری جملہ میں ہے جس میں ارشاد ہے کہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو غسان، یہ محمد بن مطرف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو حازم، یہ سلمہ بن دینار ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سہل، یہ حضرت سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا من اعظم المسلمين غناء من المسلمين" یعنی ایک مرد مسلمانوں کی طرف سے اس طرح لڑ رہا تھا کہ وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے لڑنے میں کافی تھا۔ اس کا خلاصہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ سختی سے لڑ رہا تھا۔

مذکورہ دو حدیثوں میں تعارض کا جواب

اس سے پہلی حدیث میں مذکور تھا کہ اس مرد نے ترکش سے تیر نکال کر اس تیر سے اپنے آپ کو نحر کر لیا یا کاٹ ڈالا۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے اس نے تلوار کی نوک اپنے سینہ پر رکھی اور اپنے آپ کو اس تلوار پر گرا دیا حتیٰ کہ وہ تلوار آر پار ہو گئی۔ سوال دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس نے ترکش سے اپنے آپ کو کاٹنے کی کوشش بھی کی ہو اور تلوار کی نوک بھی اپنے سینہ پر رکھی ہو۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب دونوں حدیثوں میں ایک ہی قصہ کا بیان ہو۔ اور اگر یہ دو الگ الگ قصے ہیں تو پھر کوئی تعارض نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

خودکشی کرنے والے پر دوزخ کے عذاب کی وعید کی توجیہ

ان دونوں حدیثوں میں یہ مذکور ہے کہ اس شخص نے خودکشی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اہلِ دوزخ میں سے قرار دیا۔ اس پر یہ اشکال ہے کہ خودکشی کرنا تو ایک گناہِ کبیرہ ہے اور گناہِ کبیرہ کی وجہ سے انسان نہ ایمان سے نکلتا ہے اور نہ کفر میں داخل ہوتا ہے اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب اگر اللہ تعالیٰ کے فضلِ محض اور شفاعت سے بخشا نہ گیا تو وہ اپنے گناہ کی سزا پا کر بخش دیا جاتا ہے اور جنت میں چلا جاتا ہے، کیونکہ جو بندہ ایمان لایا، اللہ تعالیٰ اس کو اس کے ایمان کی جزاء ضرور عطا فرمائے گا۔ اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ وہ جنت میں جانے کے بعد پھر دوزخ میں جائے۔ اس لیے لامحالہ وہ دوزخ میں اپنے اعمال کی سزا پانے کے بعد پھر جنت میں جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال: ۷۔۸)

سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا○ اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا○

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے اس مرد نے خودکشی کو جائز اور حلال سمجھ کر خودکشی کی ہو اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے، سو وہ اپنے کفر کی وجہ سے اہلِ دوزخ میں سے ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ مرد منافق ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے نفاق کا وحی کے ذریعہ علم ہو، اس لیے آپ نے فرمایا کہ وہ اہلِ دوزخ میں سے ہے۔

۶۔ بَابُ: إِلْقَاءِ الْعَبْدَ النَّذْرَ إِلَى الْقَدَرِ — نذر کا بندہ کو تقدیر کی طرف راجع کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ عنوان الکشمیھنی کی روایت کے مطابق ہے، اور دوسروں کی روایت میں اس باب کا عنوان اس طرح سے ہے "القاء العبد النذر" یعنی بندہ کا نذر ماننا۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ جب کسی مصیبت کو دور کرنے کے لیے نذر مانے یا کسی خیر کے حصول کے لیے نذر مانے تو اس کی نذر اس بندہ کو اس تقدیر کی طرف راجع کرتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ فارغ ہو چکا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے محکم کر دیا ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ یہ وہ چیز ہے جس کو بندہ اختیار کرتا ہے، پس جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہے وہی چیز واقع ہوگی۔ اسی وجہ سے اس باب کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ نذر کسی چیز کو رد نہیں کرتی۔ اور نذر کی وجہ سے صرف بخیل سے مال نکالا جاتا ہے۔ اور جب کسی شخص نے اس کے خلاف اعتقاد رکھا تو اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا اس کی مخلوق میں شریک بنایا اور اس کا یہ اعتقاد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر نہیں کیا وہ اس کو نافذ کرنے والا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ المہلب المالکی متوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے: یہ تقدیر کے معاملہ میں سب سے واضح چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تقدیر سے فارغ ہو چکا ہے اور اس نے تقدیر کو محکم بنا دیا ہے، یہ معنی نہیں ہے کہ تقدیر ایسی چیز ہے کہ جس کو بندہ اپنے لیے اختیار کرتا ہے، پس جب اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ بخیل سے کسی ایسی چیز کو نکالے جو اس کو اس کی آخرت میں نفع دے یا اس کو دنیا میں نفع دے تو اس کے لیے ایک مخفی چیز کو سبب بنا دیتا ہے، یا اس کے لیے طمع بنا دیتا ہے، پس اس کو اس کا خوف یا اس کی طمع اس پر برانگیختہ کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی نذر مانے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس سے اس خوف کو دور کر دیا یا جس چیز کی اس کو طمع ہے وہ چیز اس کو عطا کر دی تو وہ غلام آزاد کرے گا یا صدقہ دے گا یا روزے رکھے گا۔ پس وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے اور اس کی مانی ہوئی نذر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو متغیر نہیں کرتی۔ اور اس سے اس مال کو نکالا جاتا ہے جس کی وہ سخاوت کرنے والا نہیں تھا۔ اگر وہ خوف نہ ہوتا جس سے وہ بھاگا ہے یا وہ طمع نہ ہوتی جس کی اس نے حرص کی ہے حتیٰ کہ وہ خوشی سے اس مال کو خرچ کرتا ہے جس کو اس سے پہلے وہ خرچ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

نذر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کی حکمت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا ہے حالانکہ نذر نیک اعمال سے ہے، اور آپ نے شدت کے ساتھ جھڑکا ہے کہ بندہ یہ وہم کرے کہ وہ اپنے نفس سے نذر کی وجہ سے کسی ضرر کو دور کرتا ہے یا کسی نفع کو حاصل کرتا ہے یا نذر مان کر جو چاہے وہ اپنے لیے حاصل کر لیتا ہے، اور جب اس نے یہ اعتقاد کیا تو اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اللہ کا شریک قرار دیا اور یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے مقدر نہیں کیا ہے وہ اس کو اپنے اوپر نافذ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس قول سے بلند و برتر ہے۔
اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ دل کا ایسا اعتقاد رکھنا جس کا اعتقاد جائز نہیں ہے وہ بہت بڑا گناہ ہے اور اس کا صدقہ سے، نماز سے اور روزہ سے اور حج سے اور باقی نیک کاموں سے کفارہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی نذر سے منع فرمایا ہے۔ ہر چند کہ نذر ماننا خیر ہے، کیونکہ اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے باہر نکل سکتا ہے۔ ہاں اگر اس قسم کا وہم نہ ہو اور نذر کے متعلق یہ عقیدہ نہ ہو اور بندہ کا یہ اعتراف ہو کہ نذر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو رد نہیں کرتی اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے مقدر کر دیا ہے وہ ہو کر رہے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کے مال کو خرچ کرنے کا ایک سبب بنا دیا ہے کہ وہ کسی چیز کے خوف سے نذر مان کر صدقہ کو نکالتا ہے، حالانکہ وہ صدقہ کرنے میں بخیل ہوتا ہے۔ پس اگر اس کا اعتقاد اس طرح نہ ہو تو اس کو نذر ماننے سے اجر ملے گا اور اس وقت نذر کا ماننا ممنوع نہیں ہوگا۔ اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا کہ آپ اپنی امت کو بتائیں کہ ان کو نذر کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہیے تاکہ ان کے اعمال ضائع نہ ہوں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

نذر کی تعریف اور نذر کے شرعی احکام

تنبیہ: واضح رہے کہ نذر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ۔ (الحج:۲۹) اور اپنی نذروں کو پورا کریں۔

نذر کی تعریف یہ ہے کہ کسی واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے تم اپنے اوپر اس عبادت کو واجب کرلو جو تم پر پہلے واجب نہیں تھی، اور تم یہ کہو: میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس عبادت کی نذر مانی ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۳۰)

سورۃ الحج کی اس آیت میں نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ (صحیح البخاری: ۶۶۹۷)

نذر صرف عبادتِ مقصودہ کی مانی جاتی ہے مثلاً آدمی نماز کی نذر مانے، کیونکہ نماز عبادتِ مقصودہ ہے اور وضو کی نذر ماننا جائز نہیں ہے کیونکہ وضو کرنا عبادتِ مقصودہ نہیں ہے بلکہ وضو کرنا تو نماز کی عبادت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس لیے وضو کرنے کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے۔ نماز کی، روزہ کی، حج کی، صدقہ کی اور جہاد کی نذر ماننا صحیح ہے۔

اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اولیاء اللہ کی نذر ماننے کا عدم جواز

اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ غیر اللہ کی نذر ماننا جائز نہیں ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں ہے۔

علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اکثر عوام فوت شدہ بزرگوں کی نذر مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کے مزارات پر روپے، پیسے، موم بتیاں اور تیل لے جاتے ہیں، یہ نذر بالاجماع باطل اور حرام ہے جب تک ان پیسوں کو فقراء پر خرچ کرنے کا قصد نہ کیا جائے۔
(درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۲ ص ۱۷۶، مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص اولیاء اللہ کی نذر اس طرح مانتا ہے: ''اے سیدی! اگر میرا گم شدہ شخص لوٹ آیا یا میرا بیمار تندرست ہوگیا، یا میری حاجت پوری ہوگئی تو میں آپ کو اتنا سونا، چاندی، کھانا، موم بتیاں یا تیل دوں گا''۔ یہ نذر بالاجماع باطل اور حرام ہے اور اس پر متعدد دلائل ہیں:

پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر ماننا جائز نہیں ہے، کیونکہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جس کی نذر مانی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر نذر ماننے والے کا یہ گمان ہے کہ اشیاء میں اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ میت کا تصرف ہے تو اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

اس نذر کی اصلاح کی صورت یہ ہے کہ نذر ماننے والا اللہ کی نذر مانے اور یوں کہے: ''اے اللہ! اگر میرا مریض شفایاب ہوگیا یا میرا گم شدہ شخص واپس آگیا، یا میری حاجت پوری ہوگئی تو میں تیری نذر مانتا ہوں کہ میں (مثلاً سیدہ نفیسہ، یا امام شافعی، یا امام لیث کے مزار پر بیٹھنے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا، یا ان کی مساجد کے لیے چٹائیاں لے جاؤں گا، یا ان کی مساجد کے لیے تیل یا

Marfat.com

روپے پیسے لے جاؤں گا) نذر اللہ عزوجل کی ہو اور اولیاء کرام کا ذکر صرف نذر کا مصرف متعین کرنے کے لیے ہو، اور جو فقراء اولیاء اللہ کے مزارات یا مساجد پر اس امید سے بیٹھے ہوتے ہیں ان پر کچھ نذر کو خرچ کیا جائے، اس نذر کو غنی، عہدہ دار اور سادات کرام پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور شریعت میں نذر کو اغنیاء پر صرف کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ مخلوق کی نذر حرام ہے اور منعقد نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی مزارات کے خادموں کے لیے اس نذر کا لینا جائز ہے الّا یہ کہ وہ فقراء ہوں اور ان کے اہل وعیال کسب سے عاجز ہوں۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۷۵، مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ)

فتاویٰ عالمگیری میں بھی اسی کے قریب قریب عبارت ہے:

اکثر عوام اس طرح نذر مانتے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ کے مزارات پر جاتے ہیں اور ان کے مزار کی چادر اٹھا کر کہتے ہیں: ''اے سیدی فلاں بزرگ! اگر میری حاجت پوری ہوگئی تو مثلاً میں آپ کو اتنا سونا دوں گا''۔ یہ نذر بالاجماع باطل ہے۔ ہاں اگر یہ کہے کہ اے اللہ! میں تیری نذر مانتا ہوں کہ اگر مثلاً میرا بیٹا شفایاب ہوگیا تو میں مثلاً سیدہ نفیسہ کے مزار پر بیٹھنے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا ان کی مسجد کے لیے چٹائیاں اور روشنی کے لیے موم بتیاں دوں گا، یا مسجد کے منتظم کو خرچ کے لیے پیسے دوں گا، یہ نذر صرف اللہ تعالیٰ کی ہو اور شیخ کا ذکر صرف نذر کے مستحقین کے محل کو متعین کرنے کے لیے ہو تو پھر جائز ہے۔ لیکن اس نذر کو غیر فقراء پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ کسی ذی علم عالم پر، نہ شیخ کے خدام اور حاضرین پر، الّا یہ کہ وہ فقراء ہوں۔ پس اولیاء اللہ کے مزارات پر ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو پیسے چڑھائے جاتے ہیں وہ بالاجماع حرام ہیں جب تک ان پیسوں کو زندہ فقراء پر خرچ کرنے کا قصد نہ کیا جائے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اکثر لوگ اس غلط کام میں مبتلاء ہیں۔ (النہر الفائق اور البحر الرائق میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے)۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۶، مطبع امیریہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ)

۶۶۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ إِنَّهُ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از عبداللہ بن مرۃ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نذر ماننے سے منع فرمایا اور آپ نے فرمایا کہ نذر کسی چیز کو رد نہیں کرتی، نذر کی وجہ سے صرف بخیل سے (عبادت کو) نکالا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۹۲، ۶۶۹۳، صحیح مسلم: ۱۶۳۹، سنن ترمذی: ۱۵۳۸، سنن نسائی: ۳۸۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۲۸۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۲، مسند احمد: ۵۲۵۳، سنن دارمی: ۲۳۴۰)

صحیح البخاری: ۶۶۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان تھا کہ ''نذر بندہ کو تقدیر کی طرف لوٹاتی

Marfat.com

ہے' اور کسی چیز کو رد نہیں کرتی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو نعیم، وہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن عمر، وہ الہمدانی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام بخاری نے کتاب النذور میں بھی روایت کی ہے از خلاد بن یحییٰ اور امام مسلم نے بھی اس کی کتاب النذور میں از اسحاق بن ابراہیم روایت کی ہے۔ اور امام ابوداؤد نے اس کی کتاب النذور میں از عثمان بن ابی شیبہ روایت کی ہے، اور امام نسائی نے اس حدیث کی کتاب النذور میں از عمر بن منصور روایت کی ہے۔ اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی الکفارات میں از علی بن محمد روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نذر کسی چیز کو رد نہیں کرتی''۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نذر کا معنی ہے کسی عبادت کا التزام کرنا، پس یہ ممنوع نہیں ہونا چاہیے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ عبادت ممنوع نہیں ہے لیکن اس کا التزام کرنا ممنوع ہے، کیونکہ بسا اوقات انسان اس نظر کو پورا کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ صدقہ بلاء کو ٹال دیتا ہے اور اس میں صدقہ کا التزام ہے تو پھر اس کو ممنوع نہیں ہونا چاہیے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ صدقہ بلاء کو ٹال دیتا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صدقہ کا التزام کرنا چاہیے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ نذر ابتداءً جائز ہے اور اس کی تعلیق ممنوع ہے۔ گویا کہ بندہ یہ کہتا ہے کہ میں کوئی نیک کام نہیں کروں گا اے میرے رب! حتیٰ کہ تو میرے ساتھ کوئی نیک کام کرے۔ پس جب وہ یہ نذر منعقد کرلے گا تو اس کے اوپر اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷ ۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نذر ماننے کی ممانعت کے محامل اور توجیہات

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

احادیث میں نذر سے ممانعت کا ذکر بہت آیا ہے اور یہ نذر کی تاکید اور اس میں نذر کے واجب ہونے کے بعد اس کو پورا کرنے میں سستی سے ڈرانا ہے، اور اگر اس سے مقصود نذر سے جھڑکنا ہوتا حتیٰ کہ نذر نہ مانی جائے تو اس میں نذر کے حکم کو باطل کرنا ہوتا اور اس کو پورا کرنے کے لزوم کو ساقط کرنا ہوتا، کیونکہ ممانعت کے بعد نذر ماننا گناہ ہوتا اور اس کا پورا کرنا لازم نہ ہوتا۔ اور ممانعت کی احادیث کی توجیہ یہ ہے کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ نذر ان کے مقصود کو جلد کھینچ کر نہیں لاتی اور نہ ان سے جلد کسی ضرر کو دور کرتی ہے اور نہ ان سے قضاء اور تقدیر کو ٹالتی ہے، تو گویا آپ نے فرمایا: تم اس طرح نذر نہ مانو گویا تم نذر مان کر اس چیز کو حاصل

کرلو گے جو تمہارے لیے مقدر نہیں کی گئی۔ یا تم نذر سے کسی ایسی مصیبت کو دور کر دو گے جو تمہارے لیے مقدر ہو چکی ہے، پس جب تم اس قسم کے اعتقاد سے نذر نہیں مانو گے تو پھر تم اس نذر کو پورا کرو گے، کیونکہ تم نے جس عبادت کی نذر مان لی ہے وہ تم پر لازم ہے۔ (النہایہ ج ۵ ص ۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، معالم السنن للخطابی مع مختصر سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۷۰ ۳)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

اس کا محل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ اگر اللہ نے میرے مریض کو شفاء دے دی یا میرے گم شدہ آدمی کو لوٹا دیا تو میں ایک غلام آزاد کروں گا یا اتنی چیز صدقہ کروں گا یا اتنے روزے رکھوں گا۔ اس نذر سے ممانعت کی توجیہ یہ ہے کہ جب اس نے اس عبادت کو اپنی کسی غرض کے جلد پورا ہونے پر موقوف کر دیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ اس کی نیت اس عبادت سے محض اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا نہیں تھی بلکہ اس نے اپنی غرض پوری کرنے کے عوض میں اس عبادت کی نیت کی تھی۔ کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ اگر اس کی وہ غرض پوری نہیں ہوئی تو پھر وہ اس عبادت کو نہیں کرے گا اور یہی حال بخیل کا ہوتا ہے، اس کے مال سے کوئی چیز اس وقت تک نہیں نکالی جاسکتی جب تک اسے اس چیز کا جلد معاوضہ حاصل نہ ہو جائے۔ اور اس معنی کی طرف نبی ﷺ نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: ''نذر کے سبب سے بخیل سے اس عبادت کو نکالا جاتا ہے جس کو بخیل نہیں نکالتا''۔ پھر اس کے ساتھ جاہل کا یہ اعتقاد مل جاتا ہے کہ نذر اس کی غرض کے حصول کو واجب کر دیتی ہے، یا اللہ تعالیٰ اس نذر کی وجہ سے اس کی غرض کو پورا کر دیتا ہے۔ اور انہی دو علتوں کی طرف نبی ﷺ نے اپنی اس حدیث میں یہ اشارہ فرمایا ہے بے شک نذر اللہ کی تقدیر سے کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی، اور یہ دونوں جہالتیں ہیں۔ البتہ پہلی جہالت کہ اللہ تعالیٰ پر غرض پورا کرنا واجب کر دیتی ہے کفر کے قریب ہے۔ اور دوسری جہالت یعنی اللہ تعالیٰ نذر کی وجہ سے اس کی غرض پوری کرتا ہے، اس کے اعتقاد میں خطاء صریح ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ پھر نذر کا ماننا حرام ہے یا مکروہ ہے؟ تو علماء کا معروف مذہب یہ ہے کہ نذر ماننا مکروہ ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ جس کے حق میں اس فاسد اعتقاد کا خطرہ ہو، اس کا نذر ماننا حرام ہے۔ اور جس کا یہ اعتقاد نہ ہو اس کا نذر ماننا مکروہ ہے۔ بہر حال جب بھی نذر مانی جائے خواہ وہ کسی طرح ہو اس کا پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر کی وہ اس کی اطاعت کرے۔ (صحیح البخاری: ۶۶۹۶) (المفہم ج ۴ ص ۶۰۶۔۶۰۷، دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

نذر ماننے کے متعلق مصنف کی تحقیق

ہمارے نزدیک اگر نذر اس فاسد اعتقاد کے ساتھ مانی ہے جس کی علامہ قرطبی نے تفسیر کی ہے تو پھر نذر کا ماننا حرام ہے یا مکروہ ہے اور اگر اس نے اپنی عبادت کو کسی شرط پر معلق کیا ہے مثلاً اس کی بیماری دور ہو جائے، لیکن اس کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ اس نذر کی وجہ سے اس کا کام ضرور ہو جائے گا یا اس کی تقدیر بدل جائے گی تو پھر اس نذر کا ماننا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے، کیونکہ بہر حال رسول اللہ ﷺ نے ایسی نذر ماننے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ اگر اس نے بغیر کسی شرط کے محض اللہ کی محبت میں اور اس کی عبادت کے شوق میں نذر مانی ہے مثلاً میں فلاں دن کا روزہ رکھوں گا، یا فلاں دن اتنے نفل پڑھوں گا یا اس سال حج کروں گا تو ایسی نذر کا ماننا مستحب ہے اور ایسی نذر کو پورا کرنا واجب ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسی نذر کی تعریف و تحسین فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا۝ (الدہر: ۷) جو لوگ اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جب اس دن کی گرفت یا عذاب چاروں طرف پھیل جائے گا O

قتادہ نے کہا: جو لوگ نماز، روزہ، حج، عمرہ اور دیگر عبادات کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں نذر مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ابرار رکھا ہے۔ (جامع البیان جز ۲۹ ص ۲۵۹، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

۶۶۰۹۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَأْتِ ابْنَ آدَمَ النَّذْرُ بِشَيْءٍ لَمْ يَكُنْ قَدْ قَدَّرْتُهُ وَلٰكِنْ يُلْقِيهِ الْقَدَرُ وَقَدْ قَدَّرْتُهُ لَهُ أَسْتَخْرِجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: نذر انسان کو کوئی ایسی چیز نہیں مہیا کرتی جس کو میں نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) اس کے لیے مقدر نہ کیا ہو، لیکن تقدیر اس کو وہ چیز دیتی ہے جو میں (یعنی اللہ تعالیٰ) اس کے لیے مقدر کر چکا ہوں، میں اس کے ذریعے بخیل سے مال نکالتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۶۹۴، سنن نسائی: ۳۸۰۴، سنن ابو داؤد: ۳۲۸۸، سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۳، مسند احمد: ۷۲۵۵)

صحیح البخاری: ۶۶۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کیوں کہ حقیقت میں تقدیر پہنچاتی ہے اور بظاہر نذر پہنچاتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر بن محمد، یہ ابو محمد السختیانی المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، وہ ابن راشد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہمام بن منبہ۔ اور امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لم یکن قدّرته" یہ صفت ہے، یعنی جس چیز کو میں نے بندہ کے لیے مقدر نہیں کیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ متکلم کے صیغہ کے ساتھ ہے اور ایک روایت میں ہے "قُدِّرَ به" لفظِ مجہول غائب کے ساتھ، یعنی جو چیز اس کے لیے مقدر کی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابٌ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ گناہوں سے پھرنا اور نیکی کی طاقت اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ'' کا معنی ذکر کیا جائے گا۔ اور ''لَا حَوْلَ'' کا معنی یہ ہے کہ بندہ کا اللہ تعالیٰ کی معصیت سے پھرنا اور باز آنا صرف اللہ تعالیٰ کی عصمت سے ممکن ہے اور ''لَا قُوَّةَ'' کا معنی ہے کہ نیکی کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتی ہے۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنے معاملات میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہے، اس کے پاس نہ برائی کو دور کرنے کا کوئی حیلہ ہے اور نہ نیکی کو حاصل کرنے کی کوئی قوت ہے سوائے اللہ عزوجل کے ارادہ کے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مقدور کے اوپر بندہ کی قوت کا خالق ہے اور جب وہ قدرت کا خالق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اس مقدور چیز کا بھی خالق ہے، پس مقدور چیز بندہ کا کسب ہے اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ'' (الانعام: ۱۰۲) (وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے)۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ (القمر: ۴۹) بے شک ہم نے ہر چیز اندازہ سے بنائی ہے O

اور محمد بن کعب القرظی نے کہا ہے کہ یہ آیت اخیرہ اہلِ قدر کے رد میں نازل ہوئی ہے۔

بندہ کے خالقِ افعال نہ ہونے پر دلیل

مخلوق کے افعال کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ قدریہ کے نزدیک جو کہتے ہیں کہ سرکشی، ظلم اور فروج کے متعلق جو افعال ہیں وہ بندوں کی طاقت میں ہیں۔ اس کا ابطال یہ ہے کہ کبھی یہ افعال معطل ہو جاتے ہیں اور فعل کے صدور سے عاجز ہو جاتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ بعض لوگ جوز نا کا ارادہ کرتے ہیں اور اپنے عضو کے ساتھ اس کی خواہش کرتے ہیں اور عضو میں کوئی آفت بھی نہیں ہوتی پھر بھی وہ زنا کے ارادہ کے وقت اپنا ارادہ پورا کرنے پر قادر نہیں ہوتے۔ اور اگر بندہ اپنے اعمال کا خالق ہوتا تو اس کے اعضاء اس کے ارادہ کے وقت عاجز نہ ہوتے اور اس کی شہوت کو پورا کرتے، پس اس سے ثابت ہوا کہ بندہ کی افعال پر قدرت نہیں ہوتی بلکہ قدرت اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جب چاہتا ہے ان کے لیے افعال پیدا کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے معطل کر دیتا ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

٦٦١٠۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزَاةٍ فَجَعَلْنَا لَا نَصْعَدُ شَرَفًا وَلَا نَعْلُو شَرَفًا وَلَا نَهْبِطُ فِي وَادٍ إِلَّا رَفَعْنَا أَصْوَاتَنَا بِالتَّكْبِيرِ قَالَ فَدَنَا مِنَّا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّمَا تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا ثُمَّ قَالَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَةً هِيَ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے خبر دی از ابوعثمان النہدی از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، پس ہم جب بھی کسی بلندی پر چڑھتے اور کسی بلندی پر بلند ہوتے اور جب بھی ہم کسی وادی میں نیچے اترتے تو ہم اپنی آوازوں کو بلند کر کے اللہ اکبر کہتے، انہوں نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ ہمارے قریب آئے پس فرمایا: اے لوگو! اپنے نفسوں کے اوپر نرمی کرو، تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ کسی غائب کو پکار رہے ہو، تم اس کو پکار رہے ہو جو بہت سننے والا ہے بہت دیکھنے والا ہے، پھر آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تم کو ایک ایسے کلمہ کی تعلیم نہ دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے اور وہ ہے ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ''۔

(صحیح البخاری: ۲۹۹۲، ۴۲۰۵، ۶۳۸۴، ۶۴۰۹، ۶۶۱۰، ۷۳۸۶، صحیح مسلم: ۲۷۰۴، سنن ترمذی: ۳۴۶۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۲۶، مسند احمد: ۱۹۰۲۶)

صحیح البخاری: ٦٦١٠، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان بعینہ حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعثمان النہدی، یہ عبدالرحمن بن مل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوموسیٰ، یہ حضرت عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

یہ حدیث اس سے پہلے کتاب الدعوات میں ''باب الدعاء اذا علا عقبة'' میں گزر چکی ہے، نیز یہ حدیث کتاب الجہاد میں بھی گزر چکی ہے ''باب مایکرہ برفع الصوت بالتکبیر'' میں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی غزاۃ'' یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، اس سے مراد غزوہ خیبر ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''لا نصعد شرفا'' شرف کے معنی بلند جگہ کے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ھی من کنوز الجنة" یعنی ان کلمات کے پڑھنے کا ثواب بہت نفیس ہے اور اس کو خزانہ میں ذخیرہ کیا ہوا ہے جیسا کہ خزانہ میں نفیس چیزوں کو ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ علامہ نووی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے کہ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پڑھنے سے بہت نفیس ثواب حاصل ہوتا ہے جو پڑھنے والے کے لیے جنت میں ذخیرہ کیا ہوا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۸-۲۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۱۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے آہستہ دعا کرنے کا استحباب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اپنے نفسوں پر نرمی کرنے کا حکم بطورِ شفقت دیا۔ اور صحابہ جو بلند آواز سے تکبیر پڑھتے تھے اور جہاد میں جو کوشش کرتے تھے تو ان کا یہ تکبیر پڑھنا اور جہاد میں کوشش کرنا محض ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے، کیونکہ معصیت سے پھرنا اور نیکی کی قوت اس کے سوا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر قادر کر دے اور ان کے دل میں اس کی محبت پیدا کر دے۔ اور بے شک جہاد میں اپنے نفسوں کو تلف کرنا اور بلند آواز سے تکبیرات پڑھنا اس لیے ہے تا کہ ان کو عظیم ثواب حاصل ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کو بھی دعا کہا جاتا ہے، کیونکہ جب صحابہ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا تو آپ نے فرمایا: تم کسی بہرے سے دعا نہیں کر رہے اور نہ کسی غائب کو پکار رہے ہو، پس انہوں نے جو اللہ اکبر کہا اسے اللہ تعالیٰ سے دعا قرار دیا، کیونکہ وہ اس سے یہ ارادہ کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو حق کی شہادت سنائیں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پڑھنے کی فضیلت میں مزید احادیث

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے معلم تھے، سو آپ جب بھی انہیں کسی نیکی کے حال میں دیکھتے تو آپ اس میں اضافہ کو پسند فرماتے، پس جب آپ نے یہ دیکھا کہ صحابہ نے کلمۂ اخلاص اور اللہ اکبر کے پڑھنے میں اپنی آوازوں کو بلند کیا تو آپ نے یہ چاہا کہ وہ اس کے ساتھ یہ ملا لیں کہ وہ از خود برائی سے باز رہنے اور نیکی کو حاصل کرنے سے بری ہیں۔ پس وہ توحید اور تقدیر پر ایمان کو جمع کر لیں اور حدیث میں یہ وارد ہے کہ جب بندہ کہتا ہے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ اسلام لایا اور اس نے میری اطاعت کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: اس حدیث کی امام حاکم نے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سندِ قوی کے ساتھ روایت کی ہے اور ایک روایت میں مذکور ہے: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوہریرہ! کیا میں تم کو جنت کے خزانوں

میں سے کسی خزانہ کی طرف رہنمائی نہ کروں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم کہو "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرا بندہ اسلام لایا اور اس نے میری اطاعت کی"۔ اور ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے "ولا منجا ولاملجا من اللہ الا الیہ" یعنی اللہ سے نجات کی جگہ بھی اسی کی طرف ہے اور اللہ سے پناہ کی جگہ بھی اسی کی طرف ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس رات معراج ہوئی تو آپ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے فرمایا: اے محمد! اپنی امت کو حکم دیں کہ وہ بہ کثرت جنت میں پودے اگائیں۔ انہوں نے پوچھا: جنت کے پودے کیا ہیں؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "لاحول ولاقوۃ الا باللہ"۔ یعنی برے کاموں سے باز رہنا اور نیک کاموں کو کرنا اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۸۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۸۔ بَابٌ: اَلْمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ
معصوم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچائے رکھے

عَاصِمٌ: مَانِعٌ
عاصم: کا معنی ہے: روکنے والا اور منع کرنے والا۔

قَالَ مُجَاهِدٌ: سَدًّا عَنِ الْحَقِّ: يَتَرَدَّدُونَ فِي الضَّلَالَةِ
مجاہد نے کہا: حق سے رکاوٹ کا معنی ہے: وہ لوگ گمراہی میں بھٹکتے ہیں اور متردد رہتے ہیں۔

دَسَّاهَا: أَغْوَاهَا۔
دساھا کا معنی ہے: اس کو گمراہ کردیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا ذکر کیا جائے گا "المعصوم من عصم اللہ" یعنی معصوم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچائے رکھے بایں طور کہ اس کو ہلاکت میں واقع ہونے سے محفوظ رکھے۔ کہا جاتا ہے "عصمہ اللہ من المکروہ" یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو مکروہ سے بچایا اور محفوظ رکھا۔ اور مومنین کی عصمت اور انبیاء علیہم السلام کی عصمت میں یہ فرق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت بطور وجوب ہے اور دیگر یعنی صحابہ اور اولیاء کرام کی عصمت بطور جواز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

عصمت کی تحقیق

عصمت کا لغوی معنی

علامہ محمد بن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

عصمت کا معنی ہے: روک لینا، محفوظ رکھنا۔ عاصم کا معنی ہے: محفوظ رکھنے والا، حمایت کرنے والا۔ اعتصام کا معنی ہے: کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑنا، باز رکھنا۔ (النہایہ ج ۳ ص ۲۴۹، موسسہ مطبوعات، ایران، ۱۳۶۴ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

کلامِ عرب میں عصمت کا معنی ہے روکنا، محفوظ رکھنا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی عصمت کا بندہ سے تعلق ہو تو اس کا معنی ہے: بندہ کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچانا۔ (لسان العرب ج ۱۲ ص ۴۰۳، نشر ادب الحوزۃ، ایران، ۱۴۰۵ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

عصمتِ انبیاء کا معنی یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی ذوات کی خصوصیات کی حفاظت کرنا، پھر ان کی مدد کرنا اور ان کو ثابت قدم رکھنا، پھر ان پر سکینہ نازل کر کے ان کے دلوں کو محفوظ رکھنا اور ان کو توفیق دینا۔ (المفردات ص ۳۳۷، المکتبۃ المرتضویہ، ایران، ۱۳۴۲ھ)

علماء اہل سنت کے نزدیک عصمت کا اصطلاحی معنی

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے، اسی کے قریب یہ تعریف ہے: عصمت اللہ تعالیٰ کا وہ لطف ہے جو بندہ کو اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور برے کاموں سے باز رکھتا ہے۔ اس کے باوجود کہ بندہ کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے۔ اسی لیے امام ابو منصور ماتریدی نے فرمایا: عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی۔

ان تعریفات سے شیعہ اور بعض معتزلہ کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت نفسِ انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کو مکلف کرنا صحیح ہوگا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہوگا۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۰۹، نور محمد اصح المطابع، کراچی)

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ لکھتے ہیں:

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کی مہارت کو عصمت کہتے ہیں۔ (حاشیۃ الخیالی ص ۱۴۶، مطبع یوسفی، لکھنو)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابو منصور نے بیان کیا کہ عصمت سے مکلف ہونا زائل نہیں ہوتا، یہ بات نہیں ہے کہ عصمت سے کسی کے نفسِ شخص یا اس کے ہاتھوں یا اس کی زبان میں کوئی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور محال ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر کسی شخص سے گناہوں کا صدور محال ہو تو اس کو گناہوں کے ترک کرنے کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا جس طرح اندھے کو دیکھنے سے منع نہیں کیا جاتا اور رعشہ والے کو سکون سے منع نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۴۷، مطبع مصطفی البابی و اولادہ، مصر، ۱۳۷۵ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

جمہور اس نظریہ کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنے کسب اور اختیار سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، اس کے برخلاف حسین نجار معتزلی نے یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔

(الشفاء ج ۲ ص ۱۲۵، عبد التواب اکیڈمی، ملتان)

Marfat.com

علماء شیعہ کے نزدیک عصمت کا اصطلاحی معنی

شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے لیے کوئی برا کام کرنا ممکن نہیں ہے، نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد، صغیرہ نہ کبیرہ۔

(التبیان ج ۱ ص ۱۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شیخ نصیر الدین ابوجعفر محمد بن محمد الطوسی متوفی ۶۷۲ھ لکھتے ہیں:

اشاعرہ کے نزدیک عصمت عبادت پر قدرت اور معصیت پر عدمِ قدرت ہے۔ (شرح تجرید ص ۱۰۸)

دراصل یہ نظریہ بعض شیعہ کا ہے جس کو شیخ طوسی نے تلبیس کر کے اشاعرہ کی طرف منسوب کر دیا۔

عصمت انبیاء کے متعلق فقہائے اسلام کے نظریات اور مذاہب

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے متعلق فقہاء اسلام کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

(۱) حشویہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز ہے۔

(۲) اکثر معتزلہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہِ کبیرہ کا صدور جائز نہیں، البتہ عمداً گناہِ صغیرہ کا صدور جائز ہے، البتہ ان صغائر کا صدور جائز نہیں جن سے لوگ متنفر ہوں۔

(۳) جبائی معتزلی کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً کبائر اور صغائر دونوں کا صدور جائز نہیں، البتہ تاویلاً جائز ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام سے بغیر سہو اور خطاء کے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا لیکن ان سے سہو اور خطاء پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔ یہ بعض شوافع کا مذہب ہے۔

(۵) رافضیوں کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کسی گناہ کا صدور جائز نہیں ہوتا، صغیرہ نہ کبیرہ، سہواً نہ عمداً، تاویلاً نہ خطاءً۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۰۱، دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

عصمتِ انبیاء کے متعلق محققین کا مذہب

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، کبیرہ نہ صغیرہ۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۰۱، دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلانِ نبوت کے بعد گناہِ کبیرہ مطلقاً نہیں کرتے اور صغائر عمداً نہیں کرتے، البتہ ان سے سہواً صغیرہ کا صدور ہو جاتا ہے لیکن وہ اس پر اصرار نہیں کرتے اور نہ وہ اس پر برقرار رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو تنبیہ کی جاتی ہے اور وہ متنبہ ہو جاتے ہیں۔ (شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹۳، دار المعارف النعمانیہ، ۱۴۰۱ھ)

Marfat.com

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:-
ان شاء اللہ صحیح مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر عیب سے منزہ ہیں اور ہر اس چیز سے معصوم ہیں جس سے گناہ کا شک پیدا ہو۔
(الشفاء ج ۲ ص ۱۲۸، عبدالتواب اکیڈمی، ملتان)

معصوم اور محفوظ میں فرق

دوسری اہم بحث یہ ہے کہ صحابہ کرام اور اولیاء اللہ ہمارے نزدیک معصوم نہیں ہیں بلکہ محفوظ ہیں، تو یہ جاننا ضروری ہے کہ معصوم اور محفوظ میں فرق کیا ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے عصمت کا ثبوت واجب ہے یا اس کا ثبوت قطعی ہے اور خلفائے راشدین اور دیگر اکابر صحابہ کے لیے عصمت کا ثبوت واجب نہیں ہے، یا ظنی الثبوت ہے اس لیے اس کو عصمت کی بجائے حفاظت سے تعبیر کرتے ہیں۔
حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:
ہمارے نبی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی عصمت یہ ہے کہ وہ نقائص سے محفوظ ہوں اور کمالاتِ نفیسہ، نصرتِ الٰہی، ثابت قدمی اور انزالِ سکینہ کے ساتھ مخصوص ہوں، انبیاء اور غیر انبیاء میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے عصمت کا ثبوت واجب ہے (کیونکہ یہ قطعی الثبوت ہے) اور غیر انبیاء کے حق میں جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۰۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ ھ)

ملائکہ کی عصمت کا بیان

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی ۷۹۱ ھ لکھتے ہیں:
جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ ملائکہ اجسامِ لطیفہ ہیں جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور مشکل کاموں کی طاقت رکھتے ہیں، وہ عباد مکرمون ہیں، ہمیشہ اطاعت اور عبادت کرتے ہیں اور تذکیر و تانیث کے ساتھ متصف نہیں ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان ان کی عصمت میں اختلاف ہے۔ جو علماء عصمتِ ملائکہ کے قائل ہیں ان کا استدلال ان آیات سے ہے:

وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ (النحل: ۴۹۔۵۰)

وہ فرشتے تکبر نہیں کرتے O وہ اپنے اوپر اپنے رب (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں اور جس کام کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں O

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿٢٠﴾ (الانبیاء: ۱۹۔۲۰)

وہ اس کی عبادت کرنے سے سرکشی نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں O رات اور دن اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، (اور ذرا) سستی نہیں کرتے O

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر دلائل

انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں:
(۱) اگر انبیاء علیہم السلام سے العیاذ باللہ گناہ صادر ہوں تو ان کی اتباع حرام ہے حالانکہ ان کی اتباع کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کا

Marfat.com

ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ (آل عمران:۳۱)

آپ کہیے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

(۲) اگر نبی سے گناہ صادر ہوں تو ان کو العیاذ باللہ ملامت کرنا جائز ہوگا، اور اس سے نبی کو ایذاء پہنچے گی اور انبیاء علیہم السلام کو ایذاء پہنچانا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے۔

(۳) انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ۝ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ (ص:۴۵-۴۶)

ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجیے جو قوت اور نگاہِ بصیرت والے ہیں O ہم نے ان کو مخلص کر دیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مخلصین کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۝ (ص:۸۲-۸۳)

ابلیس نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کردوں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے مخلص ہیں O

(۴) گناہ گار لائق مذمت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی عزت افزائی فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ۝ (ص:۴۷)

اور بے شک وہ (سب) ہماری بارگاہ میں ضرور برگزیدہ بندوں میں سے ہیں O

(۵) انبیاء علیہم السلام لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں، اگر بالفرض وہ خود گناہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (صف:۳)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی کا موجب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے O

حالانکہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے راضی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن:۲۶-۲۷)

وہ عالم الغیب ہے تو وہ اپنے غیب کو کسی پر (بذریعہ وحی) ظاہر نہیں فرماتا O سوا ان کے جن سے وہ راضی ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اس آیت میں واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے راضی ہے اور نیکی کا حکم دے کر خود عمل نہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے۔

(۶) انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے تو انبیاء علیہم السلام سے بطریق اولیٰ گناہ صادر نہیں ہوتے، فرشتوں سے افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ فرشتے عالمین میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تمام عالمین پر فضیلت عطا فرمائی

Marfat.com

ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے O

(۷) اگر انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو ہم پر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا واجب ہوگا، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی اتباع کرنا واجب ہے اور دوسرے دلائل سے ہم پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا حرام ہے، سو لازم آئے گا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں بھی اور نہ بھی کریں، اور یہ اجتماع نقیضین ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو ہمارے اعمال کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے اور بہترین نمونہ تبھی ہوگا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بہترین نیک اعمال پر مشتمل ہو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب: ۲۱)

بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات کا اجمالی جواب

قرآن مجید اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے بعض ایسے افعال صادر ہوئے جو بہ ظاہر گناہ تھے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوعہ سے کھانا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک قبطی کو گھونسا مار کر مار ڈالنا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین ظاہری جھوٹ بولنا، اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام پر بھی اعتراضات ہیں۔

ان سب کا جواب یہ ہے کہ یہ امور انبیاء علیہم السلام سے بطور اجتہاد صادر ہوئے یا انہوں نے بھول کر ایسے کام کیے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا قصد نہیں کیا۔ اور یہ امور حقیقتاً گناہ اور معصیت نہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت کا بیان

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ آپ سے مطلقاً گناہوں کا صدور نہیں ہوا، کبیرہ نہ صغیرہ، بعثت سے پہلے نہ بعثت کے بعد، سہواً نہ عمداً، صورتاً نہ حقیقتاً۔ البتہ حکمتِ تبلیغ اور احکام کی مشروعیت بیان کرنے کے لیے آپ سے بہ ظاہر بعض ایسے کاموں کا صدور ہوا جو فی نفسہٖ خلافِ اولیٰ یا مکروہِ تنزیہی ہیں۔ مثلاً آپ نے زم زم کا پانی کھڑے ہو کر پیا اور بعض کاموں سے آپ نے منع فرمایا اور پھر ان کاموں کو کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ کام فی نفسہٖ جائز ہیں حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہیں، مثلاً آپ نے فصد لگانے کی اجرت دینے سے منع فرمایا اور آپ نے خود فصد لگوا کر اس کی اجرت عطا فرمائی۔ ہر چند کہ اگر آپ خود عمل نہ کرتے اور ان کاموں کا صرف جائز ہونا بتا دیتے تب بھی مسئلہ معلوم ہو جاتا لیکن آپ نے اس لیے ان کاموں کو کیا تاکہ امت کو آپ کی اقتداء کا شرف حاصل ہو جائے اور ہر کام کے لیے آپ کا نمونہ مہیا ہو جائے۔ لیکن ان کاموں کا کرنا کسی قسم کا گناہ نہیں ہے صورتاً نہ حقیقتاً، کیونکہ مکروہِ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کا ارتکاب نہ کبیرہ گناہ ہوتا ہے نہ صغیرہ۔ اور چونکہ احکام شرعیہ کی تعلیم اور مسائل کا جواز یا عدمِ جواز بیان کرنا فرائضِ نبوت سے ہے، اس لیے ان کاموں پر بھی آپ کو وہی اجر و ثواب ملے گا جو فرض پر عمل کرنے کا اجر و ثواب ہوتا ہے۔ اور یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جن کاموں کو خلافِ اولیٰ یا مکروہِ تنزیہی کہا جاتا ہے، ان کا خلاف

Marfat.com

اولیٰ یا مکروہِ تنزیہی ہونا امت کے اعتبار سے ہے، یعنی اگر امت ان کاموں کو کرے تو وہ کام مکروہِ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کہلائیں گے اور آپ نے جو ان کاموں کو کیا تو آپ کے اعتبار سے وہ کام مکروہِ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ نہیں ہیں بلکہ ان کاموں کو کر کے ان کا جواز بیان کرنا اور امت کو شرف بالاقتداء کا موقع فراہم کرنا اور ہر عمل کے لیے اسوہ اور نمونہ مہیا کرنا فرائضِ نبوت و رسالت سے ہے اور آپ کو ان کاموں کے کرنے پر فرض کا اجر و ثواب ملے گا۔

یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی کام صورتاً بھی گناہ نہیں ہے، کیونکہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ قصد اور ارادہ سے حرام یا مکروہِ تحریمی کا ارتکاب کیا جائے یا قصداً فرض یا واجب کو ترک کیا جائے۔ آپ نے کسی فرض یا واجب کو ترک کیا نہ حرام یا مکروہِ تحریمی کا ارتکاب کیا قصداً نہ سہواً، اس لیے آپ کا کوئی فعل حقیقتاً گناہ ہے نہ صورتاً۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات اجتہادی خطا بھی ہوئی لیکن اس اجتہادی خطاء کے نتیجہ میں بھی زیادہ سے زیادہ بہ ظاہر خلافِ اولیٰ یا خلافِ افضل کام کا صدور ہوا، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (التوبہ: ۴۳)

اللہ آپ کو معاف فرمائے، آپ نے انہیں (غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی) کیوں اجازت دے دی (اگر آپ اجازت نہ دیتے) تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ (عذر پیش کرنے میں) سچے کون ہیں اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے O

غزوۂ تبوک بہت مشکل اور دشوار تھا، تبوک کا سفر بہت دور تھا اور مسلمانوں کے پاس خوراک کی کمی اور جنگ کے ساز و سامان کی بہت قلت تھی۔ اس غزوہ میں منافقین آپ کے ساتھ نہیں گئے، بعض منافقین نے تو بعد میں جھوٹے حیلے بہانے کر لیے اور قسمیں کھائیں کہ وہ اس سفر میں جانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اور بعض نے آپ سے اس غزوہ میں نہ جانے کی پیشگی اجازت حاصل کر لی تھی۔

منکرین عصمت نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی سے ان منافقین کو اجازت دے دی تھی اور آپ کا یہ فعل گناہ تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس پر آپ کی گرفت کی۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل گناہ اس وقت ہوتا جب پہلے آپ کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کو اجازت دینے سے منع کیا ہوتا، اور آپ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود ان کو اجازت دے دیتے اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اس سے منع نہیں کیا تھا تو یہ گناہ کیسے ہو گیا؟ جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کوئی نص نہ ہو اس کا کرنا یا نہ کرنا آپ کی صوابدید اور اجتہاد پر موقوف ہوتا ہے اور بعد میں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ آپ کے اجتہاد کی تائید فرما دیتا ہے یا اجتہادی خطاء پر تنبیہ فرما دیتا ہے، اس لیے آپ کا غزوۂ تبوک میں منافقین کو نہ جانے کی اجازت دینا یہ اجتہادی خطاء ہے اور زیادہ سے زیادہ ترکِ اولیٰ ہے۔ اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا اور اللہ تعالیٰ کا آپ سے کمالِ محبت یہ ہے کہ "عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ" پہلے فرمایا اور اجتہادی خطاء پر تنبیہ بعد میں فرمائی۔

نیز محاوراتِ عرب میں "عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ" ایک محبت آمیز کلمہ ہے، اس کا محلِ استعمال یہ نہیں ہے کہ کسی نے کوئی جرم کیا ہو اور اس کی معافی کے اظہار کے لیے "عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ" کہا جائے۔

امام رازی، علامہ قرطبی اور علامہ آلوسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اجازت دینے کو اجتہادی خطاء اور ترکِ افضل پر

Marfat.com

محمول کیا ہے اور "عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ" کے متعلق یہ لکھا ہے کہ یہ کلمہ ثنا ہے۔
تنبیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ بعض اوقات آپ سے اجتہادی خطاء واقع ہو جاتی تھی، اس کے صرف دو واقعات ہیں:
ایک تو غزوۂ تبوک میں منافقین کو تبوک میں نہ جانے کی اجازت دینے کا واقعہ ہے۔
دوسرا واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لینے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ سب آپ کے قبیلہ کے لوگ اور آپ کے رشتہ دار ہیں، ہوسکتا ہے یہ اسلام لے آئیں یا ان کے بعد ان کی نسل سے ان کی اولاد اسلام لے آئے تو آپ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ یارسول اللہ! یہ اسلام کے دشمن ہیں ان کو آپ قتل کر دیں۔
تاہم اللہ تعالیٰ نے بعد میں ایک آیت نازل فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو ان سے فدیہ لے کر انہیں نہیں چھوڑنا چاہیے تھا، وہ آیت درج ذیل ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (الانفال: ٦٧-٦٨)

کسی نبی کی شان کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح کافروں کا خون بہا دیں، تم لوگ (اپنے لیے) دنیا کا مال چاہتے ہو، اور اللہ تعالیٰ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے، اور اللہ بڑا غالب بہت حکم والا ہے O اگر پہلے سے اللہ کی طرف سے (معافی کا حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم نے (کافروں سے) جو (فدیہ کا مال) لیا تھا اس میں تمہیں ضرور بڑا عذاب پہنچتا O

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کو قید کرنا جائز ہے بشرطیکہ پہلے ان کا خون بہا دیا جائے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگِ بدر کے دن صحابہ نے ستر کافروں کو قتل کیا تھا اور اب خون بہانے کو یہ لازم نہیں ہے کہ تمام کافروں کو قتل کر دیا جائے، سو کفار کو قتل کرنے کے بعد ان کو قید کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیسے ہوسکتی ہے جب کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ڎ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً۔ (محمد: ٤)

پس جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو (ان کی) گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم اچھی طرح ان کا خون بہا چکو تو (قیدیوں کو) مضبوط باندھ لو، پھر ان کو محض احسان کر کے رہا کر دو یا فدیہ لے کر۔

اگر یہ سوال ہو کہ جب صحابہ نے جائز کام کیا تھا تو پھر اس آیت میں یہ کیوں فرمایا "اگر پہلے سے ان کی معافی کا حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان کے فدیہ لینے پر ان کو عذاب پہنچتا؟"
امام رازی اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ زمین میں اچھی طرح خون بہانے کے بعد کافروں کو قید کیا جا سکتا ہے اور کفار کو قتل کرنے کی کوئی مقدار نہیں بتائی گئی اس لیے یہ مسئلہ اجتہادی کی طرف راجع ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظنِ غالب یہ تھا کہ ستر افراد کو قتل کر دیا گیا ہے اس سے زمین میں خون بہانے کا منشا پورا ہو گیا، جب کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابھی اس قدر خون ریزی نہیں ہوئی تھی، سو جس معاملہ میں کوئی صریح نص نہیں تھی اس میں آپ نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں خطاء واقع ہوئی اور اجتہادی خطاء گناہ یا معصیت نہیں ہے، اس میں آپ معذور ہیں بلکہ ماجور ہیں۔(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۸۷۔۳۸۸، دارالفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

نیز الانفال:۶۷ میں ارشاد ہے: "تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ" (یعنی تم لوگ اپنے لیے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لیے آخرت کا ارادہ فرماتا ہے)۔اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت ہے جنہوں نے مالِ دنیا کی طمع کی وجہ سے فدیہ کی رائے دی تھی اور فدیہ لینے پر جو عذاب دینے کا ذکر ہے وہ بھی ان ہی سے متعلق ہے۔اور مسند احمد کی روایت میں جو مذکور ہے کہ جب صحابہ نے فدیہ لے لیا تو یہ آیت نازل ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے رونے کا سبب بتائیے تا کہ میں بھی روؤں، ورنہ رونے کی شکل بنالوں، آپ نے فرمایا: مجھ پر ان لوگوں کا (فدیہ لینے والوں کا) عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت کے قریب ہی ایک درخت تھا کہ قریب پہنچ گیا، اگر آسمان سے یہ عذاب آتا تو عمر اور سعد بن معاذ (انہوں نے بھی قتل کا مشورہ دیا تھا) کے سوا فدیہ لینے والوں میں سے کوئی بھی نہ بچتا۔(مسند احمد: ج ۱ ص ۳۱، دارالفکر، بیروت)

سو مسند احمد کی یہ روایت بھی ان ہی لوگوں سے متعلق ہے جنہوں نے مالِ دنیا کی طلب کی وجہ سے فدیہ لینے کی رائے دی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا وہ دنیا کی وجہ سے نہیں بلکہ آخرت کی وجہ سے دیا تھا۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وجہ سے اس مشورہ کو قبول کیا تھا۔سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر اور دوسرے آخرت کا ارادہ کرنے والے صحابہ کا اس عذاب کی وعید سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس وعید کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے مالِ دنیاوی کی طمع سے فدیہ کی رائے دی ہے اور شاید یہ وہ لوگ ہوں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

الحمد للہ رب العالمین! ہم نے عصمت کی تحقیق میں، عصمت کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیا، اور عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے متعلق فقہاءِ اسلام کے نظریات بیان کئے اور انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر جو اعتراض ہو سکتے ہیں ان کے جوابات دیئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معصوم ہونے کا معنی بیان کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت پر جو ظاہری اجتہادی خطاء سے اعتراض ہو سکتے تھے ان کے جوابات لکھے۔اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے موافقین کے لیے اسلام پر استقامت کا سبب بنائے اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے۔آمین یا رب العالمین۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا ہے: "عاصم" کا معنی ہے: "مانع"۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ۔(ہود: ۴۳) آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے سوا اس کے جس

پر (خود) اللہ رحم فرمائے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس آیت میں "عاصم" کا معنی ہے: اللہ کے عذاب کو روکنے والا اور اس کے عذاب کو منع کرنے والا۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد نے کہا: "سداعن الحق" اس کا معنی ہے: وہ گمراہی میں متردد رہتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَكَ سُدًی ﴿۳۶﴾ (القیامۃ:۳۶) کیا انسان نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اس کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟○

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ یہ لفظ "سُدًّا" ہے (یعنی دال پر تشدید اور اس کے بعد الف ہے) اور امام ابن ابی حاتم نے اس کو از ورقاء از ابن نجیح درج ذیل آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے:

وَ جَعَلۡنَا مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ سَدًّا وَّ مِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَیۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۹﴾ (یٰس:۹) ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کر دی اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر دی، سو ہم نے ان کو ڈھانپ لیا، پس وہ (کچھ) نہیں دیکھتے○

ابن ابی حاتم نے کہا کہ حق کے سامنے ان کے لیے ایک دیوار کھڑی کر دی۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: اور میں نے صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں دیکھا یہ لفظ "سُدًی" ہے (یعنی دال مخفف اور الف مقصور ہے)۔ علامہ کرمانی کی شرح بھی اسی کے مطابق ہے۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: اور میں نے صحیح البخاری کے کسی نسخہ میں صرف اسی کو دیکھا ہے جس کو میں نے وارد کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا کلام ختم ہوا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۹۰، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر اعتراض

علامہ عینی لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت کا آخر، اول کے خلاف ہے، کیونکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ میں نے صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں "سُدًی" دال کی تخفیف کے ساتھ دیکھا ہے، پھر یہ بھی کہا ہے کہ میں نے صحیح البخاری کے نسخہ میں صرف اسی کو دیکھا ہے جس کو میں نے وارد کیا ہے یعنی "سُدًّا" دال کی تشدید کے ساتھ۔ اس کے باوجود حافظ ابن حجر عسقلانی صحیح البخاری کے تمام نسخوں پر مطلع نہیں ہیں اور ان کا کلام بھی اسی صورت پر متصور ہے کہ انہوں نے اپنے شہر کے نسخوں کو دیکھا، لیکن صحیح البخاری کے وہ نسخے جو کرمان میں، بلخ میں اور خراسان میں ہے، پس کیسے متصور کیا جائے گا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کو ان نسخوں پر بھی اطلاع ہو گئی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں نے یہ کہا تھا کہ علامہ کرمانی نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے یہ نہیں دیکھا ''اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى'' (القیامۃ: ۳۶)، یعنی انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اس کو مہمل چھوڑ دیا جائے گا اور وہ گمراہی میں متردد رہے گا۔ لیکن جس کے متعلق انہوں نے ذکر کیا ہے، اس کو انہوں نے بعض نسخوں میں دیکھا ہے وہ صرف لفظ ''سدی'' ہے جس میں یاء پر تخفیف ہے اور آخر میں یاء ہے، پس تناقض کہاں ہے؟ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۳۳، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

امام بخاری نے تیسری تعلیق میں لکھا ہے: ''دساھا'' کا معنی ہے: ''اغواھا'' یعنی اس کو گمراہ کر دیا۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴿۱۰﴾ (الشمس: ۱۰) اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیا O

امام ترمذی نے سندِ صحیح کے ساتھ از مجاہد اور سعید بن جبیر ''دَسّٰهَا'' کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ ان دونوں میں سے ایک نے کہا: ''دَسّٰهَا'' کا معنی ہے ''اغواھا'' (یعنی اس کو غوی کر دیا)۔ اور دوسرے نے کہا: اس کا معنی ہے ''اضلھا''۔ (یعنی اس کو گمراہ کر دیا۔)

علامہ کرمانی نے کہا: ان دونوں آیتوں کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ گناہوں اور برے کاموں سے نہ بچائے، یا تو وہ لغو اور بے فائدہ ہوگا اور یا گمراہ ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس تیسری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تفسیر کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت ''دَسّٰهَا'' کے فاعل سے اخذ کی جائے گی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ''دَسّٰهَا'' کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے، یعنی وہ صاحب نفس کامیاب ہو گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کر دیا اور وہ صاحب نفس ناکام ہو گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے بے راہ کر دیا۔ اور دوسرے لوگوں نے کہا: اس کا فاعل صاحب النفس ہے، یعنی جب صاحب نفس نے اطاعت کے فعل کیے تو اس نے اپنے نفس کو پاکیزہ کر دیا اور جب اس نے نافرمانیوں کے فعل کیے تو اس نے اپنے نفس کو بے راہ کر دیا اور پہلی تفسیر باب کے عنوان کے مناسب ہے۔ اور علامہ کرمانی نے کہا: دونوں تفسیروں کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ برائیوں اور گناہوں سے نہ بچائے تو وہ لغو اور بے کار ہوگا اور وہ بے راہ ہوگا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۹۰، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۶۱۱- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا اسْتُخْلِفَ خَلِيفَةٌ إِلَّا لَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْخَيْرِ وَتَحُضُّهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ از

Marfat.com

عَلَيْهِ وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ وَالْمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ۔

(صحیح البخاری: ۷۱۹۸، سنن نسائی: ۴۲۰۲، مسند احمد: ۱۰۹۴۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس شخص کو بھی خلیفہ بنایا جاتا ہے اس کے دومشورہ دینے والے ہوتے ہیں، ایک مشیر اس کو نیکی کا مشورہ دیتا ہے اور نیکی پر برانگیختہ کرتا ہے اور دوسرا مشیر اس کو برائی کا حکم دیتا ہے اور برائی پر برانگیختہ کرتا ہے اور معصوم وہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ برائی سے بچائے رکھے۔

صحیح البخاری: ۶۶۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخری حصہ میں ہے، کیونکہ آخری حصہ میں مذکور ہے "معصوم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ برائی سے بچائے رکھے" اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، یہ ابن یزید ایلی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الزہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بطانتان" یہ "بطانة" کا تثنیہ ہے اور بطانة کا لغوی معنی ہے: داخلی معاملات کو جاننے والے اور یہاں مراد ہے مشاور، اور یہ اسم جنس ہے جو واحد اور جمع دونوں کو شامل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یحضه" اس کا معنی ہے "یحضه" یعنی اس کو برانگیختہ کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وبطانة تامرہ بالشر" علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ تامرہ کے لفظ میں یہ دلیل ہے کہ امر اور حکم دینے میں علو کی اور استعلاء کی شرط نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابٌ: وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (الانبیاء: ۹۵)

اور جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں ان کا حق کو قبول کرنا محال ہے O

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ (ہود: ۳۶)

اور نوح (علیہ السلام) کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کی قوم میں سے صرف وہی لوگ ایمان لانے والے تھے جو پہلے ایمان لا چکے ہیں O

وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (نوح: ۲۷)

اور ان سے صرف بدکار کافر پیدا ہوں گے۔

Marfat.com

وَقَالَ مَنْصُوْرُ بْنُ النُّعْمَانِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: وَحِرْمٌ بِالْحَبَشِيَّةِ وَجَبَ۔ اور منصور بن نعمان نے کہا از عکرمہ از ابن عباس کہ ''حِرْمٌ'' کا حبشی زبان میں معنی ہے ''واجب ہے''۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے: امام بخاری نے جو ان آیات کو عنوان کے بعد ذکر کیا ہے اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ ایمان اور کفر اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں اور ابوذر کی روایت میں ہے ''حَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۔۔۔۔۔ الآیۃ'' اور دوسروں کی روایت میں ہے ''وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۔۔۔۔۔ الآیۃ'' اور یہ دونوں قراءتیں مشہور ہیں۔ پس اہل حجاز، بصرہ اور شام نے پڑھا ''حرام'' اور اہل کوفہ نے پڑھا ''حِرْم''۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا ہے کہ منصور بن نعمان نے کہا از عکرمہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ''حِرْمٌ'' کا معنی حبشی زبان میں ہے ''وجب''۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس تعلیق میں منصور بن نعمان الیشکری البصری کا ذکر ہے، یہ مرو میں رہے اور پھر بخارا میں رہے۔ اور صحیح البخاری میں ان کی صرف اسی جگہ روایت ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: منصور بن نعمان تمام نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے لیکن علماء نے بیان کیا کہ ان کا صحیح نام منصور بن المعتمر السلمی الکوفی ہے اور اس تعلیق کو امام ابوجعفر نے از ابن قہزاد از ابی عوانہ روایت کیا ہے، اسی طرح صاحب التلویح یعنی علامہ مغلطائی حنفی متوفی ۷۶۲ھ نے کہا ہے اور ان کی اتباع صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ، نے کی ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: میں ابوجعفر طبری کی تفسیر میں اس تعلیق پر واقف نہیں ہوا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۹۱، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری میں اصل اور مکمل عبارت

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

میں اس تعلیق پر موصولاً واقف نہیں ہوا۔ اور میں نے علامہ مغلطائی کی عبارت میں پڑھا اور اس کی اتباع ہمارے شیخ ابن ملقن اور دیگر شارحین نے کی ہے، پس انہوں نے کہا کہ امام ابوجعفر نے از ابن قہزاد از ابی عوانہ ان سے روایت کی ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: میں امام ابوجعفر طبری کی تفسیر میں اس پر واقف نہیں ہوا اور یہ تعلیق ابوجعفر طبری کی تفسیر میں ہے اور عبد بن حمید کی تفسیر میں ہے اور ابن ابی حاتم کی تفسیر میں ہے اور ان سب نے از داؤد بن ابی ہند از عکرمہ از حضرت ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں اس تعلیق کی روایت کی ہے: ''وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝'' (الانبیاء: ۹۵)، حضرت ابن

Marfat.com

عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا معنی ہے ”وجب“۔
اور از طریق سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ”حرام“ کا معنی ہے ”عزم“۔
اور از عطاء از عکرمہ روایت ہے ”حرام“ کا معنی حبشی زبان میں ہے ”وجب“۔ اور پہلی سند کے ساتھ یہ قول ہے ”انہم لا یرجعون“ یعنی ان میں سے کوئی توبہ کرنے والا توبہ نہیں کرے گا۔ امام طبری نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ ان سب کو ہلاک کر دیا گیا کیونکہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، پس وہ کفر سے رجوع نہیں کریں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے کہ یہ کفار جو ہلاک ہو گئے ان پر محال ہے بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں لوٹیں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں اور یہ جگہ ان سب کا احاطہ کرنے کی نہیں ہے۔ اور پہلا قول زیادہ قوی ہے اور امام بخاری کی اس باب کے عنوان میں وہی مراد ہے۔ اور اسی کے مطابق امام بخاری نے آثار اور حدیث کی روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۹۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت پر اعتراض

علامہ عینی لکھتے ہیں:
یہ محض طعن اور تشنیع ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا اس پر واقف نہ ہونا (کہ یہ تعلیق تفسیر طبری میں مذکور ہے) اس کو مستلزم نہیں ہے کہ دوسرے اس پر واقف نہ ہوئے ہوں۔ اور تفسیر طبری کے نسخے بہت زیادہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
علامہ عینی کا یہ دعویٰ کرنا باطل ہے کہ تفسیر طبری کے نسخے بہت زیادہ ہیں، کیونکہ دیارِ مصریہ میں بعد بحث اور تتبع کے ہمارے علم میں تفسیر طبری کا صرف ایک کامل نسخہ ہے اور ان دیار میں دو نسخے ناقص ہیں اور بعض لوگوں کے ہاتھوں میں اس کے اجزائے متفرقہ ہیں اور علامہ عینی کا یہ دعویٰ کرنا بھی باطل ہے کہ اس میں زیادتی اور کمی کا اختلاف ہے۔ واللہ المستعان
(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۳۳۔ ۴۳۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں:
امام بخاری نے کہا: ”حِرْمٌ“ کا معنی حبشی زبان میں ہے ”وجب“۔
یعنی لغتِ حبشیہ میں ”حِرْمٌ“ کا معنی ”وَجَبَ“ ہے۔ اور عکرمہ کے علاوہ دوسروں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ان کفار پر واجب ہے کہ وہ توبہ نہیں کریں گے۔ اور یہ اللہ عزوجل کی اس آیت کی تفسیر میں ہے:

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ اور جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں ان کا حق کو قبول کرنا محال ہے O (الانبیاء: ۹۵)

اور امام ابو عبیدہ سے منقول ہے کہ اس آیت میں ”لا“ زائد ہے اور وہ اس طرف گئے ہیں کہ یہاں پر ”حرام“ اپنے معنی میں ہے۔ اور بصریوں نے اس آیت میں ”لا“ کے زائد ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے کہ ان کے کسی عمل کا مقبول ہونا حرام ہے، کیونکہ وہ رجوع نہیں کریں گے یعنی توبہ نہیں کریں گے۔ اسی طرح الزجاج نے کہا ہے۔ اور ایک اور قول

Marfat.com

یہ ہے کہ "الحرام" کا معنی ہے "الممنوع"۔ پس اس آیت کا معنی ہے: ان پر دنیا میں لوٹنے کو حرام کر دیا گیا ہے۔ اور المہلب نے کہا: ان پر واجب ہے کہ وہ توبہ نہ کریں۔ "حِرۡمٌ" اور "حَرَامٌ" کا ایک معنی ہے۔ اور اصل میں اس کا معنی یوں ہے کہ جس بستی کو ہم نے ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا اس کا کفر سے توبہ کرنا اور رجوع کرنا حرام ہے اور یہ اس آیت کی مثل ہے:

وَاُوۡحِیَ اِلٰی نُوۡحٍ اَنَّهٗ لَنۡ یُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِكَ اِلَّا مَنۡ قَدۡ اٰمَنَ۔ (ہود: ۳۶)

اور نوح (علیہ السلام) کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کی قوم میں سے صرف وہی لوگ ایمان لانے والے تھے جو پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

یعنی قوم نوح کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ چیز مقدم ہے کہ ان میں سے کوئی اور ہرگز ایمان نہیں لائے گا سوا ان کے جو پہلے ایمان لا چکے ہیں، اسی لیے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی:

وَقَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡكٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَكَ وَلَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ (نوح: ۲۷-۲۶)

اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ ۝ بے شک اگر تو نے انہیں چھوڑا تو یہ تیرے بندوں کو گم راہ کریں گے اور ان سے صرف بدکار کافر پیدا ہوں گے ۝

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ ایمان کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۰-۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۱۲- حَدَّثَنِیۡ مَحۡمُوۡدُ بۡنُ غَیۡلَانَ حَدَّثَنَا عَبۡدُ الرَّزَّاقِ أَخۡبَرَنَا مَعۡمَرٌ عَنِ ابۡنِ طَاوُسٍ عَنۡ أَبِیۡهِ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَیۡتُ شَیۡئًا أَشۡبَهَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ أَبُوۡ هُرَیۡرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَی ابۡنِ آدَمَ حَظَّهٗ مِنَ الزِّنَا أَدۡرَكَ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ فَزِنَا الۡعَیۡنِ النَّظَرُ وَزِنَا اللِّسَانِ الۡمَنۡطِقُ وَالنَّفۡسُ تَمَنّٰی وَتَشۡتَهِیۡ وَالۡفَرۡجُ یُصَدِّقُ ذٰلِكَ أَوۡ یُكَذِّبُهٗ وَقَالَ شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرۡقَاءُ عَنِ ابۡنِ طَاوُسٍ عَنۡ أَبِیۡهِ عَنۡ أَبِیۡ هُرَیۡرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا کہ قرآن مجید میں جو "لمم" (چھوٹے چھوٹے گناہ) کا لفظ ہے، تو میں "لمم" کے مشابہ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں جانتا جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جس کو وہ لامحالہ پائے گا۔ پس آنکھ کا زنا (اجنبی عورت) کو دیکھنا ہے، اور زبان کا زنا (اجنبی عورت سے) باتیں کرنا ہے، اور نفس تمنا کرتا ہے اور شہوت کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا اس کی تکذیب کر دیتی ہے۔ شبابہ نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح البخاری: ۶۲۴۳، ۶۶۱۲، صحیح مسلم: ۲۶۵۷، سنن ابوداؤد: ۲۱۵۲، مسند احمد: ۷۶۶۲)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۶۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ان آیات سے ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی ازل میں لکھی ہوئی تقدیر سے خارج نہیں ہے۔ اسی طرح اس باب کی حدیث ہے کہ زنا اور اس کے محرکات یہ سب بندہ کے متعلق لکھے ہوئے ہیں اور ازل میں جو تقدیر لکھی ہوئی ہے اس سے یہ خارج نہیں ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن غیلان، (غَیلان میں غین پر زبر ہے اور یاء پر جزم ہے)۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرزاق، یہ ابن ہمام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن طاؤس کا ذکر ہے، اور وہ عبداللہ ہیں جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں نے کسی چیز کو ''لمم'' سے زیادہ مشابہ نہیں پایا۔

''لمم'' میں لام اور میم دونوں پر زبر ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں۔ اور اس کی اصل یہ ہے کہ انسان کے دل میں جو نفس کی شہوات واقع ہوتی ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ اجنبی عورتوں کو دیکھنا اور اجنبی عورتوں سے باتیں کرنا یہ بھی ''لمم'' ہیں یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ یہ معاف ہیں۔ اور اللہ کی کتاب میں ان کے استثناء کا ذکر ہے اور وہ یہ آیت ہے:

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ (النجم: ۳۲) جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، ماسوا چھوٹے چھوٹے گناہوں کے۔

اجنبی عورتوں سے گفتگو اور ان کے دیکھنے کو زنا قرار دیا، کیونکہ ان سے باتیں کرنا اور ان کو دیکھنا زنا کے محرکات سے ہے۔ اور اس کی حقیقت فرج میں دخول ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ ''لمم'' کا معنی ہے کہ وہ گناہوں سے توبہ کرے اور دوبارہ ان گناہوں کو نہ کرے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ ''جو بھی زنا سے کم درجہ کا گناہ ہو وہ ''لمم'' ہے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس آنکھ کا زنا دیکھنا ہے''۔ یعنی اجنبی عورت کی طرف دیکھنا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دونوں آنکھیں نظر سے زنا کرتی ہیں اور دونوں ہونٹ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا اجنبی عورت کو بوسا دینا ہے اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (اجنبی عورت کو) چھونا ہے اور دونوں پیر زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (اجنبی عورت کی طرف) چل کر جانا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ان چیزوں کو زنا فرمایا ہے کیونکہ یہ چیزیں زنا کرنے کی محرکات ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ”اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے اور تکذیب کرتی ہے“۔ یعنی جب انسان نے کسی اجنبی عورت کو دیکھا اور اس سے زنا کرنے کی تمنا کی اور وہ زنا کرنے پر قادر ہوا تو اس کی شرمگاہ اس کے زنا کرنے کی تصدیق کر دیتی ہے اور اگر وہ اس سے باز آیا اور اپنے رب سے ڈرا تو اس کی شرمگاہ اس زنا کی تکذیب کر دیتی ہے اور اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ تصدیق اور تکذیب کرنا تو خبر کی صفت ہے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ تصدیق اور تکذیب کا یہاں پر اطلاق بر بناء تشبیہ ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے ”شبابہ نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از ابن عباس از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم“۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: ”شَبَابہ“ میں شین پر زبر ہے اور پہلی باء مشدد نہیں ہے اور یہ ابن سوار الفزاری ہیں، ان سے محمود نے روایت کی ہے اور ورقاء ”الاورق“ کی تانیث ہے، یہ ابن عمر الخوارزمی ہیں جو مدینہ میں رہتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ طاؤس نے یہ قصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی سنا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی سنا ہے۔ اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سننے کے بعد اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ اس تعلیق کی صاحب تلویح (علامہ مغلطائی حنفی متوفی ۷۶۲ھ) نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے، پس انہوں نے کہا: ہم نے اس حدیث کی روایت امام طبرانی کی المعجم الاوسط میں دیکھی ہے، پس انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنادی نے حدیث بیان کی، پھر اس تعلیق کا ذکر کیا۔ اور علامہ مغلطائی کی اتباع صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے بھی کی ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: میں نے المعجم الاوسط کا مطالعہ کیا اور اس میں اس تعلیق کو نہیں پایا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۹۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اصل عبارت اس طرح ہے:

میں نے اس کی طرف کتاب الاستئذان کے اوائل میں اشارہ کیا ہے اور اس حدیث کے مرفوع یا موقوف ہونے کا اختلاف بیان کیا ہے اور میں شبابہ کی اس روایت کے موصول ہونے پر واقف نہیں ہوا اور میں نے اس کو علامہ مغلطائی کی عبارت میں دیکھا اور ہمارے شیخ ابن الملقن نے ان کی اتباع کی ہے کہ امام طبرانی نے اس حدیث کو سند موصول کے ساتھ المعجم الاوسط میں از عمرو بن عثمان از ابن المنادی روایت کیا ہے، پھر میں نے المعجم الاوسط کو دیکھا تو اس میں اس حدیث کو سندِ موصول کے ساتھ نہیں پایا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۹۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت پر رد

علامہ عینی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ صاحب التلویح نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی امام طبرانی سے روایت کی ہے اور صاحب التوضیح نے ان کی اتباع کی ہے جو کہ اس قائل کے استاذ ہیں اور جب کہ یہ معلوم ہے کہ مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر (یعنی جس نے کسی حدیث کا اثبات کیا ہو وہ اس پر مقدم ہے جس نے اس کی نفی کی ہے) لیکن تعصب کی رگ پھڑکتی ہے اور اپنے صاحب کو اس شخص کی تنقیص کی طرف پہنچاتی ہے جو علم، عمر اور شرف میں اس سے بڑا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۱۔۲۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ عینی کے اس اعتراض کا ذکر کیا ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۳۴، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اعتراض کا جواب نہیں لکھا۔

علامہ البوصیری نے کہا ہے: یہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا حسنِ ادب ہے اور ان کا کلامِ لطیف ہے اور انہوں نے جو کہا کہ انہوں نے اس حدیث کو سندِ موصول کے ساتھ المعجم الطبرانی میں نہیں پایا، یہ ان کی انتہائی تواضع ہے ورنہ وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ علامہ مغلطائی کو یہاں پر وہم ہوا ہے اور علامہ عینی جو حافظ ابن حجر عسقلانی کے رد کے درپے ہیں انہیں چاہیے تھا کہ وہ بتاتے کہ امام طبرانی نے اپنی المعجم میں کس جگہ اس حدیث کو سندِ موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے اور انہوں نے جو یہ لکھا ہے کہ مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر، یہ قاعدہ مسلمہ ہے لیکن اس کا یہاں کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ اس قاعدہ کا تعلق وہاں ہے جہاں ایک حدیث میں کسی چیز کا ثبوت ہو اور دوسری حدیث میں اس کی نفی ہو تو جس حدیث میں ثبوت ہے وہ اس پر مقدم ہے جس میں اس کی نفی ہے۔

(حاشیہ انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۳۴، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

۱۰۔ بَابٌ: وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ (الاسراء: ۶۰)

اور ہم نے آپ کو (شب معراج) جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں بنی اسرائیل: ۶۰ کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

شب معراج کے واقعہ میں مسلمانوں کی آزمائش

امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی متوفی ۴۲۷ھ، اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ اس دیکھنے سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جو عجائب اور اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھی تھیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ اور یہ واقعہ لوگوں کے لیے آزمائش ہو گیا۔ پس بعض لوگوں نے اس

Marfat.com

واقعہ کا انکار کیا اور تکذیب کی اور بعض لوگ اسلام سے مرتد ہو گئے اور بعض لوگوں نے یہ کہا کہ یہ صرف آزمائش ہے یعنی لوگوں کو اس سے آزمائش میں مبتلاء کیا گیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ بنو امیہ آپ کے منبر پر اس طرح اچھل کود کر رہے ہیں جس طرح بندر اچھلتے اور کودتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بہت رنج ہوا، پھر کبھی آپ کھل کر نہیں ہنسے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اور ہم نے آپ کو (شب معراج) جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا''۔

''شجرۃ الزقوم'' (تھوہر کا درخت) کی آیت میں مسلمانوں کی آزمائش

دوسرا قول یہ ہے کہ لوگوں کو اس دیکھنے سے فتنہ میں مبتلاء کیا گیا اور درخت کی وجہ سے بھی فتنہ میں مبتلاء کیا گیا، کیونکہ مسلمانوں کی ایک جماعت مرتد ہو گئی اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک رات میں کس طرح بیت المقدس تک لے جایا گیا اور پھر واپس مکہ لایا گیا اور انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ (الدخان: ۴۳۔۴۴) بے شک تھوہر کا درخت O گناہ گاروں کا کھانا ہے O

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِــٴُـوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ (الصافات: ۶۴۔۶۶) بے شک وہ ایسا درخت ہے جو دوزخ کی جڑ سے نکلتا ہے O اس کے شگوفے شیطان کے سروں کی طرح ہیں O (دوزخی) ضرور اسی درخت سے کھائیں گے، سو اسی سے پیٹ بھریں گے O

سو جب یہ آیات نازل ہوئیں تو کفار نے اعتراض کیا دوزخ میں درخت کیسے ہو سکتا ہے، دوزخ (کی آگ) تو لکڑی کو جلا دیتی ہے؟ سو اس درخت کے متعلق آیات لوگوں کے لیے آزمائش بن گئیں۔ اور بعض لوگوں کے لیے معراج کا واقعہ بصیرت کا سبب بن گیا، ان میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے معراج کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق کی، اسی وجہ سے ان کا نام اس دن صدیق رکھا گیا۔

فتنہ کے متعدد معانی اور محامل

فتنہ کا معنی اصل میں ہے آزمائش، پھر فتنہ کا لفظ کفر میں بھی استعمال کیا گیا جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (البقرہ: ۱۹۱) اور تم ان (کافروں) کو قتل کرو جہاں تم انہیں پاؤ، اور ان کو نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور (شرک اور ارتداد کا) فساد قتل سے بڑھ کر ہے۔

اس آیت میں شرک اور کفر پر فتنہ کا اطلاق فرمایا ہے۔

اور فتنہ کا اطلاق اثم اور گناہ پر بھی فرمایا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّیۡ وَ لَا تَفۡتِنِّیۡ ؕ اَلَا فِی الۡفِتۡنَۃِ سَقَطُوۡا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیۡطَۃٌۢ بِالۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۴۹﴾ (التوبہ:۴۹)

اور ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ مجھے (جہاد سے رخصت کی) اجازت دیجئے اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالیے، سنو! یہ فتنہ میں گر چکے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو ضرور محیط ہے O

یعنی ان منافقین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں جہاد کے لیے جانے سے انکار کرنا یہ بہت بڑا فتنہ اور گناہ ہے بلکہ یہ بھی کفر ہے۔

اور فتنہ کا اطلاق اللہ تعالیٰ نے احراق اور جلانے پر بھی فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ ﴿۱۰﴾ (البروج:۱۰)

بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو (آگ کی) مصیبت میں ڈالا، پھر انہوں نے توبہ نہیں کی ان کے لیے دوزخ کا (عام) عذاب ہے اور (خصوصاً) جلنے کا عذاب ہے O

نیز اللہ تعالیٰ نے فتنہ کا اطلاق ایک چیز کے کسی چیز سے زائل کرنے پر بھی فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنۡ کَادُوۡا لَیَفۡتِنُوۡنَکَ عَنِ الَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ لِتَفۡتَرِیَ عَلَیۡنَا غَیۡرَهٗ ٭ۖ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوۡکَ خَلِیۡلًا ﴿۷۳﴾ (بنی اسرائیل:۷۳)

اور قریب تھا کہ وہ آپ کو اس چیز سے لغزش دے دیتے جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے تا کہ آپ اس (وحی) کے علاوہ کوئی اور بات ہم پر گھڑ دیں اور تب یہ لوگ ضرور آپ کو اپنا دوست بنا لیتے O

یعنی مشرکین یہ چاہتے تھے کہ آپ سے یہ صفت زائل ہو جائے جس صفت کی وجہ سے آپ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

باب مذکور میں جو آیت ہے اس میں فتنہ سے مراد ہے آزمائش۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۲۔ ۲۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۱۳۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِیُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيَهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ قَالَ هِيَ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے "وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیۡۤ اَرَیۡنٰکَ اِلَّا فِتۡنَۃً لِّلنَّاسِ" (بنی اسرائیل:۶۰) "اور ہم نے آپ کو (شب معراج) جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا" کی تفسیر میں بتایا: یہ آنکھ سے دیکھنا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی شب دکھایا گیا تھا جس رات آپ کو بیت المقدس میں لے جایا گیا تھا اور انہوں نے کہا: وہ درخت جس پر لعنت کی گئی ہے اس کا ذکر قرآن میں ہے، انہوں نے بتایا: یہ "شجرۃ الزقوم" ہے (یعنی تھوہر کا درخت جو زہریلا اور مہلک

ہوتا ہے)۔

(صحیح البخاری: ۳۸۸۸، ۴۷۱۶، ۶۶۱۳، سنن ترمذی: ۳۱۳۴، مسند احمد: ۳۴۹۰)

صحیح البخاری: ۶۶۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ ابن التین نے لکھا ہے: اس حدیث کو کتاب القدر میں داخل کرنے کی وجہ یہ اشارہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لیے یہ مقدر کر دیا تھا کہ وہ اس کے سچے نبی کے دیکھنے کی تکذیب کریں اور یہ ان کی سرکشی میں زیادتی کا سبب ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن زبیر، یہ ان کے اجداد میں سے ایک حُمید کی طرف نسبت ہے اور یہ حَمد کی تصغیر ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور عمرو کا ذکر ہے، وہ ابن دینار ہیں۔

یہ حدیث سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ اور اس کو امام ترمذی نے کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے اور امام نسائی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رؤیا عین" یعنی آپ نے بیداری میں شب معراج کے عجائب وغرائب کو دیکھا اور یہ نیند میں دیکھنا نہیں تھا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "والشجرة الملعونة" اس سے مراد ہے "شجرة الزقوم" جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے، اور "الشجرة" مبتدا ہے اور "الشجرة الزقوم" اس کی خبر ہے، اس سے مراد ہے تھوہر کا درخت جو بہت زہریلا اور مہلک ہوتا ہے، اس کا ذکر "الشجرة الملعونة" کے ساتھ فرمایا ہے، کیونکہ یہ بھی اس دیکھنے کی مثل ہے جو آزمائش ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ آزمائش کس طرح ہے۔ اور "زقوم" جہنم میں ایک درخت ہے جو اہلِ دوزخ کا طعام ہے۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ قرآن مجید میں اس درخت پر لعنت کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس درخت سے کھانے والوں پر قرآن مجید میں لعنت کی گئی ہے اور وہ کفار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ۝ طَعَامُ الْأَثِيمِ ۝ بے شک تھوہر کا درخت O گناہ گاروں کا کھانا ہے O

(الدخان: ۴۳۔۴۴)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۝ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ۝ فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ بے شک وہ ایسا درخت ہے جو دوزخ کی جڑ سے نکلتا ہے O اس کے شگوفے شیطان کے سروں کی طرح ہیں O (دوزخی) ضرور

Marfat.com

مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ (الصافات: ۶۴-۶۶)۔ اسی درخت سے کھائیں گے، سو اسی سے پیٹ بھریں گے ○

تو چونکہ ان کے کھانے والوں پر لعنت کی گئی ہے اس لیے اس درخت پر بھی لعنت کی گئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طعام مکروہ اور ملعون ہے، پھر یہ درخت آگ میں پیدا ہوتا ہے اور ایسے جوہر سے پیدا کیا گیا ہے جس کو آگ نہیں کھاتی جیسے دوزخ کی زنجیریں اور دوزخ کے طوق اور دوزخ کے بچھو اور دوزخ کے سانپ وغیرہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۱۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو کتاب القدر میں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین پر مہر لگا دی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی تکذیب کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے اس دیکھنے کو لوگوں کے لیے آزمائش بنایا کہ وہ سچے نبی کی تکذیب کریں اور یہ ان کی سرکشی میں زیادتی کا سبب ہو۔ اسی طرح ''الشجرة الملعونة'' بھی قرآن میں آزمائش ہے، کیونکہ مشرکین نے کہا: کس طرح دوزخ میں درخت ہوگا جب کہ آگ درخت کو اور سوکھی اور سرسبز چیزوں کو جلا دیتی ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو آزمائش بنایا تا کہ ان کی گمراہی میں اضافہ ہو، پس وہ اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی کے مطابق ایمان نہ لائیں۔

اور مہلب کے علاوہ دوسرے علماء نے کہا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ (الاسراء: ۶۰) اور ہم نے آپ کو (شب معراج) جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا۔

اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دیکھنے کو اس لیے پیدا کیا تا کہ مشرکین اس کا انکار کریں اور کفر کے محرکات فتنہ ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور یہ آیت درج ذیل آیت کی مثل ہے:

وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾ (ابراہیم: ۲۷) اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○

اور یہ اللہ تعالیٰ کے فعل کا عموم ہے کہ وہ کافروں میں کفر کو پیدا کرتا ہے اور مومنین میں ایمان کو پیدا کرتا ہے، اور ایمان اور کفر کے محرکات اور اسباب کو پیدا کرتا ہے۔ اس کے برخلاف قدریہ کا زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق نہیں ہے۔

نیز اس حدیث میں ارشاد ہے: ''والشجرة الملعونة'' یعنی اس درخت کے کھانے والوں پر لعنت کی گئی ہے اور وہ کفار ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿٤٤﴾ (الدخان: ۴۳-۴۴) بے شک تھوہر کا درخت ○ گناہ گاروں کا کھانا ہے ○

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ بے شک وہ ایسا درخت ہے جو دوزخ کی جڑ سے نکلتا ہے ○ اس کے شگوفے شیطان کے سروں کی طرح ہیں ○ (دوزخی) ضرور

Marfat.com

مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ (الصافات: ۶۴۔۶۶) اسی درخت سے کھائیں گے، سو اسی سے پیٹ بھریں گے O

پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ درخت آگ میں پیدا ہوتا ہے اور رہا کفار کا یہ کہنا کہ آگ میں درخت کیسے ہوگا اور آگ تو درخت کو جلا دیتی ہے، پس یہ درخت جس کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اس کی جڑیں دوزخ میں ایسے جوہر سے پیدا کی گئی ہیں جن کو آگ نہیں جلاتی جیسے دوزخ کی زنجیریں اور دوزخ کے طوق اور دوزخ کے بچھو اور دوزخ کے سانپ وغیرہ۔ اور ان میں سے کوئی چیز بھی دنیا کی جنس سے نہیں ہے جو آگ میں باقی نہیں رہتی۔ یہ چیزیں صرف اس جنس سے پیدا کی گئی ہیں جن کو آگ نہیں کھاتی جیسے اللہ تعالیٰ نے سمندروں اور دریاؤں میں ایسے حیوان پیدا کیے ہیں جو پانی میں ہلاک نہیں ہوتے اور سرکہ میں ایسا کیڑا پیدا کیا ہے جو سرکہ میں ہی زندہ رہتا ہے اور سرکہ اس کو ہلاک نہیں کرتا، حالانکہ سرکہ پتھر کو توڑ دیتا ہے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ کیڑا سرکہ کی جنس سے ہے اور سمندری حیوان پانی کی جنس سے ہیں، پس اسی طرح سے دوزخ میں جس درخت کو پیدا کیا وہ دوزخ کی جنس کے موافق ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ دوزخ کو ٹھنڈک اور سلامتی بنا دے اور اس پر قادر ہے کہ پانی کو آگ بنا دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ پس کفار نے جو دوزخ میں درخت کی تخلیق پر اعتراض کیا یہ ان کا واضح عناد ہے اور ان کی صریح گمراہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں ایسی گمراہی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۱۔ بَابٌ: تَحَاجَّ آدَمُ وَمُوسَى عِنْدَ اللّٰهِ
حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا اللہ تعالیٰ کے سامنے مباحثہ کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے باہمی مباحثہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس عنوان میں امام بخاری نے ذکر کیا ہے "اللہ تعالیٰ کے سامنے"۔ ایک قول یہ ہے کہ یعنی قیامت کے دن اور دوسرا قول ہے دنیا میں، اور حدیث کے الفاظ عام ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۳۔۲۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۱۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى فَقَالَ لَهُ مُوسَى يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُونَا خَيَّبْتَنَا وَأَخْرَجْتَنَا مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ لَهُ آدَمُ يَا مُوسَى اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِكَلَامِهِ وَخَطَّ لَكَ بِيَدِهِ أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم نے اس حدیث کو عمرو سے یاد رکھا از طاؤس، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میں مباحثہ ہوا، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں، آپ نے ہم کو محروم

فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى ثَلَاثًا قَالَ سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ۔

کر دیا اور ہم کو جنت سے نکال دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے موسیٰ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے کلام سے فضیلت دی اور اپنے ہاتھ سے آپ کے لیے آپ کی کتاب لکھی، کیا آپ مجھے اس کام پر ملامت کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے میرے متعلق مقدر فرما دیا تھا، پس حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب ہو گئے، پس حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب ہو گئے، یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

سفیان نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی حدیث کی مثل۔

(صحیح البخاری: ۳۴۰۹، ۴۷۳۶، ۴۷۳۸، ۶۶۱۴، ۷۵۱۵، صحیح مسلم: ۲۶۵۲، سنن ترمذی: ۲۱۳۴، سنن ابوداؤد: ۴۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۸۰، مسند احمد: ۷۵۳۴، موطا امام مالک: ۱۶۶۰)

صحیح البخاری: ۶۶۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان بعینہ اس حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، اور وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ابن عیینہ ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، اور وہ ابن دینار ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے بھی کتاب القدر میں روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی کتاب السنۃ میں روایت کی ہے اور امام نسائی نے اس حدیث کی کتاب التفسیر میں روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی کتاب السنۃ میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "احتج" یعنی حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میں مباحثہ اور مناظرہ ہوا۔ اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت آدم، حضرت موسیٰ علیہما السلام پر غالب ہو گئے۔

علامہ طیبی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی دلیل سے غلبہ پا لیا۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے ''انت ابونا'' یعنی آپ ہمارے باپ ہیں۔اور ابن ابی کثیر کی روایت میں ہے'' آپ لوگوں کے باپ ہیں''۔اور الشعبی کی روایت میں ہے'' آپ آدم ابوالبشر ہیں''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خیبتنا'' یعنی آپ نے ہمیں ناکامی میں واقع کر دیا اور اس سے مراد محرومی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''واخرجتنا من الجنة'' جنت سے مراد ہے آخرت میں دار الجزاء اور یہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کی گئی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چالیس سال پہلے ان کی تقدیر لکھنے کی متعدد توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے ''وخط لك بیدہ'' یہ حدیث متشابہات میں سے ہے، یا تو اس کے معنی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کر دیا جائے یا تقدیر سے اس کی تاویل کی جائے۔اور اس سے غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات کی الواح کو لکھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''علی امر قدرہ اللہ'' اور تقدیر سے یہاں مراد ہے لوحِ محفوظ میں لکھنا، یا تورات کے صحیفوں میں لکھنا، ورنہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ازلی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''چالیس سال پہلے'' ۔علامہ ابن التین نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ '' میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں'' (البقرہ: ۳۰) اس وقت سے لے کر اس وقت تک کی مدت جب حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکی گئی۔دوسرا قول یہ ہے کہ اس مدت کی ابتداء اس وقت سے ہے جب الواح میں لکھا گیا اور اس کی انتہاء حضرت آدم کی تخلیق کی ابتداء کے وقت پر ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے: تمام معلومات کو اللہ تعالیٰ کا علمِ قدیم محیط ہے اور تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کا علم تھا لیکن ان کے لکھنے کے اوقات مختلف ہیں۔اور صحیح مسلم میں یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تمام تقدیروں کو لکھا، پس ہوسکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ خصوصیت کے ساتھ چالیس سال پہلے لکھا گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ وہ مدت ہو جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام مٹی کے پتلے میں رہے یہاں تک کہ ان میں روح پھونکی گئی۔ اور صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت جو مٹی میں بنائی گئی اور ان میں روح پھونکی گئی اس کی مدت چالیس سال تھی اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ عمومی تقادیر آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھی گئیں۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا آپ مجھے اس کام پر ملامت کر رہے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میرے متعلق آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پہلے لکھ دیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ چالیس سال کی مدت کا تعلق لکھنے کے ساتھ ہو اور دوسری مدت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام کے غلبہ کی توجیہ

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ نے لکھا ہے:

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ملامت کو اٹھانے میں غالب ہو گئے، کیونکہ کسی آدمی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ تقدیر میں لکھے

ہوئے امر کے سبب سے دوسرے پر ملامت کرے۔

اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے لکھا ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ امر تقدیری تھا، سو آپ اس امر پر مجھے ملامت نہ کریں۔ نیز ملامت شرعی ہوتی ہے عقلی نہیں ہوتی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمالی اور ان کی ظاہری خطاء کی مغفرت فرمادی تو ان سے ملامت زائل ہوگئی، پس جو اب ان کو ملامت کرے گا اس کی حجت مغلوب ہوگی۔

دنیا میں اپنی خطاؤں پر تقدیر کا عذر پیش کرنے کا عدم جواز

میں کہتا ہوں: کیا ہم میں سے کوئی اپنی خطاء یا گناہ کے سرزد ہونے پر تقدیر سے استدلال کر سکتا ہے کہ میں نے فلاں ناجائز کام اس لیے کیا کہ یہ پہلے سے میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا جس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے استدلال کیا کہ ان کے شجرِ ممنوع کھانے کی وجہ سے جنت سے باہر آنا پہلے سے ہی مقدر تھا، لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر کیوں ملامت کر رہے ہیں، اور پھر حضرت آدم علیہ السلام اس دلیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل پر غالب آگئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا میں اپنی ظاہری خطاء پر تقدیر سے استدلال نہیں کیا بلکہ اپنی ظاہری خطاء پر نادم رہے اور روتے رہے اور توبہ اور استغفار کرتے رہے اور جب ان کی وفات ہوگئی تو پھر انہوں نے اپنی اس ظاہری خطاء کے صدور کے اوپر تقدیر سے استدلال کیا۔ لہٰذا ہمارے لیے بھی دنیا میں اپنی خطاؤں پر اور گناہوں پر تقدیر سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، دنیا میں ہم پر یہی لازم ہے کہ اگر ہم سے کوئی خطا یا گناہ ہوگیا ہے تو ہم اس پر توبہ اور استغفار کرتے رہیں اور تقدیر کا معاملہ تو آخرت میں ہم پر منکشف ہوگا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات کا وقت

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات کب ہوئی؟

علامہ عینی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی ہو، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کو بطورِ معجزہ زندہ فرمادیا ہو، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کلام کیا ہو۔ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی قبر منکشف کر دی گئی ہو، پس دونوں نے ایک دوسرے سے بات کی ہو، یا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی روح دکھائی ہو جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج انبیاء علیہم السلام کی ارواح دکھائی گئیں، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خواب میں حضرت آدم علیہ السلام کو دکھایا گیا ہو اور انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان دونوں کی ملاقات عالمِ برزخ میں ہوئی ہو، پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی، پھر ان کی روحیں آسمان میں ایک دوسرے سے ملیں۔ علامہ ابن عبد البر اور علامہ قابسی نے اسی کو وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یا دنیا میں یہ ملاقات نہیں ہوئی اور یہ ملاقات آخرت میں ہوگی۔ اور اس کو ماضی کے ساتھ اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ اس کا واقع ہونا محقق اور یقینی ہے، پس گویا کہ وہ واقع ہو چکا ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کو خصوصیت کے ساتھ کیوں ذکر فرمایا؟

Marfat.com

میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ پہلے نبی ہیں جن کو شدید تکالیف کے ساتھ بھیجا گیا۔
پس اگر تم سوال کرو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے غلبہ کی کیا توجیہ ہے؟
میں کہتا ہوں: کسی مخلوق کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسری مخلوق کو ان کاموں پر ملامت کرے جو انہوں نے تقدیر کے موافق اللہ تعالیٰ کے اذن سے کیے۔ پس شارع علیہ السلام ہی ملامت کرنے والے ہیں۔ پس جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بغیر اللہ تعالیٰ اذن کے حضرت آدم علیہ السلام کو ملامت کی تو آدم علیہ السلام نے ان سے تقدیر کے ساتھ معارضہ کیا اور ان کو لاجواب کر دیا۔
یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جو کچھ کیا اس میں تقدیر اور ان کا کسب جمع ہو گئے تھے اور توبہ کسب کے اثر کو مٹا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما چکا تھا، پس اب سوا تقدیر کے اور کوئی چیز باقی نہیں بچی تھی اور تقدیر کے اوپر ملامت نہیں کی جاتی کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا جو فعل وہ کرتا ہے۔
دوسرا اعتراض یہ ہے کہ علامہ قرطبی نے کہا ہے: بے شک آدم علیہ السلام باپ ہیں اور موسیٰ علیہ السلام بیٹے ہیں اور بیٹے کے لیے باپ کو ملامت کرنا جائز نہیں ہے؟
میں کہتا ہوں: ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام دارِ تکلیف میں باقی ہیں اور ان کو ملامت کرنے میں حضرت آدم علیہ السلام کے لیے بھی زجر و توبیخ ہے اور دوسروں کے لیے بھی ہے۔ اور رہے حضرت آدم، تو وہ فوت ہو چکے ہیں اور اس دارِ تکلیف سے نکل گئے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول میں سوائے ان کو شرمندہ کرنے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۵۔ ۲۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۱۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دلیل سے غلبہ کا بیان

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ ھ اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دلیل سے غلبہ پا گئے۔
اللیث بن سعد نے کہا: اس قصہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ کا بیان یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری خطاء کو معاف فرما دیا تھا اور ان کی توبہ قبول فرمائی تھی، پس اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ جائز نہ تھا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس ظاہری خطاء پر عار دلاتے جس کو اللہ تعالیٰ ان کے حق میں معاف فرما چکا تھا۔ اسی لیے حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: "آپ وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی اور اس تورات میں ہر چیز کا علم ہے، کیا آپ نے اس تورات میں یہ لکھا ہوا پایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ظاہری خطاء کو مقدر فرما دیا تھا اور یہ بھی مقدر فرما دیا تھا کہ میں اس پر توبہ کروں گا اور اس لکھے ہوئے کی وجہ سے مجھ سے وہ ملامت ساقط ہو گئی جو آپ مجھ کو ملامت کر رہے ہیں۔ آپ مجھ کو ملامت کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ملامت نہیں کی"۔
اور اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص کے خلاف استدلال کیا تھا جس نے یہ کہا تھا کہ حضرت عثمان غزوۂ احد کے دن بھاگ گئے تھے تو اس سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کوئی گناہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف

Marfat.com

فرمادیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (آل عمران: ۱۵۵) اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا۔

اور رہا وہ جس نے گناہ کیے ہوں اور اس کی مغفرت نہ ہوئی ہو تو علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حق میں اس طرح استدلال کرے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے استدلال کیا تھا، پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ کیا تم مجھے اس پر ملامت کرتے ہو کہ میں نے قتل کیا یا میں نے زنا کیا یا میں نے چوری کی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے یہ تمام کام مقدر کر دیے تھے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس آدمی نے نیک کام کیے ہوں اس کی تحسین کی جائے اور جس نے برے کام کیے ہوں اس کی مذمت کی جائے اور اس کے گناہوں کو اس کے سامنے گنا جائے۔

قدریہ کے ایک اعتراض کا جواب

قدریہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ آپ حضرت آدم ہیں، آپ نے ہمیں محروم کیا اور ہم کو جنت سے نکالا، پس انہوں نے محرومی اور جنت سے نکالے جانے کا اسناد حضرت آدم علیہ السلام کی طرف کیا، انہوں نے کہا: یہ اس پر دلیل ہے کہ بندے اپنے افعال کی خود تخلیق کرتے ہیں، ان کی اطاعت اور ان کی معصیت دونوں ان کی تخلیق سے ہیں اور اگر ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہوتا تو پھر یہ کس طرح صحیح ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ان کو حکم بھی دے اور ان کو منع بھی کرے جب کہ ان کاموں کو اس نے خود پیدا کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول میں اس پر قطعی دلیل نہیں ہے جیسا کہ قدریہ کا زعم ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے نہ کہ اس کا رب۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کہا کہ آپ آدم ہیں جس نے ہم کو محروم کیا اور نا کام کیا اور ہم کو جنت سے نکالا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف ان افعال کی نسبت کی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت آدم علیہ السلام ان افعال کے خالق ہیں، کیونکہ لغت کے اعتبار سے جن افعال کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور جن افعال کا بندہ نے کسب کیا ہے ان سب کی طرف ان افعال کی نسبت جائز ہے اور ہماری قطعی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ'' (الانعام: ۱۰۲)، (یعنی وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے)، نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (الصّٰفّٰت: ۹۶) اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو O

پس ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ افعال کا خالق ہے اور بندہ ان افعال کا کسب کرنے والا ہے۔

پس افعال کی نسبت بندوں کی طرف کسب کے اعتبار سے ہے اور افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف خلق کے اعتبار سے ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۲۱-۳۲۲، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۱۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جبریہ کا ایک شبہ اور اس شبہ کے حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے متعدد جوابات

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی دلیل سے صرف اس وجہ سے غالب ہو گئے کیونکہ ان کو تورات سے یہ معلوم تھا

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہری خطاء پر توبہ قبول فرمالی ہے، پھر اس ظاہری خطاء پر ان کو ملامت کرنا یہ ایک قسم کی جفاء ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے حصولِ صفاء کے بعد جفاء کا ذکر کرنا بھی جفاء ہے، اس لیے کہ درگزر کرنے کے بعد مخالفت کا اثر مٹ جاتا ہے گویا کہ مخالفت ہوئی ہی نہیں، لہٰذا ملامت کرنے والے کی ملامت اپنے محل میں نہیں ہے۔

علامہ المازری اور دیگر محققین نے جو اس کا معتمد جواب لکھا ہے وہ یہ ہے کہ قدریہ نے اس حدیث کا انکار کیا ہے، کیونکہ یہ حدیث تقدیر سابق کو ثابت کرنے میں بالکل صریح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام کے استدلال کی تقریر کی ہے اور اس بات کی شہادت دی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ پا گئے، پس انہوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ صحیح نہیں تھا کہ وہ ایسے کام پر حضرت آدم علیہ السلام کو ملامت کرتے جس کام کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرما چکا ہے اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا جس کو قتل کرنے کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا، پھر انہوں نے کہا: اے میرے رب! میری مغفرت فرما، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرما دی، سو وہ کیسے حضرت آدم علیہ السلام کو اس کام پر ملامت کریں گے جس کام کو وہ خود کر چکے ہیں۔

ثانیاً: اگر بندہ کو اس کی خطاء پر تقدیر میں پہلے سے لکھے ہوئے ہونے کی وجہ سے ملامت کرنا جائز نہ ہو تو جس بندہ کو کسی گناہ پر عتاب کیا جائے تو وہ بھی پہلے لکھی ہوئی تقدیر کا عذر پیش کر سکتا ہے۔ اور اگر یہ جائز ہو تو پھر قصاص اور حدود کا دروازہ بند ہو جائے گا اور ہر وہ شخص جو بے حیائی کے کاموں کا ارتکاب کرے گا وہ کہے گا: یہ تو میرے لیے پہلے سے تقدیر میں لکھے ہوئے ہیں۔ ان لوازم سے یہ لازم آتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

اس شبہ کا جواب کئی وجوہ سے ہے:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام نے جو اپنی ظاہری خطاء پر تقدیر سے استدلال کیا اس میں کوئی مخالفت نہیں ہے، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ملامت کی تھی وہ جنت سے نکالنے پر ملامت کی تھی تو گویا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: میں نے تم کو جنت سے نہیں نکالا، تم کو جنت سے صرف اس نے نکالا ہے جس نے نکالنے کو شجرِ ممنوع سے کھانے پر مرتب فرمایا ہے اور جس نے اس کو مرتب کیا ہے اس نے اس کو میرے پیدا ہونے سے پہلے مقدر کر دیا تھا، پس آپ مجھے اس کام پر کیسے ملامت کرتے ہیں جس کام کی میری طرف کوئی نسبت نہیں ہے سوا اس کے کہ میں نے شجرِ ممنوع سے کھایا اور اس پر جو جنت سے نکالنے کا فعل مرتب ہوا ہے وہ میرا فعل نہیں ہے۔

اس جواب سے جبریہ کا شبہ دور نہیں ہوتا۔

(۲) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے دلیل سے غالب ہونے کا بیان فرمایا، اس کا ایک خاص معنی ہے، کیونکہ اگر اس کا عام معنی ہوتا تو اس پر پہلے اللہ تعالیٰ کی ملامت نہ ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (الاعراف: ۲۲)

اور ان کے رب نے ان سے پکار کر فرمایا: کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور تم دونوں سے یہ نہ فرمایا تھا کہ بے شک شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے O

اور اللہ تعالیٰ نے اس شجرِ ممنوع سے کھانے پر حضرت آدم علیہ السلام سے مواخذہ فرمایا حتیٰ کہ ان کو جنت سے نکال دیا اور زمین کی طرف اتار دیا۔

Marfat.com

لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملامت کرنی شروع کی اور یہ کہا کہ آپ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور آپ ایسے ہیں اور ایسے ہیں تو آپ نے ایسا کام کیوں کیا، تو حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے معارضہ میں فرمایا: آپ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی فضیلت دی اور آپ ایسے ہیں اور ایسے ہیں۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کہ آپ اس مرتبہ کے ہیں تو آپ پر یہ بات کیسے مخفی رہی کہ بندہ کے لیے تقدیر سے کوئی جائے فرار نہیں ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو دو وجہوں سے غلبہ حاصل ہوا، ایک وجہ یہ تھی کہ کسی مخلوق کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسری مخلوق کو اس چیز پر ملامت کرے جو اس کے متعلق اللہ کے اذن سے مقدر ہو چکی ہے، پس شارع علیہ السلام ہی ملامت کرنے والے ہیں۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملامت کرنی شروع کی اور ان کو اس ملامت کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی تو حضرت آدم علیہ السلام نے تقدیر سے معارضہ کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساکت کر دیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جو فعل کیا اس میں تقدیر اور کسب دونوں جمع ہو گئے اور توبہ کسب کے اثر کو مٹا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرما چکا ہے، اب سوائے تقدیر کے اور کوئی چیز باقی نہیں بچی اور تقدیر پر ملامت نہیں کی جا سکتی کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا جو اس کا فعل ہے۔

(۳) امام ابو عمر یوسف بن عبد البر قرطبی مالکی متوفی ۴۶۳ھ، لکھتے ہیں:

میرے نزدیک یہ مناظرہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ یہ مناظرہ ان دونوں کے درمیان اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قطعی طور پر توبہ قبول فرما چکا تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ (البقرہ: ۳۷)

پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہی بہت توبہ قبول فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شجرِ ممنوع سے کھانے پر جو حضرت آدم علیہ السلام کو ملامت کی تھی تو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے یہ مستحسن تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس ملامت کا انکار کریں، کیونکہ شجرِ ممنوع سے کھانے پر اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما چکا تھا اور نہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہ ہوتا کہ وہ اس شخص کو ملامت کرے جس نے کوئی گناہ کیا ہو، قتل کیا ہو، یا زنا کیا ہو، یا چوری کی ہو تو وہ یہ کہے کہ یہ کام تو پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور اس نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے میرے لیے ان کاموں کو مقدر کر دیا ہے، پس تمہارے لیے ان کاموں پر مجھ کو ملامت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس قسم کی ملامت کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے جیسا کہ انہوں نے اس پر اجماع کیا ہے کہ جو کوئی شخص نیک کام کرے اور دائماً اطاعت اور عبادت کرے تو اس کی مدح کی جائے۔ اور وجہ فرق یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے شجرِ ممنوع سے کھانے کی ظاہری خطاء کو معاف کر چکا ہے اور ان کی توبہ قبول فرما چکا ہے اور عام لوگوں کو یہ علم نہیں ہوتا کہ ان کی خطاء معاف ہو چکی ہے اور ان کی توبہ قبول ہو چکی ہے یا نہیں، اس لیے آدم علیہ السلام کے لیے تقدیر کا عذر پیش کرنا صحیح تھا اور عام لوگوں کے لیے اپنے گناہوں پر تقدیر کا عذر پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۴) حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دلیل اس لیے غالب ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی وفات کے بعد ملامت کی اور ملامت صرف مکلف پر متوجہ ہوتی ہے جب تک کہ وہ دار التکلیف میں ہو، کیونکہ اس وقت اس کے اوپر احکام جاری ہوتے

Marfat.com

ہیں، پس گنا ہگار کو ملامت کی جائے گی اور اس پر حد قائم کی جائے گی اور اس سے قصاص وغیرہ لیا جائے گا لیکن اس کی وفات کے بعد، تو شریعت میں ثابت ہے کہ وفات یافتہ لوگوں کو برا کہنے سے منع کیا گیا ہے، حدیث شریف میں ہے: ''تم اپنے مردوں کا خیر کے سوا ذکر نہ کرو کیونکہ ان کے معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں'' اور یہ ثابت ہے کہ جس پر حد قائم کر دی گئی اس کو دوبارہ سزا نہیں دی جاتی، بلکہ حدیث میں یہ وارد ہے کہ جب کوئی باندی زنا کرے اور اس پر حد قائم کر دی جائے تو اس کو ملامت نہ کی جائے اور جب یہ معاملہ اس طرح سے ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت آدم علیہ السلام کو ملامت کرنا اس وقت واقع ہوا جب وہ دنیا اور دار التکلیف سے منتقل ہو چکے تھے، اور یہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی، پس ان سے ملامت ساقط ہو گئی۔ پس اس وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے تقدیر سابق کی طرف استدلال سے رجوع کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ حضرت آدم علیہ السلام دلیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دلیل سے غلبہ کے متعلق دیگر فقہائے اسلام کی تقاریر

علامہ القرطبی وغیرہ نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے اور بیٹے کے لیے باپ کو ملامت کرنا جائز نہیں، لیکن یہ حکم اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ بیٹے کے لیے متعدد مقامات پر باپ کو ملامت کرنا جائز ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اس لیے غالب ہو گئے کہ ان دونوں کی شریعتیں متغایر تھیں لیکن اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ دعویٰ بغیر دلیل کے ہے اور یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں یہ مقرر تھا کہ تقدیر ازلی سے استدلال کیا جا سکتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں یہ کہاں لکھا تھا کہ تقدیر ازلی سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ صحیح دوسرا جواب ہے اور تیسرا جواب ہے اور ان میں منافات نہیں ہے، پس یہ ممکن ہے کہ ان کو ملا کر ایک جواب بنا دیا جائے اور وہ یہ کہ جو توبہ کر چکا ہو اس کو اس کام پر ملامت نہیں کی جاتی جس سے وہ توبہ کر چکا ہے خاص طور پر اس وقت کہ جب وہ دار التکلیف سے دار الجزاء کی طرف منتقل ہو چکا ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ ھ، نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے، پس انہوں نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کے کلام کا معنی یہ ہے کہ اے موسیٰ! آپ جانتے ہیں کہ اس چیز کو میرے پیدا ہونے سے پہلے میرے متعلق لکھ دیا گیا تھا، لہٰذا اس کا واقع ہونا ضروری تھا، اور اگر میں حریص ہوں اور تمام مخلوق اس بات پر حریص ہو کہ لکھے ہوئے سے ایک ذرہ برابر چیز کو رد کر دیا جائے تو وہ اس پر قادر نہیں ہو گا، سو آپ مجھے اس پر ملامت نہ کریں، کیونکہ مخالفت پر ملامت شرعی ہوتی ہے عقلی نہیں ہوتی، اور جب اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمالی اور میری مغفرت فرما دی تو مجھ سے ملامت زائل ہو گئی، سو جس نے مجھے ملامت کی تو وہ شرعاً دلیل سے مغلوب ہو گا۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ اگر کوئی گناہ گار آج یہ کہے کہ یہ گناہ مجھ پر مقدر کر دیا گیا تھا، لہٰذا مجھ سے ملامت ساقط ہونی چاہیے تو ہم کہیں گے: یہاں پر فرق ہے، کیونکہ یہ گناہ گار دار التکلیف میں باقی ہے اور اس پر سزا کے اور ملامت کے احکام جاری ہیں، اسی وجہ سے اس کو زجر و توبیخ کی جائے گی اور وعظ و نصیحت کی جائے گی۔ رہے حضرت آدم علیہ السلام سو وہ فوت ہو چکے ہیں اور اس دار التکلیف سے نکل چکے ہیں اور وہ زجر و توبیخ سے مستغنی ہیں، سو ان کو ملامت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ ان کو ملامت کر کے انہیں ایذاء پہنچانی ہے اور انہیں شرمندہ کرنا ہے، اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے غلبہ ہوا۔

Marfat.com

علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی ۶۶۱ھ نے ''کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ'' میں لکھا ہے:

حضرت آدم علیہ السلام نے جو فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے متعلق اس کام کو پہلے ہی لکھ دیا تھا، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اس کام کو لازم کر دیا تھا، اس کا صرف یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو لوحِ محفوظ میں تخلیقِ آدم سے پہلے ثابت کر دیا تھا اور یہ حکم لگا دیا تھا کہ یہ ضرور ہونے والا ہے۔

پھر حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا یہ مناظرہ ''العالم العلوی'' میں واقع ہوا جہاں پر روحوں کی ملاقات ہوتی ہے اور عالمِ اسباب میں واقع نہیں ہوا، اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ عالم الاسباب میں وسائط اور اکتساب سے قطع نظر کرنا جائز نہیں ہے، اس کے برخلاف عالم علوی موجب کسب کے انقطاع کے بعد ہوتا ہے اور اس میں احکامِ تکلیفیہ اٹھ جاتے ہیں، اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام تقدیر سابق کے سبب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

حدیث مذکور کے فوائد

حضرت آدم علیہ السلام پر اپنا عذر واضح تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حضرت آدم علیہ السلام کا عذر واضح نہیں تھا، اس لیے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملامت کی

(۱) اس حدیث میں مدح کے صیغہ کے ساتھ تعریض کا ثبوت ہے، کیونکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ ہی وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے ساتھ فضیلت دی۔۔۔ الیٰ آخرہ۔ اور اس میں حضرت آدم علیہ السلام نے یہ اشارہ کیا کہ وہ اپنے عذر پر مطلع ہیں اور انہوں نے وحی کے ذریعہ اپنے عذر کو جان لیا۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی یہ مستحضر ہو جاتا تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کو ملامت نہ کرتے جب کہ ان کا عذر واضح تھا۔

اگر حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں نہ آتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسالت کے فضائل حاصل نہ ہوتے

(۲) نیز اس میں ایک اور چیز کی طرف اشارہ ہے جو اس سے زیادہ عام ہے، گویا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اگر مجھے جنت سے نکلنے کا وقوع نہ ہوتا جو میرے شجرۂ ممنوعہ سے کھانے پر مرتب ہوا ہے تو آپ کو یہ فضائل حاصل نہ ہوتے، کیونکہ اگر میں جنت میں باقی رہتا اور میری نسل وہیں پر مستقر ہوتی تو دنیا میں فرعون ایسا کافر وجود میں نہ آتا جس کی طرف آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا اور آپ کو وہ معجزات دیے گئے جو دیئے گئے۔ پس جب آپ کو ملنے والے ان فضائل کا سبب میں ہوں تو پھر آپ کے لیے کیسے جائز ہے کہ آپ مجھے ملامت کریں۔

جبریہ اور معتزلہ کا مذہب افراط اور تفریط پر مشتمل ہے، ان دونوں کے مذہب اور المرجئہ کے مذہب کا رد

(۳) علامہ طیبی نے کہا: جبریہ کا مذہب یہ ہے کہ قدرت صرف اللہ کے لیے ثابت ہو اور بندہ سے قدرت کی اصلاً نفی ہو، اور معتزلہ کا مذہب اس کے برخلاف ہے اور یہ دونوں افراط اور تفریط میں مبتلاء ہیں۔ اور یہ دونوں اس آیت کا مصداق ہیں:

اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے گڑھے کے کنارے پر رکھی جو گرنے کے قریب ہے، تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر

(التوبہ:۱۰۹) پڑا اور اللہ ظلم کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O

اور صراطِ مستقیم میانہ روی ہے، پس جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام بظاہر معتزلہ کے مذہب کی طرف راجع تھا، کیونکہ انہوں نے اپنے کلام کو حرف انکار اور تعجب سے شروع کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے نام کی تصریح کی اور ان کو ان صفات کے ساتھ موصوف کیا کہ ان صفات میں سے ہر صفت اس بات کی علت ہے کہ انہوں نے یہ اقدام شریعت کی مخالفت کی وجہ سے نہیں کیا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف زمین پر اتارنے کی نسبت کی گویا کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو مناصب اور مراتب عالیہ دیے ہیں ان سے یہ زمین کی طرف آنا کتنا بعید ہے۔

پس حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے جواب میں اس کے مقابل کلام کو زیادہ بلاغت سے پیش کیا اور انہوں نے بھی اپنے کلام کو ہمزہ انکار سے شروع کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام کی تصریح کی اور ان کو ان صفات کے ساتھ موصوف کیا جن میں سے ہر صفت اس چیز کی علت ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملامت کا انکار کرتے ہیں، پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی کو اس پر مرتب کیا، پھر وہ استبعاد کے کلمہ کے بجائے ہمزہ انکار کو لائے گویا کہ انہوں نے یوں کہا کہ آپ تورات میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں پھر مجھ کو ملامت کرتے ہیں۔ علامہ طیبی نے کہا: اس تقریر میں اس پر متنبہ کیا ہے کہ متوسط امور کو تلاش کرنا چاہیے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث کو اس پر ختم کیا کہ پس حضرت آدم، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے، اس ارشاد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر متنبہ فرمایا کہ آپ کی امت کے بعض افراد معتزلہ کی طرح ہیں جو تقدیر کا انکار کریں گے تو آپ نے ان کو ہدایت دینے کے لیے اہتمام کیا اور ہدایت میں مبالغہ فرمایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اسی کے قریب وہ مقام ہے جو کتاب الایمان میں مرجئہ کے رد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے، پس جب کہ مقام مرجئہ پر رد کا مقام تھا تو انہوں نے اس پر تعریض سے اکتفاء کی۔ پس اسی طرح جب یہاں پر مقام قدریہ اور معتزلہ پر رد کرنے کا تھا جو کہ تقدیر ازلی کا انکار کرتے ہیں تو حدیث میں اس پر اکتفاء کی جو بہ ظاہر جبریہ کے مذہب کی تائید کرتی ہے۔

جس جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کو نکالا گیا تھا وہی جنت الخلد ہے اور زمین کا کوئی باغ نہیں ہے

(۴) قاضی عیاض مالکی نے کہا: اس حدیث میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ جس جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کو نکالا گیا تھا یہ وہی جنت الخلد ہے جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے اور جس میں وہ آخرت میں داخل ہوں گے، اس کے برخلاف معتزلہ وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام جس جنت میں رہے تھے وہ اور جنت تھی اور ان میں سے بعض کا یہ زعم ہے کہ وہ زمین پر ایک باغ تھا۔

لفظِ عام سے خاص کے ارادہ کا بیان

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کبھی لفظِ عام کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے خصوص کا ارادہ کیا جاتا ہے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر چیز کا علم عطا کیا اور اس سے مراد ان کی وہ کتاب تورات ہے جو ان پر نازل کی گئی تھی اور ہر چیز کا اس میں ذکر ہے اور اس سے مراد عموم نہیں ہے، کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا: مجھے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے وہ علم عطا فرمایا ہے جو آپ کو عطا نہیں کیا۔

حق کی طلب کے لیے مباحثہ اور مناظرہ کے انعقاد کا جواز

(۶) اس حدیث میں مباحثہ اور مناظرہ کے مشروع ہونے کی دلیل ہے کہ حق کی طلب کے لیے مناظرہ اور مباحثہ کرنا چاہیے اور یہ کہ مباحثہ کے دوران زجر و توبیخ بھی کرنی چاہیے اور تعریض بھی کرنی چاہیے اور یہ کہ جس آدمی کو علم ہو اس پر ملامت زیادہ شدید ہوتی ہے بہ نسبت اس کے جس کو علم نہ ہو۔

عالم کا اپنے سے بڑے عالم کے ساتھ مناظرہ کا جواز

(۷) اس حدیث میں دلیل ہے کہ عالم کا اپنے سے بڑے عالم کے ساتھ اور بیٹے کا اپنے باپ کے ساتھ مناظرہ کرنا جائز ہے اور اس کی مشروعیت کا محل یہ ہے کہ جب یہ حق کے اظہار کے لیے ہو یا علم کے اضافہ کے لیے ہو اور حقائقِ امور پر واقفیت کے لیے ہو۔

تقدیر کے ازلی ہونے کا ثبوت

(۸) اور اس حدیث میں اہلِ سنت کی دلیل ہے کہ تقدیر ازلی ثابت ہے اور بندوں کے افعال مخلوق ہیں۔

حالتِ غضب میں بعض امور کے معاف کرنے کا جواز

(۹) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بعض احوال میں کسی شخص کے لیے ان کاموں کو معاف کر دیا جاتا ہے جو دوسرے احوال میں معاف نہیں کیا جاتا مثلاً غضب اور افسوس کی حالت میں خصوصاً جس شخص کے مزاج اور طبیعت میں تیزی ہو اور شدتِ غضب ہو کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب مناظرہ میں حالتِ انکار غالب تھی تو انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کے نام کے ساتھ مخاطب کیا حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام ان کے والد ہیں اور ان کو ان چیزوں کے ساتھ خطاب کیا کہ جن کے ساتھ باپ کو خطاب نہیں کیا جاتا، کیونکہ وہ حالتِ غضب میں تھے۔

اللہ تعالیٰ کے پیشگی علم کا جبر کو مستلزم نہ ہونا

(۱۰) ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ نے ''معالم السنن'' میں لکھا ہے: بہت سے لوگ اس حدیث سے یہ سمجھتے ہیں کہ قضاء اور قدر کا معنی جبر کو مستلزم ہے اور بندہ پر قہر کو مستلزم ہے اور یہ وہم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ پایا حالانکہ اس طرح نہیں ہے، اس حدیث کا صرف یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے ہونے والے افعال کا پیشگی علم ہے اور بندوں کے افعال کے صدور سے پہلے اللہ تعالیٰ کو تقدیر ازلی میں اس کا علم ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم کو لوحِ محفوظ میں ثابت کر دیا ہے، کیونکہ قدر اس چیز کا نام ہے جو قادر کے فعل سے صادر ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں اور ایک چیز دوسری چیز کا بدل نہیں ہے، ایک چیز بمنزلہ بنیاد ہے اور دوسری چیز بمنزلہ عمارت ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کے غلبہ کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آدم علیہ السلام درخت سے کھائیں گے، پس آدم علیہ السلام کے لیے کیسے ممکن تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف کرتے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں خلیفہ بنانے کے لیے پیدا کیا تھا اور یہ کہ ان کو جنت میں نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ ان کو جنت سے زمین کی طرف منتقل کیا جائے گا، پس ان کا درخت سے کھانا زمین پر اترنے کا سبب تھا اور زمین میں خلیفہ ہونے کا سبب تھا جس کے

لیے انہیں پیدا کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ''اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً'' (البقرہ: ۳۰) پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کو ملامت کی تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے کہا کہ آپ اس چیز پر مجھ کو ملامت کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے پہلے سے مقدر کر دیا ہے، کیونکہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو کسی گناہ کی وجہ سے ملامت کرے، کیونکہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے بندے ہونے میں برابر ہیں اور ملامت صرف اللہ سبحانہٗ کی طرف سے متوجہ ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۶۹۶۔ ۶۹۸، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

تنبیہ: اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، انہوں نے حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہا السلام کے مناظرہ پر مشتمل حدیث کی ایسی بے نظیر شرح کی ہے جس کے ضمن میں اہلِ سنت و جماعت کے تمام مشہور نظریات پر دلائل آ گئے ہیں اور مخالفین اہلِ سنت کے نظریات کا رد اور ابطال آ گیا ہے، ہم نے اس سے پہلے علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کی اس حدیث کی شرح ذکر کی ہے جو بہت مختصر اور جامع ہے اور اس کے بعد علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح نقل کی ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ معتزلہ کا رد کیا گیا ہے اور اس کے بعد ہم نے یہاں علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ کی شرح کو ذکر نہیں کیا کیونکہ ان کی شرح وہی ہے جو علامہ ابن بطال کی شرح ہے، اور بالعموم علامہ ابن الملقن، علامہ ابن بطال کی شرح کی ہی نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد اخیر میں ہم نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کو ذکر کیا ہے جو بہت مفصل، جامع اور تمام اہم مضامین کو محیط ہے۔

۱۲۔ بَابٌ: لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَى اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ جو چیز عطا فرمائے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ عنوان اس باب کی حدیث سے ماخوذ ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں ''لا مانع لما اعطیت'' جو چیز تو عطا فرمائے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۶۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ اكْتُبْ إِلَيَّ مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ خَلْفَ الصَّلَاةِ فَأَمْلَى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ خَلْفَ الصَّلَاةِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ بن ابی لبابہ نے حدیث بیان کی از وراد مولیٰ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا ہے کہ آپ نماز کے بعد کیا کلمات پڑھتے تھے وہ میری طرف لکھ کر بھیج دو، تو وراد نے

Marfat.com

الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدَةُ أَنَّ وَرَّادًا أَخْبَرَهُ بِهَذَا ثُمَّ وَفَدْتُ بَعْدُ إِلَى مُعَاوِيَةَ فَسَمِعْتُهُ يَأْمُرُ النَّاسَ بِذَلِكَ الْقَوْلِ۔

کہا: پس حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ کلمات لکھوائے کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے: (ترجمہ:) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اے اللہ! تو جس چیز کو عطا فرمائے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز کو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے، اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش تیرے مقابلہ میں نفع نہیں دے گی۔

اور ابن جریج نے کہا: مجھے عبدہ نے خبر دی کہ بے شک ورّاد نے ان کو اس حدیث کی خبر دی، پھر اس کے بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو میں نے ان سے سنا، وہ لوگوں کو ان کلمات کے پڑھنے کا حکم دے رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۸۴۴، ۱۴۷۷، ۲۴۰۸، ۵۹۷۵، ۶۳۳۰، ۶۴۷۳، ۶۶۱۵، ۷۲۹۲، صحیح مسلم: ۵۹۳، سنن نسائی: ۱۳۴۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۰۵، مسند احمد: ۱۸۱۷۷، سنن دارمی: ۱۳۴۹)

صحیح البخاری: ۶۶۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان حدیث کے ایک جملہ کا جزو ہے، اگرچہ اس میں تھوڑا سا تغیر بھی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن سنان کا ذکر ہے اور لفظ سنان میں سین پر زیر ہے اور اس میں دو نون ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں فُلیح کا ذکر ہے، یہ ابن سلیمان ہیں اور ان کا نام عبد الملک ہے اور فلیح ان کا لقب ہے، سو یہ لقب ان کے اسم پر غالب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدہ کا ذکر ہے، یہ لفظ ''الحرۃ'' کی ضد ہے، یہ ابن ابی لبابہ ہیں جو الاسدی الکوفی ہیں اور دمشق میں رہائش پذیر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں ورّاد کا ذکر ہے، یہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب اور ان کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ کے ''باب الذکر بعد الصلوٰۃ'' میں گزر چکی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کی متعدد جگہ روایت کی ہے، کتاب الاعتصام میں، کتاب الرقاق میں اور کتاب الدعوات وغیرہ میں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الجد" اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو دنیا کے حصے مقدر فرما دیئے۔ اور اس حدیث میں "مِن" کا لفظ ہے یہ بدل کے معنی میں ہے جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے:

اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ۔ (التوبہ: ۳۸) کیا تم نے آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟

یعنی اس آیت میں "مِن" بدلہ کے معنی میں ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: جد سے مراد ہے دادا، یعنی کسی شخص کو اس کا نسب فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ "جد" میں جیم پر زیر ہے اور اس کا معنی ہے: اجتہاد اور کوشش، یعنی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہاری کوشش تمہیں فائدہ نہیں پہنچائے گی صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت تمہیں فائدہ پہنچائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۶۔ ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۱۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے خالقِ افعال ہونے کا بیان

اس حدیث سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے تمام افعال کو پیدا فرمایا ہے، کیونکہ حدیث میں مذکور ہے "جس چیز کو تو عطا فرمائے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے" اس کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام روکنے والوں کی نفی کی جائے، اسی طرح اس حدیث میں مذکور ہے "جس سے تو کوئی چیز روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے" اس کا تقاضا ہے: اللہ تعالیٰ کے سوا تمام دینے والوں کی نفی کرنا، اور یہ کہ حقیقت میں نہ کوئی دینے والا ہے اور نہ کوئی روکنے والا ہے، نہ کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے فعل سے روک سکتا ہے اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے فعل سے دے سکتا ہے، لہٰذا ثابت ہو گیا کہ مخلوق میں سے جس نے عطا کیا یا روکا تو اس کا عطا کرنا یا روکنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اس کی تخلیق ہے اور بندہ نے صرف کسب کیا ہے اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی دینے والا ہے اور وہی روکنے والا ہے۔ وہی دینے اور روکنے کو پیدا کرنے والا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی قدرت سے دینے اور روکنے کا کسب کرنے والا ہے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ اللہ ہی روکنے والا ہے اور وہی دینے والا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۷۰۔ ۱۷۱، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فرض نماز کے بعد ذکر بالجہر کے متعلق علامہ ابن بطال مالکی کی رائے

امام طبری نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اس فعل کی صحت پر دلیل ہے جو امراء اور حکام فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے جماعت میں اللہ اکبر کہتے ہیں اور ان کے پیچھے ان کے نمازی بھی نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں: امام طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ حدیث درج ذیل ہے:
امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے خبر دی کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہو جائیں تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں معمول تھا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب میں اللہ اکبر کی آواز سنتا تھا تو میں یہ جان لیتا تھا کہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۸۴۱، صحیح مسلم: ۵۸۳، سنن نسائی: ۱۳۳۵، سنن ابوداؤد: ۱۰۰۳، مسند احمد: ۳۴۶۸)
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اختتام کو تکبیر کی آواز سے پہچانتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۸۴۲)
علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:
میں نے فقہاء میں سے کسی کو نہیں پایا جو اس حدیث کے متعلق کچھ بھی کہتے ہوں سوا اس کے جو ابن حبیب نے ''الواضحۃ'' میں لکھا ہے کہ لشکروں میں اور سرحدوں پر صبح کی نماز کے بعد اور عشاء کی نماز کے بعد بلند آواز سے تین مرتبہ اللہ اکبر کہنا مستحب ہے اور یہ ان کا قدیم طریقہ ہے۔
ابن القاسم نے امام مالک سے ''العتبیۃ'' میں روایت کی ہے کہ دشمن کی سرزمین میں پانچوں نمازوں کے بعد اللہ اکبر کہنا بدعت ہے، اس کا المسودہ نے احداث کیا ہے۔ اسی طرح بعض شہروں میں صبح اور مغرب کی نماز کے بعد بھی۔
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ ''جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہو جائیں تو بلند آواز سے ذکر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معمول تھا'' یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام یہ ذکر نہیں کرتے تھے جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو بیان کیا، کیونکہ اگر صحابہ کرام یہ کرتے ہوتے تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کا کوئی معنی نہیں تھا کہ یہ ذکر بالجہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معمول تھا۔ پس نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا ایسا فعل ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری حیات میں دائماً عمل نہیں کیا اور آپ کے اصحاب نے یہ سمجھا کہ یہ بلند آواز سے ذکر کرنا لازم نہیں ہے، سو انہوں نے اس کو ترک کر دیا تاکہ جس کا علم کوتاہ ہے وہ یہ گمان نہ کرے کہ اس ذکر کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔ پس اسی وجہ سے فقہاء میں سے جس نے بھی ذکر بالجہر کو مکروہ قرار دیا، اس نے مکروہ قرار دیا۔ اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ اور عبیدہ سے مروی ہے کہ یہ ذکر بالجہر کرنا بدعت ہے۔
اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نماز کے بعد ذکر کی فضیلت پر دلیل ہے اور یہ رغائب خیر میں سے ہے اور صالحین کا طریقہ ہے اور عنقریب میں اس کی زیادہ شرح کروں گا اور یہ بیان کروں گا کہ نماز کے بعد ذکر کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے یا قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔ اس کی شرح میں کتاب الدعاء میں ''باب الدعاء بعد الصلوٰۃ'' میں ان شاء اللہ کروں گا۔
(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۵۲۷-۵۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)
کتاب الدعوات کے باب ''الدعاء بعد الصلوٰۃ'' کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: نمازوں کو بہترین اوقات میں رکھا گیا ہے، پس تم نمازوں کے بعد دعاء کرنے میں کوشش کرو۔

امام طبری نے کہا ہے کہ از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دعا قبول کی جاتی ہے۔

اور امام طبری نے از جعفر بن محمد روایت کی ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا کرنا نفل نماز کے بعد دعا کرنے سے اس طرح افضل ہے جیسے فرض نماز کی نفل نماز پر فضیلت ہے۔

پس اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ عبدالرحمٰن بن اسود نے اپنے والد عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ قلوب ظروف ہیں، پس ان قلوب کو قرآن مجید سے بھرو اور اس کے غیر کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ پس عبدالرحمٰن نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک ان دو امروں میں سے کون سا امر زیادہ فضیلت والا ہے یعنی نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا یا قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عمرو بن سلمہ نے اوزاعی سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ان سے کہا: سعید سے سوال کرو، انہوں نے سعید سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: بلکہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ پس اوزاعی نے سعید سے کہا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے برابر کوئی چیز نہیں لیکن سلف صالحین کی یہ سیرت ہے کہ وہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

امام طبری نے کہا: امام اوزاعی نے جو کہا ہے وہ صحت کے زیادہ قریب ہے، کیونکہ حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: اگر میں اس قوم کے ساتھ بیٹھوں جو فجر کی نماز کے بعد سے لے کر طلوع شمس تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو یہ میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر میں اس قوم کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو یہ میرے نزدیک دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا: اللہ تعالیٰ کا صبح ذکر کرنا اور شام کو ذکر کرنا اللہ کی راہ میں تلواروں سے جہاد کرنے سے زیادہ افضل ہے اور مال کی سخاوت کرنے سے زیادہ افضل ہے۔

اور باب "مایقول اذا اصبح" میں یہ حدیث گزر چکی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ابن آدم میرا صبح کے وقت ایک ساعت میں ذکر کرے اور دن کے آخر میں ایک ساعت میرا ذکر کرے تو اس کے درمیان کے اوقات میں میں اس کے لیے کافی ہوں۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۹۶، ملخصاً و ملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

صحیح البخاری میں صریح حدیث ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معمول تھا۔ اس حدیث کو علامہ ابن بطال نے اپنی رائے سے مقید کیا ہے کہ یہ ذکر صرف تھوڑے عرصہ کے لیے تھا اور صحابہ دائماً یہ ذکر نہیں کرتے تھے تا کہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر پڑھنا فرض لازم ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ نہیں بتایا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے کا جو معمول تھا وہ فرض یا لازم

تھا اور انہوں نے جو لکھا ہے کہ صحابہ کرام نے بعد میں اس کو ترک کر دیا، اس پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اور صحیح یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا افضل اور مستحب ہے فرض یا واجب نہیں ہے۔

اور کتاب الدعوات میں جو علامہ ابن بطال نے شرح کی ہے اور اس میں یہ لکھا ہے کہ نماز کے بعد ذکر کرنے کی بہ نسبت تلاوت قرآن پڑھنا افضل ہے اور تلاوتِ قرآن کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔

یہ صحیح ہے کہ تلاوتِ قرآن کے برابر کوئی چیز نہیں ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر وقت تلاوتِ قرآن کی جائے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے، جب کہ خود قرآن مجید کی بہ کثرت آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی ترغیب دی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاۙ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا۝ (الاحزاب: ۴۱-۴۲)

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو○ اور صبح اور شام کو اس کی تسبیح کیا کرو○

اور علامہ ابن بطال نے متعدد احادیث بیان کی ہیں جن میں تصریح ہے کہ جو لوگ صبح کی نماز کے بعد سے لے کر طلوعِ آفتاب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں یہ ان کے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور جو لوگ عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروبِ آفتاب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں یہ ان کے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ سو قرآن مجید کی تلاوت بھی افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بھی افضل ہے۔ اور قرآن مجید کی تلاوت کے افضل ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ صرف قرآن مجید کی تلاوت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے، یا کوئی اور عبادت نہ کی جائے۔

اس بحث میں درج ذیل عبارت نص صریح ہے:

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الشامی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مساجد وغیرہا میں جماعت کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے سوا اس صورت کے کہ ان کی بلند آواز سے کسی سونے والے کی نیند میں حرج ہو، یا کسی نمازی کی نماز میں خلل ہو یا کسی قاری کی تلاوت قرآن میں حرج ہو۔ (اس صورت میں ذکر بالجہر مستحب نہیں ہوگا تاہم جواز پھر بھی ہوگا، کیونکہ یہ استثناء استحباب سے ہے)۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۲ ص ۳۷۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ الشیخ احمد طحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا اور اللہ اکبر پڑھنا جائز ہے بلکہ سلف صالحین میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ مستحب ہے اور متاخرین میں سے ابن حزم نے اس پر وثوق کیا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی ج ۱ ص ۲۲۴، المکتبۃ الغوثیہ، کراچی)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ذکر بالجہر کے متعلق فقہاء کے نظریات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے وراد کو لکھوایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے:

Marfat.com

اس قسم کی حدیث دراصل حدیثِ مرفوع ہوتی ہے یعنی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہے۔ اس میں بعض لوگوں کا اختلاف بھی ہے لیکن امام مسلم اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ اس قسم کی حدیث، حدیثِ مرفوع ہوتی ہے۔

اور اس حدیث میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز اور اس کے ثبوت کی دلیل ہے۔

امام طبری نے کہا ہے: اس سے یہ معلوم ہوا کہ بعض امراء جو نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں تو یہ جائز ہے۔ علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے اس پر رد کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ وہ اس پر مطلع نہیں ہوئے کہ سلف صالحین میں سے کسی نے ایسا کہا ہو سوا اس کے جو ابن حبیب نے ''الواضحہ'' میں لکھا ہے کہ وہ لوگ اپنے لشکروں میں صبح کی نماز کے بعد اور عشاء کی نماز کے بعد بلند آواز سے تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ اور انہوں نے کہا: یہ لوگوں کا قدیم طریقہ ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا: ''العتبیۃ'' میں امام مالک سے منقول ہے کہ یہ چیز بدعت ہے، انہوں نے کہا کہ اس حدیث کا سیاق اس کی خبر دیتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی وقت میں بھی بلند آواز سے ذکر نہیں کرتے تھے، اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے جو کہا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس عبارت میں صحابہ کی تقیید پر اعتراض ہے بلکہ اس وقت صحابہ بہت کم تھے۔ علامہ النووی شافعی نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ صحابہ نے تھوڑے وقت کے لیے ذکر بالجہر کیا تھا تا کہ ذکر کی صفت کی تعلیم ہو جائے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ دائماً بلند آواز سے ذکر کرتے تھے اور مختار یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز کے ساتھ ذکر کریں سوا اس کے کہ اگر تعلیم کی ضرورت ہو تو پھر بلند آواز سے ذکر کریں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

ذکر بالجہر کے جواز کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں: علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے اس حدیث کو اپنے نظریہ کے مطابق ڈھالا ہے حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ ان کا نظریہ حدیث کے مطابق ہو نہ کہ حدیث کو ان کے نظریہ کے تابع کیا جائے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے۔ اور اس ذکر کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر روایت کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے یہ ذکر فرماتے تھے۔ اب اس میں یہ قید لگانا کہ تھوڑے عرصہ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر بلند آواز سے کیا تھا، محض اپنی طرف سے حدیث کے عموم کو مقید کرنا ہے۔ اس حدیث میں کہیں یہ مذکور نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر تھوڑے عرصہ کے لیے بلند آواز سے کیا تھا اور پھر بعد میں آپ پست آواز سے ذکر کرنے لگے تھے۔ اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں ''کان یقول'' اور یہ ماضی استمراری ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائماً فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔ اور بلند آواز سے ذکر کرنا صرف ذکر کی تعلیم کے لیے نہیں ہے جیسا کہ علامہ نووی وغیرہ نے سمجھا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی جلالت اور اس کی شان کو بلند کرنے کے لیے ہے۔ تاہم آہستہ ذکر کرنے کی اپنی فضیلت ہے اور اس کا اپنا مقام ہے لیکن اس حدیث میں جو مذکور ہے وہ یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر فرماتے تھے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

Marfat.com

۱۳- بَابٌ: مَنْ تَعَوَّذَ بِاللّٰهِ مِنْ دَرَكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ

سختیوں اور مشکلات اور بری قسمت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ (الفلق:۱-۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں ۝ اس کی بنائی ہوئی ہر چیز کے شر سے ۝

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں دو چیزوں سے پناہ طلب کرنے کا ذکر ہے، ان میں سے ایک ہے سختیوں اور مشکلات کو پانا اور یہ دینی اور دنیاوی دونوں مشکلات کو شامل ہے اور دوسری چیز ہے بری قسمت، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم حسن ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

امام بخاری نے اس آیت کریمہ کے ذکر سے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جن کا یہ زعم ہے کہ بندہ اپنے فعل کو خود پیدا کرتا ہے، کیونکہ اگر یہ افعال بندہ کے پیدا کیے ہوئے ہوتے تو ان سے پناہ طلب کرنے کا کوئی معنی نہ تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۱۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: مصیبت کی سختی، مشکل کاموں کے حدوث اور بری قسمت اور دشمنوں کی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

(صحیح البخاری: ۶۳۴۷، ۶۶۱۶، صحیح مسلم: ۲۷۰۷، سنن نسائی: ۵۴۹۲، مسند احمد: ۷۳۰۸)

صحیح البخاری: ۶۶۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان حدیث کی عبارت کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور سمی کا ذکر ہے، یہ ابوبکر مخزومی کے آزاد کردہ غلام ہیں اور اس حدیث کی سند میں ابو صالح کا ذکر ہے، یہ ذکوان الزیات ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جہد البلاء اور درک الشقاء وغیرہ سے پناہ طلب کرو"۔

اس حدیث میں ہے "تعوذوا" یعنی تم مصیبت کی مشقت وغیرہ سے پناہ طلب کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور آپ نے "درك الشقا" سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا"۔ "درك" کا معنی ہے ادراک اور لحوق، یعنی کسی چیز کو پانا اور اس کا حصول۔ اور "شقاء" کا معنی ہے: شدت اور تنگی اور یہ سعادت کی ضد ہے یعنی بدبختی۔ اور اس کا اطلاق اس سبب پر کیا جاتا ہے جو ہلاکت کی طرف پہنچائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ "درك الشقاء" کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دنیا میں اور دوسری آخرت میں۔

اسی طرح "سوء القضاء" یعنی بری تقدیر، یہ بھی عام ہے نفس میں اور مال میں اور اہل میں اور خاتمہ میں اور آخرت میں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ "سوء القضاء" سے پناہ طلب کرتے تھے۔ قضاء سے مراد ہے المقضی، یعنی اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہو اور اللہ تعالیٰ کا ہر حکم حسن ہے، اس کے کسی حکم میں برائی نہیں ہے۔ علماء نے قضاء اور قدر کی تعریف میں بیان کیا ہے کہ قضاء کا معنی ہے: ازل میں کلیات کا بطورِ اجمال حکم کرنا۔ اور قدر کا معنی ہے: ان کلیات کی جزئیات کے وقوع پر بطورِ تفصیل کے حکم لگانا۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ٘ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ (الحجر: ۲۱)	اور ہمارے ہی پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم اس کو صرف معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں O

اس آیت میں "خَزَآىِٕنُهٗ" کا لفظ ہے، یہ خزانہ کی جمع ہے، خزانہ اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنی چیزیں چھپا کر رکھتا ہے، یا اس جگہ انسان اپنی چیزوں کو محفوظ کر کے رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کے رزق اور معیشت کے اسباب جمع کر کے رکھے ہوئے ہیں، عام مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس خزانہ سے مراد بارش ہے، کیونکہ انسانوں، حیوانوں اور پرندوں کو رزق کی فراہمی بھی بارش کے ذریعہ ہوتی ہے۔ بارش سے سبزہ اگتا ہے اور فصل تیار ہوتی ہے، جس میں انسانوں، حیوانوں اور پرندوں سب کے لیے غذا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر سال سب جگہ یکساں بارش نازل نہیں فرماتا بلکہ اپنی حکمت سے کسی جگہ کم بارش نازل فرماتا ہے، کسی جگہ زیادہ اور کسی جگہ بالکل بارش نازل نہیں فرماتا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وشماتة الاعداء" اس کا معنی ہے کہ دشمنوں کی خوشی پر غم ناک ہونا اور جب دشمن اس کے غم پر خوش ہوں تو اس سے دل میں بہت زیادہ تاثیر ہوتی ہے اور بہت زیادہ قلق ہوتا ہے۔

اور تعوذ کے یہ کلمات جامعہ ہیں، کیونکہ مصیبت یا تو مبدأ کی جہت سے ہوگی اور وہ بری تقدیر ہے۔ یا معاد کی جہت سے ہوگی اور وہ بدبختی کا حصول ہے، کیونکہ حقیقی بدبختی وہی ہے جو آخرت میں بدبختی ہو یا دنیا کی زندگی کے اعتبار سے مصیبت ہوگی یا دوسروں کی وجہ سے ہوگی یا اس کے اپنے نفس کی وجہ سے ہوگی۔ اگر دوسروں کی وجہ سے ہو تو وہ دشمنوں کا خوش ہونا ہے۔ اور اگر اپنے نفس کی وجہ سے ہو تو وہ جهد البلاء ہے یعنی مصیبت کی مشقت ہے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۶۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''جهد البلاء'' اور ''درك الشقاء'' سے پناہ طلب کرنے کی حکمت

ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں سے ہم پر کوئی ایسا فعل نازل فرمائے جو ہم پر دشوار ہو کیونکہ اس کا تقاضا شدت اور مشقت ہے اور یہ بلاء اور شقاء ہے اور سوءِ قضاء ہے اور شماتۃِ اعداء ہے۔ پس شقاء دین اور دنیا دونوں میں ہوتی ہے، اور جب شقاء دنیا میں ہو تو یہ زندگی میں تنگی ہوتی ہے اور رزق میں کمی ہوتی ہے۔

''جهد البلاء'' کا معنی ہے: جب اولاد زیادہ ہو اور سامانِ معیشت کم ہو اور اس میں شدید مصیبت ہے۔

اور ''درك الشقاء'' سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں انسان معیشت کی تنگی کو پائے اور اس کی مشقت سے اس کو ضرر ہو۔

اور ''سؤ القضاء'' سے مراد ہے ایسی تقدیر جو انسان کو ناگوار ہو اور اس کو غم میں ڈالے۔

اور ''شماتة الاعداء'' کا معنی ہے: کہ جب انسان پر کوئی تکلیف یا مصیبت آئے تو اس سے اس کے دشمن خوش ہوں، اور کہا گیا ہے کہ یہ سب سے بڑی مصیبت ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ (الاعراف: ۱۵۰) پس آپ مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کیجئے ○

اور ''سوء القضاء'' یعنی بری تقدیر، یہ اللہ تعالیٰ کی تمام قضاؤں کے متعلق عام ہے خواہ اس قضاء کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے ہو۔ اور جس قضاء کا تعلق دنیا سے ہو اس سے مراد ہے زندگی میں تنگی اور رزق میں کمی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، اور اگر دین میں ہو تو یہ کفر اور معصیت ہے یعنی کفر اور معصیت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ پس جن تمام چیزوں سے ہمیں پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الرعد: ۱۶) اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۷۳۔ ۱۷۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے سورۂ فلق کی جو دو آیتیں ذکر کی ہیں اس سے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جن کا یہ زعم ہے کہ بندہ اپنے فعل کا خود خالق ہے، کیونکہ وہ بری تقدیر جس سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر اس کا فاعل بندہ ہوتا تو اس سے پناہ طلب کرنے کا کوئی معنی نہیں تھا، کیونکہ اسی سے پناہ طلب کرنے کا معنی صحیح ہے جو اس پر قادر ہو کہ وہ اس چیز کو زائل کردے جس سے پناہ طلب کی گئی ہے اور یہ حدیث اس کو متضمن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کا فاعل ہے اور سوءِ قضاء سے مراد سوءِ المقضی ہے کیونکہ قضاء کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم اور مقضی کا معنی ہے جس چیز کا حکم دیا گیا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۹۹، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

۱۴۔ بَابٌ: يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ (الانفال:۲۴)

انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو جاتا ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں پوری آیت ذکر نہیں کی گئی، پوری آیت اس طرح ہے:

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ (الانفال:۲۴)

اور یقین رکھو کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ حائل ہے اور بے شک تم اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے ○

سعید بن جبیر نے اس آیت کا معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کے ایمان لانے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور مومن کے کفر کرنے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کافر اور اس کی اطاعت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور مومن اور اس کی معصیت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اسی طرح ضحاک سے مروی ہے۔

اور مجاہد نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ مرد اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، پس اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا عمل کرے۔

اور اس عنوان سے غرض یہ اشارہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے ہر کسب کا خالق ہے خواہ وہ کسب خیر ہو یا شر ہو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ کافر اور ایمان کے درمیان حائل ہو اور اس کے لیے صرف اس کی ضد یعنی کفر کو مقدر فرمایا اور مومن اور کفر کے درمیان حائل ہو، اور مومن کو کفر کی ضد پر قادر کرے اور وہ ایمان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن کو گمراہی پر برقرار رکھا یہ بھی اس کا عدل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے نہیں روکا جو ان پر حق واجب تھا اور اپنے ارادہ کے مطابق ان کو پیدا کیا نہ کہ ان کے ارادہ کے مطابق اور ان میں ہدایت کی طاقت پیدا کی اور اس کی توفیق عطا فرمائی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَثِيرًا مِمَّا كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَحْلِفُ لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از سالم از حضرت عبداللہ (بن عمر رضی اللہ عنہما)، انہوں نے بیان کیا: بہت مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قسم اٹھاتے وقت فرماتے: دلوں کو پلٹنے والے کی قسم!

(صحیح البخاری: ۶۶۲۸، ۷۳۹۱، سنن ترمذی: ۱۵۴۰، سنن نسائی: ۳۷۶۱، سنن ابوداؤد: ۳۲۶۳، مسند احمد: ۴۷۸۳، سنن دارمی: ۲۳۵۰)

صحیح البخاری: ۶۶۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''بندہ اور اس کے قلب کے درمیان اللہ تعالیٰ کا حائل ہونا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ بہت مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح قسم کھاتے تھے ''دلوں کو پلٹنے والے کی قسم''۔ اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ بندہ کے دل کو پلٹ دیتا ہے اور وہ کفر کے اوپر ایمان کو ترجیح دیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فعل عدل ہے، اس کا کوئی فعل غلط یا ظلم نہیں، یہ اور بات ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے افعال کی حکمتوں پر مطلع نہ ہو سکیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ، اور یہ ابن المبارک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے موسیٰ بن عقبہ، عُقبہ میں عین پر پیش ہے اور قاف ساکن ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سالم، اور یہ ابن عبد اللہ ہیں اور یہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کثیرا'' یہ مصدر محذوف کی صفت ہے اور اصل عبارت یوں ہے ''یحلف حلفا کثیرا'' یعنی آپ حلف کے الفاظ میں سے جس لفظ سے حلف اٹھانا چاہتے تو زیادہ تر یوں حلف اٹھاتے تھے ''لا و مقلب القلوب''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا''، یہاں پر بھی عبارت محذوف ہے یعنی ''لا افعل'' یا ''لا اترك'' یعنی مقلب القلوب کے حق کی قسم اور وہ اللہ عزوجل ہے، میں اس کام کو ترک نہیں کروں گا یا یہ کام نہیں کروں گا۔ اور ''واؤ'' اس میں قسم کے لیے ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مقلب القلوب کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی اغراض کو پلٹ دیتا ہے اور ان کے ارادہ کے احوال کو پلٹ دیتا ہے، کیونکہ حقیقت میں دل کو نہیں پلٹا جاتا بلکہ دل میں آئے ہوئے ارادوں کو پلٹ دیا جاتا ہے۔

اور اس میں یہ دلیل ہے کہ دل کے جو اعمال ہیں اس میں جو ارادے ہوتے ہیں اور کسی کام کے لیے جو محرکات ہوتے ہیں اور باقی اغراض جو ہوتی ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہیں جیسا کہ ظاہری اعضاء کے افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۸۔۲۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٦١٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ وَبِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِابْنِ صَيَّادٍ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا قَالَ الدُّخُّ قَالَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ ائْذَنْ لِي فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ قَالَ دَعْهُ إِنْ يَكُنْ هُوَ فَلَا تُطِيقُهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن حفص اور بشر بن محمد نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صیاد سے فرمایا: میں نے تیرے لیے ایک چیز چھپائی ہے، اس نے کہا: وہ دُخ ہے، آپ نے فرمایا: دفع ہو، تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اجازت

Marfat.com

دیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں، آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو،
اگر یہ وہی ہے تو تم اس کو قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور اگر یہ وہ
نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے میں تمہارے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۵۴، ۳۰۵۵، ۶۱۷۳، ۶۶۱۸، صحیح مسلم: ۲۹۳۰، سنن ترمذی: ۲۲۴۹، مسند احمد: ۶۳۲۴)

صحیح البخاری: ۶۶۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اگر یہ ابن صیاد وہی ہے (یعنی دجال) جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں یہ ہے کہ اس نے نکلنا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہے تو تمہارا خالق تمہیں اس کے قتل پر ہرگز قادر نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ ثابت ہے کہ وہ نکلے گا اور لوگوں کو گمراہ کرے گا، کیونکہ اگر اس نے تم کو اس کے قتل پر قادر کر دیا تو اس سے اللہ تعالیٰ کا علم جہل کے ساتھ منقلب ہو جائے گا یعنی بدل جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بلند اور برتر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن حفص، یہ المروزی ہیں، یہ عسقلان میں رہتے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر بن محمد، بشر میں باء کے نیچے زیر ہے اور سین ساکن ہے، یہ ابو محمد السختیانی المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزہری، یہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سالم کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجنائز میں اس باب میں گزر چکی ہے ''اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه'' وہاں اس حدیث کو بہت طول کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ابن صیاد، اس کا نام ''صاف'' تھا، یہ یہودی لڑکا تھا اور اس کی باتوں سے لوگوں کو اس کے اوپر دجال کے ہونے کا شبہ ہوتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خبیئا'' یہ ''خبأ'' سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: چھپی ہوئی چیز۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الدُّخ'' اس سے مراد ہے الدُّخان، ایک قول یہ ہے کہ ابن صیاد نے ''الدخان'' کہنے کا ارادہ کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے وہ دخان کہنے پر قادر نہ ہو سکا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ڈانٹا تو وہ پورا کلمہ دخان نہیں کہہ سکا۔

میں کہتا ہوں: اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابن صیاد کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ دل میں چھپی ہوئی باتوں کو جان لیتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا

Marfat.com

امتحان لینے کے لیے فرمایا: میں نے اپنے دل میں ایک بات چھپائی ہے، اب تم بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت چھپائی تھی:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ⑩ سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا ○

(الدخان: ۱۰)

ابن صیاد پر یہ پوری آیت تو منکشف نہیں ہو سکی تو اس نے ''دخان'' کی جگہ ''الدخ'' کہا۔

اس مقام پر یہ اشکال ہے کہ ابن صیاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں چھپی ہوئی چیز کے کچھ حصہ پر بھی کیسے مطلع ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بتایا تھا کہ میں نے اپنے دل میں یہ آیت چھپائی ہے تا کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ ابن صیاد اس چیز پر مطلع نہیں ہو سکا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں چھپایا تھا۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو یہ بتا رہے تھے تو شیاطینِ جن نے سن لیا اور وہ ''دُخ'' کا لفظ سمجھ سکے اور یہ لفظ انہوں نے ابنِ صیاد کو القاء کر دیا، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دفع ہو، تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اخسأ'' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کتا بھاگ جائے یا دور چلا جائے اور ''اخسأ'' اسی سے امر ہے اور یہ کسی کی اہانت کے لیے کہا جاتا ہے یعنی تم دفع ہو جاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اگر یہ وہی ہے تو تم اس کی طاقت نہیں رکھتے'' یعنی تم اس کو قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، کیونکہ تقدیر میں یہ مقرر ہے کہ دجال آخر زمانہ میں نکلے گا اور زمین میں فساد کرے گا، پھر اس کو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قتل کریں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلا خیر لک'' یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ ابن صیاد نبوت کا دعویٰ کرتا تھا۔ پس اس کے قتل میں خیر کیوں نہیں ہوگی؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس وقت ابن صیاد نابالغ تھا یا وہ ایام یہود کے ساتھ صلح کے ایام تھے اور اس دوران یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے۔ اور رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی چیز کو چھپا کر ابن صیاد کا امتحان لینا، تو وہ اس لیے تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر اس کے دعویٰ کا بطلان ظاہر ہو جائے۔ اور اس کا مرتبہ کاہنوں سے متجاوز نہیں تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۴۹۔ ۲۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

الانفال: ۲۴ کی تفسیر از مصنف

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ⑭ (الانفال: ۲۴)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو، جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے حیات آفرین ہو اور یقین رکھو کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے اور بے شک تم اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے ○

Marfat.com

انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حائل ہونے کے محامل

سعید بن جبیر نے کہا: اللہ تعالیٰ، کافر اور اس کے ایمان لانے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور مومن اور اس کے کفر کرنے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کافر اور اس کے ایمان اور اللہ کی اطاعت کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو جاتا ہے۔ ضحاک نے کہا کہ کافر اور اس کی اطاعت اور مومن اور اس کی معصیت کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو جاتا ہے۔ مجاہد نے کہا: انسان اور اس کی عقل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو جاتا ہے۔ امام ابن جریر کی رائے یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس آیت میں اللہ عزوجل نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے زیادہ ان کے دلوں کا مالک ہے، اور جب بندے کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ ان کے ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی شخص ایمان لا سکتا ہے نہ کفر کر سکتا ہے، نیک کام کر سکتا ہے نہ گناہ کر سکتا ہے۔ (جامع البیان جز ۹ ص ۲۸۳۔۲۸۷)

تقدیر پر ایک اشکال کا جواب

اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے تو نیک کاموں پر انسان مدح اور ثواب کا اور برے کاموں پر مذمت اور سزا کا کیوں مستحق ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مشیت کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ بندے اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کریں گے اور کیا نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے اسی علم کا نام تقدیر ہے، اللہ عزوجل اپنے اس علمِ ازل کے مطابق جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام بنو آدم کے قلوب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک قلب کی طرح ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف فرماتا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مصرف القلوب! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۵۴، السنن الکبریٰ: ۷۸۶۱)

قاضی بیضاوی نے کہا: دلوں کو الٹ پلٹ کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے یہ بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں پر تصرف فرماتا ہے اور اس نے یہ تصرف اپنی مخلوق میں سے کسی کے سپرد نہیں کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے: اے مقلب القلوب! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ، اس دعا میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کے دلوں پر تصرف فرماتا ہے یہ تصرف اس کے تمام بندوں کو شامل ہے حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی شامل ہے۔ اور یہ وہم نہ کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام اس تصرف سے مستثنیٰ ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصاً اپنے دل کو دین پر ثابت رکھنے کی دعا فرمائی ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ ترین دل بھی اللہ سبحانہٗ کی پناہ لینے کا محتاج ہے تو دوسرے لوگ جو آپ سے کہیں کم مرتبہ کے ہیں وہ اس دعا کو کرنے کے کس قدر زیادہ محتاج ہوں گے۔

رہا یہ کہ رحمٰن کی دو انگلیوں سے کیا مراد ہے؟ اس کے دو جواب ہیں:

اول یہ ہے کہ دو انگلیوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کا تصرف ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث پر بغیر کسی تاویل اور توجیہ کے ایمان لانا چاہیے اور یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ یہ حق ہے اور اس کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

''لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ'' (الشوریٰ:۱۱)، (اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے)۔

صحیح البخاری: ۶۶۱۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الانفال: ۲۴ کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفر اور ایمان کو پیدا کیا ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کافر اور اس کے ایمان جس کا اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، پس کافر ایمان کا کسب نہیں کرتا جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں ایمان نہ لکھا ہو بلکہ کافر کو ایمان کی ضد پر قادر کرتا ہے اور وہ کفر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مومن اور کفر جس سے اللہ تعالیٰ نے مومن کو روکا ہے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے بایں طور کہ اس کو کفر پر قادر نہیں کرتا بلکہ اس کو ایمان پر قادر کرتا ہے اور وہ ایمان کے ساتھ متصف ہوتا ہے، پس اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کفر اور ایمان دونوں کا خالق ہے، پس اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے ہر کسب کا خالق ہے خواہ وہ خیر ہو یا شر ہو اور حدیث میں جو ہے ''لا ومقلب القلوب'' یعنی دلوں کو پلٹنے والے کی قسم! کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے دل کو پلٹ دیتا ہے کہ وہ کفر کی بجائے ایمان کو اختیار کرے یا ایمان کے بجائے کفر کو اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فعل اس کا عدل ہے یعنی جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی پر برقرار رکھے یا جس کے اندر ایمان پیدا کردے یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے، کیونکہ سب اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں اور اس کی مخلوق ہیں۔

امام آجری نے حبیب بن شہید کی حدیث سے روایت کی ہے کہ چند لوگ تقدیر کے متعلق بحث کرتے ہوئے ایاس بن معاویہ کے پاس آئے، پس ایاس نے ان سے پوچھا: تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کسی چیز کا حکم بھی دیا ہے اور کسی چیز سے ان کو منع بھی کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی پر بالکل ظلم نہیں کرتا تو ایاس نے ان سے پوچھا: مجھے بتاؤ کہ ظلم کی تعریف تم کو معلوم ہے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ مجھے ظلم کی تعریف معلوم ہے، کہا: اچھا بتاؤ ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا: ظلم یہ ہے کہ مرد اس چیز کو لے جو اس کی نہیں ہے، تو ایاس نے کہا: جس نے اس چیز کو لیا ہو جو اس کی ہے تو کیا یہ بھی ظلم ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو ایاس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی ملک میں ہر چیز ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ جو کام بھی کرے گا وہ ظلم نہیں ہے۔ (الشریعۃ للآجری: ۴۷۸)

حضرت عمران بن حصین نے ابوالاسود الدیلی سے کہا: اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو عذاب دے گا اور وہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں ہوگا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے لیے وسیع ہے اور اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا بھی صدقہ کرو تو تم سے وہ قبول نہیں ہوگا حتیٰ کہ تم اس پر ایمان لاؤ کہ ہر خیر اور شر تقدیر کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اس کی مثل حضرت ابن مسعود اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۸۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۹۹، سنن ابن ماجہ: ۷۷)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر یہ وہی ہے تو تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ الحدیث۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں دجال کا نکلنا ہے اور اس کا لوگوں کے لیے گمراہ کرنا ہے تو ہرگز اس کا خالق تمہیں اس کے قتل کرنے پر قادر نہیں کرے گا جس کے متعلق اللہ کو علم ہے کہ وہ نکلے گا اور لوگوں کو گمراہ کرے گا، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اس پر قادر

کر دے تو اس میں اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے بدل جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۵- بَابٌ: قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا (التوبہ:۵۱) قَضٰى

آپ کہیے کہ ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچتی ماسوا اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے مقدر کر دی ہے۔

''قضٰی'' کا معنی ہے: اس نے مقدر کر دیا۔

قَالَ مُجَاهِدٌ: (بِفَاتِنِيْنَ) بِمُضِلِّيْنَ- اِلَّا مَنْ كَتَبَ اللّٰهُ اَنَّهٗ يَصْلَى الْجَحِيْمَ

مجاہد نے کہا: ''فتنین'' کا معنی ہے: ''مضلین'' یعنی گمراہ کرنے والے۔ سوا اس کے جس کے لیے اللہ نے مقدر کر دیا کہ وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

''قَدَّرَ فَهَدٰى ۝'' (الاعلیٰ:۳)

قَدَّرَ الشَّقَاءَ وَالسَّعَادَةَ، وَهَدَى الْاَنْعَامَ لِمَرَاتِعِهَا-

''قَدَّرَ فَهَدٰى'' کا معنی ہے: اللہ نے بختی یا بدبختی کو مقدر کیا اور نیک بختی کو مقدر کیا۔ اور مویشیوں کو ان کی چراگاہوں کی طرف ہدایت دی۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں امام بخاری نے التوبہ:۵۱ لکھنے کے بعد لکھا ہے ''قضٰی'' یہ ''کتب'' کی تفسیر ہے اور اس آیت سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا علم ہے کہ ان کو دنیا میں کیا سختیاں اور تکلیفیں اور تنگی اور فراخی اور کشادگی پہنچے گی، کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں، وہ اپنے بندوں کے لیے جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اور ان کو خیر اور شر میں مبتلاء کرتا ہے اور یہ سب لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

مجاہد نے کہا کہ ''فاتنین'' کی تفسیر ہے ''مضلین''، یہ دراصل اس آیت کی تفسیر ہے:

مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ۝ (الصافات:۱۶۲-۱۶۳)

تم اللہ (کی مشیت) کے خلاف (زبردستی) کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ۝ سوا اس کے جو (اپنے کفر کے سبب خود ہی) دوزخ میں جا گرنے والا ہے ۝

یعنی تم کسی کو گمراہ کرنے والے نہیں ہو سوا اس کے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی مقدر کر دیا ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ اس تعلیق کو عبد بن حمید نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: تم کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے سوا اس کے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے گمراہی کو لکھ دیا ہے۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق سے الاعلیٰ:۳ کی جو مجاہد نے تفسیر کی ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝ (الاعلیٰ:۳) اور جس نے (صحیح) اندازہ کیا، پھر ہدایت دی O

مجاہد نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدبختی اور نیک بختی کو مقدر کیا ہے۔اس تفسیر کو فریابی نے سندِ موصول کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے اور یہ جو آگے لکھا ہے کہ مویشیوں کو ان کی چراگاہوں کی طرف ہدایت دی اس کا تعلق اس کے ماقبل کے ساتھ نہیں ہے بلکہ یہ بھی تفسیر ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ۝ (طٰہٰ:۵۰) موسیٰ نے کہا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی مخصوص ساخت عطا کی، پھر ہدایت دی O

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۱۹ـ حَدَّثَنِی إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ الْحَنْظَلِیُّ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِی الْفُرَاتِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ یَحْیَی بْنِ یَعْمَرَ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُونِ فَقَالَ كَانَ عَذَابًا یَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَشَاءُ فَجَعَلَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِینَ مَا مِنْ عَبْدٍ یَكُونُ فِی بَلَدٍ یَكُونُ فِیهِ وَیَمْكُثُ فِیهِ لَا یَخْرُجُ مِنَ الْبَلَدِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا یَعْلَمُ أَنَّهُ لَا یُصِیبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِیدٍ۔

(صحیح البخاری: ۳۴۷۴، ۵۷۳۴، ۶۶۱۹، مسند احمد: ۲۳۸۳۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن بریدہ از یحییٰ بن یعمر، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ بے شک انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: طاعون ایک عذاب تھا جس کو اللہ تعالیٰ جن پر چاہتا تھا بھیجتا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اس طاعون کو مومنین کے لیے رحمت بنا دیا، جو بندہ کسی شہر میں ہو اور اس میں طاعون ہو تو وہ اسی شہر میں رہے اور اس شہر سے نہ نکلے صبر کرتا رہے اور ثواب کی نیت کرتا رہے اور یہ یقین رکھے کہ اس پر وہی مصیبت آئے گی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے، سو جو شخص ایسا کرے گا اس کو شہید کے اجر کی مثل ملے گا۔

صحیح البخاری: ۶۶۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ہمیں وہی مصیبت پہنچتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے" اور اس باب کی حدیث میں بھی یہی ذکر ہے کہ جو شخص طاعون کی بیماری پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے شہید کی مثل اجر عطا فرمائے گا جب کہ اس کا یہ یقین ہو کہ اس کو وہی مصیبت پہنچتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن ابراہیم، اور وہ ابن راہویہ ہیں اور ان کی نسبت حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بنی تمیم کی طرف ہے اور اس قبیلہ کے عام لوگ بصرہ میں تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے النضر، یہ ابن شمیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے داؤد بن ابی الفرات، یہ المروزی ہیں، یہ بصرہ کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن بریدہ، یہ بردہ کی تصغیر ہے، یہ اسلمی ہیں اور مرو کے قاضی تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن یعمر، یہ بھی مرو کے قاضی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند کے تمام رجال مروزیون ہیں اور یہ عجیب و غریب بات ہے۔

یہ حدیث کتاب التفسیر میں اور ذکر بنی اسرائیل میں اور کتاب الطب میں از اسحاق از حبان گزر چکی ہے۔ امام نسائی نے اس کو کتاب الطب میں از عباس بن محمد روایت کیا ہے۔ اور اس کی تشریح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "طاعون"۔ اہل اللغت نے کہا ہے کہ یہ ایک وباء ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک پھوڑا ہے جس سے بہت سخت درد ہوتا ہے اور عموماً یہ بغلوں میں نکلتا ہے اور اس کے اردگرد کی جگہ سیاہ ہو جاتی ہے اور دل میں گھبراہٹ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ نے اس کو مومنین کے لیے رحمت بنا دیا ہے"۔ اس پر یہ سوال کیا گیا ہے کہ عذاب کے رحمت ہونے کی کیا توجیہ ہے؟۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگرچہ یہ صورت میں تکلیف اور آزمائش ہے لیکن یہ اس اعتبار سے رحمت ہے کہ یہ آخرت میں شہید کے اجر کی مثل کو متضمن ہے، لہٰذا طاعون اس امت کے لیے رحمت کا سبب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۰۔۲۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

طاعون کے متعلق جدید تحقیق

جدید سائنس کے مطابق طاعون کی بیماری جس کو پلیگ کہتے ہیں، ایک زہریلے جرثومہ کی وجہ سے ہوتی ہے جو کہ جنگلی چوہوں سے گھریلو چوہوں میں منتقل ہوتا ہے، جب ان چوہوں کی تعداد کم ہونے لگتی ہے تو ان کو کاٹنے والی مکھیاں انسانوں کو کاٹ کر بیماری پھیلانے کا باعث بنتی ہیں، کبھی کبھار یہ متاثرہ شخص کا پاخانہ جلد کے ساتھ لگ جانے اور سانس کے بخارات کے ذریعہ سے بھی پھیلتی ہے۔

طاعون کی سب سے عام قسم جو نوے فیصد متاثرہ لوگوں میں ہوتی ہے اس میں اس انفیکشن کے ایک ہفتہ کے بعد شدت ہوتی ہے اور شدید بخار ہوتا ہے، سردی لگتی ہے، سر میں درد اور جسم میں درد اور متلی ہوتی ہے اور الٹی بھی آتی ہے، شدید کمزوری اور نقاہت ہوتی ہے، اس کے بعد بغل میں درد ہوتا ہے خاص طور پر رانوں کے جوڑوں میں سخت گلٹیاں بن جاتی ہیں، ایک سے دو ہفتہ میں ان سے پیپ نکلنی شروع ہو جاتی ہے اور آنتوں میں یا پھیپھڑوں میں یا پیشاب کے راستہ میں خون بھی آ سکتا ہے، قوتِ شنید کم ہو جاتی ہے، آواز بھرا جاتی ہے، زبان سوج جاتی ہے اور سفید اور خشک ہو جاتی ہے، زہر پھیلنے پر مریض گھبرایا ہوا نظر آتا ہے۔

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۶۱۹، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب مذکور کے ساتھ مناسبت

اس باب کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ بتایا ہے کہ دنیا میں ان کو جو مصائب اور تکلیفیں اور تنگیاں اور آسانیاں اور رزق کی فراوانی پہنچتی ہے تو یہ سب اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اور ان کو خیر اور شر میں مبتلاء فرماتا ہے۔ اور یہ سب لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اور اس میں امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے خواہ وہ قدری ہو یا سنی ہو، اختلاف اس بات میں ہے کہ بندوں کے جو افعال ان سے صادر ہوتے ہیں وہ آیا ان کا فعل ہیں یا اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں۔ اور اس باب میں جو آیت ذکر کی گئی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ بندوں کے ایسے افعال ہوتے ہیں جن کا صدور صرف اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور مخلوق کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا اور نہ مخلوق اپنے کسب سے ان کو اختیار کرتی ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طاعون کے متعلق احادیث

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طاعون کے متعلق کیا سنا؟ تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک طائفہ کے اوپر بھیجا گیا تھا یا فرمایا: تم سے (پہلے کے) لوگوں پر بھیجا گیا تھا، پس جب کسی زمین کے متعلق سنو کہ وہاں طاعون ہے تو تم اس زمین میں نہ جاؤ، اور جب کسی زمین میں طاعون واقع ہو اور تم اسی زمین پر ہو تو وہاں سے نہ نکلو طاعون سے بھاگتے ہوئے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۷۳، صحیح مسلم: ۲۲۱۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون سے بھاگنا ایسا ہے جیسے میدانِ جہاد سے کوئی پیٹھ موڑ کر بھاگے اور طاعون کی وبا میں ثابت قدم رہنا ایسا ہے جیسے کوئی آدمی میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہے۔ اور ایک روایت میں ہے: جس نے طاعون پر صبر کیا اس کو شہید کا اجر ملے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۳، ج ۳ ص ۳۶۰)

علامہ الہیثمی نے کہا ہے کہ مسند احمد اور بزار اور طبرانی کی المعجم الاوسط میں رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۲)

اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جو شخص وبا کی سرزمین میں نہ ہو، اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وبا کی سرزمین میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے اور جو شخص وبا کی سرزمین میں ہو، اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے نکلنے سے منع فرمایا ہے، تا کہ وبا سے بھاگنا لازم نہ آئے۔ اور یہ معنی اس حدیث کے مطابق ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو اور جب دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو تو تم

Marfat.com

صبر کرو۔ (صحیح البخاری:۲۹۶۶، کتاب الجہاد)

طاعون زدہ علاقہ میں دخول کی ممانعت اور طاعون زدہ علاقہ سے فرار کی ممانعت کی توجیہ

حدیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جس جگہ طاعون ہو وہاں سے نہ نکلو، اس کا محمل یہ ہے کہ طاعون سے بھاگنے کے لیے وہاں سے نہ نکلو، لیکن اگر انسان کسی اور غرض سے اس علاقہ سے نکلے مثلاً تجارت کے لیے یا کسی ضروری کام کے لیے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ جس جگہ طاعون ہو وہاں سے نکلنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس آدمی کا یہ گمان ہوگا کہ اس جگہ سے بھاگنے سے اسے تقدیر سے نجات مل جائے گی اور یہ تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے۔

نیز حدیث میں ہے کہ جس جگہ طاعون ہو وہاں پر نہ جاؤ، اس لیے کہ اگر تم ایسی جگہ ٹھہرو گے جہاں طاعون نہیں ہے تو اس سے تمہارا دل پر سکون رہے گا۔

امام مالک سے سوال کیا گیا کہ جس شہر میں بہ کثرت اموات ہو رہی ہوں یا بیماریاں ہوں تو کیا اس کی طرف نکلنا مکروہ ہے؟ تو امام مالک نے کہا: میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ اس جگہ سے نکلے یا وہاں ٹھہرے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اس کے مشابہ ہے جو طاعون کے متعلق حدیث ہے۔ (المفہم للقرطبی ج ۵ ص ۶۱۴)

طاعون زدہ علاقہ سے فرار کے متعلق سلف صالحین کے مختلف اقوال

امام ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ سلف صالحین کا اس میں اختلاف ہے کہ وباء سے بھاگنا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو اس جگہ بھیجتے تھے جہاں طاعون ہو اور اسود بن ہلال اور مسروق سے مروی ہے کہ وہ اس جگہ سے بھاگتے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اس عذاب سے گھاٹیوں اور وادیوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تک ان کا یہ قول پہنچا تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا: بلکہ وہ شہادت ہے اور رحمت ہے اور تمہارے نبی کی دعا ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۸، کشف الاستار ج ۳ ص ۳۹۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۶۱، شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۳۰۶، صحیح ابن حبان: ۲۹۵۱)

کوفہ میں طاعون تھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل گئے، پھر جب وہ حصاص بن عوف (ایک مقام کا نام) میں پہنچے تو ان کو طاعون ہو گیا اور وہ فوت ہو گئے۔

اور رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، تو وہ مقام سرغ سے لوٹ آئے اور اس جگہ نہیں گئے جہاں پر طاعون تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۲۹) اور یہ اس لیے تھا تاکہ عام لوگوں کے وہموں میں تشویش نہ ہو اور وہ اپنے لوٹ آنے پر نادم ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مکمل حدیث درج ذیل ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبدالحمید بن عبدالرحمن بن زید بن الخطاب از عبداللہ بن عبداللہ بن الحارث بن نوفل از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف گئے حتیٰ کہ جب مقام سرغ پر پہنچے تو ان سے

Marfat.com

اجناد کے امراء نے ملاقات کی، ان میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور ان کے اصحاب تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ شام میں وبا پھیل چکی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے مہاجرین اولین کو بلاؤ، سو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بلایا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا اور ان کو بتایا کہ وبا شام میں پھیل چکی ہے، پس بعض نے کہا: آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں اور ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ وہ کام کیے بغیر واپس جائیں۔ اور بعض نے کہا: آپ کے پاس باقی لوگ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ اس وباء والے علاقہ میں جائیں، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگ میرے پاس سے چلے جائیں، پھر فرمایا: میرے لئے انصار کو بلاؤ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس میں نے انصار کو بلایا، سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا تو وہ بھی مہاجرین کے طریقہ پر چلے اور ان میں بھی انہی کی طرح اختلاف تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگ میرے پاس سے چلے جائیں، پھر فرمایا: میرے لئے ان کو بلاؤ جو یہاں پر قریش کے بزرگوں میں سے ہیں جو فتح مکہ کے وقت مہاجر تھے، پس میں نے ان کو بلایا، تو ان میں سے دو مردوں کا بھی اختلاف نہیں ہوا اور انہوں نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور اس وبا والے علاقہ میں نہ جائیں، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں ندا کر دی کہ میں صبح کو یہاں سے سوار ہو جاؤں گا، پس لوگ صبح کو تیار ہو گئے، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! آپ کے سوا کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی اے ابوعبیدہ! ہاں، ہم اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں، آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ کے پاس اونٹ ہوں اور آپ ایسی وادی میں اتریں جس میں دو چراگاہیں ہوں، ایک سرسبز و شاداب ہو اور دوسری بنجر ہو، کیا آپ ایسی چراگاہ میں اتریں جو سرسبز و شاداب ہو تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے اور اگر آپ ایسی چراگاہ میں اتریں جو بنجر ہو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے، اتنے میں حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور وہ کسی کام سے گئے ہوئے تھے، پس انہوں نے کہا کہ میرے پاس اس مسئلہ کا علم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی زمین کے متعلق سنو کہ اس میں طاعون ہے تو وہاں پر مت جاؤ، اور جب تم کسی زمین میں ہو اور وہاں طاعون آچکا ہو تو وہاں سے تم نہ نکلو طاعون سے بھاگنے کے سبب سے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور واپس چلے گئے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۳۰، ۶۹۷۳، صحیح مسلم: ۲۲۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۳، مسند احمد: ۱۶۸۵، ۱۶۶۹، موطا امام مالک: ۱۶۵۵، ۱۶۵۷)

''جو اس علاقہ سے بھاگے جہاں طاعون تھا'' انہوں نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون کے علاقہ میں دخول یا طاعون کے علاقہ سے خروج سے منع نہیں فرمایا لیکن آپ کو فتنہ کا خوف تھا کہ لوگ یہ گمان کریں گے کہ جو شخص طاعون کے علاقہ میں گیا تو وہ وہاں جانے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔ اور جو شخص وہاں سے بھاگ گیا وہ یہ گمان کرے گا کہ وہ اپنے بھاگنے کی وجہ سے سلامت رہا اور یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ نے بدشگونی سے منع فرمایا۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس کے لیے فتنہ ہے جو اس علاقہ سے بھاگا، وہ کہے گا: میں بھاگا تو میں نجات پا گیا اور جو اس جگہ ٹھہرا رہا اس کے لیے بھی فتنہ ہے، وہ کہے گا: چونکہ میں یہاں ٹھہرا رہا اس لیے اس وبا میں مبتلا ہوا، اور جو بھاگا تو اس کی ابھی موت نہیں آئی تھی اور جو ٹھہرا رہا تو اس کی موت آ گئی تھی۔

Marfat.com

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: طاعون سے بھاگنا ایسا ہے جیسے میدانِ جنگ سے بھاگنا۔
اور کہا جاتا ہے: بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی وبا سے بھاگا ہو اور سلامت رہا ہو اور اس میں نصیحت کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاهُمْ (البقرہ:۲۴۳)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے اپنے گھروں سے نکلے، سو اللہ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ، پھر اللہ نے ان کو زندہ کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ چالیس ہزار لوگ تھے جو طاعون سے بھاگے تھے، سو وہ مر گئے، پس انبیاء میں سے اللہ کے ایک نبی نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو زندہ کر دے حتیٰ کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا، اور وہ نبی حضرت حزقیل علیہ السلام تھے۔ اس کو علامہ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب المعارف میں بیان کیا ہے۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۵۱)
اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ طاعون سے بھاگنا اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا موجب ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۹ ص ۶۴۶۔۶۴۹ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۱۶۔ بَابٌ: وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ (الاعراف:۴۳)

اور اگر اللہ ہمیں نہ پہنچاتا تو ہم از خود یہاں نہیں پہنچ سکتے تھے

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۵۷﴾ (الزمر:۵۷)

یا یہ کہے کہ اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور متقین میں سے ہو جاتا O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں ان دو آیتوں کو ذکر کیا ہے اور اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت اور گمراہی کو پیدا کرنے میں منفرد ہے اور اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایمان اور کفر کے کسب پر قدرت عطا فرمائی ہے۔ اور یہ بندوں کی تخلیق نہیں ہے جیسا کہ قدریہ کا زعم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۲۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ هُوَ ابْنُ حَازِمٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَنْقُلُ مَعَنَا التُّرَابَ وَهُوَ يَقُولُ

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا صُمْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی اور وہ ابن حازم ہیں از ابی اسحاق، از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کے دن دیکھا، آپ ہمارے ساتھ مٹی کو منتقل فرما رہے تھے اور یہ پڑھ رہے تھے: اللہ کی قسم! اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے

Marfat.com

فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا — اور نہ ہم روزہ رکھتے اور نہ نماز پڑھتے۔

وَثَبِّتْ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا — پس تو ہم پر سکینہ نازل فرما

وَالْمُشْرِكُونَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا — اگر دشمنوں سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ۔

إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا — اور مشرکین نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے

جب وہ ہمیں فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔

(صحیح البخاری:۲۸۳۶، ۲۸۳۷، ۳۰۳۴، ۴۱۰۴، ۴۱۰۶، ۶۶۲۰، ۷۲۳۶، صحیح مسلم:۱۸۰۳، مسند احمد:۱۸۰۹۸، سنن دارمی:۲۴۵۵)

صحیح البخاری:۶۶۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے ''اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالنعمان، یہ محمد بن الفضل السدوسی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر بن حازم، اس میں حاء اور زاء ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسحاق، یہ عمرو بن عبداللہ السبیعی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجہاد کے باب ''حفر الخندق'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مشرکین نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے'' اس کا معنی ہے: انہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''جب وہ ہمیں فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے''۔ یعنی ہم فتنہ سے دور رہیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۱۔۲۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

کتاب القدر کا اختتام

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے کتاب القدر کی تکمیل ہوگئی۔

کتاب القدر میں انتیس (۲۹) احادیثِ مرفوعہ ہیں اور ان میں سے تین (۳) تعلیقات ہیں اور باقی احادیثِ موصولہ ہیں۔ ان میں سے بائیس (۲۲) احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث سات (۷) ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم ہے کہ صحیح البخاری کی کتاب القدر کی تکمیل ہوگئی، اللہ تعالیٰ ہمیں تقدیر کے متعلق اہل سنت و جماعت کے عقائد کے اوپر قائم رکھے اور بد مذہبوں اور گمراہوں کی بدعقیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو تا قیامت باقی اور فیض آفریں رکھے اور جو صحیح البخاری کی کتب اور ابواب باقی رہ گئے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی تکمیل بھی کرادے۔ کتاب القدر کے بعد اب ان شاء اللہ ''کتاب الایمان والنذور'' شروع ہوگی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۸۳- كِتَابُ الْأَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

قسموں اور نذروں کا بیان

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس کتاب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ کتاب قسموں اور نذروں کی اقسام کے بیان میں ہے۔''أیمان'' کا لفظ''یمین'' کی جمع ہے، یمین کا لغوی معنی ہے: قوت۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيْلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ (الحاقۃ: ۴۴-۴۵) اور اگر وہ رسول اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے ○ تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے ○

اور''یمین'' کے لفظ کا معنی دایاں ہاتھ بھی ہے۔ اور اس کا شرعی معنی ہے: خبر کی دو طرفوں میں سے ایک طرف کو اس کے ساتھ قوت دینا جس کی قسم کھائی گئی ہے۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

''یمین'' کا معنی ہے: جس چیز کا وجود ضروری ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ محقق کرنا یا ثابت کرنا، اور مکلف کا کسی عبادت کا التزام کرنا۔

اور ہمارے اصحاب احناف نے کہا ہے کہ''نذر'' کا معنی ہے: عبادت یا صدقہ یا ان کی مثل کسی چیز کو اپنے اوپر تبرعاً واجب کرنا، کہا جاتا ہے''نذرت الشیء نذرا''میں نے کسی چیز کی نذر مانی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس کتاب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

''أیمان'' میں الف پر زبر ہے اور یہ''یمین'' کی جمع ہے، اور نذور کا لفظ ذال کے ساتھ ہے، یہ نذر کی جمع ہے۔ اس باب کا امام ابن بطال نے کتاب البیوع سے پہلے اور کتاب الاشربہ کے بعد ذکر کیا ہے اور مجھے معلوم نہیں انہوں نے ایسا کیوں کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۸۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس کتاب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

''أیمان'' کا لفظ یمین کی جمع ہے اور لغت میں یمین کا اصل معنی ہے: ہاتھ، اور اس کا حلف پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے، کیونکہ عرب جب کسی چیز پر حلف اٹھاتے تھے تو ہر ایک اپنے صاحب کا ہاتھ پکڑ لیتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے''الید الیمنی'' یعنی سیدھا ہاتھ، اس کی شان کسی چیز کی حفاظت کرنا ہے، اس لیے حلف کو بھی یمین کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ جس پر حلف اٹھایا جائے اس کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور یمین کی جمع''أیمن'' بھی آتی ہے جیسے رغیف کی جمع ارغف آتی ہے۔

اور یمین کا عرفی معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے اسم یا اس کی کسی صفت کو ذکر کر کے کسی چیز کی تاکید کو ذکر کرنا، اور یہ سب سے مختصر اور

Marfat.com

سب سے فہم کے قریب ترین تعریف ہے۔اور''نذور'' نذر کی جمع ہے اور اس کی اصل ہے''انذار'' جس کا معنی ہے: خوف دلانا اور ڈرانا۔

اور علامہ راغب اصفہانی نے نذر کی تعریف کی ہے کہ''کسی نئے کام کے حادث ہونے کی بناء پر اس چیز کو واجب کرنا جس کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب نہ کیا ہو''۔(فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس کتاب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

''ایمان'' کا لفظ یمین کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: حلف یعنی قسم اٹھانا۔اور''نذور'' کا لفظ نذر کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: کسی چیز کا التزام کرنا اور انسان اپنے اوپر کسی چیز کو لازم کرلے تو اس کو نذر کہتے ہیں۔

یمین کی اقسام

قسم یا تو اس چیز پر کھائی جائے گی جس کا تعلق زمانہ ماضی کے ساتھ ہوگا، یا اس چیز کی قسم کھائی جائے گی جس کا تعلق زمانہ مستقبل کے ساتھ ہو۔اگر اس کا تعلق زمانہ ماضی کے ساتھ ہے تو اس میں کفارہ نہیں ہے خواہ اس کی قسم سچی ہو یا جھوٹی ہو، لیکن اگر اس کی قسم سچی ہے یا اس کا گمان ہے کہ وہ بات اسی طرح ہے تو اس قسم میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، اور اگر اس نے جھوٹی قسم کھائی یا اس کا گمان تھا کہ وہ جھوٹی بات پر قسم کھا رہا ہے تو وہ گناہ گار ہوگا۔پھر اگر وہ اس قسم سے کسی مسلمان کا مال ناجائز طور پر کھانا چاہتا ہو تو پھر یہ یمینِ غموس ہے۔

اور جس یمین کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہو اس کو یمینِ منعقدہ کہتے ہیں۔پس اگر انسان نے کسی ایسی چیز پر قسم کھائی جو مستقبل میں ہو تو اگر اس نے اس قسم کو پورا کردیا تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور اگر اس نے اس کو پورا نہیں کیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ کفارۂ قسم دے۔

قسم توڑنے کے احکام

کبھی قسم کا توڑنا واجب ہوتا ہے جب وہ کسی حرام کام کو کرنے کی قسم کھائے اور کبھی قسم کا توڑنا مستحب ہوتا ہے جب وہ کسی مکروہ کام کو کرنے کی قسم کھائے۔اور کبھی قسم کو توڑنا مکروہ ہوتا ہے جب وہ کسی مستحب کام کو کرنے کی قسم کھائے۔اور کبھی قسم کا توڑنا مباح ہوتا ہے جب وہ کسی مباح کام کو کرنے کی قسم کھائے اور کبھی قسم کو توڑنا حرام ہوتا ہے جب وہ کسی فرض کام کے کرنے کی قسم کھائے تو اس قسم کو توڑنا حرام ہے۔

نذر کی تعریف

ہم کہتے ہیں کہ انسان کا کسی چیز کا التزام کرنا نذر ہے مثلاً وہ یہ کہے کہ اللہ کے لیے مجھ پر نذر ہے کہ میں روزے رکھوں یا میں صدقہ کروں یا میں نماز پڑھوں''اور اس کا حکم احادیث کی شرح کے ضمن میں آئے گا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۰۶۔۵۰۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ،''ایمان'' کی بحث میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یمین کی اقسام

یمین کی دو قسمیں ہیں۔ایک اللہ سبحانہٗ کی قسم ہے اور اسی کو لغت اور شرع کے عرف میں قسم کہتے ہیں۔اور دوسری اللہ سبحانہٗ کے غیر کے نام کی قسم ہے اور یہ عامۃ العلماء کا قول ہے۔

اصحاب الظاہر (اہلِ حدیث) نے کہا ہے: یمین کی ایک ہی قسم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم ہے۔

رہا وہ حلف جو اللہ عزوجل کے نام کے بغیر ہو، پس وہ حقیقت میں یمین نہیں ہے، اس کو یمین مجازاً کہا جاتا ہے۔حتیٰ کہ جس نے حلف اٹھایا اس سے حلف نہیں لیا جائے گا، پس جس نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو وہ حانث ہو جائے گا اور عامۃ العلماء کے نزدیک وہ حانث نہیں ہوگا۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ یمین سے اس کی تعظیم کا قصد کیا جاتا ہے جس کی تعظیم کی قسم کھائی جائے، اسی وجہ سے عرب کی عادت ہے کہ وہ اس کی قسم کھاتے ہیں جس کی قدر و منزلت بزرگ ہو اور مخلوق پر اس کا نفع بہت زیادہ ہو۔آسمان اور زمین پر اور سورج اور چاند پر اور دن اور رات پر۔اور اس قسم کی تعظیم کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اس قسم کی تعظیم عبادت ہے اور اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کی عبادت جائز نہیں ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: جس نے طلاق کی قسم کھائی یا غلام آزاد کرنے کی قسم کھائی اور اس کے ساتھ ان شاء اللہ کہہ دیا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔(نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۳۴)

اور اس کے معنی میں یہ حدیث ہے کہ جس نے کسی یمین پر حلف اٹھایا اور ان شاء اللہ کہا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس یمین کو حلف فرمایا ہے اور حلف اور یمین اسماء مترادفہ میں سے ہیں جو ایک مسمّٰی پر واقع ہوتے ہیں اور کسی اسم کے اطلاق کرنے میں اصل حقیقت ہے، پس اس میں یہ دلیل ہے کہ جس نے طلاق کا حلف اٹھایا یا غلام آزاد کرنے کا حلف اٹھایا وہ بھی حقیقتاً قسم ہے۔اسی طرح اس اسم کا ماخذ بھی اس پر دلیل ہے، کیونکہ یمین کا معنی ہے قوت، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ (الحاقۃ: ۴۴۔۴۵)

اور اگر وہ رسول اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے ○ تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے ○

یعنی ہم اس کو قوت سے پکڑ لیتے، اور اسی وجہ سے سیدھے ہاتھ کو بھی یمین کہا جاتا ہے، کیونکہ سیدھا ہاتھ عادتاً بائیں ہاتھ کے اوپر قوی ہوتا ہے۔

اللہ کے نام کی قسم! اس لیے کھائی جاتی ہے کہ عرف میں یہ مقرر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم کی حرمت کی ہتک بہت قبیح ہے تو اس لیے وہ اللہ کی قسم کھانے پر مجبور ہوتا ہے تاکہ اپنے مطلوب کو حاصل کرنے پر اسے قوت حاصل ہو، اور یہ معنی طلاق اور غلام آزاد کرنے کے حلف میں بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ حلف اٹھانے والا شرط کے امتناع پر قوت حاصل کرتا ہے کہ اگر وہ شرط پائی گئی تو اس کی بیوی پر طلاق ہو جائے گی یا اس کا غلام آزاد ہو جائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی قسم کی شرع کے عرف میں تین قسمیں ہیں: یمین غموس، یمین لغو اور یمین منعقدہ۔

امام محمد بن حسن شیبانی حنفی المتوفی ۱۸۹ھ نے المبسوط کی کتاب الایمان کے شروع میں لکھا ہے کہ ''ایمان'' کی تین قسمیں ہیں:

Marfat.com

ایک یمین وہ ہے جس کو توڑنے پر کفارہ ہوتا ہے، اور دوسری یمین وہ ہے کہ جس کے توڑنے پر کفارہ نہیں ہوتا، اور تیسری یمین وہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کھانے والے سے مواخذہ نہیں فرمائے گا، اور اس تیسری قسم کا نام انہوں نے یمینِ لغو رکھا ہے۔ اور امام محمد نے جو کہا ہے کہ "ایمان" کی تین قسمیں ہیں اس سے ان کی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھانے کی تین قسمیں ہیں نہ کہ جنسِ ایمان کی تین قسمیں ہیں، کیونکہ وہ تو بہت ہیں۔

چونکہ کفارہ ہر یمین میں واجب نہیں ہوتا، کیونکہ ایمان سے بعض وہ ہیں جو یمین بالطلاق ہیں یا یمین بالعتاق ہیں اور بعض وہ ہیں جو یمین باللہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جو قسم کھائی جاتی ہے وہی مشروعہ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اس سے منع کرتا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کے نام کی قسمیں کھاؤ، پس جس شخص نے قسم کھانی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب تم کسی چیز پر قسم کھاؤ اور جس پر قسم کھائی ہے اس کے غیر کو بہتر سمجھو تو اپنی قسم کو توڑ کر کفارہ دو، پھر وہ کام کرو جو بہتر ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ جس یمین میں کفارہ مشروع ہے وہ یمین باللہ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس یمین کو معتبر قرار دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفارہ صرف یمینِ مشروعہ میں ہوتا ہے اور یہ وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی جائے، اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم نہ کھائی جائے مثلاً طلاق کی قسم کھائے کہ اگر میں نے فلانہ کام نہ کیا تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے گی یا عتاق کی قسم کھائے مثلاً اگر میں نے فلانہ کام نہیں کیا تو میرا غلام آزاد ہو جائے گا، تو اس میں کفارہ نہیں ہے لیکن اگر اس نے اس قسم کے خلاف کیا تو اس کی بیوی پر طلاق ہو جائے گی یا اس کا غلام آزاد ہو جائے گا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ امام محمد نے یہ کیسے خبر دی ہے کہ ہمیں امید ہے کہ یمینِ لغو میں مواخذہ نہیں ہوگا، حالانکہ قرآن مجید میں تصریح ہے کہ یمینِ لغو میں یقیناً مواخذہ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ۔ (البقرہ:۲۲۵) اللہ تم سے تمہاری بے ارادہ کھائی ہوئی قسموں پر مواخذہ نہیں فرمائے گا۔

اس سوال کے دو جواب ہیں:

پہلا جواب یہ ہے کہ یمینِ لغو وہ ہے جو جھوٹی قسم ہے لیکن وہ قصداً جھوٹی قسم نہ کھائے بلکہ خطأً اس کی زبان سے جھوٹی قسم نکل جائے یا غلطی سے اس کی زبان سے جھوٹی قسم نکل جائے جیسا کہ عنقریب ہم اس کی تفسیر میں ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے، اور اس کے فعل سے بچنا فی الجملہ ممکن ہے۔ اس وجہ سے اس پر مواخذہ کرنا جائز ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے گرفت کو اٹھا لیا ہے، یہ اس کی رحمت اور اس کا فضل ہے، اسی لیے جب کوئی آدمی خطأً کوئی فعل کرے یا بھول کر کوئی فعل کرے تو اس پر بھی توبہ اور استغفار کرنا واجب ہے، اس لیے امام محمد نے امید کا لفظ ذکر کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ جو اس طرح قسم پر گرفت نہیں فرماتا جب کہ اس پر گرفت کرنا جائز ہے تو یہ محض اس کا فضل ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس نوع کی یمین یعنی یمینِ لغو پر گرفت کا نہ کرنا قطعی ہے لیکن یمینِ لغو سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہی

ہے اس پر یقین نہیں ہے بلکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب ذکر کریں گے۔

یمینِ غموس کی تعریف اور اس میں مذاہب

رہی یمینِ غموس، تو یہ وہ ہے جس میں ماضی یا حال پر قصداً جھوٹی قسم کھائی جائے خواہ نفی کی یا اثبات کی۔ اور یہ وہ خبر ہے جو ماضی یا حال کے فعل یا اس کے ترک سے دی جائے اور اس میں عمداً جھوٹ بولا گیا ہو اور وہ اللہ عزوجل کے نام کے ساتھ مقرون ہو، جیسے کوئی شخص کہے ''اللہ کی قسم! میں نے یہ کام نہیں کیا'' اور اس کو یہ معلوم ہو کہ اس نے یہ کام کیا ہے یا کہے'' اللہ کی قسم میں نے یہ کام کیا ہے'' اور اس کو معلوم ہو کہ اس نے یہ کام نہیں کیا، یا وہ کہے: ''اللہ کی قسم! اس کا مجھ پر کوئی قرض نہیں ہے'' اور اس کو معلوم ہو کہ اس کا اس پر قرض ہے، سو یہ یمینِ غموس ہے۔

فقہاء احناف اور فقہاء حنابلہ نے کہا ہے کہ یمینِ غموس میں کفارہ نہیں ہے خواہ اس کا تعلق ماضی کے ساتھ ہو یا حال کے ساتھ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پانچ کبیرہ گناہ ایسے ہیں جن میں کفارہ نہیں ہے: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (۲) میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا (۳) مومن پر بہتان باندھنا (۴) مسلمان کو ناحق قتل کرنا (۵) جھوٹی قسم پر حلف اٹھانا تا کہ اس سے کسی مسلمان مرد کا مال کھائے۔

اور مالکیہ نے کہا ہے کہ اگر یمینِ غموس کا تعلق حال کے ساتھ ہو یا استقبال کے ساتھ ہو تو پھر اس میں کفارہ ہے۔ اور شاید ان کی توجیہ یہ ہے کہ جب یمین کا تعلق ماضی کے ساتھ ہوگا تو اس میں جھوٹ محقق ہوگا اور اس کا گناہ بہت بڑا ہے، سو یہ اس سے بڑا گناہ ہے کہ اس کو کفارہ سے مٹایا جائے، لیکن جب یمینِ غموس کا تعلق حال یا استقبال کے ساتھ ہو تو پھر یہ اس طرح نہیں ہے اور یہ یمینِ منعقدہ کے قریب ہوگی اور اس کا حکم لے گی اور اس میں پھر کفارہ ہوگا۔

یمینِ لغو کی تعریف اور اس میں مذاہب

رہی یمینِ لغو تو اس کی تفسیر میں اختلاف ہے، ہمارے اصحابِ احناف نے یہ کہا ہے کہ یہ وہ جھوٹی قسم ہے جو خطاً کھائی جائے یا غلطی سے کھائی جائے اور اس کا تعلق ماضی کے ساتھ ہو یا حال کے ساتھ، اور وہ یہ ہے کہ وہ ماضی یا حال کے واقعہ کی خبر اپنے ظن سے دے اور اس کا ظن واقع کے خلاف ہو مثلاً وہ کہے: اللہ کی قسم! میں نے زید سے کلام نہیں کیا اور اس کا ظن اور گمان یہی ہو کہ اس نے زید سے کلام نہیں کیا یا وہ کہے کہ اللہ کی قسم! میں نے زید سے کلام کیا ہے اور اس کا ظن اور گمان یہی ہو کہ اس نے زید سے کلام کیا ہے۔

اور اسی طرح ابن رستم نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ یمینِ لغو یہ ہے کہ ایک آدمی کسی چیز کی قسم کھائے اور اس کو گمان یہ ہو کہ یہ حق ہے حالانکہ وہ حق نہ ہو۔

اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یمینِ لغو وہ قسم ہے جس کی قسم کھانے والا قصداً قسم نہیں کھاتا اور یہ وہ ہے جو لوگوں کی زبانوں پر ان کے کلام میں بغیر قسم کے ارادہ کے جاری ہوتی ہے جیسے لوگ کہتے ہیں''لا واللہ'' (یعنی نہیں اللہ کی قسم)، ''بلیٰ واللہ'' (کیوں نہیں، اللہ کی قسم!) خواہ اس کا تعلق ماضی کے ساتھ ہو یا حال کے ساتھ ہو یا مستقبل کے ساتھ ہو۔

اور ہمارے (احناف کے) نزدیک مستقبل میں یمینِ لغو نہیں ہوتی بلکہ مستقبل کے متعلق جو قسم کھائی جائے وہ یمینِ منعقدہ ہوتی ہے اور جب اس قسم کے خلاف کرے تو اس پر کفارہ ہوتا ہے خواہ وہ قسم کھانے کا قصد کرے یا قسم کھانے کا قصد نہ کرے۔ اور

Marfat.com

یمینِ لغو صرف ماضی اور حال میں ہوتی ہے۔

پس ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ جس قسم میں قسم کھانے والا قسم کا قصد نہ کرے اور وہ قسم مستقبل کے متعلق کھائے تو ہمارے نزدیک وہ یمینِ لغو نہیں ہے یمینِ منعقدہ ہے اور اس میں کفارہ ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک جو قسم مستقبل کے متعلق کھائی اور اس میں قسم کھانے کا اس نے ارادہ نہیں کیا تھا تو وہ یمینِ لغو ہے اور اس میں کفارہ نہیں ہے۔

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان سے یمینِ لغو کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یمینِ لغو وہ ہے کہ جو شخص اپنے کلام میں کہتا ہے ''لا واللہ وبلیٰ واللہ'' (یعنی نہیں خدا کی قسم، اور کیوں نہیں، خدا کی قسم!)۔

(صحیح البخاری: ۶۶۶۳، موطا امام مالک ج ۲ ص ۴۷۷، مسند الشافعی ج ۲ ص ۴۷، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۴۸، شرح السنہ للبغوی ج ۵ ص ۲۷۷)

اور عطاء سے یمینِ لغو سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یمینِ لغو یہ ہے کہ ایک مرد اپنے کلام میں نیت سے کہے: ''لا واللہ وبلیٰ واللہ'' (یعنی نہیں خدا کی قسم، اور کیوں نہیں، خدا کی قسم!)۔

(سننِ ابوداؤد: ۳۲۵۴، موارد الظمآن: ۱۱۸۷)

یمینِ لغو کی تعریف پر امام شافعی کے دلائل

امام شافعی کہتے ہیں: پس حدیثِ موقوف اور حدیثِ مرفوع دونوں سے یمینِ لغو کی یہ تفسیر ثابت ہو گئی کہ کوئی شخص اپنے کلام میں قسم کے قصد کے بغیر کہے ''لا واللہ وبلیٰ واللہ'' (یعنی نہیں خدا کی قسم! اور کیوں نہیں، خدا کی قسم!)۔ اور اس میں ماضی اور مستقبل کا فرق نہیں ہے، تو یہ قسم ہر حال میں یمینِ لغو ہے جب کہ قسم کھانے والا اس قسم کا ارادہ نہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یمینِ لغو کے مقابلہ میں اس یمین کا ذکر فرمایا ہے جس کو دل کے کسب کے ساتھ کھایا جائے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ (البقرہ: ۲۲۵)

اللہ تم سے تمہاری بے ارادہ کھائی ہوئی قسموں پر مواخذہ نہیں فرمائے گا، لیکن ان قسموں پر تم سے مواخذہ فرمائے گا جو تم نے پختہ ارادوں سے کھائی ہیں۔

اس آیت میں یمینِ لغو کے مقابلہ میں یمینِ مکسوبہ کا ذکر کیا ہے اور یہ وہ قسم ہے جو قسم کے قصد سے کھائی جائے، پس یمینِ لغو وہ ہو گی جو غیر مقصودہ ہو، اور اس آیت میں دونوں قسموں کے یعنی یمینِ لغو اور یمینِ مکسوبہ کے تقابل کا یہی تقاضا ہے کہ یمینِ لغو میں قسم کا قصد نہیں ہوتا اور یمینِ مکسوبہ میں قسم کا قصد ہوتا ہے۔

یمینِ لغو کی تعریف کے ثبوت میں فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف نے کہا ہے: ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ

اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا، سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے،

كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (المائدہ:۸۹)

جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو)، اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یمینِ لغو کا مقابلہ یمینِ منعقدہ کے ساتھ فرمایا ہے اور ان دونوں میں یہ فرق کیا ہے کہ یمینِ لغو میں گرفت نہیں ہوگی اور یمینِ منعقدہ میں گرفت ہوگی۔ پس اس سے واجب ہوا کہ یمینِ لغو اس کے علاوہ ہو جو یمینِ منعقدہ ہے تاکہ دونوں میں مقابلہ محقق ہو۔ اور جو قسم مستقبل میں ہوتی ہے وہ یمینِ منعقدہ ہوتی ہے خواہ اس میں قصد ہو یا نہ ہو۔ اور اس لیے کہ لغو کا معنی ہے وہ چیز جس کی کوئی حقیقت نہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا (الواقعہ:۲۵)

وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے نہ گناہ کی بات O

اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے قول کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (حم سجدہ:۲۶)

اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو مت سنا کرو اور (اس کی قراءت کے وقت) لغو باتیں کیا کرو تاکہ تم غالب آ جاؤ O

اور یہ اس وجہ سے ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ یمینِ لغو وہ قسم ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، بلکہ قسم کھانے والے کا یہ گمان ہو کہ بات اس طرح ہے جس طرح اس نے قسم کھائی ہے اور حقیقت اس کے خلاف ہے۔

اور اس لیے کہ لغو وہ چیز ہے جس کی کوئی حقیقت نہ ہو، سو وہ باطل ہے جس کا کوئی حکم نہیں ہے۔ پس وہ یمینِ منعقدہ نہیں ہوگی، کیونکہ یمینِ منعقدہ کا حکم ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ یمینِ منعقدہ میں مواخذہ ثابت ہے اور اس میں قرآن مجید کی نصِ صریح سے کفارہ ثابت ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ یمینِ لغو سے مراد وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے یمینِ لغو کی یہ تفسیر کی کہ یہ وہ قسم ہے کہ ایک مرد جھوٹی قسم کھائے اور اس کا گمان یہ ہو کہ وہ صادق ہے، اس حدیث کی عبد بن حمید نے از ابراہیم النخعی روایت کی ہے اور اسی طرح الدر المنثور ج ۱ ص ۴۸۲ میں مذکور ہے۔

اور مطر نے ایک مرد سے روایت کی ہے کہ میں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یمینِ لغو کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یمینِ لغو یہ ہے کہ کوئی مرد یہ کہے: اللہ کی قسم! ہم نے اس طرح کیا ہے اور اللہ کی قسم! ہم نے اس طرح بنایا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بے شک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے یمینِ لغو کا یمینِ مکسوبہ یعنی یمینِ مقصودہ سے بھی تقابل کیا ہے۔

تو ہم کہیں گے کہ یہ وہی آیت ہے کہ جس آیت میں یمینِ لغو کا یمینِ مکسوبہ سے تقابل کیا ہے اور اس آیت میں اس کا تقابل یمینِ منعقدہ کے ساتھ کیا ہے اور جب ان دونوں آیتوں کو موافقت پر محمول کرنا ممکن ہے تو یہ اس سے اولیٰ ہے کہ ان کو تعارض پر محمول کیا جائے، پس ہم ان دونوں آیتوں کو اس طرح جمع کرتے ہیں کہ یمینِ لغو یہی یمینِ مقصودہ ہے اور غیر منعقدہ ہے اور ہمارا مخالف

Marfat.com

ان دو آیتوں میں سے ایک آیت کو معطل کر دیتا ہے، پس ہمارا حال اس سے بہتر ہے۔

یمینِ منعقدہ کی تعریف اور اس کے احکام

رہی یمینِ منعقدہ تو یہ قسم مستقبل میں کسی کام کے متعلق ہے خواہ مستقبل میں کسی کام کی نفی ہو یا اثبات ہو، جیسے ایک آدمی قسم کھائے اللہ کی قسم! میں ضرور یہ کام کروں گا، یا قسم کھائے کہ اللہ کی قسم! میں ضرور یہ کام نہیں کروں گا۔

یمین باللہ کا رکن وہ لفظ ہے جو یمین میں استعمال کیا جاتا ہے یعنی لفظِ اللہ۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ کے اسم کی قسم کھائی جائے گی اور کبھی اللہ تعالیٰ کی صفت کی قسم کھائی جائے گی اور اسم کبھی مذکور ہوگا اور کبھی محذوف ہوگا۔ اور مذکور کبھی صراحۃً ہوگا اور کبھی کنایۃً ہوگا۔

رہا وہ اسم جو صریح ہے وہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی اسم کا ذکر کرے خواہ کوئی اسم ہو، عام ازیں وہ اسم خاص ہو جس کا صرف اللہ تعالیٰ پر اطلاق ہوتا ہو جیسے لفظِ اللہ اور لفظِ رحمٰن، یا ایسا اسم ہو کہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے غیر پر بھی ہوتا ہو جیسے العلیم، الحکیم، الکریم، الحلیم اور ایسے دیگر اسماء۔ کیونکہ یہ اسماء ہر چند کہ ان کا اطلاق مخلوق پر بھی ہوتا ہے لیکن قسم میں جب ان اسماء کا ذکر کیا جائے گا تو قسم کی دلالت سے یہاں پر خالق متعین ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ پس ظاہر یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے اس سے اللہ تعالیٰ کے اسم کا ارادہ کیا ہے تاکہ اس کے کلام کو صحت پر محمول کیا جائے۔ سوا اس صورت کے کہ وہ غیر اللہ کی نیت کرے، پھر یہ قسم نہیں ہوگی کیونکہ اس نے اس چیز کی نیت کی ہے جس کی اس کے کلام میں گنجائش ہے، پس اس کے اور اس کے رب کے درمیان اس کی تصدیق کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ قسم کھانے کا بیان

بشر المریسی سے حکایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جس نے رحمٰن کی قسم کھائی تو اگر اس نے اس سے اللہ تعالیٰ کے نام کا قصد کیا ہے تو یہ قسم ہے، اور اگر اس نے سورۃ الرحمٰن کا قصد کیا ہے تو پھر یہ قسم نہیں ہے، گویا اس نے قرآن کے ساتھ حلف اٹھایا ہے، خواہ قسم حرفِ باء کے ساتھ کھائی جائے یا واؤ کے ساتھ یا تاء کے ساتھ، مثلاً وہ کہے باللہ، واللہ، تاللہ۔ کیونکہ ان میں سے ہر قسم کا عرب میں رواج ہے اور شریعت میں بھی وارد ہے۔

مختلف حروفِ قسم کے ساتھ قسم کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ (الانعام: ۲۳) — اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے! ہم شرک کرنے والے نہ تھے ○

اس آیت میں واؤ قسمیہ ہے۔ اور تاء قسمیہ کی مثال درج ذیل ہے:

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ (الانبیاء: ۵۷) — (ابراہیم نے کہا:) اور اللہ کی قسم! تمہارے پیٹھ پھیر جانے کے بعد میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر کروں گا ○

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا — انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد

Marfat.com

كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝ (یوسف: ۷۳) کرنے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں O

ان دونوں آیتوں میں تاءِ قسمیہ کی مثال ہے۔

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝ (التوبہ: ۵۶) اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ تقیہ کرتے ہیں (کہ تم ان سے مشرکوں جیسا سلوک نہ کرو) O

اس آیت میں حرف باء کے ساتھ قسم کھانے کی مثال ہے۔

احادیث میں بھی لفظِ اللہ کے ساتھ قسم کھانے کا حکم ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تم اپنے باپ دادا کی قسم کھاؤ اور نہ بتوں کی قسم کھاؤ، پس تم میں سے جو شخص قسم کھانے والا ہو، سو وہ اللہ کی قسم کھائے یا پھر چھوڑ دے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۴۶، صحیح مسلم: ۱۶۴۳، سنن ترمذی: ۱۵۳۴، سنن دارمی: ج ۲ ص ۱۸۵، صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۲۰۱۔ ۲۰۴، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۸۸، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱، ۱۷، ۱۴۲، موطا امام مالک ج ۲ ص ۴۸۰، باب جامع الایمان: ۱۴، مسند الحمیدی ج ۲ ص ۳۰۱، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج ۹ ص ۱۶۰)

صفات کے ساتھ قسم کھانے کی تفصیل

اگر کسی شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی قوت کی قسم! یا اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی مشیت کی قسم! یا اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی محبت اور اس کے کلام کی قسم! تو وہ حلف اٹھانے والا ہوگا، کیونکہ یہ صفات اگرچہ غیر صفت میں بھی استعمال کی جاتی ہیں، اسی طرح سے صفات میں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ اور قسم کی دلالت سے اس کی مراد متعین ہوجائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسم اور اس کی صفت کے بغیر قسم کھانا جائز نہیں ہے، پس قسم کے قرینہ سے ظاہر ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی صفت کا ارادہ کیا ہے۔

لفظِ نذر کے ساتھ قسم کا بیان

اگر کسی شخص نے کہا: مجھ پر نذر ہے یا کہا: مجھ پر اللہ کی نذر ہے تو یہ قسم ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جس نے نذر مانی اور نذر کا ذکر کیا تو اس پر اس کو پورا کرنا لازم ہے جو اس نے ذکر کیا ہے اور جس نے نذر مانی اور اس کا نام نہیں لیا تو اس پر قسم کا کفارہ ہے"۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نذر یمین ہے اور اس کا کفارہ یمین کا کفارہ ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۴، صحیح مسلم: ۱۶۵۴، سنن ابوداؤد: ۳۳۲۳، سنن ترمذی: ۱۵۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۷)

قسم کی شرائط

قسم کے منعقد ہونے کی شرط یہ ہے کہ قسم کھانے والا عاقل بالغ ہو، پس بچہ اور مجنون کی قسم معتبر نہیں ہے اور صحیح نہیں ہے خواہ وہ عاقل ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ قسم کھانے والا مسلمان ہو، پس ہمارے نزدیک کافر کی قسم صحیح نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کافر نے کسی چیز کی قسم کھائی، پھر وہ مسلمان ہوگیا اور اس نے قسم کے خلاف کیا تو ہمارے نزدیک اس پر کفارہ

Marfat.com

نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس پر کفارہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کفارہ عبادت ہے اور کافر عبادت کرنے کا اہل نہیں ہے۔

رہا قسم کھانے والے کا آزاد ہونا، سو یہ شرط نہیں ہے، سو غلام کا قسم کھانا بھی صحیح ہے مگر اس پر فی الحال مال کے ساتھ کفارہ ادا کرنا واجب نہیں ہوگا کیونکہ مال اس کی ملکیت میں نہیں ہوتا۔

یمینِ منعقدہ کا حکم

یمینِ منعقدہ کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کے خلاف کیا تو اس پر کفارہ ہے۔ اور یمینِ غموس کے اندر صرف توبہ اور استغفار ہے۔ اور کفارہ کا بیان وہی ہے جو المائدہ: ۸۹ میں گزر چکا ہے۔

اور یمینِ لغو میں توبہ کے ساتھ بھی کفارہ نہیں ہوتا اور نہ مال کے ساتھ ہوتا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۴ ص ۳۔ ۴۴ ملخصا و ملتقطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

نذر کی تعریف اور رکن

نذر ایسا صیغہ ہے جو نذر پر دلالت کرتا ہو جیسے کوئی شخص کہے "اللہ عزشانہ کے لیے مجھ پر فلاں عبادت لازم ہے" یا کہے "یہ قربانی یا یہ صدقہ یا میرا مال اللہ کی راہ میں صدقہ ہے" یا کہے "میں جس چیز کا بھی مالک ہوں وہ صدقہ ہے" اور اس قسم کے الفاظ وہ نذر کے الفاظ ہیں۔

نذر کے رکن کی شرائط

نذر کے رکن کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نذر ماننے والا عاقل ہو، بالغ ہو۔ پس دیوانہ اور پاگل کا نذر ماننا صحیح نہیں ہے اور وہ بچہ جو سمجھ دار نہ ہو اس کی نذر ماننا بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ نذر کا حکم یہ ہے کہ جس چیز کی نذر مانی ہے اس کو پورا کرنا واجب ہے۔ اور جو شخص عقل والا نہ ہو یا بالغ نہ ہو تو وہ کسی واجب کو ادا کرنے کا اہل نہیں ہے۔ اسی طرح جو بچہ عقل والا ہو وہ بھی شرعاً کسی واجب کو ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اور اس کی شرائط میں سے اسلام ہے، لہٰذا کافر کا نذر ماننا صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے نذر مانی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس پر اس نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہر مذہب بھی یہی ہے، کیونکہ جس چیز کی نذر مانی وہ عبادت ہے اور کافر کا فعل عبادت کے ساتھ متصف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

رہا نذر ماننے والے کا آزاد ہونا تو یہ نذر کی صحت کی شرائط میں سے نہیں ہے، پس غلام کا نذر ماننا صحیح ہے، پھر جس چیز کی نذر مانی ہے اگر وہ دینی عبادات میں سے ہو جیسے نماز اور روزہ وغیرہ تو اس پر اس کا ادا کرنا فوراً واجب ہے اور جس چیز کی نذر مانی ہے اگر وہ عباداتِ مالیہ میں سے ہو جیسے غلام آزاد کرنا اور کھانا کھلانا وغیرہ تو اس پر واجب ہے کہ جب وہ آزاد کر دیا جائے تب اس نذر کو پورا کرے، کیونکہ جس حال میں اس نے نذر مانی ہے اس حال میں اس کے پاس مال نہیں ہے جس سے وہ مالی عبادات کو ادا کر سکے۔

Marfat.com

منذور بہ کے اعتبار سے شرائط

(۱) جس چیز کی نذر مانی ہے وہ ایسی ہونی چاہیے کہ جس کا وجود فی نفسہٖ شرعاً متصور ہو، پس ایسی چیز کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے جس کا وجود شرعاً متصور نہ ہو، مثلاً کسی شخص نے یہ نذر مانی کہ اللہ کی رضا کے لیے مجھ پر لازم ہے کہ میں پوری رات کا روزہ رکھوں گا یا رات اور دن کا روزہ رکھوں گا، کیونکہ پوری رات کا روزہ رکھنا یا رات اور دن کا روزہ رکھنا شرعاً متصور نہیں ہے۔ اسی طرح عورت نے یہ نذر مانی کہ مجھ پر یہ نذر ہے کہ میں ایامِ حیض میں روزے رکھوں گی تو اس کی یہ نذر بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ ایامِ حیض میں روزے رکھنا شرعاً متصور نہیں ہے۔

(۲) اسی طرح نذر میں یہ شرط ہے کہ وہ عبادت ہو، لہٰذا ایسی چیز کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے جو بالکل عبادت نہ ہو، جیسے کوئی آدمی گناہ کی نذر مانے بایں طور کہ وہ کہے کہ اللہ ہی کے لیے مجھ پر نذر ہے کہ میں خمر پیوں گا یا فلاں شخص کو قتل کروں گا یا فلاں شخص کو ماروں گا یا فلاں شخص کو گالی دوں گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، حدیث میں ہے:

''اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کوئی نذر منعقد نہیں ہوتی''۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۹، ۲۳۰، ۲۳۲، صحیح مسلم: ۱۶۳۱، سنن ابوداؤد: ۲۱۲، ۲۱۱، ۲۱۰، سنن ترمذی: ۱۵۶۲، سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۴، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷۵)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جس نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر مانی تو وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کرے''۔

(موطا امام مالک ج ۲ ص ۴۷۶، باب مالا یجوز من النذور فی معصیۃ اللہ: ۸، مسند احمد ج ۶ ص ۴۱، ۳۶، صحیح البخاری: ۶۶۹۶، سنن ابوداؤد: ۳۲۸۹، سنن ترمذی: ۱۵۶۴، سنن نسائی ج ۷ ص ۱۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۲۶، سنن دارمی: ج ۲ ص ۱۸۴، مسند الشافعی ج ۱ ص ۷۵۔ ۷۴، رقم: ۲۴۶، شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۳۳، مشکل الآثار ج ۱ ص ۴۷۰، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۳۱، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۴۶، شرح السنہ للبغوی ج ۵ ص ۲۸۴، التاریخ الکبیر للبخاری ج ۱ ص ۳۴، مسند ابویعلیٰ ج ۸ ص ۲۷۷، رقم: ۴۸۶۳)

نیز اس لیے کہ نذر کا حکم یہ ہے کہ جس چیز کی نذر مانی ہے اس کا پورا کرنا واجب ہو اور معصیت کے فعل کا وجوب محال ہے۔

(۳) اسی طرح مباحات کی نذر بھی نہیں ہوتی مثلاً کوئی شخص کھانے پینے کی یا جماع کرنے کی نذر مانے، کیونکہ یہ عبادت نہیں ہے اور ان کا فعل اور ترک دونوں جائز ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ مجھ پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دوں تو اس کی نذر بھی منعقد نہیں ہوگی، کیونکہ طلاق دینا عبادت نہیں ہے، سو وہ نذر سے لازم نہیں ہوگی۔

(۴) اور اسی طرح یہ شرط ہے کہ وہ عبادتِ مقصودہ ہو، لہٰذا مریضوں کی عیادت کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح نمازِ جنازہ کے ساتھ جانے کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے اور وضو کی نذر ماننا اور غسل کی نذر ماننا اور مسجد میں داخل ہونے کی نذر ماننا اور قرآن مجید کو چھونے کی نذر ماننا اور اذان دینے کی نذر ماننا اور سرائے بنانے کی اور مسجد بنانے کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے، اگرچہ یہ امور عبادات ہیں لیکن عباداتِ مقصودہ نہیں ہیں، اور نماز، روزہ، حج اور عمرے کا احرام باندھنے کی نذر ماننا صحیح ہے اور غلام آزاد کرنے کی اور حجِ تمتع کے لیے بدنہ بھیجنے کی اور قربانی بھیجنے کی اور اعتکاف کرنے کی نذر ماننا صحیح ہے کیونکہ یہ سب عباداتِ مقصودہ ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے نذر مانی اور نام لیا کہ وہ کس چیز کی نذر مان رہا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو پورا کرے جس کا اس نے نام لیا ہے''۔ (نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۰۰)

(۵) اور جس نے یہ نذر مانی کہ وہ بیت اللہ تک پیدل جائے گا یا کعبہ تک یا مکہ تک تو اس پر لازم ہے کہ وہ حج کرے یا عمرہ کرے پیدل چل کر، اور اگر چاہے تو وہ سوار ہو سکتا ہے اور اس پر ایک بکری کو ذبح کرنا لازم ہے کیونکہ اس نے سواری کی ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے پیدل حج کیا اس کو ہر قدم کے بدلہ میں حرم کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ملے گی، آپ سے پوچھا گیا کہ حرم کی نیکیاں کیسی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: حرم کی ایک نیکی سات سو نیکیوں کے برابر ہے''۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۲ ص ۱۰۵، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۴۶۰، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۳۱، ج ۱۰ ص ۷۸)

روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل حج کرے گی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے غنی ہے کہ تمہاری بہن کو عذاب میں مبتلاء کرے، اسے کہو کہ وہ سوار ہو اور ایک قربانی کرے۔

اس حدیث کا شاہد حسب ذیل ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ بیت اللہ تک پیدل جائے گی، اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں تو میں نے آپ سے سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: وہ پیدل جائے اور سوار ہو۔ (صحیح البخاری: ۱۸۶۶، صحیح مسلم: ۱۶۴۴، سنن نسائی: ۳۸۱۴، سنن ابوداؤد: ۳۲۹۹)

(ایک روایت میں ہے کہ اسے چاہیے کہ وہ سوار ہو اور ایک قربانی کرے)۔

(۶) اور ان شرائط میں سے یہ ہے کہ اگر اس نے مال صدقہ کرنے کی نذر مانی ہے تو اس وقت وہ اس مال کا مالک ہے حتیٰ کہ اگر اس نے نذر مانی اور اس وقت وہ اس مال کا مالک نہیں تھا تو اس نذر کا پورا کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم کا اس چیز کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے جس کا وہ مالک نہ ہو''۔

یا اگر اس نے ایسی نذر مانی کہ جس کی ملکیت کی اس نے کسی وقت کی طرف اضافت کی تھی یا سبب ملکیت کی طرف اضافت کی تھی مثلاً اس نے کہا: ہر وہ مال جس کا میں مستقبل میں مالک ہوں گا تو اس کو اللہ کی راہ میں صدقہ دوں گا، یا اس نے کہا: ہر وہ چیز جس کو میں خریدوں گا، یا ہر وہ چیز جس کا میں وارث ہوں گا تو اس کو اللہ کی راہ میں صدقہ دوں گا، تو ہمارے نزدیک یہ شرط صحیح ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط صحیح نہیں ہے۔

ہمارے قول کی صحت کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (التوبہ: ۷۵-۷۶)

اور ان میں سے بعض (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اللہ نے اپنے فضل سے (مال) دیا تو ہم ضرور بہ ضرور صدقہ کریں گے اور ضرور بہ ضرور نیکوکاروں میں سے ہو جائیں گے ○ پس جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے انہیں (مال) عطا

کیا تو انہوں نے اس میں بخل کیا اور انہوں نے پیٹھ پھیر لی درآں حالیکہ وہ اعراض کرنے والے تھے O

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی مذمت کی ہے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اگر ان کو مال عطا کیا تو وہ اس کو ضرور اللہ کی راہ میں صدقہ کریں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو مال عطا فرمادیا تو انہوں نے اس کو اللہ کی راہ میں صدقہ نہیں کیا اور اپنی نذر پوری نہیں کی، اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح نذر ماننا صحیح ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کروں گا۔

(۷) اور ان شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ جس عبادت کی نذر مانی ہے وہ فرض یا واجب نہ ہو، لہٰذا کسی فرض کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے خواہ وہ فرضِ عین ہو جیسے پانچ نمازیں ہیں اور رمضان کے روزے ہیں یا فرضِ کفایہ ہو جیسے جہاد ہے اور نمازِ جنازہ ہے، اور نہ کسی واجب کی نذر ماننا صحیح ہے خواہ وہ واجب عین ہو جیسے وتر اور صدقہ فطر اور عمرہ اور قربانی یا وہ واجب کفائی ہو جیسے مردوں کی تجہیز و تکفین اور ان کو غسل دینا اور سلام کا جواب دینا، اس لیے کہ جو چیز خود واجب ہو اس کو واجب کرنا متصور نہیں ہے اور نذر کے ذریعہ اس عبادت کو واجب کیا جاتا ہے جو پہلے سے واجب نہ ہو۔

نذر کا حکم

نذر یا معین ہوگی اور یا غیر معین ہوگی، پس اگر نذر معین ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو پورا کرنا واجب ہے اور یہ حکم قرآن مجید، سنت، اجماع اور عقل سے ثابت ہے۔

نذر پوری کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

نذر کو پورا کرنے کے وجوب میں قرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں:

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ (الحج:۲۹)

پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذروں کو پورا کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں O

نذر یہ ہے کہ کسی واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے تم اپنے اوپر اس عبادت کو واجب کر لو جو تم پر پہلے واجب نہیں تھی اور تم یہ کہو: میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس عبادت کی نذر مانی ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۳۰)۔ سورۃ الحج کی اس آیت میں نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک رات مسجدِ حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ (صحیح البخاری: ۶۶۹۷)

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿٣٤﴾ (بنی اسرائیل: ۳۴)

اور عہد پورا کرو، بے شک عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ۔ (النحل: ۹۱)

اور جب تم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو۔

اور نذر بھی ناذر کی طرف سے ایک قسم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد ہے، لہٰذا اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو عہد کیا ہے اس کا پورا کرنا

Marfat.com

لازم ہے۔

نیز جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے اس کو پورا نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے ان پر وعید فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (التوبہ: ۷۷)

سو اس کے بعد اللہ نے ان کے دلوں میں اس دن تک کے لیے نفاق ڈال دیا جس دن وہ اس کے حضور پیش ہوں گے، کیونکہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لیے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے تھے O

سورۃ التوبہ: ۷۷ کا مصداق

کچھ منافقوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ نے انہیں مال دیا تو وہ ضرور زکوٰۃ ادا کریں گے۔ پھر جب اللہ نے انہیں مال دیا تو انہوں نے بخل کیا اور زکوٰۃ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی سزا میں ان کے دلوں میں تاحیات نفاق کو پختہ کر دیا، وہ منافق کون تھے؟ امام ابن مردویہ کی تفسیر کے مطابق جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ ثعلبہ بن ابی حاطب تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے اور امام ابن جوزی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے (دوسری روایت میں) فرمایا: وہ بنو عمرو بن عوف کا ایک شخص تھا، اس کا شام میں مال تھا، ایک بار اس مال کے پہنچنے میں دیر ہوگئی اور اس نے بہت تنگی اٹھائی تب اس نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے اپنے فضل سے اس کو وہ مال عطا کر دیا تو وہ ضرور صدقہ کرے گا اور نماز پڑھے، پھر جب اس کے پاس اس کا مال آ گیا تو اس نے بخل کیا اور اپنی قسم پوری نہیں کی۔ ابن السائب نے کہا: اس شخص کا نام حاطب بن ابی بلتعہ تھا، امام رازی نے بھی اس روایت کو اختیار کیا ہے، امام ابن جوزی نے ضحاک کی ایک اور روایت ذکر کی ہے کہ نبتل بن حارث، جد بن قیس، ثعلبہ بن حاطب اور معتب بن قشیر نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ نے ہمیں مال دیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں مال دیا تو انہوں نے اس میں بخل کیا۔ (ہماری تحقیق کے مطابق اس روایت میں ثعلبہ بن حاطب کا شمار درست نہیں ہے کیونکہ ثعلبہ بن حاطب تو بدری صحابی ہیں، یا پھر ہو سکتا ہے کہ وہ ثعلبہ بن ابی حاطب ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)

(زاد المسیر ج ۳ ص ۴۷۷، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

نذر پوری کرنے کے متعلق احادیث

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا، اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ اور جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا، اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۶، صحیح البخاری: ۶۶۹۶، سنن ابوداؤد: ۳۲۸۹، سنن نسائی: ۳۸۱۵، ۳۸۱۶، ۳۸۱۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۶، سنن ترمذی: ۱۵۲۶)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک نذر مانی، پس میں نے اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس نذر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نذر کو پورا کروں۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۹، صحیح البخاری: ۲۰۳۲، صحیح مسلم: ۱۶۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۳۲۵، سنن ترمذی: ۱۵۴۴، سنن نسائی: ۳۸۲۵، مسند احمد: ۲۵۵)

Marfat.com

حضرت میمونہ بنت کردم الیسار یہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور وہ اس وقت سواری پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں، ان کے والد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں بوانہ میں نحر کروں گا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا وہاں پر کوئی بت ہے، میں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: اپنی نذر کو پورا کرو۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۱، سنن ابوداؤد: ۳۳۱۴)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی ماں نے ایک نذر مانی تھی، وہ فوت ہو گئیں اور انہوں نے اس نذر کو پورا نہیں کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی طرف سے نذر پوری کرو۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۲، صحیح البخاری: ۶۶۹۸، صحیح مسلم: ۱۶۳۸، سنن ابوداؤد: ۳۳۰۷، سنن نسائی: ۳۸۲۲، مسند احمد: ۱۸۹۳)

نذر پورا کرنے کے متعلق عقلی دلیل

مسلمان کو کسی قسم کی عباداتِ مقصودہ ادا کر کے اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، ایسی عباداتِ مقصودہ جس کو ترک کرنے کی بھی رخصت ہو اور اس کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے تاکہ وہ بلند درجات کو پائے اور دارِ کرامت میں سعادتِ عظمیٰ کو پائے اور اس کی طبیعت اس عبادت کو حاصل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی بلکہ اس کو روکتی ہے کیونکہ اس میں مشقت ہے، پس ضرورت ہے کہ وہ ایسا کسب کرے جس وجہ سے وہ عبادت کرنے کی رخصت نہ رہے اور وہ فرائض کے ساتھ مل جائے اور یہ چیز نذر سے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ نذر پوری کرنے کا وجوب اس کو اس کی تحصیل کے اوپر برانگیختہ کرتا ہے، کیونکہ اس کو یہ خوف ہوتا ہے کہ اگر اس نے اس کو ترک کیا تو نذر پوری نہ کرنے کا اسے گناہ ہوگا۔ عام ازیں کہ نذر مطلق ہو یا مقید ہو یا کسی شرط پر معلق ہو، مثلاً اس نے کہا: اگر میں نے اس طرح کیا تو مجھ پر اللہ کے لیے حج کرنا لازم ہے یا عمرہ کرنا لازم ہے یا روزہ رکھنا لازم ہے یا نماز پڑھنا لازم ہے اور اس کے مشابہ دیگر اطاعات۔ اور اس میں کفارہ اس نذر کا بدل نہیں ہوگا اور یہ ہمارے اصحاب احناف رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۶ ص ۳۵۱-۳۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

۱- بَابُ: قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

(المائدہ: ۸۹)

۱- باب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا، سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ

ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو)، اور اپنی قسموں کی
حفاظت کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں
بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کروO

المائدہ:۸۹ کی تفسیر از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ المائدہ:۸۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں لغو کا ذکر ہے۔ امام شافعی نے کہا: اس سے مراد مرد کا وہ کلام ہے جو وہ بغیر قصد کے کرے جیسے نہیں خدا کی قسم، اور کیوں نہیں خدا کی قسم۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جو کلام وہ مذاق میں کرے اور ایک قول ہے کہ جو کلام وہ معصیت میں کرے اور ایک قول ہے کہ جو کلام وہ اپنے غلبہ ظن کے اعتبار سے کرے، یہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے: اس سے مراد ہے جو قسم غضب میں کھائے۔ اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد ہے جو بھولے سے قسم کھائے۔

اس آیت میں فرمایا: ''بما عقدتم الایمان'' یعنی جس قسم کو تم نے تاکید کے ساتھ کہا۔

نیز اس آیت میں ''مساکن'' کا لفظ ہے، اس سے مراد محتاج لوگ ہیں اور فقراء میں سے وہ لوگ ہیں جن کو قدرِ کفایت روزی میسر نہ ہو۔

اس آیت میں فرمایا ہے ''من اوسط ما تطعمون اھلیکم'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر اور عکرمہ نے کہا کہ تم اپنے گھر والوں کو جو درمیانی کھانا کھلاتے ہو۔ امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ روٹی، دودھ اور گھی ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ روٹی، گوشت اور گھی ہے اور روٹی اور دودھ ہے، اور روٹی اور زیتون ہے، اور روٹی اور سرکہ ہے۔

پھر کتنی مقدار میں کھلایا جائے اس میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو صبح اور شام کھلایا جائے۔ اور حسن اور محمد بن سیرین نے کہا: اس کے لیے کافی ہے کہ وہ دس مسکینوں کو ایک ہی بار روٹی اور گوشت کھلائے۔ اور حسن نے اضافہ کیا: اگر اس کو نہ ملے تو وہ روٹی اور گھی اور دودھ کھلائے اور پلائے۔ اور اگر یہ نہ ملے تو روٹی، زیتون اور سرکہ کھلائے حتیٰ کہ ان کا پیٹ بھر جائے۔ اور ایک قوم نے کہا: ان دس میں سے ہر ایک کو نصف صاع گندم یا کھجور یا اس کی مثل کھلائے اور یہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور مجاہد اور شعبی اور سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی، منصور بن مہران، امام مالک، الضحاک، الحکم، المکحول، ابی قلابہ اور مقاتل بن حیان کا قول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نصف صاع گندم کھلائے یا ایک صاع کھجور اور کشمش کھلائے۔ یہ مجاہد کا اور محمد بن سیرین کا اور شعبی کا، الثوری کا، النخعی کا، اور امام احمد کا قول ہے۔ اور یہ حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ اور امام شافعی نے کہا کہ قسم کے کفارہ میں ایک کلو طعام کھلائے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''اَوْ كِسْوَتُهُمْ'' امام شافعی نے کہا: اگر دس میں سے ہر ایک کو اتنے کپڑے دیے کہ ان پر کپڑے کا اطلاق آجائے یعنی قمیص یا شلوار یا تہبند یا عمامہ تو یہ اس کے لیے کافی ہے۔ اور ٹوپی میں ان کے اصحاب کا اختلاف ہے۔ اور امام

مالک اور امام احمد نے کہا کہ ضروری ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو اتنے کپڑے دے جن کو پہن کر اس کا نماز پڑھنا صحیح ہو اگر مرد ہو تو اس کے اعتبار سے اور اگر عورت ہو تو اس کے اعتبار سے۔

اس آیت میں فرمایا ہے ''اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ'' امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں مطلقاً غلام آزاد کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر اس نے کافر عورت کو آزاد کر دیا تب بھی صحیح ہے، اور امام شافعی اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ قسم کے کفارہ میں سوائے مومنہ باندی کے اور کسی کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ''فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ '' اس میں اختلاف ہے کہ کیا مسلسل تین روزے رکھنا واجب ہے یا مسلسل تین روزے رکھنا مستحب ہے، امام شافعی سے منصوص یہ ہے کہ مسلسل تین روزے رکھنا واجب نہیں ہے اور یہ امام مالک کا قول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے کہا ہے کہ مسلسل تین روزے رکھنا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۳۔ ۲۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رضی الله عنه لَمْ يَكُنْ يَحْنَثُ فِي يَمِينٍ قَطُّ حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ كَفَّارَةَ الْيَمِينِ وَقَالَ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتُ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي۔

(صحیح البخاری: ۴۶۱۴، ۶۶۲۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کبھی بھی اپنی قسم میں حانث نہیں ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کا کفارہ نازل فرمایا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کسی چیز کی قسم نہیں کھاتا پھر یہ دیکھوں کہ اس چیز کا غیر زیادہ بہتر ہے تو میں اس زیادہ بہتر کام کو کرتا ہوں اور اپنی قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں۔

صحیح البخاری: ۶۶۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں قسم کے کفارہ کا بیان ہے، اور حدیث میں بھی قسم کے کفارہ کا ذکر ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن مقاتل ابوالحسن، اور ان کے شیخ مروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام بن عروہ، جو اپنے والد عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابوبکر'' اور عبداللہ بن نمیر نے جو ہشام سے روایت کی ہے اس میں ''ابوبکر صدیق'' مذکور ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن عثمان ابوقحافہ ہے اور صدیق ان کا لقب ہے۔ یہ لقب ان کو اس وقت دیا گیا جب کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک رات میں مکہ سے شام تک جانے اور آنے کی تکذیب کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صدیق کا لقب دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اپنی قسم کا کفارہ دینا

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی قسم میں کبھی حانث نہیں ہوئے''۔ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبھی اپنی قسم کے خلاف کام نہیں کیا۔ اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صفت اور ان کی شان یہ تھی کہ وہ کبھی اپنی قسم کے خلاف نہیں کرتے تھے، لیکن اگر ان پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اس قسم کا خلاف کرنا زیادہ بہتر ہے تو وہ اس قسم کا خلاف کرتے تھے، چنانچہ حضرت مسطح بن اثاثہ نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت ظاہر فرمادی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ آئندہ مسطح پر کچھ خرچ نہیں کریں گے، اور حضرت مسطح، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے اور ان کی تنگدستی کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان پر خرچ کرتے تھے، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٢﴾ (النور: ۲۲)

اور تم میں سے اصحاب فضل اور ارباب وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، ان کو چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کردے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں اے میرے رب! ہم اس سے محبت کرتے ہیں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ پر اسی طرح خرچ کرنے لگے جس طرح پہلے خرچ کرتے تھے اور انہوں نے اپنی قسم کا کفارہ دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَا عَبْدَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان محمد بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الحسن نے حدیث

Marfat.com

الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُوتِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُوتِيتَهَا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ۔

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! تم امارت (یعنی منصب) کا سوال نہ کرو، کیونکہ اگر تم کو سوال کی وجہ سے امارت یا منصب دیا گیا تو تمہیں اس کی طرف سپرد کر دیا جائے گا اور اگر تم کو بغیر سوال کے منصب دیا گیا تو تمہاری اس پر مدد کی جائے گی، اور جب تم کسی چیز پر قسم کھاؤ اور اس قسم کے خلاف کو قسم سے بہتر سمجھو تو اپنی قسم کا کفارہ دو اور اس کام کو کرو جو بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۲۲، ۶۷۲۶، ۷۱۴۶، ۷۱۴۷، صحیح مسلم: ۱۶۵۲، سنن ترمذی: ۱۵۲۹، سنن نسائی: ۳۷۸۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۲۰۰۹۵، سنن دارمی: ۲۳۴۶)

صحیح البخاری: ۶۶۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "پس تم اپنی قسم کا کفارہ دو"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسن، یہ حسن بصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ، یہ ابن حبیب ہیں، ان کے ہاتھوں پر بہت فتوحات ہوئی تھیں، یہ عراق کی جنگ میں حاضر تھے اور سجستان ان کے ہاتھوں پر فتح ہوا۔ ان کو بصرہ کے امیر عبداللہ بن عامر نے بھیجا تھا۔ امام بخاری نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی صرف یہی حدیث ذکر کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تم امارت کا سوال نہ کرنا"۔ یعنی تم یہ سوال نہ کرنا کہ تم کو امیر بنایا جائے، اس کا معنی ہے: تم کو حاکم بنایا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز کا تعلق حکومت کے ساتھ ہو مثلاً قضاء اور محاسبہ، اس کا سوال کرنا مکروہ ہے۔ اور جس نے اس کا سوال کیا اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اعانت نہیں ہوگی۔ اور اس کے لیے اس عمل میں کفایت نہیں ہوگا، پس مناسب یہ ہے کہ وہ حاکم بننے کا سوال نہ کرے۔

اس حدیث کی روشنی میں یہ سوال ہے کہ جب صرف حکومت کا سوال کرنا ممنوع ہے تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو رشوت دے کر یہ حکومت کا منصب حاصل کرتے ہیں اور اس میں کوشش کرتے ہیں، خصوصاً مصر کے غالب قاضی ایسے ہی ہیں وہ منصب قضاء

Marfat.com

پر رشوت دے کر ہی فائز ہوتے ہیں اور اس سے نہیں ڈرتے کہ جو رشوت دے کر کوئی منصب حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت فرمائی ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے: اللہ تعالیٰ رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرماتا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس نے کسی کام کے کرنے پر قسم کھائی یا کسی کام کے ترک پر قسم کھائی اور قسم کے خلاف کرنا اس قسم کے مطابق کرنے سے بہتر ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس قسم کو توڑ دے بلکہ واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

اور نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا جائز ہے۔ امام شافعی اور امام مالک نے ایک روایت میں اسی پر عمل کیا ہے۔ اور فقہاء احناف کے نزدیک قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ کفارہ کسی جرم کو چھپانے کے لیے ہوتا ہے اور قسم توڑنے سے پہلے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا، لہٰذا اس سے پہلے کفارہ دینا جائز نہیں ہوگا۔

صحیح البخاری کی یہ حدیث صحیح مسلم کی اس حدیث کے معارض ہے جس کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ یہ ہے کہ جس نے کسی چیز پر قسم کھائی، پھر اس کے غیر کو اس قسم سے بہتر جانا تو اسے چاہیے کہ وہ اس خیر کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔
اور اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کی حدیث میں ہے، سوا اس کے کہ امام بخاری قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کی روایت میں منفرد ہیں، اسی طرح امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ کفارہ قسم توڑنے سے پہلے ہے اور قسم توڑنے کو کفارہ پر مقدم رکھنے کی حدیث حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ کفارہ کو مقدم کیا جائے جب کہ معاملہ اس طرح ہو، یعنی جب کفارہ کو مقدم کرنے اور مؤخر کرنے میں تعارض ہے، پس قسم توڑنے کو کفارہ پر مقدم کرنے کی روایت زیادہ اولیٰ ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۵-۲۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۲۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے "اور تم اپنی قسم کا کفارہ دو اور اس کام کو کرو جو بہتر ہے" اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کفارہ قسم توڑنے سے پہلے دیا جائے گا۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ جب اس نے کسی نیک کام کے کرنے پر قسم کھائی ہو تو اس میں چار اقوال ہیں:
پس المدونہ میں مذکور ہے، علامہ ابن القاسم مالکی نے کہا: ہمارا "الایلاء" (ایلاء یہ ہے کہ کسی آدمی نے یہ قسم کھائی کہ وہ اپنی بیوی سے چار ماہ تک مقاربت نہیں کرے گا) میں اختلاف ہوا، تو ہم نے امام مالک سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ قسم توڑنے کے بعد کفارہ دے، یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور اگر اس نے اس سے پہلے کفارہ دے دیا تو بھی اس کو کفایت کرے گا۔
(المدونہ ج ۲ ص ۳۸)

اور انہوں نے کتاب محمد میں حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا: جس نے کسی کام پر قسم کھائی، پھر اس کے خلاف کرنے کو بہتر جانا، سو اس کو چاہیے کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ دے، اور قاضی عبدالوہاب نے ذکر کیا کہ امام مالک نے اس کی ابتداءً اجازت دی ہے

Marfat.com

یعنی ابتداء کفارہ دینا جائز ہے۔ (المعونہ ج ۱ ص ۴۱۲)

اور ابن الجلاب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ کہا کہ یہ کفایت نہیں کرے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی تھی تو پہلے کفارہ دینا کفایت کرے گا۔ اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم نہیں کھائی بلکہ طلاق کی قسم کھائی ہے یا غلام آزاد کرنے کی قسم کھائی ہے یا صدقہ دینے کی قسم کھائی ہے اور وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ جب تک یہ قسم نہیں پائی جائے گی تو اس کا معین غلام آزاد ہوگا یا اس کی بیوی پر طلاق نافذ ہو جائے گی۔

اور امام مالک نے اس صورت میں اجازت دی ہے کہ جب اس نے اپنی قسم میں ان شاء اللہ کہا ہے اور کسی مدت کا بیان نہیں کیا تو وہ کفارہ کو مقدم کر سکتا ہے۔

اور ابن الماجشون نے ''ثمانیۃ ابی زید'' میں کہا ہے: جس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی تو وہ ایک دینار صدقہ دے گا، پھر اس نے قسم کے خلاف کرنے کا اپنے دل میں ارادہ کیا تو وہ قسم کا کفارہ دے اور صدقہ نہ کرے۔ اور انہوں نے کہا کہ اس صورت میں اس کی موت تک اس کا حانث ہونا ظاہر نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ قسم توڑنے سے پہلے اس کا کفارہ دینا احسن ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: ''اسے چاہیے کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور اس کام کو کرے جو بہتر ہے''۔ (صحیح مسلم: ۱۶۵۰)

اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ اس نیک کام کو کرے اور قسم کا کفارہ دے اور یہ دونوں حدیثیں جواز کو متضمن ہیں، کیونکہ واؤ ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی۔ اور اس سے پہلے یہ اختلاف بیان ہو چکا ہے کہ کون سی چیز مستحب ہے کفارہ دینا یا قسم توڑنا۔ اور اگر کفارہ کی تقدیم ناجائز ہوتی تو آپ اس کو بیان فرما دیتے حالانکہ آپ نے فرمایا ہے وہ نیک کام کرے پھر کفارہ دے، کیونکہ ضرورت کے وقت سے تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ''فلیأت الذی ھو خیر'' میں فاء ہے جو ترتیب کا تقاضا کرتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۵۰)

اور آپ نے صرف یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ قسم کے بعد کیا کرے، اور یہ دونوں کام برابر ہیں کفارہ دینا اور قسم توڑنا۔ جیسے کوئی شخص کہے: جب تم گھر میں داخل ہو تو کھاؤ اور پیو، اور ایک کو دوسرے پر مقدم نہیں کیا، جیسا درج ذیل آیت میں ہے:

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ۔ جب تم نماز کا ارادہ کر چکو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو دھوؤ۔

(المائدہ: ۶)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۹۰۔ ۱۹۱ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ أَسْتَحْمِلُهُ فَقَالَ وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ قَالَ ثُمَّ لَبِثْنَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ نَلْبَثَ ثُمَّ أُتِيَ بِثَلَاثِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرَى فَحَمَلَنَا عَلَيْهَا فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا أَوْ قَالَ بَعْضُنَا وَاللهِ لَا يُبَارَكُ لَنَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ابن زید از غیلان بن جریر از ابی بردہ از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس اشعریین کی ایک جماعت میں حاضر ہوا، میں آپ سے سواری طلب کرتا تھا، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا اور نہ میرے پاس کوئی چیز ہے جس پر میں تم کو سوار کروں، انہوں نے بیان کیا: پھر جب تک

نَسْتَحْمِلُهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا ثُمَّ حَمَلَنَا فَارْجِعُوا بِنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَنُذَكِّرُهُ فَأَتَيْنَاهُ فَقَالَ مَا أَنَا حَمَلْتُكُمْ بَلِ اللَّهُ حَمَلَكُمْ وَإِنِّي وَاللَّهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ أَوْ أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ٹھہرانا چاہا ہم ٹھہرے رہے، پھر تین سفید کوہان والے اونٹ لائے گئے، سو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ان پر سوار کیا، جب ہم چل پڑے تو ہم نے کہا یا ہم میں سے بعض نے کہا: بخدا! ہمارے لیے برکت نہیں ہوگی۔ ہم نبی ﷺ کے پاس آئے، ہم آپ سے سواری طلب کرتے تھے تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے، پھر آپ نے ہم کو سوار کر دیا، پس ہم کو نبی ﷺ کے پاس لوٹاؤ، ہم آپ کو یاد دلاتے ہیں، سو ہم آپ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو سوار نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو سوار کیا اور بے شک میں اللہ کی قسم! ان شاء اللہ، میں کسی چیز پر قسم نہیں کھاؤں گا، پس یہ دیکھوں کہ اس کے خلاف زیادہ بہتر ہے مگر میں اپنی قسم کا کفارہ دوں گا اور اس کام کو کروں گا جو زیادہ بہتر ہے یا فرمایا: میں اس کام کو کروں گا جو زیادہ بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دوں گا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۳، ۴۳۸۵، ۴۴۱۵، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۶۶۲۳، ۶۶۴۹، ۶۶۷۸، ۶۶۸۰، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۱، ۷۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۶۴۹، سنن نسائی: ۳۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۱۹۰۹۴)

صحیح البخاری: ۶۶۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کے قسم کھانے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو النعمان، ان کا نام محمد ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے غیلان بن جریر، غیلان میں غین پر زبر ہے اور یاء ساکن ہے، یہ الازدی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو بردہ، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام الحارث ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام عامر ہے، یہ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس الاشعری سے روایت کرتے ہیں اور وہ صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی رھط" ہم کئی بار ذکر کر چکے ہیں کہ "رھط" کا اطلاق دس سے کم مردوں کی جماعت پر ہوتا ہے

Marfat.com

جن میں کوئی عورت نہ ہو اور ''رھط'' کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من الاشعریین'' یہ لفظ اشعری کی جمع ہے اور اس کی نسبت اشعر کی طرف ہے، اور ان کا نام نبت بن ادد بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''استحملہ'' یعنی میں آپ سے ایسے اونٹ کو طلب کرتا تھا جس پر ہم سوار ہوں اور اس اونٹ پر ہمارا سامان لادا جا سکے اور یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴿٩٢﴾ (التوبہ: ۹۲)

اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس آئے تاکہ آپ انہیں جہاد کے لیے سواری مہیا کریں تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے، وہ اس حال میں واپس گئے کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس (جہاد میں) خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے O

التوبہ: ۹۲ کی تفسیر از مصنف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں، آپ کے پاس آپ کے اصحاب کی ایک جماعت آئی، جن میں حضرت عبداللہ بن مغفل بھی تھے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں کوئی سواری عطا کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کروں، وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے کیونکہ جہاد سے رہ جانا ان پر بہت شاق تھا، اور ان کے پاس نہ زادِ راہ تھا نہ سواری تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی اللہ اور اس کے رسول سے محبت اور جہاد پر حرص کی وجہ سے ان کے عذر میں یہ آیت نازل فرمائی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۶۴)

اس آیت اور اس کے شانِ نزول میں جو حدیث ذکر کی گئی اس میں مذکور ہے کہ جہاد میں شرکت سے محروم ہونے کی وجہ سے صحابہ شدتِ غم کی وجہ سے رو رہے تھے، ہم لوگ جان، مال اور اولاد کے نقصان کے غم میں روتے ہیں، کبھی ایسا ہوا ہے کہ نماز قضاء ہونے پر ہم روئے ہوں، یا حج یا جہاد سے محروم ہونے پر ہم روئے ہوں۔

میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں مشہور یہ ہے کہ آپ کبھی سائل کو خالی نہیں لوٹاتے تھے، اب یہاں قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ اور صحیح البخاری کی اس حدیث میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس تمہیں سوار کرنے کے لیے کوئی سواری نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز ہو اور پھر آپ سائل کو نہ دیں ایسا نہیں ہوتا تھا، اور اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری نہیں تھی، پھر بعد میں جب آپ کے پاس سفید کوہان والے اونٹ آئے تو آپ نے ان کو وہ اونٹ عطا فرما دیے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر وقت ہر چیز کو عطا کرنا یہ صرف اللہ عزوجل کا خاصہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بہت محبوب

Marfat.com

اور مکرم بندے ہیں، اس کے باوجود آپ کو بھی یہ خصوصیت حاصل نہیں کہ آپ ہر وقت ہر چیز کو عطا فرما دیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

اس حدیث میں مذکور ہے "بثلاث ذود" تین سے لے کر دس اونٹوں تک کے لیے "ذود" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور یہ مونث ہے اور اس کا اس لفظ سے واحد نہیں آتا۔ اور کثیر کے لیے "اذواد" کا لفظ آتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "الذود" ایک اونٹ کو کہتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ ذود سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ القزاز نے کہا ہے کہ عرب کہتے ہیں "الذود" کا معنی ہے تین سے لے کر نو تک، اور ابو عبید نے کہا کہ یہ اونٹنیاں ہیں، اس لیے فرمایا "ثلاث ذود" اور "ثلاثۃ ذود" نہیں کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "غر الذری" (غین پر پیش ہے اور راء مشدد ہے) اور یہ "اغر" کی جمع ہے اور وہ سفید رنگ کے خوبصورت اونٹ کو کہتے ہیں۔ اور "الذری" "ذروۃ" کی جمع ہے، اور "ذروۃ" ہر چیز کی بلندی کو کہتے ہیں اور مراد یہاں پر کوہان ہے اور کتاب الجہاد کے باب الخمس میں غزوہ تبوک کے بیان میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ یہ چھ اونٹنیاں تھیں اور ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں تین کا ذکر ہے اور چھ کی نفی نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فحملنا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سوار کر دیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "بل اللہ حملکم" یعنی میں نے تم کو سوار نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو سوار کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے: میں نے تم کو اللہ تعالیٰ کے مال سے عطا کیا ہے، یا میں نے تم کو اللہ کے حکم سے عطا کیا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے مطلع ہو کر عطا فرماتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۶۔۲۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۲۴۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ، انہوں نے کہا: یہ وہ حدیث ہے جو ہم کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ہم آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸، ۸۷۶، ۸۹۶، ۲۹۵۶، ۳۴۸۶، ۶۶۲۴، ۶۸۸۷، ۷۰۳۶، ۷۴۹۵، صحیح مسلم: ۸۵۵، سنن نسائی: ۱۳۶۷، مسند احمد: ۱۰۱۷۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کا ممتنع بالذات ہونا

میں کہتا ہوں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہم دنیا میں مبعوث ہونے کے اعتبار سے آخر ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ کی بعثت ہوئی ہے۔ اور فرمایا: اور قیامت کے دن ہم سابق ہوں گے، یعنی سب سے پہلے آپ اور آپ کی امت قبر سے نکلے گی اور سب سے پہلے آپ جنت میں داخل ہوں گے۔ لہٰذا آپ آخر بھی ہیں اور سابق بھی

Marfat.com

ہیں۔ دنیا میں آخر ہیں اور آخرت میں سابق ہیں۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کا ثبوت ہے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات ہے کیونکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر فرض کی جائے تو وہ آخر الانبیاء ہوگی یا نہیں، اگر وہ آخر الانبیاء ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء نہیں رہیں گے، اور اگر وہ نظیر آخر الانبیاء نہیں ہے تو پھر وہ آپ کی نظیر نہیں ہے، فرض کیا تھا کہ وہ آپ کی نظیر ہے اور لازم آیا کہ وہ آپ کی نظیر نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کا آخر الانبیاء ہونا اور خاتم النبیین ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نظیر ممتنع بالذات اور محال بالذات ہے۔

اہل سنت مکتبہ فکر بریلی کے علماء اور ان سے پیش رو علماء کا یہی مسلک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات ہے، اس کے برخلاف مکتبہ فکر دیوبند کے علماء کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالغیر ہے، یعنی آپ کی نظیر ہو سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کی نظیر بنائے گا نہیں۔ علامہ فضلِ حق خیر آبادی نے اس موضوع پر ''امتناع النظیر'' کے نام سے کتاب لکھی ہے جس میں بہت مفصل دلائل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ممتنع النظیر ہونا ثابت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے ممتنع بالذات ہونے پر ایک اعتراض کا جواب

اگر اس پر یہ سوال کیا جائے کہ ایک انسان مثلاً زید کے پانچ بیٹے ہیں اور اس کا پانچواں بیٹا عمرو اس کا آخر الولد ہے، تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ عمرو کی نظیر بھی ممتنع بالذات ہے، کیونکہ اگر اس کی کوئی نظیر ہو تو وہ آخر الولد ہوگی یا نہیں، اگر وہ آخر الولد نہیں ہے تو عمرو کی نظیر نہیں ہے اور اگر وہ آخر الولد ہے تو پھر عمرو آخر الولد نہیں رہے گا۔ تو پھر عمرو کی نظیر بھی ممتنع بالذات ہوگئی، تو خاتم النبیین اور آخر الانبیاء ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے نہ رہا۔

اس کا جواب یہ ہے: ہم جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات ہے یعنی اوصافِ کمالیہ میں کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثیل اور نظیر نہیں ہو سکتا اور آخر الانبیاء اور خاتم النبیین ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصفِ کمال ہے اور کسی شخص کا آخر ولد ہونا اس کے لیے وصفِ کمال نہیں ہے، کیونکہ ہر شخص کا جو آخری بیٹا ہو وہ آخر الولد ہوتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا وصفِ کمال ہے اور کسی شخص کا آخر الولد ہونا وصفِ کمال نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

٦٦٢٥۔ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاللّٰهِ لَأَنْ يَلِجَّ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ فِي أَهْلِهِ آثَمُ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ أَنْ يُعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِي افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تم میں سے کسی ایک شخص کا اپنے گھر والوں کے معاملہ میں اپنی قسم پر اصرار کرتے رہنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ گناہ کی بات ہے کہ (قسم توڑ کر) اس کا وہ کفارہ ادا کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ٦٦٢٦، صحیح مسلم: ١٦٥٥، سنن ابن ماجہ: ٢١١٤، مسند احمد: ٧٧٤٢)

صحیح البخاری: ٦٦٢٥، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث کو اس سے پہلی حدیث میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس حدیث میں یہ ارشاد ہے ''ہم آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے''، یعنی ہم سے پہلے حساب لیا جائے گا اور جنت میں ہم پہلے داخل ہوں گے۔ سو اس حدیث میں بعد والی حدیث کو داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ صحیفۂ ہمام میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت پہلے مذکور تھی۔ اور ہمام جب صحیفہ کی روایت کرتے تو پہلی حدیث کو پہلے ذکر کرتے، پھر بعد میں بقیہ احادیث کو ذکر کرتے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس کی توجیہ یہ ممکن ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حدیثوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسقِ واحد میں سنا تو انہوں نے ان دونوں حدیثوں کو اسی طرح روایت کر دیا جس طرح انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو سنا تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ راوی نے یہ اس لیے کیا ہو کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی احادیث کو سنا تھا، پس انہوں نے ان احادیث کو اس ترتیب کے مطابق ذکر کیا جو صحیفہ ابن ہمام میں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث (صحیح البخاری: ۶۶۲۴) میں اسحاق بن ابراہیم کا ذکر ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ ابن راہویہ ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اسحاق بن نصر ہوں، کیونکہ ان میں سے ہر ایک امام عبدالرزاق سے روایت کرتا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں معمر کا ذکر ہے دونوں میموں پر زبر ہے، یہ ابن راشد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لان یلج'' اس میں دو جیم ہیں اور اس کا معنی ہے: جو شخص اپنی قسم پر جما رہا اور اس نے اس قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ نہیں دیا، تا کہ وہ اس قسم کو حلال کر لیتا، اور وہ یہ زعم کرتا ہے کہ وہ صادق ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شخص قسم کھاتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس قسم کا خلاف اس قسم سے بہتر ہے، پھر بھی وہ کفارہ کو نہ دینے پر قائم رہتا ہے اور قسم نہیں توڑتا اور یہ اس کا گناہ ہے۔

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی متوفی ۳۹۸ھ نے ''الصحاح'' میں لکھا ہے کہ ''لَجِجْتُ لَجاجا ولجاجة'' دونوں کا لغت میں ایک معنی ہے یعنی کسی بات پر جمے رہنا اور ڈٹے رہنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بیمینه فی اهله'' یعنی جب ایک مرد نے اپنے گھر والوں کے متعلق کوئی قسم کھائی اور اس کے قسم نہ توڑنے سے ان کو ضرر ہو اور قسم توڑنے میں کوئی گناہ نہ ہو تو اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ قسم توڑ دے اور اس کا کفارہ دے۔ پس اگر اس نے کہا کہ میں قسم نہیں توڑوں گا اور گناہ سے ڈرایا تو وہ گناہ گار ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''آثم له'' اس میں الف پر زبر ہے اور یہ اسمِ تفضیل ہے یعنی وہ زیادہ گناہ گار ہو گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لمن یلج'' اصل عبارت یوں ہے کہ اس کا اپنی قسم میں دائم اور مستمر رہنا اور ڈٹے رہنا یہ اس سے بڑا گناہ ہے کہ وہ کفارہ دے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کو توڑ کر کفارہ دینے میں بھی گناہ ہے، کیونکہ اسمِ تفضیل کا صیغہ اشتراک کو چاہتا ہے۔ پھر اس کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ صرف قسم توڑنے میں گناہ ہے، کیونکہ قسم کو توڑنا اس کو مستلزم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم نہیں کرتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۶۲۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لان یلج احدکم بیمینہ" اور دوسری حدیث میں مذکور ہے "ومن استلج فی اھلہ بیمین"۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس سے مراد ہے دھوکا، جس پر وہ قسم کھاتا ہے۔ اور علامہ خطابی نے لکھا ہے: "استلج" کا لفظ "لجاج" سے ماخوذ ہے، یعنی وہ اپنی قسم پر قائم رہتا ہے اور اس کا کفارہ دے کر قسم کو حلال نہیں کرتا۔ (اعلام الحدیث ج ۴ ص ۲۲۷۹)

اور شمر نے کہا اور یہ اضافہ کیا کہ وہ یہ زعم کرتا ہے کہ وہ صادق ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ قسم کھاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ قسم کا خلاف کرنا قسم سے بہتر ہے، پھر بھی وہ کفارہ نہ دینے پر قائم رہتا ہے اس وجہ سے وہ گناہ گار ہوگا۔

اور النضر نے کہا: "استلج فلان متاع فلان" اس کا معنی یہ ہے: جب ایک آدمی کسی کے سامان پر اپنا دعویٰ کرے۔

اور علامہ جوہری نے لکھا ہے کہ "لَجِجْتُ اور لَجَجْتُ" کا ایک معنی ہے۔ (الصحاح ج ۱ ص ۳۳۷)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۱۹۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۲۶ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنِ اسْتَلَجَّ فِي أَهْلِهِ بِيَمِينٍ فَهُوَ أَعْظَمُ إِثْمًا لِيَبَرَّ يَعْنِي الْكَفَّارَةَ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی یعنی ابن ابراہیم نے، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عکرمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر والوں کے متعلق قسم کے اوپر ڈٹا رہا تو وہ اس سے بڑا گناہ ہے کہ وہ قسم سے بری ہو یعنی کفارہ ادا کرے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۲۵، ۶۶۲۶، صحیح مسلم: ۱۶۵۵، سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۴، مسند احمد: ۲۷۴۲۷)

صحیح البخاری: ۶۶۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثِ سابق کی ایک اور سند ہے جو از اسحاق مروی ہے، پھر اس کا بیان کیا کہ وہ ابنِ ابراہیم ہیں۔ اور الغسانی نے کہا ہے کہ اسحاق کے متعلق مشابہ یہ ہے کہ وہ ابنِ منصور ہیں۔ پس ظاہر یہ ہے کہ یہی صحیح ہے، اس لیے کہ صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں اسحاق کا لفظ مجرد ذکر کیا گیا ہے یعنی بغیر نسبت کے، حتیٰ کہ "رجال الصحیحین" کے جامع نے یحییٰ بن صالح الحمصی کے ترجمہ میں لکھا ہے: ان سے اسحاق نے روایت کی اور اس کو بغیر نسبت کے ذکر کیا حالانکہ وہ ابن منصور ہیں۔ اور جس نسخہ میں مذکور ہے ابن ابراہیم، تو اس سے ابہام زائل نہیں ہوتا، کیونکہ امام بخاری کے مشائخ میں اسحاق بن ابراہیم بن نصر ہیں اور

Marfat.com

اسحاق بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن ہیں، اور اسحاق بن ابراہیم الصواف ہیں، اور اسحاق بن ابراہیم، ابن راہویہ کے ساتھ معروف ہیں اور یحییٰ بن صالح ان سے بھی امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں بلاواسطہ روایت کی ہے۔ اور معاویہ وہ ابن سلّام ہیں، یہ حبشی الاسود ہیں اور یحییٰ بن کثیر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''من استلجّ'' یہ باب استفعال ہے اور سین اس میں تاکید کے لیے ہے، اور ابن الاثیر نے ذکر کیا ہے کہ ایک روایت میں مذکور ہے ''من استلجج'' یہ بغیر ادغام کے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لیبرّ'' یہ امرِ غائب کا صیغہ ہے اور بر سے یا ابرار سے ماخوذ ہے، یعنی اس نے قسم کو اس لیے توڑا تاکہ نیک کام کرے یعنی خیر کرے اور قسم پر ڈٹے رہنے کو ترک کردے اور کفارہ ادا کردے، اور یہ تفصیل اس لیے کی ہے تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ بِراور نیکی سے مراد قسم پر برقرار رہنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۲۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قسم پر جمے رہنے کی بہ نسبت قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنے کی فضیلت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو قسم کا کفارہ دینے پر برانگیختہ کیا ہے جب کہ قسم توڑ کر کفارہ دینا قسم پر ڈٹے رہنے سے بہتر ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ آپ بھی اس طرح کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ وہ اشعریین کو اونٹوں پر سوار نہیں کریں گے جس وقت آپ کے پاس کوئی سواری نہیں تھی جس پر ان کو سوار کرسکیں، پھر جب آپ کے پاس اونٹ لائے گئے تو آپ نے اشعریین کو اونٹوں پر سوار کیا اور آپ نے یہ قسم بھی کھائی کہ قسم پر ڈٹے رہنا اور اس پر برقرار رہنا اس میں زیادہ گناہ ہے بہ نسبت اس کے کہ قسم توڑ کر اس کا کفارہ دے دیا جائے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے متعلق قسم پر ڈٹے رہنا، اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کے متعلق قسم کھائی کہ وہ اس کو کوئی خیر نہیں پہنچائے گا یا اس سے جماع نہیں کرے گا یا اپنی بیوی کو اس کے رشتہ داروں سے ملنے کی اجازت نہیں دے گا یا اس کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانے کی اجازت نہیں دے گا تو اس قسم پر جمے رہنا اور ڈٹے رہنا اس میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ گناہ ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ نہ دے، کیونکہ جس نے ایسا کیا وہ اس حدیث میں داخل ہوجائے گا کہ اس نے خیر کو نہ کرنے کے لیے اللہ کی قسم کھائی، اور یہ چیز ممنوع ہے۔ اور ان احادیث کا مصداق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ آیت ہے:

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور تم نیکی، تقویٰ اور لوگوں کی خیر خواہی سے بچنے کے لیے اللہ کے نام کی قسمیں کھانے کو بہانہ نہ بناؤ، اور اللہ خوب سننے والا، بہت جاننے والا ہے ○ (البقرۃ: ۲۲۴)

اہل التفسیر نے کہا ہے کہ یہ آیت اس مرد کے متعلق نازل ہوئی جس نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ نیک کام نہیں کرے گا اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم نہیں کرے گا اور دو لڑے ہوئے مردوں کے درمیان صلح نہیں کرائے گا تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ صلہ رحم کریں

Marfat.com

اور نیک کام کریں اور لوگوں کے درمیان صلح کریں۔

اور''العُرضة'' کا معنی کلامِ عرب میں ہے: قوت اور شدت، کہا جاتا ہے''هذا الامر عارضة لك'' یعنی یہ کام تمہارے لیے بہت قوت والا اور بہت شدت والا ہے، پس اب معنی یہ ہوگا کہ تم اپنی قسموں کو نیک کام کے ترک کرنے پر قوت نہ بناؤ۔

ان احادیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی آدمی کا نیک کام کے ترک کرنے کی قسم کھانے پر برقرار رہنا گناہ کا باعث ہے، اسے چاہیے کہ ایسی قسم کو توڑے اور کفارہ ادا کرے۔ اور یہ حدیث مسروق اور عکرمہ اور سعید بن جبیر کے قول کو رد کرتی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ وہ نیک کام کو کرے اور اس پر کفارہ نہیں ہے اور ان کا یہ قول احادیث کے خلاف ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھالی کہ وہ حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نیکی نہیں کریں گے کیونکہ انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں حصہ لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (النور: ۲۲)

اور تم میں سے اصحاب فضل اور ارباب وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، ان کو چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کردے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں کسی چیز کے اوپر قسم کھاؤں اور اس کے خلاف کو بہتر جانوں تو میں اس کا خلاف کرتا ہوں جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دیتا ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸۳)

اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: جب میں کسی چیز پر قسم کھاؤں اور اس کے خلاف کو بہتر جانوں تو میں اپنی قسم کا کفارہ دیتا ہوں اور اس کام کو کرتا ہوں جو بہتر ہے، اس کا معنی ہے: کفارہ دینے سے پہلے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸۳)

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم قسم اٹھاؤ اور پھر تم یہ دیکھو کہ اس قسم کا خلاف افضل ہے، تو اپنی قسم کا کفارہ دو اور اس کام کو کرو جو افضل ہے۔ (المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۰۱)

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۸۴۔۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَايْمُ اللّٰهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''اور اللہ کی قسم''

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قسم میں کوئی شخص کہے''ایم اللہ'' یعنی اور اللہ کی قسم۔ اس میں ہمزہ وصل کے لیے ہے اور یہ وہ اسم ہے جس کو قسم کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ یا یہ یمین کی جمع ہے اور اس سے نون کو حذف کیا گیا ہے۔ اور الفراء اور ابن کیسان کے نزدیک اس کا الف قطعی ہے۔ الجوہری نے کہا: بعض اوقات یاء کو حذف کر دیتے ہیں پس کہتے ہیں ام

Marfat.com

اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۲۷ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِي إِمْرَتِهِ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ إِنْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمْرَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمْرَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ وَايْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن جعفر از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر (حضرت) اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہما) کو امیر بنا دیا، پس بعض لوگوں نے ان کی امارت میں طعن کیا، پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، سو آپ نے فرمایا: اگر تم اس کی امارت میں طعن کرتے ہو تو تم اس سے پہلے اس کے والد کی امارت میں طعن کرتے تھے اور اللہ کی قسم! یہ ضرور امارت کے لائق ہیں، اور بے شک یہ میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں اور بے شک یہ میرے نزدیک ان کے بعد ضرور ان لوگوں میں سے ہے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۷۳۰، ۴۲۵۰، ۴۴۶۸، ۴۴۶۹، ۶۶۲۷، ۷۱۸۷، صحیح مسلم: ۲۴۲۶، سنن ترمذی: ۳۸۱۶، مسند احمد: ۴۶۸۷)

صحیح البخاری: ۶۶۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "ایم اللہ" کہنا، اور اس حدیث میں بھی "ایم اللہ" کا ذکر ہے۔ اور یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بعثا" اس کا معنی ہے سریہ، یعنی جہاد کے لیے ایسا لشکر جس میں رسول اللہ ﷺ خود تشریف فرما نہ ہوں۔ اور جس میں آپ خود تشریف فرما ہوں اس کو غزوہ کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی امرتہ" یعنی تم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس لشکر کا امیر مقرر کرنے کے اوپر نکتہ چینی کرتے ہو کہ لشکر میں معمر اور بڑی عمر کے صحابہ موجود ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے ایک نوجوان کو ان کے اوپر حاکم بنا دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ایم اللہ" یعنی اللہ کی قسم۔ لیکن اس کا معنی ہے اللہ کے نام کا حلف اٹھانے والے کی قسم۔ کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کسی یمین کا حلف اٹھاتا ہے، یہ صرف مخلوقین کی صفات میں سے ہے۔ اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ وہ "ایم اللہ" کے ساتھ قسم کھاتے تھے۔ اور حسن بصری اور ابراہیم النخعی نے "ایم اللہ"

Marfat.com

کے ساتھ حلف اٹھانے کا انکار کیا ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب احناف کے نزدیک یہ یمین ہے، اور یہی امام مالک کا قول ہے۔ اور امام شافعی نے کہا ہے: اگر اس سے قسم کا ارادہ نہ کیا جائے تو یہ یمین نہیں ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "ایم اللہ" اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، پس اگر یہ صحیح ہو تو یہ اللہ کے نام کے ساتھ حلف اٹھانا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لخلیقا بالامارۃ" یعنی یہ امارت اور حاکمیت کے لائق ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لمن احب الناس" علامہ کرمانی نے کہا: احب بمعنی محبوب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۹۔ ۲۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی امارت پر اعتراض کرنے والے کا نام

قاضی بدر الدین محمود بن ابی بکر الدمامینی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر طعن کیا، امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اس قصہ سے متعلق ایک حدیث لکھی ہے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص حضرت عیاش بن ابی ربیعہ تھے اور وہ تمام لوگوں سے زیادہ سخت مزاج تھے، انہوں نے کہا: اس غلام کو مہاجرین پر سپہ سالار بنایا جائے گا، پھر اس موقع پر یہ بات بہت زیادہ کہی گئی، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو انہوں نے اس کا رد کیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ بتایا کہ فلاں شخص یہ اعتراض کر رہا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت غضب ناک ہوئے اور آپ نے فرمایا: اگر تم اس کی امارت میں طعن کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت میں طعن کرتے تھے اور اللہ کی قسم وہ امارت کے ضرور لائق ہیں۔

(تاریخ دمشق ج ۲ ص ۵۵، مصابیح الجامع ج ۷ ص ۲۹۹، دار النوادر، دمشق، ۱۴۳۱ھ)

میں کہتا ہوں: یہ حدیث ہمارے پاس موجود تاریخ دمشق میں درج ذیل مقام پر موجود ہے:

(تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ۔ سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۶۲۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے یہ کہا ہے کہ "ایم اللہ" کا معنی ہے "اسم اللہ" اور سین کو یاء سے بدل دیا اور یہ غلط فاحش ہے، کیونکہ سین کو یاء سے نہیں تبدیل کیا جاتا۔ اور مبرد کا مذہب یہ ہے کہ یہ واؤ قسم کے عوض میں ہے اور "ایم اللہ" کا معنی ہے "واللہ لافعلن" یعنی اللہ کی قسم! میں ایسا ضرور کروں گا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ "یمین اللہ" اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

امام محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ نے کہا ہے: اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ یہ "تاللہ" کی مثل ہے، دوسرا یہ ہے کہ یہ "احلف باللہ" کی مثل ہے اور یہی راجح ہے۔ اور بعض علماء نے "ایم اللہ" کو اور "لامر اللہ" کو مساوی قرار دیا۔ اور الماوردی نے یہ فرق کیا ہے کہ "لامر اللہ" ان کے استعمال میں بہت عام ہے اس کے برخلاف "ایم اللہ" اتنا عام نہیں ہے۔ اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی نے "التہذیب" میں وثوق سے کہا ہے کہ "ایم اللہ" حق اللہ کی مثل ہے اور اس سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جہاں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا قصہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وایم الذی

Marfat.com

نفس محمد بیدہ''یعنی اس ذات کی قسم کہ محمد کی جان جس کے قبضہ وقدرت میں ہے، اگر حضرت سلیمان ان شاء اللہ کہتے تو وہ سب بچے جہاد کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح الباری ج ۷ ص ۷۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۔ بَابٌ: كَيْفَ كَانَتْ يَمِينُ النَّبِيِّ ﷺ؟

نبی ﷺ کی قسم کس طرح ہوتی تھی؟

وَقَالَ سَعْدٌ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے!

وَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ: لَاهَا اللهِ إِذًا

اور حضرت ابوقتادہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے پاس کہا: ''لاھا اللہ اذا''۔

يُقَالُ وَاللهِ وَبِاللهِ وَتَاللهِ۔

کہا جاتا ہے: واللہ، باللہ اور تاللہ۔ (ان سب کا معنی ہے اللہ کی قسم)

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی پہلی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں کہا ہے کہ سعد نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔ یعنی یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اور امام بخاری نے اس تعلیق کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مناقب میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہ طویل روایت ہے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ابوقتادہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے پاس کہا ''لاھا اللہ اذا''۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: ابوقتادہ، وہ الحارث بن ربعی الانصاری الخزرجی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے سوار تھے اور ان کی حدیث کتاب الخمس میں باب ''من لم یخمس الاسلاب'' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین کے دن نکلے، پس جب ہمارا مقابلہ ہوا تو مسلمانوں میں لغزش آ گئی، پس میں نے مشرکین میں سے ایک مرد کو دیکھا جو مسلمانوں میں سے ایک مرد کے اوپر غالب تھا، پس میں پیچھے آیا حتیٰ کہ میں نے اس کو پیچھے سے آ کر اس کی گردن پر تلوار ماری تو وہ میری طرف پلٹا اور اس نے مجھ کو اتنے زور سے دبایا کہ اس کے دبانے سے مجھے موت کی خوشبو آ رہی تھی، پھر وہ مر گیا تو اس نے مجھ کو چھوڑ دیا۔ پس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جا کر ملا اور میں نے کہا: یہ لوگوں کو کیا ہوا ہے، انہوں نے کہا: یہ اللہ کی تقدیر ہے، پھر لوگ لوٹے اور نبی ﷺ ایک جگہ بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا: جس نے کسی مقتول کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس اس کے متعلق گواہ بھی ہو تو اس کا چھینا ہوا مال اس کو ملے گا۔ تو میں نے دل میں کہا: میری گواہی کون دے گا؟ پھر میں بیٹھ گیا، آپ نے پھر فرمایا: جس نے کسی مقتول کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس گواہ ہو تو اس کا چھینا ہوا مال اس کو ملے گا، پھر میں کھڑا ہوا، پھر میں نے دل میں کہا: میرے حق میں کون گواہی دے گا، پھر میں بیٹھ

Marfat.com

گیا، پھر آپ نے تیسری مرتبہ اسی طرح فرمایا، پس میں کھڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوقتادہ! کیا ہوا، تو میں نے آپ کے سامنے قصہ بیان کیا، تو پھر ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے سچ کہا ہے اور اس شخص سے چھینا ہوا مال میرے پاس ہے، آپ ان کو میری طرف سے راضی کر دیجئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا "لا ھا اللہ" (اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوگا) اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قتال کرتا ہے، وہ تم کو اس سے چھینا ہوا مال نہیں دے گا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر نے سچ کہا، پھر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو اس مرد نے وہ زِرہ دے دی تو میں نے اس زرہ کے بدلہ میں بنو سلمہ میں ایک باغ خرید لیا اور یہ وہ پہلا مال ہے جس کو میں نے اسلام میں حاصل کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۴۲)

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: حدیث میں اسی طرح آیا ہے "لا ھا اللہ اذا" اور صحیح یہ ہے "لا ھا اللہ" اور اس کا معنی ہے: لا واللہ، یعنی نہیں، اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوگا۔

مازری سے روایت ہے کہ یہ روایت خطا ہے، اور صحیح ہے "لا ھا اللہ ذا" اور "ذا" کلام میں صلہ ہے، انہوں نے کہا کہ عرب کے کلام میں "لا ھا اللہ اذا" نہیں ہے۔ اور ابوحاتم نے کہا: قسم میں کہا جاتا ہے "لا ھا اللہ ذا" اور عرب کہتے ہیں "لا ھا اللہ ذا" اور اس کا معنی ہے: "لا واللہ"۔ یہ وہ ہے جس کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے۔ پس اللہ کا اسم "ھذا" اور "ذا" کے درمیان داخل کیا گیا ہے۔

اور علامہ کرمانی نے کہا "اذا" جواب اور جزاء ہے یعنی "لا واللہ اذا" اور روایت ہے کہ "ذا" اسم اشارہ ہے یعنی "واللہ لا یکون ھذا" یعنی اللہ کی قسم! اس طرح نہیں ہوگا۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: کہا جاتا ہے واللہ، باللہ، تاللہ۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تعلیق میں یہ اشارہ کیا ہے کہ حروف قسم میں تین ہیں، اول واللہ، واؤ کے ساتھ۔ ثانی باللہ، باء کے ساتھ۔ ثالث تاللہ، تاء کے ساتھ۔ اور واؤ اور باء ہر اس لفظ پر داخل ہوتے ہیں جس کی قسم کھائی جائے اور تاء صرف لفظِ اللہ پر داخل ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۰۔۲۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ يَمِينُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از سفیان از موسیٰ بن عقبہ از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم تھی "نہیں، دلوں کو پھیرنے والے کی قسم"۔

(صحیح البخاری: ۶۶۲۸، ۷۳۹۱، سنن ترمذی: ۱۵۴۰، سنن نسائی: ۳۷۶۱، سنن ابوداؤد: ۳۲۶۳، مسند احمد: ۴۷۸۳، سنن دارمی: ۲۳۵۰)

صحیح البخاری: ۶۶۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کس طرح تھی" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم تھی "نہیں، دلوں کو پھیرنے والے کی قسم"۔ اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

Marfat.com

یہ حدیث عنقریب باب ''یحول بین المرء وقلبہ'' کے تحت گزر چکی ہے۔ وہاں اس حدیث کی امام بخاری نے از محمد بن مقاتل از عبداللہ از موسیٰ بن عقبہ الخ روایت کی تھی۔ اور یہاں اس حدیث کی روایت از محمد بن یوسف الفریابی از سفیان ثوری کی ہے۔ اور محمد بن یوسف سے البیکندی مراد نہیں ہیں۔ اور سفیان سے سفیان بن عیینہ مراد نہیں ہیں۔ اور ثوری نے اس حدیث کی روایت از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبداللہ بن عمر از والد خود از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے، اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۶۶۱۷ میں مذکور ہے کہ بہت مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح قسم کھاتے تھے ''دلوں کو پلٹنے والے کی قسم''۔ اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ بندہ کے دل کو پلٹ دیتا ہے اور وہ کفر کے اوپر ایمان کو ترجیح دیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فعل عدل ہے، اس کا کوئی فعل غلط یا ظلم نہیں، یہ اور بات ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے افعال کی حکمتوں پر مطلع نہ ہو سکیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۲۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر قسموں کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم تھی ''نہیں، اور دلوں کو پھیرنے والے کی قسم'' یہ علی الاطلاق نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ سے بھی قسم کھاتے تھے اور ان الفاظ کے بغیر سے بھی قسم کھاتے تھے اور اس سے پہلے باب میں یہ گذر چکا ہے کہ آپ ''وایم اللہ'' کہہ کر قسم کھاتے تھے اور کتنی مرتبہ آپ اس طرح قسم کھاتے تھے ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے''۔ یا اس طرح قسم کھاتے ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے''۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو قسم کھانے کے متعلق یہ حکم دیا ہے:

قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ (التغابن: ۷)

آپ کہیے: کیوں نہیں! میرے رب کی قسم! تم کو ضرور بہ ضرور اٹھایا جائے گا پھر تم کو تمہارے کرتوتوں کی ضرور بہ ضرور خبر دی جائے گی، اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے O

نیز آپ کو اس طرح بھی قسم کھانے کا حکم دیا ہے:

قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ړ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ (یونس: ۵۳)

آپ کہیے کہ ہاں! میرے رب کی قسم! وہ عذاب برحق ہے اور تم (میرے رب کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو O

اس سوال کا جواب کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ''لا ومقلب القلوب'' کا خصوصیت سے ذکر کیوں کیا؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد طریقوں سے قسم کھائی ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کیسے فرمایا کہ آپ کی قسم یہ ہوتی تھی ''لا، ومقلب القلوب'' (نہیں، دلوں کو پھیرنے والے کی قسم)؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح قسم کھاتے ہوئے سنا تھا۔ یا دوسرا جواب یہ ہے

Marfat.com

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی حال کی مناسبت کی وجہ سے "لا و مقلب القلوب" کہہ کر قسم کھاتے تھے۔اور علی الاطلاق آپ اس طرح قسم نہیں کھاتے تھے۔

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں دلوں کے پھیرنے کا ذکر

اور "مقلب القلوب" کا معنی ہے: دلوں کو پھیرنے والا اور دلوں کو پلٹنے والا، یعنی ایک جہت سے دوسری جہت کی طرف دلوں کے عزائم کو بدلنے والا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ (الانعام:۱۱۰)

ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر رہے ہیں جس طرح یہ لوگ اس قرآن پر پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ رہے ہیں O

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بہت کرتے تھے:

یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک و طاعتک۔

اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ اور اپنی طاعت پر برقرار رکھ۔

آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ یہ دعا بہت زیادہ کرتے ہیں: "یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک و طاعتک" آپ نے فرمایا: مجھے کون سی چیز امن مہیا کرے گی، تمام بندوں کے دل صرف رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، بے شک جب وہ کسی بندہ کے دل کو پھیرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو پھیر دیتا ہے۔اور عثمان نے کہا کہ تمام بندوں کے دل اللہ عزوجل کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۱، رقم الحدیث: ۲۶۱۳۳، السنۃ لابن ابی عاصم: ۲۲۴، ۲۳۳، مسند ابو یعلیٰ: ۴۶۶۹، کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۲۵۹، الشریعۃ للآجری: ۳۱۷)
(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۱۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۲۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ وَاِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک از حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! ان دونوں کے خزانے ضرور اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۲۱، ۳۶۱۹، ۶۶۲۹، صحیح مسلم: ۲۹۱۸، مسند احمد: ۲۰۳۸۵)

صحیح البخاری: ۶۶۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح قسم کھاتے تھے اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے''، اور یہ آپ کی قسم کا بیان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے موسیٰ، وہ ابن اسماعیل ابوسلمہ تبوذکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوعوانہ کا ذکر ہے، ان کا نام الوضاح الیشکری ہے اور اس حدیث کی سند میں عبدالملک کا ذکر ہے، وہ ابن عمیر الکوفی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الخمس میں از اسحاق بن ابراہیم اور کتاب علامات النبوۃ میں از قبیصہ بن عقبہ گذر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں قیصر کا ذکر ہے، قیصر روم کے بادشاہ کا نام ہے۔

اور اس حدیث میں کسریٰ کا ذکر ہے، یہ فارس کے بادشاہوں کا لقب ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، کیونکہ جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا اسی طرح واقع ہوا۔ اور قیصر کی ہلاکت کے بعد کوئی قیصر نام کا بادشاہ نہیں ہوا۔ اور کسریٰ کی ہلاکت کے بعد ایران کا کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۲۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور پر ایک اعتراض کا جواب

بہ ظاہر اس حدیث میں عموم ہے کہ فارس کی کوئی حکومت ایسی نہیں ہوگی جس میں فارس کے بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ ہو، اور روم کی کوئی حکومت ایسی نہیں ہوگی جس میں روم کے بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ ہو، لیکن جب ہم نے واقع کی طرف نظر کی تو معاملہ اس کے خلاف پایا۔ یعنی بعد میں فارس اور روم میں ان کے بادشاہ آتے رہے، اس لیے اس حدیث کو اس حال پر محمول کیا جائے گا جس حال میں مسلمانوں کا غلبہ ہو، کیونکہ جب مسلمانوں کا غلبہ تھا تو فارسیوں یا رومیوں کے لیے اپنے اپنے ملکوں میں اپنے بادشاہ کا تقرر ممکن نہیں تھا کیونکہ اسلام کے غلبہ سے وہ مقہور تھے لیکن جب مسلمان شکست کھا گئے اور مغلوب ہو گئے اور کمزور ہو گئے تو اب یہ ممکن ہوا کہ فارس اپنے ملکوں میں کوئی فارسی بادشاہ مقرر کر لے اور رومی اپنے ملکوں میں کوئی رومی بادشاہ مقرر کر لے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۱۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

قیصر کے ملک کے باقی رہنے اور کسریٰ کے ملک کے برباد ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ'' قیصر کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا''۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر کو دعا دی تھی جب اس نے آپ کا مکتوب پڑھا تو آپ نے اس کے لیے دعا کی کہ تمہارا ملک سلامت رہے، پھر شام سے اس کی حکومت ختم نہیں ہوئی۔ اور رہا کسریٰ، تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی کہ تمہارا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، تو اب تک کسریٰ کی حکومت قائم نہیں ہو سکی۔ اور اس حدیث میں نبوت کی علامت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے، پس واقع میں اسی طرح ہوا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر ایک اعتراض کا جواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے تھے اور اگر کوئی آپ پر ظلم کرتا تو آپ درگزر فرماتے اور اس کو معاف فرما دیتے اور جب کسریٰ نے آپ کے مکتوب کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو بہ ظاہر آپ کی سیرت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ اس کو معاف کر دیتے اور درگزر فرماتے اور اس کے خلاف دعا نہ فرماتے۔

اس کا جواب یہ ہے اگر کوئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ظلم کرتا تو آپ اس کو معاف فرما دیتے لیکن دین کے معاملہ میں اگر کوئی ظلم کرتا تو آپ اس کو معاف نہیں کرتے تھے۔ کسریٰ نے آپ کے مکتوب کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا اور امورِ تبلیغ میں مداخلت کی اور اس موقع پر درگزر کرنا مداہنت تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مداہنت نہیں کرتے تھے، اس لیے آپ نے اس کے خلاف دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

قیصر و کسریٰ اور ان کے ملکوں کا مختصر تعارف

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

رہا کسریٰ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جڑ کاٹ دی اور اس کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی زمین پر اس کے ملک کا مسلمانوں کو وارث بنا دیا۔

اور رہا قیصر تو وہ شام کا بادشاہ تھا اور وہیں پر بیت المقدس ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر عیسائیوں کی تمام عبادات مکمل ہوتی ہیں اور شام قریش کی تجارت کی جگہ تھا اور ان کے آنے جانے کی جگہ تھا اور مسلمانوں نے جو شام پر حملہ کیا تھا اس سے ان کا مقصود اس مملکت پر قبضہ کرنا تھا اور اس پر قبضہ کر لیا گیا اور اس کے خزانوں کو اور اس کے اموال کو لوٹ لیا گیا اور بعد میں کوئی قیصر اس ملک کا حکمران نہیں ہوا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ میں قسطنطنیہ کی فتح سے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۸ھ)

اس اشکال کا جواب کہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکتوں کے بعد بھی ان کی حکومتیں باقی رہی ہیں

علامہ محمد التفصیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

کسریٰ فارس کا بادشاہ تھا اور قیصر روم (شام) کا بادشاہ تھا، اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ کسریٰ کی ہلاکت کے بعد فارس کی مملکت باقی رہی ہے کیونکہ ان کا آخری بادشاہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قتل ہوا تھا اور روم کی مملکت بھی باقی رہی تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ کسریٰ عراق میں باقی نہیں رہے گا اور قیصر روم شام میں باقی نہیں رہے گا، یہ جواب امام شافعی سے منقول ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قیصر کے بعد کسی قیصر کی ایسی حکومت نہیں ہوگی جیسی اس قیصر کی تھی، کیونکہ شام میں بیت المقدس ہے اور نصاریٰ کی کوئی عبادت بیت المقدس کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، اور جو بھی روم کا بادشاہ ہوا وہ بیت المقدس میں داخل ہوتا تھا خواہ خفیہ، خواہ اعلانیہ۔ پس جب قیصر ہلاک ہو گیا اور اس کے خزانے فتح کر لیے گئے تو اس کے بعد کوئی قیصر اس کے ساتھ لاحق نہیں ہوا۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۷۶۔۳۷۷، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ فارس کی مملکت بعد میں باقی رہی ہے کیونکہ آخری فارس کا بادشاہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قتل ہوا اور یہ اشکال بھی ہے کہ روم کی مملکت بھی باقی رہی اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ عراق میں کسریٰ کی حکومت باقی نہیں رہے گی اور نہ قیصر کی حکومت شام میں باقی رہے گی۔ یہ جواب امام شافعی سے منقول ہے، انہوں نے بتایا: اس حدیث کا سبب یہ ہے کہ قریش شام میں اور عراق میں تجارت کے لیے جایا کرتے تھے، پس جب قریش مسلمان ہو گئے تو ان کو خوف ہوا کہ اب ان کا سفر منقطع ہو جائے گا کیونکہ وہ لوگ اب مسلمان ہو گئے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دل خوش کرنے کے لیے فرمایا اور ان کو بشارت دی کہ قیصر و کسریٰ کا ملک عنقریب زائل ہو جائے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ قیصر کا ملک باقی رہا اور صرف شام سے اور اس کے مضافات سے اس کی حکومت جاتی رہی اور کسریٰ کا ملک جڑ سے اکھڑ گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قیصر کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب آیا تو قیصر نے اس مکتوب کو قبول کیا اور قریب تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا جیسا کہ صحیح البخاری کے شروع میں ہرقل کی حدیث میں گزر چکا ہے۔ اور کسریٰ کے پاس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پہنچا تو اس نے اس کو پھاڑ ڈالا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی کہ اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے پورے پورے ٹکڑے، سو اسی طرح ہو گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ جب کسریٰ بن ہرمز ہلاک ہو گیا جیسا کہ عنقریب کتاب الاحکام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے اپنے اوپر ایک عورت کو حکمران بنا دیا ہے، اس وقت آپ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے کسی عورت کو اپنا حکمران بنا دیا۔ اور یہ اس وقت ہوا جب شیرویہ بن کسریٰ مر گیا تو لوگوں نے اس کی بیٹی بوران کو اپنا حکمران بنا دیا۔ اور رہا قیصر تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک بیس سال زندہ رہا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مر گیا تھا جب مسلمانوں سے شام میں اس کے بیٹے نے جنگ کی اور اس کا لقب بھی قیصر تھا۔ اور ہر تقدیر پر حدیث سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں کی حکومتیں اس طرح باقی نہیں رہیں گی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانہ میں باقی تھیں۔(فتح الباری ج ۴ ص ۷۳۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اجراء نبوت پر مرزائیہ کے ایک استدلال کا جواب

جب مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے ابطال پر یہ حدیث پیش کی جاتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے، پس نہ میرے بعد کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی ہوگا۔ الحدیث (سنن ترمذی: ۲۲۷۲، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷)

مرزائیہ اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ میرے بعد کوئی کامل رسول نہیں ہوگا یا تشریعی رسول نہیں ہوگا اور نہ کوئی کامل نبی ہوگا۔ اس میں مطلقاً آپ کے بعد نبی کے آنے کی نفی نہیں ہے لہٰذا آپ کے بعد امتی نبی آ سکتا ہے۔

ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں "لا" نفی جنس کا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جنسِ نبوت کی نفی کر دی گئی ہے، لہٰذا آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوگا نہ حقیقی نبی ہوگا نہ ظلی اور نہ بروزی نبی ہوگا اور نہ امتی نبی ہوگا۔

مرزائیہ اس جواب پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث میں ہے "جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو پھر کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو کوئی قیصر نہیں ہوگا" حالانکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ بعد میں فارس اور عراق کے بادشاہ آتے رہے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسریٰ کے ہلاک ہونے کے بعد کسریٰ نام کا کوئی بادشاہ نہیں ہوا اور قیصر کے ہلاک ہونے کے بعد قیصر نام کا کوئی بادشاہ نہیں ہوا، لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

۶۶۳۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهُ وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوزُهُمَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا، اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ اور اس ذات کی قسم کہ محمد کی جان جس کے قبضہ قدرت میں ہے! ان دونوں کے خزانے ضرور اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۲۱، ۳۶۱۹، ۶۶۲۹، صحیح مسلم: ۲۹۱۸، مسند احمد: ۲۰۳۸۵)

صحیح البخاری: ۶۶۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، وہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور یہ حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مساوی ہے سوا اس کے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں قیصر کا ذکر کسریٰ کے ذکر پر مقدم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۳۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر ان شاء اللہ کہے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے خرچ کرنے کی خبر دی، اس پر ایک اعتراض کا جواب

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ (الکہف: ۲۳۔۲۴)

اور آپ کسی کام کے متعلق یہ ہرگز نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں ○ مگر یہ کہ اللہ چاہے، اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کر لیں اور آپ کہیے کہ عنقریب میرا رب مجھے اس سے زیادہ ہدایت کے قریب راستہ دکھائے گا ○

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ ان شاء اللہ کہے بغیر کل کے متعلق کسی کام کی خبر نہ دیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھا کر یہ فرمایا کہ تم ضرور قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اور ان شاء اللہ نہیں کہا۔ تو کیا آپ کے اس قول میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہیں ہے؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ فرمایا ہے کہ آپ نے جو کام کل کرنا ہے وہ ان شاء اللہ کے بغیر نہ کریں اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کام کے متعلق نہیں بتایا بلکہ غیب کی خبر دی ہے جو آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوئی۔

اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ کوئی مرد یہ نہ کہے کہ میں فلاں کام کل کروں گا بلکہ یوں کہے کہ میں ان شاء اللہ فلاں کام کل کروں گا۔

لہٰذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۲۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۳۱۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَلَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: اے امتِ محمد! اللہ کی قسم! اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم بہت زیادہ روؤ گے اور بہت کم ہنسو گے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۴، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۵۰، ۱۰۵۶، ۱۰۵۸، ۱۰۶۴، ۱۰۶۶، ۱۲۱۲، ۳۲۰۳، ۴۶۲۴، ۵۲۲۱، ۶۶۳۱، صحیح مسلم: ۹۰۱، سنن

Marfat.com

ترمذی: ۱۵۶۱، سنن نسائی: ۱۳۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۱۸۰، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۳، مسند احمد: ۲۴۷۸۴، موطا امام مالک: ۴۴۴، سنن دارمی: ۱۵۲۷)

صحیح البخاری: ۶۶۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واوِ قسمیہ کے ساتھ قسم کھائی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ ابن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدہ، جو حرہ کی ضد ہے، یہ ابن سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی مثل حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے کتاب الرقاق میں اس باب کے تحت گزر چکی ہے ''لو تعلمون ما اعلم۔۔ الحدیث''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر تم ان چیزوں کو جان لیتے جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے''۔

اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ بعض لوگ کھیل کود میں مشغول رہتے ہیں اور گانے بجانے اور رقص و موسیقی کے دلدادہ ہوتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آلاتِ موسیقی کو حلال کرنے پر مسخ کیے جانے کی وعید سنائی ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۰)

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں مذکور ہے ''اگر تم ان چیزوں کو جان لو جنہیں میں جانتا ہوں''۔ یعنی وہ خوفناک چیزیں اور وہ احوال جو ہمارے سامنے ہیں اور جو موت کے وقت ہم پر حالات پیش آئیں گے اور برزخ میں اور قیامت کے دن جو امور ہم پر مترتب ہوں گے۔

یعنی سکرات موت کی جو تکلیفیں ہیں اور قبر میں جو آزمائشیں ہیں اور قیامت کی ہولناکیاں ہیں اور میدانِ حشر کی سختیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ہم سے حساب و کتاب لینا ہے، اگر ہم ان تمام امور کو اپنے پیشِ نظر رکھیں تو ہم دنیا میں دل لگانا اور ہنسنا اور دنیا میں رغبت کرنا چھوڑ دیں اور خوف خدا سے ہر وقت روتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے رہیں کہ الٰہ العالمین! ہمیں ان تمام تکالیف سے محفوظ رکھنا۔

کم ہنسنے اور زیادہ رونے کے متعلق آثار اور اقوالِ علماء

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے تو وہاں پر لوگ باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے، آپ نے فرمایا: تم موت کا زیادہ ذکر کرو، سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کا خوف بندہ کے دل میں اس کے علم کی مقدار کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں، بے شک

Marfat.com

غَفُوْرٌ۞ (فاطر:۲۸) اللہ غالب ہے، بہت بخشنے والا ہے O

اور جب کسی شخص کو بھی ایسا علم نہیں ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تھا تو کوئی شخص بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اللہ سے ڈرنے والا نہیں ہے، پس اللہ تعالیٰ نے جس کے دل کو منور کر دیا اور اس کی بصیرت سے پردہ کو اٹھا دیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کن چیزوں سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کیا کیا اطاعت واجب ہے اور اس کا شکر واجب ہے اور اس نے مستقبل میں پیش آنے والی قیامت کی خوفناک چیزوں کو یاد کیا اور اللہ کے بندوں کو ان مواقف میں جن سختیوں کا سامنا ہوگا ان کو یاد کیا اور اس کا معائنہ کیا کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے جو سوال کرے گا چھوٹی سی چھوٹی چیز کے بارے میں تو پھر وہ شخص یقیناً بہت زیادہ غمگین ہوگا اور بہت زیادہ روئے گا، اسی لیے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تمہیں ان چیزوں کا علم ہو جائے تو تمہارے حلق کے نیچے سے نہ کوئی کھانے کا نوالہ اترے گا اور نہ پانی کا کوئی گھونٹ اترے گا اور نہ تم بستروں پر سو سکو گے اور نہ تم عورتوں سے محبت رکھو گے، اور تم جنگلوں کی طرف نکل جاؤ گے اور زور سے پکار رہے ہو گے اور رو رہے ہو گے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۹۵۔۱۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۶۶۳۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَ اللهِ بْنَ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْآنَ يَا عُمَرُ۔

(صحیح البخاری: ۳۶۹۴، ۶۲۶۴، ۶۶۳۲، مسند احمد: ۱۷۵۸۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حیوۃ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابوعقیل زہرہ بن معبد نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے اپنے دادا عبداللہ بن ہشام سے سنا، انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، پس آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے ضرور ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری اپنی جان کے، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے حتیٰ کہ میں تمہارے نزدیک تمہاری اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں، پس آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس بے شک اب اللہ کی قسم! آپ ضرور مجھے میری جان سے زیادہ محبوب ہیں، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب اے عمر۔

صحیح البخاری: ۶۶۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے قسم کھائی ہے ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سلیمان، یہ الجعفی ہیں اور یہ عبداللہ بن وہب سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حیوۃ کا ذکر ہے، یہ ابن شریح ہیں۔ اور ابو عقیل کا ذکر ہے، (عین پر زبر ہے) اور زہرہ کا ذکر ہے (زاء پر پیش ہے) یہ ابن معبد ہیں (میم پر زبر ہے)، یہ ابن عبداللہ بن ہشام بن زہرہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ہیں، ان کی والدہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور وہ اس وقت کم عمر تھے، سو آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کو دعا دی اور یہ مصر کی فتح کے موقع پر حاضر تھے اور صحیح البخاری میں ان کی دو حدیثیں ہیں۔

علامہ کرمانی نے کہا: اس سند کے تمام رجال مصری ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یحییٰ بن سلیمان کوفی ہیں اور مصر میں رہائش رکھی ہے اور عبداللہ بن وہاب مصری ہیں اور اسی طرح زہرہ۔

اور یہ حدیث بعینہٖ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مناقب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی اکون" یعنی تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوگا حتیٰ کہ تمہارے نزدیک میں تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الآن" یعنی اب تمہارا ایمان کامل ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۳۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پہلے یہ کہنا کہ میں اپنے علاوہ سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتا ہوں، پھر بلا استثنیٰ کہنا کہ میں سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان دو قولوں کی توجیہ

ابتداء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر واقف نہیں تھے کہ کمالِ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو، اسی لیے انہوں نے اپنے نفس کا استثنیٰ کیا۔ اور اگر وہ اس وقت یہ کہتے کہ میں سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتا ہوں حتیٰ کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ تو یہ جھوٹ ہوتا۔ پھر جب ان پر یہ منکشف ہو گیا اور ان کے دل میں یہ مقرر ہو گیا کہ وہ اپنے نفس سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں تو پھر انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اب وہ آپ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

محبتِ طبعی اور محبتِ عقلی کا فرق

حافظ ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

انسان کا اپنے نفس سے محبت کرنا اس کی طبیعت کا تقاضا ہے اور دوسروں کی محبت اسباب کے واسطہ سے اختیار ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ اختیاری محبت تمہارے دل میں اپنے آپ سے بھی زیادہ مجھ سے ہونی چاہیے، کیونکہ طبیعت کے

Marfat.com

تقاضا کو بدلنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے اور جو چیز ان کی فطرت میں ہے اس کو متغیر کرنا آدمی کے لیے ممکن نہیں ہے، سو میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پہلے جواب جو تھا تو طبیعت کے تقاضا کے اعتبار سے تھا، پھر انہوں نے غور کیا، پس انہوں نے دلیل سے جان لیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف ان کی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا دنیا کی مہلکات سے نجات کا سبب ہے اور آخرت کے عذاب سے چھٹکارے کا سبب ہے، سو انہوں نے اختیار کے تقاضا سے خبر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا "اب اے عمر" یعنی اے عمر! اب تم نے پہچان لیا اور تم نے وہ بات کہی جو واجب ہے۔

اور بعض شارحین نے یہ کہا ہے کہ اب تمہارا ایمان قابلِ شمار ہے کیونکہ مرد کا ایمان اس وقت تک قابلِ شمار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی عقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب کو ترجیح نہ دے، سو اس شرح کی عبارت میں بے ادبی ہے اور اکثر اکابرین کے کلام میں اس جگہ تامل کی کمی ہے اور فکر میں استغراق نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اختیاری ہونا

محبتِ طبعی میں انسان کو اختیار نہیں ہوتا جیسے ماں کو بچہ سے محبت ہوتی ہے اور اس میں ماں کا اختیار نہیں ہوتا، اسی طرح اولاد کو ماں باپ سے محبت ہوتی ہے یہ بھی غیر اختیاری ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان اچھی اور مرغوب چیزوں سے محبت کرتا ہے اور ان کو پسند کرتا ہے، عمدہ کپڑے پہننا پسند کرتا ہے، لذیذ خوراک کھانا پسند کرتا ہے لیکن اگر اس کو مثلاً شوگر ہو جائے اور شوگر میں میٹھی چیزیں اور نشاستہ والی چیزیں نقصان دہ ہوتی ہیں، اس لیے شوگر کا مریض میٹھی اور نشاستہ والی چیزوں کے اوپر پھیکی اور بے ذائقہ چیزوں کو ترجیح دیتا ہے، کیونکہ اس کی عقل اسے بتاتی ہے کہ اگر اس نے میٹھی اور مرغن اشیاء کھائیں تو اس کی شوگر بڑھ جائے گی اور اس کے نتیجہ میں اس کے جسم میں پھوڑے اور پھنسیاں ہو جائیں گی جن کی اگر بروقت تدبیر نہ کی جائے تو وہ ناسور بن جاتی ہیں اور بعض اوقات جسم کے کسی عضو کو کاٹنا پڑتا ہے، کسی کا پیر کاٹ دیا جاتا ہے، کسی کی ٹانگ کاٹ دی جاتی ہے اور شوگر کے نتیجہ میں فالج بھی ہو جاتا ہے اور بہت ساری مہلک بیماریاں ہو جاتی ہیں، تو جب انسان ان تکالیف اور مہلک بیماریوں کا خیال کرتا ہے تو اس کے سامنے میٹھی، لذیذ، ذائقہ دار اور مرغن اشیاء رکھی ہوں تو وہ ان کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا اور ان کے بجائے پھیکی اور بے ذائقہ چیزوں کو ترجیح دیتا ہے، تو اس کی طبیعت اگرچہ میٹھی اور ذائقہ دار چیزوں کی طرف مائل ہوتی ہے لیکن اس کی عقل اس کو پھیکی اور بے ذائقہ چیزوں کی طرف ترجیح دیتی ہے اور یہی محبتِ عقلی ہے۔ اسی طرح ہائی بلڈ پریشر کے مرض میں نمکیات اور مرچ مصالحے اور تیل والی اشیاء نقصان دہ ہوتی ہیں اور جس کے گردے میں پتھری ہو جائے اس کے لیے چاول، ٹماٹر اور دودھ نقصان دہ ہوتا ہے تو ایسے مریض اپنی پسند کی چٹ پٹی چیزیں نہیں کھاتے اور بے ذائقہ چیزوں کو ترجیح دیتے ہیں اور چاول، ٹماٹر اور دودھ اور مرچ مصالحوں کو ترک کر دیتے ہیں اور یہی محبتِ عقلی ہے۔

صحابہ کرام کو اپنے ماں باپ، اولاد اور مال و دولت سے طبعی محبت تھی لیکن وہ ماں باپ، اولاد اور مال و دولت کے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو ترجیح دیتے تھے اور ان کی عقل انہیں یہ رہنمائی کرتی تھی کہ دنیا کی مشکلات اور آخرت کے عذاب سے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے ان کو نجات حاصل ہوگی، اس لیے وہ ماں باپ کے حکم اور مال و دولت کے تقاضوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو ترجیح دیتے تھے اور یہی محبتِ عقلی ہے۔ سو صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو محبت تھی وہ محبتِ عقلی تھی۔ اور یہ محبت

Marfat.com

اختیاری ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۶۳۳، ۶۶۳۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ أَحَدُهُمَا اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ وَقَالَ الْآخَرُ وَهُوَ أَفْقَهُهُمَا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللهِ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ وَأْذَنْ لِي أَنْ أَتَكَلَّمَ قَالَ تَكَلَّمْ قَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا قَالَ مَالِكٌ وَالْعَسِيفُ الْأَجِيرُ زَنَى بِامْرَأَتِهِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَجَارِيَةٍ لِي ثُمَّ إِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ مَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَإِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَجَلَدَ ابْنَهُ مِائَةً وَغَرَّبَهُ عَامًا وَأُمِرَ أُنَيْسٌ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الْآخَرِ فَإِنِ اعْتَرَفَتْ رَجَمَهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ، ان دونوں نے عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کو خبر دی کہ دو مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے تنازعہ کا مقدمہ پیش کیا، پس ان دونوں میں سے ایک نے کہا: ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کیجئے، اور دوسرے نے کہا جو ان دونوں میں زیادہ سمجھدار تھا: ہاں یا رسول اللہ! آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کیجئے اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیجئے، آپ نے فرمایا: تم بات کرو، اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، راوی مالک نے کہا: العسیف کا معنی مزدور ہے، سو میرے بیٹے نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا، پھر مجھے لوگوں نے خبر دی کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا تو میں نے اس کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک باندی فدیہ میں دی، پھر میں نے اہلِ علم سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے پر بھی حد ہے کہ اس کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ رہی تمہاری بکریاں اور باندی تو وہ تم کو واپس ہوں گی اور اس کے بیٹے پر سو کوڑے لگائے اور اس کو ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا اور حضرت اُنیس الاسلمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ دوسرے شخص کی بیوی کے پاس جائیں، اگر وہ زنا کا اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دو، سو اس عورت نے اعتراف کر لیا، پس انہوں نے اس کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۶۹۵، ۲۷۲۴، ۶۶۳۳، ۶۸۲۷، ۶۸۳۳، ۶۸۳۵، ۶۸۴۲، ۶۸۵۹، ۷۱۹۳، ۷۲۵۸، ۷۲۶۰، ۷۲۷۸، صحیح مسلم:

۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۶۳۳، ۶۶۳۴ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کے ان الفاظ کا بیان ہے "سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زید بن خالد الجہنی، یہ ابوعبدالرحمن المدنی ہیں از جہینہ ابن زید بن لیث بن سعد بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ، یہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں اور مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی وفات کوفہ میں ۷۸ھ میں ہوئی اور اس وقت ان کی عمر ۸۵ سال تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اجل یا رسول اللہ" اجل کا معنی ہے "نعم" یعنی ہاں۔ الاخفش نے کہا ہے: "اجل" "نعم" کی مثل جواب ہے مگر تصدیق میں یہ زیادہ احسن ہے اور "نعم" کا لفظ استفہام کے جواب میں زیادہ احسن ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے خبر دی"۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بڑے عالم کے ہوتے ہوئے کسی اور عالم سے سوال کرنا جائز ہے۔ ابوالقاسم العذریٰ نے کہا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خلفاء اربعہ اور تین انصار فتویٰ دیا کرتے تھے، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بکتاب اللہ" اس سے مراد درج ذیل آیت ہے:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ إِنَّهُ لَمِنَ الْكٰذِبِينَ ۝ (النور: ۸)

اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے ۝

اور اس شخص کے مالک کی بیوی سے جس عذاب کو دور کیا جائے گا وہ رجم ہے یعنی سنگسار کرنا۔

اور اہل السنت کا اس پر اجماع ہے کہ رجم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ کتاب اللہ میں رجم کا ذکر نہیں ہے، رجم کا ذکر سنت میں ہے اور سنت نے قرآن کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے، پس انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی وحی سے فیصلہ کروں گا اور اس سے مراد وحی متلو (یعنی

Marfat.com

قرآن مجید) نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رہی تمہاری بکریاں اور باندی تو وہ تم پر واپس ہوں گی"۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی صلح فاسد ہو تو صحیح فیصلہ آنے کے بعد وہ صلح ٹوٹ جاتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور اُنیس اسلمی کو حکم دیا گیا"۔

اُنیس کا لفظ انس کی تصغیر ہے، یہ اُنیس بن الضحاک الاسلمی ہیں، ان کی نسبت اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو کی طرف کی گئی ہے۔ اور اسلمی نیز اسلم بن جمح کی طرف نسبت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب وقت تنگ ہو تو حدود کو موخر کرنا جائز ہے اور بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ تم اس مرد کی بیوی کی طرف جاؤ اور ایک روایت میں ہے: اے اُنیس! اس عورت کے پاس صبح کو جانا۔

رجم کے لیے چار مرتبہ اقرار کرنے میں مذاہب

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مطلق اعتراف حد کو واجب کرتا ہے اور اس کے تکرار کی ضرورت نہیں ہے اور یہی امام مالک بن انس الاصبحی المتوفی ۱۷۹ھ، اور امام محمد بن ادریس شافعی المتوفی ۲۰۴ھ، کا مذہب ہے۔

اور امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ نے کہا: رجم اس وقت تک واجب نہیں ہوتا جب تک کہ چار مرتبہ ایک مجلس میں یا چار مجالس میں اعتراف نہ کیا جائے۔

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا: اس وقت تک رجم واجب نہیں ہوتا جب تک کہ چار مجالس میں اعتراف نہ کیا جائے۔ پس اگر اس نے ایک مجلس میں ہزار مرتبہ بھی اعتراف کیا تو وہ ایک اعتراف ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت ماعز نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ شہادت دی تو ان کو رجم کیا گیا، اس حدیث کی امام بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے۔ اسی طرح حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کی امام مسلم نے روایت کی ہے حتیٰ کہ حضرت ماعز نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ گواہی دی۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جس کی امام مسلم نے روایت کی ہے حتیٰ کہ انہوں نے چار مرتبہ گواہی دی۔ اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جس کی امام مسلم نے روایت کی ہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ گواہی دی۔

اور اس باب میں جو مزدور کی حدیث ہے جس میں چار مرتبہ اس عورت کے اعتراف کا ذکر نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اے اُنیس! اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اعتراف کرلے جو اعتراف معروف ہے اور اس میں چار مرتبہ اقرار کیا جاتا ہے تو پھر اس کو رجم کر دینا۔

اور بعض سندوں کے ساتھ غامدیہ کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو چار مرتبہ رد فرما دیا۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ ہم نے یہ مان لیا کہ چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے تو اختلاف مجالس کی شرط کہاں سے لگائی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو

Marfat.com

آپ نے ان کو رد کر دیا، پھر دوسری مرتبہ اگلے دن آئے تو پھر آپ نے واپس کر دیا، پھر تیسری مرتبہ آئے یہاں تک کہ حدیث میں ہے: پھر جب وہ چوتھی مرتبہ آئے تو ان کے لیے گڑھا کھودا گیا اور اس گڑھے میں انہیں کھڑا کر کے رجم کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۳۔ ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

غامدیہ کے متعلق حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کے پاس غامد سے ایک عورت آئی، اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، تم واپس جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، اس عورت نے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ مجھے واپس کر رہے ہیں جس طرح آپ نے ماعز بن مالک کو واپس کیا تھا، آپ نے فرمایا: ہوا کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ زنا سے حاملہ ہے، آپ نے فرمایا: تم؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے اس عورت سے فرمایا حتیٰ کہ جو کچھ تمہارے پیٹ میں ہے اس کو تم نکال دو یعنی وضع حمل ہو جائے۔ تو انصار کا ایک مرد ضامن ہوا اور اس نے وضع حمل تک اس عورت کی کفالت کی، پھر وہ مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ غامدیہ کا وضع حمل ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا: ہم اب بھی اس کو رجم نہیں کریں گے اور اس کے بچہ کو چھوٹا چھوڑیں گے جس کو کوئی دودھ پلانے والا نہ ہو، تو انصار میں سے ایک مرد کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میں اس کے دودھ پلانے کا بندوبست کروں گا یا رسول اللہ! تب آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۵، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۳)

امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز کو اور غامدیہ کو چوتھی مرتبہ اعتراف کے بعد رجم کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳۴)

۶۶۳۵۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ أَسْلَمُ وَغِفَارُ وَمُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ خَيْرًا مِنْ تَمِيمٍ وَعَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ وَغَطَفَانَ وَأَسَدٍ خَابُوا وَخَسِرُوا قَالُوا نَعَمْ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُمْ خَيْرٌ مِنْهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی یعقوب از عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر اسلم اور غفار اور مزینہ اور جہینہ (یہ قبائل) تمیم اور عامر بن صعصعہ اور غطفان اور اسد سے بہتر ہوں تو پھر تمیم (وغیرہ) ناکام ہو گئے اور نقصان میں مبتلاء ہو گئے، صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! وہ ان سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۱۵، ۳۵۱۶، ۶۶۳۵، صحیح مسلم: ۲۵۲۲، سنن ترمذی: ۳۹۵۲، مسند احمد: ۱۹۸۷۱، سنن دارمی: ۲۵۲۳)

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اول الذکر قبائل، ثانی الذکر قبائل سے بہتر ہیں۔

۶۶۳۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از

Marfat.com

أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ عَامِلًا فَجَائَهُ الْعَامِلُ حِينَ فَرَغَ مِنْ عَمَلِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَذَا لَكُمْ وَهَذَا أُهْدِيَ لِي فَقَالَ لَهُ أَفَلَا قَعَدْتَ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَأُمِّكَ فَنَظَرْتَ أَيُهْدَى لَكَ أَمْ لَا ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَشِيَّةً بَعْدَ الصَّلَاةِ فَتَشَهَّدَ وَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَمَا بَالُ الْعَامِلِ نَسْتَعْمِلُهُ فَيَأْتِينَا فَيَقُولُ هَذَا مِنْ عَمَلِكُمْ وَهَذَا أُهْدِيَ لِي أَفَلَا قَعَدَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَنَظَرَ هَلْ يُهْدَى لَهُ أَمْ لَا فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَغُلُّ أَحَدُكُمْ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى عُنُقِهِ إِنْ كَانَ بَعِيرًا جَاءَ بِهِ لَهُ رُغَاءٌ وَإِنْ كَانَتْ بَقَرَةً جَاءَ بِهَا لَهَا خُوَارٌ وَإِنْ كَانَتْ شَاةً جَاءَ بِهَا تَيْعَرُ فَقَدْ بَلَّغْتُ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ ثُمَّ رَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَهُ حَتَّى إِنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى عُفْرَةِ إِبْطَيْهِ قَالَ أَبُو حُمَيْدٍ وَقَدْ سَمِعَ ذَلِكَ مَعِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَلُوهُ۔

الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از ابوحمید الساعدی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرد کو عامل بنایا، سو وہ عامل جب اپنے کام سے فارغ ہوگیا تو اس نے آ کر کہا: یارسول اللہ! یہ (مال) آپ کے لیے ہے اور یہ (مال) مجھے ہدیہ میں دیا گیا ہے، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ گئے، پھر تم دیکھتے کہ کیا تمہیں کچھ ہدیہ میں پیش کیا جاتا ہے یا نہیں؟ پھر رسول اللہ ﷺ دوپہر کو نماز کے بعد کھڑے ہوئے، پس آپ نے کلمہ شہادت پڑھا، پھر اللہ عزوجل کی ایسی حمد وثنا کی جو اس کی شان کے لائق ہے، پھر فرمایا: امابعد! (حمد وصلوٰۃ کے بعد) اس عامل کا کیا حال ہے جس کے سپرد ہم کوئی عمل کرتے ہیں، پھر وہ ہمارے پاس آتا ہے سو کہتا ہے: یہ آپ کے عمل کا حصہ ہے اور یہ وہ ہے جو مجھے ہدیہ دیا گیا ہے؟ پس وہ کیوں نہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر بیٹھتا پھر دیکھتا کہ کیا اس کو کچھ ہدیہ میں دیا جاتا ہے یا نہیں؟ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس مال میں سے کسی چیز کی خیانت نہیں کرے گا مگر وہ اس چیز کو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے لائے گا، اگر وہ اونٹ ہو تو وہ اونٹ بڑبڑاتا ہوا آئے گا، اور اگر وہ گائے ہو تو وہ گائے ڈکراتی ہوئی آئے گی، اور اگر وہ بکری ہو تو وہ بکری ممیاتی ہوئی آئے گی۔ پس میں نے تبلیغ کر دی۔

پس ابوحُمید نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ بلند کیا حتیٰ کہ ہم ضرور رسول اللہ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھ رہے تھے۔ ابوحُمید نے کہا: اس حدیث کو میرے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے سنا، پس لوگوں نے ان سے سوال کیا۔

(صحیح البخاری: ۹۲۵، ۱۵۰۰، ۲۵۹۷، ۶۶۳۶، ۶۹۷۹، ۷۱۷۴، ۷۱۹۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۴۶، مسند احمد: ۲۳۰۸۷، سنن دارمی: ۱۶۶۹)

صحیح البخاری: ۶۶۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی قسم کے ان الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے ''اس ذات کی قسم کہ محمد کی جان جس کے قبضہ میں ہے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ حکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عروہ کا ذکر ہے یہ ابن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ابوحمید کا ذکر ہے، یہ الساعدی الانصاری ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عبدالرحمٰن ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام المنذر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے عم محترم ہیں۔

یہ حدیث کتاب الہبہ کے باب ''من لم یقبل الهدیة بعلة'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ایک مرد کو عامل بنایا''۔ اس مرد کا نام تھا عبداللہ بن اللتبیة۔ (اس میں لام پر پیش ہے، تاء ساکن ہے، باء کے نیچے زیر ہے اور یاء مشدد ہے)۔

یہ حدیث باب الہبہ میں گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ نے انصار کے ایک مرد کو صدقات کے وصول کرنے پر عامل بنایا اور ان کو ''ابن اللتبیة'' کہا جاتا تھا۔

اس حدیث میں ''رغاء'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: اونٹ کی آواز، اور ''خوار'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: گائے کی آواز، اور اس میں ''تیعر'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: بکری کی آواز۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عفرة ابطیه'' عفرة کا معنی ہے وہ سفیدی جس میں کچھ سرمئی رنگ کی یا زمین کے رنگ کی آمیزش ہو۔ الجوہری نے کہا ہے ''العافر'' کا معنی ہے: سفید جو بہت سخت سفید نہ ہو۔ اور ''شاة افرع'' کہا جاتا ہے جس کی سفیدی سرخی پر غالب نہ ہو۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر عامل کو کوئی ہدیہ دیا جائے تو وہ بیت المال کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اور صاحب التوضیح نے کہا ہے: ''الحاوی الصغیر'' کا قول کتنا عمدہ ہے کہ اس کا ہدیہ حرام ہے اور وہ اس کا مالک نہیں ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۳۷ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ هُوَ ابْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَلَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی اور وہ ابن یوسف ہیں از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! اگر تم ان چیزوں کو جان

لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔

(صحیح البخاری: ۴۶۲۱، ۵۲۲۱، ۶۶۳۱، صحیح مسلم: ۹۰۱، سنن ترمذی: ۵۶۱، سنن نسائی: ۱۴۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۱۸۰، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۳، مسند احمد: ۲۴۸۴۷، موطا امام مالک: ۴۴۴، سنن دارمی: ۱۵۲۷)

صحیح البخاری: ۶۶۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح قسم کھائی ہے ''اس ذات کی قسم کہ محمد کی جان جس کے قبضہ میں ہے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن موسیٰ، یہ ابن یزید الفراء ابو اسحاق الرازی ہیں اور یہ صغیر کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام بن یوسف کا ذکر ہے، یہ ابو عبد الرحمٰن الصنعانی الیمانی ہیں جو یمن کے قاضی تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں معمر کا ذکر ہے جو ابن راشد ہیں، اور ہمام کا ذکر ہے یہ ابن منبہ ہیں۔

یہ حدیث عنقریب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے گزر چکی ہے اور اس کی مثل بھی حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے گزر چکی ہے۔

اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر تم کو قیامت کی ہولناکیوں اور حشر کی سختیوں کا علم ہو جائے تو تم زیادہ وقت رونے میں گزارو گے اور کم ہنسو گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۳۸۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ يَقُولُ هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ قُلْتُ مَا شَأْنِي أَيُرَى فِيَّ شَيْءٌ مَا شَأْنِي فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ فَمَا اسْتَطَعْتُ أَنْ أَسْكُتَ وَتَغَشَّانِي مَا شَاءَ اللّٰهُ فَقُلْتُ مَنْ هُمْ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْأَكْثَرُونَ أَمْوَالًا إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از المعرور، از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا اور آپ کعبہ کے سائے میں فرما رہے تھے: ''رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں!، رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں!'' (حضرت ابو ہریرہ نے کہا) میں نے دل میں کہا کہ میرا حال کیا ہے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے متعلق کوئی چیز دکھائی جا رہی ہے؟ میرا کیا حال ہے؟ پس میں آپ کے پاس بیٹھ گیا اور آپ وہی

Marfat.com

فرمار ہے تھے، پس مجھ میں خاموش رہنے کی طاقت نہ تھی اور اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا مجھ پر یہ حالت چھائی رہی پھر میں نے عرض کیا: وہ کون ہیں یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس مال بہت زیادہ ہے سوا ان کے جنہوں نے اس مال کو اس طرح اور اس طرح اور اس طرح خرچ کیا۔

(صحیح مسلم: ۹۹۰، سنن ترمذی: ۶۱۷، سنن نسائی: ۲۴۴۰، مسند احمد: ۲۰۸۴۴)

صحیح البخاری: ۶۶۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قسم کے الفاظ ہیں ''رب کعبہ کی قسم''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے عمر بن حفص، وہ اپنے والد حفص بن غیاث النخعی الکوفی سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے المعرور، یہ ابن سوید الاسدی ہیں، ان کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی اور ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سیاہ تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام جندب بن جنادہ الغفاری ہے۔

یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ کے باب ''زکوٰۃ البقر'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قلت ماشانی'' یعنی میں نے دل میں کہا میرا کیا حال ہے؟ اس کا معنی یہ ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ میں کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو میرے زیادہ نقصان زدہ ہونے کو واجب کرتی ہے، اور یہ بھی روایت ہے: کیا میرے متعلق قرآن مجید میں کوئی حکم یا خبر نازل ہوئی ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ماشانی'' یعنی میرا کیا حال ہے اور میرا کیا معاملہ ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''اِلّا من قال ھکذا وھکذا وھکذا'' یعنی جس شخص نے اپنے مال کو بے دریغ مستحقین میں دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے خرچ کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۶۶۳۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ سُلَيْمَانُ لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى تِسْعِينَ امْرَأَةً كُلُّهُنَّ تَأْتِي بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ قُلْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَطَافَ عَلَيْهِنَّ جَمِيعًا فَلَمْ يَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَايْمُ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا أَجْمَعُونَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: آج رات میں نوے عورتوں کے پاس جاؤں گا (یعنی ان سے جماع کروں گا) اور ان میں سے ہر عورت سے ایک گھوڑے سوار اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا پیدا ہوگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صاحب نے کہا: آپ ان شاء اللہ کہیے! پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔ پھر ان سب عورتوں کے ساتھ جماع کیا تو ان میں سے صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس سے ایک مرد کی ایک جانب پیدا ہوئی یعنی ناقص بچہ ہوا، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے! اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے تو سب پیدا ہونے والے اللہ کی راہ میں گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کرتے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۱۹، ۳۴۲۴، ۵۲۴۲، ۶۶۳۹، ۶۷۲۰، ۷۴۶۹، صحیح مسلم: ۱۶۵۴، سنن نسائی: ۳۸۳۱، مسند احمد: ۷۰۹۷)

صحیح البخاری: ۶۶۳۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی قسم اس طرح سے ہے کہ ''اور اس ذات کی قسم کہ محمد کی جان اس کے قبضہ وقدرت میں ہے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے ''باب من طلب الولد للجهاد'' اور کتاب الانبیاء میں بھی گزری ہے ''باب قول الله تعالٰی وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ (ص: ۳۰)'' اور اس کی شرح وہاں ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "میں اس رات نوے عورتوں پر طواف کروں گا"۔اس جملہ میں طواف کا لفظ جماع سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں نوے عورتوں کا ذکر ہے اور کتاب الانبیاء میں اور بعض روایات میں ستر عورتوں کا ذکر ہے۔

شعیب اور ابوالزناد نے نوے کہا اور یہی زیادہ صحیح ہے اور اس میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ یہ عدد کا مفہوم ہے اور صحیح مسلم میں ساٹھ کا عدد ہے اور ایک روایت میں سو کا عدد ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت سلیمان کے صاحب نے کہا" اس سے مراد فرشتہ ہے یا ان کا وزیر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بشق رجل" یعنی آدھا بچہ پیدا ہوا اور اس پر رجل کا اطلاق مستقبل کے اعتبار سے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے"۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے مطلع ہو کر فرمایا کیونکہ اس میں علمِ غیب کا بیان ہے، آپ نے فرمایا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے تو پھر وہ سب کے سب گھوڑے سوار اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے پیدا ہوتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث میں نوے بیویوں کا ذکر ہے اور ایک حدیث میں ستر بیویوں کا ذکر ہے، تورات میں بھی سات سو بیویوں کا ذکر ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویوں کے متعلق تورات کی شہادت

اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی، عمونی، اودمی، صیدانی اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگے O یہ ان قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے بیچ نہ جانا اور وہ تمہارے بیچ آئیں کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کر لیں گی O سلیمان انہی کے عشق کا دم بھرنے لگا O اور اس کے پاس سات سو شہزادیاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا O

(پرانا عہد نامہ یعنی تورات، سلاطین، باب: ۱۱، آیت ۱ تا ۴، کتاب مقدس ص ۳۴۰)

صحیح البخاری میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی نوے اور ستر بیویوں کا ذکر ہے اور تورات میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویوں اور تین سو حرمیں یعنی کنیزوں کا ذکر ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوتِ مردمی کا عام مردوں سے بہت زیادہ ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت مردمی بہت قوی تھی، کیونکہ انہوں نے ایک رات میں سات سو بیویوں سے جماع کیا یا سات سو بیویوں اور تین سو کنیزوں سے جماع کیا اور ان پر ضعف طاری نہیں ہوا جب کہ وہ عبادات اور ریاضات میں بہت کوشش کرتے تھے حالانکہ عام آدمی ایسا کرنے پر عادۃً قادر نہیں ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ اور کسی نبی کے متعلق ایسا منقول نہیں ہے، ہاں! ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ منقول ہے کہ آپ کو تیس (جنتی) مردوں کے

Marfat.com

جماع کی قوت عطا کی گئی تھی اور مجاہد نے کہا: آپ کو چالیس (جنتی) مردوں کی قوت عطا کی گئی تھی اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت سے بہت زیادہ ہے۔ اور ایک جنتی مرد سو بیویوں کے ساتھ جماع کرے گا، سو اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار ہزار ازواج سے جماع کی طاقت عطا کی گئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ مردمی کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت سے بہت زیادہ ہونا

اور صحیح البخاری کی ایک حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات اور دن کی ایک ساعت میں اپنی تمام ازواج سے جماع کرتے اور آپ کی ازواج اس وقت گیارہ تھیں۔ قتادہ نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طاقت رکھتے تھے، انہوں نے کہا: ہم یہ بیان کرتے تھے کہ آپ کو تیس (جنتی) مردوں کی قوت عطا کی گئی ہے، (اور ابونعیم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت عطا کی گئی)۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ کو چار ہزار مردوں کی طاقت عطا کی گئی تھی۔ سعید نے کہا از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ اس وقت آپ کی نو ازواج تھیں۔ (صحیح البخاری: ۲۶۸، مسند احمد: ۱۳۶۹۵)

مستشرقین کے اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارہ ازواج کا ہونا اس کو مستلزم ہے کہ آپ کثیر الشہوت تھے

بعض مستشرقین یعنی یہودی اور عیسائی علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر طعن کرتے ہیں کہ آپ نے عورتوں سے عقدِ ازدواج کیا اور بیک وقت آپ کے حبالہ عقد میں نو ازواج تھیں اور آپ ایک رات میں نو ازواج سے جماع کرتے تھے اور یہ کہتے ہیں کہ آپ نعوذ باللہ کثیر الشہوت تھے اور یہ یہودی علماء تورات کو مانتے ہیں اور تورات میں مذکور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حبالہ عقد میں سات سو بیویاں اور تین سو کنیزیں تھیں تو ایک ہزار عورتوں کے ساتھ جماع کرنا ان کے نزدیک کثرتِ شہوت کو مستلزم نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں صرف بیک وقت نو ازواج رہیں تو اس پر یہ لوگ طعن کرتے ہیں۔

نیز اس پر غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچیس (۲۵) سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی اور وہ بیوہ خاتون تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقدِ نکاح میں وہ پچیس سال تک رہیں اور ان کی حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی اور نکاح نہیں کیا گویا پچاس سال کی عمر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقدِ نکاح میں صرف ایک بیوہ خاتون رہیں اور آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی سوا حضرت ابراہیم کے جو حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ انسان میں غلبہ شہوت کا زمانہ زیادہ سے زیادہ پچاس سال کی عمر تک ہوتا ہے اور اس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقدِ نکاح میں صرف ایک خاتون تھیں، ان کے بعد آپ نے پہلے حضرت سودہ سے نکاح کیا وہ بھی بیوہ خاتون تھیں، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور وہ واحد کنواری خاتون آپ کے نکاح میں تھیں جن کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہجرت کے ایک سال بعد ہوئی، اس کے بعد آپ نے اور ازواج سے نکاح کیا۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیادہ ازواج کی حکمتیں

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچاس سال کی عمر کے بعد جو دس نکاح کیے وہ شہوت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے نہ تھے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ نے جن خواتین سے نکاح کیا وہ سب یا بیوہ تھیں یا مطلقہ تھیں، سو آپ کا ان سے نکاح کرنا دیگر مقاصد کے لیے تھا، ان میں سے ایک مقصد تبلیغ کی راہ ہموار کرنا ہے، کیونکہ جن خواتین سے آپ نے نکاح کیا ان سے خاندانی تعلقات قائم ہو گئے اور تبلیغ کی راہ میں آسانی ہوگئی، نیز مردوں میں آپ کی احادیث کو یاد کرنے والے بہت زیادہ افراد تھے اور آپ عورتوں کے مسائل کی بھی تعلیم دیتے تھے اور خانگی معاملات میں بھی ہدایت دیتے تھے، سو ان احادیث کو یاد کرنے والی بھی زیادہ عورتیں ہونی چاہئیں تا کہ اگر ایک عورت کو حدیث یاد نہ رہے تو دوسری عورت اس حدیث کو یاد کرلے، نیز آپ نے جن خواتین سے نکاح کیا وہ مختلف قبائل سے تعلق رکھتی تھیں اور ہر قبیلہ کی یہ خواہش تھی کہ اس کی کوئی عورت آپ کے نکاح میں ہو اور آپ کے نکاح کی وجہ سے اس کو شرف اور فضیلت حاصل ہو، نیز بعض عورتوں کے خاوند کسی جہاد میں شہید ہو گئے تو آپ نے اس کی تلافی اور ان کی دل جوئی کے لیے ان سے نکاح کرلیا۔لہٰذا آپ نے جو گیارہ عورتوں سے نکاح کیا اور ایک وقت میں نو عورتیں آپ کے نکاح میں رہیں، یہ کسی وجہ سے بھی اس اعتراض کا موجب نہیں ہے کہ آپ میں العیاذ باللہ شہوت کا تقاضا زیادہ تھا جس کو پورا کرنے کے لیے آپ نے کثیر نکاح کیے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارہ ازواج کی مزید حکمتیں

(۱) آپ کے زیادہ نکاح پچاس سال کی عمر سے انسٹھ سال کی عمر کے درمیان ہوئے، اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے شہوانی تسکین کی وجہ سے زیادہ نکاح کیے۔

(۲) جس خاندان میں نکاح کیا جائے، اس خاندان سے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اور ملنے جلنے کے زیادہ مواقع پیدا ہوتے ہیں اور ربط وضبط بڑھتا ہے، سو جن خاندانوں میں آپ نے نکاح کیے ان میں تبلیغ اسلام کے اسباب اور مواقع پیدا ہو گئے، ان لوگوں کو آپ کی پاکیزہ سیرت اور اسلام کی حقانیت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور وہ لوگ مائل بہ اسلام ہو گئے۔

(۳) آپ کی خارجی زندگی دیکھ کر آپ کے معمولات کی روایت کرنے والے مردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی تو چاہیے تھا کہ آپ کی خانگی اور نجی زندگی دیکھنے والی خواتین کی بھی زیادہ تعداد ہوتی، تا کہ وہ آپ کے گھریلو معمولات کی روایت کرسکیں۔

(۴) آپ نے زیادہ نکاح تعلیمی مقاصد سے کیے، کیونکہ عورتوں کے مخصوص مسائل مثلاً حیض، نفاس، جنابت اور امور زوجیت کو خواتین ہی بیان کرسکتی تھیں۔

(۵) آپ نے تشریعی مقاصد سے بھی نکاح کیے، عربوں میں مشہور تھا کہ منہ بولا بیٹا، حقیقی بیٹے کے حکم میں ہوتا ہے اور اس کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ کے منہ بولے بیٹے تھے، جب انہوں نے اپنی بیوی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو آپ نے ۳ھ یا ۵ھ میں حضرت زینب سے نکاح کر کے عملاً یہ مسئلہ بتادیا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے۔(الاصابہ ج ۸ ص ۱۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

Marfat.com

(۶) آپ نے بعض نکاح اپنے وفادار احباب کو ان کی وفاداری کا صلہ دینے کے لیے کیے، جیسے آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیوں، حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے نکاح کیے۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت سے ۳ سال پہلے نکاح کیا۔ الاصابہ ج ۸ ص ۲۳۲، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ۳ھ میں نکاح کیا۔ الاصابہ ج ۸ ص ۸۷)

(۷) حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے آپ کا نکاح آپ کی اجازت سے ۷ھ میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا، اس نکاح سے آپ نے عملاً یہ مسئلہ بتا دیا کہ کسی شخص کا وکیل بھی اس کا نکاح کر سکتا ہے، اس وقت آپ مدینہ میں تشریف فرما تھے، اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ میں سکونت پذیر تھیں، آپ نے ایک مکتوب کے ذریعہ اجازت دی تھی۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۱۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت) سو اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر لڑکا مثلاً انگلینڈ میں ہو اور لڑکی پاکستان میں ہو اور لڑکا خط یا ٹیلیفون کے ذریعہ کسی کو پاکستان میں اپنا وکیل بنا دے تو وہ وکیل اس کا نکاح کر دے گا اور لڑکی رخصت ہو کر انگلینڈ چلی جائے گی۔

(۸) بعض نکاح آپ نے کسی فتنہ کو زائل کرنے کے لیے کئے، ۷ھ میں خیبر کے مال غنیمت کے متعلق حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ میں ایک کنیز لے لوں؟ آپ نے اجازت دے دی، انہوں نے حضرت صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا کو لے لیا جو بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سردار تھیں، اس سے صحابہ میں اشتعال پیدا ہوا کہ یہ خاتون تو اپنی خاندانی عظمت کی بناء پر صرف آپ کے لائق تھیں، آپ نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم کوئی اور باندی لے لو اور فتنہ کو زائل کرنے کے لیے آپ نے ان سے نکاح کر لیا، یہ مطلقہ خاتون تھیں۔ (صحیح البخاری: ۳۷۱ ملخصاً، الاصابہ ج ۸ ص ۲۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۹) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دل جوئی کی خاطر اور ان کی درخواست پر ۷ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا معمر بیوہ تھیں، ان کا کوئی سہارا نہیں تھا، اس لیے آپ نے ان سے نکاح کر لیا، یہ آخری خاتون ہیں جن سے آپ نے نکاح کیا۔ (اسد الغابہ ج ۷ ص ۲۶۲۔ ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۱۰) ۵ یا ۶ھ میں بنو المصطلق کے لوگ جہاد میں شکست کھا کر اسیر اور غلام ہو گئے تھے، یہ لوگ اسلام کے دشمن تھے اور جہاد میں شکست کھا چکے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا اور ان کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا زر مکاتبت ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا، اس حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر ان کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ اس نکاح کی برکت سے آپ نے بنو المصطلق کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۷۲۔ ۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۱۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ایک جہاد میں زخمی ہونے کے بعد فوت ہو گئے، انہوں نے ایک بیوہ اور چار بچے چھوڑے تھے، ان کا کوئی کفیل نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کفالت کرنے کے لیے ۳ یا ۴ھ میں ان سے نکاح کر لیا۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۳۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۱۲) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر حضرت طفیل رضی اللہ عنہ تھے، ان کی وفات کے بعد ان کا نکاح حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے ہوا جو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے، اس کے بعد ان کا نکاح حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا، وہ بھی غزوۂ احد میں شہید ہو گئے، حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے پے در پے صدمات کی دادرسی کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ ۳ھ میں جب آپ نے ان سے نکاح کیا اس وقت حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ۳۰ سال تھی اور وہ

Marfat.com

آپ کی حیات میں ہی ۲ یا ۳ ماہ بعد رحلت فرما گئیں۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۱۵۷، طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۹۲)

(۱۳) حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے فوت ہونے کے بعد بے سہارا ہو گئیں اور وہ اس وقت کافی معمر تھیں، اس عمر میں ان سے کون نکاح کرتا، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا سہارا بنے اور آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

(اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۹۷۔۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۱۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ کثرت نکاح کیے تا کہ ازواجِ مطہرات آپ کے احوالِ باطنہ کا مشاہدہ کریں اور مشرکین کے اس زعم کی نفی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاذ اللہ ساحر یا کاہن ہیں۔

(۱۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نکاح نہیں کیا تھا، ان کی زندگی میں اپنی امت کے لیے شوہر کا نمونہ نہیں ہے، باپ کا نمونہ نہیں ہے، بیوی اور بچوں کے حقوق ادا کرنے کا نمونہ نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بیوہ، مطلقہ اور ایک کنواری خاتون کے ساتھ نکاح کیا، ان کے درمیان عدل وانصاف کیا، ان کے حقوق ادا کیے، اس میں امت کے لیے شوہر کا نمونہ ہے، آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہوئیں، آپ نے ان کی پرورش کی، تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں آپ کی زندگی میں رحلت فرما گئے، آپ نے ان پر صبر کیا، دو بیویوں کی وفات پر صبر کیا، ان کی تجہیز وتکفین کی، چار صاحبزادیوں کے نکاح کیے، ان سب کاموں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امت کے لیے عظیم اور ہمہ گیر نمونہ ہے۔

(۱۶) عام طور پر لوگ غیر خاندان اور غیر کفو میں نکاح کو باعثِ عار سمجھتے ہیں، آپ نے اپنی دو ہاشمی صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان اموی رضی اللہ عنہ سے کر کے انسانیت کا پرچم بلند کیا اور امت کے لیے غیر کفو میں نکاح کرنے کا عملی نمونہ فراہم کیا۔

(۱۷) جن خواتین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیے ان کو دنیا میں عزت ملی، وہ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آخرت میں وہ ازواجِ مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت میں آپ کے درجہ میں ہوں گی، سو تعددِ ازواج سے متعدد خواتین کو دنیا اور آخرت میں عزت ملی اور شرف حاصل ہوا۔

(۱۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ باطنہ پر صرف آپ کی ازواجِ مطہرات ہی مطلع ہو سکتی تھیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا جب ان کے والد ابو سفیان (جو اس وقت اسلام نہیں لائے تھے) آپ سے سخت عداوت رکھتے تھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا جب غزوۂ خیبر میں ان کے والد اور ان کے چچا اور ان کے خاوند قتل کیے جا چکے تھے، پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ کامل اخلاق کے مالک نہ ہوتے تو یہ ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متنفر ہوتیں، اس کے برعکس ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے نزدیک ان کے تمام خاندان والوں سے زیادہ محبوب تھے۔

(۱۹) کثرتِ نکاح کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار زیادہ ہوئے، جس کی وجہ سے وہ رشتہ دار بھی جہاد میں شامل ہوئے۔

(۲۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر معاملہ میں عمل کا پہلو قول سے آگے ہوتا ہے، امت کو پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا، خود بہ شمول تہجد چھ نمازیں پڑھتے تھے اور چاشت اور اشراق پڑھتے تھے اور بہت نوافل پڑھتے تھے۔ امت کو مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور خود اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے۔ امت کے لیے یہ مقرر کیا کہ ان کا ترکہ ان کے ورثاء میں تقسیم ہو گا اور آپ نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو بھی ترکہ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ امت کو چار ازواج میں عدل کرنے کا حکم دیا اور رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے خود نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا، پس کروڑوں صلوٰۃ وسلام ہوں اس عظیم رسول پر جس نے گیارہ نکاح کر کے امت کے لیے ہدایت اور فوز وفلاح کی راہیں روشن کر دیں!

بعض صحابہ کا زیادہ خواتین سے اسلام میں نکاح کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الحکم انصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از رقبہ از طلحہ الیمامی از سعید بن جبیر، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا: کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ میں نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا: تم نکاح کرو، کیونکہ اس امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جن کی زیادہ بیویاں ہوں۔

(صحیح البخاری: ۵۰۶۹، صحیح مسلم: ۱۹۲۹)

اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ قید لگائی ہے کہ اس امت میں سب سے افضل وہ ہوگا جس کی سب سے زیادہ بیویاں ہوں گی اور اس امت کی قید اس لیے ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبی ﷺ سے زیادہ ازواج تھیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کی ایک ہزار بیویاں تھیں جن میں سے تین سو آزاد عورتیں تھیں اور سات سو باندیاں تھیں اور ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو صرف دو نکاح کیے پس بعد میں جنہوں نے زیادہ نکاح کیے تو وہ حضرت ابوبکر سے افضل ہو جائیں گے، کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اسلام میں تین سو عورتوں سے نکاح کیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے ایک ہزار عورتوں سے نکاح کیا۔ لیکن اس سے ان کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر افضلیت لازم نہیں آتی، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے مطلقاً افضل ہیں اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت جزوی ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی علی الاطلاق فضیلت کے منافی نہیں ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۴۲۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

شیخ عبداللہ بن باز حنبلی متوفی ۱۴۲۰ھ نے لکھا ہے:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، کی بہت ازواج تھیں تاکہ وہ اپنے نفسوں کو پاک باز رکھیں اور کثرتِ اولاد کو حاصل کریں یا زیادہ خواتین کو شرف زوجیت عطا کریں، ان کا مقصد عیاشی اور محض قضاء شہوت نہیں تھا۔

(شرح صحیح البخاری لابن العثیمین ج ۴ ص ۴۲۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ أُهْدِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَرَقَةٌ مِنْ حَرِيرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَدَاوَلُونَهَا بَيْنَهُمْ وَيَعْجَبُونَ مِنْ حُسْنِهَا وَلِينِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَتَعْجَبُونَ مِنْهَا قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ریشم کا ایک کپڑا ہدیہ کیا گیا، لوگ باری باری اس کپڑے کو اپنے ہاتھ میں لیتے تھے اور اس کی خوبصورتی اور

Marfat.com

قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَمَنَادِيلُ سَعْدٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنْهَا لَمْ يَقُلْ شُعْبَةُ وَإِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ۔

ملائمت پر تعجب کرتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو، صحابہ نے کہا: جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! سعد کے رومال جنت میں اس سے زیادہ اچھے ہیں۔
شعبہ اور اسرائیل نے یہ نہیں کہا از ابی اسحاق اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۲۴۹، ۳۸۰۲، ۵۸۳۶، ۶۶۴۰، صحیح مسلم: ۲۴۶۸، سنن ترمذی: ۳۸۴۷، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷، مسند احمد: ۱۸۰۷۳)

صحیح البخاری: ۶۶۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح قسم کھاتے تھے: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، وہ ابن سلام ہیں، یہ الغسانی کا قول ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالاحوص کا ذکر ہے وہ سلام ہیں، ابن سلیم الحنفی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابواسحاق کا ذکر ہے، وہ عمرو بن عبداللہ السبیعی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''سَرَقَة'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: ریشم کا ٹکڑا۔
اس حدیث میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں جو انصار کے سردار تھے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے رومال بھی اس ریشم کی جنس سے تھے، یا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ریشم کے ٹکڑے کو چھونے والے اور خوش ہونے والے سردار تھے تو آپ نے فرمایا: تمہارے سردار کے رومال جنت میں اس سے بہتر ہیں، یا اس وجہ سے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کپڑے کی اس جنس کو پسند کرتے تھے یا اس رنگ کو پسند کرتے تھے۔
اور اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت ہے کہ جنت کا ادنیٰ کپڑا بھی دنیا کے بہترین کپڑے سے افضل ہوگا۔ کیونکہ رومال کو اس لیے وضع کیا گیا ہے تاکہ اس سے میل کچیل صاف کیا جائے اور منادیل کا لفظ ''مندیل'' کی جمع ہے مندیل اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے کھانا کھانے کے بعد ہاتھ منہ کو صاف کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد کے جنت میں رومال اس سے بہتر ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ صفت میں بہتر ہیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ رومال فنا نہیں ہوں گے اور دنیا کے رومال تو فنا ہو جائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۴۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ إِنَّ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ مَا كَانَ مِمَّا عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ أَخْبَاءٍ أَوْ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَذِلُّوا مِنْ أَهْلِ أَخْبَائِكَ أَوْ خِبَائِكَ شَكَّ يَحْيَى ثُمَّ مَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ أَهْلُ أَخْبَاءٍ أَوْ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ أَخْبَائِكَ أَوْ خِبَائِكَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَيْضًا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ قَالَ لَا إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ۔

(صحیح مسلم: ۱۷۱۴، مسند احمد: ۲۵۳۶۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ نے کہا: یارسول اللہ! روئے زمین پر کوئی خیمہ والے نہیں تھے یا کہا: کوئی خیمہ نہیں تھا جن کا ذلیل ہونا میرے نزدیک آپ کے خیمہ والوں سے یا آپ کے خیمہ سے زیادہ محبوب ہے، اس میں یحییٰ کو شک ہے، پھر آج جو اہلِ خیمہ نے صبح کی یا خیمہ نے صبح کی تو میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ آپ کے خیمہ والے یا آپ کا خیمہ سب سے زیادہ عزت والے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور نیز اس ذات کی قسم کہ محمد کی جان جس کے قبضہ وقدرت میں ہے۔۔۔انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک ابوسفیان ایک بخیل مرد ہے کیا مجھ پر کوئی حرج ہے کہ میں ان کے مال سے ان کو کھلاؤں (جو ان کے زیرِ پرورش ہیں؟) آپ نے فرمایا: نہیں! مگر رواج اور دستور کے مطابق۔

صحیح البخاری: ۶۶۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قسم کا ذکر ہے کہ ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے''۔

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ہند کا ذکر ہے، اس میں دو قول ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ یہ منصرف ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ غیر منصرف ہے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ہند بنت عتبہ بن ربیعہ'' یہ قرشیہ ہیں اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں، یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اهل اخبائك او خبائك'' خباء، عرب کے گھروں میں سے ایک گھر ہے جو ریشم یا اون کا خیمہ ہوتا

Marfat.com

ہے اور وہ بالوں سے بنا ہوا نہیں ہوتا۔ اس میں دو یا تین ستون ہوتے ہیں۔ اس کی جمع ''اخبية'' آتی ہے اور ''اخباء'' بھی اس کی جمع خلاف قیاس آتی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا کہ معروف یہ ہے کہ خباء کی جمع ''اخبية'' ہے۔ کیونکہ فعال کی جمع بہت کم ''افعلة کے وزن پر آتی ہے جیسے سقاء کی جمع اسقية ہے اور مثال کی جمع امثلة ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وایضا'' یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب تمہاری مجھ سے محبت زیادہ ہوگی جب تمہارے دل میں ایمان جگہ پکڑ لے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے اور آپ کے اصحاب سے تمہاری محبت زیادہ ہو جائے گی، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا حتیٰ کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل سے اور اس کے مال سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ کوئی شخص ایمان کی حقیقت کو اور ایمان کے اعلیٰ درجات کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مسيك'' اس کا معنی ہے: بخیل اور اس کو مسیک اس لیے فرمایا کہ اس کے ہاتھوں میں جو مال ہے اس کو وہ روک کر رکھتا ہے اور اس کو کسی کے لیے نکالتا نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لا'' یعنی تم پر کوئی حرج نہیں ہے سوا اس کے کہ تم دستور کے مطابق خرچ کرو۔ یعنی تم ابوسفیان کے مال سے رواج اور دستور کے مطابق ان کی اولاد کو کھلاؤ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۸۔ ۲۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۴۲۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مُضِيفٌ ظَهْرَهُ إِلَى قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ يَمَانٍ إِذْ قَالَ لِأَصْحَابِهِ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوا بَلَى قَالَ أَفَلَمْ تَرْضَوْا أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوا بَلَى قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابو اسحاق، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عمرو بن میمون سے سنا، انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: جس وقت رسول اللہ ﷺ یمنی چمڑہ کے ایک خیمہ کی طرف اپنی ٹیک لگائے ہوئے تھے، اس وقت آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم اہل جنت کے چوتھائی ہو جاؤ، صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم اہل جنت کے تہائی ہو جاؤ، صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: پس اس ذات کی قسم کہ محمد کی جان جس کے قبضہ وقدرت میں ہے! مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کے نصف ہو گے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۶۵۲۸، ۶۶۴۲، صحیح مسلم: ۲۲۱، سنن ترمذی: ۲۵۴۷، سنن ابن ماجہ: ۴۲۸۳، مسند احمد: ۳۶۵۳)

صحیح البخاری: ۶۶۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح قسم کھائی ''پس اس ذات کی قسم کہ محمد کی جان جس کے قبضہ وقدرت میں ہے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن عثمان، یہ ابن حکیم الاودی الکوفی ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شریح بن مسلمہ، (میم اور لام دونوں پر زبر) یہ الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، وہ ابن یوسف ہیں وہ اپنے والد یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق سے روایت کرتے ہیں۔ اور یوسف اپنے دادا ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی سے روایت کرتے ہیں۔ اور عمرو بن میمون وہ ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں اسلام کو پایا اور یہ تابعی ہیں۔

یہ حدیث اس سے پہلے کتاب الرقاق باب ''کیف الحشر'' میں گزر چکی ہے۔ وہاں اس حدیث کی روایت از محمد بن بشار از غندر از شعبہ از ابی اسحاق از عمرو بن میمون کی تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مضیف'' اس کا معنی ہے کہ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یمان'' اس کی اصل ہے یمنی، دو یاؤں میں سے ایک یاء کو نون پر مقدم کیا اور یاء کو الف سے بدل دیا تو یہ قاض کی شکل ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۹۔ ۲۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۴۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ يُرَدِّدُهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ وَكَأَنَّ الرَّجُلَ يَتَقَالُّهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے دوسرے مرد سے سنا جو '' قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ ۝ '' (الاخلاص: ۱) کو بار بار دہرا رہا تھا، پس جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے اس بات کا ذکر کیا، اور گویا کہ وہ مرد اس کو کم درجہ کا شمار کرتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۵۰۱۳، ۶۶۴۳، ۷۴۷۳، سنن ابوداؤد: ۱۴۶۱، سنن نسائی: ۹۹۵، مسند احمد: ۱۰۹۱۳، موطا امام مالک: ۴۸۳)

صحیح البخاری: ۶۶۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قسم کا ذکر ہے "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن، یہ ابن صعصعہ الانصاری ہیں۔

یہ حدیث فضائل قرآن میں از عبداللہ بن یوسف گزر چکی ہے اور وہاں اس کی تشریح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یردّدھا" اس کا معنی ہے: وہ اس کی تکرار کر رہے تھے یعنی بار بار پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یتقالھا" یعنی وہ اس کی تکرار کو کم شمار کرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یہ تہائی قرآن کے برابر ہے" کیونکہ پورا قرآن یا مبدأ سے متعلق ہے یا معاش کے ساتھ متعلق ہے یا معاد کے ساتھ متعلق ہے۔ تو گویا "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۞" اس کا تیسرا حصہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن مجید کے مضامین کی تین قسمیں ہیں، اس میں قصص اور احکام ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اور سورۃ الاخلاص میں خالص اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں تو یہ گویا قرآن مجید کا تیسرا حصہ ہیں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ اس سورت کا پڑھنا تہائی قرآن کے کیسے برابر ہوگا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تہائی قرآن کے پڑھنے کی مشقت اس سورت کے پڑھنے سے بہت زیادہ ہے اور مسلمان کو اجر اس کی مشقت کے اعتبار سے ملتا ہے۔

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس سورت کے پڑھنے سے تہائی قرآن کا ثواب ہوگا لیکن تہائی قرآن کا اجر دس گنا زیادہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: یہ درست ہے کہ اجر مشقت کے اعتبار سے ہوتا ہے لیکن اس کے علاوہ اجر اللہ تعالیٰ کے فضل کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے اور اس سورت کے پڑھنے کا اجر جو تہائی قرآن کے برابر ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہے اور نیز اس میں اس سورت کی فضیلت کے اوپر بھی تنبیہ ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۶۴۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ سورہ اخلاص پڑھنے کا اجر تہائی قرآن کی تلاوت کے اجر کے برابر ہے، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ سورہ اخلاص بذاتہا باقی قرآن سے افضل ہے۔

بعض اصولیین نے کہا ہے کہ سورۂ اخلاص کی فضیلت ہے اور قرآن کی بعض سورتیں دوسری بعض سورتوں سے زیادہ بلیغ ہیں اور بعض سورتوں میں ایسی بلاغت ہے اور ایسی براعت ہے اور حسن نظم ہے اور عمدہ ترتیب ہے جو دوسری سورتوں میں نہیں ہے۔ اور بعض سورتوں کی تلاوت کا ثواب دوسری بعض سورتوں کی تلاوت سے زیادہ افضل ہے جیسا کہ ان سورتوں کے ثواب کے متعلق شریعت میں وارد ہوا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت یعنی سورہ اخلاص اس لیے افضل ہے کہ یہ صرف توحید پر مشتمل ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تہائی قرآن کے برابر اس لیے ہے کہ قرآن مجید اخلاص، استقامت اور قصص پر مشتمل ہے اور یہ سورت اخلاص پر مشتمل ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ قرآن مجید، قصص، احکام اور اللہ تعالیٰ کے اوصاف پر مشتمل ہے اور یہ سورت اللہ تعالیٰ کے اوصاف پر مشتمل ہے اس لیے یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۲۴۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۶۴۴ ـ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ أَتِمُّوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا مَا رَكَعْتُمْ وَإِذَا مَا سَجَدْتُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''تم لوگ پورا پورا رکوع اور سجدہ کرو، پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! بے شک میں ضرور تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جب تم رکوع کرتے ہو اور جب تم سجدہ کرتے ہو''۔

(صحیح البخاری: ۴۱۹، ۷۴۲، ۶۶۴۴، صحیح مسلم: ۴۲۵، سنن نسائی: ۸۱۳، مسند احمد: ۱۲۹۶۹)

صحیح البخاری: ۶۶۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کی اس قسم کا ذکر ہے ''پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے''۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے اسحاق، امام نسائی نے کہا: شاید یہ ابن منصور ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حبان، (حاء پر زبر ہے اور باء پر تشدید ہے) یہ ابن ہلال الباہلی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ہمام کا ذکر ہے، وہ ابن یحییٰ ہیں۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں اور یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بے شک میں تم کو ضرور دیکھتا ہوں"۔

اس حدیث پر یہ سوال ہے کہ آپ پیٹھ کے پیچھے سے کس طرح دیکھتے تھے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ رویت یعنی دیکھنا ایسا امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور اس میں عقلاً یہ شرط نہیں ہے کہ وہی چیز دکھائی دے جو بالمقابل ہو اور سامنے ہو حتیٰ کہ اشاعرہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے کہ اندھا آدمی چین کی سرزمین کو دیکھ لے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ پیٹھ کے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے دیکھتے تھے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بعض علماء دیوبند کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا نہیں ہوتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے۔

اور اس پر یہ اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کہ بعض اوقات آپ کو کسی بات کا پتا نہیں چلتا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دیکھنا اور تمام چیزوں کا علم ہونا یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا سے ہے، جب اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے تو آپ کو علم ہو جاتا ہے، آپ دیکھیں کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب ان کے بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا تھا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کا علم نہیں ہوا، اور جب ان کے بھائی مصر سے ان کا کرتا لے کر چلے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ تو دراصل انبیاء علیہم السلام کے تمام کمالات اللہ تعالیٰ کی عطاء کے تابع ہوتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۶۴۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم مَعَهَا أَوْلَادٌ لَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّكُمْ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ قَالَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ہشام بن زید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان کے ساتھ ان کی اولاد بھی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک تم لوگ میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو، یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔

(صحیح البخاری: ۳۷۸۶، ۵۲۳۴، ۶۶۴۵، صحیح مسلم: ۲۵۰۹، مسند احمد: ۱۱۸۹۶)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۶۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی مطابقت بھی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قسم کا ذکر ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسحاق کا ذکر ہے، یہ اسحاق بن راہویہ ہیں۔ اور ہشام بن زید کا ذکر ہے جو ابنِ انس بن مالک الانصاری البصری ہیں، وہ اپنے دادا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث انصار کی فضیلت میں یعقوب بن ابراہیم کی روایت سے گزر چکی ہے اور کتاب النکاح میں از بندار از غندر گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بے شک تم لوگ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو"۔ اس حدیث میں اس خاتون کی جنس سے خطاب ہے اور اس کی اولاد سے خطاب ہے یعنی انصار سے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ انصار مہاجرین سے بالعموم افضل ہیں اور مہاجرین کے عموم میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی داخل ہیں۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ عام مخصوص ہے، اس کی تخصیص ان دلائل سے کی گئی ہے جو اس حدیث سے خارج ہیں۔ علاوہ ازیں علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر عام میں کوئی نہ کوئی تخصیص ہوتی ہے، تو اس حدیث کے عموم سے مہاجرین اور خصوصاً حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما خارج ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۴۔ بَابٌ: لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ — اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ "تم اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ"۔ مثلاً کوئی شخص یہ قسم نہ کھائے کہ میرے باپ کی قسم! میں ایسا کام کروں گا یا میرے باپ کی قسم! میں یہ کام نہیں کروں گا۔

۶۶۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَسِيرُ فِي رَكْبٍ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ فَقَالَ أَلَا إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس حال میں پایا کہ وہ سواروں کے ساتھ جا رہے تھے اور اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو آپ

Marfat.com

لِيَصْمُتْ.

نے فرمایا: سنو! بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے آباء کی قسم کھاؤ، جو شخص بھی قسم کھانے والا ہو، سو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

(صحیح البخاری: ۶۱۰۸، ۶۶۴۶، صحیح مسلم: ۱۶۴۶، سنن ترمذی: ۱۵۳۴، سنن نسائی: ۳۷۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۴، مسند احمد: ۴۵۰۹، موطا امام مالک: ۱۰۳۷، سنن دارمی: ۲۳۴۱)

صحیح البخاری: ۶۶۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کا عنوان بعینہٖ اس حدیث کا جزو ہے۔

اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس کے یہ الفاظ ہیں کہ ''جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں جا رہا تھا تو میں نے کہا: ''لا وابی'' یعنی نہیں میرے باپ کی قسم! تو ایک شخص نے مجھے پیچھے سے آواز دی اور کہا: اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

اور امام ابن شیبہ نے از عکرمہ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے: پس میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، پس آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی ایک مسیح کی قسم کھاتا اور مسیح تمہارے آباء سے بہتر تھے تو وہ ہلاک ہو جاتا۔

اور سعید بن عبیدہ کی روایت میں ہے کہ آباء کی قسم کھانا شرک ہے۔

اور امام ابن المنذر کی روایت میں ہے ''نہ تم اپنی ماؤں کی قسم کھاؤ اور نہ بتوں کی قسم کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی قسم صرف اس وقت کھاؤ جب تم سچے ہو''۔

اور امام ابن ابی عاصم نے کتاب الایمان والنذور میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے: ''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا یا کفر کیا''۔

اللہ عزوجل کے غیر کی قسم کھانے کی ممانعت کی حکمت

باپ دادا کی قسم کھانے سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ قسم کا تقاضا ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم ہو اور حقیقت میں ہر قسم کی تعظیم اللہ عزوجل کے ساتھ مختص ہے، پس اس تعظیم میں اللہ تعالیٰ کے کوئی مشابہ نہیں ہے، اسی طرح باپ دادا کے غیر کی قسم کھانے کی ممانعت کی بھی یہی حکمت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو اپنی مخلوقات کی قسم کھائی ہے اس کی توجیہ

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی اپنی مخلوقات کی قسم کھائی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ (الصافات: ۱) صف باندھے ہوئے ان فرشتوں کی جماعتوں کی قسم جو صف

Marfat.com

باندھتی ہیں O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالطُّوْرِ ۝ (الطور:۱) اور (پہاڑ) طور کی قسم O

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ (الطارق:۱) آسمان کی قسم اور رات کو طلوع ہونے والے (ستارے) کی O

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ (التین:۱) انجیر اور زیتون کی قسم O

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ (العادیات:۱-۲) ان گھوڑوں کی قسم جو بہت تیز دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے O پتھر پر سم مار کر چنگاریاں اڑاتے ہیں O

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ عزوجل مالک ہے اور وہ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھائے، تاکہ جس کی قسم کھائی ہے اس کی فضیلت کے اوپر متنبہ فرمائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''وَالطُّوْرِ'' فرمایا اور اس کی تقدیر یہ ہے ''ورب الطور'' یعنی پہاڑ طور کے رب کی قسم، یا ''رب السماء'' آسمان کے رب کی قسم۔ تو اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی قسم نہیں کھائی بلکہ خود اپنی ذات کی قسم کھائی۔

اگر کسی شخص نے ''رب النجم'' یا ''رب السماء'' کی تاویل سے ستارہ یا آسمان کی قسم کھائی تو وہ شرعاً قسم نہیں ہوگی

امام ابو عمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی مالکی متوفی ۴۶۳ھ، لکھتے ہیں:

کسی شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، نہ ان اقسام کے ساتھ نہ ان کے علاوہ دوسری اقسام کے ساتھ، کیونکہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کے اوپر دوسرے شخص کے حق کے لیے قسم واجب ہوگئی تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ صرف اللہ عزوجل کی قسم کھائے اور اگر اس نے ''نجم'' اور ''السماء'' کی قسم کھائی اور یہ کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے ''رب النجم'' کا یا ''رب السماء'' کا تو علماء کے نزدیک یہ شرعاً قسم نہیں ہوگی۔

اور امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے از ابن ابی ملیکہ روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے سنا کہ میں کعبہ کی قسم کھا رہا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو منع فرمایا اور فرمایا کہ اگر تم نے پھر کعبہ کی قسم کھائی تو میں تم کو سزا دوں گا۔

مصحف کی قسم کھانے اور بیوی کو طلاق دینے اور غلام کو آزاد کرنے کی قسم کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

اور قتادہ نے کہا: مصحف کی قسم کھانا اور غلام کو آزاد کرنے کی قسم کھانا اور بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھانا مکروہ ہے۔

Marfat.com

اور امام ابو عمر بن عبد البر نے کہا کہ اگر کسی نے بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھائی یا غلام آزاد کرنے کی قسم کھائی بایں طور کہ اس نے کہا کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میرا غلام آزاد یا میں نے فلاں کام کیا تو میری بیوی کو طلاق، تو یہ محققین علماء کے نزدیک قسم نہیں ہے۔ اور یہ صرف طلاق معلق ہے یا غلام کے آزاد کرنے کو معلق کیا ہے۔ اور یہ کلام بر بناء وسعت اور مجاز ہے اور حقیقت میں قسم نہیں ہے، حقیقت میں قسم صرف اللہ عزوجل کے نام سے ہے۔

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ھ، نے کہا ہے:

اگر کسی شخص نے قرآن عظیم کی قسم کھائی تو اس میں اختلاف ہے اور وہ حانث ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے: ہر آیت کے بدلہ میں قسم ہے اور یہی حسن بصری کا قول ہے۔

اور امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے کہا: اس قسم کو توڑنے سے اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔

اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ نے کہا ہے: جس نے رحمٰن کی قسم کھائی، سو وہ حانث ہو جائے گا۔ اگر اس نے رحمٰن سے اللہ عزوجل کی ذات کا ارادہ کیا تو اس پر قسم کا کفارہ ہے۔ اور اگر اس نے الرحمٰن سے سورۃ الرحمٰن کا ارادہ کیا ہے تو اس پر کفارہ لازم نہیں ہے۔

اور امام اوزاعی اور ربیعہ نے کہا کہ جب کسی شخص نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا، پھر اس نے وہ کام کر لیا تو یہ قسم ہے۔ پس اگر اس نے کہا: میں نے قسم کھائی اور واقع میں قسم نہیں کھائی تو حسن بصری اور نخعی نے کہا: اس پر قسم لازم ہے۔ اور حماد بن ابی سلیمان نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے۔ اور ابو ثور نے کہا کہ جب کسی شخص نے کہا: مجھ پر قسم ہے اور اس نے قسم نہیں کھائی تو اس کا یہ قول باطل ہے اور اصحاب الرائے (فقہاء احناف) نے کہا: یہ قسم ہے۔

اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ اس نے فلاں کام کیا تو وہ یہودی ہے، اس کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ اگر اس نے فلاں کام کیا تو وہ یہودی ہے یا نصرانی ہے یا مجوسی ہے، تو امام مالک اور امام شافعی اور امام ابو عبید اور ابو ثور نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ اور طاؤس اور حسن بصری اور شعبی اور نخعی، الثوری، الاوزاعی اور فقہاء احناف نے کہا: اس پر قسم کا کفارہ ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے جب اس نے ان الفاظ سے قسم کا ارادہ کیا۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ ایک مرد نے اپنے اوپر بددعا دی کہ اگر اس نے فلاں کام کیا تو وہ رسوا ہو جائے یا ہلاک ہو جائے یا اس کے ہاتھ کٹ جائیں۔ عطاء نے کہا: اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے اور یہی ثور اور ابو عبید کا قول ہے اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے۔ اور طاؤس نے کہا: اس پر قسم کا کفارہ ہے اور یہی اللیث کا قول ہے۔ اور امام اوزاعی نے کہا: جب کسی شخص نے کہا کہ اگر اس نے فلاں کام نہیں کیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، پھر اس نے وہ کام نہیں کیا تو اس پر قسم کا کفارہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۱۔۲۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

غیر اللہ کی قسم کھانے کے متعلق مذاہبِ فقہاء

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ قسم اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے، لیکن فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ قسم اللہ تعالیٰ اور اس کی ذات اور اس کی بلند صفات کے ساتھ منعقد ہوتی ہے اور بعض دوسری صفات کے ساتھ قسم کے منعقد ہونے میں اختلاف ہے اور یہ جو کہا ہے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ قسم منعقد ہوتی ہے اس سے مراد یہ خاص الفاظ نہیں ہیں بلکہ اللہ عزوجل کی ذات ہے اور اللہ عزوجل کی ذات کے بغیر قسم کھانے کی ممانعت ثابت ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے؟ فقہاء مالکیہ کے اس کے متعلق دو قول ہیں، اسی طرح ابن دقیق العید کا قول ہے اور مشہور فقہاء مالکیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات کے بغیر قسم کھانا مکروہ ہے۔ اور فقہاء حنبلیہ کے نزدیک بھی اس میں اختلاف ہے لیکن ان کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے غیر کی قسم کھانا حرام ہے۔ ظاہر یہ یعنی غیر مقلدین نے بھی اسی کو وثوق کے ساتھ کہا ہے۔

علامہ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے: اللہ عزوجل کے غیر کی قسم کھانا بالا جماع جائز نہیں ہے اور نفی جواز سے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے، عام ازیں کہ یہ مکروہ تحریمی ہو یا مکروہ تنزیہی ہو، کیونکہ علامہ ابن عبد البر نے دوسرے مقام پر یہ کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے غیر کی قسم کھانا مکروہ ہے اور ممنوع ہے اور کسی شخص کے لیے اس کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ فقہاء شافعیہ کے نزدیک بھی اس میں اختلاف موجود ہے۔ امام شافعی نے کہا: مجھے یہ خطرہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا نافرمانی اور گناہ ہے، سو انہوں نے تردد کی خبر دی اور ان کے جمہور اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

اور امام الحرمین نے کہا کہ قطعی مذہب یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ ہے۔ اور دوسروں نے اس کی تفصیل کو وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اگر قسم کھانے والے نے جس غیر اللہ کی قسم کھائی ہے اس کی تعظیم کا اعتقاد کیا تو یہ قسم کھانا مکروہ ہے اور وہ اس تعظیم کے اعتقاد سے کافر ہو جائے گا اور اسی کے مطابق حدیثِ مذکور ہے، لیکن جس غیر اللہ کی قسم کھائی ہے اگر اس کی تعظیم کا اعتقاد نہیں کیا جیسا کہ لفظ اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے تو وہ اس قسم کھانے سے کافر نہیں ہوگا اور اس کی قسم منعقد نہیں ہوگی۔

علامہ الماوردی نے کہا ہے: کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ غیر اللہ کی قسم کھائے نہ بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھائے اور نہ غلام آزاد کرنے کی قسم کھائے اور نہ نذر مانے۔ اور اگر حاکم نے کسی شخص سے یہ کہا کہ وہ غیر اللہ کی قسم کھائے خواہ طلاق کی یا عتاق کی یا نذر کی تو اس حاکم کو معزول کرنا واجب ہے کیونکہ وہ احکامِ شرعیہ سے جاہل ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۷۱۵، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۶۴۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ قَالَ عُمَرُ فَوَاللهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا قَالَ مُجَاهِدٌ أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ يَأْثُرُ عِلْمًا تَابَعَهُ عُقَيْلٌ وَالزُّبَيْدِيُّ وَإِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: سالم نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے آباء کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! جب سے میں

Marfat.com

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ سَمِعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عُمَرَ.

(سنن ترمذی: ۱۵۳۳، سنن نسائی: ۳۷۶۶)

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے میں نے کبھی اپنے آباء کی قسم کھائی ہے نہ از خود قسم کھائی اور نہ کسی کی قسم کو نقل کیا۔

مجاہد نے کہا: ''أَوْ أَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ'' (الاحقاف: ۴) اس کا معنی ہے: ''یاثر علما'' یعنی پہلوں کی خبر دینا۔

عقیل اور زبیدی اور اسحاق کلبی نے یونس کی متابعت کی ہے از الزہری۔

اور ابن عیینہ اور معمر نے از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے سنا۔

صحیح البخاری: ۶۶۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے ''اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ''۔ اور اس حدیث میں بھی آباء کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن عُفَیر (عین پر پیش ہے اور فاء پر زبر) اور وہ سعید بن کثیر بن عُفَیر ہیں جو مولی الانصاری المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن وہب، یہ عبداللہ بن وہب المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، یہ ابن یزید الایلی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سالم، اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الایمان میں بھی روایت کی ہے از ابی الطاہر۔ اور امام ابوداؤد نے بھی کتاب الایمان میں روایت کی ہے از امام احمد بن حنبل۔ اور امام نسائی نے اس کی روایت کی ہے کتاب الایمان میں از عمرو بن عثمان۔ اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے الکفارات میں از محمد بن یحییٰ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذاکرا'' یعنی از خود اپنی طرف سے کہتے ہوئے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا آثرا'' یعنی میں نے اپنے غیر سے نقل کرتے ہوئے بھی نہیں کہا۔

امام الطبری نے کہا ہے: اسی سے ماخوذ ہے کہ یہ حدیث فلاں سے ماثور ہے یعنی فلاں سے منقول ہے۔ اور ''الاثر'' کا معنی ہے: روایت اور دوسرے کے کلام کو نقل کرنا۔

Marfat.com

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

مجاہد کا یہ قول قرآن مجید کی درج ذیل آیت کی تفسیر میں ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (الاحقاف: ۴)

آپ کہیے: تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو کیا تم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے، ذرا مجھے بھی دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کا کوئی حصہ ہے، میرے پاس اس سے پہلی کوئی کتاب لاؤ یا (پہلے) علم کا کچھ بقیہ حصہ اگر تم سچے ہو O

مجاہد نے تفسیر کی ہے: یعنی اس سے پہلے کی کوئی خبر نقل کرو اور مقاتل نے کہا: یعنی انبیاء علیہم السلام سے کوئی روایت نقل کرو اور ''الاثر'' کا معنی ہے ''الروایۃ'' اور اسی وجہ سے حدیث کو اثر کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۲۔ ۲۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۴۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے تمام اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ قسم کا منعقد ہونا

علامہ ابن ہبیرہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: اس پر اجماع ہے کہ اللہ کی قسم اس کے تمام اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ منعقد ہوتی ہے مثلاً رحمٰن، رحیم، حیّ اور دیگر اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفاتِ ذاتیہ کے ساتھ بھی قسم منعقد ہوتی ہے جیسے اللہ کی عزت کی قسم اور اللہ کے جلال کی قسم۔ مگر امام ابوحنیفہ نے اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کا استثنیٰ کیا ہے اور اس کو قسم استحساناً شمار نہیں کیا۔ پس اگر کسی نے کہا ''اور اللہ کے حق کی قسم'' تو فقہاء نے کہا ہے کہ یہ قسم ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ یہ قسم نہیں ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی، امام احمد نے کہا: یہ قسم منعقد ہو جائے گی اور دیگر فقہاء نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

کافر کی قسم کا حکم

کافر کی قسم میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے کہا: یہ قسم منعقد نہیں ہوگی خواہ وہ کفر کے زمانہ میں قسم کو توڑے یا اسلام لانے کے بعد قسم کو توڑے اور اس سے کفارہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اور امام احمد نے کہا کہ اس کی قسم منعقد ہو جائے گی۔ اور دونوں صورتوں میں جب وہ قسم توڑے گا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے اللہ کی ناراضگی کی قسم کھائی یا اللہ کے غضب کی قسم کھائی یا اللہ کی رحمت کی قسم کھائی مثلاً اس نے کہا: اگر میں نے یہ کام کیا تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو یا اس کی ناراضگی ہو یا میں نے ایسا کام کیا تو میں زانی ہوں یا چور ہوں یا سود خور ہوں یا خمر پینے والا ہوں تو یہ قسم منعقد نہیں ہوگی اور نہ اس کا کفارہ ہے۔

Marfat.com

قسم اور اس کے احکام کے متعلق ظاہریہ کا مذہب

شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، لکھتے ہیں:

قسم صرف اللہ تعالیٰ کی منعقد ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی اسم سے منعقد ہوتی ہے یا وہ اللہ تعالیٰ کی اس لفظ سے خبر دے اور اس لفظ سے اللہ کے غیر کا ارادہ نہ کرے مثلاً کہے ''مقلب القلوب کی قسم'' یا کہے ''زمین اور زمین کے رہنے والوں کے وارث کی قسم'' اور یہ تمام لغات میں قسم ہوگی۔ یا اللہ کے علم کی قسم کھائے یا اس کی قدرت کی یا اس کی عزت کی یا اس کی قوت کی یا اس کے جلال کی۔

اور جس نے ان کے علاوہ قسم کھائی تو اس پر کفارہ نہیں ہے اور وہ گناہ گار ہوگا اور اس پر توبہ لازم ہے اور استغفار کرنا لازم ہے۔

اور جس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے ارادہ اور اس کے کرم اور اس کے حکم اور اس کی حکمت کی قسم کھائی اور باقی ان چیزوں کی قسم کھائی جن کے متعلق صریح نص وارد نہیں ہے تو ان میں سے کوئی چیز بھی قسم نہیں ہے، کیونکہ ان کے متعلق کوئی نص وارد نہیں ہے، لہٰذا ان کے ساتھ قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کی امانت اور اللہ تعالیٰ کے عہد اور اس کے میثاق کی قسم کھائی یا اس کی قسم کھائی جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے عہد لیا تھا یا حق النبی کی قسم کھائی اور مصحف کی قسم کھائی اور اسلام کی اور کعبہ کی قسم کھائی اور اپنی زندگی کی قسم کھائی یا تمہاری زندگی کی قسم کھائی۔ اور اس نے قسم کھائی اور حلف اٹھایا اور کہا: میں حلف اٹھاتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں اور مجھ پر قسم ہے یا مجھ پر ہزار قسمیں ہیں یا تمام قسمیں مجھ پر لازم ہیں، پس ان میں سے کوئی بھی قسم نہیں ہے۔ اور ان کے ساتھ قسم اٹھانا معصیت ہے اور اس میں صرف توبہ اور استغفار ہے۔

اور جس نے قرآن کی قسم کھائی یا کلام اللہ کی قسم کھائی تو اگر اس نے مصحف کی نیت کی یا اس آواز کی نیت کی جو سنائی دیتی ہے یا جو کلام سینوں میں محفوظ ہے اس کی نیت کی تو یہ قسم نہیں ہے۔ اور اگر اس نے اس کی نیت نہ کی ہو بلکہ علی الاطلاق قسم کھائی ہو تو وہ قسم ہے اور اس قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ ہے۔ (المحلی ج ۸ ص ۳۳-۳۰)

قسم اور اس کے احکام کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عرب کی عادت تھی کہ اپنے آباء کی اور اپنے خداؤں کی قسم کھاتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ان کے دلوں سے اور ان کی زبانوں سے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا ذکر مٹا دے اور صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر باقی رکھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے، پس سنت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی قسم کھائی جائے جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اور دیگر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اور مخلوقات کی قسم اپنے باپ دادا کی قسم کھانے کے حکم میں ہے۔ اور فقہاء کے نزدیک ان میں سے کوئی قسم جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۶ ص ۹۷-۹۶ ملخصاً و ملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی قسم جائز نہیں ہے خواہ جو بھی ہو اور جس نے کہا: رب کعبہ کی قسم یا رب جبریل کی قسم یا رب آدم اور حوا کی قسم، یا اس نے کہا: عذاب اللہ کی قسم

اور اس کے ثواب کی قسم، تو اس نے ایک لغو بات کہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات سے منع کیا ہے اس کا ارتکاب کیا اور اس پر ایسی صورت میں استغفار لازم ہے اور کفارہ نہیں ہے۔

اور الشعبی نے کہا ہے: اللہ عزوجل مالک ہے وہ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی قسم کھائے، اور مخلوق کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خالق کے سوا کسی اور کی قسم کھائے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، اگر اس نے اللہ کی قسم کھائی، پھر اس نے قسم توڑ دی تو وہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھا کر اس قسم کو پورا کرے۔

اور علامہ ابن القصار نے بھی اس کی مثل ذکر کی ہے اور اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور مطرف نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم کھائی تاکہ مخلوق ان پر خوش ہو اور اللہ تعالیٰ کی ان میں قدرت کو پہچانے، کیونکہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی شان بہت عظیم ہے۔ اور چونکہ یہ چیزیں اپنے خالق پر دلالت کرتی ہیں۔

اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص پر کسی شخص کے حق کے لیے قسم واجب ہے تو وہ اللہ کے سوا اور کسی کی قسم نہ کھائے۔ پس اگر اس نے اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھائی اور کہا: میں نے ان چیزوں کے رب کی نیت کی ہے تو ان کے نزدیک یہ قسم نہیں ہے۔

اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اور وہ جانتا تھا کہ غیر اللہ کی قسم کھانے سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے تو وہ گناہ گار ہوگا۔ اور انہوں نے کہا: اہل علم کا غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کے معنی میں اختلاف ہے۔ کیا یہ حکم تمام قسموں میں عام ہے یا بعض قسم کی قسموں کے ساتھ خاص ہے؟ پس ایک جماعت نے کہا کہ غیر اللہ کی جو قسم کھانا ممنوع ہے یہ وہ ہیں جو زمانہ جاہلیت میں لوگ غیر اللہ کی تعظیم کے لیے قسم کھاتے تھے جیسے کوئی شخص لات اور عزیٰ کی قسم کھاتا، یا اپنے باپ دادا کی قسم کھاتا، یا کعبہ کی قسم کھاتا، یا مسیح کی قسم کھاتا، یا ہر شریک کی قسم کھاتا۔ پس یہ قسمیں ممنوع ہیں اور ان میں کفارہ نہیں ہے۔

رہیں وہ قسمیں جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی طرف رجوع کرتی ہیں تو وہ ان کے علاوہ ہیں اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی کہے حق النبی کی قسم اور اسلام کی قسم، یا کوئی شخص حج، عمرہ اور صدقہ کی قسم کھائے یا غلام آزاد کرنے کی قسم کھائے اور اس کے مشابہ چیزیں۔ پس یہ سب اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہیں اور اس کی تعظیم سے ہیں۔ امام ابوعبید نے کہا کہ قسم کے الفاظ میں سے وہ ہیں جن کی اصل یہ ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا ارادہ کیا جائے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ارادہ کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے میں غلام آزاد کرنے کی قسم بھی داخل ہے اور کعبہ تک پیدل چلنے کی قسم اور قربانی کی قسم اور صدقہ کی قسم بھی داخل ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۲۵۶۔۲۵۹، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۴۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۳۸۳۶، صحیح مسلم: ۱۶۴۶، سنن ترمذی: ۱۵۳۴، سنن نسائی: ۳۷۶۸، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۹، مسند احمد: ۵۴۳۹، موطا امام مالک نمبر ۱۰۳۷، سنن دارمی: ۲۳۴۱)

صحیح البخاری: ۶۶۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ باب کے عنوان میں بھی آباء کی قسم کھانے کی ممانعت ہے اور اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آباء کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز بن مسلم، یہ القسملی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن دینار، یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: زمانہ جاہلیت میں عرب اپنے باپ دادا کی اور اپنے معبودوں کی قسم کھاتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ان کے دلوں سے اور ان کی زبانوں سے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے ذکر کو مٹا دے اور صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر باقی رہے جو معبودِ برحق ہے۔ اور سنت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی قسم کھائی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اعرابی کے متعلق فرمایا ''افلح وابیہ ان صدق'' (اس کے باپ کی قسم! اگر اس شخص نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا) آپ کے اس ارشاد کی توجیہات

اس حدیث کی صحت کے متعلق طعن کیا گیا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا: یہ الفاظ محفوظ نہیں ہیں، کیونکہ اس حدیث کے راوی اسماعیل بن جعفر نے اس حدیث کی ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے ''افلح واللہ ان صدق'' (اللہ کی قسم یہ شخص کامیاب ہو گیا اگر اس نے سچ بولا)۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا: اس روایت کے یہ الفاظ اس روایت سے اولیٰ ہیں جس میں مذکور ہے ''افلح وابیہ'' کیونکہ یہ الفاظ منکر ہیں اور آثارِ صحاح ان کو رد کرتے ہیں اور امام مالک کی روایت میں یہ الفاظ بالکل نہیں ہیں۔

اس جواب پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ علامہ سہیلی نے بیان کیا ہے کہ ایک اور حدیثِ مرفوع میں یہ الفاظ ثابت ہیں، آپ نے اس شخص سے فرمایا جس نے پوچھا تھا کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا ''وابیك لتنبئن'' (تمہارے باپ کی قسم تمہیں ضرور خبر دی جائے گی) اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔ پس اگر یہ ثابت ہو کہ آپ نے ''وابیہ یا وابیك'' کہہ کر اس

کے باپ کی یا تمہارے باپ کی قسم کھائی ہے تو پھر اس کے متعدد جوابات ہیں:
(۱) ''وابیه یا وابیك'' کے الفاظ عربوں کی زبانوں پر قسم کے ارادہ اور قصد کے بغیر جاری ہوتے ہیں۔ اور ممانعت اس شخص کے متعلق وارد ہے جو قسم کی حقیقت کا قصد کرے۔ امام بیہقی نے بھی اسی جواب کی طرف میلان کیا ہے اور علامہ نووی نے کہا: یہی پسندیدہ جواب ہے۔
(۲) کلامِ عرب میں اس قسم کے الفاظ دو طریقوں سے صادر ہوتے ہیں، ایک طریقہ تعظیم کا ہے اور دوسرا طریقہ تاکید کا ہے اور ممانعت اس صورت میں ہے جب کوئی تعظیم کے قصد سے ''وابیه یا وابیك'' کہے اور تاکید کے قصد سے وابیه وابیك کہنا جائز ہے۔ اور اس کی مثال شاعر کے اس شعر میں ہے:

لعمر ابی الواشین انی احبها

ضرور میرے باپ کی قسم! جو چغلی کرنے والا ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں

پس یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس شعر کے قائل نے اپنے والد کے دشمنوں کی تعظیم کا قصد کیا ہے، جیسا کہ دوسرا شخص چغل خور کے والد کی تعظیم نہیں کرتا۔

اور قاضی بیضاوی نے کہا ہے: ان الفاظ کا کلام میں صرف تقریر اور تاکید کے لیے اضافہ کیا جاتا ہے اور ان الفاظ سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا، جیسا کہ صیغۂ ندا سے محض اختصاص کا ارادہ کیا جاتا ہے اور اس سے نداء کا قصد نہیں کیا جاتا۔
(۳) اس حدیث کے ظاہر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے ''لا وابی، لا وابی'' (نہیں، میرے باپ کی قسم) پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ حدیث پڑھی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آباء کی قسم نہ کھاؤ۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ''وابی یا وابیك'' پہلے کہنا جائز تھا پھر بعد میں منسوخ ہو گیا، اس کی الماوردی نے حکایت کی ہے اور امام بیہقی نے اس کی حکایت کی ہے اور علامہ سبکی نے کہا ہے کہ اکثر شراح کا یہی مختار ہے حتیٰ کہ علامہ ابن العربی نے کہا کہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھاتے تھے ''بابیه'' حتیٰ کہ آپ کو اس سے منع کیا گیا اور امام ابوداؤد نے جو ایک حدیث کے باب کا عنوان قائم کیا ہے وہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے، انہوں نے باب کا عنوان قائم کیا ''باب الحلف بالآباء'' پھر اس کے بعد یہ حدیث مرفوع ذکر کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''افلح وابیه ان صدق''۔ علامہ سہیلی نے کہا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ گمان نہ کیا جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھاتے تھے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے بعید ہے۔

اور علامہ المنذری نے کہا: اس حدیث کے منسوخ ہونے کا دعویٰ ضعیف ہے کیونکہ ان میں تطبیق ممکن ہے اور تاریخ کا قطعی طور پر علم نہیں ہے۔
(۴) ''وابیه'' میں ایک لفظ محذوف ہے اور اصل عبارت یوں ہے ''افلح ورب ابیه'' (اس کے رب کی قسم! وہ کامیاب ہو گیا)۔
(۵) یہ لفظ تعجب کے لیے ہے، علامہ سہیلی نے کہا: اس پر دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ''وابی'' کا لفظ وارد نہیں ہے بلکہ مخاطب یا غائب کی طرف اضافت کے ساتھ وارد ہے ''وابیه وابیك''۔

Marfat.com

(۶) ''افلح وابیہ'' کہنا شارع علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے، آپ کی امت کے لیے جائز نہیں ہے۔
اس جواب پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ خصائص احتمال کے ساتھ ثابت نہیں ہوتے۔
(فتح الباری ج ۷ ص ۱۶ ۷۔ ۱۷ ۷، ملخصاً وملتقطاً، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۶۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ وَالْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ هَذَا الْحَيِّ مِنْ جَرْمٍ وَبَيْنَ الْأَشْعَرِيِّينَ وُدٌّ وَإِخَاءٌ فَكُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فِيهِ لَحْمُ دَجَاجٍ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللهِ أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مِنَ الْمَوَالِي فَدَعَاهُ إِلَى الطَّعَامِ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ فَحَلَفْتُ أَنْ لَا آكُلَهُ فَقَالَ قُمْ فَلَأُحَدِّثَنَّكَ عَنْ ذَاكَ إِنِّي أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي نَفَرٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ فَقَالَ وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِنَهْبِ إِبِلٍ فَسَأَلَ عَنَّا فَقَالَ أَيْنَ النَّفَرُ الْأَشْعَرِيُّونَ فَأَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرَى فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا مَا صَنَعْنَا حَلَفَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَحْمِلُنَا وَمَا عِنْدَهُ مَا يَحْمِلُنَا ثُمَّ حَمَلَنَا تَغَفَّلْنَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَمِينَهُ وَاللهِ لَا نُفْلِحُ أَبَدًا فَرَجَعْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا لَهُ إِنَّا أَتَيْنَاكَ لِتَحْمِلَنَا فَحَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا وَمَا عِنْدَكَ مَا تَحْمِلُنَا فَقَالَ إِنِّي لَسْتُ أَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلَكِنَّ اللهَ حَمَلَكُمْ وَاللهِ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابوقلابہ اور القاسم التیمی از زہدم بن الحارث، وہ بیان کرتے ہیں: یہ قبیلہ جو جرم سے ہے اور اشعریین کے درمیان محبت اور بھائی چارہ تھا، پس ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، ان کے پاس ایک کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا، اور ان کے پاس بنوتیم اللہ کا ایک مرد تھا جو سرخ رنگ کا تھا گویا کہ وہ الموالی میں سے تھا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کو کھانے کی طرف بلایا تو اس نے کہا: میں نے اس مرغی کو دیکھا یہ کوئی چیز کھا رہی تھی، سو مجھے اس سے گھن آئی، پس میں نے قسم کھائی کہ میں اس کو نہیں کھاؤں گا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کھڑے ہو میں تمہیں ضرور اس کے متعلق حدیث سناؤں گا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشعریین کی ایک جماعت میں حاضر ہوا، ہم آپ سے سواری طلب کر رہے تھے، تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا اور نہ میرے پاس کوئی سواری ہے جس پر میں تم کو سوار کروں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت کے اونٹ لائے گئے، تو آپ نے ہمارے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: وہ اشعریین کی جماعت کہاں ہے؟ پس آپ نے ہمیں سفید کوہان والے پانچ اونٹوں کا حکم دیا، پس جب ہم چلے گئے تو ہم نے کہا: یہ ہم نے کیا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے اور آپ کے پاس کوئی سواری بھی نہیں تھی جس پر آپ ہمیں سوار کرتے، پھر آپ نے ہم کو سوار کر دیا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قسم سے غافل کر دیا، اللہ کی قسم! ہم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گے، پھر ہم

آپ کی طرف لوٹے، پس ہم نے آپ سے عرض کیا: بے شک ہم آپ کے پاس آئے تھے تاکہ آپ ہم کو سوار کریں پس آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے اور نہ آپ کے پاس کوئی سواری ہے جس پر آپ ہمیں سوار کریں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں نے تم کو سوار نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو سوار کیا ہے۔ اور اللہ کی قسم! میں کسی چیز کی قسم نہیں کھاؤں گا پس میں دیکھوں کہ اس قسم کا خلاف اس قسم سے بہتر ہے تو میں وہ کروں گا جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ دوں گا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۳، ۴۳۸۵، ۴۴۱۵، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۶۶۲۳، ۶۶۴۹، ۶۶۷۸، ۶۶۸۰، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۱، ۷۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۶۴۹، سنن نسائی: ۳۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۱۹۰۹۴)

صحیح البخاری: ۶۶۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث اس سے پہلے باب کے حاشیہ میں تھی اور لکھنے والے نے اس حدیث کو اس باب میں لکھ دیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ کرمانی کی یہ عبارت، بہت بعید ہے حالانکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ حدیث بابِ سابق کے حاشیہ میں تھی پھر بھی مطابقت تو نہیں ہے۔ اور علامہ کرمانی نے یہ بھی کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں دو مرتبہ قسم کھائی، پہلی مرتبہ ناراضگی سے قسم کھائی اور دوسری مرتبہ رضامندی سے قسم کھائی، اور ہر صورت میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی، اس سے یہ معلوم ہوا کہ حالتِ ناراضگی ہو یا حالتِ رضامندی ہو، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے نام سے قسم کھانی چاہیے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: علامہ کرمانی نے جو یہ ذکر کیا ہے اس میں بھی اس حدیث اور اس باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان ہے ''تم اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ'' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی اور بابِ سابق میں جس مطابقت کا ذکر کیا ہے وہاں اس باب کا عنوان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کس طرح ہوتی تھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو قسم کھاتے تھے تو اللہ کے نام کی قسم کھاتے تھے۔ اور باب کے عنوان میں یہ نہیں ہے کہ حلف کی دو قسمیں ہیں: غضب کے وقت اور رضا کے وقت، اور دونوں حالتوں میں اللہ کے نام کے ساتھ قسم کھائی جائے۔ اور ممکن ہے کہ حدیث اور باب کے عنوان میں مطابقت کی جائے اگرچہ اس میں بعض تاویل ہے۔

Marfat.com

امام بخاری نے باب کا عنوان قائم کیا کہ "باپ دادا کے نام کی قسم نہ کھائی جائے" پھر اس کے بعد اس باب میں دو حدیثیں ذکر کیں جو باب کے عنوان کے مطابق تھیں اس کے بعد اس حدیث کو ذکر کیا، اس پر تنبیہ کرتے ہوئے کہ جب باپ دادا کے نام کی قسم نہ ہو تب بھی وہ قسم اللہ کے نام کے ساتھ ہونی چاہیے۔ پھر اس حدیث کو ذکر کیا، کیونکہ اس میں اللہ کی قسم دو جگہ کھائی ہے۔ جو آپ نے حالتِ غضب میں قسم کھائی تھی وہ یہ تھی کہ اللہ کی قسم! میں تم کو سواری پر سوار نہیں کروں گا اور جو حالتِ رضا میں قسم کھائی وہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں جب کسی چیز کی قسم کھاؤں اور قسم کے خلاف کو بہتر جانوں تو میں اس قسم کا خلاف کرتا ہوں جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ دیتا ہوں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قتیبہ، یہ ابن سعید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوہاب، یہ ابن عبدالمجید الثقفی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، یہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقلابہ، یہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے القاسم التمیمی، یہ ابن عاصم التمیمی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زَہدم، (اس میں زاء پر زبر ہے ہاء ساکن ہے اور دال پر بھی زبر ہے) یہ ابن مُضَرِّب ہیں، یہ تضریب سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور یہ الجرمی الازدی البصری ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان کے شروع میں گزر چکی ہے لیکن وہاں پر یہ ذکر نہیں تھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشعریین کی ایک جماعت میں آیا۔۔۔ آخر حدیث تک۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من جَرْم" (جیم پر زبر اور راء ساکن) اور عرب کے دو قبیلے ہیں، ایک قضاعہ ہے اور وہ جرم بن زبان ہے اور دوسرا طیء ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وُدٌّ و اخاء" "وُدٌّ" کا معنی ہے محبت اور "اخاء" کا معنی ہے بھائی چارہ، یعنی ان دونوں کے درمیان محبت اور بھائی چارہ اور یگانگت تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دجاج" یہ دجاجۃ کی جمع ہے جو مذکر اور مونث دونوں کے لیے آتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من تیم اللہ" یہ بکر کا ایک قبیلہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقذرتہ" یعنی میں نے اس کو مکروہ جانا، یعنی مجھے اس سے گھن آئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رھط" رھط سے مراد ہے انسان اور اس کے رشتہ دار اور یہ اسمِ جمع ہے جس کا اطلاق خصوصاً مردوں کی جماعت پر کیا جاتا ہے۔ یہ تین سے لے کر دس افراد پر بولا جاتا ہے اور اس لفظ سے اس کا واحد نہیں آتا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا اطلاق چالیس افراد پر ہوتا ہے جن میں عورت نہ ہو اور اس کا بھی اس لفظ سے واحد نہیں آتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بنھب" یعنی مالِ غنیمت۔ اس پر اعتراض ہے کہ اس سے پہلے غزوہ تبوک میں گزرا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹوں کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے خرید اتھا۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ شاید حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مالِ غنیمت میں سے جو اونٹوں کا حصہ ملا تھا، آپ نے ان کے حصہ سے ان اونٹوں کو خریدا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تغفلنا" یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غفلت سے ان اونٹوں کو طلب کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وتحللتها" یعنی میں اس قسم کا کفارہ دوں گا، اور "تحلل" کا معنی ہے: قسم کی ذمہ داری سے باہر آنا اور اس کی حرمت سے نکلنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۴۔ ۲۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۔ بَابٌ: لَا يُحْلَفُ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى وَلَا بِالطَّوَاغِيتِ

لات اور عزیٰ کی قسم نہ کھائی جائے اور نہ بتوں کی قسم کھائی جائے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

"لا یحلف" مجہول کا صیغہ ہے یعنی لات اور عزیٰ کی قسم نہ کھائی جائے اور نہ بتوں کی قسم کھائی جائے۔ اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے "لاتحلف باللات" یہ جمع نہی حاضر کا صیغہ ہے یعنی تم "اللات" کی قسم نہ کھاؤ۔

"اللات" کی تعریف

علامہ الثعلبی نے کہا ہے کہ "اللات" کا لفظ، لفظِ اللہ سے بنایا گیا ہے اور اس کے آخر میں تاء تانیث لگا دی گئی ہے جیسے مذکر کے لیے عمرو کہا جاتا ہے اور مونث کے لیے عمرۃ کہا جاتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: کفارِ قریش نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے بتوں کا نام لفظ اللہ رکھیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کو "اللات" کی طرف پھیر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ شریف بتوں پر بولے جانے سے محفوظ رہے۔ اور قتادہ سے منقول ہے کہ اللات طائف کے اندر ایک چٹان تھی یا بڑا پتھر تھا۔ اور ابو زید سے منقول ہے کہ یہ مقامِ نخلہ میں ایک گھر تھا، اس گھر کی قریش عبادت کرتے تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ایک مرد حجاج کے لیے ستو کو پانی میں لت پت کرتا تھا، اس کے لیے عربی میں "یلت" کا لفظ ہے، جب وہ شخص مر گیا تو مشرکین اس کی قبر پر بیٹھ گئے اور اس کی عبادت کرنے لگے۔ اور الکلبی سے منقول ہے کہ ثقیف کا ایک مرد جس کا نام حرمۃ بن تمیم تھا وہ گھی کو جبلی میں ملاتا تھا پھر اس کو لے کر ایک چٹان پر چڑھتا تھا پھر عرب اس کے پاس آتے اور اپنے ستوؤں کو اس میں لت پت کرتے، جب وہ مرد مر گیا تو ثقیف اس کو اپنے گھروں کی طرف لے گئے اور اس کی عبادت کرنے لگے۔

"العزیٰ" کی تعریف

اور "العزیٰ" میں اختلاف ہے۔ مجاہد سے منقول ہے کہ یہ غطفان کا ایک درخت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور یہی وہ درخت ہے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا انہوں نے اس درخت کو کاٹ ڈالا۔ اس درخت سے ایک جنیہ نکلی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ چلا رہی تھی: ہائے افسوس! اور اس نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس جنیہ کو قتل کر دیا۔

Marfat.com

اور الضحاک سے منقول ہے: یہ غطفان کا ایک بت تھا جو کفارِ قریش کے لیے سعد بن ظالم الغطفانی نے رکھا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ مکہ میں آیا اور اس نے دیکھا کہ مکہ والے کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں تو اس نے ایک پتھر صفا سے توڑا اور ایک پتھر مروہ سے توڑا اور ان دونوں کو مقام نخلہ کی طرف منتقل کیا، پھر اس نے تین پتھر لیے اور ان پتھروں کو ایک چٹان کے ساتھ لگایا اور کہا: یہ تمہارا رب ہے اس کی عبادت کرو۔ پس لوگ ان دونوں پتھروں کے درمیان طواف کرتے تھے اور ان پتھروں کی عبادت کرتے تھے حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو فتح کر لیا تو آپ نے ان پتھروں کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔

اور ابنِ زید سے منقول ہے کہ العزیٰ طائف میں ایک گھر تھا جس کی ثقیف عبادت کرتے تھے۔

''مناۃ'' کی تعریف

اور ان کے بتوں میں سے ایک بت ''المناۃ'' تھا۔ قتادہ نے کہا: یہ خزاعہ کا بت تھا۔ اور ابن زید سے منقول ہے کہ یہ السلیل میں ایک گھر تھا جس کی بنو کعب عبادت کرتے تھے۔ اور ضحاک نے کہا: ''مناۃ'' ہذیل اور خزاعہ کا بت تھا اور اہل مکہ اس کی عبادت کرتے تھے۔ اور کہا ''لات، عزیٰ اور مناۃ'' یہ پتھروں سے تراشے ہوئے بت تھے جو کعبہ کے وسط میں رکھے ہوئے تھے اور کفارِ قریش ان کی عبادت کرتے تھے۔

''الطواغیت'' کا معنی

اس حدیث کا معنی ہے: ''طواغیت'' کے ساتھ بھی قسم نہ کھائی جائے، اور ''طواغیت'' طاغوت کی جمع ہے اور یہ بت ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ شیطان ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ یہ ہر گمراہی کا سر ہے۔ اور حضرت جابر اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ کاہن ہے۔ اور امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا: ''طاغوت'' میرے نزدیک ''طغیان'' سے بنا ہے اور یہ فعلوت کے وزن پر ہے جیسا کہ جبروت، جبر سے بنا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''طاغوت'' ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی کرے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرے خواہ وہ انسان ہو یا طاغی ہو یا شیطان ہو یا بت ہو۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: طاغوت کی اصل ''طغیوت'' ہے، یاء کو غین پر مقدم کیا گیا تو یہ طیغوت ہو گیا، پھر یاء کو الف سے بدل دیا گیا کیونکہ یاء متحرک ہے اور اس کا ماقبل مفتوح ہے تو طاغوت ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۵۔۲۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۵۰۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از حمید بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جس شخص نے قسم کھائی، پس اس نے اپنی قسم میں کہا: ''لات اور عزیٰ کی قسم'' تو اس کو چاہیے کہ وہ ''لا

الہ الا اللہ" کہے اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ میں تمہارے
ساتھ جوا کھیلتا ہوں، اس کو چاہیے کہ وہ صدقہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۴۸۶۰، ۶۱۰۷، ۶۳۰۱، ۶۶۵۰، صحیح مسلم: ۱۶۴۷، سنن ترمذی: ۱۵۴۵، سنن نسائی: ۳۷۷۵، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۶، مسند احمد: ۸۰۲۶)

صحیح البخاری: ۶۶۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے "لات اور عزیٰ کی قسم نہ کھائی جائے اور بتوں کی قسم نہ کھائی جائے" اور اس حدیث میں بھی لات اور عزیٰ کی قسم کھانے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

یہ حدیث کتاب التفسیر کی سورہ "والنجم" میں گذر چکی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو وہاں پر اسی سند اور اسی متن کے ساتھ بعینہٖ روایت کیا ہے اور یہ حدیث کتاب الادب میں از اسحاق گزر چکی ہے اور کتاب الاستئذان میں از یحییٰ بن بکیر گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا "جس نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی وہ پڑھے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"، کیونکہ جب اس نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو اس نے صورتاً لات اور عزیٰ کی تعظیم کی، اب اس کا کفارہ اس کے سوا اور نہیں ہوسکتا کہ وہ کہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اور جس نے کہا کہ آؤ میں تمہارے ساتھ جوا کھیلتا ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ صدقہ دے تاکہ اس کا گناہ مٹ جائے، کیونکہ جوا کھیلنا معصیت ہے اور صدقہ معصیت کو مٹا دیتا ہے۔ اور فقہاء کے نزدیک یہ حکم استحباب پر محمول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۶۔۲۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۵۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنا معصیت کا کفارہ ہے

آپ نے لات اور عزیٰ کی قسم کھانے والے کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کا حکم دیا کیونکہ یہ اس کی معصیت کا کفارہ ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کفارہ اس وقت ہوگا جب اس نے غلطی سے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی ہو۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس نے ملتِ غیر اسلام کی قسم کھائی ہو تو وہ اسی کا مصداق ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۱۳۶۳، صحیح مسلم: ۱۱۰)

Marfat.com

اس حدیث کا محمل یہ ہے: جس نے عمداً ملتِ غیر اسلام کی قسم کھائی تو وہ اسی ملت کا مصداق ہوگا۔
اس سے معلوم ہوا کہ جس نے غلطی سے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے سے اس کا کفارہ ہو جائے گا اور جس نے عمداً لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو اس کا اس سے کفارہ نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ اس پر نادم ہو اور توبہ کرے اور تجدید ایمان کرے۔

لات اور عزیٰ کی قسم کھانے والے کو دوبارہ کلمہ پڑھنے کے حکم کی توجیہ

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: زمانہ جاہلیت میں جاہلوں کی زبان پر لات اور عزیٰ کی قسم کھانے کا معمول تھا، پس جب وہ مسلمان ہو گئے تو بعض اوقات اپنی سابقہ عادت کے مطابق ان کی زبان سے بغیر قصد اور ارادہ کے لات اور عزیٰ کی قسم کے الفاظ نکل جاتے تھے، پس جس نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو گویا کہ وہ شرک کی حالت کی طرف لوٹ گیا اور غیر اللہ کی تعظیم کرنے میں ان کے مشابہ ہو گیا، پس شارع علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ جس کو شیطان نے بھلا دیا ہے وہ دوبارہ کلمہ پڑھ کر ایمان کی تجدید کرے، پس یہ اس کا کفارہ ہوگا کیونکہ اس کا اس کلمہ کو دوبارہ پڑھنا اللات اور العزیٰ سے براءت کی دلیل ہوگا اور ہر اس چیز سے براءت کی دلیل ہوگا جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی ہے۔

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ اس کا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنا واجب ہے اور اس کے ساتھ وہ توبہ کرے اور جو اس نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی ہے اس پر نادم ہو اور یہ عزم کرے کہ وہ دوبارہ لات اور عزیٰ کی قسم نہیں کھائے گا اور غیر اللہ کی تعظیم نہیں کرے گا۔

اور امام ابواسحاق السبیعی نے از مصعب بن سعد از والد خود روایت کی ہے، انہوں نے کہا: میں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو میرے اصحاب نے کہا: ہمارا گمان ہے کہ تم نے یہ محض بکواس کی ہے، پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یہ زمانہ جاہلیت کے قریب ہے سو میں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی، آپ نے فرمایا: تم تین بار یہ پڑھو: "لا الله الا الله وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر" اور اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دو اور شیطانِ رجیم سے اللہ کی پناہ طلب کرو اور دوبارہ یہ نہ کہنا۔ (سنن نسائی ج ۷ ص ۸۔۷)

صحیح توبہ کی شرائط

امام طبری نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جو اللہ عزوجل کے نزدیک مکروہ ہے، پھر اس کے بعد ایسا عمل کیا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور اس کو محبوب ہے اور وہ اس کے پہلے کام کے خلاف ہے اور وہ اس پر نادم ہوا اور دوبارہ اس کا اعادہ نہیں کیا تو اس سے اس کے عمل کے گناہ کا بوجھ اتر جائے گا اور اس کی خطا کا گناہ مٹ جائے گا۔
اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ اگر اس نے فلاں کام کیا تو وہ کافر ہو جائے گا تو اس کے لیے صحیح یہ ہے کہ وہ اپنے اس قول کے اوپر نادم ہو جیسا کہ حضرت سعد اپنی قسم پر نادم ہوئے تھے اور اس کے بعد کوئی قول برحق کہے جو اس کے قولِ باطل کے خلاف ہو، اسی طرح اعضاء کے اعمال ہیں مثلاً کوئی شخص کسی گناہ پر سوار ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ یہ ارادہ کرے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا اور جس برے کام کا ارادہ کیا تھا اس سے پھر جائے اور جس جگہ اس نے گناہ کا ارادہ کیا تھا وہاں اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

اطاعت اور عبادت کا ارادہ کرے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے وصیت میں فرمایا: جب تم کسی گناہ کا ارادہ کرو تو اس کے بعد نیک کام کرو تا کہ وہ اس گناہ کو مٹا دے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۸، المعجم الصغیر للطبرانی ج ۱ ص ۳۲۰، رقم: ۵۳۰، شعب الایمان للبیہقی ج ۱ ص ۴۰۵، رقم: ۵۴۸)

اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جوا کھیلنے کی دعوت دینے والے کے لیے جو صدقہ دینے کا حکم دیا ہے یہ استحباب پر محمول ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جس نے کسی گناہ کا ارادہ کیا ہو اور اس گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو تو اس پر نہ کوئی صدقہ واجب ہے نہ کوئی اور چیز واجب ہے بلکہ اس کی ایک نیکی لکھی جائے گی جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جعد ابو عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء العطاردی نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں کو لکھ کر مقدر کر دیا ہے، پھر ان کا بیان فرما دیا ہے، سو جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس سے لے کر سات سو نیکیوں بلکہ اس سے بھی بڑھا کر لکھ دیتا ہے۔ اور جس نے برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کی ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے۔ اور اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک برائی لکھ دیتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۴۹۱، صحیح مسلم: ۱۳۱، مسند احمد: ۲۸۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ''جب میرا بندہ کسی گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو نہ لکھو حتیٰ کہ وہ اس پر عمل کرے، اگر وہ اس پر عمل کرلے تو اس کو اس کی مثل ایک گناہ لکھ لو اور اگر وہ اس گناہ کو میرے خوف کی وجہ سے ترک کر دے تو پھر اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو اور جب بندہ کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو، پس اگر وہ اس پر عمل کر لے تو اس کے لیے اس جیسی دس سے لے کر سات سو نیکیاں تک لکھ دو''۔ (صحیح البخاری: ۷۵۰۱، صحیح مسلم: ۱۲۹، سنن ترمذی: ۳۰۷۳، مسند احمد: ۹۰۷۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی روایت پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ (الرحمٰن: ۴۶) اور جو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے ڈرتا ہو اس کے لیے دو جنتیں ہیں O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ بندہ ہے جو کسی نافرمانی کا ارادہ کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس نافرمانی کو ترک کر دیتا ہے۔

یہ شرح علامہ ابن بطال کی کتاب شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۹۹۔۱۰۱ سے ماخوذ ہے۔

لفظ طاغوت کی تحقیق

اس حدیث کے باب کے عنوان میں طاغوت کا لفظ ہے، متقدمین کا اس کے معنی میں اختلاف ہے کیا اس سے مراد شیطان ہے

Marfat.com

جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، مجاہد، شعبی، قتادہ اور ایک جماعت کا قول ہے: یا اس سے مراد ساحر ہے جیسا کہ ابوالعالیہ، ابن سیرین و دیگر سے مروی ہے یا اس سے مراد کاہن ہے جیسا کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے۔

(اس کی روایت امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں کی ہے۔ج ۳ ص ۱۹۔۲۰)

امام طبری نے کہا: اور میرے نزدیک یہ "فعلوت" کا وزن ہے اور "طغیان" سے ماخوذ ہے جیسا کہ جبروت، جبر سے ماخوذ ہے اور خلبوت، خلب سے ماخوذ ہے۔ اور اس کا مصداق ہر وہ ہے جو اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے سرکشی کرے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرے خواہ وہ سرکشی کرنے والا انسان ہو یا شیطان ہو یا بت ہو۔ (تفسیر الطبری ج ۷ ص ۲۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۲۶۱۔ ۲۶۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

لات، عزیٰ اور مناۃ کی تحقیق از مصنف

علامہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی متوفی ۵۳۸ھ ان اسماء کی لفظی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لات، عزیٰ اور مناۃ ان کے بتوں کے نام ہیں اور یہ مونثات ہیں، پس لات قبیلہ ثقیف کی دیوی کا بت ہے، اس کی طائف میں پرستش کی جاتی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی نخلہ (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام) میں پرستش کی جاتی تھی۔ ان کا زعم یہ تھا کہ اللات ایک شخص کا نام تھا جو ستو میں گھی ملا کر حجاج کو پلاتا تھا۔ (مگر از روئے قرآن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ لات کسی مرد کا نام نہیں دیوی کا نام ہے)۔

اور "عزیٰ" اعز کی تانیث ہے، یہ ببول کا درخت تھا۔ مقامِ نخلہ میں قبیلہ غطفان کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ طائف کے درمیان مقامِ نخلہ میں ببول کے تین درخت تھے ان پر گنبد بنا ہوا تھا اور چادریں چڑھی ہوئی تھیں، ان میں ایک جنیہ ظاہر ہوئی۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسے مسمار کرنے کے لیے بھیجا، حضرت خالد نے یہ درخت کاٹ ڈالے اور گنبد مسمار کر دیئے اور واپس آ کر آپ کو اس کی اطلاع دی، آپ نے فرمایا: تم نے کچھ نہیں کیا، دوبارہ جاؤ، حضرت خالد جب دوبارہ گئے تو وہاں کے محافظوں اور خادموں نے بہت شور و غل کیا اور یا عزیٰ، یا عزیٰ کہہ کر اس کے نام کی دہائی دی۔ حضرت خالد نے دیکھا وہاں ایک برہنہ عورت ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور وہ اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے، آپ نے تلوار مار کر اس کا کام تمام کر دیا، آپ نے فرمایا: یہی عزیٰ تھی اور اب اس کی کبھی پرستش نہیں ہوگی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۱۰۔ ۱۱۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۵۴۷، مسند ابویعلیٰ: ۹۰۲، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۷۷)

اور "مناۃ" ایک بت تھا، یہ مشلل کی طرف سمندر کے کنارے قدید میں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مسمار کرنے کے لیے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا جنہوں نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا، قبیلہ ہذیل الخزاعہ اس کی پرستش کرتے تھے، اس کو مناۃ اس لیے کہتے ہیں کہ منیٰ کے معنی قربانی کرنا ہے اور مشرکین اس کے استھان پر اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانوروں کی قربانی کرتے تھے اور اس سے بارش طلب کرتے تھے اور لات کو مسمار کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اور حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ (الکشاف، ملخصاً وموضحاً ومخرجاً ج ۴ ص ۴۲۴، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۸۔ ۲۸۰، ملخصاً)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۶۵۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لات اور عزیٰ کی قسم کھانے والے کے شرعی حکم کے متعلق مذاہب فقہاء

جمہور فقہاء اسلام نے کہا ہے: جس شخص نے لات اور عزیٰ یا ان کے علاوہ کسی اور بت کی قسم کھائی یا یہ کہا: اگر میں نے یہ کام کیا تو میں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا میں اسلام سے بری ہوں یا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہوں تو اس کی قسم منعقد نہیں ہوگی اور اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے۔ اور فقہاء احناف سے منقول ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہے سوا اس کے کہ وہ کہے: میں مبتدع ہوں یا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہوں۔ اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مظاہر پر ظہار کی وجہ سے کفارہ واجب ہے (ظہار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تمہاری پشت میری ماں کی پشت کی مثل ہے) جب کہ ظہار برا قول ہے اور جھوٹ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ (المجادلہ: ۲)

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، (یہ کہتے ہیں کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے) وہ عورتیں ان کی حقیقت میں مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں، اور بے شک وہ ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے ۝

اللہ تعالیٰ نے ظہار کو بری اور جھوٹی بات فرمایا ہے اور ''لات، مناۃ اور عزیٰ'' کی قسم کھانا یہ بھی بری اور جھوٹی بات ہے، تو جس طرح ظہار سے کفارہ واجب ہوتا ہے اسی طرح لات، مناۃ اور عزیٰ کی قسم کھانے پر بھی کفارہ واجب ہوگا۔

لیکن یہ دلیل حدیثِ مذکور سے مردود ہے، کیونکہ اس حدیث میں لات، مناۃ اور عزیٰ کی قسم کھانے پر صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے اور اصل یہ ہے کہ کفارہ نہ ہو حتیٰ کہ اس پر دلیل قائم ہو۔ اور اس کا ظہار پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ فقہاء احناف نے لات وغیرہ کی قسم کھانے پر ظہار کا کفارہ واجب نہیں کیا اور اس میں کئی چیزوں کا استثنیٰ کیا ہے۔ اور کئی ایسی صورتیں ہیں جس میں برا قول اور جھوٹا قول ہوتا ہے اور اس میں کفارہ بالکل نہیں ہوتا۔ (مثلاً کوئی شخص کسی پاک دامن پر زنا کی تہمت لگائے تو یہ بھی بری اور جھوٹی بات ہے اور اس میں کفارہ واجب نہیں ہے، اس طرح کی اور بھی مثالیں ہیں کوئی شخص کسی پر بہتان باندھے تو یہ بھی بری اور جھوٹی بات ہے اور اس پر بھی کفارہ نہیں ہے۔ وضاحت از سعیدی غفرلہٗ)

علامہ نووی، علامہ الماوردی و دیگر فقہاء نے کہا ہے: جو شخص لات، عزیٰ اور مناۃ کی قسم کھائے وہ گناہ گار ہوگا اور اس پر توبہ لازم ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کلمہ توحید پڑھنے کا حکم دیا ہے اور یہ اشارہ کیا ہے کہ اس کی سزا اس گناہ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے مال پر کسی تاوان کو واجب نہیں کیا اور اس کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے کا حکم دیا کیونکہ لات اور عزیٰ کی قسم کھانا کفار کے قول کے مشابہ ہے تو آپ نے اس کا حکم دیا کہ وہ اس کا تدارک کلمہ توحید پڑھ کر کرے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۷۱۸۔ ۷۱۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

٦۔ بَابُ: مَنْ حَلَفَ عَلَى الشَّيْءِ وَإِنْ لَمْ يُحَلَّفْ

جس نے کسی چیز کی قسم کھائی اور اس سے یہ قسم طلب نہیں کی گئی تھی

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی مرد نے کسی چیز پر قسم کھائی کہ وہ اس کو کرے گا یا نہیں کرے گا "وان لم یحلف" یہ مجہول کا صیغہ ہے یعنی اس مرد نے قسم کھائی اور اس سے یہ قسم نہیں لی گئی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٦٥١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اصْطَنَعَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَكَانَ يَلْبَسُهُ فَيَجْعَلُ فَصَّهُ فِي بَاطِنِ كَفِّهِ فَصَنَعَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ ثُمَّ إِنَّهُ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ إِنِّي كُنْتُ أَلْبَسُ هَذَا الْخَاتَمَ وَأَجْعَلُ فَصَّهُ مِنْ دَاخِلٍ فَرَمَى بِهِ ثُمَّ قَالَ وَاللهِ لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی اور آپ اس انگوٹھی کو پہنتے تھے اور اس کے نگینہ کو اپنی ہتھیلی کے باطن میں رکھتے تھے، سو لوگوں نے بھی انگوٹھیاں بنالیں، پھر بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر بیٹھ گئے اور آپ نے اس انگوٹھی کو اتار دیا، پس آپ نے فرمایا: بے شک میں اس انگوٹھی کو پہنتا تھا اور اس کے نگینہ کو اس کے اندر رکھتا تھا، پھر آپ نے اس کو پھینک دیا، پھر فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس کو کبھی بھی نہیں پہنوں گا، سو لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

(صحیح البخاری: ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸، صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن ترمذی: ۱۷۴۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، مسند احمد: ۴۶۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۴۳)

صحیح البخاری: ٦٦٥١، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "کسی مرد نے کسی چیز کی قسم کھائی اور اس سے اس چیز پر قسم نہیں لی گئی تھی" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ سونے کی انگوٹھی نہیں پہنیں گے حالانکہ کسی نے بھی آپ سے اس پر قسم طلب نہیں کی تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی قسم کھانے میں حرج نہیں ہے جب انسان کسی چیز کے ترک کرنے کو پسند کرتا ہو یا کسی

کام کے کرنے کو پسند کرتا ہو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ قسم کھائی تھی اس کی توجیہ میں علامہ المہلب مالکی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے کلام میں اور اپنے فتاویٰ میں تبرعاً قسم کھاتے تھے تا کہ زمانہ جاہلیت کی یہ عادت منسوخ ہو کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں اپنے باپ دادا کی قسم کھاتے تھے اور اپنے بتوں کی قسم کھاتے تھے تو آپ نے بغیر طلب کے قسم کھائی تا کہ آپ لوگوں کو بتلائیں کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کی قسم نہیں کھانی چاہیے اور تا کہ لوگوں کی عادت پڑے اور وہ ان قسموں کو بھول جائیں جو زمانہ جاہلیت میں غیر اللہ کی قسم کھایا کرتے تھے۔

یہ حدیث کتاب اللباس میں ''باب خواتیم الذهب'' میں گزر چکی ہے، وہاں اس کی روایت مسدد اور یحییٰ سے کی ہے از عبید اللہ از نافع از ابن عمر، اور اس حدیث کی روایت ''باب خاتم الفضة'' میں بھی کی ہے از یوسف بن سلمہ از عبید اللہ از نافع از ابن عمر۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نگینہ کو اپنی ہتھیلی کے باطن میں رکھتے تھے''۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اس طرح اس لیے پہنتے تھے تا کہ واضح ہو کہ آپ زینت کے لیے نہیں پہن رہے بلکہ مُہر لگانے کے لیے پہن رہے ہیں اور دیگر مصلحتوں کے لیے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فرمی به'' یعنی آپ نے اس انگوٹھی کو استعمال نہیں کیا۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ نے اس کو ضائع کر دیا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''واللہ لا البسه ابدا'' یعنی اللہ کی قسم! میں اس انگوٹھی کو کبھی بھی نہیں پہنوں گا۔ آپ نے یہ قسم اس لیے کھائی تا کہ اس کی کراہت کی تاکید ہو یعنی لوگوں کے دلوں میں اس کی کراہت کی تاکید ہو، تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ آپ نے کسی اور وجہ سے اس کو ناپسند کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابٌ: مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى مِلَّةِ الْإِسْلَامِ
جس شخص نے ملتِ اسلام کے غیر کی قسم کھائی (اس کا شرعی حکم)

وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ حَلَفَ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يَنْسُبْهُ إِلَى الْكُفْرِ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللات اور ''العزیٰ'' کی قسم کھائی اس کو چاہیے کہ وہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہے اور آپ نے اس کو کفر کی طرف منسوب نہیں کیا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کی جس شخص نے دینِ اسلام کے سوا کسی اور دین کی قسم کھائی اور امام بخاری نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ایسی قسم کھانے والے پر کیا شرعی حکم مرتب ہوگا۔ اور اس حکم کے لیے باب میں مذکور حدیث پر اکتفاء کر لی۔

Marfat.com

امام مجد الدین بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری شافعی، متوفی ۶۰۶ ھ، نے کہا ہے:
ملت کا معنی ہے: دین جیسے ملت الاسلام، اور یہودیت اور نصرانیت۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: دین کا بڑا حصہ اور رسل کرام جو دین لے کر آئے اس کا مجموعہ۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

تعلیق میں جو حدیث ذکر کی ہے یہ عنقریب سندِ موصول کے ساتھ باب ''لایحلف باللات والعزیٰ'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے گزر چکی ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ''اللات اور العزیٰ'' کی قسم کھانے والا کافر ہو جائے گا اور وہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھنے کا حکم دیا اور اس کو کفر کی طرف منسوب نہیں کیا۔
امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ از مصعب بن سعد از والد خود روایت کی ہے کہ میں نے ''اللات اور العزیٰ'' کی قسم کھائی، پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، سو میں نے کہا: میں نے ''اللات اور العزیٰ'' کی قسم کھائی ہے تو آپ نے فرمایا: تم تین مرتبہ پڑھو ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اور اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوکو اور شیطانِ رجیم کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھو) اور دوبارہ ایسا نہ کہنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۶۵۲۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ فَهُوَ كَمَا قَالَ قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ، از حضرت ثابت بن الضحاک، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ملتِ اسلام کے غیر کی قسم کھائی سو وہ اسی طرح ہوگا جس طرح اس نے کہا ہے، اور جس نے اپنی جان کو کسی چیز سے قتل کیا اسے دوزخ کی آگ میں اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا، اور مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مثل ہے، اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو وہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۳، ۱۳۶۳، ۴۱۷۱، ۴۸۴۳، ۶۰۴۷، ۶۱۰۵، ۶۶۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۰، سنن ترمذی: ۱۵۴۳، سنن نسائی: ۳۷۷۰، سنن ابوداؤد: ۳۲۵۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۸، مسند احمد: ۱۵۹۵۷)

صحیح البخاری: ۶۶۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان کو بعینہٖ حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں وُہیب کا ذکر ہے، یہ وہب کی تصغیر ہے اور وہ ابن خالد البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوقلابہ کا ذکر ہے وہ عبداللہ بن زید ہیں۔ اور ثابت بن الضحاک کا ذکر ہے وہ انصاری ہیں اور اصحابِ شجرہ میں سے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجنائز میں باب ''ماجاء فی قاتل النفس'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جس نے غیر ملتِ اسلام کی قسم کھائی، پس وہ اسی کی مثل ہوگا جو اس نے کہا ہے''۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: یعنی وہ شخص اپنی قسم میں جھوٹا ہوگا کافر نہیں ہوگا، کیونکہ یا تو اس نے اس ملت کا اعتقاد رکھا ہے جس ملت کی اس نے قسم کھائی ہے تو اس پر اسلام کی طرف رجوع کرنے میں کوئی کفارہ نہیں ہے۔ یا اس نے قسم توڑنے کے بعد بھی اسلام کا عقیدہ رکھا ہوگا تو پھر وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے، کیونکہ یہ حدیث اس سے پہلے بھی گزری ہے اور اس کو کفر کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تہدید اور وعید ہے یعنی دھمکانا اور ڈرانا ہے۔ اور علامہ ابن القصار نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی ہے: ایسے الفاظ کی موافقت سے منع کرنا اور ڈرانا، یہ مراد نہیں ہے کہ اگر اس نے ایسی قسم کھائی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہو جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جس شخص نے اپنی جان کو کسی چیز سے قتل کیا اس کو دوزخ کی آگ میں اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا''۔ کیونکہ یہ اس کے عمل کی جنس کی جزاء ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''اور مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مثل ہے''۔ یعنی جس طرح مومن کو قتل کرنا حرام ہے اسی طرح مومن پر لعنت کرنا بھی حرام ہے۔ یا اس سے مراد ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا، کیونکہ لعنت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کیا جاتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے گناہ میں مبالغہ۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو وہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے'' یعنی اس کے حرام ہونے میں قتل کی مثل ہے، کیونکہ مومن کو کفر کی طرف منسوب کرنا اسے واجب کرتا ہے کہ اس کو قتل کیا جائے، کیونکہ جو کسی چیز کا سبب بنتا ہے وہ اس کے فاعل کی مثل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۸۷ ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸- بَابٌ: لَا يَقُولُ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ وَهَلْ يَقُولُ أَنَا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ؟

کوئی شخص نہ کہے ''جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں'' اور کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے ''میں اللہ کی مدد کے سہارے ہوں پھر آپ کی مدد کے؟''

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یعنی کوئی شخص اپنے اثنائے کلام میں اس طرح نہ کہے ''جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپ چاہیں''۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: ان دونوں لفظوں کو جمع نہ کرے یعنی جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں۔ اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ ذکر کرنا جائز ہے۔ اور دوسروں نے کہا کہ ''واؤ'' کا تقاضا ہے دونوں معنی میں اشتراک ہو، یعنی اللہ کا چاہنا اور آپ کا چاہنا مشترک ہو اور یہ ادب کے خلاف ہے۔
اور اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے، آپ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ جو اللہ چاہے اور جو فلاں چاہے لیکن اسے چاہیے کہ وہ یوں کہے جو اللہ چاہے پھر کہے جو فلاں چاہے''۔ اور ''واؤ'' کی جگہ ''ثُمَّ'' کا دخول اس لیے جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چاہنا مخلوق کے چاہنے پر مقدم ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:
وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ (الدہر: ۳۰) اور اللہ تعالیٰ کے چاہنے کے بغیر تم نہیں چاہ سکتے، بے شک اللہ بہت علم والا، بے حد حکمت والا ہے ۝

الدہر: ۳۰ کی تفسیر از علامہ آلوسی

قدریہ اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے اور جبریہ یہ کہتے ہیں کہ انسان مجبور محض ہے اور افعال کے صدور میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔
تحقیق یہ ہے کہ نہ مطلقاً معتزلہ کا قول صحیح ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے، نہ مطلقاً جبریہ کا قول صحیح ہے کہ بندہ مجبور محض ہے بلکہ حق ان دونوں کے درمیان ہے، اور بندہ کا چاہنا اور اللہ تعالیٰ کا چاہنا دونوں امر ثابت ہیں۔ علامہ کورانی نے کہا ہے کہ بندہ اپنے افعال میں مختار ہے اور اپنے اختیار میں غیر مختار ہے، یعنی بندہ جو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پیدا کرتا ہے لیکن وہ اپنے چاہنے میں مختار نہیں، وہ اسی فعل کو چاہتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور اس کو جو ثواب اور عذاب ہوتا ہے وہ اس کی نیک صلاحیت کی وجہ سے ہے یا اس کی بد صلاحیت کی وجہ سے ہے اور ہر شخص اپنی فطرت اور اپنے مزاج کے مطابق عمل کرتا ہے اور سبحان ہے وہ جس نے ہر چیز کی تخلیق کی، اس کو بھلائی اور برائی کا ادراک کرایا اور پھر اس کو ہدایت دی۔
(روح المعانی ج ۲۹ ص ۲۸۷۔۲۸۸، ملخصاً وموضحاً، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:
اس آیت میں ادب کے اسلوب کی تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت بندوں کی مشیت پر مقدم ہے۔
امام عبدالرزاق بن ہمام المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ از ابراہیم نخعی روایت کرتے ہیں کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص کہے ''جو اللہ چاہے پھر میں چاہوں'' اور امام بخاری نے جو عنوان میں کہا ہے کہ کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے ''میں اللہ کی مدد کے سہارے ہوں جو آپ کا رب ہے؟'' اور اس کو سوالیہ فقرے سے ذکر کیا، کیونکہ امام بخاری کے نزدیک دو امروں میں سے کوئی ایک امر بھی ثابت نہیں ہے اور ان کے نزدیک اس بات کا کہنا اور نہ کہنا دونوں جائز ہیں لیکن امام عبدالرزاق نے از ابراہیم النخعی یہ روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ''میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اور تمہاری'' تو یہ مکروہ ہے حتیٰ کہ وہ یوں کہے ''میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں پھر تمہاری'' یعنی لفظ ''اور'' کی بجائے ''پھر'' کہے، اور اس کا سبب وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ واؤ کو اشتراک

Marfat.com

لازم ہے۔ اور جب "ثُمَّ" یعنی پھر کا لفظ کہے گا تو اس سے اشتراک لازم نہیں آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت مقدم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۵۳۔ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِنَّ ثَلَاثَةً فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ أَرَادَ اللهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ مَلَكًا فَأَتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ تَقَطَّعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فَلَا بَلَاغَ لِي إِلَّا بِاللهِ ثُمَّ بِكَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ۔

(صحیح البخاری: ۳۴۶۴، ۶۶۵۳، صحیح مسلم: ۲۹۶۴)

اور عمرو بن عاصم نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمن بن ابی عمرہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: بنی اسرائیل کے تین شخص تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں مبتلاء کرنے کا ارادہ فرمایا، پس اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا، وہ اس کے پاس گیا جس کو برص کی بیماری تھی (برص کی بیماری میں جسم کے اوپر سفید داغ پیدا ہو جاتے ہیں جو بدنما معلوم ہوتے ہیں) اس فرشتے نے اس کے پاس آ کر کہا: میرے تمام اسباب منقطع ہو گئے اور میری مشکلات یا اللہ تعالیٰ کی مدد سے دور ہوں گی یا تمہاری مدد سے۔ پھر مفصل حدیث کو ذکر کیا۔

صحیح البخاری: ۶۶۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں ذکر ہے کہ "کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اللہ کی مدد کے سہارے ہوں پھر تمہاری مدد کے؟" اور اس حدیث میں بھی یہ ذکر ہے کہ "مجھے صرف اللہ کی مدد کا سہارا ہے پھر تمہاری مدد کا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند کے شروع میں عمرو بن عاصم کا ذکر ہے، اور یہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، امام بخاری نے ان سے کتاب الصلوٰۃ میں متعدد جگہ روایت کی ہے اور یہاں پر ان کی تعلیق کو ذکر کیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہمام کا ذکر ہے، یہ ابن یحییٰ العوذی البصری ہیں جو اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کرتے ہیں، اور ان کا نام زید الانصاری ہے، یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالرحمن بن ابی عمرہ کا ذکر ہے، ان کا نام عمرو الانصاری ہے جو اہل مدینہ کے قاضی ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی تھے۔ یہ حدیث بہت طویل ہے اور تین آدمیوں میں ایک وہ تھا جس کو برص کی بیماری تھی، دوسرا وہ تھا جو گنجا تھا، اور تیسرا وہ تھا جو نابینا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۵۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث کی تائید میں دیگر احادیث

معبد بن خالد از عبد اللہ بن یسار از قتیلہ (جہینہ کی ایک عورت) وہ روایت کرتی ہیں: ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: آپ لوگ شرک کرتے ہیں اور آپ لوگ اللہ کے لیے شریک بناتے ہیں، آپ لوگ کہتے ہیں: کعبہ کی قسم! اور آپ لوگ کہتے ہیں "جو اللہ نے چاہا اور جو آپ نے چاہا"، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ارادہ کیا کہ جب وہ قسم کھانے کا ارادہ کریں تو کہیں "ربِ کعبہ کی قسم" اور ان کو حکم دیا کہ وہ کہیں "جو اللہ تعالیٰ چاہے، پھر جو آپ چاہیں"۔

(سنن نسائی ج ۷ ص ۶، اس حدیث کی سند صحیح ہے)

اس حدیث کا امام بخاری نے اعتبار کیا ہے اور یہ ان کی شرط کے موافق نہیں ہے، پس انہوں نے اس حدیث کے مطابق عنوان قائم کیا اور اس کے معنی کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مستنبط کیا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس حدیث میں اس سے ممانعت نہیں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے "اللہ کی مدد سے اور آپ کی مدد سے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ (التوبہ: ۷۴)

اور ان کو صرف یہ ناگوار گزرا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا، پس اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا اور اگر وہ اعراض کریں تو اللہ دنیا اور آخرت میں ان کو دردناک عذاب دے گا اور ان کے لیے زمین میں کوئی کارساز اور مددگار نہیں ہوگا O

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔ (الاحزاب: ۳۷)

اور اے رسول مکرم! یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا ہے۔

علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی کی اس دلیل پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ جو علامہ داؤدی نے ذکر کیا ہے وہ ظاہر نہیں ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص کہے "جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپ چاہیں" تو اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں شریک کرتا ہے اور اس معاملہ کو اللہ اور بندے کے درمیان مشیت میں شریک رکھتا ہے اور جن آیات کا علامہ داؤدی نے ذکر کیا ہے وہ اس طرح نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انعام میں شریک کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر اسلام کا انعام کیا کہ انہیں اسلام

لانے کی توفیق دی اور شارع علیہ السلام نے ان کو آزاد کیا اور ان پر آزادی کا انعام کیا، تو یہ انعام میں شریک کرنا ہے نہ کہ مشیت میں شریک کرنا ہے۔ اور منع صرف یہ ہے کہ تم یوں کہو کہ ''جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپ چاہیں'' اور یہ توقع رکھے کہ آپ مشیت میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ مشیت میں منفرد ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۲۷۴۔۲۷۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۵۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کی تائید میں دیگر روایات

امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ''جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپ چاہیں'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''کیا تو نے مجھ کو اور اللہ کو برابر قرار دیا؟ نہیں، بلکہ جو صرف اللہ تعالیٰ اکیلا چاہے''۔

اور امام احمد اور امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک مرد نے خواب میں ایک اہل کتاب کے مرد کو دیکھا، اس نے کہا: تم لوگ اچھے ہو اگر تم شرک نہ کرتے، تم لوگ کہتے ہو جو اللہ چاہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں، اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم کہو ''جو اللہ چاہے، پھر جو محمد چاہیں''۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۲۱۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۹۔ باب:

قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ''وَ اَقْسَمُوْا بِاللهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ''

(الانعام: ۱۰۹)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَوَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ لَتُحَدِّثَنِّي بِالَّذِي أَخْطَأْتُ فِي الرُّؤْيَا قَالَ: لَا تُقْسِمْ۔

۹۔ باب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور انہوں نے اللہ کی پکی قسمیں کھائیں''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم یارسول اللہ! آپ ضرور مجھے بتایئے کہ میں نے خواب کی تعبیر میں کیا خطاء کی ہے، آپ نے فرمایا: تم قسم نہ کھاؤ۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اللہ عزوجل کے ارشاد ''وَ اَقْسَمُوْا بِاللهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ'' کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ یہ پوری آیت درج ذیل ہے:

وَ اَقْسَمُوْا بِاللهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (الانعام: ۱۰۹)

اور انہوں نے اللہ کی پکی قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آ گئی تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے، آپ کہیے کہ نشانیاں تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا معلوم کہ جب یہ نشانیاں آ جائیں گی تو یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں

لائیں گے O

امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، متوفی ۴۲۷ھ،اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت قریش کے متعلق نازل ہوئی ہے، انہوں نے کہا: اے محمد! آپ ہمیں خبر دیتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک لاٹھی تھی جس کو وہ پتھر پر مارتے تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑتے، اور آپ ہمیں خبر دیتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں، اور آپ ہمیں خبر دیتے ہیں کہ ثمود کی ایک اونٹنی تھی جو پتھر سے نکل آئی تھی، تو آپ ہمارے پاس بھی ایسے معجزات لائیں حتیٰ کہ ہم آپ کی تصدیق کریں اور آپ پر ایمان لائیں۔۔۔الحدیث بطولہ۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (الانعام:۱۰۹)

اور انہوں نے اللہ کی پکی قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آ گئی تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے، آپ کہیے کہ نشانیاں تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا معلوم کہ جب یہ نشانیاں آ جائیں گی تو یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے O

اور دوسری آیت بھی منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور وہ آیت درج ذیل ہے:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (النور:۵۳)

اور (منافقوں نے) اللہ کی خوب پکی قسمیں کھائیں کہ اگر آپ انہیں (جہاد کے لیے) نکلنے کا حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے، آپ کہیے: تم قسمیں نہ کھاؤ، (تمہاری) اطاعت معلوم ہے، بے شک تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے O

منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے: آپ جہاں ہوں گے ہم آپ کے ساتھ وہیں ہوں گے، اگر آپ مدینہ میں قیام کریں تو ہم بھی آپ کے ساتھ قیام کریں گے، اگر آپ مدینہ سے باہر نکلے تو ہم بھی آپ کے ساتھ باہر نکلیں گے، اگر آپ جہاد کریں تو ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (النور:۵۳)

اور (منافقوں نے) اللہ کی خوب پکی قسمیں کھائیں کہ اگر آپ انہیں (جہاد کے لیے) نکلنے کا حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے، آپ کہیے: تم قسمیں نہ کھاؤ، (تمہاری) اطاعت معلوم ہے، بے شک تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے O

یعنی تم زبان سے کہتے ہو اور دل سے اور اعتقاد سے نہیں کہتے اور تمہاری قسمیں معلوم ہیں کہ تم جھوٹی قسمیں کھاتے ہو، یہ مجاہد کی تفسیر ہے۔

اور المہلب مالکی نے کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا اللہ تعالیٰ پر ایمان کے بغیر معتبر نہیں ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم یارسول اللہ! آپ ضرور مجھے بتایئے کہ میں نے خواب کی تعبیر میں کیا خطاء کی ہے، آپ نے فرمایا: تم قسم نہ کھاؤ''۔

اس تعلیق میں صحیح البخاری کی درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے ایک سائبان ہے جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، پس میں نے دیکھا کہ لوگ ہتھیلیاں پھیلا کر وہ شہد اور گھی لے رہے ہیں، بعض زیادہ لے رہے ہیں اور بعض کم لے رہے ہیں اور ایک رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف ملی ہوئی ہے، میں نے دیکھا کہ آپ نے اس رسی کو پکڑا اور اس کے اوپر چڑھ کر بلندی پر چلے گئے، پھر ایک اور مرد نے اس رسی کو پکڑا وہ بھی بلندی پر چلا گیا، پھر ایک اور مرد نے رسی کو پکڑا وہ بھی اس رسی کو پکڑ کر بلندی پر چڑھ گیا، پھر ایک اور مرد نے اس رسی کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی، پھر وہ رسی جڑ گئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ فدا ہوں، آپ ضرور مجھے اجازت دیں کہ میں اس خواب کی تعبیر بیان کروں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم اس کی تعبیر بیان کرو، انہوں نے کہا: رہا سائبان تو وہ دینِ اسلام ہے، اور رہی وہ چیز جو سائبان سے شہد اور گھی کی صورت میں ٹپک رہی تھی تو وہ قرآن ہے اور اس کی مٹھاس ہے جو ٹپک رہی تھی، اور لوگ قرآن سے زیادہ حاصل کر رہے تھے اور کچھ کم قرآن کو حاصل کر رہے تھے، اور وہ رسی جو آسمان سے زمین کی طرف ہے یہ وہ حق ہے جس کے اوپر آپ ہیں، آپ اس حق کو پکڑے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو بلندی پر لے جاتا ہے، پھر آپ کے بعد ایک اور مرد اس رسی کو پکڑ کر بلندی پر جائے گا، پھر اس کے بعد ایک اور مرد اس رسی کو پکڑ کر بلندی پر جائے گا، پھر ایک اور مرد جائے گا تو وہ رسی ٹوٹ جائے گی، پھر رسی کو ملا دیا جائے گا، پھر وہ اوپر چلا جائے گا، آپ مجھے بتایئے یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ فداء ہوں، میں نے اس خواب کی تعبیر صحیح بیان کی ہے یا اس میں غلطی کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے بعض صحیح بیان کی ہے اور بعض غلطی کی ہے، حضرت ابوبکر نے عرض کیا: پس اللہ کی قسم یارسول اللہ! آپ ضرور مجھے بتائیں کہ میں نے اس میں کیا غلطی کی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قسم نہ کھاؤ۔ (صحیح البخاری: ۷۰۴۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قسم کھانے سے منع فرمایا، اگر تم یہ کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم پورا کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا تو آپ نے ان کی قسم پوری کیوں نہیں کی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قسم کا پورا کرنا مستحب ہے جب مانع نہ ہو، اور وہاں کوئی مانع تھا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے پورا کرنے کا جو حکم دیا ہے یہ استحباب کا حکم ہے وجوب کا حکم نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قسم کھائی تو آپ نے ان کی قسم کو پورا نہیں کیا، اور اگر قسم کا پورا کرنا واجب ہوتا تو آپ ان کی قسم کو پورا کرتے۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: کہ قسم کو پورا کرنا اس وقت مستحب ہے جب اس میں اس کو ضرر نہ ہو جس پر قسم کھائی گئی ہے یا اہلِ دین کی جماعت پر ضرر نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواب کی تعبیر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء کو بیان نہیں فرمایا، یہ

Marfat.com

مسلمانوں کی طرف لوٹنے والی تھی اور اس کی وضاحت کتاب التعبیر کے باب مذکور میں ان شاء اللہ آئے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۵۴ـ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ رضی الله عنه قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، از اشعث از معاویہ بن سوید بن مقرن از حضرت البراء رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ح اور مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از اشعث از معاویہ بن سوید بن مقرن از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم قسم کھانے والے کو سچا کریں۔

(صحیح البخاری: ۱۲۳۹، ۲۴۴۵، ۵۱۷۵، ۵۶۳۵، ۵۶۵۰، ۵۸۳۸، ۵۸۴۹، ۵۸۶۳، ۶۲۲۲، ۶۶۵۴، صحیح مسلم: ۲۰۶۶، سنن ترمذی: ۲۸۰۹، سنن نسائی: ۱۹۳۹، مسند احمد: ۱۸۱۷۰)

صحیح البخاری: ۶۶۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے کہ "لوگوں نے پکی قسمیں کھائیں" اور اس باب کی حدیث میں بھی قسم کا ذکر ہے۔

بہ ظاہر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں تعارض ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم قسم مت کھاؤ، اور حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ قسم کھانے والے کی قسم کو سچا کرو۔ اس تعارض کا جواب ہم اس سے پہلے علامہ ابن المنذر اور علامہ المہلب کے حوالوں سے ذکر کر چکے ہیں جس کا خلاصہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم قسم مت کھاؤ اور ان کو ان کی قسم میں سچا نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ قسم کھانے والے کو سچا کرنا واجب نہیں ہے، اگر واجب ہوتا تو حضور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی قسم میں سچا کر دیتے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی حدیث کی دو سندیں ہیں۔

پہلی سند کے رجال: اس سند میں مذکور ہے قبیصہ، یہ ابن عقبہ العامری الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ الثوری ہیں۔ اور اس سند میں مذکور ہے اشعث، یہ ابن ابی الشعثاء سلیم بن الاسود الکوفی ہیں۔ اور اس سند میں مذکور ہے معاویہ بن

سوید، یہ ابن مقرن الکوفی ہیں جو حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

دوسری سند کے رجال: اس سند میں محمد بن بشار کا ذکر ہے، جو غندر سے روایت کرتے ہیں اور یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے، وہ شعبہ سے روایت کرتے ہیں از اشعث۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۵۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی کو اس کی قسم میں صادق کرنے کی شرائط

یعنی جب تمہارا بھائی تمہارے متعلق کوئی قسم کھائے تو اس کا تم پر یہ حق ہے کہ تم اس کو اس کی قسم میں سچا کرو، لیکن یہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ جب وہ اپنی قسم میں حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو، یا اس کی قسم سے تم کو ضرر نہ ہو۔ پس اگر وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو پھر تم پر یہ لازم نہیں ہے کہ تم اس کو اس کی قسم میں سچا کرو مثلاً ایک شخص یہ کہے کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم مجھے بتاؤ کہ تم رات اپنی بیوی کے ساتھ کس طرح گزارتے ہو؟ یا تم کیا کھاتے ہو؟ یا تمہاری کتنی اولاد ہے؟ یا تمہارا کتنا مال ہے؟ اس صورت میں اس قسم کھانے والے کو اس قسم پر زجر و توبیخ کرنی چاہیے اور اس کو اس کی قسم میں سچا کرنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن جب ایسا نہ ہو اور اس کی قسم میں حد سے تجاوز نہ ہو اور نہ اس کی قسم میں دوسرے کو نقصان ہو تو پھر اس کی قسم کو پورا کرنا چاہیے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۵۰۔۵۵۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۵۵۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أُسَامَةَ أَنَّ بِنْتًا لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَرْسَلَتْ إِلَيْهِ وَمَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَسَعْدٌ وَأُبَيٌّ أَنَّ ابْنِي قَدِ احْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا فَأَرْسَلَ يَقْرَأُ السَّلَامَ وَيَقُولُ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَمَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ فَلَمَّا قَعَدَ رُفِعَ إِلَيْهِ فَأَقْعَدَهُ فِي حَجْرِهِ وَنَفْسُ الصَّبِيِّ تَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ سَعْدٌ مَا هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ هَذِهِ رَحْمَةٌ يَضَعُهَا اللهُ فِي قُلُوبِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم الاحول نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعثمان سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید، حضرت سعد اور حضرت ابی رضی اللہ عنہم تھے، انہوں نے پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے پر موت کا وقت آ گیا ہے، پس آپ ہمارے پاس تشریف لائیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیغام بھیجا آپ نے ان پر سلام پڑھا اور یہ فرمایا: بے شک اللہ ہی کے ملک میں ہے جو اس نے لے لیا اور جو اس نے عطا کیا اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ایک وقتِ معین تک مقرر ہے، پس تم صبر کرو اور ثواب کی نیت کرو، انہوں نے

Marfat.com

دوبارہ آپ کو پیغام بھیجا اور آپ کو قسم دی، پس آپ کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے، جب آپ بیٹھ گئے تو وہ بچہ (آپ کا نواسا) آپ کی طرف اٹھا کر لایا گیا پس آپ نے اس کو اپنی گود میں بٹھالیا اور بچہ کا سانس اکھڑ رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ رحمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن کے دلوں میں چاہتا ہے رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۸۴، ۵۶۵۵، ۶۶۰۲، ۶۶۵۵، ۷۳۷۷، ۷۴۴۸، صحیح مسلم: ۹۲۳، سنن نسائی: ۱۸۶۸، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۵، مسند احمد: ۲۱۲۶۹)

صحیح البخاری: ۶۶۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی حدیثِ سابق کی طرح ہے، کیونکہ اس حدیث میں بھی قسم کھانے والے کی قسم کو سچا کرنے کا ذکر ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہما بن الربیع کی جب وفات قریب تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دے کر بلایا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوعثمان کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمٰن نہدی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجنائز میں از عبدان اور کتاب الطب میں از حجاج گزر چکی ہے، عنقریب یہ حدیث کتاب التوحید میں ابوالنعمان کی سند سے آئے گی۔

اس حدیث کی سند میں اسامہ کا ذکر ہے، یہ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ الکلبی رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سعد کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن عبادہ الخزرجی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اُبی کا ذکر ہے، یہ حضرت اُبی بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قد احتضر" یعنی ان پر موت حاضر ہو گئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تقعقع" یہ تقعقع سے فعل مضارع ہے۔ اور یہ نزع روح کی شدت سے سینہ سے نکلنے والی آواز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ماھذا؟" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہا: یہ کیا ہے؟ اور

Marfat.com

ان کا یہ کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب نہیں تھا اور شاید کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ کسی کی موت کے وقت رونے اور چلانے سے منع فرماتے تھے، تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ کی یہ ممانعت آنسوؤں سے رونے کو بھی شامل ہے، اس لیے انہوں نے آپ کے آنسوؤں کا سبب جاننے کے لیے دریافت کیا، یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ رحمت ہے، یعنی بغیر آواز کے جو آنکھوں سے آنسو نکلیں یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت کے وقت اصحابِ فضیلت کو بلانا چاہیے تا کہ ان کی دعا اور ان کی برکت حاصل ہو۔

(۲) افاضل صحابہ آپ کے ساتھ بغیر بلائے چلے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ تعزیت اور عیادت کے لیے بغیر بلائے بھی چلے جانا چاہیے۔ اس کے برخلاف ولیمہ اور شادی کے کھانے میں بلانے کے بعد جانا چاہیے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو صبر اور ثواب کی امید رکھنے کی تلقین کی، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مصیبت میں بے قرار ہو، اس کو صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی بار بلانے پر نہیں گئے اور دوسری بار چلے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ فضل کو کسی کی امید نہیں توڑنی چاہیے اور عیادت اور تعزیت کے لیے جانا چاہیے۔

(۵) حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ کو قسم دے کر بلایا، اس میں یہ ثبوت ہے کہ نہایت ادب سے سوال کرنا چاہیے۔

صحیح البخاری: ۶۶۵۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قسم کھانے والے کو اس کی قسم میں سچا کرنے کی تفصیل

کسی کی قسم کو صادق کرنا واجب نہیں ہے لیکن یہ سنتِ موکدہ ہے اور یہی ظاہر ہے، سوا اس کے کبھی وجوب کی ضرورت پیش آئے مثلاً کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ اس کو ضرور خبر دے گا جو اس کے مال میں یا اس کی عزت میں حد سے تجاوز کرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں ہم کہتے ہیں اب اس کی قسم کو صادق کرنا واجب ہے۔

نیز اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے''۔ اس حدیث میں حصر نہیں ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جو اللہ کے بندوں پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا۔ لیکن اس کا معنی یہ ہے کہ مخلوق کے اوپر رحمت کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا سبب ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۵۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۵۶ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا يَمُوتُ لِأَحَدٍ مِنَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ

الْمُسْلِمِینَ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ تَمَسُّهُ النَّارُ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ۔

بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سے جس مسلمان کے بھی تین بچے فوت ہوئے اس کو دوزخ کی آگ صرف قسم پورا کرنے کے لیے چھوئے گی۔

(صحیح البخاری: ۱۲۵۱، ۶۶۵۶، صحیح مسلم: ۲۶۳۲، سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۳، مسند احمد: ۷۲۲۴)

صحیح البخاری: ۶۶۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ حدیث کے آخری جملہ کے ساتھ مطابقت ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ دوزخ کی آگ صرف اس مسلمان کو قسم پورا کرنے کے لیے چھوئے گی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، یہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور ابن شہاب کا ذکر ہے، اور یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں جو سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجنائز میں ''باب فضل من مات له ولد فاحتسب'' میں گزر چکی ہے۔ اور وہاں اس حدیث کو از علی از سفیان از الزہری روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''إِلَّا تحلة القسم'' یعنی قسم کو پورا کرنے کے لیے، اور اس قسم سے مراد وہ ہے جو درج ذیل آیت میں مذکور ہے:

وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾

اور بے شک تم میں سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے O (مریم: ۷۱)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو گئے ہوں تو اس کو صرف اتنی مقدار میں آگ چھوئے گی جتنی مقدار میں اس کا دوزخ میں دخول یا ''وُرُود'' ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

مریم: ۷۱ کی تفسیر از مصنف

ابوسمیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا ''ورود'' کے معنی میں اختلاف ہوا، ہم میں سے بعض نے کہا: دوزخ میں مومنین داخل نہیں ہوں گے اور بعض نے کہا: سب لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ متقین کو دوزخ سے نجات دے دے گا۔ پھر میری حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے اس اختلاف کا ذکر کیا، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''وُرُود'' دخول ہے، اور ہر نیک اور بد دوزخ میں داخل ہوگا، پھر دوزخ مسلمانوں پر ٹھنڈی اور سلامتی

والی بن جائے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر تھی، حتیٰ کہ ان کی ٹھنڈک کی وجہ سے دوزخ چیخ وپکار کرے گی، پھر اللہ تعالیٰ دوزخ سے متقین کو نجات دے دے گا اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل دوزخ میں چھوڑ دے گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۸۔۳۲۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۵۲۰، عالم الکتب، بیروت) (المستدرک ج ۴ ص ۵۸۷، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۵۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے، پھر اپنے اعمال کی وجہ سے اس سے نکل جائیں گے، بعض پلک جھپکنے کی طرح نکل جائیں گے، بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح، بعض شتر سوار کی طرح اور بعض تیز رفتار چلنے والے شخص کی طرح۔ (سنن ترمذی: ۳۱۵۹، المستدرک: ۳۴۲۱)

اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نافع بن ارزق خارجی سے بحث ہوئی، آپ نے فرمایا: میں اور تو دونوں دوزخ میں داخل ہوں گے، رہا میں تو مجھے اللہ تعالیٰ اس سے نجات دے دے گا اور رہا تو، تو میں یہ گمان نہیں کرتا کہ تجھے اللہ تعالیٰ دوزخ سے نجات دے گا، کیونکہ تو اس آیت کی تکذیب کرتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۵۹)

حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، قتادہ اور کعب الاحبار وغیرہم سے یہ بھی منقول ہے کہ ''وُرُوْد'' سے مراد دوزخ میں دخول نہیں ہے بلکہ اس سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے۔

بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ مسلمانوں کو دنیا میں جو بخار آتا ہے وہی ان کے حق میں دوزخ میں داخل ہونا ہے اور جن مسلمانوں کو دنیا میں بخار آ گیا وہ آخرت میں دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے۔

(تبیان القرآن ج ۷ ص ۳۰۷۔۳۰۹، ملخصاً وملتقطاً، فرید بک اسٹال، لاہور)

صحیح البخاری: ۶۶۵۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مریم: ۷۱ میں ''وُرُوْد'' کی تفسیر میں علماء کا اختلاف

بعض علماء نے کہا ہے: اس آیت میں ''وُرُوْد'' سے مراد ہے: پل صراط کو عبور کرنا۔

اور بعض دیگر علماء نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ دوزخ پر بالفعل وارد ہوں گے اور دوزخ میں واقع ہوں گے، لیکن ان کو اس طرح عذاب نہیں دیا جائے گا جس طرح کفار کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد پل صراط پر عبور ہے لیکن حدیث کا ظاہر دوسرے قول کو ترجیح دیتا ہے یعنی مسلمان دوزخ میں داخل ہوں گے لیکن دوزخ کی آگ ان کو جلائے گی نہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں اور وہ ان پر صبر کرے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا''۔ بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو پھر بھی جنت میں داخل ہو جائے گا۔

تحقیق یہ ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا خواہ وہ اصحاب کبائر سے ہو، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ جنت میں داخل ہونے کا ایک سبب ہے اور سبب کے لیے کبھی کوئی مانع بھی ہوتا ہے جیسے اور جنت میں داخل ہونے کے اسباب ہیں لیکن کبھی جنت میں داخل ہونے

Marfat.com

سے کوئی مانع ہوتا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۵۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

میں یہ کہتا ہوں: یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر پھر جنت میں داخل ہو لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ پھر تین نابالغ بچوں پر صبر کرنے کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بشارت دی ہے جس نے اپنے تین نابالغ بچوں کے فوت ہونے پر صبر کیا اور یہ کہا "یہ اللہ ہی کا مال تھا اسی نے لے لیا"۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۶۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ وَأَهْلِ النَّارِ كُلُّ جَوَّاظٍ عُتُلٍّ مُسْتَكْبِرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از معبد بن خالد، انہوں نے کہا: میں نے حارثہ بن وہب سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو اہل جنت کی طرف رہنمائی نہ کروں؟ وہ ہر کمزور مسلمان ہے جس کو لوگ حقیر جانتے ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قسم میں سچا کردے گا، اور اہل دوزخ ہر وہ موٹا آدمی ہے جو اکڑ اکڑ کر چلتا ہو اور فاجر ہے اور متکبر ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۹۱۸، ۶۰۷۱، ۶۶۵۷، صحیح مسلم: ۲۸۵۳، سنن ترمذی: ۲۶۰۵، سنن ابن ماجہ: ۴۱۱۶، مسند احمد: ۱۸۲۵۵)

صحیح البخاری: ۶۶۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ سے ظاہر ہوتی ہے "اگر وہ اللہ تعالیٰ پر کسی کام کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ وہ کام کر کے اس کو اس کی قسم میں سچا کر دیتا ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے غندر، وہ محمد بن جعفر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معبد بن حارثہ، جو حارثہ بن وہب الخزاعی سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث سورہ "نٓ وَالْقَلَمِ" کی تفسیر میں گزر چکی ہے، وہاں امام بخاری نے اس کو از ابونعیم از سفیان از معبد بن خالد روایت کیا ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''متضعّف'' (اس میں عین پر زبر ہے اور مشدد ہے) اس کا معنی ہے: جس کو لوگ ضعیف سمجھتے ہوں اور حقیر جانتے ہوں، اور یہ عین پر زیر کے ساتھ بھی منقول ہے یعنی جو تواضع کرنے والا ہو، گمنام ہو اور عاجزی کرنے والا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لو اقسم'' یعنی اگر متواضع شخص اللہ تعالیٰ کے کرم پر طمع اور امید رکھتے ہوئے قسم کھائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قسم میں صادق کردے گا تو اللہ تعالیٰ ایسا کر دیتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لابرّہ'' ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جواظ'' یعنی جو موٹا تازہ آدمی ہو اور اکڑ اکڑ کر چلتا ہو۔ کتاب العین میں لکھا ہے کہ ''جواظ'' کا معنی ہے: جو بہت زیادہ کھانا کھاتا ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: فاجر۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: جس پر گوشت زیادہ چڑھا ہوا ہو اور اس کی گردن موٹی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مستکبر'' یعنی جو شخص حق بات کے تسلیم کرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہو۔ اور اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ زیادہ تر اہلِ جنت وہ لوگ ہوں گے جو کمزور ہوں گے اور انہیں لوگ حقیر جانتے ہوں گے جیسا کہ زیادہ تر اہلِ دوزخ ایسے لوگ ہوں گے جو ''جواظ'' اور متکبر ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۳۔ ۲۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۔ بَابٌ: إِذَا قَالَ أَشْهَدُ بِاللهِ أَوْ شَهِدْتُ بِاللهِ

جس شخص نے کہا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں، یا کہا: میں نے اللہ کو گواہ بنایا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا یہ عنوان بنایا گیا ہے کہ ایک شخص یہ کہے کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں ضرور ایسا کام کروں گا، یا میں ایسا کام ہرگز نہیں کروں گا، یا اس نے کہا: میں نے اللہ کو گواہ بنایا، میں ضرور ایسا کام کروں گا۔ امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا اور نہ اس باب کی حدیث میں اس کے حکم کی صراحت ہے، گویا کہ امام بخاری نے اس پر اعتماد کیا ہے کہ جو شخص بحث کا مطالعہ کرے وہ خود تلاش کر لے۔

بابِ مذکور کی شرح میں علماء کے اقوال

(۱) ''اشھد، احلف، اعزم'' (میں گواہ بناتا ہوں، یا قسم کھاتا ہوں، اور یا میں عزم کرتا ہوں) یہ تمام الفاظ قسم کے الفاظ ہیں اور ان میں کفارہ واجب ہوتا ہے۔ یہ ابراہیم النخعی اور ابو حنیفہ اور ثوری کا قول ہے۔ اور ربیعہ اور الاوزاعی نے کہا ہے: جب اس نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں یہ کام نہیں کروں گا، پھر اس نے اپنی قسم توڑ دی تو اس کو کفارہ دینا ہوگا۔

(۲) صرف ''اشھد'' کہنا قسم نہیں ہے حتیٰ کہ وہ کہے ''اشھد باللہ'' یعنی میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں۔ اور اگر وہ اس کا ارادہ نہ کرے تو

Marfat.com

پھر وہ قسم نہیں ہے۔
(۳) جب اس نے کہا''اشھد'' یا''اعزم'' اور''باللہ'' نہیں کہا تو وہ اس کے قول''واللہ'' کی مثل ہے یعنی اللہ کی قسم۔ اس کی حکایت ربیع نے امام شافعی سے کی ہے۔
(۴) امام ابو عبید نے''اشھد'' کے قسم ہونے کا انکار کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ قسم کھانے والا گواہی دینے والے کا غیر ہوتا ہے۔
(۵) جب اس نے کہا''میں کعبہ کو گواہ بناتا ہوں'' یا''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتا ہوں'' تو یہ قسم نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۵۸۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَالَ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَكَانَ أَصْحَابُنَا يَنْهَوْنَا وَنَحْنُ غِلْمَانٌ أَنْ نَحْلِفَ بِالشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سے لوگ بہتر ہیں؟ آپ نے فرمایا: میرے زمانہ کے لوگ، پھر وہ لوگ جوان کے قریب ہیں، پھر وہ لوگ جوان کے قریب ہیں، پھر ایک ایسی قوم آئے گی کہ ان میں سے کسی ایک کی شہادت ان کی قسم سے پہلے ہوگی اور ان کی قسم ان کی شہادت سے پہلے ہوگی، ابراہیم نے کہا: ہمارے اصحاب ہمیں منع کرتے تھے کہ ہم''شہادت'' اور''العہد'' کے لفظ سے قسم کھائیں اور اس وقت ہم نو عمر لڑکے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۶۵۲، ۳۶۵۱، ۶۴۲۹، ۶۶۵۸، صحیح مسلم: ۲۵۳۳، سنن ترمذی: ۳۸۵۹، سنن ابن ماجہ: ۲۳۶۲، مسند احمد: ۳۵۹۴)

صحیح البخاری: ۶۶۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ابراہیم نخعی کے قول سے متعلق ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ''ہمارے اصحاب ہم کو''شہادت'' اور''العہد'' کے الفاظ سے قسم کھانے سے منع کرتے تھے۔ یعنی وہ اس سے منع کرتے تھے کہ کوئی شخص یوں قسم کھائے''میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں'' یا کوئی شخص یوں قسم کھائے''میں اللہ سے عہد کر کے کہتا ہوں''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعد بن حفص، یہ ابو محمد الطلحی الکوفی ہیں، ان کو''الضخم'' بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کی

Marfat.com

سند میں مذکور ہے شیبان، یہ ابن عبدالرحمٰن نحوی ہیں جو ابو معاویہ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن المعتمر ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، وہ النخعی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبیدہ، وہ السلمانی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قرنی'' یعنی وہ لوگ اس زمانہ کے ہیں جس زمانہ میں، میں ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ایک قوم کی شہادت اس کی قسم سے پہلے ہوگی اور اس کی قسم اس کی شہادت سے پہلے ہوگی''۔اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ دَور ہے (یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے اور اس کا معنی ہے: کسی چیز کا اپنے نفس پر موقوف ہونا اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ وہ چیز اپنے نفس پر مقدم ہو اور یہ محال ہے)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی وہ لوگ شہادت دینے سے پہلے قسم کھائیں گے اور کبھی وہ لوگ قسم کھانے سے پہلے شہادت دیں گے، یا یہ شہادت اور قسم میں جلدی کرنے کی مثال ہے اور ایک مرد کی حرص ہے جو وہ شہادت اور قسم پر کرے گا کہ وہ شہادت پہلے دے گا یا قسم پہلے کھائے گا۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۴۔۲۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۵۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''قرن'' کے معنی کی تحقیق

ہر وہ طبقہ جو کسی ایک وقت میں مقترن ہو یعنی ملا ہوا ہو اس کو قرن کہتے ہیں اور ایک مدت کے لوگوں کو بھی قرن کہا جاتا ہے یا جس طبقہ میں کسی نبی کو مبعوث کیا گیا ہو اس کو بھی قرن کہا جاتا ہے خواہ ان کے سال کم ہوں یا زیادہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قرنی'' یعنی وہ میرے اصحاب ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں یعنی جو ان کی اتباع بالاحسان کرنے والے ہوں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں یعنی جو تابعین کے متبع ہوں۔

اور ''قرن'' کا لفظ ''اقتران'' سے ماخوذ ہے، ایک قول یہ ہے کہ اسی سال کا زمانہ ایک قرن ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ چالیس سال کا زمانہ ایک قرن ہے۔تیسرا قول یہ ہے کہ سو سال کا زمانہ ایک قرن ہے۔

ابن الاعرابی نے کہا ہے: قرن کا معنی ہے زمانہ کا ایک وقت۔اور دوسروں نے کہا کہ قرن اس وقت کہا جاتا ہے جب لوگوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ کے ساتھ ملا ہوا ہو۔عالم، عالم کے ساتھ ملا ہوا ہو۔یہ ''قرنت'' کا مصدر ہے اور اس کو وقت کے لیے یا وقت کے لوگوں کے لیے اسم بنا دیا گیا ہے۔

صحابی کی تعریف اور ان کا مرتبہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس امت کے سب سے افضل لوگ ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی ہو یا آپ کی کوئی بات سمجھی ہو یا آپ کو دیکھا ہو۔اور صحابہ میں سب سے کم مرتبہ کا بھی بعد میں آنے والوں سے افضل ہے۔امام مالک سے سوال کیا

Marfat.com

گیا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبد العزیز میں کون افضل ہے؟ تو امام مالک نے جواب دیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو ایک نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ڈالی وہ عمر بن عبد العزیز کی تمام عمر کے اعمال سے بہتر ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۲۸۷۔۲۸۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شہادت کے لفظ سے قسم کے ارادہ میں مذاہب فقہاء

یعنی جب کسی شخص نے کہا ''اشھد باللہ'' (میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں) یا ''شھدت باللہ'' (میں نے اللہ کو گواہ بنایا) تو آیا وہ قسم کھانے والا ہوگا یا نہیں؟

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، پس فقہاء احناف اور فقہاء حنابلہ نے کہا ہے کہ وہ قسم کھانے والا ہوگا اور یہی ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری کا قول ہے۔ اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ خواہ اس نے ''اشھد'' کے بعد ''باللہ'' نہ کہا ہو پھر بھی یہ قسم ہے اور یہ ربیعہ اور الاوزاعی کا قول ہے۔

اور امام شافعی نے یہ کہا کہ وہ اس صورت میں قسم کھانے والا نہیں ہوگا سوا اس کے کہ وہ اشھد کے ساتھ باللہ بھی کہے اور اس کے باوجود راجح یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے، لہٰذا اس میں اس کے قصد کو جاننے کی ضرورت ہوگی۔ اور امام شافعی نے ''المختصر'' میں اسی کی تصریح کی ہے، کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کی یہ مراد ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی شہادت دیتا ہوں یا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت دیتا ہوں اور یہ جمہور کا قول ہے۔

اور امام مالک سے ان تین روایات کی مثل منقول ہے۔

فقہاء احناف اور فقہاء حنابلہ کے اس پر دلائل کہ ''اشھد'' کا لفظ بھی قسم میں مستعمل ہے

فقہاء احناف اور فقہاء حنابلہ جو کہتے ہیں کہ ''اشھد باللہ'' سے قسم مراد ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عرف میں اور شرع میں یہ ثابت ہے کہ ''اشھد'' کا لفظ قسموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (المنافقون: ۱)

(اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں۔

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس گواہی کو قسم قرار دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً۔ (المنافقون: ۲)

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے شہادت کے لفظ کو قسم میں استعمال کیا۔
اور اسی طرح ''لعان'' میں بھی شہادت کو قسم کے لیے استعمال فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (النور: ۸)
اور عورت سے حدِ زنا اس طرح دور ہوسکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے۔

اس آیت میں شہادت کے لفظ کو قسم کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا فقہاء احناف اور فقہاء حنابلہ کے دلائل کو رد کرنا

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لعان کے ساتھ خاص ہے، اس پر کسی اور مسئلہ کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔ اور پہلی آیت جو ہے جس میں منافقین نے کہا ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں'' وہ قسم کے لیے صریح نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے شہادت دینے کے ساتھ قسم بھی کھائی ہو۔

اور بعض علماء نے اس پر امام ابن ماجہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جو رفاعہ بن عوانہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن الفاظ سے قسم کھاتے تھے وہ یہ تھے ''اشھد عند اللہ'' اور ''والذی نفسی بیدہ''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی عبدالملک بن محمد الصنعانی ہے جو ضعیف راوی ہے۔
اور اگر یہ حدیث بالفرض صحیح ہو تو اس کے سیاق کا تقاضا یہ ہے کہ ''اشھد عند اللہ'' اور ''والذی نفسی بیدہ'' اس کا مجموعہ قسم ہے نہ یہ کہ ان میں سے ہر ایک قسم ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے ''ان کی شہادت ان کی قسم پر سابق ہوگی اور ان کی قسم ان کی شہادت پر سابق ہوگی''۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک شہادت اور قسم دونوں باہم مغایر ہیں، کیونکہ اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ شہادت میں اور حلف میں تغایر ہے۔
(فتح الباری ج ۷ ص ۲۴۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مصنف کی طرف سے فقہاء احناف پر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے اعتراضات کے جوابات

فقہاء احناف کا موقف یہ ہے کہ ''اشھد'' کے لفظ کو بھی قسم کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور اس پر انہوں نے قرآن مجید کی دو صریح آیتوں سے استدلال کیا ہے۔ ایک آیت تو المنافقون ۱۔۲ ہے جس میں منافقین نے یہ کہا:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (المنافقون: ۱)
(اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں ○

اور منافقین نے جو کہا تھا ''نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ'' اللہ تعالیٰ نے اس کو قسم قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (المنافقون: ۲)
انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا۔

سو اس صریح آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین نے ''اشھد'' کے ساتھ جو قسم کھائی تھی، اس کو قسم قرار دیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی

Marfat.com

نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ''اشھد'' کے ساتھ قسم بھی کھائی ہو، لیکن یہ صرف دفع الوقتی بات ہے اور محض احتمال ہے اور فقہاء احناف نے جو اس نصِ صریح سے استدلال کیا ہے، اس کے جواب میں یہ عقلی احتمال کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

فقہاء احناف کا دوسرا استدلال بھی قرآن مجید کی صریح آیت سے ہے اور وہ آیت درج ذیل ہے:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (النور: ۸) اور عورت سے حدِ زنا اس طرح دور ہوسکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے ۝

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ لعان کے ساتھ خاص ہے، اس پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

ان کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ منافقین نے جو ''نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ'' کہا اس کو اللہ تعالیٰ نے قسم قرار دیا اور یہ لعان کا مسئلہ نہیں ہے، لہٰذا حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ کہنا باطل ہوگیا کہ النور: ۸ میں ''اشھد'' کا قسم کے لیے مستعمل ہونا لعان کے لیے خاص ہے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے صحیح البخاری: ۶۶۵۸ سے بھی استدلال کیا جس میں یہ مذکور ہے ''پھر ایک قوم آئے گی جن میں سے کسی ایک کی شہادت اس کی قسم پر سابق ہوگی اور اس کی قسم اس کی شہادت پر سابق ہوگی''۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ شہادت اور قسم میں تغایر ہے۔

میں کہتا ہوں: اس مقام پر ایسا ہی ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی جگہ بھی شہادت قسم کے معنی میں مستعمل نہیں ہوگی، جب کہ فقہاء احناف یہ نہیں کہتے کہ ہر جگہ شہادت قسم کے معنی میں ہوتی ہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ شہادت قسم کے معنی میں بھی مستعمل ہوتی ہے اور چونکہ اس حدیث میں شہادت اور قسم میں صریح تغایر کا ذکر ہے اس لیے اس حدیث میں شہادت قسم کے معنی میں نہیں ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ کسی جگہ بھی شہادت قسم کے معنی میں نہیں ہوگی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی پر حیرت ہے کہ انہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی یہ تمام بحث پڑھی اور وہ احناف کے بہت بڑے وکیل ہیں لیکن انہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ان دلائل کا کوئی جواب نہیں لکھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے احناف کی طرف سے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ان اعتراضات کے جوابات کے لیے اپنے اس بندۂ ناکارہ کو چن لیا۔ ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء۔

شیخ ابن عثیمین حنبلی نجدی ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے یہ اعتراضات حنابلہ پر بھی ہیں، انہیں چاہیے تھا کہ وہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے ان اعتراضات کے جوابات لکھتے، لیکن انہوں نے اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے ان دلائل سے بالکل تعرض نہیں کیا۔

لفظِ ''اشھد'' سے قسم کے ارادہ میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی الدمشقی الحنبلی المتوفی ۶۲۰ھ، لکھتے ہیں:

۱۷۸۹۔ مسئلہ: جب کوئی شخص کہتا ہے ''اقسم باللہ'' یا ''اشھد باللہ'' یا ''اعزم باللہ''۔

Marfat.com

یہ عامۃ الفقہاء کا قول ہے اور ہمیں اس میں کسی کے خلاف کا علم نہیں ہے خواہ وہ یمین کا قصد کرے یا مطلقاً کہے، کیونکہ اگر اس نے کہا "باللہ" اور "اقسم" نہیں کہا اور نہ "اشہد" کہا اور نہ کسی فعل کا ذکر کیا، تو یہ قسم ہوگا۔ اور یہ قسم اس وجہ سے ہوگا کہ اس سے پہلے فعل مقدر ہوگا، کیونکہ باء فعل مقدر کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ پس جب اس نے فعل کو ظاہر کیا اور مقدر کا نطق کیا تو یہ اس کے حکم کو ثابت کرنے میں اولیٰ ہے اور اس کا عرف استعمال ثابت ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ۔ (المائدہ:۱۰۶) پس وہ دو گواہ اللہ کی قسم کھائیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ۔ (النور:۵۳) اور (منافقوں نے) اللہ کی خوب پکی قسمیں کھائیں۔

ان دو آیتوں میں یہ فرمایا گیا ہے کہ لفظِ قسم سے یمین منعقد ہو جاتی ہے۔

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (النور:۶) تو ان میں سے کسی ایک شخص کی قسم یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے ۝

اس آیت میں قسم کے اوپر شہادت کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اور لعان کرنے والا اپنے لعان میں یہ کہے "اشہد باللہ انی لمن الصدقین" (میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں سچوں میں سے ہوں) اور عورت کہے "اشہد باللہ انہ لمن الکذبین" (میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ یہ مرد ضرور جھوٹوں میں سے ہے)۔

اگر قسم کھانے والا فعل ماضی کے ساتھ ذکر کرے مثلاً "اقسمت باللہ" کہے یا "شہدت باللہ" کہے، تب بھی یہی حکم ہے۔

اور اللہ عزوجل کی کتاب میں مذکور ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ ۔ الیٰ قولہ تعالیٰ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (المنافقون:۱۔۲) (اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں ۔۔۔ الیٰ قولہ تعالیٰ: "انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا"۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کو قسم فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی شہادت کو قسم فرمایا۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۱۳ ص ۲۳۱۔ ۲۳۲، ملخصاً وملتقطاً، دار الحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

نیز علامہ شمس الدین عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ المقدسی المتوفی ۶۸۲ھ لکھتے ہیں:

۱۱۔ مسئلہ: اور اگر کسی شخص نے کہا "احلف باللہ" یا "اشہد باللہ" یا "اقسم باللہ" یا "اعزم باللہ" تو یہ یمین ہے۔ اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر نہیں کیا تو پھر یہ یمین نہیں ہوگی، سوا اس صورت کے کہ وہ یمین کی نیت کرے، اور امام احمد سے ایک روایت میں ہے کہ یہ یمین ہوگی۔

یہ ہمارے عامۃ الفقہاء کا قول ہے اور ہمیں اس میں کسی خلاف کا علم نہیں ہے، عام ازیں کہ اس نے یمین کی نیت کی ہو یا مطلقاً کہا ہو، اور اگر اس نے کہا: "باللہ" اور "اقسم" نہیں کہا اور نہ "اشہد" کہا اور نہ فعل کا ذکر کیا تب بھی یہ یمین ہوگی، اور یہ یمین

Marfat.com

اس لیے ہوگی کہ اس سے پہلے فعل مقدر ہوگا کیونکہ باء فعل مقدر کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ اور اگر اس نے فعل کو ظاہر کیا یا فعل مقدر کا نطق کیا تو یہ حکم کو ثابت کرنے کے لیے اولیٰ ہے اور اس کے لیے استعمال کا عرف ثابت ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ۔ (المائدہ:۱۰۶) پس وہ دو گواہ اللہ کی قسم کھائیں۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ۔ (النور:۵۳) اور (منافقوں نے) اللہ کی خوب پکی قسمیں کھائیں۔

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (النور:۶) تو ان میں سے کسی ایک شخص کی قسم یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے ○

اور لعان کرنے والا اپنے لعان میں یہ کہے ''اشھد باللہ انی لمن الصدقین'' (میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں سچوں میں سے ہوں) اور عورت کہے ''اشھد باللہ انہ لمن الکذبین'' (میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ یہ مرد ضرور جھوٹوں میں سے ہے)۔

اسی طرح اگر وہ فعل ماضی کو ذکر کرے، پس کہے ''اقسمت'' یا کہے ''شھدت'' تب بھی یہی حکم ہے۔

اور اللہ عزوجل کی کتاب میں مذکور ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ ـــــ الی قولہ تعالیٰ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (المنافقون:۱،۲) (اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں ـــــ الیٰ قولہ تعالیٰ: ''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا''۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کو قسم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شہادت کو قسم فرمایا۔

(الشرح الکبیر مع المغنی ج ۱۳ ص ۲۰۵۔۲۰۷، ملخصا وملتقطا، دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

لفظِ شہادت سے قسم کے وقوع کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ، لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے کہا ''اشھد'' یا ''اشھد باللہ'' تو وہ حلف اٹھانے والا ہے، کیونکہ یہ الفاظ حلف میں مستعمل ہوتے ہیں اور یہ صیغہ حال کے لیے حقیقۃً ہے اور قرینہ کے ساتھ استقبال میں استعمال ہوتا ہے، لہٰذا اس کو اس حال میں حلف اٹھانے والا قرار دیا جائے گا اور شہادت قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (المنافقون:۱) (اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں ○

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً - (المنافقون:۲) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا۔

(ہدایہ اولین ص ۴۷۸، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور)

امام برہان الدین ابوالمعالی محمد بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

۷۴۷۷۔ اور اگر کسی نے کہا: ''میں قسم کھاتا ہوں یا اللہ کی قسم کھاتا ہوں، یا شہادت دیتا ہوں یا اللہ کی شہادت دیتا ہوں، یا عزم کرتا ہوں یا اللہ کی مدد سے عزم کرتا ہوں'' تو یہ قسم ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۶ ص ۶۵، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

یعنی جب کسی شخص نے کہا کہ ''میں شہادت دیتا ہوں'' تو یہ قسم ہے۔ علامہ مرغینانی نے اس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ (المنافقون:۱) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے قول کی خبر دی ہے کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں، سو یہ ان کی قسم ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ حکایت کی ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً - (المنافقون:۲) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں، یہ ان کی قسم ہے۔ اور انہوں نے ان قسموں کو ڈھال بنانے کا ارادہ کیا ہے اور تفسیر میں مذکور ہے کہ شہادت قسم کے قائم مقام ہے، کیونکہ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں تو وہ اس کو قسم کی جگہ کہتا ہے اور اس سے تاکید کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھانا ہی شریعت کے اندر معروف ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص قسم کھائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا چھوڑ دے یعنی اللہ کے غیر کی قسم کھانا حرام اور ممنوع ہے اور مسلمان کے حال سے ظاہر یہ ہے کہ وہ اس چیز کو کرے گا جو مشروع ہوگی۔ اور چونکہ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھانا معروف ہے، اسی لیے اس میں نیت کی ضرورت نہیں ہے، جب کوئی شخص کہے میں حلف اٹھاتا ہوں یا میں گواہی دیتا ہوں یا میں قسم کھاتا ہوں، تو یہ صرف قسم ہوگی جیسا کہ شریعت میں معروف ہے۔ اور صاحب التحفہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۸ ص ۱۶۶، مکتبہ حقانیہ، ملتان، پاکستان)

۱۱۔ بَابُ: عَهْدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اللہ تعالیٰ کے عہد کو قسم کے لیے استعمال کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ میں ضرور فلاں کام کروں گا یا ضرور فلاں کام نہیں کروں گا۔ امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا کہ آیا یہ الفاظ قسم ہیں یا نہیں، اور نہ اس باب کی حدیث میں اس لفظ کا بیان ہے، یہ لفظ صرف آل عمران: ۷۷ میں ہے جس میں ''عهد الله'' کا لفظ قسم کے لیے استعمال کیا ہے، تو گویا امام بخاری نے اس کو

Marfat.com

ترک کر دیا، اس پر اعتماد کرتے ہوئے کہ جو شخص اس حقیقت کا طالب ہوگا وہ خود تلاش کر لے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۵۹ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ أَوْ قَالَ أَخِيهِ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَأَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيقَهُ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (آل عمران: ۷۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان اور منصور از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس شخص نے جھوٹی قسم کھائی تاکہ وہ اس قسم سے کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کر لے یا فرمایا: اپنے بھائی کے مال پر قبضہ کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا، پس اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (آل عمران: ۷۷)

(صحیح البخاری: ۲۳۵۶، ۲۴۱۷، ۲۵۱۶، ۲۶۶۷، ۲۶۷۰، ۲۶۷۷، ۴۵۵۰، ۶۶۶۰، ۶۶۷۷، ۷۱۸۴، صحیح مسلم: ۱۳۸، سنن ترمذی: ۱۲۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۳، سنن ابن ماجہ: ۲۳۲۲، مسند احمد: ۴۲۰۰)

۶۶۶۰ـ قَالَ سُلَيْمَانُ فِي حَدِيثِهِ فَمَرَّ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ عَبْدُ اللهِ قَالُوا لَهُ فَقَالَ الْأَشْعَثُ نَزَلَتْ فِيَّ وَفِي صَاحِبٍ لِي فِي بِئْرٍ كَانَتْ بَيْنَنَا۔

سلیمان نے اپنی حدیث میں کہا: پس حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ گزرے تو انہوں نے کہا: تمہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے متعلق کیا بتایا ہے؟ تو انہوں نے اس حدیث کو بیان کیا، حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ آیت میرے اور میرے ایک صاحب کے متعلق نازل ہوئی، ہمارے درمیان ایک کنویں کے متعلق تنازع تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۵۶، ۲۴۱۷، ۲۵۱۶، ۲۶۶۷، ۲۶۷۰، ۲۶۷۷، ۴۵۵۰، ۶۶۶۰، ۶۶۷۷، ۷۱۸۴، صحیح مسلم: ۱۳۸، سنن ترمذی: ۱۲۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۳، سنن ابن ماجہ: ۲۳۲۲، مسند احمد: ۴۲۰۰)

صحیح البخاری: ۶۶۵۹ـ ۶۶۶۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں ''عهد الله'' کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی ''عهد الله'' کا ذکر ہے، تو اس طرح حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی عدی، یہ محمد بن ابی عدی ہیں اور ان کا نام ابراہیم البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، یہ الاعمش ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، یہ ابن المعتمر ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابووائل، یہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الشرب کے باب ''الخصومة فی البئر'' میں گزر چکی ہے، وہاں امام بخاری نے اس حدیث کو از عبدان از ابی حمزہ از سلیمان الاعمش از شقیق از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی تعلیق میں سلیمان کا ذکر ہے، یہ وہی ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ الاعمش ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس حضرت اشعث بن قیس الکندی رضی اللہ عنہ گزرے اور انہوں نے کہا کہ یہ آیت میرے متعلق اور میرے ایک صاحب کے متعلق نازل ہوئی ہے''۔ اور کتاب الشرب کی روایت میں ہے کہ ''میرے چچا زاد کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا''۔

لفظ ''عہد'' کے ساتھ قسم کھانے کے احکام

اگر کسی شخص نے کہا: ''مجھ پر اللہ کا عہد ہے'' پھر اس نے قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ اور اگر اس نے کہا: ''مجھ پر اللہ کا وعدہ ہے'' پھر اس نے قسم توڑ دی تو امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر کفارہ ہوگا۔ اور امام شافعی نے کہا: اگر اس نے اس سے قسم کا ارادہ کیا ہے تو کفارہ ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔ اور علامہ الدمیاطی نے کہا ہے کہ جب اس نے کہا: مجھ پر اللہ کا وعدہ ہے، تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ کہے ''مجھ پر اللہ کا عہد ہے'' یا کہے ''میں تجھ کو اللہ کا عہد دیتا ہوں''۔ اور اگر اس نے کہا: ''میں اللہ سے معاہدہ کرتا ہوں'' تو ابن ابی حبیب نے کہا کہ اس پر قسم کا کفارہ ہے اور ابن شعبان نے کہا: اس پر کفارہ نہیں ہے۔ اور امام مالک نے کہا: جب کسی شخص نے کہا: مجھ پر اللہ کا عہد ہے اور اس کا میثاق ہے، تو اس پر دو کفارے ہیں، سوا اس صورت کے کہ وہ تاکید کی نیت کرے تو پھر یہ ایک قسم ہوگی اور امام شافعی نے کہا: اس پر ایک کفارہ ہوگا۔ اور مطرف اور ابن الماجشون اور عیسیٰ بن دینار نے بھی یہی کہا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب اس نے کہا ''مجھ پر اللہ کا عہد ہے'' پھر قسم توڑ دی تو اس پر ایک غلام کو آزاد کرنا لازم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۵-۲۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

لفظِ ''عہد'' کے ساتھ قسم منعقد ہونے میں فقہاء اسلام کے مذاہب

فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب کسی شخص نے کہا: ''مجھ پر اللہ کا عہد ہے'' تو امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی نے کہا: جس نے ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائی تو اس پر کفارہ واجب ہوگا خواہ اس نے قسم کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور یہ قول طاؤس، شعبی، النخعی، الحکم، الحسن البصری، قتادہ اور مجاہد سے منقول ہے۔

اور عطاء سے روایت ہے کہ لفظِ ''عہد'' قسم نہیں ہے سوا اس کے کہ وہ اس لفظ سے قسم کی نیت کرے اور یہی امام شافعی، امام ثور اور امام ابوعبید کا قول ہے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ جو لفظ عہد کے ساتھ انعقادِ قسم کے قائل ہیں ان کی دلیل قرآن مجید کی درج ذیل آیت ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (آل عمران: ۷۷)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O

پس لفظِ ''عہد اللہ'' کو تمام قسموں پر مقدم کیا گیا ہے۔ یہ اس پر دلیل ہے کہ لفظِ عہد کے ساتھ تاکید کے لیے قسم کھائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے ابراہیم نخعی نے کہا کہ ہمیں اکابر لفظِ عہد کے ساتھ قسم کھانے سے منع کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظِ عہد کے ساتھ قسم بہت سخت مؤکد ہوتی ہے اور اس میں یہ خطرہ ہے کہ شاید وہ قسم پوری کرنے میں کوتاہی کرے گا۔ پس اللہ کا عہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں سے لیا ہے یا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عہد عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (التوبہ: ۷۵-۷۶)

اور ان میں سے بعض (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اللہ نے اپنے فضل سے (مال) دیا تو ہم ضرور بہ ضرور صدقہ کریں گے اور ضرور بہ ضرور نیکوکاروں میں سے ہو جائیں گے O پس جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں (مال) عطا کیا تو انہوں نے اس میں بخل کیا اور انہوں نے پیٹھ پھیر لی درآں حالیکہ وہ اعراض کرنے والے تھے O

اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت فرمائی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے اس کو پورا نہیں کیا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ۔ (النحل: ۹۱) اور جب تم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو۔

پس اللہ تعالیٰ نے عہد کو پورا کرنے کا حکم دیا، پھر اس آیت پر عطف کر کے فرمایا:

وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا (النحل: ۹۱) اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو۔

Marfat.com

اور اس سے پہلے صرف عہد کا ذکر کیا گیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنی قسموں کو مؤکد کرنے کے بعد نہ توڑو، تو اس سے معلوم ہوا کہ ''عھد اللہ'' سے مراد ایسی قسم ہے جو مؤکد ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب کسی شخص نے کہا ''علی عھد اللہ'' (مجھ پر اللہ کا عہد لازم ہے) تو اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ عہد ہو جس کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (یس:۶۰)

اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے O

اور جب اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ معہود ہوگا تو پھر یہ قسم نہیں ہوگی، کیونکہ اس کا قسم ہونا بعد میں معروف ہوا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کہا ''مجھ پر اللہ کا عہد ہے'' تو یہ اس کا غیر ہے جو اللہ تعالیٰ کا معہود ہے، کیونکہ عرف اور عادت میں یہ جاری نہیں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے ''علی معھود اللہ'' (مجھ پر اللہ کا معہود ہے) اور عرف اور عادت میں صرف یہ جاری ہے کہ آدمی یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا عہد ہے اور اس سے مراد قسم ہوگی۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، ج ۶ ص ۱۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۲- بَابُ: اَلْحَلِفِ بِعِزَّةِ اللهِ وَصِفَاتِهِ وَكَلِمَاتِهِ

اللہ تعالیٰ کی عزت، اور اس کی صفات اور اس کے کلمات سے قسم کھانے کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ: أَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دعا کرتے تھے: میں اللہ کی عزت اور اس کے غلبہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک مرد جنت اور دوزخ کے درمیان باقی رہے گا، پس وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میرے چہرہ کو دوزخ سے پھیر دے، اور تیری عزت کی قسم میں اس کے سوا اور کسی چیز کا تجھ سے سوال نہیں کروں گا۔

وَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ اللهُ: لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تیرے لیے یہ بھی ہے اور اس جیسی دس مثالیں بھی ہیں۔

وَقَالَ أَيُّوْبُ: وَعِزَّتِكَ لَا غِنَى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ۔

اور حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا: اور تیری عزت کی قسم! مجھے تیری برکت سے استغناء نہیں ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی عزت، اور اس کی صفات اور اس کے کلمات کی قسم کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھانے کا کیا طریقہ ہے مثلاً بندہ یوں کہے: ''اور اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں ضرور اس طرح کام کروں گا'' یا کہے ''اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا''۔ اور یہ قسم ہے اور اس میں کفارہ لازم ہے۔

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے ''وصفاته'' یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کی قسم کھانا۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ قسم کھانے میں فقہاء کا اختلاف ہے، پس امام مالک نے المدوّنہ میں کہا ہے: اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اور اس کے تمام اسماء کے ساتھ قسم کھانا لازم ہے جیسے السمیع، البصیر، العلیم، الخبیر، اللطیف، یا اس نے کہا: اور اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم اور اس کی کبریائی کی قسم، اور اس کی قدرت کی قسم، اور اس کے موت دینے کی قسم۔ اور تحقیق یہ ہے کہ یہ سب قسمیں ہیں اور ان میں کفارہ لازم ہے۔

علامہ ابن المنذر نے اسی کی مثل فقہاء کوفہ سے نقل کی ہے جب کسی شخص نے کہا: ''اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کی قسم اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی قسم اور اللہ تعالیٰ کے جلال کی قسم اور اللہ تعالیٰ کے موت دینے کی قسم'' پھر اس نے قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ لازم ہے، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر اسم کے ساتھ قسم کھانے کا یہی حکم ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے: اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے جلال اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اللہ تعالیٰ کے حق اور اللہ تعالیٰ کے موت دینے کی قسم کھائی، اگر اس نے ان الفاظ کے ساتھ قسم کا ارادہ کیا تو یہ قسم ہے ورنہ پھر یہ قسم نہیں ہے۔

اور علامہ ابو بکر رازی حنفی نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی مرد کہے ''اور اللہ کے حق کی قسم اور اللہ کے موت دینے کی قسم'' تو یہ قسم نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جو شخص قسم اٹھائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھائے''۔

اور امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے ''وکلماته''۔ یعنی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے کلمات کی قسم اٹھائے مثلاً قرآن کی قسم کھائے یا یہ قسم کھائے کہ جو اللہ نے نازل کیا اس کی قسم، اور اس میں اختلاف ہے کہ جس نے قرآن کی قسم کھائی یا مصحف کی قسم کھائی یا جو اللہ نے نازل کیا اس کی قسم کھائی، پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس پر لازم ہے کہ وہ ہر آیت کے لیے ایک قسم کا کفارہ دے اور یہی حسن بصری اور امام احمد بن حنبل کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ کلام تغلیظ پر محمول ہے اور اس کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

اور علامہ ابن القاسم مالکی نے کہا ہے: جب کسی شخص نے مصحف کی قسم کھائی تو اس پر قسم کا کفارہ ہے اور یہ امام شافعی کا قول ہے اس شخص کے متعلق جس نے قرآن کی قسم کھائی اور امام ابو عبید کا بھی یہی قول ہے اور عطاء نے کہا: اس پر کفارہ نہیں ہے۔

Marfat.com

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: ''میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں''۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے کتاب التوحید میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے از یحییٰ بن معمر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں ایک مرد کے اس قول کو ذکر کیا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی ''تیری عزت کی قسم میں تجھ سے اس کے علاوہ سوال نہیں کروں گا''۔

یہ تعلیق عنقریب تفصیل کے ساتھ ''باب الصراط جسر جھنم'' میں گزر چکی ہے۔

باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں حضرت ایوب علیہ السلام کی اس دعاء کا ذکر ہے انہوں نے عرض کی ''تیری عزت کی قسم! مجھے تیری برکت سے استغناء نہیں ہے''۔

یہ تعلیق کتاب الوضوء میں ''باب من اغتسل عریانا وحدہ'' میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے تو ان کے اوپر سونے کی ایک ٹڈی گری، پس حضرت ایوب علیہ السلام اس پر اپنا کپڑا ڈالنے لگے تو ان کے رب نے ان کو نداء کی: اے ایوب! کیا میں نے تم کو اس سے مستغنی نہیں کر دیا جس کو تم دیکھ رہے ہو تو حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا: کیوں نہیں! اور تیری عزت کی قسم! لیکن مجھے تیری برکت سے استغناء نہیں ہے۔ اور اس کی شرح وہاں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۶۔۲۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۶۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ تَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ حَتَّى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيهَا قَدَمَهُ فَتَقُولُ قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوزخ مسلسل یہ کہتی رہے گی: کیا کچھ اور بھی ہیں! حتیٰ کہ رب العزت دوزخ میں اپنا قدم رکھ دے گا، پھر دوزخ کہے گی: بس بس اور تیری عزت کی قسم! (میں بھر گئی) اور دوزخ کے حصے ایک دوسرے پر چڑھ جائیں گے۔

اس حدیث کی شعبہ نے از قتادہ روایت کی ہے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۴۸۴۸، صحیح مسلم: ۲۸۴۸، سنن ترمذی: ۳۲۷۲، مسند احمد: ۱۲۹۸۹)

صحیح البخاری: ۶۶۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کے عنوان میں مذکور ہے "بعزة الله" اور اس حدیث میں مذکور ہے "وعزتك"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں آدم کا ذکر ہے، وہ ابن ابی ایاس ہیں اور ان کا نام عبدالرحمٰن ہے اور ان کی اصل خراسان سے ہے اور یہ عسقلان میں رہے۔ اور اس حدیث کی سند میں شیبان کا ذکر ہے، ان کا بیان عنقریب کیا جاچکا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے "صفة النار" کے باب میں ذکر کیا ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اور جہنم کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہیں!"

علامہ ثعلبی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "هل من مزيد" مجاز ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ استفہام ہو یعنی دوزخ اور زیادہ دوزخیوں کو طلب کرتی ہے۔ اور یہ دونوں وجہیں اس لیے جائز ہیں کہ استفہام میں ایک نوع کا انکار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝" (ہود: ۱۱۹) "میں تمام (کافر) جنات اور انسانوں سے ضرور جہنم کو پُر کردوں گاO" اس لیے اللہ تعالیٰ جہنم سے فرمائے گا: کیا تو پُر ہوگئی؟ اور وہ کہے گی: کچھ اور زیادہ لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ جہنم میں نُطق پیدا کردے گا جس طرح وہ انسان کے اعضاء میں نُطق پیدا فرمائے گا اس لیے وہ جواب دے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں کفار کو ڈالا جاتا رہے گا حتیٰ کہ وہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ لوگ ہیں؟ یہاں تک کہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھ دے گا، پھر دوزخ کے بعض حصے بعض حصوں کی طرف سکڑ جائیں گے اور وہ کہے گی: بس بس! تیری عزت اور کرم کی قسم! (صحیح البخاری: ۶۶۶۱)

دوزخ میں رب العزت کے قدم رکھنے سے کیا مراد ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے "حتیٰ کہ رب العزت دوزخ میں اپنا قدم رکھ دے گا"۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔

اور علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ "قدم" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جو مقدم ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت میں یہ مقرر ہے کہ وہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔

اور النضر بن شمیل نے کہا ہے کہ قدم سے مراد یہاں پر کفار ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم ہے کہ وہ اہلِ دوزخ سے ہیں۔اور قدم کو متقدم پر محمول کیا گیا ہے کیونکہ عرب متقدم چیز کو قدم کہتے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ قدم سے مراد وہ مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پیدا کرے گا اور اس کا نام قدم رکھے گا اور اس کی اپنی طرف اضافت کرے گا اور فرشتہ اس کو دوزخ میں رکھ دے گا، پس دوزخ اس سے بھر جائے گی۔

اور دوسرا قول ہے کہ قدم سے مراد اللہ تعالیٰ کی بعض مخلوق ہے اور اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت ایسے ہے جیسے کہتے ہیں: ''ضرب الامیر اللص'' (امیر نے چور کو مارا) یعنی امیر نے چور کو مارنے کا حکم دیا۔

اور خلیل سے اس خبر کے معنی کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: یہ وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ دوزخ کی طرف مقدم کرے گا۔

اور عبداللہ بن المبارک سے منقول ہے کہ قدم سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم ہے کہ یہ اہلِ دوزخ سے ہیں اور ہر وہ چیز جو مقدم ہو، اس کو قدم کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ مُّبِينٌ ○ (یونس:۲)

کیا لوگوں کو اس پر تعجب ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک (مقدس) مرد پہ وحی نازل کی ہے کہ آپ (غافل) لوگوں کو ڈرائیں اور ایمان والوں کو یہ بشارت دیں کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس (ان کے نیک اعمال کا) بہترین اجر ہے، (اس پر) کافروں نے کہا: بے شک یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے ○

اس آیت میں ''قدم صدق'' سے مراد وہ اعمالِ صالحہ ہیں جو انہوں نے پہلے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجے۔

اور حسان بن عطیہ سے روایت ہے ''حتیٰ کہ جبار اپنا قدم رکھے گا'' اور اسی طرح وہب بن منبہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے ایک قوم کو پیدا کیا جن کو قدم کہا جاتا ہے، ان کے سرکشوں کے سروں کی طرح ہیں اور جانوروں کے سروں کی طرح ہیں اور ان کے باقی اعضاء بنو آدم کے اعضاء کی طرح ہیں، انہوں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا، اللہ تعالیٰ جہنم کو ان سے بھر دے گا جس وقت کہ جہنم زیادتی کو طلب کرے گی۔

اگر تم سوال کرو کہ صحیح مسلم میں حدیث ہے ''حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ دوزخ میں اپنا پیر رکھ دے گا تو دوزخ کہے گی: بس بس! اور اس وقت دوزخ بھر جائے گی''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پیر سے مراد ہے لوگوں کا عددِ کثیر اور اس میں اضافت بطورِ ملک ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قط قط'' اس پر بحث سورہ ق کی تفسیر میں گزر چکی ہے، اس کا معنی ہے: مجھے کافی ہے، مجھے کافی ہے اور میں بھر گئی۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ جہنم کی آواز سے حکایت ہے۔الجوہری نے کہا: جب کہ حسبی کا معنی اکتفاء ہے تو قط کے لفظ میں قاف پر زبر ہے اور طاء ساکن ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ویزوی'' یعنی دوزخ کے اجزاء کو باہم جمع کیا جائے گا اور اکٹھا کیا جائے گا۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص

Marfat.com

۲۸۷۔۲۸۸،دارالکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۶۶۶۱،کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی صفات پر قسم کھانے پر دلائل

اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ قسم کھانے پر دلیل یہ ہے کہ اہل السنۃ کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کے اسماء ہیں اور یہ جائز نہیں ہے کہ اس کے اسماء کے علاوہ اس کی صفات ہوں،پس صفات کی قسم کھانا ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اسماء کی قسم کھائی جائے اور اس میں قسم توڑنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے،کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ حلف اٹھاتے تھے''لا ومقلب القلوب''(اس ذات کی قسم جو دلوں کو پلٹنے والی ہے)اور اللہ کے بندوں کے دلوں کو پلٹنا یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور شارع علیہ السلام کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کی قسم کھائیں جو قسم نہ ہو،کیونکہ حدیث میں ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جو شخص حلف اٹھانے والا ہو،اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام سے حلف اٹھائے''۔

(صحیح البخاری:۲۶۷۹،کتاب الشہادۃ،صحیح مسلم:۱۶۴۶،کتاب الایمان)

علامہ اشہب نے کہا ہے:جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی امانت کی قسم کھائی جو امانت اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے تو یہ قسم ہے۔اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی امانت سے مراد اس کو لیا جو بندوں کے درمیان امانتیں ہیں تو اس پر کوئی چیز نہیں ہے۔

اور ابن سحنون نے کہا:قرآن مجید میں ہے:

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ (الصافات:۱۸۰)

آپ کا رب غالب ہے اور ہر اس عیب سے پاک ہے جس کو وہ بیان کرتے ہیںO

اس صفت سے مراد وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں پیدا کیا ہے اور جس کے ساتھ وہ ایک دوسرے کو منسوب کرتے ہیں۔

اور ابن سحنون نے کہا کہ تفسیر میں وارد ہے کہ عزت سے مراد یہاں پر فرشتے ہیں اور اس قول کی طرف ابن سحون گئے ہیں۔ اور شاید وہ اس لیے گئے ہیں کہ عزت سے مراد''مربوبۃ''کو نہ لیا جائے یعنی وہ صفت نہ لی جائے جو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا محلِ حوادث ہونا لازم آئے گا۔اور ان کا یہ وہم صحیح نہیں ہے کیونکہ لفظِ رب کلامِ عرب میں کسی چیز کے مالک اور مستحق کے لیے مستعمل ہے اور یہ حدث اور خلق پر دلالت نہیں کرتا،پس صاحب الدابہ کو کہا جاتا ہے''رب الدابۃ''اور صاحب الدار کو کہا جاتا ہے''رب الدار''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا (فاطر:۱۰)

جو شخص عزت چاہتا ہے تو تمام عزتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (المنافقون:۸)

حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایمان والوں کے لیے ہے۔

Marfat.com

یہاں پر یہ سوال ہے کہ ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے کیونکہ فاطر: ۱۰ کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزت کے ساتھ منفرد ہے اور المنافقون: ۸ کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کے رسول اور مومنین کو بھی عزت حاصل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں ان دونوں آیتوں میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ جو عزت رسول اور مومنین کے لیے ہے وہ بھی حقیقت میں اللہ ہی کے لیے ہے کیونکہ وہی اس کا حقیقت میں مالک ہے اور اسی نے اس کو پیدا کیا ہے، لہٰذا تمام عزتیں اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ'' ''یعنی عزت کا مالک اور اس کا مستحق وہ صرف اللہ عزوجل ہے اور وہ ہمیشہ عزت کے ساتھ موصوف ہے اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عزت مخلوق کی عزت کے مشابہ نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو منزہ فرمایا ہے ''سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ'' (الصافات: ۱۸۰) ''آپ کا رب غالب ہے اور ہر اس عیب سے پاک ہے جس کو وہ بیان کرتے ہیں''۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے نفس کو اسی صفت کے ساتھ منزہ فرمائے گا جو بندوں کی صفات کے مباین اور ان کے خلاف ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مثل ہو۔

اللہ تعالیٰ کے کلام اور مصحف کی قسم کھانے میں مذاہب فقہاء

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نے قرآن مجید کی قسم کھائی یا مصحف کی قسم کھائی یا جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کی قسم کھائی، پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے یہ قسم کھائی اس پر لازم ہے کہ وہ ہر آیت کے بدلہ میں ایک قسم کا کفارہ دے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۸۲)

الحسن البصری اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے اور ابن القاسم نے ''العتبیۃ'' میں کہا ہے کہ جب اس نے مصحف کی قسم کھائی اور پھر اس قسم کے خلاف کیا تو اس پر قسم کا کفارہ ہے۔ اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

امام شافعی نے کہا: ''القرآن کلام اللہ'' قرآن اللہ کا کلام ہے اور امام ابوعبید کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور امام ابوعبید نے کہا: جس نے قرآن کی قسم کھائی اس پر کفارہ نہیں ہے اور یہی عطاء کا قول ہے۔ اور علی بن زیاد نے امام مالک سے اسی کی مثل نقل کی ہے، البتہ ان کے مذہب میں معروف اس روایت کے خلاف ہے۔

اسماعیل بن ابی اویس نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ کے کلام میں سے کوئی چیز مخلوق نہیں ہے۔ پس امام مالک کا یہ قول قطعیت کے ساتھ یہ بتاتا ہے کہ جس نے قرآن کی قسم کھائی اور اس کے خلاف کیا تو اس پر کفارہ لازم ہے جیسا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی یا اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی اسم کی قسم کھائی اور یہ اہل السنۃ کا مذہب ہے۔

(النوادر والزیادات ج ۴ ص ۱۶)

اور علامہ ابن المنذر نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی عزت اور اس کے جلال اور اس کی کبریائی کی قسم کھائی اور پھر اس کے خلاف کیا تو اس پر کفارہ لازم ہے، پس اللہ کا کلام بھی اس کی صفت ہے تو اس کی قسم کو کھا کر اس کے خلاف کرنے پر کفارہ کا لازم ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔

اور یہ علماء اس سے استدلال کرتے ہیں کہ جس نے وجہ اللہ کی قسم کھائی، پھر اس کے خلاف کیا تو فقہاء نے کہا ہے کہ اس پر کفارہ

Marfat.com

ہے، پس اسی طرح جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کی قسم کھائی، پھر اس کے خلاف کیا تو اس پر بھی کفارہ لازم ہوگا۔

رہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ اس پر قرآن مجید کی ہر آیت کے بدلہ میں ایک کفارہ لازم ہوگا تو یہ تغلیظ پر محمول ہے اور اس کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس پر ہر صورت کے لیے کفارہ ہے اور دوسرا یہ کہے کہ اس پر قرآن مجید کے ہر کلمہ کے لیے کفارہ ہے تو ان میں کوئی فرق نہیں ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ بات کافی ہے کہ جس نے قرآن کے ساتھ حلف اٹھایا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ حلف اٹھایا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۲۹۴۔۲۹۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے کے محامل

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ پُر نہیں ہوگی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا پیر رکھ دے گا اور وہ کہے گی: بس بس! اس وقت وہ پر ہو جائے گی اور اس کے بعض حصے بعض کی طرف سکڑ جائیں گے، پس اللہ سبحانہٗ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ اور رہی جنت تو اللہ عزوجل اس کے لیے مخلوق کو پیدا کرے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۸۵۰، صحیح مسلم: ۲۸۴۶، سنن ترمذی: ۲۸۶۱، مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰)

متقدمین کے نزدیک قدم میں کوئی تاویل اور تحریف نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قدم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور مخلوق میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے اور کسی چیز پر اپنا قدم رکھنا اس چیز کی اہانت کو مستلزم ہوتا ہے، تو جب دوزخ مزید بھراؤ کا مطالبہ کرے گی تو اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اور متاخرین نے جب دیکھا کہ بہ ظاہر یہ آیت اور حدیث اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے اور اس کے اعضاء کو مستلزم ہیں تو انہوں نے قدم کی مختلف تاویلیں کیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) قدم سے مراد مقدم اعمال ہیں یعنی اہلِ دوزخ جو برے اعمال پہلے کر چکے ہیں ان اعمال کو مجسم کر کے دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔

(۲) اس سے مراد بعض مخلوق کے قدم ہیں۔

(۳) ایک مخلوق کا نام قدم ہے، اس مخلوق کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(۴) قدم انسان کے اعضاء کے آخر میں ہوتا ہے، پس جو آخری مخلوق دوزخ کی اہل ہوگی، اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(۵) جن موحدین کو دوزخ سے نکالا جائے گا ان کے بدلہ میں یہود اور نصاریٰ کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور کیونکہ وہ موحدین پر مقدم ہیں اس لیے ان کو قدم سے تعبیر فرمایا۔

(۶) ابلیس کفر میں سب پر مقدم ہے، اس لیے قدم سے مراد ابلیس ہے۔

(۷) بعض روایات میں قدم کی جگہ "رِجل" کا لفظ ہے یعنی پیر، اس کی بھی یہی تاویل ہے کہ اس سے مراد بعض مخلوق کا پیر ہے یا کسی مخلوق کا نام رِجل (پیر) ہے، اس سے وہ مخلوق مراد ہے۔

(۸) حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مخلوق کو پیدا کرے گا اور اس سے جنت کو بھر دے گا، اور دوزخ کے ذکر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ یعنی کوئی مخلوق پیدا کر کے اس کو بے قصور دوزخ میں داخل نہیں کرے گا، جب کہ بغیر کسی استحقاق کے ایک مخلوق کو جنت میں داخل کر دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ثواب کسی عمل پر موقوف نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جنت عطا فرمادے گا جنہوں نے کوئی عمل نہیں کیا جیسے کم سن بچے۔ اور عذاب دینا کفر اور برے اعمال پر موقوف ہے، سو وہ کسی بے قصور کو عذاب نہیں دے گا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۷۳۔ ۵۷۴، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

۱۳۔ بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ لَعَمْرُ اللّٰهِ

کسی شخص کا یہ کہنا کہ ''اللہ کی عمر کی قسم'' یعنی اللہ تعالیٰ کی حیات اور اس کی بقا کی قسم

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَعَمْرُكَ: لَعَيْشُكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''لعمرك'' کا معنی ہے: آپ کی زندگی کی قسم۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھائے ''لعمر اللہ''۔ امام بخاری نے اس قسم کھانے کا حکم بیان نہیں کیا، اس پر اعتماد کرتے ہوئے کہ طالب علم خود اس کے حکم کو تلاش کر لے گا اور اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی حیات اور اس کی بقاء کی قسم۔

اور الزجاج نے کہا ہے: ''لعمر اللہ'' کا معنی ہے: گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی بقاء کی قسم کھائی ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ ''لعمر اللہ'' کہنا فقہاء کوفہ اور امام مالک کے نزدیک قسم ہے، اور امام شافعی نے کہا: یہ کنایہ ہے، یعنی بغیر نیت کے یہ قسم نہیں ہوگی۔ امام اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ اور جب اس نے کہا ''لعمری'' تو الحسن البصری نے کہا: اگر اس نے یہ قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ ہے اور باقی فقہاء نے کہا کہ یہ قسم نہیں ہے، اگر اس نے قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''لعمرك'' کا معنی ہے آپ کی زندگی کی قسم''۔ اور امام ابن ابی حاتم نے اس کو اس آیت کی تفسیر میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور کہا ہے ''لعمرك'' کا معنی ہے: آپ کی حیات کی قسم! پس حیات اور عیش کا معنی ایک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۶۲۔ حَدَّثَنَا الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حِينَ قَالَ لَهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الاویسی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب ح اور ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن عمر النمیری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا، انہوں نے کہا: میں

Marfat.com

أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا فَبَرَّأَهَا اللهُ وَكُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ وَفِيهِ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ لَعَمْرُ اللهِ لَنَقْتُلَنَّهُ.

نے عروہ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ سے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، جب ان کے متعلق اہل افک (تہمت لگانے والوں نے) جو کہا سو کہا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بری کر دیا، اور ہر ایک نے اپنی حدیث میں اس حدیث کا ایک جملہ بیان کیا، اور اس حدیث میں ہے کہ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے عبد اللہ بن ابی سے عذر کو طلب کیا، تو حضرت اُسید بن حضیر کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ کی حیات کی قسم! ہم ضرور اس کو قتل کر دیں گے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۹۳، ۲۶۳۷، ۲۶۶۱، ۲۶۸۸، ۲۸۷۹، ۴۰۲۵، ۴۱۴۱، ۴۶۹۰، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۷، ۵۲۱۲، ۶۶۶۲، ۶۶۷۹، ۷۳۶۹، ۷۳۷۰، ۷۵۰۰، ۷۵۴۵، سنن ابوداؤد: ۲۱۳۸، سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۷، مسند احمد: ۲۴۳۳۸، سنن دارمی: ۲۲۰۸)

صحیح البخاری: ۶۶۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "کسی شخص کا لعمر اللہ کہنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ کی حیات کی قسم! ہم اس کو ضرور قتل کریں گے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاویسی، اس میں اُویس کی طرف نسبت ہے اور یہ اوس کی تصغیر ہے اور اوس وہ ابن سعد بن ابی سرح ہیں، ان کی طرف ایک جماعت منسوب ہوتی ہے، ان میں سے ابو القاسم عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ بن عمرو بن اوس ہیں جو امام بخاری کے شیخ ہیں اور وہ مدنی ہیں اور بہت سچے ہیں، یہ ابن ابی حاتم کا قول ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، اور یہ ابن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صالح، یہ ابن کیسان ہیں جو محمد بن مسلم بن شہاب الزہری سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ اس حدیث کی پہلی سند کے رجال ہیں۔

اور اس حدیث کی دوسری سند میں حجاج کا ذکر ہے، یہ فعّال کے وزن پر ہے، یہ ابن منہال ہیں الانماطی البصری ہیں، یہ عبد اللہ بن عمر النمیری سے روایت کرتے ہیں از یونس بن یزید الایلی از الزہری۔ یہ حدیث بہت طویل ہے اور یہ متعدد مقامات پر گزر چکی ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ کتاب الشہادات میں از ابی الربیع گزر چکی ہے۔ اور کتاب المغازی اور کتاب التفسیر اور کتاب الایمان میں از عبد اللہ بن عبد اللہ گزر چکی ہے۔ اور عنقریب یہ کتاب

التوحید اور کتاب الاعتصام میں بھی آئے گی، اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فاستعذر" یعنی عبداللہ بن ابی ابن سلول کی لگائی ہوئی تہمت سے میرا عذر کون قبول کرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۴۔ بَابٌ:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (البقرہ: ۲۲۵)

۱۴۔ باب:

اللہ تم سے تمہاری بے ارادہ کھائی ہوئی قسموں پر مواخذہ نہیں فرمائے گا، لیکن ان قسموں پر تم سے مواخذہ فرمائے گا جو تم نے پختہ ارادوں سے کھائی ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بردبار ہے O

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان سورۂ بقرہ: ۲۲۵ ہے۔ اور سورۃ المائدہ: ۸۹ میں جو آیت ہے جس کو امام بخاری نے کتاب الایمان کے شروع میں ذکر کیا ہے اور وہاں پر لغو کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے، یعنی جو بلا ارادہ اور بلا قصد قسم کھائی جائے اس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرمائے گا اور جو قصد اور ارادہ کے ساتھ قسم کھائی جائے اور پھر اس کو پورا نہ کیا جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۶۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ قَالَ قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِي قَوْلِهِ لَا وَاللّٰهِ بَلَى وَاللّٰهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے "لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ" (البقرہ: ۲۲۵) کی تفسیر میں بیان کیا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ یہ آیت کسی شخص کے اس قول کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کہتا ہے لا واللہ، وبلیٰ واللہ۔ (نہیں اللہ کی قسم، اور کیوں نہیں اللہ کی قسم!)

(صحیح البخاری: ۴۶۱۳، ۶۶۶۳، سنن ابوداؤد: ۳۲۵۴، موطا امام مالک: ۱۰۳۲)

صحیح البخاری: ۶۶۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان سورۃ البقرہ: ۲۲۵ ہے، اور اس حدیث

Marfat.com

میں بھی سورۃ البقرہ:۲۲۵ کو بیان کیا گیا ہے، اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ القطان ہیں اور ہشام کا ذکر ہے وہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد عروہ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

ابوعمر نے کہا: یحییٰ بن سعید اس آیت کریمہ کے نزول کے سبب میں منفرد ہیں اور ان کے علاوہ کسی نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''لا واللہ، بلیٰ واللہ'' کے یمینِ لغو ہونے پر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے دلائل

اس عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عنوان میں سورۃ البقرہ:۲۲۵ مراد ہے، کیونکہ سورۃ المائدہ:۸۹ کو امام بخاری نے کتاب الایمان کے شروع میں ذکر کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور وہاں پر لغو کی تفسیر گزر چکی ہے۔

امام شافعی نے اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثِ مذکور سے استدلال کیا ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کے نزول کے موقع پر حاضر تھیں، پس وہ دوسروں کی بہ نسبت اس آیت کو زیادہ جاننے والی ہیں اور انہوں نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ آیت اس کے متعلق نازل ہوئی ہے جب کوئی شخص بات بات پر کہے ''لا واللہ، بلیٰ واللہ'' اور یہی یمینِ لغو ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو امام ابوجعفر طبری المتوفی ۳۱۰ھ نے حسن بصری سے تیر اندازوں کے قصہ میں مرفوعاً روایت کی ہے کہ ان میں سے جب کوئی شخص تیر پھینکتا تو قسم کھا کر کہتا کہ اس کا تیر نشانے پر لگا ہے، پھر ظاہر ہوتا کہ اس کا تیر نشانے پر نہیں لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیر اندازوں کی قسمیں لغو ہیں، ان میں کوئی کفارہ نہیں ہے اور نہ کوئی سزا ہے، اس حدیث میں یمینِ لغو کی وہ تفسیر کی گئی ہے جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ اور یہ حدیث ثابت نہیں ہے، کیونکہ محدثین حسن بصری کی مراسیل پر اعتماد نہیں کرتے تھے، کیونکہ حسن بصری ہر ایک سے روایت لے لیتے تھے۔

یمینِ لغو کے متعلق دیگر مذاہب

اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ لغو قسم یہ ہے کہ ایک آدمی کسی چیز پر قسم کھائے اور اس کا گمان اسی طرح ہو، پھر اس کے گمان کے خلاف ظاہر ہو، سو یہ ماضی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قسم مستقبل میں بھی داخل ہوتی ہے بایں طور کہ وہ کسی چیز کے متعلق قسم کھائے اور اس کا گمان ہو کہ وہ اسی طرح ہے، پھر جو اس نے قسم کھائی تھی اس کے خلاف ظاہر ہو، اور ربیعہ اور امام مالک اور مکحول اور امام اوزاعی اور اللیث کا بھی یہی قول ہے اور امام احمد سے اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔

اور علامہ ابن المنذر وغیرہ نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ سے اور القاسم سے، عطاء

Marfat.com

سے، شعبی سے، طاؤس سے اور حسن بصری سے اس کی مثل روایت کی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔

اور ابی قلابہ سے منقول ہے کہ ''لا واللہ، اور' بلیٰ واللہ'' یہ عرب کی لغات میں سے ایک لغت ہے، اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا، یہ کلام کے صلہ سے ہے اور اسماعیل القاضی نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ یمینِ لغو یہ ہے کہ ایک آدمی غصہ میں کوئی قسم کھائے، اور انہوں نے بعض تابعین سے کئی اقوال ذکر کیے ہیں۔ اور اس کا حاصل آٹھ اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک قول ابراہیم النخعی کا ہے کہ وہ کسی چیز پر قسم کھائے کہ وہ نہیں کرے گا، پھر وہ بھول جائے اور اس کام کو کرلے، اس کی روایت امام طبری نے کی ہے اور امام عبدالرزاق نے اس کی اپنی سند کے ساتھ حسن بصری سے روایت کی ہے اور ان سے روایت ہے: یہ ایسے ہے جیسے کوئی مرد کہے اور اللہ کی قسم یہ بات اس طرح ہے، اور وہ یہ گمان کرتا ہو کہ وہ سچا ہے اور اس طرح سے نہ ہو۔

اور امام طبری نے از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ کوئی شخص غصہ میں قسم کھائے۔ اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ اس کو حرام قرار دے جس کو اللہ نے حلال کیا ہے اور یہ اس خبر کے معارض ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس میں کفارۂ قسم واجب ہوتا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یمینِ لغو وہ ہے کہ ایک شخص اپنے خلاف دعا کرے: اگر اس نے ایسا کیا، پھر وہ ایسا کرے اور یہ معصیت کی قسم ہے اور عنقریب تین ابواب کے بعد اس پر بحث آئے گی۔

علامہ ابن العربی مالکی نے کہا ہے: یہ کہنا کہ یمینِ لغو، یمینِ معصیت ہے باطل ہے کیونکہ جو شخص معصیت کے ترک پر قسم کھاتا ہے وہ اپنی قسم کو عبادت قرار دیتا ہے اور جو شخص معصیت کے فعل پر قسم کھاتا ہے تو اس کی قسم منعقد ہو جاتی ہے اور اس سے کہا جائے گا کہ تم اس قسم کو پورا نہ کرو اور اپنی قسم کا کفارہ دو اور اگر اس نے اس کے خلاف کیا اور جس پر قسم کھائی ہے وہ کام کیا تو وہ گناہ گار ہوگا اور اس کی قسم پوری ہو جائے گی۔

ابن العربی نے کہا ہے: جس نے یہ کہا کہ یہ یمینِ غضب ہے اس کو یہ چیز رد کرتی ہے جو احادیث سے ثابت ہے یعنی جو اس باب میں مذکور ہے اور جس نے یہ کہا کہ یمینِ لغو وہ ہے کہ انسان اپنے خلاف دعا کرے کہ اگر اس نے ایسا کیا تو یہ ہوگا یا اس نے نہیں کیا، پس لغو وہ بر طریقِ کفارہ ہے اور قسم منعقد ہو جائے گی اور تحقیق یہ ہے کہ اس سے مواخذہ کیا جائے گا، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ انسان کو اپنے خلاف دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اور جس نے یہ کہا کہ یہ وہ قسم ہے جس میں کفارہ ہوتا ہے اس کا یمینِ لغو سے تعلق نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یمینِ لغو سے مواخذہ کو مطلقاً اٹھا لیا ہے، پس یمینِ لغو میں نہ کوئی گناہ ہے اور نہ کفارہ۔ پس یمینِ لغو کی اس کے ساتھ کیسے تفسیر کی جائے گی جس میں کفارہ ہے، اور کفارہ کا ثبوت مواخذہ کے وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۲۷-۲۸۷، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

یمینِ لغو کے متعلق فقہاءِ حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین ابی محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی الدمشقی الحنبلی المتوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

وہ قسم جو انسان کی زبان پر اس کی بات کے دوران بلا قصد جاری ہوتی ہے اس میں کوئی کفارہ نہیں ہوتا، یہ اکثر اہلِ علم کا قول ہے

Marfat.com

کیونکہ یہ یمینِ لغو ہے۔ عبد اللہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے، انہوں نے کہا: لغو میرے نزدیک وہ قسم ہے کہ ایک آدمی کسی چیز پر قسم کھائے اور اس کا گمان یہ ہو کہ وہ چیز اسی طرح سے ہے اور ایک مرد قسم کھائے اور اس کے دل میں کسی چیز کا عقد نہ ہو اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یمینِ لغو وہ ہے جس قسم کے ساتھ اس کے دل کا عقد نہیں ہوتا وہ حضرت عمر ہیں، حضرت عائشہ ہیں رضی اللہ عنہا۔ اور یہی عطاء، القاسم، عکرمہ، شعبی اور امام شافعی کا قول ہے، کیونکہ عطاء سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یعنی یمینِ لغو مرد کا وہ کلام ہے جو اس کے گھر میں ہو "لا واللہ، وبلیٰ واللہ"۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۵۴)

اور عطاء نے کہا: اس حدیث کی روایت زہری نے اور عبد الملک بن ابی سلیمان نے اور مالک بن مغول نے از عطاء از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موقوفاً کی ہے اور زہری نے روایت کی ہے کہ عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی کہ لغو قسمیں وہ ہیں جو جھگڑے کے دوران ہوں اور مذاق کے دوران ہوں اور وہ بات جس کے ساتھ دل کا عقد نہ ہو۔ اور کفارہ کی قسمیں وہ ہیں ہر وہ قسم جس میں کسی چیز پر قسم کھائے حالتِ غضب میں یا دوسری حالت میں کہ وہ ضرور یہ کام کرے گا یا وہ ضرور یہ کام ترک کرے گا، پس یہ ان قسموں کا عقد ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے کفارہ کو فرض کیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۴۹)

اور اس لیے کہ لغو کلامِ عرب میں اس کلام کو کہتے ہیں جس میں زبان کی بات پر دل کا عقد نہ ہو اور یہ اسی طرح ہے۔ اور جن فقہاء نے کہا ہے کہ اس قسم میں کفارہ نہیں ہوتا وہ حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابو مالک، حضرت زرارہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری، النخعی اور امام مالک ہیں اور یہ ان فقہاء کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ یہ یمینِ لغو ہے، اور اس مسئلہ میں ہمیں کسی کے خلاف کا علم نہیں ہے اور اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

(المائدہ: ۸۹)

اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا، سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو)، اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو O

جس قسم پر مواخذہ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں قسم پوری نہ کرنے کی صورت میں کفارہ لازم کیا ہے اور یمینِ لغو میں مواخذہ کی نفی کفارہ کی نفی کو مستلزم ہے کیونکہ مواخذہ کرنے میں یہ احتمال ہے کہ اس میں کفارہ کو واجب کیا ہے اس دلیل سے کہ کفارہ ان قسموں میں واجب ہوتا ہے جن قسموں میں کوئی گناہ نہیں ہے، اور جب کہ مواخذہ کفارہ کو واجب کرنا ہے اور یمینِ لغو میں اس کی نفی کر دی ہے تو اس میں کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

Marfat.com

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے جن صحابہ کا نام لیا ہے اور ہمارے علم میں نہیں ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی ان کا مخالف ہو تو گویا اس پر اجماع ہو گیا اور اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو لغو کی تفسیر کی ہے اور ان قسموں کا بیان کیا ہے جن میں کفارہ ہے تو اس سے کلام اللہ کی تفسیر نکل آئی اور صحابی کی تفسیر مقبول ہے۔

۱۷۸۲۔ مسئلہ: اور جس نے کسی چیز پر قسم کھائی اور وہ اپنی قسم کے مطابق گمان کرتا تھا اور واقع میں اس طرح نہیں ہے جس طرح اس نے قسم کھائی ہے تو اس میں کوئی کفارہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ بھی یمینِ لغو ہے۔

اور اکثر اہلِ علم کا یہ مذہب ہے کہ اس قسم میں کفارہ نہیں ہے، اس کو علامہ ابن المنذر نے بیان کیا ہے اور وہ اس کو حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو مالک اور حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری، ابراہیم نخعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ثوری سے روایت کرتے ہیں۔ اور جن فقہاء نے یہ کہا کہ یہ یمینِ لغو ہے وہ مجاہد ہیں اور سلیمان بن یسار، الاوزاعی، الثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ہیں۔ اور اکثر اہلِ علم کا یہ مذہب ہے کہ یہ یمینِ لغو ہے اور اس میں کوئی کفارہ نہیں ہے۔ امام ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے اور ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ جس شخص نے کسی چیز پر اس گمان سے قسم کھائی کہ وہ حق ہے، پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو یہ یمینِ لغو ہے اور اس میں کفارہ ہے اور یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے۔ اور امام احمد سے مروی ہے کہ اس میں کفارہ ہے اور یہ یمینِ لغو نہیں ہے کیونکہ یہ قسم مخالفت کے ساتھ پائی گئی، پس اس میں کفارہ واجب ہے جیسے کوئی مستقبل پر قسم کھائے۔

اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ''لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ'' (المائدہ:۸۹) اور یہ قسم بھی اسی میں سے ہے۔ اور اس لیے کہ یہ وہ قسم ہے جو منعقد نہیں ہے، پس اس میں کفارہ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ یمینِ غموس میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ اور اس لیے کہ یہ غیر مکسوب ہے کیونکہ اس نے جس چیز پر قسم کھائی تھی اس کا خلاف ظاہر ہوا، پس یہ اس کے مشابہ ہے کہ جس نے بھول کر قسم توڑ دی۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ ماضی کی قسم میں کفارہ نہیں ہوتا، کیونکہ قسم کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے جس میں قسم کھانے والا صادق ہوتا ہے تو اس میں بالاجماع کفارہ نہیں ہے، ایک وہ قسم ہے جس میں قسم کھانے والا عمداً جھوٹ بولتا ہے تو وہ یمینِ غموس ہے، اس میں بھی کفارہ نہیں ہے اور پھر وہ بہت سنگین جرم ہے کہ اس میں کفارہ ہو۔ اور جس چیز کو وہ حق گمان کرتا تھا، پھر اس کے برخلاف ظاہر ہوا تو اس میں کفارہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ یمینِ لغو ہے۔ اور رہی وہ قسم جو اس نے مستقبل کے کسی کام پر کھائی اور اس کے دل میں اس قسم کا عقد تھا اور اس نے قسم کا قصد کیا، پھر اس کے خلاف کیا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ اور جس قسم پر اس کے دل میں عقد نہیں تھا اور اس نے قسم کا قصد نہیں کیا اور وہ اس کی زبان پر بلا قصد جاری ہو گیا تو وہ یمینِ لغو ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کلام اسی پر دلالت کرتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ لغو قسمیں وہ ہیں جو جھگڑے پہ کھائی جائیں اور مذاق میں کھائی جائیں اور اس بات میں کھائی جائیں جس میں دل کا عقد نہیں ہے۔ اور قسموں کا کفارہ ہر اس قسم میں ہوتا ہے جس میں اس نے غضب کی صورت میں قسم کھائی یا دوسری حالت میں کہ وہ ضرور ایسا کرے گا یا نہیں کرے گا، پس یہ ان قسموں کا عقد ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کفارہ کو فرض کیا ہے۔ الثوری نے اپنی جامع میں کہا ہے کہ قسمیں چار ہیں، دو قسموں میں کفارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد قسم کھائے اللہ کی قسم! میں یہ کام نہیں کروں گا، پھر وہ کام کر لے یا وہ کہے: اللہ کی قسم! میں یہ کام ضرور کروں گا، پھر وہ کام نہ کرے تو اس میں کفارہ ہے۔ اور

Marfat.com

دوقسموں میں کفارہ نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ قسم کھائے اللہ کی قسم! میں نے یہ کام نہیں کیا حالانکہ اس نے یہ کام کیا ہے، یا قسم کھائے اللہ کی قسم! میں نے یہ کام کیا ہے اور اس نے وہ کام نہیں کیا۔ (المغنی ج ۱۳ ص ۲۰۳-۲۰۸، دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی کی اس مفصل اور مدلل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یمینِ لغو کی دوقسمیں ہیں، ایک وہ قسم ہے جو انسان کی زبان پر بلاقصد جاری ہوتی ہے اور اس کے دل میں اس قسم پر عقد نہیں ہوتا جیسے کوئی شخص بات بات پر کہے "لا واللہ، بلی واللہ" اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ اور یمینِ لغو کی دوسری قسم وہ ہے کہ انسان اپنی دانست اور اپنے گمان میں کسی چیز پر قسم کھائے کہ یہ کام اس طرح ہے اور واقع میں وہ کام اس طرح نہ ہو، تو یہ یمینِ لغو ہے کیونکہ اس قسم میں کوئی گناہ نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنی دانست اور اپنے گمان کے مطابق واقع کے خلاف قسم کھا رہا ہے اور اس میں کوئی کفارہ بھی نہیں ہے کیونکہ اس نے ماضی کے متعلق قسم کھائی ہے اور کفارہ کا تعلق مستقبل میں کھائی ہوئی قسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ سو جب اس قسم میں نہ کوئی گناہ ہے اور نہ کوئی کفارہ ہے تو پھر یہ یمینِ لغو ہے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء کا مذہب ہے۔

یمینِ لغو کے متعلق مذاہبِ فقہاء

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، لکھتے ہیں:

یمینِ لغو یہ ہے کہ انسان ماضی یا حال کی کسی بات پر اپنی دانست میں سچی قسم کھائے اور درحقیقت وہ جھوٹ ہو، اس کو لغو اس لیے کہتے ہیں کہ اس پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوتا نہ گناہ نہ کفارہ، اس میں قسم کھانے والے کی بخشش کی امید کی گئی ہے۔ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ یمینِ لغو اس قسم کو کہتے ہیں جو انسان کی زبان پر بلاقصد جاری ہو، جیسے لا واللہ، بلی واللہ "نہیں خدا کی قسم، ہاں خدا کی قسم"۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۳ ص ۴۷-۴۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۰ھ، لکھتے ہیں:

یمینِ لغو کی جو تعریف مصنف نے ذکر کی ہے "ہدایہ" اس کی شروحات اور دیگر متون میں اسی طرح لکھا ہے لیکن علامہ زیلعی نے امام ابوحنیفہ سے امام شافعی کی طرح یمینِ لغو کی تعریف نقل کی ہے، اسی طرح "بدائع" میں ہمارے اصحاب کی طرف سے پہلے پہلی تعریف نقل کی ہے، پھر لکھا ہے: امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ لوگوں کی زبان پر جو "نہیں خدا کی قسم اور ہاں خدا کی قسم" جاری ہوتا ہے یہ یمینِ لغو ہے۔ ہمارے نزدیک یہ قسم ماضی اور حال پر موقوف ہے اور ہمارے نزدیک یہ یمینِ لغو ہے اور ہمارے اور امام شافعی کے درمیان اختلاف کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بلاقصد مستقبل کے متعلق قسم کھائے تو یہ امام شافعی کے نزدیک یمینِ لغو ہے اور اس میں کفارہ نہیں ہے، اور ہمارے نزدیک یہ یمینِ منعقدہ ہے اور اس میں کفارہ ہے۔ یمینِ لغو صرف وہ ہے جو ماضی یا حال کے متعلق بلاقصد کھائی جائے۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۴۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب الماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، لکھتے ہیں:

یمینِ لغو وہ ہے جو زبان پر بلاقصد جاری ہوتی ہے جیسے "نہیں خدا کی قسم اور ہاں خدا کی قسم" یہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور امام شافعی کا یہی قول ہے۔ (النکت والعیون ج ۱ ص ۲۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابوالفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

یمینِ لغو میں ایک قول یہ ہے کہ ایک شخص اپنے گمان کے مطابق کسی بات پر قسم کھائے، پھر اس پر منکشف ہو کہ واقعہ اس کے خلاف ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء، شعبی، ابن جبیر، مجاہد، قتادہ، امام مالک اور مقاتل کا بھی یہی قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کوئی شخص قسم کھانے کے قصد کے بغیر کہے "نہیں خدا کی قسم، ہاں خدا کی قسم" یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، طاؤس، عروہ، نخعی اور امام شافعی کا قول ہے۔ اس قول پر اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے: "لیکن اللہ ان قسموں پر تم سے مواخذہ کرے گا جو تم نے پختہ ارادوں سے کھائی ہیں"، یہ دونوں قول امام احمد سے منقول ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آدمی غصہ میں جو قسم کھائے وہ یمینِ لغو ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ آدمی کسی گناہ پر قسم کھائے، پھر قسم توڑ کر کفارہ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور وہ یمینِ لغو ہے، یہ سعید بن جبیر کا قول ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ آدمی کسی چیز پر قسم کھائے، پھر اس کو بھول جائے، یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے۔

(زاد المسیر ج ۱ ص ۲۵۴۔ ۲۵۵، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ، لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک یمینِ لغو یہ ہے کہ آدمی اپنے گمان کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور واقعہ اس کے خلاف ہو۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۲۴۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ)

۱۵۔ بَابٌ: إِذَا حَنِثَ نَاسِيًا فِي الْأَيْمَانِ — جب قسموں میں کسی شخص نے بھول کر قسم توڑ دی

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ۔ (الاحزاب:۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اگر تم نے غلطی سے بلا ارادہ کہا ہے تو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے"۔

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ۔ (الکہف:۷۳)

اور نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:) جو چیز میں بھول گیا ہوں اس پر میری گرفت نہ کیجئے"۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی قسم کھانے والا بھولے سے قسم توڑ دے۔ امام بخاری نے عنوان میں اس کا حکم نہیں بیان کیا جیسا کہ امام بخاری کی گزشتہ ابواب میں عادت ہے۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: "اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اگر تم نے غلطی سے بلا ارادہ کہا ہے تو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے"۔

یعنی تم پر اس کام میں کوئی گناہ نہیں ہے جو کام تم نے خطاء سے کیا ہے لیکن گناہ اس کام میں ہے جس کو تم عمداً کرو گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے تھے اور کہتے تھے "زید بن محمد"، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے منع فرما دیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ان کے آباء کی طرف منسوب کریں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں، پھر فرمایا:

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ۔ (الاحزاب:۵) "اگر تم نے غلطی سے بلا ارادہ کہا ہے تو اس میں تم پر کوئی گرفت

Marfat.com

نہیں ہے"۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ ممانعت سے پہلے کا حکم ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حکم بر سبیل عموم ہے، پس اس میں ہر خطاء کرنے والا داخل ہوگا۔ اور امام بخاری کی غرض وہ ہے جس پر اس باب کی حدیث دلالت کرتی ہے۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: اور نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:) جو چیز میں بھول گیا ہوں اس پر میری گرفت نہ کیجئے"۔ (الکہف: ۷۳)

یہ دوسری آیت ہے جو سورۂ کہف میں مذکور ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا: "جو چیز میں بھول گیا ہوں اس پر میری گرفت نہ کیجئے"۔ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کشتی توڑنے کا معاملہ ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ نسیان تھا، اور دوسری مرتبہ ان کا معاملہ عذر تھا، اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر اس سے زیادہ قصے بیان فرماتا۔ اور اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو شخص بھول جائے اور قسم توڑ بیٹھے تو اس سے اس کی قسم میں گرفت نہیں کی جائے گی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ خطاء صحت اور ثواب کی ضد ہے اور نسیان یاد رکھنے کی ضد ہے اور باب کے عنوان میں صرف نسیان کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے مطابق تو صرف دوسری آیت ہے۔ اور اسی طرح یہ عنوان صرف باب کی ان احادیث کے مناسب ہے جن میں نسیان کی تصریح ہے، اور پہلی آیت کی یاد رکھنے کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے، کیا یہ نہیں دیکھا گیا کہ قتل بالخطاء میں دیت واجب ہوتی ہے اور جس شخص نے کسی دوسرے کا مال خطاءً ضائع کر دیا تو اس سے تاوان لیا جاتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے پہلی آیت کا ذکر کیا اور اس باب کی احادیث کا ذکر کیا کیونکہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور ہر ایک اپنے مذہب کے موافق حکم کو مستنبط کرلے، اسی وجہ سے امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں باب کا حکم نہیں بیان کیا۔ اور امام بخاری نے ان احادیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ احادیث احکام کی اصول ہیں اور مسائل کے استنباط کا مواد ہیں جن میں یہ صلاحیت ہے کہ ان پر قیاس کیا جائے۔ اور قتلِ خطاء میں دیت واجب ہوتی ہے اور خطاءً مال کو تلف کرنے سے تاوان واجب ہوتا ہے، یہ خطاب الوضع ہے، پس اس کو غور سے سمجھو کیونکہ یہ دقیق جگہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۶۴ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا زُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَرْفَعُهُ قَالَ إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا وَسْوَسَتْ أَوْ حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ أَوْ تَكَلَّمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زُرارہ بن اوفیٰ نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے اس کے وسوسوں سے درگزر فرمالیا

Marfat.com

ہے، یا اس کے دل میں جو بات آتی ہے اس سے درگزر فرما لیا ہے جب تک وہ اس پر عمل نہ کرے یا اس پر کلام نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۲۸، ۵۲۶۹، ۶۶۶۴، صحیح مسلم: ۱۲۷، سنن ترمذی: ۱۱۸۳، سنن نسائی: ۳۴۳۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۰، مسند احمد: ۸۸۶۴)

صحیح البخاری: ۶۶۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ وسوسہ بھی دل کے عمل سے ہے جیسا کہ نسیان بھی دل کا عمل ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خَلّاد، اس میں خاء پر زبر ہے اور لام پر تشدید ہے، یہ سُلَمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مِسعر، (میم پر زیر اور سین پر جزم اور عین پر زبر ہے) یہ ابن کدام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زُرارہ (زاء پر پیش ہے) یہ ابن اوفی ہیں جو قاضی بصرہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یرفعہٗ" یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مرفوع کرتے ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: امام بخاری نے "یرفعه الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کہا، تا کہ یہ اس سے عام ہو کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے یا کسی اور صحابی سے سنا ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "تجاوز لامتی" اور ھشام کی روایت میں ہے "عن امتی" اور یہ زیادہ مناسب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یا اس کے دل میں بات آئے تو جب تک وہ اس پر کلام نہ کرے یا وہ کام نہ کرے اس سے گرفت نہیں ہوگی"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وجودِ ذہنی کی کوئی تاثیر نہیں ہے اور اعتبار صرف وجودِ قولی کا ہے قولیات میں اور وجودِ عملی کا ہے عملیات میں۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر کسی آدمی نے معصیت کے عزم کے اوپر اصرار کیا تو اس پر گرفت کی جائے گی۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس کو وسوسہ نہیں کہا جاتا اور نہ اس کو حدیثِ نفس کہا جاتا ہے بلکہ یہ دل کے عمل کی ایک قسم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قاضی ابوبکر پر رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جس نے معصیت کا "ھم" کیا تو اس سے مواخذہ کیا جائے گا اور رد کی وجہ

یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان وسوسوں سے درگزر فرمالیا ہے یا اس کے دل میں جو بات آتی ہے اس سے درگزر فرمالیا ہے جب تک وہ اس پر عمل نہ کرے یا کلام نہ کرے" اور "ھم" میں عزم نہیں ہوتا۔ اس لیے "ھم" پر مواخذہ کا قول صحیح نہیں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۳۱۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۶۶۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَوْ مُحَمَّدٌ عَنْهُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ شِهَابٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ إِذْ قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ يَا رَسُولَ اللهِ كَذَا وَكَذَا قَبْلَ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كُنْتُ أَحْسِبُ كَذَا وَكَذَا لِهَؤُلَاءِ الثَّلَاثِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم افْعَلْ وَلَا حَرَجَ لَهُنَّ كُلِّهِنَّ يَوْمَئِذٍ فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی یا محمد نے انس سے روایت کی از ابن جریج، انہوں نے کہا: میں نے ابن شہاب سے سناوہ کہتے تھے: مجھے عیسیٰ بن طلحہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے ان کو حدیث بیان کی کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم نحر کو خطبہ دے رہے تھے اس وقت ایک مرد آپ کی طرف کھڑا ہوا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! میں اس طرح اور اس طرح گمان کرتا تھا، اس سے اور اس سے پہلے، پھر دوسرا کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میں ان تینوں کے بارے میں گمان کرتا تھا اس طرح اور اس طرح، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کرو اور کوئی حرج نہیں ہے، ان تینوں کے لیے اس دن فرمایا: پس جس چیز کے متعلق بھی آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا: کرو اور کوئی حرج نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۳، ۱۲۴، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۶۶۶۵، صحیح مسلم: ۱۳۰۶، سنن ترمذی: ۹۱۶، سنن ابوداؤد: ۲۰۱۴، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۱، مسند احمد: ۶۴۴۸، موطا امام مالک: ۹۵۹، سنن دارمی: ۱۹۰۷)

صحیح البخاری: ۶۶۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ باب مذکور کا عنوان ہے "نسیان"، اور اس حدیث میں "حسبان" یعنی گمان کا ذکر ہے، سو امام بخاری نے گمان کو نسیان کے ساتھ ملا دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عثمان بن الہیثم، یہ ابن الجہم ابوعمر المؤذن البصری ہیں۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "او محمد عنہ" یعنی مجھے محمد نے ان سے حدیث بیان کی، یعنی از عثمان بن الہیث از ابن جریج۔ اور یہ محمد ابن یحییٰ الزہلی ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک عثمان اور محمد بن یحییٰ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔ الاسماعیلی

Marfat.com

نے اس حدیث کو از محمد بن یحییٰ از الزہلی از عثمان بن الہیثم روایت کیا ہے۔اور اس کی مثل کتاب اللباس کے اواخر میں باب الذریرۃ میں گزر چکی ہے، اس میں مذکور ہے: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی یا محمد نے ان سے حدیث بیان کی از ابن جریج۔الحدیث۔اور اس پر بحث گزر چکی ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج، وہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیسیٰ بن طلحہ، یہ ابن عبیداللہ التیمی القرشی ہیں۔

یہ حدیث کتاب العلم کے ''باب الفتیا'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کنت احسب کذا و کذا اقبل کذا و کذا'' یعنی میں گمان کرتا تھا کہ طواف ذبح کرنے سے پہلے ہے یا ذبح کرنا سر منڈانے سے پہلے ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ثم قام آخر'' یعنی پھر دوسرا مرد کھڑا ہوا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بھؤلا الثلاث'' اس سے مراد ہے ذبح، سر منڈانا اور طواف کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لھن'' یعنی آپ نے ان تینوں کے لیے فرمایا: کرو اور کوئی حرج نہیں ہے، یعنی تقدیم اور تاخیر میں کوئی حرج نہیں ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۱۔۲۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۶۶۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ لَا حَرَجَ قَالَ آخَرُ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ لَا حَرَجَ قَالَ آخَرُ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ لَا حَرَجَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عیاش نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز بن رفیع از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی ﷺ سے کہا کہ میں نے طوافِ زیارت رمی کرنے سے پہلے کر لیا، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، پھر دوسرے مرد نے کہا: میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، پھر تیسرے مرد نے کہا: میں نے رمی سے پہلے ذبح کر لیا، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(صحیح البخاری: ۸۴، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۶۶۶۶، صحیح مسلم: ۱۳۰۷، سنن نسائی: ۳۰۶۷، سنن ابوداؤد: ۱۹۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۰، مسند احمد: ۱۸۶۰)

صحیح البخاری: ۶۶۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں اگرچہ قسم کا ذکر نہیں ہے لیکن اس میں یہ بیان ہے کہ جو آدمی بھول کر کوئی کام کرے یا غلطی سے کوئی کام کرے تو اس سے قلمِ تکلیف اٹھالیا جاتا ہے اور اس پر گناہ نہیں ہوگا اور گرفت نہیں ہوگی، یہ علامہ کرمانی نے بیان کیا ہے، اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث اور اس کے بعد والی جو احادیث ہیں، ان سب کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اسی طریقہ پر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوبکر، اور یہ ابن عیاش ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز، یہ ابن رُفیع ہیں جو ابوعبداللہ الاسدی المکی ہیں، یہ کوفہ میں رہائش پذیر تھے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہے، جریر سے منقول ہے کہ ان کی نوے (۹۰) سے زائد سال کی عمر تھی، یہ نکاح کرتے تھے اور بس نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ان کی بیوی ان کے کثرتِ جماع سے تنگ آ کر کہتی مجھے چھوڑ دو۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عطاء، یہ ابن ابی رباح ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "زُرت قبل ان ارمی" زُرت سے مراد ہے: میں نے طواف زیارت کرلیا اور یہ طواف رکن ہے، یعنی وہ طواف ہے جو حج کا رکن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۲۔ ۲۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ، ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دونوں حدیثوں سے یہ ظاہر ہے کہ جس نے بھولے سے حج کے افعال میں سے کسی کام کو مقدم یا مؤخر کردیا تو آپ نے اس سے گناہ کی اور فدیہ کی نفی فرمائی۔ اور یہی امام مالک کا قول ہے اور ابن الماجشون نے قربانی کے مسئلہ میں اس کی مخالفت کی ہے، اور انہوں نے درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ (البقرہ:۱۹۶) اور جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک اپنے سروں کو نہ منڈاؤ۔

اس آیت میں قربانی کرنے سے پہلے سر منڈانے کو منع فرمایا ہے، سو اگر کسی نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈالیا تو اس پر فدیہ واجب ہونا چاہیے کیونکہ اس نے ممنوع کام کو کیا ہے۔

اور ابن الماجشون کا یہ قول اس لیے غلط ہے کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے: ایک شخص نے کہا: میں نے رمی سے پہلے سر منڈالیا تو آپ نے فرمایا: "اب رمی کرو اور کوئی حرج نہیں ہے"۔ اور امام مالک نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے قربانی سے پہلے سر منڈالیا تو اس کو گناہ نہیں ہوگا اور اس پر فدیہ لازم ہوگا اور دوسرے فقہاء نے کہا: اس صورت میں گناہ بھی ہوگا اور فدیہ بھی دینا ہوگا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۳۱۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۶۷۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے

Marfat.com

سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَجَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلَّى ثُمَّ سَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ فَأَعْلِمْنِي قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ وَاقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ وَتَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد مسجد میں داخل ہوا، پس اس نے نماز پڑھی، اور رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک کونے میں تھے، سو وہ آیا، پس اس نے آپ کو سلام کیا، آپ نے اس سے فرمایا: واپس جاؤ، پس تم نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ شخص واپس گیا، پس اس نے نماز پڑھی، پھر سلام کیا تو آپ نے فرمایا: ''وعلیک!'' واپس جاؤ، پس تم نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس مرد نے تیسری مرتبہ کہا کہ آپ مجھے نماز کا طریقہ سکھائیں، آپ نے فرمایا: جب تم نماز کے قیام کا ارادہ کرو تو تم مکمل وضو کرو، پھر تم قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو، پس اللہ اکبر کہو، اور تمہیں قرآن میں سے جو آسانی سے یاد ہو وہ پڑھو، پھر تم رکوع کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کرو، پھر تم اپنا سر اوپر اٹھاؤ، حتیٰ کہ تم اعتدال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، پھر تم سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرلو، پھر سجدہ سے اٹھو حتیٰ کہ سیدھے ہو اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ اطمینان سے کھڑے ہو جاؤ، پھر اپنی پوری نماز کو اسی طریقہ سے پڑھو۔

(صحیح البخاری: ۷۵۷، ۷۹۳، ۶۲۵۱، ۶۲۵۲، ۶۶۶۷، صحیح مسلم: ۳۹۷، سنن ترمذی: ۳۰۳، سنن نسائی: ۸۸۴، سنن ابوداؤد: ۸۵۶، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۰، مسند احمد: ۹۳۵۲)

صحیح البخاری: ۶۶۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ اس میں قسم کا ذکر نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کتاب الصلوۃ کے ''باب وجوب القرآن للامام والماموم'' میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ اس شخص نے کہا ''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا''۔ تو اس

Marfat.com

حیثیت سے یہ حدیث اس باب میں داخل ہوگئی۔یعنی چونکہ اس میں قسم کا ذکر ہے اس لیے اس کا کتاب الایمان میں ذکر کرنا صحیح ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسامہ، وہ حماد بن اسامہ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ بن عمرو العمری، وہ سعید المقبری ہی ہیں۔

اس حدیث میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ دلیلِ قطعی ہے کہ نماز میں اتنی قراءت جائز ہے جو آسانی سے پڑھی جا سکے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی المتوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنے کا ذکر نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا جس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں وہ واجب نہیں ہے، سو اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو جلسۂ استراحت کو واجب نہیں قرار دیتے۔

امام مالک کے نزدیک تعدیلِ ارکان فرض ہے اور ہمارا یعنی فقہاء شافعیہ کا بھی یہی مذہب ہے، ہاں روایاتِ مشہورہ میں تعدیلِ ارکان کا ذکر نہیں ہے، البتہ دیگر احادیث میں اس کا ذکر ہے جو سندِ صحیح کے ساتھ مروی ہے۔

نیز اس حدیث میں آپ نے فرمایا: ''تم جو آسانی سے قرآن پڑھ سکو وہ پڑھو'' اس حدیث کے ظاہر سے امام ابوحنیفہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: ''جو تم آسانی سے قرآن پڑھ سکو وہ پڑھو''۔اور جمہور فقہاء اس حدیث کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد جو قرآن تم کو آسانی سے یاد ہو اس کو پڑھو۔

دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ واقعہ سورہ فاتحہ کو پڑھنے کی فرضیت سے پہلے کا ہے۔اور بعض روایات میں یہ ہے کہ آپ نے اس کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا بھی حکم دیا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۳۱۵۔۳۱۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن کی تاویلات پر مصنف کا مواخذہ

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ نے نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے عدمِ فرضیت سے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے اس اعرابی کو یہ حکم دیا کہ ''جو تم قرآن میں سے آسانی سے پڑھ سکو وہ پڑھو''۔اور علامہ ابن ملقن نے جو جوابات دیئے ہیں وہ ضعیف ہیں، کیونکہ سورۃ المزمل قرآن مجید کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے اور اس میں یہ حکم ہے ''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ'' (المزمل: ۲۰) ''پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو، پڑھ لیا کرو''۔اس سے ظاہر ہوگیا کہ جب نماز ابتداءً فرض ہوئی تو سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں تھا۔(سعیدی غفرلہ)

۶۶۶۸۔حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ يَوْمَ أُحُدٍ هَزِيمَةً تُعْرَفُ فِيهِمْ فَصَرَخَ إِبْلِيسُ أَيْ عِبَادَ اللهِ أُخْرَاكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں: غزوہ احد میں مشرکین کو شکست ہوگئی جو

Marfat.com

فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ فَقَالَ أَبِي أَبِي قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا انْحَجَزُوا حَتّٰى قَتَلُوهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ مِنْهَا بَقِيَّةٌ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۰، ۳۸۲۴، ۴۰۶۵، ۶۶۶۸، ۶۸۸۳، ۶۸۹۰)

ان کے اندر معروف ہوگئی، پس ابلیس چلایا اے اللہ کے بندو! اپنے پیچھے لوٹو، پس لشکر کا پہلا گروہ پیچھے والوں پر حملہ کرنے کے لیے لوٹا، پھر لشکر کا اگلا حصہ اور پچھلا حصہ آپس میں لڑ پڑے، پھر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے دیکھا تو اچانک وہ ان کے والد تھے (جن کو مسلمان، مشرک سمجھ کر مار رہے تھے) انہوں نے کہا: یہ میرے باپ ہیں، یہ میرے باپ ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس اللہ کی قسم! وہ ان سے نہیں رکے حتیٰ کہ ان کو قتل کر دیا، پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔ عروہ نے بتایا: پس اللہ کی قسم! حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ میں ہمیشہ اس کا قلق رہا حتیٰ کہ ان کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگئی۔

صحیح البخاری: ۶۶۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جن لوگوں نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے والد کو خطایا جہالت سے قتل کر دیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر کوئی ناراضگی نہیں فرمائی، کیونکہ وہ اس سے لاعلم تھے کہ یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں، پس آپ نے ان کی جہالت کو نسیان کے منزلہ میں قرار دیا اور اس باب میں بھولے سے قسم توڑنے کا عنوان ہے۔ پس اس وجہ سے یہ حدیث اس باب میں داخل ہے۔ علاوہ ازیں اس کے اندر قسم کا بھی ذکر ہے، کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! وہ نہیں رکے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں فروہ بن ابی المغراء کا ذکر ہے، وہ ابوالقاسم الکندی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں علی بن مُسہر کا ذکر ہے، وہ ابوالحسن القرشی الکوفی ہیں جو موصل کے مضافات میں قضاء کے منصب پر تھے اور ایک سونواسی (۱۸۹) ہجری میں ان کی وفات ہوگئی۔

یہ حدیث کتاب المناقب کے آخر میں ''باب ذکر حذیفہ بن الیمان'' میں اور غزوہ احد میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ای عباد اللہ اخراکم'' یعنی ابلیس نے چلا کر کہا: اے اللہ کے بندو! ان سے ہوشیار رہو جو تمہارے پیچھے ہیں اور ان کو قتل کر دو، اور یہ خطاب مسلمانوں سے تھا۔ ابلیس کا ارادہ یہ تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کو قتل کریں، پس

مسلمانوں کے لشکر کا اگلا حصہ لشکر کے پچھلے حصے سے قتال کرنے کی طرف لوٹا یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ مشرک ہیں۔پس لشکر کے دونوں حصے ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے۔

اس حدیث میں مذکور ہے"ابی، ابی" یعنی اے میری قوم! یہ میرے باپ ہیں ان کو قتل نہ کرو، پس انہوں نے ان کے باپ کو مشرکین میں سے گمان کرتے ہوئے قتل کر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے"ما انحجزوا" یعنی وہ باز نہیں آئے اور نہ رکے حتیٰ کہ انہوں نے ان کے والد کو قتل کر دیا،"حجز یحجز" کا معنی ہے: منع کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے"ما زالت فی حذیفة منها بقیة" یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے دل میں اس کا غم باقی رہا اور ان کے والد کو جو قتل کیا گیا تھا اس پر افسوس باقی رہا۔

یہ علامہ کرمانی کی تفسیر ہے اور صحیح یہ ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پر ہمیشہ خیر باقی رہی، کیونکہ جن مسلمانوں نے ان کے والد کو غلطی سے قتل کر دیا تھا انہوں نے ان کے حق میں دعا کی اور کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے اور ان میں یہ خیر ہمیشہ رہی۔اور علامہ کرمانی کی شرح کا حاصل یہ ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس پر ہمیشہ افسوس رہا کہ ان کے والد مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۳۔۲۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ پر رد نہیں فرمایا اور نہ انکار فرمایا جنہوں نے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد کو غلطی سے قتل کر دیا تھا، یعنی شارع علیہ السلام نے ان کی جہالت کو عذر قرار دیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۳۱۶، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۶۹۔ حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَوْفٌ عَنْ خِلَاسٍ وَمُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ أَكَلَ نَاسِيًا وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عوف نے حدیث بیان کی از خلاس اور محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے روزہ کی حالت میں بھولے سے کھا لیا وہ اپنا روزہ پورا کرے، کیونکہ اس کو صرف اللہ نے کھلایا ہے اور اسی نے پلایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۳۳، ۶۶۶۹، صحیح مسلم: ۱۱۵۵، سنن ترمذی: ۷۲۱، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۸، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۳، مسند احمد: ۱۰۲۸۷، سنن دارمی: ۱۷۲۶)

صحیح البخاری: ۶۶۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں روزہ کی حالت میں بھولے سے کھانے پینے کا ذکر ہے، اگرچہ اس حدیث میں قسم کا ذکر نہیں ہے جس کی کتاب الایمان کے ساتھ مناسبت ہوتی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یوسف بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ ابن راشد القطان الکوفی ہیں، یہ بغداد میں رہائش پذیر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو اسامہ کا ذکر ہے، یہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور عوف کا ذکر ہے، یہ اعرابی کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں خلاس کا ذکر ہے، یہ ابن عمرو الہجری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد کا ذکر ہے، وہ ابن سیرین ہیں اور اس کا عطف خلاس پر ہے۔

یہ حدیث کتاب الصوم میں ''باب الصائم اذا اکل او شرب'' میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: جب کوئی روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے تو حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے عطاء، طاؤس، ابراہیم نخعی اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، سفیان ثوری، الاوزاعی، امام شافعی، ابوثور اور امام احمد اور امام اسحاق نے کہا ہے کہ اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

امام مالک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ ہم نے اجتہاد کیا ہے اور ایک روزہ کی قضاء کرنا معمولی بات ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی المتوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ جو بھول کر روزہ میں کھالے یا پی لے اس پر اس روزہ کی نہ قضاء ہے اور نہ کفارہ ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۳۱۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۷۰۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ فَمَضَى فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ انْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيمَهُ فَكَبَّرَ وَسَجَدَ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَسَلَّمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از الاعرج از عبد اللہ بن بحینہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نبی ﷺ نے نماز پڑھائی، پس آپ پہلی دو رکعتیں پڑھا کر بیٹھنے سے پہلے کھڑے ہوگئے، پھر اپنی نماز جاری رکھی، پھر جب آپ نے نماز پوری کرلی تو لوگ آپ کے سلام کرنے کے منتظر تھے، پس آپ نے اللہ اکبر کہا اور سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ (سہو) کیا، پھر آپ نے سر اٹھایا، پھر اللہ

Marfat.com

اکبر کہا اور سجدہ کیا، پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور سلام پھیر دیا۔

(صحیح البخاری:۸۲۹، ۸۳۰، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۳۰، ۶۶۷۰ صحیح مسلم:۵۷۰،سنن ترمذی:۳۹۱،سنن نسائی:۱۱۷۷،سنن ابوداؤد:۱۰۳۴،سنن ابن ماجہ:۱۲۰۷،مسند احمد:۲۲۴۲۱،موطا امام مالک:۲۱۸،سنن دارمی:۱۴۹۹)

صحیح البخاری:۶۶۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قعدہ اولیٰ کو بھولے سے ترک کر دیا، سو یہ حدیث اس حیثیت سے اس باب میں داخل ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابن ابی ذئب کا ذکر ہے، یہ محمد بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ابی ذئب ہیں اور ان کا نام ہشام بن سعد ہے اور اس حدیث کی سند میں الاعرج کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن بحسینہ کا ذکر ہے، بحسینہ ان کی ماں کا نام ہے اور ان کے والد کا نام مالک الہاشمی ہے۔

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں ''ابواب سجود السھو'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد کھڑے ہو گئے اور واپس لوٹ کر نہیں بیٹھے لیکن آپ نے سجدہ سہو کیا، اس سے معلوم ہوا کہ دو رکعت نماز کے بعد بیٹھنا فرض نہیں ہے، البتہ واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا۔ اور واجب کو ترک کرنے کی تلافی سجدہ سہو سے ہو جاتی ہے، البتہ اگر فرض کا ترک ہو جائے تو پھر نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

۶۶۷۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَّى بِهِمْ صَلَاةَ الظُّهْرِ فَزَادَ أَوْ نَقَصَ مِنْهَا قَالَ مَنْصُورٌ لَا أَدْرِي إِبْرَاهِيمُ وَهِمَ أَمْ عَلْقَمَةُ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَسَجَدَ بِهِمْ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَاتَانِ السَّجْدَتَانِ لِمَنْ لَا يَدْرِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبدالعزیز بن عبدالصمد سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ظہر کی نماز پڑھائی، پس اس میں آپ نے اضافہ کیا یا کمی کی۔ (راوی) منصور نے کہا: میں نہیں جانتا ابراہیم کو وہم ہوا ہے یا علقمہ کو (اضافہ میں یا کمی میں)۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز کم

Marfat.com

زَادَ فِي صَلَاتِهِ أَمْ نَقَصَ فَيَتَحَرَّى الصَّوَابَ فَيُتِمُّ مَا بَقِيَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ۔

ہوگئی یا آپ بھول گئے؟ آپ نے فرمایا: کیا ہوا؟ صحابہ نے بتایا آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس آپ نے دو سجدے کیے، پھر آپ نے فرمایا: یہ دو سجدے اس شخص کے لیے ہیں جو یہ نہیں جانتا کہ اس نے نماز میں اضافہ کیا ہے یا کمی کی ہے، پس وہ صحیح بات کو تلاش کرے، پھر جو نماز باقی رہ گئی ہو اس کو پورا کرے اور پھر سہو کے دو سجدے کرے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۱، ۴۰۴، ۱۲۲۶، ۶۶۷۱، ۷۲۴۹، صحیح مسلم: ۵۷۲، سنن نسائی: ۱۲۴۳، سنن ابوداؤد: ۱۰۲۰، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱، مسند احمد: ۳۵۹۱، سنن دارمی: ۱۴۹۸، سنن ترمذی: ۳۹۲)

صحیح البخاری: ۶۶۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس قول سے اخذ کی جاسکتی ہے "یا آپ بھول گئے" کیونکہ اس باب کے عنوان میں نسیان کا ذکر ہے، لیکن اس تطبیق میں "تعسف" ہے، کیونکہ اس معنی پر دلالت واضح نہیں ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو حدیث سابق کی موافقت میں ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن ابراہیم، یہ ابن راہویہ ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے انہوں نے عبدالعزیز سے سنا، اور عبدالعزیز، وہ ابن عبدالصمد العمی البصری ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: العمی کی دو قسمیں ہیں، اول وہ ہے جو بنو تمیم کے عم کے قبیلہ کی طرف منسوب ہے، اور ثانی وہ ہے جو زید بن الحواری کا لقب ہے، اور اس کو یہ لقب اس لیے دیا گیا جب بھی اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ کہتا: حتیٰ کہ میں عمی سے سوال کرلوں یعنی میں اپنے عم سے سوال کرلوں۔ اور رہے عبدالعزیز جن کا اس سند میں ذکر ہے، پس ظاہر یہ ہے کہ یہ قبیلہ کے عم کی طرف منسوب ہے اور ابن ماکولا نے ذکر کیا ہے کہ ایک جماعت عم کی طرف منسوب ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، وہ النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علقمہ، وہ ابن قیس ہیں۔

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ کے باب "التوجہ نحو القبلۃ" میں از عثمان از جریر از منصور از ابراہیم از علقمہ گزر چکی ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''فزاد او نقص'' یعنی آپ نے نماز میں اضافہ کیا یا نماز میں کمی کی، اس میں راوی کو شک ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس حدیث کے راوی منصور نے کہا:''میں نہیں جانتا کہ نماز میں اضافہ کرنے یا نماز میں کمی کرنے میں ابراہیم کو وہم ہوا ہے یا علقمہ کو وہم ہوا ہے''۔

امام لغت الجوہری نے کہا ہے کہ جب کہا جائے''وھمت فی الحساب'' تو اس کا معنی ہے: مجھ سے حساب میں غلطی ہوئی یا سہو ہوا۔ اور جب کہا جائے''وھمت فی الشیء'' تو اس کا معنی ہے کہ تمہارا وہم کسی معنی کی طرف جائے اور تم اس کے غیر کا ارادہ کرتے ہو۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ حدیث میں یہ لفظ ہے''کیا آپ نے نماز کم پڑھی ہے؟'' اس سوال میں یہ صراحت ہے کہ آپ نے نماز میں کمی کی تھی۔ پھر علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا: اس میں راوی نے اختلاط کر کے دو حدیثوں کو جمع کر دیا ہے اور ان دونوں حدیثوں میں صحت کے ساتھ فرق کیا گیا ہے، کتاب الصلوٰۃ کے باب''استقبال القبلة'' میں از منصور از ابراہیم از علقمہ از عبد اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت ہے کہ ابراہیم نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ نے اضافہ کیا یا کمی کی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ تو صحابہ نے بتایا کہ آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی ہے۔ الخ۔ اور کتاب الصلوٰۃ کے باب''سجود السھو'' میں از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت نماز پڑھا کر مڑ گئے تو آپ سے حضرت ذوالیدین نے کہا: کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ اور ہوسکتا ہے کہ اس کا یہ جواب دیا جائے کہ کمی سے مراد اس کا لازم ہے یعنی تغیر، پس گویا کہ حضرت ذوالیدین نے یوں کہا: کیا نماز کو اس کی وضع سے مغیر کر دیا گیا ہے؟ (علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: جریر نے جو منصور سے روایت کی ہے اس میں مذکور ہے: ابراہیم نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ نے اضافہ کیا یا کمی کی، پس اس روایت میں انہوں نے وثوق سے بیان کیا کہ ابراہیم ہی کو تردد ہوا تھا اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ منصور نے جب عبد العزیز کو حدیث بیان کی تو ان کو تردد تھا کہ کیا علقمہ نے یہ کہا ہے یا ابراہیم نے، اور جب انہوں نے جریر کو حدیث بیان کی تو ان کو وثوق تھا کہ ابراہیم نے یہ کہا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے''یتحری'' یعنی وہ حق بات کی تحقیق میں اجتہاد کرے اور اس پر عمل کرے جس میں کم کا ذکر ہو۔

حدیث مذکور کی شرح از مصنف

امام بخاری نے یہاں پر اس حدیث میں بہت اختصار کیا اور صحیح البخاری: ۴۰۱ میں اس کی پوری اور مفصل روایت ہے، اس میں مذکور ہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی، ابراہیم نے کہا: مجھے پتا نہیں اس نماز میں آپ نے کچھ زیادتی کی یا کچھ کمی کی، پس جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ صحابہ نے کہا: آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی، آپ نے اپنے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کیے اور ہماری طرف منہ کیا اور فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تمہیں اس کی خبر دیتا، لیکن میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں، میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو، پس جب میں بھول جاؤں تو تم

مجھے یاد دلایا کرو اور جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو تو اسے غور کر کے صحیح بات معلوم کرنی چاہیے، پھر اپنی نماز پوری کرنی چاہیے، پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرنے چاہییں۔

نسیان کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے "میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو"۔ لغت میں "نسیان" حفظ اور یاد رکھنے کی ضد ہے اور اصطلاح میں "نسیان" کا معنی ہے: دل کا کسی چیز سے غافل ہونا یعنی دل کا ایک چیز سے غافل ہو کر دوسری چیز میں مشغول ہونا بلکہ ایک چیز میں شدت اشتغال کی وجہ سے دوسری چیز سے غافل ہو جانا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "آپ نے فرمایا: پس تم مجھے یاد دلایا کرو" یعنی میں جب سلام پھیرنے کے قریب پہنچ جاؤں تو تم مجھے "سبحان اللہ" کہہ کر یاد دلایا کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے آپ نے فرمایا: "اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تم کو اس کی ضرور خبر دیتا" آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ اسلام میں احکام منسوخ بھی ہوتے رہتے تھے

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ آپ کے بعض افعال میں سہو اور نسیان ہو جاتا تھا لیکن آپ اس پر برقرار نہیں رہتے تھے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۵۱۴، دار الوفاء، ۱۴۱۹ھ)

۶۶۷۲ ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ﴿قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا﴾ قَالَ كَانَتِ الْأُولَى مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا۔

(صحیح البخاری: ۲۷۲۸، ۶۶۷۲، صحیح مسلم: ۲۳۸۰، مسند احمد: ۲۰۶۱۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: ہمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: (قرآن مجید میں مذکور ہے): (موسیٰ نے کہا:) جو چیز میں بھول گیا ہوں اس پر میری گرفت نہ کیجئے اور میرے مشن کو مجھ پر دشوار نہ کیجئے O (الکہف: ۷۳)

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول ہوئی تھی۔

صحیح البخاری: ۶۶۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ''نسیان'' یعنی بھول کا ذکر ہے، اور باب کا عنوان بھی نسیان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحمیدی، یہ عبداللہ بن الزبیر ہیں جن کو ان کے اجداد میں سے ایک ''حُمید'' کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا'' یہاں پر کچھ عبارت محذوف ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: مجھے اس آیت کا معنی بتایئے یا مطلقاً کہا: مجھے حدیث بیان کیجئے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے الخ۔

امام بخاری نے یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ قصہ کے اکثر حصہ کو حذف کر دیا اور یہ قصہ اسی سند کے ساتھ سورۃ الکہف کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور نیز یہ کتاب العلم کے باب ''الخروج فی طلب العلم'' میں بھی گزر چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۶۔۲۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسائل علمیہ میں بحث کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حُر بن قیس الفزاری میں بحث ہوئی، اور جب دو علماء میں اختلاف ہو تو کسی تیسرے بڑے عالم سے فیصلہ کرا لینا چاہیے جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرایا، اور کسی عالم کو اپنے موقف پر ضد نہیں کرنی چاہیے۔

انسان کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو، اس کو مزید علم کی جستجو میں رہنا چاہیے اور کسی سے علم حاصل کرنے میں تکلف اور جھجک سے کام نہیں لینا چاہیے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے حصول علم کے لیے روانہ ہو گئے اور سفر میں اپنے ساتھ اپنے شاگرد (حضرت یوشع بن نون علیہ السلام) کو بھی لیا اور کھانے پینے کی چیزیں بھی ہمراہ لیں اور یہ تمام چیزیں توکل کے عین مطابق ہیں خلاف نہیں ہیں۔

۶۶۷۳۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ كَتَبَ إِلَيَّ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَالَ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَكَانَ عِنْدَهُمْ ضَيْفٌ لَهُمْ فَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يَذْبَحُوا قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ لِيَأْكُلَ ضَيْفُهُمْ فَذَبَحُوا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ الذَّبْحَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عِنْدِي

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: کہ مجھے محمد بن بشار نے لکھا کہ ہم سے معاذ بن معاذ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن عون نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ان سے شعبی نے بیان کیا کہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ان کے ہاں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ ان کے واپس آنے سے پہلے کسی (حلال) جانور کو ذبح کر لیں تاکہ ان کے مہمان

Marfat.com

عَنَاقٌ جَذَعٌ عَنَاقُ لَبَنٍ هِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَكَانَ ابْنُ عَوْنٍ يَقِفُ فِي هَذَا الْمَكَانِ عَنْ حَدِيثِ الشَّعْبِيِّ وَيُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ بِمِثْلِ هَذَا الْحَدِيثِ وَيَقِفُ فِي هَذَا الْمَكَانِ وَيَقُولُ لَا أَدْرِي أَبَلَغَتْ الرُّخْصَةُ غَيْرَهُ أَمْ لَا رَوَاهُ أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

اس میں سے کھائیں، پس گھر والوں نے نمازِ عید (الاضحیٰ) سے پہلے ایک جانور ذبح کرلیا، پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ نماز کے بعد دوبارہ ذبح کریں، حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس چھ ماہ کا دودھ پیتا بکری کا بچہ ہے جس میں دو بکریوں سے زیادہ گوشت ہے۔ ابن عوف شعبی کی حدیث کے اس مقام پر رُک جاتے تھے اور محمد بن سیرین سے اسی حدیث کی طرح حدیث بیان کرتے تھے اور اس مقام پر رُک کر کہتے تھے کہ مجھے معلوم نہیں یہ رخصت دوسروں کے لیے بھی ہے یا صرف حضرت البراء رضی اللہ عنہ کے لیے ہے، اس کی روایت ایوب نے ابن سیرین سے کی ہے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی ﷺ سے۔

(صحیح البخاری: ۹۵۱، ۹۵۵، ۹۶۵، ۹۶۸، ۹۷۶، ۹۸۳، ۵۵۴۵، ۵۵۵۶، ۵۵۵۷، ۵۵۶۰، ۵۵۶۳، ۶۶۷۳، صحیح مسلم: ۱۹۶۱، سنن ترمذی: ۱۵۰۸، سنن نسائی: ۱۵۶۳، سنن ابوداؤد: ۲۸۰۰، مسند احمد: ۱۸۰۱۲، سنن دارمی: ۱۹۶۲)

صحیح البخاری: ۶۶۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

امام بخاری نے اس حدیث کی روایت مکاتبت کے صیغہ کے ساتھ کی ہے اور اس طرح کی حدیث صحیح البخاری میں صرف اسی جگہ پر ہے۔

اور محدثین نے کہا ہے کہ مکاتبت یہ ہے کہ کسی شخص کی طرف حدیث کا کوئی حصہ لکھا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مکاتبت اس مناولہ کی طرح ہے جو مقرونہ بالاجازت ہو، کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک یہ سماع کے قائم مقام ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ایسے مکاتبہ میں ''اخبرنا، حدثنا'' مطلقاً کہنا جائز ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معاذ بن معاذ، یہ مکتوب لہٗ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عون، یہ محمد بن عون ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعبی، یہ عامر بن شراحیل ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

ایک روایت میں نمازِ عید سے پہلے ذبح کرنے کی نسبت حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی طرف ہے اور دوسری روایت میں اس کی نسبت حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کی طرف ہے، ان روایات کے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے "شعبی سے روایت ہے کہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہا"۔ اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ قصہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کے لیے واقع ہوا لیکن اس سے پہلے کتاب العید میں یہ گزر چکا ہے کہ بقرہ عید کے دن جانور کو ذبح کرنے کا حکم دینے والے حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ تھے، اُس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور وہ جانور کو ذبح کر چکے تھے تو انہوں نے کہا: میرے پاس ایک بکری کا بچہ ہے۔ الحدیث۔

اور مُطرِّف کی سند کے ساتھ شعبی سے روایت ہے کہ حضرت براء نے بیان کیا کہ میرے ماموں جن کو ابو بردہ کہا جاتا تھا، انہوں نے بقرہ عید کی نماز سے پہلے جانور کو ذبح کر لیا، اور علامہ کرمانی نے ان دونوں حدیثوں میں یوں موافقت کی ہے کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ جو حضرت البراء رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے دونوں کا گھر ایک تھا تو کبھی اس واقعہ کی نسبت حضرت البراء نے اپنی طرف کر دی اور کبھی اس واقعہ کی نسبت انہوں نے اپنے ماموں کی طرف کر دی۔

اور دوسرے شارحین نے کہا: اگر اس حدیث کا مخرج اور سند ایک نہ ہوتا تو اس حدیث کو متعدد واقعات پر محمول کیا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ یہ شعبی کے راویوں کی طرف سے اختلاف آیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عندی عَناق" (عین پر زبر ہے) اور اس سے مراد ہے بکری۔

"الجذع" کی تعریف میں مختلف اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے "جذع" یہ وہ بکرا ہے جس کی عمر دوسرے سال میں پہنچی ہو۔ اور علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: اونٹ میں "الجذع" وہ ہوتا ہے جو پانچویں سال کا ہو اور گائے اور بکرے میں "الجذع" وہ ہوتا ہے جو دوسرے سال میں داخل ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ گائے میں "الجذع" وہ ہوتا ہے جو تیسرے سال میں داخل ہو اور دنبے میں "الجذع" وہ ہوتا ہے جس کا ایک سال پورا ہو گیا ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک سال سے کم ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "ابن عون اس جگہ توقف کرتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ رخصت حضرت البراء رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی ثابت ہے یا نہیں"۔ کتاب الاضاحی میں یہ گذر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بردہ سے کہا: تم بکرے کے "الجذع" کی قربانی کر دو اور تمہارے بعد کسی ایک کے لیے بکرے کے "الجذع" کی قربانی جائز نہیں ہوگی، اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں "تم اس کو ذبح کر دو اور تمہارے علاوہ دوسروں کے لیے اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۷۔۲۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی بیان کردہ "الجذع" کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: اگر علامہ عینی کی بیان کردہ تفسیر کے مطابق "الجذع" کا معنی یہ ہو کہ بکرا ایک سال کا پورا ہو کر دوسرے سال میں

Marfat.com

شروع ہوتو ایک سال کے بکرے کی قربانی تو بالاتفاق جائز ہے اور صرف دنبہ میں یہ ہے کہ اگر دنبہ چھ ماہ کا ہو اور اتنا فربہ ہو کہ ایک سال کا لگتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔تو اس حدیث کی صحت اسی وقت متحقق ہوگی جب ''الجذع'' کا معنی چھ ماہ کا ہو، کیونکہ چھ ماہ کے بکرے کی قربانی جائز نہیں ہے اور چونکہ حضرت عبداللہ بن نیار رضی اللہ عنہ کا چھ ماہ کا بکرا بہت زیادہ فربہ تھا اور اس میں دو بکریوں سے زیادہ گوشت تھا تو اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو اس کی اجازت دی اور دوسروں کو اس کی اجازت نہیں دی۔(سعیدی غفرلہٗ)

۶۶۷۴۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا قَالَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم صَلَّى يَوْمَ عِيدٍ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ قَالَ مَنْ ذَبَحَ فَلْيُبَدِّلْ مَكَانَهَا وَمَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحَ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے عید کے دن نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، پھر آپ نے فرمایا: جس نے جانور ذبح کر لیا وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا تو وہ اللہ کا نام لے کر جانور کو ذبح کرے۔

(صحیح البخاری:۹۸۵،۵۵۰۰،۵۵۶۲،۶۶۷۴،۷۴۰۰، صحیح مسلم:۱۹۶۰، سنن نسائی:۴۳۹۸، سنن ابن ماجہ:۳۱۵۲، مسند احمد:۱۸۳۲۱)

صحیح البخاری:۶۶۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی حدیثِ سابق کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، علامہ کرمانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت البراء اور حضرت جندب رضی اللہ عنہما کی حدیث کی مناسبت باب کے ساتھ اس طرح ہے کہ ذبح کے وقت اگر کسی کو مسئلہ کا علم نہ ہو یا جو شخص بھولے سے نماز سے پہلے ذبح کر دے تو ان کا حکم برابر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسود بن قیس کا ذکر ہے، یہ العبدی ابو قیس الکوفی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں جندب کا ذکر ہے، یہ جندب بن عبداللہ بن سفیان البجلی ہیں۔

یہ حدیث کتاب العیدین میں از مسلم بن ابراہیم اور کتاب الاضاحی میں از آدم گزر چکی ہے اور عنقریب یہ کتاب التوحید میں از حفص بن عمر وآئے گی۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی وہ دوبارہ قربانی کرے، اس حدیث میں آپ نے اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنا واجب ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کو کسی کام کی اجازت دیں اور دوسروں کو اس کام سے منع کر دیں تب اس کام کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دی اور دوسروں کو منع فرما دیا۔ اور محض احتمال سے بغیر دلیل کے کسی کام کی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی، جیسے بعض دیوبندی علماء کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے کر کے دو قبروں پر رکھ دیے تھے یا گاڑ دیے تھے اور ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو وہ کہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اور دوسروں کے لیے قبر پر درخت کی شاخ یا گھاس یا پھولوں کو رکھنا جائز نہیں ہے، سو خصوصیت کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں اس آیت کا ذکر کیا ہے:

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ۔ (الاحزاب: ۵) ''اگر تم نے غلطی سے بلا ارادہ کہا ہے تو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے''۔

الاحزاب: ۵ کا تعلق قصہ مخصوصہ کے ساتھ ہے اور اس کا حکم عام نہیں ہے

یہ آیت ہر چیز میں غلطی کو شامل ہے یعنی کوئی کام بھی غلطی سے کیا تو اس پر گناہ نہیں ہوگا اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت قصہ مخصوصہ میں ہے یعنی کوئی شخص کسی کو کہے: اے میرے باپ حالانکہ وہ اس کا بیٹا نہ ہو یا کوئی شخص اپنی بیوی سے حالت حیض میں جماع کرلے اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ اس کی بیوی حائضہ ہے، تو ان دونوں صورتوں میں لاعلمی سے غلطی ہونے پر گناہ نہیں ہوگا لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے اور اس آیت کا تعلق قصہ مخصوصہ سے ہے (جیسے ممانعت سے پہلے صحابہ زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہتے تھے) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص خطاءً قتل کرے تو اس پر دیت واجب ہوتی ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص خطاءً کسی کا مال ضائع کر دے تو اس پر تاوان واجب ہوتا ہے اور عنقریب اس باب میں ایسی احادیث آئیں گی جن سے ہم اس مسئلہ پر واقف ہوں گے۔

اگر کسی شخص نے بھولے سے قسم توڑ دی تو آیا اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص نے بھولے سے قسم توڑ دی آیا اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟ سو اس مسئلہ میں دو قول ہیں:

(۱) جو شخص بھولے سے قسم توڑ دے تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہے، عطاء اور عمرو بن دینار نے کہا ہے کہ جس شخص نے یہ قسم کھائی کہ

Marfat.com

وہ فلاں کام نہیں کرے گا اور اگر اس نے وہ کام کیا تو اس کی بیوی پر طلاق، پھر اس نے بھولے سے وہ کام کرلیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔

(۲) جس شخص نے بھولے سے قسم توڑ دی اس پر کفارہ واجب ہوگا، اور یہ اس جماعت کا قول ہے جن کا یہ کہنا ہے کہ ہر چیز میں کفارہ لازم ہے خواہ ظہار ہو یا طلاق ہو یا غلام کو آزاد کرنا ہو، اور یہ سعید بن جبیر، قتادہ، زہری اور ربیعہ کا قول ہے۔ اور یہی امام مالک کا اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ اور امام شافعی کے قول میں اختلاف ہے، ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ وہ شخص حانث نہیں ہوگا اور یہی زیادہ ظاہر ہے، اور دوسری مرتبہ انہوں نے کہا: وہ شخص حانث ہوجائے گا اور ان کا تیسرا قول یہ ہے کہ وہ خصوصاً طلاق کی قسم میں حانث ہوجائے گا اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

اور علامہ ابن ہبیرہ نے امام شافعی سے تین روایات نقل کی ہیں، ایک روایت میں مذکور ہے کہ وہ مطلقاً حانث ہوجائے گا (یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی)، دوسری روایت میں مذکور ہے وہ مطلقاً حانث نہیں ہوگا، اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی تھی یا اس نے ظہار کیا تھا تو حانث نہیں ہوگا اور اگر طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تھی تو حانث ہوجائے گا۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جس نے بھولے سے قسم توڑ دی اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ (البقرہ:۲۲۵)

اللہ تم سے تمہاری بے ارادہ کھائی ہوئی قسموں پر مواخذہ نہیں فرمائے گا، لیکن ان قسموں پر تم سے مواخذہ فرمائے گا جو تم نے پختہ ارادوں سے کھائی ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ (المائدہ:۸۹)

اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ میں یہ آیت مذکور ہے:

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝ (الکہف:۷۳)

(موسیٰ نے کہا:) جو چیز میں بھول گیا ہوں اس پر میری گرفت نہ کیجئے اور میرے مشن کو مجھ پر دشوار نہ کیجئے O

اور سنت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے خطاء کو اور نسیان کو اور جس کام پر ان کو مجبور کیا گیا ہو اس کے حکم کو اٹھا لیا گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ:۲۰۴۵)

پس واجب ہے کہ ہر صورت میں جو کام بھولے سے کیا گیا ہو اس پر کفارہ واجب نہ ہو۔

فقہاء نے کہا ہے: ہم نے یہ پایا کہ شریعت میں نسیان پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا مثلاً آدمی نماز میں بھولے سے کلام کرلے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی، پس واجب ہے کہ جب آدمی بھولے سے قسم کے خلاف کرے تو اس پر کفارہ واجب نہ ہو۔

Marfat.com

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت کفارہ کے وجوب کی نفی نہیں کرتی کیونکہ اس شخص نے قسم توڑ دی ہے تو اس پر گناہ نہیں ہوگا اور کفارہ واجب ہوگا، اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس پر گناہ نہیں ہوگا اور تنگی نہیں ہوگی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ قتل خطاء میں کفارہ واجب ہوتا ہے حالانکہ قتلِ خطاء میں گناہ نہیں ہے تو جس چیز کی نفی کی گئی ہے وہ گناہ ہے۔

باب مذکور کی احادیث میں نسیان اور جہالت کی وجہ سے حکم کے ساقط ہونے کی توجیہات

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: یہ احادیث جن کو امام بخاری نے اس باب میں داخل کیا ہے، امام بخاری نے ان احادیث سے یہ ثابت کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ جہالت اور نسیان کفارہ کو ساقط کرنے کا عذر ہے اور ان تمام احادیث کو یہ قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب ایک معنیٰ میں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور آپ کے اقوال سے استدلال کیا ہے کہ جہل اور خطاء کا عذر معتبر ہے اور نماز میں نسیان سے بھی استدلال کیا ہے۔

اور اس باب کی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق ہیں کہ میری امت سے خطاء اور نسیان اور جس کام پر انہیں مجبور کیا جائے اس کے حکم کو ساقط کر دیا گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۵)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس شخص نے روزہ میں بھول کر کھا لیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے اور آپ نے اس کو دوبارہ روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا۔

اور حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قعدہ کو بھول گئے اور آپ نے اس نماز کو نہیں دہرایا۔ اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھول گئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے کوئی مطالبہ نہیں کیا جب کہ انہوں نے پہلے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام سے اس وقت تک کوئی سوال نہیں کریں گے جب تک کہ وہ خود نہیں بتائیں گے، پس جب حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول پر درگزر کی حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہیں تو اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ وہ بندوں کے بھولے سے کیے ہوئے کاموں پر ان سے مواخذہ نہ فرمائے، سو امام بخاری نے اس کے ساتھ اپنے استدلال کو شروع کیا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے درگزر کرنے کی زیادہ قوی امید رکھتے تھے۔

اور اسی طرح صحابہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد کہتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے پھر منع فرمایا کہ لوگوں کو ان کے اصل آباء کی طرف منسوب کیا جائے، تو چونکہ لوگوں کی عادت تھی کہ جس کو کسی کا بیٹا بنایا جائے وہ اسے اس کی طرف منسوب کرتے تھے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو معذور قرار دیا اور یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِ۔ اگر تم نے غلطی سے بلا ارادہ کہا ہے تو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ (الاحزاب: ۵)

اسی طرح حج کے احکام میں جن مسلمانوں نے بھولے سے کسی کام کو مقدم کر دیا یا مؤخر کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا حرج" کوئی حرج نہیں ہے اور ان کو ان کی جہالت کی وجہ سے معذور فرمایا۔ اور اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حج کی فرضیت کے مفصل احکام نہیں بیان فرمائے تھے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی خود عمل کر کے حج کے احکام ظاہر فرماتے تھے تو آپ نے کسی کام کو مقدم کرنے یا مؤخر کرنے پر اس لیے کوئی فدیہ واجب نہیں کیا کہ انہوں نے غلبہ جہالت سے مقدم یا مؤخر کیا تھا اور اس میں ان کو خطاء

Marfat.com

واقع ہوئی تھی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس باب کی احادیث تو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص غلبہ جہالت کی وجہ سے کوئی غلط کام کرے تو اس کو اس کام کے دہرانے کا حکم نہیں دیا جاتا حالانکہ اس باب کی حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی نے نماز پڑھی اور اس نے تعدیلِ ارکان نہیں کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے شارع علیہ السلام نماز کی حدود بیان فرما چکے تھے اس لیے جس نے ناقص نماز پڑھی تو آپ نے اس کو معذور نہیں قرار دیا اور اس کو نماز دہرانے کا حکم دیا۔ پھر جب اس نے قسم کھا کر یہ کہا کہ اس کو اس سے اچھے نماز پڑھنے کے طریقہ کا علم نہیں ہے تو آپ نے اس کو اس کی پچھلی نمازیں دہرانے کا حکم نہیں دیا۔

اسی طرح یہ سوال ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ گذر چکا ہے کہ اگر کسی شخص سے نماز میں کوئی کمی ہوگئی یا زیادتی ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ غور کر کے صحیح طریقہ کو تلاش کرے، یہاں بھی اس کی غلطی کی وجہ سے اس کی نماز سے درگزر نہیں فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سنتوں میں سے اگر کوئی شخص کسی سنت کو ترک کر دے تو دوسری سنت سے اس کی تلافی ہوسکتی ہے جیسے اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ کو ترک کر دے تو سہو کے دو سجدے کرنے سے اس کی تلافی ہو جائے گی، لیکن اگر کوئی شخص نماز کے فرائض میں سے کسی فرض کو ترک کر دے گا تو پھر وہ نماز دہرانی ہوگی۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن نیار کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کر لی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا، اور چونکہ ان کا عذر یہ تھا کہ انہوں نے سمجھا تھا کہ مہمانوں کو کھلانے کی وجہ سے اور پڑوسیوں کو کھلانے کی وجہ سے پہلے قربانی کرنا جائز ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حکم میں یہ نرمی کی کہ وہ چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کر سکتے ہیں اور دوبارہ انہیں قربانی کرنے کا حکم اس لیے دیا تا کہ یہ ذریعہ ختم ہو جائے کہ کوئی شخص کھانے پینے کے عذر کی وجہ سے وقت سے پہلے قربانی کر دے۔

اور رہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد کے قاتل سے دیت کو ساقط کر دیا اور چونکہ ان کو پتا نہیں تھا کہ یہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں تو ان کو اس جہالت کی وجہ سے معذور قرار دیا، کیونکہ دیت ان کے اوپر نصِ قرآن سے فرض ہے اور ان پر کفارہ دینا لازم تھا۔

امام بخاری نے ان احادیث کے محامل کو نہیں بیان کیا تا کہ ہر مجتہد ان احادیث کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق منطبق کر لے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۳۰۔۱۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۶۔ بَابُ: اَلْيَمِينِ الْغَمُوسِ

عمداً جھوٹی قسم کھانا

وَلَا تَتَّخِذُوٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۞ (النحل: ۹۴)

اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا نہ بناؤ کہ قدم جمنے کے بعد پھسل جائیں اور تم عذاب چکھو گے کیونکہ تم نے (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے روکا ہے اور تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہے O

دَخَلًا: مَكْرًا وَخِيَانَةً "دخلا" کا معنی ہے: سازش اور خیانت۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں "الیمین الغموس" کا حکم بیان کیا گیا ہے، "غموس" کے لفظ میں غین پر زبر ہے اور یہ "فعول" کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے، کیونکہ "یمینِ غموس" کا معنی ہے: عمداً جھوٹی قسم کھانا۔ اور اس قسم کی وجہ سے قسم کھانے والا اپنے آپ کو دنیا میں گناہ میں ڈبو دیتا ہے اور آخرت میں دوزخ میں ڈبو دیتا ہے۔

علامہ ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

"غموس" کا لفظ "فعول" کے وزن پر ہے اور اس میں مبالغہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب لوگ جھوٹی قسم کھاتے تو وہ ایک ٹب میں خوشبو رکھ دیتے یا را کھ رکھ دیتے یا گلاب کے پھول رکھ دیتے، پھر قسم کھاتے وقت اپنے ہاتھ اس خوشبو میں ڈبوتے تا کہ اس قسم کی تاکید حاصل ہو، تو اس قسم کو غموس اس لیے کہا گیا کہ قسم کھانے والا عہد شکنی کرتا تا کہ عہد کے توڑنے میں مبالغہ ہو۔

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، نے کہا ہے: گویا کہ غموس "مفعول" کے وزن پر ہے، کیونکہ یہ "الید المغموسة" (ڈبوئے ہوئے ہاتھ) سے ماخوذ ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۴ ۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارتِ مذکورہ پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ اس شخص کا تصرف ہے جس کو عربیہ سے بالکل ذوق نہ ہو اور اس بناء پر یمینِ غموس "غمس الید" سے ماخوذ ہے نہ کہ "الید" سے اور یہ اس معنی کی بناء پر فاعل کے معنی میں ہوگا جیسا کہ کسی ذہین آدمی پر مخفی نہیں ہے۔

یمینِ غموس کی تعریف

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اور فقہاء کے نزدیک "الیمین الغموس" کی تعریف یہ ہے کہ ایک مرد کسی چیز کی قسم کھائے اور اس کو معلوم ہو کہ وہ اس قسم میں جھوٹا ہے، وہ قسم اس لیے کھائے کہ وہ اس جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی کو راضی کرے یا اس جھوٹی قسم سے کسی جرم کا عذر پیش کرے یا اس جھوٹی قسم سے کسی مسلمان کا مال ناجائز طور پر قبضہ میں کرے۔

اور ہمارے اصحابِ احناف نے کہا ہے کہ مرد کا کسی گزشتہ واقعہ پر عمداً جھوٹی قسم کھانا غموس ہے اور اگر اس کا یہ گمان ہو کہ واقعہ اسی طرح سے ہے تو پھر یہ یمینِ لغو ہے۔

یمینِ غموس کا حکم

علامہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اکثر اہلِ علم کے نزدیک یمینِ غموس میں کفارہ نہیں ہے، علامہ ابن بطال مالکی نے بھی اس کو جمہور علماء سے نقل کیا ہے۔ ابراہیم نخعی، الحسن البصری، امام مالک اور اہلِ مدینہ میں سے ان کے موافقین اور اہلِ شام میں سے امام اوزاعی اور ثوری، اور تمام فقہاء احناف، امام احمد، اسحاق، ابوثور، ابوعبید اور محدثین کا یہی مسلک ہے۔ اور امام شافعی نے کہا ہے: اس میں کفارہ ہے اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا نہ بناؤ کہ قدم جمنے کے بعد پھسل جائیں اور تم عذاب چکھو گے کیونکہ تم نے (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے روکا ہے اور تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہے''۔ (النحل: ۹۴)

اس آیت کو یمینِ غموس کے تحت ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص عمداً جھوٹی قسم کھائے، اس پر اس آیت میں وعید ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ لوگ اپنی قسموں کو مکر اور سازش کا ذریعہ بنائیں۔

النحل: ۹۴ کی تفسیر از مصنف

اس آیت کی توضیح یہ ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کو توڑ دیا اور آپ کی شریعت کا انکار کر دیا، اس کا یہ فعل لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے مانع ہوا، کیونکہ لوگ یہ سوچ سکتے ہیں کہ اگر اسلام برحق دین ہوتا تو یہ لوگ اسلام قبول کر کے اور اس پر پکی بیعت کر کے اس بیعت کو نہ توڑتے، تو یوں ان لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام اور آپ کی شریعت کی بیعت کر کے اور اس پر مؤکد قسمیں کھا کر توڑ دینا لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روک دینے کا سبب بنا اور ان کے آخرت میں بہت بڑے عذاب کا موجب ہوا کیونکہ مطلقاً قسم توڑ دینا اس قدر شدید عذاب کا موجب نہیں ہے بلکہ اس کی تلافی قسم کا کفارہ ادا کرنے سے ہو جاتی ہے۔

نیز علامہ عینی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے:

''دَخَلاً'' کا معنی ہے: مکر اور خیانت۔ اور قتادہ سے منقول ہے کہ اس کا معنی ہے خیانت اور عہد شکنی۔ اور ابوعبید نے کہا: ''دخل'' سے مراد ہر وہ کام ہے جو فساد پر مبنی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا فِرَاسٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الْكَبَائِرُ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں فراس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے الشعبی سے سنا از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: کبیرہ گناہ (یہ ہے): اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا اور یمینِ غموس (عمداً

جھوٹی قسم کھانا)۔

(صحیح البخاری: ۶۸۷۰، ۶۹۲۰، سنن ترمذی: ۳۰۲۱، سنن نسائی: ۴۰۱۱، مسند احمد: ۶۸۴۵، سنن دارمی: ۲۳۶۰)

صحیح البخاری: ۶۶۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "یمینِ غموس" اور اس حدیث میں یمینِ غموس کا حکم بیان فرمایا ہے کہ وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے النضر، یہ ابن شمیل ہیں، یہ شمل کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے فراس، یہ ابن یحییٰ المکتب ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعبی، یہ عامر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الکبائر" یہ کبیرۃ کی جمع ہے اور یہاں چار کبائر کا شمار کیا ہے اور اس کو غندر نے شعبہ سے روایت کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ "الکبائر الاشراك بالله وعقوق الوالدین، یا اس نے کہا: "الیمین الغموس"۔ اور اس حدیث میں "قتل النفس" کا شمار نہیں کیا اور عنقریب کتاب الحدود میں کبائر کا شمار آئے گا۔

گناہِ کبیرہ کی تعریف

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ فقہاء نے بیان کیا ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جو حد کو واجب کرتا ہو اور اس کی کوئی حد نہیں ہے یعنی تعریف نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: جمہور کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر شارع علیہ السلام نے خصوصیت سے وعید بیان فرمائی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک گناہ کبیرہ کی صحیح تعریف یہ ہے کہ فرض کا ترک یا حرام کا ارتکاب گناہِ کبیرہ ہے، اور واجب کا ترک یا مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہِ صغیرہ ہے۔

۱۷۔ بَابٌ:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (آل عمران: ۷۷)

باب

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O

Marfat.com

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ:۲۲۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم نیکی، تقویٰ اور لوگوں کی خیر خواہی سے بچنے کے لیے اللہ کے نام کی قسمیں کھانے کو بہانہ نہ بناؤ، اور اللہ خوب سننے والا، بہت جاننے والا ہے O

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل:۹۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کے عہد کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو، کیونکہ جو اللہ کے پاس (ایفاء عہد کا صلہ) ہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو O

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (النحل:۹۱)

اور جب تم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو، اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو جب کہ تم اللہ کو اپنا ضامن قرار دے چکے ہو، بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو O

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں ان آیات کا ذکر کیا ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ یمینِ غموس میں کوئی کفارہ نہیں ہے، کیونکہ ان آیات میں کفارہ کا ذکر نہیں کیا گیا، اسی وجہ سے ان آیات کے ذکر کے بعد اس باب کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر کیا گیا ہے، اور اس میں بھی جھوٹی قسم کھانے پر وعید ہے اور کفارہ کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: جمہور فقہاء نے ان آیات اور اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ یمینِ غموس میں کوئی کفارہ نہیں ہوگا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھوٹی قسم میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ قسم کے خلاف کرنا نافرمانی اور گناہ ہے اور اس پر آخرت میں سزا ہوگی، اور اس میں کفارہ کا ذکر نہیں کیا۔ اگر اس یمینِ غموس میں بھی اگر قسم کے خلاف کرنے پر کفارہ فرض ہوتا تو اس کا بھی ذکر کیا جاتا جیسا کہ یمینِ منعقدہ میں قسم توڑنے پر کفارہ کو فرض کیا گیا ہے۔

اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: ہمارے علم میں کوئی ایسی سنت نہیں ہے جو یمینِ غموس میں کفارہ کو واجب کرتی ہو، بلکہ حدیث ان فقہاء کے قول پر دلالت کرتی ہے جو یمینِ غموس میں کفارہ کو واجب نہیں کرتے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ تمام دلائل ائمہ شافعیہ پر حجت ہیں۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں اس آیت کا ذکر کیا گیا ہے: ''بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O'' (آل عمران:۷۷)

Marfat.com

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت الاشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جن کا بعض یہودیوں سے ایک زمین میں جھگڑا ہوا، پس یہودی نے اس زمین پر حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کی ملکیت کا انکار کیا، پس یہودی حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے یہودی سے پوچھا: کیا تم قسم کھاؤ گے؟ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ شخص تو (جھوٹی) قسم کھالے گا اور میرے مال پر قبضہ کرلے گا۔ اور عنقریب یہ حدیث آئے گی۔

علامہ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ آیت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کے متعلق نازل ہوئی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی اور یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ جھوٹی قسمیں کھائیں گے اور اس فانی دنیا کی چیزوں کے عوض اپنی قسموں کو فروخت کریں گے تو ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں فرمائے گا۔ مفسرین نے کہا: اگر وہ کفار ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بالکل کلام نہیں کرے گا اور اگر وہ مسلمان نافرمان ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے خوشی سے کلام نہیں کرے گا اور ان کو نفع نہیں پہنچائے گا اور ان کی طرف نہیں دیکھے گا یعنی ان پر رحم نہیں فرمائے گا اور ان پر مہربانی نہیں کرے گا اور فرمایا: ''ولا یزکیھم'' یعنی ان کی تحسین نہیں کرے گا۔

اور بعض فقہاء مالکیہ نے اس آیت سے اس پر بھی استدلال کیا ہے کہ عہد کا لفظ بھی قسم ہوتا ہے اور اسی طرح میثاق کا لفظ بھی قسم ہوتا ہے۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اور تم نیکی، تقویٰ اور لوگوں کی خیر خواہی سے بچنے کے لیے اللہ کے نام کی قسمیں کھانے کو بہانہ نہ بناؤ، اور اللہ خوب سننے والا، بہت جاننے والا ہے O'' (البقرہ: ۲۲۴)

علامہ نسفی نے کہا ہے: یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جب انہوں نے یہ حلف اٹھایا کہ وہ اپنے بیٹے عبدالرحمن کے ساتھ اس وقت تک صلہ رحم نہیں کریں گے جب تک وہ اسلام کو قبول نہ کرلیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے داماد کے پاس یا سسر کے پاس نہیں جائیں گے اور نہ ان سے بات کریں گے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''عرضة'' اس کا معنی ہے: تم اللہ تعالیٰ کی قسموں کو نیکی اور تقویٰ اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے علتِ مانعہ نہ بناؤ۔ پس اگر تم قسم کھاؤ کہ تم نیک کام نہیں کرو گے اور تم ان قسموں کو نیک کاموں کے نہ کرنے کی علت بنالو یا تم یہ کہو کہ ہم نے قسم کھائی ہے اور حالانکہ تم نے قسم نہ کھائی ہو۔ اور ''عرضة'' کا لفظ ''فعلة'' کے وزن پر ہے اور یہ لفظ اعتراض سے ماخوذ ہے اور جو چیز دو چیزوں کے درمیان معترض ہو وہ مانع ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''عرضة'' کا معنی ہے: حجت، یعنی تم نیکی کے کام نہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسموں کو علتِ مانعہ نہ بناؤ یا حجت نہ بناؤ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''ان تبروا'' اس سے پہلے حرف ''لا'' محذوف ہے یعنی ''ان لا تبروا'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

قسموں کو اس لیے حجت نہ بناؤ کہ تم نیک کام نہیں کرو گے۔

اس آیت میں حرف "لا" اس طرح محذوف ہے جیسا کہ اس آیت میں محذوف ہے:

یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا (النساء:۱۷۶) اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی قسموں کو اس لیے نہ کھاؤ کہ تم نیکی، تقویٰ اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کو ناپسند کرتے ہو۔

اور سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد وہ مرد ہے جو قسم کھاتا تھا کہ نہ وہ نیک کام کرے گا نہ نماز پڑھے گا اور نہ لوگوں کے درمیان صلح کرائے گا، اس سے کہا جاتا کہ تم نیک کام کیوں نہیں کرتے، تو وہ کہتا کہ میں نیک کام نہ کرنے کی قسم کھا چکا ہوں۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر ہے: "اور اللہ کے عہد کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو، کیونکہ جو اللہ کے پاس (ایفاء عہد کا صلہ) ہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو O" (النحل:۹۵)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو عہد کیا جائے اس کو پورا کرنا لازم ہے۔

بابِ مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر ہے: "اور جب تم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو، اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو جب کہ تم اللہ کو اپنا ضامن قرار دے چکے ہو، بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو O" (النحل:۹۱)

اس آیت میں بھی یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا گیا ہے اس کا پورا کرنا لازم ہے اور "کفیل" کا معنی شہید ہے، یعنی تم اللہ تعالیٰ کو اس عہد پر گواہ بنا چکے ہو۔ اس کی سعید بن جبیر نے بھی روایت کی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفیل کا معنی وکیل ہے، اس کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۰۔۳۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۷۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَأَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيقَ ذٰلِكَ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی چیز پر لازمی جھوٹی قسم کھائی تاکہ اس قسم کے ذریعہ کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا، پس اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی ہے:

Marfat.com

اَلِيمٌ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (آل عمران: ۷۷)

(صحیح البخاری: ۲۳۵۶، ۲۴۱۷، ۲۵۱۶، ۲۶۶۷، ۲۶۷۰، ۲۶۷۷، ۴۵۵۰، ۶۶۶۰، ۶۶۷۷، ۷۱۸۳، صحیح مسلم: ۱۳۸، سنن ترمذی: ۱۲۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۳، سنن ابن ماجہ: ۳۵۶۲، مسند احمد: ۴۲۰۰)

۶۶۷۷۔ فَدَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فَقَالَ مَا حَدَّثَكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالُوا كَذَا وَكَذَا قَالَ فِيَّ أُنْزِلَتْ كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِي فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ بَيِّنَتُكَ أَوْ يَمِينُهُ قُلْتُ إِذًا يَحْلِفُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ۔

پس حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے، سو انہوں نے کہا: تمہیں ابوعبدالرحمٰن نے کیا حدیث بیان کی ہے؟ لوگوں نے کہا: اس طرح اور اس طرح، تو حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی، میرے چچازاد کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا، پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: یا تو تم گواہ پیش کرو یا پھر یہ قسم کھائے گا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو جھوٹی قسم کھالے گا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی چیز کے اوپر لازمی قسم کھائی اور وہ اس قسم میں جھوٹا تھا تاکہ وہ اس قسم کے ذریعہ کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کرلے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۵۶، ۲۴۱۷، ۲۵۱۶، ۲۶۶۷، ۲۶۷۰، ۲۶۷۷، ۴۵۵۰، ۶۶۶۰، ۶۶۷۷، ۷۱۸۳، صحیح مسلم: ۱۳۸، سنن ترمذی: ۱۲۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۳، سنن ابن ماجہ: ۳۵۶۲، مسند احمد: ۴۲۰۰)

صحیح البخاری: ۶۶۷۶۔۶۶۷۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب میں جو پہلی آیت ذکر کی گئی ہے اس کے اعتبار سے اس حدیث کی مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعوانہ، یہ الوضاح الیشکری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان

ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابووائل، یہ شقیق بن سلمہ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، یہ صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

یمینِ صبر کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے''من حلف علی یمین صبر''۔

یمینِ صبر اس قسم کو کہتے ہیں جو قسم لازم کرتی ہو اور جس کے متعلق قسم کھائی جائے اس کو مجبور کرتی ہو۔اور اس کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہ قسم ہے کہ حاکم کسی مرد کو قید کر لے حتیٰ کہ وہ مرد قسم کھائے۔کہا جاتا ہے''صبرت یمینا'' یعنی میں نے اللہ کی قسم کھائی۔اور''حبس'' کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو قسم کھانے پر مجبور کیا جائے۔اور علامہ داؤدی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو کھڑا کیا جائے حتیٰ کہ وہ لوگوں کے سامنے قسم کھائے۔

حضرت امامہ بن ثعلبہ سے امام مسلم اور امام نسائی نے اس قسم کی حدیث میں یہ روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جھوٹی قسم کھانے والے کو دوزخ میں داخل کر دے گا اور اس پر جنت کو حرام فرما دے گا۔اور سنن ابوداؤد میں حضرت عمران سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھائے تو وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ سورہ آل عمران کی تفسیر میں یہ حدیث گذری ہے کہ یہ آیت اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے عصر کے بعد اپنا سودا فروخت کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی۔

علامہ بدرالدین عینی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ یہ آیت ان دونوں واقعوں کے متعلق وقتِ واحد میں نازل ہوئی ہو اور آیت کے الفاظ عام ہیں جو ان دونوں واقعات کو شامل ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہیں ابوعبدالرحمٰن نے کیا حدیث بیان کی ہے؟''۔یہ (ابوعبدالرحمٰن) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

اس جگہ دوسرا سوال یہ ہے کہ صحیح البخاری کی کتاب الرہن میں یہ حدیث اس طرح ہے کہ''پھر حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور انہوں نے کہا: تمہیں ابوعبدالرحمٰن نے کیا حدیث بیان کی ہے؟''۔اور یہاں اس حدیث میں مذکور ہے کہ''حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ تمہیں ابوعبدالرحمٰن نے کیا حدیث بیان کی ہے؟''۔سوان میں تعارض ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ان دونوں حدیثوں میں مطابقت اس طرح ہے کہ''حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے ایک مکان سے نکلے جس مکان میں وہ پہلے تھے، پھر اس مکان میں داخل ہوئے جس میں لوگ موجود تھے''۔

اور اس جگہ تیسرا سوال یہ ہے کہ عنقریب کتاب الاحکام میں الاعمش اور منصور دونوں سے ثوری کی یہ روایت ہے:''پس حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیث بیان کر رہے تھے''۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں یہاں پر موافقت اس طرح ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ''حضرت اشعث رضی اللہ عنہ اس

Marfat.com

مکان سے اس دوسرے مکان کی طرف نکلے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، اور اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیث بیان کررہے تھے اور شاید حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کسی کام میں مشغول تھے پس ان کو پتا نہیں چلا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کیا حدیث بیان کی ہے، تو حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے پوچھا کہ تمہیں ابوعبدالرحمٰن نے کیا حدیث بیان کی ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: اس طرح اور اس طرح"۔

پھر اگر تم یہ سوال کرو کہ کتاب الاشخاص میں گزر چکا ہے کہ "انہوں نے کہا: مجھ سے اشعث بن قیس کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا: تمہیں آج حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا حدیث بیان کی ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: اس طرح اور اس طرح"۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ان دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں ہے اور امام بخاری نے اس روایت کو الگ اس لیے بیان کیا ہے کہ حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "میرا اور میرے عم زاد کا ایک کنویں کے متعلق جھگڑا تھا" اور ابومعاویہ کی روایت میں ہے "ایک زمین کے متعلق جھگڑا تھا"۔ اور الاسماعیلی نے کتاب الشرب میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ راوی ابوحمزہ کنویں کے ذکر میں متفرد ہے، لیکن اسماعیلی کا یہ قول درست نہیں ہے، کیونکہ ابوعوانہ نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔ اور اکثرین کی روایت یہ ہے کہ ان کے درمیان یہ جھگڑا ایک کنویں میں تھا، حضرت اشعث رضی اللہ عنہ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ یہ کنواں ان کا ہے اور یہ ان کے خصم کی زمین میں ہے یعنی ان کے چچازاد کی زمین میں ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ ابومعاویہ کی روایت میں یہ ہے کہ میرے اور یہودیوں میں سے ایک مرد کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا تھا سو اس نے میرے دعویٰ کا انکار کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس زمین سے مراد کنویں کی زمین ہے اور تمام زمین مراد نہیں ہے اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ میرا میرے چچازاد سے جھگڑا تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ یہود سے جھگڑا تھا، ان میں بھی کوئی منافات نہیں ہے، اس لیے کہ اہلِ یمین کی ایک جماعت یہودی تھی، پھر جب یوسف ذونواس نے یمن پر غلبہ حاصل کیا اور وہاں سے حبشیوں کو نکال دیا تو وہاں اسلام آگیا اور وہ اس وقت مسلمان ہوچکے تھے۔

اور امام طبرانی نے از شعبی از حضرت الاشعث رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ مخضرمین میں سے ایک مرد نے ہمارے ایک مرد سے جھگڑا کیا جس کو خفشیش کہا جاتا تھا، اور یہ جھگڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جو اس کی زمین میں تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخضرم سے فرمایا: تم اس زمین پر اپنے حق کے متعلق گواہ پیش کرو ورنہ تمہارا خصم انکار پر قسم کھائے گا۔۔۔ الحدیث

اور یہ روایت صحیح البخاری کی اس حدیث کے مخالف ہے اور اگر یہ روایت ثابت ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔

اور ابومعاویہ کی روایت میں ہے "آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں! پھر آپ نے یہودی سے فرمایا: تم قسم کھاؤ"۔ اور ابوحمزہ کی روایت میں ہے "کیا تمہارے پاس گواہ ہیں تو میں نے کہا: میرے پاس گواہ نہیں ہیں، تو آپ نے فرمایا: پھر اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا"۔۔۔ الحدیث (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۲۔ ۳۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ٦٦٧٦، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ٨٠٤ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یمینِ غموس میں کفارہ نہ ہونے کے مزید دلائل

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے: جس شخص نے کسی کام کے نہ کرنے پر قسم کھائی، پھر اس نے دیکھا کہ اس کام کے کرنے میں خیر ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ (صحیح مسلم: ١٦٥٠)

علامہ ابن بطال مالکی فرماتے ہیں: اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور بیوی اس کا انکار کرے تو ان دونوں پر قسم پیش کی جاتی ہے اور وہ قسم کھا کر بار بار ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا: "اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے"۔ (صحیح البخاری: ٥٣١١، کتاب الطلاق، صحیح مسلم: ١٤٩٣، کتاب اللعان)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے پر لعان کرنے والوں سے توبہ کو طلب کیا کہ تم میں سے ضرور کوئی جھوٹا ہے تو وہ توبہ کرلے اور آپ نے ان پر کفارہ واجب نہیں کیا۔ اگر ان پر کفارہ واجب ہوتا تو آپ کفارہ کا ذکر فرماتے جس طرح آپ نے یہ فرمایا تھا کہ کیا تم دونوں میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے؟

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جس قسم کے سبب سے کوئی مرد کسی مالِ حرام پر قبضہ کرتا ہے تو وہ اس سے بہت سنگین ہے کہ اس قسم کا کفارہ دیا جائے۔ اور ہمیں کسی ایسی حدیث کا علم نہیں ہے جس میں یمینِ غموس میں کفارہ کو واجب کیا ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٣٠ ص ٣٢٥ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ١٤٢٩ھ)

١٨۔ بَابُ: الْيَمِينِ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَفِي الْمَعْصِيَةِ وَفِي الْغَضَبِ
جو چیز ملکیت میں نہ ہو اس کے متعلق قسم کھانا اور گناہ کے متعلق قسم کھانا اور حالتِ غضب میں قسم کھانا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس چیز کے متعلق قسم کھائے جس کا وہ مالک نہیں ہے تو اس کا کیا حکم ہے، اور جو شخص گناہ کرنے کے متعلق قسم کھائے اس کا کیا حکم ہے، اور جو شخص حالتِ غضب میں قسم کھائے اس کا کیا حکم ہے۔ امام بخاری نے ان تینوں میں سے ہر عنوان کے متعلق ترتیب سے حدیث ذکر کی ہے جس سے ان تینوں حدیثوں میں سے ہر ایک کا حکم سمجھ میں آجاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٣ ص ٣٠٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٦٦٧٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَرْسَلَنِي أَصْحَابِي إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَسْأَلُهُ الْحُمْلَانَ فَقَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از حضرت ابو بردہ از حضرت ابو موسیٰ

Marfat.com

وَاللّٰهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ وَّوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ فَلَمَّا أَتَيْتُهُ قَالَ انْطَلِقْ إِلَى أَصْحَابِكَ فَقُلْ إِنَّ اللّٰهَ أَوْ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَحْمِلُكُمْ۔

اشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: مجھے میرے اصحاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تاکہ میں آپ سے سواریوں کا سوال کروں، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں کسی چیز پر سوار نہیں کروں گا، اور میں آپ کے پاس اس وقت گیا تھا جب آپ حالتِ غضب میں تھے۔ پس جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے اصحاب کے پاس جاؤ، پس کہو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے یا کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو سواریوں پر سوار کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۳، ۴۳۸۵، ۴۴۱۵، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۶۶۲۳، ۶۶۴۹، ۶۶۷۸، ۶۶۸۰، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۱، ۷۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۶۴۹، سنن نسائی: ۳۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۱۹۰۹۴)

صحیح البخاری: ۶۶۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے جزو اول کے ساتھ مطابقت ہے جس میں مذکور ہے ''اس چیز کے متعلق قسم کھانا جس کا انسان مالک نہ ہو''۔

یہ حدیث بعینہٖ اسی سند کے ساتھ باب ''غزوہ تبوک'' کے اول میں گزر چکی ہے۔ وہاں اس حدیث کو از محمد بن العلاء از ابی اسامہ از بُرید بن عبداللہ بن ابی بُردہ روایت کیا تھا جن کا نام عامر ہے اور ایک قول ہے کہ اس حدیث کو حارث نے از ابی موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری روایت کیا ہے۔ اور یہ بُرید اپنے دادا ابی بردہ سے روایت کرتے ہیں اور ابو بُردہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور یہاں پر اس حدیث کا اختصار کیا ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ وہ ان کو سواریوں پر سوار نہیں کریں گے اور جس وقت انہوں نے سواریوں کا سوال کیا تھا اس وقت آپ ان سواریوں کے مالک نہیں تھے۔ پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھیجا اور ان کو چھ اونٹ دیئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس قسم میں احتیاط کی، پس اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ کی قسم منعقد ہوگئی تھی۔

جو شخص کسی ایسی چیز پر قسم کھائے جس کا وہ مالک نہ ہو تو قسم توڑنے پر کفارہ کے لزوم میں مذاہب فقہاء

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث میں اس کی مثال ہے کہ ایک شخص یہ قسم کھاتا ہے کہ وہ ہبہ نہیں کرے گا یا صدقہ نہیں کرے گا یا غلام آزاد نہیں کرے گا اور اس حالت میں وہ ان میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا، پھر اس کے بعد اس کو مال حاصل ہو جاتا ہے، پھر وہ ہبہ کرتا ہے یا صدقہ کرتا ہے یا غلام آزاد کرتا ہے، تو فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک اس صورت میں اس پر کفارہ

Marfat.com

لازم ہے جیسا کہ شارع علیہ السلام نے اشعریین کے ساتھ کیا۔ آپ نے اپنی قسم کا کفارہ دے دیا اور اس کام کو کیا جو بہتر تھا۔
اور اگر اس نے یہ قسم کھائی کہ وہ ہبہ نہیں کرے گا یا صدقہ نہیں کرے گا جب تک کہ اس کے پاس مال معدوم ہو اور اس نے مال کے معدوم ہونے کو ان چیزوں سے رکنے کی علت قرار دیا ہو، پھر بعد میں اس کو مال حاصل ہو گیا تو فقہاء کے نزدیک اگر اس نے ہبہ کیا یا صدقہ کیا تو اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی قسم مال کے معدوم ہونے کی صورت میں واقع ہوئی تھی نہ کہ مال کے وجوب کی صورت میں۔

جو شخص کسی غلام کا مالک نہ ہو اور اس کو آزاد کرنے کی قسم کھائے، یا جو عورت اس کے نکاح میں نہ ہو اس کو طلاق دینے کی قسم کھائے، اس کے متعلق اختلافِ فقہاء

التوضیح میں علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے: جب کسی مرد نے یہ قسم کھائی کہ اس غلام کو آزاد کرے گا جس کا وہ مالک نہیں ہے بشرطیکہ وہ مستقبل میں اگر اس کا مالک ہو گیا تو اس کو آزاد کر دے گا۔ پس امام مالک نے کہا: اگر اس نے اس غلام کے شخص کو معین کیا تھا یا قبیلہ کو یا جنس کو تو اس پر آزاد کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر اس نے کہا: میں جس غلام کا کبھی بھی مالک ہوں تو وہ آزاد ہے تو اس پر آزاد کرنا لازم نہیں ہوگا۔
اسی طرح اگر کسی مرد نے اس عورت کے متعلق کہا جو اس کے نکاح میں نہیں ہے کہ اگر وہ میرے نکاح میں آئی تو اس کو طلاق، تو اگر اس نے اس عورت کا قبیلہ معین کر دیا یا شہر معین کر دیا یا صفت کو معین کر دیا تو اگر وہ عورت اس کے نکاح میں آگئی تو اس کو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر اس نے اس عورت کا قبیلہ یا شہر یا صفت کو معین نہیں کیا تو پھر اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔
اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے: اس پر طلاق دینا بھی لازم ہوگا اور غلام کو آزاد کرنا بھی لازم ہوگا خواہ اس نے یہ بات بالعموم کہی ہو یا بالخصوص کہی ہو۔
اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس پر آزاد کرنا لازم نہیں ہوگا خواہ وہ اس کو معین کرے یا بطورِ عموم کہے۔
اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس سے منع کیا ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال کی ہیں وہ ان کو حرام کرے۔
اور فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ یہ قسم اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، پس اس پر لازم ہے کہ وہ اس قسم کو پورا کرے اگر وہ اس پر قادر ہو تو۔
اور امام شافعی کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معصیت کی نذر لازم نہیں ہے اور نہ اس چیز کی نذر لازم ہے جس کا ابن آدم مالک نہ ہو۔ اور جب اس پر اس چیز کی نذر لازم نہیں ہے جس کا وہ مالک نہ ہو تو جس چیز کا وہ مالک نہیں ہے اس کے قسم کا وہ بطریق اولیٰ مالک نہیں ہوگا، لہٰذا اس پر اس قسم کا پورا کرنا لازم نہیں ہے۔
رہی طلاق تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں طلاق کو نکاح کے بعد رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا (الاحزاب:۴۹)

اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین سے فرمایا ہے کہ جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو طلاق دو، اور ''پھر'' کا لفظ یہ بتاتا ہے کہ طلاق نکاح کے بعد متحقق ہوگی اور نکاح کے بغیر یا نکاح سے پہلے طلاق متحقق نہیں ہوگی۔ لہٰذا جس مرد نے کسی ایسی عورت کے متعلق کہا جو اس کے نکاح میں نہیں ہے کہ جب میں نے اس سے نکاح کیا تو اس کو طلاق، یا اس نے بالعموم کہا کہ میں جس عورت سے بھی نکاح کروں تو اس کو طلاق، تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ طلاق نکاح کے بعد واقع ہوتی ہے نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ از مصنف

میں کہتا ہوں: یہ پوری عبارت علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی ہے جیسا کہ شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۲۲۔۱۲۱ میں مذکور ہے۔ علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس پوری عبارت کو من وعن اور حرف بہ حرف شرح ابن بطال سے نقل کیا ہے اور ابن بطال کا حوالہ نہیں دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۳۳۰۔۳۲۹) اور علامہ عینی نے اس عبارت کے پہلے حصہ کو تو علامہ ابن بطال کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ واقع میں یہ علامہ ابن بطال ہی کی تحریر ہے، اور ''وفی التوضیح'' سے کہہ کر علامہ ابن ملقن سے نقل کیا ہے حالانکہ یہ پوری عبارت بھی شرح ابن بطال میں مذکور ہے۔ علامہ عینی نے ایسا کیوں کیا؟ اس کو میں نہیں سمجھ سکا۔

امام ابوحنیفہ کے خلاف امام شافعی کی دلیل کا مصنف کی طرف سے جواب

یہ درست ہے کہ طلاق کا وقوع نکاح منعقد ہونے کے بعد ہوتا ہے لیکن جس شخص نے یہ کہا کہ اگر میں نے اس عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق، تو فی الفور اس عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ طلاق نکاح کے بعد ہوتی ہے، لیکن اگر اس مرد نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو اب اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور یہ طلاق نکاح کے بعد ہی ہے۔ اور قرآن مجید کی جس آیت سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ تنجیزاً طلاق نکاح کے بعد ہوتی ہے اور تعلیقاً طلاق کو نکاح سے پہلے بھی معلق کرنا جائز ہے لیکن یہ طلاق نکاح کے بعد ہی واقع ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی مرد نے کہا کہ میں نے جب بھی جس عورت سے بھی نکاح کیا تو اس پر تین طلاق واقع ہوں گی اور وہ مجھ سے بائنہ ہو جائے گی تو اب وہ مرد کسی عورت سے بھی تا حیات نکاح نہیں کر سکتا۔ اور اس سے چھٹکارے کی صورت صرف یہی ہے کہ وہ شخص مذہب احناف کو چھوڑ کر امام شافعی کے مذہب کو اختیار کر لے، کیونکہ امام شافعی کے نزدیک یہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

حالتِ غضب میں کھائی ہوئی قسم اور حالتِ غضب میں دی ہوئی طلاق کے متعلق اختلافِ فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قسم کھائی کہ میں تمہیں کسی سواری پر سوار نہیں کروں گا اور اس وقت آپ حالتِ غضب میں تھے''۔

جمہور فقہاء اس شخص پر قسم کا کفارہ واجب کرتے ہیں جو حالتِ غضب میں قسم کھائے اور اس کے غضب کو اس کی قسم کے لیے تاکید قرار دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص غصہ اور غضب میں ہو تو اس کی قسم لغو ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ اور مسروق اور شعبی اور ایک جماعت سے روایت ہے کہ جو شخص غصہ میں ہو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے نہ طلاق اور نہ غلام کو آزاد کرنا۔ اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اغلاق میں طلاق نہیں ہوتی۔ (اغلاق کا مطلب ہے: مشکل اور دشوار فہم کلام) اور نیز آپ نے فرمایا: ملکیت سے پہلے غلام کو آزاد کرنا واقع نہیں ہوگا۔

اور اشعریین کی اس حدیث میں ان اقوال کا رد ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے حالتِ غضب میں قسم کھائی اور پھر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں کسی چیز پر قسم نہیں کھاؤں گا پھر میں دیکھوں کہ اس قسم کا خلاف بہتر ہے تو میں اس قسم کا خلاف کروں گا اور اس قسم کا کفارہ دوں گا۔۔الحدیث

اور رہی وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ اغلاق میں طلاق نہیں ہے، سو وہ ثابت نہیں ہے اور نہ اس میں اتنی قوت ہے کہ وہ اشعریین کی اس حدیث کے معارض ہو سکے۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے بھی اس کا المستدرک میں ذکر کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ ان ائمہ نے اس حدیث کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ اور امام ابوداؤد نے کہا: میرا گمان ہے کہ اغلاق سے مراد غضب ہے۔ اور دوسروں نے کہا کہ اغلاق سے مراد ہے اکراہ یعنی کسی کو مجبور کرنا۔ اور اس روایت میں جو محفوظ لفظ ہے وہ لفظِ اغلاق ہے جیسا کہ ابن ماجہ کی اور حاکم کی روایت ہے اور امام ابوداؤد کی روایت میں لفظِ ''غلاق'' ہے۔

اور جس حدیث میں مذکور ہے کہ ملکیت سے پہلے غلام کو آزاد کرنا نافذ نہیں ہوگا تو یہ عمرو بن شعیب کی از والد خود از جد خود مرفوعاً روایت ہے۔ اور امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی، اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ جس عورت کا انسان مالک نہ ہو، اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کی سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ اور علماء مدینہ اور فقہاء کوفہ نے کہا: اس حدیث میں اغلاق کا معنی ہے ''اکراہ'' یعنی اگر کوئی جبراً طلاق دلوائے تو وہ واقع نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۴۔۳۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۷۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حالتِ غضب میں دی ہوئی طلاق کے متعلق تحقیق

غضب کے تین درجات ہیں:

پہلا درجہ: یہ ہے کہ جس میں معمولی غصہ ہو جس کو ضبط کرنے کی انسان طاقت رکھتا ہو۔

دوسرا درجہ: اور وہ انتہائی غضب ہے جس میں غضب ناک شخص کو یہ پتا نہ چلے کہ اس کے ساتھ کھڑا ہوا انسان آسمان پر ہے یا زمین پر ہے یا وہ مرد ہے یا عورت ہے۔

تیسرا درجہ: یہ متوسط غضب ہے، یعنی وہ اپنی عقل سے یہ جان سکتا ہو کہ وہ کہاں پر ہے لیکن اپنے آپ کو اس غصہ اور غضب سے روک نہ سکتا ہو۔

پس غضب کا جو پہلا درجہ ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ وہ اس کو ضبط کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور غصہ کرنا انسان کی طبیعت میں داخل ہے۔

اور رہا دوسرا درجہ جس میں انتہائے غضب ہو، اس غضب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور علماء کا اتفاق ہے کہ ایسی حالت میں جو اس نے بات کہی ہے اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ پس تمام فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اتنی حالت میں کی ہوئی بات کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ وہ مجنون کی حالت میں ہے، نہ اس نے لفظ کا ارادہ کیا ہے اور نہ اس نے معنی کا ارادہ کیا ہے۔

اور رہا تیسرا درجہ، تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس حال میں اس کے قول کا اعتبار نہیں ہوگا، یعنی جس طرح کسی شخص سے کوئی جبری بات کہلوائی جائے تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا اسی طرح اس حالت غضب میں کہی ہوئی بات کا بھی اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ ان فقہاء کے نزدیک وہ شخص جبر کیا ہوا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اغلاق میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور اس مذہب کی بناء پر اگر اس نے غضب کے دوسرے درجہ میں طلاق کی حلف کھائی ہے تو اس کو طلاق واقع نہیں ہوگی، صحیح قول یہی ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۸۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۷۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ الْأَيْلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا فَبَرَّأَهَا اللهُ مِمَّا قَالُوا كُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝﴾ الْعَشْرَ الْآيَاتِ كُلَّهَا فِي بَرَاءَتِي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ لِقَرَابَتِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب ح اور ہمیں الحجاج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عمر النمیری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن یزید الایلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے عروہ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے سنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں، جب تہمت لگانے والوں نے ان کے متعلق کہا جو کہا، پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی تہمت سے بری قرار دے دیا، ہر ایک نے اس حدیث کا ایک ٹکڑا مجھے بیان کیا ہے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

Marfat.com

مِنْهُ وَاللّٰهِ لَا أُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُّؤْتُوْٓا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾﴾ الْآيَةَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ بَلٰى وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ فَرَجَعَ إِلٰى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِيْ كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا أَنْزِعُهَا عَنْهُ أَبَدًا

بے شک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ پر) تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک گروہ ہے، تم اس (تہمت) کو اپنے لیے شر نہ سمجھو، بلکہ وہ (مآل کے اعتبار سے) تمہارے لیے بہتر ہے، اس گروہ میں سے ہر فرد کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور جس شخص نے ان میں سے اس (تہمت) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہےO (النور:۱۱-۲۰)

یہ دس آیات ہیں جو میری براءت میں (اللہ تعالیٰ نے) نازل فرمائی ہیں۔

پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اور وہ حضرت مسطح پر اپنی قرابت کی وجہ سے خرچ کیا کرتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں اب مسطح پر کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا جب کہ انہوں نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے متعلق یہ تہمت لگائی ہے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اور تم میں سے اصحاب فضل اور ارباب وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کر دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO (النور:۲۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، اللہ کی قسم! بے شک میں ضرور اس کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے۔ پھر انہوں نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچ دینے کی طرف رجوع کر لیا جس طرح وہ پہلے ان پر خرچ کرتے تھے اور کہا: اللہ کی قسم! میں یہ خرچ ان پر کبھی بھی بند نہیں کروں گا۔

(صحیح البخاری: ۲۵۹۳، ۲۶۳۷، ۲۶۶۱، ۲۶۸۸، ۲۸۷۹، ۴۰۲۵، ۴۱۴۱، ۴۶۹۰، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۷، ۵۲۱۲، ۶۶۶۲، ۶۶۷۹، ۷۳۶۹، ۷۳۷۰، ۷۵۰۰، ۷۵۴۵، سنن ابوداؤد: ۲۱۳۸، سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۷، مسند احمد: ۲۴۳۳۸، سنن دارمی: ۲۲۰۸)

صحیح البخاری: ۶۶۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے جزو ثانی کے ساتھ مطابقت ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قسم کھانے کا ذکر ہے کہ اللہ کی قسم! میں مسطح پر کوئی چیز کبھی بھی خرچ نہیں کروں گا۔ اور یہ باب کے اس جزو کے مطابق ہے کہ اگر معصیت میں کوئی قسم کھائی ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے کیونکہ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھائی تھی کہ چونکہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی ہے اس لیے میں کبھی بھی ان کے اوپر خرچ نہیں کروں گا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے النور: ۲۲ نازل فرمائی تو انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے، اور پھر انہوں نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر جو خرچ کرتے تھے اس کو بحال کر دیا۔

پھر امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔ اور اس حدیث پر مفصل کلام کتاب المغازی کی ''حدیث الافک'' میں گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۵۔۳۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۷۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حالتِ غضب میں کھائی ہوئی طلاق کے متعلق مباحثِ فقہیہ

رہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک قسم کے متعلق ہے، انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ حضرت مسطح بن اُثاثہ رضی اللہ عنہ پر خرچ نہیں کریں گے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ قسم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترک کرنے کے متعلق تھی اور حالتِ غضب میں فضیلت کو ترک کرنے کے متعلق تھی۔ اور علماء مدینہ کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ جس شخص نے قسم کھائی کہ وہ کسی نیکی کا فعل نہیں کرے گا، پھر اس نے اس کے خلاف کو بہتر جانا اور قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ واجب ہے اور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا اور انہوں نے اپنی قسم کا کفارہ دے دیا اور جمہور فقہاء غضب ناک شخص کے اوپر کفارہ کو واجب کرتے ہیں اور اس کے غضب کو اس کی قسم کے لیے تاکید قرار دیتے ہیں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص حالتِ غضب میں ہو اس کی قسم لغو ہے اور اس پر کفارہ نہیں ہے، اور مسروق اور الشعبی اور ایک جماعت سے روایت ہے کہ جو شخص حالتِ غضب میں ہو اس پر نہ قسم لازم آتی ہے، نہ طلاق لازم آتی ہے اور نہ غلام کو آزاد کرنا لازم آتا ہے۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے، آپ نے فرمایا: ''اغلاق میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ ملکیت سے پہلے غلام آزاد ہوگا''۔ اور اشعریین کی حدیث میں اس مقالہ کا رد ہے اور اس لیے کہ شارع علیہ السلام نے حالتِ غضب میں قسم کھائی، پھر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں جس چیز پر قسم کھاؤں، پھر اس کے خلاف کو بہتر جانوں تو اس کا خلاف کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا اور یہ حدیث ان فقہاء کے رد پر حجتِ قاطعہ ہے، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنی قسم کو توڑ کر کفارہ دینا، یہ بھی ان فقہاء کے خلاف حجتِ قطعیہ ہے۔

رہی یہ حدیث کہ اغلاق میں طلاق نہیں ہے، سو یہ ثابت نہیں ہے اور نہ یہ حدیث صحیح البخاری کی ان احادیث کے خلاف معارضہ

Marfat.com

کی صلاحیت رکھتی ہے۔اسی طرح علامہ ابن بطال نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٧ ١٣، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

اور اس حدیث کی امام ابوداؤد نے اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور الحاکم نے المستدرک میں روایت کی ہے۔اور امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور ان ائمہ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا: اس حدیث کا متابع بھی ہے، پھر اس کو ذکر کیا ہے۔امام ابوداؤد نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ یہ حدیث حالتِ غضب پر محمول ہے۔اور دوسرے ائمہ نے کہا: ''اغلاق'' کا معنی ہے: اکراہ۔اور جو محفوظ لفظ ہے وہ ''اغلاق'' ہے۔اور امام ابوداؤد کی روایت میں ''غلاق'' کا لفظ ہے۔(سنن ابوداؤد: ٢١٩٣، سنن ابن ماجہ: ٢٠٤٦، المستدرک ج ٢ ص ١٩٨)

رہی وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ ملکیت سے پہلے غلام آزاد نہیں ہوگا، تو یہ عمرو بن شعیب کی از والد خود از جد خود مرفوعاً روایت ہے جس کے تم مالک نہ ہو اس میں طلاق واقع نہیں ہوگی اور نہ غلام آزاد ہوگا، سوا اس کے کہ تم مالک ہو۔اور نہ بیع نافذ ہوگی سوا اس کے جس کے تم مالک ہو۔اس حدیث کی امام ابوداؤد نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے بھی روایت کی ہے، اور حاکم کے الفاظ اس طرح ہیں کہ ''طلاق صرف اس صورت میں ہوگی جس کے تم مالک ہو'' اور کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔اور اس باب میں مروی تمام احادیث میں یہ سب سے بہتر ہے۔نیز امام ترمذی نے کہا: میں نے امام بخاری سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا کہ طلاق قبل النکاح سے پہلے کون سی حدیث زیادہ صحیح ہے تو انہوں نے کہا: عمرو بن شعیب کی یہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔(سنن ابوداؤد: ٢١٩٠، سنن ترمذی: ١١٨١، سنن نسائی: ج ٧ ص ٢٨٨)

ان احادیث میں طلاق کا ذکر نہیں ہے، البتہ سنن ابن ماجہ: ٢٠٤٧ میں طلاق کا ذکر ہے، اور الحاکم نے المستدرک ج ٤ ص ٣٠٠ میں بھی طلاق کا ذکر کیا ہے۔

اور علماء مدینہ اور علماء احناف نے اس حدیث کی تاویل کی ہے کہ اغلاق سے مراد ہے ''اکراہ'' یعنی جبر کرنا اور ان کے نزدیک یہ قسم اسی پر محمول ہے۔رہی وہ قسم جو معصیت میں کھائی جائے تو وہ اس باب سے نہیں ہے اور عنقریب اس کی تحقیق اس حدیث میں آئے گی ''جس نے اللہ کی معصیت میں نذر مانی تو وہ اللہ کی معصیت نہ کرے''۔(صحیح البخاری: ٦٦٩٦)

حالتِ غضب میں کھائی ہوئی قسم کے متعلق ظاہریہ کا موقف

شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی ٤٥٦ھ لکھتے ہیں:

ہر صورت میں قسم کا حکم برابر ہے خواہ حالتِ رضا میں قسم کھائی جائے یا حالتِ غضب میں قسم کھائی جائے یا اس پر قسم کھائی جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا یا اس پر قسم کھائی جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کرے گا، یا اس چیز پر قسم کھائی جائے جس میں نہ اطاعت ہے اور نہ معصیت ہے۔

سو ان تمام قسموں کا حکم واحد ہے، اگر اس نے عمداً قسم کو توڑ دیا تو ہر قسم توڑنے پر اس کے اوپر کفارہ لازم ہوگا۔اور اگر اس نے عمداً قسم کو نہیں توڑا یا اس نے دل سے قسم منعقد نہیں کی تھی تو اس صورت میں اس پر کفارہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِکُمْ وَ لٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ۚ فَکَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِیْکُمْ اَوْ کِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ کَفَّارَةُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْۤا اَیْمَانَکُمْ ؕ کَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ (المائدہ:۸۹)

اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا، سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو)، اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو O

پس کفارہ ہر اس قسم میں واجب ہے جس میں مرد عمداً قسم توڑتا ہے۔

اور متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ قسم لغو ہے یعنی جو قسم غضب میں کھائی جائے وہ لغو ہے اور اس میں کوئی کفارہ نہیں ہے۔

شیخ ابن حزم کہتے ہیں: یہ ایسا قول ہے جس کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ دلیل اور برہان اس قول کے خلاف قائم ہے جیسا کہ ہم نے امام بخاری کی سند سے روایت کی ہے۔ پھر شیخ ابن حزم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حال میں ملا کہ آپ غضب میں تھے، پس ہم نے آپ سے سواریوں کا سوال کیا، آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے۔۔ الحدیث۔ پس صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جو قسم حالتِ غضب میں کھائی جائے اس کو توڑنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ۚ فَکَفَّارَتُهٗ۔۔۔ الآیہ۔ (المائدہ:۸۹)

لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا، سو ان کا کفارہ۔

معصیت کی قسم کی تحقیق

رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں قسم کھانے کی ممانعت ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ ابوالبختری نے روایت کی ہے کہ ایک مرد کی دوسرے مرد نے دعوت کی، اس نے قسم کھائی کہ وہ نہیں کھائے گا، پس مہمان نے بھی قسم کھائی کہ وہ نہیں کھائے گا، پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کھاؤ اور بے شک میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تمہارے لیے اس قسم کا کفارہ دینا مستحب ہے۔ پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس صورت میں کفارہ کو صرف مستحب سمجھا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے قسم کھائی کہ وہ اپنے غلام کو سو کوڑے مارے گا، پھر اس نے اس کو کوڑے نہیں مارے، ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے اس غلام کو چھوڑ دیا اور اس کے بدلہ میں یہ کفارہ ہے۔

اور سلیمان الاحول بیان کرتے ہیں: جس نے اپنے غلام کو مارنے کی قسم کھائی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو نہ مارے اور کفارہ

Marfat.com

کے ساتھ اس قسم کو توڑنا مستحسن ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۰۴۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۳۹۲)

اور ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ جس نے قسم کھائی کہ وہ اپنے غلام کو مارے گا تو انہوں نے کہا: اگر وہ اپنی قسم کو توڑ دے تو یہ اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ وہ قسم کو پورا کر کے اس کو مارے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۰۴۱)

المعتمر نے کہا: میں نے قسم کھائی کہ میں اپنے غلام کو ماروں گا تو مجھے میرے والد نے منع کیا اور مجھے کفارہ دینے کا حکم نہیں دیا۔

اور طاؤس سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے یہ حلف اٹھایا کہ وہ اپنے غلام کو آزاد نہیں کرے گا، پھر اس نے اس غلام کو آزاد کر دیا، پھر اس شخص نے کہا: تمہارا کیا ارادہ ہے کہ کیا اس کا کفارہ دینا اس سے زیادہ ہوگا۔

اور الشعبی سے روایت ہے کہ یمین لغو ہر وہ قسم ہے جو کسی معصیت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ہے اور اس قسم کا کوئی کفارہ نہیں ہے جیسے کوئی شخص شیطان کا کفارہ دیتا ہے۔

اور عکرمہ نے کہا: جس نے کسی چیز پر قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر جانا تو اسے چاہیے کہ وہ بہتر کام کرے اور پھر یہ آیت پڑھی "لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ" (المائدہ: ۸۹)۔ انہوں نے کہا کہ یہ آیت اسی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اور مسروق سے روایت ہے کہ جس شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ اپنے باپ اور ماں کے ساتھ نیکی نہیں کرے گا تو انہوں نے کہا: اس قسم کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس کو ترک کر دے، جب یہ خبر ابن جبیر کو پہنچی تو انہوں نے کہا: وہ کچھ نہ کرے، وہ اس کام کو کرے جو خیر اور بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔

اس حدیث کی امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (ج ۵ ص ۱۶)

جو فقہاء معصیت کی قسم کے پورا کرنے کو ناجائز کہتے ہیں، ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی معصیت پر قسم کھائی تو اس کی قسم نہیں ہے، اور جس نے رحم منقطع کرنے پر قسم کھائی اس کی بھی قسم نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۹۱)

اور امام ابوداؤد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جس چیز کا ابن آدم مالک نہ ہو، اس میں نہ اس کی نذر منعقد ہوتی ہے اور نہ اس کی قسم منعقد ہوتی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کی قسم منعقد ہوتی ہے اور نہ رحم منقطع کرنے میں اس کی قسم منعقد ہوتی ہے، اور جس شخص نے کسی چیز کی قسم کھائی، پھر اس کے خلاف کو اس سے بہتر جانا، تو اسے چاہیے کہ وہ اس قسم کو چھوڑ دے اور اس کام کو کرے جو اس کے لیے بہتر ہو، پس اس قسم کو چھوڑنا ہی اس کے لیے کفارہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۷۴)

اور ابن المسیب کی حدیث ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہ تمہاری کوئی قسم ہے اور نہ کوئی نذر، اور نہ رحم منقطع کرنے میں اور نہ اس چیز میں جس کے تم مالک نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۷۲، صحیح ابن حبان: ۴۳۵۵، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۰۰)

امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں از حجاج بن منہال، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر قسم کھائی، پھر اس کے خلاف کو اس سے بہتر جانا، پس چاہیے کہ وہ اس کام کو کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔ (سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۴)

Marfat.com

امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی شافعی، متوفی ۳۲۲ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کے متعلق قسم کھائی کہ وہ اس کو ضرور مارے گا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس غلام کو چھوڑ دے، یہ اس کے کفارہ سے بہتر ہے۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۱۸۳)

شیخ سعید بن حزم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ میں نے حسن بصری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غیر کے مال میں ابن آدم کی نذر منعقد نہیں ہوتی اور نہ معصیت میں قسم منعقد ہوتی ہے۔

شیخ ابن حزم نے کہا: یہ تمام روایات صحیح نہیں ہیں۔ عمرو بن شعیب کی حدیث غلط ہے اور عمر کی حدیث منقطع ہے کیونکہ ابن المسیب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ (المحلی لابن حزم ج ۸ ص ۴۳۔۴۰)

شیخ ابن حزم نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت منقطع ہے، اس کی سند میں یحییٰ بن عبد اللہ ہے اور وہ ساقط ہے یعنی متروک ہے۔

علامہ ابن الملقن شافعی ابن حزم کے رد میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ابواسحاق الجوزجانی نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث متقارب ہیں اور وہ اہل الصدق ہیں۔ اور یعقوب بن سفیان الفسوی نے کہا: اس حدیث میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس میں ثقہ راویوں سے نقل ہے۔ اور الساجی نے کہا: ان کی روایات زہد میں اور رقاق میں جائز ہیں۔

اور اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یحییٰ بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن موہب ثقہ راوی ہیں۔ یحییٰ نے اس سے روایت کی ہے اور امام ابن عدی نے کہا: ان کی بعض روایات ایسی ہیں جن کا کوئی متابع نہیں ہے۔

امام ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص شکار کو عمداً قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں کفارہ کو مشروع کیا ہے اور سنت سے ثابت ہے کہ جس نے قسم کھائی، پھر اس کے خلاف کو بہتر جانا تو وہ اس قسم کو توڑ دے پھر اس کا کفارہ دے۔ اور جس نے عمداً قسم کو توڑا تو آپ نے اسے کفارہ کا حکم دیا۔

اور جن تابعین نے کہا ہے: جو عمداً اپنی قسم میں جھوٹ بولے وہ کفارہ دے، وہ حکم بن عتیبہ ہیں اور عطاء بن ابی رباح ہیں اور شعبہ نے کہا: میں نے حکم سے اور حماد سے اس کے متعلق سوال کیا تو ان دونوں نے کہا: اس میں کفارہ نہیں ہے اور حکم نے کہا کہ کفارہ دینا بہتر ہے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے از حفص بن غیاث از الحجاج از عطاء یہ روایت کی ہے کہ وہ اس میں کفارہ دے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۳۱۷)

اور کتاب ابن ابی ہبیرہ میں مذکور ہے: امام شافعی اور امام احمد نے روایت اخیرہ میں کہا ہے کہ کفارہ دے گا۔ اور ''المحلی'' میں از معمر مروی ہے کہ جس شخص نے کسی کام پر عمداً جھوٹی قسم کھائی اور کہا: اللہ کی قسم! میں نے یہ کام کیا ہے اور اس نے وہ کام نہیں کیا اور اللہ کی قسم! میں نے کام نہیں کیا، حالانکہ اس نے وہ کام کیا ہے، تو انہوں نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ وہ کفارہ دے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم جس گناہ کو یہ شمار کرتے تھے کہ اس میں کفارہ نہیں ہے وہ ''الیمین الغموس''

یعنی جھوٹی قسم ہے۔اور ابراہیم، حماد بن ابی سلیمان اور حسن نے کہا ہے کہ یمینِ غموس اس سے زیادہ عظیم ہے کہ اس میں کفارہ دیا جائے۔اور انہوں نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مردوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اور ان مردوں میں سے ذکر کیا جو جھوٹی قسم کھا کر اپنا سودا بیچتا ہے۔(صحیح مسلم:۱۰۶، کتاب الایمان)

اور عبداللہ بن ابی امامہ از والد خود از عبداللہ بن اُنیس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی قسم کھائی جو لازمی قسم تھی، پھر اس قسم کے موافق مچھر کے برابر بھی کام کیا تو اس کے دل میں قیامت تک کے لیے ایک نکتہ گڑ جائے گا۔

(الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم:۲۰۳۶)

یمینِ غموس پر کفارہ لازم کرنے کے متعلق شیخ ابنِ حزم کے دلائل

شیخ ابن حزم نے کہا ہے: اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے لازمی جھوٹی قسم کھائی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ کی آگ میں بنا لے۔(سنن ابوداؤد:۳۲۴۲، مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۶)

ابن حزم نے کہا: ان تمام احادیث میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لیے کہ انہوں نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں نہ تو کفارہ کو ساقط کرنے کا حکم ہے اور نہ کفارہ کو واجب کرنے کا حکم ہے جیسا کہ اس میں توبہ کا ذکر بالکل نہیں ہے اور اس میں عذاب کی وعید شدید ہے۔

اگر یہ لوگ کہیں کہ دوسری نصوص میں توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو ہم کہیں گے کہ دوسری نصوص میں کفارہ کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

ابنِ حزم نے کہا ہے: جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جھوٹی قسم اس سے زیادہ سنگین ہے کہ اس میں کفارہ کو واجب کیا جائے تو ان کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی اور انہوں نے اس کو کہاں لکھا ہوا پایا۔یہ صرف ان کی رائے سے ان کا حکم ہے اور اس کے معارضہ میں یہ کہا جائے گا کہ ہر وہ گناہ جو سنگین ہوتا ہے اور اس کا مرتکب کفارہ کا محتاج ہوتا ہے جیسا کہ جو شخص رمضان کا عمداً روزہ توڑ دے تو ہم اور وہ متفق ہیں کہ اس میں کفارہ واجب ہے اور شاید کہ اس کا گناہ جھوٹی قسم سے زیادہ سنگین ہے اور وہ یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ جو عمداً حج کو فاسد کر دے اور جو عمداً قربانی کو فاسد کر دے اس پر کفارہ ہے حالانکہ اس کا گناہ یمینِ غموس سے زیادہ سنگین ہے۔

جس شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ کسی مومن کو عمداً قتل نہیں کرے گا اور وہ آج فرض نماز نہیں پڑھے گا اور آج وہ سودی کام نہیں کرے گا اور وہ آج زنا نہیں کرے گا، پھر اس نے اس دن نماز نہیں پڑھی اور زنا کیا اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کیا اور سودی کام کیا، تو ان تمام قسموں کا اس پر کفارہ واجب ہے، پس اللہ سے اور تمام مسلمانوں سے فریاد ہے کہ کونسا گناہ زیادہ سنگین ہے یعنی جھوٹی قسم کھانا زیادہ سنگین ہے یا ان قسموں کو کھانا زیادہ سنگین ہے۔اور ان قسموں میں کفارہ ہے، تو جھوٹی قسم میں کفارہ کیوں نہیں ہے۔اور اگر یہ لوگ اس کے جواب میں یہ کہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جھوٹی قسم میں کفارہ نہیں ہے اور صحابہ میں سے کوئی ان کا مخالف نہیں تھا۔تو ہم کہیں گے کہ یہ روایت منقطع ہے صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کی سند میں ابوالعالیہ ہے جس کی حضرت ابن مسعود سے ملاقات نہیں ہوئی اور نہ ان کی عمر کے دیگر صحابہ سے ملاقات ہوئی، ان کی ملاقات اصاغر صحابہ سے ہوئی ہے جیسے حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ۔

اور ان لوگوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کی مخالفت کی ہے کہ جس نے قرآن کا حلف اٹھایا یا کسی سورت کا، تو اس پر لازم ہے کہ وہ ہر آیت کے بدلہ میں کفارہ دے اور اس مسئلہ میں بھی صحابہ میں سے ان کا کوئی مخالف نہیں ہے۔

شیخ ابن حزم کے اقوال کا مصنف کی طرف سے رد اور ابطال

میں کہتا ہوں: جو شخص ماضی کی کسی بات پر جھوٹی قسم کھائے وہ یمینِ غموس ہے اور قرآن مجید کی متعدد آیات میں جھوٹی قسم کھانے پر عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ وہ آیات درج ذیل ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (آل عمران: ۷۷)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O

وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ (النحل: ۹۴)

اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا نہ بناؤ کہ قدم جمنے کے بعد پھسل جائیں اور تم عذاب چکھو گے کیونکہ تم نے (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے روکا ہے اور تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہے O

ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جھوٹی قسم کھانے پر وعید شدید کو بیان فرمایا ہے اور کفارہ کو واجب نہیں کیا۔ اور شیخ ابن حزم نے اپنی رائے سے جو یمینِ غموس میں کفارہ کو واجب کیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا انکار کیا ہے وہ لائقِ التفات نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۶۸۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي نَفَرٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ فَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از القاسم از زہدم، انہوں نے کہا: ہم حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اشعریین کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوا، میں اس حال میں آپ سے ملا کہ آپ حالتِ غضب میں تھے، ہم نے آپ سے سواریوں کو طلب کیا، آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہم کو سواریوں پر سوار نہیں کریں گے، پھر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ان شاء اللہ! میں جس چیز پر قسم کھاؤں پھر میں دیکھوں کہ اس کا خلاف بہتر ہے

Marfat.com

تو میں اس کا خلاف کروں گا اور قسم کا کفارہ دے دوں گا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۳، ۴۳۸۵، ۴۴۱۵، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۶۶۲۳، ۶۶۴۹، ۶۶۷۸، ۶۶۸۰، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۱، ۷۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۶۴۹، سنن نسائی: ۳۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۱۹۰۹۴)

صحیح البخاری: ۶۶۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ اس باب کے تیسرے جزو میں مطابقت ہے، اور وہ یہ ہے کہ میں آپ سے اس حال میں ملا کہ آپ اس وقت حالتِ غضب میں تھے تو ہم نے آپ سے سواریاں طلب کیں تو آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے۔ اور عنقریب اس پر مفصل گفتگو آچکی ہے کہ حالتِ غضب میں قسم کھائی جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو معمر، یہ عبداللہ بن عمرو ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوارث، یہ ابن سعید ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، یہ السختیانی ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے القاسم، یہ ابنِ عاصم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زہدم، یہ ابن مضرب الجرمی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۹۔ بَابٌ: إِذَا قَالَ وَاللّٰهِ لَا أَتَكَلَّمُ الْيَوْمَ فَصَلَّى أَوْ قَرَأَ أَوْ سَبَّحَ أَوْ كَبَّرَ أَوْ حَمِدَ أَوْ هَلَّلَ فَهُوَ عَلَى نِيَّتِهِ

جب کسی شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں آج کلام نہیں کروں گا، پھر اس نے نماز پڑھی، یا قرآن مجید پڑھا یا سبحان اللہ پڑھا، یا اللہ اکبر پڑھا، یا الحمدللہ پڑھا، یا لا الٰہ الا اللہ پڑھا تو یہ اس کی نیت پر محمول ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: أَفْضَلُ الْكَلَامِ أَرْبَعٌ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل کلام چار ہیں: سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر۔

قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: كَتَبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى هِرَقْلَ: تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

اور ابو سفیان نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف مکتوب لکھا: آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: كَلِمَةُ التَّقْوَى لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔

اور مجاہد نے کہا: تقویٰ کا کلمہ ہے ''لا الٰہ الا اللہ''۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے یہ کہا "اور اللہ کی قسم! میں آج کلام نہیں کروں گا" پھر اس نے نماز پڑھی یا قرآن مجید پڑھا۔الخ۔

امام بخاری نے کہا: سو یہ اس کی نیت پر محمول ہے، یعنی اگر اس نے کلام سے اس کلام کا قصد کیا جو عرفاً کلام ہے تو وہ ان اذکار کے پڑھنے اور قرآن مجید پڑھنے اور نماز پڑھنے کی وجہ سے حانث نہیں ہوگا یعنی اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔اور اگر اس نے کلام سے عام کلام کا ارادہ کیا تو پھر وہ حانث ہو جائے گا، یہ علامہ کرمانی نے کہا ہے۔

اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ ھ) نے کہا ہے: یعنی جب اس کی نیت یہ ہوگی کہ وہ دنیاوی معاملات میں سے کسی چیز میں کلام نہیں کرے گا تو پھر وہ حانث نہیں ہوگا جب اس نے سبحان اللہ کہا یا قرآن مجید پڑھا۔

اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ نے کہا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ وہ آج کلام نہیں کرے گا تو یہ اس پر محمول ہے کہ جس طرح لوگ کلام کرتے ہیں وہ اس طرح کلام نہیں کرے گا اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ قرآن مجید کی وہ تلاوت نہیں کرے گا اور سبحان اللہ نہیں پڑھے گا۔

اور ہمارے اصحاب احناف نے کہا ہے: جس شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ کلام نہیں کرے گا، پھر اس نے نماز میں قرآن مجید پڑھا یا سبحان اللہ پڑھا، تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔اور اگر اس نے نماز کے علاوہ قرآن مجید پڑھا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔اور اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔اور قیاس یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔

اور الفقیہ ابو اللیث نے کہا ہے: اگر اس نے قسم عربی زبان میں منعقد کی ہے تو اسی طرح ہے اور اگر اس نے قسم فارسی زبان میں منعقد کی ہے تو وہ اس وقت حانث نہیں ہوگا جب اس نے قرآن مجید پڑھا یا نماز کے علاوہ اس نے سبحان اللہ پڑھا۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر ہے کہ "افضل الکلام چار ہیں: سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر"۔

اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ امام بخاری کی غرض یہ بیان کرنا ہے کہ اذکار وغیرہ کلام اور کلمہ ہیں، پس ان اذکار کے پڑھنے سے قسم کھانے والے کی قسم ٹوٹ جائے گی۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ ان احادیث میں سے ہے کہ امام بخاری نے ان کو دوسری جگہ پر سندِ موصول کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔اور امام نسائی نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ از ابو سعید اور از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما انہی لفظوں کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے۔اور امام مسلم نے اس حدیث کو حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں: سب سے پسندیدہ کلام چار ہیں۔

اور اس کلام کی افضلیت کی توجیہ یہ ہے کہ اس کلام میں اللہ عزوجل کی تمام صفات کی طرف اجمالاً اشارہ ہے خواہ وہ صفات عدمی ہوں اور وجودی ہوں، کیونکہ تسبیح میں اللہ تعالیٰ کی تمام نقائص اور عیوب سے تنزیہ کی طرف اشارہ ہے اور تحمید میں اللہ تعالیٰ کی تمام صفاتِ کمال کے ساتھ متصف ہونے کی طرف اشارہ ہے۔پس پہلے کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی نقائص سے براءت ہے اور دوسرے کلمہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے کمالات کا اثبات ہے اور تیسرا کلمہ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے جو دین کی اصل ہے اور ایمان کی بنیاد ہے یعنی توحید، اور چوتھا کلمہ یعنی اللہ اکبر، اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے بلند و بالا ہے جن کو ہم

Marfat.com

پہچانتے ہیں۔اے اللہ! تو پاک ہے، ہم تیری ایسی معرفت حاصل نہیں کر سکے جیسی معرفت کو حاصل کرنا تیرا حق ہے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں ابوسفیان کے اس قول کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف لکھا:

قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ۔ (آل عمران:۶۴) آپ کہیے: اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے۔

یہ تعلیق ابوسفیان سے منقول ہے، ابوسفیان کا پورا نام ہے صخر بن حرب بن امیہ ابومعاویہ، اور یہ تعلیق ایک طویل حدیث کی ایک طرف ہے جو صحیح البخاری: ۷ میں مذکور ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہاں یہ اشارہ کیا ہے کہ لفظِ کلمہ کا کبھی کلام پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے جیسا کہ جزو کا اطلاق کل پر ہوتا ہے جیسے سبحان اللہ اور الحمدللہ پر لفظِ کلمہ کا اطلاق کیا جائے، تو یہاں اس سے مراد کلام ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کلمۃ التوحید، حالانکہ یہ کلمہ چند کلمات پر مشتمل ہے۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

تیسری تعلیق میں امام بخاری نے مجاہد کے اس قول کا ذکر کیا ہے کہ کلمۃ التقویٰ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی۔ (الفتح:۲۶) اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کلمہ تقویٰ پر مستحکم کر دیا۔

اس آیت میں کلمۃ التقویٰ سے مراد ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ہے، کیونکہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کلام ہے اور اس کے اوپر کلمہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۶۔۳۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: علامہ عینی نے اس باب کے عنوان کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی اور علامہ ابن الملقن شافعی کی پوری عبارات نقل نہیں کیں بلکہ ایک ایک فقرہ نقل کیا ہے، ہم سطورِ ذیل میں ان کی پوری عبارات ذکر کر رہے ہیں تا کہ قارئین کو مکمل بصیرت حاصل ہو۔ (سعیدی غفرلہٗ)

بابِ مذکور کے عنوان میں علامہ ابن بطال مالکی کی مکمل عبارت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، لکھتے ہیں:

رہا امام بخاری کا یہ کہنا، سو کلام کا معنی قسم کھانے والے کی نیت پر محمول ہے۔ پس علماء کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے یہ قسم کھائی کہ آج کے دن وہ کلام نہیں کرے گا تو یہ لوگوں کے کلام پر محمول ہے نہ کہ تلاوت پر اور تسبیح پر اور اس پر اجماع ہے کہ نماز میں کلام کرنا حرام ہے اور نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا اللہ تعالیٰ کی قربات اور عبادات میں سے ہے۔

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ۝ (البقرہ:۲۳۸) اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب سے قیام کرو O

تو ہم کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور ہم کو کلام کرنے سے منع کر دیا گیا، پس کیا تم یہ دیکھتے ہو کہ لوگوں کو نماز میں قرآن پڑھنے

Marfat.com

سے منع کیا گیا تھا؟ کیونکہ حدیث میں ہے:

نماز میں دنیاوی کلام کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، اس وقت لوگوں میں سے کسی مرد کو چھینک آئی تو میں نے کہا: یرحمک اللہ (اللہ تم پر رحم فرمائے)، تو لوگ مجھے اپنی آنکھوں سے گھورنے لگے، میں نے کہا: تمہاری ماں تم پر روئے، کیا وجہ ہے کہ تم مجھے اس طرح گھور رہے ہو؟ پس نمازی اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنے لگے، پھر جب میں نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ مجھے چپ کرا رہے ہیں تو میں چپ ہو گیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی، سو آپ پر میرے باپ اور میری ماں قربان ہوں، میں نے اس سے پہلے آپ سے اچھا کوئی معلم دیکھا اور نہ آپ کے بعد دیکھا جو آپ سے اچھی تعلیم دیتا ہو، پس اللہ کی قسم! آپ نے نہ مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا، اور نہ مجھے برا کہا، صرف یہ فرمایا کہ بے شک ہماری اس نماز میں لوگوں کے کلام میں سے کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے، یہ نماز تو صرف سبحان اللہ پڑھنا ہے اور اللہ اکبر پڑھنا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا ہے یا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔۔الحدیث

(صحیح مسلم: ۵۳۷، الرقم المسلسل: ۱۰۸۶، سنن ابوداؤد: ۹۳۰، ۳۲۸۲، ۳۹۰۹، سنن نسائی: ۱۲۱۴، مسند احمد: ۲۳۸۲۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کرتے تھے، سو آپ ہم کو سلام کا جواب دیتے تھے، پس جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹ کر آئے تو ہم نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ہم کو جواب نہیں دیا، پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ کو نماز میں سلام کرتے تھے تو آپ ہم کو جواب دیتے تھے، تو آپ نے فرمایا: نماز میں صرف نماز (کی ہی) مشغولیت ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۸، سنن ابوداؤد: ۹۲۳، مسند احمد: ۳۵۶۳، ۳۸۸۴)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں کلام کرتے تھے، ایک مرد اپنے ساتھی سے کلام کرتا اور وہ نماز میں اس کے پہلو میں کھڑا ہوتا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی: "وَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِيۡنَ ۝" (البقرہ: ۲۳۸)، سو ہم کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا، اور ہم کو کلام کرنے سے منع کر دیا گیا۔

(صحیح البخاری: ۱۲۰۰، ۴۵۳۴، صحیح مسلم: ۵۳۹، سنن ابوداؤد: ۹۴۵، سنن ترمذی: ۴۰۵، ۲۹۹۷، سنن نسائی: ۱۲۱۵، مسند احمد: ۱۹۲۹۸)

فارسی زبان میں کلام کرنا، کسی کی طرف مکتوب لکھنا یا کسی کو اشارہ سے سلام کرنا آیا یہ سلام کے معنی میں ہے یا نہیں، اس کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ کلام نہیں کرے گا اور اس نے فارسی زبان سے کلام کیا یا کسی اور لغت سے کلام کیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس باب کے معنی کے مشابہ یہ ہے کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ کسی مرد سے کلام نہیں کرے گا، پھر اس نے اس کی طرف مکتوب لکھا یا اس کی طرف کسی قاصد کو بھیجا تو امام مالک نے کہا: وہ ان دونوں صورتوں میں حانث ہو جائے گا یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی سوا اس صورت کے کہ اس مرد کی یہ نیت ہو کہ وہ اس شخص سے بالمشافہ کلام کرے گا، پھر ذکر کیا گیا ہے کہ بعد میں امام مالک نے اس قول سے رجوع کر لیا ہے، پس کہا: وہ مکتوب میں نیت نہ کرے اور میری رائے یہ

Marfat.com

ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا سوا اس صورت کے کہ مکتوب، مکتوب الیہ تک پہنچنے سے پہلے اس کے پاس واپس آ جائے تو اب وہ حانث نہیں ہوگا اور ابن ابی اویس نے یہ حکایت کی ہے، انہوں نے کہا: قاصد کا معاملہ مکتوب سے زیادہ آسان ہے، کیونکہ مکتوب ایک راز ہے جس کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا یا جس کی طرف اس نے مکتوب لکھا ہے، اور جب اس نے قاصد کو بھیجا تو قاصد کو بھی اس بات کا پتا چل جائے گا۔

فقہاء احناف اور لیث اور امام شافعی نے کہا ہے: دونوں صورتوں میں وہ حانث نہیں ہوگا اور یہی ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے، اور ابوثور نے کہا کہ مکتوب لکھنے کی صورت میں وہ حانث نہیں ہوگا۔

اس میں اختلاف ہے کہ جب اس نے اشارہ سے سلام کیا تو امام مالک نے کہا کہ وہ حانث ہو جائے گا۔

اور ابن حبیب مالکی نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ اشارہ سے سلام کرنا بھی کلام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ (آل عمران:۴۱) فرمایا: تمہاری علامت یہ ہے کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا لوگوں سے کوئی بات نہ کر سکو گے۔

اس آیت میں "رمز" کا لفظ ہے اور "رمز" کا معنی ہے: آنکھ سے اشارہ کرنا اور بھنوؤں سے اشارہ کرنا۔

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ۝ (مریم:۱۱) (حضرت زکریا علیہ السلام نے) ان کو اشارے سے کہا کہ تم صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو O

اس آیت میں "وحی" کا لفظ ہے، وحی کا معنی ہے: کتابت یعنی لکھنا اور اشارہ کرنا۔ کہا جاتا ہے "کتب الیھم" اس کا معنی ہے: ان کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت مریم علیہا السلام کے قصہ میں قرآن مجید میں مذکور ہے:

اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ۝ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ۝ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ۝ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ۝ (مریم:۲۶-۲۹) بے شک میں نے رحمٰن کے لیے یہ نذر مانی ہے کہ میں آج ہرگز کسی انسان سے بات نہیں کروں گی O پھر وہ اس بچے کو اٹھائے ہوئے لوگوں کے پاس گئیں تو انہوں نے کہا: اے مریم! تم نے تو بہت سنگین کام کیا ہے O اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ بدکردار تھا اور نہ تمہاری ماں بدچلن تھی O سو مریم نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا، ان لوگوں نے کہا: ہم گود کے بچے سے کیسے بات کریں O

حضرت مریم علیہا السلام نے کہا تھا کہ میں کسی انسان سے بات نہیں کروں گی، پھر انہوں نے گود کے بچہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس اشارہ کو کلام کے قائم مقام قرار دیا۔

اگر کسی شخص نے ایسی قوم پر سلام کیا جس میں وہ خود بھی موجود ہے تو اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ پس امام مالک اور فقہاء

Marfat.com

احناف نے کہا ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا اور اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور علامہ ابن القاسم نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ اس کو یہ علم ہو کہ وہ ان میں ہے یا یہ علم نہ ہو، ہر صورت میں حانث ہو جائے گا۔ اور امام شافعی نے کہا: وہ حانث نہیں ہوگا سوا اس کے کہ وہ سلام کی نیت کرے۔

اور امام ابوعبید نے امام مالک اور فقہاء احناف کی طرف سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس چیز سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سلام، کلام ہے، وہ یہ ہے کہ اگر امام نے دو رکعتوں کے درمیان عمداً کسی کو سلام کیا تو وہ نماز کو توڑنے والا ہو جائے گا جیسا کہ نماز بات کرنے سے ٹوٹ جاتی ہے۔

اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ دو مسلمان ایک دوسرے سے ناراض رہیں اور ایک دوسرے سے ملیں تو سلام نہ کریں اور آپ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ لوگوں کے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔ پس آپ نے سلام کو پھیلانے کا جو حکم دیا ہے اور دو مسلمانوں کو ایک دوسرے سے تعلق منقطع کرنے سے منع فرمایا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے ساتھی کو سلام کرے وہ اس کو چھوڑنے والا نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۲۳۔۱۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

تنبیہ: ہم نے لکھا تھا کہ ہم اس باب کی شرح میں علامہ ابن الملقن کی شرح کو بھی نقل کریں گے لیکن ہم نے دیکھا کہ علامہ ابن الملقن نے بعینہٖ علامہ ابن بطال کی عبارت نقل کر دی ہے، سو اس کو الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ علامہ ابن الملقن کی عبارت کا حوالہ درج ذیل ہے: (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۳۴۶۔۳۴۸، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۶۶۸۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ جب ابوطالب پر وفات کا وقت آیا تو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے، آپ نے ان سے فرمایا: آپ ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھیے، یہ وہ کلمہ ہے کہ میں اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کے لیے سفارش کروں گا۔

(صحیح البخاری: ۱۳۶۰، ۳۸۸۴، ۴۶۷۵، ۴۷۷۲، ۶۶۸۱، صحیح مسلم: ۲۴، سنن نسائی: ۲۰۳۵، مسند احمد: ۲۳۱۶۲)

صحیح البخاری: ۶۶۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح میں اسی کی مثل کلام ہے جو ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لا الٰہ الا اللہ'' پر کلمہ کا اطلاق فرمایا۔ امام بخاری نے یہاں پر اختصار کیا ہے اور یہ مکمل حدیث فضائل صحابہ کے آخر میں ابوطالب کے قصہ میں گزر چکی ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا کہ تم ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھو تو ابوطالب کے پاس جو کفار قریش بیٹھے ہوئے

Marfat.com

تھے انہوں نے ابوطالب سے کہا: کیا تم عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرتے ہو؟ سو ابوطالب نے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھنے سے انکار کر دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، ان کا نام الحکم بن نافع ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے المسیّب، اس میں یاء پر زبر بھی ہے اور یاء کے نیچے زیر بھی ہے، یہ علامہ کرمانی کا قول ہے۔

علماء نے کہا ہے: اس حدیث کی سند سے یہ قاعدہ باطل ہو جاتا ہے کہ امام بخاری کی شرط یہ ہے کہ وہ کسی شخص سے اس وقت تک حدیث کی روایت نہیں کرتے حتیٰ کہ اس حدیث کے دو راوی نہ ہوں اور یہاں پر المسیب کا فقط ایک راوی ہے اور وہ ان کا بیٹا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کلمة'' اس پر زبر ہے، کیونکہ یہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کے محل میں ہے، اور اس پر پیش بھی جائز ہے بایں طور کہ اصل عبارت یوں ہے کہ ''یہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اُحاج'' اس میں ہمزہ پر پیش ہے اور اس کی اصل ہے ''احاجج'' یعنی میں آپ کے لیے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس حجت پیش کروں گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۷۔۳۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۸۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کلام کے اوپر کلمہ کا اطلاق

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کو یہ حکم دیا کہ وہ پڑھیں ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ان کو نفع پہنچائے، لیکن اس چچا کے اوپر بدبختی سبقت کر چکی تھی العیاذ باللہ، تو اس نے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھنے سے انکار کیا، کیونکہ اس وقت ابوطالب کے پاس قریش کے دو مرد تھے اور جب ان دونوں نے یہ دیکھا کہ ابوطالب ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں تو انہوں نے ابوطالب سے کہا: کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرتے ہو؟ اور یہ ان کے نزدیک ملتِ شرک تھی العیاذ باللہ۔ پس آخر بات جو ابوطالب نے کہی وہ یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے۔ پس اسی کلمہ کے اوپر ابوطالب فوت ہو گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کے پاس ابوطالب کی شفاعت کی تو وہ ٹخنوں تک آگ میں غرق تھا اور اس کے اوپر دو جوتیاں تھیں جن سے اس کا دماغ جوش میں آ کر کھول رہا تھا اور وہ واقع میں سب سے کم دوزخ کے عذاب میں تھا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس پر سب سے زیادہ سخت عذاب ہو رہا ہے۔ اس حدیث سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کو ایک کلمہ فرمایا، حالانکہ یہ ایک کلام اور جملہ ہے۔

در اصل یہ نحوی اعتبار سے کلام ہے اور لغوی اعتبار سے کلمہ ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۸۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۶۶۸۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ بن القعقاع نے حدیث بیان کی از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں بھاری ہیں، رحمٰن کی طرف محبوب ہیں (وہ دو کلمے یہ ہیں:) ''سبحان اللہ وبحمدہٖ، سبحان اللہ العظیم''۔

(صحیح البخاری: ۶۴۰۶، ۶۶۸۲، ۷۵۶۳، صحیح مسلم: ۲۶۹۴، سنن ترمذی: ۳۴۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۸۰۶، مسند احمد: ۷۱۶۷)

صحیح البخاری: ۶۶۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح میں اسی طرح کلام ہے جس طرح اس سے پہلی حدیث میں تھا۔ یعنی اس حدیث میں بھی ''سبحان اللہ وبحمدہٖ'' کو کلمہ فرمایا ہے حالانکہ وہ کلام ہے۔ اسی طرح ''سبحان اللہ العظیم'' کو بھی کلمہ فرمایا ہے حالانکہ وہ کلام ہے۔

اس حدیث کی سند میں ابوزرعہ کا ذکر ہے، ان کا نام ہرم البجلی ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے کتاب الدعوات کے باب ''فضل التسبیح'' میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کو زہیر بن حرب سے روایت کیا تھا۔ اور یہ حدیث صحیح البخاری کے اختتام پر بھی آئے گی اور وہاں ان شاء اللہ اس کی مزید شرح کی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۸۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَلِمَةً وَقُلْتُ أُخْرَى مَنْ مَاتَ يَجْعَلُ لِلّٰهِ نِدًّا أُدْخِلَ النَّارَ وَقُلْتُ أُخْرَى مَنْ مَاتَ لَا يَجْعَلُ لِلّٰهِ نِدًّا أُدْخِلَ الْجَنَّةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کلمہ فرمایا، اور میں نے دوسرا کلمہ کہا، آپ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شریک بناتا تھا تو اس کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا، اور میں نے دوسرا کلمہ کہا: جو شخص اس حال میں مرگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شریک نہیں بناتا تھا تو وہ جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۲۳۸، ۴۴۹۷، ۶۶۸۳، صحیح مسلم: ۹۲، مسند احمد: ۴۲۱۹)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۶۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث بھی گزشتہ دو حدیثوں کی طرح ہے اور اس میں بھی کلمہ کا اطلاق کلام پر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالواحد، وہ ابن زیاد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، وہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شقیق، وہ ابن سلمہ ابووائل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، اور وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

اس حدیث میں ''ند'' کا لفظ مذکور ہے، اس کا معنی مثل اور نظیر ہے۔ اور یہ حدیث کتاب الجنائز کے اول میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کو امام بخاری نے عمر بن حفص سے روایت کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۰۔ بَابٌ: مَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَدْخُلَ عَلَى أَهْلِهِ شَهْرًا وَكَانَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ

جس شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ اپنے اہل کے اوپر ایک ماہ تک داخل نہیں ہوگا، اور وہ مہینہ انتیس دن کا تھا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس آدمی نے یہ قسم کھائی کہ وہ اپنے اہل کے اوپر ایک ماہ تک داخل نہیں ہوگا اور اتفاق سے وہ مہینہ انتیس دن کا تھا یعنی ناقص تھا، پھر وہ شخص اپنے اہل پر داخل ہو گیا تو وہ حانث نہیں ہوگا، اس لیے کہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

اگر اس شخص نے مہینہ کے پہلے جزو میں قسم کھائی ہے تو پھر اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن جب اس نے مہینہ کے درمیان میں قسم کھائی تو پھر جمہور کے نزدیک وہ تیس دن پورے کرے گا۔ اور فقہاء مالکیہ کی ایک جماعت نے کہا ہے جن میں سے عبدالحکم بھی ہیں کہ اب بھی اس کے لیے انتیس دن کے بعد گھر میں داخل ہونا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۸۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ آلَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ وَكَانَتْ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ فَأَقَامَ فِي مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ آلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے (ایک ماہ تک) اپنی ازواج کے قریب نہ جانے کی قسم کھائی اور آپ کے پیر کی ہڈی جوڑ سے ہٹ گئی تھی، تو آپ اپنے بالا خانے میں انتیس راتوں تک رہے، پھر آپ اتر آئے، پس لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے تو

ایک ماہ کی قسم کھائی تھی، تو آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دنوں کا بھی ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۷۸، ۶۸۹، ۷۳۲، ۷۳۳، ۸۰۵، ۱۱۱۴، ۱۹۱۱، ۲۴۶۹، ۵۲۰۱، ۵۲۸۹، ۶۶۸۴، صحیح مسلم: ۴۱۱، سنن ترمذی: ۶۳۱۱، سنن نسائی: ۷۹۴، سنن ابوداؤد: ۶۰۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۸، مسند احمد: ۱۲۶۵۸، موطا امام مالک: ۳۰۶، سنن دارمی: ۱۲۵۶)

صحیح البخاری: ۶۶۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے ''جس شخص نے اپنے اہل کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائی'' اور حدیث میں بھی اسی کا ذکر ہے۔

یہ حدیث کتاب الصوم میں از عبدالعزیز گزر چکی ہے، اور کتاب النکاح میں از خالد بن مخلد گزر چکی ہے اور کتاب الطلاق میں از اسماعیل بن ابی اویس گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''آلی'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی۔ اور اس سے مراد ایلاء فقہی نہیں ہے۔

ایلاء فقہی یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ اپنی بیوی سے چار ماہ تک مقاربت نہیں کرے گا۔ پھر اگر وہ چار ماہ کے اندر اپنی بیوی کے پاس چلا گیا اور مقاربت کرلی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس کو اس قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور اگر چار ماہ تک وہ اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا تو اس کی قسم پوری ہوجائے گی اور اس کی بیوی پر طلاقِ بائنہ واقع ہوجائے گی اور وہ اس سے علیحدہ ہوجائے گی۔ اور ایلاء لغوی یہ ہے کہ آدمی چار ماہ سے کم مدت تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائے۔ اگر اس مدت کے دوران وہ چلا گیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور اگر اس مدت تک نہیں گیا تو اس کی قسم پوری ہوجائے گی اور اس کی بیوی بدستور اس کے نکاح میں رہے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی مشربۃ'' اس کا معنی ہے ''الغرفۃ'' یعنی بالا خانہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۸۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ جس مرد نے یہ قسم کھائی کہ وہ دوسرے مرد سے ایک مہینہ تک کلام نہیں کرے گا پھر اس نے انتیس دن کے بعد اس سے کلام کرلیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا۔

Marfat.com

اور دوسرے فقہاء نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا: اگر اس نے چاند دیکھ کر قسم کھائی تھی تو اس کا اعتبار اس مہینہ کے دنوں کے اعتبار سے ہوگا خواہ اس مہینہ میں تیس دن ہوں یا انتیس دن ہوں۔ اور اگر اس نے مہینہ کے کچھ دن گزرنے کے بعد قسم کھائی تھی تو اس کی قسم تیس دنوں پر محمول ہوگی اور یہ امام مالک، فقہاء احناف اور امام شافعی کا قول ہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے، اگر آسمان پر گرد و غبار ہو تو تم تیس دن پورے کرو، پس کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے ان پر تیس دنوں کو واجب کیا اور مہینہ کے مکمل ہونے کو تیس دنوں پر قرار دیا حتیٰ کہ وہ اس سے پہلے چاند دیکھ لیں۔ اور آپ نے یہ بتایا کہ مہینہ چاند دیکھنے کے بعد انتیس دن کا بھی ہوتا ہے تیس دنوں سے پہلے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بالا خانے سے انتیس دن کے بعد اتر آئے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ نے جب یہ قسم کھائی تو چاند کی پہلی تاریخ تھی، یہ اس حدیث کی توجیہ ہے۔

اور اس حدیث سے امام مالک نے اور امام ابوحنیفہ نے اور امام شافعی نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جس نے ایک مہینہ کے روزوں کی نذر مانی تو اگر اس نے چاند دیکھ کر روزوں کی نذر مانی تھی اور اس نے انتیس دن کے روزے رکھے تو یہ اس کے لیے کافی ہوں گے۔ اور اگر اس نے چاند کی پہلی تاریخ کے بغیر نذر مانی تو پھر اس کو تیس دن کے پورے روزے رکھنے ہوں گے۔

اور علامہ ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ جس نے پورے رمضان میں سفر کے دوران روزے نہیں رکھے یا بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھے اور وہ رمضان انتیس دن کا تھا تو جب وہ قضاء کرے گا تو تیس دن کے روزے قضاء کرے گا خواہ وہ رمضان انتیس دنوں کا ہو۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۲۵۔۱۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہ جانے کی قسم کا سبب

میں کہتا ہوں: کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ بعض ازواج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھے کپڑوں، اچھے زیورات اور زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے رنج ہوا اور آپ ایک ماہ یا انتیس دن تک ازواج مطہرات کے پاس نہیں گئے جیسا کہ درج ذیل کتب حدیث میں مذکور ہے:

(صحیح البخاری: ۴۷۸۶، صحیح مسلم: ۱۴۷۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۲۰۸، سنن ترمذی: ۳۳۱۸، سنن النسائی: ۳۱۴۱، مسند احمد: ۷ ۲۶۶۳)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جن میں سے کسی کو اجازت نہیں دی گئی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی گئی تو آپ داخل ہوئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے اجازت طلب کی اور ان کو اجازت دی گئی، انہوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے گرد آپ کی ازواج بیٹھی ہوئی ہیں اور آپ خاموش بیٹھے ہوئے ہیں، تو انہوں نے کہا: میں ضرور ایسی بات کروں گا جس سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنساؤں گا، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ بنت خارجہ کو دیکھتے کہ وہ مجھ سے سوال کرتیں تو میں ان کی طرف کھڑا ہوتا اور ان کی گردن مروڑ دیتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، اور آپ نے فرمایا: یہ جو میرے ارد گرد بیٹھی ہوئی ہیں یہ اسی طرح ہیں جیسے تم دیکھ رہے ہو، یہ مجھ سے نفقہ کا سوال کر رہی ہیں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئے اور ان کی گردن مروڑی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

حضرت حفصہ کے پاس گئے اور ان کی گردن مروڑی، اور ان دونوں نے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کا سوال کرتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی کسی ایسی چیز کا سوال نہیں کریں گے جو آپ کے پاس نہ ہو، پھر آپ ازواج سے ایک مہینہ یا انتیس دن تک علیحدہ ہو گئے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ''یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ'' (الاحزاب: ۲۸)۔ (صحیح مسلم: ۱۴۷۸، الرقم المسلسل: ۳۵۸۱)

ایک ماہ تک بالا خانہ میں رہنے کے متعلق مختلف احادیث کا باہمی ارتباط

اس باب کی حدیث (صحیح البخاری: ۶۶۸۴) میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ یا انتیس دن تک ازواجِ مطہرات سے الگ رہے اور یہ ذکر ہے کہ آپ کے پیر کی ہڈی جوڑ سے الگ ہو گئی تھی اور صحیح البخاری: ۳۷۸ میں یہ حدیث ہے کہ آپ گھوڑی سے گر گئے تھے اور آپ کی دائیں پنڈلی چھل گئی تھی یا آپ کا کندھا چھل گیا تھا اور آپ نے اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائی تھی۔ پھر آپ اپنے بالا خانہ میں بیٹھے رہے جس کی سیڑھیاں کھجور کے تنوں کی تھیں، سو آپ کے اصحاب آتے اور آپ کی عیادت کرتے، پس آپ ان کو بیٹھ کر نماز پڑھاتے تھے اور صحابہ کھڑے ہوتے تھے اور جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے، پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتیس دنوں کے بعد بالا خانہ سے اتر آئے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے تو ایک ماہ تک کی قسم کھائی تھی، آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دنوں کا بھی ہوتا ہے۔

یہ مختلف حدیثیں ہیں صحیح البخاری: ۳۷۸، صحیح البخاری: ۸۰۵، صحیح البخاری: ۶۶۸۴۔ اور واقعہ ایک ہی ہے سو ان کے درمیان ربط کو بیان کرنا ضروری ہے۔

پس میں کہتا ہوں: اگرچہ شارحین میں سے کسی نے ان تینوں حدیثوں میں ربط کو بیان نہیں کیا تاہم ہو سکتا ہے کہ جب ازواجِ مطہرات کے خرچ میں زیادتی کے مطالبہ سے آپ نے ان کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائی اس موقع پر آپ یا تو گھوڑی سے گر گئے تھے اور آپ کا کندھا یا آپ کی پنڈلی چھل گئی تھی یا آپ کے پیر کی ہڈی جوڑ سے ہٹ گئی تھی، اور اس عذر کی وجہ سے آپ ایک ماہ تک بالا خانے میں بیٹھ کر صحابہ کو نماز پڑھاتے رہے۔ پھر انتیس دن کے بعد آپ بالا خانے سے اتر آئے۔ میں نے ان احادیث کے باہمی ارتباط کو اسی طرح سمجھا ہے۔ اگر یہ حق ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ورنہ یہ میری فکر کی غلطی ہے اور سمجھ کی کمی ہے، تاہم کسی شرح کے اندر ان مختلف احادیث کے باہمی ارتباط اور تطبیق کا ذکر نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۲۱۔ بَابٌ: إِنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَشْرَبَ نَبِيذًا فَشَرِبَ طِلَاءً أَوْ سَكَرًا أَوْ عَصِيرًا لَمْ يَحْنَثْ فِي قَوْلِ بَعْضِ النَّاسِ وَلَيْسَتْ هٰذِهٖ بِأَنْبِذَةٍ عِنْدَهٗ

جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ نبیذ نہیں پیئے گا، پھر اس نے طلاء (کھجور کو پانی میں بھگویا جائے اور وہ پانی ایک تہائی جل جائے) کو پی لیا، یا اس نے سکر (تازہ کھجوروں کو پانی میں بھگو دیا جائے، پھر جب وہ پانی

Marfat.com

گاڑھا ہو جائے اور دھات چھوڑ دے تو وہ سکر ہے) کو پی لیا، یا عصیر (انگور کا کچا شیرہ جو نشہ آور ہو) کو پی لیا تو بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) کے نزدیک وہ حانث نہیں ہوگا اور ان کے نزدیک یہ مشروبات نبیذ نہیں ہیں

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبیذ کا لفظ فعیل کے وزن پر ہے اور مفعول کے معنی میں ہے، کھجور، انگور، شہد، گندم، جَو، جوار اور چاولوں کو کسی برتن کے اندر پانی میں ڈال دیا جائے۔ کہا جاتا ہے "نبذت التمیر" جب کھجوروں کے اوپر پانی کو ڈالا جائے تاکہ پانی کے اندر کھجور کی مٹھاس آجائے خواہ وہ نشہ آور ہو یا نشہ آور نہ ہو، تو اس کو نبیذ کہتے ہیں۔ اور انگوروں کو نچوڑ کر جو شیرہ حاصل کیا جائے اس کو بھی نبیذ کہتے ہیں۔

ہمارے اصحابِ احناف کے نزدیک "طلاء" اس نبیذ کو کہتے ہیں جس کو آگ پر پکایا جائے اور اس کا ایک تہائی جل جائے تو وہ "طلاء" ہے اور اگر اس کا آدھا جل جائے تو وہ "المنصف" ہے اور اگر معمولی جوش دیا جائے تو وہ "باذق" ہے اور ان میں سے جو مشروب بھی گاڑھا ہو جائے اور جھاگ چھوڑ دے تو وہ حرام ہے۔

کھجوروں کو پانی میں ڈال دیا جائے اور وہ پانی گاڑھا ہو جائے اور شدید ہو جائے اور جھاگ چھوڑ دے تو اس کو "سکر" کہتے ہیں، یہ بھی حرام ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: "بعض الناس" سے امام بخاری کی مراد امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین ہیں، کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ "طلاء" اور "العصیر" "نبیذ نہیں ہیں، کیونکہ نبیذ حقیقت میں اس کو کہتے ہیں کہ جن کھجوروں کو پانی میں ڈال دیا جائے، تو امام بخاری نے امام ابوحنیفہ پر رد کا ارادہ کیا ہے، لیکن دوسرے شارحین نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری کا مقصود امام ابوحنیفہ کا رد کرنا نہیں ہے بلکہ امام بخاری کے قول کی تصحیح اور تائید کرنا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک "طلاء" اور "سکر" اور "عصیر" مخصوص مشروبات کے نام ہیں اور ان کو مطلقاً نبیذ نہیں کہتے، اس لیے جس نے ان مشروباتِ مخصوصہ کو پیا تو وہ حانث نہیں ہوگا کیونکہ اس نے نبیذ کو نہیں پیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۹۔۳۱۰ ملخصاً وملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۶۸۵۔ حَدَّثَنِي عَلِيٌّ سَمِعَ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ أَبِي حَازِمٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا أُسَيْدٍ صَاحِبَ النَّبِيِّ ﷺ أَعْرَسَ فَدَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِعُرْسِهِ فَكَانَتِ الْعَرُوسُ خَادِمَهُمْ فَقَالَ سَهْلٌ لِلْقَوْمِ هَلْ تَدْرُونَ مَا سَقَتْهُ قَالَ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمْرًا فِي تَوْرٍ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى أَصْبَحَ عَلَيْهِ فَسَقَتْهُ إِيَّاهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبدالعزیز بن ابی حازم سے سنا، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو اُسید رضی اللہ عنہ جو نبی ﷺ کے صحابی تھے ان کی شادی ہوئی تو انہوں نے نبی ﷺ کو اپنی شادی میں دعوت دی، تو ان کی دلہن مہمانوں کی خادمہ تھی، پس

Marfat.com

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا پلایا؟ پھر انہوں نے کہا: اس نے رات میں کھجوروں کو ایک برتن میں بھگویا حتیٰ کہ صبح تک وہ بھیگے رہے پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا نبیذ پلایا۔

(صحیح البخاری: ۵۱۷۶، ۵۱۸۲، ۵۱۸۳، ۵۵۹۱، ۵۵۹۷، ۶۶۸۵، صحیح مسلم: ۲۰۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۲، مسند احمد: ۱۵۶۳۲)

صحیح البخاری: ۶۶۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ ذہن کی طرف متبادر یہ ہے کہ اس دلہن مذکورہ نے کھجوروں سے بنایا ہوا نبیذ پلایا اور اس میں ''بعض الناس'' یعنی امام ابوحنیفہ پر رد ہے۔

اور صاحب التوضیح نے کہا ہے: اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام ابوحنیفہ پر رد کیا ہے، کیونکہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو بتایا کہ انہوں نے شارع علیہ السلام کو وہ نبیذ پلایا تھا جو تازہ بنا ہوا تھا اور اس کا پینا جائز تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انہوں نے کہا: میں نے رات میں ایک برتن میں چند کھجوروں کو پانی میں ڈالا حتیٰ کہ صبح تک وہ بھیگی رہیں، پھر صبح میں نے اس کا مشروب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پلایا۔

اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو کھجوروں کو پانی میں بھگو دیتے تھے اور صبح پیتے تھے۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں امام ابوحنیفہ پر ہرگز رد نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے کھجوروں کے بنائے ہوئے پانی سے نبیذ کے نام کی نفی نہیں کی۔ امام بخاری نے صرف یہ کہا ہے کہ طلاء، سکَر اور العصیر نبیذ نہیں ہیں، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص نام ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی کا ذکر ہے، وہ ابن المدینی ہیں اور امام بخاری کے شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز کا ذکر ہے جو اپنے والد ابوحازم سلمہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں، جو الاعرج (لنگڑے) ہیں اور وہ حضرت سہل بن سعد الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا پہلے نام حزن تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام بدل کر سہل رکھ دیا۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو اُسید رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جو اسد کی تصغیر ہے، ان کا نام مالک الساعدی ہے اور یہ صحابی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''صاحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے نام کے ساتھ صحابی کا ذکر کیا، یا تو

Marfat.com

لذت حاصل کرنے کے لیے، یا فخر کرنے کے لیے یا ان کی تعظیم کرنے کے لیے، یا جو شخص ان کو نہ جانتا ہو اسے بتلانے کے لیے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فکانت العروس" عروس کا لفظ فعول کے وزن پر ہے، یہ مذکر اور مونث دونوں میں برابر ہے یعنی دولہا اور دلہن دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، اور یہاں پر مراد دلہن ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خادمهم" یہ مذکر کا صیغہ ہے کیونکہ اس کا اطلاق مرد اور عورت دونوں پر ہوتا ہے۔ اور یہاں مراد حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں جو دلہن تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تَوْر" اس کا معنی ہے: پیتل یا پتھر کا برتن۔ اس برتن سے پانی لے کر وضو بھی کیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فسقته اياه" یعنی اس مذکورہ دلہن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیذِ تمر پلایا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۰۔۳۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما عَنْ سَوْدَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ مَاتَتْ لَنَا شَاةٌ فَدَبَغْنَا مَسْكَهَا ثُمَّ مَازِلْنَا نَنْبِذُ فِيهِ حَتَّى صَارَ شَنًّا۔

(سنن نسائی: ۴۲۴۰، مسند احمد: ۲۶۸۷۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی از الشعبی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، از حضرت سودہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، وہ بیان کرتی ہیں: ہماری ایک بکری مرگئی، ہم نے اس کی کھال کو رنگ لیا، پھر ہم ہمیشہ اس سے بنائی ہوئی مشک میں نبیذ پیتے تھے حتیٰ کہ وہ ہماری مشک پرانی ہوگئی۔

صحیح البخاری: ۶۶۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ "ہم ہمیشہ اس مشک میں نبیذ پیتے تھے" اور انہوں نے بکری کی کھال کو رنگ کر اس کی مشک بنائی تھی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن مقاتل، وہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ حضرت عبداللہ بن مبارک المروزی ہیں، وہ روایت کرتے ہیں اس اسماعیل بن ابی خالد اور ان کا نام سعد ہے اور ان کو ہرمز البجلی کہا جاتا ہے، وہ از عامر الشعبی از عکرمہ از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''مسکھا'' مسک کا معنی ہے: کھال۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''شنا'' اس کا معنی ہے: پرانی کھال۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۱۔۳۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۲۔ بَابٌ: إِذَا حَلَفَ أَنْ لَا يَأْتَدِمَ فَأَكَلَ تَمْرًا بِخُبْزٍ وَمَا يَكُونُ مِنَ الْأُدْمِ

جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ سالن نہیں کھائے گا، پھر اس نے روٹی کھجور کے ساتھ کھالی یا کسی اور چیز کے ساتھ جو سالن کے قائم مقام ہو

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ سالن نہیں کھائے گا پھر اس نے روٹی کھجور کے ساتھ کھالی تو آیا یہ کہا جائے گا کہ اس نے روٹی سالن کے ساتھ کھائی ہے۔ امام بخاری نے اس باب کا حکم نہیں بیان کیا اس پر اعتماد کرتے ہوئے کہ حدیث کی نصوص سے اس کا حکم مستنبط کیا جاسکتا ہے۔
حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا توڑا اور اس کے اوپر کھجور رکھی اور آپ نے فرمایا: یہ سالن ہے، پھر آپ نے اس کو کھالیا۔
اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ گھر میں روٹی کے سوا جو چیز بھی میسر ہو وہ سالن ہے، عام ازیں کہ وہ تر و تازہ ہو یا خشک ہو۔ اور اس قول کی بناء پر جس شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ سالن نہیں کھائے گا، پھر اس نے روٹی کھجور کے ساتھ کھالی تو وہ شخص حانث ہو جائے گا لیکن انہوں نے کہا کہ یہ اس پر محمول ہے کہ اس زمانہ میں غالب یہ تھا کہ لوگ کھجور کو خوراک بناتے تھے کیونکہ ان کا گزران بہت تنگی کے ساتھ تھا اور کھجور کے علاوہ اور کسی چیز کے ساتھ روٹی کھانے پر وہ عام طور پر قادر نہیں ہوتے تھے۔
اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، پس امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف نے کہا ہے: سالن وہ چیز ہے جس میں رنگ ہو جیسے زیتون کا تیل اور شہد اور سرکہ اور جس چیز میں رنگ نہ ہو جیسے بھنا ہوا گوشت، پنیر اور انڈے تو یہ سالن نہیں ہے۔ اور امام محمد نے کہا کہ یہ سالن ہے اور یہی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے اور امام ابو یوسف سے بھی یہی روایت ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۸۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ خُبْزِ بُرٍّ مَأْدُومٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتّٰى لَحِقَ بِاللّٰهِ وَقَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن عابس از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل نے کبھی

Marfat.com

ابْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ لِعَائِشَةَ بِهٰذَا۔

تین دن مسلسل گندم کی روٹی سالن کے ساتھ نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ اللہ عزوجل سے جا ملے۔

ابن کثیر نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح بیان کیا۔

(صحیح البخاری: ۵۴۲۳، ۵۴۳۸، ۵۵۷۰، ۶۶۸۷، صحیح مسلم: ۲۹۷۰، سنن نسائی: ۴۴۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۴، مسند احمد: ۲۴۶۳۱)

صحیح البخاری: ۶۶۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت پر بحث

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ حدیث باب کے عنوان پر کس طرح دلالت کرتی ہے، پھر کہا: جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اکثر اوقات میں کھجوریں موجود ہوتی تھیں اور وہ کھجوروں سے سیر ہو کر کھاتے تھے، تو اس سے معلوم ہوا کہ روٹی کو کھجوروں کے ساتھ کھانا سالن کے ساتھ کھانے کے برابر نہیں تھا، یا اس حدیث کو اس باب میں ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے اور وہ لفظِ مادوم ہے جس کا معنی سالن ہے۔ اور امام بخاری کے علاوہ اور کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ امام بخاری کو کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جو ان کی شرط کے مطابق ہو اور اس باب کے عنوان پر دلالت کرتی ہو، یا پھر اس حدیث میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے یہ ناقلین کے تصرفات میں سے ہے۔ علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی۔

علامہ بدرالدین عینی، علامہ کرمانی کی اس توجیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے پہلی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں اکثر اوقات کھجوریں رہتی تھیں اور وہ کھجوروں سے سیر ہو کر کھاتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ روٹی کو سالن سے نہیں کھاتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ کرمانی کی اس توجیہ کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ توجیہ امام بخاری کی مراد کے خلاف ہے اور یہ نہیں بیان کیا کہ امام بخاری کی مراد کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابھی ذکر کی گئی ہے وہ علامہ کرمانی کے رد میں زیادہ قوی ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا پکڑا اور اس کے اوپر کھجور رکھی اور آپ نے فرمایا: یہ سالن ہے، پھر آپ نے اس کو کھا لیا''۔

علامہ کرمانی کی دوسری توجیہ کا حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ رد کیا ہے کہ امام بخاری کا مقصود ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ سالن اسی وقت کہا جاتا ہے جب آدمی ایسی چیز کو کھائے جس سے رنگ حاصل ہو۔

علامہ عینی اس توجیہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حدیث اس پر بالکل دلالت نہیں کرتی، کیونکہ حدیث میں ''مادوم'' کا لفظ ہے جس کا معنی سالن ہے اور وہ اس سے عام ہے کہ وہ سالن ایسا ہو جس سے رنگ حاصل ہو یا اس کا رنگ حاصل نہ ہو۔

علامہ کرمانی نے جو تیسری توجیہ بیان کی ہے کہ یہ ناقلین کا تصرف ہے تو اس وجہ کا بعید ہونا بالکل ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن یوسف، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور وہ البخاری البیکندی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن عابس، وہ اپنے والد عابس بن ربیعہ النخعی سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الاطعمہ میں از خلاد بن یحییٰ از سفیان کافی طوالت کے ساتھ گزر چکی ہے اور یہاں پر اس حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے تین دن تک گندم کی روٹی سالن کے ساتھ سیر ہو کر نہیں کھائی'' یعنی آپ کی آل نے مسلسل تین دن تک گندم کی روٹی سالن کے ساتھ نہیں کھائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی لحق باللہ'' یہ لفظ آپ کی وفات سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں تعلیق ہے کہ ''عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا ''بھذا'' یعنی عبدالرحمٰن کی جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۸۸ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ضَعِيفًا أَعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَتْ نَعَمْ فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ ثُمَّ أَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ ثُمَّ أَرْسَلَتْنِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَذَهَبْتُ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لِمَنْ مَعَهُ قُومُوا فَانْطَلَقُوا وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَتَّى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَالنَّاسُ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مِنَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از مالک از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بہت کمزور سنی ہے اور میں اس میں بھوک کو پہچان رہا تھا، کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں، پھر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جو کی چند روٹیاں نکالیں، پھر انہوں نے اپنا دوپٹا پکڑا اور بعض روٹیوں کو دوپٹے کے بعض حصہ کے ساتھ لپیٹ دیا، پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، میں گیا، پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا اور آپ کے ساتھ لوگ تھے، پس میں وہاں پر کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

الطَّعَامِ مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتْ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَانْطَلَقَ أَبُو طَلْحَةَ حَتَّى لَقِيَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَبُو طَلْحَةَ حَتَّى دَخَلَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم هَلُمِّي يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ فَأَتَتْ بِذَلِكَ الْخُبْزِ قَالَ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِذَلِكَ الْخُبْزِ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً لَهَا فَأَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ أَوْ ثَمَانُونَ رَجُلًا۔

ان لوگوں سے فرمایا جو آپ کے ساتھ تھے: اٹھو، پس وہ چل پڑے اور میں بھی ان کے آگے چل پڑا حتیٰ کہ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو خبر دی، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ام سلیم! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی ہیں اور ہمارے پاس تو اتنا کھانا ہے نہیں جو ہم ان کو کھلائیں، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گئے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوطلحہ ساتھ آئے حتیٰ کہ وہ دونوں گھر میں داخل ہو گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ، پس حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا وہ روٹیاں لے آئیں، پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان روٹیوں کے ٹکڑے کیے گئے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنی شہد کی کپی نچوڑ کر اس کا سالن بنایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ دعائیہ کلمات پڑھے، پھر آپ نے فرمایا: دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دی، پس انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو کر گھر سے نکل گئے، پھر آپ نے فرمایا: (مزید) دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو، پس انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو کر گھر سے نکل گئے، پھر آپ نے فرمایا: (مزید) دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو، پس سب لوگوں نے کھالیا اور وہ سیر ہو گئے، اور وہ لوگ اس وقت ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۲۲، ۳۵۷۸، ۵۳۸۱، ۵۴۵۰، ۶۶۸۸، صحیح مسلم: ۲۰۴۰، سنن ترمذی: ۳۶۳۰، موطا امام مالک: ۱۷۲۵)

صحیح البخاری: ۶۶۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے جزو ثانی کے ساتھ مطابقت ہو سکتی ہے جس میں سالن کا ذکر ہے۔ اور یہ حدیث علامات

Marfat.com

نبوت میں کافی تفصیل سے گزر چکی ہے اور کتاب الصلوٰۃ میں اختصار کے ساتھ گزری ہے اور کتاب الاطعمہ میں بھی گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث کی سند میں حضرت ابوطلحہ کا ذکر ہے، ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے جو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے خاوند ہیں اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عكة" اس کا معنی ہے: گھی رکھنے کا برتن۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "فادمته" یعنی روٹی کے ساتھ سالن لگایا۔

حدیث مذکور کا فائدہ

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۳۔ ۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۳۔ بَابٌ: النِّيَّةِ فِي الْأَيْمَانِ قسموں میں نیت کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اَیمان میں نیت کے متعلق ہے، اَیمان میں ہمزہ پر زبر ہے اور یہ یمین کی جمع ہے، اسی طرح تمام روایات میں ہے۔ اور علامہ محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: بعض روایات میں یہ لفظ ایمان ہے اور ہمزہ پر زیر ہے۔ پھر کہا: امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے: جب قسم بندہ اور اس کے رب کے درمیان میں ہو تو اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے کہ وہ بندہ نیت کرے گا اور قسم کو اس کی نیت پر محمول کیا جائے گا۔ اور جب قسم بندہ اور کسی آدمی کے درمیان ہو اور قسم کھانے والا اپنی نیت میں غیر ظاہر کی نیت کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کے کلام کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا۔ اس پر اجماع ہے جب وہ اس پر کوئی گواہ پیش کرے۔ اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ قسم، قسم کھانے والے کی نیت پر محمول ہوتی ہے سوا اس صورت کے کہ اس قسم میں کسی آدمی کا حق متعلق ہو تو پھر جو قسم طلب کر رہا ہے اس کی نیت پر قسم کو محمول کیا جائے گا۔ اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ قسم ہمیشہ قسم کھانے والے کی نیت پر محمول ہوتی ہے اور قسم کھانے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ قسم میں توریہ کرے اور انہوں نے اس باب مذکور کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور اس پر ان کا اجماع ہے کہ جب وہ اپنی قسم سے کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کرے تو پھر وہ توریہ نہ کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۸۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا، وہ

Marfat.com

اللَّيْثِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَإِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ۔

بیان کرتے ہیں کہ مجھے محمد بن ابراہیم نے خبر دی کہ انہوں نے علقمہ بن وقاص اللیثی سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے، اور مرد کے لیے صرف وہی ثمرہ مرتب ہوتا ہے جس کی اس نے نیت کی، پس جس مرد کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف (شمار) ہوگی۔ اور جس کی ہجرت دنیا پانے کے لیے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی کی طرف (شمار) ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

(صحیح البخاری:۱، ۵۴، ۲۵۲۹، ۳۸۹۸، ۵۰۷۰، ۶۶۸۹، ۶۹۵۳، صحیح مسلم:۱۹۰۷، سنن ترمذی:۱۶۴۷، سنن نسائی:۷۵، سنن ابوداؤد:۲۲۰۱، سنن ابن ماجہ:۴۲۲۷، مسند احمد:۱۶۹)

صحیح البخاری:۶۶۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے ''قسموں میں نیت کا بیان'' اور اس حدیث میں ذکر ہے ''اعمال کا مدار نیت پر ہے''، اور قسم کھانا بھی ایک عمل ہے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب کا ذکر ہے، وہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، وہ الانصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن ابراہیم کا ذکر ہے، وہ ابن الحارث التیمی القرشی المدنی ہیں۔

اور یہ حدیث صحیح البخاری کی پہلی حدیث ہے اور اس پر وہاں تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۴۔ ۳۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۶۶۸۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

جب قسم کھانے والا اپنی قسم میں کسی خاص زمانہ یا کسی خاص جگہ یا کسی خاص عدد کی نیت کرے تو اس کے متعلق اختلافِ فقہاء

قسم کھانے والا اگر اپنی قسم میں کسی زمانہ یا کسی جگہ کی تخصیص کرے تو وہ کر سکتا ہے خواہ کہ اس تخصیص کا تقاضا اس کے الفاظ سے نہ ہوتا ہو جیسے کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ زید کے گھر میں داخل نہیں ہوگا اور یہ ارادہ کرے کہ ایک ماہ تک داخل نہیں ہوگا یا ایک سال تک داخل نہیں ہوگا تو اگر وہ ایک ماہ بعد داخل ہو یا ایک سال کے بعد داخل ہو تو پھر وہ حانث نہیں ہوگا، یا وہ یہ قسم اٹھائے کہ وہ مثلاً زید سے کلام نہیں کرے گا اور یہ ارادہ کرے کہ وہ اپنے گھر میں زید سے کلام نہیں کرے گا تو اگر وہ کسی اور کے گھر میں زید سے کلام کرے تو پھر وہ حانث نہیں ہوگا۔

اور امام شافعی اور ان کے موافقین نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو تجھے طلاق اور اس نے کسی عدد کی نیت کی تو اس عدد کا اعتبار کیا جائے گا اگر چہ اس نے اس کا تلفظ نہ کیا ہو۔ اسی طرح جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو نے فلاں کام کیا تو تو بائنہ ہے، تو اگر اس نے تین طلاقوں کی نیت کی تو وہ عورت بائنہ ہو جائے گی۔ اور اگر اس نے اس سے کم کی نیت کی تو جتنی اس نے نیت کی تھی اتنی طلاقیں واقع ہوں گی اور طلاق رجعی ہوگی۔

فقہاء احناف نے ان دونوں صورتوں میں اختلاف کیا ہے اور اس پر یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قسم، قسم کھانے والے کی نیت پر محمول ہوتی ہے لیکن آدمیوں کے حقوق کے ماسوا میں اور آدمیوں کے حقوق میں وہ قسم طلب کرنے والے کی نیت پر محمول ہوتی ہے، اور اس میں توریہ سے فائدہ نہیں ہوگا جب کہ وہ اس سے دوسرے کا حق قطع کرے، لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ دونوں حاکم کے پاس مقدمہ پیش کریں، لیکن جب وہ حاکم کے پاس مقدمہ نہ پیش کریں تو اکثر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ پھر یہ قسم کھانے والے کی نیت پر قسم محمول ہوگی۔

علامہ نووی الشافعی نے کہا ہے: جس شخص نے کسی مرد پر کسی حق کا دعویٰ کیا، پس حاکم نے اس پر قسم پیش کی تو حاکم کی نیت کے اعتبار سے قسم منعقد ہوگی اور اس میں اتفاقاً توریہ مفید نہیں ہے۔ اور اگر اس نے حاکم کے قسم طلب کرنے کے بغیر قسم کھائی تو پھر اس کو توریہ سے فائدہ ہوگا سوا اس صورت کے کہ اس سے کسی کا حق باطل ہوتا ہو تو وہ گناہ گار ہوگا خواہ اس کی قسم نہ ٹوٹے۔ اور ان تمام کا حکم اس صورت میں ہے جب وہ لفظِ اللہ کے ساتھ قسم کھائے اور اگر اس نے طلاق کی یا غلام آزاد کرنے کی قسم کھائی ہے تو اس کو توریہ سے فائدہ ہوگا خواہ اس کو حاکم قسم پیش کرے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۷۴۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۸۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قسم میں لفظ کے عرفی معنی اور شرعی معنی اور لغوی معنی کے اعتبار کے متعلق مسائل فقہیہ

امام بخاری نے اس باب میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر کیا ہے اور یہ ایک عظیم حدیث ہے، اس میں عقائد، طہارت، صلوٰۃ، صدقہ، حج، بیع، رہن، نذور وغیرہا تمام ابواب علم داخل ہیں۔ اور تمام ابواب علم کے متعلق اس سے زیادہ وسیع

Marfat.com

حدیث ہمارے علم میں نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں عادات بھی داخل ہیں اور عبادات بھی داخل ہیں۔

شیخ ابن عثیمین کہتے ہیں: اس حدیث کے عموم میں قسمیں بھی داخل ہیں کیونکہ قسم میں بھی نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور کبھی قسم میں عرف کی نیت ہوتی ہے کبھی شرعی معنی کی نیت ہوتی ہے اور کبھی لغوی معنی کی نیت ہوتی ہے۔

قسم میں عرفی معنی کا اعتبار

قسم میں عرفی معنی کا اعتبار اس وقت ہوگا جب لفظ میں اس کی گنجائش ہو لیکن لفظ میں جب اس کی گنجائش نہ ہو تو پھر اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور وہ قسم لغو ہوگی، مثلاً کسی شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں آج رات صرف فراش (بستر) پر سوؤں گا، اور اس نے لفظِ فراش سے زمین کی نیت کی، پھر وہ صحرا میں چلا گیا اور وہاں سو گیا تو اس سے کہا گیا کہ تم نے تو کہا تھا کہ میں فراش پر سوؤں گا اور اب تم صحرا میں سو گئے ہو؟ تو اس نے کہا کہ فراش سے میری مراد صحرا ہے، پس لفظ یہاں پر فراش ہے اور وہ اس نیت کا احتمال رکھتا ہے، لیکن لغت میں اس سے مراد زمین ہے لیکن عام لوگ اس کا احتمال نہیں رکھتے، لہٰذا قسم کھانے والے کی نیت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں آج روٹی نہیں بیچوں گا، پس اس نے روٹی بیچی، اس سے کہا گیا کہ تم نے تو قسم کھائی تھی کہ میں آج روٹی نہیں بیچوں گا؟ تو اس نے کہا: میں نے روٹی سے گوشت کا ارادہ کیا تھا، اب وہ حانث ہو جائے گا کیونکہ روٹی کے لفظ میں گوشت کے ارادہ کی گنجائش اور احتمال نہیں ہے۔ اب یہاں ہم اس کی نیت کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔ اسی طرح جب کسی شخص نے مقتضی ظاہر کے خلاف نیت کی، تب بھی اس کی نیت کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا اگرچہ لفظ اس کی گنجائش رکھتا ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک مرد نے قسم کھائی: اللہ کی قسم! آج میں لوگوں سے کلام نہیں کروں گا، پھر وہ اپنے گھر سے نکلا اور جو شخص اس سے ملا اس نے اس کو سلام کیا، اس سے کہا گیا کہ تم نے تو قسم کھائی تھی کہ میں آج لوگوں سے کلام نہیں کروں گا تو اس نے کہا: میری مراد یہ تھی کہ میں فاسق لوگوں سے کلام نہیں کروں گا اور میں صرف نیک لوگوں کو سلام کروں گا تو اس کے اس قول کو قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ ''لوگوں'' کا لفظ عام ہے اور لغتِ عربیہ میں اس بات کی گنجائش ہے کہ لفظِ انسان سے عموم کا اور خصوص کا ارادہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ۔ (آل عمران: ۱۷۳)

ان لوگوں سے بعض لوگوں نے کہا تھا کہ تمہارے مقابلہ کے لیے بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے، سو تم ان سے ڈرو۔

آل عمران: ۱۷۳ کی تفسیر از مصنف

ابوسفیان نے جنگ احد سے واپسی پر آئندہ سال بدر صغریٰ کے مقام پر مقابلہ کرنے کے لیے کہا تھا، مسلمان اس جنگ کی تیاری میں مصروف تھے، ابوسفیان نے نعیم بن مسعود کو بھیجا، اس نے مسلمانوں سے کہا: اہل مکہ تمہارے گھروں پر آ کر تم پر حملہ کر چکے ہیں اور اس جنگ میں تم کو نقصان پہنچا چکے ہیں تو جب تم ان کے شہر پر جا کر حملہ کرو گے حالانکہ تم تعداد میں کم ہو گے اور وہ زیادہ ہوں گے تو پھر تم کو کس قدر نقصان اٹھانا پڑے گا، اسی طرح منافقوں نے بھی مسلمانوں کو ڈرایا کہ ابوسفیان اور اس کے اصحاب ایک بڑا لشکر تیار کر چکے ہیں، سو تم ان سے ڈرو، مسلمانوں نے کہا: اللہ ہمیں کافی ہے۔ (الوسیط ج ۱ ص ۵۲۲)

اس آیت میں لفظ ''الناس'' عام ہے اور اس سے خصوصاً اہل مکہ کا ارادہ فرمایا ہے، سو معلوم ہوا کہ کسی لفظِ عام سے خاص کا

Marfat.com

ارادہ کرنا جائز ہے۔پس جس شخص نے کہا تھا کہ میں آج لوگوں سے کلام نہیں کروں گا تو یہ لفظ عام تھا لیکن اس نے ارادہ یہ کیا کہ میں خصوصیت سے بدکار اور فاسق لوگوں سے کلام نہیں کروں گا صرف نیک مسلمانوں سے کلام کروں گا تو اس لفظِ عام سے اس نے خاص لفظ کا ارادہ کیا، سو اس کا یہ ارادہ کرنا بھی جائز ہے۔

اور جب قسم کھانے والے کی نیت نہ ہو تو قسم کے سبب کی طرف رجوع کیا جائے گا، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا: فلاں آدمی تمہیں گالی دے رہا تھا یا تمہاری غیبت کر رہا تھا اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس سے بات نہیں کروں گا، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ جس نے اس کو خبر دی تھی اس نے اپنے گمان سے خبر دی تھی، پھر قسم کھانے والے نے اس شخص سے بات کی تو وہ حانث نہیں ہوگا، کیونکہ جس سبب سے اس نے قسم کھائی تھی، پس معلوم ہوا کہ اس شخص میں اس کا وجود نہیں ہے۔

اور جب اس طرح نہ ہو تو پھر لفظ کے مدلول کی طرف رجوع کیا جائے گا اور لفظ کا مدلول عرفی بھی ہوتا ہے اور شرعی بھی ہوتا ہے اور لغوی بھی ہوتا ہے، مثلاً ایک مرد نے کہا: ''واللہ لاشترین یوما شاۃ'' (اللہ کی قسم! میں آج ضرور بکری خریدوں گا) اور اس نے بکری خرید لی تو عرف کے مطابق وہ حانث نہیں ہوگا، کیونکہ شاۃ کا اطلاق لغت میں بکرے اور دنبہ پر ہوتا ہے، تو یہاں عرفی معنی کے اعتبار سے وہ حانث نہیں ہوگا۔

اور ہم کہتے ہیں کہ اگر لغت اور عرف میں اختلاف ہو تو عرف کو مقدم کیا جائے گا، کیونکہ عرف متکلم کے مقصود کے زیادہ قریب ہوتا ہے خاص طور پر عام لوگوں کے نزدیک۔

اور جب کہ لفظ کا مدلول عرفی ہو اور شرع میں اس کے دو معنی ہوں ایک صحیح اور ایک فاسد، تو اس کو صحیح معنی پر محمول کیا جائے گا۔

اور جب وہاں پر لفظ کی حقیقتِ شرعیہ یا حقیقتِ عرفیہ نہ ہو تو پھر اس کو حقیقتِ لغویہ پر محمول کیا جائے گا، پس اگر کسی شخص نے کہا ''واللہ لا اصلی الیوم'' (اللہ کی قسم! میں آج نماز نہیں پڑھوں گا) پھر اس نے نماز پڑھی تو وہ حانث ہو جائے گا اور اس کی قسم ٹوٹ جائے گی لیکن جب اس نے کہا کہ میں نے نماز سے صرف دعا کا ارادہ کیا تھا تو ہم کہیں گے: اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، کیونکہ جو لفظ اس نے کہا ہے وہ اس معنی کی گنجائش رکھتا ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے، لہٰذا اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اور یہ قاعدہ قسموں میں مفید ہوتا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے: طلاق قسم کے قائم مقام ہے جیسا کہ آزاد کرنا قسم کے قائم مقام ہے مثلاً جب کسی انسان نے کہا کہ اگر میں اس گھر میں داخل ہوا تو میری بیوی کو طلاق، لیکن وہ یہ ارادہ نہیں کرتا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے بلکہ وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہے، پس جمہور فقہاء کے نزدیک اگر وہ اس گھر میں داخل ہوا جس گھر میں داخل ہونے پر اس نے طلاق کو معلق کیا تھا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی خواہ اس نے یہ نیت کی ہو کہ وہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہے گا۔ اور شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اس شخص کی بیوی پر اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک کہ وہ ان الفاظ سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ نہ کرے، اس نے تو ان الفاظ سے صرف اپنے نفس کو اس بیوی سے روکنے کا ارادہ کیا ہے، لہٰذا اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی اور اس پر قسم کا کفارہ دینا لازم ہے۔ اور شیخ ابن تیمیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''اعمال کا مدار نیات پر ہے'' اور اس نے ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا۔

Marfat.com

اور شیخ ابن تیمیہ نے نیز ان آثار سے استدلال کیا ہے جو صحابہ سے منقول ہیں کہ انسان نے جب یہ نذر مانی کہ وہ ایک غلام کو آزاد کرے گا تو یہ قسم کے قائم مقام ہے، پس اگر وہ غلام کو آزاد نہ کرے تو اس کے لیے قسم کا کفارہ دینا کافی ہے مثلاً کسی شخص نے کہا: اگر میں نے زید سے کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے، پس صحابہ سے منقول ہے کہ اس کے اوپر غلام کو آزاد کرنا لازم نہیں ہے اور اس پر قسم کا کفارہ دینا لازم ہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ صحابہ سے طلاق کے متعلق کوئی چیز منقول نہیں ہے، پھر کیا ان سے غلام آزاد کرنے کے متعلق کوئی چیز منقول ہے؟ تو شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ طلاق کی قسم کھانا عہد صحابہ میں معروف نہیں تھا، اسی لیے اس سلسلہ میں ان کا کوئی فتویٰ منقول نہیں ہے جیسا کہ غلام آزاد کرنے کی قسم کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معروف نہیں تھا۔ اسی وجہ سے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فتویٰ منقول نہیں ہے۔ اور اس کی تائید درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ (التحریم: ۱۔۲)

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرمادیا ہے، آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا ہے، بڑا مہربان ہے O (اے مسلمانو) بے شک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرمادیا ہے، اور اللہ تمہارا مددگار ہے، وہ خوب جاننے والا بے حد حکمت والا ہے O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حلال کے حرام کرنے کو قسم قرار دیا ہے خواہ اس شخص نے قسم نہ کھائی ہو۔

جیسے کسی شخص نے قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل ہونا مجھ پر حرام ہے، پھر وہ اس گھر میں داخل ہو گیا تو ہم کہتے ہیں: اس کے اوپر قسم کا کفارہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے حتیٰ کہ اس کی بیوی کو بھی شامل ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر اس نے کہا: اگر میں اس گھر میں داخل ہوا تو مجھ پر میری بیوی حرام ہے، پھر وہ اس گھر میں داخل ہو گیا تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی لیکن اس پر قسم کا کفارہ ہے اس لیے کہ بیوی کو حرام کرنا یا کسی اور حلال چیز کو حرام کرنا برابر ہے، کیونکہ بیوی کو حرام کرنا اور اس کے غیر کو حرام کرنا یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مباح قرار دیا تھا، پس جب اس نے ان کو اپنے نفس پر حرام قرار دیا اور اس سے قسم کا ارادہ کیا تو اس کے لیے قسم کا حکم ہوگا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شہد کو پینا حلال تھا آپ نے اس کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قسم قرار دیا جب کہ آپ کے اوپر شہد حرام نہیں ہوا۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے کہا: اگر میں نے فلاں کام کیا تو میری بیوی کی پشت میری ماں کی پشت کی مثل ہے، تو یہ بھی قسم کے حکم میں ہے بشرطیکہ وہ قسم کا ارادہ کرے۔

اور ہم ان تمام جزئیات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مستنبط کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے:

''اعمال کا مدار صرف نیات پر ہے اور ہر مرد کے لیے وہی ثمرہ ہوتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے، سو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو، تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف (شمار) ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کو پانے کے لیے ہو یا کسی

Marfat.com

عورت کو پانے کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی کی طرف (شمار) ہوگی جس کی اس نے نیت کی ہے"۔

ہجرت کی دو قسمیں

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں، ایک بدن کے ساتھ ہجرت ہے اور دوسری عمل کے ساتھ ہجرت ہے اور اس کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس حدیث میں اشارہ فرمایا:

"مہاجر وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے ہجرت کر لی"۔ یہ ہجرتِ عمل ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ۔ (الحشر: ۸) (یہ اموال) ان فقراء مہاجرین کے لیے ہیں جن کو ان کے گھروں سے اور ان کے اموال سے نکال دیا گیا۔

اس آیت میں ہجرتِ بدن مراد ہے، کیونکہ آدمی بدن سے ہجرت کر کے شرک کے شہر سے اسلام کے شہر کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اور شرک کا شہر وہ ہے جس شہر کے حکام اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام کو نافذ نہیں کرتے۔ لیکن جن شہروں کے متعلق یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ وہ شرک کے شہر ہیں یہ وہ ہیں جن میں شعائرِ اسلام بالکل نہ ہوں، نہ اذان ہو اور نہ جماعت ہو اور نہ جمعہ ہو۔ یہ شرک کے شہر ہیں۔

لیکن وہ شہر جن میں اذان ہو، اور لوگ جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہوں اور جمعہ پڑھنے کے لیے آئیں وہ اسلام کے شہر ہیں، خواہ ان شہروں کے حکام ان میں وہ احکام نافذ کرتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کیے، سو یہ دار، دارِ اسلام ہوگا۔

اور اگر وہ یہ کہیں کہ ہر وہ شہر جس میں اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام نافذ نہ ہوں وہ بلادِ کفر ہیں تو میں نہیں گمان کرتا کہ اس دور کے اندر کوئی بلادِ اسلام ہوگا مگر بہت کم۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ بلادِ کفر وہ ہیں جن میں شعائرِ کفر کا اعلان کیا جائے۔ اور اس میں شعائرِ اسلام بالکل نہ ہوں، نہ اذان ہو، نہ جمعہ ہو، نہ جماعت ہو اور نہ ماہِ رمضان کے روزے رکھے جائیں تو یہ بلادِ کفر ہیں۔

تو اب ہم کہتے ہیں کہ ہجرت کی دو قسمیں ہیں، ایک ہجرتِ بدن ہے اور دوسری ہجرتِ عمل ہے۔ ہجرتِ عمل یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو چھوڑ دے اور حرام کاموں کو ترک کر دے۔

پھر غور کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فمن کانت هجرته الی الله و رسوله فهجرته الی الله و رسوله" آپ نے اس کو دوبارہ ظاہر فرمایا اور یہ نہیں فرمایا "فهجرته الی ما هاجر الیه" یعنی اس کی ہجرت اسی طرف ہے جس کی اس نے ہجرت کی، بلکہ فرمایا: اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے، کیونکہ اس ہجرت کا شرف ہے اور تعظیم اور تکریم ہے، اور اس کی ہجرت ایک امرِ عظیم شریف کی طرف ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے۔ پھر اس حدیث کے دوسرے جملہ میں فرمایا "کہ جس کی ہجرت دنیا کو پانے کے لیے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی اس نے ہجرت کی ہے" اور یہ نہیں فرمایا کہ اس کی ہجرت دنیا کی طرف ہوگی جس کو وہ پائے یا عورت کی طرف ہوگی جس سے وہ نکاح کرے، کیونکہ اس سے مراد دنیا کی اور عورت کی حقارت ہے، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صراحتاً ذکر سے اعراض فرمایا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاغت ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۹۲۔۵۹۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۲۴- بَابٌ إِذَا أَهْدَى مَالَهُ عَلَى وَجْهِ النَّذْرِ وَالتَّوْبَةِ
جب کسی شخص نے اپنے مال کا بطورِ نذر ہدیہ دیا یا بطورِ توبہ ہدیہ دیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے اپنے مال کو مسلمانوں کے لیے بطور ہدیہ پیش کیا، یا کسی شخص نے اپنے مال کا بطورِ نذر صدقہ دیا یا بطورِ توبہ صدقہ دیا اور ایک روایت میں ہے بطورِ قربت اور عبادت صدقہ دیا۔ اور اس کا جواب محذوف ہے یعنی جب کسی شخص نے اپنے مال کو اس طرح ہدیہ میں پیش کیا یا اپنے مال کے ہدیہ کو کسی کام پر معلق کیا تو آیا یہ ہدیہ نافذ ہوگا یا نہیں؟

اور یہ باب ابواب النذور میں سے پہلا باب ہے کیونکہ یہ کتاب ''الایمان'' اور ''النذور'' میں ہے یعنی قسموں اور نذروں کے بیان میں ہے اور امام بخاری ''ایمان'' اور قسموں کے ابواب سے فارغ ہو چکے ہیں اور اب ''نذور'' کے ابواب شروع ہوئے۔

نذور کا لفظ ''نذر'' کی جمع ہے اور ''نذر'' کا معنی ہے: کسی چیز کو عبادت سے یا صدقہ سے اپنے نفس کے اوپر تبرعاً واجب کرنا یعنی ازخود واجب کرنا۔ اور کہا جاتا ہے کہ لغت میں نذر کا معنی ہے: کسی نیکی یا برائی کو لازم کر لینا اور اس کا شرعی معنی ہے: مکلف کا کسی ایسے کام کا التزام کرنا جو اس پر واجب نہیں تھا خواہ وہ اس کام کو جلدی کرے یا اس کام کو کسی دوسرے کام پر معلق کرے۔

اور نذر کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم ''نذرِ تبرر'' ہے یعنی نیکی اور اچھے کام کی نذر ماننا۔ اور دوسری قسم ''نذرِ لجاج'' ہے یعنی برائی اور گناہ کی نذر ماننا۔

نذر تبرر کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ جس سے ابتداءً تقرب حاصل کرے، جیسے کسی شخص کا مطلقاً یہ کہنا کہ اللہ کی رضا کے لیے مجھ پر اتنے روزے رکھنا لازم ہے یا مطلقاً کہے: اگر اللہ نے میرے بیمار کو شفاء دے دی تو میں اس کے شکر میں روزے رکھوں گا۔ ایک قول یہ ہے کہ نذرِ تبرر کی دونوں صورتیں صحیح ہیں اور بعض شافعیہ سے منقول ہے کہ نذرِ تبرر کی دوسری صورت صحیح نہیں ہے اور وہ منعقد نہیں ہوگی۔ اور نذرِ تبرر کی دوسری قسم یہ ہے جس میں تعلیقاً تقرب حاصل کیا جائے مثلاً وہ کہے ''اگر فلاں شخص سفر سے آیا تو مجھ پر لازم ہے کہ میں اتنے دن روزے رکھوں گا''۔ اور یہ قسم بھی اتفاقاً لازم ہے۔

اور اسی طرح نذر لجاج کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ جس میں نذر کو کسی حرام کام پر معلق کرے یا واجب کے ترک پر معلق کرے، سو یہ نذر منعقد نہیں ہوگی۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس میں نذر کو کسی مباح فعل پر معلق کرے یا مستحب کے ترک پر معلق کرے یا خلاف اولیٰ پر معلق کرے، سو اس میں فقہاء کے تین اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ نذر کو پورا کرے، دوسرا قول یہ ہے کہ نذر پوری نہ کرے تو قسم کا کفارہ دے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس کو نذر پورا کرنے یا کفارہ قسم دینے میں اختیار ہے۔ اور فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ قسم اصلاً منعقد نہیں ہوگی۔ اور فقہاء احناف کے نزدیک ان تمام صورتوں میں نذر پوری نہ کرنے پر قسم کا کفارہ لازم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٦٩٠ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ فِي حَدِيثِهِ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا فَقَالَ فِي آخِرِ حَدِيثِهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنِّي أَنْخَلِعُ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی از عبداللہ بن کعب، اور وہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میں سے ان کے قائد تھے جب وہ نابینا ہو گئے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ اپنی حدیث میں (اس آیت کی تفسیر میں) ''وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا'' (التوبہ:۱۱۸) (اور اس نے ان تین شخصوں کی توبہ (بھی) قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا) اور انہوں نے اپنی حدیث کے آخر میں کہا: میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو بطور صدقہ پیش کروں گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا بعض مال اپنے پاس رکھو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۷۵۷، ۲۹۴۷، ۲۹۴۸، ۲۹۴۹، ۲۹۵۰، ۳۰۸۸، ۳۵۵۶، ۳۸۸۹، ۳۹۵۱، ۴۴۱۸، ۴۶۷۳، ۴۶۷۷، ۴۶۷۸، ۶۲۵۵، ۶۶۹۰، ۷۲۲۵، صحیح مسلم: ۲۷۶۹، سنن ترمذی: ۳۱۰۲، سنن نسائی: ۳۸۲۶، سنن ابوداؤد: ۳۳۱۷، مسند احمد: ۱۵۳۴۳)

صحیح البخاری: ۶۶۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''جب کسی شخص نے اپنے مال کو بطور نذر اور توبہ ہدیہ کیا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی توبہ میں اپنے مال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صدقہ کے لیے خالی کر دیا۔

اس پر اعتراض ہے کہ اس مال کو خالی کرنا نذر پر دلالت نہیں کرتا اور باب کے عنوان میں نذر کا ذکر ہے۔

اور اس کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ اپنے مال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خالی کرنے میں التزام کا معنی ہے یعنی انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا کہ وہ اپنے مال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خالی کر دیں گے۔ اور التزام میں نذر کا معنی ہے اور یہ جو میں نے جواب دیا ہے یہ شارحین میں سے کسی نے ذکر نہیں کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن صالح، یہ ابو جعفر المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن وہب کا ذکر ہے جن کا

Marfat.com

نام عبداللہ بن وہب المصری ہے۔اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، وہ ابن یزید الایلی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں محمد بن مسلم بن شہاب الزہری کا ذکر ہے۔

اور یہ حدیث کتاب المغازی میں کافی طول کے ساتھ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے۔اور آیت مذکورہ ''الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا'' (التوبہ:۱۱۸)، حضرت کعب بن مالک اور ان کے دو اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے اور وہ حضرت مرارہ اور حضرت ہلال رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فی حدیثه'' یعنی جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں ساتھ نہ جانے کی حدیث بیان کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ان انخلع'' یہ لفظ انخلاع سے بنا ہے یعنی میں اپنے مال سے خالی ہو جاؤں جیسا کہ انسان جب کپڑے اتارتا ہے تو وہ کپڑوں سے خالی ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''امسك عليك بعض مالك'' یعنی تم سارا مال صدقہ نہ کرو بلکہ کچھ مال اپنے پاس رکھ لو۔امام ابوداؤد نے اسی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خیبر میں جو میرا حصہ ہے میں اس کو اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔اور سنن ابوداؤد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر تم ایک تہائی مال صدقہ کر دو تو وہ تمہارے لیے کافی ہے۔

جس نے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کی نذر مانی اس کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

جس نے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کی نذر مانی، اس کے متعلق فقہاء اسلام کے حسب ذیل دس اقوال ہیں:

(۱) امام مالک نے کہا ہے: اس پر لازم ہے کہ وہ تہائی مال کو صدقہ کرے۔

(۲) اللیث اور ابن وہب نے کہا ہے: اگر وہ مال دار ہے تو وہ تہائی مال کو صدقہ کرے اور اگر وہ فقیر ہے تو قسم کا کفارہ دے۔

(۳) ربیعہ نے کہا ہے: اگر وہ متوسط ہے تو تہائی مال سے ایک حصہ نکالے۔

(۴) سحنون مالکی نے کہا ہے: اتنا مال صدقہ کرے جس سے اس کو ضرر نہ ہو۔

(۵) ربیعہ کا دوسرا قول ہے کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے۔

(۶) ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ وہ اپنا تمام مال نکالے اور صدقہ کرے۔

(۷) امام ابوحنیفہ نے کہا ہے: اگر اس نے اس صدقہ کو کسی شرط پر معلق کیا ہے مثلاً اس نے کہا ہے کہ اگر اللہ نے میرے مریض کو شفاء دے دی تو میں اپنا تمام مال صدقہ کروں گا، یا اس نے کہا: اگر میں گھر میں داخل ہوا تو اپنا تمام مال صدقہ کروں گا تو قیاس کا تقاضا ہے کہ اپنا تمام مال نکالے اور صدقہ کرے۔

(۸) امام شافعی نے کہا ہے: اگر اس نے یہ نذر بطور نیکی کے مانی ہے مثلاً کہا ہے: اگر اللہ تعالیٰ نے میرے مریض کو شفاء دے دی تو میں تمام مال صدقہ کروں گا، تو اس پر لازم ہے کہ اپنے تمام مال کو صدقہ کرے، اور اگر یہ نذر لجاج اور غضب کے طور پر تھی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے نفس کو کسی مباح کام سے روکے مثلاً اس نے کہا: اگر میں گھر میں داخل ہوا تو میرا تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں

صدقہ ہے تو اس کو اختیار ہے، اگر چاہے تو نذر پوری کرے اور چاہے تو قسم کا کفارہ دے دے۔
(۹) ابن ابی لیلیٰ، طاؤس اور شعبی نے کہا ہے: اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔
(۱۰) امام زُفر نے کہا ہے: وہ اپنی ذات کے لیے دو مہینہ کی روزی کے برابر مال رکھ لے، پھر اتنا ہی مال صدقہ کر دے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس باب کی جو شرح کی ہے اس کا اکثر حصہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کی کتاب میں مذکور ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۷۴۹۔۷۴۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۹۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ ”تم کچھ مال اپنے پاس رکھ لو“ اس کی حکمت

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ اپنے مال میں سے جو عمدہ جزو ہے اس کو صدقہ کر دو اور غالباً یہ تہائی مال سے زیادہ تھا کیونکہ کسی چیز کا بعض اس کے اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔ اور شاید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ان کے پاس بہت مال ہے اور بعض مال ان کے پاس رہا تو وہ ان کے لیے کافی ہوگا۔ اور اس حدیث سے علامہ سحنون مالکی کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ جس شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنا تمام مال صدقہ کرے گا تو وہ اتنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکالے جس کو صدقہ کرنے سے اس کو ضرر نہ ہو۔ نیز اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جو غنی کی طرف سے دیا جائے اور ابتداء اپنے عیال سے کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۴۲۶، صحیح مسلم: ۱۰۳۴، سنن نسائی: ۲۵۴۴، سنن ابوداؤد: ۱۶۷۶، مسند احمد: ۸۹۷۰، سنن داری: ۱۶۵۱)

اور امام مالک نے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہارے لیے تہائی مال کو صدقہ کرنا کافی ہے۔ (الموطا ص ۲۹۷)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا کہ ”میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال کو خالی کر دوں“ کیا انہوں نے اپنے اس قول سے تمام مال کے صدقہ کا التزام کیا تھا یا ان کا صرف یہ ارادہ تھا کہ وہ ایسا کریں گے اور انہوں نے اس کو واجب نہیں کیا تھا؟ اور جنہوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کا التزام کیا تھا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے ”تمہارے لیے اس مال سے تہائی مال کو صدقہ کرنا کافی ہے“۔ اگر آپ کا یہ کلام بطور مشورہ ہوتا تو آپ اس طرح نہ فرماتے۔

اس کے بعد علامہ ابن ملقن نے اس شخص کے متعلق فقہاء کے آٹھ اقوال ذکر کیے ہیں جس نے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کی قسم کھائی ہو۔

تنبیہ: علامہ عینی کی شرح میں ہم فقہاء کے دس اقوال نقل کر چکے ہیں اور ان دس اقوال میں علامہ ابن ملقن کے ذکر کیے ہوئے آٹھ اقوال بھی شامل ہیں۔

Marfat.com

علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے کہ علامہ ابن بطال مالکی نے اس مسئلہ میں پانچ اقوال ذکر کیے ہیں۔

مسئلہ مذکورہ میں امام ابوحنیفہ کے قول کی تفصیل

اور پانچواں قول یہ ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے تمام مال کو نکالے اور یہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام زفر کا قول ہے۔ مگر یہ کہ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اپنے ان تمام اموال کو صدقہ کرے جن میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اور امام زفر نے یہ کہا ہے کہ اپنے مال میں سے دو ماہ کی خوراک کو رکھ لے، پھر دو ماہ کی خوراک کے برابر مال کو صدقہ کرے۔

امام شافعی کے قول پر دلیل

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے بطور نیکی کے نذر مانی یا قسم کھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بیمار کو شفاء دے دی تو وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کرے گا تو اس پر لازم ہے کہ تمام مال کو صدقہ کرے۔ اور اگر اس نے لجاج اور غضب کے طور پر قسم کھائی ہے تو اسے اختیار ہے، اگر چاہے تو اس نذر کو پورا کرے یا چاہے تو قسم کا کفارہ دے۔

اور امام شافعی نے اپنے قول پر حضرت ابوالخیر عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے''۔ (صحیح مسلم: ۱۶۴۵، کتاب النذر، باب فی کفارۃ النذر)

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ہر نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے سوا اس کے جو دلیل سے مستثنیٰ ہو۔

امام ابوحنیفہ کے قول پر دلیل

امام ابوحنیفہ کے قول پر دلیل قرآن مجید کی درج ذیل آیت ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (التوبہ: ۷۵-۷۶)

اور ان میں سے بعض (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اللہ نے اپنے فضل سے (مال) دیا تو ہم ضرور بہ ضرور صدقہ کریں گے اور ضرور بہ ضرور نیکو کاروں میں سے ہو جائیں گے ○ پس جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں (مال) عطا کیا تو انہوں نے اس میں بخل کیا اور انہوں نے پیٹھ پھیر لی درآں حالیکہ وہ اعراض کرنے والے تھے ○

امام ابوحنیفہ نے اس آیت سے اس طرح استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ جب ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے مانی ہوئی نذر کو پورا نہیں کیا تو وہ وعید اور مذمت کے مستحق ہو گئے، لہٰذا ان کے اوپر اپنی قسم اور نذر کو پورا کرنا لازم ہے۔

ان فقہاء کی دلیل جو کہتے ہیں کہ صورتِ مذکورہ میں صرف تہائی مال کو صدقہ کرنا لازم ہے

اور ابن شہاب زہری نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس صورت میں تہائی مال کو صدقہ کرنا کافی ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے کچھ مال کو اپنے پاس رکھ لو یہ تمہارے لیے بہتر ہے''۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی صورت میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ''تمہارے لیے تہائی مال کو صدقہ کرنا کافی ہے''۔

Marfat.com

پس حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کر دیا کہ جس شخص نے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کی نذر مانی ہو یا قسم کھائی ہو تو وہ صرف تہائی مال کو صدقہ کرے اور دیگر اقوال ساقط ہو گئے۔

امام مالک کے قول پر دلیل

اس صورت میں امام مالک کا قول یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کی نذر مانی تو اس پر لازم ہے کہ وہ تہائی مال کو صدقہ کرے۔ علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے: امام مالک کی دلیل درج ذیل آیت ہے:

وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۖ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (القصص: ۷۷)

اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس سے آخرت کے گھر کی تلاش کرو، اور اپنے دنیا کے حصہ کو (بھی) نہ بھولو، اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے، اور ملک میں سرکشی نہ کرو، بے شک اللہ سرکشی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے کہ دنیا کے مال میں سے اپنے حصہ کو نہ بھولو، اور جب کہ مخلوق کو اتنے مال کی ضرورت ہوتی ہے جس مال کے بغیر اس کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو اس لیے اس پر واجب ہے کہ وہ ایسی صورت میں صرف تہائی مال کو صدقہ کرے اور باقی مال کو اپنی ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے رکھ دے۔ اور اس قول کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب بیمار تھے اور وہ اپنا تمام مال صدقہ کرنا چاہتے تھے تو حضور نے ان کو تمام مال صدقہ کرنے سے منع کیا اور کہا کہ اپنے وارثوں کے لیے بھی کچھ مال چھوڑو ایسا نہ ہو کہ تمہارے بعد تمہارے وارث لوگوں کے آگے اپنی ضروریات کے لیے ہاتھ پھیلاتے رہیں، سو تم تہائی مال کو صدقہ کرو اور تہائی مال بہت ہے۔

فقہاء کے دیگر اقوال پر بحث ونظر

اور رہے وہ فقہاء جنہوں نے اس صورت میں یہ کہا ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالیں، اس قول کی صحت کی کوئی توجیہ نہیں ہے، کیونکہ انسان کے اوپر اپنے مال کی زکوٰۃ کا نکالنا واجب ہے خواہ اس نے نذر نہ مانی ہو۔

اور رہا امام ابوحنیفہ کا یہ قول کہ وہ صرف اپنے ان اموال کو نکالے جن میں زکوٰۃ واجب ہے تو اس کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ اموال ان پر بھی مشتمل ہیں جن میں زکوٰۃ ہے اور ان پر بھی مشتمل ہیں جن میں زکوٰۃ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۲۷)

اور اس نے تمہیں ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا، اور اس زمین کا بھی وارث بنا دیا جس پر ابھی تم چل کر نہیں گئے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○

اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اموال کا وارث بنا دیا اور اس میں غلاموں اور سامان کا فرق نہیں کیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۳۶۷۔۳۶۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ ابن ملقن نے امام ابوحنیفہ کے پورے قول کو ذکر نہیں کیا، امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں

Marfat.com

اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے تمام مال کو اللہ کی راہ میں نکالے اور سب کو صدقہ دے اور صرف ان اموال کا صدقہ دے جن پر زکوٰۃ واجب ہے تو یہ مستحسن ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۶۹۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہونے کا مفصل قصہ

ان تین صحابہ کا قصہ تاریخ میں تفصیل سے لکھا ہوا ہے اور قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ (التوبہ: ۱۱۸) اور اس نے ان تین شخصوں کی توبہ (بھی) قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا۔

یہ تین صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو جو منافقین آپ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے، وہ آ کر جھوٹے عذر پیش کر رہے تھے لیکن ان تینوں کو ان کے ایمان نے اس سے روکا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسا عذر پیش کریں جو واقع میں عذر نہ ہو، اور انہوں نے سچی بات بیان کر دی اور کہا کہ ہمارا کوئی عذر نہیں تھا اور سب سے زیادہ صریح بات حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کی جب انہوں نے یہ کہا کہ ان کے پاس کوئی عذر نہیں ہے اور ان کے پاس دو اونٹنیاں تھیں اور اگر وہ دنیا کے کسی بادشاہ کے پاس بیٹھے ہوتے تو جھوٹا عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے نکل جاتے کیونکہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو گفتگو کرنے کی اچھی مشق تھی اور وہ بہت بلاغت سے کلام کرتے تھے، لیکن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر رہے تھے، پس وہ خوف زدہ ہوئے کہ اگر آج وہ کوئی جھوٹا عذر پیش کریں گے تو کل اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرما کر آپ کو حق بات سے آگاہ کر دے گا اور پھر ان کو رسوا کر دے گا، جیسا کہ درج ذیل آیات میں اس کا ذکر ہے:

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۡ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (التوبہ: ۹۵-۹۶)

جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم (ان کے جھوٹے بہانوں سے) ان سے صرف نظر کرو، پس تم ان کی طرف توجہ نہ کرو، بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے (یہ) ان کے ان کاموں کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے O وہ تم کو راضی کرنے کے لیے تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے، پس اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) گئے تو اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتا O

التوبہ: ۹۵-۹۶ کی تفسیر از مصنف

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے لوٹے تو ملاقات کے لیے بیٹھ گئے،

Marfat.com

پھر آپ سے ملنے وہ لوگ آئے جو آپ کے ساتھ غزوۂ تبوک پہ نہیں گئے تھے، وہ آ کر قسمیں کھا کھا کر جھوٹے عذر پیش کرتے رہے، وہ اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ لوگ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری عذر کو قبول کر کے انہیں بیعت کر لیا اور ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: ان منافقین کے ساتھ بات نہ کرو نہ ان کے ساتھ بیٹھو اور ان سے اس طرح اعراض کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۶۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! یہ منافقین جھوٹے عذر پیش کر کے تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، اور اگر تم ان سے راضی ہو گئے اور تم نے ان کی معذرت کو قبول کر لیا، کیونکہ تم کو ان کے سچ اور جھوٹ کے درمیان امتیاز نہیں ہے، سو تمہارا راضی ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے باطنوں کو اور ان کے خفیہ امور کو جانتا ہے جن کو تم نہیں جانتے، یہ اللہ کے ساتھ کفر پر قائم ہیں اور ایمان سے کفر کی طرف اور اطاعت سے معصیت کی طرف جانے والے ہیں، پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو گئے تو اللہ ان سے راضی ہونے والا نہیں ہے۔

سو، ان آیات میں ان منافقین کی رسوائی ہے جنہوں نے غزوۂ تبوک میں نہ جانے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹے عذر پیش کیے تھے، لیکن حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دو ساتھی ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہما نے سچ بولا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿۱۱۷﴾ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

(التوبہ: ۱۱۷۔۱۱۸)

بے شک اللہ نے نبی پر فضل فرمایا اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی جب کہ اس کے بعد یہ قریب تھا کہ ان کے ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں، پھر اس کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول کی، بے شک وہ ان پر نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے ○ اور اس نے ان تین شخصوں کی توبہ (بھی) قبول فرمائی جن کا معاملہ موخر کر دیا گیا تھا حتیٰ کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور خود ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئیں اور انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر ان کی توبہ قبول فرمائی تاکہ وہ توبہ پر قائم رہیں، بے شک اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

التوبہ: ۱۱۷۔۱۱۸ کی تفسیر از مصنف

اس آیت میں فرمایا ہے کہ مہاجرین اور انصار نے تنگی کے وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی، اس تنگی کے وقت سے مراد غزوۂ تبوک ہے، کیونکہ اس سفر میں مسلمانوں پر بہت سختیاں اور مشکلات آئی تھیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس سفر میں سواری

Marfat.com

کے لیے بھی مشکلات تھیں، پانی کے لیے بھی اور زادِ راہ کے لیے بھی، سواری کی مشکلات یہ تھیں کہ دس مسلمان ایک اونٹ پر باری باری سواری کرتے اور زادِ راہ کی یہ مشکلات تھیں کہ بعض اوقات مسلمانوں کی ایک جماعت باری باری کھجور کی ایک گٹھلی چوستی، ان کے پاس سڑے ہوئے جو تھے، وہ ناک پکڑ کر اس کا لقمہ کھاتے تھے، اور پانی کی مشکلات یہ تھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: شدت پیاس کی وجہ سے ہم میں سے ایک شخص اپنے اونٹ کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی کو نچوڑ کر پیتا۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۷۵، ملخصا)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا، حالانکہ میں اس وقت خوش حال تھا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے رہ جانے کی اصل حقیقت بیان کی اور کوئی جھوٹا عذر نہیں پیش کیا، آپ کی طرح مزید دو صحابہ حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہما بھی پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو ان تینوں سے گفتگو کرنے سے منع فرما دیا اور یوں تمام صحابہ ان کے لیے اجنبی ہو گئے حتیٰ کہ زمین بھی ان کے لیے اجنبی ہو گئی، اس حالت میں انہوں نے چالیس راتیں گزاریں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے انہیں جا کر خبر دی کہ وہ اپنی بیویوں سے علیحدہ ہو جائیں اور ان کے قریب نہ جائیں، اس حکم کے بعد انہوں نے مزید دس راتیں گزاریں حتیٰ کہ جب اس طرح پچاس دن گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۲۷۳۔۲۷۹ مجملا، شرح السنہ: ۱۶۷۶ مجملا و ملتقطا)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آیا تو انہوں نے پوچھا: مجھے پتا نہیں چلا میں کیا کروں کہ اپنی بیوی کو طلاق دوں یا کیا کروں؟ تو قاصد نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ اور میں نہیں جانتا کہ تم ان کو طلاق دو یا نہ دو۔ پس حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ، رہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے باقی دو ساتھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی کہ وہ اپنی بیویوں کے پاس رہیں کیونکہ وہ دونوں بوڑھے تھے۔

تمام لوگوں نے ان تینوں کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ ابوقتادہ جو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے اور وہ ان کو بہت زیادہ محبوب تھے، ان کے باغ میں آتے، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ان کو سلام کرتے تو وہ ان کے سلام کا جواب نہیں دیتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ ان تینوں کو چھوڑ دو تو صحابہ نے ان کو چھوڑ دیا، حتیٰ کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین اخلاق والے تھے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کو سلام کرتا اور اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ آپ نے اپنے ہونٹوں کو سلام کے جواب میں ہلایا ہے یا نہیں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بہت بڑی آزمائش میں مبتلاء ہوئے حتیٰ کہ غسان کے بادشاہ کا ان کے پاس خط آیا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پیغمبر نے تمہیں چھوڑ دیا ہے، تم ہمارے پاس آ جاؤ، ہم تمہاری غم گساری کریں گے، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے وہ خط اٹھا کر تندور میں ڈال کر جلا دیا تا کہ کہیں اور آزمائش میں مبتلاء نہ ہو جائیں۔ پھر اسی طرح پچاس راتیں گزر گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس وقت توبہ نازل کی جب ان پر زمین اجنبی ہو گئی تھی اور وسعت کے باوجود تنگ ہو گئی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی توبہ کے مقبول ہونے کے متعلق وحی نازل فرمائی اور یہ بہت عظیم بشارت تھی ان کے لیے بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی۔ پھر ایک

Marfat.com

گھوڑے سوار حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی قوم کے گھروں کی طرف گیا اور بلند آواز کے ساتھ چلا کر مدینہ کے پہاڑ پر اعلان کیا: اے کعب بن مالک! خوشخبری ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ہے۔ اور ان کی آواز گھوڑے کی رفتار سے زیادہ تیز تھی۔ جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس خوشخبری دینے والا آیا تو انہوں نے اپنے پڑوسی سے دو کپڑے مستعار لیے اور اپنے پہنے ہوئے کپڑے اس خوشخبری دینے والے کو انعام میں دے دیے، اس نے ان کو مبارک باد دی اور بشارت دی، پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا اور فرمایا: جب سے تم اپنی ماں سے پیدا ہوئے ہو اس سے زیادہ خوشی کا دن تمہارے پاس اس سے پہلے نہیں آیا اور لوگ آتے تھے اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو ان کی توبہ قبول ہونے پر مبارک باد دیتے تھے اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ توبہ قبول ہونے پر بہت زیادہ خوش ہوئے اور کہا کہ میری توبہ یہ ہے کہ میں اس نعمت کے شکر میں اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں صدقہ دیتا ہوں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت عمدہ تربیت ہے، کیونکہ انسان ابتداء امر میں اپنی مصلحتوں کو اور اپنی ضروریات کو بھول جاتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو اور یہ عمدہ تربیت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما کر اس پر احسان فرمائے تو وہ اس کے شکر میں اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں صدقہ کردے جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اسی طرح جب کوئی انسان یہ نذر مانے کہ وہ اپنا سارا مال صدقہ کرے گا تو اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ سارا مال صدقہ کرے بلکہ فقط تہائی مال صدقہ کرے اور یہ کافی ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ کیونکہ تمام مال کو صدقہ کرنا امورِ واجبہ میں سے نہیں ہے امورِ مستحبہ میں سے ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کیے ہوئے تمام مال کے صدقہ کو برقرار رکھا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۹۸۔ ۶۰۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۵۔ بَابٌ: إِذَا حَرَّمَ طَعَامَهُ

جب کسی شخص نے اپنے اوپر کسی طعام کو حرام قرار دیا

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ (التحریم: ۱۔ ۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرمادیا ہے، آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے O (اے مسلمانو) بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرمادیا ہے، اور اللہ تمہارا مددگار ہے، وہ خوب جاننے والا بے حد حکمت والا ہے O

وَقَوْلُهُ: لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ۔ (المائدہ: ۸۷)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص اپنے اوپر کسی طعام کو حرام قرار دے بایں طور کہ وہ کہے کہ فلاں طعام یا فلاں مشروب مجھ پر حرام ہے یا وہ کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے نذر مانی ہے کہ میں فلاں چیز نہیں کھاؤں گا یا فلاں چیز نہیں پیوں گا۔

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کا جواب ذکر نہیں کیا یعنی جو شخص اپنے اوپر کسی طعام کو حرام قرار دے گا تو اس کا حکم کیا ہے؟ اور یہ امام بخاری کی عادت ہے کہ وہ عنوان ذکر کر دیتے ہیں اور اس کا حکم ذکر نہیں کرتے۔

اور اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کی قسم منعقد ہو جائے گی اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے جب وہ اس طعام کو مباح کر لے، لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ قسم کھائے اور یہی امام بخاری کا مذہب ہے، اسی لیے انہوں نے اس باب کی حدیث کو وارد کیا ہے کیونکہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے ''میں نے قسم کھائی ہے''۔

اگر کوئی شخص طعام کو اپنے اوپر حرام قرار دے یا اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دے تو اس کے متعلق مذاہب فقہاء

اور امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ لیکن وہ لفظِ حلف یا قسم کی شرط نہیں لگاتے۔ اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی چیز نہیں ہے اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی طعام یا مشروب کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو یہ یمین اور قسم نہیں ہے سوا بیوی کے، کیونکہ اگر وہ بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دے گا تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ اس پر حرام ہو گی۔ امام شافعی سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ اس کو الربیع نے امام شافعی سے روایت کیا ہے اور بعض تابعین سے روایت ہے کہ حرام کرنا کچھ نہیں ہے خواہ اس نے اپنے اوپر اپنی بیوی کو حرام کیا ہو یا کسی اور چیز کو حرام کیا ہو، اس کے اوپر ان میں سے کسی چیز کا کفارہ لازم نہیں آئے گا۔ ابوسلمہ، مسروق اور شعبی کا بھی یہی قول ہے۔

باب مذکور کی پہلی دو آیتوں کی تفسیر از علامہ عینی

ان دو آیتوں میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا باب کے عنوان میں ذکر ہے کہ مباح کو حرام قرار دینا قسم ہے اور اس میں کفارہ ہے لیکن امام بخاری کے نزدیک اس میں قسم یا حلف کے لفظ کو ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اور پہلی آیت کے نزول کا سبب کتاب الطلاق کے اس باب میں گزر چکا ہے ''باب لم تحرم ما احل اللہ لک'' اور اس باب میں امام بخاری نے دو حدیثیں وارد کی ہیں۔

اور دونوں حدیثیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہیں، جن میں یہ قصہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حرام قرار دیا جن کو اسکندریہ کے حکمران المقوقس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کیا تھا۔ اور شہد کو حرام قرار دینے کا قصہ ہے۔ اور ہم نے اس میں اس اختلاف کو ذکر کیا ہے کہ کیا یہ آیت حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو حرام قرار دینے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے یا شہد کو حرام قرار دینے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس آیت میں مذکور ہے ''تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ'' یعنی آپ اس تحریم سے اپنی ازواج کی رضا کو طلب کرتے ہیں۔

نیز فرمایا: ''قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ'' (التحریم: ۲)، یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کو کھولنے کا طریقہ

Marfat.com

مقرر فرما دیا ہے۔

باب مذکور کی دوسری آیت کی تفسیر از علامہ عینی

اس باب کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے''۔ (المائدہ: ۸۷)

اس آیت میں ان لوگوں پر زجر و توبیخ ہے جو ایسا کرتے ہیں، اس لیے اس کے آخر میں فرمایا ''ولا تعتدوا'' یعنی تم حد سے تجاوز نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو پاک چیزیں حلال فرمائی ہیں ان کے حرام کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حد سے تجاوز قرار دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۶۔ ۳۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

المائدہ: ۸۷ کی تفسیر از مصنف

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ان صحابہ کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اچھے کپڑے اتار دیں اور عورتوں کو چھوڑ دیں اور زاہد بن جائیں، ان میں سے حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما تھے۔ (جامع البیان ج ۷ ص ۱۳)

۶۶۹۱۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ زَعَمَ عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَزْعُمُ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا فَتَوَاصَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ أَنَّ أَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَلْتَقُلْ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لَا بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ أَعُودَ لَهُ فَنَزَلَتْ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا لِقَوْلِهِ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا وَقَالَ لِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى عَنْ هِشَامٍ وَلَنْ أَعُودَ لَهُ وَقَدْ حَلَفْتُ فَلَا تُخْبِرِي بِذَلِكِ أَحَدًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الحجاج نے حدیث بیان کی از ابن جریج، وہ بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے زعم کیا کہ انہوں نے عبید بن عمیر سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، ان کا یہ گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ دیر ٹھہرتے تھے اور ان کے پاس شہد پیتے تھے، پس میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئیں تو وہ یہ کہے کہ بے شک مجھے آپ سے مغافیر کی بُو آتی ہے! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ پس آپ ان میں سے کسی ایک کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اس طرح کہا، آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں ہرگز دوبارہ نہیں پیوں گا، تب یہ آیت نازل ہوئی: ''اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے'' (التحریم: ۱)۔ یہ آیت یہاں تک ہے ''اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ'' (التحریم: ۴) (اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو)۔ یہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا ہے۔ ''وَاِذْ اَسَرَّ

النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا'' (التحریم:۳)(اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کی بات کہی)۔وہ بات یہ تھی کہ آپ نے فرمایا تھا:''بلکہ میں نے شہد پیا ہے''۔

اور مجھ سے ابراہیم بن موسیٰ نے کہا از ہشام:''اور میں ہرگز دوبارہ نہیں پیوں گا اور میں نے قسم کھالی ہے،پس تم اس کی کسی کو خبر نہ دینا''۔

(صحیح البخاری:۴۹۱۲،۵۲۱۶،۵۲۶۷،۵۲۶۸،۵۴۳۱،۵۵۹۹،۵۶۱۴،۵۶۸۲،۶۶۹۱،۶۹۷۲،صحیح مسلم:۱۴۷۴،سنن نسائی:۳۷۹۵،سنن ابوداؤد:۳۷۱۴،مسند احمد:۲۵۳۲۴)

صحیح البخاری:۶۶۹۱،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے کہ''جب کوئی شخص اپنے اوپر کسی طعام یا مشروب کو حرام قرار دے''اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر شہد کو حرام قرار دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حسن بن محمد،یہ ابن صباح الزعفرانی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حجاج،وہ ابن محمد المصیصی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج،وہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عطاء،وہ ابن ابی رباح ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید بن عمیر،یہ دونوں اسم مصغر ہیں یعنی عبد اور عمرو کی تصغیر ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطلاق میں بعینہٖ اسی سند اور متن کے ساتھ گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی بیان کی جاچکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''زعم عطاء''اس کا معنی ہے:عطاء نے کہا یا عطاء نے بیان کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''مغافیر''یہ لفظ غین اور فاء کے ساتھ ہے اور یہ لفظ مغفور کی جمع ہے،مغفور گوند کی ایک قسم ہے جو کسی درخت سے نکلتا ہے،یہ گوند شہد کی طرح میٹھا ہوتا ہے اور اس کی بُو ناگوار ہوتی ہے۔اس کو''مغاثیر''بھی کہا جاتا ہے یعنی فاء کے بدلہ ثاء سے،یہ مغثور کی جمع ہے۔جیسا کہ ثوم اور فوم ہے۔اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مغفور وہ چیز ہے جو''العرفط''نام کے درخت سے نکلتا ہے اس کی بو ناگوار ہوتی ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ یہ میٹھا ہوتا ہے اور اس کو پانی میں گھول کر پیا جاتا ہے۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند کرتے تھے کہ آپ سے کوئی ناگوار بو پائی جائے،کیونکہ آپ فرشتوں سے مناجات کرتے تھے تو آپ نے ان دونوں کو سچا

Marfat.com

گمان کر کے اپنے نفس کے اوپر شہد کو حرام قرار دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناگوار بُو نہیں آ رہی تھی، پھر ازواج نے کیسے غلط بیانی کی کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بُو آ رہی ہے؟

علامہ کرمانی نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہیں کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بُو آ رہی ہے؟

پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ عورتوں میں جو طبعی غیرت ہوتی ہے یہ اس کا تقاضا تھا۔ یا یہ ان کا گناہِ صغیرہ تھا جو ان کی نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔ پھر علامہ کرمانی نے کہا: اگر تم یہ سوال کرو کہ کتاب الطلاق میں یہ گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں شہد پیا تھا اور آپس میں مشورہ کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت سودہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہم تھیں؟

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں: شاید کہ شہد کا پینا دو مرتبہ تھا۔

پھر لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اور میں ہرگز اس کو دوبارہ نہیں پیوں گا یعنی آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں دوبارہ شہد کو نہیں پیوں گا“ اسی لیے آپ نے قسم کا کفارہ دیا۔

امام بخاری نے اس حدیث کی تعلیق میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ ”میں نے قسم کھائی ہے اور تم اس قسم کی کسی کو خبر نہ دینا“۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس تعارض کا جواب کہ ایک حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پیا اور دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس شہد کو پیا

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس تعارض کے جواب میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۵۲۶۷ میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے، وہ آپ کو شہد پلاتی تھیں، پس میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں تو وہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بُو آتی ہے کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ پس آپ ان دو میں سے کسی ایک کے پاس آئے تو انہوں نے یہ کہا، آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ میں نے (حضرت) زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں ہرگز دوبارہ نہیں پیوں گا، تو یہ آیات نازل ہوئیں: (صحیح البخاری: ۴۹۱۲ میں یہ اضافہ مذکور ہے ”تم اس کی کسی کو خبر نہ دینا“)

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ (التحریم: ۱۔۲)

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے، آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں، اور اللہ بہت بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے ۝ (اے مسلمانو) بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرما دیا ہے، اور اللہ تمہارا مددگار ہے، وہ

خوب جاننے والا بے حد حکمت والا ہے۔

إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۚ وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ۝ (التحریم:۴)

اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں اور اگر نبی کے خلاف تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہیں تو بے شک اللہ نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے بھی (ان کے) مددگار ہیں ۝

(صحیح البخاری: ۴۹۱۲، ۵۲۱۶، ۵۲۶۷، ۵۲۶۸، ۵۴۳۱، ۵۵۹۹، ۵۶۱۴، ۵۶۸۲، ۶۶۹۱، ۶۹۷۲، صحیح مسلم: ۳۶۶۳، سنن نسائی: ۳۴۱۲، ۳۸۰۴، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۴، مسند احمد: ۲۵۳۲۴)

اور صحیح البخاری: ۵۲۶۸ میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد اور میٹھی چیزوں کو پسند کرتے تھے اور جب آپ عصر کے بعد واپس آتے تو اپنی ازواج مطہرات کے پاس جاتے، پس ان میں سے کسی ایک کے قریب ہوتے، سو آپ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے، پس ان کے پاس معمول سے زیادہ دیر ٹھہرے، سو مجھے اس پر غیرت آئی، پس میں نے اس تاخیر کے متعلق سوال کیا تو مجھے بتایا گیا کہ ان کی قوم کی ایک عورت نے ان کو شہد کی کپی پیش کی تھی، پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سے شہد کا گھونٹ پلایا، پس میں نے (دل میں) کہا: سنو! اللہ کی قسم! ہم ضرور کوئی خفیہ تدبیر کریں گے تو میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا: عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس آئیں گے، پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان سے کہنا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ پس بے شک وہ آپ سے کہیں گے: نہیں! تو تم ان سے کہنا: پھر یہ کیسی ناگوار بو ہے جو آپ سے آرہی ہے؟ تو پھر وہ تم سے کہیں گے: مجھے حفصہ نے شہد کا گھونٹ پلایا تھا تو تم ان سے کہنا: شاید، شہد کی مکھی نے ''عرفط'' درخت کی پتیوں کو چوسا ہوگا اور میں بھی عنقریب ایسا کہوں گی، اور اے صفیہ! تم بھی اس طرح کہنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: اللہ کی قسم! اس وقت آپ دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے، پس میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ڈر سے وہی کہا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حکم دیا تھا، پس جب آپ ان کے قریب ہوئے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے، آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے کہا: پھر یہ کیسی ناگوار بو ہے جو مجھے آپ سے آرہی ہے، آپ نے فرمایا: مجھے حفصہ نے شہد کا ایک گھونٹ پلایا تھا، تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا: شہد کی مکھیوں نے ''عرفط'' درخت کی پتیوں کا رس چوسا ہوگا، پھر جب آپ میرے پاس آئے تو میں نے بھی اس طرح کہا، پھر جب آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا، پھر جب آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو شہد نہ پلاؤں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: اللہ کی قسم! ہم نے آپ کے اوپر شہد کو حرام کر دیا ہے، تو میں نے ان سے کہا: تم چپ کرو۔

(صحیح البخاری: ۵۲۱۶، ۵۲۶۸، صحیح مسلم: ۳۶۶۴، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۵، سنن ترمذی: ۱۸۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۳۲۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان دونوں حدیثوں کے تعارض کے جواب میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں تو اسی طرح دو حدیثیں مذکور ہیں۔ عبید بن عمیر کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ شہد پینے کا واقعہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، اور عروہ کی روایت میں ہے کہ شہد پینے کا واقعہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پیا تھا اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما وہی دو ازواج ہیں جنہوں نے آپس میں مشورہ کیا تھا جیسا کہ عبید بن عمیر کی روایت میں ہے۔ اور ان دونوں مختلف حدیثوں میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں اور اگر ترجیح کی طرف میلان کیا جائے تو عبید بن عمیر کی روایت کو ترجیح ہے کیونکہ اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی موافقت ہے کہ جنہوں نے مشورہ کیا وہ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ اور اگر حضرت حفصہ کے ہاں آپ نے شہد پیا ہوتا تو پھر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا مشورہ میں شریک ہونا ممکن نہیں تھا اور قرآن مجید کی آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جن دو ازواج نے ایک دوسرے کی مدد کی وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پینے کا واقعہ مقدم ہو اور راجح یہی ہے کہ جنہوں نے شہد پلایا تھا وہ حضرت زینب تھیں نہ کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا۔

نیز کتاب الہبہ میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے دو گروہ تھے، ایک گروہ میں، میں تھی اور حضرت سودہ، حضرت حفصہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن تھیں، اور دوسرے گروہ میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور باقی ازواج تھیں۔ اس حدیث سے بھی اسی کو ترجیح ہوتی ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہی شہد پلانے والی تھیں۔ اور میں نے جو یہ تحقیق کی ہے یہ اس سے اولیٰ ہے جو علامہ داؤدی نے وثوق سے کہا ہے کہ جن روایات میں مذکور ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شہد پلایا تھا وہ روایات غلط ہیں۔ اور قاضی عیاض نے بھی اسی طرف میلان کیا ہے اور علامہ نووی نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور برقرار رکھا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: عبید بن عمیر کی روایت اولیٰ ہے کیونکہ وہ ظاہر قرآن کے موافق ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے "وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ" (التحریم: ۴)، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مدد کرنے والی دو تھیں نہ کہ زیادہ۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے: جس روایت میں مذکور ہے کہ متظاہرات حضرت عائشہ، حضرت سودہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن تھیں وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ قرآن مجید کے خلاف ہے، قرآن مجید میں تثنیہ کے ساتھ خطاب ہے۔

اور شہد کے قصہ میں مذکور ہے کہ جب آپ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اور حفصہ نے باہم مشورہ کیا۔ اور یہ اس کے مطابق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باہم مشورہ کر کے ایک دوسرے کی مدد کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں اور یہ ظاہر آیت کے موافق ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۵۲، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ صحیح البخاری کی وہ روایت راجح ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پیا۔

صحیح البخاری: ۶۶۹۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

اپنے اوپر کسی طعام یا مشروب کو حرام کرنے کے حکم میں فقہاء کا اختلاف

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نے اپنے نفس کے اوپر کسی ایسے طعام یا مشروب کو حرام کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے حلال کیا تھا تو امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام اوزاعی نے کہا: وہ اس پر حرام نہیں ہوگا اور اس کے اوپر قسم کا کفارہ ہے۔

اور امام مالک نے کہا ہے: اگر کوئی شخص طعام یا مشروب کو حرام قرار دے تو وہ قسم نہیں ہے، قسم صرف عورت کو حرام قرار دینے میں ہے اور اس قول سے اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

اور امام شافعی نے کہا کہ اگر اس نے اپنے نفس کے اوپر کسی طعام یا مشروب کو حرام کیا تو وہ حلال ہی رہے گا اور اس پر کفارہ نہیں ہوگا جیسا کہ امام مالک کا قول ہے۔

جن فقہاء نے اس صورت میں کفارہ کو واجب کیا ہے ان کے دلائل

وہ فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حرام قرار دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے ان کے ساتھ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری اور ان کے گھر میں جماع کیا تھا۔ اور الزجاج نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اس سے رنجیدہ ہوئیں اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے میرے ساتھ وہ کام کیا ہے جو آپ نے میری باری میں اپنی دیگر ازواج میں سے کسی کے ساتھ نہیں کیا اور میرے گھر میں اور میرے بستر پر، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام قرار دیتا ہوں، سو اب میں اس کے قریب نہیں جاؤں گا، سو آپ نے اپنے اوپر حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو حرام قرار دیا اور آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اس کا کسی سے بھی ذکر نہیں کرنا، پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات ظاہر کر دی کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتا دی ہے تو پھر سورۃ التحریم کی یہ آیات نازل ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جماع کیا اور اپنی قسم کا کفارہ دیا، یہ قتادہ وغیرہ کا قول ہے۔

اگرچہ یہ بھی روایات میں ہے کہ آپ نے شہد کی ناگوار بو کی وجہ سے اپنے اوپر شہد کو حرام کیا تھا لیکن حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اس قصہ کو محمول کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ مرد اپنی باندی کے ساتھ پردہ میں جماع کرتا ہے اور شہد پردہ میں نہیں پیتا اور باندی کو اپنے اوپر حرام کرنا اس میں ازواج کی رضا جوئی ہے اور شہد کو حرام کرنے میں ازواج کی رضا جوئی نہیں ہے یہ تو شہد کی ناگوار بو کی وجہ سے ہے۔

شہد کی تحریم کا محمل

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: کسی چیز کو حرام قرار دینا یہ صرف اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے، پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے حرام قرار دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والے کی مذمت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ

Marfat.com

لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ (المائدہ: ۸۷)

تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ۝ (النحل: ۱۱۶)

اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تا کہ تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو، بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے ○

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۳۳۔ ۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کو حلال سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو شہد کے پینے سے قسم کھا کر روک لیا تھا

میں کہتا ہوں: اس بناء پر علماء نے کہا ہے کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے شرعاً حلال قرار دیا ہو اس کو شرعاً حرام قرار دینا کفر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے اوپر شہد کو حرام قرار دیا تھا یا دوسری روایت کی بناء پر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے مقاربت کو حرام قرار دیا تھا، اس حرام قرار دینے کا یہ معنی نہیں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا، کیونکہ یہ تو العیاذ باللہ کفر ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہد کو حرام قرار دینے کا معنی یہ ہے کہ آپ نے یہ قسم کھائی کہ آپ آئندہ شہد کو نہیں پئیں گے یا آپ نے یہ قسم کھائی کہ آپ آئندہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے مقاربت نہیں کریں گے اور اس پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار پر بعض علماء دیوبند کا اعتراض اور اس کا جواب

نیز میں کہتا ہوں کہ بعض علماء دیوبند یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرمایا ہے کہ آپ شہد کو حرام قرار دیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کو حرام نہیں قرار دیا تھا بلکہ اپنے آپ کو شہد کے فائدہ سے روک لیا تھا اور ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی چیز کو حلال سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو اس کے کھانے یا پینے سے روک لے، تو کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس چیز کا اختیار تمام امت کو حاصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بھی اختیار نہیں ہے کیونکہ تمام امت کو یہ اختیار ہے کہ کسی بھی چیز کو حلال سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو اس کے کھانے پینے سے روک لیں، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ اختیار ہے کہ آپ شہد کو حلال سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو شہد کے کھانے یا پینے سے روک لیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

باب مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے" جب کوئی شخص اپنے طعام کو حرام قرار دے"۔ یعنی اس کا حکم کیا ہے؟

Marfat.com

کسی چیز کو حرام قرار دینے کی تین قسمیں

طعام کو حرام قرار دینا حقیقت میں تین قسموں کی طرف منقسم ہوتا ہے:۔

القسم الاول: یہ تحریم شرک کی ایک قسم ہے کیونکہ اس شخص نے اس چیز کو حرام قرار دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا تھا اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (التوبہ:۳۱) انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور پیروں کو خدا بنا لیا ہے۔

پس عدی بن حاتم نے کہا: یارسول اللہ! ہم ان کی عبادت نہیں کرتے یعنی اپنے علماء اور پیروں کی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے یہ اس کو حلال قرار دیتے ہیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے یہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں، کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہی ان کا اپنے علماء اور پیروں کی عبادت کرنا ہے۔

یعنی جب کسی شخص نے یہ قصد کیا کہ اس طعام کو حرام قرار دے اور یہ ایسا ہے جیسے اہل شرک زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے وہ ''السائبہ، الوصیلة، الحام، البحیرة'' کو حرام قرار دیتے تھے اور جب اس سے تحریم کے حکم کا قصد کیا جائے تو یہ شرک کی ایک قسم ہے۔

القسم الثانی: کوئی شخص کسی چیز کو حرام قرار دے اور اس سے جھوٹ کا ارادہ کرے، مثلاً وہ کہے کہ یہ چیز حرام ہے اور وہ جانتا ہو کہ یہ چیز حلال ہے جیسا کہ لوگ ایک دوسرے سے جھوٹ بولتے ہیں، پس اس کو جھوٹ شمار کیا جائے گا اور جھوٹ حرام ہے۔

القسم الثالث: جب کوئی شخص یہ کہے کہ یہ طعام حرام ہے تو وہ اس سے اپنے آپ کو روکنے کا ارادہ کرے مثلاً وہ کہتا ہے کہ یہ طعام مجھ پر حرام ہے یعنی میں اس کو کھانے سے رکا رہوں گا، پس اس تحریم کا حکم قسم کا حکم ہے۔

اور جب کسی شخص نے کہا کہ یہ روٹی حرام ہے یعنی میں اس روٹی کو نہیں چکھوں گا تو اس کا حکم بھی قسم کا حکم ہے، اور یہ قسم تمام امور میں جاری ہوتی ہے جب اس نے اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے اور ان الفاظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس کا حکم قسم کا حکم ہے اور دلیل اس کی درج ذیل آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ (التحریم:۱۔۲)

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرمادیا ہے، آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا ہے اور بہت مہربان ہے O (اے مسلمانو!) بے شک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرمادیا ہے، اور اللہ تمہارا مددگار ہے، وہ خوب جاننے والا بے حد حکمت والا ہے O

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شہد کو حرام قرار دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو قسم فرمایا، کیونکہ اس کے بعد فرمایا ''اے مسلمانو! بے شک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرمادیا ہے''۔

Marfat.com

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان کسی چیز کی قسم کھائے تو وہ اس چیز کو حرام قرار دینے کے درجہ میں ہے، پس جب وہ حانث ہونے سے پہلے اس کا کفارہ دے دے تو وہ قسم کھل جاتی ہے، لیکن جب وہ قسم توڑ دے تو پھر اس کو کفارہ دینا ہوگا۔ اور اس کو کفارہ کہتے ہیں۔

سورۂ تحریم کی آیت سے شیخ ابن عثیمین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب ثابت کرنا اور مصنف کا جواب

شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں: اور اس آیت کریمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا سا عتاب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو حرام قرار دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال قرار دیا تھا تا کہ آپ اپنی ازواج کی رضامندی کو طلب کریں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۷۰۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب کے لفظ کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد صورتاً عتاب ہے حقیقتاً عتاب نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا "آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال فرمادیا ہے" اس سے آپ کی دلجوئی مراد ہے اور آپ کو آپ کی پسندیدہ چیزوں کی طرف متوجہ کرنا مطلوب ہے اور یہ بتلانا ہے کہ آپ ازواج کی خاطر کیوں اپنی پسندیدہ چیزوں کو چھوڑ رہے ہیں، آپ کا یہ مقام نہیں ہے کہ آپ ازواج کو راضی کریں، بلکہ ازواج کو چاہیے کہ وہ آپ کو راضی کریں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ آپ ازواج کو راضی کرنے کے لیے شہد کو کیوں ترک کر رہے ہیں، آپ کا یہ مقام نہیں کہ آپ ازواج کو راضی کریں، آپ کا مقام یہ ہے کہ ازواج آپ کو راضی کریں، جن کی رضا خود خالق کائنات کو مطلوب ہے انہیں مخلوق میں سے کسی کو راضی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ (التحریم: ۴)

اگر نبی کے خلاف تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان، اور اس کے بعد سب فرشتے بھی ان کے مددگار ہیں O

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما پر واضح کیا کہ اگر تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر نہیں چلیں تو انہیں کیا کمی ہوگی جن کا اللہ محب ہے، جبرائیل ان کا موافق ہے، نیک مسلمان اور سارے فرشتے ان کے مددگار ہیں، اگر ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب فرمایا ہوتا تو اس آیت کا یہ انداز نہ ہوتا۔

دراصل اس سورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب نہیں ہے بلکہ ازواج مطہرات پر عتاب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝ (التحریم: ۵)

اگر نبی نے تم کو طلاق دے دی تو عنقریب ان کا رب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا جو فرماں بردار، ایمان دار، عبادت گزار، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں روزہ دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں گی O

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کے صدور پر شیخ ابن عثیمین کا سنن ترمذی کی حدیث سے استدلال اور مصنف کا جواب

اور اس آیت کے اخیر میں فرمایا ہے "اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے" یعنی بے حد بخشنے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اپنے اوپر شہد کو حرام قرار دیا تھا یہ بھی ایک قسم کا گناہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو مغفرت اور رحمت پر ختم کیا ہے اور یہاں ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گناہ کرنا ممکن ہے؟

پس ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالعموم فرمایا ہے:

عن انس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: کل بنی آدم خطاؤن، وخیر الخطائین التوابون۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر اولادِ آدم کثیر الخطاء ہے، اور خطا کاروں میں بہترین وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

(سنن ترمذی:۲۴۹۹، سنن ابن ماجہ:۴۲۵۱، سنن دارمی:۲۷۲۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۸)، (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۶۰۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ)

مصنف کی طرف سے حدیث مذکور سے انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کے صدور کے اعتراض کا جواب

شارحین حدیث نے جو اس حدیث کا محمل بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں "کل بنی آدم" سے مراد انبیاء علیہم السلام کے ماسوا ہیں اور انبیاء علیہم السلام اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور دلائل قطعیہ سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ (آل عمران:۱۸۵) ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔

اس آیت میں بالعموم فرمایا ہے "ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے" اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی ذات پر نفس کا اطلاق فرمایا ہے، قرآن مجید میں ہے:

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ (الانعام:۵۴) تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔

سو جب اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھی نفس کا اطلاق ہے اور نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ "حی لایموت" ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ (الرحمٰن:۲۶۔۲۷) جو بھی زمین پر ہے وہ فنا ہونے والا ہے O اور آپ کے رب کی ذات باقی ہے جو عظمت اور بزرگی والا ہے O

پس واضح ہو گیا کہ "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" میں نفس کے عموم سے اللہ تعالیٰ کی ذات خارج ہے۔ اسی طرح "کل بنی آدم خطاؤن" کے عموم سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات قدسیہ خارج ہیں اور ان کے ماسوا بنو آدم کثیر الخطاء ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بنو آدم میں سے ہر شخص کے لیے خطا کا معنی اس کے حال اور مقام کے اعتبار سے لیا جائے گا، عام بنو آدم کے لیے خطا کا معنی ہوگا کہ وہ گناہ صغیرہ یا گناہ کبیرہ کرتے ہیں اور ان میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے گناہوں پر توبہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

اور بالفرض اگر انبیاء علیہم السلام اس حدیث کے عموم میں شامل ہوں تو ان کے لیے خطاء کا معنی ان کے حال اور مقام کے اعتبار سے ہوگا یعنی نسیان اور اجتہادی خطاء جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے نسیان اور اجتہادی خطاء سے شجرِ ممنوعہ سے کھایا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اجتہادی خطاء سے ایک قبطی کو گھونسا مارا اور وہ قضاء الٰہی سے مرگیا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق محققین کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجتہادی خطاء سے بھی محفوظ رکھا ہے، ہاں آپ سے بعض امور خلاف اولیٰ صادر ہوئے جیسے آپ نے فرمایا کہ فجر کی نماز روشنی پھیلنے کے بعد پڑھنے سے زیادہ اجر ہوتا ہے اور آپ نے منہ اندھیرے بھی نماز پڑھی ہے، سو یہ خلاف اولیٰ ہے اور جیسے آپ نے سواری پر بیٹھ کر کعبہ کا طواف کیا یہ بھی خلاف اولیٰ ہے، اسی طرح آپ سے بعض امور مکروہِ تنزیہی بھی صادر ہوئے جیسے آپ نے کھڑے ہو کر زم زم کا پانی پیا حالانکہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے، یا جیسے آپ نے فصد لگانے والے کو اجرت دی حالانکہ آپ نے فصد لگانے کی اجرت دینے سے منع فرمایا ہے، سو یہ امور مکروہِ تنزیہی ہیں اور خلافِ اولیٰ کام ہو یا مکروہِ تنزیہی ہو وہ گناہ نہیں ہوتا، سو اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کے عموم میں داخل بھی ہوں جیسا کہ ابن عثیمین نے کہا ہے تو خطاء سے مراد گناہ نہیں ہے بلکہ یا خلافِ اولیٰ ہے یا مکروہِ تنزیہی ہے اور ان میں سے کوئی چیز بھی گناہ نہیں ہے، لہٰذا یہ ثابت نہ ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے اس باب میں جو امور صادر ہوئے وہ ترکِ اولیٰ ہیں یا اس قبیل سے ہیں کہ ابرار کی حسنات بھی مقربین کے نزدیک سیئات ہوتی ہیں، یا یہ کہا جائے گا کہ انبیاء علیہم السلام سے جو زلّات منقولہ ہیں وہ خطاء اور نسیان پر محمول ہیں بغیر اس کے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا قصد کیا ہو۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ، رقم: ۲۳۴۱، ج ۵ ص ۱۷۲، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

شیخ محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارک پوری المتوفی ۱۳۵۳ھ نے اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری حنفی کی عبارت بعینہٖ نقل کی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی ج ۷ ص ۲۴۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

سورۃ الفتح کی آیات سے شیخ ابن عثیمین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گناہوں کو ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۙ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ (الفتح: ۱۔۳)

(اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطا فرمائی O تا کہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام اور آپ پر اپنی نعمت پوری کردے اور آپ کو صراطِ مستقیم پر برقرار رکھے O اور اللہ آپ کی نہایت قوی مدد فرمائے O

شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں:

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایسے گناہ سے بالاتفاق معصوم ہیں جو رسالت میں خدشہ پیدا کرے مثلاً جھوٹ، خیانت اور ان کے مشابہ کام، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبی کے لیے خیانت کرنے والی آنکھ نہیں ہونی چاہیے حتیٰ کہ وہ اشارہ سے خیانت

Marfat.com

کرے، پس یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ کسی چیز میں خیانت کریں خواہ اشارہ سے ہی۔

لیکن جن چیزوں سے رسالت میں خدشہ پیدا نہیں ہوتا وہ کبھی بشر سے واقع ہو جاتی ہیں کیونکہ بشر کا نام بشر ہے اور کبھی اس سے گناہ ہو جاتا ہے لیکن جب وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے اور وہ توبہ کرنے سے پہلے حال سے بہتر ہو جاتا ہے، اسی لیے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے فضیلت اور ہدایت اسی وقت ثابت ہوئی جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی اور پھر توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰى ۝ (طٰہٰ: ۱۲۱۔۱۲۲)

پس ان دونوں نے اس درخت میں سے کھا لیا سو ان دونوں کے ستر کھل گئے اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنے ستر کو ڈھانپنے لگے اور آدم نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ لغزش میں مبتلاء ہو گئے O پھر ان کے رب نے انہیں برگزیدہ فرمایا اور ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو (بلند درجات) کی ہدایت دی O

شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں: پس یہی قول صحیح ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ واقع ہوتے ہیں لیکن وہ دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں کیونکہ ان سے ایسا گناہ واقع نہیں ہوتا جو رسالت میں خدشہ پیدا کرے اور ان کو گناہوں پر برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ ضروری ہے کہ ان کو گناہوں پر متنبہ کیا جائے حتیٰ کہ وہ گناہوں سے رجوع کر لیں، اس کے برخلاف دوسرے انسان کبھی حق سے اندھے ہو جاتے ہیں اور گناہ پر برقرار رہتے ہیں حتیٰ کہ مر جاتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام گناہوں پر دوام کرنے سے معصوم ہیں بلکہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسی چیز مہیا کرے جس کی وجہ سے وہ توبہ کریں۔

رہے وہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کے صدور کو مطلقاً منع کرتے ہیں تو یہ آیات ان پر رد کرتی ہیں، کیونکہ سورۃ الفتح: ۲ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ"۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت میں مجاز ہے اور اس کا معنی یہ ہے "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف فرما دے" اور یہ بہت بعید بات ہے، یہ جواب کیسے دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس کے بعد یہ فرمایا ہے "وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝" (الفتح: ۲۔۳)۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۶۰۲۔۶۰۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

شیخ ابن عثیمین کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات

شیخ ابن عثیمین نے حضرت آدم علیہ السلام کو گناہ گار ثابت کرنے کے لیے اس آیت سے استدلال کیا ہے "وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝" (طٰہٰ: ۱۲۱)۔

لیکن شیخ ابن عثیمین نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے گناہ ثابت کرنے کی جلدی میں اسی سورت کی اس سے پہلی درج ذیل آیت پر غور نہیں کیا جس سے ان کے شبہات کا قلعہ مسمار ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝ (طٰہٰ: ۱۱۵)

اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا، پس وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا (نافرمانی کرنے کا) قصد نہیں پایا O

Marfat.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے شجرِ ممنوع سے بھول کر کھایا تھا اور ان کا نافرمانی کرنے کا کوئی قصد نہیں تھا اور گناہ تب ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے قصد سے کوئی کام کرے، لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام کا گناہ کرنا ثابت نہ ہوا۔

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گناہ گار ثابت کرنے کے لیے شیخ ابن عثیمین نے سورۃ الفتح کی آیت: ۲ کو پیش کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ قرآن کریم میں مجازات بھی ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا۔ (یوسف:۳۶) ان میں سے ایک نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں۔

حالانکہ شراب کو نہیں نچوڑا جاتا بلکہ انگوروں کو نچوڑا جاتا ہے، سو اس آیت میں ذکر شراب کا ہے اور اس سے مراد مجازاً انگور ہیں۔ کیونکہ انگور شراب کا سبب ہیں۔ لہٰذا اس آیت میں ذکر مسبَّب کا ہے اور ارادہ سبب کا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ۔ (البقرہ:۱۹) وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے ''وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں'' حالانکہ پوری انگلی تو کان میں داخل ہی نہیں ہو سکتی زیادہ سے زیادہ انگلی کی ایک پور کان میں داخل ہو سکتی ہے، سو اس آیت میں بھی ذکر انگلی کا ہے اور مراد پور ہے، یعنی کل کا ذکر کر کے مجازاً اس سے جزو کا ارادہ فرمایا ہے۔

سو ان آیات سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں مجازات بھی ہیں تو ہم کہتے ہیں ''ذنب'' کا حقیقی معنی اثم ہے اور جرم ہے اور دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، لہٰذا یہاں ''ذنب'' سے جرم اور اثم مراد نہیں ہے بلکہ مجازاً بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کا ارتکاب مراد ہے اور وہ گناہ نہیں ہے۔

رہا یہ کہ جب خلافِ اولیٰ گناہ نہیں ہے تو اس آیت میں جو اس کو معاف کرنے کا ذکر فرمایا ہے اس کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ معاف فرمانے سے مراد ہے آپ کے درجات کی ترقی اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد اس آیت میں فرمایا ہے:

وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۙ وَّ یَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا (الفتح:۲-۳) اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراطِ مستقیم پر برقرار رکھے O اور اللہ آپ کی نہایت قوی مدد فرمائے O

شیخ ابن عثیمین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گناہوں سے مغفرت کی دعاؤں سے آپ کے گناہوں پر استدلال

نیز شیخ ابن عثیمین نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گناہ گار ثابت کرنے کے لیے آپ کی اس دعا کو ذکر کیا ہے:

اللهم اغفرلی ذنبی کله دقه وجلده، علانیته وسره، واوله وآخره، اللهم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اعلنت۔ اے اللہ! میرے لیے میرے سب گناہوں کو بخش دے، چھوٹے گناہ کو اور بڑے گناہ کو، ظاہری گناہ کو اور چھپے ہوئے گناہ کو، اور پہلے گناہ کو اور آخری گناہ کو، اے اللہ! میرے لیے معاف فرمادے جو گناہ میں نے پہلے کیے اور جو بعد میں کیے اور جو ظاہراً کیے۔

اور اس کی مثل دیگر دعائیں۔

شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں:

اور یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ لوگ یہ جواب دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم کے قصد سے یہ دعائیں کی ہیں، کیونکہ اگر آپ کا مقصد تعلیم تھا تو آپ اپنی طرف گناہ کی نسبت کیے بغیر لوگوں سے یہ فرما دیتے کہ تم اپنے گناہوں سے توبہ کرو جیسا کہ آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ کرتا ہوں''۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۶۰۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

اعتراضِ مذکور کا مصنف کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں: جب قوی دلائل سے رسول اللہ ﷺ کا گناہوں سے معصوم ہونا ثابت ہے تو آپ کی اس دعا کو تعلیم امت پر محمول کیا جائے گا۔ رہا ابن عثیمین کا یہ کہنا کہ اگر ایسا تھا تو آپ امت کو فرما دیتے: تم توبہ کیا کرو اور خود گناہوں سے توبہ نہ کرتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ ایسا کرتے تو گناہوں پر معافی مانگنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نمونہ نہ ہوتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

(الاحزاب: ۲۱)

نیز اگر رسول اللہ ﷺ امت کو گناہوں سے معافی طلب کرنے کی تعلیم دیتے اور خود گناہوں سے معافی طلب نہ کرتے تو پھر امت کو اس عمل میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کا شرف حاصل نہ ہوتا اور گناہوں سے معافی مانگنا رسول اللہ ﷺ کی سنت نہ ہوتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ جب معصوم کی طرف گناہوں سے مغفرت کی نسبت کی جائے تو اس سے مراد اس کے درجات کی بلندی ہوتی ہے، سو رسول اللہ ﷺ جب اپنے گناہوں کی مغفرت کی دعائیں کرتے تو اس سے آپ کے درجات بلند ہوتے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۲۶- بَابُ: الْوَفَاءِ بِالنَّذْرِ نذر کو پورا کرنے کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: يُوفُونَ بِالنَّذْرِ (الدھر: ۷) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وہ نذر پوری کرتے ہیں''۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نذر کا حکم یہ ہے کہ نذر کو پورا کیا جائے اور اس باب میں نذر کو پورا کرنے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں اس آیت کو وارد کیا ہے ''وہ نذر پوری کرتے ہیں'' (الدھر: ۷)۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ نذر کو پورا کرنا ایسا کام ہے جس کی وجہ سے نذر پوری کرنے والے کی تحسین کی جاتی ہے لیکن اس سے مراد اطاعت اور عبادت کی نذر ہے نہ کہ

Marfat.com

نافرمانی اور معصیت کی نذر، اور اجماع اس پر قائم ہے کہ نذر کو پورا کرنا واجب ہے جب کہ نذر اطاعت کی ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدہ:۱) اے ایمان والو! اپنے عہد پورے کرو۔

اور ابتداءً نذر ماننے کے حکم میں اختلاف ہے، پس ایک قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ علامہ نووی نے اسی پر وثوق کیا ہے اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ یہ خلاف اولیٰ ہے اور بعض متاخرین نے کہا ہے کہ ممانعت نذرِ لجاج سے ہے اور نذرِ تبرر مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۸۔۳۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۶۹۲۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا فُلَیْحُ بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنَا سَعِیدُ بْنُ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما یَقُولُ أَوَلَمْ یُنْهَوْا عَنِ النَّذْرِ إِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ إِنَّ النَّذْرَ لَا یُقَدِّمُ شَیْئًا وَلَا یُؤَخِّرُ وَإِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِالنَّذْرِ مِنَ الْبَخِیلِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن الحارث نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے: کیا لوگوں کو نذر ماننے سے منع نہیں کیا گیا؟ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: نذر نہ کسی چیز کو مقدم کرتی ہے اور نہ کسی چیز کو موخر کرتی ہے، نذر کی وجہ سے مال صرف بخیل سے نکالا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۰۸، ۶۶۹۲، ۶۶۹۳، صحیح مسلم: ۱۶۳۹، سنن ترمذی: ۱۵۳۸، سنن نسائی: ۳۸۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۲۸۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۲، مسند احمد: ۵۲۵۳، سنن دارمی: ۲۳۴۰)

صحیح البخاری: ۶۶۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر نہیں ہے، کیونکہ باب کا عنوان نذر پوری کرنے کے بیان میں ہے اور اس حدیث میں نذر ماننے سے منع کیا گیا ہے، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بعض احادیث میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر کو پورا کرو اور اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن صالح، یہ ابو حاظی ہیں، اس میں واؤ پر پیش ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے فُلیح، یہ فلاح کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن الحارث، یہ الانصاری المدنی قاضی المدینہ ہیں۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کیا لوگوں کو نذر ماننے سے منع نہیں کیا گیا؟''۔ اس حدیث میں کچھ عبارت محذوف ہے جس کو امام حاکم نے المستدرک میں بیان کیا ہے۔

جس مقصد کے لیے نذر مانی ہے وہ مقصد پورا نہ ہو تب بھی نذر کو پورا کیا جائے

اور الاسماعیلی نے از سعید بن الحارث بیان کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، پس ان کے پاس مسعود بن عمرو آئے جو عمرو بن کعب کے بیٹوں میں سے ایک تھے، سو انہوں نے کہا: اے ابو عبد الرحمٰن! بے شک میرا بیٹا عمر بن عبید اللہ بن معمر کے ساتھ فارس کی سرزمین میں تھا وہاں پر سخت طاعون کی وباء پھیل گئی تو میں نے اپنے نفس پر یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو طاعون سے سلامت رکھا تو وہ ضرور بیت اللہ تک چل کر جائے گا، پس میرا بیٹا اس حال میں ہمارے پاس لایا گیا کہ وہ بیمار تھا، پھر وہ فوت ہو گیا، اب آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا لوگوں کو نذر ماننے سے منع نہیں کیا گیا؟ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نذر نہ کسی چیز کو مقدم کرتی ہے اور نہ کسی چیز کو موخر کرتی ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا کہ اپنی نذر کو پورا کرو۔

اور ابو عامر نے بیان کیا، پس کہا: اے ابو عبد اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ میرا بیٹا بیت اللہ تک پیدل چل کر جائے گا تو انہوں نے کہا: اپنی نذر کو پورا کرو۔ سعید بن الحارث نے بیان کیا، پس میں نے ان سے کہا: کیا آپ سعید بن المسیب کو پہچانتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں: میں نے ان سے کہا: آپ ان کے پاس جائیں اور پھر مجھے بتائیں کہ انہوں نے آپ کو اس صورت میں کیا حکم دیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی طرف سے پیدل چل کر بیت اللہ کی طرف جاؤ (کیونکہ ان کا بیٹا تو اس بیماری میں فوت ہو گیا تھا)۔

میں نے کہا: اے ابو محمد! کیا آپ کے خیال میں میرا یہ امر مقبول ہو گا؟ انہوں نے کہا: ہاں، یہ بتاؤ اگر تمہارے بیٹے پر قرض ہوتا اور اس کی ادائیگی کی کوئی صورت نہ ہوتی سو تم اس قرض کو ادا کر دیتے، سو کیا تمہارا یہ عمل مقبول ہو گا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، تو انہوں نے کہا: یہ بھی اسی کی مثل ہے۔

اور ابو عبد الرحمٰن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے اور ابو محمد، سعید بن المسیب کی کنیت ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں ایسا کوئی جملہ یا لفظ نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ نذر ماننے سے منع کیا گیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: سیاق سے یہ سمجھ آتا ہے، یا اس وجہ سے کہ ان کے درمیان یہ مشہور تھا کہ نذر ماننے سے منع کیا گیا ہے اور اس کو یہاں پر ذکر نہیں کیا گیا، اور حدیث کے اندر اس کے بعد صراحۃً مذکور ہے کہ نذر کسی چیز کو نہ مقدم کرتی ہے اور نہ موخر کرتی ہے، یعنی نذر اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی مشیت سے کسی چیز کو نہ مقدم کرتی ہے اور نہ موخر کرتی ہے۔ اور عبد اللہ بن مُرۃ کی روایت میں ہے ''نذر کسی چیز کو مسترد نہیں کرتی''۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا کہ ابنِ آدم نذر مان کر کوئی ایسی چیز نہیں لا سکتا جو اس کے لیے مقدر نہ کی گئی ہو اور ایک روایت میں ہے کہ نذر ابنِ آدم سے کسی ایسی چیز کو قریب نہیں کرتی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر نہ کیا ہو۔

Marfat.com

بخیل کے نذر ماننے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "نذر کی وجہ سے صرف بخیل سے مال نکالا جاتا ہے" یعنی بعض لوگ صدقہ وخیرات اور روزوں کے ساتھ سخاوت نہیں کرتے مگر جب وہ خوف یا طمع کی وجہ سے کسی چیز کی نذر مان لیں۔ پس گویا کہ اگر انہیں کسی چیز کی تمنا ہو یا کسی چیز کا ڈر نہ ہو تو وہ اس چیز کو نکالنے کی سخاوت نہیں کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقدر کی ہے سو وہ شخص بخیل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۱۹۔ ۳۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۹۳۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ إِنَّهُ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَلٰكِنَّهُ يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن مرۃ نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا: کہ نذر کسی چیز کو رد نہیں کرتی لیکن نذر کی وجہ سے بخیل سے مال نکالا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۰۸، ۶۶۹۲، ۶۶۹۳، صحیح مسلم: ۱۶۳۹، سنن ترمذی: ۱۵۳۸، سنن نسائی: ۳۸۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۲۸۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۲، مسند احمد: ۵۲۵۳، سنن دارمی: ۲۳۴۰)

صحیح البخاری: ۶۶۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جس کو خلاد بن یحییٰ بن صفوان کوفی نے روایت کیا ہے، یہ مکہ میں رہائش پذیر تھے اور یہ سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں اور وہ منصور بن المعتمر سے روایت کرتے ہیں از عبداللہ بن مُرّۃ۔

یہ حدیث کتاب القدر میں از ابو نعیم گذر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من البخیل" اور امام مسلم کی روایت میں ہے "من الشحیح" اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے "من اللئیم" اور ان تینوں الفاظ کے معانی متقارب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَأْتِي ابْنَ آدَمَ النَّذْرُ بِشَيْءٍ لَمْ يَكُنْ قُدِّرَ لَهُ وَلٰكِنْ يُلْقِيهِ النَّذْرُ إِلَى الْقَدَرِ قَدْ قُدِّرَ لَهُ فَيَسْتَخْرِجُ اللهُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ فَيُؤْتِي عَلَيْهِ مَا لَمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نذر ابن آدم کو کوئی ایسی چیز نہیں دے سکتی جو اس کے لیے

Marfat.com

يَكُنْ يُؤْتِي عَلَيْهِ مِنْ قَبْلُ۔

مقدر نہ کی گئی ہو، لیکن نذر اس کو اس تقدیر کی طرف لاتی ہے جو اس کے لیے مقدر کی گئی ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نذر کے سبب سے بخیل سے مال نکالتا ہے، سو وہ نذر کی وجہ سے اس چیز کو دیتا ہے جس کو اس سے پہلے نہیں دیتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۶۶۰۹، ۶۶۹۴، سنن نسائی: ۳۸۰۴، سنن ابوداؤد: ۳۲۸۸، سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۳، مسند احمد: ۷۲۵۵)

صحیح البخاری: ۶۶۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں نذر کو پورا کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی یہ ذکر ہے کہ بخیل نذر کے ذریعہ صدقہ و خیرات کی صورت میں اپنا مال نکالتا ہے اور عبادات کرتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاعرج کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔

اس حدیث کی امام ابن ماجہ نے الکفارات میں از ثوری از ابوالزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کے یہ الفاظ ہیں "نذر ماننے سے بھی ابن آدم کے پاس وہی چیز آتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کی ہے"۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یاتی ابن آدم النذر بشیء لم یکن قدر له" ابوذر کی روایت میں مذکور ہے "جس کو میں نے اس کے لیے مقدر نہ کیا ہو" اس صورت میں یہ حقیقت میں احادیث قدسیہ سے ہے، لیکن حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے اور حدیث میں اس قول کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہیں کی۔ اور سنن نسائی میں ہے "ابن آدم کے پاس نذر سے کوئی چیز نہیں آسکتی جس کو میں نے اس کے لیے مقدر نہ کیا ہو"۔ اور کتاب القدر کے اخیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "جس کو میں نے اس کے لیے مقدر نہ کیا ہو"۔ اور یہاں پر اس طرح روایت ہے کہ ابن آدم کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں آسکتی جس کو اس کے لیے مقدر نہ کیا گیا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لیکن نذر اس کو تقدیر کی طرف ڈال دیتی ہے جو اس کے لیے مقدر کی گئی ہے"۔ ایک قول یہ ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ تقدیر اس کو نذر کی طرف ڈالتی ہے، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ نذر کی تقدیر خرچ کرنے کی تقدیر کے خلاف ہے اور پہلی صورت میں تقدیر اس کو نذر کی طرف ڈالتی ہے اور نذر اس کو مال کے خرچ کرنے کی طرف نکالتی ہے۔

امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے "پس اس پر وہ کام آسان کر دیا جاتا ہے جو اس پر اس سے پہلے آسان نہیں تھا" اور امام مسلم

Marfat.com

کی روایت میں ہے ''نذر کی وجہ سے بخیل اس مال کو خرچ کرتا ہے جس کو پہلے وہ خرچ کرنے کا ارادہ نہیں کرتا تھا''۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۰۔۳۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

نذر ماننے کے متعلق مذاہب فقہاء

العلماء رحمہم اللہ کا نذر ماننے کے متعلق اختلاف ہے، آیا یہ مکروہ ہے یا حرام ہے؟

نذر کو حرام قرار دینے کا قول صحت اور ثواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا ہے اور آپ نے فرمایا کہ نذر کسی خیر کو نہیں لاتی اور جب نذر خیر کو نہیں لاتی تو پھر وہ شر کو لاتی ہے۔ اسی وجہ سے شیخ ابن تیمیہ حنبلی نے یہ کہا ہے کہ نذر ماننا حرام ہے اور یہ وجیہ قول ہے۔

اس قول کے صحیح اور ثواب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کے اوپر نذر سے کسی چیز کو لازم کر لیتا ہے حالانکہ وہ اس چیز سے عافیت میں ہوتا ہے اور انسان کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے اوپر اس چیز کو لازم کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس پر لازم نہیں کیا ہے بلکہ اس کو چاہیے کہ وہ عافیت کے اوپر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے کیونکہ جب اس نے اپنے نفس پر کسی چیز کو لازم کر لیا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس پر لازم نہیں کیا تھا تو وہ اپنے نفس پر گناہ ڈالتا ہے اور تمہیں اس پر یہ چیز رہنمائی کرے گی کہ جو لوگ نذر مانتے ہیں وہ سخت نادم ہوتے ہیں اور بعض اوقات وہ نذر کو پورا نہیں کر پاتے اور اس وقت ان کے اوپر سخت عذاب کا خطرہ ہوتا ہے اور یہ درج ذیل آیات میں مذکور ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (التوبہ: ۷۵۔۷۶)

اور ان میں سے بعض (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اللہ نے اپنے فضل سے (مال) دیا تو ہم ضرور بہ ضرور صدقہ کریں گے اور ضرور بہ ضرور نیکو کاروں میں سے ہو جائیں گے ○ پس جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں (مال) عطا کیا تو انہوں نے اس میں بخل کیا اور انہوں نے پیٹھ پھیر لی درآں حالیکہ وہ اعراض کرنے والے تھے ○

پس ان لوگوں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے مال دیا تو وہ صدقہ کریں گے اور نیک کام کریں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے مال دیا تو انہوں نے اس مال کو دینے میں بخل کیا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اعراض کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا کو درج ذیل آیت میں بیان کیا:

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

سو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اس دن تک کے لیے نفاق ڈال دیا جس دن وہ اس کے حضور پیش ہوں گے، کیونکہ

Marfat.com

(التوبہ:۷۷)　انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لیے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے تھے O

پس کتنے وہ لوگ ہیں جو نذر مانتے، پھر اس کو پورا نہ کرکے نادم ہوتے ہیں اور وہ سستی کرتے ہیں اور نذر کو پورا نہیں کرتے، پس ان کے متعلق یہ خوف ہے کہ ان پر یہ سزا نازل ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں قیامت تک کے لیے نفاق ڈال دے گا اس وجہ سے میں یہ دیکھتا ہوں کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم لوگوں کو بیان کریں کہ نذر کا کم سے کم حکم یہ ہے کہ وہ مکروہ ہے اور اس کا انجام ندامت ہے اور یہ اکثر واقع ہوتا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۰۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

سورۃ التوبہ: ۷۷ کا مصداق

کچھ منافقوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ نے انہیں مال دیا تو وہ ضرور زکوۃ ادا کریں گے۔ پھر جب اللہ نے انہیں مال دیا تو انہوں نے بخل کیا اور زکوۃ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی سزا میں ان کے دلوں میں تا حیات نفاق کو پختہ کر دیا، وہ منافق کون تھے؟ امام ابن مردویہ کی تفسیر کے مطابق جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ ثعلبہ بن ابی حاطب تھے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے اور امام ابن جوزی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے (دوسری روایت میں) فرمایا: وہ بنو عمرو بن عوف کا ایک شخص تھا، اس کا شام میں مال تھا، ایک بار اس مال کے پہنچنے میں دیر ہوگئی اور اس نے بہت تنگی اٹھائی تب اس نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے اپنے فضل سے اس کو وہ مال عطا کر دیا تو وہ ضرور صدقہ کرے گا اور نماز پڑھے، پھر جب اس کے پاس اس کا مال آ گیا تو اس نے بخل کیا اور اپنی قسم پوری نہیں کی۔ ابن السائب نے کہا: اس شخص کا نام حاطب بن ابی بلتعہ تھا، امام رازی نے بھی اس روایت کو اختیار کیا ہے، امام ابن جوزی نے ضحاک کی ایک اور روایت ذکر کی ہے کہ نبتل بن حارث، جد بن قیس، ثعلبہ بن حاطب اور معتب بن قشیر نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ نے ہمیں مال دیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں مال دیا تو انہوں نے اس میں بخل کیا۔ (ہماری تحقیق کے مطابق اس روایت میں ثعلبہ بن حاطب کا شمار درست نہیں ہے کیونکہ ثعلبہ بن حاطب تو بدری صحابی ہیں، یا پھر ہو سکتا ہے کہ وہ ثعلبہ بن ابی حاطب ہو۔ سعیدی غفرلہ)۔

(زاد المسیر ج ۳ ص ۴۷۴، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

۲۷- بَابُ إِثْمِ مَنْ لَا يَفِي بِالنَّذْرِ　جو نذر پوری نہ کرے، اس کے گناہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص نذر پوری نہ کرے اس کو گناہ ہوگا اور ابوذر کے علاوہ دوسروں کی روایت میں ہے: جو شخص نذر پوری نہ کرے اس کا بیان، اور اس میں گناہ کا ذکر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۹۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ حَدَّثَنَا زَهْدَمُ بْنُ　امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از شعبہ، انہوں نے کہا: مجھے

Marfat.com

مُضَرِّبٍ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ لَا أَدْرِي ذَكَرَ ثِنْتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا بَعْدَ قَرْنِهِ ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ يَنْذِرُونَ وَلَا يَفُونَ وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ وَيَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ۔

ابو جمرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہدم بن مضرِّب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: تم میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے قرن میں ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں۔ عمران نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ آپ نے اپنے قرن کے بعد دو کا ذکر کیا یا تین کا ذکر کیا۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے جو نذر مانیں گے اور اس کو پورا نہیں کریں گے، اور خیانت کریں گے اور امانت داری نہیں کریں گے، اور گواہی دیں گے اور ان کو گواہی کے لیے طلب نہیں کیا جائے گا اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۲۶۵۱، ۳۶۵۰، ۶۴۲۸، ۶۶۹۵، صحیح مسلم: ۲۵۳۵، سنن ترمذی: ۲۲۲۲، سنن ابوداؤد: ۴۶۵۷، مسند احمد: ۱۹۳۳۴)

صحیح البخاری: ۶۶۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے "پھر ایسے لوگ آئیں گے جو نذر مانیں گے اور اس کو پورا نہیں کریں گے" اور اس باب کا عنوان بھی یہی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، اور یہ القطان ہیں۔ یہ یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں، ان کی نسبت ان کے والد کی طرف ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو جمرہ مذکور ہے، ان کا نام نصر بن عمران ہے اور اس حدیث کی سند میں زہدم بن مضرب کا ذکر ہے، یہ اسم فاعل کے صیغہ پر ہے اور اسم مفعول کے صیغہ پر بھی ہے اور یہ تضریب سے ماخوذ ہے۔

یہ حدیث کتاب الشہادات میں اور فضائل الصحابہ میں اور کتاب الرقاق میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قرنی" یعنی اس قرن کے لوگ جس قرن میں، مَیں ہوں اور وہ صحابہ ہیں۔ (میں کہتا ہوں: بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قرنی کے قاف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے اور قرنی کے راء سے حضرت عمر فاروق کی طرف اشارہ ہے اور قرنی کی نون سے حضرت عثمان کی طرف اشارہ ہے اور قرنی کی یاء سے حضرت علی کی طرف اشارہ ہے رضی اللہ عنہم۔ اور بعض

Marfat.com

صحابہ میں سے بہترین لوگ ہیں)۔ اور ''قرن'' کا معنی ہے: کسی ایک صدی کے بہترین لوگ۔

لفظِ ''قرن'' کے متعدد معانی

علامہ ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

''قرن'' کا معنی ہے: ہر زمانہ کے لوگ۔ اور یہ ہر زمانہ کے لوگوں کی عمروں کے متوسط عمر کے لوگ ہیں۔ اور یہ ''اقتران'' سے ماخوذ ہے یعنی جس زمانہ کے لوگ اپنی عمروں میں اور اپنے احوال میں دوسروں کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

اور ایک قول ہے کہ ''قرن'' چالیس (۴۰) سال کا زمانہ ہے۔ دوسرا قول ہے کہ ''قرن'' اسی (۸۰) سال کا زمانہ ہے۔ تیسرا قول ہے کہ ''قرن'' سو (۱۰۰) سال کا زمانہ ہے۔ اور چوتھا قول ہے کہ اس سے مراد مطلقاً زمانہ ہے۔

اور ''قرن'' کے متعلق یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: تم ایک ''قرن'' تک زندہ رہو گے، سو وہ لڑکا ایک سو سال تک زندہ رہا۔

اور ''قرن'' کا معنی بالوں کی مینڈھی بھی ہے۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) فوت ہو گئیں تو ہم نے ان کو غسل دیا اور ہم نے ان کی تین مینڈھیوں میں کنگھی کی۔ حدیث کے الفاظ ہیں ''ومشطناها ثلاثة قرون''۔

(صحیح البخاری: ۱۲۵۴، صحیح مسلم: ۹۳۹، سنن ترمذی: ۹۹۰، سنن ابوداؤد: ۳۱۴۵، سنن ابن ماجہ: ۱۴۵۹)

اور ''قرن'' کا معنی جانب اور طرف بھی ہے۔ حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہارے لیے جنت میں ایک گھر ہے ''وانك ذو قرنيها'' یعنی اور بے شک تم اس کی دو طرفوں والے ہو۔

امام ابوعبید نے کہا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امت کی دو جانبوں والے ہیں اور دوسرا قول ہے: اس سے مراد حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

ذوالقرنین سے مراد ہے سکندر، ان کو ذوالقرنین اس لیے کہا گیا کہ وہ مشرق اور مغرب کے مالک ہو گئے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے سر میں دو سینگوں کے مشابہ کوئی چیز تھی۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے سورج کے دو سینگوں کو پکڑ لیا۔

نیز حدیث میں ہے ''الشمس تطلع بين قرنى الشيطن'' یعنی سورج شیطان کی دو جانبوں کے درمیان سے طلوع ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۷۰۹۲)

دوسرا قول یہ ہے کہ ''قرن'' سے مراد ہے قوت، یعنی سورج طلوع ہوگا اور اس وقت شیطان متحرک ہوگا اور اپنا تسلط کر رہا ہوگا۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ ''قرنيه'' سے مراد ہے آپ کی امت کے اول اور آخر، اور اس میں ان لوگوں کی مثال ہے جو سورج کے طلوع کے وقت سجدہ کرتے ہیں، پس گویا کہ شیطان نے ان کو اس گمراہی میں مبتلاء کر دیا، پس جو شخص اس وقت سجدہ کرتا ہے تو گویا شیطان اس کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔

اور ''قرن'' کے معنی ملانا بھی ہیں، اسی سے ہے حج قران، یعنی حج اور عمرہ کو نیتِ واحدہ اور تلبیہ واحدہ اور احرامِ واحد سے

ملانا۔ امام شافعی نے کہا ہے: اس میں طواف اور سعی بھی واحد ہوتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اس میں طواف اور سعی الگ الگ ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے "لبیك بعمرة وحجة"۔

(سنن ترمذی: ۸۲۱، مسند احمد: ج ۳ ص ۱۱۱)

حضرت جبلہ بن سحیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قحط کے سال میں ہم حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے، پس ہمیں ایک ایک کھجور دی گئی، پس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے ساتھ گزرے اور ہم کھجوریں کھا رہے تھے تو انہوں نے کہا: کھجوریں ملا کر نہ کھاؤ "فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن القران" کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملا کر کھجوروں کو کھانے سے منع فرمایا ہے سوا اس صورت کے کہ کوئی شخص اپنے بھائی سے اجازت لے لے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۴۶) (النہایہ ج ۴ ص ۴۵۔ ۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "پھر ان لوگوں کا قرن ہے جو میرے قرن کے قریب ہوں گے" اور وہ تابعین ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں" اور وہ اتباع التابعین ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ویخونون" یعنی وہ لوگ خیانت ظاہر کریں گے حتیٰ کہ لوگ ان کو امین نہیں قرار دیں گے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ویشھدون" یعنی وہ لوگ گواہی دیں گے اور ان کو گواہی کے لیے طلب نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ویظھر فیھم السِمَن" (سین پر کسرہ اور میم پر زبر ہے) یعنی ان میں وہ شرف اور عظمت نہیں ہوگی جس کو وہ بہت زیادہ ظاہر کریں گے۔ یا اس کا معنی ہے: وہ لوگ اموال کو جمع کریں گے اور دین کے امور سے غافل ہوں گے، یا اس کا معنی ہے کہ ان میں فربہی اور موٹاپا غالب ہوگا کیونکہ وہ عبادت کا اہتمام نہیں کرتے ہوں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس سے کنایہ ہے کہ ان کی دنیا میں رغبت ہوگی اور دنیا کی لذتوں کو وہ آخرت کے اوپر ترجیح دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے لیے جو لذتیں تیار کر کے رکھی ہیں وہ ختم نہیں ہوں گی اور دنیا کی لذتیں ختم ہو جائیں گی اور یہ لوگ اپنے سے پہلے نیک لوگوں کی اقتداء نہیں کریں گے۔ اور کھانے پینے کی چیزوں کو حاصل کرنا ہی ان کا مطمع نظر ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۱۔ ۳۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۹۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نذر پوری نہ کرنے کی سزا

اس باب کا عنوان ہے "جو شخص نذر پوری نہیں کرتا اس کا گناہ"۔

کیونکہ نذر کو پورا کرنا واجب ہے اور واجب کا ترک گناہ کو مستلزم ہے لیکن ہم پر واجب ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ ہر وہ معصیت جس کے اوپر گناہ کو مرتب کیا گیا ہے اور وہ معصیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے کے ماسوا ہو تو وہ معصیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ واجب کو ترک کرنے والا سزا کا مستحق ہوگا اور اس پر وثوق نہیں کیا جاتا، پس یہ نہیں کہا جا

گا کہ اس کو سزا دی جائے گی سوا اس کے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ واجب کے ترک کرنے والے کو سزا دی جائے گی وہ اس سے کسی معین شخص کا ارادہ نہ کرے تو پھر صحیح ہے لیکن معین شخص کے متعلق ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ جس نے واجب کو ترک کیا اس کو سزا دی جائے گی یا جس نے بھی حرام فعل کا ارتکاب کیا اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾ (النساء:۴۸)

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا O

موٹاپے اور فربہی کی مذمت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "جو لوگ نذر پوری نہیں کریں گے اور امانت میں خیانت کریں گے اور بغیر طلب کے گواہی دیں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا"۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ اس کام پر کیسے ملامت کی جائے گی جس کا بندوں کے پاس کوئی حیلہ نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے بدن پر گوشت چڑھانے پر توجہ دیتے ہیں جیسے بکری کو عمدہ چراگاہ میں بھیجا جائے تو وہ بہت فربہ اور موٹی ہو جاتی ہے تو جن لوگوں کا دل اپنی روح کی پرورش سے بے پرواہ رہتا ہے اور وہ علم اور ایمان میں کوشش نہیں کرتے تو قرونِ ثلاثہ کے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ جو اپنے بدن کی پرورش کا اہتمام کریں گے اور اپنی روح کی پرورش پر توجہ نہیں دیں گے تو ان میں موٹاپا اور فربہی ظاہر ہوگا۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جس آدمی کے تفکرات بہت زیادہ ہوتے ہیں اس کا گوشت بہت کم ہوتا ہے اور جس نذر کو پورا کرنا واجب ہے وہ اطاعت کی نذر ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۶۱۰۔۶۱۲، ملخصاً وملتقطاً، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۸۔ بَابُ: النَّذْرِ فِي الطَّاعَةِ
اطاعت کی نذر ماننے کا بیان

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾ (البقرہ:۲۷۰)

اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اور تم جو بھی نذر مانتے ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے O

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اطاعت کی نذر ماننے کا کیا حکم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اس باب پر تنوین ہے اور "النذر فی الطاعة" میں مبتداء کا اطاعت میں حصر ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ نذر وہی ہے جو اطاعت میں مانی جائے اور جو معصیت میں نذر مانی جائے، وہ نذر شرعی نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۷۵۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو لکھا ہے اس کا بھی ایک محمل ہے لیکن اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ باب کے لفظ پر تنوین پڑھی جائے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس آیت میں نذر ماننے کی ثناء اور تحسین کی ہے اور یہ اسی نذر کی ثناء اور تحسین ہے جو اطاعت کے لیے نذر مانی جائے، کیونکہ جو نذر اطاعت کے لیے مانی جائے تو جمہور کے نزدیک اس کو پورا کرنا واجب ہے، جو شخص اس کو پورا کرنے پر قادر ہو۔ اور نذر کی چار قسمیں ہیں:

نذر کی اقسام

(۱) اطاعت کی نذر جیسا کہ نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے کی نذر ماننا (۲) معصیت کی نذر جیسے کوئی شخص العیاذ باللہ زنا کرنے کی نذر مانے (۳) نذرِ مکروہ، جیسے کوئی شخص نفلی عبادات کو ترک کرنے کی نذر مانے۔ (۴) نذرِ مباح جیسے بعض مباح کھانوں کے کھانے کی نذر ماننے یا بعض مباح کپڑوں کے پہننے کی نذر ماننے۔

اور انسان پر لازم یہ ہے کہ وہ اطاعت کرے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے عمل کرے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں آئے گا اور نذر کی باقی اقسام پر عمل نہ کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از طلحہ بن عبد الملک از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی نذر مانی سو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانی تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۰۰، سنن ترمذی: ۱۵۲۶، سنن نسائی: ۳۸۰۶، سنن ابوداؤد: ۳۲۸۹، سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۶، مسند احمد: ۲۵۳۴۹، موطا امام مالک: ۱۰۳۱، سنن دارمی: ۲۳۳۸)

صحیح البخاری: ۶۶۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے "اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر ماننا" اور اس حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے جو نذر مانی جائے اس کو پورا کرنے کا حکم ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے طلحہ، یہ ابن عبدالملک الایلی ہیں، یہ مدینہ میں رہتے تھے اور ابن جریج کے طبقہ میں سے ثقہ راوی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں القاسم کا ذکر ہے، یہ القاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب النذر میں القعنبی سے روایت کی ہے اور امام ترمذی نے کتاب النذر میں اس کی قتیبہ سے روایت کی ہے۔ امام نسائی نے بھی اس کی قتیبہ سے روایت کی ہے۔ اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی الکفارات میں از ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کی ہے۔

حافظ ابوعمر نے کہا ہے کہ محدثین میں سے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس حدیث میں طلحہ کی قاسم سے روایت ہے اور طلحہ اس روایت میں منفرد ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ طلحہ کی متابعت ایوب اور یحییٰ بن ابی کثیر نے از ابوحیان کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی وہ اس کی اطاعت کرے''۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا کسی امرِ واجب میں ہوگی یا امرِ مستحب میں ہوگی۔ سو اس کی اطاعت کرنی چاہیے اور اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانی ہے تو اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۲۔ ۳۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۹۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اطاعت کی نذر کو پورا کرنے کے وجوب کی دلیل

فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک جو شخص اطاعت کی نذر کو پورا کرنے پر قادر ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس نذر کو پورا کرے، ہر چند کہ نذر ماننے سے پہلے اس پر وہ اطاعت واجب نہیں تھی لیکن جب اس نے اس اطاعت کی نذر مانی تو نذر نے اس اطاعت کو واجب کر دیا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے نفس کے اوپر اس اطاعت کو لازم کیا ہے، لہٰذا اس کے اوپر اس اطاعت کو ادا کرنا فرض ہو گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جنہوں نے اپنے نفس کے اوپر کسی اطاعت کو واجب کیا اور پھر اس کو پورا نہیں کیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ِۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ

پھر ہم نے ان کے طریقہ پر اپنے اور رسول لگاتار بھیجے اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی اور ہم نے ان کے پیروکاروں کے دلوں میں شفقت اور رحمت رکھی، اور رہبانیت کو انہوں نے از خود ایجاد کیا تھا، ہم نے اس کو ان پر فرض

Marfat.com

رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ (الحدید:۲۷)

نہیں کیا تھا مگر (انہوں نے) اللہ کی رضا کی طلب کے لیے (اس کو) ایجاد کیا) پھر انہوں نے اس کی ایسی رعایت نہ کی جو رعایت کا حق تھا، پس ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر عطا فرمایا، اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں O

الحدید: ۲۷ کی تفسیر از مصنف

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم سے پہلے لوگ اکہتر فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سے تین فرقوں نے نجات پائی، باقی ہلاک ہو گئے، ان تینوں میں سے ایک فرقہ بادشاہوں کے سامنے ڈٹ گیا اور ان سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے دین کی حمایت میں قتال کیا، پس بادشاہوں نے ان کو شہید کر دیا، دوسرے فرقہ میں قتال کرنے کی طاقت نہ تھی، انہوں نے بادشاہوں کے سامنے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے دین کی تبلیغ کی، بادشاہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا اور ان کو آروں سے چیر ڈالا، اور تیسرا فرقہ جس کو بادشاہوں سے قتال کرنے کی قوت تھی، نہ ان کے سامنے تبلیغ کرنے کی طاقت تھی، وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے گئے اور رہبانیت اختیار کی، جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ انہوں نے یہ رہبانیت اللہ کی رضا کے لیے اختیار کی تھی۔ (جامع البیان: ۲۶۰۸۱)

اس آیت میں ''رہبانیت'' کا لفظ ہے اس کا مادہ بدعت ہے۔ ''الابداع'' کا معنی ہے: کسی چیز کی ابتداءً کسی مثال کے بغیر اس کو بنانا، اور جب اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو اس کا معنی ہے: کسی چیز کو بغیر آلہ، بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے بنانا، اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، قرآن مجید میں ہے ''بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' (البقرہ: ۱۱۷) یعنی آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً بغیر کسی نمونہ کے بنانے والا۔ اور مذہب میں بدعت کا معنی ہے: ہر وہ نیا کام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل شدہ حق کے خلاف ہو، خواہ وہ علم (اعتقاد) ہو یا عمل ہو یا حال ہو اور اس کی بنیاد کسی قسم کے شبہ یا استحسان پر ہو اور اس کو دینِ قویم اور صراطِ مستقیم بنا دیا جائے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۲۵۶)

علامہ عزالدین بن عبدالسلام نے ''کتاب القواعد'' کے اخیر میں لکھا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) بدعتِ واجبہ: جیسے قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے علمِ نحو میں مشہور ہونا (۲) بدعتِ محرمہ: جیسے جبریہ، قدریہ (روافض، مرزائیوں اور اسماعیلیوں) کے مذاہب یہ بدعتِ محرمہ ہے اور ان کا رد کرنا بدعتِ واجبہ ہے۔ (۳) بدعتِ مستحبہ: جیسے سرائے اور دینی مدارس بنانا، اور ہر وہ نیک کام جو عہدِ رسالت میں نہیں تھا، جیسے تراویح کی جماعت اور وعظ کی محافل اور علمی مذاکرات کے لیے مجالس کو منعقد کرنا (۴) بدعتِ مکروہہ: جیسے دکھاوے کے لیے مساجد کو مزین کرنا۔ (۵) بدعتِ مباحہ: جیسے عصر کی نماز کے بعد التزام سے مصافحہ کرنا اور انواع و اقسام کے لذیذ کھانے اور مشروبات۔ (شرح الطیبی ج ۱۱ ص ۲۹۶)

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ انہوں نے رہبانیت کی کماحقہٗ رعایت نہیں کی، یہ ان لوگوں میں سے بعض ہیں جنہوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی تھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''پس ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر عطا فرمایا''۔ اور آیت کا یہ حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ رہبانیت کی بدعت نکالنے والوں میں سے بعض وہ بھی تھے جنہوں نے رہبانیت

کی کماحقہٗ رعایت کی تھی، کیونکہ اگر ان میں ایسے لوگ نہ ہوتے تو وہ اس اجر کے مستحق نہ ہوتے جس کا اللہ عزوجل نے ذکر فرمایا ہے اور جنہوں نے کماحقہٗ رہبانیت کی رعایت نہیں کی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ انہی لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی تھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے بعد کے لوگوں میں سے ہوں۔ (جامع البیان جز ۲۷ ص ۳۱۲)

نذر المعصیت کا بیان

عنقریب نذر المعصیت کا اختلاف اس کے باب میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

بعض فقہاء نے نذر کی دو قسمیں کی ہیں: ایک نذرِ مجہول ہے جیسے کوئی شخص کہے: اللہ تعالیٰ کے لیے مجھ پر نذر ہے۔ امام مالک کے نزدیک اس پر کفارہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کے اوپر بہت سخت کفارہ ہے جیسے ظہار کا کفارہ ہوتا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۵۸۳۴، ۱۵۸۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۷۴۰، ۱۲۱۸۰)

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایک دن روزہ رکھے یا ایک دن ایک مسکین کو کھانا کھلائے یا دو رکعت نماز پڑھے۔

اور دوسری قسم نذرِ معلوم ہے، اور اس کی چار قسمیں ہیں: (۱) نذرِ اطاعت (۲) نذرِ معصیت (۳) نذرِ مکروہ (۴) نذرِ مباح۔ اور ان میں سے صرف نذرِ اطاعت کو پورا کرنا واجب ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۸۷۔۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۹۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نذرِ اطاعت کو پورا کرنے کے دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اور تم جو بھی نذر مانتے ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے''۔ (البقرہ: ۲۷۰)

اس آیت میں لفظ ''النفقة'' نکرہ ہے اور سیاقِ شرط میں مذکور ہے اور اس سے مراد عام ہے خواہ نفقہ قلیلہ ہو یا کثیرہ ہو۔ اور اس آیت میں نذر کا ذکر ہے، اور نذر سے مراد یہاں پر یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو لازم کرلے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد تمام واجبات ہوں، کیونکہ انسان جب واجب پر عمل کرنا شروع کرے تو نذر کی طرح اس کو بھی پورا کرنا واجب ہے، اسی لیے فقہاء نے کہا ہے کہ جو شخص کسی واجب کام کو شروع کردے تو اس پر اس کام کو منقطع کرنا حرام ہے سوائے ناگزیز صورت کے، پس جب انسان قضائے رمضان کے روزے رکھنا شروع کردے تو اس پر ان روزوں کو توڑنا حرام ہے۔

پس تمام واجبات جب شروع کردیے جائیں تو وہ نذر ہوجاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۞ (الحج: ۲۹) پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذروں کو پورا کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں O

اور یہی قول صحیح ہے کہ نذر سے مراد وہ کام ہے جس کو انسان اپنے اوپر واجب کرلے اور اس کام میں شروع ہوجائے۔ اور

واجبات میں شروع ہونا بھی اسی کی مثل ہے۔
البقرہ: ۲۷۰ میں فرمایا ہے کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے'' اور اس کے علم پر اس کا اثر مرتب ہوگا اور وہ ہے اس کی جزاء عطا فرمانا۔ اور کبھی انسان اپنے عمل کو باطل کر دیتا ہے، پھر وہاں پر ثواب نہیں ہوگا۔ پس علم سے تعبیر کرنا اس سے عام ہے کہ اس کو ثواب سے تعبیر کیا جائے۔ پس ثواب سے تعبیر کرنا اگرچہ بہ کثرت آیات میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۞ (الجاثیہ: ۱۵)

جس شخص نے کوئی نیکی کی تو اس کا نفع اس کو ملے گا اور جس شخص نے کوئی برائی کی تو اس کا وبال اس پر ہوگا، پھر تم سب لوگ اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے O

اور یہاں پر ایک اور نکتہ یہ ہے کہ انسان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عمل میں سے کسی چیز کو ضائع نہیں فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو جانتا ہے۔
اور کبھی اللہ تعالیٰ ثواب کو خبر دینے سے ذکر فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۞ (التغابن: ۷)

آپ کہیے: کیوں نہیں! میرے رب کی قسم! تم کو ضرور بہ ضرور اٹھایا جائے گا، پھر تم کو تمہارے کرتوتوں کی ضرور بہ ضرور خبر دی جائے گی اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے O

بہر حال نذرِ اطاعت کو پورا کرنا واجب ہے اور رہی نذرِ معصیت تو اگر کسی شخص نے معصیت کی نذر مانی ہے تو وہ اس کو پورا نہ کرے بلکہ اس کے خلاف کرے اور اس نذر کا کفارہ ادا کرے۔
(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۶۱۳۔ ۶۱۴ ملخصاً وملتقطاً، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۹۔ بَابٌ: إِذَا نَذَرَ أَوْ حَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَ إِنْسَانًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ أَسْلَمَ

جب کسی شخص نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی یا قسم کھائی کہ وہ کسی انسان سے بات نہیں کرے گا، پھر اس نے اسلام قبول کر لیا، اس کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی یا حلف اٹھایا کہ وہ کسی انسان سے بات نہیں کرے گا۔ زمانہ جاہلیت سے مراد انقطاعِ نبوت کا زمانہ ہے یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے کا زمانہ ہے، یہ علامہ کرمانی کا قول ہے۔ پھر اس نے اسلام قبول کر لیا یعنی نذر ماننے والے نے، امام بخاری نے اس نذر یا قسم کے جواب کا ذکر نہیں کیا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے، یا اس نذر کا پورا کرنا مستحب ہے۔

Marfat.com

امام طحاوی نے اس باب کا جو عنوان قائم کیا ہے وہ امام بخاری کے عنوان سے زیادہ عمدہ ہے اور زیادہ واضح ہے، انہوں نے کہا: ''باب: ایک آدمی نذر مانتا ہے حالانکہ وہ مشرک ہے، پھر وہ اسلام قبول کر لیتا ہے'' کیونکہ امام بخاری نے جو 'فی الجاهلية'' کا لفظ کہا ہے اور علامہ کرمانی نے اس کی تفسیر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے، تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جو مشرک بعثت کے بعد نذر مانے اور پھر اسلام قبول کرے تو اس کا حکم اس کے خلاف ہوگا حالانکہ دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ أَوْفِ بِنَذْرِكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابو الحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات المسجد الحرام میں اعتکاف کروں گا، آپ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۰۳۲، ۲۰۴۳، ۳۱۴۴، ۴۳۲۰، ۶۶۹۷، صحیح مسلم: ۱۶۵۶، سنن ترمذی: ۱۵۳۹، سنن نسائی: ۳۸۲۲، سنن ابوداؤد: ۳۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۹، مسند احمد: ۲۵۷، سنن دارمی: ۲۳۳۳)

صحیح البخاری: ۶۶۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مستنبط ہوتی ہے، آپ نے فرمایا ''تم اپنی نذر پوری کرو'' کیونکہ آپ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کافر کی نذر ماننا صحیح ہے۔ اور جب وہ کافر اسلام قبول کر لے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی نذر کو پورا کرے۔ اور اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد اللہ کا ذکر ہے، وہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ اور عبید اللہ بن عمر کا ذکر ہے، وہ العمری ہیں۔

یہ حدیث اعتکاف کے آخر میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کو از عبید اللہ بن اسماعیل از ابی اسامہ از عبید اللہ بن عمر روایت کیا تھا۔

کافر کی نذر کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی مرد شرک کے زمانہ میں اپنے نفس پر اعتکاف یا صدقہ یا کوئی ایسی عبادت کو لازم کر لے جس کو مسلمان اللہ کے لیے واجب کرتے ہوں، پھر وہ اسلام قبول کر لے تو اس نذر کا پورا کرنا اس پر واجب ہے اور ان فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے جو کہا ہے کہ ایک قوم کا یہ مذہب ہے تو قوم سے ان کی مراد طاؤس، قتادہ، حسن بصری، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور غیر مقلدین کی جماعت ہے اور یہی ابن حزم کا قول ہے۔ اور دوسرے فقہاء نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: دوسروں سے امام طحاوی کی مراد ہے ابراہیم النخعی، الثوری، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، اور ایک قول کے مطابق امام شافعی اور ایک قول کے مطابق امام احمد۔ اور ان کا استدلال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ہے جو اس باب سے پہلے مذکور ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ نذر عبادت میں منعقد ہوتی ہے اور معصیت میں منعقد نہیں ہوتی۔

اور دوسری دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نذر صرف وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ کیا جائے۔ اور اس کو امام طحاوی نے اپنی مسند میں عبداللہ بن وہب کی روایت سے ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کافر کا فعل اللہ تعالیٰ سے تقرب کے لیے نہیں ہوتا کیونکہ جس وقت اس نے اپنے اوپر اس کام کو واجب کیا اس وقت وہ اللہ کے سوا بتوں کی عبادت کرتا تھا اور یہ معصیت ہے، سو اس کی نذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں داخل ہے کہ اللہ کی معصیت میں کوئی نذر نہیں ہوتی۔

حدیث مذکور کا محمل

رہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اب مسجد حرام میں اعتکاف کر لیں کیونکہ اب یہ اللہ عزوجل کی اطاعت ہے۔ اس کے برخلاف جس حال میں انہوں نے نذر مانی تھی تو وہ معصیت کا حال تھا۔

اور علامہ ابوالحسن القابسی نے کہا ہے: شارع علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بطور ایجاب اور الزام کے نہیں فرمایا یعنی آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اس فعل کو واجب نہیں کیا بلکہ آپ نے اپنی رائے سے ان کو یہ حکم دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد سے یہ ارادہ کیا کہ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ نذر کو پورا کرنا بہت مؤکد امور میں سے ہے، اس لیے آپ نے سختی کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ نذر کو پورا کریں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہنا اس وقت تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حنین میں طائف کے مال غنیمت کو تقسیم فرما رہے تھے۔

اعتکاف میں روزہ کی شرط کے متعلق علامہ کرمانی کا فقہاء احناف پر اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اعتکاف کی صحت کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں ہے اور یہ حدیث فقہاء احناف پر حجت ہے۔ علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی۔

علامہ عینی، علامہ کرمانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علامہ کرمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے غافل تھے، آپ نے فرمایا: ''روزہ کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں ہوتا'' اس سے معلوم ہوا کہ روزہ اعتکاف کی شرط ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۳۔۳۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۹۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حالتِ کفر میں مانی ہوئی نذر کے متعلق فقہاء اسلام کے مختلف اقوال

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جس شخص نے زمانہ جاہلیت میں ایسی نذر مانی جس کو مسلمان اللہ کے لیے واجب کرتے ہیں پھر اس نے اسلام قبول کر لیا تو امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے: اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے اور اگر اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد قسم کو توڑ دیا تو اس پر کفارہ ہے۔ اور یہی ابوجعفر طبری کا قول ہے۔

ان فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنی نذر کو پورا کرو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اور یہی المغیرہ المخزومی کا قول ہے اور امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ ''اپنی نذر کو پورا کرو'' کو وجوب پر محمول کیا ہے اور یمین (قسم) کو نذر پر قیاس کیا ہے، پس اگر نذر ان کاموں میں سے ہے جن کو اسلام میں بطور عبادت کیا جاتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس نذر کو پورا کرے اور اگر نذر اور قسم ان کاموں میں سے نہیں ہے جن کو اسلام میں پورا کیا جاتا ہے جیسے کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ فلاں آدمی سے بات نہیں کرے گا تو پھر اس پر اسلام لانے کے بعد قسم توڑنے کی صورت میں کفارہ لازم ہے، اسی طرح امام شافعی اور ابوثور کہتے ہیں کہ جس نے معصیت کی نذر مانی اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے: اس پر ان میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہے اور ہر وہ شخص جس نے کفر کی حالت میں قسم کھائی پھر اسلام لانے کے بعد قسم توڑ دی تو تمام قسموں میں اس کے اوپر کوئی چیز واجب نہیں ہے، یہ امام مالک، ثوری اور فقہاء احناف کا قول ہے۔

امام طحاوی نے کہا: اس مسئلہ کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ ''جس نے نذر مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کرے''۔ ان فقہاء نے کہا کہ جب کہ نذر اس وقت واجب ہوتی ہے جب اس سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کا قصد کیا جائے اور جب اللہ تعالیٰ کی معصیت کا قصد کیا جائے تو نذر واجب نہیں ہوتی اور کافر نے جب کہا کہ اللہ کی رضا کے لیے مجھ پر اعتکاف واجب ہے یا روزہ واجب ہے، پھر اس نے یہ کر لیا تو اس سے وہ اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے والا نہیں

Marfat.com

ہوگا۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مشابہ ہے کہ معصیت میں نذر نہیں ہوتی، کیونکہ جس چیز کا عبادت ہونا صحیح نہ ہو تو اس کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ اور یہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "تم اپنی نذر پوری کرو" یہ آپ نے اس لیے نہیں فرمایا کہ ان پر اس نذر کو واجب کریں، لیکن جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس حال میں نذر مانی تھی اس حال میں اس نذر کو پورا کرنے کی سخاوت کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مستحب قرار دیا کہ وہ اس نذر کو پورا کریں، کیونکہ پہلے تو ان کا یہ فعل عبادت نہیں تھا لیکن اب ان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوگا۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان کو حکم دیا وہ اس کے خلاف ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالتِ کفر میں اپنے اوپر واجب کیا تھا، کیونکہ اسلام جاہلیت کے معاملات کو منہدم کر دیتا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۳۹۔ ۱۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳۰۔ بَابُ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ نَذْرٌ — جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر نذر تھی

وَأَمَرَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَةً جَعَلَتْ أُمُّهَا عَلَى نَفْسِهَا صَلَاةً بِقُبَاءٍ، فَقَالَ: صَلِّي عَنْهَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس عورت کو حکم دیا جس کی ماں نے اپنے اوپر قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تھی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اس کی طرف سے نماز پڑھو۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی کی مثل فرمایا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے کوئی نذر مانی ہوئی تھی آیا اس کی طرف سے اس نذر کو ادا کیا جائے گا یا نہیں؟

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو حکم دیا جس کی ماں نے قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تم اس کی طرف سے نماز پڑھو۔

اس تعلیق نے باب کے عنوان کے حکم کو واضح کر دیا ہے، یعنی جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے نذر مانی ہوئی ہو تو نذر اس کی طرف سے ادا کی جائے گی۔

الظاہر یہ یعنی غیر مقلدین نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ میت کے ورثاء پر واجب ہے کہ وہ میت کی مانی ہوئی نذر کو ادا کریں خواہ روزہ کی نذر ہو یا نماز کی نذر ہو۔

اور فقہاء شافعیہ نے کہا ہے: میت کی طرف سے نماز اور حج اور دیگر عبادات میں نیابت جائز ہے، کیونکہ اس باب کی احادیث اس حکم کو متضمن ہیں۔

التوضیح میں علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے: جو فعل خصوصیت سے نذر کے فعل کو متضمن ہے وہ نماز اور روزہ

ہے اور مذاہب فقہاء سے مشہور یہ ہے کہ ایسا نہیں کیا جائے گا۔ اور محمد بن الحکم نے کہا ہے کہ اس کی طرف سے روزہ رکھا جائے گا اور یہ امام شافعی کا قول قدیم ہے۔ اور اس کے مطابق احادیث صحیحہ وارد ہیں، سو یہی قول مختار ہے۔ اور امام احمد، امام اسحاق، ابوثور اور اہل الظاہر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

فقہاء احناف نے کہا ہے: کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے نماز نہیں پڑھے گا اور نہ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے روزہ رکھے گا اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے اس پر فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے نماز نہیں پڑھے گا خواہ فرض نماز ہو یا سنت ہو، نہ زندہ کی طرف سے نماز پڑھے گا اور نہ میت کی طرف سے نماز پڑھے گا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس مسئلہ میں اختلاف ثابت ہے۔

امام مالک نے الموطا میں کہا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے نماز نہیں پڑھے گا، اور کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے روزہ نہیں رکھے گا۔ (الموطا: ص ۲۰۲)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تعلیق میں جو اثر منقول ہے اس کو اس پر محمول کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا: اگر تم چاہو تو اپنی ماں کی طرف سے نماز پڑھو۔

نیز اس تعلیق میں مذکور ہے "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی کی مثل فرمایا"۔ یعنی جس طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ اور اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ از سعید بن جبیر روایت کیا ہے ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کوئی شخص مر گیا اور اس پر نذر ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے اس نذر کو ادا کرے گا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف بھی روایت ہے جس کو امام نسائی نے از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھے گا اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے گا۔ اور ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ اس بات کی روایت اس کے متعلق ہے جو فوت ہو گیا اور نفی کی روایت اس کے متعلق ہے جو زندہ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس مسئلہ میں نقل مضطرب ہے، پس یہ روایت کسی کے لیے بھی حجت نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۴۔۳۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ فَتُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ فَأَفْتَاهُ أَنْ يَقْضِيَهُ عَنْهَا فَكَانَتْ سُنَّةً بَعْدُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت سعد بن عبادہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ماں کی مانی ہوئی نذر کے متعلق سوال کیا جو نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہو گئی

Marfat.com

تھیں، تو آپ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے نذر پوری کریں، پھر بعد میں یہی سنت ہوگئی۔

(صحیح البخاری: ۲۷۶۱، ۶۶۹۸، ۶۹۵۹، صحیح مسلم: ۱۶۳۸، سنن ترمذی: ۱۵۴۶، سنن نسائی: ۳۸۱۷، سنن ابوداؤد: ۳۳۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۲، مسند احمد: ۳۰۴۰، موطا امام مالک: 1025)

صحیح البخاری: ۶۶۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس باب کا عنوان ہے ''جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر نذر ہو'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا جن کی والدہ فوت ہوگئیں تھیں اور انہوں نے اپنی نذر پوری نہیں کی تھی تو آپ نے فرمایا: تم ان کی طرف سے نذر پوری کرو۔ اور اس حدیث سے اس باب کے عنوان کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس نے نذر مانی ہوئی ہو تو اس کے ورثاء اس کی نذر کو پورا کریں گے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، ان کا نام الحکم بن نافع ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں شعیب کا ذکر ہے، یہ ابن ابی حمزہ الحمصی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں زہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ کا ذکر ہے، وہ ابن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوصایا کے اس باب میں گزر چکی ہے ''باب ما یستحب لمن یتوفی فجاۃ ان یتصدقوا عنه وقضاء النذر عن المیت''۔ وہاں اس حدیث کی از عبد اللہ بن یوسف از مالک از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔۔۔۔ الحدیث

حدیث مذکور کے معانی

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی نذر میں متعدد اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں پر نذر تھی، اس میں اختلاف ہے کہ ان کی ماں نے کس چیز کی نذر مانی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے روزہ کی نذر مانی تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے صدقہ کرنے کی نذر مانی تھی۔ چوتھا قول یہ ہے کہ ان کی نذر مطلق تھی اور اس میں ان چیزوں میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں تھا۔ اور جو نذر مبہم ہو اس کا حکم یہ ہے کہ قسم کا کفارہ دیا جائے۔ یہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

نذر مبہم کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: جمہور فقہاء کا یہی قول ہے اور سعید بن جبیر اور قتادہ سے منقول ہے کہ نذر مبہم سب سے غلیظ قسم ہے یعنی سب سے سخت، گاڑھی اور مضبوط قسم ہے۔ اور اس کا کفارہ بھی سب سے سخت اور مضبوط ہے یعنی غلام آزاد کرے اور دس مسکینوں کو کپڑے دے یا دس مسکینوں کو صبح شام کھانا کھلائے۔ اور انہوں نے کہا: صحیح ان کا قول ہے جنہوں نے اس میں قسم کے کفارہ کو مقرر کیا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی نذر مانی اور اس کو معین نہیں کیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ قسم کا کفارہ دے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتویٰ دیا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے نذر کو ادا کرے"۔ یہ اس اعتبار سے ہے جس طرح اس کی نذر واقع ہوئی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "پس اس کے بعد یہی سنت ہوگئی"۔ علامہ کرمانی نے کہا: یعنی وارث اس کو ادا کرے جو مورث پر ہے اور یہ طریقہ شرعیہ مقرر ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۵۔۳۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۶۹۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَهُ إِنَّ أُخْتِي قَدْ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ وَإِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاقْضِ اللهَ فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: میری بہن نے نذر مانی تھی کہ وہ حج کرے گی اور وہ فوت ہوگئی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اگر اس کے اوپر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا: پس تم اللہ کا قرض ادا کرو، اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۵۲، ۶۶۹۹، ۷۳۱۵، سنن نسائی: ۲۶۳۳، مسند احمد: ۲۱۴۱، سنن دارمی: ۲۲۲۷)

صحیح البخاری: ۶۶۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اسی طرح ہے جس طرح گزشتہ حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت تھی۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، اور وہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو بشر، ان کا نام جعفر بن ابی وحشیہ ہے۔ اور ابو وحشیہ کا نام ایاس الیشکری البصری ہے اور ان کو الواسطی کہا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور وہ فوت ہوگئی۔۔۔۔۔ الحدیث

دو حدیثوں میں تعارض کا جواب

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری بہن نے نذر مانی تھی کہ وہ بیت اللہ تک پیدل جائیں گی اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں، سو میں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چاہیے کہ وہ پیدل چلے اور سوار ہو۔ (صحیح البخاری:۱۸۶۶)

ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں امر واقع ہوئے ہوں۔ اور کتاب الحج میں ''الحج عن الغیر'' کے باب میں اس کی تفاصیل گزر چکی ہیں۔

بندوں کے حق پر اللہ تعالیٰ کے حق کو قیاس کر کے جواب دینا

اس حدیث میں مذکور ہے ''اگر تمہاری بہن کے اوپر قرض ہوتا'' اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو قیاس کی تعلیم دی ہے اور آپ نے قیاس سے استدلال کر کے جواب دیا ہے کہ جب بندہ کا قرض تم ادا کرنے کے لیے تیار ہو تو اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنے کے لیے تمہیں بطریقِ اولیٰ تیار ہونا چاہیے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کے زیادہ مستحق ہے''۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا حق اور بندوں کا حق دونوں جمع ہوں تو بندوں کے حق کو مقدم کیا جاتا ہے، پس اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ اللہ کا حق ادا کیے جانے کے زیادہ مستحق ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب تم لوگوں کے حق کی رعایت کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے حق کی رعایت کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۹۹، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میت کی نذر پوری کرنے کے متعلق اقوالِ فقہاء

ورثاء پر واجب ہے کہ وہ میت کی نذر کو پورا کریں، اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

پس اہل الظاہر یعنی غیر مقلدین نے کہا ہے کہ میت کا ولی میت کی نذر کو پورا کرے اور یہ اس پر واجب ہے خواہ اس کی نذر

روزے کی ہو یا مال کی ہو۔

اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ یہ وارث پر واجب نہیں ہے، اگر اس نے میت کی طرف سے نذر پوری کردی تو یہ احسن ہے۔ اگر اس کی نذر صدقہ کے متعلق ہو یا غلام کو آزاد کرنے کے متعلق ہو۔ اور اگر اس نے روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی تو اس میں اختلاف ہے۔ نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ جب میت نے نذر پوری کرنے کی وصیت کی۔ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ وہ میت کی وصیت کو اس کے تہائی مال میں پوری کرے۔ اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے: میت کی کل وصیت کو پورا کرنا واجب ہے، تو میت کے اصل مال سے اس کو پورا کیا جائے گا۔

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے جو کہا ہے کہ اگر میت نے قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تھی تو اس کو پورا کیا جائے تو یہ انہوں نے اپنی رائے سے کہا ہے اور اس کو واجب نہیں قرار دیا، کیونکہ حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اس حدیث کے خلاف مروی ہے جس کی امام بخاری نے ان دونوں سے روایت کی ہے۔

امام مالک نے الموطا میں ذکر کیا ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھے اور نہ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے روزہ رکھے۔ (الموطا: ص ۲۰۲)

اور ایوب بن موسیٰ نے از عطاء بن ابی رباح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے نماز نہیں پڑھے گا اور نہ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے روزہ رکھے گا۔ (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۷۵)

اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے فرض نماز نہیں پڑھے گا اور نہ سنت پڑھے گا، نہ زندہ کی طرف سے اور نہ فوت شدہ کی طرف سے۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اگر یہ جائز ہو کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے نماز پڑھے تو یہ تمام بدنی فرض عبادات میں جائز ہوگا اور یہ جائز ہوگا کہ ایک انسان دوسرے انسان کی طرف سے ایمان لے آئے۔ اور کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مستحق نہیں ہے کہ آپ اپنے والدین کی طرف سے ایمان لاتے اور اپنے چچا ابوطالب کی طرف سے ایمان لاتے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمادیا جن کے لیے آپ نے استغفار کیا تھا (یعنی ابوطالب کے لیے)۔

اور اگر یہ جائز ہو تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا معنی باطل ہو جائے گا:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا۔ (الانعام: ۱۶۴) اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے۔

اور اس سے مراد فرائض کا کسب ہے، یعنی ہر شخص اسی فرض کو ادا کرے گا جو اس پر فرض کیا گیا ہے۔ رہے نوافل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اموات وغیرہ کی طرف سے تبرعاً ادا کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی وفات کے بعد ان کی طرف سے ایصالِ ثواب کرنا سنت ہو گیا ہے۔

علامہ ابن القابسی نے کہا ہے: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عملِ صالح فوت شدہ لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے خواہ ان کے اموال سے ان کو نفع نہ دیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ (النجم:۳۹) اور یہ کہ ہر انسان کو اسی کا عوض ملے گا جو اس نے عمل کیا O

اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی والدہ کی طرف سے نذر کو پورا کریں۔ اور یہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ماں نے اپنے بیٹے کی جو پرورش کی ہے تو اس وجہ سے بیٹے کا ماں کی طرف سے نذر پوری کرنا یہ گویا ماں کا ہی فعل ہے کیونکہ اس کی پرورش کے سبب سے بیٹے نے اس کی نذر کو پورا کیا ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں کی نذر کے متعلق مختلف روایات

اور علماء کا اس نذر کے متعلق اختلاف ہے جس کی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں نے نذر مانی تھی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ روزے تھے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جو الاعمش نے از مسلم البطین از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہیں اور ان پر روزے ہیں، کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ الاعمش کی حدیث کو زہری کی حدیث کے لیے مفسر قرار دینا درست نہیں ہے، کیونکہ اعمش کی اس روایت میں اختلاف ہے کیونکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میری والدہ فوت ہو گئیں اور ان پر روزے ہیں۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس مسئلہ کا سوال کرنے والے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نہیں تھے بلکہ ایک عورت تھی اور ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کر چکے ہیں کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے روزے نہ رکھے۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں پر جو نذر تھی وہ غلام کو آزاد کرنا تھی اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: القاسم بن محمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئیں، اگر میں ان کی طرف سے غلام آزاد کر دوں تو کیا ان کو نفع ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حدیث اس مجمل نذر کی تفسیر کرتی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ یہ نذر صدقہ کی تھی اور انہوں نے امام مالک کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

از سعید بن عمرو بن شرحبیل بن سعید بن سعد بن عبادہ از والد خود از جد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بعض غزوات میں نکلے تو ان کی والدہ پر وفات کا وقت آ گیا، ان کی والدہ سے کہا گیا: آپ وصیت کیجئے تو انہوں نے کہا: میں کس چیز میں وصیت کروں، یہ مال تو سعد کا مال ہے، پھر وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے آنے سے پہلے فوت ہو گئیں، پس جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ آئے تو ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا، پس سعد نے کہا: یارسول اللہ! کیا میری ماں کو نفع پہنچے گا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اور اس حدیث میں اس نذر مذکور کا ذکر نہیں ہے، بلکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث وصیت کے متعلق ہے اور وصیت نذر کی غیر ہے اور علماء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ زندہ کا فوت شدہ کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے خواہ وہ نذر ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

اور دوسرے علماء نے کہا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں کی نذر، نذر مطلق تھی نہ اس میں روزوں کا ذکر تھا نہ غلام کو آزاد

کرنے کا ذکر تھا اور نہ صدقہ کا ذکر تھا۔ اور انہوں نے کہا: جو شخص اپنے اوپر نذرِ مبہم کو لازم کرے اس کا کفارہ وہ ہے جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے، یہ قول حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور یہی جمہور فقہاء کا قول ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۸۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۸۳۹، ۱۵۸۴۰)

اور سعید بن جبیر اور قتادہ سے روایت ہے کہ نذرِ مبہم بہت سخت اور گاڑھی قسموں میں سے ہے اور اس کا کفارہ بھی بہت سخت اور گاڑھا ہوتا ہے۔ غلام کو آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

اور صحیح ان کا قول ہے جنہوں نے اس نذر میں قسم کے کفارہ کو مقرر کیا ہے کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی نذر مانی اور اس نذر کو معین نہیں کیا پس اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۸۱)

اور رہا میت کی طرف سے حج کرنا سو وہ کتاب الحج میں مذکور ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری: ج ٦ ص ۱۴۱۔ ۱۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ٦٦٩٩، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میت کی طرف سے حج کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام مالک بن انس المتوفی ۱۷۹ھ نے کہا ہے: کسی شخص کو دوسرے زندہ شخص کی طرف سے حج نہیں کرنا چاہیے خواہ وہ اپاہج یعنی معطل الاعضاء ہو یا اس کا غیر ہو۔ اور نہ میت کی طرف سے نفلی حج کرنا چاہیے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے کی طرف سے حج کرنا میرے نزدیک مستحب ہے۔ اور یہ امام دارالہجرۃ ہیں جو کہتے ہیں: ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک کسی دوسرے کی طرف سے حج کیا ہو یا اس کا حکم دیا ہو یا اس میں اجازت دی ہو۔

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ سننِ اربعہ میں ابورزین العقیلی نے لقیط بن عامر سے روایت کی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، پس عرض کیا: یارسول اللہ! میرا والد بہت بوڑھا شخص ہے، وہ نہ حج کرسکتا ہے نہ عمرہ کرسکتا ہے اور نہ سفر کرسکتا ہے، آپ نے فرمایا: تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۱۰، سنن ترمذی: ۹۳۰، سنن نسائی: ج ۵ ص ۱۱۱، سنن ابن ماجہ: ۲۹۰٦)

اس حدیث کی امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۳۹۹۱)

اور امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۴۸۱)

اور امام بیہقی نے "خلافیات" میں ذکر کیا ہے: اس حدیث کی ثقہ راویوں نے روایت کی ہے اور امام احمد نے کہا: میرے علم میں نہیں ہے کہ عمرہ کو واجب کرنے کے متعلق کوئی اس سے عمدہ حدیث ہو یا اس سے زیادہ صحیح حدیث ہو۔

اور اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث ہے کہ خثعم کی ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کو فرض کیا ہے اور میں نے اپنے باپ کو بہت بوڑھا پایا، وہ سواری پر ثابت قدمی سے نہیں بیٹھ سکتا کیا میں اس کی طرف

Marfat.com

سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۵۵)

علامہ ابن وہب اور ابومصعب نے کہا ہے: کوئی شخص دوسرے کی طرف سے حج نہ کرے سوا اس کے کہ بیٹا اپنے باپ کی طرف سے حج کرسکتا ہے خواہ وہ بوڑھا ہو یا نہ ہو۔

اور اشعب نے کہا ہے: اگر اس نے بہت بوڑھے کی طرف سے حج کیا تو اس کے لیے کافی ہوگا۔

اور امام مالک سے کہا گیا کہ ایک شخص نے کہا: مجھے ایک مرد نے حکم دیا ہے کہ میں اس کی طرف سے حج کروں اور وہ زندہ ہے؟ انہوں نے کہا: تم وہ کرو جس کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اور میت کی طرف سے حج کرنے کی تفصیل کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۳۸۴۔۳۸۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۹۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اولاد کا کسب والدین کے کسب میں شمار ہوتا ہے

صحیح البخاری: ۶۶۹۹ میں مذکور ہے "ایک عورت کی ماں نے مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تھی تو حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا: تم اس کی طرف سے نماز پڑھو"۔

اور عون بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نذر مانی کہ وہ دس دن اعتکاف کرے گی، پس وہ فوت ہوگئی اور اس نے اعتکاف نہیں کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تم اپنی ماں کی طرف سے اعتکاف کرو۔

اور یہ ہوسکتا ہے کہ جس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ابن آدم فوت ہوجائے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے مگر تین عمل اور ان میں سے ایک بیٹے کو شمار کیا ہے، کیونکہ بیٹا بھی اس کے کسب میں سے ہے، پس بیٹے کے اعمال صالحہ اس کے باپ کے لیے شمار کیے جاتے ہیں اور بیٹے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ تو اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ تم قباء میں نماز پڑھ لو اور تمہاری نماز وہاں لکھی جائے گی۔ اور اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاد کے لیے یہ جائز ہے کہ ماں باپ کی طرف سے نذر کو پورا کرے۔ اور اس میں علامہ ابن بطال کا رد ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے خواہ نماز فرض ہو یا سنت، نہ زندہ کی طرف سے اور نہ فوت شدہ کی طرف سے۔ اور المہلب سے نقل کیا ہے کہ اگر یہ جائز ہو تو تمام عبادات بدنیہ میں یہ جائز ہوگا اور شارع علیہ السلام اس کے زیادہ حق دار تھے کہ وہ اپنے ماں باپ کی طرف سے ایمان لے آتے اور آپ کو اپنے چچا کے لیے استغفار کرنے سے منع نہ کیا جاتا۔

اور علامہ ابن بطال کا اجماع کا دعویٰ کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ابن وہب مالکی اور ابومصعب مالکی نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ اولاد کے لیے جائز ہے کہ وہ ماں باپ کی طرف سے نذر کو پورا کریں۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے حقوق واجبہ کو ادا کرنا چاہیے۔ اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ جو شخص فوت ہوگیا اور

Marfat.com

اس پر نذر مالی ہو تو اس کے مال سے اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے خواہ اس نے وصیت نہ کی ہو۔ ہاں اگر یہ نذر اس نے مرض الموت میں کی ہو تو پھر اس کے تہائی مال سے یہ نذر پوری کی جائے گی۔ اور فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف نے یہ شرط لگائی ہے کہ اس نے اس کی مطلقاً وصیت کی ہو۔

(۴) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو زیادہ اور بڑا عالم ہو اس سے سوال کرنا چاہیے۔

(۳) اس حدیث میں والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت ہے اور جو حقوق ان کے ذمہ ہیں ان کو ادا کرنے کی فضیلت ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۷۷۔۵۸۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۶۹۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مفضول جگہ نماز پڑھنے کی نذر مانی ہو تو اس سے افضل جگہ نماز پڑھنے سے بھی وہ نذر ادا ہو جائے گی

اس جگہ یہ اشکال ہے کہ اس عورت نے مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تھی، کیا اس کے لیے مسجدِ قباء میں نماز پڑھنا متعین ہے؟

ہم کہتے ہیں: جب کسی شخص نے مساجدِ ثلاثہ (مسجد الحرام، مسجد نبوی اور مسجد قدس) میں نماز پڑھنے کی نذر مانی ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسی جگہ نماز پڑھے جہاں نماز پڑھنے کی اس نے نذر مانی تھی، سوا اس کے کہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ اس جگہ سے افضل جگہ نماز پڑھ لے، لہٰذا اگر کسی انسان نے مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی اور وہ مدینہ میں ہے تو اگر وہ مسجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز پڑھ لے تو اس کی نذر ادا ہو جائے گی۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فتح مکہ کے موقع پر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مکہ فتح کر دیا تو میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا، آپ نے اس سے فرمایا: تم یہاں نماز پڑھ لو۔ اس نے دوبارہ سوال کیا، آپ نے پھر فرمایا: تم یہاں نماز پڑھ لو، جب سہ بارہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جس طرح تم چاہو۔ سو اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی شخص کسی افضل جگہ نذر پوری کرلے تو اس نے مفضول جگہ بھی نذر پوری کر لی کیونکہ افضل، مفضول کی جگہ پر مشتمل ہوتا ہے اور اس سے زیادہ کو بھی مشتمل ہوتا ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۶۱۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۱۔ بَابُ: النَّذْرِ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَفِي مَعْصِيَةٍ انسان جس چیز کا مالک نہ ہو، اس کی نذر ماننے کا بیان اور گناہ کی نذر ماننے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نذر ماننے والا اس چیز کی نذر مانے جس کا وہ مالک نہیں ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح اگر وہ گناہ کی نذر مانے تو اس کا کیا حکم ہے مثلاً وہ یہ نذر مانے کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے گا اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں ہے'' اور

Marfat.com

گناہ کی نذر نہ مانے''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از مالک از طلحہ بن عبد الملک از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا سو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے، اور جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا، سو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۹۶، ۶۷۰۰، سنن ترمذی: ۱۵۲۶، سنن نسائی: ۳۸۰۶، سنن ابوداؤد: ۳۲۸۹، سنن ابن ماجہ: ۲۱۲۶، مسند احمد: ۲۵۳۴۹، موطا امام مالک: ۱۰۳۱، سنن داری: ۲۳۳۸)

صحیح البخاری: ۶۷۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے جزو ثانی کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت ہو سکتی ہے کیونکہ جزو ثانی میں کہا ہے ''معصیت کی نذر ماننے کا حکم'' اور اس باب کی حدیث میں ہے کہ جس نے معصیت کی نذر مانی تو وہ اس نذر کو پورا نہ کرے۔ اور اس حدیث کا باب کے جزو اول میں کوئی دخل نہیں ہے یعنی جس چیز کا انسان مالک نہ ہو اس کی نذر ماننے کا حکم۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس باب کی تمام حدیثوں کا اس نذر میں کوئی دخل نہیں ہے جس چیز کی نذر کا انسان مالک نہ ہو۔ ان احادیث کا دخل صرف معصیت کی نذر میں ہے۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی التوفی ۷۸۶ھ نے جو کہا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

انسان اس چیز کی نذر مانے جس کا وہ مالک نہ ہو مثلاً یہ نذر مانے کہ فلاں شخص کا غلام آزاد۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ ایسی نذر، نذر ماننے والے کے ذمہ میں لازم ہو جاتی ہے مثلاً اس نے نذر مانی کہ فلاں شخص کے غلام کو آزاد کرے گا تو اب اس کے ذمہ میں ہے کہ اس شخص سے اس غلام کو خرید کر آزاد کرے۔

اور دوسرے شارحین نے کہا ہے کہ امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ جس چیز کا انسان مالک نہ ہو اس میں نذر لازم نہیں ہوگی جس طرح معصیت میں نذر لازم نہیں ہوتی، کیونکہ جس چیز کا انسان مالک نہ ہو اس کی نذر مانے تو یہ مال غیر میں تصرف ہے اور وہ معصیت ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

اس باب کی مناسبت میں جس قدر توجیہات ذکر کی گئی ہیں وہ مقصود پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ انہوں نے حدیث اور باب کے عنوان میں مطابقت کرنے میں تکلف کیا ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعاصم، یہ النبیل الضحاک بن مخلد البصری شیخ البخاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قاسم، یہ ابن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور یہ حدیث عنقریب "باب النذر فی الطاعة" گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۰۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِي ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هَذَا نَفْسَهُ وَرَآهُ يَمْشِي بَيْنَ ابْنَيْهِ وَقَالَ الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِي ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از حمید از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: یہ شخص جو اپنی جان کو عذاب دے رہا ہے بے شک اللہ تعالیٰ اس سے مستغنی ہے۔ اور آپ نے اس شخص کو دیکھا وہ اپنے دو بیٹوں کے درمیان پیدل چل رہا تھا۔

اور الفزاری نے کہا از حمید: مجھے ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

(صحیح البخاری: ۱۸۶۵، ۶۷۰۱، صحیح مسلم: ۱۶۴۲، سنن ترمذی: ۱۵۳۷، سنن نسائی: ۳۸۵۳، سنن ابوداؤد: ۳۳۰۱، مسند احمد: ۱۲۴۷۸)

صحیح البخاری: ۶۷۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کے جزو ثانی کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت ممکن ہے اور رہا جزو اول، یعنی اس چیز کی نذر ماننا جس کا انسان مالک نہ ہو تو اس کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت کا کوئی دخل نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ القطان ہیں۔ اور حُمید کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حمید الطویل ابوعبیدہ البصری ہیں، وہ ثابت سے روایت کرتے ہیں جو ابنِ اسلم البنانی ابومحمد البصری ہیں۔

یہ حدیث کتاب الحج میں از محمد بن سلام گزر چکی ہے، اس کے شروع میں یہ ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے درمیان سہارے سے چل رہا تھا۔ یہاں امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار سے ذکر کیا ہے اور اس کی شرح وہاں ہو چکی ہے۔

اس حدیث میں جو تعلیق ہے اس میں الفزاری کا قول ہے، ان کا نام مروان بن معاویہ الکوفی ہے۔ امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں حُمید نے یہ تصریح کی ہے کہ انہوں نے ثابت سے حدیث سنی ہے، اور کتاب الحج میں اس کو از محمد بن سلام از الفزاری سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۷۔۳۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

۶۷۰۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَى رَجُلًا يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِزِمَامٍ أَوْ غَيْرِهِ فَقَطَعَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از سلیمان الاحول از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا کہ کعبہ کا لگام کے ساتھ طواف کر رہا تھا یا غیر لگام کے ساتھ، تو آپ نے اس لگام کو کاٹ ڈالا۔

(صحیح البخاری: ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۶۷۰۲، ۶۷۰۳، سنن نسائی: ۳۸۱۱، سنن ابوداؤد: ۳۳۰۲، مسند احمد: ۳۴۴۳)

صحیح البخاری: ۶۷۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت میں وہی کلام ہے جو اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوعاصم کا ذکر ہے، ان کے متعلق باب کی پہلی حدیث میں گزر چکا ہے کہ وہ شیخ بخاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابنِ جُریج کا ذکر ہے، وہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔

یہ حدیث بھی کتاب الحج میں از ابوعاصم اور از ابراہیم بن موسیٰ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" آپ نے ایک مرد کو دیکھا" علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس مرد کا نام ثُراب تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے" یا وہ چیز لگام کی غیر تھی" یعنی وہ چیز مہار تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۰۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ أَنَّ طَاوُسًا أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ يَقُودُ إِنْسَانًا بِخِزَامَةٍ فِي أَنْفِهِ فَقَطَعَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِيَدِهِ ثُمَّ أَمَرَهُ أَنْ يَقُودَهُ بِيَدِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سلیمان الاحول نے خبر دی کہ ان کو طاؤس نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر رہے تھے تو آپ کے ساتھ ایک انسان گزرا جس کی ناک میں دوسرا انسان دھاگہ یا ریشم کی مہار ڈال کر اس کو چلا رہا تھا۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دھاگہ یا ریشم کو اپنے ہاتھ سے کاٹ ڈالا، پھر آپ نے اس

Marfat.com

کوحکم دیا کہ وہ اس انسان کو اپنے ہاتھ سے چلائے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۶۷۰۲، ۶۷۰۳، سنن نسائی: ۳۸۱۱، سنن ابوداؤد: ۳۳۰۲، مسند احمد: ۳۴۴۳)

صحیح البخاری: ۶۷۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو حدیث ذکر کی گئی ہے یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے از ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفراء الرازی، وہ ہشام بن یوسف سے روایت کرتے ہیں اور وہ عبدالملک بن جریج سے روایت کرتے ہیں از سلیمان بن ابی موسیٰ الاحول از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور یہ سند پہلی سند کے مقابلہ میں سندِ نازل ہے۔

اس حدیث میں "خزامة" کا لفظ ہے، یہ بالوں یا ریشم کا ایک حلقہ ہوتا ہے، اس کو اونٹ کے دونتھنوں کے درمیان جو حاجز ہے اس میں ڈال دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ مُہار کو باندھ دیا جاتا ہے تا کہ اونٹ کو چلانا آسان ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۰۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوا أَبُو إِسْرَائِيلَ نَذَرَ أَنْ يَقُومَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُومَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مُرْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اس وقت وہاں ایک مرد کھڑا ہوا تھا، آپ نے اس کے متعلق سوال کیا، لوگوں نے بتایا کہ یہ ابواسرائیل ہیں، اس نے نذر مانی ہے کہ یہ کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں اور نہ سایا طلب کرے گا اور نہ کسی سے بات کرے گا اور روزہ رکھے گا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کہو کہ یہ بات کرے اور سایا طلب کرے اور بیٹھے اور اپنے روزہ کو پورا کرے۔

عبدالوہاب نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۰۰، سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۶، موطا امام مالک: ۱۰۲۹)

صحیح البخاری: ۶۷۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بھی باب کے عنوان کے جزو ثانی کے ساتھ مطابقت ہے کیونکہ جو آدمی یہ نذر مانے کہ وہ بیٹھنے کو ترک کردے گا اور سایا طلب کرنے کو ترک کردے گا اور لوگوں سے باتیں کرنے کو ترک کردے گا تو یہ امور اطاعت نہیں ہیں۔پس جب اس کی نذر غیرِ اطاعت میں ہوگی تو پھر یہ نذرِ معصیت ہے کیونکہ معصیت اطاعت کے خلاف ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے موسیٰ بن اسماعیل، یہ ابوسلمہ المنقری ہیں جن کو التبوذکی بھی کہا جاتا ہے۔اور اس حدیث کی سند میں وھیب کا ذکر ہے جو وہب کی تصغیر ہے، یہ ابن خالد ہیں اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب الایمان میں از موسیٰ روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ نے الکفارات میں از الحسین بن محمد الواسطی روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''یخطب''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔اور خطیب بغدادی نے''کتاب المبہمات'' میں ایک اور سند سے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ خطبہ ایک مرد کو دیکھا''۔امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ وہ مرد دھوپ میں کھڑا ہوا تھا۔اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فسال عنه''یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کے متعلق سوال کیا۔لوگوں نے کہا: ابواسرائیل،اور امام ابوداؤد کی روایت میں ہے''وہ مرد ابواسرائیل ہے''اور خطیب نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ مرد قریش میں سے تھا۔اور علامہ الکرمانی نے کہا کہ وہ مرد الانصار میں سے تھا۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: حافظ ابن الاثیر نے دوسروں کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابواسرائیل انصاری تھا۔علامہ کرمانی نے بھی اسی سے دھوکا کھایا ہے اور وثوق سے کہا ہے کہ وہ مرد انصار میں سے تھا۔اور پہلا قول زیادہ اولیٰ ہے کہ وہ شخص قریش کا ایک مرد تھا۔(فتح الباری ج ۷ ص ۶۱۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قائل سے یہ کہا جائے گا: اگر علامہ کرمانی نے علامہ ابن الاثیر کے کلام سے دھوکا کھایا ہے تو تم نے خطیب کے کلام سے دھوکا کھایا ہے۔اور یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ خطیب کی عبارت کرمانی کی عبارت سے اولیٰ ہے۔علاوہ ازیں حافظ ابوعمر بن عبد البر نے الاستیعاب کے باب الکنیٰ میں کہا ہے کہ ابواسرائیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے انصار کا ایک مرد تھا، پھر یہ حدیث مذکور ذکر کی ہے، پھر کہا: ان کا نام یُسَیر ہے اور دوسرا قول ہے کہ ان کا نام قُشَیر ہے اور تیسرا قول ہے کہ ان کا نام قیصر ہے جو روم کے بادشاہ کا نام

تھا۔اور صحابہ میں سے کوئی شخص ان کی کنیت میں ان کا شریک نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، علامہ عینی کے جواب میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن الاثیر نے صاحب الاستیعاب کی عبارت سے استدلال کر کے یہ کہا ہے کہ ابو اسرائیل انصار میں سے تھے اور خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ وہ قریش کے ایک مرد تھے۔رہا یہ کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ خطیب کی عبارت صاحب الاستیعاب کی عبارت سے اولیٰ ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ خطیب بغدادی علامہ ابن الاثیر پر مقدم ہیں۔
(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۴۰، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں: خطیب بغدادی کا سنِ وفات ۴۳۶ھ ہے اور علامہ ابن الاثیر کا سنِ وفات ۶۰۶ھ ہے۔

نیز خطیب بغدادی نے اپنی بات کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اس کے برخلاف استیعاب کی عبارت حافظ ابن عبد البر کی سند سے نہیں ہے، اس لیے واضح ہو گیا کہ خطیب بغدادی کا قول ابن الاثیر کے قول پر راجح ہے۔(سعیدی غفرلہٗ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اور ابوداؤد کی روایت میں ہے "اس سے کہو" (جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے) کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ روزہ رکھنا عبادت ہے، اس کے برخلاف وہ باقی کام جو کر رہا تھا وہ عبادت نہیں ہیں۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مباح گفتگو سے چپ رہنا یا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے چپ رہنا اطاعت اور عبادت نہیں ہے۔

(۲) اسی طرح دھوپ میں بیٹھنا بھی عبادت نہیں ہے۔اور اسی کے معنی میں ہر وہ کام ہے جس سے انسان کو تکلیف ہو۔اور وہ کام نہ اطاعت ہو نہ عبادت ہو نہ اس کا کتاب یا سنت میں ذکر ہو۔اطاعت تو صرف وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۲۸۔۳۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۰۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مزید فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی امرِ مباح سے سکوت کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہے اور امام ابوداؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے "اور نہ ایک دن سے لے کر رات تک خاموش رہنا عبادت ہے"۔اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے فرمایا کہ "خاموش رہنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے"۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا ہر وہ کام جس سے انسان کو ایذاء پہنچے خواہ اسی وقت ایذاء پہنچے یا بعد میں ایذاء پہنچے اور اس کام کی

Marfat.com

شروعیت کے متعلق کتاب یا سنت میں کوئی تشریح نہ ہو جیسے ننگے پیر چلنا یا دھوپ میں بیٹھنا، تو یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہے، لہٰذا اس سے نذر منعقد نہیں ہوگی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو اسرائیل کو صرف روزہ پورا کرنے کا حکم دیا اور باقی کاموں کو پورا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ یہ اس پر محمول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ روزہ رکھنے سے اس کو کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ اور آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ بیٹھے اور باتیں کرے اور سائے کو طلب کرے۔

(۳) علامہ قرطبی نے کہا ہے: ابو اسرائیل کے قصہ میں جمہور کی یہ واضح دلیل ہے کہ معصیت کی نذر ماننے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا یا جو چیز عبادت نہ ہو اس کی نذر ماننے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا، کیونکہ امام مالک نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا کہ میں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو اسرائیل کو کفارہ دینے کا حکم دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۱۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نذرِ معصیت کے متعلق شیخ ابن عثیمین حنبلی کی رائے

اگر کسی شخص نے دوسرے کے غلام کے متعلق نذر مانی کہ وہ اس کو آزاد کرے گا تو اس کی یہ نذر منعقد نہیں ہوگی، کیونکہ وہ اس کو آزاد کرنے کا مالک نہیں ہے لیکن اس کے اوپر قسم کا کفارہ واجب ہے کیونکہ ہر وہ نذر جس کو انسان منعقد کرے اور اس کو پورا نہ کرے خواہ عذرِ حسی کی وجہ سے یا عذرِ شرعی کی وجہ سے تو اس پر واجب ہے کہ اس نذر کا کفارہ دے جس طرح قسم کا کفارہ دیا جاتا ہے۔

رہی معصیت کی نذر مثلاً کوئی عورت نذر مانے کہ وہ پہلا دن جس میں مجھے حیض آئے گا میں اس میں روزہ رکھوں گی، تو یہ نذر بھی منعقد نہیں ہوگی کیونکہ یہ نذرِ حرام ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ قسم کا کفارہ دے۔

برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹانے پر دلیل

صحیح البخاری: ۶۷۰۲ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا جو لگام کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا تو آپ نے اس لگام کو کاٹ دیا۔

یعنی یہ لگام اس کی ناک میں لٹکائی ہوئی تھی اور اس کا صاحب اس لگام کو پکڑ کر اسے کھینچ رہا تھا۔ اور اس سے اس طواف کرنے والے کو بھی ضرر ہوتا ہے اور دوسرے طواف کرنے والے کو بھی ضرر ہوتا ہے کیونکہ وہ رسی جو اس کے ناک میں باندھی گئی ہے تو اس کی وجہ سے طواف کرنے والوں پر تنگی ضرور ہوگی، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لگام کو کاٹ دیا اور اس کے صاحب کو حکم دیا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر طواف کرائے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی برے کام کو اپنے ہاتھ سے تبدیل کرنا چاہیے اور جو شخص اس کو تبدیل کرنے پر قادر ہو اس پر تبدیل کرنا واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے متغیر کرے، اگر ہاتھ سے متغیر کرنے پر قادر نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی بیان کرے، اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو پھر دل سے اس برائی کو برا جانے''۔

Marfat.com

نذرِ مباح اور نذرِ مکروہ کے حکم کا فرق

نیز شیخ ابن عثیمین ابواسرائیل کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
ابواسرائیل کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نذرِ مباح یا نذرِ مکروہ یا نذرِ حرام کو معاف نہیں کیا جاتا۔ لیکن مباح کے فعل اور اس کے کفارہ دینے میں اختیار دیا جائے گا، اس کے برخلاف جو نذرِ حرام یا مکروہ ہو تو ان سے منع کیا جائے گا۔
(شرح صحیح البخاری ج ٦ ص ٦٢٢ - ٦٢٣، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ١٤٢٩ھ)

٣٢- بَابُ: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَصُومَ أَيَّامًا فَوَافَقَ النَّحْرَ أَوِ الْفِطْرَ

جس نے چند معین ایام میں روزہ رکھنے کی نذر مانی پھر اتفاق سے وہ ایام عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے تھے، اس کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ معین ایام میں روزے رکھے گا، پھر اتفاق سے وہ دن عید الفطر کا تھا یا عید الاضحیٰ کا تھا تو کیا اس کے لیے اس دن میں روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا حکم کیسا ہے؟
اور امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس کا حکم نہیں بیان کیا جیسا کہ وہ اکثر ابواب میں اسی طرح کرتے ہیں۔ یا تو اس وجہ سے کہ اس باب کی حدیث سے اس کا حکم واضح ہو جائے گا، یا اس پر اعتماد کرتے ہوئے کہ جو شخص اس حدیث سے کوئی حکم مستنبط کرنا چاہے گا تو وہ اس حکم کو معلوم کرلے گا جیسا کہ فقہاء نے اس مسئلہ کے متعلق کہا ہے۔
اور اس باب کا حکم یہ ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا بالاجماع جائز نہیں ہے اور جس نے ان دنوں میں روزہ رکھنے کی نذر مانی تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک وہ نذر منعقد نہیں ہوگی۔ اور امام مالک کا بھی مشہور مذہب یہی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی نذر منعقد ہو جائے گی لیکن وہ ان دنوں میں روزہ نہ رکھے اور دوسرے ایام میں اس پر ان روزوں کی قضاء واجب ہے۔ اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں کہ اس پر قضاء واجب ہے یا نہیں۔ اور کتاب الصوم کے اواخر میں اس مسئلہ پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٣ ص ٣٢٩ - ٣٣٠، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٦٧٠٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا حَكِيمُ بْنُ أَبِي حُرَّةَ الْأَسْلَمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ نَذَرَ أَنْ لَا يَأْتِيَ عَلَيْهِ يَوْمٌ إِلَّا صَامَ فَوَافَقَ يَوْمَ أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ فَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ٢١)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حکیم بن ابی حرۃ الاسلمی نے حدیث بیان کی کہ بے شک انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، ان سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے یہ

Marfat.com

لَمْ يَكُنْ يَصُومُ يَوْمَ الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ وَلَا يَرَى صِيَامَهُمَا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۳۹، مسند احمد: ۵۲۲۳)

نذر مانی کہ وہ معین دن میں روزہ رکھے گا، پھر اتفاق سے وہ دن عید الاضحیٰ کا تھا یا عید الفطر کا تھا، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے''۔ (الاحزاب: ۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ عید الاضحیٰ کو روزہ رکھتے تھے اور نہ عید الفطر کو روزہ رکھتے تھے، اور ہم ان دودنوں میں روزہ رکھنا جائز قرار نہیں دیں گے۔

صحیح البخاری: ۶۷۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس سے اس باب کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کسی شخص نے مخصوص ایام میں روزہ رکھنے کی نذر مانی اور ان ایام میں عید الاضحیٰ یا عید الفطر کا دن تھا تو اس کے لیے ان دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن ابی بکر المقدمی، یہ تقدیم سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حکیم بن ابی حُرۃ الاسلمی، یہ المدنی ہیں۔ اور ابو حُرۃ کا نام معلوم نہیں ہو سکا اور صحیح البخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''سُئل عن رجل'' یہ جملہ (حضرت) عبد اللہ بن عمر سے حال ہے، یعنی انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس حال میں سوال کیا جب ان سے ایک مرد کے متعلق سوال کیا جا رہا تھا۔ اور سائل کا نام نہیں لیا گیا، ہو سکتا ہے کہ وہ سائل مرد ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سائل عورت ہو۔

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے پہلے یہ روایت ذکر کی: امام ابن حبان از کریمہ بنت سیرین روایت کرتے ہیں کہ کریمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، پس کریمہ نے کہا: میں نے اپنے نفس پر یہ نذر مانی کہ میں ہر بدھ کے دن روزہ رکھوں گی اور بدھ کے بعد جو دن ہو گا اس دن بھی روزہ رکھوں گی، اور وہ دن عید الاضحیٰ ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، اس سے اس مبہم کی تفسیر ہو جاتی ہے جو حکیم کی روایت میں ہے (یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کرنے والی عورت تھی اور وہ کریمہ بنت سیرین تھی)۔ اس کے برخلاف زیاد بن جبیر کی روایت جس میں یہ مذکور ہے: پس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک مرد نے

سوال کیا۔۔۔۔الحدیث (فتح الباری ج ۷ ص ۶۷۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس شرح پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس شرح پر اعتراض ہے، اس لیے کہ امام ابونعیم نے اس حدیث مذکور کی محمد بن ابی بکر شیخ البخاری سے روایت کی ہے اور اسماعیلی نے بھی ایک اور سند سے اس حدیث کی محمد بن ابی بکر سے روایت کی ہے اور اس کی عبارت یہ ہے کہ انہوں نے ایک مرد سے سنا جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کرتا تھا اس شخص کے متعلق جس نے معین دن میں نذر مانی اور وہ دن عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر کا تھا۔ اور یہ زیادہ قریب اور زیادہ اولیٰ ہے اس مبہم کی تفسیر کے لیے بہ نسبت اس کے کہ کسی اجنبی حدیث سے اس مبہم کی تفسیر کی جائے۔ علاوہ ازیں ان میں کوئی منافات بھی نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ دو واقعات ہوں، ایک واقعہ میں سوال کرنے والا مرد تھا (جس کی ابونعیم نے اور اسماعیلی نے روایت کی ہے) اور دوسرے واقعہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کرنے والی عورت تھی (جس کی امام ابن حبان نے کریمہ بنت سیرین سے روایت کی ہے)۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری سے پوری عبارت نقل نہیں کی اور اگر وہ پوری عبارت دیکھ لی جائے تو اس پر علامہ عینی کا اعتراضِ مذکور وارد نہیں ہوتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی پوری عبارت درج ذیل ہے:

صحیح البخاری کی پہلی روایت جو فضیل بن سلیمان سے مروی ہے اس میں سائل مبہم ہے کہ سوال کرنے والا مرد تھا یا عورت تھی۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا اور یہ اس کو بھی شامل ہے جب سوال کرنے والا مرد ہو اور اس کو بھی شامل ہے جب سوال کرنے والی عورت ہو۔ اور امام ابن حبان کی روایت سے یہ ظاہر ہوا کہ سوال کرنے والی عورت تھی، تو اس روایت سے حکیم بن ابی حرۃ کی روایت جو مبہم ہے اس کی تفسیر ہوجاتی۔ اس کے برخلاف صحیح البخاری کی دوسری روایت (صحیح البخاری: ۶۷۰۶) جو زیاد بن جبیر سے مروی ہے اس میں مذکور ہے: پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک مرد نے سوال کیا۔ پھر میں نے یوسف بن یعقوب القاضی کی کتاب الصوم میں دیکھا، انہوں نے امام بخاری کے شیخ ابوبکر محمد بن المقدمی سے یہ روایت کی ہے اور اس روایت کو امام ابونعیم نے بھی اپنی سند سے روایت کیا ہے اور اسی طرح اسماعیلی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے ایک اور سند سے اور اس کی عبارت یہ ہے کہ انہوں نے ایک مرد سے سنا جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس مرد کے متعلق سوال کرتا تھا جس نے معین دن میں نذر مانی اور وہ دن عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر کا تھا۔

نیز اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: یوسف بن یعقوب مذکور کی روایت میں یہ عبارت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کو روزہ نہیں رکھتے تھے اور نہ ان دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے، اور اسی کی مثل اسماعیلی کی روایت میں ہے۔ اور علامہ کرمانی نے یہ کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ یہاں دو واقعات ہیں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اجتہاد بعد میں بدل گیا۔ پہلے ان کو اس میں تردد تھا کہ جس نے معین دن میں روزہ کی نذر مانی اور وہ دن عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ تھا تو وہ شخص کیا کرے؟ اور بعد میں انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اس دن روزہ نہیں رکھے گا یعنی بعد میں اس روزہ کی قضاء کرے گا۔ اور اس کی پوری تفصیل میں نے کتاب الصوم کے باب "صوم یوم النحر" میں بیان کی ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۷۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

٦٧٠٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ نَذَرْتُ أَنْ أَصُومَ كُلَّ يَوْمِ ثَلَاثَاءَ أَوْ أَرْبِعَاءَ مَا عِشْتُ فَوَافَقْتُ هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ أَمَرَ اللّٰهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنُهِينَا أَنْ نَصُومَ يَوْمَ النَّحْرِ فَأَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ مِثْلَهُ لَا يَزِيدُ عَلَيْهِ۔

(صحیح مسلم:۱۱۳۹، مسند احمد:۶۱۹۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از یونس از زیاد بن جبیر، وہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، پس ان سے ایک مرد نے سوال کیا، سو کہا: میں نے نذر مانی تھی کہ میں ہر منگل کے دن روزہ رکھوں گا یا ہر بدھ کے دن روزہ رکھوں گا جب تک میں زندہ رہوں، پس مجھے یہ اتفاق ہوا کہ وہ دن عید الاضحیٰ کا دن تھا، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور ہمیں عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اس نے دوبارہ سوال کیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی مثل جواب دیا اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔

صحیح البخاری:٦٧٠٦، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ ایک اور سند سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی روایت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، یہ ابن عبید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں زیاد بن جبیر کا ذکر ہے اور جبیر کا لفظ جبر کی تصغیر ہے۔

یہ حدیث کتاب الصوم کے اواخر میں 'باب الصوم فی یوم النحر'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے 'ثلاثاء او اربعاء'' اس میں راوی کو شک ہے اور یہ دونوں لفظ غیر منصرف ہیں کیونکہ اس میں الف ممدودہ تانیث کا ہے جیسے الف حمراء اور صفراء وغیرہ کا ہے۔ اور ان کی جمع 'ثلاثاوات'' اور 'اربعاوات'' آتی ہے۔ یعنی اس نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ جب تک زندہ رہے گا تو وہ ہر منگل یا بدھ کو روزہ رکھے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے 'اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے''۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ۔ (الحج:۲۹) اور اپنی نذروں کو پورا کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ہمیں عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا'' اور عرف شاہد ہے کہ منع کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "سائل نے دوبارہ سوال کیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی کی مثل جواب دیا"۔ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا انتہائی تقویٰ تھا کیونکہ انہوں نے وثوق کے ساتھ کوئی جواب دینے میں توقف کیا، کیونکہ ان کے نزدیک دونوں دلیلیں متعارض تھیں۔

التوضیح میں علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے لکھا ہے کہ جس شخص کے نزدیک کسی سوال کا جواب مشکل ہو تو اس کو بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرح توقف کرنا چاہیے، لیکن ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ عید الاضحیٰ کے دن روزہ نہ رکھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس روایت کا سیاق یہ تقاضا کرتا ہے کہ ان کے نزدیک راجح یہ تھا کہ اس دن روزہ نہ رکھے۔

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ ان دنوں میں روزہ نہ رکھے اور دوسرے ایام میں اس پر ان روزوں کی قضاء واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۳۔ بَابٌ: هَلْ يَدْخُلُ فِي الْأَيْمَانِ وَالنُّذُورِ الْأَرْضُ وَالْغَنَمُ وَالزُّرُوعُ وَالْأَمْتِعَةُ؟

کیا قسموں میں اور نذروں میں زمین اور بکریاں اور کھیت اور ساز و سامان داخل ہیں؟

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَالَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ مِنْهُ قَالَ: إِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے ایک زمین ملی ہے اور اس سے نفیس مال مجھے اس سے پہلے نہیں ملا، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین اپنے پاس رکھو اور اس کی پیداوار کو صدقہ کر دو۔

وَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَحَبُّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، لِحَائِطٍ لَهُ مُسْتَقْبِلَةِ الْمَسْجِدِ

اور حضرت ابوطلحہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے اپنے تمام اموال میں سب سے زیادہ پسند "بیرُحاء" ہے، یہ مسجد نبوی کے سامنے ایک باغ تھا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ کیا قسموں اور نذروں میں زمین اور بکریاں اور کھیت اور ساز و سامان داخل ہیں؟ یعنی کیا ان چیزوں کی قسم کھانا یا ان چیزوں کی نذر ماننا صحیح ہے؟ پس قسم کی صورت یہ ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک اس چادر کے اوپر آگ بھڑک رہی ہے"۔ اور نذر کی صورت یہ ہے جیسے کوئی شخص کہے: یہ زمین اللہ کے لیے نذر ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ وہ یہ بیان کریں کہ مال کا اطلاق ہر مملوک چیز پر ہوتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ایک زمین ملی ہے اور اس سے نفیس مال مجھے اس سے پہلے نہیں ملا۔ اور

Marfat.com

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے اموال میں سب سے زیادہ پسندیدہ مال "بیرحاء" کا باغ ہے۔ اور یہ صحابہ کرام فصاحت اور بلاغت اور زبانِ عرب کی معرفت میں پیشوا اور حجت ہیں۔

اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے: امام بخاری کی مراد امام ابوحنیفہ پر رد کرنا ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جس نے قسم کھائی یا نذر مانی کہ وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کرے گا تو اس کی قسم اور اس کی نذر کا اطلاق صرف ان اموال پر ہوگا جن اموال میں خصوصیت کے ساتھ زکوٰۃ ہوتی ہے۔ (علامہ ابن ملقن کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

مال کی تفسیر میں فقہاء کا بہت اختلاف ہے، کیونکہ حافظ ابن عبدالبر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ اور دوسروں نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ "دوس" ہے اور ان کی لغت میں مال اعیان کا غیر ہے یعنی ساز وسامان اور کپڑوں کا غیر ہے۔ اور ایک جماعت کے نزدیک مال کا اطلاق اعیان پر ہوتا ہے جیسے خصوصیت سے سونا اور چاندی۔ اور المطرزی نے کہا ہے کہ مال اس چیز کو کہتے ہیں جو بولتی نہ ہو جیسے سونا اور چاندی اور اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو بولتی ہو۔ اور القالی نے ثعلب سے حکایت کی ہے کہ مال عرب کے نزدیک کم سے کم وہ چیز ہے جس میں زکوٰۃ واجب ہے اور جو اس سے کم ہو تو اس کو مال نہیں کہا جاتا۔ اور ابن سیدہ نے العزیض میں کہا ہے کہ عرب مال کا اطلاق مطلقاً صرف اونٹوں پر کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اونٹوں کو شرف حاصل ہے اور جس کے پاس اونٹ ہوں اس کو غنی شمار کیا جاتا ہے۔ اور انہوں نے کہا: اور بسا اوقات وہ مال کا اطلاق تمام مویشیوں کی اقسام پر کرتے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مال کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے کہ جس کا انسان مالک ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا۔ (النساء:۵) اور کم عقلوں کو اپنے وہ اموال نہ دو جن کو اللہ نے تمہاری گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہے۔

اور یہ اکثر متاخرین کا مختار ہے۔ پس جب امام بخاری نے یہ اختلاف دیکھا تو انہوں نے اشارہ کیا کہ مال کا اطلاق ہر مملوک چیز پر ہوتا ہے جیسا کہ علامہ المہلب مالکی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے اور جس طرح کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہوگیا کہ امام بخاری نے اس قول کو اختیار کیا ہے، لہٰذا صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن شافعی کے اس قول کی طرف التفات کی ضرورت نہیں ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے امام ابوحنیفہ پر رد کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ امام بخاری نے مال کی تفسیر میں متعدد اقوال میں سے ایک قول کو اختیار کرلیا ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ نے مال کی تفسیر میں متعدد اقوال میں سے ایک دوسرے قول کو اختیار کرلیا ہے۔ لہٰذا اس میں امام ابوحنیفہ پر رد کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ لیکن باطل تعصب کی رگ اس طرف کھینچ لیتی ہے۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے: "مجھے ایک زمین ملی ہے اور اس سے زیادہ نفیس مال مجھے اس سے پہلے نہیں ملا"۔ امام بخاری نے یہ تعلیق اس لیے ذکر کی ہے کہ زمین کے اوپر بھی مال کا اطلاق ہوتا ہے اور اس تعلیق کا امام بخاری نے کتاب الوصایا میں سندِ موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور اس تعلیق میں مذکور ہے "آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کی اصل کو اپنے پاس رکھو" یعنی اس کی اصل کو وقف کردو۔ اور وہاں اس پر تفصیلی بحث ہوچکی ہے۔

Marfat.com

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کرنا ہے کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ میرا پسندیدہ مال وہ ہے جو ''بیرحاء'' کا باغ ہے، یہ باغ مسجد کے سامنے تھا۔

اس تعلیق میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام حضرت زید بن سہل الانصاری رضی اللہ عنہ ہے۔ اس تعلیق میں اس باغ کی طرف اشارہ ہے جو کھجوروں کا باغ تھا اور اس پر مال کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اور یہ حدیث سندِ موصول کے ساتھ ''باب الزکوٰۃ علی الاقارب'' میں گذر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۱۔۳۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۰۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ خَيْبَرَ فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً إِلَّا الْأَمْوَالَ وَالثِّيَابَ وَالْمَتَاعَ فَأَهْدَى رَجُلٌ مِنْ بَنِي الضُّبَيْبِ يُقَالُ لَهُ رِفَاعَةُ بْنُ زَيْدٍ لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم غُلَامًا يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ فَوَجَّهَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى وَادِي الْقُرَى حَتَّى إِذَا كَانَ بِوَادِي الْقُرَى بَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذَلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از ثور بن زید الدیلی از ابی الغیث مولیٰ ابن مطیع از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے، ہم نے مالِ غنیمت میں نہ سونا حاصل کیا نہ چاندی سوائے اموال کے اور کپڑوں کے اور ساز و سامان کے، پھر بنوضبیب کے ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ پیش کیا جس کو رفاعہ بن زید کہا جاتا تھا، اس نے آپ کو ہدیہ میں ایک غلام پیش کیا جس کو مدعم کہا جاتا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی القریٰ کی طرف چل پڑے حتیٰ کہ جب آپ وادی القریٰ میں پہنچے اس وقت مدعم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کجاوہ کو اتار رہا تھا، اس کو ایک اجنبی تیر آ کر لگا جس سے اس کی موت ہو گئی، لوگوں نے کہا کہ اس کو جنت مبارک ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اس نے خیبر کے دن مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت میں سے ایک چادر کو نکال لیا تھا وہ اس پر آگ کا شعلہ بن کر بھڑک رہی ہے، جب لوگوں نے یہ حدیث سنی تو ایک شخص جوتی کا ایک تسمہ یا دو تسمے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: یہ آگ کا ایک تسمہ ہے، یا آگ کے دو تسمے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۴۲۳۴، ۶۷۰۷، صحیح مسلم: ۱۱۵، سنن نسائی: ۳۸۲۷، سنن ابوداؤد: ۲۷۱۱، موطا امام مالک: ۹۹۷)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۷۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث سے یہ اشارہ کیا ہے کہ مال کا اطلاق کپڑوں پر اور سامان وغیرہ پر ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے دن گئے، پس ہم نے سونے اور چاندی کے کو بطور مال غنیمت نہیں پایا سوا اموال کے اور کپڑوں کے اور ساز وسامان کے"۔ یہ استثنیٰ منقطع ہے یعنی لیکن اموال کو پایا اور اموال کپڑے اور ساز وسامان ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ "دوس" کی لغت کے مطابق ہے جیسا کہ ہم نے عنقریب ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کی روایات امام مالک سے مختلف ہیں۔ پس ابن القاسم نے امام بخاری کی روایت کی طرح حدیث بیان کی ہے اور یحییٰ بن معین اور ایک جماعت نے امام مالک سے روایت کی ہے اموال، کپڑے اور ساز وسامان۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے جو شیخ بخاری ہیں، یہ ابن اویس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ثور بن زید الدیلی کا ذکر ہے، اس میں دیل بن ہداد بن زید کی طرف نسبت ہے، یہ ازد کا قبیلہ ہے بنوتغلب اور ضبۃ میں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالغیث کا ذکر ہے، ان کا نام سالم مولیٰ ابن مطیع ہے۔

یہ حدیث کتاب المغازی میں غزوۂ خیبر کے باب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں رفاعہ بن زید بن وہب کا ذکر ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صلح حدیبیہ کے زمانہ میں ایک جماعت کے ساتھ آئے تھے، ان سب نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم سے ان کے لیے عقد لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مِدعَم" اس میں میم پر زیر ہے اور عین پر زبر ہے، یہ سیاہ رنگ کے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وادی القریٰ" "القریٰ"، القریۃ کی جمع ہے، یہ مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اذا سھم عائر فقتلہ" یعنی مدعم کو ایک اجنبی تیر آکر لگا جس نے اس کو قتل کردیا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا تھا کہ اس تیر کو کس نے مارا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "شملۃ" اس کا معنی ہے: چادر۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لم تصبھا المقاسم" یعنی مدعم نے اس چادر کو مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے لے لیا تھا اور یہ خیانت تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "شراک" یہ جوتی کا وہ تسمہ ہے جو سامنے کی جانب ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۷۰۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب مال مطلقاً مذکور ہو تو اس سے مراد عموم ہوتا ہے

یعنی اگر انسان مال کو مطلقاً ذکر کرے تو وہ صرف سونے اور چاندی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس کی قسم یا نذر میں مویشی، کھیت اور ساز وسامان وغیرہ سب داخل ہوتے ہیں سوا اس کے کہ وہ اپنی قسم میں مال کی کسی خاص قسم کا ارادہ کرے۔ اور امام بخاری نے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "مجھے ایک زمین ملی اور اس سے اچھا مال مجھے نہیں ملا" پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مال کا اطلاق زمین پر کیا۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے سامنے ایک باغ میں جاتے تھے جس کا نام "بیرُحاء" تھا، وہاں اس کا خوشگوار اور میٹھا پانی پیتے۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: ۹۲) تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کرسکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو O

تب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور میرا پسندیدہ مال یہی باغ ہے اور یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف صدقہ ہے، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو یہ مال فائدہ مند ہے اور میری رائے ہے کہ تم یہ مال اپنے رشتہ داروں کو دے دو، تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا مال رشتہ داروں کو اور چچا کے بیٹوں کو دے دیا۔ اور اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ کو مال فرمایا۔ اس کے بعد امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے دن نکلے، پس ہم نے سونے اور چاندی کا مالِ غنیمت نہیں پایا سوا اموال کے اور کپڑوں کے اور ساز وسامان کے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ سونے چاندی کے ماسوا کپڑے اور ساز وسامان وغیرہ پر بھی مال کا اطلاق ہوتا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۶۲۶، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۰۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقیر کو نصاب سے زیادہ دینا جائز ہے، کیونکہ آدھا باغ نصاب کا اکثر حصہ ہے اور یہ امام مالک کا ایک قول ہے۔

(۲) ابوعبدالملک نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے اپنے مال میں سے کچھ صدقہ کیا، پھر اسے متعین ہو گیا کہ وہ صدقہ دینا اس کو لازم ہے، اگرچہ وہ صدقہ تہائی مال سے زیادہ ہو۔ اور یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے۔ اور "نوادر" میں ابن نافع سے منقول ہے کہ اس کو تہائی مال دینا بھی کفایت کرے گا، اور اس پر اعتراض ہے کیونکہ حدیث میں ہے "ابوطلحہ مدینہ کے انصار میں

Marfat.com

سب سے زیادہ مال دار تھے، ان کے باغ کی کھجوریں سب سے زیادہ تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے مال کے مقابلہ میں یہ باغ تھوڑا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۳۹۷۔ ۳۹۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۰۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مال کے مصداق میں فقہاء کے اقوال

مال کے متعلق امام مالک کی روایات مختلف ہیں۔ ابن القاسم نے امام مالک سے امام بخاری کی روایت کی مثل بیان کیا ہے۔ اور یحییٰ بن یحییٰ اور ایک جماعت نے امام مالک سے روایت کی ہے "سوا اموال کے اور متاع کے اور کپڑوں کے"۔ اور یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ "دوس" کی لغت کے مطابق ہے، کیونکہ وہ اعیان کو مال نہیں کہتے تھے، ان کے نزدیک اموال ساز و سامان اور کپڑے ہیں۔ اور دوسروں کے نزدیک مال کا اطلاق خصوصاً سونے اور چاندی پر ہوتا ہے۔ اور عرب کے کلام سے معروف یہ ہے کہ جس چیز سے بھی تمول اور ملکیت حاصل ہو، وہ مال ہے۔

اور امام بخاری نے اس حدیث سے امام ابوحنیفہ پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جس نے قسم کھائی یا نذر مانی کہ وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کرے گا تو اس کی قسم اور نذر صرف ان اموال پر واقع ہوگی جن میں خصوصیت کے ساتھ زکوٰۃ واجب ہے۔ اور امام مالک اور ان کے متبعین کے نزدیک اس کی قسم ہر اس چیز پر واقع ہوگی جس پر مال کا نام بولا جاتا ہے۔ اور اس باب کی احادیث امام مالک کے قول کی تائید کرتی ہیں اور یہی صحیح ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۴۶۔ ۱۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۸۴۔ کِتَابُ کَفَّارَاتِ الْأَیْمَانِ

قسموں کے کفاروں کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس کتاب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں قسموں کے کفاروں کے حکم کا بیان ہے، اور ''الکفارات'' کا لفظ ''کفارۃ'' کی جمع ہے، یہ کفر سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: ڈھانپنا، اسی وجہ سے کسان کو کافر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے، اسی طرح کفارہ گناہ کو چھپا دیتا ہے۔ اسی طرح جب انسان ہتھیاروں سے ڈھال کو لیتا ہے تو اس کے متعلق بھی کہا جاتا ہے ''کفر الرجل بسلاحہ'' اور اصطلاح میں کفارہ کا معنی ہے: صدقہ وغیرہ سے جو قسم کا تاوان دیا جائے۔

۱۔ بَابُ: کَفَّارَاتِ الْأَیْمَانِ

قسموں کے کفاروں کا بیان

قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی: فَکَفَّارَتُہٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ (المائدہ:۸۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے''۔

وَمَا أَمَرَ النَّبِیُّ ﷺ حِیْنَ نَزَلَتْ فَفِدْیَۃٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَۃٍ اَوْ نُسُکٍ (البقرہ:۱۹۶)

اور وہ جو نبی ﷺ نے اس وقت حکم دیا جب یہ آیت نازل ہوئی: ''تو وہ اس کے بدلہ روزے رکھے یا کچھ صدقہ دے یا قربانی کرے''۔

وَیُذْکَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَطَاءٍ وَعِکْرِمَۃَ مَا کَانَ فِی الْقُرْآنِ: أَوْ أَوْ، فَصَاحِبُہُ بِالْخِیَارِ وَقَدْ خَیَّرَ النَّبِیُّ ﷺ کَعْبًا فِی الْفِدْیَۃِ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء اور عکرمہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ قرآن میں جو ''یا، یا'' کے الفاظ آئے ہیں تو اس کے صاحب کو اختیار ہے۔ اور نبی ﷺ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو فدیہ میں اختیار دیا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے المائدہ:۸۹ کا ایک حصہ ذکر کیا ہے، پوری آیت حسب ذیل ہے:

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ۚ فَکَفَّارَتُہٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ اَوْ کِسْوَتُھُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِکَ

اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا، سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے،

Marfat.com

كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٨٩﴾ (المائدہ:۸۹)

جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو)، اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تا کہ تم شکرادا کرو O

قسم کے کفارہ کی مقدار میں اختلافِ فقہاء

قسم کے کفارہ میں جو دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا گیا ہے اس کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے:

ایک جماعت نے یہ کہا ہے: ہر انسان کو ایک مُد (یعنی ایک کلو گرام) طعام کھلائے، یہ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور یہی عطاء، القاسم، سالم اور سات فقہاء کا قول ہے۔ اور امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ ہر مسکین کو نصف صاع (یعنی دو کلو گرام) گندم کھلائے۔ اور اگر وہ اس کو کھجوریں کھلائے یا جو تو ہر ایک کو ایک صاع (یعنی چار کلو گرام) کھلائے۔ یہ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور یہی ابراہیم نخعی، الشعبی، ثوری، امام ابوحنیفہ اور تمام فقہائے کوفہ کا قول ہے۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں البقرہ:۱۹۶ کا ذکر ہے جس میں ارشاد ہے: ''تو وہ اس کے بدلہ روزے رکھے یا کچھ صدقہ دے یا قربانی کرے''۔ (البقرہ:۱۹۶)

اس آیت میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ ہے جو اس باب میں آئے گی۔ اور امام بخاری نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اس باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں اذیت اور تکلیف کے کفارہ میں اختیار کا بیان ہے جیسا کہ اللہ کی قسم کھا کر توڑنے کے کفارہ میں اختیار کا بیان ہے۔ اور وہ جو قرآن میں لفظِ ''أو'' کا ذکر ہے، جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے:

فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ (المائدہ:۸۹)

سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔

یعنی اس کفارہ دینے والے کو اختیار ہے، یہ وہ واجب ہے جس میں اختیار دیا گیا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل ابھی آئے گی۔ اور یہ وہ کفارہ ہے جس میں اختیار ہے۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء اور عکرمہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ قرآن میں جو ''یا، یا'' کے الفاظ

Marfat.com

آئے ہیں تو اس کے صاحب کو اختیار ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو فدیہ میں اختیار دیا''۔

اس تعلیق میں مجہول کا صیغہ ''یُذکر'' بیان کیا گیا ہے اور یہ تمریض کا صیغہ ہے، کیونکہ سفیان ثوری نے اس کی تفسیر میں از لیث بن ابی سُلیم از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ قرآن مجید میں جو بھی لفظ ''او، او'' کے ساتھ مذکور ہے جیسے اس آیت میں ہے ''فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ'' (البقرہ:۱۹۶)، (تو وہ اس کے بدلہ روزے رکھے یا کچھ صدقہ دے یا قربانی کرے)۔ اور قرآن مجید میں جو اس طرح ہو ''فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ'' (البقرہ:۱۹۶)، تو وہ ترتیب کے مطابق ہوگا۔

رہا عطاء بن ابی رباح کا اثر جس کو امام طبری نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے از ابن جُریج، وہ بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ قرآن میں جو لفظ ''او، او'' کے ساتھ مذکور ہے اس میں کفارہ دینے والے کو اختیار ہے وہ جس کو چاہے دے۔

اور رہا عکرمہ کا اثر، تو اس کو امام طبری نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے از داؤد بن ابی ہند، انہوں نے کہا کہ ہر وہ چیز جو قرآن میں لفظ ''او، او'' کے ساتھ ہے، اس میں اختیار دیا جاتا ہے، پس جب اس طرح ہو ''فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ'' تو وہ ترتیب کے ساتھ ہے۔

اس تعلیق میں کعب کا ذکر ہے، اس سے مراد حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل آئے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۴۔۳۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۰۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ أَتَيْتُهُ يَعْنِي النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ ادْنُ فَدَنَوْتُ فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَوْنٍ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ صِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَالنُّسُكُ شَاةٌ وَالْمَسَاكِينُ سِتَّةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از ابن عون از مجاہد از عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ، از حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کے پاس آیا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس، آپ نے فرمایا: قریب ہو، پس میں قریب ہوا، تو آپ نے فرمایا: کیا تمہیں تمہاری جوئیں ایذاء پہنچا رہی ہیں، میں نے کہا: جی ہاں، تو پھر آپ نے فرمایا: ''وہ اس کے بدلہ روزے رکھے یا کچھ صدقہ دے یا قربانی کرے''۔

(البقرہ:۱۹۶)

اور مجھے ابن عون نے خبر دی از ایوب، انہوں نے کہا: تین دن کے روزے اور بکری کی قربانی اور چھ مساکین کو کھانا کھلائے۔

(صحیح مسلم:۱۲۰۱، سنن ترمذی:۹۵۳، سنن نسائی:۲۸۵۱، سنن ابوداؤد:۱۸۵۶، سنن ابن ماجہ:۳۰۷۹، مسند احمد:۱۷۶۴۳، موطا امام مالک:۵۵)

صحیح البخاری:۶۷۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ اس حدیث کے اندر بھی فدیہ میں اختیار کا ذکر

Marfat.com

ہے، جیسا کہ قسموں کے کفارہ میں اختیار کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں احمد بن یونس کا ذکر ہے، یہ احمد بن عبداللہ بن یونس ہیں جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ابوشہاب کا ذکر ہے جو اصغر ہیں اور ان کا نام عبدربہ بن نافع ہے، یہ درزی ہیں اور صاحب المدائنی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ابن عون کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عون بن ارطبان البصری ہیں۔

اور یہ حدیث کتاب الحج میں اپنی شرح کے ساتھ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اتیته" یعنی میں آپ کے پاس آیا اور ابونُعیم کی روایت میں ہے "پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "هوامك" یہ ھامّۃ کی جمع ہے، اور ان کے سر سے جوئیں گر رہی تھیں۔

اس حدیث کی تعلیق میں مذکور ہے "اخبرنی ابن عون" یعنی ابن عون نے از ایوب السختیانی یہ خبر دی ہے کہ روزہ کے فدیہ سے مراد تین دن کے روزے ہیں اور قربانی سے مراد بکری کی قربانی ہے اور صدقہ سے مراد چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۰۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کفارہ کی مقدار میں فقہاء کے دلائل

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ کفارہ میں ہر مسکین کو نصف صاع (دو کلوگرام) گندم دے۔اور اگر کھجور یا جَو دے تو ایک ایک صاع (یعنی چار کلوگرام) دے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ از یسار بن نمیر روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں قسم کھاتا ہوں کہ میں کسی مرد کو کچھ نہیں دوں گا، پھر مجھ پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میں ان کو دوں، پس جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ میں نے ایسا کیا (یعنی قسم کو توڑ کر اس کے خلاف کیا) تو میری طرف سے دس مسکینوں کو کھلاؤ۔ہر مسکین کو ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور کھلاؤ یا نصف صاع گندم کھلاؤ۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۵۰۷ طبع قدیم، مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۳۹، رقم: ۱۶۳۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ ہر مسکین کو ایک کلوگرام کھلائے۔اور ان کی دلیل یہ ہے کہ عُرف میں جو متوسط کھانا کھایا جاتا ہے وہ اتنی مقدار ہے جس کو صبح کھائے اور شام کو کھائے اور سیر ہو جائے۔اور عُرف میں یہ نہیں ہے کہ ایک آدمی ایک صاع (یعنی چار کلوگرام) جَو کھائے یا ایک صاع (یعنی چار کلوگرام) کھجوریں کھائے۔اور نہ یہ ہے کہ وہ نصف صاع (یعنی دو

Marfat.com

کلوگرام) گندم کھائے۔اور حکم غالب پر معلق ہوتا ہے نہ کہ نادر پر۔اور جائز ہے کہ مساکین کو صبح اور شام کو کھلایا جائے۔

علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے: ہمارے نزدیک یہ تمام مقادیر جائز ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ (المائدہ:۸۹)''، (قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے) اور اس آیت میں تخصیص نہیں کی گئی، اگر اس نے صبح اور شام کو کھانا کھلا دیا تو اس آیت کا منشاء پورا ہو گیا۔اور امام مالک کی اصل پر جائز ہے ان کو صبح اور شام بغیر سالن کے کھلایا جائے، کیونکہ امام مالک کے نزدیک طعام میں اصل ایک کلو کھانا ہے بغیر سالن کے، اور امام مالک نے کہا ہے کہ زیتون کے تیل سے کھانا یہ سالن کے قائم مقام ہے۔

اور جن کا مذہب یہ ہے کہ ایک کلو گندم کھلائے یا ایک صاع جو کھلائے تو وہ کہتے ہیں کہ روٹی اور دودھ کھلائے یا روٹی اور گھی کھلائے یا روٹی اور زیتون کا تیل کھلائے۔اور انہوں نے کہا: اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ روٹی اور گوشت کھلائے اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بغیر سالن کے کھلائے۔اور ان کے نزدیک ادنیٰ درجہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ'' (یعنی متوسط کھانا کھلاؤ)۔

قسم کے کفارہ میں کپڑوں کی مقدار

اس میں بھی اختلاف ہے کہ قسم کے کفارہ میں کپڑوں کی کتنی مقدار کافی ہے:

امام مالک نے کہا: کپڑوں کی اتنی مقدار جس سے نمازی اپنی شرمگاہ کو چھپائے۔پس مرد کا ستر قمیص سے ہو جاتا ہے اور عورت کا ستر قمیص اور دوپٹے سے ہوتا ہے کیونکہ عورت کا پورا جسم عورت ہے۔اور عورت کے لیے نماز میں سوائے چہرہ اور ہاتھوں کے اور کسی عضو کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے: کپڑوں کی اتنی مقدار کافی ہے جس پر کپڑوں کا اطلاق آئے۔اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''مِنْ اَوْسَطِ'' فرمایا اور کپڑوں کا عطف طعام پر ہے، پس جس طرح متوسط طعام کھلایا جاتا ہے اسی طرح متوسط کپڑے پہنائے جائیں۔

قسم کے کفارہ میں جس غلام کو آزاد کیا جاتا ہے اس کا معیار

جس غلام کو آزاد کیا جاتا ہے اس کی شرط یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے سلامت ہو۔

کفارۂ قسم میں روزوں کا بیان

اگر قسم توڑنے والا کھانا کھلانے، کپڑے پہنانے اور غلام آزاد کرنے، تینوں امور سے عاجز ہو گیا تو پھر وہ تین روزے رکھے گا۔آیا وہ مسلسل تین روزے رکھے گا یا متفرق رکھے گا؟ اس میں دو قول ہیں:

امام مالک اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ متفرق روزے رکھنا بھی جائز ہے اور اگر مسلسل روزے رکھے گا تو وہ مستحب ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کا مذہب اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ مسلسل تین روزے رکھے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہے: ''فصیام ثلثة ایام متتابعات'' (پس وہ تین روزے مسلسل رکھے)۔اور پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزوں کا ذکر کیا ہے اور اس میں مسلسل روزے رکھنے کی شرط نہیں لگائی جیسا کہ کوئی شخص اذیت کی وجہ سے فدیہ

Marfat.com

دے کہ اس کے روزوں میں بھی تسلسل کی شرط نہیں لگائی۔

اگر ایذاء کی وجہ سے سر منڈائے تو سر منڈانے کی مقدار میں اختلاف ہے

جتنی مقدار میں سر منڈانے کی وجہ سے فدیہ واجب ہوتا ہے، امام مالک کے نزدیک سر کے اتنے بال منڈائے جس سے اس کی ایذاء ختم ہو جائے اور زائل ہو جائے اور وہ ٹھیک ہو جائے۔

امام شافعی کے نزدیک تین بالوں کو بھی اگر اس نے منڈا لیا تو اس کے اوپر فدیہ واجب ہو جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر کو منڈا لیا تو اس پر فدیہ واجب ہو جائے گا۔ امام ابو یوسف نے کہا: آدھے سر کو منڈانے سے فدیہ واجب ہوگا اس سے کم سر منڈانے پر فدیہ واجب نہیں ہوگا۔ اور اگر اس نے اپنے پورے بدن کے بال مونڈے تو سب کے نزدیک اس پر فدیہ واجب ہے اور اس میں غیر مقلدین کا اختلاف ہے۔

سر منڈانے کے فدیہ میں بکری ذبح کرنے کی تفصیل

سر منڈانے کے فدیہ میں اگر وہ بکری ذبح کرتا ہے تو جہاں چاہے بکری کو ذبح کر دے، یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا ہے: حرم کے سوا کسی اور جگہ میں بکری کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ابن الجہم نے کہا ہے کہ وہ مکہ میں بکری کو ذبح کرے۔

سر منڈانے کے فدیہ میں روزوں کی تفصیل

سر منڈانے کے فدیہ میں تین دن روزے رکھے۔ تمام فقہاء کا یہی قول ہے۔

اور علامہ ابن المنذر نے از عکرمہ اور حسن بصری اور نافع سے روایت کی ہے کہ دس دن کے روزے رکھے۔ اور صدقہ بھی دس مسکینوں کو کھلائے۔ اور ہمارے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک چھ مسکینوں کو کھلائے، ہر مسکین کو ایک کلو کھلائے۔

اور امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر گندم کھلائے تو ایک کلو کھلائے اور اگر کھجور کھلائے تو چھ مسکینوں کو بارہ کلو کھلائے۔

''ھوام'' کا معنی

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جوؤں کو ''ھوام'' فرمایا، کیونکہ جوئیں سر میں چلتی ہیں اور ''ھوام'' کا معنی چلنا ہے۔

اور الہروی نے کہا ہے: ''ھوام'' سانپوں کو کہتے ہیں اور ہر زہریلے کیڑے کو جو ہلاک کر دیتا ہے۔ اور جو زہریلا ہو اور ہلاک نہ کرے اس کو ''سوام'' کہا جاتا ہے جیسے بچھو اور تتیہ۔ اور انہوں نے کہا: ''ھوام'' میں سے ''قنفذ'' بھی ہے، ''قنفذ'' کا معنی ہے: سیہہ (یہ ایک خاردار جانور ہے جو بلی کے برابر ہوتا ہے جس کے جسم پر تکلے کی طرح کانٹے ہوتے ہیں اور خطرہ کے وقت وہ ان کانٹوں کو پھیلا کر ان میں چھپ جاتا ہے)۔ اور ''خُنفس'' یعنی گبریلا (یہ بھونرے کی مانند پردار کالا کیڑا ہوتا ہے جو گوبر میں ہوتا ہے) اور جنگلی چوہوں کو بھی ''ھوام'' کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زمین پر چلتے ہیں۔

اور ابن فارس نے کہا ہے: ''ھوام'' کا معنی ہے: حشرات الارض یعنی زمین میں رینگنے والے کیڑے مکوڑے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۴۰۲۔ ۴۰۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۷۰۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قسم کے کفارہ میں جو غلام آزاد کیا جائے گا، کیا اس کا مومن ہونا ضروری ہے؟

قتلِ خطاء کے کفارہ میں جو غلام آزاد کیا جاتا ہے اس کا مومن ہونا ضروری ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ (النساء: ۹۲)

اور جس نے کسی مسلمان کو خطاءً (بلاقصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔

پس جس طرح قتلِ خطاء کے کفارہ میں مومن غلام کو آزاد کرنا ضروری ہے اسی طرح قسم کے کفارہ میں بھی مومن غلام کو آزاد کیا جائے گا۔

اور اس لیے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاویہ بن الحکم کی باندی کے اسلام کی آزمائش کی جب انہوں نے اس باندی کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس باندی سے سوال کیا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان میں، آپ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، تو آپ نے حضرت معاویہ بن الحکم سے فرمایا: اس کو آزاد کر دو کیونکہ یہ باندی مومنہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۳۷) اور آپ نے جو فرمایا کہ "یہ باندی مومنہ ہے" اس میں اشارہ ہے کہ غیر مومن کو آزاد کرنا مشروع نہیں ہے، کیونکہ جو غیر مومن ہوگا تو بسا اوقات وہ کافروں کے ہاتھ میں چلا جائے گا، پس وہ مسلمانوں کے خلاف مدد کرے گا۔

قسم کے کفارہ میں جو تین روزے رکھے جاتے ہیں، کیا وہ روزے مسلسل رکھے جائیں گے؟

صحیح یہ ہے کہ وہ روزے مسلسل رکھے جانے چاہئیں۔ اور ان روزوں کے درمیان کسی روزہ کو چھوڑنا جائز نہیں ہے سوائے عذر کے، کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے: "فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام متتابعات" یعنی جو غلام آزاد نہ کر سکے یا کھانا نہ کھلا سکے تو وہ تین دن کے مسلسل روزے رکھے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان قُرّاء میں سے ہیں جن کی قراءت کی اتباع کی رسول اللہ ﷺ نے وصیت کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو تروتازہ قرآن پڑھنا چاہے وہ ابن ام عبد کی قراءت سے پڑھے"۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۸)

یعنی وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق پڑھے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۸۔۹، ملخصاً وملتقطاً، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۔ بَابٌ:

باب

قَوْلِهٖ تَعَالٰى: قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ (التحریم: ۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "(اے مسلمانو!) بے شک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرما دیا ہے، اور اللہ تمہارا مددگار ہے، وہ خوب جاننے والا بے حد حکمت والا ہے ○"

مَتَی تَجِبُ الْكَفَّارَةُ عَلَى الْغَنِيِّ وَالْفَقِيرِ؟ غنی (خوشحال) اور فقیر پر کفارہ کب واجب ہوتا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا ذکر کیا جائے گا: ''(اے مسلمانو!) بے شک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرما دیا ہے، اور اللہ تمہارا مددگار ہے، وہ خوب جاننے والا بے حد حکمت والا ہے۔'' (التحریم:۲)

اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے ''باب اس بیان میں کہ غنی اور فقیر پر کفارہ کب واجب ہوگا؟'' اور اس کے بعد التحریم:۲ کا ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: مناسب یہ تھا کہ اس آیت کا اس باب سے پہلے باب میں ذکر کیا جاتا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: زیادہ مناسب یہ تھا کہ اس باب میں سورۃ التحریم کی تفسیر ذکر کی جاتی اور یہ بیان کیا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں سے حلال ہونے کے لیے کفارہ کو مقرر فرما دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۰۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُهُ مِنْ فِيهِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ هَلَكْتُ قَالَ وَمَا شَأْنُكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ قَالَ تَسْتَطِيعُ تُعْتِقُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا قَالَ اجْلِسْ فَجَلَسَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ الضَّخْمُ قَالَ خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ قَالَ أَعَلَى أَفْقَرَ مِنَّا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ أَطْعِمْهُ عِيَالَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا: میں نے ان کے منہ سے سنا ہے از حُمید بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد نے آکر کہا: میں ہلاک ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میں نے رمضان کے روزہ میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے، آپ نے فرمایا: کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ تو اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، سو وہ بیٹھ گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ''عرق'' آیا جس میں کھجوریں تھیں۔ ''عرق'' کا معنی ہے: بڑا ٹوکرا۔ آپ نے فرمایا: ان کھجوروں کو لے جاؤ اور ان کو صدقہ کر دو، اس نے پوچھا: کیا ہم سے بھی زیادہ تنگدست کے اوپر؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، آپ نے فرمایا: یہ کھجوریں تم اپنے گھر

Marfat.com

والوں کو کھلا دو۔

(صحیح البخاری:۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱، صحیح مسلم:۱۱۱۱، سنن ترمذی:۷۲۴، سنن ابوداؤد:
۲۳۹۰، سنن ابن ماجہ:۱۶۷۱، مسند احمد:۷۲۸۸، موطا امام مالک:۶۶۰، سنن داری:۱۷۱۶)

صحیح البخاری:۶۷۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "غنی اور فقیر پر کفارہ کب واجب ہوتا ہے؟" اور اس حدیث میں فقیر کے اوپر رمضان کے روزہ توڑنے کے کفارہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زُہری، وہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حُمید بن عبدالرحمٰن بن عوف، یہ زُہری ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کو متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔ کتاب الصوم میں اس حدیث کو ابوالیمان سے روایت کیا ہے اور کتاب الھبہ والنذور میں اس کو محمد بن محبوب سے روایت کیا ہے اور کتاب الادب میں اس کو موسیٰ بن اسماعیل سے روایت کیا ہے اور کتاب النفقات میں احمد بن یونس سے روایت کیا ہے اور کتاب المحاربین میں قتیبہ سے روایت کیا ہے اور اس پر تفصیلی بحث کتاب الصوم میں آچکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "سمعتہ من فیہ" یعنی سفیان نے کہا: میں نے اس حدیث کو زُہری کے منہ سے سنا ہے۔ اور امام بخاری کی غرض اس سے یہ ہے کہ یہ حدیث معنعن نہیں ہے جو تدلیس کا وہم پیدا کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ایک مرد آیا"۔ ایک قول یہ ہے کہ اس مرد کا نام سلمہ بن صخر البیاضی تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ھلکت" اس شخص کی مراد یہ تھی کہ اس سے بہت بڑا گناہ ہو گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے یہ گناہ عمداً ہو گیا تھا۔ اور جو بھولے سے رمضان کا روزہ توڑ لے اس کے متعلق اختلاف ہے: امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اس پر کفارہ نہیں ہے۔ اور ابن الماجشون نے کہا ہے کہ اس پر کفارہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وما شانک" یعنی تمہارا کیا حال ہے؟ اور تم پر کیا چیز جاری ہوئی ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے "کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو"۔ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس پر استدلال کیا ہے کہ جماع کا کفارہ مرتب ہے اور ابن حبیب کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے۔ اور امام مالک سے منقول ہے کہ اس پر کھانا

کھلانے کے علاوہ اور کوئی کفارہ نہیں ہے۔ اور الحسن البصری نے کہا ہے: اس پر غلام کو آزاد کرنا ہے، یا ایک اونٹ کی قربانی دینا ہے یا چالیس مسکینوں کو بیس صاع (۸۰ کلوگرام) کھانا کھلانا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "المِکتل" اس کا معنی ہے: اتنا بڑا تھیلا جس میں پندرہ سیر یا اس سے زیادہ کھجوریں آسکیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی بدت نواجذہ" یعنی حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں۔ نواجذ آخری دانتوں کو کہتے ہیں۔ پہلے دانت ثنایا ہیں پھر رباعیات ہیں، پھر الانیاب ہیں، پھر الضواحک ہیں، پھر الارحاء ہیں اور پھر نواجذ ہیں۔

الاصمعی نے کہا ہے: "النواجذ" ڈاڑھوں کو کہتے ہیں اور یہی ظاہر حدیث ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کے ہنسنے کا سبب اس جماع کرنے والے پر کفارہ کا وجوب ہے اور اس کا اس صدقہ کو لینا حالانکہ وہ اس میں گناہ گار نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حکم اسی کے ساتھ مخصوص تھا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۶۔ ۳۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۰۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی انسان کفارہ کے نصاب کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ کفارہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، کیونکہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم غلام آزاد کرنے کی طاقت رکھتے ہو؟ پھر فرمایا: دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی طاقت رکھتے ہو؟ پھر فرمایا: تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتے ہو؟

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عبادات میں انسان کے قول کو قبول کیا جاتا ہے، کیونکہ جب اس مرد نے کہا کہ میں طاقت نہیں رکھتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قول کو قبول فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ تم اس پر گواہ لاؤ۔

(۳) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ اخلاق کا بیان ہے کیونکہ آپ نے اس مرد کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی حالانکہ اس نے ایک سنگین کام کیا تھا کیونکہ اس مرد نے خود کہا کہ میں رمضان کے روزہ میں اپنی بیوی سے جماع کر کے ہلاک ہوگیا۔

(۴) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ اس لیے نہیں کی کہ وہ خود توبہ کرتا ہوا آیا تھا۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص کفارہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اور یہی قول صحیح ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے ذمہ میں کفارہ باقی ہے۔

(۶) بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کے ذمہ بھی کفارہ باقی تھا لیکن یہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے اور قرآن اور حدیث کے عمومات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ عجز کے ساتھ وجوب نہیں ہوتا۔

(۷) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، لیکن یہ جاننا واجب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت کم ہنستے تھے، زیادہ تر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبسم فرماتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قہقہہ لگانا ثابت نہیں ہے۔ تاہم کسی تعجب خیز بات پر ہنسنا بھی

Marfat.com

شریعت میں ثابت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہنستا ہے۔
(۸) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اس مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھ سے زیادہ تو مدینہ میں کوئی محتاج اور ضرورت مند نہیں ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ سائل اگر محتاج ہو تو اس کے لوگوں سے سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۰۔ ۱۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۔ بَابُ: مَنْ أَعَانَ الْمُعْسِرَ فِي الْكَفَّارَةِ

جس شخص نے کفارہ کی ادائیگی میں کسی تنگدست کی مدد کی

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کفارہ کی ادائیگی میں کسی تنگدست کی مدد کرے تو یہ جائز ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۱۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ هَلَكْتُ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ وَقَعْتُ بِأَهْلِي فِي رَمَضَانَ قَالَ تَجِدُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَتَسْتَطِيعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِعَرَقٍ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فِيهِ تَمْرٌ فَقَالَ اذْهَبْ بِهٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ قَالَ أَعَلَى أَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُولَ اللهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از حمید بن عبدالرحمن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: میں ہلاک ہو گیا، آپ نے فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے رمضان کے روزہ میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا، آپ نے فرمایا: کیا تم آزاد کرنے کے لیے ایک غلام پاتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو، اس نے کہا: نہیں، پھر انصار میں سے ایک مرد عَرَق لے کر آیا اور ''عَرَق'' کا معنی ہے: بڑا ٹوکرا جس میں کھجوریں تھیں، آپ نے فرمایا: یہ لے جاؤ اور ان کو صدقہ کر دو، اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم سے بھی زیادہ محتاج پر؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! ان دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان کوئی گھر والا ایسا نہیں ہے جو ہم سے زیادہ محتاج ہو، پھر آپ نے

Marfat.com

فرمایا: جاؤ یہ اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

(صحیح البخاری: ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، سنن ترمذی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱، مسند احمد: ۷۲۴۸، موطا امام مالک: ۶۶۰، سنن دارمی: ۱۷۱۶)

صحیح البخاری: ۶۷۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہی روایت ہے جو دوسری سند کے ساتھ ہے، اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھجوروں کا تھیلا یا ٹوکرا دیا اور فرمایا: جاؤ اس کو صدقہ کرو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن محبوب کا ذکر ہے، یہ بصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالواحد کا ذکر ہے، یہ ابن زیاد العبدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معمر کا ذکر ہے، یہ ابن راشد ہیں جو زہری سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ما بین لابتیھا" یہ "لابۃ" کا تثنیہ ہے اور یہی "الحرۃ" ہے یعنی مدینہ کی دو طرفوں کے درمیان۔ اور "الحرۃ" کا معنی ہے: سیاہ پتھریلی زمین۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۱۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص تنگدستی کی وجہ سے کفارہ واجبہ کو ادا کرنے سے قاصر ہو تو اس کی مدد کرنی چاہیے۔ اور اسی طرح قسم کے کفارہ میں بھی ہے۔ پس اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص فقیر اور تنگدست ہے اور اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے تو وہ اس کو کوئی ایسی چیز ہدیہ دے یا اس کے پاس کوئی چیز بھیجے جس سے وہ کفارہ ادا کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بغیر حلف طلب کرنے کے بھی حلف اٹھانا جائز ہے، کیونکہ اس شخص نے کہا: "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے"۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غلبہ ظن کی بناء پر قسم کا اٹھانا جائز ہے، کیونکہ اس شخص نے قسم اٹھا کر کہا کہ مدینہ میں اس سے زیادہ فقیر اور کوئی گھر نہیں ہے۔ اور یہ معلوم تھا کہ اس مرد نے مدینہ کے تمام گھروں کا طواف نہیں کیا اور یہ تجسس نہیں کیا کہ آیا ان گھروں میں اس سے زیادہ کوئی فقیر ہے یا نہیں، لیکن اس کا غلبہ ظن یہ تھا کہ وہ مدینہ میں سب سے زیادہ فقیر ہے، اس لیے اس نے قسم اٹھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مقرر رکھا۔

Marfat.com

(۴) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس سے زیادہ کوئی فقیر نہ ہو کیونکہ اس مرد پر پورا لباس تھا ہوسکتا ہے مدینہ میں ایسے لوگ بھی ہوں جن کو پورا لباس میسر نہ ہو، یا لباس تو میسر ہو لیکن ان کے اوپر قرض بہت زیادہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے یہ غلبہ ظن کی بناء پر قسم کھائی تھی تحقیقاً قسم نہیں کھائی تھی۔

(۵) جس شخص نے قسم کھائی ہو اور اس پر کفارہ کی ادائیگی کے لیے کوئی چیز نہ ہو تو کیا اس پر واجب ہے کہ اگر کوئی اس کی مدد کرے تو وہ اس کو قبول کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر واجب تو نہیں ہے لیکن اگر وہ قبول کر لے تو یہ جائز ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۲۔ ۱۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۴۔ بَابٌ: يُعْطِي فِي الْكَفَّارَةِ عَشَرَةَ مَسَاكِينَ قَرِيبًا كَانَ أَوْ بَعِيدًا

کفارہ میں دس مسکینوں کو دے خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں یا دور کے ہوں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے کہ ''کفارہ میں دے'' یعنی قسم کے کفارہ میں دس مسکینوں کو دے جیسا کہ قرآن مجید کی نص صریح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْأَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ أَهْلِيْكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ۔ (المائدہ:۸۹)

اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا، سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا۔

اس کے بعد امام بخاری نے عنوان میں لکھا ''عام ازیں کہ وہ مساکین قریب ہوں یا بعید ہوں''۔ اور ''عشرۃ'' کی مناسبت سے ''قریبۃ او بعیدۃ'' نہیں کہا کیونکہ اس میں لفظ ''مساکین'' کی رعایت کی۔ یا اس اعتبار سے کہ فعیل کا وزن مذکر اور مونث میں برابر ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

إِنَّ رَحْمَتَ اللهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (الاعراف:۵۶)

بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے O

اس آیت میں بھی ''رحمۃ'' کی مناسبت سے ''قریبۃ'' نہیں فرمایا کیونکہ فعیل کا وزن مذکر اور مونث میں برابر ہوتا ہے۔

یہاں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس باب میں ''العشرۃ'' کے ذکر کی کوئی توجیہ نہیں ہے، کیونکہ یہ عنوان قسم کے کفارہ کے متعلق ہے اور اس باب کی حدیث رمضان کے روزہ میں جماع کرنے کے کفارہ کے متعلق ہے، پس یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے اس اعتراض کا جواب لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قسم کے کفارہ میں دس مسکینوں کا ذکر مبہم ہے کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ وہ دس مسکین اس کے رشتہ دار ہوں یا بعید ہوں۔ اور اس باب کی حدیث میں جو جماع

Marfat.com

کے کفارہ کا ذکر ہے اس میں قریبی رشتہ داروں کا ذکر ہے کیونکہ حدیث میں مذکور ہے، آپ نے فرمایا: ''یہ کھجوریں اپنے گھر والوں کو کھلاؤ'' اور یہ حدیث مُفسَّر ہے اور مُفسَّر مجمل پر راجح ہوتی ہے اور امام بخاری نے قسم کے کفارہ کو جماع کے کفارہ پر قیاس کیا ہے کہ جب جماع کا کفارہ رشتہ داروں پر خرچ کرنا جائز ہے تو بعید لوگوں پر اس کو خرچ کرنا بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا۔ (علامہ المہلب کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ المہلب کا یہ جواب اس صورت میں جاری ہوگا جب حدیث میں مذکور ''یا اپنے گھر والوں کو کھلاؤ'' کو اس پر محمول کیا جائے کہ ان کو بطور کفارہ کے کھلاؤ نہ بطور صدقہ کے، اس لیے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ کفارہ اپنے گھر والوں میں سے کسی ایک کو بھی کھلایا جائے جن پر خرچ کرنا اس شخص پر لازم ہے، لیکن اگر اس پر خرچ کرنا لازم نہ ہو تو پھر جائز ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ رمضان کے روزہ کے کفارہ سے اس عنوان کی مناسبت یہ ہے کہ شاید اس کے گھر والے دس افراد پر مشتمل ہوں لیکن علامہ کرمانی کا یہ جواب فضول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۷۔۳۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ هَلَكْتُ قَالَ وَمَا شَأْنُكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ قَالَ هَلْ تَجِدُ مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا أَجِدُ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ فَقَالَ خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ أَعَلَى أَفْقَرَ مِنَّا مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَفْقَرُ مِنَّا ثُمَّ قَالَ خُذْهُ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از حمید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: میں ہلاک ہوگیا، آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے رمضان کے روزہ میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا، آپ نے فرمایا: کیا تم آزاد کرنے کے لیے غلام پاتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: میں نہیں کرسکتا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ''عَرَق'' (بڑا ٹوکرا) آیا جس میں کھجوریں تھیں، آپ نے فرمایا: یہ لے جاؤ اور ان کو صدقہ کردو، پس اس نے کہا: کیا ہم سے بھی زیادہ محتاج پر؟ مدینہ کی دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان ہم سے زیادہ محتاج تو کوئی ہے نہیں، پھر آپ نے فرمایا: اس کو لے جاؤ اور اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

(صحیح البخاری: ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، سنن ترمذی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱، مسند احمد: ۷۲۴۸، موطا امام مالک: ۶۶۰، سنن دارمی: ۱۷۱۶)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۷۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثِ مذکور کی دوسری سند ہے۔ اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن مسلمہ کا ذکر ہے، یہ القعنبی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حُمید کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمن ہیں۔ اس حدیث کی باقی شرح گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں دس مسکینوں کے کفارہ کا ذکر ہے اور باب کی حدیث میں رمضان کے روزہ میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنے کے کفارہ کا ذکر ہے اور اس کا کفارہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے نہ کہ دس مسکینوں کو۔ نیز اس باب کے عنوان میں مذکور ہے کہ ''خواہ وہ مساکین اس کے قریبی رشتہ دار ہوں یا دور کے رشتہ دار ہوں'' اور حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کو کھجوروں کا ٹوکرا دے کر فرمایا: یہ اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔ اور اس کو کفارہ پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ کفارہ کا طعام اپنے گھر والوں کو کھلانا جائز نہیں ہے، اس سے واضح ہوا کہ اس حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے تو پھر امام بخاری کا عنوان میں یہ لکھنا کہ ''کفارہ میں دس مسکینوں کو دے خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں یا دور کے ہوں'' صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس باب کی حدیث میں تو کفارہ کا ذکر ہی نہیں ہے۔ لہٰذا امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب کے تحت کیوں ذکر کیا اس کی وجہ وہ خود ہی جانتے ہوں گے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۔ بَابٌ: صَاعِ الْمَدِينَةِ وَمُدِّ النَّبِيِّ ﷺ وَبَرَكَتِهِ وَمَا تَوَارَثَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذٰلِكَ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ

مدینہ منورہ کا ''صاع'' (چار کلوگرام) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ''مُد'' (ایک کلوگرام) اور اس کی برکت، اور بعد میں اہلِ مدینہ کو جو یہ صاع اور مد نسل در نسل ملا، اس کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ''صاع'' کا بیان ہے اور اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ واجبات کی ادائیگی میں اہلِ مدینہ کے صاع کے حساب سے طعام کو نکالنا واجب ہے، کیونکہ ابتداءً شرعی امور اسی کے مطابق واقع ہوئے حتیٰ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس میں اضافہ کیا گیا جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے: یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ''مُد'' کی برکت، یا ''مُد'' اور ''صاع'' دونوں کی برکت۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

Marfat.com

زیادہ بہتر ہے کہ یوں کہا جائے ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت'' کیونکہ آپ نے دعا کی تھی: ''اے اللہ! ان کے پیمانوں میں برکت عطا فرما، ان کے ''صاع'' میں اور ان کے ''مُد'' میں''۔ اور عنقریب اس کا بیان حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا۔ اور امام بخاری نے کہا ہے: اور وہ جو اہلِ مدینہ کا توارث ہے یعنی اہلِ مدینہ جو نسل در نسل عمل کرتے رہے اور امام بخاری کے زمانہ تک اس میں تغیر نہیں ہوا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ امام ابو یوسف جب امام مالک کے ساتھ مدینہ میں جمع ہوئے اور ان کے درمیان ''صاع'' کی مقدار میں مناظرہ ہوا تو امام ابو یوسف نے کہا کہ ایک صاع آٹھ رطل کا ہے (ایک رطل نصف کلو کے برابر ہے) اور امام مالک کھڑے ہوئے اور اپنے گھر میں گئے اور صاع کے پیمانہ کو نکالا اور یہ کہا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع ہے۔ امام ابو یوسف نے کہا: میں نے اس کو پانچ رطل اور ایک تہائی کے برابر پایا، پس امام ابو یوسف نے امام مالک کے قول کی طرف رجوع کر لیا اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول کی مخالفت کی۔ سو اس باب کو کتاب الکفارات میں ذکر کرنے کی یہ توجیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ قسم کا کفارہ دس مساکین کو طعام کھلانا ہے جو دس مُد کے برابر ہے۔ اور روزہ میں جماع کا کفارہ ساٹھ مسکینوں کو کھلانا ہے اور یہ ساٹھ مُد کے برابر ہے۔ اور قسم کا کفارہ تین صاع چھ مسکینوں کو کھلانا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۸۔۳۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۱۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانَ الصَّاعُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مُدًّا وَثُلُثًا بِمُدِّكُمُ الْيَوْمَ فَزِيدَ فِيهِ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ۔ (سنن نسائی: ۲۵۱۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں القاسم بن مالک المزنی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الجُعید بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صاع کا پیمانہ تمہارے آج کل کے مُد کے اعتبار سے ایک مُد اور تہائی مُد کے برابر تھا، پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس میں اضافہ کیا گیا۔

صحیح البخاری: ۶۷۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں اہلِ مدینہ کے صاع اور مُد کا ذکر ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صاع کا پیمانہ آج کل کے ایک مُد اور تہائی کے برابر تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قاسم بن مالک المزنی، (المزنی میں میم پر پیش ہے اور زاء پر زبر ہے)۔ اور اس حدیث کی سند میں الجُعید مذکور ہے، (جُعید میں جیم پر پیش ہے اور عین پر زبر ہے)، اور ان کو ابن اوس الکندی المدنی کہا جاتا ہے۔ اور اس

Marfat.com

حدیث کی سند میں السائب بن یزید کا ذکر ہے، یہ بھی الکندی ہیں اور ان کو اللیثی بھی کہا جاتا ہے اور الازدی المدنی بھی کہا جاتا ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع میں سماع کیا تھا، اس وقت ان کی عمر سات سال تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر دس سال تھی اور اکیانوے (۹۱) ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

یہ حدیث کتاب الحج میں گزر چکی ہے اور کتاب الاعتصام میں بھی آئے گی۔ امام نسائی نے اس حدیث کی کتاب الزکوٰۃ میں عمرو بن زرارۃ سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بمد کم الیوم" یعنی جب حضرت سائب نے ان کو یہ حدیث بیان کی تو ان کا مد چار "رطل" کا تھا اور پھر اس میں جب ایک تہائی کا اضافہ کیا گیا اور وہ ایک رطل اور تہائی ہے تو اس کی مقدار پانچ رطل اور ایک تہائی ہوگئی، اور یہ صاع بغدادی ہے۔ اس دلیل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مد ایک رطل اور تہائی تھا اور آپ کا صاع چار مد کے برابر تھا۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو اس میں اضافہ کیا گیا، سو اس کا ہمیں علم نہیں ہے اور یہ حدیث صرف اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا مد تین مد کے برابر تھا۔ اور کتاب الطہارۃ کے باب الوضوء میں اس کی شرح کی جا چکی ہے اور مد اور صاع کا اختلاف بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۳۸۔۳۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۱۳۔ حَدَّثَنَا مُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيدِ الْجَارُودِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ وَهُوَ سَلْمٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي زَكَاةَ رَمَضَانَ بِمُدِّ النَّبِيِّ ﷺ الْمُدِّ الْأَوَّلِ وَفِي كَفَّارَةِ الْيَمِينِ بِمُدِّ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَبُو قُتَيْبَةَ قَالَ لَنَا مَالِكٌ مُدُّنَا أَعْظَمُ مِنْ مُدِّكُمْ وَلَا نَرَى الْفَضْلَ إِلَّا فِي مُدِّ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ لِي مَالِكٌ لَوْ جَاءَكُمْ أَمِيرٌ فَضَرَبَ مُدًّا أَصْغَرَ مِنْ مُدِّ النَّبِيِّ ﷺ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُعْطُونَ قُلْتُ كُنَّا نُعْطِي بِمُدِّ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَفَلَا تَرَى أَنَّ الْأَمْرَ إِنَّمَا يَعُودُ إِلَى مُدِّ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں منذر بن الولید الجارودی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوقتیبہ نے حدیث بیان کی اور وہ سلم ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رمضان میں صدقہ فطر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے مد کے اعتبار سے نکالتے تھے، اور قسم کے کفارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے اعتبار سے نکالتے تھے۔

ابوقتیبہ نے بیان کیا: ہم سے امام مالک نے کہا: ہمارا مد تمہارے مد سے بڑا ہے اور ہمارے نزدیک فضیلت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مد میں ہے۔ اور مجھ سے امام مالک نے کہا: اگر تمہارے پاس کوئی ایسا امیر آئے جو مد کا پیمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مد سے چھوٹا قرار دے تو تم کون سے مد کے اعتبار سے صدقہ فطر دو گے؟ تو میں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے اعتبار سے صدقہ فطر دیں گے، امام مالک نے کہا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ معاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مد ہی کی طرف رجوع کرتا ہے!

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۷۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مُنذِر کا ذکر ہے، یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور انذار سے بنا ہے، یہ ابوالولید الجارودی ہیں۔ الرشاطی نے کہا ہے کہ الجارودی قبیلہ عبدالقیس میں الجارود کی طرف نسبت ہے اور یہ بشر بن عمرو ہیں جو الجرد سے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوقُتیبہ کا ذکر ہے (اس میں قاف پر پیش ہے) اور یہ ''قتبة الرحل'' کی تصغیر ہے، ان کا نام سَلم (سین پر زبر اور لام ساکن) ہے، یہ ابوقتیبہ الشعیری الخراسانی ہیں، یہ بصرہ میں رہائش پذیر تھے اور دوصدی ہجری کے بعد فوت ہوگئے، امام بخاری نے ان کو ان کی عمر میں پایا اور ان سے ملاقات سے پہلے امام بخاری کی وفات ہوگئی۔ اور یہ سَلم بن قتیبہ الباہلی کے علاوہ ہیں جو قتیبہ بن مسلم کے بیٹے تھے اور امیر خراسان تھے اور یہ الشعیری سے عمر میں بڑے ہیں، اور ان کی وفات سے پانچ سال سے زیادہ پہلے فوت ہوگئے۔

یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔ اور یہ حدیث غریب ہے، امام مالک نے اس کو صرف ابوقُتیبہ سے روایت کیا ہے۔ اور ان سے صرف المنذر نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''یؤتی زکوۃ رمضان'' اس سے مراد ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر دیتے تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''المُدُّ الاول'' یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے حساب سے صدقہ فطر نکالتے تھے اور نافع نے اس سے یہ نکالا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس مد کے اعتبار سے صدقہ فطر نہیں نکالتے تھے جس کو ہشام بن حارث نے ایجاد کیا تھا۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: مُداول وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مد تھا اور ثانی وہ مد ہے جس میں اضافہ کیا گیا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وفی کفارۃ یمین بمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قسم کے کفارہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے اعتبار سے کفارہ دیتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابوقتیبہ نے کہا: مجھ سے امام مالک بن انس نے کہا: اگر تمہارے پاس کوئی امیر آئے اور وہ ایسا مد مقرر کرے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مد سے کم ہو تو تم کس چیز کے اعتبار سے صدقہ فطر نکالو گے یا قسم کا کفارہ دو گے؟''۔

اس حدیث سے امام مالک نے اپنے خصم کو الزام دینے کا ارادہ کیا ہے بایں طور کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے علاوہ اور کوئی مرجع نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۱۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ وَصَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

دعا کی: اے اللہ! ان کے مکیال (کیل کے پیانوں) اور ان کے
صاع میں اور ان کے مد میں برکت عطا فرما۔

(صحیح البخاری: ۲۱۳۰، ۶۷۱۴، ۷۳۳۱، صحیح مسلم: ۱۳۶۸، موطا امام مالک: ۱۶۴۳، سنن دارمی: ۲۵۷۵)

صحیح البخاری: ۶۷۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اللھم بارك لھم" یعنی اے اللہ! اہلِ مدینہ کے پیانوں میں برکت عطا فرما۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی مکیالھم" مکیال اس پیانہ کو کہتے ہیں جس سے ناپ ناپ کر غلہ دیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ دعا اس مد کے ساتھ خاص ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مد تھا حتیٰ کہ جو مد بعد میں حادث ہوا، اس کو یہ دعا شامل نہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ دعا اہلِ مدینہ کے قیامت تک کے تمام پیانوں کو شامل ہو۔ اور ظاہر یہی دوسرا محمل ہے لیکن امام مالک کا جو کلام پہلے گزرا ہے وہ پہلے احتمال کی تائید کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۱۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کفارات میں "مُد" کے پیانہ کے متعلق فقہاء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر میں اور قسم کے کفارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے اعتبار سے غلہ یا طعام دیا کرتے تھے اور اس مد سے مراد وہ مد ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پہلے مُروج تھا تاکہ اس مد میں اور بعد میں ہشام نے اہلِ مدینہ کے لیے کفارۂ ظہار میں جو مد حادث کیا اس سے فرق ہوجائے۔ کفارۂ ظہار میں کفارہ کی مقدار متظاہرین پر زیادہ رکھی جن کے متعلق اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ جب وہ اپنی بیوی کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کی پشت میری ماں کی پشت کی مثل ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس قول کو بُرا اور جھوٹ قرار دیا، تو چونکہ یہ قول بُرا اور جھوٹ تھا تو اس لیے ہشام نے کفارۂ ظہار کے اندر اس مد کو معیار بنایا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مد سے مقدار میں دو تہائی زیادہ تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ہی مد تھا اور یہ وہ ہے جس کو اہلِ مدینہ نے نقل کیا اور اب تک لوگ اس پر عمل کر رہے ہیں۔

اور قسموں کے کفارہ میں فقہاء کے دو قول ہیں:

ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ تمام کفارات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مد کا اعتبار ہوگا اور ہر مسکین کو ایک ایک مد دیا جائے گا۔ اسی طرح جو رمضان کے روزہ میں کمی کرے تو وہ بھی اسی مد کے اعتبار سے صدقۂ فطر دے گا اور یہ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے، جیسا کہ ان احادیث میں ہے۔

اور اہلِ عراق نے یہ کہا ہے کہ تمام کفارات میں ہر مسکین کو دو مد دیے جائیں گے، جیسا کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

Marfat.com

سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ ہر مسکین کو نصف صاع دیں۔

(ایک مُد ایک کلوگرام کے برابر ہے اور دو مُد دو کلوگرام کے برابر ہے اور نصف صاع سے بھی یہی مراد ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ عراق کے نزدیک فدیہ اور کفارہ میں دو کلو طعام دیا جائے گا اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ایک کلوگرام طعام دیا جائے گا۔)

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۶۔ بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ (المائدہ: ۸۹) وَأَيُّ الرِّقَابِ أَزْكٰى؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یا ایک غلام آزاد کرنا ہے'' اور کون سے غلام کو آزاد کرنا زیادہ افضل ہے؟

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا ذکر ہے ''اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ'' یہاں پر پوری آیت کو ذکر نہیں کیا اور آیت کا ایک جزو ذکر کیا ہے، اس پر اعتماد کرتے ہوئے کہ غور و فکر کرنے والا پوری آیت کو نکال لے گا اور وہ یہ ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (المائدہ: ۸۹)

اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا، سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو)، اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو ○

غلام کو آزاد کرنے کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم ہے کفارہ قسم میں غلام کو آزاد کرنا اور یہ مطلق ہے اور دوسری قسم ہے: کفارہ قتلِ خطاء میں غلام کو آزاد کرنا اور اس غلام میں یہ قید ہے کہ وہ غلام مومن ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَــــًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا۔ (النساء: ۹۲)

اور جس نے کسی مسلمان کو خطاءً (بلا قصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔

اسی وجہ سے یہاں پر فقہاء کا اختلاف ہے۔ پس امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، یعنی کفارہ قسم میں بھی مومن غلام کو آزاد کیا جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور ابوثور اور ابن المنذر کا مذہب یہ ہے کہ کفارہ قسم میں کافر غلام کو آزاد کرنا بھی جائز ہے۔ اور اس باب کے اندر باقی کلام کتبِ اصول اور

Marfat.com

فروع میں مذکور ہے۔

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے: ''کون سا غلام آزاد کرنا زیادہ افضل ہے؟'' افضل غلام وہ ہے جس کی قیمت زیادہ ہو اور جو غلام مالکوں کے نزدیک زیادہ نفیس ہو۔ اور کتاب العتق کے اوائل میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث گزری ہے، اس میں مذکور ہے کہ ''پس میں نے پوچھا: کون سے غلام کو آزاد کرنا زیادہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس غلام کی قیمت زیادہ ہو''۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ امام بخاری نے اس مسئلہ میں فقہاء احناف کے قول کو ترجیح دی ہے، کیونکہ اسم تفضیل کا صیغہ اس کا تقاضا کرتا ہے کہ اصلِ تفضیل میں اشتراک ہو۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ کیوں جائز نہیں ہے کہ امام بخاری کی ''ازکی'' سے مراد اسلام ہو، اور علامہ کرمانی نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں انہوں نے کہا کہ اس سے مراد ہے وہ غلام مسلمان ہو۔ لہٰذا کفارہ قسم میں کافر غلام کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ حکم ہے کہ یہاں پر مطلق غلام مراد ہو، کیونکہ انہوں نے اس کی تفصیل یہ کی ہے کہ جس غلام کی قیمت زیادہ ہو اور وہ مالکوں کے نزدیک زیادہ نفیس ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي غَسَّانَ مُحَمَّدِ بْنِ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَرْجَانَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً أَعْتَقَ اللهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنَ النَّارِ حَتّٰى فَرْجَهُ بِفَرْجِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن رُشید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی از ابی غسان محمد بن مطرِّف از زید بن اسلم از علی بن حسین از سعید بن مرجانہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں غلام آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد کر دے گا حتیٰ کہ غلام آزاد کرنے والے کی شرمگاہ کو غلام کی شرمگاہ کے بدلہ میں دوزخ سے آزاد کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۵۱۷، ۶۷۱۵، صحیح مسلم: ۱۵۰۹، سنن ترمذی: ۱۵۴۱، مسند احمد: ۱۰۴۲۲)

صحیح البخاری: ۶۷۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت لفظ ''رقبة'' میں ہے، یعنی باب کے عنوان میں بھی ''تحریر رقبة'' کا

Marfat.com

لفظ ہے اور اس حدیث میں بھی مذکور ہے" من اعتق رقبۃ "یعنی جس نے ایک غلام کی گردن کو آزاد کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عبد الرحیم، یہ صاعقہ کے نام سے معروف ہیں اور امام بخاری ان سے حدیث روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں داؤد بن رُشَید کا ذکر ہے، یہ رُشد کی تصغیر ہے، یہ بغدادی ہیں اور دو سو سینتیس (۲۳۷ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الولید بن مُسلم، یہ القرشی الاموی الدمشقی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوغسان، یہ محمد بن مُطرِّف کی کنیت ہے (یہ تفریط سے اسم فاعل کا صیغہ ہے) اور اس حدیث کی سند میں زید بن اسلم کا ذکر ہے، یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ان کی کنیت ابواسامہ العدوی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں علی بن حُسین کا ذکر ہے، یہ ابن علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہم، اور یہ زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سعید بن مرجانہ کا ذکر ہے، مرجانہ سعید کی ماں کا نام ہے اور ان کے والد وہ عبد اللہ العامری ہیں۔

اس سند میں تین تابعین ایک درجہ کے ہیں زید، علی اور سعید اور یہ تینوں مدنی ہیں۔

یہ حدیث اوائلِ عتق میں ایک اور سند کے ساتھ گزر چکی ہے از سعید بن مرجانہ اور وہاں اس سند پر گفتگو ہو چکی ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے از داؤد بن رُشَید سے روایت کیا ہے جو امام بخاری کے شیخ الشیخ ہیں اور ان کے اور امام بخاری کے درمیان محمد بن عبد الرحیم صاعقہ واسطہ ہیں۔ اور داؤد بن رُشَید کی صحیح البخاری میں اس حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس غلام کو آزاد کرنا چاہیے جس کے تمام اعضاء مکمل ہوں یعنی وہ اندھا، کانا، لنگڑا اور لولا نہ ہو، بعض اوقات ناقص الاعضاء زیادہ مہنگا ہوتا ہے جیسے خصی، کیونکہ وہ گھر کے اندر بھی جا سکتا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ باندی کو آزاد کرنا افضل ہے یا غلام کو آزاد کرنا افضل ہے؟ صحیح یہ ہے کہ باندی کی بہ نسبت غلام کو آزاد کرنا افضل ہے کیونکہ غلام میں بعض ایسے اعضاء ہوتے ہیں جو باندی میں نہیں ہوتے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ مرد غلام کو آزاد کرے اور عورت باندی کو آزاد کرے تاکہ آزاد کرنے والے کا ہر عضو اس کے عضو کے بدلہ میں دوزخ سے آزاد ہو جائے۔

علامہ مرغینانی فرغانی نے ہدایہ میں لکھا ہے تاکہ اعضاء کا مقابلہ اعضاء کے ساتھ متحقق ہو جائے۔

اس حدیث میں غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے اور یہ کہ نیک اعمال میں غلام کو آزاد کرنے کا بہت بلند مرتبہ ہے اور بعض اوقات اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی جزاء اس عمل کی جنس سے عطا فرماتا ہے، بندہ کسی غلام کو آزاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جزاء میں اس بندہ کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے: قتلِ خطاء کے کفارہ میں مومن غلام کو آزاد کرنے کا ذکر ہے اور قسم اور ظہار کے کفارہ میں مطلقاً غلام کا ذکر ہے۔ فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ جہاں مطلق غلام کا ذکر ہے اس کو بھی مقید پر محمول کر دیا جائے اور اس سے مراد بھی مومن غلام

Marfat.com

کو لیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا یا نہیں؟ لیکن اگر قسم اور ظہار کے کفارہ میں بھی مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے تو بغیر کسی شک وشبہ کے یہ کفارہ ادا ہو جائے گا، اس لیے ان میں بھی مسلمان غلام کو آزاد کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں اس باب کی حدیث میں مسلمان غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے، کیونکہ اس سے غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کا عضو جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۹۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۔ بَابُ: عِتْقِ الْمُدَبَّرِ وَأُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُكَاتَبِ فِي الْكَفَّارَةِ وَعِتْقِ وَلَدِ الزِّنَا

مدبر اور ام ولد اور مکاتب کو کفارہ میں آزاد کرنے کا بیان اور ولد الزنا کو آزاد کرنے کا بیان

وَقَالَ طَاوُسٌ: يُجْزِءُ الْمُدَبَّرُ وَأُمُّ الْوَلَدِ۔

طاؤس نے کہا ہے: مدبر اور ام الولد کو آزاد کرنا کافی ہے۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدبر اور ام الولد اور مکاتب کو کفارہ میں آزاد کرنے کا کیا حکم ہے اور ولد الزنا کو آزاد کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور امام بخاری نے ان کا حکم نہیں بیان کیا جیسا کہ امام بخاری کی عادت ہے۔

(''مُدَبَّر'' اس غلام کو کہتے ہیں جس کا مالک اسے یہ کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو اور ''أُمُّ الوَلَد'' اس باندی کو کہتے ہیں جس سے مالک کی اولاد ہو، اور ''مُکَاتَب'' اس غلام کو کہتے ہیں جس سے مالک یہ کہے کہ تم اتنی رقم مجھے قسطوں میں یا نقد ادا کر دو تو تم آزاد ہو)۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ''طاؤس نے کہا: مُدَبَّر اور ام الولد کو آزاد کرنا کفارہ میں کافی ہوگا''۔

یعنی طاؤس بن کیسان الخولانی الہمدانی نے کہا کہ مُدَبَّر اور ام الولد کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے، اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں ضعف ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ جس میں لیث کا ذکر ہے ابن علیہ سے روایت کی ہے کہ المُدبر کو کفارہ میں اور ام الولد کو ظہار میں آزاد کرنا کفایت کرے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۸۔۷۹)

اور مُدَبَّر میں طاؤس کی موافقت حسن بصری نے کی ہے اور ام الولد میں طاؤس کی موافقت ابراہیم نخعی نے کی ہے اور مدبر میں طاؤس کی مخالفت الزہری، شعبی اور ابراہیم نے کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۸۔۷۹)

مُدَبَّر، اُمُّ الولد اور مکاتب کو کفارہ میں آزاد کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

فقہاء کا اس باب میں اختلاف ہے، پس امام مالک نے کہا ہے کہ جن چیزوں کے کفارہ میں غلام کو آزاد کرنا واجب ہے ان میں مُکاتب کو اور مدبر کو اور ام الولد کو آزاد نہ کیا جائے اور نہ اس کو آزاد کیا جائے جس کی آزادی کسی چیز پر معلق ہو۔ اور امام ابو حنیفہ اور

Marfat.com

الاوزاعی نے کہا ہے کہ اگر مُکاتب نے اپنے زرِ مکاتبت میں سے کچھ ادا کر دیا ہے تو اس کو آزاد کرنا جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔ اور یہی اللیث، امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔ اور امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے کہ مدبر کو آزاد کرنا جائز ہے۔ اور رہا اُم الولد کو آزاد کرنا تو جن مسائل میں غلام کو آزاد کرنا واجب ہے ان میں اُم الولد کو آزاد کرنا امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور ابوثور کے نزدیک جائز نہیں ہے اور تمام شہروں کے فقہاء کا اسی پر اتفاق ہے۔

اور رہا ''وَلَدُ الزنا'' کو ان مسائل میں آزاد کرنا جن میں غلام کو آزاد کرنا واجب ہے تو اس کو آزاد کرنا بھی جائز ہے، یہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عائشہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے منقول ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب، حسن بصری، طاؤس کا بھی یہی قول ہے۔ اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوعبید کا بھی یہی قول ہے۔ اور عطاء، شعبی، النخعی اور الاوزاعی نے کہا ہے کہ اس کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ یہ تینوں میں سب سے زیادہ شر ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۹۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۱)

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اس کا انکار منقول ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر یہ تینوں میں سب سے زیادہ شر ہوتا تو حاکم اس کا انتظار نہ کرتا حتیٰ کہ اس کی ماں سے وہ پیدا ہو جاتا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کے ماں باپ کا گناہ اس کے اوپر نہیں ہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی تلاوت کی:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ (الانعام: ۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۲۔ ۳۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۱۶۔ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ دَبَّرَ مَمْلُوْكًا لَّهٗ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ مَالٌ غَيْرُهٗ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْهِ مِنِّيْ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَسَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ عَبْدًا قِبْطِيًّا مَاتَ عَامَ اَوَّلَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے خبر دی از عمرو از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک مرد نے اپنے ایک غلام کو مُدَبَّر کر دیا اور اس کا اس غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس غلام کو نعیم بن النحام نے آٹھ سو درہم میں خرید لیا، پس میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے کہ وہ غلام قبطی تھا اور پہلے سال فوت ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۱۴۱، ۲۲۳۰، ۲۳۲۱، ۲۴۰۳، ۲۴۱۵، ۲۵۳۴، ۶۷۱۶، ۶۹۴۷، ۷۱۸۶، صحیح مسلم: ۹۹۷، سنن ترمذی: ۱۲۱۹، سنن نسائی: ۴۶۵۳، سنن ابوداؤد: ۳۹۵۷، مسند احمد: ۱۳۰۷۱۹، سنن دارمی: ۲۵۷۳)

صحیح البخاری: ۶۷۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ حدیث باب کے عنوان پر کس طرح دلالت کرے گی؟ پھر کہا: جب مُدَبَّر کی بیع جائز ہے تو اس کو آزاد کرنا بھی جائز ہے، اور عنوان کے باقی امور ام الولد اور مکاتب کو بھی امام بخاری نے اسی پر قیاس کیا ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جب مُدَبَّر کی بیع جائز ہے تو مدبر کے ساتھ جو باقی امور کا ذکر کیا گیا ہے ان کی بیع بطریق اولیٰ جائز ہے۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی پر مواخذہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی کی شرح کی تو کوئی نہ کوئی وجہ ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جب مدبر کی بیع جائز ہے تو اس کو آزاد کرنا بھی جائز ہے اور یہ معلوم ہو گیا کہ مدبر ان میں سے ہے جس کی بیع جائز ہے، لیکن رہا اس قائل کا کلام تو اس کی تو کوئی بھی وجہ بالکل نہیں ہے، کیونکہ اس قائل نے کہا ہے کہ امام بخاری نے باب کے عنوان میں یہ اشارہ کیا ہے کہ جب مدبر کی بیع جائز ہے تو جو امور ان کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں ان کی بیع بطریقِ اولیٰ جائز ہو گی۔ پس سبحان اللہ! باب کے عنوان میں کس جگہ میں اشارہ کیا ہے کہ جب مدبر کی بیع جائز ہے حتیٰ کہ اس پر اس کے آزاد کرنے کی بناء کی جائے؟ علاوہ ازیں علامہ کرمانی کا کلام بھی بغیر ضعیف تاویل کے صحیح نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے مصنف کی توجیہ

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے جو حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت نقل کر کے اس پر رد کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی اصل عبارت کو ہم علامہ عینی کی شرح کے بعد ان شاء اللہ نقل کریں گے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو النعمان، یہ محمد بن الفضل السدوسی البصری ہیں، یہ عارم کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرو کا ذکر ہے، یہ ابن دینار ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب الاکراہ میں از ابو النعمان روایت کی ہے اور امام مسلم نے اس حدیث کی کتاب الایمان والنذور میں از ابی الربیع روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انصار کے ایک مرد نے اپنے ایک غلام کو مُدَبَّر کر دیا" اس غلام کا نام تھا ابو مذکور (اس میں ذال ہے) اور جس غلام کو مُدَبَّر کیا اس کا نام یعقوب ہے، اس کو نعیم النحام نے خرید لیا، یہ کرمانی کا قول ہے۔ الکرمانی نے کہا کہ بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ وہ نعیم بن نحام ہے اور اس میں ابن کا اضافہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ ابن کا اضافہ نہیں ہے۔ اور نعیم میں نون پر پیش ہے

Marfat.com

اور عین پر زبر ہے، یہ نعم کی تصغیر ہے اور نحّام میں نون پر زبر ہے اور حاء پر تشدید ہے، یہ اس کا لقب ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے نُعَیم کی کھانسی کی آواز جنت میں معراج کی شب سنی''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عبدا قِبطیا'' (قاف کے نیچے زیر ہے اور باء ساکن ہے) یہ قبط کی طرف نسبت ہے اور یہ لوگ مصر کے رہنے والے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عامَ اول'' یعنی پہلے زمانہ کے سال میں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۳۔ ۳۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب مُدَبَّر کی بیع حدیث سے ثابت ہے تو اس کو کفارہ میں آزاد کرنا بھی صحیح ہوگا

امام بخاری نے اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مُدَبَّر کو آزاد کر دیا۔ کتاب العتق میں اس کی مفصل شرح گزر چکی ہے اور اس میں اختلاف کا بیان بھی ہو چکا ہے۔ اور ان کے دلائل بھی ذکر کیے جا چکے ہیں جو اس بیع کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ مُدَبَّر کو کفارہ میں آزاد کرنا صحیح ہو کیونکہ اس کی بیع کی صحت اس کی ملکیت کی بقاء کی فرع ہے، پس اس میں اس کو آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا۔

ام الولد کے اکثر احکام غلام کے احکام کی مثل ہیں، لہٰذا اس کو بھی کفارہ میں آزاد کرنا صحیح ہوگا

رہا ام الولد کا معاملہ، ام الولد کا حکم اکثر احکام میں وہ ہوتا ہے جو غلام کے احکام ہوتے ہیں مثلاً جنایت میں، حدود میں اور مالک کے اس سے فائدہ اٹھانے میں، اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ ام الولد کی بیع جائز ہے لیکن اس پر معاملہ مقرر ہو گیا ہے کہ اس کی بیع صحیح نہیں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس کو آزاد کرنا کفارہ میں کافی ہوگا۔

مُکاتَب کو کفارہ میں آزاد کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کا اختلاف

اور رہا مُکاتب کو آزاد کرنا تو امام مالک، امام شافعی اور ثوری نے اس کی اجازت دی ہے جیسا کہ علامہ ابن المنذر نے اس کو نقل کیا ہے۔ اور امام مالک سے یہ منقول ہے کہ یہ کافی نہیں ہے۔ اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے اپنے زرِ کتابت میں سے کچھ ادا کر دیا ہے تو پھر اس کو آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے پورا غلام آزاد نہیں کیا بلکہ اس کا کچھ حصہ آزاد کیا اور یہی امام اوزاعی اور لیث کا قول ہے۔ اور امام احمد اور اسحاق سے منقول ہے کہ اگر اس نے تہائی یا اس سے زیادہ کو آزاد کر دیا تو پھر کافی نہیں ہے۔

فقہاء متقدمین کا اس میں اختلاف ہے، پس طاؤس نے جو کہا ہے کہ مدبر کو اور ام الولد کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے تو اس کی موافقت حسن بصری نے مدبر میں کی ہے اور ابراہیم نخعی نے ام الولد میں کی ہے اور ان دونوں مسئلوں میں الزہری اور شعبی نے مخالفت کی ہے۔ اور امام مالک اور اوزاعی نے کہا ہے: کفارہ میں مدبر کو آزاد کرنا کافی نہیں ہے اور نہ ام ولد کو اور نہ اس کو کہ جس کی آزادی معلق ہو اور یہی فقہاء احناف کا قول ہے۔

Marfat.com

مدبّر کو کفارہ میں آزاد کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کا اختلاف

اور امام شافعی نے کہا ہے: مدبر کو آزاد کرنا کافی ہے اور ابوثور نے کہا ہے: مدبر کو آزاد کرنا اس وقت تک کافی ہوگا جب تک اس کے اوپر زرِ کتابت باقی ہے۔ اور امام مالک کے قول پر اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کے لیے عقدِ حریت ثابت ہے اور اس کے اٹھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور کفارہ میں غلام کو آزاد کرنا واجب ہے۔ اور امام شافعی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اگر مدبر میں حریت اور آزادی کا کوئی حصہ ہوتا تو اس کی بیع جائز نہ ہوتی۔

''ولد الزنا'' کے آزاد کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کا اختلاف

رہا ولد الزنا کو آزاد کرنا، تو ابن المنیّر نے کہا ہے کہ میرے علم میں ولد الزنا کو آزاد کرنے میں اور مدبر اور مکاتب اور ام ولد کو آزاد کرنے کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہے سوا اس کے کہ جو ولد الزنا کے آزاد کرنے کا مخالف ہے وہ ان تینوں کے آزاد کرنے کا بھی مخالف ہے۔

ولد الزنا کو آزاد کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام بیہقی سندِ صحیح کے ساتھ زہری سے روایت کرتے ہیں: مجھے ابوحسن مولیٰ عبداللہ بن الحارث نے خبر دی اور وہ اہلِ علم اور اہلِ تقویٰ میں سے تھے کہ انہوں نے ایک عورت سے سنا، وہ عبداللہ بن نوفل سے ولد الزنا کے آزاد کرنے کے متعلق سوال کر رہی تھی کہ کسی غلام کی جگہ اسے آزاد کردے اور ان پر کسی غلام کو آزاد کرنا تھا، تو عبداللہ بن نوفل نے جواب دیا: میری رائے یہ ہے کہ یہ تمہارے لیے کافی نہیں ہے، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں دو جوتے دوں وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ولد الزنا کو آزاد کروں۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں ایک کوڑے کی اتباع کروں تو وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ولد الزنا کو آزاد کروں۔

ولد الزنا کو کفارہ میں آزاد کرنے کے دلائل

ہاں الموطا میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ولد الزنا کے آزاد کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ولد الزنا کو آزاد کیا۔

اور امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ولد الزنا سے زیادہ شر کے اوپر احسان کرنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً ۔ (محمد: ۴)

جب تم ان (کافروں) کا خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے گرفتار کرلو، (پھر تم کو اختیار ہے) خواہ تم ان پر احسان کر کے ان کو (بلا معاوضہ) چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو۔

یعنی ولد الزنا، کفار سے بدتر تو نہیں ہے تو جب کفار پر احسان کر کے انہیں آزاد کرنا جائز ہے تو ولد الزنا کو آزاد کرنا بطریقِ اولیٰ

Marfat.com

جائز ہوگا۔

اور جمہور نے کہا ہے کہ ولد الزنا کو آزاد کرنا جائز ہے۔ اور حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم نے اس کے آزاد کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور امام ابن ابی شیبہ نے ان کی روایات کو اسانید ضعیف سے روایت کیا ہے۔ اور شعبی، نخعی اور الاوزاعی نے بھی منع کیا ہے۔ اور امام ابن شیبہ نے سندِ صحیح کے ساتھ یہ اولین کی طرف سے روایت کیا ہے اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ" (المائدہ: ۸۹) یعنی قسم کے کفارہ میں یا غلام کو آزاد کیا جائے۔ اور اگر کوئی قسم کھانے والا ولد الزنا کو خرید لے تو اس کی ملکیت صحیح ہے تو اس کا آزاد کرنا بھی صحیح ہوگا۔ اور علامہ ابن المنذر نے سندِ صحیح کے ساتھ ابوالخیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے منع کیا، ابوالخیر نے کہا: پھر ہم نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ عقبہ بن عامر کی مغفرت فرمائے، ولد الزنا بھی تو روحوں میں سے ایک روح ہے۔ اور امام بخاری نے مدبر کی بیع میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے اور باب کے عنوان میں یہ اشارہ کیا ہے کہ جب مدبر کی بیع جائز ہے تو ام ولد اور مکاتب کی بیع بھی بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۷۶۹۔ ۷۷۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی پر علامہ عینی کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس آخری عبارت پر یہ اعتراض کیا تھا کہ امام بخاری نے باب کے عنوان میں یہ اشارہ کہاں سے کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے عنوان میں تین امور کا ذکر کیا ہے: مدبر، ام ولد اور مکاتب، آیا ان کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بعد میں صرف مدبر کے متعلق یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر کی بیع کی، تو اس سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا کہ فی نفسہٖ نہ مدبر کی بیع جائز ہے نہ ام ولد کی اور نہ مکاتب کی، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کا مدبر کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا اس کے مدبر کو فروخت کر دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ام ولد اور مکاتب کو بھی اس صورت میں فروخت کرنا جائز ہے یعنی جب ان کے مالکوں کا ان کے سوا اور کوئی مال نہ ہو۔ اور یہ اس پر محمول ہوگا کہ ان کے مالکوں کا اس کو مدبر یا ام ولد یا مکاتب بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کے پاس ان کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا تو گویا اب یہ تینوں ورثاء کا مال ہیں اور ان کو مدبر بنانا یا ام ولد بنانا یا مکاتب بنانا صحیح نہیں ہے، لہٰذا ان کو فروخت کرنا جائز ہے، اور جب مدبر، ام ولد اور مکاتب کی بیع جائز ہے تو ان کو کفارہ میں آزاد کرنا بھی جائز ہوگا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۸۔ بَابٌ: اِذَا اَعْتَقَ عَبْدًا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ آخَرَ جب کسی شخص نے اس غلام کو آزاد کیا جو اس کے اور دوسرے کے درمیان مشترک تھا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہ باب اس شخص کے حکم کے بیان کے متعلق ہے جس نے اس غلام کو کفارہ میں آزاد کیا جو اس کے اور دوسرے شخص کے درمیان مشترک تھا، کیا اس کو آزاد کرنا جائز ہے یا نہیں۔ لیکن امام بخاری نے اس باب کے ثبوت میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: علماء نے بیان کیا کہ امام بخاری ابواب کے عنوان قائم کرتے ہیں تاکہ اس عنوان کے مطابق حدیث لائیں، پس انہوں نے اس عنوان کے مطابق اپنی شرط کے مناسب کوئی حدیث نہیں پائی، یا ان کی عمر نے وفا نہیں کی کہ وہ اپنی زندگی میں اس حدیث کو تلاش کرلیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے: بلکہ امام بخاری نے اس عنوان کے تحت حدیث نہ لاکر یہ اشارہ کیا ہے کہ اس عنوان کے ثبوت میں جو احادیث نقل کی گئی ہیں وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہیں۔

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ عنوان صرف المستملی کے لیے بغیر کسی حدیث کے ثابت ہے، پس گویا کہ مصنف نے یہ ارادہ کیا کہ اس عنوان کے لیے اس باب میں اس حدیث کو کسی اور سند کے ساتھ ثابت کریں جو اس باب کے بعد والے باب میں حدیث مذکور ہے، لیکن ان کو اتفاق نہیں ہوا۔ یا انہوں نے ان دونوں عنوانوں میں تردد کیا یعنی اس باب کا عنوان اور بعد والے باب کا عنوان۔ پس اکثر نے اسی عنوان پر اقتصار کیا جو یہاں لکھا ہوا ہے۔ اور المستملی نے دونوں عنوانوں کو احتیاطاً لکھ دیا اور اس باب کے بعد جو حدیث ہے وہ تاویل کے ساتھ دونوں بابوں کے عنوان کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور امام ابونعیم نے دونوں عنوانوں کو ایک باب میں جمع کر دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۷۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، علامہ کرمانی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکور شرح کے رد میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: علامہ کرمانی نے یہ جو کچھ ذکر کیا ہے محض ظن اور تخمین اور اندازہ ہے۔

پہلی وجہ جو علامہ کرمانی نے لکھی ہے، سو وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری کسی باب کا عنوان اسی وقت لکھتے ہیں جب وہ اس باب کے متعلق کسی حدیث پر مطلع ہوجاتے ہیں جو اس عنوان کے مناسب ہو۔ اور دوسری وجہ جو انہوں نے ذکر کی ہے وہ بھی اسی طرح ہے۔ اور رہی تیسری وجہ تو وہ پہلی دو وجہوں سے زیادہ بعید ہے، کیونکہ اشارہ حاضر کے لیے ہوتا ہے۔ پس دیکھنے والا کیسے یہ اطلاق کرے گا کہ یہاں پر ایسی احادیث ہیں جو امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہیں۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو یہ لکھا ہے کہ المستملی نے دونوں عنوان بطور احتیاط لکھے ہیں، سو اس میں کونسی احتیاط ہے اور احتیاط کی کیا وجہ ہے، یعنی اگر امام بخاری اس باب کے عنوان کو ترک کر دیتے جو بغیر حدیث کے ہے تو کیا وہ کسی گناہ کے مرتکب ہوتے حتیٰ کہ انہوں نے اس عنوان کو احتیاطاً ذکر کیا۔ اور رہا ان کا یہ کہنا کہ جو حدیث اس باب کے بعد والے باب میں ہے وہ دونوں بابوں کے عنوانوں کی صلاحیت رکھتی ہے تو یہ درست نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ولاء اس کی ہوتی ہے جو غلام کو آزاد کرتا ہے، پس جس غلام کو اس شخص نے آزاد کیا ہے وہ اس کا غلام ہے اور اس کی ولاء بھی اسی کے لیے ہے، پس ان دونوں کے درمیان اشتراک کہاں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب اس نے ایک ایسے غلام کو کفارہ میں آزاد کیا جو اس کے اور

Marfat.com

دوسرے شخص کے درمیان مشترک ہے تو اگر وہ آزاد کرنے والا خوش حال ہے تو اس کا یہ آزاد کرنا کافی ہوگا اور وہ اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا۔اور اگر وہ آزاد کرنے والا تنگدست ہے تو اس کا یہ آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور یہی امام ابویوسف، امام محمد اور امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے۔اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے مشترک غلام کو کفارہ میں آزاد کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ کہا جائے: اس عنوان کو امام بخاری نے نہیں لکھا، اور یہی وجہ ہے کہ المستملی کے علاوہ دوسرے راویوں کے نسخہ میں یہ عنوان نہیں ہے، جب کہ المستملی کے نزدیک بھی اس کے ثبوت میں اعتراض ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۴، دارالکتب العلمیہ ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۴۴۱'' میں علامہ عینی کے اعتراض کی پوری عبارت تو لکھی ہے لیکن اس کا جواب نہیں لکھا۔ ہوسکتا ہے اس کا مطلب یہ ہو کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ عینی کی اس رائے سے اتفاق کرلیا کہ اس باب کا عنوان امام بخاری نے نہیں لکھا، یہی وجہ ہے کہ المستملی کے علاوہ اور کسی کے نسخہ میں یہ عنوان نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۹۔ بَابٌ: إِذَا أَعْتَقَ فِي الْكَفَّارَةِ لِمَنْ يَكُونُ وَلَاؤُهُ؟

جب کسی شخص نے کفارہ میں غلام کو آزاد کیا تو اس کی وَلاء کس کے لیے ہوگی؟

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے کفارہ میں غلام کو آزاد کردیا تو اس کی وَلاء کس کے لیے ہوگی؟ یعنی جس غلام کو آزاد کیا گیا ہے اس کی وَلاء کس کے لیے ہوگی۔ (وَلاء کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ غلام آزاد ہونے کے بعد مالدار ہوا اور اس نے ترکہ چھوڑا تو اس کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ اس کے رشتہ داروں میں تقسیم ہو جائے گا اور اگر اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہوا تو پھر اس کا ترکہ آزاد کرنے والے کو دیا جائے گا، اس کو وَلاء کہتے ہیں)۔

اس باب کے عنوان کا جواب محذوف ہے اور اس کی عبارت یہ ہے کہ بعض صورتوں میں اس کا کفارہ میں غلام کو آزاد کرنا صحیح ہے اور بعض صورتوں میں صحیح نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو، پس ان میں سے ایک غلام کو کفارہ میں آزاد کردے، پس اگر وہ خوشحال ہے تو اس کا غلام کو آزاد کرنا صحیح ہے اور وہ اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا اور وَلاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوگی، اور اگر وہ تنگدست ہے تو پھر اس کا غلام کو آزاد کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور یہاں پر ایک اور صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی مرد سے کہے: تم اپنے غلام کو میری طرف سے آزاد کردو کیونکہ مجھ پر کفارہ ہے، سو اس نے آزاد کردیا تو یہ کافی ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور ابوثور کا یہی قول ہے، اور اگر اس شخص نے اس کے کہنے سے بغیر کسی معاوضہ کے غلام کو آزاد کردیا تو امام شافعی کے قول کے مطابق یہ کافی ہوگا اور اس کی وَلاء اس کے لیے ہوگی جس کی طرف سے غلام کو آزاد کیا ہے۔ اور ابوثور نے کہا کہ یہ کافی ہوگا اور اس کی وَلاء اس کے لیے ہوگی جس نے آزاد کیا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ وَلاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوگی اور یہ کافی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۴۔۳۴۵، دارالکتب العلمیہ ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٦٧١٧ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ فَاشْتَرَطُوا عَلَيْهَا الْوَلَاءَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اشْتَرِيهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنے کا ارادہ کیا تو ان کے مالکوں نے ان کے اوپر ولاء کی شرط لگائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شرط کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا: تم بریرہ کو خریدلو، ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠، صحیح مسلم: ١٥٠٤، سنن ترمذی: ١٢٥٦، سنن ابوداؤد: ٣٩٢٩، موطا امام مالک: ١٥١٩)

صحیح البخاری: ٦٧١٧، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ "ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں الحکم کا ذکر ہے، یہ ابن عُتیبہ ہیں، یہ عتبۃ الدار کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابراہیم کا ذکر ہے وہ النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسود کا ذکر ہے، وہ ابن یزید ہیں اور وہ ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں، یہ پہلے بنی ہلال کے کسی شخص کی باندی تھیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ چند انصار کی باندی تھیں انہوں نے ان کو مُکاتب کردیا، پھر انہوں نے ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ فروخت کردیا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو آزاد کردیا۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے صرف ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاشترطوا" یعنی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ شرط لگائی کہ ولاء ان کے لیے ہوگی۔ اور اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٣ ص ٣٤٥، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۷۱۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کسی مشترک غلام کو آزاد کرے تو اس کی وَلاء کے متعلق اقوالِ فقہاء

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، پس امام مالک اور امام اوزاعی نے یہ کہا ہے: جب دو شریکوں میں سے ایک شخص اپنے حصہ کے غلام کو کفارہ میں آزاد کر دے تو اگر وہ خوشحال ہے تو اس کا آزاد کرنا کافی ہے اور وہ اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا، اور اگر وہ تنگدست ہے تو اس کا یہ آزاد کرنا کافی نہیں ہے اور یہ امام محمد اور امام ابو یوسف اور امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور ان کے بعض اصحاب نے کہا ہے: اس شخص کو مشترک غلام کو کفارہ میں آزاد کرنا کافی نہیں ہے خواہ وہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو۔

اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ آزاد کرنے والا جب خوشحال ہے اور اس کا شریک اپنے حصہ کو آزاد نہیں کرتا تو پورا غلام خوشحال شخص کے آزاد کرنے سے آزاد ہو جائے گا، اس وجہ سے اس کی طرف سے آزاد کرنا کافی ہے۔ اور جو فقہاء اس آزاد کرنے کو جائز نہیں قرار دیتے وہ کہتے ہیں کہ اس نے آدھے غلام کو آزاد کیا ہے مکمل غلام کو آزاد نہیں کیا، کیونکہ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اس کا شریک کو اختیار دیا جائے گا، اگر چاہے تو وہ اس غلام کی قیمت اپنے شریک کے اوپر ڈالے اور وہ قیمت آزاد کرنے والے سے وصول کرے، اور اگر چاہے تو وہ غلام اپنی آدھی قیمت کے عوض محنت مزدوری کرے اور کما کر شریک کو اس کا حصہ ادا کرے۔ اور اگر چاہے تو غلام کو آزاد کر دے اور اس کی وَلاء دونوں کے درمیان آدھی آدھی ہوگی۔

اور جمہور علماء کے نزدیک یہ وَلاء کفارہ دینے والے کے لیے ہے، اس لیے کہ جب اس نے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور وہ خوشحال تھا تو غلام کا آزاد کرنا اس پر واجب ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: وَلاء صرف اس کے لیے ہے جو آزاد کرے، اسی وجہ سے امام بخاری نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو اس باب میں درج کیا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۵۵-۱۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۱۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس غلام کو کفارہ میں آزاد کیا گیا، اس کی وَلاء کے متعلق اقوالِ فقہاء

فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، پس بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جس غلام کو کفارہ میں آزاد کیا جائے اور زکوۃ میں ادا کیا جائے اس کی وَلاء بیت المال کے لیے ہوگی، یا جو اس کا مستحق ہوگا اس کے لیے ہوگی۔ اگر وہ زکوۃ میں ہے تو اس کی وَلاء زکوۃ کے مستحق کے لیے ہوگی، اور اگر وہ کفارہ میں ہے تو اس کی وَلاء فقراء کے لیے ہوگی۔

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ وَلاء اس کے لیے مطلقاً ہوگی جو غلام کو آزاد کرے، خواہ کفارہ میں آزاد کرے یا کسی چیز میں آزاد کرے، پس اس کی وَلاء اس کے لیے ہوگی جو اس کو آزاد کر رہا ہے۔ اور فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ وَلاء اس کے

Marfat.com

لیے ہوگی جو غلام کو آزاد کرے، کیونکہ حدیث میں بطریقِ عموم فرمایا ہے کہ وَلاء صرف اس کے لیے ہوگی جو آزاد کرتا ہے۔

اور اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ میں آزاد کیا گیا ہے اس کی وَلاء اہل زکوٰۃ کے لیے ہوگی، اور جس کو کفارہ میں آزاد کیا گیا ہے تو اس کی وَلاء اہل کفارہ کے لیے ہوگی اور وہ فقراء ہیں، اور جس کو نفلی طور پر اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے کے لیے آزاد کیا گیا ہے تو اس کی وَلاء اس کے لیے ہوگی جو اس غلام کو آزاد کرے گا۔

پس اگر ہم عمومِ حدیث کی طرف نظر کریں تو ہم کہیں گے کہ یہ حدیث عام ہے اور اکثر جو لوگ غلام کو آزاد کرتے ہیں وہ کفارہ میں آزاد کرتے ہیں یا زکوٰۃ میں آزاد کرتے ہیں، اور اگر معنی کی طرف غور کریں تو ہم کہیں گے کہ جس کو کفارہ میں آزاد کیا گیا ہے اس کی وَلاء فقراء کے لیے ہوگی اور جس کو زکوٰۃ میں آزاد کیا گیا ہے تو اس کی وَلاء اہل زکوٰۃ کے لیے ہوگی، لہٰذا دوسرے قول میں زیادہ احتیاط ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۰- بَابُ: اَلِاسْتِثْنَاءِ فِي الْأَيْمَانِ — قسموں میں استثناء کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں قسموں میں استثناء کے حکم کا بیان کیا گیا ہے اور استثناء سے یہاں پر مراد ہے لفظِ ان شاء اللہ کہنا۔

اور استثناء سے مراد اصطلاحی استثناء نہیں ہے جو کہ لفظ ''اِلا'' وغیرہ کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً کوئی کہے: ''میرے پاس زید کے سوا لوگ نہیں آئے'' بلکہ یہاں استثناء سے مراد یہ ہے کہ قسم کے بعد کوئی شخص ان شاء اللہ کہے، جیسے کوئی شخص کہے ''اللہ کی قسم میں ضرور اس طرح کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ'' یا کہے ''اللہ کی قسم میں اس طرح ہرگز نہیں کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ''۔ اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

قسموں میں استثناء کرنے کے متعلق فقہاء کے مذاہب

ابراہیم نخعی، حسن بصری، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام اوزاعی، اللیث اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ قسموں میں استثناء کی شرط یہ ہے کہ استثناء حلف کے ساتھ متصل ہو۔

اور امام مالک نے کہا: جب انسان نے قسم کھا کر سکوت کیا یا اپنا کلام منقطع کر دیا تو پھر کوئی استثناء نہیں ہے، اور امام شافعی نے کہا کہ استثناء کی شرط یہ ہے کہ وہ پہلے کلام کے ساتھ متصل ہو اور اس کا وصل ایک نہج سے ہو، پس اگر قسم اور حلف کے درمیان سکوت ہو گیا تو استثناء منقطع ہو جائے گا سوا اس صورت کے کہ وہ سکوت کسی چیز کو یاد کرنے کے لیے ہو یا اس کا سانس رک گیا ہو یا اس کی آواز منقطع ہو گئی ہو۔ اور حسن بصری اور طاؤس نے کہا ہے: حلف اٹھانے والے کے لیے استثناء کرنا جائز ہے جب تک کہ وہ اپنی مجلس سے اٹھے نہیں۔ اور قتادہ نے کہا ہے: یا وہ کلام کرے۔ اور امام احمد نے کہا ہے: اس کے لیے استثناء کرنا جائز ہے جب تک کہ وہ اس معاملہ میں ہو اور یہی اسحاق کا قول ہے، مگر یہ کہ سکوت ہو اور پھر وہ معاملہ کی طرف لوٹے۔ اور عطاء نے کہا ہے: اس کے لیے سکوت کرنا جائز ہے اگر سکوت اتنی دیر کا ہو جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ دوہتے ہیں۔ اور سعید بن جبیر نے کہا: وہ چار مہینے تک سکوت

Marfat.com

کرسکتا ہے۔اور مجاہد نے کہا: اس کے لیے دو سال بعد تک کی مدت ہے۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کے لیے یہ استثناء صحیح ہے اگر چہ کچھ وقت کے بعد ہو، پس ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے ایک سال کا ارادہ کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے دوام کا ارادہ کیا ہے، اس کی ابن القصار نے حکایت کی ہے۔

اور فقہاء کا طلاق اور غلام آزاد کرنے کے معاملہ میں بھی استثناء کرنے میں اختلاف ہے، پس ابن ابی لیلیٰ، الاوزاعی، لیث اور امام مالک نے کہا کہ طلاق میں استثناء کرنا جائز نہیں ہے، اور اسی کی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ابن المسیب سے، الشعبی سے، عطاء سے، الحسن سے، مکحول سے، اور الزہری سے منقول ہے۔اور طاؤس، النخعی، الحسن اور عطاء نے ایک روایت میں اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اور امام شافعی اور ان کے اصحاب نے اور اسحاق نے کہا کہ یہ استثناء جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۵۔۳۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ أَسْتَحْمِلُهُ فَقَالَ وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ مَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ ثُمَّ لَبِثْنَا مَا شَاءَ اللهُ فَأُتِيَ بِإِبِلٍ فَأَمَرَ لَنَا بِثَلَاثَةِ ذَوْدٍ فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ لَا يُبَارِكُ اللهُ لَنَا أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَسْتَحْمِلُهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا فَحَمَلَنَا فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ مَا أَنَا حَمَلْتُكُمْ بَلِ اللهُ حَمَلَكُمْ إِنِّي وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از غیلان بن جریر از حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ از حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشعریین کے چند لوگوں کے ساتھ آیا، میں آپ سے سواری طلب کرتا تھا، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا! نہ میرے پاس کوئی چیز ہے جس پر میں تمہیں سوار کروں، پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم ٹھہرے رہے، پھر آپ کے پاس چند اونٹ آئے تو آپ نے ہمیں تین اونٹوں کو دینے کا حکم فرمایا، پس جب ہم چلے گئے تو ہم میں نے ایک دوسرے سے کہا: اللہ تعالیٰ ہم کو برکت نہیں دے گا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، ہم آپ سے سواری طلب کرتے تھے، آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے، پھر آپ نے ہم کو سوار کر دیا، پس حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: سو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہم نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: میں نے تو تم کو سوار نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو سواری پر سوار کیا ہے اور بے شک میں اللہ کی قسم! ان شاء اللہ کسی چیز پر قسم نہیں کھاؤں گا پھر دیکھوں گا کہ اس قسم کا خلاف بہتر ہے تو میں اپنی قسم کا کفارہ دوں گا اور جو بہتر کام ہے اس کو کروں گا اور کفارہ دوں گا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۳، ۴۳۸۵، ۴۴۱۵، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۶۶۲۳، ۶۶۴۹، ۶۶۷۸، ۶۶۸۰، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۱، ۷۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۶۴۹، سنن نسائی: ۳۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۱۹۰۹۴)

صحیح البخاری: ۶۷۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے ''بے شک میں اللہ کی قسم ان شاء اللہ''۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''ان شاء اللہ'' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی اکثر سندوں میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ اصول میں ثابت ہے۔ اور امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہے کہ استثناء کی صفت کو مشیت کے ساتھ بیان کریں، اور ابوموسیٰ المدینی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبرک کے لیے ان شاء اللہ فرمایا تھا نہ کہ استثناء کے لیے، لیکن یہ بات خلاف ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حماد کا ذکر ہے اور وہ ابن زید ہیں، کیونکہ قتیبہ نے حماد بن سلمہ کو نہیں پایا اور یہ قتیبہ کی حماد سے روایت ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں غیلان بن جریر کا ذکر ہے، غَیلان میں غین پر زبر ہے اور یاء ساکن ہے۔ اور ابن جَریر میں جیم پر زبر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو بُردہ کا ذکر ہے، ان کا نام عامر ہے، دوسرا قول ہے کہ ان کا نام الحارث ہے، یہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب النذر میں از ابوالنعمان محمد بن الفضل گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''استحملہ'' یعنی ہم نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ایسی سواری دیں جو ہمیں اٹھا کر لے جائے اور ہمارے سامان کو اٹھا کر لے جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاتی بابل'' اِبل لفظ واحد ہے اور اس کا معنی ہے: اونٹ، علامہ الخطابی نے کہا ہے: اس میں لفظ واحد کا ذکر ہے اور مراد اس سے جمع ہے جیسے السامر۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ابوذر کے نسخہ میں اِبل کی جگہ ''شائل'' کا لفظ ہے اور میرا گمان ہے کہ اس کی جمع شوائل ہے، شوائل ان اونٹنیوں کو کہتے ہیں جن کا دودھ کم ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بثلاثة ذود'' اور ابوذر کی روایت میں ہے ''ثلاث ذود'' اور یہی صحیح ہے کیونکہ ''ذود'' کا لفظ مونث ہے اور تین سے دس اونٹوں کے لیے ''ذود'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، ایک قول ہے تین سے سات تک کے لیے استعمال ہوتا ہے، دوسرا قول ہے دو سے نو تک کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور اس کا اس سے واحد نہیں ہے اور کثیر کے لیے ''اذواد'' کا لفظ

استعمال ہوتا ہے، اور یہ اونٹنیوں کے ساتھ خاص ہے اور کبھی اس کا اطلاق اونٹوں پر بھی ہوتا ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ کتاب المغازی میں ''خمس ذود'' کا لفظ آیا ہے، تو میں کہتا ہوں: ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ پہلے آپ نے اشعریین کو تین اونٹ دینے کا حکم دیا پھر اس میں دو کا اضافہ کر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انی واللہ ان شاء اللہ'' یہ استثناء کی جگہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۶۔ ۳۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَقَالَ إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ أَوْ أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفَّرْتُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور کہا: ''مگر میں اپنی قسم سے کفارہ دوں گا اور اس کام کو کروں گا جو بہتر ہوگا، یا فرمایا: میں اس کام کو کروں گا جو بہتر ہوگا اور کفارہ دوں گا''۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۳، ۴۳۸۵، ۴۴۱۵، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۶۶۲۳، ۶۶۴۹، ۶۶۷۸، ۶۶۸۰، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۱، ۷۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۶۴۹، سنن نسائی: ۳۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۱۹۰۹۴)

صحیح البخاری: ۶۷۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو النعمان، وہ محمد بن الفضل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حماد، وہ ابن زید ہیں۔

اور امام بخاری نے ابو النعمان کی اس سند کو ذکر کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ کفارہ دینے والے کو اختیار ہے کہ کفارہ کو قسم توڑنے پر مقدم کرے یا قسم توڑنے کو کفارہ پر مقدم کرے۔ اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور ہم اس کو ذکر کر چکے ہیں۔

علامہ عینی نے کہا ہے: میں کہتا ہوں: اسی طرح اس حدیث کی امام ابو داؤد نے از سلیمان بن حرب از حماد بن زید روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۲۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى تِسْعِينَ امْرَأَةً كُلٌّ تَلِدُ غُلَامًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي الْمَلَكَ قُلْ إِنْ شَاءَ اللهُ فَنَسِيَ فَطَافَ بِهِنَّ فَلَمْ تَأْتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ بِوَلَدٍ إِلَّا وَاحِدَةٌ بِشِقِّ غُلَامٍ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَرْوِيهِ قَالَ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللهُ لَمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن حجیر از طاؤس، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: میں آج رات نوے (۹۰) بیویوں سے جماع کروں گا اور ان میں سے ہر ایک سے لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں قتال کرے گا، ان کے صاحب نے کہا: سفیان نے بتایا یعنی فرشتے

يَحْنَثْ وَكَانَ دَرَكًا لَهُ فِي حَاجَتِهِ وَقَالَ مَرَّةً قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَوِ اسْتَثْنَى وَحَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ

نے، آپ ان شاء اللہ کہیے! پس حضرت سلیمان (علیہ السلام) بھول گئے، پس انہوں نے ان بیویوں سے جماع کیا اور ان میں سے صرف ایک بیوی سے ایک لڑکے کا ایک حصہ پیدا ہوا، پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی اور وہ اپنی حاجت کو پالیتے، اور ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ان شاء اللہ کہتے۔

اور ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مثل۔

(صحیح البخاری: ۲۸۱۹، ۳۴۲۴، ۵۲۴۲، ۶۶۳۹، ۶۷۲۰، ۷۴۶۹، صحیح مسلم: ۱۶۵۴، سنن نسائی: ۳۸۳۱، مسند احمد: ۷۰۹۷)

صحیح البخاری: ۶۷۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''قسم میں استثناء کرنا یعنی ان شاء اللہ کہنا'' اور اس حدیث میں بھی مذکور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرشتے نے کہا کہ آپ ان شاء اللہ کہیے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام بن حُجَیر (اس میں حاء پر پیش ہے اور جیم پر زبر ہے اور یاء ساکن ہے) یہ مکی ہیں، علامہ کرمانی نے کہا: ان کا اس سے پہلے ذکر نہیں آیا۔

یہ حدیث ایک اور سند کے ساتھ اس سے پہلے کتاب الجہاد میں اس باب میں گزر چکی ہے ''باب من طلب الولد للجهاد'' اُس حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے کہا کہ آج رات میں ایک سو بیویوں یا ننانوے بیویوں کے ساتھ جماع کروں گا۔۔ الحدیث۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لاطوفن'' اور لام اس میں قسم کے جواب میں ہے گویا کہ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور اپنی بیویوں سے جماع کروں گا اور نون اس میں تاکید کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے طواف کیا اور اپنی بیویوں سے مقاربت کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''نوے (۹۰) بیویوں سے جماع کروں گا'' علامہ کرمانی نے کہا ہے: کسی حدیث صحیح کے عدد میں اس

Marfat.com

سے زیادہ اختلاف نہیں ہے جتنا اس حدیث میں ہے، کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: ایک سو بیویوں کے ساتھ جماع کروں گا، اور ایک دوسری حدیث میں ہے: ننانوے بیویوں کے ساتھ جماع کروں گا، اور تیسری حدیث میں ہے ساٹھ بیویوں کے ساتھ جماع کروں گا۔ اور ان میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ عدد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کل تلد" یعنی ان میں سے ہر بیوی سے لڑکا پیدا ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بشق غلام" یعنی آدھا لڑکا پیدا ہوگا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: "حنث" معصیت ہے، پس کیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے حنث جائز ہوا؟ پھر کہا: یہ ان کے اختیار سے نہیں تھا، یا یہ گناہِ صغیرہ تھا جو معاف کر دیا گیا۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی کی شرح پر اعتراض ہے، کیونکہ انہوں نے "حنث" کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کیا ہے اور اس طرح نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے کہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ارادہ کیا تھا وہ واقع نہیں ہوا۔ نیز علامہ کرمانی نے حضرت سلیمان علیہ السلام جو نبی ہیں ان کی طرف صغیرہ گناہ کی نسبت کی ہے اور اس پر بھی اعتراض ہے، اور اس حدیث کا اول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے لیکن انہوں نے اس قول کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کی اور کہا: "یرویہ" وہ اس کو روایت کرتے ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وکان درکا" یعنی اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہتے تو وہ اپنی حاجت کو پا لیتے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) استثناء کرتے یعنی ان شاء اللہ کہتے" اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر وہ ان شاء اللہ کہتے" اور دونوں کا مآل ایک ہے اور الفاظ مختلف ہیں۔ اور اس جملہ کا جواب محذوف ہے یعنی اگر وہ ان شاء اللہ کہتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں استثناء اس معنی میں نہیں ہے جو قسم کے حکم کو اٹھا لیتا ہے، بلکہ یہ اس معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا اقرار کرنا چاہیے اور اس کے حکم کو تسلیم کرنا چاہیے جیسا کہ درجِ ذیل آیت میں ہے:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَ قُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝

اور آپ کسی کام کے متعلق یہ ہرگز نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں ○ مگر یہ کہ اللہ چاہے، اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں اور آپ کہیے کہ عنقریب میرا رب مجھے اس سے زیادہ ہدایت کے قریب راستہ دکھائے گا ○ (الکہف: ۲۳-۲۴)

یہاں پر ان شاء اللہ کا لفظ قسم کے حکم کو مرتفع کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا اقرار کرنا چاہیے اور اس کے حکم کو تسلیم کرنا چاہیے۔

اس حدیث میں تعلیق ہے کہ "ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مثل"۔

اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ سفیان کی اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک دو سندیں ہیں: ہشام عن طاؤس، اور ابو الزناد عن الاعرج۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۷۲۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب کسی شخص نے کسی چیز پر قسم کھائی اور اس نے بغیر وقفہ کے ان شاء اللہ کہا تو اس کا استثناء درست ہے اور اگر اس نے وقفہ کے بعد ان شاء اللہ کہا تو استثناء درست نہیں ہے، اس مسئلہ میں فقہاء کے اقوال

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب قسم کھانے والے نے ان شاء اللہ کہا تو اس سے کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ امام مالک اور فقہاء احناف اور امام اوزاعی اور اللیث اور امام شافعی اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ قسم کھانے والے کا ان شاء اللہ کہنا اس وقت معتبر ہوگا جب وہ اس کے کلام کے ساتھ متصل ہو اور اس کا کلام درمیان میں منقطع نہ ہوا ہو۔ پس اگر وہ کچھ بات کر کے خاموش ہو گیا اور اپنا کلام منقطع کر دیا تو پھر اس کا ان شاء اللہ کے ساتھ استثناء کرنا معتبر نہیں ہوگا۔

اور حسن بصری اور طاؤس نے کہا کہ قسم کھانے والے کے لیے اس وقت تک استثناء کرنا یعنی ان شاء اللہ کہنا جائز ہے جب تک کہ وہ اپنی مجلس سے نہ اٹھے اور قتادہ نے کہا: جب تک وہ کوئی اور بات نہ کرے۔ اور امام احمد نے کہا: اس کے لیے استثناء کرنا اس وقت تک جائز ہے جب تک وہ اس سلسلہ میں بات کر رہا ہو، اسی طرح اسحاق نے کہا: مگر یہ کہ وہ خاموش ہونے کے بعد پھر اصل بات کی طرف لوٹ آئے۔ اور سعید بن جبیر نے کہا: وہ چار مہینے بعد تک ان شاء اللہ کہہ سکتا ہے، اور مجاہد نے کہا کہ دو سال بعد بھی ان شاء اللہ کہہ سکتا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس کا استثناء کرنا صحیح ہے خواہ کچھ عرصہ کے بعد کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی مراد ایک سال ہے اور ابن القصار نے کہا: ان کی مراد ہے: ہمیشہ۔

وقفہ کے بعد ان شاء اللہ کہنے کے معتبر ہونے پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دلائل

اور انہوں نے اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ (الکہف: ۲۳-۲۴) اور آپ کسی کام کے متعلق یہ ہرگز نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں O مگر یہ کہ اللہ چاہے، اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ جب آپ ان شاء اللہ کہنا بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں، یعنی جب آپ کو یاد آئے تو ان شاء اللہ کہہ لیں۔ اور اس میں کسی مدت کا تعین نہیں کیا۔

نیز ان فقہاء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ قیس نے از سماک از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: اور اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا، پھر آپ خاموش ہو گئے، پھر فرمایا: ان شاء اللہ"۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۸۵، صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۱۸۵، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۱ ص ۲۸۲)

وقفہ کے بعد ان شاء اللہ کہنے سے استثناء کے معتبر نہ ہونے پر دلائل اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دلیل کا جواب

علامہ ابن القصار نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے کہ اس حدیث میں ان فقہاء کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لیے کہ حضرت

Marfat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو شریک نے از سماک از عکرمہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے، پس یہ حدیث مرسل ہے (کیونکہ عکرمہ تابعی ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں) اور اگر یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے صحیح ہو تو انہوں نے اس سے قسم ٹوٹنے کا استثناء نہیں کیا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا ہے کہ انہوں نے ہر اس شخص کے اوپر ان شاء اللہ کہنے کو واجب کیا ہے جو یہ کہے کہ وہ یہ کام کرے گا، پس جب وہ ان شاء اللہ کہنا بھول جائے تو بعد میں کسی وقت ان شاء اللہ کہہ لے خواہ ایک سال بعد، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ حکم قسم میں بھی جائز ہے۔

اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر قسم کھانے والے نے کچھ وقفہ کے بعد ان شاء اللہ کہا تو پھر یہ استثناء صحیح نہیں ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی چیز پر قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر جانا، پھر اس کام کو کرے جو بہتر ہے اور پھر قسم کا کفارہ دے، اور اگر یہ ممکن ہوتا کہ وہ اس قسم سے ان شاء اللہ کہہ کر نکل جائے تو آپ اس کے اوپر کبھی بھی کفارہ واجب نہ فرماتے اور آپ یوں فرماتے کہ جب تم کسی کام پر قسم کھاؤ اور پھر تم اس کے خلاف کو بہتر جانو تو تم ان شاء اللہ کہہ دو اور اس کام کو کرو جو بہتر ہے اور آپ کفارہ کا ذکر نہ فرماتے۔ اور اگر بعد میں ان شاء اللہ کہنے سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہو تو پھر درج ذیل آیت کا معنی باطل ہو جائے گا:

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ (التحریم: ۲)

(اے مسلمانو) بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرما دیا ہے، اور اللہ تمہارا مددگار ہے، وہ خوب جاننے والا بے حد حکمت والا ہے O

اس آیت میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں کو کھولنے کے لیے ایک طریقہ مقرر فرما دیا ہے، اور وہ طریقہ یہ ہے کہ جب قسم ٹوٹ جائے تو آدمی اس کا کفارہ دے۔ اور اگر بعد میں ان شاء اللہ کہنے سے قسم کھل جاتی ہو تو پھر اس آیت کا کوئی معنی نہیں رہے گا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی حدیث کا معنی باطل ہو جائے گا کیونکہ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ ضرور آج رات اپنی بیویوں سے جماع کریں گے، تو پھر بعد میں وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی۔

اور حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی، تو اس کا یہی مطلب ہے کہ اگر وہ متصل ان شاء اللہ کہہ دیتے، اور اگر کچھ عرصہ بعد بھی ان شاء اللہ کہنا معتبر ہوتا تو پھر کسی شخص کی کوئی قسم نہ ٹوٹتی۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۵۶-۱۵۸، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۲۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لفظِ ان شاء اللہ کو قسم کے ساتھ متصل کہنے پر مزید دلائل

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: ان شاء اللہ کہنے کے وقت میں اختلاف ہے، پس اکثر فقہاء اس پر متفق ہیں کہ اس میں شرط یہ ہے کہ وہ قسم کے ساتھ متصل ہو۔ امام مالک نے کہا: جب وہ قسم کھا کر خاموش ہوا یا اس نے کلام منقطع کر دیا تو اس کا ان شاء اللہ کہنا معتبر نہیں ہوگا۔ اور امام شافعی نے کہا کہ ان شاء اللہ کہنے میں شرط یہ ہے کہ وہ کلامِ اول کے ساتھ متصل ہو اور پورا کلام ایک طریقہ

Marfat.com

سے ہو، پس اگر ان کے درمیان سکوت ہو اور وہ کلام منقطع ہو جائے سوا اس کے کہ اس کا سانس ٹوٹ جائے یا اس کی آواز رک جائے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اور علامہ ابن الحاجب نے کہا ہے: اتصال کی شرط یہ ہے کہ لفظاً اتصال ہو یا حکماً اتصال ہو مثلاً اس کا سانس ٹوٹ جائے یا اس کو کھانسی آ جائے تو یہ عرفاً اتصال سے مانع نہیں ہے۔ اور اگر بعد میں ان شاء اللہ کہنے سے قسم کا استثناء صحیح ہو تو پھر کوئی شخص اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا۔ اور اس کی مزید دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۗ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۗ نِعْمَ الْعَبْدُ ۗ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ (ص: ۴۴)

اور آپ اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک جھاڑو لے کر ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں، بے شک ہم نے ان کو صابر پایا، وہ کیا خوب بندے ہیں بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے ہیں O

اس آیت کی تفسیر حسب ذیل ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابلیس نے راستہ میں ایک تابوت بچھایا اور اس پر بیٹھ کر بیماروں کا علاج کرنے لگا، حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی وہاں سے گزری تو اس نے پوچھا: کیا تم بیماری میں مبتلاء اس شخص کا علاج بھی کر دو گے؟ اس نے کہا: ہاں! اس شرط کے ساتھ کہ جب میں اس کو شفاء دے دوں تو تم یہ کہنا کہ تم نے شفاء دی ہے، اس کے سوا میں تم سے کوئی اور اجر طلب نہیں کرتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی نے حضرت ایوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا تھا، انہوں نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! یہ تو شیطان ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے مجھ پر یہ نذر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی تو میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا اور جب وہ تندرست ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (ص: ۴۴) نازل فرمائی، سو حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی پر جھاڑو مار کر اپنی قسم پوری کر لی۔

(تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۰۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی قسم پوری کرنے کے لیے یہ حیلہ تعلیم فرمایا کہ وہ سو کوڑے مارنے کے بجائے سو تنکوں کی ایک جھاڑو اپنی بیوی پر ماریں تو ان کی قسم پوری ہو جائے گی، سو اگر بعد میں ان شاء اللہ کہنے سے قسم پوری ہو جاتی ہو تو پھر اس حیلہ کی تعلیم کی کیا ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ فرماتا: تم بعد میں ان شاء اللہ کہہ دینا، تو پھر ان کی قسم نہ ٹوٹتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر قسم کھانے والا قسم کے ساتھ متصل ان شاء اللہ کہے تو اس کا استثناء صحیح ہے اور اگر وہ کچھ وقفہ کے بعد ان شاء اللہ کہے تو پھر اس کا استثناء صحیح نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۷۱۱، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حکایت

میں کہتا ہوں: میرے استاذ علامہ حافظ عطا محمد بندیالوی قدس سرہٗ ونور اللہ مرقدہٗ نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف سے کہا: تم ہمارے دادا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مسلک کی کیوں مخالفت کرتے ہو، وہ کہتے ہیں کہ اگر قسم کھانے والا قسم کھانے کے کچھ وقفہ کے بعد بھی ان شاء اللہ کہے تو اس کی قسم منعقد ہو جائے گی اور قسم کا خلاف کرنے کی صورت میں اس پر کفارہ نہیں ہوگا، امام ابو یوسف نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مسلک تو امیر المومنین آپ کے لیے مضر ہے، کیونکہ ایک شخص آپ کے ہاتھ پر بیعت کرے گا اور قسم کھائے گا کہ وہ آپ کی بیعت پر قائم رہے گا اور دربار خلافت سے نکلنے کے بعد کہہ دے گا ان شاء اللہ۔ تو اب اگر وہ اس قسم کو توڑ دے اور آپ کی بیعت کو بھی توڑ دے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہوگا۔ ہارون الرشید اس جواب سے

Marfat.com

حیران رہ گیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

بیوی کو طلاق دینے اور غلام کو آزاد کرنے کی قسم میں ان شاء اللہ کہنے کی بحث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طاؤس، نخعی، حکم اور ایک روایت کے مطابق عطاء نے یہ کہا ہے کہ بیوی کو طلاق دینے اور غلام کو آزاد کرنے میں بھی ان شاء اللہ کہنا صحیح ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، امام شافعی اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ عموم فرمایا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی، اور قسم کھانے والے کا ان شاء اللہ کہنا تمام قسموں میں عمل کرے گا، کیونکہ بعض قسمیں دوسری بعض قسموں سے مخصوص نہیں ہیں، پس واجب ہے کہ ان شاء اللہ کہنے سے طلاق اور عتاق اور تمام قسموں میں قسم نہ ٹوٹے۔

امام مالک وغیرہ کے نزدیک طلاق اور عتاق میں ان شاء اللہ کے ساتھ استثناء کے عدم جواز پر دلیل

اور امام مالک، ابن ابی لیلیٰ، اللیث اور الاوزاعی نے کہا ہے کہ طلاق اور عتاق میں ان شاء اللہ کے ساتھ استثناء کرنا جائز نہیں ہے اور اسی کی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن المسیب، شعبی، حسن، عطاء، مکحول، قتادہ اور زہری سے منقول ہے۔

اور امام مالک جو کہتے ہیں کہ اگر کسی نے طلاق یا عتاق کے ساتھ ان شاء اللہ کہا تو طلاق واجب ہو جائے گی اور اس میں ان شاء اللہ کے لفظ کو داخل کرنا صحیح نہیں ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ استثناء صرف اللہ تعالیٰ کی قسم میں ہوتا ہے اور اسی کے متعلق حدیث میں ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ از طاؤس از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر قسم کھائی پھر کہا: ان شاء اللہ، تو وہ حانث نہیں ہوگا یعنی اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ (سنن ترمذی: ۱۵۳۲، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۹)

نیز امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ از النافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز کی قسم کھائی، پھر کہا: ان شاء اللہ، تو اس نے استثناء کر لیا اور اب وہ حانث نہیں ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۱۵۳۱، مسند احمد ج ۲ ص ۴)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس حدیث پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر اہلِ علم وغیرہم کا عمل ہے کہ جب استثناء قسم کے ساتھ متصل ہو تو پھر قسم نہیں ٹوٹے گی اور یہی سفیان ثوری، الاوزاعی، امام مالک بن انس، عبد اللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔

(میں کہتا ہوں: امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن امام ترمذی نے حسبِ عادت ان کا نام نہیں لیا۔ سعیدی غفرلہٗ)

امام مالک اور دیگر فقہاء کے اختلاف کا منشاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے لفظِ اللہ کے ساتھ قسم کھا کر اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر ان شاء اللہ کہا تو وہ حانث نہیں ہوگا، لیکن اگر اس نے لفظِ اللہ کے ساتھ قسم نہیں کھائی تو پھر ان شاء اللہ کہا تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ مثلاً اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق ان شاء اللہ، تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ کے نزدیک اس صورت میں اگر وہ عورت گھر میں داخل ہوئی تو اس کو طلاق نہیں واقع ہوگی کیونکہ اس نے ان شاء اللہ کہا ہے، لیکن امام مالک کے نزدیک

Marfat.com

یہاں پر ان شاء اللہ کہنا معتبر نہیں ہے، کیونکہ ان شاء اللہ کہنا اسی صورت میں معتبر ہوگا جب وہ لفظ اللہ کی قسم کھا کر کہے۔
(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۶ ص، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۱- بَابُ: اَلْكَفَّارَةِ قَبْلَ الْحِنْثِ وَبَعْدَهُ قسم توڑنے سے پہلے اور قسم توڑنے کے بعد کفارہ قسم دینے کے جواز کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے اور قسم توڑنے کے بعد کفارہ قسم ادا کرنا جائز ہے۔

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ قسم دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے، پس ربیعہ، مالک، ثوری، اللیث اور الاوزاعی نے کہا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے بھی کفارہ قسم دینا جائز ہے اور یہی امام احمد، اسحاق اور ابوثور کا قول ہے، اور اسی کی مثل حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

اور امام شافعی نے کہا ہے: غلام کو آزاد کرنا اور مسکینوں کو کپڑے پہنانا اور کھانا کھلانا قسم توڑنے سے پہلے جائز ہے اور قسم توڑنے سے پہلے روزے رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ قسم دینا کافی نہیں ہے۔

صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے: امام ابوحنیفہ سے پہلے یہ قول متقدمین میں سے کسی کا نہیں ہے، اور امام ابوجعفر طحاوی نے امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف سے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ۔ (المائدہ: ۸۹) یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو)۔

اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جب تم قسم کھاؤ اور قسم کو توڑ دو تو پھر اپنی قسموں کا یہ کفارہ دو جو اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: امام ابوحنیفہ اس قول کے ساتھ منفرد نہیں ہیں بلکہ اشعب مالکی کا بھی یہی قول ہے اور داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔

اور صاحب التوضیح امام شافعی کے مذہب کے متعلق کیا کہیں گے، کیونکہ کفارہ تو اس کی تمام قسموں کا نام ہے۔ پس قسم توڑنے کے بعد لفظ کو کفارہ کی تمام قسموں پر محمول کیا جائے گا۔ اور امام شافعی قسم توڑنے سے پہلے لفظ کو کفارہ کی بعض اقسام کے ساتھ خاص کر رہے ہیں تو انہوں نے تین وجوہ سے ظاہر کو ترک کر دیا: (۱) انہوں نے اس کو کفارہ کہا حالانکہ یہاں پر وہ چیز نہیں ہے جو کسی گناہ کو مٹائے (۲) دوسرا انہوں نے کہا کہ کفارہ کی ان بعض قسموں کو قسم توڑنے پر مقدم کرنا جائز ہے حالانکہ قسم توڑنے پر کفارہ ادا کرنا واجب ہے تو انہوں نے واجب سے عدول کر کے جواز کا قول کیا (۳) اور تیسرا یہ کہ انہوں نے کفارہ کو اس کی بعض اقسام کے ساتھ خاص کیا یعنی غلام آزاد کرنے کے ساتھ اور مسکینوں کو کپڑے پہنانے اور ان کو کھانا کھلانے کے ساتھ خاص کیا اور یہ کہا کہ قسم توڑنے

Marfat.com

سے پہلے کفارہ قسم میں روزے رکھنا جائز نہیں ہے اور یہ ترجیح بلا مرجح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو کفارہ قسم کی ان تینوں قسموں کو بیان فرمایا ہے۔ اور کفارہ تو گناہ کے مٹانے کو کہتے ہیں تو جب اس نے گناہ کیا ہی نہیں تو پھر گناہ مٹانا کیسے متصور ہوگا۔ لہٰذا قسم توڑنے سے پہلے کفارہ قسم کی ان بعض قسموں کو ادا کرنا کس طرح جائز ہوگا جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٧٢١ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ هَذَا الْحَيِّ مِنْ جَرْمٍ إِخَاءٌ وَمَعْرُوفٌ قَالَ فَقُدِّمَ طَعَامٌ قَالَ وَقُدِّمَ فِي طَعَامِهِ لَحْمُ دَجَاجٍ قَالَ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللَّهِ أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مَوْلًى قَالَ فَلَمْ يَدْنُ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى ادْنُ فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ مِنْهُ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا قَذِرْتُهُ فَحَلَفْتُ أَنْ لَا أَطْعَمَهُ أَبَدًا فَقَالَ ادْنُ أُخْبِرْكَ عَنْ ذَلِكَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ أَسْتَحْمِلُهُ وَهُوَ يَقْسِمُ نَعَمًا مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ قَالَ أَيُّوبُ أَحْسِبُهُ قَالَ وَهُوَ غَضْبَانُ قَالَ وَاللَّهِ لَا أَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَأُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِنَهْبِ إِبِلٍ فَقِيلَ أَيْنَ هَؤُلَاءِ الْأَشْعَرِيُّونَ فَأَتَيْنَا فَأَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرَى قَالَ فَانْدَفَعْنَا فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَسْتَحْمِلُهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْنَا فَحَمَلَنَا نَسِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَمِينَهُ وَاللَّهِ لَئِنْ تَغَفَّلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمِينَهُ لَا نُفْلِحُ أَبَدًا ارْجِعُوا بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلْنُذَكِّرْهُ يَمِينَهُ فَرَجَعْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَيْنَاكَ نَسْتَحْمِلُكَ فَحَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا ثُمَّ حَمَلْتَنَا فَظَنَنَّا أَوْ فَعَرَفْنَا أَنَّكَ نَسِيتَ يَمِينَكَ قَالَ انْطَلِقُوا فَإِنَّمَا حَمَلَكُمُ اللَّهُ إِنِّي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن حجر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ایوب از القاسم التیمی از زہدم الجرمی، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ہمارے اور جرم کے اس قبیلہ کے درمیان بھائی چارہ اور تعلق تھا اور انہوں نے بیان کیا: پس کھانا لایا گیا اور کھانے میں مرغی کا گوشت لایا گیا اور انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں میں بنو تیم اللہ کا ایک سرخ رنگ کا مرد تھا گویا کہ وہ آزاد شدہ غلام تھا، پس وہ کھانے کے قریب نہیں گیا، اس سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: قریب آؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغی سے کھاتے ہوئے دیکھا ہے، اس نے کہا کہ میں نے اس مرغی کو کچھ کھاتے ہوئے دیکھا تھا تو مجھے اس سے گھن آئی، سو میں نے قسم کھائی کہ میں کبھی بھی مرغی نہیں کھاؤں گا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: قریب آؤ، میں تمہیں اس کے متعلق حدیث کی خبر دیتا ہوں، (انہوں نے بتایا) ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس اشعریین کی ایک جماعت میں گئے، میں آپ سے سواری طلب کر رہا تھا اور آپ صدقہ کے اونٹوں میں سے اونٹ تقسیم کر رہے تھے، ایوب نے بتایا: میرا گمان ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اور آپ اس وقت غصہ میں تھے، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا اور نہ میرے پاس وہ چیز ہے جس پر میں تمہیں سوار کروں، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس ہم چلے گئے، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس مال غنیمت کے اونٹ لائے گئے، پس کہا گیا: وہ اشعریین کہاں ہیں؟ پس ہم آئے تو آپ نے ہمارے

Marfat.com

وَاللّٰهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا تَابَعَهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ وَالْقَاسِمِ بْنِ عَاصِمٍ الْكُلَيْبِيِّ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ وَالْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ عَنْ زَهْدَمٍ بِهٰذَا حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ زَهْدَمٍ بِهٰذَا۔

لیے پانچ اونٹوں کو عطا کرنے کا حکم دیا جو سفید کوہان کے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس ہم چلے گئے تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، ہم آپ سے سواری طلب کرتے تھے، آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے، پھر آپ نے ہمیں بلوایا، پھر آپ نے ہم کو سواری پر سوار کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قسم کو بھول گئے اور اللہ کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی قسم سے غافل قرار دیا تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہوں گے، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلو، ہم آپ کو آپ کی قسم یاد دلاتے ہیں، پھر ہم واپس گئے، پس ہم نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس آئے تھے، آپ سے سواری طلب کرتے تھے، آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے، پھر آپ نے ہم کو سوار کر دیا، پس ہم نے یہ گمان کیا یا ہم نے یہ سمجھا کہ آپ اپنی قسم کو بھول گئے، آپ نے فرمایا: تم لوگ جاؤ، تم کو اللہ تعالیٰ نے سوار کیا ہے اور بے شک میں اللہ کی قسم ان شاء اللہ کسی چیز پر قسم نہیں کھاؤں گا، پھر میں اس کے خلاف کو بہتر جانوں تو میں وہ کام کروں گا جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ دوں گا۔

اس حدیث میں اسماعیل بن ابراہیم کی حماد بن زید نے از ایوب از ابی قلابہ متابعت کی ہے اور از قاسم بن عاصم الکلیبی متابعت کی ہے ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ اور قاسم تمیمی از زہدم یہی حدیث۔

اور ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از القاسم از زہدم یہی حدیث۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۳، ۴۳۸۵، ۴۴۱۵، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۶۶۲۳، ۶۶۴۹، ۶۶۷۸، ۶۶۸۰، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۱، ۷۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۶۴۹، سنن نسائی: ۳۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۱۹۰۹۴)

صحیح البخاری: ۶۷۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت

یہ حدیث صرف اس پر دلالت کرتی ہے کہ کفارہ قسم، قسم توڑنے کے بعد دیا جائے گا، پس اب اس حدیث کے عنوان اور حدیث کے درمیان مطابقت صرف اس جملہ میں ہوگی ''وبعدہٗ'' یعنی باب کے عنوان میں تو کہا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے اور قسم توڑنے کے بعد قسم توڑنے کے کفارہ کا جواز اور حدیث میں صرف قسم توڑنے کے بعد کفارہ قسم دینے کا ذکر ہے، اور اس حدیث میں یہ بالکل ذکر نہیں ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے بھی قسم کا کفارہ دینا جائز ہے۔ پس گویا کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان کے ثبوت میں اس حدیث پر اکتفاء کیا ہے جو اس سے پہلے ذکر کی گئی اور وہ حدیث یہ ہے:

صحیح البخاری: ۶۷۱۹ میں مذکور ہے: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور کہا: ''مگر میں اپنی قسم کا کفارہ دوں گا اور اس کام کو کروں گا جو بہتر ہے یا میں اس کام کو کروں گا جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ دوں گا''۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ کفارہ قسم کو قسم توڑنے پر مقدم کرنا بھی جائز ہے کیونکہ حدیث میں ذکر ہے ''مگر میں قسم کا کفارہ دوں گا اور اس کام کو کروں گا جو بہتر ہے'' اور کفارہ قسم کو قسم توڑنے سے موخر کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اس حدیث کے دوسرے جملہ میں یہ ذکر ہے ''یا میں وہ کام کروں گا جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ دوں گا'' اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن حُجر کا ذکر ہے، یہ السعدی ہیں جو کہ دو سو چوالیس (۲۴۴ھ) میں فوت ہوئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن ابراہیم، وہ ابن عُلَیَّۃ ہیں (عُلَیّہ ان کی ماں کا نام ہے)، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قاسم بن محمد، یہ التمیمی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زہدم، یہ الجرمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوموسیٰ، وہ حضرت عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ہمارے اور جرم کے اس قبیلہ کے درمیان ''اخاء و معروف'' تھا'' یعنی ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرتے تھے اور حسنِ سلوک کرتے تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فقدم طعام'' الکشمیھنی کی روایت میں اسی طرح ہے، اور دوسروں کی روایت میں ہے: یعنی کھانا لایا گیا اور سامنے رکھا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وفی القوم رجل بنی تیم اللہ احمر'' یعنی لوگوں میں بنی تیم اللہ کا ایک سرخ رنگ کا مرد تھا۔ ''تیم اللہ'' قبیلہ کا نام ہے اور اس قبیلہ کو ''تیم اللات'' بھی کہا جاتا ہے اور یہ بنو قضاعہ سے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''احمر'' یعنی وہ سرخ رنگ کا تھا، یعنی خالص عرب سے نہیں تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کانہ مولی" یعنی گویا وہ آزاد شدہ غلام تھا اور باب فرض الخمس میں گزرا ہے کہ وہ الموالی میں سے تھا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فلم یدن" یعنی وہ شخص طعام کے قریب نہیں گیا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "قذرتہ" یعنی مجھے اس مرغی سے گھن آئی کیونکہ وہ گندگی کھا رہی تھی۔
اس حدیث میں مذکور ہے "اخبرك عن ذالك" یعنی میں تمہیں اس کے متعلق خبر دوں گا یا حدیث سناؤں گا جس میں قسم کھولنے کا طریقہ ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "استحملہ" میں آپ سے اس چیز کو طلب کرتا تھا جس پر میں سوار ہوں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ لا احملکم" یعنی اللہ کی قسم! میں تم کو کسی چیز پر سوار نہیں کروں گا۔
علامہ قرطبی نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کسی کو کسی چیز سے منع کیا جائے تو قسم کھائی جائے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "بنھب" اس سے مراد ہے مالِ غنیمت۔
اس حدیث میں مذکور ہے "بخمس ذود" یعنی پانچ اونٹ، اور کتاب المغازی میں گزرا ہے کہ چھ اونٹ تھے، اور اس میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ قلیل کا ذکر کثیر کی نفی نہیں کرتا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "غر الذری" یعنی ان اونٹوں کے سفید کوہان تھے۔ اور "غُرّ" کا لفظ غین کے پیش اور راء کی تشدید کے ساتھ ہے یعنی اغر کی جمع ہے یعنی ابیض جس کا معنی ہے: سفید۔ اور "الذُریٰ" (ذال کے پیش اور راء پر زبر)، یہ "ذروۃ" کی جمع ہے اور ذروۃ کسی چیز کی بلندی کو کہتے ہیں، یہاں اس سے مراد کوہان ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فاندفعنا" یعنی ہم جلدی جلدی گئے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ لئن تغفلنا" یعنی اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قسم میں غافل پایا اور آپ کو آپ کی قسم یاد نہیں دلائی تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ اور عبد الوہاب اور عبد السلام کی روایت میں ہے: جب ہم نے ان اونٹوں پر قبضہ کر لیا تو ہم نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غافل پایا، ہم کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ اور حماد کی روایت میں ہے: پس جب ہم گئے تو ہم نے کہا: یہ ہم نے کیا کیا اور اس میں برکت نہ ہو، اور اس میں بھولنے کا ذکر نہیں ہے۔ اور غیلان کی روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ ہمیں برکت نہ دے، اور یزید کی روایت اس اضافہ سے خالی ہے: پس چاہیے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قسم یاد دلائیں کہ آپ نے قسم کھائی تھی کہ میں تمہیں سوار نہیں کروں گا اور پھر آپ نے ہمیں سوار کر دیا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "لا احلف علی یمین" یعنی میں کسی چیز کی قسم نہیں کھاؤں گا اور اس کے خلاف کو بہتر جانوں تو میں اس کا خلاف کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا۔
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کفارہ قسم ٹوٹنے کے بعد دیا جاتا ہے اور اس حدیث سے احناف کی تائید ہوتی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۵۰-۳۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ بْنِ فَارِسٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر بن

Marfat.com

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ تَابَعَهُ أَشْهَلُ بْنُ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ وَتَابَعَهُ يُونُسُ وَسِمَاكُ بْنُ عَطِيَّةَ وَسِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ وَحُمَيْدٌ وَقَتَادَةُ وَمَنْصُورٌ وَهِشَامٌ وَالرَّبِيعُ۔

فارس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از الحسن از عبدالرحمن بن سمرہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امارت کا سوال نہ کرو، کیونکہ اگر تم کو امارت بغیر سوال کے دی گئی تو تمہاری اس پر مدد کی جائے گی اور اگر تمہارے سوال کی وجہ سے تمہیں امارت دی گئی تو تمہیں اس کے سپرد کر دیا جائے گا، اور جب تم کسی چیز پر قسم کھاؤ اور اس کے خلاف کو اس سے بہتر جانو تو اس کام کو کرو جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دو۔
اس حدیث میں عثمان بن عمر نے اشہل کی متابعت کی ہے از ابن عون۔
اور ان کی متابعت یونس نے اور سماک بن عطیہ نے اور سماک بن حرب نے اور حُمید نے اور قتادہ نے اور منصور نے اور ہشام نے اور الربیع نے کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۲۲، ۶۱۴۶، ۷۱۴۷، صحیح مسلم: ۱۶۵۲، سنن ترمذی: ۱۵۲۹، سنن نسائی: ۳۷۸۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۳۹، مسند احمد: ۲۰۰۹۵، سنن دارمی: ۲۳۴۶)

صحیح البخاری: ۶۷۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، یہ حدیث بھی باب کے عنوان کے اس جزو کے مطابق ہے جس میں مذکور ہے کہ کفارہ قسم توڑنے کے بعد دیا جائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن عبداللہ کا ذکر ہے، وہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن فارس بن ذویب الذہلی النیشاپوری ہیں جو مشہور حافظ ہیں۔ اور صاحب ''کتاب الرجال الصحیحین'' نے کہا ہے کہ امام بخاری نے تقریباً تیس جگہ محمد بن عبداللہ سے روایت کی ہے اور کہیں پر بھی تصریح سے یہ نہیں کہا کہ وہ محمد بن یحییٰ الذہلی ہیں بلکہ کبھی کہتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی اور اس پر اضافہ نہیں کرتے اور کبھی کہتے ہیں ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی اور ان کو دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں، کیونکہ ان کا پورا نام ہے محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن فارس بن ذویب الذہلی النیشاپوری جو کہ مشہور حافظ ہیں۔ اور کبھی کہتے ہیں: ہمیں محمد بن خالد نے حدیث بیان کی، تو ان کو ان کے باپ کے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ امام بخاری جب

نیشاپور میں گئے تو ان کا محمد بن یحییٰ ذہلی سے اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ قرآن مجید کے الفاظ مخلوق ہیں یا نہیں ہیں، محمد بن یحییٰ ذہلی قرآن مجید کے الفاظ کے قدیم ہونے کے قائل تھے اور امام بخاری قرآن مجید کے الفاظ کے مخلوق ہونے کے قائل تھے۔ اور امام بخاری نے محمد بن یحییٰ سے احادیث کا سماع کیا تھا اور انہوں نے محمد بن یحییٰ ذہلی کی روایات کو ترک نہیں کیا اور ان کے نام کی تصریح نہیں کی۔ اور محمد بن یحییٰ امام بخاری کے تھوڑے عرصہ بعد دو سو پچھتر (۲۷۵ھ) میں فوت ہو گئے تھے جب کہ امام بخاری دو سو چھپن (۲۵۶ھ) میں فوت ہوئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں عثمان بن عمر بن فارس البصری کا ذکر ہے، ان کا ذکر باب الغسل میں ہو چکا ہے، یہ عبداللہ بن عون سے روایت کرتے ہیں از حسن بصری از عبدالرحمٰن بن سمرہ القرشی، یہ بصرہ میں سکونت رکھتے تھے اور کوفہ کے اندر پچاس (۵۰) ہجری میں فوت ہوئے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الامارۃ'' اس سے مراد ہے منصب حکومت۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان اوتیتھا من غیر مسالۃ اعنت علیھا، وان اعطیتھا عن مسالۃ وکلت الیھا'' یعنی اگر بغیر تمہارے سوال کے تمہیں حکومت کا کوئی منصب دیا گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی، اور اگر تمہارے سوال کی وجہ سے تم کو حکومت کا منصب ملا تو تمہیں اس کی طرف سونپ دیا جائے گا اور تم اس کا بار اٹھانے سے عاجز ہو جاؤ گے''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۲۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ قسم ادا کرنے کے متعلق فقہاء کے مذاہب اور دلائل

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک قسم توڑنے سے پہلے کفارہ قسم کو ادا کرنا جائز ہے اور اس کی مثل حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک کفارہ قسم میں غلام آزاد کرنے کو اور مسکینوں کو کپڑا پہنانے اور انہیں کھانا کھلانے کو کفارہ قسم پر مقدم کرنا جائز ہے اور روزہ رکھنے کو کفارہ قسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ قسم کو ادا کرنا کافی نہیں ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے: امام ابوحنیفہ سے پہلے یہ قول کسی نے نہیں کہا۔

اور امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کے قول پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ۔ (المائدہ: ۸۹) یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو)۔

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جب تم قسم کھاؤ اور قسم کو توڑ دو تو اس کا کفارہ ادا کرو۔

کفارۂ قسم کو قسم توڑنے پر مقدم کرنے کے دلائل

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے یہ بتایا کہ احادیث کے الفاظ میں اختلاف نہیں ہے کہ قسم توڑنے پر

کفارہ قسم کو ادا کرنا واجب ہو یا اس کے برعکس ہو۔ قسم کھانے والے کو دو حکموں کا مکلف کیا گیا ہے، اس کو قسم توڑنے کا حکم دیا اور کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ پس جب اس نے یہ دونوں کام کر لیے تو اس نے اس حکم کی اطاعت کر لی اور جس کا حکم دیا گیا تھا اس کو کر لیا، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔ (البقرہ:۱۹۶) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔

پس حج اور عمرہ میں سے جس کو بھی دوسرے پر مقدم کیا تو اس نے اس حکم کو ادا کر لیا۔ اسی طرح جس شخص نے قسم توڑ کر اچھے کام کو کر لیا اور قسم کا کفارہ دے دیا تو اس نے بھی اس حکم پر عمل کر لیا۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ چودہ صحابہ کی رائے یہ ہے کہ کفارہ قسم کو قسم توڑنے سے پہلے ادا کرنا جائز ہے، وہ چودہ صحابہ یہ ہیں:

(۱) حضرت ابن مسعود (۲) حضرت عائشہ (۳) حضرت ابن عباس (۴) حضرت ابن عمر (۵) حضرت ابوالدرداء (۶) حضرت ابوایوب (۷) حضرت ابوموسیٰ (۸) حضرت ابومسعود (۹) حضرت حذیفہ (۱۰) حضرت سلمان (۱۱) حضرت مسلمہ بن مخلد (۱۲) حضرت ابن الزبیر (۱۳) حضرت معقل (۱۴) اور ایک اور صحابی جن کا ذکر نہیں کیا گیا۔ رضی اللہ عنہم

اور ان کے بعد فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب، عطاء، طاؤس، سعید بن جبیر، حسن، ابن سیرین، علقمہ، نخعی، حکم بن عتیبہ اور مکحول رحمہم اللہ۔

پس یہ شہر کے عظیم علماء ہیں جو کفارہ قسم کو قسم توڑنے پر مقدم کرنے کے جواز کے قائل ہیں اور امام ابوحنیفہ کے سوا ان کا کوئی مخالف نہیں ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کی طرف سے جو امام طحاوی نے یہ دلیل پیش کی ہے:

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ۔ (المائدہ:۸۹) یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو)۔

تو ہمارے نزدیک اس آیت کا محمل یہ ہے کہ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ اور پھر تم اس قسم کو توڑنے کا ارادہ کرو۔

امام شافعی کے قول کا رد از علامہ ابن بطال

رہا امام شافعی کا یہ قول کہ روزوں کو کفارہ توڑنے پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، سو اس کا رد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پس وہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور اس کام کو کرے جو بہتر ہے''۔ اور آپ نے کفارہ کی جنس میں سے کسی ایک قسم کو خاص نہیں کیا گویا ہر قسم کو مقدم کرنا جائز ہے۔ پس اگر امام شافعی یہ کہیں کہ روزہ بدن کے حقوق میں سے ہے اور روزہ کو اپنے وقت سے پہلے مقدم کرنا جائز نہیں ہے جیسے نماز کو، اور غلام آزاد کرنا، اور مسکین کو کپڑے پہنانا اور کھانا کھلانا یہ اموال کے حقوق میں سے ہے، پس یہ زکوٰۃ کی مثل ہے جیسے زکوٰۃ کو مقدم کرنا جائز ہے تو ان کو بھی مقدم کرنا جائز ہے۔

امام شافعی کی اس دلیل کا جواب یہ ہے: ایسا نہیں ہے کہ ہر وہ حق جو مال کے ساتھ متعلق ہو اس کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ کفارہ قتل اور شکار کی جزاء کو ان کے وجوب سے پہلے مقدم کرنا جائز نہیں ہے، اور غلام کو آزاد کرنا اور کھانا کھلانا اور کپڑے پہنانا کفارہ قسم میں اس کے وجوب سے پہلے ادا کرنا جائز ہے تو اسی طرح روزوں کو بھی مقدم کرنا جائز ہونا چاہیے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۵۹۔۱۶۰، ملخصاً و ملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۷۲۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۶۷۲۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ ''امارت (منصب حکومت) کا سوال نہ کرو، کیونکہ اگر تم کو امارت بغیر سوال کے دی گئی تو تمہاری اس پر مدد کی جائے گی اور اگر تم کو امارت سوال سے دی گئی تو تمہیں اس کی طرف سونپ دیا جائے گا۔۔۔۔الحدیث''۔

امارت کے سوال کی ممانعت منصب حکومت اور ولایت کے ساتھ مخصوص ہے یا عام ہے

سوال: کیا اس ممانعت کے ساتھ تمام ولایات لاحق ہیں مثلاً قضاء، اموال کی حفاظت، نماز کی امامت اور ان کے مشابہ دیگر امور، یا یہ ممانعت امارت کے ساتھ مخصوص ہے؟

الجواب: حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے بادشاہ سے کہا:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ (یوسف: ۵۵) مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں، بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں O

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مجھے محکمۂ مال کا وزیر بنادیں۔

اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے اپنی قوم کا امام بنادیں، آپ نے فرمایا: تم ان کے امام ہو اور تم ان میں سے کمزور لوگوں کی پیروی کرنا اور مؤذن بنانا اور ایسا مؤذن بنانا جو اپنی اذان پر اجرت نہ لے۔

(سنن ابوداؤد: ۵۳۱، سنن نسائی: ۶۷۱، سنن ابن ماجہ: ۹۸۷)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں تھا اور دو مرد تھے جو میرے چچازاد تھے تو ان دو مردوں میں سے ایک نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں بعض ان مناصب پر حاکم بنادیجئے جن پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حاکم بنایا ہے، دوسرے نے بھی اس کی مثل کہا تو آپ نے فرمایا: بے شک ہم اللہ کی قسم اس عمل پر کسی کو والی نہیں بنائیں گے جس نے اس کا سوال کیا ہو اور نہ اس شخص کو والی بنائیں گے جس نے اس منصب کا سوال کیا ہو اور جس نے اس منصب کی حرص کی ہو۔

(صحیح البخاری: ۷۱۴۹، صحیح مسلم: ۱۷۳۳)

اور اس باب میں نصوص متعارض ہیں یا متعارض کے مشابہ ہیں، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان امارت اور منصب ولایت کا کبھی بھی سوال نہ کرے، کیونکہ وہ خطرہ میں ہے، کیونکہ حاکم کبھی اپنے لیے عزت کو دیکھتا ہے اور دوسروں پر غلبہ کو دیکھتا ہے اور اس سے ظلم اور زیادتی صادر ہوتی ہے، لیکن جو اس کے علاوہ ہو۔ پس اگر وہ کسی مصلحت کی وجہ سے منصب کا سوال کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً یہ کہ اس منصب کے اوپر کوئی ایسا شخص فائز ہو رہا ہو جو اس منصب کا اہل نہ ہو یا اس منصب کے احکام سے جاہل ہو یا وہ خائن ہو یا اور کسی وجہ سے اس کے لائق نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس منصب کا سوال کرے اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ اسی پر محمول ہے کیونکہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ اموال ضائع ہو رہے ہیں تو انہوں نے کہا: ''مجھے اس ملک کے

Marfat.com

خزانوں پر مقرر کر دیں، بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں"۔

اور کبھی کہا جاتا ہے کہ یہی ضابطہ ہے جو امارت کو بھی شامل ہے اور امارت سے ممانعت کے سوال کو بھی شامل ہے۔

امارت سے ممانعت اس صورت میں ہے جب وہ کسی مصلحت پر مشتمل نہ ہو، پس اگر امارت کا سوال کسی مصلحت پر مشتمل ہو مثلاً وہ یہ دیکھے کہ امیر امانت کو ضائع کر رہا ہے اور رعیت پر ظلم کر رہا ہے تو وہ سوال کرے کہ اس کے بدلہ میں اسے امیر بنا دیا جائے تاکہ وہ اس کے مظالم کا ازالہ کرے اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرے تو ایسے سوال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا جائے گا کہ جس حدیث میں امارت کی طلب سے ممانعت ہے وہ اس پر محمول ہے کہ جب وہ طلب کسی فساد کو زائل کرنے کی وجہ سے نہ ہو، لیکن جب کسی فساد کو زائل کرنے کی وجہ سے ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

منصب قضاء کے متعلق دیگر احادیث

امارت کی طلب کے جواز کے متعلق حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسلمانوں کی قضاء کو طلب کیا حتیٰ کہ اس منصب کو پالیا پھر اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب رہا تو اس کے لیے جنت ہے۔ اور جس کا ظلم اس کے عدل پر غالب رہا تو اس کے لیے دوزخ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۷۵)

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قضاء کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں، ان میں سے ایک جنت میں ہے اور دو، دوزخ میں ہیں، رہا وہ جو جنت میں ہے پس یہ وہ مرد ہے جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا، اور وہ مرد جس نے حق کو پہچانا پھر حکم میں ظلم کیا تو وہ دوزخ میں ہے، اور وہ مرد جس نے لوگوں کے لیے جہالت سے فیصلہ کیا سو وہ دوزخ میں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۷۳، سنن ترمذی: ۱۳۲۲، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۵)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حاکم حکم دے، پس اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں، اور جب حاکم حکم کرے، پس اجتہاد کرے اور اجتہاد میں خطاء ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۷۴، صحیح البخاری: ۷۳۵۲، صحیح مسلم: ۱۷۱۶، سنن ترمذی: ۱۳۲۶، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۴، سنن نسائی: ۵۳۹۶)

المہلب المالکی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے: "جس کو بغیر اس کے سوال کے منصب دیا جائے تو اس کی اعانت کی جاتی ہے" اور اعانت کی تفسیر اس حدیث سے واضح ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس نے منصب قضاء کو طلب کیا اور لوگوں سے سفارش کرا کر اس منصب کی طلب میں مدد حاصل کی تو اسے اس کے نفس کی طرف سونپ دیا جائے گا اور جس کو زبردستی منصب قضاء دیا گیا تو ایک فرشتہ نازل کیا جائے گا جو اس کو سیدھی راہ پر قائم رکھے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۷۸)

منصب کے طلب کی ممانعت اور منصب کی طلب کے جواز کی نصوص میں تطبیق

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: جس کو جبراً منصب قضاء دیا جائے، اس کا معنی یہ ہے کہ اسے منصب کی طرف دعوت دی جائے اور وہ اپنے آپ کو اس منصب کا اہل نہیں سمجھتا خوف خدا کے غلبہ کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ کہیں اس سے کوئی غلط کام نہ ہو جائے تو

Marfat.com

اس کی مدد کی جاتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کرتا ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: یہ اکثر اور اغلب پر محمول ہے ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا: ''مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں، بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں''۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی تھی:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيٓ ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ (ص:۳۵)

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو، بے شک تو ہی بہت دینے والا ہے O

قرآن مجید کی اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے واضح ہوا کہ منصب کی طلب کرنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے بلکہ منصب کی طلب کرنا صرف اس شخص کے لیے ممنوع ہوگا جو اپنی ذاتی وجاہت اور اس منصب سے ناجائز فوائد حاصل کرنے کے لیے منصب کو طلب کرے، لیکن اگر کوئی شخص منصب کو قومی خدمت کے لیے اور مسلمانوں کو نفع پہنچانے کے لیے طلب کرے تو پھر منصب کو طلب کرنا جائز ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۹۔۳۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: کتاب الایمان والنذور اور کفارہ اور اس کے ملحقات میں ایک سو ستائیس (۱۲۷) احادیثِ مرفوعہ ہیں، اور ان میں چھبیس (۲۶) تعلیقات ہیں اور بقیہ احادیث موصولہ ہیں اور ان میں ایک سو پندرہ (۱۱۵) احادیث مکررہ ہیں، اور خالص احادیث کی تعداد بارہ (۱۲) ہے۔

''کتاب الایمان والنذور'' اور ''کتاب الکفارات'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے رسول مکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ کے توسل اور فیضان سے آج ''کتاب الایمان والنذور وکفارات الایمان'' کی تکمیل ہوگئی۔

میں گوناگوں بیماریوں اور تکالیف میں مبتلاء ہوں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان نے ان ابواب کی تکمیل کرادی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان ابواب میں جو شرح لکھی گئی ہے اس کو مقبولِ عام بنائے اور اس تحریر سے موافقین کو دینِ متین پر استقامت عطا فرمائے اور مخالفین کو ہدایت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس شرح کو تادیر قائم، باقی اور فیض آفرین رکھے۔ اور مجھے صحت اور توانائی کے ساتھ توفیق عطا فرمائے کہ میں صحیح البخاری کے بقیہ ابواب کی شرح کو بھی مکمل کرسکوں۔ اس کے بعد اب ان شاء اللہ العزیز کتاب الفرائض میں امام بخاری نے جو احادیث درج کی ہیں ان کا ترجمہ اور ان کی شرح کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اسے لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور قارئین کرام کو اس سے استفادہ کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۸۵۔ کِتَابُ الْفَرَائِضِ

وراثت کے احکام کا بیان

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ کتاب فرائض کے احکام کے بیان میں ہے، فرائض کا لفظ ''فریضة'' کی جمع ہے، اس کا لغوی معنی ہے: جو احکام مکلف کے اوپر فرض کیے جاتے ہیں، ان ہی میں سے نمازوں کے فرائض ہیں، زکوٰۃ کے فرائض ہیں، نیز میراث کے احکام کو بھی فرائض کہا جاتا ہے اور فروض بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ بھی وراثت والوں کے لیے مقرر کیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ان کا بیان کیا گیا ہے اور یہ احکام قطعی ہیں، ان پر اضافہ جائز نہیں ہے اور نہ ان سے کوئی کمی کرنا جائز ہے۔ یہ لفظ اصل میں فرض سے ماخوذ ہے اور فرض کا معنی ہے: القطع، التقدیر اور البیان۔ کہا جاتا ہے ''فرضت لفلان کذا'' یعنی میں نے اس کے لیے اتنا مال قطع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سُوۡرَۃٌ اَنۡزَلۡنٰہَا وَ فَرَضۡنٰہَا وَ اَنۡزَلۡنَا فِیۡہَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ○ (النور:۱)

یہ ہے وہ سورت جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس (کے احکام) کو فرض کیا اور ہم نے اس میں واضح آیتیں نازل فرمائیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○

یعنی ہم نے اس سورت میں احکام فرض کیے ہیں اور ان کا بیان کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدۡ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمۡ تَحِلَّۃَ اَیۡمَانِکُمۡ ۚ وَ اللّٰہُ مَوۡلٰىکُمۡ ۚ وَ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ○ (التحریم:۲)

(اے مسلمانو) بے شک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرما دیا ہے، اور اللہ تمہارا مددگار ہے، وہ خوب جاننے والا بے حد حکمت والا ہے ○

یعنی ہم نے تمہاری قسموں کا کفارہ بیان فرما دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابُ: قَوۡلِ اللّٰہِ تَعَالٰی:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ ٭ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ۚ فَاِنۡ کُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَیۡنِ فَلَہُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ ۚ وَ اِنۡ کَانَتۡ وَاحِدَۃً فَلَہَا النِّصۡفُ ؕ وَ لِاَبَوَیۡہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنۡ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَہٗۤ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنۡ کَانَ لَہٗۤ اِخۡوَۃٌ فَلِاُمِّہِ السُّدُسُ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ یُّوۡصِیۡ بِہَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ ؕ اٰبَآؤُکُمۡ وَ اَبۡنَآؤُکُمۡ لَا تَدۡرُوۡنَ اَیُّہُمۡ اَقۡرَبُ

اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے کہ (میت کے) ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے، سو اگر بیٹیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان کا حصہ (کل ترکہ کا) دو تہائی ہے، اور اگر صرف ایک بیٹی ہو تو اس کا حصہ (کل ترکہ کا) نصف ہے، اگر میت کی اولاد ہو تو اس کے ترکہ سے اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے، اگر میت کی اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کا تیسرا حصہ ہے

Marfat.com

لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝١١ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝١٢ (النساء:۱۱-۱۲)

(اور باقی سب باپ کا ہے) اور اگر میت کے (بہن) بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے، (یہ تقسیم) اس کی وصیت پوری کرنے کے بعد اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ہے، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم (خود) نہیں جانتے کہ تم کو نفع پہنچانے کے کون زیادہ قریب ہے، (یہ) اللہ کی طرف سے مقرر کیے ہوئے حصص ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بے حد حکمت والا ہے○ اور تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لیے آدھا حصہ ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو، اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارا چوتھائی حصہ ہے، ان کی وصیت پوری کرنے اور ان کا قرض ادا کرنے کے بعد، اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا چوتھائی حصہ ہے، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے، تمہاری وصیت پوری کرنے اور تمہارا قرض ادا کرنے کے بعد، اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد اور اس کا (ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا ایک تہائی حصہ ہے اس شخص کی وصیت پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد، وصیت میں نقصان نہ پہنچایا گیا ہو، یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے، اور اللہ خوب جاننے والا، بہت حلم والا ہے○

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ ان آیتوں کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ دونوں آیات کریمہ اور وہ آیت جو سورت کے اختتام میں ہے، یہ سورۃ النساء ہے۔ ان آیات میں فرائض یعنی وراثت کے احکام کا علم ہے۔ اور اس باب میں جو احادیث وارد ہیں وہ اس آیت کی تفسیر کے مثل ہیں۔

جن سے عہد کیا گیا ہو ان کے وارث ہونے کا بیان اور جو وارث کبھی ساقط نہیں ہوتے ان کا بیان اور جن کو کبھی وراثت نہیں دی جاتی ان کا بیان

زمانہ جاہلیت میں وراثت مردوں کے لیے ہوتی تھی اور طاقتوروں کے لیے ہوتی تھی، یعنی وہ لوگ مردوں کو وارث کرتے تھے عورتوں کو وارث نہیں کرتے تھے۔ اور ابتداء اسلام میں بھی حلف برداری کی وجہ سے حلفاء کو وارث بنایا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝ (النساء:۳۳)

اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کردیئے ہیں جو ترکہ اولاد اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو، اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے، سوتم انہیں ان کا حصہ دے دو، بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ۝

اس آیت میں فرمایا ہے: ''اور جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے ان کو تم ان کا حصہ دے دو''۔ یعنی ان کو میراث میں سے حصہ دو۔ پھر ہجرت کے بعد بھی یہ شروع رہا، پھر یہ سب منسوخ ہو گیا اور وراثت صرف دو سببوں سے باقی رہی: نسب سے اور سبب سے، پس سبب سے مراد نکاح ہے اور الولاء ہے اور نسب سے مراد قرابت دار اور رشتہ دار ہیں۔ اور علم فرائض میں ان سے بحث کی گئی ہے۔

اور وہ لوگ جو وراثت سے اصلاً ساقط نہیں ہوتے ان کی تعداد چھ ہے: ماں، باپ، بیٹے، بیٹیاں، شوہر اور بیوی۔

اور جو لوگ اصلاً وارث نہیں ہوتے وہ بھی چھ ہیں:

(۱) غلام (۲) مرتد (۳) مکاتب (۴) ام الولد (۵) عمداً قتل کرنے والا (۶) دو مختلف مِلّتوں کے حامل۔

اور بعض علماء نے ان میں چار مزید کا اضافہ کیا ہے:

(۱) منہ بولا بیٹا (۲) وارث کا مجہول ہونا (۳) مرنے والے کی تاریخ کا مجہول ہونا (۴) ارتداد

اور عنقریب ان آیات کی تفسیر آئے گی اور ان آیات کے نزول کے اسباب کا ان ابواب میں ذکر آئے گا جن ابواب کا یہاں ذکر کیا جائے گا۔ اور اب ہم ان آیات کے بعض الفاظ کی تفسیر کرتے ہیں۔

باب میں مذکور آیات کی تفسیر از علامہ عینی

اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے ''يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد کے درمیان عدل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اس سے وہ معمول منسوخ ہو گیا جو زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو وارث نہیں بنایا جاتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکر کے لیے مونث سے دگنا حصہ رکھا، کیونکہ مرد کو اخراجات پورا کرنے کے لیے روزی کمانے کی مشقت اٹھانی ہوتی ہے اور خرید و فروخت اور تجارت کی مشقت برداشت کرنی ہوتی ہے اور محنت مزدوری کرنی پڑتی ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے ''فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ'' (سو اگر بیٹیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان کا حصہ (کل ترکہ کا) دو تہائی ہے)، یعنی اگر ترکہ میں جو وارث ہیں وہ دو یا دو سے زیادہ عورتیں ہوں۔ ایک قول ہے کہ لفظ ''فوق'' اس آیت کی طرح صلہ ہے:

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ۔ (الانفال:۱۲) سوتم کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو۔

اور دوسرا قول ہے کہ یہ تسلیم نہیں ہے نہ اس آیت میں اور نہ وہاں پر، اور قرآن مجید میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو زائد ہو اور اس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ'' (اور اگر صرف ایک بیٹی ہو تو اس کا حصہ (کل ترکہ کا) نصف ہے) یعنی اگر وراثت میں متروکہ ایک بیٹی ہو۔ اور ''واحدة'' پر زبر اس لیے ہے کہ یہ ''کانت'' کی خبر ہے، اور اس پر پیش بھی پڑھا

Marfat.com

گیا ہے یعنی ''وان وقعت واحدۃ'' پس اس صورت میں اس کی خبر نہیں ہوگی کیونکہ اب ''کانت'' تامہ ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَلِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ'' (اگر میت کی اولاد ہو تو اس کے ترکہ سے اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے)۔ یعنی میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور میت کا لفظ اگر چہ مذکور نہیں ہے لیکن قرینہ اس پر دلالت کرتا ہے، یعنی ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اس مال میں سے جس کو میت نے ترک کیا ہے اگر میت کی اولاد ہو تو۔ اس آیت میں ''وَلَدٌ'' کا لفظ فرمایا ہے اور یہ بیٹے اور پوتے دونوں کو شامل ہے۔ اور اب یہاں پر صاحب فرض ہے، پس اگر میت کی اولاد نہ ہو اور حال یہ ہو کہ اس کے ماں باپ اس کے وارث ہو رہے ہوں تو اس کی ماں کو ترکہ میں سے تیسرا حصہ ملے گا اور اس سے باقی کا حکم معلوم ہو گیا کہ باقی دو تہائی اس کے باپ کو ملیں گے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ'' (اور اگر میت کے (بہن) بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے، (یہ تقسیم) اس کی وصیت پوری کرنے کے بعد اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ہے)۔

یعنی اگر میت کے دو بھائی ہوں یا دو بہنیں ہوں، یا زیادہ ہوں، تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا، یہ عام فقہاء کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ تین بھائی بہنوں سے کم ہوں تو ماں کے حصہ کو تہائی حصہ سے چھٹے حصہ کی طرف کے لیے حاجب نہیں بنتے اور وہ کہتے تھے کہ ماں باپ کے لیے اور دو بھائی بہنوں کے لیے اور ماں کے لیے تیسرا حصہ اور جو باقی ہے وہ باپ کے لیے ہے، انہوں نے ظاہر لفظ کی پیروی کی۔

اس کے بعد فرمایا ''میت کی وصیت پوری کرنے کے بعد یا قرض ادا کرنے کے بعد''۔

تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قرض وصیت پر مقدم ہے، لیکن قرض کی دو قسمیں ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کا قرض ہے اور دوسرا بندوں کا قرض ہے، پس اللہ تعالیٰ کا قرض اگر اس نے اس کی وصیت نہیں کی ہے تو ہمارے نزدیک وہ ساقط ہو جائے گا خواہ وہ نماز ہو یا زکوٰۃ ہو اور میت کے اوپر گناہ باقی رہے گا اور قیامت کے دن اس سے باقی رہی ہوئی نماز یا زکوٰۃ کا مطالبہ ہوگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک اس کو ادا کرنا بھی لازم ہے جیسا کہ بندوں کے قرض کو ادا کرنا بھی لازم ہے خواہ اس نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور بعض قرض، بعض سے راجح ہیں۔ پس جو صحت کا قرض ہے یا مرض کے معائنہ کے وقت جو قرض ہے یا گواہوں سے جو قرض ثابت ہے ہمارے نزدیک وہ میت کے اقرار کیے ہوئے قرض پر مقدم ہے۔ اور امام شافعی نے کہا: صحت کا قرض اور جس کا میت نے اپنے مرض میں اقرار کیا ہے دونوں برابر ہیں، اور جس قرض کا اس نے اقرار کیا ہے وہ وصیت پر مقدم ہے اور ہمارے نزدیک میت کا اپنے وارث کے لیے کسی دَین یا عین کا اقرار صحیح نہیں ہے۔ یعنی وہ وارث کے لیے یہ اقرار کرے کہ اس نے اس کو اتنے دراہم یا دینار دینے ہیں یا وارث کو فلاں چیز دینی ہے تو اس کا یہ اقرار صحیح نہیں ہے۔ امام شافعی نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اس سے اختلاف کیا ہے مگر انہوں نے کہا ہے کہ اگر باقی وارث اس اقرار کو جائز قرار دیں تو پھر صحیح ہے۔ اور جب دو قرض جمع ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کا قرض اور بندوں کا قرض تو ہمارے نزدیک بندوں کا قرض ادا کرنا اولیٰ ہے اور امام شافعی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا اولیٰ ہے اور امام شافعی سے یہ روایت بھی ہے کہ دونوں برابر ہیں۔ رہی وصیت تو اگر وہ تہائی ترکہ کی مقدار میں ہو تو وہ وراثت پر قرض ادا کرنے کے بعد مقدم ہوگی اور اس میں وارثوں کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا'' (تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم (خود) نہیں جانتے کہ تم کو نفع پہنچانے کے کون زیادہ قریب ہے)۔

یعنی تم از خود نہیں جانتے کہ تمہارے باپ دادا میں سے اور تمہارے بیٹوں میں سے جو فوت ہو گئے ہیں ان میں سے کون تمہارے لیے زیادہ نفع دینے والا ہے، کیا وہ جس کے لیے ان میں سے کسی نے وصیت کی ہے، یا وہ جس کے لیے ان میں سے کسی نے وصیت نہیں کی؟ یعنی جس نے اپنے بعض مال کی وصیت کی پھر تم کو وصیت جاری کرنے کے سبب سے آخرت کے ثواب کے لیے پیش کیا تو وہ تمہارے لیے زیادہ نفع پہنچانے کا سبب ہے۔ مجاہد نے کہا: دنیا میں، اور حسن بصری نے کہا: تم نہیں جانتے ان میں سے دین اور دنیا میں کون زیادہ سعادت مند ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا'' ((یہ) اللہ کی طرف سے مقرر کیے ہوئے حصص ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بے حد حکمت والا ہے)۔

''فَرِيْضَةً'' پر زبر، بر بنائے مصدر ہے یعنی ہم نے جو میراث کی تفصیل ذکر کی ہے اور یہ کہ بعض وارثوں کا حصہ دوسرے بعض سے زیادہ ہے، سو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فرض کیا ہے، فرض کرنا۔ اور اس کا فیصلہ کیا ہے اور وہ علیم اور حکیم ہے، وہ ہر چیز کو اس کے محل میں رکھتا ہے اور ہر ایک کو وہ دیتا ہے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ'' (اور تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لیے آدھا حصہ ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو، اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارا چوتھائی حصہ ہے، ان کی وصیت پوری کرنے اور ان کا قرض ادا کرنے کے بعد، اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا چوتھائی حصہ ہے، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے، تمہاری وصیت پوری کرنے اور تمہارا قرض ادا کرنے کے بعد)۔ یعنی اور تمہارے لیے اے مردو! جب تمہاری بیویاں فوت ہو جائیں اور ان کی اولاد نہ ہو تو تمہیں ان کے ترکہ کا نصف ملے گا اور اگر ان کی اولاد ہو تو تمہیں ان کے ترکہ کا چوتھائی حصہ ملے گا، اور ان بیویوں کے لیے خواہ وہ ایک ہوں یا چار ہوں تو اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو ان کو چوتھائی حصہ ملے گا، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کو آٹھواں حصہ ملے گا اور جتنی بیویاں ہیں وہ سب اس ترکہ میں شریک ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ'' (اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد)۔ ''كَلٰلَةً'' پر اس لیے زبر ہے کہ یہ ''كَانَ'' کی خبر ہے اور کلالۃ کا لفظ اکلیل سے ماخوذ ہے اور یہ وہ دھاگا ہے جو سر کو اس کے تمام جوانب سے گھیر لیتا ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو نہ میت کا اصول ہو اور نہ فروع ہو، اور یہ وہ شخص ہے کہ جو نہ میت کا والد ہو اور نہ اس کی اولاد ہو، اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا قول ہے، اور یہی الشعبی، النخعی، الحسن بصری، قتادہ، جابر بن زید اور حکم کا قول ہے، اور اہل مدینہ، اہل کوفہ اور اہل بصرہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور یہی سات فقہاء کا قول ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا قول ہے اور جمہور متقدمین اور

متاخرین بلکہ سب کا یہی قول ہے اور اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے اور طاؤس نے کہا ہے: بیٹے کے ماسوا ''کلالۃ'' ہے، اور عطیہ نے کہا: ''کلالۃ'' ماں شریک بھائی ہیں۔ اور عبید بن عمیر نے کہا ''کلالۃ'' ماں شریک بھائی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ بھائی اور بہن ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ باپ کے سوا ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ ''کلالۃ'' مورث کی صفت ہے یعنی جس شخص کا ترکہ تقسیم کرنا ہو وہ ''کلالۃ'' ہو اور اس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اس کی اولاد ہو۔ (سعیدی غفرلہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ'' (اور اس کا (ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا ایک تہائی حصہ ہے اس شخص کی وصیت پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد)۔

یعنی اس کا ایک اخیافی بھائی ہو یا اخیافی بہن ہو تو ان کو ترکہ کا تہائی حصہ ملے گا اور اس میں مذکر اور مونث برابر کے شریک ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وصیت میں ضرر پہنچانا گناہ کبیرہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۵۶۔۳۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اصحاب الفروض اور عصبات کا بیان

اصحاب الفروض ان ورثاء کو کہتے ہیں جن کے حصے اللہ کی کتاب میں مقرر ہیں جیسے بیٹی ایک ہو تو نصف لیتی ہے اور دو بیٹیاں ہوں تو وہ دو ثلث لیتی ہیں یعنی دو تہائی۔ اور باپ یا دادا کا چھٹا حصہ مقرر ہے اور ماں شریک بھائی کا یا ماں شریک بہن کا تہائی حصہ مقرر ہے، اور خاوند کا اگر اولاد نہ ہو تو نصف حصہ مقرر ہے اور اگر اولاد ہو تو چوتھائی حصہ مقرر ہے اور بیوی کا اگر اولاد نہ ہو تو چوتھائی حصہ مقرر ہے اور اگر اولاد ہو تو آٹھواں حصہ مقرر ہے۔ یہ سب اصحاب الفروض ہیں۔

اور عصبات میت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہیں جیسے بیٹا اور چچا وغیرہ۔ عصبات کا حکم یہ ہے کہ ذوی الفروض کو ان کا حصہ دینے کے بعد جو باقی بچتا ہے وہ عصبات کو دے دیا جاتا ہے، اور اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو پورے کا پورا ترکہ عصبات کو دے دیا جاتا ہے۔

ان کے بعد ذوی الارحام کا نمبر ہے، ذوی الارحام میت کی ماں کی طرف سے رشتہ دار ہیں، جیسے ماموں اور خالہ وغیرہ۔ ان کا حکم یہ ہے کہ اگر عصبات نہ ہوں تو پھر ذوی الارحام میں ترکہ تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

میت کے بھائی اور بہن عصبات میں سے ہیں اور اس میں بھائیوں کو بہنوں سے دگنا حصہ ملے گا۔

Marfat.com

قرض کا وصیت پر مقدم ہونا

النساء:۱۱ میں پہلے وصیت کا ذکر ہے اور پھر قرض کی ادائیگی کا ذکر ہے اور اس پر اجماع ہے کہ پہلے میت کا قرض ادا کیا جائے گا بعد میں اس کے ترکہ کے تہائی مال سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی۔

امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا کہ تم یہ آیت اس طرح پڑھتے ہو "وصیت پوری کرنے کے بعد یا قرض ادا کرنے کے بعد" اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت سے پہلے قرض کو ادا کیا ہے۔ اور یہ کہ سگے بھائی بہن وارث ہوتے ہیں اور باپ شریک بہن بھائی وارث نہیں ہوتے (یعنی سگے بھائی بہن کے ہوتے ہوئے باپ شریک بھائی بہن وارث نہیں ہوتے)۔ (سنن ترمذی: ۲۰۹۴، المستدرک ج ۴ ص ۳۳۶، مسند احمد ج ۱ ص ۷۹)

اس حدیث کی سند میں الحارث الاعور ہے اور یہ بہت شدید ضعیف راوی ہے لیکن اس حدیث کے تقاضے پر اجماع منعقد ہے اور جو اس کی مخالفت کرے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

امام مالک نے کہا ہے: ہمارے نزدیک اجماعی امر یہ ہے کہ اخیافی بھائی بہن بیٹے اور پوتے کے ساتھ وارث نہیں ہوتے، نہ باپ کے ساتھ وارث ہوتے ہیں اور نہ دادا کے ساتھ، اور اس کے سوا وارث ہوتے ہیں، اگر ماں شریک بھائی بہنوں میں سے ایک ہو تو اس کو چھٹا حصہ ملتا ہے اور اگر دو یا اس سے زائد ہوں تو اسے تہائی حصہ ملتا ہے اور وہ اس میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

ورثاء کی تفصیل

جو مردوں میں سے وارث ہوتے ہیں وہ دس ہیں اور جو عورتوں میں سے وارث ہوتی ہیں وہ سات ہیں اور یہ ذوی الارحام پر مقدم ہیں، پھر ان میں سے عصبات بھی ہیں اور ذوی الفروض بھی ہیں، پس تمام مرد عصبات ہیں سوا شوہر کے اور سوا ماں شریک بھائی اور باپ شریک بھائی کے۔ اور سوا دادا کے جو بیٹے اور پوتے کے ساتھ ہو، اور تمام عورتیں ذوی الفروض ہیں سوا مولاۃ العتاقۃ کے، اور سوا ان بہنوں کے جو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں، اور ان کے ساتھ کوئی ذوی الفروض نہ ہو اور وہ بھی نہ ہو جو ان کو عصبہ بنا دے ان کا بھائی یا ان کے چچا کا بیٹا، اور یہ لوگ بعض حال میں وارث ہوتے ہیں اور بعض حال میں محجوب ہو جاتے ہیں یعنی ان کا حصہ کم ہو جاتا ہے سوا پانچ کے شوہر اور بیوی، باپ اور ماں اور صلبی بیٹا۔

اور چار مردوں میں سے چار عورتوں کے سے وارث ہوتے ہیں اور عورتیں ان کی مطلقاً وارث نہیں ہوتیں:

بھتیجا اپنی پھوپھی کا وارث ہوتا ہے اور پھوپھی بھتیجے کی وارث نہیں ہوتی، اور چچا بھتیجی کا وارث ہوتا ہے اور بھتیجی چچا کی وارث نہیں ہوتی، اور چچا کا بیٹا پھوپھی کی بیٹی کا وارث ہوتا ہے اور پھوپھی کی بیٹی اس کی وارث نہیں ہوتی۔ اور مولی العتاقۃ آزاد شدہ باندی کا وارث ہوتا ہے اور آزاد شدہ باندی اس کی وارث نہیں ہوتی۔

دو عورتیں دو مردوں کی وارث ہوتی ہیں اور مرد ان کے وارث نہیں ہوتے: دادی پوتے کی وارث ہوتی ہے اور پوتا دادی کا وارث نہیں ہوتا، اور آزاد شدہ باندی آزاد کرنے والے کی وارث ہوتی ہے اور وہ اس باندی کا وارث نہیں ہوتا۔

چار مرد اپنی بہنوں کو عصبہ بناتے ہیں اور ان کے لیے ذوی الفروض سے مانع ہوتے ہیں، اور باقی ترکہ ان کے درمیان اس طرح تقسیم ہوتا ہے کہ مرد کو عورت سے دگنا ملتا ہے، وہ چار مرد یہ ہیں: بیٹے اور ان کے بیٹے خواہ اس سے نیچے ہوں، اور سگے بھائی اور باپ

شریک بھائی، یہ سگی بہنوں اور باپ شریک بہنوں کو عصبات بناتے ہیں اور ان کو ذوی الفروض ہونے سے مانع ہے، ان کے علاوہ جو عصبات ہیں ان میں سے جو مرد ہیں وہ تنہا وراثت کو لے لیتے ہیں اور عورتوں کو وراثت نہیں ملتی، جیسے بھتیجوں کو وراثت ملتی ہے بھتیجیوں کو وراثت نہیں ملتی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۴۵۷۔ ۴۵۸ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۶۷۲۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما يَقُولُ مَرِضْتُ فَعَادَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَهُمَا مَاشِيَانِ فَأَتَانِي وَقَدْ أُغْمِيَ عَلَيَّ فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَبَّ عَلَيَّ وَضُوءَهُ فَأَفَقْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي كَيْفَ أَقْضِي فِي مَالِي فَلَمْ يُجِبْنِي بِشَيْءٍ حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمَوَارِيثِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے، اور وہ دونوں پیدل چل رہے تھے، پس وہ دونوں میرے پاس آئے اور مجھ پر بے ہوشی طاری تھی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پس مجھ پر اپنے وضو کا بچا ہوا پانی ڈالا، سو میں ہوش میں آ گیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے مال کا کیا کروں؟ میں اپنے مال کا کس طرح فیصلہ کروں؟ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ میراث کی آیت نازل ہو گئی۔

(صحیح البخاری: ۱۹۴، ۴۵۷۷، ۵۶۵۱، ۵۶۶۴، ۵۶۷۶، ۶۷۲۳، ۶۷۴۳، ۷۳۰۹، صحیح مسلم: ۱۶۱۶، سنن ترمذی: ۲۰۹۶، سنن نسائی: ۱۳۸، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۶، سنن ابن ماجہ: ۲۷۲۸، مسند احمد: ۳۷۷۴، سنن دارمی: ۷۳۳)

صحیح البخاری: ۶۷۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی مطابقت سورۃ النساء کی ان دو آیتوں کے ساتھ ظاہر ہے جن کا اس باب کے شروع میں ذکر کیا گیا ہے اور وہ دو آیتیں اس باب کے عنوان کے قائم مقام ہیں، کیونکہ ان میں میراث کے احکام کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ سفیان بن عیینہ ہیں۔

اور یہ حدیث کتاب الطب میں از عبداللہ بن محمد گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فاتیانی" یہ تثنیہ کا صیغہ ہے اور ایک روایت میں ہے "فاتانی" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے

Marfat.com

پاس تشریف لائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وَضوئه" (اس میں واؤ پر زبر ہے) اس سے مراد ہے جس پانی سے وضو کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "آیت المواریث" اور ایک روایت میں ہے "آیة المیراث" اور یہ سورۃ النساء: ۱۱ ہے جس میں مذکور ہے: یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِۚ۔ (اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے کہ (میت کے) ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے)۔

حدیث مذکور پر ایک سوال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سورۃ النساء کی یہ آیت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ یہ آیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس میں کوئی منافات نہیں ہے، اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ اس آیت کا بعض حصہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے موقع پر نازل ہوا ہو اور بعض حصہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بیماری پر نازل ہوا ہو، یا دونوں کے متعلق یہ آیت ایک وقت میں نازل ہوئی ہو۔

حدیث مذکور کے فوائد

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا انتظار کرتے تھے اور اجتہاد سے کوئی فیصلہ نہیں فرماتے تھے، پھر انہوں نے اس کا جواب دیا کہ اس مسئلہ میں آپ نے اجتہاد نہیں کیا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ مطلقاً اجتہاد نہ فرماتے ہوں، یا آپ اس وقت اجتہاد فرماتے تھے جب آپ وحی نازل ہونے سے مایوس ہو جاتے تھے، یا آپ اس وقت اجتہاد فرماتے جب آپ پر مسائل کا حل آسان ہوتا، یا آپ مسائلِ تعبدیہ میں اجتہاد نہیں فرماتے تھے۔

اس حدیث کے دیگر فوائد میں سے یہ ہے کہ مریض کی عیادت کرنی چاہیے اور مریض کے پاس پیدل چل کر جانا چاہیے، اور صالحین کے آثار سے برکت حاصل کرنی چاہیے، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استعمال شدہ پانی پاک ہوتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو کا پانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر ڈالا، اور اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر کی برکت ظاہر ہوئی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بے ہوش تھے اور آپ نے اپنے وضو کا پانی ڈالا تو وہ ہوش میں آ گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۲۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور سے مسائل مستنبطہ

علامہ مہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں اپنے اجتہاد سے اس مسئلہ کا حل نکالے جب تک کہ اس کے لیے نصوص کو حاصل کرنے کا طریقہ موجود ہو، اور اگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا آپ کی موجودگی میں کسی مسئلہ کا اجتہاد سے حل نکالنا

Marfat.com

جائز ہوتا تو وہ آپ سے مشورہ نہ کرتے اور یہ نہ پوچھتے کہ میں اپنے مال میں کس طرح کروں، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کر کے اس مسئلہ کا حل بتائیں جب تک کہ آپ کے اوپر قرآن نازل نہ ہوا ہو، اس لیے آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر سورۃ النساء:۱۱ نازل فرمائی۔

اس حدیث میں اس پر قوی ترین دلیل ہے کہ پیش آمدہ مسائل میں علماء سے سوال کرنا چاہیے اور جس جگہ اقتداء کرنی واجب ہو وہاں اجتہاد نہیں کرنا چاہیے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۲۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے آثار سے حصولِ برکت کا عدم جواز

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے برکت حاصل ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وضو کیا اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما پر پانی ڈالا تو وہ ہوش میں آگئے، لیکن کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کی طرف بھی برکت کا پہنچنا متعدی ہوتا ہے؟ اس کا جواب ہے کہ نہیں! پسینہ سے تبرک حاصل کرنا یا کپڑے سے تبرک حاصل کرنا یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے برکت حاصل کرنا یا اس کے مشابہ دیگر چیزوں سے برکت حاصل کرنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور کوئی دوسرا آپ کے ساتھ اس میں شریک نہیں۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ نے آپس میں ایک دوسرے کے آثار سے برکت حاصل نہیں کی، پس نہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آثار سے برکت حاصل کی، نہ حضرت عمر، نہ حضرت عثمان اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہم کے آثار سے برکت حاصل کی، اور جب انہوں نے ان عظیم صحابہ سے برکت حاصل نہیں کی باوجود اس کے کہ سبب قائم تھا تو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر سے برکت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ ابن عثیمین کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ اور اولیاء اللہ کی برکتوں کا ثبوت

میں کہتا ہوں: یہ درست ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے آثار میں اللہ تعالیٰ نے جو برکتیں رکھی ہیں غیر انبیاء کے آثار میں وہ برکتیں نہیں ہوتیں، تاہم اللہ تعالیٰ نے غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی خصوصیات عطا فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ (البقرہ:۲۵۱)	اور اگر اللہ بعض لوگوں (کے شر) کو بعض (نیک) لوگوں کے سبب سے دور نہ فرماتا تو ضرور زمین تباہ ہو جاتی لیکن اللہ تمام جہانوں پر فضل فرمانے والا ہے O

حافظ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ بیان کرتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن عدی نے سندِ ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نیک مسلمانوں کے سبب سے اس کے پڑوس کے سو گھروں سے بلاؤں کو دور کر دیتا ہے۔

امام ابن جریر نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک نیک مسلمان کے سبب سے اس کی اولاد، اولاد در اولاد اور اس کے اہلِ خانہ اور اس کے پڑوس کی اصلاح فرما دیتا ہے اور جب تک وہ شخص ان میں رہے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرماتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نمازیوں کے سبب سے بے نمازیوں سے عذاب کو دور کر دیتا ہے اور حج کرنے والوں کے سبب سے حج نہ کرنے والوں سے عذاب کو دور کر دیتا ہے، زکوٰۃ دینے والوں کے سبب سے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے عذاب کو دور کر دیتا ہے۔

امام احمد، حکیم ترمذی اور امام ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شام میں چالیس ابدال ہیں، جب بھی ان میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسرے کو اس کا بدل بنا دیتا ہے، ان کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے اور دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے اور ان کے سبب سے اہلِ شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔ اور ابن عساکر کی روایت میں ہے: ان کے سبب سے روئے زمین سے بلاء اور غرق کیے جانے کو دور کیا جاتا ہے۔

امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تیس ابدال ہیں، انہی کے وسیلہ سے زمین قائم ہے، انہی کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے اور انہی کے وسیلہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۲۰، مکتبہ آیۃ اللہ العظمی، ایران)

نیز حافظ ابن کثیر شافعی دمشقی متوفی ۷۷۴ھ نے اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل آیت کو بھی ذکر کیا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (الحج: ۴۰)

اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور راہبوں کی عبادت گاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں گرا دی جاتیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا بہ کثرت ذکر کیا جاتا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے اس آیت کی تفسیر میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان احادیث کو بھی حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور درج ذیل حدیث بھی ذکر کی ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں ہمیشہ سات آدمی ایسے رہیں گے جن کی وجہ سے تمہاری مدد کی جائے گی، جن کی وجہ سے تم پر بارش ہوگی اور جن کے سبب سے تم کو رزق دیا جائے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آجائے گا۔ (تفسیر القرآن العظیم ج ۱ ص ۳۴۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ (آل عمران: ۱۹۳)

اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک منادی کو ایمان کی نداء کرتے ہوئے سنا کہ (اے لوگو!) تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ، سو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری خطاؤں کو مٹا دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں

Marfat.com

کے ساتھ کرO

صحیح البخاری:۱۳۳۹، صحیح مسلم:۲۳۷۲ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کو ابھی موت آجائے، اور اللہ تعالیٰ ان کو بیت المقدس سے اتنی دور کردے جتنی دور ایک پتھر پھینکنے سے جاتا ہے۔۔۔الحدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مبارک مقامات پر صالحین کی قبروں کے پاس میت کو دفن کرنا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۰، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ لکھتے ہیں:

حرمین طیبین، انبیاء علیہم السلام کے مزارات اور اولیاء اور شہداء کی قبروں کے پاس دفن کرنا تاکہ ان کے جوار سے برکتیں حاصل ہوں اور ان پر جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں ان کے بقیہ آثار ان پر نازل ہوں، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اقتداء کی وجہ سے مستحب ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا اس لیے کی تھی کہ ان کو ان انبیاء علیہم السلام کا قرب مقصود تھا جو بیت المقدس میں مدفون ہیں، قاضی عیاض مالکی کی بھی یہی تحقیق ہے۔(فتح الباری ج ۳ ص ۲۰۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے جوار میں دفن ہونا اس لیے پسند کیا تھا تاکہ آپ کو اس جگہ کی برکتیں حاصل ہوں اور جو صالحین وہاں مدفون ہیں ان کے قرب کی وجہ سے آپ کو فضیلت حاصل ہو، اس حدیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ مبارک جگہوں اور صالحین کی قبروں کے پاس دفن ہونے میں رغبت کرنی چاہیے۔(اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ زمین میں اللہ، اللہ نہ کہا جائے۔اور دوسری روایت میں ہے: قیامت اس وقت تک کسی شخص پر قائم نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اللہ، اللہ کہہ رہا ہوگا۔(صحیح مسلم:۱۴۸، سنن ترمذی:۲۲۰۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روئے زمین صرف اللہ اللہ کرنے والوں کی برکت سے قائم ہے اور جب زمین پر اللہ اللہ کرنے والے نہیں رہیں گے تو قیامت آجائے گی۔

نیز متعدد مستند کتب میں مذکور ہے: بعض صحابہ اور صلحاء کی قبروں پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے دعا قبول فرمالیتا ہے اور اگر بارش نہ ہوتی ہو اور ان کی قبروں کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کے نزول کی دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ بارش نازل فرما دیتا ہے۔چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی یہ کرامت مشہور ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ	اور رہی وہ دیوار تو وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا، تو

يَبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ (الکہف:۸۲) آپ کے رب نے یہ ارادہ کیا کہ وہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے اپنا خزانہ نکال لیں۔

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: وہ خزانہ سونے اور چاندی کا تھا۔

(سنن ترمذی: ۳۱۵۲، الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۸، ۲۳)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یعنی حضرت خضر نے کہا) ''اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا''۔

امام عبدالرحمن بن محمد ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ ان کا باپ لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کرتا تھا اور ان کو ادا کرتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے باپ کی نیکیوں کی برکت سے ان لڑکوں کے مال کی حفاظت کرائی، کیونکہ ان لڑکوں کی کوئی نیکی ذکر نہیں فرمائی۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ باپ کی نیکی کی برکت سے اس کے بیٹے اور بیٹے کے بیٹے کے ساتھ نیکی فرماتا ہے اور اس کی ذریت کی حفاظت فرماتا ہے اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ستر اور اس کی حفاظت میں رہتے ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث: ۱۲۸۸۳، ۱۲۸۸۲، جامع البیان، رقم: ۱۷۵۴۴)

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

جعفر بن محمد نے بیان کیا: ان لڑکوں کے درمیان اور اس نیک باپ کے درمیان سات آباء تھے، اور محمد بن المنکدر نے بیان کیا کہ اللہ عزوجل کسی ایک بندہ کی نیکی کی برکت سے اس کی اولاد، اس کی اولاد کی اولاد اور اس کے محلے والوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

(الوسیط ج ۳ ص ۱۶۳، معالم التنزیل، ج ۳ ص ۱۴۷، النکت والعیون ج ۳ ص ۳۳۶، زاد المسیر ج ۵ ص ۱۸۲، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۰۰، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۹۲، روح المعانی جز ۱۶ ص ۱۹۔۲۰)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

وہ مردِ صالح ان کی پشت کے اعتبار سے ساتویں باپ تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ دسویں باپ تھے، ان کے والد کا نام کاشح تھا، اور ان کی والدہ کا نام دُنیا تھا۔ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نیک شخص کی حفاظت بھی فرماتا ہے اور اس کی اولاد کی بھی حفاظت فرماتا ہے خواہ وہ اس سے نسبت میں بعید ہو، اور یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک آدمی کی اولاد کی سات پشتوں تک حفاظت فرماتا ہے اور اس پر قرآن مجید کی درج ذیل آیت دلالت کرتی ہے:

اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ (الاعراف:۱۹۶) (آپ کہیے:) بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے مجھ پر کتاب نازل کی اور وہ صالحین کا ولی ہے O

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۴۱۱، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ان ٹھوس دلائل اور مستند حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں اور متقین اور ابرار کو برکتیں عطا فرماتا ہے اور ان کی برکتوں سے بعد کے لوگوں کو فیض پہنچتا ہے، اس لیے اولیاء اللہ کی تعظیم اور تکریم کرنی چاہیے اور ان کے متعلق کسی ناگفتنی بات

Marfat.com

کہنے سے احتراز کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء کرام اور متقین اور ابرار کے دامن سے وابستہ رکھے اور ان کے فیضان کو ہم پر سایا فگن رکھے۔ شیخ ابن عثیمین چونکہ نجدی افکار اور نظریات کے حامل ہیں اس لیے جہاں ان کو موقع ملتا ہے وہ انبیاء علیہم السلام کے کمالات کی تنقیص کرتے ہیں اور اولیاء اللہ کے فیضان کی نفی کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بدعقیدگیوں سے محفوظ رکھے۔آمین۔

شیخ ابن عثیمین کا وارث کی میراث منقطع کرنے کو جائز قرار دینا اور مصنف کا اس پر مواخذہ

نیز شیخ ابن عثیمین اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص بہت زیادہ مال کا مالک ہو اور وہ بوڑھا ہو جائے اور اس کی اولاد کوئی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے وہ اپنی اولاد پر ناراض ہو اور اپنا تمام مال نیک کاموں میں خرچ کرنے کے لیے وقف کر دے تو آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

شیخ ابن عثیمین نے لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے اور اس نے جو مال نیک کاموں کے لیے وقف کیا ہے وہ نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ وصیت نہیں ہے، یہ وقف ہے۔ہاں اگر وہ نیک کاموں میں خرچ کرنے کی وصیت کرتا تو صرف تہائی مال میں اس کی وصیت جاری ہوتی۔

میں کہتا ہوں: شیخ ابن عثیمین کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے وارثوں کو وراثت سے عاق اور محروم کر دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے وارث کی میراث قطع کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت میں اس کی میراث کو قطع فرما دے گا۔(سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۳)

تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کا ممنوع ہونا

نیز شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں:

وصیت کرنے والے پر یہ حرام ہے کہ وہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو زیادہ وصیت کرنے سے منع فرما دیا حتیٰ کہ وہ تہائی تک پہنچے اور آپ نے فرمایا کہ تہائی بہت ہے۔

اور اگر کوئی شخص مرض الموت میں ہو اور وہ اپنی تمام مملوکات کو وقف کر دے تو اس کا یہ وقف نافذ نہیں ہوگا سوائے تہائی مال کے۔(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۔ بَابُ: تَعْلِيمِ الْفَرَائِضِ
وراثت کے احکام کی تعلیم دینا

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ تَعَلَّمُوا قَبْلَ الظَّانِّينَ يَعْنِي الَّذِينَ يَتَكَلَّمُونَ بِالظَّنِّ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: علم کو حاصل کرو اس سے پہلے کہ گمان کرنے والے ہو جاؤ، یعنی جو لوگ انکل پچو سے باتیں کرتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں تعلیم الفرائض کا بیان ہے۔

Marfat.com

اس باب پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس باب کے عنوان کو اس باب میں داخل کرنے کی کوئی صحیح وجہ نہیں ہے۔
اس اعتراض کو رد کر دیا گیا ہے کہ اس عنوان سے بالعموم علم کی تعلیم اور بالخصوص وراثت کے احکام کی تعلیم کی ترغیب دی گئی ہے۔
تعلیمِ فرائض کے متعلق ایک حدیث وارد ہے لیکن وہ حدیث چونکہ امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں تھی اس لیے امام بخاری نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اور وہ حدیث درج ذیل ہے:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فرائض کو سیکھو اور لوگوں کو فرائض سکھاؤ کیونکہ میں ایسا مرد ہوں جو فوت ہونے والا ہوں اور عنقریب علم کو اٹھا لیا جائے گا حتیٰ کہ دو آدمی فریضہ میں اختلاف کریں گے اور انہیں وہ شخص نہیں ملے گا جو ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ (سنن ترمذی: ۲۰۹۱)

میں کہتا ہوں: اس باب میں مزید احادیث ہیں جو درج ذیل ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الفرائض (احکامِ وراثت کا علم) کو سیکھو، اور لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ نصف علم ہے اور یہ وہ پہلی چیز ہے جس کو میری امت سے بھلا دیا جائے گا۔
(سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۹، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۳۲)
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کی تین قسمیں ہیں اور ان کے ماسوا فضول ہے: آیتِ محکمہ، یا سنتِ قائمہ، یا فریضہ عادلہ۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۸۵)
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرائض کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو اس کی تعلیم دو۔
(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۸۲)
امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: اس کی مثال جو قرآن پڑھتا ہو اور فرائض کو اچھی طرح نہ جانتا ہو ایسے ہے جیسے ٹوپی بغیر سر کے ہو۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم الفرائض کو سیکھو کیونکہ وہ تمہارے دین سے ہے۔ (سنن دارمی: ج ۴ ص ۱۸۸۵)

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: ”علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ تم گمان کرنے والوں میں سے ہو جاؤ“۔
حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے والی تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو چوالیس (۴۴) ہجری میں مصر کا والی بنایا تھا، پھر ان کو معزول کر کے حضرت مسلمہ بن مخلد کو مصر کا والی بنا دیا۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ کو مصر اور مغرب کا والی بنا دیا۔ ۶۲ ھ میں مدینہ میں ان کی وفات ہوگئی۔ دوسرا قول ہے کہ مصر میں ان کی وفات ہوئی۔ اور ابن یونس نے کہا کہ ان کی وفات اسکندریہ میں ہوئی۔ اور حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے مصر میں ایک حویلی بنائی تھی۔ حافظ ابوعمر بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ ھ نے کہا ہے کہ حضرت عقبہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی خلافت کے اخیر میں فوت ہو گئے تھے۔ علامہ الواقدی نے کہا ہے: وہ المقطم میں مدفون ہوئے۔ اور خلیفہ نے کہا ہے: وہ ۵۸ ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے: ”تم علم حاصل کرو“ اور مفعول کا ذکر نہیں کیا تا کہ ہر علم کو شامل ہو جائے اور اس میں فرائض کا علم بھی

Marfat.com

داخل ہو جائے۔اور یہ اس تعلیق کی اس باب کے ساتھ مناسبت ہے۔اور اس شرح سے توضیح کا کلام مردود ہو جاتا ہے، کیونکہ صاحب التوضیح نے کہا ہے: رہا حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کا کلام اور جو اس کے بعد حدیث ہے، ان دونوں میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: جس کو تھوڑی سی بھی سمجھ ہے اس کو ہماری شرح سے اس تعلیق اور باب کے درمیان مناسبت سمجھ آ جائے گی۔علاوہ ازیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عقبہ کی مراد یہ ہو کہ تم علم الفرائض کو سیکھو اور اس سے مراد ان کی یہ مخصوص علم ہے کیونکہ اس کے ساتھ بہت شدید اہتمام کیا جاتا ہے، کیونکہ جس حدیث کو ہم نے ابھی ذکر کیا ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ علم الفرائض یعنی احکام وراثت کا علم حاصل کرنا اور اس علم کو سکھانا اس پر بہت توجہ کی جاتی ہے اور ایسا کیوں نہیں ہوگا، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم الفرائض کو نصف علم قرار دیا ہے، کیونکہ امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم فرائض کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو یہ علم سکھاؤ، کیونکہ یہ نصف علم ہے اور یہ وہ پہلی چیز ہے جس کو میری امت سے بھلا دیا جائے گا۔اور امام حاکم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کی تین قسمیں ہیں اور اس کے ماسوا فضول ہے: آیت محکمہ، یا سنتِ قائمہ، یا فریضہ عادلہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قبل الظانین" اور اس کی تفسیر کی ہے یعنی ان لوگوں سے پہلے جو ظن سے کلام کرتے ہیں۔

علامہ کرمانی نے کہا: یعنی علم کے مٹنے سے پہلے اور علماء کے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے۔اور ان لوگوں کے ظاہر ہونے سے پہلے جنہیں کسی چیز کا علم نہیں ہوتا اور اپنے ظنونِ فاسدہ کے اعتبار سے کلام کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۵۸۔۳۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ظن اور اجتہاد کا فرق

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث میں ظن کی مذمت کی ہے اور یہی وہ ظن ہے جس کا تعلیقِ مذکور میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا ہے اور یہ وہ ظن نہیں ہے جو اصول کے مطابق اجتہاد پر مبنی ہو، کیونکہ جس ظن سے کتاب وسنت میں منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کسی شخص سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ اس کا جواب کتاب اللہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یا ائمہ دین کے اقوال کو جانے بغیر دے، لیکن جب وہ ان تین اصولوں کے مطابق جواب دے گا تو پھر وہ ظن کرنے والا نہیں ہے بلکہ وہ مجتہد ہے اور اجتہاد اصول کے مطابق جائز ہے۔(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے علامہ مہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ کی مذکور الصدر عبارت اس باب کی شرح میں من وعن نقل کی ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۴۵۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

اور علامہ ابن الملقن کی اس عبارت میں اس عبارت کا نام ونشان نہیں ہے جس کا علامہ عینی نے التوضیح کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا کلام اور اس باب کی حدیث کی باب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔(سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

۶۷۲۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بدگمانی سے اجتناب کرو، بے شک ظن (بدگمانی) سب سے جھوٹی بات ہے، آپس میں ایک دوسرے کی برائی کی تلاش میں نہ لگے رہو اور ایک دوسرے کے خفیہ معاملات کو معلوم نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرو، بلکہ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو۔

(صحیح البخاری: ۵۱۴۳، ۶۰۶۴، ۶۰۶۶، ۶۷۲۴، صحیح مسلم: ۲۵۶۳، سنن ترمذی: ۱۹۸۸، سنن ابوداؤد: ۴۹۱۷، مسند احمد: ۸۲۹۹، موطا امام مالک: ۱۶۸۴)

صحیح البخاری: ۶۷۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے "تعلیم الفرائض" یعنی میراث کے احکام کی تعلیم دینا اور اس حدیث میں بدگمانی سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ البتہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کا جو اثر ہے اس میں مذکور ہے "گمان کرنے سے پہلے علم حاصل کرو" سو اس اثر سے اس حدیث کی کچھ مناسبت ہے کیونکہ اس میں بدگمانی سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں وُہیب کا ذکر ہے، یہ وہب کی تصغیر ہے اور یہ ابن خالد البصری ہیں جو عبداللہ بن طاؤس سے روایت کرتے ہیں از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

یہ حدیث کتاب النکاح کے باب "لا یخطب علی خطبة اخیه" میں گذر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ایاکم والظن" یعنی تم بدگمانی سے اجتناب کرو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فان الظن اکذب الحدیث" یعنی ظن سب سے جھوٹی بات ہے۔

"اکذب" اسم تفضیل کا صیغہ ہے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ کذب زیادتی اور کمی کو قبول نہیں کرتا، پس اس سے اسم تفضیل کس طرح سے آ گیا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بدگمانی دوسری باتوں کی بہ نسبت اکثر جھوٹی بات پر مشتمل ہوتی ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ظن بات تو نہیں ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ظن بھی انسان کے دل میں بات ہوتی ہے۔ اور اس کا معنی

Marfat.com

یہ ہے کہ جس بات کا منشاء ظن ہو وہ دوسری باتوں کی بہ نسبت اکثر جھوٹ پر مشتمل ہوتی ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ظن کا منشاء اکثر جھوٹ ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا تجسسوا'' اس کا معنی ہے: دوسروں کے اندرونی معاملات کی چھان بین نہ کرو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا تحسسوا'' ایک قول یہ ہے کہ تجسس کا معنی ہے اندرونی معاملات کی چھان بین کرنا، اور ''تحسس'' کا معنی ہے کسی کی برائی کو تلاش کرنا۔ اور الجرمی نے کہا ہے کہ دونوں کا ایک معنی ہے اور دونوں کا معنی ہے: خبروں کی معرفت حاصل کرنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا تدابروا'' یعنی ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے کو نہ چھوڑو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۵۹۔ ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۲۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کا خلاصہ

اس حدیث میں علم کے حصول کی ترغیب دی ہے، خاص طور پر جب لوگوں کو علم حاصل نہیں ہوتا تو وہ اکثر اپنے گمان سے باتیں کرتے ہیں جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے، کیونکہ ایک آدمی ہم میں سے کوشش کرتا ہے تا کہ علم حاصل کرے اور ہمارے ذہنوں میں علوم راسخ ہو جائیں تا کہ گمان کرنے والوں کا دور نہ آئے، پھر امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی کہ تم بدگمانی کرنے سے بچو یعنی میں تم کو بدگمانی سے ڈراتا ہوں، کیونکہ بدگمانی انسان کے نفس کی بات ہے اور وہ جھوٹی بات ہوتی ہے۔

تحسس اور تجسس کا فرق

تجسس کا معنی ہے: بحث و تمحیص میں گہرائی میں جانا اور معمولی بحث کرنا تحسس ہے۔ یا کہا جاتا ہے کہ اخلاقِ حسیہ کی تفتیش کرنا تحسس ہے اور اخلاقِ معنویہ کی تفتیش کرنا تجسس ہے۔

پس تحسس کا معنی ہے: ظاہری چیزوں میں بحث کرنا جن کا حواس سے ادراک کیا جاتا ہے اور تجسس کا معنی ہے: باطنی چیزوں سے بحث کرنا جن کا حواسِ ظاہرہ سے ادراک نہیں کیا جاتا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''لا تحسسوا'' کا معنی ہے: لوگوں کے عیوب سے بحث نہ کرو اور ان کی اتباع نہ کرو۔

اللہ عزوجل حضرت یعقوب علیہ السلام کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (یوسف: ۸۷) اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو، اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

اور تحسس کا معنی ہے کہ حواسِ خمسہ کو کام میں لا کر کسی چیز کی خبر حاصل کرنا۔

ایک قول یہ ہے کہ تجسس کا معنی ہے: لوگوں کے عیوب سے بحث کرنا اور لوگوں کی باتیں سننا۔

Marfat.com

یہ یحییٰ بن ابی کثیر کا قول ہے جو سب سے کم عمر تابعی ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ تجسس کا معنی ہے: کسی کے باطنی امور سے بحث کرنا اور بالعموم اس کا شر میں استعمال ہوتا ہے۔ اور تحسس کا معنی ہے: جن چیزوں کا آنکھوں سے اور کان سے ادراک کیا جائے۔

تجسس کرنا ممنوع ہے لیکن کسی کو ہلاکت سے بچانے کے لیے یا کسی کو شر سے بچانے کے لیے تجسس کرنا جائز ہے، جیسے حکومت ملکی بقاء اور سلامتی کے لیے دشمنوں کا کھوج لگانے کے لیے جاسوس مقرر کرتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا تباغضوا'' یعنی تم ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا تدابروا'' یعنی لوگوں کے سامنے پیٹھ موڑ کر نہ بیٹھو۔ اور یہ ادب کے خلاف ہے کوئی آدمی کسی کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے۔ اور یا اس کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے دلوں میں دوسروں کی طرف پشت نہ کرو۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۹۔۵۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۲۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علم الفرائض کو نصف علم قرار دینے کی توجیہ

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرائض کے علم کو سیکھو کیونکہ یہ نصف علم ہے، فرائض کے علم سے مراد ہے احکامِ وراثت کا علم، اس کو نصف علم اس لیے فرمایا ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں، ایک زندگی کی حالت ہے اور ایک موت کی حالت ہے اور علم الفرائض کا تعلق موت کے احکام سے ہے، اس لیے اس کو نصف علم فرمایا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ احکام نصوص سے بھی حاصل ہوتے ہیں اور قیاس سے بھی، اور فرائض کا علم صرف نصوص سے حاصل ہوتا ہے اور اس میں قیاس کا دخل نہیں ہے، اس لیے اس کو نصف علم فرمایا۔

نیز اس حدیث میں ''ایاکم والظن'' فرمایا، یعنی بدگمانی کرنے سے اجتناب کرو، کیونکہ بدگمانی کسی دلیل کی بناء پر نہیں ہوتی بلکہ محض دل میں آئے ہوئے بے بنیاد خیالات کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ہم (گروہ انبیاء) وارث نہیں بنائے جاتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں ''لا نُوْرَثُ'' کا ذکر ہے، یہ مجہول کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے: ہم (گروہِ انبیاء) وارث نہیں بنائے جاتے، اور اگر یہ معلوم کا صیغہ ہو جیسے ''لا نُوْرِثُ'' اس کا معنی ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ تو اس کا بھی معنی صحیح ہے۔

اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بندوں کی طرف مبعوث فرمایا اور آپ نے جو اللہ تعالیٰ کے دین

کی تبلیغ کی ہے اور اس کے احکام کا اعلان کیا ہے تو آپ سے جنت کا وعدہ فرمایا اور آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اس دین کی تبلیغ پر کوئی اجر نہ لیں اور نہ دنیا کے ساز و سامان میں سے کوئی چیز لیں۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۞ (الفرقان:۵۷)
آپ کہیے کہ میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا مگر یہ کہ جو چاہے وہ اپنے رب کی طرف راستہ کو اختیار کرلے O

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ کی طرف دنیا کے ساز و سامان میں سے کوئی چیز منسوب نہ ہو، جو لوگوں کے نزدیک اجر اور قیمت کے معنی میں ہو۔ سو اس وجہ سے آپ کے لیے دنیا کے ساز و سامان میں سے کوئی چیز حلال نہیں، اور مرد کے پاس جو چیز پہنچتی ہے یا اس کے گھر والوں کے پاس جو چیز پہنچتی ہے وہ اس مرد تک پہنچ جاتی ہے، اسی لیے آپ کے گھر والوں پر میراث کو حرام کر دیا گیا ہے تا کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ آپ نے اپنے وارثوں کے لیے مال جمع کیا ہے، جیسا کہ آپ کے اوپر ان صدقات کو حرام فرما دیا جو آپ کے ہاتھوں سے دنیا والوں کو دیے جاتے ہیں تا کہ آپ کی طرف یہ منسوب نہ ہو کہ آپ نے دنیا سے کوئی چیز حاصل کی ہے اور تمام رسولوں کا یہی طریقہ ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر بیان ہو چکا ہے۔

اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، اور یہی اس حدیث کا معنی ہے کہ آل محمد کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء وارث نہیں بنائے جاتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ پس یہ حدیث تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق عام ہے۔ اور اس حدیث کے معارض یہ آیت نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ۔ (النمل:۱۶)
اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

کیونکہ اس آیت سے مال اور حکومت کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ نبوت اور علم اور حکمت کی وراثت مراد ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ۔ (مریم:۶)
جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔

یعنی حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی کہ مجھے ایسا بیٹا عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ اس آیت میں بھی وراثت سے مراد نبوت اور علم اور حکمت کی وراثت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۞ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۞ (مریم:۵-۶)
اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت داروں سے خطرہ ہے، اور میری اہلیہ بانجھ ہے، سو تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما O جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو، اور اے میرے رب! اس کو پسندیدہ بنا دے۔

Marfat.com

حضرت زکریاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایک بیٹا عطا فرمائے جو نبوت اور علم میں ان کا وارث ہو، کیونکہ ان کو اپنے بیٹے کی وجہ سے ایسے فضائل حاصل ہوں گے جو اپنے بیٹے کے علاوہ کسی اور سے وہ فضائل حاصل نہ ہوتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مرد کا اپنے بعد اپنے بیٹے کی دعا سے درجہ بلند کیا جاتا ہے۔

پس حضرت زکریاء علیہ السلام نے اس میں رغبت کی کہ ان کا بیٹا نبوت میں اور علم میں ان کا وارث ہو جو ان کی پشت سے باہر آئے، اس اعتبار سے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مجھے اپنے بعد اپنے قرابت داروں سے خطرہ ہے اور وہ قرابت دار ان کے چچا کے بیٹے تھے اور دیگر عصبات تھے کہ ان قرابت داروں کی طرف ان کا علم اور ان کی حکمت پہنچ جائے گی اور وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے بیٹے کی طرف ان کا علم اور ان کی حکمت پہنچے، سو انہوں نے اس کو اپنے دل میں رکھا۔

پس اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ حضرت زکریاء علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے بھی ڈرتے تھے اور لوگوں سے بھی ڈرتے تھے، اس کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے عذاب سے ڈرتے تھے اور اس کی گرفت سے ڈرتے تھے، اور لوگوں سے ان کی ملامت سے ڈرتے تھے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ وہ میرے قرابت دار دین کو ضائع کر دیں گے اور ان کے خلاف سازشیں کریں گے، سو انہوں نے اپنے لئے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسا وارث عطا فرمائے جو نبوت میں اور علم میں ان کا وارث ہوتا کہ ان کے بعد دین ضائع نہ ہو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے کہ "ہم (گروہ انبیاء) وارث نہیں بنائے جاتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے" وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت زکریاء علیہ السلام نے جو اپنے رب سے سوال کیا تھا اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے بیٹے کو نبوت کا وارث بنائے نہ کہ مال کا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ یہ کہتے کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ میرے وارث میرے چچا کے بیٹے ہوں گے اور دیگر عصبات ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مال کو مقدر نہیں کیا تھا۔ اور جس چیز نے ان کو اس دعاء پر برانگیختہ کیا، وہ یہ تھی کہ انہوں نے مشاہدہ کیا تھا کہ لوگوں نے دین کو تبدیل کر دیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کر دیا ہے اور یہ تمام معانی کتاب الخمس کی احادیث میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۶۷۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمَا حِينَئِذٍ يَطْلُبَانِ أَرْضَيْهِمَا مِنْ فَدَكَ وَسَهْمَهُمَا مِنْ خَيْبَرَ۔

(صحیح البخاری: ۳۰۹۳، ۴۰۳۵، صحیح مسلم: ۱۷۵۹، مسند احمد: ۵۵، ۵۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری، از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت العباس علیہما السلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کو طلب کرتے تھے اور وہ دونوں اس وقت فدک کی زمینوں کو اور خیبر میں جو ان کا حصہ تھا اس کو طلب کرتے تھے۔

Marfat.com

٦٧٢٦۔ فَقَالَ لَهُمَا أَبُو بَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللهِ لَا أَدَعُ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْنَعُهُ فِيهِ إِلَّا صَنَعْتُهُ قَالَ فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى مَاتَتْ۔

(صحیح البخاری: ٣٠٩٣، ٤٢٤٠، ٣٧١٢، ٤٠٣٦، ٤٢٤١، ٦٧٢٦)

پس ان دونوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہم وارث نہیں بنائے جاتے ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، آل محمد صرف اس مال سے کھائے گی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں کسی کام کو نہیں چھوڑوں گا جس کام کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا مگر میں اس کام کو کروں گا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور ان سے بات نہیں کی حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی۔

صحیح البخاری: ٦٧٢٦، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ہم وارث نہیں بنائے جاتے" اور اس باب کی حدیث میں بھی اسی طرح ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، یہ المسندی کے نام سے معروف ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ابن یوسف الیمانی ہیں جو یمن کے قاضی تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں اور وہ محمد بن مسلم الزہری سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ باب "فرض الخمس" میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من فَدَك" (ف اور دال دونوں پر زبر ہے) یہ مدینہ سے دو مرحلہ کے فاصلہ پر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل فدک سے اس پر صلح کی تھی کہ فدک کی آدھی زمین کی پیداوار ان کے لیے ہوگی اور وہ خالصاً آپ کی زمین تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مِن خیبر" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو جہاد کے ذریعہ لڑ کر فتح کیا تھا، اور خیبر کی آمدنی کا خمس آپ کے لیے تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آمدنی کو اپنے لیے جمع کر کے نہیں رکھتے تھے بلکہ اپنے اہل وعیال پر اور امت کی مصلحتوں اور ان کی بہتری پر خرچ کر دیتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من هذا المال" اس میں اس مال کی طرف اشارہ ہے جو خیبر کے خمس سے حاصل ہوگا۔ اور لفظِ "مِن" تبعیض کے لیے ہے، یعنی بعض مال وہ کھائیں گے جو ان کے خرچ کے اعتبار سے ہوگا۔

حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونے اور ان سے ترک کلام کرنے کے متعلق علامہ بدالدین عینی حنفی کی توجیہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "فهجرته فاطمة رضی الله عنها" یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ اور اس سے مراد وہ چھوڑنا نہیں ہے جس کی حدیث میں ممانعت ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو نہ چھوڑے جب وہ ایک دوسرے سے ملیں تو وہ ایک دوسرے سے منہ موڑ لیں اور ایک دوسرے سے بات نہ کریں اور یہ ثابت نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے ایک دوسرے سے اعراض کیا اور بات نہیں کی، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کے بعد چھ ماہ سے بھی کم مدت میں فوت ہوگئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ناراضگی اور ترکِ کلام کے متعلق علامہ ابن بطال مالکی کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات میں ان کی طبیعت پر بوجھ ہوتا تھا اس لیے انہوں نے ان سے ملنا جلنا ترک کر دیا تھا، اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس طرح چھوڑ دیا تھا جس طرح چھوڑنا حرام ہے، اور جو چھوڑنا حرام ہے وہ یہ ہے کہ جب ان کی باہمی ملاقات ہو تو وہ ایک دوسرے کو سلام نہ کریں اور کسی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ان کی باہم ملاقات ہوئی اور انہوں نے ایک دوسرے کو سلام نہیں کیا۔ اور شرعاً مذموم یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے عداوت رکھیں، دراصل حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام اس واقعہ کے بعد اپنے گھر میں ہی رہی تھیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملنے نہیں گئیں، اس سے راوی نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔

ابوحفص بن شاہین نے کتاب الخمس میں شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کہا: جب سے آپ مجھ پر ناراض ہوئی ہیں، میری زندگی میں کوئی خیر نہیں رہی، سو اگر اس معاملہ میں آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد ہے تو آپ اپنے قول میں صادقہ، مصدقہ اور مامونہ ہیں، شعبی نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس مجلس سے اس وقت تک نہیں اٹھے حتیٰ کہ حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام ان سے راضی ہوگئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے راضی ہوگئے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۲۔ ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ناراضگی اور ترکِ کلام کے متعلق علامہ ابن ملقن شافعی کی توجیہ

علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد انصاری الشافعی المعروف ابن ملقن التوفی ۸۰۴ھ، لکھتے ہیں:

علامہ ابن ملقن نے علامہ ابن بطال مالکی کی عبارت من وعن نقل کی ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے خلیفہ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

ترکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو بالکل تبدیل نہیں کیا بلکہ اسی طرح معاملہ جاری رکھا جس طرح اس ترکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں معاملہ کو جاری رکھا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۸ ص ۳۷۳، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ناراضگی اور ترکِ کلام کے متعلق علامہ کورانی حنفی کی توجیہ

علامہ احمد بن اسماعیل بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور جو چیز اس کو تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے''۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۰، صحیح مسلم: ۲۴۴۹)

اور ایک روایت میں آپ نے فرمایا: ''جس نے فاطمہ کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی''۔ (صحیح البخاری و مسلم حوالہ مذکورہ)

میں کہتا ہوں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ شرعاً ایذاء نہیں تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی صحیح مسئلہ کی طرف رہنمائی کی اور اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے مطالبہ پر ان کو فدک کی زمین اور خیبر کا خمس دے دیتے تو یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دو وجہ سے معصیت تھی:

الاول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت اور آپ کے صدقہ کو باطل کرنا۔

الثانی: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ علیہا السلام کو حرام مال دینے والے نہیں تھے۔

رہا حضرت فاطمہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دینا جب کہ یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی مومن دوسرے مومن کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کو اس طرح نہیں چھوڑا تھا اور وہ یہ ہے کہ دونوں کی ایک دوسرے سے ملاقات ہو اور وہ ایک دوسرے کو سلام نہ کریں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل پر بشری تقاضے سے ایک بوجھ تھا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ نہیں لیا گیا تو کس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر بوجھ ہوا اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کچھ مدت تک چھوڑے رکھا۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۶ ص ۸۸۔۸۹، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ناراضگی اور ترکِ کلام کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی توجیہ

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئیں حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حدیث مذکور سے استدلال کررہے تھے کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ اعتقاد تھا کہ اس حدیث کی وہ تاویل نہیں ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کی ہے اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ ''لانورث'' میں عموم مراد نہیں ہے بلکہ تخصیص ہے اور ان کا خیال یہ تھا کہ فدک کی زمین اور خیبر کے خمس کی وراثت ممتنع نہیں ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا ہے اور ان دونوں نے اس چیز میں اختلاف کیا جس میں تاویل کی گنجائش ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ناراضگی اور ترکِ کلام کے متعلق مصنف کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فدک اور خیبر کے خُمس میں سے وراثت کو طلب کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کو اس حدیث کا علم نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہم گروہِ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے'' اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس حدیث پر مطلع ہو گئیں تو پھر انہوں نے دوبارہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فدک کی وراثت کا مطالبہ نہیں کیا۔ رہا یہ کہ اس کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملنے جلنے کے محرکات اور دواعی نہیں تھے، پھر اس کے بعد کا وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی علالت میں گزرا۔ اور آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیسے رنجیدہ اور ناراض ہو سکتی تھیں جب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کر رہے تھے اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں فدک اور خیبر کی آمدنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر خرچ ہوتی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس آمدنی کو بعد میں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال پر خرچ کرتے رہے۔ اور انہوں نے فدک اور خیبر کے خُمس میں سے آمدنی کا کوئی حصہ اپنی ذات کے لیے نہیں رکھا بلکہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اس آمدنی کو جن مصارف پر خرچ کرتے تھے ان ہی مصارف پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی آمدنی کو خرچ کرتے تھے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مواقف کی تفصیل اور علماء شیعہ کے ایک اعتراض کا جواب

حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے فدک اور خیبر کے خُمس کی میراث کا جو مطالبہ کیا سو ان کا استدلال قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے تھا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ۔ (النساء:١١) اور اگر صرف ایک بیٹی ہو تو اس کا حصہ (کل ترکہ کا) نصف ہے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے تھا ''لانورث'' (ہم وارث نہیں بنائے جاتے)۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا منشاء یہ تھا کہ قرآن مجید کی آیت النساء:١١ کے عموم کی تخصیص اس حدیث سے ہو گئی ہے۔ شیعہ اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ النساء:١١ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہے اور حدیث ''لانورث'' خبرِ واحد ہے اور خبرِ واحد قرآن مجید کی قطعی آیت کے مزاحم نہیں ہو سکتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا خبرِ واحد ہونا ہمارے اعتبار سے ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ حدیث اسی طرح قطعی تھی جس طرح النساء:١١ قطعی ہے، کیونکہ جس زبان سے انہوں نے النساء:١١ کو سنا تھا اسی زبان سے انہوں نے ''لانورث'' کو سنا، سو ان کے نزدیک یہ دونوں قطعی ہیں اور حدیث ''لانورث'' میں النساء:١١ کے عموم کی تخصیص کر دی۔

اس کی وضاحت درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں، پس ان سے پوچھا: تمہارا وارث کون ہوگا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری اہلیہ اور میری اولاد۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پس کیا وجہ ہے کہ میں اپنے والد کی وارث نہ بنوں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "لانورث" (ہم وارث نہیں بنائے جاتے)،لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی پرورش کرتے تھے میں ان کی پرورش کرتا رہوں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر خرچ کرتے تھے میں ان پر خرچ کرتا رہوں گا۔

(سنن ترمذی:۱۶۰۸،مسند احمد ج۱ص ۱۳)

نیز امام ترمذی از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ علیہا السلام حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئیں اوران سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی میراث کا سوال کرتی تھیں،تو ان دونوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "انی لا اورث" (بے شک میں وارث نہیں بنایا جاتا)۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم دونوں سے کبھی کلام نہیں کروں گی، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں اور آپ ان دونوں سے بات نہیں کرتی تھیں۔

علی بن عیسیٰ نے کہا: حضرت فاطمہ نے جو کہا کہ میں تم دونوں سے بات نہیں کروں گی، اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ میں اس میراث کے معاملہ میں اب کبھی بھی تم دونوں سے بات نہیں کروں گی،تم دونوں سچے ہو۔اور یہ حدیث متعدد اسانید کے ساتھ از حضرت ابوبکر صدیق از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی گئی ہے۔(سنن ترمذی:۱۶۰۹)

حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میراث کے مطالبہ کے متعلق دیگر احادیث

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا سوال کرتی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال فئے عطا فرمایا تھا، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صدقات کو طلب کرتی تھیں جو مدینہ میں تھے اور فدک میں تھے اور جو خمس خیبر کا بقیہ تھا۔پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "لانورث" ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے اور آل محمد اس مال سے کھائے گی یعنی اللہ کے مال سے، اور ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کھانے پینے کے بعد کسی چیز کا اضافہ کریں، اور بے شک میں اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات میں سے کسی چیز کو تبدیل نہیں کروں گا،جس طرح وہ صدقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے اور میں ان صدقات میں وہی عمل کروں گا جو ان صدقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے۔پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہادت دی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک اے ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت کو جانتے ہیں، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قرابت اور اپنے حق کا ذکر کیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلام کیا اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے،ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے حسنِ سلوک کرنا میرے نزدیک اپنے قرابت داروں سے حسنِ سلوک کرنے کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہے۔(صحیح البخاری:۳۷۱۱،۳۷۱۲)

علماءِ شیعہ کے ایک اور اعتراض کا جواب

شیعہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث میں ہے:

امام بخاری از مسور بن مخرمہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے ان کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا"۔

(صحیح البخاری:۳۷۱۴،صحیح مسلم:۲۴۴۹،سنن ترمذی:۳۸۶۹،سنن ابوداؤد:۲۰۷۱،سنن ابن ماجہ:۱۹۹۸،مسند احمد:۱۸۴۴۷)

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب سے سیدہ فاطمہ علیہا السلام ناراض ہوئیں اور ان کو ناراض کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے مطالبہ پر فدک کی زمین اور خمس خیبر ان کو عطا نہیں کیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ناراض ہوئے۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس طرح کا اعتراض تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی ہوتا ہے کہ جب انہوں نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی حیات میں ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ناراض نہیں ہوئی تھیں بلکہ انہوں نے دوبارہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں کلام نہیں کیا۔ اور اگر بالفرض وہ ناراض ہوئی تھیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ کی بیماری کے ایام میں ان کی عیادت کی اور ان کو جا کر راضی کر لیا تھا، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں اس کی تصریح ہے:

امام بیہقی نے شعبی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام بیمار ہوگئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے آئے اور ان سے ملنے کی اجازت طلب کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام سے کہا: یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے ہیں اور آپ سے ملنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، حضرت سیدہ علیہا السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! پس حضرت سیدہ علیہا السلام نے ان کو اجازت دی، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور ان کو راضی کرنے لگے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے صرف اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے اور اے اہل بیت! آپ لوگوں کی رضا کے لیے اپنا گھر، مال اور خاندان کو چھوڑا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کو راضی کیا حتیٰ کہ وہ راضی ہوگئیں۔ (سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٠١، ملتان)

حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ میراث کے متعلق حرف آخر

میں کہتا ہوں: میں نے اس مسئلہ کے متعلق بہت ساری کتابوں کا مطالعہ کیا اور شروحات کو دیکھا اور احادیث کے حوالہ جات درج کیے، میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا احترام بھی قائم رکھنا چاہتا تھا اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جو عقیدت اور محبت ہے اس کو بھی قائم رکھنا چاہتا تھا، اور اس مسئلہ میں لوگوں نے جو افراط اور تفریط کی ہے اس سے بچنا چاہتا تھا، میں نے یہ جو کچھ لکھا ہے محض اللہ کی رضا کے لیے لکھا ہے، اگر یہ درست اور حق ہے تو اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میرے علم کی کمی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔ میں اپنے آپ کو عارف جامی کے اس شعر کا مصداق پاتا ہوں:

منم ادنیٰ ثناخوان محمد
غلامے از غلامان محمد

٦٧٢٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے خبر دی از یونس از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ

صَدَقَةٌ۔ بیان کرتی ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: ہم (گروہِ انبیاء) وارث نہیں بناتے، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۳۴، ۶۷۲۷، ۶۷۳۰، صحیح مسلم: ۱۷۵۹، سنن ابوداؤد: ۲۹۶۸، مسند احمد: ۱۰)

صحیح البخاری: ۶۷۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث مذکور کی دوسری سند ہے جس کو اسماعیل بن ابان نے روایت کیا ہے، وہ ابواسحاق الوراق الازدی الکوفی ہیں از عبداللہ بن المبارک المروزی از یونس بن یزید از محمد بن مسلم الزہری۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ذَكَرَ لِي مِنْ حَدِيثِهِ ذَلِكَ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ انْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ فَأَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ ثُمَّ قَالَ هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ عَبَّاسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَفْسَهُ فَقَالَ الرَّهْطُ قَدْ قَالَ ذَلِكَ فَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ذَلِكَ قَالَا قَدْ قَالَ ذَلِكَ قَالَ عُمَرُ فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ ﷺ فِي هَذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے مالک بن اوس بن الحدثان نے خبر دی اور محمد بن جبیر بن مطعم نے مجھ سے اپنی اس حدیث کا کچھ ذکر کیا، پس میں گیا حتیٰ کہ ان کے پاس پہنچا، سو میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں گیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربان یرفا آئے، سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربان یرفا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت الزبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کو داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، پس ان کو داخل ہونے کی اجازت دی، پھر دربان یرفا نے کہا: کیا آپ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو بھی داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! میرے اور اس (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے درمیان فیصلہ کیجئے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تم کو یہ علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ہم وارث نہیں بنائے جاتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، رسول اللہ

Marfat.com

قَدِيرٌ ۝ ﴾ فَكَانَتْ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَاللهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ لَقَدْ أَعْطَاكُمُوهَا وَبَثَّهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هَذَا الْمَالُ فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ مِنْ هَذَا الْمَالِ نَفَقَةَ سَنَتِهِ ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللهِ فَعَمِلَ بِذَاكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَيَاتَهُ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ قَالُوا نَعَمْ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ قَالَا نَعَمْ فَتَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ ﷺ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَبَضَهَا فَعَمِلَ بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ أَنَا وَلِيُّ وَلِيِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ أَعْمَلُ فِيهَا مَا عَمِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ ثُمَّ جِئْتُمَانِي وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ جِئْتَنِي تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ وَأَتَانِي هَذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا فَقُلْتُ إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ فَوَاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا فَادْفَعَاهَا إِلَيَّ فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهَا۔

ﷺ اس ارشاد سے اپنی ذات کا ارادہ کرتے تھے، تو اس جماعت نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف مڑے، پس کہا: کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا؟ ان دونوں نے کہا: بے شک آپ نے یہ فرمایا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو اس معاملہ کے متعلق حدیث بیان کرتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس مالِ فئے میں سے کسی حصہ کے ساتھ مخصوص کر لیا تھا، اور وہ حصہ آپ کے سوا کسی اور کو عطا نہیں فرمایا۔ پس اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

اور اللہ تعالیٰ نے جو اموال ان سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے حالانکہ تم نے ان کے حصول کے لیے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ، لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جن پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝ (الحشر: ۶)

پس یہ اموال خالصۃً رسول اللہ ﷺ کے لیے تھے، اور اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے یہ تمام اموال تمہیں چھوڑ کر صرف اپنے لیے جمع نہیں کئے اور نہ آپ ان اموال کے ساتھ مخصوص ہوئے، آپ نے تم کو بھی یہ مال عطا کئے اور یہ اموال تمہارے درمیان پھیلا دیئے اور تمہارے درمیان منتشر کر دیئے حتیٰ کہ ان اموال میں سے یہ مال باقی رہ گیا ہے (جس میں تم جھگڑ رہے ہو) پس نبی ﷺ اس مال میں سے اپنے اہل کو ایک سال کا خرچ دیا کرتے تھے، پھر باقی مال کو لیتے اور اس کو اس جگہ میں رکھتے جہاں اللہ کا مال رکھا جاتا ہے، پس رسول اللہ ﷺ اس پر اپنی پوری حیات میں عمل کرتے رہے، میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم کو اس بات کا علم ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ان دونوں سے کہا: میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم دونوں اس بات کو جانتے ہو؟ ان دونوں نے کہا: جی ہاں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو وفات

دے دی، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی اور آپ کا خلیفہ ہوں، انہوں نے ان اموال پر قبضہ کرلیا اور ان اموال میں وہی عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں عمل کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وفات دے دی، تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کا خلیفہ ہوں، میں نے دو سال تک اس مال پر قبضہ رکھا اور اس میں وہی عمل کرتا رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عمل کرتے تھے، پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور تم دونوں ایک بات پر متفق تھے اور تمہارا ایک معاملہ تھا، تم میرے پاس آئے اور اپنے بھتیجے کی میراث سے حصہ مجھ سے طلب کرتے تھے، اور یہ میرے پاس آئے، یہ مجھ سے اپنی بیوی کے اس حصہ کا مطالبہ کرتے تھے جو ان کو اپنے والد کی وراثت سے ملنا تھا، پس میں نے کہا: اگر تم دونوں چاہو تو میں یہ اموال تم دونوں کو اسی شرط کے مطابق دے دیتا ہوں (کہ تم ان اموال میں وہی عمل کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے) کیا تم اب مجھ سے اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ طلب کر رہے ہو؟ پس اللہ کی قسم! جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں، میں ان اموال میں اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کروں گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔ پس اگر تم ان اموال میں اس طرح عمل کرنے سے عاجز ہو تو یہ اموال مجھے واپس کردو، میں تمہارے بدلے ان اموال میں وہی عمل کروں گا۔

(صحیح البخاری: ۳۰۹۴، صحیح مسلم: ۱۷۵۷، سنن ابوداؤد: ۲۹۶۳، سنن ترمذی: ۱۶۱۰، مسند احمد: ۱۷۸۵)

صحیح البخاری: ۶۷۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہم وارث نہیں بنائے جاتے، ہم نے جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے" اور اس باب کی حدیث میں بھی اسی ارشاد کا ذکر ہے، اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بُکیر کا ذکر ہے اور یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بُکیر ہیں، بُکیر، بکر کی تصغیر ہے اور یہ مصری ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے لیث ، یہ لیث بن سعد المصری ہیں، یہ ازعقیل روایت کرتے ہیں اور وہ ابن خالد الایلی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ابنِ شہاب کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مالک بن اوس کا ذکر ہے، یہ ابن الحدثان ہیں۔

یہ حدیث باب فرض الخمس میں اس سے زیادہ طویل متن کے ساتھ گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کی امام بخاری نے از اسحاق بن محمد الفروی روایت کی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

مشکل الفاظ کے معانی اور بعض جملوں کی وضاحت

اس حدیث میں مذکور ہے''یرفأ'' (یاء پر زبر ہے اور راء ساکن ہے اور اس کے آخر میں ہمزہ ہے) یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربان کا نام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے'' دربان نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا''هل لك فی عثمان'' یعنی حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم، کیا آپ ان صحابہ کو آپ کے پاس آنے اور ملاقات کی اجازت دیتے ہیں اور ان سے ملاقات میں رغبت رکھتے ہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے''انشدکم اللہ'' یعنی میں اللہ کی قسم دے کر تم سے سوال کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''لانورث، یرید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جملہ سے اپنی ذات کا ارادہ کرتے تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام کا، اسی لیے آپ نے جمع کے صیغہ کے ساتھ فرمایا:''لانورث'' یعنی ہم گروہِ انبیاء وارث نہیں بنائے جاتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''قال الرهط'' اس سے صحابہ مذکورین کا ارادہ کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مالِ فئے کے حصہ کے ساتھ خاص کر لیا اور کسی اور کو اس میں سے نہیں دیا''۔ کیونکہ اس تمام مالِ فئے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص کر لیا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا تھا اور باقی انبیاء علیہم السلام کے لیے مالِ غنیمت کو حلال نہیں کیا گیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ما احتازها'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کو اپنے لیے جمع نہیں کیا سوائے تمہارے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ولا استاثر'' اور نہ اس مالِ فئے کے ساتھ آپ متفرد ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''لقد اعطاکموها'' بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو بھی عطا کیا اور تمہارے درمیان اس مال کو پھیلا دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مجعل مال اللہ'' یعنی آپ نے اس مال کو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کے منزلہ میں قرار دیا اور اس کو مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وکلمتکما واحدۃ'' یعنی تم دونوں ایک بات پر متفق ہو اور اس میں تمہارے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقلت: ان شئتما دفعتها الیکما بذالک'' یعنی پس میں نے کہا: اگر تم چاہو تو میں یہ اموال تمہارے سپرد کر دوں اسی طریقہ سے بایں طور کہ تم اس میں اس طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا تھا اور جس طرح ان اموال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا تھا تو میں یہ اموال تمہیں اس شرط پر دے دیتا ہوں، پس آج تم دونوں میرے پاس آئے ہو اور مجھ سے اس فیصلہ کے علاوہ کسی اور چیز کا سوال کر رہے ہو۔

اس سوال کا جواب کہ جب حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو اموالِ فئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بتائی ہوئی شرط کے مطابق دے دیئے گئے تو اب پھر وہ کس بات میں اختلاف کر رہے تھے اور کس چیز میں ان کا جھگڑا تھا؟

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ قضیہ مشکل ہے کیونکہ جب حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے اس مالِ فئے کو اس شرط کے مطابق لے لیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کی تھی تو پھر اب ان کا کس بات میں جھگڑا تھا؟

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں پر اس مالِ فئے میں ایک دوسرے کا شریک ہونا دشوار تھا، پس ان دونوں نے یہ طلب کیا کہ اس مالِ فئے کو ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے تاکہ ان میں سے ہر ایک ان اموال میں تدبیر اور تصرف کے اندر مستقل ہو، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا کہ اگر ان اموالِ فئے کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا تو پھر یہ وہم ہوگا کہ وہ دونوں اپنے اپنے حصہ کے مالک ہو گئے ہیں، کیونکہ تقسیم املاک میں ہوتی ہے اور جب کافی زمانہ گزر جائے گا تو ان کے متعلق یہ گمان کیا جائے گا کہ یہ دونوں اپنے اپنے حصہ کے مالک ہیں، حالانکہ یہ اموالِ فئے وقف تھے اور وقف کا کوئی مالک نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۶۲-۳۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۲۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمَئُونَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از ابوالزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ورثاء دینار کو تقسیم نہ کریں، میں نے اپنی ازواج کے خرچ کے بعد اور عاملین کی مشقت کے اجر کے بعد جو بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۷۷۶، ۳۰۹۶، ۶۷۲۹، صحیح مسلم: ۱۷۶۰، سنن ابوداؤد: ۲۹۷۴، مسند احمد: ۷۲۶۱، موطا امام مالک: ۱۸۷۱)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۷۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں بھی یہی ذکر ہے کہ میرے ورثاء دینار کو تقسیم نہ کریں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ اسماعیل بن ابی اویس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند مین مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبدالرحمن بن ہرمز ہیں۔

یہ حدیث کتاب الخمس اور کتاب الوصایا میں از عبداللہ بن یوسف از مالک گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

حضرت خزاعی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے "میرے ورثاء دینار کو تقسیم نہ کریں"۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ کتاب الوصایا میں حضرت عمرو بن الحارث الخزاعی کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی دینار چھوڑا تھا اور نہ کوئی درہم چھوڑا تھا، سو جب آپ نے کوئی درہم اور دینار چھوڑا ہی نہیں تو اس کی تقسیم سے ممانعت کی کیا توجیہ ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے جو درہم اور دینار چھوڑے تھے آپ نے ان کی تقسیم سے منع فرمایا اور حضرت خزاعی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ورثاء میں تقسیم کے لیے دینار اور درہم کو نہیں چھوڑا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر درہم اور دینار چھوڑے ہوں تو ان کو میرے ورثاء بطور وراثت کے آپس میں تقسیم نہ کریں۔

ازواجِ مطہرات کے خرچ کی توجیہ اور عاملین کی اجرت کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے "میں نے اپنی ازواج کے خرچ کے بعد اور عاملین کی مشقت کے بعد جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے"۔

آپ کی مراد یہ تھی کہ ان اموالِ فئے سے میری ازواج کا خرچ نکالا جائے گا کیونکہ آپ کی ازواج آپ کے نکاح میں محبوس ہیں اور دوسرے لوگوں سے ان کا نکاح حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۵۳)	اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو، بے شک اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے ۝

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں حیات کی دلیل

میں کہتا ہوں کہ اگر بفرض محال آپ کی وفات کے بعد کوئی امتی آپ کی ازواج میں سے کسی ایک سے نکاح کرتا تو اس سے آپ کو ایذاء پہنچتی یعنی آپ کو رنج ہوتا، اور ایذاء اور رنج ہونا اس بات کی فرع ہے کہ آپ قبر مبارک میں حیات ہوں، کیونکہ زندہ کو ہی رنج ہوتا ہے اور اسی کو ایذاء پہنچتی ہے، سو اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبرِ انور میں آپ کی حیات کی بھی دلیل ہے اور آپ کی اس خصوصیت کا بھی بیان ہے کہ آپ کی حیات، حیاتِ شہداء سے افضل ہے کیونکہ شہداء کی شہادت کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرنا جائز ہے حالانکہ وہ بھی زندہ ہوتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات، حیاتِ شہداء سے قوی تر ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ومؤنة عاملی" یعنی میرے عاملین کی مشقت کی اجرت اس مالِ فئے سے ادا کی جائے گی۔

ایک قول یہ ہے کہ عاملین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان صدقات کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال پر قائم ہوں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر مسلمان عامل ہے خواہ وہ خلیفہ ہو یا کوئی اور ہو، کیونکہ خلیفہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عامل ہے اور آپ کی طرف سے آپ کی امت کے معاملات کا انتظام کرنے کا نائب ہے۔ تیسرا قول ہے کہ عامل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہے۔ چوتھا قول ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کو کھودنے والا ہے۔ پانچواں قول ہے کہ اس سے مراد مزدور ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ازواجِ مطہرات کو خرچ کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا اور عامل کو اس کی مشقت کی اجرت کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا اور کیا ان میں فرق ہے؟

اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ازواج کا خرچ عاملین کی اجرت سے کم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا خرچ ادا کرنا ضروری تھا، اور عامل اجیر اور مزدور کی صورت میں ہے، تو اس کے لیے اتنی مقدار کافی ہے جو اس کی ضروریات کے لیے کافی ہو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فھو صدقة" یعنی یہ مالِ فئے آپ کی آل کے لیے حلال نہیں ہے۔

حدیثِ مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقف کرنا جائز ہے۔ اور یہ کہ وفات کے بعد بھی وقف کا حکم جاری ہوتا ہے جیسا کہ حیات میں جاری ہوتا ہے، پس جس چیز کو وقف کیا گیا اس کو فروخت نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کا کوئی مالک ہوگا جیسا کہ شارع علیہ السلام نے اموالِ فئے کے متعلق حکم دیا ہے کہ اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، لیکن جن امور کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے ان امور میں ان اموالِ فئے میں سے خرچ کیا جائے گا اور باقی آمدنی مسلمانوں کی مصلحتوں کے لیے وقف رہے گی۔

علامہ عینی حنفی کا علامہ ابن الملقن شافعی پر مواخذہ

یہاں پر صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن الملقن شافعی نے بے ادبی کی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے: "اس حدیثِ مذکور سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا"۔

علامہ ابن ملقن شافعی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں وقف کے جواز کی دلیل ہے اور اس سے امام

ابوحنیفہ کے اس قول کا فساد ظاہر ہو گیا کہ انہوں نے کہا ہے کہ وقف کرنا باطل ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۲۶۴، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی علامہ ابن ملقن شافعی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا قول فاسد نہیں ہے، بلکہ فساد اس شخص کے قول میں ہے جس کو حقائق امور کا ادراک نہیں ہے، پس امام ابوحنیفہ جو وقف کو باطل قرار دیتے ہیں تو وہ اپنی رائے میں منفرد نہیں ہیں اور یہ شریح ہیں جنہوں نے کہا کہ محمد وقف کی بیع کے لیے آئے اور یہ کہ اس میں ملکیت باقی ہے اور اس لیے کہ وقف کی آمدنی کو صدقہ کیا جاتا ہے یا اس میں منفعتِ معدومہ ہے اور وہ وصیت کے سوا اور کسی میں جائز نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۳ ص ۳۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۳۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ مِيرَاثَهُنَّ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو نبی ﷺ کی ازواج نے ارادہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں تا کہ ان سے اپنی وراثت کا سوال کریں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم وارث نہیں بنائے جاتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۳۴، ۶۷۲۷، ۶۷۳۰، صحیح مسلم: ۱۷۵۹، سنن ابوداؤد: ۲۹۶۸، مسند احمد: ۱۰)

صحیح البخاری: ۶۷۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب المغازی میں از یحییٰ بن یحییٰ روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے کتاب الخراج میں از القعنبی روایت کی ہے، اور امام نسائی نے اس کی کتاب الفرائض میں از قتیبہ روایت کی ہے اور تینوں نے اس حدیث کی روایت امام مالک سے کی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۳ ص ۳۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۳۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کا کسی کو وارث نہ بنانے کی حکمت

اس کی حکمت بالکل ظاہر ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اگر اپنے ترکہ کا کسی کو وارث بناتے تو لوگ یہ بدگمانی کرتے کہ انبیاء علیہم السلام نے

Marfat.com

نبوت کا دعویٰ اسی لیے کیا تھا تا کہ مال حاصل کریں حتیٰ کہ وہ مال ان کے بعد ان کے وارثوں کے پاس چلا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو وارث بنانے سے منع فرما دیا اور انبیاء علیہم السلام کے ترکہ کو صدقہ قرار دیا۔

رافضہ کی اس حدیث میں باطل تاویل اور اس کے بطلان کی توجیہ

رافضہ نے اس حدیث میں تحریف کی ہے اور انہوں نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے: ہم اس مال کا وارث نہیں بناتے جس کو ہم نے بطور صدقہ چھوڑا ہے، بلکہ ہم نے جس مال کو بطور صدقہ چھوڑا ہے اس کا صدقہ کیا جائے گا۔

اگر رافضہ کی یہ تاویل صحیح ہوتی تو پھر انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت کیسے ثابت ہوتی، کیونکہ ہر انسان جس صدقہ کو چھوڑتا ہے اس میں وراثت نہیں ہوتی، اس کا صدقہ کیا جاتا ہے جب کہ وہ صدقہ اس کے تہائی مال سے کیا جائے۔ اور اگر ایسا ہو تو انبیاء علیہم السلام اور عام لوگوں کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا۔

پھر یہ تحریف حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے موقف کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی فہم ان جاہل رافضیوں کی فہم سے زیادہ صحیح تھی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فدک کی میراث کے مطالبہ کی توجیہ

بہر حال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس باب میں جو جاری ہوا وہ ان کا اجتہاد تھا اور ہم اللہ عزوجل سے یہ امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے گا، کیونکہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس وجہ سے ترک تعلق کر لیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ترک تعلق کے اہل نہیں تھے کیونکہ وہ ان کے والد کے خلیفہ تھے لیکن یہ اجتہاد کے باب سے ہے، اگر سیدہ رضی اللہ عنہا کا اجتہاد صحیح ہوتا تو ان کو اس میں دو اجر ملتے اور اگر خطاء ہے تب بھی انہیں ایک اجر بہر حال ملے گا، اور ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتوں اور مخلوق کو گواہ کر کے کہتے ہیں کہ اس باب میں صحت اور ثواب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور ان کے باقی اصحاب کے ساتھ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کا بیان

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الفرائض میں روایت کیا ہے تا کہ یہ بیان کیا جائے کہ آیات فرائض عام ہیں اور ہر شخص جو ترکہ چھوڑے وہ اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے ماسوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے، کیونکہ آپ اپنے ترکہ کا کسی کو وارث نہیں بناتے جیسے باقی لوگوں کو وارث بنایا جاتا ہے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے حکم کو سنت کے ساتھ خاص کر لیا گیا ہے اور کتاب کو سنت کے ساتھ خاص کرنا بہت عام ہے یعنی کوئی غریب اور اجنبی بات نہیں ہے کہ بعض معاملات میں نصوص قرآن مجید میں عام ہوتی ہیں، پھر سنت میں ان کو خاص کر لیا جاتا ہے۔ پھر امام بخاری نے عروہ کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

”سلام اللہ علیہ“ پر ”رضی اللہ عنہ“ کی فضیلت اور اس پر شیخ ابن عثیمین کے دلائل

اس حدیث میں علیہا السلام لکھا ہوا ہے اور شاید کہ یہ بعد کے لکھنے والوں نے لکھا ہے اور امام بخاری نے نہیں لکھا کیونکہ ان کے ساتھ رضی اللہ عنہا لکھنا یہ علیہا السلام کے لکھنے سے افضل ہے، کیونکہ رضا کے لفظ میں سلام کی بھی دعا ہے اور اضافہ بھی ہے اور سلام میں فقط

Marfat.com

مکروہ کی نفی ہے یعنی اللہ آپ کو مکروہ کاموں سے اور مصائب سے محفوظ رکھے بخلاف رضا کے کیونکہ یہ اس امر کو ثابت کرتا ہے جو لفظ سلام پر زائد ہے۔

''سلام اللہ علیہ'' پر ''رضی اللہ عنہ'' کی فضیلت پر مصنف کے دلائل

میں کہتا ہوں کہ رضی اللہ عنہ میں، سلام اللہ علیہ سے زیادہ فضیلت ہے، کیونکہ سلام تو تمام مومنین کو عام ہے زندوں کو بھی اور وفات یافتگان کو بھی، کیونکہ زندہ کو کہا جاتا ہے السلام علیکم اور فوت شدہ لوگوں کو کہا جاتا ہے السلام علیکم یا اھل القبور، یا سلام علیکم یا دار قوم مومنین، اس کے برخلاف رضی اللہ عنہ ہر عام شخص کے متعلق نہیں کہا جاتا، بلکہ اسی کے متعلق کہا جاتا ہے جو کامل متقی ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۝ (البینۃ:۸)

اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہ (جزاء) اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا رہا O

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ۔ (التوبہ:۱۰۰)

اور مہاجرین اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جن مسلمانوں نے نیکی میں ان کی اتباع کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

اس آیت سے بھی واضح ہو گیا کہ رضی اللہ عنہم انہی کے لیے کہا گیا ہے جو مہاجرین اور انصار میں سے سابقین تھے اور بعد کے لوگوں میں سے جو ان کی اتباع بالاحسان کرنے والے تھے، یعنی ہر ایک کے لیے یہ دعائیہ کلمہ نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کے حصص

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں اور عباس رضی اللہ عنہ چچا ہیں، پس بیٹی کو نصف حصہ ملتا ہے اور ازواج کو اگر وہ وارث ہوں تو آٹھواں حصہ ملتا ہے اور باقی ترکہ عصبات کو ملتا ہے، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے زیادہ قریب تھے اور وہ وراثت کے زیادہ لائق تھے اگر وراثت ہوتی۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل سے محبت کا یہ تقاضا نہیں تھا کہ حضرت ابوبکر، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبہ پر اموالِ فدک سے ان کا حصہ عطا کر دیتے؟

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آل محمد اس مال سے کھائے گی (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں کسی ایسے کام کو نہیں چھوڑوں گا جس کام کو کرتے ہوئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا مگر میں وہ کام کروں گا)۔

پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شہادت دی کہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس شہادت میں صادق تھے بایں طور کہ انبیاء علیہم السلام وارث نہیں بنائے جاتے اور جو کچھ انہوں نے چھوڑا وہ صدقہ ہے، پھر انہوں نے قسم کھائی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو بالکل ترک نہیں کریں گے نہ اس سے تجاوز کریں گے۔

Marfat.com

اور ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کی اپنی قرابت سے زیادہ محبوب تھی جیسا کہ خود انہوں نے حدیث میں اس کی تصریح کی ہے۔

سوال: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی محبت کا یہ تقاضا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی مخالفت کریں؟۔

جواب: نہیں! بلکہ انسان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی زیادہ محبت ہوگی اور آپ کی آل سے جتنی زیادہ محبت ہوگی تو وہ ان کے طریقہ پر عمل کرے گا اور ان کی محبت میں غلو کرنے سے بری ہوگا جیسا کہ صحابی بری ہوتے تھے اور جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو دین میں غلو کرنے سے ڈراتے تھے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۵۲۔ ۵۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۴۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: جس نے مال چھوڑا سو وہ اس کے گھر والوں کے لیے ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی شرح کی جائے گی جس میں آپ کا یہ ارشاد ہے: "جس نے مال چھوڑا سو وہ اس کے گھر والوں کے لیے ہے"۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۶۴)

۶۷۳۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً فَعَلَيْنَا قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مومنین کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہوں، پس جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر قرضہ تھا اور اس نے اس کی ادائیگی کے لیے مال نہیں چھوڑا تو ہم پر لازم ہے کہ اس کے قرض کو ادا کریں۔ اور جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے مال چھوڑا سو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۹۸، ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ۴۷۸۱، ۵۳۷۱، ۶۷۳۱، ۶۷۴۵، ۶۷۶۳، صحیح مسلم: ۱۶۱۹، سنن ترمذی: ۱۰۷۰، سنن نسائی: ۱۹۶۳، سنن ابن ماجہ: ۲۴۱۵، مسند احمد: ۹۵۳۸)

صحیح البخاری: ۶۷۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جس نے مال چھوڑا وہ اس کے اہل کے لیے ہے" اور ورثاء بھی اس کے اہل میں سے ہیں، اس لحاظ سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ المروزی کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔

نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، یہ یونس بن یزید ہیں جو محمد بن مسلم بن شہاب الزہری سے روایت کرتے ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں اور یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے بھی کتاب الفرائض میں از زہیر بن حرب وغیرہ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "میں مومنین کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہوں"۔ امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو اختصار سے روایت کیا ہے اور کتاب الکفالہ میں اس حدیث کو تفصیل سے روایت کیا ہے، اس کی عبارت اس طرح سے ہے:

بابِ مذکور کی حدیث کی تفصیل

از ابن شہاب روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک فوت شدہ مرد لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ فرماتے: کیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے؟ اگر کہا جاتا: جی ہاں تو آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھاتے ورنہ آپ فرماتے: تم خود اپنے صاحب کی نمازِ جنازہ پڑھ لو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہ کثرت فتوحات عطا فرمائیں تو آپ نے فرمایا: میں مومنین کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہوں، سو جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر قرض ہو اور اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے مال نہیں چھوڑا تو ہم پر اس کے قرض کو ادا کرنا لازم ہے اور جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدۂ مذکورہ قیصر وکسریٰ کی فتوحات پر موقوف تھا

علامہ المہلب نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: یہ وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا تھا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کسریٰ اور قیصر کے ملک کی فتوحات عطا فرمائی تھیں۔ اور یہ ضمانت نہیں ہے، کیونکہ آپ اس وقت تک مقروض کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے حتیٰ کہ کوئی اور شخص اس کے قرض کی ادائیگی کا ضامن ہو جائے۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے: یہ حدیث اس حکم کی ناسخ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر قرض ہو تو اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افرادِ امت کی مصلحتوں کے ولی ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا نہ ہوں

اس حدیث میں مذکور ہے "پس ہم پر اس کے قرض کو ادا کرنا لازم ہے" یعنی ہم پر اس کی ضمانت لازم ہے۔

Marfat.com

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: جو فوت شدہ مرد تنگ دست ہو اس کے قرض کو ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالص مال سے اس قرض کو ادا فرماتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ بیت المال سے اس کے قرض کو ادا کرتے تھے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی مصلحتوں کو قائم کرتے تھے خواہ امت کے افراد زندہ ہوں یا فوت ہو چکے ہوں۔ اور دونوں حالوں میں آپ امت کے ولی تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اور جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے" اور اس پر اجماع ہے۔

اور اسی طرح صحیح مسلم کی روایت میں مذکور ہے، عبدالرحمن بن عمرہ نے کہا: وہ مرنے والے کے وارثوں کے لیے ہے خواہ وہ عصبہ ہوں یا جو بھی ہوں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: عصبات سے مراد یہاں پر ورثاء ہیں اور یہاں عصبات سے مراد وہ نہیں ہے جو ذوی الفروض کے مقابلہ میں ہوتا ہے جو اگر اکیلا ہو تو پورا مال لے لیتا ہے ورنہ اصحاب الفروض کو دینے کے بعد جو باقی بچے وہ اس کو لے لیتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ عصبات سے مراد یہاں پر مرد کے قرابت دار ہیں اور یہ وہ ہیں جو میت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۳۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مال کی تعریف

اس حدیث میں مذکور ہے "جس نے مال کو ترک کیا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے"۔

علماء کے نزدیک مال کی تعریف یہ ہے: ہر وہ عین جس سے نفع کا حصول بلا ضرورت مباح ہو وہ مال ہے۔ پس جس کا نفع مباح نہ ہو وہ مال نہیں ہے اور جو مباح النفع تو ہو لیکن اس کی ضرورت ہو تو وہ بھی مال نہیں ہے، مال کے لیے ضروری ہے کہ وہ بغیر ضرورت کے مباح النفع ہو۔

اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ جس نے ایسی چیز کو چھوڑا جو مال نہیں ہے تو وہ اس کے وارثوں کے لیے نہیں ہوگی، اور یہ اس پر محمول ہے کہ اس کے وارث اس کے مالک نہیں ہوں گے لیکن بطور استحقاق وہ اس کو بغیر کسی شک وشبہ کے لے سکتے ہیں مثلاً میت نے شکاری کتا چھوڑا تو شکاری کتا مال نہیں ہے کیونکہ اس کو فروخت نہیں کیا جاتا لیکن جس کے قبضہ میں یہ شکاری کتا ہے تو وہ دوسروں کی بہ نسبت اس کا زیادہ حق دار ہے، پس وارث اس کتے کے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوں گے، اور اگر وہ اس سے مستغنی ہوں تو اس کو چھوڑ دیں۔

اس دور میں تنگدست مسلمان میت کے قرض کی ادائیگی کی صورت

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اگر کسی شخص نے قرض چھوڑا تو اس کو میں ادا کروں گا"۔

Marfat.com

اب سوال یہ ہے کہ آج کل اگر کسی میت نے قرض چھوڑا اور اس کے ترکہ میں اتنا مال نہیں ہے جس سے اس قرض کو ادا کیا جائے، تو وہ قرض کیسے ادا کیا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ قرض بیت المال سے ادا کیا جائے گا، پس جو والی اور حکام ہیں ان پر لازم ہے کہ جو تنگدست مسلمان فوت ہو جائے اس کا قرض ادا کریں جس طرح ان پر لازم ہے کہ اس کے اوپر خرچ کریں یعنی اس کی تجہیز و تکفین کریں، لیکن عام مصالح، خاص مصالح پر مقدم ہوتے ہیں، پس اگر ہم یہ فرض کریں کہ حکومت کے پاس مال ہے لیکن عام لوگوں کی مصلحتیں اس مال کو محیط ہیں تو عام لوگوں کی مصلحتوں پر وہ مال خرچ کیا جائے گا کیونکہ قرض کا ادا کرنا ایک مصلحتِ خاصہ ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۵۸، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۵۔ بَابُ: مِيرَاثِ الْوَلَدِ مِنْ أَبِيهِ وَأُمِّهِ

باپ اور ماں کی طرف سے اولاد کی وراثت

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: إِذَا تَرَكَ رَجُلٌ أَوْ امْرَأَةٌ بِنْتًا فَلَهَا النِّصْفُ، وَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ فَلَهُنَّ الثُّلُثَانِ، وَإِنْ كَانَ مَعَهُنَّ ذَكَرٌ بُدِئَ بِمَنْ شَرِكَهُمْ فَيُؤْتَى فَرِيضَتَهُ فَمَا بَقِيَ فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کسی مرد یا کسی عورت نے ایک بیٹی کو چھوڑا تو اس بیٹی کو کل ترکہ کا نصف ملے گا، اور اگر اس نے دو بیٹیوں یا دو سے زیادہ کو چھوڑا تو ان کو دو ثلث یعنی دو تہائی ملیں گے، اور اگر ان بیٹیوں کے ساتھ مذکر ہو تو پہلے جو ان کے ساتھ ذوی الفروض شریک ہے اس کا حصہ ادا کیا جائے گا، پھر جو باقی ترکہ بچے گا وہ مذکر کو دو حصے اور مونث کو ایک حصہ دیا جائے گا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں وَلَد کا ذکر ہے اور یہ مونث اور مذکر دونوں کو شامل ہے اور اولاد در اولاد کو بھی شامل ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ تعلیق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، ان کا نام حضرت زید بن ثابت بن ضحاک الانصاری النجاری المدنی ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کے کاتب تھے اور فضلاءِ صحابہ میں سے تھے اور اصحابِ فتویٰ میں سے تھے۔ ۴۵ھ میں ان کی مدینہ میں وفات ہو گئی۔

حافظ ابوعمر بن عبدالبر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے: امام مالک، امام شافعی، اہلِ حجاز اور ان کے موافقین نے فرائض (وراثت) میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کو بنیاد قرار دیا ہے اور اہلِ عراق اور ان کے موافقین نے فرائض (وراثت) میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قول کو بنیاد قرار دیا ہے، اور یہ دونوں فریق اپنے صاحب کی بہت نادر اور کم چیزوں میں اختلاف کرتے ہیں۔

یہ تعلیق جو ذکر کی گئی ہے امام سعید بن منصور نے اس کو سندِ موصول کے ساتھ از عبدالرحمن بن ابی الزناد از والد خود از خارجہ بن

Marfat.com

زید بن ثابت از والد خود روایت کیا ہے اور اسی تعلیق کی مثل ذکر کی ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ اگر کسی مرد یا کسی عورت نے ایک بیٹی کو چھوڑا تو اس کو ترکہ کا نصف ملے گا'' ۔ یہ ایک جماعت کا قول ہے سوا ان کے جو رد کے قائل ہیں۔ اسی طرح دو بیٹیوں یا ان سے زیادہ میں ترکہ کے دو تہائی ملیں گے سوا ان کے کہ جو رد کے قائل ہوں۔ اور سوا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ دو بیٹیوں کو بھی ترکہ کا نصف دیا جائے گا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''اگر بیٹیوں کے ساتھ مذکر ہو تو اس سے ابتداء کی جائے گی جو ان کے ساتھ شریک ہے اور اس کا فریضہ اس کو دے دیا جائے گا اور جو باقی بچے گا وہ مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ ملے گا'' ۔ یعنی اگر بیٹیوں کے ساتھ ان کا بھائی ہو اور ان کے ساتھ ان کے علاوہ بھی کوئی ہو تو جس کا فرض مقرر ہے مثلاً ماں تو اس کو اس کا فرض دے دیا جائے گا اور جو باقی ترکہ بچے گا وہ بیٹیوں میں اور بیٹوں میں تقسیم کر دیا جائے گا بیٹوں کو دگنا ملے گا اور بیٹیوں کو ایک حصہ ملے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۳۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: فرائض ذوی الفروض کے ساتھ ملاؤ، پھر جو باقی بچے تو جو مرد مذکر ہو اور زیادہ قریب ہو اس کو دے دیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۳۵، ۶۷۳۷، ۶۷۴۶، صحیح مسلم: ۱۶۱۵، سنن ترمذی: ۲۰۹۸، سنن ابوداؤد: ۲۸۹۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۴۰، مسند احمد: ۲۶۵۲)

صحیح البخاری: ۶۷۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں اولاد کی وراثت کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بیٹے کی وراثت کا ذکر ہے کیونکہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو وارث قریب ہو اور مذکر ہو اس کو دیا جائے گا، مثلاً اگر ورثاء میں ماں ہے اور ایک بیٹا ہے تو ماں کا حصہ کل ترکہ کا چھٹا حصہ ہے اور اس کو چھٹا حصہ دینے کے بعد باقی ترکہ بیٹے کو دے دیا جائے گا مثلاً کل ترکہ کے چھ حصے کیے جائیں گے، ایک حصہ ماں کو دے دیا جائے گا اور بقیہ پانچ حصے بیٹے کو دے دیے جائیں گے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں وہیب کا ذکر ہے، یہ ابن خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن طاؤس کا ذکر ہے، یہ عبد اللہ بن طاؤس ہیں جو اپنے والد طاؤس سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فرائض کو ان کے اہل کے ساتھ ملادو'' فرائض سے مراد ہے وہ حصے جو کتاب اللہ میں مقرر ہیں اور وہ نصف ہے، ربع (چوتھائی) ہے، ثمن (آٹھواں حصہ) ہے، ثلثان (دو تہائی) ہے، ثلث (ایک تہائی) ہے اور سدس (چھٹا حصہ) ہے۔ اور ان کے اصحاب وہ ہیں جو کتب فرائض یعنی کتب میراث میں مذکور ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''باھلھا'' یعنی نص قرآن سے جو ان حصوں کا مستحق ہوتا ہو۔ اور روح بن القاسم نے از ابن طاؤس روایت کی ہے کہ اہل فرائض کے درمیان کتاب اللہ کے درمیان مال کو تقسیم کردو، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حصے بیان فرمائے ہیں اس کے مطابق وہ حصے ان لوگوں کو دے دیئے جائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فما بقی'' یعنی اصحاب الفرائض کو دینے کے بعد جو ترکہ باقی بچے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فھو لاولی رجل'' علامہ نووی نے کہا ہے کہ اولیٰ سے مراد ہے اقرب، کیونکہ ہم خود نہیں جانتے کہ کون زیادہ حق دار ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے: اولیٰ سے مراد وہ ہے جو عصبات میں زیادہ قریب ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۳۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علم الفرائض میں سب پر مقدم ہونے کے متعلق بحث ونظر

امام بخاری نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تعلیق اس لیے ذکر کی ہے کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ فرائض کو جاننے والے تھے، کیونکہ حدیث میں ہے: تم سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے زید ہیں۔ یہ پوری حدیث درج ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں اُمت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں، اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں سخت عمر ہیں، اور سب سے زیادہ حیاء کرنے والے عثمان ہیں، اور سب سے زیادہ حلال اور حرام کو جاننے والے معاذ بن جبل ہیں، اور سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے زید بن ثابت ہیں، اور سب سے زیادہ قراءت کو جاننے والے ابی بن کعب ہیں اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۹۰)

امام ابوعیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس کو قتادہ کی صرف اسی سند کے ساتھ پہچانتے ہیں۔ اور اس حدیث کی ابوقلابہ نے از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی مثل اور مشہور حدیث ابوقلابہ ہے۔

(سنن ترمذی: ص ۱۴۳۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

شیخ ابن عثیمین نے کہا: یہ حدیث ضعیف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ ثابت نہیں ہے، اور اگر بالفرض یہ صحیح ہو تو آپ نے اس حدیث سے ایک خاص قوم کو خطاب کیا ہے اور تمام امت کو خطاب نہیں فرمایا۔

Marfat.com

اور اگر بالفرض آپ نے اس حدیث سے تمام امت کو خطاب فرمایا ہو تب بھی یہ معتبر نہیں، کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ معصوم عن الخطاء نہیں ہیں اگرچہ فرائض کو زیادہ جاننے والے ہیں، کیونکہ معصوم عن الخطاء تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہ میں نے اس لیے کہا ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرائض کے متعلق جو کہا ہو اس پر عمل کرنا واجب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں فرائض کو زیادہ جاننے والے زید ہیں۔

شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں، اس قول کے تین جوابات ہیں:

(۱) یہ حدیث ضعیف ہے اور اہم بات یہ ہے کہ کسی حکم کو ثابت کرنے کے لیے حدیث کا صحیح ہونا ضروری ہے۔

(۲) برتقدیر صحت اس حدیث میں قوم مخصوص کے ساتھ خطاب ہے۔

(۳) اگر یہ فرض کیا جائے کہ آپ کا یہ خطاب عمومی ہے تب بھی یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ معصوم ہیں اگرچہ فرائض کے زیادہ جاننے والے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی معصوم نہیں ہے۔

اور اس بناء پر ہم یہ کہتے ہیں کہ دادا اور بھائیوں کی وراثت میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہمارے لیے لازم نہیں ہے جیسا کہ عنقریب ان شاء اللہ آئے گا۔ اور صحیح یہ ہے کہ جد سے مراد وہ ہے جو باپ کا باپ ہو، وہ باپ کے درجہ میں ہے۔ اور تمام بھائیوں کے لیے وہ حاجب ہوتا ہے اور دادا کے ہوتے ہوئے کوئی بھائی وارث نہیں ہوتا۔

اصحاب الفروض اور عصبات کا بیان

اصحاب الفروض کی تعداد دس ہے:

(۱) شوہر (۲) بیوی (۳) ماں (۴) باپ (۵) دادا (۶) دادی (۷) بیٹیاں (۸) پوتیاں (۹) مطلق بہنیں (۱۰) ماں شریک بہنیں۔

شوہر کی وراثت کا حکم

جب کسی شخص کی بیوی فوت ہو جائے تو اگر اس بیوی کی اولاد ہو خواہ مذکر ہو یا مونث تو شوہر کو چوتھائی حصہ ملے گا، اور اگر اس کی بیوی کی اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف حصہ ملے گا۔

بیوی کی وراثت کا حکم

بیوی خواہ ایک ہو یا متعدد ہوں تو اگر اس کا شوہر فوت ہو جائے اور اس کے شوہر کی اولاد نہ ہو تو بیوی کو چوتھا حصہ ملے گا اور اگر اس کے شوہر کی اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔

اگر بیویاں ایک سے زائد مثلاً چار تک ہوں تو وہ حصہ ان چار بیویوں میں تقسیم ہو جائے گا۔

باپ اور ماں کی وراثت کا حکم

ماں یا تو ترکہ کی تہائی حصہ کی وارث ہوتی ہے یا چھٹے حصہ کی وارث ہوتی ہے یا باقی ماندہ تہائی کی وارث ہوتی ہے، اس کے سوا اس کا اور کوئی حصہ نہیں ہے۔

Marfat.com

اور باقی ماندہ تہائی کی وارث دو مسئلوں میں ہوتی ہے، ان دو مسئلوں کو العُمریتین کہا جاتا ہے۔ اور ان کو ''العمریتین'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ہے کیونکہ سب سے پہلے انہوں نے اس کے متعلق فیصلہ فرمایا۔ اور وہ دو مسئلے یہ ہیں:

(۱) میت نے شوہر اور ماں اور باپ کو چھوڑا ہے تو شوہر اور باپ کا حصہ دینے کے بعد جو باقی ماندہ ہوگا اس کا تہائی ماں کو ملے گا۔ (۲) بیوی اور ماں اور باپ۔

اور ان میں ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ جب میت نے شوہر اور ماں اور باپ کو چھوڑا ہو تو مسئلہ کو چھ سے شروع کریں گے، شوہر کو نصف دیں گے یعنی تین اور ماں کو اس تین کا تہائی دیں گے یعنی ایک اور جو باقی دو حصے بچیں گے وہ باپ کو دیں گے۔

اور دوسرا مسئلہ اس طرح ہے کہ بیوی کو چوتھائی دیں گے یعنی ایک اور ماں کو باقی ماندہ کا تہائی دیں گے یعنی ایک اور جو باقی ترکہ ہے وہ باپ کو دیں گے یعنی دو۔

اور جب مسئلہ ''العُمریتین'' میں سے نہ ہو اور وہاں پر ذوی الفروض بھی ہوں اور عصبات بھی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے ماں کو، باپ کو اور بیٹے کو چھوڑا تو چھ سے مسئلہ شروع کریں گے، ماں کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی ایک اور باپ کو بھی چھٹا حصہ ملے گا یعنی ایک اور باقی کے چار حصے بیٹے کو ملیں گے۔

اور اس کی دوسری مثال ہے جس میں اس کے بھائی بھی جمع ہوں مثلاً ایک شخص نے اپنی ماں کو اور دو ماں شریک بھائیوں کو اور ایک سگے چچا کو چھوڑا تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا کیونکہ جب دو یا دو سے زائد بھائی ہوں اور دو اخیافی بھائیوں یا بھائی بہنوں کو تہائی حصہ ملے گا اور باقی سگے چچا کو ملے گا یعنی مسئلہ چھ سے کریں گے، ایک حصہ ماں کو ملے گا اور دو حصے ماں شریک بھائی بہنوں کو ملیں گے اور باقی تین سگے چچا کو ملیں گے۔ سو اب ماں کے تین حال ہیں، یا تو ماں کو باقی ماندہ کا تہائی حصہ ملے گا جیسے ''العمریتین'' کے مسئلہ میں ہے، یا ماں کو چھٹا حصہ ملے گا جیسے دوسری مثال میں بیان کیا گیا ہے، یا ماں کو کل ترکہ کا تہائی حصہ ملے گا۔

اور باپ کی وراثت ماں کی وراثت سے زیادہ آسان ہے، کیونکہ اگر باپ کے ساتھ ذوی الفروض میں سے کوئی نہ ہو تو باپ کو صرف چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر باپ کے ساتھ کوئی مونث ذوی الفروض ہو تو باپ کو چھٹا حصہ بطورِ ذوی الفروض ملے گا اور باقی ماندہ بطورِ عصبہ ملے گا۔

اور اگر میت کا کوئی ذوی الفروض وارث نہ ہو تو باپ عصبہ محض ہوگا اور وہ سارا مال لے لے گا۔

دادی کی وراثت کی تفصیل

دادی کو صرف چھٹا حصہ ملتا ہے خواہ وہ ایک ہو یا زیادہ ہوں بشرطیکہ اس سے پہلے ماں نہ ہو یا وہ دادی نہ ہو جو اس سے زیادہ قریب ہو، اگر اس سے پہلے ماں ہو یا وہ دادی ہو جو اس سے زیادہ قریب ہو تو پھر دادی کو کچھ نہیں ملے گا۔

پس اگر کوئی شخص مر گیا اور اس نے اپنی ماں کو چھوڑا اور باپ کی ماں کو چھوڑا، تو اس صورت میں باپ کی ماں کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ میت کی ماں موجود ہے۔ اور اگر کوئی شخص مر گیا اور اس نے باپ کی ماں کو چھوڑا اور دادا کی ماں کو چھوڑا تو اس کے باپ کی ماں کو ملے گا اور دادا کی ماں کو نہیں ملے گا کیونکہ اس سے زیادہ قریب اس کے باپ کی ماں ہے۔ اور اگر کوئی شخص مر گیا اور اس نے ماں کی

Marfat.com

ماں کو چھوڑا اور باپ کی ماں کو چھوڑا (یعنی نانی اور دادی کو) تو وہ دونوں چھٹے حصے میں شریک ہوں گے۔

دادا کی وراثت کی تفصیل

دادا باپ کی مثل ہے۔

بیٹیوں کی وراثت کی تفصیل

اگر میت کی بیٹیوں کے ساتھ میت کا بیٹا بھی ہو تو بیٹے کو دو حصے ملیں گے اور بیٹی کو ایک حصہ ملے گا۔ اور اگر بیٹیوں کے ساتھ میت کا بیٹا نہ ہو تو میت کی ایک بیٹی کو نصف ملے گا اور دو یا دو سے زائد کو دو ثلث یعنی دو تہائی ملیں گے۔

بہنوں کی وراثت کی تفصیل

بہنوں کی وراثت بیٹیوں کے مثل ہے بشرطیکہ ان کے ساتھ کوئی ذوی الفروض وارث نہ ہو اور نہ اصول میں سے مذکر ہو، کیونکہ اگر ان کے ساتھ کوئی غیر ذوی الفروض وارث ہو یا اصول میں سے مذکر ہو تو راجح قول کے مطابق بہنیں مطلقاً ساقط ہو جاتی ہیں۔

جو ماں شریک بہن ہو وہ اگر ایک ہو تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا، اگر دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کو ایک تہائی حصہ ملے گا بشرطیکہ ان کے ساتھ کوئی ماں شریک بھائی نہ ہو، اگر ماں شریک بھائی ان کے ساتھ ہو تو پھر مرد کو دو حصے ملیں گے اور عورت کو ایک حصہ ملے گا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۶۰۔ ۶۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۔ بَابٌ: مِيرَاثِ الْبَنَاتِ — بیٹیوں کی وراثت کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں بیٹیوں کی وراثت کا بیان ہے اور قرآن مجید میں اس کی دلیل وہ آیت ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ (النساء: ۱۱)

اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے کہ (میت کے) ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔

اور زمانہ جاہلیت میں لوگ بیٹیوں کو وارث نہیں بناتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس رسم کو باطل کیا اور بیٹیوں کو بیٹوں کے ساتھ شریک رکھا اور اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۳۳۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَرِضْتُ بِمَكَّةَ مَرَضًا فَأَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَأَتَانِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا وَلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے خبر دی از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں مکہ

Marfat.com

أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي قَالَ لَا قَالَ قُلْتُ فَالشَّطْرُ قَالَ لَا قُلْتُ الثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ كَبِيرٌ إِنَّكَ إِنْ تَرَكْتَ وَلَدَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَتْرُكَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا إِلَى فِي امْرَأَتِكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ آأُخَلَّفُ عَنْ هِجْرَتِي فَقَالَ لَنْ تُخَلَّفَ بَعْدِي فَتَعْمَلَ عَمَلًا تُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللهِ إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ رِفْعَةً وَدَرَجَةً وَلَعَلَّ أَنْ تُخَلَّفَ بَعْدِي حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ قَالَ سُفْيَانُ وَسَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ۔

میں ایسی بیماری میں مبتلاء ہو گیا جس سے میں موت کے کنارہ پر پہنچ گیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس مال بہت ہے اور میری وارث صرف میری بیٹی ہے، کیا پس میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: کیا میں نصف مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: کیا میں تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: تہائی مال بڑا حصہ ہے، اگر تم اپنی اولاد کو خوشحال چھوڑ و تو وہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑ و اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں اور بے شک تم جب بھی کچھ خرچ کرو گے تو اس پر تم کو اجر ملے گا حتیٰ کہ جو لقمہ تم اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں رکھتے ہو (اس پر بھی اجر ملے گا)، پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنی ہجرت کے بعد پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: تم ہرگز میرے بعد پیچھے نہیں رہو گے، پس تم جو بھی عمل کرو گے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے تمہارے درجہ کو زیادہ کرے گا اور بلند کرے گا۔ اور شاید کہ تم میرے بعد پیچھے رہو حتیٰ کہ تم سے کچھ لوگ نفع حاصل کریں گے اور دوسرے لوگ نقصان اٹھائیں گے، لیکن فقیر یا شدید ضرورت مند تو سعد بن خولہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے اظہار افسوس کر رہے تھے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے۔

سفیان نے بتایا اور سعد بن خولہ بنو عامر بن لوی کے ایک مرد تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۶، ۱۲۹۵، ۲۷۴۲، ۲۷۴۴، ۳۹۳۶، ۴۴۰۹، ۵۳۵۴، ۵۶۵۹، ۵۶۶۸، ۶۳۷۳، ۶۷۳۳، صحیح مسلم: ۱۶۲۸، سنن ترمذی: ۲۱۱۶، سنن ابوداؤد: ۲۸۶۴، مسند احمد: ۱۵۴۹، موطا امام مالک: ۱۴۹۵)

صحیح البخاری: ۶۷۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے بیٹیوں کی وراثت اور اس حدیث میں مذکور ہے "میری وارث صرف میری بیٹی ہے" اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحُمیدی، یہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہیں، اور اس میں حُمید کی طرف نسبت ہے جو ان کے اجداد میں سے ایک ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور یہ روایت کرتے ہیں زُہری سے اور وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجنائز کے باب ''رثاء النبی ﷺ سعد بن خولہ'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاشفیت'' یعنی میں جھانک کر دیکھ رہا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عالۃ'' یہ عائل کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: فقیر۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یتکففون'' یعنی لوگوں کے سامنے اپنے سوال کے لیے ہاتھ پھیلائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اجرت'' یہ اجر کے مصدر سے مجہول کا صیغہ ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''واُخلف'' یہ بھی مجہول کا صیغہ ہے یعنی میں مکہ میں باقی رہ جاؤں گا اور اپنی ہجرت سے متخلف ہوں گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یرثی'' یعنی آپ کا دل حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے لیے نرم ہوتا تھا اور آپ ان پر رحم فرماتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ زُہری نے کہا۔ اور حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں فوت ہو گئے تھے اور اس حدیث کے مباحث کی شرح کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۶۸۔ ۳۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۳۴۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ شَيْبَانُ عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ أَتَانَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِالْيَمَنِ مُعَلِّمًا وَأَمِيرًا فَسَأَلْنَاهُ عَنْ رَجُلٍ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ ابْنَتَهُ وَأُخْتَهُ فَأَعْطَى الِابْنَةَ النِّصْفَ وَالْأُخْتَ النِّصْفَ۔

(صحیح البخاری: ۶۷۴۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۹۳، سنن داری: ۲۸۷۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنضر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ شیبان نے حدیث بیان کی از اشعث از الاسود بن یزید، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس یمن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بطور معلّم اور امیر آئے، سو ہم نے ان سے سوال کیا کہ ایک مرد فوت ہو گیا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑی تو انہوں نے بیٹی کو نصف دیا اور بہن کو بھی نصف دیا۔

صحیح البخاری: ۶۷۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "بیٹیوں کی وراثت" اور اس حدیث میں بیٹی کو ترکہ کا نصف دینے کا ذکر ہے، اس لحاظ سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمود کا ذکر ہے، یہ ابن غیلان ہیں ان کی کنیت ابواحمد المروزی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوالنضر کا ذکر ہے، ان کا نام ہاشم التمیمی ہے اور ان کا لقب قیصر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں اشعث کا ذکر ہے، یہ ابن سُلیم ہیں، ان کی کنیت الشعثاء الکوفی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں اسود بن یزید کا ذکر ہے، یہ ابن قیس النخعی الکوفی ہیں۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب الفرائض میں از موسیٰ بن اسماعیل روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "پس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بیٹی کو نصف دیا"۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ایک بیٹی کا حصہ ترکہ کا نصف ہے، اور بہن کو نصف دیا اور یہ نص قرآن سے ثابت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۳۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیٹیوں اور بہنوں کی وراثت کا ذکر

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ایک بیٹی کا وراثت سے نصف حصہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ۔ (النساء: ۱۱) اور اگر صرف ایک بیٹی ہو تو اس کا حصہ (کل ترکہ کا) نصف ہے۔

اور نیز اس پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ ایک بہن کو بھی نصف ملتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ۔ (النساء: ۱۷۶) اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا۔

پس اگر تم سوال کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ دو بہنوں کو دو تہائی حصہ ملتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ۔ (النساء: ۱۷۶) پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح نہیں فرمائی کہ اگر دو بہنوں سے زیادہ ہوں تو ان کو کتنا حصہ ملے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی کو نصف عطا فرمایا اور ایک بہن کو بھی نصف عطا فرمایا اور یہ تصریح کی کہ دو

بہنوں کو دو تہائی حصہ ملے گا تو بیٹیوں کے ذکر سے بہنوں کے ذکر سے استغناء ہو گیا، کیونکہ بیٹیاں اگر دو سے زیادہ ہوں تب بھی ان کو دو تہائی حصہ ملتا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ بہنیں بھی اگر دو سے زیادہ ہوں تو ان کو بھی دو تہائی حصہ ملے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب کی خبر دینے کا ثبوت

نیز صحیح البخاری: ۶۷۳۳ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ ''اگر تم نے اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑا تو وہ اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے وارثوں کو فقیر چھوڑ دو اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں''۔

اس حدیث میں یہ پیشگوئی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے حتیٰ کہ ان کے پاس وارثوں کی جماعت ہو اور یہ کہ وہ اس بیماری سے فوت نہیں ہوں گے۔ اور جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کے متعدد بیٹے تھے اور یہ سب بیٹے اس مرض کے بعد پیدا ہوئے۔ اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب کی خبر کا ثبوت ہے اور یہ آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۴۔ ۲۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۳۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیٹیوں کے وارث ہونے کی دلیل

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بیٹی بھی وارثوں میں سے ہے، کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میری وارث صرف میری بیٹی ہوگی''۔ (صحیح البخاری: ۶۷۳۳)

اس حدیث میں زمانہ جاہلیت کی رسم کو باطل کرنا ہے، کیونکہ اہلِ جاہلیت عورتوں کو وارث بنانے سے منع کرتے تھے، وہ یہ کہتے تھے کہ وارث صرف وہ بہادر لوگ ہوں گے جو شہروں میں دشمنوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور ہتھیار اٹھاتے ہیں۔ اور رہیں عورتیں تو ان کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ (النساء: ۷)

مردوں کے لیے (اس مال میں) سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لیے (بھی) اس (مال میں) سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو خواہ (وہ مال) کم ہو یا زیادہ، یہ (اللہ کی طرف سے) مقرر کیا ہوا حصہ ہے ۝

عصبات کو ذوی الفروض سے تعبیر کرنے کا جواز

صحیح البخاری: ۶۷۳۴ میں مذکور ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک مرد فوت ہو گیا اور اس نے ایک بیٹی اور بہن کو چھوڑا، تو انہوں نے بیٹی کو بھی نصف دیا اور بہن کو بھی نصف دیا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عصبات کو بھی ذوی الفروض سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، کیونکہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بن جاتی

Marfat.com

ہیں، پس ایک بیٹی کو نصف دینے کے بعد جو مال باقی بچا وہ بہن کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے مل جائے گا، لہٰذا باقی نصف بہن بحیثیت عصبہ کے لے لے گی۔

اور اگر بہن کی جگہ پھوپھی ہوتی تو پھر سارا مال بیٹی کو مل جاتا، کیونکہ پھوپھی ذوی الارحام میں سے ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۶۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۔ بَابُ: مِيرَاثِ ابْنِ الِابْنِ إِذَا لَمْ يَكُنْ ابْنٌ

پوتے کی وراثت جب بیٹا نہ ہو

وَقَالَ زَيْدٌ وَلَدُ الْأَبْنَاءِ بِمَنْزِلَةِ الْوَلَدِ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُمْ وَلَدٌ ذَكَرُهُمْ كَذَكَرِهِمْ وَأُنْثَاهُمْ كَأُنْثَاهُمْ يَرِثُونَ كَمَا يَرِثُونَ وَيَحْجُبُونَ كَمَا يَحْجُبُونَ وَلَا يَرِثُ وَلَدُ الِابْنِ مَعَ الِابْنِ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: بیٹوں کی اولاد، اولاد کے درجہ میں ہے جب کہ ان کے ساتھ مذکر اولاد نہ ہو، پوتوں کے مذکر بیٹوں کے مذکر کی مثل ہیں اور پوتوں کی مؤنثات بیٹوں کی مؤنثات کی طرح ہیں، پوتے اس طرح وارث ہوں گے جیسے بیٹے وارث ہوتے ہیں اور پوتے اس طرح حاجب ہوں گے جیسے بیٹے حاجب ہوتے ہیں، اور پوتا بیٹے کے ساتھ وارث نہیں ہوگا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی مرد کا پوتا وارث ہوگا جب کہ اس کا صلبی بیٹا نہ ہو۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور یہ پورا ان کا قول امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، اس کے اوپر علماء کا اجماع ہے اور اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سندِ موصول کے ساتھ از عبدالرحمٰن بن ابی الزناد از والد خود روایت کیا ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ پوتا بیٹے کے درجہ میں ہے یعنی صلبی بیٹے کے درجہ میں ہے۔

نیز اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اذا لم یکن دونهم ولد'' یعنی جب میت اور اس کے پوتوں کے درمیان صلبی بیٹا نہ ہو۔

نیز اس تعلیق میں مذکور ہے ''ذکر'' اور مذکر کی قید سے مؤنث سے احتراز کیا۔

نیز اس تعلیق میں مذکور ہے: ''ذکرهم کذکرهم'' یعنی پوتوں کے مذکر، بیٹوں کے مذکر کی مثل ہیں اور پوتوں کی مونث بیٹوں کی مونث کی مثل ہیں، یعنی جس طرح بیٹے وارث ہوتے ہیں اسی طرح پوتے وارث ہوں گے۔

نیز اس تعلیق میں مذکور ہے ''ویحجبون'' یعنی پوتے جب منفرد ہوں تو وہ تمام مال کے وارث ہوں گے اور اپنے سے نچلے طبقہ کے لوگوں کے لیے حاجب ہوں گے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اکثر فقہاء کا یہ قول ہے کہ جس میت نے شوہر کو چھوڑا اور ماں کو چھوڑا اور بیٹی کو چھوڑا اور پوتے کو

Marfat.com

چھوڑا اور پوتی کو چھوڑا۔

اس صورت میں ذوی الفروض کو مقدم کیا جائے گا، پس شوہر کو چوتھا حصہ دیا جائے گا اور ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا اور بیٹی کو نصف حصہ دیا جائے گا اور جو باقی ماندہ مال ہے وہ پوتے اور پوتیوں کے درمیان اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ پوتے کو دو حصے ملیں گے اور پوتی کو ایک حصہ ملے گا۔

پس اس مسئلہ کی صورت میں بارہ (۱۲) سے تقسیم کی جائے گی اور تین حصے شوہر کو دیے جائیں گے اور دو حصے ماں کو دیے جائیں گے اور چھ حصے بیٹی کو دیے جائیں گے، اور باقی جو ایک حصہ بچا ہے وہ پوتے اور پوتیوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور اب اصل مسئلہ کو تین سے ضرب دے دی جائے گی اور اب چھتیس (۳۶) سے ہوگی۔ سو اس میں سے نو (۹) حصے شوہر کو دیے جائیں گے اور چھ (۶) حصے ماں کو دیے جائیں گے اور اٹھارہ (۱۸) حصے بیٹی کو دیے جائیں گے، اور باقی ماندہ تین حصوں میں سے دو پوتوں کو اور ایک حصہ پوتیوں کو دیا جائے گا۔

نیز اس تعلیق میں مذکور ہے کہ "پوتا بیٹے کے ساتھ وارث نہیں ہوگا"۔ اور یہ بات پہلے بھی سمجھ آ رہی تھی کیونکہ اوپر والا نیچے والے کے لیے حاجب ہو جاتا ہے لیکن بطور تاکید اس کو دوبارہ ذکر کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

یتیم پوتے کی وراثت کا قانون

میں کہتا ہوں: ایوب خان کے دور میں عائلی قوانین بنائے گئے تھے اور اس میں بیٹے کے ہوتے ہوئے یتیم پوتے کو وارث قرار دیا گیا تھا اور ابھی تک یہ قانون اسی طرح جاری ہے اور ختم نہیں کیا گیا اور یہ قانون خلاف شرع ہے، اول تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اس تعلیق کے خلاف ہے اور ثانیاً اس لیے کہ میراث کا یہ اصول ہے کہ اوپر کے درجہ کے وارث کے ہوتے ہوئے نچلے درجہ کے وارث کو ترکہ سے نہیں دیا جاتا، لہٰذا جب بیٹا موجود ہو تو پوتے کو نہیں دیا جائے گا۔ اور ابھی تک یہ غیر شرعی قانون اسی طرح قائم ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ تمام قوانین جو شریعتِ اسلامیہ کے خلاف ہیں ان کو اسلامی شریعت کے مطابق ڈھالا جائے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ یتیم پوتے کا کوئی کفیل نہیں ہوتا تو اس کی کفالت کے لیے کچھ حصہ مقرر ہونا چاہیے تو اس کا طریقہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ مرنے والا یتیم پوتے کے لیے تہائی مال میں سے کچھ وصیت کر دے۔ اس طرح یتیم پوتے کی کفالت کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور کسی اسلامی اصول کی مخالفت بھی لازم نہیں آئے گی۔ اور اس کی صورت اس طرح ہوگی کہ ایک شخص مثلاً زید مر رہا ہے اور اس کے دو بیٹوں میں سے ایک بیٹا زندہ ہے اور دوسرا بیٹا جو فوت ہو چکا ہے اس کا بیٹا بھی موجود ہے اور یہ زید کا یتیم پوتا ہے، سو اس کی کفالت کے لیے زید کو یوں کرنا چاہیے کہ وہ اپنے ترکہ کے تہائی مال سے یتیم پوتے کے لیے کچھ وصیت کر دے۔ اس طرح قانون وراثت کی مخالفت نہیں ہوگی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۷۳۵۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے فرمایا: فرائض کو ذوی الفروض کے ساتھ ملا دو اور جو باقی بچے تو وہ اس مذکر مرد کے لیے ہے جو زیادہ قریب ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۳۵، ۶۷۳۷، ۶۷۳۲، ۶۷۴۶ صحیح مسلم: ۱۶۱۵، سنن ترمذی: ۲۰۹۸، سنن ابوداؤد: ۲۸۹۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۴۰، مسند احمد: ۲۶۵۲)

صحیح البخاری: ۶۷۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث بعینہ وہ ہے جو عنقریب "باب میراث الولد من ابیه وامه" میں گزر چکی ہے اور اس کو دوبارہ دو فائدوں کی وجہ سے ذکر کیا ہے:

(۱) اس میں یہ اشارہ ہے کہ بیٹوں کی اولاد بھی اولاد کے درجہ میں ہے۔

(۲) اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ حدیث امام بخاری کے دو شیوخ سے مروی ہے، ان میں سے ایک شیخ موسیٰ بن اسماعیل از وہیب ہیں جیسا کہ پہلے گزرا ہے اور دوسرے شیخ مسلم بن ابراہیم از وہیب ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابُ: مِيرَاثِ ابْنَةِ ابْنٍ مَعَ ابْنَةٍ — بیٹی کے ہوتے ہوئے پوتی کی وراثت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتی کی وراثت کا کیا حکم ہے، اور اس حکم کو امام بخاری نے عنوان میں بیان نہیں کیا کیونکہ اس باب کی حدیث سے اس کا حکم معلوم ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۳۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو قَيْسٍ سَمِعْتُ هُزَيْلَ بْنَ شُرَحْبِيلَ قَالَ سُئِلَ أَبُو مُوسَى عَنْ بِنْتٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ فَقَالَ لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ فَسَيُتَابِعُنِي فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسَى فَقَالَ لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ لِلابْنَةِ النِّصْفُ وَلابْنَةِ ابْنٍ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسَى فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ لَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوقیس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ہزیل بن شرحبیل سے سنا، انہوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک بہن (کی وراثت کے متعلق) تو انہوں نے کہا: بیٹی کو نصف ملے گا اور بہن کو بھی نصف ملے گا اور تم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ بھی عنقریب میری موافقت کریں گے، پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا اور ان کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے قول کی خبر

تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هٰذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ۔

دی تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ''(اگر بالفرض میں نے ایسا کیا) تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں رہوں گا'' (الانعام:٥٦)، میں اس مسئلہ میں وہ فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا، بیٹی کے لیے نصف ہے اور پوتی کے لیے چھٹا حصہ ہے تا کہ دو ثلث مکمل ہو جائیں اور جو باقی بچے گا وہ بہن کے لیے ہے۔ پھر ہم حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، پس ہم نے ان کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جواب کی خبر دی تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک یہ عالم تم میں موجود ہے تم مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو۔

(صحیح البخاری:٦٧٤٢، سنن ترمذی:٢٠٩٣، سنن ابوداؤد:٢٨٩٠، سنن ابن ماجہ:٢٧٢١، مسند احمد:٣٦٨٣)

صحیح البخاری:٦٧٣٦، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کے عنوان میں پوتی کی بیٹی کے ساتھ وراثت کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، اور وہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو قیس، ان کا نام عبدالرحمٰن بن سروان ہے، ان کی ١٢٠ھ میں وفات ہوئی تھی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے هُزَیل بن شُرَحْبِیل، علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ان دونوں کا ذکر پہلے نہیں گزرا۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب الفرائض میں از عبداللہ بن عامر بن زرارۃ روایت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کی کتاب الفرائض میں از الحسن بن عرفہ روایت کی ہے اور امام نسائی نے بھی اس حدیث کی کتاب الفرائض میں از محمود بن غیلان روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کی کتاب الفرائض میں از علی بن محمد از وکیع روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا''۔

امام نسائی نے از شعبہ از غندر روایت کی ہے کہ ایک مرد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس وقت وہ امیر تھے اور سلمان بن ربیعہ الباہلی کے پاس آیا اور ان دونوں سے سوال کیا، اسی طرح امام ابوداؤد نے اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ اور امام

Marfat.com

طحاوی اور امام دارمی نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ سلمان بن ربیعہ حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ کوفہ کے منصب قضاء پر فائز تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿۵۶﴾ ''(اگر بالفرض میں نے ایسا کیا) تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں رہوں گا''O (الانعام: ۵۶)

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس آیت کو پڑھنے کی غرض یہ تھی کہ اگر انہوں نے یہ کہا کہ پوتی محروم ہو جاتی ہے تو وہ گمراہ ہو جائیں گے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق پوتی کو چھٹا حصہ دیا۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی اس بات کا جواب دیا کہ انہوں نے کہا تھا کہ ابن مسعود میری موافقت کریں گے، انہوں نے یہ اشارہ کیا کہ اگر وہ ان کی موافقت کرتے تو ان کے نزدیک جو صریح سنت سے ثابت حکم تھا اس کی مخالفت ہوتی، اور اگر وہ اس کی عمداً مخالفت کرتے تو وہ گمراہ ہو جاتے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اقضی فیہا'' یعنی میں اس مسئلہ میں وہ فیصلہ کروں گا یا اس قضیہ میں وہ فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قضیہ میں فیصلہ فرمایا تھا۔ اور سنن دارقطنی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ابوموسیٰ کے قول کی مثل کیسے کہہ سکتا ہوں حالانکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں سن چکا ہوں، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب ذکر کیا۔ اور یہ قضیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پیش آیا تھا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنایا تھا، اور اس سے پہلے کوفہ کے گورنر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، پھر ان کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی گورنری سے پہلے معزول کر دیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاتینا ابا موسیٰ'' اس میں یہ خبر دی ہے کہ ہزیل راوی بھی سائل کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب سنا تھا اور پھر وہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جواب کی خبر دی، اس تفصیل کا المزی نے الاطراف میں ذکر کیا ہے اور یہ حدیث ہزیل کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ما دام ھذا الحَبر'' (الحَبر میں حاء پر زبر ہے) حَبر سے مراد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ حَبر اس شخص کو کہتے ہیں جس کے کلام میں حسن ہو اور وہ کلام کو مزین کرتا ہو۔ علامہ الجوہری نے ذکر کیا ہے کہ یہ لفظ حَبر بھی ہے زبر کے ساتھ اور حِبر بھی ہے زیر کے ساتھ، اور علامہ جوہری نے زیر کو ترجیح دی ہے اور فراء نے وثوق کے ساتھ حِبر کہا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی مسئلہ کے اندر اختلاف ہو تو حجت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی حدیث ہے، لہٰذا اس کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

Marfat.com

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دلوں میں انصاف تھا اور وہ حق کا اعتراف کرتے تھے اور حق کی طرف رجوع کرتے تھے اور وہ ایک دوسرے کے علم کی شہادت دیتے تھے اور اس کی فضیلت کو بیان کرتے تھے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا زیادہ علم تھا۔ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع کر لیا جب ان کو معلوم ہو گیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث کی بناء پر ان سے اختلاف کیا ہے۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی عالم سے کسی مسئلہ کا جواب پوچھا جاتا ہے، اگرچہ اس عالم نے تمام سنتوں کا احاطہ نہیں کیا ہوا ہوتا اور اگر عالم اس وقت تک کسی مسئلہ کا جواب نہ دے جب تک اس نے تمام سنتوں کا احاطہ نہ کر لیا ہو تو پھر کوئی شخص فقہ میں کلام نہیں کر سکتا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس مسئلہ میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے جواب میں یہ خبر ہے کہ انہوں نے اپنے سابق قول سے رجوع کر لیا۔

اور حافظ ابو عمر نے کہا: اس مسئلہ میں صرف حضرت ابوموسیٰ اشعری اور سلمان بن ربیعہ الباہلی نے مخالفت کی تھی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس سے رجوع کر لیا اور شاید کہ سلمان نے بھی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرح رجوع کر لیا ہو، اور اس سلمان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے اور سلمان نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں عراق کی فتوحات میں بہت کارنامے انجام دیئے تھے، اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شہید ہو گئے اور ان کو سلمان الخیل بھی کہا جاتا ہے کیونکہ انہیں گھوڑوں کی بہت زیادہ معرفت تھی۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: حضرت ابوموسیٰ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ جب تک حدیث کی معرفت نہ ہو تو قیاس پر عمل کرنا جائز ہے اور حدیث کی معرفت کے بعد حدیث کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اور جو حکم حدیث کے خلاف ہو اس کو توڑنا بھی واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۳۔ ۳۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے اس حدیث کے جو فوائد ذکر کیے ہیں، یہ سب علامہ ابن بطال نے اپنی شرح میں ذکر کیے ہیں۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۸۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اسی طرح علامہ ابن ملقن نے بھی ان فوائد مذکورہ کو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے۔

نیز علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تین فائدے ہیں: ایک یہ ہے کہ دو بیٹیوں کو دو ثلث ملتا ہے اور دوسرا یہ کہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں اور تیسرا یہ کہ پوتی بیٹی کے قائم مقام ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۴۷۶، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں جو مباحث ذکر کیے ہیں وہ تمام مباحث اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ذکر کیے ہوئے ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۷۹۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

۹۔ بَابُ: مِیرَاثِ الْجَدِّ مَعَ الْأَبِ وَالْإِخْوَةِ

باپ اور بھائیوں کی دادا کے ساتھ وراثت

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ الْجَدُّ: أَبٌ

اور حضرت ابوبکر اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم نے کہا: دادا باپ ہے۔

وَقَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَا بَنِي آدَمَ (الاعراف:۲۷) وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ (یوسف:۳۸)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی: ''اے آدم کی اولاد''۔ اور یہ آیت پڑھی: ''اور میں نے اپنے باپ دادا کی ملت کی پیروی کی ابراہیم کی، اسحاق کی اور یعقوب کی۔

وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَحَدًا خَالَفَ أَبَا بَكْرٍ فِي زَمَانِهِ وَأَصْحَابُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مُتَوَافِرُونَ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَرِثُنِي ابْنُ ابْنِي دُونَ إِخْوَتِي وَلَا أَرِثُ أَنَا ابْنَ ابْنِي

اور یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی ایک نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ان کے زمانہ میں مخالفت کی حالانکہ وہ بہت زیادہ تھے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میرا پوتا میرا وارث ہوگا نہ کہ میرے بھائی اور میں اپنے پوتے کا وارث نہیں ہوں گا۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَزَيْدٍ أَقَاوِيلُ مُخْتَلِفَةٌ۔

اور حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت زید رضی اللہ عنہم سے مختلف اقوال منقول ہیں۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں دادا کی وراثت کو باپ کے ساتھ اور سگے بھائیوں کے ساتھ اور باپ شریک بھائیوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ دادا باپ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتا۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''حضرت ابوبکر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم نے کہا کہ باپ، دادا ہے''۔

دادا سے مراد ہے جدِ صحیح (جو نانا نہ ہو) اس کا حکم وہ ہے جو باپ کا حکم ہے جب کہ باپ موجود نہ ہو۔ اور جدِ صحیح وہ ہے جس کی میت کی طرف نسبت کریں تو درمیان میں ماں کا واسطہ نہ ہو یعنی میت کی ماں کا باپ (نانا) نہ ہو۔ اور کبھی دادا پر باپ کا اطلاق بھی کیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ۔ (الاعراف:۲۷)

اے اولادِ آدم! کہیں شیطان تم کو فتنہ میں مبتلا نہ کر دے، جس طرح وہ تمہارے ماں باپ کے جنت سے اخراج کا سبب بنا تھا۔

اور جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کو نکالا گیا تھا جو ہمارے جدِ اعلیٰ ہیں اور اس آیت میں ان پر باپ کا اطلاق فرمایا ہے۔ پس جب جدِ اعلیٰ پر باپ کا اطلاق ثابت ہے تو باپ کے باپ پر جد کا اطلاق بطریقِ اولیٰ ہوگا۔

Marfat.com

اور باپ کے وراثت میں تین احوال ہوتے ہیں:
(۱) فرضِ مطلق: (وہ چھٹا حصہ ہے)۔
(۲) فرض اور عصبہ: یعنی اس کو چھٹا حصہ بطور فرض کے ملے گا اور جو باقی بچا ہو گا وہ بطور عصبہ کے ملے گا۔
(۳) عصبہ محض: یعنی ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو باقی بچے گا وہ سب اس کو مل جائے گا۔
پس دادا تمام احوال میں باپ کی مثل ہیں سوائے چار مسائل کے، ان مسائل میں دادا، باپ کے قائم مقام نہیں ہوتا:
(۱) عینی بھائی بہن اور تمام جدات بالاجماع باپ سے ساقط ہو جاتے ہیں اور دادا سے ساقط نہیں ہوتے سوائے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے۔
(۲) ماں، شوہر یا بیوی کے ساتھ ہو اور باپ بھی ہو تو ماں باقی ماندہ کا ثلث لیتی ہے اور دادا کے ساتھ کل مال کا ثلث لیتی ہے سوائے امام ابو یوسف کے کیونکہ ان کے نزدیک دادا اس مسئلہ میں باپ کی مثل ہے۔
(۳) باپ کی ماں یعنی دادی خواہ وہ اوپر کے درجہ میں ہو، وہ باپ سے ساقط ہو جاتی ہے اور دادا سے ساقط نہیں ہوتی خواہ وہ اوپر کے درجہ کی ہو۔
(۴) آزاد شدہ مرد جب آزاد شدہ کے باپ کو چھوڑے اور بیٹے کو تو وَلاء کا چھٹا حصہ باپ کے لیے ہے اور باقی بیٹے کے لیے ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک سب بیٹے کے لیے ہے۔ اور اگر اس نے آزاد شدہ کا بیٹا اور دادا کو چھوڑا تو پوری وَلاء بالاتفاق بیٹے کے لیے ہوگی۔

یہ ان صحابہ کے کلام کی شرح ہے اور میں نے شراح میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس میں سے کسی کو بھی ذکر کیا ہو۔
اور بعض شارحین نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر وغیرہ نے جو کہا ہے کہ دادا، باپ ہے یعنی حقیقتاً باپ ہے۔
علامہ عینی ان بعض شارحین کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
یہ بات ان لوگوں میں سے کسی نے بھی نہیں کہی جو حقیقت اور مجاز کے درمیان تمیز رکھتے ہیں، رہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ دادا باپ ہے تو اس کو امام دارمی نے امام مسلم کی شرط کے مطابق حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دادا کو باپ کے درجہ میں رکھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو محمد بن نصر المروزی نے کتاب الفرائض میں روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ دادا، باپ ہے۔ اور رہا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا قول تو ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ اہلِ کوفہ نے ابن الزبیر کی طرف لکھ کر دادا کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دادا کو باپ کے درجہ میں رکھا۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی:
يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ ۔ (الاعراف: ۲۷) اے اولادِ آدم! کہیں شیطان تم کو فتنہ میں مبتلا نہ کر دے، جس طرح وہ تمہارے ماں باپ کے جنت سے اخراج کا سبب بنا تھا۔
اور دوسری آیت یہ پڑھی:

Marfat.com

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ۔ ''اور میں نے اپنے باپ دادا کی ملت کی پیروی کی ابراہیم کی، اسحاق کی اور یعقوب کی''۔ (یوسف:۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الاعراف:۲۶ پڑھی اور اس سے یہ استدلال کیا کہ دادا باپ کے درجہ میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے اولادِ آدم!'' اور دوسری آیت پڑھی ''''اور میں نے اپنے باپ دادا کی ملت کی پیروی کی ابراہیم کی، اسحاق کی اور یعقوب کی''۔ اس میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام پر باپ کا اطلاق کیا حالانکہ وہ سب دادا ہیں۔

اور امام سعید بن منصور نے از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ دادا، باپ ہے اور یہ آیت پڑھی ''وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ۔ الآیۃ''

اور یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ صحابہ میں سے کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس مسئلہ میں مخالفت کی ہو کہ دادا، باپ کے درجہ میں ہے اور یہ اجماع سکوتی ہے کیونکہ صحابہ بہت زیادہ تھے اور کسی نے بھی مخالفت نہیں کی۔

اور جن صحابہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی مثل کہا وہ حضرت معاذ، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور تابعین میں سے عطاء، طاؤس، شریح اور شعبی نے بھی اسی کی مثل کہا ہے۔ اور فقہاء مجتہدین میں سے عثمان البتی، امام ابوحنیفہ، اسحاق، ابوثور، داؤد، المزنی اور ابن شریح نے بھی اسی کی مثل کہا ہے۔

اور حضرت عمر، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ بھائی، دادا کے ساتھ وارث ہوتے ہیں لیکن اس کی کیفیت میں ان کا اختلاف ہے اور اس کی تفصیل کا مقام کتب فرائض ہیں۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ''میرا وارث میرا پوتا ہوگا نہ کہ میرے بھائی اور نہ میں اپنے پوتے کا وارث ہوں گا''۔

اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انکار کا ارادہ کیا یعنی دادا کیوں وارث نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دادا وارث نہیں ہوگا۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ فقط دادا کیوں وارث نہیں ہوگا نہ کہ اس کا بھائی۔

باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اور اس تعلیق میں مذکور ہے ''اور حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت زید رضی اللہ عنہم سے مختلف اقوال منقول ہیں''۔

امام بخاری نے یہاں پر ''یُذکر'' مجہول کا صیغہ ذکر کیا، اس میں اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ ہے اور ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ ان لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ بھائی دادا کے ساتھ وارث ہوتے ہیں لیکن ان کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول امام دارمی نے روایت کیا ہے، وہ دادا کو بھائی اور دو بھائیوں کے ساتھ وارث کرتے ہیں، پس جب بھائی زیادہ ہو جائیں تو وہ دادا کو تہائی حصہ دیتے ہیں اور بیٹے کے ساتھ چھٹا حصہ دیتے ہیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول الشعبی نے روایت کیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا اور ان سے اس مسئلہ کا سوال کیا کہ چھ بھائی ہیں اور دادا ہے، تو انہوں نے ان کی طرف لکھا کہ دادا کو بھائیوں میں سے ایک کے درجہ میں رکھو اور میرے اس مکتوب کو مٹا دو۔ اور حسن بصری نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دادا کو بھائیوں کے ساتھ چھٹے حصے تک شریک کرتے تھے اور ان کے اور بھی اقوال ہیں۔

Marfat.com

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے خاوند کو اور اپنی ماں کو اور اپنے دادا کو اور اپنے باپ شریک بھائی کو چھوڑا تو انہوں نے کہا کہ شوہر کے لیے تین حصے ہوں گے اور نصف ہوگا اور ماں کے لیے باقی ماندہ میں سے تہائی حصہ ہوگا اور وہ پورے ترکہ کا چھٹا حصہ ہوگا اور بھائی کے لیے ایک حصہ ہوگا اور دادا کے لیے بھی ایک حصہ ہوگا۔

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کی امام دارمی نے حسن بصری سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ دادا کو بھائیوں کے ساتھ ایک تہائی تک شریک قرار دیتے تھے۔ اور امام عبدالرزاق نے ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دادا کو بھائیوں سے ایک تہائی تک شریک قرار دیتے تھے۔ پس جب تہائی باپ کو دے دیتے تو بھائیوں کو باقی ماندہ دیتے اور بھائیوں کو باپ کے ساتھ تقسیم کرتے تھے، پھر باقی ماندہ مال کو بھائیوں پر رد کر دیتے تھے۔ اور باپ شریک بھائیوں کو سگے بھائیوں کے ساتھ شریک رکھتے تھے اور ماں شریک بھائی کو باپ کے ساتھ بالکل نہیں دیتے تھے اور ان کے اس مسئلہ میں اور بھی اقوال ہیں جن کو ہم نے بوجہ اختصار ترک کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۳۔۲۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۳۷۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: ذوی الفروض کے حصص کو ان کے ساتھ ملا دو اور جو باقی بچے تو جو مرد مذکر ہو اس کو دے دو۔

(صحیح البخاری: ۶۷۳۵، ۶۷۳۷، ۶۷۴۶، صحیح مسلم: ۱۶۱۵، سنن ترمذی: ۲۰۹۸، سنن ابوداؤد: ۲۸۹۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۴۰، مسند احمد: ۲۶۵۲)

صحیح البخاری: ۶۷۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کو اس باب کے تحت وارد کرنے کی وجہ ہے حالانکہ یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی گزر چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ فرض ادا کرنے کے بعد باقی ماندہ جو میت کے زیادہ قریب رشتہ دار ہو اس کو دے دیا جائے اور دادا زیادہ قریب رشتہ دار ہے تو باقی ماندہ اس کو دے دیا جائے گا۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث سے انہوں نے استدلال کیا جو دادا اور بھائی کو وراثت میں شریک قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ میت کے زیادہ قریب ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں وُہیب کا ذکر ہے اور یہ ابن خالد ہیں اور اس حدیث کی سند میں ابن طاؤس کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

٦٧٣٨ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَمَّا الَّذِي قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُهُ وَلٰكِنْ خُلَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ أَوْ قَالَ خَيْرٌ فَإِنَّهُ أَنْزَلَهُ أَبًا أَوْ قَالَ قَضَاهُ أَبًا۔

(صحیح البخاری: ٤٦٧، ٣٦٥٦، ٦٧٣٨، مسند احمد: ٢٤٢٨)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ ہے کہ اگر میں اس امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں اس کو ضرور بناتا، لیکن اسلام کی خلۃ افضل ہے یا فرمایا: زیادہ بہتر ہے، بے شک آپ نے ان کو باپ کے درجہ میں رکھا یا فرمایا: ان کو باپ کے حکم میں رکھا۔

صحیح البخاری: ٦٧٣٨، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوبکر نے دادا کو باپ کے درجہ میں رکھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو معمر، ان کا نام عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المنقری المقعد ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوارث، یہ ابن سعید البصری ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، یہ السختیانی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لو کنت متخذا" یعنی اگر میں اللہ کے غیر کی طرف منتقل ہوتا تو ابوبکر کی طرف منتقل ہوگا لیکن یہ ممنوع ہے اور اس کی وجہ امتناع یہ ہے کہ اسلام کی خلۃ افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢٣ ص ٣٧٤، دارالکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

صحیح البخاری: ٦٧٣٨، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ٨٠٤ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دادا کو باپ کے درجہ میں رکھنے کے متعلق متعدد روایات

یزید بن ہارون نے از ربیع بن صبیح روایت کی ہے، ہمیں عطاء نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا لیکن وہ میرے (دینی) بھائی ہیں اور غار میں میرے صاحب ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ دادا باپ ہے جب اس کے سوا کوئی باپ نہ ہو جیسا کہ پوتا بیٹا ہوتا ہے جب اس کے سوا کوئی بیٹا نہ ہو۔

از حجاج بن ارطاۃ از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: جو چاہے ہم سے الحجر الاسود کے پاس لعان کرلے کہ دادا باپ ہے اور اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے نہ دادا کا ذکر کیا ہے اور نہ دادی کا اور یہ دونوں آباء ہیں اور یہ آیت پڑھی:

Marfat.com

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ۔ (یوسف:۳۸) اور میں نے اپنے باپ دادا کی ملت کی پیروی کی ابراہیم کی، اسحاق کی اور یعقوب کی۔

اور ہمیں محمد بن سالم نے خبر دی از الشعبی کہ حضرت ابوبکر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم یہ سب دادا کو باپ قرار دیتے تھے، جس کے لیے باپ وارث ہوتا ہے اس کے لیے دادا وارث ہوتا ہے اور جس کے لیے باپ حاجب ہوتا ہے اس کے لیے دادا حاجب ہوتا ہے۔

اور ہمیں یزید بن ابراہیم التستری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الحسن نے خبر دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے باپ کو دادا قرار دیا۔

ہمیں حماد بن سلمہ نے خبر دی از اللیث از طاؤس کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں دادا کو باپ قرار دیتے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۰ ص ۴۸۰-۴۷۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۱۰۔ بَابُ: مِيرَاثِ الزَّوْجِ مَعَ الْوَلَدِ وَغَيْرِهِ اولاد وغیرہ کے ساتھ شوہر کی وراثت

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اولاد وغیرہ کے ساتھ شوہر کی وراثت کو بیان کیا گیا ہے جو وارثین میں سے ہیں، پس شوہر کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا البتہ اس کا درجہ اولاد کی وجہ سے نصف سے چوتھائی تک کم ہو جاتا ہے۔ (یعنی شوہر کے ساتھ میت کی اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف ملے گا اور اولاد ہو تو اس کو چوتھائی حصہ ملے گا)۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ وَرْقَاءَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللهُ مِنْ ذَلِكَ مَا أَحَبَّ فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ۔

(صحیح البخاری: ۲۷۴۷، ۴۵۷۸، ۶۷۳۹، سنن دارمی: ۳۲۶۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از ورقاء از ابن ابی نجیح از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ مال اولاد کے لیے تھا اور وصیت والدین کے لیے تھی، پس اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جس کو چاہا منسوخ کر دیا، پس مرد کے لیے عورت کے دو حصے کر دیے، اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ کر دیا، اور بیوی کے لیے آٹھواں حصہ اور چوتھا حصہ رکھا اور شوہر کے لیے نصف حصہ اور چوتھا حصہ رکھا۔

صحیح البخاری: ۶۷۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور کتاب الفرائض کے شروع میں دو آیتیں ہیں ان سے ان کا حکم معلوم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح وصیت والدین کے لیے تھی اور اس کا حکم کتاب الوصایا میں گزر چکا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ورقاء کا ذکر ہے، یہ الاورق کی مونث ہے اور الاورق عمر الخوارزمی کے بیٹے ہیں اور وہ عبداللہ بن ابی نجیح سے روایت کرتے ہیں، یحییٰ القطان نے کہا کہ وہ قدری تھے یعنی منکرِ تقدیر تھے اور وہ عطاء بن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۳۹، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شوہر اور بیوی کے مقررہ حصوں پر اجماع

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: اس پر اجماع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب بیوی کی شوہر سے اولاد نہ ہو اور نہ کسی اور سے تو شوہر کو نصف ملتا ہے اور اگر بیوی کے لیے اس شوہر سے اولاد ہو یا کسی اور سے تو شوہر کو چوتھائی ملتا ہے اور اس فرض سے اس کی کمی نہیں ہوگی۔ اور اسی طرح بیوی کی شوہر سے وراثت ہے۔ اسی طرح جب شوہر کی بیوی سے اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے اور اگر بیوی کی شوہر سے اولاد نہ ہو تو اس کو چوتھائی حصہ ملتا ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۱۔ بَابُ: مِيرَاثِ الْمَرْأَةِ وَالزَّوْجِ مَعَ الْوَلَدِ وَغَيْرِهِ — عورت اور شوہر کی وراثت اولاد کے ساتھ

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں عورت کی وراثت کا بیان کیا گیا ہے اور شوہر کی وراثت کا اولاد کے ساتھ اور "وغیرہ" کا معنی ہے جو وارثین میں سے ہیں۔ پس عورت اور شوہر کی وراثت کسی حال میں بھی کم نہیں ہوتی، بلکہ اولاد شوہر کی وراثت کو نصف سے ربع تک کم کرتی ہے اور اولاد عورت کی وراثت کو چوتھائی سے آٹھویں حصہ تک کم کرتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۴۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لَحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى لَهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو لحیان کی ایک عورت کے پیٹ کے اس بچہ کے متعلق ایک غلام یا باندی کو آزاد کرنے کا حکم دیا جو مردہ (حالت میں) گر گیا تھا۔ پھر وہ عورت جس کے خلاف

Marfat.com

غلام یا باندی کو آزاد کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا فوت ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اس عورت کی وراثت اس کے بیٹوں اور اس کے خاوند کو ملے گی۔اور دیت کی ادائیگی اس عورت کے عصبات پر لازم ہوگی۔

(صحیح البخاری:٥٧٥٨،صحیح مسلم:١٦٨١،سنن ترمذی:٢١١١،سنن نسائی:٤٨١٧،مسند احمد:١٠٥٧٠)

صحیح البخاری:٦٧٤٠،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کے عنوان میں عورت کی وراثت کا ذکر ہے اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے متعلق فیصلہ کیا کہ اس کی میراث اس کے بیٹوں کو اور اس کے شوہر کو ملے گی۔۔۔الحدیث

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابن شہاب کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ابن المسیب کا ذکر ہے، ان کا نام سعید ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کا ذکر کتاب الدیات میں از عبداللہ بن یوسف کیا ہے۔امام مسلم نے اس حدیث کا ذکر کتاب الحدود میں کیا ہے۔امام ترمذی نے اس کا ذکر کتاب الفرائض میں کیا ہے اور امام ابوداؤد اور النسائی نے اس کا ذکر الدیات میں کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

پیٹ کے بچہ کو مارے جانے کا قصہ اور اس کے متعلق متعدد روایات میں تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے''فی جنین امراۃ''یعنی ایک عورت کے پیٹ کے بچے کے مارے جانے کے سبب سے۔

امام بخاری نے کتاب الدیات میں بیان کیا ہے کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں، پس ایک عورت نے دوسری عورت کے اوپر ایک پتھر مارا اور اس کی ضرب سے اس عورت کو بھی مار دیا اور جو اس کے پیٹ میں بچہ تھا اس کو بھی مار دیا۔۔۔الحدیث

کہا جاتا ہے کہ جو عورت مارنے والی تھی اس کو ام عفیف بنت مسروح کہا جاتا تھا اور جس عورت کو پتھر مارا گیا تھا اس کو ملیکہ بنت عویم کہا جاتا تھا۔دوسرا قول ہے کہ عویمر براء کہا جاتا تھا، اس کا حافظ ابوعمر بن عبدالبر مالکی نے ذکر کیا ہے۔

(الاستیعاب ج ٤ ص ٤٦٧)

اور امام بخاری کی عبارت اس طرح ہے کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں نے ایک دوسرے کو پتھر مارا، پس دوسری عورت کے پیٹ کا بچہ ساقط ہو گیا۔۔۔الحدیث

Marfat.com

اور یہاں اس حدیث میں امام بخاری نے کہا ہے کہ جس عورت کو پتھر مارا گیا تھا وہ بنولحیان سے تھی اور ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض اور تخالف نہیں ہے کیونکہ لحیان، ہزیل کی ایک شاخ ہے اور وہ لحیان بن ہزیل بن مدرکہ ہے۔

علامہ الجوہری نے کہا ہے: بلحیان میں لام کے نیچے زیر ہے اور یہ قبیلہ کا باپ ہے۔ اور ایک روایت میں ہزلیہ اور عامریہ ہے اور اس کی نسبت ابن ابی فروہ کی طرف ہے اور یہ ضعیف ہے اور ان دونوں میں تعارض ظاہر ہے۔ (الصحاح للجوہری ج ۶ ص ۲۴۸۰)

اور صحیح مسلم کی حدیث میں اس طرح مذکور ہے کہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے کی سوکن تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۸۲، کتاب القسامۃ، باب دیۃ الجنین)

اور امام ابوداؤد نے مجالد کی سند سے روایت کی ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک، ایک شوہر کے نکاح میں تھی اور اس میں بھی کوئی منافاۃ نہیں ہے کیونکہ اس احتمال کا ارادہ ہے کہ وہ دونوں سوکنیں نہ ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۷۵)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت کو خیمہ کی لکڑی سے مارا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۸۶۲)

اور سنن ترمذی کی روایت میں مذکور ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت کو پتھر سے مارا تھا۔ (سنن ترمذی: ۱۴۱۱)

اور اس میں بھی کوئی تخالف نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پہلے لکڑی سے مارا ہو اور پھر پتھر سے مارا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''سقط'' یعنی وہ پیٹ کا بچہ ساقط ہو گیا اس حال میں کہ وہ مردہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبب سے ایک غلام یا ایک باندی کو آزاد کرنے کا فیصلہ فرمایا''۔ اس حدیث میں جو ''یا'' کا لفظ ہے یہ تنویع اور تقسیم کے لیے ہے شک کے لیے نہیں ہے۔

پیٹ کے بچہ کے تاوان میں دیے جانے والے مویشیوں کی اقسام اور ان کی تعداد کے متعلق مختلف روایات

اور امام ابوداؤد کی روایت میں ہے: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیٹ کے بچہ کے سبب سے ایک غلام یا ایک باندی یا ایک گھوڑے یا ایک خچر یا ایک گدھے کا فیصلہ فرمایا۔ اور یہ حدیث معلول ہے (یعنی اس میں علتِ خفیہ قادحہ طاعنہ ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۷۹)

اور امام ابن ابی شیبہ نے عطاء سے مرسلاً روایت کی ہے کہ آپ نے فقط خچر کا فیصلہ فرمایا۔ اور دوسری روایت ہے: یا گھوڑے کا فیصلہ فرمایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۹۲۔۳۹۱)

اور امام الدارقطنی نے از معمر از ابن طاؤس از والد خود از حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے: یا آپ نے گھوڑے کا فیصلہ فرمایا۔

(سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۷۷)

اور ابن سیرین نے کہا: اس میں سو بکریاں دینا کافی ہے۔

اور امام ابوداؤد نے بعض سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ اس میں پانچ سو بکریاں دینا کافی ہے اور یہ ان کا وہم ہے اور صحیح یہ ہے کہ سو بکریاں دینا کافی ہے جیسا کہ اس پر امام ابوداؤد نے تنبیہ کی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۷۸)

اور مسند الحارث بن ابی اسامہ میں حمل بن مالک کی حدیث سے مذکور ہے: یا دس اونٹ کا فیصلہ فرمایا، یا سو بکریوں کا فیصلہ فرمایا۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج ۴ ص ۱۹۲، رقم: ۳۴۰۸، المطالب العالیہ ج ۸ ص ۱۲۹، رقم: ۱۹۰۲)

اور امام بیہقی نے کہا ہے کہ ابوالملیح نے بھی از والد خود از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی روایت کی ہے، مگر انہوں نے کہا ہے: یا ایک سو

بیس بکریوں کا فیصلہ فرمایا، اور اس کی سند ضعیف ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۱۵)

اور وکیع نے از عبداللہ بن ابی بکر از ابی الملیح الھزلی روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ حمل بن مالک کے نکاح میں دو عورتیں تھیں ایک عورت بنو سعد کی تھی اور ایک عورت الملیح الھزلی کی تھی۔ پس السعدیہ نے اللحیانیہ کو پتھر مارا، سو اس کو جان سے مار ڈالا اور ایک لڑکا ساقط کر دیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچہ کو مارنے کے سبب سے ایک غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا، پس عویمر نے کہا جن کے خلاف غلام کو آزاد کرنے کا فیصلہ فرمایا گیا تھا: یا رسول اللہ! میرے پاس تو کوئی غلام نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر دس اونٹ دو، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس تو اونٹ نہیں ہیں، آپ نے فرمایا: پھر ایک سو بیس بکریاں دو، ان بکریوں میں نہ کوئی کانی ہو، نہ کوئی بوڑھی ہو، جن میں کسی کا نہ کوئی سینگ کٹا ہوا ہو اور نہ وہ کان کٹی ہو، اس نے کہا: یا رسول اللہ! پھر بنولحیان کے صدقہ میں سے میری مدد کیجئے، پس آپ نے ایک مرد سے فرمایا: اس کی مدد کرو۔

اور امام عبدالرزاق نے از ابو جابر البیاضی روایت کی ہے اور وہ ضعیف راوی ہیں از سعید بن المسیب از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کسی عورت کے پیٹ کے بچہ کو جو مارا جائے تو اگر وہ بچہ لڑکا ہو تو اس میں ایک غلام کو آزاد کیا جائے، اور اگر وہ لڑکی ہو تو اس میں ایک باندی کو آزاد کیا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۶۱، رقم: ۱۸۳۵۴)

''غرۃ'' کا معنی اور تاوان میں دیے جانے والے غلام کے رنگ کے متعلق مختلف اقوال

حافظ ابو عمر بن عبدالبر مالکی نے کہا ہے: ''غرۃ'' کا معنی یہاں پر ہے ''الابیض'' یعنی سفید، پس اس میں سیاہ رنگ کا غلام یا سیاہ رنگ کی باندی کو نہیں لیا جائے گا۔ اور امام مالک نے کہا: سرخ رنگ کے غلام اور باندی میرے نزدیک سیاہ رنگ کے غلام اور باندی سے زیادہ مستحب ہیں۔ الابہری نے کہا: غرۃ سے مراد ہے البیض یعنی سفید، اگر اس شہر کے اندر سفید غلام نہ ہوں تو پھر سیاہ غلام دے دیئے جائیں گے۔ اور امام مالک نے کہا: اس شہر کے متوسط غلاموں میں سے دیے جائیں گے، پس اگر اس شہر کے غلاموں میں اکثر سرخ ہوں تو ان میں سے متوسط دیے جائیں گے اور اگر اکثر سیاہ ہوں تو ان میں سے متوسط دیے جائیں گے۔ اور امام مالک نے کہا: اس سے مراد غلام یا باندی ہے۔

جس عورت پر تاوان تھا اس کے مرجانے کی صورت میں اس کی وراثت کا مسئلہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس عورت کے خلاف ''غرۃ'' کا فیصلہ کیا گیا تھا وہ فوت ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عورت کی وراثت اس کے بیٹوں اور اس کے شوہر کے لیے ہے اور دیت اس کے عصبات پر لازم ہے۔ (کیونکہ عصبات میت کے وارث ہوتے ہیں، اس لیے اگر میت پر کوئی تاوان لازم ہو تو وہ بھی ان کو ہی ادا کرنا ہوگا)۔

''غرۃ'' کی ادائیگی کس پر لازم ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف

امام مالک اور حسن بن حی نے کہا ہے کہ یہ جنایت یعنی جرم کرنے والے کے مال میں لازم ہے، پھر کفارہ ہے اور یہ الحسن اور الشعبی کا قول ہے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابراہیم، العطاء اور الحکم نے اسی کو وثوق کے ساتھ کہا ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ یہ ''غرۃ'' عاقلہ (عصبات) پر ہے۔ یہ الثوری، النخعی، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور ان کے

Marfat.com

اصحاب کا قول ہے۔اور یہی ابن سیرین اور ابراہیم کا دوسری روایت میں قول ہے۔اوران کی دلیل حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں ''غرۃ'' کو عورت کے عاقلہ پر لازم کیا ہے۔

اور حافظ ابوعمر بن عبدالبر مالکی نے کہا: یہ اس مسئلہ میں نص سے ثابت ہے اور صحیح ہے اختلاف کے محل میں اور اسی پر حکم لگانا واجب ہے۔

''غرۃ'' کی قیمت میں فقہاء کا اختلاف

امام مالک نے کہا: اس کی قیمت پچاس دینار ہے یا چھ سو درہم ہے جو آزاد، مسلمان مرد کی دیت کا پانچواں حصہ ہے۔اور آزاد مسلمان عورت کی دیت کا دسواں حصہ ہے اور یہی الزہری، الربیعہ اور تمام اہلِ مدینہ کا قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور تمام فقہاء کوفہ نے کہا ہے: اس کی قیمت پانچ سو درہم ہے اور یہی ابراہیم نخعی اور شعبی کا قول ہے۔

پیٹ کے مارے جانے والے بچہ کی صفت میں فقہاء کا اختلاف

پیٹ کے جس بچہ کے مارے جانے پر ایک ''غرۃ'' کو دینے کا حکم ہے، اس کی صفت کے متعلق امام مالک نے کہا: عورت نے جب اس کو ساقط کیا ہو تو وہ گوشت کا لوتھڑا ہو یا جما ہوا خون ہو یا جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ بچہ ہے تو اس میں ایک ''غرۃ'' دیا جائے گا، پس اگر وہ پیٹ کا بچہ ساقط ہو جائے اور وہ آواز نہ نکالے تو اس میں ایک ''غرۃ'' ہے خواہ اس نے حرکت کی ہو یا اسے چھینک آئی ہو، تب بھی اس میں ایک ''غرۃ'' ہے، اور اگر اس نے آواز نکالی ہو تو اس میں مکمل دیت ہے (یعنی سو اونٹ)۔

امام شافعی نے کہا: اس کے سبب سے کوئی چیز واجب نہیں ہوگی حتیٰ کہ اس کی تخلیق سے کوئی چیز واضح ہو جائے، پس اگر اس کی حرکت سے یا اس کے چھینک لینے سے یا اس کے آواز نکالنے سے یا کسی اور طریقہ سے اس کی حیات کا علم ہو جائے اور اس کی زندگی کا یقین ہو جائے پھر وہ مر جائے تو اس میں دیت ہے۔

اور حافظ ابن عبدالبر مالکی نے کہا: اور یہی تمام فقہاء کا قول ہے اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ پیٹ کا بچہ جب نکلا پھر مر گیا تو اس میں دیت بھی ہے اور کفارہ بھی ہے۔ (دیت سو اونٹ ہے اور کفارہ سے مراد قتلِ خطاء کا کفارہ ہے یعنی ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے)۔

امام مالک نے کہا: اس میں قسامت ہے۔اور امام ابوحنیفہ نے قسامت کے بغیر کہا۔

اور جب پیٹ کا بچہ مردہ نکلے تو اس کے کفارہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔پس امام مالک نے کہا: اس میں ''غرۃ'' اور کفارہ ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا: اس میں ''غرۃ'' ہے اور کفارہ نہیں ہے اور یہی داؤد ظاہری کا قول ہے۔

دیت کو عقل کہنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''پیٹ کے مارے ہوئے بچہ کی عقل یعنی اس کی دیت قاتلہ کے عصبات پر ہے''۔

عقل سے مراد ہے دیت، اور اس کی اصل یہ ہے کہ قاتل نے جب کسی مقتول کو قتل کیا تو اس کی پوری دیت اونٹوں سے دی جاتی

ہے، پس ان اونٹوں کو باندھ کر مقتول کے اولیاء کو دیا جاتا ہے تا کہ مقتول کے اولیاء ان اونٹوں پر قبضہ کر لیں اور عقل کے معنی باندھنا ہے، اس وجہ سے دیت کو عقل کہتے ہیں۔ اور تمام دیات قاتلہ کے عصبات پر ہے جو اس کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوتے ہیں کیونکہ وہ بطور عصبہ کے وراثت لیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۷۶۔۳۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''غرۃ'' کے معنی کی تحقیق

''غرۃ'' کا معنی ہے ''الخیار'' یعنی بہتر اور عمدہ۔ ابو عمرو نے کہا ہے: ''غرۃ'' کا معنی ہے ''الابیض'' یعنی سفید، سو اس میں سیاہ غلام نہیں لیا جائے گا۔ اور امام مالک نے کہا ہے کہ سرخ رنگ کے غلام میرے نزدیک سیاہ رنگ کے غلاموں سے بہتر ہیں۔
(المدونہ ج ۴ ص ۴۸۴)

علامہ الابہری نے کہا ہے یعنی سفید، اگر اس شہر کے غلاموں میں سفید غلام نہ ہوں تو پھر سیاہ غلام دے دیے جائیں۔ اور ''غرۃ'' کے لیے زمانہ جاہلیت میں ایک اصل معروف تھی یعنی جو شخص کسی شرف کو نہ پہنچا ہو تو اس کی مکمل دیت ادا کی جائے گی۔
(التمہید لابن عبدالبر ج ۶ ص ۴۸۲)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ لفظ ''الغرۃ'' حدیث میں تنوین کے ساتھ ہے، پھر انہوں نے اس کی تفسیر کی اور کہا کہ ''غرۃ'' نہ غلام کی طرف مضاف ہے اور نہ باندی کی طرف۔ امام مالک نے کہا: اس شہر کے غلاموں میں سے متوسط غلام دیا جائے گا۔ اگر اس شہر کے اکثر غلام سرخ ہوں تو متوسط غلام دیا جائے گا، اور اگر اس شہر کے اکثر غلام سیاہ ہوں تو ان میں سے متوسط غلام دیا جائے گا۔
(المنتقی ج ۷ ص ۸۰)

اور امام مالک نے کہا: غلام ہو یا باندی ہو۔ (المدونہ ج ۴ ص ۴۸۴)
اور اسی طرح امام بخاری نے کتاب الدیات میں ذکر کیا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ (صحیح البخاری: ۶۹۰۹، باب: جنین المراۃ)
اس حدیث میں مذکور ہے ''جو پیٹ کا بچہ مارا گیا ہے اس کی دیت قاتلہ کے عصبات پر ہے''۔
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پیٹ کے مارے ہوئے بچہ کی دیت کا بوجھ اس کے عصبات اٹھائیں گے اور یہ ابوالفرج کی امام مالک سے روایت ہے، کیونکہ یہ ایک شخص کی دیت ہے جیسے نصرانی کی دیت ہوتی ہے یا مجوسی کی دیت ہوتی ہے۔ اور المدونہ میں اس طرح مذکور ہے کہ اس کی دیت جنایت کرنے والے کے مال سے دی جائے گی، کیونکہ یہ تہائی دیت سے کم ہے۔
(المدونہ ج ۴ ص ۴۸۲)

مقتولہ کی دیت کے متعلق روایات

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:
ایک فرقہ کا شاذ قول ہے کہ پیٹ میں مارے ہوئے بچہ کے تاوان میں کچھ نہیں ہے اور یہ قول نصوص ظاہرہ اور اجماع صحابہ سے

Marfat.com

مردود ہے۔(المفہم شرح مسلم ج ۵ ص ۶۲، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

ان نصوص میں سے مجالد کی حدیث ہے از شعبی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، انہوں نے پیٹ کے مارے ہوئے بچہ کی دیت قاتلہ کے عاقلہ پر مقرر کی۔ اس حدیث کی متابعت نہیں کی گئی۔ اور اس میں یہ ہے کہ اس قاتلہ کا خاوند اس قتل سے بری ہو گیا اور اس کا بیٹا بھی، پس مقتولہ کی عاقلہ نے کہا: اس کی میراث ہمارے لیے ہوگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اس کی میراث اس کے خاوند اور اس کی اولاد کے لیے ہوگی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۷۵، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۸)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اس عورت کے چچا نے کہا: یا رسول اللہ! اس عورت نے ایک لڑکے کو ساقط کیا ہے جس کے بال بھی پیدا نہیں ہوئے اور وہ مرا ہوا ہے تو قاتلہ کے باپ نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے۔

(السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۱۵ نشر السنۃ، ملتان)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قتلِ شبہ عمد کی دیت کو قاتل کے عصبات برداشت کرتے ہیں اور یہ امام شافعی اور جمہور کا قول ہے۔ (الاشراف لابن المنذر ج ۳ ص ۱۳۱۔ ۱۳۲)

(۲) اور امام بیہقی کی روایتِ صحیحہ میں مذکور ہے کہ عورت کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ امام بیہقی نے کہا: اس روایت کی سند صحیح ہے، مگر میں نے اس کو حدیث کی مختلف سندوں میں نہیں پایا۔ (السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۴۳)

(۳) عمرو بن دینار کی حدیث میں مذکور ہے کہ ان کو اس میں شک ہے کہ جب عورت، عورت کو قتل کر دے تو اس کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ از ابن طاؤس از والد خود روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صورت میں حکم دیا کہ مقتولہ کی دیت دی جائے گی اور اس کے مارے ہوئے بچہ کے بدلہ میں ایک "غرۃ" دیا جائے گا۔ امام بیہقی نے کہا: محفوظ یہ ہے کہ آپ نے قاتلہ کے عصبات کے اوپر دیت کو واجب فرمایا۔ (السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۱۳۔ ۱۱۴)

حافظ ابوعمر بن عبد البر نے کہا ہے: اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اس صورت میں قصاص کا فیصلہ کیا یعنی قاتلہ سے مقتولہ کا قصاص لیا جائے گا۔ (الاستذکار لابن عبد البر ج ۲۵ ص ۷۵)

(۴) العصیلی نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ جب قاتلہ کو قتل کرنا واجب ہے تو اس کے عصبات نفلی طور پر مقتولہ کے اولیاء کو دیت ادا کریں۔ اور کبھی یہ اس کی موت سے پہلے ہوتا ہے تو ان کے خلاف یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ مقتولہ کے اولیاء کو یہ ادا کریں۔

اور علامہ ابن بطال نے "جنین المرأۃ" کے باب میں اپنے بعض مشائخ سے ایسی احادیث روایت کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قاتلہ کے عصبات کے اوپر دیت کا ادا کرنا واجب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۵۵۔ ۵۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۵۰۲۔ ۵۰۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

Marfat.com

۱۲۔ بَابُ: مِيرَاثُ الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةٌ
بہنوں کی بیٹیوں کے ساتھ وراثت بطورِ عصبہ ہے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جب بہنیں بیٹیوں کے ساتھ جمع ہوں تو وہ بہنیں عصبہ ہوں گی، اور اس پر اجماع ہے کہ بہنیں بیٹیوں کی عصبہ ہیں، پس جو شخص مرگیا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑی تو بیٹی کو نصف ملے گا اور بہن کو بھی نصف ملے گا یعنی بیٹی کا نصف حصہ دینے کے بعد بطورِ عصبہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۴۱۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَضَى فِينَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ النِّصْفُ لِلِابْنَةِ وَالنِّصْفُ لِلْأُخْتِ ثُمَّ قَالَ سُلَيْمَانُ قَضَى فِينَا وَلَمْ يَذْكُرْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔

(صحیح البخاری: ۶۷۴۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۹۳، سنن دارمی: ۲۸۷۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابراہیم از الاسود، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہمارے درمیان حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ بیٹی کو نصف ملے گا اور بہن کو نصف ملے گا، پھر سلیمان نے کہا: ہمارے درمیان فیصلہ کیا اور یہ لفظ نہیں کہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں۔

صحیح البخاری: ۶۷۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کے عنوان میں مذکور ہے: بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہیں اور اس باب کی حدیث میں بھی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہی فیصلہ مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بشر بن خالد، یہ ابومحمد العسکری ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں، یہ دو سو ترپن (۲۵۳ھ) ہجری میں فوت ہوگئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن جعفر، اور وہ غندر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، اور وہ الاعمش ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، وہ النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاسود، وہ ابن یزید ہیں جو ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں۔

یہ حدیث ''باب میراث البنات'' میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قضی فینا معاذ بن جبل" امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یمن میں فیصلہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن والوں کی طرف گورنر اور معلم بنا کر بھیجا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۴۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي قَيْسٍ عَنْ هُزَيْلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ لَأَقْضِيَنَّ فِيهَا بِقَضَاءِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِلْابْنَةِ النِّصْفُ وَلِابْنَةِ الِابْنِ السُّدُسُ وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی قیس از ہزیل، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کروں گا یا کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ بیٹی کے لیے نصف ہے اور پوتی کے لیے چھٹا حصہ ہے اور باقی ماندہ بہن کو ملے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۷۳۶، ۶۷۴۲، سنن ترمذی: ۲۰۹۳، سنن ابوداؤد: ۲۸۹۰، سنن ابن ماجہ: ۲۷۲۱، مسند احمد: ۳۶۸۳)

صحیح البخاری: ۶۷۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کی حدیث میں بھی بیٹیوں کی وراثت بطور عصبہ ذکر کی گئی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن عباس، یہ البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن، وہ ابن مہدی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقیس، وہ عبدالرحمٰن بن سروان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہزیل، وہ ہزل کی تصغیر ہے اور وہ ابن شرحبیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "میں ضرور اس مسئلہ میں فیصلہ کروں گا" یعنی جس مسئلہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا اور ان کی مراد یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے اور آپ کی سند کے مطابق فتویٰ دیں

Marfat.com

گے، کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دنوں نہ قاضی تھے اور نہ امیر تھے۔

اور امام نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس میں وہ فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا تھا اور یہی جماعتِ علماء کا قول ہے کہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں اور بیٹیوں کا حصہ دینے کے بعد جو باقی بچتا ہے وہ بہنوں کا ہوتا ہے، مثلاً ایک بیٹی ہو اور ایک بہن ہو تو بیٹی کو اس کا فرض حصہ نصف ملے گا اور جو باقی نصف ملے گا وہ بہن کو بطورِ عصبہ ملے گا۔ اور جیسے دو بیٹیاں ہوں اور ایک بہن ہو تو دو بیٹیوں کو دو ثلث یعنی دو تہائی ملیں گے اور بہن کو جو باقی بچے گا یعنی ایک تہائی وہ بطورِ عصبہ ملے گا۔ اور جیسے ایک بیٹی ہو اور ایک پوتی ہو اور ایک بہن ہو تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ بیٹی کو نصف ملے گا پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی بہن کو بطورِ عصبہ ملے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۴۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیٹیوں کے ساتھ بہنوں کی وراثت کی تفصیل

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ بہنیں بیٹیوں کی عصبہ ہیں، پس بیٹیوں کا حصہ دینے کے بعد جو باقی بچتا ہے وہ اس کی وارث ہوں گی۔ پس جس شخص نے صرف ایک بیٹی اور ایک بہن کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف ملے گا اور بہن کو باقی نصف ملے گا جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اور اگر اس نے دو بیٹیوں کو اور ایک بہن کو چھوڑا تو دو بیٹیوں کو دو تہائی حصہ ملے گا اور بہن کو باقی ماندہ ترکہ ملے گا اور اگر اس نے ایک بیٹی یا بہن اور ایک پوتی کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف ملے گا اور پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا تاکہ دو ثلث مکمل ہو جائیں۔ اور بہن کو باقی ماندہ حصہ ملے گا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کیونکہ بیٹیاں دو ثلث سے زیادہ کی وارث نہیں ہوتیں۔ اور اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سوائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اور کسی نے مخالفت نہیں کی، وہ یہ کہتے تھے کہ بیٹی کو نصف ملے گا اور باقی ماندہ عصبات کو ملے گا اور بہن کو نہیں ملے گا۔ اسی طرح جب دو بیٹیوں کو دو ثلث ملیں گے اور پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا تو باقی عصبات کو ملے گا اور اگر عصبات نہ ہوں تو پھر ترکہ ایک بیٹی یا زائد بیٹیوں پر لوٹا دیا جائے گا اور اس کی بحث گزر چکی ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس مسئلہ میں سوائے اہل الظاہر کے اور کسی نے موافقت نہیں کی۔ اور جمہور کی دلیل درج ذیل آیت ہے:

يَسْتَفْتُونَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (النساء: ۱۷۶)

آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا، اور وہ (بھائی) اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ہے اور اگر بہن بھائی وارث ہوں مرد اور عورتیں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں

Marfat.com

کے حصہ کے برابر ہے، اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت
سے) بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب
جاننے والا ہے O

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص کلالہ ہونے کی حالت میں فوت ہو اس آیت میں اس کے بھائیوں اور بہنوں کی وراثت کے چار احوال بیان ہوئے ہیں:

(۱) ایک شخص فوت ہوا اور اس کی صرف ایک بہن ہو تو بہن کو اس کے ترکہ میں سے نصف ملے گا، پھر اگر اس کے عصبات ہیں تو باقی ترکہ ان کو ملے گا ورنہ وہ باقی نصف بھی اس بہن کو مل جائے گا۔

(۲) ایک عورت فوت ہو جائے اور اس کا صرف ایک بھائی وارث ہو تو اس عورت کا تمام مال اس بھائی کو مل جائے گا، اسی طرح اگر ایک شخص فوت ہو جائے اور اس کا صرف ایک بھائی وارث ہو تو وہ بھی اس کے تمام ترکہ کا وارث ہوگا۔

(۳) کوئی مرد یا عورت فوت ہو اور اس کی صرف دو یا دو سے زیادہ حقیقی یا علاتی بہنیں ہوں تو ان بہنوں کو دو تہائی ملے گا۔

(۴) کوئی مرد یا عورت فوت ہو اور اس کے وارث صرف بھائی اور بہن ہوں تو ان بھائی بہن میں اس کا ترکہ تقسیم کر دیا جائے گا بایں طور کہ مرد کو دو حصے دیے جائیں گے اور عورت کو ایک حصہ دیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۰۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۳۔ بَابٌ: مِیرَاثِ الْأَخَوَاتِ وَالْإِخْوَةِ — بھائیوں اور بہنوں کی وراثت کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اخوات اور اخوۃ کی وراثت کا بیان ہے، اخوات اخت کی جمع ہے جس کا معنی ہے بہن اور اخوۃ، اخ کی جمع ہے جس کا معنی ہے بھائی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۴۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رضی الله عنه قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا مَرِيضٌ فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ نَضَحَ عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ فَأَفَقْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا لِي أَخَوَاتٌ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از محمد بن المنکدر، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت میں بیمار تھا، آپ نے وضو کا پانی منگایا، پس آپ نے وضو کیا، پھر آپ نے میرے اوپر وضو کے بچے ہوئے پانی کو چھڑکا تو مجھے ہوش آ گیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری تو بہنیں ہیں۔۔۔ پھر فرائض کی آیت نازل ہو گئی۔

(صحیح البخاری: ۱۹۴، ۴۵۷۷، ۵۶۵۱، ۵۶۶۴، ۵۶۷۶، ۶۷۲۳، ۶۷۴۳، ۷۳۰۹، صحیح مسلم: ۱۶۱۶، سنن ترمذی: ۲۰۹۶، سنن نسائی: ۱۳۸، سنن

Marfat.com

ابوداؤد: ۲۸۸۶، سنن ابن ماجہ: ۲۷۲۸، مسند احمد: ۳۷۷۴، سنن دارمی: ۷۳۳)

صحیح البخاری: ۶۷۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس باب کے عنوان میں بہنوں کی وراثت کا ذکر ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری بہنیں ہیں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی اولاد نہیں تھی۔ اور امام بخاری نے بھائیوں کا مسئلہ اپنے استنباط سے نکالا اور بہنوں کے ذکر کو عنوان میں مقدم کیا کیونکہ حدیث میں بہنوں کے ذکر کی تصریح ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن عثمان، یہ ابن جبلہ ہیں اور ان کا لقب عبدان المروزی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الفرائض کے شروع میں اس سے زیادہ مکمل متن کے ساتھ گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بوضوء" اور یہ وہ پانی ہے جس سے وضو کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم نضح" یعنی پانی چھڑکا۔

بہنوں اور بھائیوں کی وراثت کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے "فنزلت آیۃ الفرائض" یعنی وراثت کی آیت نازل ہوئی جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بہنیں وارث ہوں گی۔ اور اس پر اجماع ہے کہ بہنیں اور بھائی خواہ سگے ہوں یا باپ شریک ہوں، مذکر ہوں یا مونث، وہ بیٹے اور پوتے کے ساتھ وارث نہیں ہوتے اور نہ باپ کے ساتھ وارث ہوتے ہیں۔

بہنوں کی دادا کے ساتھ وراثت کی تفصیل

دادا کے ساتھ بہنوں کی وراثت میں اختلاف ہے، پس دادا کے ساتھ بہنوں میں سے ایک بہن کے لیے ترکہ کا نصف ہے اور دو بیٹیوں یا زیادہ کے لیے دو ثلث ہے مگر مسئلہ الاکدریہ میں اور وہ یہ ہے:

شوہر ہو اور ماں ہو اور دادا ہو اور سگی بہن ہو یا باپ شریک بہن ہو تو شوہر کو نصف ملے گا اور ماں کو ایک تہائی ملے گا اور دادا کو چھٹا حصہ ملے گا اور بہن کو بھی نصف ملے گا۔

اس مسئلہ کی تصحیح چھ سے ہوگی، شوہر کو تین حصے ملیں گے، ماں کو دو حصے ملیں گے دادا کو ایک حصہ ملے گا اور بہن کو بھی تین حصے ملیں گے اور یہ تصحیح نو کی طرف عول کرے گی۔ پھر دادا کا حصہ اور بہن کا حصہ جمع کیا جائے گا اور یہ چار ہے، پس ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا اور مذکر کو دو حصے ملیں گے اور مونث کو ایک حصہ ملے گا اور چار تین پر برابر برابر تقسیم نہیں ہوتے تو تین کو اصل مسئلہ یعنی نو کے

Marfat.com

ساتھ ضرب دی جائے گی تو یہ ستائیس ہو جائے گا، اب شوہر کو نو حصے دیے جائیں گے اور ماں کو چھ حصے دیے جائیں گے اور دادا کو آٹھ حصے دیے جائیں گے اور بہن کو چار حصے دیے جائیں گے اور اس مسئلہ کا نام اکدریہ رکھا ہے، کیونکہ عبد الملک بن مروان نے اس مسئلہ کے متعلق ایک مرد سے سوال کیا اس مرد کا نام اکدر تھا، اس نے اس مسئلہ کے بیان کرنے میں خطاء کی تو یہ مسئلہ اس کی طرف منسوب ہو گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میت کا نام اکدر تھا اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس مسئلہ کو اکدریہ اس لیے کہا ہے کیونکہ یہ مسئلہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر گدلا اور مٹیالا ہو گیا تھا اور کدورت کے معنی گدلا اور مٹیالا ہیں یعنی ان کو یہ مسئلہ آسانی سے سمجھ نہیں آسکا، کیونکہ بہن کو دادا کے ساتھ صرف اسی مسئلہ میں حصہ ملتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۷۹۔۳۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۴۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بہنوں کے دادا کے ساتھ جمع ہونے کی ایک اور صورت

اس مسئلہ کی اس صورت میں اختلاف ہے جب بہنوں اور بھائیوں کے ساتھ دادا ہو جیسا کہ اس کی طرف پہلے اشارہ گزر چکا ہے۔ پس بہنوں میں سے ایک کے لیے نصف ہوگا اور دو یا دو سے زائد بہنیں ہوں تو ان کے لیے دو ثلث ہوں گے یعنی دو تہائی اور باقی ماندہ ترکہ بھائی کے لیے ہوگا۔ اور اگر بھائیوں کے ساتھ بہنیں بھی ہوں تو مذکر کو دو حصے اور مونث کو ایک حصہ ملے گا جیسا کہ قرآن مجید میں تصریح ہے اور اس میں صرف اس صورت میں اختلاف ہے کہ جب شوہر ہو اور ماں ہو اور دو ماں شریک بہنیں ہوں اور ایک سگا بھائی ہو تو جمہور نے کہا ہے کہ بھائی ان میں شریک ہوگا اور حضرت علی اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم بھائیوں کو شریک نہیں کرتے تھے خواہ وہ سگے بھائی ہوں ماں شریک بہنوں کے ساتھ کیونکہ بھائی عصبہ ہیں اور عصبہ سارا مال لے لیتے ہیں اور کوفیوں کی ایک جماعت نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۰۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۴۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بھائی اور بہن خواہ سگے ہوں یا باپ شریک ہوں، مرد ہوں یا عورت ہوں وہ بیٹے کے ساتھ وارث نہیں ہوتے اور نہ پوتے کے ساتھ وارث ہوتے ہیں اور نہ باپ کے ساتھ۔

اور بہنوں کی دادا کے ساتھ وراثت میں اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے اس کا ''باب میراث الجد'' میں ذکر کیا ہے۔

جب بہنیں اور دادا ہوں تو جو بہنوں کو دادا کے ساتھ وارث کرتے ہیں وہ دادا کو بھائی کے درجہ میں قرار دیتے ہیں اور دادا کو اس کی مثل دیتے ہیں جو دو بہنوں کو دیتے ہیں اور جو بہنوں کو دادا کے ساتھ وارث نہیں قرار دیتے وہ دادا کو باپ کے درجہ میں رکھتے ہیں اور دادا بہنوں کے لیے حاجب ہو جاتا ہے اور یہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت کا مسلک ہے۔ اور بہنیں دادا اور باپ اور بیٹے کے ماسوا میں وارث ہوتی ہیں۔ ایک بہن کو نصف ملے گا اور دو یا دو سے زائد کو دو ثلث ملیں گے مگر مسئلہ مشترکہ میں اور وہ یہ ہے کہ ایک عورت فوت ہو گئی اور اس نے اپنے شوہر کو چھوڑا اور ماں کو چھوڑا اور ماں شریک بہنوں کو چھوڑا

اور سگی بہنوں کو چھوڑا، پس اس کے شوہر کو نصف ملے گا اور ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور ماں شریک بہنوں کو تیسرا حصہ ملے گا اور چونکہ باقی کچھ نہیں بچا تو سگے بھائی بہن ماں شریک بہنوں کے ساتھ تہائی حصہ میں شریک ہو جائیں گے اور مذکر کو دو حصے ملیں گے اور مونث کو ایک حصہ ملے گا، اس وجہ سے کہ یہ سب فوت شدہ ماں کے بھائی ہیں اور یہ ماں کی وجہ سے وارث ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ (النساء:۱۲)

اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد اور اس کا (ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا ایک تہائی حصہ ہے اس شخص کی وصیت پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد، وصیت میں نقصان نہ پہنچایا گیا ہو، یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے، اور اللہ خوب جاننے والا، بہت حلم والا ہے O

اسی وجہ سے سگے بھائی اخیافی بھائی کے حصہ میں شریک ہو جائیں گے۔

اور اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے، پس حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت زید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ سگے بھائی اخیافی بھائی کے حصہ میں شریک ہوں گے اور یہی امام مالک اور ثوری اور امام شافعی اور اسحاق کا قول ہے۔

اور حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ وہ سگے بھائی کو ماں شریک بھائی کے ساتھ شریک نہیں کرتے کیونکہ سگا بھائی عصبہ ہے اور وہ تمام حصوں کو لے لیتا ہے اور اس سے کچھ باقی نہیں بچا۔ ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مذہب ہے اور فقہاء کوفہ کی ایک جماعت کا بھی یہی مسلک ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۴۔ بَابٌ: يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ

آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہو گا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر

Marfat.com

اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (النساء:۱۷۶)

دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ہے اور اگر بہن بھائی وارث ہوں مرد اور عورتیں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے، اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں النساء:۱۷۶ کو بیان کیا گیا ہے اور اس آیت کو اس لیے عنوان بنایا گیا ہے کیونکہ اس آیت میں بھائیوں کی وراثت کی تخصیص ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یَسْتَفْتُوْنَكَ'' یہ لفظ ''استفتاء'' سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: فتویٰ طلب کرنا اور فتویٰ کا معنی ہے: پیش آمدہ مسئلہ کا جواب۔ اور اصل عبارت اس طرح ہے ''لوگ آپ سے کلالہ کے متعلق فتویٰ طلب کرتے ہیں'' یعنی جو شخص فوت ہو جائے اور نہ اس کے ماں باپ ہوں اور نہ اس کی اولاد ہو تو اس کی وراثت کا کیا حکم ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے متعلق یہ جواب دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ'' یعنی ایک مرد فوت ہو جائے اور اس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد ہو اور وہی کلالہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَّلَهٗۤ اُخْتٌ'' یعنی اس کی سگی بہن ہو یا باپ شریک بہن ہو، کیونکہ ماں شریک بہن بھائیوں کا ذکر اس سورت کے شروع میں ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ'' یعنی اس کی سگی بہن یا اس کی باپ شریک بہن کو کل ترکہ کا نصف ملے گا اگر وہ اکیلی ہو تو۔ اور اگر دو سگی بہنیں ہوں یا دو باپ شریک بہنیں ہوں تو ان کو کل ترکہ کا دو تہائی ملے گا۔ اور اگر ان کے ساتھ بھائی بھی ہوں تو بھائیوں کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا'' اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو یہ حکم بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اس صورت میں ''اَنْ تَضِلُّوْا'' سے پہلے حرف ''لا'' مقدر ہے۔ اور بصریوں نے کہا کہ حرف لا کو محذوف ماننا خطاء ہے کیونکہ ان کے نزدیک حرف لا کو محذوف قرار دینا جائز نہیں ہے اور ان کے نزدیک اس آیت کا معنی ہے: اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ تم گمراہ ہو جاؤ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے گمراہی کو بیان کرتا ہے، یعنی ''اَنْ تَضِلُّوْا'' میں اَن مصدریہ

Marfat.com

ہے اور اس نے ''اَنْ تَضِلُّوْا'' کو ضلال کے معنی میں کر دیا ہے جیسا کہ تم کہو ''یعجبنی ان تقوم'' یعنی مجھے تمہارے کھڑے ہونے سے تعجب ہوتا ہے، اس قول میں ''ان تقوم'' قیام کے معنی میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۴۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رضي الله عنه قَالَ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُورَةِ النِّسَاءِ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جو آخری آیت نازل ہوئی وہ سورۃ النساء کی آخری آیت ہے یعنی ''يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ'' (النساء:۱۷۶)

(صحیح البخاری: ۴۳۶۴، ۴۶۰۵، ۴۶۵۴، ۶۷۴۴، صحیح مسلم: ۱۶۱۸، سنن ترمذی: ۳۰۴۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۸، مسند احمد: ۱۸۱۶۴)

صحیح البخاری: ۶۷۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ النساء: ۱۷۶ کو باب کا عنوان بنایا گیا ہے اور یہی آیت اس باب کی حدیث میں بھی مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ ابن باذام ابو محمد الکوفی ہیں، ان سے امام مسلم بالواسطہ روایت کرتے ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں اسرائیل کا ذکر ہے، وہ ابن یونس بن ابی اسحاق عمرو السبیعی ہیں، وہ اپنے دادا ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب المغازی میں از عبد اللہ بن رجاء گزر چکی ہے۔

النساء: ۱۷۶ کے آخری آیت ہونے پر ایک اعتراض کا جواب

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ سورۃ البقرہ میں یہ گزر چکا ہے کہ جو آخری آیت نازل ہوئی وہ سود کے متعلق آیت ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ راوی نے دونوں جگہ پر اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا بلکہ وہاں پر کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے گمان سے کہا اور یہاں پر کہا ہے کہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے اپنے گمان سے کہا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ جو آخری آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ (التوبہ:۱۲۸)
تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے، تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں O

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ جو آخری آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾ (البقرہ:۲۸۱)
اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا O

اور ان تین روایتوں کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ قرآن مجید کی آخری آیتیں ہیں، کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان تینوں کے متعلق اپنے گمان سے کہا ہے کہ یہ آخری آیتیں ہیں، سو یہ نہیں کہا جائے گا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸۰۔۳۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید کی آخری آیت کے متعلق مصنف کی تحقیق

علامہ عینی نے یہاں پر قرآن مجید کی آخری آیت کے متعلق اشکال تو قائم کیا ہے لیکن اس کا جواب نہیں دیا۔
مصنف کے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آخری آیت نازل ہوئی وہ آیت الربا ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۵۴۴)
واضح رہے کہ البقرہ: ۲۷۸۔۲۸۰ تک آیات الربوٰ ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ البقرہ: ۲۸۱ کا بھی پہلی آیتوں پر عطف ہے اس لیے ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۰۵ طبع لاہور)
سورۂ توبہ کی آخری آیت کو بھی قرآن مجید میں نازل ہونے والی آخری آیت کہا گیا ہے لیکن البقرہ: ۲۸۱ کا آخری آیت ہونا زیادہ صحیح، زیادہ معروف اور زیادہ علماء کا مختار ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۳ ص ۳۴۱، دار الفکر، بیروت)
نیز صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۂ نساء کی آخری آیت قرآن مجید کی آخری آیت ہے، لیکن اس کی توجیہ یہ ہے کہ سورۂ نساء کی آخری آیت وراثت کے احکام کی آخری آیت ہے اور حقیقتاً آخری آیت البقرہ: ۲۸۱ ہے، کیونکہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے نو گھنٹے پہلے نازل ہوئی اور اس کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، اور ابن جبیر نے کہا کہ یہ آیت آپ کی وفات سے تین گھنٹے پہلے نازل ہوئی۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۵۔ بَابُ: ابْنَيْ عَمٍّ أَحَدُهُمَا أَخٌ لِلْأُمِّ وَالْآخَرُ زَوْجٌ

چچا کے دو بیٹے ہیں ان میں سے ایک ماں شریک بھائی ہے اور دوسرا خاوند ہے، ان کی وراثت کا بیان

وَقَالَ عَلِيٌّ لِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْأَخِ مِنَ الْأُمِّ السُّدُسُ وَمَا بَقِيَ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شوہر کو نصف ملے گا اور ماں شریک بھائی کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی ان دونوں کے درمیان آدھا، آدھا تقسیم کیا جائے گا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت فوت ہوگئی اور اس کے چچا کے دو بیٹے ہیں، ان میں سے ایک بیٹا اس کا ماں شریک بھائی ہے اور دوسرا بیٹا اس کا خاوند ہے۔

یہ عنوان بجھارت اور پہیلی کی مثل ہے، کیونکہ اس میں نہ تو مسئلہ کی صورت کا ذکر ہے اور نہ اس کے حکم کا بیان ہے لیکن اس مسئلہ کا حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا، اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا، پھر اس مرد نے دوسری عورت سے نکاح کیا، اس سے بھی ایک بیٹا پیدا ہوا، پھر اس مرد نے دوسری عورت کو طلاق دے دی، پھر اس عورت سے اس کے بھائی نے نکاح کر لیا، اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ دوسرے بیٹے کی ماں شریک بہن ہے اور اس کے چچا کی بیٹی ہے، پھر اس بیٹی نے پہلے بیٹے سے نکاح کر لیا اور وہ اس کے چچا کا بیٹا ہے، پھر وہ فوت ہوگئی اور اس نے اپنے چچا کے دو بیٹے چھوڑے، ایک بیٹا اس کا ماں شریک بھائی ہے اور دوسرا بیٹا اس کا شوہر ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شوہر کو نصف ملے گا اور ماں شریک بھائی کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی ترکہ ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہوگا۔

یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس صورتِ مذکورہ میں فرمایا کہ شوہر کو نصف حصہ ملے گا کیونکہ شوہر کا نصف حصہ ہوتا ہے اگر اولاد نہ ہو، اور اس کے ماں شریک بھائی کو چھٹا حصہ ملے گا کیونکہ وہ ماں شریک بھائی ہے اور اس کا فرض چھٹا حصہ ہے، اور جو باقی بچا اور وہ ایک تہائی ہے وہ ان دونوں کے درمیان یعنی چچا کے دونوں بیٹوں کے درمیان جن میں سے ایک اس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا اس عورت کا ماں شریک بھائی ہے، ان دونوں کو آدھا آدھا بطور عصبہ کے ملے گا، پس اس مسئلہ کی تصحیح دو ثلث سے ہوگی، چچا کے پہلے بیٹے کے لیے جو کہ شوہر ہے اس کو دو ثلث ملیں گے نصف بطور ذوی الفروض کے ملے گا اور چھٹا حصہ بطور عصبہ کے ملے گا، اور اس کے چچا کا دوسرے بیٹے کو ایک ثلث ملے گا جس میں سے چھٹا حصہ بطور ذوی الفروض کے ملے گا کیونکہ وہ اس کا ماں شریک بھائی ہے اور باقی بطور عصبہ کے ملے گا۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اہلِ مدینہ اور ثوری اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق کا مذہب ہے۔

اور حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم ان دونوں نے کہا: تمام مال اس کے لیے ہوگا جس نے دونوں رشتوں کو جمع کر لیا کیونکہ ان دونوں نے کہا کہ چچا کے دو بیٹے ہیں، ان میں سے ایک بیٹا ماں شریک بھائی ہے، ماں شریک بھائی مال کا زیادہ حق دار ہے، اس کو بطور ذوی الفروض کے چھٹا حصہ ملے گا اور باقی مال اس کو بطور عصبہ کے ملے گا۔ اور حسن بصری اور عطاء اور ابراہیم نخعی اور ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے۔ اور ابو ثور اور اہل الظاہر کا بھی یہی مذہب ہے۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعلیق کی روایت یزید بن ہارون نے کی ہے از حماد بن سلمہ از اوس بن ثابت از حکیم بن عقال، انہوں نے بیان کیا کہ شریح نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جس عورت نے اپنے چچا کے دو بیٹے چھوڑے، ان میں سے ایک اس کا خاوند ہے اور دوسرا اس کا ماں شریک بھائی ہے تو شریح نے خاوند کو ترکہ کا نصف دیا اور ماں شریک بھائی کو ترکہ کا باقی حصہ دیا، پھر یہ مسئلہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا: میرے لیے اس بندہ کو بلاؤ تاکہ میں غور کروں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شریح کو بلایا اور ان سے پوچھا: آپ نے جو فیصلہ کیا ہے آیا کتاب اللہ سے کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے کیا ہے؟ تو شریح نے جواب دیا: میں نے اللہ کی کتاب سے یہ فیصلہ کیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کتاب میں یہ کہاں لکھا ہے؟ تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ. اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ (الانفال: ۷۵)

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: کیا کتاب اللہ میں یہ ذکر ہے کہ زوج کو نصف ملے گا اور ماں شریک بھائی کو بقیہ ترکہ ملے گا؟ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شوہر کو نصف دیا اور ماں شریک بھائی کو چھٹا حصہ دیا، پھر باقی ماندہ ترکہ ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸۲۔ ۳۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۴۵۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَمَالُهُ لِمَوَالِي الْعَصَبَةِ وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا أَوْ ضَيَاعًا فَأَنَا وَلِيُّهُ فَلِأُدْعَى لَهُ الْكَلُّ الْعِيَالُ۔ (صحیح البخاری: ۲۲۹۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از اسرائیل از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مومنین کی جانوں سے بھی زیادہ ان سے قریب ہوں، پس جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے مال چھوڑا تو اس کا مال اس کے ان وارثوں کا حق ہے جو عصبہ ہیں، اور جس نے قرض چھوڑا ہو یا بیوی بچے چھوڑے ہوں تو میں اس کا ولی ہوں، تو اس کے لیے مجھ سے مانگا جائے۔ (الکلّ کا معنی ہے اہل وعیال)

صحیح البخاری: ۶۷۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت کافی مشکل اور دشواری سے ہوگی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کا ترکہ اس کے موالی عصبہ کے لیے ہوگا اور عنوان کی صورت وہ ہے جس میں فرض بھی ہے اور تعصیب بھی ہے تو یہ موالی عصبہ کے مطابق ہو جائے گا یعنی ان موالی کے لیے جو عصبہ ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ اصحاب الفروض کے

Marfat.com

لیے ہوگا، اس سے کہا جائے گا کہ اصحاب الفروض تو عصبات پر مقدم ہوتے ہیں، پس جب ابعد کو ترکہ ملے گا تو اقرب کو بطریق اولیٰ ترکہ ملے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمود کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور یہ ابن غیلان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، یہ ابن موسیٰ ہیں اور یہ بھی امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام بخاری اکثر ان سے بلاواسطہ روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسرائیل، یہ ابن یونس بن ابی اسحاق السبیعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو حصین، ان کا نام عثمان بن عاصم ہے اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو صالح، یہ ذکوان السمان ہیں۔

اس حدیث کی امام نسائی نے کتاب الفرائض میں از احمد بن سلیمان روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

''انا اولی بالمومنین'' کی تفسیر

اس حدیث میں مذکور ہے ''انا اولی بالمومنین من انفسھم'' اور اولویت سے مراد نصرت ہے یعنی مدد۔ اس کا معنی ہے: میں مومنین کی وفات کے بعد ان کے امور کا والی ہوں، سو میں ان کی اس سے زیادہ مدد کروں گا جتنی اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنے معاملات میں اپنی مدد کرتے۔ پس اگر انہوں نے کچھ مال چھوڑا تو ظالموں میں سے اگر کوئی ظالم اس مال کو چھیننا چاہے تو میں اس مال کو چھڑاؤں گا اور وارثوں کے لیے اس مال کو مہیا کروں گا اور اگر انہوں نے مال نہیں چھوڑا اور انہوں نے اہل و عیال اور اولاد چھوڑی ہے تو میں ان کی کفالت کروں گا اور میں ہی ان کا ملجا اور ماویٰ ہوں گا۔ اور اگر انہوں نے کوئی قرض چھوڑا تو مجھ پر اس کو ادا کرنا لازم ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کی یہ صفت بیان فرمائی ہے: ''بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾'' (التوبہ: ۱۲۸) (مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں)۔

اسی طرح اس آیت کی تفسیر کرنی چاہیے۔ اور الاصیلی کی روایت میں یہاں پر یہ اضافہ ہے ''وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ'' (الاحزاب: ۶) (اور نبی کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں)۔ اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ حدیث میں اضافہ ہے اس کا یہاں پر کوئی معنی نہیں ہے، اور علامہ الطیبی نے کہا ہے کہ ''وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ'' یہاں پر مناسب ہے کیونکہ ہم جب کہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشفق باپ کی مثل ہیں بلکہ اس سے زیادہ شفیق اور رحیم ہیں، کیونکہ امت میں سے جو مر جائے اس کی اولاد کے آپ کفیل ہیں اور اس کے قرض کو آپ ادا کرنے والے ہیں، اور قرآن مجید میں جو مذکور ہے ''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ'' وہ مجمل ہے اور یہ اس کی تفسیر ہے۔

''کَلٌّ'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ومن ترک کلا''، ''کَلٌّ'' کے معنی ہیں: بوجھ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ۔ (النحل: ۷۶) اور وہ اپنے مالک پر بار ہے۔

اور اس کی جمع ''کلول'' ہے اور یہ لفظ قرض اور بال بچوں دونوں کو شامل ہے۔

Marfat.com

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''او ضیاعا'' یہ ''ضاع الشیء یضیع ضیعة وضیاعا'' کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے: ہلاک ہونا اور یہاں پر مضاف مقدر ہے یعنی ہلاک ہونے والی چیز۔ علامہ طیبی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے اگر ان کی حفاظت نہ کی جائے تو وہ ہلاک ہو جائیں گے اور وہ اپاہج لوگ جو اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتے ان کی اگر حفاظت نہ کی جائے تو وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلادعی له'' یعنی پس چاہیے کہ مجھے بلایا جائے حتیٰ کہ میں ان کے بوجھ کو اٹھاؤں اور ان کے بچوں کی حفاظت کروں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸۲۔ ۳۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۴۶۔ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ رَوْحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں امیہ بن بسطام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از روح از عبد اللہ بن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرائض کو ذوی الفروض کے ساتھ ملا دو، پھر فرائض کے ادا کرنے کے بعد جو باقی بچے تو جو مرد مذکر قریب ہو تو اس کو دے دو۔

(صحیح البخاری: ۶۷۳۲، ۶۷۳۵، ۶۷۳۷، ۶۷۴۶، صحیح مسلم: ۱۶۱۵، سنن ترمذی: ۲۰۹۸، سنن ابوداؤد: ۲۸۹۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۴۰، مسند احمد: ۲۶۵۲)

صحیح البخاری: ۶۷۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی توجیہ پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے امیہ بن بسطام، یہ بصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے روح، یہ ابن القاسم العنبری ہیں۔ یہ حدیث عنقریب باب ''میراث الولد من ابیه وامه'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مفصل شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۶۔ بَابُ: ذَوِي الْأَرْحَامِ

ذوی الارحام (عورتوں کی طرف سے رشتہ داروں) کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب ذوی الارحام کے حکم کے بیان میں ہے آیا یہ وارث ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور ذوی الارحام کا مصداق کون ہیں؟

Marfat.com

''ذوی الارحام'' کا لغوی معنی

''ذوی الارحام'' ''ذوالرحم'' کی جمع ہے اور ''ذو الرحم'' اسے کہتے ہیں جو اجنبی شخص کے خلاف ہو، اور الارحام، رحم کی جمع ہے۔ اور رحم اصل میں بچہ کی پیدائش کی جگہ ہے اور پیٹ میں اس کا ظرف ہے۔ پھر رشتہ داروں کو ولادت کی جہت سے رحم کا نام دیا جاتا ہے۔

''ذوی الارحام'' کا شرعی معنی

اور ''ذوالرحم'' کا شرعی معنی ہے: ہر وہ رشتہ دار جس کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور نہ وہ عصبہ ہو۔ اور علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: ''ذوو الرحم'' کا معنی ہے اقارب یعنی رشتہ دار۔ اور اس کا اطلاق ہر اس رشتہ دار پر ہوتا ہے جس کے اور تمہارے درمیان نسب ہو اور فرائض یعنی میراث میں اس کا اطلاق عورتوں کی جانب سے رشتہ داروں پر ہوتا ہے، کہا جاتا ہے ''ذوو رحم محرم و محارم'' اور یہ وہ رشتہ دار ہیں جن کے ساتھ نکاح حلال نہیں ہے جیسے ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ۔

''ذوی الارحام'' کے مصادیق

التلویح میں علامہ مغلطائی نے کہا ہے: ''ذووالارحام'' وہ لوگ ہیں جن کا کتاب اور سنت میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہوتا اور وہ میت کے قرابت دار ہوتے ہیں اور عصبات نہیں ہوتے جیسے بیٹیوں کی اولاد، بہنوں کی اولاد، ماں شریک بھائی کی اولاد، بھائی کی بیٹیاں یعنی بھتیجیاں، پھوپھی، خالہ، باپ کی پھوپھی، باپ کا ماں شریک بھائی، نانا اور نانا کی ماں۔

''ذوی الارحام'' کو وارث بنانے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

اس باب میں فقہاء کا اختلاف ہے، ایک جماعت نے کہا ہے: جب میت کا کوئی وارث نہ ہو جس کا فرض مقرر ہو تو اس کا مال اس کے لیے ہے جس نے اس کو آزاد کیا ہے۔ اور اگر اس کو آزاد کرنے والا نہ ہو تو پھر اس کا مال مسلمانوں کے بیت المال کے لیے ہے اور ذوی الارحام اس کے وارث نہیں ہوں گے۔ یہ حضرت ابوبکر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا موقف ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور یہی اہلِ مدینہ، الزہری، ابوالزناد، ربیعہ اور امام مالک کا قول ہے اور مکحول اور الاوزاعی سے بھی یہی روایت ہے، اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ عینی کا خلافِ تحقیق علامہ ابن ملقن اور علامہ ابن بطال کی نقل کرنا اور اپنے مذہب کی تحقیق نہ کرنا

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے بغیر تحقیق کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف یہ منسوب کر دیا کہ وہ بھی ذوی الارحام کو وارث نہیں بناتے اور اسی طرح علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے اور غالباً علامہ عینی نے ان ہی کی عبارت کو نقل کیا ہے ورنہ تحقیق یہ ہے کہ صرف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ذوی الارحام کو وارث نہیں بناتے تھے اور ان کے علاوہ تمام صحابہ ذوی الارحام کو وارث بناتے ہیں اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے صرف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا ہے اور ان کا اختلاف اس اجماع میں مضر نہیں ہے جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی حنفی المتوفی ۴۸۳ھ کی تحقیق عنقریب المبسوط میں آئے گی۔ (المبسوط: ج ۳۰ ص ۳-۴) نیز علامہ محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ نے بھی اپنی کتاب ''الاوسط'' ج ۷ ص ۵۷۸ میں لکھا ہے کہ حضرت

Marfat.com

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ ذوی الارحام کو وارث نہیں بناتے، لہٰذا علامہ عینی کا ان لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت ابن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو شمار کرنا محض علامہ ابن بطال کی نقل پر مبنی ہے اور خلاف تحقیق ہے۔ اور چونکہ علامہ عینی، علامہ ابن الملقن کی کتاب سے نقل کرتے ہیں اور وہ علامہ ابن بطال سے نقل کرتے ہیں، اس لیے علامہ عینی نے علامہ ابن الملقن کی تحریر پر اعتماد کر لیا کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے اور یہ حضرت ابوبکر صدیق سے، زید بن ثابت سے، ابن عمر سے اور ایک روایت کے مطابق حضرت علی سے منقول ہے اور یہ اہل مدینہ کا قول ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۵۳۲۔ ۵۳۳)

علامہ عینی کی عادت ہے کہ وہ علامہ ابن بطال اور علامہ ابن ملقن کی نقل پر اعتماد کرتے ہیں اور زیادہ چھان بین اور تحقیق نہیں کرتے، ورنہ اگر وہ مسئلہ کو وراثت کی مشہور کتاب ''السراجی'' جو کہ سراج الملۃ والدین محمد بن عبدالرشید السجاوندی کی ہے اور میر سید شریف علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی المتوفی ۸۱۶ ھ کی شرح سراجی ''الشریفیۃ'' کو دیکھ لیتے تو اس میں بھی لکھا ہوا ہے کہ الصحابہ رضی اللہ عنہم ذوی الارحام کو وارث قرار دیتے تھے اور یہی ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ذوی الارحام کے لیے وراثت نہیں ہوتی۔ سو تحقیق یہی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوا تمام صحابہ ذوی الارحام کو وارث قرار دیتے ہیں جیسا کہ المبسوط، الاوسط، السراجی، الشریفیہ، علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، علامہ شمس الدین بن قدامہ حنبلی المتوفی ۶۸۲ ھ کی المغنی میں مذکور ہے۔

سو یہ تحقیق نہ کرنے اور محض نقل پر اکتفاء کرنے کی خرابی ہے کہ علامہ عینی نے اپنے مذہب کے خلاف لکھا اور بلا تحقیق حضرت ابوبکر صدیق، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی طرف یہ نسبت کر دی کہ وہ ذوی الارحام کو وارث نہیں بناتے، مزید حیرت اس پر ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی ہیں اور امام شافعی ذوی الارحام کو وارث نہیں قرار دیتے، پھر بھی حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اس قول کی نسبت نہیں کی، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن بطال کی عبارت نقل کی ہے لیکن ابن بطال کی عبارت کا وہ حصہ نقل نہیں کیا جس میں انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف یہ نسبت کی ہے کہ وہ ذوی الارحام کو وارث نہیں بناتے بلکہ انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ذوی الارحام کو وارث بناتے تھے اور انہوں نے لکھا ہے کہ سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پھوپھی کو باپ کے درجہ میں رکھتے تھے اور خالہ کو ماں کے درجہ میں رکھتے تھے اور ان دونوں کے درمیان مال کو تقسیم کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۰۵)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اور حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت معاذ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم ذوی الارحام کو وارث قرار دیتے تھے۔ اور ذوی الارحام کے ساتھ وَلاء کو نہیں دیتے تھے۔ اور ذوی الارحام کو وارث بنانے کے متعلق ابن ابی لیلیٰ، ابراہیم نخعی، عطاء اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی قول ہے۔ اور یہی فقہاء احناف، امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸۳۔ ۳۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۶۷۴۷۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ إِدْرِيسُ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابواسامہ

Marfat.com

جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ قَالَ كَانَ الْمُهَاجِرُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَرِثُ الْأَنْصَارِيُّ الْمُهَاجِرِيَّ دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ قَالَ نَسَخَتْهَا ﴿وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾

(صحیح البخاری:۴۵۸۰،۲۲۹۲م ۶۷۴۷، سنن ابوداؤد:۲۹۲۲)

سے کہا: تمہیں ادریس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں طلحہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہا:

اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کردیئے ہیں اولاد اور قرابت دار اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔(النساء:۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصاری، مہاجر کا وارث بنتا تھا نہ کہ ذوی الارحام، کیونکہ نبی ﷺ نے ان کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا، پھر جب یہ آیت ''وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ'' نازل ہوئی تو اس آیت نے ''وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ'' کو منسوخ کر دیا۔(یعنی جن مہاجرین کو انصار کا بھائی بنا دیا گیا تھا ان کی وراثت کو منسوخ کر دیا)۔

صحیح البخاری:۶۷۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت آیت کے اس حصہ سے نکالنی ممکن ہے ''وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ'' کیونکہ موالی کا معنی ہے ''الورثاء''۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث میں تفصیل کی ہے، کیونکہ امام بخاری نے ''کتاب الکفالۃ'' میں یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے: از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ''وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ'' (النساء:۳۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: موالی سے مراد ورثاء ہیں۔۔۔الحدیث۔ اور ورثاء کا اطلاق ذوی الارحام پر بھی کیا جاتا ہے۔ سو امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ''باب ذوی الارحام'' لیکن یہ عنوان مبہم ہے کیونکہ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ''ذوی الارحام'' وارث ہوں گے یا نہیں ہوں گے، لیکن امام بخاری نے اس حدیث کو جس سیاق میں روایت کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے۔ لیکن اس سیاق میں اعتراض ہے، کیونکہ یہ ''وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ'' (النساء:۳۳) کی خبر دیتا ہے جو ناسخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ منسوخ ہے، اس پر امام طبری نے اور دوسروں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں متنبہ کیا ہے۔ اور جمہور سلف کا موقف یہ ہے کہ اس آیت کا ناسخ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ۔ (الانفال:۷۵)

اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

فقہاء نے کہا ہے: ذوی الارحام میں دو سبب ہیں، ایک سبب قرابت ہے اور دوسرا سبب اسلام ہے، تو وہ ان سے اولیٰ ہے جن

Marfat.com

کا صرف ایک سبب ہے اور وہ اسلام ہے۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ اور حسن بصری سے مروی ہے اور یہی وہ ہے جس کو امام ابوعبید نے اپنی ناسخ اور منسوخ میں ثابت کیا ہے۔

اور اس میں ایک دوسرا قول بھی ہے: زہری نے از المسیب روایت کی ہے: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو حکم دیا جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں اپنے بیٹے بنا لیے حالانکہ وہ ان کے حقیقی بیٹے نہیں تھے اور پھر ان کو اسلام میں وارث بنایا، اللہ تعالیٰ نے ان کا وصیت میں حصہ مقرر کر دیا اور وراثت کو ذوی الارحام اور عصبات کی طرف لوٹا دیا۔

اور دوسری جماعت نے یہ کہا ہے ''وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ'' یہ آیت محکمہ ہے، اللہ تعالیٰ نے مومنین کو یہ حکم دیا ہے کہ ان کا نصرت اور خیر خواہی اور دوستی سے جو حصہ مقرر کیا تھا وہ ان کو دیا جائے نہ کہ ان کو وراثت دی جائے۔ امام طبری نے بھی اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور یہی مجاہد اور السدی کا قول ہے۔

اور عراق، بصرئ، کوفہ اور دیگر شہروں کے فقہاء نے اور علماء کی ایک جماعت نے تمام آفاق میں یہ کہا ہے کہ ذوی الارحام کو وارث بنایا جائے گا۔

''ذوی الارحام'' کو وارث قرار دینے کے متعلق احادیث

اور امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہیں، وہ اس کی دیت بھی ادا کرے گا اور اس کا وارث بھی ہوگا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۸۹۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۳۵۴، سنن ابن ماجہ: ۲۶۳۴)

اس حدیث کو امام ابن حبان اور حاکم نے سندِ صحیح سے روایت کیا ہے۔

(صحیح ابن حبان: ۶۰۳۵، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۴۴، البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ الارواح ج ۶ ص ۱۳۸)

اور امام ترمذی نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہیں۔ (سنن ترمذی: ۲۱۰۳، اور البانی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ الارواح: ۱۷۰۰)

اور اس حدیث کی امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور اس حدیث کی امام عبدالرزاق نے بھی از ابن جریج از عمرو بن مسلم روایت کی ہے کہ ہمیں طاؤس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث بیان کی۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ج ۴ ص ۷۶، رقم: ۶۳۵۲، مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۰، رقم: ۱۶۲۰۲)

''ذوی الارحام'' کو وارث نہ بنانے کے متعلق ایک حدیث

امام حاکم نے از عبداللہ بن جعفر از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دراز گوش پر سوار تھے، پس آپ سے ایک مرد نے ملاقات کی، اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! ایک مرد نے پھوپھی کو اور خالہ کو ترک کیا اور ان دونوں کے سوا کوئی وارث نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا، پس آپ نے دعا کی: اے اللہ! ایک مرد نے پھوپھی اور خالہ کو چھوڑا اور ان دو کے سوا اس کا اور کوئی وارث نہیں ہے، پھر آپ نے فرمایا: وہ سائل کہاں ہے؟ اس سائل نے کہا:

Marfat.com

میں یہاں پر ہوں، آپ نے فرمایا: ان دونوں کے لیے کوئی وراثت نہیں ہے۔ امام حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔
(المستدرک ج ۴ ص ۳۴۳)

''ذوی الارحام'' کو وارث نہ بنانے کی حدیث کی سند پر علامہ عینی کی جرح اور تنقید

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عبداللہ بن جعفر المدینی سے مروی ہے اور اس میں اعتراضات ہیں۔ ابو حاکم نے کہا: عبداللہ بن جعفر سخت منکر الحدیث ہے، یہ ثقہ راویوں سے منکر روایات بیان کرتا ہے اس کی حدیث لکھی جائے گی اور ان سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ الجرجانی نے کہا کہ یہ ضعیف الحدیث ہے۔ اور امام نسائی نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ اور امام دارقطنی نے اس حدیث کو ابو عاصم سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں امام بخاری کے شیخ اسحاق بن ابراہیم ہیں جو ابن راہویہ کے نام سے معروف ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں ابو اسامہ کا ذکر ہے اور وہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ادریس کا ذکر ہے وہ ابن یزید بن عبدالرحمٰن الاودی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں طلحہ کا ذکر ہے، وہ ابن مطرف ہیں۔

اس حدیث کی روایت امام نسائی اور امام ابوداؤد نے کتاب الفرائض میں کی ہے از ہارون بن عبداللہ از ابی اسامہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''یرث الانصاری المہاجری'' انصاری پر پیش ہے کیونکہ یہ فاعل ہے اور المہاجری پر زبر ہے کیونکہ یہ مفعول ہے، یعنی انصاری مہاجری کا وارث ہوتا تھا اور انصاری اور مہاجری میں یاءِ نسبت کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ مبالغہ کے لیے ہے جیسا کہ احمر کے مبالغہ میں احمری کہا جاتا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے آخر میں یاءِ نسبت کا اضافہ کیا گیا ہے مشاکلت کی وجہ سے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ آیت ''وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ'' نازل ہوئی تو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا جس میں مذکور ہے ''وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ'' یعنی پہلے وہ بھی وارث ہوتے تھے جن کو قسم کھا کر بھائی بنا لیا جاتا تھا، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی ''وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ'' (یعنی ہم نے ہر ایک کے وارث مقرر کر دیے ہیں) تو پھر ان کی وراثت منسوخ کر دی گئی جن کو قسم کھا کر بھائی بنا لیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸۴۔۳۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ذوی الارحام کی وراثت کے ثبوت میں آثار

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا ذوی الارحام کی وراثت کے مسئلہ میں اختلاف ہے، پس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے مال کو پھوپھی اور خالہ کے درمیان تقسیم کیا تھا۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: پھوپھی باپ کے درجہ میں ہے اور خالہ ماں کے درجہ میں ہے اور

Marfat.com

بھتیجی بھائی کے درجہ میں ہے۔

از اسحاق از امام عبدالرزاق از ثوری از محمد بن سالم از الشعبی از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ پھوپھی باپ کے درجہ میں ہے اور خالہ ماں کے درجہ میں ہے اور بھتیجی بھائی کے درجہ میں ہے اور ہر ذی رحم کو اس کے رحم کے درجہ میں رکھا جائے گا جس کی وجہ سے وہ وارث ہو جب کہ اس کا کوئی قرابت دار وارث نہ ہو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۱۱۵، سنن دارمی: ۲۹۸۱، سنن سعید بن منصور: ۱۵۵، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۲۱۷)

اسحاق بن راہویہ نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عیاش نے حدیث بیان کی از عاصم بن ابی النجود از زر بن حبیش، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مال کو پھوپھی اور خالہ کے درمیان تقسیم کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳۳۶)

از الشعبی وہ زیاد کے پاس گئے پھوپھی اور خالہ کے مسئلہ میں، تو زیاد نے کہا: میں تمام لوگوں سے زیادہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قضاء کو جاننے والا ہوں، انہوں نے اس کے لیے دو ثلث کیے اور خالہ کو ماں کے درجہ میں رکھا اور اس کے لیے ایک ثلث رکھا۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۵۴، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۲۱۶)

از شعبی از مسروق وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھوپھی باپ کے درجہ میں ہے اور خالہ ماں کے درجہ میں ہے اور بھتیجی بھائی کے درجہ میں ہے اور ہر وہ ذو رحم اس رحم کے درجہ میں ہے جو اس کو گھسیٹتا ہے جب ایسا وارث نہ ہو جو ذوی الفروض سے ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ۱۵۵)

شعبی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے اس چچا کے متعلق فرمایا جو باپ کا ماں شریک بھائی ہے اور ماموں کے متعلق فرمایا کہ جو چچا باپ کا باپ شریک بھائی ہے: اس کے لیے اس کے بھائی کا حصہ ہوگا اور ماموں کے لیے اس کی بہن کا حصہ ہوگا۔ (الاوسط: ۶۹۹۴)

ذوی الارحام کی وراثت کے متعلق فقہاء کا اختلاف

امام ابوعبید نے کہا: اہلِ عراق کے نزدیک جب کوئی مرد فوت ہو جائے اور اس نے ذوی الفروض میں سے ان کو چھوڑا ہو جو ترکہ کا پورا مال نہیں لیتے جیسے ماں اور ماں شریک بھائی اور بیٹیاں اور بہنیں، اور اس صورت میں عصبہ نہ ہوں، تو وراثت کو ذوی الفروض کے حصص پر تقسیم کرتے ہیں، پھر باقی ترکہ ان ہی پر رد کر دیتے ہیں ان کے حصوں کے مطابق۔ اور جب میت کے ورثاء میں سے ذوی الفروض نہ ہوں اور اس کے لیے ذوی الارحام ہوں تو وہ ذوی الارحام کو بھی ورثاء کے ساتھ رکھتے ہیں اور مال کو ان کے درمیان ان کے رحم اور قرابت کے اعتبار سے تقسیم کرتے ہیں اور ان کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ (الانفال: ۷۵)

(میں کہتا ہوں: مذکور الصدر آثار اور امام ابوعبید کے مذکور الصدر قول کے مطابق ہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء احناف کا مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

Marfat.com

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ ماں شریک بھائی کا بیٹا ذوی الارحام میں سے ہے اور وہ کسی چیز کا وارث نہیں ہے اور نہ نانا کسی چیز کا وارث ہے اور وہ بھی ذوی الارحام میں سے ہے اور جو چچا باپ کا ماں شریک بھائی ہو وہ بھی ذوی الارحام میں سے ہے اور وہ بھی رحم کے رشتہ سے وارث نہیں ہوگا اور نہ ماموں اپنے رحم کے رشتہ کی وجہ سے کسی چیز کا وارث ہوگا۔

اور جدہ جو کہ نانا کی ماں ہوں وہ بھی ذوی الارحام میں سے ہے۔ اور سگے بھائی کی بیٹی بھی ذوی الارحام میں سے ہے اور پھوپھی جو باپ کی سگی بہن ہے وہ بھی ذوی الارحام میں سے ہے اور خالہ بھی ذوی الارحام میں سے ہے اور ان میں سے کوئی بھی ترکہ میں سے کسی چیز کا وارث نہیں ہوگا۔ اور یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

(سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۷۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۲۱۳)

اور یہی امام مالک کا قول ہے۔ (الموطا ص ۴۱۱، کتاب الفرائض، باب: من لا میراث لہٗ)

اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ (کتاب الام ج ۴ ص ۸۰۔۸۱)

اور امام شافعی نے کہا ہے: الانفال: ۷۵ (وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ) کا معنی یہ ہے کہ لوگ عہد و پیمان اور نصرت کے حلف کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، پھر اسلام اور ہجرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو منسوخ کر دیا کہ یہ لوگ وارث نہیں ہوں گے بلکہ رشتہ دار وارث ہوں گے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو رشتہ داروں کے لیے حصے مقرر کیے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جو حصے ان کے لیے ثابت ہیں وہ ان کے وارث ہوں گے اور یہ آیت اپنے اطلاق پر نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ شوہر اس سے زیادہ کا وارث ہوتا ہے جتنے حصہ کے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں اور شوہر کا کوئی رحم نہیں ہوتا۔ اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ چچا کا جو بیٹا بعید ہو وہ پورے مال کا وارث ہوتا ہے اور اس کا ماموں وارث نہیں ہوتا حالانکہ ماموں رحم کے رشتہ کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے، پس اس آیت کا وہ معنی ہے جو میں نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رشتہ داروں کے حصے مقرر کیے ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں حصے ہیں وہ نصرت کے حلف اور اسلام اور ہجرت کی وراثت سے مقدم ہیں۔ اور تم یہ کہتے ہو کہ لوگ رحم کے سبب سے وارث ہوتے ہیں اور تم کئی جگہ اس کے خلاف کرتے ہو، ایک مرد مر جائے اس نے ماموں بھی چھوڑے ہوں اور عصبات بھی چھوڑے ہوں تو اس کا مال اس کے عصبات کو ملے گا اور ماموں کو نہیں ملے گا، پس ذوی الارحام کو منع کر دیا جائے گا۔

اور امام شافعی کے علاوہ دوسرے علماء نے کہا کہ ایک مرد نے ایک بیٹی چھوڑی ہو اور اس کے ساتھ کوئی عصبہ نہ ہو اور نہ ذوی الفروض میں سے کوئی ہو تو بیٹی کو نصف اس کے فرض کے اعتبار سے ملے گا اور باقی نصف جو مال ہے اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ ہر اس مال کا حکم ہے جس کا کوئی مالک نہ ہو کہ اس کو مسلمانوں کے بیت المال میں رکھ دیا جائے۔

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۷ ص ۵۷۶۔۵۷۹، دار الفلاح، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۴۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

ذوی الارحام کی توریث کے متعلق فقہاء کا اختلاف

متقدمین اور متاخرین کا ذوی الارحام کو وارث بنانے کے مسئلہ میں اختلاف ہے اور ذوی الارحام کا مصداق وہ ہیں جن کا کتاب وسنت میں میت کے قرابت داروں میں سے کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور وہ عصبات نہ ہوں جیسے بیٹی کی اولاد اور بہنوں کی اولاد اور ماں شریک بھائیوں کی اولاد اور بھتیجیاں اور پھوپھی اور خالہ اور باپ کی پھوپھی اور ایسا چچا جو باپ کا ماں شریک بھائی ہو اور نانا اور نانا کی ماں۔

پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ جب میت کا ذوی الفروض میں سے کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال اس کے آزاد کرنے والوں کو دیا جائے گا اور جب اس کا آزاد کرنے والا نہ ہو تو اس کا مال مسلمانوں کے بیت المال میں دیا جائے گا اور ذوی الارحام جن کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے وہ وارث نہیں ہوں گے، یہ مذہب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت ہے اور یہی اہل مدینہ کا قول ہے۔ اور فقہاء تابعین میں سے زہری، ابوالزناد، ربیعہ اور امام مالک کا یہی قول ہے۔ اور مکحول اور اوزاعی سے بھی یہی روایت ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

اور حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت معاذ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم ذوی الارحام کو وارث قرار دیتے ہیں اور ذوی الارحام کے ہوتے ہوئے وَلاء نہیں دیتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں مختلف روایات ہیں اور ابن ابی لیلیٰ، النخعی، عطاء اور تابعین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ذوی الارحام وارث قرار دیئے جائیں گے اور یہی فقہاء احناف کا، امام احمد کا اور اسحاق کا قول ہے۔ ان فقہاء کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ (الانفال:۷۵) اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

ان فقہاء نے کہا ہے کہ ذوی الارحام میں دو سبب جمع ہیں، ایک سبب قرابت ہے اور دوسرا سبب اسلام ہے سو یہ ان سے زیادہ اولیٰ ہیں جن کا صرف ایک سبب ہے اور وہ اسلام ہے اور انہوں نے بھتیجی کو اس جدہ کے درجہ میں رکھا ہے جس کے متعلق سنت وارد ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک وارث کے باپ سے منسوب ہے (یعنی دادی باپ کی طرف منسوب ہے اور باپ وارث ہے اسی طرح بھتیجی بھائی کی طرف منسوب ہے اور بھائی وارث ہے)۔

اور جو ذوی الارحام کو وارث نہیں بناتے، وہ کہتے ہیں کہ الانفال: ۷۵ نے ان کی وراثت کو منسوخ کر دیا جو حلف اور بھائی قرار دینے اور ہجرت کی وجہ سے وارث ہوتے تھے۔ اور اس آیت میں ''اُولُوا الْاَرْحَامِ'' سے مراد اہل الفرائض ہیں تمام ذوی الارحام مراد نہیں ہیں۔

اور انہوں نے کہا: اس پر اجماع ہے کہ اصحاب فرائض کو دینے کے بعد جو مال باقی ہے وہ عصبات کو دیا جاتا ہے اور اللہ کی کتاب میں جن کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے جو ذوی الارحام ہیں ان کی عصبات کے ساتھ وراثت نہیں ہوتی۔ اور جو آزاد کرنے والا ہے وہ عصبہ کے درجہ میں ہے تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو بچے گا وہ آزاد کرنے والے کو دیا جائے گا کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

Marfat.com

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۹۰۔ ۲۹۲ ملخصاً وملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

ذوی الارحام کو وارث قرار دینے کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل

شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہیل السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

ذوی الارحام کو وارث قرار دینے کے متعلق اختلاف صحابہ

ذوی الارحام کو وارث بنانے کے متعلق صحابہ کرام، فقہاء تابعین اور بعد کے فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، پس جن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ کہا کہ ذوی الارحام کو وارث قرار دیا جائے گا وہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور مشہور روایات کے مطابق حضرت ابن عباس، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو الدرداء اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور جن صحابہ نے کہا ہے کہ ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے وہ حضرت زید بن ثابت اور ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف اس روایت کی نسبت جھوٹ ہے کہ وہ ذوی الارحام کو وارث نہیں قرار دیتے

بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے کہ وہ ذوی الارحام کو وارث نہیں قرار دیتے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ المعتضد نے ابو حازم القاضی سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوا تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ ذوی الارحام وارث قرار دیئے جاتے ہیں اور اجماع کے مقابلہ میں فقط حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

اور المعتضد نے کہا کہ بعض لوگوں نے حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے یہ روایت کی ہے کہ ذوی الارحام کو وارث نہیں کیا جائے گا، تو انہوں نے کہا: ہرگز نہیں، جس نے ان کی طرف اس بات کو منسوب کیا وہ جھوٹ ہے۔

اور ابو حازم نے کہا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں کرتا جتنا افسوس اس بات پر کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مسائل کے متعلق سوال نہیں کیا: (۱) اس خلافت کے متعلق کیا یہ خلافت ہمارے لیے ہے کہ ہم اس پر قائم رہیں یا ہمارے غیر کے لیے ہے تو ہم یہ خلافت اس کی طرف سپرد کر دیں (۲) انصار کے متعلق یہ سوال نہیں کیا: کیا اس خلافت میں سے ان کو بھی کوئی حصہ ملے گا؟ (۳) ذوی الارحام کی وراثت کے متعلق، پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کوئی چیز نہیں سنی لیکن میں اپنی رائے سے ذوی الارحام کو وارث قرار دیتا ہوں۔

ذوی الارحام کو وارث قرار دینے کے متعلق فقہاء تابعین اور فقہاء مجتہدین کا اختلاف

فقہاء تابعین میں سے جنہوں نے کہا ذوی الارحام کو وارث قرار دیا جائے گا وہ شریح، الحسن البصری، ابن سیرین، عطاء اور مجاہد ہیں۔

اور جن فقہاء نے کہا ہے کہ ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے وہ سعید بن المسیب اور سعید بن جبیر ہیں۔

اور جن ائمہ مجتہدین نے کہا ہے کہ ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں وہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر اور عیسیٰ

Marfat.com

بن ابان اور اہل التنزیل رحمہم اللہ ہیں، (اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور جن فقہاء مجتہدین نے کہا ہے کہ ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے وہ سفیان ثوری، امام مالک اور امام شافعی ہیں۔

اور جو فقہاء مجتہدین ذوی الارحام کی وراثت کی نفی کرتے ہیں ان کا استدلال میراث کی آیتوں سے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نص فرمائی ہے جس میں اصحاب الفرائض اور العصبات کا بیان ہے اور ذوی الارحام کے لیے کچھ بیان نہیں فرمایا اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔ اور کم سے کم جو اس باب میں کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ذوی الارحام کو وارث بنانا کتاب اللہ پر اضافہ ہے اور یہ اضافہ خبرِ واحد اور قیاس سے ثابت نہیں ہوتا۔

ذوی الارحام کو وارث نہ بنانے کے متعلق ایک روایت

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا پھوپھی اور خالہ کی وراثت کے متعلق (جو ذوی الارحام میں سے ہیں) تو آپ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام مجھ پر نازل ہوئے اور مجھے یہ خبر دی کہ پھوپھی اور خالہ کے لیے وراثت نہیں ہے۔

روایتِ مذکورہ کے ضعف کا بیان

(یہ حدیث ضعیف ہے، امام الحاکم نے اس کو المستدرک ج ۴ ص ۳۴۳ میں بیان کیا ہے اور امام الدارقطنی نے اپنی سنن ج ۴ ص ۸۱۔۸۰ میں بیان کیا ہے)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اس حدیث کی امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں روایت کی ہے اور امام نسائی نے زید بن اسلم کی مرسل روایت میں اور امام حاکم نے اس کو المستدرک میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ اور امام طبرانی نے اس کو المعجم الصغیر میں ابوسعید سے محمد بن الحارث المخزومی کی سوانح میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں اس کے حال کا ذکر نہیں ہے۔ (التلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۴)

ذوی الارحام کو وارث بنانے کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ (الانفال: ۷۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بعض ذوی الارحام دوسرے ذوی الارحام سے اولیٰ ہیں اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ ذوی الارحام کا استحقاقِ وراثت وصفِ عام کے سبب سے ہے اور وصفِ عام کے استحقاق اور وصفِ خاص کے استحقاق میں کوئی منافات نہیں ہے، پس جس کے متعلق وصفِ خاص کی نفی ہوگی تو وصفِ عام کے ساتھ استحقاق ثابت ہو جائے گا، لہٰذا ذوی الارحام کو وارث بنانا کتاب اللہ پر اضافہ نہیں ہے۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اللہ اور اس کا رسول اس کا مولیٰ ہے جس کا کوئی مولیٰ نہیں اور ماموں اس کا وارث ہے (اور ماموں ذوی الارحام میں سے ہے) جس کا کوئی وارث نہیں''۔

(سنن ابوداؤد: ۲۸۹۹، کتاب الفرائض، سنن ترمذی: ۲۱۰۳، کتاب الفرائض، اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، سنن ابن ماجہ: ۲۷۳۷ کتاب الفرائض، سنن دارمی: ۲۹۷۷، الفرائض، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶ الحدیث: ۱۹۰)

ایک اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا ماموں وارث ہوتا ہے اور وہ اس کی طرف سے دیت ادا کرتا ہے"۔

(سنن ابوداؤد، الفرائض: ۲۸۹۹، سنن ترمذی، الفرائض: ۲۱۰۴، اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے، سنن ابن ماجہ الفرائض: ۲۷۳۸، سنن دارمی، الفرائض: ۲۹۷۶)

نیز حدیث میں ہے: جب حضرت ثابت بن الدحداح رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیس بن عاصم المنقری سے پوچھا: کیا تم اس کے لیے کسی چیز کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: وہ ہم میں فوت ہو گئے، ہم ان کے لیے اور کسی کو نہیں پہچانتے مگر ان کا ایک بھانجا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت بن الدحداح کی وراثت ان کے بھانجے کے لیے کر دی۔

(سنن دارمی، الفرائض: ۲۹۷۶)

اور جن روایات میں یہ مذکور ہے کہ پھوپھی اور خالہ کی وراثت نہیں ہوتی، وہ اس پر محمول ہے کہ جب پھوپھی اور خالہ کے ساتھ ذوی الفروض ہوں یا عصبات ہوں تو ان کی وراثت نہیں ہوگی، کیونکہ ذوی الارحام کی وراثت تب ہوتی ہے جب ان کے ساتھ ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں۔ (المبسوط ج ۳۰ ص ۱۔۶ ملخصاً وملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ذوی الارحام کی وراثت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی الدمشقی الحنبلی المتوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ذوی الارحام کے گیارہ مصادیق

ذوی الارحام میت کے وہ رشتہ دار ہیں جو نہ ذوی الفروض ہوں اور نہ عصبات ہوں اور یہ گیارہ افراد ہیں:

(۱) بیٹیوں کی اولاد (۲) بہنوں کی اولاد (۳) بھائیوں کی بیٹیاں (۴) ماں شریک بھائیوں کی اولاد (۵) پھوپھیاں خواہ وہ کسی جہت سے ہوں (۶) باپ کا ماں شریک بھائی یعنی ماں کی طرف سے چچا (۷) ماموں (۸) خالائیں (۹) چچاؤں کی بیٹیاں (۱۰) نانا (۱۱) ہر وہ دادی جو باپ کی طرف ماں کے واسطہ سے منسوب ہو یعنی نانا کی ماں۔ پس یہ وہ ہیں جن کو ذوی الارحام کہا جاتا ہے۔

ذوی الارحام کو وارث بنانے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا بیان

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم ذوی الارحام کو وارث قرار دیتے ہیں۔

اور فقہاء تابعین میں سے شریح، عمر بن عبدالعزیز، عطاء، طاؤس، علقمہ، مسروق اور اہل کوفہ (یعنی فقہاء احناف) کا بھی یہی قول ہے۔

Marfat.com

ذوی الارحام کو وارث نہ قرار دینے والوں کا بیان

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ذوی الارحام کو وارث نہیں قرار دیتے تھے اور ترکہ کا باقی مال بیت المال کے لیے قرار دیتے تھے۔ امام مالک، الاوزاعی، امام شافعی، ابوثور، داؤد ظاہری، اور ابن جریر رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ عطاء بن یسار نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء کی طرف گئے اور اللہ تعالیٰ سے پھوپھی اور خالہ کے متعلق استخارہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ حکم نازل فرمایا کہ ان کے لیے وراثت نہیں ہے۔ اس حدیث کی امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کی ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۶۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ٦ ص ۲۱۲۔ ۲۱۳، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۹۵۔ ۹۸، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۴۳، الحاکم نے کہا ہے: عبداللہ بن جعفر کی یہ حدیث صحیح ہے اس کے شواہد ہیں، امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔ علامہ شمس الدین ذہبی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں الشاذکونی ہیں اور وہ ارسال کرتا ہے اور دوسرا راوی اس میں ضرار ہے اور وہ بہت ضعیف ہے۔)

نیز ان کی دلیل یہ ہے کہ پھوپھی اور بھتیجی اپنے بھائیوں کے ساتھ وارث نہیں ہوتیں، لہٰذا جب وہ تنہا ہوں گی تب بھی وارث نہیں ہوں گی، کیونکہ ان کے ساتھ ان کے بھائیوں کا ملنا ان کو موکد کرتا ہے اور ان کو قوت دیتا ہے۔ پس جب یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ وارث نہیں ہوتیں تو جب تنہا ہوں گی تو بطریقِ اولیٰ وارث نہیں ہوں گی۔

ذوی الارحام کو وارث قرار دینے سے متعلق قرآن مجید سے استدلال

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ (الانفال: ۷۵)

اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

یعنی ذوی الارحام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وراثت کے زیادہ مستحق ہیں۔

اہلِ علم نے کہا ہے کہ ابتداءِ اسلام میں حلف کے ساتھ بھی وراثت ہوتی تھی، ایک مرد دوسرے مرد سے کہتا: میرا خون تمہارا خون ہے اور میرا مال تمہارا مال ہے، تم میری مدد کرنا میں تمہاری مدد کروں گا، تم میرے وارث ہو گے میں تمہارا وارث ہوں گا، پس وہ دونوں اس پر حلف اٹھاتے تھے، پس وہ وارث ہوتے اور قرابت دار نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ۔ (النساء: ۳۳)

اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے، سو تم انہیں ان کا حصہ دے دو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور اسلام اور ہجرت سے وراثت مقرر ہو گئی۔ پس جس شخص کی اولاد ہوتی اور اس نے ہجرت نہ کی ہوتی تو اس کے بجائے مہاجرین اس کے وارث ہوتے، اس کے موافق اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَىْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا۔ (الانفال: ۷۲)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں بالکل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر لیں۔

Marfat.com

پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو درج ذیل آیت سے منسوخ کر دیا:

وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۔ (الانفال:٧٥) اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

ذوی الارحام کو وارث قرار دینے کے متعلق احادیث

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو تیر مار کر قتل کر دیا اور اس مقتول کا ماموں کے سوا اور کوئی وارث نہیں تھا، تو اس کی وراثت کے متعلق حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ کر پوچھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ماموں اس کا وارث ہوتا ہے جس کا کوئی وارث نہ ہو۔

(مسند احمد ج ا ص ٣٦۔ ٢٨، سنن ترمذی: ٢١٠٣، سنن ابن ماجہ: ٢٧٣٧، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے)

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہ ہو، ماموں اس کی دیت ادا کرے گا اور اس کا وارث ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٨٩٩، سنن ابن ماجہ: ٢٧٣٨، مسند احمد ج ۴ ص ١٣١،١١٣۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

اور امام سعید بن منصور نے بیان کیا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از محمد بن اسحاق از محمد بن یحییٰ بن حبان از عم خود واسع بن حبان، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن دحداحہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور انہوں نے کوئی وارث نہیں چھوڑا اور نہ عصبہ تو ان کا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال ان کے بھانجے ابولبابہ بن عبد المنذر کو دے دیا۔

(سنن سعید بن منصور، ج ا ص ٧٠، ١٧ رقم الحدیث: ١٦٣، مصنف عبد الرزاق: ١٩١١٢، سنن دارمی: ٢٩٧٦)

اس حدیث کی امام ابوعبید نے کتاب الاموال میں روایت کی ہے مگر اس میں مذکور ہے کہ انہوں نے کہا: کہ حضرت ثابت بن دحداحہ رضی اللہ عنہ نے صرف اپنی بھتیجی چھوڑی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی میراث ان کی بھتیجی کو عطا کر دی۔

(سنن سعید بن منصور، ج ا ص ٧٠، ١٧ رقم الحدیث: ١٦٣، مصنف عبد الرزاق: ١٩١١٢، سنن دارمی: ٢٩٧٦)

اور اس لیے کہ وہ قرابت دار ہے، لہٰذا وہ ذوی الفروض کی طرح وارث ہوگی اور اس لیے کہ وہ اسلام لانے میں لوگوں کے برابر ہے اور اس میں قرابت کا رشتہ زائد ہے، پس وہ اپنے مورث کے مال کی زیادہ وارث ہوگی، اسی وجہ سے وہ زندگی میں اس کے صدقہ اور صلۂ رحم کی زیادہ حق دار تھی اور موت کے بعد اس کی وصیت کی زیادہ حق دار ہے، پس وہ ذوی الفروض کے مشابہ ہوگئی اور ان عصبات کے مشابہ ہوگئی جو محجوب ہوں اور ان کا کوئی حاجب نہ ہو۔ اور یہ حدیث مرسل ہے۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ذوی الارحام کے لیے ذوی الفروض اور عصبات کے ساتھ وراثت نہیں ہوتی، اسی وجہ سے ماموں کو اس کا وارث قرار دیا گیا ہے جس کا کوئی وارث نہ ہو، یعنی جب کوئی اور وارث نہیں ہوگا تو وہ وارث ہوگا، اور یہ جو مخالفین نے کہا ہے کہ ماموں اور خالہ بہنوں کے ساتھ وارث نہیں ہوتے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بہنیں ماموں اور خالہ سے زیادہ رشتہ میں قوی ہیں اور یہ جو انہوں نے کہا ہے کہ میراث تو نص سے ثابت ہوتی ہے تو ہم نے نصوص کو ذکر کر دیا۔ (المغنی ج ٨ ص ٣٩٩۔ ٤٠٢، دار الحدیث قاہرہ، ١٤٢٥ھ)

Marfat.com

۱۷۔ بَابُ: مِيرَاثِ الْمُلَاعَنَةِ لعان کرنے والی عورت کی وراثت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ملاعنہ کی وراثت کا حکم بیان کیا گیا ہے، ملاعنہ وہ عورت ہے جس کے درمیان اور اس کے شوہر کے درمیان لعان ہو۔ ملاعنہ کی میراث کے بیان کرنے سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ لعان کرنے والی عورت کی اولاد کا وارث کون ہوگا اور لعان کرنے والی عورت اپنے بیٹے کے کتنے حصہ کی وارث ہوگی۔

امام مالک نے کہا ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ عُروہ نے بیان کیا ہے کہ ملاعنہ کا بیٹا اور وَلد الزنا جب مرجائیں تو اس کی ماں کتاب اللہ میں اپنے حق کی وارث ہوگی اور اس کے ماں شریک بھائی بھی اپنے حقوق کے وارث ہوں گے۔ اور اس کے باقی ترکہ کا وارث اس کے آزاد کرنے والے کا باپ ہوگا اگر اس کا آزاد کرنے والا ہے۔ اگر وہ عورت عربی ہے تو وہ اپنے حق کی وارث ہوگی اور اس کے ماں شریک بھائی اپنے حقوق کے وارث ہوں گے اور اس کے ترکہ کا جو باقی ہے تو وہ مسلمانوں کے لیے ہوگا۔ امام مالک نے کہا: اور مجھے سلیمان بن یسار سے اسی طرح حدیث پہنچی ہے۔ انہوں نے کہا: اور ہمارے شہر کے علماء کو میں نے اسی موقف پر پایا۔

اور حافظ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا: یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کی مثل مروی ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اس کے ترکہ سے جو باقی بچے گا وہ اس کی ماں کے عصبات کے لیے ہوگا جب کہ اس نے کوئی ذورحم قرابت دار نہ چھوڑا ہو جس کا حصہ مقرر ہو۔ اور اگر اس نے کوئی ذورحم چھوڑا ہے تو وہ مال ذوی الفروض اور عصبات پر رد ہو جائے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے ذوی الارحام کو ان کے رحم کی قرابت کی وجہ سے وارث قرار دیا اور بیت المال کے لیے کوئی حصہ نہیں رکھا۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور جنہوں نے یہ کہا کہ باقی ترکہ اس کی ماں کے اوپر رد ہو جائے گا انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق کہا۔

اور جمہور اہلِ مدینہ، ابن المسیب، عروہ، سلیمان، عمر بن عبدالعزیز، زہری، ربیعہ، ابوالزناد اور امام مالک نے بھی یہی کہا ہے۔ اور امام شافعی اور الاوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۴۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَأَتَهُ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَهُمَا وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرد نے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے بیٹے کی (اپنے نسب سے) نفی کی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور بیٹے کو عورت کے ساتھ ملا دیا۔

(صحیح البخاری: ۶۷۴۸، ۵۳۰۶، ۵۳۱۳، ۵۳۱۴، ۵۳۱۵، ۴۷۴۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۴، سنن ترمذی: ۱۲۰۳، سنن نسائی: ۳۴۷۷، سنن ابوداؤد: ۲۲۵۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۹، مسند احمد: ۶۰۶۳، موطا امام مالک: ۱۲۰۲)

صحیح البخاری: ۶۷۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخری حصہ سے ظاہر ہے، کیونکہ بیٹے کو ماں کے ساتھ ملانے سے مراد یہ ہے کہ بیٹے اور ماں کے درمیان وراثت ہوگی، کیونکہ جب آپ نے بیٹے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا تو اس کے نسب کو باپ سے منقطع کر دیا، پس وہ ایسا ہو گیا جیسے کسی شخص کا باپ نہ ہو اور وہ اولاد الزنا سے ہو جس کے متعلق مسلمانوں کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ وہ عصبہ ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن قضاعہ کا ذکر ہے، (قاف اور ضاد دونوں پر زبر ہے) اور یہ الحجازی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطلاق میں از یحییٰ بن بکیر از امام مالک گزر چکی ہے۔

ملاعنہ کی اپنے بیٹے کی وراثت کے متعلق دیگر احادیث

امام ابوداؤد نے اس حدیث کی از عمرو بن شعیب از ابیہ از جدہ روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاعنہ کے بیٹے کی وراثت اس کی ماں کو دی اور ان کے بعد جو ان کے ورثاء ہیں ان کو دی۔ (سنن ابوداؤد: ۲۹۰۸)

اور اصحاب السنن الاربعہ میں اس حدیث کی حضرت واصلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت تین وراثتوں کو جمع کر لیتی ہے: (۱) جس کو اس نے آزاد کیا اس کی وراثت (۲) اور جو بچہ اس کو پڑا ہوا مل گیا تھا (لقیط) اس کی وراثت (۳) اور اس بیٹے کی وراثت جس پر اس نے لعان کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۹۰۶، ۲۹۰۷)

امام بیہقی نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۴۰)

اور امام بیہقی پر یہ رد کیا گیا ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور امام حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور اس میں عمرو بن رؤبۃ کے سوا ایسا کوئی راوی نہیں ہے جس کی صحت میں اختلاف ہو۔ امام بخاری نے کہا: اس راوی میں اعتراض ہے اور ایک جماعت نے اس راوی کی توثیق کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸۶۔ ۳۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کی میراث کا بیان

علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ، لکھتے ہیں:

احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی اور بیٹے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا۔

۶۸۵۱۔ ہمیں محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم نے خبر دی کہ ابن وہب نے ان کو خبر دی، اور ہمیں الربیع نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں امام شافعی نے خبر دی۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۲۹۰، ۱۲۶، مسند الامام الشافعی: ۲۵۹)

انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی۔ (الموطاج ۲ ص ۴۴۵)

از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے بیٹے کی (اپنے نسب سے) نفی کر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور بیٹے کو اس عورت کے ساتھ ملا دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۱۵، ۶۷۴۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۴)

۶۸۵۲۔ ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام عبد الرزاق نے خبر دی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۲۴۴۶)

انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے ملاعنہ کے متعلق اور اس میں سنت کے متعلق خبر دی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ جو بنو ساعدہ کے بھائی ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے آیا وہ اس کو قتل کر دے تو پھر آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے یا پھر وہ کیا کرے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق وہ بیان کیا جو قرآن مجید میں لعان کرنے والوں کے معاملہ کے متعلق مذکور ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق اور تمہاری بیوی کے متعلق فیصلہ کر دیا، انہوں نے کہا: پھر ان دونوں نے مسجد میں ایک دوسرے پر لعنت کی اور میں موجود تھا، پس جب وہ دونوں ایک دوسرے پر لعنت کرنے سے فارغ ہو گئے تو اس انصار کے مرد نے کہا: یا رسول اللہ! اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھ لوں تو پھر میں اس پر جھوٹ باندھنے والا ہوں گا، پس انہوں نے اس عورت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے تین طلاقیں دے دیں جب وہ دونوں ایک دوسرے پر لعنت کرنے سے فارغ ہو گئے تو اس مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس عورت کو علیحدہ کر دیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہر دو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق ہے۔

ابن شہاب نے کہا: پس یہ سنت ہو گئی کہ لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی جائے۔

اور وہ عورت حاملہ تھی تو اس انصاری نے اس کے نسب کا انکار کیا اور اس کا بیٹا اپنی ماں کی طرف نسبت کر کے بلایا جاتا تھا۔
(صحیح البخاری: ۴۲۳، صحیح مسلم: ۱۴۹۲)

علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشا پوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا اور اس کی اس کے باپ سے نفی کر دی تو ثابت ہو گیا کہ وہ بیٹا اپنے باپ کا عصبہ نہیں ہے اور نہ باپ کا وارث ہے اور تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ ملاعنہ کا بیٹا جب فوت ہو جائے اور اپنی ماں کو چھوڑے اور بیوی کو چھوڑے اور اولاد کو چھوڑے جو مذکر بھی ہوں اور مونث بھی ہوں تو اس کا مال ان کے درمیان ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔ (الاجماع لابن المنذر: ۳۱۹، الاقناع: ۲۷۳۲)

پس اگر اس نے ایسے ورثاء چھوڑے جو بعض مال کے مستحق ہوتے ہوں اور تمام مال کو اکٹھا نہ لیتے ہوں تو اس میں اختلاف ہے: ایک جماعت نے کہا ہے کہ اصحاب الفرائض کو دینے کے بعد جو باقی بچا ہے وہ ماں کے عصبہ کے لیے ہو گا، یہ قول حضرت علی بن

Marfat.com

ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور عطاء، نخعی، حسن بصری اور شعبی کا ہے۔ انہوں نے کہا: اس کا وارث وہ ہوگا جو ماں کے زیادہ قریب ہے۔ اور حکم اور حماد نے کہا: اس کا وارث وہ ہوگا جس کی اس کی ماں وارث ہوتی ہے۔

۶۸۵۳۔ مجھے ابوبکر بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن ایوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از ابن ابی لیلیٰ از شعبی از حضرت علی اور از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما، ان دونوں نے کہا: لعان کرنے والی کا بیٹا اس کا عصبہ وہ ہے جو اس کی ماں کا عصبہ ہے۔ (سنن دارمی: ۲۹۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳۷۰)

۶۸۵۴۔ ہمیں محمد بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام سعید بن منصور (رقم: ۱۲۰) نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی از محمد بن سالم از الشعبی از حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ان دونوں نے کہا کہ لعان کرنے والی کا بیٹا اپنی ماں کا عصبہ ہے، پس اگر اس کی ماں نہ ہو تو اس کی ماں کے عصبات اس کے عصبہ ہیں اور ولد الزنا بھی اسی کے درجہ میں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۵۸)

۶۸۵۵۔ ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳۷۰) انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عبیدہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ملاعنہ کا بیٹا اس کا عصبہ وہ ہے جو اس کی ماں کا عصبہ ہے، وہ ان کا وارث ہوگا اور وہ لوگ اس کے وارث ہوں گے۔

۶۸۵۶۔ ہمیں یحییٰ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از عزرہ از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: ملاعنہ کا بیٹا وہ ہے جس کا کوئی باپ نہیں، اس کی ماں اس کی وارث ہوگی اور اس کے ماں شریک بھائی اس کے وارث ہوں گے اور اس کی ماں کا عصبہ اس کا وارث ہوگا۔ اور اگر کوئی تہمت لگانے والا اس پر تہمت لگائے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے۔
(سنن دارمی: ۲۹۶۷)

اور سفیان ثوری نے کہا: جب اس نے ایک بیٹی اور خالہ چھوڑی تو خالہ کو کچھ نہیں ملے گا اور بیٹی کا باقی ماندہ اس کی ماں کے عصبہ کو ملے گا۔

اور امام احمد بن حنبل نے کہا: اس کا وارث اس کا عصبہ ہوگا اور اس کا عصبہ اس کی ماں ہے۔
اور ایک جماعت نے کہا: اس کے مال کو اصحاب الفرائض کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، اگر اس سے باقی کچھ بچ جائے تو وہ اس کی ماں کو دیا جائے گا۔

۶۸۵۷۔ ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از عبدالرزاق از ثوری از موسیٰ بن عبیدہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ملاعنہ کا بیٹا اپنی ماں کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا اور اس کی ماں اس کی عصبہ ہے، وہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور اس کی ماں اس کی وارث ہوگی، سفیان نے کہا: پورا مال۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۲۴۷۸)

۶۸۵۸۔ ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از عبدالرزاق از معمر از قتادہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ملاعنہ کے بیٹے کی کل

میراث اس کی ماں کے لیے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳۶۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۴۷۹)

۶۸۵۹۔ یحییٰ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ہمیں جریر نے خبر دی از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: ماں اس کی عصبہ ہے جس کا کوئی عصبہ نہیں۔ (سنن دارمی: ۲۹۴۷)

ہم نے مکحول سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: ملاعنہ کا بیٹا اپنی ماں کی کل میراث کا وارث ہوگا۔ اور شعبی سے روایت ہے کہ ملاعنہ کا بیٹا اپنی ماں کا وارث ہوگا، پس جب وہ مرجائے تو اس کا وہ وارث ہوگا جو اس کی ماں کا وارث ہے۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: اگر اس کی ماں باندی ہے تو باقی ماندہ ترکہ اس کے آزاد کرنے والوں کے لیے ہوگا اور اگر وہ عربی ہے تو باقی ماندہ ترکہ بیت المال کے لیے ہوگا۔ یہ زہری کا قول ہے اور امام مالک نے بھی یہی کہا ہے۔

(الموطاج ۲ ص ۳۱۴، باب میراث ولد الملاعنۃ وولد الزنا)

امام شافعی اور ابو ثور نے کہا: امام مالک نے کہا: یہ وہ چیز ہے کہ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور میں نے اپنے شہر کے علماء کو اسی پر پایا۔

اور زید بن ثابت سے روایت ہے کہ اس کی ماں کو تیسرا حصہ ملے گا اور اس کے بھائی کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی ماندہ ترکہ بیت المال کے لیے ہوگا۔

اور فقہاء احناف نے کہا ہے: ملاعنہ کے بیٹے کی میراث ان دوسروں کی طرح ہوتی ہے جو مرجاتے ہیں اور ان کا کوئی باپ کی طرف سے عصبہ نہیں ہوتا اور نہ کوئی قرابت دار ہوتا ہے، پس اگر وہ مرجائیں اور اصحاب فرائض اور ماں کی طرف سے قرابت داروں کو چھوڑیں تو اصحاب فرائض کو ان کے فرائض دیے جائیں گے اور جو باقی ماندہ ہے وہ دوسرے وارثوں کو ان کے حصوں کے مطابق دیا جائے گا جب کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہو۔ انہوں نے کہا: اگر ملاعنہ کا بیٹا ایسا وارث نہ چھوڑے جس کا حصہ ہو اور ماں کی طرف سے قرابت دار چھوڑے جو اصحاب فرائض نہ ہوں تو وہ اس طرح وارث ہوں گے جس طرح ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں ابن الملاعنہ کے باپ کے علاوہ اور اس کی ماں کا عصبہ اس کا عصبہ نہیں ہوگا کیونکہ عصبات باپ کی طرف سے ہوتے ہیں نہ کہ ماں کی طرف سے۔ (الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، ج ۷ ص ۴۵۶۔۴۶۱)

ملاعنہ کے بیٹے کی وراثت کے متعلق فقہاء احناف کا مسلک

شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہیل السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں یہ کہتے تھے کہ ملاعنہ کا بیٹا اس کے درجہ میں ہے جس کا باپ کی طرف سے کوئی قرابت دار نہ ہو اور ماں کی طرف سے اس کے قرابت دار ہوں اور یہ زہری کا اور سلیمان بن یسار کا قول ہے۔ اور اسی قول کے موافق ہمارے علماء (احناف) اور امام شافعی کا قول ہے۔

حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے: ملاعنہ کا بیٹا اس کی ماں کے بیٹے کا عصبہ ہے، اسی قول کے موافق عطاء، مجاہد، الشعبی اور النخعی نے کہا ہے حتیٰ کہ النخعی نے کہا: جب تم یہ ارادہ کرو کہ تم ملاعنہ کے بیٹے کے عصبہ کو پہچانو تو اس کی ماں پر غور کرو اور اس پر غور کرو کہ اس کی ماں کا عصبہ کون ہے، پس وہی ملاعنہ کے بیٹے کا عصبہ ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے: اس کا عصبہ اس کی ماں ہے اور اس کی ماں اس کے لیے باپ کے درجہ میں ہے اور ماں کے درجہ میں ہے اور یہ الحکم بن عیینہ کا قول ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت تین کی میراث کو جمع کر لیتی ہے: (۱) اپنے لقیط کی میراث کو (۲) اور جس کو اس نے آزاد کیا ہے اس کی میراث کو (۳) اور اس بیٹے کی میراث کو جس کی وجہ سے اس پر لعان کیا گیا ہے۔ پھر یہ اپنے آزاد کیے ہوئے کی عصبہ ہے، اسی طرح اس بیٹے کی عصبہ ہے جس کی وجہ سے اس پر لعان کیا گیا ہے۔

پس ہم کہتے ہیں: جب ملاعنہ کا بیٹا مر گیا اور اس نے ایک بیٹی کو چھوڑا اور ماں کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف ملے گا اور ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی ان دونوں پر رد کر دیا جائے گا، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک باقی بیت المال کو دیا جائے گا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ باقی ماں کو بطور عصبہ کے دیا جائے گا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ہے اور وہی ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ باقی ماں کے قریب ترین عصبہ کو مل جائے گا۔ (المبسوط ج ۲۹ ص ۲۲۱۔ ۲۲۴، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۸۔ بَابٌ: اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ حُرَّةً كَانَتْ أَوْ أَمَةً

بچہ اسی کا کہلائے گا جس کے بستر پر پیدا ہوا خواہ وہ بستر آزاد عورت کا ہو یا باندی کا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ بچہ اس بستر والے کا ہے اور ہمارے اصحاب نے کہا کہ بستر بیوی سے کنایہ ہے۔

فراش کے لفظ کا اگرچہ خاوند پر اطلاق کیا جاتا ہے اس کا بیوی پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کے لیے فراش یعنی بستر ہوتا ہے۔

اس عنوان میں کہا ہے "خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو"۔

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک باندی سے جب اس کا مالک مباشرت کرے تو وہ اس کا فراش بن جاتی ہے یا مالک یہ اقرار کرے کہ اس نے اس عورت سے مباشرت کی ہے اور اسی کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حکم کیا اور یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی قول ہے۔ پس جب عورت اس سے مباشرت کے چھ ماہ کے بعد بچہ کو لے کر آئی تو اس بچہ کا نسب اس مباشرت کرنے والے سے ثابت ہو جائے گا اور وہ عورت اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اس کے مالک کے لیے جائز ہے کہ اس بچہ کی نفی کرے جب کہ وہ استبراء کا دعویٰ کرے اور صرف ملکیت سے بغیر مباشرت کے وہ عورت امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک فراش یعنی بستر نہیں ہوتی۔

اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ وہ عورت وطی سے فراش نہیں ہوتی اور نہ وطی کے اقرار سے فراش ہوتی ہے، پس اگر اس کے مالک نے اس سے وطی کی یا وطی کا اقرار کیا، پھر وہ بچہ کو لے کر آئی تو وہ بچہ اس کے ساتھ نہیں ملے گا اور وہ اس کا مملوک ہوگا اور وہ باندی اس

Marfat.com

کی مملوکہ ہوگی۔ اور وہ بچہ اس کے ساتھ اس وقت ملے گا جب وہ اس بچہ کا اقرار کرلے، اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ محض اپنے قول سے اس بچہ کی نفی کرے اور اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ استبراء کا دعویٰ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۴۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ إِلَيْكَ فَلَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدٌ فَقَالَ ابْنُ أَخِي عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللهِ ابْنُ أَخِي قَدْ كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ احْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللهَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ عتبہ نے اپنے بھائی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا مجھ سے ہے، سو تم اس کو اپنے پاس قبضہ کر کے رکھ لینا، پس جب فتح مکہ کا سال ہوا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے کو لے لیا، پس کہا: یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اس نے اس کے متعلق مجھے وصیت کی تھی، پھر عبد بن زمعہ کھڑے ہوئے انہوں نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے، پس ان دونوں نے اپنا معاملہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، میرے بھائی نے اس کے متعلق مجھے وصیت کی تھی، پس عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور یہ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔ پھر آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اس سے پردہ کیا کرو، کیونکہ آپ نے اس کی مشابہت عتبہ کے ساتھ دیکھی۔ پس اس لڑکے نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ اللہ سے جا ملا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۵۳، ۲۲۱۸، ۲۴۲۱، ۲۵۳۳، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲، صحیح مسلم: ۱۴۵۷، سنن نسائی: ۳۴۸۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۴، مسند احمد: ۲۵۳۶۶، موطا امام مالک: ۱۴۴۹، سنن دارمی: ۲۲۳۷)

صحیح البخاری: ۶۷۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے ''بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں''۔

یہ حدیث کتاب البیوع میں از یحییٰ بن قزعہ از امام مالک گزر چکی ہے۔ اور کتاب الوصایا اور کتاب المغازی میں از القعنبی از امام مالک گزر چکی ہے اور عنقریب کتاب الاحکام میں از اسماعیل بن عبداللہ از امام مالک آئے گی، اس کی شرح بھی گزر چکی ہے، لیکن ہم شرح کا کچھ حصہ یہاں ذکر کریں گے کیونکہ مسافت زیادہ ہو چکی ہے۔

عتبہ بن ابی وقاص کا تذکرہ اور یہ کہ صحیح یہ ہے کہ اس کی موت کفر پر ہوئی

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عتبہ، یہ ابن ابی وقاص ہیں اور یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے، پس العسکری نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مکہ میں قریش کے کسی فرد کو قتل کر دیا تھا، پھر یہ مدینہ کی طرف منتقل ہو گئے اور جب یہ مرنے لگے تو انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی اور ابن مندہ نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے اور سند کے ساتھ صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے کہ ان کے بھائی نے یہ وصیت کی تھی کہ یہ ان کا بیٹا ہے۔ اور امام ابونعیم نے اس کا انکار کیا ہے، اور یہ ذکر کیا ہے کہ جس کافر نے غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی کیا تھا وہ یہی شخص تھا اور انہوں نے کہا: مجھے اس کے اسلام لانے کا علم نہیں ہے، بلکہ امام عبدالرزاق نے از عثمان الجزری از مقسم روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی تھی کہ عتبہ کے اوپر سال نہ گزرے حتیٰ کہ وہ حالتِ کفر میں مرجائے، سو وہ سال پورا ہونے سے پہلے مر گیا اور یہ حدیث مرسل ہے۔ اور علامہ دمیاطی نے اور علامہ ابن التین نے وثوق سے بیان کیا ہے کہ اس کی موت کفر پر ہوئی۔ اور عتبہ کی ماں کا نام ہند بنت وہب بن الحارث بن زہرہ ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ماں کا نام حمنہ بنت سفیان بن امیہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اپنی موت کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا مجھ سے ہے'' اور ''ولیدۃ'' کا لفظ ولادت سے ماخوذ ہے اور فعیلۃ کے وزن پر ہے۔ علامہ الجوہری نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: بچی اور باندی اور اس کی جمع ''ولائد'' ہے۔ اور وہ باندی یمانیہ تھی اور زمعہ اس کے علاوہ دوسرا شخص تھا، اس پر امام طحاوی نے تنبیہ کی ہے۔

عبد بن زمعہ کا نام اور زمعہ کی باندی کے بیٹے کو عبد بن زمعہ کا بھائی قرار دینے کا پس منظر

اور عبد بن زمعہ کا نام قیس بن عبد الشمس القرشی العامری ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلما کان عام الفتح اخذہ سعد'' یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن اس کو دیکھ لیا تو اس کو عتبہ کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے دیکھ لیا، پھر اس کو اپنی گود میں بھر لیا اور کہا: رب کعبہ کی قسم! یہ میرے بھائی کا

Marfat.com

بیٹا ہے۔اور لیث کی روایت میں ہے: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ اس کا بیٹا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”فقام عبد بن زمعہ فقال اخی“ یعنی یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے، یعنی اس کی باندی کا بیٹا ہے اور یہ ان کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔اور عبد بن زمعہ میں عبد کا لفظ بغیر کسی لفظ کی طرف اضافت کے ہے۔اور مختصر ابن الحاجب میں مذکور ہے کہ اس کا نام عبد اللہ تھا۔اور اس پر رد کیا گیا ہے کہ یہ غلط ہے، کیونکہ عبد اللہ بن زمعہ وہ اسود بن عبد المطلب بن اسد بن عبد العزیٰ کا بیٹا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ابن مندہ کو عبد الرحمن بن زمعہ کی سوانح میں خبط واقع ہوا ہے، کیونکہ انہوں نے زعم کیا کہ عبد الرحمن، عبد اللہ اور عبد (بغیر اضافت کے) تینوں بھائی ہیں اور یہ زمعہ بن الاسود کی اولاد ہیں حالانکہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ عبد کا لفظ بغیر اضافت کے ہے اور عبد الرحمن اور عبد دونوں بھائی عامری ہیں اور قریش سے ہیں۔اور عبد اللہ بن زمعہ اسدی ہیں اور وہ بھی قریش سے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”ھولک یا عبد بن زمعہ“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ کو حکم دیا کہ وہ اس لڑکے کو لے لیں۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۹۴ھ) نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تمہارے دعویٰ کے مطابق یہ تمہارا بھائی ہے، پس آپ نے اس کے دعویٰ کو برقرار رکھا اور یہ نہیں فرمایا کہ باندی فراش یعنی بستر نہیں ہوتی۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ امام طحاوی نے یہاں پر ایک اور مسلک کو اختیار کیا ہے اور آپ نے جو فرمایا ”ھولک“ اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارا قبضہ اس پر ہے، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تم اس کے مالک ہو، اور تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں کو اس پر قبضہ کرنے سے منع کیا جائے گا حتیٰ کہ اس کا معاملہ واضح ہو جائے جیسا کہ آپ نے صاحب اللقطہ سے فرمایا: ”یہ لقطہ تمہارے لیے ہے اور جب اس کا مالک آئے گا تو تم اس کو یہ واپس کر دینا“۔اور انہوں نے کہا: جب کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اس میں عبد بن زمعہ کی شریک تھیں لیکن ان سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ انہوں نے اس کی تصدیق کی ہو اور نہ انہوں نے اس لڑکے پر دعویٰ کیا تھا، تو آپ نے عبد بن زمعہ پر وہ لازم کیا جس کا اس نے اقرار کیا تھا۔اور اس کو ان کے خلاف حجت نہیں قرار دیا تو آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔پھر امام طحاوی کے اس ناقل (یعنی حافظ ابن حجر) نے کہا: یہ کلام اس صریح روایت سے مردود ہے جس میں آپ نے عبد بن زمعہ سے فرمایا ہے کہ یہ تمہارا بھائی ہے اور آپ کا یہ ارشاد اشکال کو اٹھا دیتا ہے اور گویا کہ یہ ناقل اس حدیث پر واقف نہیں ہوا اور نہ حضرت ابن الزبیر اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہم کی اس حدیث پر واقف ہوا جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس کی موافقت کر لی تھی کہ وہ ان کا بھائی ہے۔(ناقل کی عبارت ختم ہوئی)۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۰۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی عبارت پر تبصرہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی امام ابوداؤد نے از سعید بن منصور اور مسدد روایت کی ہے اور اس میں مسدد نے یہ اضافہ کیا ہے

Marfat.com

''هو اخوك'' وہ تمہارا بھائی ہے۔ اور صحیح وہ روایت ہے جس کی سعید بن منصور نے روایت کی ہے اور مسدد کے اضافہ کی کسی نے موافقت نہیں کی۔ اور اگر ہم اس اضافہ کو تسلیم کر لیں تو اس سے یہ ارادہ کیا جائے گا کہ یہ تمہارا دین میں بھائی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصل حدیث یہ ہو کہ ''وہ تمہارے لیے ہے''، پس راوی نے یہ گمان کیا کہ اس کا معنی ہے کہ وہ تمہارا نسبی بھائی ہے۔ پس اس حدیث کو اس معنی پر محمول کیا جو اس کے نزدیک ہے۔ اور جس حدیث کی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے، اس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔ اور علامہ خطابی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ مقرر تھا کہ لوگوں کی باندیاں حرام کاری کرتی تھیں اور لوگ ان کو زنا کرنے والوں کے ساتھ ملا دیتے تھے جب وہ یہ دعویٰ کرتے کہ انہوں نے زنا کیا ہے جیسا کہ نکاح میں ہوتا ہے۔ اور زمعہ کی ایک باندی تھی اور زمعہ اس سے دخول کرتا تھا اور اس سے حمل ظاہر ہو گیا۔ اور عتبہ بن ابی وقاص نے یہ زعم کیا کہ یہ حمل اس سے ہے، اور اپنے بھائی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کر دی کہ وہ اس کو عتبہ کے ساتھ ملا لے، پس اس کے متعلق عبد بن زمعہ نے جھگڑا کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا اور عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے جیسا کہ اسلام کے اندر حکم برقرار ہے کہ بچہ اس کا قرار دیا جاتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور وہ لڑکا زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے حکم کو باطل کر دیا اور اس لڑکے کو زمعہ کے ساتھ لاحق کر دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے علامہ بدر الدین عینی حنفی کی اس عبارت پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۴۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

اس حدیث میں مذکور ہے ''الولد للفراش''۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی التوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے کہ آزاد عورت اس وقت فراش (بستر) بنتی ہے جب اس کے ساتھ وطی ممکن ہو اور بچہ کو اس مدت میں اس کے ساتھ ملا دیا جائے جس مدت میں اس جیسا بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور اس کی کم سے کم مدت چھ مہینے ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کا یہ شاذ قول ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب کسی شخص نے نکاح کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس وقت وطی کا امکان نہیں تھا اور وہ عقد نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ کو لے آئی تو بچہ اس شخص کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور نیز انہوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کا جو مذہب ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جاری کی ہوئی عادت کے خلاف ہے کہ بچہ مرد کے پانی اور عورت کے پانی سے بنتا ہے۔

علامہ عینی حنفی کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب

علامہ عینی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب شاذ نہیں ہے اور نہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جاری کی ہوئی عادت کی مخالفت کی ہے اور بے شک صاحب توضیح اور جو ان کے مسلک پر چلتا ہو، انہوں نے اس مسئلہ کو اس طرح نہیں سمجھا جس طرح امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ کو سمجھا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب پر اس سے استدلال کیا ہے ''الولد للفراش'' یعنی بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا

Marfat.com

ہو، اور اس حدیث میں وطی کی شرط کا ذکر نہیں ہے اور نہ وطی کا ذکر ہے، اور اس لیے اس مسئلہ میں عقد کرنا وطی کی مثل ہے، اس کے برخلاف باندی کا کوئی فراش یعنی بستر نہیں ہوتا (کیونکہ باندی کے ساتھ عقد نہیں ہوتا) اس باندی سے جو اولاد پیدا ہوگی اس کا نسب اسی وقت ثابت ہوگا جب اس کا مالک اس اولاد کا اعتراف کرے گا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وللعاھر الحجر'' یعنی زانی کے لیے ناکامی اور محرومی ہے اور ''عَھَر'' کا معنی ہے: زنا، اور ناکامی اور محرومی سے مراد یہ ہے کہ جس بچہ کے نسب کا وہ دعویٰ کرتا ہے اس میں ناکام ہوا۔ اور عرب کی عادت یہ ہے کہ جو شخص ناکام ہو جائے تو کہتے ہیں اس کے لیے پتھر ہے اور مٹی ہے اور اس کی مثل الفاظ کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ''حَجَر'' سے مراد یہاں پر یہ ہے کہ اس کو رجم کیا جائے گا۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے، کیونکہ رجم کرنا شادی شدہ کے ساتھ مختص ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ سے فرمایا کہ ''تم اس لڑکے سے پردہ کیا کرو''، یعنی اس باندی کے بیٹے سے۔ آپ نے یہ حکم تقویٰ اور احتیاط کی بناء پر دیا کیونکہ وہ لڑکا عتبہ بن ابی وقاص کے مشابہ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۵۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ثبوتِ نسب میں بچہ کی کسی کے ساتھ مشابہت کا شرعاً اعتبار نہ کرنا

عتبہ بن ابی وقاص نے زمعہ کی باندی کے ساتھ زنا کیا تھا یعنی اس کی مملوکہ کے ساتھ اور اس سے بچہ ہو گیا اور یہ بچہ واضح طور پر عتبہ بن ابی وقاص کے مشابہ تھا، پس عتبہ نے اپنے بھائی (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) سے کہا: یہ میرا بیٹا ہے اور تم اس کے وصی ہو، پس جب فتحِ مکہ کا سال ہوا تو اس بچہ کے متعلق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبد بن زمعہ میں جھگڑا ہوا، عبد بن زمعہ کہتے تھے: یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی باندی سے پیدا ہوا ہے اور وہ میرے باپ کا فراش یعنی بستر تھی، اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے تھے: یہ میرا بھتیجا ہے اور میں اس کا چچا ہوں، یا رسول اللہ! آپ اس کی مشابہت دیکھئے! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کی طرف دیکھا، آپ نے دیکھا وہ واضح طور پر عتبہ کے مشابہ تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشابہت کو لغو قرار دیا اور حکم فراش کی بناء پر دیا تاکہ شکوک منقطع ہو جائیں، کیونکہ اگر مشابہت کا حکمِ شرعی کے خلاف اثر ہوتا تو بیویوں کے اپنے شوہروں کے ساتھ شکوک پیدا ہوتے، کیونکہ ہر وہ عورت جس سے ایسا بچہ پیدا ہوتا جو باپ کے مشابہ نہ ہوتا اور وہ صرف مثلاً اپنے چچا کے مشابہ ہوتا تو خاوند کو اپنے بھائی کے متعلق شک ہوتا، اسی وجہ سے اس مشابہت کو ساقط کر دیا گیا ہے۔

حتیٰ کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی کے ہاں ایک کالا لڑکا پیدا ہوا ہے اور میری بیوی سفید ہے اور میں بھی سفید ہوں تو یہ کالا لڑکا کہاں سے آ گیا؟

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: ان کے کیا رنگ ہیں؟ اس نے کہا: سرخ رنگ کے اونٹ ہیں، آپ نے فرمایا: کیا ان میں کوئی چتکبرا اونٹ بھی ہے یعنی کالا اور سفید؟ اس نے کہا جی

Marfat.com

ہاں، آپ نے فرمایا: یہ چتکبرا اونٹ کہاں سے آ گیا جب کہ یہ اونٹ سرخ ہے؟ اس اعرابی نے کہا: شاید اس نے کوئی رگ کھینچ لی ہوگی، آپ نے فرمایا: سو اسی طرح تمہارے بیٹے نے بھی شاید کوئی رگ کھینچ لی ہوگی۔ پس وہ اعرابی مطمئن ہوگیا۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴۷، ۷۳۱۴، صحیح مسلم: ۱۵۰۰، سنن نسائی: ۳۴۷۹، سنن ابوداؤد: ۲۲۶۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۲، مسند احمد: ۷۱۸۹، مسند الحمیدی: ۱۰۸۴)

اس لیے کہ یہ واضح قیاس ہے۔

شیخ ابن عثیمین کہتے ہیں:

پس میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کی نعمت یہ ہے کہ اس نے فراش یعنی بستر کو ایسی حجت شرعیہ قرار دیا ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کی عتبہ بن ابی وقاص کے ساتھ واضح مشابہت دیکھی لیکن یہ مشابہت حجتِ شرعیہ یعنی فراش کے مزاحم نہیں ہوسکتی تھی تو آپ نے حجتِ شرعیہ کو حجتِ حسیہ پر مقدم کیا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لڑکا تمہارے لیے ہے اے عبد بن زمعہ، بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔

زمعہ کی باندی سے پیدا شدہ لڑکے کا آزاد ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ سے فرمایا: ''ھولک اے عبد بن زمعہ!''۔

اس حدیث میں لام ملکیت کے لیے نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں معنی ہوگا: ''یہ تمہارا مملوک ہے'' اور وہ آزاد تھا۔ اور اس لیے کہ جب مالک اپنی باندی سے اولاد کو طلب کرے تو اس کی اولاد آزاد ہوتی ہے اور اگر باندی سے کسی کا غلام عقدِ نکاح کرلے تو اس کی اولاد غلام ہوگی، پس باندی کا اگر اپنے مالک سے بچہ پیدا ہو تو وہ آزاد ہوگا اور اگر دوسرے سے بچہ پیدا ہو تو وہ غلام ہوگا خواہ وہ آزاد ہو، پس عربی زبان میں لام تملیک کے لیے بھی آتا ہے اور اختصاص کے لیے بھی آتا ہے اور یہاں پر لام تملیک کے لیے نہیں ہے بلکہ اختصاص کے لیے ہے یعنی اے عبد بن زمعہ! یہ لڑکا خاص تمہارے لیے ہے اگرچہ یہ لڑکا آزاد ہے اور تمہارا مملوک نہیں ہے۔

تعارض اور شکوک کے وقت امرِ محتاط کے مطابق فیصلہ کرنا

جب کہ وہ لڑکا عبد بن زمعہ کے لیے ہوگیا اور وہ ان کا بھائی قرار پایا اور حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا اس کی بہن قرار پائیں اور اگر حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا فوت ہو جاتیں تو وہ ان کا وارث ہوتا اور اگر وہ لڑکا فوت ہوتا تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اس کی وارث ہوتیں، اس کے باوجود آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ''تم اس سے پردہ کیا کرو''۔

یہاں پر یہ اشکال ہے کہ جب وہ لڑکا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی قرار پایا تو آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟ جب کہ شرعی حکم یہ تھا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اس کی بہن ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکمِ شرعی ہے اور یہ امرِ حسّی سے معارض ہے اور امرِ حسّی مشابہت ہے، پس اس سے شک ہوگیا، اس شک کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ میں احتیاط کے مسلک کو اختیار کیا اور آپ نے احتیاطاً حکم دیا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اس لڑکے سے پردہ کریں۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سببِ حسّی اور سببِ شرعی یہ دونوں متضاد حکم ہیں اور دونوں پر بیک وقت عمل کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ دونوں ضدیں ہیں اور دو ضدین جمع نہیں ہوتیں، تو اس مسئلہ میں صحیح اور ثواب یہ تھا کہ احتیاط پر عمل کیا جائے۔

Marfat.com

ہر عالم کے قول پر فتویٰ نہ دیا جائے

بعض علماء نے کہا ہے: جب کوئی شخص کسی بچہ کے نسب کو اپنے ساتھ ملالے تو اس کو ملالیا جائے گا، کیونکہ جس عورت کا کوئی خاوند نہ ہو پس ممکن ہے کہ اس کے ساتھ بچہ کو ملالیا جائے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے ''الولد للفراش'' یعنی بچہ اس کا شمار کیا جائے گا جس کے بستر پر ہو، یہ اس معاملہ میں ہے جس میں عورت کا خاوند ہو یا حق کے ساتھ وطی کی جائے۔ لیکن جب حق کے ساتھ وطی نہ کی گئی ہو اور نہ خاوند ہو اور زانی اس بچہ کے نسب کو اپنے ساتھ ملائے تو ہمارا اس بچہ کو لاحق قرار دینا اس کے نسب کے ضائع کرنے سے اولیٰ ہے اور یہ وہی رائے ہے جو شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن قیم کی ہے لیکن یہ قوی قول ہے اور اس پر فتویٰ دینے سے احتیاط کرنی چاہیے، کیونکہ اگر اس پر فتویٰ دیا گیا تو اولاد الزنا بہ کثرت ہوگی، انسان کسی عورت کے ساتھ زنا کرے گا اور جب وہ حاملہ ہو جائے گی تو اس سے نکاح کرلے گا پھر اس بچہ کا نسب اپنے ساتھ ملالے گا کیونکہ اس کو یقین ہے کہ یہ عورت اس سے حاملہ ہوئی ہے اور اس عورت کے گھر والے بھی عنقریب تسلیم کرلیں گے تاکہ ان کو رسوائی اور شرمندگی نہ ہو۔

لیکن طالب علم کو چاہیے کہ وہ وسیع امور پر غور کرے اور ہر ایک کے قول پر فتویٰ نہ دے، کیونکہ کبھی مصلحت اس میں ہوتی ہے کہ اس قول پر فتویٰ نہ دیا جائے اور کبھی اس میں مصلحت ہوتی ہے کہ اگرچہ وہ اس قول کا معتقد نہیں ہے لیکن وہ اس کے اوپر فتویٰ دے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں امہات الاولاد کی خرید و فروخت ہوتی تھی، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ اس معاملہ میں اللہ سے نہیں ڈرتے تو انہوں نے مصلحت کی بناء پر امہات الاولاد کو فروخت کرنے سے منع کردیا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خمر پینے کی کوئی حد مقرر نہیں تھی، جب کوئی خمر پینے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لایا جاتا تو اس کو ڈنڈوں سے مارتے اور جوتوں سے مارتے اور کپڑے کا کوڑا بنا کر چالیس کوڑے مارتے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی چالیس کوڑے مارے جاتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ابتداءِ خلافت میں بھی اسی طرح ہوتا تھا، پھر جب لوگوں نے کثرت کے ساتھ خمر نوشی کرلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو جمع کیا اور مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: کم سے کم حد اسی (۸۰) کوڑے ہے، یعنی حدِ قذف اسی کوڑے ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خمر پینے والے کی حد اسی (۸۰) کوڑے مقرر کردی۔ (صحیح مسلم:۱۷۰۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خمر کی حد اسی (۸۰) کوڑے مقرر کرنا شرعی حکم نہیں تھا بلکہ یہ بر بنائے سیاست حکم تھا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۸۵۔۹۰، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: جب بعد کے صحابہ کا خمر کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہونے پر اجماع ہو گیا تو اب یہ حکم شرعی ہو گیا اور یہ صرف حکم بر بنائے سیاست نہیں رہا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۷۵۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از شعبہ از محمد بن زیاد، وہ بیان کرتے ہیں

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الْوَلَدُ لِصَاحِبِ الْفِرَاشِ۔ کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: بچہ بستر والے کا ہے۔

(صحیح البخاری:٦٨١٨، صحیح مسلم:١٤٥٨، مسند احمد:٧٠٤٢)

صحیح البخاری:٦٧٥٠، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کی تفسیر ہے جس میں مذکور تھا ''بچہ بستر کے لیے ہے'' اور اس حدیث میں فرمایا ''بچہ بستر والے کے لیے ہے'' اور یہ حدیث بنفسہٖ مستقل ہے، اس کے برخلاف اس سے پہلی حدیث میں یہ جملہ عبد بن زمعہ کی حدیث کی اتباع میں ذکر کیا گیا تھا۔

امام طحاوی نے کہا ہے: اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث کے ساتھ جو یہ حدیث موصول ہے کہ بچہ بستر والے کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں اس کا کیا معنی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مسئلہ کی تعلیم کے لیے ہے یعنی تم اپنے بھائی کے لیے دعویٰ کرتے ہو اور تمہارے بھائی کا بستر نہیں تھا (کیونکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بھائی عتبہ بن ابی وقاص تھا اور ان کا بستر نہیں تھا، بستر تو زمعہ کا تھا)، اور نسب ان سے تب ثابت ہوتا اگر وہ ان کا فراش ہوتا، پس تمہارا بھائی زانی ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔

حدیث مذکور کے مزید طرق

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے کہا ہے: حدیث ''الولد للفراش'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث میں سے صحیح ترین حدیث ہے اور یہ بیس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے۔ پس امام بخاری نے یہاں پر حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی ہے اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد کہا ہے: اس باب میں حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابو امامہ، حضرت عمرو بن خارجہ، حضرت البراء، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث مروی ہے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سنن ابن ماجہ میں ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سنن ابوداؤد میں ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سنن نسائی میں ہے، اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی سنن النسائی میں ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث سنن ابوداؤد میں ہے اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ میں ہے، اور حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں ہے۔ اور حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی حدیث امام الطبرانی کی المعجم الکبیر میں ہے، اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی المعجم الکبیر میں ہے۔

اور ہمارے شیخ زین الدین نے ان صحابہ کے اوپر حضرت معاویہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا اضافہ کیا ہے، پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مسند ابو یعلی الموصلی میں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مسند البزار میں ہے اور ان تمام صحابہ کی روایت میں

Marfat.com

مذکور ہے "بچہ اس کے لیے ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہے" اور بعض صحابہ نے صرف پہلے جملہ پر اقتصار کیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۹۔ بَابٌ: اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ

وَمِيرَاثُ اللَّقِيطِ

وَقَالَ عُمَرُ: اللَّقِيطُ حُرٌّ۔

اس قاعدہ کا بیان کہ وَلاء اس کیلئے ہے جو آزاد کرے

اور جو لڑکا راستہ میں پڑا ہوا ملے اسکا وارث کون ہوگا؟ اس کا بیان

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جو لڑکا راستہ میں پڑا ہوا ملے اور اس کے ماں باپ معلوم نہ ہوں تو وہ آزاد ہوگا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ وَلاء اس شخص کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے اور اکثر نسخوں میں مذکور ہے "باب: ولاء صرف اس کے لیے جو آزاد کرے"۔

الوَلاء میں واؤ پر زبر ہے یہ "الوَلایۃ" سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی نصرت اور محبت ہے، کیونکہ وَلاءِ عتاقۃ میں اور موالات میں ایک دوسرے کی مدد یا محبت ہے، یا یہ لفظ "ولی" سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: قرب، اور وَلاء قرابتِ حکمیہ ہے جو آزاد کرنے سے یا موالات سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کا شرعی معنی ہے: ولاء العتاقۃ کے ساتھ مدد کرنا، یا وَلاءِ عتاقۃ میں وراثت اور دیت کی ادائیگی کا استحقاق ہوتا ہے۔

اس عنوان میں مذکور ہے "وَلاء اس کے لیے جو آزاد کرے"۔ اور اس حدیث کے الفاظ ائمہ ستہ نے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیے ہیں۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے "میراث اللقیط" لیکن امام بخاری نے یہاں کوئی حکم ذکر نہیں کیا، یعنی راستہ میں پڑے ہوئے بچہ کی وراثت کیا ہوگی؟ علامہ کرمانی نے کہا: کیونکہ امام بخاری کو ان کی شرط کے مطابق اس کے حکم کے متعلق حدیث نہیں ملی اور انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ اس لفظ کو ذکر کریں اور خالی جگہ چھوڑ دیں حتیٰ کہ اس جگہ پر بعد میں اس کا ذکر کرتے، پھر انہیں کوئی حدیث نہیں ملی اور یہ عنوان اسی طرح قائم رہا۔ اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اس کے حکم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر پر اکتفاء کیا ہے جو دوسری تعلیق میں مذکور ہے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ راستہ میں پڑا ہوا بچہ آزاد ہے، پس جب وہ آزاد ہے تو اس کی وَلاء بیت المال میں ہوگی، کیونکہ اس کی وَلاء تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ امام مالک، ثوری، اوزاعی، امام شافعی، امام احمد اور ابوثور کا یہی مذہب ہے۔ اور قاضی شریح نے کہا ہے کہ اس کی وَلاء اس کے لیے ہوگی جو اس بچہ کو اٹھائے گا (وَلاء سے یہاں پر یہ مراد ہے

کہ وہ بچہ بڑا ہوا اور مال دار ہوا اور اس نے ترکہ چھوڑا تو اگر اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس کا ترکہ اور اس کا مال تمام مسلمانوں کے لیے ہے اور اس کو بیت المال میں رکھا جائے گا۔ اور قاضی شریح نے کہا کہ اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر اس کا ترکہ اسے دیا جائے گا جس نے اس بچہ کو اٹھایا ہے)۔

اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور ان کا استدلال سُنَین ابی جمیلہ کی حدیث سے ہے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے راستہ میں پھینکے ہوئے بچہ کے متعلق فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو اور تمہارے لیے اس کی وَلاء ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: ابوجمیلہ مجہول ہے اس حدیث کے علاوہ اس کی کوئی اور حدیث مشہور نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو قول ہے کہ "تمہارے لیے اس کی وَلاء ہے" یہ اس پر محمول ہے کہ تم ہی اس کی تربیت اور معاملات کی کفالت کے ولی ہو، اور یہ اسلام کی وِلایت ہے، آزاد کرنے کی وَلایت نہیں ہے۔

اور عطاء اور ابن شہاب نے کہا ہے کہ راستہ میں پڑا ہوا بچہ آزاد ہے، پس جس کو وہ بچہ ملا ہے اگر وہ اس کی تربیت اور کفالت کو پسند کرتا ہے تو وہ کر سکتا ہے اور اگر وہ یہ پسند کرے کہ کوئی اور اس کی کفالت کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی اور کو دے دے۔

اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے: اس کے لیے جائز ہے کہ اس کی وَلاء کو جہاں چاہے منتقل کرے، پس جس نے اس کی کفالت کی ہے اگر وہ اس کی کسی جنایت کا تاوان ادا کرتا ہے تو اس کے لیے اس کی وَلاء کو منتقل کرنا جائز نہیں ہے اور وہ اس کا وارث ہوگا۔

سُنَین ابوجمیلہ کا تذکرہ

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: سُنَین میں سین پر پیش ہے اور نون پر زبر ہے اور یاء ساکن ہے اور اس کے آخر میں نون ہے ابوجمیلہ الضمری، اور ان کو السلمی بھی کہا جاتا ہے۔ ان سے ابن شہاب نے روایت کی ہے اور ان سے روایت کرتے ہوئے معمر نے کہا: مجھے ابوجمیلہ نے حدیث بیان کی اور ان کا یہ زعم تھا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے اور الزبیدی نے از الزہری کہا: کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تین کو پایا: حضرت انس بن مالک، حضرت سہل بن سعد، اور حضرت ابوجمیلہ سُنَین رضی اللہ عنہم کو۔ اور امام مالک نے از ابن شہاب کہا: مجھے سُنَین ابوجمیلہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے سال پایا اور علامہ الذہبی نے کہا: ابوجمیلہ سُنَین السلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور وہ ان کے ساتھ فتح مکہ کے سال نکلے اور ان کی حدیث ترمذی میں ہے اور ان سے الزہری نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۰۔۳۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۵۱۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اشْتَرَيْتُ بَرِيرَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم اشْتَرِيهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ وَأُهْدِيَ لَهَا شَاةٌ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ قَالَ الْحَكَمُ وَكَانَ زَوْجُهَا حُرًّا وَقَوْلُ الْحَكَمِ مُرْسَلٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَأَيْتُهُ عَبْدًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو خرید لو کیونکہ وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔ اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو ایک بکری ہدیہ میں دی گئی تو آپ نے فرمایا: یہ ان کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے

Marfat.com

لیے ہدیہ ہے۔

اور حَکَم نے کہا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند آزاد تھے اور حَکَم کا قول مرسل ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کو دیکھا وہ غلام تھے۔

(صحیح البخاری:٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٥٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠، صحیح مسلم:١٥٠٤، سنن ترمذی:١٢٥٦، سنن ابوداؤد:٣٩٢٩، موطا امام مالک:١٥١٩)

صحیح البخاری:٦٧٥١، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے''ولاء اس کے لیے ہے جو آزاد کرے'' اور حدیث میں بھی اسی کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حفص بن عمر کا ذکر ہے، یہ ابن الحارث ابوعمر الحوضی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الحَکَم کا ذکر ہے اور یہ ابن عتیبہ ہیں جو عتبۃ الباب کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابراہیم کا ذکر ہے، یہ النخعی ہیں اور اس حدیث کی سند میں الاسود کا ذکر ہے، یہ ابن یزید ہیں اور یہ تینوں تابعی ہیں اور کوفی ہیں۔

یہ حدیث کفارۃ الایمان میں از سلیمان بن حرب گزر چکی ہے اور کتاب الطلاق میں از عبداللہ بن رجاء گزر چکی ہے اور کتاب الزکوۃ میں از آدم گزر چکی ہے۔ اور اس حدیث کی شرح کئی مرتبہ کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں''بَرِیرہ'' کا ذکر ہے، اس میں باء پر زبر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''اھدی'' یہ مجہول کا صیغہ ہے۔

حدیث مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ''حکم نے بیان کیا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر آزاد تھا اور حَکَم کا قول مرسل ہے''۔

یہ تعلیق سندِ مذکور کے ساتھ موصول ہے لیکن اس میں جو مُرسل مذکور ہے یہ اس حدیث کی سند میں مذکور نہیں ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اور الاسماعیلی نے کہا ہے کہ حَکَم کا قول حدیث کا جزو نہیں ہے، یہ مُدرَج ہے (یعنی راوی کا اپنی طرف سے اضافہ ہے)۔ یہاں اعتراض کیا گیا ہے کہ امام بخاری کا یہ کہنا کہ یہ تعلیق مُرسل ہے اصطلاح کے مخالف ہے، کیونکہ جو کلام بعض

Marfat.com

راویوں پر موقوف ہو اس کو مُرسل نہیں کہا جاتا۔

اور اس تعلیق کی حدیث میں مذکور ہے "وکان زوجھا" یعنی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر۔

حدیث مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو دیکھا وہ غلام تھا"۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو دیکھا وہ غلام تھا اور یہ قول زیادہ صحیح ہے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر مغیث کے غلام ہونے پر دلیل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو دیکھا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو مغیث کہا جاتا تھا۔ اور وہ بنو مخزوم میں سے آل مغیرہ کے غلام تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو اس کے نکاح میں برقرار رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ عدت گزاریں۔ فقہاء نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو اس لیے اختیار دیا تھا کہ ان کے شوہر غلام تھے اور اب وہ آزاد کردی گئی تھیں، اور شوہر اپنی بیوی پر دو طلاقوں کا مالک ہوتا ہے جب کہ وہ باندی ہو۔

اس حدیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خصلت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب ان کو آزاد کیا گیا تو وہ حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں۔ اور وہ اس وقت غلام تھے تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ چاہیں تو اس نکاح میں برقرار رہیں اور چاہیں تو اس نکاح کو فسخ کردیں، اس سے معلوم ہوا کہ جب باندی کو آزاد کیا جائے تو اس کو خیارِ عتق ملتا ہے۔ وہ چاہے تو نکاحِ سابق پر برقرار رہے اور چاہے تو اس کو مسترد کردے، سو حضرت بریرہ نے اس نکاح کو مسترد کردیا تھا اور حضرت مغیث رضی اللہ عنہ ان کے فراق میں روتے رہتے تھے۔

یہ حدیث سندِ موصول کے ساتھ تفصیل کے ساتھ کتاب الطلاق کے "باب خیار الامۃ تحت العبد" میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۱-۳۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۵۲- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۱۵۶، ۲۱۶۹، ۲۵۶۲، ۶۷۵۲، ۶۷۵۷، ۶۷۵۹، سنن نسائی: ۴۶۴۴، مسند احمد: ۴۷۹۲)

صحیح البخاری: ۶۷۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان ہے ''وَلاء اس کے لیے ہے جو آزاد کرے'' اور حدیث میں بھی یہی مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن عبداللہ کا ذکر ہے اور یہ اسماعیل بن ابی اویس ہیں جو امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں۔
اس حدیث سے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام محمد بن عبدالحکم نے یہ استدلال کیا ہے کہ جس شخص نے کسی دوسرے کے غلام کو آزاد کیا تو اس کی وَلاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوگی۔ اس میں امام مالک کا اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں: اس کی وَلاء اس کے لیے ہے جس کے غلام کو آزاد کیا جاتا ہے خواہ اس نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۵۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجد

ی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی سیرت سے تین مسائل کا مستنبط ہونا

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مختصر حدیث سے یہ اشارہ کیا ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی سیرت سے تین مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ''وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے''۔

(۲) حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر گوشت کو صدقہ کیا گیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گوشت سے کچھ حصہ طلب کیا تو گھر والوں نے بتایا کہ یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

(۳) جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا تو ان کو اختیار دیا گیا (کہ وہ نکاح سابق پر برقرار رہتی ہیں یا نہیں، اس کو خیارِ عتق کہتے ہیں) اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں کہ آیا ان کا شوہر آزاد تھا یا غلام تھا اور صحیح یہ ہے کہ ان کا شوہر غلام تھا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۹۱۔ ۹۲، ملخصاً و ملتقطاً، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

لقیط کی وراثت اور اس کی کفالت کا بیان

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لقیط آزاد ہے۔ (لقیط اس بچہ کو کہتے ہیں جو کہیں پڑا ہوا مل جائے اور نہ اس کا باپ معلوم ہو اور نہ اس کی ماں معلوم ہو اور نہ اس کا نسب معلوم ہو، اس کو لقیط کہتے ہیں)۔ یہ عنوان اس لیے قائم کیا گیا ہے تا کہ لقیط کی میراث بیان کی جائے، پس امام بخاری نے جمہور کے قول کی ترجیح کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لقیط آزاد ہے اور اس کی وَلاء بیت المال میں ہوگی۔ اور اسی کی طرف نخعی کے قول سے اشارہ ہے کہ اس کی وَلاء اس کے لیے ہے جس نے اس بچہ کو اٹھایا ہے۔ اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول

Marfat.com

سے استدلال کیا ہے جو انہوں نے ابوجمیلہ سے کہا تھا: جاؤ یہ آزاد ہے، اور ہم پر اس کا خرچ لازم ہے اور تم کو اس کی وَلاء ملے گی۔ اور یہ مکمل اثر شہادات کے اوائل میں گذر چکا ہے اور میں نے بیان کیا ہے کہ وہاں اس اثر کو کس نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور میں نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول ''اس کی وَلاء تمہارے لیے ہے'' کا معنی یہ ہے کہ تم اس کی تربیت اور اس کی کفالت کے والی اور منتظم ہو گے، پس یہ اسلام کی ولایت ہے اور ولایت عتق نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ صریح حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''وَلاء اس کے لیے ہے جو آزاد کرتا ہے''۔ پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس نے آزاد نہیں کیا اس کی کوئی وَلاء نہیں ہے کیونکہ آزاد کرنا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ اس سے پہلے اس پر ملکیت ہو اور جو دارِ اسلام میں بچہ پڑا ہوا مل جائے اور کوئی اس کو اٹھالے تو اٹھانے والا اس کا مالک نہیں ہوتا، کیونکہ اصل لوگوں میں حُریت اور آزاد ہونا ہے اور جو لقیط اٹھایا گیا ہے وہ اس حال سے خالی نہیں ہے کہ وہ کسی آزاد عورت کا بیٹا ہو، پس اس کو غلام نہیں بنایا جائے گا یا وہ کسی قوم کی باندی کا بیٹا ہو تو اس کی وراثت اس قوم کے لیے ہوگی اور جب اس کی وراثت مجہول ہے تو اس وراثت کو بیت المال میں رکھا جائے گا اور وہ اس کا غلام نہیں ہوگا جس نے اس بچہ کو اٹھایا ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے کہ لقیط کا جو چاہے مولیٰ بن جائے اور یہی فقہاء احناف نے کہا ہے کہ وہ اس کی دیت ادا کرے گا اور اس کے بعد وہ کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہوگا اور یہ پوری عبارت الاسماعیلی پر مخفی رہی، سو انہوں نے کہا: امام بخاری نے لقیط کی میراث کا ذکر باب کے عنوان میں کیا ہے اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اور نہ حدیث میں اس پر دلالت ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی حدیث اس عنوان کے مطابق ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے اور ان دونوں کی روایت میں لقیط کی میراث کا ذکر نہیں ہے۔ اور علامہ کرمانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے، پس انہوں نے کہا: اگر تم کہو کہ لقیط کی میراث کا ذکر کہاں ہے؟ تو میں کہوں گا: یہ وہاں ہے جہاں امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے اور امام بخاری کو یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ اس کے مناسب حدیث کو وارد کرتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ پوری تقریر ظاہر کے اعتبار سے ہے لیکن تدقیقِ نظر سے یہ ہے کہ اس کی مناسبت یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو میراث کے ابواب میں بیان کیا ہے، پس اس کا بیان وہ ہے جس کو میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ لقیط آزاد ہے سوائے نخعی کی روایت کے اور نخعی کی روایت ایک جماعت کی روایت کی مثل ہے اور ان سے ایک قول فقہاء احناف کی مثل ہے اور قاضی شریح سے بھی پہلے قول کی مثل منقول ہے اور اسحاق بن راہویہ نے بھی یہی کہا ہے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کے غلام ہونے کی روایت کی ترجیح

اس تعلیق میں مذکور ہے ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے بریرہ کے شوہر کو دیکھا وہ غلام تھے''۔ اور الحکم اور الاسود نے جو کہا ہے کہ وہ آزاد تھے تو اسود کا قول منقطع ہے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کے ساتھ متصل نہیں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو دیکھا وہ غلام تھے۔ اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے اور انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا مشاہدہ کیا، پس ان

Marfat.com

کا قول اس کے قول پر راجح ہے جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حاضر نہیں ہوا، کیونکہ اسود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مدینہ میں داخل نہیں ہوئے۔ اور رہے الحکم تو وہ اس کے کافی زمانہ کے بعد پیدا ہوئے تھے اور امام بخاری نے جو اسود کے قول کو ذکر کیا ہے حالانکہ وہ منقطع ہے اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حدیث منقطع کو مرسل کی جگہ ذکر کرنا جائز ہے۔ اور امام بخاری نے جو کہا ہے کہ حکم کا قول مُرسل ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعی صغیر کو بھی مُرسل سے تعبیر کرنا جائز ہے کیونکہ حکم بہت کم عمر تابعین میں سے تھے۔
(فتح الباری ج ۷ ص ۸۱۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۰۔ بَابُ: مِيرَاثِ السَّائِبَةِ — سائبہ کی میراث کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں سائبہ کی میراث کا بیان ہے، اس سے مراد وہ غلام ہے جس کو اس شرط پر آزاد کیا جائے کہ اس کی وَلاء کسی کے لیے نہیں ہوگی۔

سائبہ کا ذکر اللہ عزوجل کے اس ارشاد میں ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (المائدہ: ۱۰۳)

اللہ نے (جانوروں میں) کوئی بحیرہ نہیں بنایا اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی، مگر یہ کافر جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان تراشتے ہیں اور ان میں اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے ۝

المائدہ: ۱۰۳ کی تفسیر از مصنف

سعید بن المسیب نے بیان کیا ہے کہ ''بحیرۃ'' وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ دوہنا بتوں کی وجہ سے منع کر دیا جاتا تھا اور کوئی شخص اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا۔

اور ''سائبۃ'' وہ اونٹنی ہے جس کو مشرکین اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور اس پر کسی چیز کو لادا نہیں جاتا تھا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا، وہ دوزخ میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا اور یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے ''سائبۃ'' اونٹنیوں کو چھوڑا تھا۔

اور ''وصیلۃ'' وہ اونٹنی ہے جو پہلی بار اونٹ جنتی ہے اور دوسری بار اونٹ جنتی ہے۔ وہ اس کو اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے بشرطیکہ وہ یکے بعد دیگرے مادہ کو جنم دے اور ان کے درمیان نر نہ ہو۔

اور ''حامی'' جو چند مرتبہ گابھن (حاملہ) کرے جب وہ اپنا عدد پورا کرے تو وہ اس اونٹ کو بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور اس پر سامان نہیں لادتے تھے اور اس کو ''الحامی'' کہتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۶۲۳۔ ۴۶۲۴)

اور یہاں ''سائبۃ'' سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے غلام سے کہے: تم ''سائبۃ'' ہو اور اس غلام کے اوپر وَلاء نہ ہو۔ (وَلاء کا معنی ہے کہ وہ غلام آزاد ہونے کے بعد مال دار ہو جائے تو اس کا ترکہ اس کے وارثوں کو دینے کے بعد یا وارث نہ ہوں تو اس کے

آزاد کرنے والے کو دیا جائے)۔

اور سب سے پہلے جس نے ''سوائب'' (اونٹنیوں کو بتوں کے لیے) کو چھوڑا اس شخص کا نام عمرو بن لحی ہے۔

فقہاء کی ''السائبة'' کی میراث میں اختلاف

پس فقہاء احناف اور امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق اور ابوثور نے کہا ہے: اس کی وَلاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوگی اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے:

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ اس کی وراثت مسلمانوں کے لیے ہوگی، یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ربیعہ اور ابوزناد سے بھی منقول ہے۔ اور یہی امام مالک کا ان کے مذہب کے مطابق مشہور قول ہے۔

اور الزہری نے کہا ہے: آزاد کرنے والا اپنے ''سائبة'' کی کفالت میں جسے چاہے دے۔ پس اگر وہ مر گیا اور کسی ایک نے بھی اس کی کفالت نہیں کی تو اس کی وَلاء مسلمانوں کے لیے ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۵۳۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي قَيْسٍ عَنْ هُزَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْإِسْلَامِ لَا يُسَيِّبُونَ وَإِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يُسَيِّبُونَ۔ (تحفة الاشراف: ۹۵۹۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی قیس از ہزیل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ اہلِ اسلام سائبہ نہیں بناتے اور اہلِ جاہلیہ سائبہ بناتے تھے۔

صحیح البخاری: ۶۷۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث مختصر ہے اور اس کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ ایک مرد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، سو اس نے کہا: میں نے ایک غلام کو ''سائبہ'' آزاد کیا ہے۔ پس وہ غلام مر گیا اور اس نے مال چھوڑا اور کوئی وارث نہیں چھوڑا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہلِ اسلام سائبہ نہیں قرار دیتے، صرف اہلِ جاہلیت سائبہ قرار دیتے تھے اور تم اس کی نعمت کے ولی ہو، لہٰذا اس کی میراث تمہارے لیے ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اسماعیلی اور سفیان نے اس سند میں کہا ہے کہ سفیان سے مراد سفیان ثوری ہے۔ اور ابوقیس سے مراد عبد الرحمٰن بن مروان ہے، اور ھزیل، ھزل کی تصغیر ہے، یہ ابن شرحبیل ہیں، یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۵۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی

Marfat.com

اشْتَرَتْ بَرِيرَةَ لِتُعْتِقَهَا وَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلَاءَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي اشْتَرَيْتُ بَرِيرَةَ لِأُعْتِقَهَا وَإِنَّ أَهْلَهَا يَشْتَرِطُونَ وَلَاءَهَا فَقَالَ أَعْتِقِيهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ أَوْ قَالَ أَعْطَى الثَّمَنَ قَالَ فَاشْتَرَتْهَا فَأَعْتَقَتْهَا قَالَ وَخُيِّرَتْ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَقَالَتْ لَوْ أُعْطِيتُ كَذَا وَكَذَا مَا كُنْتُ مَعَهُ قَالَ الْأَسْوَدُ وَكَانَ زَوْجُهَا حُرًّا قَوْلُ الْأَسْوَدِ مُنْقَطِعٌ وَقَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَأَيْتُهُ عَبْدًا أَصَحُّ۔

ازمنصور از ابراہیم از الاسود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدا، تا کہ وہ ان کو آزاد کر دیں اور ان کے مالکوں نے وَلاء کی اپنے لیے شرط لگائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! بے شک میں بریرہ کو آزاد کرنے کے لیے خرید رہی ہوں، اور اس کے مالک اس میں وَلاء کی شرط لگا رہے ہیں، آپ نے فرمایا: تم اس کو آزاد کر دو، وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو غلام کو آزاد کرتا ہے یا آپ نے فرمایا: جو قیمت کو ادا کرتا ہے۔ اسود نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید لیا اور ان کو آزاد کر دیا اور بیان کیا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دیا گیا (کہ وہ نکاحِ سابق کو برقرار رکھیں یا نہ رکھیں) تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا اور کہا: اگر مجھے اتنا اور اتنا (مال) دیا جائے تب بھی میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی۔

اسود نے کہا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آزاد تھے اور اسود کا قول منقطع ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو غلام دیکھا، اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۵۶، ۱۴۹۳، ۲۱۵۵، ۲۱۶۸، ۲۵۳۶، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۷۸، ۲۷۱۷، ۲۷۲۶، ۲۷۲۹، ۲۷۳۵، ۵۰۹۷، ۵۲۷۹، ۵۲۸۴، ۵۴۳۰، ۶۷۱۷، ۶۵۵۱، ۶۷۵۴، ۶۷۵۸، ۶۷۶۰، صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ترمذی: ۱۲۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۹۲۹، موطا امام مالک: ۱۵۱۹)

صحیح البخاری: ۶۷۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طور پر ہے کہ جب کہ وَلاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوتی ہے تو اس میں غلام عام ہے وہ سائبہ ہو یا نہ ہو۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے موسیٰ وہ ابن اسماعیل التبوذکی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعوانہ،ان کا نام الوضاح الیشکری ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور،وہ ابن المعتمر ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، وہ النخعی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسود،وہ ابن یزید ہیں۔

یہ حدیث بیس مرتبہ سے زیادہ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''واشترط اهلها''یعنی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکوں نے یہ شرط لگائی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو اس شرط پر فروخت کریں گے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی وَلاء ان مالکوں کے لیے ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے''او قال اعطی الثمن''یعنی راوی کو شک ہے کہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ تم قیمت ادا کر دو۔

اس حدیث میں مذکور ہے''وخیرت''یعنی جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آزاد کر دی گئیں تو ان کو یہ اختیار دیا گیا کہ اپنے نکاح کو فسخ کر دیں اور اختیار دیا گیا کہ اپنے نفس کو اختیار کر لیں۔اور انہیں اس نکاح کو جاری رکھنے کا اختیار دیا گیا اور زوج کو برقرار رکھنے کا اختیار دیا گیا اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ ان کے شوہر کا نام مُغیث تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''وقالت لو اعطیت کذا و کذا''یعنی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر میرا شوہر مجھے اتنا اتنا مال دے تب بھی میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی،اور نہ اس کے پاس قیام کروں گی۔اسی طرح امام نسائی کی روایت میں ہے،انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر کے متعلق اختیار دیا تو انہوں نے کہا:اگر ان کا شوہر ان کو اتنا اتنا مال دے تب بھی وہ ان کے پاس نہیں رہیں گی،انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور ان کے شوہر آزاد تھے۔

حدیث مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اسود بن یزید جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے ہیں،اس تعلیق میں ان کا قول مذکور ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آزاد تھے۔

قولِ منقطع یا حدیث منقطع کی تعریف

پھر امام بخاری نے کہا کہ اسود کا قول منقطع ہے۔کہا گیا ہے کہ منقطع اس قول کو کہتے ہیں کہ جس کی صفت میں سے کسی مرد کو ساقط کر دیا جائے،یا اس میں کسی مبہم مرد کا ذکر کیا جائے اور علامہ الخطیب نے کہا ہے:منقطع وہ قول ہے جس میں تابعی یا اس سے نچلے درجہ کے مرد سے قول یا فعل کی موقوفاً روایت کی جائے۔ایک اور قول یہ ہے کہ المنقطع،المرسل کی مثل ہے اور یہ ہر وہ قول ہے جس کی سند متصل نہ ہو،البتہ مرسل کا اکثر اطلاق اس پر کیا جاتا ہے جس میں تابعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔اور مشہور یہ ہے کہ مرسل اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں صحابی کا غیر کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دوسری تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو دیکھا وہ غلام تھے،یہ قول

Marfat.com

زیادہ صحیح ہے۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو غلام دیکھا، یہ اسود کے قول سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو دیکھا تھا اور ان کا مشاہدہ کیا تھا اور اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۳۔ ۳۹۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۱۔ بَابُ: إِثْمِ مَنْ تَبَرَّأَ مِنْ مَوَالِيهِ — جو شخص اپنے مالکوں سے بری ہو، اس کے گناہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس شخص کے گناہ کا بیان کیا گیا ہے جس نے اپنے مالکوں سے براءت کا اظہار کیا بایں طور کہ اس نے اس کی نفی کی کہ وہ فلاں مالک کا غلام ہے یا اس نے اپنے غلام ہونے کی نسبت کسی اور مالک کی طرف کی۔

امام احمد اپنی سند کے ساتھ از سہل از والد خود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا، آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ شخص جو اپنے والدین سے براءت کا اظہار کرے اور ان سے اعراض کرے اور وہ شخص جو اپنے بیٹے سے براءت کا اظہار کرے اور وہ مرد جس پر کسی قوم نے انعام کیا ہو، پس وہ ان کی نعمت کا انکار کرے اور ان سے براءت کا اظہار کرے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۰، رقم الحدیث: ۱۵۶۳۶، المعجم الکبیر ج ۲۰ رقم الحدیث: ۴۴۳، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۵)

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۵۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ مَا عِنْدَنَا كِتَابٌ نَقْرَؤُهُ إِلَّا كِتَابُ اللهِ غَيْرَ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ فَأَخْرَجَهَا فَإِذَا فِيهَا أَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ وَأَسْنَانِ الْإِبِلِ قَالَ وَفِيهَا الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَمَنْ وَالَى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے پاس ایسی کتاب نہیں ہے جس کی ہم تلاوت کریں سوائے اللہ عزوجل کی کتاب کے اور سوا اس صحیفہ کے، راوی نے کہا: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس صحیفہ کو نکالا تو اس میں زخموں کے بارے میں اور دیت کے اونٹوں کی عمروں کے بارے میں لکھا ہوا تھا، اور اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ مدینہ عیر سے لے کر ثور تک حرم ہے، پس جس نے مدینہ میں کوئی جرم کیا یا اس نے کسی مجرم کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی، نہ قیامت کے دن اس کا کوئی

يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ۔

فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل، اور جس نے اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر کسی قوم سے موالات کی، تو اس کے اوپر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اس کا نہ کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل۔ اور تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے اور ان میں سے کوئی ادنیٰ مسلمان بھی اس ذمہ کی کوشش کر سکتا ہے، پس جس شخص نے کسی مسلمان سے کیے ہوئے عہد کو توڑا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے دن نہ اس سے کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷۰، ۶۷۵۵، صحیح مسلم: ۱۳۷۰، سنن ترمذی: ۲۱۲۷، سنن ابوداؤد: ۲۰۳۴، مسند احمد: ۱۳۰۰)

صحیح البخاری: ۶۷۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "اس شخص کا گناہ جس نے اپنے مالکوں سے براءت کی" اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے "جس نے اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر کسی قوم سے موالات کی اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام لوگوں کی لعنت ہو"۔ اور اس میں بھی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں ہے "جس نے اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر کسی قوم سے موالات کی" اور اس پر وعید ہے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر اس نے اپنے مالکوں کی اجازت سے کسی قوم کے ساتھ موالات کی تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور نہ وہ ان سے براءت کرنے والا ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس حکم کی قید نہیں ہے بلکہ یہ کلام اکثر اور اغلب طریقہ پر محمول ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تاکید کیلئے ہے کیونکہ جب وہ اپنے مالکوں سے اجازت لے گا تو وہ اس کو منع کریں گے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم التیمی، یہ ابراہیم بن یزید بن شریک تیمی تیم الرباب ہیں اور یہ ابراہیم بن یزید بن اسود بن عمرو نہیں ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ابن عمر بن یزید بن الاسود بن عمر ہیں۔ اور ابراہیم التیمی اپنے والد یزید بن شریک بن طارق التیمی سے روایت کرتے ہیں، ان کا شمار اہلِ کوفہ میں ہوتا ہے، انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے سماع کیا ہے۔

Marfat.com

یہ حدیث کتاب الحج میں از محمد بن بشار گزر چکی ہے اور کتاب الجزیہ میں از محمد بن وکیع گزر چکی ہے اور عنقریب کتاب الاعتصام میں از عمرو بن حفص آئے گی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "غیر هذه الصحيفة" یہ ترکیب میں حال واقع ہے یا دوسرا استثناء ہے اور حرف عطف مقدر ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے "التحیات المبارکات الصلوات" اصل میں ہے والصلوات۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اشیاء" یہ شی ءکی جمع ہے اور غیر منصرف ہے۔ اور علامہ الکسائی نے کہا ہے کہ یہ کثرت استعمال کی وجہ سے منصرف ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من الجراحات" یعنی زخموں کے احکام کا بیان، اور دیت کے اونٹوں کی عمروں کا بیان۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عَیر" (عین پر زبر اور یاء ساکن ہے) یہ مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الی ثَور" ثَور میں ثاء پر زبر ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے: یا تو ثور کا معنی ہے حیوانِ مشہور (بیل)، بعض راویوں نے ثور کی جگہ سفید جگہ چھوڑ دی کیونکہ ان کا خیال ہے کہ یہ خطاء ہے، کیونکہ مدینہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں جس کا نام ثور ہو، اور بعض علماء نے کہا کہ یہ لفظ "کذا" سے کنایہ ہے، یعنی "عَیر" سے لے کر فلاں جگہ تک۔ اور صحیح یہ ہے کہ اس جگہ اصل لفظ "احد" ہے یعنی عَیر سے لے کر احد تک حرم ہے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ مدینہ میں ایک پہاڑ تھا جس کا نام ثور تھا، یا تو وہ احد پہاڑ تھا یا کوئی اور تھا، پھر اس کا نام مخفی ہو گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حدثا" یعنی وہ کام جو نیا ہو اور برا ہو اور معروف نہ ہو، اور نہ سنت میں اس کی کوئی اصل ہو۔ (میں کہتا ہوں: یا تو اس سے مراد جرم ہے اور یا اس سے مراد بدعت سیئہ ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں مذکور ہے "یا اس نے کسی محدث کو پناہ دی" یعنی وہ اس مُحدِث یا مجرم کو سزا دینے کے درمیان حائل ہو گیا۔ اور اگر یہ لفظ مُحدَث ہو یعنی دال پر زبر ہو تو اس سے مراد وہ جرم اور وہ بدعت ہو گی، اور اس کو پناہ دینے کا معنی ہو گا اس جرم یا بدعتِ سیئہ پر راضی ہونا اور اس پر صبر کرنا، کیونکہ جو شخص کسی بدعت پر راضی ہوا اور اس کے مرتکب کو اس پر برقرار رکھا اور اس کی مذمت نہیں کی تو اس نے اس کو پناہ دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لعنه الله" اس کا معنی ہے: اس کو ابتداءً جنت سے دور کر دے گا جو کہ دار رحمت ہے اور اس سے مطلقاً جنت سے دور کرنا مراد نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "صرف ولا عدل" صَرف سے مراد فرض ہے اور عدل سے مراد نفل ہے۔ دوسرا قول اس کے برعکس ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ صرف سے مراد توبہ اور عدل سے مراد فدیہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مَن والی قوما" یعنی جس نے اپنی وَلاء دوسرے لوگوں کو اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر دے دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وذمة المسلمین" ذمة سے مراد عہد اور امان ہے، یعنی کسی مسلمان کے لیے کسی کافر کو امان دینا صحیح ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں مذکور ہے "ادناھم" یعنی مثلاً عورت یا غلام اگر کسی حربی کو امان دیں تو کسی اور مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس عہد کو توڑ دے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فمن اخفر" یعنی جس نے اس کے ذمہ کو توڑا یا اس کے عہد کو توڑا۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فاسد مسلمان پر لعنت کرنا جائز ہے (میں کہتا ہوں: کسی معین فاسق مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اس پر بطورِ عموم لعنت کرنا جائز ہے جیسے کہا جائے: فاسقوں پر اللہ کی لعنت ہے یا جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اور جس نے اپنے مالکوں سے براءت کی تو اس کی شہادت جائز نہیں ہے اور اس پر توبہ کرنا اور استغفار کرنا لازم ہے کیونکہ شارع علیہ السلام نے اس پر لعنت فرمائی ہے اور جس پر شارع علیہ السلام لعنت فرمائیں وہ فاسق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الولاء کی بیع اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۳۵، ۶۷۵۶، صحیح مسلم: ۱۵۰۶، سنن ترمذی: ۲۱۲۶، سنن نسائی: ۴۶۵۷، سنن ابوداؤد: ۲۹۱۹، سنن ابن ماجہ: ۲۷۴۸، مسند احمد: ۴۵۴۶، موطا امام مالک: ۱۵۲۲، سنن داری: ۲۵۷۲)

صحیح البخاری: ۶۷۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں صراحۃً وَلاء کی بیع اور اس کے ہبہ سے منع فرمایا ہے، پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ وَلاء کی بیع اور ہبہ میں اذن کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جب مالک کو وَلاء کی بیع سے منع کر دیا گیا حالانکہ اس میں اس کو وَلاء کا عوض ملے گا اور ہبہ سے بھی منع کر دیا گیا حالانکہ اس میں مالک دوسرے پر احسان کرے گا تو پھر مالک کی اجازت سے وَلاء کی بیع اور ہبہ بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابن ابی شیبہ نے از ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم یہ روایت کی ہے کہ محارب کی ایک عورت نے ایک

Marfat.com

غلام آزاد کیا اور اس کی وَلاء عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو ہبہ کر دی اور اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جائز قرار دیا اور شعبی اور قتادہ اور ابن المسیب سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس باب کی حدیث اس پر رد کرتی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وَلاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا اس باب کی حدیث سے منسوخ ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۵۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دوسروں کو وَلاء کی بیع اور ہبہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الوَلاء کی بیع اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۵۶)

الوَلاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنے کی ممانعت میں یہ دلیل ہے کہ غلام کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مالک کی وَلاء سے براءت کا اظہار کرے اور اپنے مالک سے براءت کا اظہار کرے اور انکار کرے۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کچھ لوگوں سے اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر موالات کی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو''۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر کسی قوم سے موالات کرے اور عطاء بن ابی رباح کا بھی یہی قول ہے، انہوں نے کہا کہ اگر کوئی مرد اپنے غلام کو اجازت دے کہ وہ جس سے چاہے موالات کرے تو یہ جائز ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جس کو امام عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے اور یہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی روایت کے موافق ہے کہ انہوں نے اپنے غلاموں کی وَلاء حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی، اور ان کی وَلاء آج تک حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے ہے۔

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ فقہاء کی ایک جماعت عطاء کے قول کو جائز نہیں قرار دیتی اور نہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو جائز قرار دیتی ہے۔ اور امام مالک نے اس کی ممانعت پر استدلال کیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک مرد اپنے نفس کو اپنے مالک سے خرید لے کہ وہ جس کو چاہے اپنی وَلاء دے دے، تو امام مالک نے کہا: یہ جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وَلاء اس کے لیے ہے جو آزاد کرتا ہے'' اور آپ نے وَلاء کی بیع اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

پس اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی کیا تاویل ہوگی؟ کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جس نے اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر اپنی وَلاء کسی کو دی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث منسوخ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الوَلاء کی بیع اور اس کے ہبہ سے منع فرما دیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں ایسی تاویل ہو جیسی تاویل درج ذیل آیت میں ہے:

Marfat.com

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ۔ (بنی اسرائیل: ۳۱) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کو قتل کرنا اس وقت ممنوع ہے جب رزق میں تنگی کا ڈر ہو، اور جب رزق میں تنگی کا ڈر نہ ہو تو پھر اولاد کو قتل کرنا مباح ہوا؟، حالانکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ اولاد کو قتل کرنا ہر حال میں عام ہے خواہ رزق کی تنگی کا ڈر ہو یا نہ ہو، اور اسی طرح درج ذیل آیت میں ہے:

وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ۔ (النساء: ۲۳) اور (تم پر حرام ہیں) تمہاری زیر پرورش بیٹیاں تمہاری ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔

اس آیت کا ظاہر معنی اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان بیٹیوں کے حرام ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ تمہارے زیر پرورش ہوں یعنی تمہاری لے پالک ہوں۔ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب وہ تمہاری لے پالک نہ ہوں اور تمہارے زیر پرورش نہ ہوں تو پھر وہ حرام نہیں ہیں حالانکہ تمام شہروں کے ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ لے پالک بیٹی اس کی ماں کے شوہر پر حرام ہوتی ہے خواہ وہ شوہر کے زیرِ پرورش نہ ہو۔ پس جب کہ شوہر کے زیرِ پرورش ہونا تحریم میں شرط نہیں ہے اور نہ ہی رزق کی تنگی کا خوف قتلِ اولاد کے لیے مباح ہے، پس اسی طریقہ سے دوسروں کو وَلاء کی بیع کرنا مطلقاً لعنت کا موجب ہوگا خواہ وہ مالکوں کی اجازت سے ہو یا مالکوں کی اجازت کے بغیر سے ہو، بلکہ لعنت ان کی طرف متوجہ ہوگی جو اپنی وَلاء دوسروں کو فروخت کر دیں گے یا ہبہ کر دیں گے، کیونکہ وَلاء کی بیع اور ہبہ سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۹۹۔ ۳۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۲۔ بَابٌ: إِذَا أَسْلَمَ عَلَى يَدَيْهِ جب کوئی مرد دوسرے مرد کے ہاتھوں پر اسلام لائے تو اس کی وَلاء کا بیان

وَكَانَ الْحَسَنُ لَا يَرَى لَهُ وِلَايَةً اور حسن بصری یہ سمجھتے تھے کہ اس کے لیے وَلاء نہیں ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ اور نبی ﷺ نے فرمایا: وَلاء اس شخص کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَفَعَهُ قَالَ: هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهِ وَاخْتَلَفُوا فِي صِحَّةِ هَذَا الْخَبَرِ۔ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مرد تمام لوگوں سے زیادہ اس کی زندگی اور موت میں حق دار ہے۔ اور اس حدیث کی صحت میں اختلاف کیا گیا ہے۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس مرد کے ہاتھوں پر کسی شخص نے اسلام قبول کیا ہے اس کے لیے وَلاء کے ثبوت میں اختلافِ فقہاء

فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے جب ایک مرد کسی مسلمان مرد کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے (تو آیا جس مرد کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول کیا ہے اس کے لیے وَلاء ہوگی یا نہیں ہوگی، اور وَلاء کا معنی یہ ہے کہ جب اسلام لانے والا مر جائے اور اس کا کوئی اور وارث نہ ہو تو جس کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول کیا ہے وہ اس کا وارث ہوگا)۔

Marfat.com

پس حسن بصری اور شعبی نے کہا: جس کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول کیا ہے اس کے لیے میراث ثابت نہیں ہوگی، اور اسلام لانے والے کی وَلاء مسلمانوں کے لیے ہوگی جب اس نے کوئی وارث نہ چھوڑا ہو۔ اور اس کی وَلاء اس کے لیے نہیں ہوگی جس کے ہاتھوں پر وہ اسلام لایا ہے اور یہی ابن ابی لیلیٰ، ثوری، امام مالک اور الاوزاعی، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔ اور ان کی دلیل اس باب کی حدیث ہے (جس میں مذکور ہے کہ وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے)۔

اور ابن وہب نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کے ہاتھ پر کوئی مرد اسلام لایا ہے اس کے لیے وَلاء نہیں ہوگی۔ اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور زیاد بن ابی سفیان سے۔

اور ابراہیم نخعی اور ایوب سے روایت ہے کہ اس کی وَلاء اس مرد کے لیے ہوگی جس کے ہاتھوں پر اس نے اسلام قبول کیا ہے اور وہ اس مرد کا وارث ہوگا اور اس کی طرف سے دیت ادا کرے گا اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ دوسرے کی طرف اس وَلاء کو منتقل کر دے جب تک اس نے اس کی طرف سے دیت ادا نہیں کی۔ اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ''حسن بصری اس کے لیے وَلاء نہیں سمجھتے تھے''۔ یعنی حسن بصری اس کے لیے وَلاء نہیں سمجھتے تھے جس کے ہاتھوں پر کوئی مرد اسلام لایا ہے، ایک روایت میں وَلایت کا لفظ ہے اور دوسری روایت میں وَلاء کا لفظ ہے۔

حسن بصری کے نزدیک مولی الموالات کی وراثت کا عام مسلمانوں کے لیے ہونا

سفیان ثوری نے حسن بصری کے اس اثر کی جامع سفیان ثوری میں از مطرّف از الشعبی از یونس از ابن عبید از حسن بصری روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک مرد دوسرے مرد سے موالات کرتا ہے تو ان دونوں نے کہا کہ اس کی وراثت مسلمانوں کے درمیان ہوگی۔ سفیان ثوری نے کہا: میں بھی یہی کہتا ہوں۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے''۔

حسن بصری کی اپنے موقف پر دلیل

اس حدیث سے حسن بصری نے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''وَلاء اس کے لیے ہے جو آزاد کرے'' یعنی ولاء صرف آزاد کرنے والے کے لیے ہوتی ہے۔ (اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس کے ہاتھوں پر کوئی مرد اسلام قبول کرتا ہے اس کے لیے وَلاء نہیں ہے۔)

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ اس کی زندگی اور موت میں تمام لوگوں سے زیادہ حق دار ہے''۔

Marfat.com

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تاویل

امام بخاری نے اس تعلیق کو صیغہ مجہول کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "تمیم سے مروی ہے"۔ ان کا نام تمیم بن عوف الداری ہے، یہ بنو دار کی طرف نسبت ہے۔
اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس کے ہاتھ پر کوئی مرد اسلام لایا ہے وہ اسلام لانے والے کی زندگی میں اس کی مدد کرنے کا زیادہ حق دار ہے اور اس کی وفات کے بعد اس کو غسل دینے کا اور اس کو کفن پہنانے کا اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا زیادہ حق دار ہے۔ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اس کی وراثت کا زیادہ حق دار ہے، کیونکہ وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے اور "محیا" اور "مماۃ" دونوں مصدر میمی ہیں۔

بابِ مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے "اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے"۔ یعنی حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیثِ مذکور کی صحت میں اختلاف ہے۔

امام شافعی، امام ترمذی اور علامہ ابن المنذر کے اقوال سے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی روایت کو ضعیف قرار دینا

پس امام بخاری نے کہا ہے کہ بعض علماء نے از ابن موہب روایت کی ہے جنہوں نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی انہوں نے کہا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَلاء اس کے لیے ہے جو آزاد کرتا ہے۔ اور امام شافعی نے کہا: یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ اس حدیث کی عبد العزیز بن عمر نے از ابن موہب روایت کی ہے اور ابن موہب معروف نہیں ہیں۔ اور ہمیں یہ علم نہیں ہے کہ ان کی حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ اور اس کی مثل سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہوگی۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ امام احمد نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ابن موہب اور حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کے درمیان قبیصہ ہے اس کو یحییٰ بن حمزہ نے روایت کیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ قبیصہ کے ذکر میں متفرد ہیں اور ابو اسحاق السبیعی نے اس حدیث کو ابنِ موہب سے روایت کیا ہے اور اس میں حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے اور امام نسائی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: یہ حدیث مضطرب ہے، آیا یہ از ابن موہب از تمیم مروی ہے یا ان دونوں کے درمیان قبیصہ ہے؟ اور اس حدیث کے بعض راویوں نے کہا ہے از عبد اللہ بن موہب، اور بعض نے کہا ہے ابنِ موہب۔ اور عبد العزیز جو اس کے راوی ہیں وہ حافظ نہیں ہیں۔

علامہ عینی نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ان ائمہ کے اعتراضات کے جوابات اس بحث کے آخر میں دیے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر رد کرنا

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ ابنِ موہب نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ اور امام نسائی نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جس روایت میں یہ واقع ہے کہ ابنِ موہب نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے، وہ خطاء ہے۔ لیکن بعض

Marfat.com

علماء نے اس کی توثیق کی ہے اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ان کو فلسطین میں قضاء کے عہدہ پر فائز کیا تھا، اور ابوزرعہ الدمشقی نے اپنی تاریخ میں سندِ صحیح کے ساتھ اوزاعی سے روایت کی ہے کہ وہ اس حدیث کو رد کرتے تھے اور اس کی کوئی توجیہ نہیں سمجھتے تھے۔ (حافظ ابن حجر کی عبارت ختم ہوئی)۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۱۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ثبوت میں علامہ عینی کے دلائل

علامہ بدر الدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی مذکور الصدر عبارت پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حافظ ابوزرعہ دمشقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کا مخرج حسن متصل ہے، اور امام اوزاعی پر رد کیا ہے، پس کہا: اور اس طرح نہیں ہے۔ اور میں نے اہلِ علم میں سے کسی کو نہیں دیکھا جنہوں نے اس حدیث کی مرفوعاً روایت کی ہو۔ اور امام حاکم نے اس حدیث کی از ابن موہب از تمیم روایت کی ہے، پھر کہا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اور الاربعۃ (امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ) نے اس حدیث کی الفرائض میں روایت کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے انتقاض الاعتراض میں علامہ عینی کے اس تبصرہ کا مطلقاً ذکر نہیں کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک علامہ عینی کے اس اعتراض کا جواب ممکن نہیں ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی ج ۲ ص ۴۴۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

فقہاء احناف کے موقف اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

پس امام ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت کی ہے از یزید بن خالد بن موہب الرملی، اور ہشام بن عمار الدمشقی، ان دونوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابنِ حمزہ ہیں از عبد العزیز بن عمر، انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن موہب سے سنا وہ حدیث بیان کرتے تھے عمر بن عبد العزیز از قبیصہ بن ذؤیب اور ہشام نے کہا از حضرت تمیم داری، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اور یزید نے کہا کہ بے شک حضرت تمیم رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! جو مرد مسلمانوں میں سے کسی دوسرے مرد کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرے اس کے متعلق سنت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ تمام لوگوں سے زیادہ اس کی زندگی اور موت میں حق دار ہے۔ (امام ابوداؤد کی روایت ختم ہوئی)۔ (سنن ابوداؤد: ۲۹۱۸، سنن ترمذی: ۲۱۱۲، سنن ابن ماجہ: ۲۷۵۲)

اور امام ابوداؤد کی یہ عادت معلوم ہے کہ جب وہ کسی حدیث کی روایت کریں اور اس سے سکوت کریں تو ان کا سکوت ان کے نزدیک اس حدیث کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

اور امام ترمذی نے اس حدیث کی روایت کی ہے: ہمیں ابوکریب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی اور ابن نمیر نے اور وکیع نے از عبد العزیز از عبد اللہ بن موہب، بعض علماء نے کہا: عبد اللہ بن موہب از حضرت تمیم الداری، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو مرد کسی دوسرے مسلمان مرد کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے اس کے متعلق سنت کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تمام لوگوں کی بہ نسبت اس کی زندگی اور موت میں زیادہ حق دار ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۱۱۲، مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۲)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث کو ہم صرف عبداللہ بن وہب کی حدیث سے پہچانتے ہیں اور اس کو ابن وہب بھی کہا جاتا ہے از حضرت تمیم الداری، اور بعض نے عبداللہ بن وہب اور حضرت تمیم داری کے درمیان قبیصہ بن ذویب کو داخل کیا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے، اس کی روایت یحییٰ بن حمزہ نے کی ہے از عبدالعزیز بن عمر، اور اس میں قبیصہ بن ذویب کا اضافہ کیا ہے۔ اور بعض اہل علم کا اس حدیث کے اوپر عمل ہے۔ (میں کہتا ہوں: فقہاء احناف نے اس حدیث پر عمل کیا ہے لیکن امام ترمذی نے اپنی عادت کے مطابق امام ابوحنیفہ کا نام نہیں لیا۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ نیز امام ترمذی نے کہا: اور یہ حدیث میرے نزدیک متصل نہیں ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے: اس کی میراث بیت المال میں رکھی جائے گی اور یہ امام شافعی کا قول ہے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ بے شک وَلاء اس کے لیے ہے جو آزاد کرتا ہے۔ (سنن ترمذی ص ۸۳۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی نے جو کہا ہے کہ یہ حدیث میرے نزدیک متصل نہیں ہے، اس کا جواب عنقریب علامہ عینی کی عبارت میں آرہا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اور امام نسائی نے اس حدیث کی روایت کی ہے: ہمیں عمرو بن علی ابوحفص نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے خبر دی از عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز از عبداللہ بن موہب از حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مشرکین میں سے ایک مرد مسلمانوں میں سے کسی مرد کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ تمام لوگوں کی بہ نسبت اس کی زندگی اور موت میں زیادہ حق دار ہے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی رقم: ۶۳۸۰، موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اور امام نسائی نے اس حدیث کی دو دیگر سندوں کے ساتھ روایت کی ہے اور اس کی طرف کوئی تعارض نہیں کیا کہ ان راویوں کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی، رقم: ۶۳۷۰، ۶۳۷۹، موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اور اس حدیث کی امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے: ہمیں ابوبکر بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز از عبداللہ بن موہب، انہوں نے کہا: میں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اہل کتاب کے اس مرد کے متعلق کیا حکم ہے جو دوسرے مرد کے ہاتھوں پر اسلام لائے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت اس کی زندگی اور موت کا زیادہ حق دار ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۷۵۲، مسند احمد: ۱۶۹۴۴)

فقہاء احناف کی تائید میں امام طبری اور حافظ ابن عبدالبر کی روایات

اور جو چیز حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی صحت کی تائید کرتی ہے، یہ وہ ہے جس کی امام ابن جریر طبری نے التہذیب میں روایت کی ہے: خصیف نے از مجاہد روایت کی، انہوں نے کہا کہ ایک مرد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، پس اس نے کہا کہ ایک مرد میرے ہاتھوں پر مسلمان ہوا اور مر گیا اور اس نے ایک ہزار درہم چھوڑے، پس اس کی میراث کس کے لیے ہوگی؟ انہوں نے کہا: یہ بتاؤ اگر وہ کوئی جرم کرتا تو اس کا تاوان کون ادا کرتا؟ اس مرد نے کہا: میں ادا کرتا، تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کی وراثت بھی تمہارے لیے ہوگی۔ اس حدیث کی مسروق نے از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے اور اس کو ابراہیم نخعی، ابن المسیب، مکحول اور عمر بن عبدالعزیز نے بھی روایت کیا ہے۔

Marfat.com

اور الاستذکار میں لکھا ہوا ہے کہ یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبوں کا قول ہے اور ربیعہ کا اور اسی کی یحییٰ بن سعید نے کافر حربی کے متعلق روایت کی ہے جب وہ کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لے۔ اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے موالاۃ کی اجازت دی ہے اور اس کو وارث قرار دیا ہے اور اللیث نے از عطاء اور از الزہری اور از مکحول اسی کی روایت کی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا جواب

امام شافعی نے جو کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے، اس سے وہ ابوزرعہ الدمشقی کے کلام کا ارادہ کرتے ہیں جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور امام حاکم نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا اور ائمہ اربعہ نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کی روایت کی ہے، کیا یہ نہیں دیکھا گیا کہ امام بخاری نے جب اس حدیث کا تعلیقاً ذکر کیا تو اس کے ضعف پر وثوق نہیں کیا۔ اور امام شافعی یہ کیسے کہتے ہیں کہ ابن موہب معروف نہیں ہیں حالانکہ ابنِ موہب سے عبدالعزیز بن عمر اور الزہری اور ان کے بیٹے زید بن عبداللہ اور عبدالملک بن ابی جمیلہ اور عمر بن مہاجر نے روایت کی ہے۔ اور صاحب ''الکمال'' نے کہا ہے کہ ابن موہب کو عمر بن عبدالعزیز نے فلسطین میں قضاء کے عہدہ پر فائز کیا اور یہ تمام چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ابنِ موہب مجہول نہیں ہے نہ اس کی شخصیت مجہول ہے اور نہ اس کا حال مجہول ہے۔ اور ان کی شہرت اور ثقاہت کے لیے یہ کافی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ان کو فلسطین میں قضاء کے عہدہ پر فائز کیا تھا۔

اور یعقوب بن سفیان نے کہا: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عمر نے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ ہیں از ابن موہب الہمدانی اور وہ بھی ثقہ ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی، اسی طرح الصریفینی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

اور امام شافعی نے یہ کس طرح کہا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ابن موہب کی حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی یا نہیں، حالانکہ یعقوب بن سفیان کی جو روایت ابھی ذکر کی گئی ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ ابنِ موہب نے تمیم سے سماع کیا ہے۔ اور انہوں نے سماع کی تصریح کی ہے اور کیا بغیر ملاقات کے سماع کا تصور ہو سکتا ہے؟ اور امام شافعی کو جو یہ علم نہیں تھا کہ ابنِ موہب کی حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ہے یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ امام شافعی کے علاوہ دوسروں کو ابنِ موہب کی حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا علم ہو۔ اور عبدالعزیز بن عمر جماعت کے رجال میں ثقہ ہیں۔ یحییٰ اور امام ابوداؤد نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں اور یحییٰ سے روایت ہے کہ وہ ثبت ہیں۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو کہا ہے کہ عبدالعزیز حافظ نہیں ہیں، ان کا یہ کلام ساقط الاعتبار ہے، کیونکہ اعتبار اس کا ہے کہ وہ ثقہ ہوں اور ان کا ثقہ ہونا ثابت ہے۔ اور محمد بن عمار نے کہا ہے: جو حفظ میں امام احمد کے مشابہ ہے وہ ثقہ ہے۔ اور اس بات میں لوگوں کے درمیان اختلاف نہیں ہے۔

اور علامہ خطابی نے جو کہا ہے کہ امام احمد نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، سو اس طرح نہیں ہے کیونکہ علامہ خطابی نے اس کے ضعف کی وجہ بیان نہیں کی۔

Marfat.com

امام ترمذی کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث متصل نہیں ہے

اور امام ترمذی کا یہ قول کہ اس حدیث کی اسناد متصل نہیں ہے، امام ترمذی کے اس قول کو یہ چیز رد کرتی ہے کہ ابن موہب نے اس حدیث کو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے بالواسطہ یا بلا واسطہ سنا ہے۔ اور اگر ہم یہ مان لیں کہ ابن موہب نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نہیں سنا اور نہ وہ ان سے ملے، پس ان کے درمیان واسطہ قبیصہ ہے اور وہ ثقہ راوی ہے اور انہوں نے یقینی طور پر حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا۔ پس ان کا اس حدیث کو عن سے روایت کرنا اتصال پر محمول ہے۔

علامہ ابن المنذر کے اس قول کا جواب کہ یہ حدیث مضطرب ہے

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے۔ علامہ ابن المنذر کا یہ کلام بجائے خود مضطرب ہے، کیونکہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں، پس اس سے کوئی ضرر نہیں ہوگا کہ آیا یہ حدیث از ابن موہب از تمیم مروی ہو یا ان کے درمیان راوی قبیصہ ہو، اور جب حدیث کے راوی ثقہ ہوں تو پھر اضطراب سے ضرر نہیں ہوتا۔

اور امام الدارقطنی نے کہا ہے کہ ابو اسحاق سبیعی کی حدیث از ابن موہب غریب ہے، اس کی روایت میں ابن موہب سے ان کا بیٹا یونس متفرد ہے۔ اور ابو بکر الختلی بھی اس میں متفرد ہے۔ پس امام دارقطنی نے یہ افادہ کیا ہے کہ عبد العزیز کا ایک متابع ہے اور وہ ابو اسحاق ہے اور غرابت، ضعف پر دلالت نہیں کرتی۔ کبھی غرابت حدیث صحیح میں بھی ہوتی ہے اور جو سند دارقطنی نے ذکر کی ہے وہ امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

اور اس عبارت میں بھی ابن المنذر کے قول کا رد ہے اور امام نسائی کیسے اشارہ کریں گے کہ جس روایت میں یہ تصریح ہے کہ ابن موہب نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے وہ خطاء ہے۔ پھر ابن منذر نے کہا کہ بعض محدثین نے اس حدیث کی توثیق کی ہے، پس ابن منذر کا آخر کلام ان کے اول کلام کے مناقض ہے اور وہ اس حدیث پر خطاء کا حکم کیسے لگائیں گے حالانکہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ دو ثقہ اور جلیل محدثین نے تصریح کی ہے کہ ابن موہب نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا سماع کیا ہے؟

اور ابن بنت منیع نے ایک جماعت سے روایت کی ہے از عبد العزیز اور اس میں تصریح ہے کہ میں نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے سنا، پس جائز ہے کہ یہ روایت از قبیصہ از حضرت تمیم رضی اللہ عنہ ہو اور از حضرت تمیم بلا واسطہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۶۔۳۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۵۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً تُعْتِقُهَا فَقَالَ أَهْلُهَا نَبِيعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكِ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از مالک از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے ارادہ کیا کہ وہ ایک باندی کو خرید کر آزاد کریں، اس باندی کے مالکوں نے کہا: ہم آپ کو یہ باندی فروخت کر دیں گے اس شرط پر کہ اس کی وَلاء ہمارے لیے ہو، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم کو ان کی یہ بات اس باندی کو خریدنے سے منع نہ کرے، کیونکہ وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۵۶، ۱۴۹۳، ۲۱۵۵، ۲۱۶۸، ۲۱۶۹، ۲۵۳۶، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۷۸، ۲۷۱۷، ۲۷۲۶، ۲۷۲۹، ۲۷۳۵، ۵۰۹۷، ۵۲۷۹، ۵۲۸۴، ۵۴۳۰، ۶۷۱۷، ۶۷۵۱، ۶۷۵۴، ۶۷۵۸، ۶۷۶۰، صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ترمذی: ۱۲۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۹۲۹، موطا امام مالک: ۱۵۱۹)

صحیح البخاری: ۶۷۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ، نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے: ''وَلاء صرف اس کے لیے ہے جو آزاد کرتا ہے''۔ اس حدیث میں لام اختصاص کے لیے ہے، یعنی وَلاء اس کے ساتھ مخصوص ہے جو غلام کو آزاد کرتا ہے اور اس کو آزاد کرنے میں اپنے مال کو خرچ کرتا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، علامہ کرمانی شافعی کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی کی شرح کا رد اور وَلاء کا آزاد کرنے والے کے ساتھ مختص نہ ہونا

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے ہاتھ پر کسی مرد نے اسلام قبول کیا اس شخص کے لیے وَلاء نہیں ہوگی، کیونکہ وَلاء اس کے ساتھ مختص ہے جس نے غلام کو آزاد کیا اور اس کا اختصاص لام کے سبب سے ہے۔ (کیونکہ حدیث میں ہے: ''الولاء لمن اعتق'') لیکن لام کے اختصاص کے لیے ہونے پر اعتراض ہے کیونکہ یہ بھی جائز ہے کہ یہ لام استحقاق کے لیے ہو، جیسے قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ (المطففین: ۱) ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے شدید عذاب کا استحقاق ہے ۝

اور آزاد کرنے والے کا وَلاء کا مستحق ہونا اس کے منافی نہیں ہے کہ اس کے علاوہ دوسرا بھی وَلاء کا مستحق ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ لام صیرورت کے لیے ہو (یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا)، خلاصہ یہ ہے کہ وَلاء آزاد کرنے والے کی طرف منتقل ہوجاتی ہے اور آزاد کرنے والے کی طرف وَلاء کا منتقل ہونا اس کے منافی نہیں ہے کہ وَلاء اس کے علاوہ کسی اور کی طرف منتقل ہوجائے اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ یہ حدیث اس سے پہلے کئی مرتبہ گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۹۶۔ ۴۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از منصور از

Marfat.com

اشْتَرَيْتُ بَرِيرَةَ فَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلَاءَهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَعْتِقِيهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْطَى الْوَرِقَ قَالَتْ فَأَعْتَقْتُهَا قَالَتْ فَدَعَاهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَخَيَّرَهَا مِنْ زَوْجِهَا فَقَالَتْ لَوْ أَعْطَانِي كَذَا وَكَذَا مَا بِتُّ عِنْدَهُ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا۔

ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنے کا ارادہ کیا تو اس کے مالکوں نے اس کی وَلاء کی شرط لگائی، سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو آزاد کردو، کیونکہ وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو چاندی کو عطا کرتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: پس میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کردیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور ان کو ان کے شوہر کے متعلق اختیار دیا (کہ وہ ان کے نکاح میں رہیں یا نہ رہیں)، تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر وہ مجھے اتنا اور اتنا مال دیں، تب بھی میں ان کے ساتھ نہیں رہوں گی، سو انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا۔

(صحیح البخاری: ۴۵۶، ۱۴۹۳، ۲۱۵۵، ۲۱۶۸، ۲۱۶۹، ۲۵۳۶، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۷۸، ۲۷۱۷، ۲۷۲۶، ۲۷۲۹، ۲۷۳۵، ۵۰۹۷، ۵۲۷۹، ۵۲۸۴، ۵۴۳۰، ۶۷۱۷، ۶۷۵۱، ۶۷۵۴، ۶۷۵۸، ۶۷۶۰، صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ترمذی: ۱۲۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۹۲۹، موطا امام مالک: ۱۵۱۹)

صحیح البخاری: ۶۷۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت میں وہی کلام ہے جو اس سے پہلی حدیث کی مطابقت میں کلام تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ الغسانی نے کہا ہے: یہ محمد بن سلام ہیں۔ اور ابو ذر نے الکشمیھنی سے روایت کی ہے کہ یہ محمد بن یوسف البیکندی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبد الحمید ہیں۔ اور کتاب الاستقراض میں ہے "حدثنا محمد حدثنا جریر" اور اس کتاب میں محمد از جریر صرف ان دو جگہوں پر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، یہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم، یہ النخعی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاسود، یہ ابن یزید ہیں جو ابراہیم کے ماموں ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الورق" اس کا معنی ہے چاندی اور باقی امور ظاہر ہیں۔ اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں اس

Marfat.com

حدیث کے آخر میں مذکور ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آزاد تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ایک شخص کسی مرد کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے تو اس شخص کی وَلاء کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہلِ علم نے کہا ہے: کسی مرد کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کی وجہ سے وہ مرد اس شخص کا مولیٰ نہیں ہو جاتا۔ یہ قول شعبی اور حسن بصری سے مروی ہے۔ اور امام مالک بن انس کا بھی یہی قول ہے۔ اور الاوزاعی، سفیان ثوری اور ابن ابی لیلیٰ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ اور دوسری بار انہوں نے اس کے جواب میں توقف کیا ہے۔

(المدونہ ج ۳ ص ۳۶۵، باب فی ولاء الذمی یسلم وجنایتہ، کتاب الام ج ۴ ص ۱۲۶، باب الولاء والحلف، مسائل احمد واسحاق روایت الکوسج: ۳۱۹۸)

علامہ ابوبکر بن المنذر الشافعی کہتے ہیں: ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے: ''الولاء لمن اعتق'' وَلاء آزاد کرنے والے کے لیے ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ وَلاء صرف آزاد کرنے والے کے لیے ہوگی۔

اور بعض علماء نے کہا ہے: جب کوئی مرد دوسرے مرد سے موالات کرے اور وہ اس کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرے تو وہ اس کا تاوان اور اس کی دیت ادا کرے گا اور اس کا وارث ہوگا۔ یہ قول النخعی سے مروی ہے اور النخعی سے دوسرا قول اس طرح منقول ہے جب ایک مرد دوسرے مرد کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لے، اور جس کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے وہ اس کا مولیٰ ہو جائے تو وہ اس کا وارث ہوگا اور اس کی طرف سے دیت یا تاوان ادا کرے گا۔ اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کی وراثت دوسرے کی طرف منتقل کر دے جب تک اس نے اس کی طرف سے تاوان نہ ادا کیا ہو۔ اور جب اس نے اس کی طرف سے تاوان ادا کر دیا تو اب اس کے لیے اس کی وراثت کو دوسرے کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کا مذہب ہے۔

(المبسوط للشیبانی ج ۴ ص ۱۸۲۔۱۸۳)

۶۹۷۷۔ از عبدالرزاق (رقم الحدیث: ۹۸۷۲) از عبداللہ بن مبارک، انہوں نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن عمر نے خبر دی از عبداللہ بن موہب از حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مرد کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا تو وہ اس کا مولیٰ ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۱۱۲، مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۲، سنن سعید بن منصور: ۲۰۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۴۱۲)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر علامہ ابن المنذر کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات

علامہ ابوبکر ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بعض محدثین نے جرح کی ہے، انہوں نے کہا: اس حدیث کی عبدالعزیز کے سوا اور کسی نے روایت نہیں کی۔ اور عبدالعزیز ایسا شیخ ہے جو اہلِ اتقان میں سے نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ عبدالعزیز بن عمر کے متعلق لکھتے ہیں:

عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم الاموی ابو محمد المدنی، ان سے صحاحِ ستہ کے تمام مصنفین حدیث روایت کرتے ہیں

ابن معین نے کہا کہ عبدالعزیز بن عمر ثقہ ہیں اور ابن عیاض نے ایک مرتبہ کہا کہ ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح

Marfat.com

امام نسائی نے کہا اور امام ابوداؤد نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں۔ اور ابن معین نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ ثبت ہے اور ابن عمار نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں اور ان کے متعلق لوگوں میں اختلاف نہیں ہے۔ اور یعقوب بن سفیان نے کہا: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ ہیں اور ابوزرعہ نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں اور ابوحاتم نے کہا: ان کی حدیث لکھی جائے گی، اور میمون بن ابی مسہر نے کہا: یہ ضعیف الحدیث ہیں۔ اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے ان سے خطا ہو جاتی تھی لیکن ان کی حدیث معتبر ہے جب کہ ان کے علاوہ راوی ثقہ ہو۔ یہ ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ خطابی نے امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ یہ اہل حفظ اور اتقان میں سے نہیں ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۰۷۔۳۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، الجرح والتعدیل ج ۵ ص ۳۸۹، کتاب الثقات ج ۷ ص ۱۱۴)

جب یہ واضح ہو گیا کہ عبدالعزیز بن عمر صحاح ستہ کے راوی ہیں اور زیادہ تر محدثین نے ان کی تعدیل کی ہے اور صرف دو تین نے ان پر جرح کی ہے، سو ان کی جرح کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ تعدیل جرح پر مقدم ہوتی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

نیز علامہ ابوبکر بن المنذر نے کہا ہے:

نیز ان کی اس حدیث کی روایت مضطرب ہے، پس ان سے وکیع نے روایت کی (مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۳، سنن ابن ماجہ: ۲۷۵۲)، اور ابونعیم نے روایت کی (مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۳، سنن دارمی: ۳۰۳۳، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۹۶) از عبداللہ بن موہب، انہوں نے کہا: میں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔

اور ان سے شریک نے اور حفص بن غیاث نے روایت کی (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۷۲) از ایک مرد از حضرت تمیم رضی اللہ عنہ۔

اور اس حدیث کی یحییٰ بن حمزہ نے ان سے روایت کی (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۱۰، المستدرک ج ۲ ص ۲۱۹، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۹۷) از عبداللہ بن موہب از قبیصہ بن ذؤیب از حضرت تمیم رضی اللہ عنہ۔

اور یہ معلوم نہیں کہ قبیصہ نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے سماع کیا تھا یا نہیں، پس جب اس حدیث کی سندیں مضطرب ہو گئیں تو ہمیں یہ خوف ہوا کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث ظاہر ہے کہ وَلاء اس کے لیے ہے جو آزاد کرے وہ استدلال کے زیادہ لائق ہے۔ اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ وَلاء صرف آزاد کرنے والے کے لیے ہوگی۔

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۷ ص ۵۶۰۔۵۶۱ ملخصاً وملتقطاً، دارالفلاح، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور از عبدالعزیز بن عمر از عبداللہ بن موہب از حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سندِ صحیح متصل کے ساتھ ثابت ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل اور امام دارمی اور امام بیہقی وغیرہم نے اپنی اپنی مصنفات میں روایت کی ہے۔

اب اگر دوسری سند کے ساتھ اس میں قبیصہ بن ذؤیب از تمیم کا بھی ذکر ہے تو یہ ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ جب ایک سند کے ساتھ اس حدیث کا اتصال اور اس کی صحت ثابت ہو گئی تو اگر دوسری سند میں اتصال یا انقطاع ہو تو وہ ہمیں مضر نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۷۵۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

مسلمان کرنے والے کو وَلاء دینے کے ثبوت میں فقہاء حنبلیہ کے دلائل

پہلی دلیل: جس شخص نے اس مرد کو کفر سے نجات دی ہے اس کا اس مرد پر اس سے زیادہ احسان ہے جس نے اس کو غلامی سے آزاد کیا۔ (جب کہ غلامی سے آزاد کرنے والے کو وَلاء دی جاتی ہے اور اس کو وارث بنایا جاتا ہے تو جس شخص نے اس کو مسلمان کر کے اس کو کفر سے نجات دی ہے وہ بطریقِ اولیٰ اس کا مستحق ہے کہ اس کو وَلاء دی جائے اور اس کو اس مرد کا وارث بنایا جائے)۔

دوسری دلیل: جب ہم اس شخص کو اس مرد کی وَلاء دیں گے جس شخص کے ہاتھ پر اس مرد نے اسلام قبول کیا ہے تو وہ اس سے خاص ہے کہ ہم اس مرد کے ترکہ کو بیت المال میں داخل کر دیں، کیونکہ جب ہم یہ کہیں گے کہ وہ شخص اس مرد کا وارث نہیں ہوگا تو اس کا ترکہ بیت المال کی طرف لوٹ جائے گا اور جب اس کا ترکہ بیت المال کی طرف لوٹ جائے گا تو اس کا ترکہ عام مسلمانوں کے لیے ہوگا۔ اور جس شخص نے اس پر احسان کیا ہے اور اس مرد کو اسلام کی رہنمائی کی ہے حتیٰ کہ وہ اسلام میں داخل ہو گیا تو وہ عام مسلمانوں کی بہ نسبت خاص ہے، پس اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ جب حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے اور ان دو دلیلوں سے اس حدیث پر عمل کرنا راجح ہے۔

لیکن جب یہ حدیث صحیح نہ ہو تو ہم اس پر عمل نہیں کریں گے لیکن تم دیکھتے ہو کہ اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے اور شیخ ابن تیمیہ حنبلی نے یہ کہا ہے کہ اس شخص کو وارث بنایا جائے گا جس کے ہاتھوں پر وہ مرد اسلام لایا ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۹۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

مسلمان کرنے والے کو وَلاء دینے کے ثبوت میں فقہاء احناف کے دلائل

شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہیل السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، پس کہا کہ ایک مرد میرے پاس آتا ہے، پس وہ میرے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا ہے اور مجھے اپنا مولیٰ بناتا ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارا بھائی ہے اور تمہارا مولیٰ ہے اور تم اس کی زندگی میں اور اس کی موت میں زیادہ حق دار ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب: ۲۲ تعلیقاً، سنن ابوداؤد: ۲۹۱۸، سنن ترمذی: ۲۱۱۲، سنن دارمی: ۳۰۳۳، مسند احمد: ۱۶۹۴۷)

اس کی زندگی میں زیادہ حق دار ہونے کا معنی یہ ہے کہ تم اس کی دیت اور تاوان کو ادا کرو گے اور موت میں اس کے زیادہ حق دار ہونے کا معنی یہ ہے کہ تم اس کے وارث ہو گے۔ اور بطریقِ نظر ہم یہ کہتے ہیں کہ جب وہاں پر اس مرد کا اور کوئی قرابت دار نہیں ہے تو ضرورت پیش آئی کہ اس مرد کے حال کی طرف نظر کی جائے، پس جب اس مرد نے کسی شخص سے موالات کا عقد کیا تو یہ اس کا خالص اپنے حق میں تصرف ہے، پس یہ تصرف صحیح ہے جیسا کہ تہائی مال میں وصیت صحیح ہوتی ہے۔

اور اسلام میں حکماً حیات کا معنی ہے جیسا کہ آزاد کرنے میں ہے، پس جس طرح آزاد کرنے والے کے لیے اس پر وَلاء ثابت ہوتی ہے جس کو آزاد کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اس کو زندہ کرنے کا کسب کرتا ہے، پس اسی طرح جس شخص نے اس کو اسلام کی دعوت دی اس کے لیے بھی وَلایت ثابت ہوگی کیونکہ وہ بھی اس کو زندہ کرنے کا سبب ہے۔

لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ جو شخص دوسرے کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس نے

Marfat.com

اس کو مولیٰ بنالیا تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ محض مسلمان کرنے سے اس کے لیے ولایت ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اس کو مولیٰ نہ بنائے۔ اور یہ آزاد کرنے والے کی وَلاء کے خلاف ہے کیونکہ اس کا سبب آزاد کرنا ہے اور یہ آزاد کرنے والے سے پایا گیا ہے اور یہاں پر اس کی حیات کا سبب اسلام ہے اور یہ وہ ہے جو از خود اسلام لایا ہو، پس جس شخص نے اس کے اوپر اسلام کو پیش کیا وہ اس کی حیات کے کسب کا سبب ہے، پس اس کے لیے وَلاء اس وقت تک ثابت نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اس کو مولیٰ نہ بنائے۔

(المبسوط ج ۳۰ ص ۵۲۔ ۵۳ ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۳۔ بَابٌ: مَا يَرِثُ النِّسَاءُ مِنَ الْوَلَاءِ — عورتوں کے وَلاء کے وارث ہونے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتیں وَلاء کی وارث ہوتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۵۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ أَرَادَتْ عَائِشَةُ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ فَقَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّهُمْ يَشْتَرِطُونَ الْوَلَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اشْتَرِيهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنے کا ارادہ کیا، پس انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ وہ لوگ وَلاء کی شرط لگاتے ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم بریرہ کو خرید لو، کیونکہ ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۵۶، ۱۴۹۳، ۲۱۵۵، ۲۱۶۸، ۲۱۶۹، ۲۵۳۶، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۷۸، ۲۷۱۷، ۲۷۲۶، ۲۷۲۹، ۲۷۳۵، ۵۰۹۷، ۵۲۷۹، ۵۲۸۴، ۵۴۳۰، ۶۷۱۷، ۶۷۵۱، ۶۷۵۴، ۶۷۵۸، ۶۷۶۰، صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ترمذی: ۱۲۵۶، سنن ابو داؤد: ۳۹۲۹، موطا امام مالک: 1519)

صحیح البخاری: ۶۷۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب عورتوں کو آزاد کیا جائے تو وہ وَلاء کی مستحق ہوتی ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ہمام کا ذکر ہے اور یہ ابن یحییٰ ہیں۔

یہ حدیث اس کی مثل ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۰۔۴۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۶۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْطَى الْوَرِقَ وَوَلِيَ النِّعْمَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو چاندی عطا کرتا ہے اور اس (کو آزاد کرنے کی) نعمت کا ولی ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۵۶، ۱۴۹۳، ۲۱۵۵، ۲۱۶۸، ۲۱۶۹، ۲۵۳۶، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۷۸، ۲۷۱۷، ۲۷۲۶، ۲۷۲۹، ۲۷۳۵، ۵۰۹۷، ۵۲۷۹، ۵۲۸۴، ۵۴۳۰، ۶۷۱۷، ۶۷۵۱، ۶۷۵۴، ۶۷۵۸، ۶۷۶۰، صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ترمذی: ۱۲۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۹۲۹، موطا امام مالک: ۱۵۱۹)

صحیح البخاری: ۶۷۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اسی طرح ہے جس طرح ہم نے اس سے پہلے بیان کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن سلام، یہ محمد بن سلام ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ثوری ہیں اور باقی رجال ظاہر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولی النعمة'' اس کا معنی ہے: جو غلام یا باندی کی قیمت ادا کرنے کے بعد اس کو ادا کرتا ہے، کیونکہ نعمت کی جس ولایت کی وجہ سے وہ باندی میراث کی مستحق ہوتی ہے وہ صرف اس کو آزاد کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور ہر وہ جگہ جہاں پر یہ مذکور ہوتا ہے کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہے، اس سے مراد مرد اور عورت ہے جس کو اسی طرح آزاد کیا گیا ہے۔ پس جب کوئی مرد یا عورت کسی غلام کو آزاد کریں تو اس کی ولاء ان دونوں کے لیے ثابت ہوگی اور اس کی اولاد کی ولاء ان کے مردوں اور عورتوں کے لیے ہوگی۔(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

صحیح البخاری: ۶۷۵۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورتوں کے لیے وَلاء کے ثبوت میں فقہاء کا اختلاف

اس حدیث میں مذکور ہے "الولاء لمن اعتق" اور "مَن" کا لفظ مذکر اور مونث، واحد اور جمع سب کو شامل ہے، مگر فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک عورتوں کے لیے وَلاء نہیں ہوتی۔

ابہری نے کہا ہے: یہ اہلِ مدینہ کے سات فقہاء اور اہلِ کوفہ کے فقہاء کا قول ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے سوا اس کے جو مسروق سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ عورتیں وَلاء کی اس طرح وارث ہوں گی جس طرح وہ مال کی وارث ہوتی ہیں۔

اور علامہ ابن المنذر نے طاؤس سے اس کی مثل روایت کی ہے اور ان کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہے:

وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ (النساء:۷) اور عورتوں کے لیے (بھی) اس (مال میں) سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو خواہ (وہ مال) کم ہو یا زیادہ۔

اور یہ قول شاذ ہے، اس کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ اور عورتیں وَلاء کی اس لیے وارث نہیں ہوں گی کیونکہ وَلاء کی وراثت عصبہ ہونے کی جہت سے ہوتی ہے اور عورت عصبہ نہیں ہوتی۔ اور جب کہ عورت ذوی الفروض کی حیثیت سے پورے مال کا احاطہ نہیں کرتی جب کہ ذوی الفروض عصبہ سے زیادہ موکد ہے تو پھر وہ وَلاء کی بھی وارث نہیں ہوگی۔

فصل

ہر وہ جگہ جہاں پر وَلاء آزاد کرنے والے مرد کے لیے ہوتی ہے تو آزاد کرنے والی عورت بھی اسی طرح ہوگی۔ پس جب مرد کسی غلام کو آزاد کرے یا عورت کسی غلام کو آزاد کرے تو ان دونوں کے لیے وَلاء ثابت ہوگی اور اس کی اولاد کے لیے بھی وَلاء ثابت ہوگی خواہ وہ مذکر ہوں یا مونث ہوں۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: بیٹیوں کی اولاد کے لیے وَلاء ثابت نہیں ہوگی خواہ بیٹیوں کی اولاد مذکر ہو یا مونث۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۵۶۳۔۵۶۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

آزاد کرنے والی عورت کی وفات کے بعد اس کی وَلاء کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ھ، لکھتے ہیں:

اہلِ علم کا اس میں اختلاف ہے کہ ایک عورت کسی غلام کو آزاد کرے، پھر آزاد کرنے والی عورت فوت ہو جائے اور اس نے اولاد چھوڑی ہو مذکر بھی اور مونث بھی اور اپنے بیٹے کی طرف سے عصبات بھی چھوڑے ہوں، پھر وہ غلام فوت ہو جائے جس کو اس عورت نے آزاد کیا تھا اور ان کے سوا اس کا اور کوئی وارث نہ ہو تو فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: اس غلام کا مال اس آزاد کرنے والی کے عصبات کے لیے ہوگا نہ کہ اس کی اولاد کے لیے، کیونکہ اس کے عصبات ہی وہ ہیں جو اس کی طرف سے اور اس کے غلاموں کی طرف سے تاوان ادا کرتے ہیں، پس جس طرح وہ اس عورت کی طرف سے تاوان ادا کرتے ہیں، اسی طرح سے اس

Marfat.com

عورت کے غلام وارث ہوں گے۔

بعض فقہاء نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے آزاد شدہ غلاموں کے متعلق نزاع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نظریہ یہ تھا کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت ان کی وَلاء کے زیادہ حق دار ہیں، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے عصبہ تھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان کے بیٹے تھے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث ہے:

علامہ ابن المنذر بیان کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد العزیز نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ابراہیم کہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں اور انہوں نے اپنا ایک آزاد شدہ غلام چھوڑا، پس اس غلام کی وَلاء کے متعلق حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما میں نزاع ہوا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ پیش کیا، تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کے حق میں وَلاء کا فیصلہ کیا حتیٰ کہ وہ سب فوت ہو جائیں اور تاوان کی ادائیگی کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۶۲۵۵، سنن سعید بن منصور: ۲۷۴)

یہ الشعبی، الزہری اور قتادہ کا قول ہے۔

اور امام مالک بن انس، سفیان ثوری، الاوزاعی اور امام احمد بن حنبل، اسحاق، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ (المدونہ ج ۳ ص ۳۸۲، ۳۷۷)

اور زہری اور قتادہ کا قول یہ ہے کہ وَلاء اس عورت کے بیٹے کے لیے ہوگی اور جب وہ بیٹے ختم ہو جائیں گے تو پھر وَلاء ان کی ماں کے عصبہ کے لیے ہوگی۔ اسی طرح سفیان ثوری، امام مالک، امام احمد، اسحاق اور فقہاء احناف کا قول ہے۔

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، ج ۷ ص ۵۴۱۔ ۵۴۲، دار الفلاح، ریاض ۱۴۳۰ھ)

جب عورت کسی غلام کو آزاد کرے، پھر فوت ہو جائے اور وہ اپنے بیٹے اور باپ کو چھوڑے، پھر وہ غلام بھی فوت ہو جائے تو اس کی وراثت میں امام ابو یوسف کا امام ابوحنیفہ اور امام محمد سے اختلاف

شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہیل السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی عورت کسی غلام کو آزاد کرے، پھر وہ عورت فوت ہو جائے اور وہ اپنے بیٹے کو چھوڑے اور اپنے باپ کو چھوڑے، پھر وہ غلام مر جائے تو اس کی وراثت خصوصاً اس آزاد کرنے والی عورت کے بیٹے کے لیے ہوگی امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک، اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا پہلا قول ہے، پھر انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا اور کہا کہ اس کے باپ کے لیے چھٹا حصہ ہوگا اور باقی اس کے بیٹے کے لیے ہوگا۔

امام ابو یوسف کے قول کی وجہ یہ ہے کہ باپ بیٹے کی طرح عصبہ ہوتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ باپ اس وقت عصبہ ہوتا ہے جب بیٹا نہ ہو اور وَلاء کی وراثت کا استحقاق عصبہ ہونے پر موقوف ہے اور بیٹے کا وجود باپ کے میراث سے محروم ہونے کا بالکل موجب نہیں ہے۔

Marfat.com

رہا قیاس تو اس کا تقاضا وہ ہے جو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ تعالیٰ کا قول ہے، کیونکہ آزاد کرنے والے کا عصبہ آزاد کرنے والے کی موت کے بعد اس آزاد کردہ کی میراث میں قائم مقام ہوتا ہے اور بیٹا عصبہ ہے نہ کہ باپ، اور باپ کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے چھٹا حصہ ملے گا اور بطور عصبہ کے نہیں ملے گا۔ اور یہ ایسا ہے جیسے بیٹی باپ کے ساتھ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے نصف ترکہ کی مستحق ہوتی ہے اور یہ اس بیٹی کے لیے آزاد کرنے والے کی وراثت میں باپ کے ساتھ مزاحم نہیں ہوگی۔

(المبسوط ج ۸ ص ۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۴۔ بَابٌ: مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَابْنُ الْأُخْتِ مِنْهُمْ

کسی قوم کے آزاد کردہ غلام کا شمار بھی اسی قوم سے ہوگا اور اسی طرح کسی قوم کے بھانجے کا شمار بھی اسی قوم سے ہوگا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی قوم کے آزاد کردہ غلام کی نسبت بھی اس قوم کی طرف ہوگی اور اسی سے میراث ہوگی۔ اور "امام بخاری نے کہا: کسی قوم کے بھانجے کا شمار بھی اسی قوم سے ہوگا" یعنی وہ بھانجا بھی اس قوم کا وارث ہوگا جس طرح ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے: رہا یہ کہ کسی قوم کے بھانجے کا شمار بھی اس قوم سے ہوتا ہے تو یہ قول اہل مدینہ کے مذہب پر محمول ہے کہ ان کا بھانجا بھی ان کے آزاد کردہ میں سے ہے۔ اور اہل عراق جو ذوی الارحام کو وارث نہیں بناتے، وہ کہتے ہیں: کسی قوم کا بھانجا اس قوم سے شمار ہوتا ہے، وہ ان کا وارث ہوگا اور وہ لوگ اس کے وارث نہیں ہوں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۶۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ وَقَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ أَوْ كَمَا قَالَ۔ (تحفۃ الاشراف: ۱۲۴۴، ۱۵۹۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن قرۃ نے اور قتادہ نے از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی قوم کا آزاد کردہ غلام بھی ان ہی میں سے ہوتا ہے یا جس طرح آپ نے فرمایا۔

صحیح البخاری: ۶۷۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ کسی قوم کا آزاد کردہ غلام بھی اسی قوم سے ہوتا ہے۔

یہ حدیث اسی طرح ہے کہ آدم نے از شعبہ روایت کی ہے اور اکثر راویوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث از شعبہ از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ أَوْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی قوم کا بھانجا ان ہی میں سے ہوتا ہے یا فرمایا ان ہی کے نفسوں میں سے ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۲۸، ۶۷۶۲، صحیح مسلم: ۱۰۵۹، سنن ترمذی: ۳۹۰۱، سنن نسائی: ۲۶۱۱، سنن ابوداؤد: ۵۱۲۲، مسند احمد: ۱۲۹۰۹، سنن دارمی: ۲۵۲۷)

صحیح البخاری: ۶۷۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت باب کے عنوان کے دوسرے جز میں ہے کہ کسی قوم کے بھانجے کا شمار اس قوم سے ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

یہ حدیث ابوالولید ہشام بن عبد الملک سے مروی ہے، یہاں پر اس کا مختصر ذکر کیا ہے اور مناقب قریش میں اس کو مکمل ذکر کیا ہے اس باب میں ”ابن اخت القوم ومولی القوم منھم“ وہاں پر یہ حدیث اس طرح ہے: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصاً انصار کو بلایا، پس آپ نے فرمایا: کیا تم میں تمہارے علاوہ بھی کوئی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! صرف ہمارا بھانجا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی قوم کے بھانجے کا شمار بھی اس قوم سے ہوتا ہے۔

بھانجے کی وراثت کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

جن فقہاء کے نزدیک ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

قاضی شریح، الشعبی، النخعی، مسروق، علقمہ بن الاسود، طاؤس، ثوری، ابن ابی لیلیٰ، الحسن بن صالح، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، امام احمد بن حنبل، اسحاق، یحییٰ بن آدم، ضرار بن صرد اور نوح بن دراج وغیرہم ائمہ کا یہی موقف ہے۔ اور یہی عامۃ الصحابہ کا

Marfat.com

قول ہے، ان میں سے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود اور زیادہ مشہور روایت کے مطابق حضرت ابن عباس، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم ہیں، جیسا کہ قاضی ابو حازم نے کہا ہے۔

اور حضرت عثمان بن عفان، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ ذوی الارحام کے لیے میراث نہیں ہے، پس جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے ذوی الفروض میں سے کوئی وارث نہیں چھوڑا اور نہ کوئی عصبہ چھوڑا، پس اس کا تمام مال بیت المال کو دیا جائے گا۔ امام مالک، الاوزاعی، مکحول، سعید بن المسیب اور امام شافعی نے اسی قول کو اختیار کیا۔ اور اہلِ مدینہ اور اہل الظاہر کا بھی یہی قول ہے مگر امام شافعی کے اصحاب آج کل اہل التنزیل کے قول کے مطابق ذوی الارحام کے وارث ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں کیونکہ بیت المال فاسد ہو چکا ہے، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۱۔ ۴۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۵۔ بَابُ: مِيرَاثِ الْأَسِيرِ

قیدی کی وراثت کا بیان

قَالَ: وَكَانَ شُرَيْحٌ يُوَرِّثُ الْأَسِيرَ فِي أَيْدِي الْعَدُوِّ وَيَقُولُ: هُوَ أَحْوَجُ إِلَيْهِ۔

امام بخاری نے کہا کہ قاضی شریح اس قیدی کو وارث بناتے تھے جو دشمن کی قید میں ہو اور کہتے تھے کہ وہ وراثت کا زیادہ محتاج ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: أَجِزْ وَصِيَّةَ الْأَسِيرِ وَعَتَاقَهُ وَمَا صَنَعَ فِي مَالِهِ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ عَنْ دِينِهِ فَإِنَّمَا هُوَ مَالُهُ يَصْنَعُ فِيهِ مَا يَشَاءُ۔

اور عمر بن عبد العزیز نے کہا: قیدی کی وصیت کو نافذ کرو اور اس کے آزاد کرنے کو، اور جو کچھ اس نے اپنے مال میں تصرف کیا ہے جب تک وہ اپنے دین سے متغیر نہ ہو، کیونکہ وہ اس کا مال ہے وہ اس میں جو چاہے تصرف کرے۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس قیدی کی وراثت کا حکم بیان کیا گیا ہے جو دشمن کی قید میں ہو۔ اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

پس سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ اس قیدی کو وارث نہیں بنایا جائے گا جو دشمن کی قید میں ہو، اس کی امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے سعید بن المسیب سے روایت کی ہے اور ان کی سعید بن المسیب سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس کو وارث بنایا جائے گا اور الزہری سے بھی اسی کی مثل دو روایتیں ہیں۔ اور الزہری سے ایک روایت یہ ہے کہ قیدی کے لیے اس کے مال میں سے صرف تہائی جائز ہے۔

اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے اکثر علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ قیدی کے لیے جب کوئی میراث واجب ہو تو اس کو موقوف رکھا جائے، یہ امام مالک اور فقہاء احناف اور امام شافعی اور جمہور کا قول ہے۔ اور اس قول کی دلیل یہ ہے کہ قیدی جب مسلمان ہو تو وہ اس حدیث کے عموم میں داخل ہے "جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے مسلمان وارثوں کے لیے ہے"۔ اور قیدی بھی ان مسلمانوں میں سے ہے جن کے اوپر مسلمانوں کے احکام جاری ہوتے ہیں، اس کی بیوی کا نکاح نہیں کیا جائے گا، اور جب تک اس کی حیات ثابت ہو اور اس کی رہائش کی جگہ کا علم ہو تو اس کا مال تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ پس جب اس کی خبر منقطع ہو جائے

Marfat.com

اور اس کا حال معلوم نہ ہو تو پھر وہ مفقود ہے اور اس پر مفقود کے احکام جاری ہوں گے۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کے شروع میں مذکور ہے "قال" صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ لفظ "قال" نہیں ہے، اور بر تقدیر وجود "قال" کے فاعل امام بخاری ہیں، یعنی امام بخاری نے کہا کہ شریح بن الحارث القاضی الکندی الکوفی اس قیدی کو وارث نہیں بناتے تھے جو دشمن کے ہاتھوں میں ہو۔ اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ اور امام دارمی نے سندِ موصول کے ساتھ از داؤد بن ابی ہند از شعبی از شریح روایت کی ہے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے کہا: قیدی کی وصیت کو اور اس کے آزاد کرنے کو نافذ کرو اور جو تصرف اس نے اپنے مال میں کیا ہے جب تک کہ وہ اپنے دین پر قائم ہو، کیونکہ یہ اس کا مال ہے وہ اس میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔

یہ تعلیق اس ابہام کو واضح کرتی ہے جو باب کے عنوان میں ہے۔ امام عبد الرزاق نے اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ از معمر از اسحاق بن راشد روایت کی ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ان کی طرف لکھا کہ قیدی کی وصیت کو پورا کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۲۔ ۴۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی از ابو حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے اور جس نے بال بچوں کو چھوڑا تو ان کی کفالت ہمارے ذمہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۹۸، ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ۲۷۸۱، ۴۷۸۱، ۵۳۷۱، ۶۷۳۱، ۶۷۴۵، ۶۷۶۳، صحیح مسلم: ۱۶۱۹، سنن ترمذی: ۱۰۷۰، سنن نسائی: ۱۹۶۳، سنن ابن ماجہ: ۲۴۱۵، مسند احمد: ۹۵۳۸)

صحیح البخاری: ۶۷۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ جو قیدی دشمن کی قید میں ہو، اس کا ترکہ بھی اس حدیث کے عموم میں داخل ہے "جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے"۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عدی، یہ ابن ثابت الانصاری ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحازم، یہ سلمان الاشجعی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الاستقراض میں بھی ابوالولید کی روایت سے گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''کلًا'' (کاف پر زبر اور لام پر تشدید) کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: عیال اور بال بچے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۲۔ ۴۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۶۔ بَابٌ: لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ

اس کا بیان کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہوتا ہے

وَإِذَا أَسْلَمَ قَبْلَ أَنْ يُقْسَمَ الْمِيرَاثُ فَلَا مِيرَاثَ لَهُ۔

جب کوئی مرد میراث کی تقسیم ہونے سے پہلے مسلمان ہوا ہو تو اس کا وراثت میں حصہ نہیں ہوگا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا ذکر کیا جائے گا ''مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا''۔

رہا کافر تو وہ مسلمان کا وارث بالاجماع نہیں ہوتا اور اس حدیثِ مذکور سے بھی وارث نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی وارث نہیں ہوگا:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝ (النساء: ۱۴۱)

اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کے خلاف (غلبہ کی) ہرگز ہرگز کوئی سبیل نہیں بنائے گا ۝

یعنی کافر کی میراث میں مسلمان کے اوپر کوئی سبیل نہیں بنائے گا اور اس سے مراد ہے کہ حکم میں کوئی سبیل نہیں بنائے گا، یہ مراد نہیں ہے کہ حقیقت میں کوئی سبیل نہیں بنائے گا (یعنی کوئی ایسا حکم نازل نہیں فرمائے گا جس کی وجہ سے کافر مسلمان کا وارث ہوجائے، یہ مطلب نہیں ہے کہ واقع میں کبھی بھی کافر کو مسلمان پر غلبہ نہیں عطا فرمائے گا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں دنیا میں بہت سارے کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ ہے، البتہ جب تک مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر پورا پورا عمل کیا تو وہ دنیا میں غالب رہے اور جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کردیا تو پھر وہ دنیا میں مغلوب ہوگئے)۔

اور رہا یہ کہ مسلمان کافر کا وارث ہوگا یا نہیں؟ تو عامۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا اور یہی ہمارے علماء احناف کا اور امام شافعی کا موقف ہے۔اور یہ استحسان ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہو، اور یہی

حضرت معاذ بن جبل، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے مسروق، حسن بصری، محمد بن الحنفیہ، محمد بن علی بن حسین کا موقف ہے۔

اور رہا مسلمان کا مرتد کا وارث ہونا تو وہ اس کی اسلام کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مرتد نے اپنے اسلام کے حال میں جو کمائی کی ہے اس کا مسلمان وارث ہوگا اور جو اس نے اپنے ارتداد کے حال میں کمائی کی ہے اس کا مسلمان وارث نہیں ہوگا۔ اور مرتد مسلمان کا مطلقاً وارث نہیں ہوگا۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا ہے کہ جب کافر مثلاً اپنے باپ یا بھائی کی میراث کی تقسیم ہونے سے پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ اس کا وارث نہیں ہوگا، کیونکہ اعتبار موت کے وقت کا ہوتا ہے نہ کہ تقسیم کے وقت کا اور یہ جمہور فقہاء کا قول ہے۔ اور فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب وہ وراثت کی تقسیم سے پہلے مسلمان ہو تو پھر اس کا کوئی حصہ نہیں ہے، یہ قول حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور یہ ایسی سند کے ساتھ منقول ہے جو صحیح نہیں ہے۔ حسن بصری اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور ابن ہبیرہ نے امام احمد سے اسی قول کی حکایت کی ہے۔ اور علامہ ابن التین نے اس قول کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حکایت کی ہے۔ اور حسن بصری سے یہ بھی روایت ہے کہ وراثت اس میں ہوتی ہے جس کی تقسیم نہیں کی گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۶۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن شہاب از علی بن حسین از عمرو بن عثمان از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۸۸، ۳۰۵۸، ۴۲۸۲، ۶۷۶۴، صحیح مسلم: ۱۶۱۴، سنن ابن ماجہ: ۲۷۳۰، سنن ترمذی: ۲۱۰۷، سنن ابوداؤد: ۲۹۰۹، مسند احمد: ۲۱۲۴۵، موطا امام مالک: ۱۱۰۴، سنن دارمی: ۲۹۹۸)

صحیح البخاری: ۶۷۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہوگا، اور اس باب کی حدیث میں بھی یہی مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابو عاصم کا ذکر ہے، یہ الضحاک بن مخلد النبیل البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن جریج کا ذکر

ہے، یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ابن شہاب کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے، جو زین العابدین کے لقب سے معروف ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں عمر بن عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ حضرت عثمان بن عفان القرشی الاموی کے صاحبزادے ہیں۔اور ہر وہ جس نے اس حدیث کی ابن شہاب سے روایت کی ہے اس نے عمرو کہا ہے (واؤ کے ساتھ) سوائے امام مالک کے انہوں نے عمر کہا ہے (بغیر واؤ کے)۔اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عمر تھا (بغیر واؤ کے) اور دوسرا بیٹا تھا جس کا نام عمرو تھا (واؤ کے ساتھ)۔مگر اس حدیث کی روایت ایک جماعت کے نزدیک عمرو سے ہے۔الکلاباذی نے کہا: امام مالک کو اس سند میں وہم ہوا ہے اور انہوں نے عمر کہا (بغیر واؤ کے)۔

یہ حدیث کتاب المغازی میں از سلیمان بن عبدالرحمٰن از سعدان بن یحییٰ از محمد بن ابی حفصہ از الزہری گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۷۔ بَابُ: مِيرَاثِ الْعَبْدِ النَّصْرَانِيِّ وَالْمُكَاتَبِ النَّصْرَانِيِّ وَإِثْمِ مَنِ انْتَفَى مِنْ وَلَدِهِ

نصرانی غلام اور نصرانی مکاتب کی وراثت کا بیان اور اس کے گناہ کا بیان جس نے اپنے بیٹے کی نفی کی

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے "نصرانی غلام اور نصرانی مکاتب کی میراث کا بیان" اور اس باب کے تحت امام بخاری نے کوئی حدیث ذکر نہیں کی، اور اسی طرح صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں ہے۔اور ابوذر نے المستملی اور الکشمیہنی سے روایت کی ہے "باب من ادعی اخا او ابن اخ" یعنی جس نے بھائی یا بھتیجے کا دعویٰ کیا اور اس میں بھی کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔

علامہ کرمانی نے کہا: یہاں پر تین پے درپے عنوان ہیں: (۱) نصرانی غلام کی میراث کا باب (۲) جس نے اپنے بیٹے کی نفی کی اس کے گناہ کا باب (۳) جس نے بھائی کا دعویٰ کیا، اس کا باب۔

اور شارحین نے ذکر کیا ہے کہ امام بخاری نے ان ابواب کے عنوانات قائم کیے اور ارادہ کیا کہ ان کے ساتھ احادیث کو ملائیں گے اور ان کو اتفاق نہیں ہوا۔اور انہوں نے دو ترجموں کے درمیان سفید جگہ چھوڑ دی اور ناقلین نے بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیا۔

اور انہوں نے "باب اثم من انتفی ولدہ" کے تحت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبد بن زمعہ کا قصہ ذکر کر دیا۔

علامہ ابن بطال اور علامہ ابن التین نے "باب من انتفی ولدہ" کو حذف کر دیا، اور ان دونوں نے ابن زمعہ کا قصہ "باب من ادعی اخا" کے تحت ذکر کر دیا اور ان دونوں نے نصرانی غلام کی میراث کے باب میں کسی حدیث کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ اکثرین کے نزدیک واقع ہے۔

اور علامہ النسفی نے "باب میراث العبد النصرانی والمکاتب النصرانی" کو لکھا اور اس کے تحت کوئی حدیث نہیں لکھی۔اور

اس کے بعد "باب اثم من انتفی من ولدہ" اور "من ادعی اخا او ابن اخ" لکھا اور اس میں عبد بن زمعہ کا قصہ لکھا۔

نصرانی غلام کی وراثت کے متعلق علماء کے اقوال

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ علماء کا مذہب یہ ہے کہ نصرانی غلام جب مرجائے تو اس کا مال اس کے مالک کے لیے ہوگا اس کی غلامی کی وجہ سے، کیونکہ غلام کی ملکیت صحیح نہیں ہے اور وہ مالک کا مال ہے، وہ غلام بطور وراثت اس کا مستحق نہیں ہوگا۔

اور ابن سیرین سے روایت ہے کہ اس کا مال بیت المال کے لیے ہوگا اور مالک کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ رہا مکاتب، پس اگر وہ کتابت کی قسط ادا کرنے سے پہلے مرگیا اور اس کا مال اتنا تھا جس سے کتابت کی باقی اقساط ادا ہوسکتی ہیں تو اس کا وہ مال ان کی کتابت کے وقت لے لیا جائے گا اور جو باقی بچے گا وہ بیت المال کے لیے ہے۔

اور علامہ ابن التین نے نصرانی کی میراث کے متعلق جب اس کو مسلمان آزاد کرے آٹھ اقوال ذکر کئے ہیں۔ پس عمر بن عبدالعزیز اور لیث اور شافعی نے کہا: وہ اس مسلمان غلام کی طرح ہے، اگر اس کے وارث ہوں، ورنہ اس کا مال اس کے مالک کے لیے ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خصوصاً اس کا بیٹا اس کا وارث ہوگا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا بیٹا اور باپ خصوصیت کے ساتھ اس کا وارث ہوگا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ وہ دونوں اور اس کے بھائی وارث ہوں گے۔ اور پانچوں قول یہ ہے کہ وہ اور عصبہ اس کے وارث ہوں گے۔ اور چھٹا قول یہ ہے کہ اس کی وراثت ذوی الارحام کے لیے ہوگی۔ اور ساتواں قول یہ ہے کہ اس کا مال بیت المال کے لیے ہوگا۔ اور آٹھواں قول یہ ہے کہ اس کے مال میں توقف کیا جائے گا۔ اور نصاریٰ میں سے جو اس کے مال کا دعویٰ کرے گا اس کو دے دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۸۔ بَابُ: مَنِ ادَّعَى أَخًا أَوِ ابْنَ أَخٍ　　جس نے بھائی یا بھتیجے کا دعویٰ کیا، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے بھائی یا بھتیجے کا دعویٰ کیا اس کا کیا حکم ہے؟ اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں یہ عنوان اس طرح مذکور ہے "اس شخص کے گناہ کا بیان جس نے اپنے بیٹے کی نفی کی اور جس نے بھائی یا بھتیجے کا دعویٰ کیا"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۶۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتِ اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلَامٍ فَقَالَ سَعْدٌ هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ انْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ هَذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللهِ وُلِدَ عَلَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبد بن زمعہ نے ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے، اس نے

Marfat.com

فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى شَبَهِهِ فَرَأَى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ قَالَتْ فَلَمْ يَرَ سَوْدَةَ قَطُّ۔

میری طرف وصیت کی تھی کہ یہ اس کا بیٹا ہے آپ اس کی اس کے ساتھ مشابہت دیکھ لیں، اور عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کے بستر پر اس کی باندی سے پیدا ہوا ہے، پس رسول اللہ ﷺ نے اس کی مشابہت کی طرف دیکھا، پس آپ نے دیکھا کہ اس کی عتبہ کے ساتھ واضح مشابہت تھی تو آپ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارے لیے ہے، بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا ہو اور زانی کے لیے پتھر ہے، اور اے سودہ بنت زمعہ! تم اس سے پردہ کیا کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس اس نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو بالکل نہیں دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۵۳، ۲۲۱۸، ۲۴۲۱، ۲۵۳۳، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲، صحیح مسلم: ۱۴۵۷، سنن نسائی: ۳۴۸۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۴، مسند احمد: ۲۵۳۶۶، موطا امام مالک: ۱۴۴۹، سنن دارمی: ۲۲۳۷)

صحیح البخاری: ۶۷۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جس نے بھائی یا بھتیجے کا دعویٰ کیا" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ لڑکا ان کا بھتیجا ہے اور عبد بن زمعہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ ان کا بھائی ہے۔

یہ حدیث عنقریب باب "الولد للفراش" میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من ولیدتہ" اس کا معنی ہے: اس کی باندی سے۔ اور اس حدیث میں حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے جو نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلم یر سودۃ قط" یعنی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس لڑکے کو بالکل نہیں دیکھا اور اس کا نام عبدالرحمن تھا۔ اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ باپ کے سوا کسی کے نسب کے ساتھ الحاق جائز نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے بھائی کا دعویٰ کرے تو اس کے متعلق فقہاء کے اقوال

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جب ایک مرد فوت ہو جائے اور اس نے ایک بیٹا چھوڑا ہو اور اس ایک بیٹے کے سوا اس کا کوئی اور وارث نہ ہو، پس وہ بیٹا اپنے بھائی کا اقرار کرے تو علامہ ابن القصار نے کہا: امام مالک اور فقہاء احناف کے نزدیک اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور امام ابوحنیفہ سے بھی یہی مشہور ہے۔ اور امام شافعی نے کہا: اس کا نسب ثابت ہو جائے گا، پس انہوں نے کہا: وہ

Marfat.com

میت کے قائم مقام ہے، پس اس کا اقرار کرنا ایسا ہے جیسے اس نے زندگی میں اس کا اقرار کیا ہو۔اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ وغیرہم نے کہا کہ اس نے دوسرے کے متعلق نسب کا دعویٰ کیا، سو یہ جائز نہیں ہے۔

اپنے بیٹے کی نفی کرنے والے کے متعلق وعیدات

اور رہا وہ جس نے اپنے بیٹے کی نفی کی تو اس کے متعلق سخت وعید وارد ہے۔مجاہد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بیٹے کی نفی کی تا کہ دنیا میں اس کو رسوا کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رسوا کرے گا۔اور اس حدیث کی سند میں الجراح ہے جو وکیع کے والد ہیں، ان کے متعلق اختلاف ہے۔

اور امام ابن عدی نے از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ روایت کی ہے کہ جس نے اپنے بیٹے کی نفی کی وہ دوزخ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنالے۔اور اس حدیث کی سند میں محمد بن الزعیزعۃ ہے اس کی روایت کرنے والے نافع ہیں، ابوحاتم نے کہا: یہ منکر الحدیث ہیں۔

اور امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس کو امام حاکم اور امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کی روایت یہ ہے: جس شخص نے اپنے بیٹے کا انکار کیا اور وہ اس کی طرف دیکھتا ہو، اللہ تعالیٰ اس سے حجاب کرے گا اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن یونس حجازی ہے، جس سے یزید بن الھاد کے سوا اور کسی نے روایت نہیں کی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۹۔ بَابُ: مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ — جس نے اپنے باپ کے غیر کے نسب کا دعویٰ کیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس شخص کے گناہ کا بیان کیا گیا ہے جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کے نسب کی طرف منسوب کیا۔اس عنوان کا جواب یا حکم امام بخاری نے بیان نہیں کیا اور اس کا حکم اس باب کی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۶۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ سَعْدٍ رضی الله عنهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عبداللہ ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی عثمان از حضرت سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اپنے باپ کے غیر کی طرف نسبت کا دعویٰ کیا اور اس کو معلوم ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۳، سنن ابوداؤد: ۵۱۱۳، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۰، مسند احمد: ۱۴۵۷، سنن دارمی: ۲۵۳۰)

Marfat.com

۶۷۶۷۔ فَذَكَرْتُهُ لِأَبِي بَكْرَةَ فَقَالَ وَأَنَا سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم۔

پس میں نے ابوبکرہ سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا۔

(صحیح البخاری: ۶۷۶۶، ۶۷۶۷ صحیح مسلم: ۶۳، سنن ابوداؤد: ۵۱۱۳، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۰، مسند احمد: ۱۴۵۷، سنن دارمی: ۲۵۳۰)

صحیح البخاری: ۶۷۶۶، ۶۷۶۷ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح سے ہے کہ باب کا عنوان اس حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد، یہ امام بخاری کے شیخ الشیخ ہیں، اور یہ ابن عبداللہ الطحان الواسطی ہیں، اور ان کے شیخ خالد بن مہران الحذاء ہیں، وہ ابوعثمان عبدالرحمن النہدی سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سعد کا ذکر ہے، وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب المغازی کے غزوۂ حنان میں عاصم الاحول از ابی عثمان گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''من ادعی الی غیر ابیہ'' یعنی جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا، حالانکہ اس کو یہ علم تھا کہ وہ شخص اس کا باپ نہیں ہے اور امام مسلم کی روایت میں ہے ''جس شخص نے اسلام میں اپنے باپ کے غیر کا دعویٰ کیا'' اور باقی حدیث اسی کی مثل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس جنت اس کے اوپر حرام ہے'' اور اس کے بعد دوسری حدیث میں ہے کہ اس شخص نے کفر کیا، یعنی جب اس نے اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب ہونے کو جائز سمجھا تو اس نے کفر کیا، کیونکہ جنت صرف کافروں پر حرام کی گئی ہے۔ یا کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے اور اللہ کے حق کا انکار ہے اور باپ کے حق کا انکار ہے، یا جو حدیث میں ارشاد ہے ''اس نے کفر کیا'' یہ تغلیظ کے لیے ہے، یعنی یہ اس کا سخت گناہ ہے۔ اور یہ ارشاد اس آیت کی مثل ہے:

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے ۝ (آل عمران: ۹۷)

اس کے بعد دوسری حدیث میں مذکور ہے ''فذکرتہ'' یعنی ابوعثمان نے کہا: میں نے اس حدیث کا حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔ اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا نام نفیع بن الحارث ہے، نُفَیع، نفع کی تصغیر ہے اور یہ ثقفی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٧٦٨ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ كُفْرٌ۔

(صحیح مسلم: ٦٢، مسند احمد: ١٠٣٣٢)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از جعفر بن ربیعہ از عراک از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے آباء سے اعراض نہ کرو، پس جس شخص نے اپنے باپ سے اعراض کیا تو اس نے کفر کیا۔

صحیح البخاری: ٦٧٦٨، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ معنوی طور پر مطابقت ہے، کیونکہ اس باب کے عنوان میں اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب ہونے کی ممانعت ہے، اور جو اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ''اپنے آباء سے اعراض نہ کرو'' اور اپنے باپ کی طرف منسوب ہونے سے اعراض کرنا کفر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن وہب، یہ عبداللہ بن وہب المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، یہ ابن الحارث المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عراک، یہ ابن مالک الغفاری ہیں۔

یہ حدیث مناقب قریش میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا ترغبوا عن آباء کم'' اس حدیث میں رغبت کے بعد ''عن'' کا ذکر ہے اور جب کسی فعل کے بعد ''عَن'' کا ذکر ہو تو اس کا معنی اعراض کرنا ہوتا ہے، یعنی تم اپنے آباء کی طرف منسوب ہونے سے اعراض نہ کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقد کفر'' یعنی جس نے اپنے باپ کی طرف منسوب ہونے سے اعراض کیا تو اس نے کفر کیا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ باپ کے غیر کی طرف نسبت کرنا زیادہ سے زیادہ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کفر نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کفر سے مراد کفر باللہ نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے کفر کرنا مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد کفران نعمت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو اس کو نسب حلال کی نعمت عطا فرمائی تھی اس نے اس کا انکار کیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر کفر سے مراد کفر باللہ ہو تو یہ اس شخص پر محمول ہے جو شخص باپ کے غیر کی طرف منسوب ہونے کو جائز اور حلال سمجھے تو اس نے حرام کو حلال سمجھا اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ یا پھر یہاں پر کفر کا لفظ تغلیظ کے لیے ہے یعنی یہ سخت گناہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢٣ ص ٣٠٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

Marfat.com

۳۰- بَابٌ: إِذَا ادَّعَتِ الْمَرْأَةُ ابْنًا
جب کوئی عورت کسی بیٹے پر دعویٰ کرے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی عورت کسی بیٹے پر یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا کیونکہ نفسِ حدیث سے اس کا حکم واضح ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۶۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ كَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْأُخْرَى إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَأَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرَى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاللهِ إِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّينِ قَطُّ إِلَّا يَوْمَئِذٍ وَمَا كُنَّا نَقُولُ إِلَّا الْمُدْيَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو عورتیں تھیں ان کے ساتھ ان کے بیٹے تھے، سو بھیڑیا آیا اور ان میں سے کسی ایک کے بیٹے کو لے گیا، تو ان میں سے ایک نے اپنی ساتھی عورت سے کہا: بھیڑیا تمہارے بیٹے کو لے گیا ہے، دوسری نے کہا: نہیں! تمہارے بیٹے کو لے گیا ہے، پھر ان دونوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اپنا مقدمہ پیش کیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا، پھر وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں اور ان کو اس مقدمہ کی خبر دی، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس چھری لاؤ، میں اس بیٹے کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیتا ہوں اور وہ ٹکڑے تم دونوں کے درمیان ہوں گے۔ تو چھوٹی عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ ایسا نہ کریں، یہ اس کا بیٹا ہے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس دن سے پہلے سکین کا لفظ نہیں سنا، ہم چھری کو المدیۃ کہتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۲۷، ۶۷۶۹، صحیح مسلم: ۱۷۲۰، سنن نسائی: ۵۴۰۲، مسند احمد: ۸۰۸۱)

صحیح البخاری: ۶۷۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان دو عورتوں میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ بچہ اس کا بیٹا ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

یہاں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس باب میں اس حدیث کے روایت کرنے کی کیا توجیہ ہے حالانکہ اس حدیث کے ساتھ کوئی حکم متعلق نہیں ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے کہ ایسی عورت جس کا خاوند نہ ہو جب کسی بچہ کے لیے یہ کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس کا باپ معروف نہ ہو اور کوئی شخص اس میں تنازع نہ کرے تو اس عورت کے قول پر عمل کیا جائے گا، وہ عورت اس بچہ کی وارث ہوگی اور وہ بچہ اس عورت کا وارث ہوگا۔ اور اس بچہ کے ماں شریک بھائی اس کے وارث ہوں گے اور جب اس عورت کا خاوند ہو اور عورت یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور خاوند اس کا انکار کرے تو پھر عورت کے قول پر عمل نہیں کیا جائے گا سوا اس صورت کے کہ عورت اپنے قول کے اوپر گواہ پیش کرے، تو اس صورت میں اس کے دعویٰ کو قبول کیا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ حکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، اور یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں جو عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث احادیث الانبیاء کے باب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فتحاکمتا" یعنی ان دو مذکورہ عورتوں نے مقدمہ پیش کیا، اور ایک روایت میں مذکر کے صیغہ کے ساتھ "فتحاکما" ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ عورتوں کو شخص سے تعبیر کیا۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے حکم کو کس وجہ سے توڑا؟

اس کا پھر یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان دونوں نے وحی سے فیصلہ کیا تھا، اور سلیمان علیہ السلام کا حکم حضرت داؤد علیہ السلام کے حکم کے لیے ناسخ تھا۔ یا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اجتہاد سے فیصلہ کیا اور جب ایک مجتہد کا فیصلہ قوی دلیل پر مبنی ہو تو اس کے لیے دوسرے کے فیصلہ کو توڑنا جائز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ پہلے جواب پر یہ اعتراض ہے کہ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر گیارہ (11) سال تھی اور اس وقت ان پر وحی نہیں کی جاتی تھی۔ علماء نے کہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خلیفہ بنایا اور اس وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔

اور مقاتل نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام سے عمدہ فیصلہ کرتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام سے زیادہ عبادت کرتے تھے۔

چھوٹی عورت کے حق میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کی توجیہ

علامہ کرمانی نے کہا ہے: جب ایک فریق نے یہ اعتراف کر لیا کہ حق اس کے صاحب کے لیے ہے تو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے خلاف کیسے فیصلہ فرمایا؟

پھر علامہ کرمانی نے اس کا جواب دیا کہ شاید حضرت سلیمان علیہ السلام کو قرینہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ اس عورت کی مراد حقیقتِ امر نہیں ہے بلکہ وہ اس بچہ کی جان بچانے کے لیے کہہ رہی ہے کہ اس کو کاٹ کر دو ٹکڑے نہ کریں اور دوسری عورت کو دے دیں، اس طرح بچہ زندہ تو رہے گا۔

اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے استدلال کیا کہ چھوٹی عورت نے اس بچہ پر شفقت کی، یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اس کی ماں ہے اور شاید کہ بڑی عورت نے بعد میں اقرار کر لیا ہو کہ یہ بچہ چھوٹی عورت کے لیے ہے۔

چھری کو ''مدیة'' اور ''سکین'' کہنے کی مناسبت

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان سمعت بالسکین'' یعنی میں نے اس دن سے پہلے چھری کے لیے ہرگز ''سکین'' کا لفظ نہیں سنا تھا۔ اور ہم چھری کے لیے ''مدیة'' کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ چھری کو ''مدیة'' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جاندار کی حیات کی مدت کو قطع کر دیتی ہے اور اس کو ''سکین'' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جاندار کی حرکت کو ساکن کر دیتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۱۔ بَابُ: الْقَائِفِ — قیافہ شناس کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں قیافہ شناس کے حکم کا بیان ہے۔ ''قائف'' کا لفظ فاعل کے وزن پر ہے اور یہ ''قیافة'' سے ماخوذ ہے۔ ''قیافة'' کا معنی ہے: آثار کی معرفت۔ یعنی کسی چیز کے نشانات کو دیکھ کر صاحبِ نشان تک پہنچنا۔ اور فقہاء کی اصطلاح میں ''قائف'' اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی مشابہت کو پہچانتا ہے اور اس کے آثار کو متمیز کرتا ہے، اس کو قائف اس لیے کہتے ہیں کہ یہ چیزوں کی پیروی کرتا ہے۔ علامہ الاصمعی نے کہا ہے: ''قائف'' وہ شخص ہے جو کسی چیز کے نشان کی پیروی کرتا ہے اور ''القائف'' کی جمع ''القافة'' آتی ہے۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ ''قائف'' کے باب کو کتاب الفرائض میں ذکر کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اس کے مذہب پر ہے جو قیافہ پر عمل کرتا ہے اور اس باب میں ان کا رد ہے جو قیافہ پر عمل نہیں کرتے اور اس سے لازم آتا ہے کہ جس کو کسی کے ساتھ لاحق کیا گیا اس کے درمیان اور جس کو لاحق کیا گیا ہے وراثت پر عمل کیا جائے

Marfat.com

اور اس اعتبار سے اس باب کا فرائض کے ساتھ تعلق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَيَّ مَسْرُورًا تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ فَقَالَ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا نَظَرَ آنِفًا إِلَى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ میرے پاس بہت خوشی کے ساتھ تشریف لائے، اس حال میں کہ آپ کے چہرہ کی پیشانی کی لکیریں چمک رہی تھیں، آپ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ مجزز (ایک قیافہ شناس) نے ابھی ابھی زید بن حارث اور اسامہ بن زید دونوں کے صرف پیروں کو دیکھا، پس کہا: یہ دونوں پیر ایک دوسرے کا جزو ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۵، ۳۷۳۱، ۶۷۷۰، ۶۷۷۱، صحیح مسلم: ۱۴۵۹، سنن ترمذی: ۲۱۲۹، سنن نسائی: ۳۴۹۳، سنن ابوداؤد: ۲۲۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۹، مسند احمد: ۲۵۳۶۷)

صحیح البخاری: ۶۷۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح سے ہے کہ حدیث میں جس مجزز کا ذکر کیا گیا ہے، اس نے قیافہ سے یہ حکم لگایا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا جز ہیں اور زمانہ جاہلیت میں لوگ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے نسب پر طعن کرتے تھے، کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سخت کالے رنگ کے تھے کیونکہ ان کی والدہ برکہ تھیں اور وہ سیاہ فام حبشیہ تھیں۔ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ روئی کی طرح بہت گورے رنگ کے تھے، پس جب اس قیافہ شناس نے ان کے رنگوں کے اختلاف کے باوجود یہ کہا کہ یہ ایک دوسرے کا جزو ہیں تو نبی ﷺ اس لئے خوش ہوئے کہ یہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے نسب سے عربوں کے اصول کے مطابق طعن کو دور کرنے کا ذریعہ تھا، کیونکہ عرب قیافہ شناس کی بات کو حجت قرار دیتے تھے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب النکاح میں از یحییٰ بن یحییٰ روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی کتاب الطلاق میں روایت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کی کتاب الولاء میں روایت کی ہے اور امام نسائی نے اس حدیث کی کتاب الطلاق میں روایت کی ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "دخل علی مسرورا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ بہت خوش خوش تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "تبرق اساریر وجهه"۔ "اساریر" ان خطوط اور لکیروں کو کہتے ہیں یا ان شکنوں کو کہتے ہیں جو پیشانی میں ہوتی ہیں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کی پیشانی خوشی سے چمک رہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الم تری" اور ایک روایت میں ہے "الم ترین" اور اس حدیث میں رؤیت سے مراد علم ہے یعنی کیا تم کو خبر نہیں ہے یا تم کو علم نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان مجززا" (مجزز میں میم پر پیش ہے اور زاء مشدد ہے اور اس پر زیر بھی پڑھا گیا ہے اور زبر بھی پڑھا گیا ہے)۔

اس شخص کو مجزز اس لئے کہا گیا کہ جب یہ شخص زمانہ جاہلیت میں کسی قیدی کو پکڑتا تو اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر چھوڑ دیتا اور اس کا نام ابن الاعور بن جعدہ المدلجی ہے، یہ مدلج بن مرہ بن عبد مناف بن کنانہ کی طرف نسبت ہے۔ علامہ ذہبی نے کہا ہے: اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے جس کا ذکر ابن یونس نے ان لوگوں میں کیا ہے جو لوگ مصر کی فتح کے وقت حاضر تھے۔ اور علامہ ذہبی نے کہا ہے: مجھے ان کی کسی روایت کا علم نہیں ہے۔ اور ابن ماکولا نے کہا ہے کہ مجزز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی، یہ امام طبری کا قول ہے۔ اور الکلبی نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو حبشہ کے ایک لشکر کی طرف بھیجا، پس وہ سب ہلاک ہو گئے۔

ایک سوال کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ کیا قیافہ کرنا بنو مدلج کے ساتھ مخصوص ہے یا نہیں؟ تو میں کہوں گا: قیافہ ان میں بھی تھا اور بنو اسد میں بھی تھا اور عرب ان کے لیے اعتراف کرتے تھے اور صحیح یہ ہے کہ قیافہ ان کے ساتھ خاص نہیں تھا، کیونکہ یزید بن ہارون نے کتاب الفرائض میں سندِ صحیح کے ساتھ سعید بن المسیب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قیافہ شناس تھے، یزید بن ہارون نے اس کا مدلجی کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرشی تھے وہ نہ مدلجی تھے اور نہ اسدی تھے اور نہ اسدِ قریش سے تھے اور نہ اسدِ خزیمہ سے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نظر آنفا" یعنی اس نے ابھی ابھی ان کو دیکھا ہے۔ اور اس کے بعد والی روایت میں ذکر ہے کہ میرے پاس ایک قیافہ شناس آیا، اس نے حضرت اسامہ بن زید اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور ان کے اوپر ایک چادر تھی جس سے ان دونوں کے سر چھپے ہوئے تھے اور ان دونوں کے پیر کھلے ہوئے تھے تو اس قیافہ شناس نے کہا: یہ بعض پیر، بعض کا جزو ہیں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیافہ کے ساتھ حکم لگانا درست ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دو روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت یہی ہے۔ اور عطاء، امام مالک، الاوزاعی، لیث، امام شافعی، امام احمد اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے۔

فقہاء احناف، ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ قیافہ کے ساتھ حکم لگانا باطل ہے، کیونکہ یہ حدس ہے، یعنی تیز فہمی، فراست اور تخمینہ اور اندازہ سے حکم لگانا ہے۔ یہ محض ظنی چیز ہے اور کوئی قطعی بات نہیں ہے اور شریعت میں یہ جائز نہیں ہے اور قیافہ سے حکم لگانے میں اس باب کی حدیث حجت نہیں ہے، کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی اپنے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت اس سے پہلے بھی ثابت تھی اور شارع علیہ السلام نے اس نسبت کے ثبوت میں کسی کے قول پر اعتماد نہیں کیا۔ آپ کو تو صرف مجزز کی تیز فہمی اور فراست پر تعجب ہوا جیسے کوئی آدمی کسی شخص کے اس گمان پر تعجب کرتا ہے جس کا گمان کسی شئے کی حقیقت تک پہنچ جائے اور اس سے حکم واجب نہیں ہوتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار کرنے کو ترک کیا کیونکہ آپ نے اس واقعہ سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نسب ثابت نہیں فرمایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ (بنی اسرائیل:٣٦) اور جس چیز کا تمہیں قطعی علم نہیں ہے اس کے درپے نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ٢٣ ص ٤٠٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

٦٧٧١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مَسْرُورٌ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ دَخَلَ عَلَيَّ فَرَأَى أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَزَيْدًا وَعَلَيْهِمَا قَطِيفَةٌ قَدْ غَطَّيَا رُءُوسَهُمَا وَبَدَتْ أَقْدَامُهُمَا فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ بہت خوش تھے، پس آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک مجزز المدلجی میرے پاس آیا، پس اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا اور ان دونوں پر ایک چادر تھی، ان دونوں نے اپنے سر ڈھانپے ہوئے تھے اور ان دونوں کے قدم کھلے ہوئے تھے تو اس نے کہا: ان میں سے بعض قدم بعض کا جزو ہیں۔

(صحیح البخاری: ٣٥٥٥، ٣٧٣١، ٦٧٧٠، ٦٧٧١، صحیح مسلم: ١٤٥٩، سنن ترمذی: ٢١٢٩، سنن نسائی: ٣٤٩٣، سنن ابوداؤد: ٢٢٦٧، سنن ابن ماجہ: ٢٣٤٩، مسند احمد: ٢٥٣٦٧)

صحیح البخاری: ٦٧٧١، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

" یہ وہی حدیث ہے جس کی پہلے امام بخاری نے قتیبہ سے دوسندوں کے ساتھ روایت کی ہے: ایک از قتیبہ از اللیث اور دوسری از قتیبہ از سفیان بن عیینہ۔ اس حدیث میں قدم کے لفظ کا اضافہ ہے اور اس حدیث میں قطیفة کا ذکر ہے جس کا معنی چادر ہے۔ اور اس کی جمع قطائف اور قطف آتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

تنبیہ: کتاب الفرائض میں تینتالیس (۴۳) احادیث مرفوعہ ہیں، ان میں سے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں مذکور ہے کہ "جس نے کسی مرد کو مسلمان کیا اس کو بھی اس کی ولاء ملے گی" یہ حدیث معلق ہے اور باقی احادیث موصولہ ہیں۔ اور ان میں سینتیس (۳۷) احادیث مکررہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ کتاب الفرائض میں صرف چھ (۶) احادیث خالص ہیں۔

کتاب الفرائض اور چودھویں (۱۴) جلد کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!۔

آج ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ/ 31 جولائی 2013ء بروز بدھ نعم الباری شرح صحیح البخاری کی چودھویں جلد کی تکمیل ہوگئی۔

اس جلد کی ابتداء ۴ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ/ 15 اپریل 2013ء بروز پیر کو ہوئی تھی۔ اس طرح ساڑھے تین مہینوں میں چودھویں جلد مکمل ہوگئی۔ اس جلد میں دوسو نواسی (۲۸۹) احادیث کی شرح آ گئی ہے۔

چودھویں جلد کی ابتداء کتاب الرقاق سے ہوئی تھی اور اس کی انتہا کتاب الفرائض پر ہوئی ہے۔ اور ان شاء اللہ العزیز پندرھویں جلد کی ابتداء "کتاب الحدود" سے ہوگی۔ اس جلد کی کمپوزنگ حافظ محمد جمشید ہاشمی سلمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور اس کی پروف ریڈنگ اور تصحیح ہمارے محترم اور مکرم دوست سید عمیر الحسن البرنی زید حبہٗ نے نہایت اخلاص اور عرق ریزی سے کی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل میری اس محنت کو قبول فرمائے اور نعم الباری کو اپنی بارگاہ عالیہ میں مشکور اور مسعود فرمائے۔ اس جلد کی تکمیل میں، میں اپنے تمام محسنین اور معاونین کا خلوصِ قلب سے سپاس گزار ہوں اور ان کے لیے دعا کرتا ہوں خصوصاً مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن زیدت الطافہم العالیہ اور محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب شکر اللہ مساعیہم، اور صاحب زادہ حبیب الرحمٰن محبوبی (بریڈفورڈ) اور مشہور اسکالر حافظ عبد المجید (برسٹل) اور مولانا حامد قیوم (ناروے) اور مولانا سید محمد اشرف شاہ (ناروے) اور حافظ محمد اکرم ساجد صاحب مدظلہٗ (پروف ریڈر)، مولانا مختار احمد صاحب، مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہم۔ ان تمام عالی قدر شخصیات اور احباب کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور مجھے اپنی بیماریوں اور کمزوریوں سے صحت اور توانائی عطا فرمائے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے صحیح البخاری کی ان احادیث کی شرح میرے ہاتھوں کرادی ہے اللہ تعالیٰ صحیح البخاری کی باقی احادیث کی شرح کی بھی مجھے توفیق ارزانی فرمائے۔ اس شرح کو اللہ تعالیٰ موافقین کے لیے دینِ حق پر استقامت کا سبب بنائے اور مخالفین کے لیے ذریعۂ ہدایت بنادے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی میں صرف اپنا محتاج رکھے کسی مخلوق کا محتاج نہ کرے، صحت اور عافیت کے ساتھ ہم سب کا ایمان پر خاتمہ فرمائے اور دنیا میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اہل بنادے اور آخرت میں ہمیں آپ کی شفاعت سے مستفید فرمائے اور آخرت کے مراحل کو ہمارے لیے آسان فرمادے اور ہمیں ہر قسم کے عذاب سے اپنی پناہ

Marfat.com

میں رکھے اور اپنے فضل و کرم اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین حمد الشاکرین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین قائد المرسلین شفیعنا یوم الدین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی
بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸
۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ/ 31 جولائی 2013ء

Marfat.com

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد رابع عشر (۱۴) کی ڈائری

افتتاح 4 جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ/15 اپریل 2013ء بروز پیر

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	ایک ماہ کی احادیث	تعدادِ حدیث
15 اپریل	۴ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ	پیر	=	=	=	۶۴۸۲
یکم مئی 2013ء	۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ	بدھ	۱۵۰	۱۵۰	۲۷	۶۵۰۹
یکم جون 2013ء	۲۱ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ	ہفتہ	۲۸۰	۴۳۰	۱۰۱	۶۶۱۰
یکم جولائی 2013ء	۲۱ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ	پیر	۳۲۵	۷۵۵	۸۹	۶۶۹۹
31 جولائی 2013	۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ	بدھ	۲۴۴	۹۹۹	۷۲	۶۷۷۱

Marfat.com

مصادر التحقیق فی نعم الباری

کتب سماویہ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ تورات

۳۔ زبور

۴۔ انجیل

کتب احادیث

۵۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی 150ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ ۱۴۳۱ھ

۶۔ امام مالک بن انس اصبحی، متوفی 179ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1409ھ، المکتبۃ التوفیقیہ، دار المعرفہ بیروت، 1420ھ

۷۔ امام عبداللہ بن مبارک حنفی، متوفی 181ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۸۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی، متوفی 183ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۱۰۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1407ھ

۱۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، المسند، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1400ھ

۱۲۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود شافعی، متوفی 204ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1425ھ

۱۳۔ امام محمد بن عمر بن واقد شافعی، متوفی 207ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت، 1404ھ

۱۴۔ امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی شیعی، متوفی 211ھ، مصنف عبد الرزاق، مطبوعہ: مکتب اسلامی بیروت 1390ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۵۔ الامام الجلیل ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، متوفی 216ھ، مسند ابوعوانہ، دار المعرفہ بیروت

۱۶۔ امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی شافعی، متوفی 219ھ، المسند، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۱۷۔ امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی، متوفی 227ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، دار الصمیعی 1428ھ

۱۸۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، المصنف، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی 1406ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

Marfat.com

۱۹۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۲۰۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: مجلس علمی، بیروت 1427ھ

۲۱۔ امام احمد بن حنبل، متوفی 241ھ، المسند، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، 1398ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دار الفکر، بیروت 1415ھ، موسسۃ الرسالہ، بیروت 1420، عالم الکتب، بیروت 1419ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۲۔ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی شافعی، متوفی 255ھ، سنن دارمی، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1407ھ، دار المعرفہ، بیروت 1420ھ

۲۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1430ھ، دار ارقم، بیروت، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1431ھ، دار الفکر بیروت 1421ھ، موسسۃ الرسالہ 1431ھ، دار المعرفہ، بیروت 1425ھ، دار العلم الحدیث: 1426ھ

۲۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، الادب المفرد، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1412ھ

۲۵۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی، متوفی 261ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ، دار الفکر، بیروت 1424ھ

۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی، متوفی 273ھ، سنن ابن ماجہ: مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1415ھ، دار الجیل، بیروت، دار الفکر، بیروت 1421ھ

۲۷۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی 275ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ، دار الفکر بیروت، 1421ھ

۲۸۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی 275ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۹۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1422ھ، دار الجیل، بیروت 1998ء، دار المعرفہ بیروت 1423ھ

۳۰۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، 1415ھ

۳۱۔ حافظ ابوبکر عمرو بن ضحاک بن مخلد الشیبانی، متوفی، 287ھ، کتاب السنہ، المکتب الاسلامی 1400ھ

۳۲۔ امام ابن ابی عاصم شافعی، متوفی 287ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ: دار الرایہ، ریاض، 1411ھ

۳۳۔ امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار شافعی، متوفی 292ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت

۳۴۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن نسائی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1412ھ، دار الفکر، بیروت، 1421ھ

۳۵۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت 1408ھ

Marfat.com

۳۶۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفّٰی 303ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1411ھ موسسۃ الرسالہ 1421ھ

۳۷۔ امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی شافعی، متوفّٰی 307ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۸۔ امام احمد بن عالی المثنی التمیمی شافعی، متوفّٰی 307ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ: دارالمامون التراث، بیروت، 1404ھ

۳۹۔ امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری شافعی، متوفّٰی 307ھ، المنتقیٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ

۴۰۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی، متوفّٰی 311ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1395ھ

۴۱۔ امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق شافعی، متوفّٰی 316ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ: دارالباز، مکہ مکرمہ

۴۲۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفّٰی 321ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ: داربلنسیہ، ریاض 1420ھ

۴۳۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفّٰی 321ھ، مشکل الآثار، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز 1415ھ

۴۴۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفّٰی 321ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ: مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، 1404ھ، قدیمی کتب خانہ کراچی

۴۵۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفّٰی 321ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1427ھ

۴۶۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفّٰی 321ھ مسند الطحاوی، مطبوعہ: مکتبۃ الحرمین، دبئی 1426ھ

۴۷۔ امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی شافعی، متوفّٰی 322ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ

۴۸۔ امام ابوبکر احمد بن مروان بن محمد الدینوری القاضی المالکی، متوفّٰی 333ھ، المجالسۃ وجواھر العلم، دار ابن حزم بیروت، 1419ھ

۴۹۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفّٰی 354ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1407ھ

۵۰۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفّٰی 354ھ، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1425ھ

۵۱۔ امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری الشافعی، متوفّٰی 360ھ، کتاب الشریعہ، مطبوعہ: موسسۃ الریان 1429ھ

۵۲۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفّٰی 360ھ، معجم صغیر، مطبوعہ: مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ 1388ھ، مکتبہ اسلامی، بیروت 1405ھ

۵۳۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفّٰی 360ھ، معجم کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۵۴۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفّٰی 360ھ، معجم اوسط، مطبوعہ: مکتبۃ المعارف، ریاض 1405ھ، دارالفکر بیروت، 1420ھ

۵۵۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفّٰی 360ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1409ھ

۵۶۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی، شافعی، متوفّٰی 364ھ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، 1408ھ

۵۷۔ امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی شافعی، متوفی 365ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۵۸۔ امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین شافعی، متوفی 385ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
۵۹۔ امام الحافظ علی بن عمر الدارقطنی، متوفی 385ھ، سنن الدارقطنی، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، لبنان 1422ھ
۶۰۔ امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ شافعی، متوفی 396ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۶۱۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری شافعی، متوفی 405ھ، المستدرک، مطبوعہ: دار الباز، مکہ مکرمہ، دار المعرفہ بیروت، 1427ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1420ھ
۶۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عمر واقد الواقدی شافعی، متوفی 407ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۶۳۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دار الکتب العربی 1407ھ
۶۴۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار النفائس، بیروت
۶۵۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان
۶۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۶۷۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۶۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ،، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1423ھ
۶۹۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ،، کتاب الآداب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ
۷۰۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ: مکتبۃ المینارہ، مکہ مکرمہ 1410ھ
۷۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ
۷۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1423ھ
۷۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، البعث والنشور، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ
۷۴۔ امام ابوعمر یوسف ابن عبد البر قرطبی مالکی، متوفی 463ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۷۵۔ حافظ ابی بکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی المعروف بابن ابی الدنیا، متوفی 184ھ، موسوعہ الامام ابن ابی الدنیا، مکتبۃ العصریہ، بیروت
۷۶۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی شافعی، متوفی 488ھ، الجمع بین الصحیحین، مطبوعہ: دار ابن حزم 1423ھ
۷۷۔ امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی شافعی، متوفی 509ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

Marfat.com

۷۸۔ امام حسین بن مسعود بغوی شافعی، متوفی 516ھ، شرح السنہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۷۹۔ علامہ عمر بن عبدالعزیز ابن مازہ البخاری الحنفی الملقب بالصدر الشہید المتوفی 536ھ، شرح الجامع الصغیر، دارالکتب العلمیہ بیروت 1427ھ

۸۰۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ

۸۱۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1407ھ

۸۲۔ امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، جامع المسانید، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

۸۳۔ امام مجدالدین بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری شافعی، متوفی 606ھ، جامع الاصول، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، دارابن کثیر، بیروت 1432ھ

۸۴۔ امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری شافعی، متوفی 656ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ: دارالحدیث، قاہرہ 1407ھ، دارابن کثیر، بیروت 1414ھ

۸۵۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، التذکرہ فی امور الآخرہ، مطبوعہ: دارالبخاری، مدینہ منورہ

۸۶۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی شافعی، متوفی 676ھ، الاذکار من کلام سیدالابرار، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1417ھ

۸۷۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفی 676ھ، ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۸۸۔ امام ابومحمد علی بن زکریا المنبجی الحنفی، متوفی 686ھ، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، دارخضر، بیروت 1419ھ

۸۹۔ امام محی الدین تبریزی شافعی، متوفی 742ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ: اصح المطابع، دہلی، دارارقم، بیروت، دارابن حزم 1423ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت

۹۰۔ امام علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی الشافعی، متوفی 746ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ: الدائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد، دکن

۹۱۔ تاج الدین علی بن عبداللہ بن الحسن الارذ دیلی التبریزی الشافعی، متوفی 746ھ، المعیار فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ التی استشہد بھا الفقہاء، دارالاصلاح 2009ء

۹۲۔ امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر المعروف بابن قیم الجوزیہ حنبلی، متوفی 751ھ، جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علی محمد خیر الانام، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1417ھ، دارالطباعۃ المحمدیہ 1388ھ

۹۳۔ حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی، متوفی 762ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ: مجلس علمی سورۃ ہند، 1357ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۹۴۔ حافظ ابوالفرج زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی البغدادی الدمشقی، متوفی 795ھ، احوال القبور واحوال اھلھا الی النشور، دارالکتب العربی، بیروت 1418ھ

۹۵۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1402ھ، دارالفکر،

بیروت 1414ھ
۹۶۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، کشف الاستار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1404ھ
۹۷۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1420ھ
۹۸۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، اتحاف الخیریۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالکتب العلمیہ، بیروت 1442ھ
۹۹۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسہ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1414ھ،
۱۰۰۔ حافظ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی حنفی، متوفی 845ھ، الجوہر النقی، مطبوعہ: نشر السنہ ملتان
۱۰۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 848ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ
۱۰۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ: مکتبۃ دارالباز، مکہ مکرمہ، درالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۰۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی احادیث الاذکار، مطبوعہ دار ابن کثیر، 1421ھ
۱۰۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث رافعی الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، 1417ھ
۱۰۵۔ امام زین الدین ابوالعباس احمد بن عبداللطیف الزبیری حنفی متوفی 893ھ، التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت، 1430ھ
۱۰۶۔ امام عبدالرحمٰن بن عبدالسلام بن عبدالرحمٰن بن عثمان الصفوری الشافعی، متوفی 894ھ، نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۰۷۔ حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی الشافعی، متوفی 902ھ، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، مطبوعہ: مکتبۃ المؤید، دمشق 1408ھ
۱۰۸۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ
۱۰۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ
۱۱۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ
۱۱۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ، دار ابن حزم، بیروت 1414ھ
۱۱۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۱۱۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

Marfat.com

۱۱۴۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اہل البدع والزندقۃ، مطبوعہ: مکتبۃ القاہرہ، مصر 1385ھ
۱۱۵۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی، متوفی 975ھ، کنز العمال، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت
۱۱۶۔ حافظ عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی الشافعی، متوفی 1031ھ، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۱۱۷۔ امام محمد بن سلیمان المغربی المالکی، متوفی 1094ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، مطبوعہ: مکتبہ ابن کثیر 1418ھ
۱۱۸۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن درویش الحوت البیرونی الحنفی، متوفی 1276ھ، اسنی المطالب فی احادیث مختلف المراتب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1412ھ
۱۱۹۔ الحافظ ابو الفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی الشافعی، متوفی 1380ھ، المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرح المناوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1996ھ
۱۲۰۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی المتوفیٰ 1420ھ، سلسلہ احادیث صحیحہ، انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع 1420ھ
۱۲۱۔ مولانا صالح بن عبد اللہ بن حمید، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، دار الوسیلہ للنشر والتوزیع 1425ھ
۱۲۲۔ مولانا عبد السلام بن محمد بن عمر علوش، کتاب الجامع فی الاحادیث القدسیہ، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامی، 1426ھ

کتب تفاسیر

۱۲۳۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن زیاد فراء حنفی، متوفی 207ھ، معانی القرآن، مطبوعہ: بیروت
۱۲۴۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، جامع البیان، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1409ھ، دار الفکر بیروت
۱۲۵۔ امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی شافعی، متوفی 327ھ، تفسیر القرآن العظیم، مطبوعہ: نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ
۱۲۶۔ امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی 333ھ، تاویلات اہل السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۲۷۔ امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی 370ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، 1400ھ
۱۲۸۔ امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، متوفی 427ھ، تفسیر الثعلبی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1422ھ
۱۲۹۔ امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک القشیری الشافعی، متوفی 465ھ، تفسیر القشیری المسمّٰی لطائف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۱۳۰۔ علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی، متوفی 468ھ، الوسیط، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۱۳۱۔ امام شیخ الاسلام ابو المظفر السمعانی الشافعی، متوفی 489ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ: دار الوطن، ریاض 1418ھ
۱۳۲۔ علامہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی، متوفی 538ھ، الکشاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ،

Marfat.com

۱۳۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی 543ھ، احکام القرآن، مطبوعہ: دارالفکر بیروت
۱۳۴۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ تفسیر کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ
۱۳۵۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ، اسرار التنزیل وانوار التاویل، مطبوعہ: دارالکتب الوثاق، بغداد، عراق 1990ء
۱۳۶۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1415ھ
۱۳۷۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی 685ھ، انوار التنزیل واسرار التاویل، مطبوعہ: دارفراس للنشر والتوزیع، مصر
۱۳۸۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ: دارالکتب العربیہ، پشاور
۱۳۹۔ علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی 857ھ تفسیر الثعالبی، مطبوعہ: موسسۃ العالمی للمطبوعات، بیروت
۱۴۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جلالین، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۴۱۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی 1137ھ، روح البیان، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۱۴۲۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی 1223ھ، تفسیر صاوی، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1421ھ
۱۴۳۔ علامہ السید عبداللہ سبر، متوفی 1242ھ تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ: دارالاسوہ للطباعۃ والنشر، 1421ھ
۱۴۴۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی 1270ھ، روح المعانی، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت، دارالفکر بیروت 1417ھ
۱۴۵۔ نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، فتح البیان، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۱۴۶۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
۱۴۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، بیان القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
۱۴۸۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی بریلوی، متوفی 1367ھ خزائن العرفان
۱۴۹۔ مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1391ھ، نور العرفان، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، گجرات
۱۵۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور
۱۵۱۔ غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی بریلوی، متوفی 1406ھ، التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم، مطبوعہ: مکتبہ فانوس پبلی کیشنز، پاکستان 2003ء
۱۵۲۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری حنفی بریلوی، متوفی 1418ھ، ضیاء القرآن، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
۱۵۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ
۱۵۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، انوار تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1431ھ
۱۵۵۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہٗ، ترجمہ وتحقیق وتخریج تفسیر خازن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور 1427ھ
۱۵۶۔ مولانا حافظ محمد واحد بخش غوثوی مہاروی حنفی بریلوی غفرلہٗ، برکات القرآن، ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل، فرید بک اسٹال لاہور 1430ھ

Marfat.com

شروح احادیث

۱۵۷۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری التوفی 318ھ، الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، مطبوعہ: دارالفلاح 1430ھ
۱۵۸۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، معالم السنن، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۵۹۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، اعلام السنن، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۶۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی، متوفی 449ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1420ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۶۱۔ حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستذکار (شرح الموطا)، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1413ھ
۱۶۲۔ حافظ ابوعمرو بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، التمہید، مطبوعہ: مکتبۃ القدوسیہ، لاہور 1404ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۶۳۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، القبس فی شرح موطا بن انس، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۶۴۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، دارالکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ
۱۶۵۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ: دارالوفاء بیروت 1419ھ
۱۶۶۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1444ھ
۱۶۷۔ امام ابومحمد عبدالجلیل بن موسیٰ اندلسی مالکی، متوفی 608ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ
۱۶۸۔ امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری شافعی، متوفی 656ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت
۱۶۹۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، متوفی 656ھ، المفہم، مطبوعہ: دارابن کثیر، بیروت 1417ھ
۱۷۰۔ علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی 661ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ 1422ھ
۱۷۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، شرح مسلم، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی 1375ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ
۱۷۲۔ امام ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المالکی، متوفی 699ھ، بہجۃ النفوس، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1428ھ
۱۷۳۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، فتح الباری، دارابن الجوزی، ریاض 1417ھ
۱۷۴۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، الاحادیث والآثار، مطبوعہ: مکتبۃ الرشید 1429ھ
۱۷۵۔ علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی 743ھ، شرح الطیبی، ادارۃ القرآن 1413ھ
۱۷۶۔ حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبداللہ الحنفی التوفی 762ھ، شرح ابن ماجہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1424ھ
۱۷۷۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی، متوفی 786ھ، تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ

Marfat.com

۱۷۸۔ علامہ محمد بن بہادر الزرکشی المتوفی 794ھ، التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح، دارالکتب العلمیہ بیروت 1424ھ

۱۷۹۔ علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن، متوفی 804ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، مطبوعہ: وزارۃ الاوقاف، قطر 1429ھ

۱۸۰۔ امام قاضی بدرالدین الدمامینی المالکی، متوفی 827ھ، مصابیح الجامع، مطبوعہ: دارالنور 1431ھ

۱۸۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی، متوفی 828ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۸۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، المکتب الاسلامی بیروت 1420ھ

۱۸۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، فتح الباری، مطبوعہ: دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور 1401ھ، بیروت 1420ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1426ھ

۱۸۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری، مکتبۃ الرشد، ریاض 1418ھ

۱۸۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت

۱۸۶۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر 1348ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۸۷۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع 1420ھ

۱۸۸۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی 895ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۸۹۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ: مطبع میمنہ مصر 1306ھ

۱۹۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت 1420ھ

۱۹۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1412ھ

۱۹۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، بیروت 1418ھ

۱۹۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الرسائل العشر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1409ھ

۱۹۴۔ علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، تحفۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1425ھ

۱۹۵۔ علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1426ھ

۱۹۶۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۹۷۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، فیض القدیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز،

Marfat.com

مکہ مکرمہ 1418ھ
۱۹۸۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفّی 1003ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ: اصح المطابع، کراچی
۱۹۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّی 1014ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۲۰۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّی 1014ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۲۰۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّی 1014ھ، مرقات، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان 1390ھ
۲۰۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۲۰۳۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی غیر مقلد، متوفّی 1025ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ: مطبع مصطفی البابی، مصر 1350ھ
۲۰۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفّی 1052ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ: مطبع تیج کمار لکھنو، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۰۵۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری الحنفی، متوفّی 1069ھ، نسیم الریاض فی شرح الشفاء قاضی عیاض، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۲۰۶۔ شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی، متوفّی 1073ھ، تیسیر القاری فی شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۰۷۔ امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری المالکی، متوفّی 1122ھ، شرح الزرقانی (شرح موطا امام مالک)، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ
۲۰۸۔ شیخ ابوالطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی غیر مقلد، متوفّی 1307ھ، عون الباری لحل ادلۃ الصحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ
۲۰۹۔ امام محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی، متوفّی 1398ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1430ھ
۲۱۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفّی 1323ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی
۲۱۱۔ شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد، متوفّی 1325ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۱۲۔ شیخ وحیدالزمان غیر مقلد، متوفّی 1328ھ، تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری، مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور 1990ھ
۲۱۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفّی 1340ھ، جامع الاحادیث مطبوعہ: مکتبہ مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات 1422ھ
۲۱۴۔ شیخ انورشاہ کشمیری دیوبندی، متوفّی 1352ھ، فیض الباری، مطبوعہ: مطبع حجازی، مصر 1375ھ
۲۱۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی، متوفّی 1369ھ، فتح الملہم، مطبوعہ: مکتبۃ الحجاز، کراچی
۲۱۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی الحنفی، متوفّی 1414ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکلم الطیب، بیروت 1430ھ
۲۱۷۔ شیخ محمد بن زکریا بن محمد کاندھلوی دیوبندی، اوجز المسالک الی موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۱۸۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی، متوفّی 1421ھ، شرح صحیح بخاری، مکتبۃ الطبری، 1429ھ
۲۱۹۔ ابومحمد عبداللہ بن مانع الروقی، الحلل الابریزیہ من التعلیقات البازیہ علی صحیح البخاری، دارالتدمریہ، ریاض 1428ھ

۲۲۰۔ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی، کشف الباری، مطبوعہ: مکتبہ فاروقیہ، کراچی
۲۲۱۔ شیخ محمد تقی عثمانی دیوبندی، انعام الباری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء

کتب اصول احادیث

۲۲۲۔ علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم الحازمی الہمدانی المتوفی 584ھ، کتاب الفیصل فی علم الحدیث، مکتبۃ الرشد، ریاض 1428ھ
۲۲۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تقریب النواوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تدریب الراوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

کتب اسماء الرجال

۲۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۲۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1424ھ
۲۲۸۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی، متوفی 436ھ، تاریخ بغداد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۲۹۔ حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی شافعی، متوفی 742ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ
۲۳۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۳۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، الکاشف، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1418ھ
۲۳۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ج تقریب التہذیب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۳۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۳۶۔ حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الشافعی، متوفی 923ھ، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۳۷۔ علامہ محمد بن طولون شافعی، متوفی 953ھ، الشذرہ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ
۲۳۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی شافعی، متوفی 963ھ، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشریعہ الموضوعہ
۲۳۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

Marfat.com

۲۴۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ: مکتبہ مجتبائی دہلی
۲۴۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، مطبوعہ: دار الباز للنشر والتوزیع 1405ھ
۲۴۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، مطبوعہ: مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، حلب 1389ھ
۲۴۳۔ علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی 1164ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ: مکتبہ الغزالی، دمشق
۲۴۴۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1415ھ
۲۴۵۔ یوسف عبد الرحمٰن المرعشلی، معجم المعاجم والمشیخات، مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

کتب لغت

۲۴۶۔ امام اللغۃ خلیل بن احمد فراہیدی، متوفی 175ھ، کتاب العین، مطبوعہ: انتشارات اسوہ، ایران 1414ھ
۲۴۷۔ امام ابو عبید القاسم بن سلام الہروی الشافعی، متوفی 224ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۲۴۸۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، متوفی 276ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1408ھ
۲۴۹۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی، متوفی 398ھ، الصحاح، مطبوعہ: دار العلم، بیروت 1404ھ
۲۵۰۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی، متوفی 502ھ، المفردات، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ
۲۵۱۔ علامہ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی الحنفی، متوفی 537ھ، طلبۃ الطلبہ فی الاصلاحات الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۲۔ امام ابو نصر احمد بن محمد سمرقندی حنفی، متوفی 550ھ، انیس الفقہاء، فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ،
۲۵۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی، متوفی 606ھ، نہایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۴۔ علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی حنفی، متوفی 660ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۵۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۵۶۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی 711ھ، لسان العرب، مطبوعہ: نشر ادب الحوزہ، قم ایران، دار صادر، بیروت 2003ء
۲۵۷۔ علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی، متوفی 816ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۲۵۸۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی 817ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۵۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ: مکتبہ دار الایمان، مدینہ منورہ 1415ھ

Marfat.com

۲۶۰۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی 1205ھ، تاج العروس، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریہ، مصر

۲۶۱۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد، مطبوعہ المطبع الکاثولیکہ، بیروت 1927ء

۲۶۲۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد مترجم، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی

۲۶۳۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی الاعلام، مطبوعہ: دارالمشرق، بیروت 1976ء

۲۶۴۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی اللغت، مطبوعہ: انتشارات اسلام 1379ء

۲۶۵۔ مولانا محمد غیاث الدین، غیاث اللغات (فارسی)، مطبوعہ: مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲۶۶۔ الحاج مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو)، مطبوعہ، مطبع فیروز سنز لمیٹڈ

۲۶۷۔ سعدی الوجیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، پاکستان

۲۶۸۔ غلام احمد پرویز، متوفی 1985، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام گلبرگ لاہور 1984ء

۲۶۹۔ قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری حنفی، دستور العلماء، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، بیروت 1421ھ

۲۷۰۔ ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۲۷۱۔ امام ابومحمد عبدالملک بن ہشام المعافری، متوفی 218ھ، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ

۲۷۲۔ امام محمد بن سعد، متوفی 230ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ: دارصادر، بیروت 1388ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ

۲۷۳۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ: دارالقلم، بیروت

۲۷۴۔ امام ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سھل السامری الخرائطی، متوفی 327ھ، مکارم الاخلاق ومعالیہا ومحمود طرائقہا ومرضیہا، مطبوعہ: مطبع المدنی، موسسۃ السعودیہ، 1411ھ

۲۷۵۔ امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفی 405ھ، اعلام النبوۃ، داراحیاء العلوم، بیروت 1408ھ

۲۷۶۔ امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری شافعی، متوفی 406ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ: دارالبشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ 1424ھ

۲۷۷۔ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، متوفی 463ھ، تاریخ بغداد، دارالفکر بیروت، 1424ھ

۲۷۸۔ حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستیعاب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۲۷۹۔ امام محی السنہ الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی الشافعی، متوفی 510ھ، الانوار فی شمائل النبی المختار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۲۸۰۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، الشفاء، مطبوعہ: عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، دارالفکر بیروت 1415ھ

۲۸۱۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد الخثعمی السہیلی، متوفی 581ھ، الروض الانف فی تفسیر سیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

Marfat.com

۲۸۲۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، الوفاء، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۲۸۳۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، مولد العروس الشہیر بابن الجوزی، مطبوعہ: المکتبۃ الثقافیہ، بیروت
۲۸۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر شافعی، متوفی 630ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، دار الفکر بیروت
۲۸۵۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی 630ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۶۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان شافعی، متوفی 681ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ: منشورات الشریف الرضی، ایران
۲۸۷۔ امام ابوجعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری، متوفی 694ھ، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۸۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1417ھ
۲۸۹۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ الحنبلی، متوفی 751ھ، زاد المعاد، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1419ھ
۲۹۰۔ حافظ علاؤ الدین ابوعبداللہ مغلطائی بن قلیج، متوفی 762ھ، الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ وتاریخ من بعدہ من الخلفاء، مطبوعہ: دار القلم، دمشق 1416ھ
۲۹۱۔ علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی شافعی، متوفی 771ھ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۹۲۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی 774ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1418ھ
۲۹۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، الاصابہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۹۴۔ شیخ عبدالرحمٰن الثعلبی، متوفی 875ھ، الانوار فی آیات النبی المختار، مطبوعہ: دار ابن حزم 1426ھ
۲۹۵۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی شافعی، متوفی 911ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ
۲۹۶۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۹۷۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی 942ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۹۸۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، مدارج النبوۃ، مکتبہ نوریہ، سکھر پاکستان 1397ھ
۲۹۹۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی، متوفی 1124ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1393ھ
۳۰۰۔ شیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفی 1242ھ، مختصر سیرۃ الرسول، مطبوعہ: المکتبۃ السلفیہ 1399ھ

کتب فقہ حنفی

۳۰۱۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی
۳۰۲۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، 1398ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۳۰۳۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: مصطفائی ہند 1291ھ

۳۰۴۔ امام محمد بن الشہیر الحاکم الشہید البلخی الحنفی، متوفّٰی 344ھ، الکافی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۳۰۵۔ امام ابوبکر الرازی الجصاص المتوفی 370ھ، شرح مختصر الطحاوی، فتاوی فی الفقہ الحنفی، مکتبۃ الکریمیہ کانسی روڈ کوئٹہ

۳۰۶۔ ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمر قندی، متوفّٰی 373ھ، خزانۃ الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، امجد اکیڈمی، لاہور 1397ھ

۳۰۷۔ امام ابو اللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی المتوفی 373ھ، فتاویٰ ابو اللیث سمرقندی، المیاۃ بمختلف الروایۃ، مکتبہ محمدیہ 1423ھ

۳۰۸۔ امام ابو اللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی، متوفّٰی 373ھ، خزانۃ الفقہ، المکتبۃ الغفوریہ العاصمیہ، کراچی

۳۰۹۔ شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابو الحفص علی بن الحسن بن محمد السغدی الحنفی المتوفی 461ھ، النتف فی الفتاویٰ، مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ

۳۱۰۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفّٰی 483ھ، المبسوط، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت 1398ھ

۳۱۱۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفّٰی 483ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامیہ، افغانستان 1405ھ

۳۱۲۔ علامہ علاؤ الدین محمد السمر قندی، متوفّٰی 539ھ، تحفۃ الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۳۱۳۔ الامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن عبد الرشید البخاری، متوفّٰی 542ھ، خلاصۃ الفتاویٰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

۳۱۴۔ الوزیر عون الدین ابو المظفر یحییٰ بن محمد ہبیرہ، متوفّٰی 560ھ، الافصاح عن معانی الصحاح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۱۵۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفّٰی 587ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۱۶۔ علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفّٰی 592ھ، فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ: کبریٰ بولاق، مصر 1310ھ

۳۱۷۔ علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفّٰی 592ھ، شرح الزیادات، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۱۸۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفّٰی 593ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ: شرکت علمیہ، ملتان

۳۱۹۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفّٰی 593ھ، کتاب التجنیس والمزید، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1424ھ

۳۲۰۔ علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفّٰی 616ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1424ھ

۳۲۱۔ علامہ عبد اللہ بن محمود بن مودود حنفی، متوفّٰی 683ھ، الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع

۳۲۲۔ امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفّٰی 743ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی 1421ھ

۳۲۳۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفّٰی 786ھ، عنایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1415ھ

۳۲۴۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفّٰی 786ھ، فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ: ادارۃ القرآن کراچی 1411ھ

۳۲۵۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفّٰی 855ھ، بنایہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1411ھ

۳۲۶۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفّٰی 861ھ، فتح القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۳۲۷۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفّٰی 956ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور 1412ھ

۳۲۸۔ امام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی، متوفّٰی 962ھ، جامع الرموز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

۳۲۹۔ علامہ زین الدین بن نجیم، متوفّٰی 970ھ، البحر الرائق، مطبوعہ: علمیہ، مصر 1311ھ

۳۴۰۔ امام شہاب الدین احمد محمد بن علی بن حجر الہیتمی، متوفی 974ھ، الفتاوی الکبری الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۴۱۔ امام سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی، متوفی 1005ھ، النہر الفائق، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی
۳۴۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۴۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، مناسک ملا علی قاری، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1417ھ
۳۴۴۔ ملا نظام الدین، متوفی 1061ھ، فتاوی عالمگیری، مطبوعہ: مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، 1310ھ
۳۴۵۔ علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی الفقیہ العصری الحنفی، متوفی 1069ھ، امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجات الارواح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ،
۳۴۶۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی 1078ھ، مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ: المکتبۃ الغفاریہ، کوئٹہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۳۴۷۔ علامہ خیر الدین رملی، متوفی 1081ھ، جامع الفصولین، مکتبۃ القدس، کوئٹہ 1300ھ
۳۴۸۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی 1088ھ، الدر المختار، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۴۹۔ علامہ السید اسعد بن ابی بکر آفندی الحنفی المتوفی 110ھ، الفتاوی الاسعدیہ فی الفقہ الحنفیہ، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ
۳۵۰۔ علامہ شاہ عبد العزیز محمد دہلوی، متوفی 1229ھ، فتاوی عزیزی، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1390ھ
۳۵۱۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی 1231ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۵۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مصر 1311ھ
۳۵۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، تنقیح الفتاوی الحامدیہ، مطبوعہ: دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ
۳۵۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رسائل ابن عابدین شامی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور
۳۵۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رد المحتار، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۳۵۶۔ علامہ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی، متوفی 1309ھ، فتاوی مسعودی، سرہند پبلی کیشنز 1407ھ
۳۵۷۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، فتاوی رشیدیہ، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
۳۵۸۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، احسن الفتاوی، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی 1425ھ
۳۵۹۔ امام احمد رضا خان بریلوی، متوفی 1340ھ، العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور 1427ھ
۳۶۰۔ علامہ سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی، متوفی 1356ھ، فتاوی مہریہ، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1418ھ
۳۶۱۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، بہار شریعت، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1416ھ
۳۶۲۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، فتاوی امجدیہ، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ 1419ھ
۳۶۳۔ شیخ محمد شفیع دیوبندی، متوفی 1396ھ، جواہر الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی 1395ھ
۳۶۴۔ مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری حنفی بریلوی، متوفی 1403ھ، فتاوی نوریہ، مطبوعہ: کمبائن پرنٹرز، لاہور 1983ء

Marfat.com

۳۶۵۔ مولانا وقار الدین حنفی بریلوی، متوفی 1413ھ، وقار الفتاویٰ، مطبوعہ: بزم وقار الدین 1997ء

۳۶۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاگرجی الحنفی التوفی 1414ھ، الفقہ الحنفی وادلتہ، دار الکلم الطیب، بیروت 1420ھ

۳۶۷۔ مولانا محمد عبداللہ نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1982ء، فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ، ناشر: مفتی اعظم سندھ اکیڈمی 1411ھ

۳۶۸۔ شیخ الاسلام علامہ الشیخ عبدالغنی النابلسی الحنفی النقشبندی التوفی 1123ھ، فتاوی النابلسی المسماۃ بنھایۃ المراد فی شرح ہدایہ، ابن العماد، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ 1429ھ

۳۶۹۔ مفتی اہلسنت علامہ سید شجاعت علی قادری حنفی بریلوی، متوفی 1993ء، فقہ اہلسنت، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1978ء

۳۷۰۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن حنفی بریلوی غفرلہ، تفہیم المسائل، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 1407ھ

۳۷۱۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی، انوار الفتاویٰ، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ

۳۷۲۔ شیخ سعید بن علی السمرقندی الحنفی الفتاویٰ فی الحیل والخارج المسمی بجنۃ الاحکام وجنۃ الخصام، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ

۳۷۳۔ شیخ عبدالحمید محمود طہماز، الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید، المکتبۃ الحقانیہ کوئٹہ 1418ھ

کتب فقہ شافعیہ

۳۷۴۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الام، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1403ھ

۳۷۵۔ علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب الماوردی شافعی، متوفی 450ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1414ھ

۳۷۶۔ علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی 455ھ، المہذب، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، 1393ھ

۳۷۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، شرح المہذب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت 1423ھ

۳۷۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۳۷۹۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، الفتاوی الحدیثیہ، 1419ھ

کتب فقہ مالکیہ

۳۸۰۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی 256ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۸۱۔ امام ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی، متوفی 494ھ، المنتقیٰ شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1331ھ

۳۸۲۔ قاضی عبدالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی 595ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

۳۸۳۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن الحطاب المغربی، متوفی 954ھ، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، مطبوعہ: مکتبۃ النجاح، لیبیا

۳۸۴۔ علامہ علی بن عبداللہ بن الخرشی، متوفی 1101ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ: دار صادر، بیروت

۳۸۵۔ علامہ ابوالبرکات، احمد دردیر مالکی، متوفی 1197ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

Marfat.com

۳۸۶۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی 1219ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۸۷۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، المغنی، مطبوعہ: دار الحدیث قاہرہ، 1425ھ

۳۸۸۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، الکافی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ

۳۸۹۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، مجموعۃ الفتاوی، مطبوعہ: ریاض، دار الجیل، بیروت 1418ھ

۳۹۰۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1424ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1426ھ

۳۹۱۔ علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن مفلح مقدسی، متوفی 763ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۳۹۲۔ علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی 885ھ، الانصاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1387ھ

۳۹۳۔ علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی 960ھ، الاقناع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ

۳۹۴۔ شیخ منصور بن یونس البھوتی الحنبلی، متوفی 1015ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۹۵۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن باز حنبلی، متوفی 1420ھ، 1999ء، مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ، مکتبۃ المورد، ریاض 1427ھ

کتب فقہ غیر مقلدین

۳۹۶۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی 456ھ، المحلی بالآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۳۹۷۔ شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی 1250ھ، نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر 1398ھ، دار الوفاء، 1421ھ

۳۹۸۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، متوفی 1367ھ، فتاویٰ ثنائیہ، مطبوعہ: النور اکیڈمی، مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

۳۹۹۔ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، متوفی 1805ھ، فتاویٰ نذیریہ، مکتبۃ المعارف الاسلامیہ، پاکستان 1333ھ

۴۰۰۔ شیخ حافظ عبداللہ محدث روپڑی، متوفی 1920ھ، فتاویٰ اہلحدیث، مطبوعہ: دار احیاء السنۃ النبویہ، پاکستان 1404ھ

کتب اصول فقہ

۴۰۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الرسالہ، مطبوعہ: مطبع امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1312ھ

۴۰۲۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی، متوفی 482ھ، اصول بزدوی، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۴۰۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی، متوفی 483ھ، اصول السرخسی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت

۴۰۴۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ، مستصفیٰ، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ

۴۰۵۔ علامہ علاؤ الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری الحنفی، متوفی 730ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1411ھ

Marfat.com

۴۰۶۔ علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی 772ھ، شرح المنہاج، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی، متوفی 861ھ، تحریر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1403ھ
۴۰۸۔ علامہ ابن امیر الحاج حنفی، متوفی 879ھ، التقریر والتحریر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۹۔ بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین حنفی، متوفی 1225ھ، فواتح الرحموت، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۴۱۰۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۴۱۱۔ علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی حنفی، متوفی 1252ھ، شرح شرح المنار للعلامۃ الشامی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

مذاہب اربعہ

۴۱۲۔ امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی المتوفی 370ھ، مختصر اختلاف العلماء، دار البشاء الاسلامیہ، 1417ھ
۴۱۳۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر 1359ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۴۱۴۔ علامہ عبد الرحمٰن الجزیری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۴۱۵۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ القاہرہ، 1400ھ
۴۱۶۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1405ھ
۴۱۷۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ: القاہرہ 1410ھ

کتب شیعہ

۴۱۸۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الاصول من الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۱۹۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۰۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، تہذیب الاحکام، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۱۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، الاستبصار، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۲۔ نہج البلاغہ (مع فارسی)، مطبوعہ: انتشارات زرین، ایران
۴۲۳۔ نہج البلاغہ (مع اردو)، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز
۴۲۴۔ شیخ عز الدین عبد الحمید بن ابی الحدید، متوفی 656ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ: موسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران
۴۲۵۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، بحار الانوار، مطبوعۃ المطبعہ الاسلامیہ، تہران 1392ھ
۴۲۶۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حق الیقین، مطبوعہ: خیابان ناصر خسرو، ایران 1347ھ
۴۲۷۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ: انصاف پریس، لاہور
۴۲۸۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حیات القلوب (مترجم)، مطبوعہ: حمایت اہل بیت وقف، لاہور

Marfat.com

۴۲۹۔ شیخ محمد بن حسین طباطبائی، متوفی 1293ھ، المیز ان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، ایران 1302ھ

کتب متفرقات

۴۳۰۔ ابو المعالی عبد الملک الجوینی الشہیر بامام الحرمین الشافعی، متوفی 478ھ، مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، مطبوعہ: مکتبہ قدوسیہ، لاہور 1400ھ
۴۳۱۔ امام ابو الفتح ظہیر الدین الولوالجیہ حنفی، متوفی 540ھ، الفتاوی الولوالجیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۴۳۲۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر الدمشقی المعروف بابن قیم حنبلی، متوفی 751ھ، الداء والدواء، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، 1410ھ
۴۳۳۔ علامہ علی بن سلطان القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، القائلین بوحدۃ الوجود، مطبوعہ: دار المامون للتراث 1415ھ
۴۳۴۔ میر عبد الواحد بلگرامی حنفی، متوفی 1016ھ، سبع سنابل، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1402ھ
۴۳۵۔ ملا باقر مجلسی شیعی، متوفی 1110ھ، ضیاء العیون، مطبوعہ: ایرانی کتب خانہ
۴۳۶۔ شیخ سید محمد اسماعیل دہلوی دیوبندی، متوفی 1246ھ، تقویۃ الایمان، مطبوعہ: مطبع علیمی، اندرون لاہور
۴۳۷۔ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حنفی، متوفی 1258ھ، شمائم امدادیہ، مطبوعہ: مدنی کتب خانہ، ملتان 1405ھ
۴۳۸۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، آب حیات، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان 1413ھ
۴۳۹۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، تحذیر الناس، دار الاشاعت، کراچی
۴۴۰۔ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی حنفی، متوفی 1304ھ، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت 1408ھ
۴۴۱۔ شیخ محمود بن حسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، الجہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل، مکتبہ مدینہ، لاہور 1409ھ
۴۴۲۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۴۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، 1401ھ
۴۴۴۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، احکام شریعت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2002ء
۴۴۵۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الامن والعلی، شبیر برادرز، لاہور 1396ھ
۴۴۶۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ، صدیقی پبلشرز 2009ء
۴۴۷۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ: موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ
۴۴۸۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، انباء الحی، موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ
۴۴۹۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، متوفی 1346ھ، البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ: مطبع بلالی، ڈھونڈ
۴۵۰۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، گولڑہ شریف، اسلام آباد 1421ھ
۴۵۱۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، ملفوظات مہریہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور 1406ھ

Marfat.com

۴۵۲۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ، گولڑہ شریف، کتب خانہ درگاہ غوثیہ 1421ھ
۴۵۳۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور، 1406ھ
۴۵۴۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز 1415ھ
۴۵۵۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تصفیہ مابین السنی والشیعہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1399ھ
۴۵۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، حفظ الایمان مع بسط البنان وتغیر العنوان، مکتبہ تھانوی، کراچی
۴۵۸۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق
۴۵۹۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، جمال الاولیاء
۴۶۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1975ھ
۴۶۱۔ مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری غیر مقلد، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، المکتبۃ السلفیہ، لاہور 1391ھ
۴۶۲۔ ابوالحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی حنفی بریلوی، انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1998ء
۴۶۳۔ شیخ عبدالحی الکتانی، نظام الحکومت النبویہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۴۶۴۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، متوفی 1985ء، دو اسلام، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی
۴۶۵۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ: اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1982ء
۴۶۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ: دانش گاہ پنجاب، لاہور
۴۶۷۔ میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۶۸۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز
۴۶۹۔ عقیدہ ختم نبوت، الادارہ لتحفظ العقائد الاسلامیہ، پاکستان
۴۷۰۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، دیوبندی، متوفی 1346ھ، المھند علی المفند، ادارہ اسلامیات 1404ھ
۴۷۱۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، منظور نعمانی، عقائد علماء دیوبند اور حسام الحرمین، دار الاشاعت، کراچی
۴۷۲۔ شیخ حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، میر محمد کتب خانہ، کراچی
۴۷۳۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور، ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ 1407ھ
۴۷۴۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، عبارات اکابر، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ
۴۷۵۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، تحفہ قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان 2001ء
۴۷۶۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، اختلاف امت اور صراط مستقیم، مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن، کراچی 1399ھ

۴۷۷۔ مخدوم محمد ہاشم سندھی، متوفی 1174ھ، ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول، مکتبہ لدھیانوی، کراچی 1995ء

۴۷۸۔ محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 2001ء

۴۷۹۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری بریلوی، متوفی 1354ھ، فتاویٰ دیداریہ، مطبوعہ: مکتبۃ العصر، گجرات

۴۸۰۔ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی حنفی بریلوی، متوفی 2003ء، مقالاتِ مفتیٔ اعظم، مطبوعہ: بزمِ رضا، لاہور 1428ھ

۴۸۱۔ مولانا محمد منشاء تابش قصوری حنفی بریلوی غفرلہ، دعوتِ فکر، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، مرید کے شیخوپورہ 1403ھ

۴۸۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، حیاتِ استاذ العلماء، مطبوعہ: دار الاسلام لاہور 1433ھ

۴۸۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، توضیح البیان، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1422ھ

۴۸۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، ذکر بالجہر، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ

۴۸۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ

۴۸۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقالاتِ سعیدی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ

۴۸۷۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقامِ ولایت ونبوت، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ

۴۸۸۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تاریخ نجد وحجاز، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 2004ء

۴۸۹۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن، فرید بک اسٹال لاہور، 1425ھ

۴۹۰۔ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی حنفی بریلوی، غفرلہ سفر آخرت کی منازل، فرید بک اسٹال لاہور، 1427ھ

Marfat.com

Marfat.com

وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل

میں ڈاون لوڈ کرنے کے ٹیلگرام

پر ان چینل و گروپ کو جوائن

کریں

https://telegram.me/Tehqiqat

https://telegram.me/faizanealahazrat

https://telegram.me/FiqaHanfiBooks

https://t.me/misbahilibrary

آرکایو لنک

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://archive.org/details/@muhammad_tariq_hanafi_sunni_lahori

بلوگسپوٹ لنک

http://ataunnabi.blogspot.in

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جلد خامس عشر (۱۵)

الاحادیث: ۶۷۷۲—۷۱۳۶

کتاب الحدود، کتاب المحاربین من اھل الکفر والردۃ، کتاب الدیات،

کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم، کتاب الاکراہ، کتاب الحیل،

کتاب التعبیر، کتاب الفتن

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

For more Books click on link

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
(یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے)

نام کتاب	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد خامس عشر (۱۵)
تصنیف	علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی
سال اشاعت	بار اول مئی 2014ء بار دوم مئی 2015ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS28

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:۔021-32212011-32630411 فیکس:۔021-32210212
e-mail:- info@zia-ul-quran.com
ziaulquranpublications@gmail.com
Website:- www.ziaulquran.com

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری (خامس عشر)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	افتتاحیہ	65
	٨٦۔ کِتَابُ الْحُدُوْدِ	67
1	حدود کا بیان	67
2	حد کی متفق علیہ اقسام	68
3	حد کی مختلف فیہ اقسام	68
4	حد کا لغوی اور شرعی معنی	68
5	حدود کی حکمت	69
	١۔ بَابٌ	69
6	حدود کے ارتکاب سے ڈرانے کا بیان	39
7	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	69
	٢۔ بَابٌ	70
8	اس کا بیان کہ خمر نہ پی جائے	70
9	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	70
10	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	70
11	صحیح البخاری: ٦٧٧٢، کی شرح از علامہ عینی	71
12	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	71
13	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	71
14	حدیث مذکور کے معانی	71
15	آیا حدیثِ مذکور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کے اقوال	71
16	حدیث مذکور کی مختلف علماء کی طرف سے تاویلات اور توجیہات	72
17	حدیث مذکور کی روشنی میں بعض خوارج کا نظریہ	72
18	ارتکابِ زنا کے وقت ایمان کے نکال لیے جانے کی متعدد توجیہات	72
19	حدیثِ مذکور میں "جس وقت وہ زنا کرتا ہے" کی قید کا فائدہ	72
20	علی الاعلان لوٹ مار کرنے کا سنگین گناہ ہونا	73
21	صحیح البخاری: ٦٧٧٢، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	73
22	زانی سے ارتکابِ زنا کے وقت ایمان کی نفی کے محامل	73
23	حدیث "من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ" کی تحقیق اور تخریج	73
24	حدیث مذکور کے فوائد	77
	٣۔ بَابٌ	79
25	خمر پینے والے کو مارنے کے متعلق احادیث کا بیان	79
26	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	79

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
27	صحیح البخاری:۶۷۷۳، کی شرح از علامہ عینی	79
28	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	79
29	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	79
30	خمر پینے والے کی حد کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	80
31	شراب نوشی کی حد کے متعلق دیگر احادیث	81
	۴- باب	83
32	گھر میں حد مارنے کا بیان	83
33	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	83
34	صحیح البخاری:۶۷۷۴، کی شرح از علامہ عینی	83
35	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	84
36	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	84
37	حدیث مذکور کے معانی	84
38	حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	84
39	کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کی ممانعت	85
40	فسق کا ارتکاب اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے مانع نہیں ہے	85
	۵- باب	85
41	شراب پینے والوں کو درخت کی چھلی ہوئی شاخوں اور جوتوں سے مارنے کا بیان	85
42	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	85
43	صحیح البخاری:۶۷۷۵، کی شرح از علامہ عینی	86
44	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	86
45	صحیح البخاری:۶۷۷۶، کی شرح از علامہ عینی	87
46	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	87
47	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	87
48	صحیح البخاری:۶۷۷۷، کی شرح از علامہ عینی	87
49	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	88
50	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	88
51	حدیث مذکور کے معانی	88
52	اس حدیث میں مارنے کا عدد ذکر نہ کرنے کی توجیہ	88
53	بد دعا سے منع کرنے کی توجیہ	88
54	صحیح البخاری:۶۷۷۸، کی شرح از علامہ عینی	89
55	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	89
56	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	89
57	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	89
58	حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب	90
59	حدیث مذکور کے معانی	90
60	خمر کی حد کے عدمِ تعین پر ایک اعتراض	90
61	اعتراضِ مذکور کا علامہ عینی کی طرف سے جواب	91
62	خمر پینے والا اگر حد جاری کرنے سے مر جائے تو اس کی دیت اور تاوان میں فقہاء کا اختلاف	91
63	صحیح البخاری:۶۷۷۹، کی شرح از علامہ عینی	92
64	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	92
65	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	92
66	حدیث مذکور کے معانی	93
67	صحیح البخاری:۶۷۷۹-۶۷۷۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	93
68	خمر پینے کی حد کے متعلق متعدد روایات	93
69	خمر کی حد میں اختلافِ فقہاء	96
70	حالتِ نشہ میں حد قائم کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	98
71	چوتھی بار خمر پینے پر قتل کے حکم کے متعلق فقہاء کے اقوال	98
72	اگر امام کے حد جاری کرنے سے کوئی شخص مر	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	جائے تو اس کے متعلق فقہاء کے اقوال	100
	٦۔ باب	101
73	خمر پینے والے پر لعنت کرنے کا مکروہ ہونا اور یہ کہ وہ ملتِ اسلام سے خارج نہیں ہے	101
74	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	101
75	اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سے معصیت کے مرتکبین پر لعنت فرمائی ہے	101
76	صحیح البخاری: ٦٧٨٠، کی شرح از علامہ عینی	102
77	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	102
78	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	102
79	حدیث مذکور کے معانی	102
80	صحیح البخاری: ٦٧٨١، کی شرح از علامہ عینی	104
81	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	104
82	ظالموں اور فاسقوں کے خلاف بد دعا کرنے کے جواز کے متعلق بحث ونظر	104
83	ظالموں اور فاسقوں کے خلاف دعائے ضرر کرنے کے جواز کے متعلق احادیث	105
84	مسلمان پر لعنت کرنے کی تحقیق	107
85	مسلمان پر لعنت کرنے کی ممانعت میں دیگر احادیث	107
86	لعنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	109
87	علامہ تفتازانی کا یزید پر لعنت کرنے کو جائز قرار دینا	109
88	امام غزالی کا یزید پر لعنت کرنے کو ناجائز قرار دینا	111
	٧۔ باب	112
89	چور جس حالت میں چوری کرے، اس کا بیان	112
90	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	112
91	صحیح البخاری: ٦٧٨٢، کی شرح از علامہ عینی	112
92	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	113
93	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	113
	٨۔ باب	113
94	جب چور کا نام نہ لیا جائے تو اس پر لعنت کرنے کا بیان	113
95	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	113
96	صحیح البخاری: ٦٧٨٣، کی شرح از علامہ عینی	114
97	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	114
98	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	114
99	حدیث مذکور کے معانی	114
100	علامہ کرمانی کے اس قول کا رد کہ بیضۃ سے مراد تین دراہم کی چوری ہے	115
101	حدیث مذکور میں بیضۃ کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی علامہ خطابی کی طرف سے توجیہ	115
102	اس حدیث میں بیضۃ سے مراد انڈا لینے کی متعدد نظائر	116
103	خوارج کا مذہب ہے کہ مطلقاً چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور ان کا رد	116
104	صحیح البخاری: ٦٧٨٣، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	116
105	آل عمران: ١٢٨ کی تفسیر از مصنف	117
	٩۔ باب	118
106	حدود کے کفارہ ہونے کا بیان	118
107	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	118
108	صحیح البخاری: ٦٧٨٤، کی شرح از علامہ عینی	119
109	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	119
110	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	119
111	حدیث مذکور کے معانی	120
112	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	"میں نہیں جانتا کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں یا نہیں" اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں	120
113	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متاخر ہونے پر اعتراض کا جواب	120
114	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تقاضا ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں اور آیت محاربہ کا تقاضا ہے کہ حدود کفارہ نہیں ہوتیں، اس اعتراض کا جواب	121
115	حدیث مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین	122
116	عقبۂ اولیٰ اور عقبۂ ثانیہ کا بیان	122
117	عقبۂ اولیٰ کی بیعت میں شریک انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسماء	123
118	عقبۂ ثانیہ کی بیعت کے وقت بعض انصار کے اسماء	123
119	مدینہ منورہ میں پہلی نمازِ جمعہ کا بیان	123
120	بارہ نقباء کے اسماء	124
121	حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	124
122	حدود کے کفارہ ہونے کی تحقیق	124
	۱۰- باب	124
123	مومن کی پیٹھ محفوظ ہے، ہاں جب وہ کوئی ایسا کام کرے جس پر حد واجب ہو یا کسی آدمی کا حق ہو تو اس کی پیٹھ پر کوڑے لگائے جاسکتے ہیں	124
124	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	125
125	صحیح البخاری: ۶۷۸۵، کی شرح از علامہ عینی	126
126	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	126
127	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	126
128	حدیث مذکور کے معانی	127
129	اس حدیث میں مذکور ہے "کفارا یضرب بعضکم	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	رقاب بعض" اس کے معنی میں سات اقوال	127
	۱۱- باب	128
130	حدود کو قائم کرنا اور اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کا انتقام لینا	128
131	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	128
132	صحیح البخاری: ۶۷۸۶، کی شرح از علامہ عینی	129
133	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	129
134	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	129
135	حدیث مذکور کے معانی	129
136	رسول اللہ ﷺ کو کس کی جانب سے اختیار دیا گیا تھا، اس میں فقہاء کے اقوال	129
137	صحیح البخاری: ۶۷۸۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	130
138	جن دو کاموں کے درمیان آپ کو اختیار دیا گیا، اس سے مراد دنیاوی امور ہیں یا اخروی امور ہیں؟	130
139	ان امور کا بیان جن میں رسول اللہ ﷺ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے	130
140	ان امور کا بیان جن میں انتقام لینا آپ پر واجب تھا	131
141	صحیح البخاری: ۶۷۸۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	131
142	دنیاوی معاملات میں مسلمانوں کے لیے اختیار ہونا اور شرعی امور میں اختیار کا نہ ہونا	131
	۱۲- باب	131
143	معزز اور پسماندہ پر حدود کو قائم کرنا	131
144	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	132
145	صحیح البخاری: ۶۷۸۷، کی شرح از علامہ عینی	132
146	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	132
147	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	133
148	حدیث مذکور کے معانی	133
149	شریف اور وضیع کے معنی اور جس عورت کی سفارش	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کی گئی تھی اس کا نام	133
150	صحیح البخاری: ۶۷۸۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	133
151	معزز اور غیر معزز پر حد جاری کرنے کا بیان	133
152	اپنے رشتہ داروں پر حدود قائم کرنے کے متعلق آثار	134
	۱۳- بَابٌ	135
153	جب سلطان کے پاس مقدمہ پیش کر دیا جائے تو پھر حد کے متعلق سفارش کا مکروہ ہونا	135
154	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	135
155	صحیح البخاری: ۶۷۸۸، کی شرح از علامہ عینی	136
156	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	136
157	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	136
158	حدیث مذکور کے معانی	136
159	چوری کرنے والی عورت کا نام	137
160	جس چیز کو چرایا تھا اس کا بیان	137
161	عاریۃً لی ہوئی چیز کے انکار پر ہاتھ کاٹنے میں فقہاء کا اختلاف	137
162	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	138
163	علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	138
164	صحیح البخاری: ۶۷۸۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	138
165	جب امام تک کسی حد کا مقدمہ پہنچ جائے تو اس کی شفاعت کے متعلق فقہاء کے اقوال	138
166	عاریۃً لی ہوئی چیز کا انکار کرنے پر حد قائم کرنے میں اختلاف فقہاء	140
167	چوری کرنے والی عورت کا نام	141
168	صحیح البخاری: ۶۷۸۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	141

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
169	زمانہ جاہلیت میں چوری کے جرم پر ہاتھ کاٹنے کا دستور	141
170	المخزومیہ کی چوری کے متعلق متعدد روایات اور ان میں تطبیق	141
171	امام اور حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے سے پہلے شفاعت کرنے کا ثبوت	142
172	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی تخصیص کی توجیہ	143
	۱۴- بَابٌ	143
173	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو	143
174	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	144
175	بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	144
176	بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	145
177	بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	145
178	صحیح البخاری: ۶۷۸۹، کی شرح از علامہ عینی	146
179	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	146
180	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	146
181	حدیث مذکور کے معانی	147
182	چوتھائی درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	147
183	دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	147
184	دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق احادیث	147
185	صحیح البخاری: ۶۷۹۰، کی شرح از علامہ عینی	148
186	حدیثِ مذکور سے فقہاء شافعیہ کا استدلال	148
187	فقہاء شافعیہ کی دلیل پر امام طحاوی کا اعتراض	148
188	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	149

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
189	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی عبارت کو رد کرنا	149
190	علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	149
191	صحیح البخاری: ۶۷۹۱، کی شرح از علامہ عینی	150
192	فقہاء احناف کا حدیثِ مذکور سے استدلال کا جواب	150
193	صحیح البخاری: ۶۷۹۲، کی شرح از علامہ عینی	151
194	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	151
195	حدیث مذکور کے معانی	151
196	صحیح البخاری: ۶۷۹۳، کی شرح از علامہ عینی	152
197	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	152
198	حدیث مذکور کے معانی	152
199	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	152
200	صحیح البخاری: ۶۷۹۴، کی شرح از علامہ عینی	153
201	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	154
202	صحیح البخاری: ۶۷۹۵، کی شرح از علامہ عینی	154
203	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	154
204	صحیح البخاری: ۶۷۹۶، کی شرح از علامہ عینی	155
205	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	155
206	صحیح البخاری: ۶۷۹۷، کی شرح از علامہ عینی	156
207	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	156
208	صحیح البخاری: ۶۷۹۸، کی شرح از علامہ عینی	156
209	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	156
210	صحیح البخاری: ۶۷۸۳، کی شرح از علامہ عینی	157
211	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	157
212	حدیث مذکور کے اس باب میں اعادہ کی توجیہ	157
213	بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	157
214	چوری پر چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم محکم ہے اور اس کی مقدار مجمل ہے	158
215	بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	158
216	کتنے مال کی چوری پر ہاتھ کاٹنا واجب ہے، اس کے متعلق فقہاء کے مذاہب	158
217	بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	160
218	دس درہم اور تین درہم کی چوری کی مالیت پر ہاتھ کاٹنے کی حدیثوں میں تطبیق	160
219	ہاتھ کاٹنے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ مال محفوظ جگہ پر ہو	161
220	مُختَلِس (جھپٹ کر کوئی چیز چھیننے والا) کے ہاتھ کاٹنے میں فقہاء کا اختلاف	162
221	جن لوگوں کی چوری پر ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا	163
222	ہاتھ اور پیر کو کاٹنے کی صفت میں اختلاف	163
223	تیسری بار چوری کرنے پر ہاتھ اور پیر کاٹنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف	164
224	چوری پر ہاتھ کاٹنے کے نصاب کے متعلق فقہاء احناف کے موقف پر دلائل	164
225	کم از کم دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق احادیث اور آثار	165
	۱۵- بَابٌ	168
226	چور کی توبہ کا بیان	168
227	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	168
228	صحیح البخاری: ۶۷۸۴، کی شرح از علامہ عینی	169
229	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	169
230	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	169
231	صحیح البخاری: ۶۸۰۱، کی شرح از علامہ عینی	170
232	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	170

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
233	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	170
	۸۷۔ كِتَابُ الْمُحَارِبِيْنَ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ وَالرِّدَّةِ	171
234	کفار اور مرتدین میں سے جنگ کرنے والوں کے احکام کا بیان	171
235	علامہ بدرالدین عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	171
236	حافظ ابن حجر عسقلانی کی مکمل عبارت	171
237	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح پر تعاقب	172
238	حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کو رد کرنا	172
	۱۶۔ بَابٌ	172
239	کفار اور مرتدین سے جنگ کرنے والوں کے احکام کا بیان	172
240	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	173
241	آیت مذکورہ کے متعلق فقہاء کے اقوال کی ترتیب	173
242	صحیح البخاری: ۶۸۰۲، کی شرح از علامہ عینی	174
243	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	174
244	حدیث مذکور کے معانی	175
245	صحیح البخاری: ۶۸۰۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	175
246	اس پر دلائل کہ آیت محاربہ مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے نہ کہ کفار اور مرتدین کے متعلق	175
247	صحیح البخاری: ۶۸۰۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	177
248	محاربین اگر کفار ہوں یا مسلمان ہوں تو ان کے الگ الگ احکام	178

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۷۔ بَابٌ	178
249	نبی ﷺ نے مرتدین میں سے محاربین کے زخموں پر (گرم تیل سے) داغ نہیں لگایا حتی کہ وہ ہلاک ہو گئے	178
250	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	178
251	صحیح البخاری: ۶۸۰۳، کی شرح از علامہ عینی	179
252	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	179
253	حدیث مذکور کے معانی	179
254	صحیح البخاری: ۶۸۰۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	179
	مجرموں کو مثلہ کرنے کے متعلق روایات اور فقہاء کی آراء	179
	۱۸۔ بَابٌ	181
255	مرتدین محاربین کو پانی نہیں پلایا گیا حتی کہ وہ مر گئے	181
256	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	181
257	صحیح البخاری: ۶۸۰۴، کی شرح از علامہ عینی	182
258	حدیث مذکور کے معانی	182
259	صحیح البخاری: ۶۸۰۴، کی شرح از علامہ ابن بطال	182
260	عرنیین کو پیاس کے وقت پانی نہ پلانے کی توجیہ	183
261	صحیح البخاری: ۶۸۰۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	184
262	عرنیین کو سخت سزا دینے اور ان پر رحم نہ فرمانے کی توجیہ از مصنف	184
	۱۹۔ بَابٌ	184
263	نبی ﷺ کا محاربین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنا	184
264	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	184
265	صحیح البخاری: ۶۸۰۵، کی شرح از علامہ عینی	185
266	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	185

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
267	حدیث مذکور کے معانی	185
268	عرنیین کو پیشاب پلانے کا حکم دینے کی توجیہ از مصنف	186
269	صحیح البخاری: ۶۸۰۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	186
270	عرنیین کو محاربین میں شامل کرنے پر ایک اشکال کا جواب	186
	۲۰۔ باب	187
271	جس نے بے حیائی کے کام ترک کیے، اس کی فضیلت	187
272	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	187
273	صحیح البخاری: ۶۸۰۶، کی شرح از علامہ عینی	188
	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	188
274	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	188
275	حدیث مذکور کے معانی	188
276	صحیح البخاری: ۶۸۰۷، کی شرح از علامہ عینی	190
277	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	190
278	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	190
279	حدیث مذکور کے معانی	190
280	صحیح البخاری: ۶۸۰۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	190
281	امامِ عادل کا بیان	190
282	جوانی میں عبادت کرنے کی فضیلت	191
283	تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے رونے کی فضیلت	191
284	اللہ تعالیٰ کی محبت سے لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے کی فضیلت	192
285	اللہ تعالیٰ کے خوف کے سبب سے گناہ ترک کرنے کی فضیلت	192
286	خفیہ طریقہ سے صدقہ کرنے کی فضیلت	193
	۲۱۔ باب	193
287	زنا کرنے والوں کے گناہ کا بیان	193
288	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	193
289	الفرقان: ۶۸ کی تفسیر از مصنف	194
290	حضرت وحشی کے اسلام لانے کا واقعہ	194
291	زنا کے گناہ کے بیان میں ایک اور حدیث	195
292	زنا کے قریب نہ جانے کا محمل	195
293	صحیح البخاری: ۶۸۰۸، کی شرح از علامہ عینی	196
294	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	196
295	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	196
296	حدیث مذکور کے معانی	196
297	صحیح البخاری: ۶۸۰۹، کی شرح از علامہ عینی	197
298	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	197
299	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	197
300	بندہ کے دل سے ایمان نکلنے کی تمثیل	197
301	صحیح البخاری: ۶۸۱۰، کی شرح از علامہ عینی	198
302	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	198
303	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	198
304	حدیث مذکور کے معانی	198
305	صحیح البخاری: ۶۸۱۱، کی شرح از علامہ عینی	199
306	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	199
307	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	199
308	حدیث مذکور کے معانی	200
309	پڑوسی کی بیوی سے زنا کو زیادہ بڑا گناہ قرار دینے کی توجیہ	200
310	زنا کی مذمت میں احادیث	200
311	لواطت کی مذمت میں قرآن مجید کی آیات	201
312	لواطت کی مذمت میں احادیث	202

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۲۔ باب	202
313	شادی شدہ کو سنگسار کرنے کا بیان	202
314	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	202
315	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	203
316	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ ابن ملقن	203
317	محارم کے ساتھ زنا کی سزا کا بیان	204
318	محارم کے ساتھ نکاح کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے موقف کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات اور توجیہات	205
319	محارم کے ساتھ نکاح کی بحث میں حرف آخر	208
320	صحیح البخاری: ٦٨١٢، کی شرح از علامہ عینی	208
321	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	208
322	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	209
323	شعبی کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کا منقطع ہونا	209
324	کوڑوں اور رجم کو جمع کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف	209
325	صحیح البخاری: ٦٨١٢، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	210
326	کوڑوں اور رجم کو جمع کرنے کی تحقیق	210
327	صحیح البخاری: ٦٨١٣، کی شرح از علامہ عینی	212
328	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	212
329	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	212
330	سورۃ النور کے نازل ہونے کے بعد رجم کرنے پر دلیل	212
331	صحیح البخاری: ٦٨١٤، کی شرح از علامہ عینی	213
332	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	213
333	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	213
334	حدیث مذکور کے معانی	213

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
335	قاضی کے سامنے زنا کا چار مرتبہ اقرار کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف	213
336	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	214
337	رجم کے ثبوت میں دلائل	214
338	قرآن مجید سے رجم کا ثبوت	215
339	رجم کی احادیث متواترہ	216
	۲۳۔ باب	217
340	دیوانے مرد اور دیوانی عورت کو رجم نہ کرنے کا بیان	217
341	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	217
342	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	217
343	صحیح البخاری: ٦٨١٦، کی شرح از علامہ عینی	218
344	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	218
345	حدیث مذکور کے معانی	219
346	صحیح البخاری: ٦٨١٥۔٦٨١٦، کی شرح از علامہ ابن ملقن	219
347	جس کو رجم کیا جا رہا ہے، اگر وہ رجم کے دوران بھاگے تو اس پر رجم کو مکمل کیا جائے گا یا نہیں؟	219
348	اگر زنا کرنے والا زنا کے اقرار کے بعد اپنے اقرار سے رجوع کرلے تو اس کا رجوع قبول کیا جائے گا یا نہیں؟	220
349	حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی مغفرت کی متعلق مختلف روایات	221
350	صحیح البخاری: ٦٨١٥۔٦٨١٦، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	222
351	حدیث مذکور کے چند اہم فوائد	223
352	(۱) جس شخص سے زنا کا فعل سرزد ہو جائے، اس کے لیے اپنا پردہ رکھنے اور تنہائی میں توبہ کرنے کا استحباب	223

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
353	(۲) جس شخص نے علانیہ اور ظاہر اً بدکاری کی ہو، اس کے معاملہ کا قاضی کے پاس پیش کرنے کا استحباب	223
354	(۳) جو شخص زنا کا اعتراف کرے اس کو تلقین کرنے کا استحباب	224
355	(۴) امام کے سامنے بے حیائی کے فعل کے اقرار کرنے کا استحباب	224
356	(۵) امام کے سامنے جب کوئی شخص زنا کا اعتراف کرے تو امام کے اس سے تفتیش کرنے کا بیان	224
357	(۶) جس شخص سے کوئی معصیت سرزد ہو جائے تو اس کے نادم ہونے اور توبہ کرنے کا بیان	224
358	(۷) چار مرتبہ اقرار کرنے کے دلائل	224
359	(۸) چار مرتبہ اقرار کے لیے مجالس کے متعدد ہونے میں فقہاء کے مذاہب	225
360	(۹) الغامدیہ اور مزدور کے قصہ میں دوبارہ سوال نہ کرنے کی توجیہ	225
361	(۱۰) رجم کے وقت مرجوم کے لیے گڑھا کھودنے کے متعلق مذاہب	225
362	(۱۱) جس نے زنا کا اقرار کیا اس کو قید میں رکھنے کا بیان	226
	۲۴۔ باب	226
363	زانی کو پتھر مارنے کا بیان	226
364	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	226
365	صحیح البخاری: ۶۸۱۷، کی شرح از علامہ عینی	226
366	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	226
367	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	227
368	صحیح البخاری: ۶۸۱۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	227
369	محاورات عرب سے اس حدیث کی توجیہ	227
	۲۵۔ باب	227
370	البلاط میں رجم کرنا	227
371	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	228
372	صحیح البخاری: ۶۸۱۹، کی شرح از علامہ عینی	228
373	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	229
374	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	229
375	حدیث مذکور کی دیگر روایات	229
376	حدیث مذکور کے معانی	230
377	اہلِ کتاب کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	230
378	یہودیوں کو رجم کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف	231
379	صحیح البخاری: ۶۸۱۹، کی شرح از علامہ ابن بطال	232
380	جس یہودی مرد اور یہودیہ عورت نے زنا کیا تھا، آیا وہ اہلِ ذمہ میں سے تھے یا اہلِ حرب میں سے تھے؟	232
381	جس کو رجم کیا جائے، اس کے لیے گڑھا کھودا جائے گا یا نہیں؟	233
382	رجم کے وقت مرد اور عورت کو کھڑا کر کے رجم کیا جائے گا یا بٹھا کر؟ اس میں فقہاء کے اقوال	233
383	صحیح البخاری: ۶۸۱۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	234
384	حدیثِ مذکور کے فوائد	234
	۲۶۔ باب	235
385	عید گاہ میں رجم کرنا	235
386	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	235
387	صحیح البخاری: ۶۸۲۰، کی شرح از علامہ عینی	236
388	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	236
389	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	236
390	حدیث مذکور کے معانی	236

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
391	حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق کلماتِ خیر کا بیان	237
392	حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے نمازِ جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے متعلق دو روایتوں کی تحقیق اور تطبیق	237
393	صحیح البخاری: ۶۸۲۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	238
394	زانی کو توبہ کی تلقین	238
395	شادی شدہ شخص کو کوڑے مارے بغیر رجم کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	238
396	زانی کو صرف رجم کرنے اور کوڑے نہ مارنے کے قائلین پر معارضہ	239
397	زانی کو رجم کرنے کے پتھروں کی مقدار اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا بیان	241
398	شادی شدہ زانی کو کوڑے مارنے اور رجم کے جمع کے منسوخ ہونے پر مزید دلائل	241
399	حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	242
	۲۷۔ باب	243
400	جس نے حد سے کم درجہ کا گناہ کیا، پھر امام کو خبر دی گئی کہ جب اس نے اس کے متعلق سوال کیا تو اس کے توبہ کرنے کے بعد اس کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی	243
401	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	243
402	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	244
403	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	244
404	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	244
405	باب مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	244
406	صحیح البخاری: ۶۸۲۱، کی شرح از علامہ عینی	245
407	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	245
408	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	245

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
409	صحیح البخاری: ۶۸۲۲، کی شرح از علامہ عینی	246
410	حدیث مذکور کے معانی	246
411	صحیح البخاری: ۶۸۲۲، کی شرح از علامہ ابن بطال	247
412	توبہ سے حد کے عدمِ سقوط پر دلائل	247
413	صحیح البخاری: ۶۸۲۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	248
414	ہرن کا شکار کرنے والے محرم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سزا نہ دینے کا پس منظر اور پیش منظر	248
415	شکار کی جزاء میں اس کی مثلِ صوری ضروری ہے یا اس کی قیمت؟	248
	۲۸۔ باب	250
416	جب کوئی شخص حد کا اقرار کرے اور اس جرم کا بیان نہ کرے جس کی وجہ سے حد لازم ہو، تو کیا امام کے لیے اس کا پردہ رکھنا جائز ہے؟	250
417	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	250
418	صحیح البخاری: ۶۸۲۳، کی شرح از علامہ عینی	251
419	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	251
420	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	251
421	حدیث مذکور کے معانی	251
422	صحیح البخاری: ۶۸۲۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	252
423	جس شخص نے حد کا اقرار کیا اس پر حد قائم نہ کرنے کی توجیہ	252
424	صحیح البخاری: ۶۸۲۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	252
425	حدیث مذکور میں حد قائم نہ کرنے کی توجیہات	252
426	صحیح البخاری: ۶۸۲۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	253
427	حدیث مذکور میں اس شخص پر حد قائم نہ کرنے کی توجیہ	253

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۹۔باب	254
428	کیا امام زنا کا اقرار کرنے والے سے یہ کہے کہ شاید کہ تم نے چھوا ہو یا اشارہ کیا ہو؟	254
429	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	254
430	صحیح البخاری:۶۸۲۴، کی شرح از علامہ عینی	255
431	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	255
432	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	255
433	حدیث مذکور کے معانی	255
434	صحیح البخاری:۶۸۲۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	255
435	زنا کا اقرار کرنے والے کو تلقین کرنے کی حکمت	255
436	حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی رجم کرنے سے	
437	پہلے تلقین کرنے کے شواہد	256
	چور کو تلقین کرنے کے صحابہ کرام سے شواہد	256
	۳۰۔بَابٌ	259
438	اقرار کرنے والے سے امام کا یہ سوال کرنا کہ کیا تم شادی شدہ ہو؟	259
439	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	259
440	صحیح البخاری:۶۸۲۵، کی شرح از علامہ عینی	260
441	حدیث مذکور کے معانی	260
442	صحیح البخاری:۶۸۲۶، کی شرح از علامہ عینی	260
443	صحیح البخاری:۶۸۲۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	261
444	زنا کا اقرار کرنے والے سے امام کے اس سوال کرنے کی توجیہ کہ کیا تم شادی شدہ ہو؟	261
445	جب زنا کرنے والے کا نہ اقرار سنا گیا ہو اور نہ انکار تو اس کے متعلق فقہاء مالکیہ کے اقوال	261
	۳۱۔بَابٌ	262
446	زنا کے اعتراف کرنے کا بیان	262
447	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	262

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
448	صحیح البخاری:۶۸۲۷۔۶۸۲۸، کی شرح از علامہ عینی	263
449	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	263
450	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	263
451	حدیث مذکور کے معانی	263
452	اس سوال کا جواب کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی کتاب سے ہی فیصلہ فرماتے تھے تو ایک فریق نے یہ کیوں کہا کہ آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کیجئے؟	264
453	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں فتویٰ دینے والے صحابہ کے اسماء	265
454	حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کے نام کی تحقیق	265
455	اس سوال کا جواب کہ زانی کی حد تجسس اور چھان بین سے ثابت نہیں ہوتی، پھر حضرت انیس رضی اللہ عنہ کو اس عورت سے زنا کا سوال کرنے اور پھر حد جاری کرنے کا حکم کیوں دیا؟	265
456	حدیثِ مذکور کے فوائد	266
457	صحیح البخاری:۶۸۲۹، کی شرح از علامہ عینی	267
458	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	267
459	حدیث مذکور کے معانی	267
460	صحیح البخاری:۶۸۲۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	267
461	حدیث مذکور کے فوائد	268
462	(۱) حدیث میں مذکور دونوں فریقوں نے ایک فریق کے بیٹے کے متعلق کہا کہ اس نے دوسرے فریق کی بیوی سے زنا کیا ہے، تو ان دونوں کو قاذف نہ قرار دینے کی توجیہ	268
463	(۲) کنوارے زانی کو کوڑے مارنے اور شہر بدر کرنے میں فقہاء کا اختلاف	268

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
464	(۳) شادی شدہ زانی کو صرف رجم کرنے کا ثبوت نہ کہ اس کو کوڑے بھی مارے جائیں	268
465	(۴) حاکم کا دو فریقوں میں سے کسی ایک فریق کے بیان سننے کا جواز	268
466	(۸) اگر امام کے سامنے کسی پر زنا کی تہمت لگائی جائے تو امام اس وقت تک اس پر حدِ قذف جاری نہیں کرے گا جب تک کہ مقذوف اس کا مطالبہ نہ کرے	269
467	(۹) ایک مرد کسی معین عورت کے ساتھ زنا کا اقرار کرے اور وہ عورت منکر ہو تو آیا اس مرد پر زنا کی حد جاری ہوگی یا اس پر حدِ قذف جاری ہوگی؟ اس میں فقہاء کا اختلاف	269
	۳۲۔ باب	270
468	زنا سے حاملہ عورت کو رجم کرنا جب کہ وہ شادی شدہ ہو	270
469	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	270
470	صحیح البخاری: ۶۸۳۰، کی شرح از علامہ عینی	276
471	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	277
472	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	277
473	حدیث مذکور کے معانی	277
474	صحیح البخاری: ۶۸۳۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	281
475	زنا سے حاملہ عورت کو رجم کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف	282
476	مسافرہ حاملہ کے رجم کے متعلق فقہاء کا اختلاف	282
477	کبیر کے صغیر سے حصولِ علم پر دلیل	282
478	قریش کے لیے خلافت کا استحقاق	283
479	سلطان کو مشورہ دینے پر دلیل	283
480	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اچانک بیعت ہونے کی توجیہ	284
481	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے خلاف دعا	285
482	صحیح البخاری: ۶۸۳۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	285
483	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے استحقاقِ خلافت پر مزید دلائل	286
484	صحیح البخاری: ۶۸۳۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	286
485	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی علمی فضیلت	286
486	خلیفۂ وقت کا اپنی رعایا کو شر انگیزیوں سے محفوظ رکھنا	286
487	شادی شدہ کو رجم کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلقین	287
488	رسول اللہ ﷺ کی تعریف وتوصیف میں غلو کرنے کی ممانعت	288
489	رسول اللہ ﷺ کی شان میں غلو کی ممانعت کے متعلق شیخ ابن عثیمین کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	289
490	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے بعض صحابہ کے توقف کی توجیہ	292
491	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی سوانح	293
492	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق احادیث	296
	۳۳۔ باب	298
493	دو کنواروں کو کوڑے لگائے جائیں گے اور شہر بدر کیا جائے گا	298
494	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	298
495	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	300
496	صحیح البخاری: ۶۸۳۱، کی شرح از علامہ عینی	300
497	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	300
498	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	300
499	حدیث مذکور کے معانی	300

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
500	ایک سال شہر بدر نہ کرنے پر علامہ ابن الملقن شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	300
501	علامہ بدرالدین عینی حنفی کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب	301
502	جس شہر کی طرف نکالا جائے، اس شہر کی مسافت کے متعلق فقہاء کے اقوال	301
503	صحیح البخاری: ۶۸۳۲، کی شرح از علامہ عینی	301
504	کوڑے مارنے اور شہر بدر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	302
505	صحیح البخاری: ۶۸۳۳، کی شرح از علامہ عینی	303
506	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	303
507	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	303
508	صحیح البخاری: ۶۸۳۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	303
509	طائفة اور جماعت کے متعلق متعدد اقوال اور روایات	303
510	الحجرات: ۹ کی تفسیر از مصنف	304
	۳۴۔ باب	305
511	نافرمانوں اور ہیجڑوں کو شہر بدر کرنا	305
512	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	305
513	صحیح البخاری: ۶۸۳۴، کی شرح از علامہ عینی	306
514	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	307
515	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	307
516	حدیث مذکور کے معانی	307
517	صحیح البخاری: ۶۸۳۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	307
518	نافرمانوں اور قوم لوط کا عمل کرنے والوں پر لعنت اور تعزیر کا بیان	307
519	صحیح البخاری: ۶۸۳۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	308
520	عورتوں کی مشابہت کرنے والے ہیجڑوں کی سزا کا بیان	308
521	صحیح البخاری: ۶۸۳۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	308
	ہیجڑوں پر وعید کا سبب	309
	۳۵۔ باب	309
522	جب امام غائب ہو تو اس نے کسی دوسرے کو حد قائم کرنے کا حکم دیا	309
523	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	309
524	صحیح البخاری: ۶۸۳۵۔۶۸۳۶، کی شرح از علامہ عینی	310
525	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	310
526	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	310
527	حدیث مذکور کے معانی	310
528	صحیح البخاری: ۶۸۳۵۔۶۸۳۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	311
529	حاکم کے قائم مقام کا مقدمات کے فیصلہ کرنے کا بیان	311
	۳۶۔ باب	312
530	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	312
531	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	312
532	النساء: ۲۵ کے بعض مشکل جملوں کی تفسیر از علامہ عینی	313
533	متعہ کے عدم جواز کی دلیل	314
534	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	314
535	مسلمان آزاد مرد کے باندیوں کے ساتھ نکاح کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	314
536	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	315

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
537	احسان کے معنی میں قرآن وسنت میں بہ ظاہر تعارض اوران میں تطبیق	315
538	باب مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین	317
539	شیخ ابن عثیمین کا شیخ ابن تیمیہ حنبلی پر رد کرنا	317
	۳۶۔ باب	317
540	جب باندی زنا کرے تو اس کی سزا کا بیان	317
541	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	317
542	صحیح البخاری: ۶۸۳۷۔۶۸۳۸، کی شرح از علامہ عینی	318
543	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	318
	حدیث مذکور کے معانی	318
544	باندیوں کے احصان کا معنی	318
545	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح	319
546	اس کی تحقیق کہ باندی کے تین بار زنا کے بعد اس کو فروخت کیا جائے یا اس کے چار بار زنا کرنے کے بعد؟	319
547	حدیثِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	320
548	امام مالک کی روایت کی تقویت اور تاکید	320
549	غلام اور باندی پر حد قائم کرنے کا متولی کون ہے؟ اس میں فقہاء کے اقوال	320
550	حدیثِ مذکور کے فوائد	322
	۳۷۔ باب	323
551	اس کا بیان کہ جب باندی زنا کرے تو اس کو نہ ملامت کی جائے اور نہ شہر بدر کیا جائے	323
552	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	323
553	صحیح البخاری: ۶۸۳۹، کی شرح از علامہ عینی	324
554	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	324
555	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	324
556	حدیث مذکور کے معانی	324
557	مالک کے اپنے غلاموں پر حد قائم کرنے میں فقہاء کے اقوال	324
558	بیع التغابن کا حکم	324
559	تاجروں کے غبنِ فاحش کے وقت چیزوں کی قیمتیں مقرر کرنے کا جواز	326
560	صحیح البخاری: ۶۸۳۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	326
	۳۸۔ باب	327
561	اہلِ ذمہ کے احکام اور ان کے احصان کا بیان جب وہ زنا کریں اور ان کا مقدمہ امام کے پاس پیش کیا جائے	327
562	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	327
563	اہلِ ذمہ کے احصان کے متعلق فقہاء کے اقوال	328
564	اہلِ ذمہ پر حکم کے وجوب کے متعلق فقہاء کا اختلاف	328
565	صحیح البخاری: ۶۸۴۰، کی شرح از علامہ عینی	329
566	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	329
567	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	329
568	حدیثِ مذکور کے معانی	329
569	صحیح البخاری: ۶۸۴۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	330
570	جس یہودی مرد اور یہودیہ عورت کو رجم کیا گیا، ان کا تذکرہ	330
571	یہودیوں کو رجم کرنے کا واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ ابتداءً مدینہ میں آئے تھے	331
572	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	331
573	سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کرنے پر دلیل	332

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
574	صحیح البخاری: ۶۸۴۱، کی شرح از علامہ عینی	333
575	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	333
576	حدیث مذکور کے معانی	334
577	حدیث مذکور کے فوائد	334
578	حدیث مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین	334
579	اہلِ ذمہ کی تعریف	334
580	صحیح البخاری: ۶۸۴۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	335
581	اہلِ ذمہ کے احصان کے متعلق فقہاء کے اقوال	335
582	اس دور میں اہلِ کتاب کے زانیوں کی سزا کا بیان	337
	۳۹۔ باب	337
583	اس کا بیان کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی پر یا دوسرے کی بیوی پر حاکم کے سامنے اور لوگوں کے سامنے زنا کی تہمت لگائے، تو کیا حاکم پر واجب ہے کہ وہ اس عورت کی طرف کسی ایسے شخص کو بھیجے جو اس عورت سے اس کے متعلق سوال کرے جس کی اس عورت پر تہمت لگائی گئی ہے؟	337
584	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	337
585	صحیح البخاری: ۶۸۴۲، ۶۸۴۳، کی شرح از علامہ عینی	339
586	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	339
587	صحیح البخاری: ۶۸۴۲، ۶۸۴۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن	339
588	جب کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائی جائے تو حاکم پر اس کی تحقیق کا وجوب	339
	۴۰۔ بَابٌ	339
589	حاکم کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اپنے گھر والوں یا کسی اور کو تادیباً سزا دے یا تنبیہ کرے	339
590	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	340

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
591	علامہ بدرالدین عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	340
592	حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے علامہ عینی کے اعتراض کا جواب	340
593	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	341
594	صحیح البخاری: ۶۸۴۴، کی شرح از علامہ عینی	342
595	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	342
596	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	342
597	حدیث مذکور کے معانی	342
598	صحیح البخاری: ۶۸۴۵، کی شرح از علامہ عینی	343
599	حدیث مذکور کے معانی	343
600	صحیح البخاری: ۶۸۴۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	343
601	حدیث مذکور کے فوائد	343
602	صحیح البخاری: ۶۸۴۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	344
603	حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بیان	344
	۴۱۔ بَابٌ	344
604	اس کا بیان کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھا تو اس کو قتل کر دیا	344
605	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	344
606	اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے پاس کسی اجنبی مرد کو دیکھ کر اس کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص لینے کے متعلق فقہاء کے اقوال	345
607	صحیح البخاری: ۶۸۴۶، کی شرح از علامہ عینی	346
608	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	346
609	غیرت کے نام پر قتل کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	346
610	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	346

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
611	حدیث مذکور کے معانی	347
612	صحیح البخاری:۶۸۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	347
613	سدِ ذرائع اور قطعِ اسباب کی دلیل	347
	۴۲۔ باب	349
614	کنایہ کا بیان	349
615	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	349
616	صحیح البخاری:۶۸۴۷، کی شرح از علامہ عینی	349
617	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	349
618	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	350
619	حدیث مذکور کے معانی	350
620	کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگانے میں فقہاء کے اقوال	350
621	صحیح البخاری: ۶۸۴۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	351
622	کنایہ اور تعریض کے ساتھ زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے حد قذف کے لازم ہونے میں فقہاء کا اختلاف	351
623	امام مالک کے نزدیک اگر تعریضاً قذف سے تصریح کا معنی نکلتا ہو تو حدِ قذف لگائی جائے گی	351
624	تعریض کو تصریح کے حکم میں کرنے پر امام شافعی کی دلیل	352
625	امام شافعی کی دلیل کا جواب	352
	۴۳۔ باب	352
626	تعزیر اور تنبیہ میں سزا کی مقدار	352
627	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	352
628	تعزیر کی تعداد میں فقہاء کے اقوال	353
629	صحیح البخاری:۶۸۴۸، کی شرح از علامہ عینی	354
630	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	354
631	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	354
632	حدیث مذکور کے اضطراب کا جواب	354
633	حدیث مذکور کے معانی	355
634	والدین اور اساتذہ کے تادیباً بچوں کو مارنے میں حد سے تجاوز کرنے کی ممانعت	356
635	چہرے پر مارنے کی ممانعت کے متعلق احادیث	356
636	بچوں کو زیادہ مارنے کی ممانعت کے متعلق احادیث	357
637	جن معاصی کی سزا معین نہیں ہے ان میں زیادہ سزا دینے کا جواز	358
638	امام مالک کے نزدیک گناہوں کی سزا کا امام کے اجتہاد پر موقوف ہونا	358
639	حدود کی تعداد	358
640	صحیح البخاری:۶۸۴۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	359
641	حد کا عرفی اور اصطلاحی معنی اور ان کی تعداد	359
642	اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر حد کے اطلاق کا بیان	359
643	دس سے زیادہ مارنے کی ممانعت میں احادیث	360
644	جس جرم کی سزا معین نہ ہو، اس میں اضافہ کا جواز	360
	اس سوال کا جواب کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا میں دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے جائیں تو پھر تعزیر میں دس سے زیادہ کوڑے مارنے کا کیا محمل ہے؟	361
645	صحیح البخاری:۶۸۴۹، کی شرح از علامہ عینی	362
646	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	362
647	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	362
648	صحیح البخاری:۶۸۵۰، کی شرح از علامہ عینی	363
649	صحیح البخاری:۶۸۵۱، کی شرح از علامہ عینی	364

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
650	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	364
651	حدیث مذکور کے معانی	365
652	صحیح البخاری:٦٨٥١، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	365
653	زیادہ دنوں تک وصال کے روزے رکھ کر صحابہ کو تادیب اور تنبیہ کرنا	365
654	صحیح البخاری:٦٨٥٢، کی شرح از علامہ عینی	366
655	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	366
656	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	367
657	حدیث مذکور کے معانی	367
658	صحیح البخاری:٦٨٥٢، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	367
659	حکم شرعی کی مخالفت کرنے والے کو تنبیہ اور تادیب	367
660	صحیح البخاری:٦٨٥٣، کی شرح از علامہ عینی	367
661	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	367
662	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	368
663	حدیث مذکور کے معانی	368
664	صحیح البخاری:٦٨٥٣، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	368
665	رسول اللہ ﷺ کی بے مثال پاکیزہ سیرت	368
666	حدیثِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	369
667	نبی ﷺ کا اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لینا ایسی ایذاء پر محمول ہے جو کفر نہ ہو	369
668	حدیثِ مذکور کے فوائد	369
	٤٤۔باب	370
669	جس نے بغیر گواہی کے بے حیائی، شرانگیزی اور تہمت کو بیان کیا (اس کو سزا دینے کا بیان)	370
670	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	370
671	صحیح البخاری:٦٨٥٤، کی شرح از علامہ عینی	370

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
672	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	371
673	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	371
674	حدیث مذکور کے معانی	371
675	صحیح البخاری:٦٨٥٥، کی شرح از علامہ عینی	372
676	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	372
677	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	372
678	صحیح البخاری:٦٨٥٦، کی شرح از علامہ عینی	373
679	حدیث مذکور کے معانی	373
680	صحیح البخاری:٦٨٥٦، کی شرح از علامہ ابن بطال	374
681	بغیر گواہی یا اقرار کے حد قائم کرنے کا عدم جواز	374
682	صحیح البخاری:٦٨٥٦، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	374
683	لعان کی تعریف اور اس کا حکم	374
	٤٥۔باب	375
684	پاک دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانے کا بیان	375
685	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	375
686	صحیح البخاری:٦٨٥٧، کی شرح از علامہ عینی	376
687	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	376
688	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	376
689	حدیث مذکور کے معانی	377
690	صحیح البخاری:٦٨٥٧، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	377
691	گناہِ کبیرہ کی مختلف تعریفات	377
	٤٦۔باب	378
692	غلام کو تہمت لگانے کا بیان	378
693	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	378
694	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	379
695	علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے درمیان مصنف کا محاکمہ	379

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
696	صحیح البخاری: ۶۸۵۸، کی شرح از علامہ عینی	380
697	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	380
698	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	380
699	حدیث مذکور کے معانی	380
700	صحیح البخاری: ۶۸۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	381
701	اپنے غلام پر تہمت لگانے کے متعلق ایک اور روایت	381
	۷۴۔ باب	381
702	کیا امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی مرد کو یہ حکم	
703	دے کہ وہ کسی غائب شخص کے اوپر حد لگائے؟	381
704	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	382
705	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	382
706	صحیح البخاری: ۶۸۵۹۔۶۸۶۰، کی شرح از علامہ عینی	383
707	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	383
708	حدیث مذکور کے معانی	383
709	حدیث مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین	384
710	اگر کوئی شخص زنا کا اقرار کرلے تو پھر اس کو اقرار	
711	سے رجوع کی پیش کش کرنی چاہیے یا نہیں؟	384
712	"کتاب الحدود والمحاربین" کی تکمیل	384
	۸۷۔ کِتَابُ الدِّیَاتِ	386
1	دیات (مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینے) کا بیان	386
2	جنایت کا معنی	387
	۱۔ بَابٌ	387
3	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے	387
4	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	387

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
5	قتل عمد پر وعید کے متعلق احادیث	388
6	مسلمان کے قاتل کی مغفرت نہ ہونے کی توجیہات	388
7	صحیح البخاری: ۶۸۶۱، کی شرح از علامہ عینی	390
8	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	390
9	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	390
10	حدیث مذکور کے معانی	390
11	صحیح البخاری: ۶۸۶۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	391
12	قتل ولد کے سب سے بڑے گناہ ہونے کی توجیہ	391
13	صحیح البخاری: ۶۸۶۲، کی شرح از علامہ عینی	392
14	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	392
15	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	392
16	حدیث مذکور کے معانی	392
17	صحیح البخاری: ۶۸۶۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	393
18	قتل ناحق سے مغفرت کی امید کے تنگ ہونے کی توجیہ	393
19	صحیح البخاری: ۶۸۶۳، کی شرح از علامہ عینی	393
20	حدیث مذکور کے معانی	394
21	صحیح البخاری: ۶۸۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	394
22	اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کا قتل کرنا سنگین گناہ ہے	394
23	صحیح البخاری: ۶۸۶۴، کی شرح از علامہ عینی	395
24	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	395
25	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	395
26	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	395
27	حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	جواب	395
28	ایک اعتراض کا جواب	396
29	صحیح البخاری: ٦٨٦٤، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	396
30	قتل کے مقدمہ کے سب سے پہلے فیصلہ کی توجیہ	396
31	صحیح البخاری: ٦٨٦٥، کی شرح از علامہ عینی	397
32	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	397
33	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	397
34	حدیث مذکور کے معانی	398
35	ایک سوال کا جواب	398
36	صحیح البخاری: ٦٨٦٦، کی شرح از علامہ عینی	399
37	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	400
38	نبی ﷺ کے اس ارشاد کی چار توجیہات کہ "تم اس کے درجہ میں ہوگے اور وہ تمہارے درجہ میں ہوگا"	400
39	توجیہ مذکور پر ایک سوال کا جواب	400
40	حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	401
41	رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی دیگر توجیہات کہ "تم اس کے درجہ میں ہوگے اور وہ تمہارے درجہ میں ہوگا"	401
42	حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	402
	٢- باب	404
43	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچالیا"	404
44	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	404
45	صحیح البخاری: ٦٨٦٧، کی شرح از علامہ عینی	405
46	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	405
47	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	405
48	حدیث مذکور کے معانی	405
49	صحیح البخاری: ٦٨٦٧، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	405
50	قابیل کا ہابیل کو قتل کرنے کا پس منظر اور پیش منظر	406
	جب ہابیل کو قتل کیا گیا تو ان کی عمر کتنی تھی اور ان کو کس کیفیت سے قتل کیا گیا؟	406
51	صحیح البخاری: ٦٨٦٨، کی شرح از علامہ عینی	407
52	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	407
53	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	407
54	صحیح البخاری: ٦٨٦٨، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	407
55	رسول اللہ ﷺ کے ارشاد "تم میرے بعد کافر نہ ہوجانا" کی متعدد توجیہات	408
56	صحیح البخاری: ٦٨٦٩، کی شرح از علامہ عینی	409
57	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	409
58	عالم کا خطاب سننے کے لیے لوگوں کے خاموش ہونے کا وجوب	409
59	صحیح البخاری: ٦٨٧٠، کی شرح از علامہ عینی	410
60	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	410
61	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	410
62	حدیث مذکور کے معانی	410
63	صحیح البخاری: ٦٨٧١، کی شرح از علامہ عینی	411
64	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	411
65	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	411
66	حدیث مذکور کے معانی اور کبائر کی تعداد کا بیان	411
67	صحیح البخاری: ٦٨٧٢، کی شرح از علامہ عینی	413
68	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	412

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
69	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	413
70	حدیث مذکور کے معانی	413
71	لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے بعد اس شخص کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کی متعدد توجیہات	413
72	صحیح البخاری ۶۸۷۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	414
73	حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارے جانے والے شخص کا بیان	414
74	صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں میں تعارض کا جواب	415
75	صحیح البخاری ۶۸۷۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	415
76	صحیح البخاری: ۶۸۷۳، کی شرح از علامہ عینی	418
77	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	418
78	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	418
79	حدیث مذکور کے معانی	418
80	صحیح البخاری ۶۸۷۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	419
81	باب مذکور کی حدیث میں لی گئی بیعت کی تاریخ کا بیان	419
82	صحیح البخاری: ۶۸۷۴، کی شرح از علامہ عینی	420
83	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	420
84	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	420
85	حدیث مذکور کے معانی	420
86	صحیح البخاری: ۶۸۷۵، کی شرح از علامہ عینی	421
87	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	421
88	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	421
89	حدیث مذکور کے معانی	421
90	صحیح البخاری ۶۸۷۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	422
91	معصیت کے عزم پر مواخذہ کی دلیل	422
	۳۔ باب	422
92	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے	422
93	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	422
94	البقرہ:۱۷۸ کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال	423
95	قتلِ عمد کے شرعی حکم کے متعلق احادیث	424
96	قصاص کے بدلہ میں مال پر صلح کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	424
97	مفسرین کی عبارات، احادیثِ صحیحہ اور فقہاء کی تصریحات کا خلاصہ	426
	۴۔ باب	426
98	قاتل سے سوال کرنا حتیٰ کہ وہ اقرار کرلے، اور حدود میں اقرار کرنے کا بیان	426
99	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	426
100	صحیح البخاری: ۶۸۷۶، کی شرح از علامہ عینی	427
101	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	427
102	حدیث مذکور کے معانی	427
103	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	427
104	حافظ ابن حجر عسقلانی کی مکمل عبارت	427
105	ایک سوال کا جواب	428
106	قصاص لینے کی کیفیت میں فقہاء کے اقوال	428
107	احناف کی مستدل حدیث پر ایک اعتراض کا جواب	429
108	حدیث "لاقود الا بالسیف" کی مزید تخریج	430
	۵۔ باب	431
109	جب کوئی شخص پتھر سے یا لاٹھی سے قتل کرے، اس کا بیان	431
110	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	431

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
111	باب مذکور کے عنوان میں عنوان کا جواب نہ لکھنے کی توجیہ	431
112	صحیح البخاری: ۶۸۷۷، کی شرح از علامہ عینی	432
113	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	432
114	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	432
115	حدیث مذکور کے معانی	432
116	صحیح البخاری ۶۸۷۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	433
117	جس کیفیت سے قتال کیا گیا ہو، اسی کیفیت سے	
118	قصاص لینے کے متعلق جمہور کے دلائل	433
119	جمہور فقہاء کے دلائل کا جواب از مصنف	434
	۶۔ بَابٌ	435
120	جان کا بدلہ جان، اور آنکھ کا بدلہ آنکھ، اور ناک کا بدلہ ناک، اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں میں بدلہ ہے، تو جس نے خوشی سے بدلہ دیا تو وہ اس (کے گناہ) کا کفارہ ہے اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں، سو وہی لوگ ظالم ہیں O	436
121	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	436
122	المائدہ: ۴۵ سے فقہی مسائل کا استنباط	436
123	صحیح البخاری: ۶۸۷۸، کی شرح از علامہ عینی	437
124	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	437
125	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	437
126	حدیث مذکور کے معانی	438
127	اگر مرد مرتد ہو تو اس کو بالاتفاق قتل کرنا جائز ہے اور اگر عورت مرتدہ ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے	438
128	جو شخص نماز کا تارک ہو تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس کو قتل کیا جائے گا اور زکوٰۃ اور روزہ کے تارک کو قتل نہیں کیا جائے گا، اس فرق کے متعلق فقہاء شافعیہ کی توجیہات اور علامہ عینی کا ان توجیہات کو رد کرنا	438
129	بعض علماء کا اس حدیث سے استدلال کہ اجماع کا انکار کفر ہے	439
130	اس حدیث میں تین کو قتل کرنے کے استثناء پر یہ اعتراض کہ جو شخص کسی پر حملہ آور ہو اس کو بھی مدافعت میں قتل کرنا جائز ہے	440
131	علامہ داؤدی کا حدیثِ مذکور کو المائدہ: ۳۲ سے منسوخ قرار دینا	440
	۷۔ بَابٌ	441
132	جس نے پتھر سے قصاص لیا	441
133	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	441
134	صحیح البخاری: ۶۸۷۹، کی شرح از علامہ عینی	441
135	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	441
136	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	441
	۸۔ بَابٌ	442
137	جس کا کوئی مقتول (رشتہ دار) قتل کر دیا جائے، تو اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے	442
138	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	442
139	صحیح البخاری: ۶۸۸۰، کی شرح از علامہ عینی	443
140	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	443
141	حدیث مذکور کے معانی	443
142	پہلی متابعت کی شرح	444
143	دوسری متابعت کی شرح	444
144	تیسری متابعت کی شرح	444
145	صحیح البخاری ۶۸۸۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	444

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
146	قتل عمد میں قاتل سے دیت لینے کے متعلق فقہاء کا اختلاف	444
147	مقتول کے ورثاء کا قاتل سے دیت لینے کے متعلق فقہاء احناف کا صحیح مذہب	445
148	صحیح البخاری ۶۸۸۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	446
149	مکہ سے ہاتھیوں کو روکنے کا قصہ	446
150	صحیح البخاری:۶۸۸۱، کی شرح از علامہ عینی	447
151	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	447
152	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	448
153	حدیث مذکور کے معانی	448
	۹۔ باب	448
154	اس کا بیان جس نے کسی مرد سے خونِ ناحق طلب کیا	448
	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	448
155	صحیح البخاری:۶۸۸۲، کی شرح از علامہ عینی	449
156	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	449
157	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	449
158	حدیث مذکور کے معانی	449
159	صحیح البخاری ۶۸۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	450
160	حرم میں معصیت پر شدید مواخذہ ہونا	450
	۱۰۔ باب	450
161	موت کے بعد قتلِ خطاء میں معاف کرنے کا بیان	450
162	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	450
163	صحیح البخاری:۶۸۸۳، کی شرح از علامہ عینی	451
164	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	451
165	حدیث مذکور کے معانی	452
	۱۱۔ باب	452
166	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	453
167	النساء:۹۲ میں مذکور احکام کا خلاصہ	453
168	النساء:۹۲ کے شانِ نزول میں متعدد روایات	453
169	النساء:۹۲ کے بعض الفاظ کی تفسیر از علامہ عینی	453
170	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	454
171	مسلمان پر قصاص صرف اس صورت میں ہے جب وہ کسی مسلمان کو قتل کرے، یعنی ذمی کو قتل کرنے کی وجہ سے مسلمان پر قصاص نہیں ہے، اس پر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے دلائل	454
172	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے دلائل کا جواب از مصنف	455
173	قتلِ خطاء میں دیت کی مقدار	456
	۱۲۔ باب	456
174	اس کا بیان کہ جب کسی مرد نے ایک مرتبہ قتل کا اقرار کرلیا تو اس کو اس کے سبب سے قتل کردیا جائے گا	456
175	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	456
176	صحیح البخاری:۶۸۸۴، کی شرح از علامہ عینی	457
177	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	457
178	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	457
179	حدیث مذکور کے معانی	457
180	صحیح البخاری:۶۸۸۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	458
181	یہودی کے صرف ایک مرتبہ اقرار پر قصاص کا حکم دینے سے فقہاء شافعیہ کا عدمِ تکرار پر استدلال اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب	458

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۳۔ باب	458
182	عورت کے سبب سے مرد کو قتل کرنے کا بیان	458
183	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	458
184	صحیح البخاری: ۶۸۸۵، کی شرح از علامہ عینی	459
185	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	459
186	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	459
187	حدیث مذکور کے معانی	459
	۱۴۔ باب	459
188	مردوں اور عورتوں کے درمیان زخموں میں بدلہ	
	لینے کا بیان	459
189	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	460
190	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	460
191	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	460
192	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	460
193	باب مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	461
194	صحیح البخاری: ۶۸۸۶، کی شرح از علامہ عینی	462
195	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	462
196	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	462
197	حدیث مذکور کے معانی	462
198	جس ضرب میں حدود منضبط نہ ہوں، اس کے	
199	قصاص میں فقہاء کے اقوال	462
200	صحیح البخاری: ۶۸۸۶، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	463
201	قتل سے کم کے قصاص میں فقہاء کے اقوال	463
	۱۵۔ باب	463
202	جس نے اپنا حق وصول کیا یا حاکم کے بغیر قصاص	
	لیا، اس کا بیان	463
203	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	463

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
204	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	464
205	حاکم کے حکم کے بغیر اپنا حق وصول کرنے کے	
	متعلق فقہاء کے اقوال	464
206	صحیح البخاری: ۶۸۸۷، کی شرح از علامہ عینی	465
207	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	465
208	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	465
209	حدیث مذکور کے معانی	465
210	صحیح البخاری: ۶۸۸۸، کی شرح از علامہ عینی	465
211	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	466
212	حدیث مذکور کے معانی	466
213	کسی کے گھر میں جھانکنے سے اس کی آنکھ	
	پھوڑے بغیر اس کو منع کرنے کے متعلق اقوال	466
214	صحیح البخاری: ۶۸۸۹، کی شرح از علامہ عینی	467
215	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	
216	پر ایک سوال کا جواب	467
217	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	467
	۱۶۔ باب	467
218	جب کوئی شخص رش میں مرجائے یا قتل کر دیا جائے	467
219	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	467
220	صحیح البخاری: ۶۸۹۰، کی شرح از علامہ عینی	468
221	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	468
222	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	468
223	حدیث مذکور کے معانی	468
224	صحیح البخاری: ۶۸۹۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	469
225	جو شخص رش میں قتل کر دیا جائے اس کے متعلق	
	فقہاء کے اقوال	469
	۱۷۔ باب	470
226	اس کا بیان کہ جب کسی شخص نے اپنے آپ کو خطاءً	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	قتل کر دیا تو اس کی کوئی دیت نہیں ہے	470
227	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	470
228	صحیح البخاری: ۶۸۹۱، کی شرح از علامہ عینی	471
229	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	471
230	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	471
231	حدیث مذکور کے معانی	472
232	صحیح البخاری: ۶۸۹۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	473
233	حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے اپنے نفس کو خطاءً قتل کرنے کی کیفیت کا بیان	473
234	اپنے نفس کو قتل کرنے والے کے متعلق فقہاء کے اقوال	473
235	ائمہ ثلاثہ کی دلیل	473
	۱۸- باب	474
236	اس کا بیان جب کوئی شخص کسی کو دانتوں سے کاٹے اور اس کے دانت گر جائیں	474
237	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	474
238	صحیح البخاری: ۶۸۹۲، کی شرح از علامہ عینی	475
239	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	475
240	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	475
241	حدیث مذکور کے معانی	475
242	جس نے دانتوں سے ہاتھ کاٹا اور جس کا ہاتھ کاٹا گیا اس کے تعین میں مختلف روایات	475
243	ہاتھ کھینچنے سے ایک دانت ٹوٹا تھا یا کئی دانت؟	476
244	صحیح البخاری: ۶۸۹۳، کی شرح از علامہ عینی	477
245	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	477
246	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	477
247	حدیث مذکور کے معانی	477
	۱۹- باب	477
248	اس کا بیان کہ دانت کا بدلہ دانت ہیں	477
249	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	477
250	ہڈی توڑنے کی جزاء میں قصاص لینے کے متعلق فقہاء کے اقوال	478
251	امام طحاوی کے اوپر حافظ ابن حجر عسقلانی کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب	478
252	صحیح البخاری: ۶۸۹۴، کی شرح از علامہ عینی	478
253	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	478
254	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	479
255	حدیث مذکور کے معانی	479
256	ایک روایت میں ہے کہ حضرت رُبَیِّع نے کسی انسان کو تھپڑ مارا تھا اور صحیح البخاری کی اس روایت میں ہے کہ انہوں نے کسی لڑکی کا دانت توڑا تھا، ان دو روایتوں کے تعارض کا جواب	479
	۲۰- باب	480
257	انگلیوں کی دیت کا بیان	480
258	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	480
259	صحیح البخاری: ۶۸۹۵، کی شرح از علامہ عینی	480
260	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	480
261	حدیث مذکور کے معانی	480
262	انگلیوں کی دیت میں بعض صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اختلاف اور فقہاء کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو ترجیح دینا	481
263	صحیح البخاری: ۶۸۹۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	482
264	قصاص میں اعضاء کے نام اور ان کے محل میں مماثلت شرط ہے	482
265	حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا: اللہ کی	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	قسم! الربیع کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے معارضہ کیا تھا؟	482
	اعضاء کی پیوند کاری کا بیان	483
	۲۱- باب	483
266	جب چند لوگ ایک مرد کو قتل کر دیں تو کیا ان میں سے کسی ایک کو سزا دی جائے گی یا ان سب سے قصاص لیا جائے گا؟	483
267	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	484
268	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	485
269	صحیح البخاری: ۶۸۹۶، کی شرح از علامہ عینی	486
270	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	486
271	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	486
272	حدیث مذکور کے معانی	486
273	حدیث مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح	486
274	حدیث مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح	487
275	حدیث مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح	487
276	حدیث مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح	488
277	حدیث مذکور کی پانچویں تعلیق کی شرح	488
278	صحیح البخاری: ۶۸۹۷، کی شرح از علامہ عینی	489
279	اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت پر ایک سوال کا جواب	489
	۲۲- باب	490
280	قسامت (اہلِ محلہ یا اہلِ علاقہ سے قسم لینے کا بیان)	490
281	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	490
282	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	490
283	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	491
284	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	491
285	صحیح البخاری: ۶۸۹۸، کی شرح از علامہ عینی	493

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
286	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	493
287	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	493
288	باب مذکور کی حدیث کی شرح	494
289	حدیث مذکور کے معانی	494
290	حدیث مذکور سے مستنبط شدہ احکام	495
291	امام ابوحنیفہ کے مذہب پر عمرو بن شعیب کی حدیث سے اعتراض	496
292	عمرو بن شعیب کی حدیث کے جوابات	496
293	حدیث مذکور سے مستنبط شدہ چھٹا حکم	497
294	صحیح البخاری: ۶۸۹۹، کی شرح از علامہ عینی	502
295	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	502
296	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	502
297	حدیث مذکور کے معانی	502
298	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	506
299	قسامت کے حکم میں مذاہب اربعہ کا بیان	506
300	ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) کی دلیل	506
301	صحیح البخاری کی روایت سے ائمہ ثلاثہ کی وجہ استدلال	507
302	قسامت کے حکم میں امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کا موقف	507
303	قسامت میں تیسرا مذہب	508
304	ائمہ ثلاثہ کی دلیل	508
305	یحییٰ بن سعید کی روایت کی بُشیر بن یسار کی روایت پر ترجیح	508
306	مذکورہ دو روایتوں میں وجہِ تطبیق	509
307	جن فقہاء نے قسامت کا انکار کیا ان کا رد	509

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۳- باب	510
308	جس شخص نے کسی قوم کے گھر میں جھانکا، سو انہوں نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس کی کوئی دیت نہیں ہے	510
309	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	510
310	صحیح البخاری: ۶۹۰۰، کی شرح از علامہ عینی	511
311	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	511
312	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	511
313	حدیث مذکور کے معانی	511
314	صحیح البخاری: ۶۹۰۱، کی شرح از علامہ عینی	512
315	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	512
316	حدیث مذکور کے معانی	512
317	صحیح البخاری: ۶۹۰۲، کی شرح از علامہ عینی	513
318	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	513
319	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	513
320	حدیث مذکور کے معانی	513
321	حدیث مذکور سے مستنبط شدہ حکم	514
	۲۴- باب	514
322	العاقلۃ (وہ عصبات جو دیت ادا کرتے ہیں)	514
323	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	514
324	عاقلہ کا لغوی معنی	514
325	عاقلہ کی تعریف میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب	514
326	صحیح البخاری: ۶۹۰۳، کی شرح از علامہ عینی	515
327	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	515
328	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	516
329	حدیث مذکور کے معانی	516
330	ذمی کے قتل کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے فقہاء احناف کی طرف سے دلائل	517
331	ذمی کو قتل کرنے کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء احناف کے مزید دلائل	518
	۲۵- باب	518
332	عورت کے پیٹ میں بچہ کا حکم	518
333	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	518
334	صحیح البخاری: ۶۹۰۴، کی شرح از علامہ عینی	519
335	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	519
336	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	519
337	حدیث مذکور کے معانی	519
338	ہذیل کی دو عورتوں کی تعیین	519
339	ان دو عورتوں نے ایک دوسرے کو پتھر سے مارا تھا یا لکڑی سے مارا تھا یا دھکا دیا تھا؟	519
340	''غرۃ عبد او امۃ'' کے معانی	520
341	صحیح البخاری: ۶۹۰۶، کی شرح از علامہ عینی	521
342	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	521
343	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	521
344	حدیث مذکور کے معانی	521
345	صحیح البخاری: ۶۹۰۷، کی شرح از علامہ عینی	522
346	حدیث مذکور کے معانی	522
347	صحیح البخاری: ۶۹۰۸، کی شرح از علامہ عینی	523
348	صحیح البخاری: ۶۹۰۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	523
349	غلام یا باندی کے ساتھ ''غرۃ'' کی قید لگانے کی توجیہ	523
350	''غرۃ عبد'' کی قیمت کا معیار	523
351	دو عورتوں کے قصہ کی تفصیل	523
352	پیٹ کا بچہ اور اس کی ماں کے مارے جانے کی تین صورتیں	524
353	رسول اللہ ﷺ کا یہ فیصلہ معروف تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے گواہ	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کیوں طلب کیا؟	524
	۲۶۔ باب	524
354	عورت کے پیٹ کے بچہ کا بیان، اور یہ کہ دیت والد پر اور والد کے عصبہ پر ہے نہ کہ اولاد پر	524
355	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	524
356	صحیح البخاری: ۶۹۰۹، کی شرح از علامہ عینی	525
357	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	525
358	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	525
359	حدیث مذکور کے معانی	526
360	صحیح البخاری: ۶۹۱۰، کی شرح از علامہ عینی	526
361	حدیث مذکور کے معانی	527
	۲۷۔ باب	527
362	اس کا بیان کہ جس نے کسی غلام سے یا بچہ سے کسی کام میں مدد طلب کی	527
363	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	527
364	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	528
365	صحیح البخاری: ۶۹۱۱، کی شرح از علامہ عینی	529
366	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	529
367	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	529
368	حدیث مذکور کے معانی	529
369	حدیث مذکور کے فوائد	529
370	صحیح البخاری: ۶۹۱۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	529
371	باب مذکور کا خلاصہ	530
372	غلام اور بچہ سے اس کے مالک اور سرپرست کی اجازت کے بغیر خدمت لینے کا عدم جواز	530
373	رسول اللہ ﷺ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمانا	530

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۸۔ باب	530
374	معدن میں دب کر مرنے والے کا کوئی تاوان نہیں ہے اور کنویں میں گر کر مرنے والے کا کوئی تاوان نہیں ہے	530
375	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	530
376	صحیح البخاری: ۶۹۱۲، کی شرح از علامہ عینی	531
377	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	531
378	حدیث مذکور کے معانی	532
379	سواریوں کے کیے ہوئے نقصان میں تاوان کے لازم ہونے کے متعلق فقہاء کا اختلاف	532
380	رکاز کی تفسیر میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا اختلاف	533
	۲۹۔ باب	534
381	اس کا بیان کہ چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے میں کوئی تاوان نہیں ہے	534
382	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	534
383	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	534
384	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	535
385	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	535
386	باب مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	535
387	باب مذکور کی پانچویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی	535
388	صحیح البخاری: ۶۹۱۳، کی شرح از علامہ عینی	536
389	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	536
390	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	536
391	حدیث مذکور کے معانی	536
	۳۰۔ باب	536
392	اس شخص کے گناہ کا بیان جس نے کسی ذمی کو بغیر جرم کے قتل کیا	536

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
393	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	536
394	صحیح البخاری: ۶۹۱۴، کی شرح از علامہ عینی	537
395	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	537
396	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	537
397	حدیث مذکور کے معانی	537
398	ایک سوال کا جواب	538
399	جتنی مسافت سے جنت کی خوشبو آئے گی اس مسافت کی مقدار میں اختلاف اور ان روایات میں تطبیق	538
400	صحیح البخاری: ۶۹۱۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	538
401	جنت کی خوشبو جتنی مسافت سے آئے گی اس کی مقدار کے متعلق روایات کا اختلاف اور ان میں تطبیق	538
	۳۱۔ باب	539
402	اس کا بیان کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا	539
403	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	539
404	صحیح البخاری: ۶۹۱۵، کی شرح از علامہ عینی	540
405	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	540
406	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	541
407	صحیح البخاری: ۶۹۱۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	541
408	کافر کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء کے نظریات	541
	۳۲۔ باب	542
409	اس کا بیان جب کوئی مسلمان کسی یہودی کو غصہ سے تھپڑ مارے	542

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
410	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	542
411	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	543
412	صحیح البخاری: ۶۹۱۶، کی شرح از علامہ عینی	543
413	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	543
414	حدیث مذکور کے معانی	543
415	ہمارے نبی ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، پھر اس کی کیا توجیہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دی جائے؟	543
416	صحیح البخاری: ۶۹۱۷، کی شرح از علامہ عینی	544
417	حدیث مذکور کے معانی	545
418	حدیث مذکور پر ایک اشکال کا جواب	545
419	صحیح البخاری: ۶۹۱۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	546
420	حدیث مذکور کے فوائد	546
421	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	546
422	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل	546
423	رسول اللہ ﷺ کی تواضع	547
424	رسول اللہ ﷺ کے افضل المرسلین ہونے پر ایک سوال کا جواب	547
425	مصائب اور آلام کا گناہوں کے لیے کفارہ ہونا	549
426	صحیح البخاری: ۶۹۱۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	549
427	مسلمان کے یہودی کو تھپڑ مارنے کے متعلق مسائل	549
428	رسول اللہ ﷺ کی دیگر انبیاء پر فضیلت کی بحث	549
429	کتاب الدیات والقصاص کی تکمیل	550
	۸۷۔ كِتَابُ اسْتِتَابَةِ الْمُرْتَدِّينَ وَالْمُعَانِدِينَ وَقِتَالِهِمْ	551
1	مرتدین اور معاندین سے توبہ طلب کرنے اور ان	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سے قتال کرنے کا بیان	551
	۱۔ باب	551
2	جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے، اس کے گناہ اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کا بیان	551
3	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	551
4	باب مذکور کی آیات کی شرح از علامہ عینی	551
5	صحیح البخاری: ۶۹۱۸، کی شرح از علامہ عینی	552
6	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	552
7	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	553
8	حدیث مذکور کے معانی	553
9	صحیح البخاری: ۶۹۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	553
10	سوال مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	553
11	صحیح البخاری: ۶۹۱۹، کی شرح از علامہ عینی	554
12	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	554
13	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	554
14	حدیث مذکور کے معانی	554
15	صحیح البخاری: ۶۹۲۰، کی شرح از علامہ عینی	555
16	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	555
17	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	555
18	حدیث مذکور کے معانی	556
19	صحیح البخاری: ۶۹۲۱، کی شرح از علامہ عینی	557
20	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	557
21	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	557
22	حدیث مذکور کے معانی	557
23	اسلام سے پہلے کئے ہوئے گناہوں کے مواخذہ پر اعتراض اور اس کا جواب	557

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۔ باب	558
24	مرتد اور مرتدہ کے حکم کا بیان	558
25	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	559
26	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	559
27	باب مذکور کی آیات کی تفسیر از علامہ عینی	560
28	صحیح البخاری: ۶۹۲۲، کی شرح از علامہ عینی	564
29	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	564
30	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	564
31	حدیث مذکور کے معانی	564
32	زندیق کی تعریف	565
33	زندیق کے متعلق فقہاء کے اقوال	566
34	صحیح البخاری: ۶۹۲۳، کی شرح از علامہ عینی	567
35	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	567
36	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	568
37	حدیث مذکور کے معانی	568
38	موجودہ طریقِ انتخاب کی ایک خامی	568
39	آگ میں جلا کر عذاب دینے کے متعلق روایات	569
40	صحیح البخاری: ۶۹۲۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	570
41	آگ کے ساتھ عذاب دینے کے متعلق فقہاء کے اقوال	570
42	سبِ صحابہ کے متعلق شیخ ابن عثیمین کا نظریہ	572
43	سبِ صحابہ کے حکم کے متعلق مصنف کی تحقیق	572
	۳۔ باب	572
44	ان کو قتل کرنے کا بیان جنہوں نے فرائض قبول کرنے سے انکار کیا اور جن کو ارتداد کی طرف منسوب کیا گیا	572
45	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	572
46	احکامِ شرعیہ کے انکار کرنے کی سزا	572

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
47	تارکِ نماز کے متعلق تحقیق	573
48	صحیح البخاری: ۶۹۲۴۔۶۹۲۵، کی شرح از علامہ عینی	574
49	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	574
50	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	574
51	حدیث مذکور کے معانی	574
	۴۔باب	575
52	جب ذمی یا کوئی اور نبی ﷺ کو تعریضاً سب وشتم کرے اور صراحۃً سب وشتم نہ کرے جیسے اس کا یہ قول: "السام علیك" (یعنی تم پر موت آئے)	575
53	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	575
54	جس یہودی نے آپ کو موت کی دعا دی اس کو قتل نہ کرنے کی وجوہ	576
55	صحیح البخاری: ۶۹۲۶، کی شرح از علامہ عینی	577
56	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	577
57	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	578
58	حدیث مذکور کے معانی	578
59	امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل	578
60	صحیح البخاری: ۶۹۲۷، کی شرح از علامہ عینی	579
61	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	579
62	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	579
63	حدیث مذکور کے معانی	579
64	صحیح البخاری: ۶۹۲۸، کی شرح از علامہ عینی	579
65	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	579
66	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	580
67	حدیث مذکور کے معانی	580
	۵۔باب	580
68	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	580
69	صحیح البخاری: ۶۹۲۹، کی شرح از علامہ عینی	581
70	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	581
71	حدیث مذکور کے معانی	581
	۶۔باب	581
72	خوارج اور ملحدین کے خلاف حجت قائم کرنے کے بعد ان کو قتل کرنے کا بیان	581
73	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	582
74	خوارج کی تعریف اور ان کا مصداق	582
75	التوبہ: ۱۱۵ کی متعدد تفاسیر	583
76	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	583
77	"الحرورية" کا مصداق	583
78	خوارج کے نظریات	584
79	خوارج کے متعلق شرعی حکم	584
80	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	584
81	خوارج کا لغوی اور اصطلاحی معنی	584
82	خوارج کی بدعت کی اصل	584
83	محدثین کے نزدیک خوارج کی متفق علیہ تعریف	585
84	جنگ جمل کا پیش خیمہ	585
85	جنگ صفین کا پیش خیمہ	585
86	واقعہ تحکیم (حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک کا اپنے لیے حکم بنانا)	586
87	خوارج کی بنیاد	586
88	خوارج کو "الحرورية" کہنے کی توجیہ	586
89	خوارج کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دینا اور ان کے دیگر مذموم نظریات	587
90	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوارج کا شہید کرنا	587
91	خوارج کے مذموم عقائد	588
92	خوارج کے متعلق مؤرخین کی تصانیف	588

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
93	خوارج کی دو قسمیں	588
94	شیخ ابن حزم کے ذکر کردہ خوارج کے حالات اور ان کے نظریات	588
95	خوارج کی خبروں اور ان کے نظریات کے متعلق احادیث	589
96	خوارج کے متعلق مشاہیر فقہاء اسلام کی آراء	589
97	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	590
98	خوارج کے کفر پر شیخ ابن تیمیہ کی تصریح	591
99	مسلمانوں کے لیے ایصال ثواب پر شیخ ابن تیمیہ کی تصریح	591
100	سلف صالحین سے ایصال ثواب کا ثبوت	591
101	صحیح البخاری: ۶۹۳۰، کی شرح از علامہ عینی	593
102	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	593
103	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	593
104	حدیث مذکور کے معانی	593
105	خوارج کا متعدد مرتبہ ظہور	594
106	ہمارے زمانہ میں حدیث مذکور کا مصداق طالبان ہیں	594
107	قول "خیر البریۃ" کی تحقیق	595
108	ایمان کے "حناجر" سے تجاوز نہ کرنے کا معنی	595
109	"الرمیۃ" میں تاء داخل ہونے پر ایک اعتراض اور اس کے تین جوابات	596
110	صحیح البخاری: ۶۹۳۱، کی شرح از علامہ عینی	597
111	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	597
112	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	597
113	حدیث مذکور کے معانی	597
114	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کا قتال کیا تھا، پھر انہوں نے کیسے کہا کہ میں نہیں جانتا حروریہ کیا ہے؟	598
115	اس اعتراض کا جواب کہ دوسری احادیث میں مذکور ہے "اس امت سے ایک قوم نکلے گی"	598
116	خوارج کی نمازوں اور روزوں سے انہیں کوئی اجر حاصل نہیں ہوگا	598
117	صحیح البخاری: ۶۹۳۲، کی شرح از علامہ عینی	599
118	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	599
	۷۔ باب	599
119	جس نے خوارج سے قتال کو الفت کی وجہ سے ترک کیا، اور اس لیے کہ لوگ اس سے متنفر نہ ہوں	599
120	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	599
121	صحیح البخاری: ۶۹۳۳، کی شرح از علامہ عینی	601
122	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	601
123	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	601
124	حدیث مذکور کے معانی	602
125	صحیح البخاری: ۶۹۳۴، کی شرح از علامہ عینی	604
126	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	604
127	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	604
128	حدیث مذکور کے معانی	604
129	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	604
130	خوارج کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	604
	۸۔ باب	605
131	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو جماعتیں آپس میں لڑیں جن کا دعویٰ یا عقیدہ ایک ہو	605

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
132	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	605
133	صحیح البخاری: ۶۹۳۵ کی شرح از علامہ عینی	606
134	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	606
135	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	606
	۹۔ باب	607
136	تاویل کرنے والوں کے متعلق احادیث کا بیان	607
137	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	607
138	صحیح البخاری: ۶۹۳۶ کی شرح از علامہ عینی	608
139	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	608
140	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	608
141	حدیث مذکور کے معانی	609
142	صحیح البخاری: ۶۹۳۷ کی شرح از علامہ عینی	609
143	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	610
144	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	610
145	صحیح البخاری: ۶۹۳۸ کی شرح از علامہ عینی	610
146	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	611
147	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	611
148	حدیث مذکور کے معانی	611
149	صحیح البخاری ۶۹۳۹: کی شرح از علامہ عینی	613
150	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	613
151	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	614
152	حدیث مذکور کے معانی	614
153	روضہ خاخ کا محل وقوع	615
154	جس عورت سے مکتوب برآمد ہوا تھا اس کا تذکرہ	615
155	جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے عذر کی تصدیق فرمادی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان کو قتل کرنے کا کیوں کہا؟	616
156	اہل بدر کا جنتی ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ان سے ان کی دنیاوی تقصیرات پر مواخذہ نہ کیا جائے	617
157	صحیح البخاری: ۶۹۳۹ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	618
158	حدیث مذکور کے فوائد	618
159	"کتاب استتابۃ المرتدین" کی تکمیل	620
	۹۰۔ کِتَابُ الْإِكْرَاهِ	621
1	جبراً کام کرنے کا بیان	621
2	باب مذکور کی تعلیقات	621
3	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	621
4	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	621
5	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	622
6	باب مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	622
7	"إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ..." (النساء: ۹۷) کی شرح از علامہ عینی	623
8	باب مذکور کی پانچویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی	624
9	باب مذکور کی چھٹی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	624
10	باب مذکور کی ساتویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی	624
11	باب مذکور کی آٹھویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی	625
12	باب مذکور کی نویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی	625
13	باب اکراہ کی شرح از علامہ ابن بطال	626
14	النحل: ۱۰۶ کا شان نزول	627
15	جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے اس کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	627
16	کفریہ قول اور کفریہ فعل میں فرق کے متعلق فقہاء کے نظریات	627
17	اکراہ اور جبر کی حالت میں طلاق دینے کے متعلق فقہاء کے اقوال	628
18	مُکرَہ کی طلاق واقع نہ ہونے پر امام مالک وغیرہ	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے دلائل	628
19	اکراہ اور جبر کی حد میں فقہاء کا اختلاف	629
20	باب اکراہ کی شرح از علامہ ابن ملقن	629
21	اکراہ اور جبر کی دو قسمیں: کلام پر مجبور کرنا اور فعل پر مجبور کرنا	629
22	اکراہ اور مجبور کرنے کی تعریف	630
23	باب اکراہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	631
24	اکراہ کی تعریف اور اس کی شرائط	632
25	اکراہ کی تعریف، اس کی اقسام اور اس کی شرائط کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	632
26	اکراہ کا لغوی اور شرعی معنی	632
27	اکراہ کی اقسام	633
28	اکراہ کی وہ شرائط جن کا تعلق مُکرَہ سے ہے	633
29	مُکرِہ کے اعتبار سے اکراہ کی شرائط	633
30	جس کام کی دھمکی دی گئی ہے اس کا بیان	633
31	جن کاموں پر مُکرَہ کو مجبور کیا گیا ہے ان کا حکم	634
32	صحیح البخاری: ۶۹۴۰ کی شرح از علامہ عینی	635
33	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	635
34	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	636
35	حدیث مذکور کے معانی	636
36	صحیح البخاری: ۶۹۴۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	636
37	حدیث مذکور کے فوائد	636
38	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی شرح پر مصنف کا مواخذہ	636
39	صحیح البخاری: ۶۹۴۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	637
40	ولید نام رکھنے کا جواز	637
41	۱۔ باب	637
42	جس شخص نے کفر پر مار کھانے، قتل کیے جانے اور ذلت کو اختیار کرلیا	637
43	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	637
44	صحیح البخاری ۶۹۴۱: کی شرح از علامہ عینی	638
45	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	638
46	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	638
47	حدیث مذکور کے معانی	638
48	صحیح البخاری: ۶۹۴۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	639
49	کفر پر مجبور کرنے اور حرام کاموں پر مجبور کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	639
50	فقہاء مالکیہ کا فقہاء احناف پر اعتراض	639
51	صحیح البخاری: ۶۹۴۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	640
52	علامہ ابن بطال کے استدلال پر علامہ ابن التین کا اعتراض اور اس کا جواب	640
53	صحیح البخاری: ۶۹۴۲ کی شرح از علامہ عینی	641
54	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	641
55	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	641
56	حدیث مذکور کے معانی	641
57	صحیح البخاری: ۶۹۴۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	642
58	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ جامع مطابقت	642
59	صحیح البخاری: ۶۹۴۳ کی شرح از علامہ عینی	643
60	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	643
61	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	643
62	حدیث مذکور کے معانی	643

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
63	علامہ عینی کا علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شروح پر تبصرہ	643
64	صحیح البخاری: ۶۹۴۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	644
65	حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام مالک کے قول کی تقویت	644
66	حدیث مذکور کی فقہ	645
	۲۔ باب	646
67	مکرَہ یا اس کی مثل مجبور شخص کی اپنے حق وغیرہ کی بیع کرنے کا حکم	646
68	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	646
69	صحیح البخاری: ۶۹۴۴، کی شرح از علامہ عینی	647
70	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	647
71	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	647
72	حدیث مذکور کے معانی	648
73	صحیح البخاری: ۶۹۴۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	648
74	مکرَہ کی ناحق بیع کا عدمِ جواز اور جب اس پر کسی کا حق واجب ہو تو اس کی جبراً بیع کا جواز	648
	۳۔ باب	649
75	جبراً نکاح کے عدمِ جواز کا بیان	649
76	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	649
77	صحیح البخاری: ۶۹۴۵، کی شرح از علامہ عینی	650
78	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	650
79	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	650
80	حدیث مذکور کے معانی	.650
81	جبراً کیے ہوئے نکاح کے متعلق فقہاء کے اقوال	650
82	صحیح البخاری: ۶۹۴۶، کی شرح از علامہ عینی	651
83	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	651
84	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	651
85	حدیث مذکور کے معانی	652
	۴۔ باب	652
86	اس کا بیان کہ جب کسی شخص کو مجبور کیا گیا حتیٰ کہ اس نے غلام ہبہ کر دیا یا غلام کو فروخت کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے	652
87	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	652
88	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	652
89	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	653
90	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	653
91	صحیح البخاری: ۶۹۴۷، کی شرح از علامہ عینی	654
92	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	654
93	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	654
94	حدیث مذکور کے معانی	654
95	حدیث مذکور کے فوائد اور فقہاء احناف پر اعتراض کا جواب	655
	۵۔ باب	655
96	اکراہ کا بیان، اور کَرھاً اور کُرھاً کا ایک معنی ہے	655
97	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	655
98	صحیح البخاری: ۶۹۴۸، کی شرح از علامہ عینی	656
99	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	656
100	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	656
101	صحیح البخاری: ۶۹۴۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	656
102	جس شخص کو اپنی بیوی کی ضرورت نہ ہو اس کو موت	
103	کے انتظار میں روک کے رکھنے کا عدمِ جواز	656
	۶۔ باب	657
104	جب کسی عورت کو زنا پر مجبور کیا جائے تو اس عورت پر حد نہیں ہے	657
105	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	657

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
106	صحیح البخاری:۶۹۴۹، کی شرح از علامہ عینی	658
107	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	658
108	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	658
109	حدیث مذکور کے معانی	658
110	حدیثِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	658
111	صحیح البخاری:۶۹۵۰، کی شرح از علامہ عینی	659
112	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	659
113	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	659
114	حدیث مذکور کے معانی	660
115	مرد کو زنا پر مجبور کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	660
	۷۔ باب	661
116	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	661
117	مسئلہ مذکور میں فقہاء کے اقوال	661
118	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	661
119	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	663
120	امام بخاری پر یہ اعتراض کہ اس کتاب سے مقصود اسانید کے ساتھ احادیث کو جمع کرنا ہے نہ کہ مجتہدین پر اعتراض کرنا اور ان کے اقوال میں تناقض بیان کرنا	664
121	حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکورہ عبارت پر علامہ عینی کا اعتراض	665
122	باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	665
123	باب مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	665
124	قسم لیتے وقت قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے یا قسم لینے والے کی، اس کے متعلق فقہاء کے اقوال	666
125	صحیح البخاری:۶۹۵۱، کی شرح از علامہ عینی	666
126	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	667
127	حدیث مذکور کے معانی	667
128	صحیح البخاری:۶۹۵۲، کی شرح از علامہ عینی	667
129	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	667
130	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	667
131	حدیث مذکور کے معانی	668
132	''کتاب الاِکراہ'' کا اختتام	668
133	''کتاب الاِکراہ'' کی تکمیل	668
	۹۰۔ کِتَابُ الْحِیَلِ	669
1	شرعی حیلوں کا بیان	669
2	حیلہ کی تعریف، اس کی اقسام اور حیلہ کے متعلق فقہاء کے نظریات	669
3	ص:۴۴ کی تفسیر از مصنف	69
	۱۔ باب	671
4	حیلوں کو ترک کرنے کا بیان	671
5	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	671
6	باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	672
7	صحیح البخاری:۶۹۵۳، کی شرح از علامہ عینی	672
8	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	672
9	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	673
10	صحیح البخاری:۶۹۵۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	673
11	قسم میں توریہ کا اعتبار کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء	673
	۲۔ باب	674
12	نماز کو ختم کرنے میں حیلہ کا بیان	674
13	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	674
14	صحیح البخاری:۶۹۵۴، کی شرح از علامہ عینی	674
15	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت پر اعتراض اور علامہ کرمانی کا جواب	674

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
16	بعض فقہاء کا فقہاء احناف پر یہ الزام کہ فقہاء احناف کہتے ہیں کہ اگر نمازی نے قعدہ اخیرہ میں وضو توڑ دیا تو سلام پھیرے بغیر اس کی نماز مکمل ہوجائے گی، حالانکہ سلام پھیرنا نماز کا رُکن اور فرض ہے	674
17	علامہ عینی کی طرف سے اس الزام کا جواب جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سلام پھیرنا نماز میں فرض نہیں ہے	675
	۳۔ باب	676
18	زکوٰۃ کے متعلق حیلوں کا بیان	676
19	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	676
20	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	676
21	صحیح البخاری: ۶۹۵۵، کی شرح از علامہ عینی	677
22	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	677
23	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	677
24	حدیث مذکور کے معانی	677
25	صحیح البخاری: ۶۹۵۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	677
26	صحیح البخاری: ۶۹۵۶، کی شرح از علامہ عینی	679
27	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	679
28	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	679
29	حدیث مذکور کے معانی	679
30	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	679
31	صحیح البخاری ۶۹۵۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	680
32	صحیح البخاری: ۶۹۵۷-۶۹۵۸، کی شرح از علامہ عینی	682
33	صحیح البخاری: ۶۹۵۹، کی شرح از علامہ عینی	683
34	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	683
35	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	683
36	صحیح البخاری: ۶۹۵۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	684
37	حیلہ کے متعلق امام شافعی اور امام محمد کا مناظرہ	684
	۴۔ باب	684
38	نکاح میں حیلہ کا بیان	684
39	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	684
40	صحیح البخاری: ۶۹۶۰، کی شرح از علامہ عینی	685
41	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	685
42	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	686
43	حدیث مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	686
44	حدیث مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	686
45	حدیث مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	687
46	صحیح البخاری: ۶۹۶۱، کی شرح از علامہ عینی	688
47	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	688
48	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	688
49	حدیث مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	688
50	حدیث مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	688
51	صحیح البخاری: ۶۹۶۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	688
52	نکاح شغار کے متعلق فقہاء کے اقوال	688
53	امام بخاری کا بعض فقہاء احناف پر اعتراض	689
	۵۔ باب	689
54	خرید و فروخت میں حیلہ کرنا مکروہ ہے، اور فاضل پانی دینے سے منع نہ کیا جائے تا کہ اس کی وجہ سے فاضل گھاس کی پیداوار سے منع کیا جائے	689
55	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	689
56	صحیح البخاری: ۶۹۶۲، کی شرح از علامہ عینی	690
57	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	690
58	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	690
59	حدیث مذکور کے معانی	690

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
60	صحیح البخاری:۶۹۶۲، کی شرح از علامہ ابن بطال	691
61	ضرورت سے زائد پانی اور نجش کی ممانعت کی توجیہ	691
	۶۔ باب	692
62	تناجش کے مکروہ ہونے کا بیان	692
63	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	692
64	صحیح البخاری:۶۹۶۳، کی شرح از علامہ عینی	692
65	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	692
	۷۔ باب	692
66	خرید و فروخت میں دھوکا دینے کی ممانعت	692
67	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	692
68	بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	693
69	صحیح البخاری:۶۹۶۴، کی شرح از علامہ عینی	693
70	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	693
71	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	693
72	حدیث مذکور کے معانی	693
	۸۔ باب	694
73	جس یتیم لڑکی سے اس کا قریب سرپرست نکاح کرنا چاہتا ہو تو وہ حیلہ کرکے اس کے مہر مثل سے کم رکھے تو ایسے حیلہ کی ممانعت	694
74	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	694
75	صحیح البخاری:۶۹۶۵، کی شرح از علامہ عینی	695
76	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	695
77	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	695
78	حدیث مذکور کے معانی	695
	۹۔ باب	695
79	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	696
80	بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	696
81	بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	696
82	امام بخاری اور فقہاء احناف کے نزدیک مصنف کا محاکمہ	697
83	صحیح البخاری:۶۹۶۶، کی شرح از علامہ عینی	698
84	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	698
	۱۰۔ باب	698
85	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	698
86	صحیح البخاری:۶۹۶۷، کی شرح از علامہ عینی	698
87	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	699
88	حدیث مذکور کے معانی	699
	۱۱۔ باب	699
89	جو نکاح کے متعلق جھوٹی گواہی دے، اس کا بیان	699
90	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	699
91	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	700
92	جھوٹی گواہی سے کیے ہوئے نکاح کے متعلق فقہاء کے اقوال اور قضاء باطنی کے نفاذ میں فقہاء احناف کے دلائل	701
93	صحیح البخاری:۶۹۶۹، کی شرح از علامہ عینی	702
94	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	702
95	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	702
96	حدیث مذکور کے معانی	702
97	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	703
98	صحیح البخاری:۶۹۷۰، کی شرح از علامہ عینی	704
99	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	704
100	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	704
101	حدیث مذکور کے معانی	704
102	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	704
103	صحیح البخاری:۶۹۷۱، کی شرح از علامہ عینی	705
104	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	705

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
105	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	705
106	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	706
	۱۲۔ باب	706
107	عورت کا شوہر یا سوکنوں کے ساتھ حیلہ کا مکروہ ہونا، اور نبی ﷺ پر اس معاملہ کے متعلق جو حکم نازل ہوا	706
108	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	706
109	صحیح البخاری: ۶۹۷۲، کی شرح از علامہ عینی	708
110	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	708
111	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	709
112	حدیث مذکور کے معانی	709
113	رسول اللہ ﷺ کے خلاف حیلہ کرنے پر ایک سوال کا جواب	709
114	صحیح البخاری: ۶۹۷۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	710
115	صحیح البخاری کی مذکورہ روایت پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ	710
	۱۳۔ باب	710
116	طاعون سے بھاگنے کے لیے حیلہ کا مکروہ ہونا	710
117	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	710
118	صحیح البخاری: ۶۹۷۳، کی شرح از علامہ عینی	711
119	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	711
120	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	711
121	حضرت عامر بن ربیعہ العنزی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	711
122	حدیث مذکور کے معانی	712
123	حدیث مذکور کے فوائد	713
124	صحیح البخاری: ۶۹۷۴، کی شرح از علامہ عینی	714
125	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	714
126	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	714
127	حدیث مذکور کے معانی	714
128	طاعون کی بیماری کا بیان	714
	۱۴۔ باب	715
129	ہبہ واپس لینے اور حق شفعہ کے سقوط کے لیے حیلہ کے مکروہ ہونے کا بیان	715
130	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	715
131	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	715
132	حدیث مذکور کی تخریج	715
133	امام ابوحنیفہ نے احادیث صحیحہ کی بناء پر ہبہ سے رجوع کرنے کو جائز کہا، پھر ان پر طعن کس طرح جائز ہے؟	716
134	امام ابوحنیفہ کے مخالفین نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کی نوعیت کا بیان	716
135	صحیح البخاری: ۶۹۷۵، کی شرح از علامہ عینی	717
136	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	717
137	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	717
138	صحیح البخاری: ۶۹۷۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	717
139	کسی اجنبی کو کوئی چیز ہبہ کر کے اس سے واپس لینے کے متعلق فقہاء کے اقوال	717
140	امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ کے اعتراض کے دیگر جوابات	718
141	صحیح البخاری: ۶۹۷۶، کی شرح از علامہ عینی	719
142	حدیث مذکور کے معانی	719
143	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	719
144	صحیح البخاری: ۶۹۷۷، کی شرح از علامہ عینی	721
145	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	721
146	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	721

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
147	حضرت مسور رضی اللہ عنہ اوران کے والد کا تذکرہ	721
148	حدیث مذکور کے معانی	72
149	پڑوسی کے لیے شفعہ کے حق میں مزید دلائل	722
150	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	722
151	صحیح البخاری: ۶۹۷۸، کی شرح از علامہ عینی	723
152	حدیث مذکور کے معانی	723
153	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	724
	۱۵۔ باب	725
154	عامل کا ہدیہ لینے کے لیے حیلہ کرنے کا مکروہ ہونا	725
155	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	725
156	صحیح البخاری: ۶۹۷۹، کی شرح از علامہ عینی	726
157	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	726
158	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	726
159	حدیث مذکور کے معانی	727
160	صحیح البخاری: ۶۹۸۰، کی شرح از علامہ عینی	728
161	حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	728
162	”کتاب الحِیَل“ کا اختتام	730
163	”کِتاب الحِیَل“ کی تکمیل	730
	۹۱۔ کِتَابُ التَّعْبِیْرِ	732
1	خوابوں کی تعبیر کا بیان	732
	۱۔ باب	733
2	رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے کی گئی	733
3	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	733
4	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	734
5	صحیح البخاری: ۶۹۸۲، کی شرح از علامہ عینی	737
6	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	737
7	حدیث مذکور کے معانی	738

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
8	”رؤیا الصالحہ“ اور ”رؤیا الصادقہ“ میں فرق اوران کی تعریفات	738
9	”فلق الصبح“ کا معنی اور نبی ﷺ کے خوابوں کی تعبیر کی روشن صبح کے ساتھ مشابہت کی توجیہ	738
10	غار حراء میں خلوت گزینی کی حکمت	739
11	”تحنث“ کا معنی اور غار حراء میں عبادت کرنے کی مدت	739
12	حق آنے کے متعدد معانی	739
13	جس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس پہلی وحی لے کر آئے اس وقت آپ کی عمر کا بیان اور اس وقت کی تاریخ میں مختلف اقوال	740
14	رسول اللہ ﷺ کو کس چیز کے پڑھنے کے متعلق حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا تھا؟	740
15	حضرت جبریل علیہ السلام کے آپ کو دبانے کی حکمت	740
16	آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام کے تین مرتبہ دبانے کی حکمت	741
17	حضرت جبریل علیہ السلام کے پوری قوت سے رسول اللہ ﷺ کو دبانے پر علامہ تورپشتی کا اعتراض اور اس کے جوابات	741
18	نبی ﷺ کے خوف زدہ ہونے کی توجیہات	742
19	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تسلی آمیز کلمات	742
20	رسول اللہ ﷺ کا حضرت ورقہ بن نوفل سے مکالمہ	742
21	نبی ﷺ نے وحی رک جانے پر شدت غم کی وجہ سے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا جو ارادہ	
22	کیا اس کی متعدد شارحین کی طرف سے توجیہات	743
23	حدیث مذکور کے فوائد	745
24	(۱) غار حراء میں رسول اللہ ﷺ کے عبادت	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کرنے کی کیفیت	745
25	(۲) ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	746
26	(۳) "ما انا بقارئ" کے معانی اور محامل	747
27	(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی تکذیب کے خوف کی تحقیق	747
28	(۵) ورقہ بن نوفل کا تذکرہ	747
	۲-باب	748
29	نیک مسلمانوں کے خوابوں کا بیان	748
30	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	748
31	آیت مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی	749
32	صحیح البخاری: ۶۹۸۳، کی شرح از علامہ عینی	749
33	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	749
34	حدیث مذکور کے معانی	749
35	سچے خوابوں کے نبوت کے جزو ہونے کے متعلق دیگر احادیث	750
36	ان احادیث مختلفہ میں تطبیق	751
37	صحیح البخاری: ۶۹۸۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	751
38	خواب دیکھنے والوں کے درجات اور مراتب	751
39	"سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے	
40	ایک جزو ہے" اس حدیث کی شرح میں متعدد علماء کی تقاریر	752
41	(۲) علامہ ابن بطال کی شرح کی علامہ المازری سے تلخیص	752
42	(۳) الشیخ ابو محمد بن ابو جمرہ کی بیان کردہ حدیث مذکور کی تقریر	753
43	(۴) قاضی عیاض مالکی کی تقریر	753
44	(۵) علامہ الحلیمی کی تقریر	753
45	(۶) امام غزالی کی تقریر	755
	۳-باب	756
46	خواب کا اللہ کی طرف سے ہونا	756
47	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	756
48	صحیح البخاری: ۶۹۸۴، کی شرح از علامہ عینی	757
49	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	757
50	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	757
51	حدیث مذکور کے معانی	757
52	صحیح البخاری: ۶۹۸۵، کی شرح از علامہ عینی	758
53	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	758
54	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	758
55	حدیث مذکور کے معانی	758
56	صحیح البخاری: ۶۹۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	758
57	ڈراؤنے خواب کے ضرر سے بچنے کا طریقہ	758
58	مذکورہ چھ آداب کی حکمتیں	759
	۴-باب	760
59	نیک خواب نبوت کے چھیالیس (۴۶) اجزاء میں	
60	سے ایک جزو ہے، اس کا بیان	760
61	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	760
62	صحیح البخاری: ۶۹۸۶، کی شرح از علامہ عینی	761
63	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	761
64	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	761
65	حدیث مذکور کے معانی	762
66	صحیح البخاری: ۶۹۸۷، کی شرح از علامہ عینی	762
67	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	762
68	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	762

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
69	صحیح البخاری:۶۹۸۸، کی شرح از علامہ عینی	763
70	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	763
71	صحیح البخاری:۶۹۸۹، کی شرح از علامہ عینی	763
72	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	764
73	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	764
74	حدیث مذکور کے معانی	764
75	صحیح البخاری:۶۹۸۹، کی شرح از علامہ قسطلانی	764
76	سچے خواب کا اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہونے کا بیان	764
77	سچے خواب کا نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہونے کا بیان	765
	۵- باب	765
78	خوش کرنے والی چیزوں کا بیان	765
79	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	765
80	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	765
81	صحیح البخاری:۶۹۹۰، کی شرح از علامہ عینی	766
82	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	766
83	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	766
84	حدیث مذکور کے معانی	767
85	مبشرات کی حدیث پر اعتراضات کے جوابات	767
86	اس اعتراض کا جواب کہ مستقبل کے واقعات کا علم مبشرات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ علم الہام سے بھی حاصل ہوجاتا ہے	767
87	صحیح البخاری:۶۹۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	768
88	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد والے خواب مبشرات ہیں	768
89	کسی چیز کا جزو اس چیز کے وصف کو مستلزم نہیں ہے	768
	۶- باب	768
90	حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب	768
91	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	768
92	آیاتِ مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی	769
93	تعلیق مذکور پر اعتراض	771
94	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	771
95	حافظ ابن حجر کی طرف سے علامہ عینی کے اعتراضِ مذکور کا جواب	771
96	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	772
97	خواب کس کے سامنے بیان کیا جائے اور کس کے	
98	سامنے نہ بیان کیا جائے	772
	۷- باب	773
99	حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا بیان	773
100	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	773
101	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	773
102	حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کے متعلق اہلِ کتاب کی روایت	774
103	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کے متعلق دلائل	776
104	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر مزید دلائل	779
	۸- باب	783
105	کئی آدمیوں کا ایک خواب دیکھنا	783
106	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	783
107	صحیح البخاری:۶۹۹۱، کی شرح از علامہ عینی	783
	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	783

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۹۔ باب	783
108	قیدیوں، مفسدوں اور مشرکوں کے خواب کا بیان	783
109	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	783
110	آیاتِ مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی	786
111	علامہ عینی کی شرح پر مصنف کی گرفت	786
112	صحیح البخاری: ۶۹۹۲، کی شرح از علامہ عینی	790
113	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	791
114	حدیث مذکور کے معانی	791
115	صحیح البخاری: ۶۹۹۲، کی شرح از علامہ ابن بطال	791
116	کافر کے سچے خواب کا نبوت کا جزو نہ ہونا	791
117	کافر کے سچے خواب اور مومن کے سچے خواب کے درمیان فرق	791
118	کافر کے خواب کو صالح کہنے کا جواز	792
119	نبی ﷺ کا بطورِ تواضع حضرت یوسف علیہ السلام اور	
120	دیگر انبیاء علیہم السلام کو خود سے افضل قرار دینا	792
121	حضرت یوسف علیہ السلام کے مقام کی بلندی	793
122	حضرت یوسف علیہ السلام کا حلم، ان کا صبر اور ان کا امتحان میں ثابت قدم رہنا	793
123	دیگر انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کی تواضع	793
124	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو مردوں کو زندہ کرنے کے مشاہدہ کی دعا کی تھی، اس کی توجیہ	793
125	حضرت یونس علیہ السلام کے مقابلہ میں تواضع	794
126	عین الیقین کا علم الیقین سے اعلیٰ اور اقویٰ ہونا	794
127	حضرت لوط علیہ السلام کے مقابلہ میں تواضع کی توجیہ	794
	۱۰۔ باب	795
128	جس نے نبی ﷺ کی خواب میں زیارت کی	795
129	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	795

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
130	صحیح البخاری: ۶۹۹۳، کی شرح از علامہ عینی	795
131	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	795
132	رسول اللہ ﷺ کو خواب میں صفاتِ محمودہ پر دیکھنا دنیا میں خوش حالی اور دین میں عقائد کے صحیح ہونے پر دلیل ہے	796
133	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	796
134	حدیث مذکور کے معانی	796
135	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	797
136	صحیح البخاری ۶۹۹۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	797
137	صحیح البخاری: ۶۹۹۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	798
138	اس کی تحقیق کہ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنے والا آپ کو خواب میں آپ کی معروف صورت کے مطابق دیکھے یا کسی اور صورت کے مطابق دیکھے، ہر صورت میں اس کا خواب برحق ہے	798
139	رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت بیداری میں بھی زیارت کی بشارت ہے	799
140	بیداری میں زیارت پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا اشکال	799
141	حافظ ابنِ حجر عسقلانی کے اشکال کا مصنف کی طرف سے جواب	799
142	حافظ ابن حجر عسقلانی کے اشکالِ مذکور کا علامہ ابن ابی جمرہ کی طرف سے جواب	799
143	اشکالِ مذکور کے دیگر جوابات	799
144	اس کی تحقیق کہ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے والے بیداری میں حقیقتاً آپ کی زیارت سے مشرف ہوں گے	800

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
145	اس پر دلیل کہ شیطان کسی نبی کی صورت کی مثل نہیں بنا سکتا	801
146	خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنے والے کے لیے آپ کی مثال کا ثبوت	801
147	صحیح البخاری: ۶۹۹۴، کی شرح از علامہ عینی	803
148	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	803
149	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	803
150	حدیث مذکور کے معانی	803
151	صحیح البخاری: ۶۹۹۵، کی شرح از علامہ عینی	805
152	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	805
153	صحیح البخاری: ۶۹۹۶، کی شرح از علامہ عینی	805
154	حدیث مذکور کے معانی	805
155	صحیح البخاری: ۶۹۹۷، کی شرح از علامہ عینی	806
156	حدیث مذکور کے معانی	806
157	صحیح البخاری: ۶۹۹۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	806
158	خواب میں نبی ﷺ کی زیارت کرنے والا صرف آپ کی وفات سے پہلے بیداری میں آپ کی زیارت کرے گا	806
159	شیخ ابن عثیمین کی شرح پر مصنف کا تعاقب	806
160	آپ کی وفات کے بعد جس نے آپ کو خواب میں دیکھا، اس کے آپ کو بیداری میں دیکھنے کے متعلق فقہاء اسلام کی تصریحات	806
	۱۱- باب	808
161	رات کے وقت خواب دیکھنے کا بیان	808
162	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	808
163	صحیح البخاری: ۶۹۹۸، کی شرح از علامہ عینی	809
164	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	809
165	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	809
166	حدیثِ مذکور کے معانی	809
167	"مفاتیح الکلم" اور "جوامع الکلم" کے معانی	809
168	رُعب سے آپ کی مدد کا بیان	810
169	صحیح البخاری: ۶۹۹۹، کی شرح از علامہ عینی	810
170	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	811
171	حدیث مذکور کے معانی	811
172	صحیح البخاری: ۷۰۰۰، کی شرح از علامہ عینی	812
173	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	812
174	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	812
175	حدیث مذکور کے معانی	812
	۱۲- باب	813
176	دن کے وقت خواب دیکھنے کا بیان	813
177	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	813
178	صحیح البخاری: ۷۰۰۲، کی شرح از علامہ عینی	814
179	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	814
180	حدیث مذکور کے معانی	814
181	حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کے جانے کی توجیہ	814
182	رسول اللہ ﷺ کے سر سے جوئیں نکالنے کی توجیہ	815
183	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ قرار دینے پر علامہ عینی کا تبصرہ	815
	۱۳- باب	815
184	خواتین کے خواب کا بیان	815
185	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	815
186	صحیح البخاری: ۷۰۰۳، کی شرح از علامہ عینی	816
187	حدیث مذکور کے معانی	816

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
188	صحیح البخاری: ۷۰۰۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	817
189	کسی فوت شدہ شخص کے متعلق مغفور کہنے کا عدم جواز	817
190	حدیث مذکور سے بعض لوگوں کا رسول اللہ ﷺ کے علمِ غیب کا انکار کرنا	818
191	صحیح البخاری: ۷۰۰۴، کی شرح از علامہ عینی	820
	۱۴۔ باب	820
192	برا خواب شیطان کی طرف سے ہونے کا بیان	820
193	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	820
194	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	820
195	صحیح البخاری: ۷۰۰۵، کی شرح از علامہ عینی	821
196	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	821
197	حدیث مذکور کے معانی	821
	۱۵۔ باب	822
198	خواب میں دودھ دیکھنے کا بیان	822
199	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	822
200	صحیح البخاری: ۷۰۰۶، کی شرح از علامہ عینی	822
201	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	822
202	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	822
203	حدیث مذکور کے معانی	823
	۱۶۔ باب	823
204	جب دودھ جسم کے اعضاء میں یا ناخنوں میں جاری ہو	823
205	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	823
206	صحیح البخاری: ۷۰۰۷، کی شرح از علامہ عینی	824
	۱۷۔ باب	824
207	خواب میں قمیص کو دیکھنا	824
208	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	824
209	صحیح البخاری: ۷۰۰۸، کی شرح از علامہ عینی	825
210	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	825
211	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	825
212	صحیح البخاری: ۷۰۰۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	825
213	لباس سے مراد بندے کے اعمال ہیں	825
214	خواب کی تعبیر ظاہر الفاظ پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ ضربِ مثال پر مبنی ہوتی ہے	825
215	بیداری میں لمبی قمیص کے مذموم ہونے اور خواب میں مستحسن ہونے کی توجیہ	826
	۱۸۔ باب	826
216	خواب میں قمیص کو گھسیٹنے کا بیان	826
217	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	826
218	صحیح البخاری: ۷۰۰۹، کی شرح از علامہ عینی	827
219	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	827
220	صحیح البخاری: ۷۰۰۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	827
221	حدیث مذکور کے فوائد	827
	۱۹۔ باب	828
222	خواب میں سبز رنگ کو دیکھنے اور سرسبز باغ کو دیکھنے کا بیان	828
223	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	828
224	صحیح البخاری: ۷۰۱۰، کی شرح از علامہ عینی	829
225	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	830
226	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	830
227	حدیث مذکور کے معانی	830
228	بعض صحابہ کی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق جنتی ہونے کی اور ان کے انکار کی توجیہ	830
229	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق جنتی ہونے	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کی بشارت کا بطور استدلال ہونا	831
230	صحیح البخاری: ۷۰۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	832
231	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے خواب کی بعض تفصیلات	832
232	حدیث مذکور کے فوائد	832
233	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور ان کے جنتی ہونے کے متعلق حدیث	833
	۲۰۔ بَابٌ	834
234	خواب میں عورت کے منکشف ہونے کا بیان	834
235	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	834
236	صحیح البخاری: ۷۰۱۱، کی شرح از علامہ عینی	835
237	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	835
238	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	835
239	حدیث مذکور کے معانی	835
240	ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر ایک مرد اٹھائے ہوئے تھا، دوسری روایت میں ہے کہ فرشتہ اٹھائے ہوئے تھا، ان دونوں روایتوں میں تطبیق	835
241	علامہ عینی کا علامہ کرمانی کی شرح پر تعاقب	836
	۲۱۔ بَابٌ	836
242	ریشم کے کپڑے کو خواب میں دیکھنے کا بیان	836
243	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	836
244	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	836
245	عورت کو اور ریشم کو خواب میں دیکھنے کی تحقیق	836
246	صحیح البخاری: ۷۰۱۲، کی شرح از علامہ عینی	837
247	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	837
248	حدیث مذکور کے معانی	838

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۲۔ بَابٌ	838
249	ہاتھ میں چابیوں کا بیان	838
250	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	838
251	صحیح البخاری: ۷۰۱۳، کی شرح از علامہ عینی	839
252	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	839
	حدیث مذکور کے معانی	839
	۲۳۔ بَابٌ	839
253	خواب میں دستہ اور کنڈہ سے لٹکنے کا بیان	839
254	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	839
255	صحیح البخاری: ۷۰۱۴، کی شرح از علامہ عینی	840
256	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	840
257	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	840
258	حدیث مذکور کے معانی	840
	۲۴۔ بَابٌ	841
259	خواب میں خیمہ کے ستون کو اپنے تکیہ کے نیچے دیکھنا	841
260	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	841
261	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	841
262	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	842
263	علامہ ابن بطال کی شرح سے حافظ ابن حجر عسقلانی کا اختلاف	843
	۲۵۔ بَابٌ	843
264	خواب میں دبیز ریشم کو دیکھنے اور جنت میں داخل ہونے کا بیان	843
265	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	843
266	صحیح البخاری: ۷۰۱۵، کی شرح از علامہ عینی	844
267	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	844
268	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	844
269	حدیث مذکور کے معانی	845

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۶۔ باب	845
270	خواب میں پاؤں کی بیڑیوں کو دیکھنا	845
271	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	845
272	صحیح البخاری: ۷۰۱۷، کی شرح از علامہ عینی	845
273	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	846
274	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	846
275	حدیث مذکور کے معانی	846
276	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	847
277	خواب کی اقسام	848
278	صحیح البخاری: ۷۰۱۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	849
279	خواب میں بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کو دیکھنے کی مختلف تعبیریں	850
280	زمانہ کے قریب ہونے کے معانی اور محامل	850
281	ابن سیرین کے نزدیک خواب کا سچا ہونا صرف آخر زمانہ کے مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں	851
282	صحیح البخاری: ۷۰۱۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	851
283	زمانہ کے قریب ہونے کے متعدد معانی اور محامل	851
284	نیک اور صادق مومن کے خواب کے جزو نبوت ہونے کی توجیہ	852
	۲۷۔ باب	853
285	خواب میں جاری چشمہ کو دیکھنے کی تعبیر	853
286	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	853
287	صحیح البخاری: ۷۰۱۸، کی شرح از علامہ عینی	854
288	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	854
289	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	854
290	حدیث مذکور کے معانی	855
291	صحیح البخاری: ۷۰۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	856
292	حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے نیک اعمال کا سلسلہ جاری رہنے کے متعلق مزید شواہد	856
	۲۸۔ باب	856
293	خواب میں یہ دیکھنا کہ کنویں سے پانی نکالتے رہنا حتیٰ کہ لوگ سیراب ہو جائیں	856
294	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	856
295	صحیح البخاری: ۷۰۱۹، کی شرح از علامہ عینی	857
296	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	857
297	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	858
298	حدیث مذکور کے معانی	858
299	صحیح البخاری: ۷۰۱۹، کی شرح از علامہ ابن بطال	858
300	حدیث میں مذکور مثال سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت اور اس کی کیفیت کا بیان	858
301	عبقری کا معنی	859
	۲۹۔ باب	859
302	کنویں سے ایک ڈول یا دو ڈولوں کو کمزوری کے ساتھ نکالنے کا بیان	859
303	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	859
304	صحیح البخاری: ۷۰۲۰، کی شرح از علامہ عینی	860
305	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	860
306	صحیح البخاری: ۷۰۲۱، کی شرح از علامہ عینی	861
307	حدیث مذکور کے معانی	861
	۳۰۔ باب	862
308	خواب میں آرام کرنے کا بیان	862
309	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	862
310	صحیح البخاری: ۷۰۲۲، کی شرح از علامہ عینی	862

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
311	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	862
312	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	862
313	حدیث مذکور کے معانی	863
	۳۱۔ باب	863
314	خواب میں محل دیکھنے کا بیان	863
315	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	863
316	صحیح البخاری: ۷۰۲۳، کی شرح از علامہ عینی	864
317	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	864
318	حدیث مذکور کے معانی	864
319	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محل کی جانب جو عورت وضو کر رہی تھی اس کا مصداق اور اس خواب کی تعبیر	864
320	صحیح البخاری: ۷۰۲۴، کی شرح از علامہ عینی	865
321	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	865
322	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	865
323	حدیث مذکور کے معانی	865
324	صحیح البخاری: ۷۰۲۴، کی شرح از علامہ ابن بطال	865
325	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کی بشارت	86
326	خواب میں جنت کو دیکھنے کی متعدد تعبیریں	866
327	خواب میں وضو کرنے کی تعبیر	86
	۳۲۔ باب	867
328	خواب میں وضو کرنے کا بیان	867
329	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	867
330	صحیح البخاری: ۷۰۲۵، کی شرح از علامہ عینی	867
	۳۳۔ باب	868
331	خواب میں کعبہ کا طواف کرنے کا بیان	868
332	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	868
333	صحیح البخاری: ۷۰۲۶، کی شرح از علامہ عینی	868
334	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	869
335	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	869
336	حدیث مذکور کے معانی	869
337	صحیح البخاری: ۷۰۲۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	870
338	دجال کی مخصوص صفات بیان کرنے کی توجیہ اور دجال کی تکذیب پر دلیل	870
	۳۴۔ باب	870
339	خواب میں اپنا پس خوردہ دوسرے کو دینے کا بیان	870
340	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	870
341	صحیح البخاری: ۷۰۲۷، کی شرح از علامہ عینی	871
342	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	871
	۳۵۔ باب	871
343	خواب میں خوف کے دور ہونے اور حصولِ امن کا بیان	871
344	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	871
345	صحیح البخاری: ۷۰۲۹، کی شرح از علامہ عینی	873
346	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	873
347	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	873
348	حدیث مذکور کے معانی	873
349	صحیح البخاری: ۷۰۲۹، کی شرح از علامہ ابن بطال	873
350	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور فوائد مثلاً سنتوں کے ترک پر عذاب کا جواز، دلیل سے کسی کے فرشتہ ہونے پر یقین کرنا، خواب میں بیان کردہ تعبیر کا بیداری میں معتبر ہونا اور خواب کی تعبیر کا انبیاء علیہم السلام کے کلام سے مستفاد ہونا	873
351	صحیح البخاری: ۷۰۲۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	874
352	حدیث مذکور کے مزید مسائل اور فوائد	874

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۳۶۔ باب	875
354	سوتے وقت دائیں پہلو پر لیٹنا	875
355	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	875
356	صحیح البخاری: ۷۰۳۱، کی شرح از علامہ عینی	876
357	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	876
358	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	876
359	حدیث مذکور کے معانی	876
360	حدیث مذکور سے مستنبط فوائد و مسائل	876
361	صحیح البخاری: ۷۰۳۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	876
362	مسجد میں سونے کی تحقیق	876
363	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رسول اللہ ﷺ کی سنتوں سے محبت کرنا اور ان سنتوں پر عمل کرنے کے لیے ان کو تلاش کرنا	877
364	دوزخ کے مخلوق اور موجود ہونے پر دلیل	877
365	کثرت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت	877
	۳۷۔ باب	878
366	خواب میں پیالہ کو دیکھنے کا بیان	878
367	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	878
368	صحیح البخاری: ۷۰۳۲، کی شرح از علامہ عینی	879
	۳۸۔ باب	879
369	کسی چیز کے خواب میں اڑنے کا بیان	879
370	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	879
371	صحیح البخاری: ۷۰۳۳، کی شرح از علامہ عینی	880
372	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	880
373	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	880
374	حدیث مذکور کے معانی	880
375	صحیح البخاری: ۷۰۳۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	881
376	اس کا بیان کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں تعبیر دو جھوٹوں کے ساتھ کی	881
377	آسمان کی طرف اڑنے کی متعدد تعبیریں	882
378	صحیح البخاری: ۷۰۳۴، کی شرح از حافظ ابن حجر	
379	عسقلانی شافعی	882
380	جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کا قصہ	882
	۳۹۔ باب	883
381	خواب میں گائے کو نحر (ذبح) کیے جانے کا بیان	883
	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	883
382	صحیح البخاری: ۷۰۳۵، کی شرح از علامہ عینی	884
383	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	884
384	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	884
385	حدیث مذکور کے معانی	884
386	صحیح البخاری: ۷۰۳۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	885
387	خواب میں گائے کو نحر ہوتے ہوئے دیکھنے کی متعدد تعبیریں	885
388	"واللہ خیر" کے معانی	885
389	صحیح البخاری: ۷۰۳۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	886
390	گائے کو خواب میں دیکھنے کی مزید تعبیریں	886
	۴۰۔ باب	886
391	خواب میں پھونک مارنے کا بیان	886
392	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	886
393	صحیح البخاری: ۷۰۳۷، کی شرح از علامہ عینی	887
394	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	887
395	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	887
396	حدیث مذکور کے معانی	887
397	علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ	888

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۴۱۔باب	888
398	جب کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ایک چیز کو ایک جانب سے نکالا اور دوسری جانب میں رکھ دیا، اس کی تعبیر کا بیان	888
399	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	888
400	صحیح البخاری: ۷۰۳۸، کی شرح از علامہ عینی	889
401	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	889
402	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	889
403	حدیث مذکور کے معانی	889
404	صحیح البخاری: ۷۰۳۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	889
405	وبا کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی توجیہ	890
406	صحیح البخاری: ۷۰۳۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	890
407	خواب مذکور کی مزید تعبیر کا بیان	890
	۴۲۔باب	890
408	خواب میں سیاہ فام عورت کو دیکھنے کا بیان	890
409	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	890
410	صحیح البخاری: ۷۰۳۹، کی شرح از علامہ عینی	891
	۴۳۔باب	891
411	خواب میں ایسی عورت کو دیکھنے کا بیان جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہوں	891
412	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	891
413	صحیح البخاری: ۷۰۳۸، کی شرح از علامہ عینی	892
	۴۴۔باب	892
414	خواب میں تلوار ہلانے کا بیان	892
415	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	892
416	صحیح البخاری: ۷۰۴۱، کی شرح از علامہ عینی	893
417	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	893

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
418	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	893
419	صحیح البخاری: ۷۰۴۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	893
420	تلوار کی تعبیر نبی ﷺ کے اصحاب ہیں	893
421	خواب میں تلوار دیکھنے کی مزید تعبیریں	893
	۴۵۔باب	894
422	جس نے جھوٹا خواب بیان کیا، اس کے گناہ کا بیان	894
423	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	894
424	صحیح البخاری: ۷۰۴۲، کی شرح از علامہ عینی	895
425	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	895
426	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	895
427	حدیث مذکور کے معانی	896
428	صحیح البخاری: ۷۰۴۳، کی شرح از علامہ عینی	896
429	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	896
430	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	896
431	حدیث مذکور کے معانی	897
432	صحیح البخاری: ۷۰۴۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	897
433	بیداری میں جھوٹ بولنے کی بہ نسبت جھوٹا خواب بیان کرنے پر زیادہ گرفت کی توجیہ	897
434	جس کام کی بندہ میں طاقت نہ ہو اس کام کا بندوں کو مکلف کرنے کے متعلق فقہاء کے مذاہب	898
435	دوسروں کی باتیں کان لگا کر سننا مطلقاً ممنوع ہے یا اس وقت ممنوع ہے جب ان باتوں کو سننے سے ان کو حرج ہو؟	899
	۴۶۔باب	899
436	جب کوئی شخص خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے	
437	تو نہ کسی کو اس کی خبر دے اور نہ اس کا ذکر کرے	899
438	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	899
439	صحیح البخاری: ۷۰۴۴، کی شرح از علامہ عینی	900

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
440	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	900
441	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	900
442	حدیث مذکور کے معانی	901
443	محب کے سامنے خواب بیان کرنے کے فوائد	901
444	صحیح البخاری: ۷۰۴۵، کی شرح از علامہ عینی	901
445	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	902
446	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	902
447	صحیح البخاری: ۷۰۴۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	902
448	اچھے خواب کو صرف محب کے سامنے بیان کرنے کی وجوہ	902
449	برے خواب کو دوسروں سے چھپانے کی توجیہ	902
450	برے خواب کو دیکھ کر بائیں جانب تین مرتبہ تھوکنے کی توجیہ	903
	۴۷- باب	903
451	اس کا بیان کہ جس شخص کا یہ گمان نہ ہو کہ خواب پہلی تعبیر کے مطابق واقع ہوتا ہے جب وہ تعبیر صحیح نہ ہو	903
452	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	903
453	صحیح البخاری: ۷۰۴۶، کی شرح از علامہ عینی	905
454	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	905
455	حدیث مذکور کے معانی	905
456	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعبیر میں کیا خطا واقع ہوئی، اس کا بیان	906
457	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تعبیر میں صحت اور خطاء کا ذکر	906
458	صحیح البخاری: ۷۰۴۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	908
459	حدیث میں مذکور خواب کی تعبیر	908
460	خواب کی تعبیر بیان کرنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء	909

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
461	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء کو ظاہر نہیں کیا اس کی توجیہ	909
462	خواب کی تعبیر سے خواب میں فرق نہیں پڑتا	909
463	خواب کی تعبیر صرف عالم یا خیر خواہ سے معلوم کی جائے	909
464	خواب کی بعض تعبیر سے سکوت کرنے کا جواز	910
465	قسم کھانے والے کی قسم کو سچا کرنے کے حکم کا عمومی طور پر نہ ہونا	910
466	صحیح البخاری: ۷۰۴۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	910
467	خواب کا خواب کی تعبیر کے مطابق ہونے کے متعلق احادیث	910
468	خواب دیکھنے والے اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والے کے آداب	912
	۴۸- باب	912
469	صبح کی نماز کے بعد خواب کی تعبیر بیان کرنا	912
470	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	912
471	صحیح البخاری: ۷۰۴۷، کی شرح از علامہ عینی	916
472	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	916
473	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	916
474	صحیح البخاری: ۷۰۴۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	917
475	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	917
476	برزخ میں نیکوکاروں اور بدکاروں کے احوال	922
477	حدیث مذکور کے فوائد	922
478	''کتاب التعبیر'' کی تکمیل	923
	۹۲- کِتَابُ الْفِتَنِ	925
1	فتنوں کا بیان	925

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
2	''کتاب الفتن'' کی شرح از علامہ ابن بطال	925
3	کتاب الفتن کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	926
	۱-باب	927
4	ان احادیث کا بیان جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق وارد ہیں: ''اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں''	927
5	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	927
6	صحیح البخاری:۷۰۴۸، کی شرح از علامہ عینی	928
7	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	928
8	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	928
9	حدیث مذکور کے معانی	929
10	صحیح البخاری:۷۰۴۹، کی شرح از علامہ عینی	929
11	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	929
12	حدیث مذکور کے معانی	930
13	صحیح البخاری:۷۰۵۱، کی شرح از علامہ عینی	931
14	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	931
15	جن لوگوں کو حوض سے واپس کر دیا جائے گا، ان کے متعلق تحقیق	931
16	ہمارے دور کے معمولات اہلِ سنت پر اشکال کا جواب	931
	۲-باب	932
17	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ عنقریب تم میرے بعد ایسے امور دیکھو گے جو تم کو برے معلوم ہوں گے	932
18	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی	933
19	صحیح البخاری:۷۰۵۲، کی شرح از علامہ عینی	933
20	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	933
21	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	933
22	حدیث مذکور کے معانی	934
23	ظالم حکام کے خلاف جہراً دعا نہ کی جائے	934
24	صحیح البخاری:۷۰۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	934
25	اگر حکام خلاف شرع کام کریں تو ان برے کاموں کو برا سمجھا جائے اور ان کے خلاف بغاوت نہ کی جائے	934
26	صحیح البخاری:۷۰۵۳، کی شرح از علامہ عینی	935
27	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	935
28	حدیث مذکور کے معانی	935
29	صحیح البخاری:۷۰۵۴، کی شرح از علامہ عینی	936
30	جماعت سے علیحدہ ہونے کا محمل	936
31	صحیح البخاری:۷۰۵۶، کی شرح از علامہ عینی	937
32	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	937
33	حدیث مذکور کے معانی	937
34	ظالم حکام کے خلاف خروج کرنے کے متعلق فقہاء کے نظریات	938
35	صحیح البخاری:۷۰۵۷، کی شرح از علامہ عینی	939
36	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	939
37	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	939
38	حدیث مذکور کے معانی	939
39	صحیح البخاری:۷۰۵۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	939
40	ظالم حکام کے خلاف خروج کی ممانعت	939
	۳-باب	940
41	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میری امت کی ہلاکت جاہل لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی	940
42	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	940
43	صحیح البخاری:۷۰۵۸، کی شرح از علامہ عینی	941

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
44	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	941
45	حدیث مذکور کے معانی	941
46	صحیح البخاری: ۷۰۵۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	942
47	ظالم حکام کے خلاف خروج نہ کرنے پر مزید دلائل	942
48	صحیح البخاری: ۷۰۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	942
49	لڑکوں کی حکومت کا مصداق	943
50	حکم بن ابی العاص اور مروان پر لعنت کے متعلق روایات	943
	۴۔ باب	943
51	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ عرب کے لیے اس شر پر افسوس ہے جو قریب آچکا ہے	943
52	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	943
53	صحیح البخاری: ۷۰۵۹، کی شرح از علامہ عینی	944
54	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	944
55	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	944
56	حدیث مذکور کے معانی	944
57	یاجوج ماجوج اور ان کی رکاوٹ کے متعلق علامہ ابن ملقن کی شرح	945
58	یاجوج ماجوج اور ان کی رکاوٹ کے متعلق مصنف کا مختار	945
59	صحیح البخاری: ۷۰۶۰، کی شرح از علامہ عینی	946
60	حدیث مذکور کے معانی	946
	۵۔ باب	946
61	فتنوں کا ظاہر ہونا	946
62	صحیح البخاری: ۷۰۶۱، کی شرح از علامہ عینی	947
63	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	947
64	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	947
65	زمانہ کے قریب ہونے کے متعدد محامل	947
66	دلوں میں بخل ڈالے جانے پر ایک سوال کا جواب	948
67	صحیح البخاری: ۷۰۶۲، ۷۰۶۳، کی شرح از علامہ عینی	949
68	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	949
69	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	949
70	حدیث مذکور کے معانی	949
71	صحیح البخاری: ۷۰۶۴، کی شرح از علامہ عینی	950
72	صحیح البخاری: ۷۰۶۵، کی شرح از علامہ عینی	950
73	صحیح البخاری: ۷۰۶۶، کی شرح از علامہ عینی	951
74	صحیح البخاری: ۷۰۶۷، کی شرح از علامہ عینی	951
75	حدیث مذکور کے معانی	951
76	قیامت کے وقت نیک لوگوں کے موجود ہونے کا بھی ثبوت	951
	۶۔ باب	951
77	ہر زمانہ کے بعد والے زمانہ کا پہلے زمانہ سے بدتر ہونا	951
78	صحیح البخاری: ۷۰۶۸، کی شرح از علامہ عینی	952
79	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	952
80	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	952
81	حدیث مذکور کے معانی	952
82	حجاج بن یوسف کا تذکرہ	952
83	اس اشکال کا جواب کہ عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ حجاج بن یوسف کے زمانہ کے بعد ہے حالانکہ عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ حجاج کے زمانہ سے بہتر تھا	953
84	صحیح البخاری: ۷۰۶۹، کی شرح از علامہ عینی	954
85	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	954
86	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	954

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
87	حدیث مذکور کے معانی	954
88	آخرت میں برہنہ ہونے کے متعدد محامل	954
	۷۔ باب	954
89	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ''جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے''	954
90	صحیح البخاری: ۷۰۷۰، کی شرح از علامہ عینی	955
91	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	955
92	حدیث مذکور کے معانی	955
93	''مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے والا ہم میں سے نہیں ہے'' کے متعدد محامل	955
94	صحیح البخاری: ۷۰۷۱، کی شرح از علامہ عینی	955
95	صحیح البخاری: ۷۰۷۲، کی شرح از علامہ عینی	956
96	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	956
97	حدیث مذکور کے معانی	956
98	حدیث مذکور سے مستنبط مسئلہ	956
99	صحیح البخاری: ۷۰۷۳، کی شرح از علامہ عینی	957
100	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	957
101	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	957
102	صحیح البخاری: ۷۰۷۴، کی شرح از علامہ عینی	958
103	صحیح البخاری: ۷۰۷۵، کی شرح از علامہ عینی	958
104	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	958
105	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	958
	۸۔ باب	959
106	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو	959
107	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	959
108	صحیح البخاری: ۷۰۷۶، کی شرح از علامہ عینی	959
109	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	959
110	حدیث مذکور کے معانی	959
111	صحیح البخاری: ۷۰۷۷، کی شرح از علامہ عینی	960
112	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	960
113	حدیث مذکور کے معانی	960
114	مسلمانوں کے ایک دوسرے کو قتل کرنے پر کفر کے اطلاق کی توجیہات	960
115	صحیح البخاری: ۷۰۷۸، کی شرح از علامہ عینی	962
116	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	962
117	حدیث مذکور کے معانی	962
118	جاریہ بن قدامہ کا ابن الحضرمی کو آگ میں جلانے کا قصہ	962
119	حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا اس حدیث کے پیش نظر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ سے الگ رہنا	963
	صحیح البخاری: ۷۰۷۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	964
120	جاریہ بن قدامہ کے ابن الحضرمی کو آگ میں زندہ جلانے کے قصہ کی مزید وضاحت	964
121	حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید میں دیگر احادیث	964
122	صحیح البخاری: ۷۰۷۹، کی شرح از علامہ عینی	965
123	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	965
124	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	965
125	حدیث مذکور کے معانی	965
126	صحیح البخاری: ۷۰۸۰، کی شرح از علامہ عینی	966
127	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	966
	۹۔ باب	966
128	ایسے فتنہ کا بیان جس فتنہ میں بیٹھنے والا اس فتنہ میں کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا	966

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
129	فتنوں سے دور رہنے سے متعلق دیگر احادیث	967
130	مذکورہ احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	968
131	آیا ان احادیث میں ہر فتنہ سے دور رہنے کا حکم دیا ہے یا کسی مخصوص فتنہ سے؟	968
132	دو لڑنے والے فریقوں میں سے جب ایک فریق خطاء پر ہو تو ان کا حکم	968
133	جب دو فریق آپس میں لڑیں اور دونوں خطاء پر ہوں تو ان کا حکم	968
134	ان فتنوں کا بیان جن کے دوران فتنوں سے الگ رہنا واجب ہے	969
135	باب مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	969
136	احادیثِ مذکورہ میں فتنوں سے مراد کا بیان اور ان فتنوں سے اجتناب کی ترغیب	970
137	بعض متقدمین کے نزدیک فتنوں کے ایام میں مطلقاً فتنوں سے الگ رہنا واجب ہے	970
138	فتنوں سے الگ رہنے والے پر اگر فتنہ کرنے والے حملہ آور ہوں تو وہ ان کے مقابلہ میں کیا کرے؟	970
139	جمہور کے نزدیک جب دو جماعتیں آپس میں لڑیں اور ان میں سے کوئی ایک جماعت خطاء پر ہو تو اس کے خلاف لڑنے کا وجوب	970
140	فتنہ کے دوران فریقِ حق کی اعانت کرنے کا وجوب	970
141	بابِ مذکور کی احادیث میں فتنہ سے الگ رہنے کا محمل	971
	۱۰- باب	971
142	جب دو مسلمان تلواروں سے مقابلہ کریں تو ان کا حکم	971
143	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	971
144	صحیح البخاری: ۷۰۸۳، کی شرح از علامہ عینی	972
145	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	972
146	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	972
147	حدیث مذکور کے معانی	973
148	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ کو علامہ کرمانی کا ان کی اجتہادی خطاء قرار دینا	973
149	علامہ عینی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر طعن کرنا	973
150	علامہ عینی کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے طعن پر مصنف کی طرف سے جواب	973
151	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	978
152	جنگِ صفین میں لڑنے والے فریقین کے متعلق تحقیق	978
153	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	978
154	جنگِ صفین میں لڑنے والوں میں سے کسی ایک کا بھی باغی نہ ہونا	978
155	حدیثِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	979
156	جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں باہم لڑنے والوں کے متعلق اہلِ سنت کا موقف	979
	۱۱- باب	980
157	جب مسلمانوں کی جماعت نہ ہو تو پھر لوگ کیا کریں؟	980
158	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	980
159	صحیح البخاری: ۷۰۸۴، کی شرح از علامہ عینی	981
160	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	981
161	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	981

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
162	حدیث مذکور کے معانی	981
163	ظہور اسلام کے بعد شر اور خیر کے زمانہ کا مصداق	982
164	رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جس جماعت کے ساتھ لازم رہنے کا حکم دیا ہے اس کے مصداق کے متعلق علماء کے اقوال	982
165	مسلمانوں کے بہتر فرقوں کا بیان	983
166	مسلمانوں کے فرقوں کے متعلق مصنف کی تحقیق	983
	۱۲- باب	984
167	فتنہ پروروں اور ظالموں کی جماعت کو بڑھانے کی ممانعت	984
168	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	984
169	صحیح البخاری: ۷۰۸۴، کی شرح از علامہ عینی	985
170	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	985
171	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	985
172	حدیث مذکور کے معانی	985
173	صحیح البخاری: ۷۰۸۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	986
174	جو شخص جس جماعت میں شامل ہو اس کا اسی جماعت میں شمار ہونا	986
175	صحیح البخاری: ۷۰۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	986
176	کسی عذر صحیح کی وجہ سے فساق کی مجلس میں شرکت پر مواخذہ نہ ہونا	986
	۱۳- باب	987
177	جب کوئی شخص ردی لوگوں میں باقی رہ جائے	987
178	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	987
179	صحیح البخاری: ۷۰۸۶، کی شرح از علامہ عینی	988
180	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	988
181	حدیث مذکور کے معانی	988
182	بعض مشکل الفاظ کے معانی، حدیث کا خلاصہ اور حدیث کے فوائد	988
	۱۴- باب	989
183	ایام فتنہ میں دیہاتوں میں رہنے کا بیان	989
184	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	989
185	صحیح البخاری: ۷۰۸۷، کی شرح از علامہ عینی	990
186	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	990
187	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	990
188	حدیث مذکور کے معانی	990
189	حجاج بن یوسف کے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ	990
190	شہر کو ترک کر کے گاؤں میں رہائش اختیار کرنے پر وعید	990
191	ربذہ کا بیان	991
192	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	991
193	ہجرت کی فضیلت اور ہجرت ترک کر کے اپنی جگہ	
194	پر لوٹ آنے کی مذمت	991
	۱۵- باب	992
195	فتنوں سے پناہ طلب کرنے کا بیان	992
196	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	992
197	فتنوں سے پناہ طلب کرنے کی تحقیق	992
198	احادیث مذکورہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	994
199	حدیث مذکور میں سائل کی تعیین	994
200	رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا بیان اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے نسب پر بھی مطلع تھے اور ان کے اخروی ٹھکانے پر بھی مطلع تھے	994

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
201	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	995
202	رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی غیب کی خبر پر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا کامل ایمان	995
203	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظیم فراست اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور توقیر	995
204	رسول اللہ ﷺ کے فتنوں سے پناہ طلب کرنے کی حکمت	995
	١٦- باب	996
205	نبی ﷺ کا ارشاد کہ فتنہ مشرق کی طرف سے نمودار ہوگا	996
206	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	996
207	حدیث مذکور کے فوائد از مصنف	997
208	صحیح البخاری: ٧٠٩٥، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	998
209	نجد کے لیے دعا نہ کرنے کی وجہ اور قرن کا معنی	98
210	قرن کا معنی	998
211	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جنگِ جمل اور صفین کی لڑائیوں میں حصہ نہ لینے کا سبب	999
	١٧- باب	999
212	اس فتنہ کا بیان جو سمندر کی موج کی طرح اُڈ کر آئے گا	999
213	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	999
214	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	1001
215	رسول اللہ ﷺ کا مستقبل کے فتنوں اور غیب کی خبروں پر مطلع ہونا	1001
216	حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتنہ کبریٰ کے متعلق خبر کیوں نہیں دی؟	1001
217	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کس دلیل سے معلوم ہوا کہ جب ان کو شہید کر دیا جائے گا تو پھر قیامت تک فتنہ ختم نہیں ہوگا؟	1001
218	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	1003
219	اس سوال کا جواب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا گیا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مصیبت پہنچنے کے ساتھ کیوں مخصوص فرمایا؟	1003
220	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	1004
221	ولید بن عقبہ کے معاملہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے برملا بات نہ کرنے کی توجیہ	1004
222	آیا حکام کے غلط کاموں پر ان کو ٹوکنا واجب ہے یا نہیں؟	1005
223	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصاصِ عثمان نہ لینے پر عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان کے خلاف نکلنا آیا صحیح تھا یا نہیں؟	1006
224	جنگِ جمل اور صفین کے شرکاء کے متعلق مصنف کا موقف	1007
	١٨- باب	1008
225	صحیح البخاری: ٧٠٩٩، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1008
226	جنگِ جمل کے متعلق مختلف روایات	1008
227	عورت کو قاضی بنانے کے متعلق فقہاء کی آراء	1010
228	صحیح البخاری: ٧١٠٠، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1011
229	جنگِ جمل کی بعض تفصیلات	1011
230	احادیثِ مذکورہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1014
	١٩- باب	1015
231	جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرمائے	1015
232	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1015

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
233	صحیح البخاری: ۷۱۰۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1016
234	دنیاوی عذاب صالحین کے لیے کفارۂ سیئات ہیں اور کفار کے لیے سزا	1016
235	نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے اور ظالموں کی مجلس میں بیٹھنے پر عذاب کا نزول	1017
236	حدیث مذکور کے فوائد	1018
	۲۰۔ باب	1018
237	نبی ﷺ کا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے یہ ارشاد کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا	1018
238	صحیح البخاری: ۷۱۰۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1019
239	حدیث مذکور کے فوائد	1019
240	رسول اللہ ﷺ کا علمِ غیب اور آپ کی نبوت کی دلیل	1019
241	حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت، کیونکہ انہوں نے امت کو خوں ریزی سے بچانے کے لیے اقتدار چھوڑ دیا	1019
242	خوارج کا رد	1020
243	مسلمانوں کے دو فریقوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت	1020
244	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاسی بصیرت	1020
245	افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی خلافت کا جواز	1020
246	حکومت کے عوض مال لینے کا جواز	1020
247	جو صحابہ فریقین کی جنگ سے الگ رہے ان کی فضیلت	1020
248	جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا برحق موقف	1021
249	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کے باغی ہونے کے باوجود ان کی مذمت کا عدمِ جواز	1021
250	بعض اہلِ سنت کا دونوں فریقوں کو صحیح قرار دینا	1021
251	صحیح البخاری: ۷۱۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1022
252	حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر عذر	1022
253	حضرت حسنین کریمین کا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے غلام کو مال دینے کا سبب	1022
	۲۱۔ باب	1022
254	جب کوئی شخص لوگوں کے سامنے ایک بات کہے پھر وہاں سے نکل کر اس کے خلاف بات کہے	1022
255	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	1022
256	صحیح البخاری: ۷۱۱۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1023
257	یزید بن معاویہ کی بیعت کرنے اور بیعت توڑنے کا پس منظر	1023
258	صحیح البخاری: ۷۱۱۲، کی شرح از علامہ ابن بطال	1025
259	حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دنیاوی حکومت کے حصول کے لیے لڑنے سے بہتر یہ ہے کہ حق دار اپنے حق سے دستبردار ہو جائے	1025
260	صحیح البخاری: ۷۱۱۴، کی شرح از علامہ ابن بطال	1026
261	بعد کے زمانہ کے منافقین رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے منافقین سے بدتر ہیں	1026
262	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	1027

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۲۲-باب	1027
263	قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ قبر والوں پر رشک نہ کیا جائے	1027
264	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1027
265	صحیح البخاری: ۷۱۱۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1028
266	اس سوال کا جواب کہ موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے، پھر اس حدیث میں موت کی تمنا کا کیوں ذکر کیا گیا ہے؟	1028
267	صحیح البخاری: ۷۱۱۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	1029
268	زمانہ کے فساد کے وقت موت کی تمنا کا جواز	1029
	۲۳-باب	1029
269	زمانہ کا متغیر ہونا حتیٰ کہ بتوں کی عبادت کی جائے	1029
270	صحیح البخاری: ۷۱۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	1030
271	قحطان کے ایک مرد کا غلبہ کس وقت رونما ہوگا؟	1030
272	ذوالخلصہ کی تحقیق	1030
273	رسول اللہ ﷺ کا غیب کی خبر دینا	1031
	۲۴-باب	1031
274	آگ کا نکلنا	1031
275	صحیح البخاری: ۷۱۱۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	1031
276	وقوع قیامت کی علامتوں کا بیان	1031
277	صحیح البخاری: ۷۱۱۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1033
278	فرات کے پل پر سونے کے پہاڑ سے کچھ نہ لینے کی ممانعت کی توجیہ	1033
	۲۵-باب	1034
279	صحیح البخاری: ۷۱۲۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1034
280	وہ کونسا زمانہ ہوگا جب کوئی شخص زکوٰۃ کو لینے والا نہ ہوگا؟	1034
281	صحیح البخاری: ۷۱۲۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1036
282	جن دو عظیم جماعتوں کے درمیان لڑائی ہوگی ان کا مصداق اور جنگِ صفین کی تفصیل	1036
283	جھوٹے مدعیانِ نبوت کا بیان	1038
284	تیس (۳۰) یا اس سے زائد دجالوں کی تفصیل	1038
285	لمبی لمبی عمارتوں کے بنانے کی تفصیل	1039
286	قیامت کا اچانک آنا	1039
	۲۶-باب	1040
287	دجال کا بیان	1040
288	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1040
289	دجال کو دجال کہنے کی مناسبت	1040
290	دجال کے متعلق یہ ذکر کہ آیا وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا یا نہیں اور وہ کہاں سے نکلے گا، اس کے نکلنے کا سبب کیا ہوگا اور اس کی کیا صفات ہوں گی وغیرہ وغیرہ	1040
291	قرآن مجید میں دجال کا صراحۃً ذکر نہ کرنے کی توجیہ اور قرآن مجید کی آیات میں دجال کی طرف اشارات	1041
292	دجال کے دیگر احوال	1043
293	صحیح البخاری: ۷۱۲۲، کی شرح از علامہ عینی	1043
294	بندوں کے امتحان کے لیے دجال کو خلافِ عادت کاموں پر قدرت دینا	1043
295	صحیح البخاری: ۷۱۲۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1044
296	حدیث مذکور کا اس حدیث سے تعارض جس میں	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مذکور ہے "مدینہ میں مسیح الدجال کا رعب داخل نہیں ہوگا" اوراس کی توجیہ	1045
297	صحیح البخاری:۷۱۲۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1046
298	حدیث مذکور کی ایک اور حدیث سے تائید	1046
299	صحیح البخاری:۷۱۲۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1046
300	حدیث مذکور کی تائید میں دوسری حدیث	1046
301	صحیح البخاری:۷۱۲۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1047
302	انبیاء سابقین کے دجال سے ڈرانے پر ایک اشکال کا جواب	1047
303	دجال کے دعویٰ الوہیت کا باطل ہونا	1048
304	رسول اللہ ﷺ کا شب معراج اللہ تعالیٰ کو بیداری میں دیکھنا آپ کی خصوصیت ہے	1048
305	صحیح البخاری:۷۱۲۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1049
306	دجال کے طواف کعبہ کرنے پرایک اشکال کا جواب	1049
307	صحیح البخاری:۷۱۳۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1050
308	دجال کی جنت کے دوزخ ہونے اور دجال کی دوزخ کے جنت ہونے کی توجیہ	1050
309	صحیح البخاری:۷۱۳۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1051
310	دجال کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھے ہوئے ہونے کے متعلق متعدد روایات	1051
	۲۷۔باب	1051
311	اس کا بیان کہ دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا	1051
312	صحیح البخاری:۷۱۳۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1052
313	جس مرد کو قتل کرنے پر دجال قادر نہیں ہو سکے گا اس کا مصداق	1052
314	صحیح البخاری:۷۱۳۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1052
315	دجال کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	1052
	۲۸۔باب	1053
316	یاجوج اور ماجوج کا بیان	1053
317	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1053
318	یاجوج اور ماجوج کا تذکرہ اور ان کی صفات اور ان کے احوال	1053
319	یاجوج اور ماجوج اور سد ذوالقرنین کی تحقیق	1054
320	صحیح البخاری:۷۱۳۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	1056
321	حدیث مذکور میں شر کا مصداق	1056
322	کتاب الفتن کا اختتام	1057
323	کتاب الفتن کی تکمیل	1058
324	کلمات تشکر	1058
325	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری ،جلد خامس عشر (۱۵) کی ڈائری	1059
326	مصادر التحقیق فی نعم الباری	1061

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

افتتاحیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله رب العالمين، الّذى جعلنا من المسلمين، ووصفنا بخير امّة من الأمم الماضين، و انعم علينا بتنزيل القرآن الكريم و هدانا به الى الصراط المستقيم، و الصلوٰة والسّلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغرّ المحجّلين، الذى شرح الفرقان باحاديثه و بيانه القويم، و كشف عن اسراره و غوامضه لهداية الناس اجمعين، و انقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين، و على اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم، و على ازواجه الطاهرات امهات المؤمنين، و على جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدّين۔

و بعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انّى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعم البارى) توكّلا على رحمة الله و فضله العميم۔ ولا يكون تحريره و تقريره و تكميله الّا نعمته العظمىٰ۔ فلذا سمّيته بنعمة البارى فى شرح الصحيح للبخارى۔ (تقبّله الله بلطفه و تغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الّا الله وحده لا شريك له واشهد انّ سيّدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله۔ اعوذ بالله من شرور نفسى و من سيئات اعمالى۔ من يهده الله فلا مضلّ له ومن يّضلله فلا هادى له۔ اللهم ارنى الحق حقاً وارزقنى اتباعه۔ اللهم ارنى الباطل باطلاً وارزقنى اجتنابه۔ اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقاً باسمه واحفظه من شرور الاشرار و الحاسدين۔ اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم و مقبولاً عندك و عند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعاً و مستفيضاً و مفيضاً و مرغوباً فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبىّ الكريم ﷺ فى الدنيا و شفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة و امتنى على الايمان بالكرامة۔ اللهم انت ربّى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت۔ اعوذ بك من شرّ ما صنعت ابوء لك بنعمتك علىّ وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت۔ ربّ اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت علىّ و على والدىّ وان اعمل صالحاً ترضه۔ آمين يا ربّ العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن کریم نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں تفسیر تبیان القرآن سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے صحیح بخاری کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعم الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے، پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

٨٦۔ کِتَابُ الْحُدُوْدِ

حدود کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کتاب میں الحدود کے احکام کا بیان کیا گیا ہے۔ الحدود، الحد کی جمع ہے اور اس کا لغوی معنی ہے: روکنا اور منع کرنا۔ اسی وجہ سے دربان کو حداد کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ لوگوں کو داخل ہونے سے روکتا ہے اور منع کرتا ہے۔

اور اس کا شرعی معنی ہے: ایسی سزا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی گئی ہے۔ اور اس کو جمع کے صیغہ کے ساتھ لائے ہیں کیونکہ حد کئی اقسام پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں:

(١) حد الزنا

(٢) حد القذف: (کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا)

(٣) حد الشراب: (انگور کے کچے شیرہ سے بنی ہوئی شراب پینے کی سزا)

(٤) حد السرقہ: (چوری کرنے کے جرم پر ہاتھ کاٹنے کی سزا)

(علامہ عینی نے صرف یہ چار حدود ذکر کی ہیں اور ارتداد کی سزا کا ذکر نہیں کیا اور ارتداد کی سزا یہ ہے کہ جو مرد اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دیا جائے اور اگر عورت اپنا دین تبدیل کرے تو اس کو قید کر دیا جائے، تو اس طرح یہ پانچ حدود ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: کبھی لفظ حدود کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد نفسِ معاصی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ کیا جاتا ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں ذکر ہے:

وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ:١٨٧)

اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو، یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم ان کے قریب نہ جاؤ، اللہ اسی طرح اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ متقی بن جائیں ○

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ

اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ (الطلاق:۱)

خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں، اور یہ اللہ کی حدود ہیں، اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے ۝

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حد کی متفق علیہ اقسام

حدود کا لفظ حد کی جمع ہے اور یہاں پر جو حدود ذکر کی گئی ہیں وہ حد زنا، حد خمر اور حد سرقہ ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جن کاموں پر حد لگانا واجب ہے وہ سترہ کام ہیں، ان میں سے جن پر اتفاق ہے وہ یہ ہیں:

(۱) ارتداد (۲) حرابہ (ڈاکہ ڈالنا، جب کہ اس نے گرفتار ہونے سے پہلے توبہ نہ کی ہو)، (۳) زنا (۴) زنا کی تہمت لگانا (۵) خمر (انگور کے کچے شیرہ کی شراب) پینا، خواہ اس سے نشہ ہو یا نہ ہو۔ (۶) چوری کرنا۔

حد کی مختلف فیہ اقسام

اور جن کاموں پر حد کے وجوب میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں:

(۱) عاریۃً لی ہوئی چیز کا انکار کرنا (۲) خمر کے علاوہ ایسے مشروب کو پینا جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو (۳) زنا کے علاوہ تہمت لگانا (۴) تعریضاً زنا کی تہمت لگانا (۵) لواطت کرنا، خواہ اس کے ساتھ لواطت کی جائے جس کے ساتھ نکاح کرنا حلال ہو (۶) جانور سے بدفعلی کرنا (۷) سحاق (عورت کا عورت سے جسمانی لذت حاصل کرنا)، (۸) عورت کا بندر یا کسی اور جانور کو وطی کا موقع دینا (۹) جادو کرنا (۱۰) سستی اور کاہلی سے نماز کو ترک کرنا (۱۱) رمضان کے مہینہ میں روزہ نہ رکھنا۔

یہ وہ کام ہیں جن میں ان کے مرتکبین سے جنگ کرنا مشروع نہیں ہے جیسا کہ ان لوگوں سے جنگ کرنا مشروع ہے جو زکوٰۃ کی ادائیگی کا انکار کر دیں اور جنگ کے لیے تیار ہوں۔

حد کا لغوی اور شرعی معنی

لغت میں حد اس چیز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو اور ان دو چیزوں کو ملنے سے روکتی ہو، حد الدار اس کو کہتے ہیں جو ایک گھر کو دوسرے گھر سے متمیز کرے۔ اور کسی چیز کی حد اسے کہتے ہیں جو اس چیز کا احاطہ کر لے اور زانی کی سزا کو حد اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ سزا اس کو دوبارہ زنا کے فعل سے روکتی ہے یا اس لیے کہ زنا کی سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ اور دربان کو بھی حداد اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ دوسروں کو داخل کرنے سے منع کرتا ہے اور روکتا ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

کبھی حدود کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے مراد نفسِ معاصی ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا۔۔۔ الآیہ (البقرہ:۱۸۷)“ ”وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ۔۔۔ (الطلاق:۱)“۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور جب کہ یہ سزائیں حلال اور حرام میں فرق کرتی ہیں اسی وجہ سے ان کو حدود کہا گیا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۲۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدود کی متعدد تعریفات ہیں:

حدود وہ ہیں جن کی شرع نے حد قائم کر دی ہے واجبات میں سے، محرمات میں سے اور عقوبات وغیرہا میں سے۔

پس واجبات میں سے جو حدود ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۲۹)

یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرو اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں ○

اور محرمات کی جو حدود ہیں ان کے متعلق فرمایا "تم ان کے قریب نہ جاؤ"۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳۲)

اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے ○

حدود کی حکمت

حدود کی حکمت یہ ہے کہ بندہ دوبارہ اس معصیت کا ارتکاب نہ کرے جس پر حد واجب ہوتی ہو۔ اور دوسرے لوگ بھی اس حد سے عبرت پکڑ کر معصیت کے ارتکاب کی جرأت نہ کریں۔ نیز حد جاری کرنے سے اس بندہ کا گناہ مٹ جاتا ہے سوا ڈاکوؤں کے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (المائدہ: ۳۳)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۱۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۔ بَابُ: مَا يُحَذَّرُ مِنَ الْحُدُوْدِ

حدود کے ارتکاب سے ڈرانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ان کا ذکر کیا گیا ہے جن سے حدود کے ارتکاب سے ڈرایا جاتا ہے۔ صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں یہ علیحدہ باب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں ہے بلکہ کتاب الحدود کے ساتھ متصل ہے یعنی یہ حدود کے بیان میں ہے اور جن چیزوں سے ارتکابِ حدود سے ڈرایا جاتا ہے ان کے بیان میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابُ: لَا يُشْرَبُ الْخَمْرُ
اس کا بیان کہ خمر نہ پی جائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يُنْزَعُ مِنْهُ نُورُ الْإِيمَانِ فِي الزِّنَا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص زنا کرے اس سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ مسلمان خمر کو نہ پیئے۔ اور المستملی کی روایت میں ہے کہ یہ باب زنا اور خمر کے پینے کے بیان میں ہے یعنی زنا کے حکم اور خمر پینے کے حکم کے بیان میں ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ "زنا کرنے والے سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے"۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ نے اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے لڑکوں کو ایک ایک کر کے بلاتے تھے، پھر فرماتے: کیا ہم تمہارا نکاح نہ کر دیں؟ جو بندہ بھی زنا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کا نور نکال لیتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ نے مرفوعاً روایت کیا ہے از مجاہد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مرد زنا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لیتا ہے، پس اگر اس نور کو اس کی طرف لوٹانا چاہے تو لوٹا دیتا ہے۔ (تہذیب الآثار، مسند ابن عباس ج ۲ ص ۶۲۱، رقم: ۹۲۶)

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۰-۴۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِمِثْلِهِ إِلَّا النُّهْبَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب از ابوبکر بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، اور جس وقت کوئی مرد خمر پیتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، اور جس وقت کوئی شخص چوری کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شخص لوٹ مار کرتا ہے اور لوگ اپنی آنکھیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے ہیں تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

از ابن شہاب از سعید بن المسیب اور ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مثل مروی ہے سوائے نہبۃ کے لفظ کے۔ (جس کا معنی ہے: لوٹ مار کرنا)

(صحیح البخاری: ۲۴۷۵، ۵۵۷۸، ۶۷۷۲، ۶۸۱۰، صحیح مسلم: ۵۷، سنن ترمذی: ۲۶۲۵، سنن نسائی: ۵۶۵۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۸۹، سنن ابن ماجہ ۳۹۳۶، مسند احمد: ۲۷۴۱۹، سنن دارمی: ۲۱۰۶)

صحیح البخاری: ۶۷۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے "خمر نہ پی جائے" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جس وقت کوئی شخص خمر پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عُقیل، یہ ابن خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوبکر، یہ ابن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام المخزومی ہیں۔

امام مسلم کی روایت میں یہ سند اس طرح مذکور ہے از شعیب بن اللیث از والد خود از جد خود، وہ بیان کرتے ہیں: مجھے عُقیل بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ابن شہاب نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام نے خبر دی۔

حدیث مذکور کے معانی

آیا حدیث مذکور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کے اقوال

امام ابوجعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ ہم سے پہلے علماء نے اس حدیث میں اختلاف کیا، پس بعض علماء نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے اور اس کے حدیث ہونے کا انکار کیا، عطاء نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ کی ادائیگی میں راویوں کا اختلاف ہے۔ پس محمد بن زید بن واقد بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے اس وقت کہا جب ان سے اس حدیث کی تفسیر کے متعلق سوال کیا گیا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا تھا کہ "کوئی مومن ہرگز زنا نہ کرے اور کوئی مومن ہرگز چوری نہ کرے"۔۔۔۔

انہوں نے کہا: اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ کوئی زانی اس حال میں زنا نہ کرے کہ وہ زنا کو حلال سمجھتا ہو سوا اس کے جس کا اس پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو اس پر حرام کر دیا ہے، پس یا تو وہ زنا کرے گا اور اس کے حرام ہونے کا اعتقاد کرتا ہوگا تو وہ مومن ہوگا، اس کی روایت عکرمہ نے اپنے مولیٰ سے کی ہے اور ان کی دلیل اس میں یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا خواہ اس نے زنا کیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو"۔ اور دوسرے علماء نے کہا: اس شخص سے ایمان نکال لیا جائے گا اور اس کو مومن نہیں کہا جائے گا، بلکہ اس کو منافق اور فاسق کہا جائے گا۔

حدیث مذکور کی مختلف علماء کی طرف سے تاویلات اور توجیہات

حسن بصری سے مروی ہے: نفاق کی دو قسمیں ہیں: ایک نفاق یہ ہے جس میں سیدنا محمد ﷺ کی تکذیب کی جائے، سو اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔ اور دوسرا وہ نفاق ہے جس میں خطائیں اور گناہ ہوں اور اس کے مرتکب کے لیے مغفرت کی امید ہے۔

اور الاوزاعی نے کہا کہ صحابہ کسی شخص کو گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر نہیں قرار دیتے تھے اور نہ کسی شخص کے اوپر کفر کی شہادت دیتے اور وہ اپنے اوپر بھی نفاقِ اعمال کا خوف رکھتے تھے۔

اور دوسرے علماء نے کہا کہ جب مومن کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے تو اس سے ایمان کو نکال لیا جاتا ہے اور جب وہ گناہِ کبیرہ سے علیحدہ ہو تو اس کی طرف ایمان لوٹ آتا ہے۔

حدیث مذکور کی روشنی میں بعض خوارج کا نظریہ

اور بعض خوارج اور رافضہ اور الاباضیہ نے کہا: جس نے ان میں سے کوئی کام بھی کیا تو وہ کافر ہے ایمان سے خارج ہے، کیونکہ یہ لوگ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے مومن کو کافر قرار دیتے تھے اور معاصی کی وجہ سے ان کے اوپر دائمی دوزخ کے عذاب کو واجب کرتے تھے اور ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے۔

ارتکابِ زنا کے وقت ایمان کے نکال لیے جانے کی متعدد توجیہات

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "اس سے ایمان کا نور نکال لیا جائے گا" یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جو نورِ بصیرت ہے وہ نکال لیا جائے گا کیونکہ اس پر شہوت کا غلبہ ہے۔ پس اس بصیرت کے نور کو اس کے دل کی شہوت نے بجھا دیا۔ اور اس معنی کی شہادت اللہ عزوجل کے درج ذیل ارشاد سے ہوتی ہے:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ — ہرگز نہیں! بلکہ ان کے (برے) کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ۝ (المطففین: ۱۴)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بابِ تغلیظ سے ہے یعنی "جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا" تو اس حدیث میں ایمان کی نفی سے مراد یہ ہے کہ وہ اس وقت سخت گناہ یا بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، اور یا اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ اس وقت کامل مومن نہیں ہوتا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ زوالِ ایمان سے مراد اس شخص کو اس سے ڈرانا ہے کہ اس کو زنا کی عادت نہ پڑ جائے، کیونکہ جو شخص کسی چراگاہ کے گرد جانور چراتا ہے تو یہ خطرہ ہے کہ وہ جانور اس چراگاہ میں چرنے لگیں گے۔

حدیث مذکور میں "جس وقت وہ زنا کرتا ہے" کی قید کا فائدہ

اس حدیث میں ارشاد ہے "جس وقت وہ زنا کرتا ہے"۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ حِین کا لفظ ماقبل یا مابعد کے ساتھ متعلق ہے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پھر علامہ کرمانی نے کہا: یعنی زانی جس وقت بھی زنا کرے وہ اس وقت مومن نہیں ہوگا۔
اس حدیث میں تمام قسم کے معاصی پر تنبیہ ہے، کیونکہ نافرمانیاں یا تو بدنی ہوں گی جیسے زنا، یا مالی ہوں گی خواہ راز داری سے ہو جیسے چوری یا کھلم کھلا علی الاعلان ہو جیسے لوٹ مار، یا نافرمانی عقلی ہوگی جیسے خمر کو پینا کیونکہ یہ عقل کو زائل کر دیتی ہے۔

علی الاعلان لوٹ مار کرنے کا سنگین گناہ ہونا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "نھبۃ"، یہ وہ مال ہے جس کو لوٹا گیا ہو۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: "نھبۃ" زبر کے ساتھ ہو یا پیش کے ساتھ اس سے مراد لوٹا ہوا مال ہے یعنی جو شخص بھی دوسرے کا مال قہراً اور ظلماً لے گا اس حال میں کہ لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوں اور فریاد کر رہے ہوں اور رو رہے ہوں اور وہ اس لوٹ مار کرنے والے کو دفع کرنے پر قادر نہ ہوں۔ پھر علامہ کرمانی نے کہا: اس حدیث میں جو کہا ہے کہ لوگ دیکھ رہے ہوں گے، اس کا کیا فائدہ ہے؟ پھر انہوں نے جواب دیا کہ جو مال مفادِ عامہ کے لیے ہو اس مال کو عادتاً اسی وقت اٹھایا جاتا ہے جب کہ صراحۃً ظلم کے ساتھ لوٹ مار کی جائے۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوں، یہ اس سے کنایہ ہو کہ وہ شخص چھپ کر مال نہ لے رہا ہو بلکہ کھلم کھلا اور علی الاعلان مال لے رہا ہو۔ اور یہ لوٹ مار کی اور نھبۃ کی صفت لازمہ ہے، اس کے برخلاف چوری لوگوں سے چھپ کر کی جاتی ہے اور لوٹ مار کرنا اور انتہاب شدید گناہ ہے، کیونکہ اس میں حرام کام کے اوپر زیادہ جرأت ہے اور بے پروائی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۱۔ ۴۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۷۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زانی سے ارتکابِ زنا کے وقت ایمان کی نفی کے محامل

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ "جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا"۔
اس حدیث میں ایمان کی نفی سے مراد ہے: ایمانِ کامل کی نفی جیسے کہا جاتا ہے کہ علم وہی ہے جو نفع دے اور زندگی وہی ہے جو آخرت کی زندگی ہے۔ اور ہم اس حدیث کی تاویل اس لیے کرتے ہیں کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ ارتکابِ معصیت سے ایمان زائل نہیں ہوتا۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔

حدیث "من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ" کی تحقیق اور تخریج

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جو روایت ذکر کی ہے وہ دراصل ایک طویل حدیث ہے، اس حدیث کے آخر میں ہے:
"حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اپنی امت کو یہ بشارت دیجئے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا: اے جبریل! خواہ اس نے چوری کی ہو خواہ اس نے زنا کیا ہو؟ تو حضرت جبریل نے کہا: جی ہاں!، میں نے کہا: خواہ اس نے چوری کی ہو، خواہ اس نے زنا کیا ہو؟ تو حضرت جبریل نے کہا: جی ہاں، خواہ اس نے شراب پی ہو"۔ (صحیح البخاری: ۶۴۴۳)

نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کے پاس سے ایک آنے والا آیا، اس نے مجھے خبر دی یا مجھے بشارت دی کہ جو شخص میری امت میں سے اس حال میں مر گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، اس نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔

(صحیح البخاری: ۱۲۳۷، ۱۴۰۸، ۲۳۸۸، ۳۲۲۲، ۵۸۲۷، ۶۲۶۸، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۷۴۸۷، صحیح مسلم: ۹۴، سنن ترمذی: ۲۶۴۴، مسند احمد: ۲۰۹۰۵)

نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے اوپر سفید کپڑا تھا اور آپ سوئے ہوئے تھے، میں پھر آپ کے پاس آیا، اس وقت آپ بیدار ہو چکے تھے تو آپ نے فرمایا: جو بندہ بھی کہے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) پھر اسی قول پر مر جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا، میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔ میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو، وہ ابوذر کی ناک کو خاک میں رگڑتا ہوا (جنت میں داخل ہوگا)۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو کہتے: خواہ وہ ابوذر کی ناک کو خاک آلود کرتے ہوئے"۔ امام بخاری نے کہا: یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب وہ موت کے وقت "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہے، یا موت سے پہلے جب وہ توبہ کرے اور نادم ہو اور کہے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲۵)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے عمرہ کرتے ہوئے فرمایا: جب تم عمرہ کے لیے آؤ تو پہلے تین چکروں میں رمل کرو حتیٰ کہ مشرکین تمہاری قوت کو دیکھیں اور اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: لوگوں کو بشارت دو کہ جس نے بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ (المعجم الکبیر: ۵۵۵۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

نیز یہ حدیث درجِ ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

(صحیح ابن حبان: ۱۳۱، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸، المستدرک ج ۴ ص ۲۵۱، الترغیب ج ۲ ص ۴۲۲، کامل بن عدی ج ۷ ص ۲۶۳۹، اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۲۵، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۷۴)

اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث مشہور ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر بیعت کی کہ وہ چوری نہیں کریں گے اور زنا نہیں کریں گے۔ الحدیث۔ اور اس حدیث کے آخر میں ہے "جس نے یہ کام کئے اور اس کو دنیا میں سزا دے دی گئی تو یہ اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے کاموں کا کفارہ ہے اور جس کو سزا نہیں دی گئی تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اگر وہ چاہے تو اس کو معاف فرمادے اور اگر چاہے تو اس کو عذاب دے''۔

(صحیح البخاری: ۱۸، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۴۸۹۴، ۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۰۵۵، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸، صحیح مسلم: ۱۷۰۹، سنن ترمذی: ۱۴۳۹، سنن نسائی: ۴۱۶۱، سنن دارمی: ۲۴۵۳)

اور اسی طرح اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

علاوہ ازیں اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں قرار دیا جاتا جب کہ اس نے شرک نہ کیا ہو۔ سو ان احادیث اور اس آیت مبارکہ اور اہل سنت کے اجماع کی وجہ سے ہم اس حدیث کی تاویل کرنے پر مجبور ہوئے، اور وہ تاویلات درج ذیل ہیں:

(۱) بعض علماء نے کہا: زنا کے مرتکب سے ارتکابِ زنا کے وقت ایمان اس صورت میں نکال لیا جاتا ہے جب کہ اسے علم ہو کہ زنا حرام ہے اور پھر وہ زنا کو حلال قرار دے کر زنا کرے۔

(۲) الحسن البصری اور محمد بن جریر الطبری نے کہا ہے کہ اس سے ایمان نکال لیے جانے کا محمل یہ ہے کہ اس پر کسی مدح کے اسم کا اطلاق نہیں کیا جاتا جن مدح کے اسماء کا اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء پر اطلاق فرماتا ہے، پس اس کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ مومن ہے۔ اور وہ مذمت کے اسم کا مستحق ہوگا، پس کہا جائے گا: یہ چور ہے اور زانی ہے اور فاجر ہے اور فاسق ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس شخص سے ایمان کا نور نکال لیا جائے گا اور اس سلسلہ میں حدیثِ مرفوع بھی ہے۔

(۴) علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: اس سے ایمان نکالنے کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بصیرت کو اس سے نکال لیا جاتا ہے۔

(۵) محمد بن زید بن واقد بن عبد اللہ بن عمر نے کہا: اس حدیث میں نفی بمعنی نہی ہے یعنی مومن ہرگز زنا نہ کرے اور ہرگز چوری نہ کرے۔

(۶) علامہ خطابی نے کہا: اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ مومن کو یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔

(۷) علامہ ابن بطال نے کہا کہ مرتکب زنا اس حال میں نفاقِ معصیت کا مرتکب ہوتا ہے نفاقِ کفر کا مرتکب نہیں ہوتا۔

(۸) اور الاوزاعی نے کہا ہے کہ مرتکب زنا اس حال میں کافر کے عمل کے مشابہ ہوتا ہے اور تشبیہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس حال میں مومن سے قتال کرنا جائز ہے تاکہ اس کو معصیت کے ارتکاب سے روکا جائے خواہ یہ قتال اس کے قتل کا سبب بن جائے۔ اور اگر وہ اس حال میں قتل کیا گیا تو اس کا خون ضائع ہوگا۔ اور ایمان کی نفی کا محمل یہ ہے کہ چونکہ مومن کی جان اور مال محفوظ ہوتی ہے اور اس بدکاری کی حالت میں اس کی جان محفوظ نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۹) مرتکب زنا اس معصیت کے ارتکاب کے وقت اپنے دل میں جو اللہ تعالیٰ کی تصدیق ہوتی ہے اس سے غافل ہو جاتا ہے اور یہی اس سے مراد ہے کہ اس کے دل سے ایمان کا نور نکل جاتا ہے اور شاید علامہ المہلب کی بھی یہی مراد ہے۔

(۱۰) اس حال میں ایمان کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس حال میں اسے اللہ کے عذاب سے امان نہیں ہوتی کیونکہ ایمان، امن سے ماخوذ ہے۔

(۱۱) اس حال میں ایمان کی نفی زجر و توبیخ کے لیے ہے اور تغلیظ اور تہدید کے لیے ہے، جیسے ارشاد ہے:

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے ○ (آل عمران: ۹۷)

یعنی یہ افعال مومن کی صفات سے نہیں ہیں کہ مومن کو ان صفات سے متصف نہیں ہونا چاہیے۔

(۱۲) جس حال میں کوئی شخص گناہِ کبیرہ سے متصف ہوتا ہے اس حال میں اس سے ایمان کو سلب کر لیا جاتا ہے اور جب وہ کبیرہ کو ترک کر دیتا ہے تو پھر ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اور یہ امام بخاری کی اس حدیث کے ظاہر کے مطابق ہے جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب المحاربین کے باب اسم الزنا میں ذکر کیا ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ایمان کس طریقہ سے نکال لیا جاتا ہے، انہوں نے کہا: اس طرح اور اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا اور پھر انگلیوں کو نکال لیا۔ پھر جب وہ توبہ کرتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے اور انہوں نے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔

اور اس کی مثل امام ابوداؤد نے اور امام حاکم نے سندِ صحیح کے ساتھ از سعید المقبری روایت کی ہے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مرد زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اور وہ اس کے سر پر ایک سائبان کی طرح ہوتا ہے، پھر جب وہ اس گناہ کو چھوڑ دیتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

اور حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: جس نے زنا کیا یا خمر پی تو اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کو نکال لیتا ہے جس طرح انسان اپنے سر سے قمیص کو نکال لیتا ہے۔

اور امام طبرانی نے سندِ جید کے ساتھ مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس شخص نے زنا کیا اس سے ایمان نکل جاتا ہے، پس اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

(۱۳) علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس کا بیان یہ ہے کہ ایمان تصدیق ہے لیکن تصدیق کے دو معنی ہیں، ان میں سے ایک معنی قول ہے اور دوسرا معنی عمل ہے، پس جب تصدیق کرنے والا کسی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سے ایمان کا اسم الگ ہو جاتا ہے اور جب وہ اس گناہِ کبیرہ کو ترک کر دیتا ہے تو پھر ایمان کا اسم اس کی طرف لوٹ آتا ہے، کیونکہ جس حال میں وہ گناہِ کبیرہ کو ترک کرتا ہے تو زبان سے کبیرہ سے اجتناب کرتا ہے اور اس کی زبان اس کے دل کے عقیدہ کی مصدق ہوتی ہے اور یہی ایمان کا معنی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس کے مطابق ہے جس کی طرف ثوری نے اشارہ کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس شخص سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے۔ اور یہ اس پر محمول ہے کہ ان احادیث میں ایمان نکالنے سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مراد یہ ہے کہ ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے اور ایمان کے نور سے مراد ہے تصدیق کا فائدہ اور اس کا ثمرہ۔ اور اس سے مراد تصدیق کے تقاضا پر عمل کرنا ہے۔

(۱۴) علامہ طیبی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان احادیث میں مراد یہ ہو کہ جو شخص جس حال میں زنا کرتا ہے اس حال میں اس میں حیاء نہیں ہوتی، اور اسی حیاء کو دوسری حدیث میں نور کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ اور یہ گزر چکا ہے کہ حیاء ایمان سے ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴، صحیح مسلم: ۳۶، سنن ترمذی: ۲۶۱۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۹۵، مسند احمد: ۵۱۶۱، موطا امام مالک: ۱۶۷۹)

پس اصل معنی یوں ہوگا کہ جس وقت کوئی زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے حیاء نہیں کرتا، کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا اور اسے اس کی معرفت ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے حال کا مشاہدہ فرما رہا ہے تو وہ زنا کا ارتکاب نہ کرتا، اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: ''جو اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کرے جو حیاء کرنے کا حق ہے تو وہ اپنے سر کی حفاظت کرے اور سر جن چیزوں کو محیط ہے ان کی حفاظت کرے اور پیٹ کی حفاظت کرے اور پیٹ جن چیزوں کو محیط ہے ان کی حفاظت کرے''۔

علامہ المازری نے کہا ہے: یہ تاویلات خوارج اور رافضیوں میں سے جو ان کے موافق ہیں ان کے اس قول کا رد کرتی ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جب کہ وہ بغیر توبہ کے مر جائے، اسی طرح معتزلہ کا قول ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور ان گمراہ فرقوں نے اس باب کی حدیث سے اور اس کی مشابہ احادیث سے استدلال کیا اور جب اس حدیث کی وہ توجیہ کی جائے جو ہم نے بیان کی ہے تو ان کے دلائل ساقط ہو جاتے ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: بعض علماء نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں معاصی اور نافرمانیوں کی تمام اقسام پر تنبیہ کی ہے اور ان سے ڈرایا ہے، پس زنا کے ساتھ تمام شہوات پر تنبیہ کی ہے اور چوری کے ساتھ دنیا میں رغبت اور حرام کاموں کی حرص پر تنبیہ کی ہے اور خمر پینے سے ان تمام چیزوں پر تنبیہ کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے روکتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی سے غفلت کو واجب کرتی ہیں اور کھلے عام لوٹ مار کرنے سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے استخفاف پر تنبیہ کی ہے اور ان کی تعظیم اور توقیر کے ترک کرنے پر تنبیہ کی ہے اور ان سے حیاء کرنے پر تنبیہ کی ہے، اور دنیا کو ناحق جمع کرنے پر تنبیہ کی ہے۔

اور علامہ القرطبی نے کہا ہے: اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ یہ حدیث تین امور کو متضمن ہے جو خرابیوں کی سب سے بڑی اصل ہیں اور نیکیوں کی ضدوں کی اصل ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ جن شرمگاہوں کو حرام قرار دیا گیا ہے ان کے ساتھ مباح کا معاملہ کیا جائے اور بعض وہ چیزیں ہیں جو عقل میں خلل پیدا کرتی ہیں اور ان میں خمر کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کیونکہ عقل کو زائل کرنے میں خمر سب سے قوی سبب ہے۔ اور چوری کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کیونکہ یہ دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے لینے کا غالب سبب ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) جس شخص نے بھی زنا کیا وہ اس وعید میں داخل ہو جائے گا عام ازیں کہ وہ شخص کنوارا ہو یا شادی شدہ ہو۔ اور عام ازیں کہ جس سے اس نے زنا کیا ہے وہ اجنبی عورت ہو یا محرم ہو۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ محرم کے ساتھ زنا کرنا انتہائی سنگین بے حیائی ہے اور شادی شدہ کا زنا کرنا یہ بھی سنگین جرم ہے۔ بعض کاموں پر شریعت میں زنا کا اطلاق کیا گیا ہے، مثلاً کسی اجنبی عورت کو چھونا اور مس کرنا یا اس سے لپٹنا، اسی طرح اس کو بوسا دینا اور اس کو دیکھنا، اگرچہ عرف شرع میں ان کاموں پر زنا کا اطلاق کیا گیا ہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیکن وہ اس حدیث میں داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ ان صغیرہ گناہوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہ سے اجتناب کرنے کے سبب سے معاف فرمادیتا ہے یا دیگر نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمادیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ (النساء: ۳۱)

اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کردیں گے، اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کردیں گے ○

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ (ہود: ۱۱۴)

بے شک نیکیاں، گناہوں کو مٹادیتی ہیں۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے چوری کی خواہ کم کی ہو یا زیادہ کی ہو اور اسی طرح جس نے لوٹ مار کی خواہ کم کی ہو یا زیادہ، وہ اس حدیث کی وعید میں داخل ہو جائے گا، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ بعض شافعی علماء نے غصب کے گناہِ کبیرہ ہونے میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ نصاب کے مطابق مال کو غصب کرے۔ اسی طرح چوری پر ہاتھ کاٹنے کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ اس نے نصاب کے مطابق مال کی چوری کی ہو، تب اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور دس درہم سے کم کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا اور دس درہم کی مالیت ۲۰۱۳ء میں پاکستانی کرنسی کے مطابق دو ہزار ترانوے (۲۰۹۳) روپے ہے، اگرچہ نصاب سے کم چوری کرنا بھی حرام ہے۔

(۳) اور اس حدیث میں کسی کا مال ناحق لینے پر سخت وعید ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قسم کھائی ہے اور قسم اسی پر کھائی جاتی ہے جس کی تاکید کا ارادہ کیا جائے۔

(۴) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے خمر کو پیا وہ اس حدیث کی وعید میں داخل ہو جائے گا عام ازیں کہ وہ مشروب قلیل ہو یا کثیر ہو، کیونکہ خمر کو قلیل مقدار میں پینا بھی گناہِ کبیرہ ہے، اگرچہ خمر پینے سے جو عقل فاسد ہو جاتی ہے وہ اس سے بہت سخت گناہ ہے جب خمر پینے سے عقل زائل نہ ہو۔

(۵) اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ لوٹ مار کرنے کی تمام قسمیں حرام ہیں حتیٰ کہ اگر مالک کی طرف سے لوٹ مار کی اجازت دی گئی ہو پھر بھی حرام ہے، جیسا کہ شادی کے موقع پر متمول لوگ سونا چاندی کے سکوں کو نچھاور کرتے ہیں اور لوگ ان کو لوٹتے ہیں۔

(میں کہتا ہوں: اسی طرح نکاح کے مواقع پر چھواروں کو اچھالتے ہیں اور شرکاءِ نکاح ان کو لوٹتے ہیں اور بعض میلاد النبی کے جلوسوں میں پلاسٹک کی تھیلیوں میں مٹھائی اور حلوہ وغیرہ پیک کر کے شرکاءِ جلوس کے اوپر اچھالتے ہیں اور وہ ان کو لوٹتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

لیکن حسن بصری اور ابراہیم نخعی اور قتادہ نے تصریح کی ہے کہ تحریم کی شرط یہ ہے کہ یہ لوٹ مار مالک کی اجازت کے بغیر ہو۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۲۹۔۸۳۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي ضَرْبِ شَارِبِ الْخَمْرِ خمر پینے والے کو مارنے کے متعلق احادیث کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس حدیث کا ذکر کیا جائے گا جس میں خمر پینے والے کو مارنے کا بیان ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۳۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ح حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ضَرَبَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ ح اور ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خمر پینے والے کو درخت کی چھلی ہوئی شاخوں اور جوتوں سے مارا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۷۶، صحیح مسلم: ۱۷۰۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۳، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۰، مسند احمد: ۱۱۷۲۹، سنن دارمی: ۲۳۱۱)

صحیح البخاری: ۶۷۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں خمر پینے والے کو مارنے کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی یہی بیان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندوں سے روایت کی ہے۔

الاول: از حفص بن عمر از ہشام الدستوائی از قتادہ۔

الثانی: از آدم بن ابی ایاس از شعبہ الخ۔

امام مسلم نے بھی اس حدیث کی کتاب الحدود میں روایت کی ہے از ابوموسیٰ و بندار۔ اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی کتاب الحدود میں از مسلم بن ابراہیم روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی نے اس حدیث کی از بندار روایت کی ہے۔ اور امام ابن ماجہ نے کتاب الحدود میں اس حدیث کی از علی بن محمد اختصار سے روایت کی ہے اور اس حدیث میں اس جملہ کا ذکر نہیں ہے کہ "حضرت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے"۔

خمر پینے والے کی حد کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور اہل الظاہر نے کہا ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو اس کی حد چالیس کوڑے ہے۔
اور شیخ ابن حزم نے کہا: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت الحسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے، اور امام شافعی، ابوسلیمان اور ہمارے اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔
اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری، شعبی، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام ابویوسف، امام محمد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد نے یہ کہا ہے کہ اس کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے۔ یہ مذہب حضرت علی، حضرت خالد بن ولید اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

حافظ ابوعمر بن عبدالبر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے: جمہور متقدمین اور متاخرین علماء کا یہ موقف ہے کہ شراب نوشی کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے اور یہی امام مالک، ثوری، الاوزاعی، عبیداللہ بن الحسن، حسن بن حیی، اسحاق اور احمد کا مذہب ہے۔ اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ اور حافظ ابن عبدالبر نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تمام صحابہ کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ خمر کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے اور ان کا اس میں کوئی مخالف نہیں تھا۔ اور فقہاء تابعین کی جماعت اور جمہور فقہاء مسلمین کا یہی مذہب ہے۔ اور جو اس میں اختلاف ہے وہ شاذ ہے اور جمہور کا قول اس کے خلاف ہے۔

امام ابوعبداللہ المعروف بالحاکم المتوفی ۴۰۵ھ اپنی سند کے ساتھ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: انہوں نے فرمایا: جس کام کو مسلمان اچھا قرار دیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے، اور جس کام کو مسلمان برا جانیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے اور تمام صحابہ نے یہ سمجھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے مستحق ہیں۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔ (المستدرک ج ۳ ص ۷۸)

امام حاکم فرماتے ہیں: اس حدیث کی شاہد درج ذیل حدیث ہے:
امام حاکم اپنی سند کے ساتھ از شعبی از ابووائل روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ ہمارے اوپر کوئی خلیفہ مقرر نہیں کرتے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا، پس میں کیسے کسی کو خلیفہ بناؤں؟ لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تو عنقریب ان کو میرے بعد مسلمانوں میں سے سب سے بہتر پر جمع کر دے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے نبی کے بعد جو مسلمانوں میں سب سے بہتر تھا اس پر مسلمانوں کو جمع کر دیا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔ (المستدرک ج ۳ ص ۷۸۔۷۹، دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ)
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میری سنت کو لازم کر لو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو لازم کر لو۔
(سنن ترمذی: ۲۶۷۶، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶)

اور امام الدارقطنی نے از یحییٰ بن فلیح از محمد بن یزید از عکرمہ از ان کے مولیٰ روایت کی ہے کہ شراب پینے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہاتھوں سے اور جوتوں سے اور لاٹھیوں سے مارا جاتا تھا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ اور حضرت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شراب پینے والوں کو چالیس کوڑے مارے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے مارے ۔۔۔۔ الحدیث ۔۔۔۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگوں کا اس میں کیا مشورہ ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو اس کو نشہ چڑھتا ہے اور جب اس کو نشہ چڑھتا ہے تو وہ ہذیان بکتا ہے اور جب وہ ہذیان بکتا ہے تو لوگوں پر تہمت باندھتا ہے اور تہمت باندھنے والے کی سزا اسّی (۸۰) کوڑے ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ شراب پینے والے کو اسّی (۸۰) کوڑے مارے جائیں۔

(سنن دار قطنی: ۳۲۷۶، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۲ھ، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۲۰، باب ماجاء فی عدد حد الخمر، مسند احمد ج ۴ ص ۸۸، ۳۵۰، ۳۵۱)

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۲۔ ۴۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: امام ترمذی نے اس حدیث کی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ حدیث درج ذیل ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے خمر پی تھی، پس اس کو چھلی ہوئی شاخوں سے چالیس شاخیں ماری گئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سب سے کم درجہ کی حد اسّی (۸۰) کوڑے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) کا حکم دیا۔ (سنن ترمذی: ۱۴۴۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۵)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اہلِ علم کا اس پر عمل ہے اور دوسروں کا بھی کہ جو شخص نشہ میں ہو تو اس کی حد اسّی (۸۰) کوڑے ہے۔ (سنن ترمذی: ص ۶۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

شراب نوشی کی حد کے متعلق دیگر احادیث

امام مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے خمر پی تھی، پس آپ نے اس کو دو شاخیں چالیس مرتبہ ماریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: سب سے کم حد اسّی (۸۰) کوڑے ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری: ۶۷۷۳، صحیح مسلم: ۱۷۰۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۳، مسند احمد: ۱۲۸۰۵، ۱۳۸۸۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر نوشی کے سبب سے درخت کی شاخیں اور جوتے مارے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جب دور خلافت آیا اور لوگ سرسبز زمینوں سے اور دیہاتوں سے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم لوگ خمر میں کتنے کوڑے مارنے کی رائے دیتے ہو؟ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رائے ہے کہ آپ اس میں سب سے کم حد کی مثل رکھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) کوڑے مارے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۷۳، صحیح مسلم: ۱۷۰۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۰، مسند احمد: ۱۲۱۴۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ ابوساسان سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا، اس وقت ولید کو لایا گیا، اس نے صبح کی نماز دو رکعت پڑھائی، پھر کہا: کیا میں تم کو اور زیادہ رکعات پڑھاؤں؟ پھر اس کے خلاف دو مردوں نے شہادت دی، ان میں سے ایک حمران تھے، انہوں نے کہا کہ اس نے خمر پی ہے، اور دوسرے نے شہادت دی کہ انہوں نے اس کو دیکھا تھا کہ وہ قے کر رہا تھا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے اسی وقت قے کی جب شراب پی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے علی! آپ اٹھیے پس اس کو کوڑے ماریے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حسن تم اٹھو اور اس کو کوڑے مارو، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی گرمی اس کے سپرد کیجئے جس نے اس کی ٹھنڈک کو حاصل کیا ہے، گویا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس پر ترس آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ بن جعفر! تم اٹھو اور اس کو کوڑے مارو۔ پس انہوں نے کوڑے مارے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گن رہے تھے حتیٰ کہ جب چالیس کوڑے ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب اٹھ جاؤ، پھر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی (۸۰) کوڑے مارے، اور ان میں سے ہر حد سنت ہے اور میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے۔ (صحیح مسلم:۱۷۰۷، سنن ابوداؤد:۴۴۸۰، ۴۴۸۱، سنن ابن ماجہ:۲۵۷۱)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جس کسی پر حد قائم کروں اور وہ اس حد سے مر جائے تو مجھے اس سے دل میں رنج نہیں ہوگا سوائے خمر پینے والے کے، کیونکہ اگر وہ مر گیا تو میں اس کی دیت ادا کروں گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حد کی تعداد مقرر نہیں کی۔ (صحیح البخاری:۶۷۷۸، سنن ابوداؤد:۴۴۸۶، سنن ابن ماجہ:۲۵۶۹) (صحیح مسلم، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خمر پی اس کو کوڑے مارو، اگر وہ چوتھی مرتبہ خمر پیئے تو اس کو قتل کر دو۔ (سنن ترمذی:۱۴۴۴، مسند احمد ج ۴ ص ۹۵)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا، وہ کہتے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح ہے مگر یہ حکم شروع میں تھا، پھر بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(اسی طرح محمد بن اسحاق نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خمر پی اس کو کوڑے مارو، اگر وہ چوتھی بار پھر خمر پیئے تو اس کو قتل کر دو، پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی، آپ نے اس کو کوڑے مارے اور اس کو قتل نہیں کیا، اور اسی طرح زہری نے از قبیصہ از ذؤیب از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی، انہوں نے کہا کہ پس قتل کا حکم منسوخ کر دیا گیا ہے اور پہلے یہ رخصت تھی، اور اس حدیث کے اوپر عام اہلِ علم کا عمل ہے، ہمیں ان کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے خواہ وہ علماء متقدمین ہوں یا متاخرین ہوں۔ اور اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے، آپ نے فرمایا: کسی مسلمان مرد کا خون کرنا جائز نہیں ہے جو اس کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور جو یہ گواہی دیتا ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے تین

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خصلتوں کے: جان کا بدلہ جان ہے، شادی شدہ زانی، اور اپنے دین کو ترک کرنے والا)۔
(سنن ترمذی: ص ۶۰۸ - ۶۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام ترمذی نے اپنی کتاب میں احادیث وارد کرنے کا جو اصول مقرر کیا ہے کہ وہ اسی حدیث کی روایت کریں گے جو کسی نہ کسی امام کا مذہب ہوگا، اور چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کی سزا کسی امام کا مذہب نہیں ہے، تو امام ترمذی نے اس حدیث کو کیسے روایت کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چوتھی بار شراب پینے پر بطورِ حد قتل کرنا کسی امام کا مذہب نہیں ہے، لیکن اگر اس کو بطورِ تعزیر قتل کیا جائے تو یہ ائمہ مذاہب کے خلاف نہیں ہے۔ یعنی اس حدیث کو تعزیر پر محمول کیا جائے نہ کہ حد پر۔

۴۔ بَابُ: مَنْ أَمَرَ بِضَرْبِ الْحَدِّ فِي الْبَيْتِ — گھر میں حد مارنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جس شخص نے گھر میں حد مارنے کا حکم دیا، گویا کہ امام بخاری نے اس باب سے ان لوگوں کے رد کا ارادہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ حد خفیہ طریقہ سے نہ ماری جائے۔

اور امام محمد بن سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب ان کے بیٹے ابو شحمہ نے مصر میں شراب پی تو حضرت عمرو بن العاص نے ان کو گھر میں حد ماری تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور اپنے بیٹے ابو شحمہ کو مدینہ میں حاضر کیا اور ان پر علی الاعلان حد ماری۔ اور علماء نے اس قصہ کو اپنے بیٹے کی تادیب کے مبالغہ پر محمول کیا ہے، نہ اس وجہ سے کہ حد اسی وقت صحیح ہوگی جب وہ کھلم کھلا اور علی الاعلان ماری جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ جِيءَ بِالنُّعَيْمَانِ أَوْ بِابْنِ النُّعَيْمَانِ شَارِبًا فَأَمَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ كَانَ بِالْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوهُ قَالَ فَضَرَبُوهُ فَكُنْتُ أَنَا فِيمَنْ ضَرَبَهُ بِالنِّعَالِ۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۶، ۶۷۷۴، ۶۷۷۵، مسند احمد: ۱۸۹۳۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن ابی مُلیکہ از عقبہ بن الحارث، وہ بیان کرتے ہیں کہ نُعیمان یا ابن نُعیمان کو لایا گیا اس حال میں کہ وہ شراب پینے والے تھے، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لوگ گھر میں تھے ان کو حکم دیا کہ وہ ان کو ماریں، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس گھر والوں نے ان کو مارا اور میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ان کو جوتوں سے مارا۔

صحیح البخاری: ۶۷۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان ہے "گھر میں حد مارنا" اور اس حدیث میں بھی گھر میں حد مارنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوہاب، یہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، یہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی ملیکہ، یہ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ ہیں، ان کا نام زہیر بن عبداللہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ بن عامر بن نوفل بن عبد مناف ابو سروعہ القرشی المکی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنی ہیں، اور اس حدیث کی روایت میں امام بخاری متفرد ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوکالت میں از محمد بن سلام گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نُعیمان کو لایا گیا" نُعیمان میں نون پر پیش ہے اور عین پر زبر ہے اور یہ ابن عمرو الانصاری ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یا ابن النُعیمان کو لایا گیا" یہ راوی کا شک ہے، اور الزبیر بن بکار اور ابن مندہ نے اس حدیث کی دو سندوں سے روایت کی ہے اور اس میں نُعیمان کا بغیر کسی شک کے ذکر ہے۔

حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اور الزبیر کی روایت میں ہے کہ حضرت نُعیمان رضی اللہ عنہ شراب پیا کرتے تھے، اور حافظ ابن عبدالبر نے ایک جگہ کہا کہ بیشک حضرت نُعیمان رضی اللہ عنہ کو خمر پینے کے سبب سے پچاس مرتبہ سے زیادہ کوڑے مارے گئے اور دوسری جگہ حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ نیک مرد تھے اور ان کا ایک بیٹا تھا جو خمر پینے کا عادی تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوڑے مارے۔ اور حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ بہت مذاق کرنے والے تھے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے۔

اور ابن الکلبی نے کہا ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعیمان کو دیکھتے تو اپنے آپ کو ہنسنے سے نہیں روک سکتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا تو حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کاش! تم اس اونٹنی کو نحر کر دیتے (یعنی ذبح کر دیتے) تو ہم اس کا گوشت کھاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قیمت کا تاوان ادا کر دیتے، پس حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ نے اس اونٹنی کو نحر کر دیا، پھر وہ اعرابی نکلا اور اس نے چیخ ماری اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) افسوس اونٹنی کو کاٹ ڈالا گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت نُعیمان رضی اللہ عنہ نے کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور اس اونٹنی کی قیمت کا تاوان ادا کر دیا۔

اور امام محمد بن سعد نے بیان کیا کہ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہے، اور وہ بیت العقبہ میں ستر صحابہ کے ساتھ حاضر تھے اور وہ بدری صحابی تھے۔ اور وہ غزوہ احد، غزوہ خندق اور تمام غزوات میں شریک رہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کی ممانعت

التوضیح میں علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے لکھا ہے: پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چار یا پانچ مرتبہ کوڑے مارے، تو ایک مرد نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما، یہ کتنی زیادہ مرتبہ شراب پیتا ہے اور اس کو کتنے زیادہ مرتبہ کوڑے لگائے جاتے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ نُعیمان کے لیے سوائے خیر کے اور کچھ نہ کہو، کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "شاربا" اور وہیب کی روایت میں ہے کہ وہ نشہ میں تھے۔

پس اگر تم سوال کرو کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو اس پر نشہ کی حالت میں حد قائم کی جائے اور یہ ظاہر یہ یعنی غیر مقلدین کا مذہب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ جمہور کا مذہب اس کے برخلاف ہے اور انہوں نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث سے مراد ان کو مارنے کا سبب بیان کرنا ہے اور جس حال میں ان پر ضرب لگائی گئی اس حال میں بھی ان کا نشہ موجود تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۳۔ ۴۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے اس باب کی جو شرح کی ہے، وہ من وعن فتح الباری ج ۷ ص ۸۳۲ میں مذکور ہے۔ اور علامہ عینی نے اپنی شرح میں اسی سے استفادہ کیا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

فسق کا ارتکاب اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے مانع نہیں ہے

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہو وہ ان کی نافرمانی نہیں کرتا، اور جو نافرمانی کرے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محب نہیں ہوتا۔ اور اللہ اور رسول سے محبت کا معیار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے اور جو ان کی نافرمانی کرے وہ ان کا محب نہیں ہوتا۔ لیکن اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے، کیونکہ حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ بار بار شراب پیتے تھے اور ان پر حد لگائی جاتی تھی، اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان پر لعنت نہ کرو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نافرمانی کے ارتکاب کی وجہ سے کسی پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵- بَابُ: الضَّرْبِ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ
شراب پینے والوں کو درخت کی چھلی ہوئی شاخوں اور جوتوں سے مارنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خمر پینے کی حد میں درخت کی چھلی ہوئی شاخوں اور جوتوں سے مارنا جائز ہے۔ امام بخاری نے اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ خمر پینے کی سزا میں درخت کی شاخوں اور جوتوں سے مارنا جائز ہے اور کافی ہے۔ اور علامہ النووی نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لکھا ہے: اس پر اجماع ہے کہ خمر پینے کی سزا میں درخت کی شاخوں اور جوتوں سے مارنا کافی ہے اور کپڑوں کے اطراف سے مارنا بھی کافی ہے۔ پھر کہا: اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ چابک سے مارنا جائز ہے۔ اور اس کا قول شاذ ہے جس نے کہا ہے کہ چابک سے مارنا شرط ہے، یہ قول غلط ہے اور اس سے احادیثِ صحیحہ کو ترک کرنا لازم آتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: بعض شافعی ائمہ کا اس میں اختلاف ہے، پس علامہ ابو الطیب اور ان کے موافقین نے اس کی تصریح کی ہے کہ چابک سے مارنا جائز نہیں ہے۔ اور قاضی حسین شافعی نے چابک سے مارنے کو معین کیا اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِنُعَيْمَانَ أَوْ بِابْنِ نُعَيْمَانَ وَهُوَ سَكْرَانُ فَشَقَّ عَلَيْهِ وَأَمَرَ مَنْ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوهُ فَضَرَبُوهُ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ وَكُنْتُ فِيمَنْ ضَرَبَهُ۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۶، ۶۷۷۴، ۶۷۷۵، مسند احمد: ۱۸۹۳۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب بن خالد نے حدیث بیان کی از ایوب از عبداللہ بن ابی مُلیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس نُعیمان کو یا ابن نُعیمان کو لایا گیا اور وہ اس وقت نشہ میں تھے، تو نبی ﷺ پر یہ معاملہ دشوار ہوا اور جو لوگ گھر میں تھے آپ نے ان کو حکم دیا کہ اس کو ماریں، سو انہوں نے ان کو درخت کی شاخوں اور جوتوں سے مارا، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ان کو مارا تھا۔

صحیح البخاری: ۶۷۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے اور وہاں ہم نے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت بیان کر دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَلَدَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خمر پینے کے سبب سے درخت کی شاخوں اور جوتوں سے مارا۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۷۶، صحیح مسلم: ۱۷۰۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۳، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۰، مسند احمد: ۱۱۷۲۹، سنن دارمی: ۲۳۱۱)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۷۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی اسی طرح ہے جس طرح اس سے پہلے دو بابوں میں گزر چکی ہے۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ اس سے پہلی حدیث میں گزرا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے کے سبب سے مارا، اور یہاں پر فرمایا ہے: ''جَلَدَ''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ یہاں پر مراد یہ ہے کہ اس مار کا اثر اس کی جلد یعنی کھال پر پہنچا اور یہ مراد نہیں ہے کہ اس کو کوڑے مارے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مسلم، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور یہ ابن ابراہیم البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، وہ الدستوائی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۷۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أُتِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ قَالَ اضْرِبُوهُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ أَخْزَاكَ اللهُ قَالَ لَا تَقُولُوا هٰكَذَا لَا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۷، مسند احمد: ۷۹۲۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ انس نے حدیث بیان کی از یزید بن الہاد از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی، آپ نے فرمایا: اس کو مارو، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس ہم میں سے بعض وہ تھے جو اس کو ہاتھوں سے مارنے والے تھے اور بعض وہ تھے جو اس کو جوتے سے مارنے والے تھے اور بعض وہ تھے جو اس کو کپڑے سے مارنے والے تھے (یعنی کپڑے کا کوڑا بنا کر)، جب وہ واپس ہوئے تو لوگوں میں سے کسی نے کہا: اللہ تجھے رسوا کرے، آپ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کہو اور اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔

صحیح البخاری: ۶۷۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اسی طرح مطابقت ہے جس طرح اس سے پہلے احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوضمرہ، ان کا نام انس بن عیاض ہے۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید بن الہاد، اور یہ یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن عبداللہ بن شداد بن الہاد ہیں، حدیث کی سند میں ان کی نسبت ان کے جد اعلیٰ کی طرف کی گئی ہے۔
اور اس حدیث کی سند میں محمد بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ ابن الحارث بن خالد التیمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے، اور سلمہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ اور یزید اور ان کے شیخ اور ان کے شیخ کے شیخ سب مدنی ہیں اور تابعی ہیں۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے بھی کتاب الحدود میں از قتیبہ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کو لایا گیا"۔ ایک قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ مرد وہ ہو جن کا نام عبداللہ ہے اور ان کا لقب حمار ہے، اور عنقریب اس باب کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان کا ذکر آئے گا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس مرد سے مراد نُعیمان ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی تیسرا شخص مراد ہو۔

اس حدیث میں مارنے کا عدد ذکر نہ کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "اضربوہ" یعنی اس کو مارو، اس حدیث میں مارنے کا عدد معین نہیں کیا گیا، کیونکہ اس وقت تک شراب نوشی کی حد میں مارنے کی حد معین نہیں ہوئی تھی۔ اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے کے سبب سے کسی حد کو مقرر نہیں فرمایا تھا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد کی کوئی مقدار معین نہیں فرمائی تھی اور کسی عدد مخصوص کے ساتھ اس کو خاص نہیں کیا تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "کسی شخص نے ان کے متعلق کہا: اخزاك الله" یعنی اللہ تمہیں ذلیل کرے اور رسوا کرے۔ اگر "خَزِیَ" کا لفظ "عَلِمَ یَعلَمُ" کے باب سے ہو یعنی "خَزِیَ یَخزیٰ" تو اس کا معنی ذلیل کرنا اور رسوا کرنا ہے اور اگر یہ "فَتَحَ یَفتَحُ" کے باب سے ہو یعنی "خَزَیَ یَخزیٰ" تو اس کا معنی ہے: حیاء کرنا۔

بددعا سے منع کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "تم اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو" یعنی جب تم اس کے خلاف یہ دعا کرو گے کہ اللہ اس کو ذلیل اور رسوا کرے تو تم شیطان کی مدد کرو گے، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کے خلاف بددعا کی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع نہ فرمائیں تو لوگ اس سے متنفر ہوں گے یا اس لئے آپ نے فرمایا کہ پھر یہ وہم ہوگا کہ یہ اس بددعا کا مستحق ہے، پھر شیطان اس کے دل میں وسوسے ڈالے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۵۔۴۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۶۷۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ سَمِعْتُ عُمَيْرَ بْنَ سَعِيدٍ النَّخَعِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه قَالَ مَا كُنْتُ لِأُقِيمَ حَدًّا عَلَى أَحَدٍ فَيَمُوتَ فَأَجِدَ فِي نَفْسِي إِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ فَإِنَّهُ لَوْ مَاتَ وَدَيْتُهُ وَذَلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمْ يَسُنَّهُ۔

(صحیح مسلم: ۱۷۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۴۸۶، مسند احمد: ۱۰۲۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوحصین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عمیر بن سعید النخعی سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا: میں کسی پر اتنی حد نہیں ماروں گا جس سے وہ مر جائے اور پھر مجھے اپنے دل میں افسوس ہو سوائے خمر پینے والے کے، کیونکہ اگر وہ مر گیا تو میں اس کی دیت ادا کروں گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خمر پینے کی حد مقرر نہیں فرمائی۔

صحیح البخاری: ۶۷۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخری الفاظ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خمر پینے پر کسی حد کو مقدر اور منضبط نہیں فرمایا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: آپ نے کوڑے مارنے کی تعداد کو معین نہیں فرمایا۔ اور یہ عنوان کے مطابق ہے، کیونکہ اس میں کوئی حد معلوم نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحَصِین (حاء پر زبر اور صاد کے نیچے زیر) ان کا نام عثمان بن عاصم الاسدی الکوفی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عُمَیر (عین پر پیش اور میم پر زبر) یہ ابن سعید ہیں اور یہ نخعی ہیں، اسی طرح علامہ کرمانی نے کہا ہے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ ان کا پہلے ذکر نہیں آیا، اور ان کے نام میں ایک روایت سعد کی ہے بغیر یاء اور یہ سہو ہے، اس کو الغسانی نے کہا ہے۔

اور علامہ النووی نے کہا ہے: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے تمام نسخوں میں اسی طرح ہے، اور حمیدی نے کہا ہے: تمام نسخوں میں سعد ہے اور یہ غلط ہے۔ اور ''المھذب'' میں لکھا ہے عمر بن سعد، یہ سخت غلط ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ امام نسائی اور امام طحاوی نے کہا ہے عُمَر (عین پر پیش اور میم پر زبر)۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ عینی فرماتے ہیں: حافظ ابن حجر نے امام طحاوی کی طرف جو منسوب کیا ہے تو انہوں نے ذکر نہیں کیا، کیونکہ میں نے ''معانی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الآثار" کی شرح کی ہے اور اس میں عُمیر بن سعید لکھا ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے اور وہ بہت بڑے تابعی ہیں، ثقہ ہیں اور ۱۱۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام طحاوی کے نسخے اتنے منضبط نہیں ہیں اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ ان کے نسخوں میں اختلاف ہو۔ اور اس سے پہلے یہ نہیں گزرا کہ انہوں نے عُمیر کے نام میں حصر کا دعویٰ کیا۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۴۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از محمد بن المنہال وغیرہ روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کو از اسماعیل بن موسیٰ روایت کیا ہے اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو از اسماعیل روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ما کنت لاقیم" اس میں لام کے نیچے زیر ہے اور یہ نفی کی تاکید کے لیے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشاد میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ۔ (البقرہ: ۱۴۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاجد" جب کوئی شخص غمگین ہو تو کہا جاتا ہے "وجد الرجل یجد"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الّا صاحب الخمر" یہ استثنیٰ منقطع ہے، یعنی لیکن میں خمر پینے والے پر حد لگانے اور پھر اس کے مر جانے سے غمزدہ ہوتا ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اصل عبارت یوں ہو کہ "میں کسی ایک پر حد قائم کیے جانے سے اس کے مرنے پر ذرہ بھی افسوس نہیں کرتا سوائے اس کے جس نے خمر پی ہو اور وہ حد قائم ہونے سے مر جائے"۔ اس صورت میں یہ استثنیٰ متصل ہو جائے گا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ودیتہ" یعنی میں اس کی دیت ادا کروں گا اور اس کا تاوان دوں گا۔ یہ "ودی یدی دیۃ" سے ماخوذ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لم یسنّہ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد کی مقدار کو سنت سے بیان نہیں فرمایا۔ اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر کی حد میں کسی چیز کو مقرر نہیں فرمایا، یہ وہ چیز ہے جس کو ہم نے مقرر کیا۔

خمر کی حد کے عدم تعین پر ایک اعتراض

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ از داناج از حصین بن المنذر از الرقاشی از ابی ساسان از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر میں چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے مارے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اسی (۸۰) کوڑوں کے ساتھ مکمل کیا، اور ان میں سے ہر مقدار سنت ہے، اس حدیث کی امام ابوداؤد نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بھی از مسدد اسی طرح روایت کی ہے۔ اور اس میں جو مذکور ہے "اور ہر ایک سنت ہے" اس کا معنی یہ ہے کہ چالیس کوڑوں اور اسی کوڑوں میں سے ہر مقدار سنت ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے: تم کہو کہ چالیس کوڑے مارنا سنت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں اس پر عمل کیا ہے، اور اسی (۸۰) کوڑے مارنا بھی سنت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اس پر عمل کیا ہے۔

اعتراض مذکور کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: جب امام طحاوی نے اس حدیث کی روایت کی تو کہا: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ خمر پینے والے کی حد صرف چالیس کوڑے ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے۔ پھر کہا: اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے اس حدیث کا فساد بیان کیا ہے اور انہوں نے اس کا انکار کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے الفاظ میں سے کچھ بھی کہا ہو، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف مروی ہے۔

اس کے بعد امام طحاوی نے عُمیر بن سعید کی حدیث کی روایت کی جو ابھی گزری ہے اور حدیثِ سابق جو کہ داناج از حضین مروی ہے اس کو رد کرنے میں طویل گفتگو کی۔

اور امام طحاوی کے علاوہ دوسرے علماء نے کہا کہ داناج کی حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ صحیح البخاری کی حدیث جو اس باب میں ذکر کی گئی ہے وہ اس کا رد کرتی ہے اور اس کے خلاف ہے۔

خمر پینے والا اگر حد جاری کرنے سے مرجائے تو اس کی دیت اور تاوان میں فقہاء کا اختلاف

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو ارشاد ہے "میں کسی پر حد قائم نہیں کرتا، جو اس سے مرجائے تو مجھے اس پر افسوس ہو سوائے خمر پینے والے پر" اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص حد جاری کرنے سے مرجائے اس کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔

اور ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اس کے مرجانے کی وجہ سے امام کے اوپر دیت لازم نہیں ہے اور اس پر کفارہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بیت المال پر کفارہ ہے، لیکن جو شخص تعزیر جاری کرنے کی وجہ سے مرجائے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ پس امام شافعی نے کہا: اس کی دیت امام کی عاقلہ (یعنی اس کے عصبات) پر ہے اور اس پر (یعنی امام پر) کفارہ ہے، اور دوسرا قول ہے کہ بیت المال پر کفارہ ہے، اور جمہور علماء کا قول ہے کہ اس میں کسی پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں):

جب خمر پینے والے پر حد جاری کرنے سے وہ مرجائے تو اس کے متعلق کئی اقوال ہیں:

امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے: امام کے اوپر کوئی ضمان نہیں ہے اور اس کو قتل کرنا حق ہے۔

اور امام شافعی نے کہا ہے: اگر کپڑے کی اطراف سے یا جوتوں سے خمر پینے والے کو مارا جائے اور وہ مرجائے تو امام ضامن نہیں ہوگا، یہ امام شافعی کا قولِ واحد ہے۔ اور اگر اس کو کوڑوں سے مارا ہے تو پھر امام ضامن ہوگا، اور ضمانت کی صفت میں دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ وہ مکمل دیت کا ضامن ہوگا، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ صرف اس صورت میں ضامن ہوگا جب کہ اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے مارنے کا درد جوتوں کے ساتھ مارنے سے زیادہ ہو۔

اور امام شافعی سے یہ بھی روایت ہے: اگر اس کو جوتوں سے مارا اور کپڑوں کی اطراف سے مارا جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ یہ چالیس کوڑوں کو نہیں پہنچتا یا پہنچتا ہے یا اس سے متجاوز نہیں ہوتا، پھر وہ مر گیا تو اس کو قتل کرنا برحق ہے۔ پس اگر اس طرح سے ہو تو نہ اس کا قصاص ہے اور نہ دیت ہے اور نہ امام پر کفارہ ہے۔ اور اگر اس کو چالیس کوڑے مارے، پھر وہ مر گیا تو اس کی دیت امام کے عاقلہ پر ہے بیت المال پر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۶۔۴۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٧٧٩۔ حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُعَيْدِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نُؤْتَى بِالشَّارِبِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَإِمْرَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ فَنَقُومُ إِلَيْهِ بِأَيْدِينَا وَنِعَالِنَا وَأَرْدِيَتِنَا حَتَّى كَانَ آخِرُ إِمْرَةِ عُمَرَ فَجَلَدَ أَرْبَعِينَ حَتَّى إِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوا جَلَدَ ثَمَانِينَ۔

(مسند احمد: ۱۵۲۹۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از الجعید از یزید بن خصیفہ از حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتداء میں ہمارے پاس شراب پینے والے کو لایا جاتا تو ہم اس کو اپنے ہاتھوں سے اور اپنے جوتوں سے اور اپنی چادروں سے مارتے، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں انہوں نے (شراب پینے والے کو) چالیس کوڑے مارے یہاں تک کہ جب شراب پینے والوں نے سرکشی کی اور فسق کیا تو انہوں نے اسی کوڑے مارے۔

صحیح البخاری: ۶۷۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حسبِ سابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں الجُعَید کا ذکر ہے (جیم پر پیش ہے اور عین پر زبر ہے اور یہ جعد کی تصغیر ہے)، یہ ابن عبدالرحمٰن التابعی ہیں اور یہ صغار تابعین میں سے ہیں۔ اور امام بخاری کی یہ سند انتہائی عالی سند ہے کیونکہ امام بخاری اور اس تابعی کے درمیان صرف ایک راوی ہے (اور وہ مکی بن ابراہیم ہیں) سو یہ حدیث ثلاثیات کے حکم میں ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں یزید بن خُصَیفہ کا ذکر ہے (خاء پر پیش ہے اور صاد پر زبر ہے) یہ کوفی ہیں، اور سائب بن یزید بھی کوفی ہیں اور کندی ہیں۔ اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کنا نؤتی" یہ مجہول کا صیغہ ہے۔
پس اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت سائب بن یزید نبی ﷺ کے عہد میں بہت چھوٹے تھے اور ان کی عمر اس وقت چھ سال تھی، تو انہوں نے کس طرح اپنے آپ کو ان حاضرین کی جماعت میں داخل کیا جب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خمر پینے والے کو لایا گیا تھا؟

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:
زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے جو کہا کہ "ہمارے پاس شراب پینے والے کو لایا جاتا تھا" اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ صحابہ کے پاس لایا جاتا تھا، تاہم یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوں یا کسی اور کے ساتھ حاضر ہوں، پس ان صحابہ کے شریک ہوں اور یہ اسناد بر بنائے حقیقت ہو۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وامرة ابی بکر" (امرة میں ہمزہ کے نیچے زیر ہے اور میم ساکن ہے) یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت اور ان کی خلافت میں۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے "وصدرًا من خلافة عمر" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "وارديتنا" یہ رداکی جمع ہے، یعنی ہم اپنی چادروں کا کوڑا بنا کر اس سے مارتے تھے۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے "حتی اذا عتوا" یعنی جب خمر پینے والوں نے خمر پینے میں بہت زیادتی اور سرکشی کی اور فساد کی انتہاء کو پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر ہو گئے اور خمر پینے سے باز نہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارے۔
اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس زمانہ کو پا لیتے تو ان کو اسی (۸۰) سے دگنے کوڑے مارتے۔
امام عبدالرزاق نے سندِ صحیح کے ساتھ بزرگ تابعی عبید بن عُمیر سے جو حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مثل ہے روایت کی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو چالیس کوڑے مارے، پھر جب دیکھا کہ وہ باز نہیں آرہے تو ان کو ساٹھ (۶۰) کوڑے مارے، پس جب دیکھا کہ وہ اب بھی باز نہیں آرہے تو ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارے اور فرمایا: یہ کم سے کم حد ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۷۹۔۶۷۷۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خمر پینے کی حد کے متعلق متعدد روایات

امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو لوگ سبزہ زاروں اور بستیوں سے قریب آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے کہا: آپ لوگ خمر کی حد میں کتنے کوڑے لگانے کی رائے دیتے ہیں؟ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ اس کو سب سے کم حد کی مثل کوڑے مارے جائیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی (۸۰) کوڑے مارے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۰۶، کتاب الحدود، باب حد الخمر)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور امام مسلم کی دوسری روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمر پینے کے سبب سے درخت کی چھلی ہوئی شاخوں اور جوتوں کو چالیس بار مارتے تھے۔ (صحیح مسلم:۱۷۰۶)

اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جو نشہ میں تھا تو آپ نے بیس مردوں کو حکم دیا، پس ہر مرد نے اس کو جوتوں سے اور درخت کی شاخوں سے دو دو مرتبہ مارا۔ (السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۱۷، رقم:۱۷۵۲۲)

امام ابوداؤد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تلقین کرو اور کچھ لوگ آگے بڑھ کر اسے کہہ رہے تھے: کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے، کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں ہے، کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیاء نہیں کرتے اور ایک روایت میں ہے، آپ نے فرمایا: لیکن تم کہو: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ (سنن ابوداؤد:۴۴۷۸)

اور امام بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس پر اسّی (۸۰) کوڑے ماریں۔ (صحیح البخاری:۳۶۹۶، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)

اور امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے الولید بن عقبہ کو کوڑے مارے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گن رہے تھے حتیٰ کہ جب چالیس تک تعداد پہنچی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رُک جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی کوڑے مارے اور ان میں سے ہر ایک سنت ہے اور یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ (صحیح مسلم:۱۷۰۷، کتاب الحدود، باب حد الخمر)

اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں: جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ لوگ شراب پینے میں بہت غلو کر رہے ہیں اور سزا کو کم سمجھ رہے ہیں، تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جب آدمی کو نشہ ہوتا ہے تو وہ ہذیان بکتا ہے اور جب وہ ہذیان بکتا ہے تو تہمت لگاتا ہے اور تہمت لگانے والے کی حد اسّی کوڑے ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کسی کمزور مرد کو لایا جاتا جس میں لغزش ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر چالیس کوڑے مارتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسّی کوڑے بھی مارے ہیں اور چالیس کوڑے بھی مارے ہیں۔

(السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۲۰، رقم:۱۷۵۳۹)

امام شافعی نے از معمر از الزہری از عبد الرحمٰن بن از ہر روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شراب پینے والے کو لایا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کو مارو، تو صحابہ نے اس کو ہاتھوں اور جوتوں اور کپڑوں کی اطراف سے مارا اور اس پر مٹی ڈالی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تلقین کرو، سو انہوں نے تلقین کی اور اس کو چھوڑ دیا۔ پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے حاضرین سے کوڑے مارنے کی تعداد کے متعلق سوال کیا تو چالیس کوڑے بتائے، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات میں شراب پینے والے کو چالیس کوڑے مارے حتیٰ کہ لوگ پے در پے خمر پینے لگے تو اسّی کوڑے مارے۔

(مسند الشافعی بترتیب السندی ج ۲ ص ۹۰، رقم الحدیث:۲۹۲)

انس بن عیاض نے کہا کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اس میں اختلاف ہے اور از ہر کی حدیث میری رائے میں محفوظ نہیں ہے۔ اور اس باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور ابو حاتم اور ابو زرعہ نے کہا:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کو الزہری نے ابن الازہر سے نہیں سنا۔ (علل الترمذی الکبیر ج ۲ ص ۷۰۶۔۷۰۴ علل ابن ابی حاتم ج ۱ ص ۷۴۴۔۳۴۶)
میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ ہے کہ مسند الشافعی کی حدیث ضعیف ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی (۸۰) کوڑے نہیں مارے تھے، اسی (۸۰) کوڑے مارنے کی ابتداء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے ہوئی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)۔

امام الدارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ عکرمہ کے مولیٰ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شراب پینے والوں کو ہاتھوں سے، جوتوں سے اور لاٹھیوں سے مارا جاتا تھا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت آئی، انہوں نے چالیس (۴۰) کوڑے مارے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا یہاں تک کہ ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک مرد آیا اور اس نے اس آیت سے استدلال کیا:

لَیْسَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۳﴾ (المائدہ: ۹۳)

ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی بشرطیکہ وہ اللہ سے ڈرتے رہے اور ایمان پر برقرار رہے اور نیک عمل کرتے رہے، پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور بدستور ایمان پر قائم رہے پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور اچھے کام کرتے رہے اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے O

وہ مہاجر مرد غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں حاضر ہوا تھا۔
(خلاصہ یہ ہے کہ اس مہاجر نے یہ استدلال کیا تھا کہ اگر کوئی مومن شراب پی لے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ کھا پی چکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی)۔
پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیات ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں جو دنیا سے جا چکے تھے اور انہوں نے شراب کی تحریم سے پہلے شراب پی تھی اور پھر فوت ہو گئے تھے۔
اور اب لوگوں پر خمر کی تحریم میں حجت یہ آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ (المائدہ: ۹۰)

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں سے ہیں، سو تم ان سے اجتناب کرو تا کہ تم کامیاب ہو O

پس اگر وہ شخص ایمان والوں میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شراب پینے سے منع کر دیا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا، اب آپ کی کیا رائے ہے؟ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب وہ شراب پیتا ہے تو اس کو نشہ ہوتا ہے اور جب نشہ ہوتا ہے تو وہ ہذیان بکتا ہے اور جب وہ ہذیان بکتا ہے تو جھوٹی تہمت لگاتا ہے اور جھوٹی تہمت لگانے والوں کی سزا اسی (۸۰) کوڑے ہے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس کو اسی (۸۰) کوڑے لگائے گئے۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۶۶)
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور صحابہ کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خمر پی اس کو کوڑے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مارو، پھر اگر اس نے خمر پی تو اس کو کوڑے مارو، پھر اگر اس نے خمر پی تو اس کو کوڑے مارو، پھر اگر اس نے خمر پی تو اس کو قتل کردو۔(سنن نسائی ج ۸ ص ۳۱۳)

امام ابوداؤد کی روایت میں پانچویں بار خمر پینے پر قتل کرنے کا حکم ہے۔(سنن ابوداؤد: ۴۴۸۳)

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ امام ابوداؤد کی روایت صحیح نہیں ہے، صحیح صرف چوتھی بار خمر پینے پر قتل کرنے کا حکم ہے۔اور پانچویں بار قتل کرنے کا حکم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے جس کو حمید بن یزید نے روایت کیا ہے۔(المحلی ج ۱۱ ص ۳۶۷۔۳۶۶)

امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سندِ جید کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ آپ نے چوتھی بار خمر پینے پر فرمایا: اگر وہ دوبارہ پیئے تو اس کی گردن ماردو۔(سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۲)

خمر کی حد میں اختلافِ فقہاء

امام مالک اور ان کے اصحاب، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، ثوری، فقہاء کوفہ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ خمر کی حد اسّی (۸۰) کوڑے ہے۔

اور امام شافعی، ابوثور اور اہل الظاہر نے کہا ہے کہ خمر کی حد چالیس کوڑے ہے۔اور امام احمد سے خمر کی حد کے متعلق دو روایتیں ہیں۔

اور ہم نے جو جمہور کا مذہب بیان کیا ہے، یہ اس کے مطابق ہے جو علامہ ابن بطال اور علامہ ابن التین نے ذکر کیا ہے۔اور حافظ ابوعمر نے بھی یہی کہا ہے کہ متقدمین اور متاخرین علماء میں سے جمہور کا یہی قول ہے۔

اور حافظ ابوعمر نے نیز کہا کہ یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور یہی الاوزاعی، عبیداللہ بن حسن، حسن بن حی، اسحاق اور امام احمد کا قول ہے۔(الاستذکار ج ۲۴ ص ۲۶۹)

اور مسدد نے بیان کیا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عروبہ نے حدیث بیان کی از الداناج از حضین بن المنذر الرقاشی ابی ساسان از حضرت علی رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے پر چالیس کوڑے مارے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) کوڑے مکمل کردیئے اور ان میں سے ہر ایک سنت ہے۔(سنن ابوداؤد: ۴۴۸۱)

اور عبدالعزیز بن المختار نے الداناج سے روایت کی ہے از حصین بن المنذر، انہوں نے بیان کیا: میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا تو ولید بن عتبہ کو لایا گیا اور اس نے اہلِ کوفہ کو نماز پڑھائی، تو حمران نے اس کے خلاف شہادت دی اور ایک اور مرد نے۔ان میں سے ایک نے شہادت دی کہ اس نے ولید کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے اور دوسرے نے شہادت دی کہ اس نے ولید کو قے کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اس نے قے اس وقت کی جب اس نے شراب کو پیا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اس پر آپ حد قائم کریں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے ولید کو کوڑے مارے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گن رہے تھے حتیٰ کہ جب چالیس کوڑے ہوگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب رک جاؤ، پھر فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) کوڑے مارے اور ان میں سے ہر ایک سنت ہے اور یہی مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔(صحیح مسلم: ۱۷۰۷، کتاب الحدود، باب حد الخمر)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ داناج کی حدیث صحیح نہیں ہے اور انہوں نے اس کا انکار کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کوئی بات فرمائی ہو، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف حدیث مروی ہے۔ اور اس باب میں جو صحیح البخاری کی حدیث ہے وہ بھی داناج کی حدیث کا رد کرتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔

اور سفیان نے عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس نجاشی کو لایا گیا جس نے رمضان میں شراب پی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو اسی (۸۰) کوڑے مارے اور پھر اس کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا، پھر دوسرے دن اس کو مزید بیس (۲۰) کوڑے مارے اور کہا کہ یہ بیس کوڑے اس وجہ سے ہیں کہ اس نے رمضان کی حرمت کو پامال کیا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۸۲)

اور ابن شہاب سے روایت ہے از حُمید بن عبدالرحمٰن کہ بنو کلب کا ایک مرد تھا جس کو ابن وبرہ کہا جاتا تھا، اس کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، پس ان کے پاس حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کو پایا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ خمر پینے میں مستغرق ہو گئے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اردگرد صحابہ سے پوچھا: آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! جب اس شخص کو نشہ آتا ہے تو وہ ہذیان بکتا ہے اور جب وہ ہذیان بکتا ہے تو وہ تہمت لگاتا ہے اور تہمت لگانے کی حد اسی کوڑے ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے بھی اسی کی موافقت کی۔ (المستدرک ج ۴ ص ۳۷۵)

پس کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب خمر کی حد کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اپنی رائے سے اس کی حد کا استنباط کیا اور اس کی حد تہمت لگانے والے کی حد کی مثل قرار دی۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسی حدیث ہوتی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر کی حد کو بیان فرمایا ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے وہ کافی تھی اور وہ اپنا اجتہاد نہ کرتے اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے پاس اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صریح حدیث ہوتی تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر انکار کرتے، لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف داناج کی اس حدیث کی نسبت کیسے صحیح ہوگی جس میں یہ ذکر ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے مارے اور ان میں سے ہر ایک سنت ہے اور یہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے"۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر میں کسی حد کو مقرر نہیں کیا۔ اور حضرت عقبہ بن حارث، حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے پر ضرب کی کسی حد کو مقرر نہیں فرمایا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ اس کو مارو۔ اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے غور وفکر کر کے مارے۔

پس ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خمر کی حد کو اسی کوڑے مقرر کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھا۔ اور صحابہ کا اس پر اجماع منعقد ہو گیا، ان میں حضرت عثمان، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم تھے۔ اور اس موقع پر حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم بھی حاضر تھے۔ اور چونکہ صحابہ کرام کا اجماع خطاء سے معصوم ہے اس لیے خمر کی حد اسی کوڑے ہونے پر اجماع ہو گیا، جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ مصحف پر اجماع ہو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گیا تھا اور اس کے ماسوا مصاحف کو منع کر دیا تھا۔ پس خمر کی حد اسی کوڑے ہونے پر اجماع ہو گیا اور اس کی حجت لازم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۱۱۵﴾ (النساء:۱۱۵)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے O

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جس کام کو مسلمان اچھا قرار دیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(مسند احمد ج ا ص ۳۷۹، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۷۹-۷۸)

اور اس لیے بھی کہ صحابہ کرام کا اجماع خطاء سے معصوم ہے۔

اسی طرح حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا کہ خمر کی حد اسی کوڑے ہے اور ان کا اس مسئلہ میں کوئی مخالف نہیں تھا۔ اور تابعین کی ایک جماعت اور جمہور فقہاء مسلمین کا یہی مذہب ہے۔ اور انہوں نے کہا: جو اس میں اختلاف کرے گا اس کا اختلاف شاذ قرار دیا جائے گا اور جمہور کے دلائل سے وہ مردود ہو گا۔ (الاستذکار ج ۲۴ ص ۲۷۷)

امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے بھی اسی کی مثل لکھا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۵۸)

حالتِ نشہ میں حد قائم کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ کو حالتِ نشہ میں حد ماری گئی تھی اور ان کے نشہ اترنے تک حد کو موخر نہیں کیا گیا تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ جو بھی گھر میں ہیں وہ ان کو ماریں اور اس کو موخر نہیں کیا کہ ان کا نشہ اتر جائے۔

اور جمہور علماء کا اس میں اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ حد کو موخر کیا جائے حتیٰ کہ شراب پینے والے کا نشہ اتر جائے اور یہ امام مالک، امام شافعی، ثوری اور فقہاء کوفہ کا مذہب ہے۔ انہوں نے کہا کہ حد کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے تا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور جس پر حد جاری کی جائے اس کو درد اور اذیت ہو اور وہ دوبارہ اس کے ارتکاب سے باز آ جائے اور جو شخص نشہ میں ہو اس کو تو اس کی عقل نہیں ہوتی، پس یہ جائز نہیں ہے کہ جس شخص کو درد کا احساس نہ ہو اور درد کا ادراک نہ ہو اس پر حد قائم کی جائے۔

(الاشراف ج ۳ ص ۶۰، المغنی ج ۱۲ ص ۵۰۶-۵۰۵)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت النعیمان رضی اللہ عنہ کو حالتِ نشہ میں مارنے کا حکم دیا تھا تو ان فقہاء کے نزدیک آپ کا یہ حکم خصوصیت پر محمول ہے۔

چوتھی بار خمر پینے پر قتل کے حکم کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ الحازمی نے اپنی ناسخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ چوتھی بار خمر پینے پر قتل کر دیا جائے، انہوں نے کہا: میں نے یہ حدیث ابن المنکدر کو بیان کی تو انہوں نے کہا: اس حکم پر عمل کو ترک کر دیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ابن النعیمان کو لایا گیا، اس کو تین مرتبہ کوڑے مارے گئے، پھر چوتھی مرتبہ ان کو شراب پینے پر لایا گیا تو آپ نے ان کو کوڑے مارے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اس پر اضافہ نہیں کیا۔ (الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ ص ۱۵۵۔۱۵۶)

اور امام نسائی نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مرد خمر پیئے تو اس کو کوڑے مارو، پس اگر دوبارہ پیئے تو پھر اس کو کوڑے مارو، پس اگر چوتھی مرتبہ پیئے تو اس کو قتل کر دو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم میں سے ایک مرد کو لایا گیا تو آپ نے اس کو قتل نہیں کیا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۲۸۳، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، تحفۃ الاشراف: ۳۰۷۳)

نیز امام نسائی نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خمر پی اس کو مارو، پس اگر اس نے دوبارہ پی تو پھر اس کو مارو، پھر اگر اس نے سہ بارہ پی تو پھر اس کو مارو، پھر اگر اس نے چوتھی بار پی تو اس کی گردن اڑا دو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نُعیمان رضی اللہ عنہ کو چار مرتبہ مارا، تو مسلمانوں نے اس سے یہ سمجھا کہ حد واقع ہوگئی اور قتل کا حکم اٹھا لیا گیا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۲۸۴، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

امام شافعی نے کہا کہ اس حدیث اور دوسری حدیث سے قتل کا حکم منسوخ کر دیا گیا ہے اور یہ وہ حکم ہے کہ اہلِ علم میں سے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ (الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ ص ۱۵۶)

امام طحاوی نے کہا: اس سے ثابت ہو گیا کہ چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۶۱)

علامہ حمد بن محمد الخطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ، نے کہا ہے: کبھی کسی وعید کا حکم وارد ہوتا ہے اور اس سے فعل کے وقوع کا ارادہ نہیں کیا جاتا اور اس سے صرف یہ قصد کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو ڈرایا جائے اور اس فعل سے باز رکھا جائے جیسا کہ درج ذیل حدیث ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اس کو قتل کر دیں گے اور جس نے اپنے غلام کی ناک کاٹی ہم اس کی ناک کاٹ دیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۵، سنن ترمذی: ۱۴۱۴، سنن نسائی: ۴۷۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۳)

اور اگر کوئی شخص اپنے غلام کو قتل کر دے یا اس کی ناک کاٹ دے تو نہ اس کو قتل کیا جائے گا اور نہ اس کی ناک کاٹی جائے گی اور اس پر اتفاق ہے۔ (معالم السنن ج ۳ ص ۲۹۳)

نیز امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ از قبیصہ بن ذؤیب روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے خمر کو پیا اس کو کوڑے مارو، پس اگر دوبارہ پیئے تو پھر کوڑے مارو، پس اگر سہ بارہ پیئے یا چوتھی بار پیئے تو اس کو قتل کر دو، پھر آپ کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے خمر پی تھی تو آپ نے اس کو کوڑے مارے، پھر دوبارہ لایا گیا تو پھر کوڑے مارے، پھر سہ بارہ لایا گیا تو پھر آپ نے اس کو کوڑے مارے، پھر چوتھی بار لایا گیا تو پھر آپ نے اس کو کوڑے مارے اور قتل کا حکم اٹھا دیا، پس یہ رخصت تھی۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۸۵، سنن ترمذی: ۱۴۴۴)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

عام اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل ہے اور ہمیں ان کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے نہ متقدمین میں اور نہ متاخرین میں، اور جو چیز اس کی تقویت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد اسانید کے ساتھ روایت ہے کہ کسی مسلمان مرد کو جو اس بات کی گواہی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اس کو قتل کرنا تین خصلتوں کے سوا جائز نہیں ہے، جان کا بدلہ جان، شادی شدہ زنا کرنے والا اور دین کو ترک کرنے والا۔ (سنن ترمذی: ۶۰۷۔ ۶۰۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

امام ترمذی نے اپنی جامع کے اخیر میں لکھا ہے: اس کتاب میں جتنی بھی احادیث روایت کی گئی ہیں ان سب پر کسی نہ کسی امام کا عمل ہے سوا دو حدیثوں کے۔ ایک حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کو مدینہ میں جمع کر کے پڑھا اور دوسری یہ حدیث ہے کہ جب کوئی شخص خمر کو پیئے تو اس کو کوڑے مارو، پس اگر وہ چوتھی بار دوبارہ پیئے تو اس کو قتل کر دو، یہ حکم ابتداء میں تھا، پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا، اسی طرح امام اسحاق نے از ابن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے اور اس میں اہلِ علم کا اختلاف نہیں ہے نہ متقدمین کا اور نہ متاخرین کا۔ اور اس حدیث کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ صحیح حدیث میں ہے:

کسی مسلمان مرد کو قتل کرنا صرف تین خصلتوں میں سے ایک خصلت کی وجہ سے جائز ہے۔ الحدیث

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی وجہ سے زائل کر دیا گیا ہے اور عام اہلِ علم کے اجماع کی وجہ سے۔ اہلِ حجاز اور عراق اور شام اور تمام اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

اگر امام کے حد جاری کرنے سے کوئی شخص مر جائے تو اس کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے کہ امام کے اوپر اس کی ضمانت نہیں ہے اور اس کو قتل کرنا برحق ہے۔ اور امام شافعی سے منقول ہے کہ اس پر بالکل ضمان نہیں ہے اور اگر امام نے اس کو کوڑے مارے ہوں اور پھر مر جائے تو وہ ضامن ہوگا۔

اور ضمانت کی تفصیل میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس کی پوری دیت دینی ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ امام صرف اس صورت میں ضامن ہوگا جب اس کی ضرب جوتوں کے مارنے سے زیادہ ہو۔

نیز امام شافعی سے روایت ہے کہ اگر اس کو جوتوں سے مارا یا کپڑوں کے اطراف سے مارا اور یہ معلوم تھا کہ یہ مارنا چالیس کے عدد کو نہیں پہنچا یا چالیس سے متجاوز نہیں ہوا، پھر وہ مر گیا تو اس کا قتل برحق ہے اور اگر اس طرح ہوا تو امام کے اوپر نہ دیت ہے نہ قصاص ہے اور نہ کفارہ ہے۔ اور اگر امام نے اس کو چالیس کوڑے مارے اور پھر وہ مر گیا تو اس کی دیت امام کے عاقلہ پر ہے بیت المال پر نہیں ہے۔ (المغنی ج ۱۲ ص ۵۰۵۔ ۵۰۳، الاشراف ج ۳ ص ۵۹)

اگر کسی شخص نے خمر پینے کا اقرار کیا اور اس سے بدبو نہیں پائی گئی تو امام ابوحنیفہ نے کہا: اس پر حد نہیں لگائی جائے گی اور دوسرے فقہاء نے کہا: اس پر حد لگائی جائے گی۔ اور اگر اس سے بدبو پائی گئی اور اس نے اقرار نہیں کیا تو اس پر حد نہیں ہوگی، امام مالک کا اس میں اختلاف ہے۔ (المغنی ج ۱۲ ص ۵۰۲۔ ۵۰۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۸۔ ۳۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٦۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنْ لَعْنِ شَارِبِ الْخَمْرِ وَإِنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنَ الْمِلَّةِ

خمر پینے والے پر لعنت کرنے کا مکروہ ہونا اور یہ کہ وہ ملتِ اسلام سے خارج نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خمر پینے والے پر لعنت کرنا مکروہ ہے اور گویا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ ارادہ کیا ہے کہ ان دو حدیثوں میں موافقت بیان کی جائے۔ ان میں سے ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص خمر پیتا ہے وہ اس حال میں مومن نہیں ہوتا اور یہاں اس حدیث میں ہے کہ جو شخص خمر پیئے اس پر لعنت نہ کی جائے۔ اس وجہ سے اس پہلی حدیث میں یہ ارادہ کیا جائے گا کہ وہ شخص جو شراب پیتا ہے وہ اس وقت کامل مومن نہیں ہوتا اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور یہی اس عنوان کا معنی ہے کہ خمر پینے والا ملتِ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، پس جب وہ ملتِ اسلام سے خارج نہیں ہوتا تو اس کا مستحق نہیں ہوتا کہ اس پر لعنت کی جائے۔

اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سے معصیت کے مرتکبین پر لعنت فرمائی ہے

ان میں سے مصوّرون (یعنی تصویریں بنانے والوں) پر آپ نے لعنت فرمائی ہے اور ان پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کریں اور ان کے علاوہ اور بھی ہیں جن پر رسول اللہ ﷺ نے ارتکابِ معصیت کی وجہ سے لعنت فرمائی ہے۔

علامہ عینی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: نبی ﷺ نے ان پر لعنت کرنے کا ارادہ فرمایا جو معصیت کے فعل پر لازم ہوں اور اس سے توبہ نہ کرتے ہوں تاکہ اس کے فعل سے باز آئیں۔ اور یہاں جس پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی حد جاری کر دی گئی تھی اور حد اس کو گناہوں سے پاک کر دیتی ہے اس لیے آپ نے اس پر لعنت کرنے سے منع فرمایا کہ کہیں شیطان اس کے دل میں یہ وسوسہ نہ ڈالے کہ جس پر آپ کے سامنے لعنت کی گئی اور آپ نے اس لعنت کو متغیر نہیں کیا اور نہ اسے منع کیا تو وہ آخرت میں اس کی سزا کا مستحق ہوگا۔ اور چونکہ آپ نے منع نہیں کیا تو گویا آپ نے اس لعنت کو برقرار رکھا اور اس کی تقویت کی۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جن بعض معاصی پر لعنت فرمائی ہے تو وہ ان معاصی کی جنس پر لعنت فرمائی ہے تاکہ لوگ اس کو ترک کریں اور کسی شخصِ معین پر لعنت نہیں فرمائی۔ اور بعض علماء نے معین شخص پر لعنت کرنے سے مطلقاً منع کیا ہے اور غیر معین پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس پر لعنت کی وجہ سے لوگ اس فعل کے ارتکاب سے دور رہیں گے۔ اور اگر معین شخص پر لعنت کی جائے تو اس میں اس کو ایذاء پہنچانا ہے اور اس کو گالی دینا ہے اور مسلمان کو اذیت پہنچانے سے ممانعت ثابت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۸۔ ۴۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٦٧٨٠ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللهِ وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اللَّهُمَّ الْعَنْهُ مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَلْعَنُوهُ فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ۔

(تحفۃ الاشراف:۱۰۳۹۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے خالد بن یزید نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی ہلال از زید بن اسلم از والد خود از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد میں ایک مرد کا نام عبداللہ تھا اور اس کو حمار (گدھا) کا لقب دیا جاتا تھا، اور وہ رسول اللہ ﷺ کو ہنساتا تھا، اور جب وہ شراب پیتا تو نبی ﷺ اس کو کوڑے مارتے تھے، پس ایک دن اس کو لایا گیا تو آپ کے حکم سے اس کو کوڑے مارے گئے، تو صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما، اس کو کتنی زیادہ مرتبہ لایا جاتا ہے! پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو، پس اللہ کی قسم! مجھے صرف یہی علم ہے کہ یہ مرد اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

صحیح البخاری: ٦٧٨٠، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے "شراب پینے والے پر لعنت کرنے کی ممانعت" اور اس باب کی حدیث میں بھی یہی ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بکیر کا ذکر ہے، بُکیر بکر کی تصغیر ہے اور وہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر ابوزکریا المخزومی المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خالد بن یزید، یہ الجملی الفقیہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن ابی ہلال، یہ اللیثی المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زید بن اسلم، یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، یہ اپنے باپ اسلم سے روایت کرتے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، حبشی اور بخاری تھے اور عین التمر کے قیدیوں میں تھے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو گیارہ ہجری (۱۱ھ) میں مکہ میں خرید لیا تھا، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اس لیے مکہ بھیجا تھا کہ وہ لوگوں کو حج کرائیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وکان یلقب حمارا" شاید کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس لقب کو مکروہ نہیں جانتے تھے اور وہ اس لقب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے ساتھ مشہور ہو گئے تھے۔ اور حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے: کہ یہ وہی ہیں جو ابن النعیمان ہیں جن کا ذکر حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھی کی کپی اور شہد کی کپی ہدیہ میں بھیجتے تھے، پھر جب وہ شہد والا اور گھی والا آتا اور ان سے شہد اور گھی کا تقاضا کرتا تو یہ کہتے: یا رسول اللہ! اس کے سامان کی قیمت عطا کیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے پر اضافہ نہیں فرماتے تھے اور اس کی قیمت عطا کرنے کا حکم دیتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی روایت امام ابویعلی الموصلی نے از ہشام بن سعد از زید بن اسلم کی سند سے کی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنساتے تھے"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام اور عالم کو بھی کبھی کسی حق بات پر ہنسانا جائز ہے اور کسی باطل بات پر ہنسانا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "قوم میں سے ایک مرد نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما، اسے کتنی زیادہ دفعہ شراب نوشی کی بناء پر لایا جاتا ہے!" اس مرد سے مراد کون ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے، کیونکہ الواقدی کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اسی طرح اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ایسا نہ کہو کیونکہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فواللہ ما علمت الا انہ یحب اللہ و رسولہ" یعنی جس مرد کا لقب حمار ہے پس وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

شارحین نے اس پر بحث کی ہے کہ اس حدیث میں "ما" نافیہ ہے یا موصولہ ہے یا زائدہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۱۹۔ ۴۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٧٨١۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِسَكْرَانَ فَأَمَرَ بِضَرْبِهِ فَمِنَّا مَنْ يَضْرِبُهُ بِيَدِهِ وَمِنَّا مَنْ يَضْرِبُهُ بِنَعْلِهِ وَمِنَّا مَنْ يَضْرِبُهُ بِثَوْبِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ رَجُلٌ مَا لَهُ أَخْزَاهُ اللهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَكُونُوا عَوْنَ الشَّيْطَانِ عَلَى أَخِيكُمْ۔

(صحیح البخاری: ٦٧٧٧، ٦٧٨١، سنن ابوداؤد: ٤٤٧٧، مسند احمد: ٧٩٢٦)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن الہاد نے حدیث بیان کی از محمد بن ابراہیم از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو نشہ کی حالت میں لایا گیا، آپ نے اس کو مارنے کا حکم دیا، پس ہم میں سے بعض نے اس کو اپنے ہاتھوں سے مارا اور بعض نے اس کو اپنے جوتے سے مارا اور بعض نے اس کو اپنے کپڑے سے مارا، جب وہ شخص واپس چلا گیا تو ایک مرد نے کہا: اسے کیا ہے اللہ اس کو رسوا کرے! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۷۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن الہاد، یہ عبداللہ بن شداد بن الہاد ہیں اور ہاد کا نام اسامہ اللیثی الکوفی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ ابن الحارث التیمی ہیں اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے، یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

یہ حدیث عنقریب ''باب الضرب بالجرید والنعال'' میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح ہو چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ظالموں اور فاسقوں کے خلاف بددعا کرنے کے جواز کے متعلق بحث ونظر

صحیح البخاری: ۶۷۸۰ میں مذکور ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عبداللہ نام کے ایک صحابی تھے جن کا لقب حمار تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شراب پینے پر کوڑے لگائے تھے، پھر ایک دن ان کو لایا گیا تو آپ کے حکم سے انہیں کوڑے لگائے گئے تو صحابہ میں سے ایک مرد نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما، اسے کتنی مرتبہ شراب پینے کے جرم میں لایا جاتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو، پس اللہ کی قسم! مجھے صرف یہی علم ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے''۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک صحابی کے خلاف بار بار شراب پینے کی وجہ سے کسی نے بددعا کی اور اس پر لعنت کی۔

قرآن مجید میں متعدد انبیاء علیہم السلام کے متعلق بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے ظالموں اور کافروں کے خلاف دعائے ضرر کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ (نوح: ۲۶)

اور نوح (علیہ السلام) نے دعا کی: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ ○

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ (یونس: ۸۸)

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا ہے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ انجام کار لوگوں کو تیرے راستہ سے بھٹکا دیں، اے ہمارے رب! ان کے مال و دولت کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں ○

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ظالموں اور فاسقوں کے خلاف دعائے ضرر کرنے کے جواز کے متعلق احادیث

(۱) امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ، اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: جب غزوۂ خندق کا دن تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے انہوں نے ہم کو عصر کی نماز پڑھنے سے مشغول کر دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۱، صحیح مسلم: ۶۲۷، سنن ترمذی: ۲۹۸۴، سنن نسائی: ۴۷۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۹، سنن ابن ماجہ: ۶۸۴، مسند احمد: ۱۲۲۵، سنن داری: ۱۲۳۲)

(۲) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس روز تک ان لوگوں کے خلاف دعائے ضرر فرماتے رہے جنہوں نے اصحاب بئر معونہ کو شہید کر دیا تھا، پس آپ نے رعل اور ذکوان اور عصیۃ کے خلاف دعائے ضرر کی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔ (صحیح البخاری: ۲۸۱۴، صحیح مسلم: ۶۷۷، مسند احمد: ۱۲۸۴۳)

(۳) دوسری روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رعل اور ذکوان اور عصیۃ اور بنولحیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر انصار کے ساتھ ان کی مدد کی جن کو ہم ان کے زمانہ میں قراء (یعنی قرآن پڑھنے والے) کہتے تھے۔ یہ دن میں جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب یہ بئر معونہ پر پہنچے تو ان لوگوں نے ان کو شہید کر دیا اور ان کے ساتھ عہد شکنی کی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ ایک مہینہ تک ان کے خلاف صبح کی نماز میں دعائے ضرر فرماتے رہے عرب کے متعدد قبائل پر، رعل پر، ذکوان پر، عصیۃ پر اور بنو لحیان پر۔۔۔۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۴۰۹۰، صحیح مسلم: ۶۷۷، سنن نسائی: ۱۰۷۰، مسند احمد: ۱۲۲۷)

(۴) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور قریش کی ایک جماعت اپنی مجالس میں بیٹھی ہوئی تھی، ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم اس دکھاوا کرنے والے کو نہیں دیکھ رہے، تم میں سے کون آلِ فلاں کی اونٹنی کی طرف جائے گا اور اس کی اوجھڑی جس میں گوبر اور خون ہے اور بچہ دان کی جھلی ہے وہ لے کر آئے اور پھر جب یہ سجدہ میں جائیں تو ان کے دونوں کندھوں کے درمیان اس کو رکھ دے، پس قوم میں سب سے بدبخت شخص اٹھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو آپ کے دو کندھوں کے درمیان اس اوجھڑی اور جھلی کو رکھ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں رہے اور وہ دیکھ کر ہنستے تھے اور ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے تھے، پھر کوئی جانے والا گیا اور اس نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو خبر دی، وہ اس وقت کم سن لڑکی تھیں، وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سجدہ میں تھے حتیٰ کہ وہ اوجھڑی آپ سے اٹھا کر پھینکی اور ان کافروں کو ڈانٹا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی تو ان کافروں کے خلاف دعائے ضرر کی، اے اللہ! قریش کو پکڑ لے، اے اللہ! قریش کو پکڑ لے، اے اللہ! قریش کو پکڑ لے، پھر آپ نے نام لیے، اے اللہ! عمرو بن ہشام کو پکڑ لے، اور عتبہ بن ربیعہ کو پکڑ لے، اور شیبہ بن ربیعہ کو پکڑ لے، اور ولید بن عتبہ کو پکڑ لے، اور امیہ بن خلف کو پکڑ لے اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے اور عمارہ بن الولید کو پکڑ لے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں نے ان کافروں کو غزوۂ بدر کے دن دیکھا، ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کنوئیں والوں پر مسلسل لعنت ہوتی رہے گی۔ (صحیح البخاری: ۵۲۰، ۲۴۰، صحیح مسلم: ۱۷۹۴، سنن نسائی: ۳۰۷، مسند احمد: ۳۷۱۴)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۵) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو پڑھتے "سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا ولک الحمد" اور آپ چند لوگوں کا نام لے کر ان کے حق میں دعا فرماتے: اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے، اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ابی ربیعہ کو اور کمزور مومنین کو، اے اللہ! مضر کے خلاف اپنی گرفت کو شدید کر اور اے اللہ! ان پر ایسے قحط کے سال مسلط کر دے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے اور اہل مشرق ان دنوں مضر تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے۔

(صحیح البخاری: ۸۰۴، صحیح مسلم: ۶۷۵، سنن نسائی: ۱۰۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۴، مسند احمد: ۷۲۱۹، سنن دارمی: ۱۵۹۵)

(۶) امام مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ ھ، اپنی سند کے ساتھ ایاس بن سلمہ بن الاکوع سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ نے فرمایا: تم دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا: میں طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: تم طاقت نہیں رکھو گے۔ اس کو دائیں ہاتھ سے کھانے سے صرف تکبر نے منع کیا تھا۔ راوی نے کہا: پھر وہ اپنے ہاتھ کو اپنے منہ تک نہ لے جاسکا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۲۱، مسند احمد: ۱۶۴۹۳، ۱۶۴۹۹)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ نے لکھا ہے: اس مرد کا نام بُسر بن راعی تھا اور اس حدیث میں اس شخص کے خلاف دعائے ضرر کا ثبوت ہے جو بغیر عذرِ شرعی کے کسی حکمِ شرعی کے خلاف کرے۔

(کتاب الاذکار، ج ۲ ص ۳۶۲، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمہ، ۱۴۱۷ ھ)

(۷) امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہلِ کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر دیا اور اہلِ کوفہ پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو گورنر بنا دیا، اہلِ کوفہ نے ان کی شکایت کی حتیٰ کہ یہ ذکر کیا کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بلایا، پس فرمایا: اے ابواسحاق! یہ لوگ یہ زعم کرتے ہیں کہ آپ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: رہا میں تو اللہ کی قسم! میں اسی طرح ان کو نماز پڑھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھاتے تھے اور میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو پہلی دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں میں کم قراءت کرتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابواسحاق! (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) ہمیں آپ کے متعلق یہی گمان تھا، پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مرد یا کئی مردوں کو کوفہ بھیجا اور ان کے متعلق اہلِ کوفہ سے سوال کیا، انہوں نے ہر مسجد میں ان کے متعلق سوال کیا، سب ان کی تعریف کرتے تھے حتیٰ کہ وہ بنی عبس کی مسجد میں گئے، پس ان میں سے ایک مرد کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا اور اس کی کنیت ابا سعدہ تھی، اس نے کہا: جب تم ہمیں قسم دیتے ہو تو بے شک سعد کسی لشکر کے ساتھ خود نہیں جاتے اور نہ مالِ غنیمت برابر برابر تقسیم کرتے ہیں اور نہ مقدمات کا فیصلہ عدل سے کرتے ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: سنو! اللہ کی قسم میں تین دعائیں کرتا ہوں، اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور دکھاوے اور سنانے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کے فقر کو زیادہ کر اور اس کو فتنوں میں مبتلاء کر، بعد میں جب اس شخص سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا: میں بوڑھا فتنہ میں مبتلاء ہوں، مجھے سعد بن ابی وقاص کی بددعا لگ گئی ہے۔ عبدالملک نے کہا: پس میں نے اس کو بعد میں دیکھا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھنویں اس کی آنکھوں پر گر گئی تھی اور وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

راستہ میں جاتی ہوئی لڑکیوں کو چھیڑا کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۵ ۷، صحیح مسلم: ۴۸۵۳، سنن نسائی: ۱۰۰۳، سنن ابوداؤد: ۸۰۳، مسند احمد: ۱۵۵۱)

(۸) امام مسلم بن حجاج القشیری التوفی ۲۶۱ ھ اپنی سند کے ساتھ از عروہ روایت کرتے ہیں کہ اروی بنت اویس نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف دعویٰ کیا کہ انہوں نے اروی کی زمین کا کچھ حصہ غصب کرلیا ہے، پس اروی نے مروان بن الحکم کے پاس ان کے خلاف مقدمہ کیا، پس حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کی زمین سے کچھ حصہ غصب کروں گا جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے! مروان نے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''جس نے ایک بالشت کے برابر بھی زمین کو ظلماً غصب کیا تو وہ زمین سات زمینوں تک طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی'' پس مروان نے کہا: اس حدیث کے بعد میں آپ سے کسی گواہ کا سوال نہیں کروں گا۔ پھر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھوں کو اندھا کر دے اور اس کو اسی کی زمین میں ہلاک کردے۔ عروہ نے بیان کیا: وہ عورت اس وقت تک نہیں مری جب تک کہ اس کی بینائی نہیں چلی گئی، پھر جس وقت وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی، اچانک کسی گڑھے میں گری اور مرگئی۔ (صحیح مسلم: ۱۶۱۰، الرقم المسلسل: ۴۰۲۵، مسند احمد: ۱۶۳۳)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ نے احادیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ جو شخص مسلمانوں پر ظلم کرے یا کسی ایک مسلمان پر ظلم کرے اس کے خلاف دعائے ضرر کرنا جائز ہے۔

(کتاب الاذکار ج ۲ ص ۳۶۳۔۳۶۱، مکتبہ نزار مصطفی الباز بمکۃ المکرمہ، ۱۴۱۷ ھ)

مسلمان پر لعنت کرنے کی تحقیق

صحیح البخاری: ۶۷۸۰ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عبد اللہ نام کے ایک صحابی تھے جن کا لقب حمار تھا، انہوں نے بار بار شراب پی تو ایک دن ان کو لایا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوڑے مارے، تو صحابہ میں سے ایک مرد نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت کر، اسے کتنی مرتبہ لایا جاتا ہے! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو لعنت نہ کرو، پس اللہ کی قسم! مجھے یہی علم ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں ہم پہلے مسلمان کو لعنت کرنے کی ممانعت میں دیگر احادیث بیان کریں گے اور پھر اس سلسلہ میں علماء کی آراء کو بیان کریں گے۔

مسلمان پر لعنت کرنے کی ممانعت میں دیگر احادیث

امام ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری التوفی ۲۶۱ ھ، اپنی سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں جا رہے تھے اور انصار کی ایک عورت ایک اونٹنی پر سوار تھی، پس وہ (کسی بات پر) بے صبر اور بے قرار ہوئی تو اس نے اس اونٹنی پر لعنت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لعنت کو سن لیا، آپ نے فرمایا: اس اونٹنی پر جو سامان ہے اس کو اتار لو اور اس اونٹنی کو چھوڑ دو، کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۵۹۵، الرقم المسلسل: ۶۴۹۹، سنن ابوداؤد: ۲۵۹۱، مسند احمد: ۱۹۸۹۱)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام مسلم کی دوسری روایت میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ ایسی اونٹنی نہ ہو جس پر لعنت کی گئی ہو۔
(صحیح مسلم:۲۵۹۶، الرقم المسلسل:۶۵۰۱، مسند احمد:۱۹۱۸)

نیز امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدیق کو بہت لعنت کرنے والا نہیں ہونا چاہیے۔ (صحیح مسلم:۲۵۹۷، الرقم المسلسل:۶۵۰۳، مسند احمد:۸۴۵۵)

نیز امام مسلم زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کی طرف اپنے پاس سے کچھ زینت کا سامان بھیجا، پھر ایک رات عبدالملک رات کے وقت کھڑے ہوئے اور اپنے خادم کو بلایا، اس نے آنے میں دیر کر دی، تو عبدالملک نے اس خادم پر لعنت کی، پس جب صبح ہوئی تو ان سے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رات کو تمہاری لعنت سنی تھی، تم نے اپنے خادم پر لعنت کی جب تم نے اس کو بلایا، پھر انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ شفاعت کرنے والے ہوں گے اور نہ گواہ ہوں گے۔
(صحیح مسلم:۲۵۹۸، الرقم المسلسل:۶۵۰۵، سنن ابوداؤد:۴۹۰۷)

نیز امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ مشرکین کے خلاف دعا کیجئے، آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔
(صحیح مسلم:۲۵۹۹، الرقم المسلسل:۶۵۰۸)

امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے، پس اس کے سامنے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ لعنت زمین کی طرف اترتی ہے تو وہاں بھی اس کے سامنے دروازے بند ہوتے ہیں، پھر وہ دائیں طرف جاتی ہے اور بائیں طرف جاتی ہے، پس جب اسے کوئی جگہ نہیں ملتی تو اس جگہ لوٹ آتی ہے جہاں لعنت کی گئی تھی، اگر جس پر لعنت کی گئی وہ لعنت کا اہل ہو تو فبہا ورنہ وہ لعنت کہنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔ (سنن ابوداؤد:۴۹۰۵)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت کے ساتھ کسی پر لعنت نہ کرو، اور نہ اللہ کے غضب کی کسی پر دعا کرو اور نہ دوزخ کے عذاب کی۔ (سنن ابوداؤد:۴۹۰۶، سنن ترمذی:۱۹۷۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک مرد کی چادر کو آندھی نے اڑایا تو اس نے آندھی پر لعنت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو، کیونکہ یہ اللہ کے حکم کے تابع ہے اور جس نے کسی چیز پر لعنت کی اور وہ اس لعنت کی اہل نہیں تھی تو لعنت کہنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ (سنن ابوداؤد:۴۹۰۸، سنن ترمذی:۱۹۷۸)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ، اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن بہت طعنہ دینے والا نہیں ہوتا اور نہ بہت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ بے حیائی کی باتیں کرنے والا ہوتا ہے اور نہ بدزبانی کرنے والا ہوتا ہے۔

(سنن الترمذی: ۱۹۷۷، مسند احمد: ج ۱ ص ۴۰۴، سنن ابوداؤد: ۴۹۰۸)

لعنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری المتوفی ۷۱۱ھ، لکھتے ہیں:

لعن کا معنی ہے: خیر سے دور کرنا اور دھتکارنا۔ دوسرا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دھتکارنا اور دور کرنا، اور مخلوق جب لعنت کرے تو یہ گالی ہے اور بددعا ہے۔ اور لعنت اسم ہے اور اس کی جمع لعان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (النساء: ۴۶)

اور اگر وہ کہتے: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لیے بہتر اور درست ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت فرمائی ہے، سو ان میں سے کم لوگ ہی ایمان لائیں گے O

اور لعن کا معنی ہے: عذاب، اور جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کر دے اس کے ساتھ رحمت نہیں ملتی اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہتا ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو لعنت کرنے والے جب ایک دوسرے پر لعنت کریں تو لعنت اس سے مل جاتی ہے جو ان دونوں میں سے لعنت کا مستحق ہو، اور اگر ان میں سے کوئی بھی لعنت کا مستحق نہ ہو تو لعنت یہود کی طرف لوٹتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۵۹)

یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں O

(لسان العرب ج ۱۳ ص ۲۰۹۔۲۰۸، دار صادر، بیروت، ۲۰۰۳ء)

علامہ مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جب لعنت کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو تو اس کا معنی ہے: دھتکارنا اور دور کرنا، اور جب مخلوق لعنت کرے تو اس کا معنی ہے: کسی کو برا کہنا اور بددعا دینا۔ (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، ج ۴ ص ۲۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ تفتازانی کا یزید پر لعنت کرنے کو جائز قرار دینا

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ، لکھتے ہیں:

یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے میں اختلاف کیا گیا ہے حتیٰ کہ خلاصہ وغیرہا میں مذکور ہے کہ اس پر لعنت نہیں کرنی چاہیے اور نہ حجاج پر، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے والوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان پر جو اہلِ قبلہ سے ہوں، اور وہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے بعض اہل قبلہ پر لعنت فرمائی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کے ان احوال کو جانتے تھے جن کو دوسرے نہیں جانتے تھے۔ اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے، کیونکہ جب اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا حکم دیا تو وہ کافر ہو گیا۔ اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا قتل کرنے کا حکم دیا یا اس کی اجازت دی یا اس پر راضی ہوا تو اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہونا اور ان کے قتل پر خوش ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کی اہانت کرنا ان چیزوں میں سے ہے جن کا معنی متواتر ہے اگرچہ ان کی تفاصیل اخبار احاد ہیں لہٰذا ہم یزید کے معاملہ میں کوئی توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں، اس پر اللہ کی لعنت ہو اس کے انصار پر اور اس کے مددگار اور اعوان پر۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۱۶۔۱۱۷، مطبوعہ سکندر علی، بہادر علی تاجران کتب، کراچی)

امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی المتوفی ۵۰۵ ھ لکھتے ہیں:

لعن کا معنی ہے: دھتکارنا اور اللہ تعالیٰ سے دور کرنا، اور لعنت کرنا صرف اسی پر جائز ہے جو ایسی صفت کے ساتھ موصوف ہو جو اس کو اللہ عزوجل سے دور کر دے اور وہ صفت کفر ہے اور ظلم ہے بایں طور کہ کوئی شخص کہے: ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو اور کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور مناسب یہ ہے کہ اس میں شریعت کے الفاظ کی اتباع کی جائے، کیونکہ لعنت کرنے میں خطرہ ہے، کیونکہ جس نے لعنت کی اس نے اللہ عزوجل پر یہ حکم لگایا کہ اللہ تعالیٰ نے ملعون کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور یہ چیز غیب ہے، اس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی مطلع نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس پر اس وقت مطلع ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر مطلع فرمائے۔

اور وہ صفات جو لعنت کرنے کا تقاضا کرتی ہیں، وہ تین ہیں: (۱) کفر (۲) بدعت (۳) فسق۔ اور ان میں سے ہر ایک کے لعنت میں تین مرتبے ہیں:

پہلا مرتبہ: وصفِ عام کے ساتھ لعنت کرنا جیسا کہ تم کہو "لعنة الله على الكافرين والمبتدعين والفسقين"۔

دوسرا مرتبہ: یہ پہلے مرتبہ کی بہ نسبت خاص اوصاف پر لعنت کرنا ہے جیسا کہ تم کہو "یہود پر اللہ کی لعنت ہو اور نصاریٰ پر اور مجوس پر اور قدریہ پر اور خوارج پر اور روافض پر، یا زنا کرنے والوں پر اور ظلم کرنے والوں پر اور سود خوروں پر" اور ان میں سے ہر ایک پر لعنت کرنا جائز ہے، لیکن مبتدعین پر لعنت کرنے کا خطرہ ہے، کیونکہ بدعت بہت باریک لفظ ہے اور اس کے متعلق کوئی لفظ منقول نہیں ہے۔ پس چاہیے کہ عام لوگوں کو مبتدعین کے اوپر لعنت کرنے سے منع کیا جائے، کیونکہ یہ معارضہ کا تقاضا کرتا ہے اور اس سے لوگوں کے درمیان فساد کا خطرہ ہے۔

تیسرا مرتبہ: شخصِ معین پر لعنت کرنا، اور اس میں خطرہ ہے جیسا کہ تم کہو "زید پر اللہ کی لعنت ہو، یا زید کافر ہے، یا وہ فاسق ہے، یا وہ مبتدع ہے"۔ اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ ہر جس شخص پر لعنت کرنا شریعت میں ثابت ہو، اس پر لعنت کرنا جائز ہے جیسا کہ تم کہو "فرعون پر اللہ کی لعنت ہو، اور ابوجہل پر اللہ کی لعنت ہو" کیونکہ یہ ثابت ہے کہ یہ لوگ کفر پر مر گئے اور یہ چیز شریعت میں معلوم ہے لیکن ہمارے زمانہ میں کسی شخصِ معین پر لعنت کرنا جیسا کہ تم کہو کہ زید پر اللہ کی لعنت ہو یا زید مثلاً یہودی ہے تو اس میں خطرہ ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو یا مسلمان ہو جائے اور اس حال میں مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار کرتا ہو تو اس کے اوپر ملعون کا حکم لگانا کس طرح درست ہوگا؟

اور حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کو شراب پینے کی وجہ سے کئی مرتبہ حد لگائی گئی تو بعض صحابہ نے کہا: اس پر اللہ کی لعنت ہو، اسے کتنی مرتبہ حد کے لئے لایا جاتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو" اور ایک روایت میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ارشاد ہے کہ ''یہ نہ کہو، کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے''۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فاسق معین کے اوپر لعنت کرنا جائز نہیں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اشخاص معینہ پر لعنت کرنے میں خطرہ ہے، سو اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور سکوت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے حتیٰ کہ اگر ابلیس پر لعنت کرنے سے بھی سکوت کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام غزالی کا یزید پر لعنت کرنے کو نا جائز قرار دینا

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا تھا یا قتل کا حکم دینے والا تھا؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ بالکل ثابت نہیں ہے، پس یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا اس کا حکم دیا، چہ جائیکہ اس پر لعنت کرنا جائز ہو۔ نیز اس لئے کہ کسی مسلمان کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت کرنا بغیر تحقیق کے جائز نہیں ہے۔ ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے، پس کسی مسلمان کے اوپر فسق کی نسبت کرنا یا کفر کی نسبت کرنا بغیر تحقیق کے جائز نہیں ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرد دوسرے مرد کے اوپر فسق کی تہمت نہ لگائے اور نہ کفر کی تہمت لگائے ورنہ اگر وہ شخص اس طرح نہ ہوا تو وہ وصف اس کی طرف لوٹ آئے گا۔ (صحیح البخاری: ۶۰۴۵)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مومن پر لعنت کی تو وہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو وہ بھی اس کو قتل کرنے کی مثل ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مُردوں کو برا نہ کہو، کیونکہ انہوں نے جو اعمال بھیجے ہیں (وہ ان کی جزا یا سزا تک) پہنچ چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۵۱۶، سنن نسائی: ۱۹۳۶، مسند احمد: ۲۴۹۴۲، سنن دارمی: ۲۵۱۱)

پس اگر کہا جائے کیا: یہ کہنا جائز ہے کہ قاتلِ حسین پر اللہ لعنت فرمائے، یا جس نے حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم دیا اس پر اللہ لعنت فرمائے۔

تو ہم کہیں گے: صحیح یہ ہے کہ کہا جائے کہ اگر قاتلِ حسین توبہ سے پہلے مرگیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ توبہ کے بعد مرا ہو، کیونکہ وحشی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا تھے اور انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کفر کی حالت میں قتل کیا تھا، پھر انہوں نے کفر اور قتل دونوں سے توبہ کر لی اور ان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور یہ کفر کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔ پس اگر توبہ کے ساتھ مقید نہ کیا جائے اور مطلقاً لعنت کی جائے تو اس میں خطرہ ہے اور لعنت سے سکوت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ یہ زیادہ لائق ہے۔

اور ہم نے یہ بحث اس لئے وارد کی ہے کہ لوگ لعنت کرنے میں سستی کرتے ہیں اور زبان سے لعنت کا اطلاق کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، حالانکہ مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا، پس مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی زبان سے اسی پر لعنت کرے جس کی کفر پر موت کا یقین ہو یا اوصافِ معروفہ پر لعنت کرے اور اشخاصِ معینہ پر لعنت نہ کرے، پس اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا زیادہ لائق ہے، اور اگر یہ نہ کرے تو سکوت میں سلامتی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک مرد (حضرت جرموز الھجیمی رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا: میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم بہت لعنت کرنے والے نہ بنو۔

(مسند احمد: ۲۱۲۲۰، التاریخ الکبیر: ۲۳۵۲، المعجم الطبرانی: ۲۱۸۰، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۱، ۷۲)

(احیاء علوم الدین، ج ۳ ص ۱۱۲۔ ۱۱۳، ملخصاً وملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

یزید پر لعنت کرنے کے جواز کے متعلق متقدمین اور متاخرین علماء اور فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل، علامہ ابن الجوزی، علامہ تفتازانی اور علامہ آلوسی یزید پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور دیگر محققین علماء یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں۔ متاخرین فقہاء احناف میں سے علامہ شامی، امام احمد رضا اور مصنف کا یہی نظریہ ہے۔

اس موضوع پر ہم نے تفصیلی گفتگو تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۱۶۰۔ ۱۶۸ میں کی ہے، جو حضرات اس موضوع پر زیادہ تفصیل کو جاننا چاہتے ہوں تو وہ تبیان القرآن کا مطالعہ کریں۔

۷۔ بَابُ: السَّارِقِ حِينَ يَسْرِقُ — چور جس حالت میں چوری کرے، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ چور جس حالت میں چوری کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس سے پہلے حدیث میں یہ گذر چکا ہے کہ جس حال میں چور، چوری کرتا ہے اس حال میں وہ مومن نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۲۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن غزوان نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: زانی جس وقت زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا اور چور جس وقت چوری کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۷۵، ۵۵۷۸، ۶۷۷۲، ۶۸۱۰، صحیح مسلم: ۵۷، سنن ترمذی: ۲۶۲۵، سنن نسائی: ۵۶۵۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۶، مسند احمد: ۲۷۴۱۹، سنن دارمی: ۲۱۰۶)

صحیح البخاری: ۶۷۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں فقط اتنا مذکور ہے "چور جس وقت چوری کرتا ہے" اور اس کی وضاحت نہیں ہے اور اس حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ چور جس وقت چوری کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، یعنی مومن کامل نہیں ہوتا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن علی، یہ ابن بحر الصیر فی ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن داؤد، یہ ابن عامر الکوفی ہیں، یہ بصرہ کے ویرانوں میں رہتے تھے، امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے فُضَیل (فاء پر پیش ہے اور ضاد پر زبر ہے) یہ ابن غزوان الکوفی ہیں۔

اس حدیث کی شرح کتاب الحدود کے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابُ: لَعْنِ السَّارِقِ إِذَا لَمْ يُسَمَّ — جب چور کا نام نہ لیا جائے تو اس پر لعنت کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب چور کو معین نہ کیا جائے تو اس پر لعنت کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور گویا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے ان دو حدیثوں میں تطبیق کی طرف اشارہ کیا ہے، ایک حدیث میں معین شراب پینے والے پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس باب کی حدیث میں چور پر لعنت فرمائی ہے۔

صاحب التلویح (علامہ مغلطائی حنفی متوفی ۷۶۲ھ) نے اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھا ہے کہ جو اہلِ معاصی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرنے والے ہوں، ان کے سامنے ان پر لعنت نہیں کرنی چاہیے، البتہ فی الجملہ ایسا کام کرنے والوں پر لعنت کی جائے تا کہ ان لوگوں پر زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرنے سے باز رہیں۔ اور جب کسی معین شخص پر لعنت کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ناامید ہو اور مایوس ہو جائے۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت النُعَیمان رضی اللہ عنہ کے بار بار شراب پینے پر ان کو لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی المتوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے:

اگر امام بخاری نے اسی طرف اشارہ کیا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے شراب پینے والے پر حد قائم کرنے کے بعد لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے، پس اس میں یہ دلیل ہے کہ کس پر لعنت کرنا واجب ہے اور کس پر لعنت کرنا واجب نہیں ہے، ان دونوں میں فرق ہے۔ اور یہ ظاہر ہو گیا کہ جس کے اوپر حد قائم کر دی گئی، اس پر لعنت نہیں کرنی چاہیے۔ اور جس پر حد قائم نہیں کی گئی، اس پر لعنت متوجہ ہو گی خواہ اس کو معین کر کے لعنت کی جائے یا غیر معین طور پر لعنت کی جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر لعنت کرتے تھے جس پر لعنت واجب ہو جاتی تھی جب تک کہ وہ معصیت کے اسی حال میں مبتلاء ہوتے جو حالت لعنت کی موجب ہوتی۔ پس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جب وہ اس سے توبہ کرلے اور حد اس کو پاک کردے تو پھر لعنت اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۳۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ قَالَ الْأَعْمَشُ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ بَيْضُ الْحَدِيدِ وَالْحَبْلُ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْهَا مَا يَسْوَى دَرَاهِمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرماتا ہے وہ ''بیضة'' (انڈا یا لوہے کا خود) چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور وہ رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔
الاعمش نے کہا: محدثین یہ سمجھتے تھے کہ بیضة سے مراد لوہے کا خود ہے اور رسی سے مراد وہ رسی ہے جس کی قیمت کئی دراہم کے برابر ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۸۷، سنن نسائی: ۴۸۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۳، مسند احمد: ۷۴۳۸)

صحیح البخاری: ۶۷۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ حدیث میں چور پر لعنت فرمائی ہے اور اس کا نام ذکر نہیں کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمر بن حفص کا ذکر ہے، یہ اپنے والد حفص بن غیاث بن طلق النخعی الکوفی سے روایت کرتے ہیں جو کوفہ کے قاضی تھے۔ نیز اس حدیث کی سند میں الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان الاعمش ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں ابوصالح کا ذکر ہے، یہ ذکوان الزیات ہیں اور یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو صحابی ہیں۔
اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں روایت کی ہے اور امام نسائی نے ''قطع الید'' کے باب میں روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی کتاب الحدود میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کانوا یرون'' یعنی جن لوگوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے ان کی رائے یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''بیضۃ'' سے مراد بیض الحدید ہے اور یہ لوہے کی ٹوپی ہوتی ہے جو جنگ کرنے والا اپنے سر پر پہنتا ہے تاکہ دشمن کے ہتھیاروں کے حملہ سے محفوظ رہے۔ (میں کہتا ہوں: آج کل کے دور میں اس کی نظیر ہیلمٹ ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور رسی سے مراد ایسی رسی ہے جس کی قیمت کئی دراہم کے برابر ہو۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس سے مراد تین دراہم ہیں۔

علامہ کرمانی کے اس قول کا رد کہ بیضۃ سے مراد تین دراہم کی چوری ہے

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی کے قول پر اعتراض ہے، کیونکہ کم سے کم جمع کے افراد تین ہیں۔ نیز علامہ کرمانی نے اپنے مذہب کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ امام شافعی کے نزدیک چور کا ہاتھ چوتھائی دینار میں کاٹ دیا جاتا ہے اور وہ تین درہم ہے۔ پھر علامہ کرمانی نے کہا کہ اس سے غرض یہ ہے کہ تھوڑی چیز کے اندر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اتنی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا جس میں چوری کی مالیت نصاب کو پہنچ جائے مثلاً چوتھائی دینار کو۔ اور ہمارے احناف کے نزدیک دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا جیسا کہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان آئے گا۔

التوضیح میں مذکور ہے (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے:) اعمش کا قول یہ ہے کہ بیضۃ سے یہاں پر لوہے کا بیضۃ مراد ہے جس سے جنگ کے دوران سر کو ڈھانپا جاتا ہے اور رسیوں سے یہاں پر مراد بحری جہازوں کی رسیاں ہیں۔ یہ ایسی تاویل ہے جو اس کے نزدیک جائز نہیں ہے جو کلام عرب کی صحت کو پہچانتا ہو، کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی قیمت کثیر دینار ہیں۔

امام دار قطنی نے ابو خباب الدلال کی حدیث روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے کے بیضۃ کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا اور اس بیضۃ کی قیمت اکیس (۲۱) درہم تھی۔ (سنن الدار قطنی ج ۳ ص ۱۹۵، رقم الحدیث: ۳۳۸۷)

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے وہ بیضۃ کو چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور رسی کو چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے''۔

اور عرب اور عجم کی یہ عادت نہیں ہے کہ وہ یوں کہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کا چہرہ قبیح کر دے جس نے اپنے آپ کو کسی جوہر کی چوری کی وجہ سے مار کے لیے پیش کیا اور مشک کی ایک تھیلی میں خیانت کرنے کی وجہ سے اس نے اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کیا۔ ایسی مثالوں میں عادت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے وہ ایک رسی کی چوری کی وجہ سے اپنے آپ کو ہاتھ کاٹنے کے لیے پیش کرتا ہے، یا پرانی چادر کی چوری کی وجہ سے اپنے آپ کو ہاتھ کاٹنے کے لیے پیش کرتا ہے۔ اور اس باب میں جتنی حقیر چیز ہوگی اس میں اتنی زیادہ بلاغت ہوگی۔

حدیث مذکور میں بیضۃ کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی علامہ خطابی کی طرف سے توجیہ

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں چوری کا بتدریج بیان ہے، اس لئے کہ جو شخص انڈا چرائے اور ہمیشہ یہ چوری کرتا رہے تو وہ اس سے محفوظ نہیں ہوگا کہ وہ اس سے بڑی مالیت کے مال کی چوری کرے حتیٰ کہ بڑی مالیت کی چوری کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، پس اس کام سے باز رہنا چاہیے اور اس کو چھوڑ دینا چاہیے اس سے پہلے کہ اس کی یہ عادت پڑ جائے اور وہ اسی عادت پر مر جائے تاکہ وہ برے انجام سے محفوظ رہے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ علامہ خطابی نے اس حدیث میں بیضۃ کو انڈا پر محمول کیا ہے)۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور علامہ داؤدی نے کہا ہے: الاعمش نے جو بیضۃ کی تفسیر کی ہے اس کا بھی احتمال ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث اس وقت کی ہو جب شارع علیہ السلام نے اس مال کی مقدار نہ بیان فرمائی ہو جس کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث مبالغہ پر محمول ہے تا کہ اس پر تنبیہ کی جائے کہ انڈا چرانے سے بھی کتنا بڑا نقصان ہوتا ہے۔

اس حدیث میں بیضۃ سے مراد انڈا لینے کی متعدد نظائر

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس حدیث میں جو انڈے کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے، یہ مبالغہ پر محمول ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے ''جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی خواہ وہ مسجد اتنی ہو جتنی جگہ سنگ خوار کے انڈے دینے کے گڑھے جتنی ہوتی ہے''۔ اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ آپ نے اس حدیث میں مبالغہ کا ارادہ فرمایا ہے، ورنہ یہ معلوم ہے کہ انڈا دینے کے لیے جو گڑھا ہوتا ہے اس جگہ میں مسجد ہونے کا تصور نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح حدیث میں ہے ''تم ضرور صدقہ کرو خواہ بکری کے جلے ہوئے کھُر کا صدقہ کرو''۔ اور یہ معلوم ہے کہ جلے ہوئے کھُر کا صدقہ نہیں کیا جاتا اور عرب میں اس قسم کے کلام کی مثالیں بہت ہیں۔

خوارج کا مذہب ہے کہ مطلقاً چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور ان کا رد

اور خوارج نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ چوری خواہ کم چیز کی، کی جائے یا زیادہ چیز کی، اس پر ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ اور خوارج کا یہ قول باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (المائدہ: ۳۸)

اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو، یہ ان کے کیے ہوئے کی سزا ہے (اور) اللہ کی طرف سے عبرت ناک تعزیر ہے، اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے O

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر قرآن کے مطابق یہ ارشاد فرمایا، پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ ہاتھ صرف مقدارِ معلوم کی چوری پر کاٹا جائے گا، پس وہ اس مجمل حدیث کا بیان ہو گیا۔ لہٰذا اس بیان کی طرف اس حدیث کو لوٹانا واجب ہے۔ اور اس مقدار کے بیان میں علماء کے درمیان اختلاف ہے جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۲۔ ۲۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۸۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پہلے امام بخاری نے یہ باب قائم کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے والے پر کرنے سے منع فرمایا ہے اور اب چور پر لعنت کرنے کے متعلق باب قائم کیا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ عام لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً کوئی شخص یہ کہے: اللہ تعالیٰ چوروں پر لعنت فرمائے اور اللہ تعالیٰ زانیوں پر لعنت فرمائے اور اس کی مثل۔

پس عام لعنت وہ ہے جو اوصافِ مخصوصہ پر معلق ہو، اور خاص لعنت وہ ہے جو کسی خاص شخص پر لعنت کی جائے۔ اور عام لعنت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرنا جائز ہے جب کہ وہ وصف لعنت کا مستحق ہو جیسے یوں کہا جائے "اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ" (ہود:۱۸)۔
اور دوسری قسم یعنی مخصوص شخص پر لعنت، یہ ممنوع ہے، حتیٰ کہ اگر وہ خاص شخص کافر ہو تو اس پر بھی معین لعنت کرنا جائز نہیں ہے،
کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معین لوگوں پر ان کا نام لے کر لعنت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ (آل عمران:۱۲۸)

آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں، اللہ (چاہے تو) ان (کافروں) کی توبہ قبول فرمائے یا وہ ان کو عذاب دے کیوں کہ بے شک وہ ظلم کرنے والے ہیں O

آل عمران:۱۲۸ کی تفسیر از مصنف

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز کی دوسری رکعت سے سر اٹھاتے تو آپ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ فلاں اور فلاں پر لعنت کر، اور فلاں پر، یہ آپ سمع الله لمن حمده، ربنا ولك الحمد پڑھنے کے بعد دعا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ـــ الی قوله فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ"۔ (آل عمران:۱۲۸) (صحیح البخاری:۴۰۶۹،۴۰۷۰،۴۵۵۹، صحیح مسلم:۱۰۷۸، مسند احمد:۶۳۱۳)

امام مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز میں قراءت سے فارغ ہو جاتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور اپنا سر بلند کرتے اور پھر پڑھتے "سمع الله لمن حمده، ربنا ولك الحمد" پھر آپ کھڑے ہو کر دعا کرتے: اے اللہ! الولید بن ولید کو نجات دے اور سلمہ بن ہشام کو نجات دے اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے اور کمزور مومنین کو نجات دے، اے اللہ! اپنی گرفت کو مضر کے اوپر سخت فرما اور ان کے اوپر ایسے قحط کے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، اے اللہ! لحیان اور رعل اور ذکوان اور عصیۃ پر لعنت فرما جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے، پھر ہم کو یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کو اس وقت ترک فرما دیا جب یہ آیت نازل ہوئی: "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ"۔ (آل عمران:۱۲۸) (صحیح مسلم:۶۷۵، الرقم المسلسل:۱۴۲۵، مسند احمد:۷۴۶۹)

نیز میں کہتا ہوں: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ شروع میں معین کافروں پر نام لے کر لعنت کرنا جائز تھا، پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرما دیا۔ اور چونکہ پہلے اللہ تعالیٰ نے معین کافروں پر نام لے کر لعنت کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک ماہ تک ان معین کافروں پر نام لے کر لعنت فرماتے رہے، جنہوں نے بئر معونہ میں ستر قاریوں کو دھوکہ سے تبلیغ کے لئے بلا کر ان کو قتل کر دیا تھا، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک ماہ تک ان معین کافروں پر لعنت فرماتے رہے وہ نہ آپ کی عصمت کے خلاف ہے اور نہ اس وجہ سے آپ کے اوپر کوئی اعتراض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان معین کافروں پر نام لے کر لعنت کرنے سے اس لئے منع فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کفار پر احسان فرمائے، سو یہ اسلام لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بن جائیں، جیسا کہ حسب ذیل حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ کے اوپر کوئی ایسا دن بھی آیا جو آپ کے نزدیک غزوۂ احد کے دن سے بھی زیادہ شدید تھا؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم سے مجھے جو مصائب پہنچے سو پہنچے اور ان تمام مصائب میں سے سب سے زیادہ سخت مصیبت وہ تھی جو مجھے عقبہ کے دن پہنچی، جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا، اس نے میرے ارادہ کے مطابق میری دعوت کو قبول نہیں کیا، میں وہاں سے بہت دلبرداشتہ ہو کر چل پڑا، پھر جب میں قرن الثعالب پر پہنچا تو میری حالت سنبھلی، پس میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک بادل نے سایا کیا ہوا ہے، پھر میں نے غور کیا تو اس میں (حضرت) جبرائیل (علیہ السلام) تھے، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: بے شک اللہ نے آپ کی قوم کی باتیں سن لی ہیں اور انہوں نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ بھی سن لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تا کہ آپ اس کو ان لوگوں کے متعلق جو چاہیں حکم دیں، پھر مجھ کو پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی، پس اس نے مجھ کو سلام کیا، پھر اس نے کہا: اے محمد! اس نے بھی یہی کہا، آپ جو چاہیں، اگر آپ چاہیں تو جن دو پہاڑوں کے درمیان یہ لوگ ہیں، ان دو پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں (جس سے یہ ان کے درمیان پس جائیں)، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۳۱، صحیح مسلم: ۱۷۹۵، الرقم المسلسل: ۴۵۴۵)

جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ستر قراء صحابہ کے قاتلوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ ہوسکتا ہے ان کافروں میں سے کوئی اسلام قبول کرلے اور نیک مسلمان بن جائے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام اور اس پہاڑوں کے فرشتہ کو اس بستی کے لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پینے سے منع فرمایا، اس توقع پر کہ ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ اسلام قبول کرلیں یا ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا ہو جو اسلام قبول کرلے۔

شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں:

جب کوئی کافر حالتِ کفر میں مرجائے تو پھر اس کو لعنت کرنا جائز ہے، لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ خلافِ اولیٰ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "مُردوں کو برا نہ کہو کیونکہ انہوں نے جو اعمال بھیجے ہیں وہ ان کے انجام تک پہنچ چکے ہیں"۔

(صحیح البخاری: ۱۳۹۳)

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرمائے" کیا یہ دعا ہے یا خبر ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خبر ہے دعا کے معنی میں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۳۲۔۱۳۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۹۔ بَابٌ: اَلْحُدُوْدُ كَفَّارَةٌ

حدود کے کفارہ ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ حدود کے کفارہ ہونے کا کیا معنی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۶۷۸۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی الله عنه قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَجْلِسٍ فَقَالَ بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ كُلَّهَا فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَتُهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از ابوادریس الخولانی از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور نہ تم چوری کرو گے اور نہ تم زنا کرو گے اور آپ نے یہ پوری آیت پڑھی، اور جس نے تم میں سے اس کو پورا کر لیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، اور جس نے ان میں سے کسی کام کو کر لیا پھر اس کو سزا دی گئی تو یہ اس کا کفارہ ہے، اور جس نے ان میں سے کوئی کام کر لیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ رکھا تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو اس کو عذاب دے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۰۹، سنن ترمذی: ۱۴۳۹، سنن نسائی: ۴۱۶۱، مسند احمد: ۲۲۱۶۰، سنن دارمی: ۲۴۵۳)

صحیح البخاری: ۶۷۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے ماخوذ ہے "پس اس کو سزا دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن یوسف، ابونُعیم نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ الفریابی ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ البیکندی ہو۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عُیینہ، یہ سفیان ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزہری، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوادریس الخولانی، ان کا نام عائذ اللہ ہے۔ اس کے بعد حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ صحابی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور یہ لیلۃ العقبہ کے نقباء میں سے ایک ہیں، رسول اللہ ﷺ نے جب یہ فرمایا تھا تو آپ کے گرد آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی تو آپ نے فرمایا: مجھ سے بیعت کرو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وقرأ ھذہ الآیۃ"۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: وہ آیت یہ ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾ (الممتحنۃ:۱۲)

اے نبی (مکرم)! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کریں، اور آپ ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ کتاب الایمان میں گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور نہ تم چوری کرو گے اور نہ تم زنا کرو گے اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی بے قصور پر افتراء باندھو گے اور نہ کسی نیک کام میں حکم عدولی کرو گے، پھر تم میں سے جس نے اپنی بیعت (کے عہد) کو پورا کر دیا، اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نہیں جانتا کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں یا نہیں" اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں یا نہیں؟

میں کہتا ہوں: علامہ ابن بطال نے کہا ہے: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند سے زیادہ صحیح ہے۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پہلے کی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ حدود پاک کرنے والی ہوتی ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متاخر ہونے پر اعتراض کا جواب

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بعد کی ہے کیونکہ وہ بیت العقبہ کے بعد اسلام لائے ہیں، بیت العقبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے چھ سال پہلے ہوئی تھی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں کہتا ہوں: علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس باب میں جس بیعت کا ذکر کیا گیا ہے، یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد واقع ہوئی، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں جس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے "وقرأ الآیۃ۔۔۔" اور وہ آیت یہ ہے "یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا" اور اس آیت کا نزول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے دو سال بعد ہوا ہے، اور یہاں پر اشکال اس وجہ سے ہوا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ لیلۃ العقبہ کے نقباء میں سے ایک تھے، انہوں نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم لوگ اللہ کے سوا کسی کو اس کا شریک نہیں بناؤ گے۔۔الحدیث، اس سے یہ وہم ہوا کہ یہ واقعہ لیلۃ العقبہ کا ہے اور اس طرح نہیں ہے، بلکہ وہ بیعت جو لیلۃ العقبہ میں ہوئی تھی، وہ اس پر ہوئی تھی کہ تم اللہ تعالیٰ کے احکام کو سنو گے اور ان کی اطاعت کرو گے تنگی میں اور فراخی میں اور خوشی اور ناخوشی میں۔۔الحدیث۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تقاضا ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں اور آیت محاربہ کا تقاضا ہے کہ حدود کفارہ نہیں ہوتیں، اس اعتراض کا جواب

اس اعتراض اور جواب کی تفہیم کے لیے ہم آیت محاربہ کا ذکر کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾ (المائدہ: ۳۳)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے O

پس اگر تم یہ اعتراض کرو کہ محاربہ کی آیت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض ہے، کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں اور آیت محاربہ میں ذکر ہے "ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا" یعنی ڈاکہ ڈالنے پر جو حدود جاری کی جاتی ہیں وہ دنیا میں رسوائی ہیں، پھر فرمایا: "وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾" اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ (المائدہ: ۳۳)، اس سے معلوم ہوا کہ حدود کفارہ نہیں ہوتیں، کیونکہ ڈاکہ ڈالنے پر دنیا میں بھی سزا دی جائے گی ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے یا انہیں قتل کیا جائے گا یا سولی دی جائے گی اور آخرت میں بھی ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ پس واضح ہوا کہ حدود کفارہ نہیں ہوتیں اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: تمام مومنین کے نزدیک آیت محاربہ میں جو وعید ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر مترتب ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس آیت کی تاویل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جن کو یہ سزا دینا چاہے گا ان کو دے گا، پس یہ آیت غیر مشرکین پر حدود کے نفاذ کو باطل کرتی ہے کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں باقی نافرمانیوں کے ساتھ شرک کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور یہ اس کو واجب نہیں کرتا کہ جس پر حالتِ شرک میں ان جرائم پر سزا دی گئی تو یہ سزا اس کے لیے کفارہ ہو جائے گی، کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ کفار ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کتاب وسنت میں اسی کی تصریح ہے، پس حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث عام نہیں ہے بلکہ یہ خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں پر محمول ہے کہ مسلمانوں میں سے جس پر ان جرائم کی حد جاری کی گئی تو ان کے لیے وہ حدود کفارہ ہو جائیں گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ مطلقاً حدود کفارہ نہیں ہوتیں ورنہ لازم آئے گا کہ اگر مشرک پر حد جاری کی جائے تو اس کے لیے بھی حد کفارہ ہو جائے، حالانکہ کتاب وسنت کی تصریح اور اجماع مسلمین سے ثابت ہے کہ مشرک کے لیے حد کفارہ نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۳۔ ۴۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عقبۂ اولیٰ اور عقبۂ ثانیہ کا بیان

یہ عقبہ وہ گھاٹی ہے جو منیٰ کے اندر ہے اور اسی کی طرف جمرۃ العقبہ منسوب کیا جاتا ہے۔ اور اس عقبہ (گھاٹی) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بیعتیں لی تھیں، آپ نے انصار سے اسلام کے اوپر بیعت لی اور اس کو عقبۂ اولیٰ اور عقبۂ ثانیہ کہا جاتا ہے۔ عقبۂ اولیٰ وہ تھی جس میں اسلام پر عقد لیا گیا تھا۔ عقبۂ اولیٰ میں انصار کے بارہ مرد تھے، پھر اس کے بعد عقبۂ ثانیہ ہوئی جو اس کے بعد متصل دوسرے سال ہوئی تھی اور عقبۂ ثانیہ میں ستر انصار مرد تھے۔

اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو قبائل پر پیش کرتے تھے، پس آپ خزرج کے چھ افراد سے حج کے موسم میں اس گھاٹی میں ملے، آپ نے فرمایا: کیا تم بیٹھتے نہیں ہو میں تم سے گفتگو کروں؟ پھر آپ نے ان کے اوپر اسلام کو پیش کیا، اور یہود اہلِ کتاب تھے اور اصحابِ علم تھے اور خزرج اہلِ شرک تھے اور بت پرست تھے، اور یہود کی خزرج سے لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں، پھر جب ان کے درمیان کوئی لڑائی ہوتی تو یہود خزرج سے کہتے کہ ایک نبی عنقریب مبعوث ہونے والا ہے تو ہم اس کی اتباع کریں گے اور وہ تم کو قتل کرے گا جس طرح عاد اور ارم کو قتل کیا گیا تھا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو فرمائی تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: جان لو اللہ کی قسم! یہ وہی نبی ہیں جن سے یہود تم کو ڈراتے تھے، پس یہود تم پر سبقت نہ کرلیں، تو خزرج نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کی اور آپ کی تصدیق کر دی۔ اور خزرج نے کہا: ہم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے اور ان کے درمیان لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں، پس ہم واپس جاتے ہیں اور اپنی قوم کے لوگوں کو آپ کے دین کی دعوت دیتے ہیں، پس امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے ساتھ جمع کرے گا، پس اگر اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے ساتھ جمع کر دے تو کوئی مرد آپ سے زیادہ معزز نہیں ہوگا، پس وہ مدینہ کی طرف چلے گئے اور انہوں نے اسلام کی دعوت دی حتیٰ کہ اسلام شائع ہو گیا اور انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر نہ رہا مگر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تھا، اور وہ چھ خزرج یہ ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عقبۂ اولیٰ کی بیعت میں شریک انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسماء

(۱) حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ، (۲) حضرت عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ، اور وہی ابن عفراء ہیں، (۳) اور حضرت رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ، (۴) اور حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، (۵) اور حضرت عقبہ بن نابی رضی اللہ عنہ، (۶) اور حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب رضی اللہ عنہ، اور بعض علماء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔

عقبۂ ثانیہ کی بیعت کے وقت بعض انصار کے اسماء

پھر اگلے سال مکہ میں انصار میں سے بارہ مرد آئے، ان میں سے پانچ تو وہی تھے جن کا ان چھ میں ذکر کیا گیا ہے جن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نہیں تھے اور سات باقی تھے اور وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہ، اور وہ ابن عفراء ہیں عوف کے بھائی، (۲) اور حضرت ذکوان بن قیس رضی اللہ عنہ جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے، (۳) اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، (۴) اور حضرت یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ (۵) اور حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ، (۶) اور اوس میں سے حضرت ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ (۷) اور حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ۔ پس ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھاٹی پر بیعت لی، اور اس وقت تک جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، پس جب بیعت سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت ابن ام مکتوم اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا، جو ان کو تعلیم دیتے تھے اور اسلام کے احکام کی تبلیغ کرتے تھے، پس حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو قاری کہا جاتا تھا جو ان کی نمازوں میں امامت کرتے تھے، اور حرہ بنی بیاضہ میں ان کو جمعہ کی نماز پڑھائی اور وہ اس وقت چالیس مرد تھے اور یہ پہلے جمعہ کی نماز تھی جو اسلام میں پڑھی گئی۔

مدینہ منورہ میں پہلی نمازِ جمعہ کا بیان

اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ، حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ ان کو امامت کراتے تھے کیونکہ اوس اور خزرج اس کو ناپسند کرتے تھے کہ ان میں سے کوئی دوسرے کی امامت کرائے۔ اور امام ابنِ اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ پہلی جمعہ کی نماز جنہوں نے پڑھائی وہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ تھے، اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۶۹، سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۲، صحیح ابن حبان: ۷۰۱۳، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۸۱)

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بہت سارے لوگوں نے اسلام قبول کیا، ان میں حضرت سعد بن معاذ، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما ہیں۔

پھر جب یہ لوگ حج سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے ملاقات کی اور آپ کے ہاتھ پر یہ بیعت کی کہ وہ آپ کی ان سے حفاظت کریں گے جن سے وہ اپنی حفاظت کرتے ہیں اور اپنی عورتوں کی اور اپنے بیٹوں کی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو کی اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، پھر فرمایا: میں تم سے اس پر بیعت لیتا ہوں کہ تم میری ان سے مدافعت کرو گے جن سے تم اپنی عورتوں اور بیٹوں کی مدافعت کرتے ہو۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۲۔ ۴۶۰، صحیح ابن حبان: ۷۰۱۱، المعجم الطبرانی: ۱۷۴، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۴۱، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۴۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بارہ نقباء کے اسماء

یہ بیعتِ ثانیہ اس پر منعقد کی گئی تھی کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں ہر کالے اور گورے سے جنگ کریں گے اور آپ نے ان کا ثواب جنت کو قرار دیا، پھر حضرت البراء بن معرور رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: ہاں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! ہم ضرور آپ سے ان چیزوں کی مدافعت کریں گے جن سے ہم اپنی مدافعت کرتے ہیں۔ پس ہم نے بیعت کی یا رسول اللہ! پس ہم اللہ کی قسم! جنگ کے بیٹے ہیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میری طرف اپنے لوگوں میں سے بارہ نقیب نکالو اور وہ یہ تھے:

(۱) حضرت اسعد بن زرارہ (۲) حضرت سعد بن الربیع (۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۴) حضرت رافع بن مالک بن عجلان (۵) حضرت البراء بن معرور (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہرام (۷) حضرت سعد بن عبادہ (۸) حضرت منذر بن عمرو بن ہرام، (۹) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم، سو یہ خزرج سے تھے، اور تین اوس سے تھے: (۱۰) حضرت اسید بن حضیر، (۱۱) حضرت سعد بن خیثمہ (۱۲) حضرت رفاعہ بن عبد المنذر، رضی اللہ عنہم۔

پہلی بار عقبہ اولیٰ میں بارہ انصار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اس کے اگلے سال دوسری بار ستر انصار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان دو بیعتوں کے بعد جو تیسری بیعت ہوئی ہے وہ بیعتِ رضوان ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۵۴۳۔۵۴۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدود کے کفارہ ہونے کی تحقیق

جو شخص شرک پر مر گیا اس کو دنیا میں جو عذاب دیا گیا وہ اس کے لیے کفارہ نہیں ہوگا، کیونکہ نصوصِ صریحہ سے ثابت ہے کہ مشرک کو آخرت میں دائمی عذاب ہوگا۔ سو شرک کا ذکر ان حدود سے مستثنیٰ ہے، اور رہا قتل تو اس کا معاملہ مقتول کے ولی کی طرف مفوض ہے، کیونکہ قصاص اس کا حق نہیں ہے بلکہ مقتول کے حق میں باقی رہے گا، پس اس کا آخرت میں مطالبہ کیا جائے گا جس طرح باقی حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اور رہی چوری تو اس میں چور کی براءت اس پر موقوف ہے کہ وہ چوری کا مال اس کے مستحق کو واپس کر دے۔ اور رہا زنا تو جمہور نے یہ اطلاق کیا ہے کہ یہ اللہ کا حق ہے اور یہ غفلت ہے، کیونکہ جس عورت کے ساتھ زنا کیا گیا ہے اس کی آل کا اس میں حق ہے، کیونکہ اس سے اس کے باپ پر اور اس کے شوہر پر اور خاندان کے دیگر افراد پر عار لاحق ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی کی جائے تو اس کا کفارہ اللہ کا حق ہے اور آدمی کا حق نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۰۔ بَابٌ: ظَهْرُ الْمُؤْمِنِ حِمًى إِلَّا فِي حَدٍّ أَوْ حَقٍّ

مومن کی پیٹھ محفوظ ہے، ہاں جب وہ کوئی ایسا کام کرے جس پر حد واجب ہو یا کسی آدمی کا حق ہو تو اس کی پیٹھ پر کوڑے لگائے جا سکتے ہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مومن کی پیٹھ ایذاء سے محفوظ ہے۔ اور حمیٰ کا معنی ہے: ایذاء سے محفوظ ہونا۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ جب تم کسی جگہ کو دوسروں کے تصرف سے ممنوع اور محفوظ کر دو تو کہا جاتا ہے "احمیت المکان"۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حمیٰ کا معنی یہ ہے کہ کسی مومن کو ضرب نہیں لگائی جائے گی سوا اس صورت کے کہ اس پر حد واجب ہو یا کسی بندہ کا کوئی حق واجب ہو۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ مومن کی پیٹھ ممنوع ہے یا محفوظ ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی پیٹھ کو مباح قرار دے اور اگر اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان کوئی عداوت ہو تو اس کے خلاف جنگ پر نہ ابھارے، جس طرح زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح کرتے تھے اور ایک آدمی کی عزت اور اس کی جان کو مباح قرار دیتے تھے۔ اس کو صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے یا بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے یا اگر دین میں وہ کوتاہی کرے تو اس کو ادب سکھانے کے لیے اس کی پیٹھ پر مارنا جائز ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ادب سکھانے کے لیے درّے سے مارتے تھے۔ اور یہ عنوان ایک حدیث کے الفاظ سے ماخوذ ہے جس کو امام ابوشیخ نے کتاب السرقہ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود کے سوا مسلمانوں کی پیٹھیں محفوظ ہیں، اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن عبدالعزیز ہے اور یہ ضعیف ہے۔ امام طبرانی نے اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ مومن کی پیٹھ محفوظ ہے سوا اللہ تعالیٰ کے حق کے، اور اس کی سند میں الفضل بن مختار ہے اور یہ ضعیف راوی ہے۔ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: "جس نے مسلمان کی پیٹھ کو ناحق برہنہ کیا تو وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا" اور اس کی سند میں بھی اعتراض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۴۔ ۴۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَلَا أَيُّ شَهْرٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً قَالُوا أَلَا شَهْرُنَا هٰذَا قَالَ أَلَا أَيُّ بَلَدٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً قَالُوا أَلَا بَلَدُنَا هٰذَا قَالَ أَلَا أَيُّ يَوْمٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً قَالُوا أَلَا يَوْمُنَا هٰذَا قَالَ فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدْ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا كُلُّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی از واقد بن محمد، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا: سنو! وہ کونسا مہینہ ہے جس کو تم جانتے ہو کہ اس کی حرمت سب سے زیادہ عظیم ہے؟ صحابہ نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ مہینہ نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کونسا شہر ہے جس کو تم جانتے ہو کہ اس کی حرمت سب سے زیادہ عظیم ہے؟ صحابہ نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ شہر نہیں ہے، آپ نے فرمایا: سنو! کیا تم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذٰلِكَ يُجِيبُونَهُ أَلَا نَعَمْ قَالَ وَيْحَكُمْ أَوْ وَيْلَكُمْ لَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

جانتے ہو وہ کونسا دن ہے جس کی حرمت سب سے زیادہ ہے؟ صحابہ نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ دن نہیں ہے، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر تمہاری جانوں کو حرام کر دیا ہے اور تمہارے مالوں اور تمہاری عزتوں کو، سوا اس کے حق کے، جس طرح تمہارے اس دن کی تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں حرمت ہے، سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا، اور ہر مرتبہ صحابہ کرام جواب میں کہتے تھے: ہاں، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، یا فرمایا: تمہارے لیے ہلاکت ہو تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم میں سے بعض، بعض کی گردنیں ماریں۔

(صحیح البخاری: ۱۷۴۲، ۴۴۰۳، ۶۰۴۳، ۶۱۶۶، ۶۷۸۵، ۶۸۶۸، ۷۰۷۷، سنن ابوداؤد: ۱۹۴۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۸، مسند احمد: ۵۶۰۳)

صحیح البخاری: ۶۷۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے اخذ کی جا سکتی ہے "بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو حرام کر دیا ہے"۔ اس کا بیان یہ ہے کہ مومن کی جان اور اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مومن کی حفاظت میں ہے۔ اور کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ان میں سے کسی چیز کو بغیر حق کے مباح قرار دے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عبد اللہ، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام حاکم نے کہا ہے: محمد بن عبد اللہ، یہ وہی ہیں جو الزہلی النیشاپوری ہیں۔ امام بخاری نے ان سے کتاب الصوم میں، کتاب الطب میں، کتاب الجنائز میں اور کتاب العتق وغیرہا میں تقریباً تیس جگہ احادیث روایت کی ہے اور کہیں تصریح سے یہ نہیں کہا: محمد بن یحییٰ الزہلی اور وہ کہتے ہیں: حدثنا محمد اور اس پر اضافہ نہیں کرتے۔ اور بعض اوقات کہتے ہیں: محمد بن عبد اللہ اور ان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: محمد بن خالد، انہیں ان کے دادا کے باپ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: مجھے محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، اسی طرح اکثرین کی روایت میں ہے۔ اور ابوذر کی روایت میں ہے: حدثنا، یعنی جمع کے صیغہ کے ساتھ۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عاصم بن علی، یہ ابن عاصم بن صہیب ابوالحسین ہیں جو قریبہ بنت محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے مولیٰ ہیں، یہ القرشی ہیں اور اہلِ واسط سے ہیں۔ اور یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں۔ امام بخاری نے ان سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کتاب الصلوٰۃ میں کئی جگہ پر بلاواسطہ حدیث روایت کی ہے، ۲۲۱ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔

نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عاصم بن محمد، یہ ابن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب العدوی القرشی رضی اللہ عنہما ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے واقد بن محمد، یہ ابن زید ہیں اور اپنے باپ محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو اس حدیث کے راوی کے دادا ہیں۔

یہ حدیث کتاب الحج میں ''باب الخطبة ایام منٰی'' میں گزر چکی ہے اور وہاں پر امام بخاری نے اس حدیث کو از محمد بن المثنیٰ از یزید بن ہارون از عاصم بن محمد بن زید از والد خود از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے۔ اور امام بخاری نے اس حدیث کو متعدد مقامات پر روایت کیا ہے جن کا ہم نے وہاں ذکر کیا ہے اور اس حدیث کی شرح بھی وہاں ذکر کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا'' ہمزہ پر زبر ہے اور لام مخفف ہے، اس لفظ سے کلام میں تنبیہ پر اضافہ کیا جاتا ہے، یعنی جو بات کہی جائے گی اس پر تنبیہ کی جائے گی اور یہاں پر سوال اور جواب کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ای شھر'' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ لفظ ای پر یہاں پیش ہے اور اس پر زبر بھی جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''صحابہ نے کہا: کیا یہ ہمارا دن نہیں ہے؟'' یعنی یوم نحر۔ کہا گیا ہے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ افضل الایام یوم عرفہ ہے۔ اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یوم سے مراد حج کے افعال کی ادائیگی کا وقت ہے۔ اور یہ وقت ایک چیز کے حکم میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ثلاثا'' یعنی آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ویحکم او ویلکم'' اس میں راوی کو شک ہے اور ''ویحکم'' رحمت کا کلمہ ہے اور ''ویلکم'' عذاب کا کلمہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا ترجعن بعدی'' امام طبری نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ میرے اس موقف سے فراق کے بعد، اور وہ حجۃ الوداع کا دن یوم نحر تھا۔ یا ''بعدی'' کا معنی ہے: میرے خلاف، یعنی میں نے جو تم کو حکم دیا ہے تم اپنے دلوں میں اس کے خلاف نہ کرنا۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ ثابت ہو چکا تھا کہ یہ چیز آپ کی حیات مبارکہ میں نہیں ہوگی تو آپ نے صحابہ کو منع کیا کہ آپ کی وفات کے بعد بھی تم ایسا نہ کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض'' اس کے معنی میں سات اقوال

(۱) یعنی میرے بعد تم کسی کو ناحق کافر نہ قرار دینا، کیونکہ یہ بھی کفر ہے (۲) یعنی میرے بعد تم نعمت کی ناشکری نہ کرنا اور اسلام کے حق کی ناشکری نہ کرنا (۳) میرے بعد تم کفر کے قریب نہ ہو جانا جو تمہیں کفر تک پہنچا دے (۴) تم میرے بعد ایسا فعل نہ کرنا جیسے کفار کے افعال ہیں (۵) اس سے مراد حقیقتِ کفر ہے، یعنی میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا بلکہ ہمیشہ اسلام پر قائم رہنا (۶) اس کی علامہ خطابی وغیرہ نے حکایت کی ہے، یعنی میرے بعد تم ہتھیاروں سے مسلح نہ ہو جانا۔ الازہری نے کہا ہے: جو ہتھیاروں سے مسلح ہو اس کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

9A

کافر کہا جاتا ہے (۷) اس کا معنی ہے: تم ایک دوسرے کو کافر نہ قرار دینا، پھر تم ایک دوسرے کے ساتھ قتال کو حلال قرار دو گے۔
علامہ نووی فرماتے ہیں: زیادہ ظاہر چوتھا قول ہے یعنی تم کافروں کے فعل کی مثل نہ کرنا۔ یہ علامہ نووی نے کہا ہے اور قاضی عیاض نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "یضرب بعضکم رقاب بعض" (باء کے پیش کے ساتھ) اسی طرح متقدمین اور متاخرین نے روایت کیا ہے اور اسی سے مقصود یہاں واضح ہوتا ہے۔ اور ابوالبقاء العکبری نے کہا ہے: یہاں پر فعلِ شرط مقدر ہے، یعنی اگر تم ایک دوسرے کو مارنے کے ساتھ لوٹو، یعنی ایسا نہ کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۵۔۴۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۱۔ بَابٌ: إِقَامَةِ الْحُدُودِ وَالِانْتِقَامِ لِحُرُمَاتِ اللهِ — حدود کو قائم کرنا اور اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کا انتقام لینا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حدود کو قائم کرنا واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کا انتقام لینا واجب ہے۔ اور حرمات کا لفظ حرمۃ کی جمع ہے جیسے ظلمات کا لفظ ظلمۃ کی جمع ہے۔ اور حرمت کا معنی ہے: وہ چیز جس کی بے عزتی اور آبروریزی کرنا جائز نہ ہو۔ اور انتقام، نَقَمَ يَنْقِمُ سے باب افتعال ہے۔ اور "نَقَمَ مِن فلان الاحسان" اس کا معنی ہے: جب ایسا کام کیا جائے جو نعمت کے انکار تک پہنچائے۔ اور "حرمات اللہ" کے انتقام کا معنی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حرمات کی بے عزتی کرے اس کو سخت سزا دینا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۶۔۴۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَا خُيِّرَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَأْثَمْ فَإِذَا كَانَ الْإِثْمُ كَانَ أَبْعَدَهُمَا مِنْهُ وَاللهِ مَا انْتَقَمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ يُؤْتَى إِلَيْهِ قَطُّ حَتَّى تُنْتَهَكَ حُرُمَاتُ اللهِ فَيَنْتَقِمُ لِلَّهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت عروہ رضی اللہ عنہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب بھی نبی ﷺ کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ان میں سے اس کام کو اختیار کرتے جو آسان ہوتا جب تک کہ وہ کام گناہ نہ ہو، پس جب کہ وہ کام گناہ ہوتا تو آپ اس کام سے سب سے زیادہ دور ہونے والے تھے۔ اور اللہ کی قسم! جو چیز بھی آپ کی طرف لائی جاتی آپ نے کبھی اس میں اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمات کی بے عزتی کی جاتی، سو آپ اللہ کے لیے اس کا انتقام لیتے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۶۰، ۶۱۲۶، ۶۷۸۶، ۶۸۵۳، صحیح مسلم: ۲۳۲۷، سنن ابوداؤد: ۴۷۸۵، مسند احمد: ۲۵۷۳۰، موطا امام مالک: ۱۶۷۱)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

9A

صحیح البخاری: ۶۷۸۶ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث مذکور کے اس جملہ سے ظاہر ہوتی ہے: "اور اللہ کی قسم! آپ نے اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا"۔ یعنی جس شخص نے بھی کوئی ایسا کام کیا جو آپ کے نزدیک مکروہ ہوتا تو آپ نے اس کا تعاقب کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن بکیر، یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر المصری ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اللیث، یہ لیث بن سعد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عُقیل، یہ عُقیل بن خالد ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، ان کا نام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عروہ، یہ عروہ بن زُبیر ہیں۔

یہ حدیث "باب صفة النبی ﷺ" میں گزر چکی ہے اور وہاں اس حدیث کی از عبد اللہ بن یوسف از مالک از ابن شہاب از عروہ روایت کی گئی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا"۔

رسول اللہ ﷺ کو کس کی جانب سے اختیار دیا گیا تھا، اس میں فقہاء کے اقوال

علامہ ابن بطال مالکی المتوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: یہ اختیار دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ کو ایسے دو کاموں کے درمیان اختیار نہیں دیتا جن میں سے ایک کام گناہ ہو، مگر یہ ہو سکتا ہے کہ دین میں ایک کام ایسا ہو جس کا مآل گناہ ہو جیسے کسی نیک کام میں غلو کرنا، کیونکہ یہ مذموم ہے۔ پس جب کوئی شخص اپنے اوپر کوئی مشکل اور دشوار عبادت کو واجب کر لے گا تو وہ اس کو ادا کرنے سے عاجز ہو جائے گا، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے رہبانیت سے منع فرمایا ہے۔

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: تخییل سے مراد ہے: دنیا کے معاملات میں اختیار دینا۔ اور رہا آخرت کا معاملہ، تو وہ جتنا سخت ہو گا اس کا اتنا زیادہ ثواب ہو گا۔

اور علامہ محمد یوسف کرمانی شافعی المتوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: اگر یہ اختیار دینا کفار کی طرف سے ہو تو پھر ظاہر ہے اور اگر یہ اختیار دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور مسلمانوں کی طرف سے ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اس چیز کو اس وقت اختیار کرتے جب وہ کسی گناہ کی طرف نہ پہنچائے، جیسے مجاہدہ کرنے اور میانہ روی کے اندر اختیار دینا۔ پس اتنا مجاہدہ کرنا جو بندہ کو ہلاکت کی طرف پہنچا دے، جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۷۸۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن دو کاموں کے درمیان آپ کو اختیار دیا گیا، اس سے مراد دنیاوی امور ہیں یا اخروی امور ہیں؟

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس باب کی حدیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کے امور سے دو امروں کے درمیان مشورہ دینے کا بیان ہے وہ بطورِ مشورہ ہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے لیے دو کاموں میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے تھے جب تک آسان کام کرنے میں کوئی گناہ نہ ہو، کیونکہ بندے گناہ کے ارتکاب سے معصوم نہیں ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد دین کے دو امر ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دین میں غلو کرنا مذموم ہے اور دین میں شدت کو اختیار کرنا مستحسن نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دین میں غلو کرنے سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ (سنن نسائی، ج ۵ ص ۲۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۵۹)

پس جب کوئی انسان اپنے نفس پر کسی دشوار عبادت کو واجب کر لے گا اور اس کو ادا کرنے پر قادر نہیں ہوگا تو یہ اس کا گناہ ہو گا، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو رہبانیت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ابو قلابہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگوں نے اپنے اوپر اچھی چیزوں کو اور گوشت کو حرام کر لیا، ان میں حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما تھے اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ خصی ہو جائیں، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، پھر آپ نے ان کو اس کام پر سخت وعید سنائی۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے رہبانیت کے ساتھ نہیں بھیجا گیا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین دین وہ ہے جو ادیانِ باطلہ سے اعراض کرنے والا ہو اور آسان ہو۔ اور بے شک اہلِ کتاب شدت اختیار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، انہوں نے شدت اختیار کی، پس ان پر شدت کی گئی، پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور بیت اللہ کا حج کرو اور صراطِ مستقیم پر قائم رہو تو تمہارے لیے استقامت کی جائے گی۔ (الطبقات الکبریٰ لمحمد بن سعد ج ۳ ص ۳۹۵، طبقات المحدثین باصبہان: ۶۵۷)

ان امور کا بیان جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے

شارح بخاری علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: یعنی جب آپ کو کسی ایسے سبب سے ایذاء پہنچائی جائے جو سبب کفر تک نہ پہنچتا ہو مثلاً مال کے معاملہ میں آپ کو اذیت دی جائے یا آپ کی آواز پر آواز بلند کر کے بے ادبی کی جائے یا جیسے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے آپ کے خلاف باہم مشورہ کیا، یا جیسے ایک اعرابی نے آپ کے کندھے پر چادر ڈال کر کھینچا جس سے آپ کی گردن پر نشان پڑ گئے تو اس قسم کے معاملات میں آپ نے اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا اور درجِ ذیل آیت کے مطابق عمل فرمایا:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۞ (الشوریٰ:۴۱)
اور جس نے اپنے اوپر ظلم کیے جانے کا بدلہ لے لیا تو اب اس سے مواخذہ کرنے کا کوئی جواز نہیں O

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۞ (الشوریٰ:۴۳)
اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے O

ان امور کا بیان جن میں انتقام لینا آپ پر واجب تھا

جب آپ کو کسی ایسے امر کی وجہ سے اذیت پہنچائی جاتی جو کفر ہوتا جس امر میں اللہ تعالیٰ کی حرمت کو پامال کیا جاتا تو اس میں آپ پر واجب تھا کہ آپ انتقام لیں، جیسے فتح مکہ کے دن جب ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا تو آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا نہ کہ دوسرے کافروں کو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ سب و شتم کرتا تھا، اسی طرح آپ نے ان دو باندیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ پر سب و شتم کرتی تھیں اور آپ نے اپنی ذات کا انتقام لیا، اس لیے کہ جس نے آپ پر سب و شتم کیا اس نے کفر کیا اور جس نے کفر کیا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی، اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ "کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی ہے"۔ (صحیح البخاری:۲۵۱۰)

اور اسی طرح غزوۂ بدر کے دن آپ نے عقبہ بن ابی معیط کو قیدیوں کے درمیان سے قتل کرا دیا تھا اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے کہ آپ اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے، اس کا معنی ہے کہ اکثر اور غالباً آپ انتقام نہیں لیتے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۵۰۔ ۵۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۸۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دنیاوی معاملات میں مسلمانوں کے لیے اختیار ہونا اور شرعی امور میں اختیار کا نہ ہونا

اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو جب کسی کام کا حکم دے دیں تو پھر ان کے لیے اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۞ (الاحزاب:۳۶)

اور نہ کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرما دیں تو ان کے لیے اپنے اس کام میں کوئی اختیار ہو، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو بے شک وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو گیا O

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۴۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۲۔ بَابٌ: اِقَامَةِ الْحُدُوْدِ عَلَى الشَّرِيْفِ وَالْوَضِيْعِ

معزز اور پسماندہ پر حدود کو قائم کرنا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ معزز ہو یا پسماندہ، اس پر حد کو قائم کرنا واجب ہے۔ اس عنوان میں شریف کا لفظ ہے، اس سے مراد وہ وجیہہ مرد ہے جو لوگوں کے نزدیک محترم ہو، اور عنوان میں الوضیع کا لفظ ہے اس سے مراد وہ حقیر مرد ہے جس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور باب کا معنی یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرق نہ کیا جائے، پس معزز پر حد نہ لگائی جائے اور اس کو چھوڑ دیا جائے اور جو پسماندہ اور حقیر سمجھا جاتا ہے اس پر حد لگائی جائے (ایسا نہ کیا جائے)۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: ائمہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حدود کو معزز پر ترک کر دیں اور ائمہ میں سے جس نے ایسا کیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی اور آپ کے طریقہ کی اتباع سے اعراض کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُسَامَةَ كَلَّمَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِي امْرَأَةٍ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يُقِيمُونَ الْحَدَّ عَلَى الْوَضِيعِ وَيَتْرُكُونَ الشَّرِيفَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ فَعَلَتْ ذَلِكَ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت کے متعلق گفتگو کی، آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہو گئے کہ وہ لوگ کسی حقیر اور پسماندہ مرد پر تو حد قائم کرتے تھے اور معزز اور وجیہہ آدمی کو چھوڑ دیتے تھے، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی ایسا کرتیں تو میں ان کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

(صحیح البخاری: ۳۴۷۵، صحیح مسلم: ۱۶۸۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۰، سنن نسائی: ۴۸۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۷، مسند احمد: ۲۴۷۶۹، سنن دارمی: ۲۳۰۲)

صحیح البخاری: ۶۷۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے معنی سے حاصل کی جاسکتی ہے، کیونکہ اس حدیث کا بھی یہی معنی ہے کہ حد قائم کرنے میں معزز اور غیر معزز کا فرق نہیں کرنا چاہیے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ھشام بن عبدالملک الطیالسی ہیں۔
یہ حدیث ذکرِ بنی اسرائیل کے باب میں گزر چکی ہے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بھی گزر چکی ہے۔ اور حضرت اسامہ، وہ ابن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما ہیں، اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

شریف اور وضیع کے معنی اور جس عورت کی سفارش کی گئی تھی اس کا نام

اس حدیث میں مذکور ہے "کلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی امرأۃ" یعنی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے ایک عورت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی، وہ عورت فاطمہ مخزومیہ تھی۔
اس حدیث میں مذکور ہے "والوضیع" یعنی جو شخص معاشرہ میں پسماندہ اور ضعیف ہو اور کم حیثیت ہو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "ویترکون الشریف" یعنی وہ لوگ کسی معزز اور وجیہہ آدمی پر حد جاری کرنے کو چھوڑ دیتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "لو ان فاطمۃ فعلت ذلک" اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ "اگر فاطمہ بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ کاٹ ڈالتا" اور یہ فاطمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۸۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

معزز اور غیر معزز پر حد جاری کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۳۵﴾ (النساء:۱۳۵)

اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ، خواہ (یہ گواہی) تمہارے خلاف ہو یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے، (فریقِ معاملہ) خواہ امیر ہو یا غریب، اللہ ان کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے، لہٰذا تم خواہش کی پیروی کر کے عدل سے روگردانی نہ کرو، اگر تم نے اس گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے اس حکم پر عمل کیا اور آپ کے بعد ائمہ راشدین نے اپنے رشتہ داروں پر حد قائم کرنے کے معاملہ میں اس حکم پر عمل کیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اپنے رشتہ داروں پر حدود قائم کرنے کے متعلق آثار

حدیث میں ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ نے از معمر، از الزہری، از سالم از والد خود روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب لوگوں کو کسی چیز سے منع کرتے تو اپنے گھر والوں کو جمع فرماتے، پھر فرماتے: میں نے لوگوں کو فلاں اور فلاں کام سے منع کیا ہے اور لوگ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں جیسا کہ پرندے گوشت کی طرف دیکھتے ہیں، اگر تم ان ممنوعہ کاموں میں واقع ہوگئے تو لوگ بھی واقع ہوں گے اور اگر تم ان کاموں کے کرنے سے ڈرو گے تو لوگ بھی ڈریں گے۔ اور بے شک اللہ کی قسم! میرے پاس جب بھی تم میں سے کوئی ایسا مرد لایا گیا جس نے یہ ممنوعہ کام کیا جس سے میں منع کر چکا ہوں تو میں اس کو دگنی سزا دوں گا، کیونکہ اس شخص کا مجھ سے قرب ہے، پس جو چاہے آگے بڑھے اور جو چاہے پیچھے ہو۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۴۴۔ ۳۴۳)

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ماں شریک بھائی الولید بن عقبہ پر خمر پینے کی وجہ سے حد جاری کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن کو خمر پینے کی وجہ سے مارا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون پر بھی شراب نوشی کی وجہ سے حد جاری کی حالانکہ وہ بدری صحابی تھے اور وہ ان کی اولاد میں سے حضرت عبداللہ، حضرت حفصہ اور حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہم کے ماموں تھے۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مارا تو انہوں نے خمر پینے کا انکار کیا اور جارود نے ان کے خلاف شہادت دی، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مارنے کا حکم دیا تو حضرت قدامہ بن مظعون نے اپنے دفاع میں یہ آیت پیش کی:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ (المائدہ: ۹۳)

ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی بشرطیکہ وہ اللہ سے ڈرتے رہے اور ایمان پر برقرار رہے اور نیک عمل کرتے رہے، پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور بدستور ایمان پر قائم رہے پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور اچھے کام کرتے رہے اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے O

حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا تھا کہ اس آیت کا تعلق مستقبل کے ساتھ بھی ہے حالانکہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب کچھ اصحاب تحریم خمر سے پہلے شراب پی چکے تھے اور پھر وہ شہید ہوگئے، اور لوگوں کو پتا نہیں تھا کہ ان کے متعلق کیا کہا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بہر حال حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کی یہ تاویل غلط تھی، کیونکہ اس آیت کا تعلق ماضی کے ساتھ ہے نہ کہ مستقبل کے ساتھ، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کے اوپر اسی (۸۰) کوڑے خمر پینے کی وجہ سے مارے اور پچاس (۵۰) کوڑے غلط تاویل کی وجہ سے مارے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۴۰، الطبقات الکبریٰ لمحمد بن سعد: ج ۵ ص ۵۶۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۱۶۔ ۳۱۵)

اور عبید اللہ بن ابی رافع بیت المال کے محافظ مقرر تھے اور بیت المال میں جواہر نفیسہ تھے تو عبید اللہ نے حضرت ام کلثوم بنت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو کچھ اس میں سے جواہر دے دیئے کہ وہ ان سے زینت اختیار کریں اور واپس کر دیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ جواہر دیکھے، پس پوچھا: کیا تم نے یہ چوری کی ہے، اللہ کی قسم! میں ضرور تمہارے ہاتھ کاٹ دوں گا، تو عبید اللہ بن ابی رافع نے کہا کہ میں نے ان کو یہ جواہر عاریۃً دیئے تھے کہ وہ ان سے زینت اختیار کریں اور پھر واپس کر دیں۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۵۴۔۵۶ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۱۳۔ بَابُ: كَرَاهِيَةِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحَدِّ إِذَا رُفِعَ إِلَى السُّلْطَانِ — جب سلطان کے پاس مقدمہ پیش کر دیا جائے تو پھر حد کے متعلق سفارش کا مکروہ ہونا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حاکم یا سلطان کے پاس مقدمہ پیش کر دیا جائے پھر حد کے متعلق کسی کی سفارش کرنا مکروہ ہے اور عنوان میں یہ قید لگائی ہے کہ جب سلطان کے پاس مقدمہ پیش کر دیا جائے، اس میں یہ دلیل ہے کہ حدود میں سفارش کرنا اس وقت تک جائز ہے جب تک سلطان یا حاکم کے پاس مقدمہ نہ پیش ہو، اور اکثر اہلِ علم سے اسی طرح منقول ہے۔ حضرت زبیر بن العوام، حضرت ابن عباس اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔ اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن جبیر، الزہری اور الاوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک امام کے پاس مقدمہ نہ پیش کیا جائے، امام پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس معاملہ میں تفتیش کرے۔ اور فقہاء کی ایک جماعت نے اس کو مکروہ کہا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد میں جس کی سفارش حائل ہو گئی تو اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام احمد نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۹۷، سنن ابن ماجہ: ۲۴۱۴، مسند احمد: ۵۶۷۳، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۱۸)

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۸۸۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّتْهُمُ الْمَرْأَةُ الْمَخْزُومِيَّةُ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوا مَنْ يُكَلِّمُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَكَلَّمَ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ الضَّعِيفُ فِيهِمْ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش کے لئے یہ معاملہ اہمیت اختیار کر گیا کہ مخزومیہ کی ایک عورت نے چوری کی، پس انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سفارش کرے گا؟ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا اور کون اس پر جرأت کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں؟ پس حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی، تو آپ نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ﷺ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ يَدَهَا

سفارش کر رہے ہو؟ پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف اس وجہ سے گمراہ ہو گئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتیں تو ضرور محمد (ﷺ) اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۷۵، صحیح مسلم: ۱۶۸۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۰، سنن نسائی: ۴۸۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۷، مسند احمد: ۲۴۷۶۹، سنن دارمی: ۲۳۰۲)

صحیح البخاری: ۶۷۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس سے پہلے باب میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی گئی تھی، یہ اسی حدیث کی دوسری سند ہے اور یہ حدیث اس حدیث سے زیادہ مکمل ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سعید بن سلیمان کا ذکر ہے، یہ بزاز بغدادی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں لیث کا ذکر ہے، یہ ابن سعد ہیں۔

یہ حدیث ابن شہاب زہری کے حفاظ اصحاب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح مروی ہے اور عمر بن قیس المعاصر کا قول شاذ ہے، انہوں نے کہا از ابن شہاب از عروہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، پھر انہوں نے اسی باب کی طرح حدیث کی روایت کی۔ اور امام ابوالشیخ نے کتاب السرقہ میں اور طبرانی نے اس حدیث کی روایت کی اور کہا: اس حدیث کی روایت میں عمر بن قیس متفرد ہے، یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے میں وہ منفرد ہیں۔ اور امام الدارقطنی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس حدیث کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس سے کون سی چیز مانع ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہو اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان قریشا" یہ قبیلہ مشہورہ ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مکہ میں اس قصہ کو پایا تھا۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اھتتھم" یعنی اس واقعہ نے قریش کو پریشانی میں مبتلاء کر دیا کہ ایک عورت نے چوری کی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چوری کرنے والی عورت کا نام

اور اس کا نام فاطمہ بنت الاسود بن عبدالاسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ اور یہ جلیل القدر صحابی حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد کی بھتیجی تھی جو کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے شوہر تھے۔ فاطمہ بنت اسد کے باپ کو غزوہ بدر میں حالتِ کفر میں قتل کیا گیا تھا، اس کو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ اور بعض لوگوں کا یہ وہم ہے کہ وہ صحابی تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ چوری کرنے والی عورت ام عمرو بنت سفیان بن عبدالاسد تھی اور اس پر اعتراض ہے۔

جس چیز کو چرایا تھا اس کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "التی سرقت" یونس نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں غزوۂ فتح مکہ کے موقع پر چوری کی تھی۔ اور امام ابن ماجہ نے اپنی روایت میں یہ بیان کیا ہے کہ جس چیز کو چرایا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے ایک چادر کو چرایا گیا تھا۔ اور حبیب بن ابی ثابت کی مرسل حدیث میں مذکور ہے کہ اس نے زیور چرائے تھے۔ اور ان میں تطبیق ممکن ہے کہ وہ زیور چادر کے اندر تھے۔

عاریۃً لی ہوئی چیز کے انکار پر ہاتھ کاٹنے میں فقہاء کا اختلاف

اور معمر نے زہری سے اس حدیث میں روایت کی ہے کہ یہ عورت سامان عاریۃً طلب کرتی تھی اور اس کا انکار کر دیتی تھی۔ اور اس حدیث کی امام مسلم نے اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے۔ اور ایک قوم نے اس سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ جس نے ایسی چیز کو عاریۃً طلب کیا جس میں ہاتھ کاٹنا واجب ہوتا ہے اور پھر اس کا انکار کر دیا تو اس کا ہاتھ کاٹنا لازم ہے اور امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ اور امام احمد نے کہا: میں کسی ایسی چیز کو نہیں جانتا جو اس کے معارض ہے اور فقہاء مدینہ اور کوفہ اور جمہور علماء نے ان کی مخالفت کی ہے اور امام شافعی نے اور انہوں نے کہا: عاریۃً چیز کے انکار کرنے پر ہاتھ کو نہیں کاٹا جائے گا اور ان کی دلیل اس باب کی حدیث ہے۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص کوئی سامان عاریۃً طلب کرے اور اس کا انکار کرے، پھر وہ سامان چوری ہو جائے تو چوری کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات کرے گا؟"۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں کون سفارش کرے گا کہ اس عورت کا ہاتھ نہ کاٹا جائے، یا تو اس کو معاف کر دیا جائے یا اس سے فدیہ لے کر اسے چھوڑ دیا جائے۔ اور فدیہ کا ذکر حضرت مسعود بن الاسود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، اس میں ان کا یہ قول ہے "ہمارے نزدیک یہ معاملہ بہت سنگین تھا، سو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے کہا: ہم اس عورت کا فدیہ چالیس اوقیہ دیتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: یہ عورت پاک کر دی جائے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے" اور گویا کہ ان لوگوں کا یہ گمان تھا کہ فدیہ دینے سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: حضرت مسعود بن الاسود بن حارثہ القرشی العدوی اصحاب الشجرہ میں سے تھے اور جنگِ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ومن یجتری علیہ" یہ لفظ الاجتراء سے ماخوذ ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا: یجتری، جرأت سے ماخوذ ہے اور وہ باب افتعال سے ہے۔
(فتح الباری ج ۷ ص ۸۵۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
بلکہ یہ الاجتراء سے ماخوذ ہے جیسا کہ ہم نے کہا۔ اور جرأت کا معنی ہے: کسی چیز کا اقدام کرنا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:
میں کہتا ہوں کہ الاجتراء مصدر ہے اور علامہ عینی نے کئی بار مصدر سے اشتقاق کا انکار کیا ہے، پس اب وہ یہاں کیسے یجتری کو الاجتراء سے ماخوذ قرار دے رہے ہیں۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۴۵، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے "حِبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" حاء کے نیچے زیر ہے اور باء پر تشدید ہے اور حِبّ کا معنی ہے: محبوب۔
امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جب کسی کی سفارش کرتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی سفارش کو قبول فرماتے تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتیں تو ضرور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کا ہاتھ کاٹ دیتے"۔
حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی صاحبزادی تھیں اور ان کا خصوصیت سے ذکر اس لئے کیا کہ آپ کو اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ وہی محبوب تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۹۔۴۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)
علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں جو مباحث ذکر کئے ہیں یہ سب فتح الباری میں مذکور ہیں جن کا ہم عنقریب تفصیل سے ذکر کریں گے۔

صحیح البخاری: ۶۷۸۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب امام تک کسی حد کا مقدمہ پہنچ جائے تو اس کی شفاعت کے متعلق فقہاء کے اقوال

فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ جب امام کے پاس حد کا مقدمہ پہنچ جائے تو اس پر حد کو قائم کرنا واجب ہے، کیونکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق متعلق ہو گیا۔ پس اس میں شفاعت جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر انکار کیا جب انہوں نے حد میں شفاعت کی، اور یہ بہت بلیغ ممانعت ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اپنی امت کو حدود میں شفاعت کرنے سے ڈرایا جب وہ مقدمہ امام تک پہنچ جائے۔
پس اگر تم یہ سوال کرو کہ امام مالک، امام ابو یوسف اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جب قذف (پاک دامن پر تہمت لگانا) کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

معاملہ امام تک پہنچ جائے تو جس پر قذف یا تہمت لگائی گئی ہے اس کے لئے جائز ہے کہ وہ تہمت لگانے والے کو معاف کر دے جب کہ وہ اس کا پردہ رکھنے کا ارادہ کرے۔

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ یہ ایسا شبہ ہے جس کی وجہ سے حد کو ساقط کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اگر امام قاذف کو حد لگانے کے لئے جائے حتیٰ کہ قاذف کے صدق کے اوپر گواہ قائم ہو جائے تو اس سے حد کو ساقط کر دیا جائے گا اور بسا اوقات مقذوف کے اوپر حد واجب ہوگی۔

اور امام مالک نے کہا ہے کہ جب امام تک شفاعت پہنچ جائے اور وہ پردہ رکھنے کا ارادہ نہ کرے تو اس کے لئے ہاتھ کاٹنا جائز ہے۔ اور ایک مرتبہ امام مالک نے کہا کہ امام اور حاکم کا حد کو معاف کرنا جائز نہیں ہے جب اس کے پاس مقدمہ پہنچ جائے۔

(المدونہ ج ۴ ص ۴۱۴)

اور یہی امام ابوحنیفہ، ثوری اور الاوزاعی کا قول ہے اور یہی قول ظاہر حدیث کے زیادہ مشابہ ہے۔

اور اکثر اہلِ علم نے کہا ہے کہ امام کے پاس مقدمہ پہنچنے سے پہلے حدود میں شفاعت کرنا جائز ہے۔

صحابہ میں سے حضرت زبیر بن العوام، حضرت ابن عباس اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے۔ اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن جبیر اور زہری کا بھی یہی قول ہے۔ اور یہی امام الاوزاعی کا بھی قول ہے۔

اور امام مالک نے فرق کیا ہے کہ جس شخص سے لوگوں کی ایذاء معروف نہ ہو تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اس کی شفاعت قبول کی جائے جب تک امام کے پاس مقدمہ نہیں پہنچے۔ لیکن جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ زمین میں شر اور فساد کرتا ہے تو میں نہیں پسند کرتا کہ کسی کے حق میں بھی اس کی شفاعت قبول کی جائے اور اس کی شفاعت کو ترک کر دیا جائے حتیٰ کہ اس پر حد قائم ہو جائے۔ (الاشراف ج ۲ ص ۳۱۶)

اور مدونہ میں مذکور ہے کہ یہ مسئلہ تعزیر میں ہے جب کہ وہ شخص ذوالوجاہت ہو اور پاک دامن ہو۔ اور جب کہ شفاعت کرنے والا اس کی سزا کو معاف کرنے کا مطالبہ کرے۔ اور اگر اس شخص کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ لوگوں کو ایذاء پہنچاتا ہے تو اس پر تعزیر لگائی جائے اور حدود اس کے خلاف ہے۔ (المدونہ ج ۴ ص ۳۸۷)

الشیخ ابواسحاق نے کہا ہے: یہ معاملہ اس وقت ہے جب کہ وہ مقدمہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے کسی حق کے متعلق ہو، لیکن جب وہ مقدمہ آدمیوں کے حقوق کے متعلق ہو تو وہ ساقط نہیں ہوگا جب تک کہ صاحب حق راضی نہ ہو جائے، لیکن المدونہ میں مذکور ہے کہ کبھی کسی شخص سے لغزش ہو جاتی ہے حالانکہ وہ آدمی نیکی اور فضل اور احسان میں معروف ہو اور امام غور کرے اگر وہ بہت بوڑھا ہو تو اس کو تادیباً اتنی سزا دے جتنی اس جیسے شخص کو سزا دی جا سکتی ہے۔ اور اگر وہ کم بوڑھا ہو تو سلطان کو چاہیے کہ اس کی لغزش کے معاملہ میں درگزر کرے جیسا کہ اصحابِ وجاہت سے درگزر کی جاتی ہے اور اس میں الشیخ ابواسحاق کا رد ہے۔

اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ حاکم تک مقدمہ پہنچنے سے پہلے شفاعت کرنا مباح ہے وہ اس باب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی شفاعت کا انکار اس وقت فرمایا جب آپ کے پاس چوری کا مقدمہ پہنچ چکا تھا۔ (الاشراف ج ۲ ص ۳۱۶)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عاریۃً لی ہوئی چیز کا انکار کرنے پر حد قائم کرنے میں اختلافِ فقہاء

معمر نے زہری سے اس حدیث میں یہ روایت کی ہے کہ ایک مخزومیہ عورت سامان عاریۃً لیتی تھی اور اس کا انکار کرتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۰۱)

اور ایک قوم نے اس سے استدلال کیا ہے، انہوں نے کہا: جو شخص عاریۃً ایسی چیز لے جس میں ہاتھ کاٹنا واجب ہے اور پھر وہ انکار کردے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، یہ امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔

امام احمد نے کہا: میرے علم میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی مخالف ہو۔

اور فقہاء مدینہ، فقہاء کوفہ، امام شافعی اور جمہور علماء نے ان کی مخالفت کی ہے، پس انہوں نے کہا کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور ان کی دلیل اس باب کی حدیث ہے کہ جس نے چوری کی تھی اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، پس اس میں یہ دلیل ہے کہ عاریۃً پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتیں تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔ (الاستذکار ج ۲۴ ص ۲۴۴۔۲۴۸)

اور اس مسئلہ میں آثار مختلف ہیں، پس اس میں غور کرنا ضروری ہے اور جس چیز میں اختلاف ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف لوٹانا واجب ہے اور اللہ تعالیٰ نے چور پر ہاتھ کاٹنے کو واجب کیا ہے عاریۃً چیز لینے والے پر ہاتھ کاٹنے کو واجب نہیں کیا۔

امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اس عورت کا ہاتھ پکڑا اور اس کو کاٹ دیا، وہ عورت لوگوں سے عاریۃً سامان لیتی تھی اور اس کا انکار کرتی تھی۔

(سنن نسائی ج ۸ ص ۷۱۔۷۰، رقم الحدیث: ۴۸۸۸)

اور دوسری روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے، آپ نے فرمایا: اس عورت کو چاہیے کہ وہ اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرے اور اس نے قوم سے جو سامان لیا ہے اس کو واپس کردے۔ (سنن نسائی ج ۸ ص ۷۱، رقم الحدیث: ۴۸۸۹)

سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ وہ عورت لوگوں سے سامان عاریۃً لیتی تھی اور اس کو زیور کی پہچان نہیں تھی، پس اس نے اس کو بیچ دیا اور اس کی قیمت لے لی۔ (سنن نسائی ج ۸ ص ۷۱، رقم الحدیث: ۴۸۹۲)

عائشہ بنت مسعود بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتی ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ جب اس قرشیہ عورت نے اس چادر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے چرایا تو ہم کو یہ معاملہ بہت سنگین معلوم ہوا، پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے اس معاملہ میں گفتگو کی، ہم نے کہا: ہم اس عورت کا چالیس اوقیہ فدیہ دیتے ہیں، آپ نے فرمایا: وہ عورت پاک ہو جائے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے، جب ہم نے یہ سنا تو ہم حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، پس ہم نے کہا: آپ ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کیجئے۔ الحدیث (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۷۱۔۴۷۰)

اور امام نسائی نے ابو الزبیر سے روایت کی ہے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ ایک عورت نے چوری کی، پس لوگوں نے کہا: اس عورت کے معاملہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرے گا؟

(سنن نسائی ج ۸ ص ۷۱، رقم الحدیث: ۴۸۹۷)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابوقرۃ نے اپنی سنن میں از سفیان از ابی اسحاق از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے زیور چوری کیا تھا تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔

اور ابوشیخ نے "کتاب القطعة والسرقة" میں زہری سے روایت کی ہے از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور مرد یا چور عورت کو لایا گیا تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور آپ نے فرمایا: اگر فاطمہ بھی ہوتیں تو میں ان پر حد قائم کر دیتا۔

اور اس کی زیادہ وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے فرمایا: کیا تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کرتے ہو؟ اور کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں عاریۃً لی ہوئی چیز کے انکار کے اوپر حد نہیں ہے۔

چوری کرنے والی عورت کا نام

اور یہ عورت فاطمہ بنت ابی الاسد ہے یا ابی الاسود ہے، اور ابوالاسود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد سے پہلے خاوند کے بھتیجے ہیں، ان کا نام عبداللہ بن عبدالاسد ہے۔ (الاستیعاب: ۳۴۸۷، اسد الغابہ: ۷۱۶۹)

ابوزکریا یحییٰ بن عبدالرحیم نے از عبدالغنی بن سعید الحافظ روایت کی ہے کہ جس عورت نے چوری کی تھی اس کا نام فاطمہ بنت ابی الاسد تھا جو حضرت ابوسلمہ کی بھتیجی تھی، وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح سے پہلے۔ پس قریش ڈرے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہاتھ کاٹ دیں، تو انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ الحدیث (اسد الغابہ: ۷۱۶۹)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۵۷۔۶۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۸۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں چوری کے جرم پر ہاتھ کاٹنے کا دستور

مسعود بن الاسود کی روایت میں ہے: جب اس عورت نے چوری کی تو ہم کو یہ معاملہ بہت سنگین لگا، پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ الحدیث۔ اور وہ اس کو اس لئے سنگین قرار دیتے تھے کہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ اس عورت کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدود نافذ کرنے میں کوئی رخصت نہیں دیتے، اور چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ان کو اسلام سے پہلے معلوم تھا، اور قرآن مجید میں بھی حکم نازل ہوا کہ چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں اور اسی پر حال برقرار رہا، اور ابن الکلبی نے ایک باب قائم کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں چوری کے سبب سے جس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پس ان لوگوں کا قصہ ذکر کیا ہے جنہوں نے کعبہ کے ہرن چوری کئے تھے، پھر حضرت عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد کے عہد میں ان کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ اور یہ ذکر کیا ہے کہ عوف بن عبد بن عمر بن مخزوم اور مقیس بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم وغیرہما نے ہاتھ کاٹے تھے۔

المخزومیہ کی چوری کے متعلق متعدد روایات اور ان میں تطبیق

امام نسائی کی روایت میں ہے کہ قریش کے بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی اور صحیح قول کی بناء پر اس عورت کا نام فاطمہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بنت الاسود بن عبد الاسد بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم ہے، اور یہ ابو سلمہ بن عبد الاسد الصحابی کی بھتیجی تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔

حافظ ابن عبد البر نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ فاطمہ بنت الاسود بن عبد الاسد ہی وہ عورت ہے کہ جس کے ہاتھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹ دیا تھا کیونکہ اس نے زیور کی چوری کی تھی، پس قریش نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے گفتگو کی کہ وہ اس عورت کی سفارش کریں اور وہ اس وقت کم عمر لڑکے تھے۔۔۔الحدیث

اور امام محمد بن سعد نے از حبیب بن ابی ثابت روایت کی ہے کہ فاطمہ بنت الاسود بن عبد الاسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زیور چوری کئے تھے تو پھر لوگوں نے سفارش طلب کی۔۔الحدیث

اور ابن الکلبی نے روایت کی ہے کہ وہ عورت ایک رات نکلی تو اس جگہ کچھ سوار اترے تو اس نے ان کا چمڑے کا تھیلا لے لیا تو لوگوں نے اس کو پکڑ لیا، پھر اس کو باندھ دیا، پھر جب صبح ہوئی تو اسے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔الحدیث۔

امام ابن ماجہ نے اور امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے چادر کو چوری کیا تو یہ بات ہمیں بہت سنگین معلوم ہوئی، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم آپ سے اس کی سفارش کرتے تھے۔الحدیث۔

بعض روایات میں ہے کہ اس عورت نے زیور چوری کئے تھے اور اس روایت میں ہے کہ اس نے چمڑے کا تھیلا یا چادر چوری کی تھی۔ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ وہ زیور چمڑے کے تھیلے یا چادر میں تھے تو اس عورت نے اس چادر کو چوری کیا جس میں زیور تھے تو بعض راویوں نے صرف ظرف کا ذکر کیا اور بعض راویوں نے مظروف کا ذکر کیا، ظرف وہ چادر یا تھیلا ہے اور مظروف وہ زیور ہیں۔

اور امام عبد الرزاق نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ فلاں عورت تم سے عاریۃً زیور طلب کرتی ہے تو میں نے اس کو وہ زیور دے دیئے، وہ کچھ دن ٹھہری رہی، پھر اس عورت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ نے اس سے اس کے متعلق سوال کیا، اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان سے کوئی چیز عاریۃً نہیں طلب کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے گھر جاؤ، اس کے بستر کے نیچے تم کو وہ زیور مل جائیں گے، پھر لوگ گئے تو وہاں سے وہ زیور لے لیے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس عورت کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔۔۔الحدیث۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس عورت نے چادر چوری کی تھی اور زیور چوری کرنے کا انکار کیا تھا، اس کا محمل یہ ہے کہ اس نے ان زیورات کو عاریۃً طلب کیا تھا اور جس روایت میں ان پر چوری کا اطلاق ہے وہ مجاز ہے۔

امام اور حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے سے پہلے شفاعت کرنے کا ثبوت

حبیب بن ابی ثابت کی مرسل روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب انہوں نے اس عورت کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شفاعت کی کہ تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش نہ کرو، کیونکہ جب یہ مقدمہ میری طرف پہنچ گیا تو پھر اس کو نہیں چھوڑا جائے گا۔

عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود کی روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم آپس میں حدود کو معاف کر دو، پس جو حد مجھ تک پہنچ گئی تو پھر وہ واجب ہو جائے گی۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو اس عنوان کے تحت لکھا ہے کہ جب تک سلطان کے پاس حد نہ پہنچے اسے معاف کرنے کی گنجائش ہے۔

نیز امام ابوداؤد، امام حاکم اور امام احمد نے یحییٰ بن راشد سے روایت کی ہے کہ ہمارے پاس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آئے، پس انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کی سفارش اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد میں حائل ہو گئی اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی۔ اور امام ابویعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا، پس انہوں نے اس قصہ کا ذکر کیا، اس میں یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور کو لایا گیا تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس کو معاف کیوں نہیں کر دیتے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ برا سلطان ہے جو تمہارے درمیان حدود کو معاف کر دے۔

عروہ بن الزبیر نے کہا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ایک چور سے ملاقات ہوئی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کی سفارش کی تو ان سے کہا گیا: حتیٰ کہ امام تک یہ معاملہ پہنچ جائے، انہوں نے کہا: جب امام تک یہ مقدمہ پہنچ جائے اور پھر کوئی سفارش کرے تو سفارش کرنے والے پر بھی اللہ کی لعنت ہو اور جس کی سفارش کی گئی ہے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔

امام دارقطنی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک سفارش کرو جب تک حاکم تک مقدمہ نہ پہنچ جائے، پس جب حاکم تک مقدمہ پہنچ جائے، پھر حاکم اس کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ کرے۔

امام احمد اور امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: جو لوگ معزز ہوں، ان کی لغزشوں کو معاف کرو سوائے حدود کے۔

اور حافظ ابن عبدالبر وغیرہ نے کہا ہے: اس میں اتفاق ہے کہ جن احادیث میں یہ حکم ہے کہ مسلمان کے عیوب پر پردہ رکھنا مستحب ہے، وہ اس پر محمول ہے جب تک ان کا معاملہ حاکم تک نہ پہنچا ہو۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی تخصیص کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتیں تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"۔ لیث نے اس حدیث کے بعد لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس بات سے اپنی پناہ میں رکھا کہ وہ چوری کریں اور ہر مسلمان کو اسی طرح کہنا چاہیے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خصوصیت سے ذکر کیا، اس لئے کہ آپ کو آپ کے گھر والوں میں سب سے زیادہ وہی عزیز تھیں اور اس لئے بھی کہ اس وقت آپ کی صاحبزادیوں میں سے صرف وہی باقی تھیں۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۴۹-۸۵۸، ملخصاً وملتقطاً، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۴- بَابٌ: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدہ: ۳۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَفِي كَمْ يُقْطَعُ ؟ اور کتنے مال کی مقدار میں ہاتھ کاٹا جائے گا؟

وَقَطَعَ عَلِيٌّ مِنَ الْكَفِّ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہتھیلی سے کاٹا۔

وَقَالَ قَتَادَةُ فِي امْرَأَةٍ سَرَقَتْ فَقُطِعَتْ شِمَالُهَا لَيْسَ إِلَّا ذَلِكَ۔ اور قتادہ نے کہا جس عورت نے چوری کی ہے اس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر کی گئی ہے جس میں فرمایا ہے:

''چور مرد اور چور عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دو''۔ (المائدہ: ۳۸)

امام بخاری نے باب کا عنوان اس آیت کریمہ کو قرار دیا ہے تاکہ یہ بیان کیا جائے کہ چور کا ہاتھ کاٹنا قرآن مجید سے ثابت ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے۔ اس آیت میں ''یَد'' کے لفظ کا ذکر کیا گیا ہے یعنی ہاتھ اور اس سے مراد دایاں ہاتھ ہے، اور اس پر دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ قراءت ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْمَانَهُمَا چور مرد اور چور عورت دونوں کے دائیں ہاتھ کو کاٹ دو۔

اس کی روایت ثوری نے از جابر بن یزید از عامر بن شراحیل الشعبی از ابن مسعود از حضرت مسعود کی ہے۔ اور ''سَارِق'' فَعِلٌ کے وزن پر ہے۔ اور لغت میں ''سَارِق'' کا معنی ہے: کسی چیز کو خفیہ طریقہ سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لینا خواہ وہ مال ہو یا کوئی اور چیز ہو۔ اور شریعت میں اس کا معنی ہے: مکلف کا خفیہ طریقہ سے دس دراہم (یعنی 2093.6، یہ مقدار 2013ء بینک ریٹ کے مطابق ہے) کی مقدار کو لینا اور یہ مقدار کسی محفوظ جگہ پر رکھی ہوئی ہو یا وہاں پر اس مقدار کی کوئی حفاظت کرنے والا ہو۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے ''کتنی مقدار میں ہاتھ کاٹا جائے گا؟'' یعنی مال کی کتنی مقدار میں ہاتھ کاٹا جائے گا، اور اس مسئلہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ پس ظاہریہ (غیر مقلدین) نے کہا ہے: خواہ قلیل مال کی چوری ہو یا کثیر مال کی چوری ہو اس میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اس میں کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ اور فقہاء احناف کے نزدیک دس دراہم کی مالیت کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور امام شافعی کے نزدیک چوتھائی دینار کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، اور امام مالک کے نزدیک تین دراہم کی مالیت میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ نے از حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما روایت کی ہے، ان دونوں نے کہا: ہاتھ کو صرف چار دراہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں کاٹا جائے گا۔

اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے دو جوتوں کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا، اور ابن معمر نے کہا: لوگ کوڑوں کی چوری کرتے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم نے دوبارہ ان کو چرایا تو میں اس کی چوری میں تمہارے ہاتھ کاٹ دوں گا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور عروہ بن زبیر، زہری اور سلیمان بن یسار کہتے تھے کہ ڈھال کی قیمت پانچ دراہم ہے، اور حافظ ابو عمر نے الاستذکار میں از عثمان البتی روایت کی ہے کہ ایک درہم میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور منصور نے از حسن بصری روایت کی ہے کہ چوری میں کوئی چیز متعین نہیں ہے اور وہ یہ آیت پڑھتے تھے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ (المائدہ:۳۸)

اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو، یہ ان کے کیے ہوئے کی سزا ہے (اور) اللہ کی طرف سے عبرت ناک تعزیر ہے، اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے O

اور قتادہ نے ان سے روایت کی ہے کہ دو درہموں پر اجماع ہے، اور ابراہیم سے چالیس درہم کی روایت ہے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نصف درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا۔ اور زیاد سے دو درہموں کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی روایت ہے۔ اور حضرت ابو سعید سے چار درہموں کی روایت ہے، ایک قول یہ ہے کہ ہر اس چیز کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا جس کی قیمت ہو خواہ کم ہو یا زیادہ۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہتھیلی سے ہاتھ کاٹ دیا۔ یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے چور کا ہاتھ ہتھیلی سے کاٹ دیا۔ اس اثر کی روایت ابو بکر نے کی ہے از وکیع از سمرہ بن معبد ابی عبد الرحمٰن، انہوں نے کہا: میں نے ابو خیرہ کو دیکھا ان کا ہاتھ جوڑ سے کٹا ہوا تھا، میں نے پوچھا: آپ کا ہاتھ کس نے کاٹا؟ انہوں نے کہا: ایک نیک مرد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے، لیکن انہوں نے مجھ پر ظلم نہیں کیا۔

اور علامہ ابن التین نے بعض راویوں سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بغل سے ہاتھ کاٹ دیا تھا اور یہ بہت بعید اور عجیب ہے۔

اور امام سعید بن منصور نے از حماد بن زید از عمرو بن دینار روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جوڑ سے ہاتھ کاٹتے تھے۔
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پیر کی پشت سے کاٹتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے از ابی خبرۃ روایت کی ہے کہ حضرت علی نے ان کا ہاتھ جوڑ سے کاٹ دیا۔
اور امام شافعی نے ''کتاب اختلاف علی و ابن مسعود'' میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چور کے ہاتھ کی صرف خنصر، بنصر اور وسطیٰ کو کاٹتے تھے۔ (یعنی درمیانی انگلی اور اس کے ساتھ کی دو چھوٹی انگلیاں) اور فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہوں کہ میں اس شخص کو بغیر عمل کے چھوڑ دوں (یعنی وہ کوئی کام نہ کر سکے)۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ایک عورت نے چوری کی تو قتادہ نے کہا: اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اس کے سوا اور نہیں کاٹا گیا۔
امام احمد نے اپنی تاریخ میں اس تعلیق کو سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے: از محمد بن الحسن الواسطی از عوف الاعرابی اسی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طرح، اور قتادہ نے بیان کیا کہ امام مالک اور ابن ماجیشون نے کہا: یہ کافی نہیں ہے۔ اور جب ہاتھ کاٹنے والا عمداً کاٹے تو اس کے بائیں ہاتھ کو کاٹے۔ اور علامہ الابہری نے کہا: اس پر اعتراض ہے اور یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ اس پر قصاص ہے۔ اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے: جب ہاتھ کاٹنے والا آخق سے کاٹے اور بایاں ہاتھ کاٹ دے تو یہ دایاں ہاتھ کاٹنے سے کافی ہے اور اس پر اعادہ نہیں ہے۔ اور امام شافعی اور امام احمد سے روایت ہے: اگر کاٹنے والا خطا کرے تو اس پر دیت ہے اور دوبارہ ہاتھ کاٹنے کے متعلق امام شافعی کے نزدیک دو قول ہیں۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۰۔۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٧٨٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ تُقْطَعُ الْيَدُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

ابراہیم بن سعد کی عبد الرحمن بن خالد اور زہری کے بھتیجے اور معمر نے متابعت کی ہے از الزہری۔

(صحیح البخاری: ٦٧٩٠، صحیح مسلم: ١٦٨٤، سنن ترمذی: ١٤٤٥، سنن نسائی: ٤٩١٩، سنن ابوداؤد: ٤٣٨٣، سنن ابن ماجہ: ٢٥٨٥، مسند احمد: ٢٤٧٧٦، موطا امام مالک: ١٥٧٥، سنن دارمی: ٢٣٠٠)

صحیح البخاری: ٦٧٨٩، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "کتنے مال کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے؟" اور اس باب کی حدیث اس کی وضاحت کرتی ہے کہ چوتھائی درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف نے از ابن شہاب از عمرہ بنت عبد الرحمن الانصاری روایت کی ہے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں روایت کی ہے از یحییٰ بن یحییٰ، اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے، اور امام ترمذی نے کتاب الحدود میں اس حدیث کی از علی بن حجر روایت کی ہے اور امام نسائی نے قطع الید کے باب میں اس حدیث کی از اسحاق بن ابراہیم روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ نے کتاب الحدود میں اس حدیث کی از ابی مروان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

محمد بن عثمان روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

چوتھائی درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: چوتھائی درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا''، فقہاء شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ چوتھائی دینار ہاتھ کاٹنے میں اصل ہے اور اس میں نصِ صریح ہے اور اس کے سوا میں نصِ صریح نہیں ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ جس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اس ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیئے تھے جس کی قیمت تین دراہم تھی، اس کے منافی نہیں ہے، کیونکہ اس وقت دینار بارہ درہم کا تھا۔

اور یہ مذہب حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور فقہاء تابعین میں سے عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، اللیث بن سعد، الاوزاعی اور ایک روایت کے مطابق اسحاق اور ابوثور اور داؤد بن علی الظاہری کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے کہا: جب اس نے سونے کے دینار کا چوتھائی حصہ چرایا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور جب اس نے دراہم میں سے تین درہم کی چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور امام احمد سے یہ بھی روایت ہے کہ چوری میں ہاتھ کاٹنے کا نصاب چوتھائی دینار ہے یا تین درہم ہے یا جس سامان کی مالیت تین درہم ہے اور دراہم کے ساتھ قیمت ڈالنا خصوصیت ہے۔ اور امام احمد سے یہ بھی روایت ہے کہ چوری میں ہاتھ کاٹنے کا نصاب تین دراہم ہے یا سونے اور سامان میں سے جس کی قیمت تین دراہم ہو۔

دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

عطاء بن ابی رباح، ابراہیم النخعی، سفیان ثوری، ایمن الحبشی، حماد بن ابی سلیمان، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور زفر نے کہا: چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا حتیٰ کہ وہ ایسے دس درہم کی چوری کرے جو مروج ہوں۔ اور الکاسانی نے کہا: حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی ہمارے مذہب کی مثل منقول ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جس کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔

دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق احادیث

امام طحاوی نے کہا: ہمیں محمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی از ایوب بن موسیٰ از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ جس ڈھال کی چوری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹے تھے اس کی قیمت دس دراہم تھی۔

اور امام نسائی نے روایت کی ہے: ہمیں عبیداللہ بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے چچا نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ابن اسحاق، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن شعیب نے حدیث بیان کی کہ عطاء بن ابی رباح نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اس ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور امام نسائی نے بھی از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ اس ڈھال کی قیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دس دراہم تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۱۔ ۴۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٧٩٠۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِي رُبُعِ دِينَارٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی از ابن وہب از یونس ابن شہاب از عروہ بن الزبیر اور عمرۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چور کا ہاتھ چوتھائی دینار (کی چوری) میں کاٹ دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ٦٧٨٩، ٦٧٩٠، صحیح مسلم: ۱۶۸۴، سنن ترمذی: ۱۴۴۵، سنن نسائی: ۴۹۱۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۵، مسند احمد: ۲۴۷۷۶، موطا امام مالک: ۱۵۷۵، سنن دارمی: ۲۳۰۰)

صحیح البخاری: ٦٧٩٠، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور سے فقہاء شافعیہ کا استدلال

اس سے پہلے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی گئی ہے، یہ اس حدیث کی دوسری سند ہے۔ یہ سند از ابن شہاب از عروہ بن زبیر اور عمرۃ بنت عبدالرحمٰن دونوں کی روایت از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے، اس کے برخلاف جو حدیث پہلے گزری ہے اس کی سند میں عمرۃ پر اقتصار تھا۔

یہ حدیث بھی ان دلائل سے ہے جن سے فقہاء شافعیہ نے چوتھائی دینار کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹنے پر استدلال کیا ہے۔ اور انہوں نے کہا: اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی خبر دی ہے، پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں جو ذکر کیا گیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں ہاتھ کاٹا، تو اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مستنبط کیا ہے۔

فقہاء شافعیہ کی دلیل پر امام طحاوی کا اعتراض

امام طحاوی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ہم تمہاری دلیل کو مان لیتے اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس سلسلہ میں مختلف روایات نہ ہوتیں، کیونکہ ابن عیینہ نے از الزہری از عمرۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چوتھائی دینار یا اس سے زائد میں ہاتھ کاٹتے تھے۔ یہ حدیث از سفیان بن عیینہ از زہری از عمرۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے، اور جس حدیث سے فقہاء شافعیہ نے استدلال کیا ہے وہ یونس سے مروی ہے۔ اور تمہارے نزدیک اور تمہارے علاوہ دوسروں کے نزدیک یونس، سفیان بن عیینہ کے مرتبہ کا نہیں ہے۔ پس تم کیسے یونس کے قول سے استدلال کرو گے اور سفیان کے قول کو ترک کرو گے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے محدثین سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ زہری کی روایت میں سفیان بن عیینہ کو یونس پر مقدم رکھتے ہیں، یہ تمام محدثین کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے بلکہ اکثر نے اس کے خلاف کہا ہے، اور جنہوں نے وثوق سے کہا ہے کہ یونس، زہری کی روایت میں سفیان پر مقدم ہے وہ یحییٰ بن معین اور احمد بن صالح المصری ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۶۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی عبارت کو رد کرنا

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: سفیان بن عیینہ امام، عالم، متقی، زاہد، حجت، ثبت ہیں اور ان کی حدیث کی صحت پر اجماع ہے، پس یونس بن یزید ان کے مقارن کیسے ہوگا؟ جب کہ محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یونس کی حدیث میٹھی ہوتی تھی اور ان کی اکثر احادیث حجت نہیں ہوتیں، اور بسا اوقات وہ منکر روایات لاتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے اعتراض کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ عینی کی یہ عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی کی دلیل کا رد نہیں کرتی، کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام طحاوی کے اس قول کا رد کیا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ یونس کے سفیان بن عیینہ پر مقدم ہونے پر اتفاق نہیں ہے، کیونکہ یحییٰ بن معین اور احمد بن صالح نے ان پر اقتصار نہیں کیا۔

امام عبد الرزاق نے از عبد اللہ بن المبارک روایت کی ہے کہ زہری کی جو از معمر حدیث ہے اس کا میں نے یونس سے زیادہ حافظ کسی کو نہیں پایا۔

اور ابن مہدی نے کہا کہ ابن المبارک یہ کہتے تھے کہ ابنِ مہدی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

اور حنبل بن اسحاق از امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ زہری کی جو حدیث از معمر ہے میرے علم میں یونس سے زیادہ اس کا کوئی عالم نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے اس کی ہر چیز لکھ لی ہے۔

اور علامہ عینی نے جو محمد بن سعد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یونس حلو الحدیث ہے اور اس کی احادیث اکثر حجت نہیں ہیں اور بسا اوقات وہ منکر روایات کو لاتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ محمد بن سعد اور امام احمد فردِ مطلق پر منکر کا اطلاق کرتے ہیں۔ اور رہے جمہور تو وہ فردِ مطلق پر منکر کا اطلاق نہیں کرتے، سوا اس صورت کے جب کہ منفرد اپنے سے زیادہ قوی کی مخالفت کرے۔ اور امام مسلم نے اپنے مقدمہ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۴۸، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۶۷۹۱۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ رضى الله عنها حَدَّثَتْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تُقْطَعُ الْيَدُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الحسین نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از محمد بن عبدالرحمٰن الانصاری از عمرة بن عبدالرحمٰن، ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: چوتھائی دینار (کی چوری) میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۹، ۶۷۹۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۴، سنن ترمذی: ۱۴۴۵، سنن نسائی: ۴۹۱۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۵، مسند احمد: ۲۴۲۷۶، موطا امام مالک: ۱۵۷۵، سنن دارمی: ۲۳۰۰)

صحیح البخاری: ۶۷۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس کی امام بخاری نے عمران بن میسرۃ سے روایت کی ہے، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سابق کی ایک اور سند ہے۔

فقہاء احناف کا حدیث مذکور سے استدلال کا جواب

فقہاء احناف نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے۔ اس حدیث کی ایوب نے از عبدالرحمٰن بن القاسم از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے۔

نیز فقہاء احناف نے کہا: اس حدیث کے معارض وہ احادیث ہیں جس میں دس درہم سے کم میں ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے اور یہ حدیث ہاتھ کاٹنے کو مباح قرار دیتی ہے اور دوسری حدیث منع کرتی ہے اور ممانعت کی حدیث اباحت کی حدیث سے زیادہ اولیٰ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ يَدَ السَّارِقِ لَمْ تُقْطَعْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا فِي ثَمَنِ مِجَنٍّ حَجَفَةٍ أَوْ تُرْسٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی ﷺ کے عہد میں چور کا ہاتھ صرف چمڑے کی ڈھال کی قیمت یا عام ڈھال کی قیمت کی چوری میں کاٹا گیا۔

ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن

(صحیح البخاری: ۶۷۹۳، ۶۷۹۴، صحیح مسلم: ۱۶۸۵، سنن نسائی: ۴۹۳۱)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عبدالرحمن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے
حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی حدیث کی مثل۔

صحیح البخاری: ۶۷۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی ایک اور سند ہے جس کی روایت از عثمان بن ابی شیبہ ہے اور یہ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ ہیں اور ان کا نام ابراہیم العبسی الکوفی ہے، یہ ابوبکر بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے از عبدۃ، یہ ابن سلیمان ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از ہشام، یہ ابن عروہ ہیں۔ یہ اپنے والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے بھی عثمان سے کتاب الحدود میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مِجَن" میم کے نیچے زیر ہے اور جیم پر زبر ہے، اور اس کا معنی ہے: استتار، ڈھانپنا۔ اور صاحب المغرب نے کہا: مجن ڈھال کو کہتے ہیں کیونکہ ڈھال والا ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے۔ اور التوضیح میں مذکور ہے کہ المِجَن اور الجحفة اور الترس، تینوں کا ایک معنی ہے۔

حدیث کے الفاظ جس پر دلالت کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ المِجَن اور الجحفة دونوں کا معنی ایک ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک تنوین کے ساتھ ہے، پس الجحفة اس کا بیان ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "او تُرس" اَو کا لفظ شک کے لئے ہے، کیونکہ تُرس دو چمڑوں سے بنائی جاتی ہے اور جحفة کبھی لکڑی کی ہوتی ہے یا ہڈی کی ہوتی ہے اور اس کے اوپر چمڑا چڑھا ہوا ہوتا ہے۔

اس حدیث میں ان چیزوں کی مقدار کا بیان نہیں کیا گیا۔ پس ہوسکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی قیمت چوتھائی دینار ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی قیمت دس دراہم ہو، پس اس حدیث میں کسی فریق کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے اور وہ یہ ہے:

"ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی حدیث کی مثل"۔

یہ اس حدیثِ سابق کی ایک اور سند ہے جو عثمان بن ابی شیبہ سے مروی ہے اور امام مسلم نے بھی عثمان سے اس کی مثل روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۴۔۴۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٦٧٩٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ تَكُنْ تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِي أَدْنَى مِنْ حَجَفَةٍ أَوْ تُرْسٍ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ذُو ثَمَنٍ رَوَاهُ وَكِيعٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ مُرْسَلًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ چور کا ہاتھ جحفة یا ترس (ڈھال) سے کم میں نہیں کاٹا جاتا تھا اور ان میں سے ہر ایک قیمت والی چیز ہے۔
اس حدیث کی وکیع نے اور ابنِ ادریس نے از ہشام از والد خود مرسلاً روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ٦٧٩٢، ٦٧٩٣، ٦٧٩٤، صحیح مسلم: ١٦٨٥، سنن نسائی: ٤٩٣١)

صحیح البخاری: ٦٧٩٣، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی ایک اور سند ہے اور یہ حدیثِ موقوف ہے۔ اس حدیث کی از محمد بن مقاتل المروزی از عبداللہ بن المبارک المروزی روایت کی گئی ہے۔ اور امام نسائی نے اس حدیث کی قطع ید کے باب میں سوید بن نصر کی از ابن المبارک روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”چور کا ہاتھ حجفة یا ترس سے کم میں نہیں کاٹا جاتا تھا اور ان میں سے ہر ایک قیمت والی چیز ہے“۔ اور ”کل واحد“ کلامِ اضافی ہے اور مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے کہا ہے: ”وکان کل واحد منهما ذاثمن“ (یعنی ان میں سے ہر ایک قیمت والی چیز تھی) اور انہوں نے کانَ کے لفظ کا اضافہ کیا ہے اور ذا ثمن کو منصوب قرار دیا ہے، پھر لکھا ہے کہ اسی طرح اصول میں ثابت ہے، پھر کہا: علامہ کرمانی نے یہ افادہ کیا ہے کہ بعض نسخوں میں اس طرح مذکور ہے ”وکان کل واحد منهما ذو ثمن“ اور ”ذُوثمن“ پر رفع پڑھی ہے اور ضمیرِ شان کو مقدر مانا ہے۔ (فتح الباری ج ٧ ص ٨٦٣، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢١ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت کے رد میں لکھتے ہیں:

حافظ ابنِ حجر عسقلانی اور علامہ کرمانی کا یہ تصرف بہت بعید ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو یہ کہا ہے کہ ”اصول میں اسی طرح ثابت ہے“ اس کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا، بلکہ جو چیز اصول میں ثابت ہے، یہ وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا تھا یعنی ”کل واحد“

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کلام میں اضافی ہے اور مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہے، کیونکہ یہ عبارت اس قاعدہ کی بناء پر مبنی ہے جس میں نہ کوئی اضافہ ہے اور نہ کسی چیز کو مقدر ماننا ہے۔ اور رہا علامہ کرمانی کا یہ کہنا کہ بعض نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے، اس کو بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس عبارت کی مثل تاویل کی محتاج ہوتی ہے۔ نیز علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ''ذو ثمن'' میں یہ اشارہ ہے کہ کم قیمت کی چیز میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا بلکہ یہ اس کے ساتھ مخصوص ہے جس کی کوئی قیمت ہو۔

علامہ عینی علامہ کرمانی کے رد میں فرماتے ہیں: علامہ کرمانی کی شرح سے حدیث میں جو ابہام تھا، اس پر مزید ابہام میں اضافہ ہو گیا، کیونکہ جو ڈھال چرائی گئی ہے جب اس کی قیمت چوتھائی دینار سے کم ہو گی تو اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے کیونکہ یہ بھی ظاہر قیمت ہے خواہ وہ ایک درہم ہو، حالانکہ علامہ کرمانی کے امام یعنی امام شافعی اس کے قائل نہیں ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری نے لکھا ہے کہ ''اس حدیث کی وکیع نے اور ابن ادریس نے از ہشام از والد خود مرسلاً روایت کی ہے''۔ یعنی وکیع بن الجراح الکوفی نے اور عبداللہ بن ادریس الاودی الکوفی نے اس حدیث کی از ہشام از والد خود مرسلاً روایت کی ہے، کیونکہ انہوں نے اس کی سند نہیں بیان کی۔

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس عبارت میں جو مرسلاً کا لفظ ہے یہ مرسلات کی مشہور اصطلاح کے خلاف ہے، کیونکہ وکیع کی روایت کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کی عبارت اس طرح ہے از ہشام از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ڈھال کی قیمت کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا۔ اور ان ایام میں ڈھال کی قیمت ہوتی تھی۔ اور جو چیز عیب والی ہو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔ اور عبداللہ بن ادریس کی جو روایت ہے اس کو امام دارقطنی نے کتاب العلل میں اور امام بیہقی نے اس سند کے ساتھ بیان کیا ہے: از یوسف بن موسیٰ از جریر و وکیع و عبداللہ بن ادریس، یہ تینوں اس حدیث کی از ہشام از والد خود روایت کرتے ہیں، پھر اس حدیث کا ذکر کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۵-۴۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۴۔ حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمْ تُقْطَعْ يَدُ سَارِقٍ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي أَدْنَى مِنْ ثَمَنِ الْمِجَنِّ تُرْسٍ أَوْ حَجَفَةٍ وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ذَا ثَمَنٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہشام بن عروہ نے کہا: ہمیں خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چور کا ہاتھ مِجَن تُرس یا حجفۃ (ڈھال) سے کم میں نہیں کاٹا جاتا تھا اور ان میں سے ہر ایک کی قیمت ہوتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۲، ۶۷۹۳، ۶۷۹۴، صحیح مسلم: ۱۶۸۵، سنن نسائی: ۴۹۳۱)

صحیح البخاری: ۶۷۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور کی ایک اور سند ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یوسف بن موسیٰ کا ذکر ہے، یہ ابن راشد بن بلال القطان الکوفی ہیں، یہ بغداد میں رہتے تھے۔
نیز اس حدیث کی سند میں ابو اسامہ کا ذکر ہے، ان کا نام حماد بن اسامہ ہے وہ ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہیں۔
باقی حدیث کی شرح وہی ہے جو اس سے پہلے بیان کی جا چکی ہے۔
اس حدیث کی امام مسلم نے از ابو کریب از ابو اسامہ روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۵۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَطَعَ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قِيمَتُهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از نافع مولیٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا جس کی قیمت تین دراہم تھی، نافع کی متابعت محمد بن اسحاق نے کی ہے۔ اور اللیث نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی اس کی قیمت۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۶، ۶۷۹۷، ۶۷۹۸، صحیح مسلم: ۱۶۸۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۶، سنن نسائی: ۴۹۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۴، مسند احمد: ۴۴۸۹، موطا امام مالک: ۱۵۷۳، سنن دارمی: ۱۳۰۱)

صحیح البخاری: ۶۷۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، وہ ابن ابی اویس ہیں اور ان کا نام عبداللہ ہے، وہ امام مالک کے بھانجے ہیں۔
اس حدیث کی امام مسلم نے از یحییٰ بن یحییٰ از امام مالک روایت کی ہے۔ اور امام طحاوی نے اس حدیث کی پانچ صحیح سندوں کے ساتھ روایت کی ہے جن کو میں نے شرح معانی الآثار میں بیان کیا ہے۔
شیخ ابن حزم نے کہا ہے: اس حدیث کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف نافع نے روایت کی ہے۔ اور حافظ ابو عمر نے کہا: یہ سب سے صحیح حدیث ہے جو اس باب میں روایت کی گئی ہے۔ اور امام طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ ڈھال جس کی چوری میں رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کاٹا تھا، وہ دس درہم کی تھی۔ اور از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود اسی کی مثل ہے۔ اور امام نسائی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے بھی اس کی مثل روایت کی گئی ہے۔ اور جب کہ اس ڈھال کی قیمت کی مقدار میں اختلاف ہو گیا تو اس میں خبط واقع ہو گیا، پس اسی مقدار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا جس پر اجماع ہو اور وہ دس دراہم ہیں یا ایک دینار ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی متابعت محمد بن اسحاق نے کی ہے یعنی از نافع، اور اس کو الاسماعیلی نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے از عبد اللہ بن المبارک از امام مالک اور محمد بن اسحاق اور عبید اللہ بن عمر، اور ان تینوں نے نافع سے روایت کی ہے اور نبی ﷺ نے ایک ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا جس کی قیمت تین دراہم تھی۔

اور اللیث نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی اس کی قیمت۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری کا یہ ارادہ ہے کہ لیث بن سعد نے اس حدیث کو از نافع جماعت کی مثل روایت کیا ہے، لیکن ثمن کے بجائے قیمت کا ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم نے از قتیبہ روایت کی ہے اور محمد بن رمح سے از لیث از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ نبی ﷺ نے ایک ڈھال کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹا، اس ڈھال کی قیمت تین دراہم تھی۔ اور آپ نے ہاتھ کاٹا، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، کیونکہ نبی ﷺ نے خود ہاتھ نہیں کاٹا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے مخزومیہ عورت کا ہاتھ خود کاٹا تھا، پس یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو وکیل بنایا ہو۔ اور قیمت اور ثمن دونوں کا ایک معنی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۶۔ ۴۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ ﷺ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا، اس کی قیمت تین دراہم تھی۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۵، ۶۷۹۶، ۶۷۹۷، ۶۷۹۸، صحیح مسلم: ۱۶۸۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۶، سنن نسائی: ۴۹۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۴، مسند احمد: ۴۴۸۹، موطا امام مالک: ۱۵۷۳، سنن دارمی: ۲۳۰۱)

صحیح البخاری: ۶۷۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے پہلے جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی گئی تھی، یہ اسی حدیث کی ایک اور سند ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن اسماعیل کا ذکر ہے، یہ التبوذکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں جویریہ کا ذکر ہے، یہ ابن اسماء الضبعی ہیں جو نافع سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ ﷺ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نافع نے حدیث بیان کی از

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا، اس کی قیمت تین دراہم تھی۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۵، ۶۷۹۶، ۶۷۹۷، ۶۷۹۸، صحیح مسلم: ۱۶۸۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۶، سنن نسائی: ۴۹۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۴، مسند احمد: ۴۴۸۹، موطا امام مالک: ۱۵۷۳، سنن دارمی: ۱۳۰۱)

صحیح البخاری: ۶۷۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی ایک اور سند ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از عبید اللہ، یہ عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ نافع سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۸۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَدَ سَارِقٍ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قِيمَتُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو ضمرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھال کی چوری میں ایک چور کا ہاتھ کاٹا جس کی ثمن تین دراہم تھی۔

اس حدیث کی متابعت محمد بن اسحاق نے کی ہے اور اللیث نے کہا ہے: مجھے نافع نے حدیث بیان کی اس کی قیمت۔

(صحیح البخاری: ۶۷۹۵، ۶۷۹۶، ۶۷۹۷، ۶۷۹۸، صحیح مسلم: ۱۶۸۶، سنن ترمذی: ۱۴۴۶، سنن نسائی: ۴۹۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۳۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۴، مسند احمد: ۴۴۸۹، موطا امام مالک: ۱۵۷۳، سنن دارمی: ۱۳۰۱)

صحیح البخاری: ۶۷۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن المنذر کا ذکر ہے، یہ الحزامی المدینی ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں ابو ضمرہ کا ذکر ہے، ان کا نام انس بن عیاض ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۸۔ ۴۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۷۹۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَعَنَ اللهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرمائے، وہ بیضۃ (خود) چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور (جہاز کی) رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۳، ۶۷۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۸۷، سنن نسائی: ۴۸۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۳، مسند احمد: ۷۴۳۸)

صحیح البخاری: ۶۷۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

یہ حدیث عنقریب باب ''لعن السارق'' میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کی روایت از عمر بن حفص از والد خود از الاعمش از ابی صالح از حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اور یہاں اس کی روایت از موسیٰ بن اسماعیل المنقری البصری کی ہے جن کو التبوذکی کہا جاتا ہے۔ نیز اس حدیث کی سند میں عبدالواحد کا ذکر ہے جو ابن زیاد ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں ذکر ہے از الاعمش، یہ سلیمان الاعمش ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں ذکر ہے از ابوصالح، یہ ذکوان الزیات ہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے اس باب میں اعادہ کی توجیہ

حدیثِ مذکور کے اس باب میں اعادہ کی توجیہ ہوسکتا ہے یہ ہو کہ اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ بیضۃ (خود) اور (جہاز کی) رسی جس کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان میں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے، یہ اس قبیل سے ہے کہ اس کی قیمت چوتھائی دینار ہو یا دس دراہم ہو جیسا کہ فقہاء کا اختلاف ہے، اور اس کا قرینہ اس باب میں ذکر کی ہوئی احادیث ہیں، اسی لیے امام بخاری نے اس باب کو اس حدیث پر ختم کیا ہے۔ اور بعض شارحین نے یہاں پر ایسا کلام ذکر کیا ہے جس سے سننے والا خوش نہیں ہوتا، پس اسی لیے میں نے اس کلام کو ترک کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چوری پر چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم محکم ہے اور اس کی مقدار مجمل ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس آیت میں چوری پر چور کے ہاتھ کاٹنے کو واجب قرار دیا ہے، وہ آیت محکمہ ہے۔ اور اس آیت میں اس مال کی مقدار کی چوری کا بیان نہیں ہے جس پر چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے اور مال کی مقدار کے حق میں یہ آیت مجمل ہے۔ اگر ہم اس آیت کو اس کے ظاہر پر چھوڑ دیں تو واجب ہوگا کہ کم چیز کی چوری ہو یا زیادہ چیز کی چوری ہو اس میں ہاتھ کاٹ دیا جائے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے بیان فرمایا ہے کہ کتنے مال کی مقدار کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے، اور اس سلسلہ میں ہم وہ احادیث ذکر کر چکے ہیں جن میں چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۸۹، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کتنے مال کی چوری پر ہاتھ کاٹنا واجب ہے، اس کے متعلق فقہاء کے مذاہب

جس مقدار کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے اس میں بیس (۲۰) کے قریب مذاہب ہیں:

(۱) ہر قلیل یا کثیر چیز میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا خواہ وہ چیز بے کار ہو یا کارآمد ہو۔ یہ اہل الظاہر اور خوارج کا مذہب ہے۔ اور حسن بصری سے منقول ہے کہ ابوعبدالرحمٰن ابن بنت الشافعی کا بھی یہی قول ہے۔

(۲) اور اس کے مقابل ایک شاذ قول وہ ہے جس کو قاضی عیاض اور ان کے موافقین نے نقل کیا ہے از ابراہیم النخعی کہ ہاتھ کاٹنا صرف چالیس درہم یا چار دینار کی چوری میں واجب ہے۔

(۳) اگر چور نے کسی بے کار چیز کو چرایا ہو تو اس پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر معمولی قیمت کی چیز کو چرایا ہو تو اس پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک حقیر ٹھیکرے کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا۔ اور جو شخص کوڑوں کی چوری کرتا تھا اس سے فرمایا: اگر تم نے دوبارہ چوری کی تو اس چوری میں، میں تمہارے ہاتھ کاٹ دوں گا۔ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے دو جوتوں کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا، اس حدیث کی امام ابن ابی شیبہ نے از عمر بن عبدالعزیز روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک مد یا دو مد کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا۔

(۴) ایک درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور یہ عثمان البتی کا قول ہے جو فقہاء بصرہ میں سے ہیں اور ربیعہ کا قول ہے جو فقہاء مدینہ سے ہیں۔ علامہ قرطبی نے اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے، ان کا گمان یہ تھا کہ عثمان سے مراد خلیفہ عثمان ہیں، حالانکہ اس طرح نہیں ہے۔

(۵) دو درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، اور یہ حسن بصری کا قول ہے۔ علامہ ابن المنذر نے اس کو وثوق سے کہا ہے۔

(۶) دو درہم سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا خواہ وہ تین درہم تک نہ پہنچے ہوں، امام ابن ابی شیبہ نے اس کی سند قوی کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس چیز کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جو دو درہم کے برابر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھی۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں ''جس کی قیمت تین دراہم کے برابر نہیں تھی''۔

(۷) تین دراہم یا اس کی قیمت کے برابر خواہ سونا ہو، کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ یہ امام احمد کی ایک روایت ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ امام مالک سے بھی یہی روایت ہے۔

(۸) جس چیز کو چرایا گیا ہے اگر وہ سونا ہے تو اس کا نصاب چوتھائی دینار ہے، اور اگر سونا نہیں ہے تو اگر اس کی قیمت تین دراہم کو پہنچتی ہے تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر اس کی قیمت تین دراہم کو نہیں پہنچتی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اس کی قیمت نصف دینار کو پہنچتی ہو۔ اور یہ امام مالک کا معروف قول ہے اور امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ از محمد بن راشد از یحییٰ بن یحییٰ الغسانی از ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم از عمرۃ روایت کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چوتھائی دینار کی چوری میں ہاتھ کاٹ دو اور اس سے کم دینار کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹو۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اور ان دنوں میں چوتھائی دینار کی قیمت تین دراہم کے برابر تھی۔ حدیثِ مرفوع سے یہ ثابت ہے کہ اس باب میں معتبر سونے کا نصاب ہے اور حدیثِ موقوف سے یہ ثابت ہے کہ سونے کے قائم مقام چاندی ہے۔

(۹) جس چیز کو چرایا گیا ہے اگر اس کی قیمت چوتھائی دینار یا تین درہم کو پہنچ گئی تو اس پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور یہ امام احمد کا مشہور مذہب ہے اور اسحاق سے بھی یہی روایت ہے۔

(۱۱،۱۰) سونے یا چاندی میں سے جو غالب ہو اس کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۱۲) چوتھائی دینار کی چوری پر یا چاندی یا سامان کی قیمت چوتھائی دینار کو پہنچ جائے تو اس کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، عمرۃ، ابوبکر بن حزم، عمر بن عبدالعزیز، الاوزاعی اور اللیث کا مذہب ہے۔ امام اسحاق سے بھی ایک روایت یہی ہے اور داؤد ظاہری سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور علامہ ابن المنذر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سندِ منقطع کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب چور چوتھائی دینار کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور عمرۃ کی سند سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا جس نے سنگترے چرائے تھے، ان کی قیمت ڈالی گئی تو دینار کے حساب سے تین درہم تھی، تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اور جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چوتھائی دینار کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت دو درہم اور نصف تھی۔

(۱۳) چار دراہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ قاضی عیاض نے اس کو بعض صحابہ سے نقل کیا ہے اور علامہ ابن المنذر نے اس کو حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

(۱۴) تین دینار کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ علامہ ابن المنذر نے اس قول کو ابوجعفر الباقر سے روایت کیا ہے۔

(۱۵) پانچ دراہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ یہ فقہاء کوفہ میں سے ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے۔ اور حسن بصری اور سلیمان بن یسار سے منقول ہے کہ امام نسائی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صرف پانچ دراہم کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱۶) دس دراہم یا جو اس کی قیمت کو پہنچ جائے خواہ سونا ہو یا چاندی ہو اس کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور یہ امام ابوحنیفہ، ثوری اور ان کے اصحاب کا قول ہے۔

(۱۷) ایک دینار یا جو اس کی قیمت کو پہنچ جائے خواہ چاندی ہو یا سونا ہو، اس کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اس قول کو ابنِ حزم نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے اور علامہ ابن المنذر نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے۔

(۱۸) ایک دینار یا دس دراہم یا جو ان میں سے کسی ایک کے مساوی ہو، اس قول کی بھی ابنِ حزم نے حکایت کی ہے۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سندِ ضعیف کے ساتھ ثابت ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سندِ منقطع کے ساتھ ثابت ہے اور یہی عطاء بن ابی رباح کا قول ہے۔

(۱۹) چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ سونے کی مقدار ہو تو اس کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس پر دلیل ہے۔ اور چاندی کا سامان خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو، اس پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور یہ ابنِ حزم کا قول ہے۔ اور حافظ ابنِ عبدالبر نے اس کی مثل داؤد ظاہری سے بھی نقل کی ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ سونے کی حد تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں صراحۃً ثابت ہے اور دوسروں کی احادیث میں حد ثابت نہیں ہے، لہٰذا آیت اپنے عموم پر باقی رہے گی۔ پس قلیل کی چوری ہو یا کثیر کی چوری ہو اس میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا سوا اس کے کہ وہ چیز بے کار ہو، اور یہ امام شافعی کے قول کے موافق ہے۔ اور اس پر استدلال کیا ہے کہ سونے والوں کی دیت ایک ہزار دینار ہے اور چاندی والوں کی دیت بارہ ہزار درہم ہے۔ اور مالکیہ کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ شہر میں جس چیز کا رواج ہو اس کا اعتبار ہوگا، اگر سونے کا رواج ہے تو سونے کی چوری کے مطابق نصاب ہوگا اور اگر چاندی کا رواج ہے تو چاندی کی چوری کے مطابق نصاب ہوگا۔ اور یہ بیس مذاہب ہیں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ انہوں نے ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیئے جس کی قیمت تین دراہم تھی اور یہ ثابت ہے کہ ڈھال کی قیمت سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنا واجب نہیں ہے۔ اور کم سے کم جو ڈھال کی قیمت ہے وہ تین دراہم ہے۔ اور یہ ان نصوص کے موافق ہے جس میں تصریح ہے کہ چوتھائی دینار کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور ہم نے اس قول کو ترک کر دیا کہ تین دراہم کی چوری نصاب ہے اور اس میں مطلقاً ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، کیونکہ چاندی کی قیمت سونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ پس باقی رہا سونے کا اعتبار کرنا اور وہ چوتھائی دینار ہے۔ واللہ اعلم (فتح الباری ج ۷ ص ۸۶۴۔۸۶۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دس درہم اور تین درہم کی چوری کی مالیت پر ہاتھ کاٹنے کی حدیثوں میں تطبیق

فقہاءِ احناف کا درج ذیل حدیث سے استدلال ہے:

از ابن اسحاق از ایوب بن موسیٰ از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: جس ڈھال کی چوری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹا تھا، اس کی قیمت دس دراہم تھی۔

(سنن نسائی ج ۸ ص ۸۳، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۷۹۔۳۷۸، امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

11A

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا جس نے ایک ڈھال کی چوری کی تھی، اس کی قیمت ایک دینار یا دس دراہم تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۸۷)

امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کی محمد بن سلمہ نے اور سعدان بن یحییٰ نے از ابن اسحاق اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

فقہاء احناف کے خلاف حجت یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو مختلف ڈھالوں کی چوری پر ہاتھ کاٹا گیا ہو، ان میں سے ایک ڈھال کی قیمت تین دراہم تھی اور دوسری ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی، کیونکہ جب کسی نقل کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا صحیح ہے تو ثقہ راویوں کا نقل کرنا تین دراہم کی چوری پر اس میں دس دراہم کی چوری بھی داخل ہے۔

یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ان احادیث کو تضاد پر محمول کیا جائے۔ اور ائمہ اربعہ راشدین کے ساتھ حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۹۳، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

ہاتھ کاٹنے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ مال محفوظ جگہ پر ہو

اس پر اجماع ہے کہ حرز یعنی مال کا محفوظ جگہ پر ہونا یہ ہاتھ کاٹنے کے وجوب میں معتبر ہے، اور حرز کی صفت میں اختلاف ہے، کیا یہ اموال کے اختلاف سے مختلف ہو جاتی ہے؟ پس امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ہر وہ چیز جو کسی چیز کے اموال کے لیے حرز ہو، وہ تمام اموال کے لیے حرز ہوگی۔ اور دوسرے فقہاء نے کہا: یہ مال کے اموال سے مختلف ہے اور اس میں عرف معتبر ہوتا ہے۔

شیخ ابن حزم نے ایک جماعت سے نقل کر کے کہا ہے: جس شخص نے کسی سامان کو اس کی حرز سے نکالا، اس وقت اس کے ہاتھ کو کاٹنا واجب ہوگا، لیکن اگر اس نے اس مال کو وہاں سے نکالا جہاں وہ مال محفوظ نہیں تھا اور وہ اس مال کو لے گیا تو اس کے ہاتھ کو نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے حرز سے مال کو نکالا، پھر اس کو وہ مال حرز سے نکال کر لے جانے سے پہلے پکڑ لیا گیا تو اس کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث ہیں:

امام ابن ابی شیبہ از عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کسی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا حتیٰ کہ وہ سامان کو نکال کر لے جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۷۴)

اور امام عبدالرزاق از سلیمان بن موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اس نے سامان اکٹھا کر لیا ہو اور ارادہ کیا ہو کہ چرائے حتیٰ کہ اس مال کو اٹھائے اور نکلے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۹۶)

نیز امام عبدالرزاق از عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ ایک چور المطلب بن ابی وداعہ کے خزانے میں داخل ہوا، انہوں نے دیکھا کہ اس نے سامان اکٹھا کر لیا ہے اور اس کو نکالا نہیں، وہ اس کو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس لے کر آئے، انہوں نے اس کو کوڑے لگائے اور اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا ہاتھ اس وقت تک نہیں کاٹا جائے گا حتیٰ کہ یہ اس مال کو گھر سے نکال کر باہر لے جاتا، انہوں نے کہا: یہ بتاؤ اگر تم ایک مرد کو دیکھو وہ کسی عورت کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھا ہے اور اس نے اس میں دخول نہیں کیا تو کیا تم اس پر حد لگاؤ گے؟ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: نہیں، انہوں نے کہا: اسی طرح کبھی کوئی شخص مال نکالتا ہے اور تائب ہوتا ہے یا مال چھوڑنے والا ہوتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۹۷-۱۹۶)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز امام عبدالرزاق الشہیر بن نمیر از الحسین بن عبداللہ بن ضمیرہ از والد خود از جدِ خود از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد گھر میں پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ گھر کا سامان ہوتا ہے تو انہوں نے کہا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا حتیٰ کہ وہ سامان کو اٹھائے اور گھر کے دروازہ سے نکل جائے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۹۷۔۱۹۸)

ابن حزم نے کہا: اور یہی ثوری اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد اور ان کے اصحاب اور اسحاق بن ابراہیم کا قول ہے اور ایک جماعت نے کہا: اس کا ہاتھ کاٹنا لازم ہے، خواہ اس نے حرز سے یعنی محفوظ جگہ سے چرایا ہو یا کسی اور جگہ سے جیسا کہ عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حدیث پہنچی کہ لوگ کہتے ہیں کہ جب چور سامان کو لے کر باہر نہ نکلے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر مجھے چھری کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۷۴)

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ درخت میں لٹکے ہوئے پھل اور کھجور کے درخت کے گوندی کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۸۸، سنن نسائی: ۴۹۷۶، ۴۹۷۷)

مُختلِس (جھپٹ کر کوئی چیز چھیننے والا) کے ہاتھ کاٹنے میں فقہاء کا اختلاف

مُختلس کے متعلق اختلاف ہے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹتے تھے۔ اسی طرح حضرت زید بن ثابت، شعبی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم، عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور ان کے اصحاب اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، ان میں سے علی بن رباح ہیں اور عطاء بن ابی رباح ہیں۔

شیخ ابن حزم نے کہا: جب مختلس کے ہاتھ کاٹنے میں اختلاف ہو گیا تو واجب ہے کہ ہم دیکھیں کہ اس مسئلہ میں حدیث کس قول کی تائید کرتی ہے۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوٹ مار کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور جو لوٹ مار کرنے میں مشہور ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۴۸، سنن ابن ماجہ: ۲۵۹۱)

اور اسی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیانت کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۹۲، سنن نسائی: ۴۹۸۹، مسند احمد: ۱۵۰۷۴)

نیز امام ابوداؤد نصر بن علی سے روایت کرتے ہیں: ہمیں خبر دی عیسیٰ بن یونس نے از ابن جریج از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی مثل فرمایا اور یہ اضافہ فرمایا کہ اور مختلس کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۹۳، سنن ترمذی: ۱۴۴۸، سنن نسائی: ۴۹۸۸، سنن ابن ماجہ: ۲۵۹۲)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جن لوگوں کی چوری پر ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

کسی آزاد لڑکے نے جو سمجھدار نہیں ہے اس نے چوری کی تو امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور امام مالک کے نزدیک اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور امام احمد کی اس کے متعلق دو روایتیں ہیں: ایک روایت ہمارے مذہب کی مثل ہے اور دوسری روایت امام مالک کے مذہب کی مثل ہے۔

اگر کسی شخص نے مُصحف (یعنی قرآن مجید کا نسخہ) کی چوری کی تو امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے کہا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس میں امام شافعی اور امام مالک کا اختلاف ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور دوسرے ائمہ نے اس کی مخالفت کی ہے۔

اور جس شخص نے کعبہ کے پردہ میں سے اتنی مقدار کی چوری کر لی جو نصاب کو پہنچتی ہے تو امام شافعی اور امام احمد نے کہا: اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے کہا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اگر میاں بیوی میں سے کسی ایک نے دوسرے کے مال کی چوری کر لی جب کہ وہ مال محفوظ جگہ پر تھا تو امام ابوحنیفہ نے کہا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اس نے کسی ایسی خاص جگہ سے چوری کی ہو جو ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مخصوص تھا، یا عام گھر سے چوری کی ہو۔ اور امام مالک نے کہا: اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا جب کہ اس نے محفوظ جگہ سے چوری کی ہو۔ اور اگر وہ ایسا گھر ہے جس میں وہ دونوں رہتے ہیں تو پھر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اگر کسی شخص نے اپنے ذی رحم محرم کی چوری کی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور دوسرے ائمہ نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اور بیٹا باپ کے مال کو چرا لے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس میں امام مالک کا اختلاف ہے۔

اور اس پر اجماع ہے کہ اگر والدین اپنی اولاد کا مال چرا لیں تو ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اور اگر کسی نے سونے کا بُت چرا لیا تو امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس میں امام شافعی اور امام مالک کا اختلاف ہے۔

اور اگر کوئی شخص حمام سے کپڑے چرا لے اور ان کا محافظ بھی ہو تو امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر یہ واقعہ رات کا ہے تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر دن کا ہے تو نہیں کاٹا جائے گا۔

ہاتھ اور پیر کو کاٹنے کی صفت میں اختلاف

اس میں اختلاف ہے کہ چور کے ہاتھ اور پیر کو کہاں سے کاٹا جائے گا۔ پس حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ جوڑ سے کاٹا جائے گا اور اکثر فقہاء کا اسی پر اتفاق ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ کو انگلیوں سے کاٹا جائے گا، اور پیر کو نصفِ قدم سے کاٹا جائے گا اور اس کی ایڑھی کو چھوڑ دیا جائے گا۔

اور ابوثور نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل مناسب ہے اور مجھے زیادہ محبوب ہے اور پہلا قول قرآن مجید کی آیت ''فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا'' (المائدہ:۳۸) کے زیادہ قریب ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور علامہ ابن التین نے بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ ہاتھ بغل سے کاٹے جائیں اور یہ بہت بعید اور عجیب ہے۔اور جس کا ہاتھ کلائی کے جوڑ سے کاٹا گیا اس کو مقطوع الید کہا جاتا ہے یعنی اس کا ہاتھ کاٹا ہوا ہے۔اور جس کی انگلیاں کاٹی گئیں تو اس کو مقطوع الید نہیں کہا جاتا۔اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا ہے اور علامہ داؤدی نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

تیسری بار چوری کرنے پر ہاتھ اور پیر کاٹنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

اس میں اختلاف ہے کہ جب کسی شخص نے تیسری مرتبہ چوری کی جب کہ پہلی چوری پر اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا اور دوسری چوری پر اس کا بایاں پیر کاٹ دیا گیا تھا۔امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے ایک روایت کے مطابق کہا کہ اس کے ایک ہاتھ اور ایک پیر سے زیادہ کو نہیں کاٹا جائے گا،لیکن اس کو قید کر دیا جائے گا اور چوری کا تاوان لیا جائے گا۔اور امام احمد کی دوسری روایت یہ ہے کہ تیسری بار چوری پر بھی اس کے ہاتھ اور پیر کو کاٹا جائے گا اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔تیسری بار چوری پر اس کا الٹا ہاتھ کاٹا جائے گا اور چوتھی بار چوری پر اس کا دایاں پیر کاٹا جائے گا،پھر اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہوں گے۔اور یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ،حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔اور تابعین میں سے عروہ،قتادہ،سعید بن المسیب اور ربیعہ کا یہی قول ہے۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت ہے اور یہی قول نخعی،شعبی اور الزہری کا ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اسماعیل بن جعفر نے از والدِ خود روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ ارادہ نہیں کرتے تھے کہ چور کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹے جائیں۔اور جب ان کے پاس تیسری بار چوری کے بعد لایا جاتا تو فرماتے کہ میں اس سے حیاء کرتا ہوں کہ یہ آدمی نماز کے لئے وضو نہ کر سکے لیکن اس کو مسلمانوں کے قید خانہ میں چھوڑ دو اور اس پر بیت المال سے خرچ کرو۔

اور امام مالک اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا'' (المائدہ:۳۸)انہوں نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا،پھر اگر اس نے اس کے بعد چوری کی تو پھر اس کا پیر کاٹا جائے گا۔پھر اگر چوری کی تو اس کے ہاتھ کو کاٹا جائے گا۔انہوں نے کہا کہ جب وہ چوری کرے گا تو اس کے اوپر ہاتھ کاٹنے کے حکم کو جاری کیا جائے گا جیسا کہ کوئی کنوارا زنا کرے تو اسے کوڑے مارے جاتے ہیں،پھر اگر وہ دوبارہ زنا کرے تو پھر اس پر حد لوٹائی جائے گی،پس جب یہ صحیح ہے تو واجب ہے کہ چور کے ہاتھ پیروں کو ہمیشہ کاٹا جاتا رہے حتیٰ کہ نہ اس کا کوئی ہاتھ باقی رہے اور نہ پیر باقی رہے،جیسا کہ کنوارے زانی کو بار بار زنا کرنے پر بار بار کوڑے لگائے جاتے ہیں۔اور بعض فقہاء نے کہا کہ متقدمین نے چوروں کے ہاتھوں اور پیروں کے کاٹنے کو محاربین کی آیت سے اخذ کیا ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۹۶۔۱۱۳،ملخصاً وملتقطاً،وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ،قطر،۱۴۲۹ھ)

چوری پر ہاتھ کاٹنے کے نصاب کے متعلق فقہاء احناف کے موقف پر دلائل

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب ہے کہ دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور امام شافعی کے نزدیک چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک تین دراہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ڈھال کی قیمت پر ہاتھ کاٹا جاتا تھا اور ڈھال کی قیمت میں کم سے کم اندازہ تین دراہم ہے اور کم مقدار کو مقرر کرنا یقینی ہے،لہٰذا وہ اولیٰ ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اس باب میں اولیٰ یہ ہے کہ اکثر مقدار پر عمل کیا جائے تا کہ حد ساقط کرنے کا حیلہ ہو جائے۔ اور یہ اس لئے کہ کم از کم مقدار میں یہ شبہ رہے گا کہ ہوسکتا ہے اس نے جرم نہ کیا ہو اور جرم نہ کرنے کے شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہاتھ صرف ایک دینار کی چوری میں کاٹا جائے گا یا دس دراہم کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور دراہم کا لفظ اس پر بولا جاتا ہے جو عرف میں رائج سکہ ہو اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے تا کہ مکمل جرم پر ہاتھ کاٹا جائے، حتیٰ کہ اگر اس نے سونے کے دس ٹکڑے چرائے اور ان کی قیمت دس دراہم سے کم ہے تو اس پر ہاتھ کاٹنا واجب نہیں ہوگا۔ (ہدایہ اولین ج ۲ ص ۵۲۴، کتاب السرقۃ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

کم از کم دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام محمد بن الحسن الشیبانی الحنفی المتوفی ۱۸۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

امام محمد نے کہا: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں القاسم بن عبد الرحمٰن نے خبر دی از والد خود از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، انہوں نے فرمایا: دس دراہم سے کم کی چوری میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ امام محمد نے کہا: ہم اسی حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار، رقم الحدیث: ۶۲۸، ص ۱۳۷، ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۰۷ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ، لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک دینار یا دس دراہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہ حدیث مرسل ہے، اس کی القاسم بن عبد الرحمٰن نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اور قاسم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔

اور اس حدیث پر بعض اہلِ علم کا عمل ہے اور یہی سفیان ثوری کا قول ہے اور اہلِ کوفہ کا، انہوں نے کہا: دس دراہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ دس دراہم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ص ۷۰۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

نیز امام محمد المتوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

امام محمد نے کہا: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم نخعی، انہوں نے کہا: چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت سے کم کی چوری میں نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔ اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت کی چوری سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا اور ڈھال کی قیمت ان دنوں دس دراہم تھی اور اس سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(کتاب الآثار، رقم الحدیث: ۶۲۹، ص ۱۳۷، ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۰۷ھ)

میں کہتا ہوں: امام محمد نے امام ابوحنیفہ کی سند سے دو حدیثیں روایت کی ہیں جن میں تصریح ہے کہ دس دراہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہ حدیث امام شافعی اور امام مالک دونوں پر حجت ہے جو چوتھائی دینار یا تین درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ رہا امام ترمذی کا یہ اعتراض کہ یہ حدیث متصل نہیں ہے تو امام ترمذی کا سنِ وفات ۲۷۹ھ ہے اور امام ابوحنیفہ کا سنِ وفات ۱۵۰ھ ہے اور امام ابوحنیفہ، امام ترمذی بلکہ صحاح ستہ کے تمام مصنفین پر مقدم ہیں، تو امام ابوحنیفہ تک یہ حدیث جو پہنچی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے وہ صحیح متصل تھی اور امام ترمذی بعد کے محدث ہیں ان تک یہ حدیث سندِ متصل سے نہیں پہنچی، لہٰذا امام ابوحنیفہ کی سند کے مقابلہ میں امام ترمذی کے اعتراض کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ المصری الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہمیں ابراہیم بن مرزوق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی از المسعودی از القاسم بن عبدالرحمٰن کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چور کا ہاتھ ایک دینار یا دس دراہم سے کم کی چوری میں نہیں کاٹا جائے گا۔

(شرح معانی الآثار، رقم الحدیث: ۴۸۶۶، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

نیز امام طحاوی روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن مرزوق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابنِ جریج، انہوں نے کہا: عطاء، عمرو بن شعیب کے قول پر کہتے تھے کہ دس دراہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(شرح معانی الآثار، رقم الحدیث: ۴۸۶۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

از ابن اسحاق از ایوب بن موسیٰ از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: جس ڈھال کی چوری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹا تھا، اس کی قیمت دس دراہم تھی۔

(سنن نسائی ج ۸ ص ۸۳، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۷۹۔۳۸۷، امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔)

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا جس نے ایک ڈھال کی چوری کی تھی، اس کی قیمت ایک دینار یا دس دراہم تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۸۷)

امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کی محمد بن سلمہ نے اور سعدان بن یحییٰ نے از ابنِ اسحاق اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی از محمد بن اسحاق، انہوں نے کہا: مجھے ایوب بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا کہ ڈھال کی قیمت سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۷۱، رقم الحدیث: ۲۸۶۸۷، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

ہمیں عبدالاعلیٰ اور عبدالرحیم بن سلیمان نے حدیث بیان کی از محمد بن اسحاق از عمرو بن شعیب از والدِ خود از جدِ خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۷۱، رقم الحدیث: ۲۸۶۸۸، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

ہمیں ابنِ مبارک اور وکیع نے حدیث بیان کی از المسعودی از القاسم از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ ایک دینار یا دس دراہم سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۷۱، رقم الحدیث: ۲۸۶۸۹، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

ہمیں عبدالرحیم بن سلیمان نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن ابی سلیمان از عطاء، انہوں نے کہا: کم سے کم وہ مقدار جس میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا وہ ڈھال کی قیمت ہے اور ان کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی یا دس دراہم تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۷۱، رقم الحدیث: ۲۸۶۹۱، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از عطیہ بن عبدالرحمٰن از القاسم، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی چوری دس دراہم کے برابر نہیں ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس چوری کے مال کی قیمت ڈالنے کا حکم دیا تو وہ آٹھ دراہم تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۷۳، رقم الحدیث: ۲۸۶۹۵، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

ہمیں الثقفی نے حدیث بیان کی از المثنی از عمرو بن شعیب، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سعید بن المسیب کے پاس داخل ہوا، میں نے ان سے کہا: بے شک تمہارے اصحاب عروہ بن الزبیر اور محمد بن مسلم الزہری اور ابن یسار یہ کہتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت پانچ دراہم ہے تو انہوں نے کہا: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس میں جاری ہے کہ دس دراہم کی چوری میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۷۳، رقم الحدیث: ۲۸۶۹۶، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

از عبدالرزاق از ابن جریج، وہ بیان کرتے ہیں کہ عطاء کہتے تھے: چور کا ہاتھ دس دراہم سے کم کی چوری میں نہیں کاٹا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

از عبدالرزاق از الثوری از ابن ابی نجیح از عطاء، انہوں نے کہا: دس دراہم کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

از عبدالرزاق از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن شعیب نے خبر دی کہ ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

از عبدالرزاق از ثوری از عبدالرحمٰن بن عبداللہ از القاسم بن عبدالرحمٰن از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ چور کا ہاتھ ایک دینار یا دس دراہم سے کم کی چوری میں نہیں کاٹا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

از عبدالرزاق از المثنی از عمرو بن شعیب از ابن المسیب، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب چور اتنی چوری کرے جو ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

از عبدالرزاق از الحسن بن عمارہ از الحکم بن عتیبہ از یحییٰ بن الجزار از حضرت علی رضی اللہ عنہ، آپ نے فرمایا: ایک دینار یا دس دراہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

از عبدالرزاق از یحییٰ از یزید وغیرہ از ثوری از عطیہ بن عبدالرحمٰن از القاسم بن عبدالرحمٰن، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے کپڑا چرایا تھا، پس انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اس کی قیمت ڈالو، اس کی قیمت ڈالی تو وہ آٹھ دراہم کا کپڑا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۵۲۰، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ ہم نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں بعض احادیث مکرر ہیں لیکن ہمارا مقصود ان احادیث کو درج

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرنے سے یہ بیان کرنا ہے کہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کے نصاب میں دس دراہم کی حدیث بہت زیادہ سندوں کے ساتھ مروی ہے اور کسی حدیث کا زیادہ سندوں کے ساتھ مروی ہونا اس حدیث کی قوت کا سبب ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ چوری کے نصاب میں دس دراہم کی حدیث کی سند بہت قوی ہے۔ اگرچہ چوتھائی دینار اور تین دراہم کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹنے کی احادیث ثابت ہیں لیکن احتیاط اس میں ہے کہ دس دراہم کی احادیث پر عمل کیا جائے، کیونکہ شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے، پس تین درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی حدیث میں یہ شبہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ معتبر دس دراہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنا ہو اور اس شبہ کی وجہ سے تین درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی حد ساقط ہو جائے گی، لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کے نصاب میں دس دراہم کی حدیث پر عمل کیا جائے، اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا مذہب ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۵۔ بَابُ: تَوْبَةِ السَّارِقِ — چور کی توبہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب چور توبہ کر لے تو، توبہ کرنے کی وجہ سے کیا اس سے فاسق کا حکم اٹھ جائے گا حتیٰ کہ اس کی شہادت قبول ہوگی یا نہیں؟ پس اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ چور کی توبہ قبول ہو جائے گی، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک چوری کرنے والی عورت کے متعلق فرمایا: اس نے توبہ کر لی اور اس کی توبہ اچھی تھی۔ اور جب اس طرح ہوگا تو اس کی شہادت سنی جائے گی۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کی شہادت ہر معاملہ میں قبول کی جائے گی جس میں حد لگائی جاتی ہے یا جس میں حد نہیں لگائی جاتی۔ پس امام مالک نے کہا کہ قذف میں، زنا میں اور چوری وغیرہ میں جب چور توبہ کر لیں تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی جب کہ وہ نیک کاموں میں اضافہ کریں۔ اور امام مالک سے ایک یہ بھی روایت ہے کہ ان کی شہادت قذف، زنا اور چوری کے سوا ہر چیز میں قبول کی جائے گی۔

ہمارے اصحاب احناف نے کہا ہے کہ قاذف (کسی بے قصور پر زنا کی تہمت لگانے والے) کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ توبہ کر لے اور اس کی توبہ اچھی ہو اور وہ نیک کام کرتا ہو۔

اور امام بیہقی نے امام شافعی سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ احتمال ہے کہ توبہ کرنے کی وجہ سے اس سے اللہ تعالیٰ کا ہر حق ساقط ہو جائے۔ اور اللیث اور الحسن سے منقول ہے کہ حدود میں سے کوئی چیز ساقط نہیں ہوگی۔ اور امام طحاوی سے منقول ہے کہ ڈاکوؤں کے سوا کسی سے حد ساقط نہیں ہوگی، کیونکہ ڈاکوؤں کے متعلق نصِ صریح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَطَعَ يَدَ امْرَأَةٍ قَالَتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عروہ از حضرت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَائِشَةُ وَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَتَابَتْ وَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا.

عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے ایک عورت کا ہاتھ کاٹ دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ وہ عورت اس کے بعد آتی تھی اور میں اس کی حاجت نبی ﷺ تک پہنچاتی تھی، سو اس نے توبہ کی اور اچھی توبہ کی۔

(صحیح البخاری: ۲۶۴۸، ۳۴۷۵، ۳۷۳۲، ۳۷۳۳، ۴۳۰۴، ۶۷۸۷، ۶۷۸۸، ۶۸۰۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۸، سنن نسائی: ۴۹۰۳)

صحیح البخاری: ۶۷۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے، کیونکہ بابِ مذکور کا عنوان ہے "چور کی توبہ" اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت نے اپنے ہاتھ کاٹے جانے کے بعد توبہ کی اور اچھی توبہ کی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن عبداللہ کا ذکر ہے، یہ اسماعیل بن ابی اویس ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن وہب، یہ عبداللہ بن وہب المصری ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، یہ یونس بن یزید ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔ اور نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عروہ، یہ عروہ بن زبیر ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ کتاب الشہادات میں از اسماعیل بن عبداللہ گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۸۔۴۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی الله عنه قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي رَهْطٍ فَقَالَ أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُونِي فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَأُخِذَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَطَهُورٌ وَمَنْ سَتَرَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی ادریس از حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک جماعت میں رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی، آپ نے فرمایا: میں تمہیں اس پر بیعت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہیں کرو گے اور نہ تم چوری کرو گے اور نہ زنا کرو گے اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ تم کسی بے قصور کے اوپر اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے جھوٹا بہتان لگاؤ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللّٰهُ فَذٰلِكَ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ إِذَا تَابَ السَّارِقُ بَعْدَ مَا قُطِعَ يَدُهُ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ وَكُلُّ مَحْدُودٍ كَذٰلِكَ إِذَا تَابَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ۔

گے اور نہ تم کسی نیکی کے کام میں میری نافرمانی کرو گے، پس تم میں سے جس نے اس عہد کو پورا کر لیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے اور جس نے ان میں سے کوئی کام کر لیا، پس اس کو دنیا میں گرفتار کر لیا گیا تو یہ اس کا کفارہ ہے اور گناہ سے اس کی پاکیزگی اور براءت ہے، اور جس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض ہے، اگر وہ چاہے تو اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو اس کی مغفرت فرما دے۔

امام ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: جب چور نے اپنا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد توبہ کر لی تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی اور ہر وہ جس پر حد لگائی گئی اس کا معاملہ اسی طرح ہے جب وہ توبہ کر لے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۱۸، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۴۸۹۴، ۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۰۵۵، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸، صحیح مسلم: ۱۷۰۹، سنن ترمذی: ۱۴۳۹، سنن نسائی: ۴۱۶۱، سنن داری: ۲۴۵۳)

صحیح البخاری: ۶۸۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح سے ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس پر حد قائم کی گئی اس کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ پاک ہو جائے گا اور بری ہو جائے گا، پھر جب وہ توبہ کر لے تو وہ اپنے پہلے حال کی طرف لوٹ آئے گا اور اس کی شہادت بھی قبول ہو گی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، یہ ابن الیمان ابوجعفر الجعفی ہیں، ان کی نسبت جعفر بن سعد کے قبیلہ کی طرف ہے، اور الجوہری نے کہا: یہ یمن کے قبیلہ کے باپ ہیں اور انہی کی طرف نسبت ہے اور یہ المسندی کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معمر کا ذکر ہے، یہ ابن راشد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوادریس کا ذکر ہے، یہ عائذ اللہ ہیں۔

یہ حدیث اس سے پہلے کتاب الایمان میں ''باب علامۃ الایمان'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۸۷۔ کِتَابُ الْمُحَارِبِیْنَ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ وَالرِّدَّةِ

کفار اور مرتدین میں سے جنگ کرنے والوں کے احکام کا بیان

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس کتاب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کتاب میں کفار اور مرتدین میں سے جنگ کرنے والوں کے احکام کا بیان ہے۔

علامہ بدرالدین عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: اس عنوان کو اس جگہ پر درج کرنے میں اشکال ہے، اور میرا گمان یہ ہے کہ جن لکھنے والوں نے صحیح البخاری کا نسخہ لکھا ہے، انہوں نے اس عنوان کو اپنی جگہ سے الٹ پلٹ کر دیا ہے۔ اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس عنوان کا محل ''کتاب الدیات'' اور ''استتابة المرتدين'' کے درمیان میں ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہاں پر طویل کلام ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی کی مکمل عبارت

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے حافظ ابنِ حجر عسقلانی کی جتنی عبارت نقل کی ہے، اس کے بعد حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے اس طرح لکھا ہے:

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب ابوابِ حدود کے درمیان حائل ہو گئی، کیونکہ امام بخاری نے کتاب الحدود کا عنوان قائم کیا اور اس کو اس حدیث سے شروع کیا کہ ''جب کوئی زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا''۔ اور اس میں چوری کا اور خمر پینے کا ذکر کیا، پھر امام بخاری نے کئی ابواب ذکر کیے جو حدِ خمر سے متعلق تھے، پھر اس کے بعد اسی طرح چوری کا ذکر کیا ہے۔ پس لائق یہ تھا کہ اس کے بعد تیسرے مرتبہ میں ابوابِ زنا کا ذکر کرتے جو کہ اس حدیث کے موافق ہے جس کے ساتھ انہوں نے کتاب الحدود کو شروع کیا ہے۔ پھر اس کے بعد یا تو کتاب المحاربین کو مقدم کرتے یا اس کو مؤخر کرتے، اولیٰ یہ ہے کہ اس کو مؤخر کرتے تاکہ اس کے بعد ''باب استتابة المرتدين'' کا ذکر کرتے، پس یہ اس لائق ہے کہ یہ کتاب الحدود کے جملہ ابواب میں سے ہو۔ اور میں نے علامہ کرمانی کے علاوہ اور کسی کو نہیں دیکھا جو اس پر متنبہ ہوا ہو، کیونکہ وہ ان میں سے کسی چیز کے ''باب اثم الزناة'' کے درپے ہوئے ہیں اور اس کو انہوں نے پورا نہیں کیا جیسا کہ میں عنقریب اس پر متنبہ کروں گا۔

اور نسفی کی روایت میں کچھ اضافہ ہے جس سے یہ اشکال دور ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے ''مِن اهل الکفر والردة'' کے بعد ''ومن یجب علیه الحد فی الزنا'' کا اضافہ کیا، گویا اب عنوان یوں ہو گیا کہ ''کفار اور مرتدین میں سے جنگ کرنے والوں اور جن پر زنا کی حد واجب ہے ان کا بیان''۔ پس اگر یہ عنوان محفوظ ہو تو گویا کہ امام بخاری نے زنا کی حد کے ساتھ اہلِ کفر میں سے جنگ کرنے والوں کو ملا دیا کہ بعض صورتوں میں ان کو قتل کیا جاتا ہے، اس کے برخلاف خمر پینے والوں اور چوری کرنے والوں کو قتل نہیں کیا جاتا۔ اور اس تقدیر پر زیادہ بہتر یہ تھا کہ امام بخاری کتاب کے بجائے باب کا لفظ ذکر کرتے، اور یہ تمام باب کتاب الحدود

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں داخل ہو جاتے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۶۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح پر تعاقب

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی کا یہ قول بہت زیادہ بعید ہے، کیونکہ جب صحیح البخاری کو نقل کیا جا رہا تھا تو امام بخاری کی تصنیف کے زمانہ سے لے کر آج تک صحیح البخاری کے ضبط کے اوپر بہت زیادہ محرکات موجود ہیں، خاص طور پر اس لئے کہ اکابر محدثین اور اکابر شارحین صحیح البخاری کے عنوانات پر مطلع تھے۔

اور اس عنوان کی اس جگہ پر مناسبت موجود ہے، کیونکہ کتاب الحدود اس سے پہلے ان ابواب پر محیط ہے جو خمر پینے، چوری کرنے اور زنا کرنے کی حدود پر مشتمل ہیں، اور یہ معاصی اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرنے اور جنگ کرنے میں داخل ہیں۔

اور نیز صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں نسفی کی روایت سے یہ ثابت ہے کہ ''مِن اھل الکفر والردۃ'' کے بعد ''ومن یجب علیه الحد'' کا اضافہ ہے، اور امام بخاری نے زنا کی حد کو محاربین کے ساتھ ملا دیا۔ پس محاربین کو قتل کرنا بھی اس میں داخل ہے، کیونکہ بعض صورتوں میں محاربین کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

نیز اس قائل نے یہ کہا ہے: اس بناء پر اولیٰ یہ ہے کہ کتاب کے بجائے امام بخاری باب کا لفظ لکھتے تا کہ تمام ابواب کتاب الحدود میں داخل ہو جاتے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں، میں کہتا ہوں: اس کتاب میں ایسے ابواب ہیں جن کا تعلق صرف محاربین کے ساتھ ہے۔ پس اب یہاں کتاب کا لفظ ذکر کرنا زیادہ مناسب تھا تا کہ وہ تمام ابواب کو شامل ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰ ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کو رد کرنا

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: علامہ عینی کا اعتراض حافظ ابنِ حجر عسقلانی کی عبارت کو رد نہیں کرتا کیونکہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی یہ کہتے ہیں کہ تمام ابواب کتاب الحدود میں داخل ہیں، اب اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ بعض ابواب حدود میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ محاربین میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدود میں داخل نہ ہوں، پس اللہ تعالیٰ اپنے احسان اور کرم سے ہم پر عافیت کی نعمت کو ہمیشہ برقرار رکھے۔ (انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۵۰۔ ۴۴۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

۱۶۔ بَابُ: اَلْمُحَارِبِيْنَ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ وَالرِّدَّةِ

کفار اور مرتدین سے جنگ کرنے والوں کے احکام کا بیان

وقول الله تعالىٰ: إِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يُصَلَّبُوٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ (المائدہ: ۳۳)

ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر ہے ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں'' اس سے ان کی مراد کفار ہیں نہ کہ ڈاکو۔ اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت ڈاکوؤں کے حق میں ہے اور یہی امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے ان میں حسن بصری، ضحاک، عطاء اور زہری ہیں۔ اور علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ یہ آیت اہل الذمہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مرتدین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اور یہ تمام اقوال غلط ہیں۔ اور جنھوں نے یہ کہا کہ یہ آیت مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ معنی اس کے منافی نہیں ہے کہ یہ مرتدین اور مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ یہ آیت اگرچہ خاص مرتدین کے متعلق نازل ہوئی ہے تاہم اس کے الفاظ عام ہیں اور اس کے معنی میں ہر وہ شخص داخل ہے جو ان ڈاکوؤں کے مثل کام کرے اور اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرے اور زمین میں فساد کرے۔

آیت مذکورہ کے متعلق فقہاء کے اقوال کی ترتیب

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت مسلمان ڈاکو کی حد کے بیان میں مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے، ان میں سے امام مالک نے کہا: جب ڈاکو راستہ میں ہتھیار اٹھائے اور لوگوں کو ڈرائے دھمکائے اور نہ قتل کرے اور نہ مال چھینے تو اس کے معاملہ میں امام کو اختیار دیا جائے گا، اگر اس کی رائے یہ ہو کہ اس ڈاکو کو قتل کیا جائے یا اس کو سولی پر چڑھایا جائے یا اس کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا اس کو شہر بدر کیا جائے تو وہ اس طرح کر سکتا ہے۔ اور فقہاء کوفہ اور امام شافعی نے کہا ہے: جب ڈاکو نے کسی کو قتل نہ کیا ہو اور نہ مال چھینا ہو تو اس پر صرف تعزیر ہے، امام اس کو صرف اس وقت قتل کرے گا جب اس نے قتل کیا ہو اور اس کے ہاتھ پیر مخالف جانب سے اس وقت کاٹے گا جب اس نے چوری کی ہو۔ اور اس کو سولی پر اس وقت چڑھائے گا جب اس نے مال چھینا ہو اور قتل بھی کیا ہو۔ اور اس کو شہر بدر اس وقت کرے گا جب اس نے اس میں سے کچھ بھی نہیں کیا ہو، اور امام کو اس میں اختیار نہیں ہوگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک شہر بدر کرنا اس کو اس کے شہر سے نکالنے کی تعزیر ہے، اور جمہور مالکیہ نے کہا ہے: شہر بدر کرنا یہ ہے کہ اس کو دوسرے شہر میں قید کر دیا جائے۔

اور ''التلویح'' میں مذکور ہے: امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ قید کرنا شہر بدر کرنے کی ضد ہے اور شہر بدر کرنے کا معنی ہے: اس کو اس کے وطن سے نکال دینا، کیونکہ یہ اس کو ڈاکے سے روکنے میں زیادہ بلیغ ہے۔ پھر اس کو اس جگہ قید کیا جائے جس طرف وہ نکلا ہے حتیٰ کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کی توبہ ظاہر ہو جائے اور یہ شہر بدر کرنے کی حقیقت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۱-۴۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ الْجَرْمِيُّ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنهُ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ نَفَرٌ مِنْ عُكْلٍ فَأَسْلَمُوا فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَفَعَلُوا فَصَحُّوا فَارْتَدُّوا وَقَتَلُوا رُعَاتَهَا وَاسْتَاقُوا الْإِبِلَ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ ثُمَّ لَمْ يَحْسِمْهُمْ حَتَّى مَاتُوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوقلابہ الجرمی نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس قبیلہ عُکل کی ایک جماعت آئی، سو انہوں نے اسلام قبول کرلیا، پھر ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی تو نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کے پاس جائیں اور اونٹوں کا پیشاب اور اونٹنیوں کا دودھ پئیں، سو انہوں نے ایسا کیا، پس وہ تندرست ہو گئے اور دینِ اسلام سے مرتد ہو گئے اور اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، نبی ﷺ نے ان کا پیچھا کرنے کے لیے صحابہ کو بھیجا، سو ان کو لایا گیا، پس آپ نے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ دیا اور ان کی آنکھوں کے ڈھیلے کو نکال لیا اور ان کو اندھا کر دیا اور ان کے زخموں پر داغ نہیں لگایا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۷، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۶۸۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الولید بن مسلم، یہ اموی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاوزاعی، یہ عبدالرحمٰن بن عمرو ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقلابہ، یہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں، ان کو بصرہ میں قاضی بنانے کا ارادہ کیا گیا تھا، یہ شام کی طرف بھاگ گئے اور وہیں پر ۱۰۴ یا ۱۰۵ھ میں فوت ہو گئے، اس وقت یزید بن عبدالملک کی حکومت تھی۔

یہ حدیث کتاب الوضوء میں ''باب ابوال الابل والدواب والغنم'' میں گزر چکی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نفر من العکل" نفر کا معنی ہے انسان کا قبیلہ اور اس کے رشتہ دار اور یہ اسم جمع ہے اور خصوصاً مردوں کی جماعت پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو تین سے لے کر دس تک ہیں اور اس کا کسی لفظ سے واحد نہیں آتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عُکل" (عین پر پیش اور کاف پر جزم) یہ قبیلہ کا نام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاجتووا" یہ الاجتواء سے ماخوذ ہے، یعنی انہوں نے مدینہ میں رہنے کو ناپسند کیا کیونکہ وہاں پر انہیں کوئی بیماری لگ گئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وسمل اعینھم" یعنی ان کی آنکھوں کو نکال کر ان کو اندھا کر دیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولم یحسمھم" اس کا معنی ہے: زخم کے اوپر لوہا گرم کر کے لگانا تاکہ خون رک جائے، سو ان کے زخموں پر لوہا گرم کر کے نہیں لگایا گیا اور ان کے خون کو نہیں روکا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۱۔۴۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پر دلائل کہ آیتِ محاربہ مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے نہ کہ کفار اور مرتدین کے متعلق

اس حدیث میں امام بخاری کا یہ نظریہ ہے کہ آیت محاربہ اہلِ کفر اور مرتدین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا۔

امام عبدالرزاق نے اپنی روایت میں اس کو بیان کیا ہے۔ امام عبدالرزاق نے اس حدیث کو از معمر از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں مذکور ہے کہ قتادہ نے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ (المائدہ: ۳۳)	اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۝

(مصنف عبدالرزاق: ج ۱۰ ص ۱۰۷۔۱۰۶، رقم الحدیث: ۱۸۵۳۸)

اور امام عبدالرزاق نے اس حدیث کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۰۸۔۱۰۷، رقم الحدیث: ۱۸۵۴۱)

اور جن فقہاء نے یہ کہا کہ یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ الحسن البصری اور الضحاک ہیں۔ (تفسیر الطبری ج ۴ ص ۵۴۷)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور عطاء اور الزہری ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۰۶، رقم الحدیث: ۱۸۵۴۷)

اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو مسلمانوں کے خلاف خروج کریں اور زمین میں فساد کریں اور راستوں میں ڈاکے ڈالیں۔ یہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور فقہاء کوفہ اور امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے۔ مگر ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ محارب کی حد اس کے جرم اور گناہ کے اعتبار سے ہے جیسا کہ اس کی تفسیر میں آئے گا۔ اور علامہ ابن القصار نے کہا: ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اہل الذمہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے اپنے عہدِ ذمہ کو توڑ دیا تھا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت مرتدین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان میں سے ہر قول خطاء ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ یہ آیت مخصوص مرتدین کے متعلق نازل ہوئی ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ یہ آیت عرینیین کے متعلق نازل ہوئی ہے، سو یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ یہ آیت مرتدین اور مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ اس آیت کے الفاظ عام ہیں اور ان الفاظ کے معنی میں ہر وہ شخص داخل ہے جو ان کی مثل ڈاکے ڈالے اور زمین میں فساد کرے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے سفر میں نماز کے قصر کرنے کو خوف کی شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ﱪ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو (اس میں) کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرلو، اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے، بے شک کافر تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں O

(النساء: ۱۰۱)

پھر یہ ثابت ہے کہ سفر میں مسلمانوں کے لئے نماز کو قصر کرنے کی رخصت ہے خواہ انہیں کفار کے حملہ کا خوف نہ ہو، جیسا کہ درجِ ذیل حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

امام مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم سفر میں قصر کرلو۔ (النساء: ۱۰۱) اور اب لوگ سفر میں کفار کے حملہ سے مامون ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس وجہ سے تم کو تعجب ہوا ہے اس وجہ سے مجھے بھی تعجب ہوا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (قصر) صدقہ ہے جس کا اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے، تم اس کے صدقہ کو قبول کرلو۔

(صحیح مسلم: ۶۸۶، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۰، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵، سنن دارمی: ۱۵۰۴، صحیح ابن خزیمہ: ۹۴۵، مسند احمد: ۱۷۴، سنن کبریٰ للبیہقی: ج ۳ ص ۱۴۰۔۱۴۱)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ اللہ کے صدقہ کو قبول کرو اور اصل میں امر وجوب کے لیے آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے، سو اگر کسی مسلمان نے دانستہ سفر میں پوری نماز پڑھی تو وہ گناہگار ہوگا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

امیہ بن خالد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ قرآنِ مجید میں حضر (غیر سفر) میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نمازِ خوف کا بھی قرآن میں ذکر ہے اور سفر میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ہم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے کہ ہم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا ہے ہم وہی کرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ:۱۰۶۶، سنن نسائی:۱۴۳۴)

خلاصہ یہ ہے کہ حسن بصری، ضحاک، عطاء اور الزہری وغیرہم نے کہا ہے کہ آیت محاربہ (المائدہ:۳۳) مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ یہ آیت اہلِ ذمہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک یہ آیت مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: اور ظاہر القرآن اور مسلمانوں کا عمل جو تواتر سے ثابت ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدود مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں، جیسا کہ قاضی اسماعیل نے کہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۬ ذٰلِكَ ؕۛ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ (محمد:۴)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے گرفتار کرلو (پھر تم کو اختیار ہے) خواہ تم ان پر احسان کرکے ان کو (بلا معاوضہ) چھوڑ دو، یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو، حتیٰ کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے، یہی حکم ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو (ازخود) ان سے انتقام لیتا (لیکن وہ یہ چاہتا ہے) کہ وہ تم میں سے ایک فریق کو دوسرے فریق کے ذریعہ آزمائے اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کیے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۝

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (التوبہ:۳۶)

اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو جیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۝

پس اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو صرف قتل کرنے کا یا ان سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ مسلمانوں سے دین پر جنگ کرتے ہیں اور ان کو چوری اور ڈاکے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

محاربین اگر کفار ہوں یا مسلمان ہوں تو ان کے الگ الگ احکام

معتمد یہ ہے کہ آیت محاربہ اولاً مشرکین کے متعلق نازل ہوئی اور یہ اپنے عموم کے اعتبار سے ان مسلمانوں کو بھی شامل ہے جو ڈاکہ ڈالتے ہیں لیکن دونوں فریقوں کی سزا مختلف ہے، پس اگر محاربین کفار ہوں تو جب امام ان کے اوپر غلبہ پالے تو اس کو اختیار دیا جائے گا اور اگر محاربین مسلمان ہوں تو اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے اور وہ امام شافعی اور فقہاء احناف کا قول ہے کہ ان کے جرم میں غور کیا جائے گا جس محارب نے قتل کیا اس کو قتل کیا جائے گا اور جس محارب نے مال چھینا اس کے ہاتھ پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں گے اور جس نے نہ قتل کیا اور نہ مال چھینا تو اس کو شہر بدر کیا جائے گا۔ اور امام مالک نے کہا: بلکہ امام کو محارب مسلم کے متعلق تین چیزوں میں اختیار دیا جائے گا۔

اور اس آیت میں جو نفی یعنی شہر بدر کرنے کا حکم ہے اس میں اختلاف ہے، امام مالک اور شافعی نے کہا: جس شہر میں جرم کیا ہے وہاں سے کسی دوسرے شہر کی طرف نکال دیا جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ سے روایت ہے بلکہ اسے اسی شہر میں قید کیا جائے گا۔ اور اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ اسی شہر میں اس کا مقیم رہنا خواہ قید میں ہو تو یہ شہر بدر کرنے کی ضد ہے، کیونکہ شہر بدر کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ اس کو اس شہر سے نکال دیا جائے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۶۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۷۔ بَابٌ: لَمْ يَحْسِمِ النَّبِيُّ ﷺ الْمُحَارِبِينَ مِنْ أَهْلِ الرِّدَّةِ حَتَّى هَلَكُوا

نبی ﷺ نے مرتدین میں سے محاربین کے زخموں پر (گرم تیل سے) داغ نہیں لگایا حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو گئے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ نبی ﷺ نے مرتدین میں سے محاربین پر حسم نہیں کیا اور حسم کی تفسیر اب بیان کی جارہی ہے۔

شارح بخاری علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: حسم سے مراد یہاں پر یہ ہے کہ ہاتھ کو کاٹنے کے بعد گرم تیل میں رکھا جائے، یہ حسم کی ایک صورت ہے اور حسم کا اس صورت میں حصر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ أَبُو يَعْلَى حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَطَعَ الْعُرَنِيِّينَ وَلَمْ يَحْسِمْهُمْ حَتَّى مَاتُوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الصلت ابویعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے الاوزاعی نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے عرنیین کے ہاتھ کاٹے اور ان پر گرم تیل سے داغ نہیں لگایا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۴۰۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۸، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۶۸۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک اور سند ہے اور اس میں اختصار کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن الصلت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں الولید کا ذکر کیا گیا ہے، یہ الولید بن مسلم ہیں اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، یہ ابن ابی کثیر الیمامی الطائی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قطع العرنیین" عُرنیین میں عرینۃ کی طرف نسبت ہے، یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ یہ لوگ قبیلہ عکل میں سے تھے، اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کا تعلق ان دونوں قبیلوں میں سے تھا۔ اور امام بخاری کی کتاب المغازی میں یہ گزر چکا ہے کہ کچھ لوگ عکل اور عرینۃ میں سے تھے۔

اور امام ابوالشیخ کی "کتاب القطع والسرقۃ" میں مذکور ہے کہ ایک روایت ہے کہ یہ مزینۃ میں سے تھے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ سُلیم اور بنو عرینۃ میں سے تھے جن کا تعلق قبیلہ بجیلۃ سے تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنے کے بعد آگ میں جلا دیا۔ اور اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے دو کی آنکھیں پھوڑ دیں، اور دو کے ہاتھ کاٹ دیئے اور دو کو سولی پر چڑھا دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مجرموں کو مثلہ کرنے کے متعلق روایات اور فقہاء کی آراء

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیین کے ساتھ جو کارروائی کی اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ سلف صالحین میں سے ایک جماعت نے کہا: یہ واقعہ محاربین کے متعلق آیت نازل ہونے سے پہلے کا ہے، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حدود کے احکام نازل ہوئے اور آپ کو مثلہ کرنے سے منع فرما دیا، لہٰذا عرنیین کی حدیث منسوخ ہوگئی، یہ ابن سیرین اور سعید بن جبیر اور ابوالزناد سے روایت ہے۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا کہ مُثلہ کرنا منسوخ نہیں ہے اور انہی کے متعلق محاربین کی آیت نازل ہوئی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عُرنیین کے ساتھ جو کارروائی کی وہ قصاص تھی، کیونکہ عرنیین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کے ساتھ اسی کی مثل کیا تھا، اس کو اہل السیر نے ذکر کیا ہے۔

محمد بن فلیح نے از موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب روایت کی ہے کہ عرنیین نے یسار کو قتل کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چرواہا تھا، پھر انہوں نے اس کا مُثلہ کیا اور اونٹوں کو چرا کر لے گئے۔

اور امام ابنِ اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ مجھے بعض اہلِ علم نے از محمد بن طلحہ از عثمان بن عبدالرحمٰن روایت کی کہ غزوہ محارب اور بنو ثعلبہ میں رسول اللہ ﷺ کو ایک غلام ملا جس کو یسار کہا جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو اونٹنیوں میں چرواہا مقرر کر دیا، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس قریش کی ایک جماعت آئی اور مدینہ میں ٹھہری اور ان کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی، تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اونٹنیوں کے باڑے میں چلے جائیں اور ان کا پیشاب اور ان کا دودھ پئیں، پس وہ اونٹنیوں کے باڑے میں چلے گئے، جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے یسار پر حملہ کیا، سو اس کو ذبح کر دیا۔ اور اس کی دونوں آنکھوں میں کانٹے ٹھونک دیے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۳۱۹۔۳۱۸)

اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرنیین کی آنکھوں کو پھوڑ ڈالا، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کی آنکھوں کو پھوڑا تھا، پھر کہا: یہ حدیث غریب ہے۔ (سنن ترمذی: ۷۳)

اور امام ابوالشیخ کی "کتاب القطع والسرقة" میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے دو کی آنکھیں پھوڑ دیں اور دو کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور دو کو سولی پر چڑھا دیا۔

اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ یہ لوگ مزینة سے تعلق رکھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ سُلَیم سے تعلق رکھتے تھے۔ اور بنو عرینة بجیلة کے قبیلہ سے تھے، اور آپ نے ان کو قتل کرنے کے بعد آگ میں جلا دیا تھا۔ اور آپ نے اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی کو مُثلہ نہیں کیا اور آپ نے مُثلہ سے منع فرمایا۔

علامہ ابنِ بطال نے کہا ہے: جب فقہاء کا اس حدیث کی تاویل میں اختلاف ہے، تو ہم نے یہ جاننے کا ارادہ کیا کہ دو تاویلوں میں سے کون سی تاویل اولیٰ ہے، پس ہم نے دیکھا کہ عرنیین کی حدیث کے مطابق صحابہ کا عمل ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ عرنیین کی حدیث میں جو مثلہ کرنے کا ذکر ہے وہ منسوخ نہیں ہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ایاس کو آگ میں زندہ جلا دیا تھا، کیونکہ وہ مرتد ہو گیا تھا اور اسلام کے خلاف قتال کرتا تھا اور اس کو اس کی زندیقی کی بناء پر جلا دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۴۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

اور "عللِ ابن ابی حاتم" میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے الزُّط کی ایک قوم کو زندہ جلا دیا تھا جنہوں نے بت بنا لیا تھا۔

اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ دشمن کے جہاز کو جلا دیا جائے خواہ اس میں مسلمان قیدی ہوں اور انہوں نے کہا: قلعوں پر منجنیق سے آگ برسائی جائے اور قلعوں میں جو بچے ہیں ان کو بھی جلا دیا جائے۔

علامہ المھلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: یہ تمام روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو مُثلہ سے منع فرمایا ہے یہ بطور تحریم منع نہیں فرمایا، بلکہ یہ بطور استحباب منع فرمایا ہے، پس واجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرنیین کے ساتھ جو کیا وہ اس آیت کے مخالف نہیں ہے۔

علامہ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ بعض اہلِ علم نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرنیین میں جو حکم دیا تھا وہ ثابت ہے اور کسی چیز نے اس کو منسوخ نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی احکام دیئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان احکام کے مطابق

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حکم دیا اور اس حکم میں اضافہ کیا اور یہ زائد ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر سو کوڑے مارنے کو واجب کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا اضافہ کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے لعان کرنے والوں کے درمیان لعان کو واجب کیا اور شارع علیہ السلام نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی اور یہ کتاب اللہ میں مذکور نہیں ہے۔ اور آپ نے بچے کو ماں کے ساتھ ملا دیا اور شوہر سے اس کی نفی کر دی۔ اور تمام علماء کا اس کے قبول کرنے کے اوپر اجماع ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۴۲۳)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۳۱۔ ۱۳۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

۱۸۔ بَابٌ: لَمْ يُسْقَ الْمُرْتَدُّوْنَ الْمُحَارِبُوْنَ حَتّٰى مَاتُوْا

مرتدین محاربین کو پانی نہیں پلایا گیا حتیٰ کہ وہ مر گئے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ مرتدین محاربین کو پانی نہیں پلایا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ وُهَيْبٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانُوا فِي الصُّفَّةِ فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَبْغِنَا رِسْلًا فَقَالَ مَا أَجِدُ لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوا بِإِبِلِ رَسُولِ اللهِ فَأَتَوْهَا فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا حَتَّى صَحُّوا وَسَمِنُوا وَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَأَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّرِيخُ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتَّى أُتِيَ بِهِمْ فَأَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ وَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَمَا حَسَمَهُمْ ثُمَّ أُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَمَا سُقُوا حَتَّى مَاتُوا قَالَ أَبُو قِلَابَةَ سَرَقُوا وَقَتَلُوا وَحَارَبُوا اللهَ وَرَسُولَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از وہیب از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ عکل سے ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور وہ صفہ میں تھے، ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے دودھ تلاش کیجئے، آپ نے فرمایا: میں تمہارے لیے دودھ نہیں پاتا، سوا اس کے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے ساتھ جا کر مل جاؤ، پس یہ وہاں پر گئے، پس انہوں نے اونٹنیوں کا دودھ پیا اور پیشاب پیا حتیٰ کہ تندرست ہو گئے اور فربہ ہو گئے، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک فریاد کرنے والا آیا تو آپ نے ان کی تلاش میں صحابہ کو بھیجا، ابھی دن نہیں چڑھا تھا حتیٰ کہ ان کو لایا گیا، پس آپ کے حکم سے لوہے کی کیلوں کو گرم کیا گیا اور آپ نے انہیں ان کی آنکھوں میں پھیرا اور ان کے ہاتھ اور پیر کاٹے اور ان پر گرم تیل نہیں لگایا، پھر ان کو سیاہ پتھریلی زمین

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں ڈال دیا گیا، وہ پانی طلب کر رہے تھے تو ان کو پانی نہیں پلایا گیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔

ابو قلابہ نے کہا: انہوں نے چوری کی اور قتل کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابو داؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۷، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۶۸۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو حدیث مذکور ہے یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے۔ امام بخاری نے اس کا یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ''عرنیین کو پانی نہیں دیا گیا''۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''قدم رهط من عكل'' رهط کا معنی ہے: کسی مرد کے اہل سے دس سے کم مرد، اور کہا گیا ہے کہ ان کا عدد چالیس تک ہے اور ان میں کوئی عورت نہ ہو، اور اس لفظ سے اس کا واحد اسی لفظ سے نہیں آتا، اس کی جمع ارھط، ارھاط اور اراھط آتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی الصفة'' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک چبوترہ ہے جو غرباء، فقراء اور مہاجرین کا مسکن تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابغنا رِسلا'' یعنی آپ ہمارے لیے دودھ منگوائیے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ما اجد لكم الا ان تلحقوا بابل رسول الله صلى الله عليه وسلم'' بعض شارحین نے کہا: اس میں تجرید ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ یہ التفات ہے جیسے تم کہو کہ ''الخلیفۃ امیر المومنین تمہیں فلاں چیز لکھنے کے لیے کہتے ہیں''۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ تھے''، اور اس سے پہلے گزرا ہے کہ وہ صدقہ کے اونٹ تھے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ وہ اونٹ ملے جلے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ان کے زخم پر گرم تیل نہیں لگایا گیا'' کیونکہ وہ کفار تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا تھا اور نہ آپ نے ان کو پانی پلانے سے منع فرمایا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی الحرة'' یہ سیاہ پتھروں والی زمین کو کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عرنیین کو پیاس کے وقت پانی نہ پلانے کی توجیہ

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس پر حد واجب ہو، عام ازیں کہ یہ حد اس کے قتل تک پہنچتی ہو یا نہیں، اس سے پانی کو منع نہیں کیا جائے گا، تا کہ اس کے اوپر دو عذاب جمع نہ ہوں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو حکم دیا ہے کہ وہ احسان کے ساتھ قتل کرے اور حیوان کے ذبح کرنے والے کو حکم دیا ہے کہ وہ چھری کو تیز کرلے۔

اور عرنیین کو پانی نہ دینے کی توجیہ یہ ہے حتیٰ کہ وہ مر گئے جیسا کہ ان کے زخموں پر گرم تیل نہ لگانے کی توجیہ ہے۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ ان کو پانی نہ دینے کی وجہ یہ ہے اور اللہ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ انہوں نے اس رات اونٹنیاں چرا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنیوں کے دودھ سے پیاسا رکھا تھا حتیٰ کہ انہوں نے ارتداد کے ساتھ سر اٹھایا اور ڈاکہ کے ساتھ اور قتل کے ساتھ تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ ان کو اس کی سزا دیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنیوں کے دودھ سے پیاسا رکھا، پس یہ سزا ان کے جرم کے مطابق تھی۔

اور اس کے قریب توجیہ یہ ہے کہ ابن وہب نے از معاویہ بن صالح اور یحییٰ بن ایوب روایت کی ہے از یحییٰ بن سعید اور از سعید بن المسیب اور اس حدیث کا ذکر کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹنیاں چرا کر لے گئے یا بھگا کر لے گئے، پس انہوں نے زعم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس کو پیاسا رکھے جس نے آج رات آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیاسا رکھا" پس ان کو پانی پینے کے لیے نہ دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی مقبولیت کی وجہ سے تھا۔

امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی المتوفی ۳۰۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ عرب کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، سو انہوں نے اسلام قبول کیا، پھر وہ بیمار ہوگئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اونٹنیوں کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کا دودھ پئیں، پھر وہ انہیں میں رہے، پھر انہوں نے اس چرواہے کا قصد کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام تھا، سو اس کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو چرا کر اور بھگا کر لے گئے، پس راویوں نے زعم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ان کو پیاسا رکھ جنہوں نے آج رات آل محمد کو پیاسا رکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طلب میں صحابہ کو بھیجا، پس وہ پکڑے گئے اور ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹا گیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں، اور معاویہ بن صالح کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ اونٹنیوں کو مشرکین کی زمین میں چرا کر لے گئے تھے۔

(سنن نسائی: ۴۰۴۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ، تحفۃ الاشراف: ۱۸۷۵۲)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں کہا ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ" اور کتاب المحاربین کے شروع میں کہا ہے "صدقہ کے اونٹ" ان میں تطبیق کس طرح ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق اس طرح سے ہے اور اللہ ہی زیادہ بہتر جاننے والا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت میں سے اونٹوں کا اپنا حصہ ملا تھا، اور آپ ان اونٹنیوں کا دودھ پیتے تھے اور وہ اونٹنیاں صدقہ کے اونٹوں کے ساتھ چرتی تھیں، تو اس وجہ سے اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا کہ وہ آپ کے اونٹ تھے اور دوسری جگہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ صدقہ کے اونٹ تھے۔ تو یہ اونٹنیاں کثرت کی وجہ سے ایک ساتھ رہتی تھیں اور ایک ساتھ چرتی تھیں۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۰۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال کی عبارت کو ان کے حوالہ کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ توجیہ اس کے منافی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پانی نہ دے کر ان کو سزا دی، جیسا کہ ثابت ہے کہ آپ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں، اور آپ نے ان کو چھوڑے رکھا حتیٰ کہ وہ مر گئے، کیونکہ آپ کا ارادہ ان کو ہلاک کرنے کا تھا جیسا کہ ان کے زخموں پر گرم تیل نہ لگانا اس لئے تھا کہ ان کا خون بہتا رہے اور وہ مر جائیں۔ اور جس نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پانی دیے بغیر مرنے دیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۶۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

عرنیین کو سخت سزا دینے اور ان پر رحم نہ فرمانے کی توجیہ از مصنف

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کفار کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرتے تھے تو آپ نے ان کو اتنی سخت سزا کیوں دی؟
اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ان کے ساتھ حسنِ سلوک فرماتے تھے جن کے اسلام لانے کی آپ کو توقع ہوتی تھی اور چونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے مطلع فرما دیا تھا کہ ان لوگوں نے پھر اسلام کو قبول نہیں کرنا تو اس لئے آپ نے ان کو سخت سزا دی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ سراپا رحمت تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی حدود کو جاری کرنے میں آپ کوئی نرمی نہیں کرتے تھے اور چونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کی ناشکری کی، آپ کی اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹنیوں کو بھگا کر مشرکین کی سرزمین تک لے گئے حتیٰ کہ اس رات آپ اور آپ کی آل کو دودھ سے پیاسا رکھا، تو ان کے اس جرم کے بدلہ میں ان کو یہ سخت سزا دی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۹۔ بَابُ: سَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْيُنَ الْمُحَارِبِينَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا محاربین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:
سَمْر (سین پر زبر اور میم پر جزم) کا معنی ہے: لوہے کی کیلوں یا سلائیوں کو گرم کر کے آنکھوں میں اس طرح پھیرنا جس طرح سرمہ لگاتے ہیں۔ اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے کی سلائیوں کو گرم کر کے محاربین کی آنکھوں میں پھیرا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۳۔ ۴۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَهْطًا مِنْ عُكْلٍ أَوْ قَالَ عُرَيْنَةَ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ مِنْ عُكْلٍ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابوقلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ عُکل کی ایک جماعت یا کہا عرینة کی ایک جماعت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فَيَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَشَرِبُوا حَتَّى إِذَا بَرِئُوا قَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم غُدْوَةً فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي إِثْرِهِمْ فَمَا ارْتَفَعَ النَّهَارُ حَتَّى جِيءَ بِهِمْ فَأَمَرَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ فَأُلْقُوا بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَلَا يُسْقَوْنَ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ سَرَقُوا وَقَتَلُوا وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔

اور میرے علم میں صرف یہ ہے کہ انہوں نے کہا: عُکل کی ایک جماعت مدینہ میں آئی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دودھ دینے والی اونٹنیوں کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ یہ وہاں جائیں اور ان کے پیشاب اور ان کے دودھ کو پئیں، سو انہوں نے پیا حتیٰ کہ وہ تندرست ہو گئے، پھر انہوں نے اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کیا اور ان اونٹوں کو چرا کر بھگا کر لے گئے، پس صبح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی، آپ نے ان کی تلاش میں صحابہ کو بھیجا، پھر جب دن چڑھ گیا تو ان کو لایا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹا جائے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری جائیں، انہیں حرۃ (سیاہ پتھریلی زمین) میں ڈال دیا گیا، وہ پانی مانگتے تھے تو ان کو پانی نہیں دیا گیا۔

ابوقلابہ نے کہا: ان لوگوں نے چوری کی اور قتل کیا اور ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ یعنی جنگ کی۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۷، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

صحیح البخاری: ۶۸۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک اور سند ہے اور اس کا عنوان قائم کیا ہے ''آنکھوں میں گرم سلائیاں ڈالنا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حماد کا ذکر ہے، یہ ابنِ زید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، یہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوقلابہ کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''لقاح'' کا لفظ مذکور ہے اور یہ اللقحۃ کی جمع ہے اور یہ دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ اذا برءوا'' یہ لفظ ''برأت من المرض'' سے ماخوذ ہے یعنی جب کوئی مرد کسی بیماری سے نجات پالے تو کہا جاتا ہے ''برأ''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''النعم'' (نون اور عین دونوں پر زبر ہے) یہ الانعام کا واحد ہے، اور اس کا معنی ہے: چرنے والے مویشی۔ اور اس کا اکثر اطلاق اونٹوں پر ہوتا ہے۔ الفراء نے کہا: یہ مذکر ہے اور اس کا مؤنث پر اطلاق نہیں ہوتا، عرب کہتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ھذا نعم، اور اس کی جمع نعمان ہے جیسے جمل کی جمع جملان ہے، اور الانعام کا مذکر پر بھی اطلاق ہوتا ہے اور مونث پر بھی۔
اس حدیث میں مذکور ہے "قال ابوقلابۃ" ان کا نام عبداللہ ہے اور یہ اس حدیث کے راوی ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ لوگ یعنی عکل کے لوگ یا عرنیون۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

عرنیین کو پیشاب پلانے کا حکم دینے کی توجیہ از مصنف

عرنیین پہلے اونٹوں کے باڑے میں رہتے تھے اور اونٹنیوں کا دودھ پیتے تھے اور ان کا پیشاب بھی پیتے تھے اور جب وہ مدینہ میں آئے اور انہیں پینے کے لیے اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب نہیں ملا تو وہ بیمار پڑ گئے۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ انہیں اونٹنیوں کے پاس رکھا جائے اور انہیں ان کا دودھ اور پیشاب پلایا جائے تا کہ وہ اپنی غذا کی طرف لوٹ آئیں اور تندرست ہو جائیں۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ پیشاب تو نجس ہے اور نجس چیز میں شفاء نہیں ہوتی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا حکم کس سبب سے دیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی سے جان لیا تھا کہ ان کا علاج اونٹنیوں کا پیشاب پینے سے ہی ہو سکتا ہے، اس لئے آپ نے ان کو اونٹنیوں کا پیشاب پلانے کا حکم دیا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی حلال چیز سے شفاء ممکن نہ ہو تو علاج کے لیے کسی حرام چیز کو بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کا علاج پیشاب پینے سے ہی ہو سکتا ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے علم کا کوئی ایسا ذریعہ میسر نہیں ہے، اس لیے ان کے علاج میں حتی الامکان حرام چیز سے گریز کرنا لازم ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عرنیین کو محاربین میں شامل کرنے پر ایک اشکال کا جواب

امام بخاری نے عرنیین کو محاربین میں شامل کیا ہے اور محاربین کے متعلق قرآن مجید میں مذکور ہے:
ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ (المائدہ: ۳۳) یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے O
اس آیت سے معلوم ہوا کہ محاربین پر دنیا میں بھی حد جاری کی جاتی ہے اور آخرت میں بھی ان کو عذاب ہوتا ہے، حالانکہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ گزر چکا ہے کہ جس پر دنیا میں حد قائم کردی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہو جاتی ہے، تو عرنیین کے لیے حد کفارہ کیوں نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ان کے ساتھ مخصوص ہے جو آخر وقت تک اسلام پر قائم رہے اور انہوں نے حالتِ اسلام میں ڈاکہ ڈالا اور قتل کیا اور ان پر حد جاری کردی گئی اور حد کے جاری ہونے سے پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر توبہ کرلی تو پھر ان کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾ (المائدہ:۳۴)

ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی، سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے O

اور عرنیین کے لیے حد کفارہ اس لیے نہیں ہوئی کہ وہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو چکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۔ (النساء:۴۸)

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۶۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۰۔ بَابُ: فَضْلِ مَنْ تَرَكَ الْفَوَاحِشَ

جس نے بے حیائی کے کام ترک کیے، اس کی فضیلت

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس شخص کی فضیلت کا بیان ہے جس نے بے حیائی کے کام ترک کیے۔ فواحش، فاحشة کی جمع ہے، اور یہ ہر وہ فعل یا قول ہے جس کا گناہ بہت شدید ہے، اسی طرح الفحشاء اور الفحش کا معنی ہے۔ اور بے حیائی کی باتوں کو الکلام الفاحش کہا جاتا ہے اور غالباً اس کا اطلاق زنا پر ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَآءَ سَبِيلًا ﴿٣٢﴾ (بنی اسرائیل:۳۲)

اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے O

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۴۔۴۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ فِي خَلَاءٍ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ إِلٰى نَفْسِهَا قَالَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا صَنَعَتْ يَمِينُهٗ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از عبید اللہ بن عمر از خبیب بن عبد الرحمٰن از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات مردوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کسی کا سایا نہ ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پروان چڑھا (۳) وہ مرد جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کو یاد کیا، پھر اس کی آنکھوں نے آنسو بہائے (۴) وہ مرد جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے (۵) وہ دو مرد جو اللہ کی محبت کے سبب سے آپس میں ملتے ہیں (۶) وہ مرد جس کو کسی اقتدار والی اور خوبصورت عورت نے اپنے نفس کی طرف گناہ کی دعوت دی تو اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۷) وہ مرد جس نے ایک صدقہ دیا پس اس کو چھپا کر دیا حتیٰ کہ بائیں ہاتھ نے نہ جانا کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا کیا۔

(صحیح البخاری: ۶۶۰، ۱۴۲۳، ۶۴۷۹، ۶۸۰۶، صحیح مسلم: ۱۰۳۱، سنن ترمذی: ۲۳۹۱، سنن نسائی: ۵۳۸۰، مسند احمد: ۹۳۷۳، موطا امام مالک: ۱۷۷۷)

صحیح البخاری: ۶۸۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "بے حیائی کے کام کو ترک کرنے کی فضیلت" اور اس باب میں یہ حدیث ہے کہ "ایک مرد کو کسی اقتدار والی خوبصورت عورت نے اپنے نفس کی طرف گناہ کی دعوت دی اور اس مرد نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں" اور جس کام کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت ہے وہ مخفی نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی" اور یہ بھی روایت ہے "مجھے محمد بن سلام نے روایت بیان کی" اور صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں صرف محمد کا ذکر ہے اور اس کی طرف نسبت کا ذکر نہیں ہے۔ ابو علی الغسانی نے کہا: الغصیلی کی روایت میں مذکور ہے محمد بن مقاتل، اور القابسی کی روایت میں مذکور ہے محمد بن سلام۔ علامہ کرمانی نے کہا: پہلی روایت صحیح ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: کیونکہ امام بخاری نے کہا ہے: ہمیں حدیث بیان کی محمد نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی عبداللہ نے اور یہ عبداللہ بن مبارک ہیں، اور محمد بن مقاتل کی روایت ان سے مشہور ہے اور یہ دونوں مروزی ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے خُبَیب (خاء پر پیش ہے اور باء پر زبر ہے)، یہ ابن عبدالرحمٰن بن خبیب الانصاری المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حفص بن عاصم، یہ ابنِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔

یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ میں از مسدد اور کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الرقاق میں از محمد بن بشار گزر چکی ہے اور اس کی تشریح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الا ظلہ" یعنی سات مرد قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ظل اور اس کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے ظل کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف ظل کی اضافت تشریف کی اضافت ہے، یعنی اس سائے کی تکریم اور تعظیم کو بیان کرنے کے لیے اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ حقیقی ظل اور سائے سے منزہ ہے، کیونکہ حقیقی ظل اور سایا اجسام کے خواص میں سے ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہاں پر ایک لفظ محذوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایا۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ سائے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محشر کی تکلیفوں سے ان لوگوں کو اپنی پناہ میں رکھے گا جب سورج لوگوں کے قریب ہوگا اور گرمی بہت زیادہ ہوگی اور لوگوں پر بہت زیادہ پسینہ ہوگا۔ کہا جاتا ہے "فلاں شخص فلاں کے سائے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں ہے'' یعنی اس کی پناہ اور اس کی حمایت میں ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''امام عادل'' اس سے مراد وہ امام ہے جو ہر چیز کو اس کی جگہ میں رکھنے والا ہو۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ''شاب'' یعنی جوان، ایک قول یہ ہے کہ مرد نہیں فرمایا، اس لیے کہ جوانی میں عبادت بہت دشوار ہوتی ہے اور نفس پر بہت سخت ہوتی ہے، کیونکہ اس عمر میں انسان پر شہوات کا غلبہ ہوتا ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''فی خلاء'' یعنی وہ ایسی جگہ پر اللہ تعالیٰ کو یاد کرے جہاں وہ تنہا ہو، کیونکہ اب اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے میں اور اس کا ذکر کرنے میں دکھاوے کا شائبہ نہیں ہوگا۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''ففاضت عیناہ'' یعنی اس کی آنکھیں بہیں، اس پر یہ اعتراض ہے کہ آنکھیں نہیں بہتیں بلکہ آنسو بہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بہنے کا اسناد آنکھوں کی طرف بطور مبالغہ کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:
تَرٰٓی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ (المائدہ: ۸۳) آپ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''فی المسجد'' یعنی اس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسجد کے ساتھ لازم رکھتا ہے تاکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''تحابا فی اللہ'' یعنی وہ دو مرد اللہ کی محبت کے سبب سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ یعنی ان کی محبت کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے نہیں ہوتی۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''ذات منصب'' یعنی وہ عورت حسب و نسب والی ہو، اور خصوصیت سے اس کا ذکر اس لئے کیا کہ اس کی طرف رغبت زیادہ ہوتی ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''جس مرد نے صدقہ کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا کیا''۔ یہ بطور مبالغہ فرمایا، یعنی اگر یہ فرض کیا جائے کہ بایاں ہاتھ سمجھدار مرد ہے تو اس کو نہیں پتا چلے گا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، گویا اس میں صدقہ کو پوشیدہ طور پر کرنے کے مبالغہ کو بیان فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۵-۴۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ ح و حَدَّثَنِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ تَوَكَّلَ لِي مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ وَمَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ تَوَكَّلْتُ لَهُ بِالْجَنَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن علی نے حدیث بیان کی ح اور مجھے خلیفہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو مرد میرے لئے اپنی دو ٹانگوں کے درمیان اور اپنے دو جبڑوں کے درمیان کا ضامن ہوا، میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۴۷۴، ۶۸۰۷، سنن ترمذی: ۲۴۰۸، مسند احمد: ۲۲۳۱۶)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جس شخص نے اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تو اس کے لیے بے حیائی کے ترک کرنے کی فضیلت ہوگی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن ابی بکر کا ذکر ہے، یہ المقدمی ہیں اور مقدمی تقدیم سے اسم مفعول ہے، یہ اپنے چچا عمر بن علی سے روایت کرتے ہیں اور وہ تدلیس کے ساتھ موصوف ہیں، لیکن اس روایت میں امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث بیان کی اور امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الرقاق میں صرف محمد بن ابی بکر سے روایت کیا ہے اور یہاں پر اس کو خلیفہ بن خیاط کے ساتھ مقرون کیا ہے اور حدیث کی سند میں صرف لفظ خلیفہ کو ذکر کیا ہے، اور یہ بھی امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوحازم کا ذکر ہے، ان کا نام سلمہ بن دینار الاعرج ہے۔

اس حدیث کی امام ترمذی نے کتاب الزہد میں از محمد بن عبدالاعلیٰ روایت کی ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من توکّل" اس کا معنی ہے: "من تکفل" یعنی جو ضامن ہوگیا۔ اور توکیل کا اصل معنی ہے: کسی چیز پر اعتماد اور وثوق کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مابین رِجلیه" یعنی اس کی دو ٹانگوں کے درمیان، اس سے مراد شرمگاہ ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "وما بین لحیَیه" یعنی اس کی زبان، اور ایک قول ہے: اس کا نطق اور کلام۔ اور لَحیَیه یہ ڈاڑھی اور دانتوں کے اگنے کی جگہ ہے، اور لِحیَیه میں لام کے نیچے زیر بھی جائز ہے۔ اور اس کو تثنیہ ذکر کیا کیونکہ ایک جبڑا اوپر ہوتا ہے اور ایک جبڑا نیچے ہوتا ہے۔ اور فرج اور زبان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا، کیونکہ انسان پر اکثر آزمائشیں ان دو عضووں کی وجہ سے آتی ہیں، سو جو شخص ان دو عضووں کے ضرر سے محفوظ رہا تو وہ عذاب سے محفوظ رہے گا۔ (اور اگر اس سے کوئی تقصیر ہوگئی اور وہ اس پر تائب ہوا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے امید ہے کہ وہ بھی عذاب سے محفوظ رہے گا)۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۶-۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۰۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام عادل کا بیان

اس حدیث میں جن سات مردوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سائے میں رکھنے کی نوید سنائی ہے، ان میں پہلا مرد امام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عادل ہے۔

جو مرد دو افراد یا زیادہ کے درمیان فیصلہ کرے اور حق کے ساتھ فیصلہ کرے تو وہ بھی امام عادل کا مصداق ہے، حدیث میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کا محافظ ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا، امام محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی محافظہ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا اور خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا اور میں نے گمان کیا کہ آپ نے فرمایا: مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔
(صحیح البخاری: ۸۹۳، صحیح مسلم: ۱۸۲۹، سنن ترمذی: ۱۷۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۹۲۸، مسند احمد: ۵۹۹۰)

امام مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عدل سے فیصلہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے ممبروں پر ہوں گے جو رحمٰن عزوجل کی دائیں جانب ہوں گے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے گھر والوں کے متعلق عدل سے فیصلے کریں گے اور اس سے روگردانی نہیں کریں گے۔
(صحیح مسلم: ۱۸۲۷، سنن نسائی: ۵۳۷۹، مسند احمد: ۱۵۰۲)

جوانی میں عبادت کرنے کی فضیلت

نیز اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے سائے میں جس دوسرے شخص کا بیان فرمایا ہے، یہ وہ نوجوان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پروان چڑھا۔

پس حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس جوان سے خوش ہوتا ہے جس میں بچپن کی خصلتیں نہ ہوں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پروان چڑھا ہو، اس میں اس کی فضیلت ہے جو گناہوں سے بچتا رہا اور اپنی تمام عمر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہا۔

اور اس حدیث میں ان علماء کی فضیلت ہے جو کہتے ہیں کہ ملائکہ (عام) بنو آدم سے افضل ہیں، اس لئے کہ ملائکہ رات اور دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں ہیں۔

تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے رونے کی فضیلت

اس حدیث میں تیسرے شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوگا۔ اور اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ شخص تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے روتا ہے، اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان اپنے اوقات میں سے کوئی وقت اس لئے مخصوص کر لے کہ اس وقت میں وہ اپنے گناہوں پر نادم ہو اور اخلاصِ قلب کے ساتھ اللہ کو یاد کرے اور اس کی مغفرت کے حصول کے لیے گڑگڑائے، کیونکہ جب کوئی بے قرار شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور گڑگڑاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ اپنی تنہائی کو صرف اپنی لذات کے ساتھ مخصوص نہ کرے جیسا کہ جانوروں کا فعل ہوتا ہے جو حساب وکتاب سے مامون نہیں۔ جو شخص حساب وکتاب سے مامون نہیں ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس سے اس کے کاموں کے متعلق پوچھا جائے گا تو وہ تنہائی میں اندر روئے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہرگز دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے رویا ہوحتیٰ کہ دودھ تھن میں واپس چلا جائے۔

اور ابوعمران نے ابوالجلد سے روایت کی ہے کہ میں نے پڑھا: حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا: اے اللہ! اس شخص کی کیا جزا ہوگی جو تیرے خوف سے رویا ہوحتیٰ کہ آنسو اس کے چہرے پر بہہ رہے ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کے چہرے کو آگ کے شعلوں سے مامون رکھوں گا اور جس دن لوگ سخت بے قرار ہوں گے اس دن اس کو امن میں رکھوں گا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت سے لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے کی فضیلت

اس حدیث میں پانچویں نمبر پر ان دو شخصوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب سے ایک دوسرے کے ساتھ ملتے ہیں۔

امام مالک نے کہا: اللہ تعالیٰ سے محبت کے سبب سے ملنا اور اللہ تعالیٰ کے سبب سے اللہ تعالیٰ کے مخالفین سے بغض رکھنا یہ فرائض میں سے ہے۔

حضرت ابومسعود اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایمان کی گرہوں میں سے سب سے مضبوط گرہ ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دو مرد اللہ کی محبت کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، ان میں سے زیادہ افضل وہ ہوگا جو اپنے صاحب سے زیادہ شدید محبت رکھتا ہوگا۔

اور حضرت ابورزین نے روایت کی ہے کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابورزین! جب تم تنہا بیٹھو تو اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ حرکت دو اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت رکھو اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے بغض رکھو، کیونکہ مسلمان جب اپنے بھائی کی اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے زیارت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں، اے اللہ! یہ تیری وجہ سے لوگوں سے ملتا جلتا ہے تو اس سے ملاپ رکھ۔

اور اللہ کی وجہ سے محبت رکھنے والوں کی فضیلت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک جب اپنے بھائی کے لیے اس کی پشت کے پیچھے دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے۔ اس حدیث کی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خوف کے سبب سے گناہ ترک کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں چھٹے نمبر پر بیان فرمایا ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوگا جس کو کسی اقتدار والی خوبصورت عورت نے اپنے نفس کی طرف گناہ کی دعوت دی تو اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، پس یہ وہ مرد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گناہ سے بچایا اور اپنے فضل سے اس پر احسان فرمایا حتیٰ کہ وہ لوگوں کے غیاب میں خواہشِ نفس کو ترک کرتا ہے اور وہ شخص اس آیت کا مصداق ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ (النازعات: ۴۰) اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفسِ امارہ کو اس کی خواہش سے روکا O

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز وہ اس آیت کا بھی مصداق ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ (الرحمٰن:۴۶) اور جو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرتا ہو اس کے لیے دو جنتیں ہیں O

اور کعب احبار نے بیان کیا ہے کہ جنت میں ایک حویلی ہے، اس میں اوپر نیچے موتی ہیں، اور اس میں ستر ہزار محل ہیں، ہر محل میں ستر ہزار گھر ہیں اور ہر گھر میں ستر ہزار حجرے ہیں، اس حویلی میں صرف نبی کی رہائش ہوگی یا صدیق کی یا شہید کی یا اس کی جو اپنے نفس پر حاکم ہو یا امام عادل کی۔ سلمہ نے کہا: میں نے عبید سے پوچھا کہ اس کا کیا معنی ہے "جو اپنے نفس کا حاکم ہو؟" تو انہوں نے کہا: یہ وہ مرد ہے جس سے عورتوں یا مال کے متعلق حرام کام کو طلب کیا جائے اور اس پر پیش کیا جائے اور جب وہ اس پر کامیاب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کو چھوڑ دے تو یہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر حاکم ہے۔

خفیہ طریقہ سے صدقہ کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں ساتویں نمبر پر اس شخص کو بیان فرمایا ہے جو صدقہ کرے تو اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ اور اس کا مصداق یہ آیت ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَیُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۷۱﴾ (البقرہ:۲۷۱) اگر تم علانیہ صدقات دو تو وہ کیا ہی خوب ہے اور اگر تم ان کو مخفی رکھو اور فقراء کو دو تو وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اور یہ (صدقہ کرنا) تمہارے کچھ گناہوں کو مٹا دے گا اور تمہارے سب کاموں کی اللہ خبر رکھنے والا ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۴۳۔۳۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۱۔ بَابُ: اِثْمِ الزُّنَاةِ
زنا کرنے والوں کے گناہ کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: وَلَا یَزْنُوْنَ (الفرقان:۶۸) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور نہ وہ زنا کرتے ہیں"۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾ (بنی اسرائیل:۳۲) "اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے O"

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں زنا کرنے والوں کے گناہ کا بیان ہے، اور "زناۃ" کا لفظ زانی کی جمع ہے جیسا کہ "عصاۃ" کا لفظ عاصی کی جمع ہے اور اس باب کے ساتھ متعلق ہے جس نے اس کام کا ارتکاب کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محاربہ اور جنگ کرنے میں داخل ہے الّا یہ کہ بندہ اس پر نادم ہو اور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ وہ معاف فرما دے گا۔

امام بخاری نے الفرقان:۶۸ کی آیت کو ذکر کیا ہے: "وَلَا یَزْنُوْنَ" یہ پوری آیت اس طرح سے ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا یَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ (الفرقان:۶۸)

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا O

الفرقان:۶۸ کی تفسیر از مصنف

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کے شانِ نزول میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ مشرکین نے بہت زیادہ قتل کیے، پھر وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: آپ ہمیں جس دین کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ بہت عمدہ ہے، کاش آپ ہمیں یہ بتادیں کہ ہم نے اس سے پہلے جو برے اعمال کیے ہیں ان کا کچھ کفارہ ہو سکتا ہے، تب یہ آیات نازل ہوئیں۔ (جامع البیان:۲۰۱۲۲)

حضرت وحشی کے اسلام لانے کا واقعہ

حافظ سلیمان احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو بلایا اور اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) آپ مجھے اپنے دین کی کس طرح دعوت دے رہے ہیں حالانکہ آپ نے یہ کہا ہے کہ جس نے شرک کیا یا ناحق قتل کیا یا زنا کیا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا، قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔ (الفرقان:۶۸-۶۹)، اور میں یہ تمام کام کر چکا ہوں، کیا آپ میرے لیے کوئی رخصت پاتے ہیں؟ تو آپ نے یہ آیت پڑھی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۷۰﴾ (الفرقان:۷۰)

سوا اس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور اس نے نیک اعمال کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

وحشی نے کہا: یا محمد یہ بہت سخت شرط ہے، شاید میں اس توبہ پر قائم نہ رہ سکوں اور مجھ سے پھر کوئی گناہ ہو جائے، تب آپ نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ (النساء:۴۸)

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

پھر وحشی نے کہا: یا محمد! اس میں فرمایا ہے "جس کے لیے اللہ چاہے گا" سو میں نہیں جانتا کہ میری مغفرت ہو جائے گی یا نہیں، کیا اس کے سوا کوئی اور صورت ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ

آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ (الزمر: ۵۳) گناہوں کو بخش دے گا، بے شک وہی بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

تب وحشی نے کہا: یہ وہی ہے جو میں چاہتا تھا، پھر وہ مسلمان ہو گئے۔ اور لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ہم سے وہ گناہ سرزد ہو جائیں جو وحشی سے سرزد ہوئے ہیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۵۸، الحدیث: ۱۱۴۸۰، تاریخ دمشق الکبیر ج ۳۳ ص ۳۱۶، الحدیث: ۱۴۱۴۸، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۰۱، جامع البیان: ۲۰۱۳۹، تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۵۴۱۷)

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ سب سے بڑا گناہ شرک کرنا ہے، اس کے بعد کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا ہے اور اس کے بعد بڑا گناہ زنا کرنا ہے۔

زنا کے گناہ کے بیان میں ایک اور حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شریک قرار دے کر اس کی عبادت کرو حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا، اس نے پوچھا: پھر کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کردو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا، اس نے پوچھا: پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو، پھر اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے الفرقان: ۶۸ کو نازل فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۷۷، صحیح مسلم الحدیث: ۸۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۴۷۶، صحیح ابن حبان: ۴۴۱۵، مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۴)

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ (بنی اسرائیل: ۳۲) اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے ○

زنا کے قریب نہ جانے کا محمل

اس آیت میں زنا کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا ہے، زنا کے قریب جانے سے مراد یہ ہے کہ اجنبی عورت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے، اس کو مس نہ کیا جائے، اس کو بوسہ نہ دیا جائے۔ اور اگر مراد یہ ہوتا کہ نفسِ زنا نہ کرو تو اللہ تعالیٰ فرماتا: "ولا تزنوا" (تم زنا نہ کرو)، لیکن فرمایا: تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یعنی ایسے کام نہ کرو جو زنا کا محرک اور اس کا سبب بنتے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۶-۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۸۔ أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ أَخْبَرَنَا أَنَسٌ قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمُوهُ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ وَإِمَّا قَالَ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں داؤد بن شبیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں تمہیں ضرور ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جس حدیث کو میرے بعد تم میں کوئی بھی بیان نہیں کرے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْجَهْلُ وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِلْخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ۔

گا، میں نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت قائم نہیں ہوگی یا آپ نے فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم کو اٹھا لیا جائے گا، جہل کا غلبہ ہوگا اور خمر پی جائے گی اور زنا کا ظہور ہوگا اور مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی حتیٰ کہ پچاس (۵۰) عورتوں کا ایک منتظم ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۸۰، ۸۱، ۵۲۳۱، ۵۵۷۷، ۶۸۰۸، صحیح مسلم: ۲۶۷۱، سنن ترمذی: ۲۲۰۵، سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۵، مسند احمد: ۱۲۱۱۸، ۱۱۷۹۹)

صحیح البخاری: ۶۸۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "زنا کرنے والوں کا گناہ" اور اس حدیث میں بھی زنا کا ذکر ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا کہ: "زنا کا ظہور ہوگا" یعنی زنا کرنا بہت مشہور ہو جائے گا حتیٰ کہ زانیوں کی کثرت کی وجہ سے اس کو چھپایا نہیں جا سکے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے داؤد بن شبیب، شُبَیب عظیم کے وزن پر ہے اور یہ الباہلی ہیں، ان کی کنیت ابو سلیمان البصری ہے، یہ بہت سچے ہیں، یہ ابو حاتم کا قول ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ ۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے اور امام بخاری نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں تمہیں ایسی حدیث بیان کروں گا جس کو میرے بعد تمہیں کوئی اور نہیں بیان کرے گا"۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ میں صحابہ میں سے باقی رہنے والوں میں سے آخری صحابی تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من أشراط الساعة" الاشراط کا معنی ہے: العلامات۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ویشرب الخمر" یعنی برسرِ عام بغیر کسی روک ٹوک کے شراب پی جائے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے لیے قیم واحد ہوگا" قیم سے مراد ہے: جو شخص عورتوں کے معاملات کا انتظام کرے اور ان کی مصلحتوں کا اہتمام کرے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: بعض روایات میں چالیس عورتوں کا ذکر ہے اور ان میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ قلیل کا ذکر کثیر کی نفی نہیں کرتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۰۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن یوسف

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَزْنِي الْعَبْدُ حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عِكْرِمَةُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ يُنْزَعُ الْإِيمَانُ مِنْهُ قَالَ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ أَخْرَجَهَا فَإِنْ تَابَ عَادَ إِلَيْهِ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ۔

نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل بن غزوان نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو بندہ جس وقت زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، اور جو بندہ جس وقت چوری کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، اور جو بندہ جس وقت شراب پیتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، اور جو بندہ جس وقت قتل کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔

عکرمہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیسے اس سے ایمان نکالا جائے گا؟ انہوں نے کہا: اس طرح اور اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور پھر ان کو نکال لیا، پھر اگر توبہ کرے تو ایمان اس کی طرف اس طرح لوٹ آئے گا اور انہوں نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں۔

(صحیح البخاری: ۲۴۷۵، ۵۵۷۸، ۶۷۷۲، ۶۸۱۰، صحیح مسلم: ۵۷، سنن ترمذی: ۲۶۲۵، سنن نسائی: ۵۶۵۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۶، مسند احمد: ۱۹۴۷۲، سنن دارمی: ۲۱۰۶)

صحیح البخاری: ۶۸۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے جملہ کے پہلے جزو میں ہے جس میں یہ ارشاد ہے: ''جو بندہ جس وقت زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن یوسف، یہ الواسطی ہیں جو ازرق کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الفضیل، یہ فضل کی تصغیر ہے، یہ ابن غزوان ہیں۔

یہ حدیث کتاب الحدود کے شروع میں گزر چکی ہے، وہاں اس میں لوٹ مار کا ذکر تھا اور یہاں اس کے اخیر میں یہ مذکور ہے کہ جو بندہ جس وقت قتل کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا، اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

بندہ کے دل سے ایمان نکلنے کی تمثیل

عکرمہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیسے ایمان نکالا جائے گا؟ انہوں نے کہا: اس طرح اور اپنی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور پھر ان کو نکال لیا، پھر اگر توبہ کرے تو ایمان اس کی طرف اس طرح لوٹ آئے گا اور انہوں نے اپنی انگلیاں، انگلیوں میں ڈالیں۔ یعنی عکرمہ نے اسی سند کے ساتھ یہ سوال کیا کہ بندے کا ایمان کیسے نکالا جائے گا، یعنی جب بندہ ان امورِ مذکورہ میں سے کسی امر کا ارتکاب کرے گا زنا کا، چوری کا، شراب نوشی کا اور قتلِ ناحق کا، پھر انہوں نے کہا: پس اگر وہ توبہ کرلے یعنی ان امور کا مرتکب جب توبہ کرلے گا تو ایمان اس کی طرف لوٹ آئے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۱۰۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ذکوان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، اور جس وقت چور چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، اور شراب پینے والا جس وقت شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، اور اس کے بعد بھی توبہ کی جاسکتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۷۵، ۵۵۷۸، ۶۷۷۲، ۶۸۱۰، صحیح مسلم: ۵۷، سنن ترمذی: ۲۶۲۵، سنن نسائی: ۵۶۵۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۶، مسند احمد: ۲۷۴۱۹، سنن دارمی: ۲۱۰۶)

صحیح البخاری: ۶۸۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "جس وقت زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں آدم کا ذکر ہے، یہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان الاعمش ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ذکوان کا ذکر ہے، وہ ابوصالح الزیات ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الایمان میں روایت کی ہے اور امام نسائی نے باب القطع میں روایت کی ہے اور ان دونوں نے اس حدیث کی روایت محمد بن المثنیٰ سے کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "والتوبۃ معروضۃ بعد" یعنی ان کاموں کے کرنے کے بعد بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۶۸۱۱۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ وَسُلَيْمَانُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مِنْ أَجْلِ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ قَالَ يَحْيَى وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي وَاصِلٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مِثْلَهُ قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُهُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ حَدَّثَنَا عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ وَمَنْصُورٍ وَوَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ قَالَ دَعْهُ دَعْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے منصور اور سلیمان نے حدیث بیان کی از ابی وائل از ابی میسرہ از حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے لیے شریک قرار دو حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، میں نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو قتل کرو اس خوف سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

یحییٰ نے کہا: اور ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے واصل نے حدیث بیان کی از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ!۔۔۔ اسی حدیث کی مثل۔

عمرو نے کہا: میں نے اس حدیث کا عبدالرحمٰن سے ذکر کیا اور انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی تھی از سفیان از الاعمش اور منصور اور واصل از ابو وائل از ابی میسرہ، انہوں نے کہا: اس کو چھوڑو، اس کو چھوڑو۔

(صحیح البخاری: ۴۴۷۷، ۴۷۶۱، ۶۰۰۱، ۶۸۱۱، ۶۸۶۱، ۷۵۲۰، ۷۵۳۲، صحیح مسلم: ۸۶، سنن ترمذی: ۳۱۸۲، سنن نسائی: ۴۰۱۳، سنن ابوداؤد: ۲۳۱۰، مسند احمد: ۴۱۲۰)

صحیح البخاری: ۶۸۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ''اور سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن علی کا ذکر ہے اور وہ الفلاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ ابن سعید القطان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں منصور کا ذکر ہے، وہ ابن المعتمر ہیں۔ اور سلیمان کا ذکر ہے، وہ ابن مہران الاعمش ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو وائل کا ذکر ہے، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور ابو میسرہ کا ذکر ہے، وہ عمرو بن شرحبیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ کا ذکر ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ای الذنب اعظم " یعنی کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟۔ اکثرین کی روایت اسی طرح ہے، اور عاصم نے از ابو وائل از عبد اللہ روایت کی ہے کہ "کونسا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے"۔ اور ابو عبیدہ بن معن کی از الاعمش روایت ہے کہ "گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ اللہ کے نزدیک کون سا ہے؟" اور امام احمد کے نزدیک روایت اس طرح ہے "کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟" اور حسین بن عبد اللہ کی از وائل روایت ہے کہ "کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ کون سا ہے؟"

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ "تم اپنے بیٹے کو اس لیے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا"۔ اس حدیث میں کھانے کا ذکر کیا ہے، اس لیے کہ عربوں کے نزدیک غالب حال یہی ہے۔

پڑوسی کی بیوی سے زنا کو زیادہ بڑا گناہ قرار دینے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "حلیلة جارك" یعنی پڑوسی کی بیوی اور مرد کو حلیل کہا جاتا ہے اور اس کی بیوی کو حلیلة کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کے اوپر حلال ہے۔ اور پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے، اگرچہ ہر ایک کے ساتھ زنا کرنا بڑا گناہ ہے، اس لیے کہ پڑوسی اپنے پڑوسی ہونے کی وجہ سے عزت، حرمت اور حق کا بہت زیادہ مستحق ہے جب کہ دوسروں کو وہ حق حاصل نہیں ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جس کا پڑوسی اس کی ہلاکت آفرینیوں سے محفوظ نہ ہو۔

اس حدیث کی دوسری متابعت میں مذکور ہے کہ "واصل نے از ابو وائل از ابو میسرہ یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا: چھوڑو، اس کو چھوڑو"۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو وائل نے اگرچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت احادیث روایت کی ہیں مگر یہ حدیث ان سے روایت نہیں کی۔ علامہ کرمانی نے کہا: اس سند پر طعن کیسے درست ہے حالانکہ یہ روایت بہ کثرت راویوں سے ثابت ہے۔ پھر اس کا یہ جواب دیا کہ انہوں نے اس پر طعن نہیں کیا، لیکن ان کا ارادہ یہ ہے کہ اس سند کو ترجیح دی جائے جس میں ابو وائل اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان واسطہ نہیں ہے، کیونکہ اکثر احادیث اسی طرح ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۴۸۔۴۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

زنا کی مذمت میں احادیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اے لوگو! زنا سے بچو، کیونکہ اس میں چھ خصلتیں ہیں، تین دنیا میں ہیں اور تین آخرت میں ہیں۔ جو تین خصلتیں دنیا میں ہیں وہ یہ ہیں کہ زنا کرنے سے چہرے کی رونق چلی جاتی ہے (چہرہ بدنما ہو جاتا ہے اور اس پر پھٹکار برسنے لگتی ہے) اور زنا کرنے والا تنگدست ہو جاتا ہے اور اس کی عمر کم ہو جاتی ہے، اور جو تین خصلتیں آخرت میں ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے اور اس سے سخت حساب لیتا ہے اور اس کو دوزخ میں عذاب دیتا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۵۴۷۵) .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مردوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (لطف سے) کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور نہ ان کی طرف (رحمت سے) نظر فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: بوڑھا زانی، بہت جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷، الرقم المسلسل: ۱۹۷، مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۰، سنن نسائی: ج ۵ ص ۸۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مردوں سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے: بوڑھا زانی، متکبر فقیر اور غنی ظالم۔ (سنن ترمذی: ۲۵۶۸، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اس وقت جمع ہو کر بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے چند احادیث بیان کیں یہاں تک کہ فرمایا: تم لوگ ماں باپ کی نافرمانی کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے سنائی دیتی ہے اور اللہ کی قسم! ماں باپ کا نافرمان جنت کی خوشبو نہیں پائے گا اور نہ رحم کے رشتہ کو قطع کرنے والا اور نہ بوڑھا زانی اور نہ وہ جو تکبر سے اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے گھسیٹتا ہے، بڑائی صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۵)

امام احمد سندِ حسن کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت ہمیشہ خیر پر رہے گی جب تک کہ ان میں زنا عام نہ ہو، پس جب ان میں زنا عام ہوگا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عام عذاب بھیجے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۳، مسند ابویعلیٰ ج ۱۳، الحدیث: ۷۰۹۱، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۷)

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مرد کو اللہ تعالیٰ نے اس کے دو جبڑوں کے درمیان کے شر سے محفوظ رکھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے دو ٹانگوں کے درمیان کے شر سے محفوظ رکھا، اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرما دے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۴۰۹)

لواطت کی مذمت میں قرآن مجید کی آیات

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾
(الشعراء: ۱۶۵۔۱۶۶)

کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو○ اور تمہارے رب نے تمہارے لیے تمہاری بیویوں میں جو چیز پیدا کی ہے اس کو چھوڑ دیتے ہو، بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہو○

نیز حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَىٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾
(النمل: ۵۴۔۵۵)

اور لوط (کو یاد کیجئے جب انہوں) نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم دیکھنے کے باوجود بے حیائی کرتے ہو!○ کیا تم نفسانی خواہش پوری کرنے کے لیے ضرور عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو○

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَ لُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىٕثَ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ ۝ (الانبیاء: ۷۴)

اور ہم نے لوط کو حکم (نبوت) اور علم عطا فرمایا اور ان کو اس شہر سے نجات دی جس کے لوگ بے حیائی کے کام کرتے تھے، بے شک وہ نافرمانی کرنے والے بدترین لوگ تھے O

لواطت کی مذمت میں احادیث

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر جس گناہ کا سب سے زیادہ خطرہ ہے وہ قومِ لوط کا عمل ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۴۵۷، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۳، المستدرک ج ۴ ص ۳۵۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس شخص کو قومِ لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔ (سنن ترمذی: ۱۴۵۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۹)

امام ترمذی فرماتے ہیں: اسی سند کے ساتھ حضرت عمرو بن ابی عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جو شخص قومِ لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے اور جو شخص جانور کے ساتھ بدفعلی کرے وہ بھی ملعون ہے۔ (سنن ترمذی ص ۶۱۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

نیز امام ترمذی لکھتے ہیں: اہلِ علم کا لوطی کی حد میں اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق کا قول یہ ہے کہ اس کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو۔ اور فقہاءِ تابعین میں سے بعض اہلِ علم جن میں حسن بصری، ابراہیم النخعی اور عطاء بن ابی رباح ہیں، انہوں نے کہا: لوطی کی وہی حد ہے جو زانی کی حد ہے اور یہ سفیان ثوری اور اہلِ کوفہ کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۶۱۲، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۳ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل اس مرد کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا جو کسی مرد سے بدفعلی کرتا ہے یا عورت سے اس کی دبر میں کرتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۶۵)

نیز امام ترمذی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں سے ان کی دبر میں خواہش پوری نہ کرو۔ (سنن ترمذی: ۱۱۶۶)

۲۲۔ بَابُ: رَجْمِ الْمُحْصَنِ

شادی شدہ کو سنگسار کرنے کا بیان

وَقَالَ الْحَسَنُ: مَنْ زَنٰی بِأُخْتِهِ حَدُّهُ حَدُّ الزَّانِی۔

حسن نے کہا: جس نے اپنی بہن کے ساتھ زنا کیا، اس کی وہ حد ہے جو زانی کی حد ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں محصن کو رجم کرنے کے حکم کو بیان کیا گیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے اپنی شرح میں اس باب سے پہلے "کتاب الرجم" لکھا ہے، پھر اس کے بعد لکھا ہے "باب الرجم" اور صحیح البخاری کی روایاتِ معتمدہ میں اس طرح نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

المُحصَن میں صاد پر زبر ہے اور یہ الاحصان سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، لغت میں اس کا معنی ہے: منع کرنا۔ اور اس کو المحصِن صاد کے کسرہ کے ساتھ اسم فاعل کے صیغہ پر بھی پڑھا گیا ہے، اس کا معنی یہ ہے: جس شخص نے نکاح کر کے اپنے نفس کو بے حیائی کے کام سے منع کر دیا۔ اور المُحصِن اسم فاعل کا صیغہ قیاس کے مطابق ہے، اور المحصَن اسم مفعول کا صیغہ خلاف قیاس ہے، اور اس کا معنی ہوگا: جس شخص کو اس کے نکاح کرنے کی وجہ سے بے حیائی کے کام سے روکا گیا ہو۔

ہمارے اصحابِ احناف نے کہا ہے: اِحصان کی وجہ سے رجم (سنگسار) کرنے کی سات شرائط ہیں:

(۱) حُریّت (۲) عقل (۳) بلوغت (۴) اسلام (۵) الوطی (۶) نکاح صحیح کے ساتھ وطی (۷) نکاحِ صحیح کے ساتھ دخول ہو۔ یہ سات شرائط پائی جائیں تو وہ مرد مُحصن ہوتا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام شافعی اور امام احمد نے کہا: اسلام شرط نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یہودیوں کو بھی رجم کیا۔ ہم کہتے ہیں: آپ نے رجم کا یہ حکم تورات کے حکم سے دیا تھا، اس سے پہلے کوڑے مارنے کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی، یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ابتداءً داخل ہوئے تھے، پھر جب کوڑے مارنے کی آیت نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ نکاحِ فاسد اور نکاح بالشبہ سے اگر کوئی شخص وطی کرے تو وہ محصن نہیں ہوتا، اور ابو ثور نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ محصِن ہو جاتا ہے۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی آزاد مرد کسی باندی سے نکاح کرے تو کیا وہ باندی اس مرد کو محصن بنا دے گی؟ اکثر نے کہا: ہاں۔ اور عطاء، حسن بصری اور قتادہ اور ثوری اور فقہاء احناف اور امام احمد اور اسحاق نے کہا: نہیں۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی مسلمان مرد کتابیہ (یعنی یہودی یا عیسائی عورت) سے نکاح کرلے تو ابراہیم نخعی، طاؤس اور شعبی نے کہا: وہ اس کو محصِن نہیں بنائے گی۔ اور حسن بصری سے روایت ہے کہ وہ اس کو محصن نہیں بنائے گی حتیٰ کہ وہ حالتِ اسلام میں اس سے وطی کرے۔ اور جابر بن زید اور ابن المسیّب سے مروی ہے کہ وہ اس کو محصن بنا دے گی اور یہی عطاء اور سعید بن جبیر کا قول ہے۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا ہے: ''اور حسن نے کہا: جس نے اپنی بہن سے زنا کیا تو اس کی وہی حد ہے جو زانی کی حد ہے''۔ یعنی حسن بصری نے کہا۔ امام بخاری نے کہا: ''زانی کی حد'' یعنی زنا کی حد کی مثل ہے اور وہ کوڑے ہیں اور امام ابن ابی شیبہ نے حفص بن غیاث سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا جو حسن بصری کہتے تھے کہ جس شخص نے کسی محرَم سے نکاح کیا حالانکہ اسے علم تھا تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس پر حد ہوگی اور یہ جابر بن زید سے بھی مروی ہے۔ اور ابو الشعثاء التابعی مشہور ہیں، انہوں نے کہا: جو شخص کسی مَحرَم سے وطی کرے تو اس کی گردن ماردی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

محارم کے ساتھ زنا کی سزا کا بیان

امام ابوبکر بن ابی شیبہ از حفص از عمر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا کہ جو شخص اپنی کسی مَحرم کے ساتھ زنا کر لے اور اس کو علم ہو کہ وہ اس کی مَحرم ہے تو اس کی کیا سزا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس پر حد جاری کی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۴۴)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری اپنے ماموں کے ساتھ ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ جھنڈا تھا، میں نے ان سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ تو انہوں نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا، مجھے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے یا مجھے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا ہے۔

(سنن نسائی ج ۶ ص ۱۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۴۴، الحدیث: ۲۸۸۵۸)

امام دارقطنی معاویہ بن قرۃ از والد خود روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک ایسے مرد کی طرف بھیجا جس نے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کر لی تھی، آپ نے حکم دیا کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۰۰)

اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کا مال ضبط کر لیا جائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۶۰۸)

اور امام طحاوی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کے مال میں سے خُمس بیت المال میں داخل کیا جائے۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۵۰)

اور امام ابن ابی شیبہ نے از جابر بن زید روایت کی ہے کہ جو شخص اپنی مَحرم کے ساتھ زنا کرے تو اس کی گردن ماری جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۴۴، الحدیث: ۲۸۸۵۵)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مرد مَحرم کے ساتھ زنا کرے اس کو قتل کر دو۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۴)

امام طحاوی نے کہا: یہ حدیث ابراہیم بن اسماعیل پر موقوف ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔

(شرح مشکل الآثار ج ۹ ص ۴۴۰-۴۳۹)

امام ابوبکر بن شیبہ نے از بکر روایت کی ہے کہ حجاج کے پاس ایک ایسے مرد کو لایا گیا جس نے اپنی بہن کے ساتھ زنا کیا تھا، تو انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں چل رہا کہ میں اسے کون سے قتل کے ساتھ قتل کروں اور اس کو وہم تھا کہ اس کو سولی دی جائے تو عبد اللہ بن مطرف اور ابو بردہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس امت پر پردہ رکھا ہے، تم اس کو قتل کر دو۔ تو حجاج نے کہا: تم دونوں نے سچ کہا، پھر حجاج کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۵ ص ۵۴۴، الحدیث: ۲۸۸۵۹)

ابن قانع نے اس حدیث کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ حجاج کے پاس ایک نابینا مرد کو لایا گیا جس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا اور وہاں پر عبد اللہ بن مطرف بن الشخیر اور ابو بردہ تھے، ان میں سے ایک نے حجاج سے کہا کہ اس کی گردن اڑا دو، تو انہوں نے اس کی گردن اڑا دی۔ (معجم الصحابہ ج ۲ ص ۱۰۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۴۸-۱۵۰، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

محارِم کے ساتھ نکاح کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے موقف کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات اور توجیہات

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے محارِم (یعنی جس کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے) کے ساتھ نکاح کیا، پھر اس عورت سے وطی کر لی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہے، لیکن اس کو تعزیر دی جائے گی جب کہ اس کو اس کی حرمت کا علم ہو، اور امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم نے کہا: اس پر حد واجب ہے جب کہ اس کو اس کی حرمت کا علم ہو، کیونکہ یہ ایسا عقد ہے جو اپنے محل میں نہیں ہوا، پس یہ عقد لغو ہوگا۔ اور تصرف کا محل وہ ہوتا ہے جس کا حکم حلال ہو اور یہ عورت محرمات میں سے ہے اور اس سے وطی کرنا حرام ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایسا عقد ہے جو اپنے محل میں واقع ہوا، کیونکہ تصرف کا محل وہ ہے جو مقصود کو قبول کرے اور تمام عورتیں بنو آدم کی بیٹیاں ہیں جو توالد یعنی بچہ پیدا کرنے کے قابل ہیں اور نکاح سے یہی مقصود ہے۔ پس چاہیے کہ یہ نکاح تمام احکام کے حق میں منعقد ہو جائے مگر چونکہ شریعت نے محارم کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے تو اس کے حلال ہونے میں شبہ ہو گیا اور اس نے ایک جرم کا ارتکاب کیا ہے جس میں کوئی حد مقدر نہیں ہے، لہٰذا اس کو تعزیر دی جائے گی۔

(ہدایہ اولین ج ۲ ص ۵۰۷، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس عورت نے بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، تو اس کا نکاح باطل ہے، پس اگر اس نے اس کے ساتھ دخول کر لیا تو وہ عورت مہر کی مستحق ہے کیونکہ اس کی فرج کے ساتھ حلال کا معاملہ کیا گیا ہے''۔

پس جب کہ اس کے نکاح کے باطل ہونے کا حکم فرمایا ہے، اس کے باوجود اس سے حد کو ساقط کر دیا، یہ اس کی دلیل ہے کہ صورتِ مذکورہ میں عقد کرنا حد کو ساقط کرنے والا ہے، اگرچہ یہ عقد شرعاً باطل ہے۔ (المبسوط جزء ۹ ص ۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نکاح جب اس کے اہل سے پایا جائے اور اس کی نسبت ایسے محل کی طرف ہو جو نکاح کے مقاصد کو قبول کرنے والا ہو تو پھر وہ نکاح حد کے وجوب کو منع کرتا ہے خواہ وہ نکاح حلال ہو یا حرام ہو، خواہ اس نکاح کی تحریم مختلف فیہ ہو یا مجمع علیہ ہو، اور خواہ نکاح کرنے والے نے اس نکاح کے حلال ہونے کا گمان کیا ہو اور اشتباہ کا دعویٰ کیا ہو یا اس کو اس نکاح کے حرام ہونے کا علم ہو۔

اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اصل یہ ہے کہ جب نکاح دائماً حرام ہو یا اس نکاح کی تحریم اجماعی ہو تو اس نکاح کے کرنے سے حد واجب ہوگی۔ اور اگر اس نکاح کی تحریم دائمی نہ ہو یا اس نکاح کی تحریم مختلف فیہ ہو تو پھر حد واجب نہیں ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اس نکاح کی اضافت غیر محل کی طرف کی گئی ہے، پس یہ لغو ہوگا۔ اور غیر محل کی دلیل یہ ہے کہ نکاح کا محل وہ عورت ہے جس سے نکاح کرنا حلال ہے، کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ۔ (النساء: ۲۴) اور ان (محرمات) کے علاوہ سب عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ۔ (النساء:۲۳) تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں۔

سوا اس صورت کے کہ نکاح کرنے والا اشتباہ کا دعویٰ کرے اور یہ کہے کہ میں نے یہ گمان کیا تھا کہ میرے لیے یہ نکاح حلال ہے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

اور امام ابوحنیفہ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ لفظِ نکاح اپنے اہل سے صادر ہوا اور اس کی نسبت اپنے محل کی طرف ہے، پس وہ حد کے وجوب سے مانع ہے جیسا کہ بغیر گواہوں کے نکاح کیا جائے اور جیسا کہ نکاح المتعۃ ہو اور اس کی مثل۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لفظِ نکاح کا اور اس کی اہلیت کا وجود ہے اور اس کے محل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ نکاح کا محل یہ ہے کہ وہ عورت ہو جو سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیوں میں سے ہو، اور نصوص اور عقلی دلائل اس پر شاہد ہیں۔ نصوص یہ ہیں، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (النساء:۳) تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں، ان سے نکاح کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا۔ (الروم:۲۱) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لیے خاص جوڑے پیدا کئے تا کہ تم کو ان سے سکون حاصل ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ (النجم:۴۵) اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کے دو جوڑے پیدا کیے O

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے عورتوں کو علی العموم والاطلاق نکاح کا اور زوجیت کا محل قرار دیا ہے۔

(میں کہتا ہوں: مذکور الصدر آیات سے عورتوں کو بر سبیلِ عموم والاطلاق نکاح اور زوجیت کا محل قرار دینا درست نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کی دوسری آیات میں ماؤں اور بیٹیوں اور دیگر محرمات کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے، اس لیے ان آیات کو ان عورتوں پر محمول کیا جائے گا جو محرمات کے علاوہ ہوں۔ سعیدی غفرلہٗ)

رہے عقلی دلائل تو وہ یہ ہیں کہ عورتیں سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیوں سے ہیں اور وہ ایسا محل ہیں جو نکاح کے مقاصد کی صلاحیت رکھتا ہے کہ ان سے سکون حاصل ہو اور اولاد حاصل ہو اور ان کے سبب سے انسان پاک دامن رہے، اس کے علاوہ اور بھی مقاصد ہیں۔ پس عورتیں نکاح کے حکم کا محل ہیں اور تصرف کا حکم مقصود میں تصرف کا وسیلہ ہیں، پس اگر مقصود کے محل کو وسیلہ کا محل نہ قرار دیا جائے تو توسل کا معنی ثابت نہیں ہوگا، مگر شریعت نے محرمات کو شرعاً نکاح کا محل ہونے سے نکال دیا باوجود اس کے کہ وہ حقیقۃً نکاح کا محل ہیں، پس محرمات کے ساتھ نکاح میں عقد کی صورت اور محل ہونے کی صورت شبہ پیدا کرتی ہے، یا ہم یہ کہتے ہیں کہ نکاح کا رکن اور اہلیت اور محلیت پائی گئی مگر یہ کہ نکاح کی صحت کی شرط یہاں نہیں پائی گئی (یعنی غیر محرمات کے ساتھ نکاح ہونا)، پس محرمات سے نکاح کرنا، نکاحِ فاسد ہے اور نکاحِ فاسد میں وطی بالا جماع زنا نہیں ہوتی، اس بناء پر کہا جائے گا کہ محرمات کے ساتھ نکاح کر کے کسی نے وطی کی تو یہ زنا نہیں ہے، پس اس کے اوپر زنا کی حد واجب نہیں ہوگی جیسا کہ بغیر گواہوں کے نکاح کیا جائے اور پھر وطی کی جائے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تو اس میں زنا کی حد واجب نہیں ہوتی، اسی طرح باقی فاسد نکاحوں کا حکم ہے۔

(بدائع الصنائع جز۹ ص ۱۹۰۔ ۱۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ، لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے پہلے تو اس مسئلہ میں صاحب ہدایہ کی عبارت لکھی، پھر اس کے بعد یہ لکھا:

محارم کے مسئلہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کی گردن ماردی جائے گی اور امام احمد اور اسحاق اور اہل الظاہر سے بھی یہی منقول ہے۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس کی گردن ماردی جائے گی اور اس کا مال ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا، کیونکہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میری اپنے ماموں سے ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ ایک جھنڈا تھا، میں نے ان سے پوچھا: آپ کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے، مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس کی گردن ماردوں اور اس کا مال ضبط کردوں۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۵۷، سنن ترمذی: ۱۳۶۲، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۰۹، سنن ابن ماجہ: ۲۶۰۷، صحیح ابن حبان: ۴۱۱۲، المستدرک ج ۲ ص ۱۹۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۸۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۰۴، سنن سعید بن منصور: ۹۴۲، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۹۶، شرح السنہ للبغوی: ۲۵۹۲، مسند احمد: ج ۴ ص ۲۹۵، سنن بیہقی: ج ۷ ص ۱۶۲)

یہ تمام روایات از عدی بن ثابت از یزید بن البراء عن ابیہ ہیں۔

نیز امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے محارم میں سے کسی کے ساتھ وطی کرے تو اس کو قتل کردو۔

(سنن ترمذی: ۱۴۶۲، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۴، المستدرک: ج ۴ ص ۳۵۶، سنن الدارقطنی ج ۳ ص ۱۲۶، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۷، مسند احمد: ج ۱ ص ۳۰۰)

یہ تمام روایات از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان روایات کا محمل یہ ہے کہ جو اس عقد کو حلال قرار دے کر نکاح کرے تو اس کو قتل کردیا جائے گا، کیونکہ وہ اس عقد کو حلال قرار دینے سے مرتد ہوگیا۔ نیز اس لئے کہ زنا کی حد یہ نہیں ہے کہ گردن ماردی جائے اور اس کا مال ضبط کرلیا جائے بلکہ یہ سزا کفر کو لازم ہے۔ اور ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت معاویہ بن قرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے دادا معاویہ کو ایک مرد کی طرف بھیجا جس نے اپنے باپ کی عورت سے شادی کرلی تھی کہ وہ اس کی گردن ماردیں اور اس کے مال میں سے پانچویں حصہ کو ضبط کرلیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۶۰۸، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۰۸)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جس نے مَحرم کے ساتھ عقدِ نکاح کیا اس نے مَحرم کے ساتھ عقدِ نکاح کو حلال کرلیا، اس وجہ سے وہ مرتد ہوگیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دو امروں میں سے ایک امر لازم ہے، اگر اس نے محرمات کو حلال قرار دے کر ان سے نکاح کیا تو وہ مرتد ہوگیا اور مرتد پر حد نہیں ہوتی اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اگر اس نے محرمات سے نکاح کو حرام جانتے ہوئے ان سے نکاح کیا اور وطی کی تو یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زنا تو نہیں ہے لیکن اس کو شدید تعزیر دی جائے گی اور تعزیر میں قتل کرنا جائز ہے۔
(فتح القدیر ج ۵ ص ۲۴۸۔ ۲۴۷ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

محارم کے ساتھ نکاح کی بحث میں حرفِ آخر

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی محارم کے ساتھ نکاح کیا تو امام ابو یوسف، امام محمد اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس پر زنا کی حد جاری ہوگی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس کی گردن ماردی جائے گی اور ان کی دلیل حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کو ان کے ماموں ملے جن کے ساتھ جھنڈا تھا، انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ نکاح کیا ہے، مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کو قتل کروں یا اس کی گردن ماردوں۔ (سنن نسائی ج ۶ ص ۱۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۸۵۸)

اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک جس شخص نے محارم کے ساتھ نکاح کیا اور وطی کی اس پر حد نہیں ہے، کیونکہ یہ نکاحِ فاسد ہے اور نکاحِ فاسد میں وطی کرنے سے حد لازم نہیں ہوتی۔ اور اگر اس نے محارم کے ساتھ نکاح کو حلال جان کر نکاح کیا تو پھر وہ کافر ہو گیا اور کافر پر حد نہیں ہوتی اور کفر اور ارتداد کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ باحوالہ احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ جس نے باپ کی بیوی کے ساتھ نکاح کیا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی زنا کی حد نہیں ہے، کیونکہ زنا کی حد یا کوڑے مارنا ہے یا سنگسار کرنا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص نے محارم کے ساتھ نکاح نہیں کیا اور خالصۃً زنا کیا تو اس پر زنا کی حد جاری ہوگی جیسا کہ امام بخاری نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جس نے اپنی بہن کے ساتھ زنا کیا اس پر زنا کی حد جاری ہوگی۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۸۱۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنهُ حِينَ رَجَمَ الْمَرْأَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ قَدْ رَجَمْتُهَا بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(مسند احمد: ۷۱۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلمہ بن کُہَیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت علی رضی اللہ عنہ، جب انہوں نے ایک عورت کو جمعہ کے دن رجم کیا اور فرمایا: میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے رجم کیا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۸۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے ''مُحصن یعنی شادی شدہ کو رجم کرنا'' اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو جمعہ کے دن رجم کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے آدم، اور وہ ابن ابی ایاس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلمہ بن کُھَیل، کُھَیل کھل کی تصغیر ہے، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعبی، یہ عامر بن شرحبیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی، اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کی امام نسائی نے کتاب الرجم میں روایت کی ہے۔ اور اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعرات کے دن شراحة کو کوڑے مارے اور جمعہ کے دن اس کو رجم کیا، تو ان سے کہا گیا کہ آپ نے دو حدوں کو جمع کر دیا ہے، تو انہوں نے کہا: میں نے کتاب اللہ پر عمل کر کے اسے کوڑے مارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کر کے اس کو رجم کیا۔

شراحة کا نام شراحة بنت مالك ہے۔ اور الحازمی نے کہا: اس کا نام شڑاحة ہے۔

شعبی کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کا منقطع ہونا

اس حدیث کی سند میں شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ائمہ نے شعبی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں کیا۔ امام الدارقطنی سے پوچھا گیا: کیا شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حرف کا سماع کیا تھا اس سے زیادہ نہیں کیا۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بخاری نے کتاب الحیض میں لکھا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے، پھر حیض کے متعلق اثرِ صحیح کا ذکر کیا ہے۔ شارحین نے کہا: جب امام بخاری کوئی ایسا اثر ذکر کریں جو تمریض کے صیغہ سے ہو تو وہ امام بخاری کے نزدیک صحیح نہیں ہوتا۔ اور اگر ہم ان کی بات مان لیں تو شعبی کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقطع ہے، کیونکہ امام بخاری نے اس اثر کو صیغہ تمریض سے روایت کیا ہے اور اس میں اس کے سوا اور کوئی علت نہیں ہے کہ یہ شعبی کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: گویا کہ امام بخاری کے نزدیک شعبی کا سماع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح نہیں ہے سوائے اس حدیث کے جیسا کہ امام دارقطنی نے ذکر کیا ہے، کیونکہ امام بخاری اس حدیث کی سند مسند یعنی متصل لائے ہیں اور وہ جو کتاب الحیض میں مذکور ہے اس میں امام بخاری کے نزدیک شعبی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع صحیح نہیں ہے اس لئے انہوں نے اس کو صیغۂ تمریض سے روایت کیا ہے۔

کوڑوں اور رجم کو جمع کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

اور فقہاء کی ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے اس پر استدلال کیا ہے: کوڑے لگانے اور رجم کرنے کو جمع کرنا جائز ہے اور الحازمی نے کہا ہے: یہ امام احمد، اسحاق، داؤد اور ابن المنذر کا قول ہے۔ اور جمہور نے کہا: ان کو جمع نہیں کیا جائے گا اور یہ امام احمد سے بھی ایک روایت ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ ان کو جمع کرنا اس وقت جائز ہے جب کہ زانی شادی شدہ اور بوڑھا ہو نہ کہ جوان اور شادی شدہ ہو اور انہوں نے کہا کہ یہ قول باطل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۱ ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۱۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کوڑوں اور رجم کو جمع کرنے کی تحقیق

علی بن الجعد نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ میں نے اس عورت کو کتاب اللہ سے کوڑے لگائے۔ اور اسماعیل بن سالم نے اس حدیث کی اول میں شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: آپ نے دو حدوں کو جمع کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر کیا۔ اور امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ میں نے اس کو قرآن سے کوڑے مارے اور سنت سے اس کو رجم کیا۔

امام احمد، اسحاق، داؤد اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ جو زانی شادی شدہ ہو، اس کو کوڑے لگائے جائیں اور پھر رجم کیا جائے۔ اور جمہور نے کہا ہے اور وہ امام احمد سے دوسری روایت ہے کہ ان دو حدوں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ ہے یعنی جس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ شادی شدہ، شادی شدہ سے زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور رجم کرو۔ اور اگر کنوارا، کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور شہر بدر کرو۔ اور اس حکم کا ناسخ وہ ہے جو حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے قصہ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کیا اور کوڑے نہیں مارے۔

امام شافعی نے کہا ہے: سنت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کنوارے کو کوڑے مارنا ثابت ہے اور شادی شدہ سے کوڑے مارنا ساقط ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا قصہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد کا ہے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس حکم کی ناسخ ہے جو پہلے مشروع ہوا تھا کہ زانی کو گھروں میں قید کیا جائے، پھر گھروں میں قید کرنے کا حکم کوڑے مارنے سے منسوخ ہو گیا اور شادی شدہ کو رجم کرنے کا اضافہ کیا گیا، اور اس کی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تصریح ہے، پھر کوڑے مارنے کو شادی شدہ کے حق میں منسوخ کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے قصہ میں رجم پر اقتصار کیا گیا ہے اور یہ الغامدیہ اور الجہنیہ اور یہودیوں کے قصہ میں بھی مذکور ہے، اور ان میں کوڑے مارنے کو رجم کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا۔

اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: بعض ائمہ نے امام شافعی سے معارضہ کیا ہے، انہوں نے کہا: کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ میں ثابت ہے اور رجم کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اور ان دونوں کو جمع کرنا حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حکم پر عمل کیا ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ اور حضرت ماعز اور الغامدیہ اور الجہنیہ اور یہودیوں کے قصہ میں صرف رجم کا ذکر ہے اور کوڑے مارنے کا ذکر نہیں ہے، لیکن ان حدیثوں میں یہ تصریح نہیں ہے کہ جس کو رجم کیا گیا اس کو کوڑے مارنے کا حکم ساقط ہو گیا ہے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ راوی نے کوڑے مارنے کے ذکر کو اس لیے ترک کر دیا کہ یہ حکم واضح تھا اور اس لیے کہ کوڑے مارنا اصل میں ثابت ہے، پس اس حدیث میں جو صراحت سے ثابت ہے کہ کوڑے مارنے اور رجم کو جمع کیا گیا وہ صرف احتمال سے ساقط نہیں ہوگا۔

اور امام شافعی نے اس کی نظیر سے استدلال کیا ہے، جب امام شافعی سے یہ معارضہ کیا گیا کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے حج کرے تو آپ نے اس کو حج کرنے کا حکم دیا اور عمرے کا ذکر نہیں کیا، اور عمرے کا ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ باپ کی طرف سے عمرہ نہیں کیا جا سکتا، تو امام شافعی نے یہ جواب دیا کہ اس سے سکوت کرنا اس کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سقوط پر دلالت نہیں کرتا تو اسی طرح مناسب یہ ہے کہ حضرت ماعز اسلمی وغیرہ کے قصہ میں جو آپ نے سکوت فرمایا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوڑے مارنے کا حکم ساقط ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اسی دلیل سے امام طحاوی نے بھی امام شافعی پر الزام قائم کیا ہے، لیکن وہ یہ جواب دے سکتے ہیں کہ بعض دوسری حدیثوں میں مذکور ہے: ''تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو'' جیسا کہ کتاب الحج میں گزر چکا ہے، پس بعض راویوں کی طرف سے عمرہ کے ذکر کو ترک کرنا ان کی تقصیر ہے، اور رہا حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا قصہ، پس وہ متعدد اور مختلف اسانید کے ساتھ مروی ہے اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارے گئے، اسی طرح الغامدیہ اور الجہنیہ وغیرہما کے قصہ میں بھی صرف رجم کا ذکر ہے اور کوڑے مارنے کا ذکر نہیں ہے۔ اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے قصہ میں آپ کا ارشاد ہے: ''ان کو لے جاؤ اور ان کو رجم کردو'' اسی طرح دوسروں کے حق میں بھی ارشاد ہے اور اس میں کوڑے مارنے کا ذکر نہیں ہے، پس کوڑے مارنے کا ذکر نہ کرنا اس پر دلیل ہے کہ کوڑے نہیں مارے گئے اور کوڑوں کا نہ مارے جانا ان کے عدمِ وجوب پر دلیل ہے۔

اور بعض عجیب و غریب مذاہب وہ ہیں جن کی علامہ ابن المنذر اور شیخ ابن حزم نے از ابی بن کعب روایت کی ہے، مسروق سے روایت ہے کہ کوڑے مارنے اور رجم کو جمع کرنا بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے ساتھ خاص ہے، اور رہا جوان تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اگر وہ شادی شدہ نہ ہو تو، اور اس کو رجم کیا جائے گا اگر وہ فقط شادی شدہ ہو، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب دونوں زنا کریں تو ان دونوں کو رجم کردو یقینی طور پر جیسا کہ اس کا بیان اس حدیث میں آئے گا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''باب رجم الحبلیٰ من الزنا'' میں۔

اور قاضی عیاض نے کہا ہے: محدثین میں سے ایک فرقہ کا یہ شاذ قول ہے کہ اگر بوڑھا شادی شدہ زنا کرے تو اس کو کوڑے بھی لگائے جائیں اور رجم بھی کیا جائے اور جوان پر ان کو جمع نہ کیا جائے، اس قول کی کوئی اصل نہیں ہے اور علامہ نووی نے کہا ہے: یہ مذہب باطل ہے۔ اور یہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب زنا کریں تو دونوں کو رجم کردو، اس میں یہ دلیل ہے کہ اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی اور اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا، اور بعض معتزلہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۷۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۱۳۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى هَلْ رَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ نَعَمْ قُلْتُ قَبْلَ سُورَةِ النُّورِ أَمْ بَعْدُ قَالَ لَا أَدْرِي۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴۰، صحیح مسلم: ۱۷۰۲، مسند احمد: ۱۸۶۴۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از الشیبانی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، میں نے پوچھا: سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے یا بعد، انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب مذکور کا عنوان محصن کو رجم کرنے کے متعلق ہے اور اس حدیث میں بھی رجم کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسحاق کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ الکلاباذی نے کہا: یہ ابن شاہین الواسطی ہیں اور اس حدیث کی سند میں خالد کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ الطحان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الشیبانی کا ذکر ہے، یہ سلیمان بن ابی سلیمان ہیں اور ان کا نام فیروز ہے اور یہ اپنی کنیت ابو اسحاق شیبانی سے مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے، ان کا نام علقمہ الاسلمی ہے، یہ بیعت الرضوان کے موقع پر حاضر تھے۔

سورۃ النور کے نازل ہونے کے بعد رجم کرنے پر دلیل

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از ابی کامل اور از ابو بکر بن ابی شیبہ روایت کی ہے۔ اس حدیث میں سورۃ النور کا ذکر ہے، اس سے مراد سورۃ النور کی یہ آیت ہے: "اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ" (النور:۲)۔
کیا یہ حدیث اس آیت کے حکم کے لیے ناسخ ہے یا نہیں؟ اور اس پر دلیل قائم ہے کہ رجم کرنے کا واقعہ سورۃ النور کے بعد ہوا کیونکہ سورۃ النور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگانے کے قصہ میں نازل ہوئی تھی اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ واقعہ چار ہجری کا ہے یا پانچ ہجری کا ہے یا چھ ہجری کا ہے۔ اور رجم اس کے بعد ہوا ہے کیونکہ رجم کے موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حاضر تھے اور وہ سات ہجری میں اسلام لائے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۱۔ ۴۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَتَى رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَحَدَّثَهُ أَنَّهُ قَدْ زَنَى فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَرُجِمَ وَكَانَ قَدْ أُحْصِنَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم میں سے ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے یہ بیان کیا کہ وہ زنا کر چکا ہے اور اس نے اپنے نفس کے اوپر چار مرتبہ گواہی دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو اس کو رجم کیا گیا اور وہ محصن یعنی شادی شدہ تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

صحیح البخاری: ۶۸۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں ایک شادی شدہ مرد کو رجم کرنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن مقاتل، یہ المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ان کے شیخ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، یہ ابنِ یزید ہیں۔

امام مسلم نے اس حدیث کی کتاب الحدود میں از اسحاق بن ابراہیم روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی کتاب الحدود میں از محمد بن المتوکل روایت کی ہے اور امام ترمذی نے کتاب الحدود میں از الحسن بن علی روایت کی ہے۔ اور امام نسائی نے کتاب الجنائز میں اس حدیث کی از محمد بن یحییٰ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ایک مرد" اور وہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مِن اسلم" یعنی بنو اسلم سے اور یہ قبیلہ مشہورہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وشهد على نفسه" یعنی حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس پر زنا کرنے کا چار مرتبہ اقرار کیا۔

قاضی کے سامنے زنا کا چار مرتبہ اقرار کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے: چار مرتبہ اعتراف کرنا چار مختلف مجالس میں ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اقرار کرنے والا قاضی سے غائب ہو جائے حتیٰ کہ قاضی اس کو نہ دیکھے، پھر دوبارہ اس کی طرف لوٹ کر آئے اور پھر اقرار کرے جیسا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، پس اگر اس نے ایک مجلس میں ہزار مرتبہ بھی اقرار کیا تو وہ ایک اعتراف قرار دیا جائے گا۔

اور ابنِ ابی لیلیٰ، امام احمد، اسحاق، الثوری، الحسن بن یحییٰ اور الحکم بن عُتیبہ نے کہا ہے: اس پر واجب ہے کہ وہ ایک مجلس میں چار مرتبہ اعتراف کرے۔

اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کا ایک مرتبہ اعتراف کرنا کافی ہے۔ اور اس باب کی حدیث ان سب کے خلاف حجت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وكان قد احصن" یعنی وہ شادی شدہ تھے، لہٰذا وہ مُحصِن تھے۔ اور احصَنَ کو صیغہ معلوم و مجہول

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دونوں کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۲ ۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیثِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رجم کے ثبوت میں دلائل

رجم سنتِ ثابتہ سے ثابت ہے اور خلفاء راشدین کے فعل سے اور ان کے بعد کے صحابہ کے اجماع سے اور ائمہ اہلِ علم کے اتفاق سے، ان میں سے ثوری ہیں، اہلِ عراق کی جماعت ہے، امام مالک اہلِ مدینہ میں ہیں، اور الاوزاعی اہلِ شام میں ہیں، اور امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور ہیں۔ (امام ابوحنیفہ بھی رجم کے قائل ہیں لیکن علامہ ابنِ ملقن شافعی نے عناداً امام ابوحنیفہ کا نام نہیں لیا)۔

اللہ جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں ان کی (اطاعت کرو)۔

نیز اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

پس اللہ سبحانہٗ نے اپنی مخلوق کے اوپر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے اور احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کرنے کا حکم دیا اور آپ نے رجم کیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے رجم کیا ہے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی رجم کیا۔

پس رجم کرنا ثابت ہے جیسا کہ ہم نے اس کی تقریر کی ہے اور خوارج اور معتزلہ جو رجم کا انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ رجم کا ذکر اللہ کی کتاب میں نہیں ہے اور جب ان پر کتاب کی اتباع کرنا لازم ہے تو سنت کی اتباع کرنا بھی ان پر لازم ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ (الحشر:۷)

اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو۔

پس اس شخص کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جس کا قول سنت کے اور صحابہ کے اجماع کے خلاف ہو اور ائمہ امت کے اتفاق کے خلاف ہو، لہٰذا اس کے خلاف کو شمار نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کی طرف التفات کیا جائے گا۔ اور رجم کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ إِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (النور:۸)

اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے۔

جیسا کہ اللہ کے رسول نے بیان کیا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت میں ''العذاب'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس عذاب سے مراد حد ہے یعنی رجم۔ اور بعض مفسرین نے کہا: اس سے مراد حبس اور قید ہے۔

(تفسیر طبری: ۷۔۱۹۵۴، جز ۱۲ ص ۱۱۲۔ ۱۱۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ میرے علم میں اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح رجم کے متعلق درج ذیل حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ فرما دیں، تو اس کا مخالف کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اس نے سچ کہا ہے، ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ فرما دیں، اعرابی نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا، اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا، سو مجھے لوگوں نے بتایا کہ تمہارے بیٹے کو رجم کیا جائے گا، تو میں نے اپنے بیٹے کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک باندی فدیہ میں دی، پھر میں نے اہلِ علم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان ضرور کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، رہی باندی اور بکریاں تو وہ تم کو واپس دی جائیں گی اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا۔ اور آپ نے ایک مرد سے فرمایا: اے اُنیس! تم صبح اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ، پس صبح کو حضرت انیس رضی اللہ عنہ گئے اور انہوں نے اس کی بیوی کو رجم کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۳۱۴ میں مذکور ہے کہ اگر وہ عورت اعتراف کرلے تو اس کو رجم کر دو۔)

(صحیح البخاری: ۲۶۹۵، ۲۶۹۶، ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: اے لوگو! رجم کرنا برحق ہے تم اس سے بے قراری نہ کرنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجم کیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ اور عنقریب اس امت میں ایک قوم ہوگی جو رجم کی تکذیب کرے گی اور دجال کی اور مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کا انکار کرے گی اور عذابِ قبر کا اور شفاعت کا انکار کرے گی، اور اس کا انکار کرے گی کہ کچھ لوگوں کو دوزخ سے نکال دیا جائے گا جب کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج ۱ ص ۱۸۲، الحدیث: ۲۲۶)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۵۳۔ ۱۵۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر)

قرآن مجید سے رجم کا ثبوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ (المائدہ: ۴۳)

اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر اس کے باوجود وہ روگردانی کرتے ہیں، اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں O

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت میں کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ "تورات میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے" اس حکم سے مراد رجم کرنے کا حکم ہے۔

(جامع البیان جز ۶ ص ۳۳۷، الحدیث: ۹۳۸۴، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

تورات میں ہر چند کہ بہت زیادہ تحریفات کی گئی ہیں اور کئی ایسی آیات کو نکال دیا گیا ہے جو قرآن مجید کی تصدیق کرتی ہیں، اس کے باوجود یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ موجودہ تورات میں بھی رجم کرنے کی آیت موجود ہے اور وہ یہ ہے:

"اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی ہو اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں، لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی، اور مرد کو اس لئے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا، یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا O"۔

(الاستثناء، باب: ۲۲، آیت: ۲۵، کتابِ مقدس ص ۱۸۷)

"پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے O تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائیں، کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا، یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا O"۔ (الاستثناء، باب: ۲۲، آیت: ۲۱، کتابِ مقدس ص ۱۸۷)

"اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے ہوئے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی، یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرنا O"

(الاستثناء، باب: ۲۲، آیت: ۲۲، کتابِ مقدس ص ۱۸۷)

ہماری کتب حدیث میں بھی اس کی تصدیق موجود ہے کہ تورات میں رجم کا حکم ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت دونوں نے زنا کیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم تورات میں رجم کے متعلق کیا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ان کو رسوا کرتے ہیں اور ان کو کوڑے لگاتے ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا، تورات میں رجم کا حکم ہے، پھر وہ تورات کو لائے، اس کو کھولا تو ان میں سے ایک یہودی نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کی آیتوں کو پڑھا، تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس میں رجم کی آیت تھی، یہودیوں نے کہا: اے محمد! آپ نے سچ کہا، اس میں رجم کی آیت ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا، پس میں نے دیکھا کہ وہ مرد اس عورت کی ڈھال بن رہا تھا اور اس سے پتھروں کو دور کر رہا تھا۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴۱، ۷۵۴۳، ۳۶۳۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۶، مسند احمد: ۴۴۸۴، موطأ امام مالک: ۱۵۵۱، سنن دارمی: ۲۳۲۱)

رجم کی احادیث متواترہ

رجم کی صحیح مرفوع متصل احادیث ترپن (۵۳) صحابہ سے مروی ہیں جن کو مسلم اور مستند جلیل القدر محدثین نے اپنی تصانیف میں متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے، ان کے علاوہ ثقہ تابعین کی چودہ (۱۴) مرسل روایات ہیں، چودہ (۱۴) آثارِ صحابہ اور پانچ (۵) فتاویٰ تابعین ہیں جن کو کبار محدثین نے اسانید کثیرہ کے ساتھ اپنی مصنفات میں درج کیا ہے، یہ کل چھیاسی (۸۶) احادیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں، ہم نے جن اعداد وشمار کا ذکر کیا ہے یہ ان کتب احادیث سے حاصل کئے گئے ہیں جو ہمارے پاس موجود اور دستیاب ہیں، ان کے علاوہ بے شمار کتب احادیث ہیں جو ہماری دسترس میں نہیں ہیں، اس لئے حتمی اور قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ رجم کے سلسلہ میں کتنی احادیثِ مرفوعہ، مرسلہ اور آثارِ صحابہ اور فتاویٰ تابعین موجود ہیں، بہر حال ہم نے جو اعداد وشمار تتبع اور تلاش سے حاصل کئے ہیں ان کی بناء پر یہ اطمینان اور یقین ہو جاتا ہے کہ رجم کا ثبوت جن احادیث سے ہے، وہ معنیً متواتر ہیں۔

ہم نے جن احادیث، آثار اور فتاویٰ تابعین کا ذکر کیا ہے ان کے حوالہ جات کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۸۱۶۔ ۸۰۴ میں مذکور ہے، تطویل سے اجتناب کرتے ہوئے ہم نے اس تفصیل کا یہاں ذکر نہیں کیا۔ قارئین کرام اس بحث کو شرح صحیح مسلم میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۳۔ بَابٌ: لَا يُرْجَمُ الْمَجْنُونُ وَالْمَجْنُونَةُ

دیوانے مرد اور دیوانی عورت کو رجم نہ کرنے کا بیان

وَقَالَ عَلِيٌّ لِعُمَرَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یہ علم نہیں کہ قلمِ تکلیف دیوانہ سے اٹھالیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے، اور بچے سے اٹھالیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے اور سوئے ہوئے شخص سے اٹھالیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ دیوانے مرد اور دیوانی عورت کو رجم نہیں کیا جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے جب اس نے حالتِ جنون میں زنا کیا ہو، اور اس پر اجماع ہے لیکن جب اس نے تندرستی کی حالت میں زنا کیا پھر بعد میں اس پر جنون طاری ہوا تو کیا اس کے رجم کرنے کو اس کے تندرست ہونے تک مؤخر کیا جائے گا؟ جمہور نے کہا: کیونکہ رجم سے اس کے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے، اس کے برخلاف کوڑے لگانے کا حکم ہے، کیونکہ اس حکم سے اس کو درد پہنچانے کا ارادہ کیا جاتا ہے، پس اس کو موخر کر دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے خطاب کا ذکر ہے، اور اس تعلیق کی امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بنوفلاں کی ایک دیوانی عورت کے پاس سے گزرے جس نے زنا کیا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اس حکم کو مسترد کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں سے قلمِ تکلیف کو اٹھالیا گیا ہے: مجنون سے جس کی عقل مغلوب ہو، اور سوئے ہوئے شخص سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے سچ فرمایا اور اس عورت کو چھوڑ دیا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۳۲۴۔۳۲۳، سنن ابوداؤد: ۴۳۹۹، المستدرک ج۱ ص ۲۵۸)

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۲۔۴۵۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۸۱۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي زَنَيْتُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ حَتَّى رَدَّدَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ أَحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابی سلمہ اور سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا اور اس وقت آپ مسجد میں تھے، اس مرد نے آپ کو نداء کی پس کہا: یا رسول اللہ! بے شک میں نے زنا کیا، آپ نے اس سے اعراض کیا، حتیٰ کہ چار مرتبہ اس کو رد کر دیا، پس جب اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر فرمایا: کیا تم کو جنون ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو لے جاؤ، پس اس کو رجم کر دو۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن داری: ۲۳۱۵)

۶۸۱۶۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ فَكُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلَّى فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ هَرَبَ فَأَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ فَرَجَمْنَاهُ

ابن شہاب نے کہا: مجھے اس نے خبر دی جس نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سماع کیا کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ان کو رجم کیا تھا، پس ہم نے ان کو عید گاہ میں رجم کیا، پس جب ان کو پتھر لگے تو وہ بھاگے، ہم نے ان کو الحرۃ (سیاہ پتھریلی زمین) میں پکڑ لیا، پس ہم نے ان کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن داری: ۲۳۱۵)

صحیح البخاری: ۶۸۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "کیا تم کو جنون ہے؟" کیونکہ اس کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر زنا کا اقرار کرنے والا مجنون ہو تو اس کو رجم نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از عبد الملک بن شعیب روایت کی ہے اور امام نسائی نے اس حدیث کی کتاب الرجم میں از محمد بن عبداللہ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اتی رجل" یعنی ایک مرد آیا۔ اور شعیب بن لیث کی روایت میں مذکور ہے "مسلمانوں میں سے ایک مرد آیا"۔ اور ابن مسافر کی روایت میں مذکور ہے "لوگوں میں سے ایک مرد آیا"۔ اور یونس اور معمر کی روایت میں مذکور ہے کہ "بنو اسلم سے ایک مرد آیا" اور صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "میں نے حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا۔۔۔ الحدیث"۔ اور اس میں مذکور ہے کہ وہ ایک چھوٹے قد کے مرد تھے، اور ان کی پنڈلی کے باطن کے اوپر والے حصہ میں گوشت کی گٹھلیاں تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابك جنون؟" اور شعیب نے از عاصم الطلاق میں روایت کی ہے "هل بك جنون؟" قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: اس سوال کا فائدہ یہ ہے تاکہ ان کے حال کا تتبع کیا جائے، کیونکہ کسی عقل مند آدمی سے یہ بعید ہے کہ وہ ایسی چیز کا سوال کرے جس سے اس کی ہلاکت ہو، یا اس لیے سوال کیا شاید کہ وہ رجوع کر لیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بالمصلی" اس میدان میں نمازِ جنازہ پڑھی جاتی تھی اور یہ بقیع الغرقد میں تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۴۔ ۴۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۱۵۔ ۶۸۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس کو رجم کیا جا رہا ہے، اگر وہ رجم کے دوران بھاگے تو اس پر رجم کو مکمل کیا جائے گا یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جب حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو پتھروں سے چوٹ لگی اور درد ہوا تو وہ بے قرار ہو کر بھاگے"۔

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: بہ ظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت رجم کو ترک کر دیا جائے گا جیسا کہ ہمارا مذہب ہے، عنقریب تم اس کو جان لو گے اور امام احمد کا بھی مذہب ہے۔ اور فقہاء احناف کا اس میں اختلاف ہے، انہوں نے کہا: اگر وہ بھاگا اور لوگوں نے اس کو فوراً پکڑ لیا تو اس پر بقیہ حد پوری کی جائے گی اور اگر انہوں نے اس کو کئی دنوں کے بعد پکڑا تو اس پر بقیہ حد نہیں مکمل کی جائے گی۔

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "تم نے اس کو کیوں نہ چھوڑ دیا" اس حدیث کی امام ابوداؤد نے روایت کی ہے اور وہ درج ذیل ہے:

نعیم بن ہزال اپنے والد حضرت ہزال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ میرے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باپ کی گود میں یتیمی میں پرورش پا رہے تھے، انہوں نے قبیلہ کی ایک لڑکی سے زنا کیا تو ان سے میرے والد یعنی حضرت ہزال رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور ان کو اس کام کی خبر دیں جو آپ نے کیا ہے شاید کہ وہ آپ کے لیے استغفار کریں، اور ان کا اس سے ارادہ یہ تھا کہ شاید حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی اس مصیبت سے نکلنے کی جگہ ہو، پس وہ آپ کے پاس آئے، پس کہا: یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم جاری کر دیجئے، آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر دوبارہ وہ لوٹ کر آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم جاری کر دیجئے، پس آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر وہ دوبارہ آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم جاری کر دیجئے حتیٰ کہ انہوں نے یہ بات چار مرتبہ کہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے چار مرتبہ یہ کہا ہے، تم نے کس کے ساتھ زنا کیا ہے، انہوں نے بتایا کہ فلاں لڑکی کے ساتھ، آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس کو لپٹایا تھا، انہوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے پوچھا: کیا تم نے ان سے مباشرت کی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے پوچھا: کیا تم نے ان سے جماع کیا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، حضرت ہزال رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ نے پھر ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، پھر ان کو الحرۃ کی طرف لے جایا گیا، جب ان پر پتھر مارے گئے تو انہوں نے پتھروں کا درد محسوس کیا، پس وہ بے قرار ہوئے، پس وہ نکل کر بھاگنے لگے، پس حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ ان کو ملے اور ان کے اصحاب انہیں پکڑنے سے عاجز آ گئے، حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی ایک ہڈی لے کر ان کو ماری اور ان کو قتل کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ آئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: تم نے اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیا، شاید کہ وہ توبہ کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۱۹، صحیح البخاری: ۶۸۲۶، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن المنذر شافعی نے کہا ہے: اس پر ایک دن کے بعد اور کئی دنوں کے بعد اور سالوں کے بعد حد قائم کی جائے گی، اس لیے کہ جس کے اوپر حد واجب ہے دنوں اور راتوں کے گزرنے سے اس کی حد ساقط نہیں ہوتی۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کو ساقط کرتے ہیں، ان کی اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''پس تم نے اس کو کیوں نہ چھوڑ دیا'' کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے حد کو ساقط کرنے کا ارادہ نہیں کیا، جیسا کہ امام ابنِ اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے قصہ میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ اس حدیث کو جاننے والا ہوں، میں ان صحابہ میں تھا جنہوں نے ان کو رجم کیا تھا، بے شک جب ہم نے ان کو رجم کیا اور انہوں نے پتھروں کے لگنے کا درد محسوس کیا تو وہ چلائے ''اے میری قوم! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ، بے شک میری قوم نے مجھے قتل کر دیا اور مجھے میری جان سے دھوکہ میں رکھا اور مجھے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل کرنے والے نہیں ہیں، سو ہم نے ان کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ ہم نے ان کو قتل کر دیا اور جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گئے تو ہم نے آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: تم نے اس مرد کو کیوں نہ چھوڑ دیا اور اس کو میرے پاس کیوں نہ لے کر آئے'' تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے استغفار فرماتے۔ رہا یہ کہ آپ حد کو چھوڑ دیتے تو ایسا نہیں ہے''۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۲۰)

اگر زنا کرنے والا زنا کے اقرار کے بعد اپنے اقرار سے رجوع کر لے تو اس کا رجوع قبول کیا جائے گا یا نہیں؟

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب کسی شخص نے زنا کا اقرار کیا، پھر اس نے اپنے اقرار سے رجوع کر لیا تو فقہاء کی ایک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جماعت نے کہا ہے: اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور اس پر حد نہیں لگائی جائے گی، یہ عطاء، زہری، ثوری اور فقہاء کوفہ کا قول ہے اور امام شافعی کا، امام احمد کا اور امام اسحاق کا مذہب ہے۔ اور امام مالک کے اقوال مختلف ہیں: القعنبی نے ان سے حکایت کی ہے کہ جب اس نے زنا کا اعتراف کیا اور پھر رجوع کر لیا اور یہ کہا: میں نے تو اس طرح اور اس طرح کیا تھا، تو امام مالک نے کہا: اس کا یہ رجوع قبول کیا جائے گا اور اس پر حد نہیں قائم کی جائے گی۔ اور اشہب مالکی نے کہا: اس کا رجوع قبول کیا جائے گا اگر وہ اس پر کوئی عذر پیش کرے ورنہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور ابن عبد الحکم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ جب اس نے ہوش مندی کی حالت میں زنا کا اعتراف کیا پھر رجوع کیا تو اس کے رجوع کو قبول نہیں کیا جائے گا، یہ اشہب سے منقول ہے اور اہل الظاہر سے منقول ہے۔

اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس کے رجوع کو قبول نہیں کیا جائے گا، ان میں ابن ابی لیلیٰ اور حسن بصری ہیں اور امام شافعی نے جو کہا ہے کہ اس کا رجوع قبول کیا جائے گا، انہوں نے سنن ابوداؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے "تم نے اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیا" (سنن ابوداؤد: ۴۴۲۰)۔ اور شارع علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ شاید تم نے ان کو بوسا دیا ہو یا ان سے چھیڑ خانی کی ہو، پس شارع علیہ السلام ان کو تلقین کرتے رہے اور ان کے اعتراف کے بعد بھی ان پر رجوع کو پیش کرتے رہے، پس اگر وہ کہتے کہ ہاں میں نے بوسا دیا تھا یا ان کو چھیڑا تھا تو ان سے رجم کی حد ساقط ہو جاتی ورنہ ان پر اس کے پیش کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے ان کو ایک فائدہ کے لیے تلقین کی تھی اور وہ رجوع کرنا تھا۔

اور دوسرے فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ حد گواہوں سے یا اقرار سے لازم ہوتی ہے اور یہ بات مقرر ہے کہ اگر حد گواہوں سے لازم ہو تو اس کا رجوع قبول نہیں کیا جائے گا، اسی طرح اگر اقرار سے لازم ہو تب بھی اس کا رجوع قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ "تم نے اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیا" تو ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا ہو اور اگر ان کے بھاگنے کی وجہ سے ان سے حد ساقط ہو جاتی تو پھر لازم آتا کہ وہ خطاءً مقتول ہوئے، اور اگر وہ خطاءً مقتول ہوتے تو ان کے قاتلین کے اوپر دیت لازم آتی لیکن جب کہ ان کے قاتلین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت لازم نہیں کی اور انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں نے زنا نہیں کیا تھا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ ان کا دورانِ حد بھاگنا اس کو واجب نہیں کرتا کہ ان سے حد کو چھوڑ دیا جائے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا: یہی قول صحت اور صواب کے مشابہ ہے۔

حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور ان کی مغفرت کی متعلق مختلف روایات

بعض احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کے بعد ان کی نمازِ جنازہ پڑھی:

امام بخاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم سے ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس انہوں نے زنا کا اعتراف کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم کو جنون ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپ نے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو ان کو عید گاہ میں رجم کیا گیا۔ پھر جب ان کو پتھر لگنے سے درد ہوا تو وہ بھاگے، پس ان کو پکڑ لیا گیا اور رجم کیا گیا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے کلماتِ خیر فرمائے اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ اور یونس اور ابن جریج نے از زہری یہ نہیں کہا کہ آپ نے ان کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمازِ جنازہ پڑھی۔

امام ابوعبداللہ بخاری سے سوال کیا گیا کہ یہ روایت کہ ''آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی'' صحیح ہے کہ نہیں؟ تو انہوں نے کہا: اس کی معمر نے روایت کی ہے، ان سے پوچھا گیا کہ معمر کے علاوہ اور کسی نے نمازِ جنازہ پڑھنے کی روایت کی ہے؟ تو امام بخاری نے کہا: نہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

اور بعض احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ امام بیہقی نے کہا کہ حدیث کے یہ الفاظ کہ ''آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی'' خطاء ہے، کیونکہ امام عبدالرزاق کے اصحاب کا اس کے خلاف پر اجماع ہے، پھر زہری کے اصحاب کا بھی اس کے خلاف پر اجماع ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۱۲ ص ۳۰۲)

اور امام بخاری کے علاوہ دوسروں نے کہا: اس حدیث میں اضطراب ہے، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ ان کے لیے استغفار کیا اور نہ ان کو برا کہا، اور اس حدیث میں ہے کہ ہم نے ان کے لیے گڑھا کھودا تھا۔
(صحیح مسلم: ۱۶۹۴)

اور امام ابوداؤد نے کہا کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۲۱)

اور امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار کیا اور اس کے آخر میں مذکور ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو پوری میری امت پر تقسیم کیا جائے تو وہ ان سب کے لیے کافی ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۵)

نیز امام مسلم اور امام ابوداؤد نے الغامدیہ کے متعلق روایت کی ہے کہ ان کو رجم کرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۵، الرقم المسلسل: ۴۳۲۳، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۲)

خلاصہ یہ ہے کہ جس کو رجم کیا جائے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

اور حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کے متعلق امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ ان کو خبیث نہ کہو، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳۵)

اور امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے صاحب کی طرف نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت کر دی اور ان کو جنت میں داخل کر دیا۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۷۹)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۶۳۔ ۱۵۸ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۱۵۔ ۶۸۱۶ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے چند اہم فوائد

(۱) جس شخص سے زنا کا فعل سرزد ہو جائے، اس کے لیے اپنا پردہ رکھنے اور تنہائی میں توبہ کرنے کا استحباب

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص سے زنا کا فعل سرزد ہو جائے اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور اپنے نفس پر پردہ رکھے اور اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرے جیسا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ پر یہ اشارہ کیا تھا۔

امام مالک اور امام نسائی نے یحییٰ بن سعید الانصاری سے روایت کی ہے از سعید کہ ایک مرد نے جو قبیلہ اسلم سے تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دوسرے شخص نے زنا کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے پردہ سے پردہ پوشی کرو، پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، انہوں نے بھی اسی طرح کہا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے تین مرتبہ ان سے اعراض کیا، حتیٰ کہ جب انہوں نے زیادہ بار کہا تو آپ نے ان کو ان کے گھر والوں کی طرف بھیجا۔

اور جو شخص اس فعل پر مطلع ہو جائے، وہ بھی اس کا ستر کرے اور اس کو رسوا نہ کرے اور اس کے معاملہ کو امام کی طرف نہ لے جائے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قصہ میں حضرت ہزال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اگر تم اپنے کپڑے سے اس کا ستر کر لیتے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوتا"۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۷۷) نیز امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے اپنے زنا کا اعتراف کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر پردہ رکھا تھا، کاش! تم بھی اپنے اوپر پردہ رکھتے"۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۶۸)

اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے، پس انہوں نے کہا: جس آدمی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہ پر پردہ رکھے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے نفس کے اوپر پردہ رکھے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور انہوں نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا جو قصہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہوا، اس سے استدلال کیا ہے۔

(۲) جس شخص نے علانیہ اور ظاہراً بدکاری کی ہو، اس کے معاملہ کا قاضی کے پاس پیش کرنے کا استحباب

علامہ ابن العربی المالکی متوفی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے: یہ استحباب اس صورت میں ہے جب اس نے علانیہ زنا نہ کیا ہو، پس جب کہ وہ بے حیائی کے کام کو علانیہ کرنے والا ہو تو میں اس کو مستحب قرار دیتا ہوں کہ اس کا کشف کیا جائے اور اس کے معاملہ کو کھول دیا جائے تا کہ وہ اور دوسرے لوگ عبرت پکڑیں۔

اور ستر کے استحباب پر یہ اشکال ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی تحسین کی گئی اور غامدیہ کی بھی تحسین کی گئی (انہوں نے اپنے زنا کرنے کے قصہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کیا تھا)۔ ہمارے شیخ نے شرح الترمذی میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ غامدیہ کا حمل ظاہر ہو گیا تھا، حالانکہ ان کا نکاح نہیں ہوا تھا، پس ان کا زنا پر پردہ رکھنا مشکل اور دشوار تھا کیونکہ بغیر نکاح کے ان کے حمل کی وجہ سے ان کی بے حیائی ظاہر ہو گئی۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے یہ قید لگائی ہے کہ پردہ رکھنے کو اس وقت ترجیح دی جائے گی جب وہاں پر ایسا قرینہ نہ ہو جو اس کی ضد کی خبر دیتا ہو اور اگر ایسا قرینہ پایا جائے تو پھر اس مقدمہ کو امام کی طرف لے جانا افضل ہے تا کہ وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس پر حد قائم کرے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اور جو چیز ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ پردہ رکھنا مستحب ہے اور قاضی کے پاس یہ معاملہ پیش کرنا تا کہ تطہیر میں مبالغہ ہو جائے یہ زیادہ مستحب ہے اور حقیقتِ علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(۳) جو شخص زنا کا اعتراف کرے اس کو تلقین کرنے کا استحباب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے اوپر حد جاری کرنے کے لیے زنا کا اعتراف کرے اس کو تلقین کرنی چاہیے اور یہ سمجھانا چاہیے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے زنا کے معنی میں خطاء کی ہو یا اس نے لپٹایا ہو یا بغل گیر ہوا ہو یا صرف بوسا دیا ہو اور اس کو زنا سمجھا ہو۔

(۴) امام کے سامنے بے حیائی کے فعل کے اقرار کرنے کا استحباب

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ امام کے سامنے اور مسجد میں کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ اگر اس نے کوئی بے حیائی کا کام کیا ہے تو وہ اس کا اقرار کرلے اور جن الفاظ کا کنایۃً ذکر کیا جاتا ہے اور ان کا صراحۃً تلفظ کرنے سے حیاء کی جاتی ہے، ان کو صراحت کے ساتھ بیان کرے۔

(۵) امام کے سامنے جب کوئی شخص زنا کا اعتراف کرے تو امام کے اس سے تفتیش کرنے کا بیان

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی بڑی شخصیت کو نداء کرنا جائز ہے اور جو شخص کسی ایسے کام کا اقرار کرے جس میں حد کے قائم کرنے کا احتمال ہو تو امام اس سے اعراض کرے اور اس سے سوال کرے تا کہ تحقیق سے واضح ہو جائے کہ آیا اس نے یہ جرم کیا ہے یا نہیں۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجنون کا اقرار کرنا لغو ہے اور اقرار کرنے والے کو رجوع کی پیش کش کرنی چاہیے اور جب وہ رجوع کرلے تو اس کے رجوع کو قبول کرلیا جائے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: امام مالک سے یہ روایت ہے کہ اس کے رجوع کا کوئی اثر نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث اس کی زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔

(۶) جس شخص سے کوئی معصیت سرزد ہو جائے تو اس کے نادم ہونے اور توبہ کرنے کا بیان

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس سے کوئی معصیت ہو جائے تو وہ اس پر نادم ہو اور توبہ کی طرف جلدی کرے اور کسی کو اس کی خبر نہ دے اور اپنی معصیت پر پردہ رکھے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ رکھا ہے۔ اور اگر اتفاق سے وہ کسی کو اپنی معصیت کی خبر دے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس کو توبہ کرنے کا حکم دے اور اس کے معاملہ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھے جیسا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا واقعہ حضرت ابوبکر اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا۔

(۷) چار مرتبہ اقرار کرنے کے دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ زنا کا اقرار کیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو لے جاؤ اور رجم کردو۔ اور چار مرتبہ اقرار کو اس پر قیاس کیا جاتا ہے کہ زنا میں چار گواہ ہونے ضروری ہیں۔ اور یہ فقہاء احناف کا قول ہے اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔

(۸) چار مرتبہ اقرار کے لیے مجالس کے متعدد ہونے میں فقہاء کے مذاہب

آیا چار مرتبہ اقرار الگ الگ مجلس میں کیے جائیں یا ایک مجلس میں بھی چار مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے؟ اور ظاہر یہ ہے کہ مجالس متعدد ہوں اور اقرار کے عدد سے مجالس کا ہونا ضروری نہیں ہے اور اکثر احادیث میں یہ ہے کہ اس نے دو مرتبہ اقرار کیا ہے، پھر اگلے دن وہ آیا اور پھر اس نے دو مرتبہ اقرار کیا جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کا بیان ہے۔ اور جمہور فقہاء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے اور ہو سکتا ہے اس میں زیادہ ثبوت کے حصول کے لیے ایسا کیا گیا ہو۔

(۹) الغامدیہ اور مزدور کے قصہ میں دوبارہ سوال نہ کرنے کی توجیہ

اور صحیح مسلم میں الغامدیہ کے قصہ میں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا: مجھے پاک کر دیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، تم واپس جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، تو اس نے کہا: کیا آپ مجھے اس طرح لوٹانا چاہتے ہیں جس طرح آپ نے ماعز (رضی اللہ عنہ) کو لوٹایا تھا اور وہ زنا سے حاملہ ہو چکی ہیں، تو آپ نے غامدیہ پر حد لگانے کو اس لیے موخر کیا کہ وہ حاملہ تھیں، اور جب ان کا حمل وضع ہو گیا تو آپ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا اور پھر ان سے دوبارہ سوال نہیں کیا۔ اور ان کے اقرار کی تکرار اور تعدد مجالس کا بھی اعتبار نہیں کیا۔ اسی طرح مزدور کے قصہ میں ہے جب آپ نے فرمایا: اے اُنیس! صبح کو اس عورت کے پاس جاؤ، اگر وہ اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دینا، اس حدیث میں ہے کہ وہ صبح کو اس عورت کے پاس گئے، اس نے اعتراف کیا تو انہوں نے اس کو رجم کر دیا۔ اور اس حدیث میں بھی اعتراف کے تعدد کا ذکر نہیں ہے اور نہ مجالس کے تعدد کا ذکر ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ مزدور اور غامدیہ کے قصہ میں اقرار اور مجالس کے تعدد کا ذکر نہ ہونا اس کے عدمِ وقوع پر دلالت نہیں کرتا، پس جب یہ ثابت ہو کہ یہ عدد شرط ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس پر سکوت اس وجہ سے ہو کہ مامور کا علم ہے۔ اور رہا غامدیہ کا یہ کہنا کہ کیا آپ یہ ارادہ کرتے ہیں کہ آپ مجھے اس طرح واپس کر دیں جس طرح آپ نے ماعز کو واپس کیا تھا، تو اس کا علامہ طیبی نے یہ جواب دیا ہے کہ غامدیہ زنا سے حاملہ تھیں اور ان کا حال ماعز کے حال کے مغایر تھا، اگرچہ وہ دونوں زنا کے فعل میں شریک تھے لیکن علت جامعہ نہیں ہے کیونکہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ رجوع کرنے پر قادر تھے اور غامدیہ رجوع کرنے پر قادر نہیں تھیں کیونکہ وہ حاملہ ہو چکی تھیں۔

(۱۰) رجم کے وقت مرجوم کے لیے گڑھا کھودنے کے متعلق مذاہب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا تو ان کے لیے گڑھا نہیں کھودا گیا بلکہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث جو صحیح مسلم میں ہے، اس میں یہ تصریح ہے کہ ہم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے لیے نہ گڑھا کھودا اور نہ ان کو باندھا، لیکن صحیح مسلم میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہم نے ان کے لیے گڑھا کھودا تھا، پس ان کو اس گڑھے میں کھڑا کیا۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ مرد کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے اور اس میں امام کو اختیار ہے۔

اور ان حدیثوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ فی الجملہ مرجوم کے لیے گڑھا کھودنا جائز ہے اور عورت کے لیے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اگر اس کا زنا گواہی سے ثابت ہو تو اس کے لیے گڑھا کھودنا مستحب ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مرجوم کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے۔ اور امام ابو یوسف نے کہا کہ مرد اور عورت دونوں کے لیے گڑھا کھودا جائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱۱) جس نے زنا کا اقرار کیا اس کو قید میں رکھنے کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے زنا کا اقرار کیا اور ان کو رجم کرنے سے پہلے قید میں نہیں رکھا گیا۔ اسی طرح جو عورت حاملہ تھی اس کو بھی قید میں نہیں رکھا گیا حتیٰ کہ اس کا حمل وضع ہو جائے۔

اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اس وقت مدینہ میں قید خانہ نہیں تھا۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: آپ نے ان کو قید میں رکھنے کا اس لیے حکم نہیں دیا اور نہ کسی وکیل کے سپرد کرنے کا حکم دیا کہ ان کا رجوع کرنا مقبول تھا، سو ان کو قید میں رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۸۷۹۔۸۸۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۴۔ بَابٌ: لِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ — زانی کو پتھر مارنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ زانی کے لیے پتھر ہیں، یعنی اس کے لیے ناکامی اور محرومی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ زانی کو رجم کیا جائے گا یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۸۱۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اخْتَصَمَ سَعْدٌ وَابْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ زَادَ لَنَا قُتَيْبَةُ عَنِ اللَّيْثِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زمعہ رضی اللہ عنہ آپس میں جھگڑے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن زمعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ تمہارے لیے ہے اے عبد بن زمعہ! بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور اے سودہ! تم اس سے پردے میں رہا کرو۔ اور قتیبہ نے اللیث سے روایت کرتے ہوئے یہ اضافہ کیا کہ زانی کے لیے پتھر ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۰۵۳، ۲۲۱۸، ۲۴۲۱، ۲۵۳۳، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲، صحیح مسلم: ۱۴۵۷، سنن نسائی: ۳۴۸۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۴، مسند احمد: ۲۵۳۶۶، موطا امام مالک: ۱۴۴۹، سنن دارمی: ۲۲۳۷)

صحیح البخاری: ۶۸۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے "زانی کے لیے پتھر ہیں" اور اس حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں بھی یہی مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالولید، یہ ہشام بن عبدالملک ہیں۔امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اختصار سے روایت کیا ہے۔یہ مکمل حدیث کتاب الفرائض میں ''باب الولد للفراش حرۃ کانت او امۃ'' میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کی عبداللہ بن یوسف سے روایت کی ہے اور اس کی شرح ہو چکی ہے۔

اس حدیث میں سعد کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔اور اس حدیث میں ابن زمعہ کا ذکر ہے، یہ حضرت عبد بن زمعہ ہیں۔اور اس حدیث میں سودہ کا ذکر ہے، یہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں جو ام المومنین ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۱۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۴۵۸، سنن ترمذی: ۱۱۵۷، سنن نسائی: ۳۴۸۲، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۶، مسند احمد: ۷۲۲۱، سنن دارمی: ۲۲۳۵)

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۱۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

محاوراتِ عرب سے اس حدیث کی توجیہ

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ زانی کا بچہ میں کوئی حصہ نہیں ہے اور زانی کے ساتھ بچہ کا نسب ملایا نہیں جائے گا اور جس شخص کا کسی چیز میں کوئی حق نہ ہو اور وہ اس کو طلب کرے تو عرب کہتے ہیں: تمہارے منہ میں پتھر، اور اس سے ان کی مراد ہوتی ہے کہ تم اس میں ناکام ہو۔اور بعض شارحین نے کہا کہ اس کے لیے پتھر ہیں یعنی اس کو رجم کیا جائے گا، یہ اس وقت ہے جب وہ شادی شدہ ہو یعنی زانی جب شادی شدہ ہو۔اور ابن الاعرابی نے ذکر کیا کہ عرب والوں کے لیے فراش کا لفظ مرد اور عورت دونوں کے لیے کہا جاتا ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کا فراش ہوتا ہے۔اس کی پوری شرح عنقریب کتاب الفرائض میں گزر چکی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۳ ص ۱۶۹، ملخصاً ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۵۔ بَابُ: الرَّجْمِ فِي الْبَلَاطِ

البلاط میں رجم کرنا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں البلاط میں رجم کرنے کا بیان ہے۔ لفظ بلاط کئی معانی میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس سے مراد یہاں پر ایک مشہور جگہ ہے جو مسجد نبوی کے دروازہ کے قریب ہے، اس جگہ پر چوکور پتھروں کا چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر اس باب کی حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کلام میں اشارہ ہے۔ اور بعض لوگوں کا یہ زعم ہے کہ البلاط سے مراد وہ پتھر ہے جس کے ساتھ رجم کیا جاتا ہے۔ اور البلاط ان پتھروں کو کہتے ہیں جن سے مکانات بنائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ابو عبید البکری نے کہا ہے کہ البلاط مدینہ منورہ میں مسجد نبوی اور بازار کے درمیان ایک جگہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس عنوان سے یہ مراد ہو کہ جس کو رجم کیا جائے اس کے لیے گڑھا کھودنا شرط نہیں ہے، کیونکہ بلاط تو پتھروں کا پختہ فرش ہوتا ہے جس میں گڑھا نہیں کھودا جاتا۔ اور یہ بھی احتمال بعید ہے، کیونکہ صحیح مسلم میں یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے گڑھا کھودنے کا حکم دیا، پھر اس گڑھے میں ان کو رجم کیا گیا۔

یاقوت الحموی نے کہا ہے کہ البلاط دمشق کی ایک بستی ہے اور بلاط اندلس کے ایک قلعہ کا نام ہے اور بلاط ایک شہر تھا جو حلب کی اطراف میں تھا اور اب وہ ویران ہوگیا ہے اور بلاط القسطنطنیہ میں ایک جگہ ہے، یہ سیف الدولہ بن حمدان کے دور حکومت میں قیدیوں کو بٹھانے کی جگہ تھی۔ نیز انہوں نے کہا ہے کہ البلاط مدینہ منورہ میں ایک جگہ ہے، یہ وہ جگہ ہے جو چوکور پتھروں سے فرش بنایا گیا ہے اور یہ فرش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور بازار کے درمیان ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۴۔ ۴۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ كَرَامَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِيَهُودِيٍّ وَيَهُودِيَّةٍ قَدْ أَحْدَثَا جَمِيعًا فَقَالَ لَهُمْ مَا تَجِدُونَ فِي كِتَابِكُمْ قَالُوا إِنَّ أَحْبَارَنَا أَحْدَثُوا تَحْمِيمَ الْوَجْهِ وَالتَّجْبِيَةَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ ادْعُهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ بِالتَّوْرَاةِ فَأُتِيَ بِهَا فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ وَجَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهُ ابْنُ سَلَامٍ ارْفَعْ يَدَكَ فَإِذَا آيَةُ الرَّجْمِ تَحْتَ يَدِهِ فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَرُجِمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَرُجِمَا عِنْدَ الْبَلَاطِ فَرَأَيْتُ الْيَهُودِيَّ أَجْنَأَ عَلَيْهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عثمان بن کرامۃ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی از سلیمان، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور یہودیہ عورت کو لایا گیا، ان دونوں نے ایک جرم کیا تھا (انہوں نے زنا کیا تھا)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم اپنی کتاب میں اس کا کیا حکم پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہمارے علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کا چہرہ کالا کیا جائے اور ان کو ایک دوسرے کے برخلاف سوار کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! انہیں حکم دیں کہ تورات لائیں، پس تورات کو لایا گیا، پس ان میں سے ایک آدمی نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اس سے پہلے اور بعد کی آیتوں کو پڑھنے لگا تو حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنا ہاتھ اوپر اٹھاؤ، پس وہاں اس کے ہاتھ کے نیچے رجم کی آیت تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو ان دونوں کو رجم کیا گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ان دونوں کو البلاط کے پاس رجم کیا گیا، پس میں نے دیکھا کہ یہودی اس عورت کے اوپر جھکا ہوا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۶، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۶، مسند احمد: ۴۴۸۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۱)

صحیح البخاری: ۶۸۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حدیث کے آخری جملہ میں ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن عثمان کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں، ابوذر بن کرامۃ نے اس میں العجلی الکوفی کا اضافہ کیا ہے۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں خالد بن مَخلد کا ذکر ہے، یہ القطوانی الکوفی ہیں اور یہ بھی امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں، امام بخاری نے ان سے کئی مقامات پر بلاواسطہ روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان کا ذکر ہے، یہ ابنِ بلال ابوایوب ہیں جو عبداللہ بن ابی عتیق کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کی دیگر روایات

امام مسلم نے از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودیہ عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے حتیٰ کہ یہود کے پاس آئے، پس آپ نے فرمایا: جس شخص نے زنا کیا ہو تم اس کے متعلق تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ان دونوں کا منہ کالا کر دیتے ہیں اور ان دونوں کو سواری پر ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے بٹھا دیتے ہیں، پھر ان کو شہر میں پھرایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اچھا تورات کو لاؤ اگر تم سچے ہو، پس وہ تورات کو لے کر آئے، پھر اس کو پڑھا حتیٰ کہ جب رجم کی آیت کے پاس سے گزرے تو ایک نوجوان نے جو تورات کو پڑھ رہا تھا اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا اور اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھا، پس حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، انہوں نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے ہاتھ کے نیچے رجم کی آیت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان دونوں کو رجم کیا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ان دونوں کو رجم کیا تھا، میں نے دیکھا کہ مرد اس عورت کو پتھروں سے اپنے آپ کو ڈھال بنا کر بچا رہا تھا۔

اور امام ابوداؤد نے از زید بن اسلم از حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ یہود کی ایک جماعت آئی، پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشپ (بڑا پادری، دینِ عیسوی کا مجتہد) کی طرف بلایا، پس آپ ان کے پاس ان کے مدرسہ میں گئے، ان لوگوں نے کہا: ہم میں سے ایک مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے، آپ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجئے اور آپ کے لیے ایک گدا بچھا دیا اور آپ اس پر بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: میرے پاس تورات لاؤ، پس آپ کے پاس تورات لائی گئی، آپ نے گدا اپنے نیچے سے نکالا اور اس پر تورات کو رکھ دیا، پھر آپ نے فرمایا: تم اپنے عالم کو بلاؤ، پھر ایک نوجوان کو لایا گیا، پھر اس کے بعد رجم کے قصہ کا ذکر کیا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: یہودی اور یہودیہ، الزجاج نے کہا: یہ دونوں اہلِ خیبر سے تھے اور ابن الطلاع سے روایت ہے کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ یہ اہلِ ذمہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "احدثا" یعنی ان دونوں نے زنا کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: انہوں نے ایک بے حیائی کا کام کیا اور اس سے زنا مراد ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان احبارنا" یعنی ہمارے علماء اور یہ "حبر" کی جمع ہے اور یہ اس عالم کو کہتے ہیں جو کلام کو مزین کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "احدثوا" یعنی انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ ان کا منہ کالا کر دیا جائے اور ان کو سواری پر ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے بٹھا دیا جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں گدھے پر سوار کر دیا جائے اور ہر ایک کا منہ ایک دوسرے کے مخالف کر دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اجنأ علیھا" اس کا معنی ہے کہ مرد عورت پر جھک گیا اور اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

اہلِ کتاب کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب اہلِ کتاب ہمارے پاس کوئی مقدمہ پیش کریں، کیا ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کے درمیان فیصلہ کریں یا اس میں ہم کو اختیار ہے کہ ہم فیصلہ کریں یا نہ کریں؟

فقہاء حجاز اور فقہاء عراق کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام یا حاکم کو اختیار ہے، اگر چاہے تو ان کے درمیان اسلام کے حکم کے مطابق فیصلہ کر دے اور اگر چاہے تو ان سے اعراض کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْۚ وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْــًٔاؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۝۴۲ (المائدہ:۴۲)	(یہ) جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں، سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں (تو آپ کو اختیار ہے) خواہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں خواہ ان سے اعراض فرمائیں اور اگر آپ ان سے اعراض کریں گے تو یہ آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گے، اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے O

امام مالک اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے اور اس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا اور یہی عطاء، شعبی اور نخعی کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ المائدہ: ۴۲ بنی قریظہ کے متعلق نازل ہوئی اور یہ آیت محکمہ ہے۔ اور عامر اور ابراہیم نخعی نے کہا: اگر چاہے تو حاکم ان کے درمیان فیصلہ کرے اور اگر چاہے تو فیصلہ نہ کرے۔ اور ابن القاسم سے روایت ہے کہ جب اہلِ ذمہ مسلمانوں کے حاکم کے پاس مقدمہ پیش کریں اور دونوں فریق اس حاکم پر راضی ہو جائیں تو حاکم ان کے درمیان ان کے بشپ کی مرضی کے بغیر فیصلہ نہ کرے، اگر ان کا بشپ ناپسند کرے تو پھر ان کے درمیان فیصلہ نہ کرے، اور اسی طرح اگر بشپ راضی ہو جائے اور فریقین راضی نہ ہوں یا ان میں سے کوئی ایک فریق راضی نہ ہو تب بھی ان کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

اور الزہری نے کہا: سنت کا حکم اس پر جاری ہے کہ اہلِ ذمہ کو ان کے حقوق اور ان کے معاملات میں اور ان کی وراثت کے احکام میں ان کے دین والوں کی طرف لوٹایا جائے، سوا اس کے کہ وہ ہماری طرف راغب ہوں تو پھر ان کے درمیان اللہ عزوجل کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ حاکم پر واجب ہے کہ جب اہلِ ذمہ ان کے پاس مقدمہ پیش کریں تو وہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ المائدہ: ۴۲ جس میں ان کے درمیان فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے وہ المائدہ: ۴۹ سے منسوخ ہو گئی ہے اور وہ یہ آیت ہے:

وَاَنِ احۡکُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَیۡكَ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ اَنۡ یُّصِیۡبَهُمۡ بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِهِمۡ ؕ وَاِنَّ كَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾ (المائدہ: ۴۹)

اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں، کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیے ہیں، پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ جان لیں کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے سزا دینا چاہتا ہے اور بے شک بہت سے لوگ ضرور فاسق ہیں O

سو یہ آیت المائدہ: ۴۲ کے حکم کے لیے ناسخ ہے جس میں فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اور یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور الزہری، عمر بن عبد العزیز اور السدّی کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے اور یہی امام شافعی کا دوسرا قول ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ جب عورت اور اس کا خاوند دونوں آئیں تو حاکم پر لازم ہے کہ ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کرے اور اگر فقط عورت آئے اور خاوند راضی نہ ہو تو ان کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا کہ فیصلہ کرے، اسی طرح امام مالک کے اصحاب کا اختلاف ہے۔

یہودیوں کو رجم کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

فقہاء نے ان دو یہودیوں کے متعلق بھی اختلاف کیا ہے جو اہلِ ذمہ سے تھے جب انہوں نے زنا کیا، کیا ان دونوں کو رجم کیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جائے گا؟ اگر ان کے حکام ہماری طرف اس کا فیصلہ کرنے کے لیے کہیں۔

پس امام مالک نے کہا: جب اہلِ ذمہ زنا کریں اور خمر پئیں تو امام ان سے تعرض نہ کرے سوا اس کے کہ وہ ذمی مسلمانوں کے شہروں میں اس کام کو علانیہ کرے جس وجہ سے مسلمانوں کو ضرر ہو، پس سلطان ان کو منع کرے گا کہ اس سے مسلمانوں کو ضرر ہوتا ہے اور امام مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو یہودیوں کو اس لیے رجم کیا کہ اس وقت یہود ذمی نہیں تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا: جب ذمی زنا کریں گے تو ان پر مسلمانوں کی حد لگائی جائے گی اور امام شافعی کا بھی یہی ایک قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۵۵۔ ۴۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۱۹، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس یہودی مرد اور یہودیہ عورت نے زنا کیا تھا، آیا وہ اہلِ ذمہ میں سے تھے یا اہلِ حرب میں سے تھے؟

امام محمد بن اسحاق نے از الزہری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اس حدیث کا واقعہ اس وقت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف آئے تھے۔

امام مالک نے کہا: یہ یہودی اہلِ ذمہ نہیں تھے، یہ اہلِ حرب تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے معاملہ میں حاکم بنایا تھا، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ امام مالک کا یہ قول ہے کہ وہ دونوں یہودی اہلِ ذمہ نہیں تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اہلِ ذمہ ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے یہ نہ پوچھتے کہ ان میں زانیوں کا حکم کیا ہے اور نہ آپ ان کے متعلق بشپ یا مجتہد پادری کے قول سے فیصلہ فرماتے، کیونکہ جب اہل ذمہ کسی معاملہ میں مسلمانوں کو حاکم بنائیں تو وہ ان میں حکم اس طرح کریں جس طرح مسلمانوں کے درمیان حکم کیا جاتا ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بیت المدراس کی طرف تشریف لے گئے تھے اور آپ نے یہود سے زانیوں کے حکم کے متعلق دریافت فرمایا تھا، اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تکذیب کا ارادہ فرمایا اور یہ ظاہر فرمانا چاہا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو تبدیل کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ وہ اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاکم بنائیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ خبر دی کہ تورات کے اندر اس کے متعلق حکم موجود ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (المائدہ: ۴۳)

اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر اس کے باوجود وہ روگردانی کرتے ہیں، اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں O

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس وقت رجم کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور معمر نے از ابن شہاب روایت کی ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

إِنَّآ أَنزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبّٰنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ ۝ (المائدہ: ۴۴)

بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے، اللہ کے نبی جو ہمارے مطیع تھے اس کے مطابق یہود کا فیصلہ کرتے رہے، اور اللہ والے اور علماء (فیصلہ کرتے رہے) کیوں کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت کرائی گئی تھی، اور وہ اس پر گواہ تھے، سو تم لوگوں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو، اور میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو، اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ کافر ہیں O

اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے نبی تورات کے مطابق فیصلہ کرتے تھے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار نبی ہیں، سو آپ بھی تورات کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے۔

جس کو رجم کیا جائے، اس کے لیے گڑھا کھودا جائے گا یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا جب ان کو رجم کیا جارہا تھا تو مرد اس عورت پر جھک کر اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ جب کسی کو رجم کیا جائے خواہ مرد ہو یا عورت تو اس کے لیے گڑھا نہیں کھودا جائے گا، کیونکہ اگر وہ دونوں گڑھے میں ہوتے تو مرد اس عورت کے اوپر جھک کر اس کو پتھروں سے نہیں بچا سکتا تھا۔

امام احمد بن حنبل نے کہا ہے: اکثر احادیث اس پر متفق ہیں کہ گڑھا نہیں کھودا جائے گا اور رجم میں یہ واجب ہے کہ اس کے تمام بدن پر پتھر مارے جائیں اور جب وہ کسی گڑھے کے اندر ہوگا تو اس کے بدن کا بعض حصہ گڑھے میں غائب ہو جائے گا۔

فقہاء احناف نے کہا ہے: جس مرد کو یا عورت کو رجم کیا جائے ان کے لیے گڑھا نہیں کھودا جائے گا اور اگر گڑھا کھودا تو مستحسن ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس میں اختیار ہے جو چاہے کرے۔ اور اصبغ مالکی نے کہا ہے کہ مستحب ہے کہ ان کے لیے گڑھا کھودا جائے اور مرد کے دونوں ہاتھ کھول دیے جائیں تاکہ ان ہاتھوں سے وہ اپنے چہرہ سے پتھروں کو ہٹائے۔ امام طحاوی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے شراحۃ کے لیے گڑھا کھودا۔ اور الجھینیہ کے قصہ میں مذکور ہے کہ ان کے اوپر ان کے کپڑے باندھ دیے گئے، پھر ان کو رجم کرنے کا حکم دیا گیا اور ان کے لیے گڑھا نہیں کھودا گیا۔

رجم کے وقت مرد اور عورت کو کھڑا کر کے رجم کیا جائے گا یا بٹھا کر؟ اس میں فقہاء کے اقوال

اور اس حدیث میں ثوری کی دلیل ہے کہ جس پر حد لگائی جائے اس کو بٹھایا نہیں جائے گا اور اس پر کھڑے ہو کر حد لگائی جائے گی، اور عورت کو بٹھا کر حد جاری کی جائے گی۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کھڑا ہوا تھا جب اس پر حد لگائی گئی اور عورت بیٹھی ہوئی تھی کیونکہ حد کے وقت مرد عورت پر جھکا ہوا تھا۔

اور امام مالک نے کہا ہے کہ مرد اور عورت حدود میں برابر ہیں، ان میں سے کسی کو بھی کھڑا نہیں کیا جائے گا اور ان دونوں کو بٹھا کر ان پر حد جاری کی جائے گی اور مرشد کے کپڑے اتار لیے جائیں گے اور عورت پر اتنے کپڑے باقی رکھے جائیں گے جس پر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا ستر ہو۔ اور امام شافعی، اللیث اور امام ابوحنیفہ نے کہا: تمام حدود میں کھڑا کر کے رجم کیا جائے گا سوائے حد قذف کے، اس میں اس کے کپڑوں کے اوپر کوڑے مارے جائیں گے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۵۴۔۳۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۱۹، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہلِ کتاب کو ان کی کتاب کی طرف لوٹانا چاہیے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "تم اپنی کتاب میں زنا کی کیا سزا پاتے ہو؟"

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہود حق کو چھپاتے تھے اور اس کو باطل کے لباس پہناتے تھے کہ ان کے ایک مرد نے رجم کی آیت کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے چھپایا۔

(۳) اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی برکت ہے کیونکہ انہوں نے حقیقت کو جان لیا اور اس مرد سے کہا کہ "اپنا ہاتھ اوپر اٹھاؤ"۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ وہ زانی مزنی بہا کو اپنے نفس پر مقدم کرتا تھا اسی وجہ سے اس کے اوپر جھک کر اس کو پتھروں سے بچاتا تھا۔ اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، وہ یہودیہ اسلام نہیں لائی اور ان دونوں کو رجم کیا گیا۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن کاموں کو اہلِ کتاب حرام سمجھتے ہیں، اگر وہ ان کاموں کا ارتکاب کریں تو ان پر حد قائم کی جائے گی، لیکن جن کاموں کو وہ حلال سمجھتے ہیں تو ان کے ارتکاب پر ان پر حد نہیں قائم کی جائے گی لیکن ان کو اس سے منع کیا جائے گا کہ وہ کھلم کھلا وہ کام کریں مثلاً جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ اس گھر میں ذمی آتے ہیں اور خمر پیتے ہیں تو ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان پر ٹوٹ پڑیں اور ان کو ڈانٹیں، کیونکہ وہ خمر پینے کو حلال سمجھتے ہیں، لیکن اگر وہ بازاروں میں خمر پئیں یا محلوں میں خمر پئیں تو ان کو اس سے روکا جائے، لیکن جب وہ اپنے گھروں میں چھپ کر خمر پئیں تو ہمارے لیے ان سے معارضہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ان کے دین کا تقاضا ہے اور ہمارے اور ان کے درمیان عہد ہے۔

(۶) یہودیوں کے دین میں رجم مشروع تھا لیکن جب ان کے اشراف اور معزز لوگوں نے زنا کیا تو انہوں نے کہا: ہم اپنے معزز لوگوں کو رجم کیسے کریں گے، کیونکہ ہم تو ان کی تعریف اور تحسین کرتے ہیں، لیکن یہ ان کی فکر کی غلطی تھی کیونکہ اگر وہ کسی معزز آدمی کو رجم کر دیتے تو تمام لوگ زنا کرنے سے رک جاتے، لیکن شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا تھا کہ اگر تم نے ان پر حدود قائم کی تو تم لوگوں کو ضائع کر دو گے جیسا کہ آج کل مغرب زدہ مسلمان کہتے ہیں کہ اگر تم نے چور کے ہاتھ کاٹے تو آدھی قوم اپاہج ہو جائے گی۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم نے چور کے ہاتھ کاٹے تو پوری قوم چوری سے باز آ جائے گی۔

(۷) یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لیے آئے تھے کہ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں زنا کے جرم پر کوئی رخصت ہو، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

(۸) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی شرعی حکم کے مقابلہ میں رخصت کو طلب کرنا یہ یہود کی خصلت ہے، اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ جس نے رخصتوں کو طلب کیا وہ فاسق ہو جائے گا، کیونکہ وہ اپنی خواہش کے مطابق اللہ کی عبادت کرنا چاہتا ہے، چاہیے یہ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کے احکامِ شرعیہ پر عمل کرے خواہ وہ اس کی خواہش کے موافق ہوں یا نہ ہوں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۸۰۔۱۸۲، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۶۔ بَابُ: الرَّجْمِ بِالْمُصَلّٰی — عید گاہ میں رجم کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے قصہ میں جو رجم کیا گیا وہ عید گاہ میں تھا، یعنی جس جگہ نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی اور دوسری روایت میں اس کی وضاحت ہے یعنی بقیع الغرقد میں، وہ عید گاہ بقیع الغرقد میں واقع تھی۔

علامہ ابن بطال اور علامہ ابن التین نے اس باب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ رجم کرنا عید گاہ میں ہو یا کسی اور جگہ پر ہو، برابر ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ عید گاہ کا اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ اس باب کی حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو عید گاہ میں رجم کیا گیا تھا، یعنی جس جگہ رجم کیا گیا تھا وہ جگہ وہ تھی جہاں عید اور جنازہ کی نماز پڑھی جاتی تھی اور یہ بقیع الغرقد کی ایک طرف ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کریں، سو ہم ان کو بقیع الغرقد کی طرف لے گئے۔ اور قاضی عیاض نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ ان کو عید گاہ کے اندر رجم کیا گیا تھا۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جہاں عید کی نماز پڑھی جاتی ہے یا جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ وہ مسجد کے حکم میں ہے، اور دراصل حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو عید گاہ کے قریب ایک جگہ بقیع الغرقد ہے، وہاں پر رجم کیا گیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۷۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۰۔ حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ جَاءَ النَّبِيَّ ﷺ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا قَالَ آحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ بِالْمُصَلَّى فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ فَأُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتَّى مَاتَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم سے ایک مرد تھے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس انہوں نے زنا کرنے کا اعتراف کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا حتیٰ کہ انہوں نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ گواہی دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ خَيْرًا وَصَلَّى عَلَيْهِ لَمْ يَقُلْ يُونُسُ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فَصَلَّى عَلَيْهِ سُئِلَ أَبُو عَبْدِ اللهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ يَصِحُّ قَالَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ قِيلَ لَهُ رَوَاهُ غَيْرُ مَعْمَرٍ قَالَ لَا۔

کیا تم کو جنون ہے؟ (یعنی کیا تم دیوانے ہو) انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، پھر آپ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو ان کو عید گاہ میں رجم کیا گیا، پھر جب ان کو پتھروں سے درد پہنچا تو وہ بھاگے، پس ان کو پکڑ لیا گیا: پھر ان کو رجم کیا گیا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے، پس نبی ﷺ نے ان کے لیے اچھے کلمات فرمائے اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

یونس اور ابنِ جریج نے زہری سے روایت کرتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

اور امام ابو عبداللہ بخاری سے سوال کیا گیا کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی، یہ صحیح ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس کی روایت معمر نے کی ہے، ان سے کہا گیا: کیا غیر معمر نے روایت کی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ نہیں پڑھی۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

صحیح البخاری: ۶۸۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "پس حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو عید گاہ میں رجم کیا گیا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمود، یہ ابنِ غیلان المروزی ہیں، اور امام بخاری نے ان سے بہت روایات کی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابنِ راشد ہیں، یہ محمد بن مسلم الزہری سے روایت کرتے ہیں از ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از اسحاق بن ابراہیم از عبدالرزاق روایت کی ہے اور امام ابنِ ماجہ کے علاوہ باقی محدثین نے ان سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا من اسلم" ان کا نام حضرت ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ ہے اور عنقریب حضرت جابر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رضی اللہ عنہ کی حدیث میں باب رجم المحصن میں اسی طرح مذکور ہے۔

حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق کلماتِ خیر کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیرا" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اچھائی کے ساتھ ذکر کیا۔

امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ لوگوں کے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے متعلق دو فرقے تھے، ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ ماعز ہلاک ہو گیا اور اس کے گناہ نے اس کا احاطہ کر لیا، اور دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ ماعز کی توبہ سے افضل کسی کی توبہ نہیں ہے، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو میری امت پر تقسیم کیا جائے تو وہ ان سب کے لیے کافی ہے۔ اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا وہ جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہے تھے، اور امام ابوعوانہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے ان کو دیکھا وہ جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہے تھے۔ اور امام ابوداؤد اور امام نسائی کی حدیث میں ہے کہ ان کو خبیث نہ کہو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ اور امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور ان کو جنت میں داخل کر دیا۔

حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے نمازِ جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے متعلق دو روایتوں کی تحقیق اور تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے "وصلی علیه"، اسی طرح امام عبدالرزاق نے محمود بن غیلان سے روایت کی ہے۔ اور علامہ المنذری نے کہا ہے کہ آٹھ راویوں نے امام عبدالرزاق سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

اور محمد بن یحییٰ الزہلی اور ایک جماعت نے امام عبدالرزاق سے روایت کی ہے، انہوں نے اس حدیث کے آخر میں کہا کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ اور ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ اثبات کی روایت نفی کی روایت پر مقدم ہوتی ہے، دوسری توجیہ یہ ہے کہ جس روایت میں مذکور ہے کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، یعنی اس وقت نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جب ان کو رجم کیا جا رہا تھا، پھر اس کے بعد ان کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام عبدالرزاق نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے قصہ میں روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نمازِ جنازہ پڑھیں گے، تو آپ نے فرمایا: نہیں! پھر دوسرے دن صبح کے وقت آپ نے فرمایا: تم اپنے صاحب کی نمازِ جنازہ پڑھو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی، اور یہ حدیث اس اختلاف کو اٹھا دیتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "امام بخاری سے سوال کیا گیا: کیا آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی یا نہیں، تو انہوں نے کہا کہ معمر کی روایت یہ ہے کہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے، اور معمر کے علاوہ دوسروں نے روایت کی ہے کہ نہیں پڑھی"۔

امام بخاری پر اعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے وثوق سے کہا ہے کہ معمر نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ امام بخاری نے وثوق سے اس لیے کہا ہے کہ معمر ان ثقات راویوں میں سے ہیں جو مامون ہیں اور ان فقہاء میں سے ہیں جو متقین ہیں اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں اور ایسے شخص کے اضافہ اور اس کے انفراد کو قبول کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۵۷۔۲۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۲۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زانی کو توبہ کی تلقین

اس حدیث میں جس مرد کا ذکر کیا ہے جس نے زنا کا اعتراف کیا تھا، وہ حضرت ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اور سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو خبر دی کہ وہ زنا کر چکے ہیں تو ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے اس بات کا کسی ایک سے ذکر کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اپنا پردہ رکھو، اللہ تعالیٰ تم پر پردہ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، کیونکہ لوگوں کو ان کے گناہوں پر عار دلایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے، لیکن حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے نفس کو قرار نہیں آیا حتیٰ کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے اسی طرح کہا جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا، پھر بھی ان کے نفس کو قرار نہیں آیا حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور پھر اس حدیث کا ذکر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۳۲، از یزید بن ہارون، موطا امام مالک: ۵۱۲)

شادی شدہ شخص کو کوڑے مارے بغیر رجم کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ شادی شدہ کو کوڑے لگائے بغیر رجم کیا جائے اور شہر کے فقہاء کا یہی مذہب ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو کوڑے نہیں لگائے اور رجم کیا۔ اسی طرح اسلمیہ کے قصہ میں ہے۔ اور امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور اہل الظاہر نے اس کی مخالفت کی ہے۔ (المغنی ج ۱۲ ص ۳۰۸، المغنی ج ۱۲ ص ۳۱۳، المحلی ج ۱۱ ص ۲۳۳-۲۳۴)

علامہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری الشافعی المتوفی ۳۱۸ ھ، لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے اور اس پر کوڑے بھی لگائے جائیں۔ فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کو اللہ کی کتاب کے حکم سے کوڑے لگائے جائیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ (النور: ۲) زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو۔

اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے حکم سے رجم کیا جائے۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے ان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور حسن بصری اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔

اور ہم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ دو کنوارے زانیوں کو کوڑے لگائے جائیں گے اور شہر بدر کیا جائے گا اور دو شادی شدہ زانیوں کو رجم کیا جائے گا اور جو بڑی عمر کو پہنچ جائیں انہیں کوڑے لگائے جائیں گے پھر رجم کیا جائے گا۔

امام اسحاق از عبدالرزاق از ثوری از ابی حصین اور اسماعیل، از الشعبی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس شراحۃ کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لایا گیا، تو انہوں نے اس کو جمعرات کے دن کوڑے مارے اور جمعہ کے دن اس کو رجم کیا، پھر فرمایا: رجم کی دو قسمیں ہیں، ایک خفیہ طور پر رجم کیا جائے اور ایک علانیہ طور پر رجم کیا جائے۔ جو علانیہ طور پر رجم ہے اس میں پہلے گواہ رجم کریں گے پھر امام اور پھر عام لوگ۔ اور جو خفیہ طور پر رجم ہے اس میں زانی اعتراف کرے گا پھر امام اس کو رجم کرے گا پھر لوگ رجم کریں گے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۱۴۱، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۰۵، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج ۴ ص ۳۲۹، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۲۰)

امام عبدالرزاق اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی شدہ زنا کرنے والی عورت کے متعلق فرمایا کہ میں اس کو قرآن کے سبب سے کوڑے ماروں گا اور سنت کے سبب سے اس کو رجم کروں گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۳۳۵۶، المحلی ج ۱۱ ص ۲۳۴)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ از حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جو دو کنوارے زنا کریں انہیں کوڑے مارے جائیں اور شہر بدر کیا جائے اور جو دو شادی شدہ زنا کریں ان کو رجم کیا جائے اور وہ دو زانی جو بڑی عمر کو پہنچ گئے ہیں انہیں کوڑے مارے جائیں اور پھر رجم کیا جائے۔ (سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۲۳)

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا اور کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، یہ قول حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ان سے ثابت نہیں ہے۔

عبداللہ بن شداد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کو زنا میں رجم کیا اور اس کو کوڑے نہیں مارے۔

(التمہید لابن عبدالبر ج ۹ ص ۸۰)

ابراہیم النخعی کا بھی یہی قول ہے اور زہری کا اور یہی امام مالک کا اور الاوزاعی، سفیان ثوری اور فقہاء احناف کا قول ہے اور یہی امام شافعی اور امام احمد اور ابوثور کا قول ہے۔

(موطا امام مالک ج ۲ ص ۶۲۹، المبسوط للسرخسی ج ۹ ص ۴۲-۴۱، کتاب الام للامام الشافعی ج ۶ ص ۲۱۶-۲۱۵، مسائل احمد واسحاق: ۲۱۱۶، ۲۱۱۵)

اور امام شافعی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر کہا: جس نے زنا کیا اور وہ شادی شدہ تھا تو اس کو رجم کرنا کتاب اللہ میں برحق ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارنے کا ذکر نہیں کیا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا اور ان کو کوڑے نہیں مارے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُنیس الاسلمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ایک عورت کے پاس جائیں، اگر وہ زنا کا اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دیں۔ اور یہ تمام تصریحات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ شادی شدہ کو کوڑے مارنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے اور تمام ائمہ نے شادی شدہ کو بغیر کوڑے مارنے کے رجم کرنے کا حکم دیا۔

زانی کو صرف رجم کرنے اور کوڑے نہ مارنے کے قائلین پر معارضہ

علامہ ابراہیم بن المنذر النیشاپوری لکھتے ہیں:

امام شافعی نے بعض اہل علم پر اس بحث میں معارضہ کیا ہے، پس کہا کہ ہر زانی پر کوڑے مارنا ظاہر قرآن سے ثابت ہے اور وہ یہ آیت ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ (النور:۲) زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو۔

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کنوارے اور شادی شدہ کے درمیان فرق نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے کہ شادی شدہ کو رجم کیا جائے، پس کتاب اللہ سے ہر زانی کو کوڑے مارنا ثابت ہے اور ہر شادی شدہ محصن کو رجم کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے، اور اس کی تاکید حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل حدیث سے ہوتی ہے جس میں کوڑے مارنے اور رجم کرنے کو شادی شدہ پر جمع کیا گیا ہے:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو، اللہ تعالیٰ نے زانی عورتوں کے لیے طریقہ بیان فرمادیا: کنوارا کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو اس کو ایک سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کردو، اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اسے سو کوڑے مارو اور رجم کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۰، سنن ابوداؤد: ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، سنن ترمذی: ۱۴۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۰، مسند احمد: ۲۲۷۲۹)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور اگر اس سلسلہ میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہوتا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اس کو کتاب اللہ کے حکم سے کوڑے ماروں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے رجم کروں گا، تب بھی اس میں کفایت تھی۔ جب کہ ظاہر کتاب ہر زانی پر سو کوڑوں کو واجب کرتی ہے۔

اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ اور اسلمی عورت کے قصہ میں اس کی دلیل نہیں ہے کہ شادی شدہ پر کوڑے مارنے کا حکم منسوخ ہوگیا، اور بغیر دلیل کے نص کو ثابت کرنا جائز نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارے تھے اور پھر رجم کیا تھا اور اسی طرح ہم تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ نے پہلے اس عورت کو کوڑے مارے تھے اور پھر رجم کیا۔ اور جو حکم کتاب اللہ سے ثابت ہو اور اس حدیث سے ثابت ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ حکم شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوگا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کوڑے مارنے کا ذکر نہیں ہے، کیونکہ جائز ہے کہ آپ نے اس کو کوڑے مارے ہوں اور ہم تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو، کیونکہ راوی نے یہ سمجھا ہو کہ کتاب اللہ میں جب کوڑے مارنے کا حکم ہے تو اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن مجید کا یہ حکم سنت سے منسوخ ہوگیا۔

(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ج ۱۲ ص ۴۳۱۔ ۴۲۷، دارالفلاح، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور الزہری اور امام مالک اہلِ مدینہ میں، اور الاوزاعی اہلِ شام میں، اور سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ اہلِ کوفہ میں، اور امام شافعی اور ان کے اصحاب سوائے علامہ ابن المنذر کے، ان سب کا مذہب یہ ہے کہ زانی پر کوڑے مارنے کو اور رجم کرنے کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے قصہ سے اور اسلمیہ کے قصہ سے منسوخ ہے، کیونکہ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کرنے کا حکم دیا اور ان کو کوڑے مارنے کا حکم نہیں دیا، پس ثابت ہوگیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ یہ واقعات اس سے پہلے کے واقعہ کے لیے ناسخ ہیں۔اسی طرح علامہ ابن بطال نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔
(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۴۴۱۔ ۴۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

زانی کو رجم کرنے کے پتھروں کی مقدار اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا بیان

امام النسائی نے کہا ہے کہ احادیث میں اس پتھر کی مقدار کا بیان نہیں ہے جس کے ساتھ رجم کیا جائے گا۔
علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس کو بڑے بڑے پتھروں کے ساتھ رجم کیا جائے گا جن کو جلمود کہتے ہیں۔اور امام مالک نے کہا ہے: بہت بڑے پتھروں کے ساتھ نہیں مارا جائے گا اور امام پتھر مارنے کا حکم دے گا اور خود نہیں مارے گا اور اس سے پتھر مارنے کو اس وقت تک موقوف نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے۔اور اس کے اور اس کے گھر والوں کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا، وہ اس کو غسل دیں گے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور امام اس پر نماز نہیں پڑھے گا، تاکہ اہلِ معاصی کو اس فعل سے دور رکھا جائے اور تاکہ لوگ اس فعل کی مثل پر جرأت نہ کریں، کیونکہ جب وہ دیکھیں گے کہ امام اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتا اس کا اتنا بڑا گناہ ہے تو وہ اس کے ارتکاب سے باز رہیں گے۔اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھی، یہ معمر کی زہری سے روایت ہے اور اس میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ امام اگر چاہے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھے اور اگر چاہے تو نہ پڑھے۔اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الغامدیہ کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے:
امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جہینہ کی ایک عورت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور وہ زنا سے حاملہ تھی، پس اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں نے ایک حد کا ارتکاب کر لیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم کیجئے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلایا، آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، جب اس کا حمل وضع ہو جائے تو مجھے آ کر بتانا، اس نے ایسا کیا، پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کے اوپر کپڑے باندھے گئے، پھر آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ رہے ہیں اے اللہ کے نبی! حالانکہ اس نے زنا کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہلِ مدینہ کے ستر گناہ گاروں پر یہ توبہ تقسیم کی جائے تو انہیں کافی ہوگی، اور کیا تم نے اس سے افضل توبہ پائی ہے کہ جو اپنی جان کی اللہ کی راہ میں سخاوت کر دے۔
(صحیح مسلم: ۱۶۹۶، سنن ابو داؤد: ۴۴۴۱، ۴۴۴۰، سنن ترمذی: ۱۴۳۵، سنن نسائی: ۱۹۴۷، مسند احمد: ۱۹۸۸۲، ۱۹۹۲۴)

شادی شدہ زانی کو کوڑے مارنے اور رجم کے جمع کے منسوخ ہونے پر مزید دلائل

امام شافعی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس پر دلالت کرتی ہے کہ دو آزاد کنواروں کو کوڑے مارنا ثابت ہے اور شادی شدہ سے کوڑے مارنا منسوخ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو، اللہ تعالیٰ نے زانی عورتوں کے لیے طریقہ بیان فرما دیا: کنوارا کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو اس کو ایک سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو، اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اسے سو کوڑے مارو اور رجم کرو۔
(صحیح مسلم: ۱۶۹۰، سنن ابو داؤد: ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، سنن ترمذی: ۱۴۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۰، مسند احمد: ۲۲۷۲۹)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ حکم ابتداءً نازل ہوا تھا، پس اس کے ساتھ زانیوں کو قید کرنا اور ان کو ایذاء پہنچانا منسوخ ہو گیا ہے، پھر جب حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو آپ نے رجم کیا اور کوڑے نہیں مارے اور حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسلمی عورت اگر اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دو، تو یہ اس کی دلیل ہے کہ ان دونوں سے کوڑے مارنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے اور ہر وہ چیز جو پہلے حکم کے بعد ظاہر ہوئی، وہی آخری حکم ہے۔
(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱۲ ص ۲۷۴)

اور حافظ ابن عبد البر نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے رجم کیا اور ان دونوں نے کوڑے نہیں مارے۔ (التمہید ج ۹ ص ۸۰)

اور غامدیہ خاتون کو رجم کرنا اور کوڑے نہ مارنا اس پر واضح دلیل ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ ہو گئی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۸۶۔۱۸۷ ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حافظ ابوعمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ کا شمار مدنی صحابہ میں ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف مکتوب لکھا تھا کہ ان کی قوم اسلام لے آئے، یہ وہی ہیں جنہوں نے اپنے نفس پر زنا کا اعتراف کیا اور توبہ کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے اور یہ شادی شدہ تھے، پس ان کو رجم کیا گیا، ان سے ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن ماعز رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث روایت کی ہے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۳ ص ۴۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کہا ہے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی ہیں (لیکن ان سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے) اور یہ وہی ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں رجم کیا گیا تھا، اس کا ذکر حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ سے صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت ابوذر، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت بریدہ بن الحصیب، حضرت ابن عباس، حضرت نعیم بن ہزال، حضرت ابوسعید الخدری، حضرت نصر الاسلمی اور حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس سلسلہ میں احادیث مروی ہیں۔ بعض سندوں سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر میری امت میں سے ایک جماعت وہ توبہ کرتی تو ان کے لیے وہ توبہ کافی ہو جاتی۔

صحیح ابوعوانہ اور صحیح ابن حبان اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رجم کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ماعز بن مالک جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہے تھے۔

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا نام غریب ہے اور ماعز، ان کا لقب ہے اور عنقریب ان کا ذکر ابوالفیل کی کنیت میں آئے گا اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماعز کے لیے استغفار کرو۔

(الاصابہ ج ۵ ص ۵۲۱۔۵۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کے بعد ان کی مذمت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک وہ اب جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۲۸)

۲۷۔ بَابٌ: مَنْ أَصَابَ ذَنْبًا دُونَ الْحَدِّ فَأَخْبَرَ الْإِمَامَ فَلَا عُقُوبَةَ عَلَيْهِ بَعْدَ التَّوْبَةِ إِذَا جَاءَ مُسْتَفْتِيًا

جس نے حد سے کم درجہ کا گناہ کیا، پھر امام کو خبر دی گئی کہ جب اس نے اس کے متعلق سوال کیا تو اس کے توبہ کرنے کے بعد اس کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی

قَالَ عَطَاءٌ: لَمْ يُعَاقِبْهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم.

عطاء نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سزا نہیں دی۔

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَلَمْ يُعَاقِبِ الَّذِي جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يُعَاقِبْ عُمَرُ صَاحِبَ الظَّبْيِ

اور ابن جریج نے کہا: آپ نے اس کو سزا نہیں دی جس نے رمضان کے مہینہ میں جماع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس محرم کو کوئی سزا نہیں دی جس نے ہرن کا شکار کیا تھا۔

وَفِيهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

اور ابوعثمان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مثل روایت کی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کیا جو حد سے کم تھا، یعنی ایسا گناہ کیا جس پر کوئی حد نہیں ہے مثلاً اس نے کسی اجنبی عورت کو بوسا دیا یا اس سے بغل گیر ہوا یا اس سے چھیڑ خوانی کی، پھر اس نے امام یا سربراہِ ملک کو خبر دی تو اس کے توبہ کرنے کے بعد اس کے اوپر کوئی سزا نہیں ہے یعنی اس نے جو ایسا گناہ کیا ہے جس پر کوئی حد نہیں ہے تو توبہ کرنے سے وہ گناہ ساقط ہو جائے گا اور امام کیلئے اس پر اعتراض کرنا جائز نہیں ہے اور امام کو چاہیے کہ وہ اس کو توبہ کی تلقین کرے اور جس نے کوئی ایسا گناہ کیا جس پر حد ہے تو پھر توبہ اس کے گناہ کو نہیں اٹھاتی اور جب امام تک اس کی خبر پہنچ جائے اور ثبوت ہو جائے تو پھر امام کے لیے اس کو معاف کرنا جائز نہیں ہے اور علماء کے نزدیک حد گناہ سے پاک کر دیتی ہے۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب وہ حد کے قائم ہونے سے پہلے توبہ کر لے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی اور وہ گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔

صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ باطن میں پاک ہو جائے گا، اور رہا ظاہر میں پاک ہونا تو ان کے مذہب سے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حد ساقط نہیں ہوگی۔

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے کہ جس شخص نے حد سے کم گناہ کیا ہے تو وہ اپنے متعلق سوال کرتا ہوا آیا، اس عنوان میں "مستفتیا" کہا ہے یہ استفتاء سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: فتویٰ کو طلب کرنا اور یہ پیش آمدہ مسئلہ کا جواب ہے، اکثرین کے نزدیک یہ لفظ اسی طرح ہے، اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے "مستغیثا" جو کہ استغاثہ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غوث، یعنی مدد کو طلب کرنا۔ اور ایک روایت میں ہے "مستعتبا" یہ استعتاب سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: رضا کو طلب کرنا اور عتاب کو زائل کرنا۔ اور بعض نسخوں میں ہے "مستقیلا" یعنی اقالۃ کو طلب کرنا اور "اقالۃ" کا معنی ہے: بیع کو واپس کرنا۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: "عطاء نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سزا نہیں دی" یعنی عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو سزا نہیں دی جس نے یہ خبر دی تھی کہ اس سے کوئی معصیت واقع ہوئی ہے یعنی کوئی گناہ ہوا ہے، بلکہ اس کو مہلت دی حتیٰ کہ اس نے آپ کے ساتھ نماز پڑھ لی، پھر آپ نے یہ خبر دی کہ اس کی نماز نے اس کے گناہ کا کفارہ کر دیا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: آپ نے اس کو سزا نہیں دی، یعنی جس شخص سے ایسا گناہ ہوا جس پر حد نہیں تھی اور اس نے توبہ کر لی تو اس کو کوئی سزا نہیں دی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کر لیا تھا، اور یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے "ابنِ جریج نے کہا: آپ نے اس شخص کو سزا نہیں دی جس نے رمضان کے مہینہ میں دن کو جماع کیا تھا" یعنی عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کو سزا نہیں دی جس نے رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کر لیا تھا، بلکہ اس کو اتنی کھجوریں عطا فرمائیں جن سے وہ اس گناہ کا کفارہ دے سکتا تھا، اور یہ اثر اور اس سے پہلے کا اثر باب کے عنوان کی وضاحت کرتا ہے۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرن والے کو سزا نہیں دی" اس تعلیق سے بھی ترجمہ کی وضاحت ہوتی ہے یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہرن والے کو سزا نہیں دی اور ان کا نام قبیصہ بن جابر ہے اور وہ محرم تھے اور انہوں نے ہرن کا شکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اس کی جزاء ادا کرے یعنی فدیہ دے اور اس کو سزا نہیں دی۔ اور امام سعید بن منصور نے اس اثر کی از قبیصہ بن جابر سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

بابِ مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں از ابی عثمان از حضرت ابن مسعود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مثل روایت ہے۔ اور یہ تعلیق عنوان میں مذکور حکم کا معنی ہے، از ابی عثمان عبدالرحمن بن مل النہدی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اور یہ وہی حدیث ہے جس کو امام بخاری نے "کتاب مواقیت الصلوٰۃ" کے اوائل میں "باب الصلوٰۃ کفارۃ" میں از سلیمان تیمی از ابی عثمان از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ ایک مرد نے ایک اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ ۝ (ہود: ۱۱۴)

اور دن کی دونوں طرفوں میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھئے، بے شک نیکیاں، گناہوں کو مٹادیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں ۝

اس مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا یہ حکم خصوصاً میرے لئے ہے؟ (یعنی نماز پڑھنے سے گناہ صغیرہ کا معاف ہوجانا)، آپ نے فرمایا: یہ حکم میری تمام امت کے لیے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۱۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَجُلًا وَقَعَ بِامْرَأَتِهِ فِی رَمَضَانَ فَاسْتَفْتَى رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ هَلْ تَسْتَطِیعُ صِیَامَ شَهْرَیْنِ قَالَ لَا قَالَ فَأَطْعِمْ سِتِّینَ مِسْكِینًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے رمضان کے مہینہ میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا، پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم ایک غلام کو پاتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ دو ماہ کے روزے رکھو؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: پھر تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

(صحیح البخاری: ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، سنن ترمذی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱، مسند احمد: ۷۲۴۸، موطا امام مالک: ۶۶۰، سنن دارمی: ۱۷۱۶)

صحیح البخاری: ۶۸۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کوئی سزا نہیں دی جس نے رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کرلیا تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حُمید بن عبدالرحمٰن کا ذکر ہے، یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بیٹے ہیں جو الزہری سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الصیام میں از ابوالیمان گزر چکی ہے اور کتاب الادب میں از موسیٰ بن اسماعیل گزر چکی ہے اور کتاب النذر میں از علی بن عبداللہ گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۶۰۔۲۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۲۔ وَقَالَ اللَّیْثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ

اور اللیث نے کہا از عمرو بن الحارث از عبدالرحمٰن بن القاسم از محمد بن جعفر بن الزبیر از عباد بن عبداللہ بن الزبیر از حضرت عائشہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الزُّبَيْرِ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِي الْمَسْجِدِ قَالَ احْتَرَقْتُ قَالَ مِمَّ ذَاكَ قَالَ وَقَعْتُ بِامْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ قَالَ لَهُ تَصَدَّقْ قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ فَجَلَسَ وَأَتَاهُ إِنْسَانٌ يَسُوقُ حِمَارًا وَمَعَهُ طَعَامٌ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ مَا أَدْرِي مَا هُوَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ فَقَالَ هَا أَنَا ذَا قَالَ خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ قَالَ عَلَى أَحْوَجَ مِنِّي مَا لِأَهْلِي طَعَامٌ قَالَ فَكُلُوهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَدِيثُ الْأَوَّلُ أَبْيَنُ قَوْلُهُ أَطْعِمْ أَهْلَكَ۔

رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں آیا، اس نے کہا: میں دوزخ کا مستحق ہو گیا، آپ نے فرمایا: کس وجہ سے؟ اس نے کہا: میں نے رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کر لیا، آپ نے اس سے فرمایا: تم صدقہ کرو، اس نے کہا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، پھر وہ بیٹھ گیا، پھر ایک انسان گدھے کو ہنکاتا ہوا لایا اور اس کے ساتھ طعام (کھانا) تھا، عبدالرحمٰن نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا چیز تھی، وہ اس کھانے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا، آپ نے پوچھا: وہ جو کہہ رہا تھا کہ میں دوزخ کا مستحق ہوں وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں یہاں ہوں، آپ نے فرمایا: اس کھانے کو لے جاؤ اور اس کو صدقہ کرو، اس نے کہا: کیا مجھ سے بھی زیادہ ضرورت مند پر صدقہ کروں؟ میرے گھر والوں کے لئے کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے، آپ نے فرمایا: تم اس کو کھاؤ۔

امام ابوعبداللہ نے کہا: پہلی حدیث میں اس سے زیادہ بیان ہے اور وہ آپ کا یہ ارشاد ہے کہ تم اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

(صحیح البخاری: ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، سنن ترمذی: ۷۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱، مسند احمد: ۷۲۴۸، موطا امام مالک: ۶۶۰، سنن دارمی: ۱۷۱۶)

صحیح البخاری: ۶۸۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو صدقہ کرو''۔ اس ارشاد میں اختصار ہے کیونکہ کفارہ ترتیب میں غلام آزاد کرنے اور دو ماہ کے روزوں کے بعد ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''تم لوگ اس کو کھاؤ'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''تم اس کو کھاؤ''۔

امام ابوعبداللہ یعنی امام بخاری نے اس حدیث کی تعلیق میں کہا ہے کہ پہلی حدیث جو ابوعثمان النہدی سے مروی ہے وہ اس باب میں زیادہ واضح ہے اور یہ تعلیق اکثر نسخوں میں نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۲۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

توبہ سے حد کے عدم سقوط پر دلائل

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے ایسا گناہ کیا جس پر حد لازم ہو تو توبہ سے وہ حد ساقط نہیں ہوگی۔ اور امام کیلئے اس حد کو معاف کرنا جائز نہیں ہے جب امام کے سامنے مقدمہ پیش ہو جائے۔ اور توبہ سے ان کے نزدیک انسان پاک ہو جاتا ہے اور حد سے اس کا کفارہ ہوتا ہے سوائے امام شافعی کے۔ علامہ ابن المنذر نے امام شافعی سے ذکر کیا ہے کہ جب کوئی شخص حد قائم کیے جانے سے پہلے توبہ کر لے تو اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے لیکن جس نے ایسا گناہ کیا جو حد سے کم ہو پھر وہ توبہ کرتا ہوا آیا تو اس کی توبہ اس سے سزا کو ساقط کر دے گی اور اب سلطان کے لیے اس کے اوپر اعتراض کرنا جائز نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ ایک شخص نے رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کر لیا اور وہ اس پر نادم ہوا اور گھبرایا اور خوف زدہ ہو کر کہا کہ وہ دوزخ کا مستحق ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سزا نہیں دی بلکہ اس کو ایسی چیز عطاء کی جس سے وہ اپنے اس گناہ کا کفارہ ادا کرے۔

اور جن فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہینہ کی عورت کے متعلق فرمایا: "اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو ستر (۷۰) اہلِ مدینہ پر پیش کی جائے تو اس کیا توبہ ان سب کو کافی ہوگی، اور تم نے دیکھا کہ اس نے اپنے نفس سے سخاوت کی"، اور الغامدیہ کے متعلق فرمایا کہ "انہوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ظلماً ٹیکس وصول کرنے والا بھی یہ توبہ کرتا تو اس کی بخشش ہو جاتی"، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں عورتوں پر حد کو قائم کیا حالانکہ انہوں نے توبہ کر لی تھی، کیونکہ آپ نے فرمایا کہ "ان کی توبہ ستر (۷۰) اہلِ مدینہ کے لیے کافی ہے اور ظلماً ٹیکس وصول کرنے والے کے لیے کافی ہے" اور یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی، البتہ یہ حکم ڈاکوؤں کے ساتھ خاص ہے کہ اگر ڈاکو گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لیں تو دنیا میں تو ان کو سزا دی جائے گی لیکن آخرت میں ان کو سزا نہیں ہوگی، کیونکہ قرآن مجید میں ڈاکوؤں کے متعلق یہ آیت ہے:

إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ (المائدہ: ۳۳)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○

إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ (المائدہ: ۳۴)

ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی، سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۹-۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۲۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہرن کا شکار کرنے والے محرم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سزا نہ دینے کا پس منظر اور پیشِ منظر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ (المائدہ: ۹۴)

اے ایمان والو! اللہ تم کو ضرور ایسے شکار سے آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں تا کہ اللہ یہ ظاہر کردے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے، سو جس نے اس (تنبیہ) کے بعد حد سے تجاوز کیا اس کے لیے دردناک عذاب ہے O

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ (المائدہ: ۹۵)

اے ایمان والو! حالتِ احرام میں شکار نہ مارو، اور تم میں سے جس نے عمداً شکار مارا تو جس جانور کو اس نے مارا ہے، اس شخص کو مویشیوں میں سے اسی کی مثل قربانی کرنی ہوگی، تم میں سے دو منصف اس (کی مثلیت) کا فیصلہ کریں گے درآں حالیکہ یہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو، یا (اس پر) چند مسکینوں کا کھانا ہے یا ان (کی تعداد) کے برابر روزے رکھنا ہے تا کہ وہ اپنے کرتوت کا مزہ چکھے، جو گزر گیا اس کو اللہ نے معاف کر دیا، اور جو دوبارہ یہ کام کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ بہت غالب منتقم ہے O

شکار کی جزاء میں اس کی مثلِ صوری ضروری ہے یا اس کی قیمت؟

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک محرم کے شکار کو قتل کرنے کی جزاء یہ ہے کہ جس مقام پر شکار کو قتل کیا گیا یا جو جگہ اس کے قریب ترین ہو وہاں اس شکار کی قیمت مقرر کی جائے، اور دو نیک شخص اس کی قیمت مقرر کریں، پھر فدیہ دینے میں مُحرِم کو اختیار ہے، اگر اتنی رقم سے قربانی کا جانور خریدا جا سکتا ہے تو اس رقم سے قربانی کا جانور خرید کر اس کو ذبح کر دے، اور اگر چاہے تو اس رقم سے طعام خرید کر مسکینوں پر صدقہ کرے، ہر مسکین کو دو کلوگرام گندم یا چار کلوگرام کھجوریں یا جو صدقہ کرے، اور اگر چاہے تو جتنے مساکین پر صدقہ لازم آتا ہے اتنے دنوں کے روزے رکھے، مثلاً فدیہ کی رقم سے دس کلو گندم حاصل ہوتی ہے جو پانچ مسکینوں پر صدقہ کی جائے گی، پس اس کو اختیار ہے کہ وہ پانچ مسکینوں پر دس کلو گندم صدقہ کرے یا چاہے تو اس کے بجائے پانچ دنوں کے روزے رکھ دے۔

اور مقتول جانور کی مثل وہ ہوگی جو صورتاً اس کی مثل ہو اور قیمت اس جانور کی مثل نہیں ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی خلقت اور ظاہری صورت کے اعتبار سے مثل کو واجب کیا ہے۔ شتر مرغ، ہرن، جنگلی گدھے اور خرگوش میں انہوں نے انہی جانوروں کو مثل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قرار دیا ہے جو ہم نے بیان کی ہیں۔
امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کیا بجو شکار ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب محرم اس کو شکار کرے تو اس میں ایک مینڈھا ہے۔
(سنن ابوداؤد: ۳۸۰۱، سنن ترمذی: ۸۵۱، سنن نسائی: ۲۸۳۶، سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۶، سنن دارمی: ۱۸۷۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۷)

امام بخاری نے اس باب کی تعلیق میں یہ قصہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرن کا شکار کرنے والے مُحرم کو سزا نہیں دی، یعنی جب انہوں نے قبیصہ بن جابر پر ہرن میں بکری کو واجب کیا کہ وہ بکری کو کعبہ کے پاس ذبح کردے، یہ فیصلہ انہوں نے اور عبدالرحمٰن بن عوف نے کیا تو قبیصہ نے کہا: میں کہتا ہوں اے امیر المومنین! یہ معاملہ اس سے زیادہ آسان ہے کہ آپ کسی ایک شخص کو بلائیں جو آپ کے ساتھ اس ہرن کی مثل کا فیصلہ کرے، قبیصہ نے کہا: پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو دُرّہ مارا حتیٰ کہ میں ان کے پاس سے بھاگا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے شکار کو قتل کردیا حالانکہ تم مُحرِم تھے پھر تم فتویٰ سے آنکھ چراتے ہو۔

اور اس کا قصہ وہ ہے جس کی امام مالک نے از عبدالملک بن قریر روایت کی ہے از محمد بن سیرین کہ ایک مرد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس نے کہا: میں نے اور میرے ایک ساتھی نے دو گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک دوسرے سے سبقت میں مقابلہ کیا حتیٰ کہ ہم ایک گھاٹی پر پہنچے، پس ہم کو ایک ہرن ملا اور ہم دونوں مُحرِم تھے، پس آپ ہمارے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مرد سے کہا جو ان کے پہلو میں تھا: آؤ حتیٰ کہ میں تمہارے متعلق فیصلہ کروں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف ایک بکرے کا فیصلہ کیا، پس اس مرد نے پیٹھ پھیری اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! آپ میرے متعلق ہرن کا فیصلہ نہیں کرتے حتیٰ کہ آپ کسی اور مرد کو بلائیں جو آپ کے ساتھ مل کر فیصلہ کرے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سنی، پھر اس کو بلایا اور پھر اس سے سوال کیا: کیا تم سورۂ مائدہ پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! پھر کہا: تم اس مرد کو پہچانتے ہو جس نے میرے ساتھ مل کر فیصلہ کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم مجھے یہ خبر دیتے کہ تم سورۃ المائدہ کو پڑھتے ہو تو میں تم کو شدید ضرب سے درد انگیز سزا دیتا، پھر فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ۔ تم میں سے دو منصف اس (کی مثلیت) کا فیصلہ کریں گے درآں حالیکہ یہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو۔ (المائدہ: ۹۵)

اور یہ عبدالرحمٰن بن عوف ہیں، یعنی جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ہرن کی مثل میں بکرے کا فیصلہ کیا تھا۔

اور اس قصہ کی عبدالملک بن عمیر نے از قبیصہ بن جابر روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حج کرنے کے لیے گئے، پس جب ہم نے صبح کی نماز پڑھی تو ہم اپنی سواریوں کی طرف جلد پہنچے، ہم پیدل جارہے تھے اور باتیں کر رہے تھے، اسی اثناء میں صبح کے وقت ہمارے سامنے ایک ہرن ظاہر ہوا تو میں نے جھپٹ کر ایک پتھر اٹھایا جو اس ہرن کی انتڑیوں پر جا کر لگا، سو وہ مر گیا۔ پس جب ہم مکہ پہنچے تو ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ حج کرنے والے تھے اور بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی ایک جانب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، پس ان سے سوال کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جاؤ اور ایک بکری کی قربانی کرو، تو میں اپنے ساتھی کی طرف گیا، میں نے کہا کہ امیر المومنین کو پتا نہیں چلا کہ وہ کیا جواب دیں حتیٰ کہ انہوں نے دوسرے سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سوال کیا۔ پھر ہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درّہ نے خوف زدہ کیا، انہوں نے درّہ اوپر اٹھایا اور کہا: کیا حرم میں کسی جانور کو قتل کیا جائے گا اور اس کا خون بہایا جائے گا؟ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ'' (المائدہ:۹۵) اور میں عمر ہوں اور یہ عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔

اس حدیث کی روایت حافظ ابن عبدالبر نے الاستذکار ج ۲۴ ص ۲۸۰۔۲۷۹ میں کی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۹۱۔۱۹۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس تعلیق کی شرح میں اسی روایت کا ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۸۸۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۸۔ بَابٌ: إِذَا أَقَرَّ بِالْحَدِّ وَلَمْ يُبَيِّنْ هَلْ لِلْإِمَامِ أَنْ يَسْتُرَ عَلَيْهِ؟

جب کوئی شخص حد کا اقرار کرے اور اس جرم کا بیان نہ کرے جس کی وجہ سے حد لازم ہو، تو کیا امام کے لیے اس کا پردہ رکھنا جائز ہے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص امام کے سامنے حد کا اقرار کرے بایں طور کہ وہ کہے کہ میں نے ایسا جرم کیا ہے جو حد کو واجب کرتا ہے تو کیا امام کے لیے جائز ہے کہ اس کا پردہ رکھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں امام کے لیے اس کا پردہ رکھنا جائز ہے۔ اور امام بخاری نے اس کا جواب نہیں ذکر کیا، کیونکہ ان کی عادت ہے کہ عنوان میں جو سوال ذکر کرتے ہیں، اس کا جواب اس لیے ذکر نہیں کرتے کہ باب کی حدیث سے اس کا جواب معلوم ہو جاتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد سے فرمایا جس نے کہا تھا کہ میں نے ایسا جرم کیا ہے جس پر حد لازم ہے، آپ مجھ پر حد قائم کیجئے تو آپ نے پوچھا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اور آپ نے اس سے اس کے جرم کی تفصیل معلوم نہیں کی، پس اس سے معلوم ہوا کہ پردہ رکھنا اولیٰ ہے کیونکہ اس پردہ کو کھولنے میں ایک قسم کی نجاست اور بے حیائی کا بیان ہے جس سے ہمیں روکا گیا ہے اور آپ نے اس کو ایسا شبہ قرار دیا جو حد کو ساقط کر دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ الْكِلَابِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَصَبْتُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالقدوس بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن عاصم الکلابی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ قَالَ وَلَمْ يَسْأَلْهُ عَنْهُ قَالَ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ الصَّلَاةَ قَامَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللهِ قَالَ أَلَيْسَ قَدْ صَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ ذَنْبَكَ أَوْ قَالَ حَدَّكَ۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۴)

کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا، پس آپ کے پاس ایک مرد آیا، سواس نے کہا: یارسول اللہ! مجھ پر حد واجب ہوگئی، پس آپ مجھ پر حد قائم کیجئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس سے سوال نہیں کیا، اور نماز کا وقت آیا تو اس نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب نبی ﷺ نے نماز ادا کرلی تو آپ کی طرف وہ مرد کھڑا ہوا، پس کہا: یارسول اللہ! مجھ پر حد واجب ہوگئی ہے، آپ کتاب اللہ کے مطابق مجھ پر حد قائم کیجئے، (آپ نے) فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: پس بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ کو یا تمہاری حد کو معاف فرمادیا ہے۔

صحیح البخاری: ۶۸۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں عنوان کے حکم کی وضاحت ہے اور عنوان کا حکم بیان کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالقدوس بن محمد، یہ ابن عبدالکبیر بن شعیب بن الحبحاب البصری العطار ہیں اور امام بخاری ان سے روایت میں متفرد ہیں۔ اور امام بخاری نے صحیح البخاری میں صرف اسی ایک حدیث کی روایت کی ہے اور حافظ ابوبکر احمد بن ہارون البرزنجی نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے، انہوں نے کہا: یہ حدیث میرے نزدیک منکر ہے اور اس حدیث میں عمرو بن عاصم نے ہمام کے ساتھ اس میں وہم کیا ہے، یحییٰ بن سعید ان کی حدیث کو پسند نہیں کرتے تھے اور وہ میرے نزدیک بہت سچے ہیں، ان کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس سے استدلال نہیں کیا جاتا، اور ابان العطار ان سے زیادہ بہتر ہے۔

ان کے اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ انہوں نے وہم کو بیان نہیں کیا ہے۔ اور اس حدیث کو ان کا منکر قرار دینا ان کی اپنی اصطلاح کے اعتبار سے ہے کہ جس حدیث کے راوی کا کوئی متابع نہ ہو، اس کو وہ منکر کہتے ہیں۔

یہ حدیث صحیح ہے، امام مسلم نے اس کی کتاب التوبہ میں از حسن بن علی الحلوانی از عمرو بن عاصم روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انی اصبت حدّا'' یعنی میں نے ایسا کام کیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے۔ پھر جب نبی ﷺ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے نماز ادا فرمالی تو نماز کے بعد آپ نے فرمایا نہ کہ نماز سے پہلے، کیونکہ نماز گناہوں کو مٹا دیتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (ہود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں، گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او حدًّا" یہ راوی کو شک ہے، یعنی جو چیز حد کو واجب کرتی ہے، اس کو معاف فرمادیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۔ ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس شخص نے حد کا اقرار کیا اس پر حد قائم نہ کرنے کی توجیہ

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ وغیرہ نے کہا ہے: جب کہ اس مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ اقرار کیا کہ اس نے ایسا کام کیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے اور حد کو بیان نہیں کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہیں کھولا اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا، اس سے معلوم ہوا کہ حدود میں جرم کو کھولنا جائز نہیں ہے، کیونکہ پردہ رکھنا اولیٰ ہے اور گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال کیا کہ اس کے جرم کو کھولنا اس تجسس کی قسم ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، پس اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا اور اس کو ایک شبہ قرار دیا جو حد کو ساقط کر دیتا ہے، کیونکہ آپ مومنین کے ساتھ رؤف رحیم تھے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس مرد نے یہ گمان کیا تھا کہ اس نے ایسا کام کیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے اور درواقع میں اس پر حد واجب نہیں ہوتی تھی، اور وہ کام ایسا تھا جس کا وضوء سے اور نماز سے کفارہ ہو جاتا، اور جب کہ یہ جائز نہیں ہے کہ بغیر اظہار کے محض کنایہ سے حد کو واجب کیا جائے تو سلطان کو چاہیے کہ اس جرم کو نہ کھولے، کیونکہ حدود شبہات کے ساتھ قائم نہیں ہوتی ہیں بلکہ شبہات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں اور یہ اس سے اس مرد پر بھی واجب ہے کہ جب اس سے گناہ ہو جائے تو وہ اپنے نفس پر ستر کرے اور کسی کو اس کی خبر نہ دے، شاید اللہ تعالیٰ بھی اس پر ستر کرے۔ اور بے شک ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جس نے کسی مسلمان پر ستر کیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر ستر کرتا ہے، تو مرد کا اپنے اوپر ستر کرنا زیادہ لائق ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی دوسرے پر ستر کرے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۶۰۔ ۳۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں حد قائم نہ کرنے کی توجیہات

علامہ حمد بن محمد الخطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ، نے کہا ہے:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے مطلع ہو چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرد کو معاف فرمادیا ہے کیونکہ یہ ایک مخصوص واقعہ ہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پوچھتے کہ تم نے کونسا جرم کیا ہے جس کی وجہ سے حد ہوگی اور پھر آپ اس پر حد کو قائم کرتے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز علامہ خطابی نے کہا: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حدود کو حتی الامکان کھولنا نہیں چاہیے، بلکہ حدود کو جہاں تک ہو سکے ساقط کرنا چاہیے اور اس مرد نے اس فعل کو ظاہر نہیں کیا جس کی وجہ سے اس کے اوپر حد کا قائم کرنا واجب تھا، پس ہو سکتا ہے کہ اس مرد نے کوئی صغیرہ گناہ کیا ہو جس کو اس نے کبیرہ گناہ گمان کیا ہو اور اس پر حد واجب ہوتی ہے۔ اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فعل کو نہیں کھولا، کیونکہ حد کا موجب احتمال سے ثابت نہیں ہوتا اور آپ نے اس سے اس لیے سوال نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجسس کرنے سے منع فرمایا ہے، یا اس وجہ سے کہ آپ نے اس پر پردہ رکھنے کو ترجیح دی۔

اور علماء نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ جب کوئی شخص حد واجب ہونے کا اقرار کرے تو اس کو رجوع کرنے کی تلقین کی جائے تا کہ اس سے حد ساقط ہو جائے۔ اور علامہ نووی اور ایک جماعت نے وثوق سے کہا ہے کہ جو گناہ اس نے کیا تھا وہ صغیرہ گناہوں میں سے تھا، کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ "نماز نے اس کا کفارہ ادا کر دیا" کیونکہ نماز گناہِ صغیرہ کا کفارہ کرتی ہے گناہِ کبیرہ کا کفارہ نہیں کرتی اور یہ اکثر اور اغلب ہے۔ اور کبھی نماز بعض کبائر کا بھی کفارہ کرتی ہے مثلاً کسی شخص کے گناہِ صغیرہ بہت ہوں تو گناہِ صغیرہ کی کثرت اس کو کبیرہ بنا دیتی ہے اور نماز اس کا کفارہ کر دیتی ہے، یا اس کا کوئی صغیرہ نہ ہو یا معمولی سا گناہ ہو اور اس پر ایک کبیرہ ہو تو نماز اس کا کفارہ کر دیتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ابوبکر الزنجی نے اس باب کی حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، سو آپ مجھ پر حد قائم کیجیے۔۔۔ الحدیث، پس بعض علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اس نے اس کام کو زنا کہا جو زنا نہیں تھا، اس لیے اس نماز نے اس کا کفارہ کر دیا۔ اور کبھی اس حدیث سے وہ علماء استدلال کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص توبہ کرتا ہوا آئے تو اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس شخص ہی کے ساتھ خاص ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری حد کو نماز کے سبب سے معاف فرما دیا اور اس چیز کو وحی کے سوا نہیں جانا جا سکتا، لہٰذا یہ حکم عام نہیں ہوگا اور اس شخص کے ساتھ خاص ہوگا۔ اور وحی کے منقطع ہونے سے اس حکم کا عموم منقطع ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی تین توجیہات ہیں:

(۱) حد اس وقت واجب ہوتی ہے جب کوئی مرد اپنے جرم کا تعین کرے اور اس کا اصرار کے ساتھ اقرار کرے۔

(۲) اس شخص کے اس جرم کا معاف ہو جانا جو حد کو واجب کرتا تھا، اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۳) حد توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور یہ اوضح المسالک ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جس نیک کام کو اس نے خوشی کے ساتھ کیا اور اللہ کے خوف سے اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا تو اس سے اس کا جرم معاف ہو جائے گا، کیونکہ حدود کی حکمت یہ ہے کہ دوبارہ اس کام کا اعادہ نہ کیا جائے اور اس شخص نے جو اپنے گناہ کا اعتراف کیا، یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس کام کو نہیں کرے گا، تو اس لیے اس سے حد کا اٹھنا مناسب ہے۔ واللہ اعلم (فتح الباری ج ۷ ص ۸۸۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور میں اس شخص پر حد قائم نہ کرنے کی توجیہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے یہ بیان نہیں کیا تھا کہ اس نے کونسا ایسا جرم کیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے۔ رہے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ، تو انہوں نے بیان کیا تھا کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ انہوں نے زنا کیا ہے اور ایسا جرم کیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے اور اس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دریافت نہیں فرمایا کہ کیا اس نے زنا کیا ہے یا چوری کی ہے یا کوئی اور جرم کیا ہے، اور اس مرد کو ہم نہیں پہچانتے کہ وہ کون تھا۔

جب ہمارے پاس کوئی مرد توبہ کرتا ہوا آئے اور کہے کہ میں نے ایسا کام کیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے اور بیان نہ کرے تو ہم اس سے اس کے گناہ کے متعلق سوال نہیں کریں گے بلکہ اس پر پردہ رکھیں گے اور جب وہ کوئی نیک کام کرے گا تو ہم کہیں گے:

إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ (ہود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں، گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۸۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۹۔ باب: هَلْ يَقُولُ الْإِمَامُ لِلْمُقِرِّ لَعَلَّكَ لَمَسْتَ أَوْ غَمَزْتَ؟

کیا امام زنا کا اقرار کرنے والے سے یہ کہے کہ شاید کہ تم نے چھوا ہو یا اشارہ کیا ہو؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام زنا کا اقرار کرنے والے سے یہ کہے کہ شاید تم نے عورت کو چھوا ہو یا اس کو آنکھ سے اشارہ کیا ہو یا ہاتھوں سے مس کیا ہو؟ اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں لکھا ہے: یا تم نے اس کی طرف دیکھا ہو؟ اور اس استفہام کا جواب مقدر ہے جس کی وضاحت اس باب کی حدیث سے ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ لَمَّا أَتَى مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهُ لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ أَوْ غَمَزْتَ أَوْ نَظَرْتَ قَالَ لَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَنِكْتَهَا لَا يَكْنِي قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَمَرَ بِرَجْمِهِ۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۲۷، مسند احمد: ۲۴۲۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے یعلیٰ بن حکیم سے سنا از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ماعز بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: شاید کہ تم نے بوسا دیا ہو، یا عورت کی طرف دیکھا ہو، اس نے کہا: نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس سے مجامعت ہی کر لی ہے؟ اس مرتبہ آپ نے کنایہ سے کام نہیں لیا، پھر اس وقت آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں وہب بن جریر کا ذکر ہے، یہ اپنے والد جریر بن حازم بن یزید البصری سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یعلیٰ بن حکیم کا ذکر ہے، یہ ثقفی ہیں، ان کے مولیٰ اہلِ بصرہ سے تھے اور یہ شام سے تھے۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب الحدود میں روایت کی ہے از زہیر بن حرب اور امام نسائی نے اس کی روایت کتاب الرجم میں کی ہے از عمرو بن علی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لعلك قبلت" اس عبارت میں مفعول کو محذوف کر دیا ہے، کیونکہ اس کا مخاطب کو علم تھا یعنی وہ عورت جو معین ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انکتھا" یہ نیک سے ماخوذ ہے (لسان العرب ج ۱۴ ص ۳۹۹ میں لکھا ہوا ہے کہ ازہری نے کہا: نَیك کا معنی ہے نکَحَ، یعنی جماع کیا۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں مذکور ہے "لایکنی" یعنی آپ نے اس لفظ کے بغیر تصریح نہیں کی، خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے لفظِ نَیك کی تصریح کی، کیونکہ حدود کنایات سے ثابت نہیں ہوتیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدود میں جو شخص زنا کا اقرار کرے اس کو تلقین کرنا جائز ہے، کیونکہ لفظِ زنا کبھی آنکھ سے دیکھنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زنا کا اقرار کرنے والے کو تلقین کرنے کی حکمت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدود میں تلقین کرنا جائز ہے جس سے حد کو ساقط کیا جا سکے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ شاید کہ تم نے اس عورت کو بوسا دیا ہو یا اس کے جسم کو مَس کیا ہو۔ الخ، تا کہ اس سے حد ساقط ہو جائے۔

لفظِ زنا کا آنکھ سے دیکھنے پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے اور تمام اعضاء پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے، پس جب وہ لفظِ مشترک کو بولے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی حتیٰ کہ وہ صحیح اور صریح لفظ کو بولے جس میں کوئی اشکال نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں شبہات سے حدود کو ساقط کرنا ہے۔ پس جب اس نے ظاہر لفظ بولا اور اس کا معاملہ واضح ہو گیا تو پھر آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حدود اس وقت تک نہیں قائم کی جائیں گی جب تک کہ وہ صریح لفظ کے ساتھ اقرار نہ کرے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر چند گواہ کسی مرد کے خلاف زنا کرنے کی شہادت دیں اور یہ نہ کہیں کہ ہم نے اس کو دیکھا کہ اس نے اس عورت کے اندر داخل کر دیا تو ان کا حکم قذف کا حکم ہوگا اور جو اس کی شہادت دے گا اس پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر نرمی ہے اور ان کی پردہ پوشی ہے تاکہ وہ توبہ کریں۔ اور صحابہ کرام نے بھی تلقین کو اشارہ کے ساتھ استعمال کیا ہے، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے۔

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی رجم کرنے سے پہلے تلقین کرنے کے شواہد

اور امام مالک نے از یحییٰ بن سعید روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد آیا اور اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں تھے، اس نے ذکر کیا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو واقد کو اس کی بیوی کی طرف بھیجا اور اس سے سوال کیا کہ جو اس کے شوہر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا اور ابو واقد نے اس عورت کو خبر دی کہ اس کے شوہر کے قول سے اس کو گرفتار نہیں کیا جائے گا اور اس کو اس کے مشابہ الفاظ کے ساتھ تلقین کرتے رہے، اس عورت نے رجوع کرنے سے انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رجم کر دیا۔ (الموطا ص ۵۱۴)

امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد کو لایا گیا، پس کہا گیا کہ یہ چور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کا ہاتھ چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں ہے، اس مرد نے کہا: اللہ کی قسم! میں چور نہیں ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۹۳، الحدیث: ۱۸۷۹۳)

اور شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس کو شراحہ کہا جاتا تھا، اور یہ زنا سے حاملہ تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے شاید کسی مرد نے تمہارے ساتھ جبراً زنا کیا ہے، اس نے کہا: نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر شاید تم سوئی ہوئی تھیں اور اس نے تمہارے ساتھ زنا کیا، اس عورت نے کہا: نہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید تمہارا شوہر ہمارے دشمنوں میں سے ہو جو اہل شام میں سے ہیں اور تم اس کی طرف منسوب ہونے کو ناپسند کرتی ہو، اس عورت نے کہا: نہیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اس عورت کو اس قسم کے کلمات سے تلقین کرتے رہے اور وہ عورت کہتی رہی کہ نہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۲۶، الحدیث: ۱۳۳۵۰)

چور کو تلقین کرنے کے صحابہ کرام سے شواہد

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک چور کو لایا گیا جس نے اونٹ چرایا تھا تو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم کو وہ اونٹ ملا تھا؟ اس نے کہا: جی ہاں، تو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۵۔ ۵۱۴، الحدیث: ۲۸۵۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

یہ تعریض کے ساتھ تلقین کرنے کا طریقہ ہے جو شخص حد کی معرفت رکھتا ہو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

از ابن جریج از عطاء، انہوں نے بیان کیا کہ بعض صحابہ کے پاس چور کو لایا جاتا، پس وہ کہتے: کیا تم نے چوری کی ہے؟ تم کہو نہیں، اور عطاء نے کہا: مجھے علم ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا نام لیا، یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چور لایا جاتا تو وہ اس کو تلقین کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۵، الحدیث: ۲۸۵۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابوشیبہ روایت کرتے ہیں، ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از سفیان از علی بن الاقمر از یزید بن ابی کبشہ، کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس نے چوری کی تھی، تو سلامہ نے اس عورت سے کہا: کیا تم نے چوری کی ہے؟ تم کہنا نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۴، الحدیث: ۲۸۵۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں، ہمیں شریک نے حدیث بیان کی از جابر از مولیٰ لابی مسعود از حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ، ان کے پاس ایک مرد لایا گیا جس نے چوری کی تھی، تو انہوں نے کہا: کیا تم نے چوری کی ہے؟ تم کہو: مجھے یہ چیز ملی ہے، اس نے کہا: مجھے یہ چیز ملی ہے تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۴۔۵۱۵، الحدیث: ۲۸۵۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں، ہمیں محمد بن بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان الناجی از ابی المتوکل، کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا، اور اس وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حاکم تھے، تو انہوں نے کہا: کیا تم نے چوری کی ہے، کیا تم نے چوری کی ہے؟ کہو نہیں، کہو نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۵، الحدیث: ۲۸۵۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابن عیینہ نے از یزید بن خصیفہ از محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان کہ ایک مرد نے چادر کی چوری کی، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے چادر کی چوری کی ہے تو آپ نے فرمایا: میں نہیں گمان کرتا کہ اس نے چوری کی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۵، الحدیث: ۲۸۵۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حسن بن صالح از غالب ابی الہذیل انہوں نے کہا: میں نے سبیع ابوسالم سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر تھا، ان کے پاس ایک مرد لایا گیا جس نے چوری کا اقرار کیا تھا، پس اس سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید کہ تم نے اس کو چھینا ہے تا کہ وہ کہے نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۱۵، الحدیث: ۲۸۵۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

ابوثور نے کہا: جب کہ چور عورت ہو، یا وہ شخص ہو جو نہیں جانتا ہو کہ اس نے کیا کیا ہے یا وہ کیا کہے، تو اس کو تلقین کی جائے گی۔

المہلب مالکی نے کہا: یہ تلقین مختلف مراتب سے ہے اور یہ سنتِ لازمہ نہیں ہے مگر اس میں امام اور سربراہ کو اختیار ہے اور امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ تعریض نہ کرے اور نہ تلقین کرے، کیونکہ حدیث میں ہے: ''تم گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے''۔

(یہ پوری حدیث اس طرح سے ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شریک بن السحماء کے ساتھ تہمت لگائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے، تو حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہم میں سے کوئی شخص کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈنے جائے گا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے رہے کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے، پس حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں ضرور سچا ہوں اور میرے معاملہ میں ضروری ایسی آیات نازل کی جائیں گی جو میری پیٹھ کو کوڑوں سے بری کر دیں گی، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے لعان کی آیات نازل فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پس وہ عورت تردد کا شکار ہوئی اور ہچکچائی حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ اب یہ رجوع کر لے گی مگر اس نے کہا: میں کبھی اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی اور (پانچویں شہادت دے کر) اس نے لعان مکمل کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب دیکھنا اگر یہ عورت ایسا بچہ جنے جس کی آنکھیں بہت سیاہ پلکوں والی ہوں، اس کے سرین موٹے ہوں اور پنڈلیاں بھری ہوئی ہوں تو وہ شریک بن سحماء کا ہے، پس اس عورت نے اس طرح کا بچہ جنا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ کی کتاب کا حکم نہ آچکا ہوتا تو میرا اس عورت کے لیے کچھ اور ہی سلوک ہوتا)۔ (سنن ترمذی: ۳۱۷۹، صحیح البخاری: ۴۷۴۷)

علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامہ المقدسی المتوفی ۶۸۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا: چور کو تلقین کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے تا کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع کر لے، اور یہ عامۃ الفقہاء کا قول ہے، روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے چوری کی ہے؟ تم کہو: نہیں، اس نے کہا: نہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا، اور یہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابو مسعود اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، اور یہی اسحاق کا اور ابوثور کا قول ہے۔

اور ہم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوامیہ المخزومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے اعتراف کر لیا تھا اور اس کے پاس سامان نہیں پایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں گمان کرتا کہ تم نے چوری کی ہے، اس نے کہا: کیوں نہیں، آپ نے اس پر دو مرتبہ دہرایا یا تین مرتبہ، پھر آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور اس کو لایا گیا تو آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور توبہ کرو، اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں، اور پھر آپ نے تین مرتبہ دعا کی کہ اے اللہ! اس کی توبہ کو قبول فرما۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۸۰، سنن نسائی: ۴۸۹۲، سنن ابن ماجہ: ۲۵۹۷)

اس روایت میں بھی یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چور کو رجوع کرنے کی تلقین کی تھی مگر اس نے رجوع نہیں کیا۔

اسی طرح آپ نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی رجوع کرنے کی تلقین کی تھی کہ شاید تم نے بوسا دیا ہو یا مس کیا ہو (مگر انہوں نے رجوع نہیں کیا) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس نے ان کے سامنے چوری کا اقرار کیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹ دیا۔ (المغنی ج ۱۲ ص ۳۳۲، دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

نیز علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:

رہی وہ تلقین جو جائز نہیں ہے، وہ یہ ہے کہ جب دو فریق اپنے حقوق میں جھگڑ رہے ہوں تو اس وقت کسی ایک فریق کو تلقین کی جائے، اسی طرح سے جو شخص لوٹ مار کرنے میں معروف ہو اس کو بھی تلقین کرنا جائز نہیں ہے جب کہ ظاہر ہو جائے کہ اس نے لوٹ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مارکا اعتراف کیا ہے یا اس کے خلاف گواہ قائم ہو جائیں۔اور امام اس پر حد قائم کرنے کو جائز نہ قرار دے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۱۹۶۔۱۹۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۰۔ بَابٌ: سُؤَالِ الْإِمَامِ الْمُقِرَّ هَلْ أَحْصَنْتَ؟

اقرار کرنے والے سے امام کا یہ سوال کرنا کہ کیا تم شادی شدہ ہو؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ امام زنا کا اقرار کرنے والے سے یہ سوال کرے کہ کیا تم شادی شدہ ہو، کیونکہ رجم کرنے کی شرط یہ ہے کہ زنا کرنے والا شادی شدہ ہو، یعنی اس نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا ہو اور اس میں دخول بھی کیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ رَجُلٌ مِنَ النَّاسِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي زَنَيْتُ يُرِيدُ نَفْسَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي زَنَيْتُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَجَاءَ لِشِقِّ وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي أَعْرَضَ عَنْهُ فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ أَحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابن المسیب وابی سلمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوگوں میں سے ایک مرد آیا اور اس وقت آپ مسجد میں تھے، اس نے نداء کی یارسول اللہ! بے شک میں نے زنا کیا ہے، وہ اپنی ذات کا ارادہ کرتا تھا، نبی ﷺ نے اس سے اعراض کیا، پس وہ آپ کے چہرہ کی اس جانب آیا جس جانب آپ نے اپنا منہ پھیرا تھا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے پھر اس سے اعراض کیا اور وہ بھی دوبارہ اس طرف آ گیا جدھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا منہ پھیرا تھا، پس جب اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ شہادت دے دی تو نبی ﷺ نے اس کو بلا کر فرمایا: کیا تم کو جنون ہے؟ اس نے کہا: نہیں یارسول اللہ! پس فرمایا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس کو لے جاؤ اور اس کو رجم کر دو۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟
رہے اس حدیث کے رجال تو ان کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔
یہ حدیث عنقریب اس باب میں گزر چکی ہے "لا یرجم المجنون والمجنونۃ"۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "رجل من الناس" یعنی لوگوں میں سے ایک مرد نے کہا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مرد اکابر صحابہ میں سے نہیں تھا اور نہ مشہور صحابہ میں سے تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یرید نفسه" اس کلام کا فائدہ یہ ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ وہ مرد کسی دوسرے کی طرف سے فتویٰ معلوم نہیں کر رہا تھا اور بطور فرض اپنی طرف نسبت کی تھی جیسا کہ جو شخص غیر کے لیے فتویٰ پوچھے اس کی یہ عادت ہے۔ علامہ کرمانی وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ وہ تاکید کا ارادہ کرتا تھا کہ وہی زانی ہے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فتنحی" یعنی وہ مرد رسول اللہ ﷺ کی دوسری جانب آ کر کھڑا ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۔۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۶۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرًا قَالَ فَكُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلَّى فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتَّى أَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ فَرَجَمْنَاهُ۔

ابن شہاب نے کہا: مجھے اس نے خبر دی جس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اس کو رجم کیا، ہم نے اس کو عید گاہ میں رجم کیا تھا، پھر جب اس کو پتھروں کی چوٹ لگی تو وہ بھاگا حتیٰ کہ ہم نے اس کو سیاہ پتھریلی زمین میں پکڑ لیا، پھر ہم نے اس کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

صحیح البخاری: ۶۸۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے کہا۔ اور یہ سند مذکور کے ساتھ موصول ہے۔ جس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، اس سے مراد ابو سلمہ ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے ''جمز'' اس کا معنی ہے: بھاگا، اس کی باقی شرح ''باب لایرجم المجنون'' میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زنا کا اقرار کرنے والے سے امام کے اس سوال کرنے کی توجیہ کہ کیا تم شادی شدہ ہو؟

ہر امام پر یہ لازم ہے کہ وہ زنا کا اقرار کرنے والے سے پوچھے کہ تم شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے شادی شدہ زانی اور کنوارے زانی کی حد میں فرق کیا ہے۔ پس امام پر لازم ہے کہ وہ اس پر واقف ہو جیسا کہ اس پر واجب ہے کہ وہ اقرار کرنے والے سے یہ سوال کرے کہ کیا تم بالغ ہو؟

پھر اس کے بعد امام پر لازم ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی تصدیق کرنا، کیونکہ حد صرف یقین کے ساتھ جاری کی جاتی ہے اور اس میں تجسس جائز نہیں ہے۔

اور جب کہ اقرار کرنے والے کا قول مَس کرنے میں یا آنکھ سے اشارہ کرنے میں مقبول ہے تو اس کا قول اس کے شادی شدہ ہونے کے متعلق بھی مقبول ہوگا۔ سو باب واحد ہے اور اس میں شک نہیں کہ جب اس کا حال معلوم نہ ہو تو اس کے شادی شدہ ہونے کے متعلق سوال کرنا واجب ہے۔ اور اگر اس سے پہلے اس کے اقرار سے یہ معلوم ہو جائے تو پھر یہ سوال واجب نہیں ہے۔

جب زنا کرنے والے کا نہ اقرار سنا گیا ہو اور نہ انکار تو اس کے متعلق فقہاء مالکیہ کے اقوال

اور اس میں اختلاف ہے کہ جب اس سے نہ اقرار سنا جائے اور نہ انکار تو اس میں فقہاء مالکیہ کے تین اقوال ہیں:

ابن القاسم نے کہا: اس کا قول قبول کیا جائے گا اگرچہ اس کا اپنی بیوی کے ساتھ ٹھہرنا طویل عرصہ پر مشتمل ہو ورنہ اس کا علم حمل کے ظہور سے ہو جائے یا کسی سے سن کر ہو جائے۔

اور المدوّنہ کی نکاحِ ثالث میں بیان کیا ہے کہ جب عورت زنا کا انکار کرے اور وہ اس شخص کے ساتھ بیس سال رہی ہو تو اس کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

اور عبد الملک نے کہا: محمد کے نزدیک زوجین میں سے جو انکار کرے اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اور رجم قائم رہے گا خواہ وہ اس عورت کے ساتھ صرف ایک رات رہا ہو۔ اور محمد نے کہا: یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے اور ابن القاسم کا قول ہے۔

اور اگر دخول کے بعد دونوں میں اختلاف ہو تو منکر پر حد قائم کی جائے گی اور اگر اقرار کرنے میں اختلاف ہو تو کہا جائے گا: کنوارے کی حد لگائی جائے گی اور دوسرا قول ہے کہ شادی شدہ کی حد لگائی جائے گی، سوا اس کے کہ وہ اس سے رجوع کر لے جس کا اقرار کیا تھا۔ اور اگر شوہر دخول کا دعویٰ کرتا ہو، پھر اب یہ کہے کہ میں نے پہلے یہ اس لیے کہا تھا تاکہ میں رجوع کرنے کا مالک ہوں یا اس کی بیوی دخول کی مدعی ہو اور وہ کہے کہ میں نے یہ کہا تھا تاکہ میں مہر حاصل کر لوں یا کوئی اور عذر بیان کرے تو اس سے حلف لیا جائے گا اور اس پر کنوارے کی حد لگائی جائے گی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۰۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۱۔ بَابُ: اَلْاِعْتِرَافُ بِالزِّنَا
زنا کے اعتراف کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں زنا کے اعتراف کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۷۔۶۸۲۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنْ فِي الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ قَالَا كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ أَنْشُدُكَ اللّٰهَ إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ فَقَامَ خَصْمُهُ وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ فَقَالَ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأْذَنْ لِي قَالَ قُلْ قَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هٰذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَخَادِمٍ ثُمَّ سَأَلْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ وَعَلَى امْرَأَتِهِ الرَّجْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ الْمِائَةُ شَاةٍ وَالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا قُلْتُ لِسُفْيَانَ لَمْ يَقُلْ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَقَالَ الشَّكُّ فِيهَا مِنَ الزُّهْرِيِّ فَرُبَّمَا قُلْتُهَا وَرُبَّمَا سَكَتُّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم نے اس حدیث کو زہری کے منہ سے (سن کر) یاد رکھا، انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے سنا، ان دونوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، پس ایک مرد کھڑا ہوا، سو اس نے کہا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرمائیں، تو اس کا فریقِ مخالف کھڑا ہوا اور وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھا، اس نے کہا: آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کریں اور مجھے بولنے کی اجازت دیں، آپ نے فرمایا: تم بولو، اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا تو میں نے اپنے بیٹے کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک خادم فدیہ میں دے دیے، پھر میں نے اہلِ علم مردوں سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تمہارے درمیان اللہ جل ذکرہٗ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم تم کو واپس دیے جائیں گے اور تمہارے بیٹے پر ایک سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، اور اے اُنیس! اس شخص کی بیوی کے پاس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جاؤ، اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کر دینا، پھر حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ صبح کو اس کے پاس گئے، سو اس نے اعتراف کرلیا، انہوں نے اس کو رجم کر دیا، میں نے سفیان سے کہا: راویوں نے یہ نہیں کہا: پس اہلِ علم لوگوں نے مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے پر رجم ہے، تو انہوں نے کہا: مجھے اس میں زہری سے شک ہے، پس بسا اوقات میں نے اس کو بیان کیا اور بسا اوقات میں خاموش رہا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۸۲۷۔۶۸۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "پس اس عورت نے زنا کا اعتراف کرلیا اور حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کر دیا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبد اللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المَدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، یہ ابن عُیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عُبید اللہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبد اللہ بن عتبہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوکالت میں از ابوالولید گزر چکی ہے اور کتاب الشروط میں از قتیبہ گزر چکی ہے اور کتاب النذور میں از اسماعیل بن ابی اویس گزر چکی ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی متعدد مقامات پر گزر چکی ہے۔ اور باقی صحاحِ ستہ کے مولفین نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مِن فِی الزھری"، یعنی "مِن فِیہِ" اس کا معنی ہے: سفیان بن عیینہ نے زہری کے منہ سے سن کر یہ حدیث بیان کی۔ اور الحُمیدی کی روایت میں ہے: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی، اور الاسماعیلی کی روایت میں ہے: میں نے زہری سے سنا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "کنا عند النبی ﷺ" اور شعیب کی روایت میں ہے: ہم نبی ﷺ کے پاس تھے۔ اور ابنِ ابی ذئب کی روایت میں ہے: آپ اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقام رجل" کتاب الشروط کی روایت میں ہے کہ اعراب میں سے ایک مرد نبی ﷺ کے پاس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آیا، اور کتاب الاحکام کی روایت میں ہے کہ اعراب میں سے ایک مرد کھڑا ہوا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انشدك الله" یہاں ایک عبارت محذوف ہے اس کا خلاصہ ہے کہ "میں آپ سے اللہ کے نام سے سوال کرتا ہوں کہ آپ صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کریں"۔

اس سوال کا جواب کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی کتاب سے ہی فیصلہ فرماتے تھے تو ایک فریق نے یہ کیوں کہا کہ آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کیجیے؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس کلام کا کیا فائدہ ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ کی کتاب کے مطابق ہی فیصلہ فرماتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس اعرابی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا حکم مخفی تھا، کیونکہ اس نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، اور یہ ایسا ہے جیسے دو فرشتوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ (ص:٢٢) آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں اور بے انصافی نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ بتائیں O

اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ مقدمہ کے فریق کے لیے امامِ عادل سے یہ کہنا جائز ہے کہ آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں۔ علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کے قول پر انکار نہیں فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الا قضيت" اس کا معنی ہے: میں آپ سے صرف یہ طلب کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بكتاب الله" ہمارے شیخ زین الدین نے کہا ہے کہ کیا اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کریں یا یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء اور اس کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں، اور اس سے مراد قرآن ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس میں دونوں امر جائز ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقام خصمه وكان افقه منه وائذن لى" یعنی اس شخص کا فریقِ مخالف کھڑا ہوا جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا، اس سے مراد یہ ہے کہ یا تو وہ مطلقاً اس سے زیادہ سمجھدار تھا، یا اس سے مراد یہ ہے کہ اس خاص معاملہ میں وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھا۔ اور اس نے کہا "وائذن لى" یعنی مجھے بات کرنے کی اجازت دیجیے، اور یہ اس شخص کے زیادہ سمجھدار ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اس نے حسنِ ادب سے بات کرنے کی اجازت طلب کی اور آواز بلند کرنے کو ترک کیا۔ اور ایک حدیث میں وارد ہے خواہ وہ ضعیف ہے کہ "اچھے طریقہ سے سوال کرنا بھی نصف علم ہے"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان ابنى" اور ایک روایت میں ہے "ان ابنى هذا" یعنی میرا یہ بیٹا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "كان عسيفا" عسیف کا معنی ہے اجیر یعنی اجرت پر کام کرنے والا۔ اور عبد الملک بن حبیب کی "شرح الموطا" میں لکھا ہے کہ "عسیف" اس لڑکے کو کہتے ہیں جو نابالغ ہو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے"وخادم" یہاں اس سے مراد ہے خادمہ، یعنی اس نے سو بکریاں فدیہ میں دیں اور ایک باندی آزاد کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں فتویٰ دینے والے صحابہ کے اسماء

اس حدیث میں مذکور ہے"ثم سالت رجالا من اهل العلم" اس حدیث میں یہ خبر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں فتویٰ دیتے تھے۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے ذکر کیا ہے: ان صحابہ میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے"وعلی ابنك جلد مائة وتغريب عام" یعنی تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس شخص کا بیٹا کنوارا تھا اور اس نے زنا کا اعتراف کر لیا تھا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں کچھ عبارت محذوف ہو کہ اگر تمہارے بیٹے نے زنا کا اعتراف کر لیا تو پھر اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے لیکن پہلی بات زیادہ لائق ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیصلہ سنا رہے تھے۔ پس اگر یہ مقامِ افتاء ہوتا تو اس میں اشکال نہ ہوتا، کیونکہ اصل عبارت یوں ہوتی کہ اگر اس نے زنا کیا ہے اور وہ کنوارا ہے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے، اور اس کے اعتراف کا قرینہ یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ حاضر تھا اور اس کی طرف جو فعل منسوب کیا گیا وہ اس پر خاموش رہا۔ رہا یہ کہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ کنوارا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عمرو بن شعیب کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ میرا بیٹا اس عورت کے ہاں مزدوری کرتا تھا اور میرا بیٹا غیر شادی شدہ تھا۔

حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کے نام کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے"واغد یا انیس" اُغد کا لفظ"غدا اغدوا" سے امر ہے اور اس کا معنی ہے: جانا، اور یہ مراد نہیں ہے کہ صبح صبح جائے۔ قاضی عیاض نے کہا: بعض علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ تنگی وقت کی بناء پر حد کے جاری کرنے کو وقت سے موخر کرنا جائز ہے، لیکن یہ استدلال ضعیف ہے، کیونکہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ انہوں نے دن کے آخری حصہ میں حد جاری کی اور اُنیس کا لفظ"انس" کی تصغیر ہے، اور اس حدیث میں ان کے مصداق کے متعلق اختلاف ہے، پس مشہور یہ ہے کہ یہ انیس بن الضحاک الاسلمی ہیں اور وہ عورت بھی اسلمیہ تھی جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر نے اسی طرح لکھا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اُنیس کا نام، انیس بن مرثد ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ابنِ ابی مرثد ہے اور یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اُنیس بن ابی مرثد مشہور صحابی ہیں۔ اور جنہوں نے کہا: اس سے مراد حضرت انس بن مالک ہیں اور انہوں نے اس کی تصغیر اُنیس کی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انصاری ہیں، اسلمی نہیں ہیں۔

اس سوال کا جواب کہ زانی کی حد تجسس اور چھان بین سے ثابت نہیں ہوتی، پھر حضرت انیس رضی اللہ عنہ کو اس عورت سے زنا کا سوال کرنے اور پھر حد جاری کرنے کا حکم کیوں دیا؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ زانی کی حد تجسس اور چھان بین سے ثابت نہیں ہوتی، پھر حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو اس عورت کی طرف بھیجنے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی کیا وجہ ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس سے مقصود یہ خبر دینا ہے کہ اس مرد نے اس عورت پر تہمت لگائی ہے اور اس عورت سے اس مرد پر حدِ قذف ہے، پس یا تو وہ عورت حدِ قذف کا مطالبہ کرے یا اس کو معاف کردے یا زنا کا اعتراف کرے۔

حدیثِ مذکور کے فوائد

(۱) جس مقدمہ میں سلطانِ اعلیٰ سے کم درجہ کے حاکم نے کوئی فیصلہ کیا ہو اور وہ حق کے موافق نہ ہو تو سلطانِ اعلیٰ کے پاس مقدمہ پیش کرنا۔

(۲) ہر وہ صلح جو خلاف سنت طریقہ پر ہوئی ہو، اس کو فسخ کرنا۔

(۳) جس شخص نے کسی ایسے مال پر قبضہ کیا جو اس کے لیے جائز نہیں تھا تو وہ اس کی ملک نہیں ہوگا۔

(۴) عالم کے لیے شہر میں فتویٰ دینا جائز ہے اگرچہ شہر میں اس سے بڑا عالم موجود ہو۔

(۵) علماء میں سے کسی ایک کے قول پر اقتصار نہ کرنا جائز ہے۔

(۶) فریقِ مخالف کا امام سے یہ کہنا جائز ہے کہ آپ ہمارے درمیان عدل سے فیصلہ کیجئے۔

(۷) امام شافعی اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اگر کنوارا مرد زنا کرے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اور شہر بدر کیا جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ شہر بدر کرنے کے قائل نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حد میں شہر بدر کرنے کا اضافہ کرنا نصِ قرآن پر اضافہ ہے کیونکہ نصِ قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے اور نصِ قرآن پر خبرِ واحد سے اضافہ کرنا نصِ قرآن کو خبرِ واحد سے منسوخ کرنا ہے اور نصِ قرآن کو خبرِ واحد سے منسوخ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے اور خبرِ واحد اس کے معارض نہیں ہو سکتی۔

(۸) فیصلہ کو جاری کرنے کے لیے کسی ایک شخص کو بھیجنا جائز ہے جیسا کہ آپ نے حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔

(۹) جو عورت پردہ دار ہو اور گھر سے عادتاً باہر نہ نکلتی ہو اس کو حاکم کی مجلس میں حاضر ہونے کا مکلف نہیں کیا جائے گا، بلکہ یہ جائز ہے کہ اس عورت کی طرف ایسے شخص کو بھیج دیا جائے جو اس پر فیصلہ کو جاری کرے اور امام نسائی نے اس حدیث کا یہی عنوان قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۔۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۲۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ عُمَرُ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ حَتَّى يَقُولَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ أَلَا وَإِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى وَقَدْ أَحْصَنَ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الِاعْتِرَافُ قَالَ سُفْيَانُ كَذَا حَفِظْتُ أَلَا وَقَدْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عبید اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: مجھے یہ خدشہ ہے کہ لوگوں پر زمانہ زیادہ گزر جائے گا حتیٰ کہ کوئی کہنے والا کہے گا: ہم رجم کو اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے، پھر وہ اس فریضہ کو ترک کرنے کے سبب سے گمراہ ہو جائیں گے جس فریضہ کو اللہ تعالیٰ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَجَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ۔

نے نازل کیا ہے، سنو! رجم اس پر برحق ہے جس نے زنا کیا اور جب وہ شادی شدہ ہو اور جب اس کے زنا پر گواہ قائم ہوں یا عورت حاملہ ہو جائے یا مرد اعتراف کر لے۔

سفیان نے کہا: مجھے اسی طرح یاد ہے کہ انہوں نے کہا: سنو! رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا، اور ہم نے آپ کے بعد رجم کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۳، مسند احمد: ۲۷۸، موطا امام مالک: ۱۵۵۸، سنن دارمی: ۲۲۲۳)

صحیح البخاری: ۶۸۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ ''سنو! رجم کرنا اس شخص پر برحق ہے جس نے زنا کیا اور وہ شادی شدہ ہو''۔

اس حدیث کے رجال وہی ہیں جن کا اس سے پہلی حدیث میں ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیضلوا'' پس وہ اللہ کے فرض کو ترک کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انزلها الله'' اس اعتبار سے کہ وہ آیت یہ ہے ''الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما'' (معمر مرد اور معمر عورت جب زنا کریں تو ان دونوں کو رجم کر دو)، یہ آیت قرآن سے تھی، پھر اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی، یا اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝'' (النجم: ۳۔۴)، (وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ۝ ان کا کہا ہوا وہی ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے ۝)

اس حدیث میں مذکور ہے ''وقد أحصن'' یہ لفظ احصان سے ماضی ہے اور ترکیب میں حال واقع ہے اور جب ماضی حال ہو تو اس سے پہلے قد لایا جاتا ہے، یعنی وہ شادی شدہ ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''او کان الحمل'' اس کا معنی ہے: یا حمل ثابت ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''او الاعتراف'' یا ان میں سے کوئی فریق زنا کا اعتراف کر لے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۲۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) حدیث میں مذکور دونوں فریقوں نے ایک فریق کے بیٹے کے متعلق کہا کہ اس نے دوسرے فریق کی بیوی سے زنا کیا ہے، تو ان دونوں کو قاذف نہ قرار دینے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں فریقوں کو قاذف یعنی تہمت لگانے والا نہیں قرار دیا جب ان دونوں نے یہ ذکر کیا کہ ایک فریق کے بیٹے نے دوسرے فریق کی بیوی سے زنا کیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد کے بیٹے سے یہ سوال نہیں کیا کہ کیا اس نے زنا کیا ہے اور کیا یہ دونوں فریق سچ کہہ رہے ہیں یا نہیں؟ لیکن حدیث کے مفہوم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے فریق کے بیٹے نے زنا کا اقرار کر لیا تھا، کیونکہ حد قائم کرنا اسی وقت جائز ہے جب یا تو کوئی شخص زنا کا اقرار کرے یا اس کے خلاف گواہ قائم ہوں اور ان کے خلاف گواہ تو نہیں تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ عورت زنا کا اعتراف کرلے تو تم اس عورت کو رجم کر دینا۔

(۲) کنوارے زانی کو کوڑے مارنے اور شہر بدر کرنے میں فقہاء کا اختلاف

امام ابوحنیفہ کے نزدیک کنوارے زانی کو صرف کوڑے مارے جائیں گے اور شہر بدر نہیں کیا جائے گا اور دوسرے ائمہ کے نزدیک اس کو شہر بدر بھی کیا جائے گا۔

(۳) شادی شدہ زانی کو صرف رجم کرنے کا ثبوت نہ کہ اس کو کوڑے بھی مارے جائیں

شادی شدہ زانی کو صرف رجم کیا جائے گا اس کو کوڑے نہیں مارے جائیں گے جیسا کہ شہر کے ائمہ فتویٰ کا یہی مذہب ہے، کیونکہ اس شادی شدہ عورت کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف رجم کرنے کا حکم دیا اور کوڑے مارنے کا حکم نہیں دیا۔

(۴) حاکم کا دو فریقوں میں سے کسی ایک فریق کے بیان سننے کا جواز

حاکم کا دو فریقوں کے مقدمہ کو سننا جائز ہے جب کہ ان میں سے ایک فریق غائب ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فریق کی عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا حالانکہ اس مجلسِ قضاء میں وہ عورت غائب تھی اور وہ بھی دو فریقوں میں سے ایک فریق تھی۔

(۵) اگر وقت کم ہو تو حد کو مؤخر کرنے کا جواز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگلے دن اس شادی شدہ عورت پر حد جاری کرنے کا حکم دیا، فرمایا کہ اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کر دینا۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک شخص کو حکم نافذ کرنے کے لیے بھیجنا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو اس عورت پر حد جاری کرنے کے لیے اور رجم کرنے کے لیے بھیجا۔

(۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صرف ایک مرتبہ زنا کا اقرار کرے اور چار مرتبہ اقرار نہ کرے اس پر حد جاری کرنا جائز ہے؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر یہ عورت زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کر دینا اور یہ نہیں فرمایا کہ اگر یہ چار مرتبہ اعتراف کرے تو پھر رجم کرنا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۸) اگر امام کے سامنے کسی پر زنا کی تہمت لگائی جائے تو امام اس وقت تک اس پر حدِ قذف جاری نہیں کرے گا جب تک کہ مقذوف اس کا مطالبہ نہ کرے

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام کے سامنے کوئی شخص کسی پر تہمت لگائے تو امام اس وقت تک اس پر حدِ قذف نہیں لگائے گا جب تک کہ مقذوف یعنی جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ حدِ قذف کا مطالبہ نہ کرے، کیونکہ مقذوف کے لیے جائز ہے کہ قاذف کو معاف کر دے یا وہ اس کا پردہ رکھنے کا ارادہ کرے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک فریق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، سو اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا، تو اس فریق نے دوسرے فریق کی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حدِ قذف جاری نہیں کی، کیونکہ جب اس عورت نے زنا کا اعتراف کر لیا تو اس سے قذف یعنی تہمت لگانے کی حد ساقط ہو گئی اور اسی کی مثل حضرت عُویمر العجلانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جب انہوں نے اپنی بیوی پر ایک مرد کے ساتھ تہمت لگائی، پھر انہوں نے لعان کیا یعنی انہوں نے اور ان کی بیوی نے ایک دوسرے پر لعان کیا، کیونکہ جس کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی تھی اس نے حدِ قذف کا مطالبہ نہیں کیا تھا، اگر وہ حدِ قذف کا مطالبہ کرتے تو حضرت عویمر رضی اللہ عنہ پر حدِ قذف لگائی جاتی سوا اس کے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ اپنے قول پر کوئی گواہ پیش کر دیتے۔

اور اس مسئلہ میں ابنِ ابی لیلیٰ کا خلاف ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ امام قاذف پر حد جاری کرے گا خواہ مقذوف نے اس کا مطالبہ نہ کیا ہو۔ اور ابنِ ابی لیلیٰ کا یہ قول سننِ ثابتہ کے خلاف ہے اور اس حدیث کے باقی معانی کا بیان ان شاء اللہ العزیز عنقریب آئے گا۔

(۹) ایک مرد کسی معین عورت کے ساتھ زنا کا اقرار کرے اور وہ عورت منکر ہو تو آیا اس مرد پر زنا کی حد جاری ہوگی یا اس پر حدِ قذف جاری ہوگی؟ اس میں فقہاء کا اختلاف

امام مالک کا قول یہ ہے کہ اس مرد پر زنا کی حد جاری ہوگی اور اگر عورت اس مرد کے خلاف حدِ قذف کا مطالبہ کرے تو اس پر حدِ قذف بھی جاری کی جائے گی۔ اسی طرح اگر عورت کسی مرد کے ساتھ زنا کا اقرار کرے اور مرد منکر ہو تو عورت پر زنا کی حد لگائی جائے گی اور اگر مرد اس کے خلاف حدِ قذف کا مطالبہ کرے تو اس عورت پر حدِ قذف بھی لگائی جائے گی۔ (التمہید لابن عبدالبر ج ۹ ص ۹۱)

علامہ اشہب مالکی نے کہا: اس مرد پر حدِ زنا لگائی جائے گی اور حدِ قذف نہیں لگائی جائے گی، کیونکہ وہ مرد یا تو صادق ہوگا یا کاذب ہوگا، پس اگر وہ صادق ہے تو اس پر حدِ قذف نہیں لگائی جائے گی اور اگر وہ کاذب ہے تو اس پر قذف کی حد لگائی جائے گی زنا کی حد نہیں لگائی جائے گی۔ پس جو وجہ بھی ہو اس پر دو حدیں جمع نہیں ہوں گی۔ (النوادر والزیادات ج ۱۴ ص ۲۵۱)

علامہ ابہری نے کہا: یہاں ایک تیسری قسم ہے اور وہ یہ ہے کہ اس مرد نے اس عورت کے ساتھ جبراً زنا کیا ہو، تو وہ اس عورت کے ساتھ زنا کا اقرار کرنے میں صادق ہے اور تہمت لگانے میں کاذب ہے، لہٰذا اس پر دو حدیں لگائی جائیں گی زنا کی حد بھی لگائی جائے گی اور حدِ قذف بھی لگائی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ اور الاوزاعی نے کہا ہے کہ اس پر حد قذف ہوگی اور زنا کی حد نہیں ہوگی۔ اور امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان میں سے جس نے بھی اقرار کیا اس پر فقط حدِ زنا ہوگی۔ (المحیط البرہانی ج ۶ ص ۴۳۱، شرح المہذب ج ۱۲ ص ۴۷، ۳،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کتاب الروضہ ج ۱۰ ص ۹۴)

امام مالک یہ کہتے ہیں کہ مرد پر زنا کی حد لازم ہوگی اور اگر عورت اس کے خلاف حدِ قذف کا مطالبہ کرے تو حدِ قذف بھی لازم ہوگی۔

اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ زنا کی حد اس پر اس کے اقرار کی وجہ سے واجب ہوگی، کیونکہ اگر ہمیں مرد کا صِدق گواہی سے معلوم ہو جائے یا عورت کے اقرار سے تو مرد پر حدِ قذف لازم نہیں ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ گواہی یا اقرار کا حدِ قذف میں دخل نہیں ہے، اس لیے اگر عورت نے حدِ قذف کا مطالبہ کیا تو مرد پر حدِ قذف لگائی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ اور اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ اس پر فقط حدِ قذف ہوگی اور حدِ زنا نہیں ہوگی۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب مرد نے عورت پر تہمت لگائی اور اس نے چار گواہ نہیں پیش کیے تو اس پر قرآن مجید کی آیت کی وجہ سے حدِ قذف لازم ہوگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ (تہمت لگانے والے) اس (تہمت) پر چار گواہ کیوں نہ لائے، پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں ۝

(النور: ۱۳)

پس جب اس عورت کی وجہ سے مرد کے اوپر حدِ قذف لازم ہوگئی تو اب اس مرد کے اوپر زنا کی حد کا لازم ہونا محال ہے۔ پس ہم نے عورت کے لیے پاک دامن ہونے کا حکم لگا دیا۔ اور نیز دو حدوں کا جمع ہونا کبھی بھی جائز نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قذف کی حد، زنا کی حد سے زیادہ لازم ہے، کیونکہ جس شخص نے اپنے نفس پر زنا کا اقرار کیا پھر رجوع کر لیا تو اس کے رجوع کو قبول کر لیا جائے گا اور جس نے کسی پر تہمت لگائی اور رجوع کیا تو اس کو رجوع نفع نہیں دے گا۔

امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ ان میں سے جس نے بھی زنا کا اقرار کیا، اس پر فقط زنا کی حد ہوگی، ان کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے علم کا احاطہ کیا ہے کہ ان میں سے کسی پر بھی دو حدیں اکٹھی نہیں ہوں گی، کیونکہ اگر وہ زانی ہے تو اس پر قذف کی حد نہیں ہوگی اور اگر وہ پاک دامن عورت کو تہمت لگانے والا ہے تو پھر وہ زانی نہیں ہے اور تہمت لگانے والا ہے تو اس پر فقط حدِ قذف ہوگی۔ اور اس پر زنا کی حد اس لیے واجب ہے کہ جس نے اپنے نفس پر زنا کا اقرار کیا اور دوسرے کے متعلق دعویٰ کرتا ہے تو دوسرے کے متعلق اس کے دعویٰ کو قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کے اقرار کی وجہ سے اس کے اوپر زنا کی حد لگائی جائے گی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۰۹۔ ۲۰۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۲۔ بَابُ: رَجْمِ الْحُبْلٰى مِنَ الزِّنَا إِذَا أَحْصَنَتْ

زنا سے حاملہ عورت کو رجم کرنا جب کہ وہ شادی شدہ ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب میں اس عورت کو رجم کرنے کا بیان ہے جو زنا سے حاملہ ہوئی ہو جب کہ وہ شادی شدہ ہو۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس کو رجم کیا جائے گا لیکن وضع حمل کے بعد فقہاء احناف کے نزدیک، اور دوسرا قول ہے: جب بچہ دودھ چھوڑنے کے بعد روٹی کھانے لگے۔ اور امام مالک نے کہا: جب عورت کا بچہ ہو جائے اور بچے کو دودھ پلانے والی پائی جائے ورنہ اس معاملہ کو موخر کر دیا جائے حتیٰ کہ بچہ دودھ پینے کے بعد روٹی کھانے لگے، پھر اس عورت کو رجم کیا جائے اس خدشہ سے کہ بچہ ہلاک نہ ہو جائے۔ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس عورت کو اس وقت تک رجم نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ بچے کو روٹی کھلانے لگے۔

اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی عورت حاملہ پائی جائے اور اس کا کوئی خاوند نہ ہو تو امام مالک نے کہا: اگر عورت نے یہ کہا کہ اس سے جبراً زنا کیا گیا یا اس نے کہا کہ وہ شادی شدہ تھی تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اور اس پر حد قائم کی جائے گی سوا اس صورت کے کہ وہ اپنے دعویٰ کے موافق کوئی گواہ قائم کرے۔ اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا: اس پر حد نہیں ہوگی سوا اس کے کہ وہ زنا کا اقرار کرے یا اس کے خلاف گواہ قائم ہو جائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۔۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أُقْرِئُ رِجَالًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِنْهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَبَيْنَمَا أَنَا فِي مَنْزِلِهِ بِمِنًى وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا إِذْ رَجَعَ إِلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ لَوْ رَأَيْتَ رَجُلًا أَتَى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ الْيَوْمَ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَلْ لَكَ فِي فُلَانٍ يَقُولُ لَوْ قَدْ مَاتَ عُمَرُ لَقَدْ بَايَعْتُ فُلَانًا فَوَاللهِ مَا كَانَتْ بَيْعَةُ أَبِي بَكْرٍ إِلَّا فَلْتَةً فَتَمَّتْ فَغَضِبَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ إِنِّي إِنْ شَاءَ اللهُ لَقَائِمٌ الْعَشِيَّةَ فِي النَّاسِ فَمُحَذِّرُهُمْ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَغْصِبُوهُمْ أُمُورَهُمْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَفْعَلْ فَإِنَّ الْمَوْسِمَ يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ وَغَوْغَاءَهُمْ فَإِنَّهُمْ هُمُ الَّذِينَ يَغْلِبُونَ عَلَى قُرْبِكَ حِينَ تَقُومُ فِي النَّاسِ وَأَنَا أَخْشَى أَنْ تَقُومَ فَتَقُولَ مَقَالَةً يُطَيِّرُهَا عَنْكَ كُلُّ مُطَيِّرٍ وَأَنْ لَا يَعُوهَا وَأَنْ لَا يَضَعُوهَا عَلَى مَوَاضِعِهَا فَأَمْهِلْ حَتَّى تَقْدَمَ الْمَدِينَةَ فَإِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مہاجرین میں سے چند مردوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا تھا، ان میں سے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے، پس جس وقت میں منیٰ کے اندر ان کے گھر میں تھا اور اس وقت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس حج کے دوران تھے جو انہوں نے آخر عمر میں کیا تھا، تو اچانک حضرت عبد الرحمٰن میرے پاس واپس آئے، انہوں نے کہا: اگر آپ ایک مرد کو دیکھیں جو آج امیر المومنین کے پاس آیا ہے، اس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کی فلاں شخص کے متعلق کیا رائے ہے؟ جو یہ کہتا ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں فلاں شخص سے بیعت کروں گا، پس اللہ کی قسم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی، پس وہ مکمل ہو گئی، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ میں آئے، پھر کہا: بے شک میں ان شاء اللہ آج شام کو لوگوں میں خطاب کروں گا اور ان کو ڈراؤں گا جو لوگوں میں شر پھیلانا چاہتے ہیں اور ظلم اور غصب کرنا چاہتے ہیں، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پس میں نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَتَخْلُصَ بِأَهْلِ الْفِقْهِ وَأَشْرَافِ النَّاسِ فَتَقُولَ مَا
قُلْتَ مُتَمَكِّنًا فَيَعِي أَهْلُ الْعِلْمِ مَقَالَتَكَ وَيَضَعُونَهَا
عَلَى مَوَاضِعِهَا فَقَالَ عُمَرُ أَمَا وَاللّٰهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ
لَأَقُومَنَّ بِذَلِكَ أَوَّلَ مَقَامٍ أَقُومُهُ بِالْمَدِينَةِ قَالَ ابْنُ
عَبَّاسٍ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فِي عُقْبِ ذِي الْحَجَّةِ فَلَمَّا
كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ عَجَّلْتُ الرَّوَاحَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ
حَتَّى أَجِدَ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ جَالِسًا
إِلَى رُكْنِ الْمِنْبَرِ فَجَلَسْتُ حَوْلَهُ تَمَسُّ رُكْبَتِي رُكْبَتَهُ
فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ
مُقْبِلًا قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ
لَيَقُولَنَّ الْعَشِيَّةَ مَقَالَةً لَمْ يَقُلْهَا مُنْذُ اسْتُخْلِفَ
فَأَنْكَرَ عَلَيَّ وَقَالَ مَا عَسَيْتَ أَنْ يَقُولَ مَا لَمْ يَقُلْ
قَبْلَهُ فَجَلَسَ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمَّا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُونَ
قَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي
قَائِلٌ لَكُمْ مَقَالَةً قَدْ قُدِّرَ لِي أَنْ أَقُولَهَا لَا أَدْرِي
لَعَلَّهَا بَيْنَ يَدَيْ أَجَلِي فَمَنْ عَقَلَهَا وَوَعَاهَا فَلْيُحَدِّثْ
بِهَا حَيْثُ انْتَهَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ وَمَنْ خَشِيَ أَنْ لَا
يَعْقِلَهَا فَلَا أُحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَكْذِبَ عَلَيَّ إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ
مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ
مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةُ الرَّجْمِ فَقَرَأْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا
وَوَعَيْنَاهَا رَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ
فَأَخْشَى إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ وَاللّٰهِ
مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ
فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ وَالرَّجْمُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ
زَنَى إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِذَا قَامَتِ
الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الِاعْتِرَافُ ثُمَّ إِنَّا كُنَّا نَقْرَأُ فِيمَا
نَقْرَأُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ أَنْ لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَإِنَّهُ

کہا: اے امیر المومنین! آپ ایسا نہ کریں، کیونکہ حج کا موسم
لوگوں کو جمع کر لیتا ہے جن میں کم علم اور کم فہم لوگ ہوتے ہیں
یہ وہی لوگ ہیں جو آپ کے قرب پر غالب آئیں گے جب آپ
لوگوں میں کھڑے ہوں گے اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ آپ کھڑے
ہوں گے اور خطبہ دیں گے تو ہر شخص آپ کے خطبہ کو لے کر ہر جگہ
اڑے گا اور وہ آپ کے خطبہ کو صحیح طور پر یاد نہیں رکھے گا اور آپ
کے خطبہ کے الفاظ کو ان کے محل پر نہیں رکھے گا تو آپ اب
خطبہ دینے کو موخر کر دیں حتیٰ کہ آپ مدینہ پہنچ جائیں کیونکہ وہ
دارالہجرۃ اور دارالسنۃ ہے، وہاں پر سمجھدار لوگ ہوں گے اور معزز
لوگ ہوں گے، پھر جو کچھ آپ کہیں گے وہ اس کو محفوظ رکھیں گے
اور اہلِ علم آپ کی گفتگو کو یاد رکھیں گے اور آپ کے الفاظ کو ان کی
جگہوں پر رکھیں گے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سنو! ان شاء اللہ،
اللہ کی قسم! میں ضرور اپنے پہلے مقام میں قیام کروں گا اور مدینہ
پہنچوں گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: پس ہم ذوالحجہ
کے اخیر میں مدینہ پہنچے، پس جب کہ جمعہ کا دن تھا تو میں نے جلدی
سے کوچ کیا جب سورج ڈھل گیا حتیٰ کہ میں نے سعید بن زید بن
عمرو بن نفیل کو دیکھا وہ منبر کے ستون کے پاس بیٹھے ہوئے تھے
پس میں ان کے گرد بیٹھ گیا، میرا گھٹنا ان کے گھٹنے کو مس کر رہا تھا، پھر
میں زیادہ دیر نہیں بیٹھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نکل آئے،
پس جب میں نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو میں نے حضرت
سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کہا: وہ ضرور آج شام کو ایسی گفتگو
کریں گے کہ انہوں نے اس سے پہلے جب سے وہ خلیفہ بنائے
گئے ہیں ایسی گفتگو نہیں کی، سو انہوں نے میری بات کا انکار کیا اور
کہا: مجھے توقع نہیں ہے کہ وہ ایسی کوئی بات کہیں گے جو اس سے
پہلے انہوں نے نہ کہی ہو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے، جب
موذنین خاموش ہوئے تو وہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد
وثنا کی جو اس کی شان کے لائق ہے، پھر کہا: بہرحال حمد وصلوٰۃ کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كُفْرٌ بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ أَوْ إِنَّ كُفْرًا بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ أَلَا ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا تُطْرُونِي كَمَا أُطْرِيَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَقُولُوا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ ثُمَّ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ قَائِلًا مِنْكُمْ يَقُولُ وَاللهِ لَوْ قَدْ مَاتَ عُمَرُ بَايَعْتُ فُلَانًا فَلَا يَغْتَرَّنَّ امْرُؤٌ أَنْ يَقُولَ إِنَّمَا كَانَتْ بَيْعَةُ أَبِي بَكْرٍ فَلْتَةً وَتَمَّتْ أَلَا وَإِنَّهَا قَدْ كَانَتْ كَذَلِكَ وَلَكِنَّ اللهَ وَقَى شَرَّهَا وَلَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ تُقْطَعُ الْأَعْنَاقُ إِلَيْهِ مِثْلُ أَبِي بَكْرٍ مَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَلَا يُبَايَعُ هُوَ وَلَا الَّذِي بَايَعَهُ تَغِرَّةً أَنْ يُقْتَلَا وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ مِنْ خَبَرِنَا حِينَ تَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ ﷺ أَنَّ الْأَنْصَارَ خَالَفُونَا وَاجْتَمَعُوا بِأَسْرِهِمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ وَخَالَفَ عَنَّا عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ وَمَنْ مَعَهُمَا وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ يَا أَبَا بَكْرٍ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى إِخْوَانِنَا هَؤُلَاءِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْطَلَقْنَا نُرِيدُهُمْ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْهُمْ لَقِيَنَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ فَذَكَرَا مَا تَمَالَأَ عَلَيْهِ الْقَوْمُ فَقَالَا أَيْنَ تُرِيدُونَ يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ فَقُلْنَا نُرِيدُ إِخْوَانَنَا هَؤُلَاءِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَا لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَقْرَبُوهُمْ اقْضُوا أَمْرَكُمْ فَقُلْتُ وَاللهِ لَنَأْتِيَنَّهُمْ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَاهُمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ فَإِذَا رَجُلٌ مُزَمَّلٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا هَذَا سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقُلْتُ مَا لَهُ قَالُوا يُوعَكُ فَلَمَّا جَلَسْنَا قَلِيلًا تَشَهَّدَ خَطِيبُهُمْ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَنَحْنُ أَنْصَارُ اللهِ وَكَتِيبَةُ الْإِسْلَامِ وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ رَهْطٌ وَقَدْ دَفَّتْ دَافَّةٌ مِنْ قَوْمِكُمْ فَإِذَا هُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يَخْتَزِلُونَا مِنْ أَصْلِنَا وَأَنْ يَحْضُنُونَا مِنَ الْأَمْرِ فَلَمَّا سَكَتَ أَرَدْتُ

بعد، میں تم سے ایسی بات کہنے والا ہوں جس کو کہنا میرے لیے مقدر کر دیا گیا ہے، مجھے پتا نہیں شاید کہ اب میرے سامنے میری موت ہے، پس جو شخص عقل والا ہو اور وہ اس بات کو یاد رکھ سکے تو وہ اس بات کو بیان کرے جہاں تک اس کی سواری اسے پہنچائے، اور جس کو یہ خطرہ ہو کہ اس کو اتنی سمجھ نہیں ہے تو میں کسی شخص کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مجھ پر جھوٹ باندھے، بے شک اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (ﷺ) کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی، اور اللہ تعالیٰ نے جو آیات نازل فرمائیں ان میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے اس کو پڑھا اور اس کو سمجھا اور اس کو یاد رکھا، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا، پس مجھے خطرہ ہے کہ لوگوں پر زیادہ زمانہ گزرے گا تو کوئی کہنے والا کہے گا: اللہ کی قسم! ہم اللہ کی کتاب میں رجم کی آیت نہیں پاتے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے فریضہ کا انکار کر کے گمراہ ہو جائیں گے، اور جس شخص نے زنا کیا اس پر کتاب اللہ میں رجم کرنے کا حکم برحق ہے، جب کہ وہ مردوں اور عورتوں میں سے شادی شدہ ہو، جب گواہ قائم ہو جائیں یا عورت حاملہ ہو یا ان میں سے کوئی اقرار کر لے، پھر ہم جو اللہ کی کتاب سے قرآن مجید کی آیات پڑھتے تھے، ان میں یہ حکم تھا کہ تم اپنے باپ دادا سے اعراض نہ کرو، یہ تمہارا کفر ہے کہ تم اپنے باپ دادا سے اعراض کرو، یا یہ تمہارا کفرانِ نعمت ہے کہ تم اپنے باپ دادا سے اعراض کرو، سنو! بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرنا جیسا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا اور تم کہو: کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے کوئی کہنے والا یہ کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! اگر عمر فوت ہو گئے تو میں فلاں شخص سے بیعت کر لوں گا، سو کوئی شخص یہ بات کہہ کر دھوکا نہ کھائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور مکمل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَنْ أَتَكَلَّمَ وَكُنْتُ قَدْ زَوَّرْتُ مَقَالَةً أَعْجَبَتْنِي أُرِيدُ أَنْ أُقَدِّمَهَا بَيْنَ يَدَيْ أَبِي بَكْرٍ وَكُنْتُ أُدَارِي مِنْهُ بَعْضَ الْحَدِّ فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى رِسْلِكَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُغْضِبَهُ فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَكَانَ هُوَ أَحْلَمَ مِنِّي وَأَوْقَرَ وَاللّٰهِ مَا تَرَكَ مِنْ كَلِمَةٍ أَعْجَبَتْنِي فِي تَزْوِيرِي إِلَّا قَالَ فِي بَدِيهَتِهِ مِثْلَهَا أَوْ أَفْضَلَ مِنْهَا حَتَّى سَكَتَ فَقَالَ مَا ذَكَرْتُمْ فِيكُمْ مِنْ خَيْرٍ فَأَنْتُمْ لَهُ أَهْلٌ وَلَنْ يُعْرَفَ هَذَا الْأَمْرُ إِلَّا لِهَذَا الْحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ نَسَبًا وَدَارًا وَقَدْ رَضِيتُ لَكُمْ أَحَدَ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ فَبَايِعُوا أَيَّهُمَا شِئْتُمْ فَأَخَذَ بِيَدِي وَبِيَدِ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَهُوَ جَالِسٌ بَيْنَنَا فَلَمْ أَكْرَهْ مِمَّا قَالَ غَيْرَهَا كَانَ وَاللّٰهِ أَنْ أُقَدَّمَ فَتُضْرَبَ عُنُقِي لَا يُقَرِّبُنِي ذَلِكَ مِنْ إِثْمٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَأَمَّرَ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ اللَّهُمَّ إِلَّا أَنْ تُسَوِّلَ إِلَيَّ نَفْسِي عِنْدَ الْمَوْتِ شَيْئًا لَا أَجِدُهُ الْآنَ فَقَالَ قَائِلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَا جُذَيْلُهَا الْمُحَكَّكُ وَعُذَيْقُهَا الْمُرَجَّبُ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ فَكَثُرَ اللَّغَطُ وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ حَتَّى فَرِقْتُ مِنَ الْاِخْتِلَافِ فَقُلْتُ ابْسُطْ يَدَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ فَبَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعْتُهُ وَبَايَعَهُ الْمُهَاجِرُونَ ثُمَّ بَايَعَتْهُ الْأَنْصَارُ وَنَزَوْنَا عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَقُلْتُ قَتَلَ اللّٰهُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَالَ عُمَرُ وَإِنَّا وَاللّٰهِ مَا وَجَدْنَا فِيمَا حَضَرْنَا مِنْ أَمْرٍ أَقْوَى مِنْ مُبَايَعَةِ أَبِي بَكْرٍ خَشِينَا إِنْ فَارَقْنَا الْقَوْمَ وَلَمْ تَكُنْ بَيْعَةٌ أَنْ يُبَايِعُوا رَجُلًا مِنْهُمْ بَعْدَنَا فَإِمَّا بَايَعْنَاهُمْ عَلَى مَا لَا نَرْضَى وَإِمَّا نُخَالِفُهُمْ فَيَكُونُ فَسَادٌ فَمَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَلَى غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَلَا

ہوگئی، سنو! وہ بیعت اسی طرح تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو شر سے محفوظ رکھا، اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ اس کی طرف اونٹوں کی گردنوں کو قطع کر کے سفر کیا جائے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے سفر کیا جاتا تھا، جس شخص نے مسلمانوں میں سے کسی مرد سے بغیر مشورہ کے بیعت کی، پس وہ اس سے بیعت نہیں کرے گا اور نہ جس شخص سے اس نے بیعت کی ہے ان کو یہ خطرہ ہے کہ ان دونوں کو قتل کر دیا جائے گا، اور بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے بہتر لوگوں میں سے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وفات دے دی، مگر انصار نے ہماری مخالفت کی اور تمام انصار بنو ساعدہ کے چبوترہ میں جمع ہو گئے اور حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے انہوں نے بھی ہماری مخالفت کی، اور مہاجرین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف جمع ہوگئے، میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوبکر! ہمیں اپنے ان انصار بھائیوں کی طرف لے چلیں، پس ہم گئے اور ہم ان سے گفتگو کا ارادہ کرتے تھے، پس جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ہم ان میں سے دو نیک مردوں سے ملے، پس انہوں نے اس کا ذکر کیا جس پر وہ لوگ متفق ہو چکے تھے، پس ان دونوں نے کہا: اے مہاجرین کی جماعت! تم کہاں کا ارادہ کرتے ہو؟ ہم نے کہا: ہم اپنے ان انصار بھائیوں کا ارادہ کرتے ہیں، ان دونوں نے کہا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم ان کے قریب نہ جاؤ، تم اپنا معاملہ پورا کر لو، میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے، پس ہم گئے حتیٰ کہ ان کے پاس بنو ساعدہ کے چبوترہ میں پہنچ گئے، پس ایک مرد ان کے درمیان چادر میں لپٹے ہوئے تھا، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے پوچھا انہیں کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: ان کو بخار ہے، پس ہم تھوڑی دیر بیٹھے کہ ان کے خطیب نے کلمہ شہادت پڑھا، پھر اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق حمد و ثنا کی، پھر کہا: بہرحال حمد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یَتَابَعُ ھُوَ وَلَا الَّذِی بَایَعَہُ تَغِرَّۃً اَنْ یُقْتَلَا۔

وصلوٰۃ کے بعد! ہم اللہ تعالیٰ کے انصار ہیں اور اسلام کا لشکر ہیں اور تم مہاجرین کی جماعت ایک چھوٹی سی جماعت ہو جو یہاں پر چل کر آئی ہے، جو یہ ارادہ کرتی ہے کہ ہم کو اپنی اصل سے نکال دے اور ہم کو حکومت سے علیحدہ رکھے، پس جب وہ خطیب خاموش ہو گیا تو میں نے ان سے بات کرنے کا ارادہ کیا، اور میں نے اپنے دل میں گفتگو کا ایک خاکہ تیار کر لیا تھا جو مجھے پسند تھا اور میں ارادہ کرتا تھا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس گفتگو کو پیش کروں گا، اور میرا ارادہ تھا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بولنے سے پہلے ہی اس کو شروع کر دوں اور انصار کی تقریر سے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصہ پیدا ہوا ہے اس کو دور کر دوں، پس جب میں نے بات کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھہر جاؤ، اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کو ناپسند کیا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بات شروع کی، وہ مجھ سے زیادہ بردبار اور مجھ سے زیادہ باوقار تھے، اور اللہ کی قسم! انہوں نے اپنی گفتگو میں کسی ایسی بات کو نہیں چھوڑا جس کا میں نے خاکہ تیار کیا تھا مگر انہوں نے فی البدیہہ اس کی مثل کہا یا اس سے افضل کہا حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگوں نے اپنی جس خیر کا ذکر کیا ہے تم اس کے اہل ہو، لیکن یہ حکومت تو صرف قبیلہ قریش کے لیے جائز ہے، وہ نسب اور گھرانے کے اعتبار سے تمام عربوں سے افضل ہیں، اور میں تمہارے لیے ان دو مردوں میں سے کسی ایک مرد پر راضی ہوں، تم ان میں سے جس سے چاہو بیعت کر لو، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ پکڑا اور وہ ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو میں سے اس بات کے سوا اور کسی کو ناپسند نہیں کیا، اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے آگ کر دیا جاتا اور میری گردن ماردی جاتی تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند تھا کہ مجھے کسی ایسی قوم کا سردار بنا دیا جاتا جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خود

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

موجود ہوں، میرا اب تک یہی خیال ہے، یہ اور بات ہے کہ موت کے وقت میرا نفس مجھے بہکا دے، پس انصار میں سے کہنے والے نے کہا: میں ایک ایسی لکڑی ہوں جس سے اونٹ اپنا بدن رگڑ کر کھجلی کو دور کرتے ہیں، اور میں وہ باڑ ہوں جو درختوں کے ارد گرد حفاظت کے لیے لگائی جاتی ہے، ایک امیر ہم میں سے ہو جائے اور ایک امیر تم میں سے ہو جائے اے قریش کی جماعت! پھر بہت زیادہ شور ہو گیا اور آوازیں بلند ہو گئیں حتیٰ کہ میں اختلاف سے ڈرا، پس میں نے کہا: اے ابوبکر! اپنا ہاتھ بڑھائیے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا، سو میں نے ان سے بیعت کر لی اور ان سے مہاجرین نے بیعت کر لی، پھر ان سے انصار نے بیعت کر لی، اور ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے تو ایک کہنے والے نے کہا: تم نے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مار ڈالا، میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس وقت جو لوگ ہم میں حاضر تھے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے کوئی چیز زیادہ قوی نہیں سمجھی، ہمیں یہ ڈر ہوا کہ ہم قوم سے الگ ہو جائیں اور ابھی بیعت نہ ہوئی ہو اور وہ ہمارے بعد کسی اور شخص سے بیعت کر لیں، پس یا تو ہم اس سے بیعت کریں گے جس سے ہم راضی نہیں ہیں یا ہم اس کی مخالفت کریں گے، پس جس شخص نے مسلمانوں میں سے کسی مرد سے بغیر مشورہ کے بیعت کی، پس اس کی پیروی نہ کی جائے اور نہ اس کی پیروی کی جائے جس کی بیعت کی ہے، کیونکہ یہ خطرہ ہے کہ وہ دونوں اپنی جانیں ہلاک کر دیں گے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۶۲، ۳۴۴۵، ۳۹۲۸، ۴۰۲۱، ۶۸۲۹، ۶۸۳۰، ۷۳۲۳، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۳، مسند احمد: ۳۹۳، موطا امام مالک: ۱۵۵۸، سنن دارمی: ۲۷۸۴)

صحیح البخاری: ۶۸۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ "جب مردوں اور عورتوں میں سے جوشادی شدہ ہوں اور ان کے زنا کرنے پر گواہ قائم ہوں یا عورت کو حمل ہو یا ان میں سے کوئی اعتراف کرے (تو اس کو رجم کیا جائے گا)"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز بن عبداللہ، یہ ابن یحییٰ الاویسی المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابراہیم بن سعد، یہ ابنِ ابراہیم بن عبدالرحمٰن ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صالح، یہ ابن کیسان ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کنت أقرئ" یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چند مہاجرین کو قرآن مجید پڑھاتے تھے جن میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بڑی عمر کا آدمی چھوٹی عمر کے آدمی سے علم حاصل کرے، کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑی عمر کے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان سے کم عمر تھے۔

صحیح البخاری کے شارح علامہ داؤدی نے اس حدیث کو غریب قرار دیا، انہوں نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے سامنے قرآن پڑھتے تھے اور وہ اکابر صحابہ ان کو قرآن مجید کی تلقین کرتے تھے۔

علامہ ابن التین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی بیان کرنا ظاہر حدیث سے خروج ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فی آخر حجة حجها" یعنی یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آخری حج کیا تھا اور یہ تیئیس (۲۳) ہجری کا واقعہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لو رأيت رجلا" اس کی جزا محذوف ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے کہ "اگر آپ ایک مرد کو دیکھتے تو بہت تعجب کی چیز دیکھتے"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "هل لك في فلان؟" یعنی فلاں شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ اس شخص کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لو قد مات عمر" اس جملہ میں "قد" کا لفظ زائد ہے، کیونکہ یہ لازم ہے کہ "لو" فعل پر داخل ہو، اور اس کا معنی ہے: اگر عمر کی موت متحقق ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لقد بايعت فلانا" یعنی وہ شخص یہ کہتا تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو جائیں تو میں فلاں شخص سے بیعت کرلوں گا۔ یہاں فلاں شخص سے مراد ہے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ۔ اور علامہ کرمانی نے کہا: وہ انصار میں سے ایک مرد تھے، اس کو علامہ ابن بطال نے المہلب سے نقل کیا ہے اور انہوں نے اس کا ماخذ نہیں بیان کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "إلا فلتة" یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی، اور مسلمانوں نے بغیر پہلے سے غور و فکر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیے ہوئے اچانک ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان یغصبوھم امرھم'' یعنی جو لوگ کچھ معاملات کا ارادہ کریں گے اور یہ ارادہ ان کا طریقہ نہیں ہوگا اور نہ ان کا مرتبہ ہوگا، پس وہ ظلم اور غصب کرنے والوں کو منصب دینے کا ارادہ کریں گے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حکومت پر غالب ہو جائیں گے اور ان کے ضعف کی وجہ سے ان کی حکومت کمزور ہوگی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رَعاع الناس'' اس سے مراد ہے جاہل اور رذیل لوگ۔

اور اس حدیث میں ''غوغاء'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: چھوٹی ٹڈی جو اڑتے وقت ظاہر ہوتی ہے اور اس کا اطلاق ان لوگوں پر کیا جاتا ہے جو نچلے درجہ کے لوگ ہوتے ہیں اور شر اور فساد کی طرف جلدی بڑھتے ہیں۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اے امیر المومنین! آپ اس موقع پر خطاب نہ کریں کیونکہ یہ حج کا موسم ہے اور اس میں ہر قسم کے لوگ ہوں گے جس میں نچلے درجہ کے لوگ ہوں گے جو آپ کے قریب آ کر شر پھیلائیں گے جب آپ لوگوں میں کھڑے ہو کر خطبہ دیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یغلبون علی قربك'' یعنی جس وقت آپ لوگوں کو خطبہ دیں گے تو یہ آپ کے قریب ہوں گے کیونکہ ان کا غلبہ ہوگا اور یہ عقلمند لوگوں کے لیے آپ کے قرب کی جگہ نہیں چھوڑیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وانا اخشی ان تقوم فتقول مقالة یطیرھا عنك کل مطیر وان لا یعوھا ولا یضعوھا علی مواضعھا'' یعنی مجھے یہ خوف ہے کہ جب آپ کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیں گے تو یہ لوگ آپ کے خطبہ کی ہر بات کو لے کر پہنچ جائیں گے اور اس کو یاد نہیں رکھیں گے اور آپ کی بات کو اس کے محمل کے مطابق بیان نہیں کریں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فامھل'' یہ امہال سے امر ہے، اس کا معنی ہے: آہستگی اور ملائمت۔ ''امھلتہٗ'' کا معنی ہے: میں نے اس کو مہلت دی اور اس کے لیے جلدی نہیں کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیعی'' یعنی علم کو حفظ کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی عقب ذی الحجة'' یعنی ذوالحجہ کے ختم ہونے سے پہلے بدھ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حین زاغت الشمس'' جب سورج اپنی جگہ سے زائل ہو گیا اور اس سے مراد ہے جب گرمی زائل ہو گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''سعید بن زید'' یہ عشرۂ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلم انشب'' یعنی میں نہیں ٹھہرا اور میں کسی چیز کے ساتھ متعلق نہیں ہوا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے منبر کی طرف آئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لعلھا بین یدی اجلی'' یعنی میری موت کے قریب۔ یہ ان امور میں سے ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے واقع ہوئے اور اسی طرح واقع ہو گئے جس طرح انہوں نے کہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما'' یہ قرآن کی آیت ہے، اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی اور اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "فاخشی ان طال بالناس زمان ان یقول قائل: واللہ ما نجد آیۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلھا اللہ" یعنی مجھے یہ خطرہ ہے کہ اگر زیادہ زمانہ گزر گیا تو کوئی کہنے والا کہے گا: اللہ کی قسم! ہم رجم کی آیت کو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں پاتے، پس جو اللہ تعالیٰ نے فریضہ نازل کیا ہے، اس کے ترک کرنے کی وجہ سے وہ گمراہ ہو جائیں گے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو خطرہ تھا وہ واقع ہوا، کیونکہ خوارج کی ایک جماعت نے رجم کا انکار کیا، اسی طرح بعض معتزلہ نے رجم کا انکار کیا۔ (میں کہتا ہوں: اس دور میں بھی منکرین حدیث رجم کا انکار کرتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں مذکور ہے "والرجم فی کتاب اللہ حق" یعنی اللہ کی کتاب میں رجم کا حکم برحق ہے اور وہ حکم اس آیت میں ہے:

اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝ (النساء: ۱۵) یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی (اور) راہ پیدا کر دے O

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اس سے مراد شادی شدہ کو رجم کرنا ہے اور کنوارے کو کوڑے لگانا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم انا کنا نقرء فیما نقرء من کتاب اللہ" یعنی ہم اللہ کی کتاب میں سے یہ پڑھتے تھے، اس کی بھی تلاوت منسوخ ہوگئی اور اس کا حکم باقی ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی طرف نسبت کرنے کو ترک نہ کرو، کیونکہ اگر تم نے اپنے باپ دادا کی طرف نسبت کو ترک کیا اور دوسروں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا تو یہ حق کا کفر ہے اور کفرانِ نعمت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لاتطرونی" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ میری مدح میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدح میں ان کی امت نے مبالغہ کیا، کیونکہ ان کی امت کے لوگوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور بعض نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اللہ ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "انما کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ" یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی بغیر مشورہ کے ہوئی تھی اور اس وقت وہ سب لوگ جمع تھے جن سے مشورہ کرنا لائق تھا۔ اور "فلتۃ" سے مراد وہ ہے کہ جو انصار کی مخالفت ہوئی اور انہوں نے ارادہ کیا تھا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کا۔ اور التوضیح میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے ان لوگوں میں سے جو حاضرین تھے کوئی ایسا قوی امر نہیں پایا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے متعلق تھا، اور اگر مجھے مقدم کیا جائے تو میرے نزدیک یہ زیادہ محبوب ہے کہ میری گردن ماردی جائے بجائے اس کے کہ مجھے اس قوم کے اوپر امیر بنایا جائے جس میں ابوبکر موجود ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولکن اللہ وقی شرھا" یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے شر کو دور کر دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے میں جلدی کیوں کی تھی، اس لیے کہ جب انہیں خطرہ ہوا کہ انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلیں گے اور ابوعبید نے بیان کیا کہ صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے میں جلدی کی اس خطرہ سے کہ صحابہ کے اندر انتشار نہ ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من تقطع الاعناق" یعنی اگر تم اونٹوں کی گردنوں کو قطع کرو اور بہت زیادہ سفر کرو، اس کا حاصل یہ ہے تم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثل کوئی نہیں ہے جتنی ان کو فضیلت اور بڑائی حاصل ہے، پس جب ان کی بیعت اچانک ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے شر کو دور کر دیا تو کوئی اور اس کی مثل میں طعنہ نہ دے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "فی ثقیفۃ بنی ساعدۃ" اور یہ چبوترہ ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: صحابہ کا ایک طاق تھا جس میں وہ مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے اور معاملات کی تدبیر کے لیے جمع ہوتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وخالف عنا" یعنی ہم سے اعراض کرتے ہوئے۔ علامہ المہلب نے کہا: یعنی انہوں نے حاضر ہونے میں اور ہمارے ساتھ جمع ہونے میں ہماری مخالفت کی، رائے اور دل کے ساتھ مخالفت نہیں کی۔ اور امام مالک اور معمر کی روایت میں ہے کہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اور جو، ان کے ساتھ تھے، وہ حضرت فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے موقع پر صحابہ کرام کے ساتھ حاضر نہیں ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لقینا رجلان" یعنی دو مرد ہم سے ملے اور وہ عویم بن ساعدہ تھے اور معن بن عدی الانصاری تھے۔ یہ دونوں مرد نیک تھے، ابنِ شہاب سے روایت ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: معن بن عدی، العقبہ میں، بدر میں، احد میں، خندق میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مشاہد میں حاضر تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ اور عُویم بن ساعدہ عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ دونوں میں حاضر تھے اور بدر، احد اور خندق میں حاضر تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رجل مزمل" یعنی ان کے سامنے ایک مرد کپڑا اوڑھے ہوئے تھا اور اس کو بخار تھا۔ یہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تشھّد خطیبھم" یعنی ان کے خطیب نے کلمۂ شہادت پڑھا، کہا گیا ہے کہ یہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے جو انصار کے خطیب تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رھط" یعنی تھوڑی سی جماعت، رھط تین سے لے کر دس تک کے لوگوں کو کہتے ہیں، یعنی اس نے کہا کہ مہاجرین! تمہاری تعداد انصار کی نسبت سے بہت کم ہے اور تم ایسے لوگ ہو جو مسافر اور اجنبی ہو، تم مکہ سے ہمارے پاس آئے، اب تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ تم ہم سے حکومت کو لے لو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وان یحضنونا" یعنی تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ ہم کو امارت اور حکومت سے نکال دو اور تم ہم پر غالب آجاؤ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلما سکت اردت ان اتکلم" یعنی جب انصار کا خطیب اپنی تقریر کر کے خاموش ہو گیا تو میں نے ایک خطبہ کا پلاٹ بنایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ھو احلم منی واوقر" یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ حلم اور برداشت کرنے والے تھے اور بہت زیادہ باوقار اور سنجیدہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ما ذکرتم" یعنی تم نے جو ذکر کیا کہ تم انصار نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد کی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ عرب اس حکومت اور خلافت کے لیے صرف اسی کو پسند کریں گے جو قریش کے ساتھ تعلق رکھتا ہو، کیونکہ وہ عرب میں سب سے افضل ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "احد ھذین الرجلین" یعنی ان دو مردوں میں سے کسی ایک مرد کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے، یعنی تم عمر اور ابوعبیدہ بن الجراح میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔

علامہ کرمانی نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے کیسے جائز تھا کہ وہ یہ کہیں کہ تم حضرت ابوعبیدہ بن الجراح یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کی بیعت کرلو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز میں امام بنایا تھا اور وہ اسلام میں سب سے افضل ہیں۔ پھر علامہ کرمانی نے اس کا جواب دیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ تواضعاً اور تادّباً کہا تھا، اور ان کو یہ علم تھا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو خلافت کا اہل نہیں قرار دے گا اور یہ کہ مسلمانوں کا ایک ہی امیر ہونا چاہیے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال قائل من الانصار" سفیان نے اس قائل کا بیان کیا ہے کہ وہ حضرت حباب بن المنذر تھے، یہ بدر اور احد میں حاضر ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "منّا امیر" انہوں نے یہ اس لیے کہا کہ عرب امارت کے لفظ سے واقف نہیں تھے وہ سیادت کے لفظ سے واقف تھے، اور ہر قبیلہ کا ایک سید ہوتا تھا اور جب ان کو یہ حدیث پہنچی کہ خلافت تو قریش میں ہے تو پھر وہ اس سے رک گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انا جذیلھا" یہ جذل کی تصغیر ہے اور یہ درخت کی جڑ ہے، اس سے مراد وہ لکڑی ہے جس سے خارش کی جاتی ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "عذیقھا" یعنی کھجور کا درخت اور اس کا گچھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اللغط" یعنی بلند آواز اور شور۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قتلتم سعد بن عبادۃ" یعنی تم نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو قتل کردیا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس جملہ کا کیا معنی ہے جب کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ زندہ تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مجاز ہے، یعنی تم نے ان کو شرمندہ اور رسوا کردیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقلت قتل اللہ سعد بن عبادۃ" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو شرمندہ کردیا، یعنی انہوں نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ مقدر کردیا ہے کہ وہ خلیفہ نہیں بنیں گے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف دعا کی، کیونکہ انہوں نے حق کی مدد نہیں کی، ایک قول یہ ہے کہ وہ شام کے علاقہ میں چلے گئے اور وہاں غسل خانہ کے اندر مردہ پائے گئے، ان کا جسم سبز ہوگیا تھا اور کسی کو ان کی موت کا پتا نہیں چلا حتیٰ کہ انہوں نے یہ شعر سنا:

قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادۃ فرمیناہ بسھمین فلم نخط فؤادہ

یعنی ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کردیا ہم نے ان کو دو تیر مارے جو ان کے دل پر لگے

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۔۱۷، ملخصاً و ملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زنا سے حاملہ عورت کو رجم کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو عورت زنا سے حاملہ ہو اس کو اس وقت تک رجم نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ اس کا وضع حمل ہو جائے اور اس میں اختلاف ہے کہ جب اس عورت کا وضع حمل ہو جائے تو اس پر رجم کرنا کب واجب ہے؟ امام مالک نے کہا: جب اس کا حمل وضع ہو جائے تو وہ ٹھہرے حتیٰ کہ نومولود بچہ کو دودھ پلانے کا انتظام ہو جائے، اور اگر ایسی عورت نہ پائی جائے تو اس پر حد جاری کرنے کو موخر کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ عورت اس کو دودھ پلائے اور وہ بچہ روٹی کھانے لگے اس خوف سے کہ وہ ہلاک نہ ہو جائے۔ امام شافعی نے کہا ہے: اس عورت کو اس وقت تک رجم نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ بچہ روٹی کھانے لگے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے ساتھ یہ معاملہ کیا جس کو رجم کیا گیا تھا جیسا کہ امام مالک نے الموطا میں روایت کی ہے۔

فقہاء احناف نے کہا ہے: اس عورت کو وضعِ حمل کے بعد رجم کیا جائے گا جیسا کہ حضرت عمران بن حصین نے روایت کی ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، پس اس نے ذکر کیا کہ اس نے زنا کیا ہے، آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر بیٹھے حتیٰ کہ اس کا حمل وضع ہو جائے، پس جب اس کا حمل وضع ہو گیا تو وہ پھر آئی اور آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس میں اختلاف ہے کہ کوئی عورت حاملہ پائی جائے اور اس کا خاوند نہ ہو تو امام مالک نے کہا: اگر وہ عورت یہ کہتی ہے کہ اس کے ساتھ جبراً زنا کیا گیا ہے یا وہ کہتی ہے کہ اس نے نکاح کیا تھا تو اس کا یہ قول قبول نہیں کیا جائے گا اور اس پر حد قائم کی جائے گی، سوا اس کے کہ وہ عورت اپنے دعویٰ کے مطابق گواہ پیش کر دے۔

مسافرہ حاملہ کے رجم کے متعلق فقہاء کا اختلاف

علامہ ابن القاسم مالکی نے کہا ہے: اگر وہ عورت مسافرہ ہو تو اس پر حد نہیں قائم کی جائے گی اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا کہ جب کوئی عورت حاملہ پائی جائے اور اس کا خاوند نہ ہو تو اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی سوا اس کے کہ وہ زنا کا اقرار کر لے یا اس کے خلاف گواہ قائم ہوں اور انہوں نے اس میں فرق نہیں کیا کہ وہ مسافرہ ہو یا نہ ہو۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ حدود کو شبہات سے ساقط کر دو۔

اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں فرمایا: اللہ کی کتاب میں رجم کرنا برحق ہے، جس نے زنا کیا ہو یا گواہ قائم ہو گئے ہوں یا وہ عورت حاملہ ہو یا اس نے اعتراف کر لیا ہو، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گواہ کو اور اقرار کو اور حمل کے وجوب کو برابر قرار دیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک رجم کرنے کا موجب ہے۔

اور اس قول کی مثل حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور صحابہ کا ان میں کوئی مخالف نہیں ہے۔

کبیر کے صغیر سے حصولِ علم پر دلیل

اس حدیث میں علم کی کئی اقسام ہیں، ان میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ میں مہاجرین میں سے مردوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا تھا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کبیر صغیر سے اور بڑا چھوٹے سے علم حاصل کر سکتا ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مہاجرین میں سے نہیں تھے کیوں کہ ان کی عمر کم تھی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قریش کے لیے خلافت کا استحقاق

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ: ''کسی کہنے والے نے کہا: اگر عمر فوت ہو جائیں تو میں فلاں شخص سے بیعت کرلوں گا'' یعنی انصار میں سے کسی شخص سے بیعت کرلوں گا۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس قسم کی خبر کو سلطان کی طرف پہنچانا واجب ہے، کیونکہ اس میں مسلمانوں کے اوپر فتنہ کا خوف ہے اور تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا انکار کیا اور فرمایا: یہ خلافت صرف قریش کے لیے ہے، ان کے لیے معروف ہے اور معروف وہ چیز ہوتی ہے جس کا خلاف جائز نہ ہو۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور اگر اس میں اختلاف ہوتا تو اس اختلاف کا علم ہو جاتا اور معروف وہ چیز ہوتی ہے جس کو اہل علم جانتے ہوں خواہ دوسرے لوگ نہ جانتے ہوں جیسا کہ منکر وہ چیز ہوتی ہے جس کا اہل علم انکار کریں۔

اور اس پر دلائل بہت زیادہ ہیں کہ خلافت قریش میں رہے گی، ان دلائل میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے لیے وصیت کی کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے معاملات کا حاکم ہو وہ انصار میں سے نیک لوگوں کو قبول کرے اور برے لوگوں سے درگزر کرے، پس یہ خبر دی کہ ان کی نیکی کو قبول کیا جائے اور ان کی برائی سے درگزر کیا جائے اور اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ انصار کا خلافت میں حق نہیں ہے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آج شام کھڑا ہوں گا اور ان لوگوں کو ڈراؤں گا جو یہ ارادہ کرتے ہیں کہ قریش سے ان کے حق کو غصب کرلیں، اور غصب اسی وقت ہو گا جب اس چیز کو لیا جائے جس کا لینا جائز نہ ہو اور حکومت کا قریش سے لینا یہی غصب تھا۔

سلطان کو مشورہ دینے پر دلیل

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس وقت کہا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ حج کے ایام میں لوگوں سے خطاب کریں گے، تو انہوں نے اس سے منع کیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ سلطان کی رائے پر اعتراض کرنا جائز ہے جب کہ یہ خوف ہو کہ سلطان کی رائے سے فتنہ پیدا ہو گا اور مسلمانوں کا کلمہ مختلف ہو جائے گا۔

نیز انہوں نے کہا: ''مجھے یہ خطرہ ہے کہ یہ لوگ آپ کی گفتگو کو یاد نہیں رکھیں گے اور نہ صحیح جگہ پر آپ کی بات کا حوالہ دیں گے''۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ علم کی باریک باتوں کو اہلِ علم اور اہلِ معرفت کے سامنے پیش کرنا چاہیے جو یہ سمجھ سکیں کہ یہ علم کس موقع کے لیے ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''مجھے خطرہ ہے کہ لوگ میری گفتگو کو نہیں سمجھیں گے، پس میں ان کے لیے یہ جائز نہیں قرار دیتا کہ وہ مجھ پر جھوٹ باندھیں''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں کم فہموں اور جاہلوں کے سامنے حدیث بیان کرنے کی ممانعت ہے کہ وہ حدیث کو سمجھ نہیں سکیں گے اور نہ اس کو منضبط کر سکیں گے۔

اور اس حدیث میں رجم کی آیت کا ذکر کرنا اس پر دلیل ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی اور اس پر عمل کیا گیا تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اچانک بیعت ہونے کی توجیہ

امام ابوعبید نے کہا ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک اس لیے ہوئی تھی کہ عوام نے اس کا انتظار نہیں کیا تھا، اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جو مہاجرین میں سے تھے اور عام انصار میں سے تھے، انہوں نے اچانک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، کیونکہ وہ سب اس بات کو جانتے تھے کہ استحقاقِ خلافت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کوئی منازع اور مخالف نہیں ہے اور نہ کوئی فضیلت میں ان کا شریک ہے اور وہ اپنے خلیفہ ہونے میں کسی غور وفکر اور مشاورت کے محتاج نہیں تھے، اس وجہ سے ان کی بیعت اچانک ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کی وجہ سے اسلام اور اہلِ اسلام کو اچانک بیعت کے شر سے محفوظ رکھا۔

علامہ الکرابیسی نے کہا ہے کہ صحابہ انصار کی طرف اچانک گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر انصار کے سامنے بیعت کر لی، اور انصار میں سے بعض لوگ اس بات کو نہیں جانتے تھے تو ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو جائے اور ایک امیر تم میں سے ہو جائے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ خلافت قریش میں ہوگی۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! جو معاملات ہمارے سامنے حاضر تھے، ان میں سے سب سے قوی امر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا تھا، اور میرا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر مقدم ہونا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب تھا کہ میری گردن ماردی جائے۔

امام ابوعبید نے کہا ہے: اگر صحابہ کو یہ علم ہوتا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کوئی شبہ ہے اور ان کے خاص اور عام میں اس کے درمیان کوئی اختلاف ہوتا تو وہ سب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر متفق نہ ہوتے اور اگر انہوں نے یہ بیعت کر لی تھی تو دوسرے اس کو جائز نہ قرار دیتے۔

اور امام نسائی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے تو مہاجرین باہم مشورہ کر رہے تھے کہ انہوں نے کہا: چلو ہمارے انصار بھائیوں کی طرف چلو، تو انہوں نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو جائے اور ایک امیر تم میں سے ہو جائے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: دو تلواریں ایک نیام میں نہیں رہتیں، پھر انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ کون سا ایسا شخص ہے جس میں یہ فضیلتیں ہوں:

(۱) ''اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا'' (۲) ''من صاحبہ اذ ھما فی الغار''۔

پھر تمام لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، اس میں یہ دلیل ہے کہ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت باہم مشورہ کے بعد کی ہے اور اہلِ حل وعقد کی تمام جماعت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت پر راضی ہو گئی تھی اور ان کے مقدم ہونے پر متفق ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کئی فساد ظاہر ہوئے۔ بعض لوگ دین سے مرتد ہو گئے، اور بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، اور کئی انصار اس بیعت سے متخلف ہو گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کی برکت سے ان تمام شرور سے مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کیا معنی ہے کہ ''مجھے تمہارا والی بنا دیا گیا ہے اور میں تم سب سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

افضل نہیں ہوں''۔

تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ یہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ وہ تواضع اور انکسار کرتے تھے اور یہ ان لوگوں کی صفت ہے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں، جو کسی عمل کے اوپر فخر نہیں کرتے۔

حسن بصری نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی پیدا نہیں کیا، لوگوں نے کہا: اور نہ آل فرعون کا مومن؟ تو انہوں نے کہا: نہ آلِ فرعون کا مومن۔

اور الزہری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو انہوں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملات کو تم میں سب سے بہتر مرد پر جمع کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں، اور ''ثانی اثنین اذ ھما فی الغار'' کے مصداق ہیں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعتِ عامہ ہو گئی۔

نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں تمہارے لیے ان دو مردوں میں سے ایک سے راضی ہوں، یعنی حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کہ تم ان میں سے کسی ایک سے بیعت کر لو''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کا امام ایک سے زیادہ نہیں ہوگا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث منقول ہے کہ ''اگر دو خلافت کے مدعی ہوں تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو''۔ اور اس کی یہ تاویل کی گئی ہے کہ دوسرے سے بیعت نہ کرو، اور اس کو اس منزلہ میں قرار دو جیسا کہ وہ مر گیا ہے یا قتل ہو گیا ہے، اور اس کا کوئی قول قبول نہ کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو میں سے اسی بات کو ناپسند کیا، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خلافت کے اشارہ کو، کیونکہ وہ بیان کر چکے تھے کہ ان کی گردن کا اڑا دیا جانا انہیں اس سے زیادہ محبوب ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے ان کو خلیفہ بنا دیا جائے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے خلاف دعا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ سعد کو قتل کر دے''، یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اس کی مثل قرار دو جو قتل ہو گیا اور اس کو مردوں میں شمار کرو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنی قوم کے امیر ہو جائیں، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں عرب کا طریقہ تھا کہ قبیلہ کا سردار اسی قبیلہ سے ہوتا تھا۔ اور اسلام کا حکم اس کے خلاف تھا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لیے سخت الفاظ استعمال کیے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۷۳۔۴۷۸، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کتاب المحاربین

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے استحقاقِ خلافت پر مزید دلائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کی موجودگی میں اپنے مصلیٰ پر امامت کے لیے کھڑا کیا۔
اور آپ نے ایک عورت سے فرمایا: "اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابو بکر کے پاس آنا"۔ (صحیح البخاری: ۳۶۵۹)
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا"۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۶)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو خوشی سے ابو بکر کو اس مقام سے مؤخر کرے جس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو کھڑا کیا تھا تو تمام انصار نے کہا: نہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۲۸۔ ۲۲۹، ملخصاً و متلقطاً، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی علمی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں مہاجرین کے مردوں کو قرآن کی تعلیم دیتا تھا، ان میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سب سے کم عمر تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی تھی:
"اے اللہ! اس کو دین کی فقہ عطا فرما، اور اس کو تاویل کا علم عطا فرما"۔

(صحیح البخاری: ۱۴۳، صحیح مسلم: ۸۶۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۶)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما علم کے حصول پر بہت حریص تھے اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ذکر کیا جاتا کہ صحابہ میں سے فلاں مرد کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے تو وہ سخت گرمی میں اس کے پاس جاتے اور دیواروں کے سائے میں اپنی چادر سے تکیہ لگاتے حتیٰ کہ نماز پڑھنے کے لیے جاتے، پھر اس صحابی کے پاس جاتے اور اس سے اس حدیث سے متعلق سوال کرتے، وہ صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد! آپ نے مجھے خود کیوں نہ بلا لیا حتیٰ کہ میں آپ کے پاس آتا اور آپ کو حدیث سناتا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سے فرماتے: میں متعلّم ہوں اور ضرورت مجھ کو ہے، اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انصاف اور عدل ہے۔

اور ان سے سوال کیا گیا: آپ نے کس طرح علم کو حاصل کیا؟ تو انہوں نے کہا: میں نے سائلانہ زبان سے علم حاصل کیا اور سمجھدار دل سے اور ایسے بدن سے جس کو حصولِ علم میں تھکاوٹ نہ ہو۔

خلیفۂ وقت کا اپنی رعایا کو شر انگیزیوں سے محفوظ رکھنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر آپ اس مرد کو دیکھتے جو آج امیر المومنین کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المومنین! آپ کی فلاں شخص کے متعلق کیا رائے ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اگر عمر فوت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو گئے تو میں فلاں سے بیعت کرلوں گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا: میں ان شاء اللہ آج سہ پہر کو لوگوں کو خطبہ دوں گا اور ان لوگوں سے ڈراؤں گا جو یہ ارادہ کرتے ہیں کہ وہ ان کی مملکت اور حکومت کو چھین لیں۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حکمران کو چاہیے خواہ وہ امیر ہو یا وزیر ہو کہ وہ اپنی مملکت کا انتظام کرے، کیونکہ لوگوں میں سے منتظمین کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ لوگ ہیں جو علم اور بیان کے منتظم ہوتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو امور سلطنت میں منتظم ہوتے ہیں اور امیر مملکت پر واجب ہے کہ وہ عوام کو اور مسلمانوں کو ان لوگوں سے ڈرائے جو لوگوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں اور حکومت کی بیخ کنی کی کوشش کرتے ہیں، اگرچہ یہ لوگ بظاہر نصیحت کرتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ لوگ فساد کرنے والے ہیں، پس واجب ہے کہ ان لوگوں کی شرانگیزیوں سے عوامِ مسلمین کو محفوظ رکھا جائے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ شام کو خطبہ دے کر لوگوں کو ان سے ڈرائیں۔

شادی شدہ کو رجم کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلقین

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب کو نازل فرمایا اور آپ پر جو آیات نازل فرمائیں ان میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے اس کو سمجھا اور یاد کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ رجم کی آیت نازل ہوئی اور اس کو پڑھا گیا اور سمجھا گیا اور یاد رکھا گیا اور حفظ کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا اور غامدیہ عورت کو رجم کیا اور اسلمیہ کو رجم کیا اور ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا) اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک حاملہ عورت کو رجم کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ایک حاملہ عورت کو رجم کیا)۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ رجم کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ثابت تھا تو اب یہ حکم منسوخ نہیں ہو سکتا، رجم کی آیت یہ ہے:

الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما البتة نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم ○ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب زنا کریں تو ان کو یقینی طور پر رجم کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت انگیز حکم ہے، اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

لیکن یہ لفظ حکم کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ اس آیت میں رجم کو شیخوخت یعنی بڑھاپے پر معلق کیا ہے اور رجم کا حکم شادی شدہ ہونے پر معلق ہے، خواہ زنا کرنے والا نوجوان ہو، پس شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا خواہ وہ جوان ہو اور کنوارے کو رجم نہیں کیا جائے گا خواہ وہ بوڑھا ہو، لہٰذا اس آیت کے الفاظ حکم کے مطابق نہیں ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو، اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے ایک راستہ بیان کر دیا''۔ (صحیح مسلم:۱۶۹۰)

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۞ (النساء:۱۵) تو ان (عورتوں) کو گھروں میں مقید رکھو حتیٰ کہ انہیں موت آجائے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی (اور) راہ پیدا کر دے ○

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس آیت میں جس سبیل کا ذکر کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بیان فرمایا کہ کنوارا اگر کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کرو، اور شادی شدہ اگر شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو اور رجم کر دو، پس اس حکم کو شادی شدہ ہونے کے ساتھ معلق فرمایا ہے نہ کہ بڑھاپے کے ساتھ، اور ''الشیخ والشیخة'' والی آیت خبر واحد سے ثابت ہے اور قرآن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ تواتر سے ثابت ہو۔ علاوہ ازیں یہ آیت احادیثِ صحیحہ سے ثابت شدہ حکم کے خلاف ہے، پس صحیح یہ ہے کہ ''الشیخ والشیخة'' کے الفاظ وہ نہیں ہیں جو نازل کیے گئے بلکہ کوئی اور الفاظ نازل کیے گئے ہیں جو حکمِ شرعی کے مطابق ہیں لیکن وہ ابھی تک معلوم نہیں ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یہ خطرہ ہے کہ جب طویل زمانہ گزر جائے گا تو کوئی کہنے والا کہے گا: اللہ کی قسم! ہم رجم کی آیت کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کے فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو جائیں گے''۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو خطرہ تھا، وہ واقع ہوا اور کئی لوگ اس فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو گئے، اور ان لوگوں نے کہا کہ رجم خبر احاد سے ثابت ہے قرآن سے ثابت نہیں ہے، اور قرآن میں تو یہ حکم ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور: ۲) زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو۔

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو حکم سنت سے ثابت ہو وہ ایسا ہی ہے جیسے حکم قرآن سے ثابت ہو۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رجم کرنا کتاب اللہ میں برحق ہے جب کوئی شادی شدہ شخص زنا کرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کہا کہ ''کتاب اللہ سے ثابت ہے'' اس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح البخاری: ۶۸۲۷ میں مذکور ہے کہ ''جب ایک مزدور کے بیٹے نے اس مزدور کے مالک کی بیوی سے زنا کیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم دونوں کے متعلق کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا اور آپ نے اپنے فیصلہ میں یہ فرمایا کہ اگر وہ عورت زنا کا اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دو''۔ اس سے معلوم ہوا کہ رجم کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف میں غلو کرنے کی ممانعت

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری شان میں مبالغہ نہ کرو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کی شان میں مبالغہ کیا گیا اور کہو کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔

اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہونا یہ دو وصف ہیں جن میں بہت زیادہ شرف اور فضیلت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے باعثِ فضیلت یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے عبادت گزار ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ آپ توحید کو ثابت کرنا چاہتے تھے، کیونکہ سب سے اہم چیز یہ ہے کہ توحید کو ثابت کیا جائے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے توحید کو ثابت کیا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں یہ فرمایا تھا:

سنو! جو محمد کی عبادت کرتا تھا تو بے شک محمد فوت ہو چکے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس پر موت نہیں آئے گی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝ (الزمر: ۳۰-۳۱)

بے شک آپ پر موت آنی ہے اور بے شک یہ بھی مرنے والے ہیں ۝ پھر بے شک تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے ۝

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۴۴)

اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں، اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے تو جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا، سو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا، اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا ۝

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو کی ممانعت کے متعلق شیخ ابن عثیمین کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد اور اس کے رسول ہیں لیکن صرف عبد اور رسول کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام مکارم اور تمام محامد اور آپ کے تمام فضائل حاصل نہیں ہوتے، اب دیکھئے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء بھیجے اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول مبعوث فرمائے، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے ۝

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۴۰)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۝

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو، اور بہ کثرت سلام پڑھو ۝

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح: ۴)

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا ۝

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ (الکوثر: ۱)

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے ۝

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۝ (الفرقان:۱)

وہ برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر بہ تدریج الفرقان (قرآن مجید) کو نازل فرمایا، تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے (عذاب سے) ڈرانے والے ہوں O

فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی ۝ (طٰہٰ:۱۳۰)

اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح پڑھیے تاکہ آپ راضی ہو جائیں O

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝ (الضحیٰ:۵)

اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے O

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل:۷۹)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا O

فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (البقرہ:۱۴۴)

سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں O

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (البقرہ:۲۵۳)

اور بعض کو (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو (بے شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی اپنے مراتب اور اپنے مقامات کو بیان فرمایا۔

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ کو فضیلت دی ہے، اور کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی ہے اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی ہے اور بنو ہاشم میں سے مجھے فضیلت دی ہے۔ (صحیح مسلم:۲۲۷۶، سنن ترمذی:۳۶۰۵، مسند احمد:۱۲۲۰۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا تھا جو میری بعثت سے پہلے مجھ پر سلام پڑھا کرتا تھا، میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم:۲۲۷۷، مسند احمد:۲۰۸۶۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں، اور میں سب سے پہلے قبر سے اٹھوں گا اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔
(صحیح مسلم:۲۲۷۸، سنن ابوداؤد:۴۶۷۳، مسند احمد:۱۰۹۷۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا: اس وقت حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی:۳۶۰۹)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے، اور جو بھی نبی ہوگا وہ حضرت آدم ہو یا ان کے سوا کوئی اور ہو، وہ قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔ اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس سے زمین پھٹے گی اور کوئی فخر نہیں ہے۔
(سنن ترمذی:۳۶۱۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے تھے، انہوں نے بیان کیا: آپ آئے اور صحابہ کے قریب ہوئے اور ان کی باتیں سنیں، آپ نے سنا ان میں سے بعض کہہ رہے تھے: تعجب ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں سے خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا، اور دوسروں نے کہا: اور اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اپنا کلیم بنایا اور دوسرے نے کہا: پس حضرت عیسیٰ اللہ کی پسندیدہ روح ہیں اور ایک اور نے کہا: حضرت آدم اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے، آپ نے ان کو سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری باتیں سنی ہیں اور تمہارے تعجب کو سنا ہے، بے شک حضرت ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں، بے شک حضرت موسیٰ اللہ سے سرگوشی کرنے والے ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں، اور بے شک حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں اور اس کا کلمہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں، اور بے شک حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ بنایا اور وہ ایسے ہی ہیں، سنو! اور میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں ہے، اور میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور فخر نہیں ہے اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے قیامت کے دن میری شفاعت قبول کی جائے گی اور فخر نہیں ہے، اور میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھلوائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے کھول دے گا اور مجھ کو جنت میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور فخر نہیں ہے اور میں تمام اولین اور آخرین سے زیادہ مکرم ہوں اور فخر نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۱۶، سنن دارمی: ۴۸)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے کسی راستہ میں تھا، پس جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تو وہ کہتا "السلام علیك یا رسول اللہ"۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲۶)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں ہے، اور میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں ہے، اور میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور میں وہ ہوں جس کی سب سے پہلے شفاعت قبول کی جائے گی اور فخر نہیں ہے۔ (سنن دارمی: ۵۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں وہ پہلا شخص ہوں جس سے قیامت کے دن زمین شق ہوگی اور فخر نہیں ہے اور مجھے حمد کا جھنڈا دیا جائے گا اور فخر نہیں ہے اور میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں ہے اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور فخر نہیں ہے۔ الحدیث (سنن دارمی: ۵۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قامت متوسط تھی، آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھوڑا سا بُعد تھا، آپ کے بال کانوں کی لَو تک آتے تھے، میں نے آپ کو سرخ رنگ کے حُلّہ میں دیکھا اور میں نے آپ سے زیادہ حسین شخص کوئی نہیں دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۷، سنن ترمذی: ۱۷۲۴، سنن نسائی: ۵۲۳۲، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۲، مسند احمد: ۱۸۰۰۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی مثل تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں چاند کی مثل تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۲، سنن ترمذی: ۳۶۳۶، مسند احمد: ۱۸۰۱۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے بعض صحابہ کے توقف کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک کی گئی تھی، یعنی اس کی پہلے کوئی منصوبہ بندی نہیں کی گئی تھی"۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فطرت میں حسنِ ولایت اور حسنِ رعایت کو رکھا تھا، اسی وجہ سے تمام انصار ان کی بیعت کے لیے جھک گئے، جب کہ وہ پہلے یہ چاہتے تھے کہ ان میں سے کوئی امیر ہو اور وہ کہتے تھے کہ تم لوگ تو ہمارے پاس آئے تھے، سبحان اللہ! جب مہاجرین ابتداء آئے تو انصار نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا حتیٰ کہ انصار میں سے کوئی ایک یہ کہتا تھا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہوں اور تم اس سے نکاح کرلو، وہ اتنا ایثار کرتے تھے اور مہاجرین کی مدد کرتے تھے، لیکن اخیر میں شیطان نے ان میں سے بعض کے دل میں وسوسہ ڈالا اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ امارت ان کو ملنی چاہیے، انہوں نے کہا: تم ہمارے پاس مسافرت کی حالت میں آئے تھے اور ہم اہلِ مدینہ تھے، ہم نے تمہاری غم گساری اور مدد کی، اور میرا غالب گمان یہ ہے کہ منافقین نے ان کے دل میں وسوسے ڈالے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم اونٹوں پر دور دراز سفر کر کے بھی آؤ، تب بھی تمہیں ابوبکر کی مثل کوئی نہیں ملے گی، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے صحابہ کے دلوں کو جھکا دیا حتیٰ کہ بیعت کا معاملہ مکمل ہو گیا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں صرف حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا شامل نہیں ہوئیں اور ان کی حیات زیادہ طویل نہیں ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ گمان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو ان کو فدک کی وراثت نہیں دی تھی، یہ ان کا اجتہاد تھا حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو ان کو وراثت سے محروم کیا تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح حدیث کی وجہ سے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ہم گروہِ انبیاء وارث نہیں بنائے جاتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے"۔ (صحیح البخاری: ۶۷۲۷، صحیح مسلم: ۱۷۵۸)

رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ، تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے پوشیدگی میں بیعت کی تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے پہلے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس وقت ناراض ہوئے تھے جب انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کریں اور آپ نے ارشاد فرمایا:

"فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو چیز اس کو رنجیدہ کرے وہ مجھے رنجیدہ کرتی ہے"۔ (صحیح البخاری: ۳۷۱۴، صحیح مسلم: ۲۴۴۹)

اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوشیدہ طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور یہی بات زیادہ لائق ہے تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جماعت صحابہ کے موقف سے خارج نہ ہوں۔

بہر حال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت میں سب سے افضل ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے مسخر کر دیا اور کوئی ان کی بیعت سے الگ نہیں ہوا اور ان کے لیے خلافت مکمل ہو گئی۔ وللہ الحمد (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۹۴۔ ۲۰۲، ملخصاً وملتقطاً، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

اس حدیث میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر آ گیا ہے، اس لئے ہم ان کا تذکرہ بیان کر رہے ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی سوانح

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ، لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا پورا نام سعد بن دُلیم بن حارثہ بن حزیمہ ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے ابنِ حارثہ بن حرام بن ابی حزیمہ، اور یہ بھی کہا جاتا ہے ابنِ حارثہ بن حزیمہ بن ابی حزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن الخزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج الاکبر الانصاری الخزرجی سید الخزرج ابوثابت، اور کہا جاتا ہے ابوقیس المدنی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

ان کی والدہ کا نام حضرت عمرہ بنت مسعود رضی اللہ عنہا ہے، اور بنتِ سعید بن عمرو بن زید بھی کہا جاتا ہے اور وہ بھی صحابیہ ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فوت ہوگئی تھیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے کے متعلق اختلاف ہے اور وہ العقبہ اور دیگر مشاہد میں حاضر ہوئے ہیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور ان سے ان کے بیٹے اسحاق بن سعد بن سعد بن عبادہ اور ابوامامہ اسعد بن سہل بن حُنیف اور الحسن البصری نے سننِ ابوداؤد اور سننِ نسائی میں احادیث روایت کی ہیں۔ اور سعید بن المسیب نے بھی ان سے سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں احادیث روایت کی ہیں۔ اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے سنن ترمذی میں ان سے احادیث روایت کی ہیں اور ان کے علاوہ اور دیگر نے بھی روایت کی ہیں۔

امام محمد بن سعد المتوفی ۲۳۰ھ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا طبقۂ اولیٰ کے ان صحابہ میں ذکر کیا ہے جو بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے اور انہوں نے کہا ہے کہ وہ غزوہ بدر میں نکلنے کے لیے تیار ہوئے تھے، پھر ان کو سانپ نے ڈس لیا، سو وہ ٹھہر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ سعد غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے لیکن وہ غزوۂ بدر میں حاضر ہونے پر بہت حریص تھے اور وہ عقبی اور نقیب، سید اور جواد تھے۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام بخاری اور امام ابوحاتم اور ابواحمد الحاکم اور امام ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور میرا گمان ہے کہ حافظ یوسف المزی نے جو ذکر کیا ہے وہ ان کے قلم کی لغزش ہے۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اور "الطبقات الکبیر" میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ زمانہ جاہلیت میں عربی لکھتے تھے اور عربوں میں لکھنے والے بہت کم تھے اور وہ بہت اچھی تیراکی کرتے تھے اور بہت اچھی تیراندازی کرتے تھے اور ان کو تیراکی اور تیراندازی میں الکامل کہا جاتا تھا۔ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور ان سے پہلے کئی آباء زمانہ جاہلیت میں گھروں پر نداء کرتے تھے کہ جو چربی اور گوشت کھانا پسند کرے وہ دُلیم بن حارثہ کے گھر پر آجائے۔

محمد بن عمر نے کہا: کہ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت المنذر بن عمرو اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہم جب اسلام لائے تو وہ بنو ساعدہ کے بتوں کو توڑتے تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ العقبہ میں ستر انصار کے ساتھ حاضر ہوئے اور ان سب کے جھنڈوں کے ساتھ تھے اور یہ بارہ نقباء میں سے ایک تھے، اور یہ سردار تھے اور جواد تھے۔

اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بدر کے مالِ غنیمت میں سے حصہ مقرر کیا تھا اور اس کا اجر عطا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرمایا تھا۔

اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ احد میں حاضر ہوئے اور خندق میں اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ آپ کی طرف ہر روز ثرید اور پکے ہوئے گوشت کو ایک ٹب میں ڈال کر بھیجتے تھے، یا دودھ اور سرکہ اور زیتون اور گھی کو ایک ٹب میں ڈال کر بھیجتے تھے اور گوشت بہت زیادہ بھیجتے تھے۔ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ٹب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں میں گھومتا رہتا تھا، اور ان کی والدہ حضرت عمرہ بنت مسعود رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی، وہ مدینہ میں فوت ہوئیں اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غائب تھے آپ غزوہ دومۃ الجندل میں گئے ہوئے تھے اور یہ پانچ ہجری ربیع الاول کے مہینہ میں فوت ہوئی تھیں اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غزوہ میں تھے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی قبر پر گئے اور ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا، پس کہا کہ بے شک میری ماں فوت ہوگئی ہے اور ان پر نذر تھی کیا میں ان کی طرف سے ادا کروں؟ تو آپ نے فرمایا: ان کی طرف سے ادا کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۷۶۱، صحیح مسلم: ۱۶۳۸، سنن ترمذی: ۱۵۴۶، سنن نسائی: ۳۸۱۷، سنن ابوداؤد: ۳۳۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۲، مسند احمد: ۳۰۴۰، موطا امام مالک: ۱۰۲۵)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری ماں اچانک فوت ہوگئیں اور میری رائے ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو صدقہ کرتیں، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف سے صدقہ کیا۔

(صحیح البخاری: ۱۳۸۸، صحیح مسلم: ۱۰۰۴، سنن نسائی: ۳۶۴۹، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۱، سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۷، مسند احمد: ۲۳۷۳۰، موطا امام مالک: ۱۴۹۰)

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! سعد کی ماں فوت ہوگئی، پس کون سا صدقہ کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی کا، تو انہوں نے کنواں کھود دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ سعد کی ماں کا کنواں ہے"۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۸۱)

مقسم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ تمام مواطن میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتا تھا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتا تھا۔

حماد بن سلمہ نے از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ ابوسفیان (حملہ کرنے کے لیے) آرہا ہے تو آپ نے مشورہ کیا: پس ابوبکر نے گفتگو کی تو آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی تو آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ ہمارا ارادہ فرما رہے ہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں سمندر میں چھلانگ مارنے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چھلانگ ماردیں گے اور اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم برک الغماد تک اپنے کلیجوں کو ماریں (یعنی سفر کر کے وہاں جائیں) تو ہم ضرور جائیں گے۔ (صحیح مسلم:۱۷۷۹، مسند احمد:۱۳۲۹۵)

اور جریر بن حازم نے بیان کیا ہے از محمد بن سیرین کہ رسول اللہ ﷺ جب شام ہوتی تو آپ اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو اہلِ صفہ کی طرف بھیجتے، کوئی مرد اہلِ صفہ میں سے ایک مرد کو لے جاتا، اور کوئی مرد دو مردوں کو لے جاتا، اور کوئی مرد تین مردوں کو لے جاتا حتیٰ کہ دس کا ذکر کیا، اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہر رات آل صفہ میں سے اسی (۸۰) مردوں کو اپنے ساتھ لے جاتے اور ان کو شام کا کھانا کھلاتے۔

اور ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا منادی ان کے گھر پر نداء کرتا: جو شخص چربی یا گوشت کھانے کا ارادہ کرے وہ سعد کے پاس آجائے۔

اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مناقب اور فضائل بہت زیادہ ہیں۔

ابوعمرو بن عبدالبر نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے الگ رہے، اور مدینہ سے نکل گئے اور پھر مدینہ واپس نہیں آئے یہاں تک کہ شام کی جگہ حوران میں فوت ہو گئے، یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ڈھائی سال بعد کا ہے اور سن ۱۵ ہجری تھا اور دوسرا قول ہے کہ سن ۱۴ ھ تھا اور ایک تیسرا قول ہے: بلکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۱ ھ میں فوت ہوئے، اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اپنے غسل خانے میں فوت شدہ پائے گئے، ان کا جسم سبز رنگ کا ہو گیا، اور ان کی موت کا پتا نہ چلا حتیٰ کہ لوگوں نے سنا کہ کوئی کہنے والا شعر پڑھ رہا ہے اور اس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اس شعر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے سید الخزرج سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا اور ان پر دو تیر مارے جنہوں نے ان کے دل سے خطاء نہیں کی، اور کہا جاتا ہے کہ جن نے ان کو قتل کر دیا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں متعدد مقامات پر ہے، اور سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ نے ان کی روایات ذکر کی ہیں۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۷ ص ۹۵۔ ۹۲ ملخصاً، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ بن دُلیم بن حارثہ الخزرجی رضی اللہ عنہ، خزرج کے سردار تھے اور تمام مشاہد میں انصار کا جھنڈا اٹھانے والے تھے۔ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ وہ بدر میں حاضر تھے، اسی طرح ابن عیینہ نے کہا ہے۔ اور محمد بن سعد نے کہا کہ وہ غزوہ بدر میں نکلنے کے لیے تیار ہوئے تو ان کو سانپ نے ڈس لیا، پھر وہ ٹھہر گئے اور وہ العقبہ کے نقیبوں میں سے تھے، وہ سردار تھے، جواد تھے، عربی لکھتے تھے اور بہترین تیراک اور تیر انداز تھے، اسی وجہ سے انہیں الکامل کہا جاتا تھا۔ ان سے کئی احادیث مروی ہیں، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے الگ رہے اور مدینہ سے چلے گئے اور مدینہ کی طرف نہیں لوٹے حتیٰ کہ جن نے ان کو قتل کر دیا دمشق کے علاقہ حوران میں ۱۵ ہجری میں، اور الفلاس نے کہا: ۱۴ ہجری میں اور ابوعبید نے کہا: ۱۶ ہجری میں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱ ص ۴۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق احادیث

علامہ عزالدین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجوزی المتوفی ٦٣٠ ھ لکھتے ہیں:

قیس بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر میں ہم سے ملنے آئے، آپ نے فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ! تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آہستہ آواز سے جواب دیا، قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے؟ تو انہوں نے کہا: آپ کو رہنے دو آپ ہم کو زیادہ سلام کریں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السلام! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ کر جانے لگے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے گئے اور کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کا سلام سن رہا تھا اور آپ کو آہستہ آواز سے جواب دے رہا تھا تاکہ آپ ہم کو زیادہ مرتبہ سلام کریں، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آئے، پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل کرنے کے لیے کہا، سو آپ نے غسل کیا، پھر انہوں نے آپ کو زعفران یا سرخ رنگ کی ایک چادر دی جس کو آپ نے لپیٹ لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! اپنی صلوات کو اور اپنی رحمتوں کو سعد بن عبادہ پر نازل فرما!

(مسند احمد ج ٣ ص ٤٢١، المعجم الکبیر للطبرانی ج ١٨ ص ٣٥٤، ابن عساکر ج ٦ ص ٨٩، کنز العمال: ٢٥٩٨٧، ٣٣٣٢٩)

غزوۂ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن (ایک کافر سردار) کو مدینہ کے پھلوں کے تیسرے حصہ کی پیش کش کی تاکہ وہ اپنے ساتھ غطفان کو لے کر مدینہ کا محاصرہ چھوڑ کر واپس چلے جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں کو چھوڑ کر حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اس پیش کش کے متعلق مشورہ کیا، تو ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کام کا حکم دیا گیا ہے تو آپ اس کو کیجئے، اور اگر اس کے سوا کوئی اور حکم دیا گیا ہے تو اللہ کی قسم! ہم ان کو تلوار کے سوا اور کچھ نہیں دیں گے، (یعنی ہم صرف تلوار سے ان پر حملہ کریں گے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کسی چیز کا حکم نہیں دیا گیا، یہ صرف میری رائے ہے جو میں نے تمہارے سامنے پیش کی ہے، تو ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ! ان لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں ہم سے کوئی طمع نہیں رکھی تو آج وہ ہم سے کیسے طمع رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے ہمیں ہدایت دی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی باتوں سے خوش ہوئے۔

اور فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا، پس وہ اس جھنڈے کے ساتھ ابوسفیان کے پاس سے گزرے اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اسلام لا چکے تھے، تو ان سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: آج کا دن الملحمۃ (گھمسان کی جنگ) کا دن ہے، اور آج کے دن اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کرے گا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے لشکر کے پاس سے گزرے تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے آپ کو نداء کی اور کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی قوم کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا یہ زعم ہے کہ وہ ہم کو قتل کر دیں گے، اور حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم اس سے محفوظ نہیں ہیں کہ سعد قریش میں للکاریں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوسفیان! آج کا دن مرحمۃ (رحم کا) دن ہے، آج کے دن اللہ تعالیٰ قریش کو عزت دے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے جھنڈا لے لیا اور ان کے بیٹے قیس بن سعد کو دے دیا اور دوسرا قول ہے کہ جھنڈا حضرت زبیر بن العوام کو دے دیا اور تیسرا قول ہے کہ جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور وہ جھنڈا لے کر مکہ میں داخل ہو گئے۔(ابن عساکر ج ۶ ص ۴۰۴، کنز العمال، الحدیث: ۳۰۱۷۳)

اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بہت غیرت دار تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے: ''بے شک سعد بہت غیرت والے ہیں اور میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ غیرت والا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اس سے غیرت آتی ہے کہ اس کی حدود کو توڑا جائے''۔(صحیح مسلم: ۱۴۹۸، الرقم المسلسل: ۳۶۵۴)

ابن سیرین نے کہا: جس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر پیشاب کر رہے تھے اس وقت انہوں نے ٹیک لگائی، پس فوت ہو گئے، ان کو جن نے قتل کر دیا اور ان کے متعلق دو شعر کہے۔

کہا گیا ہے کہ دمشق کی ایک بستی المنیحۃ ہے اور وہاں ان کی قبر ہے اور وہ مشہور ہے اور آج تک اس قبر کی زیارت کی جاتی ہے۔

(اسد الغابہ، ج ۲ ص ۴۴۱۔ ۴۴۳، ملخصاً و ملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے وہ تمام امور لکھے ہیں جن کو ہم نے حافظ یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ سے اور علامہ ابن الاثیر سے نقل کر چکے ہیں، البتہ انہوں نے درج ذیل حدیث کو ذکر کیا ہے:

امام ابویعلیٰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے انصار کو جزائے خیر عطا فرمائے خاص طور پر عبد اللہ بن عمرو بن حرام کو اور سعد بن عبادہ کو۔

(الاصابہ ج ۳ ص ۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

دُلیم جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دادا تھے، وہ مناۃ کے بُت کی طرف ہر سال دس اونٹ بھیجتے تھے، پھر ان کے والد عُبادہ بھی اسی طرح دس اونٹ بھیجتے تھے، پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح دس اونٹ بھیجتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا، پھر ان کے بیٹے قیس نے کعبہ کی طرف اونٹوں کو ہدیہ کیا۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعُبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، ان دونوں نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ سے کہا: ہم نے عزم کیا ہے کہ تم نحر نہ کرو، تو انہوں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی اور نحر کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: یہ سخاوت کے گھر میں سے ہے۔

حافظ ابوعمر بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو خندق کے دن بلایا اور ان سے مشورہ کیا، کیونکہ آپ نے اس دن ارادہ کیا تھا کہ عیینہ بن حصن کو مدینہ کی کھجوریں عطا فرمائیں، اور اس دن آپ نے ارادہ کیا تھا کہ آپ ان کو مدینہ کے پھلوں کا تیسرا حصہ دیں گے تاکہ وہ اپنے ساتھ غطفان کو لے کر چلے جائیں اور کفار کی جماعتیں رسوا ہو جائیں، (غزوہ خندق میں کفار کی تمام جماعتوں نے مل کر مدینہ پر حملہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ عیینہ بن حصن کو مدینہ کی کھجوریں پیش کریں اور وہ اپنے ساتھ غطفان کو لے کر کفار کی جماعتوں سے نکل جائے تاکہ کفار کی جماعتیں کمزور ہو جائیں) تو عیینہ نے کہا: وہ مدینہ کی آدھی کھجوروں سے کم نہیں لیں گے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو بلایا نہ کہ باقی انصار کو، کیونکہ وہ دونوں اپنی قوم کے سردار تھے، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اوس کے سردار تھے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خزرج کے سردار تھے، آپ نے ان دونوں سے اس کے متعلق مشورہ کیا، سو ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ کو کسی چیز کا حکم دیا گیا ہے تو آپ اس کو بجا لائیں اور اگر اس کے سوا کوئی بات ہے تو اللہ کی قسم! ہم ان کفار کو تلوار کے سوا اور کوئی چیز نہیں دیں گے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے کسی چیز کا حکم نہیں دیا گیا ہے، اور اگر مجھے کسی چیز کا حکم دیا جاتا تو میں تم سے مشورہ نہ کرتا، یہ محض میری رائے ہے جس کو میں نے تم پر پیش کیا ہے، سو ان دونوں نے کہا: اللہ کی قسم یا رسول اللہ! ان لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں ہم سے کسی چیز کی طمع نہیں رکھی آج کیسے یہ ہم سے طمع رکھیں گے، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ کے سبب سے ہدایت دی ہے اور آپ کے سبب سے ہمیں وجاہت اور عزت دی ہے اور اللہ کی قسم! ہم ان کو صرف تلوار دیں گے (یعنی تلوار سے ان پر حملہ کریں گے) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے خوش ہوئے اور ان دونوں کے حق میں دعا کی اور عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھیوں سے کہا: واپس جاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف تلوار ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات آواز بلند کر کے فرمائی۔

(الاستیعاب ج ۲ ص ۶۲۱ - ۶۲۳، ملخصاً و ملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

۳۳- بَابٌ: اَلْبِكْرَانِ يُجْلَدَانِ وَيُنْفَيَانِ

دو کنواروں کو کوڑے لگائے جائیں گے اور شہر بدر کیا جائے گا

اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ (النور: ۲)

زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو، اور ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے، اگر تم اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے ○

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّ الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ (النور: ۳)

زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے نکاح کرے گا، اور زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی اور مومنوں پر اس (نکاح) کو حرام کر دیا گیا ہے ○

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: رَاْفَةٌ فِيْ اِقَامَةِ الْحَدِّ۔

ابن عیینہ نے کہا کہ "رأفة" کا محمل یہ ہے کہ حد قائم کرنے میں ان کے اوپر رحم نہ کیا جائے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ دو کنواروں کو کوڑے مارے جائیں گے اور ان کو شہر بدر کیا جائے گا۔ "بکران" بکر کا تثنیہ ہے اور یہ وہ شخص ہے جس نے نکاحِ صحیح کے ساتھ جماع نہ کیا ہو، اور اس کو تثنیہ اس لیے لایا گیا ہے تاکہ یہ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہو جائے۔ اور اس عنوان کے مطابق امام ابنِ ابی شیبہ نے از الشعبی از مسروق از ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حدیث ذکر کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں: "ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ" یعنی ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے۔ مجاہد نے بیان کیا: یعنی ان پر حد قائم کی جائے اور حد کو معطل نہ کیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۷۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام بخاری نے پہلی آیت یعنی النور: ۲، اس لئے ذکر کی تا کہ یہ ثابت ہو کہ کوڑے مارنے کا حکم اللہ عزوجل کی کتاب سے ثابت ہے، اور دوسری آیت یعنی النور: ۳ کا اس لیے ذکر کیا کہ اس کا ماقبل کے ساتھ تعلق ہے، کیونکہ زانی اور زانیہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ دو جنسیں ہیں جو پاک دامن مرد اور پاک دامن عورت کے مخالف ہیں، پھر اس کی طرف اس سے اشارہ کیا کہ زانی مرد سے صرف زانی عورت نکاح کرے، یعنی زانی مرد نیک اور پاک دامن عورتوں سے نکاح کا ارادہ نہ کرے، اسی طرح زانیہ عورت نیک اور پاک دامن مرد سے نکاح کا ارادہ نہ کرے۔

مجاہد نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں زنا کرتی تھیں، پھر مسلمان مردان سے نکاح کا ارادہ کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی، اسی طرح الزہری اور قتادہ نے کہا ہے۔ اور سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہوگئی:

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (النور: ۳۲)

اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کردو، اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا، اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا، اور اللہ وسعت والا بہت جاننے والا ہے ○

اس آیت میں عموم اور اطلاق کے ساتھ حکم دیا ہے کہ اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کردو، اور یہ نہیں فرمایا کہ پاک دامن اور نیک مردوں کا زانی عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ یا زانی عورتوں کا پاک دامن اور نیک مردوں سے نکاح نہ کرو، اس آیت کے عموم اور اطلاق سے یہ النور: ۳ منسوخ ہوگئی ہے۔

النور: ۲ جس میں یہ حکم دیا ہے کہ زانیہ عورت اور زانی مردان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، یہ آیت النساء: ۱۵ کے لیے ناسخ ہے جس میں مذکور ہے:

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝ (النساء: ۱۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان) مردوں کی گواہی طلب کرو، پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں میں مقید رکھو حتیٰ کہ انہیں موت آجائے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی (اور) راہ پیدا کردے ○

اور النور: ۲ کے اخیر میں فرمایا ہے: "وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝" (ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے)، اس آیت میں فرمایا ہے کہ زانیہ عورت اور زانی مرد کو کوڑے مارتے وقت مومنین کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے۔

اس میں اختلاف ہے کہ اس جماعت میں کتنے حاضرین ہونے چاہئیں۔ ابراہیم النخعی اور مجاہد سے روایت ہے کہ ان کا کم سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کم عدد ایک مرد ہے۔ اور عطاء اور عکرمہ سے روایت ہے دو مرد یا اس سے زیادہ ہوں، اور الزہری سے منقول ہے تین مرد یا اس سے زیادہ ہوں۔ اور ابن زید سے منقول ہے چار مرد ہوں اور اتنا عدد ہو جن کی شہادت زنا میں قبول کی جاتی ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''ابن عیینہ نے کہا کہ حدود قائم کرتے وقت تمہیں ان پر رحم نہ آئے''۔

یعنی سفیان بن عیینہ نے ''وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ'' (النور: ۲) کی تفسیر میں کہا: اس کا معنی ہے: حد قائم کرتے وقت ان پر رحم نہ آئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۔۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۱۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَأْمُرُ فِيمَنْ زَنَى وَلَمْ يُحْصَنْ جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از زید بن خالد الجہنی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ یہ حکم دیتے تھے کہ جس نے زنا کیا ہو اور وہ شادی شدہ نہ ہو تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابو داؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۸۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے مارنے کا حکم دیا ہے، اور یہی باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبد العزیز کا ذکر ہے، اور وہ ابنِ ابی سلمہ الماجیشون ہیں۔

یہ حدیث کتاب الشہادات میں از یحییٰ بن بکیر گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

ایک سال شہر بدر نہ کرنے پر علامہ ابن الملقن شافعی کا امام ابو حنیفہ پر اعتراض

''التوضیح لشرح الجامع الصحیح'' میں علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک کنوارے مرد کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کوڑے لگائے جائیں اور اس کے ساتھ ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے اور یہ حدیث امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا انکار کرتے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ نے ظاہر قرآن سے استدلال کیا ہے، کیونکہ ظاہر قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے، شہر بدر کرنے کا حکم نہیں ہے۔

اور امام مالک نے کہا ہے: کنوارے آزاد کو شہر بدر کیا جائے گا اور عورت اور غلام کو شہر بدر نہیں کیا جائے گا۔

اور ثوری اور اوزاعی اور امام شافعی نے کہا ہے کہ عورت اور مرد دونوں کو شہر بدر کیا جائے گا، اور غلام کو شہر بدر کرنے کے متعلق امام شافعی کے قول میں اختلاف ہے۔ اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک فقط عورت کو شہر بدر نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم ہو۔

جس شہر کی طرف نکالا جائے، اس شہر کی مسافت کے متعلق فقہاء کے اقوال

اور اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مسافت پر شہر بدر کرنا چاہیے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: فدک کی طرف (یعنی مدینہ سے فدک کی طرف) شہر بدر کرنا چاہیے، اور اسی کی مثل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سے مروی ہے۔ اور عبدالملک کا بھی یہی قول ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ مدینہ کی پڑوس کی مثل۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوفہ سے بصرہ تک کی مسافت، اور الشعبی نے کہا: اس کو شہر بدر کرے اس کے شہر سے دوسرے شہر کی طرف۔

اور امام مالک نے کہا: ایک سال تک دوسرے شہر میں اس کو قید کیا جائے تا کہ وہ اس شہر کی طرف واپس نہ آ سکے جس سے اس کو شہر بدر کیا گیا ہے۔ اور امام احمد سے منقول ہے کہ اتنی مسافت کی مقدار میں شہر بدر کیا جائے جتنی مسافت میں نماز کو قصر کیا جاتا ہے، اور ابوثور نے کہا: ایک میل اور اس سے کم کی مسافت میں شہر بدر کیا جائے۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا: اس کے لیے اتنی مسافت کی مقدار کافی ہے جس پر شہر بدر ہونے کا اطلاق ہو جائے خواہ مسافت کم ہو یا زیادہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۲۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ غَرَّبَ ثُمَّ لَمْ تَزَلْ تِلْكَ السُّنَّةَ۔

ابن شہاب نے کہا: اور مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شہر بدر کیا، پھر ہمیشہ یہ سنت قائم رہی۔

(سنن الترمذی: ۱۴۳۸، سنن نسائی: ۵۶۷۶)

صحیح البخاری: ۶۸۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق سندِ مذکور کے ساتھ موصول ہے، یعنی محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر بن العوام نے خبر دی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شہر بدر کیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیکن یہ تعلیق منقطع ہے، کیونکہ عروہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، لیکن یہ تعلیق ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

امام ترمذی نے اس کی روایت کی ہے کہ مجھے ابوکریب اور یحییٰ بن اکثم ان دونوں نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن ادریس نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا۔ اور بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا اور بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۴۳۸)

کوڑے مارنے اور شہر بدر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوعیسیٰ ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث غریب ہے، اس کو متعدد راویوں نے از عبداللہ بن ادریس روایت کیا ہے اور اس کو مرفوع بیان کیا ہے، اور بعض راویوں نے اس حدیث کو از عبداللہ بن ادریس روایت کیا از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا۔

اسی طرح اس حدیث کی محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس طرح کیا، اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شہر بدر کرنا ثابت ہے، اس حدیث کی حضرت ابوہریرہ نے، حضرت خالد نے اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم اور دیگر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل رہا ہے؛ ان میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر اور دیگر ہیں رضی اللہ عنہم۔

اسی طرح متعدد فقہاء تابعین کا بھی اس پر عمل رہا ہے، اور یہی سفیان ثوری کا، امام مالک بن انس کا، عبداللہ بن مبارک کا، امام شافعی کا اور امام احمد کا اور اسحاق کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۶۰۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: پھر شہر بدر کرنے کی سنت قائم رہی اور امام عبدالرزاق نے امام مالک سے روایت کی ہے: پھر ہمیشہ یہ سنت رہی حتیٰ کہ مروان نے شہر بدر کیا، پھر لوگوں نے اس کو ترک کر دیا یعنی اہلِ مدینہ نے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۔ ۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَضَى فِيمَنْ زَنَى وَلَمْ يُحْصَنْ بِنَفْيِ عَامٍ بِإِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَيْهِ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فیصلہ کیا جس نے زنا کیا اور وہ غیر شادی شدہ تھا، اس پر حد قائم کر کے اسے ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ٦٨٣٣، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں کنوارے کو کوڑے مارنے اور شہر بدر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عقیل کا ذکر ہے، یہ عقیل بن خالد ہیں۔

اس حدیث کی امام نسائی نے کتاب الرجم میں روایت کی ہے از محمد بن رافع۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ٦٨٣٣، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طائفۃ اور جماعت کے متعلق متعدد اقوال اور روایات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (النور: ۲)

زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو، اور ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے، اگر تم اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے ۝

اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ "ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے"۔

اس جماعت کی مقدار کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ یہ چار افراد ہونے چاہئیں، اور زجاج نے کہا کہ ایک فرد کو الطائفۃ اور جماعت نہیں کہتے، اور دو سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ اہلِ لغت کے قول کے خلاف نہیں ہے کیونکہ طائفۃ کا معنی ہے "قطعۃ" یعنی ٹکڑا، کہا جاتا ہے "میں نے بکری سے ایک قطعہ کھایا" یعنی گوشت کا ایک ٹکڑا کھایا، اور مجاہد نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہا ہے:

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا (الحجرات: ۹)

اور اگر مومنوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مجاہد نے کہا: یہ دو مرد تھے جو لڑ رہے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ دو مردوں پر بھی طائفۃ کا اطلاق آتا ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۳۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

الحجرات: ۹ کی تفسیر از مصنف

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اور بعد میں بھی مسلمانوں کے دو فریقوں میں جنگ ہوئی، اور ظاہر ہے کہ ان متحارب فریقوں میں سے ایک حق پر تھا اور دوسرا باطل پر تھا، اس کے باوجود ان دونوں فریقوں کو مسلمان ہی قرار دیا گیا، اور ان کے درمیان صلح کرائی گئی یا صلح کرانے کی کوشش کی گئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا (جب آپ ابتداءً مدینہ منورہ تشریف لائے تھے:) اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں (تو اچھا ہو)، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراز گوش پر سوار ہو کر اس کے پاس گئے، مسلمان بھی آپ کے ہمراہ گئے، وہ بنجر زمین تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: مجھ سے دور ہٹو، تمہاری سواری کی بدبو مجھے ایذاء پہنچا رہی ہے، آپ کے ساتھ جو انصاری مسلمان تھے ان میں سے ایک نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کی بو تم سے بہت اچھی ہے، عبداللہ بن ابی کی قوم کا ایک شخص یہ سن کر غصہ میں آ گیا اور اس انصاری کو گالی دی، پھر دونوں طرف سے فریق غضب میں آ گئے اور ایک دوسرے کو ڈنڈوں، ہاتھوں اور جوتوں سے مارنے لگے، پھر ہم کو یہ خبر پہنچی کہ ان دونوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۲۶۹۱)

میں کہتا ہوں: اس روایت پر یہ اعتراض ہوگا کہ یہ جنگ مسلمانوں کے دو فریقوں کے درمیان نہیں تھی بلکہ ایک فریق مسلمانوں کا تھا اور دوسرا فریق منافقوں کا تھا، لہٰذا اس حدیث کو اس آیت کے شانِ نزول میں بیان کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ اس کے متعلق دوسری روایت یہ ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ قباء آپس میں لڑ پڑے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھراؤ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: چلو ہم ان کے درمیان صلح کرا دیں۔ (صحیح البخاری: ۲۶۹۳)

جب اہلِ شام اور اہلِ عراق میں جنگ تیار تھی، ایک طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج تھی اور دوسری طرف حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی فوج تھی، اس وقت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خلافت سے دستبردار ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی اس صلح کی پیشگوئی کر دی تھی۔

امام بخاری حسن بصری سے روایت کرتے ہیں: میں نے سنا ہے اللہ کی قسم! جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں پہاڑوں جیسا لشکر لے کر آئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مخالفین کو مارے بغیر نہیں لوٹے گا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور اللہ کی قسم! اور وہ دونوں آدمیوں میں زیادہ بہتر تھے اے عمرو! اگر اس لشکر نے اس لشکر کو قتل کر دیا اور اس لشکر نے اس لشکر کو قتل کر دیا تو لوگوں پر حکمرانی کے لیے کون میرا ساتھ دے گا؟ اور لوگوں کی عورتوں کی حفاظت کے معاملہ میں کون میرا ساتھ دے گا، اور لوگوں کے بچوں کے نگہداشت کے لیے کون میرا ساتھ دے گا؟ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس قبیلہ بنو شمس کے دو آدمی بھیجے، عبدالرحمن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز، ان سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہا کہ تم دونوں اس شخص (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے (صلح کی) پیشکش کرو، تم دونوں ان سے بات کرو اور فیصلہ ان پر چھوڑ دو، وہ دونوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی اور فیصلہ ان پر چھوڑ دیا، پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا: ہم عبد المطلب کی اولاد ہیں اور ہم کو اس مال سے حصہ ملا ہے اور ہمارے ساتھ جو لشکر ہے یہ خوں ریزی میں طاق ہے، ان دونوں نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اتنے اور اتنے مال کی پیشکش کی ہے، وہ آپ سے صلح کے طلب گار ہیں اور انہوں نے فیصلہ آپ پر چھوڑ دیا ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے اس کا کون ضامن ہوگا؟ ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اس کے ضامن ہیں، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جس چیز کا بھی سوال کیا تو ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اس کے ضامن ہیں، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی، پھر حضرت حسن بصری نے کہا: میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو کی طرف تھے، اور آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور آپ فرما رہے تھے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے، اور ہو سکتا ہے کہ اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے۔

(صحیح البخاری: ۲۷۰۴، سنن ابو داؤد: ۴۶۶۲، سنن ترمذی: ۳۷۷۳، المعجم الکبیر: ۲۵۹۰، مسند الحمیدی: ۷۹۳، سنن کبریٰ: ۱۸:۱۷۱، المستدرک ج ۳ ص ۱۷۴۔۱۷۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر مسلمان، مسلمانوں سے جنگ کریں تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے جب کہ دونوں فریق تاویل اور اجتہاد سے جنگ کر رہے ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۱)

اس حدیث میں جو وعید ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب وہ تاویل اور اجتہاد کے بغیر جنگ کر رہے ہوں۔

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو اہلِ کوفہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بیعت کر لی اور اہلِ شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی، پھر حضرت معاویہ اہلِ شام کے ساتھ کوفہ کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اہلِ عراق کے ساتھ روانہ ہوئے، پھر ارضِ کوفہ کی ایک منزل پر دونوں کا آمنا سامنا ہوا، پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ اہلِ عراق کی کثرت کو دیکھا، پھر انہوں نے نداء کی کہ اے معاویہ! میں نے اللہ کے پاس جو اجر ہے اس کو اختیار کر لیا ہے، پس اگر یہ خلافت تمہارا حق ہے تو مجھے اس میں تم سے نزاع نہیں کرنا چاہیے اور اگر یہ خلافت میرا حق ہے تو میں نے یہ تم کو دے دی۔

۳۴۔ بَابُ: نَفْيِ أَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْمُخَنَّثِينَ

نافرمانوں اور ہیجڑوں کو شہر بدر کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب میں اہلِ معاصی کو شہر بدر کرنے کا بیان ہے، اور معاصی، معصیت کی جمع ہے جس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اور مخنث اس کو کہتے ہیں جو اپنی باتوں میں اور اپنے افعال میں عورتوں کی مشابہت کرتا ہو (بلکہ اپنے لباس میں بھی عورتوں کی مشابہت کرتا ہو)۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس باب کو منعقد کرنے سے غرض یہ ہے کہ اس پر تنبیہ کی جائے کہ جس پر حد نہیں ہے، اس کو بھی شہر بدر کرنا ثابت ہے، تو جس پر حد ہو تو اس کو شہر بدر کرنا بطریقِ اولیٰ ثابت ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس ترکیب سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کسی بھی معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے شہر بدر کرنا جائز ہے اور باب کا عنوان بھی اس پر دلالت کرتا ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ شہر بدر کرنا صرف تین کے لیے جائز ہے: کنوارا زنا کرنے والا ہو، اور ہیجڑا اور ڈاکو۔

اور ہیجڑا جب لایا جائے تو اس کو فاعل کے ساتھ رجم کیا جائے۔ امام مالک کے نزدیک خواہ اس کا فاعل شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو، اور امام شافعی کہتے ہیں: اگر وہ غیر شادی شدہ ہے تو اس پر حد ہے، اور اسی طرح امام مالک کے نزدیک ہے جب کہ وہ دونوں کافر ہوں یا دونوں غلام ہوں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جس کو رجم کیا جائے، اس کو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھایا جائے، پھر اس کے اوپر پتھر مارے جائیں اور یہ بھی رجم کی ایک قسم ہے اور اس کا کرنا جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: اس میں حد نہیں ہے، اس میں صرف تعزیر ہے، اور ہمارے بعض اصحابِ احناف سے منقول ہے کہ جب وہ بار بار یہ فعل کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور جس حدیث میں مذکور ہے "فاعل اور مفعول بہ کو رجم کردو" اس میں کلام کیا گیا ہے۔ اور بعض اہلِ ظاہر نے یہ کہا ہے کہ جو شخص یہ برا کام کرے، اس پر کوئی سزا نہیں ہے۔ اور علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ صحت سے بہت دور قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۴۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ وَأَخْرَجَ فُلَانًا وَأَخْرَجَ عُمَرُ فُلَانًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو مخنث بنتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مرد بنتی ہیں، آپ نے فرمایا: ان کو اپنے گھروں سے نکال دو، اور رسول اللہ ﷺ نے فلاں کو نکال دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں کو نکال دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۵، ۵۸۸۶، ۶۸۳۴، سنن ترمذی: ۲۷۸۴، سنن ابو داؤد: ۴۰۹۷، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۴، مسند احمد: ۱۴۱/۳)

صحیح البخاری: ۶۸۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں مخنثین پر لعنت کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، یہ الدستوائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ ابن ابی کثیر ہیں۔

یہ حدیث کتاب اللباس میں گزر چکی ہے۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو کتاب الادب میں از مسلم بن ابراہیم روایت کیا ہے اور امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی کتاب الادب میں روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "والمترجلات" یعنی جو عورتیں مردوں کے ساتھ تکلف سے مشابہت کرتی ہیں، اور یہ درحقیقت مخنثین کی ضد ہے، کیونکہ مخنثین عورتوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اخرج فلان" ابوذر کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں کو نکالا، اس بناء پر پہلے "اخرج" کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے "اخرج" کا فاعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اور ابوذر کے علاوہ دوسروں کی روایت میں دونوں کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکالا تھا، اس کا نام ابوذویب تھا۔ اور دوسرا قول ہے اس کا نام جعدہ السلمی تھا۔ اور اسماعیل بن مسلم سے روایت ہے کہ امیہ بن یزید الاسدی کو نکالا تھا، جو مزینہ کا آزاد شدہ غلام تھا اور یہ دونوں (یعنی جعدہ السلمی اور ابوذویب) مدینہ میں کھانے کی ذخیرہ اندوزی کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نافرمانوں اور قوم لوط کا عمل کرنے والوں پر لعنت اور تعزیر کا بیان

شارع علیہ السلام نے مخنثین پر لعنت فرمائی ہے اور ان کو گھروں سے نکالنے کا حکم دیا ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ جس سے یہ خطرہ ہو کہ اس سے لوگوں کے دین اور دنیا میں کوئی فتنہ پیدا ہوگا، اس پر لعنت کی جائے اور اس کو گھروں سے نکال دیا جائے اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پس لکڑیاں جمع کی جائیں، پھر میں نماز کا حکم دوں، سو اس کی اذان دی جائے، پھر میں کسی مرد کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر ان مردوں کے گھروں کو دیکھوں جو نماز پڑھنے کے لیے حاضر نہیں ہوتے تو ان کے گھروں میں آگ لگا دوں، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر ان لوگوں کو یہ پتا ہو کہ انہیں کوئی گوشت والی ہڈی ملے گی یا دو ہڈیاں ملیں گی تو یہ عشاء کی نماز میں حاضر ہوں گے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۶۴۴، صحیح مسلم: ۶۵۱، سنن ترمذی: ۲۱۷، سنن نسائی: ۸۴۸، سنن ابوداؤد: ۵۴۸، سنن ابن ماجہ: ۷۹۱، مسند احمد: ۸۶۷۳، موطا امام مالک: ۲۹۲، سنن دارمی: ۱۲۷۴)

اس حدیث سے بابِ مذکور کی تائید اس لیے ہوتی ہے کہ اس حدیث میں جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں اور نافرمانوں کے گھروں میں آگ لگانے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا۔

اور مخنثین کے متعلق فقہاء نے کہا ہے کہ اگر وہ بار بار یہ فعل کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے، اور اس کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو تم قومِ لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول بہ کو قتل کر دو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۶۲، سنن ترمذی: ۱۴۵۶، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۱)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر کنوارا لوطیہ پر پکڑا جائے تو اس کو رجم کر دیا جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۶۳، امام ابوداؤد نے کہا: یہ حدیث ضعیف ہے)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۳۸۔۲۳۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورتوں کی مشابہت کرنے والے ہیجڑوں کی سزا کا بیان

علامہ ابن بطال مالکی المتوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: امام بخاری نے اس عنوان کو زانی کو شہر بدر کرنے کے عنوان کے بعد قائم کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ جس نافرمانی میں حد نہیں ہے جب اس میں شہر بدر کرنا مشروع ہے تو جس نافرمانی میں حد ہے، اس میں شہر بدر کرنا بطریقِ اولیٰ ہوگا۔ پس سنتِ ثابتہ قیاس سے موکد ہو جائے گی تا کہ اس کے ساتھ ان پر رد کیا جائے جو سنتِ ثابتہ کا قیاس سے معارضہ کرتے ہیں، پس جب دو قیاس متعارض ہوں گے تو سنت بلا معارض باقی رہے گی۔

اگر ہیجڑا فقط عورتوں کی مشابہت کرتا ہو تو اس کو شہر بدر کیا جائے گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس عنوان سے امام بخاری نے اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو رجم کر دیا جائے، کیونکہ اس حدیثِ صحیح میں صرف شہر بدر کرنے کا حکم ہے۔

اور امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہیجڑے کو لایا گیا جس نے اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگائی ہوئی تھی تو آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے، تو آپ نے اس کو شہر بدر کرنے کا حکم دیا تو اس کو نقیع کی طرف نکال دیا گیا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۹۰۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۴، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیجڑوں پر وعید کا سبب

مخنث سے مراد وہ ہیجڑے ہیں جو اپنی باتوں میں اور اپنی ہیئات میں اور اپنے لباس میں اور اپنی چال ڈھال میں عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔ اور جو عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں، ان پر بھی لعنت فرمائی ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی خلقت کی ضد کو اختیار کر رہا ہے، پس عورت یہ چاہتی ہے کہ اپنے آپ کو مرد بنائے اور مرد یہ چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو عورت بنائے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جبلی خلقت کو متغیر کرنا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی عورتوں پر اور گدوانے والی عورتوں پر اور چہرہ کے بال اکھاڑنے والیوں پر اور دانوں میں جھری کروانے والیوں پر لعنت فرمائی ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی خلقت کو متغیر کرنا ہے۔ اور عورت کا مرد بننا یا مرد کا عورت بننا یہ اس سے زیادہ شدید فساد ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۰۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

۳۵۔ بَابُ: مَنْ أَمَرَ غَيْرَ الْإِمَامِ بِإِقَامَةِ الْحَدِّ غَائِبًا عَنْهُ

جب امام غائب ہو تو اس نے کسی دوسرے کو حد قائم کرنے کا حکم دیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب امام غائب ہو تو وہ کسی دوسرے کو حد قائم کرنے کا حکم دے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۵، ۶۸۳۶۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ جَالِسٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اقْضِ بِكِتَابِ اللهِ فَقَامَ خَصْمُهُ فَقَالَ صَدَقَ اقْضِ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ بِكِتَابِ اللهِ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ بِمِائَةٍ مِنَ الْغَنَمِ وَوَلِيدَةٍ ثُمَّ سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَزَعَمُوا أَنَّ مَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ أَمَّا الْغَنَمُ وَالْوَلِيدَةُ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَأَمَّا أَنْتَ يَا أُنَيْسُ فَاغْدُ عَلَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عبید اللہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ اعراب میں سے ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے، اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کیجئے، تو اس کا فریق مخالف کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اس نے سچ کہا، یا رسول اللہ! اس کے لیے کتاب اللہ سے فیصلہ کیجئے، بے شک میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا، تو مجھے لوگوں نے خبر دی کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا تو میں نے ایک سو بکریاں اور باندی فدیہ میں دی، پھر میں نے اہلِ علم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: جو میرے بیٹے کی سزا ہے وہ سو کوڑے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امرأة هذا فارجمها فغدا انيس فرجمها.

ہے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا ہے۔ پس آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تم دونوں کے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، رہی بکریاں اور باندی تو وہ تم کو واپس دی جائیں گی اور تمہارے بیٹے پر سو کوڑے ہیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا ہے۔ اور تم اے اُنیس! صبح کو اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ، سو اس کو رجم کردو۔ پس صبح کو حضرت انیس رضی اللہ عنہ گئے اور انہوں نے اس عورت کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۸۳۵-۶۸۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ نے حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کی عورت کو رجم کر دیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابی ذئب، یہ ابن عبد الرحمٰن ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، یہ عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہیں۔

یہ حدیث متعدد مقامات پر گزر چکی ہے۔ کتاب النذور میں از اسماعیل بن ابی اویس اور کتاب المحاربین میں از عبد اللہ بن یوسف اور کتاب الصلح اور احکام میں از آدم، اور کتاب الوکالت میں از ابوالولید اور کتاب الشروط میں از قتیبہ گزر چکی ہے اور عنقریب یہ حدیث کتاب الاعتصام اور خبر الواحد میں بھی آئے گی، صحاحِ ستہ کے باقی مؤلفین نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ اور اس کی تفسیر متعدد مرتبہ ہو چکی ہے، اور عنقریب اس کی شرح باب "الاعتراف بالزنا" میں ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان ابنی کان عسیفا علی هذا فزنا بامراته" یعنی میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا سو اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ یہ اس اعرابی کا کلام ہے اس کے فریقِ مخالف کا کلام نہیں ہے۔ کتاب الصلح میں اسی طرح گزرا ہے کہ اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ فرمایئے، تو اس کے فریقِ مخالف نے کہا: اس نے سچ کہا، پس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اعرابی نے کہا کہ میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا۔اسی طرح علامہ کرمانی نے اس کی شرح کی ہے۔
اور بعض شارحین نے کہا: بلکہ جس نے یہ کہا کہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں، وہ اس مزدور کا والد ہے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو رجم کردو''اس میں اختصار ہے، اور پوری حدیث اس طرح ہے:''اگر یہ عورت زنا کا اعتراف کرلے تو تم اس کو رجم کر دینا''اس پر سابق روایات شاہد ہیں اور قواعد شرعیہ بھی شاہد ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۳۵۔۶۸۳۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حاکم کے قائم مقام کا مقدمات کے فیصلہ کرنے کا بیان

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے، اور یہ عبد الملک اور سحنون کا مذہب ہے کہ قاضی فیصلہ کی مجلس میں فریقین سے جو سنے اس کے مطابق فیصلہ کرے۔
(القوانین الفقہیہ ص ۲۹۲)

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ قاضی ہر مجلس میں اپنے علم کے تقاضا کے مطابق فیصلہ کرے۔
(کتاب الام ج ۶ ص ۲۱۶، الوسیط ج ۴ ص ۳۰۵)

علامہ ابن الملقن شافعی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی حدود کے ماسوا میں ہوگا۔
اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ کسی چیز میں بھی اپنے علم کے تقاضا کے مطابق فیصلہ نہ کرے۔
(عیون المجالس ج ۴ ص ۱۵۳۶۔۱۵۳۵، الکافی ص ۵۰۰)

اہل العراق نے فرق کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ آدمیوں کے حقوق میں اس کے مطابق فیصلہ کرے جس کا اسے قضاء کے بعد علم ہوا۔اور اپنے علم کے مطابق قضاء سے پہلے فیصلہ نہ کرے۔(مختصر الطحاوی ص ۳۳۲، الاستذکار ج ۲۲ ص ۱۵)
اور جو فقہاء اس قول کو منع کرتے ہیں ان کا استدلال اس سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال اور شریک کے قصہ میں فرمایا:''اگر میں کسی ایک کو بغیر گواہ کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا''اس کی پوری تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:
امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، از یحییٰ بن سعید از عبد الرحمٰن بن القاسم از القاسم بن محمد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرایا، تو عاصم بن عدی نے اس کے متعلق کوئی بات کہی پھر وہ واپس چلے گئے، تو ان کی قوم سے مرد آیا اور اس نے یہ شکایت کی کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا، تو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس معاملے میں صرف اپنی بات کی وجہ سے مبتلا ہوا ہوں۔پھر وہ اس مرد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور آپ کو بتایا کہ اس مرد نے اپنی بیوی کے پاس ایک مرد کو پایا، اور وہ مرد زرد رو تھا، اس کے جسم پر گوشت کم تھا، اس کے بال سیدھے تھے، اور وہ مرد جس کے خلاف یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ اس نے ان کی بیوی کے پاس ایک گندم گوں رنگ کے آدمی کو پایا جو دبلا پتلا ہے، زیادہ گوشت نہیں ہے، یہ وہ تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ! اس کا فیصلہ فرما دے۔ پھر اس مرد کی بیوی کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا جو اس مرد کے مشابہ تھا، جس کے متعلق اس کے خاوند نے کہا کہ اس نے اس مرد کو اپنی بیوی کے پاس پایا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان لعان کرایا، یعنی انہوں نے ایک دوسرے پر لعنت کی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک مرد نے اس مجلس میں پوچھا کیا یہ وہی عورت ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر میں بغیر کسی گواہ کے کسی کو رجم کرتا یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دیتا تو میں اس عورت کو رجم کر دیتا؟ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: نہیں، یہ وہ عورت تھی جس نے اسلام کا اظہار کیا اور مسلمان ہونے کے بعد برے کام کرتی تھی، ابو صالح اور عبداللہ بن یوسف نے کہا: آدم خدلا، یعنی وہ گندمی چہرے والا دبلا پتلا شخص تھا۔

(صحیح بخاری: ۵۳۱۰، ۵۳۱۶، ۶۸۵۵، ۶۸۵۶، ۷۲۳۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۷، نسائی: ۳۴۷۰، ابن ماجہ: ۲۵۶۰، احمد: ۲۰۹۶)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر یہ عورت اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دینا''۔ اس حدیث میں اس عورت کے متعدد مرتبہ اقرار کا ذکر نہیں ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا اعتراف گواہ کے قائم مقام ہو۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ امام کے لیے یہ جائز ہے کہ کسی ایک مرد کو بھیجے جو حدود کے قائم کرنے میں اور احکام کے نافذ کرنے میں اس کا نائب ہو۔ اور اس کام کے لیے ایک مرد بھی کفایت کر سکتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۴۱۔ ۲۴۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۶۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النساء: ۲۵)

اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمان کی مملوکہ، مسلمان باندیوں سے (نکاح کرے) اور اللہ تمہارے ایمان کو بہت زیادہ جاننے والا ہے، تم باہم ایک دوسرے کی جنس سے ہو، تم ان (باندیوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کرو دراں حالیکہ وہ (باندیاں) قلعہ نکاح کی حفاظت میں آنے والی ہوں، بدکار نہ ہوں، نہ غیروں سے آشنائی کرنے والی ہوں، اور جب وہ قلعہ نکاح میں محفوظ ہو جائیں، پھر بے حیائی کا کام کریں تو ان کو آزاد (کنواری) عورت کی آدھی سزا ملے گی (باندیوں سے نکاح کا) یہ حکم تم میں سے اس شخص کے لیے ہے جس کو اپنے نفس پر بدچلنی کا خدشہ ہو، اور تمہارے لیے صبر کرنا بہتر ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں النساء: ۲۵ کا ذکر کیا ہے اور اس باب کے تحت کسی حدیث کا ذکر نہیں کیا۔
اور علامہ ابن بطال مالکی نے اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے جو اس باب کے بعد مذکور ہے۔

النساء: ۲۵ کے بعض مشکل جملوں کی تفسیر از علامہ عینی

اس آیت میں مذکور ہے "من لم یستطع منکم طولا" "طولا" کا معنی ہے: مالی وسعت اور مالی قدرت، یعنی تم میں سے جو شخص اتنی مالی وسعت اور قدرت نہ رکھتا ہو کہ کسی آزاد عورت سے نکاح کرے۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے "اَلْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ" یعنی آزاد پاک دامن مومن عورتیں، اس کا معنی ہے: جو مسلمان، آزاد پاک دامن مسلمان عورت سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ باندیوں سے نکاح کرلے۔

اس آیت میں مذکور ہے "فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ" یعنی تم اپنی ان مومنہ باندیوں کے ساتھ نکاح کر لو۔ فتیٰت، فتاۃ کی جمع ہے اور یہ باندی کو کہتے ہیں۔ اس آیت کے مفہوم مخالف کا تقاضا یہ ہے کہ کافرہ باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ذمیہ باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور دوسروں نے ذمیہ باندی سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، (ذمیہ باندی یہودی عورت ہوگی یا عیسائی عورت ہوگی)۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے "اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِكُمْ" یعنی اللہ تعالیٰ حقائق امور کو اور راز کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ اور اے لوگو! تمہیں ان احکام کا مکلف کیا جاتا ہے جو ظاہر ہیں۔

اس آیت میں مذکور ہے "بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ" اس کی تفسیر میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اے مومنو! تم آپس میں بھائی ہو۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اے مومنو! تم آدم کی اولاد ہو۔ یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں وہ باندی کی اولاد سے عار محسوس کرتے تھے اور باندی سے جو بیٹا پیدا ہوا اس کو "ھجین" یعنی لونڈی زادہ کہتے تھے۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے "فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ" اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ باندیوں کے مالک ان باندیوں کا کسی سے نکاح کریں گے اور باندی کے مالک کی اجازت کے بغیر باندی کا کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح جو شخص کسی کا غلام ہو وہ بھی مالک کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح نہیں کرسکتا۔ اور اگر باندی کی مالک عورت ہو تو اس باندی کا نکاح وہ شخص کرے جو اس عورت کا نکاح کرتا ہے اس کی اجازت سے، کیونکہ حدیث میں ہے: "کوئی عورت دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ عورت خود اپنا نکاح کرے"، کیونکہ زانیہ وہ عورت ہوتی ہے جو اپنا نکاح خود کرتی ہے۔

اس آیت میں مذکور ہے "وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ" یعنی جن باندیوں سے تم نے نکاح کیا ہے، ان کو ان کا مہر ادا کرو۔

اس آیت میں مذکور ہے "بِالْمَعْرُوْفِ" یعنی تم اپنی خوشی سے مہر ادا کرو اور تم اس مہر کی رقم میں کمی نہ کرو، یہ سمجھتے ہوئے کہ تم باندیوں سے نکاح کر رہے ہو تو ان کو کم حیثیت جانتے ہوئے ان کا مہر کم رکھو۔

اس آیت میں مذکور ہے "مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ" "اَلْمُحْصَنٰتِ" کا معنی ہے: وہ عورتیں زنا سے پاک دامن ہوں، زنا کرنے والی نہ ہوں۔ اور اس مفہوم کو واضح کرنے کے لیے فرمایا "غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ" یعنی وہ زنا کرنے والی نہ ہوں جو کسی شخص کو اپنے پاس آنے سے منع نہیں کرتیں، اور فرمایا "وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ" "اَخْدَانٍ" کا معنی ہے: دوست، یہ خدن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی جمع ہے، یعنی وہ عورتیں اپنے یار بنانے والی نہ ہوں۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے "فَاِذَآ اُحْصِنَّ" ایک قول یہ ہے کہ احصان سے مراد یہاں پر اسلام ہے، یعنی وہ باندیہ مسلمان ہو۔ یہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت اسود بن زید، حضرت ذر بن حبیش رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، ابراہیم النخعی، شعبی اور سدی سے مروی ہے۔ اور یہی امام مالک کا، لیث کا، الاوزاعی کا، فقہاء احناف کا اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ احصان سے مراد ہے: تزوّج اور نکاح، یعنی وہ باندیاں شادی شدہ ہوں، یہ مجاہد، عکرمہ، طاؤس، حسن اور قتادہ کا قول ہے۔

اس آیت میں مذکور ہے "فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ" فاحشۃ سے مراد ہے: زنا، یعنی اگر وہ مسلمان باندیاں یا شادی شدہ باندیاں زنا کا ارتکاب کریں۔

اس آیت میں مذکور ہے "فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ" یعنی آزاد عورتوں پر جتنی حد جاری کی جاتی ہے اس کی نصف حد ان پر جاری کی جائے۔ اور وہ پچاس کوڑے ہیں اور چھ ماہ کے لیے شہر بدر کرنا ہے۔ (میں کہتا ہوں: احناف کے ہاں شہر بدر کرنا نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اس آیت میں مذکور ہے "ذٰلِكَ" یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص مالی قدرت اور وسعت نہ ہونے کی وجہ سے آزاد عورتوں سے نکاح نہ کر سکے تو وہ مومنہ باندیوں سے نکاح کر لے۔

اس آیت میں مذکور ہے "الْعَنَتَ" اس کا معنی ہے: اثم اور ضرر جو غلبہ شہوت کی بناء پر ہو۔ اسی طرح الثعلبی نے تفسیر کی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ "الْعَنَتَ" کا معنی ہے زنا، اور اصل میں العَنَت کا معنی ہے: مشقت۔

اس آیت میں مذکور ہے "اَنْ تَصْبِرُوْا" یہ اَن مصدریہ ہے، یعنی تمہارا باندیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے صبر کرنا "خَيْرٌ لَّكُمْ" تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۔ ۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

متعہ کے عدم جواز کی دلیل

اس آیت میں غلبہ شہوت رکھنے والے شخص کے لیے صرف دو طریقے تجویز کیے گئے ہیں، ایک یہ کہ وہ باندیوں سے نکاح کرے دوسرا یہ کہ وہ ضبطِ نفس کرے اور تجرّد کی زندگی گزارے، اگر متعہ جائز ہوتا تو باندیوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اس کو متعہ کی ہدایت دی جاتی، لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ کوئی شخص متعہ نہیں کر سکتا، اسے نکاح ہی کرنا پڑے گا خواہ باندیوں سے کرے، اور اگر ان سے بھی نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر اسے صبر کرنا پڑے گا، متعہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسلمان آزاد مرد کے باندیوں کے ساتھ نکاح کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

باندیوں سے نکاح کے معاملہ میں شدت کی گئی ہے، کیونکہ باندیوں کی اولاد غلام ہوتی ہے اور اس سے خدمت لی جاتی ہے اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ چیز شوہر کے اوپر دشوار ہوتی ہے۔

امام مالک اور ابن القاسم کا قول اس مسئلہ میں مختلف ہے، کیا آزاد مرد کا باندی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے جب کہ اس مرد کی اولاد غلام ہو جائے گی؟ ایک مرتبہ امام مالک نے اس سے منع کیا مگر دو شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا، ایک تو یہ کہ وہ آزاد عورت سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، اور دوسری شرط یہ کہ اس کو اپنے نفس پر زنا کا خطرہ ہو۔ اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ آزاد مرد کا باندی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (النساء:۲۵)

اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمان کی مملوکہ، مسلمان باندیوں سے (نکاح کرے)۔

اور امام مالک کا اکثر قول یہ ہے کہ آزاد مرد کا باندی سے نکاح کرنا ممنوع ہے اور علامہ ابن القاسم مالکی کا اکثر قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے، جیسا کہ علامہ ابن التین نے اس پر متنبہ کیا ہے۔

(المدونہ ج ۲ ص ۱۶۴۔۱۶۵، النوادر والزیادات ج ۴ ص ۵۱۸، عیون المجالس ج ۳: ۱۰۹۶۔۱۰۹۵، المنتقی ج ۳ ص ۳۲۳)

اور جب کوئی شخص کسی آزاد عورت سے نکاح کرلے تو امام مالک نے کہا کہ یہ اس کی وسعت اور طاقت نہیں ہے اور ابن حبیب نے کہا: یہ وسعت اور طاقت ہے اور اس پر باندی کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ اور مسروق اور المزنی نے کہا: جب وہ آزاد عورت سے نکاح کرنے کی طاقت رکھے تو باندی سے اس کا نکاح منسوخ ہوگا خواہ وہ آزاد عورت سے نکاح نہ کرے۔

النساء: ۲۵ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جب کوئی آزاد مرد، آزاد مسلمان عورت سے نکاح کی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمان باندیوں سے نکاح کرلے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ کافرہ باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام مالک کا معروف مذہب یہ ہے کہ اہلِ کتاب کی باندی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ (المنتقی ج ۳ ص ۳۲۰۔۳۱۹، عیون المجالس ج ۳، ۱۰۹۷۔۱۰۹۶)

اور اشہب نے کہا کہ امام محمد کے نزدیک جو شخص مسلمان ہوا اور اس کے نکاح میں کوئی ایسی باندی تھی جو اہلِ کتاب میں سے تھی تو ان دونوں کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی، تو بعض علماء نے اس سے یہ مستنبط کیا کہ کتابیہ باندی سے نکاح کرنا جائز ہے اور یہ صحیح ہے، کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ نکاح کو باقی رکھنا ابتداءً نکاح کرنے کی مثل ہے اور ابتداءً اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۴۵۔۲۴۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

احصان کے معنی میں قرآن وسنت میں بہ ظاہر تعارض اور ان میں تطبیق

النساء: ۲۵ میں فرمایا ہے:

وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ

اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (النساء:۲۵) طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمان کی مملوکہ، مسلمان باندیوں سے (نکاح کرے)۔

اور اس آیت میں آگے چل کر فرمایا: ''فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ'' (اور جب وہ قلعہ نکاح میں محفوظ ہو جائیں، پھر بے حیائی کا کام کریں تو ان کو آزاد (کنواری) عورت کی آدھی سزا ملے گی)۔

اس آیت میں باندی کے احصان کے معنی میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ باندی کے احصان کا معنی ہے: اس کا نکاح کرنا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: آزاد کرنا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک جماعت سے منقول ہے۔ باندی کا احصان اس کا نکاح کرنا ہے۔ اور ابوعبید اور اسماعیل قاضی نے اس کی تقویت کی ہے اور یہ استدلال کیا ہے کہ اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ'' یعنی جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ مومن باندیوں سے نکاح کرلے، پھر اس کے بعد ہے ''فَاِذَآ اُحْصِنَّ'' اگر اس کا یہ معنی کیا جائے کہ جب وہ اسلام لے آئیں تو یہ بہت بعید ہوگا، اس لیے یہاں پر احصان کا معنی اسلام نہیں ہوگا بلکہ نکاح کرنا ہوگا، یعنی جب وہ باندیاں نکاح کرلیں۔ اور اب اس کا معنی یہ ہوگا کہ جب وہ نکاح کرلیں اور پھر زنا کریں تو ان پر حد واجب ہوگی اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ نکاح سے پہلے اگر وہ زنا کریں تو پھر ان باندیوں پر حد واجب نہیں ہوگی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی پر عمل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نکاح کرنے سے پہلے باندی کے اوپر حد نہیں ہے، اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے اور یہی ابوعبید القاسم بن سلام کا قول ہے۔ اور فقہاء شافعیہ کا بھی ایک یہی قول ہے۔

اور اس پر امام طبرانی کی اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ باندی پر اس وقت تک حد نہیں ہے ''حتیٰ تحصن'' یعنی حتیٰ کہ وہ نکاح کرلے۔ اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ اور ابن شاہین نے ''الناسخ والمنسوخ'' میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس باب کی حدیث سے یہ منسوخ ہے۔ (کیونکہ اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب باندیاں نکاح کرلیں اور پھر زنا کریں تو ان پر حد ہے اور نکاح سے پہلے ان کے زنا پر حد ہونے یا نہ ہونے سے تعرض نہیں فرمایا)۔ اور اس کے معارض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ ''تم اپنے غلاموں پر حد قائم کرو خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ہوں'' اس کا مفاد یہ ہے کہ باندیاں اگر غیر شادی شدہ ہوں تو ان پر بھی حد قائم ہوگی۔ اور اس حدیث کے بھی مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے لیکن صحیح مسلم کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے، تو اس سے استدلال کرنا زیادہ قوی ہے۔

اور جب حدیث میں احصان کو نکاح کرنے پر محمول کیا جائے اور آیت میں احصان کو اسلام پر محمول کیا جائے تو تطبیق حاصل ہو جاتی ہے، یعنی اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اگر وہ باندیاں مسلمان ہو جائیں اور پھر وہ زنا کریں تو ان کے اوپر اتنی حد ہوگی جو آزاد مسلمان عورتوں کی حد کا نصف ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب باندیاں احصان یعنی نکاح کرنے سے پہلے زنا کریں تو ان کو کوڑے لگائے جائیں گے، اور دوسرے علماء نے کہا: بلفظِ احصان کے ساتھ تقیید اس کا فائدہ دیتی ہے کہ باندیوں کے حق میں حد کوڑے مارنا ہے نہ کہ رجم کرنا، پس کتاب یعنی قرآن سے معلوم ہوا کہ نکاح کے بعد اگر باندیاں زنا کریں تو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان کو کوڑے لگائے جائیں گے اور سنت سے ثابت ہوا کہ اگر وہ نکاح سے پہلے زنا کریں تو ان کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ رجم کا نصف نہیں ہوتا، للہٰذا باندیوں کے حق میں حد کا حکم صرف کوڑے مارنے میں منحصر ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۹۰۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

باب مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ ابن عثیمین کا شیخ ابن تیمیہ حنبلی پر رد کرنا

النساء: ۲۵ سے معلوم ہوا کہ باندیوں سے نکاح کے جواز کی تین شرطیں ہیں: (۱) مسلمان مرد آزاد عورت سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھے (۲) وہ باندی مومنہ ہو (۳) اگر مسلمان مرد باندی سے نکاح نہ کرے تو اسے اپنے نفس پر زنا کا خطرہ ہو۔ پس جب یہ شرائط مکمل ہو جائیں گی تو باندیوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہوگا۔ اور اس ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ جب کوئی آزاد مرد کسی باندی سے نکاح کرے گا تو اس کی اولاد غلام ہوگی اور اس کو فروخت کرنا جائز ہوگا، اور یہ چیز اس مسلمان مرد کے لیے باعثِ عار ہوگی۔

اور شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ باندی سے نکاح کرنا جائز ہے جب نکاح کرنے والا یہ شرط لگالے کہ اس کی اولاد آزاد ہوگی، لیکن شیخ ابن تیمیہ کا یہ قول اس مسئلہ میں ضعیف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نصِ صریح میں باندی سے نکاح کرنے کی تین شرطیں مقرر فرمائی ہیں، للہٰذا ان شرطوں کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ باندی سے نکاح کرنے کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ اس کی اولاد غلام ہوگی، اس کے علاوہ اور علت بھی ہوسکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مرد کسی باندی سے نکاح کرے گا تو اس کا مرتبہ اس کی کرامت اور شرافت سے کم ہو جائے گا کہ وہ ایک مسلمان عورت کے بجائے باندی سے نکاح کر رہا ہے اور یہ اس کا اپنے نفس پر ظلم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ان لنفسك عليك حقا" یعنی تمہارے نفس کا تم پر حق ہے (صحیح البخاری: ۱۹۶۸)۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۱۲۔ ۲۱۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۶۔ بَابٌ: إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ

جب باندی زنا کرے تو اس کی سزا کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے "جب باندی زنا کرے" لیکن امام بخاری نے اس عنوان کا حکم نہیں بیان کیا جیسا کہ امام بخاری کی عادت ہے، کیونکہ اس کا حکم اس باب کی حدیث سے معلوم ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۳۷، ۶۸۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ قَالَ إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ بِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَا أَدْرِي بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت ابو ہریرہ وزید بن خالد رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ جب باندی زنا کرے اور وہ شادی شدہ نہ ہو؟ (تو اس کی کیا سزا ہے؟) آپ نے فرمایا: جب وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو، پھر اگر وہ زنا کرے تو اس کو پھر کوڑے مارو، پھر اگر وہ زنا کرے تو پھر اس کو کوڑے مارو، پھر اس کو فروخت کر دو خواہ ایک رسی کے عوض۔

ابن شہاب نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے تیسری بار کے بعد فرمایا یا چوتھی بار کے بعد فرمایا (کہ اس کو فروخت کر دو)۔

(صحیح البخاری: ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۲۳۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۲۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۷۰۳، سنن ترمذی: ۱۴۴۰، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۰، مسند احمد: ۱۰۰۳۳)

صحیح البخاری: ۶۸۳۷۔ ۶۸۳۸ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے اخذ کی جاسکتی ہے "آپ سے اس باندی سے متعلق سوال کیا گیا جس نے زنا کیا تھا" اور اس باب کا عنوان بھی یہی ہے جب باندی زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

یہ حدیث کتاب البیوع کے اندر از اسماعیل بن ابی اویس گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

باندیوں کے احصان کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے "آپ سے اس باندی سے متعلق سوال کیا گیا جس نے زنا کیا اور وہ محصنہ نہیں تھی"۔

"لم تحصن" احصان سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: زنا سے پاک دامن ہونا۔

التلویح میں مذکور ہے: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو باندی شادی شدہ نہ ہو، اس کے احصان کا کیا معنی ہے؟

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: باندی کا احصان یہ ہے کہ وہ شادی شدہ ہو، پس جب باندی زنا کرے اور اس کا شوہر نہ ہو تو اس کو تادیباً سزا دی جائے گی اور اس پر حد نہیں ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور طاؤس اور قتادہ کا قول ہے اور امام ابوعبیدہ کا بھی یہی قول ہے۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے: باندی کے احصان کا معنی یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو، پس جب باندی مسلمان ہو اور زنا کرے تو اس پر پچاس کوڑے مارنا واجب ہے خواہ وہ شوہر والی ہو یا نہ ہو، یہ مذہب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے مطابق مروی ہے، اور یہی حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ اور ابراہیم نخعی، امام مالک، اللیث، الاوزاعی اور فقہاء احناف اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

اور فقہاء کی پہلی جماعت نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں امام مالک کے سوا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ وہ **محصنة** نہ ہو، اور اس طرح نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے زعم کیا ہے، کیونکہ اس حدیث کی یحییٰ بن سعید نے از ابن شہاب اسی طرح روایت کی ہے جس طرح امام مالک نے روایت کی ہے۔ اور اسی طرح اس حدیث کی ایک جماعت نے از ابن عیینہ از الزہری روایت کی ہے۔ اور جب امام مالک، یحییٰ اور سفیان کسی چیز پر متفق ہو جائیں تو وہ ان کے مخالفین کے خلاف حجت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولو بضفیر" (اس میں ضاد پر زبر ہے اور فاء کے نیچے زیر ہے)، اس کا معنی ہے وہ بال جو بٹے ہوئے ہوں اور وہ رسی جو بٹی ہوئی ہو، یہ **المضفر** کے معنی میں ہے، اور یہ **فعیل** کا لفظ **مفعول** کے معنی میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم بیعوھا" یعنی اگر وہ باندی زنا سے باز نہ آئے تو پھر تم اس کو فروخت کر دو خواہ ایک رسی کے عوض فروخت کرنا پڑے۔ یہ امر کا صیغہ استحباب کے لیے ہے اور اس سے اس پر برانگیختہ کیا ہے کہ زانیہ کو دور کرنا چاہیے۔ اور **الظاہریہ** یعنی غیر مقلدین نے کہا ہے: ایسی باندی کو فروخت کرنا واجب ہے جب وہ چوتھی مرتبہ زنا کرے اور اس کو کوڑے لگائے جائیں، لیکن سلف صالحین میں سے اور کسی کا یہ قول نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح

اس کی تحقیق کہ باندی کے تین بار زنا کے بعد اس کو فروخت کیا جائے یا اس کے چار بار زنا کرنے کے بعد؟

اس حدیث میں یہ تعلیق ہے کہ ابن شہاب زہری نے کہا: مجھے معلوم نہیں آپ نے تیسری بار باندی کے زنا کے بعد کہا یا چوتھی بار باندی کے زنا کے بعد فرمایا۔ کیا اس کو کوڑے لگائے جائیں گے پھر اس کو بیچا جائے گا خواہ ایک رسی کے عوض بیچا جائے۔ یعنی اس کو کوڑے مارنے اور فروخت کرنے کا حکم اس کے تیسری بار زنا کے بعد ہے یا چوتھی بار زنا کے بعد ہے۔

امام ترمذی نے از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی ایک کی باندی زنا کرے تو اس کو کتاب اللہ سے تین بار کوڑے مارو، پھر اگر وہ دوبارہ زنا کرے تو اس کو فروخت کر دو خواہ ایک بالوں سے بٹی ہوئی رسی کے عوض فروخت کرنا پڑے"۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس باندی کو چوتھی بار زنا کے بعد فروخت کیا جائے گا۔

اور امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا، سو اس نے کہا: میری باندی نے زنا کیا اور اس کا زنا ظاہر ہو گیا، آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو، پھر وہ شخص آیا اور کہا کہ اس باندی نے دوبارہ زنا کیا ہے اور اس کا زنا ظاہر ہو گیا ہے، تو آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو، وہ پھر آپ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: اس نے دوبارہ زنا کیا ہے اور اس کا زنا ظاہر ہو گیا ہے، تو آپ نے فرمایا: اس کو فروخت کر دو خواہ بالوں کی رسی کے عوض فروخت کرنا پڑے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ باندی کے تین بار زنا کرنے کے بعد اس کو فروخت کر دیا جائے گا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۔۲۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیثِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مالک کی روایت کی تقویت اور تاکید

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: جن فقہاء کا یہ زعم ہے کہ نکاح سے پہلے باندی پر زنا کی وجہ سے کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں "ولم تحصن" یعنی وہ شادی شدہ نہ ہو کے الفاظ امام مالک کے سوا اور کسی نے ذکر نہیں کیے اور ایسا نہیں ہے جیسا انہوں نے زعم کیا کیونکہ اس حدیث کی یحییٰ بن سعید الانصاری نے از ابن شہاب اسی طرح روایت کی ہے جس طرح امام مالک نے ذکر کیا ہے اور اسی طرح محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کی امام ابن عیینہ سے روایت کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یحییٰ بن سعید کی حدیث کی امام نسائی نے روایت کی ہے، اور امام ابن عیینہ کی روایت کتاب البیوع کے شروع میں گزر چکی ہے اور اس میں "ولم تحصن" (یعنی وہ شادی شدہ نہ ہو) کے الفاظ نہیں ہیں، ان الفاظ کا اضافہ امام نسائی نے اپنی روایت میں از الحارث بن مسکین از ابن عیینہ کیا ہے اور اس کی عبارت اس طرح ہے کہ "آپ سے سوال کیا گیا کہ باندی نکاح سے پہلے زنا کرے" اور اسی طرح امام ابن ماجہ نے از ابوبکر بن ابی شیبہ اور محمد بن صباح روایت کی ہے اور یہ دونوں امام ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں، اور اس حدیث کی ابن شہاب نے بھی از صالح بن کیسان اسی طرح روایت کی ہے جس طرح امام مالک نے روایت کی ہے، اور اسی طرح امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کی ہے اور سعید المقبری اپنے والد سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور اس میں "ولم تحصن" کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ امام مالک "ولم تحصن" کے الفاظ کے ساتھ متفرد ہیں تب بھی وہ حفاظ میں سے ہیں اور ان کا کیا ہوا اضافہ مقبول ہے۔

غلام اور باندی پر حد قائم کرنے کا متولی کون ہے؟ اس میں فقہاء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جب باندی زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو" اس سے مراد وہ حد ہے جو اس باندی کے لائق ہے اور جو اس کو النساء: ۲۵ میں بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ آزاد عورت پر جو حد ہے اس کی نصف حد باندی پر لگائی جائے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث میں مذکور ہے "پس اس باندی کو حد کے کوڑے مارو" اور کوڑے مارنے کا خطاب اس کے لیے ہے جو باندی کا مالک ہے، اور اس سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ مالک اس پر حد قائم کرے گا جس کا وہ مالک ہے خواہ وہ باندی کا مالک ہو یا غلام کا۔ رہا باندی پر حد قائم کرنا تو وہ النساء: ۲۵ کی نص سے ثابت ہے اور رہا غلام پر حد قائم کرنا تو غلام کو باندی کے ساتھ ملا دیا ہے۔

سلف صالحین کا اس میں اختلاف ہے کہ غلاموں اور باندیوں پر حد کون قائم کرے گا؟ پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حد کو صرف امام قائم کرے گا یا جس کو امام حد قائم کرنے کی اجازت دے گا وہ قائم کرے گا۔ اور یہ فقہاء احناف کا قول ہے۔

اور امام اوزاعی اور ثوری سے منقول ہے کہ مالک صرف زنا کی حد کو قائم کرے گا۔

اور امام ابوجعفر الطحاوی نے از مسلم بن یسار روایت کی ہے کہ حضرت ابوعبداللہ صحابہ میں سے ایک مرد تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ زکوۃ اور حدود اور مالِ فئے اور جمعہ قائم کرنا یہ سب سلطان کی طرف مفوض ہیں۔

امام طحاوی کہتے ہیں: ہمارے علم میں کسی صحابی کا اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔

شیخ ابن حزم نے امام طحاوی پر تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے: بلکہ بارہ (۱۲) صحابہ نے اس حکم کی مخالفت کی ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے: باندیوں پر مالک حد قائم کرے گا خواہ امام اور سربراہِ ملک نے اس کو اس کی اجازت نہ دی ہو اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

اور امام عبد الرزاق نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جو باندی زنا کرے اور اس کا شوہر نہ ہو تو اس کا مالک اس پر حد قائم کرے گا، پس اگر اس کا شوہر ہے تو اس کا معاملہ امام اور سربراہِ ملک کی طرف مفوض ہے۔

امام مالک کا بھی یہی قول ہے لیکن اگر اس کا خاوند اس مالک کا غلام ہو تو پھر اس باندی کا معاملہ اس کے مالک کی طرف مفوض ہے اور امام مالک نے چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنے کے مسئلہ میں استثناء کیا ہے اور وہ بھی فقہاء شافعیہ کا ایک قول ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ شراب کی حد بھی اس سے مستثنیٰ ہے، اور فقہاء مالکیہ نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے میں اس کو مُثلہ کرنا ہے، پس چوری کرنے والے کا مالک اس سے مامون نہیں ہے کہ وہ ہاتھ کاٹنے کے بہانے اپنے غلام کو مُثلہ کر دے گا، اس لیے اس کو ہاتھ کاٹنے سے منع کیا جائے گا۔

اور بعض مالکیہ نے یہ کہا کہ یہ حکم اس صورت کے ساتھ خاص ہے جب اس کے چوری کرنے کی دلیل اس کے مالک کا علم ہو یا چور کا اقرار ہو، اس کے برخلاف اگر گواہی سے چوری ثابت ہو جائے تو اب مالک کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کا ہاتھ کاٹ دے، کیونکہ اب وہ پہلی علت نہیں ہے۔ اور جمہور کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ "تم اپنے غلاموں پر حد قائم کرو خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ہوں" اس کا مفاد یہ ہے کہ باندیاں اگر غیر شادی شدہ ہوں تب بھی ان پر حد قائم ہوگی۔ اور اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے لیکن صحیح مسلم کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا زیادہ قوی ہے۔

اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک مالک کی اہلیت کی شرط میں اختلاف ہے، اور جن فقہاء نے مالک کے لیے اہلیت کی شرط نہیں لگائی تو انہوں نے کہا: مالک کا کام تو صرف اصلاح کرنا ہے اور اصلاح کے لیے اہلیت کی شرط کی ضرورت نہیں ہے۔

اور شیخ ابن حزم نے کہا ہے: مالک اپنے غلاموں اور باندیوں پر حد قائم کرے گا خواہ مالک کافر ہو۔

اور علامہ ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک کے نزدیک اگر باندی کا شوہر ہو تو اس پر امام حد نہیں قائم کرے گا، اس وجہ سے کہ شوہر کا فرج کے ساتھ تعلق ہے تا کہ وہ نسب باطل سے فرج کی حفاظت کرے اور فاسد پانی سے حفاظت کرے، لیکن نبی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی اتباع کرنا زیادہ لائق ہے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابھی ذکر کی گئی ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ مالک باندی پر ہاتھ لگائے خواہ وہ اس کا شوہر ہو یا نہ ہو، اور اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ الفاظ ہیں "خواہ ان میں سے کوئی شادی شدہ ہو یا شادی شدہ نہ ہو"۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا ایسا عیب ہے جس کی وجہ سے غلام کی بیع کو مسترد کر دیا جائے گا، کیونکہ جس غلام میں زنا کرنے کا عیب ہو، اس کی قیمت دوسرے پاک دامن غلام سے کم ہوتی ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے زنا کیا، پھر اس پر حد قائم کی گئی، پھر اس نے دوبارہ زنا کیا تو اس پر حد دوبارہ قائم کی جائے گی۔ اس کے برخلاف جس نے متعدد مرتبہ زنا کیا ہو تو اس پر ایک مرتبہ ہی حد قائم کرنا کافی ہے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فساق اور فجار سے مل جل کر نہیں رہنا چاہیے، اور اگر وہ کوئی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کریں تو ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرنی چاہیے۔

(۴) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس امر کا تقاضا استحباب ہو، اس امر کا اس پر عطف کرنا جائز ہے جس کا تقاضا وجوب ہو، کیونکہ کوڑے لگانے کا حکم دینا واجب ہے اور جو باندی بار بار زنا کرے اس کو فروخت کرنا جمہور کے نزدیک مستحب ہے۔

(۵) علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ایسی باندی کو فروخت کرنے کا جو حکم دیا ہے جو بار بار زنا کرتی ہو، یہ اس لیے ہے تا کہ اس کے مالک کے متعلق یہ گمان نہ کیا جائے کہ وہ اس فعل پر راضی ہے، اور اس لیے کہ بار بار زنا کرنا اولادِ زنا کی کثرت کا سبب ہے، اور بعض فقہاء نے ایسی باندی کے فروخت کرنے کے حکم کو وجوب پر محمول کیا ہے۔

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، پس جو باندی قیمت والی ہو اس کو ایسی رسی کے عوض فروخت کرنا کیسے واجب ہو گا جس کی کوئی قیمت نہیں ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو کسی معصیت کو بار بار کرے اس کے ساتھ مل جل کر رہنا نہیں چاہیے۔

(۷) بعض فقہاء نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ کسی قیمتی چیز کو کسی حقیر چیز کے عوض فروخت کرنا جائز ہے۔

(۸) بعض علماء نے یہ کہا: اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ ایسی باندی کو فروخت کر دو خواہ ایک رسی کے عوض فروخت کرو تو یہ مبالغہ کے لیے فرمایا ہے جیسے حدیث میں ہے: "جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی خواہ چڑیا کے گھونسلے جتنی بنائی ہو" حالانکہ چڑیا کے گھونسلے جتنی مسجد تو نہیں ہوتی، لہٰذا اس باندی کا ولی اس کو قیمت کے عوض فروخت کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زنا ایسا عیب ہے جس کی وجہ سے اس کی قیمت ہر ایک کے نزدیک کم ہو جاتی ہے۔

(۹) علامہ ابن العربی نے کہا ہے: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ایسی باندی کو جلدی فروخت کر دیا جائے اور قیمت میں اضافہ کے لیے زیادہ انتظار نہ کرے۔ اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ حقیقتاً ایک رسی کے عوض باندی کو فروخت کر دے۔

(۱۰) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فروخت کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ خریدار کو سودے کے عیب کے بارے میں بتائے، کیونکہ اس باندی کی قیمت تب کم ہو گی جب خریدار کو اس باندی کے عیب کا علم ہو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱۱) اگر کوئی غلام زنا کرتا ہو تو اس کے فروخت کرنے پر یہ اشکال ہے کہ ہر مومن کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لیے اس چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے، تو جو غلام زانی ہو جب مالک اس کو اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرتا تو اس کو فروخت کرنا کس طرح جائز ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جب غلام کو فروخت کر دیا جائے پھر بھی وہ زنا کرے، اس لیے کہ اسے معلوم ہوگا کہ اگر اس نے زنا کیا تو پھر یہ مالک بھی اس کو نکال دے گا، اور کسی آدمی پر یہ بہت شاق گزرتا ہے کہ اس کو اس کے گھر سے نکال دیا گیا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خریدار کے پاس جانے کے پاس وہ غلام عبرت پکڑے اور پاک دامن ہو جائے۔ اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ محل کی تبدیلی سے حال تبدیل ہو جاتا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ اطاعت اور معصیت میں کسی کے ساتھ رہنے کی تاثیر ہوتی ہے۔

(۱۲) علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے: جب تعزیر اُسزا دینے والے کو یہ یقین ہو کہ اس کی تادیب اور سزا دینے سے اسی وقت فائدہ حاصل ہوگا جب ایسی سخت ضرب لگائی جائے جو بہت شدید ہو، کیونکہ اگر شدید ضرب نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور شدید ضرب میں ہلاکت کا خطرہ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ درمیانی قسم کی ضرب لگانی چاہیے، نہ اتنی شدید کہ جس سے وہ ہلاک ہو جائے اور نہ اتنی خفیف کہ وہ غیر موثر ہو۔

(۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مالک اپنے غلام پر حد جاری کرے گا خواہ اس کو سلطان نے اجازت نہ دی ہو اور عنقریب تین ابواب کے بعد اس پر زیادہ بحث آئے گی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۰۔ ۹۱۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۷۔ بَابٌ: لَا يُثَرَّبُ عَلَى الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَا تُنْفَى

اس کا بیان کہ جب باندی زنا کرے تو اس کو نہ ملامت کی جائے اور نہ شہر بدر کیا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ باندی کو ملامت نہ کی جائے یعنی ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے اور اس کو عار نہ دلایا جائے، اور تثریب کا بھی معنی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِينَ ۝ (یوسف: ۹۲)

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا: آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے، اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ۝

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "ولا تنفی" یہ بھی مجہول کا صیغہ ہے یعنی اس باندی کو شہر بدر نہ کیا جائے، اور شہر بدر نہ کرنے کے حکم کو مستنبط کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے، آپ نے فرمایا: "پھر اس باندی کو فروخت کر دو" کیونکہ شہر بدر کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جس کو شہر بدر کیا ہے اس کو اس وطن سے دور کر دیا جائے جس میں نافرمانی واقع ہوئی ہے۔ اور باندی کو فروخت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرنے سے اس کا حصول لازم نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ تَابَعَهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب باندی زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو اس کو کوڑے مارے جائیں، اور ملامت نہ کی جائے، پھر اگر وہ زنا کرے پس اس کو کوڑے مارے جائیں اور ملامت نہ کی جائے، پھر جب تیسری مرتبہ وہ زنا کرے تو اس کو فروخت کر دیا جائے خواہ ایک بالوں کی رسی کے عوض۔

لیث کی متابعت اسماعیل بن امیہ نے کی ہے از سعید از ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(صحیح البخاری: ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۲۳۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۲۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۷۰۳، سنن ترمذی: ۱۴۴۰، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۰، مسند احمد: ۱۰۰۳۳)

صحیح البخاری: ۶۸۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "اس باندی کو ملامت نہ کی جائے"۔ کیونکہ یہی باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث میں سعید المقبری کا ذکر ہے جو اپنے والد کیسان سے روایت کرتے ہیں اور وہ بنولیث کے آزاد کردہ غلام ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب البیوع میں از عبدالعزیز بن عبداللہ گزر چکی ہے۔ اور امام مسلم نے اس کی کتاب الحدود میں اور امام نسائی نے اس کی باب الرجم میں روایت کی ہے۔ اور المزی نے کہا ہے: اس حدیث کی متعدد نے روایت کی ہے از سعید از ابی ہریرہ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فتبین" اس کا ترجمہ ہے: اس باندی کا زنا ظاہر ہو جائے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا زنا کرنا متحقق اور ثابت ہو جائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مالک کے اپنے غلاموں پر حد قائم کرنے میں فقہاء کے اقوال

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مالک اپنے غلام اور باندی پر حد قائم کرے گا۔

اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام شافعی اور امام احمد، اسحاق اور ابوثور نے کہا ہے: یہ حکم تمام حدود کو شامل ہے، اور یہ صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے جنہوں نے اپنے غلاموں پر حد قائم کی۔ ان صحابہ میں سے حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور فقہاء تابعین میں سے الثوری اور الاوزاعی نے کہا ہے کہ مالک زنا کی حد کو قائم کرے گا اور امام مالک اور اللیث نے کہا ہے کہ مالک زنا اور شراب نوشی میں اور قذف میں حد قائم کرے گا جب کہ مالک کے پاس گواہوں سے یہ ثابت ہو جائے نہ کہ غلام کے اقرار سے سوائے ہاتھ کاٹنے کے معاملہ میں، کیونکہ ہاتھ کو امام کے سوا اور کوئی نہیں کاٹے گا۔

اور فقہاء احناف نے کہا ہے: حدود کو صرف امام قائم کرے گا خصوصیت کے ساتھ، اور ان کا استدلال اس روایت سے ہے جو الحسن اور عبداللہ بن محیریز اور عمر بن عبدالعزیز سے ثابت ہے، انہوں نے کہا کہ جمعہ (قائم کرنا) حدود (نافذ کرنا) اور زکوۃ (کو وصول کرنا) اور شہر بدر کرنا خصوصیت کے ساتھ سلطان کی طرف مفوض ہے۔

بیع التغابن کا حکم

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تغابن کی بیع جائز ہے، یعنی کسی معمولی چیز کو بہت زیادہ قیمت کے عوض فروخت کرنا، کیونکہ جو شخص صحیح مالک ہو اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے مال کو جس کی بہت زیادہ قیمت ہو اس کو معمولی قیمت کے عوض فروخت کر دے یا کسی معمولی چیز کو بہت زیادہ قیمت کے عوض فروخت کر دے، کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اس باندی کو فروخت کر دو خواہ رسی کے عوض"۔ اور اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف نہیں ہے جب اس چیز کی قدر و قیمت معلوم ہو، اور جب اس چیز کی قدر و قیمت معلوم نہ ہو تو پھر کسی چیز کو زیادہ قیمت کے عوض فروخت کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے اور لوگوں کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے رزق عطا فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۲۲، سنن ابوداؤد: ۳۴۴۲، سنن ترمذی: ۱۲۲۳، سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۷، ۳۸۶، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۷، ۳۴۶، مسند حمیدی: ۱۲۷۰)

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ از حکیم بن ابی زید از والد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو چھوڑ دو، بعض لوگ دوسرے بعض لوگوں سے (نفع) حاصل کرتے ہیں، پس جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی خیر خواہی طلب کرے تو وہ اس کی خیر خواہی کرے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۹، الحدیث: ۱۵۴۵۵، المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۸۸۹، شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۱، مسند ابوداؤد الطیالسی الحدیث: ۱۳۱۲، الاحاد والمثانی الحدیث: ۲۵۴۵، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۳)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تاجروں کے غبنِ فاحش کے وقت چیزوں کی قیمتیں مقرر کرنے کا جواز

علامہ السید علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

الغبن الفاحش: یہ کسی چیز کی اتنی زیادہ قیمت مقرر کرنا ہے جو قیمت لگانے والوں کی قیمت میں داخل نہ ہو۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ، لکھتے ہیں:

حاکم چیزوں کی قیمت مقرر نہ کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیمتیں مقرر نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی قیمتیں مقرر کرنے والا ہے، وہ تنگی کرنے والا ہے اور فراخی کرنے والا ہے اور رزاق ہے، سوا اس کے کہ فروخت کرنے والا قیمت میں تعدی فاحش کرے (بہت زیادہ قیمت وصول کرے) پھر حاکم اہلِ رائے کے مشورہ سے قیمت مقرر کرے۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۹ ص ۴۸۸، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الشامی المتوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہمارے مشائخ کے شیخ علامہ اسماعیل الجراحی نے ''الاحادیث المشتھرۃ'' میں لکھا ہے کہ نجم نے کہا ہے: حدیث کے یہ الفاظ وارد نہیں ہیں، لیکن امام احمد اور امام البزار اور امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسانید میں اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں اور اسی طرح امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! قیمتیں بہت مہنگی ہو گئی ہیں، آپ ہمارے لیے اشیاء کی قیمتیں مقرر فرما دیں، تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ہی قیمت مقرر کرنے والا ہے، تنگی کرنے والا ہے، فراخی کرنے والا ہے اور رزاق ہے، اور بے شک میں یہ امید کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ تم میں سے کسی ایک کا مجھ پر کسی زیادتی کے متعلق کوئی حق نہ ہو نہ جان میں اور نہ مال میں۔ اور اس حدیث کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور امام ابن حبان اور امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۶، ۲۸۶، سنن ابوداؤد، الحدیث: ۳۴۵۱، سنن ترمذی الحدیث: ۱۳۱۴، سنن ابن ماجہ الحدیث: ۲۲۰۰، سنن دارمی ج ۲ ص ۲۴۹، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۹)

علامہ شامی نے لکھا ہے: تعدی فاحش کا معنی زیلعی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ کسی چیز کی دگنی قیمت وصول کی جائے، یعنی کسی چیز کی دگنی قیمت وصول کرنا یہ غبنِ فاحش ہے، کیونکہ اشیاء کی قیمتوں کو مقرر کرنا معنیٔ غبن فاحش پر پابندی لگانا ہے، کیونکہ اس سے بیع میں زیادتی فاحشہ سے روکا جاتا ہے۔ (رد المحتار ج ۹ ص ۴۸۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ خرید و فروخت میں چیزوں کی دگنی قیمت لینا یہ غبنِ فاحش ہے اور اگر تاجر ایسا کریں تو پھر حکومت کو چاہیے کہ وہ قیمتوں پر کنٹرول کرے اور از خود قیمتیں مقرر کر دے تاکہ لوگ مشکلات کا شکار نہ ہوں۔

صحیح البخاری: ۶۸۳۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۶۸۳۹ میں مذکور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب باندی زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے تو اس کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کوڑے مارے جائیں اور اس کو ملامت نہ کی جائے‘‘۔ اور اس کو شہر بدر نہیں کیا جائے گا، کیونکہ شہر بدر کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جس جگہ اس نے معصیت کی ہے وہاں سے اس کو دور کر دیا جائے اور یہ معنی اس کو فروخت کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا کہ ’’اگر تیسری بار وہ زنا کرے تو اس کو فروخت کر دو خواہ ایک رسی کے عوض‘‘۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس دلالت کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: اس کو کوڑے مارو اور فرمایا: اس کو فروخت کر دو، پس اس میں شہر بدر کرنے کے حکم کے ساقط کرنے کی دلیل ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: باندی کو مستثنیٰ کیا جائے گا کیونکہ اس کے مالک کا اس پر حق ہے، پس مالک کے حق کو اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم کیا جائے گا اور باندی سے حد کو ساقط نہیں کیا کیونکہ وہ اصل ہے اور شہر بدر کرنا فرع ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس کا تتمہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس حدیث میں مالک کے حق کی بھی رعایت کی گئی ہے کیونکہ اس باندی کے رجم کرنے کو ترک کر دیا گیا ہے، کیونکہ اگر باندی کو رجم کر دیا گیا تو مالک اس سے بالکل منفعت حاصل نہیں کر سکتا، اس کے برخلاف اگر اس کو پچاس کوڑے لگیں (یعنی پچاس چابک مارے یا پچاس جوتے مارے یا پچاس ڈنڈے مارے) تو پھر مالک اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اور غلام کو شہر بدر کرنے کا حکم قائم رہے گا، کیونکہ مالک کا غلام سے نفع حاصل کرنے میں کوئی حق نہیں ہے۔ اور جنہوں نے غلام کے شہر بدر کرنے کا بھی استثنیٰ کیا ہے، انہوں نے اس سے استدلال کیا کہ غلام کا کوئی وطن نہیں ہے اور اس کو شہر بدر کرنے میں مالک کے حق کو منقطع کرنا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس باندی کو کوڑے مارے جائیں گے اور اس کو عار نہیں دلایا جائے گا اور ملامت نہیں کی جائے گی۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس سے یہ حکم اخذ ہوتا ہے کہ ہر وہ شخص جس پر حد قائم کی گئی ہو، اس کو ملامت کر کے اس پر تعزیر نہیں کی جائے گی۔ یہ اس کے لائق ہے کہ امام کے پاس اس کا مقدمہ پیش کرنے سے پہلے اس کو زجر و توبیخ کی جائے اور اس کو ڈرایا جائے، لیکن جب امام کے پاس مقدمہ پیش کر دیا جائے اور اس پر حد قائم کی جائے تو یہ کافی ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۲، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

(میں کہتا ہوں: یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل ہے کہ باندی کی حد آزاد سے آدھی ہے کیونکہ شہر بدر کرنے کا کوئی آدھا نہیں ہوتا اور امام صاحب کا قول قرآن سے ثابت ہے اور خبر واحد سے نص قرآن کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ سعیدی غفرلہٗ)

۳۸۔ بَابُ: أَحْكَامِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَإِحْصَانِهِمْ إِذَا زَنَوْا وَرُفِعُوا إِلَى الْإِمَامِ

اہلِ ذمہ کے احکام اور ان کے احصان کا بیان جب وہ زنا کریں اور ان کا مقدمہ امام کے پاس پیش کیا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اہلِ ذمہ کے احکام بیان کیے گئے ہیں، اہلِ ذمہ یہود اور نصاریٰ ہیں اور تمام وہ لوگ ہیں جن سے جزیہ لیا جاتا ہے۔ اور اس عنوان میں مذکور ہے ’’واحصانھم‘‘ یعنی اہلِ ذمہ کے احصان کا بیان، آیا اس میں اسلام کی شرط ہے یا نہیں؟ جیسا کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عنقریب اس میں اختلاف کا ذکر آئے گا۔ اور اس عنوان میں ذکر ہے "اذا زنوا" یہ احکامِ اہل ذمہ کا ظرف ہے۔
اور اس عنوان میں مذکور ہے "ورفعوا الی الامام" خواہ وہ خود امام کے سامنے پیش ہوں یا کوئی اور ان کو امام کے سامنے پکڑ کر لے جائے۔

اہلِ ذمہ کے احصان کے متعلق فقہاء کے اقوال

اہلِ ذمہ کے احصان کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اہلِ کتاب میں سے شوہر یا بیوی زنا کریں اور ہمارے پاس ان کا مقدمہ پیش کیا جائے۔ (شادی شدہ یہودی یا نصرانی خواہ مرد ہو یا عورت) جب ان کا مقدمہ ہمارے پاس پیش کیا جائے تو ان کو رجم کیا جائے گا اور ان دونوں کو محصن قرار دیا جائے گا، یہ الزہری اور امام شافعی کا قول ہے۔
اور امام طحاوی نے کہا کہ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اہلِ کتاب ایک دوسرے سے محصن ہو جاتے ہیں اور مسلمان مرد نصرانی عورت کو محصن بنا دیتا ہے۔ اور نصرانی عورت مسلمان کو محصن نہیں بناتی، اور ابراہیم النخعی نے کہا ہے: وہ دونوں اس وقت تک محصن نہیں ہوتے حتیٰ کہ مرد اپنی بیوی سے اسلام کے بعد جماع کرے، اور یہی امام مالک اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ اور انہوں نے کہا: احصان کی شرط اسلام ہے۔

اہلِ ذمہ پر حکم کے وجوب کے متعلق فقہاء کا اختلاف

اہلِ ذمہ کے درمیان حکم کے وجوب میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء، شعبی اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ اس میں اختیار ہے اور یہی امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور دوسرے فقہاء نے کہا: ان پر حکم لگانا واجب ہے، یہ مذہب مجاہد اور عکرمہ سے منقول ہے۔ اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی کے دو قولوں میں زیادہ ظاہر قول یہی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٨٤٠۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى عَنِ الرَّجْمِ فَقَالَ رَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ أَقَبْلَ النُّورِ أَمْ بَعْدَهُ قَالَ لَا أَدْرِي تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَالْمُحَارِبِيُّ وَعَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْمَائِدَةِ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ۔

(صحیح البخاری: ٦٨٤٠، صحیح مسلم: ١٧٠٢، مسند احمد: ١٨٦٤٧)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے رجم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے رجم کیا ہے، میں نے پوچھا: سورۂ نور کے نزول سے پہلے یا اس کے بعد؟ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا۔
عبدالواحد کی متابعت علی بن مسہر نے کی ہے اور خالد بن عبداللہ اور محاربی نے اور عبیدہ بن حمید نے از الشیبانی۔
اور بعض تابعین نے کہا: المائدہ، اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں رجم کا مطلقاً ذکر ہے، اور اسی سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی عادت کے موافق یہ عنوان لکھا ہے، کیونکہ امام بخاری اس حکم کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کا اس حدیث کی کسی اور سند میں ذکر ہو۔ اور یہ وہ حدیث ہے جس کی امام احمد اور امام الطبرانی اور الاسماعیلی نے از شیبانی روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا: میں نے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: آپ نے یہودی مرد اور یہودی عورت کو رجم کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالواحد کا ذکر ہے، یہ ابنِ زیاد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں شیبانی کا ذکر ہے، یہ سلیمان بن ابی سلیمان فیروز ابواسحاق الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند حضرت میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے، اور ابواوفیٰ کا نام علقمہ بن خالد الاسلمی ہے۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از ابی کامل از ابن ابی شیبہ روایت کی ہے۔

حدیثِ مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "آیا النور سے پہلے یا النور کے بعد؟" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نور کے نزول سے پہلے رجم کیا یا سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کیا، تو حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما نے کہا: میں از خود نہیں جانتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما نے غور کیا اور ان کو پتا نہیں چل سکا، یہ ان کے لیے لائقِ مدح ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔
اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جلیل القدر صحابی سے بھی بعض امورِ واضحہ مخفی رہ جاتے ہیں اور ان کا "لا ادری" (میں نہیں جانتا) کے ساتھ جواب دینا کوئی عیب نہیں ہے بلکہ ان کا یہ جواب لائقِ مدح ہے۔
اس باب کی دوسری تعلیق میں ہے "بعض تابعین نے کہا: مائدہ اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے"۔
یعنی بعض تابعین نے کہا: کہ آیا آپ نے سورۂ مائدہ سے پہلے رجم کیا یا اس کے بعد رجم کیا، یعنی سورۂ نور کی جگہ سورۂ مائدہ کا ذکر کیا۔ اور شاید سورۂ مائدہ کا اس لیے ذکر کیا ہے کیونکہ سورۂ مائدہ میں وہ آیت ہے جو یہود کے اس سوال کے سبب سے نازل ہوئی کہ ان میں سے دو مردوں نے زنا کیا تو انہوں نے اس کا حکم معلوم کیا اور وہ آیت یہ ہے:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (المائدہ: ۴۳)

اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر اس کے باوجود وہ روگردانی کرتے ہیں، اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں O

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے یعنی سورۂ مائدہ کی جگہ سورۂ نور کا لفظ ہونا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۶۔۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۴۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس یہودی مرد اور یہودیہ عورت کو رجم کیا گیا، ان کا تذکرہ

علامہ سہیلی نے از ابن العربی ذکر کیا ہے کہ اس عورت کا نام بُسرہ تھا اور مرد کا نام نہیں ذکر کیا۔

اور امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ الزہری سے روایت کی ہے کہ میں نے مزینہ کے ایک مرد سے سنا جس نے علم کی پیروی کی تھی اور وہ سعید بن المسیب کے پاس تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کر رہا تھا کہ ایک یہودی مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا، پس انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو کیونکہ یہ تخفیف کے ساتھ احکام بیان کرتے ہیں، پس اگر انہوں نے ہم کو ایسا فتویٰ دیا جس میں رجم کا حکم نہ ہو تو ہم اس کو قبول کرلیں گے، اور اس سے ہم اللہ تعالیٰ کے پاس حُجت پکڑیں گے اور ہم کہیں گے: یہ آپ کے انبیاء میں سے ایک نبی کا فتویٰ ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ مسجد میں اپنے اصحاب میں بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ اس مرد کے متعلق اور عورت کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں جنہوں نے ایک دوسرے سے زنا کیا؟

اور علامہ ابن العربی نے طبری سے اور ثعلبی سے اور دیگر مفسرین سے نقل کیا ہے کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر میں سے کچھ لوگ کعب بن الاشرف کے پاس اور کعب بن اسد کے پاس اور سعید بن عمرو کے پاس اور مالک بن السیف کے پاس اور کنانہ بن ابی الحقیق کے پاس اور شاس بن قیس اور یوسف بن عازوراء کے پاس گئے، پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور ایک مرد اور ایک عورت اہلِ خیبر کے معزز لوگوں میں سے تھے، ان دونوں نے زنا کیا اور عورت کا نام بُسرہ تھا، اور اس وقت خیبر دار الحرب تھا، پس آپ نے ان سے فرمایا: ان سے سوال کرو، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، پس انہوں نے کہا: آپ اپنے اور ان کے درمیان ابن صوریاء کو مقرر کریں، پھر قصہ ذکر کیا جو طویل ہے۔

اور امام طبری کی عبارت یہ ہے کہ یہود کے علماء بیت المدراس میں جمع ہوئے، ان میں سے ایک مرد نے شادی شدہ ہونے کے بعد اپنی ایک عورت کے ساتھ زنا کیا اور وہ عورت بھی شادی شدہ تھی، پھر اس قصہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: ان کو عبداللہ بن صوریاء کانے کے پاس لے جاؤ۔ اور ابن اسحاق نے کہا کہ ان کو ابو یاسر بن اخطب اور وہب بن یہوداء لے گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں ابن صوریاء سے ملے، پھر اس حدیث کا ذکر کیا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے پاس سے گزرے جس کا منہ کالا تھا اور اس کو کوڑے لگائے ہوئے تھے، آپ نے ان کو بلایا، پس پوچھا: کیا تم اسی طرح زنا کی حد اپنی کتاب میں پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! اور یہ حدیث پہلی روایتوں کے خلاف ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ ہے کہ انہوں نے حد قائم کرنے سے پہلے سوال کیا تھا، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ انہوں نے سوال کرنے سے پہلے حد قائم کر لی تھی، اور ان میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ یہ متعدد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

واقعات ہیں کہ جن یہودیوں نے سوال کیا تھا وہ ان کے غیر تھے جن کو کوڑے مارے گئے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے جلدی کی اور ان زانیوں کو کوڑے مار دیئے، پھر ان کو خیال آیا کہ وہ آپ سے سوال کریں۔

یہودیوں کو رجم کرنے کا واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ ابتداءً مدینہ میں آئے تھے

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم رجم کے متعلق تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟ اور کتاب التوحید میں مذکور ہے کہ ہم ان کا منہ کالا کرتے ہیں اور ان کو رسوا کرتے ہیں، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں مذکور ہے کہ ہم ان کا چہرہ کالا کر دیتے ہیں اور ان کو سواری پر ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے بٹھاتے ہیں اور ان کو شہر میں گھماتے ہیں۔

صحیح البخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا، تورات میں رجم کا حکم ہے۔ الحدیث

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ کافر ذمی پر بھی حد لگانا واجب ہے جب وہ زنا کرے اور یہی جمہور کا قول ہے اور اس میں فقہاء شافعیہ کا اختلاف ہے۔ اور حافظ ابن عبدالبر سے ذہول ہو گیا اور انہوں نے یہ کہا کہ اس پر اتفاق ہے کہ احصان کی شرط جو رجم کی موجب ہے، وہ اسلام ہے اور ان پر فقہاء شافعیہ اور امام احمد نے رد کیا ہے، وہ یہ شرط نہیں لگاتے۔ اور ان کے مذہب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ تصریح ہے کہ دو یہودی جن کو رجم کیا گیا وہ محصَن تھے یعنی شادی شدہ تھے اور مالکیہ اور معظم حنفیہ اور ربیعہ جو امام مالک کے شیخ ہیں انہوں نے کہا ہے: احصان کی شرط اسلام ہے۔ اور اس باب کی حدیث کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تورات کے حکم سے رجم کیا تھا، اور یہ اسلام کا حکم بالکل نہیں تھا، اور آپ نے ان یہودیوں کے اوپر ان کی تورات کا حکم نافذ کیا تھا، کیونکہ تورات میں مذکور ہے کہ محصن اور غیر محصن کو رجم کیا جائے۔ اور انہوں نے کہا ہے: یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً مدینہ میں داخل ہوئے تھے اور آپ کو یہ حکم تھا کہ آپ تورات کے احکام کی اتباع کریں اور اس پر عمل کریں حتیٰ کہ آپ کی شریعت میں وہ حکم منسوخ ہو جائے، تو آپ نے دونوں یہودیوں کو اس حکم کے مطابق رجم کیا۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

نیز اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ کفار کا باہم نکاح صحیح ہے، کیونکہ احصان کا ثبوت صحتِ نکاح کی فرع ہے۔

نیز اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ کفار شریعت کے فروعی احکام کے مخاطب ہیں۔

اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ یہود تورات کی طرف ایسے احکام منسوب کرتے تھے جو تورات میں نہیں تھے۔

اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ تورات کا جو نسخہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تھا وہ صحیح تھا اور اس میں تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ہم سے پہلی شریعت بھی ہمارے لیے حجت ہے جب کہ قرآن یا حدیثِ صحیح سے اس کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہو۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۵۔ ۹۱۷، ملخصاً وملتقطاً، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کرنے پر دلیل

امام عبداللہ حاکم نیشاپوری نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے قصہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جب حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر زنا کا اعتراف کیا تو آپ نے حاضرین سے پوچھا: کیا تمہارا یہ ساتھی پاگل ہے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حاضرین کی طرف دیکھا۔ الحدیث (المستدرک ج ۴ ص ۳۶۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کرتے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں نو (۹) ہجری کو آئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو نو ہجری میں رجم کیا گیا تھا اور یہ سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، کیونکہ سورۂ نور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کے موقع پر نازل ہوئی تھی اور یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق میں ہوا تھا اور وہ چار ہجری، پانچ ہجری یا چھ ہجری میں ہوا ہے اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو نو ہجری میں رجم کیا گیا ہے۔

اسی طرح غامدیہ خاتون کو بھی سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کیا گیا ہے، کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث میں مذکور ہے کہ غامدیہ کو رجم کرتے وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو پتھر مارا تھا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ سات ہجری میں مدینہ منورہ آئے تھے، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر کے بعد ے ہجری میں اسلام لائے۔

(الاصابہ ج ۲ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵)

اس سے ثابت ہوا کہ غامدیہ کو بھی ۸ ہجری میں یا اس کے بعد رجم کیا گیا ہے اور یہ بھی سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ نیز صحیح مسلم کی حدیث میں مذکور ہے کہ غامدیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے بھی ماعز کی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ غامدیہ کو رجم کرنے کا واقعہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کے بعد پیش آیا اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے بارے میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان کو سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کیا گیا ہے اور غامدیہ کو بھی سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد رجم کیا گیا ہے۔

رہا مزدور کی مالکہ کو رجم کرنے کا واقعہ، تو اس کی تفصیل جس طرح کتبِ حدیث میں ہے کہ اس کے والد نے کہا: میرا لڑکا اس شخص کے ہاں کام کرتا تھا اور اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا، پہلے مجھے بتایا گیا کہ اس کو رجم کیا جائے گا، پھر میں نے اہلِ علم سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔۔۔ الحدیث

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا تو اس وقت سورۂ نور نازل ہو چکی تھی اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم نازل ہو چکا تھا، کیونکہ سورۂ نور سے پہلے زنا کی سزا یہ تھی کہ زانیہ عورتوں کو گھروں میں قید کر دیا جائے حتیٰ کہ انہیں موت آجائے اور اس کے بعد سورۂ نور میں زانیہ اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم نازل ہوا، لہٰذا اس حدیث کی داخلی شہادت سے یہ ثابت ہو گیا کہ مزدور کی مالکہ کو رجم کرنے کا واقعہ بھی سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد پیش آیا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے ایک راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور صحیح البخاری میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے آکر اپنا مقدمہ پیش کیا۔۔۔ الحدیث

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت موجود تھے اور وہ سات (۷) ہجری میں اسلام لائے تھے، پس یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہجری کے بعد کا واقعہ ہے اور سورۂ نور اس سے پہلے نازل ہوئی ہے، پس ثابت ہو گیا کہ رجم کے تمام واقعات سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد پیش آئے۔

۶۸۴۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ جَاءُوْا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَأَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ فِي شَأْنِ الرَّجْمِ فَقَالُوا نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُونَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ إِنَّ فِيهَا الرَّجْمَ فَأَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوهَا فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَأَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهُ فَإِذَا فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ قَالُوا صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَرُجِمَا فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنِي عَلَى الْمَرْأَةِ يَقِيهَا الْحِجَارَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، پس انہوں نے آپ سے یہ ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم تورات کے اندر رجم کے متعلق کیا پاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم ان کو رسوا کرتے ہیں اور ان کو کوڑے لگائے جاتے ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا، تورات میں رجم کا حکم ہے، پس وہ تورات کو لائے، سو اس کو کھولا، پس ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا، پھر اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد کی آیتوں کو پڑھا، تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس میں رجم کی آیت تھی، تو یہودیوں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، اس میں رجم کی آیت ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو ان دونوں کو رجم کیا گیا۔ پس میں نے دیکھا کہ مرد اس عورت پر جھک رہا تھا اور اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۳۲۹، ۳۶۳۵، ۴۵۵۶، ۶۸۱۹، ۶۸۴۱، ۷۳۳۲، ۷۵۴۳، صحیح مسلم: ۱۶۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۶، مسند احمد: ۴۴۸۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۱، سنن دارمی: ۲۳۲۱)

صحیح البخاری: ۶۸۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان ہے ''اہلِ ذمہ کے احکام اور ان کے محصن ہونے کا بیان جب وہ زنا کریں اور ان کا مقدمہ امام کے پاس پیش کیا جائے''۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ حدیث عنقریب باب "الرجم فی البلاط" میں گزر چکی ہے اور وہ عبداللہ بن دینار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی تھی۔ اور یہ حدیث علامات نبوت میں بھی از عبداللہ بن یوسف از مالک از نافع گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نفضحهم" یہ لفظ فضیحت سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: ہم ان کی برائیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے "فضحه فافتضح" (اس نے اس کو رسوا کیا تو وہ رسوا ہو گیا)۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یحنی" اس کا معنی ہے: وہ مرد اس عورت کے اوپر جھک رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یقیها" یہ الوقایۃ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: وہ اس کو بچا رہا تھا اور اس کی حفاظت کر رہا تھا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی جب زنا کرے تو اس پر بھی حد واجب ہے۔ اور یہ جمہور کا قول ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل ذمہ کی ایک دوسرے کے حق میں شہادت کو قبول کرنا جائز ہے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کا ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کرنا صحیح ہے۔

(۴) یہود تورات میں ایسی باتوں کو منسوب کر دیتے تھے جو تورات میں نہیں ہیں۔

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت بھی ہم پر لازم ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا انکار نہ کیا ہو۔

(۶) فقہاء شافعیہ اور امام احمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ احصان کے لیے اسلام شرط نہیں ہے، اور فقہاء مالکیہ اور اکثر احناف نے یہ کہا ہے کہ احصان کے لیے اسلام شرط ہے، اور اس حدیث کا انہوں نے یہ محمل بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی مرد اور یہودیہ عورت کو تورات کے حکم سے رجم کیا اور یہ اسلام کا حکم نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل ذمہ کی تعریف

الذمة کا لغت میں معنی ہے العہد، اور اہل ذمہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہمارے شہروں میں رہتے ہیں اس شرط پر کہ وہ ہم کو جزیہ ادا کریں، پس ان لوگوں کے لیے یہ عہد ہے کہ ہم ان پر زیادتی نہیں کریں گے اور ان سے ان لوگوں کو دور کریں گے جو ان پر زیادتی کرے۔ اور ہمارا ان کے اوپر حق یہ ہے کہ وہ جزیہ ادا کریں اور ظاہراً اسلام کے احکام کی اطاعت کریں، اور باطن میں ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے دین کے مطابق اپنے گھروں میں عمل کریں لیکن ظاہر میں اسلام کے احکام کی اطاعت کریں۔ اور وہ مسلمانوں میں سے کسی ایک کے اوپر زیادتی نہ کریں، پھر اگر ان میں سے کوئی اس عہد کی خلاف ورزی کرے تو اس کا ذمہ ٹوٹ جائے گا اور پھر وہ محاربین ہو جائیں گے، سو یہ اہل ذمہ کی تعریف ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا اہلِ ذمہ اہلِ کتاب سے ہیں؟
توصحیح جواب یہ ہے کہ بے شک اہلِ ذمہ اہلِ کتاب ہیں۔(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۱۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۴۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ ذمہ کے احصان کے متعلق فقہاء کے اقوال

اہلِ ذمہ کے احصان کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب شوہر اور بیوی اہلِ کتاب سے ہوں اور وہ دونوں زنا کریں اور ہمارے پاس مقدمہ پیش کریں تو ان پر رجم ہے اور وہ دونوں محصن ہیں، یہ الزہری اور امام شافعی کا قول ہے۔
(البیان ج ۱۲ ص ۳۵۴، الشرح الکبیر للرافعی ج ۱۱ ص ۱۳۹۔ ۱۳۸، المغنی ج ۱۲ ص ۳۱۷)

امام ابو جعفر طحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اہلِ کتاب میں سے بعض، بعض کو محصن بنا دیتے ہیں اور مسلمان نصرانی عورت کو محصنہ بنا دیتا ہے، اور نصرانی عورت مسلمان مرد کو محصن نہیں بناتی۔ (مختصر الطحاوی ص ۲۶۲)

امام شافعی نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اس لیے رجم کیا کہ وہ دونوں محصن تھے، اور ابراہیم النخعی نے کہا ہے: وہ دونوں اس وقت تک محصن نہیں ہوں گے حتیٰ کہ مرد اس عورت سے اس کے مسلمان ہونے کے بعد جماع کرے اور یہ امام مالک اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ اسلام احصان کی شرط ہے۔
(الاستذکار ج ۲۴ ص ۱۲۔ ۱۳)

اور ان فقہاء نے کہا ہے: اس باب میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہودی مرد اور یہودی عورت کو رجم کرنے کا ذکر ہے تو آپ نے ان کو تورات کے حکم سے رجم کیا تھا جب علماء یہود نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ابتداءً مدینہ میں تشریف لائے تو آپ یہودیوں پر ان کی کتاب کے مطابق احکام نافذ کرتے تھے، پھر آپ کے اوپر قرآن مجید میں اس کے متعلق حکم نازل ہوا، پس آپ کا ان کو رجم کرنا اسلام کے احصان میں سے نہیں تھا اور یہ صرف ان کے اوپر تورات کے احکام نافذ کرنے کی وجہ سے تھا اور تورات میں یہ حکم تھا کہ جو محصن ہو اور جو محصن نہ ہو اس کو زنا کرنے پر رجم کیا جائے۔ اور شارع علیہ السلام پر اس حکم کی اتباع لازم تھی اور اس کے مطابق عمل کرنا لازم تھا، کیونکہ ہر نبی کے اوپر اس نبی کی شریعت کی اتباع کرنا لازم تھی جو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے شریعت نازل فرمائی تھی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ایسے احکام نازل فرمادے جو اس شریعت کو منسوخ کردے، تو آپ نے ان کو جو رجم کیا تھا، وہ تورات کے حکم کے مطابق رجم کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ (النساء: ۱۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان) مردوں کی گواہی طلب کرو، پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں میں مقید رکھو حتیٰ کہ انہیں موت آ جائے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی (اور) راہ پیدا کر دے ۝

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس یہ آیت اس سے پہلے کے حکم کے لیے ناسخ ہے اور اس آیت میں محصن اور غیر محصن کا فرق نہیں ہے، پھر اس حکم کو اس کے بعد کی آیت سے منسوخ کردیا، پھر اللہ تعالیٰ نے زنا کرنے والی عورتوں کے لیے ایک سبیل مقرر کردی یعنی ان کے لیے ایک حکم مقرر کردیا۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو، اللہ تعالیٰ نے زانی عورتوں کے لیے طریقہ بیان فرمادیا: کنوارا کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو اس کو ایک سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کردو، اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اسے سو کوڑے مارو اور رجم کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۰، سنن ابوداؤد: ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، سنن ترمذی: ۱۴۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۰، مسند احمد: ۲۲۷۲۹)

پھر محصن اور غیر محصن کی حد میں فرق کیا گیا، اور یہ امام طحاوی کا قول ہے۔ (مختصر الطحاوی ص ۲۶۲)

اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درج ذیل آیت نازل ہوئی:

اَوَ لَمۡ یَکۡفِهِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ یُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَرَحۡمَةً وَّ ذِكۡرٰی لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۱﴾ (العنکبوت: ۵۱)

کیا ان کے لیے یہ (معجزہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر الکتاب نازل کی ہے جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے، بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ضرور رحمت اور نصیحت ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جب یہودیوں نے آپ کی طرف کوئی مقدمہ پیش کیا تو آپ نے صرف قرآن سے فیصلہ کیا، مگر علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا اہلِ ذمہ پر حکم لگانا واجب ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء سے اور الشعبی سے اور النخعی سے مروی ہے کہ اس میں اختیار ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کریں یا نہ کریں، اور یہی امام مالک کا قول ہے اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَمّٰعُوۡنَ لِلۡكَذِبِ اَكّٰلُوۡنَ لِلسُّحۡتِ ؕ فَاِنۡ جَآءُوۡكَ فَاحۡكُمۡ بَیۡنَهُمۡ اَوۡ اَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ ۚ وَ اِنۡ تُعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ فَلَنۡ یَّضُرُّوۡكَ شَیۡـًٔا ؕ وَ اِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ﴿۴۲﴾ (المائدہ: ۴۲)

(یہ) جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں، سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں (تو آپ کو اختیار ہے) خواہ ان کے درمیان فیصلہ کردیں خواہ ان سے اعراض فرمائیں اور اگر آپ ان سے اعراض کریں گے تو یہ آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے O

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اہلِ کتاب اگر ہم سے فیصلہ طلب کریں تو ان کے متعلق فیصلہ کرنا واجب ہے، اور ان کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

وَ اَنِ احۡكُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَ احۡذَرۡهُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَیۡكَ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ اَنۡ یُّصِیۡبَهُمۡ

اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں، کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹا نہ دیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُونَ ﴿۴۹﴾ (المائدہ:۴۹)

جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیے ہیں، پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ جان لیں کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے سزا دینا چاہتا ہے اور بے شک بہت سے لوگ ضرور فاسق ہیں O

انہوں نے کہا کہ المائدہ:۴۹، المائدہ: ۴۲ کے لیے ناسخ ہے جس میں اختیار کا حکم ہے اور یہ مذہب مجاہد اور عکرمہ سے منقول ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے زیادہ ظاہر قول یہی ہے۔ اور کتبِ سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ چار ہجری کا ہے۔

اس دور میں اہلِ کتاب کے زانیوں کی سزا کا بیان

علامہ ابن التین نے کہا ہے: جب آج کل اہل ذمہ میں سے کوئی شخص زنا کرے تو اسے اہلِ ذمہ کے حوالے کیا جائے گا، اگر وہ اس کو رجم کرنا چاہیں تو رجم کردیں، جب کہ وہ کسی مسلمان کا غلام یا مسلمان کی باندی نہ ہو، اور جب کوئی مسلمان کسی ذمیہ عورت سے زنا کرے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، علامہ ابن القاسم نے کہا: اس ذمیہ عورت کو اہلِ ذمہ کے حوالہ کیا جائے گا اور علامہ اشہب مالکی نے کہا: ان کو اسے رجم کرنے کا حق نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی مرد اور یہودیہ عورت کو اس وقت رجم فرمایا تھا جب وہ اہل ذمہ نہیں تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۵۶۔ ۲۵۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۹۔ باب: إِذَا رَمَى امْرَأَتَهُ أَوِ امْرَأَةَ غَيْرِهِ بِالزِّنَا عِنْدَ الْحَاكِمِ وَالنَّاسِ هَلْ عَلَى الْحَاكِمِ أَنْ يَبْعَثَ إِلَيْهَا فَيَسْأَلَهَا عَمَّا رُمِيَتْ بِهِ؟

اس کا بیان کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی پر یا دوسرے کی بیوی پر حاکم کے سامنے اور لوگوں کے سامنے زنا کی تہمت لگائے، تو کیا حاکم پر واجب ہے کہ وہ اس عورت کی طرف کسی ایسے شخص کو بھیجے جو اس عورت سے اس کے متعلق سوال کرے جس کی اس عورت پر تہمت لگائی گئی ہے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میری بیوی نے زنا کیا ہے یا یہ کہے کہ فلاں کی بیوی نے زنا کیا ہے تو کیا حاکم پر واجب ہے کہ اس تہمت زدہ عورت کے پاس تفتیش کے لیے کسی کو بھیجے اور اس سے یہ سوال کرے کہ کیا واقعی تم نے زنا کیا ہے؟

امام بخاری نے اس عنوان کا جواب نہیں لکھا، اور وہ جواب یہ ہے کہ ہاں! حاکم پر واجب ہے کہ اس کی تحقیق اور تفتیش کرے، اور امام بخاری نے اس کا ذکر نہیں کیا، انہوں نے اس حدیث کے اوپر اکتفاء کی۔ اور اس پر اجماع ہے کہ تہمت لگانے والا جب کوئی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گواہ نہ لائے تو اس پر حدِ قذف لازم ہوگی، سوا اس صورت کے کہ جس عورت پر تہمت لگائی گئی ہے وہ زنا کا اقرار کرلے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۲، ۶۸۴۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحَدُهُمَا اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَقَالَ الْآخَرُ وَهُوَ أَفْقَهُهُمَا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأْذَنْ لِي أَنْ أَتَكَلَّمَ قَالَ تَكَلَّمْ قَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هٰذَا قَالَ مَالِكٌ وَالْعَسِيفُ الْأَجِيرُ فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَبِجَارِيَةٍ لِي ثُمَّ إِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ مَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَإِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَجَلَدَ ابْنَهُ مِائَةً وَغَرَّبَهُ عَامًا وَأَمَرَ أُنَيْسًا الْأَسْلَمِيَّ أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الْآخَرِ فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما، وہ دونوں یہ خبر دیتے ہیں کہ دو مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھگڑا کیا، پس ان میں سے ایک نے کہا: ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کردیجئے، اور دوسرے نے کہا جو ان دونوں سے زیادہ سمجھدار تھا: ہاں یا رسول اللہ! ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کر دیجئے، اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیجئے، آپ نے فرمایا: تم بات کرو، اس نے کہا کہ بے شک میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، امام مالک نے کہا: العسیف کا معنی ہے الاجیر یعنی مزدور، پس میرے بیٹے نے اس کی بیوی سے زنا کیا، پھر لوگوں نے مجھے خبر دی کہ بے شک میرے بیٹے پر رجم ہے، تو میں نے اپنے بیٹے کی طرف سے ایک سو بکریاں اور اپنی ایک باندی فدیہ میں دی، پھر میں نے اہلِ علم سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ جو چیز میرے بیٹے پر لازم ہے وہ سو کوڑے ہیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا ہے، اور اس کی بیوی پر رجم ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تم دونوں کے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، رہیں تمہاری بکریاں اور تمہاری باندی تو وہ تم پر واپس کی جائیں گی، اور آپ نے اس کے بیٹے کو سو کوڑے مارے اور اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کیا، اور حضرت اُنیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس دوسرے شخص کی بیوی کے پاس جائیں، اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کردیں، سو اس عورت نے اعتراف کرلیا، پس انہوں نے اس کو رجم کردیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۲۶۹۵، ۲۶۹۶، ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطاامام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۸۴۲، ۶۸۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔ اور یہ حدیث کئی مرتبہ گزر چکی ہے اور اس کا آخری حصہ عنقریب اس باب میں گزرا ہے ''باب من امر غیرالامام باقامۃ الحد'' اور اس کی شرح کی جاچکی ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ دوسرے فریق نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر کے کلام کیا، یہ اس کے زیادہ سمجھدار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۔ ۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۴۲، ۶۸۴۳ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائی جائے تو حاکم پر اس کی تحقیق کا وجوب

اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی یا دوسرے کی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی یا کسی مرد پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ اس تہمت کے ثبوت میں کوئی گواہ پیش نہیں کر سکا تو اس پر حدِ قذف لازم ہوگی، سوا اس کے کہ جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ زنا کا اعتراف کر لے، اس لیے حاکم پر واجب ہے کہ جس عورت پر تہمت لگائی گئی وہ اس کے پاس کسی شخص کو بھیجے جو اس سے اس کے متعلق سوال کرے جس کی اس پر تہمت لگائی گئی ہے، کیونکہ بغیر گواہ کے اور بغیر اقرار کے حد لازم نہیں ہوتی، اور اس حدیث میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اگر اس واقعہ میں وہ عورت زنا کا اعتراف نہ کرتی تو مزدور کے والد کے اوپر حدِ قذف لازم ہوتی، کیونکہ اس نے تہمت لگائی تھی کہ اس کے بیٹے نے اس کے مالک کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے، خواہ اس کا بیٹا زنا کا اعتراف نہ کرتا، کیونکہ اس کے بیٹے کے اعتراف کی وجہ سے اس سے حدِ قذف ساقط ہوگئی اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف گزر چکا ہے کہ جو شخص کسی معین عورت کے ساتھ زنا کا اقرار کر لے اور وہ عورت انکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے، یہ ''الاعتراف بالزنا'' کے باب میں گزر چکا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۵۹۔ ۲۶۰، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۴۰۔ بَابُ: مَنْ أَدَّبَ أَهْلَهُ أَوْ غَيْرَهُ دُونَ السُّلْطَانِ

حاکم کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اپنے گھر والوں یا کسی اور کو تادیبا سزا دے یا تنبیہ کرے

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: إِذَا صَلَّى فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ، وَفَعَلَهُ أَبُو سَعِيدٍ۔

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور پھر کوئی شخص اس کے آگے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو روکے اور اگر وہ انکار کرے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تو اس سے لڑے، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اپنے گھر والوں کو اور اپنے نوکروں کو تادیباً سزا دینے کا بیان ہے، اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "دون السلطان" یعنی سلطان سے اجازت لیے بغیر۔

علامہ کرمانی نے "دون السلطان" کی شرح میں لکھا ہے: اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ سلطان کے پاس ہو یا نہ ہو۔

علامہ بدرالدین عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: اس عنوان کو اس لیے قائم کیا گیا ہے تاکہ اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلاف کو بیان کیا جائے کہ جس شخص کے نوکروں پر حد واجب ہو تو کیا اس کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے نوکروں پر حد قائم کرنے کے لیے امام اور سربراہ سے اجازت طلب کرے، یا مالک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے نوکروں اور غلاموں پر بغیر مشورہ کے حد قائم کرے اور اس کا بیان "باب اذا زنت الامة" میں گزر چکا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان میں اختلاف کو بالکل بیان نہیں کیا، اور رہی اختلاف کی کیفیت تو امام مالک نے کہا ہے کہ مالک اپنے غلام اور باندی پر زنا کرنے کے سبب سے اور خمر پینے کے سبب سے اور قذف (تہمت) لگانے کے سبب سے حد قائم کرے گا جب اس کے نزدیک یہ جرم گواہوں سے ثابت ہو جائے نہ کہ اقرار سے، اور چوری کے سبب سے وہ اپنے غلام یا باندی کا ہاتھ نہیں کاٹے گا بلکہ اس کا ہاتھ امام کاٹے گا اور یہی اللیث نے کہا ہے، اور صحابہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے غلاموں پر حد قائم کی، ان صحابہ میں سے حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور فقیہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا: میں نے انصار کے باقی لوگوں کو اس حال پر پایا کہ وہ اپنی باندیوں کو مارتے تھے جب وہ اپنی مجالس میں زنا کرتی تھیں۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ غلاموں اور باندیوں پر صرف سلطان حد قائم کرے گا اور غلام اور باندیوں کا مالک زنا میں اور باقی حدود میں حد قائم نہیں کرے گا۔ اور حسن بن حی، الثوری اور الاوزاعی زنا میں غلاموں اور باندیوں پر حد جاری کرتے تھے۔ اور امام شافعی نے کہا کہ مالک ہر حد کو جاری کرے گا اور ہاتھ کو بھی کاٹے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ میں نے فتح الباری میں یہ تنبیہ کر دی تھی کہ اس کی تفصیل "باب اذا زنة الامة" میں آ چکی ہے، اور اس باب کی حدیث درج ذیل ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابو ہریرہ و زید بن خالد رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جب باندی زنا کرے اور وہ شادی شدہ نہ ہو؟ (تو اس کی کیا سزا ہے؟) آپ نے فرمایا: جب وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو، پھر اگر وہ زنا کرے تو اس کو پھر کوڑے مارو، پھر اگر وہ زنا کرے تو پھر اس کو کوڑے مارو، پھر اس کو فروخت کر دو خواہ ایک رسی کے عوض۔ ابن شہاب نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے تیسری بار کے بعد فرمایا یا چوتھی بار کے بعد فرمایا (کہ اس کو فروخت کر دو)۔

(صحیح البخاری: ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۲۳۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۲۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۷۰۳، سنن ترمذی: ۱۴۴۰، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۰، مسند احمد: ۱۰۰۳۳)

اور ہم نے اس حدیث کی شرح میں اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلاف کو بیان کر دیا ہے۔

(دیکھئے: فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۰، دار المعرفہ، بیروت)

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۵۱، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے "حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور پھر کوئی دوسرا شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو روکے، اگر وہ نہ رکے تو اس سے قتال (جھگڑا) کرے اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا"۔

یہ تعلیق حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور ان کا نام سعد بن مالک ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مرد کا اپنے گھر والوں کے علاوہ کو بھی ادباً سزا دینا واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے والے کو یہ اجازت دی ہے کہ جب کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو روکے اور یہ اس کے لیے تادیب ہے۔ اور یہ تعلیق کتاب الصلوٰۃ کے اندر سندِ موصول کے ساتھ اس باب "یرد المصلی من مر بین یدیہ" میں گزر چکی ہے۔ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو دھکا دیا، اور اس کا بھی ذکر اس باب میں ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۔ ۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ أَبُو بَكْرٍ رضی الله عنه وَرَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ فَعَاتَبَنِي وَجَعَلَ يَطْعُنُ بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي وَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میرے زانو پر رکھے ہوئے تھے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا اور لوگوں کو بھی، اور لوگوں کے پاس پانی نہیں ہے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں چٹکیاں لیتے رہے اور مجھے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ملنے سے کوئی چیز منع نہیں کرتی تھی سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر میرے زانو پر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمادی۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴، ۳۳۶، ۳۶۷۲، ۴۵۸۳، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۵۱۶۴، ۵۲۵۰، ۵۸۸۲، ۶۸۴۴، ۶۸۴۵، صحیح مسلم: ۳۶۷، سنن نسائی: ۳۱۰، مسند احمد: ۲۴۹۲۷، موطا امام مالک: ۱۲۲)

صحیح البخاری: ۶۸۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں مذکور ہے "مرد کا اپنے گھر والوں کو تادیباً سزا دینا" اور اس حدیث میں بھی ایسا ہی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جوان کی بیٹی تھیں ڈانٹا اور ان کی کوکھ میں چٹکی لی۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ تادیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت حاصل کئے بغیر کی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، اور یہ ابن ابی اویس ہیں اور ان کا نام عبداللہ ہے، یہ امام مالک کے بھانجے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمن بن القاسم، یہ اپنے والد القاسم بن محمد بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

اور یہ حدیث کافی طویل ہے اور کتاب الطہارۃ اور کتاب النکاح میں از عبداللہ بن یوسف گزر چکی ہے۔ اور امام مسلم نے اس حدیث کو کتاب الطہارۃ میں از یحییٰ بن یحییٰ از امام مالک روایت کیا ہے، اور امام مسلم نے اس حدیث کی روایت کتاب الطہارۃ میں بھی کی ہے اور کتاب التفسیر میں بھی کی ہے اور اس کی شرح کتاب الطہارۃ میں کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کو روک لیا ہے اور ان کے پاس پانی نہیں ہے"۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس وقت تھا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تھا، پس تمام صحابہ ٹھہر گئے اور وہ ہار ڈھونڈنے لگے اور پانی کو طلب کرنے سے رک گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الا مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک میرے زانو پر تھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تھے، اس لیے میں ہل بھی نہیں سکتی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ — امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَكَزَنِي لَكْزَةً شَدِيدَةً وَقَالَ حَبَسْتِ النَّاسَ فِي قِلَادَةٍ فَبِي الْمَوْتُ لِمَكَانِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَدْ أَوْجَعَنِي نَحْوَهُ لَكَزَ وَوَكَزَ وَاحِدٌ

سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن القاسم نے ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے سخت گھونسا مارا اور کہا: تم نے لوگوں کو اپنے ہار کے سبب سے روک لیا ہے، اس گھونسے کی ضرب سے مجھے موت کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی وجہ سے اور انہوں نے مجھے سخت درد پہنچایا۔۔۔ یہ حدیث سابق کی مثل ہے۔

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ "لکز اور وکز" کا ایک معنی ہے، یعنی گھونسا مارا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴، ۳۳۶، ۳۶۷۲، ۴۵۸۳، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۵۱۶۴، ۵۲۵۰، ۵۸۸۲، ۶۸۴۴، ۶۸۴۵، صحیح مسلم: ۳۶۷، سنن نسائی: ۳۱۰، مسند احمد: ۲۴۹۲۷، موطا امام مالک: ۱۲۲)

صحیح البخاری: ۶۸۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیثِ مذکور کی ایک اور سند ہے جس کی امام بخاری نے یحییٰ بن سلیمان ابوسعید الکوفی سے روایت کی ہے جو مصر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فلکزنی" اس کا معنی ہے "دکزنی" یعنی اپنی انگلیوں کو مجتمع کر کے ضرب لگانا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فبی الموت" چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانو پر سر رکھ کر سوئے ہوئے تھے اور مجھے خطرہ تھا کہ اگر میں ہلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو جائیں گے تو اس وجہ سے مجھے موت کا خطرہ ہو رہا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۰۔۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۴۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اپنی بیٹی کو اس کے شوہر کے سامنے بھی تادیباً سزا دے سکتا ہے، خصوصاً جب کہ اس تادیب کا تعلق دین سے ہو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور قلادۃ وہ ہے جس کو گلے میں ڈالا جاتا ہے۔

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مرد کے لیے اپنے گھر والوں کے علاوہ دوسروں کو بھی سلطان کے سامنے تادیباً سزا دینا جائز ہے جب کہ اس کا تعلق کسی واجب کے ساتھ ہو۔اور اس سے معلوم ہوا کہ سلطان بھی اس سے راضی ہے،اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے کیونکہ شریعت میں یہ جائز ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۶۲)

صحیح البخاری: ۶۸۴۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بیان

امام بخاری نے از ابو صالح از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کی ہے اور اس روایت میں یہ ہے کہ میں نے دیکھا حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور ایک نوجوان نے ان کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کیا،حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے کو دھکا دیا۔۔۔الحدیث،

اور اس سے غرض یہ ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے حاکم کی اجازت کے بغیر اس نوجوان کو دھکا دے کر نمازی کے آگے سے گزرنے سے روک دیا،پھر مروان نے اس پر انکار نہیں کیا بلکہ اس کے سبب کو دریافت کیا،پھر جب حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس کا سبب بیان کیا کہ یہ میری نماز کے آگے سے گزر رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نمازی کے آگے سے گزرے تو اس کو روکو، اگر وہ انکار کرے تو اس سے لڑو کیونکہ وہ گزرنے والا شیطان ہے،پھر مروان نے یہ سن کر اس معاملہ کو برقرار رکھا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے:ان دونوں حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ کسی مرد کا اپنے گھر والوں کو اور گھر والوں کے غیر کو سلطان کے سامنے تادیباً سزا دینا جائز ہے،خواہ سلطان نے اس کی اجازت نہ دی ہو،جب کہ اس کا سزا دینا برحق ہو۔اور گھر والوں کو تادیباً سزا دینے میں اپنے نوکروں اور غلاموں کو سزا دینا بھی داخل ہے۔اور اس کی طرف اشارہ باب ”لا تثریب علی الامۃ“ میں گزر چکا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۹۱۹،دار المعرفہ،بیروت،۱۴۲۶ھ)

۴۱۔بَابٌ:مَنْ رَأَى مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَقَتَلَهُ

اس کا بیان کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھا تو اس کو قتل کر دیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھا سو اس کو قتل کر دیا،لیکن امام بخاری نے یہ نہیں بتایا کہ آیا اس کا یہ قتل کرنا جائز ہے یا جائز نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے پاس کسی اجنبی مرد کو دیکھ کر اس کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص لینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

اس میں اختلاف ہے، پس جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ اگر اس نے اس وجہ سے اپنی بیوی کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ اگر اس شخص نے اس پر گواہ قائم کر دیئے کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پایا ہے اور پھر اس نے اس مرد کو قتل کر دیا تو اس کا خون ضائع ہے یعنی اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اور امام شافعی نے کہا ہے: اس میں یہ گنجائش ہے کہ اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان اس اجنبی مرد کو قتل کرنا جائز ہے اگر وہ مرد شادی شدہ ہو تو۔

اور یہ معلوم ہو جائے کہ اس اجنبی مرد نے اس کی بیوی کے ساتھ وہ کام کر لیا ہے جس سے غسل واجب ہوتا ہے، لیکن ظاہر حکم میں اس سے قصاص ساقط نہیں ہوگا، یعنی اللہ کے نزدیک تو اس سے مواخذہ نہیں ہوگا مگر شریعت ظاہرہ میں اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور ابنِ حبیب نے کہا ہے کہ اگر مقتول شادی شدہ تھا تو قاتل سے صرف اس صورت میں قصاص نہیں لیا جائے گا جب وہ اس پر چار گواہ قائم کر دے جو یہ گواہی دیں کہ اس اجنبی مرد نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے، اور اگر وہ مرد غیر شادی شدہ تھا تو اس کے قاتل سے قصاص لیا جائے گا خواہ وہ زنا کے ثبوت میں چار گواہ پیش کر دے۔ اور ابن مزین نے از ابوالقاسم ذکر کیا کہ یہ حکم کنوارے اور شادی شدہ میں برابر ہے، اس کے قاتل کو چھوڑ دیا جائے گا جب وہ چار گواہ قائم کر دے کہ انہوں نے اس مرد کو اس کی بیوی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اصبغ نے از ابن القاسم اور اشہب روایت کی ہے کہ اگر وہ مرد کنوارا تھا تو قاتل کے مال سے دیت لی جائے گی اور المغیرہ نے کہا: نہ اس سے قصاص لیا جائے گا اور نہ اس پر دیت ہے، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایسی صورت میں اس شخص کے خون کو ضائع قرار دیا۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں، پس اگر یہ ثابت ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس اجنبی کے خون کو ضائع قرار دیا یعنی قصاص نہیں لیا تو یہ کسی ایسی وجہ سے ہوگا جس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ عَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک نے حدیث بیان کی از ورّاد کاتب المغیرہ از المغیرہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھوں تو اس کو تلوار سے مار دوں گا اور اس کو تلوار کی دھار سے ماروں گا نہ کہ تلوار کی چوڑائی سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم کو سعد کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے، ضرور میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۷۴۱۶، صحیح مسلم: ۱۴۹۹، مسند احمد: ۱۷۷۰۳، سنن دارمی: ۲۲۲۷)

صحیح البخاری: ۶۸۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں جو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے کلام کا ذکر ہے اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر یہ معاملہ ان کو درپیش ہوتا تو وہ اس مرد کو قتل کر دیتے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔

غیرت کے نام پر قتل کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

صحیح البخاری کے شارح علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا ''کیا تم کو سعد کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے'' اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس کی اجازت دی کہ ایسی صورت میں وہ دیانۃً اس شخص کو قتل کر دیں اور غیرت ان چیزوں میں سے ہے جن کی بہت زیادہ تحسین کی جاتی ہے۔ اور جس میں غیرت نہ ہو گویا کہ اس کے اندر کوئی قابلِ تعریف وصف نہیں ہے۔ اور ہمارے اصحابِ احناف نے اس میں مبالغہ کیا ہے جب انہوں نے یہ کہا کہ کوئی شخص اپنی بیوی یا باندی کے پاس کسی دوسرے مرد کو پائے جس کا یہ ارادہ ہو کہ وہ زبردستی اس کی بیوی یا باندی سے زنا کرے تو اس شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اس مرد کو قتل کر دے۔ اور اگر وہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ یا اپنے کسی محرم کے ساتھ کسی اجنبی شخص کو دیکھے اور اس کی بیوی خوشی کے ساتھ اس سے زنا کرا رہی ہو تو اس مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ مرد اور عورت دونوں کو قتل کر دے۔

اور بعض فقہاء نے اس سے مطلقاً منع کیا ہے، پس علامہ المہلب المالکی التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اس مرد کو قتل کر دے جو اس کی بیوی کے پاس پایا جائے تو اس شخص سے قصاص لینا واجب ہے، کیونکہ اللہ عزوجل اگرچہ اپنے بندوں سے زیادہ غیرت والا ہے پھر بھی اس نے حدود میں گواہوں کو واجب قرار دیا، پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے، اور کوئی خون محض دعویٰ سے ساقط نہیں ہوتا۔

اور امام عبد الرزاق نے از ثوری از المغیرہ بن نعمان از ہانی بن حرام روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پایا، پس اس شخص نے ان دونوں کو قتل کر دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب لکھا کہ اس شخص کو ظاہراً قتل کر دو اور باطناً اس کی دیت ادا کرو۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں موسیٰ کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور یہ ابن اسماعیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوعوانہ کا ذکر ہے، ان کا نام الوضاح الیشکری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد الملک کا ذکر ہے، وہ ابن عمیر ہیں۔ اور وراد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب ہیں جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ حدیث کتاب النکاح کے اواخر میں ''باب الغیرة'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''غیر مصفح'' یعنی میں اس کو تلوار کی دھار سے مار کر ہلاک کر دوں گا اور تلوار کی چوڑائی سے نہیں ماروں گا تا کہ صرف اس کو ڈراؤں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من غیرة سعد'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت یہ ہے کہ ان کی بیوی کسی اجنبی مرد سے تعلق رکھے اور وہ اس سے منع کریں، اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ بندوں کو نافرمانیوں سے منع فرمائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۱۔ ۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سدِ ذرائع اور قطعِ اسباب کی دلیل

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ محض شبہ کی وجہ سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اگر شبہ کی وجہ سے قتل کرنا جائز ہوتا تو جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی اجنبی مرد کو پائے اور اس کو اس شبہ سے قتل کر دے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے اس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی ہو تو اس شخص کا اس مرد کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ چار گواہ اس کے ثبوت میں پیش نہ کرے کہ انہوں نے اس اجنبی مرد کو اپنا آلہ اس عورت کی اندامِ نہانی میں داخل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور امام مالک نے یہ روایت کی ہے کہ بغیر سلطان کے اور بغیر گواہوں کے حدود کو قائم کرنا ممنوع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے خون بہانے کو بہت سنگین جرم قرار دیا ہے اور اس میں بہت سخت سزا رکھی ہے، لہٰذا مسلمان کا خون اس صورت کے سوا نہیں بہایا جائے گا جس صورت میں اللہ تعالیٰ نے اس کو مباح قرار دیا ہے اور اسی کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے متعلق فتویٰ دیا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پایا، پھر اس مرد کو قتل کر دیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ چار گواہ نہ پیش کر سکے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ (موطا امام مالک ص ۴۵۹۔ ۴۶۰، الاستذکار ج ۲۲ ص ۱۵۰۔ ۱۵۲)

امام شافعی اور ابو ثور نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے سامنے اللہ کو گواہ بنا کر یہ کہے کہ اس نے ایک مرد کو اور اپنی بیوی کو قتل کر دیا اگر وہ دونوں شادی شدہ تھے اور یہ معلوم ہو گیا کہ مرد نے اس کی بیوی سے وہ فائدہ اٹھایا جس سے غسل واجب ہو جاتا ہے اور ظاہر حکم میں اس سے قصاص ساقط نہیں ہوگا۔

اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے گواہ پیش کیا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا اور اس کو قتل کر دیا تو اس مقتول کا خون ضائع ہوگا یعنی اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اگر وہ دو گواہ لایا ہو، اور یہی اسحاق کا قول ہے۔

(کتاب الام ج ۶ ص ۲۶، المغنی ج ۱۱ ص ۴۶۱)

اور ابنِ حبیب مالکی نے کہا ہے: اگر وہ مقتول شادی شدہ تھا تو اس کے قاتل کو جو چیز قتل سے نجات دے گی وہ یہ ہے کہ وہ چار

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گواہ اس پر قائم کرے کہ اس شادی شدہ شخص نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے، اور اگر وہ اجنبی مرد غیر شادی شدہ تھا تو پھر اس کے قاتل سے قصاص لیا جائے خواہ اس نے چار گواہ اپنے دعویٰ پر پیش کیے ہوں، اور میرے نزدیک اس حدیث کا یہی محمل ہے۔

اور ابن مزین نے از ابن القاسم ذکر کیا کہ کنوارا اور شادی شدہ اس معاملہ میں برابر ہیں، اس کے قاتل کو چھوڑ دیا جائے گا جب وہ اس پر گواہ پیش کرے کہ انہوں نے ان کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور اصبغ نے از ابن القاسم اور اشہب یہ روایت کی ہے کہ اگر اس نے کنوارے مرد کو قتل کیا ہے تو قاتل کے مال سے دیت لینا مستحب ہے، اور ابن المغیرہ نے کہا ہے کہ نہ اس سے قصاص لیا جائے گا اور نہ اس پر دیت ہے، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس صورت میں اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا یعنی اس پر قصاص واجب نہیں کیا۔ (المنتقیٰ ج ۵ ص ۲۸۵)

اللیث نے از یحییٰ بن سعید روایت کی ہے کہ ایک شخص کا بھائی گم ہو گیا تو اس نے حج کے موسم میں اس کی گمشدگی کا اعلان کیا، پس ایک مرد کھڑا ہوا، سو اس نے کہا: میں نے اس کو قتل کیا ہے، اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے جایا گیا تو اس نے کہا: میں اس شخص کے بھائی کے پاس سے گزرا وہ کسی عورت کے ساتھ اس کے گھر میں تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے خون کو ضائع قرار دیا۔

اور ابن مزین نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو اس مسئلہ میں روایت ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان لوگوں کی عداوت اور ان کا ظلم ثابت ہو چکا تھا، اور اگر کسی شخص کو بغیر گواہ کے پکڑنا جائز ہو تو کوئی شخص جب کسی کو قتل کرنا چاہے گا تو اسے اپنے گھر کھانے کے لیے بلائے گا یا کسی کام کے لیے، پھر اس کو قتل کر دے گا اور یہ دعویٰ کرے گا کہ اس نے اس مرد کو اس کی بیوی کے ساتھ پایا تھا، اور پھر یہ اس طرف پہنچائے گا کہ لوگوں کو قتل کرنا مباح ہو جائے اور قصاص ساقط ہو جائے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس معاملہ میں خبریں مختلف ہیں اور عام خبریں سند کے اعتبار سے منقطع ہیں، پس اگر ان سے یہ ثابت ہو کہ انہوں نے کسی کے قتل کو اور اس کے خون کو ضائع قرار دیا تو یہ کسی ایسی دلیل کی وجہ سے ہو گا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ثابت تھی۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرتے ہیں کہ جس شخص نے اس مرد کو قتل کیا جس کو اس نے اپنی بیوی کے ساتھ پایا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ چار گواہ نہ پیش کر سکے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کے ناحق قتل کرنے کو حرام قرار دیا ہے تو جب تک کہ کسی گواہی سے اس کا خلاف ثابت نہ ہو تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور شارع علیہ السلام نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ چار گواہ پیش کریں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو منع کیا ہے حالانکہ وہ بہت نیک تھے اور ثقہ تھے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ تمام لوگوں کے لیے محض شبہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۶۵۔ ۲۶۷ ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض بدکاری کے شبہ پر قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ میں نے محض بدکاری کے شبہ پر قتل کی اجازت دی ہے اور سعد نے یہ کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پاؤں تو اسے قتل کر دوں گا جب کہ میں نے چار گواہوں کے ثبوت کے بغیر محض شبہ پر قتل کی اجازت نہیں دی حالانکہ میں سعد سے زیادہ غیرت مند

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر چار گواہوں کی موجودگی کو لازم قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے، لہٰذا محض شبہ کی بنیاد پر کسی کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۴۲۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي التَّعْرِيضِ کنایہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ان احادیث کا ذکر ہے جن میں تعریض کا ذکر ہے اور تعریض کنایہ کی ایک قسم ہے۔ علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: تعریض اس کلام کو کہتے ہیں جس کا ایک ظاہر ہو اور ایک باطن ہو، پس قائل نے باطن کا قصد کیا ہو اور ارادہ ظاہر کا کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنَّى كَانَ ذَلِكَ قَالَ أُرَاهُ عِرْقٌ نَزَعَهُ قَالَ فَلَعَلَّ ابْنَكَ هَذَا نَزَعَهُ عِرْقٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیّب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی کے ہاں ایک سیاہ رنگ کا لڑکا پیدا ہوا ہے، آپ نے پوچھا: کیا تمہارے اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے پوچھا: ان کے رنگ کیسے ہیں؟ اس نے بتایا سرخ، آپ نے پوچھا: کیا ان میں کوئی چتکبرا بھی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر وہ چتکبرا اونٹ کہاں سے آ گیا؟ اس نے کہا: میرا گمان ہے کہ اس نے کوئی رگ کھینچ لی ہوگی، آپ نے فرمایا: پس ہو سکتا ہے کہ تمہارے اس بیٹے نے بھی کوئی رگ کھینچ لی ہو۔

(صحیح البخاری: ۵۳۰۵، ۶۸۴۷، ۷۳۱۴، صحیح مسلم: ۱۵۰۰، سنن نسائی: ۳۴۷۹، سنن ابوداؤد: ۲۲۶۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۲، مسند احمد: ۷۱۸۹)

صحیح البخاری: ۶۸۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے حاصل کی جا سکتی ہے کہ اس اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی سے سیاہ رنگ کا لڑکا پیدا ہوا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعرابی سفید رنگ کا تھا اور اس کا لڑکا سیاہ رنگ کا پیدا ہوا، تو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گویا اس نے کہا: وہ لڑکا میرے نطفہ سے نہیں ہے اور اس کی ماں زانیہ ہے، گویا اس نے تعریض اور کنایہ سے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن ابی اویس ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطلاق میں گزر چکی ہے از یحییٰ بن قزاعہ اور اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اونٹوں کے رنگ کے متعلق اس لیے سوال کیا کہ حیوانات کی طبیعت یہ ہے کہ حیوانات خلقت اور رنگ میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی عارض کی وجہ سے ان کا رنگ اور ان کی خلقت مختلف ہو، اسی طرح آدمی بھی طبیعت کے نوادر سے اور رگوں کے نوادر سے مختلف ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''هل فيها من أورق؟'' اونٹوں میں ''اورق'' اس کو کہتے ہیں جس کے رنگ میں سفیدی سیاہی کی طرف مائل ہو جیسے راکھ ہوتی ہے، اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: ''اورق'' کا معنی ہے: گندمی رنگ، اور اسی سے ماخوذ ہے ''بعیر اورق'' یہ اس وقت کہتے ہیں جب اس کا رنگ راکھ کا رنگ ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فانی؟'' یعنی ایسا کس طرح ہوا؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''اراه'' یعنی میں یہ گمان کرایا گیا ہوں کہ اس اونٹ نے کوئی رنگ کھینچ لی ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ اس اعرابی کا جو بیٹا سیاہ رنگ کا تھا تو ہو سکتا ہے اس نے اپنے آباء میں سے کسی ایک کا رنگ کھینچ لیا ہو۔

کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگانے میں فقہاء کے اقوال

علامہ حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی جائے تو اس سے بھی حد واجب ہو جاتی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ تعریض سے زنا کی تہمت لگانے میں حدِ قذف واجب نہیں ہوتی، حدِ قذف اس وقت واجب ہوتی ہے جب واضح تصریح کے ساتھ کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائی جائے، یہ مذہب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور القاسم بن محمد، الشعبی، طاؤس، حماد اور ابن المسیب کا بھی یہی قول ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق حسن بصری اور حسن بن یحییٰ کا بھی یہی قول ہے۔ اور الثوری، امام ابوحنیفہ، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں حدِ قذف تو واجب نہیں ہوتی لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرنی چاہیے اور اس کی تادیب کرنی چاہیے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور امام بخاری نے جو اس باب کا عنوان قائم کیا ہے، اس سے بھی یہی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ظاہر ہوتا ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ تعریض تصریح کی مثل ہے، یہ قول حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور عروہ، الزہری اور ربیعہ سے مروی ہے، اور امام مالک اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔

حافظ ابوعمر ابن عبدالبر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے: کئی سندوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بے حیائی کے ساتھ کنایہ کرنے کی بناء پر حد جاری کی اور ابن جریج نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعریض میں حد جاری کی، کیونکہ عِکرمہ بن عامر بن ہشام بن عبد مناف بن عبدالدار نے وہب بن زمعہ بن الاسود بن عبدالمطلب بن اسد کی ہجو کی اور ہجو میں تعریض کی، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدِ قذف لگائی، اور میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا ہے وہ بھی یہی کہتے تھے اور ابن المسیب سے بھی اسی طرح مروی ہے، اور اس قول میں شبہ کو ثابت کرنا ہے اور اس سے قیاس کو ثابت کرنا ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدگمانی کی تحقیق کرنے سے ڈانٹ ڈپٹ کرنی چاہیے اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر ہو خواہ اس کی کسی اور سے مشابہت ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۲۔ ۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۴۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کنایہ اور تعریض کے ساتھ زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے حد قذف کے لازم ہونے میں فقہاء کا اختلاف

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور قاسم بن محمد اور الشعبی نے کہا ہے کہ تعریض اور کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے حد واجب نہیں ہوتی، حد اس وقت واجب ہوتی ہے جب صریح اور واضح الفاظ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی جائے۔ الثوری، فقہاء احناف اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے، مگر امام ابوحنیفہ اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اس کو زجر و توبیخ کی جائے گی اور اس کی تادیب کی جائے گی اور کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے اس کو منع کیا جائے گا۔

امام شافعی نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے، انہوں نے کہا: اس اعرابی نے اپنی بیوی پر کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی جس میں کوئی پوشیدگی نہیں تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد واجب نہیں کی۔ اور اگر سننے والے پر یہ غالب ہو کہ اس نے قذف اور تہمت کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ کبھی اس قول میں قذف کے علاوہ دوسرے معنی کا بھی ارادہ کیا جا سکتا ہے، مثلاً اس نے تعجب سے کہا ہو کہ وہ تو سفید رنگ کا ہے اس کے ہاں کالا بچہ کیسے پیدا ہو گیا؟ یا وہ اس بات کی تحقیق کرنا چاہتا ہو اور سمجھنا چاہتا ہو۔

اور حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور عروہ، زہری اور ربیعہ سے مروی ہے کہ تعریض اور کنایہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگانا صراحۃً زنا کی تہمت لگانے کی مثل ہے۔ اور امام مالک اور الاوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک کے نزدیک اگر تعریضاً قذف سے تصریح کا معنی نکلتا ہو تو حدِ قذف لگائی جائے گی

اور امام مالک نے کہا: جب یہ معلوم ہو جائے کہ کہنے والے نے اس قول سے قذف اور تہمت کا ارادہ کیا ہے تو اس پر حد لازم ہے اور انہوں نے اس پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ از ابی الرجال از ان کی والدہ عمرہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زمانہ میں دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو برا کہا، پس ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اللہ کی قسم! میرا باپ زانی نہیں ہے اور نہ میری ماں زانیہ ہے (اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ تعریضاً دوسرے آدمی کے متعلق کہہ رہا تھا کہ تمہارا باپ زانی ہے اور تمہاری ماں زانیہ ہے) تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو کسی کہنے والے نے کہا: اس شخص نے اپنے باپ اور اپنی ماں کی مدح کی ہے اور دوسرے نے کہا: نہیں، اپنے باپ اور اپنی ماں کی مدح وہ اور الفاظ سے بھی کر سکتا تھا، اور ہماری رائے یہ ہے کہ اس کے اوپر حدِ قذف لگائی جائے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو اسی (۸۰) کوڑے مارے۔

اور اس مقالہ کے قائلین نے کہا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس پر دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس اعرابی نے اپنی بیوی پر تہمت لگانے کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ اس کا نقص بیان کرنے کا ارادہ کیا، وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مسئلہ پوچھنے اور فتویٰ طلب کرنے کے لیے آیا تھا، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد قذف نہیں لگائی، اور اسی وجہ سے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ پر حدِ قذف نہیں لگائی، اور ان کے معاملہ کو موخر رکھا گیا حتیٰ کہ ان کے متعلق قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں۔

تعریض کو تصریح کے حکم میں کرنے پر امام شافعی کی دلیل

اور امام شافعی نے اس پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کی عدت کے دوران اس کو تعریض اور کنایہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دے (مثلاً یوں کہے: تم کتنی حسین عورت ہو، تم جیسی عورت سے تو لوگ نکاح کرنا چاہتے ہوں گے) تو اس کے اس قول کو تصریح کے حکم میں نہیں قرار دیا گیا، اسی طرح اگر کوئی شخص تعریضاً قذف لگائے تو اس کو بھی تصریح کے حکم میں نہیں کیا جائے گا۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب

علامہ اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ امام شافعی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، عدت کے دوران نکاح کے پیغام میں تعریض کی اجازت دی گئی ہے نہ کہ تصریح کی، کیونکہ نکاح تو دو فریقوں کے درمیان ہوتا ہے، ایک فریق ایجاب کرتا ہے اور دوسرا فریق قبول کرتا ہے، یعنی مرد ایجاب کرتا ہے اور عورت قبول کرتی ہے، پس جب وہ صراحۃً نکاح کا پیغام دے گا تو دوسرا فریق اس کا جواب دے گا یا وعدہ کرے گا تو اس سے منع کیا گیا ہے، لیکن جب وہ تعریض اور کنایہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دے گا تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ اس کو اس عورت سے نکاح کی ضرورت ہے اور اس میں اس عورت کی طرف سے جواب کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور جب تعریض کے ساتھ تہمت لگائی جائے تو اس میں دو فریقوں کا دخل نہیں ہے، وہ صرف ایک جانب سے ہوتی ہے اور اس میں جواب کی ضرورت نہیں ہوتی، تو جس نے تعریضاً کسی پر زنا کی تہمت لگائی تو وہ تہمت لگانے والا ہے اور اس میں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ دوسرا فریق اس کی بات کا جواب دے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۹۱۔ ۳۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۴۳۔ بَابٌ: كَمِ التَّعْزِيرُ وَالْأَدَبُ؟

تعزیر اور تنبیہ میں سزا کی مقدار

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تعزیر میں کتنی سزا ہونی چاہیے؟ امام بخاری نے اس عنوان سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تعزیر کے عدد میں اختلاف ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا، تعزیر ''عزر'' کا مصدر ہے اور یہ عزد سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: رد کرنا اور منع کرنا۔ اور یہ کسی شخص کو اس کے دشمنوں سے دور کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور اسی سے ماخوذ ہے ''عزرہ القاضی'' یعنی جب قاضی نے تنبیہ اور تادیب کے لیے کسی شخص کو سزا دی تاکہ وہ دوبارہ برا کام نہ کرے، اور تعزیر قول سے بھی ہوتی ہے اور فعل سے بھی ہوتی ہے۔

اور اس عنوان میں امام بخاری نے ادب کا ذکر کیا ہے، یہ تادیب کے معنی میں ہے اور یہ تعزیر سے عام ہے، اور اسی میں والد کی اولاد کے لیے تادیب داخل ہے اور معلم کی متعلم کے لیے تادیب داخل ہے۔ الازہری اور ابوزید نے کہا کہ ہر وہ مشق جو مستحسن ہو جس کی وجہ سے انسان فضائل میں سے کوئی فضیلت حاصل کر سکے اس کو ادب کہا جاتا ہے۔

تعزیر کی تعداد میں فقہاء کے اقوال

تعزیر کی تعداد میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں:

(۱) تعزیر میں دس کوڑوں سے زیادہ کوڑے نہ لگائے جائیں سوائے حد کے، یہ امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔

(۲) اللیث سے روایت ہے، انہوں نے کہا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تعزیر میں دس کوڑوں سے تجاوز نہ کیا جائے اور اس کے ماسوا بھی ہوسکتا ہے۔

(۳) تعزیر میں بیس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔

(۴) تعزیر میں تیس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں اور یہ دونوں قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔

(۵) امام شافعی نے اپنے دوسرے قول میں کہا کہ بیس کوڑوں سے کم مارے جائیں۔

(۶) امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ نے کہا: چالیس کوڑوں سے کم مارے جائیں، اور یہ بھی امام شافعی کا ایک قول ہے۔

(۷) ابن ابی لیلیٰ اور امام ابو یوسف نے کہا: زیادہ سے زیادہ پچھتر کوڑے مارے جائیں۔

(۸) امام مالک نے کہا: بعض اوقات تعزیر کے کوڑوں کی تعداد حد سے زیادہ ہوتی ہے، جب امام اور سربراہِ مملکت کا یہ اجتہاد ہو، اور اسی کی مثل امام ابو یوسف اور ابوثور سے مروی ہے۔

(۹) اللیث نے کہا: نو کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں، اور یہی اہلِ ظاہر کا قول ہے اور اس کو ابن حزم ظاہری نے نقل کیا ہے۔

(۱۰) امام طحاوی نے کہا کہ تعزیر کا حدود کے اوپر قیاس کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تعزیر امام کے اجتہاد کے اوپر موقوف ہے اور کبھی اس میں کوڑوں کی تعداد کم ہوتی ہے اور کبھی زیادہ ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۳۔ ۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی از بکیر بن عبداللہ از سلیمان بن یسار از عبدالرحمن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ﷺ يَقُولُ لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ۔

بن جابر بن عبداللہ از حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں سوا اللہ تعالیٰ کے حدود میں سے کسی حد میں۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴۹، ۶۸۵۰، صحیح مسلم: ۱۷۰۸، سنن ترمذی: ۱۴۶۳، سنن ابوداؤد: ۴۴۹۱، سنن ابن ماجہ: ۲۶۰۱، مسند احمد: ۱۵۴۰۵)

صحیح البخاری: ۶۸۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس لحاظ سے ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حد کے سوا دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں، یعنی تعزیر میں دس کوڑے تک مارے جا سکتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید بن ابی حبیب، یہ ابورجاء المصری ہیں اور ابوحبیب کا نام سوید ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں بکیر کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ بن الاشج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سلیمان بن ابی یسار کا ذکر ہے، اور اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن جابر کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ الانصاری ہیں۔

اور الاصیلی کی روایت میں مذکور ہے از ابی احمد الجرجانی عبدالرحمٰن از جابر، اور یہ بھی لکھا ہے از عبدالرحمٰن از ابی بردہ، اور ان کا نام ہانی ہے اور وہ الانصاری المدنی ہیں، وہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کے ماموں ہیں جو بدر میں حاضر تھے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا سماع کیا اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے روایت کی، اور یہ امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک ہے، اور یہاں پر عبدالرحمٰن بن جابر کا ذکر ہے جو امام بخاری کے نزدیک ہے۔

حدیث مذکور کے اضطراب کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں بحث ہے اور علامہ ابن بطال نے الاصیلی سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں اضطراب ہے کیونکہ ایک سند میں ہے از سلیمان از عبدالرحمٰن بن جابر حدثنی ابو بردہ، اور دوسری سند میں ہے از عبدالرحمٰن بن جابر از رجل من انصار از رسول اللہ ﷺ، لہٰذا اس کو ترک کرنا واجب ہے، کیونکہ صحابہ اور تابعین کا عمل اس کے خلاف ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس کا رد کیا گیا ہے، کیونکہ عبدالرحمٰن ثقہ ہیں اور ان کے سماع کی تصریح کی گئی ہے اور صحابی کا ابہام معتبر نہیں ہے، اور امام بخاری اور امام مسلم اس حدیث کی تصحیح میں متفق ہیں اور وہی کسی حدیث کو صحیح یا غیر صحیح قرار دینے میں عمدہ ہیں، اور اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ کیا وہ مبہم صحابی ہیں یا معین صحابی ہیں؟ اور راجح یہ ہے کہ وہ معین صحابی ہیں، نیز صحابی کا ابہام بھی معتبر نہیں ہے، پس راجح یہ ہے کہ وہ ابو بردہ بن نیار ہیں۔ اور کیا عبدالرحمٰن اور ابی بردہ کے درمیان کوئی واسطہ ہے اور ان کے باپ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جابر ہیں یا نہیں؟ پس راجح یہ ہے کہ ان کے درمیان واسطہ نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الا فی حد من حدود اللہ" یعنی اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں۔

ظاہر یہ ہے کہ حد سے مراد وہ ہے جس میں شارع علیہ السلام نے کوڑوں کی تعداد مقرر کر دی ہو یا اس میں ضرب مخصوص کا بیان ہو یا عقوبتِ مخصوصہ کا بیان ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حد سے مراد اللہ کا حق ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ حد سے مراد یہاں پر اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق ہیں جو اس کے اوامر ہیں اور اس کی نواہی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے درجِ ذیل ارشاد سے بھی یہی مراد ہے:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ (البقرہ:۲۲۹) اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں O

یعنی اپنی بیوی کو دو طلاقیں دینے کے بعد یا تو دستور کے مطابق روک لینا ہے یا اس کو حسنِ سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، اور تمہارے لیے اس (مہر یا ہبہ) سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جو تم ان کو دے چکے ہو، مگر جب دونوں فریقوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدلِ خلع دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرو، اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴿۱﴾ (الطلاق:۱) اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے گا O

یعنی اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی حدود ہیں، اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے گا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (البقرہ:۱۸۷) یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم ان کے قریب نہ جاؤ، اللہ اسی طرح اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ متقی بن جائیں O

یعنی تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا، وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو، اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے، سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا، سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سفید دھاگہ (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے، پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو، اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو، یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم ان کے قریب نہ جاؤ، اللہ اسی طرح اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تا کہ وہ متقی بن جائیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا ۪ وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۴﴾ (النساء: ۱۴)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت والا عذاب ہے O

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ورثاء کے حصص بیان فرمائے، اس کے بعد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے اور ورثاء کے جو حصے مقرر فرمائے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کیا جائے نہ ان مقررہ حصوں میں کمی کی جائے اور نہ حصوں میں اضافہ کیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان تمام آیات میں جو حدود کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی پر ہے یعنی جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کیا جائے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے: جن تادیبات کا معصیت کے ساتھ تعلق نہیں ہے جیسے باپ کا اپنے چھوٹے بچوں کو ادب سکھانے کے لیے مارنا، ان میں دس کوڑوں سے یا دس ڈنڈوں یا دس چھڑیوں سے زیادہ نہ مارا جائے۔

والدین اور اساتذہ کے تادیباً بچوں کو مارنے میں حد سے تجاوز کرنے کی ممانعت

کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا دس کوڑوں (یا دس ڈنڈوں یا دس پایوں) سے زیادہ نہ مارا جائے، لہٰذا جو اساتذہ اور والدین بچوں اور شاگردوں کو بے تحاشا مارتے ہیں ان کی یہ تادیب حد سے تجاوز ہے اور نا جائز ہے، اسی طرح بعض اساتذہ بے دردی سے طلباء کے منہ پر دائیں بائیں لگا تار طمانچے مارتے ہیں حالانکہ حدیث میں چہرہ پر مارنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور وہ احادیث درج ذیل ہیں:

چہرے پر مارنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر ہرگز ہرگز تھپڑ نہ مارے"۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۲، الرقم المسلسل: ۶۵۴۶، مسند احمد ۱: ۸۱۳۱، ۸۴۴۹، ۸۵۸۱، ۹۸۰۹، ۹۹۶۹، ۱۰۷۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر ہرگز ہرگز تھپڑ نہ مارے"۔ (صحیح مسلم: ۶۵۴۹، الرقم المسلسل: ۲۶۱۲)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔
(صحیح مسلم: ۲۶۱۲، الرقم المسلسل: ۶۵۵۰)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ متوفی ۵۴ ھ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے تھے۔
(صحیح مسلم: ۲۶۱۳، الرقم المسلسل: ۶۵۵۲، سنن ابوداؤد: ۳۰۴۵، مسند احمد: ۱۵۸۴۶)

میں کہتا ہوں: ہمارے زمانہ میں قاری اور حافظ جو بچوں کو حفظ قرآن کی تعلیم دیتے ہیں وہ ان کو سبق یاد نہ ہونے پر نہایت سفاکی اور بے دردی سے ڈنڈوں سے مارتے ہیں اور کئی کئی گھنٹے تک کان پکڑوا کر ان کو مرغا بنا دیتے ہیں اور ہم نے دیکھا ہے کہ ایک حافظ غضب میں آکر بچہ کو اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیتا تھا اور بعض حافظ بچوں کو اتنا مارتے تھے کہ مسجد میں ان کا پیشاب اور پاخانہ خطا ہو جاتا تھا اور بچوں کو زنجیر سے باندھ کر بھی رکھا جاتا ہے اور کبھی ان کے مظالم کی وجہ سے بچوں کے ہاتھ اور پاؤں کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے، بچوں کو اتنا زیادہ مارنا ظلم ہے، ناجائز ہے اور گناہ کبیرہ ہے، اور قیامت کے دن ان لوگوں سے قصاص لیا جائے گا اور ان مضروب اور مظلوم بچوں سے کہا جائے گا کہ تم بھی اس کو اتنا زیادہ مارو جتنا یہ تمہیں دنیا میں مارتا تھا۔

بچوں کو زیادہ مارنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی المتوفی ۲۷۹ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ ھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ سامان ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن، نمازیں، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، سو اس کو قیامت کے دن بٹھایا جائے گا اور اس سے بدلہ لیا جائے گا اور اس کی نیکیاں مضروب اور مظلوم کو دی جائیں گی، پس اگر اس کی نیکیاں اس کے قصاص سے پہلے ختم ہو جائیں تو مضروب اور مظلوم کے گناہ اس ضارب اور ظالم کے اوپر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(سنن ترمذی: ۲۴۱۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ ھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے اپنے بھائی کی عزت یا اس کے مال پر کوئی ظلم کیا ہو پھر وہ بندہ اس مظلوم کے پاس جائے اس دن سے پہلے کہ جب نہ کوئی دینار ہوگا نہ درہم ہوگا، پس اگر اس کی نیکیاں ہوں گی تو اس کی نیکیاں اس مظلوم کو دی جائیں گی، اور اگر اس ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس مظلوم کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔

(سنن ترمذی: ۲۴۱۹، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۳ ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۵، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ ھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقوق ضرور اصحاب حقوق کو ادا کئے جائیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گے، حتیٰ کہ سینگ والی بکری سے اس بکری کا قصاص لیا جائے گا جس کے سینگ نہ تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۴۲۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ)

جن معاصی کی سزا معین نہیں ہے ان میں زیادہ سزا دینے کا جواز

ایک قول یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معاصی کے مراتب کے درمیان فرق کیا جائے، سو جن معاصی میں سزا معین ہے اس معین سزا پر اضافہ نہ کیا جائے، اور جن معاصی میں سزا کی تعیین نہیں ہے، پس اگر وہ معصیت گناہِ کبیرہ ہو تو اس میں اس معین شدہ سزا کے اوپر اضافہ کرنا جائز ہے۔ اور امام مالک کا یہ نظریہ ہے کہ سزا بقدرِ گناہ ہونی چاہیے، اور ان کی رائے یہ ہے کہ یہ سزا ائمہ کے اجتہاد کی طرف مفوض ہے خواہ وہ سزا حد سے زیادہ ہو جائے۔ اور صحیح البخاری کے شارح علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: امام مالک کو باب مذکور کی حدیث نہیں پہنچی۔ اور علامہ ابن القصار نے کہا ہے: جب کہ تعزیر کا طریقہ امام اور سربراہِ ملک کے اجتہاد پر موقوف ہے تو امام کے ظن غالب میں جتنی سزا سے مجرم باز آ جائے مجرم کو اتنی سزا دی جائے۔ اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو صرف ڈانٹ ڈپٹ سے گناہوں سے باز آ جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو سو چابک بھی مارے جائیں تو وہ گناہوں سے باز نہیں آتے۔ اور امام مالک کے نزدیک یہ تعزیر کسی شخص کی بیوی کو ضرب مارنے کی مثل ہے، لہٰذا اس میں تحدید کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اور یہ امام کے اجتہاد کی طرف مفوض ہے، وہ اتنی سزا دے جتنی سزا سے اس کے گمان میں مجرم جرم سے باز آ جائے گا۔

امام مالک کے نزدیک گناہوں کی سزا کا امام کے اجتہاد پر موقوف ہونا

اور علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: کیا یہ نہیں دیکھا جاتا کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے المواصلین کی عبرتناک سزا میں اضافہ فرمایا (یعنی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا تھا، سو بعض صحابہ نے وصال کے روزے رکھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ مہینہ زیادہ دنوں کا ہوتا تو میں زیادہ دنوں تک وصال کے روزے رکھتا، تاکہ جنہوں نے آپ کی نافرمانی کر کے وصال کے روزے رکھے تھے وہ زیادہ دنوں تک بھوکے پیاسے رہیں اور آپ کی نافرمانی کرنے کا مزا چکھیں)، پس اسی طرح امام کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے اجتہاد کے اعتبار سے سزا میں اضافہ کرے، پس واجب ہے کہ وہ ہر مجرم پر اس کے جرم کی حیثیت کے اعتبار سے ضرب لگائے اور سزا دے خواہ اس میں کسی جرم کی کوئی حد ایسی حد ہو جس کا خلاف جائز نہیں ہے۔

حدود کی تعداد

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ حد سات چیزوں میں ہے:

(۱) ارتداد (۲) الحرابہ، ڈاکوؤں کو گرفتار کرنے سے پہلے (۳) زنا (۴) زنا کی تہمت (۵) نشہ آور مشروب کو پینا خواہ وہ نشہ دے یا نہ دے (۶) چوری (۷) عاریۃً لی ہوئی چیز کا انکار کرنا۔

رہے باقی معاصی تو ان میں فقط تعزیر ہے اور وہ تادیب اور تنبیہ ہے، اور جن چیزوں میں سے متقدمین کی قوم نے یہ دیکھا کہ ان میں حد واجب ہے، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) نشہ کرنا (۲) خمر پینے کی تہمت لگانا (۳) تعریض (۴) خون پینا (۵) خنزیر کو کھانا (۶) مردار کو کھانا (۷) (۸) قوم لوط کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فعل کرنا (۹) جانوروں سے بدکاری کرنا (۱۰) عورتوں کا عورتوں سے جسمانی لذت حاصل کرنا (۱۱) نماز کو ترک کرنا بغیر نماز کے انکار کے (۱۲) رمضان کے مہینہ میں روزہ نہ رکھنا (۱۳) جادو کرنا۔

صحیح البخاری: ۶۸۴۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حد کا عرفی اور اصطلاحی معنی اور ان کی تعداد

اس حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ حد سے مراد وہ سزا ہے جس میں شارع علیہ السلام نے کوڑوں کا عدد مقرر فرمایا، یا ضرب مخصوص بیان فرمائی، یا کوئی مخصوص سزا بیان فرمائی۔

اور جو حدود متفق علیہ ہیں ان میں (۱) زنا (۲) چوری کرنا (۳) نشہ آور مشروب کو پینا (۴) حرابہ یعنی ڈاکہ ڈالنا (۵) زنا کی تہمت لگانا (۶) ناحق قتل کرنا (۷) جان کا بدلہ لینا ہے اور اعضاء کا بدلہ لینا ہے (۸) اور ارتداد میں قتل کرنا ہے۔ اور آخری دو کو حد کا نام دینے میں اختلاف ہے۔

بہ کثرت ایسی چیزیں ہیں جن کا مرتکب سزا کا مستحق ہوتا ہے، کیا اس سزا کو حد کا نام دیا جائے گا یا نہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) عاریۃً لی ہوئی چیز کا انکار کرنا (۲) قومِ لوط کا فعل کرنا (۳) جانوروں سے بدکاری کرنا (۴) اور کسی عورت کا نر جانور کو اپنے اوپر سوار کرنا (۵) اور عورت کا عورت سے ہم جنس پرستی کرنا (یعنی ایک دوسرے سے جسمانی لذت حاصل کرنا)، (۶) اور خون پینا (۷) اور حالتِ اختیار میں خون کو اور مردار کو کھانا (۸) خنزیر کا گوشت کھانا (۹) جادو کرنا (۱۰) خمر پینے کی تہمت لگانا (۱۱) سستی سے نماز کو ترک کرنا (۱۲) رمضان کے مہینہ میں روزہ چھوڑنا (۱۳) کسی پر اشارہ، کنایہ اور تعریض سے زنا کی تہمت لگانا۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر حد کے اطلاق کا بیان

اور بعض فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ اس باب کی حدیث میں حد سے مراد اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ بعض معاصرین نے اس معنی کو مقرر رکھا ہے بایں طور کہ جن سزاؤں کا پہلے بیان کیا گیا ہے ان کو حد کے ساتھ خاص کرنا فقہاء کی اصطلاح ہے، اور شریعت کے عرف میں شروع میں حد کا اطلاق ہر معصیت پر کیا جاتا تھا خواہ وہ معصیت کبیرہ ہو یا صغیرہ ہو۔ اور علامہ ابن دقیق العید نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ ظاہر سے خروج ہے اور اس کے ثبوت میں نقل کی ضرورت ہے اور اصل یہ ہے کہ نقل ہے نہیں۔

نیز انہوں نے کہا: اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہر حق میں یہ اجازت دیں کہ اس میں دس کوڑوں یا دس ڈنڈوں سے زیادہ مارنا جائز ہے تو ہمارے پاس کوئی ایسی چیز باقی نہیں بچے گی جو ممانعت کے ساتھ مخصوص ہو، کیونکہ جن سزاؤں میں اضافہ جائز نہیں ہے ان کے ماسوا میں ایسے بھی کام ہیں جو حرام نہیں ہیں اور تعزیر کی اصل یہ ہے کہ وہ اس میں مشروع نہیں ہے جو حرام نہ ہو، پس خصوصیت کے ساتھ سزا میں اضافہ کرنے کا کوئی معنی نہیں ہوگا۔

اور شیخ ابن تیمیہ اور ان کے مقلد ابن قیم نے مقالہ مذکورہ لکھا ہے اور اس میں کہا ہے کہ صحیح جواب یہ ہے کہ حدود سے مراد یہاں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پردہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور اس کے نواہی ہیں اور انہی کا درج ذیل آیات میں ارادہ کیا گیا ہے:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۞ (البقرہ:۲۲۹)

اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۞ (الطلاق:۱)

اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کردے O

نیز اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞ (النساء:۱۴)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ اس کو دوزخ میں داخل کردے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت والا عذاب ہے O

پس ایسی تادیبات اور تنبیہات جن کا اللہ تعالیٰ کی معصیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے جیسے باپ کا چھوٹے بیٹے کو تنبیہ کے لیے مارنا، تو اس میں دس سے زیادہ ڈنڈے مارنے پر اضافہ نہ کیا جائے۔

دس سے زیادہ مارنے کی ممانعت میں احادیث

اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس ڈنڈوں سے زیادہ تعزیر نہ لگاؤ۔ (سنن ابن ماجہ:۲۶۰۲، کنز العمال:۱۳۴۰۴)

اور امام طبرانی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو دس ڈنڈوں سے زیادہ مارے۔ (المعجم الکبیر:۵۱۴)

جس جرم کی سزا معین نہ ہو، اس میں اضافہ کا جواز

اور جس جرم کی سزا میں تعیین نہ بیان کی گئی ہو، اگر وہ گناہِ کبیرہ ہے تو اس میں اضافہ کرنا جائز ہے اور اس پر بھی حد کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسا کہ ان مذکورہ آیات میں نافرمانیوں پر حد کا اطلاق کیا گیا ہے، اور اگر وہ جرم گناہِ صغیرہ ہو تو اس میں سزا پر اضافہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے صاحبین نے کہا ہے کہ دس سے زیادہ ڈنڈے مارنا بھی جائز ہے، پھر اس میں اختلاف ہے، پس امام شافعی نے کہا کہ یہ اضافہ کم سے کم حد کو نہ پہنچے، اور کیا اس سے آزاد کی حد مراد ہے یا غلام کی حد مراد ہے، اس میں دو قول ہیں۔

اور دیگر نے کہا ہے کہ یہ امام کی رائے کی طرف مفوض ہے، امام کی رائے میں جتنے ڈنڈے مارنے سے بھی مجرم جرم سے باز آجائے اتنے ڈنڈے مارنا جائز ہے اور یہ ابوثور کا مختار ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ تعزیر میں بیس سے زیادہ ڈنڈے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہ مارے جائیں۔
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ تیس سے زیادہ ڈنڈے نہ مارے جائیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے سو ڈنڈے مارے، اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
اور امام مالک، ابو ثور اور عطاء سے منقول ہے کہ صرف اسی پر تعزیر لگائی جائے جو بار بار جرم کا ارتکاب کرے، اور جس سے صرف ایک مرتبہ معصیت ہوئی اور اس معصیت پر حد نہیں ہے تو اس پر تعزیر نہیں لگائی جائے گی۔
اور امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ تعزیر میں ڈنڈوں کی تعداد چالیس تک نہ پہنچے، اور ابن ابی لیلیٰ اور امام ابو یوسف سے منقول ہے: پینتیس سے زیادہ کوڑے نہ مارے جائیں۔ اور امام مالک اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ اسی (۸۰) سے زیادہ کوڑے نہ لگائے جائیں۔

اس سوال کا جواب کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا میں دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے جائیں تو پھر تعزیر میں دس سے زیادہ کوڑے مارنے کا کیا محمل ہے؟

(۱) اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ تادیبات اور تنبیہات میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں۔
(۲) اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں دس سے زیادہ کوڑے مارنے سے منع فرمایا ہے لیکن اگر دس سے زیادہ ڈنڈے مارے جائیں یا ہاتھ سے دس سے زیادہ مرتبہ مارا جائے تو یہ جائز ہے لیکن یہ بھی کم سے کم حد سے متجاوز نہ ہو اور یہ الاصطخری شافعی کی رائے ہے، اور گویا کہ علامہ اصطخری اس روایت پر مطلع نہیں ہوئے جس میں ضرب کا لفظ ہے یعنی دس سے زیادہ ضرب نہ لگائی جائے، سو وہ ڈنڈے کی ضرب کو اور ہاتھ کی ضرب کو بھی شامل ہے۔
(۳) یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر صحابہ کا اجماع ہے، اور اس جواب پر رد کیا گیا ہے کہ بعض تابعین نے اس حدیث کے مطابق کہا ہے اور یہی اللیث بن سعد کا قول ہے جو شہر کے فقہاء میں سے ایک ہیں۔
(۴) یہ حدیث اس سے زیادہ قوی چیز کے معارض ہے اور وہ اس پر اجماع ہے کہ تعزیر امام کی رائے کی طرف مفوض ہے اور امام اپنی رائے سے اس میں تعداد کے علاوہ تشدید بھی کر سکتا ہے اور تخفیف بھی کر سکتا ہے، کیونکہ تعزیر لوگوں کو جرم سے باز رکھنے کے لیے مشروع ہوئی ہے، پس بعض لوگ صرف ڈانٹ ڈپٹ سے باز آجاتے ہیں اور بعض لوگ وہ ضربِ شدید سے بھی باز نہیں آتے، پس اسی وجہ سے ہر ایک کی تعزیر اس کے حساب سے ہے۔
اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حد میں نہ اضافہ کیا جاتا ہے اور نہ کمی کی جاتی ہے، پس حد اور تعزیر دونوں مختلف ہیں اور یہ کہ تخفیف اور تشدید مسلم ہے لیکن اس میں عدد کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ اور اس سب کے ساتھ یہ امر ضروری ہے کہ حد اور تعزیر جمع نہیں ہوتیں۔
علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ، نے یہ نقل کیا ہے کہ جمہور فقہاء کا وہ قول ہے جس پر اس باب کی حدیث دلالت کرتی ہے یعنی تادیب اور تنبیہ میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ، نے اس کے برعکس لکھا ہے، اور وہی معتمد ہے، کیونکہ صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کہا۔

شارح بخاری علامہ داؤدی متوفی ٤٠٢ھ نے امام مالک کی طرف سے یہ عذر پیش کیا ہے کہ امام مالک کو یہ حدیث نہیں پہنچی، اس لیے وہ یہ کہتے تھے کہ سزا بقدر گناہ دینی چاہیے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر امام مالک کو یہ حدیث مل جاتی تو وہ اس حدیث سے عدول نہ کرتے۔(فتح الباری ج ٧ ص ٩٢٣، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

٦٨٤٩۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرٍ عَمَّنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا عُقُوبَةَ فَوْقَ عَشْرِ ضَرَبَاتٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسلم بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمٰن بن جابر نے ان سے روایت کر کے حدیث بیان کی جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا میں دس ضربات سے زیادہ سزا نہ دی جائے۔

(صحیح البخاری: ٦٨٤٨، ٦٨٤٩، ٦٨٥٠، صحیح مسلم: ١٧٠٨، سنن ترمذی: ١٤٦٣، سنن ابوداؤد: ٤٤٩١، سنن ابن ماجہ: ٢٦٠١، مسند احمد: ١٥٤٠٥)

صحیح البخاری: ٦٨٤٩، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں بھی حد کے سوا کسی سزا میں دس ضربات سے زیادہ مارنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن علی کا ذکر ہے، یہ ابن بحر ابی حفص الباہلی البصری الصیر فی ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں فضیل بن سلیمان کا ذکر ہے، یہ فضل کی تصغیر ہے، یہ ابن سلیمان النمیری البصری ہیں، یہ مسلم بن ابی مریم سے روایت کرتے ہیں اور وہ سلمی المدینی ہیں اور وہ عبد الرحمٰن بن جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا" یہ راوی مبہم ہے، لیکن صحابی کا ابہام مضر نہیں ہے جیسا کہ ہم نے عنقریب ذکر کیا ہے اور ابو حفص بن میسرہ نے ان کا نام ذکر کیا ہے، پس انہوں نے کہا از مسلم بن ابی مریم از عبد الرحمٰن بن جابر از والد خود، اور اس کی الاسماعیلی نے روایت کی ہے اور انہوں نے کہا: اس حدیث کی اسحاق بن راہویہ نے روایت کی ہے از امام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عبد الرزاق از ابن جریج از مسلم بن ابی مریم از عبد الرحمٰن بن جابر از رجل من الانصار، اور "رجل من الانصار" سے ہوسکتا ہے کہ ابو بردہ مراد ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے جابر بن عبد اللہ مراد ہوں، کیونکہ ابو بردہ اور جابر بن عبد اللہ دونوں انصاری ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ إِذْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرٍ فَحَدَّثَ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بُرْدَةَ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَا تَجْلِدُوا فَوْقَ عَشَرَةِ أَسْوَاطٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ بکیر نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: جس وقت میں سلیمان بن یسار کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو عبد الرحمٰن بن جابر آئے، پس انہوں نے سلیمان بن یسار سے حدیث بیان کی، پھر ہماری طرف سلیمان بن یسار متوجہ ہوئے، پس انہوں نے کہا کہ مجھے عبد الرحمٰن بن جابر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو بردہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا میں دس چابک سے زیادہ نہ مارو۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴۸، ۶۸۴۹، ۶۸۵۰، صحیح مسلم: ۱۷۰۸، سنن ترمذی: ۱۴۶۳، سنن ابوداؤد: ۴۴۹۱، سنن ابن ماجہ: ۲۶۰۱، مسند احمد: ۱۵۴۰۵)

صحیح البخاری: ۶۸۵۰ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی تیسری سند ہے جس کو امام بخاری نے یحییٰ بن سلیمان الکوفی سے روایت کیا ہے، یہ مصر میں ٹھہرے تھے اور عبد اللہ بن وہب سے روایت کرتے تھے، اور وہ عمرو بن الحارث بن بکیر بن عبد اللہ بن الاشج سے روایت کرتے تھے۔ ان تینوں سندوں کے ساتھ اس حدیث کا معنی واحد ہے، البتہ اس کے الفاظ مختلف ہیں، پہلی روایت میں "عشرۃ جلدات" کا لفظ ہے جس کا معنی ہے دس کوڑے، یعنی دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں، اور دوسری حدیث میں "عشرۃ ضربات" کا لفظ ہے یعنی دس ڈنڈوں سے زیادہ نہ مارے جائیں، اور تیسری حدیث میں "عشرۃ اسواط" کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: دس چابک سے زیادہ نہ مارے جائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْوِصَالِ فَقَالَ لَهُ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّكَ يَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: ہمیں ابو سلمہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَسُولَ اللهِ تُوَاصِلُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالْمُنَكِّلِ بِهِمْ حِينَ أَبَوْا تَابَعَهُ شُعَيْبٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَيُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

رسول اللہ ﷺ نے وصال سے منع فرمایا (یعنی بغیر افطار وسحر کے روزہ پر روزہ رکھنے سے منع فرمایا)، پس آپ سے مسلمان مردوں نے کہا: بے شک یا رسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون میری مثل ہے، میں رات اس حال میں گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے، پس جب صحابہ نے وصال کے روزے چھوڑنے سے انکار کیا تو آپ نے صحابہ کے ساتھ ایک دن وصال کا روزہ رکھا پھر دوسرے دن روزہ رکھا، پھر مسلمانوں نے چاند کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: اگر چاند کا دکھائی دینا مؤخر ہوتا تو میں ضرور تم پر زیادہ وصال کے روزے رکھواتا، گویا کہ ان کو عبرت ناک سزا دینے کے لیے آپ نے فرمایا جب انہوں نے وصال کے روزوں سے رکنے سے انکار کیا تھا۔

اس حدیث میں عقیل کی متابعت شعیب اور یحییٰ بن سعید اور یونس نے کی ہے از زہری۔

اور عبدالرحمٰن بن خالد نے کہا از ابن شہاب از سعید از حضرت ابو ہریرہ از نبی ﷺ۔

(صحیح البخاری: ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۶۸۵۱، ۷۲۴۲، ۷۲۹۹، صحیح مسلم: ۱۱۰۳، مسند احمد: ۷۷۲۸، سنن داری: ۱۷۰۶)

صحیح البخاری: ۶۸۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے اخذ کی جاسکتی ہے "کالمنکل بھم" یعنی رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ان کو عبرت ناک سزا دینے کی مثل تھا، ان کی اس نافرمانی کی وجہ سے کہ انہوں نے آپ کے حکم سے وصال کے روزوں کو ترک نہیں کیا تھا۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی امرِ معنوی کے ساتھ انسان کو درد میں مبتلاء کر کے بھی تنبیہ، تادیب اور تعزیر دی جاسکتی ہے۔

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عقیل بن خالد کا ذکر ہے اور یہ تصغیر کا صیغہ ہے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کا ذکر ہے، اور اس وجہ سے یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''عن الوصال'' یعنی دوروزوں کو ملا کر رکھا جائے اور ان دوروزوں کے درمیان نہ افطار ہو اور نہ سحر ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقال له رجال'' یعنی مسلمانوں میں سے کئی مردوں نے کہا، اور ایک روایت میں ہے ''رجل'' یعنی کسی ایک مرد نے کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انی ابیت'' اس کا معنی ہے: میں رات گزارتا ہوں، اور اس سے مراد ہے مطلق وقت جو رات اور دن کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یطعمنی ربی ویسقینی'' یعنی میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کھلانا اور پلانا حقیقت پر محمول ہے، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ رمضان کی راتوں میں آپ کی کرامت کی وجہ سے آپ کو جنت کا طعام اور مشروب عطا فرماتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے وہ معنی مراد ہے جو کھانے اور پینے کو لازم ہے یعنی قوت، اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی قوت عطا فرماتا ہے کہ وصال کے روزے رکھنے سے آپ کو کمزوری نہیں ہوتی۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مجاز مراد ہے، کیونکہ اگر آپ حقیقۃً دن میں کھالیں تو روزہ دار نہیں ہوں گے، اور اگر آپ رات میں کھالیں تو آپ وصال سے روزہ رکھنے والے نہیں ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلما ابوا'' یعنی جب صحابہ وصال کے روزے رکھنے سے باز نہیں آئے۔

صحابہ کرام کا وصال کے روزوں کو ترک نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے تنزیہاً منع فرمایا ہے تحریماً منع نہیں فرمایا، اور آپ نے زیادہ بہتر کام کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے وصال کے روزے رکھنے پر اس لیے راضی ہوئے کیونکہ اس میں ان کو تاکیداً زجر و توبیخ کی مصلحت تھی اور اس فساد کو بیان کرنا تھا جو وصال کے روزے رکھنے پر مترتب ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لو تاخر'' یعنی اگر عید کا چاند کئی دن تک دکھائی نہ دیتا تو میں وصال کے روزے پورے مہینہ رکھتا حتیٰ کہ تم پر اپنا عجز ظاہر ہو جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کالمنکل'' یعنی آپ نے ان کو عبرت ناک تادیب دینے کے لیے ایسا فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زیادہ دنوں تک وصال کے روزے رکھ کر صحابہ کو تادیب اور تنبیہ کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے، امام بخاری نے جو اس حدیث کو یہاں وارد کیا ہے، اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے جیسے ان کو عبرت ناک تادیب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کررہے ہوں۔

علامہ ابن بطال نے المھلب مالکی سے نقل کیا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعزیر امام کی رائے کی طرف سپرد کی گئی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر یہ مہینہ لمبا ہوتا تو میں زیادہ دن وصال کے روزے رکھتا"۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ امام چاہے تو اپنی صوابدید سے تعزیر میں اضافہ کرسکتا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ المھلب نے کہا ہے لیکن یہ حدیث اس باب کی حدیث کے معارض نہیں ہے، کیونکہ اس باب کی حدیث کے اندر تعزیر میں معین ضرب اور معین کوڑوں کا ذکر ہے، الہٰذا یہ کسی محسوس چیز کے ساتھ متعلق ہے، اور وصال کے روزوں کا تعلق اس چیز کے ساتھ ہے جو متروک ہے اور وہ مفطرات سے روکنا ہے یعنی اپنے آپ کو کھانے پینے سے روکنا ہے، اور اس میں جو درد ہے وہ بھوک اور پیاس کی طرف رجوع کرتا ہے، اور بھوک اور پیاس کی تاثیر مختلف لوگوں میں مختلف ہوتی ہے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جن لوگوں نے وصال کے روزے رکھے تھے ان کو وصال کے روزے رکھنے پر قدرت حاصل تھی، پس رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا اگر اس مہینہ کے دن زیادہ ہوتے تو میں اتنے دن وصال کے روزے رکھتا حتیٰ کہ ان لوگوں کا وصال کے روزوں سے عاجز ہونا ظاہر ہو جاتا اور یہی چیز ان کے لیے زجر و توبیخ میں موثر تھی، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعزیر سے مراد ایسی تنبیہ ہے جس سے انسان باز آجائے، اور دس کوڑے مارنے یا دس ڈنڈے مارنے یا دس چابک مارنے سے اس کا حصول ممکن ہے، ہاں اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو بھوک اور پیاس میں مبتلاء کر کے بھی تعزیر لگانا جائز ہے اور یہ امور معنویہ میں سے ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۲۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۵۲۔ حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذَا اشْتَرَوْا طَعَامًا جِزَافًا أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جب لوگ ناپ تول کے بغیر طعام خریدتے تو ان کو اس پر مارا جاتا تھا کہ وہ اس طعام کو اپنی جگہ پر فروخت کریں حتیٰ کہ اپنے گھروں میں اس طعام پر قبضہ کرلیں۔

(صحیح البخاری: ۲۱۲۳، ۲۱۳۱، ۲۱۳۷، ۲۱۶۶، ۲۱۶۷، ۶۸۵۲، صحیح مسلم: ۱۵۲۷، سنن نسائی: ۴۶۰۷، سنن ابوداؤد: ۳۴۹۳، مسند احمد: ۵۸۸۸)

صحیح البخاری: ۶۸۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "رسول اللہ ﷺ کے عہد میں لوگوں کو اس بات پر مارا جاتا تھا کہ وہ بغیر ناپ تول کے طعام خریدتے اور اس پر قبضہ کیے بغیر اس کو فروخت کر دیتے اور ان کو اس لیے مارا جاتا کہ وہ حکم شرعی کی مخالفت کرتے"۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیاش بن الولید، یہ ابوالولید الرقام البصری ہے۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابنِ راشد ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سالم، یہ ابنِ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جزافا" یعنی کوئی سامان بغیر ناپ تول کے خرید لینا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی یؤوہ" یعنی وہ اس سامان کو اپنے گھروں میں لے آئیں اور اس سے مقصود یہ ہے کہ خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے کسی مبیع کو فروخت کرنا ممنوع ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حکمِ شرعی کی مخالفت کرنے والے کو تنبیہ اور تادیب

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جو شخص کسی حکمِ شرعی کی مخالفت کرے اور عقودِ فاسدہ کا ارتکاب کرے یعنی بیع فاسد کرے تو اس کو مارنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بازاروں میں محتسب کا قائم کرنا جائز ہے، اور جس ضرب کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ اس پر محمول ہے کہ جب کوئی شخص علم کے باوجود شرعی حکم کی مخالفت کرے۔(فتح الباری ج ۷ ص ۹۲۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۵۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ مَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ يُؤْتَى إِلَيْهِ حَتَّى يُنْتَهَكَ مِنْ حُرُمَاتِ اللهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کسی اس چیز کا انتقام نہیں لیا جو آپ کے پاس لائی جائے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمات میں سے کسی حرمت کو پامال کیا جائے، سو آپ اللہ کے لیے انتقام لیتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۶۰، ۶۱۲۶، ۶۷۸۶، ۶۸۵۳، صحیح مسلم: ۲۳۲۷، سنن ابوداؤد: ۴۷۸۵، مسند احمد: ۲۵۷۳۰، موطا امام مالک: ۱۶۷۱)

صحیح البخاری: ۶۸۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حد کے پامال ہونے پر انتقام لیتے تھے یا ضرب لگاتے تھے یا قید کرتے تھے یا کوئی اور سزا دیتے تھے، اور یہ باب التعزیر اور تادیب میں داخل ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عثمان کا لقب ہے جو عبداللہ بن المبارک سے روایت کرتے ہیں از یونس بن یزید از محمد بن مسلم الزہری از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الفضائل میں از حرملۃ از ابن وہب از یونس روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ما انتقم" یہ لفظ الانتقام سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: مبالغہ کے ساتھ سزا دینا، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کو کسی ایسے ناپسندیدہ کام پر سزا نہیں دی جس کو اس نے اپنی طرف سے کیا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی ینتھك" یعنی شریعت نے جن کاموں کو حرام قرار دیا ہے ان کے ارتکاب میں مبالغہ کیا جائے، اور "انتھاك" کا معنی ہے: معصیت کا ارتکاب کرنا۔ اور یہاں کچھ عبارت محذوف ہے یعنی حتی کہ اللہ تعالیٰ کی حرمات میں سے کسی چیز کی بے حرمتی کی جائے، اور حرمات، حرمت کی جمع ہے جیسے ظلمات، ظلمت کی جمع ہے۔ اور حرمت اس کام کو کہتے ہیں جس کام کا کرنا جائز نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثال پاکیزہ سیرت

یہ بہترین سیرت ہے، اور یہ اخلاص کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے لیکن اپنے رب کے لیے انتقام لیتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ؁ (النحل: ۱۲۵)

آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور احسن طریقہ کے ساتھ ان پر حجت قائم کیجئے، بے شک آپ کا رب ان کو بہت جاننے والا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹک گئے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جاننے والا ہے ○

جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ تم کو گالی دے رہا ہو تو تم کو صبر کرنے اور برداشت کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نفس کے لیے انتقام نہیں لیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ہمارے حق کی مثل نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینا کفر ہے؟ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یہ تھا کہ کوئی کافر آپ کو برا کہتا تو آپ اس کو معاف فرما دیتے تھے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہمارا حال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو گالی دے تو اس کی رگیں پھول جاتی ہیں اور اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اس کا جسم مضطرب ہو جاتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص اللہ کو گالی دے اور بتایا جائے کہ دیکھو یہ شخص اللہ کو گالی دے رہا ہے تو اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا، کیا یہ شخص اللہ کے لیے مخلص ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے مخلص نہیں ہے، کیونکہ اللہ کے لیے مخلص وہ شخص ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ پر اس سے زیادہ غیرت آئے جتنی غیرت اس کو اپنے معاملات پر آتی ہے، اور وہ یہ دیکھے کہ جب لوگ اللہ کی حرمتوں کو پامال کرتے ہیں تو اس کو اس سے کہیں زیادہ غم و غصہ آئے جتنا اس کی عزت اور حرمت کے پامال کرنے پر غصہ آتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے، آپ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی حرمات کو پامال کیا جائے تو آپ اللہ کے لیے انتقام لیتے تھے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے خلق اور ایسے وصف کے ساتھ متخلق اور متصف کر دے، کیونکہ اس خُلق کو حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۰۔۲۳۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

حدیثِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لینا ایسی ایذاء پر محمول ہے جو کفر نہ ہو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو کہا ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے'' اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ اکثر احوال میں آپ اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے، کیونکہ آپ نے ابنِ خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا اور ان دو باندیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب و شتم کرتی تھیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ جب آپ کو ایسی ایذاء دی جائے جس میں سب و شتم کفر تک نہ پہنچتا ہو مثلاً آپ کو مالی ایذاء دی جائے یا آپ کی آواز کے اوپر آواز بلند کی جائے یا جیسے ایک اعرابی نے آپ کی چادر کو پکڑ کر کھینچا تھا اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا باہم مشورہ کر کے آپ کی مخالفت پر متفق ہونا، تو ایسے امور میں آپ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے، لیکن آپ کو سب و شتم کر کے آپ کو ایذاء پہنچائے تو یہ کفر ہے اور اس میں آپ انتقام لیتے تھے۔

حدیثِ مذکور کے فوائد

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مرد کو چاہیے کہ دنیا اور آخرت میں جو امور مشکل ہیں ان کو ترک کر دے، اور جب وہ بے چین اور بے قرار نہ ہو تو ان کے متعلق مطالبہ بھی نہ کرے اور آسانی کی طرف میلان کرے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول نے اور علماء نے جو رخصتیں دی ہیں ان پر عمل کرنا چاہیے جب تک کہ کوئی قول ظاہر خطاء نہ ہو۔

اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے حق کو معاف کر دے اور شارع علیہ السلام کی سنت پر عمل کرے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم پر لازم ہے کہ جب اس کے سامنے غلط اور ناجائز کام کیا جائے تو وہ اس پر ناراض ہو، اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس میں تبدیلی کرے۔ اور انسان کو چاہیے کہ اپنے نفس کے لیے اموال کا تقاضا نہ کرے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۰ ص ۱۴۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۴۴۔ بَابٌ: مَنْ أَظْهَرَ الْفَاحِشَةَ وَاللَّطْخَ وَالتُّهَمَةَ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ
جس نے بغیر گواہی کے بے حیائی، شرانگیزی اور تہمت کو بیان کیا (اس کو سزا دینے کا بیان)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے بغیر گواہی یا اقرار کے محض قرائن سے کسی کی بے حیائی اور اس کی شرانگیزی کو بیان کیا تو اس کو سزا دینے کا کیا حکم ہے۔ "اللطخ" کا معنی ہے: شر کو پھیلانا یعنی شرانگیزی کرنا۔ اور تہمت کا معنی ہے: کسی پاک دامن پر زنا کی تہمت لگانا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ شَهِدْتُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَرَّقَ بَيْنَهُمَا فَقَالَ زَوْجُهَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا إِنْ أَمْسَكْتُهَا قَالَ فَحَفِظْتُ ذَاكَ مِنَ الزُّهْرِيِّ إِنْ جَاءَتْ بِهِ كَذَا وَكَذَا فَهُوَ وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ كَذَا وَكَذَا كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَهُوَ وَسَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ جَاءَتْ بِهِ لِلَّذِي يُكْرَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ الزہری نے کہا: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں دو لعان کرنے والوں پر حاضر تھا اور اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی تھی، پس اس عورت کے شوہر نے کہا: اگر میں نے اس عورت کو اپنے نکاح میں برقرار رکھا تو پھر میں اس پر تہمت لگانے میں جھوٹا ہوں گا، راوی نے کہا: میں نے زہری سے یہ محفوظ رکھا ہے کہ اگر وہ عورت ایسا اور ایسا بچہ لے کر آئی تو مرد صادق ہے، اور اگر وہ ایسا اور ایسا بچہ لے کر آئی جو چھپکلی کی مثل ہو تو وہ مرد جھوٹا ہے، اور میں نے زہری سے سنا وہ کہہ رہے تھے: وہ عورت ایسے بچہ کو لے کر آئی جو ناپسندیدہ تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۲۳، ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۵۲۵۹، ۵۳۰۸، ۵۳۰۹، ۶۸۵۴، ۷۱۶۵، ۷۱۶۶، ۷۳۰۴، صحیح مسلم: ۱۴۹۲، سنن نسائی: ۳۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، موطا امام مالک: ۱۲۰۱، سنن دارمی: ۲۲۲۹)

صحیح البخاری: ۶۸۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں ایک بے حیائی کے کام کا اظہار ہے اور شرانگیزی ہے اوراس پر کسی گواہ کا ذکر نہیں ہے اور نہ اقرار کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی کا ذکر ہے، اور وہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور وہ ابن عبداللہ بن المدینی ہیں اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں ان کے والد عبداللہ کا ذکر ہے، اوراس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطلاق میں از اسماعیل بن عبداللہ بن یوسف گزر چکی ہے اور عنقریب اس کا ذکر کتاب الاعتصام اور احکام میں آئے گا اوراس کی شرح کتاب الطلاق میں ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''وانا ابن خمس عشرة'' یعنی اس حدیث کے راوی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جس وقت انہوں نے لعان کا مشاہدہ کیا تو اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فحفظت ذالك'' یعنی اس حدیث میں جو بعد میں ذکر کیا گیا ہے میں نے اس کو یاد رکھا، اور اس حدیث میں بعد میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اگر اس عورت نے ایسے بچہ کو جنا جس کی آنکھیں سیاہ ہوں اور اس کی سرین بھاری ہو، تو میں یہی گمان کرایا گیا ہوں کہ مرد اس عورت پر تہمت لگانے میں صادق ہے۔ اور اگر اس نے ایسے بچہ کو جنا جو سرخ رنگ کا ہو اور ٹھنگنا ہو گویا کہ وہ چھپکلی کی طرح ہے، تو میں یہی گمان کرایا گیا ہوں کہ عورت سچی ہے اور مرد نے اس پر جھوٹ باندھا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''وحرة'' یہ چھپکلی کی مثل پیروں سے چلنے والا ایک جانور ہے، دوسرا قول ہے کہ وہ سرخ رنگ کا چلنے والا ایک جانور ہے جو زمین سے چمٹا رہتا ہے، اور القزاز نے کہا: یہ چھپکلی کی مثل ہے اور یہ کھانے میں گرتا ہے اس کو فاسد کر دیتا ہے، اس کو''وحر'' کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۔ ۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٨٥٥ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ ذَكَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ هِيَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا امْرَأَةً عَنْ غَيْرِ بَيِّنَةٍ قَالَ لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ أَعْلَنَتْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد، انہوں نے بیان کیا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دو لعان کرنے والوں کا ذکر کیا، پس حضرت عبداللہ بن شداد نے کہا: یہ وہ عورت ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر میں کسی عورت کو بغیر گواہی کے رجم کرتا (تو میں اس عورت کو رجم کر دیتا)، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں، یہ وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عورت ہے جو برے کام علانیہ کرتی تھی۔

(صحیح بخاری: ۵۳۱۰، ۵۳۱۶، ۶۸۵۵، ۶۸۵۶، ۷۲۳۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۷، نسائی: ۳۴۷۰، ابن ماجہ: ۲۵۶۰، احمد: ۲۰۹۶)

صحیح البخاری: ۶۸۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ "اگر میں کسی عورت کو بغیر گواہ کے رجم کرتا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں القاسم بن محمد کا ذکر ہے، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن ابوبکر کے بیٹے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ذکر ہے عبداللہ بن شداد، یہ ابن الہاد اللیثی ہیں، اور یہ حدیث کتاب اللعان میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما ذُكِرَ التَّلَاعُنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذٰلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ وَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ يَشْكُو أَنَّهُ وَجَدَ مَعَ أَهْلِهِ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ مَا ابْتُلِيتُ بِهٰذَا إِلَّا لِقَوْلِي فَذَهَبَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ وَكَانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبِطَ الشَّعَرِ وَكَانَ الَّذِي ادَّعٰى عَلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَ أَهْلِهِ آدَمَ خَدِلًا كَثِيرَ اللَّحْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم اللّٰهُمَّ بَيِّنْ فَوَضَعَتْ شَبِيهًا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَهَا فَلَاعَنَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ هِيَ الَّتِي قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ رَجَمْتُ هٰذِهِ فَقَالَ لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ فِي الْإِسْلَامِ السُّوءَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن القاسم از القاسم بن محمد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کرنے کا ذکر کیا گیا تو حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق ایک بات کہی، پھر واپس چلے گئے، پھر ان کی قوم میں سے ایک مرد آیا جس نے یہ شکایت کی کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا، تو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں صرف اپنی بات کی وجہ سے اس معاملہ میں مبتلا ہوا ہوں، پھر ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا، تو انہوں نے اس شخص کی خبر دی جس کو انہوں نے اپنی بیوی کے پاس پایا، اور گویا کہ وہ مرد زرد رنگ کا تھا اور اس کے جسم پر گوشت کم تھا اور اس کے بال سیدھے تھے، اور جس شخص کے متعلق حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے اس کو اپنی بیوی کے ساتھ پایا ہے وہ گندمی رنگ کا تھا اور اس کی پنڈلیاں پُر گوشت تھیں، اور اس کے جسم پر گوشت زیادہ تھا، پس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اے اللہ! بیان فرما! پھر اس عورت کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا جو اس مرد کے مشابہ تھا جس کے متعلق اس عورت کے شوہر نے بتایا تھا کہ انہوں نے اس مرد کو اس عورت کے پاس پایا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان لعان کرایا، پس ایک مرد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس مجلس میں کہا: یہ وہی عورت ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں کسی ایک کو بغیر گواہ کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں، یہ وہ عورت تھی جو اسلام لانے کے بعد برے کام علانیہ کرتی تھی۔

(صحیح بخاری: ۵۳۱۰، ۵۳۱۶، ۶۸۵۵، ۶۸۵۶، ۷۲۳۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۷، نسائی: ۳۴۷۰، ابن ماجہ: ۲۵۶۰، احمد: ۲۰۹۶)

صحیح البخاری: ۶۸۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی دوسری سند ہے اور یہ حدیث کتاب اللعان میں بھی گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے حضرت عاصم بن عدی، یہ ابن الجد بن عجلان العجلانی ہیں، پھر البلوی ہیں، یہ غزوہ بدر میں، غزوہ احد میں، غزوہ خندق میں اور تمام مشاہد میں حاضر تھے، ایک قول یہ ہے کہ یہ بدر میں حاضر نہیں تھے اور ۴۵ھ میں ان کی وفات ہوئی، ان کی عمر تقریباً ایک سو بیس سال تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاتاہ رجل" یعنی حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد آئے اور ان کا نام عُوَیمر تھا جو عامر کی تصغیر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من قومہ" یعنی یہ حضرت عاصم بن عدی کی قوم میں سے تھے اور یہ دوسرے عجلانی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فذھب بہ" پس حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اس مرد کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے جس کا ذکر کیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مصفرا سبط الشعر" یعنی اس شخص کا رنگ زرد تھا اور اس کے بال سیدھے تھے، یعنی اس کے بال گھونگھریالے نہیں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "آدم" آدم کا لفظ اُدمہ سے ماخوذ ہے اور یہ گندم کو کہتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ یہ زمین کا رنگ ہے، اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو آدم کہتے ہیں کیونکہ ان کا رنگ زمین کے رنگ کی مثل تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خدلا" جس کی پنڈلیاں بھری ہوئی اور موٹی ہوں، ابن فارس نے کہا: "امراۃ خدلۃ" کہا جاتا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے یعنی اس کے تمام اعضاء بھرے بھرے ہوں اور اس کی ہڈیاں پتلی ہوں۔ علامہ جوہری نے کہا: ''الخدلاء'' کا معنی ہے: جس کی پنڈلیاں اور کلائیاں بھری بھری ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقال رجل لابن عباس'' اس مرد سے مراد ہے حضرت عبداللہ بن شداد جن کا پہلی حدیث میں ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کانت تظھر فی الاسلام السوء'' علامہ نووی نے کہا ہے: اس عورت کے متعلق یہ مشہور ہو گیا تھا کہ وہ برے کام کرتی ہے، لیکن اس پر اس کے خلاف گواہ نہیں قائم تھے اور نہ اس عورت نے اعتراف کیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے متعلق کسی برے کام کی شہرت ہو جائے تو اس سے اس کے اوپر حد واجب نہیں ہوتی۔

علامہ المہلب نے کہا ہے: حد کسی شخص پر گواہی سے قائم ہوتی ہے یا اس کے اقرار سے، خواہ وہ بے حیائی کے کاموں میں مشہور ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۰۔۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بغیر گواہی یا اقرار کے حد قائم کرنے کا عدم جواز

یہ حدیث اس بات میں اصل ہے کہ کسی شخص پر بغیر گواہی کے حد نہ قائم کی جائے خواہ بے حیائی کے کاموں کی اس پر تہمت ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والی عورت کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچہ کی علامت بیان فرمائی تھی اور اس عورت سے ایسا ہی بچہ پیدا ہوا، اور جس کے ساتھ اس عورت کو تہمت لگائی گئی تھی وہ بچہ اس کے مشابہ بھی تھا، پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد نہیں قائم کی، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے خلاف ہے، پس اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے اور بغیر یقینی دلیل کے نہ کسی کا مال ضبط کرنا جائز ہے اور نہ کسی کو قتل کرنا جائز ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ اس کے بندوں پر ستر کیا جائے اور ان کا پردہ رکھا جائے اور ان پر نرمی کی ہے تا کہ وہ توبہ کریں۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۶، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لعان کی تعریف اور اس کا حکم

لعان، ''لاعن یلاعن'' کا مصدر ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے العیاذ باللہ، پس وہ یہ کہے کہ میری بیوی نے زنا کیا، اور غالب یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی پر اس وقت تہمت لگاتا ہے جب وہ صادق ہوتا ہے، کیونکہ اس تہمت سے وہ اپنے بستر کو فاسد قرار دیتا ہے، پس شوہر سے اس تہمت کا وقوع اسی وقت ہوگا جب وہ اس تہمت میں صادق ہو، اور اب یا تو شوہر گواہ قائم کرے یا عورت زنا کا اعتراف کرے، پس اگر شوہر گواہ قائم کر دے یا عورت اقرار کر دے تو عورت کے اوپر حد واجب ہو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جائے گی، اور اگر شوہر گواہ قائم نہ کرے اور عورت اقرار نہ کرے تو پھر واجب ہے کہ شوہر کے اوپر اسّی (۸۰) کوڑے مارے جائیں کیونکہ اس نے پاک دامن عورت پر تہمت لگائی ہے، سوا اس صورت کے کہ مرد اپنی بیوی سے لعان کرنے کو اختیار کرلے، پھر جب مرد اور عورت آپس میں لعان کرلیں یعنی مرد چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ میری اس بیوی نے زنا کیا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو، اور عورت بھی چار مرتبہ قسم کھا کر کہے کہ مرد جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ مرد سچوں میں سے ہو تو اس عورت پر اللہ کا غضب ہو۔

(۱) اور جب وہ باہم لعان کرلیں تو ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی، پس وہ عورت اس مرد پر کبھی بھی حلال نہیں ہوگی اور اس پر دائماً حرام ہوگی اور مرد اس عورت کے لیے حرام نہیں ہوگا۔

(۲) لعان کرنے کے بعد شوہر سے حدِ قذف ساقط ہوجائے گی۔

(۳) اسی طرح عورت کے لعان کرنے کے بعد اس سے زنا کی حد ساقط ہوجائے گی۔

یہاں پر یہ سوال ہے کہ اب بچہ جو پیدا ہوگا وہ شوہر کا قرار دیا جائے گا یا اس عورت کا جس پر زنا کی تہمت لگائی گئی تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا کیونکہ وہ اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے جب تک کہ وہ اپنی ذات سے اس بچہ کے نسب کی نفی نہیں کرتا، اور اگر اس نے یہ کہا کہ یہ حمل مجھ سے نہیں ہے تو پھر نسب منتفی ہوجائے گا اور پھر وہ بچہ اس کا نہیں ہوگا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۲۔ ۲۳۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۴۵۔ باب: رَمْیِ الْمُحْصَنَاتِ

پاک دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانے کا بیان

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور: ۴۔۵)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو تم ان کو اسّی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ فاسق ہیں ○ سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں، تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۠ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (النور: ۲۳)

بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے، اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ○

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کا حکم بیان کیا گیا ہے، المحصنٰت سے مراد پاک دامن عورتیں ہیں اور یہ بیویوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔

اس باب میں امام بخاری نے دو آیتوں کا ذکر کیا ہے، پہلی آیت تہمت لگانے کی حد کے حکم کے بیان میں ہے، یعنی وہ تہمت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لگانے والے پر اسی (۸۰) کوڑے مارنا ہے، اور تہمت لگانے والوں کو فاسق قرار دیا گیا اور دوسری آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا گناہِ کبیرہ ہے۔

اس آیت میں پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے کا حکم بیان فرمایا ہے، اور اگر عورتیں پاک دامن مردوں کے اوپر زنا کی تہمت لگائیں تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہے یعنی وہ بھی اسی (۸۰) کوڑے مارے جانے کی مستحق ہوں گی، یہ حکم قیاس اور استدلال سے ثابت ہے۔ اور جس عورت نے کسی آزاد پاک دامن مومن مرد پر زنا کی تہمت لگائی تو اس پر بھی اسی کوڑے مارنے کی حد واجب ہوگی جیسا کہ کوئی مرد کسی آزاد پاک دامن مومنہ عورت پر زنا کی تہمت لگائے۔ اور غلاموں پر تہمت لگانے کے حکم میں اختلاف ہے جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابی الغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، اور جادو کرنا، اور اس جان کو قتل کرنا جس کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حق کے سوا حرام قرار دیا ہے، اور سود کھانا، اور یتیم کا مال کھانا، اور میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیرنا، اور پاک دامن مومن غافل عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح البخاری: ۲۷۶۶، ۵۷۶۴، ۶۸۵۷، صحیح مسلم: ۸۹، سنن نسائی: ۳۶۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۷۴)

صحیح البخاری: ۶۸۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیثِ مذکور کے آخری جملہ میں ہے جس میں پاک دامن مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے کو ہلاک کرنے والا گناہِ کبیرہ قرار فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالعزیز بن عبداللہ، یہ ابن یحییٰ الاویسی المدینی ہیں، اور یہ امام بخاری کے تفردات میں سے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سلیمان، یہ ابنِ بلال ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ثور بن زید، یہ المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالغیث، ان کا نام سلام مولیٰ ابن مطیع ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ حدیث کتاب الوصایا اور کتاب الطب میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی آ چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الموبقات" اس کا معنی ہے "المھلکات" اور علامہ المہلب نے کہا: ان کاموں کو المھلکات اس لیے فرمایا ہے کہ ان کاموں کا مرتکب اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے کا سبب ہوتا ہے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ ان کاموں پر گرفت کرے تو ان کاموں کے مرتکب کو دوزخ کی آگ میں ڈال دے گا، العیاذ باللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گناہِ کبیرہ کی مختلف تعریفات

بعض علماء نے گناہِ کبیرہ کی تعریف یہ کی ہے کہ یہ وہ گناہ ہے جس پر حد واجب ہے، لیکن یہ تعریف صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں جن چیزوں کو گناہِ کبیرہ میں سے شمار کیا گیا ہے ان میں سے اکثر پر حد واجب نہیں ہے مثلاً سود کھانے پر حد واجب نہیں ہے، یتیم کا مال کھانے پر حد واجب نہیں ہے، میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیرنے پر حد واجب نہیں ہے۔ اور بعض دوسرے علماء نے یہ تعریف کی ہے کہ جس کام پر کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وعید ہو، وہ کام گناہِ کبیرہ ہے۔

اور الماوردی نے "الحاوی" میں گناہِ کبیرہ کی یہ تعریف کی ہے کہ جس پر حد واجب ہو یا اس پر وعید ہو، گویا انہوں نے کبیرہ کی دو قسمیں کر دیں، ایک قسم وہ ہے جس پر حد واجب ہو اور دوسری قسم وہ ہے جس پر وعید ہو۔

اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں تصریح ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور جھوٹی قسم کھانا گناہِ کبیرہ ہے، اور جھوٹی گواہی دینا گناہِ کبیرہ ہے، اور ان میں سے کسی پر حد واجب نہیں ہے۔

علامہ رافعی نے لکھا ہے: جس نے زنا کیا، یا لواطت کی، یا خمر کو پیا، یا کسی کا مال غصب کیا، یا چوری کی، یا ناحق قتل کیا، تو یہ گناہِ کبیرہ ہے اور اس کی شہادت رد کر دی جائے گی خواہ اس نے ان کاموں کو ایک مرتبہ کیا ہو۔

علامہ ابن عبد السلام نے کہا: میں کبیرہ کی ایسی منضبط تعریف پر واقف نہیں ہو سکا جو اعتراض سے سالم ہو۔ اور بعض علماء نے یہ کہا ہے: ہر وہ گناہ جس کے ساتھ وعید مقرون ہو یا لعنت مقرون ہو۔

اور علامہ ابن الصلاح نے کہا ہے: گناہِ کبیرہ کی علامات ہیں، ان میں سے ایک علامت حد کا واجب ہونا ہے، دوسری علامت اس پر دوزخ کے عذاب کی وعید ہے خواہ کتاب میں ہو یا سنت میں ہو، اور اس کی علامت یہ ہے کہ کبیرہ کا مرتکب فسق کے ساتھ متصف ہوتا ہے یعنی اس کو فاسق کہا جاتا ہے، اور کبیرہ پر لعنت کی جاتی ہے۔

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کبائر ہر وہ گناہ ہیں جو اس کے مرتکب کو دوزخ میں داخل کر دیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور بہترین تعریف علامہ قرطبی کی ہے جو انہوں نے المفہم میں کی ہے کہ ہر وہ گناہ جس کے اوپر کتاب یا سنت یا اجماع علماء کی تصریح ہو کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے یا عظیم گناہ ہے یا اس میں شدید عذاب کی خبر دی ہو یا اس پر حد کو موقوف کیا ہو یا اس کی بہت شدید مذمت کی ہو تو وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

اس بناء پر یہ تلاش کرنا چاہیے کہ کن کاموں پر گناہوں کی وعید ہے یا کن کاموں پر لعنت ہے یا کن کاموں کو قرآن یا احادیث صحیحہ میں یا احادیثِ حسنہ میں فسق قرار دیا ہے۔

اور علامہ الحلیمی نے المنہاج میں کہا ہے: ہر گناہ صغیرہ بھی ہوتا ہے اور کبیرہ بھی ہوتا ہے، اور کبھی صغیرہ کسی قرینہ سے کبیرہ ہو جاتا ہے، اور کبیرہ کسی قرینہ سے فاحشہ ہو جاتا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے کے، کیونکہ وہ سب سے زیادہ فحش کبیرہ ہے اور اس کی نوع میں کوئی صغیرہ نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس کے باوجود وہ کبیرہ فاحش اور افحش کی طرف منقسم ہوتا ہے، پھر علامہ حلیمی نے اس کی مثالیں دی ہیں، انہوں نے کہا: کسی جان کو ناحق قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہے، لیکن اگر اس نے اپنے اصول میں سے کسی کو قتل کیا مثلاً ماں باپ کو، یا اپنی فروع میں سے کسی کو قتل کیا مثلاً اپنی اولاد کو، یا کسی ذی رحم رشتہ دار کو قتل کیا، یا کسی کو حرم میں قتل کیا، یا کسی کو حرمت والے مہینوں میں قتل کیا، تو پھر یہ کبیرہ فاحشہ ہیں۔

اسی طرح زنا گناہِ کبیرہ ہے، پس اگر پڑوسی کی بیوی سے زنا کیا، یا ذی رحم محرم سے زنا کیا، یا رمضان کے مہینہ میں زنا کیا، یا حرم میں زنا کیا تو یہ کبیرہ فاحشہ ہیں۔

اسی طرح خمر کو پینا گناہِ کبیرہ ہے، پس اگر رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت خمر کو پیا، یا حرم میں خمر کو پیا، یا علانیہ خمر کو پیا تو یہ فاحشہ ہے۔

اسی طرح اجنبی عورت کے ساتھ بوس و کنار گناہِ صغیرہ ہے، لیکن اگر باپ کی بیوی کے ساتھ بوس و کنار کیا ہو، یا اپنے بیٹے کی بیوی کے ساتھ بوس و کنار کیا ہو، یا ذی رحم محرم کے ساتھ بوس و کنار کیا ہو تو یہ گناہِ کبیرہ ہے۔

اور اسی طرح نصاب سے کم مال کو چرانا گناہِ صغیرہ ہے، اور اگر نصاب کے مطابق مال کو چرایا تو گناہِ کبیرہ ہے۔ علامہ حلیمی نے اس طرح کی بہت مثالیں دی ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بعض محققین نے کہا ہے کہ واجب کا ترک اور مکروہِ تحریمی کا ارتکاب گناہِ صغیرہ ہے اور فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہِ کبیرہ ہے، پھر گناہِ کبیرہ کے وہ درجات ہیں جن کا علامہ حلیمی نے ذکر کیا ہے۔

۴۶۔ بَابُ: قَذْفِ الْعَبِيْدِ

غلام کو تہمت لگانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں غلام کو تہمت لگانے کا بیان ہے، اور اس میں اضافت مفعول کی طرف ہے اور فاعل کا ذکر نہیں کیا گیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابنِ حجر عسقلانی اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

العبید سے مراد ہے الارقاء، اور غلام کو لفظِ عبید کے ساتھ تعبیر کیا ہے تاکہ حدیث کے لفظ کی اتباع ہو، اور اس میں باندی اور غلام دونوں کا حکم برابر ہے، اور اس عنوان میں اضافت مفعول کے لیے ہے، جیسا کہ باب کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فاعل کی طرف اضافت مراد ہو اور اس میں حکم یہ ہے کہ جب غلام کسی پر تہمت لگائے تو اس کو اس سزا کی نصف ملے گی جو آزاد کو سزا دی جاتی ہے خواہ وہ مذکر ہو یا مونث، اور یہ جمہور کا قول ہے۔ اور عمر بن عبدالعزیز اور زہری اور ایک قلیل جماعت اور الاوزاعی اور اہل الظاہر سے منقول ہے کہ اس کی حد اسی کوڑے ہے، اور ابنِ حزم نے ان کی مخالفت کی اور جمہور کے موافق قول کیا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۹۲۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حافظ ابنِ حجر عسقلانی کی اس عبارت پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ قذف العبید میں اضافت مفعول کی طرف ہے جیسا کہ ظاہر ہے، اگرچہ اس میں وہ بھی احتمال ہے جو حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے، نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ غلاموں کو عبید کے لفظ سے حدیث میں تعبیر کیا ہے، اس میں حدیث کی اتباع ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ لفظِ حدیث میں مملوکہ کا لفظ ہے، اور اس میں لفظ کے اعتبار سے اتباع نہیں ہے اگرچہ مملوک کے لفظ کا اطلاق عبد پر بھی کیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

علامہ عینی کا یہ اعتراض تحصیل حاصل کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۵۲، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا حافظ ابنِ حجر عسقلانی پر اعتراض قوی ہے، اور یہاں پر حافظ ابنِ حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کا کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دے سکے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۸۵۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ وَهُوَ بَرِيءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از فضیل بن غزوان از ابن ابی نُعم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی اور وہ غلام اس کی تہمت سے بری تھا تو اس کے مالک پر قیامت کے دن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کوڑے لگائے جائیں گے سوا اس صورت کے کہ وہ غلام اسی طرح ہو جس طرح اس پر تہمت لگائی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۶۰، سنن ترمذی: ۱۹۴۷، سنن ابوداؤد: ۵۱۶۵، مسند احمد: ۹۲۸۳)

صحیح البخاری: ۶۸۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ لفظِ مملوک کا عبد یعنی غلام پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، یہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں فُضیل کا ذکر ہے جو فضل کی تصغیر ہے یہ ابن غزوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی نُعم کا ذکر ہے، ان کا نام عبدالرحمٰن البجلی الکوفی ہے اور ابو نُعم کے نام پر میں واقف نہیں ہو سکا۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الایمان والنذور میں از ابی بکر بن ابی شیبہ روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی کتاب الادب میں از ابراہیم بن موسیٰ روایت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کی کتاب البر والصلہ میں از احمد بن محمد روایت کی ہے اور امام نسائی نے اس حدیث کی کتاب الرجم میں از سوید بن نصر روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں نے ابوالقاسم سے سنا'' اور الاسماعیلی کی روایت میں ہے: ہمیں ابوالقاسم نے حدیث بیان کی جو نبی التوبہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مَن قذف مملوکه'' اور اسماعیلی کی روایت میں مذکور ہے ''جس نے اپنے غلام پر کسی چیز کی تہمت لگائی''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''جُلِدَ یوم القیامة'' اس حدیث میں یہ خبر ہے کہ جب مالک نے اپنے غلام پر کوئی تہمت لگائی اور غلام اس تہمت سے بری تھا اور قیامت کے دن اس پر کوڑے لگائے جائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں اس کی کوئی سزا نہیں ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب آزاد کسی غلام پر کوئی تہمت لگائے تو اس آزاد پر کوئی حد نہیں ہے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے ''اسے قیامت کے دن حد لگائی جائے گی'' پس اگر اس پر دنیا میں کوئی حد واجب ہوتی تو اس کا بھی اسی طرح ذکر کیا جاتا جس طرح آخرت کی سزا کا ذکر فرمایا ہے۔

اور امام شافعی اور امام مالک نے کہا ہے کہ کسی شخص نے کسی پر تہمت لگائی اور اس کا یہ گمان تھا کہ وہ غلام ہے، پھر اچانک وہ آزاد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھا تو اس پر حد ہے۔
اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اُمُّ الوَلَد پر تہمت لگانے والے کے متعلق اختلاف ہے کہ اس پر حد واجب ہے یا نہیں؟ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس پر حد ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے، اور یہی امام شافعی کے قول کا قیاس ہے۔ اور حسن بصری سے مروی ہے کہ اس پر کوئی حد نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اپنے غلام پر تہمت لگانے کے متعلق ایک اور روایت

امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: جس نے اپنے مملوک پر تہمت لگائی تو اللہ کے لیے اس کی پشت میں قیامت کے دن حد ہے اگر چاہے تو اللہ تعالیٰ اس پر وہ حد قائم کرے اور اگر چاہے تو معاف فرمائے۔
علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے لکھا ہے: اس پر اجماع ہے کہ جب کوئی آزاد شخص کسی غلام پر تہمت لگائے تو اس پر حد واجب نہیں ہوگی، اور یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر مالک پر واجب ہو کہ وہ اس پر حد لگائے جو اس کے غلام کے اوپر دنیا میں تہمت لگائے تو اس کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر فرماتے جیسا کہ آپ نے آخرت میں حد کا ذکر فرمایا ہے، اور آپ نے اس سزا کو آخرت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، اس میں آزاد لوگوں کو غلاموں سے ممتاز کیا ہے، آخرت میں اس لیے کہ آخرت میں مالکوں کی غلاموں پر ملکیت نہیں رہے گی اور ان کی ملکیت زائل ہو جائے گی اور وہ سب حدود میں برابر ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک قصاص لے گا سوا اس کے کہ وہ معاف کردے اور اس دن تقویٰ کے سوا اور کسی اعتبار سے فضیلت نہیں ہوگی۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
علامہ المہلب نے یہاں پر اجماع کو جو نقل کیا ہے، اس پر اعتراض ہے، کیونکہ امام عبد الرزاق نے از معمر از ایوب از نافع یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ کوئی شخص دوسرے کی ام ولد پر تہمت لگائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس پر حد لگائی جائے گی اور اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور اسی کے مطابق حسن بصری اور اہل الظاہر نے کہا ہے۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا کہ جس شخص نے ام ولد پر تہمت لگائی اس کے متعلق اختلاف ہے، امام مالک اور ایک جماعت نے کہا کہ اس پر حد واجب ہے اور یہی امام شافعی کے قول کا قیاس ہے مالک کی موت کے بعد، اسی طرح ہر وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ ام ولد آزاد کردی جائے گی تو اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ وہ مالک کی موت کے بعد آزاد کردی جائے گی۔ اور حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ ام ولد پر تہمت لگانے والے پر حد کو جائز نہیں کہتے تھے اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا: جس نے کسی آزاد شخص پر تہمت لگائی اور اس کا یہ گمان تھا کہ وہ غلام ہے تو اس پر حد واجب ہوگی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۹۲۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۷۔ بَابٌ: هَلْ يَأْمُرُ الْإِمَامُ رَجُلًا فَيَضْرِبُ الْحَدَّ غَائِبًا عَنْهُ؟

کیا امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی مرد کو یہ حکم دے کہ وہ کسی غائب شخص کے اوپر حد لگائے؟

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَقَدْ فَعَلَهُ عُمَرُ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کیا امام ایسا کرسکتا ہے کہ کسی مرد کو حد مارنے کا حکم دے اور وہ مرد وہاں سے غائب ہو اور اس عنوان کے معنی کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک مرد کے اوپر حد واجب ہو اور وہ امام سے غائب ہو تو کیا امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی مرد سے کہے کہ تم فلاں کی طرف جاؤ جو غائب ہے اور اس پر حد کو قائم کرو۔ اور اس سوال کا جواب محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ ہاں امام کے لیے ایسا جائز ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس باب کی تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا ہے، اور یہ صرف الکشمیھنی کی روایت میں ثابت ہے اور اس اثر کی امام سعید بن منصور نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے عامل کی طرف لکھا کہ اگر وہ دوبارہ ایسا کرے تو اس پر حد جاری کرو۔ اور اس میں ایک طویل قصہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۵۹، ۶۸۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَا جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَنْشُدُكَ اللهَ إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ فَقَامَ خَصْمُهُ وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ فَقَالَ صَدَقَ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ وَأْذَنْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قُلْ فَقَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا فِي أَهْلِ هٰذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَخَادِمٍ وَإِنِّي سَأَلْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ وَأَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا الرَّجْمَ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ الْمِائَةُ وَالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَيَا أُنَيْسُ اغْدُ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَسَلْهَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابو ہریرہ اور زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کریں، تو اس کا فریقِ مخالف کھڑا ہوا اور وہ پہلے سے زیادہ سمجھدار تھا، اس نے کہا: اس نے سچ کہا، آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرمائیں، اور یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں (کہ میں بات کروں)، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بات کرو، تو اس نے کہا: میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا تو میں نے اس کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک خادم فدیہ میں دے دیے، اور میں نے اہلِ علم میں سے مردوں سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے پر ایک سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شہر بدر کیا جائے گا، اور بے شک اس شخص کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تم دونوں کے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم تم کو واپس دیے جائیں گے، اور تمہارے بیٹے پر سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، اور اے اُنیس! تم صبح کو اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اور اس سے سوال کرو، پس اگر وہ اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دینا، پس اس عورت نے اعتراف کر لیا تو انہوں نے اس کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

صحیح البخاری: ۶۸۵۹۔۶۸۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیثِ مذکور کے اس جملہ میں ہے "اے اُنیس! اس عورت کے پاس صبح کو جاؤ اور اس سے سوال کرو، اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کردو"۔ پس اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام اور سربراہِ مملکت کسی دوسرے کو رجم کرنے پر مامور کر سکتا ہے۔

یہ حدیث متعدد مرتبہ گزر چکی ہے اور آخری مرتبہ اس باب میں گزری تھی کہ "جب کوئی شخص حاکم کے سامنے اپنی بیوی پر یا دوسرے کی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے" اور اس کی شرح کئی مرتبہ ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انشدك بالله" یعنی میں آپ سے صرف اس فیصلہ کا مطالبہ کرتا ہوں جو اللہ کے حکم کے مطابق ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وائذن لی" یہ اس مرد کا کلام ہے نہ کہ اس کے فریقِ مخالف کا، یعنی اس مرد نے کہا: مجھے بات کرنے کی اجازت دیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عَسِیفا" اس کا معنی ہے اجیر یعنی مزدور۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یا أنیس" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرنے کے لیے حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو خصوصیت سے مخاطب فرمایا، کیونکہ حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ اسلمی تھے اور وہ عورت بھی اسلمیہ تھی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "فاعترفت" یہاں یہ عبارت محذوف ہے کہ حضرت انیس رضی اللہ عنہ اس عورت کی طرف گئے اور اس سے سوال کیا کہ کیا تم نے زنا کیا ہے؟ اس عورت نے اعتراف کر لیا یعنی زنا کرنے کا اقرار کر لیا، تو انہوں نے اس کے اقرار کرنے کی بناء پر اس کو رجم کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص زنا کا اقرار کر لے تو پھر اس کو اقرار سے رجوع کی پیش کش کرنی چاہیے یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اگر وہ عورت زنا کرنے کا اعتراف کر لے تو تم اس کو رجم کر دینا" اس میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص زنا کا اعتراف کر لے اس کو رجم کر دینا چاہیے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص اپنے اقرار سے رجوع کر لے اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عالم نہیں ہیں۔

اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اور جو شخص حقیقت میں سنت کی اتباع کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ کسی اقرار کرنے والے پر حد اس وقت قائم کی جائے گی جب کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع نہ کرے، کیونکہ اگر ہم اس کو جائز قرار دیں تو آج ایک شخص اقرار کرے گا اور کل انکار کر دے گا۔

اور شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے: اگر اقرار کرنے والے کے رجوع کا اعتبار کیا جائے تو دنیا میں کبھی بھی حد قائم نہیں کی جائے گی، کیونکہ ہر انسان جب یہ دیکھے گا کہ اس کو سنگسار کیا جا رہا ہے اور اس کو پتھر لگ رہے ہیں تو وہ اپنے طبعی تقاضا سے بھاگے گا یا دیکھے گا کہ اس کو کوڑے مارے جا رہے ہیں تو تب بھی وہ اپنے طبعی تقاضا سے بھاگے گا، اور ہر انسان اس بات پر قادر ہے کہ وہ کہے گا کہ میں اپنے اقرار سے رجوع کرتا ہوں حتیٰ کہ اس سے حد اٹھالی جائے، اور اس سے فساد لازم آئے گا ایسا فساد جس کو رب العباد کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو اقرار سے رجوع کرنے کی پیش کش کی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ پر حد جاری کرنے کے فیصلہ سے پہلے پیش کش کی تھی، اور جب یہ فیصلہ فرما دیا تو پھر ان کو یہ پیشکش نہیں کی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: "کتاب الحدود والمحاربین" ایک سو تین (۱۰۳) احادیث مرفوعہ پر مشتمل ہے، ان احادیث میں سے اناسی (۷۹) احادیث موصولہ ہیں اور باقی متابعات اور تعلیق ہیں، اور ان میں باسٹھ (۶۲) احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث سترہ (۱۷) ہیں۔

"کتاب الحدود والمحاربین" کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین! آج ۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ/16 ستمبر 2013ء بروز پیر کتاب الحدود کی احادیث کا ترجمہ اور اس کی شرح مکمل ہو گئی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الٰہ العالمین! ان احادیث کے تراجم اور شروح میں جو مجھ سے فروگزاشت اور کوتاہی ہوئی ہے اس کو معاف فرما، اور ان احادیث اور اس کی شروح میں اہلِ اسلام کو جن نیک اعمال کے کرنے اور برے اعمال سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے، اس پر انہیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور مجھے اور سب مسلمانوں کو اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی فرما، اور ہم سب کو اسلام پر زندہ رکھ اور ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمانا، ہمارے گناہوں کو بخش دینا، اور دنیا اور آخرت میں ہمیں اپنی گرفت اور عذاب سے محفوظ رکھنا، اور اپنے فضل و کرم سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہمیں جنت الفردوس عطا فرمانا، اور مجھے جس طرح آپ نے کتاب الحدود کی شرح کی توفیق دی ہے اسی طرح صحیح البخاری کی بقیہ کتب کی احادیث کی شرح کی توفیق بھی مرحمت فرمانا، اور اس شرح میں مجھے وہی بات لکھنے کی توفیق عطا فرمانا جو حق اور صواب ہو، اور جو غلط اور باطل ہو اس سے مجتنب رکھنا۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه، اللھم ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۸۷۔ کِتَابُ الدِّیَاتِ

دیات (مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینے) کا بیان

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ''دیات'' کے احکام بیان کیے گئے ہیں، دیات، دیۃ کی جمع ہے، اس کی اصل ہے وَدیٌ اور یہ ''ودیت القتیل'' سے ماخوذ ہے، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب مقتول کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ امام بخاری کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے اس کا عنوان قائم کیا ہے ''کتاب القصاص'' اور اس کے تحت دیات کا ذکر کیا ہے، اور امام بخاری نے ''کتاب الدیات'' کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت قصاص کو داخل کیا ہے، اس کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کا عنوان دوسرے ائمہ حدیث کے عنوانوں سے زیادہ عام ہے، کیونکہ جس چیز میں قصاص واجب ہے، اس میں مال لے کر معاف کرنا بھی جائز ہے، سو وہ دیت کو شامل ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

الدیات کا واحد، الدیۃ ہے، اور اس کے آخر میں جو ''ھاء'' ہے وہ واؤ محذوف کے عوض میں ہے، یہ لفظ ''ودیت القتیل'' سے ماخوذ ہے، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب تم مقتول کی دیت یعنی اس کا خون بہا ادا کر دو۔ المغرب میں مذکور ہے کہ جب مقتول کے ولی کو مقتول کا خون بہا دیا جائے تو کہا جاتا ہے ''ودی القتیل'' اور ''ودی'' کا اصل معنی جاری ہونا ہے، اسی سے الوادی ماخوذ ہے کیونکہ وادی کے اندر پانی جاری ہوتا ہے، اور خون بہا کو بھی دیۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں بھی مقتول کے جان کے معاوضہ کو دینا نکلتا ہے اور جاری ہوتا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۲۹۲۔ ۲۹۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اصطلاحِ شرع میں ''دیۃ'' اس مال کو کہتے ہیں جو جان کے مقابلہ میں دیا جاتا ہے۔ امام بخاری نے ''کتاب الدیات'' میں ہی قصاص کے احکام بھی بیان کئے ہیں، کیونکہ قصاص میں بھی مال پر صلح کر کے قصاص کو معاف کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے ائمہ حدیث نے اس کا عنوان ''کتاب القصاص'' لکھا ہے، کیونکہ قتلِ عمد میں اصل قصاص ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۔ ۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

الدیات، دیۃ کی جمع ہے اور ''دیۃ'' اس مال کو کہتے ہیں جو اس شخص کو دیا جاتا ہے جس کے خلاف جنایت کی گئی ہو، خواہ جس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی جان لی گئی ہو یا اس کے کسی عضو کو تلف کیا گیا ہو، تو اس کا بدل جو دیا جائے اس کو "دیۃ" کہتے ہیں، اور کبھی شریعت میں اس مال کی مقدار معین ہوتی ہے اور کبھی معین نہیں ہوتی، اور اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۴۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

جنایت کا معنی

علامہ مجد الدین ابو السادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ، لکھتے ہیں:

جنایت کا معنی ہے گناہ اور جرم، اور یہ کہ انسان کوئی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے اس کے اوپر دنیا میں یا آخرت میں عذاب ہو، یا دنیا میں اس سے بدلہ لیا جائے۔

حدیث میں ہے: "الا لا یجنی جان الا علی نفسہ" (سنو! جو شخص بھی جنایت کرتا ہے وہ اپنے نفس پر جنایت کرتا ہے)۔

(سنن ترمذی: ۲۱۵۹) (النہایہ ج ۱ ص ۲۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

۱۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ (النساء: ۹۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عطف "کتاب الدیات" پر ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس عنوان کو اس آیت سے شروع کرنے کی کیا توجیہ ہے؟

اس سوال کا یہ جواب ہے کہ اس آیت میں عمداً قتل ناحق پر وعید شدید ہے، کیونکہ جس نے یہ قتل کیا اور مال پر اس کی صلح کر لی گئی تو اس کو دیت شامل ہوگی۔

اس آیت کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے، کیا قاتل کی توبہ ہوتی ہے یا نہیں؟ پس حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اس کی کوئی توبہ نہیں اور یہ آیت غیر منسوخ ہے۔ اور سورۃ الفرقان جس میں قاتل کی توبہ کا ذکر ہے، یہ آیت اس کے چھ ماہ بعد نازل ہوئی ہے، اور سورۃ الفرقان کی آیت اہل شرک کے متعلق ہے، اور سورۃ النساء کی مذکورہ آیت مومنین کے متعلق ہے۔

اور حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ قاتل کے لیے توبہ ہے اور یہ حدیث ایسی سندوں کے ساتھ مروی ہے جن سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

اور علماء اہلسنت نے کہا ہے کہ قاتل اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے، ان کا استدلال حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے جس کا بیعت العقبۃ میں ذکر ہے، اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جس نے کوئی گناہ کیا اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے، اگر وہ چاہے تو اس کو معاف فرما دے اور اگر چاہے تو اس کو عذاب دے۔ اور تابعین کی ایک جماعت اور فقہاء امصار کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۵۔ ۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

قتلِ عمد پر وعید کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کی بہ نسبت پوری دنیا کا زوال زیادہ آسان ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۰۰، سنن نسائی: ۳۹۹۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمام آسمان اور زمین والے کسی ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔

(سنن ترمذی: ۱۴۰۲، المستدرک ج ۴ ص ۳۵۲، کنز العمال: ۳۹۹۵۴)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان کے پاس آ کر کہا: یہ بتایئے کہ ایک آدمی نے کسی شخص کو عمداً قتل کیا تو اس کی سزا کیا ہوگی؟ انہوں نے کہا: اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عذابِ عظیم تیار کر رکھا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ وہ آیت ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے (یعنی النساء: ۹۳) حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وحی نازل نہیں ہوئی، اس نے کہا: یہ بتایئے اگر وہ توبہ کر لے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرلے تو پھر وہ ہدایت یافتہ ہو جائے گا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کی توبہ کیسے ہوگی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس شخص کی ماں اس پر روئے جس نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دیا، وہ مقتول اپنے قاتل کو دائیں یا بائیں جانب سے پکڑے ہوئے آئے گا اور دائیں یا بائیں ہاتھ سے اس نے اپنا سر پکڑا ہوا ہوگا اور عرش کے سامنے اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا اور وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! اپنے اس بندہ سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا۔ (مسند احمد ج ارقم الحدیث: ۲۱۴۲، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

مسلمان کے قاتل کی مغفرت نہ ہونے کی توجیہات

اس آیت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور شرک کے سوا ہر کبیرہ گناہ لائقِ مغفرت ہے، حالانکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کو عمداً قتل کرنے کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے، اور جہنم میں خلود صرف کفار کے لیے ہوتا ہے اور جو گناہ لائقِ معافی ہو اس کے لیے جہنم میں خلود نہیں ہوتا۔ اس اشکال کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، لہٰذا اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ جس شخص نے کسی مومن کو اس کے مومن ہونے کے سبب سے قتل کیا تو اس کی سزا جہنم میں خلود ہے، اور جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کے وجہ سے قتل کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۲) اس آیت میں "مَن" کا لفظ ہر چند کہ عام ہے، لیکن یہ عام مخصوص البعض ہے اور اس سے ہر قاتل خواہ مومن ہو یا کافر یہ مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے وہ قاتل مراد ہے جو کافر ہو اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۳) یہ آیت ایک خاص قاتل کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ شخص پہلے مسلمان تھا، پھر اس نے مرتد ہو کر ایک مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا، اس کے متعلق روایت روح المعانی ج ۵ ص ۱۱۵ میں مذکور ہے۔

(۴) اس آیت میں قاتل سے مراد اگر مسلمان قاتل ہو تو اس آیت کا معنی اس طرح ہوگا کہ اس کی سزا جہنم میں خلود ہے، یعنی وہ اس سزا کا مستحق ہے، یہ نہیں فرمایا کہ اس کو یہ سزا دی جائے گی۔

(۵) اگر اس آیت میں مسلمان قاتل مراد ہو تو خلود سے مجازاً مکث طویل مراد ہے یعنی وہ لمبے عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

(۶) یہ آیت انشاءِ تخویف پر محمول ہے یعنی مسلمانوں کو قتل کرنے سے ڈرانے کے لیے ایسا فرمایا گیا ہے، حقیقت میں کسی مسلمان قاتل کو جہنم میں خلود کی سزا دینے کی خبر نہیں دی گئی۔

(۷) اگر کسی مسلمان نے قتل مسلم کو معمولی سمجھ کر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور پھر اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۸) اگر کسی مسلمان نے بغض اور عناد کے غلبہ کی وجہ سے قتلِ مسلم کی حرمت کا انکار کر دیا اور پھر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۹) اگر معاذ اللہ کسی مسلمان نے مسلمان کے قتل کرنے کو حلال اور جائز قرار دے کر یا اس حکم کی توہین کرنے کے لیے کسی مسلمان کو قتل کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۱۰) اس آیت میں ایک شرط محذوف ہے، یعنی اگر اس کی مغفرت نہ کی گئی تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اس کو خلفِ وعید سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن یہ بظاہر خلفِ وعید ہے حقیقت میں چونکہ یہاں شرط محذوف ہے اس لیے یہ کوئی خلف نہیں ہے۔ اور خلفِ وعید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کام سے ڈرانے کے لیے کوئی سزا کی وعید سنائی، لیکن اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ یہ سزا نہیں دے گا۔ اس لیے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مسلمان قاتل کی مغفرت نہ فرمائی تو اس کو دائمی عذاب ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ مسلمان قاتل کی بھی مغفرت فرما دے گا۔

۶۸۶۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللهِ قَالَ أَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقَهَا ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝۶۸﴾ الْآيَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابو وائل از عمرو بن شرحبیل، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک مرد نے پوچھا: یا رسول اللہ! کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے، اس نے پوچھا: پھر کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا، اس نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرو، تب اللہ عزوجل نے آپ کی اس حدیث کی تصدیق میں درج ذیل آیت نازل فرمائی:

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کردیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا O (الفرقان:۶۸)

(صحیح البخاری:۴۴۷۷،۴۷۶۱،۶۰۰۱، ۶۸۱۱، ۶۸۶۱، ۷۵۲۰، ۷۵۳۲، صحیح مسلم:۸۶، سنن ترمذی:۳۱۸۲، سنن نسائی:۴۰۱۳، سنن ابوداؤد:۲۳۱۰، مسند احمد:۴۱۲۰)

صحیح البخاری:۶۸۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت آیت کے اس حصہ میں ہے "اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کردیا ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں جریر کا ذکر ہے، اور وہ ابن عبدالحمید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاعمش کا ذکر ہے، اور وہ سلیمان ہیں۔ اور ابووائل کا ذکر ہے، وہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور عمرو بن شرحبیل کا ذکر ہے، وہ الہمدانی الکوفی ہیں۔ اور عبداللہ کا ذکر ہے، اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

یہ حدیث کتاب التفسیر میں از عثمان بن ابی شیبہ گزر چکی ہے اور کتاب الادب میں از محمد بن کثیر گزر چکی ہے۔ اور عنقریب یہ کتاب التوحید میں بھی آئے گی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نِدًا" (نون کے نیچے زیر اور دال پر تشدید) اس کا معنی ہے: نظیر اور مثیل، اسی طرح الندید کا معنی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "تم اپنے بیٹے کو قتل کرو اس خوف سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا"۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ قتل تو مطلقاً بہت بڑا گناہ ہے، پھر اس قید کی کیا توجیہ ہے کہ تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ حدیث عموم اور غلبہ کے اعتبار سے ہے، کیونکہ عام طور پر لوگ اپنے بچوں کو اس لیے قتل کردیتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں کہ رزق کم ہوگا تو کہاں سے کھلائیں گے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں، ایک تو اولاد کو قتل کرنا ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ پر اس اعتقاد کا ضعیف ہونا کہ اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے، اور اس حدیث کی نظیر درج ذیل آیت ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (بنی اسرائیل: ۳۱) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

اور یہ آیت بھی اس کی نظیر ہے:

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (الانعام: ۱۴۰)

بے شک ان لوگوں نے خسارہ پایا جنہوں نے حماقت اور جہالت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا اور جو رزق اللہ نے انہیں دیا تھا اللہ پر افتراء پردازی کر کے اس کو حرام قرار دیا، بے شک یہ گمراہ ہو گئے اور یہ ہدایت پانے والے تھے ہی نہیں O

نیز اس اس حدیث میں مذکور ہے "بحلیلۃ" حلیلۃ کے معنی ہیں: بیوی، یعنی تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو، اس میں ایک تو زنا کرنا جرم ہے، اور دوسرا یہ کہ اس پڑوسی کے ساتھ خیانت کرنا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ وصیت کی ہے کہ اس کے حق کی حفاظت کی جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانزل اللہ تصدیقھا" یعنی اس حدیث میں جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، ان کی تصدیق سورہ فرقان کی اس آیت میں ذکر فرمائی ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا (الفرقان: ۶۸)

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا O

اس حدیث میں مذکور ہے "یلق اثاما" مجاہد نے کہا: الاثام جہنم میں ایک وادی ہے، اور سیبویہ اور خلیل نے کہا: یعنی وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا۔ اور القتبی نے کہا: اثام کا معنی ہے: عقوبت اور سزا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۶۔ ۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۶۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتلِ وَلَد کے سب سے بڑے گناہ ہونے کی توجیہ

صحیح البخاری: ۶۸۶۱ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے کہ تم اللہ کا شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، آپ سے پوچھا گیا: پھر سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو اس لیے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی"۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے، کیونکہ قتل مطلقاً سب سے بڑا گناہ ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس میں کوئی محال نہیں ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ سے زیادہ بڑا ہو، اور گناہ کے بعض افراد دوسرے افراد سے زیادہ بڑے ہوں، پھر علامہ کرمانی نے کہا کہ اس کے سب سے بڑے گناہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں قتل کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے رزاق ہونے پر ایمان اور اعتقاد کی نفی بھی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۶۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔ (صحیح البخاری: ۶۸۶۳، مسند احمد: ۵۶۴۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن اس وقت تک اپنے دین کی کشادگی میں رہتا ہے جب تک کہ حرام خون نہ کرے۔

صحیح البخاری: ۶۸۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کے مطابق ہے اور وہ قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے جس میں عمداً مومن کے قتل کرنے پر جہنم کی وعید فرمائی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں، یہاں علی کے ساتھ ان کی نسبت کا ذکر نہیں کیا، ابو علی الجیانی نے بھی اس کی کسی نسبت کا ذکر نہیں کیا اور نہ اس کی نسبت پر الکلاباذی نے متنبہ کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ علی بن الجعد ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: علی بن الجعد بن عبید ابو الحسن الجوہری الہاشمی ان کے مولیٰ بغدادی ہیں، رجال الصحیحین کے جامع نے بیان کیا ہے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں ان سے بارہ (۱۲) حدیثوں کی روایت کی ہے اور ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ یہ علی بن ابی ہاشم ہیں، اور انہوں نے اسحاق بن سعید سے سماع کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی فسحة" اس کا معنی ہے کشادگی اس پر انسان کا شرح صدر ہو، یعنی جب تک انسان کسی کو ناحق قتل نہیں کرتا تو اس کے دل میں اپنی مغفرت کی امید کشادہ ہوتی ہے، اور جب وہ کسی کو ناحق قتل کر دیتا ہے تو پھر یہ امید تنگ ہو جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شرک کے بعد قتل ناحق پر جتنی سخت وعید فرمائی ہے اور کسی گناہ پر اتنی سخت وعید نہیں فرمائی۔
اس حدیث میں مذکور ہے "مِن دینه" اکثرین کی روایت اسی طرح ہے اور الکشمیہنی کی روایت میں ہے "من ذنبه"۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پہلی روایت کے اعتبار سے معنی یہ ہے کہ جب مومن کسی کو ناحق قتل کر دیتا ہے تو ناحق قتل کرنے کے متعلق جو قرآن مجید میں وعید ہے اس کی وجہ سے اس کے دین میں اس کی مغفرت کی امید کم ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ "من ذنبه" ہو تو پھر اس کا معنی یہ ہوگا کہ ناحق قتل کے گناہ کے سبب سے اس کی مغفرت کی امید کم ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۶۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتلِ ناحق سے مغفرت کی امید کے تنگ ہونے کی توجیہ

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ، لکھتے ہیں:

دین میں وسعت اور کشادگی اعمالِ صالحہ کی وسعت اور کشادگی کی بناء پر ہوتی ہے حتیٰ کہ جب کوئی بندہ مومن قتلِ ناحق کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ کشادگی تنگ ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ قتلِ ناحق کے گناہ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ اور دین میں کشادگی یہ ہے کہ اس کو یہ توقع ہوتی ہے کہ توبہ سے اس کی مغفرت ہو جائے گی حتیٰ کہ جب وہ قتل کر دیتا ہے تو توبہ کا قبول ہونا اٹھ جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے کے مطابق تفصیل ہے، کیونکہ ان کا مذہب یہ تھا کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی ۳۶۰ھ نے بھی اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ جب بندۂ مومن کسی حرام خون کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے سینہ سے حیاء نکال لی جاتی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۶۳۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ إِنَّ مِنْ وَرَطَاتِ الْأُمُورِ الَّتِي لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ فِيهَا سَفْكَ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ۔

(صحیح البخاری: ۶۸۶۳، مسند احمد: ۵۶۴۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان فرمایا کہ بے شک ایسی ہلاکت آفرینیاں جن میں کوئی شخص اپنے آپ کو واقع کرلے تو ان سے نکلنے کی کوئی راہ نہ ہو، ان میں سے یہ ہے کہ کوئی انسان حرام خون بہائے اس کی حلت کے بغیر۔

صحیح البخاری: ۶۸۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت ہے لیکن یہ روایت موقوف ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مِن ورطات الامور" اور یہ "ورطة" کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے ہلاکت، کہا جاتا ہے "وقع فلان فی ورطة" یعنی کوئی شخص کسی ہلاکت میں مبتلا ہو گیا جس سے اس کی نجات نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بغیر حِلّه" اس کا معنی ہے: یعنی اس نے ناحق خون کیا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: جب انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ وہ خون حرام بہائے تو اب "بغیر حِله" کی قید کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاکید کے لیے ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کا قتل کرنا سنگین گناہ ہے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ثابت ہے کہ جس نے کسی مومن کو عمداً ناحق قتل کیا تو انہوں نے اس قاتل کے متعلق کہا: وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اور امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کا زوال ایک مسلمان مرد کو قتل کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: امام نسائی نے اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ مومن کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کے زوال سے زیادہ سنگین ہے۔

علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ، لکھتے ہیں:

جانور کو ناحق قتل کرنے کی ممانعت بھی ثابت ہے اور اس کے متعلق بھی سخت وعید ہے تو کسی آدمی کو قتل کرنا کتنا سنگین ہوگا، پھر کسی مسلمان کو قتل کرنا اس سے بھی زیادہ سنگین ہوگا، اور کسی متقی مسلمان کو قتل کرنا تو نہایت سنگین ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۷۔۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۶۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے درمیان جس مقدمہ کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا، وہ خون سے متعلق ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۶۵۳۳، ۶۸۶۴، صحیح مسلم: ۱۶۷۸، سنن ترمذی: ۱۳۹۶، سنن نسائی: ۳۹۹۳، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۵، مسند احمد: ۳۶۶۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں قرآن مجید کی اس آیت کا ذکر تھا جس میں مسلمان کے قتل کرنے پر سخت وعید کا بیان ہے، اور اس حدیث میں بھی اسی کی تائید ہے، کیونکہ سب سے پہلے مقدمات میں جس مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا تو وہ ناحق خون کا مقدمہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو قتل کرنا بہت سنگین گناہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ذکر ہے عبید اللہ بن موسیٰ، یہ ابن باذام ابو محمد العبسی الکوفی ہیں۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے سلیمان، یہ الاعمش ہیں۔ نیز اس حدیث میں مذکور ہے ابی وائل، یہ ابو وائل شقیق بن سلمہ ہیں جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

علامہ عینی لکھتے ہیں:

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: یہ سند ثلاثیات کے ساتھ مل جاتی ہے اور یہ سند امام بخاری کے نزدیک عدد کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ سند ہے اور یہ ثلاثیات کے حکم میں اس وجہ سے ہے کہ الاعمش تابعی ہیں، اگرچہ وہ ایک اور تابعی سے روایت کرتے ہیں، کیونکہ اس تابعی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اگرچہ اس کو صحبت حاصل نہیں ہوئی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جب اعمش صحابی نہیں ہیں تو یہ حدیث ثلاثیات سے کیسے ہے، پس جو شخص صحابی نہ ہو تو وہ عام آدمیوں کی مثل ہے خواہ وہ تابعی ہو یا غیر تابعی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کے نزدیک ثلاثیات عدد کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ سند ہے اور علو کی دو قسمیں ہیں: حسی اور معنوی، اور حسی وہ ہے جس میں عدد کی تحقیق ہو، پس یہ وہ ہے جس میں راوی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کم سے کم تین افراد ہوں، اور معنوی کی کئی صورتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ عدد بعینہٖ کسی صحابی تک پہنچتا ہو خواہ وہ صحابی اس حدیث کو کسی اور صحابی سے روایت کرے یا اکثر سے روایت کرے، اور ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ یہ عدد بعینہٖ کسی تابعی تک پہنچے، اور خواہ وہ تابعی کسی اور تابعی سے روایت کرتا ہو یا اکثر سے روایت کرتا ہو، اور یہ باب ثلاثیات کے حکم میں ہے کیونکہ الاعمش تابعی ہے، پس اگر وہ صحابی سے روایت کرتے تو یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ثلاثی حسی ہوتی، لیکن انہوں نے ایک اور تابعی سے روایت کی ہے تو یہ ثلاثی کے حکم میں ہے۔ اور علامہ عینی اس اصطلاح پر مطلع نہیں تھے اس لیے انہوں نے یہ اعتراض کیا، جب کہ خود علامہ عینی نے باب الحنین میں امام بخاری کی سند کے متعلق کہا ہے: حدثنا عبیداللہ بن موسیٰ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ، کہ یہ سند ثلاثیات کے حکم میں ہے کیونکہ ہشام تابعی ہے۔
(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۵۲۔ ۴۵۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

ایک اعتراض کا جواب

صحیح البخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ "لوگوں کے درمیان سب سے پہلے مقدمات کا فیصلہ کیا جائے" اور اس کا درج ذیل حدیث سے تعارض ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندوں سے قیامت کے دن ان کے اعمال میں سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے، آپ نے بتایا کہ ہمارا رب عزوجل فرشتوں سے سوال کرے گا حالانکہ وہ خود سب سے زیادہ جاننے والا ہے (فرمائے گا:) میرے بندہ کی نماز کو دیکھو، اس نے اس کو پورا کیا ہے یا کمی کی ہے؟ پس اگر نمازیں پوری ہوں تو لکھ دیا جائے گا کہ اس کی نمازیں پوری ہیں، اور اگر ان میں سے کچھ کمی ہو تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو میرے بندہ کا کوئی نفل ہے، پس اگر اس کا کوئی نفل ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندہ کے فریضہ کو اس کے نفل سے مکمل کر دو، پھر اسی طرح دیگر اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۸۶۴، سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۵، مسند احمد ج ۴ ص ۶۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو مذکور ہے کہ "سب سے پہلے خون کے مقدمہ کا حساب لیا جائے گا" اس سے مراد وہ مقدمہ ہے جو بندہ اور دوسرے شخص کے درمیان ہو اور اس کا تعلق مظالم سے ہو۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو ہے کہ "سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا" وہ صرف اس بندہ کے اعتبار سے ہے یعنی بندہ کے صرف اپنے اعمال کے حساب سے سب سے پہلے اس کی نماز کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۶۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتل کے مقدمہ کے سب سے پہلے فیصلہ کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے لوگوں کے درمیان قتل کے مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا بہت سنگین معاملہ ہے، کیونکہ ابتداء اسی چیز سے کی جاتی ہے جو بہت زیادہ اہم ہوتا ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قیامت کے دن جو فیصلہ ہوگا وہ لوگوں کے درمیان ہوگا اور جانوروں کا اس فیصلہ میں کوئی دخل نہیں ہے اور یہ غلط ہے، کیونکہ اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ اس حدیث میں لوگوں کے درمیان سب سے پہلے فیصلہ کا ذکر ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جانوروں کے درمیان فیصلہ نہ کیا جائے، تو ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے بعد پھر جانوروں کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۶۸۶۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيٍّ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ حَلِيفَ بَنِي زُهْرَةَ حَدَّثَهُ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي لَقِيتُ كَافِرًا فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ يَدِي بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ وَقَالَ أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ آقْتُلُهُ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَقْتُلْهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَإِنَّهُ طَرَحَ إِحْدَى يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا آقْتُلُهُ قَالَ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَأَنْتَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن یزید نے حدیث بیان کی کہ عبیداللہ بن عدی نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک المقداد بن عمرو الکندی جو بنوزہرہ کے حلیف ہیں انہوں نے حدیث بیان کی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں حاضر تھے، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میرا کسی کافر سے مقابلہ ہو، پس ہم دونوں لڑیں پھر وہ میرے ہاتھ پر تلوار مارے اور ہاتھ کو کاٹ ڈالے، پھر وہ ایک درخت کی پناہ میں ہو اور کہے: میں نے اللہ کے لیے اسلام قبول کیا اور اس کے یہ کہنے کے بعد میں اس کو قتل کردوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو نہ قتل کرو۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے تو میرے دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ کاٹ کر پھینک دیا، پھر میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد اس نے یہ کلمہ پڑھا، کیا میں اس کو قتل کردوں؟ آپ نے فرمایا: تم اس کو نہ قتل کرو، کیونکہ اگر تم نے اس کو قتل کردیا تو وہ تمہارے اس درجہ میں ہوگا جو تمہارا درجہ اس کو قتل کرنے سے پہلے تھا اور تم اس کے اس درجہ میں ہوگے جو درجہ اس کا کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۰۱۹، ۶۸۶۵، صحیح مسلم: ۹۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۴۴، مسند احمد: ۲۳۳۰۵)

صحیح البخاری: ۶۸۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جو مرد اللہ کے لیے اسلام قبول کرلے، اس کو قتل کرنا بہت سنگین جرم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن عثمان کا لقب ہے جو عبداللہ بن المبارک سے روایت کرتے ہیں۔ اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، یہ یونس بن یزید ہیں جو محمد بن مسلم الزہری سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عطاء بن یزید کا ذکر ہے، یہ اللیثی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن عدی کا ذکر ہے، یہ عدی بن الخیار ہیں اور نوفلی ہیں، ان کی حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور وہ المقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہیں۔

یہ حدیث کتاب المغازی کے باب غزوۂ بدر میں از ابی عاصم گزر چکی ہے اور امام مسلم نے اس کو کتاب الایمان میں روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد اور امام نسائی دونوں نے اس کو قتیبہ سے روایت کیا ہے، امام ابوداؤد نے کتاب الجہاد میں اور امام نسائی نے کتاب السیر میں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان لقیت" اکثرین کی روایت میں اسی طرح "اِنْ" شرطیہ کا لفظ ہے اور ابوذر کی روایت میں ہے "انی لقیت" یعنی میرا مقابلہ کسی کافر مرد سے ہوا۔

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کام کے متعلق سوال کیا جو نفس الامر میں ان سے واقع ہوا تھا، کیونکہ انہوں نے اس کام کے حکم کے متعلق سوال کیا کہ اگر وہ واقع ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور غزوہ بدر میں جو حدیث ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: "یہ بتایئے کہ اگر میرا کسی کافر مرد سے مقابلہ ہو۔۔۔۔الحدیث"۔ اور یہ اکثرین کی روایت کے مطابق ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم لاذ بشجرۃ" یعنی وہ کسی درخت کی آڑ میں کھڑا ہو کر اپنے نفس کو مجھ سے بچا لے اور کہے: میں اللہ کے لیے اسلام میں داخل ہو گیا، تو کیا اب میں اس کو قتل کر سکتا ہوں جب کہ اس نے کلمہ اسلام پڑھ لیا ہے؟

ایک سوال کا جواب

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اگر تم نے اس کے کلمہ اسلام پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر دیا تو وہ اب اس درجہ میں ہوگا جو تمہارے قتل کرنے سے پہلے اس کا درجہ تھا، اور تم اس درجہ میں ہو گے جو اس کا کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے درجہ تھا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے اسلام لانے کے بعد کسی کافر کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے اس درجہ میں ہو گے جو درجہ اس کا کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ کفر اور اسلام میں نہیں ہے بلکہ قتل کے مباح ہونے میں ہے، کیونکہ جب تم نے اس کے کلمہ اسلام پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر دیا تو چونکہ وہ مسلمان ہو چکا تھا اور مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے قصاص لازم آتا ہے، اس لیے اب تم کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہوگا، یعنی کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے اس شخص کو اس کے کفر کی وجہ سے قتل کرنا مباح تھا اور مسلمان ہونے کے بعد اگر تم نے اس کو قتل کیا تو تم کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہوگا۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر تم نے اس کے قتل کو جائز سمجھ کر اس کو قتل کیا تو تم کافر ہو جاؤ گے اور تمہیں قتل کرنا بھی اس کی مثل جائز ہو جائے گا۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں اس سے منع کیا ہے کہ جو شخص اسلام کو ظاہر کر دے تو اسلام ظاہر کرنے کے بعد اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

اور بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی شخص کے اسلام کی صحت کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ کہہ دے کہ میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ کے لیے اسلام میں داخل ہو گیا، اور اس شخص نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔ اور اس کا رد کیا گیا ہے بایں طور کہ یہ اس کے قتل سے ممانعت کی دلیل ہے، علاوہ ازیں بعض سندوں کے ساتھ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر اس نے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہا، اور یہ صحیح مسلم میں معمر کی روایت ہے زہری سے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۶۶۔ وَقَالَ حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْمِقْدَادِ إِذَا كَانَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ يُخْفِي إِيمَانَهُ مَعَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَأَظْهَرَ إِيمَانَهُ فَقَتَلْتَهُ فَكَذَلِكَ كُنْتَ أَنْتَ تُخْفِي إِيمَانَكَ بِمَكَّةَ مِنْ قَبْلُ۔

اور حبیب بن ابی عمرہ نے از سعید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت مقداد سے فرمایا: جب کوئی مومن مرد اپنے ایمان کو کفار کی قوم سے چھپا رہا ہو، پھر وہ اپنے ایمان کو ظاہر کر دے، پس تم اس کو قتل کر دو، پس اسی طرح تم بھی مکہ میں اپنے ایمان کو اس سے پہلے چھپاتے تھے۔

صحیح البخاری: ۶۸۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی حدیث کے قریب قریب ہے اور اس تعلیق میں حبیب بن ابی عمرہ کا ذکر ہے، یہ القصاب الکوفی ہیں اور اس تعلیق میں سعید کا ذکر ہے، اور وہ ابن جبیر ہیں۔

اور اس تعلیق کو امام بزار اور امام دارقطنی نے اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے، اور اس روایت کے شروع میں اس طرح مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ تھے، پھر جب یہ وہاں پہنچے تو وہ کفار منتشر ہو گئے اور ان لوگوں میں ایک مرد تھا جو ابھی وہاں سے نکلا نہیں تھا جس کے پاس بہت زیادہ مال تھا، اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کو قتل کر دیا۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے مقداد! کیا تم نے ایک مرد کو قتل کر دیا حالانکہ اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا تھا، پس تم اس کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے کا کیا جواب دو گے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (النساء: ۹۴)

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاؤ تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو، تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں، اس سے پہلے تم بھی اس طرح تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا، سو تم خوب تحقیق کر لیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ۝

پس نبی ﷺ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ مرد مومن تھا اور اپنے ایمان کو چھپا رہا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۹۔ ۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی چار توجیہات کہ ”تم اس کے درجہ میں ہو گے اور وہ تمہارے درجہ میں ہوگا“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم اس کو (یعنی جس نے تمہارا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے) قتل نہ کرو، کیونکہ اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ تمہارے اس درجہ میں ہوگا جو تمہارا اس کو قتل کرنے سے پہلے درجہ تھا، اور تم اس کے اس درجہ میں ہو گے جو اس کے کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے درجہ تھا“۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس باب کے آخر میں اس کی وضاحت فرمائی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ہو سکتا ہے جس نے تمہارا ہاتھ کاٹ کر درخت کی پناہ لی وہ مومن ہو اور وہ اپنے ایمان کو کفار کی قوم سے چھپا رہا ہو جنہوں نے اس پر غلبہ کیا تھا، پس اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو تم اس کو قتل کرنے کی وجہ سے اس شک میں ہو گے کہ تمہارا وہ قتل کرنا قتل عمد ہو یا قتل خطاء ہو، جیسا کہ وہ شخص اپنے ایمان میں مشکوک تھا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا ایمان چھپا رہا ہو، اور اسی طرح اس حدیث کی حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے تفسیر کی ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفہیم فرمائی، سو آپ نے فرمایا: اسی طرح تم مکہ میں اپنا ایمان چھپا رہے تھے اور تم کفار کی قوم کے ساتھ تھے اور ان کا عدد کثیر تھا اور تم ان سے مغلوب تھے، پس اسی طرح جس نے درخت کی پناہ لی اور ایمان کو ظاہر کیا، ہو سکتا ہے وہ شخص بھی ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے ایمان کو چھپا رہے تھے۔ اور اس پوری تقریر کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص ایمان کو ظاہر کر دے اس کو قتل کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

توجیہ مذکور پر ایک سوال کا جواب

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس شخص نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کیسے کاٹا حالانکہ وہ اپنے ایمان کو چھپا رہا تھا؟

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کر رہے تھے، تو اس نے ان کے قتل کرنے سے اپنے نفس کی مدافعت کی، پس اس کے لیے ان کا ہاتھ کاٹنا جائز تھا جیسا کہ جب کسی مومن کو کوئی دوسرا مومن قتل کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس قتل کرنے والے سے اپنے نفس کی مدافعت کرے، پھر اگر وہ اس مدافعت کے نتیجہ میں اس ظالم کو قتل کر دے جب کہ اس کا ارادہ اس کے قتل کرنے کا نہ ہو تو جس کو اس نے قتل کیا ہے اس کا خون ضائع ہوگا۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا اس شخص سے قصاص نہیں لیا جیسا کہ آپ نے حضرت اسامہ کے ہاتھ سے قتل کیے ہوئے شخص کا قصاص حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے نہیں لیا تھا کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو تاویل سے قتل کیا تھا۔

اور آپ نے جو یہ فرمایا تھا کہ ”تم اس کے درجہ میں ہو گے اور وہ تمہارے درجہ میں ہوگا“ تو اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس شخص کی توحید کی شہادت کی وجہ سے مغفرت کی جائے گی جیسا کہ غزوہ بدر میں حاضر ہونے کی وجہ سے تمہاری مغفرت کی جائے گی۔

اور اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ تمہارا اس کو عمداً قتل کرنے کا قصد کرنا گناہ ہے جیسا کہ اس کا تمہیں قتل کرنے کا قصد کرنا گناہ ہے، پس تم نافرمانی کرنے میں اس کے حال کی مثل ہو اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان کو قتل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا، کیونکہ جس شخص کا عقیدہ توحید صحیح ہو تو وہ گناہِ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے کفر کی طرف نہیں نکلتا، یہ ایسے گناہ ہیں جو ہلاک کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ شرک سے کم درجہ کے ہر گناہ کو اپنے فضل سے بخش دیتا ہے۔

اور اس کی چوتھی توجیہ یہ ہے جو علامہ ابن القصار نے بیان کی ہے کہ تم اس شخص کے درجہ میں ہو گے جو اس کا کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے درجہ تھا، یعنی کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے اس کا خون مباح تھا، سو اب تمہارا بھی قصاص واجب ہونے کی وجہ سے خون مباح ہو جائے گا۔ اور یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ اس کو قتل کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائیں گے، کیونکہ آپ نے ان کو قتل سے روکنے اور منع کرنے کا ارادہ فرمایا، کیونکہ کافر جب اسلام قبول کر لے تو اس کو قتل کرنا حرام ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۰۳۔ ۴۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی دیگر توجیہات کہ ”تم اس کے درجہ میں ہو گے اور وہ تمہارے درجہ میں ہوگا“

علامہ حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے: اس کی توجیہ یہ ہے کہ کافر اسلام لانے سے پہلے دین کے حکم کے اعتبار سے مباح الدم تھا یعنی اس کو قتل کرنا جائز تھا، پس جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو اس کا خون محفوظ ہو گیا جیسے مسلمان کا خون محفوظ ہے، پس اگر مسلمان نے اس کے بعد اس کو قتل کر دیا تو اس کا خون بھی قصاص کے حق کی وجہ سے مباح ہو جائے گا، جیسے کافر کا خون دین کے حق کی وجہ سے مباح تھا۔ اور یہ مراد نہیں ہے کہ اس کو قتل کرنے کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا، جیسا کہ خوارج کہتے ہیں کہ اگر مسلمان گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ دونوں کا درجہ واحد ہے اور ان کے مآخذ میں اختلاف ہے، پس پہلا شخص خون کے محفوظ ہونے کی وجہ سے تمہاری مثل ہو جائے گا اور دوسرا شخص خون کے ضائع ہونے کی وجہ سے تمہاری مثل ہو جائے گا۔

اور علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے نقل کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ پھر تم بھی قاتل ہو جاؤ گے جیسا کہ وہ قاتل تھا اور کہا کہ یہ معاریض سے ہے، کیونکہ آپ نے ظاہر لفظ سے اس کو قتل کرنے کی سختی کا ارادہ کیا، یہ ارادہ نہیں کیا کہ وہ حقیقت میں کافر ہو جائے گا اور آپ نے صرف یہ ارادہ کیا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک قاتل ہوگا، اور یہ ارادہ نہیں کیا کہ وہ اس کو قتل کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

اور علامہ المہلب نے کہا ہے: یعنی تم اس کو عمداً قتل کرنے کے قصد کی وجہ سے گناہ گار ہو گے جیسا کہ وہ تم کو عمداً قتل کرنے کے قصد کی وجہ سے گناہ گار ہے، پس تم دونوں نافرمانی کے ایک درجہ میں ہو۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس کے کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے اس کے نزدیک تمہیں قتل کرنا حلال تھا اور تم اس کو قتل کرنے کی وجہ سے کفر میں اس کی مثل ہو جاؤ گے کیونکہ تم ایک مسلمان کو قتل کرو گے۔

اور اس کی یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ وہ توحید کی شہادت کی وجہ سے مغفور ہے جیسا کہ تم غزوۂ بدر میں حاضر ہونے کی وجہ سے مغفور ہو۔ اور ابن القصار نے کہا ہے کہ تم دونوں خون کے مباح ہونے میں ایک درجہ میں ہو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ حق کی مخالفت کرنے اور گناہ کا ارتکاب کرنے میں اس کی مثل ہو جاؤ گے اگرچہ دونوں کی نوع مختلف ہے، کیونکہ ایک کا ارادہ قتل کفر ہے اور دوسرے کا ارادہ قتل معصیت ہے۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر تم نے اس کے قتل کو حلال سمجھ کر قتل کیا تو تم اس کی مثل کافر ہو جاؤ گے۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، اس لیے ہم ان کی مختصر سوانح ذکر کر رہے ہیں:
حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن ثعلبہ نے اپنی قوم میں کسی کا خون کر دیا، پھر وہ جان بچانے کے لیے حضر موت گیا اور وہاں کندہ کو اپنا حلیف بنایا، اس کو الکندی کہا جاتا تھا، اور عمرو بن ثعلبہ نے وہاں ایک عورت سے نکاح کر لیا، اس سے مقداد پیدا ہوئے، پس جب حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بڑے ہو گئے تو ان کے اور ابو شمر بن حجر الکندی کے درمیان جھگڑا ہوا، تو انہوں نے تلوار کے وار سے اس کی ٹانگ کاٹ ڈالی اور پھر بھاگ کر مکہ آ گئے، پھر وہاں انہوں نے الاسود بن عبد یغوث الزہری سے حلف لیا اور اپنے باپ عمرو بن ثعلبہ کو یہ قصہ لکھ دیا، پھر اسود بن عبد یغوث نے مقداد بن عمرو الکندی کو اپنا بیٹا بنا لیا اور ان کو المقداد بن الاسود کہا جانے لگا اور ان پر یہ نام غالب ہو گیا اور مشہور ہو گیا۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:
اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ (الاحزاب: ۵) یعنی لوگوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو۔
تو پھر ان کو مقداد بن الاسود کے بجائے مقداد بن عمرو کہا جانے لگا، اور ان کی شہرت مقداد بن الاسود کے نام سے تھی۔
حضرت مقداد رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے اور ان کا نکاح ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب سے ہوا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی بیٹی تھی اور ہاشمی تھی (یہ غیر کفو میں نکاح کے جواز کی دلیل ہے)۔
ثابت بنانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقداد اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما دونوں بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا وجہ ہے تم نکاح کیوں نہیں کرتے؟ تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اپنی بیٹی کا میرے ساتھ نکاح کر دیں، تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ غضبناک ہوئے اور ان کو سخت بات کہی، پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: میں تمہارا نکاح کروں گا، پھر آپ نے اپنے چچا کی بیٹی ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ (یہ بھی غیر کفو میں نکاح کے جواز کی دلیل ہے)۔
المدائنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا لمبا قد تھا، گھنے بال تھے، اور ابن شاہین نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی (دوسری) زوجہ کریمہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا پیٹ بڑا تھا اور ان کا ایک رومی غلام تھا تو اس غلام نے کہا: میں آپ کا پیٹ پھاڑوں گا اور اس میں سے چربی نکالوں گا اور آپ کا جسم لطیف ہو جائے گا، اس نے ان کا پیٹ پھاڑا اور پھر سی دیا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور وہ غلام بھاگ گیا۔ (الاصابہ ج ۶ ص ۱۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)
علامہ عز الدین ابن الاثیر ابو الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں اور سابقین میں سے ہیں، انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر لوٹ کر مکہ آ گئے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو یہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر قادر نہ ہوئے، اور مکہ میں اس وقت تک رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر میں بھیجا۔ پس ان کا مشرکین کی ایک جماعت سے مقابلہ ہوا جن کے سربراہ عکرمہ بن ابی جہل تھے اور مقداد اور عتبہ بن غزوان مشرکین کے ساتھ نکلے تاکہ مسلمانوں تک پہنچیں، پھر دونوں جماعتوں میں صلح ہوگئی اور قتال نہیں ہوا، پھر مقداد اور عتبہ بن غزوان مسلمانوں کے ساتھ مل گئے۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر ہوئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ قریش مدینہ کی طرف بڑھ رہے ہیں تو آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بہت اچھی بات کہی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بہت اچھی بات کہی، پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، آپ اس پر عمل کیجئے، ہم آپ کے ساتھ ہیں، اور اللہ کی قسم! ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے کہا تھا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ (انہوں نے کہا:) سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) جنگ کریں بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔ (المائدہ: ۲۴)

لیکن آپ قتال کریں، ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے حتیٰ کہ آپ اگر ہمیں "برك الغماد" تک لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے کلمات خیر فرمائے اور دعا دی۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ غزوہ بدر میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی گھوڑے پر سوار نہیں تھا۔

اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مکہ میں اسلام کو ظاہر کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مکہ میں سب سے پہلے سات افراد نے اسلام کو ظاہر کیا اور ان میں سے ایک حضرت مقداد رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ احد میں اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے مجھے چار مردوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے، اور مجھے یہ خبر دی کہ اللہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے، پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ان میں سے علی ہیں، یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا، اور ابوذر ہیں اور مقداد ہیں اور سلمان ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۴۹، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۳۰، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۱۱۳، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۷۲، کنز العمال حدیث: ۳۳۱۰۲)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو سات نجباء، وزراء اور رفقاء دیے گئے اور مجھے چودہ نجباء دیے گئے: (۱) حمزہ (۲) جعفر (۳) ابوبکر (۴) عمر (۵) علی (۶) الحسن (۷) الحسین (۸) ابن مسعود (۹) سلمان فارسی (۱۰) عمار (۱۱) حذیفہ (۱۲) ابوذر (۱۳) مقداد (۱۴) اور بلال۔ (ابن ابی عاصم فی السنۃ ج ۲ ص ۶۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کو ظاہر کیا وہ سات مرد تھے: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) حضرت ابوبکر (۳) حضرت عمار (۴) حضرت عمار کی والدہ سمیہ (۵) حضرت صہیب (۶) حضرت بلال اور (۷) حضرت مقداد رضی اللہ عنہم۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جرف کی سرزمین میں فوت ہو گئے اور ان کے جسم کو مدینہ لایا گیا، انہوں نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی اور ان کی عمر ستر سال تھی اور وہ بھاری بدن کے تھے۔

(اسد الغابہ، ج ۵ ص ۲۴۲۔ ۲۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ، لکھتے ہیں:

حضرت مقداد بن عمرو بن ثعلبہ البہرانی الکندی، ان کے حلیف ابو عمرو بن الاسود تھے۔ یہ صحابی ہیں، ان کو عبد یغوث نے بیٹا بنا لیا، ان سے بیالیس (۴۲) احادیث مروی ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم ایک حدیث پر متفق ہیں، اور امام مسلم تین حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں، یہ غزوۂ بدر میں بالاتفاق مسلمانوں میں سے گھوڑے پر سوار تھے، انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور تمام مشاہد میں حاضر تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں چار سے محبت کروں، پس آپ نے ان میں سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی فرمایا، تینتیس (۳۳) ہجری میں ان کی وفات ہو گئی۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۳ ص ۱۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۸۵)

۲۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: مَنْ اَحْيَاهَا (المائدہ: ۳۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچا لیا"

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا إِلَّا بِحَقٍّ فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے قتل ناحق کو حرام قرار دیا، اس نے تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا۔ (المائدہ: ۳۲)

جس شخص نے بغیر جان کے بدلہ کے یا بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا، اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچا لیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچا لیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو اسماعیل بن ابی زیاد الشامی نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور اس کو وکیع نے از سفیان از خصیف از مجاہد روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۶۷۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللّٰه عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللّٰه علیه وسلم قَالَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جو شخص بھی قتل کیا جاتا ہے تو پہلے ابن آدم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پر اس کے گناہ کا حصہ ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۳۵، ۶۸۶۷، ۷۳۲۱، صحیح مسلم: ۱۶۷۷، سنن ترمذی: ۲۶۷۳، سنن نسائی: ۳۹۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۶، مسند احمد: ۳۶۲۳)

صحیح البخاری: ۶۸۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی اس آیت کے ساتھ مطابقت ہے جس کو اس باب کے شروع میں ذکر کیا گیا ہے، اس آیت میں ارشاد ہے "وَمَنْ اَحْيَاهَا" اور اس کے شروع میں ہے "مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۔۔۔ الآية"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں قبیصہ کا ذکر ہے، اور یہ ابن عقبہ ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، اور یہ ابن عیینہ ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سفیان ثوری ہیں۔ اور اس میں الاعمش کا ذکر ہے، وہ سلیمان ہیں، اور اس میں عبداللہ بن مرہ کا ذکر ہے، وہ الخارفی الکوفی ہیں۔ اس میں تین تابعین کا ذکر ایک درجہ میں ہے اور وہ کوفی ہیں اور عبداللہ سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث باب "خلق آدم" میں از عمر بن حفص از آدم گزر چکی ہے، اور امام مسلم نے اس حدیث کا کتاب الحدود میں از ابی بکر بن ابی شیبہ ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا تقتل نفس" اور حفص کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جس نفس کو بھی ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو پہلے ابن آدم پر اس کے گناہ کا ایک حصہ ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "علی ابن آدم الاول" پہلے ابن آدم سے مراد قابیل ہیں جنھوں نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "كِفل" اس کا معنی ہے حصہ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مرد نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی تو اس کو اپنی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور جو اس کے بعد عمل کریں گے ان کی نیکیوں کا بھی اجر ملے گا اور ان کی نیکیوں کے اجر میں سے کچھ کمی نہیں ہوگی، اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقہ کی ابتداء کی تو اس پر اپنی برائی کا بھی گناہ ہوگا اور جو اس کے بعد اس برائی پر عمل کریں گے ان کی برائیوں کا بھی گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں سے کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱۷، الرقم المسلسل: ۲۲۴۰، سنن نسائی: ۲۵۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳، مسند احمد: ۱۹۱۷۷، ج ۴ ص ۳۵۷، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۷، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۹۰) (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۰۔۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۶۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قابیل کا ہابیل کو قتل کرنے کا پس منظر اور پیش منظر

امام طبری نے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ ان کے قصہ میں یہ ہے کہ اس وقت کوئی مسکین نہ تھا جس پر صدقہ کیا جاتا، پس کوئی مرد قربانی پیش کرتا، پس جب وہ قربانی قبول ہو جاتی تو آسمان سے آگ نازل ہو کر اس قربانی کو کھا لیتی اور اگر قربانی قبول نہ ہوتی تو نہ کھاتی۔

حسن بصری کہتے ہیں کہ یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے پیدا نہیں ہوئے تھے، یہ دونوں بنی اسرائیل سے تھے، یہ طبری کی روایت ہے اور ابن ابی نجیح نے از مجاہد روایت کی ہے کہ یہ دونوں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت سے پیدا ہوئے تھے اور یہی مشہور ہے، اور اس کی تائید اس باب کی حدیث سے ہوتی ہے کہ یہ وصف ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر اس قتل کا ضرر ہوگا۔

اور کہا جاتا ہے: جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ان دو بیٹوں کے علاوہ اور کوئی پیدا نہیں ہوا تھا، اسی وجہ سے قابیل اپنے بھائی ہابیل پر فخر کرتا تھا اور کہتا تھا: ہم اولادِ جنت سے ہیں اور تم زمین کی اولاد ہو۔

جب ہابیل کو قتل کیا گیا تو ان کی عمر کتنی تھی اور ان کو کس کیفیت سے قتل کیا گیا؟

امام ابن ابی اسحاق نے المبتدا میں ذکر کیا ہے، حسن بصری نے بیان کیا: جس وقت ہابیل کو قتل کیا گیا ان کی عمر بیس سال تھی اور ان کا بھائی جو قاتل تھا اس کی عمر پچیس سال تھی، اور ہابیل کی تفسیر ہے "ھبۃ اللہ"۔ اور جب ہابیل کو قتل کیا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام غمگین ہوئے اور اس کے بعد ان کے ہاں شیث پیدا ہوئے، شیث کا معنی ہے: اللہ کا عطیہ، اور انہی سے حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت پھیلی۔

علامہ الثعلبی نے بیان کیا ہے کہ علماء قرآن نے کہا ہے کہ حضرت حواء کے بیس بطن سے چالیس نفوس پیدا ہوئے، ان میں پہلے قابیل تھے اور ان کی بہن اقلیمہ تھی اور ان کے آخر عبد المغیث تھے اور امۃ المغیث تھی، پھر حضرت آدم علیہ السلام کا اس وقت انتقال ہوا جب ان کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد کا عدد چالیس ہزار کو پہنچ گیا، اور وہ سب وفات پا گئے اور طوفان کے بعد صرف حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت باقی رہی جو شیث کی نسل سے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ (الصّٰفّٰت: ۷۷) اور ہم نے ان ہی کی اولاد کو باقی رہنے والا بنا دیا O

اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اسی (۸۰) نفوس تھے جن کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ (ہود: ۴۰) اور ان پر کم لوگ ہی ایمان لائے تھے O

اس کے باوجود صرف حضرت نوح علیہ السلام ہی کی نسل باقی رہی، پس ان کی پیدائش ہوتی رہی حتیٰ کہ انہوں نے روئے زمین کو بھر لیا۔

صحیح مسلم کی حدیث مذکور (۱۰۱۷) میں ارشاد ہے: "جس نے اسلام میں کسی برے کام کی ابتداء کی تو اس کو اپنی برائی کا بھی گناہ ہوگا اور جو قیامت تک اس برائی پر عمل کریں گے ان کی برائیوں کا بھی اس کو گناہ ہوگا"۔

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جب اس نے اس گناہ سے توبہ نہ کی ہو۔

اور السدی سے منقول ہے کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کے سر پر ایک پتھر مارا جس سے وہ فوت ہو گیا، اور ابن جریج سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روایت ہے کہ ابلیس ان کے سامنے کسی مثال میں آیا اور اس نے ایک پتھر کو پکڑ کر کسی پرندے کے سر پر مارا تو قابیل نے بھی اسی طرح وہ پتھر ہابیل کے سر پر مارا، اور یہ واقعہ جبلِ ثور پر ہوا تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ حراء کے پیچھے ہوا تھا، تیسرا قول یہ ہے کہ ہند میں ہوا تھا، چوتھا قول یہ ہے کہ بصرہ کی ایک بڑی مسجد کی جگہ ہوا تھا، اوران کے دفن کا وہ قصہ ہے جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۔۱۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۶۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ وَاقِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِيهِ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: واقد بن عبد اللہ نے مجھے خبر دی از والد خود، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: تم لوگ میرے بعد کفار نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

(صحیح البخاری: ۱۲۱، ۴۴۰۵، ۶۸۶۹، ۷۰۸۰، صحیح مسلم: ۶۵، سنن نسائی: ۴۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۶)

صحیح البخاری: ۶۸۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچالیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا" اور اس باب کی حدیث میں بھی یہی فرمایا ہے کہ تم میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ پھر تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔ گویا اس حدیث میں بھی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالولید کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور ان کا نام ہاشم بن عبد الملک ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں واقد کا ذکر ہے، یہ ابن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب ہیں، راوی نے اس حدیث کی نسبت اپنے باپ کے دادا کی طرف کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں "ابیہ" سے مراد محمد ہیں نہ کہ عبد اللہ، اور وہ اپنے دادا حضرت عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں، ابوذر کی روایت میں یہاں پر واقد بن عبد اللہ کا ذکر ہے، اور صحیح واقد بن محمد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۶۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد ''تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا'' کی متعدد توجیہات

(۱) الخوارج نے کہا کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے یعنی تم میرے بعد گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرنا، کیونکہ اگر تم نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا تو تم کافر ہو جاؤ گے اور پھر قتل کیے جانے کے مستحق ہو گے۔

(۲) یعنی تم میرے بعد کسی معصیت اور نافرمانی کے ارتکاب کو حلال نہ سمجھنا، کیونکہ اگر تم نے کسی حرام کام کو حلال قرار دیا تو تم حقیقۃً کافر ہو جاؤ گے اور کفر کی وجہ سے قتل کیے جانے کے مستحق ہو گے۔

(۳) یعنی تم میرے بعد ایک دوسرے کو ناحق قتل نہ کرنا جس کی وجہ سے تم ایک دوسرے کی جان کی حفاظت کا انکار کرو اور مسلمانوں کی حرمت کا انکار کرو اور دین کے حقوق کا انکار کرو۔

(۴) تم میرے بعد کفار کی طرح فعل نہ کرنا کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔

(۵) کفر کا معنی ہتھیار پہننا بھی آتا ہے، کہا جاتا ہے ''کفر درعه'' یعنی جب اس نے زرع کے اوپر قمیض پہن لی، تو حدیث کا منشاء یہ ہے کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کے خلاف ہتھیاروں سے مسلح نہ ہو جانا۔

(۶) کفر کا معنی یہاں پر کفرانِ نعمت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی تم پر یہ نعمت ہے کہ اس نے تم مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا، تم اس نعمت کی ناشکری کرو اور ایک دوسرے کو قتل کرو، تم ایسا نہ کرنا۔

(۷) اس حدیث میں ممانعت سے مراد زجر و توبیخ ہے، یعنی کفر کو اختیار کرنے پر ڈانٹ ڈپٹ فرمائی ہے اور اس کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے۔

(۸) تم ایک دوسرے کو کافر نہ قرار دینا مثلاً ایک شخص دوسرے سے کہے: اے کافر! پس اس کی تکفیر کرے جیسا کہ لوگ بعض نظریاتی اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔

یہاں پر نویں اور دسویں توجیہ بھی ہے جس کا میں نے کتاب الفتن میں ذکر کیا ہے، اور اس حدیث کی مکمل شرح ان شاء اللہ کتاب الفتن میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از علی بن مدرک، انہوں نے کہا: میں نے ابو زرعہ بن عمرو بن جریر سے سنا از حضرت جریر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: تم لوگوں کو خاموش کراؤ، اور تم لوگ میرے بعد کفار نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔ اس حدیث کی حضرت ابو بکرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۱۲۱، ۴۴۰۵، ۶۸۶۹، ۷۰۸۰، صحیح مسلم: ۶۵، سنن نسائی: ۴۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۶)

صحیح البخاری: ۶۸۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث باب مذکور کے عنوان کے ساتھ اسی طرح مطابق ہے جس طرح اس سے پہلی حدیث مطابق تھی۔

یہ دونوں حدیثیں برابر ہیں، سوا اس کے کہ پہلی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہ حدیث حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور انہوں نے اس حدیث کو محمد بن بشار سے روایت کیا ہے از غندر، اور یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے۔

یہ حدیث کتاب العلم میں از حجاج بن منہال گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کو خاموش کرائیں تا کہ وہ خطبہ سنیں۔

عالم کا خطاب سننے کے لیے لوگوں کے خاموش ہونے کا وجوب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگوں کو خاموش کرو، اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی تعظیم و تکریم کرنا اور ان کا کلام سننے کے لیے لوگوں کو چپ کرانا متعلمین پر لازم ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات: ۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے اوپر اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔

جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنا منع ہے، اسی طرح جب علماء حدیث پڑھ رہے ہوں تو ان کی آواز پر آواز بلند کرنا بھی منع ہے، کیونکہ حدیث کی قراءت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے حکم میں ہے، اور علماء کی تکریم اس لیے واجب ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرتے ہیں اور آپ کی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۷۰۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَلْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ اَوْ قَالَ الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ شَكَّ شُعْبَةُ وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَلْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ اَوْ قَالَ وَقَتْلُ النَّفْسِ۔

(صحیح البخاری: ۶۶۷۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از فراس از الشعبی از حضرت عبد اللہ بن عمرو از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا یا فرمایا: جھوٹی قسم کھانا، اس میں شعبہ کو شک ہے۔

اور معاذ نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی کہ کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جھوٹی قسم کھانا اور والدین کی نافرمانی کرنا، یا کہا: کسی شخص کو ناحق قتل کرنا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں جو آیت ذکر کی گئی ہے اس کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں قتل ناحق سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن جعفر کا ذکر ہے، اور وہ غندر ہیں اور ان کے شیخ شعبہ ہیں جو فراس بن یحییٰ الخارفی سے روایت کرتے ہیں، اور وہ عامر الشعبی سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان والنذور کے "باب الیمین الغموس" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں "الیمین الغموس" کا ذکر ہے۔ "غموس" یہ فعول کے وزن پر ہے جو فاعل کے معنی میں ہے، یعنی وہ کام جو اپنے صاحب کو گناہ میں یا دوزخ میں ڈبو دیتا ہے اور وہ کام جھوٹی قسم عمداً کھانا ہے، جب کہ قسم کھانے والے کو یہ علم ہو کہ واقعہ اس کی قسم کے خلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

۶۸۷۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْكَبَائِرُ (ح) و حَدَّثَنَا عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ مَرْزُوقٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَوْلُ الزُّورِ أَوْ قَالَ وَشَهَادَةُ الزُّورِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن ابی بکر نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: الکبائر ح اور ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی، اور وہ ابن مرزوق ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابن ابی بکر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: سب سے بڑا کبیرہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا ہے، اور کسی جان کو قتل کرنا ہے اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے، اور جھوٹ بولنا ہے، یا فرمایا: جھوٹی گواہی دینا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۶۵۳، ۵۹۷۷، ۶۸۷۱، صحیح مسلم: ۸۸، سنن ترمذی: ۱۲۰۷، سنن نسائی: ۴۰۱۰، مسند احمد: ۱۱۹۶۳، سنن دارمی: ۲۳۶۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں جو آیت ذکر کی گئی ہے اس کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس میں ہے کہ آپ نے کسی جان کے قتل کرنے کو بھی گناہِ کبیرہ فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی امام بخاری نے دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے، ایک سند کے شروع میں اسحاق بن منصور کا ذکر ہے، یہ ابن بہرام الکوسج ابو یعقوب المروزی ہیں (اس سند میں بہرام کی صفت کوسج ہے اور کوسج اس شخص کو کہتے ہیں جس کی پیدائشی ڈاڑھی نہ ہو) اور اس حدیث کی سند میں عبدالصمد کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالوارث العنبری البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی بکر کا ذکر ہے، یہ عبید اللہ بن ابی بکر ہیں اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، وہ ان کے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور دوسری سند از عمرو بن مرزوق سے شروع ہے جو شعبہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ عبید اللہ سے۔

یہ حدیث کتاب الشہادات میں عبید اللہ بن نمیر کی روایت سے گزر چکی ہے اور کتاب الادب میں از محمد بن الولید کی روایت سے گزر چکی ہے۔ اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الایمان میں روایت کی ہے اور امام ترمذی نے کتاب البیوع میں روایت کی ہے اور امام نسائی نے کتاب القضاء میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی اور کبائر کی تعداد کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "او شھادۃ الزور" یعنی یا جھوٹی شہادت، اور یہ راوی کا شک ہے۔ اور عدد ان مذکورہ کبائر میں منحصر نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا کبائر سات ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ ستر کے قریب ہیں اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ سات سو کے قریب ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ گیارہ کبائر ہیں۔ اور اہل سنت کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ تمام معاصی برابر ہیں، ان کو صغیرہ یا کبیرہ نہ کہا جائے کیونکہ معنی ایک ہے اور کتاب اور سنت کا ظاہر ان پر رد کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ (النساء: ۳۱)

اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کر دیں گے ○

اس آیت میں گناہوں کے کبیرہ اور صغیرہ کی طرف منقسم ہونے کی تصریح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۲۔ ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۶۸۷۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ حَدَّثَنَا أَبُو ظَبْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رضى الله عنهما يُحَدِّثُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ قَالَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ قَالَ وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ قَالَ فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ قَالَ فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتّٰى قَتَلْتُهُ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فَقَالَ لِي يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا قَالَ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ قَالَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوظبیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے جہینہ کے قبیلہ "الحرقہ" کی طرف لشکر میں بھیجا، ہم نے ان لوگوں پر حملہ کیا سو ان کو شکست دے دی، انہوں نے کہا: میرا اور ایک انصاری مرد کا جہینہ کے ایک مرد سے مقابلہ ہوا، جب ہم دونوں نے اس کو پچھاڑ دیا تو اس مرد نے کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پھر انصاری اس پر حملہ کرنے سے رک گئے لیکن میں نے اپنا نیزہ اس کو گھونپ دیا حتیٰ کہ میں نے اس کو قتل کر دیا، پس جب ہم مدینہ پہنچے تو نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچ چکی تھی، آپ نے مجھ سے فرمایا: اے اسامہ! کیا تم نے اس کے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر دیا؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے تو صرف اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا، آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ مسلسل اس کو میرے سامنے دہراتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! میں اس دن سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۴۲۶۹، ۶۸۷۲، صحیح مسلم: ۹۶، سنن ابوداؤد: ۲۶۴۳، مسند احمد: ۲۱۲۳۸)

صحیح البخاری: ۶۸۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں جس آیت کا ذکر کیا گیا ہے اس کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ "کیا تم نے اس کو اس کے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا؟ اور آپ نے یہ جملہ بار بار فرمایا" اس سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان جان کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک بہت سنگین گناہ ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن زُرارہ (زاء پر پیش) کا ذکر ہے، یہ ابن واقد الکلابی النیشا پوری ہیں اور یہ امام بخاری کے بھی شیخ ہیں اور امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: امام بخاری نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ کتاب المغازی میں غزوۂ فتح مکہ سے پہلے ذکر کیا ہے مگر وہاں پر ابن زرارہ کے بجائے عمرو بن محمد کا ذکر ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ دونوں امام بخاری کے شیخ ہیں۔ اس کے بعد اس سند میں ذکر ہے اخبرنا هشیم، اسی طرح الکشمیھنی کی روایت میں ہے اور دوسروں کی روایت میں ہے حدثنا هشیم۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الی الحُرقة'' (حاء پر پیش اور راء اور قاف پر زبر) یہ جہینہ کا ایک قبیلہ ہے، اس کا نام حرقۃ اس لیے رکھا گیا کہ ان کے درمیان اور بنو مرہ بن عوف بن سعد بن دینار کے درمیان جنگ ہوئی تھی تو انہوں نے ان کو ایسے تیر مارے جن پر آگ لگی ہوئی تھی جس سے یہ لوگ جل گئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے ان کے زیادہ آدمی قتل کر دیے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لشکر رمضان کے مہینہ میں سات یا آٹھ ہجری میں بھیجا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فصبحنا القوم'' یعنی ہم صبح کے وقت ان لوگوں تک پہنچ گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلما غشیناہ'' یعنی جب ہم ان لوگوں سے جا کر مل گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ قتلته'' یعنی حتیٰ کہ میں نے اس کو قتل کر دیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: جو مقتول تھا وہ مرداس بن نہیک تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ کلبی کا قول ہے اور حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ مقتول مرداس بن عمر الفدکی تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قلت یا رسول اللہ! انما کان متعوذا'' یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''تم نے اس کو اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا؟ تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے بطور تعوذ کلمہ پڑھا تھا''۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے بعد اس شخص کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کی متعدد توجیہات

علامہ کرمانی نے کہا: یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے سے اس مقتول کا مقصد ایمان لانا نہیں تھا بلکہ اس کی غرض اپنے آپ کو قتل سے محفوظ رکھنا تھا، اور الاعمش کی روایت میں ہے: یہ اس نے ہتھیاروں کے خوف سے کہا تھا۔ اور امام ابن ابی عاصم نے ایک اور سند سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس لیے پڑھا تھا تا کہ اس کا خون محفوظ رہے۔

علامہ کرمانی نے کہا: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میں اس سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔ پھر اس پر یہ سوال قائم کیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے کیسے جائز تھا کہ وہ اس سے پہلے اسلام نہ لانے کی تمنا کرتے؟

پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ انہوں نے ایسے اسلام لانے کی تمنا کی جس میں کوئی گناہ نہ ہو، یا اسلام کی ابتداء کی تمنا کی تا کہ اس سے ان کا پچھلا گناہ مٹ جائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے درج ذیل آیت میں تاویل کی ہے:

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا۔ پس ان کے ایمان نے ان کو اس وقت کوئی فائدہ نہیں پہنچایا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ (المومن: ۸۵)

یعنی اللہ کا عذاب دیکھنے کے بعد اگر کوئی ایمان لائے تو اس کا ایمان اس کو نفع نہیں دیتا، تو اسی طرح اس شخص نے جب دیکھا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس کو تلوار سے قتل کر رہے ہیں تو اس نے جلدی سے اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ لیا، اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ایسی حالت میں ایمان لانا مفید نہیں ہے، اسی وجہ سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر اس مقتول کی دیت لازم نہیں ہوئی۔

التوضیح میں علامہ ابن ملقن التوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا اس مرد کو قتل کرنا اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے اس کو کافر گمان کیا تھا، اور انہوں نے اس سے جو کلمہ شہادت سنا اس کو انہوں نے اس پر محمول کیا کہ وہ قتل سے بچنے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے، اور کم سے کم بات جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس قتل میں خطاء لاحق ہوئی، کیونکہ انہوں نے اس شخص کو قتل کرنے کا قصد کیا جو ان کے نزدیک کافر تھا اور انہوں نے یہ نہیں جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو مومن قرار دیتے ہیں جو ظاہراً کلمہ شہادت پڑھے۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جو بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں نہیں لڑے اور اس جنگ سے علیحدہ رہے اس کی یہی وجہ تھی کہ انہوں نے یہ سمجھ کر ایک شخص کو اپنی رائے سے قتل کر دیا کہ وہ مسلمان نہیں ہے، اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فما زال یکررھا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ فرماتے رہے کہ کیا تم نے اس کے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر دیا؟

اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھ لے تو اس کو قتل کرنا بہت سنگین گناہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی تمنیت" اس کا حاصل یہ ہے کہ میں نے یہ تمنا کی کہ اس دن سے پہلے جو میرا اسلام تھا وہ بغیر گناہ کے تھا، کیونکہ اسلام پہلے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے، تو پس میں نے تمنا کی کہ یہ وقت میرے اسلام میں داخل ہونے کا پہلا وقت ہوتا کہ میں اس فعل سے محفوظ رہوں، اور ان کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ انہوں نے یہ تمنا کی کہ اس سے پہلے وہ مسلمان نہ ہوتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۳۔ ۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۶۸۷۲ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارے جانے والے شخص کا بیان

صحیح البخاری: ۶۸۷۲، میں مذکور ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہینہ کے ایک قبیلہ حرقۃ کی طرف بھیجا، ہم نے صبح کے وقت ان لوگوں پر حملہ کر کے انہیں شکست دے دی اور میرے ساتھ انصار کا ایک مرد تھا، ہم دونوں نے جہینہ کے ایک مرد کا پیچھا کیا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جب ہم نے اس کو ڈھانپ لیا تو اس نے کہا: لَا إِلٰهَ إِلَّا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللّٰہُ، پس انصاری تو اس پر حملہ سے رک گیا اور میں نے اس پر اپنا نیزہ مارا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔۔۔الحدیث۔

جس مرد کا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور انصاری نے پیچھا کیا تھا، علامہ ابن عبدالبر نے کہا: اس کا نام مرداس بن عمر الفدکی تھا اور ابن الکلبی کا قول یہ ہے کہ اس کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا اور پھر قصہ بیان کیا۔ اور امام ابن مندہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بنوضمرہ کی طرف حملہ کے لیے بھیجا، پھر ذکر کیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کو قتل کر دیا۔

اور امام ابن ابی عاصم نے کتاب الدیات میں حسن بصری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک کی طرف ایک لشکر بھیجا جنہوں نے اہلِ فدک پر حملہ کیا اور مرداس الفدکی رات کو نکلے اور انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ میں محمد اور ان کے اصحاب کے ساتھ مل جاؤں گا، پس ایک مرد نے ان کو دیکھ لیا اور ان پر حملہ کیا تو مرداس نے کہا: میں مومن ہوں، سو اس نے اس کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے کیوں نہ اس کے دل کو چیر لیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مرداس کے قاتل کو لوگوں نے دفن کر دیا، صبح کو وہ قبر کے اوپر پڑا ہوا تھا، لوگوں نے پھر دفن کیا تو وہ پھر قبر پر پڑا ہوا تھا اور اس طرح کئی دفعہ ہوا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں پھینک دیا جائے، پھر آپ نے فرمایا کہ زمین اس سے بھی بدتر شخص کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں نصیحت کی ہے (کہ مومن کا قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا سنگین ہے کہ زمین مومن کے قاتل کو قبول نہیں کرتی)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

اگر یہ حدیث ثابت ہو تو یہ مرداس دوسرا ہے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے مقتول کا نام مرداس نہیں تھا، اور اس قصہ کی مثل امام طبری نے بھی روایت کی ہے کہ محلم بن جثامہ نے عامر بن الاضبط کو قتل کر دیا، اور محلم جب مر گیا اور دفن کر دیا گیا تو زمین نے اس کو باہر نکال کر پھینک دیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں میں تعارض کا جواب

امام مسلم کی روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے اوپر تلوار بلند کی تو اس نے کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ، پس حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا، اور صحیح البخاری کی اس روایت میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس شخص کو نیزہ گھونپ کر قتل کر دیا، بہ ظاہر ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر تلوار کو بلند کیا، اور جب تلوار سے اس کو قتل کرنے پر قادر نہ ہوئے تو پھر اس کو نیزہ گھونپ دیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری ۶۸۷۲ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن ابی عاصم نے از ہشام بن حسان از الحسن بن ابی الحسن روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں پر سوار ایک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جماعت فدک کی طرف بھیجی، سوانہوں نے اہلِ فدک پر حملہ کیا اور مرداس الفد کی رات کو نکلے تھے اور انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا تھا: بے شک میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے جا کر مل جاؤں گا، پھر ایک مرد نے ان کو دیکھ لیا سو، ان پر حملہ کیا، انہوں نے کہا: بے شک میں مومن ہوں، سو اس نے ان کو قتل کر دیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مرداس کا قاتل مر گیا تھا، لوگوں نے اس کو دفن کیا، پس صبح کو وہ شخص قبر کے اوپر پڑا ہوا تھا، انہوں نے دوبارہ قبر کھود کر اس کو دفن کر دیا، پھر وہ دوبارہ قبر کے اوپر پڑا ہوا تھا، پھر اسی طرح ہوا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معاملہ بتایا گیا تو آپ نے حکم دیا: اس شخص کو مدینہ کے دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں پھینک دیا جائے، تو اس کو اس طرح پھینک دیا گیا، پھر آپ نے فرمایا: سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک زمین تمہارے اس صاحب سے زیادہ برے آدمی کو چھپا لیتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو نصیحت کی ہے (یعنی مرداس کا قاتل اتنا برا تھا کہ زمین نے اس کو قبول نہیں کیا) پھر اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (النساء: ۹۴)

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاؤ تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو، تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں، اس سے پہلے تم بھی اس طرح تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا، سو تم خوب تحقیق کر لیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔

اور اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرداس کا قاتل حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص تھا۔

اور یونس نے از ابن اسحاق روایت کی ہے کہ مجھے یزید بن عبداللہ بن قسیط نے حدیث بیان کی از القعقاع بن عبداللہ بن ابی حدرد از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِضم کی طرف بھیجا، پس میں مسلمانوں کی ایک جماعت کی طرف نکلا جن میں حضرت ابوقتادہ اور محلم بن جثامہ بھی تھے، پس ہمارے پاس سے عامر بن الاضبط الاشجعی اپنے اونٹ پر سوار گزرے، سو انہوں نے ہم کو اسلام کے طریقہ کے مطابق سلام کیا تو ہم ان پر حملہ کرنے سے رک گئے اور محلم بن جثامہ نے ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا، کیونکہ ان کے اور عامر کے درمیان کوئی جھگڑا تھا اور اس کا اونٹ اور سامان ضبط کر لیا، پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے آپ کو اس واقعہ کے متعلق بتایا تو ہمارے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت یعنی النساء: ۹۴ نازل ہوئی۔

(السیرۃ النبویۃ ج ۴ ص ۳۰۲، مسند احمد ج ۶ ص ۱۱، تفسیر الطبری ج ۴ ص ۲۲۴، رقم: ۱۰۲۱۷)

اور امام ابن جریر نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ محلم بن جثامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مر گیا تھا، لوگوں نے اس کو دفن کر دیا تو زمین نے کئی مرتبہ اس کو اس کی قبر سے نکال کر باہر پھینک دیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان گرا دیا گیا اور اس کے اوپر پتھر ڈال دیے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک زمین اس سے بدترین انسان کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ تم کو مومن کے قتل کرنے کے متعلق نشانی دکھائے۔ (تفسیر الطبری ج ۴ ص ۲۲۴، رقم: ۱۰۲۱۶)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے: تحقیق یہ ہے کہ کہا گیا ہے: جس شخص کو دو پہاڑوں کے درمیان گرایا گیا وہ محلم بن جثامہ نہیں تھا، کیونکہ محلم اس کے بعد حمص میں آیا تھا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ایام خلافت میں مر گیا تھا۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۲۴)

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ جو شخص حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ایام خلافت میں مرا تھا وہ محلم نام کا کوئی اور شخص ہو۔

(سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ فرماتے ہیں:

النساء: ۹۴ کے شانِ نزول کے متعلق بہت زیادہ روایات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ یہ حضرت المقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، یا غالب بن عبد اللہ اللیثی کے متعلق نازل ہوئی ہے، یا ایک لشکر کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس میں قاتل کا نام نہیں لیا گیا، یا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے یا محلم کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں اور سب اس پر متفق ہیں کہ اس کو قتل کرنا خطاء تھا۔

اور مرداس بن نہیک کے متعلق الکلبی نے کہا ہے کہ وہ الفدکی تھے اور حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ وہ الفزاری تھے۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۴۴۳، رقم: ۲۳۹۸)

اور علامہ ابن مندہ نے کہا ہے کہ وہ مرداس بن عمر تھا، اور ابو سعید نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بنو ضمرہ کی طرف بھیجا جس میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ تھے، پھر یہ ذکر کیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

اور ابنِ اسحاق نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب بن عبد اللہ الکلبی کو بنو مرہ کی طرف بھیجا تھا اور اسی میں مرداس بن نہیک تھے جو بنی الحرقۃ سے ان کے حلیف تھے، سو ان کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۴ ص ۲۹۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۳۰۶۔ ۳۰۸، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان دو روایتوں کا ذکر کیا ہے جن میں یہ بیان ہے کہ مرداس کے قاتل کو زمین نے قبول نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی میں پھینک دیا گیا، اور آپ نے فرمایا: زمین اس سے بھی بدترین شخص کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرنا چاہتا ہے۔ اور اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے جس میں محلم بن جثامہ نے عامر بن الاضبط کو قتل کر دیا تھا تو اس کو بھی زمین نے قبول نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۷۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضى الله عنه قَالَ إِنِّي مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِينَ بَايَعُوا رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللهِ شَيْئًا وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيَ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَا نَعْصِيَ بِالْجَنَّةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از الصنابحی از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان نقباء میں سے تھا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

إِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ فَإِنْ غَشِينَا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَاءُ ذٰلِكَ إِلَى اللّٰهِ۔

جنت کی بیعت کی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہیں بنائیں گے اور نہ چوری کریں گے اور نہ زنا کریں گے اور نہ اس جان کو قتل کریں گے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اور نہ لوٹ مار کریں گے اور نہ کسی نیک کام میں حکم عدولی کریں گے، اگر ہم نے ان کاموں کو کرلیا (تو ہم کو جنت مل جائے گی) اور اگر ہم نے ان میں سے کسی امر کے خلاف کیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے (وہ چاہے تو ہمیں معاف کردے اور چاہے تو ہمیں عذاب دے)۔

(صحیح البخاری: ۱۸، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۴۸۹۴، ۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸، صحیح مسلم: ۱۷۰۹، سنن ترمذی: ۱۴۳۹، سنن نسائی: ۴۱۶۱، سنن دارمی: ۲۴۵۳)

صحیح البخاری: ۶۸۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان میں ذکر کی ہوئی آیت کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "اور ہم اس جان کو قتل نہیں کریں گے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید، یہ ابن ابی حبیب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالخیر، یہ مرثد بن عبداللہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الصُّنابحی، اس میں صنابح بن ظاہر بن عامر کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ مراد کی شاخ ہے اور ان کا نام عبدالرحمٰن بن عسیلہ ہے جو العسلۃ کی تصغیر ہے۔

یہ حدیث کتاب المناقب کے باب "وفود الانصار" میں گزر چکی ہے اور کتاب الایمان میں بھی ایک باب میں گزر چکی ہے جس کا عنوان نہیں تھا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان نقباء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی" یعنی لیلۃ العقبہ میں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا ننتهب" یعنی ہم لوٹ مار نہیں کریں گے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ولا نعصی" یعنی ہم کسی نیک کام میں حکم عدولی نہیں کریں گے۔ ایک روایت میں "ولا نعصی" کے بجائے "ولا نقضی بالجنۃ" مذکور ہے یعنی ہم اپنی طرف سے جنت کا حکم نہیں لگائیں گے۔ اور قاضی نے کہا: صحیح یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لفظ یمین کے ساتھ ہے یعنی "و لا نعصی" یعنی ہم کسی نیک کام میں حکم عدولی نہیں کریں گے، قرآن مجید میں ہے:
وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ (الممتحنہ:۱۲) اور نہ دستور کے مطابق آپ کی نافرمانی کریں گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بایعناہ" یعنی ہم نے آپ سے جنت کے اوپر بیعت کرلی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فان غشینا" یعنی جن کاموں سے ہم کو منع فرمایا ہے اگر ہم نے ان کاموں میں سے کوئی کام کرلیا تو اس کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے، اگر وہ چاہے تو عذاب دے اور اگر وہ چاہے تو ہم کو معاف فرمادے۔

اس حدیث میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ معاصی کی وجہ سے کسی کی تکفیر نہیں کی جاتی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۶۸۷۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کی حدیث میں لی گئی بیعت کی تاریخ کا بیان

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بیعت اس کیفیت کے ساتھ لیلۃ العقبہ کو لی گئی تھی اور اس طرح نہیں ہے، جیسا کہ میں نے اس کو کتاب الایمان میں صحیح البخاری کی شرح کے شروع میں بیان کیا ہے۔ لیلۃ العقبہ میں جو بیعت لی گئی تھی وہ یہ ہے جیسا کہ اہلِ مغازی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے حاضرین سے فرمایا: میں تم سے اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ تم میری ان سے حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو، اور نیز حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ ہم آپ کے احکام کو سنیں گے اور ان پر عمل کریں گے فراخی میں اور تنگی میں، خوشی میں اور ناخوشی میں۔۔۔ الحدیث۔

اور جس بیعت کا یہاں پر ذکر کیا گیا ہے، یہ وہ ہے جو عورتوں سے بیعت لی تھی اور وہ اس کے بہت مدت بعد لی گئی تھی، کیونکہ سورۂ نساء کی وہ آیت جس میں اس بیعت کا ذکر ہے وہ اس کے بہت بعد نازل ہوئی ہے جو عمرہ حدیبیہ میں صلح کے زمانہ میں فتحِ مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی، اور وہ بیعت جو مردوں سے لی گئی تھی جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے وہ فتحِ مکہ کے سال میں لی گئی تھی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۷۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس حدیث کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۷۰۸۰، صحیح مسلم: ۹۸، سنن نسائی: ۴۱۰۰، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۶، مسند احمد: ۴۴۵۳)

صحیح البخاری: ۶۸۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں جو آیت ذکر کی گئی ہے اس میں قتل سے ممانعت ہے، اور اس حدیث کا معنی بھی یہ ہے کہ لوگوں سے قتال کرنے کے لیے ہتھیار اٹھانے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: جس نے ہم سے دین میں قتال کیا یا جس نے ہم سے قتال کو مباح سمجھا اس سے اس حدیث میں ممانعت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جُوَیریہ، یہ جاریۃ کی تصغیر ہے اور وہ ابن اسماء ہیں۔ اس حدیث کی روایت میں امام بخاری متفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وہ ہم میں سے نہیں ہے" یعنی وہ ہمارے طریقہ محمودہ پر نہیں ہے۔

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس نے مسلمانوں کے سامنے ہتھیار اٹھائے تا کہ ان کو مرعوب کرے اور جس نے مسلمانوں کی حفاظت کے لیے ہتھیار اٹھائے تو اس سے ممانعت نہیں ہے۔ اور اس میں جو فرمایا ہے "وہ ہم میں سے نہیں ہے" تو یہ زجر اور تخویف میں مبالغہ کے لیے ہے۔

اس حدیث میں ایک تعلیق ہے "حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی"۔ یعنی اس حدیث مذکور کی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس ہے، اور یہ تعلیق عنقریب سند موصول کے ساتھ کتاب الفتن کے اس باب میں آئے گی "باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حمل علینا السلاح"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۷۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَيُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هٰذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ قُلْتُ أَنْصُرُ هٰذَا الرَّجُلَ قَالَ ارْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمن بن المبارک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے اور یونس نے حدیث بیان کی از الحسن از الاحنف بن قیس، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس مرد کی مدد کرنے کے لیے روانہ ہوا تو مجھے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ملے، پس پوچھا: تم کہاں کا ارادہ کر رہے ہو؟ میں نے کہا: میں اس مرد کی مدد کروں گا، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لوٹ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ۔

جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو قاتل ہے پس مقتول کس وجہ سے دوزخ میں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: یہ بھی تو اپنے صاحب کو قتل کرنے پر حریص تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۱، ۶۸۷۵، ۷۰۸۳، صحیح مسلم: ۲۸۸۸، سنن نسائی: ۴۱۲۰، سنن ابوداؤد: ۴۲۶۸، سنن ابن ماجہ: ۳۹۶۵، مسند احمد: ۱۹۹۹۵)

صحیح البخاری: ۶۸۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب میں مذکور آیت کے عنوان میں مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن المبارک کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، وہ ابن عبید البصری ہیں۔ اور حسن کا ذکر ہے، وہ البصری ہیں۔ اور الاحنف بن قیس کا ذکر ہے، وہ السعدی البصری ہیں اور ان کا نام الضحاک ہے اور احنف ان کا لقب ہے، ان کی کنیت ابوبحر ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کی زیارت نہیں کی، یہ حافظ ابوعمر نے ذکر کیا ہے، انہوں نے کہا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام لا چکے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا کی تھی۔ یہ سڑسٹھ (۶۷) ہجری میں کوفہ میں فوت ہوئے۔

اور اس حدیث کی سند میں حضرت ابوبکرہ کا ذکر ہے، ان کا نام نفیع بن الحارث ہے۔

یہ حدیث کتاب الایمان کے ''باب المعاصی من امر الجاھلیۃ'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لانصر ھذا الرجل'' یعنی تاکہ میں اس مرد کی مدد کروں، اس مرد سے ان کی مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ اور احنف بن قیس جنگِ جمل میں ان سے پیچھے رہ گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں''۔

علامہ الخطابی نے کہا ہے: یہ وعید اس وقت لازم ہوگی جب دو مسلمان بغیر کسی تاویل کے ایک دوسرے کو قتل کرنے کے لیے لڑیں، یعنی وہ دشمنی کی بناء پر تلواروں سے لڑیں یا طلبِ دنیا کے لیے، لیکن جس نے باغیوں سے قتال کیا یا کسی حملہ آور سے مدافعت کے لیے لڑا اور اس میں وہ مارا گیا تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ اسے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے نفس کی مدافعت کے لیے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لڑے اور اپنے مقابل کو قتل کرنے کا قصد نہ کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۶۸۷۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

معصیت کے عزم پر مواخذہ کی دلیل

علامہ الباقلانی اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس شخص نے کسی معصیت کا عزم کیا وہ گناہ گار ہوگا خواہ اس نے وہ فعل نہ کیا۔ اور ان کے مخالف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ وعید اس وقت لاحق ہوگی جب وہ اس فعل کو شروع کرے، اور اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ کوئی شخص صرف ''ھَم'' کرے اور کچھ نہ کرے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں۔ اور ''کتاب الرقاق'' میں یہ حدیث گزری ہے کہ جس نے نیکی کا ''ھم'' کیا اور جس نے برائی کا ''ھم'' کیا، اور وہاں پر ہم اس کی شرح کر چکے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالیٰ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ (البقرۃ:۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد کے بدلہ آزاد، غلام کے بدلہ غلام اور عورت کے بدلہ عورت، سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو (اس کا) دستور کے مطابق مطالبہ کیا جائے اور نیکی کے ساتھ اس کی ادائیگی کی جائے، یہ (حکم) تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے، پھر اس کے بعد جو حد سے تجاوز کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں پوری آیت کا امام بخاری نے ذکر کیا ہے اور اس باب میں کسی حدیث کا ذکر نہیں کیا، اور اس باب کے بعد ایسے ابواب ذکر کیے ہیں جو اس آیت مذکورہ کے احکام کو شامل ہیں، اور عنقریب اس آیت کے نزول کے سبب کا بیان آئے گا۔

سو امام بخاری نے کہا: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا اور ان میں دیت نہیں تھی، اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے فرمایا: ''كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى'' (البقرۃ:۱۷۸) یہ آیت یہاں تک ہے ''فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ''۔ جس نے قصاص کا مستحق ہونے کے بعد اپنے بھائی کے لیے کسی چیز کو ترک کر دیا تو اس کی اتباع کی جائے، یعنی اس عفو کی دستور کے مطابق اتباع کی جائے، پس قتل کا طالب جب دیت کو قبول کرلے تو اس کی دستور کے مطابق اتباع کی جائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز فرمایا: "وَاَدَآءٌ اِلَیْہِ بِاِحْسَانٍ" یعنی قاتل بغیر کسی ضرر کے اچھے طریقہ سے دیت ادا کرے، اور قتلِ عمد میں دیت کو لینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر تخفیف اور رحمت ہے۔ پس جس نے دیت لینے کے باوجود قتل کیا تو اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

البقرہ: ۱۷۸ کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ البقرہ: ۱۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد قتلِ عمد ہے اور وہ قاتل مقتول کے ورثاء کو دیت لینے پر راضی کرلیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جو شخص دیت کو قبول کرلیتا ہے، یہ اس کی طرف سے قصاص کو معاف کرنا ہے اور اس کو چاہیے کہ اس کے جس بھائی کے لیے قتل کو معاف کیا گیا ہے وہ اس کو دیت نیکی کے ساتھ ادا کردے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۴۷۔۱۴۶، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ، البقرہ: ۱۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان آیات کا تقاضا قصاص کو واجب کرنا ہے نہ غیر، اور فقہاء کا قتلِ عمد کے مقتضاء میں اختلاف ہے، پس امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک بن انس اور ثوری اور ابن شبرمہ اور الحسن بن صالح نے کہا ہے: مقتول کے ولی کے لیے قصاص کے علاوہ اور کچھ جائز نہیں ہے اور وہ قاتل کی رضامندی کے بغیر دیت نہ لیں۔ اور الاوزاعی، اللیث اور امام شافعی نے کہا ہے کہ مقتول کے ولی کو اختیار ہے خواہ وہ قصاص لے اور خواہ دیت لے، اگرچہ قاتل راضی نہ ہو۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۴۹، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۰۰ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمود الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ، البقرہ: ۱۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک قتلِ عمد میں صرف قصاص ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قتلِ عمد قصاص ہے مگر یہ کہ مقتول کا ولی معاف کردے۔ (سنن الدارقطنی ج ۳ ص ۹۴)

اور بعض احادیث میں روایت ہے "سوا اس کے کہ اس کو فدیہ دیا جائے"۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس جس شخص کا کوئی مقتول قتل کیا گیا ہے اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے، یا تو اس کو دیت ادا کی جائے گی یا مقتول کے اہل اس سے قصاص لیں گے۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۱۱۲)

علامہ جصاص لکھتے ہیں:

پس دیت بغیر باہمی رضامندی کے اور ان کے درمیان صلح کے بغیر نہ لی جائے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۱۰۔۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قتلِ عمد کے شرعی حکم کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوشریح الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو قتل کیا گیا یا اس کے ہاتھ پیر بے کار کیے گئے اس کو تین چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے: یا تو وہ قصاص لے، یا معاف کر دے، یا دیت قبول کرے، اگر وہ چوتھی بات کرے تو اس کے ہاتھوں کو پکڑ لو۔ اور جس نے اس کے بعد حد سے تجاوز کیا اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۹۶، سنن ابن ماجہ: ۲۶۲۳)

حضرت ابوشریح الکعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو اے معشر خزاعہ! تم نے ہزیل کے اس قتیل کو قتل کر دیا اور میں اس کی دیت ادا کروں گا، پس میرے اس ارشاد کے بعد جو مقتول قتل کیا گیا تو اس کے ورثاء کو دو چیزوں کا اختیار ہے، یا تو دیت وصول کرلیں یا قاتل کو قتل کر دیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۰۴، سنن ترمذی: ۱۴۰۶)

عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: مومن کو کافر (حربی) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا، اور جس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا تو اسے مقتول کے ورثاء کے سپرد کیا جائے گا، پس اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو اس سے دیت وصول کرلیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۰۶، سنن ترمذی: ۱۴۱۳، سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۹)

قصاص کے بدلہ میں مال پر صلح کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ (البقرہ: ۱۷۸) سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا۔

یہ آیت قتلِ عمد میں صلح سے متعلق نازل ہوئی ہے، پس یہ آیت صلح کے جواز پر دلالت کرتی ہے خواہ صلح کا بدل کم ہو یا زیادہ ہو، اور دیت کی جنس سے ہو یا دیت کی جنس کے خلاف ہو، نقد ہو یا ادھار ہو، اس کی ادائیگی کی مدت معلوم ہو یا مجہول ہو، اور جہالت کی مدت بھی مختلف ہو۔ (بدائع الصنائع ج ۱۰ ص ۲۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد ابی سہیل السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ، البقرہ: ۱۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس سے مراد یہ ہے کہ جب قاتل دیت ادا کرنے پر راغب ہو تو ولی مقتول کے لیے مستحب یہ ہے کہ اس پر اس کی موافقت کرے یا اس پر اس کی مدد کرے اور قاتل پر لازم ہے کہ وہ عمدہ طریقہ سے اس دیت کو ادا کرے جب ولی اس کی مدد کرے۔ اور یہ دیت قاتل کے مال میں واجب ہے جب کہ یہ دیت بطریق صلح اور باہمی رضامندی ہو۔

(کتاب المبسوط جز ۲۶ ص ۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس اگر قتلِ عمد جس میں قصاص واجب ہے، جب صلح دیت سے زیادہ پر کی جائے تو ہمارے نزدیک یہ جائز ہے اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول میں یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کا ایک قول یہ ہے کہ قتلِ عمد میں دو میں سے ایک چیز معین ہے جو مقتول کے ولی کے اختیار سے ہوتی ہے، اور جب مقتول کا ولی دیت کو اختیار کر لے تو دیت شرعاً مقدر ہے اور اس پر صلح کے طریقہ سے اضافہ جائز نہیں ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قتلِ عمد میں صرف قصاص واجب ہے اور کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ پس جس مال کا ولی مقتول انتظام کرتا ہے وہ قصاص کا معاوضہ ہے اور مال اور غیر مال میں کوئی ربا نہیں ہے۔ اور اس صلح کے جواز پر دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

روایت ہے کہ مسلمانوں میں سے گھوڑے سواروں نے ایک مرد کو قتل کر دیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں قصاص لینے کا حکم دیا، پس جب مقتول کا ولی قتل کرنے کے لیے نکلا تو صحابہ نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ناپسندیدگی کے آثار تھے، تو وہ نکلے اور انہوں نے مقتول کے وارثوں سے دو دیتوں کے دینے پر صلح کر لی، ایک دیت وہ ہے جس کو قاتل ادا کرے گا اور ایک دیت وہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادا کریں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہو گئے۔

اور اگر مقتول کے ولی نے قتلِ خطاء یا عمد میں پچاس اونٹوں پر صلح کر لی تو یہ جائز ہے، رہا عمد تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، اور رہا قتلِ خطاء تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے بعض واجب کو ساقط کر دیا، اور اگر وہ کل کو معاف کر کے ساقط کر دے تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح اگر وہ بعض کو ساقط کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ (کتاب المبسوط ج ۲۶ ص ۱۲۳۔ ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ، لکھتے ہیں:

جب قاتل اور مقتول کے اولیاء کسی مال کی مقدار پر صلح کر لیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور مال واجب ہو گا خواہ مال قلیل ہو یا کثیر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ (البقرہ:۱۷۸) سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا۔

یہ آیت صلح کے متعلق نازل ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص کا کوئی قتیل قتل کیا گیا تو اس کے ورثاء کو دو چیزوں کا اختیار ہے، اگر چاہیں تو قصاص لے لیں اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں۔ اللہ ہی کو زیادہ علم ہے، اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ وہ قاتل کی رضامندی سے مال لیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے (کہ مقتول کے ولی کے لیے قصاص سے عدول کرنا جائز نہیں ہے سوائے قاتل کی رضامندی کے) اور یہ بعینہٖ صلح ہے، اور اس لیے کہ یہ وہ حق ہے جو ورثاء کے لیے ثابت ہے اور اس کے اندر قصاص کو ازروئے عفو کے ساقط کرنا جاری ہوتا ہے، اسی طرح قصاص کو ازروئے عوض کے ساقط کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ یہ عوض مقتول کے ورثاء کے احسان پر مشتمل ہے اور قاتل کو زندہ رکھنے پر مشتمل ہے، پس یہ عوض باہمی رضامندی سے جائز ہے اور اس میں کم مال اور زیادہ مال دونوں برابر ہیں، کیونکہ اس میں کوئی نص مقدر نہیں ہے، لہٰذا یہ قاتل اور ورثاء مقتول کی اصطلاح کے سپرد کی جائے گی جیسا کہ خلع وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اور اگر وہ نقد اور ادھار کو ذکر نہ کریں تو وہ نقد پر محمول ہوگا، کیونکہ یہ وہ مال ہے جو رضامندی کے عقد سے واجب ہوتا ہے اور اس کی مثالوں میں نقد دینا اصل ہے جیسا کہ مہر میں اور ثمن میں بخلاف دیت کے، کیونکہ یہ تراضی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے عقد سے واجب نہیں ہوتی۔ (ہدایہ اخیرین ص ۵۶۶، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

مفسرین کی عبارات، احادیث صحیحہ اور فقہاء کی تصریحات کا خلاصہ

میں کہتا ہوں: فقہاء احناف کی ان عبارات کا محمل یہ ہے کہ قتل عمد میں مال کی جس مقدار پر بھی صلح کی جائے وہ صلح جائز ہے خواہ وہ مال کی مقدار اصل دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو۔ اور قتل شبہ عمد میں شارع کی طرف سے دیت کی مقدار معین ہے اور وہ سو اونٹ ہیں اور جن احادیث میں قتل عمد میں دیت ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ابھی سنن ابوداؤد کی احادیث سے گزرا ہے اس دیت سے مراد خون بہا ہے اور قتل کا عوض ہے اور قرآن مجید کی نص صریح البقرہ: ۱۷۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شریعت کی طرف سے کوئی مقدار معین نہیں ہے بلکہ اس کی مقدار قاتل اور ورثاء مقتول کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے، کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے ''سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا'' اور معاف کرنے کی مقدار نہیں بیان فرمائی تو اس کی عرف کے مطابق اتباع کرنا لازم ہے اور قاتل پر واجب ہے کہ وہ اصل طریقہ سے اس کو ادا کرے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اس تفصیل کے بعد اب ہم صحیح البخاری کے ابواب کی احادیث کی شرح لکھ رہے ہیں۔

۴- بَابٌ: سُؤَالِ الْقَاتِلِ حَتّٰى يُقِرَّ وَالْإِقْرَارِ فِي الْحُدُودِ

قاتل سے سوال کرنا حتیٰ کہ وہ اقرار کرلے، اور حدود میں اقرار کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام اور سربراہِ ملک اس شخص سے سوال کرے جس پر قتل کی تہمت ہو اور اس کے خلاف کوئی گواہ قائم نہ کیا گیا ہو، اور اس سے اس کے متعلق سوال کرے اور تفتیش کرتا رہے حتیٰ کہ قاتل قتل کا اقرار کرلے، پھر وہ اس کے اوپر حد قائم کرے۔ اور یہ عنوان اسی طریقہ سے اکثرین کی روایت میں ہے۔ اور نسفی اور کریمہ کے نسخوں میں ''باب'' کا لفظ مذکور نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۷۶- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ هٰذَا أَفُلَانٌ أَوْ فُلَانٌ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتّٰى أَقَرَّ بِهِ فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا، اس لڑکی سے پوچھا گیا: تمہارے ساتھ یہ ظلم کس نے کیا ہے، فلاں شخص نے یا فلاں شخص نے؟ حتیٰ کہ اس یہودی کا نام لیا گیا، پھر اس (یہودی) کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، پھر آپ اس سے سوال کرتے رہے حتیٰ کہ اس نے قتل کا اقرار کرلیا،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس اس کا سر بھی پتھروں سے کچل دیا گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۳، ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۶۷۲، سنن ترمذی: ۱۳۹۴، سنن نسائی: ۴۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۵، مسند احمد: ۱۲۵۹۴، سنن داری: ۲۳۵۵)

صحیح البخاری: ۶۸۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ ”آپ اس سے مسلسل سوال کرتے رہے حتیٰ کہ اس نے اقرار کرلیا“۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ”فرض راسه بالحجارة“ ”رَضّ“ کا معنی ہے: پتھروں سے کوٹنا یا کچلنا، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیاس میں مماثلت ہوتی ہے، یعنی جس کیفیت سے کسی نے کسی کو قتل کیا ہے، اسی کیفیت سے اس کو قتل کیا جائے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

اس حدیث میں مذکور ہے ”راس جارية“۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ لڑکی باندی ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ لڑکی آزاد ہو لیکن بلوغت سے کم ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی مکمل عبارت

اس حدیث میں ”جارية“ کا لفظ ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ باندی ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ آزاد ہو لیکن بلوغت سے کم ہو، اور اس باب کے قریب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک لڑکی نکلی جس پر مدینہ میں زیورات تھے تو ایک یہودی نے اس کے اوپر پتھر مارا، اور کتاب الطلاق میں اسی سند کے ساتھ یہ عبارت ہے: یہودی نے اس لڑکی پر حملہ کیا اور اس کے وہ زیورات چھین لیے جو اس پر تھے اور اس کے سر کو کچل دیا، اور اس حدیث میں ہے کہ اس لڑکی کے گھر والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس میں آخری رمق حیات تھی، اور اس سے یہ معین نہیں ہوتا کہ وہ لڑکی آزاد ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے گھر والوں سے مراد اس کے مالکان ہوں، خواہ وہ باندی ہو یا آزاد کردہ ہو اور میں اس لڑکی کے نام پر مطلع نہیں ہوا لیکن حدیث کی بعض سندوں میں مذکور ہے کہ وہ لڑکی انصار سے تھی۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اس نے اس لڑکی کے اوپر پتھر مارا، اور اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ اس کے سر کو کچل دیا اس لیے کہ ان میں اس طرح تطبیق دی جائے گی کہ اس نے اس لڑکی کو پتھر مارا جو اس کو سر پر لگا تو وہ لڑکی دوسرے پتھر پر گر گئی تو اس کو یوں تعبیر فرمایا کہ دو پتھروں کے درمیان اس کو کچل دیا۔ اس حدیث میں ہے ”علی اوضاح“ امام ابوعبید نے کہا کہ وہ چاندی کے زیورات تھے اور قاضی عیاض سے منقول ہے کہ وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پتھر کے زیورات تھے اور شاید ان کی مراد یہ ہو کہ وہ چاندی کے پتھر تھے۔ اور اس میں ڈھلی ہوئی یا منقوش چاندی سے احتراز کیا۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۱۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے گھر والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس میں حیات کی آخری رمق تھی۔ الحدیث، اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ لڑکی آزاد تھی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے کہا ہے: اس سے اس لڑکی کا آزاد ہونا معین نہیں ہوتا، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ گھر والوں سے مراد اس کے مالکان ہوں، وہ باندی ہو یا آزاد کردہ ہو۔

علامہ عینی اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ ظاہر سے عدول ہے کیونکہ موالی کے اوپر اہل کا اطلاق حقیقت میں نہیں ہوتا، اور جو احتمال بغیر دلیل کے قائم ہو اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

نیز حدیث میں مذکور ہے "الاوضاح" یہ وضح کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے چاندی کے زیور، یہ امام ابو عبید وغیرہ کا قول ہے، اور الجوہری نے کہا کہ ثابت دراہم سے جو زیورات بنائے جائیں ان کو اوضاح کہتے ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فاتی بہ حتی اقر" یعنی اس یہودی کو لایا گیا حتیٰ کہ اس نے قتل کا اقرار کر لیا کہ اسی نے یہ قتل کیا ہے، اور الوصایا کی روایت میں مذکور ہے "حتیٰ کہ اس نے اعتراف کر لیا"۔

ایک سوال کا جواب

ابو مسعود نے کہا ہے: مجھے یہ علم نہیں کہ کسی نے اس حدیث میں یہ کہا ہو حتیٰ کہ اس یہودی نے اعتراف کر لیا اور نہ یہ حتیٰ کہ اس نے اقرار کر لیا سوائے ہمام بن یحییٰ کے۔ اور دوسروں نے کہا ہے: یہ لفظ صرف قتادہ کی روایت میں ہے اور دوسروں نے اس کو نقل نہیں کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ لفظ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں ثابت ہے اور اس سے اس قول کا رد ہو گیا جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، اور اس سے اس سوال کا بھی رد ہو گیا جس نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو کس طرح قتل کیا جب کہ نہ کوئی اس پر گواہ تھا اور نہ یہودی نے اعتراف کیا تھا۔

اور اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کی روایت میں اس کے اعتراف کرنے کا ذکر موجود ہے۔ نیز اس اعتراض کا یہ جواب بھی ہے کہ یہ واقعہ اسلام کی ابتداء میں تھا اور اس وقت قاتل کو صرف مقتول کے قول کی وجہ سے قتل کر دیا جاتا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بغیر گواہ اور بغیر اعتراف کے قتل کیا ہو بلکہ کسی اور سبب سے اس کو قتل کیا ہو جو اس کو قتل کرنے کا موجب ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ اسی یہودی نے اس لڑکی کو قتل کیا ہے، اس لیے آپ نے اس کو قتل کر دیا۔

قصاص لینے کی کیفیت میں فقہاء کے اقوال

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ قاتل کو اسی کیفیت سے قتل کیا جائے گا جس کیفیت سے اس نے مقتول کو قتل کیا ہے، پس اگر اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے مقتول کو لاٹھی مار کر قتل کیا ہے یا پتھر مار کر قتل کیا ہے یا اس کا گلا گھونٹ کر قتل کیا ہے یا اس کو غرق کر کے قتل کیا ہے تو اس کو اسی کیفیت سے قتل کیا جائے گا۔ امام شافعی اور امام احمد اور ابوثور اور اسحاق اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے۔

امام شافعی نے کہا: اگر اس نے مقتول کو عمداً آگ میں ڈال دیا حتیٰ کہ وہ مر گیا تو قاتل کو بھی آگ میں ڈال دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے۔

اور ابراہیم النخعی، عامر الشعبی، حسن البصری، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا کہ تمام صورتوں میں قاتل کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا اور ان کی دلیل یہ ہے کہ امام طحاوی نے یہ حدیث بیان کی ہے:

امام طحاوی نے کہا: ہمیں ابن مرزوق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان ثوری نے حدیث بیان کی از حضرت جابر از ابی عازب از النعمان، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔

اور ابوعاصم الضحاک بن مخلد امام بخاری اور جابر الجعفی کے شیخ ہیں۔ اور ابوعازب مسلم بن عمرو یا مسلم بن عراک ہیں اور نعمان سے مراد حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام ابوداؤد نے اور الطیالسی نے اس حدیث کی ان الفاظ سے روایت کی ہے "لا قود الا بحدیدۃ" یعنی قصاص صرف لوہے کے ہتھیار سے لیا جائے۔

اور فقہاء احناف نے اس باب کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ مثلہ کرنا منسوخ ہو گیا جو کہ رسول اللہ ﷺ نے عرینیین کے ساتھ کیا تھا، سو اس طرح بغیر تلوار کے قتل کرنا بھی منسوخ ہو گیا۔

احناف کی مستدل حدیث پر ایک اعتراض کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بیہقی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند ثابت نہیں ہے اور جابر پر طعن کیا گیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر جابر پر طعن کیا ہے تو وکیع نے کہا ہے: جب بھی تم کو کسی چیز میں شک ہو تو اس بات میں شک نہ کرو کہ جابر ثقہ ہے، اور شعبہ نے کہا: وہ حدیث میں سچے ہیں، اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کی مثل حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اس حدیث کی امام ابن ماجہ نے سندِ جید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اور اس حدیث کی امام بیہقی نے زہری کی حدیث کی از ابوسلمہ روایت کی ہے جو اس کی مثل ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے، وہ حدیث ابراہیم کی از علقمہ ہے اور اس کی عبارت اس طرح ہے "لا قود الا بالسلاح" یعنی قصاص صرف ہتھیار سے لیا جائے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس کی روایت معلیٰ بن ہلال نے کی ہے از ابواسحاق از عاصم بن ضمرہ اور اس کی عبارت یہ ہے "لا قود الا بحدیدۃ" یعنی قصاص صرف لوہے کے ہتھیار سے لیا جائے گا۔ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کو امام الدارقطنی نے ابوعازب کی سند کے ساتھ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: "القود بالسیف والخطاء علی العاقلہ" یعنی قصاص تلوار سے لیا جائے اور قتلِ خطاء کی دیت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عاقلہ پر ہے، اور یہ چھ صحابہ ہیں جنہوں نے نبی ﷺ سے یہ روایت کی ہے کہ قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا اور یہ احادیث بعض، بعض کو قوی کرتی ہیں۔ اور کم سے کم ان کا حال یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہیں، لہٰذا ان سے استدلال کرنا صحیح ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۸۔۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث ''لا قود الا بالسیف'' کی مزید تخریج

(۱) امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی المتوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
''حدثنا ابراهيم بن المستمر العروقی، حدثنا ابو عاصم عن سفيان عن جابر عن ابی عازب عن النعمان بن بشير ان رسول الله ﷺ قال لا قود الا بالسيف'' (حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا)۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۲) ''حدثنا ابراهيم بن المستمر، حدثنا الحر بن مالك العنبری حدثنا مبارك بن فضالة عن الحسن عن ابی بكرة قال قال رسول الله ﷺ لا قود الا بالسيف''۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۳) امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
''عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ لا قود الا بالسيف''۔
(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۰۴۴، ج ۱۰ ص ۸۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۶ھ)

(۴) امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
''حدثنی سليمان عن الزهری عن ابی سلمة عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ: لا قود الا بالسيف''۔
(سنن بیہقی ج ۸ ص ۶۳ نشر السنہ، ملتان)

(۵) امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی العبسی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
''حدثنا ابو بكر قال حدثنا عيسى بن يونس عن اشعث وعمرو عن الحسن قال قال رسول الله ﷺ لا قود الا بالسيف''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، الحدیث: ۲۷۷۱۳، ج ۵ ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

(۶) نیز امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:
''حدثنا ابو بكر قال حدثنا جرير عن مغيرة عن ابراهيم فی الرجل يقتل الرجل بالحصاة او يمثل به قال انما القود بالسيف لم يكن من امرهم المثلة'' (مصنف ابن ابی شیبہ، الحدیث: ۲۷۷۱۴، ج ۵ ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

(۷) امام علی بن عمر الدارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
''حدثنا الحسين بن اسماعيل المحاملی حدثنا ابو امية الطرطوسی حدثنا الوليد هو ابن صالح حدثنا مبارك بن فضالة عن الحسن عن ابی بكرة قال قال رسول الله ﷺ: لا قود الا بالسيف''۔
(سنن دار قطنی، الحدیث: ۳۱۳۵، ج ۳ ص ۳۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

(۸) امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''عبد الرزاق عن معمر عن ابن عیینة عن عمرو عن الحسن قال قال رسول اللہ ﷺ: لا قود الا بحدیدة''۔

(مصنف عبدالرزاق، الحدیث: ۱۷۴۹۲، ج ۹ ص ۱۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۹) امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن عبدالملک الطحاوی الحنفی المصری المتوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

''حدثنا ابراهیم بن مرزوق قال: ثنا ابوعاصم، قال: ثنا سفیان الثوری، عن جابر، عن ابی عازب، عن النعمان قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا قود الا بالسیف''۔ (شرح معانی الآثار، الحدیث: ۴۹۱۷، ج ۳ ص ۱۸۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

(۱۰) حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو درج ذیل ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے:

امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، اور اس حدیث کی امام بزار نے روایت کی ہے، اور امام طحاوی نے روایت کی ہے، اور امام طبرانی نے اور امام الدارقطنی اور امام بیہقی نے روایت کی ہے۔ اور ان کے الفاظ مختلف ہیں۔ (تلخیص الحبیر، الحدیث: ۱۶۹۲، ج ۴ ص ۱۳۱۸)

(۱۱) نیز یہ حدیث کنز العمال: ۳۹۸۰۷، کامل لابن عدی: ج ۳ ص ۱۱۰۲، ج ۵ ص ۱۹۷۸، ج ۷ ص ۲۵۴۳، اور العلل المتناہیہ ج ۲ ص ۳۰۷ میں بھی مذکور ہے۔

۵۔ بَابٌ: إِذَا قَتَلَ بِحَجَرٍ أَوْ بِعَصًا   جب کوئی شخص پتھر سے یا لاٹھی سے قتل کرے، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

بابِ مذکور کے عنوان میں عنوان کا جواب نہ لکھنے کی توجیہ

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص دوسرے شخص کو پتھر سے قتل کرے یا لاٹھی سے قتل کرے، اس کا جواب امام بخاری نے ذکر نہیں کیا ہے اور اس کا جواب محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کو بھی اسی کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ ہم نے اس طرح عبارت مقدر مانی ہے اگرچہ یہ احتمال ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا، لیکن ہم نے باب کی حدیث کی موافقت کی وجہ سے اس جواب کو مقدر مانا۔

امام بخاری نے اس جواب کو ذکر نہیں کیا ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ وہ باب کی حدیث پر اکتفاء کر لیتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ جَدِّهِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَرَجَتْ جَارِيَةٌ عَلَيْهَا أَوْضَاحٌ بِالْمَدِينَةِ قَالَ فَرَمَاهَا يَهُودِيٌّ بِحَجَرٍ قَالَ فَجِيءَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَبِهَا رَمَقٌ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن ادریس نے خبر دی از شعبہ از ہشام بن زید بن انس از جد خود حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: ایک لڑکی مدینہ میں باہر نکلی جس کے اوپر زیورات تھے تو ایک یہودی نے اس کو پتھر مارا، پھر اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ فُلَانٌ قَتَلَكِ فَرَفَعَتْ رَأْسَهَا فَقَالَ لَهَا فِي الثَّانِيَةِ فُلَانٌ قَتَلَكِ فَرَفَعَتْ رَأْسَهَا فَأَعَادَ عَلَيْهَا الثَّالِثَةَ فُلَانٌ قَتَلَكِ فَخَفَضَتْ رَأْسَهَا فَدَعَا بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَتَلَهُ بَيْنَ الْحَجَرَيْنِ۔

لڑکی کو نبی ﷺ کے پاس لایا گیا اور اس میں ابھی بقیہ زندگی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا فلاں نے تم کو قتل کیا ہے؟ تو اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا، آپ نے دوبارہ سوال کیا: کیا فلاں نے تم کو قتل کیا ہے؟ تو اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا، پھر تیسری مرتبہ آپ نے سوال کیا: کیا فلاں نے تم کو قتل کیا ہے؟ تو اس نے اپنا سر جھکایا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اس کا سر دو پتھروں کے درمیان (کچل کر) قتل کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۳، ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۶۷۲، سنن ترمذی: ۱۳۹۴، سنن نسائی: ۴۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۵، مسند احمد: ۱۲۵۹۴، سنن داری: ۲۳۵۵)

صحیح البخاری: ۶۸۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ "اس لڑکی کو یہودی نے پتھر مارا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، الکلاباذی کے قول کے مطابق یہ ابن عبد اللہ بن نمیر ہیں، اور ابو علی بن السکن نے کہا: یہ محمد بن سلام ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از ابو موسیٰ اور بندار روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے کتاب الدیات میں از عثمان بن ابی شیبہ روایت کی ہے، اور امام نسائی نے کتاب الدیات میں اس کی اسماعیل بن مسعود سے روایت کی ہے، اور امام ابن ماجہ نے کتاب الدیات میں اس کی بندار سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اوضاح" یہ وضح کی جمع ہے، اور عنقریب اس کی تفصیل گزر چکی ہے کہ اس کا معنی چاندی کے زیورات ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رمق" اس کا معنی ہے: بقیۃ الحیاۃ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فخفضت" یعنی اس لڑکی نے اپنے سر کو جھکایا اور اس بات سے اس نے اشارہ کیا یعنی اسی یہودی نے اس لڑکی کو قتل کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۹-۶۰ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری ۶۸۷۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس کیفیت سے قتل کیا گیا ہو، اسی کیفیت سے قصاص لینے کے متعلق جمہور کے دلائل

اس حدیث سے جمہور فقہاء (شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ) نے یہ استدلال کیا ہے کہ قاتل نے جس چیز سے قتل کیا ہے اس کو قصاص میں اسی چیز کے ساتھ قتل کیا جائے۔ اور انہوں نے اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ (النحل:۱۲۶) اور اگر تم انکو سزا دو تو اسی کی مثل سزا دو جتنی سزا تمہیں پہنچائی گئی ہے۔

اور درج ذیل آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ (البقرہ:۱۹۴) سو جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کی مثل زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

فقہاء احناف نے اس حکم کی مخالفت کی ہے، اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے "لا قود الا بالسیف" (قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا)۔

یہ حدیث ضعیف ہے، امام بزار نے اور امام ابن عدی نے اس حدیث کو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور امام بزار نے اس حدیث میں اس کی سند کے ضعیف ہونے کے باوجود اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، اور امام ابن عدی نے کہا: اس حدیث کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔ اور اگر بالفرض اس حدیث کو ثابت مان لیا جائے تب بھی یہ فقہاء احناف کے اس قاعدہ کے خلاف ہے کہ سنت نہ کتاب کے حکم کو منسوخ کرتی ہے اور نہ کتاب کے حکم کی تخصیص کرتی ہے۔

اور فقہاء احناف نے مُثلہ کی ممانعت سے بھی استدلال کیا ہے (گویا جب کسی کا سر دو اینٹوں کے درمیان رکھ کر کچلا جائے گا تو اس کا چہرہ بگڑ جائے گا اور یہ مُثلہ ہے اور مُثلہ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے)۔ اور یہ استدلال صحیح ہے لیکن یہ جمہور کے نزدیک اس صورت پر محمول ہے جب قصاص میں مماثلت نہ ہو، تاکہ دونوں دلیلوں میں تطبیق ہو۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اکثر فقہاء کا مختار یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو کسی چیز سے قتل کرے تو اسی کی مثل سے اس کو قتل کیا جائے گا، اور یہ قتلِ عمد میں ہے۔

اور ابنِ ابی لیلیٰ نے کہا: اگر کسی نے پتھر مار کر قتل کیا ہے یا لاٹھی مار کر قتل کیا ہے تو دیکھا جائے گا اگر اس نے یہ ضرب مکرر لگائی ہے تو یہ قتلِ عمد ہے ورنہ یہ قتلِ عمد نہیں ہے۔

اور عطاء اور طاؤس نے کہا ہے: قتلِ عمد کی شرط یہ ہے کہ وہ کسی ہتھیار سے قتل کیا جائے۔

اور الحسن البصری، الشعبی، النخعی، الحکم اور امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین نے کہا ہے کہ قتلِ عمد کی شرط یہ ہے کہ اس کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا جائے۔ اور جس کو لاٹھی مار کر قتل کیا، پھر لاٹھی کی ضرب سے اس سے قصاص لیا گیا اور وہ مرا نہیں تو اس میں اختلاف ہے کیا لاٹھی کی ضرب مکرر لگائی جائے گی، پس ایک قول یہ ہے کہ مکرر نہیں لگائی جائے گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ لاٹھی کی ضرب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے نہیں مرا تو اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح جس نے کسی شخص کو درد پہنچا کر قتل کیا تو اس کو بھی تلوار سے قتل کیا جائے گا۔

اور علامہ ابن العربی مالکی نے کہا ہے: مماثلت سے اس کو مستثنیٰ کیا جائے گا جس میں کوئی معصیت ہو، مثلاً اس نے شراب پلائی، یا لواطت کی ہو، یا کسی کو جلایا ہو، اور تیسری صورت میں فقہاء شافعیہ کے نزدیک اختلاف ہے۔ اور پہلی دو صورتیں بالاتفاق ممنوع ہیں، لیکن بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کو اس چیز سے قتل کیا جائے جو اس کے قائم مقام ہے۔

اور جو فقہاء قاتل کے قتل کرنے کی کیفیت سے قصاص لینے سے منع کرتے ہیں ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ایک عورت نے کسی دوسری عورت کے اوپر خیمہ کی لکڑی ماری اور اس کے پیٹ کے بچہ کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت میں دیت ادا کرنے کا حکم دیا، (یعنی اس کا قصاص لینے کا حکم نہیں دیا)۔ اور اس کی بحث عنقریب باب ''جنین المراۃ'' میں آئے گی۔

جمہور فقہاء کے دلائل کا جواب از مصنف

جمہور فقہاء نے البقرہ: ۱۹۴ سے استدلال کیا ہے کہ جس کیفیت سے کسی نے قتل کیا ہے اس کو اسی کیفیت سے قتل کیا جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا تعلق قصاص کے ساتھ نہیں ہے اور یہ آیت عام نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص کو مُثلہ کر کے قتل کیا ہو یعنی اس کی آنکھیں نکال کر قتل کیا ہو یا اس کی ناک کاٹ کر قتل کیا ہو تو قصاص میں اس کو بھی اسی کیفیت سے قتل کیا جائے، حالانکہ جمہور فقہاء کے نزدیک بھی یہ مُسلّم ہے کہ قصاص لینے میں مُثلہ کرنے کی مماثلت شامل نہیں ہے، نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اگر کسی نے دوسرے شخص کو لاٹھی مار کر قتل کیا ہے تو قصاص میں اس کو ایک لاٹھی ماری جائے اور اگر وہ ایک لاٹھی سے نہ مرے تو پھر اس کو تلوار سے قتل کیا جائے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس آیت سے عموم مراد نہیں ہے اور نہ اس آیت کا تعلق قصاص کے ساتھ ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ۷ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لیے پہنچے تو مسلمانوں کو خدشہ ہوا کہ کہیں کفار عہد شکنی نہ کریں اور وہ حرم میں اور حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کو بہت برا جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس مہینہ اور اس جگہ کی حرمت سب کے لیے یکساں ہے، اگر وہ اس مہینہ اور اس جگہ میں جنگ چھیڑتے ہیں تو تم بھی مدافعانہ جنگ کرو اور انہوں نے تم کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے، ان سے اتنا ہی بدلہ لو، ان کا زیادتی کرنا ظلم ہے اور مسلمانوں کا بدلہ لینا عدل ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے دونوں کے فعل کو ''اعتداء'' یعنی زیادتی فرمایا ہے، کیونکہ صورتاً دونوں فعل ایک دوسرے کی مثل ہیں۔

اسی طرح جمہور فقہاء نے النحل: ۱۲۶ سے بھی اس پر استدلال کیا ہے کہ قصاص اسی کیفیت سے لیا جائے جس کیفیت کے ساتھ قتل کیا گیا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت بھی عام نہیں ہے اور نہ اس کا تعلق قصاص کے ساتھ ہے، کیونکہ اس آیت کے بعد النحل: ۱۲۷۔۱۲۸ میں فرمایا ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝ (النحل: ۱۲۷۔۱۲۸)

اور آپ صبر کیجئے، اور آپ کا صبر صرف اللہ کی توفیق سے ہے، اور آپ ان (کی سرکشی) پر غمگین نہ ہوں اور نہ ان کی سازشوں سے تنگ دل ہوں ○ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لوگوں کے ساتھ ہے جو نیک کام کرنے والے ہیں O

ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ بدلہ لینا جائز ہے لیکن بدلہ میں زیادتی نہ کی جائے، اور جتنا تم پر ظلم کیا گیا ہے تم بھی اتنا ہی ظلم کرو۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا ہے۔ اگر اس کا تعلق قصاص سے ہوتا تو قصاص لینا تو واجب ہے اور اس میں صبر نہیں کیا جاتا، بلکہ قاتل کو لازماً قتل کیا جاتا ہے یا پھر اس سے مال پر صلح کی جاتی ہے یا پھر ولی مقتول اس کو معاف کر دیتا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس آیت کا تعلق بھی قتل کے قصاص سے نہیں ہے بلکہ عام زندگی کے معاملات میں اگر کوئی شخص کسی کے اوپر ظلم اور زیادتی کرے تو اس کو یہ اجازت ہے کہ اپنے ظلم اور زیادتی کا بدلہ لے لیکن بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے۔ اور اگر وہ صبر کرے اور بدلہ نہ لے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس کی وضاحت ان آیات سے ہوتی ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ۞ وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۞ (الشوریٰ: ۳۹۔ ۴۰)

اور جو لوگ کسی کے ظلم کا شکار ہوں وہ بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور نیکی کرے تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے، بے شک اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا O

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۞ (الشوریٰ: ۴۳)

اور جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے O

رہا یہ کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث ''لاقود الا بالسیف'' کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسی ضعیف نہیں ہے جس سے استدلال نہ ہو سکے، فی نفسہٖ ہر حدیث کی سند ہو سکتا ہے کہ ضعیف ہو لیکن مجموعہ اسانید سے اس حدیث کو اتنی قوت حاصل ہوگئی کہ اس سے استدلال ہو سکتا ہے۔ نیز یہ کہ جس حدیث سے امام اور مجتہد استدلال کرے وہ حدیث ضعیف نہیں رہتی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصریح کے مطابق اس حدیث سے حسن بصری، شعبی، نخعی، حکم اور امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے، لہٰذا اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس حدیث کو حسن لغیرہٖ کہا جائے گا اور حسن لغیرہٖ سے استدلال ہو سکتا ہے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ فقہاء احناف نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں مُثلہ کی ممانعت کی گئی ہے اور خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ ان کا یہ استدلال صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

٦۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَ

جان کا بدلہ جان، اور آنکھ کا بدلہ آنکھ، اور ناک کا بدلہ ناک، اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں میں بدلہ ہے، تو جس نے خوشی سے بدلہ دیا تو وہ اس (کے گناہ) کا کفارہ ہے اور جو اللہ کے نازل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (المائدہ:۴۵) کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں، سو وہی لوگ ظالم ہیں O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے عنوان میں اس آیت کو اس لیے لکھا ہے کہ یہ آیت اس باب میں مذکور حدیث کے مطابق ہے، کیونکہ اس حدیث میں بھی مذکور ہے کہ ''جان کا بدلہ جان ہے''۔

المائدہ:۴۵ سے فقہی مسائل کا استنباط

امام ابوحنیفہ اوران کے اصحاب نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر مسلمان کسی ذمی کو عمداً قتل کردے تو اس سے قصاص لیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے، تو ذمی کی جان کے بدلہ میں مسلمان کی جان لی جائے گی۔ اور سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے۔ اور یہ آیت البقرہ:۱۷۸ کے لیے ناسخ ہے، کیونکہ اس آیت میں مذکور ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ؕ (البقرہ:۱۷۸) اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد کے بدلہ آزاد، غلام کے بدلہ غلام اور عورت کے بدلہ عورت۔

کیونکہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ذمی کے بدلہ میں آزاد کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ آزاد کے بدلہ میں آزاد کو قتل کیا جائے گا۔ اور المائدہ:۴۵ میں تصریح ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے، یعنی ذمی کی جان کے بدلہ میں مسلمان کی جان کو قتل کیا جائے گا۔

''اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ'' یعنی جان کا بدلہ جان ہے، اس آیت کے عموم سے معلوم ہوا کہ آزاد کو غلام کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور مسلمان کو ذمی کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور یہ سفیان ثوری اور فقہاء احناف کا قول ہے، اور امام مالک اور اللیث اور الاوزاعی اور امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور نے کہا ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا۔ اور التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے: یہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے ''وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ'' یعنی ہم نے تورات میں یہ فرض کردیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے، جب کسی جان کو ناحق قتل کیا جائے۔ اسی طرح آنکھ کے بدلہ میں آنکھ نکالی جائے اور ناک کے بدلہ میں ناک کاٹی جائے اور کان کے بدلہ میں کاٹا جائے گا اور دانت کے بدلہ میں دانت اکھاڑا جائے گا۔

نیز اس آیت میں فرمایا: ''وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ'' یعنی زخموں کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔ یعنی جس میں قصاص اور بدلہ لیا جانا ممکن ہو اور مساوات معلوم ہو سکے۔

پھر فرمایا ''فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ'' یعنی اگر اصحاب حق نے بدلہ کو معاف کردیا اور اپنے حق کو صدقہ کردیا تو اس کا یہ صدقہ کرنا، صدقہ کرنے والوں کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ صدقہ کی مقدار کے اعتبار سے اس کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گناہ منہدم کر دیئے جائیں گے۔

اور اس آیت میں فرمایا: "وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" یعنی جن لوگوں نے مظلوم کا بدلہ ظالم سے نہیں لیا حالانکہ انہیں عدل کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے درمیان مساوات کرنے کا حکم دیا گیا تھا، تو انہوں نے اس حکم کی مخالفت کی اور ظلم کیا اور حد سے تجاوز کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۰۔۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۷۸۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّيِّبُ الزَّانِي وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان لا الٰہ الا اللہ اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی شہادت دیتا ہو، اس کا خون کرنا تین خصلتوں کے سوا جائز نہیں ہے: (۱) جان کا بدلہ جان (۲) شادی شدہ زانی (۳) دین کو ترک کرنے والا اور جماعت مسلمین کو چھوڑنے والا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۷۶، سنن ترمذی: ۱۴۰۲، سنن نسائی: ۴۰۱۶، سنن ابوداؤد: ۴۳۵۲، سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۴، مسند احمد: ۳۶۱۴، سنن دارمی: ۲۲۹۸)

صحیح البخاری: ۶۸۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور میں ذکر کی ہوئی آیت کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "النفس بالنفس" یعنی جان کا بدلہ جان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص، یہ اپنے والد حفص بن غیاث سے روایت کرتے ہیں اور وہ سلیمان الاعمش سے روایت کرتے ہیں اور وہ عبداللہ بن مرہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ از مسروق بن الاجدع سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از ابی بکر بن ابی شیبہ روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے اس کی از عمرو بن عون روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی نے اس کی دیات میں از ھناد روایت کی ہے، اور امام نسائی نے اس حدیث کی المحاربہ میں از اسحاق بن منصور روایت کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الا باحدی ثلث" یعنی جو مسلمان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہو، اس کو ان تین خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت کے سوا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "والنفس بالنفس" یعنی جس جان نے کسی کو عمداً ناحق قتل کیا اس جان کو اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الثیب الزانی" ثیب کا معنی ہے جو کنوارا نہ ہو، اور اس کا اطلاق مرد اور عورت دونوں پر ہوتا ہے، کہا جاتا ہے "رجل ثیب وامراۃ ثیب"۔

اس میں یہ بیان ہے کہ جو زانی شادی شدہ ہو اسے قتل کے لیے پیش کیا جائے گا اور وہ اس کو پتھروں کے ساتھ سنگسار کرنا ہے، اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے، اسی طرح مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جو زانی شادہ شدہ نہیں ہے، اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔

اگر مرد مرتد ہو تو اس کو بالاتفاق قتل کرنا جائز ہے اور اگر عورت مرتدہ ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے "والمارق من الدین" یعنی جو اپنے دین کو ترک کرنے والا ہو۔

علامہ طیبی نے کہا: "المارق" کا لفظ المروق سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے خروج۔ اور ترمذی کی حدیث میں یہ عبارت ہے "والتارک لدینه المفارق للجماعة" یعنی جو اپنے دین کو چھوڑنے والا ہو اور جماعت سے علیحدہ ہونے والا ہو۔ اور ہمارے شیخ نے شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ وہ مرتد ہے اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو مرد مرتد ہو جائے اور اسلام کی طرف رجوع نہ کرے اور کفر پر اصرار کرے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور جو عورت مرتدہ ہو، اس کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ پس اکثر علماء نے کہا ہے کہ عورت مرتدہ بھی مرتد مرد کی طرح ہے، اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مرتدہ کو نہیں قتل کیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بر سبیل عموم عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

جو شخص نماز کا تارک ہو تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس کو قتل کیا جائے گا اور زکوٰۃ اور روزہ کے تارک کو قتل نہیں کیا جائے گا، اس فرق کے متعلق فقہاء شافعیہ کی توجیہات اور علامہ عینی کا ان توجیہات کو رد کرنا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "التارک للجماعة" اس حدیث میں جماعۃ کی قید لگائی ہے اور اس میں یہ خبر دی ہے کہ وہ دین معتبر ہے جس کے اوپر پوری جماعت متفق ہو۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ امام شافعی نماز کو ترک کرنے سے بھی مسلمان کو قتل کر دیتے ہیں؟

علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا: کیونکہ وہ اس دین کو ترک کرنے والا ہے جو اسلام ہے یعنی الاعمال۔

پھر انہوں نے یہ سوال کیا کہ زکوٰۃ اور روزہ کے تارک کو کیوں قتل نہیں کیا جاتا؟

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا علامہ کرمانی نے یہ جواب دیا کہ زکوٰۃ کو امام قہراً اور جبراً وصول کرتا ہے اور روزہ کے متعلق یہ توجیہ کی گئی ہے کہ روزہ کے تارک سے کھانے اور پینے کو روک لیا جائے گا کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ روزہ کی نیت کرے گا، کیونکہ وہ روزہ کے وجوب کا معتقد ہے۔

علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے جو کچھ کہا ہے اس پر اعتراض ہے، رہا علامہ کرمانی کا نماز کے متعلق یہ کہنا کہ تارکِ نماز اس دین کا تارک ہے جو اسلام ہے یعنی الاعمال، تو یہ جواب متوجہ نہیں ہے کیونکہ اسلام دین کا نام ہے اور اعمال دین میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ اللہ عزوجل نے سورۃ العصر میں اعمال کا ایمان پر عطف کیا ہے کیونکہ اس میں ارشاد ہے" اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ " (العصر: ۳)، اور معطوف، معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے امام الحرمین پر مذہب شافعی کے مطابق تارکِ نماز کو قتل کرنے سے اشکال ہوا۔ اور علامہ المزنی کا مختار یہ ہے کہ نماز کے تارک کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

اور حافظ ابوالحسن علی بن علی الفضل المصری المالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز کا تارک جب سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کرے اور فرضیت کا انکار نہ کرے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ بعض فقہاء شافعیہ نے نماز کے تارک کو قتل کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے:

" مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں"۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ابن دقیق العید نے اس پر رد کیا ہے کہ اگر یہ استدلال اس حدیث کے الفاظ سے ہے تو یہ بہت بعید ہے، کیونکہ کسی چیز پر قتال کرنا اور ہے اور کسی کو قتل کرنا اور ہے، اور اگر ان کا استدلال آپ کے ارشاد کے اس حصہ سے ہے "پس جب انہوں نے یہ کر لیا تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو محفوظ کر لیا" تو یہ اس حدیث کے مفہومِ مخالف سے استدلال ہے، اور مفہومِ مخالف سے استدلال کرنے میں مشہور اختلاف ہے۔ اور اس باب میں جو الفاظ کی عبارت کی دلالت ہے وہ مفہومِ مخالف کی دلالت پر راجح ہے۔

رہا علامہ کرمانی کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ کو امام جبراً اور قہراً وصول کرتا ہے تو اس میں بھی اختلاف مشہور ہے، لہٰذا اس سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔

رہا علامہ کرمانی کا یہ کہنا کہ روزہ کا تارک روزہ کے وجوب کا معتقد ہے تو اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ نماز کا تارک بھی نماز کی فرضیت کا معتقد ہے۔

بعض علماء کا اس حدیث سے استدلال کہ اجماع کا انکار کفر ہے

اور بعض نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں ہے "التارك الجماعة" اس سے معلوم ہوا کہ اجماع کا مخالف کافر ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس جس شخص نے اس چیز کا انکار کیا جس کے وجوب کے اوپر اجماع ہے تو وہ کافر ہے۔
اور صحیح یہ ہے کہ اس میں یہ قید لگانے کی ضرورت ہے کہ جس چیز کے وجوب کا علم دین سے بالبداہتہ ثابت ہو جیسے پانچ نمازیں، سوان کا انکار کفر ہوگا۔
اور بعض علماء نے یہ قید لگائی کہ جس چیز کے وجوب کا علم تواتر سے معلوم ہو اس کا انکار کفر ہوگا جیسے اس جہان کا حادث ہونا تو اتر سے معلوم ہے کہ جو اس جہان کے تواتر کا انکار کرے تو وہ کفر ہے۔
اور قاضی عیاض نے کہا ہے: جو شخص جہان کو قدیم کہتا ہے اس کے کفر پر بھی اجماع ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جان کا بدلہ جان کے سوا اور شادی شدہ زانی کے سوا اور اپنے دین کو چھوڑنے والے کے سوا کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے"۔

اس حدیث میں تین کو قتل کرنے کے استثناء پر یہ اعتراض کہ جو شخص کسی پر حملہ آور ہو اس کو بھی مدافعت میں قتل کرنا جائز ہے

بعض علماء نے ان تین کے ساتھ حملہ آور کا بھی استثنٰی کیا ہے، یعنی اگر کسی شخص پر کوئی حملہ کرے اور وہ اپنی مدافعت میں اس کو قتل کر دے تو اس کا قتل کرنا بھی جائز ہے۔اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حملہ آور کو اس وقت قتل کرنا جائز ہے جب وہ اس کو قتل کر رہا ہو۔اور اس کے بغیر اس کو عمداً قتل کرنا جائز نہیں ہے۔پس یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ اس کو قتل کرنا جائز ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس سے مدافعت کرنا جائز ہے۔

نیز اس حدیث سے خوارج اور باغیوں کو قتل کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ وہ بھی جماعت سے علیحدہ ہونے والے ہیں۔اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے قتل کرنا واجب ہے۔
اور علامہ ابن عربی نے بعض اپنے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ قتل کرنے کے دس سبب ہیں، اور وہ ان تین سے خارج نہیں ہیں، کیونکہ جس نے جادو کیا یا اللہ تعالیٰ پر سب وشتم کیا، یا نبی ﷺ پر سب وشتم کیا، یا فرشتہ پر سب وشتم کیا تو وہ کافر ہے۔

علامہ داؤدی کا حدیثِ مذکور کو المائدہ: ۳۲ سے منسوخ قرار دینا

اور علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے کہ یہ حدیث درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا۔ (المائدہ:۳۲)

جس شخص نے بغیر جان کے بدلہ کے یا بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا، اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچالیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا۔

کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ فساد فی الارض یا دہشت گردی کی وجہ سے بھی کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے اور وہ ان تین کے علاوہ ہے۔اور جس حدیث میں یہ حکم ہے کہ جو شخص قومِ لوط کا عمل کرے تو فاعل اور مفعول کو قتل کر دو تو اس سے بھی یہ حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

منسوخ ہے، کیونکہ قومِ لوط کا عمل کرنے والے ان تین میں داخل نہیں ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں جانوروں کے ساتھ بدفعلی کرنے والے میں داخل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۰۔ ۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابُ: مَنْ أَقَادَ بِالْحَجَرِ — جس نے پتھر سے قصاص لیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے پتھر سے کچل کر یا پتھر مار کر قصاص لیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ يَهُودِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً عَلَى أَوْضَاحٍ لَهَا فَقَتَلَهَا بِحَجَرٍ فَجِيءَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَبِهَا رَمَقٌ فَقَالَ أَقَتَلَكِ فُلَانٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا ثُمَّ قَالَ الثَّانِيَةَ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا ثُمَّ سَأَلَهَا الثَّالِثَةَ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ نَعَمْ فَقَتَلَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِحَجَرَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کو قتل کر دیا جس کے اوپر چاندی کے زیورات تھے، سو اس نے اس لڑکی کو پتھر مار کر قتل کر دیا، پھر اس لڑکی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور اس وقت اس میں بقیہ زندگی تھی، کیا تم کو فلاں نے قتل کیا ہے؟ تو اس نے سر کے اشارہ سے کہا: نہیں! پھر دوبارہ کہا تو اس نے سر کے اشارہ سے کہا: نہیں، پھر تیسری مرتبہ اس سے سوال کیا تو اس نے سر کے اشارہ سے کہا: ہاں! پھر اس یہودی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھروں سے کچل کر قتل کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۳، ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۶۷۲، سنن ترمذی: ۱۳۹۴، سنن نسائی: ۴۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۵، مسند احمد: ۱۲۵۹۴، سنن دارمی: ۲۳۵۵)

صحیح البخاری: ۶۸۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن جعفر کا ذکر ہے، وہ غندر ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ حدیث عنقریب اس باب میں گزر چکی ہے "اذا قتل بحجر"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابٌ: مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ

جس کا کوئی مقتول (رشتہ دار) قتل کر دیا جائے، تو اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس کا کوئی مقتول قتل کر دیا گیا ہو تو اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے، اور مقتول سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کو اس قتل سے قتل کیا گیا ہو، یہ مراد نہیں ہے کہ وہ شخص پہلے مقتول ہو۔ اسی طرح حدیث میں ہے "جس نے کسی مقتول کو قتل کیا تو اس سے اتارا ہوا ساز و سامان اسی قتل کرنے والے کے لیے ہے" یہاں بھی مقتول سے مراد وہ ہے جس کو اب قتل کیا جائے گا، کیونکہ مقتول کو قتل کرنا تو تحصیلِ حاصل ہے، اور اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے، اس کا مطلب ہے کہ اس کو قصاص لینے یا دیت لینے میں سے کسی ایک چیز کا اختیار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۸۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوا رَجُلًا وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا حَرْبٌ عَنْ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّهُ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ قَتَلَتْ خُزَاعَةُ رَجُلًا مِنْ بَنِي لَيْثٍ بِقَتِيلٍ لَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّ اللهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي أَلَا وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ لَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يَلْتَقِطُ سَاقِطَتَهَا إِلَّا مُنْشِدٌ وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا يُودَى وَإِمَّا يُقَادُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أَبُو شَاهٍ فَقَالَ اكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ خزاعہ نے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور عبد اللہ بن رجاء نے کہا: ہمیں حرب نے حدیث بیان کی از یحییٰ، انہوں نے کہا: ہمیں ابو سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ فتح مکہ کے سال خزاعہ نے زمانہ جاہلیت میں اپنے ایک مقتول کے بدلہ میں بنو لیث کے ایک مرد کو قتل کر دیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، سو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا ہے اور اہلِ مکہ پر اپنے رسول کو اور مومنین کو مسلط کر دیا، سنو اور بے شک مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا، سنو یہ میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت میں حلال کیا گیا ہے، سنو! بے شک یہ اس وقت حرام ہے نہ اس کا کانٹا اکھاڑا جائے گا اور نہ اس کا درخت کاٹا جائے گا اور سوائے اعلان کرنے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْإِذْخِرَ فَإِنَّمَا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَّا الْإِذْخِرَ وَتَابَعَهُ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ شَيْبَانَ فِي الْفِيلِ قَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ الْقَتْلَ وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ إِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ۔

والے کے اس میں گری ہوئی چیز کو نہیں اٹھایا جائے گا، اور جس شخص کا کوئی مقتول قتل کیا گیا تو اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے، یا اس کو دیت ادا کی جائے گی یا اس کا قصاص لیا جائے گا، پھر اہلِ یمن سے ایک مرد کھڑا ہوا جس کو ابوشاہ کہا جاتا تھا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! اس کو میرے لیے لکھ دیجئے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو ابوشاہ کے لیے لکھ دو، پھر ایک مرد قریش میں سے کھڑا ہوا، اس نے کہا: یارسول اللہ! سوائے اذخر (خشک گھاس) کے کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں میں رکھتے ہیں اور اپنی قبروں میں رکھتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوا اذخر کے۔

اس حدیث کی سند میں حرب کی متابعت عبید اللہ نے کی ہے از شیبان "فیل" کے لفظ میں۔

بعض ائمہ نے کہا ہے از ابونعیم "القتل"۔

اور عبید اللہ نے کہا ہے کہ "یا مقتول کے اہل کے لیے قصاص لیا جائے گا"۔

(صحیح البخاری: ۱۱۲، ۲۴۳۴، ۶۸۸۰، صحیح مسلم: ۱۳۵۵، سنن ابوداؤد: ۲۰۱۷، مسند احمد: ۷۲۰۱، سنن دارمی: ۲۶۰۰)

صحیح البخاری: ۶۸۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کا عنوان بعینہٖ حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قتلت خزاعة رجلا من بنی لیث بقتیل" خزاعۃ میں خاء پر پیش ہے اور یہ ایک قبیلہ کا نام ہے جو مکہ پر غالب آ گئے تھے اور اس میں حکومت کرتے تھے، پھر ان کو مکہ سے نکال دیا گیا، پھر وہ مکہ کے ظاہر میں رہتے تھے اور ان کے درمیان اور بنوبکر کے درمیان زمانہ جاہلیت میں کھلی دشمنی تھی۔ اور خزاعہ بنوہاشم بن عبدمناف کے نبی ﷺ کے عہد تک حلیف تھے اور بنوبکر قریش کے حلیف تھے۔

خزاعہ کے جس مرد نے قتل کیا تھا اس کا نام تھا خراش بن امیہ الخزاعی، اور بنولیث کے مقتول کا نام تھا احمر۔ اور بنولیث مشہور قبیلہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے جس کی نسبت لیث بن بکر بن کنانہ بن مدرکہ بن الیاس بن معزر کی طرف ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حبس عن مكة الفيل" یعنی اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا، اس میں اس مشہور قصہ کی طرف اشارہ ہے جب ابرہہ نے اپنے ہاتھیوں کے لشکر سے مکہ پر حملہ کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فهو بخير النظرين" یعنی مقتول کے ولی کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے اور وہ دیت اور قصاص ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الاذخر" یہ ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے جس کو گھروں کی چھتوں میں لکڑیوں کے نیچے رکھتے ہیں۔

پہلی متابعت کی شرح

یعنی حرب بن شداد نے عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام الکوفی کی متابعت کی ہے اور وہ بھی امام بخاری کے شیخ ہیں۔ اور "الفيل" سے مراد ہے ہاتھی، اور کتاب العلم میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ سے قتل کو روک دیا یا "فیل" یعنی ہاتھی کو، اس میں راوی کو شک ہے۔

دوسری متابعت کی شرح

اس متابعت میں مذکور ہے "قال بعضهم عن ابی نعيم القتل" بعض سے مراد محمد بن یحییٰ الزحلی ہیں، کیونکہ انہوں نے ابونعیم الفضل بن دُکین سے قتل کے لفظ کی روایت کی ہے۔

تیسری متابعت کی شرح

عبید اللہ نے کہا، اور یہ عبید اللہ بن موسیٰ المذکور ہیں جو امام بخاری کے شیخ ہیں، یعنی انہوں نے اپنی روایت میں کہا "یا مقتول کے ورثاء کے لیے قصاص لیا جائے گا"۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ۔ ۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۶۸۸۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتلِ عمد میں قاتل سے دیت لینے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مقتول کے ولی کو اختیار ہے خواہ قصاص لے اور خواہ دیت لے، اگرچہ قاتل راضی نہ ہو۔ یہ مذہب ابن المسیب، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے۔ اور اشعب نے اس کو امام مالک سے روایت کیا ہے، اور لیث، الاوزاعی، امام شافعی، امام احمد، ابو اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا کہ قتلِ عمد میں صرف قصاص ہے اور مقتول کے ورثاء دیت نہیں لیں گے سوا اس کے کہ قاتل راضی ہوں، اس کی ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے اور یہی امام مالک کا مشہور قول ہے، اور یہی ثوری کا اور فقہاء کوفہ کا مذہب ہے۔ اختلاف کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص مطلقاً کہے کہ میں نے معاف کر دیا اور دیت کا ذکر نہ کرے، پس معروف یہ ہے کہ اس صورت میں دیت نہیں ہوگی۔ اور ابن القاسم نے کہا: اس سے حلف لیا جائے گا کہ اس نے بغیر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دیت کے عفو کا ارادہ نہیں کیا۔

فقہاء کی پہلی جماعت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ'' (البقرہ:۱۷۸)(سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا)۔

یعنی اس کے لیے دیت کو ترک کر دیا گیا اور وہ اس سے دیت پر راضی تھا ''فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ'' (البقرہ:۱۷۸)، پس مقتول کے وارث پر دیت کے مطالبہ میں معروف طریقہ سے اتباع کرنی ہے، اور قاتل پر لازم ہے کہ وہ اس دیت کو اچھے طریقہ سے ادا کرے، اور یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف ہے (البقرہ:۱۷۸)۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے پہلے تھے ان پر صرف یہ فرض کیا گیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ یا تو اس کی دیت ادا کی جائے گی یا قصاص لیا جائے گا، اور یہ اس پر نصِ صریح ہے کہ دیت کے لینے کو یا قصاص کو مقتول کے ورثاء کی طرف مفوض کیا ہے، اور نظر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دیت قاتل کی رضامندی کے بغیر لازم ہوتی ہے کیونکہ قاتل پر دیت کے ذریعہ نفس کو زندہ کرنا فرض ہے۔

اور دوسرے فقہاء کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ النضر کی بیٹی جو ربیعہ تھیں انہوں نے اپنی باندی کے سامنے کے دانت توڑ دیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم ہے۔ (صحیح البخاری:۲۷۰۳)، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص لینے کا حکم دیا اور قصاص اور دیت لینے کے درمیان اختیار نہیں دیا تو اس سے ثابت یہ ہوا کہ قرآن اور سنت سے قتلِ عمد میں صرف قصاص ہے، کیونکہ اگر اس میں اختیار ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خبر دیتے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا اور یہ خبر دی کہ اللہ کی کتاب کا حکم یہی ہے تو ہمارا قول ثابت ہو گیا۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوشریح الخزاعی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا کوئی بندہ قتل کر دیا گیا یا مار دیا گیا تو وہ تین چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کرے، یا قصاص لے، یا معاف کر دے، یا دیت لے، پس اگر وہ چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھوں کو پکڑ لو، اور جس نے اس کے بعد حد سے تجاوز کیا تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(سنن ابوداؤد:۴۴۹۶، سنن ابن ماجہ:۲۶۲۳)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب قتل کرنے والا دیت کے تاوان کو دینے پر راضی ہو تا کہ احادیث میں تعارض نہ ہو۔

اگر کوئی شخص قاتل سے کہے کہ میں تمہارا گھر لینے پر راضی ہوں تا کہ اس کے عوض قصاص میں تم کو قتل نہ کروں، تو قاتل پر واجب ہے کہ وہ اپنا گھر مقتول کے اس وارث کے حوالہ کر دے اور اپنی جان کو بچا لے، اور اگر وہ انکار کرے تو اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور اس سے جبراً وہ گھر لے کر ولی کو نہیں دیا جائے گا، پس اسی طرح دیت پر بھی جبر نہیں کیا جائے گا اور اس سے کرھاً نہیں لی جائے گی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۱ ص ۳۴۴۔۳۴۵ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

مقتول کے ورثاء کا قاتل سے دیت لینے کے متعلق فقہاء احناف کا صحیح مذہب

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَمَنۡ عُفِیَ لَهٗ مِنۡ اَخِیۡهِ شَیۡءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَاَدَآءٌ اِلَیۡهِ بِاِحۡسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخۡفِیۡفٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰی بَعۡدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝ (البقرہ:۱۷۸)

سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو (اس کا) دستور کے مطابق مطالبہ کیا جائے اور نیکی کے ساتھ اس کی ادائیگی کی جائے، یہ (حکم) تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے، پھر اس کے بعد جو حد سے تجاوز کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ولی کو یہ حکم دیا ہے کہ جب اسے کوئی شے دی جائے تو وہ اس کی معروف طریقہ سے اتباع کرے، اور ''الشیء'' کا لفظ قلیل اور کثیر دونوں کو شامل ہے، پس یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ قصاص سے قلیل اور کثیر مال پر صلح کرنا جائز ہے اور یہ قتلِ خطا اور قتلِ شبہ عمد کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں جب دیت سے اکثر پر صلح کی جائے تو وہ جائز نہیں ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۷ ص ۴۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک قاتل سے قتل کا قصاص لینا لازم ہے، لیکن اگر مقتول کے ورثاء قاتل کو بالکلیہ معاف کر دیں تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، یا وہ اس سے مال پر صلح کر لیں خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ ہو تو وہ بھی جائز ہے۔

صحیح البخاری ۶۸۸۰ ، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا''۔

مکہ سے ہاتھیوں کو روکنے کا قصہ

یہ قصہ مشہور ہے، اس کو امام ابن اسحاق نے تفصیل سے بیان کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ابرہہ حبشی جب یمن کے علاقہ پر غالب ہوا اور وہ نصرانی مذہب سے تعلق رکھتا تھا تو اس نے ایک گرجا بنایا اور لوگوں کو لازم کیا کہ اس گرجے کی طرف حج کرنے کے لیے آئیں، پس بعض عربوں کو یہ ناگوار ہوا اور انہوں نے گرجے کے دربانوں کو غافل پا کر اس گرجے میں پاخانہ کر دیا اور بھاگ گئے، اس سے ابرہہ غضب ناک ہوا اور اس نے کعبہ کو ڈھانے کا قصد کیا، پھر اس نے ایک بڑا لشکر تیار کیا اور اس لشکر میں ہاتھیوں کی بڑی تعداد کو اپنے ساتھ رکھا، پس جب وہ مکہ کے قریب پہنچا تو حضرت عبدالمطلب اس کے پاس آئے اور وہ بہت حسین وجمیل تھے، انہوں نے اس سے یہ مطالبہ کیا کہ ابرہہ نے جو ان کے اونٹ چھین لیے ہیں وہ ان کو واپس کر دے، ابرہہ نے کہا: میرا گمان تھا کہ تم مجھ سے صرف کعبہ پر حملہ کرنے کے متعلق سوال کرو گے تو حضرت عبدالمطلب نے کہا: اس بیت کا ایک مالک اور رب ہے وہ خود عنقریب اس کی حفاظت کرے گا، تو ابرہہ نے ان کے اونٹ واپس کر دیے اور ابرہہ اپنے لشکروں کو لے کر مکہ کی طرف بڑھا، اس نے ہاتھیوں کو آگے کیا، ہاتھی وہاں پر بیٹھ گئے اور وہ ان کو اٹھانے سے عاجز ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے پرندے بھیجے اور ہر پرندہ کے پاس تین پتھر تھے، دو پتھر ان کے پیروں میں تھے اور ایک پتھر ان کی چونچ میں تھا، وہ پتھر ابرہہ کے لشکر پر گرا دیے، پس ان میں سے کوئی شخص نہ بچا مگر وہ ان پتھروں سے زخمی ہو گیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ابرہہ کے پاس عبدالمطلب آئے اور حضرت عبدالمطلب نے کہا: یہ اللہ کا گھر ہے، اللہ نے اس پر کسی کو مسلط نہیں کیا، ابرہہ کے لشکر نے کہا: ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک کہ کعبہ کو منہدم نہ کر دیں، پھر جب بھی وہ اپنے ہاتھیوں کو آگے بڑھاتے تو ہاتھی پیچھے ہٹ جاتے، پس اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں کو بلایا اور ہر ایک کو ایک سیاہ پتھر دے دیا، جب وہ کعبہ کے بالمقابل آئے تو ان پرندوں نے ان کو وہ پتھر مارے، پس جس کو بھی وہ پتھر لگ جاتا اس کو خارش شروع ہو جاتی اور جو بھی اپنی کھال کو کھجاتا تو اس کا گوشت نکل آتا۔

اور امام طبری نے سندِ صحیح کے ساتھ عکرمہ سے روایت کی ہے کہ یہ پرندے سبز رنگ کے تھے، سمندر سے نکلے تھے اور ان کے سر درندوں کے سروں کی طرح تھے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۸۸۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَتْ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ قِصَاصٌ وَلَمْ تَكُنْ فِيهِمُ الدِّيَةُ فَقَالَ اللهُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى﴾ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَالْعَفْوُ أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ قَالَ ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ﴾ أَنْ يَطْلُبَ بِمَعْرُوفٍ وَيُؤَدِّيَ بِإِحْسَانٍ۔

(صحیح البخاری: ۴۴۹۸، ۶۸۸۱، سنن نسائی: ۴۷۸۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا اور ان میں دیت نہیں تھی، پس اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے فرمایا: "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى" (البقرہ: ۱۷۸)، (تمہارے لیے قتلِ عمد میں مقتولین کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے) یہ اس آیت تک ہے "فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ" (البقرہ: ۱۷۸)، (پس جس شخص کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کوئی شے معاف کر دی گئی)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس عفو یعنی معاف کرنا یہ ہے کہ قتلِ عمد میں دیت کو قبول کر لے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ" (البقرہ: ۱۷۸)، یعنی بھلائی کے ساتھ دیت کا مطالبہ کیا جائے اور بھلائی کے ساتھ دیت کو ادا کیا جائے۔

صحیح البخاری: ۶۸۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ مقتول کے ولی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ قصاص کو ترک کر دے اور خون بہا لینے پر راضی ہو جائے، اور یہ کہ خون بہا لینے میں یا قصاص لینے میں اختیار مقتول کے ولی کی طرف ہے، اور اس میں قاتل کی رضامندی کی شرط نہیں ہے، اور امام بخاری کا اس باب سے عنوان کا یہی مقصود ہے، کیونکہ انہوں نے عنوان میں کہا ہے "جس کا کوئی مقتول قتل کیا گیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے یعنی قصاص لینے کا یا خون بہا لینے کا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرو کا ذکر ہے، وہ ابن دینار ہیں۔ اور اس سے پہلے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں یہ حدیث گزر چکی ہے از حمیدی از سفیان، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی عمرو نے، انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، اسی طرح ابن عیینہ نے اس حدیث کو سندِ موصول کے ساتھ عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے۔ اور ابن عیینہ عمرو بن دینار کی حدیث کو اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''بنی اسرائیل میں قصاص تھا''یعنی بنی اسرائیل کے دین میں قصاص لینا لازم تھا اور اس میں خون بہا یا دیت لینے کی گنجائش نہیں تھی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں قصاص نہیں تھا، اس میں صرف خون بہا اور دیت تھی، اور یہ دونوں دین ایک طرف میں واقع تھے اور دینِ اسلام متوسط ہے، اس میں قصاص بھی ہے اور خون بہا بھی ہے یعنی مقتول کے ورثاء قصاص کے عوض قاتل سے جتنا مال لینے پر راضی ہو جائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ'' عفو یہ ہے کہ مقتول کا ولی قتلِ عمد میں خون بہا کو قبول کر لے یعنی قصاص لینے کو ترک کر دے اور اس سے خون بہا لینے پر راضی ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ''یعنی وہ قاتل سے خون بہا کا مطالبہ معروف طریقہ سے کرے اور قاتل مقتول کے ورثاء کو خون بہا احسن طریقہ سے ادا کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابُ: مَنْ طَلَبَ دَمَ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ — اس کا بیان جس نے کسی مرد سے خونِ ناحق طلب کیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے کسی مرد کا خونِ ناحق طلب کیا اس کا کیا حکم ہے؟

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهَرِيقَ دَمَهٗ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از عبد اللہ بن ابی حسین، انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تین شخص ہیں، حرم میں الحاد (گناہ) کرنے والا، اور اسلام میں جاہلیت کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طریقہ کو طلب کرنے والا، اور کسی مرد سے خون کو طلب کرنے والا تا کہ اس کا خون بہائے۔

صحیح البخاری: ۶۸۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں بھی یہ مذکور ہے کہ جس نے کسی مرد سے ناحق خون کا مطالبہ کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، اور وہ حکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، وہ ابن ابی حمزہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن ابی حسین، وہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین المدنی النوفلی ہیں جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے نافع بن جبیر، وہ ابن مطعم القرشی المدنی ہیں۔ اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ابغض الناس" یہ بغض کا اسم تفضیل ہے اور اللہ تعالیٰ کے کسی سے بغض رکھنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف کوئی مکروہ چیز پہنچائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ملحد فی الحرم" "مُلحِد" کا معنی ہے: جو حق اور میانہ روی سے عدول کرے یعنی ظالم۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جو شخص گناہِ صغیرہ کا مرتکب ہو وہ بھی حق سے عدول کرتا ہے تو کیا اس کو بھی مُلحد کہا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مُلحد کا لفظ عرف میں اس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو دین سے خارج ہو جائے، اور جب کسی ایسے شخص کے لیے مُلحِد کا لفظ استعمال کیا جائے جس نے کسی معصیت کا ارتکاب کیا ہو تو اس میں یہ اشارہ ہوگا کہ یہ معصیت بہت عظیم ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حرم میں اِلحاد کرنا بہت بڑا گناہ کبیرہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حرم میں ظلم کرنے کا معنی یہ ہے کہ حرم میں کوئی تبدیلی کی جائے، یا حرم کے احکام کو بدل دیا جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ومبتغ فی الاسلام سنة الجاهلية" یعنی جو شخص اسلام میں زمانہ جاہلیت کے طریقہ کو طلب کرے، مثلاً کسی کے مرنے کے اوپر نوحہ کرے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں کسی کے مرنے پر نوحہ کیا جاتا تھا۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ تینوں تمام اہلِ معاصی میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہیں، جیسے کہا جاتا ہے "اکبر الکبائر" ورنہ مطلقاً سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض گناہ شرک کرنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۶۔۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری ۶۸۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حرم میں معصیت پر شدید مواخذہ ہونا

سفیان ثوری نے اپنی تفسیر میں از سدی از مرہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: جو شخص بھی کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے وہ لکھ دی جاتی ہے مگر کوئی مرد عدن میں ارادہ کرے کہ وہ کسی مرد کو بیت الحرام میں قتل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دردناک عذاب چکھاتا ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صرف ارادہ کرنے کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جاتا لیکن اگر کوئی شخص حرم میں گناہ کا ارادہ کرے تو اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث میں اس کی بھی مذمت کی ہے جو اسلام میں سنتِ جاہلیہ کو طلب کرتا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام نے جس کام کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً فال نکالنے کے لیے پرندے اڑانا اور کہانت وغیرہ سے اسلام نے منع کیا ہے، اب کوئی اسلام لانے کے بعد یہ کام کرے گا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مبغوض ہوگا۔

نیز امام الطبرانی اور الدارقطنی نے حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے "اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے سرکش شخص وہ ہے جو اپنے قاتل کے غیر کو قتل کرے یا اسلام میں زمانہ جاہلیت کے خون کو طلب کرے"۔ اور اس حدیث سے بھی یہ مراد لی جاسکتی ہے جو اسلام میں سنتِ جاہلیہ کو طلب کرے۔

الزہری نے عطاء بن یزید سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے مزدلفہ میں قتل کر دیا یعنی غزوہ فتح مکہ کے موقع پر، اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تین سے زیادہ مبغوض ہو، ایک وہ مرد جو حرم میں قتل کرے اور ایک وہ مرد جو اپنے قاتل کے غیر کو قتل کرے اور ایک وہ مرد جو زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر کسی کے بدلہ میں قتل کرے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۴۔ ۲۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۰۔ بَابُ: اَلْعَفْوِ فِي الْخَطَإِ بَعْدَ الْمَوْتِ
موت کے بعد قتلِ خطاء میں معاف کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقتول کا ولی قتلِ خطاء میں قاتل کو مقتول کی موت کے بعد معاف کر دے، اور یہ مراد نہیں ہے کہ مقتول معاف کر دے، کیونکہ یہ محال ہے۔

امام بخاری نے موت کے بعد کی قید لگائی ہے، کیونکہ اس کا اثر اسی وقت ظاہر ہوگا، کیونکہ اگر مقتول کے ولی نے اس کو معاف کر دیا پھر وہ مر گیا تو اس کے معاف کرنے کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوگا، کیونکہ اگر وہ زندہ رہتا تو معلوم ہوتا کہ اس کے معاف کرنے کی وجہ سے اس کے اوپر کوئی تاوان نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ مقتول کے ولی کا معاف کرنا مقتول کی موت کے بعد ہوتا ہے، اور مقتول کی موت سے پہلے قاتل کو معاف کرنے میں اہل الظاہر کا اختلاف ہے، کیونکہ انہوں نے قاتل کے معاف کرنے کو باطل قرار دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٨٨٣۔ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ يَوْمَ أُحُدٍ ح و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ يَعْنِي الْوَاسِطِيَّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ صَرَخَ إِبْلِيسُ يَوْمَ أُحُدٍ فِي النَّاسِ يَا عِبَادَ اللهِ أُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ عَلَى أُخْرَاهُمْ حَتَّى قَتَلُوا الْيَمَانِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ أَبِي أَبِي فَقَتَلُوهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللهُ لَكُمْ قَالَ وَقَدْ كَانَ انْهَزَمَ مِنْهُمْ قَوْمٌ حَتَّى لَحِقُوا بِالطَّائِفِ۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۰، ۳۸۲۴، ۴۰۶۵، ۶۶۶۸، ۶۸۸۳، ۶۸۹۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ (بن ابی المغراء) نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ غزوہ احد کے دن مشرکین کو شکست ہو گئی ح اور مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریاء یعنی الواسطی نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ غزوہ احد کے دن ابلیس لوگوں میں چلایا اے اللہ کے بندو! اپنے پیچھے والوں کو قتل کرو، پس لشکر کے پہلے لوگ پچھلے لوگوں پر پلٹے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت یمان کو قتل کر دیا، پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے چلا کر کہا: یہ میرے باپ ہیں، یہ میرے باپ ہیں لیکن لوگوں نے ان کو قتل کر دیا، پس حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

انہوں نے کہا: ان میں سے ایک قوم شکست کھا گئی حتیٰ کہ وہ طائف جا پہنچے۔

صحیح البخاری: ۶۸۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے'' اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے تم کو معاف کر دیا ہے، کیونکہ مسلمانوں نے حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو خطاءً قتل کر دیا تھا جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد تھے، پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کیے جانے کے بعد قاتلوں کو معاف فرما دیا تھا۔

امام ابو اسحاق الفزاری نے ''سِیَر'' میں از الاوزاعی از الزہری یہ بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد کو غزوۂ احد میں خطاء سے قتل کر دیا تھا، پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ تمام رحم کرنے والوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے لیے نیکی کی دعائیں اور اضافہ فرمایا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ایک سند فروہ سے ہے اور دوسری سند محمد بن حرب سے ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اخراکم" یعنی تم اپنے پیچھے والوں کو قتل کرو یا پیچھے والوں سے محتاط رہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتیٰ کہ انہوں نے یمان کو قتل کر دیا" یعنی مسلمانوں نے حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابی ابی" یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "ھذا ابی" یہ میرے باپ ہیں، یہ میرے باپ ہیں ان کو قتل نہ کرو، اور مسلمانوں نے ان کی بات نہیں سنی اور انہوں نے حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا، ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مشرکین میں سے ہیں، تب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دعا کی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دعا کی اور اپنے والد کی دیت کو مسلمانوں پر صدقہ کر دیا۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مسلمان اپنے صاحب کو خطأ قتل کر دے، جب گھمسان کی جنگ ہو رہی ہو تو اس پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا، اور اسی طرح تمام اژدہامات اور رش کے مواقع میں حکم ہے، سوا اس کے جب کوئی شخص کسی کو ہلاک کرنے کا قصد کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بالطائف" یہ مشہور شہر ہے جو مکہ کے پیچھے ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۱۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ؗ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ (النساء: ۹۲)

باب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر دے ماسوا خطا کے (نادانستہ طور پر) اور جس نے کسی مسلمان کو خطاء (بلاقصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے، اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں، پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان گردن کا آزاد کرنا لازم ہے، اور اگر وہ (مقتول) اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان گردن کو آزاد کیا جائے، سو جو شخص (غلام یا باندی کو) نہ پائے تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے، یہ اللہ کی طرف سے (اس کی) توبہ ہے اور اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

النساء: ۹۲ میں مذکور احکام کا خلاصہ

اس باب میں کسی حدیث کا ذکر نہیں کیا گیا، اور یہ آیت (النساء: ۹۲) دیات کے احکام میں اصل ہے، سو اس آیت میں دو دیتیں ذکر کی گئی ہیں اور تین کفارات ذکر کئے گئے ہیں۔

مومن کو دارالاسلام میں قتل کر دیا جائے تو اس میں دیت بھی ادا کرنی ہے اور کفارہ بھی دینا ہے، مومن کو دارالحرب میں مشرکین کی صف میں قتل کر دیا جائے جب کہ مومن مشرکین کے ساتھ ایک صف میں حاضر ہو پس مسلمان اس کو قتل کر دیں تو اس صورت میں صرف کفارہ ہے دیت نہیں ہے، ذمی کو دارالاسلام میں قتل کر دیا جائے تو اس میں دیت بھی ادا کرنی ہے اور کفارہ بھی ادا کرنا ہے۔

النساء: ۹۲ کے شانِ نزول میں متعدد روایات

مجاہد اور عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، انہوں نے ایک مسلمان مرد کو قتل کر دیا تھا اور ان کو اس کے مسلمان ہونے کا علم نہیں تھا، اس مرد کو مکہ میں ابوجہل کے ہاتھوں عذاب دیا جاتا تھا، پھر یہ مسلمان ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا، پس راستہ میں اس کی حضرت عیاش بن ابی ربیعہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور ان کا گمان یہ تھا کہ یہ کافر ہے، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ایک غلام کو آزاد کریں اور یہ آیت نازل ہوئی، یہ امام طبری کی بیان کردہ تفسیر ہے جو مجاہد اور عکرمہ سے مروی ہے۔

اور السدی نے کہا ہے: اس مسلمان مرد کو فتحِ مکہ کے دن قتل کر دیا تھا اور وہ مکہ سے باہر آئے اور ان کے اسلام کا کسی کو علم نہیں تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے والد تھے، وہ ایک لشکر میں تھے پس لشکر سے نکل کر ایک گھاٹی کی طرف گئے، وہاں ایک مرد کو اس کی بکریوں کے ساتھ پایا، انہوں نے اس مرد کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لے لیں اور وہ مرد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ رہا تھا تو پھر ان کے دل میں اس کو قتل کرنے سے تردّد پیدا ہوا، انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے اس کے قتل پر انکار فرمایا کیونکہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ چکا تھا، سو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے والد کے متعلق نازل ہوئی ہے جب غزوہ احد میں ان کو مسلمانوں نے خطاءً قتل کر دیا، اس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں ہو چکا ہے۔

النساء: ۹۲ کے بعض الفاظ کی تفسیر از علامہ عینی

اس آیت میں مذکور ہے "اِلَّا خَطَـًٔا"۔

بہ ظاہر اس آیت کا یہ معنی ہے کہ مومن کے لیے دوسرے مومن کو خطاءً قتل کرنا جائز ہے، لیکن یہ معنی مراد نہیں ہے، کیونکہ مومن کا قتل مشروع نہیں ہے نہ خطاءً اور نہ عمداً لیکن اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی مومن نے دوسرے مومن کو خطاءً قتل کر دیا تو اس کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسلمان غلام بھی آزاد کرنا ہوگا اور دیت بھی ادا کرنی ہوگی۔

اس آیت میں مذکور ہے "مُّؤْمِنَةٍ" اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا اور کسی کافر غلام کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور الشعبی سے، ابراہیم النخعی سے اور حسن بصری سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ مسلمان بچے کو بھی آزاد کرنا کافی نہیں ہے، سوا اس کے کہ وہ مسلمان بچہ قصداً ایمان لایا ہو۔ اور امام ابن جریر کا مختار یہ ہے کہ جب کہ وہ بچہ مسلمان ماں باپ کے ہاں پیدا ہوا تو پھر اس کو آزاد کرنا جائز ہے ورنہ نہیں، اور جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ جب وہ بچہ مسلمان ہو تو اس کا کفارہ میں آزاد کرنا درست ہے خواہ وہ بچہ ہو یا بڑا ہو۔

اس آیت میں مذکور ہے "إِلَّآ أَن يَصَّدَّقُوا" یعنی اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو قتل کر دیا تو مقتول کے وارثوں کو اس کی دیت ادا کرنا واجب ہے، ہاں اگر مقتول کے وارث اس دیت کو معاف کر دیں تو پھر واجب نہیں ہے۔

اس آیت میں مذکور ہے "فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ" یعنی مسلمان نے جس کو قتل کیا ہے وہ مقتول مومن ہو اور اس کے اولیاء کافر حربی ہوں تو پھر ان کو اس مسلمان مقتول کی دیت نہیں ادا کی جائے گی اور اس کے قاتل کے اوپر لازم ہے کہ وہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے اور اس کے علاوہ کچھ واجب نہیں ہے۔

اس آیت میں مذکور ہے "وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ" یعنی وہ مقتول اس قوم سے ہو جس قوم کے ساتھ تمہاری صلح ہو اور معاہدہ ہو تو اس صورت میں اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے گی اور ایک مسلمان غلام آزاد کیا جائے گا۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے "مُتَتَابِعَيْنِ" یعنی جس شخص کو مسلمان غلام آزاد کرنے کے لیے میسر نہ ہو تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے اور ان کے درمیان کوئی روزہ نہ چھوٹے، اگر اس نے مرض یا حیض یا نفاس کے عذر کے بغیر درمیان سے کوئی روزہ چھوڑ دیا تو از سر نو دو ماہ کے روزے رکھے گا۔ اور سفر کے اندر کیا وہ درمیان میں روزہ چھوڑ سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں۔

اس آیت میں مذکور ہے "تَوْبَةً" یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے اور تمہارے لیے آسانی ہے کہ اگر تم مسلمان غلام آزاد نہ کر سکو تو اس کے بجائے دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے "وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٩٢﴾" یعنی اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ سے یہ علم ہے کہ اس کے بندوں کی مصلحت میں کیا ہونا چاہیے، اس لیے وہ بندوں کی مصلحت کے مطابق انہیں فرائض کا مکلف فرماتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۹۔۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسلمان پر قصاص صرف اس صورت میں ہے جب وہ کسی مسلمان کو قتل کرے، یعنی ذمی کو قتل کرنے کی وجہ سے مسلمان پر قصاص نہیں ہے، اس پر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے دلائل

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مسلمان سے قصاص لینا مسلمان کو قتل کرنے کے ساتھ مخصوص ہے، پس اگر مسلمان نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کسی کافر کو قتل کیا تو اس مسلمان پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی خواہ وہ مقتول حربی ہو یا غیر حربی ہو، کیونکہ ان آیات میں مقتولین کے احکام بیان کیے گئے، پہلے عمداً مقتولین کے احکام بیان کیے، پھر خطاءً مقتولین کے متعلق احکام بیان کیے۔

حربی کو قتل کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (النساء: ۸۹) پھر اگر وہ روگردانی کریں تو ان کو پکڑو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

نیز النساء: ۹۲ میں فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر دے ماسوا خطا کے (نادانستہ طور پر)۔

اس آیت کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ مسلمان کے لیے کافر کو عمداً قتل کرنا جائز ہے اور اس حکم سے ذمی خارج ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مومن کو خطاءً قتل کرنے پر دیت اور کفارہ لازم کیا ہے اور کافر کو قتل کرنے پر یہ لازم نہیں کیا، پس اس آیت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ کافر کو قتل کرنے پر کچھ واجب نہیں ہوتا خواہ وہ کافر ذمی ہو، اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا (النساء: ۱۴۱) اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کے خلاف (غلبہ کی) ہرگز ہرگز کوئی سبیل نہیں بنائے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کے دلائل کا جواب از مصنف

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ کافر ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا، اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مسلمان نے کافر ذمی کو قتل کر دیا تو قصاص میں اس ذمی کافر کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ۔ الآیۃ (المائدہ: ۴۵) اور ہم نے ان پر (تورات) میں فرض کیا تھا کہ جان کے بدلہ میں جان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اور اس میں مسلمان یا کافر کی قید نہیں لگائی، اس لیے امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے ذمی کافر کو قتل کر دیا تو اس کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ اس آیت کے عموم اور اطلاق سے ظاہر ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے النساء: ۹۲ کے مفہومِ مخالف سے یہ استدلال کیا ہے کہ کافر ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا اور ہمارا استدلال قرآن مجید کی صریح آیت سے ہے اور اس کی تائید میں درج ذیل احادیث ہیں:

امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ایک معاہد (ذمی) کے بدلہ میں قتل کر دیا اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرمایا: جولوگ اپنے معاہدہ کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے بڑھ کر کریم ہوں۔
(سنن دارقطنی، الحدیث: ۳۲۳۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۰)

عبدالرحمٰن بن البلیمانی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان سے قصاص لیا جس نے ایک یہودی کو قتل کر دیا تھا۔
(سنن دارقطنی، الحدیث: ۳۲۳۳)

عبدالرحمٰن بن البلیمانی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذمی کے بدلہ میں اہلِ قبیلہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور فرمایا: جولوگ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔ (سنن دارقطنی، الحدیث: ۳۲۳۴)

قتلِ خطاء میں دیت کی مقدار

اس باب میں جن آیات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں قتلِ خطاء کی دیت کو ادا کرنے کو واجب قرار دیا ہے، اس لیے ہم یہاں پر قتلِ خطاء کی دیت کو بیان کر رہے ہیں:

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتلِ خطاء کی دیت یہ مقرر کی ہے: ایک سال کی بیس اونٹنیاں، ایک سال کے بیس اونٹ، دو سال کی بیس اونٹنیاں، تین سال کی بیس اونٹنیاں، اور چار سال کی بیس اونٹنیاں۔
(سنن ترمذی: ۱۳۹۱، سنن ابوداؤد: ۴۵۴۵، سنن نسائی: ۴۸۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۶۳۱، موطا امام مالک: ۱۶۰۵)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتلِ خطاء کی دیت میں ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم بھی دیے جا سکتے ہیں۔
(ہدایہ اخیرین ص ۵۸۴۔۵۸۵، شرکت علمیہ، ملتان)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتلِ خطاء کی دیت کی ادائیگی کی مدت تین سال ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۰۷)

۱۲۔ بَابٌ: إِذَا أَقَرَّ بِالْقَتْلِ مَرَّةً قُتِلَ بِهِ

اس کا بیان کہ جب کسی مرد نے ایک مرتبہ قتل کا اقرار کر لیا، تو اس کو اس کے سبب سے قتل کر دیا جائے گا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے ایک مرتبہ قتل کا اقرار کر لیا تو اس کے اقرار کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۸۴۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا أَفُلَانٌ أَفُلَانٌ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ فَأَوْمَأَتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِرَأْسِهَا فَجِيئَ بِالْيَهُودِيِّ فَاعْتَرَفَ فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ وَقَدْ قَالَ هَمَّامٌ بِحَجَرَيْنِ۔

رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا، اس لڑکی سے پوچھا گیا: تمہارے ساتھ یہ (ظلم) کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے، کیا فلاں نے؟ حتیٰ کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس لڑکی نے سر سے اشارہ کیا (یعنی ہاں)، پھر اس یہودی کو لایا گیا، سو اس نے اعتراف کر لیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قصاص لینے کا حکم دیا تو اس کا سر پتھر سے کچل دیا گیا۔

اور ہمام نے کہا: دو پتھروں کے ساتھ کچل دیا گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۳، ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۶۷۲، سنن ترمذی: ۱۳۹۴، سنن نسائی: ۴۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۵، مسند احمد: ۱۲۵۹۴، سنن دارمی: ۲۳۵۵)

صحیح البخاری: ۶۸۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس یہودی نے ایک مرتبہ اس لڑکی کو پتھر سے کچلنے کا اعتراف کیا تو اس اقرار کی وجہ سے اس یہودی کو پتھر سے کچل کر قتل کر دیا گیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ علامہ الغسانی نے کہا: میں نے اسحاق کے لفظ کو کسی کے نزدیک بھی منسوب لکھا ہوا نہیں پایا اور ہو سکتا ہے یہ اسحاق بن منصور ہوں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اسحاق بن منصور بن بہرام الکوسج ابو یعقوب المروزی، یہ آخر میں نیشاپور کی طرف منتقل ہو گئے تھے اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں، یہ دو سو اکیاون ہجری (۲۵۱ھ) میں فوت ہو گئے تھے، دوسرا قول ہے کہ یہ بعید نہیں ہے کہ یہ اسحاق بن راہویہ ہوں، کیونکہ وہ بھی حبان سے بہت زیادہ روایت کرتے ہیں یعنی حبان بن ہلال الباہلی سے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہمام کا ذکر ہے، یہ ہمام بن یحییٰ بن دینار البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقیل لھا'' یعنی اس لڑکی سے سوال کیا گیا، اس لڑکی سے اس لیے سوال کیا گیا حالانکہ اس لڑکی سے کچھ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ وہ لڑکی اس شخص کو پہچانتی تھی جس پر قتل کرنے کی تہمت تھی، پس اس کو بلایا گیا کہ اگر اس نے اعتراف کر لیا تو اس پر قتل ثابت ہو جائے گا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "فامربه النبی ﷺ" یعنی اس مذکورہ لڑکی کی وفات کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا۔
التوضیح میں علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے لکھا ہے: اس حدیث میں فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے، کیونکہ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ دو مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس یہودی نے ایک مرتبہ سے زیادہ اقرار کیا اور اگر اس کی کوئی حد ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس کو بیان فرمادیتے۔ اور امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف نے دو مرتبہ اقرار کی شرط جو لگائی ہے وہ زنا میں چار مرتبہ اقرار کرنے پر قیاس کر کے لگائی ہے اور مطلقاً اعتراف ایک مرتبہ میں منحصر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۰۔۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۸۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہودی کے صرف ایک مرتبہ اقرار پر قصاص کا حکم دینے سے فقہاء شافعیہ کا عدم تکرار پر استدلال اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں یہودی کا قصہ مذکور ہے اس میں جمہور کی دلیل ہے کہ قتل کا اقرار کرنے میں تکرار شرط نہیں ہے، اور یہ اس سے ماخوذ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اس یہودی کو لایا گیا تو اس نے قتل کا اعتراف کیا پھر نبی ﷺ کے حکم سے اس کے سر کو پتھر سے کچل دیا گیا اور اس حدیث میں عدد کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور اصل یہ ہے کہ عدد نہ ہو اور فقہاء احناف نے یہ شرط لگائی ہے کہ قتل کا اقرار بھی دو مرتبہ ہونا چاہیے جیسا کہ قتل کے ثبوت میں دو گواہوں کی شرط ہے۔ اسی طرح زنا کے اقرار میں بھی چار مرتبہ تکرار کی شرط ہے کیونکہ زنا کے گواہ بھی چار ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا قیاس کرنا صحیح ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یہودی کے صرف ایک مرتبہ اقرار پر اس سے قصاص لینے کا حکم دیا، ہوسکتا ہے اس کی یہ وجہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہو کہ یہ یہودی ہی اس لڑکی کا قاتل ہے، اس لیے آپ نے اس کے ایک مرتبہ اقرار کرنے کو کافی قرار دیا۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۳۔ بَابٌ: قَتْلِ الرَّجُلِ بِالْمَرْأَةِ عورت کے سبب سے مرد کو قتل کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کو قتل کرنے کے سبب سے مرد کو قتل کرنا واجب ہے، اور یہ عام شہروں کے فقہاء کا اور علماء کی جماعت کا قول ہے۔ اور حسن بصری کا شاذ قول ہے جس کو عطاء نے روایت کیا ہے، ان دونوں نے کہا کہ اگر عورت کے ورثاء مرد کو اس عورت کے سبب سے قتل کر دیں تو وہ نصف دیت ادا کریں گے اور اگر مرد کے ورثاء عورت کو قتل کر دیں تو وہ اس عورت کے ورثاء سے مرد کی آدھی دیت لیں گے۔ اسی قول کی مثل از شعبی از حضرت علی رضی اللہ عنہ مروی ہے، اور عثمان البتی کا بھی یہی قول ہے۔ اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فقہاء کی جماعت کی دلیل اس بات کی حدیث ہے جس کو امام بخاری کئی مرتبہ روایت کر چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۸۸۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَتَلَ يَهُودِيًّا بِجَارِيَةٍ قَتَلَهَا عَلَى أَوْضَاحٍ لَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک لڑکی کو قتل کرنے کے سبب سے ایک یہودی کو قتل کر دیا۔ اس یہودی نے اس لڑکی کے زیورات کی وجہ سے اس لڑکی کو قتل کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۳، ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۶۷۲، سنن ترمذی: ۱۳۹۴، سنن نسائی: ۴۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۵، مسند احمد: ۱۲۵۹۴، سنن دارمی: ۲۳۵۵)

صحیح البخاری: ۶۸۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں باب کے حکم کو واضح کر دیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید، یہ ابن زریع ہیں جو زرع کی تصغیر ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید، یہ ابن ابی عروبہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الاوضاح" یہ وضح کی جمع ہے جو زیورات کی ایک قسم ہے، وہ زیورات چاندی سے بنائے جاتے ہیں، ان کو "الاوضاح" اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بہت سفید ہوتے ہیں، اور "وضح" سفید چیز کو کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۴۔ بَابٌ: الْقِصَاصِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِي الْجِرَاحَاتِ

مردوں اور عورتوں کے درمیان زخموں میں بدلہ لینے کا بیان

وَقَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ: يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ وَيُذْكَرُ عَنْ عُمَرَ: تُقَادُ الْمَرْأَةُ مِنَ الرَّجُلِ فِي كُلِّ عَمْدٍ

اور اہلِ علم نے کہا: مرد کو عورت کے سبب سے قتل کر دیا جائے گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ عورت کا مرد سے قصاص

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَبْلُغْ نَفْسَهُ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْجِرَاحِ

لیا جائے گا عمداً ایسی زیادتی پر جو جان کے ضیاع تک جا پہنچے اور جو اس سے کم ہو زخم وغیرہ میں سے۔

وَبِهِ قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَإِبْرَاهِيمُ وَأَبُو الزِّنَادِ عَنْ أَصْحَابِهِ۔

اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ابراہیم کا یہی قول ہے اور ابوالزناد کے اصحاب سے بھی یہی مروی ہے۔

وَجَرَحَتْ أُخْتُ الرُّبَيِّعِ إِنْسَانًا فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: الْقِصَاصُ۔

الربیع کی بہن نے ایک انسان کو زخمی کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدلہ ہوگا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں قصاص کے وجوب کا بیان ہے۔۔الیٰ آخرہ۔اور ''الجراحات'' جراحة کی جمع ہے، اور زخموں میں وجوب کا قول ثوری، الاوزاعی، امام مالک اور امام شافعی کا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قتل کے سوا مردوں اور عورتوں میں زخموں کے اندر قصاص اور بدلہ نہیں ہے، کیونکہ جان میں مساوات کا اعتبار ہوتا ہے، اعضاء میں مساوات کا اعتبار نہیں ہوتا۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ تندرست ہاتھ کو مفلوج ہاتھ کے بدلہ میں نہیں پکڑا جائے گا اور جو نفس تندرست ہو اس کو بیمار نفس کے مقابلہ میں پکڑا جاتا ہے۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے ''اہل علم نے کہا ہے کہ مرد کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا''۔اہل علم سے مراد جمہور علماء ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مرد کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا جیسا کہ نص سے ثابت ہے۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ عورت سے مرد کا بدلہ لیا جائے گا۔یعنی جب کوئی عورت عمداً مرد کو قتل کرے اور اس کا قتل کرنا مرد کی جان یا اس سے کم درجہ کے زخم میں پہنچ جائے یعنی عورت کے اعضاء میں سے ہر عضو سے بدلہ لیا جائے گا جب وہ مرد کے اعضاء کو کاٹے گی۔اور اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

اس اثر کو امام سعید بن منصور نے نخعی کی سند سے موصولاً روایت کیا ہے، انہوں نے ذکر کیا ہے کہ عروہ بارقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے شریح کے پاس آئے اور کہا کہ مردوں کے زخم اور عورتوں کے زخم برابر ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ نخعی کا سماع شریح سے صحیح نہیں ہے، اس لیے امام بخاری نے اس اثر کو یہاں پر صیغہ تمریض سے ذکر کیا ہے یعنی مجہول کے صیغہ کے ساتھ کہا کہ ذکر کیا جاتا ہے۔

باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے وہی بات عمر بن عبد العزیز نے اور ابراہیم النخعی نے اور ابوالزناد نے کہی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے۔اور ابوالزناد کا نام عبد اللہ بن ذکوان المدنی ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "عن اصحابہ" ابوالزناد کے اصحاب عبد الرحمٰن بن ہرمز الاعرج ہیں اور قاسم بن محمد ہیں اور عروہ بن الزبیر وغیرہم ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ اور ابراہیم کے اثر کی امام ابن ابی شیبہ نے از ثوری از جعفر بن برقان از عمر بن عبد العزیز اور از مغیرہ از ابراہیم نخعی روایت کی ہے، ان دونوں نے کہا: عمد میں مرد اور عورت دونوں کا قصاص برابر ہے۔

ابوالزناد کے اثر کی امام بیہقی نے از عبد الرحمٰن بن ابی الزناد از والد خود روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے جتنے فقہاء کو پایا اور انہوں نے سات فقہاء کا ذکر کیا جو اپنے زمانہ میں فقہ اور دین میں افضل تھے، وہ یہ کہتے تھے کہ عورت مرد کی آنکھ نکال لے یا اس کا کان کاٹ لے اور ہر عضو میں عورت سے مرد کا قصاص لیا جائے گا۔

باب مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں الرُبَیِّع کا ذکر ہے، یہ الربیع کی تصغیر ہے، یہ الرُبَیِّع بنت نضر ہیں اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔

الربیع نے اپنی باندی کا سامنے کا دانت توڑ دیا۔ امام بخاری کی روایت میں ہے کہ الرُبیع کی بہن نے کسی انسان کو زخمی کر دیا تھا۔

ہوسکتا ہے کہ اس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ یہ اور عورت ہے لیکن کسی سے یہ منقول نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: محدثین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ یہ قصے ہیں۔ علامہ النووی نے کہا ہے کہ علماء کہتے ہیں کہ امام بخاری کی روایت معروف ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ دو قصے ہوں۔ اور ابن حزم ظاہری نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ دو قصے ہیں اور دونوں صحیح ہیں اور دونوں ایک عورت سے واقع ہوئے، ایک قصہ یہ ہے کہ الرُبیع کی بہن نے ایک انسان کو زخمی کر دیا تو ان کے اوپر تاوان دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور دوسرا قصہ یہ ہے کہ الرُبیع نے ایک باندی کے سامنے کا دانت توڑ دیا تو ان کے خلاف بدلہ کا فیصلہ کیا گیا۔ اور پہلے قصہ میں رُبیع کی ماں نے قسم کھائی اور دوسرے قصہ میں رُبیع کے بھائی نے قسم کھائی (کہ ہم بدلہ نہیں دیں گے)۔ امام بیہقی نے یہ دونوں روایتیں ذکر کرنے کے بعد کہا کہ ان دونوں حدیثوں کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دو قصے ہیں، اور حدیث میں جو القصاص کا لفظ ہے اس پر زبر ہے، یعنی قصاص کو ادا کرو۔ اور نسفی کی روایت میں ہے: اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ زخم منضبط نہیں ہوتے تو اس میں مماثلت متصور نہیں ہے، اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ کبھی زخم منضبط ہو جاتے ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ غور و فکر کے بعد ان میں قصاص لیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۱۔ ۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۸۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيِّ بْنِ بَحْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی بن بحر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَتْ لَدَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ فِي مَرَضِهِ فَقَالَ لَا تُلِدُّونِي فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ لَا يَبْقَى أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا لُدَّ غَيْرُ الْعَبَّاسِ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ۔

نے کہا: ہمیں موسیٰ بن ابی عائشہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کی بیماری کے ایام میں آپ کے منہ میں دوا ڈالی، آپ نے فرمایا: میرے منہ میں دوا نہ ڈالو، ہم نے (دل میں) کہا: یہ مریض کی دوا سے کراہیت ہے، جب آپ تندرست ہو گئے تو آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے منہ میں زبردستی دوا ڈالی جائے گی سوائے عباس کے، کیونکہ وہ اس موقع پر تم میں موجود نہیں تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۴۵۸، ۵۷۱۲، ۶۸۸۶، ۶۸۹۷، صحیح مسلم: ۲۲۱۳، مسند احمد: ۲۴۲۶۳)

صحیح البخاری: ۶۸۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مرد نے عورت سے قصاص لیا، کیونکہ جن لوگوں نے نبی ﷺ کے منہ میں زبردستی دوا ڈالی تھی وہ مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں، بلکہ اکثر گھر میں عورتیں ہوتی ہیں تو آپ نے ان سے قصاص لینے کا حکم دیا کہ سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عمرو بن علی کا ذکر ہے، جو ابن بحر ابو حفص الباہلی البصری الصیرفی ہیں اور وہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور موسیٰ بن ابی عائشہ کا ذکر ہے، وہ الہمدانی الکوفی ابو بکر ہیں۔ اور عبید اللہ بن عبد اللہ کا ذکر ہے، وہ ابن عتبہ بن مسعود ہیں۔

یہ حدیث باب "مرض النبی ﷺ ووفاتہ" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لددنا" یہ لفظ لدود سے ماخوذ ہے، کسی ڈبیہ سے منہ کی ایک جانب میں دوا ڈالنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کراھیۃ المریض للدواء" یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بطور تحریم دوا ڈالنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ بطور تنزیہہ منع فرمایا، کیونکہ آپ نے دوا ڈالنے کو اس لیے ناپسند کیا جیسا کہ مریض دوا ڈالنے کو ناپسند کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الا لُدّ" یعنی کوئی شخص باقی نہ بچے مگر اس سے بدلہ لینے کے لیے اس کے منہ میں دوا ڈالی جائے۔

جس ضرب میں حدود منضبط نہ ہوں، اس کے قصاص میں فقہاء کے اقوال

علامہ کرمانی نے کہا: ہو سکتا ہے کہ یہ ان کی سزا ہو، کیونکہ انہوں نے نبی ﷺ کے منع کرنے کے باوجود دوا ڈالی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص تھپڑ مارنے میں اور ضرب میں غور وفکر کے بعد بدلہ کو جائز قرار دیتا ہے، اگرچہ اس کی مکمل حد پر واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی، کیونکہ دوا ڈالنے کو ضبط کرنا کہ اس کی اتنی حد ہو کہ اس سے متجاوز نہ ہو، اس پر بغیر غور وفکر کے واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۱۔ ۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۸۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتل سے کم کے قصاص میں فقہاء کے اقوال

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ مرد کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور عورت کو مرد کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا سوا حضرت علی رضی اللہ عنہ، حسن بصری اور عطاء کی ایک روایت کے۔ اور فقہاء احناف نے قتل سے کم کے قصاص میں اختلاف کیا ہے، اور بعض احناف نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جو ہاتھ تندرست ہو اس کو مفلوج ہاتھ کے بدلہ میں نہیں کاٹا جاتا، اس کے برخلاف جو نفس تندرست ہو اس سے بیمار نفس کے بدلہ میں قصاص لیا جاتا ہے۔

اور علامہ ابن القصار نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جو ہاتھ مفلوج ہو وہ مردار کے حکم میں ہے اور زندہ کا مردار سے قصاص نہیں لیا جاتا۔ اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جان کو قتل کرنے میں قصاص کے اوپر سب کا اجماع ہے اور جان سے کم میں قصاص کے متعلق اختلاف ہے۔

حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مردوں اور عورتوں کے زخم برابر ہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے اگرچہ نخعی نے اس حدیث کو شریح سے سنا ہے۔ اور ایک اور سند کے ساتھ عروہ سے مروی ہے کہ اگر عورت مرد کو قتل کر دے تو عورت سے قصاص لیا جائے گا اور اگر عورت مرد کا کوئی عضو کاٹ دے تو اس عورت کا عضو کاٹا جائے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۵۔ بَابُ: مَنْ أَخَذَ حَقَّهُ أَوِ اقْتَصَّ دُونَ السُّلْطَانِ

جس نے اپنا حق وصول کیا یا حاکم کے بغیر قصاص لیا، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنے مقروض سے اپنا حق حاکم کے حکم کے بغیر وصول کیا یا جس شخص کے لیے قصاص واجب تھا جان کے بدلہ میں یا کسی عضو کے بدلہ میں تو اس نے حاکم کے حکم کے بغیر قصاص لیا۔ امام بخاری نے کہا ہے "دون السلطان" اور سلطان سے مراد ہے حاکم، اور اس کا جواب ذکر نہیں کیا گیا۔ امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس کا جواب ذکر نہیں کیا یا تو اس لیے کہ اس باب کی حدیث سے اس کا جواب سمجھ آ جاتا ہے، یا اس پر اعتماد کیا کہ جو بیدار ذہن ہوگا وہ اس حدیث سے حکم کو حاصل کر لے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حاکم کے حکم کے بغیر اپنا حق وصول کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

ائمہ فتویٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حاکم کے حکم کے بغیر اپنا حق وصول کرے اور لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے سے قصاص لیں، یہ منصب سلطان کے لیے ہے یا جس کو سلطان مقرر کرے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ہاتھوں کو روکنے کے لیے سلطان کو مقرر کیا ہے اور بعض لوگوں نے اس حدیث میں تاویل کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ ''اگر کوئی شخص تمہارے گھر میں جھانکے، پس تم اس کی آنکھ نکال دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا''، انہوں نے کہا کہ یہ حدیث بطور تغلیظ کے ہے اور بطور وعید کے ہے اور اس پر زجر و توبیخ کی ہے کہ کوئی شخص لوگوں کی چھپی ہوئی باتوں پر مطلع ہو، اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے جس نے اپنے غلام کے اوپر حد قائم کی یا اپنی باندی پر حد قائم کی جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور علماء کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کوئی شخص حاکم کے حکم کے بغیر مال میں سے اپنا حق وصول کر لے جب کہ فریقِ مخالف اس کے حق کا انکار کرتا ہو اور اس کے حق کے اوپر کوئی گواہ قائم نہ ہو جیسا کہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے اور وہ حدیث عنقریب آئے گی۔ (اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت ابوسفیان کنجوس مرد ہیں، کیا میں ان کی اجازت کے بغیر ان کے مال میں سے کچھ اپنے اور بچوں کے خرچ کے لیے لے لیا کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دستور کے مطابق لے لیا کرو اور اس سے تجاوز نہ کرنا)۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص کا حق مال سے متعلق ہو تو وہ حاکم کی اجازت کے بغیر اس شخص سے اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں: ایک قول یہ ہے کہ کوئی شخص حاکم کے حکم کے بغیر مال میں سے اپنا حق اس وقت وصول کر سکتا ہے جب کہ حاکم مظلوم کی مدد نہ کرتا ہو اور مظلوم تک اس کا حق نہ پہنچاتا ہو، اس صورت میں مظلوم کے لیے جائز ہے کہ وہ حاکم کے فیصلہ کے بغیر اپنا حق وصول کر لے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۸۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ إِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ الاعرج نے ان سے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہم (دنیا) میں آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸، ۸۷۶، ۸۹۶، ۲۹۵۶، ۳۴۸۶، ۶۶۲۴، ۶۸۸۷، ۷۰۳۶، ۷۴۹۵، صحیح مسلم: ۸۵۵، سنن نسائی: ۱۳۶۷، مسند احمد: ۷۰۱۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ٦٨٨٧، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں اصلاً کوئی مطابقت نہیں ہے۔

صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں داخل کر دیا حالانکہ یہ حدیث اس باب سے نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حدیثوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ساتھ سنا تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو سنا اور جو حدیث اس کے بعد ہے اس کو بھی اسی درجہ میں سنا، پس انہوں نے دونوں حدیثوں کی روایت کر دی جیسا کہ انہوں نے ان دونوں حدیثوں کو سنا تھا۔ اور علامہ محمد بن یوسف الکرمانی الشافعی المتوفی ۷۸۶ھ نے علامہ ابن الملقن سے پہلے یہ جواب دیا۔ علامہ کرمانی کے دو جواب ہیں: ایک جواب یہ ہے کہ جو راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہا ہے اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی احادیث سنی تھیں اور پہلی حدیث یہ تھی تو اس راوی نے اسی ترتیب کے مطابق ان احادیث کی روایت کر دی جس ترتیب سے اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس راوی کے صحیفہ کے شروع میں یہ حدیث پہلے لکھی ہوئی تھی تو اس نے شروع میں اس حدیث کا ذکر کر دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، ان کا نام الحکم بن نافع ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، یہ عبدالرحمٰن بن ہرمز ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "نحن الآخرون السابقون" یعنی ہم دنیا میں از روئے بعثت کے آخر ہیں اور قیامت کے دن ہم سب سے پہلے ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٨٨٨۔ وَبِإِسْنَادِهِ لَوِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِكَ أَحَدٌ وَلَمْ تَأْذَنْ لَهُ خَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ۔

اور اسی سند سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے گھر میں جھانکے اور تم نے اس کو اجازت نہ دی ہو تو تم کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ٦٩٠٢، صحیح مسلم: ۲۱۵۸، سنن نسائی: ٤٨٦١، سنن ابوداؤد: ۵۱۷۲، مسند احمد: ۲/۱۷۲)

صحیح البخاری: ٦٨٨٨، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔ اور امام بخاری نے کہا: اسی سند کے ساتھ، یعنی جو سند پہلے گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اگر کوئی شخص تمہارے گھر میں جھانکے اور تم نے اس کو اجازت نہ دی ہو اور تم اس کی آنکھ کنکری سے پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے"۔

اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ تم نے اس کو اجازت نہ دی ہو، اس لیے کہ اگر تم نے کسی کو جھانکنے کی اجازت دی ہے اور پھر تم نے کنکر یا گٹھلی مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو پھر تم سے قصاص لیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ففقأت عينه" ابن القطاع نے کہا ہے: "فقع عينه" کا معنی ہے: اس کی آنکھ کی روشنی بجھادی۔

ابن ابی عاصم کی روایت میں ہے "اس پر کوئی حرج نہیں ہے" اور گناہ کا لفظ نہیں ہے، اور دوسری روایت میں ہے کہ "اس پر کچھ نہیں ہے" اور ایک اور روایت میں ہے "اس کے لیے اس کی آنکھ پھوڑنا جائز ہے"۔

کسی کے گھر میں جھانکنے سے اس کی آنکھ پھوڑے بغیر اس کو منع کرنے کے متعلق اقوال

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سے کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کے گھر میں جھانکے حتیٰ کہ اجازت طلب کرلے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اس گھر میں داخل ہو گیا۔

امام الطحاوی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب کو اس مسئلہ میں کوئی نصِ صریح نہیں ملی سوا اس کے کہ ان کی دلیل یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کی مدافعت کے لیے کوئی کام کیا تو اس کے لیے وہ کام کرنا جائز ہے اور اس کام سے اگر کسی کا کوئی نقصان ہو گیا تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے جیسے کسی شخص نے کسی کے ہاتھ کو دانتوں سے زور سے کاٹا یا چبایا، اب وہ شخص مدافعت کے لیے اپنا ہاتھ زور سے اس کے منہ سے نکالے اور اس کے نتیجہ میں کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ جائے تو اس ہاتھ نکالنے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر رازی نے کہا: یہ دلیل کچھ بھی نہیں ہے اور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جس نے جھانکنے والے کی آنکھ کو پھوڑ دیا تو وہ اس کی آنکھ کا ضامن ہوگا، کیونکہ اس کے لیے یہ ممکن تھا کہ وہ اس کی آنکھ پھوڑے بغیر اس کو جھانکنے سے منع کر دیتا۔ اس کے برخلاف جس نے کسی شخص کے ہاتھ کو کاٹا یا چبایا ہوا ہے تو اس کے لیے تو اپنے ہاتھ کو کھینچے بغیر چھڑانا ممکن نہیں ہے جس کے نتیجہ میں کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ جائے گا۔

اور ابن عبد الحکم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اگر اس نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس سے قصاص لیا جائے گا، اور فقہاء مالکیہ نے کہا ہے: یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تغلیظ اور بطور زجر و توبیخ فرمائی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۴۔۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۸۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِي بَيْتِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَسَدَّدَ إِلَيْهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مِشْقَصًا فَقُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ۔

حُمید، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جھانکا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف تیر کو یا نیزہ کو سیدھا کیا، میں نے پوچھا: آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ تو انہوں نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے۔

(صحیح البخاری: ۶۲۴۲، ۶۸۸۹، ۶۹۰۰، صحیح مسلم: ۲۱۵۷، سنن ترمذی: ۲۷۰۸، سنن نسائی: ۴۸۵۸، سنن ابوداؤد: ۵۱۷۱، مسند احمد: ۱۳۰۹۵)

صحیح البخاری: ۶۸۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت پر ایک سوال کا جواب

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو امام اعظم ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی جھانکنے والے کی طرف تیر کو سیدھا کیا تھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عام لوگوں کے لیے بھی یہ جائز ہو۔

پھر اس کے جواب میں کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپ کے افعال کا حکم تمام امت کے لیے شامل ہے سوا آپ کے ان افعال کے جن پر کسی حدیث سے یہ دلیل ہو کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حُمید، اور وہ الطویل ہیں۔

یہ حدیث ابتداءً مرسل ہے اور انتہاءً مسند ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: یہ ابتداءً مرسل اس لیے ہے کہ حُمید نے یہ ذکر نہیں کیا کہ انہوں نے یہ قصہ کس سے سنا ہے، اور انتہاءً مسند اس لیے ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ کس نے بیان کیا تو انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۶۔ بَابٌ: إِذَا مَاتَ فِي الزِّحَامِ أَوْ قُتِلَ — جب کوئی شخص رش میں مرجائے یا قتل کر دیا جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان یہ ہے کہ جب کوئی شخص رش میں مرجائے یا قتل کر دیا جائے یعنی رش کی وجہ سے قتل کر دیا جائے۔ امام بخاری نے یہ نہیں ذکر کیا کہ پھر کیا ہوگا، کیونکہ اس میں اختلاف ہے اور عنقریب اس کا بیان آئے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۰۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ هِشَامٌ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے خبر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ فَصَاحَ إِبْلِيسُ أَيْ عِبَادَ اللهِ أُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ الْيَمَانِ فَقَالَ أَيْ عِبَادَ اللهِ أَبِي أَبِي قَالَتْ فَوَاللهِ مَا احْتَجَزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ قَالَ حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَمَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ مِنْهُ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللهِ۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۰، ۳۸۲۴، ۴۰۶۵، ۶۶۶۸، ۶۸۸۳، ۶۸۹۰)

دی، ہشام نے کہا: ہمیں خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب غزوۂ احد کا دن تھا مشرکین شکست کھا گئے، پس ابلیس چلایا اے اللہ کے بندو! اپنے پیچھے قتال کرو، پس لشکر کے پہلے لوگ پلٹے، پھر ایک دوسرے سے وہ اور پیچھے والے گتھم گتھا ہو گئے، پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان کے والد حضرت یمان تھے، انہوں نے کہا: اے اللہ کے بندو! یہ میرے باپ ہیں، یہ میرے باپ ہیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پس اللہ کی قسم! وہ ان کو مارنے سے نہیں رکے حتیٰ کہ ان کو قتل کر دیا گیا، پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

عروہ نے کہا: پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی باقی زندگی میں اس قتل کو معاف کرنے کی وجہ سے خیر اور برکت رہی حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لاحق ہو گئے۔

صحیح البخاری: ۶۸۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "پس اللہ کی قسم وہ قتال سے نہیں رکے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے باپ کو قتل کر دیا" کیونکہ وہ سب رش کے اندر تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "حدثنی اسحاق" اور یہ بھی روایت ہے "اخبرنی" اور رہے یہ اسحاق، تو الغسانی نے کہا ہے کہ یا تو اس سے مراد اسحاق بن منصور ہیں، یا اس سے مراد اسحاق بن نصر ہیں۔ اور یا اس سے مراد اسحاق بن ابراہیم الحنظلی ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں اسحاق بن منصور مذکور ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو اسامہ کا ذکر ہے، وہ حماد بن اسامہ ہیں، اور ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن عروہ بن الزبیر ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ای عباد اللہ اخراکم" یعنی اے اللہ کے بندو اپنے پیچھے والوں سے قتال کرو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فاجتلدت" یہ جلد سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے قوت اور صبر۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "ابی ابی" یعنی یہ میرے باپ ہیں ان کو قتل نہ کرو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فما احتجزوا" یعنی وہ ان کے والد کو قتل کرنے سے نہیں رکے اور ان سے الگ نہیں ہوئے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فقتلوہ" یعنی مسلمانوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد کو قتل کر دیا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "منہ" یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی باقی زندگی میں بھی ان کے لیے اس معافی کی وجہ سے خیر رہی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۹۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص رَش میں قتل کر دیا جائے اس کے متعلق فقہاء کے اقوال

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص رَش میں مر جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے اس کو قتل کیا ہے، پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی، یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ اس کی دیت ان لوگوں کے ذمہ ہے جو وہاں حاضر تھے، یہ حسن بصری اور زہری کا قول ہے۔

اور یہاں پر ایک تیسرا قول بھی ہے، وہ یہ ہے کہ اس مقتول کے وارث سے کہا جائے گا: تم جس کو چاہو بلاؤ، پس جب اس نے کسی معین شخص کے متعلق قسم کھائی یا ایک ایسی جماعت کے متعلق قسم کھائی جن کا اسے قتل کرنا ممکن تھا تو اس سے حلف لیا جائے گا اور ان لوگوں کے عاقلہ سے تین سال میں دیت وصول کی جائے گی، یہ امام شافعی کا قول ہے۔

اور امام مالک نے کہا کہ اس کا خون رائیگاں ہے۔ اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس کی دیت بیت المال سے دی جائے گی، اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہمیں یقین ہے جو شخص مسلمان لوگوں کے کسی فعل سے مر جائے اور یہ متعین نہ ہو کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے تو مستحسن یہ ہے کہ اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے، کیونکہ مسلمانوں کا بیت المال عاقلہ کے حکم میں ہے۔

اور جن فقہاء نے یہ کہا کہ اس کی دیت حاضرین پر ہے، اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہمیں یقین ہے کہ ان حاضرین کے فعل سے وہ شخص فوت ہوا ہے، پس واجب ہے کہ ان حاضرین کے غیر سے اس کی دیت نہ لی جائے۔ اور اس باب کی حدیث اس قول کے زیادہ مشابہ ہے، کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے، اس میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کے لیے اسی چیز کو معاف کیا گیا جس کا مسلمانوں سے مطالبہ ہو سکتا تھا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ عروہ نے کہا: پس حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اس معافی کی وجہ سے خیر رہی، ان کی مراد یہ تھی کہ اس معاف کرنے کی برکت کی وجہ سے ان کی باقی زندگی میں خیر کا ظہور رہا۔

اور امام شافعی کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ جانوں اور اموال کا معاوضہ صرف طلب سے واجب ہوتا ہے، پس جب مقتول کے ورثاء کسی قوم پر دعویٰ کریں گے اور اس چیز کو لائیں گے جس کی وجہ سے قسامت واجب ہوتی ہے تو ان سے حلف لیا جائے گا اور وہ دیت کے مستحق ہوں گے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور امام مالک کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ جب کہ اس شخص کے معین قاتل کا علم نہیں ہے تو یقین سے یہ معلوم ہو گیا کہ کسی ایک کا ظن کے ساتھ مواخذہ کرنا محال ہے، پس واجب ہے کہ اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا جائے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۷۔ بَابٌ إِذَا قَتَلَ نَفْسَهُ خَطَأً فَلَا دِيَةَ لَهُ اس کا بیان کہ جب کسی شخص نے اپنے آپ کو خطاءً قتل کر دیا تو اس کی کوئی دیت نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے آپ کو خطاءً قتل کر دیا تو اس کے لیے کوئی دیت واجب نہیں ہوگی۔ اور اسماعیلی نے یہاں پر یہ اضافہ کیا ہے "اور نہ اس پر اس وقت کوئی دیت واجب ہوگی جب اس نے اپنے آپ کو عمداً قتل کیا"۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام بخاری نے عنوان میں خطاءً کہا ہے، کیونکہ اس مسئلہ کے حکم میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ الاوزاعی، امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ اس کی دیت عاقلہ پر واجب ہے، پس اگر وہ زندہ رہتا تو یہ دیت ان لوگوں پر اس کے لیے ہوتی، اور اگر وہ مر گیا تو یہ دیت اس کے ورثاء پر ہوگی۔

اور جمہور نے کہا جن میں ربیعہ، امام مالک، ثوری، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی ہیں انہوں نے کہا: اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اس باب کی حدیث ان کی دلیل ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے عامر بن الاکوع کی دیت ان کے عاقلہ پر واجب نہیں کی اور نہ ان کے غیر پر، اور اگر ان کے عاقلہ پر کوئی چیز واجب ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بیان فرما دیتے، کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جس میں بیان کی ضرورت ہے، کیونکہ ضرورت کے وقت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نظر اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مرد کے لیے کسی چیز کے وجوب کو منع کیا جائے، کیونکہ اگر کوئی اپنے اعضاء کو کاٹ دے تو اس کی دیت اس کے لیے واجب نہیں ہوتی، اسی طرح جب وہ اپنی جان کو قتل کر دے گا تو اس کی دیت بھی اس کے لیے واجب نہیں ہوگی۔ اور اس پر اجماع ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے اعضاء میں سے کوئی عضو عمداً یا خطاءً کاٹ ڈالا تو اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ اس باب کے عنوان میں جو یہ لفظ مذکور ہے کہ اس کے لیے کوئی دیت نہیں ہوگی تو اس کی کوئی توجیہ نہیں ہے، اور اس عنوان کے لائق عنوانِ سابق ہے یعنی جب کوئی شخص رش میں مر جائے تو رش والوں پر اس کی دیت نہیں ہوگی، کیونکہ ظاہر ہے کہ اپنے نفس کو قتل کرنے والے کی کوئی دیت نہیں ہوتی۔ اور ہو سکتا ہے یہ عنوان صحیح البخاری کے نسخہ کو اصل سے نقل کرنے والوں کے تصرفات کی وجہ سے ہو۔

اور اصحابِ ظواہر نے کہا ہے: اس کی دیت اس شخص کے عاقلہ پر ہے (عاقلہ سے مراد اس شخص کے عصبات ہیں)۔ پس بعض اوقات امام بخاری اپنے عنوان سے ظاہریہ کے رد کا ارادہ کرتے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس بناء پر علامہ کرمانی کے اس قول کی کوئی توجیہ نہیں ہے کہ اس عنوان کے لائق تو پچھلا باب تھا، بلکہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لائق یہ تھا کہ اس عنوان کو دونوں بابوں میں ذکر کیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۷۶۔ ۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۱۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَسْمِعْنَا يَا عَامِرُ مِنْ هُنَيْهَاتِكَ فَحَدَا بِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنِ السَّائِقُ قَالُوا عَامِرٌ فَقَالَ رَحِمَهُ اللهُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ هَلَّا أَمْتَعْتَنَا بِهِ فَأُصِيبَ صَبِيحَةَ لَيْلَتِهِ فَقَالَ الْقَوْمُ حَبِطَ عَمَلُهُ قَتَلَ نَفْسَهُ فَلَمَّا رَجَعْتُ وَهُمْ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ فَقَالَ كَذَبَ مَنْ قَالَهَا إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ وَأَيُّ قَتْلٍ يَزِيدُهُ عَلَيْهِ۔

(صحیح البخاری: ۶۱۴۸، صحیح مسلم: ۱۸۰۲، مسند احمد: ۱۶۰۷۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از سلمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف گئے، پس ان میں سے ایک مرد نے کہا: اے عامر! آپ ہمیں اپنے کچھ اشعار گا کر سنائیں، پس حضرت عامر رضی اللہ عنہ گانے لگے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اونٹوں کو کون ہنکار رہا ہے؟ صحابہ نے کہا: عامر، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں اس سے فائدہ کیوں نہ پہنچنے دیا؟ پس حضرت عامر رضی اللہ عنہ اسی رات کی صبح کو شہید ہو گئے، تو صحابہ نے کہا: ان کے نیک عمل ضائع ہو گئے انہوں نے اپنے نفس کو قتل کیا ہے، پس جب میں لوٹا اور صحابہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے عمل ضائع ہو گئے تو میں نبی ﷺ کے پاس آیا، پس میں نے کہا: یا نبی اللہ! آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں، صحابہ کا یہ زعم ہے کہ عامر نے اپنے عمل ضائع کر دیئے ہیں، آپ نے فرمایا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا، بے شک اس کے لیے دو اجر ہیں وہ جاہد، مجاہد ہیں (وہ خیر میں کوشش کرنے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں) اور کونسا قتل ان کے قتل سے زیادہ ہوگا۔

صحیح البخاری: ۶۸۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے ورثاء کے لیے ان کے عاقلہ پر دیت کا حکم نہیں لگایا، یا مسلمانوں کے بیت المال کے اوپر ان کی دیت کا حکم نہیں لگایا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یزید بن ابی عُبید، یہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ان کا نام سنان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الاسلمی ہے۔

یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے، کیونکہ اس حدیث میں امام بخاری اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف تین راوی ہیں: مکی بن ابراہیم، یزید بن ابی عبید اور سلمہ بن الاکوع۔ اور یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے انیسویں ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الی خیبر" اس سے مراد وہ بستی ہے جس میں یہود رہتے تھے اور یہ مدینہ سے شام کی طرف چار مراحل کے فاصلہ پر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اسمعنا" یعنی آپ ہمیں سنائیں، اور عامر وہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے بھائی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من هنياتك" یہ هنيئة کی جمع ہے، اس سے مراد کلام رجز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فحدابهم" یعنی حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اس رجزیہ کلام کو گا کر پڑھا اور اونٹوں کو ہنکانے لگے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "امتعتنا" یعنی رسول اللہ ﷺ لشکر میں جس کے لیے فرمائیں اللہ اس پر رحم فرمائے، اس کے لیے شہادت واجب ہو جاتی ہے، پس جب حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے لیے کہا کہ اللہ اس پر رحم فرمائے، تو آپ کی دعا سے ان کے لیے شہادت واجب ہو گئی۔ اور کاش! آپ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو ہمارے نفع کے لیے چھوڑ دیں، اور صحابہ یہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جس کے لیے خصوصیت سے قتال کے وقت دعا فرمائیں، وہ شہید ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاصيب" یعنی حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ اسی رات کی صبح کو شہید ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لجاهد مجاهد" یعنی عامر خیر میں کوشش کرنے والے تھے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے تھے۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ لفظ "جاهدَ" ہے ماضی کا صیغہ ہے یعنی حضرت عامر رضی اللہ عنہ متعدد جہاد کے مواقع میں حاضر ہوئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وای قتل يزيده عليه" یعنی حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے قتل سے کس کے قتل کا زیادہ اجر ہوگا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ فضیلت کے انتہائی درجات میں پہنچ گئے۔

التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ صحابہ نے کہا "حبط عمله" یعنی حضرت عامر رضی اللہ عنہ کا عمل ضائع ہو گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" (النساء:۲۹) یعنی "تم اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو" اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اپنے نفسوں کو عمداً اور قصداً قتل نہ کرو، کیونکہ خطاء کے کام سے کسی کو منع نہیں کیا جاتا۔

اور علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق اس آیت کے ساتھ ہو:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا (النساء:۹۲) اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر دے ماسوا خطا کے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۷۔۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ٦٨٩١، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے اپنے نفس کو خطاءً قتل کرنے کی کیفیت کا بیان

امام بخاری نے اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کیا کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے خطاءً اپنے نفس کو کس طرح قتل کیا تھا جیسا کہ اس باب کا عنوان ہے، اور کتاب الادب میں اس کا بیان اس باب میں ہے "مایجوز من الشعر والرجز والحداء" اس میں بیان کیا ہے کہ پس ہم خیبر میں آئے اور ہم نے اہلِ خیبر کا محاصرہ کر لیا اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار چھوٹی تھی، انہوں نے وہ تلوار ایک یہودی پر ماری تاکہ اس کو قتل کریں، اس تلوار کی نوک پلٹ کر حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو لگی اور ان کے گھٹنے کو زخمی کیا اور وہ اسی سے فوت ہو گئے۔ پس امام بخاری نے اس حدیث کو ذکر کیا اور اس کے آخر میں کہا: بہت کم کسی عربی نے اس کی مثل شعر کہا، یہ ان کے اس قول کی جگہ ہے اور "کون سا قتل اس سے زیادہ ہوگا"۔ اور نسفی کی روایت اس باب کی حدیث میں اس طرح ہے "اور کونسا قتل اس پر زیادہ ہوگا" اور یہی صحیح ہے۔

اپنے نفس کو قتل کرنے والے کے متعلق فقہاء کے اقوال

فقہاء کا اپنے نفس کو قتل کرنے والے کے متعلق اختلاف ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: جس نے اپنے نفس کو عمداً یا خطاءً قتل کیا، اس کی دیت اس کی عاقلہ میں سے کسی سے نہیں لی جائے گی۔ یہ ربیعہ، امام مالک، ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔

اوزاعی، امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہے، اگر وہ زندہ بچ گیا تو یہ دیت اس کے لیے ہوگی اور اگر وہ مر گیا تو یہ دیت اس کے وارثوں کے لیے ہوگی، اور ان کا استدلال درج ذیل روایت سے ہے:

ایک مرد گدھے کو ہانکتا ہوا لے جا رہا تھا، اس کے پاس جو لاٹھی تھی اس سے اس نے اس گدھے کو مارا، وہ لاٹھی اس آدمی کی آنکھ میں لگی اور اس کی آنکھ کی بینائی جاتی رہی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ اس کی دیت اس کی عاقلہ پر ہے اور کہا: مسلمانوں کے ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ سے یہ مصیبت آئی۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے لیے ان کی عاقلہ پر دیت کو واجب نہیں کیا نہ کسی اور پر واجب کیا، اگر دیت ان کی عاقلہ پر واجب ہوتی تو آپ اس کو بیان فرما دیتے، کیونکہ اس جگہ بیان کی ضرورت ہے بلکہ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عامر کے لیے دو اجر ہیں۔ نیز دیت عاقلہ پر اس لیے واجب ہوتی ہے تاکہ جنایت کرنے والے پر تخفیف ہو جائے، پس جب جنایت کرنے والے پر کوئی چیز واجب نہیں ہوئی تو اس کی تخفیف کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

نیز عاقلہ پر دیت اس لیے رکھی جاتی ہے تاکہ جنایت کرنے والے کی مدد ہو اور کوئی دوسرا اس کی دیت کو ادا کرے۔ کیا تم نہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دیکھتے کہ اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ عمداً کاٹ ڈالے تو اس میں دیت نہیں واجب ہوتی، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے نفس کو قتل کر دے تو اس کی دیت بھی واجب نہیں ہوتی۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۲۵۔۴۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۸۔ بَابٌ إِذَا عَضَّ رَجُلًا فَوَقَعَتْ ثَنَايَاهُ اس کا بیان جب کوئی شخص کسی کو دانتوں سے کاٹے اور اس کے دانت گر جائیں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ایک مرد نے دوسرے مرد کو دانتوں سے کاٹا اور کاٹنے والے کے دانت گر گئے یعنی جس کو اس نے دانتوں سے کاٹا تھا اس نے اپنا ہاتھ زور سے کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت گر گئے۔ اس عنوان میں "ثنایا" کا لفظ ہے یہ "ثنية" کی جمع ہے اور یہ سامنے کے دانتوں کو کہتے ہیں۔ اس باب کے عنوان کا جواب امام بخاری نے ذکر نہیں کیا، یعنی اس پر کوئی چیز لازم ہوگی یا نہیں؟

اور علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ جس شخص نے کسی مرد کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا اور جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچا تو کاٹنے والے کے دانتوں میں سے کچھ دانت اکھڑ گئے تو ہاتھ کھینچنے والے پر اس کے دانتوں کے تاوان میں کچھ نہیں ہے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت شریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی فقہاء احناف اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور ان فقہاء نے کہا ہے کہ جس کا ہاتھ منہ میں کاٹا گیا تھا، اگر اس نے کسی دوسری جگہ سے کاٹنے والے کو زخمی کر دیا تو اس پر تاوان ہے۔

اور ابن ابی لیلیٰ اور امام مالک نے کہا ہے کہ ہاتھ کھینچنے والا دانت کی دیت کا ضامن ہے اور عثمان البتی نے کہا ہے: اگر اس نے درد کی وجہ سے ہاتھ کو کھینچا یا تکلیف کی وجہ سے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے، اور اگر بغیر درد اور تکلیف کے ہاتھ کو کھینچا تو اس پر دیت ہے اور اس باب کی حدیث فقہاء کی پہلی جماعت کے قول پر دلیل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ زُرَارَةَ بْنَ أَوْفَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَنَزَعَ يَدَهُ مِنْ فِيهِ فَوَقَعَتْ ثَنِيَّتَاهُ فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَعَضُّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ كَمَا يَعَضُّ الْفَحْلُ لَا دِيَةَ لَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زرارہ بن اوفی سے سنا از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا، اس مرد نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچا تو اس کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ کر گر گئے، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک اپنے بھائی کو اس طرح کاٹتا ہے جس طرح نر جانور کاٹتا ہے،
تیرے لیے کوئی دیت نہیں ہے۔

(صحیح مسلم:۱۶۷۳،سنن ترمذی:۱۴۱۶،سنن نسائی:۴۷۶۰،سنن ابن ماجہ:۲۶۵۷،مسند احمد:۱۹۳۹۹،سنن دارمی:۲۳۶۷)

صحیح البخاری:۶۸۹۲،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کو واضح کرتی ہے،یعنی جو شخص کسی کے ہاتھ کا کاٹے اور وہ شخص اپنا ہاتھ کھینچ لے اور کاٹنے والے کے دانت گر جائیں تو اس کے دانتوں کی کوئی دیت نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زرارہ بن اوفی،یہ ابو حاجب العامری ہیں جو بصرہ کے قاضی ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں حضرت ابو موسیٰ اور بندار سے روایت کی ہے،اور امام ترمذی نے کتاب الدیات میں علی بن حشرم سے روایت کی ہے،اور امام نسائی نے کتاب القصاص میں ابن بشار سے روایت کی ہے،اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی کتاب الدیات میں علی بن محمد سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''ان رجلا عضّ ید رجل''یعنی ایک مرد نے دوسرے مرد کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا۔

اس حدیث میں دونوں مرد مبہم ہیں اور امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ عمران سے روایت کی ہے کہ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ ایک مرد سے لڑے،پس ان دونوں میں سے ایک نے اپنے صاحب کے ہاتھ کو دانتوں سے کاٹا۔

اس حدیث سے دو مبہموں میں سے ایک کی تعیین ہوگئی کہ وہ یعلیٰ بن امیہ ہیں،لیکن دانتوں سے کاٹنے والا اس سے ممیز نہیں ہوا جس کے ہاتھ کو کاٹا تھا،یعنی کاٹنے والا کون تھا اور جس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ کون تھا۔

جس نے دانتوں سے ہاتھ کاٹا اور جس کا ہاتھ کاٹا گیا اس کے تعین میں مختلف روایات

اور صحیح البخاری میں حضرت یعلیٰ بن امیہ سے روایت ہے کہ ان کا ایک مزدور تھا،وہ ایک انسان سے لڑا،پس دو میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا،انہوں نے کہا:مجھے صفوان نے خبر دی کہ ان دونوں میں سے کس نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا تھا،پس میں اس کو بھول گیا۔

اور امام مسلم نے صفوان بن یعلیٰ سے روایت کی ہے کہ حضرت یعلیٰ بن امیہ کا ایک مزدور تھا جس نے کسی مرد کی کلائی کو کاٹا،اس مرد نے کلائی کو کھینچا۔۔۔الحدیث۔پس اس سے متعین ہو گیا کہ یعلیٰ کاٹنے والے تھے۔اور یہ صحیحین کی اس حدیث کے منافی نہیں ہے کہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک مزدور تھا جس کا کسی انسان سے جھگڑا ہوا،کیونکہ جائز ہے کہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کو سامعین

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے چھپایا ہو کہ وہی کاٹنے والے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے ایک بیوی کا بوسا لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی نے کہا: وہ آپ ہی ہوں گی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہنسیں۔

اور علامہ النووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ حفاظ نے یہ کہا ہے کہ صحیح اور معروف یہ ہے کہ جس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کے مزدور تھے نہ کہ حضرت یعلیٰ، اور علامہ النووی نے کہا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ دو قصے ہوں جو حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے مزدور کو کسی ایک وقت میں یا دو وقتوں میں پیش آئے۔

اور ہمارے شیخ زین الدین نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ صحیح مسلم کی کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ یعلیٰ کا ہاتھ کاٹا گیا تھا، بلکہ صحاحِ ستہ کی کسی کتاب میں یہ نہیں ہے کہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اور جو چیز صحیح مسلم میں ہے وہ یہ ہے کہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کے مزدور کا ہاتھ کاٹا گیا تھا۔ اور یہ متعین ہے کہ کاٹنے والے حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ تھے، واللہ اعلم۔

ہاتھ کھینچنے سے ایک دانت ٹوٹا تھا یا کئی دانت؟

اس حدیث میں مذکور ہے "اس کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ کر گئے"۔

اسی طرح اکثر روایات میں تثنیہ کے صیغہ کا ذکر ہے اور الکشمیھنی کی روایت میں "ثنایا" ہے جو جمع کا صیغہ ہے، اور ہشام نے جو قتادہ سے روایت کی ہے اس میں مذکور ہے "فسقطت ثنیه" یعنی اس کا ایک دانت ٹوٹ کر گر گیا۔ ان مختلف احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ جس حدیث میں جمع کا ذکر ہے یا زیادہ کا ذکر ہے، کیونکہ دو پر بھی جمع کا اطلاق آجاتا ہے، اور جس روایت میں واحد کے صیغہ کا ذکر ہے اس سے مراد دانت کی جنس ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ محمد بن علی کی روایت میں ہے "فانتزع احدیٰ ثنیتیه" یعنی اس نے اس کے دو دانتوں میں سے ایک دانت کو کھینچ لیا، اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کما یعض الفحل" فحل کا معنی ہے نر جانور، جیسے بیل یا سانڈ یا اونٹ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا دیة لهٗ" یعنی اس کے لیے کوئی دیت نہیں ہے۔ اور ہشام کی روایت میں ہے "پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت کو باطل کر دیا اور آپ نے فرمایا: کیا تمہارا ارادہ یہ تھا کہ تم اس کا گوشت چبا کر کھا لیتے"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۸۔۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْتُ فِي غَزْوَةٍ فَعَضَّ رَجُلٌ فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَأَبْطَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء از صفوان بن یعلیٰ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں گیا، پس ایک مرد نے دانتوں سے کاٹا تو دوسرے نے اس کا دانت کھینچ لیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باطل کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۴۸، ۲۲۶۵، ۴۴۱۷، ۶۸۹۳، صحیح مسلم: ۱۶۷۴، سنن نسائی: ۴۷۵۹، سنن ابوداؤد: ۴۵۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۷، مسند احمد: ۱۹۳۶۱)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بھی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے باب کے عنوان کا حکم واضح ہو گیا ہے، یعنی اس صورت میں اس کے دانت کی کوئی دیت نہیں ہوگی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عاصم، وہ الضحاک بن مخلد النبیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج، وہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عطاء، وہ ابن ابی رباح المکی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے صفوان بن یعلیٰ، جو اپنے والد یعلیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابو عمر نے کہا ہے: یعلیٰ بن امیہ بن ابی عبید التمیمی الحنظلی، ان کو یعلیٰ بن منیہ بھی کہا جاتا ہے، ان کو کبھی ان کے باپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور کبھی ان کی ماں کی طرف، یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اور غزوہ حنین، طائف اور تبوک میں حاضر تھے، اور ۳۸ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے، یہ اس وقت جنگ صفین میں تھے اور اس سے پہلے جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کے ساتھ تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی غزوۃ" سفیان کی روایت میں ثابت ہے کہ یہ غزوۂ تبوک تھا، اور اسی کی مثل ابن علیہ کی روایت میں ہے، اس میں جیش العسرۃ کے لفظ ہیں یعنی تنگی اور مشکلات کے زمانہ کا لشکر۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فعض رجل فانتزع ثنیتہ" یعنی ایک مرد نے اپنے دانتوں سے کاٹا اور جب دوسرے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت اکھاڑ دیئے۔ اور ابن جریج کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "ایک مرد دوسرے سے لڑا تو دانتوں سے اس کا ہاتھ کاٹا، دوسرے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے دانت اکھڑ آئے"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فابطلہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی آپ نے یہ حکم دیا کہ اس کے دانتوں کا کوئی تاوان یا ضمان نہیں دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۷۹۔ ۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۹۔ بَابٌ: اَلسِّنُّ بِالسِّنِّ

اس کا بیان کہ دانت کا بدلہ دانت ہیں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دانت کو دانت کے بدلہ میں اکھاڑا جائے گا یعنی جب کوئی شخص کسی کا دانت اکھاڑ دے تو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کے بدلہ میں اس کا دانت اکھاڑا جائے گا۔

ہڈی توڑنے کی جزاء میں قصاص لینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ دانت کو دانت کے بدلہ میں اکھاڑنا عمد کی صورت میں ہوتا ہے، اور جسم کی باقی ہڈیوں کے متعلق اختلاف ہے۔ امام مالک نے کہا: اس میں قصاص لیا جائے گا سوا اس صورت کے کہ سر پر چوٹ لگی ہو یا ہڈی ٹوٹ گئی ہو تو اس میں دیت ہے۔

اور امام شافعی اور اللیث اور فقہاء احناف نے کہا: دانتوں کے سوا کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے، کیونکہ ہڈی کے نیچے کھال، گوشت اور پٹھے ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ ہڈی کی مماثلت بہت مشکل ہے۔

اور امام طحاوی نے کہا: اس پر اتفاق ہے کہ سر کی ہڈی میں قصاص نہیں ہے، لہٰذا باقی ہڈیاں بھی اسی کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔

امام طحاوی کے اوپر حافظ ابن حجر عسقلانی کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے کہا ہے: اس پر یہ تعاقب کیا گیا ہے کہ یہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس ہے، کیونکہ اس باب کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ سامنے کے دانت توڑے گئے تو ان کو قصاص کا حکم دیا گیا، باوجود اس کے کہ توڑنے میں مماثلت جاری نہیں ہوتی۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر کے اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ امام طحاوی کی مراد یہ ہے کہ باقی وہ ہڈیاں جن میں مماثلت متحقق نہیں ہے، ان میں قصاص نہیں ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۴۔ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ ابْنَةَ النَّضْرِ لَطَمَتْ جَارِيَةً فَكَسَرَتْ ثَنِيَّتَهَا فَأَتَوُا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَمَرَ بِالْقِصَاصِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نضر کی بیٹی نے ایک لڑکی کو تھپڑ مارا، پس اس کے سامنے کے دانت توڑ دیے، پس وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے قصاص کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۷۰۳، ۲۸۰۶، ۴۴۹۹، ۴۵۰۰، ۴۶۱۱، ۶۸۹۴، صحیح مسلم: ۱۶۷۵، سنن نسائی: ۴۷۵۷، سنن ابوداؤد: ۴۵۹۵، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۹، مسند احمد: ۱۱۸۹۳)

صحیح البخاری: ۶۸۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے "دانت کا بدلہ دانت ہے" اور اس حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دانت توڑنے کے بدلہ میں قصاص کا حکم دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے انصاری، یہ محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ بن عبداللہ بن انس بن مالک ابوعبداللہ الانصاری البصری ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمید، یہ الطویل ہیں۔

اس حدیث کے اوپر امام بخاری کی ثلاثیات میں سے بیس ثلاثیات مکمل ہوگئیں۔امام بخاری نے اس حدیث کو سورۃ البقرہ کی تفسیر میں بھی روایت کیا ہے اور وہاں پر انصاری کا نام لکھا ہے محمد بن عبداللہ الانصاری۔۔۔الحدیث

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان ابنة النضر'' یہ الرُبَیّع (راء پر پیش اور باء پر زبر اور یاء پر تشدید) ہیں، یہ النضر کی بیٹی ہیں اور وہ انس بن مالک بن نضر بن ضمضم کے دادا ہیں اور رُبیع جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔

سورۃ المائدہ کی تفسیر میں یہ حدیث از حُمید از انس مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی نے دانت توڑ دیا اور سنن ابوداؤد میں از معتمر از حُمید از انس مروی ہے کہ رُبَیّع جو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی بہن تھی انہوں نے دانت توڑ دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لطمت جارية'' اور الفزاری کی روایت میں ہے کہ انصار کی ایک لڑکی کو تھپڑ مارا، اور معتمر کی روایت میں لڑکی کے بجائے عورت کا ذکر ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ ''جارية'' سے مراد یہاں پر نوجوان عورت ہے اور اس سے مراد باندی نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' یعنی اس لڑکی کے گھر والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور قصاص کا مطالبہ کیا تو آپ نے قصاص کا حکم دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت رُبَیّع نے کسی انسان کو تھپڑ مارا تھا اور صحیح البخاری کی اس روایت میں ہے کہ انہوں نے کسی لڑکی کا دانت توڑا تھا، ان دو روایتوں کے تعارض کا جواب

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ابھی یہ گزرا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی نے اس لڑکی کو زخمی کر دیا تھا اور یہاں پر یہ مذکور ہے کہ اس کا دانت توڑ دیا تھا اور زخم توڑنے کا غیر ہے۔تو اس کا یہ جواب دیا ہے کہ علامہ کرمانی نے جو کہا ہے اور وہ ابھی گزرا ہے، اس سے اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جو باب القصاص بین الرجال والنساء میں مذکور ہے اور وہ ابھی گزری ہے، اور اس کا جواب یہ ہے کہ الرُبَیّع سے دو مختلف حدیثیں مروی ہیں اور یہ دو مختلف حکم ہیں جو ایک لڑکی سے متعلق ہوئے، دو حکموں میں سے ایک زخمی کرنے کے بارے میں ہے کہ الرُبَیّع نے کسی انسان کو زخمی کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زخم کے قصاص کا حکم دیا تو انہوں نے حلف اٹھایا کہ ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کو سچا کر دیا اور جن کو زخمی کیا تھا وہ لوگ دیت پر راضی ہوگئے۔اور دوسرا قصہ یہ ہے کہ الرُبَیّع نے ایک عورت کا دانت توڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا، پس ان کے بھائی انس بن نضر نے قسم کھائی کہ ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، پس جن کا دانت توڑا تھا وہ لوگ تاوان لینے کے لیے راضی ہوگئے، اور یہ واقعہ غزوہ احد سے پہلے کا ہے، کیونکہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۰۔۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۰۔ بَابٌ: دِيَةِ الْأَصَابِعِ — انگلیوں کی دیت کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں انگلیوں کی دیت کا بیان کیا گیا ہے، آیا تمام انگلیاں برابر ہیں یا مختلف ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ يَعْنِي الْخِنْصَرَ وَالْإِبْهَامَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَهُ۔ (تحفۃ الاشراف: ۶۱۸۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: یہ اور یہ برابر ہیں یعنی چھنگلی اور انگوٹھا۔
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل سنی۔

صحیح البخاری: ۶۸۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث نے باب کے عنوان کے حکم کو واضح کر دیا ہے۔
اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب الدیات میں از نصر بن علی وغیرہ روایت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کی کتاب الدعوات میں از بندار از یحییٰ روایت کی ہے، اور امام نسائی نے اس حدیث کی از نصر بن علی وغیرہ روایت کی ہے۔ اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی کتاب الدیات میں از علی بن محمد روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سواء" یعنی چھنگلی اور انگوٹھا دیت میں برابر ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

انگلیوں کی دیت میں بعض صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے اختلاف اور فقہاء کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو ترجیح دینا

وہ کتاب الدیات جس کو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آل عمرو بن حزم کے لیے لکھا، اس میں یہ مذکور ہے کہ ہاتھ کی دیت پچاس اونٹ ہیں اور ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہیں۔

اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ہاتھ میں نصف دیت ہوتی ہے اور ہاتھ اور پیر کی انگلیاں برابر ہیں، اور اسی پر ائمہ فتویٰ متفق ہیں اور ان کے نزدیک بعض انگلیوں کی دوسری بعض انگلیوں پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: ہم نے حضرت عمر، حضرت علی اور عروہ بن الزبیر سے روایت کی ہے کہ بعض انگلیوں کی دوسری بعض انگلیوں پر فضیلت ہے، اور الثوری اور حماد بن زید بن یحییٰ بن سعید نے از ابن المسیب روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے میں پندرہ اونٹ دیت مقرر کی، اور بنصر (چھنگلی کے برابر والی انگلی) میں نو اونٹ مقرر کیے، اور چھنگلی میں چھ اونٹ مقرر کیے، اور انگشت شہادت اور درمیانی انگلی میں دس دس اونٹ مقرر کیے حتیٰ کہ آل عمرو بن حزم کی کتاب الدیات میں یہ پایا گیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: پس تمام انگلیاں برابر ہیں، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کیا گیا اور صحابہ کے قول کو چھوڑ دیا گیا۔

اور جعفر بن عون نے از یحییٰ بن سعید از ابن المسیب روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے میں تیرہ اونٹ مقرر کیے اور اس کے برابر والی انگلی میں بارہ اونٹ مقرر کیے، اور درمیانی انگلی میں دس اونٹ، اور جو اس کے برابر ہے اس میں نو اونٹ، اور چھنگلی میں چھ اونٹ۔ اور فقہاء میں سے کسی نے بھی ان دو قولوں کی طرف التفات نہیں کیا، کیونکہ اس باب کی حدیث میں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور عمرو بن حزم سے یہ ثابت ہے کہ تمام انگلیاں برابر ہیں۔

(اس سے معلوم ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے خلاف کسی ایک صحابی کا قول ہو یا اکثر صحابہ کے اقوال ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو ترجیح دی جائے گی اور اس کے مقابلہ میں صحابہ کے اقوال کو ترک کر دیا جائے گا)۔

امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کہا: میں کتاب اللہ سے استدلال کرتا ہوں، اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے، اور اگر میں کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں بھی نہ پاؤں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں تو میں آپ کے اصحاب کے قول پر عمل کرتا ہوں اور ان میں سے جس قول کو چاہوں اس پر عمل کرتا ہوں اور جس کے قول کو چاہوں اس کو چھوڑ دیتا ہوں، اور صحابہ کے قول سے کسی اور کے قول کی طرف نہیں جاتا، لیکن جب معاملہ ابراہیم اور شعبی اور ابن سیرین اور حسن بصری اور عطاء اور سعید بن المسیب اور دیگر تابعین تک پہنچے تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اجتہاد کیا ہے، سو میں بھی اجتہاد کرتا ہوں جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۶۱)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

رہے انگلی کے جوڑ یعنی پور، پس قتادہ نے از عکرمہ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہر پور میں ایک انگلی کی دیت کا تہائی حصہ ہوگا، اور امام عبدالرزاق نے از ابن جریج از ایک مرد از مکحول از زید بن ثابت روایت کی ہے کہ جو انگلی زائدہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو اس میں ایک انگلی کی تہائی دیت ہے، اور دوسرے نے کہا: اس میں کوئی دیت نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی جو دوسری سند ذکر کی ہے، یہ پہلی سند پر راجح ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کیا ہے اور پہلی سند میں ایک قسم کا ارسال ہے۔

نیز اس میں لکھا ہے "نحوہ" یعنی یہ حدیث سابق کی مثل ہے، اس کی امام ابن ماجہ نے امام ابن عدی سے روایت کی ہے، اس کی عبارت یوں ہے کہ انگلیاں برابر ہیں۔ اور ابن ابی عدی محمد ہیں اور ابی عدی کا نام ابراہیم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۱۔ ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۸۹۵، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قصاص میں اعضاء کے نام اور ان کے محل میں مماثلت شرط ہے

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے "السن بالسن" یعنی دانت کا بدلہ دانت ہے، اور امام بخاری نے اس عنوان سے سورۂ مائدہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ باء بدل اور عوض کے لیے ہے اور بدل میں یہ ضروری ہے کہ وہ اس کے مطابق ہو جس کا بدل ہے، اسی لیے اعضاء کے قصاص میں نام میں اور جگہ میں مماثلت شرط ہے مثلاً انگوٹھے کا بدلہ انگوٹھا ہے اور ہم انگوٹھے کے بدلہ میں چھنگلی کو نہیں کاٹیں گے کیونکہ ان کے نام مختلف ہیں۔ اور جگہ سے مراد یہ ہے کہ جو دایاں انگوٹھا ہے اس کے بدلہ میں ہم بایاں انگوٹھا نہیں کاٹیں گے۔

اور دانتوں کا معاملہ بھی اسی طرح ہے مثلاً سامنے کے جو چار دانت ہیں ان کے بدلہ میں ڈاڑھ کو نہیں کاٹیں گے، یعنی جس نے جس نام کے دانت کو توڑا ہے اس کے بدلہ میں اسی نام کے دانت کو توڑا جائے گا۔ پھر امام بخاری نے باب کے عنوان کے مطابق حدیث ذکر کی ہے کہ نضر کی بیٹی نے ایک لڑکی کو تھپڑ مارا اور اس کے سامنے کا دانت توڑ دیا، وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے قصاص کا حکم دیا اور یہ قصہ مشہور ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا: اللہ کی قسم! الرُبیّع کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے معارضہ کیا تھا؟

نضر کی بیٹی نے انصار کی ایک لڑکی کو تھپڑ مارا تو اس کے سامنے کے دانت توڑ دیے، پھر وہ اس کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے حکم دیا: اس لڑکی کے سامنے کے دانت کے بدلہ میں الرُبیّع بنت نضر کے دانت کو توڑ دیا جائے گا، تو ان کے بھائی حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم الرُبیّع کے دانت کو نہیں توڑا جائے گا، پس آپ نے فرمایا: اے انس؟ اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم ہے، پھر لڑکی والوں نے معاف کر دیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے بندوں میں سے ایسے ہیں کہ جو اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کو سچا کر دیتا ہے اور انس رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا کہ اللہ کی قسم! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو اس قول سے ان کی مراد اللہ تعالیٰ کے حکم سے معارضہ کرنا نہیں تھی بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہے کہ اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تبارک وتعالیٰ کوئی ایسی سبیل پیدا فرما دے گا کہ الرُّبیع بنت نضر کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔

اعضاء کی پیوندکاری کا بیان

سوال: کیا جب دو انسان راضی ہوں تو ایک انسان کا عضو دوسرے انسان میں لگایا جاسکتا ہے؟

الجواب: یہ جائز نہیں ہے خواہ رضامندی حاصل ہو، کیونکہ انسان کی جان اس کے پاس امانت ہے، اسی لیے اہلِ علم نے کہا ہے کہ ایک انسان کے عضو کو دوسرے انسان کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں ہے خواہ کسی انسان نے مرتے وقت اس کی وصیت کی ہو، اور ''کتاب الاقناع'' میں لکھا ہوا ہے کہ کسی شخص کا عضو دوسرے کی طرف منتقل نہیں کیا جائے گا خواہ وہ مردہ ہو، کیونکہ بدن امانت ہے پس اس میں کسی اعتبار سے کمی کرنا جائز نہیں ہے، اور مردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی مثل ہے۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر کوئی زندہ شخص کسی مردہ شخص کو کھانے کی طرف مجبور ہو جائے اور اسے کوئی اور چیز کھانے کو نہ ملے تو کیا وہ اس مردہ کو کھا سکتا ہے؟

پس ہمارے فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زندہ، مردہ کو نہیں کھا سکتا اور ان کا استدلال اس سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی مثل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۰۷)

اور فقہاء نے کہا ہے کہ جب کوئی مرد بھوک سے مر جائے تو اس نے اپنے آپ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر موت آئی ہے۔

اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک زندہ جب مجبور ہو تو مردہ انسان کا گوشت کھا سکتا ہے، کیونکہ دونوں محترم ہیں لیکن زندہ کی حرمت میت کی حرمت سے زیادہ ہے اور شافعیہ کا قول حنابلہ کے قول سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ اب ضرورت قائم ہے، یا تو وہ مردہ کو کھائے گا یا خود بھوک سے مر جائے گا تو اس زندہ کی حرمت مردہ کی حرمت سے زیادہ حق رکھتی ہے۔

سوال: کیا کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا کوئی عضو دوسرے کو ہبہ کر دے؟

الجواب: ہبہ کی شرط یہ ہے کہ واہب اس چیز کا مالک ہو جس کو ہبہ کر رہا ہے اور تم اپنے اعضاء کے مالک نہیں ہو۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۸۸۔۲۸۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۱۔ بَابٌ: إِذَا أَصَابَ قَوْمٌ مِنْ رَجُلٍ هَلْ يُعَاقِبُ أَوْ يَقْتَصُّ مِنْهُمْ كُلِّهِمْ؟

جب چند لوگ ایک مرد کو قتل کر دیں تو کیا ان میں سے کسی ایک کو سزا دی جائے گی یا ان سب سے قصاص لیا جائے گا؟

وَقَالَ مُطَرِّفٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ فِي رَجُلَيْنِ شَهِدَا عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ سَرَقَ فَقَطَعَهُ عَلِيٌّ ثُمَّ جَاءَا بِآخَرَ وَقَالَا: أَخْطَأْنَا فَأَبْطَلَ شَهَادَتَهُمَا وَأُخِذَا بِدِيَةِ الْأَوَّلِ، وَقَالَ: لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمَا تَعَمَّدْتُمَا لَقَطَعْتُكُمَا۔

اور مطرف نے شعبہ سے روایت کی کہ دو مردوں نے ایک مرد کے خلاف گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا، پھر وہ دوسرے مرد کو لائے اور ان دونوں نے کہا: ہم نے غلطی کی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی شہادت کو باطل کر دیا اور پہلے مرد کی دیت وصول کی اور فرمایا:
اگر مجھے یقین ہوتا کہ تم دونوں نے عمداً جھوٹی گواہی دی ہے تو میں تم
دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ معاقبہ اور قصاص کو جمع کرنے کا کیا فائدہ ہے، انہوں نے کہا کہ غالب رائے یہ ہے کہ قصاص کا لفظ خون میں استعمال ہوتا ہے اور معاقبہ کا لفظ سزا اور بدلہ میں استعمال ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا سزا دینا، اور شاید امام بخاری کی غرض اس کو عام رکھنا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اسی لیے ہم نے اس عنوان میں مذکور لفظ ''اصاب'' کا معنی کیا ہے کہ جب کوئی قوم دوسری قوم کو دکھ اور تکلیف پہنچائے تو کیا اس کو سزا دی جائے گی یا ان سب سے بدلہ لیا جائے گا؟

یعنی جب کوئی جماعت کسی دوسرے شخص کو قتل کر دے یا زخمی کر دے تو کیا اس پوری جماعت پر قصاص واجب ہوگا یا ان میں سے کسی ایک کو متعین کر لیا جائے گا تا کہ اس سے قصاص لیا جائے اور امام بخاری نے اس عنوان کا جواب ذکر نہیں کیا، کیونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

محمد بن سیرین نے کہا ہے: جب ایک مرد کو دو مرد مل کر قتل کر دیں تو ان میں سے ایک کو قتل کیا جائے گا اور دوسرے سے خون بہا لیا جائے گا۔

اور الشعبی نے کہا ہے: جب ایک مرد کو ایک جماعت قتل کر دے تو اس جماعت کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کیا جائے گا، وہ اس جماعت میں سے جس کو چاہیں قتل کر دیں اور جس کو چاہیں معاف کر دیں، اور اسی کی مثل سعید بن المسیب، حسن بصری اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے۔

اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اگر جماعت نے مل کر کسی ایک مرد کو قتل کیا ہے تو اس پوری جماعت کو قصاص میں قتل کیا جائے گا، یہ مذہب حضرت علی، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما اور عطاء کا ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ مقتول کے وارث کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جماعت میں سے کسی ایک کو قتل کر دیں اور باقی جماعت سے خون بہا لے لیں مثلاً کسی مرد کو دس آدمیوں نے مل کر قتل کیا تو مقتول کے وارث کے لیے جائز ہے کہ ان دس میں سے کسی ایک کو قتل کر دے اور نو (۹) سے خون بہا کے دس حصوں میں سے نو حصے وصول کرے، ابن سیرین اور زہری کا یہی قول ہے۔

اور ظاہریہ نے کہا ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر بھی قصاص نہیں ہے، ان سب پر خون بہا دینا لازم ہے اور یہی ربیعہ نے کہا ہے اور یہ اس کے خلاف ہے جس پر صحابہ کا اجماع ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے "مطرف نے کہا"۔
علامہ عینی لکھتے ہیں: مُطرِّف اسم فاعل کا صیغہ ہے باب تطریف سے، اور مُطرِّف عامر شعبی سے روایت کرتے ہیں۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "دو مردوں نے ایک مرد کے خلاف شہادت دی" یہ شہادت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے تھی بایں طور کہ اس مردِ مذکور نے چوری کی ہے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، کیونکہ ان کے نزدیک اس کی چوری دو مردوں کی شہادت سے ثابت ہوگئی تھی، پھر بعد میں یہ دو گواہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک اور مرد کو لے کر آئے اور ان دونوں نے کہا: ہم سے اس گواہی میں خطا ہوگئی اور چور یہ ہے نہ کہ وہ۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی اس دوسرے مرد کے خلاف شہادت کو باطل قرار دیا کیونکہ یہ دونوں اپنی شہادت میں جھوٹ کے ساتھ متہم ہو گئے تھے اور ان دونوں گواہوں کو پہلے مرد کے خون بہا کے ساتھ پکڑ لیا گیا جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے اس پہلے مرد کا خون بہا لیا یعنی اس کے ہاتھ کی دیت لی اور آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ تم نے عمداً اپنی شہادت میں جھوٹ بولا ہے تو میں تم دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالتا، کیونکہ ان دونوں نے خطاء کا اقرار کر لیا۔ اس تعلیق کی امام شافعی رضی اللہ عنہ نے از سفیان بن عیینہ روایت کی ہے جو مُطرِّف مذکور کے مشائخ میں سے ایک ہیں، اور التلویح میں مذکور ہے اس حدیث کی امام طبری نے از بندار از شعبہ از قتادہ روایت کی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۲۔ ۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۶۔ وَقَالَ لِی ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ غُلَامًا قُتِلَ غِيلَةً فَقَالَ عُمَرُ لَوِ اشْتَرَكَ فِيهَا أَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ وَقَالَ مُغِيرَةُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ إِنَّ أَرْبَعَةً قَتَلُوا صَبِيًّا فَقَالَ عُمَرُ مِثْلَهُ وَأَقَادَ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَعَلِيٌّ وَسُوَيْدُ بْنُ مُقَرِّنٍ مِنْ لَطْمَةٍ وَأَقَادَ عُمَرُ مِنْ ضَرْبَةٍ بِالدِّرَّةِ وَأَقَادَ عَلِيٌّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَسْوَاطٍ وَاقْتَصَّ شُرَيْحٌ مِنْ سَوْطٍ وَخُمُوشٍ۔

(موطا امام مالک: ۱۶۲۳)

اور مجھ سے ابن بشار نے کہا: انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غلام دھوکے سے قتل کر دیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اس کے قتل میں اہلِ صنعاء شریک ہوتے تو میں ان سب کو قتل کر دیتا۔

اور مغیرہ بن حکیم نے اپنے والد سے روایت کی کہ چار مردوں نے ایک بچہ کو قتل کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کی مثل فرمایا۔
اور حضرت ابو بکر اور حضرت ابن الزبیر اور حضرت علی اور حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہم نے ایک تھپڑ کا قصاص لیا۔
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک درّہ کی ضرب کا قصاص لیا۔
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین کوڑوں کا قصاص لیا۔
اور شریح نے کوڑے اور خراش سے قصاص لیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کے عنوان میں تھا کہ اگر چند آدمی ایک مرد کو قتل کر دیں تو ان سب سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اس حدیث میں بھی یہ مذکور ہے کہ اگر ایک غلام کے قتل میں اہلِ صنعاء مشترک ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں سب کو قتل کر دوں گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن بشار، اور وہ محمد بن بشار ہیں جو بندار کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، وہ ابن عمر العمری ہیں۔

یہ اثر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سندِ صحیح کے ساتھ موصول ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے اس اثر کو ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں العمری نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اہلِ صنعاء کے سات مردوں کو ایک مرد کو قتل کرنے کے سبب سے قتل کر دیا اور آپ نے فرمایا: اگر اس قتل میں تمام اہلِ صنعاء مشترک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "غیلۃ" اس کا معنی ہے غفلت اور دھوکا، یعنی ایک غلام کو غفلت اور دھوکے سے قتل کر دیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اہلِ صنعاء" یہ یمن کا ایک شہر ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر جمہور فقہاء کی دلیل ہے کہ ایک مرد کو قتل کرنے کے سبب سے پوری جماعت کو قتل کر دیا جائے گا۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا: گویا کہ امام بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے محمد بن سیرین کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے، انہوں نے کہا کہ اگر ایک مرد کو دو آدمی مل کر قتل کریں تو ایک کو قتل کر دیا جائے گا اور دوسرے سے خون بہا لیا جائے گا اور ہم عنقریب اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

حدیثِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ مغیرہ بن حکیم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ چار آدمیوں نے ایک بچہ کو قتل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل کہا۔ یہ مغیرہ بن حکیم الصنعانی الانباری ہیں، ان کی یحییٰ اور العجلی اور امام النسائی اور امام ابن حبان نے توثیق کی ہے، اور امام مسلم اور امام نسائی اور امام ترمذی نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ اور امام بخاری نے بھی ان سے استشہاد کیا ہے۔ اور یہ اثر اس اثر سے مختصر ہے جس کی عبد اللہ بن وہب نے اپنی سند کے ساتھ موصولاً روایت کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام طحاوی اور امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ ابنِ وہب نے کہا: مجھے جریر بن حازم نے حدیث بیان کی کہ مغیرہ بن حکیم صنعانی کو ان کے والد نے حدیث بیان کی کہ صنعاء میں ایک عورت کا شوہر غائب ہو گیا تھا اور اس نے اس عورت کی گود میں اپنا ایک بیٹا چھوڑا تھا جو دوسری عورت سے پیدا ہوا تھا، اس کا نام اصیل تھا، پھر اس عورت نے اپنے خاوند کے بعد کوئی دوست بنالیا، پھر اس دوست سے کہا کہ یہ لڑکا ہم کو شرمندہ کرے گا تم اس کو قتل کردو، اس نے انکار کیا تو وہ عورت اس سے رُک گئی، پھر اس نے اس عورت کی موافقت کرلی اور وہ مرد اور ایک اور مرد اور وہ عورت اور اس عورت کا خادم ان سب نے مل کر اس لڑکے کو قتل کردیا، پھر اس کے اعضاء کاٹ ڈالے، پھر اس لڑکے کی لاش کو چمڑے کے ایک تھیلے میں ڈالا اور پھر اس چمڑے کے تھیلے کو بستی کے غیر آباد کنویں میں ڈال دیا جس میں پانی نہیں تھا، پھر اس قصہ کا ذکر کیا اور اس قصہ میں یہ مذکور ہے کہ اس عورت کا دوست پکڑا گیا اور اس نے قتل کا اعتراف کرلیا، پھر باقی جو اس کے قتل میں شریک تھے انہوں نے بھی اعتراف کرلیا، ان دنوں میں حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ اس شہر کے امیر تھے، انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف یہ معاملہ لکھ کر بھیجا، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ان سب کو قتل کردیا جائے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ چار آدمیوں نے ایک بچہ کو قتل کیا، ان چار آدمیوں میں سے ایک تو اس عورت کا دوست تھا، دوسرا ایک اور مرد تھا، تیسری وہ خود عورت تھی اور چوتھا اس عورت کا خادم تھا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ان چاروں نے ایک بچہ کو قتل کردیا، یہ بچہ وہی ہے جس کے متعلق ہم نے ذکر کیا اس کا نام اصیل تھا مثلہٗ یعنی اس کی مثل کہ اگر تمام اہلِ صنعاء اس قتل میں شریک ہوں تو میں ان سب کو قتل کردوں گا۔

حدیثِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت ابن الزبیر اور حضرت علی اور حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہم نے ایک تھپڑ کا قصاص لیا۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سوید بن مقرن المزنی رضی اللہ عنہم نے ایک تھپڑ مارنے کا قصاص لیا، اس تعلیق میں ''لطمۃ'' کا ذکر ہے اور اس کا معنی ہے: ہاتھ سے رخسار پر مارنا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اثر کی امام ابن ابی شیبہ نے اپنے اثر کے ساتھ طارق بن شہاب سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک دن اس مرد کو تھپڑ مارا جس نے تھپڑ مارا تھا۔

اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے اثر کی بھی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک تھپڑ کا قصاص لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر کی بھی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مرد کے متعلق فرمایا جس کو کسی نے تھپڑ مارا تھا تو آپ نے مظلوم سے فرمایا کہ قصاص لو۔ اور حضرت سوید بن مقرّن رضی اللہ عنہ کے اثر کی از سفیان بن سعید از مغیرہ از ابراہیم از شعبی روایت ہے۔

حدیثِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درّہ کی ضرب سے قصاص لیا'' یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دِرّہ کی ضرب کی وجہ سے قصاص لیا (دِرّہ اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے ضرب لگائی جائے)۔ اس اثر کی امام ابو الفرج الاصبہانی نے اپنی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تاریخ میں سندِ ضعیف سے روایت کی ہے۔

حدیثِ مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین کوڑوں کا قصاص لیا" یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارنے والے سے اس وجہ سے قصاص لیا کہ اس نے تین کوڑوں سے زیادہ مارے تھے۔

اس اثر کی امام ابوبکر بن شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن معقل سے روایت کی ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا تو آپ کے پاس ایک مرد آیا جس نے آپ سے چپکے چپکے بات کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے قنبر! اس کو لے جاؤ اور اس کو کوڑے مارو، تو جس کو کوڑے لگائے تھے وہ آیا، اس نے کہا: اس نے مجھ کو تین کوڑوں سے زیادہ مارے ہیں، پس اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: یہ سچ کہتا ہے اے امیر المومنین! تو آپ نے فرمایا: تم کوڑا اٹھاؤ اور اس کو تین کوڑے مارو، پھر آپ نے فرمایا: اے قنبر! جب تم کوڑے مارو تو حدود میں تجاوز نہ کرنا۔

حدیثِ مذکور کی پانچویں تعلیق کی شرح

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ "شریح نے کوڑے اور خراش سے قصاص لیا"۔ یعنی شریح بن الحارث القاضی نے کوڑے اور خراش سے قصاص لیا۔

اس اثر کی امام سعید بن منصور نے ابراہیم نخعی کی سند سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرد شریح کے پاس آیا، پس اس نے کہا: اپنے جلواز (سپاہی) سے میرا قصاص لیں، تو شریح نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا: ان لوگوں نے آپ کے اوپر رش کیا تھا تو میں نے اس کو کوڑا مارا، تو شریح نے اس سے قصاص لیا۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے از اسحاق از شریح روایت کی ہے کہ انہوں نے تھپڑ اور خراش کا قصاص لیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ جلواز کا معنی ہے شرطی یعنی سپاہی، جو چمڑے کے ٹکڑے کو درمیان سے باندھتا ہے۔

اللیث اور ابن القاسم نے کہا ہے: اگر کوڑے سے ضرب لگائی جائے تو اس میں قصاص لیا جائے گا سوا اس تھپڑ کے جو آنکھ پر مارا جائے، اس میں سزا دی جائے گی۔ اور امام مالک اور جمہور کا قول یہ ہے کہ تھپڑ کا قصاص نہیں لیا جائے گا سوا اس صورت کے کہ اس تھپڑ سے زخم پڑ جائے تو اس میں دو آدمی فیصلہ کریں گے اور قصاص نہ لینے کا سبب یہ ہے کہ اس میں مماثلت مشکل ہے۔ اور اگر تھپڑ رخسار پر ہو تو اس میں قصاص ہے اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ تھپڑ میں قصاص نہیں ہے اور یہ قول حسن بصری اور قتادہ سے مروی ہے اور یہی امام مالک اور فقہاء احناف کا اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام شافعی نے کہا: اگر تھپڑ مارنے سے زخم پڑ جائے تو اس کے متعلق دو آدمی فیصلہ کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۵-۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۸۹۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن ابی عائشہ نے حدیث بیان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَرَضِهِ وَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا لَا تَلُدُّونِي قَالَ فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ بِالدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي قَالَ قُلْنَا كَرَاهِيَةٌ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَبْقَى مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ۔

کی از عبید اللہ بن عبد اللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں آپ کے حلق میں دوائی ڈالی اور آپ ہمیں اشارہ سے فرما رہے تھے کہ میرے حلق میں دوائی نہ ڈالو، ہم نے کہا: جیسے بیمار آدمی دوا کو ناپسند کرتا ہے، اس طرح آپ فرما رہے ہیں۔ پس جب آپ تندرست ہو گئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو دوا ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا؟ عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا: ہم نے کہا: دوا کو ناپسند کرنے کی وجہ سے آپ نے منع کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں بچے گا مگر اس کے حلق میں دوا ڈالی جائے گی اور میں دیکھ رہا ہوں گا سوائے عباس کے کیونکہ وہ تمہارے ساتھ حاضر نہیں تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۴۵۸، ۵۷۱۲، ۶۸۸۶، ۶۸۹۷، صحیح مسلم: ۲۲۱۳، مسند احمد: ۲۴۲۷۳)

صحیح البخاری: ۶۸۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث عنقریب "باب القصاص بین الرجال والنساء" میں گزر چکی ہے، وہاں اس کی روایت از عمرو بن علی از یحییٰ کی تھی۔ اور یہاں اس کی روایت از مسدد از یحییٰ القطان از سفیان ثوری از موسیٰ بن ابی عائشہ الہمدانی از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: دوا ڈالنے کی حدیث صراحۃً قصاص کے متعلق نہیں ہے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو سزا دی ہو کیونکہ انہوں نے آپ کے امر کی مخالفت کی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت پر ایک سوال کا جواب

شارح التراجم نے کہا ہے: رہا تھپڑ مارنے سے قصاص لینا اور درّہ سے اور کوڑوں سے، پس یہ باب کے عنوان سے نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایک شخص سے قصاص لیا گیا ہے۔

اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب ایسی حقیر چیزوں میں ایک شخص سے قصاص لیا گیا ہے تو بڑے بڑے امور میں مثلاً قتل وغیرہ میں اور ہاتھ کاٹنے میں اور اس کے مثل جرائم میں کسی جماعت سے قصاص کیوں نہیں لیا جائے گا!

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۲- بَابُ: الْقَسَامَةِ
قسامت (اہلِ محلہ یا اہلِ علاقہ سے قسم لینے کا بیان)

وَقَالَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: لَمْ يُقِدْ بِهَا مُعَاوِيَةُ

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ أَرْطَاةَ وَكَانَ أَمَّرَهُ عَلَى الْبَصْرَةِ فِي قَتِيلٍ وُجِدَ عِنْدَ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ السَّمَّانِينَ: إِنْ وَجَدَ أَصْحَابُهُ بَيِّنَةً وَإِلَّا فَلَا تَظْلِمِ النَّاسَ، فَإِنَّ هَذَا لَا يُقْضَى فِيهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

اشعث بن قیس نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے دو گواہ ہوں گے یا اس کی قسم ہوگی۔

اور ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ معاویہ نے قسامت سے قصاص کا حکم نہیں دیا۔

عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کی طرف مکتوب لکھا جن کو انہوں نے بصرہ کا اس مقدمہ میں حاکم بنا دیا تھا، جس میں گھی بیچنے والوں کے گھروں میں سے کسی گھر کے پاس ایک مقتول پایا گیا تھا: اگر مقتول کے وارثوں کے پاس کوئی گواہ ہو تو ٹھیک ہے ورنہ تم لوگوں پر ظلم نہ کرنا، کیونکہ اس مقدمہ کا قیامت تک کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں قسامت اور اس کے احکام کا بیان کیا گیا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: قسامت کا لفظ خون پر قسم لینے سے ماخوذ ہے یا یہ قسم کو تقسیم کرنے سے ماخوذ ہے، جب تم قسم کھاؤ تو کہا جاتا ہے ''اقسمت'' اور صحیح یہ ہے کہ قسامت، قسموں کا نام ہے۔

الازہری نے کہا ہے: قسامت اس چیز کا اسم ہے جس میں مقتول کے ورثاء مقتول کے خون کے استحقاق پر قسم لیتے ہیں۔

اور ابن سیدہ نے کہا: قسامت اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی چیز پر قسم کھاتی ہے یا کسی چیز کی گواہی دیتی ہے۔ اور قسامت کی قسم مقتول کے ورثاء کی طرف منسوب ہے، پھر اس کا اطلاق قسموں پر کیا جاتا ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ اگر کسی علاقہ میں کسی مسلمان مقتول کو پایا جائے اور یہ پتا نہ چلے کہ اس کا قاتل کون ہے اور نہ اس کے خلاف کوئی گواہ ہوں تو پھر علاقہ کے پچاس مردوں سے یہ قسم لی جاتی ہے کہ نہ انہوں نے قتل کیا ہے اور نہ وہ قاتل کو جانتے ہیں، اگر وہ قسم کھالیں کہ نہ انہوں نے قتل کیا ہے اور نہ وہ قاتل کو جانتے ہیں تو پھر ان سب کو مل کر اس مقتول کی دیت ادا کرنی ہوگی، اس کو قسامت کہتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم دو گواہ پیش کرو ورنہ یہ قسم کھائے گا''۔

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے کہا ہے: امام بخاری نے اس تعلیق کے ذکر سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب کی حدیث میں سعید بن عبید کی روایت کو ترجیح ہے کہ قسامت میں مدعٰی علیہم سے قسم لینے کی ابتداء کی جاتی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ قسامت کے سبب سے قتل کرنے کو ترک کر دیا جائے گا، کیونکہ انہوں نے اس باب کے شروع میں اولاً اشعث بن قیس کی حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں حکم گواہ یا قسموں میں منحصر ہے، پھر اس کے بعد امام بخاری نے ابن ابی ملیکہ اور عمر بن عبد العزیز کی مرسل حدیثیں بغیر سند کے ذکر کی ہیں اور امام ابن ابی شیبہ نے از عبد الرحیم بن سلیمان از الحسن روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور متقدمین کی جماعت قسامت کے سبب سے قتل نہیں کرتے تھے اور انہوں نے ابراہیم سے ان کی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ قسامت کے سبب سے قصاص لینا ظلم ہے اور ابو معشر کی روایت میں ہے کہ قسامت کے سبب سے دیت کا استحقاق ہوتا ہے اور اس میں قصاص نہیں لیا جاتا، اسی طرح سے قتادہ نے کہا ہے۔

یہ تعلیق اشعث بن قیس سے مروی ہے، یہ الکندی ہیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ساٹھ سواروں کے ساتھ کندہ سے آئے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ اسلام سے مرتد ہو گئے، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہ اسلام کی طرف لوٹ آئے اور چالیس (۴۰) ہجری میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد قتل کر دیے گئے اور ان کی نمازِ جنازہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے پڑھی۔ اور ان کی پوری حدیث کافی طویل ہے جو کتاب الشہادات میں اور پھر کتاب الایمان والنذور میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی ہو چکی ہے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسامت کے سبب سے قصاص لینے کا حکم نہیں دیا"۔ یعنی عبد اللہ بن ابی ملیکہ نے کہا، اور ان کا نام زہیر ہے اور یہ عبد اللہ کے دادا ہیں اور ان کے باپ عبد الرحمٰن ہیں، یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں اور یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے قاضی تھے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "انہوں نے قصاص نہیں لیا" یعنی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے قسامت میں قصاص لینے کا حکم نہیں دیا۔ اس تعلیق کی حماد بن سلمہ نے اپنی مصنف میں از ابن ابی ملیکہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے قسامت کے متعلق سوال کیا تو میں نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے قسامت کے سبب سے قصاص لیا تھا، اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے قسامت کے سبب سے قصاص نہیں لیا تھا۔

امام بیہقی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف روایت کی ہے اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسامت کے سبب سے قصاص لیا ہے۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے عدی بن ارطاۃ، یہ الفزاری ہیں اور اہلِ دمشق سے ہیں۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "وكان امّره" یعنی عمر بن عبد العزیز نے ان کو ننانوے ہجری (۹۹ھ) میں بصرہ کا حاکم بنا دیا تھا اور ان کو معاویہ بن یزید بن المہلب نے ایک سو دو (۱۰۲) ہجری کے آخر میں قتل کر دیا تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس تعلیق میں مذکور ہے "فی قتیل" یعنی کسی مقتول کے معاملہ میں۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "السمانین" یہ سمان کی جمع ہے، یعنی گھی بیچنے والے۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "ان وجد" یعنی عمر بن عبدالعزیز کی کتاب میں لکھا ہوا تھا کہ اگر مقتول کے وارثوں کو کوئی گواہ مل گیا تو پھر اس کے مطابق فیصلہ کر دو۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "والا" یعنی اگر مقتول کے وارثوں کو گواہ نہیں ملا تو تم لوگوں پر ظلم نہ کرو، یعنی تم کسی چیز کا فیصلہ نہ کرو، کیونکہ یہ مقدمہ ان مقدمات میں سے ہے جن میں قیامت تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس مقدمہ میں غائب کے خلاف شہادت ہے اور اس کے خلاف شہادت ہے جس کی گنجائش نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے از عبدالاعلیٰ از معمر از الزہری روایت کی ہے کہ مجھے عمر بن عبدالعزیز نے بلایا اور مجھ سے قسامت کے متعلق سوال کیا اور کہا کہ مجھ پر یہ منکشف ہوا ہے کہ میں قسامت کو مسترد کر دوں، ایک اعرابی گواہی دیتا ہے اور ایک مرد غائب ہے وہ آتا ہے پس وہ گواہی دیتا ہے تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! بے شک آپ قسامت کو رد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد خلفاء نے قسامت کے ساتھ فیصلہ کیا ہے۔ اور ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ بے شک سلیمان بن یسار نے حدیث بیان کی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے قسامت کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی جس کے سبب سے قصاص لیا گیا ہو، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق:۲) اور اپنے دو نیک آدمیوں کو گواہ بنا لو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ (یوسف:۸۱)

(یوسف علیہ السلام کے بڑے بھائی نے اپنے دیگر بھائیوں سے کہا:) اپنے باپ کی طرف واپس جاؤ اور کہو: اے ہمارے باپ! بے شک آپ کے بیٹے (بنیامین) نے چوری کی ہے، اور ہم صرف اسی بات کی گواہی دے سکتے ہیں جو ہمارے علم میں ہو اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے ○

سلیمان نے کہا: پس میں کہتا ہوں کہ قسامت برحق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۶۔۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(میں کہتا ہوں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو قسامت کے سبب سے کسی سے قصاص نہیں لیا تھا، اس کا محمل یہ ہے کہ اگر چند مرد یہ قسم کھائیں کہ اس مقتول کو فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو ان کے قسم کھانے کی وجہ سے اس شخص سے مقتول کا قصاص نہیں لیا جائے گا، اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو کہا کہ قسامت کی وجہ سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اس کا بھی یہی محمل ہے کہ اگر چند آدمی یہ قسم کھائیں کہ اس مقتول کو فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو اس مقتول کا اس شخص سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اس وجہ سے انہوں نے کہا کہ میں اس قسامت کو رد کر دوں گا۔ سعیدی غفرلہ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٦٨٩٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ زَعَمَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَفَرًا مِنْ قَوْمِهِ انْطَلَقُوا إِلَى خَيْبَرَ فَتَفَرَّقُوا فِيهَا وَوَجَدُوا أَحَدَهُمْ قَتِيلًا وَقَالُوا لِلَّذِي وُجِدَ فِيهِمْ قَدْ قَتَلْتُمْ صَاحِبَنَا قَالُوا مَا قَتَلْنَا وَلَا عَلِمْنَا قَاتِلًا فَانْطَلَقُوا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ انْطَلَقْنَا إِلَى خَيْبَرَ فَوَجَدْنَا أَحَدَنَا قَتِيلًا فَقَالَ الْكُبْرَ الْكُبْرَ فَقَالَ لَهُمْ تَأْتُونَ بِالْبَيِّنَةِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ قَالُوا مَا لَنَا بَيِّنَةٌ قَالَ فَيَحْلِفُونَ قَالُوا لَا نَرْضَى بِأَيْمَانِ الْيَهُودِ فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُبْطِلَ دَمَهُ فَوَدَاهُ مِائَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبید نے حدیث بیان کی از بُشیر بن یسار، اس نے یہ گمان کیا کہ انصار کا ایک مرد جس کو سہل بن ابی حثمہ کہا جاتا تھا، اس نے یہ خبر دی کہ ان کی قوم کے چند لوگ خیبر کی طرف گئے، پس وہاں پر وہ متفرق ہو گئے اور انہوں نے ان میں سے ایک کو مقتول پایا تو انہوں نے اس سے کہا جن میں وہ مقتول پایا گیا تھا: تم نے ہمارے ساتھی کو قتل کر دیا ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے قتل نہیں کیا اور نہ ہم کو قاتل کا علم ہے، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے سو کہا: یا رسول اللہ! ہم خیبر کی طرف گئے، پس ہم نے اپنے سے ایک کو مقتول پایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو، بڑے کو بات کرنے دو، پھر آپ نے ان سے فرمایا: تم اس پر گواہ لا سکتے ہو جس نے اس کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے پاس کوئی گواہ نہیں ہے، فرمایا: پھر یہ لوگ قسم کھائیں گے؟ انہوں نے کہا: ہم یہود کی قسموں پر راضی نہیں ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا کہ اس مقتول کے خون کو رائیگاں قرار دیا جائے تو آپ نے صدقہ کے اونٹوں میں سے سو اونٹ اس کی دیت ادا فرما دیئے۔

(صحیح البخاری: ٣١٧٣، صحیح مسلم: ١٦٦٩، سنن نسائی: ٤٧١٤، سنن ترمذی: ١٤٢٢، سنن ابوداؤد: ٤٥٢١، سنن ابن ماجہ: ٢٦٧٧، مسند احمد: ١٦٨٢٥، موطا امام مالک: ١٦٣١)

صحیح البخاری: ٦٨٩٨، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں مذکور تعلیقات کے موافق روایت کی ہے جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ قسامت میں قصاص نہیں لیا جاتا اور قصاص گواہ اور قسم کے پیش کرنے پر منحصر ہے جیسا کہ الاشعث بن قیس کندی کی حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دکین ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن عبید، یہ ابوالھذیل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الطائی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُشیر بن یسار، یہ المدنی ہیں اور انصار کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

امام محمد بن سعد نے کہا: یہ شیخ کبیر فقیہ تھے، انہوں نے عامۃ الصحابہ کو پایا اور یحییٰ بن معین اور امام النسائی نے ان کی توثیق کی محمد بن اسحاق نے ان کی کنیت ابوکیسان رکھی، اور یہ سہل بن ابی حثمہ سے روایت کرتے ہیں، الحافظ المزی نے کہا: یہ سہل بن عبداللہ بن ابی حثمہ ہیں اور ان کا نام عامر بن ساعدہ الانصاری ہے اور ان کی کنیت ابویحییٰ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ابومحمد ہے۔

یہ حدیث کتاب الصلح اور کتاب الجزیہ میں اور کتاب الادب میں از سلیمان بن حرب گزر چکی ہے اور اس حدیث کی صحاح ستہ کے باقی محدثین نے بھی روایت کی ہے۔

امام طحاوی نے اس حدیث کی چار صحیح سندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔

بابِ مذکور کی حدیث کی شرح

الاول: امام طحاوی نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید، انہوں نے بُشیر بن یسار سے سنا از سہل بن ابی حثمہ، انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سہل خیبر کے قلب میں ایک کنویں میں مقتول پائے گئے، پس ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن سہل اور ان کے دو چچا حویصہ اور محیصہ جو مسعود کے بیٹے تھے وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس عبدالرحمٰن بات کرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو، بڑے کو بات کرنے دو، تمہارے دو چچاؤں میں سے ایک بات کرے یا حویصہ یا محیصہ، پس جو ان میں سے بڑا تھا اس نے بات کی، اس نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے عبداللہ بن سہل کو خیبر کے قلب میں ایک کنویں کے اندر مقتول پایا، اور یہ ذکر کیا کہ یہود ان سے عداوت رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا پس تم یہود کو ان کی پچاس قسموں کے بعد بری کر دو گے، وہ یہ قسم کھائیں گے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہم کیسے ان کی قسموں سے راضی ہوں گے حالانکہ وہ مشرک ہیں، آپ نے فرمایا: پھر تم میں سے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ انہوں نے اس کو قتل کیا تو انہوں نے جواب دیا: ہم کیسے اس چیز پر قسم کھائیں گے جس کو ہم نے دیکھا نہیں ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے اس کی دیت ادا کر دی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم نے اس حدیث کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اس باب کی حدیث کے لیے بمنزلہ شرح ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "زَعم" اس کا معنی ہے: اس نے کہا، اور ابن نمیر کی روایت میں "زَعَمَ" کا لفظ نہیں ہے بلکہ اس میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت سہل بن ابی حثمہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ان کو خبر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان نفرا" اس کا معنی ہے انسان کی جماعت اور اس کے رشتہ دار۔ اور یہ اسمِ جمع ہے جو خصوصیت کے ساتھ مردوں کی جماعت پر بولی جاتی ہے جو تین سے لے کر دس تک ہوں، اور اس کا اس لفظ سے واحد نہیں آتا۔ اور امام طحاوی نے اس جماعت کا بیان کیا ہے اور وہ یہ ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن سہل اور ان کے دو چچا حضرت حویصہ اور حضرت محیصہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وجدوا احدھم قتیلا" یعنی انہوں نے اس جماعت میں سے ایک کو مقتول پایا اور وہ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ تھے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "وقالوا للذی وجد فیھم" یعنی اس جماعت نے ان لوگوں سے کہا جن میں وہ مقتول پایا گیا تھا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "الکُبر، الکُبر" اس کا معنی ہے: بڑے کو بات کرنے دو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "ان یبطل" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا کہ ان کے مقتول کا خون رائیگاں قرار دیا جائے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فوداہ مائۃ من ابل الصدقۃ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں میں سے سو اونٹ اس مقتول کی دیت ادا فرمادی۔
بعض شارحین کا یہ زعم ہے کہ یہ سعید بن عبید جو اس حدیث کے راوی ہیں ان کی غلطی ہے، کیونکہ یحییٰ بن سعید کی روایت میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے سو اونٹ دیت ادا کی۔ اور ان دو روایتوں میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں میں سے سو اونٹ خریدے اور اپنے پاس سے دیت ادا کردی۔ اور "اپنے پاس سے" کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے بیت المال سے اس کی دیت ادا کی جس کو اس لیے وضع کیا گیا ہے تاکہ اس مال کو مسلمانوں کی مصلحت میں خرچ کیا جائے۔

حدیث مذکور سے مستنبط شدہ احکام

الاول: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو قتل کردیا جائے تو اس میں قسامت مشروع ہے اور یہ وہ طریقہ ہے جو زمانہ جاہلیت میں مقرر تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام میں بھی مقرر رکھا۔ فقہاء کی ایک جماعت نے قسامت کے حکم میں توقف کیا ہے، یہ سالم بن عبداللہ بن عمر، ابی قلابہ، عمر بن عبدالعزیز اور الحکم بن عتیبہ سے مروی ہے۔ اور ہم نے اس میں سے بعض کا ذکر کیا ہے۔
الثانی: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب چند لوگ دعویٰ کے کسی معنی میں مشترک ہوں تو اولیٰ یہ ہے کہ بات کی ابتداء بڑا آدمی کرے۔
الثالث: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدود کے مطالبہ میں کسی کو وکیل بنانا جائز ہے جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے چچا کو وکیل بنادیا تھا۔
الرابع: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاضر کی وکالت جائز ہے کیونکہ اس خون یا قصاص کے ولی اور وارث وہ حضرت عبدالرحمٰن بن سہل تھے جو مقتول کے بھائی تھے اور حضرت حویصہ اور محیصہ دونوں ان کے چچا کے بیٹے تھے اور ان میں سے بڑے کو وکیل بنایا گیا تھا۔
الخامس: اس حدیث میں قسامتِ واجبہ کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے: پس یحییٰ بن سعید، ابوالزناد، ربیعہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اللیث بن سعد نے کہا ہے: جو لوگ خون اور قصاص کے مدعی ہیں وہ حلف طلب کریں گے، پس جب مدعیٰ علیہم حلف اٹھالیں تو مدعی اپنے دعویٰ کے مستحق ہوجائیں گے اور یہ خصوصیت ہے قسامت میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے کہ مدعی پر لازم ہے کہ گواہ پیش کریں اور منکر اور مدعیٰ علیہ پر لازم ہے کہ وہ قسم کھائے تو قسامت کے معاملہ کو اس سے خاص کرلیا گیا ہے (یعنی اس میں مدعی کے گواہ اور مدعیٰ علیہ کی قسم کے بجائے جس جگہ مقتول پایا گیا ہے وہاں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے پچاس لوگوں سے قسم طلب کی جاتی ہے) کیونکہ عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور منکر پر قسم کھانا لازم ہے سوا قسامت کے''۔

امام بیہقی نے کہا: یہ حدیث اس سے مخصوص ہے ہمیں علی بن بشیر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن محمد المصری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مطرف بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزنجی نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گواہ پیش کرنا مدعی پر لازم ہے اور قسم کھانا منکر پر لازم ہے سوائے قسامت کے''۔

اور عثمان البتی، الحسن بن صالح، سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن شبرمہ، عامر الشعبی، ابراہیم النخعی، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے کہا کہ مدعٰی علیہم کی قسموں سے ابتداء کی جائے گی، پس وہ سب قسم کھائیں گے، پھر ان پر دیت لازم کردی جائے گی، یہ قول حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے مذہب پر عمرو بن شعیب کی حدیث سے اعتراض

(میں کہتا ہوں: گویا کہ ان فقہاء کے نزدیک اس معاملہ میں قسامت کی تخصیص نہیں ہے بلکہ عام قاعدہ کے موافق جب مدعی گواہ نہ پیش کر سکے تو مدعٰی علیہ سے قسم لی جائے گی، پھر اس پر دیت کو لازم کر دیا جائے گا۔ اور ان فقہاء کا یہ مذہب عمرو بن شعیب کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ مدعٰی پر گواہ پیش کرنا اور مدعی علیہ پر قسم کا لازم ہونا عام قاعدہ نہیں ہے بلکہ یہ قسامت کے ماسوا ہے، پھر ان فقہاء نے عمرو بن شعیب کی حدیث کے حسب ذیل جوابات ذکر کیے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

عمرو بن شعیب کی حدیث کے جوابات

علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ حدیث عمرو بن شعیب پانچ وجوہ سے معلول ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) عمرو بن شعیب کی حدیث کی سند میں ایک راوی ہے الزنجی، اس کا نام مسلم بن خالد ہے اور یہ امام شافعی کا شیخ ہے اور یہ راوی ضعیف ہے، امام بیہقی نے خود بھی سنن بیہقی میں باب ''من زعم ان التراویح بالجماعة افضل'' میں اس کی تصریح کی ہے اور ابن المدینی نے کہا ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے، اور ابوزرعہ اور بخاری نے کہا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔

(۲) عمرو بن شعیب کی حدیث کی سند میں زنجی از ابن جریج از عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں، حالانکہ ابن جریج نے عمرو بن شعیب سے سماع نہیں کیا، اس کی بھی امام بیہقی نے حکایت کی ہے۔ نیز انہوں نے اپنی سنن کے باب ''وجوب الفطرة علی اهل البادية'' میں از امام بخاری ذکر کیا ہے کہ ابن جریج نے عمرو بن شعیب سے سماع نہیں کیا۔

(۳) حدیث عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود سے استدلال کرنا مختلف فیہ ہے۔

(۴) زنجی نے باوجود اپنے ضعف کے امام عبدالرزاق کی اور حجاج کی اور قتادہ کی مخالفت کی ہے، پس انہوں نے اس حدیث کو از ابن جریج از عمرو بن شعیب مرسلاً روایت کیا ہے، اسی طرح امام الدارقطنی نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے۔

(۵) زنجی مختلف فیہ ہے، امام ذہبی نے کہا کہ عثمان بن محمد بن عثمان الرازی نے بتایا: ہمیں مسلم بن خالد الزنجی نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء از حضرت ابوہریرہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مدعی پر گواہ لازم ہے اور منکر پر قسم لازم ہے سوا قسامت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے"۔ یعنی امام عبدالرزاق کی روایت میں ابن جریج از عطاء از ابوہریرہ روایت کرتے ہیں اور زنجی کی حدیث میں ابن جریج عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں۔ (خلاصہ یہ ہے کہ زنجی کی روایت اس وجہ سے بھی مخدوش ہے کہ یہ امام عبدالرزاق کی سند کے خلاف ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

حدیث مذکور سے مستنبط شدہ چھٹا حکم

جب کسی محلہ میں کوئی مقتول پایا جائے تو اہلِ محلہ پر دیت اور قسامت لازم ہے۔

حافظ ابو عمر بن عبد البر المالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ سے جو احکام مروی ہیں ہمیں ان میں سے کسی حکم میں اضطراب اور تضاد کا علم نہیں ہے جیسا کہ اس معاملہ میں اضطراب اور تضاد ہے، کیونکہ اس معاملہ میں آثار متضاد ہیں اور متناقض ہیں اور ان کا قصہ ایک ہے۔

ابو القاسم البلخی نے "معرفۃ الرجال" میں از ابن اسحاق روایت کی ہے کہ میں نے سنا عمرو بن شعیب مسجد حرام میں حلف اٹھا کر کہتے تھے: اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے! حضرت سہل بن حثمہ رضی اللہ عنہ کی قسامت میں حدیث اس طرح نہیں ہے جیسا کہ وہ حدیث بیان کی گئی ہے اور بے شک اس میں وہم کیا گیا ہے۔

حافظ ابو عمر نے کہا: اہلِ حدیث کی جماعت نے سعید بن عبید کی حدیث میں خطاء کی ہے اور انہوں نے سعید بن عبید سے اس حدیث کی تخریج میں امام بخاری کی مذمت کی ہے کہ انہوں نے سعید بن عبید کی حدیث روایت کی اور یحییٰ بن سعید کی روایت کو ترک کر دیا۔

الاصیلی نے کہا: اس حدیث کو چھ راویوں نے سندِ متصل سے روایت کیا ہے یحییٰ، شعبہ، سفیان بن عیینہ، عبد الوہاب الثقفی، عیسیٰ بن حماد، بشر بن المفضل اور ان چھ راویوں نے اس حدیث کو سندِ متصل سے روایت کیا ہے اور امام مالک نے از یحییٰ بن سعید از بُشیر بن یسار اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے اور انہوں نے سہل بن ابی حثمہ کا ذکر نہیں کیا۔

اور الاثرم نے کہا: امام احمد نے کہا کہ قسامت میں میرا مذہب یہ ہے کہ بُشیر کی روایت جو یحییٰ سے ہے اس کو حفاظ نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ سعید بن عبید کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

اور امام نسائی نے کہا ہے: میرے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس نے سعید بن عبید کی بشیر سے روایت پر متابعت کی ہو۔

اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے: امام الدار قطنی نے حبیب بن ابی ثابت کی حدیث از بُشیر اس کی مثل روایت کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یحییٰ بن سعید کی حدیث کی امام مسلم نے متعدد سندوں کے ساتھ روایت کی ہے، ان میں سے ایک سند وہ ہے جس کی امام مسلم نے روایت کی اور کہا: ہمیں حدیث بیان کی قتیبہ بن سعید نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی لیث نے از یحییٰ بن سعید از بشیر بن یسار از سہل بن ابی حثمہ، یحییٰ نے کہا: اور میں نے گمان کیا ہے کہ انہوں نے کہا اور از رافع بن خدیج ان دونوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن سہل بن زید اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید نکلے حتیٰ کہ خیبر میں پہنچے، وہاں پر دونوں الگ الگ ہو گئے، پھر حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو مقتول پایا، سو ان کو دفن کر دیا، پھر وہ رسول اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور حضرت حویصہ بن مسعود اور حضرت عبدالرحمن بن سہل اور وہ قوم میں چھوٹے تھے، پس حضرت عبدالرحمن اپنے صاحب سے پہلے بات کرنے لگے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمر میں بڑا ہے اسے بات کرنے دو، پس وہ خاموش ہو گئے اور ان کے دونوں صاحبوں نے بات کی اور انہوں نے بھی ان کے ساتھ بات کی، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے کا ذکر کیا، پس آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم پچاس قسمیں کھاؤ گے، پھر تم اپنے صاحب کے مستحق ہو جاؤ گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم کیسے قسم اٹھائیں حالانکہ ہم اس موقع پر موجود نہیں تھے؟ آپ نے فرمایا: پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر تم سے بری ہو جائیں گے، تو انہوں نے کہا: ہم کفار کی قسموں کو کیسے قبول کریں؟ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاملہ دیکھا تو آپ نے مقتول کی دیت ادا کر دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۸۔۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٨٩٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَسَدِيُّ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ مِنْ آلِ أَبِي قِلَابَةَ حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَبْرَزَ سَرِيرَهُ يَوْمًا لِلنَّاسِ ثُمَّ أَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا فَقَالَ مَا تَقُولُونَ فِي الْقَسَامَةِ قَالَ نَقُولُ الْقَسَامَةُ الْقَوَدُ بِهَا حَقٌّ وَقَدْ أَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَالَ لِي مَا تَقُولُ يَا أَبَا قِلَابَةَ وَنَصَبَنِي لِلنَّاسِ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عِنْدَكَ رُؤُسُ الْأَجْنَادِ وَأَشْرَافُ الْعَرَبِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ خَمْسِينَ مِنْهُمْ شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ مُحْصَنٍ بِدِمَشْقَ أَنَّهُ قَدْ زَنَى لَمْ يَرَوْهُ أَكُنْتَ تَرْجُمُهُ قَالَ لَا قُلْتُ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ خَمْسِينَ مِنْهُمْ شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ بِحِمْصَ أَنَّهُ سَرَقَ أَكُنْتَ تَقْطَعُهُ وَلَمْ يَرَوْهُ قَالَ لَا قُلْتُ فَوَاللَّهِ مَا قَتَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَحَدًا قَطُّ إِلَّا فِي إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ رَجُلٌ قَتَلَ بِجَرِيرَةِ نَفْسِهِ فَقُتِلَ أَوْ رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانٍ أَوْ رَجُلٌ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ الْقَوْمُ أَوَلَيْسَ قَدْ حَدَّثَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَطَعَ فِي السَّرَقِ وَسَمَرَ الْأَعْيُنَ ثُمَّ نَبَذَهُمْ فِي الشَّمْسِ فَقُلْتُ أَنَا أُحَدِّثُكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بشر اسماعیل بن ابراہیم الاسدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن ابی عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی ابو رجاء نے آل ابی قلابہ سے، انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی ابو قلابہ نے کہ بے شک عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن اپنا تخت لوگوں کے لیے باہر نکالا، پھر لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت دی، پس لوگ داخل ہوئے، پس عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا: تم لوگ القسامت کے متعلق کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے بیان کیا: ہم کہتے ہیں کہ قسامت سے قصاص لینا برحق ہے اور قسامت سے خلفاء نے قصاص لیا ہے، ابو قلابہ نے بیان کیا: مجھ سے عمر بن عبدالعزیز نے کہا: آپ کیا کہتے ہیں ابو قلابہ! اور مجھے لوگوں کے لیے کھڑا کر دیا، تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کے پاس لشکروں کے سردار ہیں اور عرب کے معزز لوگ ہیں آپ یہ بتایئے کہ اگر ان میں سے پچاس مرد کسی شادی شدہ مرد کے خلاف دمشق میں خبر دیں کہ اس نے زنا کیا ہے اور انہوں نے اس کو دیکھا نہ ہو تو کیا آپ اس شخص کو رجم کر دیں گے؟ عمر بن عبدالعزیز نے کہا: نہیں! ابو قلابہ نے بیان کیا: میں نے کہا: یہ بتایئے کہ اگر ان میں سے پچاس آدمی کسی مرد کے خلاف حمص میں گواہی دیں کہ اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حَدِيثَ أَنَسٍ حَدَّثَنِي أَنَسٌ أَنَّ نَفَرًا مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً
قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَبَايَعُوهُ عَلَى
الْإِسْلَامِ فَاسْتَوْخَمُوا الْأَرْضَ فَسَقِمَتْ أَجْسَامُهُمْ
فَشَكَوْا ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ أَفَلَا
تَخْرُجُونَ مَعَ رَاعِينَا فِي إِبِلِهِ فَتُصِيبُونَ مِنْ أَلْبَانِهَا
وَأَبْوَالِهَا قَالُوا بَلَى فَخَرَجُوا فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا
وَأَبْوَالِهَا فَصَحُّوا فَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
وَأَطْرَدُوا النَّعَمَ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
فَأَرْسَلَ فِي آثَارِهِمْ فَأُدْرِكُوا فَجِيءَ بِهِمْ فَأَمَرَ بِهِمْ
فَقُطِعَتْ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ ثُمَّ نَبَذَهُمْ فِي
الشَّمْسِ حَتَّى مَاتُوا قُلْتُ وَأَيُّ شَيْءٍ أَشَدُّ مِمَّا صَنَعَ
هَؤُلَاءِ ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ وَقَتَلُوا وَسَرَقُوا فَقَالَ
عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّهِ إِنْ سَمِعْتُ كَالْيَوْمِ قَطُّ فَقُلْتُ
أَتَرُدُّ عَلَيَّ حَدِيثِي يَا عَنْبَسَةُ قَالَ لَا وَلَكِنْ جِئْتَ
بِالْحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ وَاللَّهِ لَا يَزَالُ هَذَا الْجُنْدُ بِخَيْرٍ
مَا عَاشَ هَذَا الشَّيْخُ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ قُلْتُ وَقَدْ كَانَ فِي
هَذَا سُنَّةٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهِ نَفَرٌ
مِنَ الْأَنْصَارِ فَتَحَدَّثُوا عِنْدَهُ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِنْهُمْ بَيْنَ
أَيْدِيهِمْ فَقُتِلَ فَخَرَجُوا بَعْدَهُ فَإِذَا هُمْ بِصَاحِبِهِمْ
يَتَشَحَّطُ فِي الدَّمِ فَرَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَاحِبُنَا كَانَ تَحَدَّثَ مَعَنَا
فَخَرَجَ بَيْنَ أَيْدِينَا فَإِذَا نَحْنُ بِهِ يَتَشَحَّطُ فِي الدَّمِ
فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ بِمَنْ تَظُنُّونَ أَوْ مَنْ
تَرَوْنَ قَتَلَهُ قَالُوا نَرَى أَنَّ الْيَهُودَ قَتَلَتْهُ فَأَرْسَلَ إِلَى
الْيَهُودِ فَدَعَاهُمْ فَقَالَ آنْتُمْ قَتَلْتُمْ هَذَا قَالُوا لَا قَالَ
أَتَرْضَوْنَ نَفَلَ خَمْسِينَ مِنَ الْيَهُودِ مَا قَتَلُوهُ فَقَالُوا
مَا يُبَالُونَ أَنْ يَقْتُلُونَا أَجْمَعِينَ ثُمَّ يَنْتَفِلُونَ قَالَ

نے چوری کی ہے تو کیا آپ اس کے ہاتھ کاٹ دیں گے حالانکہ ان لوگوں نے اس شخص کو نہیں دیکھا؟ عمر بن عبدالعزیز نے کہا: نہیں! میں نے کہا: پس اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کو ہرگز قتل نہیں کیا مگر تین دفعوں میں سے ایک دفعہ کی بناء پر: کسی مرد نے اپنے نفس کو گناہ کی طرف کھینچ کر کسی کو قتل کیا ہو تو اس کو قتل کر دیا گیا، یا کسی مرد نے نکاح کے بعد زنا کیا ہو، یا کسی مرد نے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی ہو اور اسلام سے مرتد ہو گیا ہو، پھر لوگوں نے کہا: کیا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نہیں بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے چوری کے سبب سے ہاتھ کاٹ دیا اور آپ نے لوہے کی گرم سلائیاں آنکھوں میں پھیریں اور پھر ان کو دھوپ میں ڈال دیا، پس میں نے کہا: میں آپ کے سامنے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرتا ہوں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ عکل کے ایک قبیلہ سے آٹھ آدمیوں کی جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، پس انہوں نے اسلام پر بیعت کی، پھر ان کو وہ زمین موافق نہیں آئی تو ان کے جسم بیمار ہو گئے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: کیا تم ہمارے چرواہے کے ساتھ اونٹوں کی طرف نہیں نکلتے، پس تم ان کا دودھ اور ان کا پیشاب پاؤ گے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پس وہ گئے اور انہوں نے اونٹنیوں کا دودھ پیا اور ان کا پیشاب پیا، پھر وہ تندرست ہو گئے، پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، رسول اللہ ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے صحابہ کو بھیجا، پس وہ پکڑ لیے گئے، سو ان کو لایا گیا، پھر آپ کے حکم سے ان کے ہاتھ اور ان کے پیر کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں اور پھر ان کو دھوپ میں پھینک دیا حتیٰ کہ وہ مر گئے، میں نے کہا: اس سے زیادہ کون سا سنگین کام ہو گا جو ان لوگوں نے کیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَفَتَسْتَحِقُّونَ الدِّيَةَ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْكُمْ قَالُوا مَا كُنَّا لِنَحْلِفَ فَوَدَاهُ مِنْ عِنْدِهِ قُلْتُ وَقَدْ كَانَتْ هُذَيْلٌ خَلَعُوا خَلِيعًا لَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَطَرَقَ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْيَمَنِ بِالْبَطْحَاءِ فَانْتَبَهَ لَهُ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَحَذَفَهُ بِالسَّيْفِ فَقَتَلَهُ فَجَاءَتْ هُذَيْلٌ فَأَخَذُوا الْيَمَانِيَّ فَرَفَعُوهُ إِلَى عُمَرَ بِالْمَوْسِمِ وَقَالُوا قَتَلَ صَاحِبَنَا فَقَالَ إِنَّهُمْ قَدْ خَلَعُوهُ فَقَالَ يُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْ هُذَيْلٍ مَا خَلَعُوهُ قَالَ فَأَقْسَمَ مِنْهُمْ تِسْعَةٌ وَأَرْبَعُونَ رَجُلًا وَقَدِمَ رَجُلٌ مِنْهُمْ مِنَ الشَّامِ فَسَأَلُوهُ أَنْ يُقْسِمَ فَافْتَدَى يَمِينَهُ مِنْهُمْ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَأَدْخَلُوا مَكَانَهُ رَجُلًا آخَرَ فَدَفَعَهُ إِلَى أَخِي الْمَقْتُولِ فَقُرِنَتْ يَدُهُ بِيَدِهِ قَالُوا فَانْطَلَقَا وَالْخَمْسُونَ الَّذِينَ أَقْسَمُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِنَخْلَةَ أَخَذَتْهُمُ السَّمَاءُ فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي الْجَبَلِ فَانْهَجَمَ الْغَارُ عَلَى الْخَمْسِينَ الَّذِينَ أَقْسَمُوا فَمَاتُوا جَمِيعًا وَأَفْلَتَ الْقَرِينَانِ وَاتَّبَعَهُمَا حَجَرٌ فَكَسَرَ رِجْلَ أَخِي الْمَقْتُولِ فَعَاشَ حَوْلًا ثُمَّ مَاتَ قُلْتُ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ أَقَادَ رَجُلًا بِالْقَسَامَةِ ثُمَّ نَدِمَ بَعْدَ مَا صَنَعَ فَأَمَرَ بِالْخَمْسِينَ الَّذِينَ أَقْسَمُوا فَمُحُوا مِنَ الدِّيوَانِ وَسَيَّرَهُمْ إِلَى الشَّامِ۔

تھا؟ وہ لوگ اسلام سے مرتد ہوئے اور انہوں نے قتل کیا اور انہوں نے چوری کی۔ پس عنبسہ بن سعید نے کہا: اللہ کی قسم! آج کے دن کی طرح میں نے کبھی نہیں سنا، پس میں نے کہا: اے عنبسہ! کیا تم میری سنائی حدیث کو رد کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں، لیکن آپ نے حدیث کو اس کی روایت کے مطابق بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم! یہ لشکر ہمیشہ اس وقت تک خیریت سے رہے گا جب تک کہ یہ شیخ ان کے درمیان میں ہے، میں نے کہا: اور بے شک اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، آپ کے پاس انصار کی ایک جماعت آئی پھر وہ آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہے، پھر ان میں سے ایک مرد ان کے سامنے سے نکلا، سو اس کو قتل کر دیا گیا، پس وہ لوگ اس کے بعد نکلے، پس انہوں نے اپنے ساتھی کو دیکھا وہ خون میں لتھڑا ہوا تھا، سو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹے، پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارا وہ ساتھی جس نے ہمارے ساتھ باتیں کی تھیں وہ ہمارے درمیان سے نکلا، ہم اس کے پیچھے گئے تو وہ خون میں لتھڑا ہوا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے، آپ نے فرمایا: تم کس کے خلاف گمان کرتے ہو یا کس کے خلاف تمہاری رائے ہے کہ اس نے اس کو قتل کیا ہے؟ انصار نے کہا: ہماری رائے یہ ہے کہ یہودیوں نے اس کو قتل کیا ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلایا، پھر ان سے فرمایا: تم نے اس کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ یہود میں سے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا؟ صحابہ نے کہا: یہود اس کی پرواہ نہیں کریں گے کہ وہ ہم سب کو قتل کر دیں اور پھر قسم کھالیں کہ انہوں نے قتل نہیں کیا، آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے پچاس آدمی قسم کھالیں تو تم دیت کے مستحق ہو جاؤ گے، صحابہ نے کہا: ہم قسم نہیں کھائیں گے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے دیت ادا کر دی۔ ابو قلابہ بیان کرتے ہیں میں نے کہا: قبیلہ ہذیل نے زمانہ جاہلیت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں اپنے ایک حلیف کو برادری سے نکال دیا، وہ بطحاء میں یمن کے ایک گھر میں رات کو چلا گیا، پس ان اہلِ یمن میں سے ایک مرد بیدار ہوا اور اس نے اس پر تلوار ماری اور اس کو قتل کر دیا، پھر قبیلہ ہذیل کے لوگ آئے اور انہوں نے اس یمنی کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حج کے موسم میں پیش کیا اور کہا کہ اس نے ہمارے ساتھی کو قتل کیا ہے، اس نے کہا کہ انہوں نے اس کو اپنی برادری سے نکال دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہذیل کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ انہوں نے اس کو نہیں نکالا تھا، پس ان میں سے انچاس مردوں نے قسم کھائی اور ایک مرد ان میں سے شام میں تھا وہ آیا، انہوں نے اس سے سوال کیا کہ وہ قسم کھائے اس نے اپنی قسم کا انہیں ایک ہزار درہم فدیہ دیا (اور اپنے آپ کو قسم سے چھڑا لیا) پھر انہوں نے اس شخص کے بدلہ میں ایک اور مرد کو داخل کر لیا اور اسے مقتول کے بھائی کے سپرد کیا اور اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ملایا، تو انہوں نے کہا: پس ہم گئے اور پچاس مرد وہ جنہوں نے قسم کھائی تھی حتیٰ کہ جب وہ وادی نخلہ میں پہنچے تو آسمان سے بارش آئی وہ سب ایک پہاڑ کے غار میں داخل ہو گئے تو ان پچاس کے اوپر جنہوں نے قسم کھائی تھی وہ پہاڑ گر گیا اور وہ سب مر گئے، اور جن دو مردوں نے ہاتھ ملائے تھے وہ نکل گئے، اور ایک پتھر نے ان کا پیچھا کیا اور اس نے مقتول کے بھائی کی ٹانگ کو توڑ ڈالا، وہ ایک سال تک تکلیف میں زندہ رہا پھر مر گیا، ابو قلابہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اور عبد الملک بن مروان نے ایک شخص کا قسامت سے بدلہ لیا، پھر وہ اس پر نادم ہوا کہ اس نے کیا کیا، پھر اس نے ان پچاس آدمیوں کو بلوایا جنہوں نے قسم کھائی تھی اور ان کا نام دفتر سے مٹا دیا اور ان کو شام کی طرف بھیج دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۷۲۷، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۹۹، صحیح مسلم: ۱۶۷۱، سنن ترمذی: ۷۲، سنن نسائی: ۴۰۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۸، مسند احمد: ۱۲۲۵۷)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۸۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے روایت کیا ہے کہ اولاً قسم مدعیٰ علیہ پر پیش کی جاتی ہے نہ کہ مدعی پر، جیسا کہ انصار کی جماعت کے قصہ میں مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوبشر کا ذکر ہے، وہ اسماعیل ہیں جو ابن علیّہ کے نام سے مشہور ہیں، یہ ان کی ماں اسدی کا نام ہے اور وہ منسوب ہیں بنو اسد بن خزیمہ کی طرف۔ نیز اس حدیث کی سند میں حجاج بن ابی عثمان کا ذکر ہے اور ابو عثمان کا نام میسرہ ہے، اور دوسرا قول ہے کہ ان کا نام سالم ہے اور حجاج کی کنیت ابوالصلت ہے اور اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں، اور وہ بصری ہے اور بنو کندہ کا آزاد شدہ غلام ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابورجاء کا ذکر ہے، ان کا نام سلیمان ہے اور یہ ابوقلابہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ابوقلابہ کا نام عبداللہ بن زید الجرمی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اور اس حدیث میں عمر بن عبدالعزیز کا ذکر ہے، وہ امیر المومنین ہیں اور خلفاء راشدین میں سے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابرز" یعنی انہوں نے اپنا تخت باہر نکال کر ظاہر کیا اور خلفاء کی عادت ہے کہ اس تخت پر خصوصیت کے ساتھ بیٹھتے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس تخت کو گھر کے باہر نکالا، یہ مراد نہیں ہے کہ سڑک پر نکالا۔ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب وہ شام میں خلیفہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم اذن له" یعنی پھر عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو ان کے پاس آنے کی اجازت دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "القسامة القود بها حق" یعنی قسامت کے ذریعہ قصاص لینا برحق ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وقد اقادت به الخلفاء" یعنی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اور عبدالملک بن مروان نے، کیونکہ ان سے منقول ہے کہ ان کا یہ نظریہ تھا کہ قسامت کے ذریعہ قصاص لیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ونصبنی" علامہ کرمانی نے بتایا یعنی ابوقلابہ نے کہا کہ مجھے عمر بن عبدالعزیز نے فتویٰ دینے کے لیے اور علم کی بات سنانے کے لیے تخت کے پیچھے بٹھا دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ابوقلابہ نے کہا: مجھے لوگوں سے مناظرہ کرنے کے لیے ظاہر کر دیا۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ ابوقلابہ تخت کے پیچھے تھے تو ان کو حکم دیا کہ وہ ظاہر ہو کر سامنے بیٹھیں اور یہ تفسیر زیادہ بہتر ہے اور اس کی موافقت ابوعوانہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ ابوقلابہ تخت کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے تو عمر بن عبدالعزیز ان کی طرف مڑے اور کہا: اے ابوقلابہ! تم اس مسئلہ میں کیا کہتے ہو؟ (کہ قسامت کے ذریعہ قصاص لیا جائے)۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رؤوس الاجناد" اجناد کے لفظ میں ہمزہ پر زبر ہے اور جیم ساکن ہے اور یہ جند کی جمع ہے، اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اجنادِ اصل میں انصار اور مددگار ہیں، پھر یہ لفظ لڑنے والے لشکروں میں مشہور ہو گیا۔

اور جب حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کو چار امراء پر تقسیم کر دیا۔ ہر امیر کے ساتھ ایک لشکر تھا، پس فلسطین، دمشق، حمص اور قنسرین ان میں سے ہر ایک کو لشکر کا نام دیا گیا اور ان کا نام اس لشکر پر تھا جو ان شہروں میں تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ چوتھا شہر الاردن تھا اور اس کے بعد قنسرین کا الگ ذکر کیا گیا۔ اور حضرت خالد بن ولید اور حضرت یزید بن ابی سفیان اور حضرت شرحبیل بن حسنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم ان لشکروں کے امیر اور سربراہ تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واشراف العرب" اور احمد بن حرب کی روایت میں ہے "اشراف الناس" اشراف، شرف کی جمع ہے، کہا جاتا ہے: فلاں شخص اپنی قوم کا شرف ہے، یعنی وہ شخص اپنی قوم کا کریم اور لوگوں کی قدر و قیمت والا ہے، لوگ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں اور اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دِمَشق" اس لفظ میں دال کے نیچے زیر ہے اور میم پر زبر ہے اور شین ساکن ہے، یہ شام کا مشہور شہر ہے اور اس میں انبیاء علیہم السلام کے مزارات ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حِمص" اس لفظ میں حاء کے نیچے زیر ہے اور میم ساکن ہے، یہ شام کا مشہور شہر ہے۔ (جب عمر بن عبدالعزیز نے ابوقلابہ سے ان کی رائے پوچھی تو ابوقلابہ نے کہا: یہ بتایئے اگر پچاس آدمی دمشق کے کسی شادی شدہ مرد کے خلاف یہ گواہی دیں کہ اس نے زنا کیا ہے اور ان لوگوں نے اس مرد کو دیکھا نہ ہو تو کیا آپ اس کو سنگسار کریں گے؟ عمر بن عبدالعزیز نے کہا: نہیں!)

شیخ ابوالحسن القابسی نے کہا ہے کہ ابوقلابہ نے اس کی مثال کیوں دی جس میں شبہ ہے، کیونکہ شہادت کا طریقہ قسم کے طریقہ کے خلاف ہے اور کہا: عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پر تعجب ہے کہ اس کے باوجود کہ ان کا علم میں بہت بڑا مرتبہ تھا انہوں نے ابوقلابہ کا اس مثال سے معارضہ کیوں نہیں کیا جب کہ ابوقلابہ فقہاء تابعین میں سے نہیں تھے اور لوگوں کے نزدیک ان کا شہر کے رہنے والوں میں شمار ہوتا تھا۔

اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی) نے کہا ہے کہ شیخ ابوالحسن القابسی کے کلام کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ شہادت میں اور قسم میں فرق ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول (حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ) کے وارثوں (عبدالرحمٰن بن سہل اور ان کے دو چچا حویصہ اور محیصہ) پر قسم کو پیش کیا اور آپ کو معلوم تھا کہ مقتول کے وارث خیبر میں موجود نہیں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الا فی احدیٰ ثلاث خصال" یعنی جو شخص تین اوصاف میں سے کسی ایک وصف کے ساتھ متصف ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، یعنی جس شخص نے ظلماً قتل کیا ہو تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا، یا جو شادی شدہ شخص زنا کرے یا جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرے اور اسلام سے مرتد ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی السرق" یہ لفظ سرقۃ، سرق، کا مصدر ہے، علامہ کرمانی نے کہا: سرق، سارق کی جمع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وسمر الاعین" اس کا معنی ہے: ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم نبذھم" پھر ان کو پھینک دیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے ''من عکل'' عین پر پیش ہے اور کاف ساکن ہے اور یہ ایک قبیلہ ہے۔
پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ کتاب الطہارت میں مذکور ہے کہ یہ لوگ عرینین میں سے تھے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں سے بعض عکل میں سے تھے اور بعض عرینین میں سے تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''ثمانیة'' یہ نفراً سے بدل ہے، یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ قبیلہ عکل سے آٹھ افراد آئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاستوخموا الارض'' یعنی وہ زمین ان کے موافق نہیں آئی اور انہوں نے اس زمین کو ناپسند کیا۔ اس لفظ کی اصل ''وخم'' ہے، کہا جاتا ہے ''وخم الطعام'' جب کوئی کھانا ثقیل ہو اور کھانے والا اس کو ہضم نہ کر سکے تو کہا جاتا ہے ''ھو وخیم''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فادرکوا'' یعنی وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چرا کر اور اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر کے بھاگ گئے، پھر ان کو پکڑ لیا گیا۔ یہ حدیث دس مرتبہ سے زیادہ گزر چکی ہے اور ان میں سے کتاب الوضو میں بھی گزری ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''عنبسہ بن سعید نے کہا: اللہ کی قسم! آج کی طرح بات میں نے کبھی نہیں سنی''۔ عَنْبَسَہ میں عین پر زبر ہے اور نون ساکن ہے اور باء اور سین پر زبر ہے، یہ عنبسہ بن سعید الاموی ہیں جو عمرو بن سعید الاشدق کے بھائی ہیں اور ان کے دادا کا نام العاص بن سعید بن العاص بن الامیہ ہے، اور عنبسہ ان کے گھر کے بہترین افراد میں سے تھے، عبدالملک بن مروان ان کے بھائی عمرو بن سعید کو قتل کرنے کے بعد ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا، ان سے حدیث کی روایت بھی ہے اور حجاج بن یوسف کے متعلق خبریں بھی ہیں، ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''ان سمعت کالیوم قط'' اِنْ میں ہمزہ کے نیچے زیر ہے اور نون ساکن ہے اور یہ نافیہ کے معنی میں ہے، اور اس جملہ کا معنی ہے: میں نے آج سے پہلے اس بات کی مثل نہیں سنی جو آج تم سے سنی ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''فقلت اترد علیّ؟'' اس کلام کے قائل ابوقلابہ ہیں، انہوں نے عنبسہ کے کلام سے یہ سمجھا کہ ابوقلابہ نے جو حدیث سنائی ہے یہ اس کا انکار کر رہے ہیں تو کہا: کیا تم میری سنائی ہوئی حدیث کا رد کرتے ہو؟
اس حدیث میں مذکور ہے ''قال: لا'' یعنی عنبسہ نے کہا: میں تمہارا رد نہیں کر رہا۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''ھذا الشیخ'' اس شیخ سے مراد ہے ابوقلابہ۔ عنبسہ نے کہا: جب تک ابوقلابہ تم لوگوں میں ہے تم لوگ خیریت کے ساتھ رہو گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی ھذا'' علامہ کرمانی نے کہا: اس واقعہ کی مثل میں سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ سے پہلے حلف لیا جائے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''اترضون نفل خمسین من الیھود ما قتلوہ'' یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے کا قصہ پیش کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے وارثوں یعنی عبدالرحمٰن بن سہل اور ان کے دو چچا حویصہ اور محیصہ سے فرمایا: کہ تم یہودیوں کی پچاس قسموں سے راضی ہو گے؟ اس حدیث میں ''نفل'' کا لفظ ہے، اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا معنی حلف اور قسم ہے۔ اور اصل میں نفل کا معنی ہے: نفی کرنا، اور چونکہ قسم قسامت میں قصاص کی نفی کرتی ہے اس لیے اس کو نفل کہا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقلت" اس کے قائل ابو قلابہ ہیں۔

اُس حدیث میں مذکور ہے "وقد کانت هذیل" ھذیل میں ہاء پر پیش ہے اور ذال پر زبر ہے اور یہ مشہور قبیلہ ہے جس کی نسبت ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی طرف تھی۔ یہ قصہ سندِ مذکور کے ساتھ ابو قلابہ کی طرف منسوب ہے لیکن یہ قصہ مرسلہ ہے، کیونکہ ابو قلابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خلیعا" خلیع کا لفظ فعیل کے وزن پر ہے اور خلیع اس مرد کے لیے کہا جاتا ہے جس سے اس کی قوم یہ کہے: نہ ہمارے لیے تم سے کوئی نفع ہے اور نہ ہم پر تم سے کوئی ضرر ہے، اور جب کوئی قوم اپنے حلف کو توڑ دے تو کہا جاتا ہے "تخالع القوم" اور اسی وجہ سے جب کوئی امیر معزول کیا جائے تو اس کو بھی خلیع کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بالبطحاء" یعنی مکہ کی پتھریلی زمین، اور یہ وہ وادی ہے جس میں سیلاب چھوٹی چھوٹی کنکریوں کو بہا کر لے آیا تھا اور بطحاء چھوٹی چھوٹی کنکریوں کو کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فرفعوہ الی عمر" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس انہوں نے اس مقدمہ کو حج کے موقع پر پیش کیا۔ اس حدیث میں "موسم" کا لفظ ہے، یعنی جب سال میں تمام حج کرنے والے جمع ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تسعة واربعون رجلا" یعنی انچاس مرد۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہذیل کے پچاس مرد قسم کھائیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق جائز ہے کیونکہ یہ کل کا اطلاق ہے اور ارادہ جزو کا کیا ہے، یا اس سے مراد پچاس تقریباً ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بنخلة" نون پر زبر ہے اور خاء ساکن ہے، یہ مکہ مکرمہ سے ایک رات کی مسافت پر جگہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اخذتهم السماء" یعنی ان کو بارش نے آلیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانهجم الغار" یعنی غار ان کے اوپر گر گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فماتوا جمیعا" وہ سب مر گئے، کیونکہ انہوں نے جھوٹی قسم کھائی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وافلت القرینان" القرینان سے مراد ہے دو ہاتھ ملانے والے، ان میں سے ایک مقتول کا بھائی تھا اور دوسرا وہ مرد تھا جس نے پچاس کے عدد کو مکمل کیا تھا اور یہ دونوں وہ تھے جنہوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اُفلت" یہ مجہول کا صیغہ ہے، یعنی ان دونوں نے چھٹکارا پالیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واتبعهما حجر" اس میں تاء مشدد ہے، یعنی ان دونوں کے اوپر ایک پتھر آ کر گرا جب وہ غار سے نکل رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قُلت" اس کے قائل ابو قلابہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فمحوا من الدیوان" یعنی ان کا نام اس رجسٹر سے نکال دیا گیا جس میں لشکر کے شرکاء کا نام لکھا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الی الشام" یعنی ان کو شام کی طرف نکال دیا گیا۔ اور احمد بن حرب کی روایت میں ہے "من الشام" یعنی ان کو شام سے نکال دیا گیا اور یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ عبدالملک کی امامت شام میں تھی، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب ان کو عراق سے اس لیے نکالا کہ انہوں نے مصعب بن زبیر سے جنگ کی تھی، پس اس وقت وہ اہلِ عراق سے ہو گئے اور ان کو شام کی طرف نکال دیا۔

علامہ القابسی نے کہا ہے: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے کس طرح ابوقلابہ کے قول کی بناء پر قسامت کو باطل کر دیا جب کہ قسامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ثابت ہے اور خلفاء راشدین نے اس پر عمل کیا ہے اور ابوقلابہ تو تابعین میں سے ہیں، انہوں نے اس مسئلہ کے متعلق ایک قول مرسل سنا جو مسند نہیں تھا اور اس کے باوجود ان پر انصار کا قصہ خیبر کے قصہ کی طرف پلٹ گیا، پس ایک قصہ کو دوسرے قصہ پر سوار کر دیا کیونکہ ان کا حافظہ کمزور تھا۔ اور اسی طرح انہوں نے حکایت مرسلہ کو سنا اس کے باوجود کہ اس کا قسامت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا، کیونکہ خلع کرنا قسامت نہیں ہے، اسی طرح عبدالملک کے مٹانے میں بھی کوئی حجت نہیں ہے۔ واللہ اعلم (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۱-۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قسامت کے حکم میں مذاہبِ اربعہ کا بیان

قسامت کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے، پس فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ قسامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس میں مدعین سے قسم لینے کی ابتداء کی جائے گی، اگر انہوں نے قسم اٹھالی (کہ فلاں شخص یا فلاں لوگ ہمارے قتیل کے قاتل ہیں) تو وہ قاتل کے مستحق ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے قسم کھانے سے انکار کیا تو پھر مدعیٰ علیہم سے پچاس قسمیں لی جائیں گی اور ان کو بری کر دیا جائے گا، یہ اہلِ مدینہ کا قول ہے: یحییٰ بن سعید، زناد کے دو بیٹے ربیعہ اور لیث، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ابوثور کا قول ہے۔

ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) کی دلیل

ان فقہاء کا استدلال امام بخاری کی اس روایت سے ہے جس کو انہوں نے "کتاب الجزیۃ" اور "کتاب الموادعۃ" میں روایت کیا ہے:

از بُشیر بن یسار از سہل بن ابی حثمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید خیبر کی طرف گئے اور ان دنوں خیبر میں صلح کا زمانہ تھا، پس وہ وہاں پر الگ الگ ہو گئے، پھر حضرت محیصہ، حضرت عبداللہ بن سہل کی طرف گئے اور وہ اپنے خون میں لت پت تھے اور قتل کیے جا چکے تھے، انہوں نے اس کو دفن کر دیا، پھر مدینہ آئے، پس حضرت عبدالرحمٰن بن سہل اور حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ (مسعود کے دونوں بیٹے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس حضرت عبدالرحمٰن بات کرنے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو، بڑے کو بات کرنے دو۔ اور حضرت عبد الرحمٰن بن سہل ان لوگوں میں سب سے چھوٹے تھے، پس وہ خاموش ہو گئے اور حضرت محیصہ اور حویصہ نے بات کی، پس آپ نے فرمایا: کیا تم قسم کھاؤ گے اور تم اپنے قاتل کے مستحق ہو جاؤ گے یا فرمایا: اپنے صاحب کے مستحق ہو جاؤ گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم کیسے قسم اٹھائیں حالانکہ ہم اس موقع پر حاضر نہیں تھے اور نہ ہم نے دیکھا تھا، آپ نے فرمایا: پھر تم کو پچاس یہودیوں کی قسمیں بری کر دیں گی تو انہوں نے کہا: ہم کیسے کفار قوم کی قسموں پر اعتماد کریں، پھر نبی ﷺ نے اپنے پاس سے اس مقتول کی دیت ادا فرما دی۔

(صحیح البخاری: ۳۱۷۳، صحیح مسلم: ۱۶۶۹، سنن نسائی: ۴۷۱۴، سنن ترمذی: ۱۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۱، سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۷، مسند احمد: ۱۶۸۲۵، موطا امام مالک: ۱۶۳۱)

صحیح البخاری کی روایت سے ائمہ ثلاثہ کی وجہِ استدلال

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو لوگ خون کا دعویٰ کریں ان سے قسم کی ابتداء کی جائے گی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ سے فرمایا: تم لوگ قسم کھاؤ کہ فلاں شخص قاتل ہے تو پھر تم اس قاتل کے مستحق ہو جاؤ گے اور آپ نے قسم کی ابتداء حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ سے کی جو اپنے مقتول کے خون کے مدعی تھے۔

قسامت کے حکم میں امام ابو حنیفہ اور دیگر فقہاء کا موقف

فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ مدعیٰ علیہم سے قسم لینے کی ابتداء کی جائے گی، پس ان سے قسم لی جائے گی اور ان کو چھوڑ دیا جائے گا، یہ مذہب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور از الشعبی اور نخعی منقول ہے، ثوری کا بھی یہی قول ہے اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے اور انہوں نے سعید بن عبید کی حدیث از بشیر بن یسار سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے انصار سے فرمایا: "جس نے قتل کیا ہے تم اس پر گواہ لاؤ تو انہوں نے کہا: ہمارے پاس کوئی گواہ نہیں ہے، آپ نے فرمایا: پس وہ تمہارے لیے قسم اٹھائیں گے تو انصار نے کہا: ہم یہود کی قسموں سے راضی نہیں ہیں"۔ (صحیح البخاری: ۶۸۹۸)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب مدعیین نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو نبی ﷺ نے مدعیٰ علیہم کی قسموں سے ابتداء کی اور وہ یہود ہیں اور فقہاء احناف وغیرہ یہی کہتے ہیں کہ مدعیٰ علیہم سے قسم کی ابتداء کی جائے گی۔

اور فقہاء احناف نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس کی ابن جریج نے از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں کہ دو عورتیں اپنے گھر میں یا اپنے حجرہ میں موزہ سی رہی تھیں، پس ان میں سے ایک باہر نکلی اور اس کی ہتھیلی میں سوئی چبھ گئی تو اس نے دوسری پر دعویٰ کیا (کہ تم نے یہ سوئی چبھوئی ہے) پھر یہ مقدمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگوں کے دعووں کے مطابق ان کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے تو وہ لوگوں کی جانوں اور مالوں کو لے جائیں گے (جب ان کے پاس گواہ نہیں ہیں) تم اس کے سامنے اللہ کا ذکر کرو (یعنی اس سے ڈراؤ) اور اس کے سامنے یہ آیت پڑھو:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران: ۷۷)

سو انہوں نے اس عورت کے سامنے اس آیت کو پڑھا تو اس عورت نے اعتراف کر لیا، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم مدعیٰ علیہ پر ہے"۔ (صحیح البخاری: ۴۵۵۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قسم مدعیٰ علیہ پر پیش کی جائے گی اور یہی امام ابو حنیفہ وغیرہم کا مذہب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر خون اور قصاص کے مدعی پر قسم کو پیش کیا جائے تو یہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے اور اگر مدعیٰ علیہ پر قسم کو پیش کیا جائے تو یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین کا مذہب ہے۔

قسامت میں تیسرا مذہب

قسامت میں تیسرا مذہب قسامت کے حکم کرنے میں توقف ہے، یہ مذہب سالم بن عبد اللہ اور ابو قلابہ اور عمر بن عبد العزیز اور حکم بن عتیبہ سے منقول ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل

ائمہ ثلاثہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ سعید بن عبید کی حدیث میں یہود سے ابتداء کرنے کا ذکر ہے اور وہ محدثین کے نزدیک معتبر ہیں، کیونکہ ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے بُشیر بن یسار کی حدیث کی حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے مسنداً روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعین سے قسم کی ابتداء کی ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ یہی کہتے ہیں کہ قسامت میں قسم لینے کی ابتداء مدعین سے کی جائے۔

یحییٰ بن سعید کی روایت کی بُشیر بن یسار کی روایت پر ترجیح

الاصیلی نے کہا: اس حدیث کی یحییٰ بن سعید سے شعبہ، سفیان بن عیینہ، عبد الوہاب الثقفی، حماد بن زید، عیسیٰ بن حماد اور بشر بن المفضل نے مسنداً روایت کی ہے۔ اور امام مالک نے اس حدیث کی از یحییٰ بن سعید از بُشیر بن یسار مرسلاً روایت کی ہے اور انہوں نے سہل بن ابی حثمہ کا ذکر نہیں کیا۔

اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے: قسامت میں، میں جس طرف گیا ہوں وہ یحییٰ بن سعید کی حدیث از بُشیر بن یسار ہے، کیونکہ بشیر بن یسار سے حفاظ نے اس کی موصولاً روایت کی ہے اور یہ سعید بن عبید کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

اصیلی نے کہا: پس یہ جائز نہیں ہے کہ واحد کی خبر سے جماعت کی خبر پر اعتراض کیا جائے اس کے باوجود سعید بن عبید نے اپنی حدیث میں کہا ہے: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں سے اس کی دیت ادا کر دی۔ اور صدقہ سے دیات کی ادائیگی نہیں کی جاتی اور نہ صدقہ کے اہل کے غیر سے صلح کی جاتی ہے۔

(ان محدثین نے یحییٰ از بشیر بن یسار از سہل بن ابی حثمہ کی روایت کو ترجیح دی ہے، اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کے مدعین پر قسم کو پیش کیا، یہ حدیث صحیح البخاری: ۳۱۷۳ میں ہے، اور اس حدیث کو سعید بن عبید از بشیر بن یسار پر ترجیح دی ہے، اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعین سے فرمایا کہ تم اس کے قاتل پر گواہ پیش کرو۔ (صحیح

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

البخاری:۶۸۹۸)اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ یحییٰ کی روایت کو چھ راویوں نے مسنداً روایت کیا ہے)۔

مذکورہ دو روایتوں میں وجہِ تطبیق

علامہ ابن القصار اور علامہ المہلب نے کہا ہے کہ سعید بن عبید کی حدیث اور یحییٰ بن سعید کی حدیث کو جمع کیا جاسکتا ہے، پس سعید بن عبید کی روایت کے متعلق کہا جائے گا کہ ہوسکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے یہ کہا ہو کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ یہود میں سے پچاس مرد یہ قسم کھائیں کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب انصار نے قسم کھانے سے انکار کردیا، کیونکہ انہوں نے یہود میں سے کسی شخص کو قاتل معین نہیں کیا تھا کہ جس کے خلاف وہ قسم کھاتے اور قسامت صرف معین شخص پر ہوتی ہے، پس جب آپ کو ان کی قسم سے انکار کا علم ہوا تو آپ نے قسم کو رد کردیا اور ان سے ان کے دعویٰ پر گواہ کا مطالبہ کیا جیسا کہ صحیح البخاری:۶۸۹۸ میں مذکور ہے، اور یحییٰ بن سعید کی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ اور حضرت عبدالرحمٰن پر قسم کو پیش کیا کہ تم قسم کھاؤ اور اپنے مقتول کے خون کے مستحق ہوجاؤ گے، اور جب انہوں نے قسم کھانے سے انکار کیا تو آپ نے ان سے فرمایا: پس یہود قسم کھا کر تم سے بری ہوجائیں گے جیسا کہ صحیح البخاری:۳۱۷۳ میں مذکور ہے۔

اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابن جریج نے از عطاء از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور منکر پر قسم کھانا لازم ہے سوائے قسامت کے''۔(سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۰۹)

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوگیا کہ قسامت میں قسم مدعیٰ علیہ کی جانب سے نہیں ہوتی۔

اور امام مالک نے الموطا میں اس مقالہ کے لیے ایسی دلیل پیش کی ہے جو کافی ہے، پس انہوں نے کہا کہ خون کے معاملہ میں قسامت اور باہمی حقوق میں قسم کے درمیان یہ فرق ہے کہ جب کوئی مرد کسی شخص سے کوئی قرض کا معاملہ کرتا ہے تو اس پر اس کا حق ثابت ہوجاتا ہے اور جب کوئی مرد دوسرے مرد کو قتل کرتا ہے تو اس کو لوگوں کی جماعت کے سامنے قتل نہیں کرتا وہ صرف تنہائی کو طلب کرتا ہے، پس اگر اس کے سوا قسامت مشروع نہ ہوتی جو گواہوں سے ثابت ہوتا ہے اور اس میں اس طرح عمل کیا جاتا جس طرح باقی حقوق میں عمل کیا جاتا ہے تو لوگوں کے خون ضائع ہوجاتے اور لوگ دوسروں کے قتل پر دلیر ہوجاتے جب وہ اس میں فیصلہ کا طریقہ جان لیتے، لیکن قسامت کو اس طرح مشروع کیا گیا کہ مقتول کے ورثاء قسم کے ساتھ ابتداء کریں گے تاکہ لوگ دوسروں کو قتل کرنے سے رک جائیں اور قاتل ڈرے کہ وہ اس کی مثل میں مقتول کے قول سے پکڑا جائے گا اور یہ چیز ہمارے نزدیک اجماعی ہے اور جس چیز کو میں نے پسندیدہ لوگوں سے سنا اور جس پر متقدمین اور متاخرین ائمہ کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ قسم کی ابتداء مدعین سے کی جائے گی۔

جن فقہاء نے قسامت کا انکار کیا ان کا رد

رہے وہ لوگ جنہوں نے قسامت کے ساتھ حکم کرنے کو باطل قرار دیا، سو انہوں نے قسامت کا اپنی آراء سے رد کیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک قسامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ ''مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور مدعٰی علیہ پر قسم پیش

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرنا لازم ہے"۔ اور قسامت میں مدعین سے قسم کی ابتداء کی جاتی ہے اور زمانہ جاہلیت میں قسامت ہوتی تھی، پچاس لوگ کسی خون پر قسم کھاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا، پس یہ سنت ہوگئی برخلاف ان اموال کے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قسم کھانے کا طریقہ مقرر فرمایا اور اصول اور قواعد ایک دوسرے کو رد نہیں کرتے اور نہ ایک دوسرے پر قیاس کیا جاتا ہے بلکہ ہر اصل اور ہر قاعدہ کو اپنے محل پر رکھا جاتا ہے جیسے عرایا اور مزابنۃ میں درختوں پر پھل رکھنے کا استثنیٰ ہے اور کھیتوں میں غلہ رکھنے کا استثنیٰ ہے۔ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ جو چیز بھی ان پر مشروع کی جائے اس کو تسلیم کرلیں۔

ابوالحسن بن القابسی نے کہا: عمر بن عبدالعزیز پر تعجب ہے کہ اتنے عظیم علم کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے ابوقلابہ سے کیوں معارضہ نہیں کیا جب کہ ابوقلابہ فقہاء تابعین میں سے ہیں یعنی صحابہ میں سے نہیں ہیں۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: اور حماد بن سلمہ نے از عبداللہ بن ابی ملیکہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قسامت کے ذریعہ مدینہ میں اپنی امارت کے ذریعہ قصاص لیا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۴۳۔ ۵۴۸، ملخصاً وملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۳۔ بَابٌ: مَنْ اطَّلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ فَفَقَئُوا عَيْنَهُ فَلَا دِيَةَ لَهُ

جس شخص نے کسی قوم کے گھر میں جھانکا، سو انہوں نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس کی کوئی دیت نہیں ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر میں جھانکے اور گھر والے اس کی آنکھ کو پھوڑ دیں تو اس جھانکنے والے کے لیے کوئی دیت نہیں ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: "الفقأ" کا معنی ہے: "الشق" یعنی کسی چیز کو پھاڑنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ "انه فقأ ملك الموت" یعنی انہوں نے موت کے فرشتہ کی آنکھ پھوڑ دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ جُحْرٍ فِي بَعْضِ حُجَرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَامَ إِلَيْهِ بِمِشْقَصٍ أَوْ بِمَشَاقِصَ وَجَعَلَ يَخْتِلُهُ لِيَطْعُنَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن ابی بکر بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرہ میں جھانکا تو آپ چوڑے پھل کا تیر لے کر اس کی طرف کھڑے ہوئے یا چوڑے پھل کے کئی تیر لے کر اس کی طرف کھڑے ہوئے، اور آپ یہ حیلہ کررہے تھے کہ وہ تیر اس کو چبھو دیں۔

(صحیح البخاری: ۶۲۴۲، ۶۸۸۹، ۶۹۰۰، صحیح مسلم: ۲۱۵۷، سنن ترمذی: ۲۷۰۸، سنن نسائی: ۴۸۵۸، سنن ابوداؤد: ۵۱۷۱، مسند احمد: ۱۳۰۹۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۹۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس جگہ یہ سوال کیا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ جس کی آنکھ پھوڑی گئی ہے اس کے لیے کوئی دیت نہیں ہوگی۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث کی بعض سندوں میں اس کی تصریح ہے اور امام بخاری کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اس کی طرف اشارہ کردیتے ہیں جو اس مسئلہ کے متعلق حدیث روایت کی گئی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان مذکور ہے، ان کا نام الحکم بن نافع ہے اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے "حدثنا ابوالنعمان" اور ان کا نام محمد بن الفضل ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں عبیداللہ بن ابی بکر کا ذکر ہے، وہ اپنے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الاستئذان میں از مسدد گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "أن رجلا" ابن بشکوال نے از الحسن بن مغیث روایت کی ہے کہ وہ مرد الحکم بن العاص بن امیہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اطلع" اس کا معنی ہے: بلندی سے دیکھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی بعض حجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم" "حِجر" میں اگر حاء پر زیر ہو تو اس کا معنی دیوار ہے، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ دیوار کے اوپر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرہ میں جھانک رہا تھا۔ اور "حُجر" میں اگر حاء پر پیش ہو تو یہ "حجرۃ الدار" کی جمع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بمشقص" میم کے نیچے زیر ہے اور اس کا معنی ہے: چوڑا پھل۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او بمشاقص" یہ راوی کا شک ہے اور یہ لفظ مشقص کی جمع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یختلہ" یعنی آپ اس کو غافل پا کر اس کی آنکھ میں وہ چوڑا پھل چبھونا چاہتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِي جُحْرٍ فِي بَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِدْرًى يَحُكُّ بِهِ رَأْسَهُ فَلَمَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ تَنْتَظِرُنِي لَطَعَنْتُ بِهِ فِي عَيْنَيْكَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِذْنُ مِنْ قِبَلِ الْبَصَرِ۔

کے دروازہ کے سوراخ میں سے جھانکا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لوہے کا کنگھا تھا جس سے آپ اپنے سر کو کھجا رہے تھے، پس جب رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو دیکھا تو فرمایا: اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو میں یہ لوہا تمہاری آنکھوں میں چبھو دیتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجازت طلب کرنے کو دیکھنے سے پہلے مشروع کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۹۲۴، ۶۲۴۱، ۶۹۰۱، صحیح مسلم: ۲۱۵۶، سنن ترمذی: ۲۷۰۹، سنن نسائی: ۴۸۵۹، مسند احمد: ۲۲۲۹۶، سنن داری: ۲۳۸۴)

صحیح البخاری: ۶۹۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت کی وہی توجیہ ہے جو اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے اور یہ حدیث باب الاستئذان میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی جحر" اس میں جیم پر پیش ہے اور حاء ساکن ہے، اور اس سے مراد ہے: سوراخ یا دروازہ کی جھری میں جو سوراخ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی باب رسول الله ﷺ" یعنی رسول اللہ ﷺ کے حجرہ کے دروازہ میں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مدری" یہ لوہے کا کنگھا ہے جس سے بال سنوارے جاتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کنگھی کے مشابہ لوہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تنتظرنی" یعنی میں نے تمہیں یہ کنگھی اس لیے نہیں چبھوئی کہ مجھے یہ تردد تھا کہ تم دیکھ رہے ہو یا ٹھہرے ہوئے ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من قِبَلِ البصر" اس میں قاف کے نیچے زیر ہے اور باء پر زبر ہے، یعنی گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کو آنکھ کی جہت سے مشروع کیا گیا ہے تاکہ کوئی شخص گھر والوں کی پوشیدہ چیزوں پر مطلع نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ لَوْ أَنَّ امْرَأً اطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

31 إِذْنٍ فَخَذَفْتَهُ بِعَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ جُنَاحٌ۔

کی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی مرد تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھر میں جھانکے، پھر تم کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۰۲، صحیح مسلم: ۲۱۵۸، سنن نسائی: ۴۸۶۱، سنن ابوداؤد: ۵۱۷۲، مسند احمد: ۷۲۷۱)

صحیح البخاری: ۶۹۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "اگر تم نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا"۔ جس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ بغیر اجازت کے جھانکنے والے کی اگر آنکھ پھوڑ دی جائے تو اس کے لیے کوئی دیت نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، وہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، ان کا نام عبدالرحمٰن بن ہرمز ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

علامہ یوسف بن محمد الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: یہ حدیث باب "بدء السلام" میں گزر چکی ہے اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے۔

اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے: "باب من اخذ حقه او اقتص دون السلطان" (جس نے اپنا حق وصول کر لیا یا جس نے حاکم کے بغیر قصاص لیا) اور اس میں بھی اس طرح مذکور نہیں ہے۔ اور اس باب میں جو حدیث گزری ہے وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کا ذکر المزی نے "الاطراف" میں کیا ہے از امام بخاری کتاب الدیات میں، اور اس کے سوا اور کوئی چیز ذکر نہیں کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فخذفته" اس کا معنی ہے: تم نے اس کو مارا، اور یہاں کنکری کی قید لگائی ہے، کیونکہ اگر اس نے اس کو وزنی پتھر مارا یا تیر مارا تو اس سے قصاص متعلق ہوگا۔ اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس پر کوئی ضمان نہیں ہے، یہ اس وقت ہے کہ اگر کنکر مارے بغیر وہ آدمی وہاں سے نہ جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جناح" یعنی کوئی حرج نہیں ہے، اور امام مسلم کے نزدیک اسی سند سے مروی ہے "ماكان عليك من جناح" یعنی تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور سے مستنبط شدہ حکم

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص جاسوسی کرنے کے لیے کسی کے گھر میں جھانکے تو اس کو کنکری مارنا جائز ہے اور اگر کنکری مارنے سے وہ باز نہ آئے تو وزنی پتھر کو مارنا بھی جائز ہے، اور اگر اس پتھر سے وہ بندہ مر جائے یا اس کا کوئی عضو ہلاک ہو جائے تو وہ رائیگاں ہے یعنی اس کی کوئی دیت نہیں ہے۔

اور فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں قصاص ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ معصیت، معصیت کو زائل نہیں کرتی۔

اور اس پر رد کیا گیا ہے کہ جب اذن ثابت ہو تو اس کو معصیت نہیں کہتے۔ اور کیا پتھر یا کنکری مارنے سے پہلے اس کو ڈرانا شرط ہے اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ شرط ہے جیسے حملہ آور کے حملہ کو دفع کرنے کے لیے ڈرانا شرط ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ شرط نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۴۔ بَابُ: الْعَاقِلَةِ

العاقلہ (وہ عصبات جو دیت ادا کرتے ہیں)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

عاقلہ کا لغوی معنی

اس باب میں عاقلہ کا بیان ہے اور عاقلہ "عاقل" کی جمع ہے اور یہ وہ ہیں جو دیت ادا کرتے ہیں، دیت کو عقل کہا جاتا ہے کیونکہ مقتول کے ولی اور وارث کے گھر کے صحن میں اونٹوں کو باندھ دیا جاتا تھا، پھر اس کا زیادہ استعمال ہونے لگا حتیٰ کہ عقل کا اطلاق دیت پر کیا گیا خواہ وہ اونٹ نہ ہوں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عاقلہ "عقل یعقل" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: اٹھانا، کیونکہ یہ قاتل کی طرف سے دیت کے بوجھ کو اٹھاتے ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ "عقل یعقل" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے منع کرنا اور دفع کرنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہر وہ شخص جو قتل کرتا تھا وہ اپنی قوم کی پناہ لیتا تھا، کیونکہ اس قاتل کو قتل کرنے کے لیے طلب کیا جاتا تھا، اس کی قوم کے لوگ اس کو قتل کرنے سے منع کرتے تھے اور روکتے تھے، پس اس کی قوم کے لوگوں کو عاقلہ یعنی مانعہ کہا گیا۔

اور علامہ ابن فارس نے کہا ہے "عقلت القتیل" اس وقت کہا جاتا ہے جب تم اس کی دیت ادا کر دو۔ اور "عقلت عنه" اس وقت کہا جاتا ہے جب تم اس کی دیت کا التزام کر لو اور اس قاتل کی طرف سے دیت کو ادا کر دو۔ اور عاقلہ اہل الدیوان ہیں۔ اور یہ لشکر کے وہ لوگ ہیں جن کے نام دیوان یعنی رجسٹر میں لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔

عاقلہ کی تعریف میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب

اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک عاقلہ رشتہ دار ہیں اور یہ وہ ہیں جو عصبات ہیں یعنی کسی شخص کے باپ کی طرف سے رشتہ دار۔ اور بعض شافعیہ سے منقول ہے کسی مرد کے عاقلہ اس کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہیں اور وہ اس کے عصبات ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے: نکاح کے ولی عاقلہ ہیں۔ اور ہمارے اصحاب احناف نے کہا ہے: اگر قاتل اہل دیوان میں سے نہ ہو تو اس کے عاقلہ اس کے پیشہ کے لوگ ہیں اور اگر اس کے پیشہ کے لوگ نہ ہوں تو جن لوگوں نے اس سے وفاداری کا حلف اٹھایا ہے وہ اس کے عاقلہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۳۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَلِيًّا رضی الله عنه هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ وَقَالَ مَرَّةً مَا لَيْسَ عِنْدَ النَّاسِ فَقَالَ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا إِلَّا مَا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا فَهْمًا يُعْطَى رَجُلٌ فِي كِتَابِهِ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قُلْتُ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں مطرِّف نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے الشعبی سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جحیفہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز لکھی ہوئی ہے جو قرآن میں نہ ہو؟ اور ایک مرتبہ یہ کہا: کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز لکھی ہوئی ہے جو لوگوں کے پاس نہ ہو؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانہ چیرا اور روح کو پیدا کیا! ہمارے پاس صرف وہی چیز ہے جو قرآن میں ہے، یا وہ فہم ہے جو ہر مرد کو کتاب اللہ کے مطابق دی گئی ہے، اور وہ چیز ہے جو اس صحیفہ میں ہے، میں نے پوچھا: اور صحیفہ میں کیا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا: اس میں دیت کے احکام ہیں اور قیدیوں کو چھڑانے کے احکام ہیں اور یہ حکم ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۱، ۱۸۷۰، ۳۰۴۷، ۳۱۷۲، ۳۱۷۹، ۶۷۵۵، ۶۹۰۳، ۶۹۱۵، صحیح مسلم: ۷۳۰۰، ۱۳۷۰، سنن ترمذی: ۱۴۱۲، سنن نسائی: ۴۷۴۴، سنن ابوداؤد: ۲۰۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۸، مسند احمد: ۶۰۰، سنن دارمی: ۲۳۵۶)

صحیح البخاری: ۶۹۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں العقل کا لفظ ہے اور العقل سے ہی عاقلہ بنا ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے باپ کی طرف سے رشتہ داروں کی دیت ادا کرتے ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عیینہ، یہ سفیان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مُطَرِّف، یہ ابن طریف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الشعبی، اور وہ عامر بن شراحیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو جحیفہ، ان کا نام وہب بن عبداللہ السوائی ہے۔

یہ حدیث کتاب العلم کے باب ''کتابة العلم'' میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کو محمد بن سلام سے روایت کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لیس فی القرآن'' یعنی آپ نے نبی ﷺ سے جو احکام لکھے ہیں خواہ آپ نے ان کو حفظ کیا ہے یا نہیں اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر وہ چیز جو لکھی ہوئی ہو یا منضبط ہو، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے بہت سی احادیث بیان کی ہیں جو صحیفہ مذکورہ میں نہیں ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلق الحب وبرأ النسمة'' یعنی جس ذات نے دانہ کو شق کیا اور انسان کو پیدا کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا فهما'' یہ استثنیٰ منقطع ہے، یعنی ہمارے پاس وہ فہم ہے جو ہر مرد کو عطا کی گئی ہے اور کتاب العلم میں اس طرح مذکور ہے ''نہیں، سوا کتاب اللہ کے یا اس فہم کے جو ہر مسلمان مرد کو عطا کی گئی ہے یا جو اس صحیفہ میں ہے''۔ فہم سے مراد ہے جو معنی کسی کلام سے سمجھا جائے اور اس سے ان معانی کا ادراک کیا جائے جو صریح نص میں ظاہر نہیں ہیں اور اس میں قیاس کی تمام وجوہ داخل ہیں، یہ علامہ خطابی کا قول ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''العقل'' یعنی دیت، اس سے مراد ہے دیت کے احکام۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں نہ قتل کیا جائے''۔

اس حدیث سے عمر بن عبدالعزیز، اوزاعی، ثوری، ابن شبرمہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا اور اہل الظاہر کا بھی یہی مذہب ہے۔

شیخ ابن حزم نے ''المحلی'' میں کہا ہے: اگر کسی مسلمان، عاقل، بالغ نے کسی ذمی (جو غیر مسلم، مسلمانوں کے ملک میں جزیہ ادا کر کے رہتا ہو اور مسلمان اس کی جان اور مال کی حفاظت کے ضامن ہوں) کو یا مستأمن (وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کی اجازت سے عارضی طور پر مسلمانوں کے ملک میں آیا ہو جیسے آج کل کوئی غیر مسلم پاسپورٹ لے کر مسلمانوں کے ملک میں آجائے) پس اگر کسی مسلمان عاقل بالغ نے کسی ذمی یا مستامن کو عمداً یا خطاءً قتل کر دیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور نہ اس سے دیت لی جائے گی اور نہ اس پر کفارہ ہے لیکن قتلِ عمد میں اس کو تادیباً سزا دی جائے گی اور اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے تاکہ لوگ اس کے ضرر سے بچے رہیں۔

اور الشعبی، ابراہیم النخعی، محمد بن ابی لیلیٰ، عثمان البتی، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر نے کہا ہے کہ مسلمان کو کافر (ذمی) کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا، یہ مذہب حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور انہوں نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ مومن کو اس کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا جو ذمی نہ ہو یعنی حربی ہو، اور ہم نے اس کی بہت زیادہ تفصیل امام طحاوی کی معانی الآثار کی شرح میں کی ہے سو وہاں رجوع کیا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۹۹۔۱۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ذمی کے قتل کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے فقہاء احناف کی طرف سے دلائل

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ از قیس بن عباد روایت کرتے ہیں کہ میں اور الاشتر حضرت علی علیہ السلام کی طرف گئے، ہم نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے کوئی ایسا عہد لیا ہے جس کا عام لوگوں سے عہد نہیں لیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں مگر وہ جو میری اس کتاب میں ہے۔ مسدد نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کتاب نکالی جوان کی تلوار کی نیام میں تھی اس میں لکھا ہوا تھا: تمام مومنین کا خون مساوی ہے اور وہ اپنے ماسوا پر فائق ہے، ان میں سے ادنیٰ آدمی بھی ان کے ذمہ کے لیے جدوجہد کرے گا، سنو! مومن کو کافر کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا اور نہ ذو عہد کو اس کے عہد میں قتل کیا جائے گا، اور جس نے کوئی نیا حکم نکالا تو وہ اس کے نفس پر ہے اور جس نے کوئی نیا حکم نکالا یا کسی مجرم کو پناہ دی اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔

(سنن ابوداؤد: ۴۵۳۰، سنن نسائی: ۴۷۴۸، شرح معانی الآثار: ۴۹۳۴)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ذو عہد کو اس کے عہد میں قتل کرنے سے منع کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کسی ذو عہد یعنی ذمی کو قتل کر دیا تو اس ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔

امام ابوجعفر طحاوی اپنی سند کے ساتھ از عبدالرحمٰن بن البیلمانی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مسلمانوں میں سے ایک شخص کو لایا گیا جس نے کسی ذمی کو قتل کر دیا تھا، پس آپ کے حکم سے اس کی گردن ماردی گئی اور آپ نے فرمایا: میں ذمی کے ذمہ کو پورا کرنے کے زیادہ لائق ہوں۔ (شرح معانی الآثار: ۴۹۳۶)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نظر کا بھی یہی تقاضا ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حربی کا خون حلال ہے اور اس کا مال حلال ہے، پس جب وہ حربی ذمی ہو جاتا ہے تو اس کا خون بھی حرام ہو جاتا ہے اور اس کا مال بھی حرام ہو جاتا ہے جیسے مسلمان کے خون کی اور مسلمان کے مال کی حرمت ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ذمی کے مال سے کسی نے اتنا مال چرالیا جس پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو ذمی کے مال کے بدلہ میں اس شخص کا ہاتھ کاٹا جائے گا، پس جب دیگر جرائم میں اگر ذمی کے خلاف جرائم کیے جائیں تو اس میں سزا دی جاتی ہے اسی طرح اگر ذمی کو قتل کیا جائے تو اس کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور جس حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا اس سے مراد کافر حربی ہے۔

تنبیہ: علامہ عینی نے شرح معانی الآثار کی "نخب الافکار" کے نام سے شرح کی ہے مگر یہ مکمل طبع نہیں ہوئی، ہمارے پاس نخب الافکار کی چار جلدیں ہیں اور یہ کتاب الجنائز تک ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذمی کو قتل کرنے کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء احناف کے مزید دلائل

اللہ تعالیٰ نے المائدہ: ۴۵ میں مطلقاً فرمایا ہے "أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ" کہ جان کا بدلہ جان ہے اور اس میں مسلمان یا کافر کی قید نہیں لگائی، اس لیے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے ذمی کافر کو قتل کر دیا تو اس کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ اس آیت کے عموم اور اطلاق سے واضح ہوتا ہے۔

نیز امام اعظم کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ایک معاہد (ذمی) کے بدلہ میں قتل کر دیا اور فرمایا: جو لوگ اپنے معاہدہ کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے بڑھ کر کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی ج ۳، الحدیث: ۳۲۳۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۰)

عبدالرحمٰن بن البیلمانی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان سے قصاص لیا جس نے ایک یہودی کو قتل کر دیا تھا، راوی نے کہا: مسلمان سے ذمی کا قصاص لیا اور فرمایا: جو لوگ اپنے عہد کو پورا کریں میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی ج ۳، الحدیث: ۳۲۳۳)

عبدالرحمٰن البیلمانی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذمی کے بدلہ میں اہلِ قبیلہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور فرمایا: جو لوگ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔ (سنن دار قطنی ج ۳، الحدیث: ۳۲۳۴)

ہر چند کہ ان احادیث کی اسانید ضعیف ہیں لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہیں اور لائق استدلال ہیں جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل استدلال قرآن مجید سے ہے اور یہ احادیث تائید کے مرتبہ میں ہیں۔

۲۵- بَابُ: جَنِينِ الْمَرْأَةِ — عورت کے پیٹ میں بچہ کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کے پیٹ میں بچہ کا حکم کیا ہے اور "جنین" کا لفظ "فعیل" کے وزن پر ہے اور "جن" کا معنی ہے: چھپنا، اور عورت کے پیٹ میں بچہ چھپا ہوا ہوتا ہے اس لیے اس کو جنین کہتے ہیں، اگر وہ بچہ زندہ پیٹ سے باہر نکل آئے تو وہ "ولد" ہے اور اگر وہ بچہ مردہ ساقط ہو جائے خواہ مذکر ہو یا مونث، تو اس کو نا تمام بچہ کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی ح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِيهَا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ.

عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہذیل کی دو عورتوں میں سے ایک عورت نے دوسری عورت کو مارا تو اس کے پیٹ کے بچہ کو گرا دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک نفسِ غلام یا نفسِ باندی کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۸، ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۶۷۴۰، ۶۹۰۴، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۱، سنن نسائی: ۴۸۱۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۶، مسند احمد: ۷۶۴۶، موطا امام مالک: ۱۶۰۸، سنن دارمی: ۲۳۸۲)

صحیح البخاری: ۶۹۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں اس باب کے عنوان کا حکم بیان فرمادیا ہے کہ اگر پیٹ کے بچہ کو ساقط کر دیا جائے تو اس کے بدلہ میں ایک غلام یا ایک باندی کو آزاد کرنا ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں امام مالک کے دو شیوخ کا ذکر ہے، ان میں سے ایک عبداللہ بن یوسف ہیں اور دوسرے اسماعیل بن ابی اویس ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطب میں از قتیبہ از امام مالک گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

ہذیل کی دو عورتوں کی تعیین

اس حدیث میں مذکور ہے "قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں" یہ دو عورتیں آپس میں سوکنیں تھیں اور یہ دونوں حمل بن مالک بن النابغہ الھذلی کے نکاح میں تھیں جو ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کے قبیلہ سے تھے جو بصرہ میں آ کے رہنے لگے تھے۔

ان دو عورتوں نے ایک دوسرے کو پتھر سے مارا تھا یا لکڑی سے مارا تھا یا دھکا دیا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے "ان میں سے ایک عورت نے دوسری کو مارا" اور یونس اور عبدالرحمٰن بن خالد کی روایت میں ہے کہ ان دو عورتوں میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مارا، اور عبدالرحمٰن بن خالد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ پتھر دوسری عورت کے پیٹ پر لگا جو حاملہ تھی، اور امام ابوداؤد نے حمل بن مالک کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت کے اوپر بیلن مارا۔ اور امام مسلم نے بھی حمل بن مالک سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت پر بیلن مارا۔ اور امام مسلم نے از مغیرہ بن شعبہ روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت کو جو اس کی سوکن تھی خیمہ کی لکڑی سے مارا اور وہ حاملہ تھی تو اس عورت کو قتل کر دیا۔ اور امام ابوداؤد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت کو گرایا اور اس کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پیٹ کا بچہ گر گیا۔ اور عبدالرحمٰن بن خالد کی سند سے روایت ہے کہ اس نے اس کے پیٹ کے بچہ کو قتل کر دیا۔ اور یونس کی روایت میں ہے کہ اس عورت کو قتل کر دیا۔

''غرة عبد او امة'' کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''غرة عبد او امة'' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''غرة'' کا معنی ہے: نفس عبد یا نفسِ امة، یعنی خود غلام یا لونڈی۔ اور ''غرة'' اصل میں اس سفیدی کو کہتے ہیں جو گھوڑے کے چہرہ میں ہوتی ہے۔ اور ابو عمرو بن علاء یہ کہتے تھے کہ ''غرة'' سفید غلام کو کہتے ہیں یا سفید باندی کو، اور اس کو ''غرة'' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سفید ہوتا ہے، پس دیت میں سیاہ غلام یا سیاہ باندی کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور فقہاء کے نزدیک سفید رنگ کے غلام یا باندی کا ہونا شرط نہیں ہے۔ اور ان کے نزدیک ''غرة'' وہ ہے جس کی قیمت غلام یا باندی کی دیت کے بیسویں حصہ کو پہنچ جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''غرة عبد او امة'' یہ ''او'' کا لفظ یا تو راوی کے شک کی وجہ سے ہے یا تنویع کی وجہ سے ہے، یعنی دیت کی دو قسمیں ہیں۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: اس حدیث کی بعض روایات میں مذکور ہے ''بغرة عبد او امة او فرس او بغل'' یعنی اس کی دیت میں یا غلام آزاد کیا جائے یا باندی، یا اس کی دیت میں ایک گھوڑا دیا جائے یا خچر دیا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ گھوڑے اور خچر کا لفظ راوی کی غلطی ہے، پھر یہ ''غرة'' اس وقت واجب ہے جب کہ پیٹ کا بچہ مردہ ساقط ہو، اگر پیٹ کا بچہ زندہ ساقط ہو پھر مر جائے تو اس میں پوری دیت دینی ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۰۔۱۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ عُمَرَ رضى الله عنه أَنَّهُ اسْتَشَارَهُمْ فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ قَضَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِالْغُرَّةِ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک عورت کے پیٹ کے بچہ کو ساقط کرنے کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک نفسِ غلام یا نفسِ باندی کا فیصلہ فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۰۷، ۶۹۰۸، ۷۳۱۷، صحیح مسلم: ۱۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۰، مسند احمد: ۱۶۶۷۰)

۶۹۰۶۔ قَالَ ائْتِ مَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ فَشَهِدَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَضَى بِهِ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس کے پاس جاؤ جو تمہارے ساتھ اس کی شہادت دے تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے شہادت دی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت حاضر تھے جب آپ نے یہ فیصلہ فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۰۷، ۶۹۰۸، ۷۳۱۷، صحیح مسلم: ۱۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۰، مسند احمد: ۱۶۶۷۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۹۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کے پیٹ میں بچہ کو ساقط کرنے کی دیت ایک غلام کو آزاد کرنا ہے یا ایک باندی کو آزاد کرنا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے وہیب، یہ ابن خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، یہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب الدیات میں بھی از موسیٰ بن اسماعیل روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "استشارهم" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ اور امام مسلم نے از ہشام از عروہ از حضرت مسور بن مخرمہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی املاص المرأة" املاص کا معنی ہے: عورت کا اپنے بچہ کو مردہ حالت میں ساقط کر دینا۔ اور عنقریب کتاب الاعتصام میں از ابومعاویہ از ہشام از والد خود از حضرت المغیرہ یہ روایت آئے گی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے اس میں مشورہ کیا کہ کسی عورت کے پیٹ پر ضرب لگائی جائے اور اس کا پیٹ کا بچہ ساقط ہو جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم میں سے کسی نے سنا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا؟ تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں نفسِ غلام یا نفسِ باندی کو آزاد کیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فشهد محمد بن مسلمة"۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ الانصاری الخزرجی البدری ہیں، ان کا بڑا مرتبہ ہے اور ۴۳ ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انه شهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت حاضر تھے۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ خبرِ واحد حجت ہوتی ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گواہ کو کیوں طلب کیا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ نے مزید ثبوت کے لیے اور تاکید کے لیے گواہ طلب کیا، اس کے باوجود کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اس حدیث کو خبرِ واحد سے نہیں نکالتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۱۔ ۱۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ نَشَدَ النَّاسَ مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَضَى فِي السِّقْطِ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ أَنَا سَمِعْتُهُ قَضَى فِيهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کیا کہ کس نے نبی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ قَالَ ائْتِ مَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ عَلَى هٰذَا فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَنَا أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ هٰذَا۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے پیٹ کے ناتمام بچہ کے متعلق فیصلہ فرمایا؟ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ نے اس میں نفسِ غلام یا نفسِ باندی کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے ساتھ اس بات کی کون گواہی دے گا تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثل فیصلہ فرمایا تھا۔

(صحیح البخاری:۶۹۰۶،۶۹۰۷،۶۹۰۸،۷۳۱۷، صحیح مسلم:۱۶۸۳، سنن ابوداؤد:۴۵۷۰، سنن ابن ماجہ:۲۶۴۰، مسند احمد:۱۶۶۷۰)

صحیح البخاری:۶۹۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے اور یہ حدیث ثلاثیات کے حکم میں ہے، کیونکہ ہشام تابعی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "عن ابیہ عن عمر" یہ حدیث صورتاً حدیث مرسل ہے کیونکہ ہشام کے والد عروہ ہیں اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا، لیکن روایتِ سابقہ اور لاحقہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عروہ نے اس حدیث کو از مغیرہ از عمر حاصل کیا ہے اگرچہ اس کی اس روایت میں تصریح نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ائتِ من یشھد" ائتِ امر کا صیغہ ہے، یعنی ان سے سوال کیا کہ تم اس کو لاؤ جو تمہاری گواہی دے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بمثل ھذا" یعنی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی مثل۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۸ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ اسْتَشَارَهُمْ فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے سنا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ انہوں نے لوگوں سے عورت کے پیٹ کے بچہ کو ساقط کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔۔۔۔اسی کی مثل۔

(صحیح البخاری:۶۹۰۵،۶۹۰۷،۶۹۰۸،۷۳۱۷، صحیح مسلم:۱۶۸۳، سنن ابوداؤد:۴۵۷۰، سنن ابن ماجہ:۲۶۴۰، مسند احمد:۱۶۶۷۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۹۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جس کی امام بخاری نے از محمد بن عبد اللہ روایت کی ہے اور وہ محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ الزہلی ہیں از محمد بن سابق الفارسی البغدادی، ان سے امام بخاری نے بغیر واسطہ کے باب الوصایا میں حدیث روایت کی ہے۔ اور وہ زائدہ سے روایت کرتے ہیں جو ابن قدامہ ثقفی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مثلہ" یعنی حدیث مذکور کی مثل روایت کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۰۸، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غلام یا باندی کے ساتھ "غرۃ" کی قید لگانے کی توجیہ

یہ دو باب پیٹ کے بچہ کی دیت کے بیان میں ہیں اور پیٹ کے بچہ کی دیت ایک غلام یا ایک باندی کو آزاد کرنا ہے، اس کو "غرۃ" اس لیے کہا ہے کہ غلاموں میں اعلیٰ اور اشرف بنو آدم ہیں اور یہ بنو آدم میں سے غلام ہے تو اس لیے غلام یا باندی کو "غرۃ" فرمایا، یعنی یہ غلاموں میں اشرف اور اعلیٰ ہیں۔

"غرۃ عبد" کی قیمت کا معیار

لیکن فقہاء رحمہم اللہ نے اس "غرۃ" کو پانچ اونٹوں کی قیمت کے ساتھ مقید کیا یعنی وہ "غرۃ" بہت مہنگی قیمت کا نہ ہو، اور اس غلام یا باندی کی قیمت پانچ اونٹوں کے برابر ہو، اور اگر اس قیمت کا "غرۃ" نہ ملے تو پھر ہم پانچ اونٹوں کی قیمت دے دیں گے، یہ امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب ہے۔

دو عورتوں کے قصہ کی تفصیل

رہی احادیث، تو یہ قصہ ہذیل کی دو عورتوں کے درمیان ہوا جو آپس میں لڑیں اور ایک نے دوسری کو پتھر مارا اور اس عورت کو بھی مار ڈالا اور جو اس کے پیٹ میں بچہ تھا اس کو بھی مار ڈالا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچہ میں ایک "غرۃ" کا فیصلہ فرمایا، اور جو عورت مقتول تھی تو اس کے لیے قاتلہ کے عصبات کے اوپر دیت کا فیصلہ فرمایا۔

رہا "غرۃ" تو اس کا فیصلہ قاتلہ پر فرمایا، اس لیے فرمایا کہ پھر وہ عورت جس کے خلاف "غرۃ" کا فیصلہ فرمایا تھا وہ فوت ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی میراث اس کے بیٹوں اور اس کے شوہر کے لیے کر دی اور اس کی دیت اس کے عصبات پر کر دی۔

اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس عورت نے عمداً قتل نہیں کیا تھا اور پتھر سے غالباً قتل نہیں کیا جاتا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دیت مقرر فرمائی اور قصاص کو مقرر نہیں فرمایا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس اگر پیٹ کا بچہ مرجاتا اور اس کی ماں نہ مرتی تو اس میں صرف ایک ''غرۃ'' تھا اور اس کا بوجھ کون اٹھاتا؟ تو اس کا بوجھ قاعلہ اٹھاتی، اور اگر وہ عورت بچہ کے ساتھ مرجاتی تو اس میں دیت ہوتی جس کو اس عورت کے عصبات اٹھاتے۔

پیٹ کا بچہ اور اس کی ماں کے مارے جانے کی تین صورتیں

پس یہ مسئلہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو فقط پیٹ کا بچہ مرتا، پس اس صورت میں اس ''غرۃ'' کا بوجھ قاعلہ اٹھاتی، یا فقط اس بچہ کی ماں مرتی تو اس کی دیت اس کے عصبات اٹھاتے۔ اور اگر پیٹ کا بچہ اور ماں دونوں مرجاتے تو پیٹ کے بچہ میں ''غرۃ عبد'' ہوتا جس کو قاعلہ اٹھاتی اور اس کی ماں کے لیے دیت ہوتی جس کا بوجھ قاعلہ کے عصبات اٹھاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ معروف تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے گواہ کیوں طلب کیا؟

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کے متعلق فیصلہ فرمایا تھا، یہ اہل علم کے درمیان معروف تھا اور ایک آدمی کی خبر بھی اس میں کافی تھی کیونکہ یہ دینی معاملہ کی خبر ہے تو حضرت امیر المومنین نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے اس پر گواہ کیوں طلب کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو یہ کہا جائے گا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں متردد تھے، یا اس لیے کہ وہ اس پر زیادہ یقین حاصل کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے ایک اور گواہ کو بطورِ احتیاط طلب کیا نہ بطورِ وجوب طلب کیا، ورنہ یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو ایک شخص بھی بیان کرے تو وہ قبول کرلی جاتی ہے۔

اور اس حدیث کو تو پوری امت نے قبول کیا ہے اور کسی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں کچھ شک تھا تو اس وجہ سے انہوں نے اس کو مؤکد فرمایا۔

۲۶۔ بَابُ: جَنِيْنِ الْمَرْأَةِ وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى الْوَالِدِ وَعَصَبَةِ الْوَالِدِ لَا عَلَى الْوَلَدِ

عورت کے پیٹ کے بچہ کا بیان، اور یہ کہ دیت والد پر اور والد کے عصبہ پر ہے نہ کہ اولاد پر

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں عورت کے پیٹ کے بچہ کے حکم کا بیان ہے اور یہ بیان ہے کہ جو عورت قتل کی گئی، اس کی دیت قاعلہ کے والد پر ہے اور قاعلہ کے عصبہ پر ہے اور وَلَد کے لفظ میں امام بخاری نے اس طرف اشارہ کیا ہے جو اس قصہ کی بعض سندوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ عورت کا بیٹا جب کہ عورت کے عصبات میں سے نہ ہو تو وہ اس کی طرف سے دیت ادا نہیں کرے گا، کیونکہ دیت عصبات پر ہوتی ہے نہ کہ ذوی الارحام پر، اسی وجہ سے ماں شریک بھائی دیت ادا نہیں کرتے۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا: حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو اس عورت کا وارث ہوگا وہ اس کی طرف سے دیت نہیں ادا کرے گا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جب کہ وہ اس عورت کے عصبات میں سے نہ ہو، پھر علامہ ابن بطال نے کہا: علامہ ابن المنذر نے بیان کیا ہے: یہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ابوثور کا قول ہے اور ہر اس شخص کا قول ہے جس نے ان سے مسئلہ کو یاد رکھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۲۔ ۱۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَضَى فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لَحْيَانَ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو لحیان کی ایک عورت کے پیٹ کے بچہ کے متعلق نفسِ غلام یا نفسِ باندی (کو آزاد کرنے) کا فیصلہ فرمایا، پھر وہ عورت فوت ہوگئی جس کے خلاف نفسِ غلام کا فیصلہ فرمایا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے بیٹوں اور اس کے شوہر کے لیے ہے اور دیت اس عورت کے عصبات پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۸، ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۶۷۴۰، ۶۹۰۴، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۱، سنن نسائی: ۴۸۱۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۶، مسند احمد: ۷۶۴۶، موطا امام مالک: ۱۶۰۸، سنن دارمی: ۲۳۸۲)

صحیح البخاری: ۶۹۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ عنوان میں اور حدیثِ مذکور میں مطابقت نہیں ہے، کیونکہ عنوان میں ذکر ہے کہ دیت والد پر ہے اور اس حدیث میں والد پر دیت کا ذکر نہیں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ لفظ ہے کہ والد پر دیت ہے اور امام بخاری کی عادت ہے کہ اس کی مثل کے اعتبار سے عنوان قائم کر دیتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں لیث کا ذکر ہے، یہ لیث بن سعد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں از ابن شہاب ذکر ہے اور یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔

یہ حدیث کتاب الفرائض میں از قتیبہ گزر چکی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں بنولحیان کا ذکر ہے، یہ قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ ہے، اس لیے اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ اس سے پہلے حدیث میں گزرا ہے کہ ہذیل کی دو عورتیں جو آپس میں سوکنیں تھیں وہ لڑیں۔ اور یہاں پر بنولحیان کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بغرة عبد او امة" اس میں اختلاف ہے کہ یہ غلام یا باندی کس کو ملے گی؟ پس علامہ ابن حبیب مالکی نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک کے اقوال اس میں مختلف ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ یہ اس کی ماں کو ملے گا اور یہ الیث کا قول ہے اور دوسری مرتبہ انہوں نے کہا: یہ ماں باپ دونوں کو ملے گا، باپ کو دو تہائی ملیں گے اور ماں کو ایک تہائی ملے گا اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وان العقل" یعنی دیت، آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ جو عورت طبعی موت سے فوت ہوگئی ہے، یہ وہ عورت ہے جس کے خلاف نفسِ غلام یا باندی کا فیصلہ فرمایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ اقْتَتَلَتْ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَضٰى أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ وَقَضٰى أَنَّ دِيَةَ الْمَرْأَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابن المسیب وابی سلمہ بن عبدالرحمٰن، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں، پس ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مارا اور اس عورت کو اس کے پیٹ کے بچہ کو قتل کر دیا، پس انہوں نے نبی ﷺ کے پاس مقدمہ پیش کیا، پس آپ نے فیصلہ فرمایا کہ پیٹ کے بچہ کی دیت نفسِ غلام کو یا نفسِ باندی کو آزاد کرنا ہے اور آپ نے فرمایا کہ عورت کی دیت اس کے عصبات پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵۸، ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۶۷۴۰، ۶۹۰۴، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۸۱، سنن نسائی: ۴۸۱۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۶، مسند احمد: ۷۶۴۶، موطا امام مالک: ۱۶۰۸، سنن دارمی: ۲۳۸۲)

صحیح البخاری: ۶۹۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور کی ایک اور سند ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو احمد بن صالح سے روایت کیا ہے جو ابوجعفر المصری عبداللہ بن وہب المصری ہیں۔ اور اس حدیث کو انہوں نے محمد بن مسلم بن شہاب الزہری سے روایت کیا ہے از

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سعید بن المسیب از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وما فی بطنہا" یعنی عورت کے پیٹ میں جو تھا اس کو بھی قتل کر دیا اور وہ اس عورت کے پیٹ کا بچہ تھا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "علیٰ عاقلتہا" یعنی اس قاتلہ کے عصبات پر دیت لازم ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۷۔ بَابُ: مَنِ اسْتَعَانَ عَبْدًا أَوْ صَبِيًّا — اس کا بیان کہ جس نے کسی غلام سے یا بچہ سے کسی کام میں مدد طلب کی

وَيُذْكَرُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ بَعَثَتْ إِلَى مُعَلِّمِ الْكُتَّابِ: ابْعَثْ إِلَيَّ غِلْمَانًا يَنْفُشُونَ صُوفًا وَلَا تَبْعَثْ إِلَيَّ حُرًّا

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مکتب کے معلم کی طرف مکتوب لکھا کہ میرے پاس چند لڑکوں کو اون دھنکنے کے لیے بھیج دو اور میرے پاس تم آزاد کو نہ بھیجنا۔ (یعنی غلام لڑکوں کو بھیجنا)۔

تنبیہ: عمدۃ القاری اور فتح الباری اور التوضیح لابن ملقن اور شرح ابن بطال میں اس باب کی تعلیق میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے اور اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں بھی مذکور ہے اور یہ ابوذر الہروی کی روایت ہے۔ اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں اس تعلیق میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں "استعان" کا لفظ ہے، یہ "استعانۃ" سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: مدد طلب کرنا۔ اور نسفی اور اسماعیلی کی روایت میں ہے "استعار" یعنی جس نے غلام یا بچہ کو عاریۃً طلب کیا۔

اور اس باب کو کتاب الدیات میں ذکر کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ جب غلام ہلاک ہو جائے خواہ وہ تبرعاً کام کر رہا ہو یا اجرت پر کام کر رہا ہو اور اسے کوئی چیز آ کر لگی ہو تو اس کی تمام فقہاء کے نزدیک کوئی ضمانت نہیں ہے بشرطیکہ اس عمل میں یا اس کام میں کوئی دھوکا نہ ہو۔ اور اگر اس نے جنایت کی یا حد سے تجاوز کیا تو پھر وہ ضامن ہوگا۔

اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب کسی بالغ غلام سے کام کرایا، پس وہ ہلاک ہو گیا تو علامہ ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ اگر اس نے غلام سے کسی کنویں میں عمل کرایا کہ وہ کنویں کو کھودے اور اس غلام کے مالک سے اس کی اجازت نہیں لی، پھر وہ غلام ہلاک ہو گیا تو جس نے اسے کام پر لگایا ہے وہ ضامن ہوگا۔

اور ابن وہب مالکی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ کام پر لگانے والے پر کوئی ضمان نہیں ہے خواہ اس کے مالک نے کام کرانے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو، سوا اس کے کہ اس نے کسی ایسے کام میں لگایا جس میں بہت بڑا دھوکا تھا تو اس میں وہ ضامن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوگا کیونکہ اس میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، یہ تعلیق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کی طرف منسوب ہے، ان کا نام ہند ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "معلم الکُتّاب" کاف پر پیش ہے اور تاء مشدد ہے، الجوہری نے کہا ہے کہ الکُتّاب اور الکتبۃ اور الکتاب اور المکتب سب کا معنی ایک ہے اور اس کی جمع الکتاتیب اور المکاتب آتی ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "ینفشون" "نفشت القطن او الصوف" اس کا معنی ہے: روئی یا اون کو دھنکنا، یعنی اس کو صاف کرنا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ شرط لگائی کہ ان کے پاس آزاد کو نہ بھیجا جائے، کیونکہ جمہور اس کے قائل ہیں کہ جس نے آزاد بچہ سے کام میں مدد طلب کی جو ابھی بالغ نہیں ہوا تھا، یا کسی غلام سے اس کی مالک کی اجازت کے بغیر مدد طلب کی، پس وہ اس کام میں ہلاک ہوگئے تو وہ اس غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور (اس آزاد بچہ کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔

شارح بخاری علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس فعل میں یہ احتمال ہے کہ آپ مسلمانوں کی ماں ہیں۔

اور علامہ محمد بن یوسف الکرمانی الشافعی المتوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جو آزاد لڑکے کو بھیجنے سے منع فرمایا اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ آزاد لڑکے کی تکریم کی جائے اور اس کو معاوضہ پہنچایا جائے، کیونکہ اگر وہ اس عمل میں ہلاک ہوگیا تو کام لینے والا اس کا ضامن ہوگا، اس کے برخلاف جب غلام کو کام پر لگایا تو اگر وہ غلام اس کام کے کرتے ہوئے ہلاک ہوگیا تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

اس تعلیق کی وکیع بن الجراح نے از معمر از سفیان از ابن المنکدر از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے اور اس کی سند منقطع ہے کیونکہ محمد بن المنکدر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں کیا، اسی لیے امام بخاری نے اس کو مجہول کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۱۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم الْمَدِينَةَ أَخَذَ أَبُو طَلْحَةَ بِيَدِي فَانْطَلَقَ بِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدُمْكَ قَالَ فَخَدَمْتُهُ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَوَاللَّهِ مَا قَالَ لِي لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا هَكَذَا وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ أَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هَذَا هَكَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے خبر دی از عبدالعزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، پس عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک انس سمجھ دار لڑکا ہے، پس چاہیے کہ یہ آپ کی خدمت میں رہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے آپ کی سفر اور حضر میں خدمت کی، پس اللہ کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قسم! میں نے جو کام بھی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے
متعلق یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا اور میں نے
جو کام بھی نہیں کیا تو اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں
فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟

(صحیح البخاری:۲۷۶۸، ۶۰۳۸، ۶۹۱۱، صحیح مسلم:۲۳۰۹، سنن ترمذی:۲۰۱۵، سنن ابوداؤد:۴۷۷۳، مسند احمد:۱۱۵۷۷)

صحیح البخاری:۶۹۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں غلام یا بچہ سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خدمت لینے کا ذکر ہے اور خدمت لینا مدد لینے کو مستلزم ہے، اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن زُرارۃ (زاء پر پیش ہے اور پہلی راء پر زبر ہے) یہ نیشاپوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ ابن علیہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز کا ذکر ہے وہ ابن صہیب ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوصایا میں از یعقوب بن ابراہیم گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اخذ ابو طلحۃ" حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا نام زید بن سہل الانصاری ہے اور یہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کیّس" (کاف پر زبر اور یاء مشدد ہے) اس کا معنی ہے: عاقل اور "کیّس" "احمق" کے خلاف ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کو اکابر کی خدمت کرنے کے لیے بھیجنا چاہیے، نیز اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ کا پتا چلا کہ آپ نے کبھی حضرت انس رضی اللہ عنہ پر نہ ان کے کسی کام کے کرنے پر اعتراض کیا اور نہ کسی کام کے نہ کرنے پر اعتراض کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۴۔۱۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۶۹۱۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کا خلاصہ

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا یہ جائز ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی غلام سے کام میں مدد لی جائے، یا کسی بچہ کے سرپرست کی اجازت کے بغیر اس سے کام میں مدد لی جائے۔ اور جب کسی نے ایسا کیا اور وہ غلام یا بچہ ہلاک ہو گیا تو کیا کام لینے والا ضامن ہو گا یا نہیں؟

غلام اور بچہ سے اس کے مالک اور سرپرست کی اجازت کے بغیر خدمت لینے کا عدم جواز

ہم کہتے ہیں کہ کسی غلام سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر مدد طلب کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ غلام مملوک ہے اور مال ہے، پس جس طرح تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم کسی مرد کے برتن سے اس کی اجازت کے بغیر نفع حاصل کرو، اسی طرح تمہارے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ تم کسی شخص کے مملوک اور غلام سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی نفع حاصل کرو۔ اسی طرح بچہ سے بھی اس کے سرپرست کی اجازت کے بغیر نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اس سے اس کا استثنیٰ کیا جائے گا جو مسلمانوں میں عادت جاری ہے کہ وہ بچوں سے خدمت لیتے ہیں کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ عرفاً اجازت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی: اے اللہ! اس کے مال کو زیادہ کر، ان کی اولاد کو زیادہ کر، اس کی عمر طویل فرما اور ان کو جنت میں داخل کر دے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۴۴، صحیح مسلم: ۲۴۸۰)

پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مال بھی زیادہ ہوا اور ان کی اولاد بھی زیادہ ہوئی اور ان کی عمر بھی زیادہ ہوئی، اور ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تاحیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور سفر اور حضر میں تیرہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۱۸۔ ۳۱۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۲۸۔ بَابٌ: اَلْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ

معدن میں دب کر مرنے والے کا کوئی تاوان نہیں ہے اور کنویں میں گر کر مرنے والے کا کوئی تاوان نہیں ہے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ معدن یعنی کان میں دب کر مرنے والے کا کوئی تاوان نہیں ہے یعنی اس کا خون ہدر ہے، اس پر کچھ نہیں ملے گا اور معدن کے جبار ہونے کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی معدن کو یا کان کو کسی غیر آباد زمین میں کھودے یا کسی شخص کی ملک میں کھودے، پس کھودتے ہوئے وہ مزدور ہلاک ہو جائے یا کوئی اور شخص جو وہاں سے گزرے وہ اس معدن میں گر کر ہلاک ہو جائے تو زمین والے کے اوپر اس کا کوئی تاوان نہیں ہے۔

اور امام ترمذی نے کہا: "المعدن جبار" کا معنی ہے کہ جب کوئی مرد کان کھودے اور اس میں انسان گر جائے تو اس کا کوئی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تاوان نہیں ہے۔ اور اس باب کی تفسیر میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ ''البئر جبار'' کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی ملک میں پانی کے حصول کے لیے کنواں کھودے یا کسی غیر آباد زمین میں کنواں کھودے اور اس کنویں میں کوئی انسان گر جائے تو اس کنویں کے مالک کے اوپر کوئی تاوان نہیں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ کنویں سے مراد یہاں پر قدیم کنویں ہیں جن کے مالک کا پتا نہیں ہوتا، وہ جنگل اور دیہات میں ہوتے ہیں، پس کوئی انسان اس میں گر جائے یا چوپایہ گر جائے تو اس کی وجہ سے کسی شخص پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب وابوسلمہ بن عبد الرحمٰن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے میں کوئی تاوان نہیں ہے اور کنویں میں تاوان نہیں ہے اور معدن میں کوئی تاوان نہیں ہے اور دفینہ میں سے پانچواں حصہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۹۹، ۲۳۵۵، ۶۹۱۲، ۶۹۱۳، صحیح مسلم: ۱۷۱۰، سنن نسائی: ۲۴۹۸، مسند احمد: ۷۸۴۸، موطا امام مالک: ۱۶۲۲، سنن داری: ۱۶۶۸)

صحیح البخاری: ۶۹۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث کا عنوان بعینہٖ حدیث میں مذکور ہے۔

اس حدیث کی بقیہ ائمہ صحاح ستہ نے بھی روایت کی ہے، امام مسلم نے از یحییٰ بن یحییٰ روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے از مسدد روایت کی ہے اور امام ترمذی از احمد بن منیع روایت کی ہے، اور امام نسائی نے از اسحاق بن ابراہیم روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ نے از ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کی ہے۔

اور تمام ائمہ نے کہا ہے از سعید بن المسیب وابی سلمہ، اسی طرح امام مالک بن انس نے کہا ہے اور یونس بن یزید نے ان کی مخالفت کی ہے اور اس حدیث کی روایت از الزہری از سعید بن المسیب اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کی ہے اور وہ دونوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کی ہے۔ اور اللیث اور امام مالک کا قول زیادہ صحیح ہے، اور ہو سکتا ہے کہ ابن شہاب زہری نے اس حدیث کو ان تینوں سے سنا ہو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "العجماء جرحها جبار" یعنی چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے کا کوئی تاوان نہیں ہے۔ قاضی نے کہا: اس حدیث میں زخم سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اغلب یہی ہے کہ چوپائے ایک دوسرے کو زخمی کر دیتے ہیں، یا یہ اس کے لیے مثال ہے۔ اور رہی وہ روایت جس میں لفظ جرح مذکور نہیں ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ مویشی ایک دوسرے کو جس طرح بھی ضائع کر دیں خواہ زخم سے یا کسی اور طریقہ سے، تو اس کا کوئی تاوان نہیں ہے، وہ ہدر ہے اور اس پر کوئی چیز نہیں دی جائے گی۔

اور عجماء کا لفظ "اعجم" کی تانیث ہے اور اس سے مراد جانور ہیں چوپائے اور مویشی۔

سواریوں کے کیے ہوئے نقصان میں تاوان کے لازم ہونے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

امام ترمذی نے کہا ہے: بعض اہل علم نے اس کی تفسیر کی ہے، انہوں نے کہا کہ "العجماء" سے مراد وہ سواری ہے جو اپنے سوار سے چھوٹ کر بھاگی ہو تو اس کے بھاگنے میں جو چیز روندی جائے تو اس کے مالک سے اس کا کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا۔

اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ سواریاں مطلقاً جس چیز کو تلف کر دیں اور ضائع کر دیں خواہ زخمی کر کے یا کسی اور طریقہ سے تو اس کا کوئی تاوان نہیں ہے خواہ یہ نقصان رات کو پہنچائیں یا دن کو پہنچائیں، عام ازیں کہ ان سواریوں کے ساتھ کوئی ہو یا نہ ہو۔ سوا اس صورت کے کہ اس سواری کے ساتھ جو مرد ہو وہ اس سواری کو کسی جانور کے تلف کرنے پر اکسائے یا قصداً کوئی چیز تلف کرائے، پس اس وقت وہ ضامن ہوگا کیونکہ اس کی طرف سے تعدی پائی گئی یعنی اس نے حد سے تجاوز کیا اور یہی داؤد ظاہری اور اہل الظاہر کا قول ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد نے کہا: اگر سواری کے ساتھ اس کے مالک میں سے کوئی ایک ہو یا سواری کو کرایہ پر لینے والا ہو یا سواری کو عاریۃً لینے والا ہو یا اس کو بطور امانت لینے والا ہو یا وکیل ہو یا غاصب ہو یا کوئی اور ہو تو پھر سواری جو نقصان کردے وہ اس کا ضامن ہوگا۔ اور جس حدیث میں مذکور ہے کہ سواری جو نقصان کردے اس میں تاوان نہیں ہے اس کو انہوں نے اس صورت پر محمول کیا ہے کہ جب سواری کے ساتھ کوئی ایک نہ ہو اور پھر وہ کسی چیز کو دن میں تلف کردے یا رات کے وقت وہ سواری اپنے مالک سے چھوٹ کر بغیر مالک کی تقصیر کے بھاگی ہو اور پھر اس نے کسی چیز کو تلف کر دیا اور اس کے ساتھ کوئی بھی نہ ہو تب کوئی تاوان نہیں ہوگا۔

اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حدیث مطلق اور عام ہے، لہٰذا اس کے عموم کے اوپر عمل کیا جائے گا۔ اور اگر کسی شخص نے سواری کو نقصان کرنے پر اکسایا ہو تو یہ اس کا حد سے تجاوز کرنا ہے اور ظلم ہے جو اس حدیث کے حکم سے خارج ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "والبئر جبار" اس کی تفسیر ابھی گزر چکی ہے اور صحیح مسلم میں مذکور ہے: کنویں کے زخم میں کوئی تاوان نہیں ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ کنویں میں گرنے کی وجہ سے جو زخم آ گیا اس میں کوئی تاوان نہیں ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: تمام روایات مشہورہ اس پر متفق ہیں کہ یہ لفظ "البئر" ہے اور ایک شاذ روایت میں ہے "النار جبار" اور اس کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص نے وہاں آگ جلائی جہاں آگ جلانا جائز تھا، پس وہ آگ آگے بڑھ گئی حتیٰ کہ اس نے کسی چیز کو جلا دیا تو اس پر بھی کوئی تاوان نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "والمعدن جبار" اس کی تفسیر بھی گزر چکی ہے۔

رکاز کی تفسیر میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا اختلاف

اس حدیث میں مذکور ہے "وفی الرکاز الخمس" رِکاز میں راء کے نیچے زیر ہے، زمانہ جاہلیت کے وہ دفینے جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یعنی جن میں سونا یا چاندی مدفون ہوں یعنی اتنی مقدار میں وہ سونا یا چاندی ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس دفینہ میں سے پانچواں حصہ دینا لازم ہے، اسی طرح ہمارے شیخ نے شرح الترمذی میں کہا ہے، پھر انہوں نے کہا: یہ جمہور علماء یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے۔ اور اس میں امام ابوحنیفہ اور دیگر عراق کے فقہاء کے خلاف حجت ہے، کیونکہ انہوں نے کہا کہ رکاز معدن ہے اور انہوں نے رکاز اور معدن دونوں کو مترادف لفظ قرار دیا، لیکن شارع علیہ السلام نے ان میں سے ایک کا دوسرے پر عطف کیا ہے اور عطف تغایر کو چاہتا ہے اور معدن کا حکم الگ ذکر کیا اور رکاز کا حکم اس کے علاوہ ذکر کیا۔ (شرح الترمذی کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ معدن رکاز ہی ہے، پس جب شارع علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ رکاز کا دوسرا حکم بیان کریں تو اس کو دوسرے نام کے ساتھ ذکر کیا اور وہ رکاز ہے اور اگر بغیر رکاز کے فرماتے کہ اس میں خمس ہے تو اس میں التباس ہوتا کہ یہ ضمیر کنویں کی طرف لوٹ رہی ہے، اس لیے رکاز کو علیحدہ ذکر کیا۔

اور ابوعمر بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے التمہید میں یہ روایت بیان کی ہے از عمرو بن شعیب از والد خود از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خزانہ کے متعلق فرمایا جس کو کسی مرد نے پایا ہو: اگر تم نے اس خزانہ کو کسی آباد بستی میں پایا ہے یا راستہ کے بغیر کسی جگہ پایا یا کسی غیر آباد راستہ میں پایا تو تم اس کا اعلان کرو اور اگر تم نے اس کو زمانہ جاہلیت کے ویرانہ میں پایا یا کسی غیر آباد بستی میں پایا یا کسی غیر آباد راستہ میں پایا تو اس میں اور رکاز میں خمس ہے یعنی پانچواں حصہ ہے۔

اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ رکاز کا خزانہ پر عطف اس بات کی دلیل ہے کہ رکاز خزانہ کا غیر ہے اور رکاز معدن ہے جیسا کہ اہل عراق کہتے ہیں، پس یہ حجت ہے جو امام شافعی کے مخالف ہے۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے: رکاز کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ مال جو کسی دفینہ میں پایا جائے اور اس دفینہ کا مالک نہ ہو تو وہ رکاز ہے اور سونے اور چاندی کا سامان بھی رکاز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: صاحب ہدایہ نے یہیں سے کہا ہے کہ رکاز کا اطلاق معدن پر بھی ہوتا ہے اور مال مدفون پر بھی ہوتا ہے اور ابوعبید الہروی نے کہا: رکاز کی تفسیر میں اہل عراق اور اہل حجاز کا اختلاف ہے، پس اہل عراق نے کہا کہ رکاز معدن ہیں اور اہل حجاز نے کہا: یہ وہ خزانے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں دفن کیے گئے، اور لغت کے اعتبار سے دونوں کی گنجائش ہے۔ اور ان کے قول کی اصل یہ ہے کہ جب کسی چیز کی اصل ثابت ہو تو کہتے ہیں "رکز فی الارض"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۶-۱۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۹۔ بَابٌ: اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ

اس کا بیان کہ چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے میں کوئی تاوان نہیں ہے

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: كَانُوا لَا يُضَمِّنُونَ مِنَ النَّفْحَةِ، وَيُضَمِّنُونَ مِنْ رَدِّ الْعِنَانِ

ابن سیرین نے کہا کہ وہ لوگ جانور کے لات مارنے سے تاوان نہیں دلاتے تھے اور لگام موڑنے سے تاوان دلاتے تھے۔

وَقَالَ حَمَّادٌ: لَا تُضْمَنُ النَّفْحَةُ إِلَّا أَنْ يَنْخُسَ إِنْسَانٌ الدَّابَّةَ

اور حماد نے کہا: لات مارنے پر تاوان نہیں ہوتا سوا اس کے کہ کوئی شخص جانور کو لات مارنے پر اکسائے۔

وَقَالَ شُرَيْحٌ: لَا تُضْمَنُ مَا عَاقَبَتْ أَنْ يَضْرِبَهَا فَتَضْرِبَ بِرِجْلِهَا

شریح نے کہا: بدلہ لینے کی صورت میں تاوان نہیں ہوگا کہ سوار نے جانور کو مارا تو جانور نے اپنی لات سے مارا۔

وَقَالَ الْحَكَمُ وَحَمَّادٌ: إِذَا سَاقَ الْمُكَارِي حِمَارًا عَلَيْهِ امْرَأَةٌ فَتَخِرُّ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ

حکم اور حماد نے کہا: جب کسی سواری کو کرایہ پر لینے والے نے اس گدھے کو ہنکایا جس پر عورت تھی، سو وہ عورت گر گئی تو اس ہنکانے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: إِذَا سَاقَ دَابَّةً فَأَتْعَبَهَا فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ، وَإِنْ كَانَ خَلْفَهَا مُتَرَسِّلًا لَمْ يَضْمَنْ۔

اور الشعبی نے کہا: جب کسی شخص نے کسی سواری کو زور سے ہنکایا، پس اس کو تھکا دیا تو اس وجہ سے اگر جانور کو کوئی نقصان پہنچا ہو تو وہ ضامن ہوگا۔ اور اگر اس نے اس کو آہستگی سے چلایا ہو تو پھر ضامن نہیں ہوگا۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ چوپائے یا جانور جو ایک دوسرے کو زخمی کر دیں تو اس کا کسی سے تاوان نہیں لیا جائے گا۔ امام بخاری نے اس سے پہلے عنوان میں یہ ذکر کیا تھا کہ کنویں اور معدن میں کوئی تاوان نہیں ہے اور یہاں پر دوبارہ یہ عنوان ذکر کیا ہے کہ چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے میں کوئی تاوان نہیں ہے، کیونکہ اس میں وہ تفریعات ہیں جو کنویں اور معدن پر زائد ہیں۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

امام محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ علماء یعنی صحابہ اور تابعین جانور کے لات مارنے سے کسی کو ضامن نہیں بناتے تھے، اس تعلیق میں ''نفحة'' کا ذکر ہے اور نفحة کا معنی ہے: ٹانگ سے مارنا، جب کوئی سواری ٹانگ سے لات مارے تو کہا جاتا ہے ''نفحت الدابة''۔ اور اس تعلیق میں ''العنان'' کا ذکر ہے اور عنان اس لگام کو کہتے ہیں جو جانور کے منہ میں ڈالی جاتی ہے تاکہ سوار اس جانور کو حسب منشاء پھیر سکے۔ پہلی صورت میں تاوان نہیں ہے کیونکہ جانور کو لات مارنے سے روکنے میں کسی کا اختیار نہیں ہے، اور دوسری صورت یعنی جانور کی لگام موڑی اور اس کی وجہ سے اس نے کسی کو لات ماردی تو اس سے احتراز ممکن ہے، اس لیے اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صورت کے اندر تاوان ہوگا۔
اس تعلیق کی امام سعید بن منصور نے از ہشیم اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی حماد بن ابی سلیمان الاشعری نے کہا: اور ابوسلیمان کا نام مسلم ہے۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "الا ان ینخس انسان"، "نخس" کا معنی ہے لکڑی چھونا، یعنی اگر سوار، سواری کے پہلو میں لکڑی چھو کر اس کو لات مارنے پر اکسائے تو اس پر تاوان ہوگا۔

باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یعنی شریح بن الحارث الکندی القاضی نے کہا: جب سوار، سواری کو مارے اور وہ بدلہ لینے کے لیے کسی کو لات مار دے تو اس وجہ سے تاوان نہیں ہوگا۔

باب مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں حکم کا ذکر ہے، حکم میں حاء اور کاف پر زبر ہے اور یہ ابن عتیبہ ہیں جو عتبہ کی تصغیر ہے۔ اور اس تعلیق میں حماد کا ذکر ہے، یہ ابن ابی سلیمان ہیں۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "فتنخس" یعنی سواری گر جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے، یعنی جو کرایہ پر سواری کو چلا رہا ہے۔

باب مذکور کی پانچویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں الشعبی کا ذکر ہے یہ عامر بن شراحیل الکوفی ہیں اور ان کی نسبت ہمدان کے شعب کی طرف ہے، انہوں نے ایک سے زیادہ صحابہ کو پایا اور ایک سو چھ (۱۰۶) ھ میں ان کی وفات ہوگئی، اس وقت ان کی عمر ستتر (۷۷) سال تھی۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "فاتعبھا" یعنی اس نے اتنے زور سے سواری کو چلایا کہ وہ تھک گئی۔ تو اس وجہ سے اگر سواری کو کوئی تکلیف پہنچی تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔
نیز اس تعلیق میں "مترسلا" کا ذکر ہے، اس پر زبر اس لیے ہے کہ یہ کانَ کی خبر ہے، یعنی وہ سوار، سواری کو ٹھہر ٹھہر کر چلا رہا تھا اور اس کو تیز چلنے پر ابھار نہیں رہا تھا، تو اب اگر سواری کو کوئی چوٹ لگ گئی تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ امام ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے از اسماعیل بن سالم از عامر شعبی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۷۔۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۳۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْعَجْمَاءُ عَقْلُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔

فرمایا: چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے میں تاوان نہیں ہے اور کنویں میں گرنے کا تاوان نہیں ہے اور معدن یا کان میں دبنے کا تاوان نہیں ہے اور دفینہ میں پانچواں حصہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۹۹، ۲۳۵۵، ۶۹۱۲، ۶۹۱۳، صحیح مسلم: ۱۷۱۰، سنن نسائی: ۲۴۹۸، مسند احمد: ۷۸۴۸، موطا امام مالک: ۱۶۲۲، سنن دارمی: ۲۶۶۸)

صحیح البخاری: ۶۹۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں چوپایوں کے ایک دوسرے کو زخمی کرنے میں تاوان نہ ہونے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مسلم، یہ ابن ابراہیم الازدی القصار البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن زیاد کا ذکر ہے، یہ الجمحی البصری ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الحدود میں از عبید اللہ بن معاذ از والد خود روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "عقلها" اس کا معنی ہے: چوپایہ کے زخمی کرنے سے پہلے اس کی دیت ضائع ہے، یعنی اس کی دیت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۰۔ بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ ذِمِّيًّا بِغَيْرِ جُرْمٍ

اس شخص کے گناہ کا بیان جس نے کسی ذمی کو بغیر جرم کے قتل کیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس شخص کا بیان کیا گیا ہے جس نے کسی ذمی کو بغیر کسی موجب شرعی کے قتل کیا، یعنی جس کو قتل کرنے کی شرعاً کوئی وجہ نہیں تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۴۔ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الحسن نے حدیث بیان کی،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا.

انہوں نے کہا: ہمیں مجاہد نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن عمرو از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جس نے کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس کا کوئی عہد تھا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۶۶، ۶۹۱۴، سنن نسائی: ۴۷۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۸۶، مسند احمد: ۶۷۰۶)

صحیح البخاری: ۶۹۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر نہیں ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں ذمی کا ذکر ہے اور ذمی اس کتابی شخص کو کہتے ہیں جس نے جزیہ ادا کرنے کا عقد کیا ہو اور حدیث میں معاہد کا ذکر ہے، جس نے مسلمانوں سے عہد لیا ہو۔

اور علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس نے مسلمانوں سے عہد لیا ہو وہ بھی اس اعتبار سے ذمی ہے کہ اس کا مسلمانوں کے لیے ذمہ ہے اور مسلمانوں کے لیے عہد ہے اور ذمی اس سے عام ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قیس بن حفص، یہ ابو محمد الدارمی البصری ہیں اور یہ امام بخاری کے منفرد راویوں میں سے ہیں، ۲۲۹ھ میں ان کی وفات ہو گئی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد الواحد، اور یہ ابن زیاد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسن، یہ ابن عمرو الفقیمی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجزیہ میں از قیس گزر چکی ہے۔ اور ابن ماجہ نے اس حدیث کی کتاب الدیات میں از ابو کریب روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "معاهدا" اور ایک روایت میں ہے "معاهدة" اور یہ ظاہر ہے کیونکہ اس میں تانیث اس اعتبار سے ہے کہ یہ نفس کی صفت ہے کیونکہ عبارت میں ہے "من قتل نفسا معاهدة"۔ اور جس روایت میں "معاهدا" ہے تو وہ اس اعتبار سے ہے کہ نفس بمعنی شخص ہے اور "معاهد" میں ہاء پر زبر پڑھنا اور زیر پڑھنا دونوں جائز ہیں اور اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے لیے مسلمانوں سے کوئی عہد ہو خواہ وہ عہد عقدِ جزیہ کا ہو یا حاکم سے صلح کا ہو یا مسلمان سے امان کا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لم یرح" یعنی وہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اور جنت کی خوشبو کو نہیں سونگھے گا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک سوال کا جواب

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جنت کی خوشبو تو بہت دور سے آئے گی اور ہر شخص کو آئے گی تو جس شخص نے کسی معاہد کو قتل کیا ہوا س کو جنت کی خوشبو نہ آنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اور اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ جنت میں پہلی مرتبہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا جب کہ باقی وہ مسلمان جنہوں نے گناہ کبیرہ نہیں کیے وہ پہلی بار ہی جنت کی خوشبو سونگھیں گے اور یہ تغلیظاً وعید ہے اور حتمی اور لازمی طور پر نہیں فرمایا کہ وہ کبھی بھی جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ اور یہ وعید اس کے لیے ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے وعید کو نافذ کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔

جتنی مسافت سے جنت کی خوشبو آئے گی اس مسافت کی مقدار میں اختلاف اور ان روایات میں تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے ''بے شک جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آئے گی''۔ اکثر روایات میں اسی طرح ہے اور عمرو بن عبد الغفار نے از حسن بن عمرو روایت کی ہے کہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آئے گی اور الاسماعیلی نے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آئے گی۔ اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ جنت کی خوشبو سو سال کی مسافت سے آئے گی اور امام طبرانی نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے آئے گی۔ اور صاحب الفردوس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے آئے گی۔

یہ شدید اختلاف ہے اور شراح نے اس میں بہت زیادہ کلام کیا ہے جس کا اکثر حصہ کمزور ہے اور ہمارے شیخ زین الدین نے شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ مسافت کی مقدار کا یہ اختلاف اشخاص کے اختلاف کی وجہ سے ہے یعنی جن اشخاص کا جنت میں جتنا بلند اور عظیم درجہ ہوگا ان کو جنت کی خوشبو اتنی زیادہ دور کی مسافت سے آئے گی۔ اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ عدد خصوصیت سے مراد نہ ہو بلکہ ان مختلف مقداروں سے مراد مبالغہ اور کثرت ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۰۹۔ ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۱۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنت کی خوشبو جتنی مسافت سے آئے گی اس کی مقدار کے متعلق روایات کا اختلاف اور ان میں تطبیق

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے اس میں کلام کیا ہے، انہوں نے کہا: چالیس کا عدد بہت شدید ہے تو جس کو چالیس سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو آئے گی اس کا عمل بھی زیادہ ہوگا اور اس کا یقین بھی زیادہ ہوگا۔ اور گناہوں پر اس کی ندامت بھی زیادہ ہوگی، پس گویا کہ وہ جنت کی اس خوشبو کو پائے گا جو اس کو نیک کاموں پر ابھارتی تھی اور ستر کا عدد اس شخص کے لیے ہے جس کو اپنے گناہوں پر ندامت عارض ہوگی اور اس کو اچانک موت کے آپڑنے کا خوف ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے زیادہ اطاعت اور عبادت کرے گا، پس وہ ستر سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو کو پائے گا اور پانچ سو سال کی مسافت کے متعلق جو انہوں نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر دو نبیوں کے درمیان جو فترت کی مدت ہے وہ پانچ سو سال ہے، پس جو اس مدت کے آخر میں آیا اور نبیوں پر ایمان لایا تو وہ دوسروں سے افضل ہوگا، پس وہ پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو پائے گا۔

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان مقداروں کے عدد کی خصوصیت مراد نہ ہو بلکہ اس سے مقصود کثرت میں مبالغہ ہو، اسی لیے چالیس اور ستر کے عدد کو خاص کر لیا گیا، کیونکہ چالیس کا عدد، عدد کی تمام اقسام پر مشتمل ہے، کیونکہ اس میں اکائیاں ہیں اور اکائیاں دس ہیں اور سو کے عدد میں دہائیاں ہیں اور ہزار کے عدد میں سینکڑے ہیں اور سات کا عدد، عددِ کامل سے فوق ہے اور عدد کامل چھ ہے، کیونکہ اس کے اجزاء میں نصف ہے اور تہائی ہے اور چھٹا ہے بغیر کسی کمی اور اضافہ کے (چھ کے عدد کا نصف بھی ہوتا ہے اور وہ تین ہے اور اس کا تہائی بھی ہوتا ہے اور وہ دو ہے اور اس کا چھٹا حصہ بھی ہوتا ہے اور وہ ایک ہے اور ان کا مجموعہ چھ ہے)۔

اور رہا پانچ سو کا عدد تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: جو نکتہ مجھے ان تمام مقداروں میں ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کہا جائے کہ چالیس کا عدد وہ کم سے کم زمانہ ہے جس میں محشر کے اندر جنت کی خوشبو پائی جائے گی اور ستر کا عدد اس پر فوق ہے یا اس کو مبالغہ کے لیے ذکر کیا گیا ہے اور پانچ سو اور ہزار کا عدد اس میں سب سے زیادہ ہے اور اس کا اختلاف اشخاص اور اعمال کے اختلاف کی وجہ سے ہے، پس جس نے جنت کی خوشبو زیادہ دور سے پائی تو وہ اس سے افضل ہوگا جس نے جنت کی خوشبو اس کی بہ نسبت کم فاصلہ سے پائی اور اسی کی طرف ہمارے شیخ زین الدین نے شرح ترمذی میں اشارہ کیا ہے، انہوں نے کہا: ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ اشخاص کے اختلاف کی وجہ سے اور ان کے منازل اور درجات کے اختلاف کی وجہ سے یہ مقادیر مختلف ہیں۔

پھر اسی کی مثل میں نے علامہ ابن العربی کے کلام میں دیکھی، انہوں نے کہا کہ جنت کا ادراک اس کی طبیعت کی وجہ سے نہیں ہوتا اور نہ عادت کی وجہ سے ہوتا ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ جس بندہ میں چاہے وہ ادراک پیدا فرما دیتا ہے، پس اللہ تعالیٰ کسی کے لیے چاہے گا تو ستر سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو کا ادراک پیدا کر دے گا اور کبھی پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو کا ادراک پیدا کر دے گا۔

علامہ ابن بطال مالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمان جب ذمی یا معاہد کو قتل کر دے تو اس کے قصاص میں اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس حدیث میں اس کی صرف اخروی سزا بیان فرمائی ہے اور دنیاوی سزا نہیں بیان فرمائی۔ اور اس پر بحث اس کے بعد والے باب میں آ رہی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۱۔ بَابٌ: لَا يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالْكَافِرِ

اس کا بیان کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ مسلمان کو کافر کے مقابلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٩١٥۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ أَنَّ عَامِرًا حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ ح حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يُحَدِّثُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَلِيًّا رضی الله عنه هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَرَّةً مَا لَيْسَ عِنْدَ النَّاسِ فَقَالَ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا إِلَّا مَا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا فَهْمًا يُعْطَى رَجُلٌ فِي كِتَابِهِ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قُلْتُ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مطرِّف نے حدیث بیان کی کہ عامر نے ان کو حدیث بیان کی از ابی جحیفہ، وہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا ح اور ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں مطرِّف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے شعبی کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، انہوں نے کہا: میں نے ابو جحیفہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز (لکھی ہوئی) ہے جو قرآن میں نہیں ہے؟ اور ابن عیینہ نے ایک مرتبہ یوں کہا: جو لوگوں کے پاس (لکھی ہوئی) نہیں ہے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو چیرا اور روح کو پیدا کیا! ہمارے پاس صرف وہی لکھا ہوا ہے جو قرآن میں ہے سوا اس فہم کے جو ہر مرد کو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دی گئی ہے اور سوا اس کے جو اس صحیفہ میں ہے، میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: دیت اور غلاموں کو چھڑانے کے احکام، اور یہ حکم کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۱، ۱۸۷۰، ۳۰۴۷، ۳۱۷۲، ۳۱۷۹، ۶۷۵۵، ۶۹۰۳، ۶۹۱۵، ۷۳۰۰، صحیح مسلم: ۱۳۷۰، سنن ترمذی: ۱۴۱۲، سنن نسائی: ۴۷۴۴، سنن ابوداؤد: ۲۰۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۸، مسند احمد: ۶۰۰، سنن دارمی: ۲۳۵۶)

صحیح البخاری: ۶۹۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس باب کا عنوان ہے "مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا" اور یہ جملہ بعینہٖ اس حدیث میں مذکور ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، اور یہ احمد بن عبداللہ بن یونس الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زہیر، اور یہ ابن معاویہ الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مُطرِّف، یہ ابن طریف الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عامر، یہ ابن شراحیل الشعبی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو جحیفہ، یہ وہب بن عبداللہ السوائی ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ حدیث عنقریب ''باب العاقلة'' میں گزر چکی ہے اور اس حدیث کی شرح کئی مرتبہ گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۱۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کافر کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء کے نظریات

جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کافر کے بدلہ میں مسلمان کے قتل کو ترک کر دیا جائے گا، لیکن امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ڈاکو اور جو ڈاکو کے حکم میں ہو، جب وہ کسی شخص کو دھوکہ سے یا غفلت سے مار ڈالے تو اس کو قتل کیا جائے گا خواہ مقتول ذمی ہو، اور اس صورت کا کافر کے بدلہ مسلمان کو قتل کرنے کی ممانعت سے استثنیٰ ہے اور یہ حقیقت میں مستثنیٰ نہیں ہے، کیونکہ اس کا ایک اور سبب ہے اور وہ ہے زمین میں فساد کرنا۔

اور فقہاء احناف نے اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ جب مسلمان کسی ذمی کو بغیر استحقاق کے قتل کر دے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور مسلمان کو مستامن (جو کافر امان لے کر مسلمانوں کے ملک میں آئے) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور الشعبی اور النخعی سے منقول ہے کہ مسلمان کو یہودی کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور نصرانی کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور مجوسی کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

ان فقہاء کی دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

امام ابوداؤد نے از حسن از قیس بن عباد از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ مومن کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ ذو عہد کو اس کے عہد میں قتل کیا جائے گا۔ نیز اس حدیث کی روایت عمرو بن شعیب نے از والد خود از جد خود کی ہے۔

امام ابن ماجہ نے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام بیہقی نے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اس حدیث کی روایت کی ہے۔

ان تمام احادیث کی سندیں ضعیف ہیں سوائے پہلی اور دوسری حدیث کی سند کے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک سند حسن ہے۔

علامہ ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ بعض حنفیہ نے الشاشی سے سوال کیا کہ وہ کون سی دلیل ہے جس کی وجہ سے کافر کے بدلہ میں مسلمان کے قتل کرنے کو ترک کیا جائے گا؟ تو انہوں نے ارادہ کیا کہ عموم سے استدلال کریں، پس انہوں نے کہا کہ ہم اس حدیث کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حربی کے ساتھ خاص کر دیں، یعنی مسلمان کو کافر حربی کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا، پھر شاشی نے اس سے عدول کیا اور کہا کہ میری دلیل سنت اور تعلیل ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا، اس کا معنی ہے کہ مسلمان کو اسلام کی وجہ سے ثقیلت ہے تو شاشی نے بعض حنفیہ کو ساقط کر دیا۔

فقہاء احناف نے جس سے استدلال کیا ہے وہ امام دارقطنی کی اپنی سند کے ساتھ روایت ہے از عمار بن مطر از ابراہیم بن ابی یحییٰ از ربیعہ از ابن البیلمانی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل کر دیا اور فرمایا: "جو لوگ اپنے ذمہ کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے زیادہ مستحق ہوں"۔

دارقطنی نے کہا کہ اس حدیث کی سند میں ابراہیم ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس حدیث کے سوا اور کوئی موصول روایت نہیں ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ روایت ابن البیلمانی سے مرسل ہے۔ اور امام بیہقی نے کہا: اس کے راوی عمار بن مطر نے ابراہیم کے اوپر خطا کی ہے، وہ ابراہیم کی روایت کرتا ہے از محمد بن المنکدر از عبدالرحمٰن بن البیلمانی۔ اور یہی حدیث اس باب میں اصل ہے اور یہ منقطع ہے اور اس کے راوی غیر ثقہ ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء احناف نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ سب سند کے اعتبار سے ضعیف اور غیر معتبر ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۶۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی نے فقہاء احناف کی اس دلیل کا جواب نہیں دیا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ "جان کا بدلہ جان ہے" اور اللہ تعالیٰ نے جان کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں کیا کہ کافر کی جان کا بدلہ جان ہے تاکہ یہ سمجھا جائے کہ کافر کی جان کا بدلہ مسلمان کی جان نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۳۲- بَابٌ: إِذَا لَطَمَ الْمُسْلِمُ يَهُودِيًّا عِنْدَ الْغَضَبِ

اس کا بیان جب کوئی مسلمان کسی یہودی کو غصہ سے تھپڑ مارے

رَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس حدیث کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی یہودی کو غضب میں آ کر تھپڑ مارے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے عنوان میں اس کا حکم ذکر نہیں کیا، لیکن اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے اوپر کوئی چیز واجب نہیں ہے کیونکہ اس باب کی حدیث میں قصاص کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، اگر اس صورت میں قصاص ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان فرما دیتے اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے، کیونکہ فقہاء کو فہ بھی تھپڑ میں اور تادیب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں قصاص کو جائز نہیں قرار دیتے سوا اس کے کہ کوئی شخص تھپڑ مار کر دوسرے کو زخمی کر دے تو اس میں کچھ جرمانہ دینا ہوتا ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس باب کی تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ ایک مسلمان نے یہودی کو تھپڑ مارا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تھپڑ مارنے پر کوئی قصاص لازم نہیں کیا اور اس سے پہلے یہ گزر چکا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو تھپڑ مارا اور وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کسی قصاص کا ذکر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۰۔۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ از والد خود از حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: انبیاء کے درمیان فضیلت مت دو۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۲، ۳۳۹۸، ۴۶۳۸، ۶۹۱۶، ۶۹۱۷، ۷۴۲۷، صحیح مسلم: ۲۳۷۳، سنن ابوداؤد: ۴۶۶۸، مسند احمد: ۱۰۹۷۲)

صحیح البخاری: ۶۹۱۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت پوری حدیث میں ہے، امام بخاری نے یہاں پر مختصر حدیث ذکر کی ہے، پوری حدیث اس طرح سے ہے کہ یہود کا ایک مرد آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی اے ابو القاسم! آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد نے میرے چہرہ پر ایک تھپڑ مارا ہے۔۔۔۔الحدیث، تو آپ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت مت دو، اور اس کے بعد والی حدیث میں اس کا پورا ذکر آئے گا، تو اس طرح اس حدیث میں بھی وہی ذکر ہے جو باب کے عنوان میں ذکر ہے کہ مسلمان نے یہودی کو غصہ سے تھپڑ مارا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا تخیّروا'' یعنی تم یہ نہ کہو کہ بعض انبیاء علیہم السلام دوسرے بعض سے افضل ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، پھر اس کی کیا توجیہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دی جائے؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں، اور یہ اس باب کے مخالف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تواضعاً فرمایا، یا اس کا یہ جواب ہے کہ یہ آپ نے پہلے فرمایا جب آپ کو یہ علم نہیں تھا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔

اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ "انبیاء علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو" اس کا معنی یہ ہے کہ ایک نبی کو دوسرے نبی پر اس طرح فضیلت نہ دو جس سے اس نبی کا (بظاہر) نقص ظاہر ہو، یا اس طرح فضیلت نہ دو جو جھگڑے اور فساد کا موجب ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَدْ لُطِمَ وَجْهُهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِكَ مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ لَطَمَ فِي وَجْهِي قَالَ ادْعُوهُ فَدَعَوْهُ قَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي مَرَرْتُ بِالْيَهُودِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ قَالَ قُلْتُ وَعَلَى مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ فَلَطَمْتُهُ قَالَ لَا تُخَيِّرُونِي مِنْ بَيْنِ الْأَنْبِيَاءِ فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَفَاقَ قَبْلِي أَمْ جُوزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّورِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود میں سے ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جس کے چہرہ پر تھپڑ مارا گیا تھا، پس اس نے کہا: اے محمد! آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد جو انصار میں سے ہیں نے میرے چہرہ پر تھپڑ مارا ہے، آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ، پس اس کو بلایا، پس آپ نے فرمایا: تم نے اس کے چہرہ پر تھپڑ کیوں مارا؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں یہود کے پاس سے گزرا، پس میں نے اس آدمی کو سنا وہ یہ کہہ رہا تھا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بشر پر فضیلت دی ہے! اس نے بتایا، میں نے کہا: اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر؟ اس نے کہا پھر مجھے غصہ آیا تو میں نے اس کو تھپڑ مارا، آپ نے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو، کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے، پس میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا، پس اس وقت میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کو پکڑ کے کھڑے ہوئے ہیں، پس میں نہیں جانتا آیا وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا انہیں طور پر بے ہوش ہونے کی جزاء دی گئی۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۲، ۳۳۹۸، ۴۶۳۸، ۶۹۱۶، ۶۹۱۷، ۷۴۲۷، صحیح مسلم: ۲۳۷۳، سنن ابوداؤد: ۴۶۶۸، مسند احمد: ۱۰۹۷۲)

صحیح البخاری: ۶۹۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جو حضرت ابو سعید سے مروی ہے اور یہ پہلی روایت کی بہ نسبت مکمل ہے اور امام بخاری نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کو اختصار کے ساتھ کئی ابواب میں ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یصعقون" یہ صعق سے ماخوذ ہے، جب کوئی شخص خوف اور دہشت سے بے ہوش ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بقائمة" اس کا معنی ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پایوں میں سے کسی پائے کو اس طرح پکڑے ہوئے ہوں گے جس طرح ستون کو پکڑا جاتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرش جسم ہے جیسا کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ پایہ صرف جسم کا ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلا ادری افاق قبلی" یعنی مجھے معلوم نہیں آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ⑱ (الزمر:٦٨)

اور صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے، ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے O

یعنی میں یہ نہیں جانتا کہ آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا، یا چونکہ پہاڑ طور پر جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی ڈالی تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے تھے تو اس بے ہوشی کی جزاء میں ان کو بے ہوش نہیں کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۱۔ ۱۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور پر ایک اشکال کا جواب

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ "مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، کیونکہ مجھے سب سے پہلے قبر سے اٹھایا جائے گا اور میں قبر سے اٹھ کر دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے ایک پائے کو پکڑ کر کھڑے ہوئے ہیں"، پس یا تو وہ بے ہوش نہیں ہوئے یا سورۂ زمر کی اس آیت سے ان کا بے ہوش ہونا مستثنیٰ ہے اور یا پہاڑ طور کی بے ہوشی کی جزاء میں ان کو بے ہوش نہیں کیا گیا، اور ہر صورت میں یہ لازم آیا کہ جب صور میں پھونکا جائے گا تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سمیت سب بے ہوش ہو جائیں گے لیکن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش کا پایا پکڑے ہوئے کھڑے ہوں گے تو یا تو وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوش میں آ گئے یا بے ہوش ہی نہیں ہوئے اور ہر تقدیر پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا افضل ہونا لازم آتا ہے، سو تم مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت مت دو۔

اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں، حالانکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً افضل الانبیاء والمرسلین ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں" اور آپ نے فرمایا: "میں تمام رسولوں کا قائد ہوں" اور آپ نے فرمایا: "میں تمام اولین اور آخرین میں سب سے زیادہ تکریم والا ہوں اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی" اس طرح کی بہت احادیث ہیں، لہٰذا اس باب کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ جزوی فضیلت ہے اور جزوی فضیلت، فضیلتِ کلی کے منافی نہیں ہوتی، مثلاً حضرت آدم علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام کے باپ ہیں اور باپ بیٹے سے افضل ہوتا ہے تو اس اعتبار سے حضرت آدم علیہ السلام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت رکھتے ہیں، لیکن یہ فضیلت بھی جزوی فضیلت ہے، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ فضیلت ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا کیا، حضرت حواء علیہا السلام کو بغیر عورت کے پیدا کیا، اور حضرت آدم علیہ السلام کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کیا، تو یہ ان کی فضیلت ہے اور ان کی خصوصیت ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طریقہ کے مطابق مرد اور عورت سے پیدا ہوئے، تو ان کی یہ فضیلت بھی جزوی فضیلت ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتِ کلی کے خلاف نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۹۱۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب ذمی پر کوئی ظلم اور زیادتی ہو تو وہ اس کی فریاد کر سکتا ہے۔

(۲) اور اپنی مظلومیت کا مقدمہ حاکم کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔

(۳) حاکم اس کے دعویٰ کو سنے اور اس کے مطابق فیصلہ کرے۔

(۴) اور جو شخص کسی مسئلہ کا حکم نہ جانتا ہو جو اس پر مخفی ہو تو اس کو وہ حکم بتا دیا جائے۔

(۵) جب ذمی اپنی لاعلمی کی وجہ سے کوئی ایسی بات کہے جو مسلمان کے علم کے خلاف ہو تو مسلمان کا اسے تعزیر دینا جائز ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۶۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ مسلمان اور کافر کے درمیان قصاص نہیں ہوتا اور یہ فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کا قصاص نہیں لیا جب مسلمان نے اس کو تھپڑ مارا، اگر ان کے درمیان قصاص مشروع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ضرور بیان فرماتے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ پر تبلیغ کرنا فرض ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ فقہاء احناف کافر کے بدلہ میں مسلمان کے قتل کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں تو ان کے اس قول کے تقاضا سے چاہیے تھا کہ مسلمان سے یہودی کو تھپڑ مارنے کا قصاص لیا جاتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک مسلمانوں کے درمیان بھی تھپڑ مارنے کا اور تادیباً کسی سزا دینے کا قصاص نہیں ہوتا سوا اس کے کہ تھپڑ مارنے سے کوئی زخم پڑ جائے، سو اس میں کچھ جرمانہ ہوتا ہے۔ اور کافر اور مسلمان کے درمیان جب قصاص نہیں ہوتا تو تھپڑ مارنے میں بھی ان کے نزدیک بطریق اولیٰ قصاص نہیں ہوگا، پس یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر کی شکایت پر مسلمان کو حاکم کی طرف لانا چاہیے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلقِ عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو تواضع کی فطرت پر پیدا کیا ہے اس کا بیان ہے اور آپ کے حسنِ ادب کا ذکر ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو، پس یہ ایسا ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تم پر حاکم بنادیا گیا ہے اور میں تم سب سے افضل نہیں ہوں۔ پس اہلِ فضل کو چاہیے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس میں اقتداء کریں، کیونکہ تواضع کرنا انبیاء اور صالحین کے اخلاق میں سے ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی تواضع کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھے، اس حدیث کا امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۲۵۷)

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ عرش جسم ہے، کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کو پکڑے ہوئے تھے اور پایا جسم کا ہوتا ہے، اور اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے:

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَٰنِيَةٌ ⑰ اور اس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے ○ (الحاقۃ: ۱۷)

اور یہ محال ہے کہ جس چیز کو اٹھایا گیا ہو وہ جسم نہ ہو، کیونکہ اگر عرش روحانی ہوتا تو آٹھ فرشتوں کے عرش کو اٹھانے میں کوئی تعجب نہ ہوتا اور نہ کسی ایک کے اٹھانے میں تعجب ہوتا، پس جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بطور تعجب کے بیان فرمایا کہ آٹھ فرشتے عرش کو اٹھاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوا کہ عرش جسم ہے، کیونکہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ وہ عرش بہت عظیم ہے جس کو آٹھ فرشتوں نے اٹھا کر اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۶۰۔۴۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال نے صحیح البخاری: ۲۴۱۲، میں بھی اس حدیث کی شرح کی ہے وہاں پر لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے پر ایک سوال کا جواب

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت فضائل عطا فرمائے ہیں، اس کے باوجود آپ نے فرمایا: ''مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو'' سو یہ آپ کی تواضع ہے۔

نیز آپ نے فرمایا: ''کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں''، کیونکہ اس کے معارض یہ حدیث ہے ''میں وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی'' اور آپ نے فرمایا: ''میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کی اس میں دو تاویلیں ہیں جو ان حدیثوں سے تضاد کو اٹھا دیتی ہیں، پہلی تاویل وہ ہے جس کو علامہ ابن قتیبہ نے ذکر کیا، انہوں نے کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے کہ آپ کا ارادہ یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ تمام اولادِ آدم کے سردار ہوں گے کیونکہ اس دن آپ شفاعت فرمائیں گے اور حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا اور حوض آپ کے لیے ہوگا،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور آپ نے جو فرمایا کہ "مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو"، یہ بطور تواضع ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تم پر حاکم بنایا گیا ہے اور میں تم سب سے افضل نہیں ہوں، اور اسی طرح آپ کا یہ ارشاد ہے کہ "کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کہے: میں یونس بن متی سے افضل ہوں" یہ بھی تواضع کے معنی پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام کا دوسرے انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے کم درجہ ہے، آپ کی مراد یہ ہے کہ جب میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں حضرت یونس علیہ السلام سے افضل ہوں تو میں اس کو کیسے پسند کروں گا کہ جو ان سے بڑے اولوا العزم رسل ہیں میں ان سے افضل ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ إِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾ (القلم:۴۸)

سو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اپنے رب کو حالتِ غم میں پکارا تھا O

اس آیت میں اس پر واضح دلالت ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یونس علیہ السلام سے افضل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ ان کی مثل نہ ہو جانا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے یونس علیہ السلام سے افضل ہونے کے باوجود فرمایا: مجھے یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، تو آپ کا یہ فرمانا بطور تواضع ہے

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر عمل میں فضیلت نہ دو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کا عمل مجھ سے افضل ہو اور آزمائش اور امتحان بھی ان پر زیادہ آئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن جو تمام انبیاء پر سیادت اور فضیلت عطا فرمائی ہے، وہ آپ کے کسی عمل کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے آپ کے اوپر فضل کی وجہ سے تھی اور آپ اس فضل کے ساتھ مختص ہیں، اسی طرح آپ کی امت تمام امتوں کی بہ نسبت سب سے کم آزمائشوں میں مبتلاء ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت سے سخت احکام کا بوجھ اٹھالیا اور مشکل احکام کا طوق اتار لیا جیسا کہ بنی اسرائیل پر ان کے فرائض میں تھا، اس کے باوجود آپ کی امت کو اللہ تعالیٰ نے خیرِ امت قرار دیا، تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، یہ علامہ ابن قتیبہ کی تاویل ہے اور اس کو علامہ المہلب نے اختیار کیا ہے۔

اور دوسری تاویل یہ ہے کہ ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے ان حدیثوں کا تعلق دو مختلف وقتوں کے ساتھ ہو، پس ایک وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، اور کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں حضرت یونس علیہ السلام سے افضل ہوں، یہ آپ نے ابتداءً فرمایا تھا جس وقت میں آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی:

وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ (الاحقاف:۹)

اور نہ میں از خود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور (نہ میں از خود یہ جانتا ہوں کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اور جب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح:۲)

تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام۔

اس آیت میں یہ تصریح کی گئی ہے اور دنیا میں آپ کو بتادیا گیا ہے کہ آپ مغفور ہیں جب کہ آپ کے سوا کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مغفور ہونے کی بشارت نہیں دی تو آپ نے جان لیا کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور تب آپ نے فرمایا کہ میں تمام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اولادِ آدم کا سردار ہوں۔

مصائب اور آلام کا گناہوں کے لیے کفارہ ہونا

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یا موسیٰ علیہ السلام کو طور کی بے ہوشی کی جزاء میں بے ہوش نہیں کیا گیا"۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ دنیا میں جو آزمائشیں آتی ہیں اور غم اور رنج میں انسان مبتلا ہوتا ہے، ان میں یہ امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے قیامت کے دن اس سے قیامت کی بہت ساری ہولناکیوں میں تخفیف فرمادے گا۔

رہا گناہوں کا کفارہ، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر مومن کو کانٹا بھی چبھے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۶ ص ۴۴۱۔ ۴۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۱۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسلمان کے یہودی کو تھپڑ مارنے کے متعلق مسائل

اگر یہودی ذمی ہے تو مسلمان کا ذمی پر حد سے تجاوز کرنا حرام ہے، کیونکہ ذمی کا مسلمانوں سے یہ عہد ہوتا ہے کہ ان پر حد سے تجاوز نہیں کیا جائے گا اور اگر یہودی حربی ہو تو اس کو قتل کرنا بھی مباح ہے چہ جائیکہ اس کو تھپڑ مارا جائے، لیکن جب مسلمان کافر کو تھپڑ مارے تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ امام کی رائے کی طرف مفوض ہے، پس اگر امام اس میں کوئی مصلحت دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ قصاص لے سوائے مال کے، کیونکہ مسلمان جب کسی ذمی کا مال تلف کردے تو اس سے وہ مال لیا جائے گا اور سوائے قتل کے، کیونکہ مسلمان کو کسی حال میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر انبیاء پر فضیلت کی بحث

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت نہ دو" یعنی یہ نہ کہو کہ یہ نبی اس نبی سے افضل ہے، کیونکہ اس سے دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین میں غیض و غضب کو ابھارنا ہے، اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تم یہ اعتقاد نہ رکھو کہ بعض انبیاء علیہم السلام بعض سے افضل ہیں، کیونکہ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (البقرہ: ۲۵۳) ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ (بنی اسرائیل: ۵۵) اور ہم نے بعض نبیوں کو دوسرے بعض نبیوں پر فضیلت دی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو فضیلت دی اور رسل علیہم السلام کو فضیلت دی اور علماء کو فضیلت دی اور بندوں کو فضیلت دی، اور وہ سب کسی وصف میں مختلف ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ (بنی اسرائیل:۲۱) آپ دیکھئے ہم نے کس طرح ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اور آخرت کے بہت بڑے درجات ہیں اور فضیلت بھی بہت بڑی ہے O

لیکن جب انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت دینے سے ان کے پیروکاروں کے درمیان عداوت اور بغض پیدا ہو اور جس نبی کو فضیلت دی جائے اس کے مقابلہ میں اس نبی کی اتنی تعظیم نہیں ہوتی جس پر دوسرے نبی کو فضیلت دی جاتی ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت دینے سے اعراض کرنا واجب ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور جب یہ حال انبیاء علیہم السلام کے درمیان ہے تو یہی حال انبیاء علیہم السلام کے وارثین کے درمیان بھی ہے اور وہ علماء ہیں۔ پس کسی انسان کو اپنے بھائی سے اس بات پر جھگڑا نہیں چاہیے کہ وہ کہے کہ فلاں شخص فلاں سے بڑا عالم ہے اور فلاں شخص فلاں سے بڑا عارف ہے، اور فلاں شخص فلاں سے بڑا متقی ہے کیونکہ اس سے دوسرے کے دل میں عداوت اور بغض پیدا ہوگا، بلکہ انسان کو اپنے دل میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ جس کو وہ افضل سمجھتا ہے وہ افضل ہے لیکن اس پر دوسرے سے بحث نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے بغض اور کینہ پیدا ہوگا لیکن اس آخر زمانہ میں بعض علماء اور طلباء پائے گئے ہیں جو بعض علماء کو دوسرے بعض علماء پر فضیلت دیتے ہیں اور یہ محض تعصب کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں نہ کہ اظہار حقیقت کے لیے، ہاں اگر یوں کہا جائے مثلاً استاذ اپنے شاگردوں کو تعلیم دے کہ افضل الرسل اولوا العزم ہیں اور اولوا العزم میں سب سے افضل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۲۹۔۳۳۲، مکتبۃ العصریۃ القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: کتاب الدیات والقصاص میں احادیثِ مرفوعہ کی تعداد چون (۵۴) ہے، ان میں سات معلق احادیث ہیں اور باقی موصول ہیں اور ان میں سے مکرر چالیس (۴۰) احادیث ہیں اور خالص احادیث پندرہ (۱۵) ہیں۔

کتاب الدیات والقصاص کی تکمیل

اس باب کی شرح کے اختتام کے ساتھ کتاب الدیات والقصاص کی تکمیل ہوگئی، بارالٰہ! جس طرح آپ نے مجھے کتاب الدیات والقصاص کے ترجمہ اور شرح کی توفیق مرحمت فرمائی ہے، سو میں دعا کرتا ہوں اے کریم! صحیح البخاری کی باقی ماندہ کتب ابواب اور احادیث کی شرح کرنے کی بھی مجھے توفیق عطا فرما۔ کتاب الدیات والقصاص میں جو میں نے حق اور صواب لکھا ہے اسے قبول فرما اور اس میں جو پیغام ہے اس پر سب مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق ارزانی فرما۔ اور جو مجھ سے اپنی ناقص فہم اور قلت مطالعہ کی وجہ سے جو کوتاہیاں ہوگئی ہیں ان سے درگزر فرما۔ اور مجھے اس کے بعد کی شروح میں وہی لکھنے کی توفیق عطا فرما جو حق اور صواب ہو اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز "کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم" شروع ہوگی۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

۴ ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ

10 اکتوبر 2013ء

بروز جمعرات

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۸۷۔ کِتَاب اسْتِتَابَةِ الْمُرْتَدِّينَ وَالْمُعَانِدِينَ وَقِتَالِهِمْ

مرتدین اور معاندین سے توبہ طلب کرنے اور ان سے قتال کرنے کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مرتدین سے مراد ہیں وہ لوگ جو مسلکِ معتدل سے تجاوز کرتے ہیں اور بغاوت کرتے ہیں اور علم کے باوجود حق کو رد کرتے ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۔ بَابُ إِثْمِ مَنْ أَشْرَكَ بِاللّٰهِ وَعُقُوبَتِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے، اس کے گناہ اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿۱۳﴾ (لقمان:۱۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے O

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿۶۵﴾ (الزمر:۶۵)

اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس شخص کے گناہ کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کا ذکر کیا ہے۔

باب مذکور کی آیات کی شرح از علامہ عینی

لقمان: ۱۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے''۔ کیونکہ ظلم کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کی جگہ اور محل کے غیر میں رکھنا، پس مشرک وہ ہے جو عبادت کو اس کے غیر محل میں رکھتا ہے، کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ عدم سے وجود میں لایا اور وہ عدم سے وجود میں لانے والے کو اس کے مساوی قرار دیتا ہے جو ممکن ہے اور نعمت کو غیر منعم کی طرف منسوب کرتا ہے اور عبادت کو اس کے محل میں نہیں رکھتا، تو سب سے بڑا ظلم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

اور دوسری آیت یعنی الزمر: ۶۵ میں فرمایا: ''اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے''۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس آیت میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن اس سے مراد آپ کا غیر ہے، کیونکہ آپ سے شرک کا صدور تو محال ہے۔ شرک شیطان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کے گمراہ کرنے سے محفوظ اور مامون رکھا ہے، اس لیے آپ کا شرک کرنا محال ہے، اس کے باوجود اگر آپ سے بھی بفرضِ محال شرک صادر ہو گیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ سو اس آیت میں صنعتِ تعریض ہے، خطاب آپ سے کیا ہے اور مراد آپ کی امت ہے، یعنی آپ کی امت کے کسی فرد نے اگر شرک کیا تو اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور یہ اعمال اس وقت ضائع ہوں گے کہ جب وہ امتی حالتِ شرک میں مر جائے جیسا کہ قرآن مجید کی درجِ ذیل آیت میں ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ (البقرہ:۲۱۷)

اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالتِ کفر میں ہی مر گیا تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ○

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَقَالُوا أَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ إِيمَانَهُ بِظُلْمٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّهُ لَيْسَ بِذَاكَ أَلَا تَسْمَعُونَ إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾﴾ (لقمان:۱۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا ان ہی کیلئے بے خوفی ہے''۔ (الانعام:۸۲)

یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر دشوار ہوئی اور انہوں نے کہا: ہم میں سے کون اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملاتا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس طرح نہیں ہے، کیا تم نے لقمٰن کے اس قول کو نہیں سنا: ''بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے''۔ (لقمٰن:۱۳)

(صحیح البخاری: ۳۲، ۳۳۶۰، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۴۷۷۶، ۶۹۱۸، ۶۹۳۷، صحیح مسلم: ۱۲۴، سنن ترمذی: ۳۰۶۷، مسند احمد: ۳۵۷۸)

صحیح البخاری: ۶۹۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ بابِ مذکور کا عنوان ہے ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرنے کا گناہ'' اور اس حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جریر، یہ ابن عبد الحمید الرازی ہیں اور اصل میں یہ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں جو ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں اور وہ از علقمہ بن قیس از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان کے باب ''ظلم دون ظلم'' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''انه ليس بذاك'' یعنی یہاں پر مطلقاً ظلم مراد نہیں ہے کہ جس نے مطلقاً کسی ظلم کو ایمان کے ساتھ ملایا تو وہ بے خوف نہیں ہوگا بلکہ اس سے مراد ہے ظلم عظیم، اور وہ شرک ہے۔ یعنی جس نے ایمان کے ساتھ شرک کو ملایا تو اس کے لیے بے خوفی نہیں ہوگی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایمان شرک کے ساتھ کیسے جمع ہوگا؟

اس کا یہ جواب ہے کہ ان لوگوں میں جمع ہوگا جنہوں نے کہا: یہ بت اللہ کبیر کے پاس ہماری شفاعت کرنے والے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے اوپر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ماننے کا اقرار بھی کیا اور بتوں کی عبادت کو از خود اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت قرار دیا، پس ان کا اللہ تعالیٰ کا اقرار کرنا بہ ظاہر ایمان ہے اور بتوں کی عبادت کو شفاعت قرار دینا شرک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سوالِ مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

اس آیت میں جو فرمایا ہے ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا ان ہی کے لیے بے خوفی ہے'' (الانعام: ۸۲)۔ اس آیت میں ایمان لانے والوں سے مراد عام ہے خواہ وہ اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والے ہوں یا ظاہراً ایمان لانے والے ہوں، سو جو اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں وہ اپنے ایمان کے ساتھ کسی معصیت کو تو ملا سکتے ہیں شرک کو نہیں ملائیں گے اور جو ظاہراً ایمان لانے والے ہیں، وہ اپنے ایمان کے ساتھ شرک کو ملائیں گے اور وہی ظلم عظیم ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۶۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۹۱۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ ح وَحَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ حَدَّثَنَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الجریری نے حدیث بیان کی ح

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رضی الله عنهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ ثَلَاثًا أَوْ قَوْلُ الزُّورِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ۔

اور مجھے قیس بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید الجریری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ نے حدیث بیان کی از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے، اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے اور جھوٹی گواہی دینا ہے اور جھوٹی گواہی دینا ہے، آپ نے تین مرتبہ فرمایا، یا فرمایا: جھوٹی بات کرنا ہے، پھر بار بار آپ اس کی تکرار کرتے رہے حتیٰ کہ ہم نے (دل میں) کہا: کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔

(صحیح البخاری: ۲۶۵۴، ۵۰۳۷، ۵۰۳۸، ۵۰۴۲، ۶۳۳۵، صحیح مسلم: ۸۷، سنن ابوداؤد: ۱۳۳۱، مسند احمد: ۲۲۵۴۸)

صحیح البخاری: ۶۹۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الجریری، (جیم پر پیش ہے اور راء پر زبر ہے) یہ الجری کی تصغیر ہے، اور یہ جریر بن عباد کی طرف نسبت ہے، ان کا نام سعید بن ایاس البصری ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن ابراہیم، یہ اسماعیل بن عُلَیّہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، ان کا نام نفیع بن الحارث الثقفی ہے، یہ بصرہ میں آگئے تھے پھر کوفہ کی طرف منتقل ہو گئے۔

یہ حدیث کتاب الشہادات میں اور کتاب الادب میں "عقوق الوالدین" کے باب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "شهادة الزور او قول الزور" اس میں راوی کو شک ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ليته سكت" یعنی کاش! آپ خاموش ہو جاتے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ صحابہ نے آپ کے خاموش ہونے کی تمنا کی، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے کلام سے اکتاہٹ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں ہوتی؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ صحابہ نے آپ کو آرام پہنچانے کا ارادہ کیا۔

اور وہ جو بعض احادیث میں گناہ کبیرہ کے بیان میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن کو قتل کرنا سب سے بڑا گناہ ہے اور اسی طرح زنا کرنا، تو ان میں سے ہر ایک مقام کے تقاضا کے اعتبار سے وارد ہے اور یہ حاضرین کے حال کے اعتبار سے یا مقام کے اعتبار سے جو مناسب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۰۔ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ إِبْرَاهِیمَ أَخْبَرَنَا عُبَیْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا شَیْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی الله عنهما قَالَ جَاءَ أَعْرَابِیٌّ إِلَى النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللهِ مَا الْكَبَائِرُ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ قَالَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ عُقُوقُ الْوَالِدَیْنِ قَالَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْیَمِینُ الْغَمُوسُ قُلْتُ وَمَا الْیَمِینُ الْغَمُوسُ قَالَ الَّذِی یَقْتَطِعُ مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِیهَا كَاذِبٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الحسین بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے خبر دی از فراس از الشعبی از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! کبائر کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، اس نے پوچھا: پھر کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ماں باپ کی نافرمانی کرنا، اس نے پوچھا: پھر کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: جھوٹی قسم کھانا، میں نے پوچھا: اور جھوٹی قسم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو شخص قسم کھا کر کسی مسلمان مرد کا مال قطع کر لے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۶۷۵، ۶۸۷۰، ۶۹۲۰، سنن ترمذی: ۳۰۲۱، سنن نسائی: ۴۰۱۱، مسند احمد: ۶۸۴۵، سنن داری: ۲۳۶۰)

صحیح البخاری: ۶۹۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، اور یہ ابن موسیٰ العبسی الکوفی ہیں، اور یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں، امام بخاری نے ان سے کتاب الایمان میں بلاواسطہ روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شیبان، یہ ابن عبد الرحمٰن النحوی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے فراس، یہ ابن یحییٰ المکتب ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الشعبی، یہ عامر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بن شراحیل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، یہ صحابی ہیں رضی اللہ عنہما۔
یہ حدیث کتاب النذور میں از محمد بن مقاتل اور کتاب الدیات میں از ابن بشار از غندر گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الاشراك باللہ" اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ لفظ مفرد ہے تو یہ اس سوال کے کیسے مطابق ہوگا جس میں متعدد چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب اعرابی نے کہا: پھر اور کونسا گناہ کبیرہ ہے؟ تو معلوم ہوا کہ اس نے ایک سے زائد کبائر کے متعلق سوال کیا تھا۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سے پہلے مضاف مقدر ہے اور اصل عبارت یوں ہے "ما اکبر الکبائر" یعنی سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟

اس پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اس سے پہلے کتاب الدیات میں یہ گزر چکا ہے کہ اِشراك باللہ کے بعد بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کردو کہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے اُس سوال کرنے والا کا تقاضا قتل کے معاملہ کی سنگینی ہو اور اس سے اس کو زجر و توبیخ ہو، اور اِس سائل کا تقاضا ماں باپ کی نافرمانی کے گناہ کی سنگینی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الغموس" اس کا معنی ہے: جو اپنے صاحب کو گناہ میں یا دوزخ میں ڈبو دے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یقتطع" یعنی وہ اس کے مال کے قطع یا حصہ اپنے مال کے ساتھ ملا لے۔ اور یہ یمینِ غموس کی مثال ہے۔ اور یمینِ غموس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ جھوٹی قسم ہے جس میں قسم کھانے والے کو علم ہوتا ہے کہ جس چیز کی وہ قسم کھا رہا ہے واقعہ اس کے خلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۱۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور اور الاعمش از ابی وائل از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا زمانہ جاہلیت میں ہم نے جو کام کئے تھے ان پر ہم سے مواخذہ کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے اسلام لانے کے بعد نیک عمل کئے اس سے زمانہ جاہلیت کے کاموں پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور جس نے اسلام لانے کے بعد بُرے کام کئے تو اس پر اگلے پچھلے کاموں سے مواخذہ کیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰، سنن ابن ماجہ: ۴۲۴۲، مسند احمد: ۴۰۹۲، سنن دارمی: ۱)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ٦٩٢١، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "جس نے اسلام لانے کے بعد بُرے کام کئے اس سے اگلے اور پچھلے کاموں پر مواخذہ کیا جائے گا" کیونکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اسلام لانے کے بعد بُرے کام کرنے سے مراد ہے دین میں ارتداد، یعنی دینِ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر لینا، لہٰذا یہ اس میں داخل ہو جائے گا جس نے اللہ کے ساتھ شریک کر کے گناہ کیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خلاد بن یحییٰ، یہ ابن صفوان ابو محمد السلمی الکوفی ہیں جنھوں نے مکہ میں رہائش اختیار کی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ ثوری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے منصور، یہ ابن المعتمر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو وائل، یہ شقیق بن سلمہ ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب الایمان میں از عثمان از جریر روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انؤاخذ" یہ ہمزہ استفہام کا ہے اور یہ مجہول کا صیغہ ہے، اور مواخذہ کا معنی ہے: کسی شخص کے گناہ کی بناء پر اس کی گرفت کرنا، یعنی اس کو روک لیا جائے اور اس کو اس کے گناہ کی وجہ سے سزا دی جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من احسن فی الاسلام" اسلام میں احسان یہ ہے کہ دینِ اسلام پر قائم رہے اور گناہوں کو ترک کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من اساء فی الاسلام" اسلام میں برا کام یہ ہے کہ دینِ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر کے مرتد ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اُخذ بالاول" یعنی اس نے زمانہ جاہلیت میں جو کفر کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "والآخر" یعنی اس نے اسلام میں جو کام کئے۔

اسلام سے پہلے کئے ہوئے گناہوں کے مواخذہ پر اعتراض اور اس کا جواب

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اسلام لانے کے بعد تو اسلام اس کے پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ۔ سو آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ (کفر سے) باز آ جائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (الانفال: ٣٨)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اسلام لانے کے بعد دوبارہ زمانہ جاہلیت کے کام کیے تو اس کو عار دلایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تم نے کفر کی حالت میں یہ کام نہیں کیا تھا، پھر اسلام لانے کے بعد تمہارے اسلام نے اس کام کے دوبارہ کرنے سے کیوں نہیں روکا؟ پھر اس کو اس معصیت پر سزا دی جائے گی جو اس نے زمانہ اسلام میں کی۔

اور علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد برا کام کرنے سے مراد یہ ہو کہ اس کا اسلام صحیح نہ ہو، یا اس کے ایمان میں اخلاص نہ ہو بایں طور کہ وہ شخص منافق ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۵۔۱۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابُ حُكْمِ الْمُرْتَدِّ وَالْمُرْتَدَّةِ وَاسْتِتَابَتِهِمْ

مرتد اور مرتدہ کے حکم کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالزُّهْرِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ: تُقْتَلُ الْمُرْتَدَّةُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور زہری اور ابراہیم نے کہا: مرتدہ عورت کو قتل کر دیا جائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ۔۔۔ إِلَى قَوْلِهِ۔۔۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ۝ (آل عمران: ۸۶۔۹۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اللہ ان لوگوں کو کیوں کر ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ لوگ (پہلے) یہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول برحق ہیں“ (یہ آیت یہاں تک ہے:) ”بے شک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر انہوں نے اور زیادہ کفر کیا، ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں ۝

وَقَالَ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ۝ (آل عمران: ۱۰۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں گے ۝

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ۝ (النساء: ۱۳۷)

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) بے شک جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے، اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ کبھی انہیں راہ راست پر چلائے گا ۝

وَقَالَ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ۔ (المائدہ: ۵۴)

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا) الی (لَا جَرَمَ) یَقُوْلُ حَقًّا (اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾) (النحل:۱۰۶-۱۱۰)

(نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں (یہ آیت یہاں تک ہے:) بے شک (اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے کہ) یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں O

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ (البقرہ:۲۱۷)

(نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) لوگ آپ سے ماہِ حرام میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ کہیے کہ اس ماہ میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکنا، اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام جانے سے روکنا اور ساکنین حرم کو وہاں سے نکالنا، اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا گناہ ہے، اور فساد ڈالنے کا گناہ قتل سے زیادہ بڑا ہے، اور وہ (کافر) تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ اگر ان کے بس میں ہو تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں، اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالتِ کفر میں ہی مر گیا تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد مُرتد ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور عورت مُرتدہ ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے، آیا ان دونوں کا حکم برابر ہے یا نہیں؟

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس باب کی تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور محمد بن مسلم الزہری اور ابراہیم النخعی نے یہ کہا ہے کہ مرتدہ عورت کو قتل کیا جائے گا، اس لحاظ سے مرد مرتد اور عورت مرتدہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا حکم برابر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کی امام ابن شیبہ نے از وکیع از سفیان از عبدالکریم ان سے روایت کی ہے جنہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۹۷۸، ج ۵ ص ۵۵۷)

اور زُہری کے اثر کی امام عبدالرزاق نے موصولاً روایت کی ہے از معمر از زہری، انہوں نے کہا کہ جو عورت اسلام لانے کے بعد کفر کرے تو اس سے توبہ طلب کی جائے، اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۱۹)

اور ابراہیم نخعی کے اثر کی بھی امام عبدالرزاق نے روایت کی ہے از معمر از سعید بن ابی عروبہ از ابی معشر از ابراہیم اسی کی مثل۔

اور راویوں کا ابراہیم نخعی کی روایت میں اختلاف ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام ابن ابی شیبہ نے از حفص از عبیدہ از ابراہیم روایت کی ہے کہ مُرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۹۹۱، ۸۹۹۲، ج ۶ ص ۴۴۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ عبیدہ ضعیف ہے اور پہلی روایت اَولیٰ ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے از عاصم از ابی ذراز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ عورتیں جب مرتدہ ہو جائیں تو ان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (دار قطنی ج ۳ ص ۲۰۱)

اور علامہ ابن بطال نے اس حدیث کی ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ ''جب عورتیں اسلام سے مرتدہ ہو جائیں تو ان کو قتل نہیں کیا جائے گا لیکن ان کو قید کیا جائے گا اور اسلام پر مجبور کیا جائے گا''۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۷۳)

اور امام ابن ابی شیبہ نے ابوعاصم کی حدیث کی از سفیان اور ابوحنیفہ از عاصم از ابی رزین ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ ان عورتوں کو قید کیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۹۸۵، ج ۵ ص ۵۵۷)

امام بخاری نے اس عنوان میں ذکر کیا ہے ''ان دونوں سے توبہ طلب کی جائے گی'' یعنی مرتد سے اور مرتدہ سے۔

بابِ مذکور کی آیات کی تفسیر از علامہ عینی

امام بخاری نے سورۂ آل عمران کی ۸۶ تا ۹۰ آیات ذکر کی ہیں، یہ سورۂ آل عمران کی پانچ مسلسل آیات ہیں۔

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ انصار میں سے ایک مرد نے اسلام قبول کیا، پھر وہ مرتد ہو گیا اور اس نے اپنے شرک کو مخفی رکھا، پھر نادم ہوا، پھر اس نے اپنی قوم کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی شخص کو بھیج کر یہ معلوم کرو کہ کیا میری توبہ ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْھَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (آل عمران: ۸۶۔۸۹)

اللہ ان لوگوں کو کیوں کر ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ لوگ (پہلے) یہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول برحق ہیں اور ان کے پاس دلیلیں آ چکی تھیں، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی O وہ ہمیشہ اس لعنت میں رہیں گے، نہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی O سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور وہ نیک ہو گئے، سو اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

اسی طرح اس حدیث کی امام نسائی اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے از داؤد بن ابی ہند روایت کی ہے اور امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔

آل عمران: ۸۶ میں فرمایا ہے ''وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ'' یعنی ان کے سامنے اس پر دلائل اور براہین قائم کر دیئے گئے کہ رسول

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں وہ برحق ہے اور ان کے لیے دینِ اسلام کا معاملہ واضح ہو گیا، پھر وہ شرک کی ظلمت کی طرف مرتد ہو گئے، سو یہ لوگ ہدایت کے کیسے مستحق ہوں گے جب کہ یہ گمراہی کو اختیار کر چکے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

نیز ان آیات میں فرمایا: ''اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اس کی رحمت ہے اور مخلوق پر اس کی شفقت ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

نیز فرمایا: ''بے شک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر انہوں نے اور زیادہ کفر کیا، ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تہدید فرمائی ہے جو ایمان لانے کے بعد کفر کرتے ہیں، پھر کفر میں زیادتی کرتے ہیں یعنی موت تک کفر پر برقرار رہتے ہیں تو ان کی موت کے وقت ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور یہی لوگ گمراہ ہیں یعنی یہ لوگ حق کے راستہ سے گمراہی کے راستہ کی طرف نکلنے والے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ۝۱۰۰ (آل عمران: ۱۰۰)

''اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں گے''O

یہ آیت بھی سورۂ آل عمران کی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے مومنین بندوں کو اس سے ڈراتا ہے کہ وہ اہلِ کتاب کے اس گروہ کی اطاعت کریں جو مومنین سے اس پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دینِ اسلام دیا ہے اور ان کی طرف رسول بھیج کر ان پر عنایات فرمائی ہیں۔

عکرمہ نے کہا: یہ آیت شاس بن قیس الیہودی کے متعلق نازل ہوئی ہے، جس نے انصار کو ان کی پچھلی لڑائیوں کو یاد کرا کے بھڑکایا اور قریب تھا کہ وہ آپس میں لڑ پڑتے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان انصار کی طرف آئے اور ان کو نصیحت فرمائی، پس انہوں نے جان لیا کہ اس کا یہ بھڑکانا شیطان کی طرف سے تھا، پھر انصار ایک دوسرے سے گلے لگ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو سنتے ہوئے اور اطاعت کرتے ہوئے واپس چلے گئے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موصولاً روایت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا۝۱۳۷ (النساء: ۱۳۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے، اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ کبھی انہیں راہ راست پر چلائے گاO

یہ آیت کریمہ سورۂ نساء میں ہے اور کریمہ کے نسخہ میں یہ پوری آیت روایت کی گئی ہے اور ابوذر کے نسخہ میں یہ روایت اسی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طرح ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ جو لوگ ایمان میں داخل ہوئے، پھر وہ ایمان سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے اور اسی گمراہی میں بڑھتے رہے حتیٰ کہ مر گئے تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا اور نہ ان کے لیے کوئی کشادگی اور گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف لوٹنے کی جگہ بنائے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا"۔

اور امام ابن ابی حاتم نے از جابر المعلی از عامر الشعبی از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے: مُرتد سے تین مرتبہ توبہ طلب کی جائے، پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی: "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا..... الآیۃ"۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ۔ (المائدہ: ۵۴)

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی۔

یہ آیت کریمہ سورۂ مائدہ میں ہے جو کریمہ کے نسخہ میں پوری مندرج ہے۔

اور محمد بن کعب القرظی نے کہا ہے کہ یہ آیت قریش کے حاکموں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اور الحسن البصری نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں مرتد ہو گئے تھے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: "بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ" حسن نے کہا: اس کا مصداق اللہ کی قسم! ابو بکر اور ان کے اصحاب ہیں۔ اس کی روایت امام ابن ابی حاتم نے کی ہے۔

امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے کہا ہے: میں نے حضرت ابو بکر بن عیاش سے سنا، انہوں نے بیان کیا: یہ اہلِ قادسیہ ہیں اور مجاہد نے کہا: یہ سبا کی قوم ہے، اور ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ اہلِ یمن کے لوگ ہیں، پھر کندہ کے۔

اس آیت میں مذکور ہے "اذلّۃ" یہ ذلیل کی جمع ہے، یعنی وہ لوگ مومنین پر مہربان ہوں گے، گویا کہ وہ بطور تذلل اور تواضع کے مومنین پر مہربان ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۞ اُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ

جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو، ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے O کیونکہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا O یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ (النحل:۱۰۶۔۱۱۰)

یہی لوگ غافل ہیں O بے شک صرف یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں O پھر بے شک آپ کا رب، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے آزمائشوں میں مبتلا ہونے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور صبر کیا، بے شک آپ کا رب ان (آزمائشوں) کے بعد ضرور بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے O

یہ تمام آیات سورۃ النحل کی مسلسل آیات ہیں، النحل:۱۰۷ میں فرمایا ہے "وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ۔۔۔ الآیۃ"۔ یعنی جس نے خوشی کے ساتھ کفر کو قبول کیا اور اس کا اعتقاد رکھا۔

اس کے بعد اس آیت میں فرمایا "ذٰلِكَ۔۔۔ الآیۃ"۔ اس میں وعید کی طرف اشارہ ہے کہ ان پر غضب اور ان کو عذاب اس لیے پہنچے گا کہ وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے تھے۔

اور النحل:۱۰۸ میں فرمایا "وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ" یعنی یہ لوگ غفلت میں کامل ہیں اور کوئی بھی ان سے زیادہ غافل نہیں ہے۔

نیز النحل:۱۰۸ میں فرمایا "لَا جَرَمَ۔۔۔ الآیۃ" اس کا معنی ہے "حقا" اور "جرم" کا لفظ بصریوں کے نزدیک فعل ہے اور کوفیوں کے نزدیک اسم ہے حقاً کے معنی میں ہے، اور اس کے جواب میں لام داخل ہوتا ہے جیسے "لا جرم لاٰتینك" یعنی حق یہ ہے کہ میں ضرور تمہارے پاس آؤں گا۔

النحل:۶۲ میں فرمایا "لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ" پس بصریوں کے قول کے مطابق لفظِ "لا" کفار کے قول کے رد کے لیے ہے اور "جرم" کا معنی ہے کسب، یعنی ان کا کسب اور ان کی کمائی دوزخ کی آگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ (البقرہ:۲۱۷)

اور وہ (کافر) تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ اگر ان کے بس میں ہو تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں، اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالتِ کفر میں ہی مر گیا تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے O

یہ آیت کریمہ سورۂ بقرہ میں ہے، یعنی مشرکین مکہ تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ اگر ان کے بس میں ہو تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں، اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالتِ کفر میں ہی مر گیا تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت میں فرمایا ہے "جو شخص دین سے مرتد ہونے کے بعد اسی حال پر مر گیا تو اس کے اعمال یعنی اس کے نیک اعمال باطل ہو جائیں گے" اور اس آیت میں اس طرح قید لگائی ہے جس طرح اس آیت میں قید ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ (البقرہ:۲۱۷) اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالتِ کفر میں ہی مر گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۶۔۱۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے جو سورۃ البقرہ ۲۱۷ کا ذکر کیا ہے اور بعد میں پھر اسی آیت کا ذکر کر دیا حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ بعد میں کسی اور آیت کا ذکر ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ علامہ عینی کا تسامح ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۶۹۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ أُتِيَ عَلِيٌّ رضی الله عنه بِزَنَادِقَةٍ فَأَحْرَقَهُمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان محمد بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند زندیقوں کو لایا گیا تو انہوں نے ان کو آگ میں جلا دیا، پس یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے کہا: اگر میں ہوتا تو ان کو آگ میں نہ جلاتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے عذاب نہ دو، اور میں ان کو قتل کر دیتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو اپنے دین کو بدل ڈالے، پس تم اس کو قتل کر ڈالو۔

(صحیح البخاری: ۳۰۱۷، ۶۹۲۲، سنن ترمذی: ۱۴۵۸، سنن نسائی: ۴۰۶۰، سنن ابوداؤد: ۴۳۵۱، سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۵، مسند احمد: ۱۸۷۴)

صحیح البخاری: ۶۹۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "جو اپنے دین کو بدل ڈالے، پس تم اس کو قتل کر ڈالو"۔ اور جو شخص اپنے دین کو بدلے وہی مرتد ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، وہ سختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عکرمہ کا ذکر ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

یہ حدیث کتاب الجہاد میں از علی بن عبد اللہ گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اُتی" یہ مجہول کا صیغہ ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "زنادقة" یہ زندیق کی جمع ہے، یہ فارسی کا لفظ ہے اور اس کو عربی بنایا گیا ہے۔
سیبویہ نے لکھا ہے کہ زنادقۃ میں جو تاء حالتِ وقف میں ہاء ہوئی ہے وہ زندیق کی یاء سے بدلی ہوئی ہے، اس کا فعل ہے "تزندق" اور اسم ہے "الزندق"۔

زندیق کی تعریف

زندیق کی تفسیر میں اختلاف ہے، پس ایک قول یہ ہے کہ جو شخص کفر کو چھپاتا ہو اور اسلام کو ظاہر کرتا ہو جیسے منافق، وہ زندیق ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ثنویہ کی ایک قوم ہے جو دو خالق مانتے ہیں (خیر کے خالق کو یزداں کہتے ہیں اور شر کے خالق کو اہرمن کہتے ہیں)۔
تیسرا قول یہ ہے کہ جس شخص کا کوئی دین نہ ہو، وہ زندیق ہے۔
چوتھا قول یہ ہے: جو زردشت کی کتاب کی پیروی کرے اس کو "الزند" کہتے ہیں۔
پانچواں قول یہ ہے کہ یہ روافض کی ایک جماعت ہے جس کو السبائیۃ کہا جاتا ہے، ان کا یہ دعویٰ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خدا ہیں اور ان کا رئیس عبد اللہ بن سبا تھا اور وہ اصل میں یہودی تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاحرقهم" کتاب الجہاد کے باب "لا یعذب بعذاب اللہ" میں یہ حدیث ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو آگ میں جلا دیا۔ اور حمیدی نے سفیان کی سند سے روایت کی ہے کہ مرتدین کو جلا دیا۔
اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ کچھ لوگ خلوت میں بتوں کی عبادت کرتے تھے۔
اور امام طبرانی نے "المعجم الاوسط" میں از سوید بن غفلۃ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ چند لوگ اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا، پس ان کو کھانا کھلایا، پھر ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا، پس ان کے لیے گڑھا کھودا، پس ان کی گردنیں ماری گئیں اور ان کو ان گڑھوں میں ڈال دیا گیا، پھر ان کے اوپر لکڑیاں ڈالی گئیں، پھر ان لکڑیوں میں آگ لگا دی گئی، پھر فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔
اور الاسماعیلی نے عکرمہ سے حدیث روایت کی ہے اور اس کی عبارت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند لوگوں کو لایا گیا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے، یا کہا: جو لوگ زندیق تھے اور ان کے ساتھ ان کی کتابیں بھی تھیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ جلانے کا حکم دیا، سو آگ جلائی گئی اور ان کو اس آگ میں ڈال دیا گیا۔
اور قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس "الزط" کے لوگ لائے گئے جو بتوں کی عبادت کرتے تھے، پس آپ نے ان کو آگ میں جلا دیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر میں ہوتا تو ان کو آگ میں نہ جلاتا۔۔۔ الحدیث۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فبلغ ذالك ابن عباس" یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو آگ میں جلا دیا، اور اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے امیر تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "لنهي رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا تعذبوا بعذاب الله" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ میں جلا کر قتل کرنے سے منع فرمایا، ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث خود سنی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ انہوں نے اس حدیث کو بعض صحابہ سے سنا ہو۔

زندیق کے متعلق فقہاء کے اقوال

زندیق کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، کیا اس سے توبہ طلب کی جائے گی یا نہیں؟ پس امام مالک اور اللیث اور امام احمد اور اسحاق نے کہا کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول اس کے متعلق مختلف ہے، ایک مرتبہ ان دونوں نے کہا کہ اس سے توبہ طلب کی جائے گی اور دوسری مرتبہ کہا کہ توبہ طلب نہیں کی جائے گی۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر میرے پاس زندیق کو لایا گیا تو میں اس سے توبہ کو طلب کروں گا، پس اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ میں اس کو قتل کر دوں گا۔

اور امام شافعی نے کہا: اس سے اس طرح توبہ طلب کی جائے گی جس طرح مرتد سے توبہ طلب کی جاتی ہے، اور یہ عبداللہ بن الحسن کا قول ہے۔

اور علامہ ابن المنذر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔

اور امام مالک سے کہا گیا: آپ زندیق کو کیوں قتل کریں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو قتل نہیں کیا اور آپ منافقین کو پہچانتے تھے، تو امام مالک نے کہا: کیونکہ زندیق کی توبہ معروف نہیں ہے۔

اور ابن الطلاع نے اپنی کتاب ''احکام'' میں کہا ہے کہ مصنفاتِ مشہورہ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مرتد کو قتل کیا اور نہ کسی زندیق کو قتل کیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو قتل کر دیا جس کو ام قرفہ کہا جاتا تھا، وہ اسلام لانے کے بعد مرتدہ ہو گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۱۹۔ ۱۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِي وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِي وَرَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَسْتَاكُ فَكِلَاهُمَا سَأَلَ فَقَالَ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ قَلَصَتْ فَقَالَ لَنْ أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ وَلَكِنِ اذْهَبْ أَنْتَ يَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از قرۃ بن خالد، وہ بیان کرتے ہیں: مجھے حمید بن ہلال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ نے حدیث بیان کی، از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچا اور میرے ساتھ اشعریین میں سے دو مرد تھے، ان میں سے ایک میری دائیں جانب تھا اور دوسرا میری بائیں جانب تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسواک کر رہے تھے، پس ان دونوں نے سوال کیا، پس کہا: اے ابوموسیٰ، یا کہا: اے عبداللہ بن قیس! حضرت ابوموسیٰ نے بیان کیا: میں نے عرض کیا: اس ذات

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ إِلَى الْيَمَنِ ثُمَّ اتَّبَعَهُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ أَلْقَى لَهُ وِسَادَةً قَالَ انْزِلْ وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ مُوثَقٌ قَالَ مَا هَذَا قَالَ كَانَ يَهُودِيًّا فَأَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ قَالَ اجْلِسْ قَالَ لَا أَجْلِسُ حَتَّى يُقْتَلَ قَضَاءُ اللهِ وَرَسُولِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ ثُمَّ تَذَاكَرَا قِيَامَ اللَّيْلِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا أَمَّا أَنَا فَأَقُومُ وَأَنَامُ وَأَرْجُو فِي نَوْمَتِي مَا أَرْجُو فِي قَوْمَتِي۔

کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! ان دونوں نے مجھے اپنے دل کی باتوں پر مطلع نہیں کیا تھا، اور میں نہیں سمجھا تھا کہ یہ دونوں کسی منصب کا سوال کریں گے، پس گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسواک کی طرف دیکھ رہا تھا جو آپ کے ہونٹ کے نیچے سے بلند ہوگئی تھی، تب آپ نے فرمایا: ہم اس شخص کو اپنے کسی منصب پر مقرر نہیں کریں گے جو اس منصب کا ارادہ کرے گا لیکن تم اے ابوموسیٰ! جاؤ، یا فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! تم یمن کی طرف جاؤ، پھر آپ نے ان کے پیچھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، پس جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے ان کے لیے ایک گدا بچھایا اور کہا: آپ سواری سے اتر کر بیٹھیے، اور اس وقت ایک مرد زنجیر سے بندھا ہوا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا: یہ یہودی تھا، سو اس نے اسلام قبول کرلیا، پھر یہ یہودی ہوگیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ بیٹھیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا حتیٰ کہ اس کو قتل کردیا جائے، یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے، یہ تین مرتبہ کہا، پھر حضرت ابوموسیٰ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا، سو اس کو قتل کردیا گیا۔ پھر وہ دونوں قیام اللیل کے بارے میں بات کرتے رہے، ان میں سے ایک نے کہا: میں قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور اپنے سونے میں بھی اسی اجر کی امید رکھتا ہوں جس اجر کی اپنے قیام میں امید رکھتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۲۶۱، ۳۰۳۸، ۴۳۴۱، ۴۳۴۳، ۴۳۴۴، ۶۱۲۴، ۶۹۲۳، ۷۱۴۹، ۷۱۵۶، ۷۱۵۷، ۷۱۷۲، صحیح مسلم: ۱۸۲۴، سنن نسائی: ۵۳۸۲، سنن ابوداؤد: ۳۵۷۹، مسند احمد: ۱۹۱۶۷)

صحیح البخاری: ۶۹۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ ''اس یہودی کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پھراس کو قتل کر دیا گیا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن سعید القطان ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قُرَّۃ، (اس میں قاف پر پیش ہے اور راء پر تشدید ہے) یہ ابن خالد السدوسی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو بردہ، ان کا نام عامر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام الحارث ہے۔اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس الاشعری ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے اختصار سے بھی روایت کی گئی ہے اور طول کے ساتھ بھی روایت کی گئی ہے۔اور عنقریب کتاب الاحکام میں بھی یہ حدیث آئے گی اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور میرے ساتھ دو مرد تھے'' ان دو مردوں کے ناموں کا پتا نہیں چلا، اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: یہ دونوں مرد میرے چچا کے بیٹے تھے اور ان دونوں مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی منصب یعنی کسی حکومت کا سوال کیا تھا کہ انہیں کسی جگہ کا حاکم بنا دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قلصت'' اس کا معنی ہے: بلند ہو گئی۔

آپ نے فرمایا: ''ہم اس شخص کو ہرگز حاکم نہیں بنائیں گے جو اس کا سوال کرتا ہے''۔

موجودہ طریقِ انتخاب کی ایک خامی

موجودہ طریقِ انتخاب میں یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص مرد یا عورت اپنے آپ کو قومی یا صوبائی اسمبلی کی نشست کے لیے امیدوار قرار دیتا ہے اور پھر اس منصب کے لیے کنویسنگ کرتا ہے اور اپنی صلاحیت اور اپنی قابلیت کی بنیاد پر عوام سے اپنی تقرری کے لیے ووٹ مانگتا ہے، حالانکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم اس شخص کو ہرگز حاکم نہیں بنائیں گے جو اس کا سوال کرتا ہے''۔لہٰذا جو شخص ازخود کسی منصب کا مطالبہ کرے اس کو اس منصب پر فائز کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی منصب کا سوال کیا تھا، قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ (یوسف نے) کہا: مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں، بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں ○ (یوسف:۵۵)

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت ہے جو ہم پر حجت نہیں ہے، ہم پر حجت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے، اور آپ کی شریعت میں منصب کا سوال کرنا ممنوع ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جب سوال کرنے والے کو یہ علم ہو کہ اس کے سوا اور کوئی اس منصب کا اہل نہیں ہے اور اگر اس نے اس منصب کا سوال نہیں کیا تو نا اہل لوگ اس منصب پر قابض ہو جائیں گے اور اس سے ملک میں خرابی ہو گی، اس وقت منصب کا سوال کرنا جائز ہے، لیکن پورے ملک میں جو لوگ قومی اور صوبائی اسمبلی کی نشستوں کے لیے اپنے آپ کو امیدوار قرار دیتے ہیں اور خود کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس منصب کا اہل قرار دیتے ہیں ان کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے سوا پورے ملک میں اور کوئی اس منصب کا اہل نہیں ہے، کیونکہ ان کو تو پورے ملک کے امیدواروں کے کوائف کا علم بھی نہیں ہوتا۔

اس صورتِ حال کی اصلاح اس طرح ہوسکتی ہے کہ امیدوار خود اس منصب کا سوال نہ کرے بلکہ جس سیاسی جماعت نے اس کو اس نشست کے لیے نامزد کیا ہے وہ اس شخص کے لیے سوال کرے اور وہی اس کے لیے کنویسنگ کرے اور وہ شخص بطورِ خود اپنے آپ کو اس منصب کے تقرر کے لیے تقریریں نہ کرے اور نہ اس کے لیے پیسہ خرچ کرے۔ اور اس تاویل سے بھی صرف انہی کے لیے جواز نکلتا ہے جن کو کسی سیاسی جماعت نے الیکشن میں کھڑا کیا ہو اور آزاد امیدواروں کے لیے اس حدیث کی بناء پر الیکشن میں کھڑے ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "معاذ بن جبل" یعنی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا، یعنی ان کے بعد بھیجا۔ اور کتاب المغازی میں یہ حدیث گزری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا، پس ان دونوں سے فرمایا کہ تم دونوں آسان احکام بیان کرنا اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالنا۔ اور اس کا محمل یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پہلے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلما قدم الیہ" کتاب المغازی میں یہ گزر چکا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ مستقل عمل تفویض کیا تھا۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک جب یمن کی سرزمین میں پہنچا تو اپنے صاحب سے ملاقات کرنے کے لیے گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "القی لہ وسادۃ" یعنی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک گدا بچھایا تاکہ وہ اس پر بیٹھیں، اور ان کی عادت یہ تھی کہ جس کی تکریم کا ارادہ کریں اس کے لیے گدا بچھاتے تھے، اور ان سے کہا: آپ سواری سے اتر کر گدے پر بیٹھیں۔

آگ میں جلا کر عذاب دینے کے متعلق روایات

اس حدیث میں مذکور ہے "فاذا رجل عندہ موثق" پس اس وقت ایک مرد بندھا ہوا تھا اور امام طبرانی کی روایت میں ہے: پس اس وقت ان کے پاس ایک مرد لوہے کی زنجیر سے بندھا ہوا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ آپ لوگوں کو عذاب دیں؟ ہم کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی تعلیم دیں، اور انہیں ایسے احکام دیں جن سے ان کو نفع پہنچے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ شخص مسلمان تھا پھر کافر ہوگیا، پس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ آپ اس کو آگ کے ساتھ جلا نہ دیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قضاءُ اللہ" (ہمزہ پر پیش ہے) یعنی ھذا قضاء اللہ، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثلث مرات" یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یہ کلام تین مرتبہ مکرر کہا۔ اور امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ان دونوں نے مکرر کلام کیا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے تھے: آپ بیٹھ جائیے، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: میں نہیں بیٹھوں گا، اس سے معلوم ہوا کہ "ثلث مرات" راوی کا کلام ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے کلام کا تتمہ نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "فامر بہ فقتل" اور ایوب کی روایت میں ہے "اللہ کی قسم! میں نہیں بیٹھوں گا حتیٰ کہ اس کی گردن ماردی جائے، پس اس کی گردن ماردی گئی"۔

اور طبرانی کی اس روایت میں ہے جو ابھی گزری ہے کہ پھر لکڑیوں کا ایک گٹھا لایا گیا اور اس میں آگ لگادی گئی، پھر اس یہودی کو اس آگ میں ڈال دیا گیا۔ اور ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ پہلے اس کی گردن ماردی گئی، پھر اس کو آگ میں ڈال دیا گیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما، ان دونوں کے نزدیک یہ جائز تھا کہ کسی شخص کو آگ سے عذاب دیا جائے اور مرتد کو آگ میں جلا دیا جائے، یہ اس کی اہانت میں مبالغہ کرنے کے لیے ہے اور اس کی پیروی کرنے سے ڈرانے کے لیے ہے، اور یہ گزر چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زندیقوں کو آگ میں جلا دیا۔

شارح بخاری علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زندیقوں کو آگ میں جلانا خطاء نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم سے فرمایا: "اگر تم فلاں سے اور فلاں سے ملو تو ان کو آگ میں جلا دینا، پھر فرمایا: اگر تم ان دونوں سے ملو تو ان کو قتل کر دینا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہیں دینا چاہیے" (صحیح البخاری: ۲۹۵۴)، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ غضب میں ہوں خواہ راضی ہوں، حق کے سوا کوئی بات نہیں فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ (النجم:۳) وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ۞

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "میں اپنی نیند میں بھی اسی اجر کی امید رکھتا ہوں جس کی اپنے قیام میں امید رکھتا ہوں" اور سعید کی روایت میں ہے: "میں اپنی نیند میں بھی اس ثواب کی نیت کرتا ہوں جس ثواب کی میں اپنے قیام میں نیت کرتا ہوں" جیسا کہ کتاب المغازی میں گزر چکا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نیند سے اپنے آپ کو آرام پہنچانے میں اس لیے اجر کی امید کی جائے کہ جب نیند سے انسان کو آرام پہنچ جائے گا تو وہ زیادہ تر و تازگی کے ساتھ عبادت میں قیام کر سکے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۱۔ ۱۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۲۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آگ کے ساتھ عذاب دینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

صحیح البخاری: ۲۹۵۴ میں مذکور ہے کہ "آگ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ عذاب دیتا ہے، اگر تم ان دو مردوں کو پاؤ تو ان کو قتل کر دینا"۔

اس حدیث میں خبر نہی اور ممانعت کے معنی میں ہے۔ اور ابن لہیعہ کی روایت میں ہے کہ "آگ کے ساتھ اللہ کے سوا کسی کو کوئی عذاب نہ دے" اور امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو آگ کے ساتھ کوئی عذاب نہ دے"۔ اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آگ کے ساتھ رب النار کے سوا اور کسی کو عذاب نہیں دینا چاہیے"۔ اور اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سلف صالحین کا آگ میں جلانے کے متعلق اختلاف ہے، حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ان کے سوا دوسروں نے آگ میں جلانے سے مطلقاً منع کیا ہے، خواہ یہ کفر کے سبب سے ہو یا یہ جلانا لڑائی کے سبب سے ہو، یا قصاص کے سبب سے ہو۔
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور دوسروں نے آگ کے ساتھ جلانے کی اجازت دی ہے، اور عنقریب آئے گا کہ اس کا تعلق قصاص کے ساتھ ہے۔
علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: یہ ممانعت تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ بطور تواضع ہے، اور آگ میں جلانے کے جواز پر صحابہ کرام کا فعل دلالت کرتا ہے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلایا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک لوطی کو آگ میں جلایا ہے)۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرینیین کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھیریں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے سامنے باغیوں کو آگ میں جلایا، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مرتد لوگوں کو آگ میں جلایا ہے، اور اکثر علماء مدینہ قلعوں اور جہازوں کو ان کے اہل کے ساتھ آگ میں جلانے کو جائز قرار دیتے ہیں، یہ علامہ نووی اور الاوزاعی کا قول ہے۔
اور علامہ ابن المنیر وغیرہ نے کہا ہے: جواز کے ذکر کردہ دلائل میں کوئی حجت نہیں ہے، کیونکہ عرینیین کا قصہ بطور قصاص تھا یا وہ منسوخ ہو چکا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اور بعض صحابہ کا آگ میں جلانے کو جائز قرار دینا اس سے معارض ہے کہ دوسرے صحابہ نے اس سے منع کیا ہے۔ اور قلعوں اور جہازوں کو آگ لگانا ضرورت کے ساتھ مقید ہے یعنی جب دشمن پر فتح پانے کی اور کوئی صورت نہ ہو، سوا اس کے کہ اس کے قلعہ کو یا اس کے جہاز کو آگ لگادی جائے تو اس صورت میں جائز ہے۔ اور بعض علماء نے یہ قید لگائی ہے کہ ان قلعوں میں اور جہازوں میں عورتیں اور بچے نہ ہوں، تب آگ لگانا جائز ہے۔
اور رہی اس باب کی حدیث، تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آگ میں جلانے کی ممانعت تحریم کے لیے ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ آگ میں جلانے کا پہلا حکم منسوخ ہو گیا ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے منسوخ کر دیا گیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے منسوخ کر دیا گیا ہے۔
اور امام مالک کے مذہب میں قصاص کی صورت میں آگ لگانے کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
ان تمام عبارات اور نقول پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ آگ میں جلانے کو ترک کرنا چاہیے، کیونکہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی ظاہر نص کا تقاضا ہے۔
لیکن جب امام کی رائے یہ ہو کہ آگ میں جلانا زیادہ عبرت انگیز ہے اور بندوں کے لیے زیادہ منفعت کا سبب ہے، تو پھر ظاہر ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ کبھی آگ میں جلانے میں مصلحت ہوتی ہے، اسی طرح جب ہم دیکھیں کہ کفار کے اوپر آگ میں جلانے کے سوا غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا تو پھر ان کو آگ میں جلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یا اگر کفار، مسلمان فوجوں کو آگ میں جلائیں تو قصاص میں ان کو آگ میں جلانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ (البقرہ: ۱۹۴)
سو جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کی مثل زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

اسی طرح جب کوئی شخص دوسرے انسان کو آگ میں جلا دے تو قصاص میں اس کو آگ میں جلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سبّ صحابہ کے متعلق شیخ ابن عثیمین کا نظریہ

سوال: جو شخص صحابہ کو گالی دے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: رہا صحابہ کو عموماً گالی دینا، تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، بلکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ جو شخص اس کے کفر میں شک کرے اس کے کفر میں بھی شک نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۵۱۔ ۳۵۳، ملخصاً وملتقطاً، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

سبّ صحابہ کے حکم کے متعلق مصنف کی تحقیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ وشتم کرنا مطلقاً کفر ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سبّ وشتم کرنا کفر نہیں ہے، گناہِ کبیرہ ہے، ہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کرنا کفر ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا نصِ قرآن سے ثابت ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ (التوبہ: ۴۰) جب وہ اپنے صاحب سے فرمارہے تھے۔

اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف کرنا اور آپ پر زنا کی تہمت لگانا بھی کفر ہے کیونکہ قرآن مجید نے سورۃ النور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس سے براءت بیان فرمائی ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چھ کے سوا تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے، یا تمام صحابہ کو منافق قرار دینا یہ بھی کفر ہے، کیونکہ اگر تمام صحابہ معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے تو پھر ان کا جمع کیا ہوا قرآن ثابت نہ ہوا، اور اب اس قرآن مجید کے سوا ہمارے پاس دین کی پہچان کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے، سو اگر قرآن مجید ثابت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بندوں پر حجت قائم نہیں رہے گی۔

۳۔ بَابُ: قَتْلِ مَنْ أَبَى قَبُولَ الْفَرَائِضِ وَمَا نُسِبُوا إِلَى الرِّدَّةِ

ان کو قتل کرنے کا بیان جنہوں نے فرائض قبول کرنے سے انکار کیا اور جن کو ارتداد کی طرف منسوب کیا گیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے فرائض کے قبول کرنے سے یا احکامِ واجبہ کے قبول کرنے سے انکار کیا، ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح جو لوگ ارتداد کی طرف منسوب ہو گئے، ان کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ اور اس حکم میں اختلاف ہے۔

احکامِ شرعیہ کے انکار کرنے کی سزا

جو شخص زکوٰۃ کے واجب ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اور اس کو ادا کرنے کا انکار کرے، پس اگر وہ ہمارے درمیان رہتا ہو اور ہم سے جنگ نہ کرے اور نہ تلوار کے زور پر زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرے تو اس سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور مساکین کو دے دی جائے گی اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو مانعینِ زکوٰۃ سے قتال کیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے تلوار کے زور پر زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا تھا اور تمام امت سے جنگ کرنے کے درپے ہو گئے تھے، اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص کسی فرض کی ادائیگی سے منع کرنے کے لیے جنگ کرے یا کسی آدمی کے حق کے واجب کو ادا کرنے سے منع کرے تو اس سے قتال کرنا واجب ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تارکِ نماز کے متعلق تحقیق

اہل السنۃ والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ جس نے نماز کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کیا تو وہ مرتد ہے، اس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، اگر اس نے توبہ کرلی تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح باقی فرائض کے انکار کا حکم ہے۔

لیکن جس نے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا اور کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ رہا، اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، پس امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب اس نے ایک نماز کو ترک کیا حتیٰ کہ اس نے اس نماز کو اس کے وقت سے نکال دیا یعنی جس آخری وقت میں اس نماز کا پڑھنا ضروری تھا، اس وقت میں اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس سے توبہ کو طلب کرنے کے بعد اگر اس نے نماز کے ترک پر اصرار کیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، اور صحیح یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک اس کو بطورِ حد قتل کیا جائے گا نہ بطورِ کفر۔

اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص سے کہا جائے گا کہ جب تک نماز کا وقت باقی ہے نماز پڑھو، پس اگر اس نے نماز پڑھ لی تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور اگر اس نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ پھر اس میں ان کا اختلاف ہے، بعض فقہاء مالکیہ نے کہا: اس سے توبہ طلب کی جائے گی، پس اگر اس نے توبہ کرلی تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور بعض فقہاء مالکیہ نے کہا کہ اس کو فوراً قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ یہ اللہ عزوجل کی حد ہے جو اس پر قائم کی جائے گی اور اس کی توبہ سے وہ حد ساقط نہیں ہوتی۔ اور وہ شخص زانی اور قاتل کی مثل فاسق ہے، کافر نہیں ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے: نماز کا تارک مرتد ہے، کافر ہے اور اس کا مال فئے ہے، اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا خواہ اس نے نماز کا انکار کر کے نماز کا انکار کیا ہو یا سستی سے۔

اور امام ابوحنیفہ، الثوری اور المزنی نے کہا: تارکِ نماز کو کسی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اسے اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان چھوڑا جائے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کو تعزیر لگائی جائے گی حتیٰ کہ وہ نماز پڑھے۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ اس کو اتنا مارا جائے گا کہ اس کی کھال سے خون نکل آئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۲۔ ۱۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ يَا أَبَا بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا اور عرب کے جن لوگوں نے کفر کرنا تھا انہوں نے کفر کرلیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابو بکر! آپ کیسے لوگوں سے قتال کر رہے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے لوگوں سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں: لا الٰہ الا اللہ، (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) پس جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا، اس نے مجھ سے اپنے مال کو اور اپنی جان کو محفوظ کر لیا سوا اس کے حق کے، اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۹۹، ۱۴۵۷، ۶۹۲۴، ۷۲۸۴، صحیح مسلم: ۲۱، سنن ترمذی: ۲۶۰۶، سنن نسائی: ۳۰۹۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۴۰، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۷، مسند احمد: ۸۶۸۷، سنن دارمی: ۲۶۴۶)

۶۹۲۵۔ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنْ قَدْ شَرَحَ اللهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور اللہ کی قسم! اگر یہ مجھے اس بکری کے بچہ کو دینے سے بھی منع کریں جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں اس کے منع کرنے پر ان سے قتال کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! یہ قول وہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ قتال کے لیے کھول دیا، پس میں نے جان لیا کہ یہی برحق ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۰۰، ۱۴۵۶، ۶۹۲۵، ۷۲۸۵، صحیح مسلم: ۲۰، سنن ترمذی: ۲۶۰۷، سنن نسائی: ۳۴۴۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۵۶، مسند احمد: ۱۱۸)

صحیح البخاری: ۶۹۲۴۔ ۶۹۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کے عنوان میں یہ ذکر ہے کہ ''ان کو قتل کرنے کا جواز جو فرائض کے قبول کرنے سے انکار کریں'' اور اس باب کی حدیث میں ذکر ہے کہ ''جن لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا، ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عُقیل کا ذکر ہے، یہ ابن خالد ہیں۔

یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ میں از ابوالیمان از شعیب گزر چکی ہے اور عنقریب کتاب الاعتصام میں از قتیبہ از اللیث آئے گی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں'' اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے ''جس نے اللہ تعالیٰ کو واحد مانا اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی عبادت سے کفر کیا تو اس کا خون بہانا اور اس کا مال چھیننا حرام ہے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے''من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ'' یعنی جس نے نماز کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کا انکار کیا یا زکوٰۃ کو مان کر اس کے ادا کرنے سے انکار کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فان الزکوٰۃ حق المال'' یہ اس کی دلیل ہے کہ زکوٰۃ اور نماز میں فرق کرنا ممنوع ہے، کیونکہ جان کا حق نماز ہے اور مال کا حق زکوٰۃ ہے، پس جس نے نماز پڑھ لی اس نے اپنی جان کو محفوظ کر لیا، اور جس نے زکوٰۃ ادا کر دی اس نے اپنے مال کو محفوظ کر دیا، پس اگر اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس سے نماز کے ترک پر قتال کیا جائے گا، اور جس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اس کے مال سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی، اور اگر وہ لڑنے کے لیے تیار ہوا تو اس سے قتال کیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''عناقا'' اس کا معنی ہے: بکرے کی بچی، اور بعض روایات میں''عقالا'' کا لفظ ہے یعنی رسی، لیکن عناق کا لفظ زیادہ صحیح ہے، کیونکہ امام ابو عبید کی روایت میں ہے کہ اگر وہ مجھے بکری کے اس چھوٹے بچہ کو دینے سے بھی منع کریں جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں ان سے قتال کروں گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فعرفت'' یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قائم کی ہوئی دلیل سے یہ جان لیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے وہ برحق ہے، کیونکہ ایک مجتہد کے لیے دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں مجتہد تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابٌ اِذَا عَرَّضَ الذِّمِّيُّ وَغَيْرُهٗ بِسَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُصَرِّحْ نَحْوَ قَوْلِهٖ السَّامُ عَلَيْكَ

جب ذمی یا کوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تعریضاً سبّ وشتم کرے اور صراحۃً سبّ وشتم نہ کرے جیسے اس کا یہ قول: ''السام علیك'' (یعنی تم پر موت آئے)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص تعریض اور کنایہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ وشتم کرے یا برا کہے۔

امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے''وغیرہ'' یعنی ذمی کا غیر جیسے معاہد ہو، اور وہ شخص جو اسلام کو ظاہر کرتا ہے۔

اور اس عنوان میں ذکر ہے کہ''وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ وشتم کرے'' یعنی آپ کی تنقیص کرے اور صراحۃً تنقیص نہ کرے بلکہ کنایۃً کرے جیسے کہے''السام علیك'' یعنی آپ پر موت آئے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ''السام علیك'' میں تعریض نہیں ہے، کیونکہ تعریض اسے کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں، متکلم ایک معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں دوسرا معنی ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تعریض کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے، بلکہ تعریض سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کنایہ سے سبّ وشتم کرے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان میں کوفیوں کے مذہب کو اختیار کیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب وشتم کیا، یا آپ کا عیب نکالا تو اگر وہ ذمی ہے تو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے گا، اور یہ ثوری کا قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: اگر وہ مسلمان تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کنایۃً سب کرنے کی وجہ سے وہ مرتد ہو گیا ہے۔ اور اگر وہ ذمی ہے تو اس کے عہد کو نہیں توڑا جائے گا۔

امام طحاوی نے کہا: یہودی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہنا "السام علیك" (آپ پر موت آئے)، اگر اس دعا کی مثل کوئی مسلمان کرے تو وہ اس دعا کرنے کے سبب سے مرتد ہو جائے گا اور قتل کر دیا جائے گا، اور شارع علیہ السلام نے یہود میں سے اس کہنے والے کو قتل نہیں کیا، کیونکہ یہود کے عقائد میں اس سے زیادہ سنگین چیز تھی، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب وشتم کرنے سے زیادہ سنگین ہے۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ امام بخاری نے کوفیین کے مذہب کو اختیار کیا ہے اور انہوں نے عنوان کے اندر جواب کی تصریح نہیں کی۔

جس یہودی نے آپ کو موت کی دعا دی اس کو قتل نہ کرنے کی وجوہ

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا اس عنوان کے جواب کی تصریح نہ کرنا اس پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اگر وہ کسی اور مذہب کو اختیار کرتے تو اس کی تصریح کر دیتے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس باب کی حدیث اس پر نہیں دلالت کرتی کہ اہل ذمہ میں سے جو آپ کو سبّ وشتم کرے اس کو قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ذمی کو قتل نہیں فرمایا۔
اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ آپ نے اس یہودی کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ آپ مصلحتاً تالیف قلب کرنا چاہتے تھے، یا اس لیے کہ سب وشتم کی تصریح پر گواہی قائم نہیں ہوئی تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے زیادہ سنگین چیز کے اندر یہودیوں کو قتل نہیں کیا اور وہ ان کا شرک کرنا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، علاوہ ازیں اس یہودی نے آپ کے لیے موت کی دعا کی، اور موت سے تو کوئی چھٹکارا نہیں ہے، پس اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا، کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا، کیونکہ وہ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتا ہے؟ اور آپ نے کعب بن اشرف کی طرف اس کو بھیجا جس نے کعب بن اشرف کو اس کی غفلت میں قتل کر دیا اور ابو رافع کو قتل کیا۔ امام بزار نے کہا ہے کہ ابو رافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچاتا تھا اور ایذاء پہنچانے والوں کی مدد کرتا تھا۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبّ وشتم کرتا تھا تو آپ نے فرمایا: میرے دشمن سے کون بدلہ لے گا؟ تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بدلہ لوں گا، تو آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس کی طرف بھیجا، سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔

شیخ ابن حزم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے، مسند ہے، اس کو ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلقین سے روایت کیا ہے اور ابن المدینی نے کہا: بلقین اس کا نام ہے اور وہ اسی کے ساتھ معروف ہے۔

اور امام عبد الرزاق نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبّ وشتم کیا تو آپ نے فرمایا: میرے دشمن سے میرا بدلہ کون

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لے گا، تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بدلہ لوں گا، سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ان تمام احادیث کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صرف ان کے سبّ وشتم کرنے کی وجہ سے قتل نہیں کیا بلکہ اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ آپ کے خلاف دوسروں کی مدد کرتے تھے اور ان لوگوں کو جمع کرتے تھے جو آپ سے جنگ کریں، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے ندا کی اے قریش کی جماعت! کہ میں تمہارے درمیان باندھ کر قتل کر دیا جاؤں اس کا کیا سبب ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا سبب تمہارا کفر ہے، اور تمہارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کرنا ہے، علاوہ ازیں یہ تمام سبّ وشتم کرنے والے اہل ذمہ سے نہیں تھے بلکہ یہ مشرکین تھے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محاربہ کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۳۔ ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٩٢٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ مَرَّ يَهُودِيٌّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّامُ عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ مَا يَقُولُ قَالَ السَّامُ عَلَيْكَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نَقْتُلُهُ قَالَ لَا إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابو الحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ہشام بن زید بن انس بن مالک، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، اس نے کہا: آپ پر موت آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور تم پر آئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اس نے کیا کہا تھا: اس نے کہا تھا کہ تم پر موت آئے، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، جب تم کو اہلِ کتاب سلام کریں تو تم جواب میں کہو: وعلیکم۔

(صحیح البخاری: ۶۲۵۸، ۶۹۲۶، صحیح مسلم: ۲۱۶۳، سنن ترمذی: ۳۳۰۱، سنن ابو داؤد: ۵۲۰۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۷، مسند احمد: ۱۱۵۳۷)

صحیح البخاری: ۶۹۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے ''تعریضاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ وشتم کرنا'' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ''السام علیک'' یعنی آپ پر موت آئے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ عبداللہ بن مبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام بن زید کا ذکر ہے جو اپنے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام نسائی نے کتاب الیوم واللیلۃ میں از زید بن حزم روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں واحد کے صیغہ سے ذکر ہے ''السام علیك'' اور دوسری روایت میں ''السام علیکم'' ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا نقتلہ'' ''الا'' کا کلمہ تحذیر اور برانگیختہ کرنے کے لیے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال: لا'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل نہ کرو۔

امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل

امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ اگر کوئی ذمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب وشتم کرے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر واضح دلیل ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا: ''وعلیك'' اور واؤ شرکت کا تقاضا کرتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ''وعلیك'' کا معنی ہے: تم پر وہ لعنت اور عذاب نازل ہو جس کے تم مستحق ہو، یا یہاں پر یہ عبارت مقدر ہے کہ ''وانا اقول وعلیك'' (اور میں کہتا ہوں کہ تم پر موت آئے) کیونکہ موت ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور ہم سب پر موت آنی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اسْتَأْذَنَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْتُ بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ قُلْتُ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی از ابن عیینہ از الزہری از حضرت عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ یہودیوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزری، انہوں نے کہا: ''السام علیك'' (تم پر موت آئے) تو میں نے کہا: بلکہ تم پر موت آئے اور لعنت ہو، تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ رفیق ہے (نرم ہے) اور وہ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے، میں نے عرض کیا: کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا: میں نے کہا: وعلیکم۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۵، ۶۰۲۴، ۶۰۳۰، ۶۲۵۶، ۶۳۹۵، ۶۴۰۱، ۶۹۲۷، صحیح مسلم: ۲۱۶۵، سنن ترمذی: ۲۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۸، مسند احمد: ۲۳۵۷۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۹۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اسی طرح ہے جس طرح ہم نے اس سے پہلی حدیث میں مطابقت کی توجیہ کی ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونُعیم کا ذکر ہے، یہ الفضل بن دُکین ہیں، یہ سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہیں از محمد بن مسلم الزہری، از عروہ بن ہشام از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''رھط'' اور ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے ہیں کہ مردوں میں ''رھط'' کا اطلاق دس سے کم مردوں پر کیا جاتا ہے جن میں عورت نہ ہو، اور ''رھط'' کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا۔ اور اس کی جمع ''ارھط'' اور ''ارھاط'' آتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضى الله عنهما يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ الْيَهُودَ إِذَا سَلَّمُوا عَلَى أَحَدِكُمْ إِنَّمَا يَقُولُونَ سَامٌ عَلَيْكَ فَقُلْ عَلَيْكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان و مالک بن انس، ان دونوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود جب تم میں سے کسی ایک پر سلام کرتے ہیں تو وہ صرف یہ کہتے ہیں ''سام علیک''، پس تم کہو ''علیک''

(صحیح البخاری: ۶۲۵۷، ۶۹۲۸، صحیح مسلم: ۲۱۶۴، سنن ترمذی: ۱۶۰۳، سنن ابوداؤد: ۵۲۰۶، مسند احمد: ۴۵۴۹، موطا امام مالک: ۱۷۹۰، سنن دارمی: ۲۶۳۵)

صحیح البخاری: ۶۹۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حسب سابق ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "سام علیك" اور ایک روایت میں ہے "السام علیکم"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقل علیك" اور ایک روایت میں "علیکم" ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس مقام کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جائے "فلیقل" امر غائب کے صیغہ کے ساتھ، اور اس کا یہ جواب دیا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک یہ کہے، اور اس لفظ میں ہر ایک کے لیے خطاب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۵۔۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۔ بَابٌ: باب

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان نہیں لکھا جیسا کہ ان کی عادت ہے، صرف لفظِ "باب" لکھا ہے۔ اس کا معنی ہے "یہ باب ہے"۔ اور یہ باب اس سے پہلے باب کے لیے بمنزلہ فصل ہے۔ اور علامہ ابن بطال نے یہاں پر لفظِ باب نہیں لکھا اور اس باب میں جو حدیث ہے اس کو پچھلے باب کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ ملا دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲۹۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ فَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔

(صحیح البخاری: ۳۴۷۷، ۶۹۲۹، ۵۷۳۴، مسند احمد: ۳۶۱۱، ۷۳۸۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے کہا: گویا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی طرف دیکھ رہا تھا، آپ انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے جن کو ان کی قوم نے اس قدر مارا کہ ان کو لہولہان کر دیا، سو وہ اپنے چہرہ سے خون کو پونچھ رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے میرے رب! میری قوم کو معاف فرما، پس بے شک ان کو علم نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۹۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی یہاں پر ذکر کی توجیہ یہ ہے کہ یہ حدیث اس باب کے ساتھ ملی ہوئی ہے جس کا یہ عنوان تھا کہ نبی ﷺ نے اس شخص کے قتل کرنے کو ترک کر دیا جس نے آپ کے متعلق کہا: "السام علیك" (تم پر موت آئے)، اور یہ نبی ﷺ کی نرمی تھی اور کفار کی ایذاء رسانی پر آپ کا صبر تھا، اور انبیاء علیہم السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ صبر کریں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ۔ (الاحقاف: ۳۵)

سو (اے رسولِ مکرم!) آپ صبر کیجئے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا، اور ان کے لیے (طلب عذاب کی) جلدی نہ کریں، جس دن وہ آخرت کے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کی ان کو وعید سنائی گئی ہے۔

اور اس حدیث میں انبیاء سابقین میں سے ایک نبی علیہ السلام کے صبر کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی امام بخاری نے از عمر بن حفص از والد خود حفص بن غیاث از سلیمان بن الاعمش از شقیق بن سلمہ از ابی وائل روایت کی ہے، اور یہ تمام راوی کوفی ہیں۔

یہ حدیث بنی اسرائیل کے باب میں اسی سند کے ساتھ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "قال عبد الله" اس سے مراد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یحکی نبیا" یعنی ہمارے نبی ﷺ کسی نبی کی حکایت کر رہے تھے، اور آپ خود ہی حکایت کرنے والے ہیں اور خود ہی وہ ہیں جن کی حکایت کی گئی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام ہوں، کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان کو اتنا مارتی تھی کہ وہ بے ہوش ہو جاتے تھے، پھر ہوش میں آتے تھے اور پھر دعا کرتے تھے: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، کیونکہ ان کو علم نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں حضرت نوح علیہ السلام کی سوانح میں ذکر کیا ہے، اور اس کو الاعمش نے از مجاہد از عبید بن عمیر روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ادموہ" یعنی انہوں نے نبی علیہ السلام کو زخمی کر دیا حتیٰ کہ ان سے خون جاری ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۔ بَابُ: قَتْلِ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِينَ بَعْدَ إِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ

خوارج اور ملحدین کے خلاف حجت قائم کرنے کے بعد ان کو قتل کرنے کا بیان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدٰهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ۔ (التوبہ:۱۱۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اس کو گمراہ کر دے حتیٰ کہ ان کے لیے یہ بیان کر دے کہ انہیں کس چیز سے بچنا چاہیے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ، وَقَالَ: إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ نظریہ تھا کہ خوارج اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں اور انہوں نے کہا: کیونکہ جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں، وہ ان آیات کا مومنین پر اطلاق کرتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خوارج کی تعریف اور ان کا مصداق

اس باب کے عنوان میں خوارج کا ذکر ہے، خوارج کا لفظ ''خارجۃ'' کی جمع ہے، یہ وہ جماعت ہے جو دین سے نکل گئی، یہ وہ بدعتی لوگ ہیں جو دین سے نکل گئے اور ان کو خوارج اس لیے کہا گیا کہ انہوں نے بہترین مسلمانوں کے خلاف خروج کیا۔

علامہ الشہرستانی نے ''کتاب الملل والنحل'' میں کہا ہے: ہر وہ شخص جو برحق امام کے خلاف خروج کرے (یعنی بغاوت کرے) تو وہ خارجی ہے، خواہ وہ صحابہ کے زمانہ میں ہو یا ان کے بعد، اور فقہاء نے کہا ہے: خوارج، باغیوں کے غیر ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گمان کے مطابق کسی باطل تاویل سے برحق امام کی مخالفت کرتے ہیں، اور خوارج وہ ہیں جنہوں نے کسی تاویل کے بغیر امام کی مخالفت کی یا قطعی باطل تاویل کے سبب سے امام کی مخالفت کی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ بدعتیوں کی ایک جماعت ہے جن کے مخصوص نظریات ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ بندہ گناہِ کبیرہ کے ارتکاب سے کافر ہو جاتا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ غیر قرشی کو امام بنانا جائز ہے، اور ان کو خوارج اس لیے کہا گیا کہ وہ اپنے ان مخصوص نظریات کی وجہ سے لوگوں سے نکل گئے۔

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ''والملحدین'' یعنی ملحدین کو قتل کرنا، اور یہ ''مُلحِد'' کی جمع ہے، ''مُلحِد'' اس کو کہتے ہیں جو حق سے عدول کرے اور باطل کی طرف میلان کرے۔

امام بخاری نے کہا: ''بعد اقامۃ الحجۃ علیہم'' اس سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ خارجی ہو یا اس کا غیر ہو، اس کے خلاف قتال کرنا اس وقت واجب ہوگا جب اس پر حجت پیش کر دی جائے، اور اس کو حق کی دعوت دی جائے، اور جس معاملہ میں اس کو اشتباہ ہو گیا ہے، اس کے اشتباہ کو زائل کیا جائے۔ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرنے سے انکار کرے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے، اور اس کی دلیل یہ آیت ہے جس کا امام بخاری نے ذکر کیا ہے:

وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدٰهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ (التوبہ:۱۱۵)

اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اس کو گمراہ کر دے حتیٰ کہ ان کے لیے یہ بیان کر دے کہ انہیں کس چیز

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے بچنا چاہیے۔

امام بخاری نے اس آیت کریمہ سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ خوارج اور مُلحدین سے قتال کرنا اسی وقت واجب ہے جب ان کے خلاف حجت قائم کردی جائے اور دلائل سے ان کے باطل ہونے کو ظاہر کردیا جائے، اور اس پر دلیل یہ آیت مبارکہ ہے، کیونکہ اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس وقت تک مواخذہ نہیں فرماتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو بیان فرمادے کہ وہ کیا کام کریں اور کن کاموں کو چھوڑیں، اسی طرح اس آیت کی ضحاک نے تفسیر کی ہے۔

التوبہ: ۱۱۵ کی متعدد تفاسیر

اور مقاتل اور کلبی نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرائض کو نازل کردیا، پھر لوگوں نے ان فرائض پر عمل کیا تو قرآن مجید میں وہ آیات نازل ہوئیں جو سابقہ احکام کے لیے ناسخہ تھیں اور کئی مسلمان فوت ہوچکے تھے اور وہ پہلے حکم کے مطابق عمل کرتے تھے مثلاً قبلہ اولیٰ کی طرف نماز پڑھتے تھے، اور خمر کے حرام کیے جانے سے پہلے خمر کو پیتے تھے، تو مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جو لوگ ان کاموں پر عمل کرتے ہوئے فوت ہوگئے ان کا کیا ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے التوبہ: ۱۱۵ نازل فرمائی، یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی اس قوم کے عمل کو باطل کردے جس نے منسوخ حکم پر عمل کیا ہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ناسخ کو بیان کردے۔

اور علامہ الثعلبی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تم پر گمراہی کا حکم لگادے جب کہ تم مشرکین کے لیے استغفار کررہے تھے، اس سے پہلے کہ تم پر اس کی ممانعت کا حکم آئے، یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے دلوں میں ہدایت کے بعد گمراہی کو واقع کردے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ یہ بیان فرمادے کہ کس چیز سے تمہیں ڈرنا چاہیے اور کس چیز کو ترک کرنا چاہیے۔

اور علامہ الزمخشری نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں اس چیز سے بچنا چاہیے جس سے ممانعت کی وجہ سے بچنا واجب ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ نظریہ تھا کہ خوارج اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں اور انہوں نے کہا: کیونکہ جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں، وہ ان آیات کا مومنین پر اطلاق کرتے ہیں''۔

امام ابوجعفر طبری نے ''تہذیب الآثار'' میں اس اثر کی سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے از بُکیر بن عبداللہ بن الاشج، انہوں نے نافع سے سوال کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی الحروریہ کے متعلق کیا رائے تھی؟ تو انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ان کے متعلق یہ رائے تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں، جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں، وہ ان کا مومنین پر اطلاق کرتے ہیں۔

''الحرورية'' کا مصداق

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: الحرورية سے مراد خوارج ہیں، ان کا نام حروریہ اس لیے رکھا گیا کہ یہ اس جگہ رہنے کے لیے گئے جس کو ''حروراء'' کہتے ہیں اور یہ الکوفہ کے قریب ایک جگہ ہے، اور ان کا سب سے پہلا اجتماع اور سب سے پہلی حکومت کا واقعہ حروراء میں ہوا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: ''الحروریۃ'' الخوارج کی ایک جماعت ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتال کیا، اور خوارج کا دین میں وہ تشدد تھا جو بہت معروف ہے، اور ان کا سردار عبداللہ بن الکواء (کاف پر زبر اور واؤ پر تشدید اور آخر میں مد) الیشکری تھا، اور خوارج کے بیس (۲۰) فرقے تھے۔

خوارج کے نظریات

شیخ ابن حزم نے کہا ہے: خوارج میں سے بدترین حال کے وہ لوگ تھے جو دین میں بہت غلو کرتے تھے، وہ پانچ نمازوں کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ صرف صبح کی اور شام کی نماز کو پڑھنا واجب ہے، اور ان میں سے بعض وہ تھے جو سورۂ یوسف کے قرآن ہونے کا انکار کرتے تھے، اور انہوں نے کہا: جس نے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہا، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے خواہ اس نے دل سے کفر کا اعتقاد کیا ہو۔ اور ان کا قول ''الاباضیۃ'' کے قریب تھا، اور ان میں سے کچھ لوگ عرب میں باقی ہیں۔

علامہ الجوہری نے کہا: ''اباضیۃ'' خوارج کا ایک فرقہ ہے جو عبداللہ بن اباض التیمی کے اصحاب ہیں، اور ''اباض'' اصل میں اس رسی کو کہتے ہیں جس سے اونٹ کو اس کے بازو کے ساتھ باندھ دیا جائے حتیٰ کہ اس کا ہاتھ زمین سے اوپر ہو جائے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بدترین ہیں''۔ علامہ الکرمانی نے کہا: یہ مسلمانوں میں سے سب سے بدتر لوگ ہیں کیونکہ کفار اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تاویل نہیں کرتے تھے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں تاویل کرتے ہیں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ''القدریہ'' کو بھی ناپسند کرتے تھے اور ان کو بدترین مخلوق کہتے تھے۔

خوارج کے متعلق شرعی حکم

''التوضیح'' میں علامہ ابن الملقن نے ''کتاب الاسفرایینی'' سے نقل کر کے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن ابی اوفیٰ، حضرت جابر، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عقبہ بن عامر اور ان کے معاصرین رضی اللہ عنہم اپنے تبعین کو یہ وصیت کرتے تھے کہ قدریہ کو سلام نہ کریں اور نہ ان کی عیادت کریں، نہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں اور جب وہ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۶۔۱۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خوارج کا لغوی اور اصطلاحی معنی

خوارج ''خارجۃ'' کی جمع ہے اور یہ ایک جماعت ہے، اور یہ بدعتی لوگ ہیں، ان کو خوارج اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دین سے نکل گئے اور نیک مسلمانوں کے طریقہ سے نکل گئے۔

خوارج کی بدعت کی اصل

علامہ الرافعی نے ''الشرح الکبیر'' میں لکھا ہے: ان کی بدعت کی اصل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا، کیونکہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو پہچانتے ہیں اور ان کو پکڑنے پر قادر ہیں اور ان سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قصاص نہیں لیتے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ کے قتل پر راضی تھے اور ان کے قتل میں قاتلین عثمان کی موافقت کرتے تھے۔

محدثین کے نزدیک خوارج کی متفق علیہ تعریف

اور علامہ رافعی کی یہ تعریف اس کے خلاف ہے جس پر محدثین کا اتفاق ہے، کیونکہ محدثین کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ خوارج نے حضرت عثمان رضی اللہ کے قصاص کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ وہ کئی امور کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ پر اعتراض کرتے تھے اور ان سے بیزار رہتے تھے، اور اس کی اصل یہ ہے کہ بعض اہلِ عراق نے حضرت عثمان رضی اللہ کے بعض رشتہ داروں کی سیرت پر اعتراض کیا اور اس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ پر طعن کیا اور ان لوگوں کو القراء کہا جاتا تھا، کیونکہ یہ قرآن مجید کی تلاوت میں اور عبادت کرنے میں بہت زیادہ کوشش کرتے تھے، مگر یہ قرآن مجید کی ایسی تاویل کرتے تھے جو قرآن مجید کی مراد نہیں ہے اور اپنی رائے پر اصرار کرتے تھے، اور زہد و تقویٰ اور خشوع و خضوع میں بہت غلو کرتے تھے۔ پس جب حضرت عثمان رضی اللہ کو شہید کیا گیا تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ کے ساتھ قتال کیا اور یہ حضرت عثمان اور ان کے متبعین کے کفر کا اعتقاد رکھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ کی امامت کا اعتقاد رکھتے تھے، اور حضرت علی رضی اللہ سے جن اہلِ جمل نے قتال کیا ان کو کافر کہتے تھے۔

جنگ جمل کا پیش خیمہ

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما دونوں حضرت علی رضی اللہ سے بیعت کرنے کے بعد مکہ کی طرف نکلے، پس ان کی ملاقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سال حج کیا تھا، پس یہ سب حضرت عثمان رضی اللہ کے قاتلین کو طلب کرنے پر متفق ہو گئے اور بصرہ کی طرف چلے گئے اور لوگوں کو اس کی دعوت دیتے تھے، جب حضرت علی رضی اللہ کو اس کی خبر پہنچی تو وہ ان کی طرف نکلے، پس ان کے درمیان جمل کا واقعہ ہوا جو مشہور ہے، اس جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ شہید کر دیے گئے اور حضرت زبیر رضی اللہ بھی شہید کر دیے گئے۔ پس یہ وہ جماعت ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرتی تھی۔

جنگ صفین کا پیش خیمہ

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ کے قصاص کا مطالبہ کر کے اہلِ شام کے ساتھ کھڑے ہوئے اور وہ اس وقت شام کے امیر تھے، اور حضرت علی رضی اللہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ اہلِ شام حضرت علی رضی اللہ کی بیعت کر لیں، پس حضرت معاویہ رضی اللہ نے یہ عذر پیش کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ مظلوماً شہید کر دیے گئے، اور ان کے قاتلین سے قصاص میں جلدی کرنا واجب ہے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ تمام لوگوں کی بہ نسبت اس مطالبہ پر زیادہ قوی تھے اور وہ حضرت علی رضی اللہ سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ وہ قاتلین عثمان سے قصاص لینے پر ان کو موقع دیں، پھر اس کے بعد وہ حضرت علی رضی اللہ سے بیعت کریں گے، اور حضرت علی رضی اللہ یہ کہتے تھے کہ آپ تمام لوگوں کی طرح ان کی بیعت میں داخل ہو جائیں اور ان کو حاکم مان لیں یہاں تک کہ وہ قاتلینِ عثمان کے متعلق برحق فیصلہ کریں، جب یہ معاملہ طویل ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ اہلِ عراق کے پاس گئے اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اہلِ شام سے جنگ کریں، پس حضرت معاویہ رضی اللہ ان سے جنگ کرنے کے قصد سے اہلِ شام میں گئے، پس دونوں جماعتیں مقامِ صفین میں بالمقابل ہوئیں، پھر کئی مہینوں تک ان کے درمیان لڑائی جاری رہی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

واقعہ تحکیم (حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک کا اپنے لیے حَکَم بنانا)

اہلِ شام شکست کے قریب تھے، پس انہوں نے نیزوں پر قرآن مجید کو اٹھالیا اور یہ اعلان کیا کہ ہم تم کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں، اور یہ اقدام انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے کیا جو اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو لشکر کے اکثر افراد تھے خصوصاً القراء، انہوں نے دین داری کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑنے کو ترک کر دیا، اور انہوں نے درج ذیل آیت سے استدلال کیا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (آل عمران: ۲۳)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا علم دیا گیا، انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ (کتاب) ان کے باہمی اختلافات میں فیصلہ کرے، پھر ان میں سے ایک فریق روگردانی کرتا ہے اور وہ ہیں ہی روگردانی کرنے والے ۝

پھر انہوں نے اہلِ شام کی طرف پیغام بھیجا، پس کہا: تم اپنے لوگوں میں سے ایک حَکَم مقرر کرو اور ایک حَکَم ہم اپنے لوگوں میں سے مقرر کرتے ہیں، اور ان کے ساتھ وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا، پس وہ جس کے ساتھ حق کو دیکھیں اس کی اطاعت کا اعلان کر دیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اس کو قبول کر لیا۔

خوارج کی بنیاد

اور اس جماعت نے اس تحکیم کا انکار کیا اور یہ لوگ خوارج ہو گئے (یعنی حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی جماعتوں سے خارج ہو گئے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اہلِ عراق اور شام کے درمیان کا تبینِ حکومت کو لکھا کہ یہ وہ ہے جس کا امیر المومنین علی نے معاویہ کے ساتھ فیصلہ کیا، پس اہلِ شام نے اس سے منع کیا اور کہا: ان کا نام لکھو اور ان کے باپ کا نام لکھو، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کیا اور الخوارج نے اس کا بھی انکار کیا، پھر دونوں فریق اس پر الگ الگ ہو گئے کہ دونوں حَکَم اور جو ان کے ہمراہ ہیں وہ ایک معین مدت کے بعد اس جگہ میں حاضر ہوں جو شام اور عراق کے درمیان ہے، اور دونوں لشکر اپنے اپنے شہروں میں لوٹ جائیں یہاں تک کہ واقعہ تحکیم ہو جائے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کی طرف چلے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف چلے گئے اور خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہو گئے اور ان کی تعداد آٹھ ہزار تھی، اور ایک قول ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی، اور ایک قول ہے کہ ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔

خوارج کو ''الحرورية'' کہنے کی توجیہ

اور یہ لوگ اس جگہ میں ٹھہرے جس کو ''حروراء'' کہا جاتا ہے، اسی وجہ سے ان لوگوں کو الحروریہ کہا گیا ہے اور ان کے سردار عبداللہ بن الکواء الیشکری اور الشیث تمیمی تھے، ان کی طرف علی بن عباس نے پیغام بھیجا اور ان سے مباحثہ کیا، پس ان میں سے کافی لوگوں نے رجوع کر لیا، پھر ان کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کر لی اور ان کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کے دونوں رئیس یعنی عبداللہ بن الکواء اور الشیث تمیمی بھی تھے، پھر انہوں نے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت علی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رضی اللہ عنہ تحکیم سے تائب ہو گئے، اس لیے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے ہیں، یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے خطبہ دیا اور اس کا انکار کیا۔ پھر انہوں نے مسجد کے اطراف سے یہ اعلان کیا کہ اللہ کے سوا کسی کو حکم بنانا جائز نہیں ہے، تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بات حق ہے اور اس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تمہارے لیے ہم پر تین باتیں لازم ہیں: تم کو مساجد سے روکا نہیں جائے گا اور نہ تم کو مالِ فے سے روکا جائے گا، اور ہم تم سے لڑائی کی ابتداء نہیں کریں گے جب تک کہ تم کوئی فساد نہیں کرو گے۔ اور وہ یکے بعد دیگرے خروج کرتے رہے یہاں تک کہ مدائن میں جمع ہو گئے۔

خوارج کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دینا اور ان کے دیگر مذموم نظریات

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کو رجوع کرنے کا پیغام بھیجا، پس انہوں نے رجوع نہ کرنے پر اصرار کیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اوپر کفر کی شہادت دیں، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تحکیم پر راضی ہوئے اور وہ توبہ کریں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر ان کو پیغام بھیجا تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیغام لانے والے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، پھر ان کا اس پر اجماع ہو گیا کہ جو ان کے معتقدات کا عقیدہ نہ رکھے وہ کافر ہے اور اس کا خون اور اس کا مال اور اس کے گھر والے مباح ہیں، پھر جو مسلمان ان کے پاس سے گزرتے یہ ان کو قتل کر دیتے، اور ان کے پاس سے حضرت عبداللہ بن خباب بن الارت گزرے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان بعض شہروں کے حاکم تھے اور ان کے ساتھ لشکر تھا تو خوارج نے ان کو قتل کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ اس لشکر کو لے کر ان کی طرف نکلے جس کو انہوں نے اہلِ شام سے لڑنے کے لیے تیار کیا تھا، پھر ان کے ساتھ النہروان میں جنگ ہوئی اور ان میں سے دس افراد سے بھی کم بچ سکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوارج کا شہید کرنا

یہ خوارج کے ابتدائی حالات کا خلاصہ ہے، پھر جو ان میں سے باقی بچے تھے ان کو انہوں نے اپنی رائے کی طرف ملا لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران یہ چھپے ہوئے رہے حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن بن ملجم تھا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت شہید کیا جب وہ صبح کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں داخل ہوئے تھے۔

پھر جب حضرت حسن بن علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان صلح ہو گئی تو ان میں سے ایک جماعت جوش میں آئی، پھر شام کے لشکر نے ان کو اس جگہ شکست دی جس کو "النجیلۃ" کہا جاتا ہے، پھر یہ عبیداللہ بن زیاد کی حکومت کے دوران حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید بن معاویہ کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور زیاد اور عبداللہ بن زیاد ان پر کامیاب ہوئے اور ان کو قتل کیا اور لمبی مدت تک قید میں رکھا، پھر جب یزید فوت ہو گیا اور اہلِ شام میں پھوٹ پڑ گئی اور حضرت عبداللہ بن زبیر خلافت پر قابض ہو گئے اور بعض اہلِ شام کے سوا باقی شہروں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی اطاعت کی تو پھر مروان کھڑا ہوا اور اس نے خلافت کا دعویٰ کیا اور اس نے تمام شامیوں کو مغلوب کر لیا، اس وقت خوارج نافع بن الازرق کے ساتھ عراق میں ظاہر ہوئے اور یمامہ میں نجدہ بن عامر کے ساتھ ظاہر ہوئے اور نجدہ نے خوارج کے عقائد میں یہ اضافہ کیا کہ جو جنگ کے لیے نہ نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کرے وہ کافر ہے خواہ وہ ان کے عقائد کی طرح عقیدہ رکھتا ہو، اور ان کی وجہ سے بہت بڑی مصیبت آئی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خوارج کے مذموم عقائد

اور انہوں نے اپنے فاسد معتقدات میں بہت توسیع کی، انہوں نے شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا انکار کر دیا، اور چور کا ہاتھ بازو سے کاٹا، اور حائضہ عورت پر حالتِ حیض میں نماز کو واجب کیا اور جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کیا اس کو کافر قرار دیا، اگر وہ اس پر قادر ہو، اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو پھر وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے، اور انہوں نے مرتکبِ کبیرہ پر کافر کا حکم لگایا، اور اہلِ ذمہ کے اموال لینے سے رک گئے، اور جو اسلام کی طرف منسوب ہوتا اس کو قتل کرنے میں اور اس کو قید کرنے میں اور اس کا مال لوٹنے میں دلیر ہوتے، ان میں سے بعض لوگ تو یہ کام بغیر دعوت کے انجام دیتے تھے، اور بعض وہ تھے جو پہلے دعوت دیتے تھے، پھر قتل کرتے تھے۔ اور ان کے مصائب یوں ہی زیادہ ہوتے رہے حتیٰ کہ المہلب بن ابی صفرہ نے ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا، پھر ان سے جنگ کی حتیٰ کہ وہ ان پر کامیاب ہو گیا اور ان کی جمعیت کم ہو گئی، پھر دولتِ امویہ اور دولتِ عباسیہ کے شروع میں باقی خوارج رہے اور ان کی ایک جماعت مغرب میں داخل ہو گئی۔

خوارج کے متعلق مورخین کی تصانیف

ابومخنف لوط بن یحییٰ نے ان کے حالات اور ان کی خبروں کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس کا امام طبری نے اپنی تاریخ میں خلاصہ کیا ہے اور ان کی خبروں کے متعلق الہیثم بن عدی نے ایک کتاب لکھی ہے، اور محمد بن قدامہ الجوہری جو امام بخاری کے شیوخ میں سے ایک ہیں، انہوں نے صحیح سے خارج ایک بڑی کتاب لکھی ہے اور ابوالعباس المبرد نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں ان کی خبریں جمع کی ہیں لیکن بغیر اسانید کے، اور جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے انہوں نے اسانید کے ساتھ ان کی خبروں کو ذکر کیا ہے۔

خوارج کی دو قسمیں

قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ خوارج کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جس کا زعم یہ ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی اور اصحاب الجمل اور اصحابِ صفین اور تمام وہ مسلمان جو تحکیم کے ساتھ راضی تھے وہ کافر ہیں، اور دوسری قسم وہ ہے جس کا یہ زعم ہے کہ ہر وہ مسلمان جس نے گناہِ کبیرہ کیا وہ کافر ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور دوسروں نے کہا ہے: بلکہ خوارج کی قسمِ اول، قسمِ ثانی کی فرع ہے، کیونکہ قسمِ اول کو کافر قرار دینے کا سبب یہ ہے کہ ان کا زعم یہ تھا کہ اللہ کے سوا کسی کو حَکَم بنانا گناہ ہے، کیونکہ جنہوں نے اللہ کے سوا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حَکَم بنایا وہ کافر ہے۔

شیخ ابن حزم کے ذکر کردہ خوارج کے حالات اور ان کے نظریات

شیخ ابن حزم نے کہا ہے: الخوارج میں سے مجدہ بن عامر کا یہ مذہب تھا کہ جس نے گناہِ صغیرہ کا ارتکاب کیا اس کو دوزخ کے بغیر عذاب دیا جائے گا اور جس نے گناہِ صغیرہ پر اصرار کیا تو وہ گناہِ کبیرہ کرنے والے کی مثل ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اور اس نے ذکر کیا کہ ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے فاسد عقائد میں غلو کرتے ہیں تو وہ پانچ نمازوں کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ صبح کی نماز اور شام کی نماز کو پڑھنا واجب ہے، اور ان میں سے بعض پوتی اور بھتیجی اور بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے کو جائز کہتے ہیں، اور ان میں سے بعض سورۂ یوسف کے قرآن ہونے کا انکار کرتے ہیں اور ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ جس نے لا الٰہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الا اللہ کہا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے خواہ وہ دل سے کفر کا عقیدہ رکھے۔

اور ابومنصور البغدادی نے المقالات میں لکھا ہے کہ خوارج کے بیس فرقے ہیں۔

اور شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ خوارج میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے اور ان میں سے حق کے قریب وہ ہیں جو ''الاباضیۃ'' ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

میں نے خوارج کے متعلق جو کچھ ذکر کیا ہے اس کے ثبوت میں جید احادیث ہیں۔

خوارج کی خبروں اور ان کے نظریات کے متعلق احادیث

امام عبدالرزاق نے از معمر روایت کی ہے اور امام طبری نے اس کی از یونس از الزہری روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ جب اہل شام نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے قرآن مجید کے نسخوں کو کھول لیا، اس وقت قریب تھا کہ اہل عراق، اہل شام کو شکست دے دیتے، اہل شام اس سے ڈرے، یہاں تک کہ یہ معاملہ فریقین میں سے ایک ایک حَکَم بنانے تک پہنچا، اور ان میں سے ہر ایک اپنے شہر کی طرف لوٹ گیا یہاں تک کہ اگلے سال دونوں حَکَم ''دومۃ الجندل'' میں جمع ہو گئے اور بغیر کسی متفقہ فیصلہ کے الگ الگ ہو گئے، پھر جب وہ لوٹے تو ''الحروریۃ'' نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی اور کہا: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاکم بنانا جائز نہیں ہے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے ابورزین کی سند سے روایت کی ہے کہ جب فریقین حَکَم بنانے پر راضی ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف لوٹ گئے تو خوارج مقام حروراء میں الگ ہو گئے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا، پس انہوں نے ان کو بھیجا، پس جب انہوں نے رجوع کر لیا تو ایک مرد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا: وہ یہ باتیں کر رہے ہیں کہ آپ حَکَم بنانے کی وجہ سے کافر ہو گئے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اس کا انکار کیا تو خوارج نے مسجد کی ہر طرف سے یہ اعلان کیا کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔

اور دوسری سند سے مروی ہے کہ ان کے سردار اس وقت نہروان میں جمع ہوئے، وہ عبداللہ بن وہب الراسبی اور زید بن حصن الطائی اور حرقوص بن زہیر السعدی تھے، پس وہ اس پر متفق ہو گئے کہ عبداللہ بن وہب کو امیر بنا دیا جائے، اور ان کی اکثر خبریں میں ان شاء اللہ، کتاب الفتن میں ذکر کروں گا۔

خوارج کے متعلق مشاہیر فقہاء اسلام کی آراء

امام غزالی نے اپنی کتاب ''الوسیط'' میں دوسروں کی اتباع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خوارج کے حکم کے متعلق دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یہ مرتدین کے حکم میں ہیں، دوسرا یہ کہ یہ باغیوں کے حکم میں ہیں۔ امام رافعی نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ اور جو انہوں نے کہا ہے: وہ ہر خارجی کے بارے میں نہیں ہے، کیونکہ خوارج کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جنہوں نے حکومت کی طلب میں خروج کیا نہ کہ اپنے عقائد کی دعوت دینے کے لیے، اور ان کی پھر دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے جنہوں نے ظالم حکام کے خلاف خروج کیا کیونکہ وہ ظلم کرتے تھے اور السنۃ النبویۃ کو ترک کرتے تھے، سو یہ لوگ اہل حق

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں۔اوران میں سے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہیں اور اہل مدینہ ہیں جو حراء میں تھے،اور وہ قراء ہیں جو حجاج کے خلاف نکلے تھے،اوران میں سے دوسری قسم وہ ہے جنہوں نے حکومت کی طلب کے لیے خروج کیا،خواہ ان کا کوئی شبہ تھا یا نہیں،اور وہ باغی تھے اوران شاء اللہ ان کا حکم کتاب الفتن میں آئے گا۔(فتح الباری ج ۸ ص ۸۳۔۸۵،دارالمعرفہ،بیروت،۱۴۲۶ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ،نے خوارج کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے اوراس کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا شہید ہونا۔(تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۲۶۔۳۰)

(۲) مصاحف (قرآن مجید کے نسخوں کو) نیزوں پر اٹھانا اور حکمین کی دعوت دینا۔(تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۳۴۔۴۶)

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جعدہ بن ہبیرہ کو خراسان کی طرف بھیجنا اور خوارج کا حضرت علی اوران کے اصحاب سے الگ ہونا اور اس کے بعدان کا رجوع کرنا۔(تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۴۶۔۴۹)

(۴) حکمین (حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما) کا ''دومۃ الجندل'' میں جمع ہونا اور یوم نہروان کی خبر۔

(تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۵۲۔۷۰)

حافظ ابن کثیر دمشقی المتوفی ۷۷۴ھ نے بھی امام ابوجعفر طبری کے حوالہ سے انہی امور کو تفصیل سے لکھا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۴۲۵)

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ،اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں مذکور ہے:''اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ نظریہ تھا کہ خوارج اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں اورانہوں نے کہا: کیونکہ جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں،وہ ان آیات کا مومنین پر اطلاق کرتے ہیں''۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے ''تہذیب الآثار'' کی مسند علی میں اس اثر کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے از بکیر بن عبداللہ بن الاشج،وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نافع سے سوال کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی الحروریہ کے متعلق کیا رائے تھی؟ توانہوں نے بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ حروریہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں وہ ان کا مومنین پر اطلاق کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:اس اثر کی سند صحیح ہے اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے خوارج کے وصف کے متعلق کہا:وہ بدترین مخلوق ہیں اور امام احمد نے بھی سند جید کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل مرفوعاً روایت کی ہے۔اور امام بزار نے از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خوارج کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا:وہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور میری امت کے بہترین لوگ ان کو قتل کریں گے۔اس حدیث کی سند حسن ہے۔

اور امام طبرانی نے اس سند سے مرفوعاً روایت کی ہے:وہ بدترین خلق اور خلیقہ ہیں،ان کو بہترین خلق اور خلیقہ قتل کریں گے۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے امام احمد نے روایت کی ہے کہ وہ ''شر البریۃ'' ہیں،اور امام مسلم نے از عبیداللہ بن رافع از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ مبغوض ہیں۔اور امام طبرانی نے از عبداللہ بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خباب از والد خود روایت کی ہے: وہ ان سب سے بدترین لوگ ہیں جن پر آسمان کا سایا ہے اور جن کو زمین نے اٹھایا ہے، اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس کی مثل ہے۔

امام احمد اور امام ابن شیبہ نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارج کے ذکر میں تین بار فرمایا: وہ بدترین خلق اور خلیقہ ہیں۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ وہ بدترین مخلوق ہیں۔

یہ احادیث ان فقہاء کے قول کی تائید کرتی ہیں جو خوارج کو کافر قرار دیتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۸۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

خوارج کے کفر پر شیخ ابن تیمیہ کی تصریح

میں کہتا ہوں کہ خوارج گناہِ کبیرہ کے لیے شفاعت کا انکار کرتے ہیں اور گناہِ کبیرہ کی شفاعت کے متعلق شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

جو ایسی سننِ متواترہ ہیں جن کا انکار کرنا کفر ہے وہ میت پر مسلمانوں کی نماز ہے اور ان کے لیے نماز میں دعا ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیامت کے دن مسلمانوں کی شفاعت کرنا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں سنن متواترہ ہیں بلکہ اہلِ کبائر کے لیے شفاعت کا انکار صرف بدعتیوں نے کیا ہے بلکہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ کبائر کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت اور آپ کی دعا اور آپ کا اللہ تبارک وتعالیٰ سے سوال کرنا، یہ اور اس کی مثالیں قرآن مجید سے اور سنتِ متواترہ سے ثابت ہیں اور ان کی مثل انکار کرنے والا کافر ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۴ ص ۱۷۰، دارالجیل، ریاض ۱۴۱۸ھ)

مسلمانوں کے لیے ایصالِ ثواب پر شیخ ابن تیمیہ کی تصریح

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

اس باب میں احادیث صحیحہ بہت زیادہ ہیں، صحاح ستہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میری ماں فوت ہوگئیں ہیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کردوں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں، انہوں نے کہا: میرا ایک باغ ہے، میں آپ سب کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کا اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کردیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۸۸۲، سنن ترمذی: ۶۶۹، سنن نسائی: ۳۶۵۵)

شیخ ابن تیمیہ نے اس موضوع پر اور بھی احادیث درج کی ہیں اور ان کے بعد لکھا ہے:

ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ میت تک پہنچتا ہے اور اسی طرح عباداتِ مالیہ بھی پہنچتی ہیں مثلاً غلام کو آزاد کرنا۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۴ ص ۱۷۱، دارالجیل، ریاض ۱۴۱۸ھ)

سلف صالحین سے ایصال ثواب کا ثبوت

میں کہتا ہوں کہ سلف صالحین میں سے بہ کثرت فقہاء اور محدثین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایصال ثواب کرتے تھے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ علی بن موفق العابد المتوفی ۲۶۵ھ کا شمار زاہدین میں سے ہوتا تھا۔

ابو العباس محمد بن اسحاق الثقفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی بن الموفق کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے ساٹھ حج پیدل کیے ہیں اور ان میں سے تیس حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کئے ہیں۔

ابو العباس نے کہا: میں علی بن الموفق کی اقتداء کرتا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سات حج کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک سو ستر قربانیاں کی ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ساٹھ سال میں بارہ ہزار قرآن مجید اس کے قریب ختم کئے اور اپنے تمام اعمال کا ثواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا۔

ابو اسحاق المزکی نے کہا: میں نے ابو العباس کی اقتداء کی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سات حج کئے ہیں اور آپ کی طرف سے سات سو قرآن مجید کو ختم کیا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۸۳۔ ۸۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ، السراج محمد بن اسحاق محدث خراسان النیشا پوری المتوفی ۳۱۳ھ کے متعلق لکھتے ہیں:

ابو اسحاق المزکی نے السراج نیشا پوری سے روایت کی ہے کہ میں دو سو اٹھارہ ہجری میں پیدا ہوا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بارہ ہزار قرآن مجید ختم کئے اور میں نے آپ کی طرف سے بارہ ہزار قربانیاں کیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۷۵، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

ہم نے یہ حوالہ جات اس لئے نقل کئے ہیں کہ سلف صالحین سے ایصال ثواب کرنا ثابت ہے اور خوارج ایصال ثواب کے منکر ہیں اور شیخ ابن تیمیہ کی تصریح کے مطابق یہ بدعتی ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصریح کے مطابق خوارج کافر ہیں۔

۶۹۳۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا خَيْثَمَةُ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَدِيثًا فَوَاللهِ لَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خیثمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سوید بن غفلہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کروں تو اللہ کی قسم! اگر میں آسمان سے گر جاؤں تو میرے نزدیک یہ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھوں، اور جب میں تم سے اپنے متعلق کوئی بات کروں تو بے شک جنگ ایک دھوکا ہے، اور بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آخر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْقِيَامَةِ۔

زمانہ میں ایسے لوگوں کا ظہور ہوگا جن کی عمریں کم ہوں گی اور ان کی عقلیں ناقص ہوں گی، وہ خیر البریہ کی احادیث بیان کریں گے، اور ان کا ایمان ان کے گلوں سے تجاوز نہیں کرے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور سے پار نکل جاتا ہے، تم ان لوگوں کو جہاں پاؤ ان کو قتل کر دو، کیونکہ ان کو قتل کرنے میں قتل کرنے والے کے لیے قیامت کے دن اجر ہوگا۔

(صحیح البخاری:۳۶۱۱،۵۰۵۷، ۶۹۳۰ صحیح مسلم:۱۰۶۶، سنن نسائی:۴۱۰۲، سنن ابوداؤد:۴۷۶۷، مسند احمد:۱۰۸۹)

صحیح البخاری: ۶۹۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں جن کم عمر اور کم عقل لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، یہ خوارج اور ملحدین ہیں اور باب کے عنوان میں خوارج اور ملحدین کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمر بن حفص بن غیاث، جو سلیمان الاعمش سے روایت کرتے ہیں اور وہ خیثمہ سے روایت کرتے ہیں جو ابنِ عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ الجعفی ہیں، ان کے والد اور دادا صحابی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سوید بن غفلہ کا ذکر ہے، یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور المخضرمین میں سے ہیں، یہ ایک سو تیس سال تک زندہ رہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابی ہیں۔
یہ حدیث کتاب علامات النبوۃ میں گزر چکی ہے اور اسی سند کے ساتھ فضائل قرآن میں بھی گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں اپنے اور تمہارے درمیان کوئی بات بیان کروں تو جنگ ایک دھوکا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا معنی یہ ہے کہ جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو نہ اس میں از روئے کنایہ کوئی بات کہتا ہوں اور نہ از روئے تعریض کوئی بات کہتا ہوں اور نہ از روئے توریہ کوئی بات کہتا ہوں۔ اور جب میں تمہیں کسی اور کی بات بیان کروں تو میں کنایہ سے بھی بات کرتا ہوں اور تعریض سے بھی اور توریہ سے بھی، تاکہ جو مجھ سے جنگ کرتا ہے اس کو شبہ میں مبتلاء کروں، کیونکہ جنگ کا معاملہ ایک مغالطہ پر ختم ہوتا ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی'' اور امام نسائی نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے اس باب کے بعد مذکور ہے، کیونکہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں نکلے تھے۔

علامہ ابن التین نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ "آخر زمانہ میں خوارج نکلیں گے" اس سے مراد ہے صحابہ کے زمانہ کے اخیر میں نکلیں گے۔ اس جواب پر پھر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحابہ کا آخری زمانہ تو ایک صدی پوری ہونے کے بعد تھا اور خوارج کا اس سے ساٹھ سال پہلے ظہور ہوا؟

پھر علامہ ابن التین نے اس کا یہ جواب دیا کہ ان حدیثوں میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ آخر زمانہ سے مراد خلافتِ نبوت کا آخر زمانہ ہے، کیونکہ حضرت سفینہ کی حدیث جو سنن میں اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں مرفوعاً روایت کی گئی ہے، اس میں مذکور ہے کہ "میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی، پھر وہ ملوکیت ہو جائے گی" اور خوارج کا قصہ اور النہروان میں ان کو قتل کرنے کا واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اواخر میں اڑتیس (۳۸) ہجری میں ہوا تھا، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اٹھائیس (۲۸) سال بعد۔ (علامہ ابن التین کی عبارت ختم ہوئی)۔

خوارج کا متعدد مرتبہ ظہور

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

اگر ہم یہ کہیں کہ خوارج کا نکلنا اور ان کا ظہور متعدد بار ہوا ہے تو یہ سوال ابتداءً ساقط ہو جائے گا، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی خوارج کا ظہور ہوا اور ان کے بعد قربِ قیامت میں بھی خوارج کا ظہور ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حُدَّاث الاسنان" (حاء پر پیش ہے اور دال پر تشدید ہے) اسی طرح المستملی اور السرخسی کی روایت میں ہے۔ اور اکثر روایات میں "احداث الاسنان" مذکور ہے۔ احداث، حدث کی جمع ہے (حاء اور دال دونوں پر زبر ہے) اور اس کا معنی ہے: جو کم عمر ہو۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: "حداثۃ السن" شباب سے اور اولِ عمر سے کنایہ ہے، اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: حدّاث (حاء پر پیش کے ساتھ) حدیث کی جمع ہے جیسے کرّام، کریم کی جمع ہے اور کبّار، کبیر کی جمع ہے۔ اور حدیث کا معنی ہے: ہر چیز کا جدید، اور اس کا اس اعتبار سے صغیر پر اطلاق ہوتا ہے اور "الاسنان" سے مراد ہے عمر، یعنی وہ نوجوان ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سفہاء الاحلام" یعنی ان کی عقول ردّی ہوں گی، اور احلام، حلم (حاء کے نیچے زیر) کی جمع ہے۔ "حلم" کا معنی ہے: برداشت اور معاملات کے اندر ٹھہراؤ، یعنی کسی کام میں جلدی نہ کرنا۔ اور یہ عقلاء کا شعار ہے، اور اگر "حُلم" میں حاء پر پیش ہو تو اس کا معنی ہے: خواب۔

ہمارے زمانہ میں حدیثِ مذکور کا مصداق طالبان ہیں

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خوارج کا مصداق وہ لوگ ہیں جو کم عمر اور بے عقل ہوں۔ اور ہمارے زمانہ میں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو طالبان کے نام سے مشہور ہیں، یہ لوگ وہابی عقائد کے حامل ہیں اور اہل سنت و جماعت کو مشرک قرار دیتے ہیں، اہل سنت و جماعت کی مساجد کو خود کش دھماکوں سے اڑاتے ہیں اور ان گنت نمازیوں کو شہید کر دیتے ہیں اور بے شمار مسلمانوں کو زخمی کر دیتے ہیں، اور یہ لوگ چونکہ اولیاء اللہ کی تعظیم کے منکر ہیں اس لیے اولیاء اللہ کی قبروں کی بے حرمتی کرتے ہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور قبر سے میت کو نکال کر اس کو چوراہوں پر لٹکا دیتے ہیں، اور بازاروں میں خودکش دھماکے کر کے بے قصور مسلمانوں کو شہید کرتے ہیں۔ انہوں نے 11 اپریل 2006ء کو نشتر پارک کراچی میں ہونے والے "عید میلاد النبی ﷺ" کے جلسہ میں خودکش دھماکا کیا جس کے نتیجہ میں پینسٹھ (65) سے زیادہ علماء اہلسنت شہید ہوئے اور سینکڑوں مسلمان زخمی ہوئے، راقم الحروف کا بھانجا سید کاشف علی بھی اس سانحہ میں شہید ہو گیا۔ یہ لوگ مسلمانوں پر کفار کی آیتوں کو منطبق کرتے ہیں، یہ پاکستانی فوج اور پاکستان کی پولیس پر حملہ کرتے ہیں اور جس فوجی یا سپاہی کو گرفتار کر لیتے ہیں تو بے دردی سے اس کا گلا کاٹ دیتے ہیں، یہ لوگ فوج اور پولیس کے اداروں اور دیگر قومی اداروں کو خودکش دھماکوں سے تباہ کرتے ہیں، اور اسکولوں، تھانوں، اہلسنت کی مساجد، مدارس، اولیاء کرام کے مزارات کو تباہ کرتے ہیں، ان لوگوں کا نشانہ مساجد اور امام بارگاہیں ہوتی ہیں، یہ دیوبندیوں اور وہابیوں کی مساجد اور ان کے تبلیغی اجتماعات پر حملہ نہیں کرتے، یہ لوگ نفاذِ اسلام کا نعرہ لگاتے ہیں لیکن فحاشی کے اڈوں، سینما گھروں، کلبوں، جوئے خانوں، رقص گاہوں، قحبہ خانوں اور دیگر بے راہ روی کے اداروں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتے، یہ لوگ اپنے حملوں میں بھارت اور امریکہ کا بنا ہوا اسلحہ استعمال کرتے ہیں، ان سے کہا جاتا ہے کہ تم مسلمانوں کی مساجد کو کیوں دھماکوں سے اڑاتے ہو تو اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ وزیرستان میں ڈرون حملے کیے جاتے ہیں، لیکن یہ لوگ بے عقل ہیں، یہ اتنی بات نہیں سمجھتے کہ ڈرون حملے تو امریکا کر رہا ہے، اہلسنت اور مسلمان تو ان پر ڈرون حملے نہیں کر رہے، پھر یہ مسلمانوں کے بازاروں کو اور ان کے اسکولوں اور اداروں کو اور مسلمانوں کی مساجد کو کیوں دھماکوں سے اڑاتے ہیں۔ اور اس حدیث میں کم عمر اور بے عقل لوگوں کو خوارج قرار دیا ہے اور طالبان کے جو لوگ مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں کر رہے ہیں وہ عموماً کم عمر اور بے عقل ہیں، سنا گیا ہے کہ یہ لوگ کسی کم عمر نوجوان کو جنت کی نوید سنا کر یا جنت کا سرٹیفکیٹ دے کر اس کو خودکش دھماکے کے لیے تیار کرتے ہیں، ہم ان لوگوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

قول "خیر البریۃ" کی تحقیق

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "یقولون من خیر قول البریۃ"۔ کہا گیا ہے کہ یہ عبارت مقلوب ہے اور مراد ہے "من قول خیر البریۃ" اور وہ قرآن مجید ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے "من خیر قول البریۃ" یعنی "خیر اقوال الناس" یا "خیر من قول البریۃ" اور وہ قرآن کریم ہے، اس لحاظ سے یہ عبارت مقلوب نہیں ہے۔

ایمان کے "حناجر" سے تجاوز نہ کرنے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یجاوز ایمانھم حناجرھم" الکشمیھنی کی عبارت میں ہے "لا یجوز" اور "الحناجر" کا لفظ "حنجرۃ" کی جمع ہے اور اس کا معنی حلقوم ہے اور یہ وہ نالی ہے جس سے کھانا گزرتا ہے، اور ان میں سے ایک کا اطلاق اس نالی پر ہوتا ہے جو منہ کے قریب ہے اور جس سے انسان سانس لیتا ہے۔ اور صحیح مسلم میں زید بن وہب کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "لا تجاوز صلوا تھم تراقیھم" یعنی ان کی نمازیں ان کے گلے سے نیچے نہیں اتریں گی، پس گویا کہ اس حدیث میں ایمان پر نماز کا اطلاق ہے۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے "لا یجاوز ایمانھم حلاقیمھم" یعنی ان کا ایمان ان کے حلقوم سے نیچے نہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اترے گا، مراد یہ ہے کہ وہ زبان سے ایمان لائیں گے دل سے ایمان نہیں لائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یمرقون من الدین" المروق کا معنی ہے: الخروج، یعنی وہ اپنی بدعت اور گمراہی کی وجہ سے دین سے نکل جائیں گے جس طرح سے جب تیر شکار کے نشانہ پر لگ جائے اور اس کے پار ہو جائے تو وہ شکار سے نکل جاتا ہے۔ سنن نسائی نے حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے "یمرقون من الحق" یعنی وہ حق سے نکل جائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من الرمیة" اس سے مراد ہے "المرمی" یعنی جب کسی وحشی جانور کو شکاری تیر مارتا ہے تو وہ جاتا ہے۔

"الرمیة" میں تاء داخل ہونے پر ایک اعتراض اور اس کے تین جوابات

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب فعیل مفعول کے معنی میں ہو تو اس میں مذکر اور مونث برابر ہوتے ہیں، پھر "الرمیة" میں تاء کیوں داخل کی گئی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تاء متعدد معانی کے لیے آتی ہے اور یہ تاء وصفیت سے اسمیت کی طرف منتقل کرنے کے لیے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ فعیل مذکر اور مونث میں اس وقت برابر ہوتا ہے جب اس کا موصوف مذکور ہو، اور یہاں موصوف مذکور نہیں ہے۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ غالباً تاء کا دخول اس وقت ہوتا ہے جس پر ابھی تک فعل کا وقوع نہ ہوا ہو جیسے جو بکری ذبح نہ کی گئی ہو اس کے لیے کہا جاتا ہے "خذ ذبیحتك" یعنی اپنی بکری لے لو، اور جب اس پر فعل واقع ہو جائے یعنی اس کو ذبح کر دیا جائے تو پھر "ذبیح" کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۲۸۔ ۱۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُمَا أَتَيَا أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَسَأَلَاهُ عَنِ الْحَرُورِيَّةِ أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا أَدْرِي مَا الْحَرُورِيَّةُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ يَخْرُجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ أَوْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَنْظُرُ الرَّامِي إِلَى سَهْمِهِ إِلَى نَصْلِهِ إِلَى رِصَافِهِ فَيَتَمَارَى فِي الْفُوقَةِ هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْءٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابراہیم نے خبر دی از ابی سلمہ اور عطاء بن یسار، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ وہ دونوں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، پس ان دونوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے "الحروریہ" کے متعلق سوال کیا کہ کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا الحروریہ کیا ہے؟ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: اس امت میں ایک قوم نکلے گی، اور یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے ایک قوم نکلے گی، وہ ایسی قوم ہوگی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلہ میں حقیر جانو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا یا فرمایا: ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، پس تیر مارنے والا اپنے تیر کی طرف دیکھتا ہے اور تیر کے لوہے کے پھل کی طرف دیکھتا ہے اور تیر کے پشتہ کی طرف دیکھتا ہے، پھر اس کو شک ہوتا ہے کہ کمان کی تانت میں کچھ خون لگا ہوا ہے یا نہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۴، ۳۶۱۰، ۴۳۵۱، ۴۶۶۷، ۵۰۵۸، ۶۱۶۳، ۶۹۳۱، ۶۹۳۳، ۷۴۳۲، ۷۵۶۲، صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن نسائی: ۲۵۷۸، سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴، مسند احمد: ۱۲۵۴)

صحیح البخاری: ۶۹۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں خوارج کا ذکر ہے اور اس حدیث میں ''الحرورية'' کا ذکر ہے اور ''الحرورية'' بھی خوارج کو کہتے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، وہ انصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن ابراہیم کا ذکر ہے، وہ التیمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے، وہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں، اور اس حدیث کی سند میں عطاء بن یسار کا ذکر ہے۔

اس حدیث کی سند میں تین تابعین ایک درجہ کے ہیں، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک ہے، اور یہ حدیث صحیح البخاری میں کئی جگہ گزر چکی ہے: علامات نبوة میں از ابوالیمان، کتاب الادب میں از عبدالرحمٰن بن ابراہیم اور کتاب فضائل القرآن میں از عبداللہ بن یوسف۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوسلمہ اور عطاء بن یسار نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔

امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ از ابوسلمہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حروریہ کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں نہیں جانتا کہ حروریہ کیا ہے؟''

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کا قتال کیا تھا، پھر انہوں نے کیسے کہا کہ میں نہیں جانتا حروریہ کیا ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس باب مذکور کے بعد جو باب ہے، اس کے اول میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کیا اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔۔۔۔ الحدیث۔ پس ان لوگوں نے حروریہ کو قتل کیا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ ان کا قتل کرنے والوں کے ساتھ تھے، پس یہاں انہوں نے کیسے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ حروریہ کیا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر جو انہوں نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا، اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو وہ مکمل عبارت یاد نہیں تھی جس کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صفات بیان فرمائی تھیں اور وہ صفات حروریہ میں بھی پائی جاتی ہیں جس سے اس پر دلالت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وصف بیان کیا ہے وہ حروریہ کا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”اس امت میں ایک قوم نکلے گی“، اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے قوم نکلے گی۔

اس اعتراض کا جواب کہ دوسری احادیث میں مذکور ہے ”اس امت سے ایک قوم نکلے گی“

اگر یہ سوال کیا جائے کہ امام طبرانی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عنقریب میری امت سے ایک قوم نکلے گی، اور امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عنقریب میرے بعد میری امت سے ایک قوم نکلے گی، اور امام مسلم نے از زید بن وہب از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم نکلے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی جو یہاں حدیث ہے، اس میں امت سے مراد امتِ اجابت ہے اور امام مسلم کی روایت میں جو امت کا لفظ ہے اس سے مراد امت الدعوۃ ہے، رہی طبرانی کی حدیث تو وہ ضعیف ہے۔

التوربشتی نے کہا: اس میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام بہت فقیہ تھے اور الفاظ کی روایت کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔

نیز اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خوارج کو کافر قرار دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ وہ اس امت کے غیر سے ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے“۔

امام طبرانی نے از محمد بن عمرو از ابی سلمہ روایت کی ہے: وہ لوگ عبادت کریں گے اور تم میں سے کوئی ایک شخص اپنی نماز کو اور اپنے روزہ کو ان کی نمازوں اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر جانے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”پس تیر مارنے والا اپنے تیر کی طرف دیکھے گا تو اس کے لوہے کے پھل اور پشتہ میں خون کا کوئی اثر نظر نہیں آئے گا“۔

خوارج کی نمازوں اور روزوں سے انہیں کوئی اجر حاصل نہیں ہوگا

اس مثال سے ان لوگوں کی عبادت کا حال بیان کرنا مقصود ہے کہ ان کی لمبی نمازوں اور روزوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان کی عبادت کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جب قرآن مجید کی باطل تاویل کریں گے تو ان کو اپنی عبادت سے کوئی اجر حاصل نہیں ہوگا اور ان کو اس عبادت کے سبب سے کوئی ثواب حاصل نہیں ہوگا نہ اول میں، نہ وسط میں اور نہ آخر میں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۰۔ ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَذَكَرَ الْحَرُورِيَّةَ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حروریہ کا ذکر کیا، تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ اسلام سے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۴، ۳۶۱۰، ۴۳۵۱، ۴۶۶۷، ۵۰۵۸، ۶۱۶۳، ۶۹۳۱، ۶۹۳۳، ۷۴۳۲، ۷۵۶۲، صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن نسائی: ۲۵۷۸، سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴، مسند احمد: ۱۲۵۴)

صحیح البخاری: ۶۹۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کا بعض حصہ ہے، سوا اس کے کہ اس حدیث میں ذکر تھا کہ وہ دین سے نکل جائیں گے اور یہاں پر ذکر ہے کہ وہ اسلام سے نکل جائیں گے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سلیمان، یہ ابو سعید الجعفی الکوفی ہیں جو مصر میں رہتے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن وہب، یہ عبداللہ بن وہب ہیں جو عمر سے روایت کرتے ہیں، سب نے اسی طرح بغیر نسبت کے ذکر کیا ہے اور یہ عمر بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب ہیں۔ اور یہ حدیث کتاب التفسیر میں سورۂ لقمان کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابُ: مَنْ تَرَكَ قِتَالَ الْخَوَارِجِ لِلتَّأَلُّفِ وَأَنْ لَا يَنْفِرَ النَّاسُ عَنْهُ

جس نے خوارج سے قتال کو الفت کی وجہ سے ترک کیا، اور اس لیے کہ لوگ اس سے متنفر نہ ہوں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ الفت (تالیف قلب) کی وجہ سے خوارج کے قتل کو ترک کرنا اور اس پر اس جملہ کا عطف ہے تا کہ لوگ ان سے متنفر نہ ہوں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح بخاری کے شارح علامہ داؤدی (متوفی ۴۰۲ ھ) نے کہا ہے کہ امام بخاری نے جو عنوان میں لکھا ہے "خوارج سے قتال ترک کرنا" یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس دن خوارج سے قتال نہیں ہوا تھا اور اگر امام بخاری کہتے کہ "لم یقتل" یعنی جس نے خوارج کو قتل نہیں کیا تو درست ہوتا اور خوارج کو "ذو الخویصرہ" کا نام دینا یہ بھی درست نہیں کیونکہ اس دن یہ نام نہیں تھا ان کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا۔

علامہ المہلب المالکی متوفی ۴۳۵ ھ، نے کہا ہے کہ تالیف قلب ابتداء اسلام میں ہوتی تھی جب کہ اس کی ضرورت تھی تاکہ ان کے ضرر کو دور کیا جائے، لیکن اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو سربلند کر دیا ہے پس تالیف قلب لازم نہیں ہے، سوائے اس کے کہ تمام لوگوں کو اس کی ضرورت ہو اس وقت امام اور سربراہ ملک کے لیے تالیف قلب کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، نے کہا ہے کہ جو لوگ امت کے خلاف خروج کریں اور امت کی جمعیت کی لاٹھی کو توڑنے کی کوشش کریں ان کے خلاف خروج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

رہا ذوالخویصرہ تو شارع علیہ السلام نے اس کے قتل کرنے کو اس لیے ترک کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جہل کی وجہ سے اسے معذور قرار دیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ اس کی قوم سے ایسے لوگ نکلیں گے جو دین سے نکل جائیں گے پس جب ایسے لوگ نکلیں تو ایسے لوگوں سے قتال کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ ذِي الْخُوَيْصِرَةِ التَّمِيمِيُّ فَقَالَ اعْدِلْ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يُنْظَرُ فِي قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ فِي نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ فِي رِصَافِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ فِي نَضِيِّهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ آيَتُهُمْ رَجُلٌ إِحْدَى يَدَيْهِ أَوْ قَالَ ثَدْيَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ قَالَ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ يَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَشْهَدُ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْهَدُ أَنَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی، از زہری، از ابی سلمہ، از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مالِ غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے تو عبداللہ بن ذوالخویصرہ التمیمی آیا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! عدل کیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے جب میں عدل نہ کروں تو کون کرے گا؟ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن ماردوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ اس کے ایسے اصحاب ہیں کہ تم میں سے کوئی ان کے مقابلہ میں اپنی نماز کو حقیر جانے گا اور تم میں سے کوئی ان کے مقابلہ میں اپنے روزہ کو حقیر جانے گا، یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے شکار سے پار نکل جاتا ہے، تیر کے پر کو دیکھا جائے گا تو اس پر کوئی نشان نہیں ہوگا، پھر اس کے پشتہ کی طرف دیکھا جائے گا وہاں بھی کوئی نشان نہیں ہوگا، پھر اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلِيًّا قَتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ جِيئَ بِالرَّجُلِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَهُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ فَنَزَلَتْ فِيهِ ﴿ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ﴾ (التوبہ:۵۸)

کی لکڑی کو دیکھا جائے گا وہاں بھی کوئی نشان نہیں ہوگا کیونکہ وہ تیر شکار کی لید، گوبر اور خون سب سے بغیر نشان کے آگے نکل گیا اسی طرح وہ لوگ اسلام سے بالکل نکل جائیں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا مرد ہوگا جس کے ایک ہاتھ پر عورت کی چھاتی کی طرح ابھرا ہوا گوشت ہوگا، یا فرمایا کہ وہ گوشت کے تھل تھل کرتے گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا، ان لوگوں کا اس وقت ظہور ہوگا جب مسلمانوں میں افتراق ہوگا، حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، اور میں گواہی دیتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کیا اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، ان میں سے ایک ایسے شخص کو لایا گیا جیسی نبی ﷺ نے اس کی صفت بیان فرمائی ہے، اور انہوں نے کہا، انہی لوگوں سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: "اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو صدقات کی تقسیم میں آپ پر اعتراضات کرتے ہیں" (التوبہ:۵۸)

(صحیح البخاری: ۳۳۴۴، ۳۶۱۰، ۴۳۵۱، ۴۶۶۷، ۵۰۵۸، ۶۱۶۳، ۶۹۳۱، ۶۹۳۳، ۷۴۳۲، ۷۵۶۲، صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن نسائی: ۲۵۷۸، سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴، مسند احمد: ۱۲۵۴)

صحیح البخاری: ۶۹۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ حدیث میں قتل کو ترک کرنے کا ذکر کیا ہے اور باب کے عنوان میں قتال کو ترک کرنے کا ذکر ہے، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب قتال کو ترک کیا جائے گا تو اس کو لازم ہے کہ قتل کو بھی ترک کیا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، اور وہ الجعفی المسندی ہیں اور اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے اور وہ ابن یوسف الصنعانی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں معمر کا ذکر ہے اور وہ ابن راشد ہیں اور اس حدیث کی سند میں الزہری کا ذکر ہے وہ محمد بن مسلم الشہاب الزہری ہیں اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے اور وہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں اور اس حدیث کی سند

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں حضرت ابوسعید کا ذکر ہے، ان کا نام سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہے۔
یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بینا" یہ اصل میں "بین" تھا، پھر اس کے آخر میں اشباع کے لیے الف کو بڑھا دیا گیا تو "بینا" ہو گیا اور کبھی اس میں "میم" کا اضافہ کیا جاتا ہے تو یہ "بینما" ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے بعد جواب کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بینا النبی جاء عبد اللہ بن ذی الخویصرہ"۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال کو تقسیم فرما رہے تھے اور انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ کون سا مال تقسیم فرما رہے تھے اور نہ یہ بیان کیا ہے کہ یہ مال کس وقت تقسیم فرما رہے تھے؟ رہا وہ مال جو تقسیم کیا گیا ہے تو وہ سونے کے ٹکڑے تھے جن کو حضرت علی بن ابی طالب نے یمن سے بھیجا تھا اور کتاب الادب حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی سند سے اسی طرح گزر چکا ہے اور رہی تقسیم تو وہ غزوۂ حنین کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار افراد کے درمیان اس مال کو تقسیم کیا تھا: (۱) اقرع بن حابس الحنظلی (۲) عیینہ بن حصن الفزاری (۳) علقمہ بن علاثہ العامری (۴) زید الخیر الطائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: عبد اللہ بن ذی الخویصرہ، یہ تمیم میں سے ایک مرد ہے اور اکثر نسخوں میں بلکہ تمام نسخوں میں یہ عبد اللہ بن ذوالخویصرہ مذکور ہے بن کے اضافہ کے ساتھ۔

امام الثعلبی، امام الواحدی نے "ابواب النزول" میں محمد بن یحییٰ الذہلی کی سند سے از عبد الرزاق روایت کی ہے، پس کہا ہے کہ ابن ذی الخویصرہ التمیمی اور اس کا نام حرقوص بن زہیر ہے یہ خوارج کی اصل ہے، علامہ ابن الاثیر نے اسی پر اعتماد کیا ہے، پس انہوں نے الخویصرہ کا صحابہ میں شمار کیا ہے، اور امام ابوجعفر طبری نے کہا ہے کہ حرقوص بن زہیر صحابہ میں سے ہیں اور یہ ذکر کیا ہے کہ عراق کی فتوحات میں ان کا اثر تھا، اور یہ وہی ہیں جنہوں نے الاھواز کے بازار فتح کیے تھے، پھر حروریہ میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، پھر خوارج کے ساتھ ہو گئے اور انہی کے ساتھ ان کو قتل کیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن مار دوں۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ "کتاب المغازی، باب بعث علی الی الیمن" میں یہ گزرا ہے کہ اس قول کے قائل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں یعنی انہوں نے یہ کہا تھا کہ "مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن مار دوں"۔

علامہ الکرمانی نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما دونوں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کی ہو۔

"التوضیح" میں علامہ ابن الملقن الشافعی (المتوفی ۸۰۴ھ) نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں یہ دلیل ہے کہ اس شخص کو قتل کرنا مباح تھا کیونکہ شارع علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو زندہ رکھنا کسی علت کی وجہ سے جائز تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: "جب شکار سے پار ہونے والے تیر کو دیکھا جائے گا تو نہ اس تیر کے پر میں خون میں سے کوئی چیز

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لگی ہوگی اور نہ اس تیر کے پیکان میں سے کوئی چیز لگی ہوگی اور نہ تیر کی لکڑی میں سے کوئی چیز لگی ہوگی اور وہ تیر اس کے لید، گوبر اور خون میں سے اس طرح گزر جائے گا کہ اس تیر پر کوئی چیز لگی ہوئی نہیں ہوگی، اس تشبیہ سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے کہ وہ دین کے کسی وصف کے ساتھ متصف نہیں ہوں گے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ: ''علی حین فرقة'' یعنی یہ اس زمانے کا واقعہ ہے کہ جب لوگ فرقوں میں بٹ گئے تھے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ: ''اس سے مراد جنگ صفین کا دن ہے''۔

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ''ایک روایت میں ہے ''علی خیر فرقة'' یعنی اس زمانے کے افضل فرقہ میں''۔

اور قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ ''اس فرقہ سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہیں'' یا اس سے مراد ''خیر القرون'' ہے اور وہ پہلا دور ہے۔

اور امام احمد نے از امام عبد الرزاق روایت کی ہے ''حین فترة من الناس''۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: ''واشهد ان علیا قتلهم''

اور شعیب کی روایت میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا۔

اور افلح بن عبد اللہ کی روایت میں مذکور ہے کہ جس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو النہروان میں قتل کیا، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف قتل کرنے کی نسبت اس لیے ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ان کو قتل کرنے کا حکم دینے والے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: ''ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں سے ایک کا ہاتھ ایسا ہوگا جیسے عورت کا پستان ہے'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ وصف کے مطابق وہ ایسا شخص تھا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس پر گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا اور میں ان کے ساتھ تھا، پس اس شخص کو بلانے کا حکم دیا گیا، اسے ڈھونڈا تو وہ اسی صفت میں پایا گیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صفت بیان کی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۳۔ ۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ حَدَّثَنَا يُسَيْرُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ لِسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ فِي الْخَوَارِجِ شَيْئًا قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ وَأَهْوَى بِيَدِهِ قِبَلَ الْعِرَاقِ يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یسیر بن عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج سے متعلق کچھ ارشاد فرمایا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عراق کی طرف جھکا کر فرمایا: ''یہاں سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھے گی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے"۔

(صحیح البخاری: ۶۹۳۴، صحیح مسلم: ۱۰۶۸)

صحیح البخاری: ۶۹۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس باب کے عنوان میں خوارج کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی خوارج کا ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: عبدالواحد، یہ ابن زیاد ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے، الشیبانی، اور یہ ابو اسحاق سلیمان ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے، یسیر بن عمرو، یہ یُسر کی تصغیر ہے اور ان کو اُسیر بھی کہا جاتا ہے اور یہ بنو محارب بن ثعلبہ سے ہیں، یہ کوفہ میں رہتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ ان کو بھی شرف صحبت حاصل ہے اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں سہل بن حُنیف کا ذکر ہے، یہ ابن واحد الانصاری البدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے "کتاب الزکوۃ" میں از ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کی ہے، اور امام نسائی نے اس حدیث کی "فضائل القرآن" میں از محمد بن آدم روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "واھوی بیدہ" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عراق کی جہت کی طرف بڑھایا۔ اس حدیث میں مذکور ہے "یخرج منہ قوم" یہ قوم نجد سے نکلی تھی تمیمین کی جگہ سے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی (المتوفی ۴۴۹ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خوارج کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ المھلب المالکی (المتوفی ۴۳۵ھ) وغیرہ نے کہا ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جب خوارج امام عادل (نیک سربراہِ ملک) کے خلاف خروج کریں اور مسلمانوں کی وحدت کی لاٹھی کو توڑیں اور مخالفت کا جھنڈا گاڑ دیں تو ان سے قتال کرنا واجب ہے اور ان کے خون "ھدر" ہیں یعنی ضائع ہیں اور جو ان میں سے شکست کھا جائے اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا اور ان کے زخمیوں کا علاج نہیں کیا جائے گا۔

امام مالک نے کہا ہے کہ: "اگر یہ خطرہ ہو کہ وہ لوٹ کر دوبارہ حملہ کریں گے تو ان میں سے بھاگنے والوں کا پیچھا کیا جائے گا اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان سے صرف اس لیے قتال کیا جائے گا کہ انہوں نے مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بغاوت کی"۔
علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) نے کہا ہے کہ: "اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خروج کے وقت ان کو قتل کرنے کی اجازت دی کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی یہ نوعمر لوگ ہوں گے اور بے عقل ہوں گے، تمہارا ان سے جہاں بھی مقابلہ ہو تم ان کو قتل کر دو"۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ کے لیے اس وقت تک ان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک وہ امام اور سربراہ کے خلاف جنگ کرنا شروع نہ کریں یا ڈاکے شروع نہ کردیں۔ امام طبری نے کہا کہ اس امت کے سلف صالحین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے۔
حسن بصری سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس کی رائے خوارج کی طرح تھی، حسن بصری نے کہا: لوگوں کا مدار ان کے اعمال پر ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کے اعتبار سے جزا دے گا۔
امام ابوجعفر طبری نے کہا کہ ہمارے نزدیک حسن بصری کا یہ قول ان لوگوں کے اعتبار سے ہے جن کی رائے خوارج کے موافق ہو اور وہ اپنی رائے کی وجہ سے ملت اسلام سے خارج نہ ہوئے ہوں لیکن جو اپنی رائے کی وجہ سے ملت اسلام سے خارج ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔
(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۸۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو جماعتیں آپس میں لڑیں جن کا دعویٰ یا عقیدہ ایک ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ذکر کی گئی ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو جماعتیں آپس میں لڑیں جن کا دعویٰ یا عقیدہ ایک ہو، ان میں سے ایک جماعت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تھی اور دوسری جماعت حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی تھی۔

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے "دعوتهما" اور ایک روایت ہے "دعواهما" اور راجح قول کے مطابق دعویٰ سے مراد اسلام ہے یعنی دونوں جماعتیں اسلام کی مدعی تھیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان میں سے ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ حق پر ہے اور دوسرا فریق باطل پر ہے اور یہ دونوں کا اجتہاد تھا اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسی طرح واقع ہوا، اور یہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے۔
شارح بخاری علامہ داؤدی (المتوفی ۴۰۲ھ) نے کہا ہے، یہ دو جماعتیں ان شاء اللہ ایک جماعت تو اصحاب جمل تھے جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا زعم تھا کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر دونوں نے ان کی بیعت کی تھی اور حضرت طلحہ اور حضرت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زبیر نے یہ زعم کیا تھا کہ الاشتر النخعی نے ان دونوں کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف چلنے پر مجبور کیا تھا اور کتاب وسنت نے باغی جماعت سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے جب اس کی بغاوت ظاہر ہو جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○ (الحجرات: ۹)

پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے گروہ سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کر لے، پس اگر وہ رجوع کر لے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو، اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ انصاف سے کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے ○

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۵ـ حَدَّثَنَا عَلِیٌّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک ایسی دو جماعتیں قتال نہ کریں جن دونوں کا دعویٰ ایک ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۹۳۵، ۶۹۰۹، صحیح مسلم: ۱۵۷، سنن ترمذی: ۲۲۱۸، مسند امام احمد: ۷۱۸۷)

صحیح البخاری: ۶۹۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس باب کے عنوان میں اسی حدیث کا ذکر ہے جس کی اس باب میں روایت کی گئی ہے، سوائے اس کے کہ بعض احادیث میں ''فئتان'' کی جگہ ''طائفتان'' کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: علی، ان کا نام ہے علی بن عبد اللہ، یہ ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: سفیان، یہ سفیان بن عیینہ ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: ابوزناد، یہ عبد اللہ بن ذکوان ہیں، اور اس حدیث کی سند میں الاعرج کا ذکر ہے، یہ عبد الرحمٰن بن ہرمز ہیں اور اس حدیث کی سند میں ابوہریرہ کا ذکر ہے، یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جو صحابی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۹۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْمُتَأَوِّلِينَ — تاویل کرنے والوں کے متعلق احادیث کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ان احادیث کا بیان ہے جو تاویل کرنے والوں کے حق میں وارد ہیں۔ علماء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر تاویل کرنے والا اپنی تاویل میں معذور ہے اور اس کو ملامت نہیں کی جائے گی جب کہ اس کی تاویل عرب کے قواعد کے مطابق ہو، یا اس کو اس تاویل کے متعلق کسی دلیل کا علم ہو۔ کیا یہ نہیں دیکھا گیا کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو چادر سے پکڑ کر گھسیٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملامت نہیں کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے اجتہاد کی وجہ سے معذور قرار دیا، اسی طرح اس باب کی احادیث میں آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۶۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدٍ الْقَارِيَّ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا هُوَ يَقْرَؤُهَا عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَذٰلِكَ فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ فَانْتَظَرْتُهُ حَتّٰى سَلَّمَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ أَوْ بِرِدَائِي فَقُلْتُ مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ قَالَ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قُلْتُ لَهُ كَذَبْتَ فَوَاللهِ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَقْرَأَنِي هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَؤُهَا فَانْطَلَقْتُ أَقُودُهُ إِلٰى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ بِسُورَةِ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا وَأَنْتَ أَقْرَأْتَنِي سُورَةَ الْفُرْقَانِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ اقْرَأْ يَا هِشَامُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَؤُهَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم هٰكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم

امام ابوعبداللہ نے کہا: اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی، از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ: حضرت المسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رضی اللہ عنہما ان دونوں نے خبر دی کہ ان دونوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم سے سنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں سورۃ الفرقان پڑھ رہے تھے، پس میں نے ان کے قرآن پڑھنے کو غور سے سنا، سو وہ ایسے کثیر حروف پر قراءت کر رہے تھے جن حروف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قرآن نہیں پڑھایا تھا، پس قریب تھا کہ میں ان کو نماز میں پکڑ لیتا، پھر میں نے ان کا انتظار کیا حتیٰ کہ انہوں نے سلام پھیر دیا، پھر میں نے ان کو ان کی چادر سے یا اپنی چادر سے پکڑ کر گھسیٹا، پھر میں نے کہا: آپ کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت پڑھائی ہے، میں نے ان سے کہا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں، پس اللہ کی قسم! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ سورت پڑھائی ہے جس سورت کو آپ سے پڑھتے ہوئے میں نے سنا ہے، پس میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس شخص کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اقْرَأْ يَا عُمَرُ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔

سورۃ الفرقان ان حروف پر پڑھتے ہوئے سنا ہے جن حروف پر آپ نے مجھے یہ سورت نہیں پڑھائی، اور آپ نے مجھے سورۃ الفرقان پڑھائی ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اے عمر! اے ہشام تم! پڑھو، تو ہشام نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے ان سے پڑھتے ہوئے سنا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح یہ سورت نازل کی گئی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم پڑھو، پس میں نے پڑھا تو آپ نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے، پھر آپ نے فرمایا: یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس تم کو جو حروف آسان ہوں اس پر پڑھو"۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۹، ۴۹۹۲، ۵۰۴۱، ۶۹۳۶، ۷۵۵۰، صحیح مسلم: ۸۱۸، سنن ترمذی: ۲۹۴۳، سنن نسائی: ۹۴۳، سنن ابی داؤد: ۱۴۷۵، مسند احمد: ۲۷۹، موطا امام مالک: ۴۷۲)

صحیح البخاری: ۶۹۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس لحاظ سے ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کی تکذیب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مواخذہ نہیں فرمایا اور نہ اس پر مواخذہ فرمایا کہ انہوں نے ان کو چادر سے پکڑ کر گھسیٹا تھا بلکہ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کی قراءت کی تصدیق کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے قراءت کے انکار کرنے پر معذور قرار دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: ابوعبداللہ، یہ خود امام بخاری ہیں اور صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں یہ مذکور نہیں ہے بلکہ عنوان کے بعد لکھا ہے: اللیث نے کہا اور یہ امام بخاری کی تعلیق ہے۔

یہ حدیث "کتاب الاشخاص" میں باب "کلام الخصوم بعضھم فی بعض" میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی از عبداللہ بن یوسف از امام مالک از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از عبدالرحمٰن بن عبدالقاری روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا............ اور اس حدیث میں حضرت المسور بن المخرمہ کا ذکر نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اساورہ'' اس کا معنی ہے ''میں ان پر جھپٹ رہا تھا یا ان پر حملہ کر رہا تھا اور اس کا مصدر ''السورہ'' ہے اور اس کا معنی ہے ''پکڑنا''۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ثم لببته'' یہ لفظ ''باب تفعیل'' سے ہے، اور اس کا معنی ہے ''لڑائی کے وقت سینے کے پاس کپڑوں کو جمع کر کے پکڑنا''۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''علی سبعۃ احرف'' اس کا معنی ہے ''سات لغات پر'' اور وہ تمام لغات میں زیادہ فصیح ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حرف سے مراد اعراب ہے، کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے مجھے عاصم کے حرف پر پڑھایا، یعنی امام عاصم نے جس حروف کو اختیار کیا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد توسیع اور تسہیل ہے اور سات حروف میں حصر نہیں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ سات قراءات ہیں، اور ان میں سے ہر قراءت ان قراءات میں سے نہیں ہے بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ساتوں قراءاتِ فصیحہ سے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۶۔ ۱۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۷۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ ح و حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام: ۸۲) شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَقَالُوا أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَيْسَ كَمَا تَظُنُّونَ إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (لقمان: ۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا، ہمیں وکیع نے خبر دی ح اور ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم، از علقمہ، از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: جب یہ آیت نازل ہوئی: ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا'' (الانعام: ۸۲) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر یہ آیت دشوار گزری، انہوں نے کہا ہم میں سے وہ کون ہے جس نے اپنی جان پر ظلم نہیں کیا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آیت کا معنی وہ نہیں ہے جو تم گمان کر رہے ہو، اس آیت کا وہ معنی ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: ''اے میرے پیارے بیٹے! تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے ۝'' (لقمان: ۱۳)

(صحیح البخاری: ۳۳۶۰، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۴۶۲۹، ۴۷۷۶، ۶۹۱۸، صحیح مسلم: ۱۲۴، سنن ترمذی: ۳۰۶۷، مسند احمد: ۳۵۷۸)

صحیح البخاری: ۶۹۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے الانعام ۸۲ میں ظلم کو عام معنیٰ پر محمول کیا حتیٰ کہ ظلم ہر نافرمانی کو شامل ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی اس تاویل پر ان سے مواخذہ نہیں فرمایا بلکہ ان کو معذور فرمایا کیوں کہ یہ تاویل بھی ظاہر ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ظلم سے مراد وہ نہیں ہے جو صحابہ نے تاویل کی ہے بلکہ ظلم سے مراد کامل ظلم یعنی شرک ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندوں سے روایت کی ہے، ایک سند ہے: از اسحاق بن ابراہیم جو کہ ابن راہویہ کے نام سے مشہور ہیں، از وکیع بن الجراح از سلیمان از اعمش اور دوسری سند ہے: از یحییٰ بن موسیٰ بن عبدربہ جن کو ''خت'' کہا جاتا ہے۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں، از وکیع از الاعمش از ابراہیم عن نخعی از علقمہ بن قیس۔

اس حدیث کے تمام رجال کوفی ہیں اور یہ حدیث ''کتاب استتابۃ المرتدین'' کے شروع میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ غَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ رَجُلٌ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَّا ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَلَا تَقُولُوهُ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ قَالَ بَلٰى قَالَ فَإِنَّهُ لَا يُوَافِي عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔ (صحیح مسلم: ۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی، از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع رضی اللہ عنہما نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو ایک مرد نے کہا، مالک بن الدخشن کہاں ہے؟ پس ہم میں سے ایک مرد نے کہا: وہ منافق ہے، اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کے متعلق نہیں کہتے کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے کہتا ہے: اللہ کے سوا عبادت کا کوئی مستحق نہیں اور اس کلمہ سے اللہ عزوجل کی رضا کا ارادہ کرتا ہے؟ اس صحابی نے کہا: کیوں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جو بندہ بھی اس کلمہ کو پورا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس بندہ کے اوپر جہنم کو حرام کر دے گا۔

صحیح البخاری: ۶۹۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جن لوگوں نے حضرت مالک بن الدخشن کے متعلق جو کہا سو کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قائلین سے مواخذہ نہیں کیا بلکہ یہ بیان فرمایا کہ: اسلام کے احکام ظاہر پر موقوف ہوتے ہیں باطن پر موقوف نہیں ہوتے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے، عبدان، اور یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ الخ

یہ حدیث ''کتاب الصلوٰۃ'' کے باب ''المساجد فی البیوت'' میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''الدخشن'' اس میں دال پر پیش ہے خاء ساکن ہے اور شین پر پیش ہے پھر نون'' اور یہ لفظ ''الدخشم'' بھی آیا ہے یعنی نون کی جگہ میم ہے اور کبھی اس کی تصغیر بھی آتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لا تقولوہ'' یہ نہی کا صیغہ ہے اور المستملی اور السرخسی کی روایت میں ہے ''ان لا تقولوہ''۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اسی طرح روایت ہے اور صحیح لفظ یہ ہے ''تقولونہ'' یعنی تم اس کو گمان کرتے ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

'' قول کی تشریح ظن کے ساتھ کرنے میں اعتراض ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ قول رویت یا سماع کے معنیٰ میں ہے''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ قول، ظن کے معنیٰ میں بہ کثرت آتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لا یوافی'' اور ایک روایت میں ہے ''لن یوافی'' یعنی کوئی شخص ہرگز یہ قول نہیں کہے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کے اوپر دوزخ کی آگ کو حرام کر دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۳۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ فُلَانٍ قَالَ تَنَازَعَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَحِبَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لِحِبَّانَ لَقَدْ عَلِمْتُ مَا الَّذِي جَرَّأَ صَاحِبَكَ عَلَى الدِّمَاءِ يَعْنِي عَلِيًّا قَالَ مَا هُوَ لَا أَبَا لَكَ قَالَ شَيْءٌ سَمِعْتُهُ يَقُولُهُ قَالَ مَا هُوَ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالزُّبَيْرَ وَأَبَا مَرْثَدٍ وَكُلُّنَا فَارِسٌ قَالَ انْطَلِقُوا حَتّٰى تَأْتُوا رَوْضَةَ حَاجٍ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ هٰكَذَا قَالَ أَبُو عَوَانَةَ حَاجٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی، از حصین، از فلان، انہوں نے کہا: ابو عبدالرحمٰن اور حبان بن عطیہ نے جھگڑا کیا، پس ابو عبدالرحمٰن نے حبّان سے کہا: بے شک میں خوب جانتا ہوں کس چیز نے تمہارے صاحب کو خون بہانے پر دلیر کیا، اس سے مراد ان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، حبّان نے کہا: وہ کیا چیز ہے تمہارا باپ نہ رہے؟ ابو عبدالرحمٰن نے کہا: ایک بات میں نے اسے کہتے ہوئے سنا ہے، حبان نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَإِنَّ فِيهَا امْرَأَةً مَعَهَا صَحِيفَةٌ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ فَأْتُونِي بِهَا فَانْطَلَقْنَا عَلَى أَفْرَاسِنَا حَتَّى أَدْرَكْنَاهَا حَيْثُ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَسِيرُ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا وَقَدْ كَانَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ بِمَسِيرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَيْهِمْ فَقُلْنَا أَيْنَ الْكِتَابُ الَّذِي مَعَكِ قَالَتْ مَا مَعِي كِتَابٌ فَأَنَخْنَا بِهَا بَعِيرَهَا فَابْتَغَيْنَا فِي رَحْلِهَا فَمَا وَجَدْنَا شَيْئًا فَقَالَ صَاحِبَايَ مَا نَرَى مَعَهَا كِتَابًا قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ عَلِمْنَا مَا كَذَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ حَلَفَ عَلِيٌّ وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَأُجَرِّدَنَّكِ فَأَهْوَتْ إِلَى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ فَأَخْرَجَتِ الصَّحِيفَةَ فَأَتَوْا بِهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ دَعْنِي فَأَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا حَاطِبُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لِي أَنْ لَا أَكُونَ مُؤْمِنًا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَكِنِّي أَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ لِي عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يُدْفَعُ بِهَا عَنْ أَهْلِي وَمَالِي وَلَيْسَ مِنْ أَصْحَابِكَ أَحَدٌ إِلَّا لَهُ هُنَالِكَ مِنْ قَوْمِهِ مَنْ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ قَالَ صَدَقَ لَا تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا قَالَ فَعَادَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ دَعْنِي فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ أَوَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ أَوْجَبْتُ لَكُمُ الْجَنَّةَ فَاغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ خَاخٍ أَصَحُّ وَلَكِنْ كَذَا قَالَ أَبُو عَوَانَةَ حَاجٍ وَحَاجٍ تَصْحِيفٌ وَهُوَ مَوْضِعٌ وَهُشَيْمٌ يَقُولُ خَاخٍ۔

کہا: وہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور حضرت زبیر کو اور حضرت ابومرثد کو بھیجا اور ہم سب گھوڑے پر سوار تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ جاؤ حتیٰ کہ تم لوگ حاج کے باغ پر پہنچ جاؤ، ابوسلمہ نے کہا: ابوعوانہ نے اسی طرح حاج کا لفظ کہا ہے، پس بے شک اس باغ میں ایک عورت ہوگی، اس کے پاس ایک خط ہوگا جو حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین کی طرف لکھا ہے، تم وہ خط میرے پاس لے آؤ، پس ہم لوگ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے، حتیٰ کہ ہم نے اس عورت کو وہاں پالیا جہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، وہ اپنے ایک اونٹ پر جارہی تھی، اور اس مکتوب میں حاطب نے اہل مکہ کی طرف لکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان پر حملہ کرنے کے لیے آرہے ہیں، پس ہم نے اس عورت سے کہا: وہ مکتوب تمہارے پاس کہاں ہے؟ اس عورت نے کہا: میرے پاس کوئی مکتوب نہیں ہے، ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھایا، پھر ہم نے اس کے کجاوے میں تلاش کیا، تو ہم نے وہاں کسی چیز کو نہیں پایا، پس میرے دونوں صاحبوں نے کہا: ہم اس کے پاس کوئی چیز نہیں دیکھتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک ہمیں یقین ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ نہیں بولا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی جس ذات کی قسم کھائی جاتی ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ضرور وہ خط نکالو ورنہ میں تمہارے کپڑے اتار دوں گا، تو اس عورت نے اپنے تہہ بند کی گرہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس نے ایک چادر کو تہہ بند کے طور پر باندھا، پھر اس نے ایک صحیفہ نکالا، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اس صحیفہ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین سے خیانت کی، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حاطب! تم نے جو کام کیا ہے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس پر تمہیں کس نے برانگیختہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والا نہ رہوں لیکن میں نے یہ ارادہ کیا کہ کفار کی قوم پر میرا کوئی احسان ہو جائے جس احسان کی وجہ سے میں اپنے گھر والوں اور اپنے مال کے لیے مدافعت کر سکوں، اور آپ کے اصحاب میں سے جو بھی ہیں ان کا وہاں اس قوم سے ایسا تعلق ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے اہل اور مال کو ضرر سے دور کر دے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا اور تم ان کے متعلق اچھائی کے سوا کوئی بات نہ کرو، راوی نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بات دہرائی اور کہا: اس شخص نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین سے خیانت کی، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ شخص اہل بدر سے نہیں ہے؟ اور تمہیں کیا پتا اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا، پس فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہارے لیے جنت کو واجب کر دیا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔

ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا: ''خاخ'' اصح ہے لیکن ابو عوانہ نے اسی طرح کہا ہے: ''حاج'' اور ''حاج'' تصحیف ہے اور وہ ایک جگہ کا نام ہے، اور ہشیم بھی ''خاخ'' کہتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۸۱، ۳۹۸۳، ۴۲۷۴، ۴۸۹۰، ۶۲۵۹، صحیح مسلم: ۲۴۹۴، سنن ترمذی: ۳۳۰۵، سنن ابی داؤد: ۲۶۵۰، مسند احمد: ۶۰۱)

صحیح البخاری ۶۹۳۹: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے ''تاویل کرنے والوں کا بیان'' اور اس حدیث میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی تاویل کا ذکر ہے کہ انہوں نے اہل مکہ کی طرف خفیہ طریقے سے ایک مکتوب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بھیجا اور اس مکتوب میں رسول اللہ ﷺ کے مکہ پر حملہ کرنے کی خبر دی اور اس کی یہ تاویل کی تا کہ اہل مکہ پر ان کا احسان ہو جائے اور اہل مکہ جنگ کے دوران اس احسان کی وجہ سے ان کے گھر والوں اور ان کے املاک کی طرف سے مدافعت کریں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس تاویل کو صحیح قرار دیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عوانہ، یہ الوضح الیشکری ہیں اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: از حصین، اس لفظ میں حاء پر پیش ہے اور صاد پر زبر ہے، یہ ابو عبد الرحمٰن السلمی ہیں، اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: از فلان، علامہ الکرمانی نے کہا: فلان سے مراد سعد بن عبیدہ ہیں، یہ تصغیر ہے اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو حمزہ، یہ ابو عبد الرحمٰن السلمی کے داماد ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں فلاں کا لفظ مبہم ہے اور ''کتاب الجہاد'' میں ہشام نے اور ''کتاب الاستئذان'' میں عبد اللہ بن ادریس نے ان کا نام سعد بن عبیدہ لکھا ہے اور کرمانی اس پر مطلع نہیں ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے کہا کہ کہا گیا ہے کہ وہ سعد بن عبیدہ ہیں اور سعد تابعی ہیں جو صحابہ کی جماعت سے روایت کرتے ہیں، ان صحابہ میں سے حضرت ابن عمر اور حضرت البراء رضی اللہ عنہم ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''تنازع ابوعبد الرحمٰن'' یہ السلمی مذکور ہیں، عفان کی روایت میں اس کی تصریح ہے اور حبان میں حاء کی نیچے زیر ہے اور ابو علی الجیانی نے کہا ہے کہ بعض راویوں نے کہا کہ حاء پر زبر ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ یہ وہم ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ: ''میں کہتا ہوں کہ المزی نے حبان میں حاء کے کسرہ کو نقل کیا ہے''۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لقد علمت ما الذی جرء صاحبك علی الدماء'' جرء کا لفظ ''جرأۃ'' سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے ''کسی چیز کا اقدام کرنا''۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''یعنی علیا'' اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خون ریزی پر ابھارا۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف قتل کرنے کی نسبت کرنا کس طرح جائز ہو گا؟ میں کہتا ہوں کہ: ان کی غرض یہ تھی کہ جب ان کو یقین تھا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ اہل جنت میں سے ہیں اور انہوں نے یہ جان لیا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا ہو گئی جس کو قیامت کے دن معاف کر دیا جائے گا۔ (اسی طرح اگر ان سے بھی اہل شام کے قتال کے معاملے میں اجتہادی خطا ہو گئی تو اس کو قیامت کے دن معاف کر دیا جائے گا۔)

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لا ابا لك'' اہل عرب اپنے محاورات میں اس جملے کو استعمال کرتے ہیں اور اس سے حقیقتاً دعا کا ارادہ نہیں کرتے اور یہ اس جگہ پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں پر مخاطب کے کسی قول یا فعل کو بعید قرار دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''قال بعثنی'' یعنی ابو عبد الرحمٰن نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا اور اس جملے کو ساقط کر دیا اور اصل عبارت یوں ہے کہ: ''ابو عبد الرحمٰن نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا اور حضرت الزبیر کو بھیجا اور ابو مرثد کو بھیجا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور "کتاب الجھاد" کے "باب الجاسوس" میں مذکور ہے: "رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا اور حضرت الزبیر کو اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو، علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ قلیل کے ذکر سے کثیر کی نفی نہیں ہوتی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "فارس" یعنی گھوڑے پر سواری کرنے والے۔

روضہ حاج کا محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے: "روضة حاج" اس لفظ میں حاء اور جیم ہے اور یہ جگہ مکہ کے قریب ہے، اور "التوضیح" میں مذکور ہے کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ جگہ مدینہ کے قریب ہے، اور علامہ الواقدی نے کہا ہے کہ یہ جگہ ذوالحلیفہ کے قریب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ جگہ مدینہ سے ۱۲ (بارہ) میل کے فاصلہ پر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "قال ابو سلمه" یہ موسیٰ بن اسماعیل ہیں جو امام بخاری کے شیخ ہیں جن کا اس سند میں ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "هكذا قال ابو عوانه" یہ اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "حاج" علامہ نووی نے کہا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ یہ ابوعوانہ کی غلطی ہے اور گویا کہ اس کے اوپر یہ جگہ دوسری جگہ سے مشتبہ ہوگئی، جس جگہ کو "ذاتِ حاج" کہا جاتا ہے اور یہ جگہ مدینہ اور شام کے درمیان ہے جہاں پر حج کرنے والے جاتے ہیں اور علامہ السہیلی کا یہ زعم ہے کہ ھشیم بھی حاج کہتے تھے اور یہ ان کا وہم ہے اور زیادہ صحیح یہ لفظ "خاخ" ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "تسير" یہ لفظ "السير" سے ماخوذ ہے جو اس عورت سے حال واقع ہے جس کے ساتھ مکتوب تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "ثم حلف علی والذی یحلف به" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس طرح قسم کھائی اللہ کی قسم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جس لفظ کے ساتھ قسم کھاتے تھے وہ لفظ اللہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "او لاجردنك" یعنی میں تمہارے کپڑے اتار دوں گا حتیٰ کہ تم برہنہ ہو جاؤ گی اور "او" بمعنی "اِلیٰ" ہے اس کا معنی ہے "ورنہ"، جیسے کہا جاتا ہے "لالزمنك وتقتضيني" یعنی میں تم کو لازم رکھوں گا حتیٰ کہ تم میرا حق ادا کر دو۔

جس عورت سے مکتوب برآمد ہوا تھا اس کا تذکرہ

اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ عورت مسلمان تھی یا اپنی قوم کے دین پر تھی، پس اکثر اس پر متفق ہیں کہ یہ عورت اپنی قوم کے دین پر تھی، اور اس کا شمار ان لوگوں میں کیا گیا جن کے خون کو نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن رائیگاں قرار دیا اور یہ عورت گانے والی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا کیوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی ہجو گاتی تھی۔

علامہ الواقدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ عورت قبیلہ مزینہ سے تھی، اور اس جگہ کے رہنے والوں کو "اہل العرج" کہا جاتا ہے اور یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے قریب ایک بستی ہے، اور الثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ یہ عورت ابوصیفی بن عمرو بن ہشام بن عبد مناف کی باندی تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عورت بنو اسد بن عبد العزیٰ کی باندی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عورت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی باندیوں میں سے تھی، اور مقاتل بن حیان کی تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے ان کو دس دینار دیے تھے اور ایک چادر پہنائی تھی۔ علامہ الواحدی نے کہا ہے کہ جب یہ عورت مدینہ آئی تو نبی ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تو مسلمان ہو کر آئی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، لیکن اس نے جھگڑا کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو قریش کے نوجوانوں سے بچ گئی؟ اور یہ گانے والی تھی، اس عورت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے کہا کہ: واقعہ بدر کے بعد میں نے کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ پس اس کے پاس حضرت حاطب رضی اللہ عنہ آئے اور اس کو ایک مکتوب دیا کہ وہ یہ اہل مکہ کو دے، اور اس مکتوب میں لکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو تم احتیاطی تدابیر کر لو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فاھوت'' یعنی اس عورت نے اپنے آپ کو جھکایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''الی حجزتھا'' حجزہ کہتے ہیں ''تہہ بند باندھنے کی جگہ'' کو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''وھی محتجزۃ بکساء'' یعنی اس عورت نے چادر کو اپنی کمر کے وسط میں باندھا ہوا تھا اور اس عورت نے تہہ بند باندھنے کی جگہ سے اس مکتوب کو نکالا اور ''باب الجاسوس'' میں یہ گزر چکا ہے کہ اس عورت نے مکتوب کو اپنے سر کے بالوں کے گچھے سے نکالا تھا۔

علامہ الکرمانی نے ان دونوں احادیث کی تطبیق میں یہ لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس عورت نے پہلے اس مکتوب کو تہہ بند کی گرہ میں چھپایا ہو، پھر اس کو سر کے بالوں کے گچھے میں چھپایا ہو، پھر وہاں سے بھی نکالنے پر مجبور ہوگئی ہو یا معاملہ اس کے برعکس ہو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر اصحاب اس عورت کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فاذا فیہ'' یعنی اس مکتوب میں یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ مکتوب حاطب کی طرف سے اہل مکہ کے مشرکین کی جانب ہے۔ علامہ الواقدی نے ان اہل مکہ کے نام بھی لکھے ہیں اور ایک روایت میں ہے: سہیل بن عمرو العامری، عکرمہ بن ابی جہل المخزومی اور سفیان بن امیہ الجمحی کے اسماء تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''مالی ان لا اکون مومنا باللہ و رسولہ؟'' اور عبدالرحمٰن بن حاطب کی روایت میں ہے، سنو اللہ کی قسم! جب سے میں نے دین اسلام قبول کیا ہے میں نے اللہ کے متعلق کوئی شک نہیں کیا ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ بے شک میں ضرور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کرنے والا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ید'' یعنی میں چاہتا تھا کہ میرا اہل مکہ پر یہ احسان ہو جائے جس کی بنا پر میں اہل مکہ سے اپنے اہل اور مال کی حفاظت کرسکوں اور دوسری روایت میں ہے، انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے اہل اور مال سے زیادہ محبوب ہیں، اور عبدالرحمٰن بن حاطب کی روایت میں ہے، انہوں نے کہا: لیکن میں تم میں ایک اجنبی مرد ہوں اور مکہ میں میرے بیٹے اور بہنیں ہیں تو میں نے اہل مکہ کی طرف یہ خط لکھا تا کہ میں ان کی حفاظت کرسکوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''قال صدق'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حاطب نے سچ کہا۔ پس ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کلام سے پہچان لیا ہو کہ وہ سچ کہہ رہے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے جان لیا کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے عذر کی تصدیق فرمادی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان کو قتل کرنے کا کیوں کہا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فعاد عمر'' یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے پہلے کلام سے لوٹے (کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں)۔
اس جگہ یہ اشکال ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی تصدیق فرمادی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اپنے کلام کو کیوں دہرایا؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے عذر کی تصدیق کرنا ان سے قتل کی سزا کو دور نہیں کرتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اولیس من اهل بدر؟'' اور الحارث کی روایت میں ہے: ''کیا یہ بدر میں حاضر نہیں ہوا؟''۔ اور حارث کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، لیکن اس نے اپنے عہد کو توڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی مدد کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اعملوا ما شئتم فقد اوجبت لکم الجنة'' علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر کار اہل بدر کی مغفرت فرمادے گا، ورنہ اگر ان میں سے کسی ایک پر حد واجب ہوئی تو دنیا میں اس پر وہ حد قائم کی جائے گی، اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان پر حد قائم کرنے پر اجماع ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر حد قذف لگائی حالاں کہ وہ بدری صحابی تھے۔

اہل بدر کا جنتی ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ان سے ان کی دنیاوی تقصیرات پر مواخذہ نہ کیا جائے

''التوضیح'' میں علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ بعض اہل بدعت نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور ان پر حد قذف لگائی گئی تو انہوں نے کہا: حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر حد قذف لگانے کا واقعہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ وہ بدری صحابی تھے اور چاہیے تھا کہ ان پر حد قذف نہ لگائی جاتی جیسا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ پر حد نہیں لگائی گئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اصحاب بدر سے آخرت کا عذاب معاف کر دیا جائے گا نہ یہ کہ دنیا کا عذاب بھی ان پر معاف کر دیا گیا اور اس پر اجماع ہے کہ اہل بدر میں سے جس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا، جس کی وجہ سے اس پر اللہ تعالیٰ کے لیے حد واجب ہوتی ہو یا مخلوق کے لیے اس پر حد واجب ہوتی ہو مثلاً انہوں نے کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائی یا کسی مسلمان مرد کو زخمی کیا یا قتل کیا تو اس پر حد بھی ہے اور قصاص بھی ہے اور کسی نافرمان کو دنیا میں معاف کر دینا اور اس پر حدود کو قائم کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کو آخرت میں عذاب دیا جائے گا، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو اور حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس توبہ کو تمام روئے زمین والوں پر تقسیم کیا جائے تو یہ توبہ گنجائش رکھتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فاغرورقت عیناہ'' یہ لفظ ''اغریراق'' سے ماخوذ ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ ''خاخ'' کا لفظ زیادہ صحیح ہے لیکن ابوعوانہ نے اسی طرح ''حاج'' کہا ہے اور حاج غلط ہے اور یہ ایک جگہ کا نام ہے اور ھشیم خاخ کہتے تھے۔

اور علامہ السہیلی نے بھی اسی کو وثوق سے کہا ہے اور اس کی تائید یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب الجهاد'' میں روایت کیا ہے تو وہاں ''روضة کذا'' کہا ہے اگر یہ لفظ ''روضة حاج'' ہوتا تو کنایہ نہ کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۹۔ ۱۴۳،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۳۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اگر کوئی مومن اتنے نیک کام کرے کہ اس کے لیے جنت کی بشارت دی جائے، تب بھی وہ گناہ میں واقع ہونے سے معصوم نہیں ہوتا، کیونکہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ان مومنین میں داخل تھے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کو واجب کر دیا ہے، اور پھر بھی ان سے وہ کام واقع ہوا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی آپ کے مخالفین اہلِ مکہ کو خبر دی۔

(۲) اس باب کی چوتھی حدیث میں اہلِ بدر کے لیے یہ بشارت ہے کہ "تم جو چاہو کرو"۔

بعض علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اہلِ بدر اب کوئی معصیت نہیں کر سکتے تھے، لیکن یہ درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو راز کفار تک پہنچائے تو یہ ان کی معصیت تھی، حالانکہ وہ بھی اہلِ بدر سے ہیں اور ان کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

(۳) اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو مسلمان سے گناہ کے صدور کی وجہ سے اس کی تکفیر کرتے ہیں اور ان لوگوں کا رد ہے جو مسلمان سے معصیت کے صدور کی بناء پر اس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اور ان لوگوں کا بھی رد ہے جو کہتے ہیں کہ مسلمان سے معصیت ہو تو اس کو لامحالہ عذاب ہوگا، کیونکہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے معصیت سرزد ہوئی، اس کے باوجود ان کا شمار مسلمانوں میں ہے اور اس حدیث میں ان کے لیے جنت کی بشارت ہے۔

(۴) جس مسلمان سے کوئی خطاء واقع ہو جائے تو اسے اس خطاء کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کا اعتراف کرنا چاہیے، اور اس خطاء کے اوپر اپنے عذر کو پیش کرنا چاہیے، تاکہ دو گناہ جمع نہ ہوں، کیونکہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مکہ کی طرف ان کے مکتوب لکھنے کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے انکار نہیں کیا بلکہ اپنا عذر بیان کیا۔

(۵) میں کہتا ہوں کہ اگر قاضی کسی مسلمان سے اس کے کسی فحش کام کے ارتکاب کے متعلق تحقیق کرے تو اسے اپنے نفس پر پردہ رکھنا چاہیے، کیونکہ ارتکابِ فحش ایک معصیت ہے اور اس کا اظہار دوسری معصیت ہے، اور ایسے مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(۶) حق کے اظہار کے لیے اور تلاشی مکمل کرنے کے لیے کسی کو دھمکانا اور ڈرانا جائز ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سارہ سے کہا کہ "اگر تم نے وہ مکتوب نہیں نکالا تو ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے"۔

(۷) جاسوس کی پردہ دری کرنا جائز ہے۔

(۸) فقہاء مالکیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جاسوس کو قتل کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس اجازت کو صرف اس لیے مسترد کیا کہ حضرت حاطب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رضی اللہ عنہ اہلِ بدر سے تھے۔اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جاسوس کو اس وقت قتل کرنا جائز ہے جب اس سے بار بار اس فعل کا صدور ہو۔ اور امام مالک سے معروف یہ ہے کہ امام اس مسئلہ میں اجتہاد کرے۔اور امام طحاوی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ مسلمان جاسوس کا خون مباح نہیں ہے۔اور اکثر فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ جاسوس پر تعزیر لگائی جائے گی، اور اگر وہ جاسوس معزز لوگوں میں سے ہو تو اس کو معاف کر دیا جائے گا۔اسی طرح الاوزاعی نے کہا ہے۔اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اس کو سخت سزا دی جائے گی اور لمبے عرصہ تک اس کو قید میں رکھا جائے گا۔

(۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو معزز اور باوقار لوگ ہوں، ان کی لغزش کو معاف کر دینا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی لغزش کو معاف کر دیا تھا۔اور امام ابوجعفر طبری نے کہا ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو اس لیے معاف کر دیا تھا کہ انہوں نے سچ بولا اور اپنی لغزش کا عذر پیش کیا اور ہر جاسوس اس طرح نہیں ہوتا۔

(۱۰) علامہ قرطبی نے کہا ہے: یہ امام طبری کی خطاء ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام اپنے بندوں میں ظاہر پر جاری ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقین کی یہ خبر دی تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور اس کے باوجود ان کے قتل کو مباح نہیں کیا، کیونکہ وہ اسلام کو ظاہر کرتے تھے، اسی طرح ہر وہ شخص جو اسلام کو ظاہر کرے، اس کے اوپر اسلام کے احکام جاری کیے جاتے ہیں۔اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔

(۱۱) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی دلیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا تھا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے ہاتھ ایک مکتوب بھیجا ہے، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکتوب کو حاصل کرنے کے لیے حضرت علی اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا۔

(۱۲) کسی کبیر مسلمان کا امام کے سامنے اپنی رائے کو پیش کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنی رائے پیش کی، جب کہ اس کی رائے سے مسلمانوں کو نفع ہو اور امام کو اس کی رائے کے رد یا قبول کرنے کا اختیار ہے۔

(۱۳) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس سے کسی معصیت کا صدور ہو، اس کو معاف کرنا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دیا تھا۔

(۱۴) علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھنا حرام ہے خواہ وہ مومنہ ہو یا کافرہ ہو، لیکن معصیت کی وجہ سے عورت کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ عورت (سارہ) خواہ وہ کافر تھی اس کی طرف دیکھنا حرام تھا لیکن چونکہ اس نے معصیت کی تھی اور جاسوسی کر رہی تھی، اس لیے اس کی حرمت ساقط ہو گئی۔

(۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام گناہوں کو معاف کر دینا جائز ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہے، اور اس میں مبتدعین کا اختلاف ہے، اس پر یہ اشکال ہے کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور وہ بھی اہلِ بدر میں سے تھے تو ان کے اس جرم کو معاف نہیں کیا، اور حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے جرم کو معاف کر دیا اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ وہ اہلِ بدر سے ہیں۔
اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ بدر کے ان گناہوں کو معاف کیا جاتا ہے جن پر حد نہ ہو، اور تہمت لگانے پر حد ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱۶) اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ادب کا بیان ہے کہ کسی شخص کو امام کے سامنے تادیباً سزا دینا یا اس پر حد قائم کرنا، امام کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

(۱۷) اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے اور تمام اہلِ بدر کی منقبت ہے اور اس حدیث میں خوشی کے موقع پر آنسوؤں کے نکلنے کا جواز ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لیے روئے ہوں کہ ان کو اس پر ندامت ہوئی جو انہوں نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا تھا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۴، ۱۰۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

تنبیہ: ''کتاب استتابۃ المرتدین'' میں اکیس (۲۱) احادیثِ مرفوعہ ہیں، اس میں ایک حدیث معلق ہے اور باقی موصولہ ہیں، اور مکرر احادیث اس میں سترہ (۱۷) ہیں اور چار (۴) احادیث خالص ہیں۔

''کتاب استتابۃ المرتدین'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین! آج ۱۴ ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ/ 20 اکتوبر 2013ء بروز اتوار ''کتاب استتابۃ المرتدین'' کی احادیث کی شرح مکمل ہوگئی۔ اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب الاکراہ'' کی احادیث کی شرح کی جائے گی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۹۰۔ كِتَابُ الْإِكْرَاهِ

جبراً کام کرنے کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کتاب میں "اکراہ" کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ "اکراہ" کا معنی ہے: کسی دوسرے سے اس کام کو کرانا جس کا وہ ارادہ نہ کرتا ہو۔ مُکرِہ (جبر کرنے والا) اور مُکرَہ علیہ (جس شخص پر جبر کیا گیا ہو) اور المُکرَہ بہ (جس کام پر جبر کیا گیا ہے) کے اختلاف سے اکراہ کا حکم مختلف ہوتا ہے۔

باب مذکور کی تعلیقات

قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی: اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۰۶﴾ (النحل: ۱۰۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو، ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے O

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

یہ آیت کریمہ سورۃ النحل میں مذکور ہے اور اس کے شروع میں اس طرح ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ ۔۔۔ الآیۃ

جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے۔۔۔ الآیۃ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ کفار نے ان کو پکڑ لیا اور ان سے کہا: تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کفر کرو، تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی موافقت کر لی اور ان کے دل میں اس سے ناگواری تھی اور ان کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن تھا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے آئے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا ۔۔۔ الآیۃ" (ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں۔۔۔)۔

یعنی جو لوگ خوشی سے کفر کریں اور اپنے اختیار سے کلمات کفر کہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً (آل عمران: ۲۸)

ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَهِیَ تَقِیَّةٌ۔

اور یہ "تقیة" ہے۔

اس آیت کے شروع میں اس طرح مذکور ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾ (آل عمران:۲۸)

ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ کی حمایت میں بالکل نہیں ہے، ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو، اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے O

اس آیت میں "تقاة" سے مراد "تقیة" ہے اور ان دونوں کا معنی واحد ہے، جیسا کہ امام بخاری نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے "اور یہ تقیہ ہے"۔ اور معنی یہ ہے کہ سوا اس کے کہ تم ان سے تقیہ کرو۔

اور "تقیہ" کا معنی ہے کہ دل میں جو عقیدہ ہے، لوگوں کے سامنے جان بچانے کے لیے اس کے اظہار سے احتراز کرنا۔

(تقیہ کے متعلق تفصیلی بحث کے لیے ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۲ ص ۱۱۲۔ ۱۱۷ کا مطالعہ فرمائیں)

باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ (النساء:۹۷۔۹۹)

بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے، وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے O مگر جو (واقعی) کمزور ہوں مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے جو کسی خفیہ تدبیر پر قدرت نہ رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں O سو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ عنقریب ان سے درگزر فرمائے گا، اور اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت بخشنے والا ہے O

باب مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ (النساء:۷۵)

اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنا دے۔

یہ دوسری آیت ہے جو آیت مذکورہ یعنی النساء:۹۷، پر مقدم ہے۔ اور اس کے شروع میں اس طرح ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (النساء:۷۵)

اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ بعض کمزور مرد، عورتیں اور بچے یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں، اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی کارساز بنادے اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنادے O

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اور صحیح وہ ہے جو صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے اور وہ ابوذر کی طرف منسوب ہے اور وہ اس طرح ہے کہ پہلے النساء: ۹۷ سے لے کر النساء: ۹۹ تک آیت مذکور ہے، اور اس کے بعد اس طرح مذکور ہے:

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (النساء:۷۵)

حالانکہ بعض کمزور مرد، عورتیں اور بچے یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں، اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی کارساز بنادے اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنادے O

یہ دو آیتیں ہیں، پہلی آیت ''اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ'' سے لے کر عَفُوًّا غَفُوْرًا تک ہے، اور یہ بھی دو آیتیں ہیں، اور دوسری آیات ''وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ'' سے لے کر مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا تک ہے، اور یہ پہلی آیت پر مقدم ہے، اور اس کے شروع میں ہے ''وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ... الآیۃ''۔

''اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ...'' (النساء:۹۷) کی شرح از علامہ عینی

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ مکہ کے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور وہ اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے، پس غزوۂ بدر کے دن مشرکین نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ نکالا، پس ان میں سے کچھ لوگ جاں بحق ہوگئے تو مسلمانوں نے کہا: ہمارے یہ اصحاب مسلمان تھے اور ان کو جبراً نکالا گیا تھا، سو انہوں نے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی، تو یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ... الآیۃ

یعنی جن لوگوں کو فرشتوں نے اس حالت میں وفات دی کہ وہ ہجرت کو ترک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔

تو انہوں نے کہا: ''كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ'' یعنی ہم شہر مکہ سے نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ دوسری زمین میں جانے کی طاقت رکھتے تھے، تو فرشتوں نے کہا: ''اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً'' کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی، تم کہیں اور ہجرت کر کے چلے جاتے۔

اور امام ابوداؤد نے اسی سند کے ساتھ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مشرک کے ساتھ آیا اور اسی کے ساتھ رہا تو وہ اسی کے حکم میں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

"اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ۔۔۔۔ الآیۃ" اللہ تعالیٰ نے کمزور مردوں اور عورتوں کو ہجرت نہ کرنے میں معذور قرار دیا ہے، کیونکہ یہ لوگ مشرکین کے ہاتھوں سے چھٹکارا پانے پر قادر نہ تھے، اور اگر قادر ہوتے تو انہیں راستہ کا پتا نہیں تھا کہ کس راستہ پر چل کر جائیں، اسی لیے فرمایا "لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹۸﴾" (جو کسی خفیہ تدبیر پر قدرت نہ رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں)۔

اور عکرمہ نے کہا: یعنی وہ لوگ مدینہ کی طرف جانے کا راستہ نہیں جانتے تھے۔ اور السدی نے کہا: ان کے پاس مال نہیں تھا۔

"فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ" یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ہجرت نہ کرنے کی وجہ سے ان سے درگزر فرمائے گا۔

"وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" یعنی تمہیں کیا ہوا، تم نے اللہ کی راہ میں جہاد کیوں نہیں کیا۔

بابِ مذکور کی پانچویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

فَعَذَرَ اللّٰهُ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یَمْتَنِعُوْنَ مِنْ تَرْكِ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ۔ وَالْمُكْرَهُ لَا یَكُوْنُ اِلَّا مُسْتَضْعَفًا غَیْرَ مُمْتَنِعٍ مِنْ فِعْلِ مَا اُمِرَ بِهٖ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کمزور لوگوں کو اللہ کے احکام پر عمل نہ کرنے سے معذور قرار دیا۔ اور جس کے ساتھ جبر کیا جائے وہ بھی کمزور ہی ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس کام سے منع کیا ہے اس کو اس کام کے کرنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اُن کمزور مردوں اور عورتوں کو جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کرنے سے رُک نہیں سکتے تھے، معذور قرار دیا۔ اور مُکرَہ وہی ہوتا ہے جو کمزور ہو اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے سے رُکنے والا نہ ہو۔

اس سے غرض یہ ہے کہ جو کمزور ہو، وہ کسی فعل سے رُکنے پر قادر نہیں ہوتا، پس وہ جبر کرنے والے کے حکم پر مجبوراً عمل کرتا ہے لہٰذا وہ معذور ہے۔

بابِ مذکور کی چھٹی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ الْحَسَنُ: التَّقِیَّةُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

اور حسن نے کہا کہ تقیہ کا جواز قیامت تک کے لیے ہے۔

یعنی حسن بصری نے کہا کہ تقیہ قیامت تک کے لیے ثابت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اور اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے از ہشیم از وکیع از قتادہ روایت کی ہے۔

(میں کہتا ہوں: تقیہ کی رخصت قیامت تک کے لیے ہے، تقیہ میں عزیمت نہیں رخصت ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

بابِ مذکور کی ساتویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِیْمَنْ یُكْرِهُهُ اللُّصُوْصُ فَیُطَلِّقُ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس شخص کو چور طلاق دینے پر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لَيْسَ بِشَيْءٍ۔ مجبور کریں، پس وہ طلاق دے دے تو وہ طلاق نہیں ہو گی۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس شخص کو چور اس پر مجبور کریں کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو یہ "لَيْسَ بِشَيْءٍ" ہے یعنی اس کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اور یہ گویا کہ اس پر مبنی ہے کہ اکراہ ہر اس سے متحقق ہوتا ہے جو فعل پر قادر ہو اور یہی جمہور کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ نے کہا: سلطان کے بغیر اکراہ متحقق نہیں ہوتا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کی امام عبدالرزاق نے سندِ صحیح کے ساتھ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ وہ مُکرَہ کی طلاق کا اعتبار نہیں کرتے تھے۔ (یعنی جس سے جبراً طلاق دلوائی گئی ہو اس کی طلاق کو واقع نہیں کرتے تھے)۔ اور ابن وہب نے حضرت عمر بن الخطاب سے اور حضرت علی سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ وہ مُکرَہ کی طلاق کا بالکل اعتبار نہیں کرتے تھے۔ (یعنی مُکرَہ کی طلاق کو واقع نہیں کرتے تھے)۔

اس اثر کی امام ابن المنذر نے از حضرت ابن الزبیر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور عطاء، طاؤس، حسن، شریح، قاسم، امام مالک، الاوزاعی، الشافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور روایت کی ہے، اور فقہاء کی ایک جماعت نے مُکرَہ کی طلاق کو جائز قرار دیا ہے (یعنی جس شخص سے جبراً طلاق دلوائی گئی اس کی طلاق واقع ہو جائے گی)، یہ قول الشعبی، النخعی، ابوقلابہ، الزہری اور قتادہ سے مروی ہے اور یہی فقہاء کوفہ کا قول ہے۔

بابِ مذکور کی آٹھویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَالشَّعْبِيُّ وَالْحَسَنُ۔ حضرت ابن عمر، ابن الزبیر رضی اللہ عنہم اور الشعبی اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور عامر بن شراحیل الشعبی اور الحسن البصری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے موافق کہا ہے۔

اور الشعبی سے روایت ہے کہ اگر چور طلاق پر مجبور کر دیں تو وہ طلاق نہیں ہے اور اگر سلطان طلاق پر مجبور کرے تو وہ طلاق ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے جیسا کہ ہم نے اس کو ذکر کیا ہے۔

بابِ مذکور کی نویں تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری کے شروع میں پورے طول کے ساتھ موصولاً گزر چکی ہے اور ہم نے وہاں بیان کیا ہے کہ لفظِ عمل میں اختلاف ہے، پھر یہاں پر اس حدیث کو ذکر کرنے سے امام بخاری نے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو "اکراہ فی القول" اور "اکراہ فی الفعل" میں فرق کرتے ہیں اور یہ ظاہر یہ کا مذہب ہے کہ انہوں نے "اکراہ فی القول" اور "اکراہ فی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الفعل'' میں فرق کیا ہے۔ شیخ ابن حزم نے کہا ہے: اکراہ کی دو قسمیں ہیں، ایک کسی کلام پر مجبور کرنا ہے، اور دوسرا کسی فعل پر مجبور کرنا ہے، پس اول یعنی کلام پر مجبور کرنے سے کچھ واجب نہیں ہوتا جیسے کسی شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے یا تہمت لگانے پر یا نکاح کے اقرار پر یا رجوع کے اقرار پر یا طلاق پر یا فروخت کرنے پر یا خریدنے پر اور نذر ماننے پر اور قسموں پر اور آزاد کرنے پر اور ہبہ کرنے پر وغیرہ۔ اور اکراہ علی الفعل کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس کو ضرورت مباح کرتی ہے جیسے کھانے اور پینے پر، پس اگر کسی شخص کو کسی چیز کے کھانے یا پینے پر مجبور کیا گیا تو اس سے کچھ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے ایک فعلِ مباح کو کیا ہے۔ اور ''اکراہ علی الفعل'' کی دوسری قسم یہ ہے جو مباح نہیں ہے جیسے قتل کرنا، زخمی کرنا، مارنا اور اموال کو فاسد کرنا، پس ان افعال کو اکراہ مباح نہیں کرتا، پس جس شخص کو ان میں سے کسی کام پر مجبور کیا گیا تو اس پر وہ کام لازم ہوگا۔

اور التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ قول اور فعل میں اکراہ برابر ہے، جب کہ ایمان کو مخفی رکھا جائے، یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی مکحول، امام مالک اور عراق کے علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

پھر اس حدیثِ مذکور سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ قول اور فعل میں اکراہ برابر ہے، اور یہی وہ نظریہ ہے جس پر جمہور ہیں۔

اور ان کی دلیل یہ ہے کہ عمل ظاہری اعضاء اور دلوں کے فعل اور اقوال سب کو شامل ہیں۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب اس طرح ہے کہ ہر فعل میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور مُکرَہ کی کوئی نیت نہیں ہوتی، لہٰذا اس سے مواخذہ نہیں ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک مُکرَہ کی نیت ہوتی ہے اور اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ فعل نہ کیا جائے جس پر اسے مجبور کیا گیا ہے۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس بناء پر یہ چاہیے کہ جس شخص نے خطاء سے طلاق دے دی یا خطاء سے آزاد کر دیا تو ان سے مواخذہ نہ کیا جائے کیونکہ ان کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے: بلکہ ان سے مواخذہ کیا جائے گا، پس اس کی طلاق صحیح ہے حتیٰ کہ اگر اس نے کہا: مجھے پانی پلاؤ اور اس کی زبان سے جاری ہو گیا کہ تم کو طلاق ہے، تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ قصد اور ارادہ ایک باطنی امر ہے جس کے اوپر واقفیت نہیں ہوتی، پس اس کے ساتھ حکم متعلق نہیں ہوگا بلکہ اس سبب کے ساتھ حکم متعلق ہوگا جو ظاہر ہے اور دلالت کرتا ہے اور وہ اس کی اہلیت ہے اور وہ عاقل بالغ کا قصد ہے۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس بناء پر یہ چاہیے کہ سونے والے کی طلاق واقع ہو جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی اور طلاق سے مانع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ قلمِ تکلیف کو تین لوگوں سے اٹھا لیا گیا ہے: (۱) سونے والے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے (۲) بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے (۳) اور مجنون سے حتیٰ کہ اس کی عقل کام کرنے لگے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۴۴۔۱۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب اِکراہ کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

النحل:۱۰۶ کا شانِ نزول

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اہلِ تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ النحل:۱۰۶ (''جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو، ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے'') اہلِ مکہ کے ان مومنین کے متعلق نازل ہوئی جن کی طرف مدینہ میں ان کے بعض اصحاب نے یہ مکتوب لکھ کر بھیجا: تم لوگ ہم میں سے اس وقت تک نہیں ہو گے حتیٰ کہ تم ہماری طرف ہجرت کرو اور ان مسلمانوں میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی تھے، پس وہ مکہ سے نکلے اور مدینہ کا ارادہ کر رہے تھے، راستہ میں ان کو قریش نے پکڑ لیا اور ان کو کفر پر مجبور کیا، پس انہوں نے مجبوراً کلماتِ کفر کہے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوگئی ''جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔۔۔۔۔ الخ''۔

جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے اس کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا گیا حتیٰ کہ اس کو اپنی جان کے اوپر قتل کا خطرہ ہوا، تو اگر اس نے کلمۂ کفر کہا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اس کی بیوی اس سے بائنہ (الگ) نہیں ہو گی اور نہ اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ یہ امام مالک، فقہاء احناف اور امام شافعی کا قول ہے، البتہ امام محمد بن الحسن نے یہ کہا ہے کہ جب اس نے شرک کو ظاہر کیا تو وہ ظاہراً مرتد ہو گیا اور وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اسلام پر قائم ہے اور اس کی بیوی اس سے الگ کر دی جائے گی اور اگر وہ مر گیا تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اگر اس کا باپ اسلام پر فوت ہوا تو وہ اپنے باپ کا وارث نہیں ہو گا، اس قول کو رد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ قول قرآن مجید کی ان صریح آیات کا مخالف ہے جن آیات کو امام بخاری نے اس باب کے شروع میں ذکر کیا ہے۔

کفریہ قول اور کفریہ فعل میں فرق کے متعلق فقہاء کے نظریات

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ کفریہ قول میں رخصت جائز ہے اور کفریہ فعل میں کوئی رخصت نہیں ہے مثلاً کسی شخص کو اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرے یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھے یا کسی مسلمان کو قتل کرے یا اس کو مارے یا کسی مسلمان کا مال کھائے یا زنا کرے یا خمر پیئے یا خنزیر کھائے تو ان کفریہ افعال کی وجہ سے اس کو کافر قرار دیا جائے گا اور اس میں کوئی رخصت نہیں ہے، یہ حسن بصری سے روایت ہے اور یہی الاوزاعی اور سحنون کا قول ہے، الاوزاعی نے کہا: جب کسی قیدی کو خمر کے پینے پر مجبور کیا جائے تو وہ خمر نہ پیئے خواہ مجبور کرنے والا اس کو قتل کر دے۔

اور اسماعیل بن اسحاق نے اپنی سند سے روایت کی کہ حسن بصری نے کہا: جس نفس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس میں تقیہ جائز نہیں ہے، اور محمد بن الحسن نے کہا: جب قیدی سے کہا جائے کہ اس بت کو سجدہ کرو ورنہ ہم تم کو قتل کر دیں گے تو انہوں نے کہا: اگر وہ بت قبلہ کے بالمقابل ہو تو وہ سجدہ کرلے اور سجدہ میں نیت اللہ کی کرے اور اگر وہ بت قبلہ کے مقابل نہ ہو تو پھر بت کو سجدہ نہ کرے خواہ وہ اس کو قتل کر دیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے: فعل اور قول دونوں میں اکراہ اور جبر برابر ہیں، یہ مسلک عمر بن عبدالعزیز سے اور مکحول سے مروی ہے اور یہی امام مالک اور اہلِ عراق کی ایک جماعت کا قول ہے اور ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اگر اس کو خمر پینے پر مجبور کیا جائے یا نماز کے ترک کرنے پر یا رمضان میں روزہ نہ رکھنے پر مجبور کیا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، مگر یہ کہ امام مالک اور عام علماء کے نزدیک کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور نہ کسی کی عزت کو پامال کرنا جائز ہے اور نہ کسی پر ظلم کرے اور نہ زنا کرے خواہ اس کو ان کاموں پر مجبور کیا جائے۔

اکراہ اور جبر کی حالت میں طلاق دینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

مُکرَہ (جس کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے) کی طلاق میں اختلاف ہے، پس ابنِ وہب نے حضرت عمر بن الخطاب سے اور حضرت علی بن ابی طالب سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ مُکرَہ کی طلاق کا بالکل اعتبار نہیں کرتے تھے (یعنی مُکرَہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی)۔ علامہ ابن المنذر نے حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور عطاء، طاؤس، الحسن، شریح، القاسم، سالم، امام مالک، الاوزاعی، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور سے بھی اس قول کی روایت کی ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے مُکرَہ کی طلاق کی اجازت دی (یعنی مُکرَہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے)۔ امام شافعی اور النخعی، ابو قلابہ، الزہری اور قتادہ سے یہ قول مروی ہے اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے، اور اس میں ایک تیسرا قول بھی ہے جس کو الشعبی نے بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ اگر چور طلاق دینے پر مجبور کریں تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر سلطان (سربراہِ ملک یا حاکم) اس کو طلاق دینے پر مجبور کریں تو یہ طلاق واقع ہوگی۔ ابن عیینہ نے اس کی تفسیر کی ہے، سو انہوں نے کہا کہ چور اس کے قتل کا اقدام کرے گا اور سلطان اس کو قتل کرنے کا اقدام نہیں کرے گا۔ اور فقہاء احناف نے اپنے قول پر درجِ ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزوں میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے: نکاح، طلاق اور رجعت (یعنی طلاق سے رجوع کرنا)۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۹۴، سنن ترمذی: ۱۱۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳۹)

انہوں نے کہا: مذاق کرنے والا طلاق واقع کرنے کا قصد نہیں کرتا اور اس کی طلاق لازم ہو جاتی ہے، پس مُکرَہ بھی اسی طرح ہے یعنی وہ بھی طلاق واقع کرنے کا قصد نہیں کرتا لیکن اس کی طلاق بھی واقع ہوگی۔

مُکرَہ کی طلاق واقع نہ ہونے پر امام مالک وغیرہ کے دلائل

امام مالک اور ان کے حامی فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مذاق سے طلاق دینے والے اور جبر سے طلاق دینے والے میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ مذاق سے طلاق دینے والا لفظ کا قصد کرتا ہے اور وہ لفظ موثر ہوتا ہے لہٰذا اس کا حکم لازم ہے اور مُکرَہ اور جس کو مجبور کیا گیا ہو، وہ اگرچہ لفظ کا قصد کرتا ہے لیکن اس کو موثر نہیں قرار دیتا اور نہ اس کو اختیار کرتا ہے، لہٰذا حالتِ اکراہ میں اس کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ طلاق صرف لفظ اور نیت سے واقع ہوتی ہے اور مُکرَہ اور جس کو مجبور کیا گیا ہو اس کی کوئی نیت نہیں ہوتی، وہ صرف زبان سے طلاق دیتا ہے دل سے طلاق نہیں دیتا، پس جب اللہ تعالیٰ نے مُکرَہ سے کفر کو اٹھا لیا جس کا اس نے حالتِ اکراہ اور جبر میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تلفظ کیا تھا اور اس کا اعتقاد نہیں رکھا تھا تو واجب ہے کہ طلاق کے حکم کو بھی اس سے اٹھالیا جائے کیونکہ اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں ہوتی اور امام مالک کے اس قول پر صحابہ کا اجماع ہے اور ان کا کوئی مخالف نہیں ہے۔

اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ اگر مشرکین کسی مسلمان کو زبان سے کلمہ کفر کہنے پر مجبور کریں اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو اور اس کی بیوی آزاد مسلمہ ہو تو وہ بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی اور نہ وہ حالتِ جبر میں کلمہ کفر کہنے سے مرتد ہوا، تو جب جبریہ کلمہ کفر کہنے سے اس کی بیوی اس سے بائنہ نہیں ہوتی تو جبریہ طلاق سے اس کی بیوی اس سے کیسے بائنہ ہوگی؟

اکراہ اور جبر کی حد میں فقہاء کا اختلاف

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کسی شخص کو اس کی جان کو ہلاک کرنے کی دھمکی دی جائے یا اس کو باندھا جائے یا مارا جائے تو یہ اکراہ ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر کسی کو دو کوڑے بھی مارے جائیں تو یہ اکراہ ہے، اور شریح اور نخعی نے کہا: قید کرنا اکراہ ہے، اور دھمکی دینا اکراہ ہے۔ اور ابن سحنون نے کہا: یہ تمام صورتیں امام مالک اور ان کے اصحاب کے نزدیک اکراہ ہیں اور مارنا ان کے نزدیک اکراہ ہے اور ان کے نزدیک مارنے اور قید کرنے میں کسی مدت کا تعین نہیں ہے، اور اس کا معیار یہ ہے کہ جب مار سے انسان کو درد ہو اور قید میں ڈالنے سے اس کو تنگی ہوتی ہو خواہ قید کم ہو یا زیادہ ہو۔

اور فقہاء عراق نے ان سے اختلاف کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ قید کرنا اور قید خانہ میں ڈالنا اکراہ نہیں ہے، یعنی اگر کسی کو خمر پینے پر یا مردار کھانے پر مجبور کیا جائے کہ یہ کام کرو ورنہ ہم قید خانہ میں ڈال دیں گے تو یہ اکراہ نہیں ہے، کیونکہ اس سے جان کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں ہے۔

اور ابن سحنون نے کہا ہے کہ ان کا اس پر اجماع ہے کہ دردِ شدید بھی اکراہ ہوتا ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جان کے ضائع ہونے کے خوف کے بغیر بھی اکراہ ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۳۰۔ ۲۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ اکراہ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اِکراہ اور جبر کی دو قسمیں: کلام پر مجبور کرنا اور فعل پر مجبور کرنا

شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ، نے کہا ہے: کلام پر مجبور کرنے سے کچھ لازم نہیں آتا مثلاً کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اور پاک دامن کو تہمت لگانے پر مجبور کیا جائے اور نکاح کے اقرار پر مجبور کیا جائے اور طلاق پر مجبور کیا جائے اور طلاق سے رجوع پر مجبور کیا جائے اور فروخت کرنے پر اور خریدنے پر اور نذر ماننے پر اور قسموں پر اور آزاد کرنے پر اور ہبہ وغیرہ کرنے پر۔ کیونکہ جس قول پر مکرَہ کو مجبور کیا گیا ہے اس میں وہ صرف الفاظ کی حکایت کرتا ہے اور الفاظ کی حکایت کرنے پر کچھ لازم نہیں آتا، اور جس نے ان دونوں امروں میں فرق کیا تو اس نے اس حدیث کے خلاف کہا ''الاعمال بالنیات'' پس یہ صحیح ہے کہ جس کو کسی قول پر مجبور کیا گیا اور مکرَہ نے اپنے اختیار سے اس کی نیت نہیں کی تو وہ قول اس کو لازم نہیں ہوگا۔

اور فعل پر مجبور کرنے کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے جو ضرورت کی وجہ سے مباح ہو جاتی ہے جیسے کھانا اور پینا، پس ضرورت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کو مباح کر دیتی ہے، کیونکہ اِکراہ میں ضرورت ہے، پس جس شخص کو کسی پر مجبور کیا گیا تو اس کے لیے اس کو کرنا مباح ہے۔

اور دوسری قسم وہ ہے جس کو ضرورت مباح نہیں کرتی مثلاً قتل کرنا، زخمی کرنا، مارنا اور لوگوں کے مال کو ضائع کرنا، پس یہ وہ قسم ہے کہ جس کو اِکراہ مباح نہیں کرتا، پس جس کو کسی شخص کے قتل پر یا زخمی کرنے پر مجبور کیا گیا تو اس پر قصاص لازم ہوگا اور تاوان لازم ہوگا کیونکہ اس نے ایسا فعل کیا جس کا کرنا اس کے اوپر حرام تھا۔

اِکراہ اور مجبور کرنے کی تعریف

اِکراہ ہر وہ کام ہے جس کو لغت میں اِکراہ کہا جاتا ہے اور جس کو ہم حواس سے جان لیں کہ یہ اِکراہ ہے مثلاً جو شخص کسی دھمکی کو پورا کرنے پر قادر ہو وہ کسی کو قتل کرنے کی دھمکی دے یا اس کو مارنے کی دھمکی دے یا اس کو قید کرنے کی دھمکی دے یا اس کے مال کو ضائع کرنے کی دھمکی دے، یا کسی دوسرے مسلمان کو قتل کرنے کی دھمکی دے یا مارنے کی یا قید میں رکھنے کی یا اس کا مال ضائع کرنے کی۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر خود ظلم کرے اور نہ کسی اور کو اس پر ظلم کرنے دے، اور جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے اللہ اس کی ضرورت پوری کرنے میں رہتا ہے اور جس نے کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کر دے گا، اور جس نے کسی مسلمان کا پردہ رکھا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۴۲، ۶۹۵۱، صحیح مسلم: ۲۵۸۰، سنن ابوداؤد: ۴۸۹۳، سنن ترمذی: ۱۴۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۸۹)

پس جس شخص کو خمر پینے پر مجبور کیا گیا یا خنزیر کے کھانے پر یا مُردار کے کھانے پر یا خون کے کھانے پر یا بعض مُحرمات کے کھانے پر یا مسلمان کے مال کو کھانے پر یا ذمی کے مال کو کھانے پر، تو اس کے لیے ان چیزوں کو کھانا یا پینا مباح ہے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے نہ حد ہے اور نہ ضمانت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (البقرہ: ۱۷۳)

اللہ نے تم پر جس کا (کھانا) حرام کیا ہے وہ صرف مردار، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، سو جو شخص مجبور ہو جائے جب کہ وہ نافرمانی کرنے والا اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر (کھانے یا استعمال میں) کوئی گناہ نہیں ہے، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے ۝

پس اگر کسی شخص کو مسلمان کا مال کھانے پر مجبور کیا جائے اور اس کے پاس مال موجود ہو تو اس پر لازم ہے کہ جتنا مال اس نے کھایا ہے اس کی قیمت ادا کرے، اور اگر اس کے پاس مال موجود نہیں ہے تو جو کچھ اس نے کھایا ہے اس میں اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے: پس تم نے قتل کرنے کو، زنا کرنے کو، زخمی کرنے کو، مارنے کو اور مال کے فاسد کرنے کو اس کے ساتھ کیوں نہیں ملایا؟

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا جواب یہ ہے کہ نصِ قرآن نے ان کاموں کو بالکل مباح نہیں کیا اور کسی مجبور شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خود سے ظلم کو دور کرنے کے لیے دوسروں پر ظلم کرے، اس پر واجب یہ ہے کہ وہ ظالم سے مدافعت کرے اور اس سے لڑے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (المائدہ:۲) اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○

حدیث میں ہے:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو شخص کسی برے کام کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے اس کو برا کہے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر دل سے اس کو برا جانے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

(صحیح مسلم:۴۹، سنن ابوداؤد:۱۱۴۰، سنن ترمذی:۲۱۷۸، سنن نسائی:۵۰۱۸، سنن ابن ماجہ:۱۲۷۵، مسند احمد:۱۱۰۷۳)

پس یہ صحیح ہے کہ مُکرَہ کے لیے ظلم پر مدد کرنے کو مُباح نہیں کیا گیا نہ ضرورت کی بناء پر اور نہ کسی اور وجہ سے۔ اور اس کے لیے اس کی گنجائش ہے کہ اگر وہ اپنے ہاتھ سے ظلم کو دور نہ کر سکے اور نہ زُبان سے ظلم کی مذمت کر سکے تو دل سے ظُلم کو برا جانے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کرے، اور شدید بھوک کی حالت میں نصِ قرآن سے اس کے لیے ضرورت کے وقت کھانے پینے کو مباح کیا گیا ہے۔ پس اگر کسی عورت نے کسی مرد کو قید کر لیا حتیٰ کہ وہ مرد اس عورت کے ساتھ زنا کرے یا کسی مرد نے دوسرے مرد کو پکڑ لیا اور اس کے ذکر کو کسی عورت کی فرج میں داخل کر دیا تو ان دونوں صورتوں میں اس مرد پر کوئی سزا نہیں ہے خواہ اس کا آلہ منتشر ہو یا نہ ہو اور منی حاصل ہو یا نہ ہو، کیونکہ منی کا حاصل ہونا اور آلہ کا منتشر ہونا طبعی فعل ہے اور خواہ وہ اس کو پسند کرے یا نہ کرے، کیونکہ اس کام میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے، اور جو شخص کسی سفرِ معصیت میں ہو اور حرام کے سوا اور کوئی چیز اسے کھانے کے لیے میسر نہ ہو تو اس کے لیے حرام کو کھانا حلال نہیں ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کرے اور پھر حلال کھائے، پس اگر اس نے توبہ نہیں کی اور حرام کھا لیا یا حرام نہیں کھایا تو وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اور یہ امام شافعی اور ابو سلیمان کا قول ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ وہ کھائے اور انہوں نے "فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ......" (البقرہ:۱۷۳) سے استدلال کیا ہے، اور انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" (النساء:۲۹) "(اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔ اور جس کو حرام کھانے پر مجبور کیا گیا اور اس نے حرام نہیں کھایا تو اس نے اپنی جان کو قتل کیا۔

اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ خرید و فروخت پر، اقرار پر، ہبہ پر اور صدقہ پر اگر اکراہ اور جبر کیا جائے تو ان میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے، اور اگر اس کو نکاح کرنے پر یا طلاق دینے پر یا طلاق سے رجوع کرنے پر یا غلام آزاد کرنے پر یا نذر ماننے پر یا قسم پر مجبور کیا جائے تو وہ اس کو لازم ہوگی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۱۵۔۱۷، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

بابِ اِکراہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اِکراہ کی تعریف اور اس کی شرائط

اِکراہ کا معنی ہے: کسی دوسرے شخص پر اس کام کو لازم کرنا جس کا وہ ارادہ نہ کرتا ہو اور اس کی حسب ذیل چار شرائط ہیں:
(۱) مُکرِہ یعنی جبر کرنے والا جس چیز سے دھمکا رہا ہو وہ اس کے کرنے پر قادر ہو اور مُکرَہ، مُکرِہ سے مدافعت کرنے سے عاجز ہو خواہ بھاگ کر بھی۔
(۲) مُکرَہ کو اس کا ظن غالب ہو کہ اگر اس نے مُکرِہ کے حکم پر عمل نہیں کیا تو وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنائے گا۔
(۳) جس چیز کی مُکرِہ نے دھمکی دی ہے اس کا وقوع فوراً ہو، پس اگر اس نے کہا: اگر تم نے اس طرح نہیں کیا تو میں تم کو کل ماروں گا، تو اس کو مُکرِہ نہیں قرار دیا جائے گا، اور اگر اس نے بہت قریب زمانہ کی دھمکی دی اور عادتاً یہ معلوم ہو کہ وہ اس دھمکی کے خلاف نہیں کرتا تو اس کا استثنیٰ کیا جائے گا۔
(۴) مُکرَہ سے یہ ظاہر نہ ہو کہ وہ اپنے اختیار سے اس فعل کو کر رہا ہے مثلاً جس شخص کو زنا پر مجبور کیا گیا، پس اس نے اپنا آلہ داخل کر دیا اور اس کے لیے آلہ کو نکالنا ممکن تھا اور اس نے کہا: مجھے انزال ہو گیا تو اس کو مہلت دی حتیٰ کہ اس کا انزال ہو گیا تو یہ اکراہ ہے۔ اور جس شخص سے یہ کہا گیا کہ تم اپنی بیوی کو تین طلاقیں دو، پس اس نے ایک طلاق دی تو یہ اِکراہ نہیں ہے، اور جمہور کے نزدیک اِکراہ میں قول اور فعل کا فرق نہیں ہے، اور فعل سے اس فعل کا استثنیٰ کیا جائے گا جو ابداً حرام ہو جیسے کسی انسان کو ناحق قتل کرنا۔
اور اس میں اختلاف ہے کہ مُکرَہ، اکراہ کے فعل کو ترک کرنے کا مکلف ہے یا نہیں؟ پس شیخ ابو اسحاق شیرازی نے کہا: اس پر اجماع ہے کہ جس کو قتل کرنے پر مجبور کیا گیا وہ اس کا مکلف ہے کہ قتل کرنے سے اجتناب کرے اور اپنے نفس سے مدافعت کرے۔ اور اگر اس نے اس کو قتل کر دیا جس کے قتل کرنے پر مجبور کیا گیا تھا تو وہ گناہ گار ہوگا، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مُکرَہ حالت اِکراہ میں مکلف ہوتا ہے، اسی طرح امام غزالی وغیرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اِکراہ کی تعریف، اس کی اقسام اور اس کی شرائط کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ، لکھتے ہیں:

اِکراہ کا لغوی اور شرعی معنی

اِکراہ کا لغوی معنی ہے: کسی کام کو ناپسند کرنا یا کسی سے زبردستی کوئی کام کرانا، اور یہ معنی مُکرَہ کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور یہ محبت اور رضا کے خلاف ہے، اسی لیے ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے، اللہ سبحانہٗ ارشاد فرماتا ہے:
وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ۔ (البقرہ: ۲۱۶)
اور ہو سکتا ہے کہ تم پر کوئی چیز شاق گزرے اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہارے نزدیک اچھی ہو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔
اہلِ سنت نے کہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کفر اور معاصی کو مکروہ جانتا ہے یعنی ان سے محبت نہیں کرتا اور ان سے راضی نہیں ہوتا، اگرچہ عبادات اور معاصی اللہ عزوجل کے ارادہ سے ہوتے ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اِکراہ کا شرعی معنی ہے: ڈرا کر اور دھمکا کر کسی کام کو کرنے کے لیے کہنا۔

اِکراہ کی اقسام

اِکراہ کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے جو انسان کو طبعاً کسی کام پر مجبور کرتی ہے مثلاً اس کو قتل کرنے کی دھمکی دی جائے یا اس کو مارنے اور کاٹنے کی دھمکی دی جائے جس سے اس کی جان ضائع ہو جائے یا عضو ضائع ہو جائے خواہ وہ مار کم ہو یا زیادہ ہو، اور بعض فقہاء نے ضربات کے عدد کو مقرر کیا ہے اور یہ درست نہیں ہے، اور اِکراہ کی اس قسم کو اِکراہِ تام کہا جاتا ہے۔

اور اِکراہ کی دوسری قسم وہ ہے جو مجبوری اور اضطرار کو واجب نہیں کرتی، اور وہ ہے کسی کو قید کرنا اور ایسی ضرب سے مارنا جس سے جان یا عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو، اور اس قسم کو اِکراہِ ناقص کہا جاتا ہے۔

اِکراہ کی وہ شرائط جن کا تعلق مُکرِہ سے ہے

مُکرِہ کی شرط یہ ہے کہ اس نے جس چیز سے ڈرایا اور دھمکایا ہے وہ اس کو متحقق کرنے پر قادر ہو، کیونکہ ضرورت اسی وقت متحقق ہو گی جب اسے قدرت ہو، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اِکراہ صرف سلطان سے متحقق ہوتا ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ اِکراہ سلطان سے بھی متحقق ہوتا ہے اور دوسرے شخص سے بھی۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اِکراہ کا معنی صرف یہ ہے کہ مُکرَہ کے ساتھ اس چیز کو ملایا جائے جس کی اسے دھمکی دی ہے اور یہ ہر مسلط میں متحقق ہوتا ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ سلطان کا غیر اپنی دھمکی کے عمل کرنے پر قادر نہیں ہوتا، کیونکہ مُکرَہ سلطان سے مدد طلب کرتا ہے تو وہ اس کی مدد کرتا ہے، پس جب کہ سلطان خود مُکرِہ ہو تو مُکرَہ کسی مددگار کو نہیں پائے گا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی معنوی اختلاف نہیں ہے، یہ زمانہ کا اختلاف ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں غیر سلطان کے لیے اکراہ پر قدرت نہیں ہوتی تھی، پھر حال متغیر ہو گیا اور صاحبین کے زمانہ میں غیر سلطان بھی اپنی دھمکی کے عمل پر قدرت رکھتا تھا۔

مُکرَہ کے اعتبار سے اِکراہ کی شرائط

مُکرَہ کے اعتبار سے شرط یہ ہے کہ مُکرَہ کی غالب رائے اور اس کا اکثر گمان یہ ہو کہ اگر اس نے مُکرِہ کی بات پر عمل نہیں کیا تو مُکرِہ نے جس چیز کی دھمکی دی ہے وہ اس پر عمل کرے گا حتیٰ کہ اگر اس کی یہ غالب رائے نہ ہو تو اِکراہ نہیں ہو گا۔

جس کام کی دھمکی دی گئی ہے اس کا بیان

جس کام کو کرنے کی دھمکی دی گئی ہے اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ وہ کام حسی ہو، اور دوسری یہ کہ وہ کام شرعی ہو۔

رہا یہ کہ وہ کام حسی معین ہو اور اس پر اسے مجبور کیا گیا ہو تو وہ کام کھانے کا ہے اور پینے کا ہے اور کفر کرنے کا ہے اور کسی کے عضو کو تلف کرنے کا ہے اور کسی کے عضو کو کاٹنے کا ہے۔

اور رہا شرعی، پس جیسے طلاق ہے، غلام کو آزاد کرنا ہے، نکاح کرنا ہے اور نکاح سے رجوع کرنا ہے اور قسم کھانا ہے اور نذر ماننا ہے اور ظہار کرنا ہے اور ایلاء کرنا ہے اور خرید و فروخت اور ہبہ ہے اور کرایہ پر دینا ہے اور حقوق سے بری ہونا ہے وغیرہ۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جن کاموں پر مُکرَہ کو مجبور کیا گیا ہے ان کا حکم

تصرفاتِ حسیہ میں دو حکم متعلق ہوتے ہیں اور ان دونوں میں سے ایک حکم آخرت کی طرف راجع ہے۔
اور دوسرا حکم دنیا کی طرف راجع ہے۔ رہے وہ کام جو آخرت کی طرف راجع ہوتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم مباح ہے، دوسری قسم وہ ہے جس میں رخصت ہے اور تیسری قسم وہ ہے جو حرام ہے، نہ وہ مباح ہے اور نہ اس میں رخصت ہے۔
رہی وہ قسم جو مباح ہے جیسے کسی کو مُردار کھانے پر مجبور کیا جائے یا خون پینے پر مجبور کیا جائے یا خنزیر کا گوشت کھانے پر یا خمر کو پینے پر، یہ اس وقت ہے جب اِکراہ تام ہو بایں طور کہ اس کو جان سے مارنے کی دھمکی دی ہو یا اس کے کسی عضو کو تلف کرنے کی دھمکی دی ہو، اور یہ کام اضطرار کی صورت میں مباح ہو جاتے ہیں، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ (الانعام:۱۱۹) حالانکہ حالتِ اضطرار کے سوا جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان کی تفصیل اللہ نے تمہیں بتادی ہے۔

یعنی جب بھوک کی شدت مُکرَہ کو ان چیزوں کے کھانے کی طرف مجبور کرے تو مُکرَہ کے لیے ان کا کھانا مباح ہے، بلکہ مُکرَہ کے لیے اس سے رُکنا مباح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر وہ مردار کے کھانے سے رُک گیا اور اس کو قتل کر دیا گیا تو اس سے مواخذہ کیا جائے گا جیسا کہ شدید بھوک کی حالت میں اگر اس نے مُردار کو نہیں کھایا تو اس سے مواخذہ کیا جائے گا، کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ:۱۹۵) اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اور رہی دوسری قسم جس میں رُخصت ہے، وہ یہ ہے کہ کسی شخص کو زبان سے کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل اطمینان کے ساتھ مطمئن ہو، اور یہ اکراہ تام ہو یعنی اسے قتل کرنے کی دھمکی دی ہو۔ اور کلمۂ کفر کہنا فی نفسہٖ حرام ہے اور اس میں رخصت ثابت ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ (النحل:۱۰۶)

جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو، ہاں وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے 0

اور اس صورت میں اس فعلِ حرام سے رکنا افضل ہے حتیٰ کہ اگر اس نے کلمۂ کفر نہیں کہا اور اس کو قتل کر دیا گیا تو اس کو اجر ملے گا کیونکہ اس نے اللہ کی راہ میں اپنی جان کی سخاوت کر دی، پس توقع ہے کہ اس کو مجاہد بالنفس کا ثواب ملے گا۔
اور اسی قسم سے مسلمان کو گالی دینا ہے، کیونکہ مسلمان کی عزت کے درپے ہونا ہر حال میں حرام ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کی عزت اور اس کا مال، مگر اِکراہ کی وجہ سے اس کو رخصت دی گئی ہے اور یہ رخصت سقوطِ مواخذہ میں ہے نہ کہ سقوطِ حرمت میں۔
رہی وہ قسم جو کسی حال میں مباح نہیں ہے اور کسی حال میں اِکراہ کی وجہ سے اس کی رخصت نہیں ہے، وہ ہے کسی مسلمان کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ناحق قتل کرنا خواہ اِکراہ ناقص ہو یا تام ہو، کیونکہ مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی کسی حال میں اباحت نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ اور جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔

(الانعام:۱۵۱)

اور اسی طرح کسی مسلمان کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کاٹنا یا اس کو مُہلک ضرب لگانا یہ بھی کسی حال میں جائز نہیں ہے۔اور اگر اس نے ڈرانے اور دھمکانے سے یہ کام کیا تو وہ گنہگار ہوگا۔

اور اسی قسم میں زنا داخل ہے، یہ بھی کسی حال میں مباح نہیں ہے اور کسی مرد کے لیے زنا کرنے کی رخصت نہیں ہے خواہ اس کو اِکراہِ تام کے ساتھ دھمکایا جائے یا اِکراہِ ناقص کے ساتھ، اور اگر اس نے ایسا کیا تو وہ گنہگار ہوگا۔

(بدائع الصنائع ج ۱۰ ص ۱۰۳۔۱۰۹، ملخصاً وملتقطاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

۶۹۴۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أُسَامَةَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ اللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَالْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَابْعَثْ عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از خالد بن یزید از سعید بن ابی ہلال از ہلال بن اسامہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے ان کو خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کرتے تھے: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اور سلمہ بن ہشام کو نجات دے اور ولید بن الولید کو نجات دے، اے اللہ! کمزور مومنین کو نجات دے، اے اللہ! مضر پر اپنی گرفت کو سخت کر دے اور ان پر ایسے سات سال مسلط فرما جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال مسلط فرمائے تھے۔

(صحیح البخاری: ۸۰۴، صحیح مسلم: ۶۷۵، سنن نسائی: ۱۰۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۴، مسند احمد: ۷۲۱۹، سنن دارمی: ۱۵۹۵)

صحیح البخاری ۶۹۴۰: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس باب کا عنوان ہے ''اِکراہ'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کے حق میں دعا فرمائی جو مکہ میں مجبور کر دیئے گئے تھے اور مُکرَہ تھے اور ان کا مدینہ کی طرف ہجرت کر کے آنا دشوار تھا، اور وہ کمزور مومنین میں سے تھے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں خالد بن یزید کا ذکر ہے، یہ الجمحی السکندرانی الفقیہ ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں سعید بن ابی ہلال کا ذکر ہے، یہ اللیثی المدنی ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں ہلال بن اسامہ کا ذکر ہے، یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں جن کا نام ہلال بن علی ہے اور ان کو ہلال بن ابی میمونہ بھی کہا جاتا ہے، اور ہلال بن ابی ہلال بھی کہا جاتا ہے۔

یہ حدیث کتاب الاستسقاء میں از قتیبہ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی الصلوٰۃ" صلوٰۃ سے مراد قنوت ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعاء قنوت میں کمزور مسلمانوں کے حق میں دعا فرماتے تھے اور ظالموں کے خلاف دعا کرتے تھے۔اور اس حدیث میں ظالموں کے خلاف دعا کرنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عیاش بن ابی ربیعہ" یہ بنو مخزوم سے ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "سلمہ بن ہشام" یہ ابو جہل کے بھائی ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "ولید بن الولید" یہ ابو جہل کے چچازاد بھائی ہیں۔

اس کے بعد کمزور مومنین کا ذکر ہے، یہ خاص کے بعد عام کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وطاتک" "الوطأۃ" کا معنی ہے: قدموں سے روندنا، اور اس سے مجازاً قہر اور شدت مراد ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "علی مضر" "مضر قریش کا باپ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو فرماتے "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد" پھر چند لوگوں کا نام لے کر دعا فرماتے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے اور اہل المشرق ان دنوں قبیلہ مضر سے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے۔

اور اس حدیث کا تعلق اکراہ کے ساتھ اس طرح ہے کہ یہ لوگ مکہ میں مشرکین کے ساتھ رہنے پر مجبور کر دیئے گئے تھے، کیونکہ یہ کمزور لوگ تھے اور کمزور لوگ ہی مُکرَہ ہوتے ہیں۔اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ کفر پر مجبور کرنا اگر کفر ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا نہ فرماتے حالانکہ آپ نے ان کو مومنین فرمایا۔(فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی شرح پر مصنف کا مواخذہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی یہ شرح صحیح نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں جن مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دعا فرمائی یعنی حضرت عیاش بن ابی ربیعہ، حضرت سلمہ بن ہشام اور حضرت ولید بن الولید رضی اللہ عنہم، یہ لوگ کافر نہیں تھے بلکہ مسلمان اور صحابہ تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مومنین فرمایا ہے، اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ کفر پر مجبور کرنا اگر کفر ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا نہ فرماتے، بلکہ یوں لکھنا چاہیے تھا کہ مجبوری کی وجہ سے کفار کے ساتھ رہنا اور کفار کے علاقہ سے نہ نکلنا اگر کفر ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا نہ فرماتے، کیونکہ یہ صحابہ کفار کے مجبور کرنے کی وجہ سے مکہ سے نہیں نکلے تھے اور یہی اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت ہے، کیونکہ باب میں مجبور مسلمانوں کا بھی ذکر ہے اور کمزور مسلمانوں کا بھی ذکر ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۰، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ولید نام رکھنے کا جواز

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ولید یا الولید نام رکھنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو متغیر نہیں کیا، اور اگر یہ نام رکھنا حرام ہوتا تو آپ اس کو تبدیل کر دیتے جیسے آپ نے برہ کا نام تبدیل کر کے زینب رکھ دیا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ولید فرعون کا نام تھا جس کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا، کہا جاتا ہے کہ اس کا نام الولید بن معصب بن الرجال تھا، اور میرے نزدیک یہ بعید ہے، کیونکہ یہ کلمات، کلماتِ عربیہ ہیں اور یہ بعید ہے کہ فرعون کا نام عربی لفظ ہو حالانکہ وہ قبطی تھا اور ولید اسماء عربیہ میں سے ہے، لیکن بہر حال لوگوں نے اسی طرح کہا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۸۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۔ بَابُ: مَنِ اخْتَارَ الضَّرْبَ وَالْقَتْلَ وَالْهَوَانَ عَلَى الْكُفْرِ

جس شخص نے کفر پر مار کھانے، قتل کیے جانے اور ذلت کو اختیار کر لیا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی شرح میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا تو اس نے کلمۂ کفر کہنے پر مار کھانے اور قتل کیے جانے اور ذلت اور رسوائی کو اختیار کر لیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ الطَّائِفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب الطائفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابو قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین خصلتیں جس شخص میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَلْمَرْءَ لَا یُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ یَّكْرَهَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْكُفْرِ كَمَا یَكْرَهُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ۔

ہوں وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا: یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں، اور یہ کہ وہ مرد جس سے بھی محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے محبت کرے، اور یہ کہ اس شخص کے نزدیک کفر میں لوٹنا ایسا ناپسند ہو جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری:۱۶، ۲۱، ۶۰۴۱، ۶۹۴۱، صحیح مسلم: ۴۳، سنن ترمذی: ۲۶۲۴، سنن نسائی: ۴۹۸۹، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۳، مسند احمد: ۱۱۵۹۱)

صحیح البخاری ۶۹۴۱: کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے کہ کفر اور آگ میں داخل ہونا دونوں برابر ہیں، اور قتل کیے جانا اور مار کھانا اور ذلت مومن کے نزدیک آگ میں داخل ہونے سے زیادہ آسان ہے، لہٰذا جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے کہ کلمہ کفر کہو ورنہ ہم تم کو ماریں گے یا قتل کریں گے یا ذلیل کریں گے تو وہ مار کو اور قتل کیے جانے اور ذلت ورسوائی کو کلمہ کفر کہنے پر ترجیح دے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوہاب، یہ ابن عبدالمجید الثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، اور یہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقلابہ، یہ عبداللہ بن زید الجرمی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان میں باب حلاوۃ الایمان میں اسی سند کے ساتھ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ثلاث" اس سے مراد ہے تین خصلتیں۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ ایک شخص نے خطبہ میں کہا: "جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی تو وہ گمراہ ہو گیا" تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ برا خطیب ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کر دیا اور کہا: جس نے ان کی نافرمانی کی، حالانکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بھی اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کیا ہے اور فرمایا کہ "اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہیں"۔

علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو برا خطیب اس لیے فرمایا کہ اس نے خطبہ میں ایسا کہا اور خطبہ اختصار کا محل نہیں ہوتا۔ اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ اللہ اور اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کریں اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۴۸۔۱۴۹)

صحیح البخاری: ۶۹۴۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کفر پر مجبور کرنے اور حرام کاموں پر مجبور کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس مسلمان کو کفر پر مجبور کیا گیا اور کہا گیا کہ کلمہ کفر کہو ورنہ ہم تم کو قتل کر دیں گے، سو اس نے قتل کیے جانے کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو اس سے زیادہ اجر ملے گا جو اس صورت میں رخصت کو اختیار کرے اور زبان سے کلمہ کفر کہہ دے اور دل میں ایمان پر مطمئن رہے۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ جس کو کفر کے علاوہ کسی حرام کام پر مجبور کیا گیا، پس امام مالک کے اصحاب نے کہا: اس میں بھی شدت پر عمل کرے اور اس صورت میں قتل کیا جانا اور مار کھانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے افضل ہے کہ وہ رخصت پر عمل کرے، اس کا ابن حبیب مالکی اور سحنون مالکی نے ذکر کیا ہے۔

اور علامہ ابن سحنون نے از اہلِ عراق ذکر کیا ہے: جب کسی شخص کو یہ دھمکی دی گئی کہ وہ خمر پیئے یا خنزیر کھائے ورنہ وہ اس کو قتل کر دے گا یا اس کا کوئی عضو کاٹ دے گا یا اس پر کوئی ایسی ضرب لگائے گا جس سے وہ ضائع ہو جائے گا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ان حرام کاموں کو کر کے اپنی جان کو بچائے حتیٰ کہ اگر اس کو قتل کر دیا گیا تو وہ گنہگار ہوگا اور وہ اس شخص کی طرح ہے جو مردار کھانے یا خمر پینے کی طرف شدید بھوک کی حالت میں مجبور ہو جائے اور وہ اللہ کے احکام سے بغاوت کرنے والا اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو جب کہ اسے یہ خوف ہو کہ اگر اس نے خنزیر نہیں کھایا یا خمر نہیں پی تو وہ مر جائے گا۔

اور علامہ مسروق نے کہا ہے: جو شخص ان چیزوں کے کھانے کی طرف مجبور کر دیا جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، پھر وہ نہ کھائے اور نہ پیئے حتیٰ کہ مر جائے تو وہ شخص دوزخ میں داخل ہوگا، اور انہوں نے کہا کہ جب حرام کام کے نہ کرنے پر جان سے مارنے کی دھمکی دی جائے تو یہ کفر کے اور قتلِ مسلم کے مشابہ نہیں ہے، کیونکہ اگر اس کو کلمہ کفر کہنے پر جان سے مارنے کی دھمکی دی جائے تو اس کے لیے رخصت ہے کہ کلمہ کفر کہے اور جان بچائے، اور کلمہ کفر کہنے کو ترک کرنا افضل ہے۔

اور علامہ سحنون نے کہا ہے: جب اس نے خمر کو نہیں پیا اور خنزیر کو نہیں کھایا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا گیا تو اس کو عظیم اجر ملے گا جیسا کہ کفر پر مجبور کرنے کی صورت میں ملتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اکراہ کی حالت میں اس کے لیے کفر کو مباح کر دیا ہے اور مردار اور خون کو شدید بھوک کی حالت میں اس کے لیے مباح کر دیا ہے۔

اور اس پر اجماع ہے کہ کلماتِ کفر کہنے میں اس کے لیے رخصت کو ترک کرنا جائز ہے، اسی طرح جب وہ مردار کو کھانے اور خنزیر کے کھانے میں رخصت کو ترک کرے گا تو وہ بھی جائز ہوگا اور وہ اپنی جان کو ہلاک کرنے میں مددگار نہیں ہے۔

فقہاء مالکیہ کا فقہاء احناف پر اعتراض

اکراہ کی بحث میں فقہاء احناف کا قول متناقض ہے، کیونکہ انہوں نے مُکرَہ کے مسئلہ میں ہماری طرح یہ کہا ہے کہ جس شخص کو یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دھمکی دی جائے کہ وہ فلاں شخص کا مال لے کر فلاں کو دے دے ورنہ اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائے گا یا اس کو قتل کر دیا جائے گا تو فقہاء احناف کہتے ہیں: اس کے لیے اس میں گنجائش ہے کہ وہ فلاں شخص کا مال لے کر دوسرے شخص کو دے دے، کیونکہ وہ اس شخص کی طرح ہو گیا ہے جو شدید بھوک کی وجہ سے مُردار کھانے پر مجبور ہو، اور جس کا مال اس نے لیا ہے اس کا ضامن مُکرِہ ہوگا، اور مُکرَہ یعنی جس کو مجبور کیا گیا ہے اس پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ اور اگر اس نے دوسرے کا مال لینے سے انکار کیا حتیٰ کہ مُکرِہ نے اس کو قتل کر دیا تو فقہاء احناف نے کہا: ہمارے نزدیک اس کے انکار کرنے کی گنجائش ہے، پس فقہاء احناف پر یہ اعتراض ہوگا کہ مسلمان کے مال کو تم نے جبر و اکراہ کی وجہ سے حلال کر دیا ہے، پس تم اس کو کیوں نہیں جائز قرار دیتے کہ جب کسی مسلمان کو مُردار کھانے پر مجبور کیا جائے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا تو اس کے لیے مُردار کے کھانے کو ترک کرنا جائز ہو جیسا کہ تم جبر و اکراہ کی صورت میں مسلمان کا مال لینے کو قتل کی دھمکی کی وجہ سے جائز قرار دیتے ہو؟ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں: کسی مسلمان کا مال بھی ناجائز طریقہ سے کھانا ممنوع ہے لیکن مردار کا کھانا اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ ممنوع ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کے استدلال پر علامہ ابن التین کا اعتراض اور اس کا جواب

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس طرح اِکراہ کی صورت میں کلمۂ کفر کہنے کے بجائے قتل کیے جانے کو اختیار کرنا زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے، اسی طرح جب کسی حرام کام کے کرنے پر مار، قتل اور ذلت کی دھمکی دی جائے تو اس حرام کام کو کرنے کے بجائے مار، قتل اور ذلت کو اختیار کرنا زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔

اور علامہ ابن التین نے اس استدلال پر یہ تعاقب کیا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کُفر کے مقابلہ میں قتل کو اختیار کرنا راجح ہے، اور یہ دلیل اس کے خلاف حجت ہوتی جو یہ کہتا کہ کلماتِ کفر کو بولنا قتل پر صبر کرنے سے زیادہ اولیٰ ہے۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے کہ ایک قوم نے کلماتِ کفر بولنے کے مقابلہ میں قتل کیے جانے کو اختیار کرنے سے منع کیا ہے اور ان کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (النساء:۲۹) اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔

اور اس آیت میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ (النساء:۳۰) اور جو شخص زیادتی اور ظلم کی بناء پر ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اس کو (دوزخ کی) آگ میں داخل کر دیں گے، اور یہ اللہ پر آسان ہے O

پس اللہ تعالیٰ نے النساء:۲۹ کو النساء:۳۰ کے ساتھ مقید کیا ہے، اور جو شخص اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہلاک کرتا ہے وہ نہ ظالم ہے اور نہ حد سے بڑھنے والا ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ جہاد میں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنا جائز ہے۔ اور یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابن التین کے ذکر کردہ اتفاق مذکور کے خلاف ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۱۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۹۴۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ سَمِعْتُ قَيْسًا سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنَّ عُمَرَ مُوثِقِي عَلَى الْإِسْلَامِ وَلَوِ انْقَضَّ أُحُدٌ مِمَّا فَعَلْتُمْ بِعُثْمَانَ كَانَ مَحْقُوقًا أَنْ يَنْقَضَّ۔

(صحیح البخاری: ۳۸۶۲، ۳۸۶۷، ۶۹۴۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی از اسماعیل، انہوں نے کہا: میں نے قیس سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن زید کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے مجھے اسلام لانے کے جرم میں باندھ رکھا تھا اور تم لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر اگر احد پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا تو یہ اس کا حق تھا کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

صحیح البخاری: ۶۹۴۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قاتلینِ عثمان کے مطالبہ کو پورا کرنے کے بجائے اس کو اختیار کیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے، لہٰذا کفر کے مقابلہ میں ان کا قتل کو اختیار کرنا بطریق اولیٰ ہوگا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سعید بن سلیمان کا ذکر ہے، یہ الواسطی ہیں، انہوں نے بغداد میں رہائش اختیار کی اور ان کا لقب سعدویہ تھا۔ اور اس حدیث کی سند میں عبّاد کا ذکر ہے، یہ ابن العوام الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن ابی خالد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں قیس کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حازم ہیں۔ اور حضرت سعید بن زید کا ذکر ہے، وہ ابن عمرو بن نفیل ہیں اور وہ عمر بن خطاب بن نفیل کے چچا زاد ہیں۔

یہ حدیث حضرت سعید بن زید کے اسلام لانے کے باب میں گزر چکی ہے اور وہاں اس طرح مذکور ہے کہ اسماعیل بن قیس نے کہا کہ میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے مسجدِ کوفہ میں سنا وہ کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم! میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور بے شک عمر مجھے اسلام لانے کے جرم میں باندھے ہوئے تھے، یہ عمر کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے، اور اگر پہاڑ احد اس سلوک سے ریزہ ریزہ ہو جاتا جو تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے حق تھا کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لقد رایتنی" یعنی میں نے اپنے نفس کو دیکھا، اور یہ افعال القلوب کے خصائص میں سے ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "ان عمر" یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "موثقی" یہ الوثاق سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: وہ مجھے رسی سے باندھنے والے تھے یا جس چیز کے ساتھ قیدی کو باندھا جاتا ہے اس سے باندھنے والے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولو انقض" یہ لفظ الانقضاض سے ماخوذ ہے جس کا معنی پھٹنا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اُحُد" (الف اور حاء دونوں پر پیش ہے) اور یہ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مما فعلتم" یعنی اس سلوک کی وجہ سے جو تم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا، کہ تم نے ان کی مخالفت کی اور ان کی اطاعت سے خروج کیا حالانکہ وہ امیر المومنین تھے، پھر تم نے ان کو ان کے مکان میں قید کر دیا، پھر تم نے ان کو ظلم اور سرکشی سے قتل کر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "محقوقا" اس کا معنی ہے: لائق ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان ینقض" یعنی اگر احد پہاڑ اس وجہ سے ریزہ ریزہ ہو جاتا تو یہ اس کے لائق تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ جامع مطابقت

کیونکہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، ان دونوں نے ذلت کو کفر پر اختیار کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو مارتے تھے کہ وہ دینِ اسلام کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر کریں، لیکن انہوں نے مار کھانے اور ذلت کو کفر کے مقابلہ میں ترجیح دی، اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا: اور یہ اس سے ماخوذ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے قتل کیے جانے کو اس پر اختیار کیا جو ان کے قاتلین چاہتے تھے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل کیے جانے کو کفر پر اختیار کرنا بطریقِ اولیٰ ہوگا۔ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام فاطمہ بنت الخطاب ہے، اور یہ وہ پہلی خاتون ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لائی تھیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے پہلے حضرت ام الفضل جو حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی بیوی تھیں وہ اسلام لائی تھیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۱۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۹۴۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْنَا أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلَا تَدْعُو لَنَا فَقَالَ قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهَا فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُجْعَلُ نِصْفَيْنِ وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل، انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی از حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور آپ اس وقت کعبہ کے صحن میں اپنی چادر پر بیٹھے ہوئے تھے، پس ہم نے عرض کیا: کیا آپ ہمارے لیے مدد نہیں طلب کرتے؟ کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نَحْمِهِ وَعَظْمِهِ فَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَاللّٰهِ لَيَتِمَّنَّ هٰذَا الْأَمْرُ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ وَالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهِ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔

فرماتے؟ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ تھے ان میں سے کسی مرد کو پکڑا جاتا اور اس کے لیے زمین کھودی جاتی، پھر اس کو زمین میں رکھ دیا جاتا، پھر آری لائی جاتی اور اس کے سر پر رکھی جاتی، پھر اس مرد کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے اور اس کے گوشت اور ہڈی کے درمیان لوہے کی کنگھی کی جاتی، پس یہ ظلم بھی اس کو اپنے دین سے نہیں پھیرتا تھا، اللہ کی قسم! یہ دین ضرور مکمل ہوگا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ اور بھیڑیا اپنی بکریوں کا محافظ ہوگا لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۶۱۲، ۳۸۵۲، ۶۹۴۳، سنن ابوداؤد: ۲۶۴۹، مسند احمد: ۲۰۵۶۸)

صحیح البخاری: ۶۹۴۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں اس بات کی دلالت ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ کفار کے خلاف دعا کریں، کیونکہ حضرت خباب اور ان کے اصحاب پر کفار قہر کرتے تھے اور ان کو ایذاء پہنچاتے تھے جیسے وہ ان کو ان کاموں پر مجبور کرتے ہوں جن کا وہ ارادہ نہیں کرتے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں اسماعیل کا ذکر ہے، وہ ابن ابی خالد ہیں۔ اور قیس کا ذکر ہے، وہ ابن ابی حازم ہیں جن کا عنقریب ذکر کیا گیا ہے۔ اور لفظ خَبَّاب میں خاء پر زبر ہے اور باء پر تشدید ہے، یہ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث باب ''علامات نبوت'' میں از محمد بن المثنی گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''بردۃ لہ'' بردۃ کا معنی ہے: سیاہ چوکور چادر۔

علامہ عینی کا علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شروح پر تبصرہ

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خباب اور ان کے اصحاب کی درخواست کے موافق کفار کے خلاف دعا نہیں کی، جب کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ''اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ'' (المؤمن: ۶۰) (تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرماؤں گا)، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کو معلوم تھا کہ ان مسلمانوں پر یہ مصائب نازل ہوں گے اور یہ ان کی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے، اور یہ صبر کریں گے تو ان کو اجر دیا جائے گا۔ اور رہے غیر انبیاء علیہم السلام یعنی عام مسلمان تو ان پر واجب ہے کہ ہر نازل ہونے والی مصیبت پر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، کیونکہ عام مسلمانوں کو تقدیر پر اور امور غیب پر وہ اطلاع نہیں ہوتی جو نبی ﷺ کو اطلاع ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا نہیں کی بلکہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کے لیے دعا کی ہو۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ بعید احتمال ہے، کیونکہ اگر نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا کی ہوتی تو پھر آپ یہ نہ فرماتے کہ ''تم سے پہلے لوگوں پر تو اس سے زیادہ مصائب آتے تھے، ان کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا، پھر ان کو زمین میں رکھ دیا جاتا، پھر ان کے سر پر آری رکھ کر ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے۔۔۔ الخ'' اور رسول اللہ ﷺ نے ان کلمات سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کو تسلی دی ہے اور ان کو صبر کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے تا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی تقدیر کے لکھے کو پورا کرے۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ نبی ﷺ نے جو فرمایا ''لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو'' اس میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ آپ نے ان کے لیے دعا کی۔

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ کلام اس پر نہیں دلالت کرتا کہ آپ نے حضرت خباب اور ان کے اصحاب کے لیے دعا کی تھی، بلکہ یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دنیا میں دعا کے قبول ہونے کی طرف جلدی کرتے ہیں جب کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ جلدی کو اس وقت میں ترک کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مِن صنعاء'' یہ یمن کا ایک بڑا شہر ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرموت'' یہ بھی یمن کا شہر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۰۔۱۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام مالک کے قول کی تقویت

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں امام مالک کے اصحاب کی دلیل ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ امتوں کی صفت کو بیان کیا ہے کہ ان کے گوشت میں لوہے کی کنگھی کی جاتی اور آری سے ان کے سر کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے اور وہ لوگ ان سختیوں کو برداشت کرتے تھے اور اللہ کی رضا کے لیے ان مصائب پر صبر کرتے تھے اور ظاہراً کفر کر کے اور باطن میں ایمان کو چھپا کر اپنی جانوں سے عذاب کو دور نہیں کرتے تھے۔ یعنی ان کو کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا جاتا اور انہیں عذاب دیا جاتا لیکن اس کے باوجود وہ کلمہ کفر نہیں کہتے تھے اور اللہ کی رضا کے لیے کفار کے دیے ہوئے عذاب کو برداشت کرتے تھے، سو رسول اللہ ﷺ نے ان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی تحسین فرمائی۔

علامہ المہلب نے کہا ہے: بعض لوگوں نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (النساء:۲۹) اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے O

اور اس آیت میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ (النساء:۳۰) اور جو شخص زیادتی اور ظلم کی بناء پر ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اس کو (دوزخ کی) آگ میں داخل کر دیں گے، اور یہ اللہ پر آسان ہے O

پس اللہ تعالیٰ نے النساء:۲۹ کو النساء:۳۰ کے ساتھ مقید کیا ہے، اور جو شخص اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہلاک کرتا ہے وہ نہ ظالم ہے اور نہ حد سے بڑھنے والا ہے۔

اور جس شخص نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہلاک کر دیا وہ حد سے بڑھنے والا اور ظلم کرنے والا نہیں ہے، اور اگر ایسا ہوتا جیسا کہ ان معترضین نے کہا ہے تو کسی شخص کے لیے جہاد کے وقت اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جائز نہ ہوتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ دو کافر مردوں سے مقابلہ کرے اور ان کو للکارے، اور اس میں ہلاکت میں ڈالنا زیادہ ظاہر ہے، اور جو مسلمان دو کافروں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے بھاگا، اس نے بہت بڑی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے درپے ہوا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ان کافروں سے کافی ہو جائے یعنی مکہ میں جو کفار ان پر ظلم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں ان کی مدد کرے، حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مسلمانوں کے ہجرت کرنے سے پہلے کہا تھا۔

حدیث مذکور کی فقہ

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا "اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔۔۔ (المومن:۶۰)" (تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا)۔ اور نیز اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

فَلَوْلَآ اِذْ جَاۗءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الانعام:۴۳) تو جب ان کے پاس تنگی کا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ گڑگڑا کر دعا کی لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا O

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ان صحابہ کے لیے ان مصائب اور آزمائشوں کو مقدر کر دیا ہے تاکہ وہ ان مصائب پر صبر کریں اور ان کو ان کے صبر کے اوپر اجر دیا جائے، جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے متبعین جب مصائب پر اور آزمائشوں پر صبر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے صبر پر انہیں اجر عطا فرماتا ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی مدد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرماتا ہے اور ان کی تائید فرماتا ہے اور انہیں کامیابی عطا فرماتا ہے اور ان کو عظیم اجر عطا فرماتا ہے۔

رہے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ عام مسلمان، تو ان پر واجب ہے کہ ان پر جو بھی مصیبت نازل ہو وہ اللہ تعالیٰ سے اس مصیبت کے زائل کرنے کے لیے دعا کریں، کیونکہ ان کو غیب کا علم نہیں ہے، اور دعا کرنا سب سے افضل عبادت ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو وہ تین خصلتوں سے خالی نہیں ہے: یا تو اس کی وہ دعا قبول ہو جاتی ہے، یا اس دعا کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اسے کوئی اور نعمت عطا فرما دیتا ہے، اور یا اس دعا کے پوری نہ ہونے پر جب بندہ صبر کرتا ہے تو آخرت میں اس کو اجرِ جزیل عطا فرماتا ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۔ بَابٌ: فِي بَيْعِ الْمُكْرَهِ وَنَحْوِهِ فِي الْحَقِّ وَغَيْرِهِ

مکرہ یا اس کی مثل مجبور شخص کی اپنے حق وغیرہ کی بیع کرنے کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مُکرَہ یعنی جس شخص کو کسی کام پر مجبور کیا گیا ہو یا اس کی مثل کوئی اور مجبور شخص ہو تو اس کے مالی حق کی بیع کا بیان کیا گیا ہے، اور امام بخاری نے عنوان میں وغیرہ کہا ہے یعنی مالی حق کے علاوہ کوئی اور چیز ہو۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حقِ مالی سے مراد یہود کو جلاوطن کرنا ہے، اور ''وغیرہ'' سے مراد جنایات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَنَادَاهُمْ يَا مَعْشَرَ يَهُودَ أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا فَقَالُوا قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ ذَلِكَ أُرِيدُ ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ فَقَالُوا قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ ثُمَّ قَالَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ وَإِلَّا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم مسجد میں تھے اس وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، پس آپ نے فرمایا: یہود کی طرف چلو، پس ہم آپ کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ ہم بیت المدراس پر پہنچے، پس نبی ﷺ وہاں کھڑے ہو گئے اور آپ نے یہودیوں کو نداء کی: اے یہود کی جماعت! اسلام قبول کر لو تم سلامت رہو گے، یہودیوں نے کہا: اے ابو القاسم! آپ نے تبلیغ کر دی ہے، آپ نے فرمایا: میں یہی ارادہ کرتا ہوں، پھر آپ نے دوبارہ فرمایا: پس انہوں نے کہا: اے ابو القاسم! آپ نے تبلیغ کر دی ہے، پھر آپ نے تیسری بار کہا پس فرمایا: جان لو کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زمین اللہ کی اور اس کے رسول کی ملکیت ہے اور میں تم کو جلا وطن کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، پس تم میں سے جو شخص اپنے مال کو پائے وہ اس کو فروخت کر دے، ورنہ تم جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے۔

(صحیح البخاری:۳۱۶۷، ۶۹۴۴، ۷۳۴۸، صحیح مسلم:۱۷۶۵، سنن ابوداؤد:۳۰۰۳، مسند احمد:۹۵۱۷)

صحیح البخاری:۶۹۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہاں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث مجبور کی بیع کے مشابہ ہے، پس جس شخص کو کسی چیز کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے، یہ وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کو فروخت کرنا چاہے یا نہ کرنا چاہے، اور یہود اپنے اموال پر حریص تھے، سو انہوں نے ان اموال کے فروخت کرنے کو اختیار کیا، پس وہ اس طرح ہو گئے جیسا کہ وہ اپنے اموال کو فروخت کرنے پر مجبور ہو گئے ہوں، جیسے کوئی شخص دیوالیہ ہو جائے اور قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے کے لیے اس کے پاس مال نہ ہو تو وہ اپنے مال کو فروخت کرنے پر مجبور ہوتا ہے، سو یہ جائز ہے۔ اور اگر اس کو اس کے اموال کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔

اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگر شریعت کی طرف سے ان کے لیے اپنے مال کو فروخت کرنے کو لازم قرار دیا گیا ہو تو یہ جائز ہے۔ علاوہ ازیں ہم نے ذکر کیا ہے کہ عنوان میں جو مذکور ہے "بیع المکرہ ونحوہ" اس سے مراد ہے: جو شخص کسی چیز کو فروخت کرنے پر مجبور ہو گیا ہو۔

اور یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ عنوان میں "بالحق وغیرہ" کا ذکر ہے اور حدیث میں صرف پہلی شق کا ذکر ہے۔

اس کا یہ جواب ہے کہ حق سے مراد قرض ہے اور "غیرہ" سے مراد وہ چیز ہے جس کو فروخت کرنا لازم ہے، کیونکہ یہود کو اس پر مجبور کیا گیا تھا کہ وہ اپنے اموال کو فروخت کر دیں اور ان پر کوئی قرض نہیں تھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد العزیز بن عبد اللہ، یہ ابن یحییٰ الاویسی المدنی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اللیث، یہ ابن سعد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از سعید المقبری از والد خود، اس سے مراد کیسان ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث "کتاب الجزیہ" میں از عبد اللہ بن یوسف گزر چکی ہے، اور عنقریب کتاب الاعتصام میں از قتیبہ آئے گی۔ اور امام مسلم نے اس حدیث کی کتاب المغازی میں روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے کتاب الخراج میں اور امام نسائی نے کتاب السیر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بیت المدراس" یہ لفظ مفعال کے وزن پر ہے اور اسمِ آلہ کا صیغہ ہے، اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر یہود تورات کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "للّٰہ ورسولہ" یعنی یہ زمین حقیقۃً اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے، کیونکہ اس زمین کے لیے مسلمانوں نے اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کو نہیں دوڑایا ہے۔ اور دوسروں نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ حکم اللہ کے لیے ہے، کیونکہ وہ مالک ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنے والے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اجلیکم" یہ لفظ الاجلاء سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: کسی کو کسی علاقہ سے نکالنا اور جلاوطن کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۱۔ ۱۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۴۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مُکرَہ کی ناحق بیع کا عدم جواز اور جب اس پر کسی کا حق واجب ہو تو اس کی جبراً بیع کا جواز

ہمارے نزدیک مُکرَہ کی جو بیع ناحق ہو وہ باطل ہے، اس کے برخلاف جب مُکرَہ کو کسی حق کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے مثلاً جب اس پر قرض ہو اور اس کو قرض کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے اور مُکرَہ اس قرض کو ادا کرنے سے انکار کرے تو پھر حاکم کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کی کسی چیز کو فروخت کردے، اور حاکم کے لیے جائز ہے کہ اس کو اس چیز کے فروخت کرنے پر مجبور کرے۔

اور اسی طرح المہلب المالکی المتوفی ۴۵۳ھ نے کہا ہے: جب مُکرَہ پر کوئی حق واجب ہو اور پھر اس کی کسی چیز کو جبراً فروخت کردیا جائے تو یہ بیع جائز ہے اور نافذ ہو جائے گی اور فقہاء کے نزدیک اس میں رجوع نہیں ہے، کیونکہ مُکرَہ پر یہ لازم تھا کہ وہ جس کا حق ہے اس کو بغیر بیع کے ادا کردے، پس جب اس نے کسی کا حق ادا نہیں کیا تو پھر اس کی کسی چیز کو فروخت کر کے حق دار کو حق دینا اس پر لازم ہوگا۔

اور باب میں مذکور حدیث سے اس مسئلہ پر استدلال اس طرح ہے کہ شارع علیہ السلام کا یہود کو خیبر کی زمین سے نکالنا ان کا حق تھا، کیونکہ شارع علیہ السلام نے یہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال کے فروخت کرنے کو مباح کردیا تو ان کے اموال کو فروخت کرنا جائز ہے، کیونکہ ان کے اموال کے فروخت کرنے پر بیع میں جبر اور اکراہ نہیں ہوا۔ اور یہ بیع اس وجہ سے ہوئی کہ اُن پر ایک حق لازم تھا کہ وہ اس علاقہ سے نکل جاتے، اور جس کے اوپر کوئی حق واجب ہو، اس کی بیع جائز ہوتی ہے لیکن مُکرَہ کی چیزوں کو ظلماً اور قہراً فروخت کرنا یہ جائز نہیں ہے۔ محمد بن سحنون نے کہا ہے: ہمارے اصحاب کا اور اہلِ عراق کا اس پر اجماع ہے کہ ظلم اور زیادتی کے ساتھ مُکرَہ کے اموال کی بیع کرنا جائز نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ الخطابی نے کہا ہے: امام بخاری نے اس حدیث سے مُکرَہ کی بیع کے جواز پر استدلال کیا ہے اور مُکرَہ وہ شخص ہوتا ہے جس کو اس چیز کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے جس کو وہ فروخت کرنے کا ارادہ نہیں کرتا، انہوں نے کہا: اور یہود اگر اپنی زمین کو فروخت نہ کرتے تو ان کو اس کی فروخت پر مجبور نہ کیا جاتا، لیکن انہوں نے اپنے اموال پر بُخل کیا اور ان کے فروخت کرنے کو اختیار کیا گویا کہ وہ اپنے اموال کی بیع پر مجبور ہو گئے جیسا کہ کسی شخص کے اوپر قرض ہو تو وہ قرض کی ادائیگی کے لیے اپنے مال کے فروخت کرنے پر مجبور ہو جائے تو اس کی یہ بیع جائز ہوگی، اور اگر اس پر جبر کیا جائے تو پھر یہ بیع جائز نہیں ہوگی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۳۱۔ ۳۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۔ بَابٌ: لَا يَجُوزُ نِكَاحُ الْمُكْرَهِ

جبراً نکاح کے عدمِ جواز کا بیان

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ (النور: ۳۳)

اور تمہاری باندیاں اگر پاک دامن رہنا چاہیں تو ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو تاکہ تم دنیا کی زندگی کا فائدہ طلب کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اس کے جبر کے بعد اللہ (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جبراً کسی کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے: میں نہیں جانتا کہ امام بخاری نے اس آیت کو اس باب میں کس وجہ سے داخل کیا ہے، پھر انہوں نے اس کا تدارک اس طرح کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کاموں میں جبر کرنے سے منع فرمایا ہے جو حلال نہیں ہیں (یعنی جبراً بدکاری کرنے میں) تو جو کام حلال ہیں ان میں جبر کرنا بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

علامہ الثعلبی نے کہا: یہ آیت عبداللہ بن ابی المنافق کی دو پڑوسنوں معاذۃ اور مسیکۃ کے متعلق نازل ہوئی ہے، عبداللہ بن ابی ان دونوں کو زنا پر مجبور کرتا تھا اور اجرت لے کر ان سے بدکاری کراتا تھا، اور زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح کرتے تھے، وہ اجرت لے کر اپنی باندیوں سے زنا کراتے تھے، پھر جب اسلام کا ظہور ہوا تو معاذہ نے مسیکہ سے کہا کہ یہ کام جو ہم کر رہے ہیں دو صورتوں سے خالی نہیں ہے، اگر اس کام میں خیر ہے تو ہم نے اس سے بہت خیر حاصل کر لی، اور اگر یہ کام برا ہے تو اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اس کام کو چھوڑ دیں، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

اس آیت میں مذکور ہے "فتیٰتکم" یعنی تمہاری باندیاں، یہ لفظ فتاۃ کی جمع ہے۔

اس آیت میں مذکور ہے "علی البغاء" یعنی زنا پر۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ جب کوئی عورت زنا کرے تو کہا جاتا ہے "بغت المراۃ"۔

اس آیت میں مذکور ہے "اِن اَرَدْنَ" یعنی اگر وہ عورتیں پاک دامن رہنے کا ارادہ کریں۔ اور یہاں شرط کا معنی مراد نہیں ہے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیونکہ عورتوں کو زنا پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ زنا سے پاک رہنے کا ارادہ کریں یا نہ کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۵ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمُجَمِّعِ ابْنَيْ يَزِيدَ بْنِ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَرَدَّ نِكَاحَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعة نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از عبدالرحمٰن اور مجمع وہ دونوں یزید بن جاریہ الانصاری کے بیٹے ہیں، از خنساء بنت خذام الانصاریہ، وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا اور وہ اس وقت بیوہ تھیں، انہوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا، پس وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں، آپ نے ان کے نکاح کو مسترد کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۸، ۵۱۳۹، ۶۹۴۵، ۶۹۶۹، سنن نسائی: ۳۲۶۸، سنن ابوداؤد: ۲۱۰۲، مسند احمد: ۲۶۲۴۶، موطا امام مالک: ۱۱۳۵، سنن دارمی: ۲۱۹۲)

صحیح البخاری: ۶۹۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب مذکور کا عنوان ہے ”جبراً نکاح کی ممانعت“ اور حدیث میں بھی یہی ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن قَزَعة، اس لفظ میں قاف اور زاء پر زبر ہے، یہ حجازی ہیں اور امام بخاری ان سے حدیث روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن قاسم، جو اپنے والد القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مُجَمِّع، یہ اسم فاعل کے وزن پر ہے اور اس کا مصدر تجمیع ہے، یہ ابن زید بن جاریہ ہیں، حافظ ابوعمر نے کہا ہے کہ یزید بن جاریہ عبدالرحمٰن کے والد ہیں جو حجۃ الوداع کے خطبہ میں حاضر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے خنساء بنت خذام، یہ لفظ خنساء بنت خدام بھی مذکور ہے، ان کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے۔

یہ حدیث کتاب النکاح کے باب ”لا ینکح الاب وغیرہ البکر والثیبۃ الا برضاھا“ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

جبراً کیے ہوئے نکاح کے متعلق فقہاء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے ”وھی ثیب“ اسی طرح امام مالک کی روایت میں ہے محمد بن اسحاق نے از حجاج بن الصائب روایت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی از والد خود از جدہ خود خنساء بنت خذام، اور وہ بے نکاح تھیں تو ان کے والد نے بنو عوف کے کسی مرد سے ان کا نکاح کر دیا۔ الحدیث۔ اور محمد بن سحنون نے کہا: ہمارے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ جس مرد کا جبراً نکاح کیا گیا ہو یا جس عورت کا جبراً نکاح کیا گیا ہو، وہ نکاح باطل ہے۔ اور کہا ہے کہ اس مرد کا اس عورت کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ نکاح منعقد نہیں ہوا ہے۔

اور علامہ ابن القاسم مالکی نے کہا ہے: مکرَہ کو جس کام پر مجبور کیا گیا خواہ نکاح ہو یا طلاق ہو یا غلام آزاد کرنا ہو تو وہ لازم نہیں ہے اور محمد بن سحنون نے کہا ہے کہ اہلِ عراق نے مکرَہ کے نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَبِي عَمْرٍو هُوَ ذَكْوَانُ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ يُسْتَأْمَرُ النِّسَاءُ فِي أَبْضَاعِهِنَّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَإِنَّ الْبِكْرَ تُسْتَأْمَرُ فَتَسْتَحْيِي فَتَسْكُتُ قَالَ سُكَاتُهَا إِذْنُهَا۔

(صحیح مسلم: ۱۴۲۰، سنن نسائی: ۳۲۶۶، مسند احمد: ۲۳۶۶۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از ابی عمرو، اور وہ ذکوان ہیں، از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا عورتوں سے ان کے نکاح کے متعلق اجازت طلب کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے کہا: کنواری سے اجازت طلب کی جاتی ہے تو وہ حیاء کرتی ہے اور خاموش رہتی ہے، آپ نے فرمایا: اس کا خاموش رہنا اس کی اجازت ہے۔

صحیح البخاری: ۶۹۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "مکرَہ کا نکاح جائز نہیں ہے" اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ عورتوں سے ان کے نکاح کے متعلق اجازت طلب کی جائے، اس سے معلوم ہوا کہ ان کی اجازت کے بغیر ان کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دیا جائے تو یہ ایسا ہے جیسے مکرَہ کا نکاح کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں محمد بن یوسف کا ذکر ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ فریابی ہوں اور ان کے شیخ سفیان ثوری ہیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ البیکندی البخاری ہوں، اور ان کے شیخ سفیان بن عیینہ ہیں، اور یہ دونوں سفیان ابن جریج سے روایت کرنے میں مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج اور وہ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ہیں، لیکن ابو نعیم نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ حدیث الفریابی سے مروی ہے، کیونکہ جب سفیان کا ذکر مطلقاً کیا جائے اور ان کو منسوب نہ کیا جائے تو وہ سفیان ثوری ہوتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں، اور جب سفیان بن عیینہ کا ارادہ کیا جائے تو ان کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی مُلیکہ، یہ عبید اللہ بن عبد اللہ یا عبد الرحمٰن بن ابی ملیکہ ہیں اور ان کا نام زُہیر التیمی المکی الاحول ہے، یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں قاضی تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعمرو، ان کا نام ذکوان ہے، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے اور انہوں نے ان کو مدبّر کر دیا تھا، اور یہ حدیث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "تُستامر" یہ مجہول کا صیغہ ہے، یعنی عورتوں سے ان کے نکاح کے متعلق مشورہ لیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی ابضاعهن" علامہ کرمانی نے کہا یہ "بُضع" کی جمع ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ایسا نہیں ہے بلکہ یہ لفظ "بِضع" ہے اور اس کا معنی عورتوں کا نکاح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۳۔ ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۔ بَابٌ إِذَا أُكْرِهَ حَتَّى وَهَبَ عَبْدًا أَوْ بَاعَهُ لَمْ يَجُزْ

اس کا بیان کہ جب کسی شخص کو مجبور کیا گیا حتیٰ کہ اس نے غلام ہبہ کر دیا یا غلام کو فروخت کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے

وَبِهِ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ

اسی کے مطابق بعض لوگوں نے کہا ہے۔

فَإِنْ نَذَرَ الْمُشْتَرِي فِيهِ نَذْرًا فَهُوَ جَائِزٌ بِزَعْمِهِ

اور اگر خریدار نے نذر مانی تو وہ ان کے زعم میں جائز ہے۔

وَكَذَلِكَ إِنْ دَبَّرَهُ.

اور اسی طرح اگر خریدار نے مدبّر کیا تو وہ جائز ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کسی مرد کو اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ اپنا غلام کسی شخص کو ہبہ کر دے یا اس غلام کو فروخت کر دے تو یہ جائز نہیں ہے، یعنی نہ ہبہ جائز ہے اور نہ وہ فروخت جائز ہے اور غلام بدستور اس کی ملکیت میں باقی ہے۔

باب مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

بعض لوگوں نے اس حکم کے مطابق کہا کہ مُکرَہ کا اپنے غلام کو ہبہ کرنا اور اسی طرح مُکرَہ کا اپنے غلام کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر امام بخاری نے بعض لوگوں سے مراد فقہاء احناف لی ہے تو فقہاء احناف کا اس طرح مذہب نہیں ہے، کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ ایک شخص کو اس کے مال کے فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا یا کسی شخص کو اس مال کے ہبہ کرنے پر مجبور کیا گیا، یا اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ کسی شخص کے لیے ہزار روپے کا اقرار کرے یا اس کی مثل، پس اس نے اپنا مال فروخت کر دیا یا ہبہ کر دیا اور اقرار کر لیا، پھر بعد میں وہ اکراہ اور جبر زائل ہو گیا تو اس شخص کو اختیار ہے، اگر چاہے تو ان چیزوں کو اپنے حال پر جاری کر دے اور اگر چاہے تو ان عقود کو فسخ کر دے، کیونکہ عقد کے سبب سے ملکیت ثابت ہو گئی، کیونکہ وہ ملکیت اس کے اہل سے اور اس کے محل میں صادر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے مگر یہ کہ اس میں حلال ہونے کی شرط ہے، اور وہ یہ ہے کہ دونوں راضی ہوں، پس یہ ان عقود کی طرح ہو گیا جو شروط فاسدہ سے ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر اس نے اس میں کوئی تصرف کیا تو پھر اس عقد کے فسخ کرنے کو قبول نہیں کیا جائے گا مثلاً اس نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کر دیا تو اس کا یہ تصرف نافذ نہیں ہوگا اور اس پر اس کی قیمت لازم ہوگی۔ اور اگر وہ ان عقود کو جائز قرار دے تو پھر یہ جائز ہے کیونکہ باہمی رضامندی پائی گئی، اور بیع فاسد اس کے خلاف ہے، کیونکہ شریعت کے حق کی وجہ سے بیع فاسد ہوتی ہے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس دوسری تعلیق میں امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ اگر خریدار اس میں کوئی نذر مان لے تو یہ بعض لوگوں کے زعم میں جائز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام بخاری نے اس کلام سے ان بعض لوگوں پر طعن کا ارادہ کیا ہے اور ان کے کلام میں تناقض کو ثابت کیا ہے، کیونکہ ان بعض لوگوں نے کہا کہ اگر خریدار نے جس چیز کو خریدا ہے، اس چیز میں نذر مان لی تو یہ جائز ہے یعنی ان کے زعم میں یہ جائز ہے۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا ہے: اسی طرح اس نے اگر غلام کو مدبر کیا یعنی ان بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر خریدار نے مکرَہ سے جس غلام کو خریدا ہے اس کو مدبر کیا تو یہ جائز ہے، اور یہ امام بخاری کی طرف سے ان بعض لوگوں کے کلام میں تناقض کا بیان ہے (کیونکہ ان بعض لوگوں نے کہا کہ اگر کسی شخص نے مکرَہ سے کسی غلام کو خریدا تو یہ جائز نہیں ہے، پھر انہوں نے کہا کہ اگر خریدار نے اس غلام کو مدبر کر دیا تو یہ جائز ہے تو جب یہ بیع صحیح نہیں ہے تو اس بیع کے نتیجہ میں غلام کو مدبر کرنا کس طرح صحیح ہوگا؟)

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مشائخ نے بیان کیا ہے کہ امام بخاری کی اس عبارت میں بعض لوگوں سے مراد فقہاء احناف ہیں اور امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ یہ بیان کریں کہ ان بعض لوگوں کا کلام متناقض ہے، کیونکہ مکرَہ کی بیع آیا خریدار کی ملکیت کی طرف منتقل کرنے والی ہوگی یا نہیں؟ اگر وہ کہے کہ ہاں وہ خریدار کی ملکیت کی طرف منتقل کرنے والی ہوگی تو پھر خریدار کے تمام تصرفات صحیح ہوں گے اور نذر کے ساتھ اور مدبر کرنے کے ساتھ اس کی تخصیص صحیح نہیں ہوگی، اور اگر وہ کہیں کہ مکرَہ کی بیع خریدار کی طرف ملکیت کو منتقل کرنے کا سبب نہیں ہوگی تو پھر یہ دونوں تصرف ہی صحیح نہیں ہوں گے۔ اور اس میں ان کا اپنی رائے سے حکم لگانا ہے اور تخصیص کرنا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اولاً میں یہ کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا مذہب اس طرح نہیں ہے جس طرح امام بخاری نے زعم کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اور ثانیاً ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم ملکیت کے منتقل ہونے اور نہ ہونے میں اس تردید سے منع کرتے ہیں بلکہ خریدار کے لیے ملکیت ثابت ہو جائے گی کیونکہ اس عقد کا صدور اس کے اہل سے اس کے محل میں ہوا ہے، مگر یہ کہ اس میں حلال اور جائز ہونے کی شرط ہے اور وہ باہمی رضامندی ہے، پس یہ اس طرح ہو گیا جیسے اور شروط فاسدہ ہوتی ہیں حتیٰ کہ اگر اس نے اس میں کوئی تصرف کیا تو وہ اس کے فسخ کو قبول نہیں کرے گا، مثلاً اس نے غلام خریدنے کے بعد آزاد کر دیا یا مدبر کر دیا تو اس کا تصرف نافذ ہو جائے گا اور اس پر اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غلام کی قیمت دینی لازم ہوگی۔ اور اگر اس نے اس بیع کو جائز رکھا تو یہ بیع جائز ہوگی کیونکہ باہمی رضامندی پائی گئی ہے اور بیع فاسد اس کے خلاف ہے، کیونکہ بیع فاسد میں فساد شریعت کے حق کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۴۔۱۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ دَبَّرَ مَمْلُوكًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ قَالَ فَسَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ عَبْدًا قِبْطِيًّا مَاتَ عَامَ أَوَّلَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک مرد نے ایک غلام کو مدبر کر دیا اور اس مرد کے پاس اس غلام کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا، رسول اللہ ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو حضرت نعیم النحام نے اس غلام کو آٹھ سو درہم کے عوض خرید لیا، راوی نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ وہ غلام قبطی تھا اور پہلے سال فوت ہو گیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۱۴۱، ۲۲۳۰، ۲۳۲۱، ۲۴۰۳، ۲۴۱۵، ۲۵۳۴، ۶۷۱۶، ۶۹۴۷، ۷۱۸۶، صحیح مسلم: ۹۹۷، سنن ترمذی: ۱۲۱۹، سنن نسائی: ۴۶۵۳، سنن ابوداؤد: ۳۹۵۷، مسند احمد: ۱۴۱۷۹، سنن دارمی: ۲۵۷۳)

صحیح البخاری: ۶۹۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

صحیح البخاری کے شارح علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے اس جگہ ایک اعتراض کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں اِکراہ کا ذکر نہیں ہے، پھر انہوں نے اس کی توجیہ میں یہ کہا کہ ہو سکتا ہے یہ کہا جائے کہ نبی ﷺ کا اس غلام کو فروخت کرنا بہ ظاہر ایسا تھا جیسے کوئی شخص کسی مُکرَہ کا مال فروخت کرے (کیونکہ آپ نے اس انصار سے اس غلام کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں لی تھی، اگرچہ آپ امت کے تمام اموال میں تصرف کرنے کے مختار ہیں)۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالنعمان کا ذکر ہے، یہ محمد بن الفضل ہیں اور یہ حدیث کتاب العتق میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا" اس مرد کا نام ہے ابومذکور، اور غلام کا نام یعقوب ہے، اور خریدنے والے نُعیم تھے، اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بعض روایات میں نُعیم بن النحام کا ذکر ہے، اور صحیح نام نُعیم النحام ہے بغیر لفظ ابن کے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عبدا قبطیا" یعنی وہ غلام مصر کے قبط سے تھا۔

حدیث مذکور کے فوائد اور فقہاء احناف پر اعتراض کا جواب

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مدبّر غلام کو فروخت کرنا جائز ہے، کہا گیا ہے کہ یہ حدیث فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے کیونکہ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ مدبر کی بیع جائز نہیں ہے۔

فقہاء احناف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث مدبر مقید پر محمول ہے اور اس کی بیع جائز ہے، الا یہ کہ مخالفین یہ ثابت کریں کہ وہ مدبر مطلق تھا اور وہ اس پر قادر نہیں ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اس انصار کا اس غلام کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا" یہ اس کے فروخت کرنے کے جواز کی دلیل ہے، کیونکہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں غلام آزاد ہو جائے گا اور غلام محنت مزدوری کر کے اس کی قیمت مالک کو ادا کرے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں بیع سے مراد بیع الخدمة والمنفعة ہے، یعنی اس غلام کو خدمت کے لیے فروخت کیا اور منفعت کے لیے اور اس کی ذات کو فروخت نہیں کیا، کیونکہ امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ ابو جعفر سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے موقع پر حاضر تھا اور آپ نے اس بیع میں اس کی خدمت کی اجازت دی تھی، اور ابو جعفر ثقہ راوی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۔ بَابٌ: مِنَ الْإِكْرَاهِ كُرْهًا وَكَرْهًا وَاحِدٌ — اکراہ کا بیان، اور کُرھاً اور کَرھاً کا ایک معنی ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اِکراہ کے متعلق امور بیان کئے گئے ہیں، جن کو اس باب میں مذکور آیت شامل ہے۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ کُرہٌ اور کَرہٌ کا ایک معنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کُرہٌ کا معنی ہے: جس کام کا تم نے اپنے اوپر جبر کیا ہے، اور کَرہٌ کا معنی ہے: جس کام پر کسی دوسرے نے تم کو مجبور کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۵۔۱۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۴۸۔ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ بْنُ فَيْرُوزَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الشَّيْبَانِيُّ وَحَدَّثَنِي عَطَاءٌ أَبُو الْحَسَنِ السُّوَائِيُّ وَلَا أَظُنُّهُ إِلَّا ذَكَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا﴾ (النساء: ۱۹) الْآيَةَ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حُسین بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسباط بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی سلیمان بن فیروز نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، اور شیبانی نے کہا: اور مجھے عطاء ابو الحسن السوائی نے حدیث بیان کی اور میں صرف یہی گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کی حضرت ابن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كَانُوا إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ أَوْلِيَاؤُهُ أَحَقَّ بِامْرَأَتِهِ إِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا وَإِنْ شَاؤُوا زَوَّجَهَا وَإِنْ شَاؤُوا لَمْ يُزَوِّجْهَا فَهُمْ أَحَقُّ بِهَا مِنْ أَهْلِهَا فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكَ۔ (صحیح البخاری:۴۵۷۹،۶۹۴۸)

عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) ''اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ''۔ (النساء:۱۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ جب کوئی مرد مر جاتا تو اس مرد کے وارث اس کی بیوی کے زیادہ حق دار بن جاتے تھے، اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو وہ اس کی بیوی سے خود نکاح کر لیتا، اور اگر چاہتا تو کسی اور سے اس کا نکاح کر دیتا، اور اگر وہ چاہتے تو اس کا نکاح نہ کرتے، پس وہ لوگ اس عورت کے رشتہ داروں سے زیادہ حق دار بن جاتے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

صحیح البخاری:۶۹۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت لفظ کرھاً میں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حسین بن منصور نیشاپوری، اور امام بخاری نے ان سے صرف اسی حدیث کی روایت کی ہے، یہ دوسو اڑتیس (۲۳۸) ہجری میں وفات پا گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسباط بن محمد، اور یہ القرشی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عطاء ابوالحسن السوائی، اس میں سواء بن عامر بن صعصعۃ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن کی طرف نسبت ہے، اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

یہ حدیث سورۃ النساء کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۶۹۴۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس شخص کو اپنی بیوی کی ضرورت نہ ہو اس کو موت کے انتظار میں روکے رکھنے کا عدم جواز

الزہری اور امام مالک نے کہا ہے: پس وہ شخص اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں روکے رکھتا حتیٰ کہ وہ مر جاتی، پھر وہ اس کا وارث ہوتا۔

علامہ المہلب مالکی نے لکھا ہے: اس باب کا فائدہ یہ ہے کہ تمہیں یہ بتایا جائے کہ جس شخص کو اپنی بیوی کی خواہش نہ ہو تو وہ اس کی موت کے انتظار میں اس کو روکے رکھے تو یہ قرآن مجید کی اس آیت کے اعتبار سے جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ص ۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

٦۔ بَابٌ: إِذَا اسْتُكْرِهَتِ الْمَرْأَةُ عَلَى الزِّنَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهَا

جب کسی عورت کو زنا پر مجبور کیا جائے تو اس عورت پر حد نہیں ہے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَ مَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٣﴾ (النور: ٣٣)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اس کے جبر کے بعد اللہ (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے"O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس آیت کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جس عورت کو زنا پر مجبور کیا جائے تو اس کا کوئی گناہ نہیں ہے، سو اس سے لازم آئے گا کہ اس کے اوپر حد بھی واجب نہ ہو۔

علامہ طیبی نے کہا ہے: اس آیت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ عورتوں کو زنا پر مجبور کرنے والوں کے لیے بہت شدید عذاب ہے اور مغفرت اور رحمت کے ذکر میں تعریض ہے، اور اصل عبارت یوں ہوگی: "اے وہ لوگو جو عورتوں کو زنا پر مجبور کرتے ہو، اس فعل سے باز آجاؤ" کیونکہ اگر ان عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت اور مغفرت نہ ہوتی تو ان سے مواخذہ ہوتا تو تم سے بطریقِ اولیٰ مواخذہ ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۶۔۱۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٩٤٩ ۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِي عُبَيْدٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِيقِ الْإِمَارَةِ وَقَعَ عَلَى وَلِيدَةٍ مِنَ الْخُمُسِ فَاسْتَكْرَهَهَا حَتَّى اقْتَضَّهَا فَجَلَدَهُ عُمَرُ الْحَدَّ وَنَفَاهُ وَلَمْ يَجْلِدِ الْوَلِيدَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ اسْتَكْرَهَهَا قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْأَمَةِ الْبِكْرِ يَفْتَرِعُهَا الْحُرُّ يُقِيمُ ذٰلِكَ الْحَكَمُ مِنَ الْأَمَةِ الْعَذْرَاءِ بِقَدْرِ قِيمَتِهَا وَيُجْلَدُ وَلَيْسَ فِي الْأَمَةِ الثَّيِّبِ فِي قَضَاءِ الْأَئِمَّةِ غُرْمٌ وَلٰكِنْ عَلَيْهِ الْحَدُّ۔

اور اللیث نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ صفیہ بنت ابی عبید نے ان کو بتایا کہ حکومت کے غلاموں میں سے ایک غلام نے مالِ خمس کی باندی سے جبراً زنا کیا حتیٰ کہ اس کا پردۂ بکارت زائل کر دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلام پر حد لگائی اور اس کو شہر بدر کر دیا، اور اس باندی کو کوڑے نہیں لگائے، کیونکہ اس غلام نے اس باندی سے جبراً زنا کیا تھا۔

الزہری نے کہا: جس کنواری باندی کے ساتھ کسی آزاد مرد نے جبراً زنا کیا تو اس کے معاملہ میں حاکم مقرر کیا جائے گا جو یہ فیصلہ کرے گا کہ اس کنواری کی بکارت زائل ہونے سے اس باندی کی قیمت میں کتنی کمی ہوگئی اور اس قیمت کے تاوان کو اس آزاد مرد پر لازم کردے گا اور اس آزاد مرد کو کوڑے لگائے جائیں گے، اور اگر آزاد مرد نے کسی بیوہ باندی کے ساتھ جبراً زنا کیا تو اس کے معاملہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں حاکموں سے فیصلہ نہیں لیا جائے گا (کیونکہ وہ باکرہ نہیں ہے)
لیکن اس آزاد مرد پر حد قائم کی جائے گی۔

صحیح البخاری: ۶۹۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں خُمس کی باندی کے ساتھ جبراً زنا کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس تعلیق میں لیث کا ذکر ہے، یہ ابن سعد ہیں جنہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع سے روایت کی ہے۔
امام ابو القاسم البغوی نے اس تعلیق کی از العلاء بن موسیٰ از اللیث موصولاً روایت کی ہے، اور اس تعلیق میں صفیہ بنت ابی عبید کا ذکر ہے، یہ الثقفیہ ہیں اور یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیوی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں الامارۃ مذکور ہے، یعنی خلیفہ کے مال سے اور خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "من الخمس" یعنی غنیمت کا وہ پانچواں حصہ جس کے ساتھ امام کے تصرف کا تعلق ہوتا ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "وقع علی ولیدۃ" یعنی اس حکومت کے غلام نے اس باندی کے ساتھ جبراً زنا کیا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "افتضھا" یعنی اس کی بکارت کو زائل کر دیا، یعنی کنواری لڑکی کے اندامِ نہانی میں جو پردہ ہوتا ہے اس کو زائل کر دیا۔

حدیثِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں زہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "یفترعھا" یعنی اس باندی کے پردۂ بکارت کو زائل کر دیا۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "یقیم" علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے "یُقوِمُ" یعنی وہ حاکم اس باندی کی قیمت ڈالے گا کہ اب پردۂ بکارت زائل ہونے کے بعد اس کی قیمت اصل قیمت سے کتنی کم ہو گئی، اور اس قیمت کا تاوان اس جبراً زنا کرنے والے کو دینا ہوگا۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "الحکم" یعنی حاکم۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "العذراء" یعنی باکرہ، کنواری۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "بقدر قیمتھا" یعنی اس باندی کی جو اصل قیمت تھی تو پردۂ بکارت زائل ہونے کے بعد اس کی قیمت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کتنی کم ہوگئی۔اور حاکم اس زانی سے وہ قیمت وصول کرے گا۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۷، دارالکتب العلمیہ ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۵۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ بِسَارَةَ دَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوكِ أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ أَرْسِلْ إِلَيَّ بِهَا فَأَرْسَلَ بِهَا فَقَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی، وہ ایک بستی میں داخل ہوئے جس میں بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا یا جابروں میں سے ایک جابر تھا، اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ سارہ کو میرے پاس بھیجیں، حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ کو بھیج دیا، پس وہ بادشاہ حضرت سارہ کی طرف کھڑا ہوا، حضرت سارہ کھڑی ہو کر وضو کرنے لگیں اور انہوں نے نماز پڑھی، پھر انہوں نے دعا کی: اے اللہ! بے شک میں تجھ پر ایمان لائی ہوں اور تیرے رسول پر، سو تو مجھ پر اس کافر کو مسلّط نہ کر، پس اس کافر کا دم گھٹ گیا حتیٰ کہ وہ اپنی ٹانگ کے ساتھ زمین میں دھنس گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۱۷، ۲۶۳۵، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۵۰۸۴، ۶۹۵۰، صحیح مسلم: ۲۳۷۱، مسند احمد: ۸۹۸۸)

صحیح البخاری: ۶۹۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جبراً اس ظالم بادشاہ کے ساتھ خلوت میں گئیں اور ان پر اس وجہ سے کوئی ملامت نہیں ہوئی، اسی طرح جس عورت سے جبراً زنا کیا گیا اس پر بھی کوئی حد نہیں ہوگی۔

اور صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن شافعی نے کہا ہے: اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں زیادہ قریب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجبور کیا گیا کہ وہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ظالم بادشاہ کی طرف بھیجیں، اور جبر و اکراہ کی وجہ سے ان پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، اور وہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، وہ ابن ابی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حمزہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، وہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعرج، وہ عبدالرحمٰن بن ہُرمز ہیں۔

یہ حدیث کتاب البیوع کے آخر میں احادیث الانبیاء علیہم السلام میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "هاجر ابراهيم عليه السلام" علامہ کرمانی نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اہل السیر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت المقدس سے مصر کی طرف ہجرت کی۔ اور حضرت سارہ، حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دَخَل بها قرية" علامہ کرمانی نے کہا: اس بستی کا نام حرّان ہے اور اس لفظ میں راء پر تشدید ہے، اور یہ بہت بڑا شہر ہے جو مصر کے شہروں کے برابر ہے اور اس کی حد اتنی ہے جتنی فرات اور دجلہ کے درمیان جزیرہ کی حد ہے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت وہیں ہوئی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ بستی حرّان تھی اور اس میں اعتراض ہے، اور اہل السیر نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ مصر ہے۔ اور علامہ کرمانی کے قول کی تائید ان لوگوں کے اقوال سے ہوتی ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ حران وہ بستی ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او جبار" اس میں راوی کو شک ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فارسل اليه" یعنی اس ظالم بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے جبر و اکراہ کی وجہ سے حضرت سارہ کو اس کی طرف بھیج دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فغُطّ" یعنی اس کا گلا گھٹ گیا اور اسے مرگی ہو گئی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ "غطّ" ہو اور یہ اس کی آواز کی حکایت ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی ركض برجله" یعنی اس کی ٹانگ زمین میں دھنس گئی۔

مرد کو زنا پر مجبور کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام بخاری نے اس حدیث کے تحت یہ ذکر نہیں کیا کہ اگر مرد کو زنا پر مجبور کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے، پس جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں مرد پر حد نہیں ہے۔ امام مالک اور ایک اور جماعت نے کہا ہے کہ اس پر حد ہے، کیونکہ آلہ جب ہی منتشر ہوتا ہے جب مرد کو لذت آئے خواہ اس کو سلطان نے مجبور کیا ہو یا کسی اور نے، اور امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اگر اس کو سلطان نے مجبور کیا تو اس پر کوئی حد نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے امام ابوحنیفہ کے اس قول کی مخالفت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۔ بَابٌ:

يَمِينِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ إِنَّهُ أَخُوهُ إِذَا خَافَ عَلَيْهِ الْقَتْلَ أَوْ نَحْوَهُ وَكَذَلِكَ كُلُّ مُكْرَهٍ يَخَافُ فَإِنَّهُ يَذُبُّ عَنْهُ الْمَظَالِمَ وَيُقَاتِلُ دُونَهُ وَلَا يَخْذُلُهُ فَإِنْ قَاتَلَ دُونَ الْمَظْلُومِ فَلَا قَوَدَ عَلَيْهِ وَلَا قِصَاصَ۔

باب

کسی مرد کا اپنے صاحب کے لیے یہ قسم کھانا کہ وہ اس کا بھائی ہے جب کہ اس پر قتل وغیرہ کا خوف ہو اور اسی طرح سے ہر مُکرَہ اور مجبور جس کو اپنی جان کا خطرہ ہو، وہ اس کی جان سے مظالم کو دور کرے اور اس کے لیے لڑے اور اس کو اس ظلم پر نہ چھوڑے، پس اگر کسی مسلمان نے مظلوم کی طرف سے قتال کیا تو نہ اس پر دیت لازم ہوگی اور نہ قصاص۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی مرد کسی کے متعلق یہ قسم کھائے کہ وہ اس کا بھائی ہے جب کہ اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر اس نے یہ قسم نہ کھائی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، یعنی کسی ظالم نے اس کو یہ قسم کھانے پر مجبور کیا ہو کہ تم یہ کہو کہ یہ میرا بھائی ہے ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا۔

امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے ''او نحوہٗ'' یعنی ظالم نے اس کی مثل کہا ہو کہ اگر تم نے یہ قسم نہ کھائی تو میں تمہارے اعضاء میں سے کوئی عضو کاٹ دوں گا۔

امام بخاری نے کہا ''فانه یذب'' یعنی وہ مجبور شخص خود سے ظالم کو دفع کرے اور اس کو اس ظلم سے منع کرے۔

امام بخاری نے کہا ''ویقاتل دونه'' یعنی کوئی مسلمان اس ظالم سے لڑے اور اس مظلوم اور مجبور کی مدد کرنے کو ترک نہ کرے۔

امام بخاری نے کہا ''فان قاتل دون المظلوم'' یعنی کسی مسلمان نے مظلوم کی طرف سے قتال کیا اور اس کی طرف سے ظالم سے لڑا۔

امام بخاری نے کہا ''فلا قود علیه ولا قصاص'' تو اس مسلمان پر نہ دیت لازم ہوگی اور نہ قصاص۔

مسئلہ مذکور میں فقہاء کے اقوال

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: امام مالک اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کو قسم کھانے پر مجبور کیا گیا کہ اگر اس نے قسم نہیں کھائی تو ظالم اس کے مسلمان بھائی کو قتل کر دے گا، تو اگر اس نے اس قسم کے خلاف کیا تو وہ حانث نہیں ہوگا، اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا، کیونکہ اس شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ توریہ کرتا (یعنی قسم میں ایسا لفظ استعمال کرتا کہ اس کا ظاہر معنی ظلم کرنے والے جابر کے موافق ہوتا اور وہ دوسرے معنی کا ارادہ کرتا)۔ پس جب اس نے توریہ کو ترک کیا تو وہ قصداً قسم کھانے والا ہو گیا، لہٰذا اگر اس نے قسم کے خلاف کیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَإِنْ قِيلَ لَهُ لَتَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ أَوْ لَتَأْكُلَنَّ الْمَيْتَةَ أَوْ لَتَبِيعَنَّ عَبْدَكَ أَوْ تُقِرُّ بِدَيْنٍ أَوْ تَهَبُ هِبَةً وَتَحُلُّ عُقْدَةً أَوْ لَنَقْتُلَنَّ أَبَاكَ أَوْ أَخَاكَ فِي الْإِسْلَامِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ وَسِعَهُ ذَلِكَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ۔

اور اگر مکرہ سے کہا گیا: تم ضرور بہ ضرور خمر پیو یا تم ضرور بہ ضرور مُردار کھاؤ، یا تم ضرور بہ ضرور اپنے غلام کو فروخت کرو، یا تم ضرور قرض لینے کا اقرار کرو، یا تم کسی کو ہبہ کرو، اور اسی طرح ہر عقد کے متعلق کہا ورنہ ہم تمہارے باپ کو قتل کردیں گے یا تمہارے دینی بھائی کو قتل کردیں گے تو اس کے لیے (جبر واکراہ سے) ان کاموں کو کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یعنی اگر کوئی مرد دوسرے مرد سے یہ کہے کہ تم ضرور شراب پیو اور اس کو اس پر مجبور کرے یا کہے کہ تم ضرور مُردار کھاؤ اور اس کو اس پر مجبور کرے، یا اس سے کہے کہ تم ضرور اپنے غلام کو فروخت کرو اور اس کو اس پر مجبور کرے، اور یہ تینوں الفاظ نُون ثقیلہ کے ساتھ مؤکد ہیں۔

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا "اولتنقر" یعنی اس نے اس سے کہا کہ تم ضرور فلاں آدمی کے قرض کا انکار کرو اور اس کو اس پر مجبور کرے، یا اس سے کہے کہ تم ضرور فلاں کو کوئی چیز ہبہ کرو اور اس کو اس پر مجبور کرے، اور اسی طرح ہر عقد ہو مثلاً یہ کہے کہ تم ضرور قرض دو، یا تم ضرور اجرت دو۔

امام بخاری نے کہا "او لنقتلن اباك او اخاك فی الاسلام" اسلام کی قید اس لیے لگائی ہے تا کہ یہ نسبی بھائی کو بھی عام ہو جائے۔

امام بخاری نے کہا "وسعه ذالك" یعنی اس کے لیے یہ کام کرنا جائز ہے یعنی خمر پینا یا مردار کھانا یا اپنے غلام کو فروخت کرنا یا کسی کے قرض کا اقرار کرنا یا کوئی چیز ہبہ کرنا یا کوئی اور عقد کرنا اس لیے جائز ہے تا کہ وہ اپنے باپ کو اور اپنے دینی بھائی کو قتل کیے جانے سے بچائے یعنی مومن کو قتل سے بچائے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ جس شخص نے کسی کو اس کے والد کے قتل کرنے کی دھمکی دی یا اس کے دینی بھائی کو قتل کرنے کی دھمکی دی کہ اگر اس نے یہ معصیت کے کام نہیں کیے یا اس نے اپنے اوپر کسی قرض کا اقرار نہیں کیا جو قرض اس پر نہیں ہے یا اس نے دوسرے کو خوشی سے کسی چیز کے ہبہ کرنے سے انکار کیا، یا کوئی اور عقد کیا مثلاً اس نے کہا: تم اپنی بیوی کو طلاق دو ورنہ ہم تم کو قتل کردیں گے یا تم اپنے غلام کو آزاد کرو ورنہ ہم تم کو قتل کردیں گے، تو اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس کام کو کرے جس کے لیے اس کو قتل کی دھمکی دی ہے تا کہ وہ اپنے باپ کو قتل سے بچائے اور اپنے دینی بھائی کو قتل سے بچائے۔

امام بخاری نے کہا "لقول النبی ﷺ" امام بخاری نے اس قول سے اس پر دلیل قائم کی ہے کہ اس کے لیے یہ ممنوعہ کام کرنے اس حدیث کی وجہ سے جائز ہیں کہ "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے" تو وہ اپنے بھائی کو قتل ہونے سے بچائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَوْ قِيلَ لَهُ لَتَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ أَوْ لَتَأْكُلَنَّ الْمَيْتَةَ أَوْ لَنَقْتُلَنَّ ابْنَكَ أَوْ أَبَاكَ أَوْ ذَا رَحِمٍ مُحَرَّمٍ لَمْ يَسَعْهُ لِأَنَّ هَذَا لَيْسَ بِمُضْطَرٍّ ثُمَّ نَاقَضَ فَقَالَ إِنْ قِيلَ لَهُ لَنَقْتُلَنَّ أَبَاكَ أَوِ ابْنَكَ أَوْ لَتَبِيعَنَّ هَذَا الْعَبْدَ أَوْ تُقِرُّ بِدَيْنٍ أَوْ تَهَبُ يَلْزَمُهُ فِي الْقِيَاسِ وَلَكِنَّا نَسْتَحْسِنُ وَنَقُولُ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ وَكُلُّ عُقْدَةٍ فِي ذَلِكَ بَاطِلٌ فَرَّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي رَحِمٍ مُحَرَّمٍ وَغَيْرِهِ بِغَيْرِ كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے: اگر مُکرَہ سے کہا گیا تم ضرور بہ ضرور خمر پیو یا تم ضرور بہ ضرور مُردار کھاؤ، ورنہ ہم ضرور بہ ضرور تمہارے بیٹے کو قتل کر دیں گے یا تمہارے باپ کو قتل کر دیں گے، یا تمہارے محرم رشتہ دار کو قتل کر دیں گے تو اس کے لیے ان کاموں کے کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ وہ مضطر (مجبور) نہیں ہے، پھر انہوں نے اپنے قول کے خلاف کیا، پس انہوں نے کہا: اگر مکرہ سے کہا گیا کہ ہم ضرور بہ ضرور تمہارے باپ کو قتل کریں گے یا تمہارے بیٹے کو قتل کریں گے ورنہ تم یہ غلام فروخت کر دو یا تم قرض کا اقرار کرو یا تم ہبہ کرو، تو قیاس کے مطابق اس کو یہ کام کرنا لازم ہے، لیکن ہم بطورِ استحسان یہ کہتے ہیں کہ بیع اور ہبہ اور اس قسم کا ہر عقد باطل ہے، ان لوگوں نے ہر محرم رشتہ دار اور اس کے غیر کے حکم میں فرق کیا ہے بغیر کتاب وسنت کی کسی دلیل کے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

امام بخاری نے بعض لوگوں سے فقہاء احناف کا ارادہ کیا ہے۔

امام بخاری نے کہا "لو قيل له" یعنی اگر ظالم نے کسی مرد سے کہا اور اس کے والد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا کہ تم ضرور بہ ضرور خمر پیو یا ضرور بہ ضرور مردار کھاؤ۔

امام بخاری نے کہا "او لنقتلن ابنك" ورنہ ہم ضرور بہ ضرور تمہارے بیٹے کو قتل کر دیں گے اگر تم نے میرے کہنے کے مطابق عمل نہیں کیا۔

امام بخاری نے کہا "او ذا رحم محرم" یعنی ظالم نے کہا: ہم ضرور بہ ضرور تمہارے مَحرم رشتہ دار کو قتل کر دیں گے اگر تم نے اس طرح نہیں کیا۔ اور محرم سے مراد ہر وہ شخص ہے جس سے دائماً نکاح حرام ہو۔

امام بخاری نے کہا "لم يسعه" یعنی اس مُکرَہ کے لیے اس ظالم کے حکم پر عمل کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ مُضطر نہیں ہے، کیونکہ اکراہ صرف اس صورت میں متوجہ ہوتا ہے جب اس کا تعلق خصوصیت کے ساتھ انسان کی جان کے ساتھ ہو نہ کہ دوسرے کی جان کے ساتھ، اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی جان بچانے کے لیے ان گناہوں کو کرے، اور اگر اس نے یہ گناہ کیے تو وہ گناہگار ہوگا۔ اور جمہور فقہاء کے نزدیک وہ گناہگار نہیں ہوگا۔

علامہ کرمانی نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ مُضطر (مجبور) نہیں ہے، کیونکہ اس کو امورِ متعددہ میں اختیار دیا گیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے اور تخییر اکراہ کے منافی ہے۔

امام بخاری نے کہا" پھر ان بعض لوگوں نے اپنے قول کے خلاف کیا" بعض لوگوں سے مراد فقہاء احناف ہیں اور تناقض کا بیان امام بخاری کے زعم کے مطابق اس طرح ہے کہ فقہاء احناف نے پہلی صورت میں کہا ہے کہ اکراہ نہیں ہے یعنی جب خمر نہ پینے کی صورت میں اس کے محرم کو قتل کرنے کی دھمکی دی تھی، اور فقہاء احناف نے دوسری صورت میں قیاس کے اعتبار سے کہا کہ اکراہ ہے، پھر انہوں نے کہا کہ "بطور استحسان یہ بیع، ہبہ یا قرض کا اقرار باطل ہے" تو انہوں نے اپنے قول کے خلاف کیا کیونکہ اکراہ کا قول لازم ہے اور وہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ اکراہ نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ مناقضہ ممنوع ہے، کیونکہ مجتہد کے لیے جائز ہے کہ وہ استحسان سے قیاس کی مخالفت کرے اور فقہاء احناف کے نزدیک استحسان حجت ہے۔

امام بخاری نے کہا" فرقوابين كل ذی رحم محرم وغيره بغير كتاب ولا سنة"۔ امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ذی رحم کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب اس کے خلاف ہے جو اجنبی کے متعلق ان کا مذہب ہے، پس اگر کسی مرد سے یہ کہا گیا کہ ہم اس اجنبی مرد کو ضرور بہ ضرور قتل کر دیں گے ورنہ تم یہ چیز اتنے میں فروخت کر دو، تو اس مُکرَہ نے وہ چیز فروخت کر دی تا کہ اس اجنبی مرد کو قتل سے نجات دے، اس صورت میں بیع لازم ہوگی، اور اگر یہی بات ظالم نے اس کے مُحرَم رشتہ دار کے متعلق کہی تو اب جو اس نے عقد کیا ہے وہ لازم نہیں ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ بھی بطریقِ استحسان ہے اور وہ کتاب وسنت سے خارج نہیں ہے، رہی کتاب تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (الزمر: ۱۸)

جو غور سے بات سنتے ہیں، پھر احسن بات کی پیروی کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت پر جما رکھا ہے اور یہی عقل والے ہیں O

اور رہی سنت، تو اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جس کام کو مومنین اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے"۔

امام بخاری پر یہ اعتراض کہ اس کتاب سے مقصود اسانید کے ساتھ احادیث کو جمع کرنا ہے نہ کہ مجتہدین پر اعتراض کرنا اور ان کے اقوال میں تناقض بیان کرنا

علامہ کرمانی نے کہا ہے: امام بخاری نے ان مباحث کی جو مثالیں ذکر کی ہیں وہ اس کتاب کی وضع کے مناسب نہیں ہیں، کیونکہ یہ بحث اس کتاب کے فن سے خارج ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

یہ اعتراض بہت عجیب ہے، کیونکہ امام بخاری کا اس کتاب کی تدوین سے مقصد صرف احادیث کو نقل کرنا نہیں ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو تمام احکام کا جامع بنایا ہے اور امام بخاری کی فقہ ان کے تراجم میں ہے یعنی ابواب کے عنوانات میں،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور کتنی مرتبہ وہ تفاسیر کو بھی وارد کرتے ہیں اور ان میں بکثرت علل کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور بعض سندوں کو بعض دوسری سندوں پر ترجیح دیتے ہیں، پس جب وہ ان مباحث میں سے کوئی چیز ذکر کریں گے تو یہ کوئی غریب چیز نہیں ہے، پس امام بخاری کے لیے ان سے پہلے ائمہ میں نمونہ ہے مثلاً امام شافعی، امام ابوثور، امام حمیدی، امام احمد اور اسحاق، اور ان کا طریقہ بحث کرنا ہے، سو امام بخاری بھی اسی طریقہ سے بحث کرتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۱۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکورہ عبارت پر علامہ عینی کا اعتراض

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ان مذکورہ ائمہ میں سے کسی نے بھی احادیث کو جمع کرنے میں خصوصیت کو اختیار نہیں کیا، انہوں نے مباحث کو اپنی ان تصانیف میں ذکر کیا ہے جو اصول اور فروع پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اور اگر ان ائمہ میں سے کسی نے ان مباحث کو بالخصوص کتبِ حدیث میں ذکر کیا ہے تو اس پر بھی یہی اعتراض وارد ہوگا۔

علاوہ ازیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ امام بخاری فقہ میں امام شافعی کے مساوی ہیں، اور نہ ان مباحث کی مثل میں بحث کرنے میں امام شافعی کے مساوی ہیں۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِامْرَأَتِهِ هَذِهِ أُخْتِي وَذَلِكَ فِي اللهِ۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے، اور ان کا یہ کلام اللہ کے لیے تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس پر استشہاد کیا ہے کہ اس باب میں قریبی رشتہ دار اور اجنبی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اور اس کا بیان یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کے متعلق کہا کہ یہ میری بہن ہے، یعنی دینِ اسلام میں میری بہن ہے، پس جب وہ دینِ اسلام کے اعتبار سے ان کی بہن تھیں تو ان پر واجب تھا کہ وہ ان کی حمایت کرتے اور ان سے ظلم کو دور کرتے۔

امام بخاری نے کہا ''وذالك فی الله'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو ظالم سے چھڑانے کے لیے جو کہا کہ یہ ''میری بہن ہے'' تو یہ بات ان کے اور اللہ کے درمیان تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ قریبی رشتہ دار اور اجنبی کے درمیان فرق کرنا یہ بھی استحسان ہے، کیونکہ جب دینی بھائی کی حمایت کرنا واجب ہے تو قریبی رشتہ دار کی حمایت کرنا بطریقِ اولیٰ واجب ہوگا۔

بابِ مذکور کی چوتھی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ النَّخَعِيُّ إِذَا كَانَ الْمُسْتَحْلِفُ ظَالِمًا فَنِيَّةُ

اور نخعی نے کہا: جب قسم لینے والا ظالم ہو تو قسم کھانے والے کی نیت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَلْحَالِفِ وَإِنْ كَانَ مَظْلُومًا فَنِيَّةُ الْمُسْتَحْلِفِ۔ کا اعتبار ہوگا، اور اگر مظلوم ہو تو قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یعنی ابراہیم النخعی نے کہا کہ جب قسم لینے والا ظالم ہو تو قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا، اور جب وہ مظلوم ہو تو قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قسم لینے والا مظلوم کس طرح ہوگا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب مدعی برحق ہو اور اس کی کوئی نیت نہ ہو اور مدعیٰ علیہ اس سے حلف طلب کرے تو وہ مظلوم ہوگا۔

قسم لیتے وقت قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے یا قسم لینے والے کی، اس کے متعلق فقہاء کے اقوال

اور ابراہیم نخعی کے اس اثر کی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں از امام ابوحنیفہ از حماد ان الفاظ سے روایت کی ہے: جب کوئی مرد حلف طلب کرے اور وہ مظلوم ہو تو قسم اس کی نیت کے اعتبار سے ہوگی اور اس کی روایت کے اعتبار سے ہوگی، اور جب کوئی مرد حلف طلب کرے اور وہ ظالم ہو تو قسم اس کی نیت کے اعتبار سے ہوگی جو قسم کو طلب کرے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ابراہیم نخعی کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک ہمیشہ مظلوم کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے، اور اسی کی مثل امام مالک اور جمہور کا مذہب ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہمیشہ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور دوسروں نے کہا کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب حاکم کے سامنے حلف لیا جائے تو اس میں حاکم کی نیت کا اعتبار ہوگا اور اس کا صاحبِ حق کی نیت کی طرف رجوع ہوتا ہے، اور اگر حاکم کے غیر کے سامنے حلف لیا جائے تو قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۹۔۱۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٩٥١۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ سالم نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر خود ظلم کرے اور نہ کسی سے اس پر ظلم کرائے، اور جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۴۲، ۶۹۵۱، صحیح مسلم: ۲۵۸۰، سنن ترمذی: ۱۴۲۶، سنن ابوداؤد: ۴۸۹۳، مسند احمد: ۵۶۱۴)

صحیح البخاری: ۶۹۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ مسلمان پر واجب ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی حمایت کرے۔

یہ حدیث کتاب المظالم میں اسی سند کے ساتھ زیادہ اہتمام کے ساتھ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یُسلمه'' یہ لفظ اسلام سے ماخوذ ہے اور یہاں اس کا معنی ہے: رسوا کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی حاجته'' اس سے مراد ہے اس کی حاجت کو پورا کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۱۔۱۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۵۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ قَالَ تَحْجُزُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذَلِكَ نَصْرُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، پس ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! جب وہ مظلوم ہوگا تو میں اس کی مدد کروں گا، آپ یہ بتایئے کہ جب وہ ظالم ہوگا تو میں اس کی مدد کیسے کروں گا؟، آپ نے فرمایا: تم اس کو ظلم سے باز رکھو یا منع کرو، تو بے شک یہ بھی اس کی مدد ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۴۳، ۲۴۴۴، ۶۹۵۲، سنن ترمذی: ۲۲۵۵، مسند احمد: ۱۲۶۶۶)

صحیح البخاری: ۶۹۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنے بھائی کو ظلم کرنے سے روکو، اور ظلم کرنے سے روکنا اکراہ اور جبر سے روکنے کو مستلزم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عبدالرحیم، یہ البزاز ہیں اور یہ امام بخاری کے اکثر شیوخ کے طبقہ میں سے ہیں۔ اور اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن سلیمان، انہوں نے بغداد میں رہائش اختیار کی اور یہ بھی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، اور امام بخاری نے ان سے متعدد ابواب میں بغیر واسطہ کے روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ہُشَیم کا ذکر ہے، یہ ابن بشر الواسطی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن ابی بکر بن انس کا ذکر ہے جو اپنے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب المظالم میں عبید اللہ بن ابی بکر بن انس کی سند سے گذر چکی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو از مسدد بھی روایت کیا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کریں گے تو ظالم کی کیسے مدد کریں؟ آپ نے فرمایا: اس کے ہاتھ کو پکڑ لو۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "افرایت" اس کا معنی ہے اخبرنی، مجھے بتایئے، اور اس میں دو قسم کا مجاز ہے، ایک قسم یہ ہے کہ لفظِ رویت کا اطلاق کیا اور اس سے اخبار کا ارادہ کیا، اور دوسرا مجاز یہ ہے کہ استفہام کا اطلاق کیا اور اس سے امر کا ارادہ کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تحجزہ او تمنعہ" اس میں راوی کا شک ہے کہ آپ نے کیا فرمایا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

"کتاب الاِکراہ" کا اختتام

"کتاب الاِکراہ" میں پندرہ (۱۵) احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے تین تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں، اور یہ تمام احادیث مکررہ ہیں۔

"کتاب الاِکراہ" کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین، آج ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ/25 اکتوبر 2013ء بروز جمعہ "کتاب الاکراہ" میں درج ابواب اور احادیث کی شرح مکمل ہو گئی، دراصل کتاب الاکراہ صحیح البخاری کے سب سے زیادہ مشکل مقامات میں سے ہے اور امام بخاری نے ان احادیث سے جن مسائل کا استنباط کیا ہے، ان میں امام بخاری کی عبارت بہت مغلق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ تمام مشکلات اور مغلقات حل ہو گئیں، اور میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے ان احادیث کی مفصل شرح کر دی، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور مجھے اور قارئین کو بخش دے، اب اس کے بعد ان شاء اللہ "کتاب الحِیَل" شروع ہو گی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۹۰- کِتَابُ الْحِیَلِ

شرعی حیلوں کا بیان

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ کتاب حیلوں کے بیان میں ہے، حِیَل کا لفظ حیلہ کی جمع ہے اور حیلہ کا معنی ہے: وہ کام جس سے خفیہ طریقہ سے مقصود تک پہنچا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حیلہ کی تعریف، اس کی اقسام اور حیلہ کے متعلق فقہاء کے نظریات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء کے نزدیک حیلوں کی کئی قسمیں ہیں، اگر کسی مباح طریقہ سے حق کو باطل کیا جائے یا باطل کو ثابت کیا جائے تو یہ حیلہ حرام ہے، اور اگر کسی خفیہ طریقہ سے حق کو ثابت کیا جائے یا باطل کو دفع کیا جائے تو یہ واجب ہے یا مستحب ہے، اور اگر کسی مباح طریقہ سے اپنے آپ کو کسی آفت یا مصیبت میں واقع ہونے سے بچایا جائے تو یہ حیلہ مستحب ہے یا مباح ہے، یا کسی مُباح طریقہ سے کسی مستحب کام کو ترک کیا جائے تو یہ حیلہ مکروہ ہے۔

بعض علماء نے مطلقاً حیلہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے، ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ہے:

وَخُذۡ بِیَدِکَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبۡ بِّہٖ وَلَا تَحۡنَثۡ ؕ اِنَّا وَجَدۡنٰہُ صَابِرًا ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (ص:۴۴)

اور آپ اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک جھاڑو لے کر ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں، بے شک ہم نے ان کو صابر پایا، وہ کیا خوب بندے ہیں، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے ہیں O

ص:۴۴ کی تفسیر از مصنف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابلیس نے راستہ میں ایک تابوت بچھایا اور اس پر بیٹھ کر بیماروں کا علاج کرنے لگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی وہاں سے گزری تو اس نے پوچھا: کیا تم بیماری میں مبتلا اس شخص کا علاج بھی کردو گے؟ اس نے کہا: ہاں! اس شرط کے ساتھ کہ جب میں اس کو شفاء دے دوں تو تم یہ کہنا کہ تم نے شفاء دی ہے، اس کے سوا میں تم سے کوئی اور اجر طلب نہیں کرتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی نے حضرت ایوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا، انہوں نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! یہ تو شیطان ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے مجھ پر یہ نذر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی تو میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا اور جب وہ تندرست ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، سو حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی پر جھاڑو مار کر اپنی قسم پوری کر لی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۰۸)

جو علماء مطلقاً حیلہ کے جواز کے قائل ہیں ان کی دوسری دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں ایک شخص رہتا تھا جس کی خلقت ناقص تھی، وہ اپنے گھر کی ایک باندی (نوکرانی) سے زنا کرتا تھا، یہ قصہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، آپ نے فرمایا: اس کو سو کوڑے مارو، مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو اس کے مقابلہ میں بہت کمزور ہے، اگر ہم اس کو سو کوڑے ماریں تو یہ مرجائے گا، پھر آپ نے فرمایا: اس کے لیے سو تنکوں کی ایک جھاڑو لو اور اس کو جھاڑو سے مارو۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۴، المعجم الکبیر: ۵۵۲۱، مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۲)

اور حیلہ کے جواز میں درج ذیل آیت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ (الطلاق: ۲) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے ۝

اور حیلہ کے سبب سے انسان کو کسی مشکل سے نجات کی راہ مل جاتی ہے۔

نیز حیلہ کے ثبوت پر درج ذیل حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو خیبر پر عامل بنایا، پس وہ عمدہ کھجوریں لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح ہیں؟ اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم یارسول اللہ! ہم یہ کھجوریں ایک صاع دے کر اس کے بدلہ میں دوسری کھجوریں دو صاع یا تین صاع لیتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کرو، تم تمام کھجوروں کو دراہم کے عوض فروخت کر دو، پھر دراہم کے عوض عمدہ کھجوریں خرید لو۔

(صحیح البخاری: ۲۲۰۲، صحیح مسلم: ۱۵۹۲، سنن نسائی: ۴۵۵۳، موطا امام مالک: ۱۳۱۵، سنن دارمی: ۲۵۷۷)

مذکور الصدر حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود سے بچنے کا حیلہ تعلیم فرمایا کہ تم تمام کھجوریں دراہم کے عوض فروخت کر دو، پھر ان دراہم سے جتنی دوسری کھجوریں ملیں وہ لے لو۔

اور جو فقہاء حیلہ کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں، وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ۝ (البقرہ: ۶۵) اور بے شک تم ان لوگوں کو جانتے ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن حد سے تجاوز کیا تھا، پس ہم نے ان سے کہا: تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ قوم حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں "ایلہ" میں آباد تھی، یہ شہر مدینہ اور شام کے درمیان ساحلِ سمندر پر واقع تھا، اس جگہ کے سمندر میں سال کے ایک مہینہ میں اتنی کثرت سے مچھلیاں آتی تھیں کہ پانی دکھائی نہیں دیتا تھا اور باقی مہینوں میں ہفتہ کے دن اس میں بہت مچھلیاں آتی تھیں، ان لوگوں نے مختلف جگہ حوض کھودے اور سمندر سے نالیاں نکال کر ان حوضوں سے ملا دیں، ہفتہ کے دن ان حوضوں میں مچھلیاں چلی جاتیں اور وہ اتوار کے دن ان کا شکار کر لیتے، بنی اسرائیل کا ہفتہ کے دن مچھلیوں کو حوضوں میں مقید کر لینا بھی ان کا حد سے تجاوز کرنا تھا، وہ ایک بڑے لمبے عرصہ تک اس نافرمانی میں مشغول رہے، نسل در نسل ان کی اولاد بھی اس میں ملوث رہی، خدا کا خوف رکھنے والے کچھ لوگ منع کرتے تھے، کچھ اس کو برا جانتے تھے اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس خیال سے منع نہیں کرتے تھے کہ یہ باز آنے والے نہیں ہیں، نافرمان لوگ کہتے تھے کہ ہم اتنے عرصہ سے یہ کام کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان مچھلیوں میں اضافہ فرما رہا ہے، مانعین کہتے تھے کہ تم دھوکے میں نہ آؤ ہوسکتا ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۷ ۳، دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

بنی اسرائیل نے بھی مچھلی کا شکار کرنے کے لیے یہ حیلہ ایجاد کیا تھا، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر اپنے غضب کا اظہار فرمایا اور ان لوگوں کو بندر بنا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حیلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز حیلہ کے عدمِ جواز پر درجِ ذیل حدیث دلالت کرتی ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں شخص نے خمر فروخت کی ہے، تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو ہلاک کر دے، کیا وہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کر دے، ان پر چربی حرام کر دی گئی تو انہوں نے چربی کو پگھلایا اور پھر اس کو فروخت کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۲۳، صحیح مسلم: ۱۵۸۲، سنن نسائی: ۴۲۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۳۸۳، مسند احمد: ۱۷۱، سنن دارمی: ۲۱۰۴)

چربی بعینہٖ حرام تھی تو یہود نے اس کے لیے یہ حیلہ کیا کہ چربی کو پگھلا کر اس کا تیل بنا دیا اور پھر اس تیل کو فروخت کیا اور کہا: یہ چربی نہیں ہے بلکہ تیل ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے اس فعل کی مذمت کی۔

فقہاء احناف کا قول حیلوں کے متعلق مشہور ہے، کیونکہ امام ابو یوسف نے حیلہ کے جواز میں کتاب تصنیف کی ہے، لیکن امام ابو یوسف اور دیگر ائمہ احناف سے مشہور یہ ہے کہ برحق چیز کے حصول کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے، اور صاحب المحیط نے کہا ہے: اگر حیلہ سے مقصود یہ ہو کہ حرام کام سے بچا جائے اور گناہ سے بچا جائے تو یہ حیلہ مستحسن ہے، اور اگر حیلہ سے مقصد یہ ہو کہ کسی مسلمان کے حق کو باطل کیا جائے تو پھر یہ حیلہ ناجائز ہے اور گناہ ہے اور حد سے تجاوز ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۱۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۔ بَابٌ: فِي تَرْكِ الْحِيَلِ

حیلوں کو ترک کرنے کا بیان

وَأَنَّ لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فِي الْأَيْمَانِ وَغَيْرِهَا۔

ہر مرد کے لیے اسی کا اعتبار کیا جاتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہے خواہ قسموں میں یا کسی اور کام میں۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حیلوں کے ترک کرنے کا بیان کیا گیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری نے ''ترک'' کے لفظ سے اس وہم کو دور کرنے کا اشارہ کیا ہے کہ پہلے عنوان میں جو حیلوں کا ذکر ہے اس سے مراد حیلوں کا جواز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

پہلا عنوان اپنے عموم کے اعتبار سے جائز حیلہ اور ناجائز حیلہ دونوں کو شامل ہے، اور امام بخاری نے عنوان کو اس لیے مطلق ذکر کیا کہ بعض حیلے ایسے ہیں جن سے منع نہیں کیا جاتا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: "ہر مرد کے لیے اسی کا اعتبار کیا جاتا ہے جس کی وہ نیت کرے"۔ یہ دراصل ایک مکمل حدیث کا ٹکڑا ہے اور یہ حدیث صحیح البخاری کے شروع میں مذکور ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ "اعمال کا مدار صرف نیات پر ہے، اور ہر مرد کے لیے اسی کا اعتبار کیا جاتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔۔۔۔۔۔ الحدیث"۔ اور اس حدیث کی مفصل شرح گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے کہا "فی الایمان وغیرھا" یہ امام بخاری کا کلام ہے اور ایمان میں الف پر زبر ہے اور یہ یمین کی جمع ہے۔

یہ حدیث عبادات پر محمول ہے اور امام بخاری نے اس حدیث میں تعمیم کی ہے تا کہ ان کا کلام معاملات پر بھی شامل ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه يَخْطُبُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ هَاجَرَ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از محمد بن ابراہیم از علقمہ بن وقاص، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ خطبہ دے رہے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے لوگو! اعمال کا مدار صرف نیت پر ہے اور مرد کے لیے اسی چیز کا اعتبار کیا جاتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے، پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف شمار ہوگی، اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو جسے وہ پائے یا عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف شمار ہوگی جس کی طرف وہ ہجرت کی نیت کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱، ۵۴، ۲۵۲۹، ۳۸۹۸، ۵۰۷۰، ۶۶۸۹، ۶۹۵۳، صحیح مسلم: ۱۹۰۷، سنن ترمذی: ۱۶۴۷، سنن نسائی: ۷۵، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۱، سنن ابن ماجہ: ۴۲۲۷، مسند احمد: ۱۶۹)

صحیح البخاری: ۶۹۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ مہاجر ام قیس نے اپنی ہجرت کو ام قیس کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے حیلہ بنایا تھا، کیونکہ جب انہوں نے ام قیس کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا: میں تم سے نکاح تب کروں گی جب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تم ہجرت کر کے مدینہ آ جاؤ، تو انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کو ام قیس سے نکاح کرنے کا حیلہ بنایا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالنعمان کا ذکر ہے، یہ محمد بن الفضل ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید کا ذکر ہے، یہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں محمد بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ التیمی ہیں۔

میں نے اس حدیث کی شرح صحیح البخاری کے شروع میں کی ہے اور میں نے ایسی شرح کی ہے کہ متقدمین اور متاخرین شارحین میں سے کسی نے بھی اس کی مثل شرح نہیں کی۔ اور جو فقہاء حیلوں کے جواز کے قائل نہیں ہیں انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

اور جو حیلوں کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کیونکہ دونوں فریقوں کا رجوع عامل کی نیت کی طرف ہوتا ہے، اور ''المحیط'' کی ''کتاب الحیل'' میں مذکور ہے کہ حیلہ کرنا مشروع ہے جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں درج ذیل آیت کا تقاضا ہے:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (ص:۴۴)

اور آپ اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک جھاڑو لے کر ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں، بے شک ہم نے ان کو صابر پایا، وہ کیا خوب بندے ہیں، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے ہیں O

اور حیلہ کسی مکروہ یا کسی آفت اور مصیبت سے بھاگنے کے لیے کیا جاتا ہے اور حرام سے بھاگنے کے لیے حیلہ کرنا اور گناہ سے دور رہنے کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے، اور اگر کسی مسلمان کا حق باطل کرنے کے لیے حیلہ کیا جائے تو یہ گناہ ہے اور سرکشی ہے۔

علامہ النسفی نے ''الکافی'' میں امام محمد بن الحسن سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے حیلہ کر کے بھاگنا یہ مومنین کے اخلاق میں سے نہیں ہے اور جو حیلہ اس لیے کیا جائے تا کہ کسی کے حق کو باطل کیا جائے تو یہ حیلہ مذموم ہے اور نا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۳۔ ۱۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۵۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قسم میں توریہ کا اعتبار کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء

یہ حدیث امام مالک کے قسموں میں ان کے مذہب کی دلیل ہے، کیونکہ امام مالک یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے فریق مخالف کے سامنے جن الفاظ سے قسم کھائی، انہی الفاظ کا اعتبار ہوگا اور ان میں کسی توریہ کا اعتبار نہیں ہوگا، یعنی وہ قسم کے الفاظ سے کچھ اور نیت کرے اور فریق مخالف کے ذہن میں کوئی اور معنی ڈالے مثلاً کوئی شخص تنگدست ہو اور وہ اپنے قرض خواہ کے سامنے قسم کھائے اور کہے: اللہ کی قسم! میرے پاس تمہارے لیے اس وقت کوئی پیسہ نہیں ہے اور وہ اس خاص وقت کی نیت کر لے، یا کوئی شخص طلاق کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قسم کھائے اور کہے: ہند کو طلاق ہے اور اس کی بیوی کا نام ہند ہو اور وہ کسی اور اجنبی عورت کی طلاق کی نیت کرلے، تو امام مالک کے نزدیک اس قسم کا توریہ جائز نہیں ہے اور قسم کھانے والے نے جن الفاظ کے ساتھ قسم کھائی ہے ان الفاظ کا جو متبادل معنی ہو گا اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔

جب کہ فقہاء احناف اور فقہائے شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ قسم کھانے والا جن الفاظ کے ساتھ قسم کھائے اسی کی نیت کا اعتبار ہو گا۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۔ بَابٌ: فِي الصَّلَاةِ　　نماز کو ختم کرنے میں حیلہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں نماز میں حیلہ کے دخول کا بیان کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۵۴۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی نماز کو قبول نہیں فرمائے گا جب وہ وضو توڑ دے گا حتیٰ کہ وہ وضو کرلے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۵، ۶۹۵۴، صحیح مسلم: ۲۲۵، سنن ترمذی: ۷۶، سنن ابوداؤد: ۶۰، مسند احمد: ۸۰۱۷)

صحیح البخاری: ۶۹۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت پر اعتراض اور علامہ کرمانی کا جواب

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی المتوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث کا کتاب کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تو میں کہوں گا کہ امام بخاری کا مقصود فقہاء احناف پر رد کرنا ہے۔

بعض فقہاء کا فقہاء احناف پر یہ الزام کہ فقہاء احناف کہتے ہیں کہ اگر نمازی نے قعدہ اخیرہ میں وضو توڑ دیا تو سلام پھیرے بغیر اس کی نماز مکمل ہو جائے گی، حالانکہ سلام پھیرنا نماز کا رکن اور فرض ہے

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ فقہاء احناف نے کہا ہے: جس آدمی نے نماز کے قعدہ اخیرہ میں وضو توڑ دیا، اس کی نماز صحیح ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ نماز سے باہر نکلنا ہر اس کام سے حاصل ہو جاتا ہے جو نماز کے منافی اور خلاف ہو، پس وہ وضو توڑنے کے ساتھ نماز کے صحیح ہونے کا حیلہ کرتے ہیں اور فقہاء احناف پر رد کا بیان یہ ہے کہ وہ شخص نماز میں وضو توڑنے والا ہے، پس اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، کیونکہ نماز سے باہر آنا یا تکبیر تحریمہ کی تحلیل نماز کا رکن ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: "تحلیلها التسلیم"، یعنی تکبیر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تحریمہ سے نمازی پر جو نماز کے علاوہ دوسرے کام حرام ہو جاتے ہیں، وہ کام سلام پھیرنے سے حلال ہوتے ہیں، پس جیسا کہ تکبیر تحریمہ نماز کا رکن ہے، اسی طرح سلام پھیر کر نماز میں دوسرے کاموں کو حلال کرنا یہ بھی نماز کا رکن ہے۔ اور جب کہ انہوں نے کہا ہے کہ جو آدمی نماز کے اندر وضو توڑ دے وہ وضو کرے اور اس پر نماز کی بناء کرے، اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ جب وضو میں وضو کی نیت نہ ہو تو وضو صحیح ہوتا ہے کیونکہ وضو کرنا عبادت نہیں ہے۔ (علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی۔)

اور علامہ ابن المُنیر نے کہا ہے: امام بخاری نے اس عنوان سے اُن فقہاء کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جو شخص قعدہ اخیرہ کے درمیان عمداً وضو توڑ دے اس کی نماز صحیح ہے، اور اس کا وضو توڑنا اس کے سلام پھیرنے کی مثل ہے، کیونکہ یہ وضو ٹوٹنے کے ساتھ نماز کی صحت کا حیلہ ہے۔ (علامہ ابن المنیر کی عبارت ختم ہوئی۔)

اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: اس باب کے عنوان میں اُن فقہاء کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے قعدہ اخیرہ میں وضو توڑ دیا تو اس کی نماز صحیح ہے۔ (علامہ ابن بطال کی عبارت ختم ہوئی۔)

اور کہا گیا ہے کہ تحریم کے مقابلہ میں تسلیم ہے (سلام پھیرنا ہے)، کیونکہ حدیث میں ہے "نماز کی تحریم تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل تسلیم ہے" پس جب دو طرفوں میں سے ایک طرف رُکن ہے تو دوسری طرف بھی رُکن ہوگی، یعنی جس طرح تکبیر تحریمہ نماز کا رکن ہے تو اسی طرح سلام پھیرنا بھی نماز کا رُکن ہے، اور جس طرح تکبیر تحریمہ وضو توڑنے کے ساتھ نہیں ہو سکتی، اسی طرح سلام پھیرنا بھی وضو توڑنے کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

علامہ عینی کی طرف سے اس الزام کا جواب جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سلام پھیرنا نماز میں فرض نہیں ہے

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس حدیث اور باب کے عنوان میں اصلاً مطابقت نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث اصلاً کسی حیلہ پر دلالت نہیں کرتی، اور علامہ کرمانی نے جو کہا ہے کہ فقہاء احناف بے وضوئی کے ساتھ نماز صحیح ہونے کا حیلہ کرتے ہیں، یہ کلام مردود ہے، بالکل مقبول نہیں ہے، کیونکہ فقہاء احناف نے اس شخص کی نماز کو بالکل صحیح نہیں کہا جو قعدۂ اخیرہ میں وضو توڑنے کا حیلہ کرے اور حیلہ کا اس میں بالکل دخل نہیں ہے، بلکہ فقہاء احناف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کیا ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا پھر ان کو نماز میں تشہد سکھایا، پھر اعمش کی حدیث کی دعا کی مثل کا ذکر کیا اور فرمایا: "اذا قلت هذا او قضيت هذا فقد قضيت صلوتك ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد" (جب تم یہ تشہد پڑھ لو یا اس کو ادا کر لو تو تم نے اپنی نماز پوری کر لی، اگر تم کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ)۔ (سنن ابوداؤد: ۹۷۰)

اس حدیث کی امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے، اور یہ حدیث نماز میں سلام کی فرضیت کے منافی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قعدہ کے بعد نمازی کو اختیار دیا ہے کہ اگر تم کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ۔۔۔ الخ، اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نماز میں سلام پھیرنا فرض ہے، اور ان فقہاء نے جو فقہاء احناف پر رد کرنے کے لیے یہ گرا ہوا کلام پیش کیا ہے، یہ ان کے محض باطل تعصب میں اِفراط کی وجہ سے ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور علامہ کرمانی نے جو یہ کہا ہے کہ امام بخاری کے رد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص نماز میں وضو توڑنے والا ہے، پس اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی تو امام بخاری کا یہ رد غیر صحیح ہے، کیونکہ اس کی نماز پوری ہوگئی اور ان کا یہ کہنا کہ حدیث میں ہے "تحلیلها التسلیم" یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث اخبار احاد میں سے ہے اور خبرِ واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اسی طرح ان کا یہ استدلال کرنا کہ تکبیرۃ الافتتاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے فرض ہے "تحریمها التکبیر" یہ بھی اسی وجہ سے صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث خبرِ واحد ہے اور خبرِ واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ تکبیرۃ الافتتاح کی فرضیت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت ہے: "وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝" (المدثر: ۳) "اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے" اور اس سے مراد نماز میں تکبیر پڑھنا ہے، کیونکہ نماز سے خارج میں تکبیر پڑھنا واجب نہیں ہے، اس پر اہلِ تفسیر کا اجماع ہے۔ اور افتتاحِ نماز کے علاوہ کسی جگہ بھی تکبیر کا پڑھنا واجب نہیں ہے۔

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس کی علت یہ ہے کہ وضو عبادت نہیں ہے، یہ کلام بھی ساقط ہے، کیونکہ فقہاء احناف یہ نہیں کہتے کہ وضو مطلقاً عبادت نہیں ہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ عبادتِ غیر مستقلہ بذاتہا ہے، بلکہ وہ ایسی عبادت ہے جو نماز کو قائم کرنے کا وسیلہ ہے۔

اور ابن المنیر کا یہ کہنا بھی مردود ہے کہ یہ حدیث بغیر وضو نماز کی صحت کے حیلہ کا رد ہے جیسا کہ ہم اس کی توجیہ بیان کر چکے ہیں۔

اور ابن بطال کا یہ کہنا بھی مردود ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے ان پر رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ جس نے قعدہ اخیرہ میں وضو توڑ دیا اس کی نماز صحیح ہے، کیونکہ یہ حدیث اس پر بالکل دلالت نہیں کرتی جو انہوں نے کہا ہے۔

اور جس قائل نے یہ کہا ہے کہ جب دو طرفوں میں سے ایک طرف رُکن ہوگی تو دوسری طرف بھی رُکن ہوگی، یہ صحیح نہیں ہے۔

اور یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۴۔ ۱۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۔ بَابٌ: فِي الزَّكَاةِ

زکوٰۃ کے متعلق حیلوں کا بیان

وَأَنْ لَا يُفَرَّقَ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَلَا يُجْمَعَ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ

اور یہ کہ زکوٰۃ کے خوف سے جو بکریاں جمع ہوں ان کو الگ نہ کیا جائے اور جو بکریاں الگ الگ ہوں ان کو جمع نہ کیا جائے۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں زکوٰۃ کو ساقط کرنے کے حیلوں کو ترک کرنے کا بیان ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں جس حدیث کا ذکر ہے، وہ کتاب الزکوٰۃ کی ایک طویل حدیث میں اسی سند کے ساتھ گزر چکی ہے اور اس کی شرح بھی ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۵۔ ۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٦٩٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی فرضیت کے متعلق وہ مکتوب لکھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی فرضیت کو لکھوایا تھا، اس مکتوب میں مذکور تھا کہ زکوٰۃ کے خوف سے جو الگ الگ ہوں ان کو جمع نہ کیا جائے اور جو جمع ہوں ان کو الگ نہ کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ١٤٥٠، سنن ترمذی: ٦٢١، سنن نسائی: ٢٤٤٧، سنن ابوداؤد: ١٥٦٨، سنن ابن ماجہ: ١٨٠٧، مسند احمد: ٧٣)

صحیح البخاری: ٦٩٥٥، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ جو بابِ مذکور کا عنوان ہے وہی اس حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عبداللہ، یہ الانصاری ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از والد خود اور وہ عبداللہ بن المثنیٰ بن انس بن مالک الانصاری ہیں، وہ اپنے چچا ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یجمع" یعنی اگر ہر شریک کی چالیس چالیس بکریاں ہوں تو ہر فریق پر دو بکریاں زکوٰۃ واجب ہے، سو ان بکریوں کو جمع نہ کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ ایک آدمی کی اسّی (٨٠) بکریاں ہیں تاکہ زکوٰۃ میں ایک بکری دینی پڑے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یفرق" یعنی اگر دو شریکوں کی چالیس بکریاں ہوں تو ان میں تفریق نہ کی جائے، تاکہ ان میں زکوٰۃ واجب نہ ہو، کیونکہ اس طرح تفریق کرنا زکوٰۃ کو ساقط کرنے کا حیلہ ہے یا زکوٰۃ کو کم کرنے کا حیلہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢٤ ص ١٦٦، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

صحیح البخاری: ٦٩٥٥، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ١٤٢١ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قاعدہ یہ ہے کہ جس نے کسی واجب کو ساقط کرنے کا حیلہ کیا تو واجب ساقط نہیں ہوگا، اور جس نے کسی حرام کام کو کرنے کا حیلہ کیا تو وہ کام حلال نہیں ہوگا۔

واجب حیلہ سے ساقط نہیں ہوتا اور حرام حیلہ سے حلال نہیں ہوتا، ورنہ ہر زانی حیلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو ساقط کر دے گا اور جس کام کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کر لے گا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۱۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۶۹۵۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ثَائِرَ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَقَالَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ قَالَ شَهْرَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا قَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكَاةِ قَالَ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَالَ وَالَّذِي أَكْرَمَكَ لَا أَتَطَوَّعُ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِي عِشْرِينَ وَمِائَةِ بَعِيرٍ حِقَّتَانِ فَإِنْ أَهْلَكَهَا مُتَعَمِّدًا أَوْ وَهَبَهَا أَوِ احْتَالَ فِيهَا فِرَارًا مِنَ الزَّكَاةِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی سہیل از والد خود از حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں تو آپ نے فرمایا: پانچ نمازیں سوا اس کے کہ تم کچھ نفلی نمازیں پڑھو، پھر اس نے کہا کہ مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں، آپ نے فرمایا: رمضان کے مہینہ کے روزے سوا اس کے کہ تم کچھ نفلی روزے رکھو، اس نے کہا: مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی زکوٰۃ فرض کی ہے؟ راوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس کو اسلام کے شرعی احکام کی خبر دی تو اس اعرابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی ہے! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو احکام فرض کیے ہیں میں ان میں نہ کوئی اضافہ کروں گا اور نہ ان میں سے کسی میں کمی کروں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا تو کامیاب ہوگیا، یا فرمایا: اگر اس نے سچ کہا تو یہ جنت میں داخل ہوگیا۔

اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے: ایک سو بیس (۱۲۰) اونٹوں میں تین تین سال کی دو اونٹنیاں واجب ہیں جو چوتھے سال میں شروع ہو چکی ہوں، پس اگر اس نے ان اونٹوں کو عمداً ضائع کر دیا (مثلاً ان سب اونٹوں کو ذبح کر دیا) یا وہ سب اونٹ کسی کو ہبہ کر دیے یا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے ان اونٹوں میں کوئی حیلہ کیا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۴۶، ۱۸۹۱، ۲۶۷۸، ۶۹۵۶، صحیح مسلم: ۱۱، سنن نسائی: ۴۵۸، سنن ابوداؤد: ۳۹۱، مسند احمد: ۱۳۹۳، موطا امام مالک: ۴۲۵، سنن دارمی: ۱۵۷۸)

صحیح البخاری: ۶۹۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت تعسف اور تحکم کے سوا نہیں ہو سکتی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسہیل، یہ سہل کی تصغیر ہے اور ان کا نام نافع بن مالک ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، یہ بھی تصغیر ہے، یہ التیمی ہیں اور ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی، جنگِ جمل کے دن ان کو مروان بن الحکم نے قتل کر دیا تھا۔

یہ حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "شرائع الاسلام" یعنی زکوٰۃ کے واجبات، اسی طرح دوسرے واجبات۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: شرط کا مفہوم اس کو واجب کرتا ہے کہ اگر اس نے نفلی عبادات کیں تو وہ کامیاب نہیں ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مفہوم مخالفت کے اعتبار کی شرط یہ ہے کہ مفہومِ موافقت موجود نہ ہو، اور یہاں پر مفہومِ موافقت ثابت ہے، کیونکہ جس نے نفلی عبادات کیں وہ بطریقِ اولیٰ کامیاب ہوگا۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: "اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے: ایک سو بیس (۱۲۰) اونٹوں میں تین تین سال کی دو اونٹنیاں واجب ہیں جو چوتھے سال میں شروع ہو چکی ہوں، پس اگر اس نے ان اونٹوں کو عمداً ضائع کر دیا (مثلاً ان سب اونٹوں کو ذبح کر دیا) یا وہ سب اونٹ کسی کو ہبہ کر دیے یا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے ان اونٹوں میں کوئی حیلہ کیا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی"۔

ایک قول یہ ہے کہ بعض لوگوں سے امام بخاری کی مراد امام ابوحنیفہ ہیں، اور امام بخاری نے ان پر طعن کیا ہے، کیونکہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ حیلہ جس سے کوئی شخص زکوٰۃ کو ساقط کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس میں گناہ گار ہوگا۔

اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے یہ نیت کی کہ وہ سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی سے فرار کرے گا تو اس کو یہ نیت نقصان نہیں دے گی، کیونکہ زکوٰۃ اس پر سال پورا ہونے کے بعد لازم آتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "زکوٰۃ کے ڈر سے" اس پر اسی وقت متوجہ ہوگی جب سال پورا ہو جائے گا۔ اور اس پر اجماع قائم ہے کہ سال پورا ہونے سے پہلے وہ جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے اور یہ امام شافعی کا قول بھی ہے۔ پس امام بخاری بعض الناس کے لفظ سے خصوصاً امام ابوحنیفہ پر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طعن کا ارادہ کیسے کریں گے؟

اور ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری نے اس تعلیق سے امام ابو یوسف کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ "اگر کسی شخص کے پاس ایک سوبیس (۱۲۰) اونٹ ہوں اور اس پر دو اونٹنیاں لازم ہوں۔۔۔الخ"، اور امام ابو یوسف نے کہا ہے: اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی، کیونکہ وہ وجوب سے منع کرتے ہیں اور واجب کو ساقط نہیں کرتے۔ اور امام محمد نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے، کیونکہ اس طریقہ سے فقراء کے حق کو باطل کرنے کا قصد کیا گیا ہے جب کہ نصاب کے وجوب کی وجہ سے اس پر فقراء کا حق واجب ہو گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۶۔۱۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری ۶۹۵۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے امام ابوحنیفہ سے جو یہ نقل کیا ہے اور بعض الناس سے وہی مراد ہیں، اس مسئلہ میں زکوٰۃ سے فرار میں تین اقوال ہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اس نے اپنے اونٹوں کو سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے ہلاک کرنے سے زکوٰۃ سے فرار ہونے کی نیت کی تو یہ نیت اس کو ضرر نہیں دے گی، کیونکہ زکوٰۃ اس پر سال پورا ہونے کے بعد لازم ہوتی ہے اور حدیث میں جو مذکور ہے "زکوٰۃ کے ڈر سے" یہ اس پر اسی صورت میں متوجہ ہوگا۔

اور اس پر اجماع ہے کہ وہ سال پورا ہونے سے پہلے اپنے اونٹوں میں جو فروخت کرنے کا تصرف کرے یا ہبہ کرنے کا یا ذبح کرنے کا تو یہ جائز ہے جب کہ وہ زکوٰۃ سے فرار کی نیت نہ کرے، اور اس پر بھی اجماع ہے کہ جب سال پورا ہو جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا آنے میں دیر کر دے تو اس کے لیے نقصان سے بچنے کے لیے متفرق مال زکوٰۃ کو جمع کرنے یا جو جمع ہو اس کو متفرق کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور امام مالک نے کہا ہے: جب وہ سال پورا ہونے سے ایک ماہ پہلے زکوٰۃ کے فرار کی نیت سے یا اس کی مثل اپنے مال میں تفریق کرے تو اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی جب سال پورا ہو جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "زکوٰۃ کے ڈر سے"۔

اور امام بخاری کا اس باب میں قصد یہ ہے کہ تمہیں یہ بتائیں کہ ہر وہ حیلہ کہ جس حیلہ سے کوئی شخص زکوٰۃ کو ساقط کرے تو اس پر اس کا گناہ ہوگا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متفرق مال زکوٰۃ کو جمع کرنے یا جمع کو زکوٰۃ کے ڈر سے متفرق کرنے سے منع فرمایا، نیز آپ نے فرمایا: "افلح ان صدق" یعنی اگر کسی شخص نے اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کو ادا کرنے میں کسی حیلہ سے کمی کی تو اس کو اس سے نفع نہیں ہوگا اور اللہ کے نزدیک اس کا عذر مقبول نہیں ہوگا۔

پس فقہاء نے سال پورا ہونے سے پہلے صاحب المال کو اپنے مال میں تصرف کی جو اجازت دی ہے، اس سے انہوں نے زکوٰۃ سے فرار کا ارادہ نہیں کیا اور جس نے اس سے زکوٰۃ سے فرار ہونے کی نیت کی تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور وہ گناہ ساقط نہیں ہوگا اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے، جیسے کوئی شخص سفر کے حیلہ سے رمضان کے روزوں سے بھاگے تاکہ سفر کی رخصت کی وجہ سے اسے رمضان کے روزے نہ رکھنے پڑیں تو روزہ نہ رکھنے کی وعید اس پر متوجہ ہوگی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس شخص نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے منع کیا، قیامت کے دن اس کو عذاب ہوگا، جیسا کہ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے گزر چکا ہے۔ پس یہ اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پر دلالت کرتا ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بھاگنا جائز نہیں ہے اور آخرت میں اس سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا۔

اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ زکوٰۃ سے بھاگنے کا حیلہ مکروہ تنزیہی ہے اور رہے امام غزالی تو انہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔اور فقہاء مالکیہ کے اقوال اس میں مختلف ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۶۳۔۶۵ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۶۹۵۷۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهُ فَيَطْلُبُهُ وَيَقُولُ أَنَا كَنْزُكَ قَالَ وَاللهِ لَنْ يَزَالَ يَطْلُبُهُ حَتَّى يَبْسُطَ يَدَهُ فَيُلْقِمَهَا فَاهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک کا خزانہ قیامت کے دن گنجا اژدھا بن جائے گا، وہ شخص اس سے بھاگے گا اور وہ اژدھا اس کو پکڑے گا اور کہے گا: میں تیرا خزانہ ہوں، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ اس کو مسلسل طلب کرتا رہے گا حتیٰ کہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کو اپنے منہ میں ڈال لے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۴۰۳، ۴۵۶۵، ۴۶۵۹، ۶۹۵۷، صحیح مسلم: ۹۸۸، سنن نسائی: ۲۴۸۲، سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۴، مسند احمد: ۸۴۴۷، موطا امام مالک: ۵۹۶، سنن دارمی: ۱۶۱۷)

۶۹۵۸۔ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا مَا رَبُّ النَّعَمِ لَمْ يُعْطِ حَقَّهَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَتَخْبِطُ وَجْهَهُ بِأَخْفَافِهَا وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِي رَجُلٍ لَهُ إِبِلٌ فَخَافَ أَنْ تَجِبَ عَلَيْهِ الصَّدَقَةُ فَبَاعَهَا بِإِبِلٍ مِثْلِهَا أَوْ بِغَنَمٍ أَوْ بِبَقَرٍ أَوْ بِدَرَاهِمَ فِرَارًا مِنَ الصَّدَقَةِ بِيَوْمٍ احْتِيَالًا فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ إِنْ زَكَّى إِبِلَهُ قَبْلَ أَنْ يَحُولَ الْحَوْلُ بِيَوْمٍ أَوْ بِسَنَةٍ جَازَتْ عَنْهُ۔

۶۹۵۸۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اونٹوں کا مالک ان کی زکوٰۃ نہیں دے گا تو وہ اونٹ اس کے اوپر قیامت کے دن مسلط کر دیئے جائیں گے، وہ اس کے چہرہ کو اپنے کھروں سے نوچیں گے۔

اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے کہ جس مرد کے پاس اونٹ ہوں، پس اس کو ان کی زکوٰۃ کا خطرہ ہو تو وہ ان اونٹوں کو اتنے ہی اونٹوں کے عوض یا بکریوں کے عوض یا گائیوں کے عوض یا دراہم کے عوض سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے فروخت کر دے تاکہ اس حیلہ سے وہ زکوٰۃ سے فرار ہو جائے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اس نے اپنے اونٹوں کی زکوٰۃ سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے یا ایک سال پہلے دے دی تو یہ جائز ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۱۴۰۲، ۶۹۵۸،۳۰۷۳،۲۳۷۸، صحیح مسلم: ۱۸۳۱، سنن نسائی: ۲۴۴۸، سنن ابوداؤد: ۱۶۵۸، مسند احمد: ۹۲۱۹)

صحیح البخاری: ۶۹۵۷۔ ۶۹۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض شارحین نے کہا ہے کہ امام بخاری نے "بعض الناس" کے لفظ سے امام ابوحنیفہ کو مراد لیا ہے اور ان کا ارادہ امام ابوحنیفہ کے اقوال میں تناقض ثابت کر کے ان پر طعن کرنا ہے، یعنی جب سال پورا ہونے سے پہلے امام ابوحنیفہ کے نزدیک زکوٰۃ کو ادا کرنا جائز ہے تو سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ کیسے ساقط ہوگی؟

اور صاحب التلویح نے کہا ہے: امام بخاری نے جو امام ابوحنیفہ کو الزام دیا ہے، وہ تناقض نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ کو واجب قرار نہیں دیتے، اور جو پہلے زکوٰۃ ادا کردے وہ اس طرح ہے جیسے کوئی شخص اپنے میعادی قرض کو پہلے ادا کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۵۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ اسْتَفْتَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ تُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اقْضِهِ عَنْهَا وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا بَلَغَتِ الْإِبِلُ عِشْرِينَ فَفِيهَا أَرْبَعُ شِيَاهٍ فَإِنْ وَهَبَهَا قَبْلَ الْحَوْلِ أَوْ بَاعَهَا فِرَارًا وَاحْتِيَالًا لِإِسْقَاطِ الزَّكَاةِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَكَذَلِكَ إِنْ أَتْلَفَهَا فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ فِي مَالِهِ۔

۶۹۵۹۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ان کی ماں نے ایک نذر مانی تھی اور وہ اس نذر کی ادائیگی سے پہلے فوت ہوگئیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ان کی طرف سے نذر کو ادا کردو۔

اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے کہ جب کسی کے پاس بیس (۲۰) اونٹ ہوں تو اس میں چار بکریاں زکوٰۃ میں دینا واجب ہیں، پس اگر اس نے سال پورا ہونے سے پہلے بکریاں کسی کو ہبہ کردیں یا فروخت کردیں تاکہ زکوٰۃ سے فرار ہو اور زکوٰۃ کو ساقط کرنے کا حیلہ کرے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے، اور اسی طرح اگر اس نے وہ بکریاں ضائع کردیں پھر وہ مر گیا تو اس کے مال میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔

(صحیح البخاری: ۲۷۶۱، ۶۶۹۸، ۶۹۵۹، صحیح مسلم: ۱۶۳۸، سنن ترمذی: ۱۵۴۶، سنن نسائی: ۳۸۱۷، سنن ابوداؤد: ۳۳۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۲، مسند احمد: ۳۰۴۰، موطا امام مالک: ۱۰۲۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۹۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت علامہ المہلب کے کلام سے تعسف کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ زکوٰۃ نہ حیلہ سے ساقط ہوتی ہے اور نہ موت سے ساقط ہوتی ہے، کیونکہ جب نذر موت سے ساقط نہیں ہوتی اور زکوٰۃ نذر سے زیادہ موکد ہے تو وہ بھی ساقط نہیں ہوگی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

علامہ المہلب کے اس کلام میں ظاہر اعتراض ہے، رہی حدیث تو وہ زکوٰۃ کے حکم پر دلالت نہیں کرتی نہ زکوٰۃ کے سقوط پر اور نہ زکوٰۃ کے عدمِ سقوط پر۔ اور رہا موت سے نذر کے ساقط نہ ہونے پر زکوٰۃ کو قیاس کرنا تو یہ غیر صحیح ہے، کیونکہ نذر کسی ایک شخص کی وجہ سے حق معین ہے اور زکوٰۃ اللہ کا حق ہے اور فقراء کا حق ہے، پس زکوٰۃ میں اور نذر میں کونسا جامع ہے؟ علاوہ ازیں یہ حدیث اور اس سے پہلے کی دو حدیثیں باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہیں۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: "اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے کہ جب کسی کے پاس بیس (۲۰) اونٹ ہوں تو اس میں چار بکریاں زکوٰۃ میں دینا واجب ہیں، پس اگر اس نے سال پورا ہونے سے پہلے بکریاں کسی کو ہبہ کر دیں یا فروخت کر دیں تا کہ زکوٰۃ سے فرار ہو اور زکوٰۃ کو ساقط کرنے کا حیلہ کرے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے، اور اسی طرح اگر اس نے وہ بکریاں ضائع کر دیں پھر وہ مر گیا تو اس کے مال میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہوگی"۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے بعض لوگوں سے یا امام ابوحنیفہ کا ارادہ کیا ہے یا فقہاء احناف کا، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اور اس کا جواب اسی طرح ہے جیسے اس سے پہلے امام بخاری کے دو اعتراضوں کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ فقہاء احناف نے صرف یہ کہا ہے کہ ان تین صورتوں کے اوپر اس شخص پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، کیونکہ جب اس شخص نے سال پورا ہونے سے پہلے اونٹوں کو اپنی ملکیت سے نکال دیا تو کہاں سے اس کے اوپر کوئی چیز واجب ہو جائے گی، لہٰذا امام ابوحنیفہ پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوگا جو امام بخاری نے وارد کیا ہے، لہٰذا ان جوابات کو دوبارہ ذکر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور امام بخاری نے اپنے اعتراض کو متفرق طور پر ذکر کیا ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے ان اعتراضات کو مکرر اس لیے ذکر کیا ہے تا کہ امام ابوحنیفہ پر زیادہ تشنیع ہو اور ان تین حدیثوں سے امام ابوحنیفہ کی مخالفت ظاہر ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: عظیم مجتہدین کے اوپر طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کا جو مذہب ہے اس سے ان کی اس باب کی احادیث سے مخالفت لازم نہیں آتی جیسا کہ تم نے دیکھ لیا ہے۔ اور جس کو کلام میں باریک بینی کا ملکہ حاصل ہو وہ اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

…کے لیے حق باطل سے واضح ہوجائے گا اور صحیح خطا سے، اور اللہ تعالیٰ ہی عصمت اور توفیق کا ولی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۹۔۱۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۵۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حیلہ کے متعلق امام شافعی اور امام محمد کا مناظرہ

امام ابو حفص الکبیر جو "کتاب الحِیَل" کے راوی ہیں وہ از محمد بن الحسن روایت کرتے ہیں کہ امام محمد بن حسن شیبانی نے کہا کہ مسلمان حرام سے بچنے کے لیے جو حیلہ کرے یا حلال تک پہنچنے کے لیے جو حیلہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر وہ ایسا حیلہ کرے جس سے کسی حق کو باطل کرے، یا کسی باطل کو حق قرار دے، یا کسی کے حق میں کوئی شبہ پیدا کرے تو وہ حیلہ مکروہ ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک مکروہ حرام سے زیادہ قریب ہے۔

اور امام شافعی نے ذکر کیا ہے کہ ان کا امام محمد سے اس میں مناظرہ ہوا کہ ایک عورت اپنے خاوند کو ناپسند کرتی تھی اور اس کا خاوند اس عورت کو چھوڑنے سے انکار کرتا تھا تو اس عورت نے اپنے خاوند کے بیٹے کو اپنے نفس پر دخول کا موقع دیا، کیونکہ اب وہ عورت ان کے نزدیک اپنے خاوند پر حرام ہوجائے گی، کیونکہ فقہاء احناف کا قول ہے کہ حرمت مصاہرت زنا سے ثابت ہوجاتی ہے۔

امام شافعی نے کہا: میں نے امام محمد سے کہا: زنا حلال کو حرام نہیں کرتا، کیونکہ زنا اس کی ضد ہے اور کسی چیز کی ضد سے اس چیز پر قیاس نہیں ہوسکتا، تو امام محمد نے کہا: ان دونوں کو جماع جمع کرلیتا ہے، پس میں نے کہا: ان دونوں کے درمیان فرق ہے، اول یعنی بیع کا شوہر سے جماع کرنا تو وہ ایک مستحسن کام ہے اور اس نے اپنی فرج کی حفاظت کی ہے اور دوسرا کام یعنی زنا اس کی مذمت ہے اور اس زنا کی بناء پر اس پر رجم واجب ہے، اور آپ کے قول پر یہ لازم آئے گا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں جب وہ زنا کرلے تو اپنے شوہر کے لیے حلال ہوجائے اور یہ لازم آئے گا کہ جب کسی شخص کی چار بیویاں ہوں، پس وہ کسی پانچویں عورت سے زنا کرلے تو ان چار میں سے ایک اس پر حرام ہوجائے گی۔۔۔۔ آخر مناظرہ تک۔

امام بخاری نے جو عنوان میں یہ کہا ہے کہ "اگر اس نے ان اونٹوں کو ہلاک کردیا"، اس پر یہ اعتراض ہے کہ ہلاک کرنا تو حیلوں میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تو مال کو ضائع کرنا ہے، کیونکہ حیلہ یا تو ضرر کو دور کرنے کے لیے ہوتا ہے یا منفعت کے حصول کے لیے ہوتا ہے، اور ان میں سے کوئی بھی چیز موجود نہیں ہے، اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وہ دونوں تین سال کی اونٹنیوں کو مثلاً ذبح کردے اور ان کے گوشت سے فائدہ اٹھائے تو اس سے ان دو اونٹنیوں کی زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۲۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۔ بَابُ: الْحِيلَةِ فِي النِّكَاحِ — نکاح میں حیلہ کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں نکاح میں حیلہ کے ترک کرنے کا بیان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۶۹۶۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ قُلْتُ لِنَافِعٍ مَا الشِّغَارُ قَالَ يَنْكِحُ ابْنَةَ الرَّجُلِ وَيُنْكِحُهُ ابْنَتَهُ بِغَيْرِ صَدَاقٍ وَيَنْكِحُ أُخْتَ الرَّجُلِ وَيُنْكِحُهُ أُخْتَهُ بِغَيْرِ صَدَاقٍ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ احْتَالَ حَتَّى تَزَوَّجَ عَلَى الشِّغَارِ فَهُوَ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَقَالَ فِي الْمُتْعَةِ النِّكَاحُ فَاسِدٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْمُتْعَةُ وَالشِّغَارُ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع فرمایا ہے، میں نے نافع سے پوچھا: شغار کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ایک شخص کسی مرد کی بیٹی سے نکاح کرے اور اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح بغیر مہر کے کر دے، اور ایک شخص کسی مرد کی بہن سے نکاح کرے اور اس کے ساتھ اپنی بہن کا نکاح بغیر مہر کے کر دے۔

اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے: اگر کسی شخص نے حیلہ کیا حتیٰ کہ شغار پر نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے۔

اور انہوں نے ''المتعۃ'' میں کہا: نکاح فاسد ہے اور شرط باطل ہے۔

اور بعض لوگوں نے کہا: ''المتعۃ'' اور ''الشغار'' دونوں جائز ہیں اور شرط باطل ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۱۱۲، ۶۹۶۰، صحیح مسلم: ۱۴۱۵، سنن ترمذی: ۱۱۲۴، سنن نسائی: ۳۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۲۰۷۴، سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۳، مسند احمد: ۴۶۷۸، موطا امام مالک: ۱۱۳۴، سنن دارمی: ۲۱۸۰)

صحیح البخاری: ۶۹۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ باب کے عنوان میں اور حدیث میں بالکل مطابقت نہیں ہے حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ امام بخاری کا ''الشغار'' کو ''باب الحیلۃ فی النکاح'' کے باب میں داخل کرنا مشکل ہے، کیونکہ جو ''نکاحِ شغار'' کے جواز کا قائل ہے، وہ کہے گا کہ ''شغار'' باطل ہے اور ''مہر مثل'' واجب ہے۔ (یعنی نکاحِ شغار میں ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح بغیر مہر کے کیا اور اس کے بدلہ میں اس شخص کی بیٹی کو اپنے نکاح میں بغیر مہر کے لیا تو اب فریقین کا بغیر مہر کی شرط کو رکھنا باطل ہے اور دونوں کے لیے مہرِ مثل واجب ہوگا)۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبید اللہ، یہ تصغیر ہے اور یہ ابن عمر العمری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبد اللہ کا ذکر ہے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

یہ حدیث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے اور اس کی وہاں شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا ہے: اگر کسی شخص نے حیلہ کیا حتیٰ کہ شغار پر نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے''۔

بعض لوگوں سے مراد فقہاء احناف ہیں، جیسا کہ شارحین نے کہا ہے کہ جس جگہ بھی امام بخاری ''بعض الناس'' کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد فقہاء احناف ہوتی ہے یا فقط امام ابوحنیفہ ان کی مراد ہوتے ہیں۔

اور امام بخاری کا یہ اعتراض فقہاء احناف پر وارد نہیں ہوتا، کیونکہ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ یہ دونوں عقد صحیح ہیں، یعنی کسی شخص نے دوسرے مرد کی بیٹی سے نکاح کیا اور اس نے اپنی بیٹی کا نکاح اس شخص سے کیا، سو یہ دونوں عقد صحیح ہیں اور دونوں نکاحوں میں مہر مثل واجب ہوگا، کیونکہ نکاح کا رکن اس کے اہل سے اور اس کے محل میں پایا گیا، اور حدیث میں ممانعت اس وجہ سے ہے کہ عقد بغیر مہر کے ہو اور جو عقد بغیر مہر کے ہو وہ ایسا ہے گویا خمر کے عوض میں عقد کیا گیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا ہے: ''اگر وہ یہ حیلہ کریں''۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ فقہاء احناف میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ وہ شغار میں حیلہ کرتے ہیں، انہوں نے صرف یہ کہا ہے کہ نکاح شغار کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد یہ کہے: میں تمہارے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرتا ہوں، اس شرط پر کہ تم میرے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح یا اپنی بہن کا نکاح کر دو۔ پس دونوں عقدوں میں سے ایک عقد، دوسرے عقد کا عوض ہوگا، لہٰذا دونوں عقد جائز ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔

اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ ظاہر حدیث کی بناء پر نکاح شغار باطل ہے۔

حدیث مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور انہوں نے ''المتعة'' میں کہا: نکاح فاسد ہے اور شرط باطل ہے''۔

یعنی بعض لوگوں نے نکاح المتعة میں کہا ہے کہ نکاحِ متعہ فاسد ہے اور شرط باطل ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی عورت اس شرط کے ساتھ نکاح کرے کہ مرد چند ایام تک اس عورت سے تمتع (لذت) حاصل کرے، پھر مرد اس عورت کا راستہ چھوڑ دے، اسی طرح علامہ کرمانی نے اس کو ذکر کیا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک متعہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے کہے ''مجھے تم اپنے نفس سے تمتع (لذت) حاصل کرنے دو'' یا کہے: ''میں تم سے مدت معلومہ تک تمتع (لذت) حاصل کروں گا'' خواہ مدت لمبی ہو یا کم ہو، پس عورت جواب میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہے "میں نے تم کو اپنا نفس تمتع (حصولِ لذت) کے لیے دیا" اور ایجاب اور قبول میں تمتع کا لفظ ضروری ہے، اور اس پر اجماع ہے۔

حدیث مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: "اور بعض لوگوں نے کہا: "المتعة" اور "الشغار" دونوں جائز ہیں اور شرط باطل ہے"۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: میں نے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے بیان کیا ہو کہ یہ بعض کون لوگ ہیں، اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے: اس سے مراد بعض اصحاب ابوحنیفہ ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اصحاب ابوحنیفہ میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا۔

اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: گویا کہ امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام زفر سے منقول ہے کہ انہوں نے نکاحِ موقت کی اجازت دی ہے اور شرط کو لغو قرار دیا ہے (یعنی کسی مرد نے کسی عورت سے چار دن کے لیے نکاح کیا تو چار دن کی شرط لگانا شرطِ فاسد ہے) کیونکہ یہ شرط فاسد ہے اور نکاح شروطِ فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔ (حافظ ابن حجر کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام زُفر کا مذہب اس طرح نہیں ہے، بلکہ امام زُفر کے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کسی عورت سے مدتِ معلومہ تک کے لیے نکاح کرے، پس نکاح صحیح ہے اور لازم ہے اور مدتِ معلومہ کی شرط باطل ہے، اور امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۶۹۔۱۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۶۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدِ اللهِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا أَنَّ عَلِيًّا رضی الله عنه قِيلَ لَهُ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَرَى بِمُتْعَةِ النِّسَاءِ بَأْسًا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ احْتَالَ حَتَّى تَمَتَّعَ فَالنِّكَاحُ فَاسِدٌ وَقَالَ بَعْضُهُمُ النِّكَاحُ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عمر، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از الحسن اور عبد اللہ بن محمد بن علی از ان کے والد، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عورتوں کے ساتھ مُتعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن مُتعہ کرنے سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔

اور بعض لوگوں (فقہاء احناف) نے کہا ہے: اگر کسی نے حیلہ کیا حتیٰ کہ مُتعہ کر لیا تو نکاح فاسد ہے۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۲۱۶، ۵۱۱۵، ۵۵۲۳، ۶۹۶۱، صحیح مسلم: ۱۴۰۷، سنن ترمذی: ۱۷۹۴، سنن نسائی: ۳۳۶۶، سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۱، مسند احمد: ۱۲۰۷، موطا امام مالک: ۱۱۵۱، سنن دارمی: ۱۹۹۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۹۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بھی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں مُتعہ میں حیلہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور متعہ کی صورت وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، اور وہ القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبیداللہ بن عمر، وہ العمری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن علی، وہ ابن الحنفیہ کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے علی، اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کی پہلی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور بعض لوگوں (فقہاء احناف) نے کہا ہے: اگر کسی نے حیلہ کیا حتیٰ کہ مُتعہ کر لیا تو نکاح فاسد ہے''۔

اس تعلیق کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے، کیونکہ مُتعہ کے بُطلان پر تمام فقہاء کا اجماع ہے، اور امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا: ''اگر اس نے حیلہ کیا''، اس کا مُتعہ میں کوئی دخل نہیں ہے، اور امام بخاری نے اس کو صرف اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ بغیر دلیل کے فقہاء احناف پر طعن و تشنیع کریں۔

حدیث مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے''۔

بعض شارحین نے کہا ہے کہ یہ امام زُفر کا قول ہے، اور اس طرح نہیں ہے۔ اور ہم اس سے پہلے امام زُفر کے قول کو بیان کر چکے ہیں۔ فافہم۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۶۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نکاحِ شغار کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام ابوحنیفہ کے نزدیک نکاحِ شغار اس وجہ سے فاسد ہے کہ اس میں مہر نہیں ہوتا اور علماء میں سے کسی کے نزدیک بھی ایک عورت کی فرج دوسری عورت کی فرج کا معاوضہ نہیں ہوتی، مگر امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح منعقد ہے اور مہرِ مثل مقرر کرنے سے اس نکاح کی اصلاح ہو جائے گی، کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مہر کے ذکر کے بغیر بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے بخلاف بیع کے کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ ثمن کے ذکر کے بغیر منعقد نہیں ہوتی، پھر بعد میں مہر کا ذکر کر دیا جائے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے، پس جب ان کے نزدیک مہر کے ذکر کے بغیر بھی نکاح ہو جاتا ہے تو جب ایک کی فرج کو دوسری فرج کا معاوضہ قرار دیا جائے تو گویا کہ یہ نکاح بغیر مہر کے منعقد ہوا۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو نکاح مہر کی وجہ سے فاسد ہوا ہو وہ نکاح ان کے نزدیک پہلے یا بعد منسوخ نہیں ہوتا، اور مہر مثل سے اس نکاح کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک نکاحِ شغار دخول سے پہلے اور دخول کے بعد فسخ ہو جاتا ہے، اور وہ اس کو اس حدیث پر محمول کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نکاحِ شغار کو حرام قرار دیا ہے، مگر امام شافعی اور امام مالک کا اس میں اختلاف ہے کہ جب نکاحِ شغار میں دراہم کا ذکر کیا جائے۔

امام مالک نے کہا: اگر دو نکاحوں میں سے ایک نکاح کے ساتھ دراہم کی تعیین کی گئی تو جس نکاح کے ساتھ دراہم کی تعیین کی گئی ہے وہ صحیح ہوگا اور دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ اور امام شافعی نے کہا: اگر دو نکاحوں میں سے ایک نکاح کے ساتھ دراہم کی تعیین کی گئی ہے تو دونوں نکاح صحیح ہو جائیں گے اور جس عورت کے نکاح کے ساتھ مہر میں دراہم کی تعیین کی گئی اس کو اتنے دراہم ملیں گے اور جس عورت کے نکاح میں دراہم کی تعیین نہیں کی گئی، اس کو مہرِ مثل ملے گا۔

امام بخاری کا بعض فقہاء احناف پر اعتراض

رہا امام بخاری کا یہ کہنا ”فی المتعة“ تو تمام شہروں کے فقہاء کے نزدیک نکاح المتعۃ کسی حال میں جائز نہیں ہے، اور بعض اصحاب ابوحنیفہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مُتعہ اور شغار جائز ہیں اور شرط باطل ہے، کیونکہ مُتعہ منسوخ ہو چکا ہے، نبی ﷺ نے مُتعہ سے مطلقاً منع فرما دیا ہے، اور نبی ﷺ کی ممانعت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نکاح المتعۃ کا فساد اس وجہ سے ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیشہ کے لیے مُتعہ کو حرام فرما دیا ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ بدر الدین عینی حنفی نے امام بخاری کے اعتراض کا کافی اور شافی جواب لکھ دیا ہے اور یہ بتا دیا ہے کہ فقہاء احناف المتعۃ کو کسی حال میں جائز نہیں قرار دیتے، اور نکاحِ شغار کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اپنی اصل کے اعتبار سے صحیح ہے اور شرط باطل ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵- بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ الِاحْتِيَالِ فِي الْبُيُوعِ وَلَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ فَضْلُ الْكَلَإِ

خرید و فروخت میں حیلہ کرنا مکروہ ہے، اور فاضل پانی دینے سے منع نہ کیا جائے تا کہ اس کی وجہ سے فاضل گھاس کی پیداوار سے منع کیا جائے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خرید و فروخت میں حیلہ کرنا مکروہ ہے، اور امام بخاری نے اس کے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ اس قبیل سے ہے جس میں باب کا عنوان قائم کیا گیا اور حدیث عنوان کے ساتھ نہیں ملائی گئی، اور یہ صحیح البخاری میں اکثر ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جب امام بخاری کو اس باب کے عنوان کے متعلق حدیث نہیں ملی تو ان کا اس عنوان کو ترک کر دینا ہی زیادہ مناسب تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۰۔۱۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۶۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ فَضْلُ الْكَلَإِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابوالزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاضل پانی سے منع نہ کیا جائے تاکہ اس سے فاضل گھاس کی پیداوار کو منع کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۵۳، ۲۵۷۱، ۵۶۱۲، ۵۶۱۹، صحیح مسلم: ۲۰۲۹، سنن ترمذی: ۱۸۹۳، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۶، سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۵، مسند احمد: ۱۲۶۲۶، موطا امام مالک: ۱۷۲۳، سنن داری: ۲۱۱۶)

صحیح البخاری: ۶۹۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے دوسرے جزو کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ دوسرے جزو کا عنوان بعینہٖ حدیث میں مذکور ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث کا کتاب الحیل کے ساتھ کیسے تعلق ہوگا جب کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو گھاس مباح ہے اور جس میں سب لوگ مشترک ہیں اس کی پیداوار کو بچایا جائے، پس پانی کی حفاظت کو گھاس کی حفاظت کے لیے حیلہ بنایا جائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن اویس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالزناد، یہ عبداللہ بن ذکوان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الاعرج کا ذکر ہے، یہ عبدالرحمن بن ہُرمز ہیں۔

یہ حدیث کتاب الشرب میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یُمنع" یہ مجہول کا صیغہ ہے، یعنی ضرورت سے زائد پانی کو کسی وجہ سے بھی روکا نہ جائے، کیونکہ جب دوسرے کے سبب سے پانی سے منع نہیں کیا جائے گا تو زمین والے کے اپنے سبب سے بطریق اولیٰ پانی کو منع نہیں کیا جائے گا، اور اس میں کہا ہے چہ جائیکہ۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب کنویں والے کی ضرورت سے زیادہ پانی نہ ہو تو پھر کنویں والے کے لیے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پانی سے روکنا جائز ہے، اس کی صورت یہ ہے: ایک آدمی کا کنواں ہے اور اس کے اردگرد مباح گھاس ہے جس کو چرایا جاتا ہے، پس وہ آدمی یہ ارادہ کرتا ہے کہ اس گھاس کو اپنے ساتھ مخصوص کرلے تو وہ اپنے کنویں کے زائد پانی کو دینے سے منع کرتا ہے کہ وہ دوسروں کے جانوروں کو پانی پینے سے لوٹائے اور اس کو اس پانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے جس سے وہ منع کر رہا ہے، اس کو تو گھاس کی ضرورت ہے اور وہ گھاس کے روکنے سے منع نہیں کرسکتا، کیونکہ گھاس کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، تو پس پانی سے منع کرتا ہے تاکہ اس کے لیے گھاس کی پیداوار زیادہ ہو۔ اور شارع علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ کنویں کا مالک ضرورت سے زائد پانی سے نہ روکے تاکہ وہ گھاس کی پیداوار کو روکنے کا ذریعہ بنے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۶۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ضرورت سے زائد پانی اور نجش کی ممانعت کی توجیہ

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے ''ضرورت سے زائد پانی سے منع نہ کرے تاکہ وہ اس کی وجہ سے فاضل گھاس سے روکے''۔ جب کنویں کے مالک نے یہ ارادہ کیا کہ اس کے کنویں کے گرد جو گھاس ہے اور وہاں پر پانی پینے کے لیے جانور آتے ہیں اور اس کو اس منع کیے ہوئے پانی کی ضرورت نہیں ہے، اس کی ضرورت یہ ہے کہ وہ گھاس میں دوسرے جانوروں کو چرنے سے منع کرے تو اس نے اس کا یہ حیلہ کیا کہ پانی سے روک دیا، کیونکہ گھاس اور زمین کی پیداوار جو چراگاہوں میں ہوتی ہے وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، مباح ہوتی ہے تو اس کو منع کرنا جائز نہیں ہے۔

اور اس میں ایک اور معنی بھی ہے، اور کبھی حدیث کے معانی میں سے ایک معنی کو خاص کرلیا جاتا ہے اور دوسرے معنی سے سکوت کیا جاتا ہے، کیونکہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ضرورت سے زائد پانی سے منع نہ کیا جائے مگر جب وہ گھاس سے منع کرنے کا ارادہ کرے تو پھر ضرورت سے زائد پانی کو لینے سے منع کرے۔ اور اگر وہ زائد پانی کو روکنے سے گھاس کو منع کرنے کا ارادہ نہ کرے تو پھر اس کو پانی کے روکنے سے منع نہیں کیا جائے گا، اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ ضرورت سے زائد پانی کو کسی وجہ سے بھی لینے سے منع نہ کیا جائے، کیونکہ جب دوسرے کے سبب سے منع نہیں کیا جائے گا تو زیادہ لائق ہے کہ اس کے اپنے سبب سے بھی منع نہ کیا جائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فاضل اور ضرورت سے زائد پانی فرمایا ہے، کیونکہ اگر کنویں والے کی ضرورت سے زیادہ پانی نہ ہو تو پھر کنویں کے مالک کے لیے اس پانی کو لینے سے منع کرنا جائز ہے۔

اور اسی طرح نجش بھی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ایک آدمی سودے میں قیمت دے اور اس کے دل میں اس سودے کو خریدنے کا ارادہ نہ ہو اور وہ قیمت صرف اس لیے دے کہ دوسرا آدمی اس کی اتباع کرکے اس کو خریدلے اور اس سے زیادہ قیمت ادا کرے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، کیونکہ یہ بھی قیمت کو بڑھانے کا ایک حیلہ ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٦- بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَاجُشِ
تناجش کے مکروہ ہونے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تناجش مکروہ ہے، تناجُش کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز کی قیمت زیادہ ڈالے اور اس کو اس چیز کے خریدنے کی ضرورت نہ ہو، وہ دوسرے آدمی کو اس چیز کے خریدنے میں راغب کرنے کے لیے اس کی قیمت بڑھائے، اور یہ بھی قیمت بڑھانے کا ایک حیلہ ہے۔ اور اس باب کے عنوان میں جو تناجُش کو مکروہ کہا ہے، اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٩٦٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ النَّجْشِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از مالک از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نجش سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۱۴۲، ۶۹۶۳، صحیح مسلم: ۱۵۱۶، سنن نسائی: ۴۵۰۵، سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۳، مسند احمد: ۶۴۱۵، موطا امام مالک: ۱۳۹۲)

صحیح البخاری: ۶۹۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ عنوان میں نجش کو مکروہ کہا ہے اور اس حدیث میں نجش کی ممانعت ہے۔ اور اس حدیث کو کتاب الحیل میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ نجش کے ذریعہ دوسرے آدمی کو ضرر پہنچانے کا حیلہ ہے۔
یہ حدیث کتاب البیوع میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہاں کی جا چکی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٧- بَابُ: مَا يُنْهَى مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبُيُوعِ
خرید و فروخت میں دھوکا دینے کی ممانعت

وَقَالَ أَيُّوبُ: يُخَادِعُونَ اللهَ كَأَنَّمَا يُخَادِعُونَ آدَمِيًّا، لَوْ أَتَوُا الْأَمْرَ عِيَانًا كَانَ أَهْوَنَ عَلَيَّ۔

اور ایوب نے کہا: وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں جس طرح آدمی کو دھوکا دیتے ہیں، اور اگر وہ کھلم کھلا زائد قیمت لے لیں تو میرے نزدیک یہ زیادہ آسان ہے۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب میں دھوکا دینے سے ممانعت کی حدیث کو بیان کیا گیا ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں ایوب کا ذکر ہے، اور یہ السختیانی ہیں۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "کما یخادعون" اور ایک روایت میں ہے "کانما یخادعون" گویا کہ وہ آدمی کو دھوکا دیتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا "عیانا" علامہ کرمانی نے کہا: اگر وہ ان امور کو جان لیتے بایں طور کہ اصل قیمت سے کھلم کھلا زائد لینا بغیر تدلیس کے یہ جائز ہے تو یہ زیادہ آسان ہوتا، کیونکہ اس صورت میں دین کو آلہ نہ بنایا جاتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۶۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضى الله عنهما أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ فَقَالَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی ﷺ سے ذکر کیا کہ اس کو خریدنے میں دھوکا دیا جاتا ہے، تو آپ نے فرمایا: جب تم کوئی چیز خریدو تو کہہ دو: دھوکا نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ۲۱۱۷، ۲۴۰۷، ۲۴۱۴، ۶۹۶۴، صحیح مسلم: ۱۵۳۳، سنن نسائی: ۴۴۸۴، سنن ابوداؤد: ۳۵۰۰، مسند احمد: ۵۴۰۳، موطا امام مالک: ۱۳۹۳)

صحیح البخاری: ۶۹۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں دھوکا دینے سے منع کیا ہے اور حدیث میں بھی یہی ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، اور وہ ابن ابی اویس ہیں۔

اس حدیث کی شرح کتاب البیوع میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ان رجلا" اس مرد کا نام حبان بن منقذ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا خِلابة" علامہ المهلب نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: مجھے تم دھوکا نہ دو، کیونکہ دھوکا دینا حلال نہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے۔ اور انہوں نے کہا: سودے کی تعریف کرنا اور سودے کی تعریف میں لمبی چوڑی باتیں کرنا یہ دھوکے میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ اس سے درگزر کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بیع فسخ نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٨۔ بَابُ: مَا يُنْهَى مِنَ الْاِحْتِيَالِ لِلْوَلِيِّ فِي الْيَتِيمَةِ الْمَرْغُوبَةِ وَأَنْ لَا يُكَمِّلَ لَهَا صَدَاقَهَا

جس یتیم لڑکی سے اس کا قریب سرپرست نکاح کرنا چاہتا ہو تو وہ حیلہ کر کے اس کے مہر مثل سے کم رکھے تو ایسے حیلہ کی ممانعت

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر یتیمہ کا سرپرست اس سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتا ہو لیکن حیلہ کر کے اس کا مہر، مہر مثل سے کم دینا چاہتا ہو تو اس سے منع کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٩٦٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء:٣) قَالَتْ هِيَ الْيَتِيمَةُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا فَيُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَدْنٰى مِنْ سُنَّةِ نِسَائِهَا فَنُهُوا عَنْ نِكَاحِهِنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ ثُمَّ اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ﴾ (النساء:١٢٧) فَذَكَرَ الْحَدِيثَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا: عروہ ان سے حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

”اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو“۔ (النساء:٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: یہ وہ یتیمہ ہے جو اپنے سرپرست کے زیر پرورش ہوتی ہے، پس وہ سرپرست اس لڑکی کے مال اور اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس لڑکی کے ساتھ نکاح میں رغبت رکھتا ہو، پس یہ چاہتا ہو کہ وہ اس سے نکاح کرے اور جتنا اس جیسی عورتوں کو مہر دیا جاتا ہے، اس سے کم مہر مقرر کرے تو ان کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح سے منع کیا گیا ہے، سوا اس صورت کے کہ وہ ان کے ساتھ انصاف کریں اور ان کو ان کا پورا مہر دیں۔ پھر اس کے بعد صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

”اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں۔۔۔‘‘ (النساء:۱۲۷)

تو انہوں نے اس حدیث کا ذکر کیا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۹۴، ۲۷۶۳، ۴۵۷۳، ۴۵۷۴، ۴۶۰۰، ۵۰۶۴، ۵۰۹۲، ۵۰۹۸، ۵۱۲۸، ۵۱۳۱، ۵۱۴۰، ۶۹۶۵، صحیح مسلم: ۳۰۱۸، سنن نسائی: ۳۳۴۶، سنن ابوداؤد: ۲۰۶۸)

صحیح البخاری: ۶۹۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب مذکور کے عنوان کے خلاصہ کو اس حدیث میں جزو بنایا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ ہیں۔
یہ حدیث کتاب التفسیر میں سورۃ النساء کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مفصل شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ’’بادنی من سنة نسائها‘‘ یعنی اس جیسی عورتوں کا جو مہر مقرر کیا جاتا ہے، وہ اس سے کم مہر مقرر کرنا چاہتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ’’فذکر الحدیث‘‘ یعنی باقی حدیث کا ذکر کیا، اور وہ یہ ہے کہ جب یتیم لڑکی خوبصورت اور مال دار ہو اور لوگ اس کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہوں تو ان سے نکاح اس وقت کیا جائے جب ان کا مہر پورا دیا جائے، اور جب اس کی خوبصورتی اور مال کم ہو تو پھر وہ اس عورت کو چھوڑ دیں اور کسی دوسری عورت سے نکاح کر لیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابٌ:

إِذَا غَصَبَ جَارِيَةً فَزَعَمَ أَنَّهَا مَاتَتْ فَقُضِيَ بِقِيمَةِ الْجَارِيَةِ الْمَيِّتَةِ ثُمَّ وَجَدَهَا صَاحِبُهَا فَهِيَ لَهُ وَيَرُدُّ الْقِيمَةَ وَلَا تَكُونُ الْقِيمَةُ ثَمَنًا.

باب

جب کسی شخص نے کسی کی باندی کو غصب کر لیا، پھر غاصب نے یہ کہا کہ وہ باندی مرگئی تو یہ فیصلہ کیا گیا کہ غاصب اس مردہ باندی کی قیمت ادا کرے، پھر اس باندی کے مالک کو وہ باندی مل گئی تو وہ باندی اس مالک کی ہوگی اور غاصب سے جو قیمت وصول کی تھی وہ اس کو واپس کی جائے گی اور وہ قیمت اس باندی کی ثمن نہیں ہوگی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا یہ عنوان ہے کہ جب کسی مرد نے کسی شخص کی باندی کو غصب کر لیا یعنی اس سے جبراً چھین لیا، پس جب اس مغصوب نے غاصب کے خلاف دعویٰ کیا تو غاصب نے کہا: وہ باندی مرگئی تو اس کے خلاف فیصلہ کیا گیا یعنی حاکم نے یہ فیصلہ کیا کہ جس باندی کے متعلق غاصب نے یہ کہا ہے کہ وہ مرگئی ہے، اس کی قیمت مغصوب کو ادا کرے، پھر باندی کے مالک کو وہ باندی مل گئی جو غصب کی گئی تھی تو وہ باندی اس مالک کی ہی ہوگی۔ اور جس رقم کی ادائیگی کا غاصب کے خلاف فیصلہ کیا گیا تھا وہ رقم اس باندی کی قیمت نہیں ہوگی، کیونکہ یہ بیع نہیں ہے، اس نے یہ رقم اس لیے لی تھی کہ اس کا زعم یہ تھا کہ وہ باندی ہلاک ہوگئی ہے اور جب یہ زعم زائل ہو گیا تو پھر اصل کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْجَارِيَةُ لِلْغَاصِبِ لِأَخْذِهِ الْقِيمَةَ وَفِي هَذَا احْتِيَالٌ لِمَنِ اشْتَهَى جَارِيَةَ رَجُلٍ لَا يَبِيعُهَا فَغَصَبَهَا وَاعْتَلَّ بِأَنَّهَا مَاتَتْ حَتَّى يَأْخُذَ رَبُّهَا قِيمَتَهَا فَيَطِيبُ لِلْغَاصِبِ جَارِيَةَ غَيْرِهِ۔

اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے یہ کہا ہے کہ وہ باندی غاصب کی قرار پائے گی، کیونکہ غاصب سے اس باندی کی قیمت وصول کی گئی ہے، اور اس میں یہ حیلہ ہے کہ جو شخص کسی مرد کی باندی کو رکھنا پسند کرے اور جس کی باندی ہے وہ اس باندی کو فروخت نہ کرتا ہو تو وہ اس کی باندی کو چھین لے اور یہ بہانہ کرے کہ وہ باندی مرگئی ہے حتیٰ کہ اس باندی کا مالک اس سے اس باندی کی قیمت وصول کر لے، پھر اس حیلہ سے غاصب کے لیے دوسرے کی باندی کو رکھنا جائز ہو جائے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

بعض لوگوں سے امام بخاری کی مراد امام ابوحنیفہ ہیں، اور یہاں اس باب کے ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ یہ اس کا مقام نہیں ہے، اور امام بخاری نے اس تعلیق کو یہاں ذکر کر کے فقہاء احناف پر طعن و تشنیع کا ارادہ کیا ہے، اور یہ مشائخ کا طریقہ محمودہ نہیں ہے۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَمْوَالُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تمہارے اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ اور ہر دھوکا دینے والے کے لیے قیامت کے دن ایک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جھنڈا ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ دو حدیثیں ہیں جو مختلف سندوں کے ساتھ مذکور ہیں، امام بخاری نے ان حدیثوں کو اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے پیش کیا ہے اور یہ دونوں حدیثیں امام بخاری کے دعویٰ پر دلالت نہیں کرتیں۔

رہی پہلی حدیث تو اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں جب کہ باہمی رضامندی نہ پائی جائے، اور یہاں پر باہمی رضامندی پائی گئی ہے کیونکہ مالک نے غاصب سے قیمت وصول کرلی ہے۔

رہی دوسری حدیث تو لغت میں غاصب کے لیے غادر نہیں کہا جاتا، کیونکہ غدر کا معنی ہے: وعدہ پورا نہ کرنا، عہد شکنی کرنا اور غصب کا معنی ہے: کسی چیز کو جبراً اور ظلماً چھین لینا، اور جب غاصب نے یہ کہا کہ وہ باندی مرگئی تو اس نے جھوٹ بولا، پھر مالک نے اس باندی کی قیمت کو اپنی رضا سے وصول کرلیا، لہٰذا یہ حدیث امام بخاری کے موقف پر دلالت نہیں کرتی۔

اور پہلی حدیث کو امام بخاری نے کتاب الحج کے اواخر میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۳۔۱۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری اور فقہاء احناف کے نزدیک مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں: بہ ظاہر یہ حیلہ صحیح نہیں ہے، ورنہ کسی شخص کے پاس کوئی نایاب چیز ہو جس کو وہ فروخت نہ کرنا چاہتا ہو تو دوسرا شخص اس سے اس چیز کو جبراً چھین لے اور جب اس کے خلاف مقدمہ ہو تو وہ جھوٹ بول کر کہہ دے کہ مجھ سے وہ چیز ضائع ہوگئی ہے اور میں اس کی قیمت بھر دیتا ہوں، اور مالک مجبوراً حاکم کے فیصلہ پر راضی ہو کر قیمت وصول کرلے اور بعد میں وہ غاصب یہ کہے کہ میں نے تو اس نایاب چیز کی قیمت ادا کردی ہے، لہٰذا اب یہ چیز میری ہوگئی۔

اور یہ حیلہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حیلہ تو گناہ سے بچنے کے لیے کیا جاتا ہے اور یہاں پر جو حیلہ کیا ہے وہ دوسرے کی چیز پر ناجائز قبضہ کرنے کے لیے کیا ہے اور جھوٹ بول کر اس کو دھوکا دیا ہے کہ وہ چیز ضائع ہوگئی تاکہ حاکم کے فیصلہ کے مطابق وہ اس کی قیمت ادا کردے اور بعد میں اس تاویل سے اس پر قبضہ کرلے کہ میں تو اس کی قیمت ادا کر چکا ہوں، تو جس طرح دوسروں کی چیزوں پر ناجائز قبضہ کرنا حرام ہے اسی طرح جھوٹ بول کر اور دھوکا دے کر ان کی چیزوں پر حیلہ سے قبضہ کرنا بھی حرام ہے، لہٰذا یہ حیلہ صحیح نہیں ہے اور امام بخاری نے جو یہ کہا ہے کہ اس باندی کی قیمت جو غاصب سے لی گئی ہے وہ غاصب کو واپس کی جائے گی اور وہ قیمت اس باندی کا معاوضہ نہیں ہوگی، سو امام بخاری کا یہ قول صحیح ہے اور فقہاء احناف کا اس حیلہ کی صحت پر اصرار کرنا صحیح نہیں ہے، میں نے اس معاملہ کو اسی طرح سمجھا ہے، اگر یہ واقع میں اسی طرح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فیضان ہے ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اور مطالعہ کی کمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۶۹۶۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يُعْرَفُ بِهِ۔ (مسند احمد: ۵۹۳۲)

آپ نے فرمایا: ہر غادر کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا جس سے اس کو پہچان لیا جائے گا۔

صحیح البخاری: ۶۹۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابونعیم کا ذکر ہے اور وہ الفضل بن دُکین ہیں، اور سفیان کا ذکر ہے، وہ سفیان ثوری ہیں۔ اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۳۔ ۱۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۰۔ بَابٌ: باب

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے اور اس باب کا کوئی عنوان نہیں ہے، اور اس کی مثالیں پہلے بھی ذکر کی گئی ہیں، اور یہ باب بمنزلہ فصل ہے، امام نسفی اور الاسماعیلی نے اور ابن بطال نے اس کو حذف کر دیا ہے اور بالکل ذکر نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۶۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ وَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی از سفیان از ہشام از عروہ از حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: بے شک میں صرف بشر ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں)، اور تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی حجت کو زیادہ چرب زبانی سے پیش کرے اور میں (بالفرض) اس کا کلام سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں، سو میں جس شخص کے لیے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کروں تو وہ اس کو بالکل نہ لے، کیونکہ میں اس کے لیے آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۴۵۸، ۲۶۸۰، ۶۹۶۷، ۷۱۶۹، ۷۱۸۱، ۷۱۸۵، صحیح مسلم: ۱۷۱۳، سنن نسائی: ۵۴۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۵۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۷، مسند احمد: ۲۶۰۸۶، موطا امام مالک: ۱۴۲۴)

صحیح البخاری: ۶۹۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب کا کوئی عنوان تو مذکور نہیں ہے لیکن اس حدیث کی کتاب الحیل کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے کے مال پر قبضہ کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اسے آگ کا ٹکڑا لینے کی مثل قرار دیا ہے، تو جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ نفس الامر میں یہ اس کا مال نہیں ہے تو وہ اس کو نہ لے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ثوری ہیں۔ اور ہشام کا ذکر ہے وہ ابن عروہ بن الزبیر ہیں۔ اور زینب کا ذکر ہے، وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں جو اپنی ماں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں، اور ان کی ماں کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔

یہ حدیث کتاب المظالم میں از عبد العزیز اور کتاب الشہادات میں از القعنبی گذر چکی ہے اور عنقریب کتاب الاحکام میں بھی آئے گی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انما انا بشر" یعنی (خدا نہ ہونے میں) میں تم میں سے کسی ایک کی مثل بشر ہوں اور نہ (از خود) غیب کو جانتا ہوں اور نہ (از خود) باطنی امور کو جانتا ہوں، جیسا کہ بشری حالت کا تقاضا ہوتا ہے، میں صرف ظاہر کے اعتبار سے فیصلہ کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لعل بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض" یعنی ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے موقف کو زیادہ چرب زبانی کے ساتھ پیش کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قطعة من النار" علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر میں بالفرض ظاہر کے اعتبار سے کسی اور کا حق دوسرے کو دے دوں تو اس پر وہ لینا حرام ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۵۔۱۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۱۔ بَابٌ: فِي النِّكَاحِ — جو نکاح کے متعلق جھوٹی گواہی دے، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نکاح میں جھوٹی گواہی کا کیا حکم ہے، اور یہ عنقریب باب الحيلة في النكاح میں گذر چکا ہے اور اس میں شغار اور المتعة کا ذکر کیا تھا۔ اور اس باب کو یہاں پر ذکر کیا ہے تاکہ جھوٹی گواہی کے حکم کو بیان کیا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۶۸۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ وَلَا الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللهِ كَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ إِذَا سَكَتَتْ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ لَمْ تُسْتَأْذَنِ الْبِكْرُ وَلَمْ تَزَوَّجْ فَاحْتَالَ رَجُلٌ فَأَقَامَ شَاهِدَيْ زُورٍ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِرِضَاهَا فَأَثْبَتَ الْقَاضِي نِكَاحَهَا وَالزَّوْجُ يَعْلَمُ أَنَّ الشَّهَادَةَ بَاطِلَةٌ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَطَأَهَا وَهُوَ تَزْوِيجٌ صَحِيحٌ۔

نے فرمایا: کنواری لڑکی کا نکاح نہ کیا جائے حتیٰ کہ اس سے اجازت طلب کر لی جائے، اور نہ بیوہ کا نکاح کیا جائے حتیٰ کہ وہ اپنے نکاح کا حکم دے، آپ سے پوچھا: گیا یارسول اللہ! کنواری لڑکی کی اجازت کیسے ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جب وہ خاموش رہے۔

اور بعض لوگوں (امام ابوحنیفہ) نے کہا: جب کنواری لڑکی سے اجازت طلب نہیں کی گئی اور اس کا نکاح نہیں ہوا تو ایک مرد نے حیلہ کیا اس نے دو جھوٹے گواہ قائم کر دیے کہ اس مرد نے اس کنواری لڑکی سے اس کی مرضی سے نکاح کیا ہے، پس قاضی نے اس کے نکاح کو ثابت کر دیا اور شوہر جانتا تھا کہ یہ شہادت باطل تھی تو شوہر کے لیے اس لڑکی سے مباشرت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ نکاح صحیح ہے۔

(صحیح البخاری: ٥١٣٦، ٦٩٦٨، ٦٩٧١، صحیح مسلم: ١٤٢٠، سنن نسائی: ٣٢٦٦، مسند احمد: ٢٥١٤٤)

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں امام بخاری نے بعض لوگوں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مراد لیا ہے اور ان پر طعن و تشنیع کا ارادہ کیا ہے، اور امام ابوحنیفہ کا یہاں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "شاھدی زور" اور ایک روایت میں مذکور ہے "اس نے دو جھوٹے گواہ قائم کر دیئے"۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "والزوج یعلم" اس میں واؤ بیانِ حال کے لیے ہے، اور امام ابوحنیفہ، امام مجتہد ہیں۔ انہوں نے بہت زیادہ صحابہ اور تابعین کو پایا، اور اس مسئلہ میں ایک اصل کے ساتھ کلام کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑے کو قطع کرنے کے لیے فیصلہ پر عمل کیا جائے، پس اگر قاضی کا فیصلہ جھوٹے گواہوں کے سبب سے باطناً نافذ نہ ہو تو یہ شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑا اڈالنے کی تمہید ہوگی اور ہمیں معلوم ہے کہ ایسی صورت میں شریعت میں فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ لعان کے ساتھ شوہر اور بیوی میں باطناً علیحدگی نافذ ہو جاتی ہے حالانکہ ان دونوں میں سے کوئی ایک یقینی طور پر جھوٹا ہوتا ہے، اور قاضی جب دو جھوٹے گواہوں کی بناء پر طلاق کا فیصلہ کر دے اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ جس مرد کو اس نکاح کے باطل ہونے کا علم نہ ہو، اس کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اور وہ اس پر بالاجماع حرام نہیں ہوگی۔

بعض طعن و تشنیع کرنے والوں نے یہ کہا ہے: یہ قیاس میں خطاء ہے، پھر انہوں نے اس کی یہ مثال دی کہ ائمہ کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر ایک مرد نے اپنی بیٹی کے اوپر دو جھوٹے گواہ قائم کر دیئے کہ وہ اس کی باندی ہے اور حاکم نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کے باندی ہونے کا فیصلہ کر دیا تو اس مرد کے لیے قاضی کے فیصلہ کے باوجود اپنی بیٹی سے وطی کرنا جائز نہیں ہے، پس اسی طرح جب نکاح پر شہادت دی گئی اور وہ دونوں گواہ جھوٹے تھے تو یہ تحریم میں برابر ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ وہ قیاس ہے جس میں خطاء ظاہر ہے، اور جس کو ادراکِ مستقیم حاصل ہو وہ ان دونوں قیاسوں میں فرق کر لے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۵۔۱۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

جھوٹی گواہی سے کیے ہوئے نکاح کے متعلق فقہاء کے اقوال اور قضاء باطنی کے نفاذ میں فقہاء احناف کے دلائل

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ، رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقود، فسوخ، نکاح، طلاق اور عتاق میں جھوٹے گواہوں سے بھی قاضی کا فیصلہ ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتا ہے، پہلے امام ابویوسف کی بھی یہی رائے تھی، امام ابویوسف کے دوسرے قول اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک ان صورتوں میں قاضی کا فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوتا ہے، باطناً نافذ نہیں ہوتا، حتیٰ کہ جب کسی شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور نکاح کے ثبوت میں دو جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے نکاح کا فیصلہ کر دیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس شخص کے لیے اس عورت سے وطی کرنا جائز ہے، امام ابویوسف کا پہلا قول بھی یہی تھا، البتہ امام ابویوسف کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس شخص کے لیے اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے، امام محمد اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کر دیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نکاح کا فیصلہ کر دیا، اس عورت نے کہا: اے امیر المومنین! اگر اس نکاح کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے تو پھر آپ میرا اس سے نکاح کر دیجئے، کیونکہ ہمارے درمیان نکاح نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا، لیکن اس عورت نے زنا سے بچنے کے لیے عقدِ نکاح کا مطالبہ کیا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا مطالبہ پورا نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نکاح کا مطالبہ اس لیے پورا نہیں کیا کہ اس کا خاوند راضی نہیں تھا، لیکن یہ غلط خیال ہے، کیونکہ اس کا خاوند نکاح پر راضی تھا اسی وجہ سے وہ نکاح کا دعویٰ کر رہا تھا، اور عورت بھی راضی تھی کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میرا اس سے نکاح کر دیجئے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ان کا نکاح کرنا آسان تھا، کیونکہ خاوند کو اس میں رغبت تھی، اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ نکاح نہیں کیا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ ان کے فیصلہ سے ان کا مقصود حاصل ہو گیا، اور یہ فرمایا کہ تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا یعنی ان گواہوں نے تمہارے درمیان نکاح کا فیصلہ مجھ پر لازم کر دیا، لہٰذا اس فیصلہ سے نکاح ثابت ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ اس حکم کو عقل اور قیاس سے جاننا ممکن نہ تھا۔

(المبسوط ج ۱۶ ص ۱۸۰۔۱۸۴، ملخصاً و ملتقطاً، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

۶۹۶۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَلَدِ جَعْفَرٍ تَخَوَّفَتْ أَنْ يُزَوِّجَهَا وَلِيُّهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَأَرْسَلَتْ إِلَى شَيْخَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُجَمِّعٍ ابْنَيْ جَارِيَةَ قَالَا فَلَا تَخْشَيْنَ فَإِنَّ خَنْسَاءَ بِنْتَ خِذَامٍ أَنْكَحَهَا أَبُوهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَرَدَّ النَّبِيُّ ﷺ ذٰلِكَ قَالَ سُفْيَانُ وَأَمَّا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ عَنْ أَبِيهِ إِنَّ خَنْسَاءَ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از القاسم، وہ بیان کرتے ہیں کہ جعفر کی اولاد میں سے ایک عورت کو یہ خوف ہوا کہ اس کا ولی اس کا نکاح کردے گا اور اس کو وہ نکاح ناپسند ہوگا، تو اس نے انصار کے دو بزرگوں کی طرف پیغام بھیجا عبدالرحمٰن اور مجمع یہ دونوں جاریہ کے بیٹے تھے، ان کو یہ پیغام بھیجا، ان دونوں نے کہا: تم مت ڈرو، کیونکہ خنساء بنت خذام کا ان کے والد نے زبردستی نکاح کردیا تو نبی ﷺ نے اس نکاح کو رد فرمادیا۔

سفیان نے کہا: رہے عبدالرحمٰن تو میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے از والد خود کہ خنساء بنت خزام۔۔۔۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۸، ۵۱۳۹، ۶۹۴۵، ۶۹۶۹، سنن نسائی: ۳۲۶۸، سنن ابوداؤد: ۲۱۰۲، مسند احمد: ۲۶۲۴۶، موطا امام مالک: ۱۱۳۵، سنن دارمی: ۲۱۹۲)

صحیح البخاری: ۶۹۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''نکاح میں جھوٹی گواہی کا بیان'' اور اس باب کی حدیث میں ذکر ہے کہ جو نکاح جبراً کیا جائے وہ مسترد کردیا جاتا ہے، اور شاید امام بخاری کی مراد یہ ہو کہ جو نکاح جھوٹی گواہی سے منعقد کیا جائے وہ بھی مسترد کردیا جائے گا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، اور یہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن سعید، وہ انصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے قاسم، وہ ابن محمد بن حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث کتاب النکاح میں باب ''اذا زوج ابنته وھی کارھة فنکاحھا مردود'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان امراۃ من ولد جعفر'' یعنی جعفر کی اولاد میں سے ایک عورت کو یہ خطرہ ہوا کہ اس کا باپ اس کا زبردستی نکاح کردے گا، اور ابن عمر نے از سفیان اس طرح روایت کی ہے کہ آل جعفر سے ایک عورت کو یہ خطرہ ہوا۔ اس حدیث کی الاسماعیلی نے روایت کی ہے اور اس عورت کا نام نہیں معلوم ہوسکا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی) نے کہا ہے کہ گمان غالب یہ ہے کہ اولاد جعفر سے مراد جعفر بن ابی طالب ہیں، پھر انہوں نے کہا: اور علامہ الکرمانی نے یہ فخریہ جرأت کی ہے کہ اس سے مراد جعفر صادق بن محمد الباقر ہیں، اور قاسم بن محمد، جعفر صادق کے ماں شریک دادا ہیں (علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی)۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: اور علامہ کرمانی پر یہ مخفی رہا کہ جس وقت یہ قصہ مذکورہ واقع ہوا اس وقت جعفر صادق کم عمر تھے، کیونکہ ان کی ولادت اسی (۸۰) ہجری میں ہوئی ہے، اور عبدالرحمٰن بن یزید بن جاریہ کی وفات ترانوے (۹۳) ہجری میں ہوئی ہے، اور اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جاریہ نے اس عورت کو خنساء بنت خذام کی حدیث کی خبر دی، پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ وہ عورت ہو جس کو عبدالرحمٰن بن یزید بن جاریہ نے خبر دی تھی اور ان کے والد کی عمر اس وقت تیرہ سال یا اس سے کم ہو۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۳۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی اس عبارت پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فخریہ جرأت کی ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے غلبۂ ظن سے کہا کہ یہ شخص جعفر بن ابی طالب ہیں، اور کرمانی نے جو کہا ہے کہ یہ جعفر صادق ہے تو وہ اپنے پاس سے نہیں کہا بلکہ انہوں نے کسی سے نقل کیا ہے، لہٰذا ان کی طرف فخریہ جرأت کی نسبت کرنا مناسب نہیں ہے، اور ممکن ہے کہ یہ جعفر نہ جعفر صادق ہو اور نہ جعفر بن ابی طالب ہو، کوئی اور ہوں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فان خنساء" یہ ابن ودیعہ الانصاریہ ہیں اور قبیلہ اوس سے ہیں۔ حافظ ابو عمر نے کہا ہے: ان کے اس وقت کے حال میں احادیث مختلف ہیں، پس امام مالک کی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از عبدالرحمٰن و مجمع ابن یزید بن جاریہ عن خنساء یہ روایت ہے کہ خنساء بیوہ تھیں، اور ابن المبارک کی از ثوری از عبدالرحمٰن بن القاسم از عبداللہ بن یزید بن ودیعہ یہ روایت ہے کہ خنساء بنت خذام اس وقت کنواری تھیں، اور صحیح امام مالک کی نقل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۶۔۱۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا كَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تَسْكُتَ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ احْتَالَ إِنْسَانٌ بِشَاهِدَيْ زُورٍ عَلَى تَزْوِيجِ امْرَأَةٍ ثَيِّبٍ بِأَمْرِهَا فَأَثْبَتَ الْقَاضِي نِكَاحَهَا إِيَّاهُ وَالزَّوْجُ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يَتَزَوَّجْهَا قَطُّ فَإِنَّهُ يَسَعُهُ هَذَا النِّكَاحُ وَلَا بَأْسَ بِالْمُقَامِ لَهُ مَعَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے نکاح عورت کا نکاح نہ کیا جائے حتیٰ کہ اس کا حکم معلوم کرلیا جائے، اور کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے، صحابہ نے پوچھا: وہ اجازت کیسے دے گی؟ فرمایا: وہ خاموش رہے گی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے: اگر کوئی انسان دو جھوٹے گواہ پیش کر کے کسی بیوہ عورت سے اس کے حکم سے نکاح کا ارادہ کرے، پس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قاضی اس عورت کا اس مرد سے نکاح ثابت کردے اور شوہر کو معلوم ہو کہ اس نے اس عورت سے نکاح ہرگز نہیں کیا، تب اس شوہر کے لیے یہ نکاح جائز ہوگا اور اس کے لیے اس عورت کے ساتھ قیام میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۶، ۶۹۶۸، ۶۹۷۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۰، سنن نسائی: ۳۲۶۶، مسند احمد: ۲۵۱۴۴)

صحیح البخاری: ۶۹۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، یعنی کسی عورت کا زبردستی نکاح نہ کیا جائے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دُکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شیبان، یہ ابن عبدالرحمٰن النحوی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، وہ ابن ابی کثیر ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الایم" اس کا معنی ہے: جس کا شوہر نہ ہو خواہ وہ عورت کنواری ہو یا بیوہ ہو لیکن یہاں پر مراد بیوہ ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں کنواری کا ذکر ہے۔

اس حدیث کی شرح کتاب النکاح میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

بعض لوگوں نے کہا ہے: اگر کوئی انسان دو جھوٹے گواہ پیش کر کے کسی بیوہ عورت سے اس کے حکم سے نکاح کا ارادہ کرے، پس قاضی اس عورت کا اس مرد سے نکاح ثابت کردے اور شوہر کو معلوم ہو کہ اس نے اس عورت سے نکاح ہرگز نہیں کیا، تب اس شوہر کے لیے یہ نکاح جائز ہوگا اور اس کے لیے اس عورت کے ساتھ قیام میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق سے امام ابوحنیفہ پر طعن اور تشنیع کا ارادہ کیا ہے۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا ہے "یسعہ" یعنی اس شخص کے لیے یہ جائز ہے اور حلال ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بہت عظیم تشنیع ہے، کیونکہ اس شخص نے واضح حرام کا ارتکاب کیا ہے اور اس کو معلوم تھا کہ یہ حرام ہے اور اس نے عمداً گناہ کو اختیار کیا۔ (علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے ان مسائل کی اس پر بناء کی ہے کہ جب حاکم دو جھوٹے گواہوں کی بناء پر کوئی فیصلہ کر دے تو وہ فیصلہ ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ قُلْتُ إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحْيِي قَالَ إِذْنُهَا صُمَاتُهَا وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ هَوِيَ رَجُلٌ جَارِيَةً يَتِيمَةً أَوْ بِكْرًا فَأَبَتْ فَاحْتَالَ فَجَاءَ بِشَاهِدَيْ زُورٍ عَلَى أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا فَأَدْرَكَتْ فَرَضِيَتِ الْيَتِيمَةُ فَقَبِلَ الْقَاضِي شَهَادَةَ الزُّورِ وَالزَّوْجُ يَعْلَمُ بِبُطْلَانِ ذَلِكَ حَلَّ لَهُ الْوَطْءُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از ذکوان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کنواری لڑکی سے اجازت طلب کی جائے گی، میں نے عرض کیا کنواری لڑکی تو حیاء کرتی ہے، آپ نے فرمایا: اس کا خاموش رہنا اس کی اجازت ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا: اگر کوئی مرد کسی یتیم لڑکی سے یا کنواری عورت سے محبت کرے اور وہ اس سے نکاح کا انکار کرے، تو وہ حیلہ کرے اور دو جھوٹے گواہ پیش کر دے کہ اس نے اس لڑکی سے نکاح کیا ہے، پھر جب وہ لڑکی بالغہ ہوگئی اور اس نکاح سے راضی بھی ہوگئی اور قاضی نے اس جھوٹی گواہی کو قبول کر لیا اور وہ شوہر جانتا ہے کہ یہ گواہی جھوٹی تھی اور نکاح باطل ہے، تب بھی اس کے لیے اس عورت سے وطی کرنا حلال اور جائز ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳۷، ۶۹۴۶، ۶۹۷۱، صحیح مسلم: ۱۴۲۰، سنن نسائی: ۳۲۶۶، مسند احمد: ۲۵۱۴۴)

صحیح البخاری: ۶۹۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں بھی زبردستی نکاح کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو عاصم، وہ الضحاک بن مخلد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جریج، وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن ابی مُلیکہ، وہ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی مُلیکہ ہیں اوران کا نام زُہیر ہے،اوراس حدیث کی سند میں مذکور ہے ذکوان، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

یہ حدیث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

اور بعض لوگوں نے کہا: اگر کوئی مرد کسی یتیم لڑکی سے یا کنواری عورت سے محبت کرے اور وہ اس سے نکاح کا انکار کرے تو وہ حیلہ کرے اور دو جھوٹے گواہ پیش کردے کہ اس نے اس لڑکی سے نکاح کیا ہے، پھر جب وہ لڑکی بالغہ ہوگئی اور اس نکاح سے راضی بھی ہوگئی اور قاضی نے اس جھوٹی گواہی کو قبول کرلیا اور وہ شوہر جانتا ہے کہ یہ گواہی جھوٹی تھی اور نکاح باطل ہے، تب بھی اس کے لیے اس عورت سے وطی کرنا حلال اور جائز ہوگا۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں بھی فقہاء احناف پر طعن و تشنیع کی گئی ہے اور امام بخاری کا یہ قول محض بے فائدہ تکرار ہے، کیونکہ ان تینوں فرعی مسائل کا حاصل ایک ہی ہے، اور امام بخاری کا ان کو ایک ایک کرکے الگ الگ ذکر کرنا کوئی فائدہ نہیں دیتا، کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حاکم کا حکم ظاہراً اور باطناً نافذ ہوجاتا ہے اور حاکم شہادت کی بناء پر کسی چیز کو حلال کرتا ہے یا کسی چیز کو حرام کرتا ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''جاریة'' اس سے مراد ہے کوئی لڑکی خواہ وہ کنواری ہو۔اور الکشمیہنی کی روایت میں ہے: خواہ وہ بیوہ ہو یا کنواری۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''فادرکت'' اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ گواہی کے بعد وہ لڑکی بالغہ ہوگئی اور اس نکاح پر راضی ہوگئی۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ وہ شوہر دو گواہ اس پر لایا ہو کہ وہ لڑکی بالغہ ہوگئی تھی اور راضی ہوگئی تھی اور اس نے اس سے نکاح کرلیا تھا تو یہ بھی شہادت کے تحت داخل ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۲۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنِ احْتِيَالِ الْمَرْأَةِ مَعَ الزَّوْجِ وَالضَّرَائِرِ وَمَا نَزَلَ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي ذَلِكَ

عورت کا شوہر یا سوکنوں کے ساتھ حیلہ کا مکروہ ہونا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس معاملہ کے متعلق جو حکم نازل ہوا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں ''الضرائر'' کا ذکر ہے، یہ ''ضرۃ'' کی جمع ہے جس کا معنی ہے: سوکن۔

اس عنوان میں مذکور ہے ''فی ذالك'' یعنی عورت کے خاوند کے ساتھ حیلہ اور سوکنوں کے ساتھ حیلہ کے متعلق جو وحی نازل ہوئی اور وہ یہ ہے جس کا درج ذیل آیت میں ذکر ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التحریم:۱)

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرمادیا ہے، آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''میں نے شہد پیا تھا اور ہرگز دوبارہ نہیں پیوں گا''۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے اپنی کنیز حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام قرار دیا، آپ نے یہ قسم کھائی کہ آپ ان سے وطی نہیں کریں گے، اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ راز بتادیا، اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ راز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتادیا، تو اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَيُحِبُّ الْعَسَلَ وَكَانَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ أَجَازَ عَلَى نِسَائِهِ فَيَدْنُو مِنْهُنَّ فَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَاحْتَبَسَ عِنْدَهَا أَكْثَرَ مِمَّا كَانَ يَحْتَبِسُ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِي أَهْدَتْ لَهَا امْرَأَةٌ مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةَ عَسَلٍ فَسَقَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ شَرْبَةً فَقُلْتُ أَمَا وَاللّٰهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِسَوْدَةَ قُلْتُ إِذَا دَخَلَ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ سَيَدْنُو مِنْكِ فَقُولِي لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَا فَقُولِي لَهُ مَا هٰذِهِ الرِّيحُ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ أَنْ يُوجَدَ مِنْهُ الرِّيحُ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ فَقُولِي لَهُ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ وَسَأَقُولُ ذٰلِكِ وَقُولِيهِ أَنْتِ يَا صَفِيَّةُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى سَوْدَةَ قُلْتُ تَقُولُ سَوْدَةُ وَالَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ كِدْتُ أَنْ أُبَادِرَهُ بِالَّذِي قُلْتِ لِي وَإِنَّهُ لَعَلَى الْبَابِ فَرَقًا مِنْكِ فَلَمَّا دَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ قَالَ لَا قُلْتُ فَمَا هٰذِهِ الرِّيحُ قَالَ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ قُلْتُ جَرَسَتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز کو اور شہد کو پسند فرماتے تھے، اور آپ عصر کی نماز پڑھ کر اپنی ازواج مطہرات کے پاس چل کر جاتے اور ان کے قریب ہوتے، پس آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کے پاس ٹھہرے رہے اور آپ ان کے پاس زیادہ دیر ٹھہرے تو میں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا، تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ان کی قوم کی ایک عورت نے انہیں شہد کی ایک کپی دی، پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سے شہد پلایا، پس میں نے (دل میں) کہا: ہم ضرور اللہ کی قسم! آپ کے لیے کوئی حیلہ کریں گے، پس میں نے اس بات کا ذکر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کیا، میں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس آئیں تو وہ آپ کے قریب ہوں گے، تو آپ ان سے کہیں: یارسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے، پس بے شک وہ عنقریب کہیں گے: نہیں، تو آپ کہیں: پھر یہ بو کیسی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نا گوار گزرتا تھا کہ آپ سے کوئی بو آئے، تو وہ عنقریب کہیں گے کہ مجھے حفصہ نے شہد کا گھونٹ پلایا تھا، تو آپ ان سے کہیں: شہد کی مکھی نے العرفط کو چوس لیا ہوگا اور میں بھی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تَحْلُهُ الْعُرْفُطَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيَّ قُلْتُ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَدَخَلَ عَلٰى صَفِيَّةَ فَقَالَتْ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰى حَفْصَةَ قَالَتْ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا أَسْقِيكَ مِنْهُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي بِهِ قَالَتْ تَقُولُ سَوْدَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَقَدْ حَرَمْنَاهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهَا اسْكُتِي۔

عنقریب یہی کہوں گی اور آپ بھی اے صفیہ یہی کہیں، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، قریب تھا کہ میں جلدی سے وہ بات کہتی جو آپ نے مجھ سے کہی تھی آپ سے ڈر کی وجہ سے، اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر تھے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہوئے تو میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: پس یہ بُو کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے حفصہ نے شہد کا ایک گھونٹ پلایا تھا، میں نے کہا: شہد کی مکھی نے العُرفُط کو چوس لیا ہوگا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں نے بھی اسی طرح کہا، اور آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا، پھر جب آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کو شہد سے نہ پلاؤں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا: سبحان اللہ! بے شک ہم نے آپ کو شہد سے محروم کر دیا ہے، تو میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا: چپ کرو۔

(صحیح البخاری: ۴۹۱۲، ۵۲۱۶، ۵۲۶۷، ۵۲۶۸، ۵۴۳۱، ۵۵۹۹، ۵۶۱۴، ۵۶۸۲، ۶۶۹۱، ۶۹۷۲، صحیح مسلم: ۱۴۷۴، سنن نسائی: ۳۷۹۵، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۴، مسند احمد: ۲۵۳۲۴)

صحیح البخاری: ۶۹۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ اس جملہ میں مطابقت ہے "اور اللہ کی قسم! ہم ضرور آپ کے لیے حیلہ کریں گے"۔

یہ حدیث کتاب الاطعمہ میں از اسحاق بن ابراہیم گزری ہے اور کتاب الاشربہ میں از عبداللہ بن ابی شیبہ گزری ہے، اور کتاب الطب میں از حضرت علی بن عبداللہ گزری ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی امام بخاری نے یہاں پر عبید بن اسماعیل سے روایت کی ہے، اور دیگر چار ائمہ نے اس کی ابواسامہ سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الحلواء"۔ شارح بخاری علامہ داؤدی نے کہا ہے "الحلواء" سے مراد کھجور اس کے مشابہ میٹھے پھل ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اجاز" یعنی آپ نے دن کو گزار دیا اور اس کو نافذ کر دیا، جب کوئی شخص وادی کو قطع کرے اور اس کو طے کرلے تو کہا جاتا ہے "جاز الوادی جوازا" اور الاصمعی نے کہا ہے: "جاز" کا معنی ہے: آپ دن میں چلے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "عُکّۃ" اس کا معنی ہے: چمڑے کا برتن۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فسقت رسول اللہ ﷺ شربۃ" یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو شہد کا ایک گھونٹ پلایا۔

صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا ہے کہ یہ روایت غلط ہے، کیونکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہی وہ تھیں جنہوں نے اس قصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدد کی تھی۔ اور آپ نے حضرت صفیہ بنت حُیی کے ہاں شہد کو پیا تھا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد کو پیا تھا، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں ہی شہد پیا تھا۔

اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: کتاب الطلاق میں پہلے یہ گزر چکا ہے کہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر شہد پیا، اور اس قول کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں، پھر علامہ کرمانی نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان دونوں کے گھر شہد پیا ہو اور یہ دو متعدد واقعات ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لنحتالن" یہ لفظ الاحتیال سے ماخوذ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے خلاف حیلہ کرنے پر ایک سوال کا جواب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے لیے حیلہ کرنا کس طرح جائز ہوگا؟

میں کہتا ہوں: یہ عورتوں کی طبیعت کے تقاضا کی وجہ سے ہے اور ان کے لیے اس کو معاف کر دیا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مغافیر" یہ لفظ مغفور کی جمع ہے، اور یہ شہد کی مثل ایک گوند ہے اور اس کی ناگوار بو ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "جرست" اس کا معنی ہے: زبان سے چاٹ لیا اور کھالیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "العُرفُط" یہ ایک درخت ہے جس کا پھل خبیث ہوتا ہے، دوسرا قول ہے کہ العرفط ایک جگہ کا نام ہے، تیسرا قول ہے کہ یہ ایک کانٹوں والا درخت ہے اور اس کا پھل سفید گول ہوتا ہے۔ الجوہری نے کہا: ہر کانٹے والے درخت کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پھل زرد ہوتا ہے مگر مغافیر کا پھل سفید تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان ابادرہ" یعنی قریب تھا کہ میں اصل بات ظاہر کر دیتی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حرمناہ" یعنی ہم نے آپ کو شہد کھانے سے روک دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۹۔۱۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۷۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کی مذکورہ روایت پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ

صحیح البخاری کی کتاب الطلاق میں اس حدیث کی شرح کی جا چکی ہے، اور وہاں پر از عبید بن عمیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ گزر چکا ہے کہ جس زوجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد پلایا تھا وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں، اور اس روایت میں جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شہد پلانے کا ذکر ہے، اس پر یہ اشکال ہے کہ قرآن مجید سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے حیلہ کرنے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، کیونکہ اس آیت میں تثنیہ کا صیغہ ہے "ان تتوبا" اور فرمایا "وان تظاهرا" اور یہاں پر تین کا ذکر آ گیا ہے، اور علامہ کرمانی نے ان کے درمیان یہ تطبیق دی ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شہد پلانے کا قصہ مقدم ہے اور اس میں اس آیت کے نزول کا سبب نہیں ہے اور نہ تثنیہ کا صیغہ ہے، اس کے برخلاف حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شہد پلانے کا جو قصہ ہے اس میں مذکور ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اور حفصہ نے اتفاق کیا، اور اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی۔

اور علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ قول کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شہد پلایا تھا یہ غلط ہے، کیونکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا وہ تھیں جنہوں نے اس قصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدد کی تھی اور آپ نے شہد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیا تھا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں پیا تھا، اور انہوں نے کہا کہ جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شہد پلایا تھا، وہ غلط اور مردود نہیں ہے، بلکہ وہ اور قصہ ہے اور اس کی مثل کے ساتھ حدیث صحیح کو رد نہیں کیا جائے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۳۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۳۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْاِحْتِيَالِ فِي الْفِرَارِ مِنَ الطَّاعُونِ

طاعون سے بھاگنے کے لیے حیلہ کا مکروہ ہونا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ طاعون سے بھاگنے کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ طاعون میں اکثر بغلوں میں ایک پھوڑا نکلتا ہے جس کی وجہ سے بہت زیادہ درد ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے نیند نہیں آتی اور قے آتی ہے۔ (عمدۃ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

القاری ج ۲۴ ص ۱۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه خَرَجَ إِلَى الشَّامِ فَلَمَّا جَاءَ بِسَرْغَ بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ وَقَعَ بِالشَّامِ فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ فَرَجَعَ عُمَرُ مِنْ سَرْغَ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُمَرَ إِنَّمَا انْصَرَفَ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از ابن شہاب از عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف نکلے، پس جب وہ مقام سرغ پر پہنچے تو ان کو یہ خبر ملی کہ شام میں وبا آئی ہوئی ہے، پس ان کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم یہ سنو کہ کسی زمین میں کوئی وبا آئی ہوئی ہے تو تم وہاں نہ جاؤ، اور جب تم کسی زمین میں ہو اور وہاں پر وہ وبا ہو تو اس زمین سے اس وبا سے بھاگنے کے سبب سے نہ نکلو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقام سرغ سے واپس چلے گئے۔

اور از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے حدیث سن کر واپس چلے گئے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۲۹، ۵۷۳۰، ۶۹۷۳، صحیح مسلم: ۲۲۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۳، مسند احمد: ۶۸۵، موطا امام مالک: ۱۶۵۵)

صحیح البخاری: ۶۹۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ "جب کسی زمین میں کوئی وبا ہو تو وہاں سے نہ نکلو"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن مسلمہ، یہ القعنبی ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مالک، یہ امام مالک بن انس ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن شہاب، یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔

حضرت عامر بن ربیعہ العنزی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن عامر، اور عامر ابن ربیعہ العنزی ہیں، یہ یمن کا ایک قبیلہ ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں پیدا ہوئے اور آپ سے روایت بھی کی اور جس وقت نبی ﷺ کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر چار یا پانچ سال تھی، اور یہ نواسی (۸۹) ہجری میں فوت ہو گئے، دوسرا قول ہے کہ پچاسی (۸۵) ہجری میں فوت ہوئے، حافظ ذہبی نے ان کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحابہ میں ذکر کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ چھ ہجری میں پیدا ہوئے تھے، ان سے ابن شہاب زہری اور دوسروں نے روایت کی ہے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث یاد رکھی ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطب میں از عبداللہ بن یوسف گزر چکی ہے اور اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "خرج الی الشام" حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف ربیع الثانی ۱۸ ہجری میں گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بسرغ" (سین پر زبر ہے اور راء ساکن ہے) اور یہ لفظ منصرف بھی استعمال ہوتا ہے اور غیر منصرف بھی، اور یہ شام کی طرف میں ایک بستی ہے جو حجاز کے قریب ہے، اور البکری نے کہا ہے کہ سرغ شام کا شہر ہے جس کو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ اور یہ اور الیرموک اور الجابیہ اور رمادہ سب متصل ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان الوباء" وَبا کا معنی ہے: جو مرض عام ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلا تقدموا" یعنی کوئی شخص اس مرض کی وجہ سے نہ مرے، نہ اس جگہ سے آگے جائے اور نہ اس جگہ سے پیچھے جائے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس جگہ میں داخل ہونے اور اس جگہ میں نکلنے سے منع کرنے کی کیا وجہ ہے؟

اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ نے اس لیے نہیں منع کیا کہ لوگ اس سے پرہیز کریں، کیونکہ انسان کو وہی بیماری پہنچتی ہے جو اس کے لیے مقدر ہو چکی ہے، بلکہ آپ نے اس وجہ سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اس فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائے کہ وہ یہ گمان کرے کہ چونکہ وہ اس جگہ گیا تھا اس لیے مر گیا، اور یہ گمان نہ کرے کہ یہاں سے نکل گیا تو وہ سلامت رہا۔

التوضیح میں علامہ ابن الملقن شافعی نے کہا ہے: کوئی شخص وہاں سے نکلنے کے لیے تجارت کا حیلہ نہ کرے یا رشتہ داروں سے ملاقات کا حیلہ نہ کرے اور دل میں یہ نیت ہو کہ اس جگہ سے بھاگ جائے، اور اس معنی کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اعمال کا مدار نیات پر ہے"، اور اس ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے نہ بھاگے، اور اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں ہے، کیونکہ تقدیر بہر حال غالب آ جاتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے سالم نے یہ حدیث بیان کی"۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سرغ سے واپس چلے جانا حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے تھا، اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کا واپس جانا حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی وجہ سے تھا، اس کا بیان یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں پر آئے تو حضرت ابوعبیدہ بن ابی جراح نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو لائے ہیں اور آپ ان کو اس جگہ میں داخل کر رہے ہیں جہاں پر طاعون آیا ہوا ہے، اور آپ جن لوگوں کو لے کر آئے ہیں وہ ائمہ ہیں ان کی اقتداء کی جاتی ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوعبیدہ! کیا آپ کو شک ہے؟ تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گویا حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس قول پر عمل کر رہا ہوں جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا:

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ (حضرت یعقوب علیہ السلام نے) کہا: اے میرے بیٹو! (شہر میں) تم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۖ وَمَآ أُغْنِىْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ ۖ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾ (یوسف:٦٧)

سب ایک دروازہ سے نہ داخل ہونا اور الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم کو اللہ کی تقدیر سے بالکل نہیں بچا سکتا، حکم تو صرف اللہ کا چلتا ہے، میں نے اسی پر توکل کیا ہے، اور توکل کرنے والوں کو اسی پر توکل کرنا چاہیے O

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور اس زمین میں داخل ہوں گا، تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اس زمین میں داخل نہ ہوں، پس حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبرِ واحد کو قبول کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیان کی ہوئی حدیث کو سن کر اس پر عمل کیا۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بعض علماء کو ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو ان سے بڑے علماء کو علم نہیں ہوتا، کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جس حدیث کا علم تھا، اس حدیث کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ خبرِ واحد کو قیاس پر مقدم کرنا چاہیے، کیونکہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس زمین میں چلے جاتے جس میں جانے کا قصد کر کے آئے تھے، لیکن جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی جس کا تقاضا یہ تھا کہ اس جگہ میں نہ جائیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جس جگہ وبا پھیلی ہوئی ہو وہاں نہ جاؤ'' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پر عمل کیا اور قیاس کو ترک کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۰۔۱۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ سَمِعَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ سَعْدًا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الْوَجَعَ فَقَالَ رِجْزٌ أَوْ عَذَابٌ عُذِّبَ بِهِ بَعْضُ الْأُمَمِ ثُمَّ بَقِيَ مِنْهُ بَقِيَّةٌ فَيَذْهَبُ الْمَرَّةَ وَيَأْتِي الْأُخْرَى فَمَنْ سَمِعَ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا يُقْدِمَنَّ عَلَيْهِ وَمَنْ كَانَ بِأَرْضٍ وَقَعَ بِهَا فَلَا يَخْرُجْ فِرَارًا مِنْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حدیث بیان کر رہے تھے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درد (بیماری) کا ذکر کیا، پس آپ نے فرمایا کہ وہ بیماری رجز ہے یا عذاب ہے، اس بیماری سے بعض امتوں کو عذاب دیا گیا، پھر اس بیماری کا کچھ حصہ باقی رہ گیا اور کبھی بیماری کا وہ حصہ چلا جاتا ہے اور کبھی آ جاتا ہے، پس جو شخص کسی سرزمین میں اس بیماری کے پھیلنے کے متعلق سنے تو وہ وہاں نہ جائے، لیکن اگر کوئی شخص کسی جگہ ہو اور وہاں یہ وبا پھیل جائے تو وہاں سے نہ بھاگے۔

(صحیح البخاری: ۵۷۲۸، ۳۴۷۳، ۶۹۷۴، صحیح مسلم: ۲۲۱۸، سنن ترمذی: ۱۰۶۵، مسند احمد: ۲۱۲۵۶، موطا امام مالک: ۱۶۵۶)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۹۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کہ انسان جس علاقہ میں ہو اور وہاں طاعون کی بیماری پھیل جائے تو وہ وہاں سے نہ بھاگے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، ان کا نام الحکم بن نافع ہے۔

یہ حدیث ذکرِ بنی اسرائیل میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ذَكَرَ الْوَجَع" یعنی آپ نے درد یا بیماری کا ذکر کیا اور اس سے مراد طاعون ہے۔

طاعون کی بیماری کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

طاعون جسم میں نکلنے والی گلٹیاں ہیں، یہ گلٹیاں کہنیوں، بغلوں، ہاتھوں، انگلیوں اور سارے بدن میں نکلتی ہیں، ان کے ساتھ سوجن ہوتی ہے اور سخت درد ہوتا ہے، یہ گلٹیاں جلن کے ساتھ نکلتی ہیں اور ان کی جگہ سیاہ، سرخ یا سبز ہو جاتی ہے اور ان کی وجہ سے طبیعت میں گھبراہٹ ہوتی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۵ھ)

جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ طاعون کی بیماری کی اصل وجہ ایک خوردبینی جرثومہ ہے جو ایک پسو نما کیڑے میں پرورش پاتا ہے، یہ پسو زیادہ تر چوہوں اور چوہوں کی اقسام کے جانوروں میں پائے جاتے ہیں، یہ پسو چوہے کی کھال کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ چمٹے ہوئے ہوتے ہیں، جب یہ چوہے طاعون زدہ پسو کو سوار کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں، یا مر جاتے ہیں تو وہ پسو دوسرے جانوروں یا انسانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور بیماری کا باعث بنتے ہیں، زیادہ تر بیماری انہی پسوؤں کے کاٹنے سے جنم لیتی ہے، اس کے علاوہ یہ بیماری دوسرے ذرائع سے بھی ہوتی ہے، اس میں ہوا کے ذریعے جرثومے کی بیمار آدمی سے تندرست آدمی تک منتقلی یا جرثومے کا کسی اور جانور میں منتقل ہونا اور بعد ازاں بیماری کی وجہ بننا شامل ہے۔

جب طاعون کی وبا پھیل جائے تو مادی اسباب بھی اختیار کرنے چاہئیں، شہر کو گندگی اور چوہوں سے صاف کیا جائے اور فوراً کسی مستند ڈاکٹر کے مشورہ سے علاج کیا جائے، اور دیگر صحت مند افراد کو مریض سے الگ رکھا جائے، اور روحانی اسباب بھی اختیار کیے جائیں، اپنے گناہوں کو فوراً ترک کر دیا جائے اور ان پر توبہ اور استغفار کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رجز یا عذاب" یعنی یہ عذاب کبھی چلا جاتا ہے اور کبھی دوبارہ لوٹ کر اس عذاب کا کچھ حصہ آ جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۴۔ بَابٌ: فِي الْهِبَةِ وَالشُّفْعَةِ

ہبہ واپس لینے اور حقِ شفعہ کے سقوط کے لیے حیلہ کے مکروہ ہونے کا بیان

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: إِنْ وَهَبَ هِبَةً أَلْفَ دِرْهَمٍ أَوْ أَكْثَرَ حَتَّى مَكَثَ عِنْدَهُ سِنِينَ وَاحْتَالَ فِي ذَلِكَ ثُمَّ رَجَعَ الْوَاهِبُ فِيهَا فَلَا زَكَاةَ عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَخَالَفَ الرَّسُولَ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْهِبَةِ وَأَسْقَطَ الزَّكَاةَ۔

اور بعض لوگوں (فقہاء احناف) نے کہا کہ اگر کسی انسان نے کسی دوسرے شخص کو ہزار درہم یا ہزار دراہم سے زیادہ ہبہ کئے اور جس کو ہبہ کئے تھے اس کے پاس وہ دراہم کئی سال رہے، پھر اس انسان نے حیلہ کیا اور ہبہ کرنے والے نے اپنے ہبہ میں رجوع کر لیا تو ان میں سے کسی ایک پر بھی زکوٰۃ نہیں ہوگی، پس ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہبہ کے حکم میں مخالفت کی اور زکوٰۃ کو ساقط کر دیا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کر کے پھر حیلہ کے ذریعہ اس میں رجوع کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح حقِ شفعہ کو ساقط کرنے کے لیے بھی حیلہ کرنا مکروہ ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ عینی فرماتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق سے بغیر کسی دلیل کے امام ابوحنیفہ پر طعن اور تشنیع کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی جگہ بھی اس مسئلہ کو اس صورت کے مطابق ذکر نہیں کیا، بلکہ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ ہبہ کرنے والے کے لیے اپنی ہبہ کی ہوئی چیز میں رجوع کرنا جائز ہے، لیکن رجوع کرنے کی کئی قیود ہیں:

(۱) جس کو کوئی چیز ہبہ کی ہے وہ اجنبی شخص ہو، یعنی ہبہ کرنے والے کا ذورحم محرم نہ ہو، قریبی رشتہ دار نہ ہو۔

(۲) وہ چیز اس کو سپرد کر چکا ہو، کیونکہ سپرد کرنے سے پہلے تو ہبہ سے رجوع کرنا مطلقاً جائز ہے۔

(۳) وہ چیز موانع سے مقترن نہ ہو، اور وہ موانع اپنے مقام پر ذکر کئے گئے ہیں۔

ہبہ میں رجوع کرنے کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ ''جس نے کوئی چیز ہبہ کی تو وہ اپنے ہبہ کو واپس لینے کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اس چیز کا اسے معاوضہ نہ دیا گیا ہو'' اس حدیث کی حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کی تخریج

رہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس کی امام ابن ماجہ نے کتاب الاحکام میں از عمرو بن دینار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مرد اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کا زیادہ حق دار ہے جب کہ اس کو اس کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عوض نہ دیا گیا ہو''۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۷)

رہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث تو اس کی امام طبرانی نے از عطاء روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کوئی چیز ہبہ کی تو وہ اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ لیا ہو''۔

اور رہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تو اس کی امام حاکم نے از سالم بن عبداللہ روایت کی ہے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کوئی چیز ہبہ کی تو وہ اس چیز کا اس وقت زیادہ حق دار ہے کہ جب اس کا کوئی عوض نہ لیا ہو'' اور امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور انہوں نے اس کی روایت نہیں کی۔

امام ابوحنیفہ نے احادیث صحیحہ کی بناء پر ہبہ سے رجوع کرنے کو جائز کہا، پھر ان پر طعن کس طرح جائز ہے؟

امام ابوحنیفہ نے ان احادیث کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ ہبہ میں رجوع کرنا جائز ہے، پس جس امام کا علم اور زُہد میں اتنا عظیم مقام ہو کہ بیان کرنے والا ان کے علم اور زُہد کا احاطہ نہ کر سکتا ہو، ان کے متعلق یہ کہنا کس طرح جائز ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، اور امام ابوحنیفہ نے کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، حالانکہ انہوں نے جو کہا ہے وہ ان تین کبار صحابہ کی روایت سے کہا ہے یعنی حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایت سے۔

امام ابوحنیفہ کے مخالفین نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کی نوعیت کا بیان

یہ وہ حدیث ہے جس کی امام بخاری نے اس باب میں روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۹۷۵)، اور امام ترمذی کے علاوہ باقی محدثین نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اسے لوٹ کر کھالے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا، بلکہ انہوں نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے، حدیثِ اول پر عمل کیا ہے کہ ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز ہے، اور حدیثِ ثانی پر عمل کیا ہے کہ رجوع کرنا مکروہ ہے، نہ یہ کہ رجوع کرنا حرام ہے جیسا کہ ان فقہاء کا زعم ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ سے رجوع کرنے کو کتے کے قے کر کے اسے کھالینے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور کتے کا فعل نہ قبیح کی صفت سے متصف ہوتا ہے نہ حرمت کی صفت سے متصف ہوتا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ برا کام ہے۔

اور کسی قائل کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے، اس سے کہا جائے گا کہ تم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں مخالفت کی ہے جس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ہبہ کر کے رجوع نہ کیا جائے، کیونکہ یہ حدیث مطلقاً رجوع کرنے سے منع کرتی ہے، عام ازیں کہ اجنبی ہبہ کر کے رجوع کرے یا والد ہبہ کر کے رجوع کرے۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ اصحاب السنن الاربعہ نے از حسین المعلم از عمرو بن شعیب از طاؤس از حضرت ابن عمر و ابن عباس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رضی اللہ عنہم از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی عطیہ عطا کرے یا کوئی چیز ہبہ کرے، پھر اس سے رجوع کرلے سوائے والد کے جو اپنی اولاد کو عطا کرے۔

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ یہ ان کے اس قاعدہ کی بناء پر ہے کہ باپ کے لیے بیٹے کے مال میں ملکیت کا حق ہوتا ہے کیونکہ بیٹا باپ کا جزو ہے، پس بیٹے سے کسی چیز کا مالک ہونا اپنے آپ سے کسی چیز کے مالک ہونے کی مثل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ نہ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے اور نہ ان کے اصحاب میں سے کسی نے یہ کہا ہے، یہ قول ان لوگوں نے خود گھڑ لیا ہے تا کہ فقہاء احناف کے اوپر طعن و تشنیع کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۲۔ ۱۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب السختیانی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ میں رجوع کرنے والا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے اس میں رجوع کرے اور ہمارے لیے اس سے بری مثال نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۸۹، ۲۶۲۱، ۲۶۲۲، ۶۹۷۵، صحیح مسلم: ۱۶۲۲، سنن ترمذی: ۱۲۹۸، سنن نسائی: ۳۷۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۵۳۸، سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۵، مسند احمد: ۳۰۰۶)

صحیح البخاری: ۶۹۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے جزو اول کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ اس میں ہبہ کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابونعیم، یہ الفضل بن دکین ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ثوری ہیں۔ اور یہ حدیث کتاب الہبہ میں گزر چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۶۹۷۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی اجنبی کو کوئی چیز ہبہ کر کے اس سے واپس لینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

جب کوئی ہبہ کرنے والا کوئی چیز ہبہ کرے اور جس کو وہ چیز ہبہ کی ہے وہ اس پر قبضہ کرلے اور جمع کرلے تو تمام ائمہ کے نزدیک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ اس کا مالک ہوتا ہے اور اسی پر اس مال کی زکوٰۃ دینا لازم ہے اور اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی ہو تو وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے۔ اور اس میں حیلہ کر کے حدیث کی عبارت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ زکوٰۃ بیٹے پر لازم ہوگی۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: اس میں حیلہ کرنا شریعت کے معنی سے خارج ہے اور جس نے شریعت کے خلاف حیلہ کیا حتیٰ کہ اس مال کو ساقط کر دیا تو اسے حیلہ کرنے والا نہیں کہا جائے گا بلکہ اللہ کی حدود سے عناد کرنے والا اور اللہ کی حدود کو توڑنے والا کہا جائے گا۔

پس جب ہبہ بیٹے کے علاوہ کسی کو کیا جائے اور پھر کوئی اس ہبہ سے رجوع کرے تو وہ اس حدیث کے تحت داخل ہے کہ ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو اپنی قے میں رجوع کرتا ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۶۵۔۲۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ کے اعتراض کے دیگر جوابات

علامہ علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ہبہ کا حکم یہ ہے کہ ہبہ سے اس کے لیے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے جس کو کوئی چیز بغیر عوض کے ہبہ کی گئی ہو، کیونکہ ہبہ کی تعریف ہے کہ کسی چیز کا بغیر عوض کے مالک بنانا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کا زیادہ حق دار ہوتا ہے جب تک اس کو اس کا عوض نہ دیا جائے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۷، سنن دار قطنی: ۱۸۰۔۱۸۱، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۸۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۱۷)

خلاصہ یہ ہے کہ ہبہ سے رجوع کرنا اس وقت ممنوع ہے جب اس کا عوض نہ لیا جائے اور امام ابو حنیفہ اس کے قائل ہیں، اور وہ ہبہ سے رجوع کرنے کو اس وقت جائز کہتے ہیں جب ہبہ کر کے اس کا عوض لے لیا جائے۔

نیز خود حدیث میں یہ مذکور ہے کہ والد اولاد کو ہبہ کر کے رجوع کر سکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً ہبہ کر کے رجوع کرنا ممنوع نہیں ہے، یہ اس وقت ممنوع ہے جب کسی اجنبی کو ہبہ کرے اور اس سے کوئی عوض نہ لے، اور جب والد اولاد کو ہبہ کرے تو وہ رجوع کر سکتا ہے اور اجنبی کو ہبہ کر کے اس سے عوض لیا ہو تب بھی رجوع کر سکتا ہے۔ اور حدیث میں جو یہ مثال دی گئی ہے کہ ہبہ سے رجوع کرنا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے کھالے، یہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی چیز ہبہ کر کے اس کا عوض لے لیا جائے یا کسی اجنبی کو ہبہ کیا جائے۔ رہا والد کا اولاد کو ہبہ کرنا سو وہ جائز ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۸ ص ۱۱۹۔۱۲۲، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

۶۹۷۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ إِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الشُّفْعَةُ لِلْجِوَارِ ثُمَّ عَمَدَ إِلَى مَا شَدَّدَهُ فَأَبْطَلَهُ وَقَالَ إِنِ اشْتَرَى دَارًا فَخَافَ أَنْ يَأْخُذَ الْجَارُ بِالشُّفْعَةِ فَاشْتَرَى سَهْمًا مِنْ مِائَةِ سَهْمٍ ثُمَّ اشْتَرَى الْبَاقِيَ وَكَانَ لِلْجَارِ الشُّفْعَةُ فِي السَّهْمِ الْأَوَّلِ وَلَا شُفْعَةَ لَهُ فِي بَاقِي الدَّارِ وَلَهُ أَنْ يَحْتَالَ فِي ذَلِكَ۔

الزہری از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کرنے کا حق دیا جو تقسیم نہ ہوسکتی ہو، پس جب حد بندی ہو جائے اور راستے الگ الگ کر دیے جائیں تو پھر شفعہ نہیں ہوگا۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ پڑوسی کے لیے شفعہ کرنا جائز ہے، پھر ان بعض لوگوں نے اپنے قول کو باطل کیا اور کہا کہ اگر کسی شخص نے کوئی گھر خریدا، پھر اس کو یہ خطرہ ہوا کہ پڑوسی شفعہ سے اس گھر پر قبضہ کر لے گا تو اس نے اس گھر کے سو حصوں میں سے ایک حصہ پہلے خود خرید لیا، پھر بعد میں باقی حصے خرید لیے اور پڑوسی کو پہلے حصہ میں شفعہ کرنے کا حق ہوگا، اور گھر کے باقی حصوں میں اسے شفعہ کرنے کا حق نہیں ہوگا، اور اس کے لیے اس میں حیلہ کرنا جائز ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۱۳، ۲۲۱۴، ۲۲۵۷، ۲۴۹۵، ۲۴۹۶، ۶۹۷۶، سنن ترمذی: ۱۳۷۰، سنن نسائی: ۴۷۰۷، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۴، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۹، مسند احمد: ۱۳۷۴۳)

صحیح البخاری: ۶۹۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''شفعہ ہر اس چیز میں ہے جس کی تقسیم نہ ہوسکتی ہو'' یعنی وہ چیز شرکاء کے درمیان ملکیت مشترکہ ہو۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے ''جب راستے الگ کر دیے جائیں تو اس میں شفعہ نہیں ہوگا'' جب راستے الگ ہو جائیں تو اب وہ مال مقسوم ہوگا اور پڑوس کے حکم میں ہوگا اور مالِ مشترک نہیں رہے گا۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ امام ابوحنیفہ پر ایک اور طعن و تشنیع ہے اور یہ طعن صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے درمیان اختلاف ہے، کیونکہ امام ابو یوسف اس کو جائز کہتے ہیں اور امام محمد اس کو مکروہ کہتے ہیں اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''ثم عمد الی ما شددہ'' اس سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے پڑوسی کے لیے شفعہ کو جائز قرار دیا ہے اور پھر اس کو باطل قرار دیا، کیونکہ انہوں نے اس صورت میں یہ کہا ہے کہ پڑوسی گھر کے باقی حصوں میں شفعہ نہیں کر سکتا، اور امام ابوحنیفہ نے اپنے کلام کے خلاف کہا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: امام ابوحنیفہ کے کلام میں بالکل تناقض نہیں ہے، کیونکہ جب خریدار نے گھر کے سو حصوں میں سے ایک حصہ خرید لیا تو وہ گھر میں مالک کا شریک ہو گیا، پھر جب وہ اس سے باقی حصے خریدے گا تو وہ پڑوسی کی بہ نسبت اس میں شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہوگا، کیونکہ پڑوسی کے لیے شفعہ کرنے کا حق شریک کے حق کے بعد ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۳۔ ۱۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الشَّرِيدِ قَالَ جَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى مَنْكِبِي فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ إِلَى سَعْدٍ فَقَالَ أَبُو رَافِعٍ لِلْمِسْوَرِ أَلَا تَأْمُرُ هَذَا أَنْ يَشْتَرِيَ مِنِّي بَيْتِيَ الَّذِي فِي دَارِي فَقَالَ لَا أَزِيدُهُ عَلَى أَرْبَعِ مِائَةٍ إِمَّا مُقَطَّعَةٍ وَإِمَّا مُنَجَّمَةٍ قَالَ أُعْطِيتُ خَمْسَ مِائَةٍ نَقْدًا فَمَنَعْتُهُ وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ مَا بِعْتُكَهُ أَوْ قَالَ مَا أَعْطَيْتُكَهُ قُلْتُ لِسُفْيَانَ إِنَّ مَعْمَرًا لَمْ يَقُلْ هَكَذَا قَالَ لَكِنَّهُ قَالَ لِي هَكَذَا وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَبِيعَ الشُّفْعَةَ فَلَهُ أَنْ يَحْتَالَ حَتَّى يُبْطِلَ الشُّفْعَةَ فَيَهَبَ الْبَائِعُ لِلْمُشْتَرِي الدَّارَ وَيَحُدُّهَا وَيَدْفَعُهَا إِلَيْهِ وَيُعَوِّضُهُ الْمُشْتَرِي أَلْفَ دِرْهَمٍ فَلَا يَكُونُ لِلشَّفِيعِ فِيهَا شُفْعَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابراہیم بن میسرہ، انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن الشرید سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما آئے، پس انہوں نے میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا، پس میں ان کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف گیا، پس ابو رافع نے حضرت المسور رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم اس سے یہ نہیں کہتے کہ یہ مجھ سے میرا وہ گھر خرید لے جو میری حویلی میں ہے، تو انہوں نے کہا: میں اس کے چار سو سے زیادہ نہیں دوں گا یا نقد یا قسطوں میں، حضرت المسور رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس گھر کے عوض پانچ سو نقد مل رہے تھے تو میں نے اس سے منع کر دیا اور اگر میں نے نبی ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے شفعہ کا زیادہ حق دار ہوتا ہے تو میں اس گھر کو تمہیں نہ بیچتا، یا کہا میں یہ تم کو نہ دیتا۔

(علی بن عبداللہ کہتے ہیں:) میں نے سفیان سے کہا کہ معمر نے تو یہ حدیث اس طرح نہیں بیان کی تو سفیان نے کہا: لیکن مجھ سے انہوں نے یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے: جب کوئی شخص شفعہ کو فروخت کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ حیلہ کرے حتیٰ کہ شفعہ کو باطل کر دے، پس بائع خریدار کو گھر ہبہ کر دے اور اس کی حد مقرر کر دے اور وہ گھر اس کو دے دے اور خریدار اس کے عوض میں اس کو ہزار درہم دے دے، پس شفعہ کرنے والے کے لیے اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں شفعہ کا حق نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۵۸، ۶۹۷۷، ۶۹۷۸، ۶۹۸۰، ۶۹۸۱، سنن نسائی: ۴۷۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵، مسند احمد: ۲۳۳۵۹)

صحیح البخاری: ۶۹۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے جز ثانی کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ اس حدیث میں شفعہ کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن میسرہ کا ذکر ہے، یہ طائفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عمرو بن الشرید کا ذکر ہے، یہ ثقفی ہیں۔

حضرت مسور رضی اللہ عنہ اور ان کے والد کا تذکرہ

اور اس حدیث کی سند میں المسور بن مخرمہ کا ذکر ہے، یہ القرشی ہیں، ہجرت کے دو سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے تھے اور ذوالحجہ ۸ ہجری کے بعد ان کو مدینہ میں لایا گیا، جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا سماع کیا اور احادیث یاد رکھیں، جب الحُصین بن نُمیر نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے مکہ کا محاصرہ کیا تو ان کو المنجنیق سے ایک پتھر آ کر لگا، اس وقت یہ نماز پڑھ رہے تھے، اس پتھر نے ان کو شہید کر دیا۔ اور یہ یکم ربیع الاول چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے الحجون میں ان کی نماز جنازہ پڑھی، اس وقت ان کی عمر باسٹھ سال تھی، ان کے والد حضرت مخرمہ فتح مکہ کے وقت اسلام لانے والے تھے اور یہ مؤلفۃ القلوب میں سے ایک تھے، انہوں نے اسلام کے احکام پر بہت اچھے طریقہ سے عمل کیا، ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر ایک سو پندرہ سال تھی۔

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت المسور بن مخرمہ بن نوفل سے بائیس (۲۲) احادیث مروی ہیں جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور چار حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ ان سے حضرت علی بن الحسین زین العابدین اور عروہ اور ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔ ان کو المنجنیق سے ایک پتھر آ کر لگا تھا جس وقت یہ حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے اور یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے محاصرہ کے دوران کا واقعہ ہے، پھر یہ پانچ دن زندہ رہے اور پھر فوت ہو گئے۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۳ ص ۹۸-۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

اور اس حدیث کی سند میں سعد کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہ حضرت المسور بن مخرمہ کے ماموں تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابورافع کا ذکر ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور ان کا نام اسلم القبطی تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الا تامر هذا" یعنی آپ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ وہ مجھ سے میرا گھر خرید لیں جو میری حویلی میں ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ان سے سوال کرتے تھے اور ان کو مشورہ دیتے تھے۔

علامہ کرمانی نے کہا: اس سے معلوم ہوا کہ امر میں یہ شرط نہیں ہے کہ بڑا آدمی چھوٹے سے کہے اور بلند درجہ والا کہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اما مقطعة واما منجمة" اس میں راوی کو شک ہے اور مراد یہ ہے کہ ادھار پر قسط وار خرید لیں، اور "نجم" کا معنی ہے: وہ قسطیں جو وقتِ معین پر ادا کرنی ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "أُعطیتُ" یہ مجہول کا صیغہ ہے اور اس کے قائل ابورافع ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بصقبه" اس کا معنی ہے: قرب، یہ لفظ قریب اور بعید دونوں کے لیے بولا جاتا ہے اور یہ لغتِ اضداد میں سے ہے۔

اور اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ پڑوسی کے لیے نفسِ مبیع میں شریک کے بعد شفعہ کرنے کا حق ہے۔

اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ پڑوسی کے لیے شفعہ کو ثابت نہیں کرتے۔

پڑوسی کے لیے شفعہ کے حق میں مزید دلائل

امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے از حسین المعلم از عمرو بن الشرید از والد خود یہ روایت کی ہے کہ ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! میری زمین میں کسی ایک کی شرکت ہے نہ کسی ایک کا حصہ ہے سوائے پڑوس کے، آپ نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔ اس حدیث کی امام طحاوی نے بھی روایت کی ہے اور اس حدیث میں پڑوسی کے لیے شفعہ کے وجوب کی تصریح ہے جس زمین میں شرکت نہ ہو۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

حضرت الشرید بن سوید الثقفی کا شمار اہلِ طائف میں ہوتا ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضر موت سے ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ یہ ہمدان سے ہیں اور ثقیف کے حلیف تھے، ان سے عمرو نے روایت کی ہے۔ اور اس بناء پر مراد یہ ہے کہ امام بخاری نے صحابی کو صحابی سے بدل کر مخالفت کی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا: ان کی مراد یہ ہے کہ معمر نے اس طرح یہ نہیں کہا، یعنی کہ پڑوسی شفعہ کا زیادہ حق دار ہے، یعنی معمر کی روایت میں شفعہ کا لفظ نہیں ہے بلکہ معمر کی روایت میں ہے کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے۔ اور امام ترمذی نے امام بخاری سے روایت کی ہے کہ یہ دونوں طریقے صحیح ہیں۔ واللہ اعلم (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بعض لوگوں نے کہا ہے: جب کوئی شخص شفعہ کو فروخت کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ حیلہ کرے حتیٰ کہ شفعہ کو باطل کردے، پس بائع خریدار کو گھر ہبہ کردے اور اس کی حد مقرر کردے اور وہ گھر اس کو دے دے اور خریدار اس کے عوض میں اس کو ہزار درہم دے دے، پس شفعہ کرنے والے کے لیے اس میں شفعہ کا حق نہیں ہوگا۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ امام بخاری کی فقہاء احناف پر بغیر کسی دلیل کے طعن و تشنیع ہے جیسا کہ ہم ذکر کریں گے، کیونکہ شفعہ بیع میں ہوتا ہے اور ہبہ میں نہیں ہوتا، اور اس صورت میں اس نے ہبہ کیا ہے بیع نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی طرف سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس حیلہ میں ہبہ بالعوض کا بیان ہے، اور جو ہبہ بالعوض ہو وہ بیع کے حکم میں ہوتا ہے اور بیع میں شفعہ باطل نہیں ہوتا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۹۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ سَعْدًا سَاوَمَهُ بَيْتًا بِأَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالٍ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ لَمَا أَعْطَيْتُكَ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ اشْتَرَى نَصِيبَ دَارٍ فَأَرَادَ أَنْ يُبْطِلَ الشُّفْعَةَ وَهَبَ لِابْنِهِ الصَّغِيرِ وَلَا يَكُونُ عَلَيْهِ يَمِينٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابراہیم بن میسرہ از عمرو بن الشرید از ابی رافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے گھر کی چار سو مثقال قیمت لگائی، پھر انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے تو میں تم کو یہ گھر نہ دیتا۔

اور بعض لوگوں نے کہا: اگر کسی شخص نے کسی گھر کا حصہ خریدا اور یہ ارادہ کیا کہ اس میں شفعہ کو باطل کرے تو اس نے جو خریدا ہے اسے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کردے اور نابالغ بیٹے پر قسم نہیں ہوتی۔

(صحیح البخاری: ۲۲۵۸، ۶۹۷۷، ۶۹۷۸، ۶۹۸۰، ۶۹۸۱، سنن نسائی: ۴۷۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵، مسند احمد: ۲۳۳۵۹)

صحیح البخاری: ۶۹۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت ابو رافع مذکور رضی اللہ عنہ کی حدیث کا اختصار ہے، اور امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الحیل کے آخر میں اس سے زیادہ مکمل طریقہ سے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں سعد کا ذکر ہے، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری نے اس مسئلہ میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ذکر کیا ہے، تاکہ وہ یہ بتائیں کہ نبی ﷺ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے اس حدیث سے شفع کرنے والے کا حق بیان فرمایا ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے اور اس حق کو باطل کرنا جائز نہیں ہے۔(اس قائل کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ایسی عبارت مذکور نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ بیع واقع ہو چکی ہو اور شفعہ کرنے والا بیع کے صادر ہونے کے بعد شفعہ کا مستحق ہوتا ہے، پس اس وقت یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس کو باطل کرنا جائز نہیں ہے۔

اور صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے: امام بخاری نے اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ پر تناقض کو لازم کریں، کیونکہ وہ پڑوسی کے لیے شفعہ کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ پڑوسی قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے، پس جو شخص اس کا معتقد ہو اور اس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے یہ ثابت ہو تو وہ پڑوسی کے شفعہ کو باطل کرنے کے لیے کیسے حیلہ کرے گا، کیونکہ اس نے اپنے اعتقاد کے مطابق سنت کو باطل کیا ہے۔(علامہ ابن ملقن کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

یہ جو کچھ علامہ ابن ملقن نے کہا ہے یہ بے سوچے سمجھے کہا ہے، کیونکہ یہ کلام اس صورت میں جاری نہیں ہوتا، یہ کلام اس صورت میں ہے جس میں کوئی شخص نفسِ مبیع میں شریک ہو اور پڑوسی اس پر مقدم نہیں ہوتا اور نہ پڑوسی شفعہ کرنے کا مستحق ہوتا ہے مگر بیع کے بعد، بلکہ مبیع میں شریک کے حق کے بعد، پس اس قائل کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ اس امام پر افتراء باندھے جو اس کے امام پر مقدم ہے، اور ایسے عظیم شخص کی طرف سنت کے ابطال کی نسبت کرے۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

اور بعض لوگوں نے کہا: اگر کسی شخص نے کسی گھر کا حصہ خریدا اور یہ ارادہ کیا کہ اس میں شفعہ کو باطل کرے تو اس نے جو خریدا ہے اسے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کر دے اور نابالغ بیٹے پر قسم نہیں ہوتی۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ بھی امام بخاری کی فقہاء احناف پر طنز و تشنیع ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "وَهَبَ" یعنی اس نے گھر کا جو حصہ خریدا ہے وہ اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کر دے۔ اور ہبہ کے تحقق میں اس پر قسم نہیں ہوگی اور نہ شروط کے جاری کرنے میں۔

امام بخاری نے نابالغ کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر وہ کسی بالغ بیٹے کو ہبہ کرے تو اس پر قسم واجب ہوگی تو وہ شخص اس شبہ کو ساقط کرنے کے لیے یہ حیلہ کرے کہ وہ نابالغ بیٹے کو وہ حصہ ہبہ کر دے۔ اور قسم کے لفظ سے اس طرف اشارہ کیا کہ اگر وہ کسی اجنبی کو ہبہ کرتا تو شفعہ کرنے والے کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ اجنبی سے قسم لیتا کہ وہ حقیقت میں ہبہ ہے اور اپنی شرائط کے مطابق ہے اور نابالغ سے حلف نہیں لیا جاتا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیکن فقہاء مالکیہ کے نزدیک نابالغ سے حلف لیا جاتا ہے، اور اس کا باپ جو اس ہبہ کو قبول کرے گا اس سے حلف لیا جائے گا اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ موہوب میں مطلقاً شفعہ داخل نہیں ہے، اسی طرح المدوّنہ میں مذکور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۵۔ بَابُ: اِحْتِيَالِ الْعَامِلِ لِيُهْدٰى لَهُ — عامل کا ہدیہ لینے کے لیے حیلہ کرنے کا مکروہ ہونا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عامل کا ہدیہ لینے کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے، اور عامل سے مراد وہ شخص ہے جو کسی مرد کے مال میں اور اس کے املاک میں اور اس کے عمل میں تصرف کرتا ہے، اور جو شخص زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جاتا ہے اس کو بھی عامل کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۷۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَجُلًا عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ قَالَ هٰذَا مَالُكُمْ وَهٰذَا هَدِيَّةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَهَلَّا جَلَسْتَ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَأُمِّكَ حَتّٰى تَأْتِيَكَ هَدِيَّتُكَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا ثُمَّ خَطَبَنَا فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِي اللهُ فَيَأْتِي فَيَقُولُ هٰذَا مَالُكُمْ وَهٰذَا هَدِيَّةٌ أُهْدِيَتْ لِي أَفَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ حَتّٰى تَأْتِيَهُ هَدِيَّتُهُ وَاللهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ إِلَّا لَقِيَ اللهَ يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَأَعْرِفَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ لَقِيَ اللهَ يَحْمِلُ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَهُ حَتّٰى رُئِيَ بَيَاضُ إِبْطِهِ يَقُولُ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ بَصُرَ عَيْنِي وَسَمِعَ أُذُنِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از ابی حمید الساعدی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرد کو بنو سُلیم کے صدقات وصول کرنے پر عامل مقرر فرمایا، اس مرد کا نام ابن اللتبیہ تھا، پس جب وہ آیا تو نبی ﷺ نے اس سے حساب کیا، اس نے کہا: یہ آپ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کیوں نہ اپنے باپ اور اپنی ماں کے گھر میں بیٹھے حتیٰ کہ تمہارے پاس تمہارا ہدیہ آتا اگر تم سچے ہو، پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا، پس اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: حمد وصلوٰۃ کے بعد! میں تم میں سے ایک آدمی کو کسی عمل کے اوپر مقرر کرتا ہوں، جن چیزوں کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے متولی بنایا ہے، پس وہ آ کر کہتا ہے: یہ تمہارا مال ہے اور یہ وہ مال ہے جو مجھے ہدیہ دیا گیا ہے، پس کیوں نہ وہ مرد اپنے باپ اور اپنی ماں کے گھر میں بیٹھا حتیٰ کہ اس کے پاس اس کا ہدیہ آتا، اور اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی کسی چیز کو ناحق نہیں لے گا مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ قیامت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس ناحق چیز کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوگا، پس میں تم میں سے کسی ایک کو اس حال میں نہ پہچانوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے اور اس نے ایک اونٹ کو اٹھایا ہوا ہو اور وہ اونٹ بڑبڑا رہا ہے، یا اس نے ایک گائے کو اٹھایا ہوا ہو اور وہ گائے ڈکرا رہی ہو، یا اس نے ایک بکری کو اٹھایا ہوا ہو اور وہ بکری ممیا رہی ہو، پھر آپ نے اپنے ہاتھ کو بلند کیا حتیٰ کہ آپ کی بغل کی سفیدی دکھائی دی، آپ فرما رہے تھے: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور میرے کانوں نے سنا۔

(صحیح البخاری: ۹۲۵، ۱۵۰۰، ۲۵۹۷، ۶۶۳۶، ۶۹۷۹، ۷۱۷۴، ۷۱۹۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۴۶، مسند احمد: ۲۳۰۸۷، سنن دارمی: ۱۶۶۹)

صحیح البخاری: ۶۹۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ حدیث کے اس جملہ میں مناسبت ہے کہ "یہ آپ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے"۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: عامل کا حیلہ یہ ہے تا کہ اس کو ہدیہ دیا جائے، اور جو اس سے حساب لے رہا ہے وہ اس میں تسامح کرے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اپنے باپ کے گھر میں یا ماں کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھا تا کہ دیکھا جائے کہ اس کو ہدیہ ملتا ہے یا نہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ عامل کا ہدیہ یہ ہے کہ اس کو اس کے عمل میں جو کچھ دیا گیا ہے، اس کو وہ اپنے ساتھ خاص کر لے اور اس کو بیت المال میں نہ رکھے۔ اور عاملین کے اور امراء کے ہدایا مسلمانوں کے حقوق میں سے ہیں۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو اسامہ، ان کا نام حماد بن اسامہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ہشام، وہ عروہ کے بیٹے ہیں جو اپنے والد عروہ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحمید، ان کا نام عبد الرحمن ہے، اور دوسرا قول ہے کہ ان کا نام المنذر الساعدی الانصاری ہے۔

یہ حدیث کتاب الہبہ میں از عبد اللہ بن محمد اور کتاب النذور میں از ابی الیمان اور کتاب الزکوٰۃ میں از یوسف بن موسیٰ گزر چکی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے اور کتاب الزکوٰۃ میں اس کی شرح کی جا چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ابن اللتبیۃ" اس لفظ میں لام پر پیش ہے اور تاء ساکن ہے اور باء اور یاء نسبت کی ہے، اور ان کا نام عبداللہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فلا اعرفن احدا منکم" یعنی میں تم میں سے کسی ایک کو ہرگز نہ پہچانوں۔ اس جملہ میں نفی ہے اور مراد نہی اور ممانعت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رغاء" یہ اونٹ کی آواز ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "تیعر" یہ بکری کی آواز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سمع" یعنی راوی کہتا ہے کہ میری دونوں آنکھوں نے رسول اللہ ﷺ کو کلام کرتے ہوئے اور اپنے ہاتھ کو بلند کرتے ہوئے دیکھا اور میں نے آپ کا کلام سنا، یہ ابوحمید الراوی کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ اشْتَرَى دَارًا بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَحْتَالَ حَتَّى يَشْتَرِيَ الدَّارَ بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَيَنْقُدَهُ تِسْعَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَتِسْعَ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَيَنْقُدَهُ دِينَارًا بِمَا بَقِيَ مِنَ الْعِشْرِينَ الْأَلْفَ فَإِنْ طَلَبَ الشَّفِيعُ أَخَذَهَا بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَإِلَّا فَلَا سَبِيلَ لَهُ عَلَى الدَّارِ فَإِنِ اسْتُحِقَّتِ الدَّارُ رَجَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى الْبَائِعِ بِمَا دَفَعَ إِلَيْهِ وَهُوَ تِسْعَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ دِرْهَمًا وَدِينَارٌ لِأَنَّ الْبَيْعَ حِينَ اسْتُحِقَّ انْتَقَضَ الصَّرْفُ فِي الدِّينَارِ فَإِنْ وَجَدَ بِهَذِهِ الدَّارِ عَيْبًا وَلَمْ تُسْتَحَقَّ فَإِنَّهُ يَرُدُّهَا عَلَيْهِ بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ قَالَ فَأَجَازَ هَذَا الْخِدَاعَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْعُ الْمُسْلِمِ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابراہیم بن میسرہ از عمرو بن الشرید از حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ مستحق ہے۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے: جب کسی شخص نے بیس ہزار درہم میں ایک گھر خریدا، پس اس میں کوئی حرج نہیں ہے (کہ وہ حق شفعہ باطل کرنے کے لیے) حیلہ کرے، اور وہ خریدار بائع کو نو ہزار نو سو ننانوے درہم نقد ادا کرے اور بقیہ بیس ہزار دراہم میں سے ایک دینار نقد ادا کرے، پس اگر شفعہ کرنے والا اس گھر کو خریدے گا تو بیس ہزار درہم ادا کرے گا ورنہ وہ اس گھر کو نہیں لے سکتا، پھر اگر وہ گھر کسی اور کی ملکیت نکل آیا تو خریدار بائع کو اتنا دے گا جتنا اس نے اس کو دیا ہے اور وہ نو ہزار نو سو ننانوے درہم ہیں اور ایک دینار ہے، کیونکہ جب وہ گھر کسی اور کی ملکیت نکل آیا تو وہ بیع صرف دینار باطل ہوگئی، پھر اگر اس گھر میں کوئی عیب نکل آیا اور وہ کسی اور کی ملکیت میں نہ نکلا تو وہ اس کو بیس ہزار درہم واپس کرے گا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غَائِلَةَ۔

امام بخاری نے کہا: پس ان بعض لوگوں نے مسلمانوں کے درمیان اس دھوکا کو جائز رکھا اور حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: کہ مسلمانوں کی جو مسلمانوں کے ساتھ بیع ہو اس میں نہ کوئی عیب ہو، نہ کوئی خبث ہو اور نہ کوئی آفت ہو۔

(صحیح البخاری: ۲۲۵۸، ۶۹۷۷، ۶۹۷۸، ۶۹۸۰، ۶۹۸۱، سنن نسائی: ۴۷۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵، مسند احمد: ۲۳۳۵۹)

صحیح البخاری: ۶۹۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اور وہ حدیث جو اس باب کے آخر میں آئے گی، دونوں ہبہ اور شفعہ کے باب سے متعلق ہیں، پس ان دونوں حدیثوں کو اس باب میں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے علامہ محمد بن یوسف الکرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: ان دونوں حدیثوں کا مقام جو مناسب ہے وہ عامل کے حیلہ سے پہلے کا باب ہے، کیونکہ یہ مسائل شفعہ کا بقیہ ہے۔ اور اس باب میں ایک اجنبی باب کو درمیان میں لایا گیا ہے۔ پھر علامہ کرمانی نے کہا: ہوسکتا ہے کہ یہ صحیح البخاری کے نسخہ کو اصل سے نقل کرنے والوں کے تصرفات میں سے ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ امام بخاری نے حاشیہ میں لکھا ہو اور انہوں نے اس کو متن میں داخل کر دیا ہو، باقی اس حدیث کے رجال ذکر کیے جاچکے ہیں اور اس کی شرح بھی کی جاچکی ہے۔

حدیث مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مذکور ہے:

اور بعض لوگوں نے کہا ہے: جب کسی شخص نے بیس ہزار درہم میں ایک گھر خریدا، پس اس میں کوئی حرج نہیں ہے (کہ وہ حق شفعہ باطل کرنے کے لیے) حیلہ کرے، اور وہ خریدار بائع کو نو ہزار نو سو ننانوے درہم نقد ادا کرے اور بقیہ بیس ہزار دراہم میں سے ایک دینار نقد ادا کرے، پس اگر شفعہ کرنے والا اس گھر کو خریدے گا تو بیس ہزار درہم ادا کرے گا ورنہ وہ اس گھر کو نہیں لے سکتا، پھر اگر وہ گھر کسی اور کی ملکیت نکل آیا تو خریدار بائع کو اتنا دے گا جتنا اس نے اس کو دیا ہے اور وہ نو ہزار نو سو ننانوے درہم ہیں اور ایک دینار ہے، کیونکہ جب وہ گھر کسی اور کی ملکیت نکل آیا تو وہ بیع باطل ہوگئی، پھر اگر اس گھر میں کوئی عیب نکل آیا اور وہ کسی اور کی ملکیت میں نہ نکلا تو وہ اس کو بیس ہزار درہم واپس کرے گا۔

امام بخاری نے کہا: پس ان بعض لوگوں نے مسلمانوں کے درمیان اس دھوکا کو جائز رکھا اور حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: کہ مسلمانوں کی جو مسلمانوں کے ساتھ بیع ہو اس میں نہ کوئی عیب ہو، نہ کوئی خبث ہو اور نہ کوئی آفت ہو۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں فرماتے ہیں:

یہ بھی امام بخاری کی ایک تشنیع کے بعد دوسری تشنیع ہے اور بلا دلیل ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "ان اشتری دارا" یعنی خریدار نے بیس ہزار درہم میں ایک گھر کو خریدنے کا ارادہ کیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس تعلیق میں مذکور ہے "فلا باس ان یحتال" یعنی شفعہ کے حق کو ساقط کرنے کے لیے یہ حیلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ بیس ہزار درہم میں اس گھر کو خرید ے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "وینقدہ" یعنی خریدار بائع کو نو ہزار نو سو ننانوے درہم نقد ادا کرے اور بقیہ ثمن میں سے ایک دینار نقد ادا کرے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "فان طلب الشفیع" یعنی اگر کوئی شخص اس گھر کو شفعہ کر کے خریدنا چاہے تو اس کو بیس ہزار درہم میں خریدے گا، یعنی جس ثمن پر عقد واقع ہوا ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "والا فلا سبیل له علی الدار" یعنی اگر وہ بیس ہزار درہم میں اس گھر کو لینے پر راضی نہ ہو تو پھر اس کے لیے اس گھر کو لینے کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے، کیونکہ شفعہ اس وجہ سے ساقط ہو گیا ہے کہ جس ثمن پر عقد واقع ہوا تھا وہ اس کو نہیں دے رہا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "فان استحقت" یعنی جب یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ گھر بائع کے علاوہ کسی اور کی ملکیت ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "انتقض الصرف" یعنی بائع اور گھر خریدنے والے کے درمیان جو دینار کے ساتھ بیع واقع ہوئی ہے وہ ٹوٹ جائے گی۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "فان وُجد بهذه الدار" یعنی اگر اس مذکور گھر میں کوئی عیب نکل آئے۔

اور اس تعلیق میں مذکور ہے "ولم تستحق" اور حال یہ ہے کہ وہ گھر کسی اور کی ملکیت نہ نکلے تو وہ خریدار وہ گھر بائع کو بیس ہزار درہم میں واپس کرے گا۔

امام بخاری نے کہا: یہ تناقض ہے، کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے اور اس اجماع میں امام ابو حنیفہ بھی امت کے ساتھ ہیں کہ استحقاق اور عیب دونوں کی وجہ سے رد کی صورت میں بائع اسی قیمت کو واپس کرتا ہے جس پر اس نے قبضہ کیا، (اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ گھر کسی اور کا نکلا تو خریدار مالک سے نو ہزار نو سو ننانوے درہم اور ایک دینار واپس لے گا اور اگر اس گھر میں کوئی عیب نکلا تو خریدار مالک سے پورے بیس ہزار واپس لے گا) اسی طرح شفعہ کرنے والا بھی اسی قیمت کو واپس کرے گا جو اس نے خریدار کو نقد دی ہے نہ اس کو جس پر عقد ہوا ہے۔ اور اس تناقض کی طرف امام بخاری نے اس قول سے اشارہ کیا "یہ مسلمانوں کے درمیان دھوکا ہے" یعنی ان بعض لوگوں نے اس حیلہ کو جائز رکھا ہے کہ اگر شفعہ کرنے والے نے اس گھر کو خریدنے کا ارادہ کیا تو مالک قیمت کو زیادہ کر کے اس کے حق کو باطل کر دے گا، (یعنی بیس ہزار درہم کے بجائے نو ہزار نو سو ننانوے درہم اور بقیہ ایک درہم کے بدلہ میں ایک دینار لے گا)۔

امام بخاری نے کہا ہے: "ان بعض لوگوں نے اس دھوکا کو جائز رکھا"۔ اگر اس سے ان کی مراد امام ابو حنیفہ ہیں تو یہ ان کی سخت بے ادبی ہے، امام ابو حنیفہ اس سے بری ہیں اور ان کا دین متین اور ان کا تقویٰ بھی اس سے منع کرتا ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" یعنی امام بخاری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور اس سے اس حدیثِ معلق کا ارادہ کیا ہے جو کتاب البیوع کے شروع میں مکمل گزر چکی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عقد کے درمیان دھوکا دینا حرام ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "لا داء" یعنی مبیع (بیچی ہوئی چیز) میں کوئی مرض نہ ہو، اور مبیع میں کوئی خبث نہ ہو، یعنی وہ غیر طیب نہ ہو۔
اس تعلیق میں مذکور ہے "ولا غائلة" یعنی وہ مبیع (بیچی ہوئی چیز) ایسی نہ ہو جس سے خریدار کا مال ہلاک ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۸۸-۱۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ أَنَّ أَبَا رَافِعٍ سَاوَمَ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ بَيْتًا بِأَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالٍ وَقَالَ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ مَا أَعْطَيْتُكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن میسرہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن الشرید، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابو رافع نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر کی قیمت چار سو مثقال مقرر کی اور کہا: اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی قرب کی وجہ سے زیادہ مستحق ہوتا ہے تو میں یہ تم کو نہ دیتا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۵۸، ۶۹۷۷، ۶۹۷۸، ۶۹۸۰، ۶۹۸۱، سنن نسائی: ۴۷۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵، مسند احمد: ۲۳۳۵۹)

اس حدیث کی شرح عنقریب گزر چکی ہے۔

"کتاب الحِیَل" کا اختتام

"کتاب الحِیَل" میں اکتیس (۳۱) احادیث مرفوعہ ہیں، ان میں سے ایک تعلیق ہے اور باقی احادیث موصولہ ہیں، اور یہ تمام احادیث مکررہ ہیں۔ اس سے پہلے یہ احادیث گزر چکی ہیں۔

"کِتاب الحِیَل" کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین!

آج مورخہ ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ/ یکم نومبر 2013ء بروز جمعۃ المبارک "کتاب الحِیَل" میں درج احادیث کی شرح مکمل ہوگئی۔ صحیح البخاری میں "کِتاب الاِکراہ" اور "کِتابُ الحِیَل" کو مشکلات صحیح بخاری سے قرار دیا جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اس کتاب میں اپنا اسلوب تبدیل کر لیا ہے اور احادیث کی روایت اور ان کو جمع کرنے کے بجائے مسائلِ فقہیہ پر زیادہ گفتگو کی ہے اور مسائلِ فقہیہ میں انہوں نے زیادہ تر امام الائمہ، سراج الائمہ امام ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز پر بلادلیل اعتراضات کیے ہیں اور اپنے زعم میں امام ابوحنیفہ کی عبارات اور ان کے مسائل میں تضاد اور تناقض کو ثابت کیا ہے اور صحیح البخاری کے زیادہ تر شارحین شافعی اور مالکی ہیں، لہٰذا انہوں نے بھی امام بخاری کی ہمنوائی کی ہے۔

امام بخاری نے جن عبارات سے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کیے ہیں وہ عبارات بہت مغلق اور دقیق ہیں، اللہ تعالیٰ علامہ بدرالدین عینی حنفی پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، انہوں نے نہ صرف یہ کہ امام بخاری کی مغلق عبارات کو حل کیا بلکہ امام ابوحنیفہ کی طرف سے امام بخاری کے اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے ہیں اور اس اثناء میں کہیں کہیں ان کا لہجہ سخت بھی ہو گیا ہے، کیونکہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جس سے شدید محبت ہو اس کی شان میں جب کوئی شخص نقص نکالے تو محبت کرنے والوں کا غیظ وغضب میں آنا ایک فطری بات ہے۔ امام بخاری نے ان مباحث میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کو "بعض الناس" کے لقب سے ملقب کیا ہے اور اس سے ان کا مقصد امام ابوحنیفہ کے مرتبہ کو کم کرنا ہے گویا کہ وہ عام لوگوں میں سے بعض لوگ ہیں، اگر وہ "بعض الفقہاء" کہتے تب بھی اس کی گنجائش تھی، جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے متعلق امام شافعی یہ کہتے ہیں "الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفہ" یعنی تمام فقہاء فقہ میں امام ابوحنیفہ کے خوشہ چین اور پرڈردہ ہیں، امام بخاری اکثر مسائل میں امام شافعی کی اتباع کرتے ہیں اور امام شافعی امام محمد کے شاگرد ہیں، اور امام محمد امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، تو جن کی امام بخاری زیادہ تر اتباع کرتے ہیں وہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد در شاگرد ہیں، لہٰذا انہیں کچھ تو اس شاگردی کا پاس رکھنا چاہیے تھا اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے خلاف زبان درازی اور جسارت سے احتراز کرنا چاہیے تھا۔ بعض لوگ امام بخاری سے امام اعظم کا قصاص لینے کے لیے امام بخاری کو "بغض الناس" کا لقب دیتے ہیں اور جہاں امام بخاری امام اعظم ابوحنیفہ کو "بعض الناس" سے تعبیر کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں "بغض الناس" نے کہا کہ "بعض الناس" یوں کہتے ہیں، لیکن میں بہرحال امام بخاری سے بہت محبت کرتا ہوں اور ان کا بہت ادب اور احترام کرتا ہوں، فنِ حدیث میں ان کی لاثانی خدمات ہیں، اور حدیث میں ان کی صحیح البخاری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ "آسمان کے نیچے کتاب اللہ کے بعد جو صحیح ترین کتاب ہے وہ صحیح البخاری ہے"۔ امام بخاری نے صحیح البخاری کو جمع کرنے اور علمِ حدیث کو پھیلانے میں بہت صعوبتیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں، ان کے معاصرین نے ان سے حاسدانہ رویہ رکھا حتیٰ کہ آخر حیات میں امام بخاری یہ کہتے تھے کہ اپنی وسعت کے باوجود زمین مجھ پر تنگ ہوگئی ہے، مورخین نے لکھا ہے کہ امام بخاری کے دفن ہونے کے بعد عرصہ دراز تک ان کی قبرِ مبارک سے خوشبو آتی رہی اور جب بارش نہ ہوتی اور ان کی قبر پر بارش کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی تو اللہ تعالیٰ امام بخاری کی قبر کی برکت سے دعا کو قبول فرمالیتا اور بارش نازل فرمادیتا، اسی طرح کسی مشکل اور مصیبت میں جب صحیح البخاری کا ختم کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس مشکل اور مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔

میں امام اعظم ابوحنیفہ کا مقلد اور متبع ہوں اور محدثِ اعظم امام بخاری سے بے حد محبت کرتا ہوں، اور دونوں بزرگوں کی تعظیم وتکریم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان پاکانِ امت سے محبت کی وجہ سے میرے گناہوں کو بخش دے اور دنیا اور آخرت کے عذاب کو مجھ سے دور کردے اور جنت الفردوس کو میرے لیے مقدر فرمادے اور میں اپنے تمام اساتذہ، احباب، تلامذہ اور قارئین کے لیے بھی یہی دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے، ہم سب کا ایمان پر خاتمہ فرمائے اور ہم سب کو دین ودنیا کی راحتیں اور کرامتیں عطا فرمائے۔

الٰہ العٰلمین! کتاب الاکراہ اور کتاب الحیل کی احادیث کی شروح میں جو مجھ سے کمی اور خطا ہوگئی ہے، اس سے درگزر فرمانا اور میری اس شرح اور میری دیگر شروح اور میری تمام تصانیف سے امت مسلمہ کے صحیح العقیدہ راسخین کے علم وعمل میں پختگی عطا فرمانا اور ان کو مسلکِ اہلسنت پر تاحیات قائم رکھنا، اور جو معاندین اور مخالفین ہیں ان کو ہدایت عطا فرمانا۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

کِتابُ الحِیَل کی تکمیل کے بعد اب ان شاء اللہ صحیح البخاری کی "کتاب التعبیر" کی شرح کا آغاز ہوگا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۹۱۔ کِتَابُ التَّعْبِیْرِ

خوابوں کی تعبیر کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ کتاب تعبیر کے بیان میں ہے۔ علامہ محمد بن یوسف الکرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے کہ فصیح لفظ ''العبارت'' ہے نہ کہ تعبیر، جس کا معنی تفسیر ہے اور یہ بیان کرنا ہے کہ خواب میں دیکھا ہوا واقعہ کس طرح پیش آئے گا، اور تعبیر کا لفظ خواب کی تفسیر کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کا معنی ہے: ظاہر سے باطن کی طرف عبور کرنا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ تعبیر کا معنی ہے: کسی چیز میں غور وفکر کرنا، پس بعض چیزوں کو بعض سے تعبیر کرنا حتیٰ کہ ان کی فہم حاصل ہو جائے اور اس کی اصل ''العبر'' ہے، اس کا معنی ہے: ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کرنا، اور ''الاعتبار'' اور ''العبرۃ'' اس حالت کو کہتے ہیں جس میں دیکھی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے ان چیزوں کی معرفت حاصل کی جاتی ہے جو دیکھی ہوئی نہیں ہیں، جب کوئی شخص خواب کی تفسیر بیان کرے تو کہتے ہیں ''عبرت الرویا'' میں نے خواب کی تعبیر کی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ''کتاب التعبیر'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

تعبیر کا لفظ خواب کی تفسیر کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں ظاہر سے باطن کی طرف عبور کیا جاتا ہے۔

الازہری نے کہا ہے: اس میں کسی چیز پر غور وفکر کیا جاتا ہے، پس بعض چیزوں کو بعض پر قیاس کیا جاتا ہے حتیٰ کہ فہم میں ایک معنی حاصل ہوتا ہے۔

امام راغب اصفہانی نے کہا ہے: تعبیر میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کیا جاتا ہے جیسے تیر کر پانی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں، اور جب لوگ مرجاتے ہیں تو وہ دُنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

''الرؤیا'' کا معنی خواب ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کو انسان نیند میں دیکھتا ہے۔

امام راغب نے کہا ہے: لفظ ''رؤیۃ'' کا معنی ہے: انسان کا حاسہ بصر سے دیکھنا اور اس کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے جس کا انسان تخیل سے ادراک کرتا ہے جیسے میں دیکھتا ہوں کہ زید مسافر ہے اور نظر وفکر سے جو معنی حاصل ہو اس پر بھی ''رؤیۃ'' کا اطلاق ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ (الانفال: ۴۸)

اور جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ (شیطان) ایڑیوں کے بل بھاگا اور کہنے لگا: میں تم سے بری الذمہ ہوں، بے شک میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے، بے شک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے O

علامہ القرطبی نے المفہم میں کہا ہے: بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ کبھی "الرویۃ" "الرؤیا" کے معنی میں ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ اور ہم نے آپ کو (شب معراج) جو کچھ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا۔ (بنی اسرائیل:٦٠)

علامہ قرطبی کا یہ زعم ہے کہ اس سے مراد وہ عجیب وغریب چیزیں ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج دیکھا تھا اور شب معراج کا پورا واقعہ بیداری میں ہوا ہے، اور اس سے پہلے اسراء کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول گزر چکا ہے کہ آپ نے اس شب اپنی آنکھ سے دیکھا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو "رؤیا" فرمانے کی حکمت یہ ہو کہ یہ چیزیں امورِ غیب سے تھیں اور امورِ شہادت کو دیکھنے کی مخالف تھیں تو اس کو خواب کے مشابہ قرار دیا۔

اور اہلِ سنت کا جو صحیح نظریہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے دل میں اعتقادات پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ بیدار کے دل میں اعتقادات پیدا کرتا ہے۔

اور انبیاء علیہم السلام کے خواب برحق ہوتے ہیں اور وحی ہوتے ہیں اور دوسروں کے خواب اس طرح نہیں ہوتے، پس وحی میں کوئی خلل داخل نہیں ہوتا کیونکہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے، اس کے برخلاف غیر انبیاء کے جو خواب ہیں تو کبھی ان میں شیطان حاضر ہو جاتا ہے۔

خواب کی کئی اقسام ہیں:

(١) شیطان انسان سے خواب میں کھیلتا ہے تاکہ دیکھنے والے کو غمزدہ کرے، وہ گویا کہ دیکھتا ہے کہ اس کا سر کاٹ دیا گیا ہے اور وہ اس سر کا پیچھا کر رہا ہے، یا وہ دیکھتا ہے کہ وہ کسی مصیبت میں ہے اور کوئی شخص نہیں پاتا جو اس کو اس مصیبت سے چھڑائے۔

(٢) وہ یہ دیکھتا ہے کہ بعض فرشتے اسے حکم دیتے ہیں کہ وہ محرمات کا ارتکاب کرے، یا کسی اس چیز کا ارتکاب کرے جو محال ہے۔

(٣) تیسرا وہ خواب ہے کہ جن چیزوں کے متعلق وہ بیداری میں بات کرتا ہے یا جن کی وہ تمنا کرتا ہے تو ان چیزوں کو وہ خواب میں دیکھتا ہے۔ (فتح الباری ج ٨ ص ١٤١۔١٤٢، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

١۔ بَابٌ: اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے کی گئی

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں "الرؤیا" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: وہ چیز جس کو کوئی شخص خواب میں دیکھتا ہے۔

علامہ الواحدی نے کہا ہے: "الرؤیا" اصل میں البشریٰ کی طرح مصدر ہے، جب اس کو اس چیز کا اسم بنایا گیا جس کا انسان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خواب میں خیال کرتا ہے تو اس کو اسم کا قائم مقام بنا دیا۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: "الرؤیا" وہ ادراکات ہیں جن کو اللہ عزوجل فرشتے کے ہاتھ سے یا شیطان کے ہاتھ سے بندہ کے دل میں پیدا کرتا ہے، کبھی تو وہ ادراکات اپنی حقیقت پر ہوتے ہیں اور کبھی کنایہ کے ساتھ ہوتے ہیں، اور بیداری میں اس کی نظیر انسان کے دل میں آئی ہوئی باتیں ہیں، کبھی تو وہ ایک طرز سے آتی ہیں اور کبھی وہ غیر محصل آتی ہیں۔

الحاکم اور العقیلی نے از محمد بن عجلان از سالم بن عبد اللہ بن عمر از حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابو الحسن! مرد خواب دیکھتا ہے، بعض ان میں سے سچے خواب ہوتے ہیں اور بعض جھوٹے ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جو بندہ یا جو بندی سو جائے اور نیند سے بھر جائے تو اس کی روح عرش کی طرف چلی جاتی ہے، پس جو عرش کے نیچے بیدار نہیں ہوتا تو یہ وہ خواب ہے جو صادق ہوتا ہے اور جو عرش کے نیچے بیدار ہو جاتا ہے، یہ وہ خواب ہے جو جھوٹا ہوتا ہے"۔

علامہ ذہبی نے "تلخیص المستدرک" میں لکھا ہے: یہ حدیث منکر ہے اور حاکم نے اس کو صحیح نہیں قرار دیا، اور شاید کہ اس حدیث میں اس کے راوی ابن عجلان سے یہ آفت آئی ہے۔ اور العُقیلی نے اس حدیث کے عنوان میں لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "الرؤیا الصالحۃ" اور "رؤیا" خواب میں ہوتا ہے اور "الرؤیۃ" نظر سے ہوتی ہے، اور جو سچے خواب ہیں یہ انبیاء علیہم السلام کے خواب ہوتے ہیں اور جو صالحین میں سے ان کے تابعین ہیں، اور کبھی غیر صالحین کو خواب میں ایسی چیزیں نظر آتی ہیں جن سے وہ پریشان ہو جاتے ہیں، ان کو "اضغاث احلام" کہتے ہیں، یعنی خواب میں وہ بے تکی اور بے ربط باتیں دیکھتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۰۔۱۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: "الرؤیا الصالحۃ" کا معنی ہے سچے خواب، جن کو مسلمان بھی دیکھتا ہے اور کافر بھی دیکھتا ہے اور تمام لوگ دیکھتے ہیں، مگر عام لوگوں کے لیے یہ سچے خواب بہت کم دکھائی دیتے ہیں اور کسی وقت میں دکھائی دیتے ہیں ہر وقت دکھائی نہیں دیتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کیا گیا ہے کہ آپ کے بالعموم خواب سچے ہوتے ہیں، اور شیطان کو اس سے روک دیا گیا ہے کہ وہ آپ کی صورت میں متمثل ہو، تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر خواب میں جھوٹ کے ساتھ حملہ آور نہ ہو۔ اور "الرؤیا" اجزاء وحی میں سے ایک جزو ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ شیطان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں متمثل ہونے سے منع کیا گیا ہے، اور کبھی شیطان اللہ کی صورت میں آتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں باری تعالیٰ ہوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو واقعی صورت ہے شیطان اس میں متمثل ہو کر نہیں آ سکتا، رہا یہ کہ شیطان کسی صورت میں آ کر کہتا ہے کہ میں خدا ہوں، تو عقل میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ اس کو رد کرتی ہے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جسم، جسمانیات اور صورت سے منزہ ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٦٩٨٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ فَكَانَ يَأْتِي حِرَاءَ فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَتُزَوِّدُهُ لِمِثْلِهَا حَتَّى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فِيهِ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ حَتَّى بَلَغَ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ يَا خَدِيجَةُ مَا لِي وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ وَقَالَ قَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي فَقَالَتْ لَهُ كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللهِ لَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قُصَيٍّ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخُو أَبِيهَا وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ فَيَكْتُبُ بِالْعَرَبِيَّةِ مِنَ الْإِنْجِيلِ مَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب ح اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی، زہری نے کہا: پس مجھے عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء نیند میں سچے خوابوں سے کی گئی، پس آپ جو بھی خواب دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی مثل آجاتی، پس آپ (غار) حرا میں جاتے تھے اور وہاں تحنث کرتے تھے، اور اس کا معنی ہے عبادت کرنا، آپ کئی کئی راتوں تک عبادت کرتے تھے اور اس کے لیے زادِراہ لے جاتے تھے، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس آجاتے، وہ آپ کو اتنا ہی زادِراہ مہیا کر دیتیں حتیٰ کہ اچانک آپ کے پاس وحی آگئی اور اس وقت آپ غارِ حراء میں تھے، پس آپ کے پاس اس غار میں فرشتہ آیا، سو اس نے کہا: پڑھیے! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا: پس میں نے اس سے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، پس اس نے مجھے پکڑا، پھر مجھے دبایا حتیٰ کہ انہوں نے مجھے اپنی پوری طاقت سے دبایا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، پھر کہا: پڑھیے! میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، پس اس نے مجھے پکڑا اور پھر مجھے دوبارہ دبایا حتیٰ کہ انہوں نے مجھے اپنی پوری طاقت سے دبایا پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، پس کہا: پڑھیے! میں نے پھر کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، پس اس نے مجھے تیسری مرتبہ دبایا حتیٰ کہ مجھے اپنی پوری طاقت سے دبایا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، پھر اس نے کہا: ''آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے'' (العلق:١) حتیٰ کہ اس نے یہاں تک پڑھا ''جس کو انسان نہیں جانتا تھا'' (العلق:٥)، پس آپ ان آیات کے ساتھ اس حال میں واپس آئے کہ آپ کے کندھے کپکپا رہے تھے حتیٰ کہ آپ حضرت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ أَيِ ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ فَقَالَ وَرَقَةُ ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ مَا رَأَى فَقَالَ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا أَكُونُ حَيًّا حِينَ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ فَقَالَ وَرَقَةُ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ فَتْرَةً حَتّٰى حَزِنَ النَّبِيُّ ﷺ فِيمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدّٰى مِنْ رُءُوسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ فَكُلَّمَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ مِنْهُ نَفْسَهُ تَبَدّٰى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ حَقًّا فَيَسْكُنُ لِذٰلِكَ جَأْشُهُ وَتَقِرُّ نَفْسُهُ فَيَرْجِعُ فَإِذَا طَالَتْ عَلَيْهِ فَتْرَةُ الْوَحْيِ غَدَا لِمِثْلِ ذٰلِكَ فَإِذَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ تَبَدّٰى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ضَوْءُ الشَّمْسِ بِالنَّهَارِ وَضَوْءُ الْقَمَرِ بِاللَّيْلِ۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوئے، آپ نے فرمایا: ”مجھے چادر اوڑھاؤ! مجھے چادر اوڑھاؤ“ پس گھر والوں نے آپ کو چادر اوڑھائی، حتیٰ کہ آپ سے خوف دور ہو گیا، پس آپ نے فرمایا: اے خدیجہ! مجھے کیا ہوا ہے۔۔۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ سنایا، اور آپ نے کہا: مجھے اپنی جان پر خطرہ ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: ہرگز نہیں! آپ کو خوشخبری ہو، پس اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا، بے شک آپ رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے ہیں اور سچی باتیں کرتے ہیں، اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اور مہمان نوازی کرتے ہیں، اور حق کی راہ میں جو مشکلات پیش آئیں ان میں آپ مدد کرتے ہیں، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس گئیں اور وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا کے بیٹے تھے، ان کے والد کے بھائی تھے، اور وہ ایسے مرد تھے جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے، اور وہ کتاب کو عربی میں لکھتے تھے، پس انجیل کو عربی میں لکھتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا اتنا لکھتے، اور بہت بوڑھے تھے اور نابینا ہو گئے تھے، پس ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کی بات سنیں! پس ورقہ نے کہا: اے میرے بھتیجے! آپ کیا دیکھتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا جو کچھ آپ نے دیکھا تھا، پس ورقہ نے کہا: یہ وہ ناموس (فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا تھا، کاش! میں اس وقت طاقت ور ہوتا، کاش! میں زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ پس ورقہ نے کہا: ہاں! جو مرد بھی آپ کے پیغام کی مثل لے کر آیا اس سے عداوت رکھی گئی، اور اگر مجھے اس دن میں پالیا تو میں آپ کی بہت قوی مدد کروں گا، پھر ورقہ زیادہ دن نہ ٹھہرے کہ ان کی وفات ہو گئی اور وحی کا آنا رک گیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے، ہمیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث پہنچی ہے کہ آپ اتنے غمگین ہوئے کہ آپ نے کئی مرتبہ یہ ارادہ کیا کہ اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹیوں سے گرادیں، پس جب بھی آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتے تا کہ اپنے آپ کو اس پہاڑ کی چوٹی سے گرائیں تو آپ کے لیے حضرت جبریل ظاہر ہوجاتے، پس کہتے: اے محمد! بے شک آپ اللہ کے برحق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، پھر آپ کا اضطراب پرسکون ہوگیا اور آپ کا دل مطمئن ہوگیا، پس آپ واپس آجاتے، پس جب بہت عرصہ تک وحی رکی رہی تو صبح آپ پھر اسی طرح گئے، پس جب آپ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے تو حضرت جبریل آپ کے لیے ظاہر ہوئے اور پھر اسی طرح کہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "فالق الاصباح" کا معنی ہے: دن میں سورج کی روشنی اور رات میں چاند کی روشنی۔

(صحیح البخاری: ۳، ۳۳۹۲، ۴۹۵۳، ۴۹۵۵، ۴۹۵۶، ۴۹۵۷، ۴۹۸۲، صحیح مسلم: ۱۶۰، سنن ترمذی: ۳۶۳۲، مسند احمد: ۲۵۹۵۹)

صحیح البخاری: ۶۹۸۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح البخاری کے شروع میں گزر چکی ہے اور اس کی مفصل شرح کی جاچکی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ وقت نہیں پایا تھا، پس یا تو انہوں نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یا کسی اور صحابی سے سنا، خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی امام بخاری نے دو سندوں سے روایت کی ہے۔ ان میں سے ایک سند میں یحییٰ بن بکیر کا ذکر ہے، یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر المخزومی المصری ہیں۔ پھر اس سند میں لیث کا ذکر ہے، یہ لیث بن سعد المصری ہیں۔ پھر اس سند میں عُقیل کا ذکر ہے، یہ عُقیل بن خالد ہیں۔ پھر اس سند میں ابن شہاب کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں۔

اور دوسری سند میں عبداللہ بن محمد کا ذکر ہے، یہ الجعفی ہیں جو المسندی کے نام سے معروف ہیں۔ اس کے بعد اس سند میں عبدالرزاق کا ذکر ہے، یہ عبدالرزاق بن ہمام ہیں۔ اس کے بعد اس سند میں معمر کا ذکر ہے، یہ معمر بن راشد ہیں۔ اس کے بعد اس سند میں الزہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں۔

امام بخاری نے ان دو سندوں کے درمیان حرف "ح" کو لکھا ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ حدیث کو ذکر کرنے سے پہلے امام بخاری ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہوئے۔ یا لفظ "ح" سے "صح" کی طرف اشارہ ہے، یا الحائل کی طرف اشارہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے، یا الی الحدیث کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

''رؤیا الصالحہ'' اور ''رؤیا الصادقہ'' میں فرق اور ان کی تعریفات

اس حدیث میں مذکور ہے ''الصادقۃ'' اور ایک روایت میں مذکور ہے ''الصالحۃ'' اور ان دونوں کا معنی ایک ہے، یعنی انبیاء علیہم السلام جو امورِ آخرت کے بارے میں بیان کرتے ہیں وہ سچی باتیں ہوتی ہیں، اور انبیاء علیہم السلام جو دنیاوی امور کے بارے میں بیان کریں تو وہ خواب کبھی صالحہ ہوتے ہیں اور کبھی دنیاوی اعتبار سے غیر صالحہ ہوتے ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں غزوہ احد میں شکست دکھائی گئی تو یہ خواب غیر صالحہ تھا۔

اور رہے غیر انبیاء علیہم السلام کے خواب، تو ان میں اور انبیاء علیہم السلام کے خواب میں عموم اور خصوص کی نسبت ہوتی ہے، اگر ہم صادقہ کی تفسیر کریں کہ اس میں تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اگر ہم یہ تفسیر کریں کہ وہ ''اضغاث احلام'' نہیں ہوتے یعنی پریشان کن اور بے تکے واقعات نہیں دیکھے جاتے، پس صالحہ خاص مطلقاً ہے، پس جو خواب صالحہ ہوگا وہ صادقہ بھی ہوگا، اور ہر صادقہ خواب کا صالحہ ہونا ضروری نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ''رؤیا الصادقہ'' (سچے خواب) وہ ہوتے ہیں جن کی تعبیر بعینہٖ واقع ہوتی ہے یعنی جو کچھ خواب میں دیکھا ہوتا ہے بیداری میں وہی واقع ہو جاتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں تو بیداری میں بھی ایسا ہی واقعہ ہو گیا۔ یا خواب کی تعبیر وہ شخص بیان کرے جو جھوٹ نہیں بولتا، اور ''رؤیا الصالحہ'' وہ ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر انسان خوش ہوتا ہے، کیونکہ بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں شیطان انسان کو ڈراتا ہے، اور جن کو دیکھ کر انسان غمگین ہوتا ہے۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: ''رؤیا الصالحہ'' وہ ہوتے ہیں کہ جن کی صورت صالحہ ہو یا جن کی تعبیر صالح ہو، اور ''رؤیا الصادقہ'' وہ ہوتے ہیں جو واقع کے مطابق ہوں۔

''فلق الصبح'' کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کی تعبیر کی روشن صبح کے ساتھ مشابہت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا جاءت مثل فلق الصبح''۔ ''فلق الصبح'' کا معنی ہے صبح کی روشنی جو اندھیرے اور تاریکی کو پھاڑ کر ظاہر ہوتی ہے اور اندھیرے سے الگ ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تعبیر کو صبح کی روشنی کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ نبوت سورج کی طرح ہے اور نبوت کے مبادی، نبوت کے انوار ہیں، اور یہ انوار بڑھتے رہتے ہیں حتیٰ کہ نبوت کا سورج چمکتا ہے، پس جس شخص کا باطن نورانی ہو تو وہ اس روشنی کی وجہ سے جلد نبوت کی تصدیق کرتا ہے جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، اور جس شخص کا باطن ظلمانی ہو تو وہ چمگادڑ کی طرح ہوتا ہے اس کو روشنی میں کچھ نظر نہیں آتا جیسا کہ ابو جہل کو اس نبوت کی روشنی میں کچھ نظر نہیں آیا۔ اور ان کے علاوہ باقی لوگ ان دو مرتبوں کے درمیان ہوتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کو جتنا نور دیا جاتا ہے وہ اس کے اعتبار سے نبوت کی تصدیق کرتا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "بحراء"۔

غارِ حراء میں خلوت گزینی کی حکمت

غارِ حراء سے کعبہ صاف نظر آتا ہے، پس جو شخص غارِ حراء میں قیام کرے تو اس کو تین عبادات حاصل ہوتی ہیں: ایک خلوت، دوسری وہاں کی عبادت، اور تیسری بیت اللہ کی طرف نظر کرنا۔

ایک قول یہ ہے کہ قریش بھی غارِ حراء میں قیام کرتے تھے اور تنہائی میں بیٹھتے تھے اور سب سے پہلے حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ غارِ حراء میں تنہائی میں جا کر بیٹھتے تھے اور قریش ان کی جلالت کی وجہ سے اور ان کی عمر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے تعظیم کرتے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جدِ امجد کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے غارِ حراء میں تنہائی کے اندر جا کر بیٹھتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ھو التعبد اللیالی ذوات العدد"۔

"تحنث" کا معنی اور غارِ حراء میں عبادت کرنے کی مدت

تعبد کا لفظ "تحنث" کی تفسیر ہے اور اس کو راوی نے اپنی طرف سے داخل کیا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: "اللیالی ذوات العدد" کا معنی ہے کہ بہ کثرت راتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں تنہائی میں جا کر عبادت کرتے تھے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو کھانے پینے کی چیزیں دیتی تھیں پھر جب وہ ختم ہو جاتیں تو آپ دوبارہ گھر آتے اور وہ پھر آپ کو وہ چیزیں دے دیتیں"۔

ہمارے بعض معاصرین نے ابنِ اسحاق کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال غارِ حراء میں ایک مہینہ عبادت کرتے تھے، اور جو مسکین آپ کے پاس آتے انہیں کھانا کھلاتے تھے، اور اس زمانہ میں زادِ راہ زیادہ تر دودھ اور گوشت ہوتا تھا اور دودھ اور گوشت زیادہ دیر تک تازہ نہیں رہ سکتا تھا، اس لیے دوبارہ آپ جاتے اور تازہ دودھ اور گوشت لے آتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حتی فجئہ الحق"۔

حتیٰ اپنی اصل پر انتہاء غایت کے لیے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ غارِ حراء میں آپ کے ٹھہرنے کی انتہاء فرشتہ کے آنے پر ہو گئی اور فرشتہ کے آنے کے بعد آپ نے غارِ حراء میں ٹھہرنے کو ترک کر دیا۔

حق آنے کے متعدد معانی

علامہ الطیبی نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے "حتیٰ کہ آپ کے پاس حق آ گیا" اس کا معنی ہے: حق کا حکم آ گیا اور وہ وحی ہے، یا رسولِ برحق آ گئے اور وہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حق سے مراد وہ امر ہے جو بالکل ظاہر ہو، یا حق سے مراد فرشتہ ہے، یا وہ حکم ہے جس کو فرشتہ لے کر آیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس پہلی وحی لے کر آئے اس وقت آپ کی عمر کا بیان اور اس وقت کی تاریخ میں مختلف اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے "فیہ" یعنی فی الغار، اس سے ان لوگوں کا رد مراد ہے جو کہتے ہیں کہ فرشتہ غار میں داخل نہیں ہوا تھا بلکہ فرشتے نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلام کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار کے اندر تھے اور فرشتہ دروازہ پر تھا، اور فرشتہ سے مراد یہاں پر حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ "المَلَك" میں لام ماہیت کی تعریف کے لیے ہے نہ کہ عہد کے لیے، اور جس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غار حراء میں عمر چالیس سال تھی، یہ مشہور قول ہے۔ اور یہ پیر کا دن تھا اور رمضان کی سترہ (۱۷) تاریخ تھی، دوسرا قول ہے کہ سات تاریخ تھی، تیسرا قول ہے کہ چوبیس تاریخ تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ رجب کے مہینہ کی ستائیس تاریخ تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ماہِ ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آٹھ تاریخ تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال اقرأ" یعنی حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا: آپ پڑھیے! بہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کلمہ سے پہلے آپ سے کوئی بات نہیں کی اور نہ سلام کیا، اور ایک قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے انہوں نے سلام کیا ہو اور حدیث میں اس کا ذکر محذوف ہو۔ اور امام الطیالسی نے روایت کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے پہلے سلام کیا، اور یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے قراءت کا حکم دینے سے پہلے سلام کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال اقرأ" یہاں پر حضرت جبریل علیہ السلام نے یہ نہیں کہا "قُل اقرأ" کیونکہ اگر وہ "قُل" بھی کہتے تو یہ گمان کیا جاتا کہ یہ "قُل" بھی قرآن میں سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس چیز کے پڑھنے کے متعلق حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا تھا؟

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ وہ کیا چیز ہے جس کو پڑھوانے کے لیے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا تھا؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک اونی کپڑے میں ایک مکتوب لکھا ہوا تھا جسے پڑھنے کے لیے آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا تھا۔ اسی طرح امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ما انا بقارئ" یعنی میں کتابوں کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس اونی کپڑے میں جو مکتوب تھا اس میں کیا لکھا ہوا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی آیات تھیں اور پہلی آیت یہ تھی "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔۔۔ (العلق:۱)" اور دوسرا قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس اونی کپڑے میں پورا قرآن لکھا ہوا ہو جو مختلف اعتبارات سے قسط وار نازل ہوتا رہا۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے آپ کو دبانے کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے "فغطنی" غط کا معنی ہے: کسی چیز کو پورے زور سے دبانا یا نچوڑنا، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس لیے دبایا تا کہ آپ کو آزمائیں کہ آپ اپنی طرف سے کچھ کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کو متنبہ کرنے کے لیے اور آپ کے ذہن کو حاضر کرنے کے لیے آپ کو دبایا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام کے تین مرتبہ دبانے کی حکمت

علامہ السہیلی نے کہا ہے: تین مرتبہ دبانے کی تاویل یہ ہے کہ عنقریب آپ پر تین شدتیں آئیں گی جن میں آپ کو مبتلا کیا جائے گا اور پھر آپ پر وحی آئے گی، پہلی شدت وہ تھی جب قریش نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا حتیٰ کہ آپ کو اور آپ کے متبعین کو سخت شدت کا سامنا ہوا، اور دوسری شدت وہ تھی جب قریش نے مسلمانوں پر بہت سختی کی اور ان کو قتل کی دھمکیاں دیں حتیٰ کہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور تیسری شدت وہ تھی جب قریش نے آپ کے خلاف آپ کو قتل کرنے کی سازش کی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (الانفال: ۳۰)

اور یاد کیجئے جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کریں یا قتل کریں یا جلاوطن کریں، وہ اپنی سازش میں لگے ہوئے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے O

پس یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تین شدتیں تھیں۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے: ہمارے بعض معاصرین مشائخ نے یہ کہا ہے کہ تین مرتبہ دبانے میں یہ اشارہ تھا کہ عنقریب آپ کے اوپر جو حکم نازل کیا جائے گا اس کا قول بھی ثقیل ہوگا اور عمل بھی ثقیل ہوگا اور نیت بھی ثقیل ہوگی۔ یا اس طرف اشارہ تھا کہ آپ پر جو آیات نازل کی جائیں گی ان کا تعلق توحید سے ہوگا اور احکامِ شرعیہ سے ہوگا اور ماضی اور مستقبل کی غیب کی خبروں کے ساتھ ہوگا، یا اس طرف اشارہ تھا کہ دنیا، برزخ اور آخرت میں آپ کی امت پر آسانی اور سہولت اور تخفیف کی جائے گی۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے پوری قوت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دبانے پر علامہ تورپشتی کا اعتراض اور اس کے جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت جبریل (علیہ السلام) نے مجھے اپنی پوری طاقت سے دبایا"۔

علامہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی ٦٦١ھ، نے کہا ہے کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اپنی پوری قوت سے دبایا، کیونکہ بشرِ جسم حضرت جبریل علیہ السلام کی پوری قوت کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، خاص طور پر ابتداء نبوت کے زمانہ میں، اور حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس دبانے سے میرے اندر رعب داخل ہوگیا۔ (علامہ تورپشتی کی عبارت ختم ہوئی)۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے برداشت کرنے کی قوت عطا فرما دی ہو اور یہ آپ کے جملہ معجزات میں سے ہو۔

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی ٧٤٣ھ، نے علامہ التورپشتی کے اعتراض کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام اپنی صورت ملکیہ پر نہیں تھے تو انہوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری طاقت سے دبایا، یہ ان کی بشری صورت کے اعتبار سے ہے۔ نیز علامہ الطیبی نے کہا: جب یہ روایت صحیح ہے تو اس کو بعید سمجھنا مضمحل ہوگیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف زدہ ہونے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے "فرجع بھا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات کو دہراتے ہوئے واپس گئے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "ترجف بوادرہ" البوادر، البادرۃ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: کندھے اور گردن کے درمیان کا گوشت۔ اور دوسری روایت میں "فؤادہ" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے قلب، اور قلب کے بجائے الفواد کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ کپکپانا فؤاد میں ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الروع" اس کا معنی ہے: گھبراہٹ اور خوف۔
اس حدیث میں مذکور ہے "مالی" یعنی مجھے کیا ہوا ہے، مجھے یہ خوف کیوں ہوا ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "قد خشیت علی نفسی" یعنی مجھے اپنی جان پر یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ کسی مرض کا اثر تو نہیں ہے، یا مجھے کوئی جن تو عارض نہیں ہوا۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: زیادہ بہتر یہ ہے کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ میں رسالت کی ذمہ داریوں پر پورا اتر سکوں گا یا نہیں، اور وحی کے احکام پر پورا عمل کر سکوں گا یا نہیں؟

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تسلی آمیز کلمات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: ہرگز نہیں! یعنی جس طرح آپ کو گھبراہٹ ہے، اس طرح نہیں ہوگا، آپ کو کوئی خوف نہیں ہوگا"۔

نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا "ابشر" یعنی آپ خوشخبری لیں۔
امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی متوفی ۴۵۸ھ، نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ جو کچھ کرے گا وہ خیر ہی ہوگا۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی شرمندہ ہونے نہیں دے گا"۔
اس حدیث میں مذکور ہے "الکل" یعنی لوگوں کا بوجھ۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے "علی نوائب الحق" یعنی انسان پر جو مہمات اور حوادث آتے ہیں، آپ ان میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ورقہ بن نوفل سے مکالمہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے باپ کے بھائی تھے جو زمانہ جاہلیت میں دینِ نصرانیت میں داخل ہو گئے تھے، اور جاہلیت سے مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "بالعبرانیۃ" علامہ الجوہری نے کہا ہے کہ یہ یہود کی لغت ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "اسمع من ابن اخیک" حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ برائے تعظیم اور اظہارِ شفقت کے لیے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہا، کیونکہ حقیقت میں نبی ﷺ حضرت ورقہ کے بھتیجے نہیں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ھذا الناموس" "ناموس کا معنی ہے صاحب السر، یعنی حضرت جبریل علیہ السلام۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او مخرجی ھم؟" یعنی نبی ﷺ نے تعجب سے سوال کیا کہ کیا اہلِ مکہ مجھے نکال دیں گے، تو ورقہ بن نوفل نے بتایا: آپ جو دین لے کر آئے ہیں اس کے ساتھ عداوت رکھی جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۲۔۱۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نبی ﷺ نے وحی رُک جانے پر شدتِ غم کی وجہ سے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا جو ارادہ کیا اس کی متعدد شارحین کی طرف سے توجیہات

امام بخاری نے کتاب التعبیر میں اس حدیث پر معمر کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے:

معمر نے بیان کیا: اور وحی کا آنا رُک گیا حتیٰ کہ نبی ﷺ غمگین ہو گئے جیسا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے، آپ نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ پہاڑ کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں، پس جب بھی آپ پہاڑ کی بلندی پر پہنچتے تا کہ آپ اپنے آپ کو وہاں سے گرائیں تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو دکھائی دیتے، پس وہ کہتے یا محمد! بے شک آپ اللہ کے برحق رسول ہیں، تو رسول اللہ ﷺ کا اضطراب ساکن ہو جاتا اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں حتیٰ کہ آپ واپس آ جاتے، پس جب وحی کا رکنا لمبا ہو گیا تو آپ صبح پھر پہاڑ کی بلندی پر گئے تا کہ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دیں، پھر جبریل علیہ السلام ظاہر ہوئے اور انہوں نے اس کی مثل کہا۔

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث معمر کی بلاغات میں سے ہے، معمر نے اس کی سند نہیں بیان کی اور نہ اس کے راوی کا ذکر کیا ہے اور نہ یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا، حالانکہ یہ حدیث صرف نبی ﷺ سے پہچانی جا سکتی تھی۔

علاوہ ازیں اس حدیث کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ یہ ابتداء امر کا واقعہ ہے جب آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو نہیں دیکھا تھا جیسا کہ امام ابن اسحاق کی روایت میں بعض راویوں سے منقول ہے۔ یا نبی ﷺ نے یہ اس لیے کیا تھا کہ آپ کی قوم کی تکذیب نے آپ کو حرج اور مشقت میں ڈال دیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ (الکہف: ۶) اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو لگتا ہے کہ آپ فرطِ غم سے ان کے پیچھے جان دے دیں گے ۝

یا آپ کو یہ خوف اور خطرہ ہوا کہ وحی کا رُک جانا کسی وجہ سے ہے یا کسی سبب سے ہے، پس آپ خوف زدہ ہوئے کہ کہیں یہ آپ کے رب کی طرف سے سزا تو نہیں ہے، اس وجہ سے آپ نے ایسا کیا۔ پھر جب آپ کو بعد میں خودکشی کرنے سے منع فرمایا تو پھر آپ نے ایسا ارادہ نہیں کیا۔ یہ ایسا ہے جیسے حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی تکذیب کی وجہ سے اپنے علاقہ سے بھاگ کر چلے گئے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲ ص ۲۹۸۔۲۹۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ اضافہ معمر کی روایت کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ امام ابونعیم نے اپنی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مستخرج میں اسی سند کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے از ابوزرعہ الرازی از یحییٰ بن بکیر شیخ بخاری، صحیح البخاری کے شروع میں اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ اور یہاں کتاب التعبیر میں اس اضافہ کو معمر کی روایت کے ساتھ ملا کر لکھا ہے، اسی طرح الاسماعیلی نے بھی تصریح کی ہے کہ یہ اضافہ معمر کی روایت میں ہے، اور امام احمد بن حنبل اور امام مسلم اور الاسماعیلی وغیرہم اور ابونعیم نے بھی لیث کے اصحاب کی ایک جماعت سے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے۔ اس اضافہ کے شروع میں لکھا ہے ''فیما بلغنا'' اور اس کے قائل زہری ہیں، اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس قصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے جو چیز ہمیں پہنچی ہے وہ الزہری کی بلاغات میں سے ہے اور یہ حدیث موصول نہیں ہے۔

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸۶ ھ نے کہا ہے: یہی ظاہر ہے اور ہوسکتا ہے کہ زہری کو یہ حدیث اس سند مذکور سے پہنچی ہو، اور امام ابن مردویہ نے تفسیر میں از محمد بن کثیر از معمر اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں ''فیما بلغنا'' کے الفاظ نہیں ہیں، اس میں الفاظ یہ ہیں کہ وحی رک گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے غمگین ہوئے، پھر صبح آپ نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا۔۔الخ۔

پس یہ تمام روایت زہری کی روایت پر مدرج ہے۔

جو لوگ مرسل شعبی سے استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وحی رکنے کی مدت ڈھائی سال تھی جیسا کہ میں نے ''بدء الوحی'' کے شروع میں نقل کیا ہے، لیکن اس کے معارض وہ حدیث ہے جس کی امام محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور اس میں بھی زہری کی روایت ''فیما بلغنا'' سے ہے، اور اس میں مذکور ہے کہ آپ وحی کے آنے کے بعد کچھ دن ٹھہرے رہے اور جبریل آپ کو دکھائی نہیں دیتے تھے تو آپ بہت زیادہ غمگین ہوئے حتیٰ کہ آپ صبح کو کبھی ثبیر پہاڑ کی طرف جاتے اور کبھی حراء پہاڑ کی طرف جاتے اور آپ ارادہ کرتے تھے کہ اپنے آپ کو اس پہاڑ سے گرا دیں، اور جس وقت آپ یہی ارادہ کر رہے تھے تو اچانک آپ نے ایک آواز سنی، آپ گھبرا گئے، آپ نے سر اٹھا کر دیکھا تو حضرت جبریل آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر تھے اور وہ کہہ رہے تھے: اے محمد! آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور میں جبریل ہوں، پس آپ واپس ہو گئے اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھ کو ٹھنڈا کر دیا تھا اور آپ کا اضطراب ساکن ہو گیا تھا، پھر پے در پے وحی آنے لگی۔ اس روایت سے ان پہاڑوں کے نام معلوم ہوئے جن کا زہری کی روایت میں مبہم ذکر ہے اور وحی رکنے کی مدت کے کم ہونے کا علم ہوا۔

رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی بن جانے کے بعد اپنے آپ کو پہاڑوں کے اوپر سے گرانے کا ارادہ کرنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبوت کے احکام اور نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے سے اس وقت آپ کی قوت ضعیف تھی اور آپ کو نبوت کی ذمہ داریاں پوری کرنے سے یہ خوف لاحق تھا کہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے، یہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی مرد دنیا کے غموں سے راحت حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے حتیٰ کہ جب وہ اس میں غور و فکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو آخرت کے اوپر صبر کرنے والا بنا دیتا ہے تو اس کو صبر آ جاتا ہے اور اس کا نفس مطمئن ہو جاتا ہے، اور یہ ارادہ اس لیے کیا کہ صریح حدیث میں یہ ہے کہ ورقہ بن نوفل نے آپ کو بشارت دی تھی، پھر جب وحی کا آنا رک گیا تو آپ غمگین ہوئے، پھر جب حضرت جبریل علیہ السلام نے ظاہر ہو کر کہا کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں تو پھر آپ کا اضطراب دور ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۴۶۔ ۱۴۷ ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ ھ، لکھتے ہیں:

اس قصہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر کوئی طعن نہیں ہوسکتا، کیونکہ اول تو یہ معمر کی بلاغات میں سے ہے اور انہوں نے اس کو بغیر سند کے ذکر کیا ہے نہ راوی کا ذکر کیا ہے اور نہ یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واقعہ بیان فرمایا، اور ثانیاً ہوسکتا ہے کہ یہ ابتداء کا واقعہ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس خوف کی وجہ سے کیا ہو کہ قوم آپ کی تکذیب کرے گی، جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام اس خطرہ کی وجہ سے اپنی قوم سے دور چلے گئے تھے۔ (ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ج ۱۴ ص ۴۷۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کا ارادہ کیا تھا، یہ قضاء وقدر پر ناراضگی کی وجہ سے نہیں تھا، لیکن حصولِ وحی کی نعمت کے فوت ہونے کے غم کی وجہ سے تھا۔ اور اللہ عزوجل خوب جانتا ہے کہ اس نے آپ کو اس پر قادر نہیں کیا کہ آپ اپنے آپ کو گرا دیتے، کیونکہ جب بھی آپ اپنے آپ کو گرانے کا ارادہ کرتے تو حضرت جبریل علیہ السلام ظاہر ہو جاتے اور وہ آپ کو مطمئن کر دیتے، لہٰذا اس واقعہ میں آپ کی نبوت پر طعن کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۵۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ ھ)

میں کہتا ہوں: میرے نزدیک صحیح بات یہی ہے کہ صحیح البخاری کی حدیث میں یہ اضافہ معمر کی بلاغات میں سے ہے، اور اس کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ اس حدیث کے کسی راوی کا بیان ہے، اور نہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے، اور فرطِ غم سے اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دینے کا ارادہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور آپ کے حال سے بہت بعید ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حدیثِ مذکور کے فوائد

(۱) غارِ حراء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عبادت کرنے کی کیفیت

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے پہلے انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کی شریعت پر عمل کرتے تھے یا از خود عمل کرتے تھے، جمہور کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں جو معرفت کا نور پیدا کیا تھا اس نور کے اعتبار سے آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور علامہ ابن الحاجب اور قاضی بیضاوی کا مختار یہ ہے کہ آپ کسی نبی کی شریعت پر عمل کرتے تھے۔ اور اس میں کئی اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے، دوسرا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے، تیسرا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے، چوتھا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے، پانچواں قول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے، چھٹا قول یہ ہے کہ آپ انبیاء سابقین میں سے کسی ایک نبی کی شریعت پر عمل کرتے تھے، ساتواں قول یہ ہے کہ آپ تمام شریعتوں پر عمل کرتے تھے، اور آٹھواں قول اس میں توقف ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ (النحل: ۱۲۳)

پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ملتِ ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے مجتنب تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے O

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بعثت سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ مناسکِ حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق ادا کریں۔
اور اہلِ تحقیق نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام نزولِ وحی سے پہلے توحید اور ایمان پر قائم تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید میں کوئی شک نہیں تھا۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کی عبادت کی صفت کیا ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے متعلق کوئی نقل خصوصیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور و فکر کرتے تھے اور معاملات میں انبیاء سابقین کی شریعتوں میں سے کسی ایک شریعت پر اپنے اجتہاد سے عمل کرتے تھے۔

(۲) ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہ ام المومنین ہیں اور ان کا نام خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس (۲۵) سال کی عمر میں ان سے نکاح کیا، اور آپ کی تمام اولاد ان ہی سے پیدا ہوئی، سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے، وہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور کسی عورت سے نکاح نہیں کیا، نہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پہلے اور نہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد حتیٰ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال پہلے فوت ہو گئیں، ایک قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ چوبیس سال اور چند مہینے رہیں اور پھر انہوں نے وفات پائی، اور ان کی وفات ابوطالب کی وفات کے تین دن بعد ہوئی تھی۔
امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد مجھ سے نکاح کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۸۱۷)
نیز امام بخاری نے عروہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد تقریباً دو سال ٹھہرے رہے، پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۸۹۶، صحیح مسلم: ۱۴۲۲)
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں، بلکہ ایک قول یہ ہے کہ آپ مطلقاً سب سے پہلے ایمان لائیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں میں سب سے بہتر مریم ہیں اور عورتوں میں سب سے بہتر خدیجہ ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۸۱۵، صحیح مسلم: ۲۴۳۰)
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یہ خدیجہ ہیں، پس جب یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان پر میرے رب کی طرف سے سلام پڑھیں، اور ان کو بشارت دیں کہ جنت میں ان کے لیے چمکدار موتیوں کا ایک گھر ہے جس میں نہ شور و شغب ہے اور نہ تھکاوٹ ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۲۰، صحیح مسلم: ۲۴۳۲)
عبد الرحمٰن بن زید بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جن وجوہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو مجھ پر فضیلت دی وہ یہ ہے کہ میرے بیٹے کی بیوی ان کے لیے اللہ کے حکم کی تبلیغ کرنے پر مددگار تھی، اور میری بیوی میرے لیے نافرمانی پر مددگار تھی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۸، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۳۱، میزان الاعتدال ج ۵ ص ۱۸۴-۱۸۵، لسان المیزان ج ۵ ص ۴۱۸)

علامہ مناوی نے کہا ہے: یہ حدیث محمد بن الولید کی باطل روایات میں سے ہے۔ (فیض القدیر: ۵۸۸۵)

(۳) ''ما انا بقاریٔ'' کے معانی اور محامل

امام محمد بن سعد نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ فرشتہ کا نزول غارِ حراء میں پیر کے دن سترہ (۱۷) رمضان کو ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت چالیس (۴۰) سال تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب فرشتے نے آپ سے پڑھنے کے لیے کہا تو آپ نے کہا ''ما انا بقاریٔ'' اس میں ''ما'' نفی کے لیے ہے اور اس کا معنی ہے: میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ''ما'' استفہامیہ ہے، یعنی میں کیا چیز پڑھوں؟

علامہ سہیلی نے کہا ہے: ''ما انا بقاریء'' کا معنی ہے: میں ''اُمّی'' ہوں، پس میں کتابوں کو نہیں پڑھتا، یہ آپ نے تین مرتبہ کہا، اس پر یہ اعتراض ہوا کہ قرآن مجید میں ہے ''اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۝۱'' (العلق:۱) (اے رسولِ مکرم!) آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے)، اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ پڑھ سکتے تھے جبھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو پڑھنے کا حکم دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک آپ اپنی ذاتی قوت سے اور اپنی ذاتی صفت سے اور اپنی ذاتی معرفت سے نہیں پڑھ سکتے، لیکن آپ اپنے رب کا نام لے کر اپنے رب کی مدد سے پڑھیے، وہ آپ کو پڑھنے کی اس طرح تعلیم دے گا جس طرح اس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی تکذیب کے خوف کی تحقیق

شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی تکذیب کا خوف تھا، اس لیے آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''مجھے اپنی جان پر خطرہ ہے''، پھر جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ پر حق کو منکشف کر دیا اور زیادہ دلائل اور معجزات سے آپ کا یقین کامل اور واثق ہو گیا تو اس کے متعلق ابو رافع نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحجون میں تھے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! مجھے کوئی ایسی نشانی دکھا کہ جس کے بعد میں اس کی پرواہ نہ کروں کہ قریش میری تکذیب کرتے ہیں، تو آپ سے کہا گیا: آپ اس درخت کو بلائیں، آپ نے اس درخت کو بلایا تو وہ اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آپ کے پاس آ گیا، پھر آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، پھر کہا: آپ کیا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر لوٹ جاؤ، پس وہ لوٹ گیا، پس آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اب مجھے قریش کے تکذیب کرنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

(اخبار مکہ: ۲۳۳۰، مسند ابو یعلیٰ: ۲۱۵، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۲۹۰، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۱۳، تاریخ دمشق ج ۴ ص ۳۶۴)

(۵) ورقہ بن نوفل کا تذکرہ

اس حدیث میں ورقہ بن نوفل کا ذکر ہے، ورقہ کی ماں کا نام ہند بنت ابی کبیر بن عدی بن قصی ہے۔

امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ورقہ کو برا نہ کہو، کیونکہ اس کے لیے ایک جنت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے یا دو جنتیں ہیں۔ پھر حاکم نے کہا: یہ حدیث امام بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۶۰۹)

امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ آپ کی تصدیق کرتے تھے لیکن آپ کے غلبہ سے پہلے انتقال کر گئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان پر سفید لباس تھا، اگر وہ اہلِ دوزخ سے ہوتے تو ان کا کوئی اور لباس ہوتا۔

(سنن ترمذی: ۲۲۸۸، المستدرک ج ۴ ص ۳۹۳، اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۸۔۴۴۷)

علامہ سہیلی نے سندِ ضعیف سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے ورقہ پر ریشم کے کپڑے دیکھے، کیونکہ وہ پہلے شخص ہیں جو مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی۔ (الروض الانف ج ۱ ص ۱۱۷)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ورقہ ایسے مرد تھے جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے'' یعنی انہوں نے بتوں کی عبادت ترک کر دی تھی اور جاہلیت کے دستور کو چھوڑ دیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو لوگ تھے ان کو زمانہ جاہلیت کے لوگ کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ فحش کے حالات میں مبتلاء تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''وہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آفت یا مصیبت آئی، اس کے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۲۹۴۔۲۹۸، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۔ بَابُ: رُؤْيَا الصَّالِحِينَ

نیک مسلمانوں کے خوابوں کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں عام صالحین کے خوابوں کا بیان ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے خوابوں کے صدق کی توقع کی جاتی ہے، کیونکہ صالحین کے خوابوں میں بھی ''اضغاث احلام'' یعنی پریشان اور بے تکی باتوں کو دیکھنا جائز ہے، لیکن اغلب یہ ہے کہ ان کے خواب سچے ہوتے ہیں، اور شیطان ان کے ساتھ نیند میں کم دخل اندازی کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں صلاح اور نیکی کو غالب رکھا ہے، اور باقی رہے عام آدمی جو صالحین نہیں ہیں تو شیطان خواب میں ان کے اوپر حکم چلاتا ہے جیسے بیداری میں ان کے اوپر ان کے غالب معاملات میں حکم چلاتا ہے، پس جس طرح بیداری میں ان کے کلام کا صادق ہونا جائز ہے اسی طرح ان کے خوابوں کا بھی صادق ہونا جائز ہے۔

وقوله تعالىٰ: لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿الفتح: ۲۷﴾

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا، تم ان شاء اللہ ضرور مسجد حرام میں امن اور عافیت کے ساتھ داخل ہو گے، اپنے سروں کو منڈاتے ہوئے اور بال کترواتے ہوئے، تمہیں کسی کا خوف نہیں ہو گا، اللہ ان چیزوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو جانتا ہے جن کو تم نہیں جانتے، سو اس نے اس سے پہلے ایک اور فتح مقدر کر دی O

آیتِ مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں تھے تو آپ کو خواب دکھایا گیا کہ آپ اور آپ کے اصحاب مکہ میں داخل ہو چکے ہیں، اور ان کے سر منڈے ہوئے ہیں، پس جب آپ نے حدیبیہ میں قربانی کو نحر کر لیا (حدیبیہ میں کئے ہوئے معاہدہ کے اعتبار سے اس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ کیے بغیر واپس مدینہ جانا تھا اور اگلے سال آپ کو اس عمرہ کی قضاء کے لیے آنا تھا اور تین دن کے بعد آپ کو مکہ چھوڑ دینا تھا) تو آپ کے اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے تو خواب بیان کیا کہ ہم مکہ میں داخل ہو چکے ہیں، اس خواب کا کیا ہوا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا'' (الفتح:۲۷) (سو اس نے اس سے پہلے ایک اور فتح مقدر کر دی۔)

یعنی حدیبیہ میں قربانی کو نحر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اور فتح مقدر فرما دی ہے، پس صحابہ لوٹ گئے اور خیبر کو فتح کر لیا، اور اس آیت میں جس فتح کا ذکر ہے، اس سے مراد خیبر کی فتح ہے، پھر اس کے بعد اگلے سال آپ نے عمرہ کیا اور اس میں آپ کے خواب کی تصدیق ہو گئی، اور حدیبیہ کا واقعہ ۶ ھ میں ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۶۔۱۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۴، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۳، مسند احمد: ۱۱۸۶۳)

صحیح البخاری: ۶۹۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ بابِ مذکور کا عنوان ہے ''نیک مسلمانوں کے خواب'' اور اس باب کی حدیث میں بھی یہی مذکور ہے۔

اس حدیث امام نسائی نے تعبیر الرؤیا میں از قتیبہ روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی از ہشام روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الرؤیا الحسنة'' اس خواب کا حسن یا اس کے ظاہر کے اعتبار سے ہے یا اس کی تاویل کے حسن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے اعتبار سے ہے۔

علماء نے اچھے خواب کی تقسیم کی ہے یا تو وہ ظاہراً اور باطناً حسین خواب ہوگا جیسے کوئی شخص خواب میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ باتیں کرے، یا وہ خواب ظاہر کے اعتبار سے حسن ہوگا نہ کہ باطن کے اعتبار سے جیسے وہ خواب میں لہو ولعب کی چیزیں دیکھے۔ یا وہ خواب ظاہراً اور باطناً ردی ہوگا جیسے خواب میں دیکھے کہ اس کو سانپ نے ڈس لیا ہے، یا ظاہراً ردی ہوگا نہ کہ باطناً جیسے خواب میں دیکھے کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من الرجل" یعنی مرد کا اچھا خواب، مرد کا ذکر بطور اکثریت اور غالب کے ہے ورنہ اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے کیونکہ نیک عورت کا خواب بھی اسی طرح سے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے"۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ صرف انبیاء علیہم السلام کے حق میں ہے اور انبیاء علیہم السلام کی طرف ان کے خوابوں میں اس طرح وحی کی جاتی ہے جس طرح ان کی بیداری میں ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ خواب نبوت کے موافق ہوتا ہے اور یہ معنی نہیں ہے کہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو باقی رہ گیا ہے۔

الزجاج نے کہا ہے: اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبریں دیتے ہیں اور خواب میں بھی بندہ مستقبل میں ہونے والے واقعہ کو دیکھتا ہے۔

اور علامہ الخطابی نے بعض علماء سے نقل کر کے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء کی گئی حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی، اس وحی کی مدت تئیس (۲۳) سال تھی، تیرہ سال آپ مکہ میں رہے اور دس سال آپ مدینہ میں رہے، اور ابتداء میں مکہ میں چھ مہینے تک آپ کو خواب میں وحی کی جاتی رہی اور یہ آدھا سال ہے، اور یہ مدت نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

سچے خوابوں کے نبوت کے جزو ہونے کے متعلق دیگر احادیث

اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ نبوت کے پینتالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے، اور امام مسلم کی دوسری روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے، اس میں مذکور ہے کہ سچے خواب نبوت کے ستر اجزاء میں سے ہے، اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے، اور امام طبرانی نے اس کی ایک اور سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کی ہے، اور امام طبرانی نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ سچے خواب نبوت کے چھہتر اجزاء میں سے ایک جزو ہیں، اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

اور حافظ ابن عبد البر نے از عبد العزیز بن المختار الثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچے خواب نبوت کے چھبیس (۲۶) اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔

اور امام ابو یعلیٰ نے اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن کے اچھے خواب نبوت کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پچاس (۵۰) اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔

اور امام ترمذی اور طبری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ چالیس (۴۰) اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔ اور امام طبرانی نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ نبوت کے چوالیس (۴۴) اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اور امام احمد نے از عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ یہ نبوت کے تینتالیس (۴۳) اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

ان احادیثِ مختلفہ میں تطبیق

ان احادیث میں اعداد مختلف ہیں، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اس وقت کے اعتبار سے ہے جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس وقت آپ کے تیرہ سال مکمل ہو چکے تھے، یعنی وحی آنے کے بعد تیرہ سال ہو چکے تھے تو اس طرح سچے خواب نبوت کے چھبیس اجزاء میں سے ایک جزو ہوئے۔

اگر یہ حدیث ہجرت کے وقت ثابت ہو اور جب بیس سال مکمل ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ سچے خواب چالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہیں، اور جب بائیس سال مکمل ہو گئے تو آپ نے بیان فرمایا کہ سچے خواب چوالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہیں، پھر اس کے بعد پینتالیس اجزاء فرمائے، پھر آخر حیات میں چھیالیس اجزاء فرمائے، اس کے علاوہ باقی روایات جو چالیس کے بعد ہیں وہ ضعیف ہیں اور پچاس کی روایت ہو سکتا ہے کسر کو پورا کرنے کے لیے ہو، اور ستر (۷۰) کی روایت مبالغہ کے لیے ہو، اور اس کے علاوہ روایات ثابت نہیں ہیں۔ واللہ اعلم (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۷۔۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۸۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب دیکھنے والوں کے درجات اور مراتب

خواب کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام: اور ان کے تمام خواب صادق ہوتے ہیں، اور ان کے بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) صالحین کے خواب: اور اکثر اور اغلب یہ ہے کہ ان کے خواب صادق ہوتے ہیں، اور کبھی وہ خواب ایسے ہوتے ہیں جس میں تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۳) اور ان کے ماسوا وہ لوگ ہیں جن کے خواب صادق بھی ہوتے ہیں اور "اضغاث احلام" بھی ہوتے ہیں (یعنی ایسے خواب جو پریشان ہوں اور جن میں بے تکے واقعات دکھائی دیں) اور ان کی تین قسمیں ہیں:

(الف): وہ لوگ جو مستور ہیں (یعنی ان کا نیک اور بد ہونا ظاہر اور متعین نہیں ہوتا) اور غالب یہ ہے کہ ان کے حق میں حال برابر ہوتا ہے یعنی ان کے خواب سچے بھی ہو سکتے ہیں اور جھوٹے بھی۔

(ب): فاسق لوگوں کے خواب، اور ان کے اکثر خواب "اضغاث احلام" ہوتے ہیں، اس میں صدق بہت کم ہوتا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(ج): کفار کے خواب، اور ان کے خوابوں میں صدق بہت نادر ہے اور اس کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو ان میں سچا کلام کرتا ہے تو اس کا خواب سچا ہوتا ہے“۔ اس حدیث کی امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور عنقریب اس کی طرف باب ”القید فی المنام“ میں اشارہ آئے گا۔

اور کبھی بعض کفار کے خواب سچے بھی ہوتے ہیں جیسے یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی جو قید خانہ میں تھے اور جیسے ان کے بادشاہ نے جو خواب دیکھا جو سچے ہوئے۔

اور قاضی ابو بکر بن العربی نے کہا: نیک مومن کا خواب نبوت کے اجزاء کی طرف منسوب ہوتا ہے، اور کہا: میرے نزدیک فاسق کا خواب اجزاء نبوت کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ اور کافر کا خواب بالکل منسوب نہیں ہوتا۔

علامہ القرطبی نے کہا ہے: جو مسلمان صادق ہو، نیک ہو اور اس کا حال انبیاء علیہم السلام کے حال کے مناسب ہو تو اس کو وہ عزت دی جاتی ہے جس عزت کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو مخصوص کیا جاتا ہے، اور وہ غیب پر مطلع ہونا ہے۔

رہے کافر اور فاسق تو وہ بالکل غیب پر مطلع نہیں ہوتے۔ اور کبھی کافر اور فاسق کا خواب سچا ہو تو یہ ایسا ہے جیسے کبھی نادر طور پر کافر یا فاسق سچ بول دیتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۴۸۔۱۴۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نیز حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں مزید لکھتے ہیں:

”سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے“ اس حدیث کی شرح میں متعدد علماء کی تقاریر

(۱) علامہ ابن بطال المالکی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبوت کے اجزاء کے عدد میں قلت اور کثرت کا اختلاف ہے، پس زیادہ صحیح حدیث میں وہ ہے جو چھیالیس کا عدد ہے اور ستر کا عدد ہے اور جو ان کے درمیان کے اعداد ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ خواب کی دو قسمیں ہیں، ایک خواب وہ ہے جو بالکل ظاہر ہوتا ہے جیسے کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ کسی کو کھجور دے رہا ہے تو وہ بیداری میں اسی کی مثل کسی کو کھجور دے دے، اس قسم کے خواب کی تعبیر میں کوئی غرابت نہیں ہے اور نہ اس کی تفسیر میں کوئی رمز ہے۔ اور بعض وہ خواب ہوتے ہیں جن کی رمز بہت بعید ہوتی ہے اور اس کو کوئی بہت ماہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اس کی تعبیر بتا سکتا ہے، پس ہو سکتا ہے کہ یہ خواب نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جزو ہو، اور پہلا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہو۔

علامہ ابن بطال نے کہا: میں نے یہ جواب علماء کی ایک جماعت پر پیش کیا تو انہوں نے اس کی تحسین کی، اور بعض علماء نے یہ اضافہ کیا کہ نبوت ان دو وصفوں کی مثل کے اعتبار سے ہے، جب شارع علیہ السلام حضرت جبریل سے وحی کو حاصل کرتے ہیں، اور آپ نے یہ بتایا ہے کہ کبھی آپ کے پاس وحی آتی ہے تو فرشتہ آپ سے کلام کرتا ہے اور آپ اس کو بغیر مشقت کے یاد کر لیتے ہیں۔ اور کبھی فرشتہ آپ کی طرف وحی کا القاء کرتا ہے جس سے معنی کا حصول دشوار ہوتا ہے حتیٰ کہ اس وحی کے نزول کے وقت آپ پر پسینہ آجاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع فرماتا ہے کہ اس وحی کے ذریعہ آپ پر کیا حکم القاء کیا گیا ہے۔

(۲) علامہ ابن بطال کی شرح کی علامہ المازری سے تلخیص

علامہ المازری نے کہا ہے: خواب میں دلالات ہوتی ہیں، اور بعض دلالات بالکل ظاہر ہوتی ہیں اور بعض دلالات خفی ہوتی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں، پس کم سے کم عدد اس خواب کا ہے جس میں دلالت جلی ہو، اور زیادہ عدد اس خواب میں ہے جس کی دلالت خفی ہو (یعنی سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جز و اس وقت ہوگا جب خواب کی دلالت جلی ہو اور ظاہر ہو، اور ستر کا عدد اس وقت ہوگا جب خواب کی دلالت خفی ہو)۔

(۳) الشیخ ابو محمد بن ابو جمرہ کی بیان کردہ حدیثِ مذکور کی تقریر

الشیخ ابو محمد بن ابی جمرہ لکھتے ہیں: کبھی نبوت سے امورِ واضحہ کو بیان کیا جاتا ہے اور ان میں سے بعض میں کبھی اجمال ہوتا ہے اور کبھی کسی اور مقام پر ان کا بیان ہوتا ہے، اسی طرح خواب دیکھنے والا کبھی صریح خواب دیکھتا ہے جس میں تاویل اور تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی، اور بعض ایسا خواب دیکھتا ہے جس میں تاویل اور تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے، پس وہ خواب جس کو عارف فوراً سمجھ لیتا ہے وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے، اور یہ جزو کبھی زیادہ ہوتا ہے اور کبھی کم ہوتا ہے، یہ دیکھنے والے کی فہم کے اعتبار سے ہے۔

(۴) قاضی عیاض مالکی کی تقریر

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبوت کے ان اجزاء کا ذکر وحی کے طریقوں کے اعتبار سے ہو، کیونکہ بعض وحی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ سنا اور بعض وحی وہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتہ کے واسطہ سے سنا، اور بعض وحی وہ ہیں جو آپ کے دل میں کسی بات کو ڈال دیا گیا الہام وغیرہ، اور بعض وہ ہیں کہ گھنٹی کی آواز کی شکل میں آپ پر وحی آئی، اور بعض وہ ہیں کہ روح القدس آپ کے دل میں کوئی بات ڈال دیتے، اور اس طرح اور بھی متعدد وحی کے نزول کے طریقے ہیں جن میں سے بعض پر ہم واقف ہیں اور بعض پر واقف نہیں ہیں۔ پس ان حالات کو جب شمار کیا جائے تو یہ نبوت کے مذکورہ اجزاء تک پہنچ جاتے ہیں۔

(۵) علامہ الحلیمی کی تقریر

علامہ الحلیمی نے کہا ہے: اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ مومن کا سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے، تو یہ انبیاء علیہم السلام کے خصائص علمیہ کے اعتبار سے ہے، اور وہ خصائص علمیہ درج ذیل ہیں:

(۱) ان خصائص علمیہ میں سے سب سے بڑا مرتبہ اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر واسطہ کے کلام فرمانا ہے۔

(۲) بغیر کلام کے الہام فرمانا، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں کسی چیز کا علم ہو اور اس میں حواس کے ذریعہ سے کسی علم کے حصول کا واسطہ نہ ہو اور نہ استدلال کے ذریعہ سے کسی علم کا حصول ہو۔

(۳) فرشتہ کی زبان سے وحی کا نزول ہو اور آپ فرشتہ کو دیکھ رہے ہوں اور اس سے کلام کر رہے ہوں۔

(۴) فرشتہ آپ کے دل میں کسی وحی کا القاء کرے جس وحی کے ساتھ قلب مخصوص ہو نہ کہ سماعت۔

(۵) آپ کی عقل کو کامل بنانا اور اس میں کوئی عارضہ نہ ہو۔

(۶) آپ کے حفظ کی قوت حتیٰ کہ آپ ایک طویل سورت سنتے ہیں اور اس کو ایک مرتبہ سن کر حفظ کر لیتے ہیں اور اس میں سے ایک حرف بھی نہیں بھولتے۔

(۷) اجتہادی مسائل میں آپ کے اجتہاد کو خطاء سے محفوظ رکھنا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۸) آپ کی فہم کی ذکاوت حتیٰ کہ آپ متعدد چیزوں کا استنباط کرتے تھے۔

(۹) آپ کی بصر کی ذکاوت حتیٰ کہ آپ دور دراز کی چیزوں کو بھی دیکھ لیتے تھے۔

(۱۰) آپ کی سماعت کی ذکاوت حتیٰ کہ آپ انتہائی دور سے چیزوں کو سن لیتے تھے جن کو دوسرے لوگ نہیں سن سکتے تھے۔

(۱۱) آپ کے سونگھنے کی قوت کی ذکاوت، جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوسف علیہ السلام کی قمیص کو سونگھ کر کہا کہ مجھے یوسف علیہ السلام کی بو آ رہی ہے۔

(۱۲) آپ کی جسمانی قوت، حتیٰ کہ آپ ایک رات میں ایک ماہ کی مسافت کو طے کر لیتے تھے۔

(۱۳) آپ کا آسمانوں کی طرف عروج فرمانا۔

(۱۴) گھنٹی کی آواز کی صورت میں آپ کے پاس وحی کا آنا۔

(۱۵) بکری کا آپ سے باتیں کرنا۔

(۱۶) نباتات کا آپ سے باتیں کرنا۔

(۱۷) کھجور کے تنے کا آپ سے باتیں کرنا۔

(۱۸) پتھر کا آپ سے باتیں کرنا۔

(۱۹) بھیڑیے سے آپ کا باتیں کرنا۔

(۲۰) اونٹ کا آپ سے باتیں کرنا۔

(۲۱) آپ متکلم کو دیکھے بغیر اس سے باتیں فرماتے۔

(۲۲) جنات کے مشاہدہ پر آپ کو قدرت عطا فرمانا۔

(۲۳) جو چیزیں غائب ہوں ان کو آپ کے سامنے متمثل کر دینا جیسے معراج کی صبح بیت المقدس کو آپ کے سامنے متمثل کر دیا۔

(۲۴) کسی چیز کے پیش آنے سے آپ کا اس سے متعلق علم جیسا کہ جب آپ کی اونٹنی حدیبیہ کے سفر میں رک گئی تو آپ نے فرمایا: ہاتھیوں کو روکنے والے نے اس کو روک دیا۔

(۲۵) کسی شخص کے نام سے کسی معاملہ پر استدلال کرنا جیسا کہ جب آپ کے پاس سہیل بن عمرو آیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے اب معاملہ آسان ہو گیا۔

(۲۶) کسی آسمانی چیز کو دیکھ کر اس سے زمین کے حادثہ پر استدلال کرنا جیسا کہ آپ نے فرمایا: یہ بادل بنو کعب کی مدد کے لیے برسنے والا ہے۔

(۲۷) اپنے پس پشت دیکھنا۔

(۲۸) کسی مرنے والے کی موت سے پہلے اس کے کسی حال پر مطلع ہونا جیسا کہ آپ نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: میں نے دیکھا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں اور وہ اس حال میں شہید ہوئے تھے کہ وہ جنبی تھے۔

(۲۹) آپ کے لیے ایسی چیزوں کا ظہور جس سے آپ مستقبل کی فتوح پر استدلال کریں، جیسا کہ خندق کے دن آپ نے فرمایا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۳۰) دنیا میں جنت اور دوزخ پر آپ کا مطلع ہونا۔

(۳۱) الفراست۔

(۳۲) درختوں کا آپ کی اطاعت کرنا حتیٰ کہ درخت اپنی جڑوں اور ٹہنیوں کو کھینچتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے، پھر لوٹ آتے۔

(۳۳) ہرنی کا آپ سے شکایت کرنا کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کو دودھ پلانے کے لیے جانا چاہتی ہے۔

(۳۴) خواب کی ایسی تعبیر بیان کرنا جس میں خطاء نہیں ہوتی تھی۔

(۳۵) کھجوروں کے متعلق اندازہ لگانا کہ فلاں درخت سے اتنے وثق کھجوریں اتریں گیں۔

(۳۶) احکام کی ہدایت دینا۔

(۳۷) دین اور دنیا کی ہدایت دینا۔

(۳۸) اس جہاں کی ہیئت اور اس کی ترکیب کے متعلق ہدایت دینا۔

(۳۹) انسانی بدن کی مصلحتوں کی طب کی اقسام کی ہدایت دینا۔

(۴۰) عبادت کی ادائیگی کے طریقوں کی ہدایت دینا۔

(۴۱) نفع بخش صنعتوں کی ہدایت دینا۔

(۴۲) مستقبل میں ہونے والے واقعات پر مطلع ہونا۔

(۴۳) گزشتہ واقعات پر مطلع ہونا جن کو آپ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا۔

(۴۴) لوگوں کے اسرار اور ان کی چھپی ہوئی باتوں پر واقف ہونا۔

(۴۵) استدلال کے طریقوں کی تعلیم دینا۔

(۴۶) معاشرہ میں محبت کے ساتھ رہنے پر مطلع ہونا۔

علامہ الحلیمی نے کہا ہے کہ نبوت کے خصائص یہ چھیالیس ہیں اور ان خصائص میں سے ہر ایک پر مطلع ہونا علم پر موقوف ہے، پس جو مومن سچا خواب دیکھتا ہے تو اس کو نبوت کے ان چھیالیس خصائص میں سے کوئی ایک خاصیت اپنے مرتبہ کے متعلق حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ نبی علیہ السلام کے غیر کو بھی یہ خصائص حاصل ہوتے ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان خصائص میں بالکل خطاء نہیں کرتے اور دوسروں کو اس میں خطاء لاحق ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

(۶) امام غزالی کی تقریر

امام غزالی لکھتے ہیں: نبوت کی تعریف یہ ہے کہ نبی ان چیزوں کے ساتھ مختص ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں سے مفارق اور ممتاز ہوتا ہے، اور وہ انواع خواص سے مختص ہوتا ہے، ان میں سے یہ ہے کہ وہ ان حقائق امور کو جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات اور فرشتوں کی صفات اور دار آخرت سے متعلق ہے، اس طرح نہیں جس طرح دوسروں کو علم ہوتا ہے بلکہ نبی کے پاس بہت زیادہ معلومات ہوتی ہیں اور زیادہ یقین ہوتا ہے اور ایسی تحقیق ہوتی ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ہوتی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور نبی کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے اس کے لیے افعالِ خارقہ مکمل ہوتے ہیں جیسے دوسروں کو صفت حاصل ہوتی ہے جس سے ان کی حرکاتِ اختیار یہ ثابت ہوتی ہیں۔

اور نبی کی ایک صفت ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے، جیسے کسی کی وہ صفت ہے جس سے وہ دیکھنے والے اور نابینا میں فرق کرتا ہے۔

اور نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ ان چیزوں کا ادراک کرتا ہے جو غیب میں واقع ہوتی ہیں اور اس صفت کے ساتھ لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے جیسے کسی کی وہ صفت ہوتی ہے جس سے ذہین آدمی کند ذہن سے ممتاز ہوتا ہے۔

سو یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات ہیں، اور ان میں سے ہر قسم کی متعدد اقسام ہیں جو چالیس سے پچاس تک حاصل ہو سکتی ہیں، اور ہمارے لیے یہ ممکن ہے کہ ہم ان کی چھیالیس اجزاء میں تقسیم کریں اس حیثیت سے کہ صحیح خواب ان میں سے کسی ایک کا جزو ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ہوتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ نبوت کے چھیالیس خصائص ہیں اور نبوت کی چھیالیس صفات ہیں، تو جو مومن سچا خواب دیکھتا ہے وہ نبوت کے ان چھیالیس خصائص یا چھیالیس صفات میں سے کسی ایک خصوصیت یا کسی ایک صفت کا مظہر ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۱۔ ۱۵۳، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۔ بَابٌ: الرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ — خواب کا اللہ کی طرف سے ہونا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور خواب کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت تشریف اور تعظیم کے لیے ہے جیسے "نَاقَةَ اللّٰهِ۔۔۔ (الشمس: ۱۳)" (اللہ کی اونٹنی)، اور جو خواب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو، اس کے متعلق "حُلُمٌ" نہیں کہا جاتا، اور جو خواب شیطان کی طرف منسوب ہو اس کے متعلق "رؤیا" نہیں کہا جاتا، اور یہ شرعی تصرف ہے ورنہ ہر خواب کو "رؤیا" کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سعید ہیں، انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: "الرؤیا" اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور "الحُلُمُ" شیطان کی طرف سے ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۳۲۹۲، ۵۷۴۷، ۶۹۸۴، ۶۹۸۶، ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، ۷۰۰۵، ۷۰۴۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند احمد: ۲۲۰۵۸، موطا امام مالک: ۱۷۸۴، سنن دارمی: ۲۱۴۱)

صحیح البخاری: ۶۹۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس روایت کے مطابق اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس روایت میں خواب کی کوئی صفت نہیں بیان کی گئی۔ اور یہ احمد بن یحییٰ الحلوانی کی از یونس روایت ہے جو امام بخاری کے شیخ ہیں، اور کبھی اس کی روایت ہے ''الرؤیا الصادقة من الله'' یعنی سچے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے ''الرؤیا الصالحه'' اور اکثر روایات میں اسی طرح سے ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، یہ احمد بن یونس الیربوعی الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زُہیر، یہ ابن معاویہ ابو خیثمہ الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن سعید الانصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ ابن عبد الرحمٰن بن عوف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقتادہ، یہ الحارث بن ربعی الانصاری ہیں۔

یہ حدیث کتاب الطب میں از خالد بن مخلد گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الحُلُم'' یہ لفظ پیش کے ساتھ ہے، اور اگر یہ لفظ زبر کے ساتھ ہو یعنی حَلَم تو اس کی جمع احلام آتی ہے، علامہ الزمخشری نے کہا ہے: الحالم اس سونے والے کو کہتے ہیں جو خواب میں کچھ دیکھتا ہے، اور جب وہ کچھ نہ دیکھے تو پھر اس کو حالم نہیں کہا جاتا۔ اور حِلم میں اگر حاء پر زیر ہو تو اس کا معنی برتن ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''من الشیطان'' اس کی اضافت شیطان کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ یہ خواب شیطان کی خواہش اور اس کی مراد کے مطابق ہوتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس خواب میں اس کے ذہن میں ایک خیال ڈالا جاتا ہے اور واقع میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۸۔۱۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللهِ فَلْيَحْمَدِ اللهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن خباب از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَكْرَهُ فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ.

(سنن ترمذی: ۳۴۵۳، مسند احمد: ۱۰۶۷۰)

جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جس کو وہ پسند کرے تو وہ خواب اللہ کی طرف سے ہے، سو اس کو چاہیے کہ اس خواب پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور اس کا شکر ادا کرے، اور وہ خواب بیان کرے اور جب اس کے سوا کوئی خواب دیکھے جو اس کو ناپسند ہو، تو یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے، اس کو چاہیے کہ اس کے شر سے پناہ طلب کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے، تو اس خواب سے اس کو کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

صحیح البخاری: ۶۹۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ ''وہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن الہاد، یہ یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن عبداللہ بن شداد بن الہاد اللیثی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن خباب، یہ الانصاری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو سعید، یہ سعید بن مالک الخدری ہیں۔

اس حدیث کی امام ترمذی اور امام نسائی نے ''کتاب الرؤیا'' میں قتیبہ سے روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلیستعذ'' اور بعض نسخوں میں ہے ''فلیستعذ باللہ'' یعنی ناپسندیدہ خواب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا تضرہ'' اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے ''فانھا لن تضرہ'' یعنی پھر وہ خواب اسے ہرگز ضرر نہیں پہنچائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ڈراؤنے خواب کے ضرر سے بچنے کا طریقہ

ڈراؤنے خواب سے بچنے کے طریقہ میں چار چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس خواب کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوسری یہ کہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، اور تیسری یہ کہ جب وہ ڈر کر بیدار ہو تو بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے، اور چوتھی یہ کہ وہ اس ڈراؤنے خواب کا کسی سے ذکر نہ کرے۔ اور امام بخاری نے باب ''القید فی المنام'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک پانچویں چیز بھی روایت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ نماز پڑھے، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ''پس جس نے خواب میں کوئی مکروہ اور ناپسندیدہ چیز دیکھی تو وہ اس کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور کھڑا ہو اور نماز پڑھے'' لیکن امام بخاری نے اس حدیث کے موصول ہونے کی تصریح نہیں کی، اور امام مسلم نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث موصول ہے۔ اور امام مسلم نے ایک چھٹی چیز بھی بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کروٹ پر وہ لیٹا ہوا تھا، اس کروٹ کو تبدیل کر دے۔ اس حدیث کی عبارت یہ ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث نے بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن رمح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے خبر دی از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کوئی ڈراؤنا خواب دیکھے تو وہ اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے اور تین مرتبہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، اور جس کروٹ پر لیٹا ہوا تھا، اس سے پلٹ کر دوسری کروٹ پر لیٹ جائے۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ ڈراؤنے اور برے خواب کے چھ آداب ہیں، چار تو وہ ہیں جو گزر گئے اور دو میں سے ایک نماز پڑھنا ہے اور دوسرا کروٹ بدلنا ہے، اور میں نے بعض شروح میں دیکھا انہوں نے ایک ساتواں ادب بھی ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ آیۃ الکرسی پڑھے، لیکن اس کی انہوں نے کوئی سند نہیں بیان کی اور انہوں نے اس کو اس حدیث سے نکالا ہے جس میں آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آیۃ الکرسی پڑھو تو شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔

مذکورہ چھ آداب کی حکمتیں

(۱) شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی جو پناہ طلب کی جاتی ہے تو یہ واضح ہے، کیونکہ ہر ناپسندیدہ امر کے وقت شیطان سے پناہ طلب کی جاتی ہے۔

(۲) رہا شیطان کے شر سے پناہ طلب کرنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض احادیث میں یہ واقع ہوا ہے کہ مکروہ خواب بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان آدمی کو غمزدہ کرنے کے لیے اس کے دماغ میں ایسے خیالات ڈالتا ہے جس سے وہ ڈر جاتا ہے۔

(۳) رہا بائیں جانب تین بار تھوکنا، تو قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ بیان کی ہے، یہ شیطان کو بھگانے کے لیے حکم دیا گیا ہے، کیونکہ مکروہ خواب دیکھتے وقت شیطان حاضر ہو جاتا ہے، تو بائیں جانب تھوک کر شیطان کی تحقیر کی جائے اور بائیں جانب کو اس لیے مخصوص کیا کہ نجاستوں کا محل بائیں جانب ہوتی ہے، اور تین مرتبہ تھوکنے کا جو حکم دیا ہے وہ تاکید کے لیے ہے۔ اس کے لیے تین الفاظ وارد ہیں ''التفث، التفل، البصق'' ''التفث اور التفل دونوں کا ایک معنی ہے اور یہ بغیر تھوک کے نہیں ہوتے، امام ابوعبید نے کہا ہے ''التفل'' میں معمولی سا تھوک ہوتا ہے، اور ''التفث'' میں تھوک نہیں ہوتا۔

(۴) رہا برے خواب کے بعد نماز پڑھنے کا حکم، تو نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے، نیز نماز میں تکبیر تحریمہ ہوتی ہے جس میں بری باتوں سے پناہ ہوتی ہے اور نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کامل ہوتی ہے، اور کیونکہ نمازی سجدہ میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۵) رہا کروٹ بدلنا، تو یہ نیک فال کے لیے ہے کہ اس برے حال سے اپنے آپ کو پلٹ دے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: ان روایات کو جمع کرنا چاہیے اور سب پر عمل کرنا چاہیے، اگر اس نے کسی ایک پر اقتصار کیا تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے دفعِ ضرر کے لیے وہ کافی ہوگا۔ علامہ المہلب نے کہا ہے: شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا، اس کے شر کو دفع کرنے کے لیے کافی ہے اور انہوں نے اس کا استنباط درجِ ذیل آیت سے کیا ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ﴿۹۸﴾ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۹۹﴾ (النحل: ۹۸۔۹۹)

پس (اے رسولِ مکرم!) جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ان پر اس کا کوئی تسلط نہیں ہے ○

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی متوفی ۶۵۶ھ، نے ''المفہم شرح مسلم'' میں لکھا ہے:

نماز ان تمام امور کی جامع ہے، کیونکہ جب بندہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تو وہ اپنی کروٹ سے منتقل ہو گیا اور جب اس نے وضو میں کلی کی تو اس نے تھوکا اور قرآن کی تلاوت سے پہلے اس نے ''اعوذ باللہ'' پڑھا تو یہ شیطان سے پناہ کی طلب ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے اس نے اقربِ احوال میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ اپنے احسان اور اپنے کرم سے اس کو شیطان کے شر سے پناہ عطا فرمائے گا۔

اور برے خواب سے پناہ کی طلب میں امام سعید بن منصور، امام ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق نے اسانید صحیحہ کے ساتھ ابراہیم النخعی سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: جب تم میں سے کوئی ایک خواب میں مکروہ چیز دیکھے تو جب وہ بیدار ہو تو کہے ''میں اس ذات کی پناہ طلب کرتا ہوں جس ذات کی پناہ اللہ کے فرشتے اور اس کے رسول طلب کرتے ہیں اپنے اس خواب کے شر سے کہ اس خواب کا شر میرے دین اور دنیا میں اثر انداز ہو''۔

ڈراؤنا خواب دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کے متعلق امام مالک نے یہ حدیث روایت کی ہے:

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں خواب میں ڈر جاتا ہوں، تو آپ نے فرمایا: تم یہ دعا کرو: ''اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر غضبہ وعذابہ وشر عبادہ من ھمزات الشیطان وان یحضرون'' (میں اللہ تعالیٰ کے غضب کے شر سے اور اس کے عذاب کے شر سے اور بندوں کے شر سے اور شیطان کے وسوسوں کے شر سے اور شیطان کے حاضر ہونے کے شر سے اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامات کی پناہ میں آتا ہوں)۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۵۔۱۵۶، ملخصاً وملتقطاً، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۔ بَابٌ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ

نیک خواب نبوت کے چھیالیس (۴۶) اجزاء میں سے ایک جزو ہے، اس کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ نسفی نے اپنے نسخہ میں اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عنوان کو حذف کر دیا ہے اور اس باب کی احادیث کو اس سے پہلے باب میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦٩٨٦۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ وَأَثْنَى عَلَيْهِ خَيْرًا لَقِيتُهُ بِالْيَمَامَةِ عَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا حَلَمَ فَلْيَتَعَوَّذْ مِنْهُ وَلْيَبْصُقْ عَنْ شِمَالِهِ فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ وَعَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی اور ان کی اچھائی کے ساتھ تحسین کی، میری ان سے یمامہ میں ملاقات ہوئی، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں ابوسلمہ نے حدیث بیان کی، از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: نیک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور حلم شیطان کی طرف سے ہے، پس جب آدمی یہ خواب دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرے اور اپنی بائیں جانب تھوکے تو اس کو یہ خواب ضرر نہیں دے گا۔

اور ان کے باپ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن ابی قتادہ نے حدیث بیان کی از والد خود از نبی ﷺ اسی حدیث کی مثل۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۲، ۵۷۴۷، ۶۹۸۴، ۶۹۸۶، ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، ۷۰۰۵، ۷۰۴۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند احمد: ۲۲۰۵۸، موطا امام مالک: ۱۷۸۴، سنن داری: ۲۱۴۱)

صحیح البخاری: ۶۹۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں نیک خواب کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی نیک خواب کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن یحییٰ بن ابی کثیر کا ذکر ہے، یہ یمانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "واثنی علیہ خیرا"، یعنی مسدد نے عبداللہ بن یحییٰ کی اچھے کلمات کے ساتھ تحسین کی، اور یہ جملہ حالیہ ہے، یعنی جس وقت ان سے حدیث کی روایت کی، اس وقت ان کی تحسین کی۔ نیز اسحاق بن اسرائیل نے بھی ان کی تحسین کی جیسا کہ الاسماعیلی نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے، انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن یحییٰ بن ابی کثیر تمام لوگوں میں سب سے بہتر تھے اور متقی اور دین دار تھے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "لقيته باليمامة" یعنی مسدد نے کہا: میں عبداللہ بن یحییٰ سے یمامہ میں ملا۔ الجوہری نے کہا: یمامہ ایک شہر ہے جس کا نام "الجو" تھا، اور علامہ کرمانی نے کہا: یہ شہر مکہ اور یمن کے درمیان ہے۔
اور الجوہری نے کہا: یمامہ ایک باندی کا نام ہے جس کا نام زرقاء تھا، اور اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور وہ تین دن کی مسافت سے کسی سوار کو دیکھ لیتی تھی تو مثل مشہور ہوگئی کہ فلاں شخص زرقاء سے زیادہ دیکھنے والا ہے۔
اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ عبدالرحمٰن بن عوف کے بیٹے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوقتادہ، یہ الحارث بن ربعی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فليتعوذ منه" یعنی جب کوئی شخص حلم دیکھے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، کیونکہ وہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔
اور اس حدیث میں مذکور ہے "وليبصق" یعنی اپنی بائیں طرف تھوک دے تاکہ شیطان بھاگ جائے جس نے یہ ناگوار خواب دکھایا اور تھوکنا اس کی تحقیر کے لیے ہے، اور بائیں جانب کو اس لیے خاص کیا ہے کہ تمام گھناؤنی اور مکروہات بائیں جانب ہوتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۴، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۳، مسند احمد: ۱۱۸۶۳)

صحیح البخاری: ۶۹۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ جو باب کا عنوان ہے وہ بعینہ اس حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے، ان کا نام محمد بن جعفر ہے۔
اس حدیث کی امام مسلم نے بھی "تعبیر الرؤیا" میں روایت کی ہے۔ اور امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی اس کی "کتاب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الرؤیا" میں روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ وَرَوَاهُ ثَابِتٌ وَحُمَيْدٌ وَإِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَشُعَيْبٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

اور اس حدیث کی ثابت اور حمید نے اور اسحاق بن عبداللہ اور شعیب نے از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۴، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۳، مسند احمد: ۱۱۸۶۳)

صحیح البخاری: ۶۹۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس حدیث کے رجال کا بھی کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے، اور اس حدیث کی روایت میں امام بخاری متفرد ہیں۔

یعنی اس حدیث کی ان چاروں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۸۹۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی اور دراوردی نے از یزید از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۴، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۳، مسند احمد: ۱۱۸۶۳)

صحیح البخاری: ۶۹۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن حمزہ کا ذکر ہے، وہ ابواسحاق القرشی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی حازم کا ذکر ہے، وہ عبدالعزیز ہیں اور ابوحازم کا نام سلمہ بن دینار ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں الدراوردی کا ذکر ہے، وہ عبدالعزیز بن محمد بن عبید ہیں، اور دراوردی میں "دراورد" کی طرف نسبت ہے، یہ خراسان کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں یزید کا ذکر ہے، یہ ابن الہاد ہیں۔ اور اس سند کے تمام راوی مدنی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مِن النبوة" اور اس حدیث کی تمام سندوں میں نبوت کا ذکر ہے اور کسی سند کے ساتھ بھی نبوت کے بجائے لفظِ رسالت کا ذکر نہیں ہے۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ رسالت نبوت پر فائق اور زائد ہوتی ہے، کیونکہ رسالت کا منصب ہے مکلفین کو احکام پہنچانا، اور نبوت صرف بعض مغیبات پر مطلع ہونے کا نام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۸۹، کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:

سچے خواب کا اجزاءِ نبوت میں سے ایک جزو ہونے کا بیان

اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مومن کا سچا خواب، یا مومن کا نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جو مومن سچا خواب دیکھے کیا وہ نبی کا چھیالیسواں حصہ بن جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق مجازی ہے، اس سے مراد حقیقت نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نبوت منقطع ہوگئی، اور نبوت کا جزو نبوت نہیں ہوتا جیسا کہ نماز کا جزو نماز نہیں ہے، مثلاً قرآن کی تلاوت نماز کا جزو ہے مگر قرآن کی تلاوت نماز نہیں ہے، اسی طرح سچا خواب نبوت کا جزو ہے مگر سچا خواب دیکھنے والا نبی کا جزو نہیں ہے، ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر سچا خواب دیکھیں تو وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور شخص نیک خواب دیکھے تو وہ علمِ نبوت کا ایک حصہ ہے، اس لیے کہ اگرچہ نبوت منقطع ہو چکی ہے لیکن اس کا علم باقی ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: کیا ہر شخص خواب کی تعبیر بیان کرسکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: کیا نبوت کے ساتھ کھیلا جائے گا؟، پھر کہا کہ خواب نبوت کا جزو ہے، پس نبوت کے ساتھ کھیل نہ کیا جائے۔

اور امام مالک کے قول کی شرح میں یہ کہا گیا ہے کہ امام مالک کی یہ مراد نہیں ہے کہ نبوت باقی ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ سچا خواب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبوت کے مشابہ ہے اس جہت سے کہ نبوت بعض غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے اور خواب میں بھی بعض غیوبات پر اطلاع ہوتی ہے، لہٰذا بغیر علم کے خواب کی تعبیر میں کلام نہ کیا جائے۔

سچے خواب کا نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہونے کا بیان

بعض علماء نے اس کی توجیہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خواب میں چھ ماہ وحی فرمائی، پھر اس کے بعد آپ کی طرف بقیہ مدتِ حیات میں بیداری میں وحی نازل فرمائی، اور بیداری کی وحی کی نسبت خواب کی وحی کی طرف چھیالیسواں حصہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت کے بعد تیئیس سال زندہ رہے، پس چھ مہینے سال کا آدھا حصہ ہیں، سو یہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک حصہ ہے، یعنی خواب کی وحی بیداری کی وحی کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

اور علامہ المازری نے یہ کہا ہے کہ خواب کا نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونا یہ وہ چیز ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا ہے اور عام لوگوں کو اس پر مطلع نہیں فرمایا، اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: نبوت کے اجزاء کی حقیقت کا علم صرف نبی کو ہے یا فرشتہ کو، اور وہ مقدار کہ جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ خواب اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں بھی غیب پر اطلاع ہوتی ہے اور نبوت میں بھی غیب پر اطلاع ہوتی ہے۔

نیز علامہ المازری نے کہا ہے: عالم کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ ہر چیز کو اجمالاً اور تفصیلاً جانے، پس اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کر دی ہے جس حد پر جا کر عالم کا علم ٹھہر جاتا ہے، سو بعض چیزوں کو وہ اجمالاً جانتا ہے تفصیلاً نہیں جانتا، اور سچے خواب کا نبوت کا جزو ہونا بھی اسی قبیل سے ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت نہ فرمائی ہو اس کے درپے نہیں ہونا چاہیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سچا خواب نبوت کا جزو ہے، ہمیں اس پر یقین رکھنا چاہیے، لیکن اس کی کیا کیفیت ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مطلع نہیں فرمایا، لہٰذا اس کے علم کے پیچھے ہمیں نہیں پڑنا چاہیے۔ (ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ج ۱۴ ص ۲۸۲، ۲۸۳، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵- بَابُ: اَلْمُبَشِّرَاتِ — خوش کرنے والی چیزوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں المبشرات کا بیان ہے، اور مبشرات، مبشرۃ کی جمع ہے۔

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: مبشرات کا معنی ''البُشریٰ'' ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ؕ (یونس: ۶۴) ان کے لیے دنیا کی زندگی میں (بھی) بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے تصریح کے ساتھ از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن از عباد بن ثابت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روایت کی ہے کہ اس آیت میں بشارت سے مراد نیک خواب ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طرح نہیں ہے، کیونکہ "بُشْرٰی" بشارت کے معنی میں اسم ہے، اور مبشرۃ اسم فاعل ہے جو باب تبشیر سے ہے اور اس کا معنی ہے: سرور اور خوشی کو داخل کرنا، اور مراد مبشرۃ سے یہاں پر نیک خواب ہیں، اور اس کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ (یونس: ۶۴) ان کے لیے دنیا کی زندگی میں (بھی) بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔

اس کی تفسیر میں وارد ہے کہ اس سے مراد نیک خواب ہیں، اس حدیث کی امام ترمذی، امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور یہ ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن کی حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے بالآخر وہی بات لکھی ہے جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی پہلے لکھ چکے تھے بلکہ وہیں سے انہوں نے اس بات کو نقل کیا ہے، پھر حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرنے کی وجہ نا قابل فہم ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۶۹۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہی ہیں، صحابہ نے پوچھا: وہ مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: نیک خواب۔

(صحیح مسلم: ۴۷۹، سنن ترمذی: ۲۲۷۲، سنن نسائی: ۱۰۴۵، سنن ابوداؤد: ۸۷۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۹، مسند احمد: ۱۲۳۴۱۲، موطا امام مالک: ۱۷۸۳، سنن دارمی: ۱۳۲۵)

صحیح البخاری: ۶۹۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان اور حدیث دونوں میں مبشرات کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابوالیمان کا ذکر ہے، وہ الحکم بن نافع ہیں، اور امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لم یبق من النبوۃ الا المبشرات" یعنی نبوت میں سے صرف مبشرات باقی بچی ہیں، صحابہ نے پوچھا: اور مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ نیک خواب ہیں۔

مبشرات کی حدیث پر اعتراضات کے جوابات

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جس شخص نے نیک خواب دیکھا کیا اس کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کو نبوت کا کوئی جزو حاصل ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت کا جزو نبوت نہیں ہے، کیونکہ کسی چیز کا جزو اس چیز کا غیر ہوتا ہے اور نہ وہ اس چیز کا عین ہوتا ہے اور نہ غیر ہوتا ہے۔ یعنی نہ من کل الوجوہ عین ہوتا ہے اور نہ من کل الوجوہ غیر ہوتا ہے۔

اس جگہ دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ نیک خواب اس سے عام ہے کہ وہ خوشخبری دینے والا ہو یا ڈرانے والا ہو، کیونکہ کبھی کسی آدمی کی نیکی اور صلاح کا حصول اس کو ڈرانے پر موقوف ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ خواب بھی مبشر کی طرف رجوع کرتا ہے، ہاں اس خواب سے وہ خواب خارج ہو جائے گا جس میں بالکل صلاحیت نہ ہو نہ صورتاً اور نہ تعبیراً۔

اس اعتراض کا جواب کہ مستقبل کے واقعات کا علم مبشرات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ علم الہام سے بھی حاصل ہو جاتا ہے

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میری موت سے وحی منقطع ہو جائے گی اور خواب کے سوا کوئی ایسی چیز باقی نہیں بچے گی جس سے مستقبل کے واقعات کا علم ہو سکے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس پر الہام سے اعتراض ہوتا ہے، کیونکہ الہام میں بھی مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبر ہوتی ہے۔ اور انبیاء کے لیے الہام وحی کے معنی میں ہے جیسے انبیاء کا خواب وحی کے معنی میں ہوتا ہے اور غیر انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی الہام ثابت ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مذکور ہے کہ پچھلی امتوں میں محدَّث ہوا کرتے تھے اور دال کی زبر کے ساتھ محدَّث کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ مُحدَّث وہ شخص ہوتا ہے جس پر الہام کیا جاتا ہے، اور بہ کثرت اولیاء اللہ نے امور مغیّبہ کی خبریں دیں اور اسی طرح وہ امور واقع ہوئے جس طرح انہوں نے خبریں دی تھیں۔

اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ نیند میں جو رؤیاء صالحہ کا حصر ہے وہ اس لیے ہے تا کہ وہ عام مومنین کو بھی شامل ہو جائے، اس کے برخلاف الہام بعض مومنین کے ساتھ مخصوص ہے اور مخصوص ہونے کے علاوہ وہ نادر ہے۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے کہ خواب کو مبشرات کے ساتھ تعبیر کرنا بطور اکثر اور اغلب کے ہے، کیونکہ بعض خواب ڈرانے والے ہوتے ہیں اور وہ سچے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ مومن کو وہ خواب اس لیے دکھاتا ہے تا کہ مومن اس ڈراؤنی چیز کے واقع ہونے سے پہلے اپنی اصلاح کر لے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۹۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد والے خواب مبشّرات ہیں

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مطلقاً خواب مبشّرات ہوتے ہیں بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مومن جو خواب دیکھیں گے وہ مبشّرات ہوں گے۔

امام مسلم اور امام ابوداؤد اور امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کھولا اور اس مرض کی وجہ سے آپ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی جس مرض میں آپ کی وفات ہوگئی، اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صف باندھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! نبوت میں سے صرف مبشّرات باقی رہ گئے ہیں اور یہ نیک خواب ہیں جن کو خود مسلمان دیکھتا ہے یا مسلمان کے لیے وہ خواب دیکھے جاتے ہیں۔

اور امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد نبوت میں سے صرف نیک خواب باقی رہ جائیں گے۔

کسی چیز کا جزو اس چیز کے وصف کو مستلزم نہیں ہے

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک خواب نبوت کا جزو ہیں، تو جو مسلمان نیک خواب دیکھے کیا اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ نبوت کے جزو کا حامل ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا جزو اس کو مستلزم نہیں ہوتا کہ اس جزو کے اندر بھی اس چیز کا وصف پایا جائے، جیسے ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' بلند آواز سے کہنا اذان کا جزو ہے، اب اگر کوئی شخص بلند آواز سے ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' کہے تو اس کو موذن نہیں کہا جائے گا، اسی طرح تلاوتِ قرآن نماز کا جزو ہے، لیکن جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو اس کو نمازی نہیں کہا جائے گا۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ المہلب اور علامہ ابن التین کی عبارات نقل کی ہیں اور یہ وہی عبارات ہیں جن کو ہم علامہ عینی کے حوالہ سے اس سے پہلے لکھ چکے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۸۔۱۵۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۔ بَابُ: رُؤْيَا يُوسُفَ

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا بیان ہے اور نسفی کے نسخہ میں مذکور ہے یوسف بن یعقوب بن ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوات اللہ علیہم وسلامہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب یوسف نے اپنے والد سے کہا: اے میرے ابا! بے شک میں نے گیارہ ستاروں، اور سورج اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (یوسف:۴۔۶)

چاند کو دیکھا، میں نے دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں O (باپ نے) کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے، بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے O اور اسی طرح تمہارا رب تمہیں چن لے گا اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمائے گا اور تم پر اور آلِ یعقوب پر اپنی نعمت کو مکمل فرمائے گا جس طرح اس سے پہلے اس نے اس نعمت کو تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر مکمل فرمایا تھا، بے شک تمہارا رب خوب جاننے والا نہایت حکمت والا ہے O

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ (یوسف:۱۰۰۔۱۰۱)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور یوسف علیہ السلام نے کہا:) اے میرے باپ! یہ میرے اس پہلے خواب کی تعبیر ہے، بے شک میرے رب نے اس کو سچ کر دکھایا، اور بے شک اس نے مجھ پر احسان فرمایا جب اس نے مجھ کو قید سے رہائی دی، اور شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جو عناد پیدا کر دیا تھا اس کے بعد آپ سب کو گاؤں سے لے آیا، بے شک میرا رب جو چاہتا ہے وہ حسن تدبیر سے کرتا ہے، بے شک وہ بے حد علم والا، بہت حکم والا ہے O اے میرے رب! تو نے مجھے (مصر کی) حکومت عطا کی اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا، اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے، مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھانا، اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا O

آیاتِ مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی

اس آیت میں ارشاد ہے "اِذْ قَالَ" یعنی یاد کیجئے جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا، یعنی حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام سے کہا۔

اس آیت میں ارشاد ہے: "اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا" "كَوْكَبًا" میں نصب بربنائے تمیز ہے اور ان گیارہ ستاروں کے نام یہ ہیں:

جرثان، طارق، الذیال، ذوالکتفین، ذوالقابس، وثاب، عمودان، الفلیق، المصبح، الضروح، ذوالفرغ۔

اس آیت میں ارشاد ہے "رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ" اب یہاں پر سوال ہے کہ یہ ستارے تو غیر ذوی العقول ہیں تو بظاہر یوں ہونا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چاہیے تھا" رایتھا ساجدۃ"۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کا وصفِ سجود بیان کیا جو کہ ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے تو ان ستاروں پر ذوی العقول کے حکم کو جاری کر دیا، گویا کہ وہ ستارے عقل والے ہیں۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان ستاروں کو سجدہ کرتے ہوئے اس وقت دیکھا جب ان کی عمر بارہ سال تھی، ایک قول یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور ان کے بھائیوں کے مصر میں آنے کی درمیانی مدت چالیس سال ہے، اور ایک قول ہے کہ اسی (۸۰) سال ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے "عَلٰٓی اِخْوَتِكَ" یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں اور ان کے نام یہ ہیں:

یهوذا، روبیل، دیالون، شمعون، لاوی، یشجر، دینه، دان، نفتال، جاد، آشر۔

اس آیت میں ارشاد ہے "فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا" سو وہ آپ کو ہلاک کرنے کے لیے کوئی مکر اور سازش کریں گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے "يَجْتَبِيْكَ" یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو فضیلت عطا فرمائے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے "مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ" یعنی آپ کو خوابوں کی تعبیروں کا علم عطا فرمائے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے "وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ" یعنی آپ تک دنیا اور آخرت کی نعمت کو پہنچا دے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے "اَبَوَيْكَ" اس سے مراد ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے دادا اور دادا کے والد۔

اس آیت میں ارشاد ہے "هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ" یعنی جو میں نے خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں، اب اس کی یہ تعبیر ہے کہ یہ گیارہ بھائی مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے "اَحْسَنَ بِيْٓ" یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

اس آیت میں مذکور ہے "مِّنَ الْبَدْوِ" یعنی تم کو گاؤں سے لے آیا، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی گاؤں میں رہتے تھے اور محنت مزدوری کرتے تھے، مویشی چراتے تھے، وہ دیہات سے شہر کی طرف منتقل ہوتے تھے۔

اس آیت میں ارشاد ہے "مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ" یعنی جب شیطان نے ہمارے درمیان فساد ڈال دیا۔

اس آیت میں ارشاد ہے "لَطِيْفٌ" یعنی اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا ہے اور جس طرح چاہے اس طرح پیدا کرنے والا ہے اور تمام دقائق امور کا جاننے والا ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے "مِنَ الْمُلْكِ" یعنی مصر کے ملک سے۔

اس آیت میں ارشاد ہے "تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ" یعنی خواب کی تعبیروں کا علم۔

اس آیت میں ارشاد ہے "فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ" یعنی اے آسمانوں کے پیدا کرنے والے اور زمین کے پیدا کرنے والے تو میرا متولی ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے "تَوَفَّنِيْ" یعنی میری روح کو اپنی طرف قبض فرما لے اور مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے، یعنی میرے ان آباء کے ساتھ جو انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں وفات دی اور ایک تابوت کے اندر دریائے نیل میں دفن کر دیا گیا۔ اور جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات ہوئی تو ان کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ فَاطِرٌ وَالْبَدِيعُ وَالْمُبْدِعُ وَالْبَارِئُ وَالْخَالِقُ۔ یعنی امام بخاری نے کہا کہ "فاطر اور بدیع اور مبدع اور باری اور الخالق، ان تمام الفاظ کا ایک معنی ہے۔

تعلیقِ مذکور پر اعتراض

بعض محققین نے کہا ہے کہ امام بخاری کا یہ دعویٰ کرنا ممنوع ہے کہ ان الفاظ کا معنی ایک ہے۔

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے ان محققین پر رد کیا ہے اور کہا ہے کہ امام بخاری کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ ان الفاظ کے معانی کے حقائق واحد ہیں، بلکہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ یہ تمام معانی ایک معنی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ معنی ہے "جو چیز پہلے موجود نہ ہو، اس کو موجود کرنا"۔

علامہ بدرالدین عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ یہ تمام الفاظ واحد ہیں، اور امام بخاری کا ان سب کو واحد کہنا اس تاویل کے منافی ہے، جب کہ ان الفاظ کے معانی مختلف ہیں۔

"فاطر" کا لفظ فطر سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: کسی چیز کو ابتداءً بغیر نمونہ کے پیدا کرنا، یہ علامہ الجوہری کا قول ہے، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے پہلے "فاطر السمٰوٰت والارض" کے معنی کا پتا نہیں تھا، حتیٰ کہ میرے پاس دو دیہاتی ایک کنویں کے متعلق لڑتے ہوئے آئے، ان میں سے ایک نے کہا "انا فطرتها" یعنی میں نے ابتداءً اس کنویں کھودا ہے۔

"البدیع" کا معنی ہے: ایسا خالق جو کسی چیز کو پیدا کرے اور اس کی پہلے مثال نہ ہو، اور فعیل مفعِل کے معنی میں ہے، کہا جاتا ہے "ابدع فهو مبدع" اور بعض بخاری کے نسخوں میں "مبدع" کا لفظ ہے۔

"الباری اور الخالق" علامہ الطیبی نے کہا ہے کہ "الخالق البارئ المصور" یہ تمام الفاظ مترادف ہیں اور یہ وہم ہے، کیونکہ خالق کا لفظ خلق سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: تقدیرِ مستقیم۔ اور "البارئ" کا لفظ البرء سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز کا دوسری چیز سے خالص ہونا، اسی وجہ سے عرب کہتے ہیں "برئ من مرضه" یعنی وہ اپنی بیماری سے خالص ہو گیا، یا اس کا معنی ہے: پیدا کرنا، اور اسی سے کہا جاتا ہے "برء الله النسمة" یعنی اللہ تعالیٰ نے روح کو پیدا کیا، اور اللہ تعالیٰ روح کے لیے "البارئ" ہے اور ایک قول یہ ہے کہ "البارئ" کا معنی ہے: جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور وہ تفاوت اور تنافر سے بری تھی۔

حافظ ابن حجر کی طرف سے علامہ عینی کے اعتراضِ مذکور کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

علامہ عینی نے اپنے اعتراض کی عبارت میں خود اپنا رد کر دیا ہے، کیونکہ علامہ عینی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام الفاظ ایک معنی کی طرف رجوع کرتے ہیں اگرچہ ان کی عبارت مختلف ہے اور یہی بات حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہی ہے۔

(انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۵۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ عینی لکھتے ہیں:

''البارئ'' میں راء کی جگہ دال بھی ہے یعنی ''البادی'' اور ہمارے زمانہ کے بعض شارحین کا یہ زعم ہے کہ صحیح لفظ راء کے ساتھ ہے یعنی ''البارئ'' اور دال کے ساتھ یعنی ''البادی'' یہ وہم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان پر رد کیا ہے کہ بعض روایات میں اسماءِ حسنیٰ سے ''المبدء'' وارد ہے، اور سورۃ العنکبوت میں مذکور ہے: ''اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ'' (العنکبوت:۱۹) ''(کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداءً مخلوق کو پیدا کیا، پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کرے گا)، پھر کہا ''فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ'' (العنکبوت:۲۰)'' (پس غور کرو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداء مخلوق کو پیدا کیا ہے)، پس پہلے لفظ سے اسمِ فاعل ''مبدء'' ہے اور دوسرے لفظ سے اسمِ فاعل ''بادء'' ہے۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت ختم ہوئی)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو یہ رد کیا ہے اس پر بھی اعتراض ہے جو مخفی نہیں ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے کہا ''من البدء: اس کا معنی ہے: بادئۃ'' یعنی وہ گاؤں سے آئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب کس کے سامنے بیان کیا جائے اور کس کے سامنے نہ بیان کیا جائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قرآن مجید میں جو کواکب کا ذکر ہے، اس سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں، اور شمس سے مراد ان کی والدہ ہیں، اور قمر سے مراد، ان کے والد ہیں۔

اور قتادہ اور دوسروں نے کہا: شمس سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ستاروں سے، شمس سے اور قمر سے خبر دی ہے، یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا اور ان کی خالہ نے سجدہ کیا اور ان کے والد نے سجدہ کیا۔ اور سلیمان سے مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس کی تعبیر کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا کہ ''تم اپنے بھائیوں کے سامنے یہ خواب بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف سازش کریں گے'' حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ اس لیے فرمایا کہ ان کو اس خواب کی تعبیر کا علم تھا، انہیں خطرہ ہوا کہ ان کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کریں گے اور ان کا حسد حضرت یعقوب علیہ السلام پر ظاہر ہو گیا تھا، اور یہ اس بات کی اصل ہے کہ خواب اس شخص کے سامنے نہ بیان کیا جائے جو شفیق اور خیر خواہ نہ ہو، اور نہ اس کے سامنے خواب بیان کیا جائے جو اچھی طرح تعبیر نہ بتا سکتا ہو۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۔ بَابُ: رُؤْيَا إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا بیان کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيْٓ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْٓ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ أَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يّٰٓإِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (الصافات: ۱۰۲۔۱۰۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تم سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس (بیٹے) نے کہا: اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، آپ ان شاء اللہ! مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے O سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا O اور ہم نے ابراہیم کو نداء کی کہ اے ابراہیم O بے شک آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں O

قَالَ مُجَاهِدٌ: أَسْلَمَا سَلَّمَا مَا أُمِرَا بِهِ۔ وَتَلَّهٗ وَضَعَ وَجْهَهٗ بِالْأَرْضِ

مجاہد نے کہا: اس آیت میں ''اسلما'' کا معنی ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا تھا، اس کو ان دونوں نے تسلیم کر لیا، اور ''وتلّهٗ'' کا معنی ہے: انہوں نے اس کی پیشانی کو زمین پر رکھ دیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے نہ اس باب میں کسی حدیث کو ذکر کیا ہے اور نہ اس سے پہلے باب میں کسی حدیث کی روایت کی۔ اور امام بخاری کو ان دونوں بابوں کے عنوان کے متعلق کسی حدیث کو روایت کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کوئی بیٹا عطا کیا تو وہ اس کو ذبح کر کے قربانی دیں گے، پھر انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنی نذر پوری کریں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کے متعلق اہلِ کتاب کی روایت

۱۸۲۳۶: امام ابن ابی حاتم نے از سدی روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام سے کہا: ہمارے ساتھ چلو، ہم ایک قربانی پیش کرتے ہیں اور انہوں نے رسی لی اور چھری لی، پھر ان کو لے گئے حتیٰ کہ جب پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو حضرت اسحاق علیہ السلام نے کہا: اے ابا جان! آپ کی قربانی کہاں ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تم قربانی ہو اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ (الصافات: ۱۰۲-۱۰۵)

جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تم سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس (بیٹے) نے کہا: اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، آپ ان شاء اللہ! مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے O سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا O اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم O بے شک آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

پس حضرت اسحاق علیہ السلام نے کہا کہ آپ مجھے رسیوں سے اچھی طرح باندھ دیں حتیٰ کہ ذبح کے وقت میرا جسم مضطرب نہ ہو اور اپنے کپڑوں کو بچا کر رکھیں حتیٰ کہ میرے خون کی چھینٹیں آپ کے کپڑوں پر نہ پڑیں، ورنہ حضرت سارہ میرے خون کی چھینٹیں آپ کے کپڑوں پر دیکھ کر غمگین ہوں گی اور میرے حلق پر چھری جلدی سے چلائیں تاکہ میں آسانی سے ذبح ہو جاؤں، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح کیا اور وہ رو رہے تھے اور چھری کو ان کے حلقوم پر چلایا تو چھری نہیں چلی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کے حلق کے اوپر پیتل یا تانبے کا ایک پترا رکھ دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو پیشانی کے بل اوندھا لٹایا اور ان کی گردن پر چھری چلائی اور یہ ان آیات کا مصداق ہے:

فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ (الصافات: ۱۰۳-۱۰۴)

سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا O اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم O

پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو وہاں پر ایک مینڈھا تھا، پس انہوں نے اس مینڈھے کو پکڑا اور اپنے بیٹے کو کھول دیا۔ اسی طرح السدی نے اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

اور شاید کہ سدی نے اس روایت کو بعض اہل کتاب سے حاصل کیا ہے، کیونکہ امام ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح کے ساتھ از الزہری روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ جمع ہوئے، پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیان کی کہ ہر نبی کی ایک دعا مقبول ہوتی ہے، تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق خبر نہ دوں؟ جب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں تو شیطان نے کہا: اگر میں ان لوگوں کو اب فتنہ میں نہ ڈالوں تو میں کبھی کسی کو فتنہ میں نہ ڈال سکوں گا، پس شیطان حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس گیا، پھر پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہاں گئے ہیں؟ حضرت سارہ نے کہا: اپنے کسی کام سے گئے ہیں، شیطان نے کہا: پھر صبح صبح ابراہیم، اسحاق کو لے کر کہاں گئے ہیں؟ تو حضرت سارہ نے کہا: ان کو کوئی کام ہوگا، شیطان نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم، حضرت سارہ نے کہا: پھر کیوں وہ صبح کے وقت اپنے بیٹے کو لے کر گئے ہیں؟ شیطان نے کہا: تا کہ اس کو ذبح کر دیں، حضرت سارہ نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے والے نہیں ہیں، شیطان نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم، حضرت سارہ نے کہا: پھر وہ اپنے بیٹے کو کیوں ذبح کریں گے؟ شیطان نے کہا: ان کا زعم ہے کہ ان کے رب نے ان کو بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے، حضرت سارہ نے کہا: اگر ان کے رب نے ان کو یہ حکم دیا ہے تو وہ اپنے رب کے حکم پر عمل کر کے بہت اچھا کریں گے، پھر شیطان وہاں سے نکلا اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو جا لیا اور وہ اپنے والد کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، شیطان نے کہا: تمہارے والد صبح صبح کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت اسحاق علیہ السلام نے کہا: اپنے کسی کام سے جا رہے ہیں، شیطان نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم بلکہ وہ صبح صبح تمہیں ذبح کرنے کے لیے جا رہے ہیں، حضرت اسحاق نے کہا: وہ مجھ کو ذبح کرنے والے نہیں ہیں، شیطان نے کہا: کیوں نہیں! حضرت اسحاق نے پوچھا: کیوں؟ شیطان نے کہا: ان کا یہ زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم دیا ہے، حضرت اسحاق نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم دیا ہے تو وہ ضرور بہ ضرور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے، پھر شیطان نے حضرت اسحاق کو چھوڑ دیا اور جلدی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا: آپ صبح صبح کہاں اپنے بیٹے کو لے کر جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اپنے کسی کام سے جا رہا ہوں، شیطان نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! آپ تو صرف اس لیے صبح صبح جا رہے ہیں کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میں اپنے بیٹے کو کیوں ذبح کروں گا؟ شیطان نے کہا: آپ کا یہ زعم ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے، پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے تو میں اس طرح ضرور کروں گا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا: پھر شیطان نے ان کو چھوڑ دیا اور مایوس ہو گیا کہ وہ اس کے کہنے پر عمل کریں، پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے پکڑا اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا اور ان کی جگہ ایک ذبح عظیم کا فدیہ دیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے بیٹے اٹھو! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو محفوظ رکھا ہے، پس جب شیطان نے یہ دیکھا کہ وہ ان دونوں کو بہکا نہیں سکا تو وہ الجمرہ پر آیا اور اس نے اپنے جسم کو پھلا لیا حتیٰ کہ وادی کو بھر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فرشتہ تھا، پس فرشتے نے کہا: اے ابراہیم! اس پر کنکریاں ماریں، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے اوپر اللہ اکبر پڑھتے، تو پھر وہ راستہ سے ہٹ گیا، پھر وہ آگے گیا اور الجمرۃ الثانیۃ پر آ گیا، پھر اس نے اپنے جسم کو پھلایا حتیٰ کہ وادی کو بھر دیا، پس فرشتے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: اے ابراہیم! اس کو کنکریاں ماریں، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر اللہ اکبر پڑھتے، پھر ان کے لیے راستہ کھل گیا، پھر شیطان الجمرۃ الثالثہ پر آیا، پھر اس نے اپنے جسم کو پھلایا حتیٰ کہ وادی کو بھر دیا، پس فرشتے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے کہا: اے ابراہیم اس کو کنکریاں ماریں، تو آپ نے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے بعد اللہ اکبر پڑھتے، تو راستہ کھل گیا حتیٰ کہ آپ قربان گاہ پر پہنچ گئے۔

۱۸۲۳۷: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔

۱۸۲۳۸: اور میں نے اپنے والد سے سنا وہ کہتے تھے کہ صحیح یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہم اور سعید بن المسیب، سعید بن جبیر، الحسن، مجاہد، شعبی، محمد بن کعب القرظی، ابوجعفر، محمد بن علی اور ابو صالح، ان سب نے بیان کیا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۲۲۔ ۳۲۲۳، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ المکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کے متعلق دلائل

امام احمد بن حنبل نے ابوطفیل کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مناسکِ حج سیکھ لیے تو سعی کی جگہ پر ابلیس ان کے سامنے پیش ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے آگے نکل گئے، پھر حضرت جبریل علیہ السلام حضرت ابراہیم کو گھاٹی پر لے گئے، وہاں بھی ابلیس ظاہر ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو سات کنکریاں ماریں حتیٰ کہ وہ چلا گیا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سفید قمیص پہنی ہوئی تھی، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو پیشانی کے بل گرایا تو انہوں نے کہا: اے میرے ابا جان! میرے پاس اور کوئی قمیص نہیں ہے جس میں آپ مجھے کفن دیں تو اس قمیص کو آپ اتار لیں، تو ان کے پیچھے سے یہ ندا کی گئی کہ اے ابراہیم! تم نے خواب سچا کر دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو ایک سفید سینگوں والا اور بڑی آنکھوں والا مینڈھا تھا، سو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ذبح کر دیا۔

اور امام ابن اسحاق نے ''المبتدا'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کی مثل روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے: پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے کہ اول اسلام میں مینڈھے کا سر اس کے سینگوں کے ساتھ کعبہ کے پرنالے پر لٹکا ہوا تھا۔

اور نیز امام احمد نے حضرت عثمان بن ابی طلحہ سے روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، پس میں نے مینڈھے کے دو سینگوں کو چھپا دیا جس وقت آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔

اور یہ آثار اس پر انتہائی قوی دلائل ہیں کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں'' (ایک ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور دوسرے ذبیح آپ کے والد حضرت عبداللہ ہیں)۔

(امام عقیلی المتوفی ۳۲۲ھ نے ''کتاب الضعفاء'' ج ۳ ص ۹۴، اور امام حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے ''المستدرک'' ج ۲ ص ۵۵۹ مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ میں اور امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے ''تاریخ دمشق'' ج ۶ ص ۲۰۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، میں اس حدیث کی تفصیل سے روایت کی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

الشیخ تقی الدین سبکی نے قرآن مجید سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر استدلال کیا، کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قوم نے بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بچالیا، اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ بٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَ عَلٰۤی اِسْحٰقَ ؕ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾ (الصافات: ۹۹۔ ۱۱۳)

اور ابراہیم نے کہا: میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ عنقریب میری رہنمائی کرے گا ○ اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے ایک بیٹا عطا فرما ○ سو ہم نے ان کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی ○ پس جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تم سوچ کر بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس بیٹے نے کہا: اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، آپ ان شاء اللہ مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے ○ سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا ○ اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم ○ بے شک آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ○ بے شک یہ ضرور کھلی ہوئی آزمائش ہے ○ اور ہم نے اس کے بدلہ میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دے دیا ○ اور ہم نے بعد میں آنے والوں کے لیے ان کا ذکر باقی رکھا ○ ابراہیم پر سلام ہو ○ ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں ○ بے شک وہ ہمارے کامل ایمان دار بندوں میں سے ہیں ○ اور ہم نے ان کو اسحاق نبی کی بشارت دی جو صالحین میں سے ہیں ○ اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل فرمائیں اور ان کی اولاد میں سے نیکی کرنے والے بھی ہیں اور اپنی جان پر کھلا کھلا ظلم کرنے والے بھی ہیں ○

ان آیات میں واضح دلیل ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبح کا قصہ بیان کرنے کے بعد یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی، کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہو گئے اور ان کی مثل سے بچہ کا پیدا ہونا مستبعد ہو گیا اور وہ فرشتے ان کے پاس آئے جنہیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان فرشتوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی، اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو بیان فرمایا ہے:

وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ

اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے انہوں نے کہا: سلام! ابراہیم نے (جواباً کہا:) سلام!، پھر تھوڑی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ۝ قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۝ (ہود:۶۹۔۷۲)

دیر بعد وہ گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے ○ پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے تک نہیں بڑھ رہے تو ابراہیم نے ان کو اجنبی سمجھا اور اپنے دل میں ان سے ڈرنے لگے فرشتوں نے کہا: آپ مت ڈریں بے شک ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے ○ اور ابراہیم کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھیں وہ ہنس پڑیں تو ہم نے اس کو اسحاق کی پیدائش کی خوشخبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی ○ (سارہ نے) کہا: ارے دیکھو! بھلا میں بچا جنوں گی اور حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں، بے شک یہ عجیب بات ہے ○

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصافات میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی ہے اور سورۂ ہود میں جو یہ قصہ بیان کیا ہے اس میں بھی بیٹے کی بشارت دی ہے، اور اس میں یہ تصریح ہے کہ جس بیٹے کی بعد میں بشارت دی ہے وہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، اور سورۂ الصافات میں جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، کیونکہ سورۂ صافات میں بھی اس قصہ کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے، تو معلوم ہوا کہ پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور پھر ان کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے، اور سورۂ ہود اور سورۃ الصافات کو ملا کر پڑھا جائے تو واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ تورات میں مذکور ہے کہ اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام سے پہلے پیدا ہوئے تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: یہ بہت جید استدلال ہے اور میں اس کو بہت پسند کرتا ہوں اور سورۂ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ۔ (ابراہیم:۳۹)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔

اور اس آیت سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے واضح ہو گیا کہ پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے، پھر حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔

اور اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابتداء امر میں عطا کیے گئے تھے، کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ھاجرؑ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہ کو اس پر غیرت آئی اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ حضرت ہاجر کو اور ان کے بیٹے کو مکہ میں چھوڑ آئیں، اس واقعہ کا امام ابن اسحاق نے ''المبتدا'' میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

امام الطبری نے السدی کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کے شہروں میں سے شام کی طرف چلے گئے، پھر ان کی حضرت سارہ سے ملاقات ہوئی جو حران بادشاہ کی بیٹی تھیں، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائیں، حضرت ابراہیم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا، پھر جب وہ مصر میں آئے اور ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو حضرت ہاجر ہبہ کر دی اور حضرت سارہ نے حضرت ہاجر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی، اور حضرت سارہ کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ ان کو صالحین سے بیٹا عطا فرمائے، پس یہ دعا مؤخر ہوگئی حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہو گئے، پھر جب حضرت سارہ کو یہ پتا چلا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجر سے مباشرت کی ہے تو انہیں اس پر غم ہوا کہ ان کے ہاں تو اولاد نہیں ہوئی، پھر فرشتوں کے آنے کا قصہ ذکر کیا جو قوم لوط کو ہلاک کرنے کے بعد آئے تھے، اور فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی، اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ۔۔۔ (ابراہیم: ۳۹)"۔ اور اس سے پہلے جو گزرا ہے کہ ذبح کا واقعہ مکہ میں ہوا تو یہ بھی قوی دلیل ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، کیونکہ حضرت سارہ اور حضرت اسحاق اس وقت مکہ میں نہیں تھے۔ واللہ اعلم

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۶۰۔ ۱۶۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر مزید دلائل

علامہ ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد العقیلی المکی المتوفی ۳۲۲ھ، لکھتے ہیں:

حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور کعب الاحبار سے مروی ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہیں مگر قوی دلیل یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ صحابہ میں سے حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوطفیل، حضرت عامر بن واثلہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم، اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، الحسن البصری، الشعبی، مجاہد، الکلبی، یوسف بن مہران، الربیع بن انس و محمد بن کعب القرظی وغیرہم نے اسی کی تصریح کی ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) امام حاکم نے اپنی مستدرک کی "کتاب المناقب ج ۲ ص ۵۵۹" میں اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انا ابن الذبیحین" (میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں)۔

نیز امام حاکم نے از عبید اللہ بن محمد العتبی، ہمیں عبداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی از الصنابحی، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی مجلس میں حاضر تھے، پس لوگوں نے اس میں بحث کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام میں سے کون ذبیح ہے؟ بعض نے کہا: حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح ہیں، اور بعض نے کہا: بلکہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہیں، پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے یہ معاملہ اس کے سامنے پیش کیا ہے جو اس باب کو جاننے والا ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ کے پاس ایک اعرابی آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے شہروں کو خشک سالی میں چھوڑ دیا اور پانی سوکھ گیا اور مال ہلاک ہو گیا اور بچے ضائع ہو گئے، اے ابن الذبیحین! آپ اس مال پر بیٹھیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور فے دیا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بتایا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور آپ نے اس اعرابی پر انکار نہیں فرمایا، پس ہم نے کہا: اے امیر المومنین! وہ دو ذبیح کون سے ہیں؟ حضرت امیر معاویہ نے بتایا کہ حضرت عبدالمطلب نے جب زمزم کو کھودنے کا حکم دیا تو انہوں نے اللہ کی نذر مانی کہ اگر ان کے لیے یہ کام آسان ہو گیا تو وہ اپنے کسی بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کریں گے، پھر انہوں نے اپنے بیٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو حضرت عبداللہ کے نام کا قرعہ نکلا، سو انہوں نے ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا، تو ان کے ماموں جو بنو مخزوم سے تھے انہوں نے روکا اور کہا: آپ اپنے رب کو راضی کر دیں اور اپنے بیٹے کا فدیہ دے دیں، حضرت معاویہ نے کہا: پھر حضرت عبدالمطلب نے سو اونٹنیوں کو فدیہ میں دیا تو حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب ذبیح قرار پائے، اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، اسی طرح اس حدیث کی امام ابن مردویہ اور امام الثعلبی نے اپنی تفسیروں میں روایت کی ہے، اور علامہ زمخشری نے بھی الکشاف میں "انا ابن الذبیحین" کی روایت کی ہے جس کو ہم عنقریب بیان کریں گے۔

(۲) ابوسعید الضریر سے ذبیح کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے تین شعر پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شرف ہے کہ ان کے جدِ امجد حضرت اسماعیل ذبیح ہیں، اگر تم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہو تو تم آپ کی اس خصوصیت اور آپ کے اس شرف کا انکار نہ کرو۔

(۳) الاصمعی سے منقول ہے: میں نے عمرو بن العلاء سے ذبیح سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں ہے، حضرت اسحاق علیہ السلام مکہ میں کب آئے، مکہ میں تو صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اور انہوں نے ہی اپنے والد کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر کی اور انہوں نے ہی مکہ میں قربان گاہ کو بنایا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفتِ صبر بیان کی ہے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ (الانبیاء:۸۵) اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کیجئے، یہ سب صبر کرنے والے تھے O

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صابر اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنے ذبح کیے جانے پر صبر کیا تھا، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى ۫ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ﴿۵۱﴾ (مریم:۵۱) اور آپ اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے، وہ سچے وعدہ والے اور رسول نبی تھے O

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو "صادق الوعد" اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ذبح کیے جانے پر صبر کرنے کا وعدہ کیا تھا، سو انہوں نے اپنے اس وعدہ کو سچا کر دیا۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ (ہود:۷۱) تو ہم نے اس کو (سارہ کو) اسحاق کی پیدائش کی خوشخبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی O

اگر حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہوتے تو ان کو ذبح کرنے کا حکم یا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے ظہور سے پہلے ہوتا یا ان کے ظہور کے بعد ہوتا، پہلی صورت باطل ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کو اسحاق کی بشارت دی اور ان کے ساتھ یہ بشارت دی کہ ان سے یعقوب پیدا ہوں گے تو حضرت یعقوب کے ظہور سے پہلے حضرت اسحاق کو ذبح کرنے کا امر جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی" اور دوسری صورت بھی باطل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَذْبَحُكَ (الصافات:۱۰۲) نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔

یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب وہ بیٹا چلنے پھرنے پر قادر ہو گیا اور کام کرنے کی حد کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کے ذبح کرنے کا حکم دیا، اور یہ اس کے منافی ہے کہ یہ قصہ کسی اور زمانہ میں واقع ہوا ہو، پس ثابت ہوا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذبیح ہونا جائز نہیں ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ (الصافات:۹۹) اور ابراہیم نے کہا: میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ عنقریب میری رہنمائی کرے گا O

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو بیٹا عطا کرے تا کہ سفر میں وہ ان سے مانوس ہوں، پھر کہا:

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ (الصافات:۱۰۰) اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے ایک بیٹا عطا فرما O

اور یہ دعا اس وقت مستحسن ہوگی جب اس سے پہلے ان کا بیٹا نہ ہوا ہو، اور اس دعا کا معنی یہ ہے کہ ان کو صالحین میں سے ایک بیٹا عطا فرمائے۔ اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام سے پہلے پیدا ہوئے، پس معلوم ہوا کہ اس دعا سے مطلوب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طلب تھی، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ذبح کا قصہ ذکر فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ (الصافات:۱۰۱-۱۰۴)

سو ہم نے ان کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی O پس جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تم سوچ کر بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس بیٹے نے کہا: اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، آپ ان شاء اللہ مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے O سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا O اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم O بے شک آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں O

پس ان آیات سے واضح ہو گیا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔

(کتاب الضعفاء الکبیر ج ۳ ص ۹۵-۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام ابو اسحاق احمد الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ، لکھتے ہیں:

متقدمین میں سے علماء مسلمین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھا، آیا اس بیٹے سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں؟ پس ایک قوم نے کہا کہ اس بیٹے سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور تابعین اور اتباع تابعین میں سے کعب احبار، سعید بن جبیر، قتادہ، مسروق، عکرمہ، قاسم بن ابی بزۃ، عطاء، مقاتل، عبدالرحمن بن سابط، زہری، السدّی کا یہی موقف ہے۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس بیٹے سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، اور صحابہ میں سے اس قول کے قائل حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو الطفیل، عامر بن واثلہ، اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، الشعبی، الحسن البصری، یوسف بن مہران، مجاہد، ربیع بن انس اور محمد بن کعب القرظی کا یہی موقف ہے، اور عطاء بن ابی رباح، ابوحمزہ نصر بن عمران الضبعی اور یوسف بن ماہک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جن کا فدیہ دیا گیا ہے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اور یہود کا زعم ہے کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، اور یہود نے جھوٹ بولا ہے۔

امام الثعلبی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر وہی دلائل پیش کیے ہیں جن کو ہم امام عقیلی کے حوالہ سے اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

نیز امام الثعلبی نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے اول اسلام میں دیکھا کہ اس مینڈھے کا سر کعبہ کے پرنالے کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔

(الکشف والبیان، ج ۸ ص ۱۴۹۔ ۱۵۳، ملخصاً وملتقطاً، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ، لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ ذبیح کون ہے؟ پس حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم، محمد بن کعب القرظی اور تابعین کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا ابن الذبیحین" (میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں)۔

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، حاکم نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے۔

تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ التزام کیا ہے کہ وہ اپنی شرح میں کسی ضعیف حدیث سے استدلال نہیں کریں گے۔ (سعیدی غفرلہ)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے آپ کے سامنے کہا "یا ابن الذبیحین!" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ (الطبری: ۹۵۳۰، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۵۵۴، حافظ ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

علامہ زمخشری نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر وہی دلائل پیش کیے ہیں جن کو ہم امام عقیلی کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔ (الکشاف ج ۴ ص ۵۸۔ ۶۱، ملخصاً وملتقطاً، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

تنبیہ: تبیان القرآن میں تورات کے حوالہ سے میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، تفصیل کے لیے دیکھیے:

(تبیان القرآن ج ۹ ص ۹۱۶۔ ۹۲۶)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۸۔ بَابُ: التَّوَاطُؤِ عَلَى الرُّؤْيَا
کئی آدمیوں کا ایک خواب دیکھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کئی آدمیوں کی جماعت ایک خواب کو دیکھے، اگرچہ ان کی عبارات مختلف ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنه أَنَّ أُنَاسًا أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ وَأَنَّ أُنَاسًا أُرُوا أَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلْتَمِسُوهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ چند اصحاب کو رمضان کے مہینہ کے آخری سات دنوں میں لیلۃ القدر دکھائی گئی، اور چند اصحاب کو لیلۃ القدر آخری دس دنوں میں دکھائی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیلۃ القدر کو آخری سات دنوں میں دیکھو۔

(صحیح البخاری: ۱۱۵۸، ۲۰۱۵، ۶۹۹۱، صحیح مسلم: ۱۱۶۵، مسند احمد: ۴۴۸۵، موطا امام مالک: ۷۰۶)

صحیح البخاری: ۶۹۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔ اور اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے، اور امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابُ: رُؤْيَا أَهْلِ السُّجُونِ وَالْفَسَادِ وَالشِّرْكِ
قیدیوں، مفسدوں اور مشرکوں کے خواب کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں اھل السجون کا ذکر ہے، سجون، سجن کی جمع ہے جس کا معنی قید ہے۔ اور اس عنوان میں "الفساد" کا ذکر ہے، یعنی فاسقوں کے خواب کا ذکر ہے۔ اور اس عنوان میں "الشرك" کا ذکر ہے، یعنی مشرکین کے خواب کا ذکر ہے، صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں شرک کی جگہ شراب کا ذکر ہے، اس سے مراد حرام مشروبات ہیں، یعنی حرام مشروبات کے پینے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

والے اور وہ بھی فساق ہیں، تو یہ خاص کا ذکر عام پر ہے۔

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ان لوگوں کا نیک خواب بھی معتبر ہوتا ہے، بایں طور کہ وہ خواب کبھی قید سے چھوٹنے کی بشارت ہوتی ہے خواہ قیدی کافر ہو، اور کبھی اس خواب میں اسلام کی طرف ہدایت کی بشارت ہوتی ہے جیسے ان دو آدمیوں کا خواب جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید کیے گئے تھے، ابوالحسن بن ابی طالب نے کہا: ان دو آدمیوں کا خواب ان کے خلاف دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ کافر کبھی سچا خواب نہیں دیکھتا۔ اور رہا فساق کا نیک خواب، تو وہ کبھی ان کے لیے توبہ کی بشارت ہوتی ہے اور ان کے فسق سے رجوع کی دلیل ہوتی ہے۔ اور رہا کافر کا خواب، پس وہ اس کے ایمان کی طرف ہدایت ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَیٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ﴿۴۱﴾ وَ قَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ قَالَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یوسف کے ساتھ دو جوان (بھی) قید خانے میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب (کے لیے انگور) نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن سے پرندے کھا رہے ہیں، آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے، ہمارا گمان ہے کہ آپ نیک لوگوں میں سے ہیں O یوسف نے کہا: تم کو جو کھانا دیا جاتا ہے تم تک اس کے پہنچنے سے پہلے میں تم کو اس کی حقیقت بتادوں گا، یہ ان علوم میں سے ہے جن کو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے، جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور جو لوگ آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا ہے O اور میں نے اپنے باپ دادا، ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی اتباع کی ہے، ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک قرار دیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے O اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! آیا متعدد خدا بہتر ہیں یا ایک خدا جو غالب ہے؟ O تم اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو وہ صرف چند اسماء ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیا ہے، اللہ نے ان کے ساتھ کوئی سند نہیں نازل کی، حکم صرف اللہ کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو، یہی صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمَلِكُ إِنِّيٓ أَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ
عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّأُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۖ يٰٓأَيُّهَا
الْمَلَأُ أَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿٤٣﴾
قَالُوْٓا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيْلِ الْأَحْلَامِ
بِعٰلِمِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ
أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيْلِهٖ فَأَرْسِلُوْنِ ﴿٤٥﴾ يُوْسُفُ أَيُّهَا
الصِّدِّيْقُ أَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ
عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّأُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ
أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ
سَبْعَ سِنِيْنَ دَأَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ إِلَّا
قَلِيْلًا مِّمَّا تَأْكُلُوْنَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ
يَّأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ
يَأْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ
يَعْصِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ
الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ
الّٰتِيْ قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۭ إِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿٥٠﴾
(یوسف:۳۶-۵۰)

نہیں جانتے O اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور رہا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی، پھر پرندے اس کے سر سے (گوشت نوچ کر) کھائیں گے، تم جس کے متعلق سوال کرتے تھے اس کا (اسی طرح) فیصلہ ہو چکا ہے O اور جس کے متعلق یوسف کا گمان تھا کہ وہ ان دونوں میں سے نجات پانے والا ہے، اس سے انہوں نے کہا: تم اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا، پس شیطان نے اس کو اپنے رب سے ذکر کرنا بھلا دیا، پس وہ قید خانے میں (مزید) کئی سال ٹھہرے رہے O اور بادشاہ نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور میں نے سات سرسبز خوشے دیکھے اور (سات) سوکھے ہوئے (خوشے دیکھے)، اے میرے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو O انہوں نے کہا: یہ تو پریشان خواب ہیں، اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے O ان دو قیدیوں میں سے جو نجات یافتہ تھا اس نے ایک مدت کے بعد یوسف کو یاد کیا، اس نے کہا: میں تم کو اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہوں، مجھے (یوسف کے پاس) بھیج دو O اس نے یوسف کے پاس جا کر کہا:) اے یوسف! اے بہت سچ بولنے والے! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتایئے کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز خوشے ہیں، اور سات سوکھے ہوئے (خوشے ہیں) تاکہ میں لوگوں کے پاس یہ تعبیر لے کر جاؤں شاید وہ آپ کا مرتبہ جان لیں O یوسف نے کہا: تم حسب معمول سات سال تک کاشت کاری کرو گے، پھر تم جو کھیت کاٹو تو تمام غلہ کو ان کے خوشوں میں چھوڑ دینا ماسوا اس قلیل غلے کے جس کو تم کھاؤ O پھر اس کے بعد سات خشک سالی کے سخت سال آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے پہلے جمع کر کے رکھا تھا ماسوا تھوڑے سے غلے کے جس کو تم محفوظ رکھو گے O پھر اس کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش ہوگی اور اس میں لوگ پھلوں کو نچوڑیں گے O اور بادشاہ نے کہا: یوسف کو میرے پاس لے کر آؤ، جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، بے شک میرا رب ان کی سازش کو خوب جاننے والا ہے O

آیاتِ مذکورہ کی تفسیر از علامہ عینی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَدَخَلَ مَعَهُ ..... الی آخرہ"۔ ان آیات سے یہ واضح ہوا کہ جو مفسدین اور مشرکین قید میں ہوں ان کے نیک خواب کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے اور اسی سے اس باب کے عنوان کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَدَخَلَ مَعَهُ ..." یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو نوجوان تھے اور وہ دونوں مصر کے بڑے بادشاہ ولید بن ریان کے غلام تھے، ان میں سے ایک روٹی پکانے والا تھا اور بادشاہ کے طعام کا کار مختار تھا، اس کا نام مجلث تھا، اور دوسرا بادشاہ کو شراب پلانے والا تھا، اس کا نام نبوء تھا، ان دونوں پر بادشاہ کسی وجہ سے غضب ناک ہوا، سو ان دونوں کو قید کر لیا اور حضرت یوسف علیہ السلام جب قید خانہ میں داخل ہوئے تو آپ نے قید خانہ کے کارکنوں کو بتایا کہ میں خوابوں کی تعبیر بتاتا ہوں، تو ان دو نوجوانوں میں سے ایک نے اپنے صاحب سے کہا: ہمیں ان کا تجربہ کرنا چاہیے، یہ عبرانی غلام ہیں، پس ان دونوں نے ایک خواب گھڑا اور حضرت یوسف علیہ السلام سے اس کے متعلق سوال کیا اور انہوں نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا، پس ان میں سے ایک نے کہا کہ بے شک میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں اور عمان کی لغت میں انگوروں کو خمر کہتے ہیں، ایک اعرابی کے پاس انگور تھے، اس سے پوچھا گیا: تمہارے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا: خمر، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہے "عصر عنبا" یعنی میں انگور نچوڑ رہا تھا، اور اس کو خمر سے اس لیے تعبیر کیا کہ انگور کا مآل خمر ہے۔

علامہ عینی کی شرح پر مصنف کی گرفت

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ان دو قیدی جوانوں نے دراصل خواب نہیں دیکھا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کے لیے جھوٹ بولا تھا، لیکن ان کی یہ شرح صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں تو یہ بتایا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ان کو ان کے خواب کی تعبیر بتائی، اگر انہوں نے جھوٹ بولا ہوتا تو یوسف علیہ السلام فرما دیتے کہ تم جھوٹا خواب بیان کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۶﴾ (یوسف: ۳۶)

ان میں سے ایک نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب (کے لیے انگور) نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن سے پرندے کھا رہے ہیں، آپ ہمیں اس کی تعبیر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بتایئے، ہمارا گمان ہے کہ آپ نیک لوگوں میں سے ہیں O

ان دونوں قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے اپنا اپنا خواب بیان کیا، اگر انہوں نے جھوٹ بولا ہوتا تو حضرت یوسف علیہ السلام ان سے فرماتے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، تم لوگوں نے یہ خواب نہیں دیکھا کیونکہ آپ نبی تھے، نیز حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ (یوسف: ۳۷)

یوسف نے کہا: تم کو جو کھانا دیا جاتا ہے تم تک اس کے پہنچنے سے پہلے میں تم کو اس کی حقیقت بتادوں گا، یہ ان علوم میں سے ہے جن کو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میں کھانا پہنچنے سے پہلے تم کو تمہارے خواب کی تعبیر بتاؤں گا، اگر ان قیدیوں نے خواب نہ دیکھا ہوتا تو یوسف علیہ السلام یہ کیسے فرماتے کہ میں تم کو تمہارے خواب کی تعبیر بتاؤں گا، پھر انہوں نے یہ فرمایا کہ اس خواب کا علم مجھے میرے رب نے سکھایا ہے، علامہ عینی نے کہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس ارشاد کا معنی یہ تھا کہ میں تمہارے پاس کھانا پہنچنے سے پہلے تمہیں اس کھانے کی حقیقت بتادوں گا کہ وہ کس قسم کا کھانا ہے اور کس رنگ کا ہے، لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ ان قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے اپنے خوابوں کی تعبیر طلب کی تھی، اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ ان دونوں قیدیوں نے واقعتاً خواب دیکھا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو ان کے خواب کی تعبیر بتائی تھی۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ثعلبی نے وثوق سے کہا ہے کہ نان بائی کا نام راشان تھا اور شراب پلانے والے کا نام مرطس تھا، اور انہوں نے حکایت کی ہے کہ بادشاہ نے ان دونوں پر یہ تہمت لگائی تھی کہ انہوں نے کھانے میں اور شراب میں زہر ملانے کا ارادہ کیا ہے، پس بادشاہ نے ان دونوں کو قید کر لیا یہاں تک کہ شراب پلانے والے کی براءت ظاہر ہوگئی اور نان بائی کی براءت ظاہر نہیں ہوئی، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان دونوں نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے امتحان کا ارادہ کیا تھا، امام طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں نے کچھ نہیں دیکھا تھا، ان دونوں نے اپنی رائے سے یہ بات کہی تھی تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا امتحان لیں، اور اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔ اور امام حاکم نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بیان کی تو ان دونوں نے کہا: ہم دونوں تو آپ سے کھیل رہے تھے یعنی مذاق کر رہے تھے، تو یوسف علیہ السلام نے کہا: "قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝" (تم جس کے متعلق سوال کرتے تھے اس کا (اسی طرح) فیصلہ ہو چکا ہے) یہ معاملہ اسی طرح تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۶۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر چہ ایک ضعیف روایت اس سلسلہ میں موجود ہے کہ ان دونوں نے خواب نہیں دیکھا تھا وہ یونہی حضرت یوسف علیہ السلام کا امتحان لے رہے تھے لیکن قرآن مجید کے ظاہر الفاظ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا منصبِ نبوت اس روایت کی تائید نہیں کرتے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

نیز ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ" یعنی ہمیں اس خواب کی تعبیر بتایئے کہ اس خواب کا ہمارے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

نیز ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ "یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ان عالموں میں سے ہیں جو علم کو اچھی طرح جانتے ہیں، یہ فراء کی تفسیر ہے، اور امام ابن اسحاق نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ "حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ اس لیے کہا کہ انہوں نے یہ ناپسند کیا کہ ان کے سوال کی تعبیر ان کو بیان کریں، کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ ان میں سے ایک کے اوپر کوئی ناگوار چیز آئے گی، اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے سوال سے اعراض کیا اور دوسری بات شروع کردی، پس ان دونوں سے فرمایا کہ تم دونوں کو قید کی حالت میں جو رزق دیا جاتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتادوں گا، یعنی یہ بتاؤں گا کہ تم نے کون سا طعام کھایا ہے اور کتنا کھایا ہے اور کب کھایا ہے، اس سے پہلے کہ وہ کھانا تمہارے پاس آئے، پس ان دونوں نے کہا: یہ تو نجومیوں اور کاہنوں کا فعل ہے، پس حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں کاہن نہیں ہوں، یہ ایک علم ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے، پھر ان کو یہ خبر دی کہ وہ مومن ہیں، پس کہا: میں نے اس قوم کے دین اور شریعت کو چھوڑ دیا اور اپنے آباء و اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملتِ حنیفیہ کی پیروی کی، اور یہ توحید اور علم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے، پھر ان دونوں کو اپنے دین کے متعلق بتایا اور اس کی تعلیم دی، پھر ان کو اسلام کی دعوت دی، پھر ان کی طرف اور قید خانہ والوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا جب کہ ان کے سامنے بت رکھے ہوئے تھے جن بتوں کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے، تو ان سے کہا: اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! یہ بتاؤ کہ کیا متفرق رب بہتر ہیں جو نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع دے سکیں یا ایک اللہ واحد قہار بہتر ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ "یعنی تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کررہے ہو، وہ صرف نام ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، نہ ان پر کوئی حجت اور برہان ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" ذٰلِكَ الدِّيْنُ "یعنی وہ دین جس کی طرف میں نے تمہیں دعوت دی ہے، وہ توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو واحد ماننا اور شرک کو ترک کرنا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" الدِّيْنُ الْقَيِّمُ "یعنی وہی دینِ مستقیم ہے، پھر ان دونوں کے خوابوں کی تعبیر بتائی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ "جب ان دونوں جوانوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر سنی تو ان دونوں نے کہا: ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا، ہم تو یونہی کھیل رہے تھے، تب یوسف علیہ السلام نے فرمایا" قُضِيَ الْاَمْرُ "یعنی جس چیز کے متعلق تم نے سوال کیا تھا، اس کا تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ حکم دے کر فارغ ہوچکا ہے، اور یوسف علیہ السلام نے اس وقت اس شخص سے کہا جس کے متعلق انہیں علم تھا کہ یہ نجات یافتہ ہے اور وہ شراب پلانے والا تھا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ "یعنی اپنے مالک کے سامنے میرا ذکر کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ "یعنی شیطان نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے رب کا ذکر بھلادیا حتیٰ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے غیر سے مصیبت سے نجات کو طلب کیا اور مخلوق سے مدد طلب کی، اسی وجہ سے وہ قید خانہ میں چند سال رہے۔

علامہ ابن ملقن نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مجاہد نے بتایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کریں اور اسی سے فریاد کریں حتیٰ کہ انہوں نے ان دو قیدیوں میں سے ایک سے یہ کہا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۱۶۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام غم اور پریشانی کے غلبہ سے یہ بھول گئے کہ انہیں مخلوق سے مدد نہیں طلب کرنی چاہیے تھی، ہر چند کہ مخلوق سے مدد طلب کرنا بھی جائز ہے اور اس پر دلائل موجود ہیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام سے غیر اللہ سے مدد کی طلب کی بناء پر مواخذہ کیا اور ان کی قید کی مدت سات سال تک بڑھا دی گئی، کیونکہ یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں اور ان کے منصب اور ان کی شان کے لائق یہ نہ تھا کہ وہ اپنی پریشانی میں کسی غیر سے مدد طلب کرتے اور قید خانہ کے ایک ساتھی سے یہ کہتے کہ تم بادشاہ کے سامنے میری مظلومیت کا ذکر کرنا تا کہ مجھے جلد رہائی حاصل ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اور ''بِضۡعَ سِنِیۡنَ'' (چند سال) کی مدت میں اختلاف ہے، امام ابوعبیدہ نے کہا: وہ تین سے لے کر پانچ سال تک ہیں، اور مجاہد نے کہا: تین سال سے لے کر سات سال تک ہیں، اور قتادہ اور الاصمعی نے کہا ہے کہ وہ تین سے لے کر نو سال ہیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: دس سال سے کم ہیں۔ اور اکثر مفسرین نے کہا: اس سے مراد سات سال ہیں۔

اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کی غم سے نجات کا زمانہ قریب آیا تو مصر کے بڑے بادشاہ نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا اور کہا کہ بے شک میں نے سات موٹی تازہ گائیں دیکھی ہیں جو خشک دریا سے نکلیں اور ان کو سات دبلی گائیوں نے کھا لیا، اور ان دبلی گائیوں کے پیٹ میں وہ فربہ گائیں پہنچ گئیں اور ان میں سے کچھ بھی دکھائی نہیں دیا، اور بادشاہ نے سات سرسبز خوشے دیکھے جن میں دانے لگے ہوئے تھے، اور دوسرے خشک خوشے دیکھے جو کٹ چکے تھے، پس خشک خوشے سرسبز خوشوں پر لپٹ گئے اور ان پر غالب آ گئے، بادشاہ نے جادوگروں کو اور کاہنوں کو اور قیافہ شناس لوگوں کو جمع کیا اور ان پر یہ خواب بیان کیا اور کہا:

''یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَاُ اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡ رُءۡیَایَ'' یعنی اے سردارو! تم مجھے میرے اس خواب کی تعبیر بیان کرو، انہوں نے کہا:

''هذا الذی رایته اضغاث احلام'' یہ جو آپ نے خواب دیکھا ہے، یہ تو پریشان خواب ہے، یعنی جس میں چیزیں خلط ملط ہو گئی ہیں اور باطل سے مشابہ ہو گئی ہیں، اور اضغاث کا لفظ ''ضغث'' کی جمع ہے، اور اس کا معنی ہے: سوکھی ہوئی گھاس اور سوکھی ہوئی لکڑیاں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَقَالَ الَّذِیۡ نَجَا مِنۡهُمَا'' یعنی شراب پلانے والے نے کہا، اور اس کو ایک مدت دراز کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی حاجت یاد آئی، اس نے بادشاہ سے کہا: میں تمہیں اس خواب کی تعبیر کی خبر دیتا ہوں، تم مجھے یوسف علیہ السلام کے پاس بھیج دو، پس انہوں نے اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف بھیجا، اس نے جا کر کہا: اے یوسف! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیں یعنی بادشاہ کے خواب کی تعبیر، تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتائی، ثعلبی نے کہا: تم اپنی عادت کے مطابق سات سال تک کاشت کاری کرتے رہو گے، پھر اس گندم کو اس کے خوشوں میں چھوڑ دو تا کہ وہ باقی رہے اور خراب نہ ہو، پھر اس کے بعد سات قحط کے سال آئیں گے تو ان سالوں میں تم اس غلہ کو خرچ کرنا جس کو تم نے جمع کیا ہے، پھر جب وہ ساقی بادشاہ کی طرف واپس گیا اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر بتائی تو بادشاہ نے کہا کہ یوسف کو یہاں پر لے کر آؤ، پس جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اس قاصد نے آ کر بتایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنے رب یعنی اپنے بادشاہ کی طرف واپس جاؤ اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس سے سوال کرو، ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ الخ، اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس لیے فرمایا تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عذر ظاہر ہو جائے اور بادشاہ ان عورتوں کے معاملہ میں ان کی صحت کو جان لے، اور تمام قصہ اپنی جگہ پر مذکور ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَادَّكَرَ افْتَعَلَ مِنْ ذَكَرَ۔
''اذکر'' یہ لفظ ذکر باب افتعال سے ہے۔

أُمَّةٌ: قَرْنٌ۔
امت کا معنی ہے: قرن اور زمانہ۔

وَتُقْرَأُ أُمَهٍ: نِسْيَانٍ۔
اور اس کو ''امَہ'' نسیان سے پڑھا جاتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَعْصِرُونَ الْأَعْنَابَ وَالدُّهْنَ۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ''یعصرون'' کا معنی ہے: وہ عناب اور تیل کو نچوڑیں گے۔

تُحْصِنُونَ: تَحْرُسُونَ۔
تحصنون کا معنی ہے: تم محفوظ رکھو گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس تعلیق میں ان الفاظ کی تفسیر کی گئی ہے، اور امام بخاری نے کہا ہے: ''یُقرا امه'' اور اس کی تفسیر امام بخاری نے نسیان سے کی ہے۔ امام طبری نے از عکرمہ روایت کی ہے کہ یہ قراءت شاذہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے، کہا جاتا ہے ''رجل ماموہ'' جس کی عقل جا چکی ہو، یعنی اس پر نسیان کا غلبہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۷۔۲۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَأَبَا عُبَيْدٍ أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ ثُمَّ أَتَانِي الدَّاعِي لَأَجَبْتُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از مالک از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک سعید بن المسیب اور ابو عبید ان دونوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں قید خانہ میں اتنی مدت رہتا جتنی مدت حضرت یوسف علیہ السلام رہے تھے، پھر مجھے قید سے بلانے کے لیے کوئی آتا تو میں اس کے بلانے پر لبیک کہتا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۷۲، ۳۳۷۵، ۳۳۸۷، ۴۵۳۷، ۴۶۹۴، ۶۹۹۲، صحیح مسلم: ۱۵۱، سنن ابن ماجہ: ۴۰۲۶، مسند احمد: ۸۱۲۹)

صحیح البخاری: ۶۹۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، وہ ابن محمد بن اسماء بن عبید الضبعی ہیں، انہوں نے اپنی پھوپھی جویریہ بن اسماء سے سنا اور یہ دونوں نام علَم ہیں اور مذکر اور مؤنث میں مشترک ہیں، اور ابو عبید کا نام سعد بن عبید ہے، اور یہ عبدالرحمٰن بن ازہر بن عوف کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لولبثت فی السجن مالبث یوسف'' یعنی اگر میں اتنی مدت قید میں رہتا جتنی مدت حضرت یوسف علیہ السلام رہے، پھر بادشاہ مجھے بلاتا تو میں اس کے بلانے پر جلدی چلا جاتا اور اپنے نکلنے کے لیے کوئی اور شرط نہ لگاتا۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو جب بادشاہ نے بلایا تو انہوں نے یہ شرط لگائی کہ پہلے ان عورتوں کا حال پوچھو تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت ظاہر ہو جائے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ہو، کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تواضعاً فرمایا، یا مصلحت کے بیان کے لیے فرمایا، کیونکہ قید خانہ سے نکلنے کے لیے بہت ساری مصلحتیں ہیں، اس لیے قید خانہ سے جلدی نکل جانا اولیٰ ہے، گویا حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی چاہیے تھا کہ وہ خانہ سے نکلنے میں جلدی فرماتے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۹۔۲۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۹۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کافر کے سچے خواب کا نبوت کا جزو نہ ہونا

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے (قیدیوں، مفسدین اور مشرکین کے خواب کا بیان)، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مشرکین ایسا خواب دیکھیں جو سچا خواب ہو، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قید خانہ میں دو قیدیوں کا دیکھا ہوا خواب سچا تھا، مگر یہ جائز نہیں ہے کہ ان کے خواب کی نبوت کی طرف ایسی اضافت کی جائے جیسے مومن کے خواب کی نبوت کے اجزاء کی طرف اضافت ہوتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''نیک خواب جس خواب کو نیک بندہ دیکھتا ہے یا نیک بندہ کے لیے جو خواب دکھایا جاتا ہے، وہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے'' اس میں یہ دلیل ہے کہ ہر وہ خواب جس کی تعبیر صحیح ہو اور اس کی حقیقت بھی ہو، وہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو نہیں ہوتا۔

ابوالحسن بن ابی طالب نے کہا: ان دو قیدی جوانوں کے خواب کے صدق میں ان کے خلاف دلیل ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ کافر کا خواب سچا نہیں ہوتا۔

کافر کے سچے خواب اور مومن کے سچے خواب کے درمیان فرق

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب کافر نے کوئی سچا خواب دیکھا تو مومن کے خواب کی اس کے خواب پر کیا فضیلت ہوگی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا معنی ہوگا کہ ''مومن کا سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے''۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا جواب یہ ہے کہ مومن کے خواب کو کافر کے خواب پر فضیلت اور برتری حاصل ہے، کیونکہ مومن اپنے خواب سے مستقبل کی خبر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اکرام پر مطلع کرتا ہے، کیونکہ مومن کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسان کی بشارت دے اور اپنے اعمال کے مقبول ہونے کی خبر دے، اور اپنے اعمال میں سے گناہوں کے ارتکاب پر ڈرائے، اور جو اس نے ناجائز امیدیں قائم کر رکھی ہیں ان کو ہٹائے، اور یہ جائز ہے کہ مومن اپنے خواب سے دنیا کی نعمتوں کی بشارت دے اور دنیا کی تکالیف کی خبر دے، اور کافر کے لیے اگر چہ یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کفر سے ڈرائے، پس کافر کے پاس ایسے اعمال نہیں ہیں جو ثواب آخرت کو واجب کرتے ہوں، اور ہر وہ چیز جس سے کافر کے حال کی بشارت دی جائے اور اس کے اعمال پر رشک کیا جائے تو یہ اس کے دشمن کی طرف سے دھوکا ہے، لہٰذا سچے خواب سے اس کا حصہ مومن کے خواب سے کم کر دیا جاتا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا "مومن کا خواب اور نیک مرد کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے" تو اس حدیث میں آپ نے نہ کافر کا ذکر کیا، نہ بدعتی کا ذکر کیا، تو اس لیے ہم نے اس سے کافر کے دیکھے ہوئے خواب کو نکال دیا کہ کافر کا خواب اگر سچا بھی ہو تو وہ نبوت کے اجزاء میں سے کوئی جزو نہیں ہوتا، کیونکہ احادیث میں اس کے لیے مومن کے خواب کی شرط ہے، اور کافر کا دیکھا ہوا سچا خواب ہم نے اس حدیث کے تحت داخل کیا ہے، آپ کا ارشاد ہے کہ "خواب اللہ کی طرف سے ہے"۔ اور اس میں آپ نے مومن یا غیر مومن کی شرط نہیں لگائی، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ کفار جو خواب دیکھتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کے سچے خواب نبوت کا جزو ہوتے ہیں، مگر امام اشعری اور ابن طیب نے یہ کہا ہے کہ کافر جو خواب دیکھتے ہیں خواہ وہ حق ہو یا باطل ہو، اگر وہ سچا ہو تو اس کی نسبت اللہ کی طرف ہوتی ہے، اور اگر وہ خواب باطل ہو تو اس کی نسبت شیطان کی طرف ہوتی ہے۔

کافر کے خواب کو صالح کہنے کا جواز

پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کیا یہ جائز ہے کہ ہم کافر کے دیکھے ہوئے خواب کو صالح کہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! اور اس کو بشارت بھی کہہ سکتے ہیں، جیسا کہ کافر یا اس کے غیر کے لیے مومنین خواب دیکھیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "صالح خواب جس کو مرد خود دیکھتا ہے یا اس کے لیے کوئی شخص دیکھتا ہے" اس کلام میں یہ احتمال ہے کہ اس خواب کو کافر مومنین کے لیے دیکھے اور وہ خواب مومنین کے لیے صالح ہو جیسا کہ کافر خواب میں اپنے لیے ہدایت اور ایمان کو دیکھے تو وہ انجامِ کار اس کے لیے صالح ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی اس پر حجت ہے اور خواب میں اس کو زجر و توبیخ کرنا ہے، جب اس طرح اللہ تعالیٰ دنیا میں کفار کو بیداری میں رسولوں کو اور مومنین کو دکھاتا ہے تاکہ ان پر حجت قائم ہو، اسی طرح جائز ہے کہ خواب میں ان کو خبریں دکھائے تاکہ ان پر حجت قائم ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور تواضع حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو خود سے افضل قرار دینا

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: اس باب کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اگر میں اتنی مدت قید میں رہتا جتنی مدت حضرت یوسف رہے، پھر میرے پاس بادشاہ کی طرف سے بلانے والا آتا تو میں ضرور اس کے بلانے پر چلا جاتا"۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع ہے، تاکہ آپ کی مدح و ثنا میں اور آپ کی نعت گوئی میں مبالغہ نہ کیا جائے اور غلو نہ کیا جائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "میری مدح میں مبالغہ نہ کرو جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت المسیح کی مدح میں مبالغہ کیا، اور تم یہ کہو کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں''۔ اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس سیادت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے، آپ نے اس کا بیان فرمایا، کیونکہ آپ کا ارشاد ہے: ''میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں ہے''، لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب انبیاء اور رسل علیہم السلام کا ذکر کیا جائے تو تواضع کی جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے مقام کی بلندی

اس حدیث میں حضرت یوسف علیہ السلام کے مقام کی بلندی ہے کہ جب ان کو قید خانہ سے رہائی کے لیے بلایا گیا تو انہوں نے کہا: ''اپنے آقا کی طرف لوٹ جاؤ''۔ اور انہوں نے اس وقت تک قید خانہ سے نکلنے کا ارادہ نہیں کیا جب تک کہ عزیزِ مصر کی بیوی اپنے متعلق یہ اقرار نہ کرلے کہ اسی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہکانے کا ارادہ کیا تھا، پس اس نے اپنے نفس پر یہ اقرار کرلیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تصدیق کردی اور کہا ''میں خود اس کو اپنے نفس کی طرف راغب کرتی تھی اور بے شک وہ سچوں میں سے تھے۔۔۔ (یوسف:۵۱)''۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ سے باہر آگئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حِلم، ان کا صبر اور ان کا امتحان میں ثابت قدم رہنا

علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی حِلم اور صبر کے ساتھ صفت بیان کی، اور یہ کہ جب انہیں بلایا گیا تو وہ قید خانہ سے باہر نہیں آئے اور فرمایا: ''اگر میں ان کی جگہ ہوتا پھر مجھے قید خانہ سے باہر آنے کے لیے بلایا جاتا تو میں ضرور بلانے والے کے بلانے پر چلا جاتا اور نہ ٹھہرتا''۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسین تواضع ہے، کیونکہ اگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جگہ ہوتے تو جلدی کرتے اور قید خانہ سے باہر آجاتے، لیکن اس میں آپ کی کوئی کمی نہیں ہے اور نہ حضرت یوسف علیہ السلام کی کوئی کمی ہوتی اگر وہ اس پیغام لانے والے کے ساتھ قید خانہ سے باہر آجاتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یہ ارادہ کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے امتحان اور اس کی آزمائش کو ثقیل اور بھاری نہیں سمجھتے تھے کہ وہ قید خانہ سے باہر آنے میں جلدی کرتے، لیکن وہ صبر کرنے والے تھے اور ثواب کی نیت کرنے والے تھے۔

دیگر انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع

اور اس حدیث میں ''کتاب الانبیاء'' کی حدیث پر اضافہ ہے جس میں مذکور ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہم ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں جب انہوں نے اپنے رب سے کہا: آپ مجھے دکھائیں کہ آپ مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ کا اس پر ایمان نہیں ہے؟ اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے انہوں نے کہا تھا: کاش! مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لیتا، اور اگر میں قید خانہ میں اتنی مدت رہتا۔۔۔۔ الحدیث''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے مقابلہ میں تواضع کا بیان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو مردوں کو زندہ کرنے کے مشاہدہ کی دعا کی تھی، اس کی توجیہ

علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ ایک قوم نے اس آیت کو سنا اور کہا کہ حضرت ابراہیم نے شک کیا تھا اور ہمارے نبی علیہ السلام نے شک نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں''۔ آپ کا یہ ارشاد بطور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تواضع تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی ذات پر مقدم رکھنے کے لیے تھا، اور ہمیں اس پر شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا حالانکہ ہمارا مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت کم ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کیسے شک کرتے!

حضرت یونس علیہ السلام کے مقابلہ میں تواضع

اور اسی تواضع کی مثل آپ کا یہ ارشاد ہے: ''مجھے یونس ابن متی پر فضیلت مت دو''۔ آپ نے حضرت یونس علیہ السلام کا خصوصیت سے ذکر فرمایا حالانکہ وہ اولوالعزم رسولوں کی طرح نہیں تھے، پس جب آپ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ آپ کو حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت دی جائے تو دیگر اولوالعزم رسولوں پر اگر آپ کو فضیلت دی جاتی تو اس کو آپ کیسے پسند فرماتے جیسے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر، آپ نہیں پسند فرماتے تھے کہ آپ کو ان پر فضیلت دی جائے۔

عین الیقین کا علم الیقین سے اعلیٰ اور اقویٰ ہونا

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو کہا: ''لیکن میں نے یہ سوال اس لیے کیا ہے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے'' کیونکہ یقین کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ یقین ہے جو سن کر حاصل ہوتا ہے، اور دوسرا وہ یقین ہے جو دیکھ کر حاصل ہوتا ہے، اور جو یقین دیکھ کر حاصل ہو، وہ زیادہ اعلیٰ اور زیادہ قوی ہوتا ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''خبر معائنہ اور مشاہدہ کی مثل نہیں ہے''، کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے یہ ذکر کیا کہ بنی اسرائیل بچھڑے کی عبادت کرنے کے لیے بیٹھ گئے ہیں تو انہوں نے تورات کی تختیاں نہیں پھینکیں، لیکن جب انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ بنی اسرائیل بچھڑے کی عبادت کے اوپر جمے بیٹھے ہیں تو وہ غصہ میں آگئے اور تختیوں کو پھینک دیا اور تختیاں ٹوٹ گئیں، اسی طرح قیامت پر ایمان رکھنے والے، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر اور جنت اور دوزخ پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب حق ہے، لیکن جب وہ قیامت کے دن اپنی نظروں سے یہ مناظر دیکھ لیں گے تو ان کا یقین اعلیٰ درجہ کا ہو جائے گا، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ ان کے دل کو اعلیٰ درجہ کا یقین حاصل ہو جائے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے مقابلہ میں تواضع کی توجیہ

علامہ قتیبہ کے علاوہ دوسرے علماء نے کہا: ''جب فرشتے خوب صورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے تو وہ ان کے آنے سے غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا اور انہوں نے کہا: آج کا دن بڑا سخت ہے، اور ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور وہ پہلے ہی برے کام (نوخیز لڑکوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کرنا) کرتے تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں اور میرے مہمانوں کے متعلق مجھے شرمندہ نہ کرو، کیا تم میں کوئی ایک نیک شخص ہے، انہوں نے کہا: آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی قوم کی بیٹیوں میں ہماری کوئی دلچسپی نہیں ہے اور آپ خوب جانتے ہیں کہ ہماری کیا خواہش ہے۔'' (ہود: ٧٦-٧٩)

''قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ۝ (ہود: ٨٠)'' (لوط نے کہا: کاش! مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لیتا)۔

جس وقت حضرت لوط علیہ السلام کا سینہ تنگ ہو گیا تھا اور وہ اپنی قوم کے متعلق زیادہ پریشان ہو گئے تھے تو اس وقت وہ یہ چاہتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کسی مضبوط پناہ گاہ میں رکھے، اس لیے انہوں نے اس طرح کہا۔ اور مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد جو بھی نبی بھیجا وہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے بھیجا۔

اور حضرت لوط علیہ السلام اپنے اس قول کی وجہ سے متوکلین کی صفات سے باہر نہیں نکلے، لیکن قوم کے فحش کاموں کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم پر سخت غصہ آیا اور انہوں نے شدتِ غضب میں یہ کہا: کاش! میرے پاس کوئی مضبوط پناہ گاہ ہوتی، پس بظاہر ان کا یہ قول توکل سے خارج ہے لیکن ان کا مقصود وہی تھا جو متوکلین کا مقصود ہوتا ہے، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لوط علیہ السلام کے ظاہر قول کے اعتبار سے تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے، وہ کسی مضبوط پناہ گاہ کی خواہش کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۴۹۔۵۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۰۔ بَابُ: مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِي الْمَنَامِ — جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو اس کا کیا حکم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ ابْنُ سِيرِينَ إِذَا رَآهُ فِي صُورَتِهِ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۶۶، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، سو وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا، اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

امام ابوعبداللہ نے کہا کہ امام ابن سیرین نے کہا: جب وہ شخص آپ کو آپ کی صورت میں دیکھے۔

صحیح البخاری: ۶۹۹۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ یہ حدیث باب مذکور کے عنوان کی وضاحت کرتی ہے، بایں طور کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا صحیح ہے اس کا انکار نہیں کیا جائے گا۔ اور جس نے آپ کو خواب میں دیکھا وہ پریشان اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بے تکے خواب نہیں ہیں اور نہ شیطان کی تشبیہات میں سے ہیں، اور اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا'' یعنی اس کا خواب برحق ہے اور اس کا خواب صحیح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں صفاتِ محمودہ پر دیکھنا دنیا میں خوش حالی اور دین میں عقائد کے صحیح ہونے پر دلیل ہے

ابوالحسن نے از حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب اپنی ''مدخلِ کبیر'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنا زراعت اور کاشت کاری کے سرسبز اور زرخیز ہونے پر اور بارشوں کے ہونے پر اور رحمت کی کثرت پر اور مجاہدین کی مدد پر اور دین کے غلبہ پر اور میدانِ جہاد میں لڑنے والے مسلمانوں کی کامیابی پر اور کفار کی ہلاکت پر اور مسلمانوں کے غلبہ پر دلالت کرتا ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں صفاتِ محمودہ پر دیکھا جائے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں صفاتِ مکروہہ پر دیکھا جائے تو وہ دین میں بدعات اور فتنوں کے ظہور پر دلالت کرتا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبدان کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے، اور اس حدیث کی سند میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ ابن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یونس کا ذکر ہے، یہ ابن یزید الایلی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں الزہری کا ذکر ہے، یہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ کا ذکر ہے، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کی امام مسلم نے کتاب التعبیر میں از ابوالطاہر بن سرح روایت کی ہے، اور امام ابوداؤد نے کتاب الادب میں از احمد بن صالح روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فسیرانی فی الیقظة'' اور صحیح مسلم میں مذکور ہے ''فکما رانی فی الیقظة'' صحیح البخاری کی روایت سے مراد یہ ہے کہ جس نے آپ کو آپ کے زمانہ میں خواب میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو آپ کی طرف ہجرت کرنے کی توفیق دے گا اور آپ سے ملاقات کا شرف عطا فرمائے گا، یا اس روایت کا معنی ہے کہ وہ اس خواب کی تعبیر کی تصدیق کو آخرت میں دیکھ لے گا، یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخصوص طریقہ سے دیکھے گا اور اسے آپ کا قرب حاصل ہوگا اور آپ کی شفاعت حاصل ہوگی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ولا یتمثل الشیطان بی'' یعنی شیطان کے لیے میری صورت کی مثال حاصل نہیں ہوگی اور وہ میرے مشابہ نہیں ہو سکے گا۔ علماء نے کہا ہے: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیداری میں شیطان کو آپ کی صورت میں متمثل ہونے سے ممنوع قرار دیا ہے، اسی طرح خواب میں بھی شیطان کو آپ کی صورت میں متمثل ہونے سے ممنوع قرار دیا ہے تاکہ حق، باطل کے ساتھ مشتبہ نہ ہو جائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں امام بخاری کا یہ قول مذکور ہے کہ ابن سیرین نے کہا: جب کسی شخص نے خواب میں آپ کو آپ کی صورت میں دیکھا۔

امام بخاری کی شیخ سے روایت ہے کہ جب محمد بن سیرین کے سامنے کوئی مرد یہ بیان کرتا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے تو ابنِ سیرین اس سے پوچھتے بتاؤ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس صفت میں دیکھا ہے، اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی صفت بیان کرتا جس کو ابنِ سیرین نہیں پہچانتے تھے تو اسے کہتے تھے کہ تم نے آپ کو نہیں دیکھا، اور اس تعلیق کی سند صحیح ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ امام ابنِ ابی عاصم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ میں ہر صورت میں دکھائی دیتا ہوں'' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں صالح ہے جو التوأمۃ کا آزاد شدہ غلام ہے اور وہ ضعیف راوی ہے، کیونکہ آخری عمر میں اس کا حافظہ مختلط ہو گیا تھا، اور یہ اس سے روایت ہے جس نے اختلاط کے بعد اس سے حدیث کو سنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۰۔۲۱۱)

صحیح البخاری ۶۹۹۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا'' پس ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ کے زمانہ میں جن لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور آپ کی طرف ہجرت نہیں کی تو اللہ عزوجل نے ان کے اس خواب کو اس بات کی علامت بنا دیا کہ وہ عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھیں گے۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے: یعنی اس خواب کی تصدیق اور اس کی صحت بیداری میں ہو گی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن بیداری میں آپ کی تمام امت دیکھے گی، خواہ اس نے آپ کو خواب میں دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غیب کی خبر دی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے شیطان کو آپ کی صورت میں متمثل ہونے سے منع کر دیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا وہ آخرت میں آپ کے قریب ہو گا اور اس کو آپ کی شفاعت حاصل ہو گی، یہ علامہ نووی کا قول ہے۔

علامہ قزاز نے بیان کیا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ جو آپ پر ایمان لایا اور وہ آپ سے غائب تھا اور اس نے آپ کی زیارت نہیں کی تو وہ عنقریب آپ کو بیداری میں دیکھے گا، اور اس میں ہر اس شخص کے لیے بشارت ہے جو آپ پر ایمان لایا اور اس نے آپ کی زیارت نہیں کی، کیونکہ ضروری ہے کہ وہ موت سے پہلے آپ کو بیداری میں دیکھے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: جس نے خواب میں آپ کو اس صفت پر دیکھا جو زندگی میں آپ کی صفت معروف تھی تو اس نے آپ کو برحق دیکھا، پس اگر اس نے اس صورت کے خلاف دیکھا تو یہ خواب تاویل پر مبنی ہو گا حقیقت پر مبنی نہیں ہو گا۔

اور علامہ المازری نے کہا ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا خواہ صفتِ معروفہ پر دیکھا یا صفتِ غیر معروفہ پر دیکھا، اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے آپ ہی کو دیکھا۔

علامہ باقلانی نے کہا ہے: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس کا خواب صحیح ہے، کسی نے پوچھا: کیا اس نے رسول اللہ ﷺ کی اس صورت کو دیکھا جس صورت میں آپ تھے یا کوئی اور صورت اس کے مشابہ دیکھی، تو انہوں نے کہا: اس نے آپ کے مشابہ صورت دیکھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۱۶۵-۱۶۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۹۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی تحقیق کہ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنے والا آپ کو خواب میں آپ کی معروف صورت کے مطابق دیکھے یا کسی اور صورت کے مطابق دیکھے، ہر صورت میں اس کا خواب برحق ہے

قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کو خواب میں صفتِ معلومہ کے مطابق دیکھنا یہ حقیقت کا ادراک ہے، اور نبی ﷺ کو آپ کی صفتِ معلومہ کے غیر پر دیکھنا یہ آپ کی مثال کا ادراک ہے، کیونکہ صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کو زمین متغیر نہیں کرتی، اور آپ کی ذاتِ کریمہ کا ادراک آپ کی حقیقت کا ادراک ہے اور آپ کی صفات کا ادراک آپ کی مثال کا ادراک ہے۔

علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حدیث میں مذکور ہے ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھ ہی کو دیکھا یا اس نے برحق دیکھا''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے آپ کو آپ کی اس صورت پر دیکھا جو آپ کی حیات میں تھی تو اس کا خواب برحق ہے، اور جس نے آپ کو اس صورت کے غیر پر دیکھا تو اس کا خواب تاویل پر مبنی ہے۔

پھر علامہ نووی نے قاضی عیاض کے اس قول کا رد کیا اور کہا: یہ ضعیف ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس نے آپ کو حقیقت میں دیکھا ہے خواہ اس نے آپ کو آپ کی صفتِ معروفہ پر دیکھا ہو یا کسی اور صفت پر دیکھا ہو۔

اور علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس حدیث کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے، پس بعض علماء نے کہا: یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے، پس جس نے آپ کو نیند میں دیکھا، اس نے آپ کو حقیقت میں دیکھا جیسے اس نے آپ کو بیداری میں دیکھا ہو، اور اس قول پر یہ لازم آتا ہے کہ جس شخص نے بھی آپ کو خواب میں دیکھا، اس نے اسی صورت میں دیکھا جس میں آپ کی وفات ہوئی ہے، اور ایک وقت میں دو مختلف جگہوں سے دو آدمی آپ کو نہ دیکھ سکیں۔ اور یہ کہ اس وقت آپ زندہ ہوں اور اپنی قبر سے باہر آئیں اور بازاروں میں چلیں اور لوگوں سے خطاب کریں، اور اس سے لازم آئے گا کہ آپ کی قبر آپ کے جسم مبارک سے خالی ہو، پس قبر میں کوئی چیز نہ ہو جس کی زیارت کی جائے، اور یہ تمام امور جہالات پر مبنی ہیں۔

اور اس حدیث کی تاویل میں صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ مقصود ہے کہ ہر حالت میں آپ کی زیارت باطل نہیں ہے اور نہ وہ پریشان خواب ہے بلکہ فی نفسہٖ وہ خواب برحق ہے، خواہ آپ کو آپ کی صورت کے غیر پر دیکھا جائے، کیونکہ یہ صورت شیطان کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ قاضی ابوبکر بن الطیب وغیرہ کا قول ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کہ اس نے حق دیکھا ہے جس میں آپ دیکھنے والے کو آپ کسی چیز کی خبر دیتے ہیں، اگر وہ خبر ظاہر شریعت کے مطابق ہے تو فبہا ورنہ اس کی تاویل کی کوشش کی جائے گی اور اس کے معاملہ کو مہمل نہیں چھوڑا جائے گا، کیونکہ یا تو آپ خیر کی بشارت دیں گے یا شر سے ڈرائیں گے تاکہ دیکھنے والا ڈرے، یا اس کو کسی برے کام سے باز رکھنے کا فرمائیں گے، یا اس کو کسی حکم پر متنبہ فرمائیں گے جو اس کے دین یا دنیا میں واقع ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت بیداری میں بھی زیارت کی بشارت ہے

صالحین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، پھر انہوں نے آپ کی بیداری میں زیارت کی اور آپ سے ان مسائل کے متعلق سوال کیا جن مسائل میں وہ خوف زدہ تھے، تو آپ نے ان کو ایسے طریقہ کی طرف ہدایت دی جس سے وہ معاملہ ان پر واضح ہوگیا۔

بیداری میں زیارت پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا اشکال

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: اس میں سخت اشکال ہے، اگر اس کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے تو پھر یہ لوگ صحابہ قرار پائیں گے اور یہ ممکن ہوگا کہ قیامت تک صحابہ باقی رہیں۔ اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ بہ کثرت لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا، پھر ان میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ انہوں نے آپ کو بیداری میں بھی دیکھا ہے اور صادق کی خبر اس کے خلاف نہیں ہوتی۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی کے اشکال کا مصنف کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں: جن کاملین نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کی، اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ ان پر صحابہ کا اطلاق کیا جائے، کیونکہ صحابہ وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں ایمان کے ساتھ آپ کی زیارت کریں، اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی زیارت کریں ان کا صحابی ہونا لازم نہیں آتا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے اشکالِ مذکور کا علامہ ابن ابی جمرہ کی طرف سے جواب

علامہ ابن ابی جمرہ نے اس کو اولیاء اللہ کی کرامات پر محمول کیا ہے، پھر انہوں نے یہ ذکر کیا کہ یہ چیز نیک لوگوں کے ساتھ خاص ہے یا دوسروں کو بھی یہ چیز حاصل ہوتی ہے، کیونکہ خرقِ عادت کبھی زندیق کے لیے بھی ہوتی ہے تاکہ اس کو ڈھیل دی جائے جس طرح صدیق کے لیے خرقِ عادت بہ طورِ کرامت ہوتا ہے، اور ان میں فرق اس طرح ہوگا کہ جو کتاب اور سنت کی اتباع کرتا ہے اس کو جو خرقِ عادت حاصل ہوگا وہ کرامت ہوگی، اور جو کتاب وسنت کے خلاف عمل کرتا ہے، اس کے لیے خرقِ عادت اسے ڈھیل دینے کے لیے ہوگا اور وہ زندیق ہوگا۔

اشکالِ مذکور کے دیگر جوابات

(۱) آپ نے جو فرمایا ہے کہ "جو مجھے خواب میں دیکھے گا وہ عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا" یہ عام ہے یعنی حقیقتاً بیداری میں دیکھے گا یا کسی تاویل اور تعبیر سے بیداری میں دیکھے گا۔

(۲) آپ کا یہ ارشاد آپ کے زمانہ کے مومنین کے ساتھ مخصوص ہے، یعنی آپ کے زمانہ میں جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور انہوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے آپ کو نہیں دیکھا وہ عنقریب آپ کی زیارت کریں گے۔

(۳) ہوسکتا ہے کہ وہ آئینہ کے اندر آپ کو دیکھ لیں، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آئینہ میں آپ کی صورت کو دیکھا۔

(۴) جنہوں نے دنیا میں آپ کو خواب میں دیکھا، وہ قیامت کے دن آپ کو زیادہ خصوصیت کے ساتھ دیکھیں گے کہ ان کو آپ کا قرب حاصل ہوگا اور آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔

(۵) جنہوں نے دنیا میں آپ کو خواب میں دیکھا، وہ عنقریب دنیا میں آپ کو بیداری میں دیکھیں گے اور آپ سے ہم کلام ہوں گے، اور اس پر وہی اشکال ہے (مصنف کی طرف سے اس کا جواب ذکر کیا جا چکا ہے)۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۶۵۔۱۶۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی تحقیق کہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے والے بیداری میں حقیقتاً آپ کی زیارت سے مشرف ہوں گے

یہاں پر یہ سوال ہے کہ کیا یہ بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے یا آپ کی وفات کے بعد کو بھی شامل ہے، دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ بشارت صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے یا دیگر انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خواب میں زیارت کرنے والوں کو بھی شامل ہے، یا یہ بشارت ہر خواب میں آپ کی زیارت کرنے والے کو شامل ہے، یا یہ بشارت ان کے ساتھ مخصوص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے متبع ہوں اور کامل مسلمان ہوں؟

رہا یہ سوال کہ یہ بشارت بر سبیلِ عموم ہے یا آپ کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا یہ تقاضا ہو کہ یہ بشارت آپ کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے، اور جو شخص بغیر کسی دلیل کے اس میں تخصیص کا دعویٰ کرے اس کا قول ضعیف ہے۔

بعض لوگوں نے یہ کہا کہ جو دار البقاء میں ہیں وہ دار الفناء میں کس طرح دکھائی دیں گے؟ ان کا یہ قول دو وجہ سے مردود ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں یہ قید لگا رہے ہیں کہ یہ بشارت آپ کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے، جب کہ آپ نے کوئی قید نہیں لگائی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی قدرت سے جاہل ہیں اور اس کو عاجز سمجھتے ہیں، کیا انہوں نے بنی اسرائیل کی گائے کے قصہ کو نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اَضۡرِبُوۡهُ بِبَعۡضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحۡىِ اللّٰهُ الۡمَوۡتٰى ۔۔۔ (البقرہ: ۷۳)" (سو ہم نے کہا: اس گائے کے ایک ٹکڑے کو اس مقتول پر مارو، اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا)، پس میت کے اوپر گائے کے ایک ٹکڑے کو مارا گیا تو وہ ٹھیک ٹھاک زندہ ہو گیا اور اس مردہ نے اپنے قاتل کی خبر دی، اور یہ اس کی موت کے چالیس سال کے بعد کا واقعہ ہے؛ کیونکہ اہلِ علم نے ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کو گائے کی تلاش تک مؤخر کر دیا تھا، کیونکہ جس صفت کے مطابق گائے کو ذبح کرنا تھا، وہ گائے ان کو چالیس سال کے بعد حاصل ہوئی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں عزیر کا قصہ بیان فرمایا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے چار پرندے لیے اور ان کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پرندوں کو زندہ کر دیا، پس جس ذات نے مردہ کے اوپر گائے کے بعض حصہ کے مارنے کو اس کی حیات کا سبب بنا دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو پرندوں کے زندہ کرنے کا سبب بنا دیا اور عزیر نے جو تعجب کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے تعجب کو ان کے گدھے کے زندہ کرنے کا سبب بنا دیا جب کہ وہ سو سال تک مردہ رہا تھا تو وہ ذات اس پر کیوں قادر نہیں ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرے، اس زیارت کو اس کا سبب بنادے کہ وہ بیداری میں بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہو جائے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ نکالا اور آئینہ نکالا اور کہا: یہ آپ کا جبہ ہے اور یہ آپ کا آئینہ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے آئینہ میں دیکھا تو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت تھی اور میری اپنی صورت نہیں تھی۔

اور بہت متقدمین اور متاخرین سے منقول ہے کہ انہوں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور وہ اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرتے تھے اور انہوں نے بعد میں بیداری میں آپ کی زیارت کی اور آپ سے ان مسائل کے متعلق دریافت کیا جن میں وہ متردد تھے تو آپ نے ان کو خبر دی جس سے وہ خوش ہو گئے، اور جو شخص اس بات کا منکر ہے وہ یا تو کراماتِ اولیاء کا مصدِّق ہے یا مکذِّب ہے، اگر وہ کراماتِ اولیاء کا مکذِّب ہے تو ہماری اس سے بحث نہیں ہے، کیونکہ کراماتِ اولیاء قوی دلائل سے ثابت ہے، اور ہم کتاب کے شروع میں اس پر بحث کر چکے ہیں، اور اگر وہ کراماتِ اولیاء کا مصدِّق ہے تو اولیاء اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ خلافِ عادت کاموں کو ظاہر فرماتا ہے عالمِ علوی میں بھی اور عالمِ سُفلی میں بھی، تو جو شخص کراماتِ اولیاء کی تصدیق کرتا ہو وہ اس کا کیسے انکار کرے گا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی وہ عنقریب آپ کی بیداری میں بھی زیارت کرے گا۔

اس پر دلیل کہ شیطان کسی نبی کی صورت کی مثل نہیں بنا سکتا

کیا تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اس بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہیں کہ شیطان ان کی صورت اور ان کی مثل نہیں اختیار کر سکتا، یا یہ چیز ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ چیز ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یا تمام رسولوں کے لیے عام ہے، اور نہ یہ ایسے امور ہیں کہ جن کو قیاس سے جانا جائے یا عقل سے جانا جائے۔ اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مقام ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز تمام انبیاء علیہم السلام کے لیے عام ہے، اور شیطان انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی نبی کی صورت نہیں بن سکتا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت و کرامت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا گوشت زمین کے اوپر حرام ہے حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے باہر آئے ہیں تو آپ نے انبیاء علیہم السلام کو اس کرامت میں اپنی مثل قرار دیا۔ (بہجۃ النفوس ج ۴ ص ۲۳۷۔۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۸ھ)

خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والے کے لیے آپ کی مثال کا ثبوت

علامہ عبد الرؤف المناوی المصری المتوفی ۱۰۰۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرتا ہے، وہ بیداری میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ آپ کے جسم کو دیکھتا ہے بلکہ مثال کو دیکھتا ہے، پس جو شکل دکھائی دیتی ہے وہ نہ آپ کی روح ہوتی ہے نہ آپ کا شخص ہوتا ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ وہ آپ کی مثال ہوتی ہے، اس چیز کو امام حجۃ الاسلام نے ذکر کیا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "شیطان میری مثل نہیں بن سکتا" یعنی شیطان اس کی طاقت نہیں رکھتا خواہ دیکھنے والا آپ کو آپ کی صفتِ معروفہ پر دیکھے یا کسی اور صفت پر دیکھے، کیونکہ اللہ سبحانہٗ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے اور گمراہوں کے لیے ہدایت دینے والا بنایا ہے اور آپ شیاطین کے وسوسوں سے محفوظ ہیں۔ پھر آپ کی جو صورت دکھائی دے اگر وہ آپ کی صورتِ حقیقیہ ہو خواہ کسی وقت کی صورت ہو جب آپ شباب میں تھے یا جب آپ شباب سے اوپر عمر میں تھے یا ادھیڑ عمر میں تھے یا اخیر عمر میں تھے، تو یہ کسی تاویل کی محتاج نہیں ہے، اور اسی وجہ سے کہا ہے: جس نے آپ کو بڑھاپے کی حالت میں دیکھا تو وہ اسلام کے انتہائی درجہ پر ہے، اور جس نے آپ کو جوانی کی حالت میں دیکھا تو وہ انتہائی جنگ کی حالت میں ہے، اور جس نے آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو وہ آپ کی سنت پر عامل ہے، اور جس نے آپ کو آپ کی حالت اور ہیئت پر دیکھا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ دیکھنے والا اچھے حال میں ہے اور وہ کمال وجاہت میں ہے اور کامیابی میں ہے، اور اس کے برعکس دیکھا تو وہ اس کے برعکس حال پر دلیل ہے، کیونکہ آپ شفاف آئینہ کی مثل ہیں اور اس آئینہ میں اس کے مقابل کی صورت مرتسم ہوتی ہے اگرچہ آپ کی ذات ہمیشہ حسین حال پر ہوتی ہے اور اسی سے معلوم ہوا کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں آپ کا اوصافِ مختلفہ کے ساتھ دکھائی دینا صحیح ہے جیسا کہ سورج کو ہر انسان ایک ساعت میں صفاتِ مختلفہ کے ساتھ مشرق اور مغرب میں دیکھتا ہے، اسی طرح آپ ہیں۔

علامہ البارزی اور الیافعی اور الجیلی اور الشاذلی اور المرسی اور القسطلانی وغیرہم سے منقول ہے کہ ان سب نے آپ کی بیداری میں زیارت کی ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے کہا ہے کہ اربابِ قلوب اپنی بیداری میں ملائکہ کا اور ارواحِ انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان سے ان کی آوازوں کو سنتے ہیں اور ان سے ان کے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔

علامہ القولوی نے کہا ہے: جس کی مناسبت انبیاء اور اولیاء میں سے ارواحِ کاملین کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے تو وہ اس پر قادر ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ جمع ہو خواہ نیند میں خواہ بیداری میں۔

علامہ قرطبی نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے: اس قول سے یہ لازم آئے گا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے نکل جائیں اور بازاروں میں چلیں اور لوگوں سے کلام کریں، لیکن ان کا یہ کلام اس لیے صحیح نہیں ہے کہ کراماتِ اولیاء ثابت ہیں، پس عقلاً اور شرعاً اور عادتاً اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ جو ولی بعید ہو اس کو اللہ سبحانہٗ یہ عزت عطا فرمائے کہ اس کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریفہ کے درمیان کوئی ستر اور حجاب نہ ہو جیسے آئینہ اپنے پیچھے کی چیزوں کی حکایت کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ مبارک میں زندہ ہیں، پس اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ولی کو یہ عزت عطا فرمائے کہ وہ آپ سے ہم کلام ہو اور اپنی سر کی آنکھوں سے آپ کی زیارت کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اگر یہ بات صحیح مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ آپ کو دیکھنے والے صحابی ہوں۔ اور ان کی یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بات مردود ہے، اس لیے کہ صحابی ہونے کی شرط یہ ہے کہ دیکھنے والا آپ کو آپ کی حیاتِ ظاہرہ میں دیکھے۔

(شرح شمائل ترمذی ج ۲ ص ۲۹۱۔ ۲۹۲، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

۶۹۹۴۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِي وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مختار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثابت البنانی نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بنا سکتا اور مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۲۶۴، ۲۲۶۶، سنن ترمذی: ۲۲۷۶، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۱، مسند احمد: ۳۵۴۹، سنن دارمی: ۲۱۳۹)

صحیح البخاری: ۶۹۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں نبی ﷺ کی خواب میں زیارت کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی اسی کا بیان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کے تمام رجال بصری ہیں۔

اس حدیث کی امام ترمذی نے شمائل میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فقد رآنی" ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دیکھنے والے کا دیکھنا صحیح ہے اور یہ کوئی پریشان اور بے تکا خواب نہیں ہے اور نہ شیطان کی تشبیہات میں سے ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس حدیث کی بعض سندوں سے روایت ہے کہ اس نے حق دیکھا ہے۔

علامہ الطیبی نے کہا ہے: یہاں پر شرط اور جزا متحد ہیں (کیونکہ شرط ہے "من رانی فی المنام" اور جزا ہے "فقد رآنی")، اور یہ انتہائی کمال پر دلالت کرتا ہے، یعنی اس نے ایسا خواب دیکھا ہے جس کے بعد اور کوئی چیز نہیں ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ خبر کے معنی میں ہے، یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اور پھر اس کی خبر دی تو یہ خواب برحق ہے، یہ پریشان خواب اور شیطان کے تخیلات میں سے نہیں ہے، اور اس کا دیکھنا خبر دینے کا سبب ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ خواب کیسے برحق ہوگا حالانکہ آپ مدینہ میں ہیں اور دیکھنے والا مشرق میں ہوتا ہے یا مغرب میں ہوتا ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ خواب ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے اور اس میں عقلاً یہ شرط نہیں ہے کہ خواب دیکھنے والا جس کو خواب میں دیکھے اس کے سامنے ہو یا اس کے بالمقابل ہو یا اس کے مقارن ہو، اور نہ یہ کہ اس کی آنکھوں سے شعاع بصری نکلے، اس قسم کی کوئی شرط نہیں ہے، اسی لیے جائز ہے کہ چین میں کوئی نابینا آدمی اندلس کی زمین کو دیکھے، اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ کئی مرتبہ خواب میں دیکھنے والا آپ کو آپ کی صفتِ معروفہ کے خلاف دیکھتا ہے اور دو شخص آپ کو ایک حالت میں دو مختلف جگہوں میں دیکھتے ہیں اور جسمِ واحد تو صرف ایک جگہ پر ہوتا ہے۔

علامہ نووی نے اس کے جواب میں بعض لوگوں سے نقل کر کے لکھا ہے: یہ دیکھنے والے کا گمان ہے کہ اس نے آپ کو اس طرح دیکھا ہے، اور کبھی دیکھنے والا بعض خیالات کو مشاہدہ میں دیکھتا ہے، پس آپ کی ذاتِ شریفہ قطعی طور پر دکھائی دیتی ہے، اس میں کوئی خیال اور گمان نہیں ہوتا لیکن یہ امور کبھی خیالی ہوتے ہیں اور دیکھنے والے کو عارض ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فان الشیطان لایتمثل بی" اور کتاب العلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا، اور امام ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شیطان کے لیے میری صورت میں متمثل ہونا مناسب نہیں ہے، اور صحیح مسلم میں یہ ہے کہ وہ میرے مشابہ نہیں ہوسکتا، اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شیطان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ میری صورت کی مثل بن سکے، اور حضرت ابوقتادہ کی روایت ہے جو عنقریب آئے گی کہ شیطان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ میری صورت میں دکھائی دے۔ اور اس باب کے آخر میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ شیطان میری طرح نہیں بن سکتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۱۔ ۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَمَنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفِثْ عَنْ شِمَالِهِ ثَلَاثًا وَلْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَرَاءَى بِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی جعفر، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی از قتادہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک خواب اللہ کی طرف سے ہے اور حُلُم شیطان کی طرف سے ہے، پس جس شخص نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس کو وہ ناپسند کرتا ہو تو وہ بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے تو وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا، اور شیطان میرا قصد نہیں کرسکتا۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۲، ۵۷۴۷، ۶۹۸۴، ۶۹۸۶، ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، ۷۰۰۵، ۷۰۴۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند احمد: ۲۲۰۵۸، موطا امام مالک: ۱۷۸۴، سنن دارمی: ۲۱۴۱)

صحیح البخاری: ۶۹۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ "شیطان میرا قصد نہیں کرسکتا"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۶۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ خَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ رضی الله عنه قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ تَابَعَهُ يُونُسُ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۶۷، مسند احمد: ۷۵۰۰، سنن دارمی: ۲۱۴۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن خلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے الزبیدی نے حدیث بیان کی از الزہری، انہوں نے کہا کہ ابوسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا۔
اس حدیث کی یونس اور زہری کے بھتیجے نے متابعت کی ہے

صحیح البخاری: ۶۹۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فقد رای الحق" یعنی اس کا خواب صحیح ہے، پریشان خواب نہیں ہے اور نہ خیالات باطلہ ہیں، علامہ الطیبی نے کہا کہ حق یہاں پر مصدر مؤکد ہے، یعنی اس نے جو کچھ دیکھا وہ برحق دیکھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَكَوَّنُنِي۔

(صحیح مسلم: ۲۲۶۷، مسند احمد: ۷۵۰۰، سنن دارمی: ۲۱۴۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق دیکھا، کیونکہ شیطان میری طرح نہیں ہوسکتا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۶۹۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فان الشیطان لایتکوننی" یعنی شیطان میری مثل نہیں ہوسکتا، یا شیطان میری شکل نہیں بنا سکتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۹۹۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والا صرف آپ کی وفات سے پہلے بیداری میں آپ کی زیارت کرے گا

اس حدیث میں مذکور ہے "جس نے میری خواب میں زیارت کی وہ عنقریب بیداری میں میری زیارت کرے گا" یہ صرف آپ کی وفات سے پہلے صحیح ہے اور آپ کی وفات کے بعد یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ آپ کو بیداری میں دیکھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہو گئے اور آپ اپنی قبر میں باقی ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۸۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

شیخ ابن عثیمین کی شرح پر مصنف کا تعاقب

شیخ ابن عثیمین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنے اوپر اور عام لوگوں پر قیاس کیا ہے کہ وہ وفات کے بعد قبر سے باہر نہیں آسکتے، اگر اس اصول کو مان لیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام کو مسجد اقصیٰ میں جو نماز پڑھائی اور آسمانوں پر حضرت آدم، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت یوسف اور حضرت ہارون اور حضرت ادریس اور حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام سے جو ملاقات کی اس کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ اور جب یہ تمام انبیاء علیہم السلام وفات اور مدفون ہونے کے بعد مسجد اقصیٰ میں آسکتے ہیں اور آسمانوں پر جاسکتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیونکر ممکن نہیں کہ آپ بھی وفات کے بعد اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائیں اور اپنے محبین کو اپنی زیارت کرائیں۔

آپ کی وفات کے بعد جس نے آپ کو خواب میں دیکھا، اس کے آپ کو بیداری میں دیکھنے کے متعلق فقہاء اسلام کی تصریحات

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ نے "تنویر الحوالک" میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی زیارت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ مجھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا"۔ (صحیح البخاری: ۶۹۹۳، صحیح مسلم: ۲۲۶۶، مسند احمد: ۱۷۴۳)

علامہ ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے کہ متعدد عارفین نے نیند کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کی اور آپ سے سوالات کر کے دینی مسائل کی مشکلات کو سمجھا اور اس حدیث کی تصدیق کی۔

علماء کا اس میں کافی اختلاف ہے کہ آپ کو بیداری میں دیکھنے والا آپ کے جسم اور بدن کو دیکھے گا یا آپ کی مثال کو دیکھے گا، علامہ جلال الدین سیوطی نے عبارات علماء کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ احادیث اور عبارات علماء سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم مبارک اور اپنی روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف عالم میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف فرماتے ہیں، اور آپ اسی حالت میں جس حالت میں آپ وفات سے پہلے تھے اور اس میں بالکل فرق نہیں ہوا، اور آپ زندہ ہونے کے باوجود لوگوں کی نظروں سے اس طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے ان کی نظروں سے غائب ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو آپ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو آپ کے اور اس بندے کے درمیان جو حجابات ہوتے ہیں وہ اٹھا دیتا ہے، اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، تو پھر آپ کی مثال کی کیا ضرورت ہے، اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبروں سے باہر جانے اور اس جہان میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے اور اس پر بہ کثرت احادیث ناطق اور شاہد ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی زیارت اس طرح نہیں ہوتی جیسے عام طور پر لوگ ایک دوسرے کو دنیا میں دیکھتے ہیں، یہ ایک حالت برزخیہ اور امر وجدانی ہے، اس کی حقیقت کو وہی شخص پا سکتا ہے جس کو یہ مرتبہ حاصل ہوا ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دیکھنے والا آپ کی روح کو دیکھتا ہے اور وہ روح کسی صورت میں متمثل ہو جاتی ہے جب کہ وہ روح اس وقت آپ کے جسم مبارکہ میں بھی ہوتی ہے جس طرح وہ روضہ مبارک میں ہے جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں حاضر ہوتے ہیں یا کسی اور صورت میں اور اس وقت وہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی جدا نہیں ہوتے، اور رہا آپ کا جسم مثالی، تو اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قدسیہ متعلق ہوتی ہے، اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ غیر متناہی اجسام مثالیہ ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ آپ کی روح واحدہ متعلق ہو، اور یہ اس طرح ہو جیسے روح واحدہ کا تعلق ایک جسم کے متعدد اجزاء کے ساتھ ہوتا ہے، اور ہماری اس تقریر سے شیخ ابوالعباس تنجی کے اس قول کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ انہوں نے آسمان، زمین عرش اور کرسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا ہوا دیکھا اور یہ عقدہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد مقربین نے ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۲۔ ۵۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اور علامہ سراج الدین ابن الملقن نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النحر نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور وہ نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت فیض حاصل کرتے تھے، انہوں نے ایک رات میں سترہ (۱۷) مرتبہ آپ کی زیارت کی، ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا: اے خلیفہ! تم میری زیارت کے لیے اتنے بے قرار نہ ہوا کرو، کیونکہ کتنے اولیاء تو میرے دیدار کی حسرت میں ہی فوت ہو چکے ہیں، اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے "لطائف المنن" میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ابوالعباس المرسی سے کہا: آپ نے بہت سے شہروں میں بہت سے لوگوں سے ملاقات کی ہے، آپ اپنے اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کرلیں، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا، اور انہوں نے کہا کہ اگر میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے اوجھل پاؤں تو میں اس ساعت میں خود کو مسلمان شمار نہیں کرتا اور اس قسم کی عبارات اولیاء کرام سے بہت منقول ہیں۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے، جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے اس کو زیارت ہوجاتی ہے، کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی ہے، (علامہ عبدالوہاب شعرانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی ہے اور بالمشافہ ملاقات کی ہے) (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴، لواقح الانوار القدسیہ ص ۱۷۔ سعیدی غفرلہٗ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا۔ الیٰ قولہ۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے "صحیح البخاری" پڑھی، پھر امام شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا، ان میں سے ایک حنفی تھا، اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا: بیداری میں آپ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴، مطبع حجازی، مصر)

میں کہتا ہوں: اتنی کثیر تصریحات کے بعد شیخ ابن عثیمین کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کے انکار کو کون اہمیت دے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۱۔ بَابٌ: رُؤْيَا اللَّيْلِ — رات کے وقت خواب دیکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رات کے وقت جو خواب دیکھا جائے کیا وہ اس خواب کے برابر ہوتا ہے جو دن کے وقت دیکھا جائے، یا اس میں کوئی فرق ہے؟

ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ زیادہ سچا خواب وہ ہوتا ہے جو سحر کے وقت دیکھا جائے، اس حدیث کی امام احمد نے مرفوعاً روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور علامہ نصر بن یعقوب الدینوری نے ذکر کیا ہے کہ اگر رات کے شروع حصہ میں خواب دیکھا جائے تو اس کی تعبیر دیر سے آتی ہے اور آدھی رات کو خواب دیکھا جائے تو اس کی تعبیر جلدی آتی ہے اور سب سے زیادہ خواب کی تعبیر اس خواب کی آتی ہے جو سحر کے وقت دیکھا جائے خاص طور پر طلوع فجر کے وقت۔ اور امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ دوپہر کے وقت خواب دیکھنے کی تعبیر جلدی آتی ہے۔

رَوَاهُ سَمُرَةُ — حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث روایت کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ عینی لکھتے ہیں:

یعنی رات کے خواب کے متعلق حضرت سمرہ بن جندب الفزاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی نے حدیث روایت کی ہے، اوران کی حدیث کتاب التعبیر کے آخر میں آئے گی۔ان شاء اللہ۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۳، دارالکتب العلمیہ ،بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ الْبَارِحَةَ إِذْ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ حَتّٰى وُضِعَتْ فِي يَدِي قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَذَهَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَنْتُمْ تَنْتَقِلُونَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن المقدام العجلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن الطفاوی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مفاتیح الکلم (کلمات کی چابیاں) دی گئیں، اور رُعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، اور جس وقت میں گزشتہ رات سویا ہوا تھا تو مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں حتیٰ کہ میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور تم ان خزانوں کو منتقل کر رہے ہو۔

(صحیح البخاری: ۲۹۷۷، ۶۹۹۸، ۷۰۱۳، ۷۲۷۳، صحیح مسلم: ۵۲۳، سنن نسائی: ۳۰۸۹، مسند احمد: ۷۵۵۷)

صحیح البخاری: ۶۹۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "اور جس وقت کہ میں گزشتہ رات سویا ہوا تھا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عبدالرحمٰن الطفاوی، اس میں بنو طفاوہ کی طرف نسبت ہے، یا طفاوہ کی طرف نسبت ہے جو ایک جگہ کا نام ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، اور وہ ابن سیرین ہیں۔ اور یہ حدیث امام بخاری کے تفردات میں سے ہے۔

حدیثِ مذکور کے معانی

"مفاتیح الکلم" اور "جوامع الکلم" کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مفاتیح الکلم" یعنی الفاظ کم ہوں اور معانی بہت زیادہ ہوں، اور یہ آپ کی انتہائی بلاغت ہے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ "مجھے جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے"۔
امام بخاری نے کہا ہے: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جوامع الکلم وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن امور کثیرہ کو جمع فرماتا ہے جو آپ سے پہلے آسمانی کتابوں میں لکھے گئے تھے، کسی ایک امر کے متعلق یا دو امروں کے متعلق یا اس کی مثل۔

رُعب سے آپ کی مدد کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "نُصِرتُ بالرُعب" یعنی لشکرِ اسلام کی ہیبت سے دشمن شکست کھا جاتے ہیں اور خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور گھوڑے اور اونٹ دوڑائے بغیر وہ اطاعت کر لیتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "البارِحة" یہ گزری ہوئی رات کا نام ہے خواہ وہ زوال سے پہلے ہو۔
اس حدیث میں مذکور ہے "تنتقلونها" یعنی تم مالِ غنیمت حاصل کرتے ہو، اور تم مالِ غنیمت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہو جیسا کہ مسلمانوں نے کسریٰ کے خزانوں کو اور قیصر کے دفینوں کو منتقل کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۳۔ ۲۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ أُرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا آدَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَوْ عَلَى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ إِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ أَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات مجھے اپنے آپ کو کعبہ کے پاس خواب میں دکھایا گیا، میں نے ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا، جیسے تم کسی بہت خوبصورت گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھتے ہو، ان کے حسین لمبے لمبے بال تھے جیسے تم بہت خوبصورت لمبے بالوں والا کوئی آدمی دیکھتے ہو اور ان سے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور وہ دو آدمیوں کے سہارے یا دو آدمیوں کے کندھوں کے سہارے بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ پس مجھے بتایا گیا کہ یہ المسیح ابن مریم (علیہ السلام) ہیں، پھر میں ایک گھونگھریالے بالوں والے کے ساتھ تھا جس کی دائیں آنکھ کانی تھی اور وہ انگور کے دانے کی طرح ابھری ہوئی تھی، میں نے سوال کیا یہ کون ہے؟ پس بتایا گیا کہ یہ المسیح الدجال ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۵۹۰۲، ۶۹۹۹، ۷۰۲۶، ۷۱۲۸)

صحیح البخاری: ۶۹۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''رات کو خواب دیکھنا'' اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے'' مجھے آج رات خواب میں دکھایا گیا''۔
یہ حدیث کتاب اللباس میں از عبداللہ بن یوسف گزر چکی ہے اور امام مسلم نے اس کو کتاب الایمان میں از یحییٰ بن یحییٰ روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''أرانی اللیلة'' یعنی میں نے اپنے آپ کو دیکھا، اور ''اللیلة'' میں بر بنائے ظرف نصب ہے، اور عنقریب باب طواف بالکعبة میں ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت آئے گی کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہوں۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''مِن أدم الرجال'' أدم میں ہمزہ پر پیش ہے اور دال ساکن ہے، یہ آدم کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: گندمی رنگ والا۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ وہ رنگ ہے جو گندمی رنگ کی طرف مائل ہو، اور ابو عبدالملک نے کہا ہے کہ آدم کا معنی ہے: جس میں سیاہی کم ہو۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''لہٗ لِمَّةٌ'' اس میں لام کے نیچے زیر ہے اور میم پر تشدید ہے، اور لمة ان بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں کی لو سے متجاوز ہوں، اور ''اللِمَم'' لمة کی جمع ہے اور جب بال کندھوں تک پہنچ جائیں تو ان کو ''جمة'' کہتے ہیں اور جو اس سے کم ہوں تو ان کو ''الوَفرة'' کہتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''رَجَّلَها'' جیم پر تشدید ہے، یعنی بالوں کو سنوارا۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''او علی عواتق رِجلین'' اس میں راوی کو شک ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دو آدمیوں کے سہارے طواف کر رہے تھے یا دو آدمیوں کے کندھوں کے سہارے طواف کر رہے تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''جعد'' یعنی وہ بال سیدھے نہ ہوں گھنگریالے ہوں۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''قطط'' یہ گھونگھریالے بالوں کا مبالغہ ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''طافیة'' جب کوئی چیز پانی کی سطح سے ابھر کر اوپر آ جائے تو کہا جاتا ہے ''طفا الشیء علی الماء'' خلاصہ یہ ہے کہ دجال کی آنکھ اس کے چہرے پر ابھری ہوئی ہوگی جیسے انگور کا دانہ ہوتا ہے۔
علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ دجال کی آنکھ نکلی ہوئی ہوگی اور اس کی روشنی جا چکی ہوگی جیسا کہ انگور کا پانی سوکھ جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''المسیح الدجال''۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب وہ کسی آفت زدہ بیمار آدمی پر ہاتھ پھیرتے تو وہ تندرست ہو جاتا، اور دجال کے مسیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ رگڑی ہوئی تھی۔ ہم نے اپنی کتاب ''زین المجالس'' میں دجال کو دجال کہنے کی دس وجوہ بیان کی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہنے کی تئیس وجوہ بیان کی ہیں، لیکن یہاں پر ہم نے طوالت سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بچنے کے لیے اختصار کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۴۔۲۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: مجھے آج رات خواب میں دکھایا گیا، اور پھر حدیث بیان کی۔

(صحیح البخاری: ۷۰۴۶، صحیح مسلم: ۲۲۶۹، سنن ترمذی: ۲۲۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۶۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۸، مسند احمد: ۲۱۱۴، سنن دارمی: ۲۱۵۶)

وَتَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَسُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

زہری کی متابعت سلیمان بن کثیر نے اور زہری کے بھتیجے نے اور سفیان بن حسین نے زہری سے کی ہے از عبید اللہ از حضرت ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَوْ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

اور الزبیدی نے کہا از الزہری از عبید اللہ، کہ حضرت ابن عباس یا حضرت ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

وَقَالَ شُعَيْبٌ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَكَانَ مَعْمَرٌ لَا يُسْنِدُهُ حَتَّى كَانَ بَعْدُ۔

اور شعیب اور اسحاق بن یحییٰ نے از الزہری روایت کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے تھے، اور معمر اس حدیث کی سند نہیں بیان کرتے تھے حتیٰ کہ بعد میں انہوں نے اس کی سند بیان کی۔

صحیح البخاری: ۷۰۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس حدیث میں بھی رات کو خواب میں دیکھنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں یحییٰ کا ذکر ہے، یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ہیں جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن عبد اللہ کا ذکر ہے، یہ ابن عتبہ بن مسعود الہذلی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انی أریت" یہ مجہول کا صیغہ ہے، اور ایک روایت میں ہے "انی رایت" یعنی میں نے دیکھا، اور امام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بخاری نے اتنی مقدار پر اکتفاء کر لیا، اور عنقریب ''باب من لم یر الرؤیا لاول عابر'' یہ حدیث مکمل آئے گی اور وہیں اس کی شرح آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۲۔ بَابُ: الرُّؤْيَا بِالنَّهَارِ دن کے وقت خواب دیکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس خواب کا بیان کیا گیا ہے جس کو دن میں دیکھا گیا ہو۔

وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ رُؤْيَا النَّهَارِ مِثْلُ رُؤْيَا اللَّيْلِ۔

اور ابن عون نے از ابن سیرین روایت کی کہ دن میں دیکھا ہوا خواب رات میں دیکھے ہوئے خواب کی مثل ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

یعنی دونوں خوابوں کا حکم ایک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام حرام بنت ملحان کے پاس جاتے تھے اور وہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، پس ایک دن آپ ان کے پاس گئے، انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا، اور وہ آپ کے سر میں جوئیں دیکھ رہی تھیں، پس رسول اللہ ﷺ سو گئے، پھر آپ بیدار ہوئے اور اس وقت آپ ہنس رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۷۸۸، ۲۷۹۹، ۲۸۷۷، ۲۸۹۴، ۶۲۸۲، ۷۰۰۱، ۲۷۸۹، ۲۸۰۰، ۲۸۷۸، ۲۸۹۵، ۲۹۲۴، ۷۰۰۲، صحیح مسلم: ۱۹۱۲، سنن ترمذی: ۱۶۴۵، سنن النسائی: ۳۱۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۴۹۰، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۶، مسند احمد: ۱۳۷۷۹، موطا امام مالک: ۱۰۱۱، سنن دارمی: ۲۴۲۱)

۷۰۰۲۔ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ شَكَّ إِسْحَاقُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو کیا چیز ہنساتی ہے؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے تھے، وہ اس سمندر کے وسط میں تختوں پر اس طرح سوار تھے جس طرح تختوں پر بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں، یا جیسے تختوں پر بادشاہ ہوتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ كَمَا قَالَ فِي الْأُولَى قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ۔

ہیں، راوی اسحاق کو شک ہے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کردے، پس ان کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا کی، پھر آپ نے اپنا سر رکھ دیا، پھر آپ بیدار ہوئے اور اس وقت آپ ہنس رہے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو کیا چیز ہنساتی ہے؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے تھے، اسی طرح فرمایا جس طرح پہلی بار فرمایا تھا، حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: میں نے عرض: کیا یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کردے، آپ نے فرمایا: تم پہلوں میں سے ہو، پس حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں خشکی میں سوار ہوئیں تو جس وقت وہ سمندر سے نکلیں تو سواری نے ان کو گرادیا، پس وہ شہید ہوگئیں۔

(صحیح البخاری: ۲۷۸۸، ۲۷۹۹، ۲۸۷۷، ۲۸۹۴، ۶۲۸۲، ۷۰۰۱، ۲۷۸۹، ۲۸۰۰، ۲۸۷۸، ۲۸۹۵، ۲۹۲۴، ۷۰۰۲، صحیح مسلم: ۱۹۱۲، سنن ترمذی: ۱۶۴۵، سنن النسائی: ۳۱۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۴۹۰، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۶، مسند احمد: ۱۳۷۷۹، موطا امام مالک: ۱۰۱۱، سنن دارمی: ۲۴۲۱)

صحیح البخاری: ۷۰۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "پس رسول اللہ ﷺ سو گئے پھر آپ بیدار ہوئے اور اس وقت آپ ہنس رہے تھے"۔

یہ حدیث کتاب الجہاد میں از عبداللہ بن یوسف گزر چکی ہے، اور کتاب الاستیذان میں از اسماعیل گزر چکی ہے، اور امام مسلم نے کتاب الجہاد میں اس کی از یحییٰ بن یحییٰ روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کے جانے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "یدخل علی ام حرام بنت ملحان" حضرت ام حرام، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے پاس جانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ آپ کی رضاعی خالہ تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے جوئیں نکالنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "تفلی" یہ ترمی کے وزن پر ہے، یعنی جوئیں نکالتی تھیں۔

میں کہتا ہوں: جوئیں میل کچیل اور گندگی سے پیدا ہوتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں سب سے بڑھ کر طیب وطاہر اور نظیف تھے، اس لیے آپ اس سے بری ہیں کہ آپ کے سر میں جوئیں ہوں، اور ہوسکتا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا آپ کے سر کو سہلا رہی ہوں جس کو راوی نے سر میں جوئیں دیکھنے سے تعبیر کیا، کیونکہ اس زمانہ میں عام طور پر لوگوں کے سروں میں جوئیں ہوتی تھیں، یا جیسے عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کے سر میں جوئیں دیکھتی ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ قرار دینے پر علامہ عینی کا تبصرہ

اس حدیث میں مذکور ہے "فی زمان معاویة" بعض شارحین نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح تھی اور یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس زمانہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے اور خلیفہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، اور اگر ہم یہ مان لیں کہ وہ حضرت معاویہ کے زمانہ کا یہ واقعہ ہے تب بھی خلافت کا دعویٰ صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی" اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے لوگوں کو ملوک اور بادشاہ کا نام دیا گیا ہے، خواہ وہ اپنے آپ کو خلفاء کہتے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۶۔۲۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۳۔ بَابُ: رُؤْيَا النِّسَاءِ — خواتین کے خواب کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں عورتوں کے خواب کا بیان ہے، علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس پر اتفاق ہے کہ مومنہ صالحہ اس حدیث کے تحت داخل ہے کہ مومن صالح کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔

نیز علامہ بن بطال نے کہا ہے: عورتوں کا خواب صحیح ہوتا ہے جیسے مردوں کا خواب صحیح ہے اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُمُ اقْتَسَمُوا الْمُهَاجِرِينَ قُرْعَةً قَالَتْ فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ وَأَنْزَلْنَاهُ فِي أَبْيَاتِنَا فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَلَمَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا جو کہ انصار کی ایک خاتون تھیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، وہ بیان کرتی ہیں کہ صحابہ کرام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تُوُفِّيَ غُسِّلَ وَكُفِّنَ فِي أَثْوَابِهِ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَا يُدْرِيكِ أَنَّ اللهَ أَكْرَمَهُ فَقُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَمَّا هُوَ فَوَاللهِ لَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ وَوَاللهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللهِ مَاذَا يُفْعَلُ بِي فَقَالَتْ وَاللهِ لَا أُزَكِّي بَعْدَهُ أَحَدًا أَبَدًا۔

نے قرعہ اندازی کے ذریعہ مہاجرین کو اپنے اپنے حصہ میں تقسیم کر دیا، حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا نے بتایا: پس ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قرعہ آ گیا، اور ہم نے ان کو اپنے گھروں میں داخل کر لیا، پھر ان کو وہ درد ہو گیا جس درد میں ان کی وفات ہو گئی، پس جب ان کی وفات ہو گئی، انہیں غسل دیا گیا اور انہیں ان کے کپڑوں میں کفن پہنایا گیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: اے ابو السائب! آپ پر اللہ کی رحمت ہو، میں آپ کے متعلق گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی ہے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کس چیز نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت دی ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ قربان ہوں، پھر کس کو اللہ تعالیٰ عزت دے گا؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہے وہ تو اللہ کی قسم! ان کے پاس یقینی بات آ گئی ہے، اور اللہ کی قسم! بے شک میں ان کے لیے خیر کی امید رکھتا ہوں، اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا! حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس کے بعد کسی کی تحسین نہیں کروں گی۔

(صحیح البخاری: ۱۲۴۳، ۲۶۸۷، ۳۹۲۹، ۷۰۰۳، ۷۰۰۴، ۷۰۱۸، مسند احمد: ۲۶۹۱۱)

صحیح البخاری: ۷۰۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے "پس میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے لیے ایک چشمہ جاری تھا، تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس خواب کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: یہ عثمان کا عمل ہے، اور یہ حدیث ابھی آئے گی، اور یہی اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی توجیہ ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں حضرت ام العلاء ابنۃ الحارث بن ثابت بن حارثہ بن ثعلبہ ابن حلاس بن امیہ الانصاریہ کا ذکر ہے، یہ ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی اور رسول اللہ ﷺ ان کی بیماری میں ان کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عیادت فرماتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انھم اقتسموا المھاجرین" یعنی انصار میں سے ہر ایک نے جب مہاجرین مدینہ آئے تو ان میں سے ایک ایک کو لے لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فطار لنا" یعنی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قرعہ ہمارے نام نکل آیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فوجع" یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابا السائب" یہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ ما ادری وانا رسول اللہ" یعنی اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغفور ہیں، کیونکہ آپ کے تمام اگلے پچھلے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کی مغفرت کر دی گئی ہے اور آپ کے لیے وہ مقاماتِ محمودہ ہیں جو دوسروں کے لیے نہیں ہیں تو پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں علمِ تفصیلی کی نفی ہے، اور آپ کو جو معلوم تھا وہ علمِ اجمالی تھا۔

علامہ داؤدی نے اس کے جواب میں کہا ہے: یہ آپ نے اس وقت کہا جب آپ کو یہ خبر نہیں دی گئی تھی کہ اہلِ بدر جنت میں داخل ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۰۳، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی فوت شدہ شخص کے متعلق مغفور کہنے کا عدمِ جواز

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی فعل کے متعلق وثوق سے خبر دے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر ضرور رحم فرمائے گا یا ضرور اس کی مغفرت فرما دے گا یا ضرور اس کو عزت دے گا، لیکن اس طرح کہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے خیر کی امید ہے، اور یہ کہ ہم وثوق سے کہیں کہ اللہ نے اس کو عزت دی ہے یا اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو ڈھانپ لیا ہے، تو یہ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اس چیز کی خبر دینا ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔــوْلًا ۝	اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے درپے نہ ہو، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے (روزِ قیامت) سوال کیا جائے گا O

(بنی اسرائیل: ۳۶)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ لوگوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص مرحوم ہے یا فلاں شخص مغفور ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس سے مقصود خبر دینا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر رحم فرمادیا ہے یا اس کی مغفرت فرمادی ہے تو یہ جائز نہیں ہے، اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا اور اس کی مغفرت فرمائے گا تو یہ جائز ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۹۴۔۴۹۵، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور سے بعض لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا انکار کرنا

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صریح ارشاد ہے کہ اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب نہیں ہے۔

ان لوگوں کا یہ قول صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "ما ادری" سو اس حدیث میں درایت کی نفی ہے اور درایت کا معنی ہے: کسی چیز کو قیاس سے جاننا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کے احوال کو قیاس سے نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے جانتے ہیں۔ اور متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی عاقبتِ محمودہ کی خبر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۹)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا ۝

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝ (النساء: ۶۴)

اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو یہ آپ کے پاس آ جاتے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا پاتے ۝

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (الضحیٰ: ۵)

اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ۝

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ یَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۝ (الفتح: ۲)

تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام، اور آپ پر اپنی نعمت پوری کردے اور آپ کو صراطِ مستقیم پر برقرار رکھے ۝

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد درج ذیل آیت کا حکم منسوخ ہو گیا:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ وَ مَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ (الاحقاف: ۹)

آپ کہیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور نہ میں از خود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور (نہ میں از خود یہ جانتا ہوں کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، میں صرف

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے اور
میں صرف واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوں O

یعنی ان آیات کے نزول کے بعد اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ آپ یہ کہیں کہ "میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا" کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت فرمادی ہے اور آپ کو مقامِ محمود عطا فرمایا ہے، اور آپ کو گناہگاروں کی شفاعت کا منصب عطا فرمایا ہے، اور آپ کو یہ بھی بتادیا کہ آپ کی امت کے ساتھ کیا کیا جائے گا، آپ نے بتادیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کی مغفرت فرمادی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق فرمایا کہ وہ غزوہ بدر میں حاضر تھے اور تمہیں کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کی طرف متوجہ ہوا، پس فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۰۷، صحیح مسلم: ۲۴۹۴، سنن ترمذی: ۳۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۵۰، مسند احمد: ۶۰۱)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد صحابہ کرام کو دنیا میں جنت کی بشارت دی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر جنت میں ہیں، اور عمر جنت میں ہیں، اور عثمان جنت میں ہیں، اور علی جنت میں ہیں، اور طلحہ جنت میں ہیں، اور زبیر جنت میں ہیں، اور عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں، اور سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں، اور سعید جنت میں ہیں، اور ابوعبیدہ بن الجراح جنت میں ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۴۷، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۳)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ" (حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اہلِ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں)۔

(سنن ترمذی: ۳۷۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳)

نیز آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "اے فاطمہ! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار ہو، یا فرمایا مومنین کی عورتوں کی سردار ہو"۔ (صحیح البخاری: ۶۲۸۵، صحیح مسلم: ۲۴۵۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۱)

سو واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مقامِ بلند کا بھی علم عطا کیا گیا تھا اور اپنے امتیوں کے مقامات کا بھی علم عطا کیا گیا تھا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۰۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا وَقَالَ مَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِهِ قَالَتْ وَأَحْزَنَنِي فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ لِعُثْمَانَ عَيْنًا تَجْرِي فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ ذٰلِكِ عَمَلُهُ۔

(مسند احمد: ۲۶۹۱۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری اسی حدیث کی روایت کی اور اس حدیث میں کہا: میں (از خود) نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا، حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: اور مجھے غمزدہ کر دیا، پس میں سو گئی، پس میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے لیے ایک چشمہ جاری ہے، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تو آپ نے فرمایا: یہ ان کا عمل ہے۔

صحیح البخاری: ۷۰۰۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ اسی حدیث کا ایک حصہ ہے جو ابھی ابوالیمان الحکم بن نافع کی سند سے گزری ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۴۔ بَابٌ: اَلْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ
برا خواب شیطان کی طرف سے ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ بُرا خواب شیطان کی طرف سے ہے، اور حَلم میں حاء پر اگر زبر ہو تو اس کا معنی گزر چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
حُلم میں حاء پر پیش ہو اور لام پر جزم ہو تو اس کا معنی ہے: سونے والا جو خواب دیکھتا ہے، اور حُلم کی شیطان کی طرف اضافت کی وجہ یہ ہے کہ یہ جھوٹ اور ڈرانے میں شیطان کے مناسب ہے، اس کے برخلاف سچے خواب، ان کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور یہ اضافت تعظیم کے لیے ہے، اگرچہ ہر خواب اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے اور مقدر کرنے سے ہوتا ہے جیسا کہ تمام لوگ اللہ کے بندے ہیں خواہ وہ نافرمان ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ (الزمر: ۵۳)

آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا، بے شک وہی بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۷۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

فَإِذَا حَلَمَ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

جب کوئی شخص برا خواب دیکھے تو وہ بائیں جانب تھوک دے اور اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرے۔

۷۰۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بُکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابو سلمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَفُرْسَانِهٖ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ الرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمُ الْحُلْمَ يَكْرَهُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ فَلَنْ يَضُرَّهٗ۔

ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ اور وہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے اور آپ کے گھوڑے سواروں میں سے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (نیک) خواب اللہ کی طرف سے ہے، اور براخواب شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص براخواب دیکھے جو اس کو ناگوار ہو تو وہ بائیں جانب تھوک دے اور اس خواب کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، تو وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۲، ۵۷۴۷، ۶۹۸۴، ۶۹۸۶، ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، ۷۰۰۵، ۷۰۴۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند احمد: ۲۲۰۵۸، موطا امام مالک: ۱۷۸۴، سنن دارمی: ۲۱۴۱)

صحیح البخاری: ۷۰۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ بابِ مذکور کا عنوان ہے کہ براخواب شیطان کی طرف سے ہے اور حدیث میں بھی اسی کا ذکر ہے۔

یہ حدیث باب ''من رای النبی ﷺ'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور ابوقتادہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے''۔ امام بخاری نے اس کا حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی تعظیم اور ان کے وجہِ افتخار کے لیے ذکر کیا ہے اور تاکہ ناواقف لوگوں کو ان کے مرتبہ اور مقام کا علم ہو، اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابہ میں سے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وہ آپ کے گھوڑے سواروں میں سے تھے'' ان کے گھوڑے سواری کا بیان یہ ہے کہ انہوں نے غزوۂ خیبر کے دن بیس (۲۰) مردوں کو قتل کیا، تو شارع علیہ السلام نے ان بیس مردوں سے اتارا ہوا سامان ان کو عطا فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خواب اللہ کی طرف سے ہے'' یعنی جو خواب محبوب ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''حُلم شیطان کی طرف سے ہے'' یعنی جو ناپسندیدہ خواب ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے، یعنی یہ خواب کی طبیعت کے اعتبار سے ہے ورنہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۵- بَابُ: اللَّبَنِ

خواب میں دودھ دیکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص خواب میں دودھ کو دیکھے تو اس کی کیا تعبیر بیان کی جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ مِنْ أَظْفَارِي ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي يَعْنِي عُمَرَ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حمزہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ بے شک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس (خواب میں) دودھ کا پیالہ لایا گیا، پس میں نے اس سے پیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ اس کی سیرابی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے، پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عطا فرما دیا، یعنی عمر کو، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر کی ہے؟ آپ نے فرمایا: علم۔

(صحیح البخاری: ۸۲، ۳۶۸۱، ۷۰۰۶، ۷۰۰۷، ۷۰۲۷، ۷۰۳۲، صحیح مسلم: ۲۳۹۱، سنن ترمذی: ۲۲۸۴، مسند احمد: ۵۵۲۹، سنن دارمی: ۲۱۵۴)

صحیح البخاری: ۷۰۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح سے ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کو واضح کرتی ہے کہ خواب میں دودھ کو دیکھنا علم سے کنایہ ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ، یہ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یونس، یہ ابن یزید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حمزہ، یہ ابن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو اپنے باپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب العلم میں سعید بن عفیر سے گزر چکی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لاری الرِّیَّ" اس میں لام تاکید کے لیے ہے اور "الرِّیَّ" میں راء کے نیچے زیر ہے اور یاء پر تشدید ہے اور اس کا معنی ہے سیر ہونا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یخرج من اظفاری" ایک روایت میں ہے کہ وہ دودھ میرے ناخنوں کے نیچے سے بہہ رہا تھا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ "خروج" کا لفظ عن کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: وہ دودھ بدن سے نکلتا تھا، یا ناخنوں میں ظاہر ہوتا تھا۔

علامہ کرمانی نے مزید یہ کہا ہے "الرِّیَّ" یعنی سیرابی ایک معنوی چیز ہے اور خروج ظاہری چیز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سیرابی کا اثر نکلتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۹۔ ۲۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۶۔ بَابٌ: إِذَا جَرَى اللَّبَنُ فِي أَطْرَافِهِ أَوْ أَظَافِيرِهِ

جب دودھ جسم کے اعضاء میں یا ناخنوں میں جاری ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ دودھ اس کے اعضاء میں جاری ہو رہا ہے یا اس کے ناخنوں میں تو اس کی کیا تعبیر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ مِنْ أَطْرَافِي فَأَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ فَمَا أَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حمزہ بن عبداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس (خواب میں) دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس سے پیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ (دودھ سے) سیرابی میرے اعضاء سے نکل رہی ہے، پس میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب کو دیا، پس جو لوگ آپ کے گرد تھے انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے اس خواب کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: علم۔

(صحیح البخاری: ۸۲، ۳۶۸۱، ۷۰۰۶، ۷۰۰۷، ۷۰۲۷، ۷۰۳۲، صحیح مسلم: ۲۳۹۱، سنن ترمذی: ۲۲۸۴، مسند احمد: ۵۵۲۹، سنن دارمی: ۲۱۵۴)

صحیح البخاری: ۷۰۰۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے "باب اللبن" میں گزر چکی ہے۔

پہلے اس حدیث کی عبدان سے روایت کی تھی اور اب اس حدیث کی علی بن عبداللہ المدینی سے روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۷۔ باب: اَلْقَمِيصِ فِي الْمَنَامِ — خواب میں قمیص کو دیکھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں قمیص کو دیکھنے کی کیا تعبیر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذٰلِكَ وَمَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوا مَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الدِّينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد ابراہیم نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابوامامہ بن سہل نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں اور ان کے اوپر قمیصیں ہیں، ان میں سے بعض قمیصیں پستانوں تک پہنچتی تھیں، اور بعض قمیصیں اس سے نیچے تک پہنچتی تھیں، اور عمر بن الخطاب میرے سامنے سے گزرے اور ان پر اتنی لمبی قمیص تھی جس کو وہ گھسیٹ رہے تھے، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر لی ہے، آپ نے فرمایا: دین۔

(صحیح البخاری: ۲۳، ۳۶۹۱، ۷۰۰۸، ۷۰۰۹، صحیح مسلم: ۲۳۹۰، سنن ترمذی: ۲۲۸۵، سنن نسائی: ۵۰۱۱، مسند احمد: ۱۱۴۰۵، سنن دارمی: ۲۱۵۱)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۰۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں بھی خواب میں قمیص کو دیکھنے کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی یہی بیان ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند کے وہی رجال ہیں جو اس سے پہلی حدیث کے رجال ہیں، لیکن وہاں ابن شہاب کے بعد حمزہ بن عبداللہ کا ذکر ہے اور یہاں ابن شہاب کے بعد ابوامامہ بن سہل کا ذکر ہے، اور ان کا نام اسعد بن سہل بن حنیف انصاری ہے، انہوں نے نبی ﷺ کو پایا تھا، اور کہا جاتا ہے کہ آپ نے ان کا نام رکھا اور ان کے دادا کے نام پر ان کی کنیت رکھی، انہوں نے نبی ﷺ سے کسی حدیث کو نہیں سنا اور انہوں نے اپنے باپ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۰۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لباس سے مراد بندے کے اعمال ہیں

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں قمیص کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ (المدثر: ۴) اور اپنا لباس پاک رکھیے ۝

اس سے مراد یہ ہے کہ نیک عمل کریں اور زمانہ جاہلیت میں لوگ جن ناجائز کاموں کو مباح سمجھتے تھے ان سے اپنے آپ کو پاک رکھیں، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ اور عرب یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے دین میں نیک کام کرتا ہو تو کہا جاتا ہے "فلان نقی الثوب" یعنی اس شخص کے کپڑے صاف ستھرے ہیں۔

خواب کی تعبیر ظاہر الفاظ پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ ضربِ مثال پر مبنی ہوتی ہے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تمام خواب اس ظاہر عبارت پر مبنی نہیں ہوتے جو خواب میں دکھائی دیتے ہیں بلکہ خواب کی تعبیر مثالوں پر مبنی ہوتی ہے، پس دین کی مثال قمیص سے بیان کی جاتی ہے اور ایمان اور علم کی مثال دودھ سے بیان کی جاتی ہے، کیونکہ جس طرح قمیص بدن کی شرمگاہ کو چھپاتی ہے اسی طرح دین ان برے اعمال کو چھپاتا ہے جن کو انسان حالتِ کفر میں کرتا ہے یا حالتِ جہالت میں کرتا ہے۔ اور یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ دودھ سے اجسام کی حیات ہوتی ہے جیسا کہ علم کے ساتھ دلوں کی حیات ہوتی ہے، اس وجہ سے علم کے لیے دودھ کی مثال بیان کی جاتی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیداری میں لمبی قمیص کے مذموم ہونے اور خواب میں مستحسن ہونے کی توجیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ کیا وجہ ہے کہ بیداری میں تو اتنی لمبی قمیص کی مذمت کی جاتی ہے جو پیروں کے نیچے گھسٹ رہی ہو اور اس کو تکبر پر محمول کیا جاتا ہے اور نیند میں لمبی قمیص کا ہونا مستحسن قرار دیا جاتا ہے۔

علامہ المہلب نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ دنیا میں قمیص، ستر اور زینت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (الاعراف:۳۲)

(اے نبی!) آپ کہیے: اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور اس کی دی ہوئی پاک چیزوں کو۔

اور آخرت میں لباس تقویٰ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ (الاعراف:۲۶)

اے اولادِ آدم! بے شک ہم نے تم پر ایسا لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور وہ تمہاری زینت (بھی) ہے، اور تقویٰ کا لباس، وہی سب سے بہتر لباس ہے۔

پس جب کہ لباس دنیا میں زینت ہے تو اس میں سے اس لباس کو حرام قرار دیا جو تکبر کی طرف پہنچائے، پس واجب ہے کہ یہ زینت دنیا میں عبودیت کی علامت کے ساتھ مقرون ہو، اور جب کہ آخرت کے اندر لباس میں تکبر کا احتمال نہیں ہے تو آخرت میں لمبا لباس جو پیروں تلے گھسٹ رہا ہو وہ مستحسن ہے، کیونکہ وہ زیادہ عبادت اور زیادہ محاسن اعمال پر دلالت کرتا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۸۔ بَابُ: جَرِّ الْقَمِيصِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں قمیص کو گھسیٹنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ اتنی لمبی قمیص پہنے ہوئے ہے جو اس کے پیروں کے نیچے گھسٹ رہی ہے تو اس کی کیا تعبیر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۰۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ عُرِضُوا عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابو امامہ بن سہل نے خبر دی از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الدِّينَ۔

خواب میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے جارہے ہیں اور ان پر قمیصیں ہیں، پس بعض قمیصیں پستانوں تک پہنچتی تھیں، اور بعض قمیصیں اس سے نیچے تھیں، اور میرے سامنے عمر بن الخطاب پیش کیے گئے اور ان پر جو قمیص تھی وہ اس کو گھسیٹ رہے تھے، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر لی ہے، آپ نے فرمایا: دین۔

(صحیح البخاری: ۲۳، ۳۶۹۱، ۷۰۰۸، ۷۰۰۹، صحیح مسلم: ۲۳۹۰، سنن ترمذی: ۲۲۸۵، سنن نسائی: ۵۰۱۱، مسند احمد: ۱۱۸۰۵، سنن دارمی: ۲۱۵۱)

صحیح البخاری: ۷۰۰۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

یہ وہی حدیث ہے جو بابِ سابق میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۰۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اہلِ تعبیر کا اس پر اتفاق ہے کہ دین کو قمیص سے تعبیر کیا جاتا ہے اور قمیص کا طول اس پر دلالت کرتا ہے کہ لمبی قمیص پہننے والا بعد والوں کی بہ نسبت زیادہ نیک اعمال کا حامل ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگ دین میں قلت اور کثرت اور قوت اور ضعف کے ساتھ متصف ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے والے تھے اور تمام صحابہ سے زیادہ ان کا ایمان قوی تھا۔

(۳) اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کی فضیلت کو اس کے سامنے اور اس کے منہ پر بیان کرنا جائز ہے، بشرطیکہ یہ اطمینان ہو کہ اس فضیلت کے بیان کرنے سے وہ شخص فتنہ میں مبتلا نہیں ہوگا اور اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا نہیں سمجھے گا۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی بزرگ خواب دیکھے تو اس کے ماتحت اور اس کے متبع لوگ اس شخص سے اس کے دیکھے ہوئے خواب کی تعبیر پوچھیں۔

(۵) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ دین دار ہیں، اس پر یہ اشکال ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رضی اللہ عنہ تو بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں، پھر اس خواب کی کیا توجیہ ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے تھے ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں تھے، یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے اور ان کی قمیص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قمیص سے بھی لمبی تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلتِ جزوی معلوم ہوتی ہے، لیکن دوسری احادیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بہ کثرت فضائل ہیں اور ایسے فضائل ہیں جو اس فضیلت پر زائد ہیں۔

(۶) جس طرح قمیص بدن کے عیوب کو چھپاتی ہے، اسی طرح دین انسان کے برے اعمال کو چھپاتا ہے۔

(۷) آپ نے بعض ایسے لوگ دیکھے جن کی قمیص ان کے پستانوں تک تھی، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل میں کفر نہیں ہے اور وہ مومن ہیں لیکن وہ بعض نافرمانیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور جن کی قمیص اتنی لمبی تھی جو ان کے پیروں سے بھی متجاوز تھی تو اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے خالص نیک اعمال کیے۔

(۸) علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا: اس حدیث میں آپ کے سامنے جو لوگ پیش کیے گئے اس سے مراد خصوصاً امتِ محمدیہ کے افراد ہیں اور وہ دین کے تقاضوں پر عمل کرتے ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں بلند مقام پر تھے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۷۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۹۔ بَابُ: الْخُضَرِ فِي الْمَنَامِ وَالرَّوْضَةِ الْخَضْرَاءِ

خواب میں سبز رنگ کو دیکھنے اور سرسبز باغ کو دیکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

الخضر میں خاء پر پیش ہے اور ضاد ساکن ہے، یہ اخضر کی جمع ہے اور یہ مشہور رنگ ہے جو اصل رنگوں میں سے ایک ہے، اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے خواب میں سبز رنگ کو دیکھنے سے کیا مراد ہے۔ اس باب کے عنوان میں الروضۃ الخضراء کا ذکر ہے، علامہ الکیروانی نے کہا ہے: وہ باغ جس کی سرسبز پیداوار معروف نہ ہو، اس کو اس کی تروتازگی اور حسین رونق کی وجہ سے اسلام کے ساتھ سے تعبیر کیا جاتا ہے، نیز اس سے ہر فضیلت والی جگہ کو تعبیر کیا جاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور ذکر کے حلقے اور خیر کے مجامع اور صالحین کی قبریں۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جگہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۹۵، صحیح مسلم: ۱۳۹۰، سنن ترمذی: ۳۹۱۶، سنن نسائی: ۶۹۵، مسند احمد: ۱۵۹۹۸، موطا امام مالک: ۴۶۳)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغات کے پاس سے گزرو، تو پس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چرلیا کرو، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: المساجد، پھر پوچھا گیا: یارسول اللہ! اس میں چرنا کیا ہے؟ فرمایا: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ (سنن ترمذی: ۳۵۰۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر صرف جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگی۔ (سنن ترمذی: ۲۴۶۰)

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ قَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ كُنْتُ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَابْنُ عُمَرَ فَمَرَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالُوا هٰذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّهُمْ قَالُوا كَذَا وَكَذَا قَالَ سُبْحَانَ اللهِ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يَقُولُوا مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ إِنَّمَا رَأَيْتُ كَأَنَّمَا عَمُودٌ وُضِعَ فِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فَنُصِبَ فِيهَا وَفِي رَأْسِهَا عُرْوَةٌ وَفِي أَسْفَلِهَا مِنْصَفٌ وَالْمِنْصَفُ الْوَصِيفُ فَقِيلَ ارْقَهْ فَرَقِيتُهُ حَتَّى أَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقَصَصْتُهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَمُوتُ عَبْدُ اللهِ وَهُوَ آخِذٌ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حرمی بن عمارۃ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قرۃ بن خالد نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین، انہوں نے کہا: قیس بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں ایک حلقہ میں تھا جس میں حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے، پس حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ گزرے تو ان صحابہ نے کہا: یہ مرد اہل جنت میں سے ہے، میں نے حضرت عبداللہ بن سلام سے کہا کہ یہ صحابہ آپ کے متعلق اس طرح اور اس طرح کہتے ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: سبحان اللہ! ان لوگوں کو وہ بات نہیں کہنی چاہیے جس کا انہیں یقینی علم نہیں ہے، میں نے (خواب میں) صرف ایک ستون دیکھا گویا کہ وہ سرسبز باغ میں نصب تھا اور اس کے سر کے اوپر ایک دستہ تھا اور اس کے نیچے ایک خادم تھا۔ اور منصف کا معنی خادم ہے، پس کہا گیا: اس پر چڑھو، میں اس ستون پر چڑھا حتیٰ کہ میں نے اس کے دستہ کو پکڑ لیا، پھر میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ اس حال میں وفات پائے گا کہ وہ مضبوط دستہ کو پکڑے ہوئے ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۳۸۱۳، ۷۰۱۰، ۷۰۱۴، صحیح مسلم: ۲۴۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۰، مسند احمد: ۲۳۲۷۵)

صحیح البخاری: ۷۰۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے جز و ثانی کے ساتھ مطابقت ہے جس میں سرسبز باغ کا ذکر ہے۔ اور اس حدیث میں بھی سرسبز باغ کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد کا ذکر ہے، یہ مُسندی اور الجُعفی کے لقب سے معروف ہیں، اور جُعفی میں جوف بن سعد کی طرف نسبت ہے۔ علامہ الجوہری نے کہا: یہ یمن کے ایک قبیلہ کے باپ ہیں اور ان کی اسی کی طرف نسبت ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حرمی بن عمارۃ، حَرَمی میں حاء اور راء پر زبر ہے اور عُمارۃ میں عین پر پیش ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں قرۃ بن خالد کا ذکر ہے، لفظ قُرّہ میں قاف پر پیش ہے راء مشدد ہے، یہ ابن خالد السدوسی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں قیس بن عباد کا ذکر ہے، یہ البصری اور التابعی ہیں اور بہت بڑے ثقہ ہیں۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ آئے اور جس نے ان کا شمار صحابہ میں کیا اس کو وہم ہوا، اور ان کا ذکر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مناقب میں اسی حدیث کے تحت ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی حلقة" اس میں لام ساکن ہے اور اس کی جمع "حِلَق" آتی ہے، اور علامہ جوہری نے کہا: حلقہ کی جمع حَلَق ہے حاء کے زبر کے ساتھ، اور یہ خلاف قیاس ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور اس حلقہ میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ تھے" یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

بعض صحابہ کی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق جنتی ہونے کی اور ان کے انکار کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "هذا رجل من اهل الجنة" ان صحابہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جنتی اس لیے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہمیشہ اسلام پر قائم رہیں گے حتیٰ کہ ان کی وفات ہو جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقلت له" قیس بن عباد نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن سلام سے کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال سبحان الله" یعنی حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: سبحان اللہ۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے تعجب سے سبحان اللہ کہا اور انہوں نے ان صحابہ کے قول کا بطور تواضع انکار کیا اور اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ ان کی طرف انگلیوں سے اشارہ کر کے کہا جائے کہ یہ جنتی شخص ہے، تو ان کے دل میں فخر آ جائے۔

علامہ کرمانی نے کہا: اولیٰ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہ اس لیے کہا کہ ان صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً یہ نہیں سنا تھا کہ عبداللہ بن سلام اہلِ جنت سے ہیں بلکہ انہوں نے یہ بطور استدلال اور اجتہاد کہا تھا، پس وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انما رایت" یعنی جب حضرت عبداللہ بن سلام نے ان صحابہ کے قول پر انکار کیا تو اس خواب کا ذکر کیا، اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے ان صحابہ کے وثوق اور یقین پر انکار کیا اور اصلِ خبر پر انکار نہیں کیا کہ وہ اہلِ جنت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے ہیں، اور جو لوگ تواضع کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں، ان کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کانما عمود وضع فی روضة خضراء" ابن عون کی روایت میں ہے کہ وہ ستون باغ کے وسط میں تھا، اور اس روایت میں باغ کی یہ صفت نہیں ہے کہ وہ سرسبز تھا، اور کتاب المناقب میں ابن عون کی روایت ہے: گویا کہ میں نے ایک خواب کو دیکھا، پھر اس کی وسعت کو اور اس کے سرسبز ہونے کو بیان کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق جنتی ہونے کی بشارت کا بطور استدلال ہونا

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ہوسکتا ہے روضة سے مراد وہ تمام احکام ہوں جن کا تعلق دین کے ساتھ ہے، اور عمود سے مراد ارکانِ خمسہ ہوں، اور "العروة الوثقی" سے مراد دین ہو۔

التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے ذکر کیا ہے: عمود ہر اس چیز پر دلالت کرتا ہے جس پر اعتماد کیا جائے مثلاً قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں، اور دین کی فقہ۔ اور عمود کی جگہ اور خواب کی صفات تعبیر کی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح "العروة" سے مراد اسلام اور توحید ہے اور یہی "العروة الوثقی" یعنی مضبوط دستہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ (البقرہ:۲۵۶)

سو جو شخص طاغوت سے کفر کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا تو اس نے ایسا مضبوط دستہ پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔

پس شارع علیہ السلام نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی وفات ایمان پر ہوگی۔ اور جب کہ اس خواب میں ان کے جنتی ہونے پر شواہد تھے تو صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ ان کی وفات اسلام پر ہوگی، ان کو جنتی قرار دیا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ان صحابہ نے ان کو اصحابِ جنت میں سے اس لیے کہا کہ وہ بدری صحابی ہیں، اور اصحابِ بدر کے لیے حدیث میں بشارت ہے کہ "اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کی طرف متوجہ ہوا، پس فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے"۔
(صحیح البخاری:۳۰۰۷، صحیح مسلم:۲۴۹۴، سنن ترمذی:۳۳۰۵، سنن ابوداؤد:۲۶۵۰، مسند احمد:۶۰۱)

اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص بھی اسلام اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر فوت ہوا، وہ جنت میں داخل ہوگا خواہ وہ بعض سزاؤں کا مستحق ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مِنصف" (میم کے نیچے زیر ہے) اس سے مراد ہے خادم، اور یہ لفظ ابنِ سیرین کی تفسیر ہے اور حدیث میں مدرَج ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ارقه" یعنی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ اس ستون پر چڑھیں، وہ کہتے ہیں کہ میں اس ستون پر چڑھا حتیٰ کہ میں نے دستہ کو پکڑ لیا، اور ان کے مناقب میں مذکور ہے کہ میں اس ستون پر چڑھا حتیٰ کہ اس کی بلندی پر پہنچ گیا حتیٰ کہ میں نے دستہ کو ہاتھ سے پکڑ لیا، پھر جب میں بیدار ہوا تو وہ دستہ میرے ہاتھ میں تھا۔ اور صحیح مسلم میں مذکور ہے حتیٰ کہ مجھے ایک ستون پر لایا گیا جس کا سر آسمان میں تھا اور اس کا نچلا حصہ زمین میں تھا اور اس کے اوپر کے حصہ پر ایک دستہ تھا، پس مجھ سے فرمایا: اس کے اوپر چڑھو، میں نے کہا: میں کیسے چڑھوں؟ تو اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اٹھا کر اس دستہ کے قریب کر دیا، پھر ستون پر ضرب لگائی تو وہ گر گیا اور میں اس دستہ کے ساتھ لٹکا ہوا تھا حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۲۔ ۲۲۴، دار الکتب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے خواب کی بعض تفصیلات

خرشہ کی روایت میں ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا میرے پاس ایک مرد آیا، اس نے مجھ سے کہا: اٹھو! پس اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ لے گیا، پس میں ایک راستہ پر تھا جو بائیں جانب تھا، میں اس راستہ پر چلنے لگا تو مجھ سے اس مرد نے کہا: اس راستہ پر نہ چلو، یہ اصحاب الشمال کا راستہ ہے، اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ جب میں جا رہا تھا تو میرے سامنے بائیں جانب ایک راستہ ظاہر ہوا، میں نے اس پر چلنے کا ارادہ کیا تو اس مرد نے مجھ سے کہا: تم اس کے اہل نہیں ہو، اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے: اس وقت ایک راستہ میری دائیں جانب تھا تو مجھ سے کہا کہ اس راستہ پر چلو، پھر میرے سامنے ایک پہاڑ آیا تو مجھ سے کہا: اس پہاڑ پر چڑھو، پس جب میں نے اس پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو میں گر گیا حتیٰ کہ ایسا کئی بار ہوا۔ اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ وہ پھسلنے والا پہاڑ تھا، تو اس مرد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا، اور اس پہاڑ کی چوٹی پر لوہے کا ایک ستون تھا اور اس میں ایک سونے کا دستہ تھا، اس آدمی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اوپر لے گیا حتیٰ کہ میں نے اس دستہ کو پکڑ لیا تو اس نے مجھ سے کہا: اس کو مضبوطی سے پکڑ لو، پھر اس نے ستون کو اپنے پیر سے مارا تو وہ گر گیا اور میں نے دستہ کو پکڑا ہوا تھا۔

اور ابن عون کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ باغ اسلام کا باغ ہے اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے، اور وہ دستہ مضبوط دستہ ہے جس کو پکڑنے والا اسلام پر قائم رہے گا حتیٰ کہ اس کی وفات ہو جائے۔ اور سنن نسائی میں خرشہ کی روایت ہے کہ میں نے اچھا خواب دیکھا اور اس راستہ سے مراد محشر ہے۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ جو راستہ بائیں جانب ہے وہ اصحاب الشمال کا راستہ ہے اور جو راستہ دائیں جانب ہے وہ اصحاب الیمین کا راستہ ہے، اور سنن النسائی کی روایت میں ہے: ایک طریقہ اہلِ نار کا ہے اور ایک طریقہ اہلِ جنت کا ہے، اور وہ پہاڑ شہداء کا ٹھکانا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔ اور اس حدیث میں خواب کی تعبیر کا بیان ہے اور عمود کی تاویل ہے اور پہاڑ کی تاویل ہے اور سرسبز باغ کی تاویل ہے اور عروہ کی تاویل ہے، اور یہ سب امور نبوت کی خبروں سے متعلق ہیں۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی موت شہادت کی صورت میں نہیں ہوئی، وہ اپنے بستر پر فوت ہوئے، ان کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے شروع میں مدینہ میں ہوئی تھی۔

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو ان صحابہ نے اہلِ جنت سے اس لیے کہا کہ وہ اہلِ بدر سے تھے، لیکن حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اہلِ بدر سے بالکل نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۷۷۔۱۷۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور ان کے جنتی ہونے کے متعلق حدیث

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام بن الحارث الاسرائیلی ثم الانصاری، ان کی کنیت ابو یوسف ہے، اور یہ یوسف بن یعقوب صلی اللہ علیہما وسلم کی اولاد میں سے ہیں اور یہ انصار کے حلیف تھے، زمانہ جاہلیت میں ان کا نام الحصین تھا، جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھ دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۴۳ھ میں ان کی مدینہ میں وفات ہوئی، یہ الاحبار میں سے ایک تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس وقت یہ مسلمان ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اہلِ مدینہ کی ایک جماعت میں سے باہر نکلا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں جب آپ مدینہ میں آئے، میں نے آپ کی طرف دیکھا اور آپ کے چہرہ میں غور کیا، پس مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے، اور میں نے آپ سے جو پہلی حدیث سنی وہ یہ تھی:

”اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، اور کھانا کھلاؤ، اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھو، اور رات کو اٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو گے“۔ (سنن ترمذی: ۲۴۸۵، سنن دارمی ج ۲ ص ۲۷۵، الترغیب ج ۱ ص ۴۲۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کی بشارت دی۔

ابوادریس الخولانی نے الزید بن عمیرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”وہ جنت کے دس میں سے دسویں ہیں“۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۳، رقم الحدیث: ۲۲۱۰۴، مؤسسہ الرسالہ، بیروت ۱۴۲۱ھ، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۲۷۰، التاریخ الصغیر للبخاری ج ۱ ص ۷۳، ابن عساکر ج ۶ ص ۲۰۵، ج ۷ ص ۴۵۰)

شیخ شعیب الارنؤط نے اس حدیث کی تخریج میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی حسب ذیل محدثین نے روایت کی ہے:

(سنن ترمذی: ۳۸۰۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۵۳، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۶۵، التاریخ الاوسط للبخاری ج ۱ ص ۹۸، صحیح ابن حبان ۷۱۶۵، المعجم الکبیر للطبرانی ۸۵۱۴، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۵۲، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۶۳۷)

ہم نے اس حدیث کو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے باب میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ حدیث حسن الاسناد ہے، صحیح ہے۔

ابن وہب اور ابو مسہر اور ایک جماعت نے امام مالک بن انس سے روایت کی ہے از ابی النضر از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ زمین پر چلتے ہوں، ان میں سے کسی کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے سوائے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے، اور یہ حدیث بھی ثابت صحیح ہے اور کسی کو بھی اس حدیث کی سند پر اعتراض نہیں ہے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۳ ص ۵۳۔ ۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ، لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام بن الحارث الاسرائیلی ابو یوسف حلیف الخزرج من الانصار، اس وقت اسلام لائے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مدینہ میں تشریف لائے، ان کا نام الحصین تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھ دیا اور ان کو جنت کی بشارت دی۔
یہ حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ بیت المقدس کی فتح کے بعد جابیہ میں داخل ہوئے اور یہ مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں فوت ہوئے، اور ان سے صحاح ستہ کے تمام مؤلفین نے حدیث روایت کی ہے۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۰ ص ۲۰۵، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی التوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت اسلام لائے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے، پہلے ان کا نام الحصین تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا اور ان کو جنت کی بشارت دی۔ اور متعدد مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ یہ مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں فوت ہوئے۔

ابوعروبہ نے ان کا شمار بدریین میں کیا ہے (یعنی بدری صحابہ میں)، اور وہ اس قول کے ساتھ منفرد ہیں۔ اور رہے امام ابن سعد تو انہوں نے ان کا ذکر ان صحابہ میں کیا ہے جو غزوۂ خندق میں اور اس کے بعد کے مشاہد میں حاضر تھے۔

(تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی التوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام بن الحارث الاسرائیلی الیوسفی ابویوسف حلیف القواقل الخزرجی، یہ اس وقت اسلام لائے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت المقدس کی فتح کے موقع پر حاضر ہوئے، ان سے پچیس حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔ امام بخاری ایک اور حدیث کے ساتھ منفرد ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی، اس پر اتفاق ہے کہ یہ مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۲ ص ۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

۲۰۔ بَابُ: كَشْفِ الْمَرْأَةِ فِي الْمَنَامِ — خواب میں عورت کے منکشف ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد کے لیے خواب میں عورت کو منکشف کیا جائے بایں طور کہ اس کا چہرہ کھول کر دیکھ لے تاکہ وہ اس سے نکاح کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ إِذَا رَجُلٌ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَيَقُولُ هٰذِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امْرَأَتُكَ فَاكْشِفْهَا فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَأَقُولُ إِنْ يَكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ۔

فرمایا: تم مجھے دو مرتبہ خواب میں دکھائی گئیں، جب ایک مرد تم کو (تمہاری تصویر کو) ریشم کے کپڑے میں اٹھائے ہوئے تھا، پس وہ کہہ رہا تھا: یہ آپ کی بیوی ہے، پس میں نے اسے کھول کر دیکھا تو وہ تم تھیں، پس میں کہہ رہا تھا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جاری کر دے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۹۵، ۵۰۷۸، ۵۱۲۵، ۷۰۱۱، ۷۰۱۲، صحیح مسلم: ۲۴۳۸، مسند احمد: ۲۴۴۵۰)

صحیح البخاری: ۷۰۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "پس آپ اسے کھول کر دیکھیں"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبید بن اسماعیل کا ذکر ہے، یہ الھباری القرشی الکوفی ہیں، ان کا نام اصل میں عبداللہ ابو محمد ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابو اسامہ کا ذکر ہے، یہ حماد بن اسامہ اللیثی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ہشام کا ذکر ہے، وہ ابن عروہ ہیں جو اپنے والد عروہ بن الزبیر سے از ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام بخاری نے کتاب النکاح میں بھی روایت کی ہے اور امام مسلم نے فضائل میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اُریتكِ" (ہمزہ پر پیش ہے اور راء کے نیچے زیر ہے) اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خطاب ہے، یعنی تم مجھے دکھائی گئیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مرتین" اور صحیح مسلم میں مذکور ہے "مرتین او ثلاثا" دراصل یہ شک ہشام کی طرف سے ہے ورنہ دو مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دکھائی دینا محقق ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر ایک مرد اٹھائے ہوئے تھا، دوسری روایت میں ہے کہ فرشتہ اٹھائے ہوئے تھا، ان دونوں روایتوں میں تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے "اذا رجل یحملك" اور اس کے قریب والے باب میں مذکور ہے "پس ایک فرشتہ تم کو اٹھائے ہوئے تھا" اور دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ فرشتہ مرد کی شکل میں متشکل تھا اور اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاذا ھی انتِ" علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں اس طرح دیکھا جس طرح آپ ان کو بیداری میں دیکھتے ہیں، پس خواب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی مراد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھیں نہ کہ کوئی اور۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یمضہ" یعنی اس خواب کو نافذ کر دے اور اس کو مکمل کر دے۔

علامہ عینی کا علامہ کرمانی کی شرح پر تعاقب

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ خواب آپ نے نبوت سے پہلے دیکھا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبوت کے بعد دیکھا ہو، جب آپ کو یہ علم ہو گیا تھا کہ آپ کا خواب وحی ہے، پس آپ نے اس خواب کو لفظِ شک کے ساتھ تعبیر کیا اور اس کا معنی یقین ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حماد بن سلمہ نے یہ روایت اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ایک لڑکی کو ریشم کے ایک ٹکڑے میں لایا گیا، پس میں نے اس کو کھول کر دیکھا تو وہ تم تھیں۔ اور اس تصریح سے علامہ کرمانی کا ذکر کیا ہوا احتمال مندفع ہو جاتا ہے، یعنی یہ قطعی طور پر اعلانِ نبوت کے بعد کا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۴۔۲۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۱۔ بَابُ: ثِيَابِ الْحَرِيرِ فِي الْمَنَامِ — ریشم کے کپڑے کو خواب میں دیکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں ریشم کے کپڑے کو خواب میں دیکھنے کا بیان کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورت کو اور ریشم کو خواب میں دیکھنے کی تحقیق

عورت کو خواب میں دیکھنے کی کئی وجوہ ہیں، ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ جس عورت کو خواب میں دیکھا وہ بیداری میں اس کی بیوی ہو گی اور اس صورت کے مشابہ ہو گی جو اس نے خواب میں دیکھی تھی، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت دیکھی تو دنیا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں۔

اور کبھی عورت کو خواب میں دیکھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ خواب دیکھنے والا فتنہ میں مبتلا ہو گا۔

اور کبھی عورت کو خواب میں دیکھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ خواب دیکھنے والے کو دنیا حاصل ہو گی اور دنیا میں عزت ملے گی اور رزق میں کشادگی ہو گی۔

علامہ ابن ابی طالب نے کہا ہے کہ خواب میں عورت کے اوپر ریشم کے کپڑے کو دیکھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ عورت اس کے نکاح میں آئے گی، اور عزت اور خوش حالی اور فربہی اور سونے کے زیورات پہننے پر دلالت کرتا ہے۔ اور لباس پہننے والے کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جسم پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ لباس پہننے والے سے مقترن ہوتا ہے اور اس سے ناپسندیدہ چیزوں کو دور کرتا ہے، پس خاص طور پر لباس لوگوں کے مراتب اور ان کے احوال اور ان کے مذاہب اور ان کی اجناس پر دلالت کرتا ہے، پس ہر جنس جس طرح کا لباس پہنتی ہے خواہ وہ عرب ہوں، خواہ عجم ہوں، خواہ خوشحال ہوں، خواہ فقراء ہوں، اس کے حال کا لباس سے پتا چلتا ہے۔ اور مردوں کے لیے ریشم کے پہننے میں کوئی خیر نہیں ہے، اور ریشم مرتبہ اور سلطنت اور مال کی وسعت پر دلالت کرتا ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۵۴، ۵۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۰۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُرِيتُكِ قَبْلَ أَنْ أَتَزَوَّجَكِ مَرَّتَيْنِ رَأَيْتُ الْمَلَكَ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقُلْتُ لَهُ اكْشِفْ فَكَشَفَ فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَقُلْتُ إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ ثُمَّ أُرِيتُكِ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقُلْتُ اكْشِفْ فَكَشَفَ فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَقُلْتُ إِنْ يَكُ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: تم سے نکاح کرنے سے پہلے تم مجھے دو مرتبہ دکھائی دی گئیں، میں نے دیکھا کہ فرشتہ تمہیں ریشم کے کپڑے میں اٹھائے ہوئے ہے (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر کو)، پس میں نے اس فرشتہ سے کہا: اس کو کھولو، پس انہوں نے اس کو کھولا تو وہ تم تھیں، پس میں نے کہا: اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو اس کو مکمل کر دے گا، پھر تم مجھے دکھائی دیں کہ فرشتہ تم کو ریشم کے ایک کپڑے میں اٹھائے ہوئے ہے، میں نے کہا: اس کو کھولو، پس اس نے کھولا تو وہ تم تھیں، میں نے کہا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ اس کو مکمل کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۸۹۵، ۵۰۷۸، ۵۱۲۵، ۷۰۱۱، ۷۰۱۲، صحیح مسلم: ۲۴۳۸، مسند احمد: ۲۴۴۵۰)

صحیح البخاری: ۷۰۱۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں ذکر کی گئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں، الکلاباذی نے کہا: یہ محمد بن سلام ہیں یا محمد بن المثنیٰ ہیں، اور ان میں سے ہر ایک ابی معاویہ محمد بن حازم سے روایت کرتا ہے، اور السرخسی نے ابوذر کی روایت میں وثوق سے کہا ہے کہ یہ محمد بن العلاء ابو کریب ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اکشف فکشف'' اس سے پہلی روایت میں گزر گیا ہے کہ ریشم کے کپڑے کو کھولنے والے رسول اللہ ﷺ تھے، اور یہاں پر مذکور ہے کہ فرشتہ نے ریشم کے کپڑے کو کھولا۔ اور اس میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ نے جو فرمایا: ''اس کو کھولو'' اس سے مراد ہے مجھے اسے کھولنے کا حکم دیا گیا ہے، یا ہر ایک نے اس کپڑے کو تھوڑا سا کھولا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کی طرف کھولنے کی نسبت اس حیثیت سے ہے کہ آپ نے کھولنے کا حکم دیا تھا اور فرشتہ کی طرف کھولنے کی نسبت اس حیثیت سے ہے کہ انہوں نے کھولا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۲- بَابُ: اَلْمَفَاتِيحِ فِي الْيَدِ ہاتھ میں چابیوں کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں چابیوں کو دیکھنے کی کیا تعبیر ہے، اور تعبیر بیان کرنے والوں نے کہا ہے کہ چابی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر مال، عزت، سلطنت، نیکی، علم اور حکمت ہے۔ پس جس شخص نے دیکھا کہ وہ چابی سے دروازہ کھول رہا ہے تو اس کی ضرورت اس سے پوری ہوگی جس کے ہاتھ سے اس کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چابی ہے تو وہ عظیم سلطنت کو پائے گا، اور اگر وہ جنت کی چابی دیکھے تو وہ دین میں عظیم سلطنت کو پائے گا یا نیکی کے بہت اعمال کو پائے گا، یا حلال مال اور وراثت سے خزانہ کو پائے گا، اور اگر کعبہ کی چابی کو دیکھے تو اس کو سلطنت یا امامت حاصل ہوگی اور باقی چابیوں کو بھی اسی پر قیاس کرے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ خواب میں کسی دروازہ کو کھولے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی دعا قبول ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۳- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَبَلَغَنِي أَنَّ جَوَامِعَ الْكَلِمِ أَنَّ اللهَ يَجْمَعُ الْأُمُورَ الْكَثِيرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُكْتَبُ فِي الْكُتُبِ قَبْلَهُ فِي الْأَمْرِ الْوَاحِدِ وَالْأَمْرَيْنِ أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عُقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، اور رُعب سے میری مدد کی گئی ہے، اور جس وقت میں سویا ہوا تھا تو مجھے (خواب میں) روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں اور ان کو میرے ہاتھ میں رکھ دیا گیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

محمد نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جوامع الکلم کا معنی یہ ہے کہ وہ امور کثیرہ جو آپ سے پہلے (آسمانی) کتابوں میں لکھے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ ان کو کسی ایک جملہ میں یا دو جملوں میں یا اس کی مثل میں جمع کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۷۷، ۶۹۹۸، ۷۰۱۳، ۷۲۷۳، صحیح مسلم: ۵۲۳، سنن نسائی: ۳۰۸۹، مسند احمد: ۹۵۵۷)

صحیح البخاری: ۷۰۱۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں"۔

اس حدیث کے رجال کا عنقریب ذکر ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس تعلیق میں مذکور ہے "قال محمد" اور ایک روایت میں ہے "قال ابوعبد اللہ" کہا گیا ہے کہ اس سے مراد امام بخاری ہیں، کیونکہ امام بخاری کا نام محمد ہے اور ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۳۔ بَابُ: التَّعْلِيقِ بِالْعُرْوَةِ وَالْحَلْقَةِ — خواب میں دستہ اور کنڈہ سے لٹکنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ دستہ یا کنڈہ کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اس کی کیا تعبیر ہے، اہل تعبیر نے بیان کیا ہے کہ جو کنڈہ اور دستہ مجہول ہو وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو اس کے ساتھ لٹک جائے وہ اپنے دین میں قوی ہے اور مخلص ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۴۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ح وَحَدَّثَنِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَأَيْتُ كَأَنِّي فِي رَوْضَةٍ وَوَسَطَ الرَّوْضَةِ عَمُودٌ فِي أَعْلَى الْعَمُودِ عُرْوَةٌ فَقِيلَ لِي ارْقَهْ قُلْتُ لَا أَسْتَطِيعُ فَأَتَانِي وَصِيفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِي فَرَقِيتُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ازہر نے حدیث بیان کی از ابن عون، ح اور مجھے خلیفہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از محمد، انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن عباد نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، وہ بیان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَاسْتَمْسَكْتُ بِالْعُرْوَةِ فَانْتَبَهْتُ وَأَنَا مُسْتَمْسِكٌ بِهَا فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ رَوْضَةُ الْإِسْلَامِ وَذٰلِكَ الْعَمُودُ عَمُودُ الْإِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ عُرْوَةُ الْوُثْقٰى لَا تَزَالُ مُسْتَمْسِكًا بِالْإِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوتَ۔

کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا گویا کہ میں ایک باغ میں ہوں اور باغ کے درمیان میں ایک ستون ہے اور ستون کی بلندی کے اوپر ایک دستہ ہے، پس مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھو، میں نے کہا: میں نہیں چڑھ سکتا، تو میرے پاس ایک خادم آیا، اس نے میرے کپڑوں کو اٹھایا، پس میں چڑھا اور میں نے اس دستہ کو پکڑ لیا، پھر میں بیدار ہو گیا اور میں نے اس دستہ کو پکڑا ہوا تھا، پس میں نے یہ خواب نبی ﷺ کے سامنے بیان کیا، آپ نے فرمایا: یہ باغ اسلام کا باغ ہے، اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ دستہ عروۃ الوثقی (یعنی مضبوط دستہ) ہے، تم ہمیشہ اسلام پر قائم رہو گے حتیٰ کہ فوت ہو جاؤ۔

(صحیح البخاری: ۳۸۱۳، ۷۰۱۰، ۷۰۱۴، صحیح مسلم: ۲۴۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۰، مسند احمد: ۲۳۲۷۵)

صحیح البخاری: ۷۰۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "پس میں نے دستہ کو پکڑ لیا" اور یہ وہی حدیث ہے جو ابھی گزری ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں پر دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے، پہلی سند از عبداللہ بن محمد ہے جو المُسندی کے نام سے معروف ہیں، اور اس سند میں از ہر کا ذکر ہے، یہ ابنِ سعد السمان البصری ہیں از عبداللہ بن عون از محمد بن سیرین از قیس بن عُباد۔

اور دوسری سند از خلیفہ ہے، یہ ابن خیاط ہیں۔ اور از معاذ بن معاذ، یہ تمیمی ہیں۔ از عبداللہ بن عون از محمد بن سیرین از قیس بن عُباد۔۔۔ الخ۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فانتبهت وانا مستمسك بها"، یعنی جب میں بیدار ہوا تو وہ دستہ میرے ہاتھ میں تھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ بیدار ہونے کے بعد وہ دستہ ان کے ہاتھ میں کیسے آیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۲۔ بَابُ عَمُوْدِ الْفُسْطَاطِ تَحْتَ وِسَادَتِهِ — خواب میں خیمہ کے ستون کو اپنے تکیہ کے نیچے دیکھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے خواب میں خیمہ کے ستون کو اپنے تکیہ کے نیچے دیکھا، اس خواب کی کیا تعبیر ہے۔

اس عنوان میں عمود کا لفظ ہے، اس کا معنی معروف ہے یعنی ستون، اس کی جمع اعمدۃ اور ''عُمُد'' ہے اور عمود اس کو کہتے ہیں جس لکڑی سے خیمہ کو بلند کیا جاتا ہے، اور عمود کا اطلاق ان پتھروں پر بھی کیا جاتا ہے جن سے گھروں کو بلند کیا جاتا ہے، اور اس کا اطلاق لوہے کے کھمبے پر بھی کیا جاتا ہے، ''عمود الصبح'' کا معنی ہے: صبح کی ابتدائی روشنی۔

اور اس عنوان میں ''الفُسطاط'' کا لفظ ہے، فاء پر پیش بھی ہے اور فاء کے نیچے زیر بھی ہے، اس کا معنی ہے: خیمہ عظیمہ۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے ''السُّرادِق'' یعنی شامیانہ، یا اوپر لٹکایا ہوا پردہ۔

اس عنوان میں مذکور ہے ''تحتَ وِسادتہ'' اور نسفی کی روایت میں ہے ''عِندَ وسادتہ'' اور وِسادۃ کے معنی تکیہ ہے، اس عنوان کے بعد امام بخاری نے کوئی حدیث ذکر نہیں کی، اور اس کے بعد یہ باب ''الاستبرق و دخول الجنۃ فی المنام'' ہے یعنی ریشم اور خواب میں جنت میں داخل ہونا۔

اور رہے علامہ ابن بطال، تو انہوں نے ان دونوں عنوانوں کو ایک باب میں جمع کر دیا، انہوں نے کہا: ''باب عمود الفسطاط تحت وسادتِہ و دخول الجنۃ فی المنام'' اور اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث ہے جو آئے گی۔

علامہ ابن بطال نے جو کہا کہ میں نے علامہ المہلب سے سوال کیا کہ امام بخاری نے کس طرح یہ عنوان قائم کیا اور اس عنوان کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی؟ تو علامہ المہلب نے کہا: شاید کہ امام بخاری نے یہ خیال کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث زیادہ کامل ہے، کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ ریشم کا ٹکڑا اس ستون کے اوپر شامیانے کی طرح تھا جو ستون زمین میں گاڑا ہوا تھا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس ستون کو اکھاڑا اور اس کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ دیا اور وہ اس ریشم کے ٹکڑے کے ساتھ اس کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور وہ ''استبرق'' یعنی دبیز ریشم کی مثل ہودج تھا اور جنت میں اڑ رہا تھا، اور جب کہ یہ حدیث امام بخاری کی سند کے ساتھ مروی نہیں تھی تو امام بخاری نے اس کا ذکر نہیں کیا، لیکن انہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے، تاکہ یہ عنوان اس پر دلالت کرے کہ یہ بھی مروی ہے، یا ان کا ارادہ تھا کہ اس کی سند بیان کر کے اس حدیث کو اپنی احادیث کے ساتھ ملا دیں گے لیکن ان کو موت جلدی آ گئی اور وہ اپنی کتاب کی تہذیب نہیں کر سکے۔ واللہ اعلم (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۷۔ ۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: ''السرقۃ'' کا معنی ہے ''الکلۃ'' یعنی باریک پردہ، اور یہ عربوں کے نزدیک ہودج کی مثل ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ستون ہونا ان کے اسلام پر ثابت قدم ہونے کی دلیل ہے، اور اور خیمہ کی رسی سے مراد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے دین اور شریعت کا علم جس کی وجہ سے مسلمان اس پر قادر ہوتا ہے کہ وہ جنت میں جہاں چاہے جائے، اور اس کو ریشم سے تعبیر کیا ہے، اس سے مراد دین کا شرف اور اس کا مرتبہ ہے، کیونکہ ریشم دنیا کے معزز ترین لباسوں میں سے ہے، اسی طرح علمِ دین بھی اشرف العلوم ہے، اور خواب میں جنت میں داخل ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بیداری میں بھی جنت میں داخل ہوگا، کیونکہ بعض خوابوں کی توجیہ اس سے ہوتی ہے کہ جس طرح خواب میں دیکھا ہے اسی طرح بیداری میں ہوگا، اور دخولِ جنت کی تعبیر بھی اسلام ہے جو کہ جنت کا سبب ہے، پس جو اسلام میں داخل ہوا وہ جنت میں داخل ہو گیا، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَادْخُلِي فِي عِبٰدِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾ (الفجر: ۲۹۔۳۰) پھر تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جاO اور میری جنت میں داخل ہو جاO

اور ریشم کا ہوا میں اڑنا اس قوت کے سبب سے ہے جو قوت اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے کی عطا فرمائی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت اور قوت دی کہ وہ جنت میں جہاں چاہتے اڑتے پھرتے تھے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درخت سے لٹکا ہوا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: میں نے علامہ المہلب سے سوال کیا، میں نے کہا: امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ خیمہ کا ستون تکیہ کے نیچے ہے، اور حدیث میں نہ ستون کا ذکر ہے، نہ خیمہ کا اور نہ تکیہ کا، تو انہوں نے مجھ سے کہا: اس باب میں جو حدیث ہے کہ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے، میں اس ریشم کے ٹکڑے کے ساتھ جہاں بھی جنت میں جانا چاہوں وہ ریشم کا ٹکڑا میرے ساتھ اڑ کر آ جاتا ہے) وہ اس حدیث سے زیادہ کامل اور جامع ہے جو انہوں نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں ذکر کی ہے۔

اور اس حدیث میں یہ ہے کہ "جو ستون زمین میں گاڑا ہوا تھا اس کے اوپر ریشم کا ٹکڑا تھا جو شامیانے کی مثل تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس ستون کو اکھاڑ کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور وہ اس ریشم کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور وہ ریشم استبرق کے ہودج کی مثل تھا، پس وہ جنت میں جہاں جانے کی نیت کرتے تو وہ ریشم کا ٹکڑا ان کی طرف آ جاتا" لیکن امام بخاری اس حدیث کی سند سے راضی نہیں ہوئے تو انہوں نے اس کو ذکر نہیں کیا اور اس کو بطور عنوان کے ذکر کر دیا۔

اور امام بخاری نے صحیح البخاری میں اس طرح کے کئی عنوان قائم کیے ہیں مثلاً انہوں نے یہ عنوان قائم کیا "باب اذا حرق المسلم هل يحرق؟" (جب مشرک، مسلمان کو جلائے تو کیا مشرک کو بھی جلایا جائے گا؟) پھر اس باب کے تحت انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے العرنیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں، اور یہ ذکر نہیں کیا کہ عُرنیین نے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں، اور انہوں نے یہ عنوان اس لیے قائم کیا تاکہ دلالت کرے کہ عُرنیین کے اس فعل کی بھی روایت کی گئی ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۵۷۔۵۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابن بطال کی شرح سے حافظ ابن حجر عسقلانی کا اختلاف

علامہ المہلب مالکی کے کلام کو اکثر شارحین نے نقل کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے، اور علامہ ابن بطال پر ذمہ داری ہے کہ اس کے اصل ماخذ کو بیان کرتے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو اس باب میں داخل کرنا اس باب کے مطابق نہیں ہے بلکہ اس کا ایک باب مستقل ہے۔

اور معتمد یہ ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان کے ساتھ اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام طبرانی اور امام حاکم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے عمود الکتاب (دین کے ستون) کو دیکھا، جس کو میں نے اپنے سر کے نیچے سے اٹھایا، پھر میری نظر نے اس کا پیچھا کیا تو وہ ستون شام کی طرف چلا گیا، سنو! جب فتنے واقع ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا، اور دوسری روایت میں ہے کہ جب فتنے واقع ہوں گے تو شام میں امن ہوگا۔

اور امام طبرانی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حوالہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے شبِ معراج ایک سفید ستون دیکھا جیسے وہ ایک جھنڈا ہے جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں، میں نے کہا: تم کیا اٹھائے ہوئے ہو؟ انہوں نے کہا: عمود الکتاب (یعنی دین کا ستون) ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس ستون کو شام میں رکھ دیں۔

یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے اور اس کی بعض سندیں ضعیف بھی ہیں، پس شاید کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان لکھا اور حدیث کے لیے خالی جگہ چھوڑ دی تا کہ غور کر کے وہاں کوئی حدیث لکھیں، لیکن ان کو لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اور انہوں نے خیمہ کے ستون کے ساتھ عنوان قائم کیا، اور علماء نے کہا ہے کہ جس نے خواب میں ستون کو دیکھا تو اس کی تعبیر دین ہے، اور انہوں نے کہا کہ عمود کی تفسیر دین اور غلبہ ہے اور خیمہ کی تفسیر میں کہا کہ جس نے یہ خواب میں دیکھا کہ اس نے خیمہ لگایا ہے تو اس کو عنقریب قدرت حاصل ہوگی یا وہ کسی بادشاہ سے مقابلہ کرے گا اور کامیاب ہوگا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۸۰-۱۸۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۵- بَابُ: الْإِسْتَبْرَقِ وَدُخُولِ الْجَنَّةِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں دبیز ریشم کو دیکھنے اور جنت میں داخل ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں خواب میں استبرق کو دیکھنے کا بیان ہے، استبرق کا لفظ اصل میں فارسی ہے اور اس کو عربی کا لفظ بنایا گیا ہے اور اس کا معنی ہے: دبیز ریشم۔ اور خواب میں ریشم کو دیکھنے کی تعبیر دین اور علم میں شرف اور عزت ہے، کیونکہ ریشم دنیا کے معزز ترین لباسوں میں سے ہے، اسی طرح دین کا علم اشرف العلوم ہے۔

اور اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے کہا ہے: خواب میں جنت میں داخل ہونے کا بیان، اور خواب میں جنت کو دیکھنا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس پر دلالت کرتا ہے کہ خواب دیکھنے والا بیداری میں بھی جنت میں داخل ہوگا، اور اس کی تعبیر اسلام میں دخول کے ساتھ بھی کی جاتی ہے جو کہ جنت میں دخول کا سبب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۷۔ ۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۵۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ فِي يَدِي سَرَقَةً مِنْ حَرِيرٍ لَا أَهْوِي بِهَا إِلَى مَكَانٍ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ بِي إِلَيْهِ۔

(صحیح مسلم: ۲۴۷۸، مسند احمد: ۴۴۸۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا تھا، میں اس ٹکڑے کو جہاں بھی لے جانے کا ارادہ کرتا وہ مجھے اڑا کر وہاں لے جاتا۔

۷۰۱۶۔ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ أَخَاكِ رَجُلٌ صَالِحٌ أَوْ قَالَ إِنَّ عَبْدَ اللهِ رَجُلٌ صَالِحٌ۔

(صحیح البخاری: ۱۱۲۲، ۷۰۱۵، صحیح مسلم: ۲۴۷۸، مسند احمد: ۴۴۸۰)

پس میں نے اس خواب کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کیا، پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: بے شک تمہارا بھائی نیک مرد ہے، یا فرمایا: بے شک عبداللہ نیک مرد ہے۔

صحیح البخاری: ۷۰۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے جزو اول کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا ہے"، اور جزو ثانی کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "میں اس ریشم کے ٹکڑے کے ساتھ جنت میں جس جگہ بھی جانے کا ارادہ کرتا تو وہ ٹکڑا مجھے وہاں اڑا کر لے جاتا"۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ عنوان کے جزو اول میں استبرق کا لفظ ہے، اور حدیث میں "سرقۃ من حریر" کا لفظ ہے، تو یہ مطابقت تو نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ استبرق کا ٹکڑا بھی ریشم کی ایک قسم ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں معلی بن اسد کا ذکر ہے، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور یہ ابن اسد العمی ہیں اور ان کی کنیت ابوہیثم البصری ہے، یہ بہز بن اسد کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں وہیب کا ذکر ہے، یہ وہب کی تصغیر ہے، یہ ابن خالد البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایوب کا ذکر ہے، وہ السختیانی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں نافع کا ذکر ہے جو اپنے مولیٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ حدیث کتاب صلوٰۃ اللیل میں از ابی النعمان گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" اھوی بھا" ھوی کے معنی ہیں" سقط" یعنی گر گیا۔ الاصمعی نے کہا ہے: جب تم کوئی چیز پھینکو تو کہتے ہو" اھویت بالشیء"۔

اس حدیث میں مذکور ہے" الا طارت بی الیه" ریشم کے ٹکڑے کا اڑنا ایسی قوت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہے کہ وہ جنت میں جہاں چاہے جا سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے" او قال ان عبد اللہ"۔ راوی کو شک ہے کہ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے تمہارا بھائی فرمایا تھا یا عبد اللہ فرمایا تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عبد اللہ نیک جوان ہے، کاش! وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھا کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۷۔۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۶۔ بَابُ: اَلْقَيْدِ فِي الْمَنَامِ خواب میں پاؤں کی بیڑیوں کو دیکھنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے خواب میں بیڑیوں کو دیکھا، امام بخاری نے اس خواب کی تعبیر کو نہیں بیان کیا اور اس کی تعبیر کے لیے اس باب کی حدیث کو کافی قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ عَوْفًا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ تَكْذِبُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ وَمَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَإِنَّهُ لَا يَكْذِبُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَقُولُ هَذِهِ قَالَ وَكَانَ يُقَالُ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ حَدِيثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيفُ الشَّيْطَانِ وَبُشْرَى مِنَ اللهِ فَمَنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلَا يَقُصُّهُ عَلَى أَحَدٍ وَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ قَالَ وَكَانَ يُكْرَهُ الْغُلُّ فِي النَّوْمِ وَكَانَ يُعْجِبُهُمُ الْقَيْدُ وَيُقَالُ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّينِ وَرَوَى قَتَادَةُ وَيُونُسُ وَهِشَامٌ وَأَبُو هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عوف سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہوگا تو مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مومن کا خواب نبوت کے چھیالیسویں جز و سے ہے اور جو خواب نبوت کا جز و ہو، وہ جھوٹا نہیں ہوگا۔ محمد نے کہا: میں بھی یہی کہتا ہوں، انہوں نے بیان کیا کہ کہا جاتا ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں: دل کے خیالات، شیطان کا ڈرانا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری، پس جس شخص نے کوئی ایسی چیز دیکھی جو اس کو ناپسند ہو تو اس کو کسی کے سامنے بیان نہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ﷺ وَأَدْرَجَهُ بَعْضُهُمْ كُلَّهُ فِي الْحَدِيثِ وَحَدِيثُ عَوْفٍ أَبْيَنُ وَقَالَ يُونُسُ لَا أَحْسِبُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْقَيْدِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ لَا تَكُونُ الْأَغْلَالُ إِلَّا فِي الْأَعْنَاقِ۔

کرے اور اسے چاہیے کہ کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے علماء نے کہا کہ وہ خواب میں طوق دیکھنے کو ناپسند کرتے تھے اور خواب میں پیروں کی بیڑیوں کے دیکھنے کو پسند کرتے تھے، کہا جاتا ہے کہ پیروں کی بیڑیوں کی تعبیر دین میں ثابت قدم رہنا ہے۔

اور قتادہ اور یونس اور ہشام اور ابوہلال نے از ابن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے، اور بعض نے کُل کو حدیث میں داخل کر دیا اور عوف کی حدیث زیادہ واضح ہے اور یونس نے کہا: میں یہی گمان کرتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیڑیوں کے متعلق مروی ہے۔

اور امام ابوعبداللہ نے کہا کہ طوق صرف گلے میں ڈالے جاتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۲۶۳، سنن ترمذی: ۲۲۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۷، مسند احمد: ۱۰۲۱۲)

صحیح البخاری: ۷۰۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ ”وہ خواب میں پاؤں کی بیڑیوں کے دیکھنے کو پسند کرتے ہیں“۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن الصباح، یہ العطار البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معتمر، یہ ابن سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عوف، یہ الاعرابی ہیں۔ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ”اذا اقترب الزمان لم تکد تکذب رؤیا المومن“ علامہ خطابی نے کہا: اس کی شرح میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جب رات کا زمانہ اور دن کا زمانہ برابر ہو جائے اور یہ عموماً فصلِ بہار کے ایام میں ہوتا ہے اور یہ وہ وقت ہے جب انسان کی طبائع اربعہ غالباً معتدل ہوتی ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ زمانہ کے قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ زمانہ کی مدت ختم ہو جائے گی جب قیامت کا وقت آ جائے گا۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا کہ صحیح دوسرا معنی ہے۔ اور علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا کہ زمانہ کے قریب ہونے سے مراد ہے دنوں اور راتوں سے گھنٹوں کا کم ہونا، اور کم ہونے سے مراد ہے ان کا جلدی گزر جانا، اور یہ اس وقت ہوگا جب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قیامت کا قائم ہونا قریب ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ آخر زمانہ میں مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا، اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کا دیکھا ہوا خواب اسی طرح واقع ہوجائے گا جس طرح اس نے دیکھا تھا اور اس میں تعبیر کی ضرورت نہیں ہوگی، لہٰذا اس میں جھوٹ داخل نہیں ہوگا۔ اور اس زمانہ میں مومن کے خواب کے جھوٹا نہ ہونے کی حکمت یہ ہے کہ اس زمانہ میں مومن اجنبی ہوگا جیسا کہ حدیث میں امام مسلم نے روایت کی ہے ''بدء الاسلام غریبا و سیعود غریبا'' (اسلام ابتداء میں بھی اجنبی تھا اور آخر میں بھی اجنبی ہوگا)، پس اس وقت مومن کے ساتھ مانوس اور اس کے مددگار کم لوگ ہوں گے، پس سچے خوابوں کے ساتھ اس کی تکریم کی جائے گی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس زمانہ سے مراد حضرت المہدی کا زمانہ ہے، جب عدل پھیل جائے گا اور امن بہ کثرت ہوگا اور خیر اور رزق میں کشادگی ہوگی۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس آخر زمانہ سے مراد وہ زمانہ ہے جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا زمانہ ہوگا، جب وہ دجال کو قتل کر چکے ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہوگا''۔ اس کی تشریح اس سے پہلے کی جاچکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قال محمد'' اس سے مراد محمد بن سیرین ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وانا اقول'' اس سے اس جملہ مذکورہ کی طرف اشارہ ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: اس سے مراد یہ مقالہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وانا اقول هذه'' اسی طرح اس حدیث کی تمام سندوں میں مذکور ہے۔

اور علامہ ابن بطال کی شرح میں مذکور ہے: اور میں کہتا ہوں کہ یہ امت، قاضی عیاض نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے اور کہا کہ محمد بن سیرین کو یہ خطرہ ہوا کہ کوئی شخص اس حدیث کی یہ تاویل کرے گا جس حدیث میں مذکور ہے ''سب سے سچا خواب اس شخص کا ہوگا جو سب سے زیادہ سچ بولتا ہوگا'' یعنی جب زمانہ قریب ہوجائے گا تو صرف اسی شخص کا خواب سچا ہوگا جو نیک مرد ہوگا۔

اور میں کہتا ہوں کہ یہ امت، یعنی اس امت کے تمام افراد کا خواب صادق ہے خواہ وہ نیک ہوں اور خواہ بد ہوں، تا کہ ان کے خواب کا سچا ہونا ان کے لیے زجر و توبیخ کا سبب ہوجائے اور ان کے خلاف حجت ہوجائے، کیونکہ علماء کی موت اور برائیوں کے ظہور کی وجہ سے دین کی علامتیں مٹ چکی ہوں گی اور اس کے آثار بھی مٹ چکے ہوں گے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ شرح اس پر موقوف ہے کہ اس تعلیق میں امت کے لفظ کا اضافہ ثابت ہو اور میں نے اس کو اصول کی کسی کتاب میں نہیں پایا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۸۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حافظ ابن حجر کا ان الفاظ کو اصول میں نہ پانا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ کسی اور نے ان الفاظ کو اصول میں نہ پایا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے" وکان یقال الرؤیا ثلاث ۔۔ الخ" یعنی محمد بن سیرین نے کہا ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں۔ اور ابنِ سیرین نے یہ نہیں معین کیا کہ یہ بات کہنے والا کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ کہنے والے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور بعض راویوں نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور بعض نے اس کو موقوف بیان کیا ہے یعنی صحابہ کرام کا قول۔

خواب کی اقسام

اور امام احمد نے از ہوذہ بن خلیفہ از عوف بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب کی تین قسمیں ہیں، جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اور اس حدیث کی امام ترمذی اور امام نسائی نے از سعید بن ابی عروبہ از قتادہ از ابن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب کی تین قسمیں ہیں، ایک خواب برحق ہے، اور دوسرا خواب وہ ہے جو انسان کی اپنے دل سے کی ہوئی باتوں پر مشتمل ہوتا ہے (ہم لوگ عموماً جو خواب دیکھتے ہیں وہ یہی خواب ہوتا ہے) اور تیسرا خواب وہ ہے جس میں شیطان ڈراتا ہے۔

اور امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے از عبدالوہاب الثقفی از ایوب از محمد بن سیرین روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں: پس نیک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے اور باقی حدیث اسی کی مثل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے" حدیث النفس" یعنی ان میں سے خواب کی پہلی قسم حدیث النفس ہے، اور یہ وہ ہے کہ بیداری میں کسی شخص کے خیال میں جو چیزیں ہوتی ہیں وہ ان کے متعلق خواب دیکھتا ہے، (ہمارے خواب عموماً اسی قسم کے ہوتے ہیں)۔

اس حدیث میں مذکور ہے" وتخویف الشیطان" اور خواب کی وہ قسم ہے جو ناپسندیدہ اور ڈراؤنے خواب ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے" وبشریٰ" یعنی خواب کی تیسری قسم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہوتی ہے اور یہ پسندیدہ خواب ہے۔

اور امام ابن ماجہ نے حضرت عوف بن مالک سے سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب کی تین قسمیں ہیں، ایک ان میں سے وہ ہے جس میں انسان ابنِ آدم کو ڈراتا ہے تاکہ وہ غمگین ہو، اور دوسری قسم وہ ہے کہ انسان بیداری میں جو کچھ سوچتا ہے اس کو وہ خواب میں دیکھتا ہے۔ اور تیسری قسم وہ ہے جو نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ان قسموں میں خواب کی قسموں کا حصر نہیں ہے، کیونکہ چار اور قسمیں بھی ثابت ہیں، پہلی قسم وہ ہے جو حدیث النفس ہے اور یہ وہ ہے جس کا اس باب کی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے، دوسری قسم ہے: شیطان کا انسان کے ساتھ کھیلنا۔ اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی آیا، اس نے کہا: یارسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرا سر کاٹ دیا گیا ہے اور میں اس کے پیچھے جارہا ہوں، اور دوسری روایت میں ہے کہ میرا سر لڑھکتا ہوا جارہا ہے اور میں اس کے پیچھے دوڑ رہا ہوں، آپ نے فرمایا: تم اس خواب کی کسی کو خبر نہ دینا، خواب میں شیطان تمہارے ساتھ کھیلتا ہے، اور مسلم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی ایک اور روایت میں ہے: جب شیطان تم میں سے کسی ایک کے ساتھ خواب میں کھیلے تو اس کی لوگوں کو خبر نہ دے۔ اور خواب کی تیسری قسم وہ ہے جو انسان اپنی عادت اور معمول کے مطابق خواب میں کوئی کام دیکھتا ہے، مثلاً اس کی عادت ہے کہ وہ شام کے وقت کھانا کھاتا ہے، پس وہ کھانا کھا کے سو جاتا ہے، پس وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ کھانا کھا رہا ہے، یا وہ بہت زیادہ کھانا کھا کر یا پانی پی کر سو گیا اور اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ قے کر رہا ہے، اور اس خواب میں اور حدیث نفس میں عموم وخصوص کی نسبت ہے، چوتھی قسم "اضغاث احلام" ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وکان یکرہ" یعنی ابن سیرین نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خواب میں طوق دیکھنے کو ناپسند کرتے تھے، کیونکہ طوق اہلِ دوزخ کی صفات میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۝ جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور ان کو زنجیروں کے ساتھ گھسیٹا جائے گا O (المومن: ۷۱)

اور کبھی طوق کفر پر دلالت کرتا ہے، اور کبھی طوق ایذاء دینے والی عورت پر دلالت کرتا ہے۔ اور معبرین (اہل تعبیر) نے کہا ہے کہ اگر طوق کے ساتھ پیروں کی بیڑیاں بھی ہوں تو یہ زیادہ مکروہ خواب ہے، اور اگر ہاتھوں میں بیڑیاں ہوں یعنی ہتھکڑیاں تو یہ خواب اچھا ہے، کیونکہ اس کا مطلب ہے اس کے ہاتھ شر سے روک دیے گئے۔ اور کبھی خواب دیکھنے والے کی حالت کے اعتبار سے طوق بخل پر دلالت کرتا ہے اور اگر اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بخیل ہے، اگر اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے پیروں میں بیڑیاں ہیں اور طوق ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ قید خانہ میں رہے گا اور مصائب میں گرفتار ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی الدین" حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سب ابنِ سیرین کا کلام ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ پاؤں کی بیڑیوں سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس تعلیق میں مذکور ہے کہ "آپ طوق کو ناپسند کرتے تھے" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طوق کو ناپسند کرتے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ کرمانی نے یہ تمام عبارت علامہ طیبی کے کلام سے لی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وکان یعجبھم" یہ لفظ جمع کے ساتھ ہے یعنی صحابہ کو خواب میں بیڑیاں دیکھنا پسند تھا۔ اور "یکرہ" میں افراد کے ساتھ ہے، علامہ طیبی نے کہا ہے: جمع کی ضمیر اہلِ تعبیر کے لیے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وکان یقال القید ثبات فی الدین" علامہ المہلب نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ قید یعنی پاؤں کی بیڑیوں کی تعبیر دین میں ثابت قدمی ہے۔ اور قتادہ اور یونس اور دوسروں سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ بیڑیاں انسان کو گناہوں سے روکتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۳۰۔ ۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۱۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خواب میں بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کو دیکھنے کی مختلف تعبیریں

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا: ''پاؤں کی بیڑیوں کی تعبیر دین میں ثابت قدمی ہے''۔ اور قتادہ اور یونس وغیرہم نے کہا ہے کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ پاؤں کی بیڑیاں انسان کو گناہوں سے روکتی ہیں اور اس کو مقید کرتی ہیں۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ کبھی قید یعنی بیڑیوں کو خواب میں دیکھنے کی کئی تعبیریں ہوتی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے پیروں میں بیڑیاں دیکھیں اور وہ کسی سفر کے اندر ہو تو وہ اس جگہ پر قیام کرے گا سوا اس کے کہ وہ خواب میں یہ دیکھے کہ وہ بیڑیاں اس سے کھول دی گئی ہیں۔ اسی طرح جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ مسجد میں اس کے پیروں میں بیڑیاں ہیں، یا کسی اور ایسی جگہ جو خیر کی طرف منسوب ہو اس میں اس کے پیروں میں بیڑیاں ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دین پر قائم رہے گا اور اپنے رب کی اطاعت پر لازم رہے گا اور اس کی عبادت کرتا رہے گا۔ پس اگر اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ بیمار ہے یا قید میں ہے یا مصیبت میں ہے اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس حالت میں کافی عرصہ تک باقی رہے گا، اسی طرح اگر کسی دنیا دار نے خواب میں اپنے پاؤں میں بیڑیاں دیکھیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دنیا داری میں باقی رہے گا۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے کہ خواب میں طوق کو دیکھنا ناپسندیدہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ طوق اہلِ دوزخ کی صفت ہے، پس ارشاد فرمایا:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۝ جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور ان کو زنجیروں کے ساتھ گھسیٹا جائے گا ۝ (المومن: ۷۱)

پس طوق کفر پر دلالت کرتا ہے اور کبھی طوق ایسی عورت پر دلالت کرتا ہے جو اپنے خاوند کو تنگ کرتی ہو، اور جب کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ شر سے باز رہیں گے۔

زمانہ کے قریب ہونے کے معانی اور محامل

اس حدیث میں مذکور ہے ''جب زمانہ قریب ہوگا تو پھر مومن کا خواب تقریباً جھوٹا نہیں ہوگا''۔

اللہ ہی جانتا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب قیامت قریب آ جائے گی اور اکثر اہلِ علم وفات پا جائیں گے اور قتل وغارت اور فتنہ برپا ہونے کی وجہ سے دین کی علامتیں مٹ جائیں گی، پس اس وقت لوگ رسولوں کے انقطاع کے زمانہ میں ہوں گے اور ان کو کسی نصیحت کرنے والے کی اور دین کے احکام کی تجدید کرنے والے کی ضرورت ہوگی، جیسا کہ ہم سے پہلی امتیں تھیں۔ پس جب کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے خاتم ہیں، اور آپ کے بعد کا زمانہ فترت کے زمانہ کے مشابہ ہے اور اب کوئی نبی نہیں آ سکتا، تو اس کے عوض میں اس امت کو سچے خواب دیئے گئے جو کہ نبوت کا چھیالیسواں جزو ہیں، ان خوابوں میں بشارت بھی ہوتی ہے اور ڈرایا بھی جاتا ہے۔

علامہ ابوسلیمان الخطابی نے غریب الحدیث میں از ابوداؤد السجستانی لکھا ہے کہ وہ اس حدیث کی تاویل میں یہ کہتے تھے کہ جب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زمانہ قریب ہو جائے گا تو مومن کا خواب عنقریب جھوٹا نہیں ہوگا۔

علامہ خطابی نے کہا: زمانہ کے قریب ہونے کا معنی یہ ہے کہ دن اور رات برابر ہوں گے۔ اور تعبیر بیان کرنے والے یہ زعم کرتے ہیں کہ تعبیر کے سچے ہونے کا وقت وہ ہے جب صبح کی روشنی دکھائی دیتی ہے اور جس وقت میں پھل پک جاتے ہیں اور یہ وہ دو وقت ہیں جن میں زمانہ قریب ہوتا ہے یعنی دن اور رات برابر ہوتے ہیں۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: پہلی تاویل صحیح ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا ہے، کیونکہ آپ سے یہ روایت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آخر زمانہ میں مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور جو شخص زیادہ سچ بولتا ہوگا اس کا خواب زیادہ سچا ہوگا''۔

ابن سیرین کے نزدیک خواب کا سچا ہونا صرف آخر زمانہ کے مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: رہا ابن سیرین کا یہ کہنا کہ میں کہتا ہوں کہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ ''مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نیک مرد جو خواب دیکھتا ہے اس کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''نیک خواب جس کو نیک مرد دیکھتا ہے وہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے''۔

اور علامہ ابن بطال نے کہا کہ حدیث میں ہے: ''جب زمانہ قریب ہوگا تو مومن کا خواب تقریباً جھوٹا نہیں ہوگا''۔ تو ابن سیرین کو یہ خطرہ ہوا کہ اس خواب کی یہ تعبیر کی جائے گی کہ جب زمانہ قریب ہوگا تو صرف نیک مومن کا خواب ہی سچا ہوگا، تو انہوں نے کہا: میں یہ کہتا ہوں کہ یہ امت یعنی اس پوری امت کا خواب سچا ہوگا خواہ خواب دیکھنے والی امت صالحین میں سے ہوں یا فاجرین میں سے ہوں، کیونکہ ان کا سچا خواب ان کو برے کاموں سے زجر و توبیخ کرنے والا ہوگا اور ان پر حجت ہوگا، کیونکہ اس وقت دین کی علامتیں مٹ چکی ہوں گی اور علماء کے فوت ہونے کی وجہ سے نیکی کے آثار مٹ چکے ہوں گے اور برائیوں کا غلبہ ہوگا۔ واللہ اعلم

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶۰۔ ۵۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۱۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زمانہ کے قریب ہونے کے متعدد معانی اور محامل

شارح بخاری علامہ داؤدی المتوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: زمانہ کے قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ دنوں اور راتوں میں گھنٹے کم ہو جائیں گے اور کم ہونے سے مراد یہ ہے کہ بہت جلدی گزر جائیں گے، اور ایسا قرب قیامت میں ہوگا، جیسا کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ زمانہ قریب ہو جائے گا حتیٰ کہ سال ایک مہینہ کی مثل ہوگا اور مہینہ ایک ہفتہ کی مثل ہوگا اور ایک ہفتہ ایک دن کی مثل ہوگا، اور دن ایک ساعت کی مثل ہوگا اور ساعت پلک جھپکنے کی مثل ہوگی۔

ایک قول یہ ہے کہ اس مذکور زمانہ سے مراد حضرت مہدی کا زمانہ ہے، جب وہ عدل کو پھیلا دیں گے اور امن بہ کثرت ہوگا اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خیر کو اور رزق کو پھیلا دیں گے، پس یہ زمانہ اپنی لذت کی وجہ سے بہت جلدی گزر جائے گا اور حدیث میں جو ارشاد ہے کہ اس زمانہ میں مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس زمانہ میں سچے خوابوں کا غلبہ ہوگا، اگرچہ یہ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی خواب سچا نہ ہو، یہ علامہ الطیبی نے ذکر کیا ہے۔

علامہ القرطبی نے المفہم میں کہا ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ آخر زمانہ جس کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے، یہ زمانہ مسلمانوں کی اس جماعت کا ہے جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگی جب کہ حضرت عیسیٰ دجال کو قتل کر چکے ہوں گے، کیونکہ امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے ''پس اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا، وہ لوگوں میں سات سال رہیں گے اور اس وقت دو آدمیوں کے درمیان عداوت نہیں ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا، پھر روئے زمین میں سے جس شخص کے دل میں بھی ایک ذرہ کے برابر نیکی یا ایمان ہوگا تو وہ ہوا اس کو قبض کر لے گی۔ الحدیث''۔

نیک اور صادق مومن کے خواب کے جز و نبوت ہونے کی توجیہ

علامہ قرطبی نے کہا: پس اس زمانہ کے لوگ اس امت کے لوگوں میں سے صدرِ اول کے بعد سب لوگوں سے اچھے حال پر ہوں گے، اور ان کا کلام سب سے زیادہ سچا ہوگا، اور ان کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا۔ اسی وجہ سے آپ نے اس کے بعد فرمایا: ان میں زیادہ سچا خواب اس کا ہوگا جو زیادہ سچی باتیں کرتا ہوگا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے زیادہ سچ بولنے کی وجہ سے ان کا دل روشن ہو جائے گا اور ان کا ادراک قوی ہو جائے گا، پھر ان کے ذہن میں صحیح معنی مرتسم ہوں گے، اسی طرح جس مسلمان کا غالب حال یہ ہوگا کہ وہ بیداری میں سچ بولتا ہوگا تو وہ نیند میں بھی سچے خواب دیکھے گا، اس کے برخلاف جھوٹا آدمی یا جو کبھی سچ بھی بولتا ہے اور اکثر جھوٹ بولتا ہے تو اس کا قلب فاسد ہوتا ہے اور اس کا قلب تاریک ہوتا ہے، سو وہ خلط ملط خواب اور ''اضغاث احلام'' دیکھتا ہے، اور کبھی نادر طور پر سچا مردہ خواب دیکھتا ہے، جو صحیح نہیں ہوتا اور کبھی جھوٹا آدمی وہ خواب دیکھتا ہے جو صحیح ہوتا ہے، لیکن اغلب اور اکثر وہی ہوتا ہے کہ جو زیادہ سچ بولتا ہے اس کا خواب زیادہ سچا ہوتا ہے، اور اس سے اس کی تائید ہوتی ہے جو گزر چکا ہے کہ مومن کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے بشرطیکہ وہ خواب کسی ایسے مسلمان کو دکھائی دے جو صادق ہو اور نیک ہو، اسی وجہ سے حدیث میں یہ قید ہے کہ مسلمان کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔ اس حدیث میں مسلمان پر اقتصار کیا ہے اور کافر کے خواب کو نکال دیا ہے اور مسلمان کو بھی نیک کے ساتھ مقید کیا ہے، سو جو نیک مسلمان ہوگا اور سچا ہوگا تو اس کا حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کے مناسب ہوگا، پس اس کی ایسی تکریم کی جائے گی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کی جاتی ہے یعنی کسی غیب پر مطلع کرنا ہے، تو مومن کو خواب میں غیب پر مطلع کیا جائے گا (نیک مسلمان کو خواب میں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات اشارتاً دکھا دیے جاتے ہیں اور یہ غیب کی خبر کو متضمن ہے، اسی وجہ سے سچے مومن کے خواب کو نبوت کا جزو قرار دیا ہے اور رہے ہم عام لوگ تو ہمارے خواب عموماً حدیثِ نفس اور اضغاث احلام پر مشتمل ہوتے ہیں)، رہا کافر اور منافق اور جھوٹا شخص اور جو سچ بھی بولتا ہو اور جھوٹ بھی بولتا ہو، اگر ان کے خواب بعض اوقات سچے بھی ہو جائیں تب بھی وہ خواب نہ وحی سے مستفاد ہوتے ہیں اور نہ نبوت سے، اور نہ ان خوابوں میں غیب کی خبر کی طرف اشارہ ہوتا ہے، کیونکہ جو شخص کبھی کبھی سچ بولے تو اس کی خبر نبوت کا جزو نہیں ہوتی، کبھی کاہن بھی کلمہ حق کہتا ہے اور کبھی نجومی بھی حق بات کہتا ہے لیکن یہ بہت کم اور نادر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح الباری ج ۸ ص ۱۸۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۷۔ بَابُ: الْعَيْنِ الْجَارِيَةِ فِي الْمَنَامِ خواب میں جاری چشمہ کو دیکھنے کی تعبیر

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں جاری چشمہ کو دیکھے تو اس کی کیا تعبیر ہے؟

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: جاری چشمہ کی کئی وجوہ ہیں، اگر اس چشمہ کا پانی صاف ہو تو اس کی تعبیر نیک اعمال ہیں ورنہ نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ جاری چشمہ کی تعبیر ہے وہ عمل جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے جیسے کوئی شخص اپنی زمین کو یا اس کی پیداوار کو وقف کردے، یا کسی زندہ یا مردہ کے ساتھ نیکی کرے، تیسرا قول یہ ہے کہ چشمہ کا پانی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور برکت ہے اور خیر ہے اور اس سے آرزو پوری ہوتی ہے، اگر وہ خواب دیکھنے والا مستور الحال ہو یعنی اس کی برائیاں ظاہر نہ ہوں اور اگر وہ بدکار ہو تو خواب میں جاری چشمہ دیکھنے سے تعبیر یہ ہے کہ اس پر کوئی مصیبت آئے گی اور اس کے گھر والے اس کے اوپر روئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلَىٰٓ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝ (القمر:۱۲)

اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کردیئے، سو دونوں پانی اس چیز کیلئے جمع ہوگئے جو ان کے (عذاب) کے لیے مقدر کی گئی تھی ○

پس زمین میں ان کے لیے چشموں کو جاری کرنا ان کے لیے فتنہ اور آزمائش تھا جس کی وجہ سے ان کی ہلاکت جاری ہوگئی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَأَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۝ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۚ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝ (الجن:۱۶۔۱۷)

اور اگر وہ راہِ راست پر رہتے تو ہم انہیں کثیر پانی سے سیراب کرتے ○ تاکہ اس میں ہم ان کی آزمائش کریں، اور جو اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے گا تو وہ اس کو چڑھتے ہوئے سخت عذاب میں داخل کردے گا ○

اور تعبیر بیان کرنے والا ان وجوہ میں سے اس وجہ کے مطابق خواب کی تعبیر بیان کرے جو دیکھنے والوں کے حال کے مناسب ہو۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۴۹۔۵۵۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

۷۰۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ وَهِيَ امْرَأَةٌ مِّنْ نِّسَائِهِمْ بَايَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ طَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ فِي السُّكْنٰى حِيْنَ اقْتَرَعَتِ الْأَنْصَارُ عَلٰى سُكْنٰى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از خارجہ بن زید بن ثابت از حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا، اور وہ ان عورتوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی، وہ بیان کرتی ہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمُهَاجِرِينَ فَاشْتَكَى فَمَرَّضْنَاهُ حَتَّى تُوُفِّيَ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ فِي أَثْوَابِهِ فَدَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللهُ قَالَ وَمَا يُدْرِيكِ قُلْتُ لَا أَدْرِي وَاللهِ قَالَ أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ مِنَ اللهِ وَاللهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ فَوَاللهِ لَا أُزَكِّي أَحَدًا بَعْدَهُ قَالَتْ وَرَأَيْتُ لِعُثْمَانَ فِي النَّوْمِ عَيْنًا تَجْرِي فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ ذَاكِ عَمَلُهُ يَجْرِي لَهُ۔

کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی رہائش کے لیے ہمارے نام قرعہ نکلا جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تھی، پس حضرت عثمان بن مظعون بیمار ہو گئے، سو ہم نے ان کی تیمارداری کی حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی، پھر ہم نے ان کو ان کے کپڑوں میں لپیٹ کر کفن دیا، پس ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابوالسائب! آپ پر اللہ کی رحمت ہو! آپ کے متعلق میری یہ شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس نے بتایا؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتی اللہ کی قسم! آپ نے فرمایا: رہے وہ تو ان کے پاس یقینی بات آ چکی ہے اور بے شک میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید رکھتا ہوں، اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم اس کے بعد میں نے کسی کی ستائش نہیں کی، اور حضرت ام العلاء نے کہا: اور میں نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے لیے خواب میں ایک چشمہ دیکھا جو جاری تھا، پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور میں نے اس خواب کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ ان کا عمل ہے جو جاری ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۴۳، ۲۶۸۷، ۳۹۲۹، ۷۰۰۳، ۷۰۰۴، ۷۰۱۸، مسند احمد: ۲۶۹۱۱)

صحیح البخاری: ۷۰۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ایک جاری چشمہ دیکھا"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان المروزی کا لقب ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ عبداللہ بن المبارک المروزی ہیں۔
یہ حدیث عنقریب باب ''رویۃ النساء'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ توفی'' حضرت عثمان بن مظعون کی وفات شعبان ۳ ہجری میں ہوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذاك عمله يجرى له'' یعنی یہ جاری چشمہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا وہ عمل ہے جس کا ثواب وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے جیسے صدقہ کرنا۔

علامہ مغلطائی صاحب التلویح المتوفی ۷۶۲ ھ نے اپنی شرح التلویح میں اس کا انکار کیا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا ان تین اعمال میں سے کوئی عمل ہو جن کا ثواب وفات کے بعد جاری رہتا ہے، اس حدیث کی امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے: صدقہ جاریہ، یا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے، یا نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۳۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۰، سنن نسائی: ۳۶۵۱، سنن ترمذی: ۱۳۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲)

علامہ مغلطائی پر رد کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا نیک بیٹا تھا جو بدر میں حاضر ہوا اور بدر کے بعد کے غزوات میں بھی حاضر ہوا اور ان کا نام السائب ہے، وہ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے، سو جو تین اعمال منقطع نہیں ہوتے اور وفات کے بعد ان کا اجر جاری رہتا ہے تو ان میں سے ایک عمل ان کے نیک بیٹے حضرت السائب رضی اللہ عنہ ہیں، نیز حضرت عثمان دولت مندوں میں سے تھے، پس یہ بعید نہیں ہے کہ انہوں نے صدقہ کیا ہو اور ان کی وفات کے بعد بھی اس کا اجر جاری رہا ہو، کیونکہ امام ابن سعد نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے مرسلاً روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس گیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے پاس تھیں، تو ازواجِ مطہرات نے ان کو پریشان حال دیکھا، پس انہوں نے ان سے پوچھا: کیا وجہ ہے تم کیوں پریشان ہو؟ قریش میں تمہارے شوہر سے بڑھ کر تو کوئی غنی نہیں تھا، تو ان کی بیوی نے کہا: عثمان بن مظعون سے تو ہمیں کوئی حصہ نہیں ملا، وہ رات بھر قیام کرتے تھے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کی ازواج نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ملے، پس کہا: اے عثمان بن مظعون! کیا تمہارے لیے میری زندگی میں نمونہ نہیں ہے، انہوں نے کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فداء ہوں کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: تم دن بھر روزے رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو، انہوں نے کہا: بے شک میں کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو، کیونکہ تمہاری دونوں آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہارے جسم کا حق ہے اور بے شک تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، پس تم نماز پڑھو اور سو جاؤ اور روزہ رکھو اور افطار کرو، ابو بردہ نے کہا: پھر اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی ازواجِ مطہرات کے پاس آئیں اور ان کے لباس پر ایسی خوشبو تھی جیسے دلہن کے لباس پر ہوتی ہے، ازواجِ مطہرات نے ان سے کہا: یہ تبدیلی کیسے آئی؟ تو انہوں نے بیان کیا: جو لوگوں پر مصائب آئے تھے ہم پر بھی وہ مصائب آئے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳ ص ۳۹۵، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۲۔ ۲۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے نیک اعمال کا سلسلہ جاری رہنے کے متعلق مزید شواہد

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے کے لیے سرحدِ اسلام پر تیار رہتے تھے، اس وجہ سے بھی ان کے نیک اعمال کا سلسلہ جاری رہے گا، جیسا کہ سنن میں یہ حدیث ہے اور اس کو امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے اور امام ابن حبان نے اور حاکم نے۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر مرنے والے کا نیک عمل ختم ہو جاتا ہے سوا اس کے جو اللہ کی راہ میں سرحد پر پہرا دیتا ہے، اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہے گا اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۲۱، مسند احمد ج ۶ ص ۲۰، المستدرک ج ۲ ص ۱۴۴، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۷۹، مشکوٰۃ: ۳۸۲۳، کنز العمال: ۱۰۶۱۳، مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۷، سنن داری ج ۲ ص ۲۱۱، المستدرک ج ۲ ص ۷۹)

اور اس حدیث کا صحیح مسلم اور سنن نسائی اور مسند البزار میں ایک شاہد ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سرحد پر ایک دن اور ایک رات اللہ کی راہ میں پہرا دینا ایک ماہ کے روزوں اور ایک ماہ کے قیام سے زیادہ افضل ہے، اور اگر وہ فوت ہو گیا تو اس کا وہ نیک عمل جاری رہے گا جو وہ کرتا تھا اور وہ قبر کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۱۳، الرقم المسلسل: ۴۸۳۱، سنن نسائی: ۳۱۶۷، مسند احمد: ۶۶۶۵)

اور اس حدیث کے مزید شواہد ہیں۔ پس حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے حال کو بھی اسی پر محمول کرنا چاہیے اور اب یہ اشکال اصل سے زائل ہو جائے گا کہ علامہ مغلطائی نے کہا ہے: حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا کوئی ایسا عمل نہیں تھا جس کا ثواب جاری رہتا، کیونکہ ان کے ایسے کثیر اعمال ہیں جن کی وجہ سے وفات کے بعد بھی ان کے ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۸۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۸۔ بَابُ: نَزْعِ الْمَاءِ مِنَ الْبِئْرِ حَتّٰى يَرْوَى النَّاسُ

خواب میں یہ دیکھنا کہ کنویں سے پانی نکالتے رہنا حتیٰ کہ لوگ سیراب ہو جائیں

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا کہ وہ کنویں سے پانی نکال رہا ہے حتیٰ کہ اتنا پانی نکالا کہ جس سے لوگ سیراب ہو جائیں اس کے خواب کی تعبیر۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اس حدیث کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کنویں سے پانی نکالا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۱۹۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضى الله عنهما حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَا أَنَا عَلَى بِئْرٍ أَنْزِعُ مِنْهَا إِذْ جَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ الدَّلْوَ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ فَغَفَرَ اللهُ لَهُ ثُمَّ أَخَذَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ أَبِي بَكْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِي يَدِهِ غَرْبًا فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِي فَرْيَهُ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں صخر بن جویریہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت کہ میں کنویں پر اس کنویں سے پانی نکال رہا تھا اس وقت میرے پاس ابوبکر آئے اور عمر آئے، پس ابوبکر نے ڈول پکڑا، پس ایک ڈول یا دو ڈول پانی نکالا اور ان کے پانی نکالنے میں کچھ کمزوری تھی، پس اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، پھر اس ڈول کو ابن الخطاب نے ابوبکر کے ہاتھ سے لے لیا، پھر حضرت عمر کے ہاتھ میں وہ ڈول بہت بڑا ڈول بن گیا، پس میں نے پانی کھینچنے میں عمر کی مثل کسی شخص کو غیر معمولی ماہر نہیں دیکھا، انہوں نے بہت پانی نکالا حتیٰ کہ لوگوں نے اونٹوں کو پلانے لیے پانی سے حوض بھر لیے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۳۳، ۷۰۲۰، ۴۹۸۰، صحیح مسلم: ۲۳۹۲، سنن ترمذی: ۲۲۸۹، مسند احمد: ۴۷۹۹)

صحیح البخاری: ۷۰۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے ''کنویں سے اتنا پانی کھینچنا کہ جس سے لوگ سیراب ہو جائیں'' اور حدیث میں بھی اسی کا ذکر ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یعقوب بن ابراہیم بن کثیر، یہ الدورقی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں شعیب بن حرب کا ذکر ہے، یہ المدائنی ہیں اور ان کی کنیت ابو صالح ہے، یہ اصل میں بغداد کے رہنے والے تھے، پھر مدائن میں رہنے لگے تو ان کو مدائنی کہا جانے لگا، پھر مکہ میں منتقل ہو گئے، پھر وہیں رہے حتیٰ کہ ان کی مکہ میں وفات ہوگئی اور صحیح البخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں صخر بن جویریہ کا ذکر ہے، یہ جاریۃ کی تصغیر ہے۔

یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذنوبا'' اس کا معنی ہے: جو ڈول پانی سے بھرا ہوا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''او ذنوبین'' یہ راوی کا شک ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ثم اخذھا ابن الخطاب'' یعنی پھر اس ڈول کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے لیا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کے والی ہوئے، اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تصریح نہیں فرمائی تھی، لیکن حدیث میں متعدد اشارات ہیں جن سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تصریح معلوم ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاستحالت فی یدہ غربا'' یعنی وہ ڈول، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بہت بڑا ڈول بن گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عبقری'' اس کا معنی ہے: وہ شخص جو اپنے عمل میں کامل اور حاذق ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یفری فریہ'' یعنی ایسا عجیب و غریب عمل کرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی ضرب الناس بعطن'' عطن کا معنی ہے: کنویں کے گرد وہ جگہ جو اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے بنائی جائے اور وہاں اونٹ بیٹھ کر پانی پئیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۳۔۲۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۱۹، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور مثال سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت اور اس کی کیفیت کا بیان

علامہ ابو سلیمان خطابی نے کہا ہے کہ امام ابو عبید اور علامہ ابن قتیبہ اور ایک جماعت نے اس حدیث کے الفاظ کی تفسیر کی ہے، اور ان میں سے کوئی بھی اس حدیث کا معنی بیان کرنے کے درپے نہیں ہوا، اور ہم نے جان لیا کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی مثال ہے اور مثال سے کسی چیز کے علم کو قریب کرنا اور اس کی وضاحت کرنا مراد ہوتی ہے، اور اس مثال کا فائدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوپر فضیلت کو بیان کرنا ہے، کیونکہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قوت کا بیان ہے جس میں ضعف تھا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث سے ان دونوں کی خلافت کو ثابت کرنے کا ارادہ فرمایا ہو، اور ان کی خلافت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی مدت کی خبر دی ہو، اور ان کی خلافت کے احوال کی خبر دی ہو، پس مسلمانوں کے معاملات کو کنویں کے ساتھ تشبیہ دی، کیونکہ کنویں میں وہ پانی ہوتا ہے جس سے بندوں کی حیات ہوتی ہے اور شہر کی صلاح ہوتی ہے، اور مسلمانوں کے والی کو اس سے تشبیہ دی جو کنویں سے پانی نکال رہا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت کے کم ہونے کی طرف اشارہ ہے اور دو ڈول سے مراد ان کی خلافت کے دو سال ہیں اور کچھ مہینے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے میں اور دعوت وتبلیغ کی اصلاح میں گزر گئے اور ان کو اتنی فرصت نہیں ملی کہ وہ شہروں کو فتح کرتے اور مالِ غنیمت کو اکٹھا کرتے، اس وجہ سے ان کے کنویں سے پانی نکالنے میں ضعف تھا۔

اور رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، تو ان کی خلافت کے ایام بہت طویل تھے اور ان کا دائرہ مملکت بہت وسیع تھا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر عراق کو اور عراق کے مضافات کو اور مصر کو اور شام کے اکثر شہروں کو فتح کیا اور آپ نے ان کے اموالِ غنیمت کو حاصل کیا اور مسلمانوں میں تقسیم کیا، پس مسلمانوں کا حال بہت اچھا ہو گیا اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بہت خیر کو پایا۔ واللہ اعلم

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ علامہ طبری نے بھی اسی طرح لکھا ہے جس طرح علامہ خطابی نے لکھا ہے۔

اور علامہ خطابی نے کہا کہ عرب فخر اور غلبہ کو ظاہر کرنے کے لیے پانی پلانے کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

عبقری کا معنی

الاصمعی نے کہا: میں نے ابوعمرو بن العلاء سے العبقری کے معنی کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی قوم کا عبقری ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی قوم کا سردار ہے اور اپنی قوم کا بڑا ہے اور اپنی قوم میں سب سے قوی ہے۔

امام ابوعبید نے کہا: اس کی اصل یہ ہے کہ یہ عبقر کی طرف نسبت ہے، اور یہ وہ زمین ہے جہاں پر جنات رہتے تھے، پس کسی بلند چیز کے لیے عبقر کی مثال ذکر کرتے ہیں۔

ابن درید نے کہا: جب عرب کسی چیز کو اچھا سمجھیں اور اس کی شدت پر تعجب کریں تو اس کو عبقر کی طرف منسوب کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں ''ظلم عبقری'' یعنی بہت شدید اور فاحش ظلم، قرآن مجید میں ہے:

مُتَّكِـِٕينَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ (متقین) سبز قالینوں اور نفیس بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ○ (الرحمٰن: ۷۶)

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶۳۔ ۵۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۹۔ بَابُ: نَزْعِ الذَّنُوبِ وَالذَّنُوبَيْنِ مِنَ الْبِئْرِ بِضَعْفٍ
کنویں سے ایک ڈول یا دو ڈولوں کو کمزوری کے ساتھ نکالنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانی سے بھرے ہوئے ڈول کو کنویں سے ضعف اور کمزوری کے ساتھ نکالا جائے۔ (عمدۃ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

القاری ج ۲۴ ص ۲۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رُؤْيَا النَّبِيِّ ﷺ فِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ النَّاسَ اجْتَمَعُوا فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ قَامَ ابْنُ الْخَطَّابِ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَمَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَفْرِي فَرْيَهُ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود، وہ نبی ﷺ کے اس خواب کو بیان کرتے ہیں جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق تھا، انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہوئے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں کمزوری تھی، اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، پس وہ بہت بڑا ڈول ہو گیا، پس میں نے پانی کھینچنے میں عمر کی مثل کسی شخص کو غیر معمولی ماہر نہیں دیکھا، انہوں نے بہت پانی نکالا حتیٰ کہ لوگوں نے اونٹوں کو پلانے کے لیے پانی سے حوض بھر لیے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۳۳، ۴۹۸۰، صحیح مسلم: ۲۳۹۲، سنن ترمذی: ۲۲۸۹، مسند احمد: ۴۷۹۹)

صحیح البخاری: ۷۰۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جو بابِ سابق میں گزر چکی ہے سوا اس کے کہ یہاں اس حدیث کو دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن یونس، اور وہ احمد بن عبد اللہ بن یوسف الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے زُہیر، یہ ابن معاویہ الجُعفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از موسیٰ بن عقبہ۔۔۔۔۔۔ الخ

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدٌ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلَى قَلِيبٍ وَعَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوبًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عُقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَأَخَذَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔

فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا، میں نے اپنے آپ کو ایک کنویں کے پاس دیکھا، اور اس کنویں کے اوپر ایک ڈول تھا، میں نے اس کنویں سے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پانی نکالا، پھر وہ ڈول ابن ابی قحافہ نے لے لیا اور انہوں نے اس سے ایک ڈول یا دو ڈول پانی نکالا، اور ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، پھر وہ ڈول ایک بڑا ڈول بن گیا، پھر اس کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا، پس میں نے لوگوں میں سے کوئی ماہر شخص نہیں دیکھا جو عمر بن الخطاب کی طرح کنویں سے پانی نکال رہا ہو حتیٰ کہ لوگ اونٹوں کو سیراب کر کے انہیں بٹھانے کی جگہ لے گئے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۴، ۷۰۲۱، ۷۰۲۲، ۷۴۷۵، صحیح مسلم: ۲۳۹۲، مسند احمد: ۵۸۹۰)

صحیح البخاری: ۷۰۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کی مثل ہے۔ امام بخاری نے اس کی روایت سعید بن عُفیر سے کی ہے از اللیث بن سعد از عُقیل بن خالد از محمد بن مُسلم بن شہاب الزہری از سعید بن المسیب۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "علی قلیب" اس کا معنی ہے: کنویں پر۔ جب کنواں کھودا جاتا ہے تو اس کی مٹی پلٹ دی جاتی ہے اور قلب کے معنی پلٹنا ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابن ابی قحافہ" یہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اور ابو قحافہ کا نام عثمان ہے، اور عبداللہ بن عثمان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ یغفر لہ" اس دعائیہ کلمہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کوئی کمی نہیں ہے، اور نہ ان کے گناہ کی طرف اشارہ ہے، اور یہ ایک دعائیہ کلمہ ہے جس کا عرب لوگ اپنے کلام میں ذکر کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی نزعہ ضعف" اس حدیث سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی خلافت کی کیفیت کے حال کو بیان کیا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران لوگوں نے بہت نفع حاصل کیا ہے، کیونکہ ان کی خلافت کا زمانہ طویل تھا اور اسلام ان کے زمانہ خلافت میں بہت پھیلا اور فتوحات بہت زیادہ ہوئیں اور بہت شہر فتح ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۰۔ بَابُ: الْاِسْتِرَاحَةِ فِي الْمَنَامِ
خواب میں آرام کرنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں خواب میں آرام کرنے کی کیفیت کا بیان ہے، اہلِ تعبیر نے بیان کیا ہے کہ اگر آرام کرنے والا اپنی پیٹھ پر چت لیٹا ہوا ہو تو اس کا معاملہ قوی ہوگا اور دنیا اس کے ماتحت ہوگی کیونکہ زمین زیادہ قوی ہے، اس کے برخلاف جو شخص اوندھا لیٹا ہوا ہو اس کے حال کا پتا نہیں چلتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ أَنِّي عَلَى حَوْضٍ أَسْقِي النَّاسَ فَأَتَانِي أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ الدَّلْوَ مِنْ يَدِي لِيُرِيحَنِي فَنَزَعَ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ فَأَتَى ابْنُ الْخَطَّابِ فَأَخَذَ مِنْهُ فَلَمْ يَزَلْ يَنْزِعُ حَتَّى تَوَلَّى النَّاسُ وَالْحَوْضُ يَتَفَجَّرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں لیٹا ہوا تھا تو میں نے دیکھا میں حوض پر لوگوں کو پانی پلا رہا ہوں، پس میرے پاس ابوبکر آئے اور انہوں نے ڈول کو میرے ہاتھ سے لیا تاکہ مجھے راحت پہنچائیں، پس انہوں نے دو ڈول پانی نکالا، اور ان کے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا اور اللہ ان کی مغفرت فرمائے، پھر ابن الخطاب آئے، انہوں نے ان سے ڈول لے لیا، پس وہ پانی نکالتے رہے حتیٰ کہ لوگ چلے گئے اور حوض سے پانی ابل رہا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۴، ۷۰۲۱، ۷۰۲۲، ۷۴۷۵، صحیح مسلم: ۲۳۹۲، مسند احمد: ۷۴۵۹)

صحیح البخاری: ۷۰۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "تاکہ وہ مجھے راحت پہنچائیں"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن ابراہیم، یہ ابن راہویہ کے نام سے معروف ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر السعدی ہوں، کیونکہ یہ دونوں امام عبدالرزاق سے روایت کرتے ہیں۔ اور معمر ابن راشد ہیں۔ اور ہمام، ابن منبہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں، اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''علی حوض'' علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس سے پہلی روایت میں ''علی بئر وعلی قلیب'' مذکور تھا، انہوں نے اس کا جواب دیا کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ ایسا جواب ہے جس سے سوال کرنے والا خوش نہیں ہوگا۔ اصل جواب یہ ہے کہ کنویں سے بھی پانی نکال کر لوگوں کو سیراب کیا جاتا ہے اور وہ خود بھی پیتے ہیں اور اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں، اسی طرح حوض سے بھی پانی لے کر لوگوں کو پلایا جاتا ہے اور ان کے جانوروں کو پلایا جاتا ہے، تو اس تشبیہ کی وجہ سے اس حدیث میں کنویں کی جگہ حوض کے لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی تولی الناس'' یعنی لوگ اعراض کر کے چلے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۱- بَابُ: الْقَصْرِ فِي الْمَنَامِ — خواب میں محل دیکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں محل دیکھنے یا خواب میں محل میں داخل ہونے کی کیا تعبیر ہے؟

اہل تعبیر نے بیان کیا ہے کہ خواب میں محل دیکھنے کی تعبیر دین دار لوگوں کے لیے عمل صالح ہے اور غیر دین دار لوگوں کے لیے قید اور تنگی ہے، اور کبھی خواب میں محل دیکھنے کو نکاح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۳- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ قُلْتُ لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ قَالُوا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَبَكَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ قَالَ أَعَلَيْكَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ أَغَارُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا، پس وہاں ایک عورت محل کی ایک جانب وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا محل ہے، پھر مجھے عمر کی غیرت یاد آئی، پس میں پیٹھ موڑ کر چلا گیا،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہو جائیں یارسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟

(صحیح البخاری: ۳۲۴۲، ۳۶۸۰، ۵۲۲۷، ۷۰۲۳، ۷۰۲۵، صحیح مسلم: ۲۳۹۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷، مسند احمد: ۸۲۶۵)

صحیح البخاری: ۷۰۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان ہے ''خواب میں محل کو دیکھنا'' اور حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔

اس حدیث کے رجال کا عنقریب ذکر کیا گیا ہے اور یہ حدیث صفتِ جنت اور فضائل عمر رضی اللہ عنہ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاذا امراۃ تتوضا'' علامہ خطابی سے منقول ہے کہ یہ وضو لغوی تھا شرعی نہیں تھا اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: جنت دارِ تکلیف نہیں ہے، پھر اس عورت کے وضو کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ پھر یہ جواب دیا کہ اس عورت کا وضو کرنا بطورِ تکلیف نہیں تھا۔

اور علامہ القرطبی نے کہا ہے: وہ عورت اس لیے وضو کر رہی تھی کہ اس کا حُسن زیادہ ہو اور نور زیادہ ہو، اور یہ وضو اس لیے نہیں کر رہی تھی کہ چہرہ سے میل کچیل اور گندگی اور نجاست زائل ہو، کیونکہ جنت گندگی، میل کچیل اور نجاست سے منزہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ وضو حقیقتاً ہو، اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ جنت اگرچہ دارِ تکلیف نہیں ہے مگر یہ وضو کرنا بطورِ تکلیف نہیں تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محل کی جانب جو عورت وضو کر رہی تھی اس کا مصداق اور اس خواب کی تعبیر

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عورت حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محل کی ایک جانب دیکھا اس وقت وہ زندہ تھیں، اور جمہور اہل تعبیر کے مطابق اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اہلِ جنت سے ہیں، کیونکہ جس کو کسی نے جنت میں داخل دیکھا تو وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا، تو جس کو سید الصادقین نے جنت میں داخل دیکھا تو وہ کیونکر جنت میں داخل نہیں ہوگا!

اور ان کا جنت میں وضو کرنا، اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بہت صاف ستھری خاتون تھیں اور پاکیزہ رہنے والی خاتون تھیں، رہا یہ کہ ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محل کی ایک جانب دیکھا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کو پائیں گی اور ایسا ہی ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۰۲۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِقَصْرٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هَذَا فَقَالُوا لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَمَا مَنَعَنِي أَنْ أَدْخُلَهُ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِلَّا مَا أَعْلَمُ مِنْ غَيْرَتِكَ قَالَ وَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا، پس اچانک میں سونے کے ایک محل کے پاس تھا، میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ قریش کے ایک مرد کا ہے، پس اے ابن الخطاب! مجھے اس محل میں داخل ہونے سے صرف اس چیز نے منع کیا کہ مجھے تمہاری غیرت کا علم تھا، انہوں نے کہا: اور کیا میں آپ پر غیرت کروں گا یا رسول اللہ!

(صحیح البخاری: ۳۶۷۹، ۵۲۲۶، ۷۰۲۴، صحیح مسلم: ۲۳۹۴، مسند احمد: ۱۴۵۸۴)

صحیح البخاری: ۷۰۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو بن علی، یہ ابن بحر بن کثیر ابو حفص الباہلی البصری الصیر فی ہیں اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معتمر بن سلیمان کا ذکر ہے، یہ ابن طرخان البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن عمر کا ذکر ہے، یہ ابن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الرجل من قریش" اس پر یہ اعتراض ہے کہ دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔
علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قرائن سے یا وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۲۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کی بشارت

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس خواب میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے لیے جنت میں محل کی بشارت ہے، اور اس خواب کو بغیر کسی پہیلی کے اور بغیر کسی اشارہ کے دکھایا گیا ہے، اسی طرح جو عورت خواب میں دکھائی گئی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت صاف ستھری اور روشن عورت ہے، کیونکہ جنت میں نماز کے لیے وضو نہیں ہوتا اور نہ عبادت کے لیے وضو ہوتا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہر شخص پر اس اعتبار سے حکم لگایا جاتا ہے جو اس کی خلقت کی حیثیت سے معلوم ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محل میں داخل نہیں ہوئے جب آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت کو یاد کیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ وہ آپ پر غیرت نہیں کریں گے کیونکہ آپ تمام مومنین کے باپ ہیں، اور مومنین کے بیٹوں کو دنیا اور آخرت کی جو خیر حاصل ہوتی ہے تو وہ آپ کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور آپ کے ہاتھوں سے حاصل ہوتی ہے، لیکن آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ وہ کام کریں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ادب کے موافق ہو۔

امام ابن سیرین نے کہا ہے: جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہوا ہے تو وہ ان شاء اللہ جنت میں داخل ہوگا، کیونکہ اس شخص نے جو نیکیاں پہلے بھیجی ہیں یہ ان کی وجہ سے بشارت ہے۔

خواب میں جنت کو دیکھنے کی متعدد تعبیریں

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خواب میں جنت کو دیکھنے کی کئی تعبیریں ہیں، ایک تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص حج کرے گا اور کعبہ میں پہنچ جائے گا اور وہ حج اس کو جنت کی طرف لے جائے گا، اور اگر کافر خواب میں جنت کو دیکھے یا فاسق خواب میں جنت کو دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کافر، کفر کو ترک کر کے اسلام قبول کرلے گا جو دخولِ جنت کا سبب ہے، اور فاسق خواب میں جنت کو دیکھے تو وہ اپنے فسق سے توبہ کرلے گا، اور اگر کوئی بیمار خواب میں جنت کو دیکھے تو وہ اسی بیماری میں فوت ہو جائے گا، کیونکہ جنت مومنین کا اجر ہے، اور اگر کوئی کنوارا خواب میں جنت کو دیکھے تو اس کا نکاح ہو جائے گا کیونکہ آخرت دار النکاح ہے اور دار الازواج ہے، اور اگر کوئی فقیر خواب میں جنت کو دیکھے تو وہ خوشحال ہو جائے گا، اور کبھی جنت میں دخول جمعہ اور جماعت کی طرف دوڑ کر جانے پر دلالت کرتا ہے اور دارِ علم پر اور ذکر کے حلقوں پر اور جہاد پر اور سرحد کی حفاظت کرنے پر اور ہر اس عبادت پر دلالت کرتا ہے جو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

خواب میں وضو کرنے کی تعبیر

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ وضو کر رہا ہے تو یہ سلطنت کی طرف وسیلہ ہے، اور جو شخص خوف زدہ ہو وہ اگر خواب میں وضو کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو خوف سے امان حاصل ہوگی اور بعض اوقات خواب میں وضو کرنا ثواب پر اور گناہوں کے مٹنے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ "جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں"۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶۵۔۵۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۲۔ بَابُ: الْوُضُوءِ فِي الْمَنَامِ
خواب میں وضو کرنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں وضو کرنے کی کیا تعبیر ہے، اہلِ تعبیر نے بیان کیا ہے کہ خواب میں وضو کرنا سلطان کی طرف یا کسی عمل کی طرف وسیلہ ہے، پس اگر خواب میں وضو پورا کرلے تو بیداری میں اس کی مراد حاصل ہوجائے گی، اور اگر پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے اس کا وضو کرنا مشکل ہو یا اس سے وضو کرلے جس سے وضو کر کے نماز جائز نہیں ہے تو پھر مراد حاصل نہیں ہوگی۔ اور خوف زدہ آدمی وضو کرے تو یا تو اس کو ثواب حاصل ہوگا یا اس کے گناہ مٹ جائیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۷۔۲۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۵۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ فَقَالُوا لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكَى عُمَرُ وَقَالَ عَلَيْكَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ أَغَارُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: جس وقت کہ میں سویا ہوا تھا میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا، پس اس وقت ایک عورت ایک محل کی جانب وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل ہے، پھر مجھے ان کی غیرت یاد آئی، پھر میں پیٹھ موڑ کر چل دیا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ روئے اور کہا: آپ کے اوپر میں غیرت کروں گا یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۳۲۴۲، ۳۶۸۰، ۵۲۲۷، ۷۰۲۳، ۷۰۲۵، صحیح مسلم: ۲۳۹۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷، مسند احمد: ۸۲۶۵)

صحیح البخاری: ۷۰۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب میں بیان کی جاچکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۴۔ بَابُ: الطَّوَافِ بِالْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ — خواب میں کعبہ کا طواف کرنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے تو اس کی کیا تعبیر ہے۔

اہلِ تعبیر نے کہا ہے کہ طواف کرنا حج پر دلالت کرتا ہے اور نکاح کرنے پر دلالت کرتا ہے اور امام سے مطلب کے حصول پر دلالت کرتا ہے اور ماں باپ کی نیکی پر دلالت کرتا ہے، اور عالمِ دین کی خدمت پر دلالت کرتا ہے، اور امام کے حکم پر عمل کرنے پر دلالت کرتا ہے، اگر خواب دیکھنے والا رقیق القلب ہو تو وہ اس کے مالک کی خیر خواہی پر دلالت کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبْطُ الشَّعَرِ بَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْطُفُ رَأْسُهُ مَاءً فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا ابْنُ مَرْيَمَ فَذَهَبْتُ أَلْتَفِتُ فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرُ جَسِيمٌ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا هَذَا الدَّجَّالُ أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ وَابْنُ قَطَنٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ۔

(صحیح البخاری: ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۵۹۰۲، ۶۹۹۹، ۷۰۲۶، ۷۱۲۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، پس اس وقت ایک گندمی رنگت والا مرد جس کے بال سیدھے تھے، وہ دو مردوں کے درمیان سہارا لیے ہوئے تھے اور ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتایا کہ یہ ابن مریم ہیں، پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک مرد سرخ رنگ کا تھا اور بھاری جسم والا تھا، اس کے سر کے بال گھونگھریالے تھے اور اس کی دائیں آنکھ کانی تھی، اور اس کی آنکھ گویا کہ ابھرا ہوا انگور تھی، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو بتایا کہ یہ دجال ہے، لوگوں میں اس کے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے، اور ابن قطن بنو المصطلق کا مرد تھا جو قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتا تھا۔

صحیح البخاری: ۷۰۲۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کررہا ہوں"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں۔ اور یہ حدیث باب "رؤیا اللیل" میں گزر چکی ہے، اور کتاب احادیث الانبیاء میں بھی باب "وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ (مریم:١٦)" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ینطف" یعنی اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: "النطف" کا معنی ہے: پانی گرانا، اور ان کے سر سے پانی کے قطرے اس لیے گر رہے تھے کہ اس رات بارش ہوئی تھی۔

اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے زم زم کے پانی سے غسل کیا ہو اور اس کی وجہ سے پانی کے قطرے گر رہے ہوں، یا اس سے مراد ان کی لطافت اور نظافت ہے، اور حقیقت میں پانی کا گرنا مراد نہیں ہے۔

علامہ ابوالقاسم الاندلسی نے کہا ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس صورت کے مطابق صفت کی گئی ہے جس صورت پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور یہ خواب برحق ہے، کیونکہ شیطان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں ہیں اور زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہے وہ کرتا ہے۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: کتاب الانبیاء کے باب مریم میں یہ گزرا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سرخ رنگ کے گھونگھریالے بالوں والے تھے۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ طواف کا وقت نہیں تھا کوئی اور وقت تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فذھبت التفت"۔

ابوالقاسم اندلسی نے کہا: دجال کا وصف بھی اس کی صورت کے مطابق بیان کیا گیا ہے اور انہوں نے کہا: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ دجال مکہ میں داخل ہوگا مدینہ میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ جو فرشتے مدینہ کے درجات پر ہیں وہ اس کو مدینہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔

صاحب التوضیح نے کہا: علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا: اس دلیل پر اعتراض ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: دجال مکہ میں اس وقت داخل نہیں ہوگا جب مکہ کی شان وشوکت کے ظہور کا وقت ہوگا، نیز وہ مستقبل میں نہیں داخل ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ابن قطن" اس کا نام عبدالعزیٰ بن قطن بن عمرو بن حبیب بن سعید بن عائذ بن مالک بن خزیمہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے، اور یہ المصطلق بن سعد ہے جو کعب اور عدی کا بھائی ہے، اور عمرو بن ربیعہ کی اولاد ہے۔ الزہری نے کہا: ابن قطن خزاعہ کا ایک مرد تھا جو زمانہ جاہلیت میں مرگیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۸۔۲۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۲۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دجال کی مخصوص صفات بیان کرنے کی توجیہ اور دجال کی تکذیب پر دلیل

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی صفات بیان فرمائیں اور دجال کی صفات بیان فرمائیں، یہ وہ صفات ہیں جن صفات پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا اور ان دونوں کی صفات اس لیے بیان فرمائیں کہ ان دونوں کا ظہور ایک زمانہ میں ہوگا، اور اس وجہ سے کہ حدیث میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے، پس دجال کی ایسی صفات بیان کیں کہ دیکھنے والے کو کوئی اشتباہ نہیں ہوگا کہ یہ دجال ہے، اور ان میں سے ایک وصف یہ ہے کہ یہ کانا ہوگا، اور یہ شخص اپنے خدا ہونے کا مدعی ہوگا اور عقل والے اس کو جائز نہیں قرار دیں گے کہ جو شخص الوہیت کا اور قدرت کا مدعی ہو وہ کانا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر آفات اور حوادث کا آنا جائز نہیں ہے، اور اس پر آفت آئی کہ یہ کانا ہوگیا، پس یہ اس کی تکذیب پر دلیل ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳۴۔ بَابٌ: إِذَا أَعْطَى فَضْلَهُ غَيْرَهُ فِي النَّوْمِ — خواب میں اپنا پس خوردہ دوسرے کو دینے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص خواب میں اپنا بچا ہوا دودھ دوسرے کو دے تو اس کی کیا تعبیر ہے؟

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَجْرِي ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلَهُ عُمَرَ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حمزہ بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس سے پیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ دودھ سے سیری جاری ہو رہی ہے، پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دے دیا، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے؟ آپ نے فرمایا: علم۔

(صحیح البخاری: ۸۲، ۳۶۸۱، ۷۰۰۶، ۷۰۰۷، ۷۰۲۷، ۷۰۳۲، صحیح مسلم: ۲۳۹۱، سنن ترمذی: ۲۲۸۴، مسند احمد: ۵۵۲۹، سنن دارمی: ۲۱۵۴)

صحیح البخاری: ۷۰۲۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے، اور یہ حدیث اسی کتاب کے باب اللبن میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۳۵۔ بَابُ: الْأَمْنِ وَذَهَابِ الرَّوْعِ فِي الْمَنَامِ

خواب میں خوف کے دور ہونے اور حصولِ امن کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں کوئی شخص دیکھے کہ اس کا خوف دور ہو گیا ہے اور اس کو امن حاصل ہو گیا ہے تو اس کی کیا تعبیر ہے؟

اہلِ تعبیر نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ کسی چیز سے اس کا خوف دور ہو گیا ہے تو وہ اس چیز سے ڈرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۲۸۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ إِنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَانُوا يَرَوْنَ الرُّؤْيَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَيَقُصُّونَهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَيَقُولُ فِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا شَاءَ اللهُ وَأَنَا غُلَامٌ حَدِيثُ السِّنِّ وَبَيْتِي الْمَسْجِدُ قَبْلَ أَنْ أَنْكِحَ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي لَوْ كَانَ فِيكَ خَيْرٌ لَرَأَيْتَ مِثْلَ مَا يَرَى هَؤُلَاءِ فَلَمَّا اضْطَجَعْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ قُلْتُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ لِي خَيْرًا فَأَرِنِي رُؤْيَا فَبَيْنَمَا أَنَا كَذَلِكَ إِذْ جَاءَنِي مَلَكَانِ فِي يَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں صخر بن جویریہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے چند اصحاب رسول اللہ ﷺ کے عہد میں خواب دیکھتے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ کو وہ خواب بیان کرتے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ اس خواب کی وہ تعبیر بیان فرماتے جو اللہ تعالیٰ چاہتا تھا، اور میں کم عمر لڑکا تھا، اور نکاح سے پہلے میرا گھر مسجد تھی، میں نے اپنے دل میں کہا: اگر اس میں کوئی خیر ہو تو تم بھی ایسا خواب دیکھو گے جیسا یہ لوگ خواب دیکھتے ہیں، پس جب میں ایک رات لیٹا تو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يُقْبِلَانِ بِي إِلَى جَهَنَّمَ وَأَنَا بَيْنَهُمَا أَدْعُو اللهَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهَنَّمَ ثُمَّ أُرَانِي لَقِيَنِي مَلَكٌ فِي يَدِهِ مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ فَقَالَ لَنْ تُرَاعَ نِعْمَ الرَّجُلُ أَنْتَ لَوْ كُنْتَ تُكْثِرُ الصَّلَاةَ فَانْطَلَقُوا بِي حَتَّى وَقَفُوا بِي عَلَى شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ لَهُ قُرُونٌ كَقَرْنِ الْبِئْرِ بَيْنَ كُلِّ قَرْنَيْنِ مَلَكٌ بِيَدِهِ مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ وَأَرَى فِيهَا رِجَالًا مُعَلَّقِينَ بِالسَّلَاسِلِ رُؤُوسُهُمْ أَسْفَلَهُمْ عَرَفْتُ فِيهَا رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ فَانْصَرَفُوا بِي عَنْ ذَاتِ الْيَمِينِ

میں نے دعا کی: اے اللہ! اگر تیرے علم میں میری کوئی خیر ہے تو مجھے بھی خواب دکھا، پس جب میں اسی حال میں تھا تو اچانک میرے پاس دو فرشتے آئے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا تھا، وہ مجھے دوزخ کی طرف لے جا رہے تھے، میں ان دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا: اے اللہ! میں دوزخ سے تیری پناہ میں آتا ہوں، پھر میں نے دیکھا کہ مجھ سے ایک فرشتہ ملا، اس کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا تھا، پس اس نے کہا: تم نہ ڈرو، تم نیک مرد ہو بشرطیکہ تم بہ کثرت نمازیں پڑھا کرو، پھر مجھے لے گئے حتیٰ کہ انہوں نے مجھے دوزخ کے کنارے پر ٹھہرا دیا اور دوزخ کے چاروں طرف اس طرح منڈیر تھی جس طرح کنویں کی منڈیر ہوتی ہے، اور اس کی منڈیر میں سینگ تھے جیسا کہ کنویں کی منڈیر میں دو جانبیں ہوتی ہیں اور ہر دو جانب کے درمیان ایک فرشتہ تھا، اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا تھا، اور میں نے دیکھا کہ اس کنویں میں کچھ مرد تھے جو زنجیروں سے لٹکے ہوئے تھے اور ان کے سر ان کے نیچے تھے، میں نے پہچانا ان میں سے کچھ مرد قریش کے تھے، پھر فرشتے مجھے دائیں جانب لے گئے۔

(صحیح البخاری:۴۴۰، ۱۱۲۱، ۱۱۵۶، ۳۷۳۸، ۳۷۴۰، ۷۰۱۵، ۷۰۲۸، ۷۰۳۰، صحیح مسلم:۲۴۷۹، سنن ترمذی:۳۲۱، سنن نسائی:۷۲۲، سنن ابن ماجہ:۳۹۱۹، مسند احمد:۶۲۹۴)

۷۰۲۹۔ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ عَبْدَ اللهِ رَجُلٌ صَالِحٌ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ نَافِعٌ فَلَمْ يَزَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ يُكْثِرُ الصَّلَاةَ۔

پس میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بیان کیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عبداللہ نیک مرد ہے، پس نافع نے کہا: اس کے بعد ہمیشہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہ کثرت نمازیں پڑھتے تھے۔

(صحیح البخاری:۱۱۲۲، ۱۱۵۷، ۳۷۳۹، ۳۷۴۱، ۷۰۱۶، ۷۰۲۹، ۷۰۳۱، صحیح مسلم:۲۴۷۹، سنن ابن ماجہ:۳۹۱۹، مسند احمد:۶۲۹۴، سنن دارمی:۱۴۰۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۰۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "تم نہیں ڈرائے گئے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن سعید کا ذکر ہے، یہ ابوقدامہ الیشکری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں عفان بن مسلم کا ذکر ہے، یہ الصفار البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں صخر کا ذکر ہے، ان کا بیان عنقریب ہو چکا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب الصلوٰۃ میں از عبد اللہ بن محمد روایت کی ہے، اور صلوٰۃ الیل میں از یحییٰ بن سلیمان روایت کی ہے اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فیقول فیھا" یعنی رسول اللہ ﷺ اس خواب کی تعبیر بیان فرماتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وبیتی المسجد" یعنی میں نکاح سے پہلے مسجد میں سویا کرتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مقمعۃ" اس کی جمع مقامع ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ وہ لکڑی ہے جس سے ہاتھی کے سر پر ضرب لگائی جاتی ہے، اور دوسروں نے کہا: یہ لوہے کا چابک ہے جس کا سر ٹیڑھا ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لہٗ قرون" یہ قرن کی جمع ہے، اس سے مراد کنویں کی وہ جانبیں ہیں جن کو پتھروں سے بنایا جاتا ہے اور ان کے اوپر ایک لکڑی لٹکا دی جاتی ہے اور عادت یہ ہے کہ ہر کنویں کی دو قرن یعنی دو جانبیں ہوتی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رؤوسھم اسفلھم" یعنی وہ الٹے لٹکے ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۰۔۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۲۹، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث کی کئی طریقوں سے تفسیر کی گئی ہے:

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور فوائد مثلاً سنتوں کے ترک پر عذاب کا جواز، دلیل سے کسی کے فرشتہ ہونے پر یقین کرنا، خواب میں بیان کردہ تعبیر کا بیداری میں معتبر ہونا اور خواب کی تعبیر کا انبیاء علیہم السلام کے کلام سے مستفاد ہونا

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سنتوں کے ترک پر عذاب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دینا جائز ہے۔ اور اس حدیث میں فرشتہ کا یہ قول ہے کہ تم اچھے مرد ہو، اگر تم تہجد کی نماز پڑھ لو اور تفسیر کا یہ اضافہ حدیث کی تمام سندوں سے روایت کی تفسیر ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دلیل سے کسی چیز پر حکم لگانا جائز ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس جو دو مرد آئے ان کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دلیل سے یہ معلوم کیا کہ وہ فرشتے ہیں، کیونکہ وہ دونوں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جہنم پر لے گئے اور وہاں جا کر ان کو نصیحت کی، اور شیطان کسی کو نصیحت نہیں کرتا اور نہ کسی کو خیر اور نیکی کی بات بتاتا ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے وعظ اور نصیحت کرنے سے اور خیر اور نیکی کو یاد دلانے سے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ فرشتے ہیں، فرشتوں نے کہا کہ تم دوزخ سے نہ ڈرو، اس سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ استدلال کیا کہ وہ دوزخی نہیں ہیں، کیونکہ جب دلیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ دونوں فرشتے ہیں تو فرشتوں کا کلام برحق ہوتا ہے۔

(۳) اس میں یہ دلیل ہے کہ خواب میں جس بات کی تفسیر کی جائے بیداری میں بھی وہی تفسیر ہوتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کی تفسیر کے اوپر کوئی اضافہ نہیں فرمایا۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اصل تعبیر وہ ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کی طرف سے ہو، اسی وجہ سے صحابہ کرام یہ تمنا کرتے تھے کہ وہ کوئی خواب دیکھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تفسیر فرمائیں تو ان کے پاس آپ کی بیان کردہ تعبیر دلیل ہو جائے، اور یہی امام اشعری کا مذہب ہے کہ اصل تعبیر وہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کی طرف سے توقیفی ہو اور ان کی زبان سے صادر ہو۔ امام اشعری نے جو کہا وہ اگرچہ صحیح ہے لیکن یہ تمام لوگوں کے خوابوں کی تعبیر کے لیے عام نہیں ہے، پس جو شخص خواب کی تعبیر میں غیر معمولی علم رکھتا ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ اچھی طرح غور و فکر کر کے خواب کی تعبیر معلوم کرے جب تک کہ اس خواب کی تعبیر کسی حدیث سے معلوم نہ ہو جائے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۲۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مزید مسائل اور فوائد

(۱) علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ترک سنن پر وعید کا وقوع جائز ہے اور ان پر عذاب دیا جانا بھی جائز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ شرط لگانی ضروری ہے کہ جو شخص سنتوں کے ترک پر مواظبت اور دوام کرے وہ عذاب کا مستحق ہوگا اور جو سنتوں سے اعراض کرے وہ عذاب کا مستحق ہوگا، اور اگر کبھی کبھی کسی سنت کو ترک کیا ہے تو اس پر عذاب کی وعید نہیں ہوگی، کیونکہ وعید اور عذاب صرف حرام کے ارتکاب پر ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ سنت کو علی وجہ الاعراض ترک کیا جائے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں سونا جائز ہے، مصنف کے نزدیک مسجد میں سونے کی عادت بنا لینا مسجد کے آداب کے خلاف ہے، البتہ کوئی شخص مسافر ہو یا کوئی شخص محلہ کا رہنے والا ہو لیکن عارضی طور پر کسی وجہ سے اس کو مسجد میں سونا پڑے تو اس کے جواز کی گنجائش ہے جیسے شادی سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مسجد میں سونا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر دوپہر کو مسجد میں جا کر سو گئے تھے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باری باری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خواب کو بیان کرنا جائز ہے۔

(۴) اس حدیث سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ادب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے از خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا خواب نہیں بیان کیا بلکہ انہوں نے یہ خواب اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا تا کہ وہ ان کی رہنمائی کریں کہ تہجد کی نماز پڑھنے میں فضیلت ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۹۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۶۔ بَابُ: الْأَخْذِ عَلَى الْيَمِيْنِ فِي النَّوْمِ — سوتے وقت دائیں پہلو پر لیٹنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں سوتے وقت دائیں پہلو پر لیٹنے کا بیان ہے اور خواب میں اپنے آپ کو دائیں کروٹ یا دائیں پہلو پر دیکھنا اس کی دلیل ہے کہ وہ اصحاب الیمین میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا شَابًّا عَزَبًا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَكُنْتُ أَبِيتُ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ مَنْ رَأَى مَنَامًا قَصَّهُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ لِي عِنْدَكَ خَيْرٌ فَأَرِنِي مَنَامًا يُعَبِّرُهُ لِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ مَلَكَيْنِ أَتَيَانِي فَانْطَلَقَا بِي فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي لَنْ تُرَاعَ إِنَّكَ رَجُلٌ صَالِحٌ فَانْطَلَقَا بِي إِلَى النَّارِ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا فِيهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُ بَعْضَهُمْ فَأَخَذَا بِي ذَاتَ الْيَمِينِ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِحَفْصَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نوجوان کنوارا تھا اور میں مسجد میں سوتا تھا، اور جو شخص بھی کوئی خواب دیکھتا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتا، تو میں نے دل میں کہا: اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میری کوئی خیر ہے تو مجھے بھی خواب دکھا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے تعبیر بیان فرمائیں، پس میں سو گیا تو میں نے دیکھا دو فرشتے میرے پاس آئے اور وہ مجھے لے گئے، پھر ان فرشتوں سے ایک تیسرا فرشتہ آ کر ملا اور اس نے مجھ سے کہا: تم نہ ڈرو، تم نیک مرد ہو، پس وہ دونوں مجھے دوزخ کی طرف لے گئے، پس دوزخ کی منڈیر کنویں کی منڈیر کی طرح بنی ہوئی تھی اور اس میں کچھ لوگ تھے جن میں سے بعض کو میں پہچانتا تھا، پس ان دونوں فرشتوں نے مجھے دائیں جانب سے پکڑا، پس جب میں صبح کو اٹھا تو میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۰، ۱۱۲۱، ۱۱۵۶، ۳۷۳۸، ۳۷۴۰، ۷۰۱۵، ۷۰۲۸، ۷۰۳۰، صحیح مسلم: ۲۴۷۹، سنن ترمذی: ۳۲۱، سنن نسائی: ۷۲۲، سنن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابن ماجہ: ۳۹۱۹، مسند احمد: ۶۲۹۴)

۷۰۳۱۔ فَزَعَمَتْ حَفْصَةُ أَنَّهَا قَصَّتْهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ عَبْدَ اللهِ رَجُلٌ صَالِحٌ لَوْ كَانَ يُكْثِرُ الصَّلَاةَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بَعْدَ ذَلِكَ يُكْثِرُ الصَّلَاةَ مِنَ اللَّيْلِ۔

پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ خواب بیان کیا، آپ نے فرمایا: بے شک عبداللہ نیک مرد ہے، کاش کہ وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھا کرے۔
اور الزہری نے کہا: اور اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو اٹھ کر بکثرت نماز پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۲۲، ۷۰۱۵، صحیح مسلم: ۲۴۷۸، مسند احمد: ۴۴۸۰)

صحیح البخاری: ۷۰۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے ''پس ان دونوں فرشتوں نے مجھے دائیں طرف سے پکڑا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن محمد، یہ المسندی کے نام سے معروف ہیں اور یہ حدیث ابھی بابِ سابق میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''عزبا'' اس کو الاعزب بھی کہا جاتا ہے، اس کا معنی ہے: جس کی بیوی نہ ہو اور جس کا گھر بار نہ ہو۔

حدیث مذکور سے مستنبط فوائد و مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کنوارا ہو، اس کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے جیسا کہ احکام المسجد میں اس کا عنوان بیان کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باری باری خواب کو بیان کرنا جائز ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی نیک مرد کی خبر کو قبول کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۳۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسجد میں سونے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں سوتے تھے، اس سے علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جب انسان کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ضرورت ہو تو مسجد میں سونا جائز ہے، لیکن جب ضرورت نہ ہو تو پھر مسجد میں سونا نہیں چاہیے سوائے نادر صورتوں کے مثلاً کوئی مسلمان مسجد میں اعتکاف کرے تو اس کے لیے اب مسجد میں سونا جائز ہے، یا کوئی مسلمان کسی گاؤں یا بستی کے پاس سے گزرے اور وہاں ٹھہرے اور وہاں کوئی اس کے سونے کی جگہ نہ ہو تو وہ مسجد میں سو جائے، پس اگر کوئی شرعی ضرورت جیسے اعتکاف ہے وہ میسر نہ ہو یا کوئی عادی ضرورت جیسے کسی شخص کا کوئی گھر نہ ہو تو پھر اس کے لیے مسجد میں سونے کی گنجائش ہے۔

اور اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت بھی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی کوئی خواب دکھائے جس کی تعبیر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کریں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کو ایک خواب دکھایا جس کی تعبیر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے دریافت کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے محبت کرنا اور ان سنتوں پر عمل کرنے کے لیے ان کو تلاش کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو تلاش کرنے پر تمام صحابہ سے زیادہ حریص تھے حتیٰ کہ وہ سفر میں بھی یہ معلوم کرتے کہ آپ نے کس جگہ قیام کیا ہے تا کہ وہ بھی اسی جگہ قیام کریں، اور کس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے تا کہ اسی جگہ وہ نماز پڑھیں، اگرچہ دوسرے صحابہ اس چیز کو امرِ اتفاقی پر محمول کرتے تھے لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدتِ محبت کی وجہ سے سفر میں آپ کے احوال کو بھی تلاش کرتے تھے تا کہ آپ کے احوال اور افعال کے مطابق اپنے احوال اور افعال بنائیں۔

دوزخ کے مخلوق اور موجود ہونے پر دلیل

اس عجیب وغریب خواب میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان فرشتوں کو دیکھا اور دوزخ کو دیکھا اور دوزخ کے کنارے کھڑے ہوئے، اور دوزخ میں ان لوگوں کو دیکھا کہ جن کے سر الٹے تھے یعنی وہ الٹے لٹکے ہوئے تھے اور اس میں قریش کے ایسے لوگ تھے جن کو وہ پہچانتے تھے، اور یہ تمام چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دوزخ اب بھی موجود ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۳۱) اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے ○

پس دوزخ اب بھی موجود ہے اور جو لوگ دوزخ میں تھے وہ بھی اب موجود ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن لحی الخزاعی کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی انتڑیوں کو گھسیٹ رہا تھا، العیاذ باللہ۔ کیونکہ یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے عرب میں شرک کو داخل کیا، اور یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے اونٹنیوں کو بتوں کے نام پر چھوڑا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۱۲، صحیح مسلم: ۹۰۱)

کثرت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو آدمی کثرت کے ساتھ نمازیں پڑھے، وہ تحسین اور ثناء کا مستحق ہے۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوں تو آپ نے فرمایا: تم کثرتِ سجود سے اپنے نفس پر میری مدد کرو۔

(صحیح مسلم: ۴۸۹، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۰، سنن ترمذی: ۳۴۲۴، سنن نسائی: ۱۱۳۴، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۷، مسند احمد: ۱۶۵۷۸)

پس نماز ایسا نیک کام ہے جس میں ہمیشہ خیر رکھی گئی ہے، پس انسان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ بہ کثرت نمازیں پڑھے، اور جب انسان کثرت کے ساتھ نماز پڑھنے کی عادت ڈال لے گا تو نماز اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو جائے گی، لیکن ہم نماز سے حقیقی نماز مراد لیتے ہیں جو مسلمان اور اس کے رب کے درمیان وسیلہ ہے اور وہ ایسی نماز ہے کہ جب بندہ نماز پڑھے تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو، صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، یا وہ اللہ اکبر کہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا اس کے ذہن میں تصور ہو اور جب قرآن کریم پڑھے تو وہ یہ غور کرے کہ یہ اللہ رب العالمین کا کلام ہے، اور جب وہ رکوع کرے تو یہ غور کرے کہ وہ اللہ عزوجل کے لیے خضوع کر رہا ہے، اور جب سجدہ کرے تو یہ سمجھے کہ اس نے اپنے جسم کے اعلیٰ ترین عضو کو قدموں کی جگہ ڈال دیا ہے، اور یہ محض اللہ عزوجل کی تواضع اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہے، اور جب وہ ان معانی پر غور کیے بغیر نماز پڑھے گا تو ایسا ہوگا جیسے وہ کوئی عادتاً کام کر رہا ہے نہ رکوع اور سجود کے وقت عاجزی کا تصور کرے گا اور نہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت یہ تصور کرے گا کہ وہ اللہ رب العالمین کا کلام پڑھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو حقیقی نماز پڑھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۵۱۲۔ ۵۱۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۳۷۔ بَابُ: اَلْقَدَحِ فِي النَّوْمِ — خواب میں پیالہ کو دیکھنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب میں پیالہ دیا جائے تو اس کی کیا تعبیر ہے، اہل التعبیر نے کہا ہے: خواب میں پیالہ کی تعبیر عورت ہے یا مال ہے جو عورت کی جہت سے ملے اور شیشہ کا پیالہ پوشیدہ چیزوں کے ظہور پر دلالت کرتا ہے، اور سونے اور چاندی کا پیالہ عمدہ تعریف و تحسین پر دلالت کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حمزہ بن عبد اللہ از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس سے دودھ پیا، پھر میں نے اس سے بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب کو دے دیا، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرمایا: علم۔

(صحیح البخاری: ۸۲، ۳۶۸۱، ۷۰۰۶، ۷۰۰۷، ۷۰۲۷، ۷۰۳۲، صحیح مسلم: ۲۳۹۱، سنن ترمذی: ۲۲۸۴، مسند احمد: ۵۵۲۹، سنن دارمی: ۲۱۵۴)

صحیح البخاری: ۷۰۳۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور یہ حدیث عنقریب باب ''اذا اعطی فضلہ غیرہ فی المنام'' میں گزر چکی ہے۔اور اس کی شرح بھی کی جا چکی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۸۔بَابٌ:إِذَا طَارَ الشَّيْءُ فِي الْمَنَامِ کسی چیز کے خواب میں اڑنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب خواب میں دیکھنے والا یہ دیکھے کہ ایسی چیز اڑ رہی ہے جس کی عادت سے اڑنا نہیں ہے، امام بخاری نے اس عنوان کا جواب نہیں لکھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس خواب کی تعبیر جس طرح مناسب ہو کی جائے گی، اہلِ تعبیر نے کہا ہے: جب کسی شخص نے دیکھا کہ کوئی چیز آسمان کی طرف اڑ رہی ہے تو اس پر کوئی بیماری آئے گی، اور اگر وہ چیز آسمان میں غائب ہو گئی اور واپس لوٹ کر نہیں آئی تو وہ مر جائے گا، اور اگر وہ چیز واپس لوٹ کر آ گئی تو وہ اپنی بیماری سے شفاء پا جائے گا، اور اگر اس نے کسی چیز کو چوڑائی کی جانب اڑتے ہوئے دیکھا تو وہ سفر کرے گا اور جس قدر بلندی میں وہ چیز اڑتی رہے گی اتنی اس کو بلندی حاصل ہو گی۔اور اگر وہ چیز پروں کے ساتھ اڑتی ہے تو اس کو مال ملے گا یا سلطنت ملے گی، اور اگر بغیر پروں کے اڑتی ہے تو وہ جو کام کرے گا اس میں اس کو دھوکا پیش آئے گا۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۳۔ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيطٍ قَالَ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما عَنْ رُؤْيَا رَسُولِ اللهِ ﷺ الَّتِي ذَكَرَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے سعید بن محمد ابوعبداللہ الجرمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن عبیدہ بن نشیط، انہوں نے بیان کیا کہ عبیداللہ بن عبداللہ نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کے اس خواب کے متعلق دریافت کیا جس کا آپ نے ذکر کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۰، ۳۶۲۱، ۴۳۷۳، ۴۳۷۸، ۷۰۳۴، ۷۴۶۱، صحیح مسلم: ۲۲۷۳)

۷۰۳۴۔ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذُكِرَ لِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِي يَدَيَّ

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا فَأُذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ الَّذِي قَتَلَهُ فَيْرُوزُ بِالْيَمَنِ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ۔

میں نے دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے، پس میں ان دونوں سے گھبرایا اور میں نے ان دونوں کو ناپسند کیا، پس اس وقت مجھے اجازت دی گئی تو میں نے ان دونوں کو پھونک ماری، سو وہ دونوں کنگن اڑ گئے، پس میں نے ان کنگنوں کی تعبیر یہ لی کہ دو کذاب نکلیں گے، حضرت عبید اللہ نے کہا: ایک ان میں العنسی تھا جس کو فیروز نے یمن میں قتل کر دیا اور دوسرا مسیلمہ تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۱، ۴۳۷۴، ۴۳۷۵، ۴۳۷۹، ۷۰۳۴، ۷۰۳۷، صحیح مسلم: ۲۲۷۴، سنن ترمذی: ۲۲۹۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۲، مسند احمد: ۸۴۶۹ ۲۷)

صحیح البخاری: ۷۰۳۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے ''پس میں نے ان دونوں کنگنوں پر پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں سعید بن محمد کا ذکر ہے، یہ الجرمی اور الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں یعقوب بن ابراہیم کا ذکر ہے، یہ اپنے باپ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں، یہ بغداد میں قضاء پر مقرر تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں صالح کا ذکر ہے، یہ ابن کیسان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی عبیدہ کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ بن عبیدہ بن نشیط ہے، یہ عظیم کے وزن پر ہے۔ اور الکشمیھنی کی روایت میں ہے از ابی عبیدہ کنیت کے ساتھ، اور صحیح ابن عبیدہ عبداللہ ہے جو موسیٰ بن عبیدہ کے بھائی ہیں، کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کی ولادت میں اسی (۸۰) سال کا عرصہ ہے۔ اور جو عبداللہ بڑے تھے ان کو الحرور یہ نے ۱۳۰ھ میں قدید میں قتل کر دیا تھا۔ اور ان دونوں کے متعلق ربذی القرشی العامری بھی کہا جاتا ہے، اور یہ یمن کی طرف منسوب ہے، امام بخاری کی اس عبداللہ سے اس حدیث کے علاوہ صحیح البخاری میں اور کوئی روایت نہیں ہے۔ اور عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔

یہ حدیث اس سند کے ساتھ مغازی کے اواخر میں العنسی کے قصہ میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذُكِرَ لِي'' یہ مجہول کا صیغہ ہے، علامہ کرمانی نے کہا: اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث کا کیا حکم ہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیونکہ اس میں ذکر کرنے والے کے نام کی تصریح نہیں کی گئی؟

تو میں کہوں گا کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یہ ایک صحابی کی روایت ہے جو مجہول الاسم ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ تمام صحابہ عدول (نیک) ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سواران" یہ لفظ سوار کا تثنیہ ہے اور سوار کا معنی کنگن ہے، علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ لفظ اسواران ہے، التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: یہاں پر "اسواران" بھی مذکور ہے جس میں واؤ کے بعد الف ہے، اور الف کے بغیر بھی اس کی روایت ہے اور اہلِ لغت کے نزدیک اس کا استعمال اکثر ہے، علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ پھونکنے کے باب سے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فوضع" یعنی آپ کے ہاتھ میں دو کنگن رکھ دیے، اسی طرح الشیخ ابوالحسن نے کہا ہے۔ اور دوسروں کے نزدیک اسواران ہے اور وہی صحیح ہے۔ صاحب التوضیح علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: اصول میں سواران ہے الف کے حذف کے ساتھ، اگرچہ علامہ ابن بطال نے اس کا الف کے اثبات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ امام ابوعبیدہ نے کہا ہے: یہ لفظ پیش اور زیر کے ساتھ ہے یعنی سُوار اور سِوار۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ففظعتهما" یعنی میں نے ان کے معاملہ کو بہت عظیم جانا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کذابین" علامہ المہلب نے کہا ہے: یعنی میں اس کی تعبیر دو جھوٹوں کے ساتھ کرتا ہوں، کیونکہ کذب کا معنی ہے: کسی چیز کی خبر دینا جو اس طرح نہ ہو، اور آپ کے ہاتھ میں کنگن اپنی وضع کے مطابق نہیں ہے کیونکہ کنگن مردوں کے زیورات میں سے نہیں ہے اور اس کا سونے کا کنگن ہونا یہ خبر دیتا ہے کہ وہ ایسی چیز ہے جو آپ سے چلی جائے گی اور اس کے لیے بقاء نہیں ہے، اور اُڑنا اس سے عبارت ہے کہ اس کو ثبات نہیں ہے۔ اور "نفخ" یعنی پھونک مارنا اس طرف اشارہ ہے کہ اس کا زوال بغیر کسی مشقت سے سہولت کے ساتھ ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے العنسی (عین پر زبر نون ساکن) اس کا نام اسود الصنعانی تھا اور اس کو "ذوالحمار" بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس نے اپنے گدھے کو سکھایا تھا کہ جب وہ اس سے کہے سجدہ کر تو گدھا اپنا سر نیچے جھکا دیتا، اس کو فیروز الدیلمی نے قتل کر دیا تھا۔ اور دوسرا مسیلمہ بن حبیب الحنفی الیمانی تھا، اس کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا جنہوں نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا اور اس پر مفصل گفتگو علامات نبوت کے باب میں ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۲۔ ۲۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۳۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کا بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں تعبیر دو جھوٹوں کے ساتھ کی

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: یہ خواب اپنے طریقہ پر نہیں ہے بلکہ یہ ضرب المثال کے طریقہ پر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی تعبیر دو جھوٹوں کے ساتھ لی، کیونکہ جھوٹ اسے کہتے ہیں کہ کسی چیز کی ایسی خبر دی جائے جس کے مطابق

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ چیز نہ ہو، اور اس کو غیر محل میں رکھا گیا ہو، پس جب آپ نے دو کنگنوں کو اپنی کلائیوں میں دیکھا اور کلائیاں کنگن کے لیے موزوں نہیں ہیں کیونکہ کنگن مردوں کے زیورات میں سے نہیں ہیں تو نبی ﷺ نے جان لیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے ہاتھ پر اس شخص کا فیصلہ کرے گا جو ایسی چیز کا دعویٰ کرے گا جو اس کے لیے نہیں ہے، جیسا کہ دو کنگن آپ کے ہاتھوں میں رکھے گئے، اور یہ کنگن سونے کے تھے اور سونے کا استعمال دین میں ممنوع ہے، تو اس میں کئی وجوہ سے اس کے جھوٹ پر دلالت ہے:

(۱) کسی چیز کا غیر محل میں رکھنا، کیونکہ کنگنوں کا محل مرد کی کلائیاں نہیں ہیں۔

(۲) سونے کا مردوں کے لیے مستعمل ہونا، اور یہ ممنوع ہے۔ اور سونے کو عربی میں ذھب کہتے ہیں اور ذہب، ذہاب سے ماخوذ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہ چیز ہے جو جانے والی ہے اور باقی نہیں رہے گی، پھر آپ کو یہ اجازت دی گئی کہ آپ پھونک مار کر ان کو اڑا دیں، اس کی یہ تعبیر ہے کہ یہ ان دونوں کا (اسود عنسی اور مسیلمہ کا) معاملہ باقی نہیں رہے گا۔ اور بے شک رسول اللہ ﷺ کا کلام وحی کے ساتھ ہے جو آپ پر اس وقت نازل ہوئی اور آپ نے ان دونوں کو زائل کر دیا۔

آسمان کی طرف اڑنے کی متعدد تعبیریں

علامہ کرمانی نے کہا: جس آدمی نے خواب میں دیکھا کہ وہ آسمان اور زمین کے درمیان اڑ رہا ہے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑ کر جا رہا ہے تو اگر یہ خواب "اضغاث احلام" سے ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ تمنا کرے گا اور فکر کرے گا اور اپنی آرزوؤں میں دھوکا کھائے گا۔ اور اگر یہ خواب صحیح ہو اور وہ آسمان کی چوڑائی میں اڑ رہا ہو تو وہ بے شک دور دراز کا سفر کرے گا اور جتنی دور کا سفر کرے گا اتنا زیادہ بلند مرتبہ کو پائے گا، جتنا وہ اڑنے میں زمین سے بلند ہوگا۔ پس اگر وہ آسمان کی طرف سیدھا اڑا ہے اور ادھر ادھر نہیں مڑا تو اسے کوئی بیماری پیش آئے گی، اور اگر وہ آسمان تک پہنچ گیا تو وہ اپنی بیماری میں انتہاء کو پہنچ جائے گا اور اگر وہ آسمان میں غائب ہو گیا اور لوٹ کر نہیں آیا تو مر جائے گا، اور اگر وہ زمین کی طرف لوٹ آیا تو تندرست ہو جائے گا، اور علامہ ابن ابی طالب العابر نے کہا: اگر وہ پروں کے ساتھ اڑا ہے تو اس کو سفر درپیش ہوگا اور اگر بغیر پروں کے اڑا ہے تو جس کام میں وہ داخل ہوگا اس میں اس کو دھوکا پیش آئے گا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۳۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کا قصہ

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ الاسود الکذاب بنو عنس سے تھا، اور اس کے ساتھ دو جن تھے ایک کو سحیق کہا جاتا تھا اور دوسرے کو "شُقَیق" کہا جاتا تھا، اور یہ دونوں جن اسود عنسی کو لوگوں کے پیش آنے والے معاملات کی خبر دیتے تھے، اور نبی ﷺ کا صنعاء میں باذان نامی عامل تھا جو فوت ہو گیا تھا، پھر اسود عنسی کے جن نے آ کر اس کو اس کی خبر دی، پس وہ اپنی قوم کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ صنعاء پر قابض ہو گیا اور باذان کی بیوی المرزبانۃ سے اس نے نکاح کر لیا، پھر فیروز اپنے ساتھیوں کے ساتھ رات کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسود کے اوپر داخل ہوا اور اس کی بیوی المرزبانہ نے اس کو خالص شراب پلائی تھی حتیٰ کہ وہ نشہ میں مدہوش تھا اور اس کے دروازہ پر ایک ہزار پہرہ دار تھے، پس فیروز اور اس کے ساتھیوں نے دیوار میں نقب لگائی حتیٰ کہ وہ اسود عنسی کے پاس داخل ہو گئے، پھر فیروز نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ دیا، اور اس کی بیوی کو اور جو گھر کا ساز و سامان انہیں پسند آیا اسے لوٹ کر لے گئے اور انہوں نے مدینہ منورہ یہ خبر بھیج دی، یہ خبر اس وقت پہنچی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی، عروہ بیان کرتے ہیں کہ اسود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک دن اور ایک رات پہلے مارا گیا، پس آپ کے پاس وحی آ گئی تھی تو آپ نے اپنے اصحاب کو اس کی موت کی خبر دے دی تھی، پھر یہ خبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۹- بَابٌ: إِذَا رَأَى بَقَرًا تُنْحَرُ خواب میں گائے کو نحر (ذبح) کیے جانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ گائے کو نحر (ذبح) کیا جا رہا ہے، تو اس کی کیا تعبیر ہے، سو اس کی تعبیر اس کے حال کے مناسب کی جائے گی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ گائے کو نحر کیا جا رہا ہے تو آپ کے اس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ آپ کے صحابہ غزوۂ احد میں قتل کر دیے گئے۔

اور علامہ المہلب نے کہا ہے کہ آپ نے جو خواب میں دیکھا گائے ذبح کی گئی، یہ ضرب المثل کی طرح ہے، کیونکہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ گائے کو نحر (ذبح) کیا جا رہا ہے، پس گائے سے مراد آپ کے اصحاب ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تعبیر لی کہ اس جنگ میں آپ کے صحابہ کو شہید کر دیا جائے گا، اور جب کہ گائے کی طبیعت میں یہ ہے کہ وہ سینگ مار کر اپنا دفاع کرتی ہے جیسا کہ جنگ میں مجاہدین اپنا دفاع کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کو نحر کے ساتھ تشبیہ دی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۵- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرٌ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ وَرَأَيْتُ فِيهَا بَقَرًا وَاللَّهِ خَيْرٌ فَإِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ أُحُدٍ وَإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللَّهُ مِنَ الْخَيْرِ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِي آتَانَا اللَّهُ بِهِ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید، از جد خود حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے اس زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجور کے درخت تھے، پس میرا خیال اس طرف گیا کہ یہ یمامہ کی زمین ہے یا ھجر کی زمین ہے، پس یہ مدینہ تھا یثرب، اور میں نے اس میں ایک گائے کو دیکھا، اور اللہ کی قسم! یہ خیر ہے، پس یہ مومنین تھے غزوہ احد کے دن، اور خیر وہ تھی جو اللہ تعالیٰ خیر کو لے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کر آیا اور اس صدق کے ثواب کو جو اللہ تعالیٰ ہمارے پاس یوم بدر کے بعد لایا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۲، ۳۹۸۷، ۴۰۸۱، ۵۰۳۵، ۷۰۴۱، صحیح مسلم: ۲۲۷۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۱، سنن دارمی: ۲۱۵۸)

صحیح البخاری: ۷۰۳۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "میں نے خواب میں گائے کو دیکھا"۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ باب کا عنوان ہے "گائے کو نحر کیا جارہا تھا" اور اس باب کی حدیث میں گائے کو نحر کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ گویا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کی بعض سندوں کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور میں نے گائے کو نحر ہوتے ہوئے دیکھا۔ الحدیث،

التوری نے کہا ہے: صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث پر یہ اضافہ خواب کی تعبیر کو مکمل کرتا ہے، پس گائے کو نحر کرنے کی تعبیر یہ ہے کہ ستّر (۷۰) صحابہ کرام کو غزوۂ احد میں قتل کیا گیا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن العلاء، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں جو ابو کُریب محمد بن علاء الہمدانی الکوفی ہیں، اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو اسامہ، ان کا نام حماد بن اسامہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُرید، یہ ابن عبداللہ ہیں جو اپنے دادا ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں، ان کا نام الحارث ہے، دوسرا قول ہے کہ ان کا نام عامر ہے، وہ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

یہ حدیث اس سند کے ساتھ مکمل علامات نبوت میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "أُراہُ" یعنی میں گمان کرتا ہوں، ایک قول یہ ہے کہ اس لفظ کے قائل امام بخاری ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا: اس قول کے قائل وہ راوی ہیں جو حضرت ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فذھب وھلی" یعنی میرا وہم اس طرف گیا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: ہم نے "وھلی" میں ھاء پر زبر کی روایت کی ہے اور اہل اللغۃ نے ھاء پر سکون کی روایت کی ہے، وھل تو اس وقت کہا جاتا ہے جب تمہارا وہم کسی معنی کی طرف جائے اور تم کسی اور معنی کا ارادہ کرتے ہو۔

علامہ نووی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے وہم۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "الیمامۃ" یہ مکہ اور یمن کے درمیان شہر کا نام ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "اوالھجر" یہ یمن کے شہر کا نام ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "یثرب" یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کا نام ہے، زمانہ جاہلیت میں اس کو یثرب کہتے تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ خیر" یعنی جو غزوۂ بدر میں قتل ہوگئے ان کا قتل ہو جانا دنیا میں باقی رہنے سے بہتر تھا، یا اللہ تعالیٰ نے جو کام تمہارے لیے کیا ہے وہ بہتر ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "بعد بدر" یعنی خیبر کی فتح اور پھر مکہ کی فتح، اُحد کے بعد یہ فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خیر سے مراد مالِ غنیمت ہو جو بعد کی فتوحات میں حاصل ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۴۔ ۲۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۳۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب میں گائے کو نحر ہوتے ہوئے دیکھنے کی متعدد تعبیریں

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس خواب کی دو تعبیریں ہیں، پس یہ خواب اس اعتبار سے ہے جس اعتبار سے یہ خواب دیکھا گیا ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایسی زمین کی طرف ہجرت کر کے جا رہا ہوں جہاں پر بہ کثرت کھجور کے درخت ہیں"، اور اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی جس میں بہ کثرت کھجور کے درخت تھے، پس آپ نے جس طرح خواب دیکھا تھا اسی طرح اس کی تعبیر واقع ہوئی۔
اس خواب کی دوسری تعبیر یہ ہے کہ آپ نے خواب میں گائے کو نحر ہوتے ہوئے دیکھا، پس گائے سے مراد آپ کے اصحاب ہیں اور آپ کے اصحاب جو جہاد کے حال میں ہتھیار اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں اور ہتھیاروں سے اور نیزوں سے حملہ کرتے ہیں ان کو تشبیہ دی گئی ہے گائے کے سینگوں کے ساتھ، اور جب کہ گائے کی طبیعت یہ ہے کہ وہ اپنے دفاع میں سینگ مارتی ہے اور اپنے سینگوں سے حملہ کو روکتی ہے، اسی طرح مجاہدین بھی نیزوں سے حملوں کو روکتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے کے نحر کیے جانے کو صحابہ کرام کے قتل کیے جانے سے تعبیر فرمایا۔

"واللہ خیر" کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ خیر" یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو اللہ کی راہ میں مقتول فی سبیل اللہ ہونے کا ثواب ہے وہ دنیا میں زندگی گزارنے سے بہتر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احد میں مسلمانوں کے لیے جو کارروائی مقدر کی تھی کہ وہ قتل کر دیے گئے، یہ ان کے لیے بہتر ہے۔
علامہ ابن ابی طالب نے کہا ہے: گائے جب مدینہ میں داخل ہو تو اگر وہ موٹی تازی ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ زرخیزی کا سال ہوگا، اور اگر وہ دبلی ہو تو وہ مصائب اور قحط کا سال ہوگا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷۰۔ ۵۷۱، دار الکتب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تخریج حدیث ...

صحیح بخاری رقم: ۷۰۳۵ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گائے کو خواب میں دیکھنے کی مزید تعبیریں

اہلِ تعبیر نے کہا ہے کہ اگر خواب میں ایک گائے کو دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بیوی ملے گی اور خادم ملے گا اور زمین ملے گی اور اگر خواب میں بیل کو دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ حملہ آور زمین پر آ کر حملہ کریں گے اور زمین کو الٹ پلٹ کر دیں گے جیسا کہ بیل زمین میں ہل چلاتا ہے تو زمین کو الٹ پلٹ کر دیتا ہے۔

اور اگر خواب میں دیکھے کہ گائے کسی شہر میں پہنچ گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کشتیوں کے ذریعہ اس شہر پر حملہ کر کے اسے فتح کیا جائے گا اور اگر وہ زمین خشک ہے تو کوئی لشکر آ کر اس شہر پر حملہ کرے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۹۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۰- بَابُ: النَّفْخِ فِي الْمَنَامِ — خواب میں پھونک مارنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ خواب میں پھونک مارنے کی کیا تعبیر ہے، اہلِ تعبیر نے کہا ہے کہ پھونکنے سے کلام مراد لیا جاتا ہے اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ پھونک مارنے کی تعبیر یہ ہے کہ جس چیز پر پھونک ماری ہے وہ بہت آسانی کے ساتھ زائل ہو جائے گی کیونکہ پھونک مارنا سہولت پر دلالت کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۶- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کی، آپ نے فرمایا: ہم آخر سابق ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸، ۸۷۶، ۲۹۵۶، ۳۴۸۶، ۶۶۲۴، ۶۸۸۷، ۷۰۳۶، ۷۴۹۵، صحیح مسلم: ۸۵۵، سنن نسائی: ۱۳۶۷، مسند احمد: ۱۰۱۷۰)

۷۰۳۷- وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ أُوتِيتُ خَزَائِنَ الْأَرْضِ فَوُضِعَ فِي يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَبُرَا عَلَيَّ وَأَهَمَّانِي فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ أَنَا

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت کہ میں سویا ہوا تھا اس وقت میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے، پس میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے جو مجھ پر دشوار ہوئے، اور انہوں نے مجھے غمزدہ کر دیا، پس میری طرف وحی کی گئی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَيْنَهُمَا صَاحِبَ صَنْعَاءَ وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ

کہ میں ان دونوں پر پھونک ماروں، پس میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے، پس میں نے ان دونوں کی تعبیر یہ لی کہ یہ وہ دو کذاب ہوں گے جن دونوں کے درمیان میں ہوں، ایک صاحب صنعاء ہے اور دوسرا صاحب الیمامہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۱، ۴۳۷۴، ۴۳۷۵، ۴۳۷۹، ۷۰۳۴، ۷۰۳۷، صحیح مسلم: ۲۲۷۴، سنن ترمذی: ۲۲۹۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۲، مسند احمد: ۲۷۴۶۹)

صحیح البخاری: ۷۰۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس میں پھونک مارنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسحاق بن ابراہیم، اور یہ ابن راہویہ کے نام سے معروف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں معمر کا ذکر ہے، یہ ابن راشد ہیں۔ اور ہمام کا ذکر ہے، یہ ابن منبہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فکبُرا علیّ" پس وہ دونوں کنگن مجھ پر دشوار گزرے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے: آپ نے ان کے معاملہ کو سنگین سمجھا، کیونکہ سونا عورتوں کے زیورات میں سے ہے اور وہ مردوں پر حرام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واھمّانی" یعنی ان دونوں کنگنوں نے مجھ کو غمزدہ کر دیا اور قلق میں ڈال دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الذین انا بینھما" یعنی جس وقت آپ نے یہ قصہ بیان فرمایا اس وقت وہ دونوں کذاب موجود تھے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں مذکور ہے کہ وہ دونوں میرے بعد نکلیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان دونوں کے بعد میں نکلنے سے مراد یہ ہے کہ ان کی شوکت اور ان کے ساتھ جنگ اور ان کے دعویٰ نبوت کا ظہور بعد میں ہوگا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے جو لکھا ہے اس پر اعتراض ہے، کیونکہ یہ تمام چیزیں اسود کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں صنعاء میں ظاہر ہوئیں، اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کی شوکت بڑھ گئی اور اس نے مسلمانوں سے جنگ کی، اور وہ شہر پر غالب آ گیا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اس کو قتل کر دیا گیا، اور رہا مسیلمہ تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نبوت کا دعویٰ کیا لیکن آپ کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حیات میں اس کی شوکت نہیں بڑھی اور نہ اس سے جنگ ہوئی، اس سے جنگ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ہوئی۔
تنبیہ: علامہ عینی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی پوری عبارت نقل نہیں کی، ہم ان کی عبارت کا وہ حصہ نقل کر رہے ہیں جس کو علامہ عینی نے چھوڑ دیا ہے۔

اس پر یہ سوال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تو صرف اسود عنسی کو غلبہ حاصل ہوا تھا اور مسیلمہ کذاب کو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد غلبہ حاصل ہوا۔ اور مسیلمہ نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، لیکن آپ کی حیات میں اس کی شوکت انتہا کو نہیں پہنچی اور نہ اس سے جنگ ہوئی مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

پس یا تو اس کو تغلیب پر محمول کیا جائے گا، یعنی اسود عنسی کے معاملہ کو مسیلمہ کذاب کے معاملہ پر غلبہ دے دیا، اور یا حدیث میں جو مذکور ہے "میرے بعد" اس سے مراد ہے میری نبوت کے بعد۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کنگنوں کے متعلق وحی سے تاویل لی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے پھونک مارنے سے شگون لیا ہو کہ یہ ایسے کمزور حریف ہیں کہ یہ تو ایک پھونک سے اڑ جائیں گے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۹۷۔ ۱۹۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶)

علامہ عینی حنفی کا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سے مناقشہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی کا اعتراض خود اعتراض کا محل ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس صورت میں صادق ہے کہ مسیلمہ کذاب کا خروج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا۔ رہا حافظ ابن حجر عسقلانی کا اسود عنسی کے متعلق کلام، تو وہ اس حیثیت سے ہے کہ اسود عنسی کے اتباع اور پیروکار مسیلمہ کے تابع ہو گئے تھے اور انہوں نے مسیلمہ کی شوکت کو تقویت دی تھی، اس لیے اس پر یہ اطلاق کیا کہ ان کا خروج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۱۔ بَابٌ إِذَا رَأَى أَنَّهُ أَخْرَجَ الشَّيْءَ مِنْ كُورَةٍ فَأَسْكَنَهُ مَوْضِعًا آخَرَ

جب کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ایک چیز کو ایک جانب سے نکالا اور دوسری جانب میں رکھ دیا، اس کی تعبیر کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ایک چیز کو ایک جانب سے یا ایک سوراخ سے نکالا اور دوسری جانب یا دوسرے سوراخ میں رکھ دیا تو اس کی کیا تعبیر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۰۳۸۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي أَخِي عَبْدُ الْحَمِيدِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ رَأَيْتُ كَأَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ أُخْرِجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى قَامَتْ بِمَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ فَأَوَّلْتُ أَنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نُقِلَ إِلَيْهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی عبدالحمید نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبداللہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سیاہ فام عورت کے بال بکھرے ہوئے ہیں، اس کو مدینہ سے نکال دیا گیا حتیٰ کہ وہ مهیعہ میں چلی گئی اور یہ الجحفہ ہے، تو میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ مدینہ کی وبا الجحفہ میں منتقل ہو گئی ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۳۹، ۷۰۴۰، سنن ترمذی: ۲۲۹۰، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۴، مسند احمد: ۵۸۱۵)

صحیح البخاری: ۷۰۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے ماخوذ ہے کہ "مدینہ کی وبا الجحفہ میں منتقل ہوگئی" اور اس پر یہ صادق آتا ہے کہ ایک چیز ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ چلی گئی۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل بن عبداللہ، یہ اسماعیل بن ابی اویس ہیں جو اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں۔
اس حدیث کی امام ترمذی نے کتاب التعبیر میں از محمد بن بشار روایت کی ہے، اور امام نسائی نے کتاب التعبیر میں از یوسف بن سعید روایت کی ہے، اور امام ابن ماجہ نے کتاب التعبیر میں از محمد بن بشار روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ثائرۃ الراس" اس کا معنی ہے جس کے سر کے بال منتشر ہوں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "مهیعہ" اس کی تفسیر حدیث میں ہے "الجحفہ" اور یہ تفسیر موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے اور حدیث مدرج ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۶۔۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۳۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وبا کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی توجیہ

علامہ المہلب مالکی بیان کرتے ہیں: بعض تعبیر بیان کرنے والوں نے کہا ہے کہ اس خواب کی تعبیر بطور ضرب المثل ہے کہ جس سیاہ فام عورت کے بال بکھرے ہوئے تھے اس سے بیماری اور تکلیف کی تعبیر لی گئی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تعبیر کی کہ وہ ایک بیماری ہے اور اس کو دوسری جگہ اس لیے منتقل کیا کہ ''الجحفہ'' کے رہنے والے حد سے تجاوز کرنے والے اور سرکش تھے اور لوگوں کو تکلیف دیتے تھے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ جحفہ میں بشر کم رہتے تھے، تو گویا آپ نے یہ اجتہاد کیا کہ قلیل لوگوں کو وبا میں مبتلاء کیا جائے اور کثیر لوگوں کو بلاء سے محفوظ رکھا جائے۔

خواب کی تعبیر بیان کرنے والے عالم علی بن ابی طالب نے کہا ہے کہ اس عورت کا سیاہ فام ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ناپسندیدہ ہے، پس اس خواب کی تعبیر ہے حرام دنیا اور حرام بیوی، پس جس شخص نے ایسی بیوی کے ساتھ خواب میں وطی کی تو وہ کسی نامناسب کام میں داخل ہوگا، یا تو وہ حرام کھانا کھائے گا یا حرام مشروب پیئے گا یا حرام کپڑے مثلاً غصب شدہ کپڑے پہنے گا یا کسی غصب شدہ مکان میں رہے گا۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۳۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خوابِ مذکور کی مزید تعبیر کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت دیکھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے'' اور اس کی تشبیہ اس طرح سے ہے کہ سیاہ فام عورت سے برائی اور بیماری کی تعبیر کی گئی ہے اور اس کے سر کے بکھرے ہوئے بالوں سے یہ تعبیر لی گئی ہے کہ وہ برائی اور شر کو پھیلائے گی، اس کو مدینہ سے نکال دیا جائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بالوں کا بکھرا ہوا ہونا اس سے مراد ہے جسم کے رونگٹوں کا کھڑا ہونا، اور رونگٹوں کے کھڑے ہونے سے مراد ہے انسان کا وحشت زدہ ہونا، پس اسی طرح بخار میں بھی انسان وحشت زدہ ہوتا ہے، تو اس خواب کی تعبیر ہے کہ انسان کو بخار آئے گا اور وہ وحشت زدہ ہوگا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''اقشعرار'' سے مراد یہ ہو کہ قحط سالی ہوگی اور لوگ پیاس سے بے چین ہوں گے۔ اور دوسروں نے کہا کہ سر کے بالوں کا بکھرا ہوا ہونا بخار پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ بخار بدن میں منتشر ہو جاتا ہے اور انسان کو اس میں بہت وحشت ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۹۸۔۱۹۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۲۔ بَابُ: اَلْمَرْأَةِ السَّوْدَاءِ — خواب میں سیاہ فام عورت کو دیکھنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں سیاہ فام عورت کو دیکھنے کی کیا تعبیر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۳۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما فِي رُؤْيَا النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْمَدِينَةِ رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى نَزَلَتْ بِمَهْيَعَةَ فَتَأَوَّلْتُهَا أَنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نُقِلَ إِلَى مَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابوبکر المقدمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے متعلق بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک سیاہ فام عورت دیکھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے وہ مدینہ سے نکل گئی حتیٰ کہ مھیعہ میں چلی گئی، پس میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ مدینہ کی وبا مھیعہ میں منتقل ہوگئی ہے اور یہ الجحفہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۳۹، ۷۰۴۰، سنن ترمذی: ۲۲۹۰، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۴، مسند احمد: ۵۸۱۵)

صحیح البخاری: ۷۰۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں ذکر کی گئی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث کا کیا حکم ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ترکیب سے لازم آتا ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا ''میں نے دیکھا'' اور یہاں پر یہ لفظ مقدر ہے کہ آپ نے فرمایا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۳- بَابُ: الْمَرْأَةِ الثَّائِرَةِ الرَّأْسِ

خواب میں ایسی عورت کو دیکھنے کا بیان جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہوں

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب میں ایسی عورت کو دیکھا جائے جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہوں تو اس خواب کی کیا تعبیر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۰۴۰۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى قَامَتْ بِمَهْيَعَةَ فَأَوَّلْتُ أَنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نُقِلَ إِلَى مَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن ابی اویس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت دیکھی جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے، وہ مدینہ سے نکلی اور مہیعہ میں چلی گئی، میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ مدینہ کی وباء مہیعہ میں منتقل ہوگئی ہے اور وہ الجحفہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۳۸، ۷۰۳۹، ۷۰۴۰، سنن ترمذی: ۲۲۹۰، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۴، مسند احمد: 5815)

صحیح البخاری: ۷۰۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جس کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۴۔ بَابٌ: إِذَا هَزَّ سَيْفًا فِي الْمَنَامِ — خواب میں تلوار ہلانے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے خواب میں تلوار کو ہلایا تو اس کی کیا تعبیر ہے۔

اس کا جواب محذوف ہے یعنی اس خواب کی کئی تعبیریں ہو سکتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ رَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهُ أُخْرَى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللَّهُ بِهِ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ بن ابی بردہ، از ابو بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی تو تلوار کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا، تو اس کی تعبیر وہ تھی جو مسلمانوں پر احد کے دن مصیبت آئی، پھر میں نے دوبارہ تلوار

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہلائی تو یہ بہت اچھی حالت میں لوٹ آئی، اس کی تعبیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اور مسلمان مجتمع ہو گئے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۲، ۳۹۸۷، ۴۰۸۱، ۷۰۳۵، ۷۰۴۱، صحیح مسلم: ۲۲۷۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۱، سنن دارمی: ۲۱۵۸)

صحیح البخاری: ۷۰۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ بابِ مذکور کا عنوان ہے خواب میں تلوار ہلانا، اور اس حدیث میں بھی یہی ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن العلاء، یہ ابوکریب ہیں اور ان کا ذکر عنقریب ہو چکا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسامہ، یہ حماد بن اسامہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُرید بن عبداللہ، جو اپنے دادا عامر یا حارث سے روایت کرتے ہیں از ابوموسیٰ اشعری، اور ان کا نام حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۴۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تلوار کی تعبیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: یہ خواب بطور ضرب المثل ہے، اور تلوار سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نہیں ہیں لیکن جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ حملہ کرتے تھے جس طرح تلوار سے حملہ کرتے ہیں اور ان سے اس طرح مستغنی ہوتے تھے جس طرح تلوار سے مستغنی ہوتے ہیں تو آپ نے اپنے اصحاب کو تلوار سے تعبیر کیا۔

خواب میں تلوار دیکھنے کی مزید تعبیریں

اور تلوار کی خواب میں کئی تعبیریں ہیں، پس جس نے خواب میں تلوار کو لٹکایا تو وہ سلطنت کو حاصل کرے گا یا ولایت کو یا امامت کو یا امانت کو، یا اس کو بیوی ملے گی جس سے وہ نکاح کرے گا اگر وہ کنوارا ہو تو۔ اور اگر شادی شدہ ہو تو اس کی بیوی سے لڑکا پیدا ہو گا اگر اس کی بیوی حاملہ ہو تو۔ پھر اگر اس نے اس تلوار کو میان سے نکالا اور میان ٹوٹ گئی اور تلوار سلامت رہی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی عورت مر جائے گی اور بچے نجات پائیں گے اور تلوار ٹوٹ گئی اور میان سلامت رہی تو اس کے بچے مر جائیں گے اور ماں سلامت رہے گی۔ اور بعض اوقات تلوار سے تعبیر اس کے باپ سے لی جاتی ہے یا اس کے چچا سے یا اس کے بھائی سے اور وہ مر جاتا ہے۔ اگر اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار ہے اور وہ تیار ہوا کہ دشمن سے مقابلہ کرے گا یا کسی شخص کو مارے گا تو اس کی تلوار سے اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی زبان کی تعبیر لی جائے گی جس سے وہ اپنے دشمن سے لڑتا ہے، اور اگر اس کی کوئی نیت نہ ہو اور وہ اس تلوار کے ساتھ مسجد میں ہو یا لوگوں کے درمیان ہو اور لوگ اس کے پاس وضو کر رہے ہوں یا اس نے اپنی ڈاڑھی میں کوئی چیز دیکھی تو وہ اپنی حجت کو قائم کرے گا اور نصیحت کرے گا اور اپنی زبان سے علم کو اور نیکی کے حکم دینے کو اور برائی سے روکنے کو ظاہر کرے گا۔ اور بعض اوقات تلوار کی تعبیر ظالم بادشاہ سے لی جاتی ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۴۵۔ بَابُ: مَنْ كَذَبَ فِي حُلُمِهِ — جس نے جھوٹا خواب بیان کیا، اس کے گناہ کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنے خواب میں جھوٹ بولا، اس کا کیا گناہ ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ أَوْ يَفِرُّونَ مِنْهُ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ صَوَّرَ صُورَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا وَلَيْسَ بِنَافِخٍ قَالَ سُفْيَانُ وَصَلَهُ لَنَا أَيُّوبُ وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَوْلَهُ مَنْ كَذَبَ فِي رُؤْيَاهُ وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الرُّمَّانِيِّ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَوْلَهُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً وَمَنْ تَحَلَّمَ وَمَنِ اسْتَمَعَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَنِ اسْتَمَعَ وَمَنْ تَحَلَّمَ وَمَنْ صَوَّرَ نَحْوَهُ تَابَعَهُ هِشَامٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس شخص نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے نہیں دیکھا تھا، اسے اس کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ دو جو کے درمیان گرہ لگائے اور وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکے گا، اور جس شخص نے کسی قوم کی بات سننے کے لیے کان لگائے اور وہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں تو اس کے کانوں میں قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا، اور جس نے کوئی تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس میں جان ڈالے اور وہ اس میں جان نہیں ڈال سکے گا۔

سفیان نے کہا: اس حدیث کو ایوب نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۱۰، سنن ترمذی: ۱۷۵۱، ۲۲۸۳، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۴، مسند احمد: ۱۸۶۹)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور قتیبہ نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از عکرمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اس قول کو بیان کیا جس نے اپنے خواب میں جھوٹ بولا۔

اور شعبہ نے کہا از ابی ہاشم الرمانی، میں نے عکرمہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس قول کو بیان کیا کہ جس نے تصویر بنائی اور جس نے جھوٹا خواب بیان کیا اور جس نے کسی کی بات کان لگا کر سنی۔

ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ جس نے کسی کی بات کان لگا کر سنی اور جس نے جھوٹا خواب بیان کیا اور جس نے کوئی تصویر بنائی، اسی حدیث کی مثل۔

خالد کی متابعت ہشام نے کی ہے از عکرمہ از ابن عباس ان کے قول کی۔

(صحیح البخاری: ۲۲۲۵، ۵۹۶۳، ۷۰۴۲، صحیح مسلم: ۲۱۱۰، سنن ترمذی: ۱۷۵۱، سنن نسائی: ۵۳۵۸، مسند احمد: ۳۳۸۴)

صحیح البخاری: ۷۰۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے ''جس نے ایسا خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا''۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، اور وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، وہ السختیانی ہیں۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے کتاب الادب میں از مسدد روایت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کی کتاب اللباس میں از قتیبہ روایت کی ہے اور امام نسائی نے اس حدیث کی کتاب الزینت میں از قتیبہ روایت کی ہے، اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی کتاب الرویا میں از بشر بن ہلال روایت کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مَن تحلّم" یعنی جس نے تکلف سے خواب کو بیان کیا، کیونکہ بابِ تفعّل ماخذ کے تکلف کے لیے آتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کُلِّف" یہ مجہول کا صیغہ ہے، یعنی اس کو قیامت کے دن مکلف کیا جائے گا بایں طور کہ اس کو عذاب دیا جائے گا، اور یہ تکلیف بھی عذاب کی ایک قسم ہے اور اس سے استدلال کرنا ضعیف ہے کیونکہ یہ استدلال تکلیف مالا یطاق کے جواز کو مستلزم ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ قیامت دارِ تکلیف نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولن یفعل" یعنی وہ دو جَو میں گرہ لگانے پر قادر نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وھم له کارھون" یعنی وہ ان لوگوں کی بات سنے گا جو اس کو بات سنانا نہیں چاہتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الآنك" اس کا معنی ہے: پگھلا ہوا سیسہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وکلف" ہوسکتا ہے کہ یہ عطفِ تفسیری ہو اور عذاب کی تفسیر ہو یا عذاب کی کوئی اور قسم ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان ینفخ فیه" یعنی اس تصویر میں جان ڈالے اور وہ اس تصویر میں جان ڈالنے پر قادر نہیں ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴۸۔ ۲۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ مِنْ أَفْرَى الْفِرَى أَنْ يُرِيَ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَ۔

(مسند احمد: ۵۶۷۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار مولیٰ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو اس نے نہیں دیکھی۔

صحیح البخاری: ۷۰۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ باب مذکور کا عنوان ہے جھوٹا خواب بیان کرنا، اور جو شخص اپنے آنکھوں سے دیکھے ہوئے ایسے خواب کو بیان کرے جو اس نے نہیں دیکھا تو وہ جھوٹا خواب ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن مسلم، یہ الطوسی ہیں، یہ بغداد میں رہتے تھے اور امام بخاری ان سے تین سال پہلے فوت ہو گئے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد الصمد، یہ ابن عبد الوارث بن سعد ہیں، انہوں نے اپنی عمر میں امام بخاری کو پایا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اوراس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالرحمٰن بن دینار، ان کے متعلق اختلاف ہے، ابن المدینی نے کہا: یہ بہت سچے ہیں، اور یحییٰ بن معین نے کہا: میرے نزدیک ان کی حدیث ضعیف ہے، اس کے باوجود امام بخاری نے ان کے شیخ علی سے روایت کی ہے، اور امام بخاری نے ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی مگر جب اس حدیث کا کوئی متابع ہو یا شاہد ہو، اور امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من افری الفری" یعنی وہ جھوٹوں میں سب سے بڑا جھوٹ ہے، یعنی ایسا جھوٹ ہے جس پر تعجب ہوتا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ اس کی آنکھوں نے وہ خواب نہیں دیکھا بلکہ اس کی آنکھوں کی طرف اس خواب کی نسبت کی گئی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے مقصود آنکھوں کی طرف نسبت کرنا ہے اور آنکھوں کے دیکھنے کی خبر دینا ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ بیداری میں جھوٹ بولنے کا زیادہ ضرر ہوتا ہے کیونکہ وہ دوسرے شخص کی طرف متعدی ہوتا ہے اور بہت خرابیوں کو متضمن ہوتا ہے، پس جھوٹے خواب کو سنگین قرار دینے کی کیا توجیہ ہے؟

میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ خواب نبوت کا جزو ہے، اور خواب میں جھوٹ بولنے والا اللہ پر جھوٹ بولتا ہے اور وہ بہت سنگین اور سب سے بڑا جھوٹ ہے اور وہ سزا دینے کے زیادہ لائق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۰-۲۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۴۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیداری میں جھوٹ بولنے کی بہ نسبت جھوٹا خواب بیان کرنے پر زیادہ گرفت کی توجیہ

علامہ محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس کی کیا توجیہ ہے کہ نبی ﷺ نے خصوصیت سے جھوٹا خواب بیان کرنے والے کی یہ سزا بیان فرمائی ہے کہ اسے قیامت کے دن دو جَو کے درمیان گرہ لگانے کا مکلف کیا جائے گا، جب کہ خواب میں جھوٹ بولنے والا بھی بیداری میں جھوٹ بولنے والے کی مثل ہے اور کبھی بیداری میں جھوٹ بولنے کا جرم خواب میں جھوٹ بولنے کے جرم سے زیادہ سنگین ہوتا ہے جب کہ کوئی شخص بیداری میں کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دے جس کی وجہ سے اس شخص پر کوئی حد واجب ہو جائے یا اس کو قتل کرنا واجب ہو جائے یا اس سے کوئی مال حاصل کیا جائے، اور اگر کوئی شخص جھوٹا خواب بیان کرتا ہے تو اس میں اس قسم کا ضرر نہیں ہوگا کیونکہ اس کا ضرر صرف اس کے خواب میں ہوگا اور کسی چیز میں نہیں ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بیداری کے جھوٹ اور خواب کے جھوٹ دونوں میں فرق ہے، پس خواب میں اپنی آنکھوں کے متعلق جو جھوٹ بولتا ہے، وہ زیادہ عبرت ناک سزا کا مستحق ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے تقریباً متواتر یہ حدیث منقول ہے کہ سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے اور نبوت کا جزو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتا ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص جھوٹا خواب بیان کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے کہ اس نے خواب میں وہ چیز دیکھی ہے جو اس نے نہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دیکھی، اور جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ زیادہ سنگین جھوٹ ہے اور وہ اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کو اس کی سزا دی جائے جس جھوٹ سے اس نے کسی کا حق ضائع کیا یا کسی شخص کے اوپر حد یا سزا کو واجب کیا اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ وَ یَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۸ (ھود:۱۸)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان تراشے، یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور تمام گواہ یہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا، سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو O

پس اس آیت سے ظاہر ہو گیا جو ہم نے بیان کیا ہے کہ بیداری میں جھوٹ بولنا اس کی مثل نہیں ہے جو آدمی جھوٹا خواب بیان کرتا ہے، کیونکہ بیداری میں جھوٹ بولنا مخلوق پر جھوٹ باندھنا ہے اور جھوٹا خواب بیان کرنا خالق پر جھوٹ باندھنا ہے۔

جس کام کی بندہ میں طاقت نہ ہو اس کام کا بندوں کو مکلف کرنے کے متعلق فقہاء کے مذاہب

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے ''جو شخص جھوٹا خواب بیان کرتا ہے اس کو قیامت کے دن دو جَو کے درمیان گرہ لگانے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ دو جَو کے درمیان گرہ نہیں لگا سکے گا''۔

اس حدیث میں اشاعرہ کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ بندہ کو اس کام کا مکلف کرنا جائز ہے جس کی اس میں طاقت نہ ہو اور قرآن مجید سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ۝۴۲ (القلم:۴۲)

جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور ان کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے O

اس آیت میں بتایا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا اور وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے اور اس میں اس کام کے ساتھ مکلف کرنے کی دلیل ہے جس کی بندہ میں طاقت نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے بندوں میں جو چاہے کرے، اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور بندوں سے ان کے ہر کام کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

ماتریدیہ اور معتزلہ نے تکلیف مالایطاق سے منع کیا ہے اور کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ:۲۸۶)

اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

اور انہوں نے ''یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ۔۔۔ (القلم:۴۲)'' کا یہ جواب دیا ہے اور اسی طرح دو جَو کے درمیان گرہ لگانے کے مکلف کرنے کا بھی یہ جواب دیا ہے اور اسی طرح اور جو احکام ہیں ان کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ آخرت کے احکام ہیں اور آخرت دار تکلیف نہیں ہے، آخرت دار جزاء ہے، پس اشاعرہ کی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ خبر دی ہے کہ وہ دنیا میں بندوں کو صرف انہی عبادات کا مکلف کرتا ہے جن کی بندے طاقت رکھتے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کاموں کا مکلف کرے جو دنیا میں بندوں کی طاقت اور ان کی قدرت میں نہیں ہیں تو یہ البقرہ:۲۸۶ کے خلاف ہوگا۔ اور احادیث کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے، اور نہ احادیث کو اس پر محمول کرنا جو قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہو یہ بھی جائز نہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے۔اور اس تاویل کی بناء پر قرآن مجید کی آیات باہم متضاد نہیں رہتیں۔

دوسروں کی باتیں کان لگا کر سننا مطلقاً ممنوع ہے یا اس وقت ممنوع ہے جب ان باتوں کو سننے سے ان کو حرج ہو؟

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے: اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ جس حدیث میں فرمایا ہے: ''جس نے ان لوگوں کی بات سنی جو اس کو ناپسند کرتے تھے اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا''۔

پس انہوں نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر اس نے ان لوگوں کی باتیں سنی ہوں جن باتوں کے سننے سے باتیں کرنے والوں کو کوئی ضرر نہ ہو اور سننے والے کو اس میں عظیم نفع حاصل ہو خواہ اس کے دین میں یا اس کی دنیا میں، کیا اس صورت میں اس کا ان کی باتوں کو سننا جائز ہے خواہ باتیں کرنے والے اس کو ناپسند کرتے ہوں؟

اس کا جواب یہ ہے: باتیں سننے والے کو جب تک وہ باتیں سنے گا نہیں یہ پتا نہیں چلے گا کہ ان باتوں کے سننے سے اس کو نفع ہوگا یا نہیں، اور جب وہ باتوں کو سنے گا تو یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے، پس اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی باتیں سنے خواہ لوگوں کی باتوں کو اس سے ضرر نہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً اور بالعموم لوگوں کی باتوں کو سننے سے منع فرمایا ہے، پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کی باتیں سنے جو اس کے سننے کو ناپسند کرتے ہیں۔اور اگر اس نے لوگوں کی باتیں سنیں تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو بخش دے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو عذاب دے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جس شخص نے لوگوں کی باتیں سنیں اور اس کو یہ پتا نہیں تھا کہ آیا وہ اس کی باتیں سننے کو ناپسند کرتے ہیں یا نہیں، کیا پھر بھی اس کے کانوں کے اندر پگھلا ہوا سیسہ قیامت کے دن ڈالا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محل یہ ہے کہ جس شخص نے ان لوگوں کی باتیں سنیں جو اپنی باتوں کے سننے کو ناپسند کرتے ہوں تو وہ اس وعید کا مصداق ہوگا، اور جس کو ان کی ناپسندیدگی کا علم نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ان کی باتیں پھر بھی نہ سنے الا یہ کہ وہ لوگ اجازت دیں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ جب دو آدمی آپس میں سرگوشی کر رہے ہوں تو تیسرا آدمی ان کے درمیان داخل نہ ہو۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷۴۔۵۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۴۶۔ بَابٌ: إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ فَلَا يُخْبِرْ بِهَا وَلَا يَذْكُرْهَا

جب کوئی شخص خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو نہ کسی کو اس کی خبر دے اور نہ اس کا ذکر کرے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس کی نہ کسی کو خبر دے اور نہ اس کا ذکر کرے، اور یہ دونوں لفظ متقارب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۰۴۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ لَقَدْ كُنْتُ أَرَى الرُّؤْيَا فَتُمْرِضُنِي حَتَّى سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ وَأَنَا كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا تُمْرِضُنِي حَتَّى سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ اللهِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثْ بِهِ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ وَإِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَلْيَتْفِلْ ثَلَاثًا وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَدًا فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدربہ بن سعید، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں (برے) خواب دیکھتا تھا اور ان سے میں بیمار ہو جاتا تھا حتیٰ کہ میں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں بھی (برے) خواب دیکھتا تھا پس میں بیمار ہو جاتا تھا حتیٰ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو یہ خواب صرف اسی کے سامنے بیان کرے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور جب وہ ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے اس خواب کے شر سے پناہ طلب کرے، اور شیطان کے شر سے پناہ طلب کرے اور تین مرتبہ تھوک دے، اور وہ خواب کسی کو بیان نہ کرے تو پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۲۹۲، ۵۷۴۷، ۶۹۸۴، ۶۹۸۶، ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، ۷۰۰۵، ۷۰۴۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند احمد: ۲۲۰۵۸، موطا امام مالک: ۱۷۸۴، سنن دارمی: ۲۱۴۱)

صحیح البخاری: ۷۰۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں مذکور ہے "اس خواب کی کسی کو خبر نہ دے" اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ خواب کسی کے سامنے بیان نہ کرے، اور ان دونوں لفظوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن الربیع، یہ ابوزید الہروی ہیں جو ہروی کپڑے فروخت کرتے تھے اور اہل بصرہ سے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدربہ، یہ ابن سعید الانصاری ہیں جو یحییٰ بن سعید انصاری کے بھائی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوسلمہ، یہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں اور ابوسلمہ کی از ابوقتادہ حدیث باب "من رای النبی ﷺ" میں اور باب "الحلم من الشیطان" میں گزر چکی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

محب کے سامنے خواب بیان کرنے کے فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے "فلا یحدث بہ الا من یحب" یعنی وہ اپنا اچھا خواب صرف اسی شخص کے سامنے بیان کرے جو اس سے محبت کرتا ہے، کیونکہ اگر اس نے کسی ایسے شخص کے سامنے وہ خواب بیان کیا جو اس سے وہ محبت نہیں کرتا، تو وہ کبھی خواب کی تعبیر اپنے بغض کی وجہ سے ایسی بیان کرے گا یا اپنے حسد کی وجہ سے ایسی بیان کرے گا جس سے اس کو نقصان ہوگا، اور خواب اس کی بیان کردہ تعبیر کے مطابق ہوگا اور جو اس کا محب ہوگا وہ اس خواب کی وہی تعبیر بیان کرے گا جو اچھی ہو، اور جو شخص پہلے تعبیر بیان کرتا ہے خواب اسی پر واقع ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خواب پہلی تعبیر بیان کرنے والے پر مرتب ہوتا ہے"۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۵)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اپنا خواب یا عالم کے سامنے بیان کرو یا خیر خواہ کے سامنے بیان کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولیتفل" یعنی اسے چاہیے کہ وہ تھوک دے، اور یہ شیطان کو دھتکارنے کے لیے اور اس کو نجس قرار دینے کے لیے ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ جو خواب شیطان کی طرف سے ہو، لیکن جو خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے خواہ وہ خیر ہو یا شر ہو تو وہ لامحالہ واقع ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵۱-۲۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۵۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يُحِبُّهَا فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللهِ فَلْيَحْمَدِ اللهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ۔

(سنن ترمذی: ۳۴۵۳، مسند احمد: ۱۰۶۷۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے اور دراوردی نے حدیث بیان کی از یزید از عبد اللہ بن اسامہ بن الہاد اللیثی از عبد اللہ بن خباب از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جس کو وہ پسند کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اسے چاہیے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور اس کو بیان کرے اور اگر اس کے سوا ایسا خواب دیکھا جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو وہ خواب شیطان کی طرف سے ہے، پس اس کو اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور اس کا کسی سے ذکر نہ کرے تو وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا۔

صحیح البخاری: ۷۰۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن حمزہ کا ذکر ہے، یہ ابواسحاق الزبیر الاسدی المدنی ہیں جو عبدالعزیز بن ابی حازم سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام سلمہ بن دینار ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الدراوردی، ان کا نام عبدالعزیز بن محمد ہے، ان کا ذکر باب "الرؤیا من اللہ" میں ہو چکا ہے، اسی طرح یہ حدیث بھی گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۴۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اچھے خواب کو صرف محب کے سامنے بیان کرنے کی وجہ

محب کے سامنے اچھا خواب بیان کرنے کا اس لیے حکم فرمایا ہے کہ جس چیز سے انسان خوش ہوتا ہے اس سے اس کا محب اور دوست رنجیدہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے دوست کی خوشی سے خوش ہوتا ہے اور اس کو اس بات کی حرص نہیں ہوتی کہ اس کے اچھے خواب کی بری تاویل بیان کی جائے۔ اور اگر انسان نے اپنا اچھا خواب اس شخص کے سامنے بیان کیا جو اس سے محبت نہیں کرتا تو وہ اس سے محفوظ نہیں ہے کہ وہ اس کی کوئی بری تاویل بیان کرے گا، اور بعض اوقات خواب اس بری تعبیر کے مطابق واقع ہو جاتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "خواب پہلی تعبیر کے مطابق ہوتا ہے" اور جب اس نے ایسا خواب دیکھا جو اس کو ناپسند ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس کے ضرر سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اس خواب کے شر سے پناہ طلب کرے اور شیطان کے شر سے پناہ طلب کرے اور بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور وہ خواب کسی کے سامنے بیان نہ کرے تو اس خواب سے اس کو ضرر نہیں ہوگا۔

برے خواب کو دوسروں سے چھپانے کی توجیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ خواب کی قسموں میں سے ڈرانے والے خواب ہیں اور مرد کو تنبیہ کرنے والے خواب ہیں تا کہ کوئی مصیبت پیش آنے سے پہلے انسان اس کی تیاری کرلے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر نرمی ہے اور آسانی ہے تا کہ بندے اچانک کسی مصیبت میں مبتلاء نہ ہوں، اور جب بندے پہلے سے کسی مصیبت یا کسی شدت کے لیے تیار ہوں گے تو یہ ان کے لیے اچانک کسی مصیبت کے ٹوٹ پڑنے کی بہ نسبت زیادہ آسان ہوگا، اور یہ پہلے ہمیں معلوم ہے کہ صحیح خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے خواہ وہ کسی بات سے ڈرانے والا ہو، تو پھر اس خواب کو چھپانے کی کیا حکمت ہے؟

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے اس سوال کے جواب میں یہ کہا ہے کہ جب کوئی انسان اپنے ناپسندیدہ خواب کی کسی کو خبر دے گا تو وہ اس خطرہ سے مامون نہیں ہے کہ کوئی شخص اس کی تعبیر کسی آفت اور مصیبت سے دے گا، اور وہ یہ سن کر خوف اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دہشت میں مبتلا ہوگا اور اس ناپسندیدہ چیز کے پیش آنے کا انتظار کرتا رہے گا اور اس کا حال پریشان ہوگا، اور اس خواب کے شر سے نجات پانے کی امید نہیں رہے گی۔ اور جب اس خواب کی ایسی بھیانک تعبیر نہیں بیان کی جائے گی تو اس کا ذہن اور اس کا دل خوف اور امید کی حالت میں رہے گا اور وہ زیادہ بے چین اور بے قرار نہیں ہوگا، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ کی امت کسی مصیبت کے انتظار میں بے چین نہ رہے، کیونکہ کبھی خواب کی تعبیر بہت دیر سے ظاہر ہوتی ہے اور اکثر انسان جو برے خواب دیکھتا ہے وہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔

برے خواب کو دیکھ کر بائیں جانب تین مرتبہ تھوکنے کی توجیہ

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ نے لکھا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں جانب تین مرتبہ تھوکنے کا جو حکم دیا ہے اس کی اصل وجہ کا تو اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے لیکن جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کسی نجس چیز کو اور گھناؤنی چیز کو دیکھ کر تھوکتا ہے اور شیطان سے بڑھ کر کوئی نجس اور گھناؤنی چیز نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب بندہ شیطان کا ذکر کرے تو تین دفعہ تھوک دے، رہا یہ کہ بائیں جانب تھوکنے کا کیوں حکم دیا ہے اس لیے کہ عرب کے نزدیک جس قدر آفات اور مصائب ہیں وہ بائیں جانب سے آتی ہیں، اسی لیے بائیں جانب سے کوئی پرندہ آئے تو وہ اس سے بدفال نکالتے ہیں اور دائیں جانب سے پرندہ آئے تو اس سے نیک فال نکالتے ہیں۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷۶۔۵۷۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۴۷۔ بَابُ: مَنْ لَمْ يَرَ الرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ إِذَا لَمْ يُصِبْ

اس کا بیان کہ جس شخص کا یہ گمان نہ ہو کہ خواب پہلی تعبیر کے مطابق واقع ہوتا ہے جب وہ تعبیر صحیح نہ ہو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ اگر تعبیر صحیح نہیں ہے تو خواب پہلی تعبیر کے مطابق ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں کے اقوال میں پہلی تعبیر بیان کرنے والے کا قول معتبر ہوتا ہے، اگر اس کی تعبیر صحیح ہے تو قبول کی جائے گی، اور اگر اس کی تعبیر صحیح نہیں ہے تو قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ خواب کی تعبیر کا وقوع اس پر موقوف نہیں ہے کہ تعبیر صحیح ہے، پس باب کے عنوان کا معنی یہ ہے کہ جس کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ خواب کی تعبیر پہلی بیان کرنے والے کے مطابق ہوتی ہے جب کہ اس کا بیان خطاء پر مبنی ہو، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''تم نے خواب کی تعبیر میں بعض خطا کی ہے'' اور اس سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے ''خواب کی تعبیر پہلے تعبیر کرنے والے کے مطابق ہوتی ہے''۔ اور یہ حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید الرقاشی ہے مگر اس حدیث کا ایک شاہد ہے جس کو امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی سند صحیح قرار دی ہے، ابورزین عقیلی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تک خواب کی تعبیر نہ بیان کی جائے وہ خواب اڑنے والا ہوتا ہے اور جب اس کی تعبیر بیان کر دی جائے تو وہ خواب واقع ہو جاتا ہے'' اور امام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابوداؤد اور امام ترمذی کی روایت میں ہے "وہ گر جاتا ہے"۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے جو یہ بیان کیا ہے، یہ اس باب کے عنوان کے معنی کو بیان کرنے کے لیے مناسب نہیں ہے، اس کو ہر وہ شخص سمجھ لے گا جس میں تھوڑا سا بھی ادراک اور ذوق ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطُفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ فَأَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُونَ مِنْهَا فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ وَإِذَا سَبَبٌ وَاصِلٌ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ فَأَرَاكَ أَخَذْتَ بِهِ فَعَلَوْتَ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَاللّٰهِ لَتَدَعَنِّي فَأَعْبُرَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اعْبُرْهَا قَالَ أَمَّا الظُّلَّةُ فَالْإِسْلَامُ وَأَمَّا الَّذِي يَنْطُفُ مِنَ الْعَسَلِ وَالسَّمْنِ فَالْقُرْآنُ حَلَاوَتُهُ تَنْطُفُ فَالْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْآنِ وَالْمُسْتَقِلُّ وَأَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَالْحَقُّ الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ تَأْخُذُ بِهِ فَيُعْلِيكَ اللّٰهُ ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ مِنْ بَعْدِكَ فَيَعْلُو بِهِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَيَعْلُو بِهِ ثُمَّ يَأْخُذُهُ رَجُلٌ آخَرُ فَيَنْقَطِعُ بِهِ ثُمَّ يُوَصَّلُ لَهُ فَيَعْلُو بِهِ فَأَخْبِرْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ أَصَبْتُ أَمْ أَخْطَأْتُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا قَالَ فَوَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّي بِالَّذِي أَخْطَأْتُ قَالَ لَا تُقْسِمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان سے حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک مرد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہا: میں نے آج رات خواب میں سائبان (ابر یا بادل) کو دیکھا جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، پس میں نے دیکھا کہ لوگ اس گھی اور شہد کو اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں، پس کچھ لوگ زیادہ لے رہے ہیں اور کچھ لوگ کم لے رہے ہیں، اور میں نے دیکھا کہ ایک رسی آسمان سے زمین تک پہنچی ہوئی ہے، میں نے دیکھا کہ آپ نے اس رسی کو پکڑا اور اس کے ساتھ اوپر چڑھ گئے، پھر ایک دوسرے مرد نے اس رسی کو پکڑا وہ بھی اس کے ساتھ اوپر چڑھ گئے، پھر تیسرے شخص نے اس رسی کو پکڑا وہ بھی اوپر چڑھ گئے، پھر ایک اور آدمی نے رسی کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی، پھر جڑ گئی، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں، اللہ کی قسم! آپ ضرور مجھے اجازت دیں کہ میں اس خواب کی تعبیر بیان کروں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس خواب کی تعبیر بیان کرو، انہوں نے کہا: رہا وہ سائبان تو وہ اسلام ہے، اور جو اس سے شہد اور گھی ٹپک رہا ہے، پس وہ قرآن ہے، اس کی شیرینی ٹپک رہی ہے، پس کچھ لوگ زیادہ قرآن کو حاصل کر رہے ہیں اور کچھ لوگ کم قرآن کو حاصل کر رہے ہیں اور رہی وہ رسی جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی ہے، پس اس سے مراد وہ دینِ برحق ہے جس پر آپ قائم ہیں، آپ اس دین کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پکڑے ہوئے ہیں، پس اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پاس بلالے گا پھر آپ کے بعد کوئی اور مرد اس رسی کو پکڑ کر اوپر جائے گا، پھر کوئی اور مرد اس رسی کو پکڑ کر اوپر جائے گا، پھر تیسرا مرد اس رسی کو پکڑے گا تو وہ رسی ٹوٹ جائے گی اور پھر وہ رسی اس کے لیے جوڑ دی جائے گی، پھر وہ اس کے ساتھ اوپر چڑھ جائے گا، پس مجھے بتایئے یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور میری ماں فداء ہوں کہ اس خواب کی تعبیر میں نے صحیح بیان کی ہے یا خطا کی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے بعض تعبیر صحیح بیان کی ہے اور بعض میں خطاء کی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! آپ مجھے ضرور بتائیں کہ میں نے خواب کی تعبیر میں کیا خطاء کی ہے؟ آپ نے فرمایا: تم قسم نہ کھاؤ۔

(صحیح البخاری: ۷۰۰۰، ۷۰۴۶، صحیح مسلم: ۲۲۶۹، سنن ترمذی: ۲۲۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۶۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۸، مسند احمد: ۲۱۱۴، سنن دارمی: ۲۱۵۶)

صحیح البخاری: ۷۰۴۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے آخری حصہ میں ہے، یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خواب کی بعض تعبیر صحیح بیان کی اور بعض صحیح نہیں تھی۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ظُلّة" ظاء پر پیش ہے، اس کا معنی ہے: بادل جس کا سایا ہوتا ہے، اور ہر وہ چیز جس کا سایا ہو جیسے سائبان، اس کو "ظلة" کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تنطف" یعنی اس سائبان یا بادل سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یتکففون" یعنی لوگ اپنے ہاتھوں میں ان قطرات کو جمع کر رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فالمستکثر والمستقل" یعنی بعض لوگ اس میں سے زیادہ قطرات کو لے رہے تھے اور بعض لوگ کم قطرات کو لے رہے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سبب" اس کا معنی ہے رسی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "فعلوت" یعنی آپ اس رسی سے اوپر چڑھ گئے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند کر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم یاخذ به رجل من بعدك" یعنی پھر اس رسی کو کوئی اور مرد پکڑے گا اور اس مرد سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو آپ کے بعد امت کے اندر حق کو قائم کریں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم یاخذ رجل آخر فیعلوبه" یعنی پھر ایک اور مرد اس رسی سے اوپر چڑھے گا اور اس سے مراد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم یاخذ به رجل آخر فینقطع به" یعنی پھر ایک اور مرد اس رسی کو پکڑے گا تو وہ رسی ٹوٹ جائے گی، اس سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم یوصل له" یعنی پھر وہ رسی ان کے لیے جوڑ دی جائے گی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعبیر میں کیا خطا واقع ہوئی، اس کا بیان

علامہ المہلب المالکی لکھتے ہیں: اس تعبیر میں خطاء یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ اضافہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے وہ رسی جوڑ دی جائے گی، اور انہیں چاہیے یہ تھا کہ وہ تعبیر میں اتنا ہی بیان کرتے جتنا خواب میں مذکور تھا یعنی وہ رسی جڑ گئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء کو بیان نہیں فرمایا اور اس کو چھپایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اوپر پیش آنے والے فتنوں سے غمگین نہ ہوں، پس وہ چوتھے شخص تھے جن کے لیے رسی ٹوٹی اور پھر جڑ گئی یعنی دوسروں کے لیے خلافت ہوگئی۔

اور قاضی عیاض مالکی المتوفی ۵۴۴ھ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء یہ تھی کہ انہوں نے تعبیر میں کہا "ویوصل له" یعنی ان کے لیے رسی کو جوڑ دیا جائے گا، جب کہ اصل خواب میں تھا "یوصل" اور اس میں "له" کا اضافہ نہیں تھا، اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت متصل نہیں ہوئی بلکہ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت ہوگئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ لفظ "له" وغیرہ کا اضافہ ابن وہب کی روایت میں ثابت ہے اور اس کو یونس نے امام مسلم سے روایت کیا ہے، اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے دو صاحبوں تک پہنچنے کے لیے رسی کو پکڑیں گے تو جو مصائب ان پر پیش آئے ان کی وجہ سے وہ رسی ٹوٹ جائے گی، پس رسی ٹوٹنا ان مصائب سے عبارت ہے، پھر ان کے لیے شہادت ہوئی تو وہ اپنے صاحبوں کے ساتھ متصل ہو گئے، اس کو اس سے تعبیر کیا کہ وہ رسی جڑ گئی اور وہ اپنے صاحبوں کے ساتھ متصل ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاخبرنی یا رسول اللہ بابی" یعنی آپ پر میرے باپ فدا کیے جائیں آپ مجھے خبر دیں کہ میری تعبیر صحیح ہے یا خطا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اصبت بعضا واخطات بعضا" یعنی تم نے تعبیر میں بعض صحیح چیز بیان کی اور بعض میں خطاء کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تعبیر میں صحت اور خطاء کا ذکر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعبیر میں صحیح یہ تھا کہ انہوں نے بادل کی تعبیر اسلام کی نعمت سے لی اور یہ کہ اس رسی سے مراد دینِ برحق ہے اور اسی پر عمل کرتے ہوئے آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل ہو گئے۔

رہا یہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو تعبیر میں خطاء کی وہ کیا ہے تو اس میں علماء اور شارحین کا اختلاف ہے۔ پس علامہ المہلب نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہا کہ خطاء کی جگہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا "ثم یوصل له" یعنی پھر ان کے لیے رسی جوڑی جائے گی اور "له" کا اضافہ کیا۔

علامہ الاسماعیلی نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء یہ ہے کہ جب ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے خواب کو بیان کیا تو دوسروں کی بہ نسبت اس خواب کی تعبیر بیان کرنے کے زیادہ حق دار نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، پس جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اس خواب کی تعبیر بیان کریں گے تو یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء تھی، علامہ الاسماعیلی نے اس کو علامہ ابن قتیبہ سے نقل کیا ہے اور علماء کی ایک جماعت نے ان کی موافقت کی ہے، علامہ نووی نے دوسروں کی اتباع کرتے ہوئے اس پر تعاقب کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ اس کو خطاء قرار دینا فاسد ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس خواب کی تعبیر بیان کرنے کی اجازت دی تھی، پس آپ نے فرمایا کہ "تم تعبیر بیان کرو"۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خواب کی تعبیر بیان کرنے کے لیے نہیں فرمایا بلکہ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سبقت کی اور یہ سوال کیا کہ ان کو خواب کی تعبیر بیان کرنے کی اجازت دیں تو آپ نے اجازت دے دی، پس آپ نے فرمایا: "تم نے جو خواب کی تعبیر بیان کرنے کا سوال کیا اور اس میں سبقت کی تو یہ تمہاری خطاء تھی"، اور آپ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم نے خواب کی تعبیر میں خطاء کی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء یہ تھی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خود تعبیر بیان کی، اور اگر انہوں نے تعبیر میں کوئی خطاء کی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس خطاء پر برقرار نہ رکھتے۔

علامہ ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خواب کی تعبیر میں خطاء یہ تھی کہ خواب میں دو چیزوں کا ذکر تھا شہد کا اور گھی کا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں چیزوں کی ایک تفسیر بیان کی اور انہیں یہ چاہیے تھا کہ گھی کی تفسیر قرآن کے ساتھ کرتے اور شہد کی تفسیر سنت کے ساتھ کرتے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا "تم نے خطاء بھی کی اور صحیح بھی کہا" اس سے مراد یہ ہے کہ خواب کی تعبیر کا مرجع ظن اور گمان ہے اور ظن میں خطاء بھی ہوتی ہے اور صحیح بات بھی ہوتی ہے۔

اور علامہ الکرمانی نے کہا: اگر تم یہ سوال کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خطاء کی جگہ نہیں بیان کی اور تم لوگ خطاء کی نشاندہی کر رہے ہو؟

انہوں نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب احتمالات ہیں ان میں کسی چیز کے اوپر جزم اور وثوق نہیں ہے، یا اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے خطاء اور صواب کو بیان نہیں کیا کہ لوگوں میں اس سے فساد اور خرابیاں نہ ہوں، اور اب یہ احتمال زائل ہو چکا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تم قسم نہ کھاؤ" علامہ داؤدی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ تم بار بار قسم نہ کھاؤ کیونکہ میں تمہیں خواب کی تعبیر نہیں بتاؤں گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم اس خواب کی تعبیر میں غور و فکر کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم نے تعبیر بیان کرنے میں کیا خطاء کی ہے۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود یہ حکم دیا ہے کہ قسم کھانے والے کو اس کی قسم میں سچا کرو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تو میں کہوں گا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے کہ جب قسم پوری کرنے میں کوئی خرابی نہ ہو، اور یہاں پر اگر ان کی قسم پوری کی جاتی تو خرابیاں لازم آتیں، مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو فتنے برپا ہوئے اور اس کے نتیجہ میں انہیں قتل کیا گیا، اس کا بیان لازم آتا۔ یا اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر مطلع ہونا امرِ غیب پر مطلع ہونے کو مستلزم ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کا فتویٰ دینا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم سے خواب کی تعبیر میں کبھی خطاء ہوتی ہے اور کبھی وہ صواب کو پہنچتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۲۔ ۲۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۴۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور خواب کی تعبیر

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں سائبان یا بادل کی تعبیر اسلام ہے، کیونکہ سائبان اور بادل اللہ تعالیٰ کی اہلِ جنت پر نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اسی طرح بادل بنی اسرائیل کے اوپر سایا کرتے تھے اور اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر بادل سایا کرتے تھے جب آپ اعلانِ نبوت سے پہلے کہیں جاتے تھے، اور بادل یا سایا دار چیز انسان کو دھوپ سے محفوظ رکھتی ہے، اسی طرح اسلام مومنوں کو تکالیف سے محفوظ رکھتا ہے اور مومنین کو دنیا اور آخرت میں نعمتیں دیتا ہے۔

رہا شہد، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو لوگوں کے لیے شفاء قرار دیا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (یونس: ۵۷)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک عظیم نصیحت اور دلوں کی بیماری کی شفا آ گئی اور وہ مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ۝

اس آیت میں "شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" عام ہے، اور قرآن مجید روحانی امراض کے علاوہ جسمانی امراض کے لیے بھی شفاء ہے۔

حضرت ابوالاحوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے، انہوں نے اس کو خمر (شراب) پینے کا مشورہ دیا، پھر کہا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے نجس چیز میں شفاء نہیں رکھی، شفاء صرف دو چیزوں میں ہے: قرآن اور شہد میں اور ان میں دل کی بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔ (المعجم الکبیر: ۸۹۱۰)

اور قرآن مجید کی تلاوت ہمیشہ کانوں کو شہد کی طرح میٹھی لگتی ہے۔

اور سبب سے مراد رسی ہے اور عہد اور میثاق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ (آل عمران: ۱۱۲)

وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ان پر ذلت لازم کر دی گئی ہے سوا اس کے کہ وہ (کبھی) اللہ کی رسی اور (کبھی) لوگوں کی رسی (سے سہارا لیں) اور وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے اور ان پر محتاجی لازم کر دی گئی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور جس مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسی کو پکڑا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں حق کے اوپر قائم رہے، پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حق پر قائم رہے، پھر ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حق پر قائم رہے اور یہ وہی ہیں جن سے رسی ٹوٹ گئی۔

خواب کی تعبیر بیان کرنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء

علامہ المہلب المالکی لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیان کی ہوئی تعبیر میں خطاء یہ ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''واخطأت بعضا'' یعنی تم نے بعض تعبیر میں خطاء کی ہے، اور وہ خطاء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں ہے''ثم وصل له'' یعنی ان کے لیے پھر رسی جوڑ دی گئی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ چاہیے تھا کہ وہ ''ثم وصل'' کہہ کر ٹھہر جاتے کیونکہ خواب میں اتنا ہی ذکر ہے اور ''لہ'' کو ذکر نہ کرتے، کیونکہ اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ کسی اور نے اس رسی کو جوڑ دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خطاء کو ظاہر نہیں کیا اس کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خطاء کی جگہ کو چھپایا تا کہ لوگ اس بات سے غمزدہ نہ ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ایسے مصائب پیش آئیں گے، اور وہ چوتھے مرد تھے جن کی رسی ٹوٹی اور پھر جڑ گئی، یعنی خلافت ان کے علاوہ کسی اور سے واصل ہوگئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب پہلے تعبیر کرنے والے کے مطابق ہوگا'' اور امام ابوعبید اور دیگر علماء نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر پہلے تعبیر کرنے والا صحیح تعبیر بیان کر دے تو خواب اس پر محمول ہوگا ورنہ جو اس کے بعد صحیح تعبیر بیان کرے گا اس پر خواب محمول ہوگا۔ اور مدار صرف خواب کی صحیح تعبیر بیان کرنے والے کے اوپر ہے تا کہ بندہ نے جو خواب دیکھا تھا وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مراد کو ظاہر کرے۔ اور خواب دیکھنے والے کو چاہیے کہ وہ کسی دوسرے سے اس کی تعبیر نہ پوچھے سوا اس صورت کے کہ پہلے تعبیر بیان کرنے والے نے صحیح تعبیر نہ کی ہو، پھر دوسرے تعبیر بیان کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس چیز کو بیان کرے جو پہلے سے جہالت یا خطاء ہوئی ہے اور از خود اس خواب کی تعبیر بیان کرے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم نے بعض تعبیر صحیح کہی ہے اور بعض میں خطاء کی ہے''۔ اگر خواب کی پہلے تعبیر بیان کرنے والا مطلقاً صحیح تعبیر بیان کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ نہ فرماتے ''تم نے بعض تعبیر میں خطاء کی ہے''۔

خواب کی تعبیر سے خواب میں فرق نہیں پڑتا

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: خواب کی تعبیر بیان کرنے والا جو تعبیر بیان کرتا ہے اس سے خواب میں تغیر نہیں ہوتا، اور مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خواب میں جو اشارہ کیا ہے اس کو اپنی طرف سے بدل دے۔

خواب کی تعبیر صرف عالم یا خیر خواہ سے معلوم کی جائے

علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے: خواب دیکھنے والے کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے خواب کی تعبیر صرف عالم، خیر خواہ اور امین سے معلوم کرے، جیسا کہ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم اپنا خواب صرف عالم کے سامنے بیان کرو یا خیر خواہ کے سامنے یا تمہارے گھر والوں میں سے جو عقل مند ہو اس کے سامنے بیان کرو، کیونکہ وہ عنقریب نیک بات کہے گا''۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جس خواب کی تعبیر اچھی بیان کی جاتی ہے اس خواب کی دلالت ناپسندیدہ اور شر پر نہیں ہوگی۔ امام مالک سے کہا گیا کہ آپ خواب کی تعبیر اچھی بیان کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے وہ خواب اللہ تعالیٰ کے نزدیک شر ہو کیونکہ حدیث میں ہے "خواب پہلے تعبیر بیان کرنے والے کے مطابق ہوتا ہے" تو امام مالک نے کہا: معاذ اللہ! خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہے تو کیا نبوت کے اجزاء سے کھیل کیا جائے گا؟ لیکن عالم اور خیر خواہ سے جس خیر کی توقع رکھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ سچی تعبیر بیان کرے گا یا اس کے لیے خیر کی دعا کرے گا یا شر کو دور کرنے کی دعا کرے گا۔ اور جب اس کو تعبیر کا علم نہ ہو تو وہ کہے گا کہ یہ خواب تمہارے لیے خیر ہے اور تمہارے دشمن کے لیے شر ہے۔

خواب کی بعض تعبیر سے سکوت کرنے کا جواز

علامہ المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو چاہیے کہ خواب کی بعض تعبیر سے اس وقت سکوت کرے جب اسے یہ خوف ہو کہ اس تعبیر سے عام لوگوں کو غم ہوگا، اور اگر خواب کی تعبیر سے صرف ایک آدمی کو غم ہو اور تعبیر بیان کرنے والے سے پوچھا جائے تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس تعبیر کو بیان کردے تاکہ وہ اس کو صبر پر تیار کرے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا کہ ایک عورت نے خواب دیکھا ہے کہ اس کے گھر کی کوئی قیمتی چیز ٹوٹ گئی تو انہوں نے کہا "تمہارا خاوند مر جائے گا اور تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا" یہ اس وقت کہا جب انہوں نے دیکھا کہ وہ عورت غمزدہ ہوئی ہے۔

قسم کھانے والے کی قسم کو سچا کرنے کے حکم کا عمومی طور پر نہ ہونا

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ قسم کھانے والے کی قسم کو سچا کیا جائے، یہ حکم بالعموم نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دی کہ وہ ضرور ان کو بتائیں کہ خواب کی تعبیر میں ان سے کیا خطاء ہوئی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی قسم میں سچا نہیں کیا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ قسم کو پورا کرنا اس وقت جائز ہے جب کہ اس سے مسلمانوں کو ضرر نہ ہو، اسی طرح جب کسی ناجائز کام پر قسم کھائی جائے تو اس قسم کو بھی پورا نہیں کیا جائے گا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک مرد نے اگر اپنے بھائی کو یہ قسم دی کہ وہ ضرور شراب پیئے یا ضرور اللہ کی نافرمانی کرے تو اس پر فرض ہے کہ وہ اس کو اس قسم میں سچا نہ کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر شاگرد اپنے استاد کو قسم دے کہ وہ اس کو اس مسئلہ کا فتویٰ دینے کی اجازت دے تو یہ جائز ہے، کیونکہ یہ قسم دینار غبت کے لیے ہے اور تجربہ کے لیے ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۷۸۔۵۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۴۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب کا خواب کی تعبیر کے مطابق ہونے کے متعلق احادیث

امام عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی التوفی ۲۵۵ھ، اپنی سندِ حسن کے ساتھ از سلیمان بن یسار روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ اہلِ مدینہ میں ایک عورت تھی جس کا خاوند تاجر تھا اور وہ تجارت کے سلسلہ میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آتا جاتا رہتا تھا، پس جب بھی اس کا خاوند غائب ہوتا تو وہ خواب دیکھتی تھی، اور وہ بہت کم غائب ہوتا تھا مگر اس کو حاملہ چھوڑ کر جاتا تھا، پس وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتی اور کہتی کہ میرا شوہر تجارت کے لیے نکل کر گیا ہے اور مجھے حاملہ چھوڑ کر گیا ہے، پس میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر کا ایک ستون ٹوٹ گیا اور مجھ سے ایک کانا لڑکا پیدا ہوا ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر ہے، تمہارا خاوند ان شاء اللہ سلامتی کے ساتھ لوٹ آئے گا اور تمہارے ہاں ایک نیک لڑکا پیدا ہوگا، پھر اس عورت نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہی خواب دیکھا اور ہر مرتبہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تو آپ اس سے ہر بار یہی فرماتے کہ خیر ہے، تمہارا خاوند ان شاء اللہ سلامتی کے ساتھ لوٹ آئے گا اور تم سے ایک نیک لڑکا پیدا ہوگا، پھر اس کا خاوند لوٹ آیا اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، پس ایک دن وہ آئی جیسا کہ وہ آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تھے اور اس نے وہ خواب دیکھا تھا تو میں نے اس سے پوچھا: اے اللہ کی بندی! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز کا سوال کرنا چاہتی ہو؟ اس نے کہا کہ میں خواب دیکھتی ہوں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی ہوں اور آپ سے اس خواب کے متعلق سوال کرتی ہوں تو آپ فرماتے ہیں: خیر ہے، پھر اسی طرح ہوجاتا جس طرح آپ فرماتے ہیں، میں نے اس سے کہا: تم مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا خواب دیکھا ہے، اس نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آجائیں گے تو پھر میں آپ کو بتاؤں گی جیسا کہ میں آپ کے سامنے خواب بیان کرتی ہوں، پس اللہ کی قسم! میں نے اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑا حتیٰ کہ اس نے مجھے خواب بیان کردیا، پس میں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم نے اپنے خواب کو سچ بیان کیا ہے تو تمہارا خاوند فوت ہوجائے گا اور تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو فاسق و فاجر ہوگا، پس وہ عورت بیٹھ کر رونے لگی کہ مجھے کیا ہوا جو میں نے آپ کے سامنے اپنا خواب بیان کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور اس وقت وہ رو رہی تھی، آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اس کو کیا ہوا ہے اے عائشہ! تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعہ سنایا اور انہوں نے خواب کی وہ تعبیر سنائی جو انہوں نے کی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو اے عائشہ! جب تم کسی مسلمان کے خواب کی تعبیر بیان کرو تو اس کی تعبیر خیر کے ساتھ بیان کرو، کیونکہ خواب تعبیر بیان کرنے والے کے مطابق ہوجاتا ہے، پس اس کا خاوند مر گیا اور میں نے اس عورت کو نہیں دیکھا مگر اس کے ہاں ایک فاسق و فاجر لڑکا پیدا ہوا۔ (سنن داری: ۲۱۶۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نیز امام سعید بن منصور الخراسانی المکی المتوفی ۲۲۷ھ عطاء بن ابی رباح سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، پس اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر کا ایک قیمتی برتن ٹوٹ گیا ہے اور اس عورت کا خاوند موجود نہیں تھا (غائب تھا)، تو آپ نے فرمایا: اللہ تمہارے خاوند کو واپس لے آئے گا، پس اس کا خاوند صحیح و سالم آگیا۔۔۔ الحدیث

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ خواب کی جو تعبیر بیان کی جائے، خواب اسی تعبیر کے مطابق ہوتا ہے۔

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خواب کی تعبیر بیان کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے اس میں بعض خطاء کی ہے'' اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما دیتے کہ انہوں نے کیا خطاء کی ہے تو اس خواب کی وہی صحیح تعبیر ہوتی اور پہلی تعبیر کا اعتبار نہ ہوتا۔ اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ''خواب پہلی تعبیر کے مطابق ہوتا ہے'' یہ اس وقت ہے جب وہ تعبیر صحیح ہو، ورنہ جو تعبیر صحیح ہو خواب اس کے مطابق ہوتا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خواب دیکھنے والے اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والے کے آداب

امام عبدالرزاق بن ہمام المتوفی ۲۱۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کوئی خواب دیکھے اور وہ اپنے بھائی کے سامنے وہ خواب بیان کرے تو اس کو چاہیے کہ کہے: یہ خواب ہمارے لیے خیر ہے اور ہمارے دشمنوں کے لیے شر ہے۔ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں لیکن اس کی سند منقطع ہے۔

امام طبرانی اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن زمل الجہنی سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تو فرماتے: تم میں سے کسی نے خواب میں کچھ دیکھا ہے، ابن زمل نے بیان کیا: پس میں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے خواب دیکھا ہے، تو آپ نے فرمایا: تم کو خیر حاصل ہوگی اور شر سے تم محفوظ رہو گے، اور یہ خواب ہمارے لیے خیر ہے اور ہمارے دشمنوں کے لیے شر ہے، والحمدللہ رب العالمین، تم اپنا خواب بیان کرو۔ الحدیث، اور اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے۔

اور تعبیر بیان کرنے والے ائمہ نے کہا ہے کہ خواب دیکھنے والے کے آداب سے یہ ہے کہ وہ سچ بولنے والا ہو اور وضو کر کے دائیں کروٹ پر سویا ہو اور سوتے وقت ان سورتوں کی تلاوت کرے: والشمس، واللیل، والتین، سورۃ الاخلاص اور معوذتین، اور یہ دعا کرے: اے اللہ! میں برے خوابوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور نیند اور بیداری میں شیطان کے کھیلنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے نیک، سچے اور نفع آور خواب کی دعا کرتا ہوں، اے اللہ! مجھے خواب میں وہ چیز دکھا جو مجھے پسند ہو، اور اس کے آداب سے یہ ہے کہ وہ اپنا خواب نہ عورت کے سامنے بیان کرے اور نہ دشمن کے سامنے اور نہ جاہل کے سامنے۔ اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والے کے آداب سے یہ ہے کہ وہ خواب کی تعبیر نہ طلوع شمس کے وقت بیان کرے، نہ غروب شمس کے وقت، نہ زوال کے وقت اور نہ رات میں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۰۳۔ ۲۰۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۸۔ بَابُ: تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ صبح کی نماز کے بعد خواب کی تعبیر بیان کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواب کی تعبیر صبح کی نماز کے بعد بیان کرنی چاہیے، ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے امام عبدالرزاق کی اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ اپنا خواب عورت کے سامنے نہ بیان کرو اور اس وقت تک بیان نہ کرو حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے، اور اس میں اہل تعبیر کے اس قول کے رد کی طرف اشارہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ تعبیر طلوع شمس کے بعد بیان کی جائے اور عصر سے لے کر غروب آفتاب تک بیان کی جائے، کیونکہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ طلوع شمس سے پہلے خواب کی تعبیر بیان کرنا مستحب ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ خواب کی تعبیر صبح کی نماز کے وقت بیان کرنا دوسرے اوقات کی بہ نسبت زیادہ اولیٰ ہے، کیونکہ خواب دیکھنے والے کو اس وقت خواب یاد ہوتا ہے اور تعبیر بیان کرنے والے کا ذہن بھی مستحضر ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۰۴۷۔ حَدَّثَنِي مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ أَبُو هِشَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ رضی الله عنه قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِمَّا يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ لِأَصْحَابِهِ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْ رُؤْيَا قَالَ فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُصَّ وَإِنَّهُ قَالَ ذَاتَ غَدَاةٍ إِنَّهُ أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ وَإِنَّهُمَا ابْتَعَثَانِي وَإِنَّهُمَا قَالَا لِي انْطَلِقْ وَإِنِّي انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا وَإِنَّا أَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ وَإِذَا هُوَ يَهْوِي بِالصَّخْرَةِ لِرَأْسِهِ فَيَثْلَغُ رَأْسَهُ فَيَتَهَدْهَدُ الْحَجَرُ هَا هُنَا فَيَتْبَعُ الْحَجَرَ فَيَأْخُذُهُ فَلَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ حَتَّى يَصِحَّ رَأْسُهُ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْأُولَى قَالَ قُلْتُ لَهُمَا سُبْحَانَ اللهِ مَا هَذَانِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقِ انْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوبٍ مِنْ حَدِيدٍ وَإِذَا هُوَ يَأْتِي أَحَدَ شِقَّيْ وَجْهِهِ فَيُشَرْشِرُ شِدْقَهُ إِلَى قَفَاهُ وَمَنْخِرَهُ إِلَى قَفَاهُ وَعَيْنَهُ إِلَى قَفَاهُ قَالَ وَرُبَّمَا قَالَ أَبُو رَجَاءٍ فَيَشُقُّ قَالَ ثُمَّ يَتَحَوَّلُ إِلَى الْجَانِبِ الْآخَرِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الْأَوَّلِ فَمَا يَفْرُغُ مِنْ ذَلِكَ الْجَانِبِ حَتَّى يَصِحَّ ذَلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْأُولَى قَالَ قُلْتُ سُبْحَانَ اللهِ مَا هَذَانِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقِ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى مِثْلِ التَّنُّورِ قَالَ فَأَحْسِبُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فَإِذَا فِيهِ لَغَطٌ وَأَصْوَاتٌ قَالَ فَاطَّلَعْنَا فِيهِ فَإِذَا فِيهِ رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ وَإِذَا هُمْ يَأْتِيهِمْ لَهَبٌ مِنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ فَإِذَا أَتَاهُمْ ذَلِكَ اللَّهَبُ ضَوْضَوْا قَالَ قُلْتُ لَهُمَا مَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے مؤمّل بن ہشام ابوہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اپنے اصحاب سے پوچھتے تھے: کیا تم میں سے کسی ایک نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ پس جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ آپ کے سامنے خواب بیان کرتا، اور ایک دن صبح کے وقت آپ نے ہم سے فرمایا: بے شک آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے، ان دونوں نے مجھے اٹھایا اور ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلیے! میں ان کے ساتھ چلا، ہم ایک مرد کے پاس آئے جو لیٹا ہوا تھا اور دوسرا مرد اس کے اوپر ایک پتھر لے کر کھڑا ہوا تھا، اور وہ اس پتھر کو اس کے سر پر مارتا، پس اس کا سر ٹوٹ جاتا اور وہ پتھر یہاں سے لڑھکتا ہوا چلا جاتا، پھر وہ شخص اس پتھر کے پیچھے جا کر اس کو پکڑ لیتا، ابھی وہ واپس نہیں آتا تھا کہ اس کا سر جڑ کر ٹھیک ہو جاتا تھا جیسے پہلے تھا، پھر وہ دوبارہ اس کے سر کے اوپر پتھر مارتا جیسے پہلی مرتبہ مارا تھا، میں نے ان دونوں سے کہا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ تو ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلیے، چلیے! پس ہم گئے حتیٰ کہ ہم ایک مرد کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل چت لیٹا ہوا تھا، اور دوسرا آدمی اس کے اوپر لوہے کا ایک آنکڑا لے کر کھڑا ہوا تھا، اور وہ شخص اس کے چہرہ کی ایک جانب آتا اور اس کے جبڑے کو اس کی گدی تک اور اس کی ناک کو گدی تک چیرتا اور اس کی آنکھوں کو گدی تک چیرتا اور بعض اوقات اس کے راوی ابورجاء نے کہا: اس کو پھاڑتا، پھر اس شخص کی دوسری جانب جاتا، پس اس جانب بھی اسی طرح کرتا جس طرح پہلی جانب کیا تھا، اور وہ ایک جانب سے فارغ نہیں ہوتا تھا حتیٰ کہ وہ جانب اسی طرح صحیح ہو جاتی جس طرح پہلے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

هٰؤُلَاءِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ حَسِبْتُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ أَحْمَرَ مِثْلِ الدَّمِ وَإِذَا فِي النَّهَرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَسْبَحُ وَإِذَا عَلَى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ حِجَارَةً كَثِيرَةً وَإِذَا ذٰلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ مَا يَسْبَحُ ثُمَّ يَأْتِي ذٰلِكَ الَّذِي قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ فَيَفْغَرُ لَهُ فَاهُ فَيُلْقِمُهُ حَجَرًا فَيَنْطَلِقُ يَسْبَحُ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَيْهِ كُلَّمَا رَجَعَ إِلَيْهِ فَغَرَ لَهُ فَاهُ فَأَلْقَمَهُ حَجَرًا قَالَ قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَانِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ كَرِيهِ الْمَرْآةِ كَأَكْرَهِ مَا أَنْتَ رَاءٍ رَجُلًا مَرْآةً وَإِذَا عِنْدَهُ نَارٌ يَحُشُّهَا وَيَسْعَى حَوْلَهَا قَالَ قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَا قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلَى رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ فِيهَا مِنْ كُلِّ لَوْنِ الرَّبِيعِ وَإِذَا بَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِيلٌ لَا أَكَادُ أَرَى رَأْسَهُ طُولًا فِي السَّمَاءِ وَإِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ أَكْثَرِ وِلْدَانٍ رَأَيْتُهُمْ قَطُّ قَالَ قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَا مَا هٰؤُلَاءِ قَالَ قَالَا لِي انْطَلِقْ انْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَانْتَهَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ عَظِيمَةٍ لَمْ أَرَ رَوْضَةً قَطُّ أَعْظَمَ مِنْهَا وَلَا أَحْسَنَ قَالَ قَالَا لِي ارْقَ فِيهَا قَالَ فَارْتَقَيْنَا فِيهَا فَانْتَهَيْنَا إِلَى مَدِينَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ فَأَتَيْنَا بَابَ الْمَدِينَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَاهَا فَتَلَقَّانَا فِيهَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ وَشَطْرٌ كَأَقْبَحِ مَا أَنْتَ رَاءٍ قَالَ قَالَا لَهُمْ اذْهَبُوا فَقَعُوا فِي ذٰلِكَ النَّهَرِ قَالَ وَإِذَا نَهَرٌ مُعْتَرِضٌ يَجْرِي كَأَنَّ مَاءَهُ الْمَحْضُ فِي الْبَيَاضِ فَذَهَبُوا فَوَقَعُوا فِيهِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوءُ عَنْهُمْ فَصَارُوا فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَ قَالَا لِي هٰذِهِ جَنَّةُ عَدْنٍ وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ

تھی، پھر وہ لوٹ کر اس جانب آ جاتا، پھر اس کے ساتھ اسی طرح کرتا جس طرح پہلی مرتبہ کیا تھا، میں نے کہا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلیے، چلیے! پس ہم گئے حتیٰ کہ ہم ایک تنور کی مثل پر پہنچے، راوی نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اس تنور میں شور تھا اور آوازیں تھیں، پس ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں مرد اور عورتیں برہنہ تھیں، اور جب ان کے اوپر نیچے سے شعلہ آتا، جب آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیتی تو وہ چلّاتے، میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ راوی نے کہا: میرا گمان ہے آپ نے فرمایا: ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلیے، چلیے! آپ نے بتایا کہ ہم چلے یہاں تک کہ ہم ایک دریا پر پہنچے، راوی نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ سرخ خون کا دریا تھا اور اس دریا میں ایک مرد تیر رہا تھا، پس جب وہ تیر کر دریا کے کنارے پر آتا تو دوسرا مرد جس کے اپنے پاس بہت سارے پتھر تھے، یہ تیرنے والا جب اس شخص کے پاس پہنچتا جس نے پتھر جمع کر رکھے تھے تو وہ اس تیرنے والے کے منہ میں پتھر ڈال دیتا، وہ پھر تیرنے لگتا اور پھر اس کے پاس لوٹ کر آتا اور وہ جب بھی اس کے پاس آتا تو وہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا، آپ نے فرمایا: میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ چلیے، چلیے! پس ہم ایک انتہائی بدصورت مرد کے پاس پہنچے جیسا بدصورت تم نے کبھی دیکھا ہو اور اس کے پاس آگ تھی، وہ شخص اس آگ کو جلاتا تھا اور اس کے اردگرد دوڑتا تھا، میں نے ان دونوں سے کہا: یہ کیا ہے؟ راوی نے کہا: ان دونوں نے مجھ سے کہا چلیے، چلیے! پس ہم ایک بہت بڑے باغ کے پاس پہنچے، اس باغ میں موسمِ بہار کا ہر قسم کا پھول تھا اور اس باغ کے درمیان میں ایک طویل القامت مرد تھا، قریب ہے کہ میں اس کے طول کی وجہ سے اس کا سر آسمان میں بھی نہیں دیکھ سکتا تھا، اور اس مرد کے گرد بہ کثرت بچے تھے جن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ فَسَمَا بَصَرِي صُعُدًا فَإِذَا قَصْرٌ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَاءِ قَالَ قَالَا لِي هٰذَاكَ مَنْزِلُكَ قَالَ قُلْتُ لَهُمَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيكُمَا ذَرَانِي فَأَدْخُلَهُ قَالَا أَمَّا الْآنَ فَلَا وَأَنْتَ دَاخِلَهُ قَالَ قُلْتُ لَهُمَا فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ مُنْذُ اللَّيْلَةِ عَجَبًا فَمَا هٰذَا الَّذِي رَأَيْتُ قَالَ قَالَا لِي أَمَا إِنَّا سَنُخْبِرُكَ أَمَّا الرَّجُلُ الْأَوَّلُ الَّذِي أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُشَرْشَرُ شِدْقُهُ إِلَى قَفَاهُ وَمَنْخِرُهُ إِلَى قَفَاهُ وَعَيْنُهُ إِلَى قَفَاهُ فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُو مِنْ بَيْتِهِ فَيَكْذِبُ الْكَذْبَةَ تَبْلُغُ الْآفَاقَ وَأَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعُرَاةُ الَّذِينَ فِي مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُّورِ فَإِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِي وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي أَتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبَحُ فِي النَّهَرِ وَيُلْقَمُ الْحَجَرَ فَإِنَّهُ آكِلُ الرِّبَا وَأَمَّا الرَّجُلُ الْكَرِيهُ الْمَرْآةِ الَّذِي عِنْدَ النَّارِ يَحُشُّهَا وَيَسْعَى حَوْلَهَا فَإِنَّهُ مَالِكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ وَأَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيلُ الَّذِي فِي الرَّوْضَةِ فَإِنَّهُ إِبْرَاهِيمُ علیہ السلام وَأَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِينَ حَوْلَهُ فَكُلُّ مَوْلُودٍ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ وَأَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَانُوا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنًا وَشَطْرٌ قَبِيحًا فَإِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

(صحیح مسلم: ۲۲۷۵، سنن ترمذی: ۲۲۹۴، مسند احمد: ۱۹۵۹۰)

کو میں نے دیکھا، آپ نے فرمایا: میں نے ان دونوں سے کہا: یہ شخص کون ہے اور یہ بچے کون ہیں تو آپ نے فرمایا: ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلیے، چلیے! پھر ہم ایک بہت بڑے باغ تک پہنچے، میں نے اتنا بڑا اور اتنا حسین باغ اس سے پہلے نہیں دیکھا، راوی نے کہا کہ ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اس باغ پر چڑھیں، پس ہم اس میں چڑھے تو ہم ایسے شہر تک پہنچے جس کی اینٹیں سونے کی اور چاندی کی تھیں، پھر ہم اس شہر کے دروازہ تک پہنچے، پس ہم نے اس کا دروازہ کھلوایا، سو وہ دروازہ ہمارے لیے کھول دیا گیا، سو ہم اس میں داخل ہوئے، پس وہاں ہم ایسے لوگوں سے ملے جن کے جسم کا آدھا حصہ اتنا حسین تھا تم نے کبھی دیکھا ہو اور ان کا بقیہ آدھا اتنا بدصورت تھا جو تم نے کبھی دیکھا ہو، راوی نے کہا: ان دونوں نے ان لوگوں سے کہا: جاؤ اور دریا میں کود جاؤ، آپ نے بتایا کہ وہاں پر ایک دریا جاری تھا جس کا پانی انتہائی سفید تھا، وہ لوگ اس دریا میں کود گئے پھر جب وہ ہمارے پاس لوٹے تو ان کے آدھے جسم کی بدصورتی زائل ہو چکی تھی اور وہ انتہائی حسین صورت میں بن چکے تھے، آپ نے فرمایا کہ ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ یہ "جنت عدن" ہے اور یہ آپ کا ٹھکانا ہے، آپ نے فرمایا: پھر میں نے اپنی نظر اوپر اٹھائی تو وہاں ایک محل تھا جو سفید بادل کی طرح تھا، ان دونوں نے مجھ سے کہا: یہ آپ کی منزل ہے، میں نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، مجھے اس محل میں داخل ہونے دو، ان دونوں نے کہا: لیکن ابھی نہیں، اور آپ اس میں داخل ہوں گے، میں نے ان سے کہا: آج رات میں نے بہت عجیب و غریب چیزیں دیکھیں، سو وہ کیا چیزیں ہیں جو میں نے دیکھی ہیں، تو ان دونوں نے مجھ سے کہا: ہم عنقریب آپ کو بتائیں گے، آپ نے پہلا مرد جو دیکھا جس کا سر پتھر سے توڑا جا رہا تھا، یہ وہ مرد ہے جو قرآن کا علم حاصل کرتا تھا اور اس پر عمل کو چھوڑ دیتا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا، اور دوسرا مرد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جس کے پاس آپ آئے جس کا جبڑا گدی تک اور اس کی ناک گدی تک اور اس کی آنکھ اس کی گدی تک چیری جا رہی تھی، یہ وہ مرد ہے جو صبح اپنے گھر سے اٹھتا ہے تو جھوٹی خبر بیان کرتا ہے اور وہ خبر ساری دنیا میں پہنچ جاتی ہے، اور آپ نے جو تنور کی شکل میں مرد اور عورت برہنہ دیکھے، یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں، اور آپ نے جس مرد کو دیکھا جو دریا میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر ڈالے جا رہے تھے یہ سود کھانے والا ہے، اور آپ نے جو آگ کے گرد بہت بدصورت مرد کو دیکھا جو آگ جلا رہا تھا اور آگ کے گرد دوڑ رہا تھا، یہ مالک ہیں جو جہنم کے پہرے دار ہیں، اور وہ طویل القامت مرد جس کو آپ نے باغ میں دیکھا تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو بچے ان کے گرد تھے ان میں سے ہر وہ پیدا ہونے والا بچہ ہے جو فطرت پر فوت ہو گیا ہے، راوی نے کہا: پس بعض مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! اور مشرکین کی اولاد؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کی اولاد بھی، اور رہے وہ لوگ جن کا آدھا جسم حسین تھا اور باقی آدھا جسم بدصورت تھا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیک اعمال بھی کیے اور برے اعمال بھی کیے، اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا۔

صحیح البخاری: ۷۰۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "صبح کے وقت خواب کی تعبیر بیان کرنا" اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد خواب کی تعبیر بیان فرمائی، کیونکہ اس حدیث میں غداۃ کا لفظ ہے، اور اس کا معنی ہے: طلوع آفتاب سے پہلے کا وقت۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مؤمل، یہ محمد کے وزن پر ہے، یہ ابن ہشام ابو ہاشم ہیں اور ان کی کنیت ان کے باپ کے نام کے موافق ہے اور یہ اسماعیل بن ابراہیم کے داماد ہیں جو ابن علیہ کے نام سے مشہور ہیں اور انہی سے مؤمل روایت کرتے ہیں۔ اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عوف، یہ الاعرابی کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابورجاء، ان کا نام عمران العطاردی ہے۔ اور اس حدیث کی سند کے تمام راوی بصری ہیں۔

اس حدیث کی امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الجهاد، کتاب بدء الخلق اور کتاب الادب اور کتاب احادیث الانبیاء اور کتاب التفسیر میں روایت کی ہے اور سب جگہ اس حدیث کے مختلف قطعات بیان کیے ہیں اور مکمل حدیث صرف اس جگہ بیان کی ہے اور یا پھر کتاب الجنائز کے اخیر میں بیان کی ہے۔ اور امام مسلم نے اس کی کتاب الرؤیا میں از محمد بن بشار اختصار سے روایت کی ہے، اور امام ترمذی نے بھی کتاب الرؤیا میں از بندار مختصراً روایت کی ہے۔ اور امام نسائی نے اس کی از محمد بن عبدالاعلیٰ کتاب الرؤیا میں روایت کی ہے اور اس حدیث کی اکثر شرح کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے، اور یہاں پر ہم بعض ان الفاظ کی شرح ذکر کریں گے جن کا ذکر پہلے نہیں ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۶۔ ۲۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۴۷ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انه اتانی اللیلة اتیان" یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دو آنے والے آئے۔ جریر کی روایت میں ہے کہ میں نے دیکھا دو مرد میرے پاس آئے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے دیکھا دو فرشتے آئے، اور حدیث کے آخر میں آئے گا کہ یہ دو فرشتے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وانما ابتعثانی" ابتعثانی کا معنی ہے: ان دونوں نے مجھے بھیجا، اسی طرح علامہ الجوہری نے "الصحاح" میں بیان کیا ہے کہ "بعثه" اور "ابتعثه" کا معنی ہے "ارسله" یعنی اس کو بھیجا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو لے گیا۔ اور علامہ ابن ہبیرہ نے کہا ہے کہ "ابتعثانی" کا معنی ہے کہ ان دونوں نے مجھے بیدار کیا، اور ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا ہو کہ ان دونوں نے آپ کو بیدار کیا، پس آپ نے وہ دیکھا جو خواب میں دیکھا، اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد آپ نے ان کو اس طرح دیکھا جس طرح بیداری میں دیکھتے ہیں، لیکن جب آپ نے مثال دیکھی تو اس کو تعبیر سے کھولا اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ آپ نے خواب میں دیکھا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وانی انطلقت معهما" جریر بن حازم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں ان کے ساتھ "الارض المقدسه" کی طرف گیا اور مسند احمد میں مذکور ہے کہ میں ان کے ساتھ ایک ہموار زمین کی طرف گیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: پس وہ دونوں مجھے آسمان کی طرف لے گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وانا اتینا علی رجل مضطجع" اور جریر کی روایت میں ہے: ہم ایک ایسے مرد کے پاس گئے جو اپنی گدی کے بل لیٹا ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واذا آخر قائم علیه بصخرة" اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: پس میں ایک فرشتہ کے پاس سے گزرا اور اس کے سامنے ایک آدمی تھا اور فرشتہ کے ہاتھ میں ایک بڑا پتھر تھا جس پتھر کو وہ اس آدمی کی کھوپڑی پر مار رہا تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "یھوی" اس کا معنی ہے: کسی چیز کا اوپر سے نیچے کی طرف گرنا، اگر دور سے گرے تو اس کے لیے "اھوی" کا لفظ آتا ہے اور اگر قریب سے گرے تو اس کے لیے "ھوی" کا لفظ آتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بالصخرۃ لراسہ فیثلغ" "یثلغ" کا معنی ہے: وہ اس کو توڑ دیتا، یعنی پتھر اس کے سر پر مارتا تو اس کے سر کو توڑ دیتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیتدھدہ الحجر" "تدھدہ" کا معنی ہے: اوپر سے نیچے کی طرف لڑھکنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیتبع الحجر فلا یرجع الیہ حتی یصح راسہ" یعنی وہ اس پتھر کی طرف جاتا ابھی اس کی طرف لوٹ کر نہیں آتا تھا کہ اس کا سر جڑ کر صحیح ہو جاتا، مسند احمد میں ہے کہ اس کا سر ایسے ہی ہو جاتا جیسا کہ تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: جب پتھر اس کے سر پر مارتا تو پتھر ایک جانب ہوتا اور دماغ دوسری جانب ہوتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مثل ما فعل بہ المرۃ الاولیٰ" یعنی جس طرح پہلے اس کے سر پر پتھر مارا تھا اسی طرح دوسری مرتبہ اس کے سر پر پتھر مارتا۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے: جو آدمی رات کی نماز پڑھے بغیر سو جاتا ہو اس کو یہ سزا دی گئی کہ اس کے سر پر پتھر مارا گیا جس سے اس کا سر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، کیونکہ نیند کی جگہ سر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انطلق، انطلق" اسی طرح اس حدیث کے تمام مواضع میں تکرار کے ساتھ ہے، اور بعض مواضع میں صرف "انطلق" ہے یعنی فرشتہ نے صرف ایک مرتبہ کہا: چلیے!

اس حدیث میں مذکور ہے "فانطلقنا فاتینا علیٰ رجل مستلق لقفاہ واذا آخر قائم علیہ بکلوب من حدید" یعنی پس ہم چل پڑے حتیٰ کہ ہم ایک مرد کے پاس آئے جو اپنی گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا آدمی لوہے کا آنکڑا لیے ہوئے اس کے سر پر کھڑا ہوا تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اس وقت میں ایک فرشتہ کے ساتھ تھا اور اس کے آگے ایک آدمی تھا اور فرشتہ کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا تھا، پس وہ آنکڑا اس کے دائیں جبڑے میں ڈالتا پس اس کو چیرتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیشرشر شدقہ الی قفاہ" یعنی وہ اس آنکڑے سے اس کے جبڑے کو گدی تک کاٹ دیتا، الشدق کا معنی ہے: منہ کی جانب یعنی جبڑا۔ جریر کی روایت میں ہے: پس اس آنکڑے کو اس کے جبڑے میں داخل کرتا اور جبڑے کو چیر کر گدی تک لے جاتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ومنخرہ" یہ واحد کا صیغہ ہے اور یہی مناسب ہے اور ایک روایت میں ہے "منخریہ" "منخر" کا معنی ہے: نتھنا یعنی ناک کا سوراخ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم یتحول الی الجانب الآخر" جریر بن حازم کی روایت میں ہے: پھر وہ اس آنکڑے کو نکال کر اس کے دوسرے جبڑے میں داخل کرتا اور یہ جانب جڑ جاتی اور اس کے ساتھ اسی طرح کیا جائے گا۔

علامہ ابن العربی نے کہا: جو مرد دنیا میں جھوٹ بولتا تھا اس کو یہ سزا دی جائے گی کہ آنکڑا اس کے جبڑے میں داخل کر کے اور اس کے جبڑے کو گدی تک چیر دیا جائے گا، گویا وہ اپنے منہ سے جھوٹ بولتا تھا اور اس کو پھیلاتا تھا، اس لیے اس کے منہ کو یہ سزا دی جائے گی۔ اور اسی طرح آخرت میں سزائیں دی جاتی ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ کرمانی نے کہا ہے: ایک روایت میں ہے کہ وہ چت لیٹا ہوا تھا، دوسری روایت میں ہے کہ وہ کروٹ کے بل لیٹا ہوا تھا، تیسری روایت میں ہے کہ وہ آدمی بیٹھا ہوا تھا، اور چوتھی روایت میں ہے کہ وہ کھڑا ہوا تھا۔ اوران میں سے ہر روایت اس مرد کے حال کے اختلاف پر محمول ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فاتینا علی مثل التنور'' یعنی پھر ہم تنور کی مثل ایک بناء پر آئے۔ جریر بن حازم نے یہ اضافہ کیا کہ اس تنور کا اوپر تنگ تھا اور اس کا نچلا حصہ کشادہ تھا اور اس کے نیچے آگ جل رہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے''واحسب انه كان يقول فاذا فيه لغط واصوات'' جریر کی روایت میں ہے کہ اس تنور میں ایک سوراخ بنا ہوا تھا جس میں مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے شور کی آوازیں آ رہی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''واذا هم ياتيهم لهب من اسفل منهم فاذا اتاهم ذالك اللهب ضوضوا'' علامہ ابن الاثیر متوفی ۶۰۶ھ نے کہا ہے''الضوضاة'' کا معنی ہے: لوگوں کی آوازیں اور ان کا شور۔ اور جریر بن حازم کی روایت میں ہے: جب وہ آگ ان مردوں اور عورتوں کے قریب ہوتی تو وہ اوپر اٹھ جاتے حتیٰ کہ وہ تنور سے نکلنے کے قریب ہوتے اور جب آگ بجھ جاتی تو واپس تنور کی تہہ میں لوٹ جاتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''سابح'' اس کا معنی ہے: تیرنے والا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''كلما رجع اليه'' جریر بن حازم کی روایت میں ہے: جو مرد دریا میں تھا جب وہ دریا سے نکلنے کا ارادہ کرتا تو دوسرا مرد جس کے ہاتھ میں پتھر تھا وہ اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اس کو وہیں لوٹا دیتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''يحشها'' جریر بن حازم کی روایت میں ہے''يحششها'' یعنی وہ آگ جلاتا تھا۔ الجوہری نے کہا ہے''حششت النار احشها حشا'' اس کا معنی ہے: میں نے آگ کو جلایا۔ اور التحذیر میں مذکور ہے''حششت النار بالحطب'' یعنی میں نے لکڑیوں میں آگ جلائی یا لکڑیوں کو آگ میں ڈالا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فاتينا على روضة معتمة'' اس کا معنی ہے: ہم ایک سرسبز باغ میں آئے۔

علامہ داؤدی المتوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: جب کوئی باغ سبزہ سے ڈھکا ہوا ہو تو کہا جاتا ہے''اعتمت الروضة''۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: میں کہتا ہوں کہ''العتمة'' کا معنی ہے: سخت اندھیرا۔ اور مطلب یہ ہے کہ وہ باغ اتنا زیادہ سبز تھا کہ باغ پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اور ابن درید نے کہا ہے: اس باغ میں بہت زیادہ درخت تھے۔ اور خلیل نے کہا ہے: اس باغ میں گھاس بہت زیادہ تھی، اور جریر بن حازم کی روایت میں ہے: وہ ایک سرسبز باغ تھا جس میں بڑے بڑے درخت تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''من كل لون الربيع'' یعنی اس باغ میں ہر قسم کے پھول اور کلیاں تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''واذا حول الرجل من اكثر ولدان رايتهم قط'' یعنی اس باغ میں ایک طویل القامت مرد تھا اور اس کے گرد بہت زیادہ بچے تھے۔ علامہ الطیبی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ اس مرد کے گرد اتنے زیادہ بچے تھے کہ میں نے اتنے زیادہ بچے اس سے پہلے نہیں دیکھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فانتهينا الى روضة عظيمة لم ار روضة قط اعظم منها ولا احسن قال قالا لى ارق فيها'' یعنی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس سرسبز باغ کے بعد ہم ایک بہت بڑے باغ کی طرف پہنچے، میں نے اس سے پہلے اتنا بڑا اور حسین باغ نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ ان دونوں فرشتوں نے مجھ سے کہا: آپ چڑھیے! پس میں اس باغ میں چڑھا۔ امام احمد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا اور مجھے اس درخت پر چڑھنے کے لیے کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانتهينا الى مدينة مبنية بلبن ذهب ولبن فضة" یعنی ہم ایک ایسے شہر تک پہنچے جس کی اینٹیں سونے کی تھیں اور چاندی کی تھیں۔ اور جریر بن حازم کی روایت میں ہے: ان دو فرشتوں نے مجھے ایک گھر میں داخل کر دیا کہ میں نے اس سے حسین گھر پہلے نہیں دیکھا تھا اور اس گھر میں بوڑھے مرد تھے اور جوان تھے اور عورتیں تھیں اور بچے تھے، پھر ان دونوں فرشتوں نے مجھے اس گھر سے نکالا اور ایک اور گھر میں داخل کر دیا جو اس سے بھی زیادہ حسین تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فتلقانا فيها رجال شطر من خلقهم" یعنی وہاں ہم ایسے مردوں سے ملے جن کا آدھا جسم حسین تھا اور باقی آدھا قبیح تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقعوا فی ذالك النهر" یعنی پھر ان کو ایک دریا میں کودنے کا حکم دیا کہ وہ اس دریا میں کود یں، تو ان کا پورا جسم حسین ہو گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "كان ماؤه المحض" یعنی اس دریا کا پانی خالص میٹھا تھا یا خالص کھارا تھا۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ گویا اس صاف پانی کی وجہ سے ان کے جسم میں جو قباحت اور بدصورتی تھی وہ دھل کر صاف ہو گئی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس پانی سے مراد اللہ تعالیٰ کا عفو اور درگزر ہو یا ان کی توبہ ہو جیسا کہ حدیث میں ہے: اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی سے اور برف سے اور اولوں سے دھو ڈال۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ذهب ذالك السوء عنهم" یعنی ان سے وہ بدصورتی دور ہو گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال لی هذه جنة عدن" ان دو فرشتوں نے کہا کہ یہ شہر جنت عدن ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فسما" یعنی آپ نے اوپر کی طرف دیکھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مثل الربابة" اس کا معنی ہے: سفید بادل۔

علامہ خطابی نے کہا: ربابہ ان بادلوں کو کہتے ہیں کہ جن کے اوپر تلے بادل ہوں، اور جریر بن حازم کی روایت میں ہے "پس میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو وہ بادل تھے"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ذرانی فادخله، قالا: اما الآن فلا، وانت داخله" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو فرشتوں سے فرمایا: مجھے چھوڑو میں اس گھر میں داخل ہوتا ہوں، ان دونوں نے کہا: ابھی نہیں، اور آپ اس گھر میں داخل ہوں گے۔ جریر بن حازم کی روایت میں ہے: پس میں نے یہ کہا: مجھے چھوڑو، میں اپنے گھر میں داخل ہوتا ہوں، تو ان دونوں نے کہا: ابھی آپ کی عمر باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا، اور اگر آپ اپنی عمر پوری کر لیتے تو اپنے گھر میں داخل ہو جاتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانی قد رایت منذ الليلة عجبا فما هذا الذی رایت" یعنی میں نے اس رات بہت عجیب و غریب چیزیں دیکھی ہیں، پس وہ کیا چیزیں ہیں جن کو میں نے دیکھا ہے؟ اور جریر کی روایت میں ہے: میں نے ان فرشتوں سے کہا: تم دونوں مجھے ساری رات گھماتے رہے ہو، پس مجھے خبر دو کہ میں نے کیا چیزیں دیکھی ہیں، تو ان دونوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "فیرفضہ" یعنی وہ مرد قرآن مجید کو چھوڑ دیتا تھا۔ ابن ہبیرہ نے کہا: قرآن مجید کو حفظ کرنے کے بعد اس کو چھوڑنا بہت بڑا گناہ ہے، اور تمام چیزوں میں اشرف قرآن مجید ہے تو چونکہ اس نے اشرف کو چھوڑا اس لیے اس کے اعضاء میں جو سب سے اشرف ہے یعنی سر اس کو سزا دی گئی، سو اس کے سر کو پتھر سے توڑا جا رہا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وینام عن الصلوٰۃ المکتوبۃ" یعنی وہ مرد فرض نماز کو پڑھے بغیر سو جاتا تھا۔ اور جریر بن حازم کی روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن کا علم دیا، پس وہ رات کو سو جاتا تھا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ اس کو اس لیے عذاب دیا جا رہا تھا کہ وہ رات کو قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرتا تھا، اور عوف کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو فرض نماز کے ترک کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو ان دونوں کاموں کے مجموعہ پر عذاب دیا جا رہا ہو یعنی قرآن مجید کی تلاوت کے ترک کرنے اور قرآن مجید کے تقاضوں کے عمل پر ترک کی وجہ سے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیکذب الکذبۃ تبلغ الآفاق" یعنی جس شخص کے جبڑے کو چیرا جا رہا تھا وہ جھوٹ بولتا تھا جو تمام دنیا میں پھیل جاتا تھا، پس اس کو قیامت تک یہی سزا دی جاتی رہے گی۔ اور وہ چونکہ اپنے منہ سے جھوٹ بولتا تھا اس لیے اس کے منہ کو سزا دی جا رہی تھی اور اس کے جبڑے کو گدی تک چیرا جا رہا تھا اور قیامت تک اس کے ساتھ یونہی ہوتا رہے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فھم الزناۃ" یعنی جو لوگ برہنہ آگ کے تنور میں جل رہے تھے وہ زنا کرنے والے تھے اور ان کو نیچے سے عذاب دیا جا رہا تھا کیونکہ وہ گناہ بھی اپنے نچلے اعضاء سے کرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فانہ آکل الربا" یعنی جو شخص خون کے دریا میں کنارے تک پہنچنے کے لیے تیر رہا تھا وہ سود کھانے والا تھا۔ ابن ہبیرہ نے کہا کہ سود کھانے والے کو یہ سزا دی گئی کہ وہ سرخ دریا میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر ڈالے جا رہے تھے، کیونکہ اصل میں سود سونے کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے اور سونا سرخ رنگ کا ہوتا ہے، اور رہا فرشتہ کا اس کے منہ میں پتھر مارنا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ سود کی کمائی اسے کسی چیز سے بچا نہیں سکتی۔ اسی طرح سود خور یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال زیادہ ہو رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے مال کو کم کر رہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واما الرجل الطویل الذی فی الروضۃ فانہ ابراھیم" یعنی وہ لمبے قد والا مرد جو باغ میں ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور جریر بن حازم کی روایت میں ہے: جو بوڑھا آدمی درخت کی جڑ میں ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور باقی انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہاں دکھایا گیا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلمانوں کے باپ ہیں، قرآن مجید میں ہے:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ۔ (الحج:۷۸) (یہ) تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واما الولدان الذین حولہ فکل مولود مات علی الفطرۃ" یعنی جن بچوں کو آپ نے حضرت ابراہیم کے گرد دیکھا، یہ ہر وہ بچہ ہے جو فطرت پر مرا۔ اور النضر بن شمیل کی روایت میں ہے کہ ہر وہ بچہ ہے جو فطرت پر پیدا ہوا۔ اور یہ دوسری روایت کے زیادہ مشابہ ہے جس میں مذکور ہے "اور اولاد المشرکین" اور جریر کی روایت میں ہے "پس یہ لوگوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی اولاد ہیں"۔ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: پھر ہم گئے تو ہم ان بچوں کے قریب تھے جو دو دریاؤں کے درمیان کھیل رہے تھے، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو فرشتے نے بتایا کہ یہ مومنین کی اولاد ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واولاد المشرکین" یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گرد مسلمانوں کی اولاد بھی تھی اور مشرکین کی اولاد بھی تھی۔

اس پر یہ سوال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب مشرکین کی اولاد سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ اپنے آباء کا جزو ہیں، اور یہ اس حدیث کے معارض ہے، کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کی اولاد بھی جنت میں ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ وہ اپنے آباء کا جزو ہیں، یہ دنیا میں ان کا حکم ہے، اور اس حدیث میں ان کا آخرت میں حکم بیان فرمایا ہے۔

اور جریر بن حازم نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے: پہلا وہ گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ عام مومنین کا گھر ہے، اور یہ گھر شہداء کا گھر ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔

برزخ میں نیکوکاروں اور بدکاروں کے احوال

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: پھر ہم چل کر گئے تو وہاں ایسے مرد اور عورتیں تھیں جو دیکھنے میں انتہائی قبیح اور انتہائی بدبودار تھے، ان سے پاخانے کی بدبو آتی تھی، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو فرشتہ نے کہا: یہ زنا کرنے والی عورتیں اور زنا کرنے والے مرد ہیں، پھر ہم چلتے گئے تو ہم نے ایسے مردوں کو دیکھا جن کے جسم بہت پھولے ہوئے تھے اور بہت زیادہ بدبودار تھے، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو فرشتہ نے کہا: یہ کفار کے مردے ہیں، پھر ہم چلتے ہوئے گئے تو وہاں کچھ مرد درخت کے سائے کے نیچے سوئے ہوئے تھے، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ وفات یافتہ مسلمان ہیں، پھر ہم چلتے ہوئے گئے تو ہم ایسے مردوں کے پاس پہنچے جو بہت حسین تھے اور بہت خوشبودار تھے، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔۔۔ الحدیث

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معراج کا وقوع کئی مرتبہ ہوا، بیداری میں بھی اور نیند میں بھی اور یہ مختلف اقسام پر مشتمل ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض نافرمانوں کو برزخ میں عذاب دیا جائے گا۔

(۳) اس حدیث میں فرض نماز کو ترک کر کے سونے سے ڈرایا گیا ہے۔

(۴) اور قرآن مجید کو حفظ کر کے اسے چھوڑنے پر بھی عذاب کی وعید ہے۔

(۵) اس حدیث میں زنا پر، سود کھانے پر اور عمداً جھوٹ بولنے پر بھی وعید ہے۔

(۶) جس شخص کے لیے جنت میں محل بنایا گیا ہو جب تک وہ دنیا میں ہو وہ اس محل میں نہیں جائے گا بلکہ وفات کے بعد جائے گا حتیٰ کہ نبی اور شہید بھی۔

(۷) اس حدیث میں شہداء کی فضیلت ہے اور جنت میں ان کا گھر تمام گھروں سے بلند ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا گھر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درجہ سے بھی بلند ہو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام وہاں پر بچوں کی کفالت کی وجہ سے ہوں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھر اس سے بھی بلند ہو اور وہ شہداء کی منازل سے بلند ہو جیسا کہ حدیثِ معراج میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں دیکھا، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی اولاد میں سے نیکوکاروں اور بدکاروں کی روحوں کو دیکھ رہے تھے اور نیک روحوں کو دیکھ کر خوش ہوتے اور بری روحوں کو دیکھ کر روتے، حالانکہ ان کا گھر اعلیٰ علیین میں ہے، اور جب قیامت ہوگی تو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے گھر میں ہوگا۔

(۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں، اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے گا۔ اے اللہ! تو اپنی رحمت سے ہم سے بھی درگزر فرما، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

(۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواب کے متعلق سوال کرنا چاہیے اور خواب کی تعبیر کی فضیلت اور صبح کی نماز کے بعد اس کا استحباب ہے، کیونکہ یہ وہ وقت ہے جب انسان کا ذہن حاضر ہوتا ہے۔

(۱۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام نماز کے بعد اپنے اصحاب کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے اور ان سے دین کی باتیں کرے، جب اس نماز کے بعد کوئی سنت نہ ہو۔ اور آپ نے یہ ارادہ کیا کہ ان کو نصیحت کریں اور ان کے درمیان فیصلہ کریں۔

(۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کو ترک کرنا کسی حکمت کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے بلکہ مشروع ہے جیسے خطبہ دیتے وقت خطیب نمازیوں کی طرف منہ کرتا ہے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرتا ہے۔

(میں کہتا ہوں: اسی حکم میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر کوئی زیارت کرنے والا مواجہ شریف میں حاضر ہوتا ہے تو آپ کی قبرِ انور کی طرف اس کا منہ ہوتا ہے اور قبلہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے، سو جب نمازیوں کی وجہ سے قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کرنے کی وجہ سے قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا کس طرح باعثِ ملامت ہوگا؟ لیکن ہمارے دور میں نجدی، زیارت کرنے والوں کو ملامت کرتے ہیں اور طعن کرتے ہیں کہ تم قبر کی طرف منہ کر رہے ہو اور قبلہ کی جانب پیٹھ کر رہے ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)

(۱۲) علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں جن گناہوں کی سزائیں بیان کی گئی ہیں وہ سب ظاہر ہیں سوائے زانیوں کی سزا کے، اس میں خفاء ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ ان کا برہنہ ہونا بھی ان کی رسوائی ہے اور زانی، زنا کرنے کے لیے تنہائی کو طلب کرتا ہے تو اس کے مناسب تنور تھا، جس طرح اس حدیث میں گناہوں کی سزائیں بیان کی گئی ہیں اسی طرح اہلِ ثواب کے درجات بھی بیان کیے گئے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے درجات اور امت کے درجات بیان کیے گئے ہیں اور امت میں سب سے بلند درجہ شہداء اور صالحین کا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۰۔۲۱۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

تنبیہ: کتاب التعبیر میں ننانوے (۹۹) احادیثِ مرفوعہ ہیں، ان میں سے بیاسی (۸۲) احادیث موصولہ ہیں اور باقی تعلیقات اور متابعات ہیں، اور مکرر احادیث پچھتر (۷۵) ہیں، اور بقیہ چوبیس (۲۴) احادیث خالص ہیں۔

''کتاب التعبیر'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین! آج ۱۹ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ/24 نومبر 2013ء بروز اتوار اللہ تعالیٰ کے بے حد انعام واکرام سے ''کتاب التعبیر'' میں مذکور احادیث کی شرح مکمل ہوگئی، اس شرح میں میں نے زیادہ تر علامہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

المہلب بن احمد بن اسید الاسدی التمیمی المالکی التوفی ۴۳۵ھ، اور علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ، اور حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اور علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ سے استفادہ کیا ہے اور کہیں کہیں بقدرِ ضرورت میں نے کسی حدیث کی شرح میں اپنی رائے کا بھی ذکر کیا ہے، اگر میری لکھی ہوئی وہ رائے حق اور صواب ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اگر اس کے برعکس ہے تو وہ میرے مطالعہ کی کمی اور فکر کی غلطی کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔

میں نے اپنی اس کتاب میں متعدد شروح کا مطالعہ کیا ہے۔ان میں التوضیح لشرح الجامع الصحیح قابلِ ذکر ہے جو علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ کی لکھی ہوئی ہے، اور یہ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی دونوں کے استاذ ہیں، لیکن ان کی شرح کا بیشتر حصہ علامہ ابن بطال کی شرح سے نقل پر مشتمل ہوتا ہے، اسی طرح علامہ بدرالدین عینی کی شرح کا زیادہ تر حصہ علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح سے نقل پر مشتمل ہوتا ہے اور خالصتاً شرح علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہوتی ہے، تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی کی عادتِ کریمہ یہ ہے کہ وہ جب حدیث کا ذکر کرتے ہیں تو پوری حدیث نہیں لکھتے اس کا ایک جز لکھ دیتے ہیں اور بعض اوقات ایک طویل حدیث کا اس طرح اختصار کرتے ہیں کہ اصل مطلب فوت ہو جاتا ہے، ایسے میں، مَیں اصل حدیث کی کتابوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اور جو حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی نے پوری نہیں لکھی اس کو پورا ذکر کر دیتا ہوں اور اس کا حوالہ بھی لکھ دیتا ہوں، اسی طرح جس حدیث کا وہ اختصار کرتے ہیں اس کو بھی میں پورا لکھ دیتا ہوں، غالباً اس زمانہ کا طریقِ تصنیف یہ تھا کہ بس لکھتے چلے جاتے تھے نہ پیراگراف بناتے تھے، نہ ذیلی سرخیاں قائم کرتے تھے، سو میں علامہ المہلب، علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی طویل شرح میں پیرابندی بھی کرتا ہوں اور مضمون کی مناسبت سے سرخیاں بھی قائم کرتا ہوں، ان شارحین کے علاوہ میں نے اپنی اس شرح میں علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی التوفی ۶۵۶ھ، علامہ عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المالکی التوفی ۶۹۹ھ، علامہ محمد بن یوسف الکرمانی الشافعی التوفی ۷۸۶ھ، علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی التوفی ۸۹۳ھ، علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی التوفی ۹۱۱ھ، کی شروح سے بھی استفادہ کیا ہے، تاہم ان شروح سے بہت کم استفادہ کیا گیا ہے، زیادہ تر انہی شروح سے استفادہ کیا ہے جن کا میں نے ابتداءً ذکر کیا ہے۔اللہ تعالیٰ ان تمام شارحین کے درجات بلند فرمائے اور ان کی کتب کے فیضان کو تا قیامت جاری و ساری رکھے۔

کتاب التعبیر کی تکمیل کے بعد اب ان شاء اللہ "کتاب الفتن" کی شرح کا آغاز ہوگا۔اللہ تعالیٰ مجھے ایسی توفیق مرحمت فرمائے کہ میں اس کی شرح میں صحیح حقائق کو پیش کروں اور پڑھنے والوں کو میری اس کتاب اور میری تمام تصانیف کے مطالعہ سے مسلکِ حق پر قائم رکھے اور میری اور میرے تمام قارئین کی مغفرت فرمائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۹۲۔ کِتَابُ الْفِتَنِ

فتنوں کا بیان

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کتاب میں فتنوں کا بیان کیا گیا ہے، فِتَن، فتنۃ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: آزمائش، رسوائی اور عذاب۔ کہا جاتا ہے کہ فتنۃ کا اصل معنی آزمائش ہے، پھر اس کو آزمائش کے نتیجہ میں اور ناپسندیدہ انجام میں استعمال کیا گیا، پھر اس کا اطلاق ہر ناپسندیدہ چیز پر کیا گیا خواہ ناپسندیدہ چیز کفر ہو یا گناہ ہو یا رسوائی ہو یا فسق و فجور ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

''کتاب الفتن'' کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنوں سے اور فتنوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے اور فتنوں کے وقوع سے خوف زدہ رہتے تھے، کیونکہ فتنے دین کو لے جاتے ہیں اور اس کو ضائع کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتَّقُوۡا فِتۡنَةً لَّا تُصِيۡبَنَّ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡكُمۡ خَآصَّةً ۚ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝ (الانفال: ۲۵) اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں اور یقین رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ○

آپ نے فرمایا: جب فتنہ عام ہوگا تو ہر شخص ہلاک ہو جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ظہور ہوگا اور برائی پھیل جائے گی۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی موجود ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبث زیادہ ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۶، ۳۵۹۸، ۷۰۵۹، ۷۱۳۵، صحیح مسلم: ۲۸۸۰، سنن ترمذی: ۲۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۳، مسند احمد: ۲۶۸۷۰)

علماء نے کہا ہے کہ خبث کی تفسیر ''اولاد الزنا'' ہے، پس جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ظہور ہوگا اور اس میں تغیر نہیں کیا جائے گا تو جو مومن ان نافرمانیوں کو دل سے برا جانتے ہوں ان پر واجب ہے کہ وہ اس شہر کو چھوڑ دیں اور اس شہر سے بھاگ جائیں، اگر انہوں نے اس طرح نہیں کیا تو انہوں نے اپنے آپ کو ہلاک ہونے کے لیے پیش کر دیا، سنو! مومنین کے لیے ہلاکت طہارت ہے اور فاسقین کے لیے سزا ہے، سلف صالحین نے اسی طرح کہا ہے۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے: جب زمین میں برائی کو کھلے عام کیا جائے تو تم اس زمین سے ہجرت کر کے کہیں اور چلے جاؤ اور اس زمین میں نہ ٹھہرو۔ اور امام مالک نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے فعل سے استدلال کیا جب وہ حضرت معاویہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رضی اللہ عنہ کی زمین سے نکل گئے جس وقت انہوں نے سود کی برسرِ عام اجازت دی حالانکہ سود گناہِ کبیرہ ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے کے برتنوں کو سونے کے وزن سے زیادہ فروخت کرنے کی اجازت دی تو ان سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ اس بیع سے منع فرماتے تھے مگر یہ کہ برابر ہو، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس قسم کی بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، پس حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے معاویہ سے کون معذور رکھے گا، میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی خبر دیتا ہوں اور یہ مجھے اپنی رائے سے خبر دیتے ہیں، میں اس زمین میں نہیں رہوں گا جہاں پر تم ہو۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۲۔۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں: سونے کے برتن خالص سونے سے نہیں بنائے جاتے بلکہ اس میں کچھ کھوٹ بھی شامل ہوتا ہے، تو ہوسکتا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے سونے کے برتنوں کی سونے کے عوض بیع کو جائز قرار دیا ہو، اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس ظاہر حدیث پر عمل کیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

کتاب الفتن کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

فِتَن کا لفظ ''فتنۃ'' کی جمع ہے۔علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی متوفی ۵۰۲ھ ''فتنۃ'' کا معنی لکھتے ہیں:

فتنۃ کا اصل معنی یہ ہے کہ سونے کو آگ میں ڈال دیا جائے تاکہ کھرا سونا کھوٹے سونے سے ممتاز ہو جائے، اور انسان کو جو آگ میں ڈالا جائے گا اس کے لیے بھی فتنہ کا استعمال ہوتا ہے اور عذاب پر بھی فتنہ کا اطلاق ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ (الذاریات:۱۴) اب اپنے اس عذاب کو چکھو، یہی وہ عذاب ہے جس کو تم جلد طلب کرتے تھے O

اور فتنہ کا اطلاق امتحان اور آزمائش پر بھی کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہے:

وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۬ (طٰہٰ:۴۰) اور آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے آپ کو اس غم سے نجات دی، اور ہم نے آپ کی کئی طرح آزمائش کی۔

اور انسان کو جو مصیبت اور راحت میں مبتلاء کیا جاتا ہے اس پر بھی فتنہ کا اطلاق ہوتا ہے، اور مصیبت میں اس کا اطلاق زیادہ ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةً (الانبیاء:۳۵) اور ہم تم کو بری اور اچھی حالت میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: جو افعال اللہ تعالیٰ سے صادر ہوں اور جو افعال بندوں سے صادر ہوں ان پر بھی فتنہ کا اطلاق ہوتا ہے جیسے آفات اور مصائب، قتل، عذاب، معصیت اور دیگر مکروہ کام، پس اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوں تو وہ حکمت پر مبنی ہوتے ہیں اور اگر انسان سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر صادر ہوں تو وہ مذموم ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ۝ (البروج:۱۰) بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو (آگ کی) مصیبت میں ڈالا ہے، پھر انہوں نے توبہ نہیں کی تو ان کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیے دوزخ کا (عام) عذاب اور (خصوصاً) جلنے کا عذاب ہے ○

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ۔ (المائدہ:۴۹)

اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں، کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیے ہیں ○

اور علامہ راغب اصفہانی کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے: فتنہ کا اصل معنی آزمائش ہے، پھر اس کا اطلاق ہر ناپسندیدہ چیز پر کیا گیا ہے خواہ وہ کفر ہو، گناہ ہو، آگ میں جلانا ہو، یا رسوائی ہو یا فسق و فجور ہو۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً (الانفال:۲۵) وَمَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُحَذِّرُ مِنَ الْفِتَنِ

ان احادیث کا بیان جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق وارد ہیں: ''اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنوں سے جو ڈراتے تھے اس کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل اور امام بزار نے از مطرّف بن عبداللہ بن الشخیر روایت کی ہے کہ ہم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگِ جمل کے قصہ میں کہا: اے ابوعبداللہ! تمہیں اس جنگ میں کیا چیز لائی؟ تم نے اس خلیفہ کو ضائع کر دیا جس کو مدینہ میں قتل کیا گیا تھا یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو، پھر اب تم ان کے خون کے قصاص کو طلب کرنے کے لیے بصرہ میں آئے ہو، پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ آیت پڑھی تھی:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (الانفال:۲۵)

اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں اور یقین رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ○

لیکن ہمارا یہ گمان نہیں تھا کہ ہم ہی اس آیت کا مصداق ہوں گے حتیٰ کہ ہم سے جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔

اور امام طبری نے از الحسن البصری روایت کی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں اس آیت سے خوف دلایا گیا تھا اور اس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم نے یہ گمان نہیں کیا تھا کہ ہم اس آیت کے حکم کے ساتھ مخصوص ہیں۔

اور امام نسائی نے بھی اس سند کے ساتھ اس کی روایت کی ہے۔

اور امام ابوجعفر الطبری نے از السدی روایت کی ہے کہ یہ آیت خصوصاً اہل بدر کے متعلق نازل ہوئی ہے، پھر جنگِ جمل کے دن ان پر وہ فتنہ آیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اورامام الطبری نے از علی بن ابی طلحہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ جب ان کے سامنے کوئی برائی ظاہر ہو تو وہ وہاں پر نہ ٹھہریں ورنہ عذاب ان کو بھی شامل ہوگا۔

اور اس اثر کی شاہد یہ حدیث ہے:

حضرت عدی بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ عزوجل مخصوص لوگوں کے عمل کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا حتیٰ کہ وہ لوگ اپنے سامنے برائی کو دیکھیں اور وہ اس برائی کے انکار پر قادر ہوں، پس جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کو اور عام لوگوں کو سب کو عذاب دے گا، اس حدیث کی امام احمد نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کی ہے، اور امام ابوداؤد نے بھی اس کی العرس بن عمیرہ سے روایت کی ہے اور اس کے مزید شواہد بھی ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۷۔ ۲۱۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۰۴۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَتْ أَسْمَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَنَا عَلَى حَوْضِي أَنْتَظِرُ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ فَيُؤْخَذُ بِنَاسٍ مِنْ دُونِي فَأَقُولُ أُمَّتِي فَيَقُولُ لَا تَدْرِي مَشَوْا عَلَى الْقَهْقَرَى قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلَى أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ۔

(صحیح البخاری: ۶۵۹۳، ۷۰۴۸، صحیح مسلم: ۲۲۹۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن السری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، آپ نے فرمایا: بے شک میں حوض کے اوپر انتظار کر رہا ہوں گا کہ کون میرے پاس آئے گا، پس میرے سامنے کچھ لوگوں کو پکڑا جائے گا، پس میں کہوں گا: یہ میری امت ہے! پس (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: آپ (از خود) نہیں جانتے یہ لوگ الٹے پیر پھر گئے تھے۔ ابن ابی ملیکہ اس حدیث کو روایت کرتے وقت دعا کرتے: "اے اللہ! ہم اس سے تیری پناہ چاہتے ہیں کہ ہم الٹے پیر پھر جائیں یا فتنہ میں مبتلا ہو جائیں"۔

صحیح البخاری: ۷۰۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ معنوی طور پر مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں علی بن عبداللہ کا ذکر ہے، وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں بشر بن السری کا ذکر ہے، یہ بصری ہیں اور انہوں نے مکہ میں رہائش رکھی، یہ وعظ کرتے تھے اور امام بخاری نے صرف اسی جگہ ان سے روایت کی ہے۔ اور اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث کی سند میں نافع بن عمر کا ذکر ہے، یہ ابن عبداللہ القرشی ہیں اور اہلِ مکہ میں سے ہیں، امام ابوداؤد نے کہا: یہ ایک سو انہتر (۱۶۹) ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں ابن ابی ملیکہ کا ذکر ہے، ان کا نام عبداللہ ہے اور ان کے والد ملیکہ کا نام زُہیر ہے، اور عبداللہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں مکہ کے قاضی تھے۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انا علی حوضی" یعنی میں قیامت کے دن اپنے حوض پر انتظار کر رہا ہوں گا کہ میرے پاس حوض سے پینے کے لیے کون آتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیقول" یعنی اللہ عزوجل فرمائے گا: آپ نہیں جانتے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مشوا علی القهقری" اس کا معنی ہے اُلٹے پیر چلنا۔ الازہری نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پچھلے دین سے مرتد ہو گئے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۴۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ لَيُرْفَعَنَّ إِلَيَّ رِجَالٌ مِنْكُمْ حَتَّى إِذَا أَهْوَيْتُ لِأُنَاوِلَهُمْ اخْتُلِجُوا دُونِي فَأَقُولُ أَيْ رَبِّ أَصْحَابِي يَقُولُ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ از ابووائل، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں، تم میں سے چند لوگوں کو ضرور میری طرف اٹھایا جائے گا حتیٰ کہ جب میں یہ ارادہ کروں گا کہ ان کو حوض سے پانی پلاؤں تو ان لوگوں کو میرے پاس سے کھینچ لیا جائے گا، پس میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، اللہ عزوجل فرمائے گا: آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئے کام نکالے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۷۵، ۶۵۷۶، ۷۰۴۹، صحیح مسلم: ۲۲۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۷، مسند احمد: ۳۶۳۲)

صحیح البخاری: ۷۰۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوعوانہ، یہ الوضاح الیشکری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے مغیرہ، یہ الکوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابووائل، یہ شقیق بن سلمہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

یہ حدیث کتاب الحوض میں از عمرو بن علی گزر چکی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فرطکم" یعنی میں تم پر مقدم ہوں گا۔ "فرط" اس کو کہتے ہیں جو حوض پر آنے والوں سے پہلے پہنچ جائے اور ان کو پانی پلانے کا انتظام کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اختلجوا" یعنی ان کو میرے پاس سے کھینچ لیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ما احدثوا" یعنی وہ نئے کام جن کو اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیا اور تمام بدعات اور ظلم اور جور اس حدیث کے معنی میں داخل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ فَمَنْ وَرَدَهُ شَرِبَ مِنْهُ وَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهُ أَبَدًا لَيَرِدُ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا، جو اس حوض پر آئے گا وہ اس سے پیئے گا اور جو اس سے پی لے گا اسے پھر بعد میں کبھی پیاس نہیں لگے گی، اور ضرور کچھ لوگوں کو میرے پاس سے لوٹایا جائے گا، میں ان کو پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان کچھ حائل کر دیا جائے گا۔

۷۰۵۱۔ قَالَ أَبُو حَازِمٍ فَسَمِعَنِي النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ وَأَنَا أُحَدِّثُهُمْ هَذَا فَقَالَ هَكَذَا سَمِعْتَ سَهْلًا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَأَنَا أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ لَسَمِعْتُهُ يَزِيدُ فِيهِ قَالَ إِنَّهُمْ مِنِّي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِي۔

(صحیح البخاری: ۶۵۸۵، صحیح مسلم: ۲۲۹۱، مسند احمد: ۲۲۳۱۵)

ابو حازم نے کہا: پس مجھ سے النعمان بن ابی عیاش نے سنا اور میں ان سے یہ حدیث بیان کر رہا تھا، انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے اسی طرح یہ حدیث سنی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے کہا: اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے اور اس میں انہوں نے یہ اضافہ کیا کہ آپ نے فرمایا کہ بے شک یہ لوگ مجھ سے ہیں، پس کہا جائے گا: آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد (دین میں) کیا تبدیلی کر دی، پس میں کہوں گا: دوری ہو، دوری ہو، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۰۵۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ بن بکیر، اور وہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر المخزومی المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یعقوب بن عبدالرحمٰن، وہ ابن محمد بن عبداللہ القاری ہیں جو عرب کے قبیلہ القارۃ سے تھے، یہ اصل میں مدینہ کے رہنے والے تھے، پھر الاسکندریہ میں انہوں نے رہائش اختیار کی۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوحازم، ان کا نام سلمہ بن دینار ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے النعمان بن ابی عیاش، اور ابوعیاش کا نام زید بن الصامت الزرقی الانصاری المدنی ہے۔

اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حضرت سہل بن سعد الانصاری الساعدی رضی اللہ عنہ۔

جن لوگوں کو حوض سے واپس کر دیا جائے گا، ان کے متعلق تحقیق

جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، اگر یہ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سے بیزار ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے اور ان کو دور کرنے میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے، اور اگر وہ ان لوگوں میں سے تھے جو مرتد نہیں ہوئے تھے لیکن انہوں نے معصیتِ کبیرہ کا ارتکاب کیا تھا خواہ وہ بدن کے اعمال سے ہو خواہ وہ بدعت ہو اور دل کے اعمال سے ہو۔

تو اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کیا ہو اور ان کی بات نہ سنی ہو، اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے گناہوں کی سزا دے، پھر اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ یہ آپ کی امت کے اہلِ کبائر کی عام شفاعت کے تحت داخل ہوں، پھر ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے جب موحدین کو دوزخ سے نکالا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۵۳۔ ۲۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ہمارے دور کے معمولات اہلِ سنت پر اشکال کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین میں نئے کام ایجاد کر لیے ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا“۔ اس پر یہ اشکال ہے کہ ہمارے دور میں اہل سنت نے اذان سے پہلے اور اذان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا رواج بنا لیا اور عہدِ رسالت میں یہ معمول نہیں تھا، اسی طرح نماز کے بعد جو دعا کی جاتی ہے اس میں آیت درود کے پڑھنے کو معمول بنا لیا ہے حالانکہ عہدِ رسالت وصحابہ میں یہ معمول نہیں تھا، اور جمعہ کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو معمول بنا لیا ہے، حالانکہ عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں یہ معمول نہیں تھا، کیا اس حدیث کی بناء پر یہ لوگ بھی قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے دور کر دیئے جائیں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اذان کے بعد آٹھویں صدی ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کا رواج ہوا۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سات سو اکیاسی ۷۸۱ھ کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی، اس کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا، اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو مرتبہ سلام پڑھا جانے لگا اور یہ بدعتِ حسنہ ہے۔

علامہ شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

مؤذنین نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا، وہ ان نمازوں میں صلوٰۃ وسلام کو اذان سے پہلے پڑھتے اور مغرب کی اذان میں صلوٰۃ وسلام بالکل نہیں پڑھتے کیونکہ اس کا وقت تنگ ہوتا ہے، اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدین ابوالمظفر یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی۔ اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا کہ اذان کے بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی یہ صورت تھی السلام علی الامام الظاہر۔ پھر اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا، اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے، مکروہ ہے بدعت ہے یا جائز ہے، اس کے استحباب پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا گیا ہے "نیکی کے کام کرو"، اور یہ بات واضح ہے کہ صلوٰۃ وسلام عبادت کے قصد سے پڑھا جاتا ہے خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب میں کثیر احادیث وارد ہیں، علاوہ ازیں اذان کے بعد دعا کرنے اور تہائی رات کے اخیر میں دعا کرنے کی فضیلت میں بھی احادیث ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعتِ حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسنِ نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔ (القول البدیع ص ۱۹۲۔ ۱۹۳، ردالمحتار ج ۱ ص ۲۶۲، ۳، استنبول ۱۳۲۷ھ)

تحقیق یہ ہے کہ صرف اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا چاہیے اور اذان کو "اللہ اکبر، اللہ اکبر" سے شروع کرنا چاہیے۔ اور اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم موذن سے سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے اس کی مثل کہو، پھر مجھ پر صلوٰۃ پڑھو، کیونکہ جس نے مجھ پر ایک صلوٰۃ پڑھی اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوات پڑھتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے الوسیلہ کا سوال کرو، کیونکہ الوسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں، پس جس نے میرے لیے الوسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے میری شفاعت جائز ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: ۳۸۴، سنن ابوداؤد: ۵۲۳، سنن ترمذی: ۳۶۱۴، سنن نسائی: ۶۷۸، مسند احمد: ۶۵۶۹)

رہا نماز کے بعد دعا میں آیتِ درود کو پڑھنا، سو اگر کوئی شخص اس عمل کو واجب قرار دیتا ہے تو یہ بدعتِ سیئہ ہے ورنہ بدعتِ حسنہ ہے اور رہا نمازِ جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا، سو یہ بھی اہل سنت کے نزدیک واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، چنانچہ سب نمازی نہیں پڑھتے، اس لیے اہل سنت کے یہ معمولات بطورِ استحباب ہیں بطورِ وجوب نہیں ہیں اور ان پر یہ صادق نہیں آتا کہ انہوں نے ایک نئے کام کو لازم کر لیا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۲۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُمُورًا تُنْكِرُونَهَا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ عنقریب تم میرے بعد ایسے امور دیکھو گے جو تم کو برے معلوم ہوں گے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ۔

اور عبد اللہ بن زید نے کہا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم صبر کرو حتیٰ کہ تم مجھ سے حوض پر ملاقات کرو۔

تعلیقِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ عبد اللہ بن زید بن عاصم الانصاری العاصمی ہیں، اور ان کی حدیث ایک طویل حدیث کی طرف ہے جس کی امام بخاری نے کتاب المغازی کے غزوۂ حنین میں روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً وَأُمُورًا تُنْكِرُونَهَا قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللهَ حَقَّكُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زید بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میرے بعد تم عنقریب دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ایسے کام دیکھو گے جو تم کو برے لگیں گے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! پس اس صورت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو ان کے حقوق ادا کرو اور اپنے حق کا اللہ سے سوال کرو۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۳، ۷۰۵۲، صحیح مسلم: ۱۸۴۳، سنن ترمذی: ۲۱۹۰، مسند احمد: ۴۱۱۶)

صحیح البخاری: ۷۰۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ اس باب کا عنوان اس حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے یحییٰ، یہ ابن سعید القطان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، یہ سلیمان ہیں۔ اور زید بن وہب کا ذکر ہے، یہ ابو سلیمان الہمدانی الجہنی الکوفی ہیں، ان کا تعلق قضاعہ سے تھا، یہ نبی ﷺ کی طرف نکلے تو نبی ﷺ کی وفات ہو گئی اور یہ ابھی راستہ میں تھے اور اس حدیث کی سند میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کا ذکر ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "وامورا تنکرونها" یعنی تم دین کے کاموں میں ایسے کام دیکھو گے جو تم کو برے لگیں گے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "ادوا الیهم حقهم" یعنی امراء اور حکام کو ان کے حقوق ادا کرو، یعنی زکوۃ میں جس مال کو دینا واجب ہے وہ ان کو ادا کرو، اور امراء اور حکام جب تمہیں جہاد کے لیے بلائیں تو جاؤ۔

ظالم حکام کے خلاف جہراً دعا نہ کی جائے

اس حدیث میں مذکور ہے "وسلوا اللہ حقکم" علامہ داؤدی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے لیے تمہارا حق ان سے وصول کرے اور تم کو پہنچائے۔ اور زید نے کہا: اللہ تعالیٰ سے یہ دعا آہستگی سے مانگو، کیونکہ بلند آواز سے اگر یہ دعا کرو گے تو یہ امراء اور حکام کے خلاف سب و شتم شمار کیا جائے گا اور اس سے فتنہ پیدا ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر حکام خلافِ شرع کام کریں تو ان برے کاموں کو برا سمجھا جائے اور ان کے خلاف بغاوت نہ کی جائے

اس حدیث میں مذکور ہے "تم اللہ تعالیٰ سے اپنے حق کا سوال کرو"۔
یعنی تم یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان امراء اور حکام کے دلوں میں انصاف ڈال دے، یا اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ان سے بہتر امراء اور حکام مقرر فرما دے، اور یہ شرح مخاطبین کے عموم کی وجہ سے ظاہر ہے۔
علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے نقل کیا ہے کہ یہ ارشاد خصوصیت سے انصار کے ساتھ متعلق ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ ارشاد تمام مسلمانوں کے لیے عام نہ ہو، کیونکہ حدیث میں ہے:
امام طبرانی یزید بن سلمہ الجعفی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ہم پر ایسے امراء مقرر کیے جائیں جو ہم سے وہ حقوق وصول کر لیں جو ان کے حقوق ہم پر ہیں اور ہم کو ہمارے حقوق ادا کرنے سے انکار کریں، کیا ہم ان سے قتال کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! ان پر ان اعمال کا بوجھ ہوگا جو انہوں نے کیے ہیں اور تم پر تمہارے ان اعمال کا بوجھ ہوگا جو تم نے کیے ہیں۔
امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایسے امیر ہوں گے جن کے بعض کام تمہیں اچھے لگیں گے اور بعض کام تمہیں برے لگیں گے، پس جس نے ان کو ناپسند کیا وہ بری ہو گیا، اور جس نے ان برے کاموں پر انکار کیا وہ سلامت رہا، لیکن جو ان برے کاموں پر راضی ہوا اور ان کی متابعت کی، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم ان سے قتال نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔
اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اسی معنی کی روایت کی ہے، ہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اس وقت ان کی بیعت کو نہ توڑ دیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں، اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: "جب تم اپنے حکمرانوں سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ناپسندیدہ کاموں کو دیکھو تو ان کے عمل کو ناپسند کرو اور ان کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو'۔

اسماعیلی نے از ابی مسلم الخولانی از حضرت ابی عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے، پس کہا: بے شک آپ کے بعد آپ کی امت فتنہ میں مبتلاء ہوگی اور قرآن پڑھنے والے ان حکام کی اتباع کریں گے اور فتنہ میں مبتلاء ہوں گے، میں نے پوچھا: پس ان سے کوئی شخص کیسے سلامت رہے گا؟ تو حضرت جبریل نے کہا: ان سے رکا رہے اور صبر کرے، اگر وہ ان کے حقوق ادا کرے تو لے لے، اور اگر ان کے حقوق کی ادائیگی سے منع کریں تو چھوڑ دے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۹۔ ۲۲۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۰۵۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْجَعْدِ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از عبدالوارث از الجعد از ابورجاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے اپنے امیر کے کسی کام کو ناپسند کیا تو اس کو چاہیے کہ صبر کرے کیونکہ جو شخص سلطان کی اطاعت سے ایک بالشت بھی نکلا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(صحیح البخاری: ۷۰۵۴، ۷۱۴۳، صحیح مسلم: ۱۸۴۹، مسند احمد: ۲۸۲۱، سنن دارمی: ۲۵۱۹)

صحیح البخاری: ۷۰۵۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوارث، یہ ابن سعید ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الجعد، یہ ابو عثمان الصیر فی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابو رجاء، یہ عمران العطاردی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من خرج من السلطان" یعنی جس شخص نے سلطان کی اطاعت سے خروج کیا اس کو چاہیے کہ وہ اس مکروہ کام پر صبر کرے اور امام کی اطاعت سے خروج نہ کرے، کیونکہ اس طرح لوگوں کی جانیں محفوظ رہیں گی اور فتنہ ٹھنڈا ہوگا سوا اس کے کہ امام کفر کرے اور دعوتِ اسلام کے خلاف ظاہر کرے، تو اب خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان حاکم فسق اور ظلم کی وجہ سے حکومت سے معزول نہیں ہوتا اور اس سے اس کی سلطنت میں نزاع کرنا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "شبرا" یعنی جس شخص نے ایک بالشت کے برابر بھی امام کی اطاعت سے خروج کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: یعنی جس نے سلطان کی ایک بالشت کے برابر معصیت کی وجہ سے اس سے جنگ کی، ابن ابی جمرہ نے کہا: اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے مراد یہ ہے کہ جس نے سلطان سے کی ہوئی بیعت کی گرہ کو کھولنے کی کوشش کی خواہ وہ تھوڑی سی کوشش بھی ہو اور بالشت کے برابر بھی ہو، کیونکہ اس کوشش سے ناحق خوں ریزی کا دروازہ کھلے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۲۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اور علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: یعنی ایک بالشت کے برابر بھی فتنہ ہو تو اس میں امام کے خلاف خروج نہ کرے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بالشت کی جو تفسیر ان دونوں حضرات نے کی ہے وہ بعید ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم نے ذکر کی ہے یعنی جس نے ایک بالشت کے برابر بھی امام کی اطاعت سے خروج کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وہ جاہلیت کی موت مرے گا" یعنی جیسے زمانہ جاہلیت کے اندر لوگ اس امام کو نہیں پہچانتے تھے جس کی اطاعت کی جائے سو وہ ایسی موت مرے گا اور یہ مراد نہیں ہے کہ وہ کافر ہو کر مرے گا بلکہ وہ گناہ گار ہو کر مرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از الجعد ابی عثمان، انہوں نے کہا: مجھے ابورجاء العطاردی نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی آپ نے فرمایا: جس نے اپنے امیر سے کوئی ناگوار چیز دیکھی تو وہ اس پر صبر کرے کیونکہ اس نے جماعت سے ایک بالشت کے برابر بھی علیحدہ ہوا تو وہ زمانہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(صحیح البخاری: ۷۰۵۳، ۷۰۵۴، ۷۱۴۳، صحیح مسلم: ۱۸۴۹، مسند احمد: ۲۸۲۱، سنن دارمی: ۲۵۱۹)

صحیح البخاری: ۷۰۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

جماعت سے علیحدہ ہونے کا محمل

کہا گیا ہے کہ جماعت سے علیحدہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ حاکم کے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے اس کو توڑنے کی کوشش کی جائے خواہ تھوڑی سی کوشش بھی کیوں نہ ہو جس کو بالشت کے برابر سے کنایہ کیا ہے، کیونکہ ایسا اقدام ناحق خوں ریزی کی طرف پہنچاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۵۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أُمَيَّةَ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ قُلْنَا أَصْلَحَكَ اللهُ حَدِّثْ بِحَدِيثٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهِ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ دَعَانَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَبَايَعْنَاهُ۔

بیان کی از عمرو از بکیر از بسر بن سعید از جنادہ بن ابی امیہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہ بیمار تھے، پس ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے، آپ ہمیں ایسی حدیث بیان کیجئے جس سے اللہ تعالیٰ آپ کو نفع پہنچائے جس حدیث کو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بلایا، پس آپ نے ہم کو بیعت کیا۔

(صحیح البخاری: ۱۸، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۴۸۹۴، ۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۰۵۵، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸، صحیح مسلم: ۱۷۰۹، سنن ترمذی: ۱۴۳۹، سنن نسائی: ۴۱۶۱، سنن دارمی: ۲۴۵۳)

۷۰۵۶۔ فَقَالَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةً عَلَيْنَا وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللهِ فِيهِ بُرْهَانٌ۔

(صحیح البخاری: ۷۲۰۰، صحیح مسلم: ۱۷۰۹)

پس حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا اور ہم نے آپ سے احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی خواہ ہماری خوشی ہو یا ناخوشی ہو، خواہ ہماری مشکل ہو اور خواہ آسانی ہو، اور خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے کہ ہم حکومت کے معاملہ میں حکام سے جھگڑا نہیں کریں گے سوا اس کے کہ تم کفرِ صریح دیکھو، تمہارے پاس اللہ کی طرف سے اس کفر پر دلیل ہو۔

صحیح البخاری: ۷۰۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اسماعیل، اور وہ ابن ابی اویس ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن وہب، وہ عبد اللہ بن وہب المصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، وہ ابن الحارث ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بکیر، وہ ابن عبد اللہ بن الاشج ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُسر، وہ ابن سعید مولی الحضرمی ہیں جو اہلِ مدینہ سے ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے جنادہ، یہ ابن ابی امیہ الدوسی ہیں اور ایک قول ہے کہ السدوسی ہیں اور یہی صحیح ہے، اور ابو امیہ کا نام کثیر ہے، جنادہ سڑسٹھ (۶۷) ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فقلنا اصلحك الله" ہوسکتا ہے کہ ان کا ارادہ یہ ہو کہ وہ ان کو یہ دعا دیں کہ ان کے جسم کو اللہ تعالیٰ مرض سے عافیت میں رکھے، یا یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو لوگ عادتاً بولتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فبایعنا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بیعت کیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے ''وان لا ننازع الامر اھلہ'' اس حدیث میں امر سے مراد ملک اور امارت ہے، اور مسند احمد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اگر تم یہ دیکھو کہ حق تمہارا ہے تب بھی تم اس میں اپنی رائے سے عمل نہ کرو بلکہ حاکم کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اور حاکم کی اطاعت سے خروج نہ کرو۔

ظالم حکام کے خلاف خروج کرنے کے متعلق فقہاء کے نظریات

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا ان تروا کفرا'' یعنی سوا اس کے کہ تم حکام سے کوئی ایسا برا کام دیکھو جس کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہو کہ یہ قواعدِ اسلام کے خلاف ہے۔

علامہ النووی نے کہا ہے کہ کفر سے مراد یہاں پر معاصی ہیں یعنی نافرمانیاں ہیں بایں طور کہ حاکم نیک کام نہ کرتا ہو اور فسق وفجور کرتا ہو۔ اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ کفر اپنے ظاہر پر محمول ہے، یعنی حاکم اپنے قول اور فعل سے صریح کفر کرے اور اس کے خلاف نزاع نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس سے جنگ اور قتال نہ کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''بواحا'' یعنی جو بالکل ظاہر ہو اور دلائل سے ثابت ہو۔ اور امام طبرانی نے احمد بن صالح سے روایت کی ہے کہ اس کا معنی ہے کفرِ صریح۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''برھان'' یعنی اس کام کے کفر ہونے پر تمہارے پاس دلیل ہو، قرآن مجید کی کوئی آیت ہو یا کوئی ایسی صاف اور صریح حدیث ہو جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اگر ظالم حکام کو حکومت سے علیحدہ کرنا بغیر فتنہ اور ظلم کے ممکن ہو تو پھر ان کو حکومت سے اتارنا واجب ہے، ورنہ ان کے اوپر صبر کرنا واجب ہے۔ اور بعض شارحین نے لکھا ہے کہ ابتداءً فاسق کو حاکم نہیں بنانا چاہیے، اگر حاکم بننے کے بعد وہ ظلم کرے جب کہ پہلے وہ نیک ہو تو اس کے خلاف خروج کرنے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کے خلاف خروج کرنا منع ہے سوا اس کے کہ وہ کوئی کفرِ صریح کرے تو اب اس کے خلاف خروج کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۶۔۲۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا وَلَمْ تَسْتَعْمِلْنِي قَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فلاں شخص کو عامل بنایا ہے اور مجھے عامل نہیں بنایا؟ آپ نے فرمایا: تم عنقریب میرے بعد دوسروں کی ترجیح دیکھو گے، پس تم صبر کرنا حتیٰ کہ مجھ سے ملاقات کرو۔

(صحیح البخاری: ۳۷۹۲، ۷۰۵۷، صحیح مسلم: ۱۸۴۵، سنن ترمذی: ۲۱۸۹، سنن نسائی: ۵۳۸۳، مسند احمد: ۱۸۶۱۳)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۰۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ معنوی مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن عرعرہ، یہ القرشی البصری ہیں۔اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے اُسید، یہ اسد کی تصغیر ہے اور حُضیر ابن سماک بن عتیق ابی عبید الانصاری الاشھلی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے''استعملت فلانا''یعنی آپ نے فلاں شخص کو منصب عطا کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''انکم سترون بعدی اثرۃ فاصبروا''اس سے غرض یہ ہے کہ فلاں شخص کو منصب دینا خصوصاً اس کی مصلحت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس میں تمہاری اور تمام مسلمانوں کی مصلحت ہے، ہاں میرے بعد تم مناصب کے دیے جانے میں ترجیحات دیکھو گے، اور یہ میرے زمانہ میں نہیں ہے بلکہ میرے زمانہ کے بعد مستحقین کو چھوڑ کر دوسروں کو مناصب دیے جائیں گے سو تم اس پر صبر کرنا۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۵۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ظالم حکام کے خلاف خروج کی ممانعت

اس باب کی احادیث میں اس پر دلیل ہے کہ ظالم حکام کے خلاف خروج کو ترک کرنا واجب ہے اور ان کے احکام کو سننا اور ان کی اطاعت کرنا ضروری ہے اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص غلبہ سے امام بن جائے اس کی اطاعت کرنا لازم ہے جب تک کہ وہ جمعہ کو قائم کرتا رہے اور جہاد کو قائم کرتا رہے، اور اس کی اطاعت کرنا اس کے خلاف خروج کرنے سے بہتر ہے، کیونکہ اس سے لوگوں کی جانیں محفوظ رہتی ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا:''عنقریب تم میرے بعد دیکھو گے کہ تم پر ترجیح دی جائے گی اور ایسے کام دیکھو گے جن کو تم برا جانو گے''پس آپ نے بیان کیا کہ عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو مسلمانوں سے اپنے حقوق وصول کریں گے اور ان لوگوں کو ترجیح دیں گے جو ترجیح کے مستحق نہیں ہوں گے اور اس میں عدل نہیں کریں گے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کاموں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کی اطاعت کے لزوم کا حکم دیا ہے۔

علی بن معبد نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ امامت ضروری ہے خواہ نیک ہو یا بد ہو، ان سے پوچھا گیا: نیک امامت کا ہونا تو ضروری ہے، پس بد امامت کے ہونے کی کیا توجیہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: امامت کی وجہ سے حدود قائم کی جاتی ہیں اور راستے پر امن ہوتے ہیں اور مال غنیمت اور فے کی تقسیم کی جاتی ہے اور دشمنوں کے خلاف جہاد کیا جاتا ہے۔کیا تم نہیں دیکھتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے سلطان کی اطاعت سے ایک بالشت کے برابر بھی خروج کیا وہ زمانہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاکم کا حکم سننے اور اس کی اطاعت کرنے پر بیعت کی حتیٰ کہ اس پر بیعت کی کہ حاکم سے ہم اس کی حکومت کے خلاف قتال نہیں کریں گے سوا اس کے کہ تم کفر صریح دیکھو۔ پس یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ کے خلاف خروج کو ترک کیا جائے گا ورنہ مسلمانوں کے اتحاد کی لاٹھی ٹوٹ جائے گی اور اس سے خوں ریزی ہوگی، سوا اس کے کہ امام کفر کرے اور اسلام کی دعوت کے خلاف کا اظہار کرے تب مخلوق کے لیے اس کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم هَلَاكُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيْ أُغَيْلِمَةٍ سُفَهَاءَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میری امت کی ہلاکت جاہل لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں عنوان اسی طرح مذکور ہے اور صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ ”میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی“۔ اور امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میری امت کا فساد قریش کے جاہل لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگا۔

اس عنوان میں ”اغیلمة“ کا ذکر ہے، یہ غلمة کی تصغیر ہے جو غلام کی جمع ہے، اور اس جمع کا واحد ”غلیّم“ ہے، جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے بالغ ہونے تک اس کو غلام کہا جاتا ہے، اور اس کی جمع غلمان، غلیمة اور غلمة ہے۔ اور کبھی غلام کا اطلاق اس مرد پر بھی ہوتا ہے جو طاقت ور ہو۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: ”اغیلمة“ سے مراد یہاں پر بچے ہیں اس لیے ان کی تصغیر کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْمَدِينَةِ وَمَعَنَا مَرْوَانُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ يَقُولُ هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ لَعْنَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ غِلْمَةً فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَوْ شِئْتُ أَنْ أَقُولَ بَنِي فُلَانٍ وَبَنِي فُلَانٍ لَفَعَلْتُ فَكُنْتُ أَخْرُجُ مَعَ جَدِّي إِلَى بَنِي مَرْوَانَ حِينَ مُلِكُوا بِالشَّأْمِ فَإِذَا رَآهُمْ غِلْمَانًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ مروان بھی تھا، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے الصادق المصدوق کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی، پس مروان نے کہا: ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو، پس حضرت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَحْدَاثًا قَالَ لَنَا عَسَى هَؤُلَاءِ أَنْ يَكُونُوا مِنْهُمْ قُلْنَا أَنْتَ أَعْلَمُ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں چاہوں کہ میں بتاؤں بنی فلاں اور بنی فلاں، تو میں ایسا کرسکتا ہوں۔ پس میں اپنے دادا کے ساتھ بنو مروان کی طرف جاتا جب وہ شام کے حاکم مقرر ہو گئے تھے، پس جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نوعمر لڑکے دیکھے تو ہم سے کہا: قریب ہے کہ یہ لوگ انہی میں سے ہوں گے، ہم نے کہا: آپ زیادہ جانتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۴، ۳۶۰۵، ۷۰۵۸، صحیح مسلم: ۲۹۱۷، مسند احمد: ۷۹۴۵، ۸۱۰۵)

صحیح البخاری: ۷۰۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ جو باب کا عنوان ہے وہ اس حدیث کے ایک جملہ کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اخبرنی جدی" یعنی عمرو بن سعید نے کہا کہ مجھے میرے دادا نے خبر دی، اور ان کے دادا سعید بن عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ ہیں اور عمرو بن سعید کو عبدالملک بن مروان نے قتل کر دیا تھا جب وہ ستر (۷۰) ہجری کے بعد دمشق کی طرف نکلا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کنت جالسا مع ابی هریرة" یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ومعنا مروان" یہ ابن الحکم بن العاص بن امیہ ہے جو خلیفہ ہو گیا تھا، اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم ہوا۔ اور سعید بن العاص عمر کے والد ہیں اور یہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حاکم ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الصادق المصدوق" یعنی وہ فی نفسہ صادق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو صادق قرار دیا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "هلكة امتی" امت سے مراد اس زمانہ کے لوگ ہیں اور جو اس زمانہ کے قریب کے لوگ ہیں اور قیامت تک کی تمام امت مراد نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لعنة الله عليهم غلمة" یعنی مروان نے کہا: ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور اس پر تعجب ہے کہ مروان نے ان لڑکوں پر لعنت کی حالانکہ وہ انہی لڑکوں کی اولاد سے تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان سے اس کے اوپر لعنت کرائی، اور مروان کے والد حکم اور اس کی اولاد پر لعنت کے متعلق کئی احادیث وارد ہیں جن کو امام طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے ''حین ملکوا بالشام'' جب وہ لوگ شام کے حاکم ہو گئے، اس میں شام کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے، حالانکہ جب وہ خلیفہ ہو گئے تو تمام ممالک اسلامیہ کے حاکم ہو گئے تھے۔ اور شام کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کے مکان شام میں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''احداثا'' یہ حدیث کی جمع ہے یعنی نوجوان لڑکے، اور ان میں پہلا یزید تھا اس پر وہ نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے اور وہ عموماً شہروں کا حاکم بزرگوں کو نہیں بناتا تھا اور اپنے رشتہ داروں میں سے کم عمروں کو بناتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۶۸۔۲۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۵۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ظالم حکام کے خلاف خروج نہ کرنے پر مزید دلائل

اس حدیث میں بھی اس پر دلیل ہے کہ ظالم حکام کے خلاف خروج کو ترک کرنا چاہیے، اور ان کی اطاعت کرنا واجب ہے اور ان کے احکام کو سننا بھی واجب ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ظالم حکام کے اسماء اور ان کے آباء کے اسماء پر مطلع فرمادیا اور ان کو یہ حکم نہیں دیا کہ ان کے خلاف خروج کریں اور نہ یہ حکم دیا کہ ان سے جنگ کریں، اگرچہ آپ نے یہ خبر دی تھی کہ آپ کی امت کی ہلاکت ان کے ہاتھوں سے ہوگی، کیونکہ ان کے خلاف خروج کرنا امت کی ہلاکت سے زیادہ شدید ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے دو امروں میں سے آسان امر کو اختیار کیا اور دو ہلاکتوں میں سے کم درجہ کی ہلاکت کو اختیار کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے علم میں یہ بات جاری ہے کہ ظالم حکام عادل حکام سے زیادہ ہیں اور وہ اس امت پر غلبہ حاصل کریں گے، اور یہ حدیث خوارج کا رد کرنے میں بہت قوی دلیل ہے۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث سے کیا ارادہ ہے کہ ''میری امت ان کے ہاتھوں ہلاک ہوگی'' آیا ان کے ہاتھوں دین میں ہلاک ہوگی یا دنیا میں ان کے قتل کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے دونوں ہلاکتوں کا ارادہ فرمایا، اور علی بن معبد کی روایت میں اس کا بیان ہے وہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں بچوں کی حکومت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں'' پس ان کے اصحاب نے پوچھا: بچوں کی حکومت کون سی ہے؟ تو انہوں نے کہا: اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اور اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم کو ہلاک کر دیں گے، تو ان کی اطاعت کرنے سے دین میں ہلاکت ہوگی اور تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم کو قتل کر کے ہلاک کر دیں گے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۷۔۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لڑکوں کی حکومت کا مصداق

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں جاتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے: "اے اللہ! مجھے سن ساٹھ (۶۰) ہجری نہ پائے اور نہ بچوں کی حکومت پائے"۔

اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ لڑکوں کی حکومت کی ابتداء سن ساٹھ (۶۰) ہجری میں ہوئی، کیونکہ یزید بن معاویہ اس سال خلیفہ بنایا گیا اور وہ چونسٹھ (۶۴) ہجری تک زندہ رہا اور پھر مر گیا، پھر اس کا بیٹا معاویہ حکمران ہوا اور وہ چند مہینوں کے بعد مر گیا۔

تنبیہ: مروان نے ان مذکور لڑکوں پر لعنت کی حالانکہ ظاہر یہ ہے کہ مروان خود ان کی اولاد سے تھا، پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان پر یہ لعنت جاری فرمائی تا کہ یہ ان پر لعنت کرنے کے سلسلہ میں قوی دلیل ہو جائے اور وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور متعدد احادیث ثابت ہیں جن میں مروان کے والد حکم پر لعنت ہے اور اس کی اولاد پر لعنت ہے، ان احادیث کی امام طبرانی وغیرہ نے روایت کی ہے، بعض احادیث میں اعتراض ہے اور بعض احادیث عمدہ ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۲۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حکم بن ابی العاص اور مروان پر لعنت کے متعلق روایات

الفاکہی نے اپنی سند کے ساتھ عطاء خراسانی سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے پاس آئے اور اس وقت آپ الحکم بن ابی العاص پر لعنت فرما رہے تھے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس پر کیوں لعنت فرما رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ دیوار کے سوراخ سے مجھ پر جھانک رہا تھا اور میں اپنی فلاں زوجہ کے ساتھ تھا، پس اس نے میرے سامنے تیوری چڑھائی، پس صحابہ نے کہا: کیا ہم بھی اس پر لعنت نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: گویا کہ میں اس کے بیٹوں کی طرف دیکھ رہا تھا وہ میرے منبر پر چڑھ رہے تھے اور اتر رہے تھے، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے ان کو پکڑا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں اور آپ نے حکم بن ابی العاص کو مدینہ بدر کر دیا۔

زہیر بن محمد اپنی سند کے ساتھ مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو حکم بن ابی العاص گزرا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی پشت سے جو پیدا ہوگا اس پر میری امت افسوس کرے گی۔

ابن ابی خیثمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کے قصہ میں جب وہ یزید بن معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے رک گئے تھے تو انہوں نے مروان سے کہا: اے مروان! تو گواہ ہو جا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے باپ پر لعنت کی تھی اور تو اس کی پشت میں تھا۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ۲ ص ۹۱۔ ۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

۴۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ عرب کے لیے اس شر پر افسوس ہے جو قریب آچکا ہے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے عرب کا ذکر فرمایا، کیونکہ عرب سب سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۵۹۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الزُّهْرِيَّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُنَّ أَنَّهَا قَالَتِ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ النَّوْمِ مُحْمَرًّا وَجْهُهُ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَعَقَدَ سُفْيَانُ تِسْعِينَ أَوْ مِائَةً قِيلَ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے الزہری سے سنا از عروہ از حضرت زینب بنت ام سلمہ از حضرت ام حبیبہ از حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نیند سے بیدار ہوئے اور اس وقت آپ کا چہرہ سرخ تھا، آپ فرما رہے تھے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، عرب کے لیے اس شر کی وجہ سے افسوس ہے جو قریب آ چکا ہے، یاجوج اور ماجوج کی دیوار سے آج اتنا کھول دیا گیا ہے۔ اور سفیان نے اپنی انگلی سے نوے یا سو کا عقد بنایا، آپ سے کہا گیا: کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے اور ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبث زیادہ ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۶، ۳۵۹۸، ۷۰۵۹، ۷۱۳۵، صحیح مسلم: ۲۸۸۰، سنن ترمذی: ۲۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۳، مسند احمد: ۲۶۸۷۰)

صحیح البخاری: ۷۰۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ یہ عنوان اس حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن عیینہ، یہ سفیان ہیں۔ اس حدیث کی سند میں تین صحابیات کا ذکر ہے: حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، جو نبی ﷺ کی لے پالک تھیں، اور ان کی والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں، اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، جو نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں، ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہے، اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جو ام المومنین ہیں، نبی ﷺ نے ۳ ہجری میں ان سے نکاح کیا تھا۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ویل للعرب" "ویل کا لفظ "ویہ" کی مثل ہے، مگر "ویل" اس وقت کہا جاتا ہے جب مستحق لوگوں کی ہلاکت ہو اور "ویہ" کا لفظ اس وقت کہا جاتا ہے جب ان کی ہلاکت ہو جو مستحق نہیں ہیں۔ اور عرب سے مراد دینِ اسلام والے لوگ ہیں، اور ان کا خصوصیت سے ذکر اس لیے کیا کہ شر کا بڑا حصہ ان کی طرف لوٹے گا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "من ردم یاجوج و ماجوج" ردم وہ سد یا رکاوٹ ہے جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یاجوج ترک ہیں اور بغداد میں ان کے ساتھ وہ ہوا جو ہوا۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ ترک نے رکاوٹ یا سد نہیں بنائی تھی اور ہمارے اور ان کے درمیان رکاوٹ یاجوج اور ماجوج نے بنائی تھی اور وہ دونوں اولادِ آدم سے ہیں اور یافث بن نوح علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ اور جو بغداد میں واقع ہوا تھا وہ چنگیز خان کے بیٹے ہلاکو کا قصہ ہے، کیونکہ اسی نے خلیفہ المعتصم باللہ العباسی کو قتل کیا تھا اور بغداد کو ۶۵۶ھ میں تباہ کر دیا تھا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "عقد سفیان تسعین و مائۃ" یعنی سفیان نے نوے اور سو کا عقد بنایا، اور وہ یہ ہے کہ انگشتِ سبابہ کو ہتھیلی کی جڑ پر رکھا جائے اور انگوٹھے کو اس پر موڑا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

یاجوج ماجوج اور ان کی رکاوٹ کے متعلق علامہ ابن ملقن کی شرح

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
"ردم" سے مراد وہ دیوار ہے جس کو ذوالقرنین نے دو پہاڑوں کے درمیان بنایا تھا تاکہ یاجوج اور ماجوج اس دیوار کے پار نہ جاسکیں، اور کہا جاتا ہے کہ یاجوج اور ماجوج ہر روز اس دیوار کو کھودتے تھے کہ وہ قریب ہو جائیں اور اس کے پار گزر جائیں، پھر جب شام ہوتی تو کہتے کہ اب ہم کل آ کر بقیہ کام کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو پہلے ہی کی طرح بنا دیتا، پھر اسی طرح ہوتا رہے گا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ یاجوج اور ماجوج اس دیوار کے پار نکل جائیں تو وہ ان شاء اللہ کہیں گے، پھر وہ جتنا سوراخ کریں گے وہ سوراخ باقی رہے گا، پھر اگلے دن اس سوراخ کو مزید چوڑا کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (الانبیاء: ۹۶)
حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج (کی دیوار) کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے O

جب یاجوج اور ماجوج کی دیوار کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے، اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے قریب وہ دیوار ٹوٹ جائے گی جس کو ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے حملوں کو روکنے کے لیے بنایا تھا، اس رکاوٹ کے ٹوٹتے ہی یاجوج ماجوج اس طرح امڈ آئیں گے جس طرح دریا کا بند ٹوٹ جائے تو سیلاب امڈ آتا ہے، یاجوج ماجوج کا یہ حملہ ان کی پیش قدمی اور یورش آخری زمانہ میں ہوگی اور اس کے بعد قیامت بہت جلد واقع ہوگی۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۲۹۴، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

یاجوج ماجوج اور ان کی رکاوٹ کے متعلق مصنف کا مختار

یاجوج اور ماجوج کے متعلق متقدمین اور متاخرین علماء کے درمیان کافی اختلاف ہے اور کوئی حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے، البتہ ہمارا مختار یہ ہے کہ چونکہ قرآن اور حدیث میں یاجوج اور ماجوج کا ذکر آیا ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ یاجوج اور ماجوج کا نکلنا برحق ہے اور وہ قربِ قیامت میں نکلیں گے، رہا یہ کہ اب وہ کہاں ہیں اور وہ کونسی مخلوق ہیں تو اس بحث میں ہم نہیں پڑتے، جیسا کہ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ دوزخ ہے اور ہم یہ نہیں جانتے کہ دوزخ کس جگہ ہے آیا سات زمینوں کے نیچے دوزخ ہے یا جو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سمندر ہے یہی دوزخ بنا دیا جائے گا، اس سلسلہ میں قرآن مجید اور حدیث میں نص صریح نہیں ہے، اس لیے ہم اس کے محلِ وقوع کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں، اسی طرح یاجوج اور ماجوج کے مصداق اور ان کے محلِ وقوع کو بھی ہم اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں اور صرف یہ بات یقین سے کہتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کا قربِ قیامت میں ظہور برحق ہے اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

۷۰۶۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنِي مَحْمُودٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى قَالُوا لَا قَالَ فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ الْقَطْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری ح اور مجھے محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے مکانوں میں سے کسی مکان کے اوپر جھانکا، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہ نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں کے درمیان فتنے اس طرح گر رہے ہیں جس طرح بارش کے قطرے گرتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷۸، ۲۴۶۷، ۳۵۹۷، ۷۰۶۰، صحیح مسلم: ۲۸۸۵، مسند احمد: ۲۱۲۴۱)

صحیح البخاری: ۷۰۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اشرف" اس کا معنی ہے: بلندی سے دیکھنا یا جھانکنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "أُطم" اس کا معنی ہے: قلعہ اور محل۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان جنگیں جاری ہوں گی جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اور یومِ حرۃ، اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر معجزہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۰۔۲۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۔ بَابٌ: ظُهُورِ الْفِتَنِ
فتنوں کا ظاہر ہونا

۷۰۶۱۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّمَ هُوَ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ وَقَالَ شُعَيْبٌ وَيُونُسُ وَاللَّيْثُ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: زمانہ قریب ہوتا جائے گا اور عمل کم ہوتے جائیں گے، اور دلوں میں بخل ڈال دیا جائے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور ہرج بہ کثرت ہوگا، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ قتل ہے، قتل ہے۔

اور شعیب، اور یونس، اور اللیث، اور زہری کے بھتیجے، نے از الزہری از حمید از ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۵، ۱۰۳۶، ۱۴۱۲، ۳۶۰۸، ۳۶۰۹، ۴۶۳۵، ۴۶۳۶، ۶۵۰۶، ۶۹۳۵، ۷۰۶۱، ۷۱۵۱، ۷۱۲۱، صحیح مسلم: ۱۵۷، سنن ابوداؤد: ۴۲۵۵، سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۷، مسند احمد: ۷۱۴۶)

صحیح البخاری: ۷۰۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "اور فتنے ظاہر ہوں گے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عیاش بن الولید، یہ الرقام البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالاعلیٰ، یہ ابن الاعلیٰ السامی البصری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے معمر، یہ ابن راشد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزہری، یہ محمد بن مسلم ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سعید بن المسیب، یہ تابعی ہیں۔

زمانہ کے قریب ہونے کے متعدد محامل

اس حدیث میں مذکور ہے "یتقارب الزمان" علامہ حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے: زمانہ قریب ہو جائے گا حتیٰ کہ ایک سال ایک مہینہ کی مثل گزرے گا اور مہینہ ایک جمعہ کی مثل اور جمعہ ایک دن کی مثل اور دن ایک ساعت کی مثل گزرے گا، اور اس کی وجہ زندگی سے لذت کا حصول ہے، کیونکہ جب زندگی میں لذت کا حصول ہو تو وقت گزرنے کا پتا نہیں چلتا، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت المہدی کا ظہور ہوگا اور وہ تمام زمین میں عدل کو پھیلا دیں گے۔ اور اسی طرح خوشی کے ایام بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔

علامہ الکرمانی نے کہا کہ یہ شرح اس کے مناسب نہیں ہے کہ فتنوں کا ظہور ہوگا اور بہ کثرت قتل ہوں گے۔ اور کہا گیا ہے کہ زمانہ کے قریب ہونے سے مراد ہے کہ دن اور رات برابر ہوں گے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب دن اور رات برابر ہوں گے تو قیامت قائم ہوگی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھنٹے، دن اور راتیں چھوٹے ہو جائیں گے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ طحاوی نے کہا ہے کہ کبھی اس طرح ہوگا کہ اس زمانہ کے لوگوں کے احوال علم کو طلب کرنے میں خصوصاً اور جہل پر راضی ہونے میں پلٹ جائیں گے، اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ لوگ علم میں برابر نہیں ہوں گے کیونکہ علم کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿۷۶﴾ (یوسف:۷۶) اور ہر (متناہی) علم والے سے بڑھ کر ایک عظیم علم والا ہے O

اور یہ اس وقت برابر ہوں گے جب سب لوگ جاہل ہوں۔

علامہ عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں: ہوسکتا ہے زمانہ کے قریب ہونے سے مراد یہ ہو کہ حکومتیں جلدی جلدی ختم ہوجائیں گی اور زمانہ گزرتا جائے گا یہاں تک کہ تمام زمانہ گزر جائے گا۔

علامہ علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ دین کی قلت میں اس زمانہ کے لوگوں کے احوال مختلف ہوں گے حتیٰ کہ ان میں ایسا شخص نہیں ہوگا جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، کیونکہ فسق و فجور کا اس زمانہ کے لوگوں پر غلبہ ہوگا، اور حدیث میں ہے: ''لوگ ہمیشہ خیریت سے رہیں گے جب تک ان میں اہلِ فضل اور اہلِ صلاح باقی رہیں گے اور مصائب کے وقت وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہیں گے اور ان کی آراء سے شفاء حاصل ہوگی اور ان کی دعاء سے تبرک حاصل ہوگا اور ان کے اقوال اور ان کے آثار پر عمل کیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور عمل کم ہوجائیں گے'' یعنی عمل حسی طور پر کم ہوجائیں گے جو دین کے کم ہونے کی وجہ سے کم ہوں گے، اور معنوی سبب یہ ہوگا کہ چونکہ ان کا کھانا اور پینا حلال نہیں ہوگا، اس لیے ان سے نیک عمل نہیں ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ویلقی الشح'' ''الشح'' کا معنی ہے: بخل اور حرص، یعنی لوگوں کے دلوں میں بخل بھی ڈال دیا جائے گا اور حرص بھی ڈال دی جائے گی۔ اور بخل کی وجہ سے وہ مالی واجبات ادا نہیں کریں گے۔

علامہ کرمانی نے کہا: بُخل کا دلوں میں ڈالا جانا تمام زمانوں میں ثابت ہے، پھر انہوں نے کہا کہ اس سے مراد ہے بُخل کا غلبہ اور اس کی کثرت بایں طور کہ تمام لوگ بخل کے آثار کو دیکھیں، یہ اس زمانہ میں ہوگا۔

دلوں میں بخل ڈالے جانے پر ایک سوال کا جواب

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ کتاب الانبیاء علیہم السلام کے نزولِ عیسیٰ علیہم السلام کے باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنا زیادہ مال بہائیں گے کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔ اور کتاب الزکوٰۃ میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے کوئی ایک شخص اپنی زکوٰۃ کو لے کر گھومے پھرے گا اور اسے کوئی شخص نہیں ملے گا جو اس کی زکوٰۃ کو قبول کرے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں قیامت کی علامتوں میں سے ہیں، لیکن ان میں سے ہر ایک اُس زمانہ میں ہوگی جس زمانہ میں دوسری نشانی نہیں پائی جائے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وتظہر الفتن'' اس سے مراد ہے فتنے بہت زیادہ ہوں گے اور پھیل جائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ایم ھو؟'' یعنی ھرج کیا چیز ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قتل ہے، وہ قتل ہے، یہ آپ نے دو بار فرمایا۔ اور ''ایم ھو'' ای شیء کا اختصار ہے جیسے ای شیء کی جگہ أیش کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۱۔۲۷۲، دار الکتب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۶۲، ۷۰۶۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَأَيَّامًا يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش از شقیق، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، پس ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے سامنے ضرور کچھ ایام ہیں جن میں جہل کا نزول ہوگا اور ان ایام میں علم کو اٹھالیا جائے گا اور ان ایام میں ہرج بہ کثرت ہوگا اور ہرج قتل ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۴، ۷۰۶۵، صحیح مسلم: ۲۶۷۲، سنن ترمذی: ۲۲۰۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۰، مسند احمد: ۳۶۸۷)

صحیح البخاری: ۷۰۶۲، ۷۰۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ معنوی طور پر مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الاعمش، اور یہ سلیمان ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے شقیق بن سلمہ، اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ جن کا نام عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہما ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ینزل فیھا الجھل" جہل کے نزول کا معنی یہ ہے کہ علم اٹھ جائے گا اور علماء کی وفات سے علم اٹھ جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۶۴۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ قَالَ جَلَسَ عَبْدُ اللهِ وَأَبُو مُوسَى فَتَحَدَّثَا فَقَالَ أَبُو مُوسَى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامًا يُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما بیٹھ کر باتیں کررہے تھے، پس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے فرمایا ہے کہ قیامت کے سامنے ایسے ایام ہوں گے جن میں علم اٹھالیا جائے گا اور ان ایام میں جہل کا نزول ہوگا اور ان ایام میں ہرج زیادہ ہوگا، اور ہرج، قتل ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۴، ۷۰۶۵، صحیح مسلم: ۲۶۷۲، سنن ترمذی: ۲۲۰۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۰، مسند احمد: ۳۶۸۷)

صحیح البخاری: ۷۰۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث مذکور کی ایک اور سند ہے اور ان تینوں روایات میں ہرج کی تفسیر قتل کے ساتھ کی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۶۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ إِنِّي لَجَالِسٌ مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى رضی اللہ عنہما فَقَالَ أَبُو مُوسَى سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ مِثْلَهُ وَالْهَرْجُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ الْقَتْلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک میں حضرت عبداللہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، پس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے۔ ---اس حدیث کی مثل۔ اور ہرج حبشی زبان میں قتل کو کہتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۴، ۷۰۶۵، صحیح مسلم: ۲۶۷۲، سنن ترمذی: ۲۲۰۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۰، مسند احمد: ۳۶۸۷)

صحیح البخاری: ۷۰۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے جس میں قتیبہ سے روایت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ وَأَحْسِبُهُ رَفَعَهُ قَالَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامُ الْهَرْجِ يَزُولُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ فِيهَا الْجَهْلُ قَالَ أَبُو مُوسَى وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واصل از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، میں گمان کرتا ہوں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے سامنے کچھ ایام ہوں گے جن میں ہرج ہوگا اور ان ایام میں علم زائل ہو جائے گا اور جہل ظاہر ہوگا، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: حبشی زبان میں ہرج کا معنی قتل ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۲، ۷۰۶۳، ۷۰۶۴، ۷۰۶۵، صحیح مسلم: ۲۶۷۲، سنن ترمذی: ۲۲۰۰، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۰، مسند احمد: ۳۶۸۷)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۰۶۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۶۷۔ وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ الْأَشْعَرِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ تَعْلَمُ الْأَيَّامَ الَّتِي ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَيَّامَ الْهَرْجِ نَحْوَهُ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ۔

(صحیح مسلم: ۲۹۴۹، مسند احمد: ۴۱۳۲)

اور ابو عوانہ نے کہا از عاصم از ابی وائل از الاشعری، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ان ایام کو جانتے ہیں جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا تھا کہ ان ایام میں قتل ہوگا۔۔۔ اس حدیث کی مثل۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: برے لوگوں میں سے وہ لوگ ہیں جن کو قیامت پائے گی اور وہ اس وقت زندہ ہوں گے۔

صحیح البخاری: ۷۰۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ خبر ہے کہ کفار اور منافقین مخلوق میں سب سے بدترین ہیں اور یہ اس وقت زندہ ہوں گے۔

قیامت کے وقت نیک لوگوں کے موجود ہونے کا بھی ثبوت

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: ''اور وہ'' کا لفظ اگرچہ عام ہے لیکن اس سے مراد خصوص ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت اکثر اور اغلب بدترین لوگوں میں قائم ہوگی، کیونکہ دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے چند لوگ حق پر قائم رہیں گے اور جو ان کو ضرر پہنچانا چاہے وہ اس پر قادر نہیں ہوگا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی''۔ پس اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قیامت نیک اور افضل لوگوں پر بھی قائم ہوگی اور وہ اپنے دین پر اس طرح صابر ہوں گے جیسا کہ کوئی شخص انگاروں کو پکڑے ہوئے ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٦۔ بَابٌ: لَا يَأْتِي زَمَانٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ

ہر زمانہ کے بعد والے زمانہ کا پہلے زمانہ سے بدتر ہونا

۷۰۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ أَتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَلْقَى مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ اصْبِرُوا فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ حَتَّى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّكُمْ صلى الله عليه وسلم ۔

(سنن ترمذی: ۲۲۰۶، مسند احمد: ۱۱۹۴۸)

یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزبیر بن عدی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، پس ہم نے ان سے حجاج کے مظالم کی شکایت کی جو ہمیں حجاج کی طرف سے پہنچے، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم صبر کرو، کیونکہ تم پر جو زمانہ بھی آئے گا اس کے بعد کا زمانہ اس سے زیادہ برا ہوگا حتیٰ کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ یہ حدیث میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

صحیح البخاری: ۷۰۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ جو باب کا عنوان ہے وہ بعینہٖ حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن یوسف، یہ ابواحمد البخاری البیکندی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، یہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الزبیر بن عدی، یہ الکوفی الہمدانی ہیں، یہ کم عمر تابعین میں سے ہیں، یہ تہران کی قضاء کے والی مقرر ہوئے اور امام بخاری نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے۔

اس حدیث کی امام ترمذی نے کتاب الفتن میں از ابن بشار روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

حجاج بن یوسف کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''مانلقی من الحجاج'' اس کا پورا نام حجاج بن یوسف الثقفی ہے، یہ مشہور گورنر تھا۔

شعبی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے زمانہ کے خلفاء اور حکمران جب کسی مجرم کو پکڑتے تو اس کو لوگوں کے سامنے کھڑا کرتے اور اس کا عمامہ اتار دیتے، پھر جب زیاد کو اس کے جرائم کی وجہ سے کوڑے لگائے گئے، پھر مصعب بن زبیر نے اس میں اضافہ کیا اور اس کی ڈاڑھی مونڈ لی، پھر جب بشر بن مروان کا زمانہ آیا تو وہ مجرم کے ہاتھ میں کیلیں ٹھوک دیتا، پھر جب حجاج بن یوسف کا زمانہ آیا تو اس نے کہا: یہ سب کھیل ہے اور اس نے مجرم کو تلوار سے قتل کر دیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس اشکال کا جواب کہ عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ حجاج بن یوسف کے زمانہ کے بعد ہے حالانکہ عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ حجاج کے زمانہ سے بہتر تھا

اس حدیث میں مذکور ہے ''جو بعد کا زمانہ ہوگا اس میں زیادہ شر ہوگا''۔ اس پر یہ سوال کیا گیا ہے کہ مطلقاً یہ کہنا مشکل ہے کیونکہ بعض زمانوں کے بعد کے زمانوں میں شر پہلے زمانہ سے کم تھا اور یہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہیں جو حجاج کے کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ ہوئے اور ان کے زمانہ کی خیر بہت مشہور ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ ان کے زمانہ میں تو شر ختم ہو چکا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حسن بصری نے یہ کہا کہ اکثر اور اغلب حال یہی ہے کہ بعد کا زمانہ پہلے زمانہ کی بہ نسبت زیادہ شر پر مشتمل ہوتا ہے، پھر ان پر سوال کیا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ حجاج کے بعد تھا تو انہوں نے کہا کہ حجاج کے زمانہ میں صحابہ کی بہت بڑی تعداد زندہ تھی اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں وہ صحابہ فوت ہو چکے تھے اور جس زمانہ میں صحابہ ہوں وہ زمانہ اس زمانہ سے بہتر ہے جس زمانہ میں صحابہ نہ ہوں، کیونکہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے ''خیر القرون قرنی'' یعنی تمام زمانوں میں بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ ہیں جو اس کے بعد ہوں۔ اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے ''میرے اصحاب میری امت کے لیے امان ہیں، پس جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وعید آ جائیں گی جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے''۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے متعلق کیا کہو گے کیونکہ ان کا زمانہ دجال کے زمانہ کے بعد ہے اور ان کا زمانہ دجال کے زمانہ سے بہتر ہے؟

علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں زمانہ سے مراد وہ زمانہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوگا۔ یا اس سے مراد اس زمانہ کی جنس ہے جس میں امراء ہوں گے، اور یہ بات بداہۃً معلوم ہے کہ نبی معصوم علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی شر نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۵-۲۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۶۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْلَةً فَزِعًا يَقُولُ سُبْحَانَ اللهِ مَاذَا أَنْزَلَ اللهُ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ يُرِيدُ أَزْوَاجَهُ لِكَيْ يُصَلِّينَ رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از ہند بنت الحارث الفراسیہ، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے اور آپ فرما رہے تھے: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے کس قدر خزانے نازل فرمائے اور کس قدر فتنے نازل فرمائے، حجرہ والیوں کو کون بیدار کرے گا؟ آپ کی مراد ازواجِ مطہرات تھیں تا کہ وہ نماز پڑھیں بہت سی وہ عورتیں ہیں جو دنیا میں لباس پہنی ہوں اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

(صحیح البخاری:۱۱۵، ۱۱۲۶، ۳۵۹۹، ۵۸۴۴، ۶۲۱۸، ۷۰۶۹، سنن ترمذی:۲۱۹۶، مسند احمد:۲۶۰۰۵، موطا امام مالک:۱۶۹۵)

صحیح البخاری:۷۰۶۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فرمایا ہے کہ "کس قدر فتنے نازل کیے گئے"، یعنی کس قدر شرور نازل کیے گئے۔ اور جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تھے اس رات میں آپ نے پچھلی راتوں سے زیادہ شر کے نزول کو دیکھا۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی امام بخاری نے دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے، ان میں سے ایک سند میں مذکور ہے ابوالیمان، یہ الحکم بن نافع ہیں اور اس سند میں مذکور ہے شعیب، یہ ابن ابی حمزہ ہیں۔ اور اس سند میں مذکور ہے الزہری، اور یہ محمد بن مسلم الشہاب الزہری ہیں از ہند۔

اور دوسری سند میں مذکور ہے اسماعیل، یہ ابن ابی اویس ہیں جو اپنے بھائی عبدالحمید بن سلیمان بن بلال سے روایت کرتے ہیں از ابن شہاب از ہند بنت الحارث الفراسیہ، اور ہند محمد بن المقداد کی زوجہ کا نام ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابیہ ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

آخرت میں برہنہ ہونے کے متعدد محامل

اس حدیث میں مذکور ہے "کاسیة فی الدنیا عاریة فی الآخرة" آخرت میں برہنہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے دنیا میں کوئی نیک عمل نہیں کیا ہوگا جس کا ثواب انہیں آخرت میں ملے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دنیا میں ایسے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی جو شفاف ہوں گے، اس سے آر پار ان کا جسم دکھائی دے گا اور ان کی شرمگاہ مستور نہیں ہوگی، تو اس کی سزا آخرت میں ان کو یہ ملے گی کہ وہ برہنہ ہوں گی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ دنیا میں وہ نعمتوں کا لباس پہنے ہوئے ہوں گی اور شکر سے خالی ہوں گی، تو آخرت میں وہ بے لباس ہوں گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۶۔۲۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے"

۷۰۷۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۷۴، ۷۰۷۰، صحیح مسلم: ۹۸، سنن نسائی: ۴۱۰۰، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۶، مسند احمد: ۴۴۵۳)

صحیح البخاری: ۷۰۷۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ بابِ مذکور کا عنوان بعینہٖ اس حدیث کا جزو ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

"مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے والا ہم میں سے نہیں ہے" کے متعدد محامل

اس حدیث میں مذکور ہے "فلیس منا" اس کا معنی ہے: وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے، یا اس کا معنی ہے کہ وہ ہمارے طریقہ کی اتباع کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ مسلمان کا مسلمان پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی مدد کرے اور اس کی خاطر لڑے نہ کہ اس کے خلاف ہتھیار اٹھائے تا کہ وہ اس سے لڑے یا اس کو قتل کرے۔

علامہ کرمانی نے کہا: یعنی وہ ہماری سنت کی پیروی کرنے والا نہیں ہے، اور ہمارے طریقہ پر اور ہمارے راستہ پر چلنے والا نہیں ہے، یا آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ ہمارے دین پر نہیں ہے۔

اس پر یہ سوال ہے کہ جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں اور ایک ان میں کا باغی ہو تو اس کو کیا کہو گے؟

پھر علامہ کرمانی نے یہ جواب دیا کہ جو گروہ باغی ہو گا وہ نبی ﷺ کے طریقہ کی اتباع کرنے والا نہیں ہو گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از حضرت ابوبردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۷۴، ۷۰۷۰، صحیح مسلم: ۹۸، سنن نسائی: ۴۱۰۰، سنن ابن ماجہ: ۲۵۷۶، مسند احمد: ۴۴۵۳)

صحیح البخاری: ۷۰۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ حدیث بھی اس سے پہلی حدیث کی مثل ہے۔
اس حدیث کی امام بخاری نے محمد بن العلاء سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۷، مسند احمد: ۲۷۴۳۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی از معمر از ہمام، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے (دینی) بھائی پر ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا ہوسکتا ہے کہ شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کو چھڑوا دے، پس وہ دوزخ کے گڑھے میں گر جائے۔

صحیح البخاری: ۷۰۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی امام بخاری نے محمد سے روایت کی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ محمد ذہلی ہیں، اسی طرح ابوعلی الجیانی نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ محمد بن یحییٰ الذہلی ہیں۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ یہ محمد بن رافع ہوں کیونکہ امام مسلم نے اس حدیث کی از محمد بن رافع از عبدالرزاق روایت کی ہے۔
علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ احتمال بعید ہے کیونکہ امام مسلم کا اس حدیث کو از محمد بن رافع از عبدالرزاق روایت کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ امام بخاری نے بھی اس حدیث کی اسی طرح روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فانه لا یدری لعل الشیطان ینزغ فی یده" اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار گرا دے اور کسی مسلمان کے اوپر ضرب ثابت ہوجائے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فیقع فی حفرۃ من النار" یعنی اس سے ایسا کام ہوجائے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو اور وہ اس وجہ سے دوزخ کے عذاب میں داخل ہوجائے۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسئلہ

اس حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ ایسا کام کیا جائے جس سے کوئی ممنوع کام واقع ہوجائے خواہ وہ ممنوع کام محقق نہ ہو،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عام ازیں کہ سنجیدگی سے وہ کام کیا جائے یا مذاق سے۔ اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنے (دینی) بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کیا فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۳۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو یَا أَبَا مُحَمَّدٍ سَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ یَقُولُ مَرَّ رَجُلٌ بِسِهَامٍ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَمْسِكْ بِنِصَالِهَا قَالَ نَعَمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عمرو سے کہا: اے ابومحمد! کیا آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک آدمی تیر لے کر مسجد میں گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اس تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھو، انہوں نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۴۵۱، ۷۰۷۳، ۷۰۷۴، صحیح مسلم: ۲۶۱۴، سنن نسائی: ۷۱۸، سنن ابوداؤد: ۲۵۸۶، سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۷، مسند احمد: ۱۳۸۹۸، سنن دارمی: ۶۳۳)

صحیح البخاری: ۷۰۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے ''اس کی نوک پکڑلو'' کیونکہ اگر اس کی نوک کو نہیں پکڑو گے تو ہوسکتا ہے کہ یہ نوک کسی کو چبھ جائے اور وہ زخمی ہو جائے اور یہ اس حدیث کے معنی میں ہے کہ جس نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھایا۔۔۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن عبداللہ، وہ ابن المدینی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے سفیان، وہ ابن عیینہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عمرو، وہ ابن دینار ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِینَارٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا مَرَّ فِی الْمَسْجِدِ بِأَسْهُمٍ قَدْ أَبْدَی نُصُولَهَا فَأُمِرَ أَنْ یَأْخُذَ بِنُصُولِهَا لَا یَخْدِشُ مُسْلِمًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرا جن کی نوکیں اس نے ظاہر کی ہوئی تھیں، تو اس کو حکم دیا گیا کہ ان کی نوکوں کو پکڑ لے، وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نوکیں کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دیں۔

(صحیح البخاری:۴۵۱، ۷۰۷۳، ۷۰۷۴، صحیح مسلم:۲۶۱۴، سنن نسائی:۷۱۸، سنن ابوداؤد:۲۵۸۶، سنن ابن ماجہ:۳۷۷۷، مسند احمد:۱۳۸۹۸، سنن دارمی:۶۳۳)

صحیح البخاری:۷۰۷۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک اور سند ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا أَوْ فِي سُوقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلَى نِصَالِهَا أَوْ قَالَ فَلْيَقْبِضْ بِكَفِّهِ أَنْ يُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهَا شَيْءٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد میں سے گزرے یا ہمارے بازار میں گزرے اور اس کے ساتھ تیر ہو تو وہ اس کی نوک کو پکڑ کر رکھے، یا فرمایا: اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر رکھے کہیں وہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو چبھ نہ جائے۔

(صحیح البخاری:۴۵۲، صحیح مسلم:۲۶۱۵، سنن ابوداؤد:۲۵۸۷، سنن ابن ماجہ:۳۷۷۸)

صحیح البخاری:۷۰۷۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "پس وہ ان تیروں کی نوک کو پکڑ کر رکھے تا کہ کوئی مسلمان اس کی نوک سے زخمی نہ ہو جائے"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابواسامہ، ان کا نام حماد بن اسامہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُرید، یہ بُرید بن عبداللہ ہیں جو اپنے دادا ابو بُردہ عامر یا حارث سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۸۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

نبی ﷺ کا یہ ارشاد: تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں دوسرے باب کی حدیث کو بعینہٖ ذکر کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۶۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۸، ۶۰۴۴، ۷۰۷۶، صحیح مسلم: ۶۴، سنن ترمذی: ۲۶۳۵، سنن نسائی: ۴۱۰۵، سنن ابن ماجہ: ۶۹، مسند احمد: ۳۶۴۹)

صحیح البخاری: ۷۰۷۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ معنوی مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے" سباب المسلم " اس حدیث پر یہ سوال ہے کہ مسلمان کو گالی دینا اور اس سے لڑنا گناہِ کبیرہ ہے، تو اس سے لڑنے کو کفر قرار دینے کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص اس گناہِ کبیرہ کو حلال سمجھ کر کرے تو وہ کافر ہو جائے گا، یا نبی ﷺ نے یہ ارشاد بطور تغلیظ فرمایا تاکہ لوگ مسلمان کو گالی دینے اور اس سے لڑنے سے احتراز کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۷۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے واقد بن محمد نے خبر دی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

(صحیح البخاری: ۱۲۱، ۴۴۰۵، ۶۸۶۹، ۷۰۸۰، صحیح مسلم: ۶۵، سنن نسائی: ۴۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۶)

صحیح البخاری: ۷۰۷۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ بابِ مذکور کے عنوان میں بعینہٖ یہ حدیث ذکر کی گئی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

مسلمانوں کے ایک دوسرے کو قتل کرنے پر کفر کے اطلاق کی توجیہات

اس حدیث پر بھی یہ اعتراض ہے کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنا کفر نہیں ہے، پھر اس پر کفر کا اطلاق کس طرح کیا گیا ہے؟

اس اعتراض کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) لغت میں کُفر کا معنی ستر ہے یعنی چھپانا، اسی وجہ سے کسان کو کافر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے، اس اعتبار سے اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میرے بعد تم حق کو چھپانے والے نہ بن جانا اور حق کو چھپا کر ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

(۲) تم ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا کر ان کو قتل کرنا شروع نہ کر دینا، یعنی کسی کی تکفیر صرف اس وقت کی جائے جب وہ کسی ایسے امر کا انکار کرے جو اس دلیل سے ثابت ہو جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو اور محض ظنیات کی وجہ سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے۔

(۳) مسلمانوں کا ایک دوسرے سے لڑنا اور ایک دوسرے کی گردنیں مارنا کُفرانِ نعمت ہے، کیونکہ مسلمانوں کی جمعیت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اور ایک دوسرے کو قتل کر کے مسلمانوں کی جمعیت اور اکثریت کو کم کیا جاتا ہے۔ اور کُفر کا معنی جس طرح کُفر باللہ ہے، اسی طرح کُفر کا معنی کفرانِ نعمت بھی ہے۔

(۴) مسلمانوں کا ایک دوسرے کی گردنیں مارنا ایسا فعل ہے جو کُفر حقیقی کی طرف لے جاتا ہے۔

(۵) علامہ داؤدی نے کہا ہے: مسلمانوں کے ساتھ ایسا فعل نہ کرو جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور ان کے ساتھ کوئی ایسا فعل نہ کرو جو حلال نہ ہو اور تم اس کو حرام سمجھتے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۷۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ وَعَنْ رَجُلٍ آخَرَ هُوَ أَفْضَلُ فِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قرۃ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ أَلَا تَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ فَقَالَ أَلَيْسَ بِيَوْمِ النَّحْرِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ وَأَبْشَارَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّهُ رُبَّ مُبَلِّغٍ يُبَلِّغُهُ لِمَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ فَكَانَ كَذَلِكَ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ حُرِّقَ ابْنُ الْحَضْرَمِيِّ حِينَ حَرَّقَهُ جَارِيَةُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ أَشْرِفُوا عَلَى أَبِي بَكْرَةَ فَقَالُوا هَذَا أَبُو بَكْرَةَ يَرَاكَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَحَدَّثَتْنِي أُمِّي عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ قَالَ لَوْ دَخَلُوا عَلَيَّ مَا بَهَشْتُ بِقَصَبَةٍ۔

نے کہا: ہمیں ابن سیرین نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ از حضرت ابی بکرہ، وہ ایک اور مرد سے روایت کرتے ہیں اور وہ میرے دل میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے افضل ہیں اور وہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا، پس فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ آج کونسا دن ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، انہوں نے بتایا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے، کیا یہ حرمت والا شہر (مکہ) نہیں ہے؟ ہم نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں اور تمہاری جسمانی کھالیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن اور اس مہینے میں اور اس شہر میں ایک دوسرے پر حرام ہیں، سنو! کیا میں نے تبلیغ کردی ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے کہا: اے اللہ تو گواہ ہوجا، پس حاضر غائب کو (یہ حدیث) پہنچادے، کیونکہ بعض اوقات جس کو حدیث پہنچائی جائے وہ حدیث کو والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے، پس اسی طرح ہوا، اور آپ نے فرمایا: تم میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو، پھر جب وہ دن آیا جس دن ابن حضرمی کو جاریہ بن قدامہ نے جلا ڈالا، تو ابن حضرمی نے کہا: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو جھانک کر دیکھو، لوگوں نے بتایا کہ یہ ابوبکرہ ہیں اور آپ کو دیکھ رہے ہیں، عبدالرحمٰن نے کہا: پس مجھے میری ماں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بتایا، انہوں نے کہا: اگر یہ لوگ میرے گھر میں داخل ہوجائیں (اور مجھ پر حملہ کریں) تو میں ان کو بانس کی ایک چھڑی بھی نہیں ماروں گا (چہ جائیکہ ان کو ہتھیاروں سے ماروں)۔

(صحیح البخاری: ٦٧، ١٠٥، ١٧٤١، ٣١٩٧، ٤٤٠٦، ٤٦٦٢، ٥٥٥٠، ٧٠٧٨، ٧٤٤٧، صحیح مسلم: ١٦٧٩، سنن ابن ماجہ: ٢٣٣، مسند احمد:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۹۸۷۳، سنن دارمی: ۱۹۱۶)

صحیح البخاری: ۷۰۷۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ یہ حدیث بھی بابِ مذکور کے عنوان کا ایک جزو ہے۔

یہ حدیث کتاب الحج میں ''باب الخُطبة ایام منی'' میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''عن ابی بکرۃ'' ان کا نام نفیع بن الحارث الثقفی ہے، یہ بصرہ میں آ کر ٹھہرے تھے اور وہاں سے کوفہ منتقل ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عن رجل آخر'' یعنی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ایک دوسرے مرد سے روایت کرتے ہیں اور اس دوسرے مرد کا نام حُمید بن عبدالرحمٰن بن عوف ہے، اس کی کتاب الحج میں تصریح ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خطب الناس'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایامِ حج میں قربانی کے دن خطبہ دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اعراضکم'' یہ ''عرض'' کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: عزت اور خاندانی شرافت۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ابشارکم'' یہ بشر کی جمع ہے جس کا معنی ہے جسم کی ظاہری کھال۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الیس بیوم النحر'' علامہ کرمانی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے سوال کیا کہ یہ کون سا مہینہ ہے، پھر خود بتایا، یہ سوال اس لیے تھا کہ ان کے ذہنوں میں جو اس مہینہ کی حرمت اور تعظیم تھی اس کی تاکید کی جائے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ اسی طرح اس شہر کی بھی حرمت اور تعظیم ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ خطبہ منیٰ میں دیا تھا اور آپ کا مقصد اس سے اس وہم کو دور کرنا تھا کہ منیٰ حرم سے خارج ہے، یا اس وہم کو دور کرنا تھا کہ اب یہ شہر حرام نہیں رہا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن اس میں قتال کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فکان کذالک'' یعنی اسی طرح ہوا، یہ محمد بن سیرین کا کلام ہے جو اس حدیث میں بطورِ جملہ معترضہ ذکر کیا گیا ہے، یعنی بہ کثرت ایسا ہوا کہ جن کو حدیث سنائی گئی ان کو وہ حدیث ان سے زیادہ یاد تھی جنہوں نے خود وہ حدیث سنی تھی۔

جاریہ بن قدامہ کا ابن الحضرمی کو آگ میں جلانے کا قصہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''جس دن ابن الحضرمی کو جلا دیا گیا''۔ ابن الحضرمی سے مراد عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی ہیں، ان کے باپ حضرت عمرو بن الحضرمی رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے جنگِ بدر کے دن سب سے پہلے مشرکین میں سے کسی شخص کو قتل کیا تھا اور عبداللہ اس واقعہ کو دیکھنے والے تھے، بعض شارحین نے عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی کو صحابہ میں شمار کیا اور حضرمی کا نام عبداللہ بن عمار ہے، یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زمانہ جاہلیت میں بنوامیہ کے حلیف تھے اور العلاء بن حضرمی مشہور صحابی ہیں جو عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی کے چچا ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حین حرقه جارية بن قدامه'' ان کا پورا نام ابن قدامہ بن مالک بن زہیر بن الحصین التمیمی السعدی ہے۔

العسکری نے ''الصحابہ'' میں بیان کیا ہے کہ اس کا قصہ یہ تھا کہ جاریہ کو محرق یعنی جلانے والے کا لقب دیا گیا تھا، کیونکہ انہوں نے حضرمی کے بیٹے کو بصرہ میں جلا دیا تھا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن الحضرمی کو بصرہ بھیجا تھا تاکہ وہ بصرہ کے لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کریں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جاریہ بن قدامہ کو بھیجا، انہوں نے ابن الحضرمی کو ایک مکان میں گھیر کر بند کر دیا اور جاریہ نے اس مکان میں آگ لگا دی۔

امام ابوجعفر طبری نے ۳۸ھ کے حوادث میں اس قصہ کا ذکر کیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جاریہ بن قدامہ کو بھیجا، اس نے ابن الحضرمی کو ایک گھر میں محصور کر دیا جس گھر میں ابن حضرمی ٹھہرے ہوئے تھے، پھر اس گھر میں ابن حضرمی کو اور ان کے ساتھیوں کو جلا ڈالا اور یہ ستر (۷۰) یا چالیس (۴۰) مرد تھے۔

علامہ کرمانی نے علامہ المہلب سے نقل کیا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ابن الحضرمی ایسے مرد تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے انکار کیا تھا، پس ان کی طرف جاریہ بن قدامہ نے ایک لشکر بھیجا اور عراق کی ایک جانب میں ان پر فتح حاصل کی، اور حضرت ابوبکرہ الثقفی الصحابی وہاں رہتے تھے، پس جاریہ نے ابن حضرمی کو سولی دینے کا حکم دیا، سو ان کو سولی دی گئی، پھر ان کو اس تنے کی آگ میں ڈال کر جلا دیا گیا جس تنے میں ان کو سولی دی گئی تھی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: بہترین بات وہ ہے جس کو العسکری اور الطبری نے ذکر کیا ہے، اور جس کا المہلب نے ذکر کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا اس حدیث کے پیشِ نظر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ سے الگ رہنا

اس حدیث میں مذکور ہے ''اشرفوا على ابى بكرة'' اس کا قصہ یہ ہے کہ جب جاریہ بن قدامہ نے ابن الحضرمی کو جلا ڈالا تو انہوں نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو جھانک کر دیکھو کیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت پر قائم ہیں یا نہیں تو ان کے لشکر نے کہا: یہ ابوبکرہ موجود ہیں اور آپ کو دیکھ رہے ہیں، اور جو کچھ آپ نے ابن الحضرمی کے ساتھ کیا اس کو بھی دیکھ رہے ہیں اور انہوں نے آپ کی اس کاروائی پر کوئی انکار نہیں کیا اور نہ کوئی ہتھیار اٹھایا، پس جب حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو سنا اور وہ بالکونی میں تھے تو انہوں نے کہا: اگر یہ لوگ میرے گھر میں گھس کر آتے اور مجھ پر حملہ کرتے تو میں بانس کی ایک چھڑی بھی ان کو نہ مارتا چہ جائیکہ ان لوگوں سے قتال کرتا، کیونکہ میں اسلام میں فتنہ کو جائز نہیں سمجھتا اور نہ دو فریقوں میں سے کسی ایک فریق کی تحریک کو جائز سمجھتا ہوں۔ (حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے پیشِ نظر کہی: ''تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو'' اس لیے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دو فریقوں کی آپس میں لڑائی کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔)

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۱۔ ۲۸۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۰۸۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جاریہ بن قدامہ کے ابن الحضرمی کو آگ میں زندہ جلانے کے قصہ کی مزید وضاحت

امام ابوجعفر طبری نے ۳۸ھ کے حوادث میں از ابوالحسن المدائنی لکھا ہے، اسی طرح اس کو عمر بن شبۃ نے ''اخبار البصرۃ'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ سے نکلے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے حاکم تھے، اور انہوں نے زیاد بن سمیہ کو بصرہ پر اپنا نائب بنا دیا، ادھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی کو بصرہ بھیجا تا کہ وہ ان کے لیے بصرہ کی حکومت حاصل کریں، وہ بنوتمیم میں آکر ٹھہرے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے حامی ان سے آکر مل گئے، پس زیاد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا اور ان سے مدد طلب کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس اعین بن ضبیعہ المجاشعی کو بھیجا جس کو دھوکے سے قتل کر دیا گیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد جاریہ بن قدامہ کو بھیجا، اس نے ابن الحضرمی کو اس گھر میں محصور کر دیا جس گھر میں وہ ٹھہرا ہوا تھا، پھر اس گھر میں آگ لگا دی اور اس کے ساتھ ان کے ستر (۷۰) یا چالیس (۴۰) ساتھی تھے، وہ سب جل کر راکھ ہو گئے۔ الطبری نے لکھا ہے کہ جاریہ بن قدامہ یزید بن معاویہ کی خلافت میں فوت ہو گیا۔

اہلِ علم نے جو اس واقعہ کی تاریخ لکھی ہے مثلاً المدائنی وغیرہ نے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے واقعہ تحکیم کے بعد اہلِ بصرہ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کریں، پھر اس کے بعد خوارج کا واقعہ پیش آیا، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف گئے اور النہروان میں حاضر ہوئے، پس زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جاریہ بن قدامہ غلبہ پانے اور ابن الحضرمی اور ان کے ساتھیوں کو جلانے کے بعد بصرہ کے لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت پر تیار کر رہے تھے، اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ فتنہ کے ایام میں لڑائی کو ترک کرنا چاہیے جیسا کہ صحابہ کی ایک جماعت کی رائے تھی۔ پھر بعض لوگوں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی طرف جاریہ بن قدامہ کو متوجہ کیا تا کہ ان کو بھی لڑائی میں شامل کریں تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اگر یہ لوگ میرے گھر میں گھس آئیں اور مجھ سے قتال کریں تب بھی میں ان کی طرف ایک چھڑی کو نہیں اٹھاؤں گا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید میں دیگر احادیث

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے جو جواب دیا یہ اس حدیث کے موافق ہے جس کو امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فتنہ کے متعلق ذکر کیا، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اگر میں اس فتنہ کو پاؤں؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے ہاتھ کو اور اپنی زبان کو روکو اور اپنے گھر میں داخل ہو جاؤ، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ اگر کوئی شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنی کوٹھڑی میں داخل ہو جاؤ، میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ اگر وہ میری کوٹھڑی میں داخل ہو جائیں؟ تو آپ نے فرمایا: تم اپنے سجدہ کی جگہ میں داخل ہو جاؤ، اور اپنے ہاتھ کو پہنچوں کے پاس سے پکڑ لو اور کہو: میرا رب اللہ ہے، حتیٰ کہ تم اسی پر مر جاؤ۔ اور امام طبرانی نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ تم اپنے گھر میں داخل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو جاؤ اور اپنا ذکر گمنامی میں رکھو، حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر ان میں سے کوئی ایک ہمارے گھر میں داخل ہو جائے تو آپ نے فرمایا: تم اپنے ہاتھ کو پکڑے رکھو، اور تم اللہ کے وہ بندے بنو جو مقتول ہے نہ کہ قاتل، اور امام مسلم نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ اگر مجھے مجبور کیا جائے حتیٰ کہ مجھے دو صفوں میں سے ایک صف کی طرف لے جایا جائے، پھر ایک تیر آ کر مجھے لگے یا مجھے کوئی مرد تلوار سے مارے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے گناہ اور تمہارے گناہ کے ساتھ لوٹے گا۔۔۔ الحدیث، اور اس معنی میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۳۷۔ ۲۳۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۰۷۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَرْتَدُّوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن اشکاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از والد خود از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے بعد مرتد ہو کر کفار نہ ہو جانا کہ تم میں سے بعض دوسروں کی گردنیں ماریں۔

(صحیح البخاری: ۱۲۱، ۴۴۰۵، ۶۸۶۹، ۷۰۸۰، صحیح مسلم: ۶۵، سنن نسائی: ۴۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۶)

صحیح البخاری: ۷۰۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں عنوان کا ایک جزو مذکور ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے احمد بن اشکاب، یہ کم عمر کوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے محمد بن فضیل، یہ فضل کی تصغیر ہے، یہ اپنے والد فضیل بن غزوان سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا ترتدوا" اور کتاب الحج میں اس روایت میں "لا ترجعوا" ہے۔ اور اس کا سیاق زیادہ مکمل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۸۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ جَدِّهِ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از علی بن مدرک، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو زرعہ بن عمرو بن جریر سے سنا از ان کے دادا جریر، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پر فرمایا: لوگوں کو خاموش کرو، پھر فرمایا: میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا اور تمہارے بعض دوسروں کی گردنیں ماریں۔

(صحیح البخاری: ۱۲۱، ۴۴۰۵، ۶۸۶۹، ۷۰۸۰، صحیح مسلم: ۶۵، سنن نسائی: ۴۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۶)

صحیح البخاری: ۷۰۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے علی بن مدرک، یہ کوفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوزرعہ، ان کا نام ھرم بن عمرو بن جریر بن عبداللہ البجلی ہے۔ اور ابوزرعہ بن عمرو کی صرف یہی حدیث صحیح البخاری میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابٌ: تَكُونُ فِتْنَةٌ اَلْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ

ایسے فتنہ کا بیان جس فتنہ میں بیٹھنے والا اس فتنہ میں کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا

۷۰۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَحَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَتَكُونُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِي مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ فَمَنْ وَجَدَ مِنْهَا مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ح ابراہیم نے کہا: اور مجھے صالح بن کیسان نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ایسے فتنے ہوں گے کہ ان فتنوں میں بیٹھنے والا اس سے بہتر ہوگا جو ان فتنوں میں کھڑا ہو، اور جو ان فتنوں میں کھڑا ہو وہ اس سے بہتر ہوگا جو ان فتنوں میں چل رہا ہو، اور ان فتنوں میں چلنے والا اس سے بہتر ہوگا جو ان فتنوں میں دوڑ رہا ہو۔ اور جو ان فتنوں کی طرف دور سے بھی جھانک کر دیکھے گا تو وہ فتنے اس کو بھی لپیٹ لیں گے، پس جو شخص ان فتنوں سے کوئی بچنے کی جگہ پائے یا پناہ کی جگہ پائے تو وہ اس کی پناہ میں آجائے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۱، ۷۰۸۱، ۷۰۸۲، صحیح مسلم: ۲۸۸۶، مسند احمد: ۷۷۳۷)

۷۰۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَتَكُونُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ۔

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے، ان فتنوں میں بیٹھنے والا ان فتنوں میں کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور جو ان فتنوں کو جھانک کر دیکھے گا تو وہ اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے، پس جس کو ان فتنوں سے کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا بچنے کی جگہ مل جائے تو وہ اس جگہ چلا جائے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۱، ۷۰۸۱، ۷۰۸۲، صحیح مسلم: ۲۸۸۶، مسند احمد: ۷۷۳۷)

فتنوں سے دور رہنے سے متعلق دیگر احادیث

امام مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنہ ہوگا، اس فتنہ میں سونے والا بیدار سے بہتر ہوگا، اور بیدار اس سے بہتر ہوگا جو اس فتنہ میں کھڑا ہو، اور جو کھڑا ہو وہ اس سے بہتر ہوگا جو اس فتنہ میں دوڑ رہا ہو، پس جس شخص کو اس سے بچنے کی جگہ ملے یا پناہ کی جگہ ملے تو وہ اس کی پناہ کو طلب کرے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۸۶، الرقم المسلسل: ۷۱۴۴)

نیز امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے، سنو! پھر ایسا فتنہ ہوگا کہ اس فتنہ میں بیٹھنے والا اس سے بہتر ہوگا جو اس فتنہ میں چل رہا ہو، اور اس فتنہ میں چلنے والا اس سے بہتر ہوگا جو اس فتنہ کی طرف دوڑ رہا ہو، سنو! جب وہ فتنہ نازل ہو یا واقع ہو جائے تو جس کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں سے جا کر مل جائے، اور جس کے پاس بکریاں ہوں تو وہ اپنی بکریوں سے جا کر مل جائے، اور جس کے پاس کوئی زمین ہو تو وہ اس زمین پر چلا جائے، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک مرد نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ جس شخص کے نہ اونٹ ہوں اور نہ بکریاں ہوں اور نہ زمین ہو؟ پھر آپ نے فرمایا: وہ اپنی تلوار کی دھار کو پتھر پر مار کر توڑ دے، پھر نجات حاصل کرے اگر نجات کی وہ طاقت رکھے، پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے، اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے! اگر مجھے جبراً دو لڑنے والی صفوں میں سے کسی ایک صف کی طرف لے جایا جائے یا کسی ایک جماعت کی طرف لے جایا جائے، پھر ایک آدمی مجھ پر تلوار مارے یا کوئی چیز آ کر لگے جو مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے گناہ اور تمہارے گناہ کے ساتھ لوٹے گا اور اصحاب نار میں سے ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۸۷، الرقم المسلسل: ۷۱۴۴، سنن ابوداؤد: ۴۲۵۶، مسند احمد: ۲۰۵۱۲)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مذکورہ احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آیا ان احادیث میں ہر فتنہ سے دور رہنے کا حکم دیا ہے یا کسی مخصوص فتنہ سے؟

اگر تم یہ سوال کرو کہ ان احادیث سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان جو فتنہ بھی ہو اس سے دور رہا جائے، یا کسی مخصوص فتنہ سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، اگر ہر فتنہ سے دور رہنے کا حکم ہے تو جو فتنے امت میں گزر چکے ہیں ان کے متعلق کیا کہا جائے گا حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ ان فتنوں میں امت کے بہترین لوگ کھڑے ہوئے، اور اگر تم کہو کہ اس سے مراد مخصوص فتنہ ہے تو اس کی خصوصیت پر کیا دلیل ہے؟

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے اس سوال کے جواب میں یہ کہا ہے: اس مسئلہ میں سلف صالحین کا اختلاف ہے، پس بعض نے کہا کہ اس سے مراد تمام فتنے ہیں اور مرد پر لازم ہے کہ ان فتنوں کے دوران اپنے گھر میں رہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان فتنوں میں بیٹھنے والا اس سے بہتر ہے جو ان فتنوں میں کھڑا ہو"۔ اور صحابہ میں سے جو ان فتنوں سے دور رہے اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہے وہ حضرت حذیفہ، حضرت محمد بن مَسلمہ، حضرت ابوذر، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت اسامہ بن زید، حضرت اہبان بن صیفی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عمر اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہم تھے۔

اور تابعین میں سے شریح اور ابراہیم نخعی ہیں۔

دو لڑنے والے فریقوں میں سے جب ایک فریق خطاء پر ہو تو ان کا حکم

پھر امام طبری نے ان کی دلیل ذکر کی ہے کہ جب دو فریق تاویل سے لڑیں تو اگر ایک فریق خطاء پر ہو تو وہ مجتہد کی مثل ہے اور جب مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں اپنے اپنے اجتہاد سے لڑیں تو ان کی مدد کو ترک کر دیا جائے اور گھروں میں لازم رہا جائے جیسا کہ شارح علیہ السلام نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اور حضرت محمد بن مسلمہ کو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگران صحابہ کو حکم دیا جن کا ابھی ذکر ہوا ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا: جب مسلمانوں کے درمیان فتنہ ہو تو اپنے گھروں میں رہنا واجب ہے اور کسی ایک فریق کی مدد کرنا ممنوع ہے، ہاں! اگر کسی کی جان پر کوئی حملہ آور ہو تو وہ شہید ہوگا، یہ حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عمر اور حضرت عبیدہ السلمانی رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

جب دو فریق آپس میں لڑیں اور دونوں خطاء پر ہوں تو ان کا حکم

اور دوسرے علماء نے کہا: جب دو فریق آپس میں قتال کریں، پس اگر وہ دونوں فریق خطاء پر ہوں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیں اور ان کو سزا دیں اور اگر ان میں سے ایک فریق خطاء پر ہو تو جو خطاء پر ہو اس کے ہاتھ پکڑنا واجب ہے اور دوسرے فریق کی مدد کرنا واجب ہے، یہ حضرت علی، حضرت عمار، حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ ایک روایت ہے۔ اور حضرت اویس قرنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتل کیے گئے جیسا کہ ابراہیم بن سعد نے کہا ہے۔ اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الزہری نے از حمزہ بن عبداللہ بن عمر روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے اپنے دل میں کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا افسوس اس پر ہوا کہ میں نے اس باغی جماعت کے خلاف قتال کیوں نہیں کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔

(المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۵۰۲، سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۷۲)

اور ابراہیم النخعی سے پوچھا گیا کہ علقمہ افضل ہیں یا اسود؟ تو انہوں نے کہا: علقمہ افضل ہیں کیونکہ وہ جنگ صفین میں حاضر تھے اور ان کی تلوار خون سے رنگین تھی۔

ان فتنوں کا بیان جن کے دوران فتنوں سے الگ رہنا واجب ہے

اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے: دو مسلمانوں کے درمیان لڑائی ہو اور ان کی جماعت کا کوئی امام نہ ہو جو ظالم سے مظلوم کا حق لے سکے، پس یہ وہ قتال اور لڑائی ہے اور فتنہ ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام نے کہا ہے کہ اپنے گھروں میں چھپے رہو اور تلواروں کو توڑ دو خواہ وہ دونوں لڑنے والے خطاء پر ہوں یا ان میں سے ایک لڑنے والا خطاء پر ہو، یہ الاوزاعی کا قول ہے۔

اور امام ابوجعفر طبری نے کہا ہے: عہد توڑنے والوں اور فاسقوں اور خروج کرنے والوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے، اور حکم دیا گیا ہے کہ جاہلوں اور ظالموں کا ہاتھ پکڑ لیا جائے، اور صحیح بات یہ ہے کہ فتنہ اصل میں آزمائش ہے اور مسلمانوں پر حق کو قائم کرنا اور حق والوں کی مدد کرنا اور برائی پر انکار کرنا واجب ہے۔ اور جب دونوں فریق حق پر ہوں تو ان کے خلاف قتال کرنا عقلاً محال ہے، اور شارع علیہ السلام نے جو کہا ہے کہ فتنہ کے دوران بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے، یہ اس فتنہ میں ہے جب دونوں فریق باطل پر ہوں، ایسی صورت میں فتنہ میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے، اسی طرح جب دیکھنے والے کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو کہ ان میں سے کون خطاء پر ہے اور کون صواب پر ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ایک خاص فتنہ کے متعلق ہو، اور آپ نے اس فتنہ کی طرف دوڑنے سے منع فرمایا ہو اور اکثر صحابہ اپنے زمانہ کے فتنوں کی طرف نہیں گئے جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت اسامہ بن زید، حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت ابومسعود انصاری، حضرت ابن عمر اور حضرت ابوموسیٰ وغیرہم، رضی اللہ عنہم ان تمام کو شمار کرنا مشکل ہے۔

اور اہل عراق نے حضرت علی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عہد توڑنے والوں سے اور خروج کرنے والوں سے قتال کریں۔

اور اہل شام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت کی ہے کہ یہ وہی ہیں جو حق پر قتال کرتے ہیں اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنہ کا ذکر کیا، پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گزرے تو آپ نے فرمایا: یہ اور اس کے اصحاب اس دن حق پر ہوں گے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۶)(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۳۲۱۔ ۳۲۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی احادیث کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

احادیثِ مذکورہ میں فتنوں سے مراد کا بیان اوران فتنوں سے اجتناب کی ترغیب

ان احادیث میں فتنوں سے ڈرایا ہے اور فتنوں میں داخل ہونے سے اجتناب کرنے پر برانگیختہ کیا ہے، اوران فتنوں کا شران فتنوں کے ساتھ تعلق پر موقوف ہے اور فتنوں سے مراد وہ لڑائی ہے جو ملک اور حکومت کی طلب میں اختلاف کی وجہ سے پیدا ہو جب کہ یہ معلوم نہ ہو کہ ان حکومت کے طلب گاروں میں حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے۔

بعض متقدمین کے نزدیک فتنوں کے ایام میں مطلقاً فتنوں سے الگ رہنا واجب ہے

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے: سلف صالحین کا ان احادیث کے مصداق میں اختلاف ہے، پس بعض متقدمین نے ان احادیث کو عموم پر محمول کیا ہے، اور یہ وہ حضرات ہیں جو مطلقاً مسلمانوں کی لڑائیوں کے درمیان الگ رہے جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عمر، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہم وغیر ہم، اور انہوں نے ان احادیث کے ظواہر سے استدلال کیا ہے، پھر ان اصحاب کا فتنوں سے الگ رہنے کی کیفیت میں اختلاف ہے، پس ایک جماعت نے کہا کہ فتنوں کے ایام میں گھروں میں رہنا لازم ہے، اور دوسری جماعت نے کہا: بلکہ فتنوں کے ایام میں فتنوں والے شہر سے کسی دوسرے شہر میں منتقل ہو جائے۔

فتنوں سے الگ رہنے والے پر اگر فتنہ کرنے والے حملہ آور ہوں تو وہ ان کے مقابلہ میں کیا کرے؟

پھر ان کا اختلاف ہے، پس ان میں سے بعض نے کہا: جب فتنوں سے الگ رہنے والے پر فتنہ برپا کرنے والے حملہ آور ہوں تو وہ اپنا ہاتھ روکے رکھے خواہ اس کو قتل کر دیا جائے، اور بعض نے کہا: بلکہ وہ اپنی جان اور مال سے اور اپنے اہل وعیال سے مدافعت کرے، اور اگر اس مدافعت کے نتیجہ میں اس نے قتل کر دیا یا خود قتل ہو گیا تو وہ معذور ہے۔

جمہور کے نزدیک جب دو جماعتیں آپس میں لڑیں اوران میں سے کوئی ایک جماعت خطاء پر ہو تو اس کے خلاف لڑنے کا وجوب

اور دوسرے فقہاء نے کہا: جب ایک جماعت امامِ برحق کے خلاف بغاوت کرے اور جو حقوق اس پر واجب ہیں ان کو ادا نہ کرے اور جنگ کی آگ بھڑکائے تو اس سے قتال کرنا واجب ہے، اور اسی طرح اگر دو جماعتیں لڑیں تو ہر وہ شخص جو ان میں سے خطا کرنے والی جماعت کے ہاتھ پکڑنے پر قادر ہو، اس پر واجب ہے کہ وہ خطاء کرنے والی جماعت کا ہاتھ پکڑ لے اور جس جماعت کا موقف صحیح ہے اس کی مدد کرے، اور یہ جمہور کا قول ہے۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان جب لڑائی ہو اور جماعت کا امام نہ ہو تو اس وقت لڑنا ممنوع ہے، اور اس باب کی احادیث اسی صورت پر محمول ہیں۔

فتنہ کے دوران فریقِ حق کی اعانت کرنے کا وجوب

اور امام طبری نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ فتنہ اصل میں آزمائش ہے اور جس کا موقف باطل ہو تو ہر اس شخص پر جو اس کے خلاف لڑ سکتا ہو لڑنا واجب ہے، پس جس نے فریقِ حق کی مدد کی، اس نے درست کیا اور جس نے فریقِ باطل کی اعانت کی، اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے خطاء کی۔

باب مذکور کی احادیث میں فتنہ سے الگ رہنے کا محمل

اگر مسلمانوں پر یہ اشکال ہو جائے کہ ان میں سے کون سا فریق حق ہے اور کون سا فریق باطل ہے تو ان ہی سے اس حدیث میں قتال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث آخر زمانہ کے ساتھ مخصوص ہیں، جب کہ لوگ محض حکومت کی طلب کے لیے ایک دوسرے سے لڑیں گے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۴۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

تنبیہ: دراصل یہ تمام تحقیق تفصیل سے علامہ ابن بطال مالکی نے اپنی شرح میں لکھی ہے جس کا خلاصہ علامہ ابن ملقن نے بیان کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی تحقیق کا خلاصہ لکھا ہے اور علامہ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۳۔۲۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال نے اس کو اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۲۲۔۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۰۔ بَابٌ: إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا
جب دو مسلمان تلواروں سے مقابلہ کریں تو ان کا حکم

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں تو ان کا کیا حکم ہے؟

امام بخاری نے عنوان میں ان کے حکم کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ اس باب کی حدیث سے ان کا حکم متعین ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ دونوں اہلِ دوزخ سے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۸۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ رَجُلٍ لَمْ يُسَمِّهِ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ خَرَجْتُ بِسِلَاحِي لَيَالِيَ الْفِتْنَةِ فَاسْتَقْبَلَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ قُلْتُ أُرِيدُ نُصْرَةَ ابْنِ عَمِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَكِلَاهُمَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ قِيلَ فَهٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ لِأَيُّوبَ وَيُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ يُحَدِّثَانِي بِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایک مرد جس کا نام نہیں لیا گیا از الحسن، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں فتنہ کی راتوں میں اپنے ہتھیاروں کو لے کر نکلا تو مجھے سامنے سے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ ملے، انہوں نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد کی مدد کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ لڑیں تو وہ دونوں اہلِ دوزخ سے ہیں، سوال کیا گیا: یہ تو قاتل ہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَقَالَا إِنَّمَا رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ الْحَسَنُ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ بِهٰذَا وَقَالَ مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَيُونُسُ وَهِشَامٌ وَمُعَلَّى بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْأَحْنَفِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ وَرَوَاهُ بَكَّارُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ وَقَالَ غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَمْ يَرْفَعْهُ سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ۔

تو مقتول کے اہل دوزخ سے ہونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اس نے بھی اپنے صاحب کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

حماد بن زید نے کہا: میں نے یہ حدیث ایوب اور یونس بن عبید کے سامنے بیان کی اور میں یہ ارادہ کرتا تھا کہ وہ دونوں بھی مجھے یہ حدیث بیان کریں، تو ان دونوں نے کہا: اس حدیث کی الحسن نے از الاحنف بن قیس از ابو بکرہ روایت کی ہے۔

ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے اسی طرح یہ حدیث بیان کی اور مؤمّل نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب اور یونس اور ہشام اور معلّٰی بن زیاد نے حدیث بیان کی از الحسن از الاحنف از ابی بکرہ از نبی ﷺ۔

اور اس حدیث کی معمر نے از ایوب روایت کی ہے۔

اس حدیث کی بکار بن عبد العزیز نے از والد خود از حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔

اور غندر نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی ہے از منصور از ربعی بن حراش از حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، اور اس حدیث کو سفیان نے از منصور مرفوعاً روایت نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۳۱، ۶۸۷۵، ۷۰۸۳، صحیح مسلم: ۲۸۸۸، سنن نسائی: ۴۱۲۰، سنن ابوداؤد: ۴۲۶۸، سنن ابن ماجہ: ۳۹۶۵، مسند احمد: ۱۹۹۹۵)

صحیح البخاری: ۷۰۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے "جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ بن عبد الوہاب، یہ ابو محمد الحجبی البصری ہیں، امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حماد، وہ ابن زید ہیں۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے "عن رجل"، بعض شارحین نے کہا ہے کہ یہ عمرو بن عبید ہیں جو معتزلہ کے شیخ ہیں اور الحافظ المزی نے "تہذیب الکمال" میں کہا ہے کہ یہ بدحافظہ تھے، اور صاحب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

التلویح (علامہ مغلطائی حنفی المتوفی ۷۶۲ھ) نے کہا ہے کہ یہ ہشام بن حسان ابوعبداللہ الفردوسی ہیں، اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ) نے بھی ان ہی کی اتباع کی ہے۔ اور اسی طرح علامہ کرمانی نے بعض لوگوں سے نقل کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الحسن، یہ البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لیالی الفتنة'' اس سے مراد ہے وہ جنگ جو حضرت علی اور ان کے اصحاب اور حضرت عائشہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے درمیان ہوئی، یعنی جنگ جمل اور جنگ صفین۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاستقبلنی ابوبکرة'' ان کا نام حضرت نفیع بن الحارث الثقفی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ارید نصرة ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور مسلم کی روایت میں ہے: پس حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے احنف! واپس جاؤ، اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ ''جب دو مسلمان آپس میں لڑیں'': علامہ کرمانی نے کہا: یعنی جب ان میں سے ہر ایک دوسرے پر ضرب لگائے تو وہ دونوں اہلِ دوزخ سے ہیں، اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے ''پس قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اھل النار'' یعنی وہ دوزخ کے مستحق ہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ کبھی ان کو معاف فرما دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ کو علامہ کرمانی کا ان کی اجتہادی خطاء قرار دینا

علامہ کرمانی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں مجتہد صحابی ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اجتہاد میں خطاء لاحق ہوئی۔

علامہ عینی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر طعن کرنا

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ کیسے کہا جائے گا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد میں خطاء کرنے والے تھے اور ان کے اجتہاد پر کیا دلیل ہے، حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث پہنچ چکی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ''ابن سمیہ پر افسوس ہے اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی'' اور ابن سمیہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں جن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت نے قتل کیا تھا، تو کیا معاویہ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ ان کا معاملہ برابر سرابر ہو جائے چہ جائیکہ ان کو ایک اجر ملے؟

علامہ عینی کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے طعن پر مصنف کی طرف سے جواب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

(اے مسلمانو!) تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتا جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا، ان کا (ان مسلمانوں سے) بہت بڑا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

درجہ ہے جنہوں نے بعد میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا، اللہ نے ان سب سے اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ سے اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے، اور ان صحابہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ نیز حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا نہ کہو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی ایک اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی صدقہ کرے تو ان کے دیے ہوئے ایک کلوگرام یا نصف کلوگرام صدقہ کے برابر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ٣٦٧٣، صحیح مسلم: ٢٥٤٠، سنن ترمذی: ٣٨٦١، سنن ابوداؤد: ٤٦٥٨، سنن ابن ماجہ: ١٦١، مسند احمد: ١٠٦٩٥)

اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی فضیلت ثابت ہے کہ اگر وہ ایک کلو یا نصف کلو کھجوریں صدقہ کردیں تو وہ بعد والوں کے کیے ہوئے احد پہاڑ جتنے صدقہ سے بھی افضل ہے۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خصوصی فضیلت کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی اے اللہ! اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔ (سنن ترمذی: ٣٨٤٢، مسند احمد ج ٤ ص ٢١٦)

ابوامیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وضو کرانے کا برتن لے لیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے تھے، حضرت معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے تو آپ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو مرتبہ سر اٹھا کر دیکھا، پھر فرمایا: اے معاویہ! جب تمہیں کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے تو اللہ عزوجل سے ڈرنا اور عدل کرنا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے یہ یقین تھا کہ مجھے کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے گا حتیٰ کہ میں حکومت میں مبتلاء ہوگیا۔

(مسند احمد ج ٤ ص ١٠١، تاریخ کبیر للبخاری ج ٣ ص ٤٩٦ طبع قدیم، مجمع الزوائد ج ٥ ص ١٨٦، مسند ابویعلیٰ: ٧٣٨٠، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١١ ص ١٤٧۔١٤٨، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ٤٤٦)

علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیح اور ثقات ہیں تاہم ابوامیہ کے دادا اور وہ سعید بن العاص ہیں ان کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سماع ہم پر واضح نہیں ہوا، اور حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ٥ ص ١٨٦، حاشیہ مسند احمد ج ٢٨ ص ١٣٠، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

اور علامہ احمد البناء المتوفی ١٣٧٨ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ''المعجم الاوسط'' میں بھی ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کے یہ الفاظ ہیں: ''اے اللہ! ان کی نیکی کو قبول فرما اور ان کی تقصیرات سے درگزر فرما''۔

(الفتح الربانی ج ٤ ص ٤٠٦، بیت الافکار الدولیہ، اردن، ٢٠٠٧ء)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ عینی نے کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر کیا دلیل ہے جب کہ ان کو یہ حدیث پہنچ چکی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افسوس ہے ابن سمیہ پر، اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور ابن سمیہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں جن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت نے قتل کیا تو کیا معاویہ اس پر راضی نہیں کہ ان کا معاملہ برابر برابر ہو جائے چہ جائیکہ ان کو ایک اجر ملے؟

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ قول صحیح نہیں ہے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی نہیں تھے اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو باغی سمجھتے تھے، اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ (الحجرات:۹) جو جماعت باغی ہے اس سے اس وقت تک قتال کرتے رہو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت صراحۃً باغی ہوتی تو وہ ان سے کبھی جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی تحکیم کو قبول نہ کرتے، اور اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صراحۃً باغی قرار دیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا کہا جائے گا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی اور باغی کے خلاف قتال کرنے کو ختم کر دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تو آپ باغی کہہ دیں گے کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی یہ کہیں گے کہ انہوں نے قرآن مجید کے حکم کی مخالفت کی، میں نے ایک رافضی عالم کے سامنے یہ دلیل پیش کی تو اس نے کہا: جب کوئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے کے لیے تیار نہیں تھا تو اکیلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیا کرتے؟ میں کہتا ہوں: جب اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ باغی کے خلاف قتال کرتے رہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لازم تھا کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے تو وہ ان کے خلاف قتال کرتے رہتے خواہ ان کی جان چلی جاتی، جیسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کیا اور اپنے موقف پر قائم رہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنی جان دے دی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تو بہ طریقِ اولیٰ یہ لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے، اور اس اشکال سے صرف اسی صورت میں نجات مل سکتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صراحۃً باغی نہیں تھے بلکہ وہ تاویل اور اجتہاد سے حضرت علی کے خلاف جنگ کر رہے تھے، اور اس تاویل اور اجتہاد میں ان سے خطاء واقع ہوئی اور جب مجتہد سے خطاء واقع ہو جائے تو اس کو پھر بھی ایک اجر ملتا ہے جیسا کہ علامہ کرمانی نے کہا ہے۔

اور ہماری تقریر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا، یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر مجھے پہلے اس حدیث کا پتا چل جاتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔ (شرح الشفاء ج ا ص ۶۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ملا علی قاری نے جس روایت کا حوالہ دیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت رُویم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھ سے کشتی لڑیے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: میں تم سے کشتی لڑوں گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ ہرگز کبھی مغلوب نہیں ہوگا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی کو پچھاڑ دیا، جنگِ صفین کے دن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھ سے اس حدیث کا پہلے ذکر کیا جاتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔
(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۶۱، رقم الحدیث: ۱۳۴۶۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نیز اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صراحۃً باغی ہوتے اور انہوں نے عمداً بغیر تاویل کے امامِ برحق کے خلاف خروج کیا ہوتا تو ان کے صاحبزادے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ان سے کبھی صلح نہ کرتے۔

نیز جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے پر ملامت کی گئی تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: دن اور رات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا حتیٰ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران بن جائیں گے، پس میں نے جان لیا کہ اللہ کا حکم نافذ ہونے والا ہے، پس میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔ (تاریخ الدمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۱۷، رقم الحدیث: ۱۳۵۰۲، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حسن (بصری) فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے اور (سیدنا) حسن بن علی ان کے ایک پہلو میں تھے اور آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی (سیدنا) حسن بن علی کی طرف اور آپ فرماتے: میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح فرمادے۔ (صحیح البخاری ۲۷۰۴، سنن ترمذی: ۳۷۷۳، سنن نسائی: ۱۴۱۰)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کو مسلمانوں کی عظیم جماعت فرمایا، اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت مسلمانوں کی عظیم جماعت ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو اس جماعت کے امیر تھے تو وہ بھی عظیم مسلمان قرار پائے۔

نیز حارث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ نے ایسی باتیں فرمائیں جو اس سے پہلے نہیں فرماتے تھے، آپ نے فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو، اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو گم کردیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر حنظل کی طرح گرنے لگیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۴۳، تاریخ الدمشق ج ۶۲ ص ۱۰۵۔۱۰۶)

یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور معاویہ کی طرف سونپ دیا جائے گا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۳۷۸۶۹، تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۹۷، بیروت)

اس تمام تفصیل سے واضح ہوگیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صفین میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ ہوئی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بغاوت نہیں تھی بلکہ وہ اپنے نزدیک یہ سمجھتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لازم ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں اور چونکہ اس وقت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلینِ عثمان سے قصاص لینے کے لیے کوئی کاروائی نہیں کی تھی، اس لیے انہوں نے کہا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس وقت تک اطاعت نہیں کریں گے جب تک کہ وہ قاتلینِ عثمان سے قصاص نہیں لیتے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصاص نہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ اب تک شرعی شہادت سے یہ ثابت نہیں ہوا تھا کہ فلاں فلاں شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے، یا کوئی شخص خود اعتراف کرتا کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے، تو جب تک دلیلِ شرعی سے قاتلینِ عثمان متعین نہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو جاتے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے کیسے قصاص لیتے! اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے: ٹھہرو! حتیٰ کہ ہم پر معاملہ دلیل سے واضح ہو جائے، اور اس معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف برحق تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے اجتہاد میں خطاء لاحق ہوئی لیکن یہ اجتہادی خطاء تھی، اس وجہ سے وہ پھر بھی ایک اجر کے مستحق ہیں جیسا کہ علامہ کرمانی نے بیان کیا ہے اور ہم اس حدیث کی شرح کے اخیر میں علامہ ابن بطال مالکی، علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی ایسی صریح عبارات پیش کریں گے جن سے علامہ عینی کا رد ہوتا ہے اور ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور الزہری نے از حمزہ بن عبد اللہ بن عمر واز والد خود روایت کی ہے: مجھے اپنے دل میں اس سے زیادہ اور کسی بات پر افسوس نہیں ہوا کہ میں نے اس باغی جماعت کے ساتھ کیوں قتال نہیں کیا جیسا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو اس حدیث کو روایت کرنے والے ہیں اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ خبر دی ہے تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت میں کیسے ہوں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا: میں نے اپنی تلوار نہیں ماری اور نہ میں نے اپنا نیزہ کسی کو گھونپا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ کی اطاعت کرو تو میں نے اپنے والد کی اطاعت کی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ابراہیم نخعی سے پوچھا گیا کہ علقمہ اور اسود میں کون افضل ہے؟ تو انہوں نے کہا: علقمہ افضل ہیں کیونکہ وہ صفین میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے اپنی تلوار خون سے رنگین کر دی تھی۔

اور ایک قول ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیادوں میں تھے، اس کو ابراہیم بن سعد نے بیان کیا ہے۔

اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے: امام برحق کی مدد کرنا اور باغیوں سے مدافعت کرنا واجب ہے، پس حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے حسن بصری کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت میں حاضر ہونے سے کیوں منع کیا؟

پھر اس کا یہ جواب دیا: شاید اس وقت تک حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ پر حقیقتِ حال منکشف نہیں ہوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قیل فهذا القاتل'' اس کے قائل حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ ہیں، یعنی یہ قاتل تو دوزخ کا مستحق ہے، پس مقتول کا کیا گناہ ہے، وہ کیوں دوزخ کا مستحق ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یہ مقتول بھی اپنے صاحب کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تھا، اور کتاب الایمان میں یہ ارشاد اس طرح ہے کہ یہ بھی اپنے صاحب کو قتل کرنے پر حریص تھا۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ معصیت کا ارادہ کرنے والا جب معصیت نہ کرے تو وہ اہلِ دوزخ سے کیونکر ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس نے اپنے عمل پر وثوق کیا اور اس پر اصرار کیا تو وہ بھی نافرمانی کرنے والا ہو گیا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔

علماء نے کہا ہے: قاتل اور مقتول کے دوزخی ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ دوزخ کے مستحق ہیں، لیکن ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو دوزخ میں عذاب دے جیسا کہ باقی موحدین کا معاملہ ہے، اور اگر چاہے تو ان کو معاف فرما دے اور ان کو بالکل عذاب نہ دے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث ان مسلمانوں پر محمول ہے جو ایک دوسرے کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خلاف جائز سمجھ کر تلوار اٹھائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۵۔۲۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنگ صفین میں لڑنے والے فریقین کے متعلق تحقیق

صحیح البخاری کی اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''پس قاتل اور مقتول دوزخ میں ہیں''۔ یہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کے متعلق نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے تاویل سے باہم قتال کیا تھا، اور بعض علماء نے کہا ہے: اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ ان دونوں جماعتوں میں سے کون سی جماعت حق کے زیادہ قریب تھی تو اس کے جواب میں کہا جائے گا: ہمارے نزدیک یہ دونوں جماعتیں محمودہ تھیں، مجتہدہ تھیں، نیک اور متقی تھیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ان کے متعلق کوئی حکم بیان نہیں کیا، حالانکہ وہ حق کی زیادہ معرفت رکھنے والے تھے، پس ان دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح کیسے دی جائے گی؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سب کے شہید ہونے کی شہادت دی۔ (حضرت طلحہ اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہما دونوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص لینے کا مطالبہ کرنے والے تھے) اور جس کو قتل کرنا جائز ہو وہ کیسے شہید ہوگا؟ اور ان دو فریقوں میں سے کسی ایک فریق کے متعلق برحق ہونے کا کس طرح کہا جائے گا جب کہ یہ دونوں فریق شہداء ہیں۔

خالد بن خداش نے از الدراوردی از سہیل از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حراء پہاڑ پر تھے، سو وہ ہلنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے حراء! ساکن ہو جا، کیونکہ تجھ پر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور شہید ہیں''۔

اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کی تعظیم اور توقیر کریں اور ان کی لغزشوں کے ذکر سے رکے رہیں اور ان کی خوبیوں اور فضائل کو بیان کریں، اور ان اصحاب میں سے جس نے کسی تاویل کو اختیار کیا تو وہ معذور ہے، اگرچہ بعض اصحاب دوسرے بعض اصحاب سے افضل ہیں اور ان کے فضائل زیادہ ہیں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۲۸۔۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنگِ صفین میں لڑنے والوں میں سے کسی ایک کا بھی باغی نہ ہونا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب دو مسلمان باہم تلواروں سے لڑیں اور دونوں جماعتوں کی دین میں تاویل ہو اور ان میں سے کسی ایک کا باغی ہونا ظاہر نہ ہو تو پھر ان کے ساتھ لڑائی میں شریک نہ ہوا جائے اور گھروں میں لازم رہا جائے، اسی وجہ سے حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت اسامہ بن زید، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت حذیفہ اور صحابہ کی ایک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جماعت رضی اللہ عنہم ان لڑائیوں سے الگ رہی، کیونکہ ان پر یہ منکشف نہیں ہوا کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون باغی ہے، لیکن جب یہ معلوم ہو جائے کہ ایک جماعت باغی ہے تو کسی مسلمان کے لیے فرقہ باغیہ کے قتال سے الگ ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ (الحجرات:۹) جو جماعت باغی ہے اس سے اس وقت تک قتال کرتے رہو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

اور اگر مسلمان اس باغی جماعت سے قتال نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فریضہ باطل ہو جاتا۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں'' اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کے متعلق نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے جو باہم قتال کیا وہ تاویل سے کیا اور دونوں فریق ہمارے نزدیک محمودہ ہیں، مجتہدہ ہیں، نیک ہیں اور متقی ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان لڑائیوں سے الگ رہے اور انہوں نے اس کے متعلق کوئی بیان نہیں کیا اور وہ حق کو زیادہ جاننے والے تھے، پس ان دو فریقوں میں سے ایک فریق کو دوسرے کے اوپر کس طرح راجح قرار دیا جائے گا؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے کی شہادت دی، پس وہ کیسے شہید ہوگا جس کو قتل کرنا حلال ہو اور دو فریقوں میں سے کسی ایک کے لیے یہ حکم کیسے دیا جائے گا کہ وہ دوسرے پر راجح ہے حالانکہ دونوں شہید ہیں۔ (یہ پوری عبارت علامہ ابن بطال کی شرح سے منقول ہے)۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۳۳۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: علامہ ابن بطال مالکی اور علامہ ابن الملقن شافعی جنگِ صفین میں لڑنے والے دونوں فریقوں یعنی حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں میں سے کسی ایک کو بھی برحق اور دوسرے کو خطاء پر نہیں قرار دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جماعتوں کے شرکاء کو شہید فرمایا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شہید فرمایا ہے اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بھی شہید فرمایا ہے حالانکہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما جنگِ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے والے تھے، تاہم جمہور اہلِ سنت کے نزدیک اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف برحق تھا اور ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اجتہاد میں خطاء لاحق ہوئی۔ (سعیدی غفرلہ)

حدیث مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں باہم لڑنے والوں کے متعلق اہلِ سنت کا موقف

اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ میں سے کسی ایک پر بھی ان کی باہم لڑائیوں کی وجہ سے طعن کرنا جائز نہیں ہے خواہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں سے حق پر کون ہے، کیونکہ انہوں نے ان جنگوں میں صرف اجتہاد سے قتال کیا اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں خطاء کرنے والے کو معاف فرما دیا ہے، بلکہ یہ ثابت ہے کہ اس کو بھی ایک اجر ملے گا اور جس کا موقف صحیح ہوگا اس کو دو اجر ملیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گے، جیسا کہ عنقریب اس کا بیان کتاب الاحکام میں آئے گا۔

اور یہی وجہ ہے کہ جن صحابہ نے جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں لڑنے سے توقف کیا ان کا عدد ان سے بہت کم ہے جو ان جنگوں میں شریک ہوئے، اور وہ سب صحابہ تاویل کرنے والے تھے اور ان شاء اللہ ان کو اجر ملے گا۔ اس کے برخلاف جن لوگوں نے ان کے بعد دنیا کی طلب میں قتال کیا ان کا یہ حکم نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۴۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۱- بَابٌ: كَيْفَ الْأَمْرُ إِذَا لَمْ تَكُنْ جَمَاعَةٌ

جب مسلمانوں کی جماعت نہ ہو تو پھر لوگ کیا کریں؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب اختلاف اور فتنہ ہو اور مسلمان کسی ایک خلیفہ پر متفق اور مجتمع نہ ہوں اس وقت کیا کیا جائے، اس کا حاصل یہ ہے کہ جب لوگوں میں اختلاف ہو اور کوئی خلیفہ مقرر نہ ہو تو اس سے پہلے کہ مسلمان کسی خلیفہ پر متفق نہ ہوں تو پھر مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ امام بخاری نے اس عنوان کا حکم بیان نہیں کیا اور وہ اس باب کی حدیث سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ایسی صورت میں مسلمانوں کو تمام لوگوں کو چھوڑ کر جنگل میں چلے جانا چاہیے خواہ جنگل میں وہ درخت کی جڑیں کھاتے رہیں حتیٰ کہ انہیں موت آ جائے، اور یہ ان کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی جماعت میں داخل ہوں جن کا کوئی امام نہ ہو، کیونکہ یہ خطرہ ہوگا کہ لوگ اپنی اپنی خواہشوں پر عمل کریں گے اور اپنی اپنی رائے پر عمل کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۸۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْحَضْرَمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ أَنَّهُ سَمِعَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُولُ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلٰى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا قُلْتُ يَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جابر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے بُسر بن عبید اللہ الحضرمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو ادریس الخولانی سے سنا، انہوں نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس خوف سے کہ کہیں وہ شر مجھے نہ پا لے، پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر میں تھے، پس اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا، پس کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کیا اس شر کے بعد کوئی خیر ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور اس میں دھواں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَسُوْلَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِيْ إِنْ أَدْرَكَنِيْ ذٰلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ۔

ہوگا، میں نے پوچھا: وہ دھواں کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: لوگ میری سیرت کے خلاف عمل کریں گے، تم ان میں سے اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے کام بھی، میں نے پوچھا: کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کچھ بلانے والے دوزخ کے دروازوں پر ہوں گے، جو ان کے بلانے پر جائے گا وہ اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمارے لیے ان کی صفت بیان فرمائیں، آپ نے فرمایا: وہ ہماری ہی قوم سے ہوں گے اور ہماری زبانوں سے بات کریں گے، میں نے پوچھا: پس اگر شر کا وہ زمانہ مجھے پالے تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی جماعت اور مسلمانوں کے امام کے ساتھ لازم رہنا، میں نے پوچھا: اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ ہو اور ان کا کوئی امام نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر تم تمام فرقوں سے الگ ہوجانا، اگرچہ تم کسی درخت کی جڑ کھاتے رہو حتیٰ کہ تمہیں موت آجائے اور تم اسی حال پر رہو۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۶، ۳۶۰۷، ۷۰۸۴، صحیح مسلم: ۱۸۴۷، سنن ابوداؤد: ۴۲۴۴، سنن ابن ماجہ: ۳۹۷۹، مسند احمد: ۲۲۷۷۱)

صحیح البخاری: ۷۰۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ سے مستنبط کی جاسکتی ہے "پس اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ ہو اور امام نہ ہو"۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن جابر، یہ عبدالرحمٰن بن زید بن جابر ہیں۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے بُسر، یہ ابن عبداللہ الحضرمی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوادریس، یہ عائذ اللہ الخولانی ہیں۔

یہ حدیث علامات نبوت میں از یحییٰ بن موسیٰ گزر چکی ہے اور امام مسلم نے اس کو کتاب الفتن میں از محمد بن المثنیٰ روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "انا کنا فی جاھلیۃ وشر" اس سے اسلام سے پہلے کفر کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے جب لوگ ایک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کو لوٹ لیتے تھے اور بے حیائی کے کام کرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بھذا الخیر" یعنی اسلام اور ایمان کا زمانہ آیا اور لوگ امن سے رہنے لگے اور برے کاموں سے اجتناب کرنے لگے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دخن" دَخن سے مراد ہے دُخان یعنی دھواں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ خالص خیر نہیں ہوگی بلکہ اس میں کدورت ہوگی جو آگ کے دھویں کے منزلہ میں ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ "دَخن" سے مراد یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں کینہ رکھیں گے اور ان کے دلوں میں فساد ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ دَخن سے مراد ہر ناپسندیدہ کام ہوگا۔

علامہ نووی نے کہا ہے: دَخن سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کے دل ایک دوسرے کے لیے صاف نہیں ہوں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تعرف منھم وتنکر" یعنی اس زمانہ کے لوگوں کے اعمال اچھے بھی ہوں گے اور برے بھی ہوں گے۔

ظہور اسلام کے بعد شر اور خیر کے زمانہ کا مصداق

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ شر کے بعد خیر کا زمانہ وہ ہے جو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا، اور جس زمانہ میں لوگ اچھے کام بھی کریں گے اور برے کام بھی کریں گے، یہ عمر بن عبد العزیز کے بعد امراء کا زمانہ ہے، اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو بدعت اور گمراہی کی دعوت دیں گے جیسے الخوارج۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شر کے زمانہ سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا زمانہ ہو، اور اس کے بعد خیر کے زمانہ سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہو، اور "دخن" سے مراد خوارج اور ان کی مثل دوسرے گمراہ لوگ ہیں، اور اس کے بعد جو شر کا زمانہ ہے، اس سے مراد ان لوگوں کا زمانہ ہے جو منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لعنت کرتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "دعاۃ علٰی ابواب جھنم" یعنی ایسے لوگ امراء ہوں گے جن کی اتباع کرنا دوزخ میں جانے کا موجب ہوگی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مِن جلدتنا" یعنی وہ لوگ ہماری قوم سے ہوں گے اور ہماری زبان اور ہماری ملت سے ہوں گے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ لوگ عرب ہوں گے۔ اور علامہ داؤدی نے کہا کہ وہ لوگ بنو آدم سے ہوں گے اور قاضی عیاض نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ظاہر میں ہماری ملت پر ہوں گے اور باطن میں ہمارے مخالف ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جس جماعت کے ساتھ لازم رہنے کا حکم دیا ہے اس کے مصداق کے متعلق علماء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے "ولو ان تعض باصل شجرۃ" علامہ بیضاوی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ جب زمین میں کوئی خلیفہ نہ ہو تو تم پر لازم ہے کہ زمانہ کی شدت پر صبر کرتے ہوئے تم لوگوں سے علیحدہ جنگلوں میں رہو، اور درخت کی جڑیں کھا کر تا حیات گزارہ کرو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں فقہاء کی جماعت کی یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ لازم رہنا چاہیے، کیونکہ آپ نے یہ حکم نہیں دیا کہ مسلمان اپنے اتحاد کی لاٹھی کو توڑ دیں۔

اس امر کی صفت میں اختلاف ہے، پس بعض علماء نے کہا کہ جماعت کے ساتھ لازم رہنا چاہیے اور جماعت ''السواد الاعظم'' ہے اور ان کا استدلال امام ابن ماجہ کی اس حدیث سے ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے اکہتر (۷۱) فرقے تھے اور میری امت کے عنقریب بہتّر (۷۲) فرقے ہوں گے اور وہ سب فرقے دوزخی ہوں گے سوا ایک کے، اور وہ ایک فرقہ وہ ہے جو جماعت ہو یعنی ''سوادِ اعظم'' ہو۔

اور دوسرے علماء نے کہا: جس جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لازم رہنے کا حکم دیا ہے یہ علماء کی جماعت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء کو اپنی مخلوق کے اوپر حجت بنایا ہے، اور عام لوگ اپنے دینی مسائل میں انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور انہی کی اتباع کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر مجتمع نہیں فرمائے گا۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا: اس جماعت سے مراد صحابہ کی جماعت ہے جنہوں نے دین کو قائم کیا اور ان کے علاوہ فقہاء نے کہا: اس سے مراد اہلِ اسلام کی جماعت ہے جب تک وہ کسی امرِ واجب پر مجتمع رہیں، اور جب ان میں کوئی مخالف ہو تو پھر وہ مجتمع نہیں ہوں گی۔

مسلمانوں کے بہتر فرقوں کا بیان

اور امام ابومحمد الحسن بن احمد بن اسحاق التستری نے اپنی کتاب ''افتراق الامۃ'' میں لکھا ہے: اہل السنۃ والجماعۃ ایک فرقہ ہے، اور خوارج کے پندرہ (۱۵) فرقے ہیں اور شیعہ کے تینتیس (۳۳) فرقے ہیں، اور المعتزلہ کے چھ (۶) فرقے ہیں، اور المرجئہ کے بارہ (۱۲) فرقے ہیں، اور المشبہہ کے تین (۳) فرقے ہیں اور الجہمیہ کا ایک فرقہ ہے، اور الضراریۃ کا بھی ایک فرقہ ہے اور الکلابیہ کا بھی ایک فرقہ ہے۔

اور فرقوں کے اصول دس ہیں:

(۱) اہل السنۃ (۲) الخوارج (۳) الشیعہ (۴) الجہمیہ (۵) الضراریہ (۶) المرجئہ (۷) النجاریہ (۸) الکلابیہ (۹) المعتزلہ (۱۰) المشبہہ۔

اور ابوالقاسم الفورانی نے اپنی کتاب ''فرق الفرق'' میں لکھا ہے کہ غیر اسلامی فرقے یہ ہیں:

(۱) الدہریہ (۲) الہیولی، جو اصحاب العناصر الثنویہ ہیں (۳) الدیصانیہ (۴) المانویۃ (۵) الطباعیۃ (۶) الفلکیۃ (۷) القرامطۃ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۸۸۔۲۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مسلمانوں کے فرقوں کے متعلق مصنف کی تحقیق

علامہ عینی نے جو مسلمانوں کے بہتّر (۷۲) فرقوں کی نشاندہی کی ہے ان میں سے اکثر فرقے مردہ مذاہب پر مشتمل ہیں اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اب ان کا نام ونشان نہیں ہے، اور کچھ نئے فرقے وجود میں آ چکے ہیں جو پہلے نہیں تھے مثلاً اہلِ قرآن، اور منکرین حدیث ،مرزائیہ، قادیانی جماعت، لاہوری جماعت، ذکری فرقہ، بہائی فرقہ، آغا خانی، جماعت المسلمین، دیوبندیہ، وہابیہ، جماعت اسلامی، سپاہِ صحابہ، وغیرہ۔

ہماری رائے یہ ہے کہ جن مسائل اعتقادیہ میں ان فرقوں کو شبہات واقع ہوئے اور انہوں نے دلائل سے اپنی رائے کو حق سمجھا، اور ان شبہات کو دور کرنے کے لیے علماء اہل سنت نے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ ان تک نہیں پہنچ سکے وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں یا جن لوگوں تک وہ دلائل پہنچ گئے لیکن ان دلائل سے ان کا شرح صدر نہیں ہو سکا اور ہنوز ان کے شبہات باقی رہے، وہ بھی معذور ہیں لیکن جن لوگوں پر حجت تمام ہو گئی اور وہ محض کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے اپنے باطل موقف پر ڈٹے رہے تو اگر ان کا موقف کسی کفر کو مستلزم ہے تو وہ دائماً دوزخ میں رہیں گے، اور اگر ان کا موقف کسی گمراہی کو مستلزم ہے تو وہ دوزخ میں دخول کے مستحق ہیں الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے، مثلاً جو شیعہ حضرت علی کی الوہیت کے معتقد ہیں، یا جو وحی لانے میں حضرت جبرائیل کی خطاء کے قائل ہیں یا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف (تہمت) لگاتے ہیں، یا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرتے ہیں، یا جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین یا چھ صحابہ کے علاوہ سب صحابہ مرتد ہو گئے تھے، یا جو امامت کو نبوت سے افضل قرار دیتے ہیں، یہ سب کافر ہیں، اور جو خلفاء ثلاثہ کو مفضول کہتے ہیں یا ان پر سب کرتے ہیں (گالی دیتے ہیں) وہ کافر نہیں ہیں، لیکن وہ بدترین فسق اور گمراہی میں مبتلا ہیں، اسی طرح جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح کفریہ عبارات لکھیں وہ کافر ہیں اور جو لوگ ان عبارات پر مطلع ہو گئے اور ان پر وجہ کفر منکشف ہو گئی لیکن وہ مذہبی تعصب اور ہٹ دھرمی سے ان عبارات کو صحیح کہتے ہیں وہ بھی کافر ہیں، لیکن جو لوگ ان عبارات پر مطلع نہیں ہیں یا ان پر وجہ کفر منکشف نہیں ہوئی اس لئے وہ تکفیر نہیں کرتے، سو ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ نہیں ہے۔ تاہم اس قاعدہ سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کی تکفیر پر پوری ملتِ اسلامیہ کا اجماع ہے جیسے مرزائیہ کا قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ یا اور کوئی ایسا فرقہ جس کی تکفیر پر پوری ملت اسلامیہ متفق ہو اور اس کی تکفیر واضح اور غیر مشتبہ ہو، اور بعض اعتقادی مسائل میں شبہ کی وجہ سے اختلاف کرتے ہیں مثلاً علم غیب اور تصرف میں ذاتی اور عطائی کا فرق نہیں کرتے یا بدعتِ حسنہ کا انکار کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق نہیں کرتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت، آپ کے معجزانہ تصرفات اور آپ کی علمی، روحانی اور بعض مواقع پر حسی نورانیت کے قائل ہیں، آپ کی حیات کے معتقد ہیں اور قبر انور پر آپ سے شفاعت طلب کرنے اور یا رسول اللہ کہنے کے معتقد ہیں، ان پر کفر کا حکم نہیں ہے، ان مسائل میں اختلاف محض فروعی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۲- بَابُ: مَنْ كَرِهَ أَنْ يُكَثِّرَ سَوَادَ الْفِتَنِ وَالظُّلْمِ

فتنہ پروروں اور ظالموں کی جماعت کو بڑھانے کی ممانعت

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے فتنہ اور ظلم کی جماعت کی کثرت کو ناپسند کیا اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس باب کی حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے اس کا حکم واضح ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۸۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ وَغَيْرُهُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ بَعْثٌ فَاكْتُتِبْتُ فِيهِ فَلَقِيتُ عِكْرِمَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَنَهَانِي أَشَدَّ النَّهْيِ ثُمَّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا مَعَ الْمُشْرِكِينَ يُكَثِّرُونَ سَوَادَ الْمُشْرِكِينَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَيَأْتِي السَّهْمُ فَيُرْمَى فَيُصِيبُ أَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهُ أَوْ يَضْرِبُهُ فَيَقْتُلُهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنْفُسِهِمْ﴾ (النساء:۹۷)

(صحیح البخاری:۴۵۹۶،۷۰۸۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حیوۃ وغیرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاسود نے حدیث بیان کی، اور اللیث نے کہا از ابی الاسود، وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ کا ایک لشکر تیار کیا گیا اور میرا نام اس میں لکھ دیا گیا، پھر میں عکرمہ سے ملا اور میں نے ان کو خبر دی تو انہوں نے مجھے اس میں شرکت سے سختی سے منع کیا، پھر بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے خبر دی ہے کہ کچھ مسلمان جو مشرکین کے ساتھ رہتے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف مشرکین کی جماعت کی کثرت کا سبب بنتے، پھر کوئی تیر آتا اور ان میں سے کسی کو لگ جاتا اور ہلاک کر دیتا، یا انہیں کوئی تلوار سے قتل کر دیتا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے'' (النساء:۹۷)

صحیح البخاری: ۷۰۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبد اللہ بن یزید، یہ المقری ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حیوۃ، اور یہ حیوٰۃ بن شریح التجیبی ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ابو الاسود، یہ محمد بن عبد الرحمٰن الاسدی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وغیرہ'' علامہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے کہا ہے: اس سے مراد ابن لہیعہ ہیں اور ان کی مراد یہ ہے کہ ابن لہیعہ ابو الاسود سے اور محمد بن عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہیں۔ اور علامہ الکرمانی نے کہا: یہاں عمدہ کی روایت بھی کی گئی ہے جو الحرۃ کی ضد ہے، اور پہلا قول صحیح ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "قطع علی اھل المدینة بعث فاکتتبت" یعنی اہلِ مدینہ کے ایک لشکر کو مقرر کیا گیا اور میرا نام بھی اس میں لکھا گیا۔ علامہ الکرمانی نے کہا: یہ معروف کا صیغہ ہے، یعنی میں نے خود اپنا نام اس لشکر میں لکھا۔
(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۸۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص جس جماعت میں شامل ہو اس کا اسی جماعت میں شمار ہونا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص جس قوم کے ساتھ راضی ہو اس کا اسی قوم میں شمار ہوتا ہے خواہ وہ قوم نیک ہو یا فاسق ہو، اور وہ اجر میں اور گناہ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مجرم کو پناہ دی یا کسی مبتدع کو پناہ دی اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔
رہا صالحین کی مجلس میں شریک ہونا تو اس کے متعلق حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ فرشتے ہیں جو راستوں میں گھومتے رہتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں، پس اگر ان کو ایسے لوگ مل جائیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوں تو وہ نداء کرتے ہیں آؤ اپنی حاجت کی طرف، اور اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: فرشتو گواہ ہو جاؤ! میں نے ان سب لوگوں کو بخش دیا، تو فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ کہے گا: ان میں فلاں بندہ تھا جو اہلِ ذکر میں سے نہیں تھا یہ تو کسی کام سے آیا تھا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ ایسی مجلس والے ہیں کہ جو ان کی مجلس میں شریک ہو جائے وہ محروم نہیں ہوتا۔
پس اگر فاسقوں کی مجلس ہو اور کوئی شخص اس میں بیٹھا ہو اور فاسقوں کو اور ان کے فسق کو ناپسند کرتا ہو اور ان سے علیحدہ ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو کیونکہ اسے اپنی جان پر خوف ہو یا کسی اور عذر کی وجہ سے وہ وہاں سے نہ اٹھ سکتا ہو اور نہ ان کو منع کر سکتا ہو تو امید کی جاتی ہے کہ اس کو ان کے گناہ سے نجات ملے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۰۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی عذرِ صحیح کی وجہ سے فساق کی مجلس میں شرکت پر مواخذہ نہ ہونا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے اختیار سے نافرمانوں کی مجلس میں بیٹھے اور اس کے بیٹھنے کا کوئی صحیح قصد نہ ہو مثلاً وہ ان کی برائی پر رد کرنا چاہتا ہو یا کسی مسلمان کو ان کے ہاتھوں ہلاکت سے بچانا چاہتا ہو تو اس شخص سے اس مجلس میں بیٹھنے کی بناء پر مواخذہ ہوگا اور جو ان کی مجلس سے اٹھنے پر قادر ہو وہ معذور نہیں ہوگا جیسا کہ جو لوگ اسلام لائے اور ان کو مشرکین نے ہجرت کرنے سے روکا، پھر وہ مشرکین کے ساتھ ان کے لشکر میں نکلتے تھے اور ان کا قصد مسلمانوں سے لڑنا نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کی نظروں میں کفار کے لشکر کی کثرت کو بیان کرنا تھا تو ان سے مواخذہ کیا گیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۴۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۴۔ بَابٌ إِذَا بَقِيَ فِي حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ جب کوئی شخص ردّی لوگوں میں باقی رہ جائے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں حثالة کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: ہر چیز کے ردّی اجزاء جن میں کوئی فائدہ نہ ہو یعنی کسی چیز کا اصل جوہر نکلنے کے بعد جو پھوک اور تلچھٹ باقی رہ جائے جیسے آٹے کو چھاننے کے بعد بھوسی باقی رہ جائے۔

اس باب کے عنوان کا جواب مذکور نہیں ہے یعنی اس وقت کیا کیا جائے۔

امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم ردّی لوگوں میں سے باقی رہ جاؤ گے، جب لوگوں کے عہود اور ان کی امانات خراب اور فاسد ہو جائیں گے اور وہ آپس میں اختلاف کریں گے اور اس طرح ہو جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں، انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ایسی صورت میں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم خاص لوگوں کے ساتھ رہنا اور عام لوگوں کو چھوڑ دینا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس حدیث کی روایت نہیں کی، کیونکہ یہ حدیث العلاء بن عبدالرحمٰن بن یعقوب سے مروی ہے اور وہ امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہیں تو انہوں نے اس معنی پر مشتمل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روایت کی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ حَدَّثَنَا حُذَيْفَةُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حَدِيثَيْنِ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْآخَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقَى فِيهَا أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ وَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ فَلَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ فَيُقَالُ إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا وَيُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا أَعْقَلَهُ وَمَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از زید بن وہب، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثیں بیان فرمائیں، ان میں سے ایک حدیث کے مصداق کو میں نے دیکھ لیا اور دوسری کا میں انتظار کر رہا ہوں، انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں نازل کی گئی، پھر انہوں نے قرآن کا علم حاصل کیا، پھر انہوں نے سنت کا علم حاصل کیا، اور انہوں نے ہمیں اس علم کے اٹھ جانے کو بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرد سوئے گا تو امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی، پس وہ اس کے نشان کو ایک دھبہ جتنا دیکھے گا، پھر وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَظْرَفَهُ وَمَا أَجْلَدَهُ وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ زَمَانٌ وَلَا أُبَالِي أَيَّكُمْ بَايَعْتُ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا رَدَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامُ وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا رَدَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ وَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ أُبَايِعُ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا۔

دوبارہ سوئے گا اور پھر امانت نکال لی جائے گی تو اس کے دل میں آبلا (چھالا) کی طرح اس کا نشان رہ جائے گا، جیسے تم نے کوئی چنگاری اپنے پاؤں پر گرائی ہو اور اس کی وجہ سے چھالا پڑ جائے، تم اس میں سوجن دیکھو گے لیکن اندر کچھ نہیں ہوگا، اور لوگ خرید و فروخت کریں گے لیکن کوئی امانت ادا کرنے والا نہیں ہوگا، پھر کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار آدمی ہے، اور کسی مرد کے متعلق کہا جائے گا: وہ کس قدر عقلمند ہے، اور کتنا خوش گفتار ہے، اور اس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا، اور مجھ پر ایک زمانہ گزر گیا اور پہلے میں اس کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ میں تم میں سے کس شخص کے ساتھ خرید و فروخت کروں، اگر وہ شخص مسلمان ہوتا تو اس کا اسلام اس کو حق ادا کرنے پر مجبور کرتا، اور اگر وہ نصرانی ہوتا تو اس کے حکام اس کو ادائیگی حق پر مجبور کرتے، لیکن آج کل میں صرف فلاں شخص اور فلاں شخص سے ہی خرید و فروخت کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۴۹۷، ۷۰۸۶، ۷۲۷۶، صحیح مسلم: ۱۴۳، سنن ترمذی: ۲۱۷۹، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۳، مسند احمد: ۲۲۷۴۴)

صحیح البخاری: ۷۰۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ معنوی مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں نبوت کی دی ہوئی خبروں میں سے ایک خبر کا علم ہے، کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ ”ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے دین فاسد ہو جائیں گے اور اس زمانہ میں امانت دار لوگ کم ہوں گے“۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی، حدیث کا خلاصہ اور حدیث کے فوائد

اس حدیث میں ”جذر“ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: اصل۔ یعنی ان کی امانت ان کی فطرت میں داخل تھی، اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے سے حاصل ہوئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”الوکت“ اس کا معنی ہے: تھوڑا سا اثر۔ اور ایک قول ہے سیاہ دھبہ، دوسرا قول ہے ایسا رنگ جو پہلے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رنگ کے خلاف ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "المجل" اس کا معنی ہے: ہاتھوں میں کام کرنے سے جو چھالا پڑ جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "منتبر" اس کا معنی ہے ابھار، اور منبر کا لفظ بھی اسی سے بنا ہے۔ اور اس حدیث میں جو خرید و فروخت کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مجھے پہلے یہ علم تھا کہ لوگوں میں امانت عام ہے تو میں ہر کسی سے لین دین کا معاملہ کر لیتا تھا، کیونکہ مجھے لوگوں کی امانت داری پر اعتماد تھا، پس اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا دینِ اسلام اس کو خیانت سے روکتا، اور اگر وہ نصرانی یا کافر ہوتا تو اس کا حاکم اس کو خیانت سے منع کرتا، لیکن آج کل امانت اٹھ چکی ہے، پس اب مجھے خرید و فروخت میں کسی پر اعتماد نہیں ہے سوائے فلاں شخص اور فلاں شخص کے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۴۔ بَابُ: التَّعَرُّبِ فِي الْفِتْنَةِ

ایامِ فتنہ میں دیہاتوں میں رہنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں "تعرب" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: تکلف سے اعرابی بننا اور گاؤں اور دیہات میں رہنا، دوسرا قول ہے کہ "تعرب" کا معنی ہے: اعراب اور دیہاتیوں کے ساتھ رہنا اور وہ یہ ہے کہ مہاجر اس شہر سے منتقل ہو جائے جس شہر کی طرف اس نے ہجرت کی تھی اور پھر کسی گاؤں یا دیہات میں رہے، پس وہ ہجرت کرنے کے بعد اعرابی ہو جائے، اور یہ مسلمانوں پر حرام تھا سوا اس کے کہ شارع علیہ السلام اس کی خصوصی اجازت دیں، اور امام بخاری نے عنوان کو فتنہ کے ساتھ اس لیے مقید کیا ہے کہ شریعت میں یہ اجازت ہے کہ فتنہ کے ایام میں انسان گاؤں اور دیہات میں یا جنگلوں اور پہاڑوں میں چلا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۲۔ ۲۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۰۸۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى الْحَجَّاجِ فَقَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ ارْتَدَدْتَ عَلَى عَقِبَيْكَ تَعَرَّبْتَ قَالَ لَا وَلَكِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَذِنَ لِي فِي الْبَدْوِ وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ خَرَجَ سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ إِلَى الرَّبَذَةِ وَتَزَوَّجَ هُنَاكَ امْرَأَةً وَوَلَدَتْ لَهُ أَوْلَادًا فَلَمْ يَزَلْ بِهَا حَتَّى قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِلَيَالٍ فَنَزَلَ الْمَدِينَةَ۔

(صحیح مسلم: ۱۸۶۲، سنن نسائی: ۴۱۸۶، مسند احمد: ۱۶۰۷۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حجاج کے پاس گئے تو اس نے کہا: اے ابن الاکوع! کیا تم اپنی ایڑیوں پر الٹے پاؤں پلٹ کر اعرابی بن گئے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گاؤں میں رہنے کی اجازت دی ہے۔

اور یزید بن ابی عبید بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا تو حضرت سلمہ بن الاکوع ربذہ کی طرف

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چلے گئے اور وہاں ایک عورت سے نکاح کر لیا اور ان کی اس سے اولاد ہوئی، پھر وہ مسلسل وہیں رہتے رہے حتیٰ کہ وفات سے چند دن پہلے لوٹ آئے اور مدینہ منورہ میں رہے۔

صحیح البخاری: ۷۰۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں باب مذکور کے عنوان کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں حاتم کا ذکر ہے، یہ ابن اسماعیل الکوفی ہیں۔ اور یزید کا ذکر ہے، یہ ابن ابی عبید ہیں جو حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حدیث مذکور کے معانی

حجاج بن یوسف کے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ

اس حدیث میں مذکور ہے ''انه دخل على الحجاج'' حجاج کا پورا نام ہے حجاج بن یوسف الثقفی، کیونکہ جب حجاج حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے کے بعد حجاز کا والی مقرر ہوا تو یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف گیا اور یہ ۷۴ھ کا واقعہ ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر سن ۶۰ھ میں فوت ہوئے تھے، اور انہوں نے حجاج بن یوسف کی امارت کا زمانہ نہیں پایا۔

شہر کو ترک کر کے گاؤں میں رہائش اختیار کرنے پر وعید

اس حدیث میں مذکور ہے ''ارتددت على عقبيك'' یعنی حجاج نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے ہو؟ گویا کہ اس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کو امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سود کھانے والا اور سود کھلانے والا اور سود کا معاملہ لکھنے والا جب انہیں سود کا علم ہو اور حسن کے لیے جسم پر گدوانے والی اور گودنے والی اور صدقہ سے منع کرنے والا اور ہجرت کے بعد مرتد ہو کر اعرابی بننے والا ان سب پر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے قیامت تک لعنت ہے۔ (سنن نسائی: ۵۱۱۲)

حجاج بن یوسف کا مطلب یہ تھا کہ تم مدینہ چھوڑ کر گاؤں میں سکونت کر کے اعرابی بننے کی وجہ سے مرتد ہو گئے ہو؟ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! میں جو دیہات میں رہ رہا ہوں تو میں نے اپنی ہجرت سے رجوع نہیں کیا لیکن میں نے گاؤں اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دیہات میں فتنہ کی وجہ سے سکونت کی۔

ربذہ کا بیان

''رَبَذَہ'' کے لفظ میں راء اور باء پر زبر ہے، اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک ریگستان ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ربذہ وہ جگہ ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے اونٹوں کے لیے چراگاہ بنادیا تھا، اور یہ مدینہ سے تین مراحل پر ذات عرق کی جانب ہے۔

عبدالوہاب بن مندہ نے ''معرفۃ الصحابہ'' میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن بکیر وغیرہ نے کہا کہ حضرت سلمہ ۷۴ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے تھے اور ان کی عمر اس وقت اسی (۸۰) سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہجرت کی فضیلت اور ہجرت ترک کر کے اپنی جگہ پر لوٹ آنے کی مذمت

اس حدیث میں ''التعرب'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: کوئی شخص ہجرت کرنے کے بعد اعرابی بن جائے، اور صحابہ کرام اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے کہ وہ اپنی ہجرت کرنے کے بعد اعراب کی مثل ہو جائیں، کیونکہ اعراب نے ہجرت کی عبادت نہیں کی اور مہاجر پر ہجرت کے بعد اپنے وطن کی طرف لوٹنا حرام کر دیا گیا ہے، جیسا کہ اہلِ مکہ پر فرض کیا گیا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں رہیں اور آپ کی نصرت کریں، اسی وجہ سے حجاج نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابن الاکوع! تم اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے اور اعرابی بن گئے، یعنی تم نے اپنی اس ہجرت سے رجوع کر لیا جو محض اللہ تعالیٰ کے لیے کی تھی، اور تم مکہ چھوڑ کر مدینہ آ گئے، تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گاؤں دیہات میں رہنے کی اجازت دی ہے، پس ان کا مدینہ سے نکلنا ہجرت سے رجوع کرنا نہیں تھا اور یہ کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے لیے یہ دعا کی کہ وہ اس زمین میں نہ مریں جس زمین سے انہوں نے ہجرت کی ہے، اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھنا اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹانا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ پر افسوس کرتے تھے جو مکہ میں بیمار ہو کر فوت ہو گئے، حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر تھے، پھر کسی وجہ سے مکہ آئے اور وہیں بیمار ہو کر فوت ہو گئے اور ان کا شمار مہاجرین ہی میں ہوا۔

اس باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ فتنوں اور جنگوں کے وقت لوگوں کا فتنوں اور جنگوں سے بچ کر جنگلوں میں اور پہاڑوں میں اپنے دین کی حفاظت کے لیے چلے جانا بہتر ہے، تاہم علماء نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ مسلمان شہر میں ہی رہیں اور فتنوں سے الگ رہیں کیونکہ شہر میں رہیں گے تو مساجد میں باجماعت نماز پڑھیں گے، لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا موقع حاصل ہوگا، اور اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد کی کفالت کے لیے روزگار کو حاصل کرنے کے لیے محنت مشقت کریں گے اور یہ سارے امور باعثِ ثواب ہیں، جب کہ جنگلوں اور پہاڑوں میں بکریوں کے ساتھ وقت گزارنے سے اگرچہ وہ فتنوں سے تو بچیں گے لیکن دین کے ان اہم کاموں پر عمل کرنے کے مواقع ان کو نہیں ملیں گے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۷، دارالکتب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۰۸۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی صعصعہ از والد خود از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی، جن کو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر لے جائے گا، اور بارش نازل ہونے کی جگہوں پر اور فتنوں کی وجہ سے اپنے دین کو بچانے کے لیے وہاں چلا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۹، ۳۳۰۰، ۳۶۰۰، ۶۴۹۵، ۷۰۸۸، سنن نسائی: ۵۰۳۶، سنن ابوداؤد: ۴۲۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۰، مسند احمد: ۱۰۶۴۹)

۱۵۔ بَابُ: التَّعَوُّذِ مِنَ الْفِتَنِ

فتنوں سے پناہ طلب کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

فتنوں سے پناہ طلب کرنے کی تحقیق

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے:

فتنوں سے پناہ مانگنے کی مشروعیت میں ان لوگوں پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے فتنہ کا سوال کریں، کیونکہ فتنہ میں منافقین کی فصل کاٹ دی جاتی ہے، اور ان کا یہ زعم ہے کہ ایک حدیث میں فتنہ کی طلب کا ثبوت ہے، حالانکہ وہ حدیث ثابت نہیں ہے بلکہ صحیح اس کے خلاف ہے، کیونکہ امام ابونعیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ "فتنہ کو ناپسند نہ کرو، کیونکہ آخر زمانہ میں فتنہ منافقین کو ہلاک کر دے گا"۔ اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور مجہول ہے اور "کتاب الدعوات" میں متعدد احادیث میں یہ گزر چکا ہے کہ غناء کے فتنہ سے پناہ طلب کرو، اور فقر کے فتنہ سے پناہ طلب کرو، اور ارذل العمر سے پناہ طلب کرو، اور دنیا کے فتنہ سے پناہ طلب کرو، اور دوزخ کے فتنہ سے پناہ طلب کرو وغیرہ۔ اور علماء نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس باب کی احادیث سے اپنی امت کے لیے فتنہ سے پناہ کی طلب کے مشروع ہونے کا ارادہ فرمایا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۵۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۰۸۹۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ سَأَلُوا النَّبِيَّ ﷺ حَتَّى أَحْفَوْهُ بِالْمَسْأَلَةِ فَصَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذَاتَ يَوْمٍ الْمِنْبَرَ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا بَيَّنْتُ لَكُمْ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ يَمِينًا وَشِمَالًا فَإِذَا كُلُّ رَجُلٍ لَافٌّ رَأْسَهُ فِي ثَوْبِهِ يَبْكِي فَأَنْشَأَ رَجُلٌ كَانَ إِذَا لَاحَى يُدْعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَنْ أَبِي فَقَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ ثُمَّ أَنْشَأَ عُمَرُ فَقَالَ رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ سُوءِ الْفِتَنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا رَأَيْتُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَالْيَوْمِ قَطُّ إِنَّهُ صُوِّرَتْ لِي الْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَتّٰى رَأَيْتُهُمَا دُونَ الْحَائِطِ فَكَانَ قَتَادَةُ يَذْكُرُ هٰذَا الْحَدِيثَ عِنْدَ هٰذِهِ الْآيَةِ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (المائدہ:۱۰۱)

کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سوالات کیے حتیٰ کہ انہوں نے سوال میں بہت مبالغہ کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن منبر پر چڑھے، پس آپ نے فرمایا: تم مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کرو گے مگر میں تمہیں اس چیز کا بیان کروں گا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دائیں اور بائیں دیکھا تو ہر مرد اپنا سر اپنے کپڑے میں چھپائے ہوئے رو رہا تھا، پھر ایک مرد نے کہنا شروع کیا اور جب اس کا کسی سے جھگڑا ہوتا تو اس مرد کو اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا جاتا، اس مرد نے کہا: اے اللہ کے نبی! بتایئے میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہنا شروع کیا، پس کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رسول مان کر، اور ہم برے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج کے دن کی مثل خیر اور شر کو نہیں دیکھا، بے شک میرے لیے جنت اور دوزخ کی صورتیں پیش کی گئیں حتیٰ کہ میں نے ان دونوں صورتوں کو اس دیوار کے پاس دیکھا، اور حضرت قتادہ یہ حدیث اس آیت کی تلاوت کے وقت بیان کرتے:

"اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں"۔ (المائدہ:۱۰۱)

(صحیح البخاری: ۹۳، ۵۴۰، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۶۴۸۶، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۹، مسند احمد: ۱۱۶۳۳)

۷۰۹۰- وَقَالَ عَبَّاسٌ النَّرْسِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِهٰذَا وَقَالَ كُلُّ رَجُلٍ لَافًّا رَأْسَهُ فِي ثَوْبِهِ يَبْكِي وَقَالَ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ سُوءِ الْفِتَنِ أَوْ قَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ سُوءِ الْفِتَنِ۔

اور عباس النرسی نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح فرمایا، اور ہر مرد اپنا سر کپڑے میں لپیٹے ہوئے رو رہا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں برے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طلب کرنے والا ہوں، یا کہا: میں برے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۹۳، ۵۴۰، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۶۴۸۶، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۹، مسند احمد: ۱۱۶۳۳)

۷۰۹۱۔ وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ وَمُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا وَقَالَ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الْفِتَنِ۔

اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید اور معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی نبی ﷺ سے اسی طرح۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں فتنوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے والا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۹۳، ۵۴۰، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۶۴۸۶، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۹، مسند احمد: ۱۱۶۳۳)

احادیثِ مذکورہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور میں سائل کی تعیین

الاسماعیلی نے کہا: جس مرد نے آپ سے اپنے باپ کے متعلق سوال کیا تھا اس کا نام خارجہ تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ معروف یہ ہے کہ وہ سوال کرنے والا عبداللہ تھا جو خارجہ کا بھائی تھا، اور تفسیر مائدہ میں یہ گزر چکا ہے کہ قیس بن حذافہ نے یہ سوال کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے علمِ غیب کا بیان اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے نسب پر بھی مطلع تھے اور ان کے اخروی ٹھکانے پر بھی مطلع تھے

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تمہیں اس کی خبر دوں گا تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ بن قیس ہے، پس وہ اپنی والدہ کے پاس گئے تو ان کی والدہ نے ان سے کہا: تم نے جو نبی ﷺ سے اپنے باپ سے متعلق سوال کیا تو اس سوال پر تمہیں کس چیز نے برانگیختہ کیا تھا، کیونکہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں تھے، تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ پسند کرتا تھا کہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ لوگوں میں سے حقیقت میں میرا باپ کون ہے؟"

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں دائیں بائیں دیکھتا رہا تو میں نے دیکھا ہر شخص اپنا سر کپڑے میں چھپائے ہوئے رو رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ بار بار فرما رہے تھے: مجھ سے سوال کرو" اور امام احمد نے اپنی روایت میں یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اضافہ کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، تو اس مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ جنت میں ہے یا دوزخ میں، آپ نے فرمایا: دوزخ میں، اور اس کی مزید وضاحت کتاب الاعتصام میں آئے گی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۵۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی غیب کی خبر پر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا کامل ایمان

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ کی ماں نے ان سے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے تم سے زیادہ کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو اپنی ماں کی عزت کو پامال کرنے والا ہو، اگر تمہاری ماں نے زمانہ جاہلیت میں کوئی بدکاری کی ہوتی جیسے زمانہ جاہلیت کی عورتیں کرتی تھیں تو تم اپنی ماں کو لوگوں کی نگاہوں میں رسوا کر دیتے، تو ان کے بیٹے نے کہا: اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کسی سیاہ فام غلام کے ساتھ بھی لاحق کر دیتے تو میں اس کے ساتھ لاحق ہو جاتا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی غیب کی خبر پر کامل یقین اور ایمان تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظیم فراست اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی فہم اور دین کی حمایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنے میں ان کی بڑی فضیلت ہے، جب کہ انہوں نے کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوالات کرنے سے منع کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا اور یہ حکم دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز نہ بلند کی جائے، اور انہوں نے اس طرح فتنہ کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے، آپ نے زندگی اور موت کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی، ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے ہر فتنہ سے آپ کو اپنی پناہ میں رکھا ہے اور ہر شر سے آپ کو محفوظ رکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتنوں سے پناہ طلب کرنے کی حکمت

اور آپ فتنوں سے پناہ کی دعا اس لیے کرتے تھے تاکہ آپ کی امت کے لیے نمونہ ہو جائے، پس آپ کی امت بھی ان چیزوں سے پناہ طلب کرے جن چیزوں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ طلب کی ہے۔ اور یہ اس کے خلاف ہے جو بعض کم علم لوگوں نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے فتنوں کو طلب کرو، کیونکہ فتنے منافقین کی فصل کو کاٹتے ہیں، اور انہوں نے یہ زعم کیا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، حالانکہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور صحیح وہ ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فتنوں سے پناہ طلب کی ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۸۔۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

١٦- بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ الْفِتْنَةُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ

نبی ﷺ کا ارشاد کہ فتنہ مشرق کی طرف سے نمودار ہوگا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ٤٤٩ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ حمد بن محمد خطابی المتوفی ٣٨٨ھ نے لکھا ہے کہ فتنہ کا طلوع مشرق کی جانب سے ہوگا اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔
اور دوسروں نے کہا: اہلِ مشرق اس زمانہ میں کفار تھے تو رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ فتنہ اس جانب سے ہوگا اور اسی طرح ہوا، سب سے بڑا فتنہ جو تمام فتنوں اور فسادات کی جڑ تھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل تھا، اور اس کا سبب جنگِ جمل اور جنگِ صفین کا واقعہ تھا، پھر نجد کی سرزمین میں اور عراق میں خوارج کا ظہور ہوا اور اس کے بعد مشرق سے ظہور ہوا، اور یہ معلوم ہے کہ بدعات کی ابتداء مشرق سے ہوئی ہے، اگرچہ جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں بہت زیادہ اہلِ شام اور اہلِ حجاز شہید ہو گئے تھے، لیکن فتنہ مشرق کی جانب سے نمودار ہوا، اور یہی مسلمانوں کے اتحاد کے ٹوٹنے کا سبب ہوا، اور اس کے بعد ایسے فسادات ہوئے جو قیامت تک جاری رہیں گے، اور رسول اللہ ﷺ امت کو ان فتنوں کے وقوع سے پہلے خبردار کرتے تھے اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ١٠ ص ٤١، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

٧٠٩٢- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْمِنْبَرِ فَقَالَ الْفِتْنَةُ هَا هُنَا الْفِتْنَةُ هَا هُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ أَوْ قَالَ قَرْنُ الشَّمْسِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی از معمر از الزہری از سالم از والد خود از نبی ﷺ، آپ منبر کی ایک جانب کھڑے ہوئے، پس آپ نے فرمایا: فتنہ یہاں ہوگا، فتنہ یہاں ہوگا، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا ہے، جہاں سے سورج کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ٣١٠٤، ٣٢٧٩، ٣٥١١، ٥٢٩٦، ٧٠٩٢، ٧٠٩٣، صحیح مسلم: ٢٩٠٥، سنن ترمذی: ٢٢٦٨، مسند احمد: ٥٠٨٨، موطا امام مالک: ١٨٢٤)

٧٠٩٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقِ يَقُولُ أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور اس وقت آپ کا منہ مشرق کی طرف تھا، آپ فرما رہے تھے: سنو! فتنہ یہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۱۰۴، ۳۱۰۴، ۳۲۷۹، ۳۵۱۱، ۵۲۹۶، ۷۰۹۲، ۷۰۹۳، صحیح مسلم: ۲۹۰۵، سنن ترمذی: ۲۲۶۸، مسند احمد: ۵۰۸۸، موطا امام مالک: ۱۸۲۲)

۷۰۹۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَفِي نَجْدِنَا قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَفِي نَجْدِنَا فَأَظُنُّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ازہر بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن عون از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت نازل فرما، اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت نازل فرما، صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! اور ہمارے نجد میں؟ آپ نے کہا: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت نازل فرما، اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت نازل فرما، صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! اور ہمارے نجد میں؟ پس میرا گمان ہے کہ تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا: وہاں زلزلے نمودار ہوں گے اور فتنے نمودار ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۱۰۳۷، ۷۰۹۴، صحیح مسلم: ۲۹۰۵، سنن ترمذی: ۳۹۵۳، مسند احمد: ۵۹۵۱، موطا امام مالک: ۱۸۲۴)

حدیث مذکور کے فوائد از مصنف

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نجد کی سرزمین وہ جگہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی دعائے برکت سے محروم ہے، اور آپ نے نجد کی سرزمین کے متعلق فرمایا: ''وہاں زلزلے ہوں گے'' اور زلزلہ میں زمین الٹ پلٹ ہوجاتی ہے، تو وہاں ایسا فتنہ برپا ہوگا جس سے لوگوں کے عقائد زیروزبر اور الٹ پلٹ ہوجائیں گے، آپ نے فرمایا: ''وہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا'' نجد میں ایک جگہ ہے ''عیینہ'' وہاں سے مسیلمہ کذاب کا ظہور ہوا اور وہیں سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ظہور ہوا جس نے صدیوں سے مسلّمہ عقائد کو الٹ پلٹ کردیا، صحابہ کرام اور اہلِ بیت اور ازواج مطہرات کی قبروں کو زمین سے ملادیا، اور لوگوں کا برسوں سے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا عقیدہ تھا اور اس نے کہا: جو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کو قتل کرنا، ان کا مال لوٹنا اور ان کی عورتوں کو باندیاں بنانا مباح ہے۔

(ہم نے نعمۃ الباری ج ۳ ص ۱۶۰۔۱۶۹ میں تفصیل کے ساتھ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے شیطان کا سینگ ہونے کو واضح کیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

۷۰۹۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ شَاهِينَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ وَبَرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن شاہین الواسطی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از بیان از وبرہ بن عبدالرحمٰن از سعید بن جبیر،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَجَوْنَا أَنْ يُحَدِّثَنَا حَدِيثًا حَسَنًا قَالَ فَبَادَرَنَا إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدِّثْنَا عَنِ الْقِتَالِ فِي الْفِتْنَةِ وَاللَّهُ يَقُولُ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ (البقرہ: ۱۹۳) فَقَالَ هَلْ تَدْرِي مَا الْفِتْنَةُ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ إِنَّمَا كَانَ مُحَمَّدٌ ﷺ يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِينَ وَكَانَ الدُّخُولُ فِي دِينِهِمْ فِتْنَةً وَلَيْسَ كَقِتَالِكُمْ عَلَى الْمُلْكِ۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آئے، پس ہمیں امید تھی کہ وہ ہمیں کوئی عمدہ حدیث بیان کریں گے، تو ایک مرد نے ان کی طرف ہم پر سبقت کی، پس اس نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! ہمیں ایامِ فتنہ میں قتال کے متعلق حدیث بیان کریں، اور اللہ فرماتا ہے:

''اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے''۔ (البقرہ: ۱۹۳)

پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہیں تمہاری ماں روئے، کیا تم جانتے ہو کہ فتنہ کیا ہے؟ سیدنا محمد ﷺ مشرکین سے قتال کرتے تھے اور مشرکین کا دین میں داخل ہونا فتنہ تھا، اور یہ قتال ایسا نہیں تھا جیسا تم ملک اور حکومت کے لیے قتال کرتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۰، ۳۶۹۸، ۳۷۰۴، ۴۰۶۶، ۴۵۱۳، ۴۵۱۴، ۴۵۵۰، ۴۶۵۱، ۷۰۹۵، سنن ترمذی: ۳۷۰۶، مسند احمد: ۵۹۷۵)

صحیح البخاری: ۷۰۹۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نجد کے لیے دعا نہ کرنے کی وجہ اور قرن کا معنی

علامہ المہلب نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مشرق کے لیے دعا کو ترک کر دیا تا کہ وہ اس شر کو پھیلانے سے کمزور ہو جائیں جو مشرق کی جہت میں ہے، کیونکہ شیطان وہاں فتنوں کا غلبہ کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فتنہ وہاں سے نمودار ہوتا ہے جہاں سورج کا سینگ ہے''۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: سورج کے لیے حقیقتاً سینگ ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سینگ سے مراد شیطان کی حکومت ہو اور اس سے مراد وہ چیز ہو جس کی مدد سے شیطان گمراہ کرتا ہے اور یہ زیادہ بہتر ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیطان سورج کے طلوع کے وقت اپنا سر سورج کے بالمقابل کر لیتا ہے تا کہ شیطان کی عبادت کرنے والے اس کو سجدہ کریں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سورج کا ایک شیطان ہو اور سورج اس کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہو۔

قرن کا معنی

علامہ خطابی نے کہا ہے: ''قرن'' سے مراد لوگوں کا ایک گروہ ہے جو ایک گروہ کے فنا ہونے کے بعد دوسرا گروہ پیدا ہوگا، اور دوسروں نے کہا ہے: اس زمانہ میں اہلِ مشرق کفار تھے، پس نبی ﷺ نے خبر دی کہ فتنہ اس جانب سے نمودار ہوگا، پھر اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے خبر دی تھی۔ اور پہلا فتنہ مشرق کی جانب سے نمودار ہوا اور وہی فتنہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کا سبب بنا، اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ وہ چیز ہے جس کو شیطان پسند کرتا تھا اور اس سے خوش ہوتا تھا، اسی طرح بدعات اسی جانب سے ظاہر ہوئیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جنگِ جمل اور صفین کی لڑائیوں میں حصہ نہ لینے کا سبب

صحیح البخاری: ۷۰۹۵ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے قتال نہ کرنے کے متعلق دریافت کیا، اس کا مطلب یہ تھا کہ جنگِ جمل اور جنگِ صفین کے فتنوں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شریک نہیں ہوئے اور اس لڑائی میں حصہ نہیں لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے:

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (البقرہ: ۱۹۳) اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں فتنہ سے مراد کفر اور شرک ہے، اور ہم کفر اور شرک کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لڑتے رہے ہیں، اور اب جو مسلمانوں میں لڑائی ہو رہی ہے اور آپس کی جنگیں ہیں جو جنگِ جمل اور صفین میں لڑائیاں ہوئی ہیں، وہ کفر اور شرک کے خلاف نہیں تھیں بلکہ وہ ملک اور سلطنت کے حصول کے لیے تھیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۵۲۔ ۲۵۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۷۔ بَابُ: الْفِتْنَةِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ
اس فتنہ کا بیان جو سمندر کی موج کی طرح امڈ کر آئے گا

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ خَلَفِ بْنِ حَوْشَبٍ: كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَتَمَثَّلُوا بِهٰذِهِ الْأَبْيَاتِ عِنْدَ الْفِتَنِ قَالَ امْرُؤُ الْقَيْسِ:

اور ابن عیینہ نے خلف بن حوشب سے روایت کی ہے کہ سلف صالحین فتنوں کے وقت ان اشعار کی مثال دینا پسند کرتے تھے جو امرؤ القیس نے کہے ہیں:

الْحَرْبُ أَوَّلُ مَا تَكُونُ فَتِيَّةً	ابتداء میں جنگ ایک جوان لڑکی کی طرح دکھائی دیتی ہے
تَسْعَى بِزِينَتِهَا لِكُلِّ جَهُولِ	جو ہر جاہل کے لیے اپنی خوبصورتی اور زینت کے ساتھ دوڑتی ہے
حَتّٰى إِذَا اشْتَعَلَتْ وَشَبَّ ضِرَامُهَا	حتیٰ کہ جب جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور اس کے شعلے بلند ہو جاتے ہیں
وَلَّتْ عَجُوزًا غَيْرَ ذَاتِ حَلِيلِ	تو وہ ایک بیوہ بڑھیا کی طرح اپنی پیٹھ پھیر لیتی ہے جس سے کوئی نکاح کرنا نہیں چاہتا
شَمْطَاءَ يُنْكَرُ لَوْنُهَا وَ تَغَيَّرَتْ	اس کے بال سیاہ اور سفید ہو جاتے ہیں اور اس کا رنگ ناپسند ہو جاتا ہے
مَكْرُوهَةً لِلشَّمِّ وَالتَّقْبِيلِ	اس کو سونگھنا اور اس کا بوسہ لینا ناپسندیدہ ہوتا ہے

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کو امام ابن ابی شیبہ نے از عاصم بن ضمرہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس امت میں پانچ فتنے رکھے، ایک فتنہ عامہ، پھر فتنہ خاصہ، پھر فتنہ عامہ، پھر فتنہ خاصہ، پھر ایسا فتنہ ہوگا جو سمندر کی موج کی طرح امڈ کر آئے گا اور اس میں تمام لوگ جانوروں کی طرح ہو جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۳۱۲، المجلس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اصلی، بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۳۳، المستدرک ج ۴ ص ۴۲۷)

اور اس کی تائید امام ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت سے ہوتی ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: آپ کو فتنہ ضرر نہیں دے گا جب تک آپ کو اپنے دین کی معرفت رہے گی، فتنہ اس وقت واقع ہوگا جب آپ پر حق باطل سے مشتبہ ہو جائے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۵۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۰۹۶۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ يَقُولُ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ عُمَرَ إِذْ قَالَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْفِتْنَةِ قَالَ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ عَنْ هَذَا أَسْأَلُكَ وَلَكِنِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ عُمَرُ أَيُكْسَرُ الْبَابُ أَمْ يُفْتَحُ قَالَ بَلْ يُكْسَرُ قَالَ عُمَرُ إِذًا لَا يُغْلَقَ أَبَدًا قُلْتُ أَجَلْ قُلْنَا لِحُذَيْفَةَ أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُونَ غَدٍ لَيْلَةً وَذَلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ فَأَمَرْنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَنِ الْبَابُ قَالَ عُمَرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا: تم میں سے کس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتنہ کے متعلق حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مرد اپنی اہلیہ اور اپنے مال اور اپنی اولاد اور اپنے پڑوسی کی وجہ سے جس فتنہ (گناہ) میں مبتلاء ہوتا ہے، تو نماز، صدقہ، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اس فتنہ اور گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے اس فتنہ کے متعلق سوال نہیں کر رہا، لیکن میں اس فتنہ کے متعلق سوال کر رہا ہوں جو سمندر کی موج کی طرح اُمڈ کر آئے گا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے، بے شک آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آیا اس دروازہ کو توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بلکہ توڑا جائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا، میں نے کہا: جی ہاں، ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ دروازہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! جیسا کہ میں جانتا ہوں کہ دن کے بعد رات آتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی ہے جس میں کوئی پہیلی اور بجھارت نہیں ہے، پس ہم لوگ اس سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ڈرے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھتے کہ دروازہ کون ہے؟ پھر ہم نے مسروق سے کہا کہ آپ سوال کریں، تو انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ دروازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۲۵، ۱۴۳۵، ۱۸۹۵، ۳۵۸۶، ۷۰۹۶، صحیح مسلم: ۱۴۴، سنن ترمذی: ۲۲۵۸، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۵، مسند احمد: ۲۲۹۰۳)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستقبل کے فتنوں اور غیب کی خبروں پر مطلع ہونا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر دینے سے حاصل ہوا تھا، پھر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں پیش آنے والے فتنوں اور غیب کی خبروں پر مطلع فرمایا تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتنہ کبریٰ کے متعلق خبر کیوں نہیں دی؟

علامہ خطابی نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے شر کے متعلق سوال کرتے تھے تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ شر کب اور کہاں واقع ہوگا تا کہ وہ اپنے آپ کو اس شر سے بچائیں، کیونکہ جس شخص کو آئندہ پیش آنے والے شر کا علم نہ ہو تو وہ اس میں بہت جلد واقع ہو جاتا ہے۔

اور دوسروں نے کہا ہے: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فتنہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس سے اعراض کیا، اور یہ بتایا کہ مرد کو جو اس کی بیوی اور اس کے مال اور اس کے بچوں اور پڑوس میں فتنہ پیش آتا ہے تو نماز وغیرہ سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اور اس فتنہ کبریٰ کے متعلق نہیں بتایا جو سمندر کی موجوں کی طرح امڈ کر آئے گا تا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغموم نہ ہوں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے، کیونکہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے اور یہ نہیں بتایا کہ وہ دروازہ آپ خود ہیں، حالانکہ وہ یہ جانتے تھے کہ وہ دروازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسی بات نہ بتائی جائے جو ان پر دشوار ہو، اس لیے انہوں نے تعریض اور کنایہ کے ساتھ بتایا جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ وہی وہ دروازہ ہیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے صراحۃً نہیں بتایا اور یہ ان کا حسنِ ادب تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کس دلیل سے معلوم ہوا کہ جب ان کو شہید کر دیا جائے گا تو پھر قیامت تک فتنہ ختم نہیں ہوگا؟

علامہ المہلب نے کہا ہے: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ جب اس دروازہ کو توڑ دیا جائے گا تو پھر وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا؟

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے استدلال کیا کہ دروازہ توڑنا اسی وقت ہوگا جب ان پر غلبہ حاصل کیا جائے، اور غلبہ کا حصول صرف فتنہ سے ہوگا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسروں کو یہ علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی امت میں آپس کی لڑائیاں نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے منع فرمادیا اور قیامت تک لوگ ایک دوسرے کو قتل کرتے رہیں گے۔

اور معمر نے اپنی سند کے ساتھ شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو قیامت تک اس تلوار کو اٹھایا نہیں جائے گا''۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ایک دوسرے سے علم حاصل کرتے تھے اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے تھے، اور تمام صحابہ نیک اور عدول تھے اور پسندیدہ تھے اور وہ بہترین امت تھے جن کو اس امت کے لیے ظاہر کیا گیا۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۵۔ ۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۰۹۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا إِلَى حَائِطٍ مِنْ حَوَائِطِ الْمَدِينَةِ لِحَاجَتِهِ وَخَرَجْتُ فِي إِثْرِهِ فَلَمَّا دَخَلَ الْحَائِطَ جَلَسْتُ عَلَى بَابِهِ وَقُلْتُ لَأَكُونَنَّ الْيَوْمَ بَوَّابَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَلَمْ يَأْمُرْنِي فَذَهَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَقَضَى حَاجَتَهُ وَجَلَسَ عَلَى قُفِّ الْبِئْرِ فَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ لِيَدْخُلَ فَقُلْتُ كَمَا أَنْتَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ لَكَ فَوَقَفَ فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ قَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَاءَ عَنْ يَمِينِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَجَاءَ عُمَرُ فَقُلْتُ كَمَا أَنْتَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ لَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَجَاءَ عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ فَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَامْتَلَأَ الْقُفُّ فَلَمْ يَكُنْ فِيهِ مَجْلِسٌ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَقُلْتُ كَمَا أَنْتَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ لَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَهَا بَلَاءٌ يُصِيبُهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شریک بن عبداللہ از سعید بن المسیب از حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت کی وجہ سے مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ کی طرف نکلے اور میں بھی آپ کے پیچھے نکلا، پس جب آپ باغ میں داخل ہو گئے تو میں باغ کے دروازہ پر بیٹھ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ میں آج ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا، اور آپ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم گئے اور قضائے حاجت کی اور کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے، آپ نے اپنی دونوں پنڈلیوں کو کھولا اور انہیں کنویں میں لٹکا دیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور باغ میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کی، تو میں نے کہا: آپ اسی طرح ٹھہرے رہیں حتیٰ کہ میں آپ کے لیے اجازت لوں، پس وہ ٹھہر گئے، پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ ابوبکر ہیں جو آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور اس کو جنت کی بشارت دو، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھ گئے، پس انہوں نے بھی اپنی دونوں پنڈلیاں کھول لیں اور ان کو کنویں کی طرف لٹکا لیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نَدَخَلَ فَلَمْ يَجِدْ مَعَهُمْ مَجْلِسًا فَتَحَوَّلَ حَتّٰى جَاءَ مُقَابِلَهُمْ عَلَى شَفَةِ الْبِئْرِ فَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ دَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَجَعَلْتُ أَتَمَنّٰى أَخًا لِي وَأَدْعُو اللهَ أَنْ يَأْتِيَ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَتَأَوَّلْتُ ذٰلِكَ قُبُورَهُمُ اجْتَمَعَتْ هَاهُنَا وَانْفَرَدَ عُثْمَانُ۔

نے کہا: آپ اسی طرح ٹھہریے حتیٰ کہ میں آپ کے لیے اجازت لوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور اس کو جنت کی بشارت دو، پس وہ آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب بیٹھ گئے اور انہوں نے اپنی دونوں پنڈلیاں کھول کر انہیں کنویں میں لٹکا لیا، پس وہ منڈیر بھر گئی اور اس میں بیٹھنے کی جگہ نہ رہی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے، میں نے ان سے کہا: آپ اسی طرح ٹھہریں حتیٰ کہ میں آپ کے لیے اجازت طلب کروں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور اس کو جنت کی بشارت دو اور اس کے ساتھ ایک مصیبت ہوگی جو اس کو پہنچے گی، پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے ان کے ساتھ بیٹھنے کی جگہ نہیں پائی، پھر وہ مڑے حتیٰ کہ ان کے مقابل کنویں کی جانب پر بیٹھ گئے، انہوں نے بھی اپنی پنڈلیاں کھول لیں اور ان کو کنویں میں لٹکا لیا، پس میں یہ تمنا کر رہا تھا کہ کاش میرا بھائی ہوتا اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ آئے، ابن المسیب نے کہا: میں نے اس کی یہ تاویل کی کہ ان کی قبریں مجتمع ہوں گی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر الگ ہوگی۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷۴، ۳۶۹۳، ۳۶۹۵، ۶۲۱۶، ۷۰۹۷، ۷۲۶۲، صحیح مسلم: ۲۴۰۳، سنن ترمذی: ۳۷۱۰، مسند احمد: ۱۹۴۹۹)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا گیا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مصیبت پہنچنے کے ساتھ کیوں مخصوص فرمایا؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مصیبت کے ذکر سے کیوں مخصوص فرمایا حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی انہی کی طرح مصیبت پہنچی تھی، کیونکہ ابو لؤلؤ نے ان کو نماز میں زخمی کیا تھا اور اسی زخم کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے تھے جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ زخمی ہو کر شہید ہوئے لیکن ان پر ایسا فتنہ اور آزمائش نہیں آئی جیسا فتنہ اور آزمائش حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر آئی، ان کے اوپر ایک باغی گروہ غالب ہو کر مسلط ہو گیا اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ خلافت کو ترک کر دیں اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان کے گھر میں گھس کر ان پر حملہ کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف انہوں نے ظلم اور جور کی نسبت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہر ظلم اور جور سے بری تھے، اور انہوں نے محاصرہ کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر پانی بند کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس قسم کے مظالم نہیں آئے، نہ کوئی ان کے گھر کی دیوار پر چڑھ کر حملہ آور ہوا، اور نہ ان کو اس شخص نے شہید کیا جو کلمہ توحید کی شہادت دیتا ہو، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جو بلاء اور آفت اور مصیبت آئی، وہ بہت شدید آفت اور مصیبت تھی۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۰۹۸۔ حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ قِيلَ لِأُسَامَةَ أَلَا تُكَلِّمُ هٰذَا قَالَ قَدْ كَلَّمْتُهُ مَا دُونَ أَنْ أَفْتَحَ بَابًا أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَفْتَحُهُ وَمَا أَنَا بِالَّذِي أَقُولُ لِرَجُلٍ بَعْدَ أَنْ يَكُونَ أَمِيرًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَنْتَ خَيْرٌ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ يُجَاءُ بِرَجُلٍ فَيُطْرَحُ فِي النَّارِ فَيَطْحَنُ فِيهَا كَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاهُ فَيُطِيفُ بِهِ أَهْلُ النَّارِ فَيَقُولُونَ أَيْ فُلَانُ أَلَسْتَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ فَيَقُولُ إِنِّي كُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا أَفْعَلُهُ وَأَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَفْعَلُهُ۔

(صحیح البخاری: ۳۲۶۷، ۷۰۹۸، صحیح مسلم: ۲۹۸۹، مسند احمد: ۲۱۲۷۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے بشر بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از سلیمان، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو وائل سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ (ولید بن عقبہ) کے متعلق (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے) بات نہیں کرتے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ان سے بات کی تھی بغیر اس کے کہ میں ایک ایسا دروازہ کھولتا جس کو سب سے پہلے کھولنے والا میں ہوتا، اور میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ میں کسی مرد سے کہوں کہ آپ سب سے بہتر ہیں جب کہ وہ دو مردوں پر امیر ہو، بعد اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن ایک مرد کو لایا جائے گا، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، وہ مرد دوزخ میں اس طرح گھوم رہا ہوگا جس طرح گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے، پس دوزخی اس کے گرد طواف کریں گے اور کہیں گے: اے فلاں! کیا تم نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے نہیں روکتے تھے؟ وہ کہے گا: بے شک میں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیکی نہیں کرتا تھا اور میں برائی سے روکتا تھا اور خود برائی کا ارتکاب کرتا تھا۔

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ولید بن عقبہ کے معاملہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے برملا بات نہ کرنے کی توجیہ

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: ابو وائل نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا کہ کیا آپ اس مرد سے بات نہیں کرتے، یعنی آپ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ولید بن عقبہ کے متعلق بات نہیں کرتے، کیونکہ ولید بن عقبہ سے نبیذ کی بدبو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ظاہر ہوتی ہے اور اس کا معاملہ مشہور ہو گیا ہے، اور ولید بن عقبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ماں شریک بھائی تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو متعدد مناصب پر عامل بنا دیا تھا، پس حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ آپ اس کے معاملہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کیوں نہیں کرتے، کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خاص مقربین میں سے تھے۔ اور لوگوں کا مطلب تھا کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کر کے ولید بن عقبہ کی شراب نوشی پر اس کو سزا دلوائیں، تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس معاملہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کر چکا ہوں، اور میں نے کھلے عام ان سے یہ بات نہیں کی، اور میں وہ پہلا شخص نہیں ہونا چاہتا جو ائمہ اور خلفاء پر علی الاعلان انکار کرے اور ائمہ کے خلاف بغاوت کرنے کا دروازہ کھل جائے اور امت کا اتحاد منتشر ہو جائے اور جماعت متفرق ہو جائے، جیسا کہ بعد میں ایسا ہو گیا کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کھلے عام تنقید کرنے لگے، پھر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ وہ امیر کے خلاف کبھی بھی مداہنت نہیں کریں گے بلکہ تنہائی میں امیر کی خیر خواہی کرتے رہیں گے، کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ایک مرد دوزخ میں گدھے کی طرح اپنی چکی کے گرد چکر کاٹ رہا ہوگا، کیونکہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیکی نہیں کرتا تھا اور لوگوں کو برائی سے روکتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا، اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ اس حدیث کی وجہ سے وہ کبھی کسی کے خلاف مداہنت نہیں کریں گے اور لوگوں نے ان کے خلاف جو مداہنت کا گمان کیا تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کے ماں شریک بھائی کے معاملہ میں سکوت کر کے مداہنت کر رہے ہیں اس سے انہوں نے بیزاری کا اظہار کیا۔

آیا حکام کے غلط کاموں پر ان کو ٹوکنا واجب ہے یا نہیں؟

پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ امراء کی غلط باتوں پر علی الاعلان انکار کرنا سنت ہے، کیونکہ سفیان نے از علقمہ روایت کی ہے کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: "کونسا جہاد افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ظالم سلطان کے سامنے حق بات کہنا"۔ (سنن نسائی: ۴۲۱۵)

علامہ ابو جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا: سلف صالحین کا اس حدیث کی تاویل میں اختلاف ہے، پس بعض متقدمین نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے کہ "ظالم سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہا جائے" یہ اس صورت پر محمول ہے جب بات کرنے والے کو اپنے نفس پر قتل کا خطرہ نہ ہو یا اسے اپنے نفس کے اوپر کسی مصیبت کے پیش آنے کا خطرہ نہ ہو، اور یہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے، اور یہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

اور مطرف بن الشخیر نے کہا: اللہ کی قسم! اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا حتیٰ کہ میں ایک مرد کی طرف کھڑا ہوتا جس کے ساتھ ہزار تلواریں ہوتیں تو میں اس کے سامنے حق بات کہتا سو وہ مجھے قتل کر دیتا، بے شک میرا قرض اس وقت تنگ ہو جاتا۔

اور دوسرے فقہاء نے کہا: جو شخص سلطان سے کسی برے کام کو دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ وہ علی الاعلان اس پر انکار کرے جس طرح بھی ممکن ہو، یہ حضرت عمر بن خطاب اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل ڈالے اور اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کو برا کہے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے"۔ (صحیح مسلم: ۴۹، الرقم المسلسل: ۸۲، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۰، سنن ترمذی: ۲۱۷۹، سنن نسائی: ۵۰۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۵، مسند احمد: ۱۱۰۷۳)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے سلطان سے کوئی برا کام دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ دل سے اس کا انکار کرے نہ کہ زبان سے، اور ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم پر ایسے امراء مقرر کیے جائیں گے جن سے تم نیک کام بھی دیکھو گے اور برے کام بھی دیکھو گے، پس جس نے برے کاموں کو ناپسند کیا وہ بری ہو گیا، اور جس نے برے کاموں پر انکار کیا وہ سلامت رہا، لیکن جو ان برے کاموں پر راضی رہا اور سلطان کی پیروی کرتا رہا، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے قتال نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۸۵۴، سنن ابوداؤد: ۴۷۶۰، سنن ترمذی: ۲۲۶۵، مسند احمد: ۲۶۶۲۸)

نیز حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بلایا، سو ہم نے آپ کی بیعت کی، پس آپ نے جن چیزوں کا ہم سے عہد لیا وہ یہ کہ ہم حاکم کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اس کے احکام سنیں اور اس کی اطاعت کریں خواہ اس میں ہماری خوشی ہو یا ناخوشی ہو، اور خواہ اس میں ہماری مشکل ہو یا آسانی ہو، اور خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے، اور ہم حاکم کی حکومت کے خلاف بغاوت نہ کریں سوا اس کے کہ تم علی الاعلان کفر دیکھو، اور تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے کفر پر دلیل ہو۔ (صحیح البخاری: ۷۰۵۵، صحیح مسلم: الرقم المسلسل: ۴۶۶۴، مسند احمد: ۲۲۷۳۲)

امام ابو جعفر طبری نے کہا کہ صحیح اور صواب یہ ہے کہ ہر جس شخص نے کسی برائی کو دیکھا اس پر اس برائی کا انکار کرنا واجب ہے جب کہ اسے اپنے نفس پر کسی سزا کا خطرہ نہ ہو، کیونکہ نبی ﷺ سے احادیث وارد ہیں کہ "حاکم کے احکام سنے جائیں اور اس کی اطاعت کی جائے"۔ (صحیح مسلم: ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸)

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "کسی مسلمان کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرنا جائز نہیں ہے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کوئی مسلمان اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا؟ فرمایا: وہ اس مصیبت اور بلاء کے درپے ہو جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا"۔

(سنن ترمذی: ۲۲۵۴، سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۶، مسند احمد: ج ۵ ص ۴۰۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصاصِ عثمان نہ لینے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان کے خلاف نکلنا آیا صحیح تھا یا نہیں؟

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ جب دو مسلمان گروہ آپس میں لڑ رہے ہوں تو ان سے الگ رہا جائے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے نکلیں، بہ ظاہر حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کی تغلیط ہوتی ہے۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: یہ بات اس طرح نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے مذہب سے معروف تھا کہ وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کے موافق تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے پر متفق تھے لیکن ان کا خروج ان سے لڑنے کے لیے نہیں تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہا گیا تھا کہ آپ نکلیں تاکہ آپ لوگوں کے درمیان صلح کرائیں، کیونکہ آپ تمام مسلمانوں کی ماں ہیں اور وہ آپ سے لڑنے کی جرأت نہیں کریں گے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دو مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے نکلی تھیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعض اصحاب کی نیت یہ تھی کہ اگر ان کے مخالفین سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نا فرمانی ظاہر ہو جائے تو وہ اس جماعت سے قتال کریں گے جو نافرمانی کرے گی، اور ان میں سے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے اس رائے سے بالکل رجوع نہیں کیا اور انہوں نے یہ کہا کہ جب فارس کے لوگوں نے ایک عورت کو امیر بنا دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ فارس مغلوب ہو جائیں گے، یہ بات نہیں تھی کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کی تغلیط کی اور اسلام میں سے کوئی شخص بھی یہ بات نہیں کہتا سوائے شیعہ کے، پس حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ اگر ان سے قتال کیا گیا تو وہ شکست کھا جائیں گے، اور کبھی اہلِ حق بھی مغلوب ہو جاتے ہیں اور ان کے لیے آخرت میں اچھا انجام ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے متقین سے وعدہ فرمایا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب غزوۂ حنین اور غزوۂ احد میں بظاہر مغلوب ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ان کے لیے اچھا انجام رکھا، اور اسی طرح جو مسلمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مظلوماً مقتول ہونے پر غضب ناک ہوئے اور انہوں نے ان کے قاتلوں کو برا جانا اور ان کے قصاص کو طلب کیا، اور اسلام میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو یہ کہتا ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھ کسی امیر کو دعوت دی ہو اور نہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی خلافت میں معارضہ کیا تھا اور نہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امارت کی مخالفت کی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صرف اس بات پر انکار کیا تھا کہ ان کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو چھوڑے رکھا اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حدود جاری نہیں کیں اور نہ ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا قصاص لیا۔ دوسری طرف لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حامی آپ کو خلافت سے بے دخل کرنا چاہتے ہیں اور آپ کی امارت اور خلافت کے خلاف قتال کرنا چاہتے ہیں، اور انہوں نے ہتھیار اٹھائے اور انہوں نے سب سے پہلے تیر برسائے اور تلواروں سے حملہ کیا اور نیزوں سے حملہ کیا حتیٰ کہ جنگ شروع ہو گئی، اور ان میں سے ہر فریق مجتہد تھا اور ہر ایک کی صحت کی ایک وجہ ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۷-۴۸ ملخصاً و ملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

جنگِ جمل اور صفین کے شرکاء کے متعلق مصنف کا موقف

میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف برحق تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صحیح صورتِ حال پر مطلع نہیں تھیں، اور جب وہ مطلع ہوئیں تو برسوں اس بات پر افسوس کرتی رہیں کہ وہ اس معاملہ میں کیوں داخل ہوئی تھیں، اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کے درجات مزید بلند فرمائے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان دونوں کے دل ایک دوسرے سے صاف فرما دے گا اور وہ دونوں اس آیت کے مصداق ہوں گے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾

(الحجر: ۴۵-۴۹)

بے شک اللہ سے ڈرنے والے جنتوں اور چشموں میں ہوں گے ○ (ان سے کہا جائے گا:) تم ان میں بے خوف ہو کر سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ ○ اور ان کے دلوں میں جو رنجشیں ہوں گی ہم ان سب کو نکال لیں گے، (وہ) ایک دوسرے کے بھائی ہو کر مسند نشین ہوں گے ○ ان کو وہاں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے ○ آپ میرے بندوں کو بتا دیں کہ بے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شک میں بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہوں O

حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت طلحہ، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بھی ان آیات کے مصداق ہوں گے۔

۱۸۔ بَابٌ: باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا، اور امام بخاری کا طریقہ یہ ہے کہ جس باب کا وہ عنوان قائم نہ کریں وہ باب اس سے پہلے باب کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔

۷۰۹۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِي اللهُ بِكَلِمَةٍ أَيَّامَ الْجَمَلِ لَمَّا بَلَغَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَنَّ فَارِسًا مَلَّكُوا ابْنَةَ كِسْرٰى قَالَ لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ امْرَأَةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از الحسن از حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ جمل کے ایام میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حدیث سے نفع پہنچایا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنا دیا تو آپ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جنہوں نے اپنی حکومت کا امیر کسی عورت کو بنا دیا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۲۵، سنن ترمذی: ۲۲۶۲، سنن نسائی: ۵۳۸۸، مسند احمد: ۱۹۸۸۹)

صحیح البخاری: ۷۰۹۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنگِ جمل کے متعلق مختلف روایات

عمر بن شبہ نے "کتاب اخبار البصرۃ" میں جنگِ جمل کا بہت طویل قصہ لکھا ہے، میں اس کا خلاصہ اور اختصار بیان کروں گا جو سندِ صحیح یا سندِ حسن کے ساتھ مروی ہے۔

عطیہ بن سفیان الثقفی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: جب کل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا، پس وہ مسجد میں داخل ہوئے، وہاں حضرت علی اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کی جماعت تھی، پس ابوجہم بن حذیفہ نکلے، انہوں نے کہا: اے علی! آپ کی کیا رائے ہے؟ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی بات نہیں کی اور اپنے گھر چلے گئے، ان کے پاس ثرید لایا گیا، انہوں نے اس کو کھایا، پھر انہوں نے کہا: انہوں نے میرے چچا زاد کو قتل کر دیا اور ہم ان کے ملک پر غلبہ حاصل کریں؟ پھر وہ بیت المال سے نکلے، سو اس کو کھولا، پس جب لوگوں نے سنا تو انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔

مغیرہ نے از ابراہیم از علقمہ روایت کی ہے کہ اشتر نے کہا: میں نے دیکھا کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خوشی سے بیعت کر لی اور جبراً بیعت نہیں کی۔

داؤد بن ابی ہند نے الشعبی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ اس وقت مدینہ کے بازار میں تھے، پس لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: حتیٰ کہ لوگ مشورہ کر لیں، پس بعض لوگوں نے کہا: اگر لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر لے کر اپنے شہروں کو لوٹ گئے اور ان کے بعد کوئی خلیفہ نہیں ہوا تو پھر امت میں اختلاف اور فساد برپا ہو جائے گا۔

اور ابن شہاب سے روایت ہے: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے تنہائی میں ملاقات کی، پس اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ ہوا کہ لوگ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لیں گے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا، پس لوگ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور کی طرف نہیں گئے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بلایا تو ان دونوں نے بیعت کر لی۔

اور ابن شہاب نے روایت کی ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی، پھر وہ دونوں مکہ مکرمہ گئے، پھر ان دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اور وہ سب اس پر متفق ہو گئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کریں اور حتیٰ کہ قاتلینِ عثمان کو قتل کر دیں۔

عوف الاعرابی نے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ بن امیہ کو صنعاء پر عامل بنایا تھا، پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ حج کے لیے گئے ہوئے تھے تو انہوں نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی چار لاکھ افراد سے مدد کی اور ستر مردوں کو قریش سے برانگیختہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اسی (۸۰) دینار کا ایک اونٹ خریدا۔

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جانتے ہو میں کن کے ساتھ مبتلاء ہوا ہوں، لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت زیادہ اطاعت کرتے ہیں اور لوگوں میں سب سے سخت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہیں اور لوگوں میں سب سے بڑی مصیبت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور لوگوں میں سب سے آسان یعلیٰ بن امیہ ہیں۔

اور ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چھتیس (۳۶) ھ ربیع الآخر کے مہینہ میں نکلے۔

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آئیں تو بنو عامر کے کسی پانی کے چشمہ کے پاس ٹھہریں، تو ان پر کتے بھونکے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یہ کونسا پانی ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ الحواب کا پانی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرا گمان ہے کہ میں واپس جاؤں، تو آپ کے بعض ہمراہیوں نے کہا: بلکہ آپ آگے چلیں، آپ کو مسلمان دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان صلح فرما دے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک دن فرمایا تھا: ''اس وقت تم میں سے کسی کا کیا حال ہوگا جب اس کے اوپر الحواب کے کتے بھونکیں گے''۔

اور امام بزار نے زید بن وہب کی سند سے روایت کیا ہے کہ جس وقت کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمہارے نبی کے اہل بیت کے دو فرقے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کی گردنوں پر تلواریں ماریں گے، ہم نے کہا: اے ابوعبداللہ! جب ہم یہ وقت پائیں تو ہم کیا کریں؟ تو انہوں نے کہا: تم اس جماعت کی طرف دیکھو جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف بلائے گی کیونکہ وہ جماعت اس دن ہدایت پر ہوگی۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب کو یہ خبر پہنچی جب وہ ان کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ساتھ جارہے تھے کہ اہلِ بصرہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی قیادت میں جمع ہو گئے ہیں، تو ان پر یہ دشوار ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! ہم ضرور اہلِ بصرہ پر غالب آئیں گے اور ہم ضرور طلحہ اور زبیر کو قتل کریں گے۔۔الحدیث

اور امام طبرانی نے محمد بن قیس سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جنگِ جمل کے دن ذکر کیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگ کہتے ہیں: جنگِ جمل، لوگوں نے کہا: جی ہاں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں پسند کرتی ہوں کہ میں بیٹھی رہتی جیسے میرے سوا اور بیٹھے رہے۔

اسحاق بن راہویہ نے سالم مرادی سے روایت کی ہے کہ میں نے حسن بصری سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں حضرت طلحہ اور ان کے اصحاب کے معاملہ میں آئے تو قیس بن عباد اور عبداللہ بن الکواء دونوں کھڑے ہو گئے، ان دونوں نے کہا: ہمیں آپ بتائیے کہ آپ کس سلسلہ میں آئے ہیں، پھر ایک طویل حدیث ذکر کی کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے، پھر حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مدینہ میں مجھ سے بیعت کر و اور انہوں نے بصرہ میں میری مخالفت کی، اور اگر جس مرد نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی ہو اور وہ ان کی مخالفت کرے تو ہم اس سے قتال کریں گے، اسی طرح جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرے ہم اس سے بھی قتال کریں گے۔

اور عمر بن شبہ نے از مبارک بن فضالہ از الحسن بصری روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا تو انہوں نے کہا: آپ ضرور ماں ہیں، اور بے شک آپ کا حق بہت عظیم ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوگی جس کی مالک عورت ہو۔

عورت کو قاضی بنانے کے متعلق فقہاء کی آراء

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے، اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عورت کو قضاء کا منصب سونپنا جائز نہیں ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور امام ابن جریر طبری نے اس کی مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا کہ عورت کو ان معاملات میں قاضی بنانا جائز ہے جن معاملات میں عورت کی شہادت قبول کی جاتی ہے، اور بعض مالکیہ نے اس کو مطلقاً جائز کہا ہے۔ اور علامہ ابن التین نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہ ہوتیں تو وہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہوتے، کیونکہ اگر ان پر ان کی خطاء ظاہر ہو جاتی تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۰۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْيَمَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زِيَادٍ الْأَسَدِيُّ قَالَ لَمَّا سَارَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَائِشَةُ إِلَى الْبَصْرَةِ بَعَثَ عَلِيٌّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عیاش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوحصین نے حدیث بیان کی،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ وَحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقَدِمَا عَلَيْنَا الْكُوفَةَ فَصَعِدَا الْمِنْبَرَ فَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَوْقَ الْمِنْبَرِ فِي أَعْلَاهُ وَقَامَ عَمَّارٌ أَسْفَلَ مِنَ الْحَسَنِ فَاجْتَمَعْنَا إِلَيْهِ فَسَمِعْتُ عَمَّارًا يَقُولُ إِنَّ عَائِشَةَ قَدْ سَارَتْ إِلَى الْبَصْرَةِ وَوَاللَّهِ إِنَّهَا لَزَوْجَةُ نَبِيِّكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَكِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ابْتَلَاكُمْ لِيَعْلَمَ إِيَّاهُ تُطِيعُونَ أَمْ هِيَ۔

(صحیح البخاری: ۳۷۷۲، ۷۱۰۰، ۷۱۰۱، مسند احمد: ۱۷۸۶۷)

انہوں نے کہا: ہمیں ابو مریم عبداللہ بن زیاد الاسدی نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم بصرہ کی طرف روانہ ہوئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کو بھیجا، پس وہ دونوں ہمارے پاس کوفہ میں آئے، پس وہ دونوں منبر پر چڑھے، پس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما منبر کے سب سے اوپر والی سیڑھی پر تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نیچے والی سیڑھی پر، ہم سب ان کی طرف جمع ہو گئے، پس میں نے سنا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ کی طرف روانہ ہو گئی ہیں، اور اللہ کی قسم! وہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم کو اس میں مبتلاء کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر فرمائے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتے ہو یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔

صحیح البخاری: ۷۱۰۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنگ جمل کی بعض تفصیلات

عمر بن شبہ نے سندِ جید سے روایت کی ہے کہ یہ لوگ مکہ کی طرف یکم ذوالحجہ کو روانہ ہوئے اور دوسری سند سے ذکر کیا ہے کہ نصف جمادی الثانی ۳۶ھ میں روانہ ہوئے۔

المدائنی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ ایک مرد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ اس وقت زاویہ میں تھے، اس نے کہا: آپ ان لوگوں سے کیوں قتال کر رہے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حق پر قتال کر رہے ہیں، اس نے کہا: وہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بھی حق پر ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان سے اس لیے قتال کر رہا ہوں کہ وہ جماعت سے خروج کر رہے ہیں اور بیعت کو توڑ رہے ہیں۔

اور امام طبری نے عاصم بن کلیب الجرمی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دیکھا کہ ایک مرد امیر تھا وہ بیمار ہو گیا اور اس کے سرہانے ایک عورت تھی اور لوگ اس مرد کا ارادہ کر رہے تھے، پس اگر وہ عورت ان کو منع کرتی تو وہ لوگ رک جاتے لیکن اس عورت نے ایسا نہیں کیا، پس لوگوں نے اس امیر کو قتل کر دیا، پھر میں نے اسی سال ایک جنگ کی تو ہمیں خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے، پس جب ہم غزوہ سے لوٹے اور بصرہ کی طرف پہنچے تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم ہیں، پس لوگوں کو تعجب ہوا اور لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ وہ بصرہ میں کیوں آئے ہیں تو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

انہوں نے بتایا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے پر ناراض ہونے کی وجہ سے نکلے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم تم پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں تین وجہ سے ناراض ہیں: لڑکوں کی امارت اور چابکوں اور لاٹھیوں کا مارنا، پس اگر ہم ان باتوں پر ناراض نہ ہوں تو ہم نے انصاف نہیں کیا، وہ تین باتیں یہ ہیں: خون کی حرمت کو پامال کیا، اور اور اس مہینہ کی حرمت کو پامال کیا اور شہر کی حرمت کو پامال کیا۔

پھر ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: لوگوں نے اس مرد پر حملہ کیا اور میں ان سے بالکل الگ تھا، پھر انہوں نے مجھے خلیفہ بنا دیا، اور اگر مجھے دین پر خطرہ نہ ہوتا تو میں ان کی بات نہ مانتا، پھر مجھ سے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما نے عمرہ میں جانے کی اجازت طلب کی تو میں نے ان سے عہد و پیمان لے کر ان کو عمرہ پر جانے کی اجازت دے دی، پھر انہوں نے حضرت ام المومنین کے سامنے وہ چیز پیش کی جو ان کے لائق نہیں تھی، پھر مجھے یہ خبر پہنچی کہ وہ حملہ کی تیاری کر رہے ہیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ان سے قتال کا ارادہ نہیں کرتے الا یہ کہ وہ ہم سے قتال کریں اور ہم صرف اصلاح کے لیے جا رہے ہیں، پھر اس قصہ کو ذکر کیا اور اس میں یہ ہے کہ ابتداءً جنگ دونوں لشکروں کے نوجوانوں کی طرف سے ہوئی جنہوں نے ایک دوسرے کو برا کہا اور ایک دوسرے پر بہتان تراشا، پھر جاہل لوگ ان کی پیروی کرنے لگے اور پھر جنگ کی آگ بھڑک اٹھی، اور انہوں نے بصرہ کے گرد خندق کھود لی، پھر کچھ لوگ قتل کیے گئے اور کچھ لوگ زخمی ہو گئے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب غالب آ گئے اور ان کے منادی نے یہ نداء کی کہ جو پیٹھ پھیر کر جا رہا ہے اس کا پیچھا نہ کرنا، اور جو زخمی ہو اس کا سامان نہ لوٹنا، اور کسی کے گھر میں داخل نہ ہونا، پھر تمام لوگ جمع ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ پر عامل بنا دیا اور وہ خود کوفہ کی طرف لوٹ گئے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے سندِ جید سے عبد الرحمٰن بن عبذہ سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن بدیل بن ورقہ الخزاعی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمل کے دن پہنچے اور وہ اس وقت ہودج میں تھیں، انہوں نے کہا: اے ام المومنین! کیا آپ جانتی ہیں کہ میں آپ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے کے سلسلہ میں آیا ہوں، آپ مجھے کیا حکم دیتی ہیں؟ میں نے کہا: کیا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لازم ہو جاؤں؟، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دو، سو اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں، پھر میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر دونوں اترے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اتارا اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو ہم نے ان کو ایک گھر میں داخل کر دیا۔

اسحاق کی روایت میں ہے: یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کریں یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ کی طرف چلی گئیں اور اللہ کی قسم! میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ یہ تمہارے نبی کی زوجہ ہیں، اور بے شک امیر المومنین نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے۔ عمار نے کہا: بے شک ہماری ماں اس سفر میں آئی ہیں اور بے شک وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس معاملہ میں مبتلاء کر دیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتے ہیں یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے یہ تھی کہ اس قصہ میں حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے باوجود نہ اسلام سے نکلیں اور نہ جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونے سے نکلیں، اور یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے انصاف کی شدت اور ان کے تقویٰ کی قوت اور حق بات کے بیان کرنے کو ظاہر کرتی ہے۔

الاسماعیلی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار کو اور حضرت حسن بن عمار کو اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کو کوفہ کی طرف بھیجا اور انہوں نے خطبہ دیا اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مکمل فضیلت کی شہادت دیتے تھے، اور اس میں بڑی عمر والے کا زیادہ مرتبہ ہے کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اور اس وقت وہ ان پر امیر تھے جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلایا تھا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے تھے، پس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما منبر کے اوپر کے حصہ پر بیٹھے اور اس کے اوپر حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیٹھے اور بے شک حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی ان پر فضیلت تھی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے تواضعاً کیا ہو اور ان کے احترام کے لیے کیا ہو۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۱۔ ۲۶۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہیں اور خلیفہ کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے، اسماعیلی کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لڑنے کے لیے برانگیختہ کیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ پیغام سنایا: میں لوگوں کو خدا کی یاد دلا کر یہ کہتا ہوں کہ وہ بھاگیں نہیں، اگر میں مظلوم ہوں تو اللہ میری مدد کرے گا اور اگر میں ظالم ہوں تو اللہ مجھ کو تباہ کرے گا، اللہ کی قسم! حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے خود مجھ سے بیعت کی، پھر بیعت توڑ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ لڑنے کے لیے نکلے۔

عبد اللہ بن بدیل کہتے ہیں: جنگ شروع ہوتے وقت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کجاوہ کے پاس آیا، میں نے کہا: ام المومنین! جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میں آپ کے پاس آیا، آپ نے خود فرمایا کہ علی بن ابی طالب کے ساتھ رہنا اور اب آپ خود ان سے لڑنا چاہتی ہیں، اس کی کیا وجہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کچھ جواب نہ دیا، آخر ان کے اونٹ کی کونچیں کاٹی گئیں، پھر میں اور ان کے بھائی محمد بن ابی بکر دونوں اترے اور کجاوہ کو اٹھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو گھر میں زنان خانہ میں بھیج دیا۔

۷۱۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي غَنِيَّةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَامَ عَمَّارٌ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ فَذَكَرَ عَائِشَةَ وَذَكَرَ مَسِيرَهَا وَقَالَ إِنَّهَا زَوْجَةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَكِنَّهَا مِمَّا ابْتُلِيتُمْ۔

(صحیح البخاری: ۳۷۷۲، ۷۱۰۰، ۷۱۰۱، مسند احمد: ۱۷۸۶۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی غنیّہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابی وائل، وہ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی روانگی کا ذکر کیا اور کہا: بلاشبہ وہ دنیا اور آخرت میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، لیکن تم ان کے متعلق ابتلاء کیے گئے ہو۔

۷۱۰۲، ۷۱۰۳، ۷۱۰۴۔ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ دَخَلَ أَبُو مُوسَى وَأَبُو مَسْعُودٍ عَلَى عَمَّارٍ حَيْثُ بَعَثَهُ عَلِيٌّ إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ يَسْتَنْفِرُهُمْ فَقَالَا مَا رَأَيْنَاكَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن المحبر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو وائل سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَتَيْتَ أَمْرًا أَكْرَهَ عِنْدَنَا مِنْ إِسْرَاعِكَ فِي هٰذَا الْأَمْرِ مُنْذُ أَسْلَمْتَ فَقَالَ عَمَّارٌ مَا رَأَيْتُ مِنْكُمَا مُنْذُ أَسْلَمْتُمَا أَمْرًا أَكْرَهَ عِنْدِي مِنْ إِبْطَائِكُمَا عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ وَكَسَاهُمَا حُلَّةً حُلَّةً ثُمَّ رَاحُوا إِلَى الْمَسْجِدِ۔

(صحیح البخاری: ۷۱۰۶، ۷۱۰۷)

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہما حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے جب ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کی طرف بھیجا تا کہ انہیں جنگ پر ابھاریں، تو ان دونوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا: جب سے آپ مسلمان ہوئے ہیں، ہم نے اس سے زیادہ کوئی بری بات نہیں دیکھی کہ آپ اس کام میں جلدی کر رہے ہیں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے بھی جب سے تم دونوں مسلمان ہوئے ہوئے تمہاری کوئی بات اس سے بری نہیں دیکھی جو تم اس کام میں (یعنی جنگ کرنے میں) تاخیر کر رہے ہو، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ دونوں کو کپڑے کا ایک ایک نیا جوڑا پہنایا، پھر تینوں مل کر مسجد میں چلے گئے۔

احادیثِ مذکورہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ پھر وہ اس وقت جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے چلے گئے، اور محمد بن جعفر کی روایت میں ہے: پس حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ان دونوں میں سے ہر ایک کی طرف ایک حُلّہ بھیجا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ان کے درمیان جو مباحثہ ہوا، اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ دونوں فریق مجتہد تھے، اور ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ وہ حق پر ہے، اور حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ خوش حال اور جواد تھے، اور ان صحابہ کا حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کے دن اجتماع ہوا، پس حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ایک حلہ پہنایا تا کہ وہ حلہ پہن کر جمعہ کو حاضر ہوں، کیونکہ وہ سفر کے کپڑے میں تھے اور ان پر جنگ کی حالت تھی تو انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ جمعہ پڑھنے کے لیے ان کپڑوں میں جائیں اور انہوں نے ناپسند کیا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کو حلہ پہنائیں اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو حلہ نہ پہنائیں، پھر انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی حلّہ پہنایا۔ اور حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق تھے کہ جنگ سے احتراز کرنا چاہیے اور وہ ان احادیث پر عمل کرتے تھے جن میں مسلمان کے خلاف ہتھیار اٹھانے سے منع فرمایا ہے اور اس پر وعید ہے، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ بغاوت کرنے والوں سے اور عہد توڑنے والوں سے قتال کرنا چاہیے اور وہ اس آیت پر عمل کرتے تھے ''فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي'' (الحجرات: ۹) (جو فریق بغاوت کرے اس سے قتال کرو)۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۲۔ ۲۶۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۰۵، ۷۱۰۶، ۷۱۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي مَسْعُودٍ وَأَبِي مُوسَى وَعَمَّارٍ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ مَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از شقیق بن سلمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مِنْ أَصْحَابِكَ أَحَدٌ إِلَّا لَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ فِيهِ غَيْرَكَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْكَ شَيْئًا مُنْذُ صَحِبْتَ النَّبِيَّ ﷺ أَعْيَبَ عِنْدِي مِنِ اسْتِسْرَاعِكَ فِي هٰذَا الْأَمْرِ قَالَ عَمَّارٌ يَا أَبَا مَسْعُودٍ وَمَا رَأَيْتُ مِنْكَ وَلَا مِنْ صَاحِبِكَ هٰذَا شَيْئًا مُنْذُ صَحِبْتُمَا النَّبِيَّ ﷺ أَعْيَبَ عِنْدِي مِنْ إِبْطَائِكُمَا فِي هٰذَا الْأَمْرِ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ وَكَانَ مُوسِرًا يَا غُلَامُ هَاتِ حُلَّتَيْنِ فَأَعْطَى إِحْدَاهُمَا أَبَا مُوسَى وَالْأُخْرَى عَمَّارًا وَقَالَ رُوحَا فِيهِ إِلَى الْجُمُعَةِ۔

اور حضرت ابوموسیٰ اور عمار بھی موجود تھے، پس حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے ساتھ جتنے لوگ ہیں، اگر میں چاہوں تو آپ کے سوا ان میں سے ہر ایک کا کچھ نہ کچھ عیب بیان کرسکتا ہوں، اور جب سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے، میں نے آپ کا اس سے زیادہ کوئی عیب والا کام نہیں دیکھا، کہ آپ اس زمانہ میں لوگوں کو جنگ کے لیے تیار کرنے میں جلدی کر رہے ہیں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابومسعود! جب سے آپ اور آپ کے ساتھی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آئے ہیں، میں نے آپ دونوں کا کوئی کام اس سے زیادہ عیب والا نہیں دیکھا کہ آپ دونوں اس لڑائی میں شامل ہونے سے دیر کر رہے ہیں، اس پر حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ خوش حال آدمی تھے: اے غلام! میرے پاس دو حلّے لاؤ، اور انہوں نے ان میں سے ایک حلہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو پہنا دیا اور دوسرا حلہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پہنا دیا، اور آپ دونوں یہ کپڑے پہن کر جمعہ پڑھنے کے لیے چلیں۔

(صحیح البخاری: ۷۱۰۰،۷۱۰۱،۷۱۰۲، مسند احمد: ۱۷۸۶۷)

۱۹۔ بَابٌ: إِذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرمائے

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان کا حکم نہیں بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرمائے تو پھر کیا ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس عنوان کا حکم اس باب کی حدیث سے ظاہر ہے کہ امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس کے حکم کو ترک کر دیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۰۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَقُولُ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ثُمَّ بُعِثُوا عَلَى أَعْمَالِهِمْ۔

(صحیح مسلم: ۲۸۷۹، مسند احمد: ۵۸۵۶)

کہا: مجھے حمزہ بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے اوپر عذاب بھیجتا ہے تو ان تمام لوگوں پر عذاب ہوتا ہے جو اس قوم میں ہوتے ہیں، پھر لوگوں کو ان کے اعمال کے حساب سے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

صحیح البخاری: ۷۱۰۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دنیاوی عذاب صالحین کے لیے کفارۂ سیئات ہیں اور کفار کے لیے سزا

یعنی ان میں سے ہر ایک کو قیامت کے دن اس کے عمل کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا، اگر کوئی مرد نیک ہوگا تو اس کا انجام نیک ہوگا، اور اگر کوئی بدکار ہوگا تو اس کا انجام برا ہوگا، پس یہ دنیاوی عذاب صالحین کے لیے ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں اور فساق وفجار کے لیے عبرت ناک سزا ہیں۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زمین میں برائی ظاہر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان میں اپنا عذاب نازل فرماتا ہے، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ان میں تو نیکوکار بھی ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

علامہ ابن بطال نے کہا: یہ حدیث حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث کی وضاحت کرتی ہے جب انہوں نے پوچھا کہ ہم کو ہلاک کر دیا جائے گا حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبث بہت زیادہ ہو جائے گا، پس تمام لوگوں کو اس وقت ہلاک کر دیا جائے گا جب برسرِ عام اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس آخری کلام کے مناسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ برائیوں کو دیکھیں اور اس میں تبدیلی نہ کریں تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کے اوپر عذاب نازل فرمائے گا، اس حدیث کی امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں کو کفر پر عذاب دیا جائے گا ان کے درمیان بازار والے بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جنہوں نے کفر نہیں کیا ہوگا، پھر ان سب لوگوں کی عمریں پوری کی جائیں گی، پھر ان کو ان کے اعمال کے حساب سے اٹھایا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امت کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے تو ان کی عورتوں کو پندرہ سال تک بانجھ بنا دیتا ہے تاکہ ان کے بچوں پر عذاب نہ آئے لیکن اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خلاصہ یہ ہے کہ موت میں اشتراک سے یہ لازم نہیں آتا کہ ثواب یا عذاب میں بھی اشتراک ہو، بلکہ ہر ایک کو اس کے عمل کے اعتبار سے جزاء دی جائے گی، اور علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ کہا ہے: جن لوگوں پر یہ عام عذاب واقع ہوگا یہ وہ لوگ ہیں جو نیکی کا حکم دینے اور برائی کو روکنے سے سکوت کرتے تھے، لیکن جس نے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو وہ برحق مومن ہے، اللہ تعالیٰ ان کے اوپر عذاب نہیں نازل فرمائے گا بلکہ ان سے عذاب کو دور فرما دے گا، اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے:

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۞ (القصص:۵۹)

اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ ان کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتوں کو تلاوت کرتا ہو اور ہم صرف ان ہی بستیوں کو ہلاک کرنے والے ہیں جن کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۞ (الانفال:۳۳)

اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہوں، اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں O

نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے اور ظالموں کی مجلس میں بیٹھنے پر عذاب کا نزول

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ ان لوگوں پر عام عذاب آئے گا جو برائی سے نہ روکتے ہوں اور نیکی کا حکم نہ دیتے ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۔ (النساء:۱۴۰)

اور بے شک اللہ نے تم پر کتاب میں یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار اور ظالموں کی مجلس سے بھاگنا چاہیے، کیونکہ ان کی مجلس میں بیٹھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، یہ اس وقت ہے جب ان کی مدد نہ کی جائے اور ان کے افعال سے راضی نہ ہو، پس اگر اس نے ظالموں کی مدد کی یا ان کے افعال سے راضی ہوا تو ان کا شمار بھی ان ہی میں سے ہوگا، اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیار ثمود سے جلدی نکلنے کا حکم دیا، رہا یہ کہ لوگوں کو ان کے اعمال کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا تو یہ عدل کا تقاضا ہے، کیونکہ اعمالِ صالحہ پر آخرت میں جزاء دی جائے گی، اور رہا دنیا میں جن لوگوں پر عذاب آیا تو وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا جو انہوں نے اس سے پہلے برے کام کیے، اسی طرح جن لوگوں نے برے کاموں سے منع نہیں کیا ان کو بھی ان کی مداہنت پر سزا ملے گی، پھر قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے عمل کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی برائی کو دیکھ کر خاموش رہا اور اس سے منع نہیں کیا تو یہ بھی اس کا سنگین جرم ہے چہ جائیکہ جس نے برائی پر مداہنت کی اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ جو برائی پر راضی ہوا، تو اس کا کیا حال ہوگا جو برائی پر اعانت کرتا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۳۔ ۲۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۰۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ إِنَّ ابْنِي هَذَا لَسَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے یہ ارشاد کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا

۷۱۰۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ أَبُو مُوسَى وَلَقِيتُهُ بِالْكُوفَةِ وَجَاءَ إِلَى ابْنِ شُبْرُمَةَ فَقَالَ أَدْخِلْنِي عَلَى عِيسَى فَأَعِظَهُ فَكَأَنَّ ابْنَ شُبْرُمَةَ خَافَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَفْعَلْ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ لَمَّا سَارَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رضی الله عنهما إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالْكَتَائِبِ قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ لِمُعَاوِيَةَ أَرَى كَتِيبَةً لَا تُوَلِّي حَتَّى تُدْبِرَ أُخْرَاهَا قَالَ مُعَاوِيَةُ مَنْ لِذَرَارِيِّ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ أَنَا فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَمُرَةَ نَلْقَاهُ فَنَقُولُ لَهُ الصُّلْحَ قَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَخْطُبُ جَاءَ الْحَسَنُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل ابو موسیٰ نے حدیث بیان کی، سفیان نے کہا کہ میری حضرت ابو موسیٰ سے کوفہ میں ملاقات ہوئی، وہ ابن شبرمہ کے پاس آئے، پس انہوں نے کہا: مجھے عیسیٰ (بن موسیٰ امیر کوفہ) کے پاس لے جائیں تو میں ان کو نصیحت کروں، پس گویا کہ ابن شبرمہ اس سے ڈرے، سو انہوں نے ایسا نہیں کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حسن بصری نے حدیث بیان کی کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لشکر لے کر روانہ ہوئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو پیٹھ نہیں پھیرے گا حتیٰ کہ وہ آخر تک مقابلہ کرے گا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر مسلمانوں کے بچوں کا والی کون ہوگا؟ تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! پس عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن سمرہ نے کہا: ہم حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ملاقات کرتے ہیں اور ان کو صلح کی دعوت دیتے ہیں، پس حسن بصری نے کہا: میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے۔

(صحیح البخاری: ۲۷۰۴، ۳۶۲۹، ۳۷۴۶، ۷۱۰۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۶۲، سنن ترمذی: ۳۷۷۳، سنن نسائی: ۱۴۱۰، مسند احمد ج ۵ ص ۳۷، ۴۴، ۴۹، ۵۱)

صحیح البخاری: ۷۱۰۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حسن بصری نے اس قصہ سے یہ اشارہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ واقعہ پیش آیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جب تحکیم کے معاملہ سے فارغ ہو گئے اور کوفہ کی طرف لوٹ گئے تو اہلِ شام سے لڑائی کے لیے تیار ہوئے، پھر ان کو خوارج نے نہروان میں مشغول رکھا، جیسا کہ ۳۸ھ میں ہوا، پھر وہ انتالیس (۳۹) ہجری میں تیار ہوئے پھر ان کی اہلِ شام سے لڑائی کی نوبت نہیں آئی کیونکہ اہلِ عراق کی آراء مختلف ہو گئی تھیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف لوٹ آئے، پس جب ان کو شہید کر دیا گیا اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کو ترک کر دیا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا اور ان سے اس بات پر بیعت کی کہ وہ اللہ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق حکومت کریں گے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے اور لوگوں نے ان سے بیعت کر لی، پھر اس سال کا نام الجماعۃ رکھا گیا، کیونکہ تمام لوگ اس میں جمع ہو گئے تھے اور جنگ ختم ہو گئی تھی اور ہر وہ شخص جو لڑائی سے علیحدہ رہا تھا اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی جیسے حضرت ابن عمر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو تین لاکھ روپے دیے اور ایک ہزار کپڑے اور تیس غلام اور ایک سو اونٹ دیے، اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ کی طرف چلے گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف چلے گئے اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بصرہ کی طرف چلے گئے اور عبداللہ بن عامر دمشق کی طرف چلے گئے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا"۔

اور عبداللہ بن محمد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ "میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا"۔ اس حدیث کی امام بیہقی نے روایت کی ہے، اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث زیادہ مشہور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علمِ غیب اور آپ کی نبوت کی دلیل

(۲) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ نے بعد میں پیش آنے والے معاملہ کی پہلے خبر دے دی۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت، کیونکہ انہوں نے امت کو خوں ریزی سے بچانے کے لیے اقتدار چھوڑ دیا

(۳) اس حدیث میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے، کیونکہ انہوں نے ملک کو ترک کیا نہ اس وجہ سے کہ آپ کی جماعت قلیل تھی نہ اس وجہ سے کہ آپ کی جماعت کمزور تھی، نہ کسی اور سبب کی وجہ سے، بلکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اجر کی طرف رغبت کی کیونکہ آپ نے دیکھا کہ آپ کے اس اقدام سے مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت ہوگی، پس آپ نے دین کی بھی رعایت کی اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امت کی مصلحت کی بھی رعایت کی۔

خوارج کا رد

(۴) اس حدیث میں خوارج کا رد ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور ان کے اصحاب کو کافر قرار دیتے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے اصحاب کو کافر قرار دیتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں جماعتوں کے لیے یہ شہادت دی ہے کہ وہ مسلمانوں کی جماعت ہیں۔

مسلمانوں کے دو فریقوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت

(۵) اور اس حدیث میں لوگوں کے درمیان اصلاح کرانے کی فضیلت ہے، خصوصاً جس اقدام سے مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاسی بصیرت

(۶) اور اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ وہ عوام پر شفقت کرتے تھے اور مسلمانوں کی رعایت کرتے تھے اور ان کی سیاسی نظر بہت قوی تھی اور وہ ملک کی تدبیر پر نظر رکھتے تھے اور انجامِ کار پر بھی ان کی بصیرت تھی۔

افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی خلافت کا جواز

(۷) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی خلافت جائز ہے کیونکہ حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں میں سے ہر ایک خلافت کے والی ہوگئے اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما اس وقت زندہ تھے اور وہ دونوں بدری صحابہ تھے اور وہ ان دونوں سے افضل تھے۔

(۸) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ خلیفہ کے لیے اپنے نفس کو معزول کرنا اس وقت جائز ہے جب اس میں مسلمانوں کی مصلحت ہو اور دین اور مال کے بدلہ میں دنیاوی مصلحت کو ترک کرنے کا ثبوت ہے۔

حکومت کے عوض مال لینے کا جواز

(۹) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شرائط پوری کرنے کے بعد حکومت کے عوض مال لینا جائز ہے، اور اگر وہ مال بیت المال سے دیا گیا ہو تو اس میں شرط یہ ہے کہ اس مال کو دینے میں عام مسلمانوں کی مصلحت ہو۔

(۱۰) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سیادت اور سرداری افضل کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ سردار وہ ہے جو قوم کا رئیس ہو۔

(۱۱) علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ سرداری کا مستحق وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے، لیکن عرف کے اندر سید کا اطلاق اس پر کیا جاتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (سیدتنا فاطمہ بنت محمد) کی اولاد ہو۔

جو صحابہ فریقین کی جنگ سے الگ رہے ان کی فضیلت

(۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان صحابہ کی رائے صحیح تھی جو حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان لڑائی میں شریک نہیں ہوئے اگرچہ خلافت کا حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا اور یہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور ان تمام صحابہ کا قول ہے جو ان جنگوں سے علیحدہ رہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا برحق موقف

(۱۳) اور جمہور اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ ان لوگوں کا موقف صحیح ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی میں شریک ہوئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (الحجرات:۹) جو جماعت باغی ہے اس سے اس وقت تک قتال کرتے رہو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کے باغی ہونے کے باوجود ان کی مذمت کا عدم جواز

پس اس آیت میں باغی جماعت سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ بات ثابت ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا وہ باغی تھے، اور یہ لوگ اس کے باوجود اس پر متفق ہیں کہ ان دونوں فریقوں میں سے کسی ایک فریق کی بھی مذمت نہیں کی جائے گی، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں فریقوں نے اجتہاد کیا اور ایک فریق نے خطاء کی۔

بعض اہلِ سنت کا دونوں فریقوں کو صحیح قرار دینا

(۱۴) اور اہلِ سنت کی ایک قلیل جماعت کا موقف یہ تھا کہ ان دونوں جماعتوں کا اجتہاد صحیح تھا، اور یہ معتزلہ کا قول ہے، اور ایک جماعت کا مذہب یہ تھا کہ ان دونوں جماعتوں میں سے کوئی ایک جماعت صحیح تھی اور اس کا ہم تعین نہیں کر سکتے۔

(فتح الباری ج۸ ص ۲۶۵۔۲۶۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۱۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ أَنَّ حَرْمَلَةَ مَوْلَى أُسَامَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ عَمْرٌو قَدْ رَأَيْتُ حَرْمَلَةَ قَالَ أَرْسَلَنِي أُسَامَةُ إِلَى عَلِيٍّ وَقَالَ إِنَّهُ سَيَسْأَلُكَ الْآنَ فَيَقُولُ مَا خَلَّفَ صَاحِبَكَ فَقُلْ لَهُ يَقُولُ لَكَ لَوْ كُنْتَ فِي شِدْقِ الْأَسَدِ لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَكُونَ مَعَكَ فِيهِ وَلٰكِنْ هٰذَا أَمْرٌ لَمْ أَرَهُ فَلَمْ يُعْطِنِي شَيْئًا فَذَهَبْتُ إِلَى حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ وَابْنِ جَعْفَرٍ فَأَوْقَرُوا لِي رَاحِلَتِي۔

(تحفۃ الاشراف: ج۹ ص ۷۲۔۸۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: عمرو نے بیان کیا کہ مجھے محمد بن علی نے خبر دی کہ بے شک حرملہ مولیٰ اسامہ نے ان کو خبر دی، انہوں نے کہا کہ عمرو نے بیان کیا: میں نے حرملہ کو دیکھا، انہوں نے بتایا کہ مجھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا اور کہا کہ عنقریب تم سے اب حضرت علی رضی اللہ عنہ سوال کریں گے کہ تمہارے صاحب (حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ) کیوں پیچھے رہ گئے، تو تم ان سے کہنا: وہ کہتے ہیں: اگر آپ شیر کے جبڑے میں بھی ہوتے تو مجھے یہ پسند تھا کہ میں اس میں آپ کے ساتھ ہوتا، لیکن یہ (مسلمانوں کے دو فریقوں میں جنگ) ایک ایسا معاملہ تھا کہ میں نے اس کو جائز نہیں سمجھا، پس انہوں نے مجھے کوئی چیز نہیں عطا کی، پھر میں حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے پاس گیا تو انہوں نے میری سواری پر مال لاد دیا۔

صحیح البخاری: ۷۱۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر عذر

اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں پر انکار کرتے تھے جو اس جنگ میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوئے، خصوصاً حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جیسے شخص جو کہ اہلِ بیت میں سے تھے تو انہیں اس پر افسوس ہوا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس جنگ پر ان کا ساتھ کیوں نہیں دیا، تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے یہ عذر بیان کیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناپسند نہیں کرتے تھے بلکہ ان سے اتنی محبت کرتے تھے کہ اگر وہ شیر کے جبڑے میں بھی ہوتے تو ان کا ساتھ دیتے، لیکن مسلمانوں کی آپس میں لڑائی کے درمیان فریق بننا انہوں نے پسند نہیں کیا۔

حضرت حسنین کریمین کا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے غلام کو مال دینے کا سبب

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے نمائندہ کو کچھ نہیں دیا، ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا اس میں سے حرملہ نے کوئی سوال کیا ہو، پس انہوں نے اس کو مال دینا جائز نہیں سمجھا کیونکہ وہ اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں تھے، اور حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے ان کو مال دیا، کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک زانو پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے اور دوسرے زانو پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے اور دعا فرماتے: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان دونوں سے محبت کر!۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۱۔ بَابٌ: إِذَا قَالَ عِنْدَ قَوْمٍ شَيْئًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ بِخِلَافِهِ

جب کوئی شخص لوگوں کے سامنے ایک بات کہے پھر وہاں سے نکل کر اس کے خلاف بات کہے

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اس قصہ کا بیان ہے کہ پہلے اہلِ مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کی اور پھر انہوں نے اس کی بیعت سے رجوع کر لیا اور انہوں نے اس کے سامنے جو کہا تھا اس کے پیچھے اس کے خلاف کہا، اور یہ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید بن معاویہ کی بیعت کی اور اس کے سامنے کہا کہ وہ اس کی خلافت کی اطاعت کریں گے، پھر ان کو اپنے بیٹوں پر اور اپنے احباب پر یہ خطرہ ہوا کہ وہ اہلِ مدینہ کے ساتھ یزید کی بیعت کو توڑ دیں گے، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹوں کو اور اپنے خدام کو جمع کیا اور ان کو نصیحت کی اور ان کو یہ خبر دی کہ بیعت کا توڑنا سب سے بڑا غدر اور عہد شکنی ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۱۱ ۷۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَمَّا خَلَعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ جَمَعَ ابْنُ عُمَرَ حَشَمَهُ وَوَلَدَهُ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّا قَدْ بَايَعْنَا هَذَا الرَّجُلَ عَلَى بَيْعِ اللهِ وَرَسُولِهِ وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ غَدْرًا أَعْظَمَ مِنْ أَنْ يُبَايَعَ رَجُلٌ عَلَى بَيْعِ اللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُنْصَبُ لَهُ الْقِتَالُ وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنْكُمْ خَلَعَهُ وَلَا بَايَعَ فِي هَذَا الْأَمْرِ إِلَّا كَانَتْ الْفَيْصَلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہلِ مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو توڑ دیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خدام اور اپنے بیٹوں کو جمع کیا، پس فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا" اور بے شک ہم نے اس مرد سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی ہے اور بے شک میں اس سے بڑا غدر اور عہد شکنی نہیں جانتا کہ کسی شخص سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر بیعت کی جائے، پھر اس کے خلاف جنگ نصب کی جائے، اور بے شک مجھے تم میں سے جس کے بارے میں بھی علم ہوا کہ اس نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے یا اس نے کسی اور خلیفہ سے بیعت کر لی ہے تو میرے اور اس کے درمیان تعلق منقطع ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۸۸، ۶۱۷۷، ۶۱۷۸، ۶۹۶۶، ۷۱۱۱، صحیح مسلم: ۱۷۳۵، سنن ترمذی: ۱۵۸۱، سنن ابوداؤد: ۲۷۵۶، مسند احمد: ۵۰۷۷)

صحیح البخاری: ۷۱۱۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یزید بن معاویہ کی بیعت کرنے اور بیعت توڑنے کا پس منظر

امام ابوجعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے مدینہ پر اپنے چچا زاد عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو حاکم بنا دیا، پھر یزید کی طرف اہلِ مدینہ سے ایک جماعت کا وفد گیا جن میں عبداللہ بن غسیل الملائکہ حنظلہ بن ابی عامر تھے اور عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص المخزومی تھے اور دوسرے تھے تو یزید نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور ان کو انعامات دیے، پس وہ واپس آئے اور انہوں نے یزید کے عیوب بیان کیے اور اس کی طرف یہ منسوب کیا کہ وہ خمر پیتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر برائیوں کو منسوب کیا، پھر انہوں نے یزید کے مقرر کردہ حاکم عثمان بن محمد پر حملہ کیا اور اس کو مدینہ سے نکال دیا اور یزید بن معاویہ کی بیعت کو توڑ دیا، یہ خبر یزید کو پہنچی تو اس نے اہلِ مدینہ کے خلاف ایک لشکر بھیجا جس کا امیر مسلم بن عقبہ المری تھا اور اس کو یہ حکم دیا کہ ان کو تین دن کی مہلت دے، اگر ان تین دنوں میں اہلِ مدینہ یزید کی بیعت کی طرف رجوع کر لیں تو فبہا ورنہ تم ان پر حملہ کر دو، اور جب تم اہلِ مدینہ پر غالب آ جاؤ تو اپنے لشکر پر تین دن کے لیے مدینہ کو مباح کر دینا پھر ان سے رک جانا، پس مسلم بن عقبہ ان کے پاس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذوالحجہ تیس (۳۰) ہجری میں پہنچا، پھر جنگ ہوئی اور انصار کے امیر عبداللہ بن حنظلہ تھے اور قریش کے امیر عبداللہ بن مطیع تھے، اور اس کے علاوہ دیگر قبائل جو تھے ان کے امیر معقل بن یسار الاشجعی تھے، اور انہوں نے مدینہ کے گرد خندق کھود لی، پھر جب یہ جنگ ہوئی تو اہلِ مدینہ کو شکست ہوگئی، ابنِ حنظلہ شہید ہوگئے اور ابنِ مطیع بھاگ گئے اور مسلم بن عقبہ نے تین دن کے لیے مدینہ کو مباح قرار دیا، پس صحابہ کی ایک جماعت کو باندھ کر قتل کر دیا گیا، ان میں حضرت معقل بن سنان تھے اور محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ تھے اور یزید بن عبداللہ بن زمعہ تھے، اور باقی ماندہ لوگوں نے اس پر بیعت کرلی کہ وہ یزید کے غلام ہیں۔

اور ابوبکر بن ابی خیثمہ نے سندِ صحیح سے حضرت جویرہ بن اسماء سے روایت کی ہے کہ میں نے اہلِ مدینہ کے شیوخ سے سنا کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے یزید کو بلایا، پس اس سے کہا کہ تمہارے لیے اہلِ مدینہ کا ایک دن آئے گا، پس اگر وہ جنگ کریں تو تم مسلم بن عقبہ کو امیر بنا دینا، کیونکہ میں اس کی خیر خواہی کو جانتا ہوں، پس جب یزید بن معاویہ ولی عہد ہوا تو اس کے پاس عبداللہ بن حنظلہ اور ایک جماعت آئی، یزید نے ان کی تکریم کی اور ان کو انعامات دیے، پس وہ لوٹ آئے اور انہوں نے لوگوں کو یزید کے خلاف لڑائی پر برانگیختہ کیا اور اس کے عیوب بیان کیے اور لوگوں کو یزید کی بیعت توڑنے کی دعوت دی، سو انہوں نے مان لیا، پھر یزید کو یہ خبر پہنچ گئی تو اس نے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں اہلِ مدینہ کے خلاف ایک لشکر بھیجا، پھر اہلِ مدینہ نے کثیر جماعت کے ساتھ مقابلہ کیا، پھر جب جنگ نے اپنے پنجے گاڑ دیے تو انہوں نے مدینہ کے درمیان اللہ اکبر کی آواز سنی، اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو حارثہ نے کچھ شامیوں کو خندق کی جانب مقرر کر دیا تھا، پھر اہلِ مدینہ نے قتال کو ترک کر دیا اور اپنے اہل وعیال کے خوف سے مدینہ میں داخل ہوگئے، پھر شکست ہوگئی اور جنہوں نے قتل ہونا تھا وہ قتل ہوگئے اور مسلم بن عقبہ نے اس پر لوگوں سے بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں، وہ ان کی جانوں میں اور ان کے مالوں میں اور ان کے اہل میں جو چاہے کرے۔

اور عروہ بن زبیر نے روایت کی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے یزید بن معاویہ کے خلاف اپنی خلافت کو ظاہر کیا، پھر یزید نے مسلم بن عقبہ کو شام کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا کہ پہلے اہلِ مدینہ سے قتال کریں پھر مکہ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کرنے کے لیے جائیں، پھر مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا اور باقی صحابہ کو وہاں قتل کر دیا، پھر مکہ کی طرف روانہ ہوا، پھر وہ راستہ میں مرگیا، اور یعقوب نے کہا ہے کہ واقعہ حرہ ذوالقعدہ ۶۳ھ میں رونما ہوا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس امام کی بیعت منعقد ہوگئی ہو اس کی اطاعت کرنا لوگوں پر واجب ہے اور اس کے خلاف خروج کرنا ممنوع ہے خواہ وہ اپنی حکومت میں ظلم کرے اور یہ کہ وہ فسق کی وجہ سے معزول نہیں ہوتا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۷۰-۲۷۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۱۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ عَوْفٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ لَمَّا كَانَ ابْنُ زِيَادٍ وَمَرْوَانُ بِالشَّأْمِ وَوَثَبَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ وَوَثَبَ الْقُرَّاءُ بِالْبَصْرَةِ فَانْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي إِلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَيْهِ فِي دَارِهِ وَهُوَ جَالِسٌ فِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از عوف از ابوالمنہال، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب کہ ابن زیاد اور مروان شام میں تھے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما مکہ کے حکمران بن گئے تھے اور قراء بصرہ کے حکمران بن گئے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ظِلِّ عُلِيَّةٍ لَهُ مِنْ قَصَبٍ فَجَلَسْنَا إِلَيْهِ فَأَنْشَأَ أَبِي يَسْتَطْعِمُهُ الْحَدِيثَ فَقَالَ يَا أَبَا بَرْزَةَ أَلَا تَرَى مَا وَقَعَ فِيهِ النَّاسُ فَأَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ تَكَلَّمَ بِهِ إِنِّي احْتَسَبْتُ عِنْدَ اللهِ أَنِّي أَصْبَحْتُ سَاخِطًا عَلَى أَحْيَاءِ قُرَيْشٍ إِنَّكُمْ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ كُنْتُمْ عَلَى الْحَالِ الَّذِي عَلِمْتُمْ مِنَ الذِّلَّةِ وَالْقِلَّةِ وَالضَّلَالَةِ وَإِنَّ اللهَ أَنْقَذَكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَبِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى بَلَغَ بِكُمْ مَا تَرَوْنَ وَهَذِهِ الدُّنْيَا الَّتِي أَفْسَدَتْ بَيْنَكُمْ إِنَّ ذَاكَ الَّذِي بِالشَّامِ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا وَإِنَّ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُونَ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا وَإِنْ ذَاكَ الَّذِي بِمَكَّةَ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا۔

(صحیح البخاری: ۷۱۱۲، مسند احمد: ۱۹۳۰۴)

تھے، تو میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا حتیٰ کہ ہم ان کے گھر میں داخل ہوئے اور وہ ایک سائبان کے سائے کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے جو بانس کا بنا ہوا تھا، ہم ان کے پاس بیٹھ گئے، پھر میرے والد نے ان سے بات کرنے کو کہا، پس انہوں نے کہا: اے ابو برزہ! کیا تم نہیں دیکھتے کہ لوگ کس چیز میں واقع ہو گئے ہیں، پس پہلی چیز جو میں نے ان سے سنی جس کے ساتھ انہوں نے کلام کیا وہ یہ تھی: میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت کرتا ہوں، اور میں قریش کے قبیلوں کے اوپر ناراض ہوں، بے شک اے عرب کے لوگو! تم اس حال پر تھے جس کا تمہیں علم ہے، تم ذلت میں اور قلت میں اور گمراہی میں تھے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کے سبب سے نجات دی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے، حتیٰ کہ تم پر وہ حال پہنچ گیا جس کو تم دیکھ رہے ہو اور یہ دنیا جو تمہارے درمیان فاسد ہو گئی ہے، بے شک یہ شام میں ہے اور اللہ کی قسم! یہ لوگ صرف دنیا کے لیے لڑ رہے ہیں، اور بے شک جو لوگ تمہارے سامنے ہیں، اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا کے اوپر لڑ رہے ہیں، اور بے شک جو لوگ مکہ میں ہیں اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا پہ لڑ رہے ہیں۔

صحیح البخاری: ۷۱۱۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دنیاوی حکومت کے حصول کے لیے لڑنے سے بہتر یہ ہے کہ حق دار اپنے حق سے دستبردار ہو جائے

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت رکھتا ہوں اور میں قریش کی جماعتوں پر ناراض ہوں، اور انہوں نے یہ بات مروان کے سامنے اس وقت نہیں کی جب انہوں نے مروان سے بیعت کی تھی اور اس کی اتباع کی تھی بلکہ اس کے بعد وہ مروان پر ناراض ہوئے، گویا کہ ان کی مراد یہ تھی کہ ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ اپنی حکومتوں کے حصول کے لیے اپنے مخالفین سے نہ لڑتے، جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا بلکہ جوان سے لڑتا، اس سے مقابلہ نہ کرتے اور جیسا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کیا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے خلافت کے معاملہ میں نزاع کیا تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترک کر دیا ہو۔ حضرت ابو برزہ اس پر ناراض ہوئے کہ مروان نے اپنی خلافت کے حصول کے لیے قتال کیا، اور انہوں نے شام کے لوگوں کے متعلق یہ قسم کھائی کہ یہ دنیا کے لیے لڑ رہے ہیں، اس کی توجیہ یہ ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ شام کے لوگوں کو یہ چاہیے تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی سیرت پر عمل کرتے، اور انہوں نے جو مکہ کے متعلق قسم کھائی یعنی حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے متعلق، کیونکہ جب وہ مکہ پر حکمران ہو گئے تو انہوں نے بھی دنیا کی حکومت پر (صورتاً) حرص کی، اسی طرح جو قراء بصرہ پر حکمران ہو گئے تھے کیونکہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام میں فتنہ بالکل نہیں ہے، ان کی رائے یہ تھی کہ اگر حق دار سے کوئی شخص اس کا حق چھیننے کی کوشش کرے تو وہ اس سے لڑائی نہ کرے تو اس کو اس میں اجر ملے گا، اور اپنے نفس پر ایثار کرنے کی وجہ سے اس کی دنیا میں مدح کی جائے گی، اور ان کی مراد یہ تھی کہ دنیا کی حکومت کے لیے جو لڑائی کرے گا اور مسلمانوں کی جماعت کی اتحاد کی لاٹھی کو توڑے گا اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرے گا اور خوں ریزی کا سبب بنے گا تو وہ دوزخ کے عذاب کا مستحق ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”جب دو مسلمان اپنی تلواروں کو ٹکرائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں“ تو حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ دنیاوی حکومت کے لیے قتال کو بالکل جائز نہیں قرار دیتے تھے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۱۱۳- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ الْيَوْمَ شَرٌّ مِنْهُمْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانُوا يَوْمَئِذٍ يُسِرُّونَ وَالْيَوْمَ يَجْهَرُونَ۔

(تحفۃ الاشراف: ۳۳۴۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واصل الاحدب از ابو وائل از حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ آج کے منافقین ان سے زیادہ شر ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے منافقین تھے، اس زمانہ میں وہ نفاق کو چھپاتے تھے اور آج وہ نفاق کو ظاہر کرتے ہیں۔

۷۱۱۴- حَدَّثَنَا خَلَّادٌ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ إِنَّمَا كَانَ النِّفَاقُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَمَّا الْيَوْمَ فَإِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ بَعْدَ الْإِيمَانِ۔ (تحفۃ الاشراف: ۳۳۳۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از حبیب بن ابی ثابت از ابی الشعثاء از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نفاق تھا، لیکن آج کل وہ صرف ایمان کے بعد کفر ہے۔

صحیح البخاری: ۷۱۱۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعد کے زمانہ کے منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے منافقین سے بدتر ہیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج کل کے منافقین ان منافقین سے بدتر ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھے، کیونکہ اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زمانہ کے منافقین اپنے قول کو چھپاتے تھے اور ان کا شر دوسروں کی طرف متعدی نہیں ہوتا تھا لیکن آج کل کے زمانہ میں یہ لوگ اپنے نفاق کو ظاہر کرتے ہیں اور علانیہ مسلمانوں کی جماعت کے خلاف خروج کرتے ہیں، اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں، پس آج کل کے یہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے منافقین سے بدتر ہیں۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اب منافقین برسرِ عام اپنے نفاق کا اظہار کرتے ہیں اور لوگوں کے خلاف ہتھیار اٹھاتے ہیں، اور ائمہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اس کی بیعت کو توڑتے ہیں، اور یہ جاہلیت کا طریقہ ہے اور اسلام میں جاہلیت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران: ۱۰۳) اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔

پس اسلام میں تفرقہ ڈالنا حرام ہے اور ائمہ کی اطاعت کے خلاف خروج کرنا یہ تفرقہ ہے، اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! میں قریش کی اس کاروائی سے راضی نہیں ہوں جو وہ خلافت پر لڑ رہے ہیں اور میں ان کے ان افعال پر ناراض ہوں کہ انہوں نے مسلمانوں کے درمیان خوں ریزی کو مباح قرار دیا ہے اور ان کے اموال کے لوٹنے کو مباح قرار دیا ہے، پس حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ اسلام میں قتال پر انکار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتے تھے، پس حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے احوال کو بدلنے پر قادر نہیں ہوئے سوا اس کے کہ زبان سے اس کی مذمت کریں اور دل سے اس کو برا جانیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھیں۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۳۔ ۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۲۔ بَابٌ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُغْبَطَ أَهْلُ الْقُبُوْرِ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ قبر والوں پر رشک نہ کیا جائے

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ قبر والوں پر رشک کیا جائے گا، اور فتنوں کے ظہور کے وقت انسان موت کی تمنا کرے گا، یہ صرف اس وقت ہوگا جب باطل کے غلبہ کی وجہ سے دین کے اور دین داروں کے رخصت ہونے کا خوف ہوگا اور اللہ کی نافرمانیوں کا ظہور ہوگا اور برائیاں پھیل جائیں گی۔ علامہ ابن بطال کی بات ختم ہوئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: یہ تمنا ہر ایک کے حق میں عام نہیں ہے، بلکہ یہ تمنا نیک لوگوں کے ساتھ خاص ہے، رہے دوسرے لوگ، پس جب ان میں سے کسی ایک کے اوپر یا اس کے اہل وعیال کے اوپر کوئی دنیاوی مصیبت آئے گی اگرچہ اس مصیبت کا تعلق اس کے دین کے ساتھ نہ ہو تب وہ موت کی تمنا کرے گا، اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ایک مرد قبر کے پاس سے گزرے گا، پس اس قبر کے اوپر لوٹ پوٹ ہو جائے گا اور کہے گا: کاش! میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا اور اس کے ساتھ سوائے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مصیبت کے دین نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں مرد کا ذکر بطور تغلیب کے ہے ورنہ عورت بھی ایسی ہی تمنا کرے گی، اور اس کا سبب وہ ہے جو ابو حازم کی روایت میں ہے کہ: "مصیبتیں اور شدتیں آئیں گی حتیٰ کہ موت جو سب سے بڑی مصیبت ہے وہ مرد کو آسان لگے گی، پس وہ تمنا کرے گا کہ جو اس کے اعتقاد میں سب سے آسان مصیبت ہے وہ اس پر آ جائے"، علامہ قرطبی نے اسی کو وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۷۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۱۵۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از ابو الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ کوئی مرد کسی مرد کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو پس یہ کہے گا: کاش کہ میں اس کی جگہ ہوتا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۷، مسند احمد: ۷۱۸۶، موطا امام مالک: ۵۷۰)

صحیح البخاری: ۷۱۱۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے، پھر اس حدیث میں موت کی تمنا کا کیوں ذکر کیا گیا ہے؟

علامہ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے: بعض علماء کا یہ گمان ہے کہ یہ حدیث اس حدیث کے معارض ہے جس میں موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے، کیونکہ موت کی تمنا کرنا اس وقت منع ہے جب انسان کے جسم میں کوئی شدید بیماری ہو اور اس سے تنگ آ کر وہ موت کی تمنا کرے، اور یہاں پر اس وقت موت کی تمنا کا ذکر ہے کہ جب زمانہ میں فساد عام ہو جائے اور دین پر خطرہ ہو جائے، گویا کہ ممانعت اس وقت ہے جب انسان کے جسم میں ضرر ہو لیکن جب ضرر کا تعلق دین کے ساتھ ہو تو پھر موت کی تمنا منع نہیں ہے، دوسرے علماء نے یہ کہا کہ یہاں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث میں موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث میں موت کی تمنا کرنے کو جائز نہیں قرار دیا بلکہ یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے قریب لوگ موت کی تمنا کریں گے۔

اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص دین کے خطرہ کی وجہ سے موت کی تمنا کرے تو یہ پسندیدہ ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دین کے فاسد ہونے کے وقت سلف صالحین کی جماعت نے موت کی تمنا کی ہے، علامہ نووی نے کہا ہے: اس میں رائی کراہت نہیں ہے، بلکہ سلف صالحین میں سے بہت لوگوں نے موت کی تمنا کی، ان میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، اور عیسیٰ الغفاری ہیں، اور عمر بن عبد العزیز ہیں اور دوسرے بزرگ ہیں۔ پھر علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ گویا کہ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ فتنے اور مشقتیں اس حد تک پہنچ جائیں گی کہ لوگ فتنوں کی کثرت دیکھ کر موت کی تمنا کریں گے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام حاکم نے از ابوسلمہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کی، میں نے دعا کی: اے اللہ! ابوہریرہ کو شفاء عطا فرما، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: (اے اللہ!) تم یہ دعا دوبارہ نہ کرنا، اے ابوسلمہ! اگر تم سے ہو سکے تو مر جاؤ، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! علماء پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ موت ان کے نزدیک سرخ سونے سے زیادہ پسندیدہ ہوگی، اور ان میں سے کوئی ایک ضرور اپنے بھائی کی قبر پر جائے گا تو کہے گا کہ کاش! میں اس کی جگہ ہوتا، اور کتاب الفتن میں حضرت عبداللہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قریب ہے کہ بازار میں ایک جماعت کے پاس سے ایک جنازہ گزرے گا، پس ایک مرد اس جنازہ کو دیکھے گا، پس اپنا سر ہلائے گا اور کہے گا کہ کاش! میں اس کی جگہ ہوتا، میں نے کہا: اے ابوذر! یہ تو بہت سنگین بات ہے، انہوں نے کہا: ہاں! (فتح الباری ج ۸ ص ۲۷۶، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۱۱۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زمانہ کے فساد کے وقت موت کی تمنا کا جواز

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”عنقریب تمہارے اوپر ایسا زمانہ آئے گا کہ اگر تم میں سے کوئی ایک شخص بازار میں موت کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھے تو وہ ضرور موت کو خرید لے گا، اور عنقریب تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ مال کی کمی پر اس طرح رشک کیا جائے گا جس طرح مال اور اولاد کی کثرت پر رشک کیا جاتا ہے“۔ (السنن الواردہ فی الفتن ص ۱۰۰، الرقم: ۱۸۱)

لیکن جب دین کے فساد کا خوف نہ ہو اور ایمان کے نکلنے کا خوف نہ ہو تو پھر کوئی شخص اس زمانہ میں موت کی تمنا نہ کرے بلکہ یہ اس وقت کرے جب اہلِ باطل سردار بن جائیں اور نچلے اور کمینے لوگ سربلند ہو جائیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین کے فساد کے وقت موت کی تمنا کرنا جائز ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی: اے اللہ! میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور میری قوت کمزور ہو گئی ہے اور میری رعایا منتشر ہو گئی ہے، سو تو مجھے اپنی طرف اٹھا لے اس حال میں کہ مجھے ضائع کرنے والا نہ ہو۔ (موطا امام مالک: ص ۵۱۴، مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۱۵، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۹۱)

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلوت میں اپنے بعض احباب سے کہا: میرے لیے موت کی دعا کرو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۳۹۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۳۔ بَابُ: تَغْيِيرِ الزَّمَانِ حَتَّى تُعْبَدَ الْأَوْثَانُ

زمانہ کا متغیر ہونا حتیٰ کہ بتوں کی عبادت کی جائے

۷۱۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَضْطَرِبَ أَلَيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلَى ذِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا: مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْخَلَصَةِ وَذُو الْخَلَصَةِ طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دوس کی عورتیں ذوالخلصہ کے سامنے اپنے کولہوں کو مٹکائیں، اور ذوالخلصہ دوس کا ایک بت ہے جس کی وہ زمانہ جاہلیت میں عبادت کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۹۰۶، مسند احمد: ۷۶۲۰)

۷۱۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ يَسُوقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از ثور از ابی الغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ایک مرد قحطان سے نکلے گا اور لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۵۱۷، ۷۱۱۷، صحیح مسلم: ۲۹۱۰، مسند احمد: ۷۶۰۷)

صحیح البخاری: ۷۱۱۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ احادیث اور جو ان کے ہم معنی احادیث ہیں وہ سب ایک خاص زمانہ پر محمول ہیں، اور ان سے مراد یہ نہیں ہے کہ تمام روئے زمین کے اوپر دین منقطع ہو جائے گا حتیٰ کہ دین میں سے کوئی چیز باقی نہ رہے گی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث ثابت ہے کہ قیامت تک اسلام باقی رہے گا مگر یہ کہ کچھ کمزور ہو جائے گا اور وہ اسی طرح اجنبی ہو جائے گا جس طرح ابتداء میں اجنبی تھا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر قتال کرتی رہے گی اور غالب رہے گی حتیٰ میں ان میں آخری المسیح الدجال سے قتال کرے گی۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۸۴، مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۷، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۷۱)

قحطان کے ایک مرد کا غلبہ کس وقت رونما ہوگا؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ پھر اس کی کیا توجیہ ہے کہ قحطان کا ایک مرد اپنی لاٹھی سے لوگوں کو ہانک کرلے جائے گا؟

علامہ المہلب نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ قحطان کا وہ مرد ان لوگوں میں سے نہیں ہوگا جو صحیح خلیفہ ہوں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب زمانہ میں تغیر آجائے گا اور اسلام کے احوال تبدیل ہو جائیں گے اور خلافت اور دین میں ان لوگوں کی پیروی کی جائے گی جو اس کے اہل نہیں ہوں گے۔

ذوالخلصہ کی تحقیق

اس حدیث میں ذوالخلصہ کا ذکر ہے، یہ قبیلہ دوس کا ایک مکان تھا جس کو انہوں نے سجدہ گاہ بنا لیا تھا، یہاں پر زمانہ جاہلیت کے اندر غیر شرعی کام کیے جاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو ماہ پہلے حضرت جریر البجلی نے اس مکان کو منہدم کر دیا تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبر دینا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”دوس کی عورتیں الیات کو ذوالخلصہ کے سامنے مٹکائیں گی“۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس چیز کی خبر دی ہے جو اس زمانہ کے اخیر میں واقع ہوگی، آپ کی مراد یہ ہے کہ قبیلۂ دوس کی عورتیں سواریوں پر سوار ہو کر شہروں کے بتوں کی طرف جائیں گی اور وہ اپنے کولہوں کو مٹکائیں گی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۳۹۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۴- بَابُ: خُرُوجِ النَّارِ

آگ کا نکلنا

وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ نَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی پہلی علامت یہ ہے کہ ایک آگ لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی۔

۷۱۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرَى.

(صحیح مسلم: ۲۹۰۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا: مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ایک آگ سرزمین حجاز سے نکلے گی جس سے بُصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔

صحیح البخاری: ۷۱۱۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وقوعِ قیامت کی علامتوں کا بیان

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے آگ کا نکلنا اور اس کی سند بیان نہیں کی، کیونکہ اس کی سند اس سے پہلے کتاب الانبیاء میں بیان ہو چکی ہے۔

نعیم بن حماد کتاب الفتن میں از ابن وہب از عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یمن کی طرف سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو جمع کرے گی، لوگ اس آگ کے ساتھ صبح کو اٹھیں گے اور دوپہر کو بھی اس آگ کے ساتھ ہوں گے حتیٰ کہ شام کو جب وہ لوٹیں گے تو آگ بھی ان کے ساتھ لوٹے گی، پس جب تم اس آگ سے متعلق سنو تو شام کی طرف نکل جانا۔

اور وہ تمام امور جو ان احادیث میں ہم نے قیامت کی علامات سے متعلق ذکر کیے ہیں مثلاً آگ کا نکلنا، ان سب احادیث کا ایک ہی معنی ہے، اور دوسری احادیث میں یہ مذکور ہے کہ آگ قیامت کی آخری علامت ہوگی، اس کی روایت ابن عیینہ نے از فرات

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

القزاز کی ہے از ابوالطفیل از ابوسریحہ حذیفہ بن اسید، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بالکونی میں سے جھانک کر ہمیں دیکھا، پس فرمایا: تم کیا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے کہا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ قیامت نہیں قائم ہوگی حتیٰ کہ دس نشانیاں قائم ہو جائیں: (۱) دجال (۲) دھواں (۳) دابۃ الارض (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) یاجوج ماجوج (۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (۷) اور مشرق میں زمین کا دھنسنا (۸) مغرب میں زمین کا دھنسنا (۹) اور جزیرۃ العرب کا زمین میں دھنسنا (۱۰) اور اس کے آخر میں ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو ہنکا کر میدانِ محشر کی طرف نکلے گی۔

(صحیح مسلم: ۲۹۰۱، کتاب الفتن، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ)

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نشانیوں میں سے سب سے پہلی آگ کا نکلنا ہے، اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، اور دابۃ الارض کا چاشت کے وقت لوگوں کے سامنے نکلنا ہے، اور ان میں سے جو نشانی بھی اپنی نشانی سے پہلے آجائے تو دوسری نشانی عنقریب اس کے بعد آئے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۴۶۷، رقم الحدیث: ۳۷۷۷۲)

ان احادیث میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ تمام نشانیاں آٹھ مہینوں میں ظاہر ہوں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۰۷)

علامہ ابن التین نے کہا ہے: آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کی پہلی نشانی آگ کا نکلنا ہے۔ الخ، یہ آگ یمن سے نکلے گی حتیٰ کہ لوگوں کو بیت المقدس تک پہنچا دے گی اور ''الاشراط'' کے معنی ہیں ''العلامات'' اس کا واحد ''شرط'' ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ پہلی نشانی آگ کا نکلنا ہے اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، جب قیامت قریب ہوگی اور اس کی علامات قریب ہو جائیں گی تو ہر نشانی کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ یہ پہلی نشانی ہے، کیونکہ بعض نشانیاں دوسری بعض نشانیوں کے قریب ہوں گی، اور زمانہ بہت جلدی گزرے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''بُصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہوں گی'' یعنی وہ آگ ان اونٹوں تک پہنچے گی جو بُصریٰ میں ہیں اور بُصریٰ شام کی سرزمین ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۷۔۵۸، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۳۳ ص ۳۹۸۔۳۹۹)

۷۱۱۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدِّهِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا قَالَ عُقْبَةُ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ يَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن سعید الکندی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عقبہ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از خبیب بن عبد الرحمٰن از جد خود حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب دریائے فرات کے پُل پر سونے کا ایک خزانہ ہوگا، پس جو شخص اس خزانہ پر حاضر ہو وہ اس میں سے کچھ نہ لے، عقبہ نے کہا: اور ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کی مثل، مگر انہوں نے فرمایا کہ فرات کی مثل سونے کا ایک پہاڑ ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۹۴، سنن ترمذی: ۲۵۶۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۱۳، مسند احمد: ۸۱۸۸)

صحیح البخاری: ۷۱۱۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فرات کے پُل پر سونے کے پہاڑ سے کچھ نہ لینے کی ممانعت کی توجیہ

ان دو روایتوں میں سے ایک میں ذکر ہے کہ دریائے فرات کے پل پر سونے کا خزانہ ہوگا، دوسری روایت میں ہے کہ سونے کا پہاڑ ہوگا۔ اور امام ابونعیم نے ''المستخرج'' میں ان دونوں حدیثوں کو ایک سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس کی تائید امام مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''زمین اپنے جگر کے ٹکڑوں کی قے کر دے گی جو سونے اور چاندی کے ستونوں کی مثل ہوں گے، پھر ایک قاتل آئے گا اور کہے گا: اس کی وجہ سے مجھے قتل کیا گیا تھا، پھر ایک چور آئے گا، وہ کہے گا: اسی کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا، پھر وہ لوگ سونے اور چاندی کو چھوڑ دیں گے اور اس میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سونے اور چاندی کو لینے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ سونے اور چاندی کو لینے سے فتنہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سونے اور چاندی کو لینے سے منع کرنے کی حکمت یہ ہو کہ یہ واقعہ زمانہ کے اخیر میں اس وقت ہوگا جب لوگ محشر میں جمع ہو جائیں گے، پس اس وقت اس سونے اور چاندی میں سے کچھ لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور شاید یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو باب ''خروج النار'' کے تحت ذکر کیا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دریائے فرات کے پل کے اوپر سونے کا پہاڑ ہوگا جس پر لوگ قتل کریں گے، پس ہر سو میں سے ننانوے کو قتل کر دیا جائے گا اور ان میں سے ہر مرد یہ کہے گا شاید کہ میں وہ ہوتا جو نجات پا جاتا۔

نیز امام مسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ لوگ ہمیشہ دنیا کی طلب میں اختلاف کرتے رہیں گے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب فرات کے پل پر سونے کا ایک پہاڑ ہوگا، پس جب لوگ اس کے متعلق سنیں گے تو اس کی طرف جائیں گے، پس جو شخص اس کے پاس ہوگا وہ کہے گا: اگر ہم لوگوں کو چھوڑ دیں تو وہ یہ سارا سونا لے جائیں گے، آپ نے فرمایا: پس اس پر لوگ ایک دوسرے کو قتل کریں گے، پس ہر سو میں سے ننانوے لوگ قتل کر دیے جائیں گے۔

اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ یہ واقعہ اس وقت ہو کہ جب آگ لوگوں کو جمع کرنے کے لیے نکلے گی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۸۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۵۔ بَابٌ:

باب

۷۱۲۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا مَعْبَدٌ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ تَصَدَّقُوا فَسَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا قَالَ مُسَدَّدٌ حَارِثَةُ أَخُو عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ لِأُمِّهِ قَالَهُ أَبُو عَبْدِ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں معبد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: تم صدقہ کیا کرو، کیونکہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک شخص اپنے صدقہ کو لے کر چلے گا تو اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس کے صدقہ کو قبول کرے، مسدد نے کہا: حارثہ عبید اللہ بن عمر کا ماں شریک بھائی ہے۔

یہ امام ابوعبداللہ بخاری کا قول ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۱، ۱۴۲۴، ۷۱۲۰، صحیح مسلم: ۱۰۱۱، سنن نسائی: ۲۵۵۵، مسند احمد: ۱۸۲۵۱)

صحیح البخاری: ۷۱۲۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کی احادیث سے پہلے اس کا عنوان نہیں لکھا، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ باب، بابِ سابق کے بمنزلہ فصل ہے۔

وہ کونسا زمانہ ہوگا جب کوئی شخص زکوٰۃ کو لینے والا نہ ہوگا؟

یہ وہ زمانہ ہوگا جب لوگ مال سے مستغنی ہوں گے، یا تو یہ وہ زمانہ ہوگا کہ ہر شخص اپنے فتنہ کے اندر مبتلاء ہوگا، وہ اپنے گھر والوں کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوگا چہ جائیکہ مال ومتاع کی طرف متوجہ ہو اور یہ دجال کے زمانہ میں ہوگا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب بہت زیادہ امن کا حصول ہوگا اور پوری دنیا کے اندر عدل پھیلا ہوا ہوگا حتیٰ کہ ہر شخص جو کچھ اس کے پاس ہے اس کی وجہ سے دوسرے کے مال سے مستغنی ہوگا اور یہ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے زمانہ میں ہوگا۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جب قربِ قیامت میں ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو میدانِ محشر کی طرف لے جائے گی، اس وقت لوگ اتنے بے نیاز ہوں گے کہ ایک باغ کو ایک اونٹ کے عوض فروخت کر دیں گے اور اس وقت کوئی شخص زیادہ مال کے حصول کی طرف متوجہ نہیں ہوگا بلکہ ہر شخص اپنی ذات کی نجات کا قصد کرے گا اور اپنی اولاد اور اپنی اہلیہ کا قصد کرے گا اور ان احتمالات میں یہ زیادہ ظاہر ہے اور یہی امام بخاری کے اس باب کے انعقاد کے مناسب ہے اور اصل علم اللہ عزوجل کے پاس ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۸۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۱۲۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيمَتَانِ يَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ وَحَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ وَحَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ وَحَتّٰى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتّٰى يَعْرِضَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا أَرَبَ لِي بِهِ وَحَتّٰى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِي الْبُنْيَانِ وَحَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ وَحَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ يَعْنِي آمَنُوا أَجْمَعُونَ فَذٰلِكَ حِينَ ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ (الانعام:۱۵۸) وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ فَلَا يَطْعَمُهُ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يُلِيطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِي فِيهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أُكْلَتَهُ إِلٰى فِيهِ فَلَا يَطْعَمُهَا-

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو عظیم جماعتیں آپس میں قتال کریں گی اور ان دونوں جماعتوں کے درمیان بہت عظیم جنگ ہوگی، اور ان دونوں جماعتوں کا دعویٰ واحد ہوگا حتیٰ کہ تیس (۳۰) کے قریب دجال کذاب مبعوث کیے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے، اور حتیٰ کہ علم اٹھالیا جائے گا اور بہ کثرت زلزلے ہوں گے اور زمانہ قریب ہوجائے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور ہرج بہت زیادہ ہوگا اور وہ قتل کرنا ہے حتیٰ کہ تم میں مال بہت زیادہ ہوجائے گا، پس وہ مال کو لٹائے گا حتیٰ کہ مال دار مرد یہ ارادہ کرے گا کہ کوئی اس کے صدقہ کو قبول کرلے حتیٰ کہ وہ اس مال کو پیش کرے گا، پھر جس کے اوپر وہ مال پیش کرے گا وہ کہے گا: مجھے اس مال کی کوئی ضرورت نہیں ہے حتیٰ کہ لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گے اور حتیٰ کہ ایک مرد کسی مرد کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو یہ کہے گا: کاش کہ میں اس کی جگہ ہوتا اور حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا، پس جب سورج طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھیں گے یعنی سب ایمان لے آئیں گے اور یہ وہ وقت ہوگا جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

''اس وقت کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو'' (الانعام:۱۵۸)

اور قیامت ضرور قائم ہوگی جب دو مرد آپس میں اپنے کپڑوں کو پھیلائیں گے، پس وہ اس کپڑے کو فروخت نہ کرسکیں گے اور نہ لپیٹ سکیں گے اور ضرور قیامت قائم ہوجائے گی، اور ایک مرد اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر مڑ کر جائے گا پس وہ اس دودھ کو نہیں پی سکے گا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور ضرور قیامت قائم ہو جائے گی، اور ایک شخص اپنے حوض کو مٹی سے لیپ رہا ہوگا، پس وہ اس سے پانی نہیں پیے گا اور ضرور قیامت قائم ہو جائے گی، اور کوئی شخص لقمہ اپنے منہ میں رکھے گا اور ابھی اس کو کھایا نہیں ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۸۵، ۱۰۳۶، ۱۴۱۲، ۳۶۰۸، ۳۶۰۹، ۴۶۳۵، ۶۰۳۷، ۶۵۰۶، ۶۹۳۵، ۷۰۶۱، ۷۱۱۵، ۷۱۲۱، صحیح مسلم: ۱۵۷، سنن ابوداؤد: ۴۲۵۵، سنن ابن ماجہ ۴۰۴۷، مسند احمد: ۷۱۴۶)

صحیح البخاری: ۷۱۲۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن دو عظیم جماعتوں کے درمیان لڑائی ہوگی ان کا مصداق اور جنگِ صفین کی تفصیل

کتاب الرقاق میں یہ گزر چکا ہے کہ ان دو عظیم جماعتوں سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی جماعت ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی جماعت ہے، اور چونکہ اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ان دونوں جماعتوں کا دعویٰ واحد ہوگا، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دونوں جماعتیں مسلمان ہوں گی اور اس حدیث میں خوارج اور ان کے موافقین کا رد ہے، کیونکہ خوارج اور ان کے موافقین حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی جماعتوں کی تکفیر کرتے ہیں اور جس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: "عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی" یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف اس جنگ میں برحق تھا، کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔

اور امام بزار نے سندِ جید کے ساتھ زید بن وہب سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے دین دار لوگ ایک دوسرے کو تلواروں سے قتل کریں گے، لوگوں نے پوچھا: اس صورتِ حال میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: تم اس فرقہ کا انتظار کرنا جو تم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بلائے، تم اس جماعت کو لازم کر لینا کیونکہ وہی جماعت اس دن حق پر ہوگی۔

اور یعقوب بن سفیان نے سندِ جید کے ساتھ زہری سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: "جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل جمل پر غالب ہو گئے ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کو طلب کیا تھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہلِ شام کو دعوت دی، سو وہ ان کے پاس آئے، پھر ان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین کے اندر جنگ ہوئی۔

امام بخاری کے ایک شیخ یحییٰ بن سلیمان الجعفی نے "کتاب الصفین" میں سندِ جید کے ساتھ ابو مسلم الخولانی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلافت چھیننے کے لیے لڑ رہے ہیں، کیا آپ ان کی مثل ہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! اور بے شک میں ضرور جانتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں اور وہ مجھ سے زیادہ خلافت کے اور حکومت کے حق دار ہیں، لیکن کیا تم یہ نہیں جانتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مظلوماً قتل کیا گیا اور میں ان کے چچا کا بیٹا ہوں اور میں ان کا ولی ہوں اور میں ان کے خون کے قصاص کو طلب کرتا ہوں؟، پس تم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے یہ کہو کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپ قاتلین عثمان کو ہمارے حوالے کر دیں تو پھر یہ جنگ نہیں ہوگی، پھر وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام سنایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاویہ میری بیعت کر لے اور میرے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مقدمہ پیش کرے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے سے انکار کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق سے اپنے لشکروں میں چلے گئے حتیٰ کہ صفین میں آ کر ٹھہرے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی روانہ ہوئے اور صفین میں آ کر ٹھہر گئے اور یہ ذوالحجہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے، پھر انہوں نے ایک دوسرے کو پیغامات بھیجے لیکن کوئی فیصلہ کن بات نہیں ہوئی، پھر جنگ چھڑ گئی حتیٰ کہ دونوں جماعتوں میں سے ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) مسلمان قتل کر دیے گئے، یہ ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ مقتولین کی تعداد اس سے بھی زیادہ تھی۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ ابورضا سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے جنگِ صفین کے دن سنا کہ جو اس سے خوش ہو کہ بڑی آنکھوں والی حوریں اس کی گردن میں بانہیں ڈالیں وہ صفین میں ثواب کی نیت سے آئے۔

اور زیاد بن حارث نے روایت کی ہے کہ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پہلو میں کھڑا ہوا تھا تو ایک مرد نے کہا: اہلِ شام کافر ہو گئے، تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ نہ کہو، ہم دونوں کا نبی ایک ہے لیکن اہلِ شام نے حق سے انحراف کیا، پس ہم پر واجب ہو گیا کہ ہم ان سے لڑیں حتیٰ کہ وہ حق کی طرف رجوع کر لیں۔

اور امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کی گورنری پر برقرار رکھیں حتیٰ کہ ان سے بیعت لے لی جائے، پھر وہ جو چاہیں کریں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان کی بیعت نہیں کروں گا۔ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اہلِ جمل کے ساتھ لڑائی سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ بھی باقی لوگوں کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت میں داخل ہو جائیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا اور ابومسلم کے ہاتھ پیغام بھیجا جیسا کہ گزر چکا ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے لشکروں کو لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے، پس دونوں کا مقابلہ صفین میں ہوا اور یہ ماہِ محرم کا پہلا عشرہ تھا، اور پہلی لڑائی یکم صفر کو ہوئی، پس جب اہلِ شام کا مغلوب ہونا قریب ہو گیا تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے قرآن مجید کو اٹھا لیا اور کہا کہ جو قرآن مجید میں حکم ہے اس پر عمل کرو، پھر دو حاکموں کی طرف جنگ کا رجوع ہو گیا، پھر جو ہونا تھا وہ ہوا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم تھے اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم تھے، پھر ان دونوں میں اختلاف ہو گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کی حکومت پر قابض ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خوارج کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو گئے۔

امام احمد نے از حبیب بن ابی ثابت روایت کی ہے کہ میں ابووائل کے پاس آیا، پس بتایا کہ ہم صفین میں تھے، پس جب اہلِ شام کا قتل ہونا زیادہ ہو گیا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف قرآن مجید کو بھیجو اور انہیں کتاب اللہ کی دعوت دو تو وہ اس کا انکار نہیں کریں گے، پھر ایک مرد آیا اور اس نے کہا: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کتاب حاکم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (آل عمران: ۲۳)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا علم دیا گیا، انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ (کتاب) ان کے باہمی اختلافات میں فیصلہ کرے، پھر ان میں سے ایک فریق روگردانی کرتا ہے اور وہ ہیں ہی روگردانی کرنے والے O

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! میں قرآن مجید کے حکم پر عمل کرنے کا زیادہ مستحق ہوں، پھر ان قراء نے کہا جو بعد میں خوارج ہو گئے: اے امیر المومنین! ہم ان لوگوں کو کس چیز کی مہلت دیں، کیا ہم ان کے اوپر اپنی تلواروں سے حملہ نہ کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے؟، پس حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! تم اپنی رائے کو غلط قرار دو، کیونکہ ہم حدیبیہ کے دن دیکھ چکے ہیں، پھر انہوں نے مشرکین کے ساتھ صلح کا قصہ ذکر کیا۔

اور امام ابن عساکر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوزرعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد میرے چچا کے پاس آیا، پس ان سے کہا کہ میں معاویہ سے بغض رکھتا ہوں، انہوں نے پوچھا: کیوں؟ انہوں نے کہا: اس لیے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناحق قتال کیا تو امام ابوزرعہ نے کہا: معاویہ کا رب، رب رحیم ہے اور معاویہ کا مخالف، مخالفِ کریم ہے تو تم ان دونوں کے درمیان کیوں داخل ہوتے ہو؟

جھوٹے مدعیانِ نبوت کا بیان

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”بے شک عنقریب میری امت میں تیس (۳۰) کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ نبی ہے، اور میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے“۔

اس حدیث کی امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام احمد اور امام ابویعلیٰ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے سامنے تیس (۳۰) دجال کذاب ہوں گے۔

امام احمد اور امام طبرانی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تیس (۳۰) کذاب نکلیں، ان میں سے آخری کانا دجال ہوگا۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے سامنے تیس (۳۰) کذاب ہوں گے، ان میں سے ایک اسود عنسی ہے جو صاحب صنعاء ہے اور دوسرا صاحب یمامہ ہے، یعنی مسیلمہ کذاب۔

تیس (۳۰) یا اس سے زائد دجالوں کی تفصیل

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں طلیحہ بن خویلد نکلا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا، پھر اس نے توبہ کر لی اور اسلام کی طرف رجوع کر لیا، اور سجاح نامی ایک عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا، پھر اس سے مسیلمہ کذاب نے نکاح کر لیا، پھر مسیلمہ کے بعد اس عورت نے نبوت کے دعویٰ سے رجوع کر لیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے''۔ ظاہر یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا، اور اس سے پہلی حدیثوں میں ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو لوگ نبوت کا دعویٰ کریں گے ان میں سے وہ ہوں گے جن کا تیس (۳۰) میں ذکر کیا گیا ہے اور جو تیس سے زائد ہیں، ہوسکتا ہے وہ فقط جھوٹے ہوں اور وہ گمراہی کی دعوت دیتے ہوں جیسے غالی رافضیہ اور باطنیہ اور حلولیہ اور اتحادیہ، اور باقی وہ فرقے جو اس چیز کی دعوت دیتے ہیں جو اس کے خلاف ہے جس کو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔

لمبی لمبی عمارتوں کے بنانے کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ لوگ لمبی لمبی اور بلند عمارتیں بنائیں گے''۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا یہ ارادہ ہو کہ اس کا گھر دوسرے کے گھر سے اونچا ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد گھر کی زیب و زینت پر فخر کرنا ہو یا اس سے عام ہو۔

(میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں سعودی حکمرانوں نے عیسائیوں اور مغرب کی نقالی کرتے ہوئے بڑی بڑی عمارتیں بنائی ہیں اور حرمین شریفین کے بالکل مقابل ان عمارتوں کو کھڑا کر دیا ہے جس میں معروف ترین عمارت زم زم ٹاور یا گھڑیال ٹاور ہے جو پورے مکہ میں ہر جگہ سے نظر آتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (سعیدی غفرلہٗ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا'' کتاب الرقاق کے آخر میں اس کی شرح ہو چکی ہے اور علامہ القرطبی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ وہ زمانہ ہو کہ جو شخص اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو اس کو ایمان نفع نہیں دے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''قیامت ضرور قائم ہوگی اور کوئی شخص لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈالے گا اور اس کے اس لقمہ کو چبانے سے پہلے قیامت آجائے گی''۔

قیامت کا اچانک آنا

امام ابن ماجہ اور امام احمد نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی، اس رات آپ کی حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، پس ان سب نے قیامت کا ذکر کیا، پس انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ابتداء کی اور ان سے سوال کیا تو ان کے پاس قیامت کے متعلق کوئی علم نہیں تھا، پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تو ان کے پاس بھی قیامت کے متعلق کوئی علم نہیں تھا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے یہ عہد لیا گیا ہے کہ قیامت وجبتھا کے پاس آئے گی، رہا یہ کہ وجبتھا کا مصداق کیا ہے؟ سو اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، پھر انہوں نے دجال کے نکلنے کا ذکر کیا اور بتایا کہ میں آسمان سے اس کی طرف نازل ہوں گا، پس میں اس کو قتل کروں گا، پھر یاجوج اور ماجوج کے نکلنے کا ذکر کیا، پھر ان کی موت کی دعا کی، پھر بارش کے نازل ہونے کی دعا کی جو یاجوج اور ماجوج کے مردوں کو بہا کر سمندر میں لے جائے گی، پھر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور زمین چمڑے کی طرح پھیل جائے گی، پھر مجھے یہ بتایا گیا کہ جب یہ ہو جائے گا تو لوگوں پر قیامت آجائے گی، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے پاس قیامت اچانک کب آئے گی، رات کو آئے گی یا دن کو آئے گی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۸۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۶۔ بَابُ: ذِكْرِ الدَّجَّالِ

دجال کا بیان

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

دجال کو دجال کہنے کی مناسبت

دجّال، فعّال کا وزن ہے اور یہ دجل کا مبالغہ ہے، اور ''دجل'' کا معنی ہے: کسی چیز کو ڈھانپ لینا، اور دجال کو دجال اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ ڈھانپ لے گا۔ ابن درید نے کہا: دجال کو اس لیے دجال کہا گیا ہے کہ وہ حق کو جھوٹ کے ساتھ چھپالے گا، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ زمین کی تمام اطراف میں سفر کرے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ بلکہ وہ تمام روئے زمین کو ڈھانپ لے گا۔

دجال کے متعلق یہ ذکر کہ آیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا یا نہیں اور وہ کہاں سے نکلے گا، اس کے نکلنے کا سبب کیا ہوگا اور اس کی کیا صفات ہوں گی وغیرہ وغیرہ

علامہ قرطبی نے ''التذکرۃ'' میں لکھا ہے: دجال کو دجال کہنے کے متعلق دس اقوال ہیں اور دجال کے معاملہ میں جس چیز کو بیان کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ کیا ابن صیاد دجال تھا یا دجال کوئی اور ہے؟، اور اگر دجال کوئی اور ہے تو کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں موجود تھا یا نہیں، اور وہ کب نکلے گا اور اس کے نکلنے کا کیا سبب ہوگا، اور وہ کہاں سے نکلے گا، اور اس کی کیا صفت ہوگی، اور وہ کس چیز کا دعویٰ کرے گا، اور جب دجال کے خروج کا ظہور ہوگا تو وہ کس قسم کے خلاف عادت کاموں کو ظاہر کرے گا حتیٰ کہ اس کے پیروکار زیادہ ہو جائیں گے، اور وہ کب ہلاک ہوگا اور اس کو کون قتل کرے گا؟

رہا پہلا امر کہ ابن صیاد دجال ہے یا کوئی اور، تو اس کا بیان کتاب الاعتصام میں آئے گا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی شرح میں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔

رہا دوسرا امر کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں موجود تھا یا نہیں، پس حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے تمیم داری کے قصہ میں جو حدیث بیان کی ہے جس کی امام مسلم نے روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ دجال عہدِ رسالت میں موجود تھا اور وہ بعض جزائر میں مقید ہے اور عنقریب اس کا بیان حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں آئے گا۔

رہا تیسرا امر کہ دجال کے نکلنے کا کس وقت ظہور ہوگا، تو امام مسلم نے حضرت نواس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ دجال کے نکلنے کا ظہور اس وقت ہوگا جب مسلمان القسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔

رہا چوتھا امر کہ دجال کے نکلنے کا کیا سبب ہوگا، تو اس کے نکلنے کا سبب امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ کسی چیز پر غضب ناک ہونے کی وجہ سے نکلے گا۔

رہا یہ کہ وہ کہاں سے نکلے گا، تو وہ یقینی طور پر مشرق کی طرف سے نکلے گا، پھر ایک روایت میں مذکور ہے کہ وہ خراسان سے نکلے گا، اور امام مسلم نے روایت کی ہے کہ وہ اصبہان سے نکلے گا، اس کی امام احمد اور امام حاکم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رہا یہ کہ دجال کی کیا صفت ہوگی، تو اس باب کی احادیث میں دجال کی صفات کا ذکر ہے۔

رہا یہ کہ وہ کس چیز کا دعویٰ کرے گا، پس بے شک جب وہ پہلی مرتبہ نکلے گا تو ایمان کا اور نیکی کا دعویٰ کرے گا، پھر نبوت کا دعویٰ کرے گا، پھر الوہیت کا دعویٰ کرے گا، اسی طرح امام طبرانی نے از سلیمان بن شہاب روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن المعتمر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: دجال میں کوئی خفاء اور پوشیدگی نہیں ہوگی، وہ مشرق کی طرف سے آئے گا، پھر وہ دین داری کا دعویٰ کرے گا، پھر اس کی اتباع کی جائے گی اور اس کا غلبہ ہوگا، وہ اسی طرح رہے گا حتیٰ کہ کوفہ میں آئے گا، پھر دین کو ظاہر کرے گا اور اس پر عمل کرے گا، پس اس کی پیروی کی جائے گی اور اس پر وہ لوگوں کو برانگیختہ کرے گا، پھر وہ یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، پھر ہر عقل والا اس سے خوف زدہ ہوگا اور اس سے الگ ہو جائے گا، پس وہ کچھ عرصہ ٹھہرا رہے گا، پھر کہے گا: میں اللہ ہوں، پھر اس کی ایک آنکھ نکال دی جائے گی اور اس کا کان کاٹ دیا جائے گا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیا جائے گا ''کافر''۔ پس ہر مسلمان کے اوپر اس کا معاملہ مخفی نہیں رہے گا، پھر جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اس سے الگ ہو جائے گا، تاہم اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

قرآن مجید میں دجال کا صراحۃً ذکر نہ کرنے کی توجیہ اور قرآن مجید کی آیات میں دجال کی طرف اشارات

مشہور سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو دجال کا ذکر نہیں کیا گیا، اس کی کیا حکمت ہے؟ جب کہ اس کا شر اور فتنہ بہت عظیم ہوگا اور تمام انبیاء نے دجال سے ڈرایا ہے اور دجال کے فتنہ سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی اس دعا کی تعلیم دی گئی ہے، اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) قرآن مجید میں دجال کا ذکر اس آیت میں ہے:

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا۔ (الانعام:۱۵۸)

جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو۔

امام ترمذی نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین چیزوں کا خروج ہوگا تو جو شخص اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو اس کو اس وقت ایمان لانا مفید نہیں ہوگا: (۱) دجال (۲) دابۃ الارض (۳) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

الانعام: ۱۵۸ کی جو تفسیر امام ترمذی نے کی ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں دجال کے خروج کا ذکر ہے۔

(۲) قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کی طرف درج ذیل آیت میں اشارہ فرمایا ہے:

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۞ (النساء:۱۵۹)

اور (نزولِ مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص اپنی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لے آئے گا، اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے O

ابو مالک نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: جب حضرت عیسیٰ بن مریم کا زمین پر نزول ہوگا تو اہل کتاب میں سے ہر شخص ان پر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایمان لے آئے گا۔ (جامع البیان ج۶ ص ۲۵۔۲۶)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے، احکام نافذ کرنے والے، عدل کرنے والے، وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے اور اس قدر مال لٹائیں گے کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا حتیٰ کہ ایک سجدہ کرنا دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا اور اگر تم چاہو تو (اس کی تصدیق میں) یہ آیت پڑھو: ''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ۔۔۔۔۔۔ (النساء:۱۵۹)''

(صحیح البخاری: ۳۴۴۸، صحیح مسلم: ۲۴۲)

قرآن مجید کی ایک اور آیت میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ آیت ہے:

وَ لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝ (الزخرف:۵۷)

اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم (خوشی سے) چلانے لگی O

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ (الزخرف:۶۱)

اور بے شک وہ (ابن مریم) ضرور قیامت کی نشانی ہیں، سو (اے مخاطب!) تم قیامت میں شک نہ کرنا اور میری پیروی کرتے رہنا، یہی صراط مستقیم ہے O

اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی دجال کو قتل کریں گے، پس جب قرآن مجید میں ایک ضد (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا ذکر کر دیا گیا تو اس کے ذکر پر دوسری ضد (دجال) کو کافی قرار دیا گیا۔ اور اس لیے کہ دجال کا لقب المسیح ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب المسیح ہے، لیکن دجال گمراہی کا مسیح ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہدایت کے مسیح ہیں۔

(۳) قرآن مجید میں دجال کے ذکر کو اس کی تحقیر کی وجہ سے ترک کر دیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں یاجوج اور ماجوج کا تو ذکر ہے، اور یاجوج ماجوج کا فتنہ دجال کے فتنہ سے کم نہیں ہے، اب ان دلائل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اصل سوال باقی ہے کہ قرآن مجید میں دجال کا ذکر نہ کرنے کی کیا حکمت ہے؟

ہمارے شیخ الامام البلقینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قرآن مجید میں ان مفسدین کا ذکر کیا گیا ہے جو گزر چکے ہیں اور جو مفسدین ابھی تک نہیں آئے، ان میں سے کسی کا قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا گیا، مگر اس جواب پر پھر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج بھی مفسدین میں سے ہیں اور وہ بھی تک نہیں آئے اور ان کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔

اور امام بغوی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ دجال کا ذکر قرآنِ مجید کی درجِ ذیل آیت میں مذکور ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (المومن:۵۷)

آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے سے ضرور بہت بڑا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O

اس آیت میں ''النَّاس'' یعنی لوگوں کو پیدا کرنے سے مراد دجال کو پیدا کرنا ہے، اور اس آیت میں کُل کا اطلاق بعض پر کیا ہے، اگر یہ جواب ثابت ہو جائے تو یہ تمام جوابوں سے بہترین جواب ہے، پس دجال ان تمام مخلوقات میں سے ہے جن کے بیان کا قرآن مجید نے ذمہ لیا ہے اور حقیقت میں علم اللہ ہی کے پاس ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دجال کے دیگر احوال

دجال کے ہاتھ پر جو خوارق اور خلافِ عادت کاموں کا ظہور ہوگا، ان کا عنقریب احادیث میں ذکر کیا جائے گا۔ رہا یہ کہ دجال کب ہلاک ہوگا اور اس کو کون قتل کرے گا، تو وہ زمین پر اپنے ظہور کے بعد ہلاک ہو جائے گا اور مکہ اور مدینہ کے سوا ہر جگہ اس کا ظہور ہوگا، پھر وہ بیت المقدس کا قصد کرے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کر دیں گے۔ اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

امام ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں سندِ حسن صحیح کے ساتھ حسان بن عطیہ جو ثقہ تابعین میں سے ایک ہیں، ان سے روایت کی ہے کہ دجال کے فتنہ سے صرف بارہ ہزار مرد اور سات ہزار عورتیں نجات پائیں گے اور یہ وہ خبر ہے جس کو قیاس سے نہیں بتایا جا سکتا، پس یہ اس پر محمول ہے کہ حسان بن عطیہ تابعی کی یہ حدیث مرفوع ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، لیکن انہوں نے اس کو بطور مرسل بیان کر دیا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو بعض اہلِ کتاب سے سنا ہو۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۸۸۔۲۸۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۲۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ قَالَ لِي الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ مَا سَأَلَ أَحَدٌ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مَا سَأَلْتُهُ وَإِنَّهُ قَالَ لِي مَا يَضُرُّكَ مِنْهُ قُلْتُ لِأَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَنَهَرَ مَاءٍ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳۹، سنن ابن ماجہ: ۴۰۷۳، مسند احمد: ۱۷۷۳۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کے متعلق اتنا سوال نہیں کیا جتنا میں نے سوال کیا، اور بے شک آپ نے مجھ سے فرمایا: تم کو اس سے کیا ضرر ہوگا؟ میں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ ہوگا اور پانی کا دریا ہوگا، فرمایا کہ وہ اللہ پر اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔

صحیح البخاری: ۷۱۲۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بندوں کے امتحان کے لیے دجال کو خلافِ عادت کاموں پر قدرت دینا

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ دجال ایک معین شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آزمائش کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اس کو ایسی چیزوں پر قدرت دی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مقدورات میں سے ہیں مثلاً مردہ کو زندہ کرنا، زمین کے پوشیدہ خزانوں کو نکالنا، آسمان سے بارش کا برسانا، زمین سے سبزہ اگانا، یہ سب چیزیں دجال کے حکم سے ظاہر ہوں گی، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو ان کاموں سے عاجز کر دے گا، پھر وہ ان میں سے کسی چیز پر قادر نہیں ہوگا اور وہ الوہیت کا مدعی ہوگا اور وہ اپنے نفسِ دعویٰ میں اپنا مکذِّب ہوگا، کیونکہ اس کے حال کی صورت سے اس کے الوہیت کے دعویٰ کا کذب ظاہر ہو جائے گا، کیونکہ وہ کانا ہوگا، اور اپنے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کانے پن کو زائل کرنے سے عاجز ہوگا، اور اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ وہ کافر ہے اور اس کو زائل کرنے سے عاجز ہوگا۔

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ جھوٹے کے ہاتھ پر معجزہ کو ظاہر کرنا ممکن نہیں ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ الوہیت کا مدعی ہوگا اور اس کی الوہیت کا محال ہونا ظاہر ہے، لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کے برخلاف جو شخص نبوت کا مدعی ہو تو نبوت انسان کے لیے ممکن ہے، پس اگر جھوٹا نبی کوئی معجزہ پیش کرے تو سچے نبی اور جھوٹے نبی میں اشتباہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ جو اس کو ان خلافِ عادت کاموں پر قدرت عطا فرمائے گا، یہ بندوں کے امتحان کے لیے ہوگا۔

اس حدیث میں ہے "اس کے ساتھ روٹی کا پہاڑ ہوگا" اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے "اس کے ساتھ روٹیوں اور گوشت کے پہاڑ ہوں گے اور اس کے ساتھ دریا ہوگا"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور یہ اللہ تعالیٰ پر اس سے زیادہ آسان ہے"۔ قاضی عیاض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر یہ اس سے زیادہ آسان ہے کہ اس کو مومنین کے گمراہ کرنے کا سبب بنائے، بلکہ وہ اس لیے ہے کہ مومنین کا ایمان زیادہ ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۱۲۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹، مسند احمد: ۴۷۸۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی دائیں طرف کی آنکھ کانی ہوگی، گویا کہ وہ ابھرا ہوا انگور ہے۔

۷۱۲۴۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَجِيءُ الدَّجَّالُ حَتَّى يَنْزِلَ فِي نَاحِيَةِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ، از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال آئے گا حتیٰ کہ مدینہ کی ایک جانب میں اترے گا، پھر مدینہ تین مرتبہ لرزے گا، پھر ہر کافر اور منافق اس کی طرف نکلے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۱، ۷۱۲۴، ۷۱۳۴، ۷۴۷۳، صحیح مسلم: ۲۹۴۳، مسند احمد: ۱۲۵۷۴)

صحیح البخاری: ۷۱۲۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کا اس حدیث سے تعارض جس میں مذکور ہے "مدینہ میں مسیح الدجال کا رعب داخل نہیں ہوگا" اور اس کی توجیہ

حماد بن سلمہ نے از اسحاق از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ دجال "الجرف" کی بنجر زمین میں آئے گا، پس اس کے خیموں کو گرادے گا، پھر ہر منافق اور کافر اس کے پاس آجائے گا۔

"الجُرف" مدینہ کے راستہ میں شام کی طرف ایک میل کی جگہ ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ تین میل کے فاصلہ پر جگہ ہے۔

اور امام ابنِ ماجہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دجال بنجر زمین کی انتہاء پر سرخ راستہ کے قریب اترے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مدینہ تین مرتبہ لرزے گا یا کانپے گا"۔ امام بخاری نے کتاب الحج میں از اسحاق اس سے زیادہ مکمل روایت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر شہر کو دجال روندے گا سوا مکہ اور مدینہ کے۔

یہاں پر یہ سوال ہے کہ جب دجال مکہ اور مدینہ کو نہیں روند سکے گا تو پھر مدینہ کس وجہ سے تین مرتبہ لرزے گا، بلکہ دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں المسیح الدجال کا رعب داخل نہیں ہوگا۔

امام احمد اور امام حاکم محجن بن الادرع سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دجال آئے گا، پھر وہ احد پہاڑ پر چڑھے گا، پھر وہ مدینہ کی طرف دیکھے گا تو اپنے اصحاب سے کہے گا: کیا تم اس سفید محل کی طرف دیکھ رہے ہو؟ یہ احمد کی مسجد ہے، پھر وہ مدینہ میں آئے گا تو مدینہ کے راستوں میں سے ہر راستہ پر ایک فرشتہ تلوار سونتے ہوئے کھڑا ہوگا، پھر وہ جُرف کی بنجر زمین پر آئے گا اور وہاں کے خیموں کو اکھاڑ دے گا، پھر مدینہ تین مرتبہ لرزے گا، پھر ہر منافق اور ہر فاسق مرد اور ہر فاسق عورت اس کی طرف نکل کر جائیں گے، پھر مدینہ اس دن خالص ہو جائے گا اور وہ دن یوم الخلاص ہوگا"۔

اور اس تطبیق کا حاصل یہ ہے کہ جس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں مسیح الدجال کا رعب داخل نہیں ہوگا، اس رُعب سے مراد خوف اور گھبراہٹ ہے، حتیٰ کہ کسی کو بھی دجال کے نزول سے خوف اور گھبراہٹ نہیں ہوگی، یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو مدینہ پر غلبہ حاصل نہیں ہوگا، اور مدینہ میں جو تین مرتبہ لرزہ آئے گا اس سے مراد یہ ہے کہ ہر منافق اور ہر فاسق اس کی طرف دوڑ کر آئے گا اور اس وقت اس حدیث کا مصداق ظاہر ہوگا کہ مدینہ ایک بھٹی ہے جو اپنے میل کچیل اور زنگ کو نکال کر پھینک دیتا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۲۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَلَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷۹، ۷۱۲۵، ۷۱۲۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود از حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: مدینہ میں المسیح الدجال کا رعب داخل نہیں ہوگا، اور اس دن مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے مسلط ہوں گے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۱۲۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی ایک اور حدیث سے تائید

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ لوگ مسیلمہ کذاب کے متعلق بہت باتیں کرتے ہیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسیلمہ دجال سے پہلے تین کذابوں میں سے ایک کذاب ہے، اور ہر شہر میں دجال کا رعب داخل ہوگا سوائے مدینہ کے، اور مدینہ کے ہر راستہ کے اوپر دو فرشتے اس کو بھگانے کے لیے مقرر ہیں جن کی وجہ سے مدینہ میں مسیح الدجال کا رعب داخل نہیں ہوگا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۰۔۲۹۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۲۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ قَالَ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَدِمْتُ الْبَصْرَةَ فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِهَذَا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷۹، ۷۱۲۵، ۷۱۲۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: مدینہ میں مسیح کا رعب داخل نہیں ہوگا، اور اس دن مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ کے اوپر دو فرشتے ہوں گے۔ راوی نے کہا: اور ابن اسحاق نے بیان کیا از صالح بن ابراہیم از والد خود، انہوں نے کہا: میں بصرہ میں گیا تو مجھ سے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

صحیح البخاری: ۷۱۲۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی تائید میں دوسری حدیث

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ محمد بن اسحاق (صاحب المغازی) سے روایت کرتے ہیں کہ میری حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر بستی میں دجال کا خوف داخل ہوگا سوا مدینہ کے، وہ مدینہ میں داخل ہونے کے لیے آئے گا تو اس کے ہر دروازہ کے اوپر ایک فرشتہ تلوار سونتے ہوئے کھڑا ہوگا، پس وہ اس کو بھگا دے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۹۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي لَأُنْذِرُكُمُوهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ وَلَكِنِّي سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ۔

حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوگئے، پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے لائق حمد وثنا کی، پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا، پس آپ نے فرمایا: بے شک میں تم کو دجال سے ڈرا رہا ہوں، اور ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے، لیکن میں عنقریب تم سے اس کے بارے میں ایک بات کہوں گا جس کو کسی نبی نے اپنی امت سے نہیں کہا، وہ یہ ہے کہ دجال کانا ہوگا، اور بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۵۷، ۳۳۳۷، ۳۴۳۹، ۴۴۰۲، ۶۱۷۵، ۷۱۲۳، ۷۱۲۷، ۷۴۰۸، صحیح مسلم: ۲۹۳۱، سنن ترمذی: ۲۲۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۵۷، مسند احمد: ۶۳۲۹)

صحیح البخاری: ۷۱۲۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انبیاء سابقین کے دجال سے ڈرانے پر ایک اشکال کا جواب

امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو بھی نبی تھا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا۔

اور امام احمد نے روایت کی ہے کہ بے شک ضرور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا اور ان کے بعد انبیاء علیہم السلام نے ڈرایا۔

یہاں پر یہ اشکال ہے کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ دجال اس وقت نکلے گا جب ان امور کا ظہور ہوگا جن کا ذکر کیا گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد اس کو قتل کریں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعتِ محمدیہ کے مطابق احکام جاری کریں گے، تو حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے اس سے پہلے کیسے دجال سے ڈرایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دجال کے خروج کا وقت حضرت نوح علیہ السلام پر اور ان کے بعد کے انبیاء علیہم السلام پر مخفی تھا، پس گویا کہ انہوں نے دجال سے ڈرایا اور اس کے نکلنے کے وقت کا ذکر نہیں کیا، پس انہوں نے اپنی امتوں کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا اور اس کی تائید بعض سندوں کے ساتھ اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر دجال نکلا اور میں تمہارے درمیان موجود ہوا تو میں اس سے مقابلہ کروں گا''۔ پس یہ ارشاد اس پر محمول ہے کہ نبی ﷺ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ پر دجال کے نکلنے کا وقت منکشف نہیں ہوا تھا اور اس کی علامات نہیں بتائی گئی تھیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دجال کے دعویٰ الوہیت کا باطل ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''دجال کانا ہوگا اور بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنی مقدار پر اقتصار کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ دجال کے حادث ہونے پر دلائل بالکل ظاہر ہیں کیونکہ کانا ہونا ایک ایسا اثر ہے جس کو ہر عالم اور غیر عالم جان لیتا ہے کہ جو شخص کانا ہو اس کی خلقت ناقص ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے، لہٰذا دجال کا دعویٰ الوہیت باطل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج اللہ تعالیٰ کو بیداری میں دیکھنا آپ کی خصوصیت ہے

اور امام مسلم اور امام ترمذی نے از معمر از زہری یہ اضافہ کیا ہے کہ مجھے حضرت عمرو بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے بتایا کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا اور آپ لوگوں کو دجال سے ڈرا رہے تھے، آپ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اپنے رب کو نہیں دیکھ سکے گا حتیٰ کہ اس پر موت آ جائے۔

اور امام بزار نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ دجال کا ربوبیت کا دعویٰ کرنا جھوٹا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا موت کے ساتھ مقید ہے، اور دجال کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ خود اللہ ہے اور لوگ اس کے باوجود اس کو دیکھ رہے ہوں گے۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس آدمی کا یہ زعم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بیداری میں دیکھتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے، اور اس پر یہ اشکال نہیں ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو بیداری میں دیکھا، کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں وہ قوت عطا کی جو قوت مومنین کو آخرت میں عطا فرمائے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبْطُ الشَّعَرِ يَنْطُفُ أَوْ يُهَرَاقُ رَأْسُهُ مَاءً قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ أَلْتَفِتُ فَإِذَا رَجُلٌ جَسِيمٌ أَحْمَرُ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ الْعَيْنِ كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قَالُوا هَذَا الدَّجَّالُ أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ رَجُلٌ مِنْ خُزَاعَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں نیند میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا، تو اس وقت ایک گندمی رنگ والا مرد جس کے بال سیدھے تھے اور اس کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے یا بہہ رہے تھے، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتایا کہ یہ حضرت ابن مریم ہیں، پھر میں جا کر مڑا تو ایک سرخ رنگ کا جسیم مرد تھا جس کے بال گھونگھریالے تھے اور اس کی آنکھ کانی تھی گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور کا دانہ تھا، مجھے بتایا گیا کہ یہ دجال ہے اور یہ لوگوں میں ابن قطن کے زیادہ مشابہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے جو خزاعہ کا ایک مرد ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۵۹۰۲، ۶۹۹۹، ۷۰۲۶، ۷۱۲۸)

صحیح البخاری: ۷۱۲۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ ''میں نیند میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا'' یہ آپ کی معراجِ منامی ہے۔

دجال کے طوافِ کعبہ کرنے پر ایک اشکال کا جواب

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ دجال بھی کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، حالانکہ یہ ثابت ہے کہ جب دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو پگھل جائے گا، اور اس اشکال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ خواب کا واقعہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کے خواب اگر چہ وحی ہوتے ہیں لیکن وہ خواب تعبیر اور تاویل کو قبول کرتے ہیں، اور قاضی عیاض نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیت اللہ کا طواف کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے، اور رہا دجال تو امام مالک کی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ دجال نے بھی طواف کیا، کیونکہ امام مالک کی روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ دجال نے طواف کیا ہو یا طواف نہ کیا ہو لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دجال کو مکہ میں دیکھنا باعثِ اشکال ہے، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ وہ نہ مکہ میں داخل ہوگا اور نہ مدینہ میں داخل ہوگا۔

قاضی عیاض مالکی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ دجال کا مکہ میں دخول اس وقت ممنوع ہے جب وہ آخر زمانہ میں نکلے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۲۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَسْتَعِيذُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از حضرت عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ اپنی نماز میں دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۸۳۲، ۸۳۳، ۲۳۹۷، ۶۳۶۸، ۶۳۷۵، ۶۳۷۶، ۶۳۷۷، ۷۱۲۹، صحیح مسلم: ۵۸۹، سنن نسائی: ۱۳۰۹، سنن ابوداؤد: ۸۸۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۸، مسند احمد: ۲۳۷۸۰)

اس حدیث کی شرح کتاب الجمعہ سے تھوڑا پہلے باب ''الدعاء قبل السلام'' میں گزر چکی ہے۔

۷۱۳۰- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ فِي الدَّجَّالِ إِنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَارًا فَنَارُهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از عبد الملک از ربعی از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَائٌ بَارِدٌ وَمَاؤُهُ نَارٌ قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔

آپ نے دجال کے متعلق فرمایا: دجال کے ساتھ پانی ہوگا اور آگ ہوگی، پس اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگا اور اس کا پانی آگ ہوگی، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۵۰، ۷۱۳۰، صحیح مسلم: ۲۹۳۴، مسند احمد: ۲۲۸۴۲)

صحیح البخاری: ۷۱۳۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام احمد اور طبرانی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دجال کے ساتھ دو وادیاں ہوں گی، ایک وادی جنت ہوگی اور دوسری وادی دوزخ ہوگی، پس اس کی دوزخ حقیقت میں جنت ہوگی اور اس کی جنت حقیقت میں دوزخ ہوگی۔

امام ابن ماجہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دجال کے فتنہ میں سے یہ ہے کہ اس کے ساتھ جنت ہوگی اور دوزخ ہوگی اور اس کی دوزخ حقیقت میں جنت ہوگی اور اس کی جنت حقیقت میں دوزخ ہوگی، پس جو شخص اس کی دوزخ میں جائے، ہو وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے تو اس کی دوزخ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی۔

دجال کی جنت کے دوزخ ہونے اور دجال کی دوزخ کے جنت ہونے کی توجیہ

یا تو دجال ساحر اور جادوگر ہوگا پس وہ کسی چیز کو اس کی اصل صورت کے برعکس دکھائے گا، یا اللہ تعالیٰ دجال کی دوزخ کو جنت بنا دے گا اور اس کی جنت کو دوزخ بنا دے گا اور یا یہ کہ دجال کی جنت سے مراد نعمت اور رحمت ہے اور اس کی دوزخ سے مراد آزمائش اور سزا ہے، پس جو دجال کی اطاعت کرے گا اور دجال اس کے اوپر جنت کا انعام کرے گا تو اس کا انجام دوزخ میں دخول ہوگا اور جو دجال کی اطاعت نہیں کرے گا اس کا انجام جنت میں دخول ہوگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تمام امور دجال کے فتنہ اور اس کی آزمائش سے متعلق ہوں، پس دیکھنے والا اس کی دہشت سے دوزخ کو دیکھے گا اور اس کو جنت گمان کرے گا یا جنت کو دیکھے گا اور اس کو دوزخ گمان کرے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۴۔ ۲۹۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۳۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ كَافِرٌ فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نبی کو بھی مبعوث کیا گیا اس نے اپنی امت کو کانے کذاب سے ڈرایا، سنو وہ کانا ہے اور بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے، اور بے شک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ اور اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۷۴۰۸، صحیح مسلم: ۲۹۳۳، سنن ترمذی: ۲۲۴۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۱۶، مسند احمد: ۵۱۹۳)

صحیح البخاری: ۷۱۳۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دجال کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھے ہوئے ہونے کے متعلق متعدد روایات

امام مسلم نے از محمد بن جعفر از شعبہ روایت کی ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا "ک، ف، ر"۔

شعیب بن الحبحاب، نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا اور پھر اس کا ہجا ہوگا "ک، ف، ر" جس کو ہر مسلمان پڑھے گا۔

علامہ نووی نے لکھا ہے: صحیح مذہب جس پر محققین ہیں وہ یہ ہے کہ یہ حقیقت میں لکھا ہوا ہوگا، اور اس لکھے ہوئے کو اللہ تعالیٰ دجال کے کذب پر قطعی علامت بنائے گا، پس اللہ تعالیٰ مومن پر اس علامت کو ظاہر فرمائے گا اور جس کی شقاوت کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا اس پر ظاہر نہیں فرمائے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٢٧- بَابٌ: لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِينَةَ

٧١٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا حَدِيثًا طَوِيلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَكَانَ فِيمَا يُحَدِّثُنَا بِهِ أَنَّهُ قَالَ يَأْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي تَلِي الْمَدِينَةَ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حَدِيثَهُ فَيَقُولُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ هَلْ تَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُولُونَ لَا فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ فَيَقُولُ وَاللهِ مَا كُنْتُ فِيكَ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ فَيُرِيدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ۔

اس کا بیان کہ دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن دجال کے متعلق ایک طویل حدیث بیان کی، پس آپ نے اس حدیث میں بیان کیا کہ دجال آئے گا اور اس پر مدینہ کے راستوں میں داخل ہونا حرام کر دیا ہوگا، پس وہ ان بعض بنجر زمینوں میں اترے گا جو مدینہ کے قریب ہیں، پس اس کی طرف اس دن ایک مرد نکلے گا جو لوگوں میں سب سے بہتر ہوگا یا بہترین لوگوں میں سے ہوگا، پس وہ کہے گا: میں شہادت دیتا ہوں کہ تم دجال ہو جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث سنائی ہے، پس دجال کہے گا: یہ بتاؤ اگر میں اس شخص کو قتل کروں پھر میں اس کو زندہ کر دوں تو تم میرے متعلق شک کرو گے تو وہ لوگ کہیں گے: نہیں، پھر وہ اس شخص کو قتل کر دے گا، پھر اس کو زندہ کر دے گا، تو وہ شخص کہے گا: اللہ کی قسم! مجھے آج سے پہلے تمہارے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دجال ہونے پر زیادہ بصیرت نہیں تھی، پھر دجال اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا تو وہ اس پر قادر نہ ہو سکے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۲، ۷۱۳۲، صحیح مسلم: ۲۹۳۸، مسند احمد: ۱۰۹۲۵)

صحیح البخاری: ۷۱۳۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس مرد کو قتل کرنے پر دجال قادر نہیں ہو سکے گا اس کا مصداق

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: ہماری رائے یہ تھی کہ وہ مرد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ ہمیں ان کی دین میں قوت اور پختگی کا علم ہے۔ اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ ابواسحاق نے کہا کہ وہ مرد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۱۳۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَّالُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از نعیم بن عبداللہ المجمر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے راستوں پر فرشتے پہرہ دے رہے ہیں نہ اس میں طاعون داخل ہوگا اور نہ دجال۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۰، ۵۷۳۱، ۷۱۳۳، صحیح مسلم: ۱۳۷۹، مسند احمد: ۷۲۴۲۲)

صحیح البخاری: ۷۱۳۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دجال کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: اس باب کی احادیث میں اہلِ سنت کی اس پر دلیل ہے کہ دجال کا وجود صحیح ہے اور وہ ایک معین شخص ہے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے بندوں کو آزمائش میں مبتلاء کرے گا، اور دجال کو کئی خلافِ عادت کاموں پر قدرت دے گا، مثلاً وہ اس مردہ کو زندہ کر دے گا جس کو اس نے قتل کیا تھا، اور سبزہ اور دریاؤں کو ظاہر کرے گا اور جنت اور دوزخ کو ظاہر کرے گا، اور زمین کے خزانے اس کے پیچھے چلیں گے، اور وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گی، اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ اس کو عاجز کر دے گا، تو پھر وہ اس مرد کو دوبارہ قتل کرنے پر قادر نہیں ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ دجال کے امر کو باطل کر دے گا اور حضرت عیسیٰ بن مریم اس کو قتل کر دیں گے۔

دجال کے نکلنے کے متعلق بعض خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ نے انکار کیا، انہوں نے دجال کے وجود کا انکار کیا اور احادیثِ صحیحہ کو رد کیا، اور ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ دجال کا ہونا صحیح ہے لیکن اس کے ساتھ جو خلافِ عادت کام ہوں گے وہ صرف خیالات ہیں،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اور انہوں نے کہا کہ اگر یہ امور بطور حقیقت ہوتے تو انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر اعتماد نہ ہوتا، لیکن یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ دجال نبوت کا دعویٰ نہیں کرے گا حتیٰ کہ یہ خوارق اس کے صدق پر دلیل ہو جائیں، وہ صرف الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور اس کے حال کی صورت اس کی تکذیب کرے گی، کیونکہ وہ کانا ہوگا اور اپنے کانے ہونے کے عیب کو دور نہیں کر سکے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۳۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الْمَدِينَةُ يَأْتِيهَا الدَّجَّالُ فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْرُسُونَهَا فَلَا يَقْرَبُهَا الدَّجَّالُ قَالَ وَلَا الطَّاعُونُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔

(سنن ترمذی: ۲۲۴۲، مسند احمد: ۱۱۸۳۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مدینہ میں دجال آئے گا، پس وہ دیکھے گا کہ فرشتے مدینہ کی حفاظت کر رہے ہیں، پس دجال مدینہ کے قریب نہیں آ سکے گا اور نہ مدینہ میں ان شاء اللہ طاعون آئے گا۔

اس حدیث کی شرح حسب سابق ہے۔

اس حدیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ان شاء اللہ مدینہ میں طاعون نہیں آئے گا" سو یہ تبرک کے لیے فرمایا ہے۔

۲۸۔ بَابٌ: يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ — یاجوج اور ماجوج کا بیان

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یاجوج اور ماجوج کا تذکرہ اور ان کی صفات اور ان کے احوال

کتاب احادیث الانبیاء کے ذوالقرنین کے باب میں ہم یاجوج و ماجوج کے متعلق بیان کر چکے ہیں کہ یاجوج اور ماجوج بنو آدم سے ہیں، پھر وہ یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں، وہب وغیرہ میں اسی کو وثوق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ضحاک نے کہا کہ وہ تُرک میں سے ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یاجوج تُرک سے ہیں اور ماجوج الدیلم سے ہیں، اور کعب احبار سے روایت ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت آدم کی بغیر حواء سے اولاد ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سو گئے تو ان کا نطفہ مٹی سے لتھڑ گیا تو اس سے یاجوج اور ماجوج پیدا ہوئے۔ اور معتمد یہ ہے کہ وہ حضرت آدم کی بغیر حواء کے اولاد نہیں ہیں ورنہ وہ اس وقت کہاں تھے جب طوفان آیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم، امام طبرانی نے الاوسط میں اور امام ابن مردویہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج ایک امت ہے اور ماجوج دوسری امت ہے اور ہر امت کی تعداد چار لاکھ ہے، ان میں سے کوئی ایک شخص اس وقت تک نہیں مرتا حتیٰ کہ وہ اپنی پشت اور اپنی نسل سے ایک ہزار آدمی نہ دیکھ لے، اور یہ سب مسلح ہوتے ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام ابن ابی حاتم نے از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ جن اور انس کے دس اجزاء ہیں، پس ان میں سے نو اجزاء یاجوج اور ماجوج ہیں اور ایک جزو سے باقی لوگ پیدا ہوئے۔

کعب احبار سے روایت ہے کہ یاجوج اور ماجوج کی تین قسمیں ہیں، ان میں سے ایک قسم شمشاد کے درخت کی طرح بہت لمبی ہے، اور دوسری قسم وہ ہے کہ اس میں ہر ایک چار گز کا ہوتا ہے اور ان میں سے ایک قسم وہ ہے کہ وہ اپنے کان بچھا لیتے ہیں تو ان کا ایک کان دوسرے کان سے مل جاتا ہے۔

امام حاکم نے از ابوالجوزاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ یاجوج اور ماجوج ایک ایک بالشت کے ہیں اور دو دو بالشت کے ہیں، اور جوان میں زیادہ لمبا ہے وہ تین بالشت کے برابر ہے اور وہ اولاد آدم سے ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے: سام، حام اور یافث، پس سام سے عرب، فارس اور روم پیدا ہوئے، اور حام سے قبطی، بربر اور حبشی پیدا ہوئے، اور یافث سے یاجوج اور ماجوج اور ترک پیدا ہوئے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

سعید بن بشیر نے قتادہ سے روایت کی ہے: یاجوج اور ماجوج کے بائیس قبیلے ہیں، ذوالقرنین نے ان میں سے اکیس (۲۱) کے اوپر ایک سد اور دیوار بنا دی، اور ان میں سے ایک قبیلہ اس وقت غائب تھا کہیں جنگ پر گیا ہوا تھا اور وہ ترک ہے، پس وہ اس سد اور دیوار کے قریب باقی رہے۔

اور امام ابن مردویہ نے سدی سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ ترک یاجوج اور ماجوج کا ایک لشکر ہیں، وہ لوٹ مار کے لیے نکلے، پس ذوالقرنین آئے تو انہوں نے سد اور دیوار بنا دی، پس وہ اس کے باہر باقی رہ گئے۔

''فتاویٰ شیخ محی الدین'' میں لکھا ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں نہ کہ حواء سے، یہ جمہور علماء کے نزدیک ہے، پس وہ ہمارے باپ شریک بھائی ہیں، انہوں نے کہا: سلف صالحین میں سے کعب احبار کے سوا اور کسی نے یہ روایت نہیں کی۔ اور حدیث مرفوع میں اس کا رد ہے کیونکہ یاجوج اور ماجوج حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت سے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام قطعی طور پر حضرت حواء علیہا السلام کی ذریت سے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

یاجوج اور ماجوج اور سد ذوالقرنین کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ اس مہذب اور ترقی یافتہ دنیا میں سائنسی آلات کی مدد سے ہر چیز کے متعلق نشاندہی ہو چکی ہے کہ وہ دنیا میں کس جگہ پر واقع ہے، لیکن ابھی تک نہ سدِ ذوالقرنین کا مصداق متعین ہو سکا اور نہ یاجوج اور ماجوج کے متعلق معلوم ہو سکا کہ اس کا مصداق کون لوگ ہیں، اس وجہ سے بعض لوگوں نے سدِ ذوالقرنین اور یاجوج اور ماجوج کا انکار کیا ہے، لیکن ہم سائنس اور جغرافیہ کی تحقیق کے مقابلہ میں قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کی تصریحات کو مقدم رکھتے ہیں، اور چونکہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۝ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ	حتیٰ کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو ان کے پار انہوں نے ایک ایسی قوم دیکھی جو (ان کی) کوئی بات نہیں سمجھتی تھی ○ انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج زمین

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ (الکہف: ۹۳۔ ۹۸)

میں فساد کر رہے ہیں تو کیا ہم آپ کو کچھ سامان مہیا کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دیں O انہوں نے کہا: میرے رب نے مجھے جن چیزوں پر قدرت دی ہے وہ زیادہ بہتر ہیں، سو تم صرف محنت سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بہت مضبوط دیوار بنا دوں گا O تم میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ، حتیٰ کہ جب اس دیوار کو ان دونوں پہاڑوں کے برابر کر دیا (تو) کہا: آگ کو خوب دہکاؤ، یہاں تک کہ لوہے کی ان چادروں کو آگ بنا دیا (پھر) کہا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جو میں اس پر انڈیل دوں O پھر یاجوج اور ماجوج اس دیوار پر چڑھ نہ سکے اور نہ اس دیوار میں سوراخ کر سکے O انہوں نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت (سے بنی) ہے اور جب میرے رب کے وعدہ کا وقت آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (الانبیاء: ۹۶)

حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج (کی دیوار) کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے O

یعنی قیامت کے قریب وہ سد (دیوار) ٹوٹ جائے گی جس کو ذوالقرنین نے یاجوج اور ماجوج کے حملوں کو روکنے کے لیے بنایا تھا، اس رکاوٹ کے ٹوٹتے ہی یاجوج اور ماجوج اس طرح اُمڈ آئیں گے جس طرح دریا کا بند ٹوٹ جائے یا سیلاب اُمڈ آتا ہے، یاجوج اور ماجوج کا یہ حملہ ان کی پیش قدمی اور یورش آخری زمانہ میں ہوگی، اور اس کے بعد قیامت بہت جلد واقع ہوگی۔

ان آیاتِ مقدسہ کی تصریحات کے علاوہ یاجوج اور ماجوج کے متعلق بہ کثرت احادیثِ صحیحہ ہیں جن کو امام بخاری نے یاجوج اور ماجوج کے ذکر کے عنوان سے روایت کیا ہے، سو قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کی تصریحات کی بناء پر ہمارا اس پر ایمان ہے کہ سدِ ذوالقرنین برحق ہے خواہ معلوم دنیا کو اس کا پتا ہو یا نہ ہو، اور یاجوج اور ماجوج کی قوم کو بھی اللہ تعالیٰ پیدا کر چکا ہے اور یہ کہ وہ مفسدین ہیں اور قربِ قیامت میں وہ دیوار کھول دی جائے گی اور اس دیوار کے پار سے یاجوج اور ماجوج دنیا والوں پر آ کر حملے کریں گے اور بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں کیڑا پیدا کر دے گا یہاں تک کہ وہ سب ایک دم مر جائیں گے۔ یہ احادیث برحق ہیں اور ہمارا ان پر ایمان ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۱۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَزِعًا يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعَيْهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا قَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخُبْثُ۔

الزہری رح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما از حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ایک دن گھبرائے ہوئے اور خوف زدہ یہ فرماتے ہوئے آئے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، عرب کے لیے شر سے ہلاکت ہو جو قریب آچکا ہے، آج یاجوج اور ماجوج کی دیوار سے اتنی مقدار کھل چکی ہے، اور آپ نے انگوٹھے اور اس کے قریب والی انگلی سے حلقہ بنایا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے اور ہم میں صالحین بھی ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں! جب بدکاری بہت زیادہ ہو جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۶، ۳۵۹۸، ۷۰۵۹، ۷۱۳۵، صحیح مسلم: ۲۸۸۰، سنن ترمذی: ۲۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۳، مسند احمد: ۲۶۸۷۰)

۷۱۳۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يُفْتَحُ الرَّدْمُ رَدْمُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ وَعَقَدَ وُهَيْبٌ تِسْعِينَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج کی دیوار آج اتنی کھل گئی ہے، اور وہیب نے نوے (۹۰) کا عقد بنایا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۶، ۳۵۹۸، ۷۰۵۹، ۷۱۳۵، صحیح مسلم: ۲۸۸۰، سنن ترمذی: ۲۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۳، مسند احمد: ۲۶۸۷۰)

صحیح البخاری: ۷۱۳۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں شر کا مصداق

علامہ القرطبی نے کہا ہے: یہ ہو سکتا ہے کہ اس شر سے وہ مراد ہو جس کی طرف حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اشارہ ہے، آپ نے فرمایا: ''آج رات کتنے فتنے نازل کیے گئے اور کتنے خزانے نازل کیے گئے'' پس اس حدیث میں آپ نے یہ اشارہ کیا کہ آپ کے بعد بہت زیادہ فتوح ہوں گی، اور لوگوں کے ہاتھوں میں بہت زیادہ مال و دولت آئے گا، پھر لوگوں کی رغبت فتنوں کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بڑھانے میں ہوگی، اسی طرح لوگ حکومت اور اقتدار کے حصول میں بھی رغبت کریں گے اور سب سے بڑا فتنہ وہ تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رونما ہوا، جب لوگوں نے اس پر انکار کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بنو امیہ میں سے اپنے رشتہ داروں کو حاکم بنادیا حتیٰ کہ یہ چیز ان کی شہادت کا سبب بنی اور ان کے قتل ہونے کے بعد مسلمانوں کے اندر وہ فتنے پیدا ہوئے جو بہت مشہور ہیں اور اب تک جاری ہیں۔

اس حدیث میں نوّے (۹۰) کا عقد بنانے کا ذکر ہے، اور عربوں کے نزدیک اس کی مقدار معروف تھی۔

امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اور امام حاکم نے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ سد اور دیوار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کرتے ہیں کہ یاجوج اور ماجوج ہر روز اس دیوار میں سوراخ کرتے ہیں حتیٰ کہ جب اس کا ایک سوراخ بنا لیتے ہیں تو کہتے ہیں: چلو واپس، اب باقی کل بنائیں گے، تو اللہ تعالیٰ اس سوراخ کو بند کر کے اس دیوار کو پہلے ہی کی طرح بنادیتا ہے حتیٰ کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہوگا کہ ان کو دنیا میں بھیجے تو ان میں سے ایک شخص کہے گا: چلو واپس، اب ان شاء اللہ باقی دیوار کل کھود یں گے، اور ان شاء اللہ کہنے کی وجہ سے وہ سوراخ اسی طرح برقرار رہے گا، پھر وہاں سے نکل کر وہ لوگوں کی طرف آئیں گے۔

امام مسلم نے حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اور اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا، وہ ارشادِ خداوندی کے مطابق ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے، فرمایا: ان کے پہلے لوگ بحیرہ طبریہ سے گزریں گے اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے، پھر جب آخری لوگ گزریں گے تو کہیں گے کہ شاید یہاں کبھی پانی ہوا ہوگا، پھر وہ چل پڑیں گے یہاں تک کہ وہ بیت المقدس کے پہاڑ تک پہنچ جائیں گے اور کہیں گے: ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، چنانچہ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود (سرخ) واپس بھیج دے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب محصور ہوں گے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک بھوک کی وجہ سے گائے کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے زیادہ اہمیت رکھتا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں کیڑا پیدا کر دے گا یہاں تک کہ وہ سب ایک دم مرجائیں گے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ اتریں گے تو ان کی بدبو اور خون کی وجہ سے ایک بالشت کی جگہ بھی خالی نہیں پائیں گے، پھر آپ اور آپ کے ساتھی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ لمبی گردنوں والے اونٹوں کی مثل پرندے بھیجے گا جو انہیں اٹھا کر پہاڑ کے غار میں پہنچا دیں گے، مسلمان ان کے تیر و ترکش اور کمانوں کو سات سال تک جلائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو ہر گھر اور ہر خیمہ تک پہنچے گی اور تمام زمین کو دھو کر شیشہ کی طرح صاف اور شفاف کر دے گی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۰۔ ۳۰۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

کتاب الفتن کا اختتام

''کتاب الفتن'' میں ایک سو ایک (۱۰۱) احادیثِ مرفوعہ ہیں، ان میں سے احادیثِ موصولہ کی تعداد ستاسی (۸۷) ہے، اور باقی تعلیقات اور متابعات ہیں، اور ان میں اسی (۸۰) احادیث مکرر ہیں، اور خالص احادیث اکیس (۲۱) ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کتاب الفتن کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبینا سید المرسلین محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین!

آج ۱۲ صفر ۱۴۳۵ھ/ 16 دسمبر 2013ء بروز پیر کتاب الفتن میں درج احادیث کی شرح مکمل ہوگئی۔ اے میرے مالک و مولیٰ! جس طرح آپ نے اپنے خصوصی کرم سے کتاب الفتن میں درج احادیث کی شرح لکھوادی ہے، اسی طرح اپنا کرم اور فضل جاری رکھیں اور صحیح البخاری کی بقیہ کتب اور ابواب کی شرح بھی اس ناچیز سے لکھوادیں، بے شک آپ نے میری تمام تصانیف کو میری امید سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائی اور تیرے فضلِ خصوصی سے اور مخصوص کرم سے دنیا کے اکثر حصوں میں میری تصنیفات پڑھی جارہی ہیں اور عام مسلمان ان سے استفادہ کرتے ہیں، اسلامی تقاریب میں، جمعہ کے خطبات میں اور نمازوں کے بعد دروس میں تبیان القرآن، شرح صحیح مسلم، نعم الباری اور نعمۃ الباری سے استفادہ کرتے ہیں، اے بارِالٰہ! اس استفادہ کو تا قیامت برقرار اور جاری رکھیں اور اس میں روز افزوں اضافہ فرمائیں اور میری تحریرات سے عام مسلمانوں کو ہدایت پر قائم رکھیں اور معاندین اور مفسدین کی اصلاح فرمائیں۔

میں عرصہ دراز سے بیمار ہوں اور ۲۹ سال سے شوگر کے عارضہ میں مبتلاء ہوں، ہائی بلڈ پریشر ہے، اور دو سال سے گھٹنوں میں سخت تکلیف ہوگئی ہے اور گھٹنوں کے جوڑوں میں خلاء ہوگیا ہے جس کی وجہ سے چلنا پھرنا دشوار ہے، اور اب تقریباً پندرہ روز ہوئے یہ معلوم ہوا کہ میری دونوں آنکھوں میں موتیا اتر آیا ہے، الٹی آنکھ میں موتیا کا زیادہ اثر تھا جس کی وجہ سے الٹی آنکھ کی بینائی تقریباً ختم ہوگئی تھی، پھر ۱۰ دسمبر کو میری الٹی آنکھ کے موتیا کا آپریشن ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس آپریشن کو کامیاب فرمایا اور میری الٹی آنکھ کی بینائی بحال ہوگئی اور اب اس آنکھ سے الحمد للہ صاف نظر آتا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سیدھی آنکھ کے موتیا کی بھی اصلاح فرمائے اور اس کی بینائی بھی بحال اور تیز تر کردے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتاب الفتن کی احادیث کی شرح مکمل ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی نعم الباری کی پندرہویں جلد بھی مکمل ہوگئی اور اب ان شاء اللہ نعم الباری کی سولہویں اور آخری جلد کتاب الاحکام سے شروع ہوگی۔

کلماتِ تشکر

پندرہویں جلد کی ابتداء ''کتاب الحدود'' سے ہوئی ہے اور اس کی انتہاء ''کتاب الفتن'' پر ہوئی ہے۔ پندرہویں جلد کی ابتداء ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ/ یکم اگست 2013ء بروز جمعرات کو ہوئی اور اس کا اختتام ۱۲ صفر ۱۴۳۵ / 16 دسمبر 2013ء کو ہوا۔

اس جلد کی کمپوزنگ حافظ محمد جمشید ہاشمی سلمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور اس کی پروف ریڈنگ اور تصحیح ہمارے محترم اور مکرم دوست سید عمیر الحسن برنی زید حبہٗ اور حافظ محمد اکرم ساجد دام لطفہ نے کی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل میری اس محنت کو قبول فرمائے اور نعم الباری کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں مشکور اور مسعود

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرمائے۔ میں اس جلد کے مکمل ہونے پر اپنے تمام کرم فرماؤں کا انتہائی خلوصِ قلب سے شکر گزار ہوں اور ان کے لیے دعا کرتا ہوں، خصوصاً مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن زیدت الطافہم العالیہ، اور محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب دامت الطافہم، صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی (بریڈ فورڈ)، مشہور اسکالر حافظ عبدالمجید (برسٹل)، مولانا حامد قیوم (ناروے)، مولانا سید محمد اشرف شاہ (ناروے)، سید جمیل الرحمٰن شاہ صاحب (لاہور)، مولانا مختار احمد (منتظم ضیاء القرآن)، مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہم۔

ان تمام مہربان اور بزرگ حضرات اور احباب کو اللہ تعالیٰ سلامت با کرامت رکھے اور مجھے اپنی بیماریوں اور کمزوریوں سے صحت اور توانائی عطا فرمائے، اس شرح کو اللہ تعالیٰ موافقین کے لیے دینِ حق پر استقامت کا سبب بنائے اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنا دے، اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی میں صرف اپنا محتاج رکھے کسی مخلوق کا محتاج نہ بنائے، صحت اور عافیت کے ساتھ ہم سب کا ایمان پر خاتمہ فرمائے اور دنیا میں ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اہل بنا دے اور آخرت میں ہمیں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے اور قیامت کے مراحل کو ہمارے لیے آسان فرما دے، اور ہمیں دنیا اور آخرت میں ہر قسم کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے اور اپنے فضل و کرم اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین بجاہ سیدنا محمد سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی

بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸

۱۲ صفر ۱۴۳۵ھ/16 دسمبر 2013، بروز پیر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد خامس عشر (۱۵) کی ڈائری

افتتاح 22 رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ/ 1 راگست 2013ء بروز جمعرات

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	ایک ماہ کی احادیث	تعداد حدیث
1 اگست 2013ء	۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ	جمعرات	=	=	=	۶۷۷۲
یکم ستمبر 2013ء	۲۴ شوال المکرم ۱۴۳۴ھ	اتوار	۳۳۳	۳۳۳	۷۰	۶۸۴۱
یکم اکتوبر 2013ء	۲۴ ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ	منگل	۱۶۷	۵۰۰	۵۶	۶۸۹۷
یکم نومبر 2013ء	۲۶ ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ	جمعۃ المبارک	۱۸۳	۶۸۳	۵۵	۶۹۵۲
یکم دسمبر 2013ء	۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۴ء	اتوار	۲۶۶	۹۴۹	۹۵	۷۰۴۷
16 دسمبر 2013ء	۱۲ صفر المظفر	پیر	۱۴۲	۱۰۹۱	۸۹	۷۱۳۶

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مصادر التحقیق فی نعم الباری

کتب سماویہ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ تورات

۳۔ زبور

۴۔ انجیل

کتب احادیث

۵۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی 150ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ ۱۴۳۱ھ

۶۔ امام مالک بن انس اصبحی، متوفی 179ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1409ھ، المکتبۃ التوفیقیہ، دار المعرفہ بیروت، 1420ھ

۷۔ امام عبداللہ بن مبارک حنفی، متوفی 181ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۸۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی، متوفی 183ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۱۰۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1407ھ

۱۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، المسند، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1400ھ

۱۲۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود شافعی، متوفی 204ھ، مسند ابو داؤد الطیالسی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1425ھ

۱۳۔ امام محمد بن عمر بن واقد شافعی، متوفی 207ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت، 1404ھ

۱۴۔ امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی شیعی، متوفی 211ھ، مصنف عبد الرزاق، مطبوعہ: مکتب اسلامی بیروت 1390ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۵۔ الامام الجلیل ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، متوفی 216ھ، مسند ابو عوانہ، دار المعرفہ بیروت

۱۶۔ امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی شافعی، متوفی 219ھ، المسند، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۱۷۔ امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی، متوفی 227ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، دار الصمیعی 1428ھ

۱۸۔ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، المصنف، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی 1406ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۹۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفّٰی 235ھ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۲۰۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفّٰی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: مجلس علمی، بیروت 1427ھ

۲۱۔ امام احمد بن حنبل، متوفّٰی 241ھ، المسند، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، 1398ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دار الفکر، بیروت 1415ھ، موسسۃ الرسالہ، بیروت 1420، عالم الکتب، بیروت 1419ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۲۔ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی شافعی، متوفّٰی 255ھ، سنن دارمی، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1407ھ، دار المعرفہ، بیروت 1420ھ

۲۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفّٰی 256ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1430ھ، دار ارقم، بیروت، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1431ھ، دار الفکر بیروت 1421ھ، موسسۃ الرسالہ 1431ھ، دار المعرفہ، بیروت 1425ھ، دار العلم الحدیث: 1426ھ

۲۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفّٰی 256ھ، الادب المفرد، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1412ھ

۲۵۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی، متوفّٰی 261ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ، دار الفکر، بیروت 1424ھ

۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی، متوفّٰی 273ھ، سنن ابن ماجہ: مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1415ھ، دار الجیل، بیروت، دار الفکر، بیروت 1421ھ

۲۷۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفّٰی 275ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ، دار الفکر بیروت، 1421ھ

۲۸۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفّٰی 275ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۹۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفّٰی 279ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1422ھ، دار الجیل، بیروت 1998ء، دار المعرفہ بیروت 1423ھ

۳۰۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفّٰی 279ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، 1415ھ

۳۱۔ حافظ ابوبکر عمرو بن ضحاک بن مخلد الشیبانی، متوفّٰی، 287ھ، کتاب السنہ، المکتب الاسلامی 1400ھ

۳۲۔ امام ابن ابی عاصم شافعی، متوفّٰی 287ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ: دار الرایہ، ریاض، 1411ھ

۳۳۔ امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار شافعی، متوفّٰی 292ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت

۳۴۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفّٰی 303ھ، سنن نسائی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1412ھ، دار الفکر، بیروت، 1421ھ

۳۵۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفّٰی 303ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت 1408ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۶۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1411ھ موسسۃ الرسالہ 1421ھ
۳۷۔ امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی شافعی، متوفی 307ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۸۔ امام احمد بن عالی المثنی التمیمی شافعی، متوفی 307ھ، مسند ابویعلی موصلی، مطبوعہ: دارالمامون التراث، بیروت، 1404ھ
۳۹۔ امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری شافعی، متوفی 307ھ، المنتقی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ
۴۰۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی، متوفی 311ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1395ھ
۴۱۔ امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق شافعی، متوفی 316ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ: دارالباز، مکہ مکرمہ
۴۲۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ: داربلنسیہ، ریاض 1420ھ
۴۳۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، مشکل الآثار، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز 1415ھ
۴۴۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ: مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، 1404ھ، قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۵۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1427ھ
۴۶۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفی 321ھ مسند الطحاوی، مطبوعہ: مکتبۃ الحرمین، دبئی 1426ھ
۴۷۔ امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی شافعی، متوفی 322ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ
۴۸۔ امام ابوبکر احمد بن مروان بن محمد الدینوری القاضی المالکی، متوفی 333ھ، المجالسۃ وجواھر العلم، دارابن حزم بیروت، 1419ھ
۴۹۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1407ھ
۵۰۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفی 354ھ، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1425ھ
۵۱۔ امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری الشافعی، متوفی 360ھ، کتاب الشریعہ، مطبوعہ: موسسۃ الریان 1429ھ
۵۲۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم صغیر، مطبوعہ: مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ 1388ھ، مکتبہ اسلامی، بیروت 1405ھ
۵۳۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت
۵۴۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، معجم اوسط، مطبوعہ: مکتبۃ المعارف، ریاض 1405ھ، دارالفکر بیروت، 1420ھ
۵۵۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفی 360ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1409ھ
۵۶۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی، شافعی، متوفی 364ھ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، 1408ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۵۷۔ امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی شافعی، متوفی 365ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۵۸۔ امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین شافعی، متوفی 385ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۵۹۔ امام الحافظ علی بن عمر الدارقطنی، متوفی 385ھ، سنن الدارقطنی، مطبوعہ: دارالمعرفہ بیروت، لبنان 1422ھ

۶۰۔ امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ شافعی، متوفی 396ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۶۱۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری شافعی، متوفی 405ھ، المستدرک، مطبوعہ: دارالباز، مکہ مکرمہ، دارالمعرفہ بیروت، 1427ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1420ھ

۶۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عمر واقد الواقدی شافعی، متوفی 407ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۶۳۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دارالکتب العربی 1407ھ

۶۴۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دارالنفائس، بیروت

۶۵۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: نشرالسنہ، ملتان

۶۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۶۷۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۶۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دارلکتب العلمیہ، بیروت، 1423ھ

۶۹۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

۷۰۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ: مکتبۃ المینارہ، مکہ مکرمہ 1410ھ

۷۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

۷۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1423ھ

۷۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، البعث والنشور، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ

۷۴۔ امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی مالکی، متوفی 463ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۷۵۔ حافظ ابی بکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی المعروف بابن ابی الدنیا، متوفی 184ھ، موسوعہ الامام ابن ابی الدنیا، مکتبۃ العصریہ، بیروت

۷۶۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی شافعی، متوفی 488ھ، الجمع بین الصحیحین، مطبوعہ: دارابن حزم 1423ھ

۷۷۔ امام ابوشجاع شیر ویہ بن شہر دار بن شیرویہ الدیلمی شافعی، متوفی 509ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۸۔ امام حسین بن مسعود بغوی شافعی، متوفی 516ھ، شرح السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
۷۹۔ علامہ عمر بن عبد العزیز ابن مازہ البخاری الحنفی الملقب بالصدر الشہید المتوفی 536ھ، شرح الجامع الصغیر، دار الکتب العلمیہ بیروت 1427ھ
۸۰۔ امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۸۱۔ امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1407ھ
۸۲۔ امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، جامع المسانید، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ
۸۳۔ امام مجد الدین بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری شافعی، متوفی 606ھ، جامع الاصول، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، دار ابن کثیر، بیروت 1432ھ
۸۴۔ امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری شافعی، متوفی 656ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ: دار الحدیث، قاہرہ 1407ھ، دار ابن کثیر، بیروت 1414ھ
۸۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، التذکرہ فی امور الآخرہ، مطبوعہ: دار البخاری، مدینہ منورہ
۸۶۔ امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی شافعی، متوفی 676ھ، الاذکار من کلام سید الابرار، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1417ھ
۸۷۔ امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفی 676ھ، ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ، کراچی
۸۸۔ امام ابو محمد علی بن زکریا المنبجی الحنفی، متوفی 686ھ، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، دار خضر، بیروت 1419ھ
۸۹۔ امام محی الدین تبریزی شافعی، متوفی 742ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ: اصح المطابع، دہلی، دار ارقم، بیروت، دار ابن حزم 1423ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۹۰۔ امام علی بن عبد الکافی تقی الدین سبکی الشافعی، متوفی 746ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ: الدائر المعارف النظامیہ، بحیدر آباد، دکن
۹۱۔ تاج الدین علی بن عبد اللہ بن الحسن الارذ دیلی التبریزی الشافعی، متوفی 746ھ، المعیار فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ التی استشہد بھا الفقہاء، دار الاصلاح 2009ء
۹۲۔ امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر المعروف بابن قیم الجوزیہ حنبلی، متوفی 751ھ، جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علی محمد خیر الانام، مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت 1417ھ، دار الطباعۃ المحمدیہ 1388ھ
۹۳۔ حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی حنفی، متوفی 762ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ: مجلس علمی سورۃ ہند، 1357ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۹۴۔ حافظ ابو الفرج زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی البغدادی الدمشقی، متوفی 795ھ، احوال القبور واحوال اھلھا الی النشور، دار الکتب العربی، بیروت 1418ھ
۹۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت 1402ھ، دار الفکر،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیروت 1414ھ
۹۶۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، کشف الاستار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1404ھ
۹۷۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1420ھ
۹۸۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، اتحاف الخیریۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالکتب العلمیہ، بیروت 1442ھ
۹۹۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسہ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1414ھ،
۱۰۰۔ حافظ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی حنفی، متوفی 845ھ، الجوہر النقی، مطبوعہ: نشر السنہ ملتان
۱۰۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 848ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ
۱۰۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ: مکتبۃ دارالباز، مکہ مکرمہ، درالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۰۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، 1421ھ
۱۰۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث رافعی الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، 1417ھ
۱۰۵۔ امام زین الدین ابوالعباس احمد بن عبداللطیف الزبیری حنفی متوفی 893ھ، التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت، 1430ھ
۱۰۶۔ امام عبدالرحمٰن بن عبدالسلام بن عبدالرحمٰن بن عثمان الصفوری الشافعی، متوفی 894ھ، نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۰۷۔ حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی الشافعی، متوفی 902ھ، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، مطبوعہ: مکتبۃ المؤید، دمشق 1408ھ
۱۰۸۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ
۱۰۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ
۱۱۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ
۱۱۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ، دار ابن حزم، بیروت 1414ھ
۱۱۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۱۱۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۱۴۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافی، متوفی 974ھ، الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ، مطبوعہ: مکتبۃ القاہرہ، مصر 1385ھ

۱۱۵۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی، متوفی 975ھ، کنز العمال، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت

۱۱۶۔ حافظ عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی الشافعی، متوفی 1031ھ، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۱۱۷۔ امام محمد بن سلیمان المغربی المالکی، متوفی 1094ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، مطبوعہ: مکتبہ ابن کثیر 1418ھ

۱۱۸۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن درویش الحوت البیرونی الحنفی، متوفی 1276ھ، اسنی المطالب فی احادیث مختلف المراتب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1412ھ

۱۱۹۔ الحافظ ابو الفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی الشافعی، متوفی 1380ھ، المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرح المناوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1996ھ

۱۲۰۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی المتوفیٰ 1420ھ، سلسلہ احادیث صحیحہ، انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع 1420ھ

۱۲۱۔ مولانا صالح بن عبد اللہ بن حمید، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، دار الوسیلہ للنشر والتوزیع 1425ھ

۱۲۲۔ مولانا عبد السلام بن محمد بن عمر علوش، کتاب الجامع فی الاحادیث القدسیہ، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامی، 1426ھ

کتب تفاسیر

۱۲۳۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن زیاد فراء حنفی، متوفی 207ھ، معانی القرآن، مطبوعہ: بیروت

۱۲۴۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، جامع البیان، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1409ھ، دار الفکر بیروت

۱۲۵۔ امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی شافعی، متوفی 327ھ، تفسیر القرآن العظیم، مطبوعہ: نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ

۱۲۶۔ امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی 333ھ، تاویلات اہل السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۲۷۔ امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی 370ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، 1400ھ

۱۲۸۔ امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، متوفی 427ھ، تفسیر الثعلبی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1422ھ

۱۲۹۔ امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک القشیری الشافعی، متوفی 465ھ، تفسیر القشیری المسمّیٰ لطائف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۱۳۰۔ علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی، متوفی 468ھ، الوسیط، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۳۱۔ امام شیخ الاسلام ابو المظفر السمعانی الشافعی، متوفی 489ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ: دار الوطن، ریاض 1418ھ

۱۳۲۔ علامہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی، متوفی 538ھ، الکشاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۳۳۔ علامہ ابو [illegible] 543ھ، احکام القرآن، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

۱۳۴۔ امام فخر الدین محمد [illegible] 606ھ، تفسیر کبیر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ

۱۳۵۔ امام فخر الدین محمد [illegible] 606ھ، اسرار التنزیل و انوار التاویل، مطبوعہ: دار الکتب الوثاق، بغداد، عراق 1990ء

۱۳۶۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1415ھ

۱۳۷۔ قاضی ابو الخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی 685ھ، انوار التنزیل و اسرار التاویل، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع، مصر

۱۳۸۔ علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی حنفی، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ: دار الکتب العربیہ، پشاور

۱۳۹۔ علامہ عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی 857ھ، تفسیر الثعالبی، مطبوعہ: موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت

۱۴۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جلالین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۴۱۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی 1137ھ، روح البیان، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ

۱۴۲۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی 1223ھ، تفسیر صاوی، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1421ھ

۱۴۳۔ علامہ السید عبداللہ شبر، متوفی 1242ھ، تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ: دار الاسوہ للطباعۃ والنشر، 1421ھ

۱۴۴۔ علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی 1270ھ، روح المعانی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر بیروت 1417ھ

۱۴۵۔ نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، فتح البیان، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۱۴۶۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

۱۴۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، بیان القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

۱۴۸۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی بریلوی، متوفی 1367ھ، خزائن العرفان

۱۴۹۔ مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1391ھ، نور العرفان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، گجرات

۱۵۰۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

۱۵۱۔ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی بریلوی، متوفی 1406ھ، التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم، مطبوعہ: مکتبہ فانوس پبلی کیشنز، پاکستان 2003ء

۱۵۲۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری حنفی بریلوی، متوفی 1418ھ، ضیاء القرآن، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

۱۵۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ

۱۵۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، انوار تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1431ھ

۱۵۵۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، ترجمہ و تحقیق و تخریج تفسیر خازن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور 1427ھ

۱۵۶۔ مولانا حافظ محمد واحد بخش غوثوی سیالوی حنفی بریلوی غفرلہ، برکات القرآن، ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل، فرید بک اسٹال لاہور 1430ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شروح احادیث

۱۵۷۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی 318ھ، الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، مطبوعہ: دار الفلاح 1430ھ

۱۵۸۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، معالم السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۵۹۔ الامام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، اعلام السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ

۱۶۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی، متوفی 449ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1420ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۱۶۱۔ حافظ ابوعمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی 463ھ، الاستذکار (شرح الموطا)، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1413ھ

۱۶۲۔ حافظ ابوعمرو بن عبد البر مالکی، متوفی 463ھ، التمہید، مطبوعہ: مکتبۃ القدوسیہ، لاہور 1404ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۶۳۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، القبس فی شرح موطا بن انس، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۶۴۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ

۱۶۵۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، اکمال المعلم بہ فوائد مسلم، مطبوعہ: دار الوفاء بیروت 1419ھ

۱۶۶۔ علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1444ھ

۱۶۷۔ امام ابومحمد عبد الجلیل بن موسیٰ اندلسی مالکی، متوفی 608ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ

۱۶۸۔ امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری شافعی، متوفی 656ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت

۱۶۹۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، متوفی 656ھ، المفہم، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت 1417ھ

۱۷۰۔ علامہ ابوعبد اللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی 661ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ 1422ھ

۱۷۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، شرح مسلم، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی 1375ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ

۱۷۲۔ امام ابومحمد عبد اللہ بن ابی حمزہ الاندلسی المالکی، متوفی 699ھ، بہجۃ النفوس، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1428ھ

۱۷۳۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض 1417ھ

۱۷۴۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، الاحادیث والآثار، مطبوعہ: مکتبۃ الرشید 1429ھ

۱۷۵۔ علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی 743ھ، شرح الطیبی، ادارۃ القرآن 1413ھ

۱۷۶۔ حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبد اللہ الحنفی المتوفی 762ھ، شرح ابن ماجہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1424ھ

۱۷۷۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی، متوفی 786ھ، تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۷۸۔ علامہ محمد بن بہادر الزرکشی المتوفی 794ھ، التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ بیروت 1424ھ

۱۷۹۔ علامہ ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن، متوفی 804ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، مطبوعہ: وزارۃ الاوقاف، قطر 1429ھ

۱۸۰۔ امام قاضی بدر الدین الدمامینی المالکی، متوفی 827ھ، مصابیح الجامع، مطبوعہ: دار النور 1431ھ

۱۸۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی، متوفی 828ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۸۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، المکتب الاسلامی بیروت 1420ھ

۱۸۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، فتح الباری، مطبوعہ: دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور 1401ھ، بیروت 1420ھ، دار المعرفہ، بیروت 1426ھ

۱۸۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری، مکتبۃ الرشد، ریاض 1418ھ

۱۸۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت

۱۸۶۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر 1348ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۸۷۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، شرح سنن ابو داؤد، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع 1420ھ

۱۸۸۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی 895ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۸۹۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ: مطبع میمنہ مصر 1306ھ

۱۹۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1420ھ

۱۹۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1412ھ

۱۹۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، بیروت 1418ھ

۱۹۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الرسائل العشر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1409ھ

۱۹۴۔ علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، تحفۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1425ھ

۱۹۵۔ علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1426ھ

۱۹۶۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۹۷۔ علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، فیض القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مکہ مکرمہ 1418ھ

۱۹۸۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفّٰی 1003ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ: اصح المطابع، کراچی

۱۹۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّٰی 1014ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۲۰۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّٰی 1014ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۲۰۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّٰی 1014ھ، مرقات، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان 1390ھ

۲۰۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّٰی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۲۰۳۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی غیر مقلد، متوفّٰی 1025ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ: مطبع مصطفی البابی، مصر 1350ھ

۲۰۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفّٰی 1052ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ: مطبع تیج کمار لکھنو، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۰۵۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری الحنفی، متوفّٰی 1069ھ، نسیم الریاض فی شرح الشفاء قاضی عیاض، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۲۰۶۔ شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی، متوفّٰی 1073ھ، تیسیر القاری فی شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۰۷۔ امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری المالکی، متوفّٰی 1122ھ، شرح الزرقانی (شرح موطا امام مالک)، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ

۲۰۸۔ شیخ ابوالطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی غیر مقلد، متوفّٰی 1307ھ، عون الباری لحل ادلۃ الصحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۰۹۔ امام محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی، متوفّٰی 1398ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1430ھ

۲۱۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفّٰی 1323ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی

۲۱۱۔ شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد، متوفّٰی 1325ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۲۱۲۔ شیخ وحید الزمان غیر مقلد، متوفّٰی 1328ھ، تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری، مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور 1990ھ

۲۱۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفّٰی 1340ھ، جامع الاحادیث مطبوعہ: مکتبہ مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات 1422ھ

۲۱۴۔ شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی، متوفّٰی 1352ھ، فیض الباری، مطبوعہ: مطبع حجازی، مصر 1375ھ

۲۱۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی، متوفّٰی 1369ھ، فتح الملھم، مطبوعہ: مکتبۃ الحجاز، کراچی

۲۱۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی الحنفی، متوفّٰی 1414ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکلم الطیب، بیروت 1430ھ

۲۱۷۔ شیخ محمد بن زکریا بن محمد کاندھلوی دیوبندی، اوجز المسالک الی موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۲۱۸۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی، متوفّٰی 1421ھ، شرح صحیح بخاری، مکتبۃ الطبری، 1429ھ

۲۱۹۔ ابومحمد عبداللہ بن مانع الروقی، الحلل الابریزیہ من التعلیقات البازیہ علی صحیح البخاری، دارالتدمریہ، ریاض 1428ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۲۰۔ شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی، کشف الباری، مطبوعہ: مکتبہ فاروقیہ، کراچی
۲۲۱۔ شیخ محمد تقی عثمانی دیوبندی، انعام الباری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء

کتب اصول احادیث

۲۲۲۔ علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم الحازمی الہمدانی التوفی 584ھ، کتاب الفیصل فی علم الحدیث، مکتبۃ الرشد، ریاض 1428ھ
۲۲۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفّی 676ھ، تقریب النواوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّی 911ھ، تدریب الراوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّی 1014ھ، شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

کتب اسماء الرجال

۲۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفّی 256ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۲۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفّی 303ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1424ھ
۲۲۸۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی، متوفّی 436ھ، تاریخ بغداد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۲۹۔ حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی شافعی، متوفّی 742ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ
۲۳۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفّی 748ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۳۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفّی 748ھ، الکاشف، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ
۲۳۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفّی 852ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفّی 852ج تقریب التہذیب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّی 911ھ اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۳۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّی 911ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۳۶۔ حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الشافعی، متوفّی 923ھ، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۳۷۔ علامہ محمد بن طولون شافعی، متوفّی 953ھ، الشذرہ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ
۲۳۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی شافعی، متوفّی 963ھ، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشریعہ الموضوعہ
۲۳۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفّی 986ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۴۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ: مکتبہ مجتبائی دہلی
۲۴۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، مطبوعہ: دار الباز للنشر والتوزیع 1405ھ
۲۴۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، مطبوعہ: مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب 1389ھ
۲۴۳۔ علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی 1164ھ، کشف الخفاومزیل الالباس، مطبوعہ: مکتبۃ الغزالی، دمشق
۲۴۴۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1415ھ
۲۴۵۔ یوسف عبدالرحمٰن المرعشلی، معجم المعاجم والمشیخات، مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

کتب لغت

۲۴۶۔ امام اللغۃ خلیل بن احمد فراہیدی، متوفی 175ھ، کتاب العین، مطبوعہ: انتشارات اسوہ، ایران 1414ھ
۲۴۷۔ امام ابوعبید القاسم بن سلام الھروی الشافعی، متوفی 224ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۲۴۸۔ امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، متوفی 276ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1408ھ
۲۴۹۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی، متوفی 398ھ، الصحاح، مطبوعہ: دار العلم، بیروت 1404ھ
۲۵۰۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی، متوفی 502ھ، المفردات، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ
۲۵۱۔ علامہ نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد النسفی الحنفی، متوفی 537ھ، طلبۃ الطلبہ فی الاصلاحات الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۲۔ امام ابونصر احمد بن محمد سمرقندی حنفی، متوفی 550ھ، انیس الفقہاء، فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ،
۲۵۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی، متوفی 606ھ، نہایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۴۔ علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر رازی حنفی، متوفی 660ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۵۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۵۶۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی 711ھ، لسان العرب، مطبوعہ: نشر ادب الحوزہ، قم ایران، دار صادر، بیروت 2003ء
۲۵۷۔ علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی، متوفی 816ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۲۵۸۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی 817ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۵۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ: مکتبہ دار الایمان، مدینہ منورہ 1415ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

68B

۲۶۰۔ علامہ سید محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی، متوفی 1205ھ، تاج العروس، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریہ، مصر
۲۶۱۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد، مطبوعہ المطبع الفاثولیکہ، بیروت 1927ء
۲۶۲۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد مترجم، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی
۲۶۳۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی الاعلام، مطبوعہ: دار المشرق، بیروت 1976ء
۲۶۴۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی اللغت، مطبوعہ: انتشارات اسلام 1379ء
۲۶۵۔ مولانا محمد غیاث الدین، غیاث اللغات (فارسی)، مطبوعہ: مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۲۶۶۔ الحاج مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو)، مطبوعہ، مطبع فیروز سنز لمیٹڈ
۲۶۷۔ سعدی الوجیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، پاکستان
۲۶۸۔ غلام احمد پرویز، متوفی 1985، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام گلبرگ لاہور 1984ء
۲۶۹۔ قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری حنفی، دستور العلماء، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، بیروت 1421ھ
۲۷۰۔ ابو نعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۲۷۱۔ امام ابو محمد عبدالملک بن ہشام المعافری، متوفی 218ھ، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ
۲۷۲۔ امام محمد بن سعد، متوفی 230ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ: دار صادر، بیروت 1388ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ
۲۷۳۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ: دار القلم، بیروت
۲۷۴۔ امام ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سھل السامری الخرائطی، متوفی 327ھ، مکارم الاخلاق ومعالیہا ومحمود طرائقہا ومرضیہا، مطبوعہ: مطبع المدنی، موسسۃ السعودیہ، 1411ھ
۲۷۵۔ امام ابو الحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفی 405ھ، اعلام النبوۃ، دار احیاء العلوم، بیروت 1408ھ
۲۷۶۔ امام ابو سعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری شافعی، متوفی 406ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ: دار البشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ 1424ھ
۲۷۷۔ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، متوفی 463ھ، تاریخ بغداد، دار الفکر بیروت، 1424ھ
۲۷۸۔ حافظ ابو عمر و یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستیعاب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۷۹۔ امام محی السنہ الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی الشافعی، متوفی 510ھ، الانوار فی شمائل النبی المختار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۲۸۰۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، الشفاء، مطبوعہ: عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، دار الفکر بیروت 1415ھ
۲۸۱۔ امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد الخثعمی السہیلی، متوفی 581ھ، الروض الانف فی تفسیر سیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۸۲۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، الوفاء، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۲۸۳۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، مولد العروس الشہیر بابن الجوزی، مطبوعہ: المکتبۃ الثقافیہ، بیروت
۲۸۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر شافعی، متوفی 630ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالفکر بیروت
۲۸۵۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی 630ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۶۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان شافعی، متوفی 681ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ: منشورات الشریف الرضی، ایران
۲۸۷۔ امام ابوجعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری، متوفی 694ھ، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۸۸۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 748ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1417ھ
۲۸۹۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ الحنبلی، متوفی 751ھ، زادالمعاد، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1419ھ
۲۹۰۔ حافظ علاؤالدین ابوعبداللہ مغلطائی بن قلیج، متوفی 762ھ، الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ وتاریخ من بعدہ من الخلفاء، مطبوعہ: دارالقلم، دمشق 1416ھ
۲۹۱۔ علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی شافعی، متوفی 771ھ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۲۹۲۔ حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی 774ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1418ھ
۲۹۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، الاصابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۹۴۔ شیخ عبدالرحمٰن الثعلبی، متوفی 875ھ، الانوار فی آیات النبی المختار، مطبوعہ: دار ابن حزم 1426ھ
۲۹۵۔ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی شافعی، متوفی 911ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ
۲۹۶۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۹۷۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی 942ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۹۸۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، مدارج النبوۃ، مکتبہ نوریہ، سکھر پاکستان 1397ھ
۲۹۹۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی، متوفی 1124ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1393ھ
۳۰۰۔ شیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفی 1242ھ، مختصر سیرۃ الرسول، مطبوعہ: المکتبۃ السلفیہ 1399ھ

کتب فقہ حنفی

۳۰۱۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی
۳۰۲۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ: دارالمعرفہ بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۳۰۳۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفی 189ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: مصطفائی ہند 1291ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۰۴۔ امام محمد بن الشہیر الحاکم الشہید البلخی الحنفی، متوفی 344ھ، الکافی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۳۰۵۔ امام ابوبکر الرازی الجصاص المتوفی 370ھ، شرح مختصر الطحاوی، فتاوی فی الفقہ الحنفی، مکتبۃ الکریمیہ کانسی روڈ کوئٹہ

۳۰۶۔ ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، امجد اکیڈمی، لاہور 1397ھ

۳۰۷۔ امام ابواللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی المتوفی 373ھ، فتاوی ابواللیث سمرقندی، السیاۃ بمختلف الروایۃ، مکتبہ محمدیہ 1423ھ

۳۰۸۔ امام ابواللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، المکتبۃ الغفوریہ العاصمیہ، کراچی

۳۰۹۔ شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابوالحفص علی بن الحسن بن محمد السغدی الحنفی المتوفی 461ھ، النتف فی الفتاوی، مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ

۳۱۰۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، المبسوط، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت 1398ھ

۳۱۱۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامیہ، افغانستان 1405ھ

۳۱۲۔ علامہ علاؤ الدین محمد السمر قندی، متوفی 539ھ، تحفۃ الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۳۱۳۔ الامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن عبد الرشید البخاری، متوفی 542ھ، خلاصۃ الفتاویٰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

۳۱۴۔ الوزیر عون الدین ابوالمظفر یحییٰ بن محمد ہبیرہ، متوفی 560ھ، الافصاح عن معانی الصحاح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۱۵۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی 587ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۱۶۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی 592ھ، فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ: کبریٰ بولاق، مصر 1310ھ

۳۱۷۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی 592ھ، شرح الزیادات، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۱۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، ہدایہ اولین وآخرین، مطبوعہ: شرکت علمیہ، ملتان

۳۱۹۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، کتاب التجنیس والمزید، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1424ھ

۳۲۰۔ علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی 616ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1424ھ

۳۲۱۔ علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود حنفی، متوفی 683ھ، الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع

۳۲۲۔ امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی 743ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی 1421ھ

۳۲۳۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی 786ھ، عنایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1415ھ

۳۲۴۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی 786ھ، فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ: ادارۃ القرآن کراچی 1411ھ

۳۲۵۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، بنایہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1411ھ

۳۲۶۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی 861ھ، فتح القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۳۲۷۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی 956ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور 1412ھ

۳۲۸۔ امام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی، متوفی 962ھ، جامع الرموز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

۳۲۹۔ علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی 970ھ، البحر الرائق، مطبوعہ: علمیہ، مصر 1311ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۴۰۔ امام شہاب الدین احمد محمد بن علی بن حجر الہیتمی، متوفّی 974ھ، الفتاوی الکبری الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۴۱۔ امام سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی، متوفّی 1005ھ، النہر الفائق، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی

۳۴۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفّی 1014ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۴۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفّی 1014ھ، مناسک ملا علی قاری، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1417ھ

۳۴۴۔ ملا نظام الدین، متوفّی 1061ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ: مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، 1310ھ

۳۴۵۔ علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی الفقیہ العصری الحنفی، متوفّی 1069ھ، امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجات الارواح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ،

۳۴۶۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفّی 1078ھ، مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ: المکتبۃ الغفاریہ، کوئٹہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۳۴۷۔ علامہ خیر الدین رملی، متوفّی 1081ھ، جامع الفصولین، مکتبۃ القدس، کوئٹہ 1300ھ

۳۴۸۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفّی 1088ھ، الدر المختار، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۴۹۔ علامہ السید اسعد بن ابی بکر آفندی الحنفی التوفی 110ھ، الفتاوی الاسعدیہ فی الفقہ الحنفیہ، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ

۳۵۰۔ علامہ شاہ عبد العزیز محمد دہلوی، متوفّی 1229ھ، فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1390ھ

۳۵۱۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفّی 1231ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۵۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفّی 1252ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مصر 1311ھ

۳۵۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفّی 1252ھ، تنقیح الفتاوی الحامدیہ، مطبوعہ: دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ

۳۵۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفّی 1252ھ، رسائل ابن عابدین شامی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور

۳۵۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفّی 1252ھ، رد المحتار، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۳۵۶۔ علامہ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی، متوفّی 1309ھ، فتاویٰ مسعودی، سرہند پبلی کیشنز 1407ھ

۳۵۷۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفّی 1323ھ، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۳۵۸۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفّی 1323ھ، احسن الفتاویٰ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی 1425ھ

۳۵۹۔ امام احمد رضا خان بریلوی، متوفّی 1340ھ، العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور 1427ھ

۳۶۰۔ علامہ سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی، متوفّی 1356ھ، فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1418ھ

۳۶۱۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفّی 1367ھ، بہار شریعت، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1416ھ

۳۶۲۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفّی 1367ھ، فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ 1419ھ

۳۶۳۔ شیخ محمد شفیع دیوبندی، متوفّی 1396ھ، جواہر الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی 1395ھ

۳۶۴۔ مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری حنفی بریلوی، متوفّی 1403ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ: کمبائن پرنٹرز، لاہور 1983ء

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۶۵۔ مولانا وقار الدین حنفی بریلوی، متوفّٰی 1413ھ، وقار الفتاویٰ، مطبوعہ: بزم وقار الدین 1997ء
۳۶۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاگرجی الحنفی المتوفی 1414ھ، الفقہ الحنفی وادلتہ، دار الکلم الطیب، بیروت 1420ھ
۳۶۷۔ مولانا محمد عبد اللہ نعیمی حنفی بریلوی، متوفّٰی 1982ء، فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ، ناشر: مفتی اعظم سندھ اکیڈمی 1411ھ
۳۶۸۔ شیخ الاسلام علامہ الشیخ عبد الغنی النابلسی الحنفی النقشبندی المتوفی 1123ھ، فتاوی النابلسی المسماۃ بنھایۃ المراد فی شرح ہدایہ، ابن العماد، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ 1429ھ
۳۶۹۔ مفتی اہلسنت علامہ سید شجاعت علی قادری حنفی بریلوی، متوفّٰی 1993ء، فقہ اہلسنت، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1978ء
۳۷۰۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن حنفی بریلوی غفرلہ، تفہیم المسائل، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 1407ھ
۳۷۱۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی، انوار الفتاویٰ، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ
۳۷۲۔ شیخ سعید بن علی السمرقندی الحنفی الفتاویٰ فی الحیل والمخارج المسمی بجنۃ الاحکام وجنۃ الخصام، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ
۳۷۳۔ شیخ عبد الحمید محمود طہمار، الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید، المکتبۃ الحقانیہ کوئٹہ 1418ھ

کتب فقہ شافعیہ

۳۷۴۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفّٰی 204ھ، الام، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1403ھ
۳۷۵۔ علامہ ابو الحسین علی بن محمد حبیب الماوردی شافعی، متوفّٰی 450ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1414ھ
۳۷۶۔ علامہ ابو اسحاق شیرازی، متوفّٰی 455ھ، المہذب، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، 1393ھ
۳۷۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفّٰی 676ھ، شرح المہذب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت 1423ھ
۳۷۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفّٰی 676ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ
۳۷۹۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفّٰی 974ھ، الفتاوی الحدیثیہ، 1419ھ

کتب فقہ مالکیہ

۳۸۰۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفّٰی 256ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۳۸۱۔ امام ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی، متوفّٰی 494ھ، المنتقیٰ شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1331ھ
۳۸۲۔ قاضی عبد الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفّٰی 595ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ: دار الفکر بیروت
۳۸۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن الخطاب المغربی، متوفّٰی 954ھ، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، مطبوعہ: مکتبۃ النجاح، لیبیا
۳۸۴۔ علامہ علی بن عبد اللہ بن الخرشی، متوفّٰی 1101ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ: دار صادر، بیروت
۳۸۵۔ علامہ ابو البرکات، احمد دردیر مالکی، متوفّٰی 1197ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۸۶۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی 1219ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ: دارالفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۸۷۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، المغنی، مطبوعہ: دارالحدیث قاہرہ، 1425ھ

۳۸۸۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، الکافی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ

۳۸۹۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ: ریاض، دارالجیل، بیروت 1418ھ

۳۹۰۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1424ھ، دارالکتب العلمیہ بیروت 1426ھ

۳۹۱۔ علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی، متوفی 763ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۳۹۲۔ علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی 885ھ، الانصاف، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1387ھ

۳۹۳۔ علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی 960ھ، الاقناع، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ

۳۹۴۔ شیخ منصور بن یونس البھوتی الحنبلی، متوفی 1015ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۹۵۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن باز حنبلی، متوفی 1420ھ، 1999ء، مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ، مکتبۃ المورد، ریاض 1427ھ

کتب فقہ غیر مقلدین

۳۹۶۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی 456ھ، المحلی بالآثار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۳۹۷۔ شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی 1250ھ، نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر 1398ھ، دارالوفاء، 1421ھ

۳۹۸۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، متوفی 1367ھ، فتاویٰ ثنائیہ، مطبوعہ: النور اکیڈمی، مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

۳۹۹۔ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، متوفی 1805ھ، فتاویٰ نذیریہ، مکتبۃ المعارف الاسلامیہ، پاکستان 1333ھ

۴۰۰۔ شیخ حافظ عبداللہ محدث روپڑی، متوفی 1920ھ، فتاویٰ اہلحدیث، مطبوعہ: داراحیاء السنۃ النبویہ، پاکستان 1404ھ

کتب اصول فقہ

۴۰۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الرسالہ، مطبوعہ: مطبع امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1312ھ

۴۰۲۔ فخرالاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی، متوفی 482ھ، اصول بزدوی، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۴۰۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی، متوفی 483ھ، اصول السرخسی، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت

۴۰۴۔ امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ، مستصفیٰ، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ

۴۰۵۔ علامہ علاؤالدین عبدالعزیز بن احمد البخاری الحنفی، متوفی 730ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ: دارالکتاب العربی 1411ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۰۶۔ علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی 772ھ، شرح المنہاج، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی، متوفی 861ھ تحریر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1403ھ
۴۰۸۔ علامہ ابن امیر الحاج حنفی، متوفی 879ھ، التقریر والتحریر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ
۴۰۹۔ بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین حنفی، متوفی 1225ھ فواتح الرحموت، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ
۴۱۰۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۴۱۱۔ علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی حنفی، متوفی 1252ھ، شرح شرح المنار للعلامۃ الشامی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

مذاہب اربعہ

۴۱۲۔ امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی المتوفی 370ھ مختصر اختلاف العلماء، دار البشاء الاسلامیہ، 1417ھ
۴۱۳۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر 1359ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۴۱۴۔ علامہ عبد الرحمٰن الجزیری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۴۱۵۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ القاہرہ، 1400ھ
۴۱۶۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1405ھ
۴۱۷۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ: القاہرہ 1410ھ

کتب شیعہ

۴۱۸۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الاصول من الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۱۹۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۰۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، تہذیب الاحکام، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۱۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، الاستبصار، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران
۴۲۲۔ نہج البلاغہ (مع فارسی)، مطبوعہ: انتشارات زرین، ایران
۴۲۳۔ نہج البلاغہ (مع اردو)، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز
۴۲۴۔ شیخ عز الدین عبد الحمید بن ابی الحدید، متوفی 656ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ: موسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران
۴۲۵۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، بحار الانوار، مطبوعۃ المطبعۃ الاسلامیہ، تہران 1392ھ
۴۲۶۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حق الیقین، مطبوعہ: خیابان ناصر خسرو، ایران 1347ھ
۴۲۷۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ: انصاف پریس، لاہور
۴۲۸۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حیات القلوب (مترجم) مطبوعہ: حمایت اہل بیت وقف، لاہور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۲۹۔ شیخ محمد بن حسین طباطبائی، متوفی 1293ھ، المیزان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، ایران 1302ھ

کتب متفرقات

۴۳۰۔ ابو المعالی عبد الملک الجوینی الشہیر بامام الحرمین الشافعی، متوفی 478ھ، مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، مطبوعہ: مکتبہ قدوسیہ، لاہور 1400ھ
۴۳۱۔ امام ابو الفتح ظہیر الدین الولوالجیہ حنفی، متوفی 540ھ، الفتاوی الولوالجیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۴۳۲۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابو بکر الدمشقی المعروف بابن قیم حنبلی، متوفی 751ھ، الداء والدواء، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، 1410ھ
۴۳۳۔ علامہ علی بن سلطان القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، القائلین بوحدۃ الوجود، مطبوعہ: دار المامون للتراث 1415ھ
۴۳۴۔ میر عبد الواحد بلگرامی حنفی، متوفی 1016ھ، سبع سنابل، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1402ھ
۴۳۵۔ ملا باقر مجلسی شیعی، متوفی 1110ھ، ضیاء العیون، مطبوعہ: ایرانی کتب خانہ
۴۳۶۔ شیخ سید محمد اسماعیل دہلوی دیوبندی، متوفی 1246ھ، تقویۃ الایمان، مطبوعہ: مطبع علیمی، اندرون لاہور
۴۳۷۔ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حنفی، متوفی 1258ھ، شمائم امدادیہ، مطبوعہ: مدنی کتب خانہ، ملتان 1405ھ
۴۳۸۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، آب حیات، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان 1413ھ
۴۳۹۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ تحذیر الناس، دار الاشاعت، کراچی
۴۴۰۔ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی حنفی، متوفی 1304ھ، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت 1408ھ
۴۴۱۔ شیخ محمود بن حسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، الجہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل، مکتبہ مدینہ، لاہور 1409ھ
۴۴۲۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۴۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، 1401ھ
۴۴۴۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، احکام شریعت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2002ء
۴۴۵۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الامن والعلی، شبیر برادرز، لاہور 1396ھ
۴۴۶۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ، صدیقی پبلشرز 2009ء
۴۴۷۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ: موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ
۴۴۸۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، انباء الحی، موسسۃ رضا الجامعہ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ
۴۴۹۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، متوفی 1346ھ، البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ: مطبع بلالی، ڈھونڈ
۴۵۰۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، گولڑہ شریف، اسلام آباد 1421ھ
۴۵۱۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، ملفوظات مہریہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور 1406ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۵۲۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ، گولڑہ شریف، کتب خانہ درگاہ غوثیہ 1421ھ
۴۵۳۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، شمس الھدایہ فی اثبات حیات المسیح، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور، 1406ھ
۴۵۴۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز 1415ھ
۴۵۵۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفّٰی 1356ھ، تصفیہ مابین السنی والشیعہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1399ھ
۴۵۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفّٰی 1364ھ، حفظ الایمان مع بسط البنان وتغیر العنوان، مکتبہ تھانوی، کراچی
۴۵۸۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفّٰی 1364ھ، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق
۴۵۹۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفّٰی 1364ھ، جمال الاولیاء
۴۶۰۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفّٰی 1399ھ، خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1975ھ
۴۶۱۔ مولانا محمد عبد اللہ معمار امرتسری غیر مقلد، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، المکتبۃ السلفیہ، لاہور 1391ھ
۴۶۲۔ ابو الحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی حنفی بریلوی، انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1998ء
۴۶۳۔ شیخ عبد الحی الکتانی، نظام الحکومت النبویہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۴۶۴۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، متوفّٰی 1985ء، دو اسلام، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی
۴۶۵۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ: اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1982ء
۴۶۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ: دانش گاہ پنجاب، لاہور
۴۶۷۔ میر عبد الواحد بلگرامی، سبع سنابل، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۶۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز
۴۶۹۔ عقیدہ ختم نبوت، الادارہ لتحفظ العقائد الاسلامیہ، پاکستان
۴۷۰۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، دیوبندی، متوفّٰی 1346ھ، المھند علی المفند، ادارہ اسلامیات 1404ھ
۴۷۱۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، حسین احمد دیوبندی، متوفّٰی 1377ھ، منظور نعمانی، عقائدِ علماءِ دیوبند اور حسام الحرمین، دار الاشاعت، کراچی
۴۷۲۔ شیخ حسین احمد دیوبندی، متوفّٰی 1377ھ، الشھاب الثاقب علی المسترق الکاذب، میر محمد کتب خانہ، کراچی
۴۷۳۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفّٰی 2009ء، تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور، ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ 1407ھ
۴۷۴۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفّٰی 2009ء، عبارات اکابر، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ
۴۷۵۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفّٰی 2000ء، تحفۂ قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان 2001ء
۴۷۶۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفّٰی 2000ء، اختلاف امت اور صراط مستقیم، مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن، کراچی 1399ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۷۷۔ مخدوم محمد ہاشم سندھی، متوفی 1174ھ، ذریعۃ الوصول الیٰ جناب الرسول، مکتبہ لدھیانوی، کراچی 1995ء
۴۷۸۔ محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 2001ء
۴۷۹۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری بریلوی، متوفی 1354ھ، فتاویٰ دیداریہ، مطبوعہ: مکتبۃ العصر، گجرات
۴۸۰۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی حنفی بریلوی، متوفی 2003ء، مقالاتِ مفتیٔ اعظم، مطبوعہ: بزمِ رضا، لاہور 1428ھ
۴۸۱۔ مولانا محمد منشاء تابش قصوری حنفی بریلوی غفرلہ، دعوتِ فکر، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، مرید کے شیخوپورہ 1403ھ
۴۸۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، حیاتِ استاذ العلماء، مطبوعہ: دارالاسلام لاہور 1433ھ
۴۸۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، توضیح البیان، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1422ھ
۴۸۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، ذکر بالجہر، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ
۴۸۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ
۴۸۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، مقالاتِ سعیدی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ
۴۸۷۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، مقامِ ولایت ونبوت، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ
۴۸۸۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہٗ، تاریخ نجد وحجاز، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 2004ء
۴۸۹۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہٗ، حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن، فرید بک اسٹال لاہور، 1425ھ
۴۹۰۔ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی حنفی بریلوی، غفرلہٗ سفر آخرت کی منازل، فرید بک اسٹال لاہور، 1427ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شرح صحیح البخاری کے نام "**نِعم الباری**" کی توجیہ

میں نے 18/ جنوری 2006ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ کی مشہورِ زمانہ کتاب "المسند الصحیح الجامع المعروف بہ صحیح البخاری" کی شرح لکھنے کا آغاز کیا، میں نے ابتداءً اس کا نام انعام الباری رکھا تھا، بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ شیخ محمد تقی عثمانی بھی اس نام سے صحیح البخاری کی شرح لکھ رہے ہیں اور اس وقت تک انعام الباری کی چار جلدیں ہو چکی تھیں، اس لیے میں نے اس کا نام بدل کر نعمۃ الباری رکھ دیا اور فرید بک اسٹال لاہور سے اس کی سات جلدیں لکھنے کا معاہدہ کیا اور 14 ستمبر 2010ء کو میں نے نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل کر کے سید محسن اعجاز شاہ صاحب کے حوالہ کر دی اور یوں میری حد تک اس معاہدہ کی تکمیل ہوگئی۔

بعد ازاں میرا رابطہ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز سے ہوا اور میں نے محترم محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب سے شرح صحیح البخاری لکھنے کا معاہدہ طے کیا اور اب آٹھویں جلد سے میں نے اس کا نام نعمۃ الباری کے بجائے "**نِعم الباری**" رکھ دیا ہے تاکہ معاندین اور مفسدین کے لیے کسی شر کی گنجائش نہ رہے اور وہ یہ نہ کہیں کہ نعمۃ الباری کا معاہدہ تو ہم سے تھا اب یہ ضیاء القرآن اس کو کیوں شائع کر رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کا نام ہی تبدیل کر دیا ہے اور بجائے نعمۃ الباری کے اس کا نام "**نِعم الباری**" رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میرا اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کا حافظ اور ناصر ہو اور ہمیں معاندین اور مفسدین کے شر اور فساد سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ الف الف صلوات وتسلیمات دائما ابدا۔

غلام رسول سعیدی

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی 38

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعم الباری
فی
شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء سادس عشر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نعم الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جلد سادس عشر (۱۶)

الاحادیث: ۵۶۳۷ ــــ ۷۱۳۷

کتاب الاحکام، کتاب التمنی، کتاب اخبار الاحاد،

کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، کتاب التوحید

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

For more Books click on link

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
(یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے)

نام کتاب	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد سادس عشر (۱۶)
تصنیف	علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ (تمغۂ امتیاز)
	شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی
سال اشاعت	بار اول جولائی 2014ء
	بار دوم جون 2015ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS29

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:۔ 021-32212011-32630411۔ فیکس:۔ 021-32210212
e-mail:- info@zia-ul-quran.com
ziaulquranpublications@gmail.com
Website:- www.ziaulquran.com

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری (سادس عشر)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	افتتاحیہ	57
	۹۳۔ کِتَابُ الْأَحْکَامِ	59
1	احکامِ شرعیہ کا بیان	59
	۱۔ بابٌ	59
2	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں ان کی (اطاعت کرو)''	59
3	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	
4	اس سوال کا جواب کہ النساء:۵۹ میں ''أَطِيْعُوا اللّٰهَ'' کے بعد ''أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ'' میں ''أَطِيْعُوا'' کا اعادہ فرمایا ہے اور ''أُولِي الْأَمْرِ'' کے ساتھ ''أَطِيْعُوا'' کے فعل کا اعادہ نہیں فرمایا	59
5	مصنف کی طرف سے سوالِ مذکور کا جواب	60
6	صحیح البخاری: ۷۱۳۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	61
7	صحیح البخاری: ۷۱۳۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	62
8	امیر کی اطاعت کا حکم دینے کی توجیہ	62
9	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دینے پر مصنف کے دلائل	62

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
10	صحیح البخاری: ۷۱۳۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	63
11	ہر محافظ کی اپنے زیرِ حفاظت لوگوں کی تفصیل	63
12	مریدوں کا پیروں کو گمراہ کرنا	65
	۲۔ بابٌ	65
13	امراء اور حکام کا قریش سے ہونا	65
14	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	65
15	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	65
16	خلافت کے قریش کے ساتھ مخصوص ہونے پر دلائل اور منکرین کا رد	65
17	صحیح البخاری: ۷۱۳۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	67
18	قحطان سے بادشاہ ہونے کی تاویل اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا منشاء	67
19	خلافت قائم کرنے کا حکم	67
20	علامہ ابن الملقن سے مصنف کا اختلاف	67
21	صحیح البخاری: ۷۱۳۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	68
22	خلفاء کے خلاف خروج کرنے کی تحقیق	68
23	صحیح البخاری: ۷۱۴۰، کی شرح از حافظ ابن حجر	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	عسقلانی شافعی	68
24	صرف امامتِ کبریٰ کے لیے قرشی ہونے کی شرط	
	ہونا نہ کہ ہر امیر اور ہر امام کے لیے	69
	۳۔باب	69
25	حکمت کے مطابق فیصلہ کرنے والے کے اجر کا	
	بیان	69
26	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	69
27	آیا المائدہ: ۴۷ کا حکم صرف مسلمانوں کے ساتھ	
	مخصوص ہے یا یہود و نصاریٰ کو بھی عام ہے؟	69
28	اس کی توجیہ کہ امام بخاری نے المائدہ کی آیت کا	
	وہ حصہ ذکر کیا جس میں "فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ"	
	مذکور ہے اور وہ حصہ ذکر نہیں کیا جس میں	
	"فاولئك هم الظلمون" مذکور ہے اور نہ وہ حصہ	
29	ذکر کیا جس میں "فاولئك هم الكفرون" ہے	70
30	صحیح البخاری: ۷۱۴۱، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	71
31	منصبِ قضاء کی فضیلت اور اس کی شرائط	71
32	منصبِ قضاء کا شرعی حکم، آیا یہ فرضِ عین ہے یا	
	فرضِ کفایہ؟	71
	۴۔باب	72
33	جب تک امام معصیت کا حکم نہ دے تو اس کے	
	احکام سننے اور اس کی اطاعت کرنے کا وجوب	72
34	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	72
35	امام اور سربراہِ ملک کی اطاعت کی تفصیل	72
36	صحیح البخاری: ۷۱۴۲، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	72
37	اس سوال کا جواب کہ غلام کو خلیفہ اور امیر سربراہِ	
	ملک بنانا جائز نہیں ہے، پھر اس باب کی احادیث	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	میں غلام کی اطاعت کے وجوب کا کیوں ذکر فرمایا؟	72
38	صحیح البخاری: ۷۱۴۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	74
39	اس سوال کا جواب کہ اس لشکر کا آگ میں داخل	
	ہونا زیادہ سے زیادہ گناہِ کبیرہ تھا، پھر آپ نے یہ	
	کیوں فرمایا کہ وہ ابد تک اس آگ سے نہ نکلتے	74
40	جو شخص احکامِ شرعیہ کے خلاف حکم دے اس کو	
	منصبِ امارت پر برقرار رکھنے کے متعلق فقہاء کے	
	نظریات	75
	۵۔باب	75
41	اس کا بیان کہ جو خود امارت اور حکومت کا سوال نہ	
	کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے	75
	۶۔باب	76
42	اس کا بیان کہ جس نے امارت کا سوال کیا وہ اس	
	کے سپرد کر دیا جائے گا	76
43	صحیح البخاری: ۷۱۴۷، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	76
44	حدیث مذکور کا سننِ ابوداؤد کی ایک حدیث سے	
	تعارض اور اس کا جواب	76
	۷۔باب	77
45	امارت کی حرص کے مکروہ ہونے کا بیان	77
46	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	77
47	صحیح البخاری: ۷۱۴۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	78
48	امارت اور حکومت کی حرص کی مذمت کا سبب	78
49	ضرورت کے وقت امارت کی حرص کا جواز	78
50	صحیح البخاری: ۷۱۴۸، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	79
51	حدیث مذکور کی تائید میں دیگر احادیث	79
52	امارت کو عمدہ دودھ پلانے والی اور بری دودھ	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	چلانے والی فرمانے کی توجیہ	79
	۸۔باب	80
53	جو شخص عوام کا حاکم بنایا جائے اور وہ ان کی خیر خواہی نہ کرے اس کی مذمت کا بیان	80
54	صحیح البخاری: ۷۱۵۰۔۷۱۵۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	81
55	حدیث میں مذکور رجال کا تعارف	81
56	صحیح البخاری: ۷۱۵۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	81
	۹۔باب	82
57	جو کسی کو مشقت میں مبتلاء کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو مشقت میں مبتلاء کردے گا	82
58	صحیح البخاری: ۷۱۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	83
59	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	83
60	حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی خوارج کے متعلق روایت	83
61	صحیح البخاری: ۷۱۵۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	83
	اپنی فضیلت کے اظہار کے لیے اپنے کسی عمل کو سنانے اور دکھانے کی مذمت	83
	۱۰۔باب	84
62	راستہ میں فیصلہ کرنے اور فتویٰ دینے کا بیان	84
63	صحیح البخاری: ۷۱۵۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	84
64	راستہ میں مسئلہ معلوم کرنے اور کسی مقدمہ کے فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	84
	۱۱۔باب	85
65	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دربان نہ ہونے کا بیان	85
66	صحیح البخاری: ۷۱۵۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	86
67	حکام کے لیے دربان رکھنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	86
	۱۲۔باب	87
68	اس کا بیان کہ بڑا حاکم قصاص میں قاتل کو قتل کرنے کا حکم دے نہ کہ اس سے کم درجہ کا حاکم	87
69	باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن	88
70	سربراہِ ملک کے سوا قصاص کا فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	88
71	مرتد سے توبہ طلب کیے بغیر اس کو قتل کرنا	88
	۱۳۔باب	89
72	آیا حاکم حالتِ غضب میں فیصلہ کرسکتا ہے یا فتویٰ دے سکتا ہے؟	89
73	صحیح البخاری: ۷۱۵۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	89
74	حالتِ غضب میں فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	89
75	ان احوال کا بیان جن میں فیصلہ کرنا مکروہ ہے	90
76	صحیح البخاری: ۷۱۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	90
77	حدیثِ مذکور کے فوائد	90
	۱۴۔باب	92
78	جس کے نزدیک قاضی کا اپنے علم کے مطابق لوگوں کے معاملات میں فیصلہ کرنا جائز ہے، جب کہ اس کو بدگمانی اور تہمت کا خطرہ نہ ہو	92
79	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	92
80	صحیح البخاری: ۷۱۶۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	93
81	قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ کے متعلق فقہاء کے اقوال	93
82	امام شافعی کی اپنے موقف پر دلیل	93

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
83	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کی اپنے موقف پر دلیل	94
84	امام مالک کے اصحاب کی دلیل	94
	۱۵۔ باب	94
85	مہر شدہ خط پر گواہی دینے کا بیان، اور جو اس میں جائز ہے اور جو اس میں جائز نہیں ہے، اس کا بیان اور حاکم کے اپنے عامل کی طرف خط لکھنے کا بیان اور قاضی کا قاضی کی طرف خط لکھنے کا بیان	94
86	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	94
87	پہلی تعلیق: اس میں امام بخاری کے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کا ذکر ہے اور اس کے جواب کا بیان ہے:	95
88	امام بخاری کے مذکور اعتراض کا جواب از علامہ عینی	95
89	امام بخاری کی دوسری تعلیق اور اس سے بھی فقہاء احناف کا رد کرنا مقصود ہے	95
90	امام بخاری کی اس دوسری تعلیق کا جواب از علامہ عینی	96
91	ایک قاضی کے دوسرے قاضی کی طرف حدود میں خط لکھنے کے متعلق آثار	96
92	ایک قاضی کے دوسرے قاضی کی طرف لکھے ہوئے خط کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	99
93	چہرہ دیکھے بغیر صرف آواز سننے کی بناء پر شہادت دینے کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب	101
94	صحیح البخاری: ۷۱۶۲، کی شرح از علامہ عینی	101
95	خط میں درج مضمون کے حجت ہونے کا بیان	101
96	بابِ مذکور کی تعلیقات کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	102
97	جعلی مہر شدہ خط کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت	102

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
98	مہر شدہ خط کے اوپر شہادت دینے کے متعلق فقہاء کے اقوال	103
99	صحیح البخاری: ۷۱۶۲، کی شرح از علامہ ابن بطال	103
100	ایک قاضی کے دوسرے قاضی کی طرف مکتوب لکھنے کا بیان	104
101	خط میں مذکور مضمون کے اقرار پر شہادت دینے کے متعلق فقہاء کے اقوال	104
	۱۶۔ باب	104
102	مرد قضاء کا کب مستحق ہوتا ہے؟	104
103	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	104
104	عہدۂ قضاء کی شرائط	104
105	عہدۂ قضاء کے متعلق فقہاء احناف کی شرائط	105
106	بابِ مذکور کی تعلیقات	106
107	حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلوں کا بیان	107
108	تعلیق مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	108
109	انبیاء علیہم السلام کے اجتہاد کے متعلق فقہاء کے اقوال	108
	۱۷۔ باب	109
110	حکام اور عاملین کو معاوضہ دینے کا بیان	109
111	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	109
112	حکام اور عاملین کے وظیفہ لینے کے متعلق فقہاء کے اقوال	109
113	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	110
114	بابِ مذکور کی تعلیق	110
115	تعلیقِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	110
116	شریح قاضی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بیت المال سے اجرت لینے کے متعلق آثار	111
117	صحیح البخاری: ۷۱۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	عسقلانی شافعی	113
118	حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ	113
119	حدیث مذکور کے معانی	113
120	حکام کے وظائف لینے اور ہدیے اور تحفے لینے کی تحقیق	113
	۱۸۔باب	114
121	جس نے مسجد میں فیصلہ کیا اور لعان کیا	114
122	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	114
123	مسجد میں فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	114
124	علامہ ابن ملقن کی تحقیق پر مصنف کا مواخذہ	115
125	حدیث مذکور کی تعلیق	115
126	رحبۂ مسجد (صحنِ مسجد) اور حریمِ مسجد کے احکام	116
127	صحیح البخاری: ۷۱۶۵۔۷۱۶۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	117
128	لعان کا وقت	118
	۱۹۔باب	118
129	جس نے مسجد میں فیصلہ کیا حتیٰ کہ جب حد جاری کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ حکم دیا کہ اس کو مسجد سے باہر نکالا جائے، پھر اس پر حد قائم کی جائے	118
130	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	118
131	مسجد سے باہر حد جاری کرنے کی حکمت	118
132	باب مذکور کی تعلیق	118
133	صحیح البخاری: ۷۱۶۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	120
134	مسجد میں حد قائم کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	120
135	صحیح البخاری: ۷۱۶۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	120
136	مسجد میں حد قائم نہ کرنے کے متعلق احادیث	120
	۲۰۔باب	120
137	مقدمہ کے فریقین کو امام کا نصیحت کرنا	120
138	صحیح البخاری: ۷۱۶۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	121
139	فیصلہ کرنے سے پہلے حاکم کا فریقین کو نصیحت کرنا	121
140	رسول اللہ ﷺ کا بشر ہونا	121
141	حاکم اس کا مکلف ہے کہ وہ صرف ظاہری حجت کی بناء پر فیصلہ کرے	121
	۲۱۔باب	122
142	عہدۂ قضاء پر فائز ہونے سے پہلے یا اس کے بعد قاضی کا اپنے علم کے مطابق کسی کے متعلق گواہی دینا	122
143	بابِ مذکور کی تعلیق	122
144	تعلیقِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	123
145	تعلیقاتِ مذکورہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	123
146	قاضی کا اپنے علم کے مطابق کسی کا فیصلہ نہ کرنا	123
147	قاضی کا صرف اپنے مشاہدہ کی بناء پر فیصلہ نہ کرنے کی دلیل	123
148	کیا حاکم کے سامنے صرف ایک مرتبہ زنا کا اقرار کرنا کافی ہے یا چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے؟	124
149	اجراءِ حد کے لیے چار مرتبہ اقرارِ زنا کرنے پر دلیل	124
150	صحیح البخاری: ۷۱۷۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	126
151	قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کی دلیل	126
152	صحیح البخاری: ۷۱۷۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	126
153	قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کی دلیل	127
154	قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کے متعلق	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	امام مالک کے مذہب کی تفصیل	127
155	قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کا مذہب	128
156	قاضی کے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کے متعلق امام ابو یوسف اور امام شافعی کا مذہب	128
157	قاضی کے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام احمد کا مذہب	128
158	صحیح البخاری:۷۱۷۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	129
159	قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کے متعلق ایک اور دلیل	129
	۲۲-باب	130
160	جب سربراہِ ملک کسی ایک جگہ کے لیے دو امیر بنا کر بھیجے تو انہیں یہ حکم دے کہ وہ آپس میں اتفاق کریں اور اختلاف نہ کریں	130
161	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	130
162	دو امیروں کے باہم اختلاف نہ کرنے کی حکمت	130
163	صحیح البخاری:۷۱۷۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	130
164	دو امیروں کے باہم اتفاق کرنے کے فوائد	131
	۲۳-باب	131
165	حاکم کا دعوت کو قبول کرنا	131
166	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	131
	باب مذکور کی تعلیق	131
	۲۴-باب	132
167	حکام کے ہدیوں کا بیان	132
168	صحیح البخاری:۷۱۷۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	133
169	بعض الفاظ کی تحقیق	133
170	حدیث مذکور کے فوائد	134
	۲۵-باب	134
171	آزاد شدہ غلاموں کو قاضی اور حاکم بنانے کا بیان	134
172	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	134
173	امامت کے حقدار ہونے میں فقہاء کے اقوال	134
	صحیح البخاری:۷۱۷۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	135
174	اس اشکال کا جواب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے حضرت سالم کیسے نماز کی امامت کراتے تھے؟	135
175	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت	136
	۲۶-باب	136
176	لوگوں کے کارمختار (سیکرٹری) کا بیان	136
177	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	136
178	''عریف'' کا معنی اور اس کی وجہ تسمیہ	136
179	صحیح البخاری:۷۱۷۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	137
180	سربراہِ ملک کا معاملات کے منتظم کو مقرر کرنے کا بیان	137
181	صحیح البخاری:۷۱۷۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	137
182	عُرَفاء پر وعید کا محمل	137
	۲۷-باب	138
183	سربراہِ ملک کے منہ پر اس کی تعریف اور اس کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنے کا ناپسندیدہ ہونا	138
184	صحیح البخاری:۷۱۷۸،۷۱۷۹، کی شرح از علامہ ابن بطال	138

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
185	مداہنت کا حرام ہونا	138
186	مداہنت کی ممانعت پر ایک اعتراض کا جواب	139
187	مداہنت کی ممانعت اور مدارات کا جواز	139
188	صحیح البخاری: ۷۱۷۸، ۷۱۷۹، کی شرح از حافظ	
189	ابن حجر عسقلانی شافعی	139
190	باب مذکور کی تائید میں دیگر آثار	139
	۲۸۔باب	140
191	غائب کے متعلق فیصلہ کرنا	140
192	صحیح البخاری: ۷۱۸۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	140
193	غائب کا فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف	140
194	غائب کے خلاف فیصلہ نہ کرنے کے متعلق فقہاء	
	احناف کے دلائل	141
195	غائب کا فیصلہ کرنے کے متعلق جمہور فقہاء کے	
	دلائل	141
	۲۹۔باب	142
196	جس شخص کے بھائی کے حق میں کسی چیز کا فیصلہ کیا	
	گیا تو وہ اس چیز کو نہ لے، کیونکہ حاکم کا فیصلہ کسی	
	حرام کو حلال نہیں کرتا اور نہ کسی حلال کو حرام کرتا ہے	142
197	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	142
198	صحیح البخاری: ۷۱۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	144
199	حدیث مذکور کے بعض الفاظ کے معانی	144
200	حدیث مذکور کے فوائد	144
	۳۰۔باب	145
201	کنوئیں اور اس جیسی چیزوں کے متعلق فیصلہ کرنا	145
202	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	145
203	صحیح البخاری: ۷۱۸۳، ۷۱۸۴، کی شرح از حافظ	
	ابن حجر عسقلانی شافعی	146

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
204	امام بخاری پر علامہ ابن المنیر کے اعتراض کا جواب	146
	۳۱۔باب	147
205	زیادہ اور کم مال میں فیصلہ کرنے کا بیان	147
206	صحیح البخاری: ۷۱۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	147
	۳۲۔باب	148
207	امام کا لوگوں کے اموال اور ان کی جائیداد کو	
	فروخت کرنا، اور بے شک نبی ﷺ نے حضرت	
	نعیم بن نحام رضی اللہ عنہ کے مدبر غلام کو فروخت کیا	148
208	صحیح البخاری: ۷۱۸۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	148
209	مدبر غلام کو فروخت کرنے کا محل	148
210	مدبر کی بیع کے متعلق فقہاء کے اقوال	148
	۳۳۔باب	149
211	جس سربراہ نے امراء پر اس شخص کے طعن کی پرواہ	
	نہیں کی جس کو امراء کے متعلق کسی عیب کا علم نہیں	149
212	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	149
213	صحیح البخاری: ۷۱۸۷، کی شرح از علامہ عینی	150
214	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر طعن کا بیان	150
215	امیر پر طعن کرنے کی وجہ سے اس کو معزول نہ	
	کرنے کی توجیہ	150
	۳۴۔باب	150
216	اس شخص کا بیان جو ہمیشہ لڑتا جھگڑتا رہے	150
217	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	151
	۳۵۔باب	151
218	جب حاکم ظالمانہ فیصلہ کرے یا اہل علم کی مخالفت	
	کرے تو اس کا فیصلہ مردود ہے	151
219	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	151
220	صحیح البخاری: ۷۱۸۹، کی شرح از علامہ عینی	152

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
221	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے فعل سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہارِ برأت کی توجیہ	152
	۳۶۔ باب	153
222	سربراہِ ملک کا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے ان کے پاس جانا	153
223	صحیح البخاری: ۷۱۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	154
224	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی دلیل اور	
225	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تواضع کا بیان	154
	۳۷۔ باب	155
226	کاتب کے امین اور عقل مند ہونے کا استحباب	155
227	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	155
228	صحیح البخاری: ۷۱۹۱، کی شرح از علامہ عینی	157
229	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	157
230	حدیث مذکور کے معانی	157
231	ایک تعارض کا جواب	157
232	جمعِ قرآن پر متعدد سوالات کے جوابات	158
	۳۸۔ باب	158
233	حاکم کا اپنے عُمّال کی طرف اور قاضی کا اپنے نائبین کی طرف مکتوب لکھنا	158
234	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	158
235	صحیح البخاری: ۷۱۹۲، کی شرح از علامہ عینی	160
236	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	160
	۳۹۔ باب	160
237	کیا حاکم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی ایک شخص کو معاملہ کی چھان بین کے لیے بھیجے؟	160
238	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	160
239	حاکم کے کسی ایک شخص کو تفتیش کے لیے بھیجنے کے	
	متعلق اقوالِ فقہاء	160
240	صحیح البخاری: ۷۱۹۳، ۷۱۹۴، کی شرح از علامہ عینی	162
241	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	162
	۴۰۔ باب	162
242	حکام کا ترجمان کو رکھنا، اور کیا ایک ترجمان کافی ہے؟	162
243	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	162
244	صحیح البخاری: ۷۱۹۵، کی شرح از علامہ عینی	163
245	بابِ مذکور کی دوسری تعلیق	163
246	تعلیقِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	163
247	بابِ مذکور کی تیسری تعلیق	164
248	بابِ مذکور کی چوتھی تعلیق	164
249	صحیح البخاری: ۷۱۹۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	165
250	ترجمان کے تقرر کے متعلق فقہاء کے اقوال	165
251	صحیح البخاری: ۷۱۹۶، کی شرح از علامہ عینی	166
	۴۱۔ باب	166
252	سربراہِ ملک کا اپنے عاملین سے حساب لینا	166
253	صحیح البخاری: ۷۱۹۷، کی شرح از علامہ عینی	167
	۴۲۔ باب	167
254	سربراہِ ملک کے مشیر اور اہلِ مشورہ	167
255	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	167
256	''بطانۃ'' کے معنی کا بیان	167
257	صحیح البخاری: ۷۱۹۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	168
258	''بطانۃ'' کے متعدد معانی	169
	۴۳۔ باب	169
259	امام کے لوگوں کو بیعت کرنے کی کیفیت	169

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
260	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	169
261	صحیح البخاری:۷۱۹۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	170
262	صحیح البخاری:۷۲۰۳، ۷۲۰۴، ۷۲۰۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	172
263	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عبدالملک بن مروان سے بتدریج بیعت کے مراحل	172
264	صحیح البخاری:۷۲۰۵، کی شرح از علامہ عینی	173
265	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹوں کے اسماء	173
266	صحیح البخاری:۷۲۰۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	176
267	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت منعقد ہونے کا بیان	176
268	صحیح البخاری:۷۲۰۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	177
	۴۴۔باب	177
269	جس نے دو مرتبہ بیعت کی	177
270	صحیح البخاری:۷۲۰۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	178
271	دو مرتبہ بیعت کرنے کی توجیہ	178
	۴۵۔باب	178
272	دیہاتیوں کا بیعت کرنا	178
273	صحیح البخاری:۷۲۰۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	178
274	اعرابی کی بیعت نہ توڑنے کی توجیہ	178
275	مدینہ منورہ چھوڑ کر دوسرے شہروں میں رہائش اختیار کرنے کا بیان	179
	۴۶۔باب	179
276	کم عمر کا بیعت کرنا	179
277	صحیح البخاری:۷۲۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	180
278	کم عمر کی بیعت نہ کرنے کا بیان	180
	۴۷۔باب	180
279	جس نے بیعت کی، پھر بیعت کو توڑا	180
	۴۸۔باب	181
280	اس شخص کی مذمت کا بیان جس نے کسی مرد سے صرف دنیا کے حصول کے لیے بیعت کی	181
281	صحیح البخاری:۷۲۱۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	181
282	مسافر کو فاضل پانی نہ دینے اور سربراہِ ملک سے دنیاوی غرض سے بیعت کرنے اور عصر کے بعد جھوٹی قسم کھانے پر وعیدات کی تفصیل	181
	۴۹۔باب	182
283	عورتوں کی بیعت کا بیان	182
284	صحیح البخاری:۷۲۱۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	182
285	مردوں کے احکام میں عورتوں کے دخول کا بیان	183
286	صحیح البخاری:۷۲۱۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	183
287	عورتوں کو بیعت کرنے کی کیفیت	184
288	صحیح البخاری:۷۲۱۵، کی شرح از علامہ عینی	184
289	نوحہ کرنے کا معنی	185
	۵۰۔باب	185
290	جس نے بیعت توڑ دی	186
291	صحیح البخاری:۷۲۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	186
292	بیعت توڑنے کی مذمت کے متعلق احادیث	186

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۵۱۔باب	187
293	کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانا	187
294	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	187
295	صحیح البخاری: ۷۲۱۷، کی شرح از علامہ عینی	188
296	صحیح البخاری: ۷۲۱۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	188
297	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیشگوئی	188
298	صحیح البخاری: ۷۲۱۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	188
299	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیش گوئی پر اعتراض کا جواب	188
300	صحیح البخاری: ۷۲۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	190
301	حدیث مذکور کے معانی	190
302	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اپنا خلیفہ نہ بنانے کا راجح ہونا	190
303	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول "راغب (رغبت کرنے والا)" اور "راھب (ڈرنے والا)" کے متعدد معانی	190
304	سربراہِ ملک کا اپنی موت کے وقت کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کرنے یا مقرر نہ کرنے، دونوں امروں کا جواز	191
305	صحیح البخاری: ۷۲۱۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	192
306	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دوبار بیعت کی توجیہ	192
307	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وصفِ صحابی ذکر کرنے کے بعد "ثانی اثنین" کے وصف کے ذکر کی توجیہ	
308	صحیح البخاری: ۷۲۲۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	193
309	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پر دلائل	193
310	صحیح البخاری: ۷۲۲۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	194

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
311	براخہ کے وفد کا قصہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اصابتِ رائے	194
	۵۱۔باب	194
312	صحیح البخاری: ۷۲۲۲، ۷۲۲۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	195
313	صحیح البخاری: ۷۲۲۳، کی شرح از علامہ عینی	195
314	بارہ (۱۲) خلفاء کے متعلق متعدد احادیث	195
315	بارہ خلفاء کے عدد پر دو سوال	196
316	صحیح البخاری: ۷۲۲۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	196
317	جن بارہ خلفاء کی بیعت پر تمام لوگ متفق ہوئے	196
	۵۲۔باب	197
318	جھگڑالو مردوں اور فساق کو ان کی معرفت کے بعد گھروں سے نکالنے کا بیان	197
319	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	197
	۵۳۔باب	198
320	کیا سربراہِ ملک کے لیے جائز ہے کہ وہ مجرمین اور فساق سے بات کرنے اور ان سے ملاقات وغیرہ کرنے سے روک دے؟	198
321	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	198
322	"کتاب الاحکام" کا اختتام	199
	۹۴۔کِتَابُ التَّمَنِّی	200
1	نیک آرزوؤں کا بیان	200
	۱۔باب	200
2	تمنا کے بیان میں احادیث اور جس نے شہادت کی تمنا کی	200
3	صحیح البخاری: ۷۲۲۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	201

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
4	موت کا معنی	201
5	شہادت کی تمنا پر ایک اشکال کا جواب	201
6	حدیث مذکور کے فوائد	202
	۲۔ باب	202
7	اچھائی اور نیکی کی تمنا کرنا	202
8	صحیح البخاری: ۷۲۲۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	203
9	اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی تمنا کرنا	203
10	بعض صالحین کا اپنے آپ کو بہت حقیر قرار دینا	203
	۳۔ باب	204
11	نبی ﷺ کا یہ ارشاد "کاش میں نے اپنے جس معاملہ کو بعد میں جانا، اس کو پہلے جان لیتا"	204
	۴۔ باب	206
12	نبی ﷺ کا یہ ارشاد "کاش اس طرح ہوتا، کاش اس طرح ہوتا"	206
13	صحیح البخاری: ۷۲۳۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	206
14	نبی ﷺ کی حفاظت کرنے کا بیان	207
15	رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے والوں کے اسماء	207
	۵۔ باب	207
16	قرآن مجید اور علم کے حصول کی تمنا کرنے کا بیان	207
17	صحیح البخاری: ۷۲۳۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	208
18	حسد اور رشک کے معانی	208
	۶۔ باب	208
19	مکروہ تمنا کا بیان	208
20	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	208
21	حسد کرنے کی ممانعت	208

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
22	موت کی تمنا کی ممانعت کے فوائد	209
23	احادیثِ مذکورہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	210
24	موت کی تمنا کی ممانعت کی حکمت	210
25	احادیثِ مذکورہ کی شرح از علامہ ابن ملقن	211
26	موت کی دعا کرنے کی تصریحات	211
	۷۔ باب	212
27	کسی مرد کا یہ کہنا کہ اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے	212
28	صحیح البخاری: ۷۲۳۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	212
	۸۔ باب	213
29	دشمن سے مقابلہ کی تمنا کا مکروہ ہونا	213
30	صحیح البخاری: ۷۲۳۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	213
31	اس سوال کا جواب کہ شہادت کا حصول تو پسندیدہ ہے، پھر دشمن سے مقابلہ کی تمنا سے کیوں منع فرمایا ہے؟	213
	۹۔ باب	214
32	"لَو" یعنی کاش کہنے کا جواز	214
33	صحیح البخاری: ۷۲۴۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	219
34	"لَو" (اگر) کے استعمال کے مواضع، بعض مذموم اور بعض صحیح	219
35	"کتاب التمنی" کا اختتام	220
	۹۵۔ کِتَابُ أَخْبَارِ الْآحَادِ	221
1	ان احادیث کا بیان جو خبرِ واحد ہیں	221
	۱۔ باب	221
2	واحد سچے مسلمان کی جو اذان، نماز، روزے،	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	فرائض اور احکام کے متعلق خبر ہو، اس کی اجازت	221
3	التوبہ: ۱۲۲، کی تفسیر از مصنف	221
4	تبلیغِ اسلام کے لیے جہاد کا فرضِ کفایہ ہونا	221
5	حصولِ علمِ دین کا فرضِ کفایہ ہونا	222
6	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	223
7	خبرِ واحد کی اجازت سے مراد اس کا نفوذ ہے	223
8	خبرِ واحد کا اعتبار صرف عملیات میں ہے نہ کہ معتقدات میں	223
9	حکم کی تعریف	223
10	واحد کی خبر میں اس واحد کے صادق ہونے پر دلیل	223
11	ایک حاکم کے بعد دوسرے حاکم کو بھیجنے کا فائدہ	224
12	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	224
13	خبرِ واحد کا اصطلاحی معنی	224
14	''الصدوق'' کی قید کا فائدہ	225
15	خبرِ واحد کا اعتبار عملیات میں ہے نہ کہ اعتقادیات میں	225
16	''طائفۃ'' کے مصداق میں متعدد اقوال	225
17	''طائفۃ'' سے ایک مرد مراد ہونے پر دلیل	226
18	''طائفۃ'' سے ایک مرد ہونے پر اعتراض کا جواب	226
19	واحد صدوق کی خبر کو قبول کرنے پر متعدد دلائل	226
20	خبرِ واحد کو قبول کرنے کی متعدد نظائر	227
21	صحیح البخاری: ۷۲۴۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	228
22	حدیث مذکور کے رجال اور مشکل الفاظ کے معانی	228
23	صحیح البخاری: ۷۲۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	229
24	صحیح البخاری: ۷۲۴۷، کی شرح از علامہ عینی	230
25	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	230
26	فجر سے پہلے اذان دینے کے متعلق مختلف اقوال	230
27	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	231
28	حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	231
29	صحیح البخاری: ۷۲۴۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	232
30	نابینا کے اذان دینے میں مذاہب	232
31	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	232
32	صحیح البخاری: ۷۲۴۹، کی شرح از علامہ عینی	234
33	حدیثِ مذکور پر اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے	234
34	حدیثِ مذکور کی ایک اور روایت	234
35	رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا محمل کہ ''میں تمہاری مثل بشر ہوں''	235
36	رسول اللہ ﷺ کے سہو اور نسیان کی تحقیق	235
37	صحیح البخاری: ۷۲۵۰، کی شرح از علامہ عینی	236
38	حضرت ذوالیدین کا تذکرہ	236
39	رسول اللہ ﷺ کے سجدہ ہائے سہو کرنے کی توجیہات	236
40	صحیح البخاری: ۷۲۵۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	237
41	واحد کی خبر کی تصدیق کے لیے دیگر قرائن	237
42	صحیح البخاری: ۷۲۵۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	238
43	قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں اگر خطاء ہو تو اس صورت میں فقہاء کے اقوال	238
44	دار الحرب میں رہنے والے جن لوگوں کو فرائض کا علم نہیں ہوتا، آیا ان پر احکامِ شرعیہ فرض ہیں یا نہیں؟	239
45	حدیث مذکور کے فوائد	239
46	صحیح البخاری: ۷۲۵۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	240

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
47	خبرِ واحد کا حجت ہونا خواہ اس پر قرینہ ہو یا نہ ہو	240
48	صحیح البخاری: ۷۲۵۲، کی شرح از علامہ ابن بطال	241
49	جہمیہ اور مرجئہ وغیرہ کا رد	241
50	صحیح البخاری: ۷۲۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	241
51	تحویلِ قبلہ سے پہلے جو صحابہ کرام فوت ہو گئے ان کے اسماء	241
52	حدیثِ مذکور کے فوائد	242
53	صحیح البخاری: ۷۲۵۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	244
54	حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	244
55	صحیح البخاری: ۷۲۵۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	246
56	صحیح البخاری: ۷۲۶۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	248
57	رجم کے ثبوت پر دلائل	248
58	خبرِ واحد سے اس حکم کے ثبوت پر دلائل جو قرآن مجید پر زائد ہو	248
	۲۔باب	249
59	نبی ﷺ کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو تنہا دشمن کی خبر لانے کے لیے بھیجنا	249
60	صحیح البخاری: ۷۲۶۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	250
61	خبرِ واحد کی حجیت کا بیان اور اس حدیث کی سند کے معانی	250
62	رسول اللہ ﷺ کا دشمن کی خبر معلوم کرنے کے لیے طلب کرنا	251
	۳۔باب	251
63	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو، سوا اس کے کہ تمہیں بلایا جائے''	251
64	بابِ مذکور کی حدیث کی مفصل روایت	252
65	صحیح البخاری: ۷۲۶۲، کی شرح از علامہ عینی	253
66	حدیث مذکور کے فوائد	253
67	صحیح البخاری: ۷۲۶۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	253
68	رسول اللہ ﷺ کی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی کیفیت	253
69	حدیث مذکور کے فوائد	254
	۴۔باب	255
70	نبی ﷺ کا حکام اور قاصدوں کو یکے بعد دیگرے بھیجنا	255
71	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	255
72	رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ حکام کے اسماء	255
73	رسول اللہ ﷺ کے قاصدین کے اسماء اور احوال	255
74	رسول اللہ ﷺ کے دیگر قاصدین	257
75	بابِ مذکور کی تعلیق	258
76	صحیح البخاری: ۷۲۶۴، کی شرح از علامہ عینی	258
77	رسول اللہ ﷺ کی دعائے ضرر کے نتیجہ میں ایران کے تمام اکاسرہ کو قتل کیا جانا	258
78	نبی ﷺ کی دعائے ضرر پر ایک اشکال کا جواب	259
79	صحیح البخاری: ۷۲۶۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	259
80	روزہ رکھنے کے لیے رات کو اس روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں، اس مسئلہ میں اقوالِ فقہاء	260

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۵۔ باب	260
81	عرب کے وفود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وصیت فرمانا کہ جو لوگ موجود نہیں ہیں ان کو دین کی باتیں پہنچادیں	260
82	صحیح البخاری: ۷۲۶۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	261
83	حدیث مذکور کے الفاظ اور معانی اور ان کے فوائد	262
84	(۱) ابوجمرہ کا تذکرہ اور ترجمہ کا معنی	262
85	(۲) ترجمہ کرنے کا حکم	262
86	(۳) سریر کا معنی	262
87	(۴) دینی خدمات پر اجرت لینے کا جواز	263
88	(۵) وفد کا معنی	263
89	(۶) وفدِ عبدالقیس کا تذکرہ	263
90	(۷) مرحبا کا معنی	264
91	(۸) ''غیرالخزایا ولا ندامی'' کا معنی	264
92	(۹) شہر حرام کا مصداق	264
93	(۱۰) اسلام کے احکام کا بیان	265
94	(۱۱) مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت کا بیان	265
95	(۱۲) مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانے کے متعلق مذاہب	265
96	(۱۳) خبرِ واحد کے حجت ہونے پر دلیل	266
97	(۱۴) حدیث مذکور کے بقیہ فوائد	266
	۶۔ باب	266
98	ایک عورت کی خبر کا بیان	266
99	صحیح البخاری: ۷۲۶۷، کی شرح از علامہ عینی	267
100	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	267
101	حدیث مذکور کے معانی	267
102	گوہ کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	268
103	گوہ کے متعلق احادیث اور آثار	268
104	گوہ کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	269

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
105	گوہ کھانے کی کراہت پر دلیل اور جن احادیث میں گوہ کھانے کا جواز ہے ان کا منسوخ ہونا	270
106	گوہ کھانے کی کراہت پر مزید احادیث اور فقہاء شافعیہ کے اعتراضات کے جوابات	270
107	حضرت ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	271
108	''کتاب اخبار الاحاد'' کا اختتام	273
109	''کتاب اخبار الاحاد'' کی تکمیل	273
	۹۳۔ كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ	274
1	کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا بیان	274
2	اعتصام کا معنی اور کتاب اور سنت کی تعریفات	274
3	سنت کی اقسام	274
4	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	275
	۱۔ باب	275
5	صحیح البخاری: ۷۲۶۸، کی شرح از حافظ ابن حجر	
6	عسقلانی شافعی	276
7	عید کا معنی	276
8	ایک سوال کا جواب	276
9	دین کی تکمیل کا بعد میں قیاس سے ثابت شدہ مسائل کے منافی نہ ہونا	277
10	عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انعقاد پر دلائل	278
11	عید کا معنی	278
12	لفظ میلاد کا شرعی ثبوت	278
13	محافلِ میلاد منعقد کرنے کا شرعی حکم	279
14	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور خصائص پر مشتمل قرآن مجید کی آیات	279
15	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور خصائص پر مشتمل احادیث	281

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
16	رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی خوشی منانے پر اللہ تعالیٰ کا انعام فرمانا	283
17	رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت کی وجہ سے ابولہب کافر کے عذاب میں تخفیف	283
18	نبی ﷺ کے میلاد کی خوشی میں ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا	284
19	محفلِ میلاد کے جواز اور استحباب پر دلائل	285
20	علامہ ابن الجوزی حنبلی کے رسالہ میلاد کی تلخیص	287
21	میلاد کے متعلق مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن بھوپالی کے رسالہ (الشمامة العنبريه من مولد خیر البرية) کی تلخیص	287
22	محفلِ میلاد کے متعلق حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی تصریحات	288
23	صحیح البخاری: ۷۲۱۹، کی شرح از علامہ عینی	289
24	حدیث مذکور کے معانی	289
25	صحیح البخاری: ۷۲۷۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	290
26	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعاءِ مذکور کا سبب	290
27	نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتکریم کا ثبوت	290
	۲۔باب	291
28	رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ ''میں جوامع الکلم کے ساتھ بھیجا گیا ہوں	291
29	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	291
30	جوامع الکلم کا معنی	292
31	صحیح البخاری: ۷۲۷۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	292
32	''جوامع الکلم'' کا بیان	292
33	روئے زمین کے خزانوں کی چابیوں کا بیان	293
34	ہاتھ میں چابیوں کا بیان	294

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
35	صحیح البخاری: ۷۲۷۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	294
36	قرآن مجید کے عظیم معجزہ ہونے کا بیان	295
37	قرآن وسنت میں جوامع الکلم کی مثالیں	296
	۲۔باب	296
38	رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی اقتداء کرنے کا بیان	296
39	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	286
40	امام بخاری کی تعلیق مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	297
41	صحیح البخاری: ۷۲۷۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	299
42	کعبہ میں آئے ہوئے نذرانوں کو مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کرنے کا بیان	299
43	کرسی پر بیٹھنے کا جواز	299
44	صحیح البخاری: ۷۲۷۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	300
45	رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلہ میں اجتہاد کو ترک کرنا	300
46	حق کی بات میں اکابر کا اصاغر کی طرف رجوع کرنا	300
47	سونے چاندی کے ساتھ کعبہ کی تزئین اور غلافِ کعبہ کا بیان	300
48	امانت کا مصداق	302
49	بدعت کی اقسام	302
50	صحیح البخاری: ۷۲۷۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	303
51	جن حدیثوں کو امام بخاری نے اختصار سے روایت کی ہے، ان کی مفصل روایت	304
52	حدیث مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین	305
53	اگر کوئی شخص زنا کا اقرار کرلے تو پھر اس کو اقرار	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سے رجوع کی پیش کش کرنی چاہیے یا نہیں؟	305
54	صحیح البخاری:۷۲۸۰، کی شرح از حافظ ابن حجر	
55	عسقلانی شافعی	306
56	انکار کرنے والوں کا بیان	306
57	صحیح البخاری:۷۲۸۱، کی شرح از علامہ عینی	307
58	نبی ﷺ کے خواب کا بیان	308
59	صحیح البخاری:۷۲۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	308
60	نبی ﷺ کی نبوت اور خصائص پر کچھ مزید	
	احادیث	308
61	صحیح البخاری:۷۲۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	309
62	مہاجرین اور انصار میں سے مقدمین کی فضیلت	309
63	صحیح البخاری:۷۲۸۳، کی شرح از علامہ عینی	310
64	حدیث میں مذکور مثال کے متعلق متعدد اقوال	310
65	صحیح البخاری:۷۲۸۳، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	311
66	حدیث میں مذکور مثال کے متعلق حافظ ابن حجر کی	
	تحقیق	311
67	صحیح البخاری:۷۲۸۴،۷۲۸۵، کی شرح از	
	علامہ ابن ملقن	312
68	زکوٰۃ کی فرضیت کا بیان	312
69	مرتدین کی اقسام	313
70	علم اور نصرتِ اسلام میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تقدم	314
71	صحیح البخاری:۷۲۸۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	315
72	عیینہ بن حصن کا تذکرہ	315
73	الاعراف:۱۹۹ کی تفسیر	316
74	صحیح البخاری:۷۲۸۶، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	316
75	الاعراف:۱۹۹ کے منسوخ ہونے کی بحث	317
76	صحیح البخاری:۷۲۸۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	318
77	حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ	318
78	حدیثِ مذکور کے مسائل فقہیہ اور معانی	319
79	صحیح البخاری:۷۲۸۸، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	320
80	کثرتِ سوالات سے ممانعت کا سبب	320
81	حرام چیزوں سے علاج کرنے کے متعلق فقہاء کی	
	آراء	321
82	بہ کثرت سوال کرنے کی دو قسمیں	321
	۳۔ باب	322
83	زیادہ سوال کرنے کی کراہت اور بے مقصد باتوں	
84	کے متعلق سوال کرنے کی کراہت	322
85	المائدہ:۱۰۱ کی تفسیر از مصنف	322
86	نبی ﷺ سے سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہ	323
87	صحیح البخاری:۷۲۸۹، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	324
88	نوافل کو گھر میں پڑھنے کے متعلق احادیث	326
89	صحیح البخاری:۷۲۹۰، کی شرح از علامہ عینی	326
90	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عبادت پر حرص	326
91	مسجد میں نوافل کی جماعت کا ثبوت	327
92	صحیح البخاری:۷۲۹۱، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	328
93	رسول اللہ ﷺ سے کثرتِ سوالات کا بیان	328
94	سوال کرنے والوں کا بیان	328
95	حدیثِ مذکور کے فوائد	329
96	صحیح البخاری:۷۲۹۲، کی شرح از علامہ عینی	330

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
97	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	330
98	ذکر بالجہر کا ثبوت	330
99	حدیث مذکور کے دیگر الفاظ کے معانی	331
100	نماز کے بعد ذکر کے متعلق احادیث	331
101	صحیح البخاری: ۷۲۹۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	332
102	''الاَبّ'' کے معنی میں متعدد اقوال	332
103	صحیح البخاری: ۷۲۹۴، کی شرح از علامہ عینی	335
104	انصار کے رونے اور رسول اللہ ﷺ کے بار بار یہ فرمانے کی توجیہ کہ ''مجھ سے سوال کرو''	35
105	صحیح البخاری: ۷۲۹۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	336
106	رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سوال کرنے کی ممانعت کی توجیہ	336
107	رسول اللہ ﷺ کے ناراض ہونے کی توجیہ	336
108	''تم جو چاہو مجھ سے سوال کرو'' اس کی شرح میں شارحین سابقین کی تقاریر	337
109	صحیح البخاری: ۷۲۹۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	338
110	اس مرد کے اس سوال کی توجیہ کہ میرا باپ کون ہے؟	338
111	صحیح البخاری: ۷۲۹۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	339
112	حدیث مذکور کی دیگر روایات	339
113	صحیح البخاری: ۷۲۹۶، کی شرح از علامہ عینی	339
114	صحیح البخاری: ۷۲۹۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	340
115	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	340
116	قرآن مجید میں روح کے متعلق آیات	341
117	یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے جس روح کے متعلق دریافت کیا اس کا مصداق	341
118	بنو آدم کی روح کے متعلق فقہاء کے اقوال	343
119	بعض چیزوں کا کسی کو علم نہ ہونا	343
	۵۔ باب	343
120	نبی ﷺ کے افعال کی پیروی کرنے کا بیان	343
121	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	343
122	رسول اللہ ﷺ کے افعال کی اتباع کے وجوب میں فقہاء کا اختلاف	344
123	صحیح البخاری: ۷۲۹۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	345
	۶۔ باب	346
124	کسی معاملہ میں گہرائی اور گیرائی میں جانے اور علم میں بحث کرنے اور دین میں غلو کرنے اور بدعات کے مکروہ ہونے کا بیان	346
125	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	346
126	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	347
127	بابِ مذکور کے مفردات کے معانی	347
128	صحیح البخاری: ۷۲۹۹، کی شرح از علامہ عینی	348
129	اس اعتراض کا جواب کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھلایا اور پلایا تو پھر وصال کے روزے تو نہ ہوئے؟	348
130	اس اعتراض کا جواب کہ جب نبی ﷺ نے وصال کے روزوں سے منع فرمادیا تو پھر صحابہ نے وصال کے روزے کیوں رکھے؟	348
131	''تنکیل'' کا معنی	348
132	صحیح البخاری: ۷۳۰۰، کی شرح از علامہ عینی	349
133	حدیثِ مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	350
134	کفار پر لعنت اور گناہِ کبیرہ کے مرتکبین پر لعنت کا فرق	350
135	صحیح البخاری: ۷۳۰۰، کی شرح از حافظ ابن حجر	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	عسقلانی شافعی	351
136	جرم اور ظلم پر لعنت کی سزا عام ہے خواہ وہ جرم مدینہ میں ہو یا کسی اور شہر میں	351
137	صحیح البخاری:۷۳۰۱، کی شرح از علامہ عینی	351
138	جن کاموں میں نبی ﷺ کو رخصت دی گئی تھی ان پر عمل کرنے کی فضیلت	351
139	نبی ﷺ کی رخصت پر عمل کرنے سے بعض صحابہ کے احتراز کے متعلق حدیث	352
140	صحیح البخاری:۷۳۰۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	352
141	خواہ آپ کا عمل عزیمت میں ہو یا رخصت میں، فضیلت اسی میں ہے	353
142	رخصت کی فضیلت پر ایک اعتراض کا جواب	353
143	اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کرنے کے متعلق احادیث	354
144	صحیح البخاری:۷۳۰۲، کی شرح از علامہ عینی	356
145	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	356
146	حدیث مذکور کے معانی	356
147	ندائے یا محمد کی بحث	356
148	صحیح البخاری:۷۳۰۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	358
149	امر کے وجوب کے لیے ہونے پر دلیل	358
150	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا مؤکد ہونا	358
151	نماز میں بڑے عالم کو امام بنانا چاہیے نہ کہ بڑے قاری کو	358
152	خوف الٰہی سے نماز میں رونے سے نماز نہیں ٹوٹتی	358
153	صحیح البخاری:۷۳۰۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	360
154	مسجد میں فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	360
155	صحیح البخاری:۷۳۰۴، کی شرح از علامہ ابن بطال	361
156	اپنے گمان کے مطابق فیصلہ کرنے کا عدم جواز	361
157	حضرت عویمر رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کے درمیان باہم لعان کرنے کی توجیہ	362
158	صحیح البخاری:۷۳۰۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	366
159	حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا سبب	366
160	صحیح البخاری:۷۳۰۵، کی شرح از علامہ عینی	366
161	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	366
162	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	367
163	''یرفأ'' کا تعارف	367
164	حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ظالم کہا، اس کی توجیہ	367
165	''استبا'' کی تاویل	367
166	''اتئدوا'' اور ''لا نورث'' کے معانی	367
167	رسول اللہ ﷺ کے ترکہ جات	368
168	حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کیسے گمان کیا کہ ان کا فیصلہ صحیح نہیں تھا؟	368
169	انبیاء علیہم السلام کو وارث نہ بنانے کی حکمت	368
170	حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا اور آخر عمر میں راضی ہونا	368
	۷۔ باب	369
171	جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی، اس کے گناہ کا بیان	369
172	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	369
173	صحیح البخاری:۷۳۰۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	370
174	مدینہ منورہ کی عظیم فضیلت	370
	۸۔ باب	371
175	رائے کی مذمت اور قیاس سے تکلف کرنے کی	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مذمت میں احادیث	371
176	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	371
177	قیاس کی مذمت کا محمل	371
178	''القفو'' کے معنی کی تحقیق	372
179	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	373
180	صحیح البخاری:۷۳۰۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	375
181	علم کے اٹھ جانے کی کیفیت اور قیامت تک علم کے اٹھنے کی ترتیب	375
182	حدیث مذکور کے فوائد	376
183	صحیح البخاری:۷۳۰۸، کی شرح از علامہ عینی	377
184	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	377
185	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	378
186	غزوۂ حدیبیہ اور صفین کے معرکہ میں مماثلت	378
187	اس دن کی حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کرنے کی توجیہ	379
188	صحیح البخاری:۷۳۰۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	379
189	حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی جنگِ صفین میں تقصیر کرنے کی توجیہ	379
190	رائے کی مذمت میں علماء کے اقوال	380
	۹۔باب	381
191	ان احادیث کا بیان کہ نبی ﷺ سے ان چیزوں کے متعلق سوال کیا جاتا جن کے متعلق وحی نازل نہیں ہوئی تھی تو آپ فرماتے: میں (از خود) نہیں جانتا یا آپ جواب نہ دیتے حتیٰ کہ آپ پر وحی نازل ہو جاتی اور اپنی رائے اور قیاس سے کوئی بات نہیں کہتے تھے	381
192	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	381
193	ان احادیث کا بیان جن میں رسول اللہ ﷺ نے نزولِ وحی کے بغیر اپنی رائے سے کوئی حکم بیان نہیں کیا	381
194	رائے اور قیاس کا معنی	381
195	قیاس کا بیان	382
196	رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد کرنے پر دلائل	383
197	باب مذکور کی تعلیق کی شرح	384
198	روح کی ماہیت کے متعلق علماء کا بیان	384
199	حدیث مذکور کے فوائد	385
	۱۰۔باب	386
200	نبی ﷺ کا اپنی امت کے مردوں اور عورتوں کو انہی باتوں کی تعلیم دینا جن کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دی تھی، جن کا تعلق رائے اور تمثیل (قیاس یعنی جس میں ایک چیز کو دوسری چیز کی مثل قرار دے کر ایک کا حکم دوسرے پر لگایا جاتا ہے) سے نہیں تھا	386
201	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	386
202	صحیح البخاری:۷۳۱۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	387
203	دن کے تعین کرنے کا جواز	387
204	جو شخص صرف ایک بچہ کے فوت ہونے پر صبر کرے اس کی جزاء بھی جنت ہے	387
	۱۱۔باب	388
205	نبی ﷺ کا ارشاد: میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی	388
206	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	388
207	صحیح البخاری:۷۳۱۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	389

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
208	حدیثِ مذکور کی متعدد روایات اور ان میں تعارض کا جواب	389
209	صحیح البخاری: ۷۳۱۱، کی شرح از علامہ عینی	390
210	حدیثِ مذکور کے معانی	390
211	حدیث مذکور کا ایک حدیث سے تعارض کا جواب	390
212	صحیح البخاری: ۷۳۱۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	391
213	فقہ کا معنی	391
214	رسول اللہ ﷺ کے قاسم ہونے کا معنی	391
215	حدیث مذکور کے فوائد	392
216	(۱) علمِ فقہ اور فقہاء کے فضائل	392
217	(۲) غلبۂ اسلام کا بیان	392
218	(۳) اجماع کی حجیت کا بیان	392
219	(۴) علمِ غیب کا ثبوت	392
220	صحیح البخاری: ۷۳۱۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	393
221	حدیثِ مذکور میں علمِ دین کے مصداق کے متعلق فقہاء کے اقوال	393
222	اجماع کے حجت ہونے کا بیان	393
223	مجددین کا بیان	394
	۱۲۔باب	394
224	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یا تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دے''۔	394
225	صحیح البخاری: ۷۳۱۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	395
	حدیث میں مذکور آیت مبارکہ کی تفسیر	395
226	صحیح البخاری: ۷۳۱۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	395
227	آیت مذکورہ کی تفسیر میں دیگر اقوال	395
228	صحیح البخاری: ۷۳۱۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	396
	۱۲۔باب	397
229	ایک معلوم حکم کو دوسرے واضح حکم کے ساتھ تشبیہ دینا، اور نبی ﷺ نے ان دونوں کا حکم بیان فرمایا تاکہ سائل کو مسئلہ سمجھ آ جائے	397
230	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	397
231	صحتِ قیاس پر دلائل	398
232	صحیح البخاری: ۷۳۱۴، کی شرح از علامہ عینی	398
233	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	399
234	صحیح البخاری: ۷۳۱۵، کی شرح از علامہ عینی	399
235	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	399
236	حدیث مذکور کے معانی	400
237	صحیح البخاری: ۷۳۱۴، ۷۳۱۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	400
238	قیاس میں مذاہب اور قیاس کی حجیت پر دلائل	400
239	صحیح البخاری: ۷۳۱۴، ۷۳۱۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	401
240	حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ ابن بطال سے مناقشہ	401
241	قیاس کرنے کی شرائط	401
	۱۳۔باب	401
242	قاضیوں کے اجتہاد کرنے کے متعلق احادیث کا بیان اور جو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے	401
243	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	402
244	اجتہاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی	402
245	صحیح البخاری: ۷۳۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	403

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
246	حسد کا معنی	404
247	رشک کا معنی	404
248	منصب قضاء کی فضیلت اور اس کی شرائط	405
249	منصب قضاء کا شرعی حکم، آیا یہ فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟	405
250	صحیح البخاری: ۷۳۱۷، ۷۳۱۸، کی شرح از علامہ عینی	406
251	حدیث مذکور کے معانی	406
252	ایک سوال کا جواب	407
	۱۴۔ باب	407
253	نبی ﷺ کے اس ارشاد کا بیان کہ تم اپنے سے پہلے لوگوں کی ضرور پیروی کرو گے	407
254	صحیح البخاری: ۷۳۱۹، ۷۳۲۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	408
255	صحیح البخاری: ۷۳۱۹، ۷۳۲۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	408
256	حدیث مذکور کے معانی	408
257	حدیث مذکور کی تائید میں دیگر روایات اور اسلامی فرقوں کا بیان	408
258	دین میں اپنی عقل اور اپنی رائے سے کوئی بات کہنے کی مذمت	409
259	حدیث مذکور کی تائید میں دیگر احادیث	409
260	حدیث میں مذکور بہتر فرقوں کا بیان	410
261	اہلِ بدعت کے سات اصولی فرقے	410
262	ملت کی تعریف میں اقوال	411
263	بہتر فرقوں کے دوزخی ہونے کی تفصیل	411
264	شریعت، طریقت اور حقیقت کے معانی	411
265	حدیث مذکور میں امت سے مراد امتِ دعوت ہے یا امتِ اجابت؟	412
266	اسلامی فرقوں اور صحیح عقائد ونظریات کے متعلق مصنف کی تحقیق	412
	۱۵۔ باب	415
267	جس نے گمراہی کی طرف بلایا یا جس نے کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا، اس کے گناہ کا بیان	415
268	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	415
269	النحل: ۲۵ کی تفسیر از مصنف	416
270	صحیح البخاری: ۷۳۲۱، کی شرح از علامہ عینی	418
271	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	418
	۱۶۔ باب	419
272	نبی ﷺ نے جو ذکر کیا اور اہلِ علم کے اتفاق پر برانگیختہ کیا اور جس پر اہلِ حرمین یعنی اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ متفق ہوں، اور مکہ اور مدینہ کے درمیان نبی ﷺ کے جو مشاہد ہیں اور مہاجرین اور انصار ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ اور منبر اور قبر کا بیان	419
273	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	419
274	اجماع کی تحقیق	419
275	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	419
276	اجماع کا بیان	419
277	فقہاءِ احناف کے نزدیک اجماع کی تعریف	420
278	صحیح البخاری: ۷۳۲۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	422
279	جس اعرابی نے بیعت توڑنے کے لیے کہا تھا اس کے نام کی تحقیق	422
280	جن صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ کی سکونت ترک کر دی، ان کا تذکرہ	422

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
281	مدینہ کے بھٹی ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	422
282	حدیث مذکور کا خلاصہ	424
283	صحیح البخاری: ۷۳۲۳، کی شرح از علامہ عینی	424
284	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	424
285	حدیث مذکور کا ابتدائی حصہ جو صحیح البخاری: ۶۸۳۰ میں مذکور ہے	424
286	صحیح البخاری: ۷۳۲۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	425
287	اہلِ مدینہ کے اجماع کا راجح ہونا	425
288	بھوک کی شدت کی وجہ سے بعض صحابہ کا اپنے پیٹ پر پتھر باندھنا	426
289	صحیح البخاری: ۷۳۲۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	426
290	علم کی طلب میں مصائب اور مشقتوں پر صبر کرنا	427
291	صحیح البخاری: ۷۳۲۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	427
292	خصوصیت سے عورتوں کو صدقہ کرنے کے حکم دینے کی توجیہ	427
293	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	428
294	(۱) امام پر لازم ہے کہ وہ عوام کے احوال معلوم کرے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کا تدارک کرے	428
295	(۲) نفلی صدقہ میں ایجاب اور قبول ضروری نہیں ہیں	428
296	(۳) عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال سے صدقہ کرنے کا جواز اور اس میں مذاہب ائمہ	428
297	بعض احادیث سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے کی ممانعت کا ثبوت	428

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
298	خاوند کی اجازت کے بغیر صدقہ کی ممانعت کی احادیث کے متعدد جوابات	428
299	قرآن مجید کی آیات سے عورت کے از خود اپنے مال میں تصرف کرنے کا ثبوت	429
300	عورت کے از خود اپنے مال میں تصرف کا حدیث سے ثبوت	429
301	ایک اور حدیث سے اعتراض کا جواب	430
302	(۴) صدقہ کا دوزخ کے عذاب سے نجات دینے کا ثبوت	430
303	صحیح البخاری: ۷۳۲۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	430
304	مسجد قباء کا محلِ وقوع اور اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کی تاریخ	430
305	مقاماتِ مبارکہ کی زیارت کا ثبوت	431
306	بعض نفلی عبادات کی بعض ایام میں تخصیص کا جواز	431
307	نوافل کو گھر میں پڑھنے کی فضیلت	431
308	مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی فضیلت	432
309	جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، اس کے متعلق فقہاء کے اقوال	432
310	اس پر دلیل کہ جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد قباء ہے	433
311	مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کی نذر ماننے کے متعلق فقہاء کے اقوال	434
312	صحیح البخاری: ۷۳۲۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	434
313	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع اور انکسار	435
314	صحیح البخاری: ۷۳۲۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	435
315	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کسی اور کو حجرہ میں مدفون	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ہونے کی اجازت نہ دینا	435
316	رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک میں کسی اور کے مدفون ہونے کی بھی گنجائش کا ہونا	436
317	حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت	436
318	رسول اللہ ﷺ کا حجرہ مبارکہ کی مٹی سے مخلوق ہونا	436
319	صحیح البخاری: ۷۳۲۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	437
320	صحیح البخاری: ۷۳۳۰، کی شرح از علامہ عینی	437
321	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	437
322	صحیح البخاری: ۷۳۳۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	438
323	صحیح البخاری: ۷۳۳۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	438
324	رسول اللہ ﷺ کا برکت کی دعا کرنا	438
325	صحیح البخاری: ۷۳۳۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	439
326	مسجد کے قریب جنائز رکھنے کی جگہ کا بیان	439
327	مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی تحقیق	439
328	صحیح البخاری: ۷۳۳۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	440
329	مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ	440
330	مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی دو صورتیں	441
331	مسجد میں نمازِ جنازہ کے متعلق فقہاءِ احناف کا نظریہ	442
	احد پہاڑ کا نبی ﷺ سے محبت کرنا حقیقت پر محمول ہے	443
332	صحیح البخاری: ۷۳۳۴، کی شرح از علامہ ابن بطال	444
333	نمازی اور سترہ کے درمیان کی مقدار میں مذاہب	444
334	صحیح البخاری: ۷۳۳۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	444
335	حدیث مذکور کے مناسب دیگر احادیث	445

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
336	رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی فضیلت	445
337	اس حدیث میں جنت کے باغات سے مراد حقیقتاً باغات ہیں یا اس میں کوئی تاویل ہے؟	446
338	آیا یہی منبر قیامت کے دن حوض پر ہوگا یا کوئی اور منبر؟	447
339	حوض پر ایمان لانے کے متعلق علمائے اسلام کے نظریات۔	447
340	صحیح البخاری: ۷۳۳۶، کی شرح از علامہ عینی	448
341	اضمار شدہ گھوڑے اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی	448
342	''الحفیاء'' اور ''ثنیۃ الوداع'' کا معنی	448
343	گھوڑوں کی دوڑ میں مقابلہ کرنے کا جواز	448
344	صحیح البخاری: ۷۳۳۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	449
345	کسی کے نام پر مسجد کا نام رکھنے کا جواز	449
346	صحیح البخاری: ۷۳۳۷، کی شرح از علامہ عینی	449
347	حدیث مذکور کی تکمیل	450
348	صحیح البخاری: ۷۳۳۸، کی شرح از علامہ عینی	450
349	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	450
350	رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفاء کا منبر رسول پر خطبہ دینا	450
351	صحیح البخاری: ۷۳۳۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	450
352	شعبان کے مہینہ میں تلاوتِ قرآن کرنا	450
353	صحیح البخاری: ۷۳۳۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	451
354	عورت اور مرد کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کا جواز	451
355	صحیح البخاری: ۷۳۳۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	452

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
356	مرد اور اس کی بیوی کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا	452
357	صحیح البخاری: ۷۳۴۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	453
358	النساء: ۳۳ کی تفسیر از مصنف	453
359	حِلف کے معنی کا بیان	454
360	صحیح البخاری: ۷۳۴۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن	454
361	صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق فقہاء کے اقوال	454
362	مصیبت نازل ہونے کے وقت دعائے قنوت پڑھنے کی تحقیق	455
363	دعائے قنوت پڑھنے کا سبب	456
364	صحیح البخاری: ۷۳۴۲، کی شرح از علامہ عینی	457
365	صحیح البخاری: ۷۳۴۳، کی شرح از علامہ عینی	457
366	حدیث مذکور کے معانی اور حجِ قران کا ثبوت	458
367	صحیح البخاری: ۷۳۴۴، کی شرح از علامہ عینی	458
368	حدیث مذکور کے معانی	458
369	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	459
370	حج کی فرضیت کی تاریخ میں فقہاء کے اقوال	459
371	صحیح البخاری: ۷۳۴۵، کی شرح از علامہ عینی	460
372	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	460
373	صحیح البخاری: ۷۳۴۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	460
374	اہلِ مدینہ کی دوسرے شہروں میں رہنے والوں پر علم و فضل میں برتری کا زمانہ	461
375	صحیح البخاری: ۷۳۴۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	461
376	باب مذکور کی احادیث کا خلاصہ	461
377	صحیح البخاری: ۷۳۴۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	462
378	اہلِ مدینہ کے دوسرے شہروں کے علماء پر فائق ہونے میں فقہاء کے اقوال	462

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۷-باب	463
379	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں“	463
380	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	463
381	کس قسم کی دعا کا اختیار دیا گیا ہے	463
382	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	464
383	صحیح البخاری: ۷۳۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	464
384	آل عمران: ۱۲۸ کی تفسیر از مصنف	465
385	آپ کو کفار پر لعنت کرنے سے منع کرنا آپ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے	465
	۱۸-باب	466
386	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے صرف عمدہ طریقہ سے بحث کرو	466
387	صحیح البخاری: ۷۳۴۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	467
	”جدال“ کا معنی	467
388	رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدافعت کا محمل	467
389	صحیح البخاری: ۷۳۴۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	468
390	حدیث مذکور کے فوائد	468
391	صحیح البخاری: ۷۳۴۷، کی شرح از علامہ المہلب مالکی	468
392	مستحب کام کو ترک کرنے پر کوئی حرج نہیں ہے	468
393	نوافل کی ادائیگی پر شدت نہ کی جائے	469
394	ماتم کے متعلق ایک شبہ کا جواب	470
395	صحیح البخاری: ۷۳۴۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	470

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
396	جدال کی تعریف اور اس کی اقسام	470
397	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل نہ کرنے کی صحیح توجیہ	471
398	رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عذر کو تسلیم کیا تھا یا نہیں؟	471
399	جو شخص کسی وجہ سے عبادت سے غافل ہو اس کو متنبہ کرنے کا جواز	471
400	کسی مستحب کام کے ترک کرنے پر تقدیر کے عذر کو پیش کرنے کا نامناسب ہونا	471
401	حضرت علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اس رات تہجد نہ پڑھنا کسی اور عذر کی وجہ سے تھا	472
402	شرعی حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بجائے عذر پیش کرنے کے اپنی تقصیر اور کوتاہی کا اعتراف کیا جائے	472
403	صحیح البخاری: ۷۳۴۸، کی شرح از علامہ ابن بطال	473
404	رسول اللہ ﷺ کا یہودیوں کے پاس جا کر انہیں تبلیغ فرمانا آیا ان سے جدال تھا یا نہیں؟	473
405	جو لوگ اپنے کفر پر ڈٹے رہیں ان سے عمدگی سے جدال کرنا ضروری نہیں	473
406	صحیح البخاری: ۷۳۴۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	474
407	جزیرۂ عرب میں غیر مسلموں کی رہائش کا مکروہ ہونا	474
408	صحیح البخاری: ۷۳۴۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	475
409	جو یہودی اسلام کی مخالفت کریں ان سے تلوار کے ساتھ جہاد کیا جائے ورنہ عمدہ طریقہ سے جدال کیا جائے	475
	۱۹۔ باب	476
410	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا'' اور نبی ﷺ نے جو جماعت کے ساتھ لازم رہنے کا حکم دیا ہے اور وہ اہلِ علم ہیں	476
411	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	476
412	حجیتِ اجماع پر دلائل	476
413	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	477
414	اجماع کی حجیت کا بیان	477
415	صحیح البخاری: ۷۳۴۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	478
416	بابِ مذکور کی تائید میں دیگر روایات اور اس امت کے وسط ہونے کی توجیہ	478
417	صحیح البخاری: ۷۳۴۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	479
418	حدیث مذکور پر ایک اعتراض کا جواب	479
	۲۰۔ باب	479
419	جب عامل یا حاکم نے اجتہاد کیا، پس اس نے بغیر علم کے رسول اللہ ﷺ کے خلاف خطاء کی، تو اس کا حکم مردود ہے	479
420	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	479
421	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	480
422	صحیح البخاری: ۷۳۵۰، ۷۳۵۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	481
423	گھٹیا کھجوروں کو عمدہ کھجوروں کے عوض زیادہ مقدار کے ساتھ فروخت کرنے میں مذاہبِ فقہاء	482
424	تحریم سے پہلے کسی کام کو کرنے کا حکم	482
	۲۱۔ باب	483
425	جب حاکم اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرے خواہ وہ فیصلہ صحیح ہو یا غلط تو اس کے اجر کا بیان	483
426	صحیح البخاری: ۷۳۵۲، کی شرح از علامہ ابن بطال	483
427	اجتہاد کی تعریف	483

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
428	مجتہد کو خطاء پر اجر عطا فرمانے کی توجیہ	483
429	اس پر دلیل کے تمام مجتہدین کے اقوال برحق نہیں	
	ہوتے	485
430	صحیح البخاری: ۷۳۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	485
431	مجتہد کو صحتِ حکم کی صورت میں اجر ملنے کا بیان	485
432	صحیح البخاری: ۷۳۵۲، کی شرح از علامہ عینی	486
433	خطاء کی صورت میں مجتہد کو اجر ملنے کی توجیہ	486
	۲۲۔باب	486
434	اس شخص کا رد جو یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ	
	کے تمام احکام ظاہر تھے اور اس باب میں یہ بھی	
	بیان ہے کہ بعض صحابہ نبی ﷺ کے پاس سے	
	غائب رہتے تھے اور ان کو اسلام کے کئی احکام کی	
	خبر نہیں ہوتی تھی	486
435	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	486
436	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	487
437	صحیح البخاری: ۷۳۵۳، کی شرح از علامہ عینی	488
438	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ	
439	مطابقت اور خبرِ واحد کے حجت ہونے کا بیان	488
	صحیح البخاری: ۷۳۵۳، کی شرح از حافظ ابن حجر	
440	عسقلانی شافعی	489
441	بعض صحابہ سے احکامِ شرعیہ کا مخفی ہونا	489
442	خبرِ واحد کی تعریف	490
443	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خبرِ واحد کو قبول کرنے کی دیگر	
	نظائر	490
444	صحیح البخاری: ۷۳۵۴، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	491
445	بعض صحابہ سے بعض احادیث کے مخفی رہنے کا سبب	491

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
446	صحیح البخاری: ۷۳۵۴، کی شرح از علامہ عینی	491
447	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	492
	۲۳۔باب	492
448	جس نے یہ کہا کہ نبی ﷺ کا کسی چیز پر انکار کو	
	ترک کرنا حجت ہے اور کسی اور کا ترک کرنا حجت	
	نہیں ہے	492
449	صحیح البخاری: ۷۳۵۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	493
450	ابنِ صیاد کے دجال ہونے کی تحقیق	493
451	صحیح البخاری: ۷۳۵۵، کی شرح از حافظ ابن حجر	
	عسقلانی شافعی	494
452	ابن صیاد کے متعلق دیگر احادیث	494
453	تمیم داری کا قصہ	496
454	ابن صیاد کے متعلق محدثین اور فقہاء کے اقوال	497
455	دجال اور ابن صیاد کے متعلق مزید احادیث	497
456	ابن صیاد کے متعلق متقدمین علماء کے اقوال	498
457	ابن صیاد کے متعلق مصنف کا نظریہ	502
	۲۴۔باب	502
458	ان احکام کا بیان جن کی دلائل سے معرفت ہوتی	
	ہے اور دلالت کا معنی اور اس کی تفسیر	502
459	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	502
460	دلائلِ شرعیہ کی تعداد اور ان کی تعریفات	502
	گوہ کی حلت کے جواز کے دلائل پر علامہ عینی کا	
461	مواخذہ	503
462	صحیح البخاری: ۷۳۵۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	504
463	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	504
464	صحیح البخاری: ۷۳۵۷، کی شرح از علامہ عینی	506
465	حدیث مذکور کے مسائل	506
466	گوہ کھانے کی ممانعت پر فقہاء احناف کے دلائل	507

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
467	صحیح البخاری: ۷۳۵۹، کی شرح از علامہ ابن بطال	508
468	کچا لہسن اور کچی پیاز کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت	508
469	صحیح البخاری: ۷۳۶۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	510
470	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کا ثبوت	510
471	صحیح البخاری: ۷۳۶۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	510
472	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ کے بعد خلیفہ بنانے کی تصریح کے متعلق احادیث	510
	۲۵۔ باب	511
473	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ اہلِ کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو	511
474	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	511
475	اہلِ کتاب سے سوال کرنے کی ممانعت کے متعلق دیگر روایات	511
476	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	512
477	اہلِ کتاب سے سوال کی ممانعت کا محمل	512
478	صحیح البخاری: ۷۳۶۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	513
479	حدیث مذکور کے معانی	513
480	کعب الاحبار کی دی ہوئی خبروں کی آزمائش کی توجیہ	514
481	کعب الاحبار کا تذکرہ	514
482	صحیح البخاری: ۷۳۶۱، کی شرح از علامہ عینی	515
483	کعب الاحبار کی روایات کا بیان	515
484	صحیح البخاری: ۷۳۶۱ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	515
485	خطاء خلافِ واقع خبر پر کذب کا اطلاق	515
486	صحیح البخاری: ۷۳۶۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	516
	اہلِ کتاب کی دی ہوئی خبروں پر عمل نہ کرنے کی توجیہ	516
487	دلائلِ متعارضہ کے وقت توقف کرنے کا وجوب	517
488	صحیح البخاری: ۷۳۶۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	519
489	یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں تغیر اور تحریف کا سبب	519
490	صحیح البخاری: ۷۳۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	519
491	حدیث مذکور کے معانی	520
492	صحیح البخاری: ۷۳۶۳ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	520
493	اہلِ کتاب پر حجت قائم کرنے کے لیے ان سے سوال کرنے کا جواز	520
494	سائنسی ایجادات میں غیر مسلموں کی تحقیقات سے استفادہ کا جواز	520
	۲۶۔ باب	521
495	مخالفت کا مکروہ ہونا	521
496	بابِ مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین	521
497	صحیح البخاری: ۷۳۶۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	522
498	اختلاف کے وقت قرآن مجید کی قرأت سے اٹھنے کے حکم کی توجیہ	522
499	صحیح البخاری: ۷۳۶۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	522
500	بابِ مذکور کی حدیث کے موافق دوسری حدیث	522
501	قرأت میں اختلاف کا سبب	523
502	حدیث مذکور کی شرح میں دیگر شارحین کے اقوال	523
503	صحیح البخاری: ۷۳۶۴ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	524
504	غیرِ قرآن میں بھی اختلاف کے وقت چھوڑنے کا لزوم	524
505	صحیح البخاری: ۷۳۶۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	525

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
506	رسول اللہ ﷺ جو لکھوانا چاہتے تھے اس کے متعلق علماء کے اقوال	525
507	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کہا "آپ پر درد کا غلبہ ہے" اس کی توجیہ	526
508	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کے ارادہ کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کی توجیہ	526
509	"وعندنا کتاب اللہ حسبنا" کی توجیہ	527
510	صحیح البخاری: ۷۳۶۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	527
511	حدیث مذکور کے معانی	527
512	رسول اللہ ﷺ کیا لکھنا یا لکھوانا چاہتے تھے؟	529
	۲۷۔ باب	529
513	نبی ﷺ کا کسی کام سے منع فرمانا تحریم کے لیے ہوتا ہے سوا ان کاموں کے جن کا مباح ہونا معروف ہو، اسی طرح آپ کا حکم دینا (وجوب کے لیے ہوتا ہے)	529
514	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	530
515	نہی کی حقیقت تحریم ہے اور امر کی حقیقت وجوب ہے	530
516	بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی امر کے صیغہ اور نہی کے صیغہ کے تقاضوں میں اصولیین کا اختلاف	530
517	صحیح البخاری: ۷۳۶۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	532
518	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	532
519	صحیح البخاری: ۷۳۶۷، کی شرح از علامہ ابن بطال	533
520	نہی کے صیغہ کے مدلول کے متعلق فقہاء کے اقوال	533
521	صحیح البخاری: ۷۳۶۸، کی شرح از علامہ عینی	535

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
522	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	535
	۲۸۔ باب	536
523	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور ان کے کام باہمی مشوروں سے ہوتے ہیں۔"	536
524	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	536
525	صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کے حکم دینے کی حکمتیں	536
526	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	537
527	جن مسلمانوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی ان پر حد جاری کرنے کا قصہ	541
528	عبد اللہ بن ابی پر حد جاری نہ کرنے کی توجیہ	541
529	صحیح البخاری: ۷۳۶۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	545
530	حدیث مذکور کی اختصار سے روایت	545
531	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے علم کی تصریح	545
532	صحیح البخاری: ۷۳۷۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	546
533	حدیثِ مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	546
534	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی ہوئی تہمت کے متعلق صحابہ کرام کے مشورے	546
535	کتاب الاعتصام کا خاتمہ	547
536	کتاب الاعتصام کی تکمیل	547
1	۹۷۔ کِتَابُ التَّوحِیدِ	548
	توحید کے دلائل کا بیان	548
2	اسلام کے مشہور فرقوں کا بیان	549
3	جہم بن صفوان کا تذکرہ	551
4	توحید کا شرعی معنی	551
5	توحید کی اقسام	552

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
6	(۱)توحیدالربوبیت	552
7	(۲)توحیدالاسماءوالصفات	552
8	(۳)توحیدالالوہیت	553
9	اس دور میں توحید کے تقاضوں پر مسلمانوں کا عمل	554
	۱-باب	555
10	نبی ﷺ کا اپنی امت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دینے کے متعلق احادیث	555
11	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	555
12	صحیح البخاری: ۷۳۷۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	556
13	حدیث مذکور کی مشکل عبارات کے معانی	556
14	یمن میں رہنے والوں کا مذہب	557
15	غور وفکر سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا وجوب اور احکامِ شرعیہ کا انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے ثبوت	557
16	صحیح البخاری: ۷۳۷۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	558
17	سب سے پہلے توحید کی دعوت	558
18	پانچ نمازوں کی فرضیت کی تبلیغ	558
19	مال داروں سے زکوٰۃ وصول کر کے فقراء کی طرف لوٹانا	559
20	صحیح البخاری: ۷۳۷۳، کی شرح از علامہ عینی	560
21	صحیح البخاری: ۷۳۷۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	560
22	حدیث مذکور کے فوائد	561
23	صحیح البخاری: ۷۳۷۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	562
24	”ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ“ کے تہائی قرآن مجید کے برابر ہونے کے معانی	562
25	صحیح البخاری: ۷۳۷۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	563
26	ایک رکعت میں دوسورتوں کے پڑھنے کا جواز	563
27	اللہ تعالیٰ کی صفات کا ثبوت	564
28	اللہ تعالیٰ کے محبت کرنے کی توجیہ	565
	۲-باب	566
29	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”آپ کہیے: تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جس نام سے بھی پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں“	566
30	صحیح البخاری: ۷۳۷۶، ۷۳۷۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	567
31	اللہ تعالیٰ کی رحمت کا معنی	567
32	حدیث مذکور کے فوائد	568
33	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	569
34	اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق متقدمین کے اقوال	569
	۳-باب	570
35	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”بے شک اللہ ہی سب سے بڑا رزق دینے والا اور سب سے زبردست قوت والا ہے“	570
36	صحیح البخاری: ۷۳۷۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	571
37	اللہ تعالیٰ کی صفاتِ افعال	571
38	اللہ تعالیٰ کے صابر ہونے کی توجیہ	571
39	اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینے کی توجیہ	571
40	صحیح البخاری: ۷۳۷۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	572
41	الذاریات: ۵۸ کی تفسیر	572
42	اللہ تعالیٰ کی صفاتِ فعلیہ اور صفاتِ ذاتیہ کا ثبوت	573
	اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذات کا ثبوت	573
	۴-باب	574
43	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وہ ہر غیب کا جاننے والا	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ہے، سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا"، "بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے"، "اس نے جو کچھ آپ کی طرف نازل فرمایا، وہ اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے"، "اور جو مادہ بھی حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے تو وہ اس کے علم میں ہے"	574
44	"قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جائے گا"	574
45	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	574
46	تعلیقِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	575
47	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	576
48	اللہ تعالیٰ کے علم کے ثبوت میں قرآن مجید اور احادیث سے دلائل	576
49	اللہ تعالیٰ کے علم کے ثبوت میں دلائلِ عقلیہ	576
50	اللہ تعالیٰ کے لیے جزئیات کا علم نہ ہونے پر فلاسفہ کے دلائل	576
51	فلاسفہ کے دلائل کا جواب	577
52	اللہ تعالیٰ کے علم کے ثبوت میں دلائلِ سمعیہ	577
53	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	577
54	اللہ تعالیٰ کے علم کے ثبوت پر دلائل	577
55	صحیح البخاری: ۷۳۷۹، کی شرح از علامہ عینی	578
56	حدیث مذکور کی مشکل عبارات کے معانی	578
57	دنیا اور آخرت میں واقع ہونے والے امورِ غیبیہ کا اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ مخصوص ہونا	578
58	حدیث مذکور کی شرح از علامہ کورانی حنفی	579
59	"مفاتیح الغیب" کے پانچ میں حصر کی توجیہ	579
60	صحیح البخاری: ۷۳۸۰، کی شرح از علامہ عینی	580
61	حدیث مذکور کے معانی	580
62	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے میں مذاہب	580

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
63	رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کی نفی کا جواب	580
64	صحیح البخاری: ۷۳۸۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	581
65	رسول اللہ ﷺ کے علمِ غیب کی تحقیق	581
66	انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات کے درمیان فرق	582
	۵- باب	583
67	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ہر نقص سے سالم، امان دینے والا"	583
68	صحیح البخاری: ۷۳۸۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	584
69	لفظِ "السلام" کا معنی	584
70	لفظِ "المومن" کا معنی	584
71	"المھیمن" کا معنی	584
72	اللہ تعالیٰ کو "السلام" کہنے سے منع کرنے کی توجیہ	584
73	صحیح البخاری: ۷۳۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	585
74	اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے "السلام، المومن اور المھیمن" کے معانی	585
	۶- باب	586
75	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "سب لوگوں کے بادشاہ کی"	586
	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	586
76	"مَلِكِ النَّاسِ" کے دو معانی	586
77	صحیح البخاری: ۷۳۸۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	586
78	صحیح البخاری: ۷۳۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	587
79	"الملک" اور "المالک" کے معانی	587
80	"مَلِكِ النَّاسِ" میں "النَّاس" یعنی لوگوں کے خصوصیت کے ساتھ ذکر کی توجیہ	587

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
81	اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کا ثبوت	588
	۷۔باب	588
82	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	
83	''اور وہی بہت غلبہ والا اور بڑی حکمت والا ہے'' ''آپ کا رب غالب ہے اور ہر اس عیب سے پاک ہے جس کو وہ بیان کرتے ہیں''، ''عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے''	588
84	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	588
85	باب میں مذکور تین آیات کے معانی	589
86	''العزیز'' کا معنی	589
87	''سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ'' (الصافات:۱۸۰)	589
88	''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ'' (المنافقون:۸)	589
89	صحیح البخاری:۷۳۸۳، کی شرح از علامہ عینی	591
90	اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے	591
91	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ	592
92	صحیح البخاری:۷۳۸۴، کی شرح از علامہ عینی	593
93	حدیث مذکور کی مشکل عبارات کے معانی	593
94	''ھل من مزید؟'' کی توجیہ	593
95	اللہ تعالیٰ کے قدم کی توجیہ	593
96	صحیح البخاری:۷۳۸۴، کی شرح از علامہ ابن بطال	593
	لفظِ قدم کی توجیہ	593
97	صحیح البخاری:۷۳۸۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	594
98	قدم کی توجیہ میں دیگر اقوال	594
	۸۔باب	594
99	اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا''	594
100	صحیح البخاری:۷۳۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	595
101	لفظ ''الحق'' کے متعدد معانی	595
102	حدیثِ مذکور کے معانی	596
103	صحیح البخاری:۷۳۸۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	596
104	اللہ تعالیٰ کے نور ہونے کی توجیہ	596
105	صحیح البخاری:۷۳۸۵، کی شرح از علامہ عینی	597
106	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	597
	۹۔باب	597
107	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔	597
108	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	598
109	اللہ تعالیٰ کے لیے سننے کی صفت کا ثبوت	598
110	تعلیقِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	598
111	المجادلہ:۱ کا شانِ نزول	599
112	صحیح البخاری:۷۳۸۶، کی شرح از علامہ عینی	600
113	صحیح البخاری:۷۳۸۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	601
114	اللہ تعالیٰ کے سننے اور دیکھنے کا معنی	601
115	صحیح البخاری:۷۳۸۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	602
116	صحیح البخاری:۷۳۸۷،۷۳۸۸، کی شرح از علامہ عینی	603
117	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	603
	۱۰۔باب	604
118	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''آپ کہیے کہ وہی اس پر قادر ہے''	604
119	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	605
120	صحیح البخاری:۷۳۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	606

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
121	استخارہ کے متعلق دیگر احادیث	606
122	کن امور میں استخارہ کرنا چاہیے	606
123	دعائے استخارہ کی تعلیم کو قرآن مجید کی سورت کی تعلیم کے ساتھ مشابہت کی وجوہ	607
124	کسی اہم کام میں استخارہ کرنے کی توجیہ	607
125	حدیث مذکور کے فوائد	608
	۱۱- باب	608
126	دلوں کو پھیرنے والے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر رہے ہیں''	608
127	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	608
128	قلب کا معنی اور دلوں کو پھیرنے کی توجیہ	609
129	صحیح البخاری: ۷۳۹۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	609
130	تقلیب کا معنی	609
	۱۲- باب	610
131	بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ایک کے سوا سو اسم ہیں	610
	صحیح البخاری: ۷۳۹۲، کی شرح از علامہ ابن بطال	611
	''الاحصاء'' کے معانی	611
132	حدیث مذکور میں ''الاحصاء'' کا معنی	611
133	اللہ تعالیٰ کے جو اسماء قرآنِ مجید میں وارد نہ ہوں ان کے متعلق اصولیین کی تحقیق	612
134	صحیح البخاری: ۷۳۹۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	613
135	اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تحقیق	613
	۱۳- باب	614
136	اللہ تعالیٰ کے اسماء سے سوال کرنا اور ان سے پناہ طلب کرنا	614
137	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	614

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
138	اس پر دلائل کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اس کی ذات کا عین ہے	614
139	صحیح البخاری: ۷۳۹۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	615
140	حدیثِ مذکور کے بعض جملوں کی شرح	615
141	صحیح البخاری: ۷۳۹۴، کی شرح از علامہ عینی	616
142	حدیث مذکور پر ایک سوال کا جواب	617
143	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	617
144	صبح اور شام اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی حکمت	618
145	صحیح البخاری: ۷۳۹۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	619
146	شیطان کے ضرر کے متعلق متعدد اقوال	619
147	حدیث مذکور کے فوائد	619
148	شکار کرنے کے بعض احکام	620
149	دار الاسلام میں خریدے ہوئے گوشت اور ہوٹلوں میں پکائے ہوئے کھانوں کا جواز	620
150	اپنے ہاتھ سے جانور کو ذبح کرنے کا استحباب	621
151	غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی حکمت	622
152	صحیح البخاری: ۷۴۰۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	623
153	اللہ تعالیٰ کا صفات اور اسماء کے ساتھ متصف ہونا اس کے واحد ہونے کے منافی نہیں ہے	623
	۱۴- باب	623
154	ان احادیث کا بیان جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کے اسماء کا ذکر ہے	623
155	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	624
156	ذات کے معنی کی تحقیق اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی نعوت اور اس کے اسماء کے معانی	624

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
157	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	625
158	اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ذات کا استعمال	625
159	صحیح البخاری: ۷۴۰۲، کی شرح از علامہ عینی	626
160	حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا سبب	626
161	صحیح البخاری: ۷۴۰۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	626
162	اللہ تعالیٰ کے لیے ذات کے استعمال پر مزید دلائل	626
	۱۵۔ باب	627
163	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے''	627
164	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	627
165	نفس کا معنی اور اللہ تعالیٰ کے لیے نفس کے استعمال کا جواز	627
166	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	627
167	اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ نفس کے ثبوت پر دلائل	627
168	احادیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ نفس کا ثبوت	628
169	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	629
170	ظاہر اور باطن بے حیائی کا مصداق	629
	غیرت کا معنی	629
171	اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدح کے محبوب ہونے کی توجیہ	630
172	صحیح البخاری: ۷۴۰۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	630
173	اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیرت کا معنی	630
174	ایک اعتراض کا جواب	630
175	صحیح البخاری: ۷۴۰۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	631
176	اللہ تعالیٰ کے لیے ''عندہٗ'' کا معنی	631
177	حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	632
178	عرش پر لکھنے کی توجیہ	632
179	اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے غضب کا معنی	633
180	اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اس کے غضب پر غالب ہونے کی توجیہ	633
181	صحیح البخاری: ۷۴۰۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	634
	انسانوں، نبیوں اور فرشتوں کے درمیان فضیلت کے متعلق علماء کے اقوال	634
182	الاعراف: ۲۰ کی تفسیر از مصنف	635
183	صحیح البخاری: ۷۴۰۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	636
184	اللہ تعالیٰ کے ایک بالشت یا ایک ہاتھ کی مقدار قریب ہونے کی تحقیق	636
185	بندہ کا اپنے رب کو دل میں یاد کرنا اور اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا اس کو یاد کرنا اس کی وضاحت	636
186	آیا ذکر بالسر افضل ہے یا ذکر بالجہر؟	637
187	حدیث مذکور کی شرح از علامہ کورانی حنفی	637
188	اللہ تعالیٰ کے بندہ کے گمان کے مطابق ہونا	637
189	صحیح البخاری: ۷۴۰۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	638
190	بندہ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان کے معانی اور محامل	638
191	اللہ تعالیٰ کی معیت کا معنی اور محمل	639
192	بندہ کے ذکر اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کا فرق	640
193	بشر اور انسان کے درمیان افضلیت میں مذاہب	940
194	نبی کی فرشتوں پر فضیلت کے دلائل	941
195	انسانوں کے فرشتوں سے افضل ہونے پر عقلی دلائل	941
196	فرشتوں کی افضلیت کی دلیل کا ایک جواب	642
197	فرشتوں کے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونے پر معتزلہ	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کے دلائل	642
198	آیاتِ مذکورہ سے استدلال کا جواب	643
199	فرشتوں کے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونے پر ایک اور دلیل	643
200	دلیلِ مذکور کا جواب	644
201	فرشتوں کے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونے پر ایک اور دلیل اور اس کا جواب	645
202	حضرت جبریل علیہ السلام کے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونے کی دلیل اور اس کا جواب	646
	۱۶۔باب	647
203	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اس کے چہرہ یعنی اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے"	647
204	صحیح البخاری: ۷۴۰۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	647
205	حدیثِ مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	647
206	اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے عذاب کی اقسام	647
207	امت کا باہمی اختلاف اور فتنے ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں	648
208	اللہ تعالیٰ کے لیے چہرہ کا محال ہونا	648
209	صحیح البخاری: ۷۴۰۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	648
210	اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ "وجہ" کے معانی	648
	۱۷۔باب	649
211	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تاکہ میری نظر کے سامنے آپ کی پرورش کی جائے"	649
212	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	650
213	اللہ تعالیٰ کے لیے دیکھنے کی صفت کا ثبوت	650
214	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	650

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
215	اللہ تعالیٰ کے جسم سے منزّہ ہونے کے دلائل	650
216	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	651
217	اللہ تعالیٰ کا جسمیت سے منزّہ ہونا	651
	۱۸۔باب	652
218	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وہی اللہ ہے خالق، موجد، صورت بنانے والا"	652
219	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	652
220	"الخالق، البارئ، المصور" کے معانی	653
221	صحیح البخاری: ۷۴۰۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	655
222	عزل کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	655
223	حدیث مذکور کے فوائد	655
224	عزل کا حکم	656
	۱۹۔باب	656
225	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا"	656
226	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	657
227	اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں سے مراد نہ ظاہری اعضاء ہیں اور نہ اس سے مراد دو نعمتیں ہیں بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفات میں سے دو صفتیں ہیں	657
228	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	658
229	لفظِ "ید" کی تحقیق	658
230	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	659
231	"ید" کی قدرت کے ساتھ تاویل کی عدمِ صحت پر دلائل	659
232	لغت میں "ید" کے متعدد معانی	659
233	صحیح البخاری: ۷۴۱۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	663
234	گناہِ کبیرہ کرنے والوں کے لیے شفاعت کا ثبوت	663

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
235	شفاعت کے ثبوت میں درجِ ذیل حدیث سے معارضہ کیا جاتا ہے	663
236	شفاعت کی آیات اور احادیث کے متعلق معتزلہ کی تاویل اور اس کا جواب	665
237	انبیاء علیہم السلام سے معاصی کے صدور کے متعلق علماء اسلام کے مذاہب	665
238	انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کے وقوع کے متعلق مصنف کی تحقیق	666
239	علامہ ابن بطال مالکی نے انبیاء علیہم السلام سے جو صغائر کے ارتکاب کو جائز قرار دیا ہے اس کے متعلق دیگر شارحین کے تبصرے	669
240	عصمتِ انبیاء کے مسئلہ کی تفصیل اور تحقیق	670
241	حضرت آدم علیہ السلام کے بجائے حضرت نوح علیہ السلام کے اول رسول ہونے کی توجیہ	671
242	لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے والے کے لیے دوزخ سے نجات کی تحقیق	672
243	صحیح البخاری: ۷۴۱۰، کی شرح از علامہ عینی	672
244	حدیثِ مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی	672
245	حدیث مذکور کے فوائد	673
246	صحیح البخاری: ۷۴۱۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	674
247	حدیث مذکور کے مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی	674
248	صحیح البخاری: ۷۴۱۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	675
249	حدیث مذکور کے مناسب دیگر احادیث	675
250	اللہ تعالیٰ کے لیے دائیں ہاتھ کے ثبوت میں دیگر احادیث	676
251	اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ کی توجیہ	676
252	صحیح البخاری: ۷۴۱۵، کی شرح از علامہ ابن بطال	678
	اللہ تعالیٰ کی انگلی کی توجیہ	678
253	صحیح البخاری: ۷۴۱۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	678
254	اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے متعلق تحقیق	678
255	صحیح البخاری: ۷۴۱۵، کی شرح از علامہ عینی	681
256	مبحثِ اول: اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے متعلق تحقیق	681
257	مبحثِ ثانی: اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے ثبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کے متعلق	681
258	مبحثِ ثالث: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہنسنے کی تحقیق میں	682
259	المبحث الرابع: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنستے نہیں تھے صرف مسکراتے تھے	682
260	المبحث الخامس: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الانعام:۹۱ پڑھنے کی حکمت	682
	۲۰- باب	682
261	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: ”کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت کرنے والا نہیں ہے“	682
262	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	683
263	حدیثِ مذکور کے مختلف الفاظ	683
264	اللہ تعالیٰ کی ذات پر لفظِ ”شخص“ کے اطلاق کی ممانعت پر دلائل	683
265	غیرت کے معنی کی تحقیق	684
266	تعلیقِ مذکور میں عبید اللہ بن عمرو کا تذکرہ	684
267	شخص کے لفظ کا معنی اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کے اطلاق کی ممانعت کی وجہ	684
268	صحیح البخاری: ۷۴۱۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	685
269	اللہ تعالیٰ کی غیرت کی توجیہ	685
270	صحیح البخاری: ۷۴۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	686

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
271	حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کی توجیہ	686
272	صحیح البخاری:۷۴۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	686
273	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے قول کی تغلیط	686
274	اپنی تعریف اور ستائش کے حصول کی مذمت	687
	۲۱-باب	687
275	''آپ کہیے کہ کس کی گواہی سب سے بڑی ہے''	687
276	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	687
277	صحیح البخاری:۷۴۱۷، کی شرح از علامہ عینی	689
278	اللہ تعالیٰ پر اور قرآن مجید پر شئے کے نام کا ثبوت	689
	۲۲-باب	689
279	''اور اس کا عرش پانی پر تھا''	689
280	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	690
281	بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	690
282	بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	692
283	بابِ مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	694
284	صحیح البخاری:۷۴۱۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	695
285	بشارت کا معنی	695
286	دنیا کی ابتداء کے متعلق سوال کرنے کا جواز	695
287	صحیح البخاری:۷۴۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	696
288	حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی روایات کا فرق	696
289	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی بشارت کا بیان	696
290	بنوتمیم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کی توجیہ	697
291	صحیح البخاری:۷۴۱۸، کی شرح از علامہ عینی	697
292	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	697
293	صحیح البخاری:۷۴۲۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	699
294	حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کا قصہ	699
295	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کا قصہ	700
296	صحیح البخاری:۷۴۲۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	4703
	''قضی الخلق'' کا معنی	4703
297	رحمت کے غضب کے اوپر سابق ہونے کی توجیہ	703
298	صحیح البخاری:۷۴۲۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	704
299	اہل سنت اور المعتزلہ کا اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کے واجب ہونے کے متعلق اختلاف	704
300	اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ کا محال ہونا	704
301	ہجرت کا فرض اور لازم نہ ہونا	705
302	صحیح البخاری:۷۴۲۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	705
303	جنت کے درجات کی تعداد	705
304	جنت کے دو درجوں کے درمیان فاصلہ	705
305	صحیح البخاری:۷۴۲۳، کی شرح از علامہ عینی	706
306	فردوس کا معنی	706
307	صحیح البخاری:۷۴۲۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	707
308	سورج کے سجدہ کرنے کی اجازت طلب کرنے کی توجیہ	707
309	حدیثِ مذکور کا بعض دیگر احادیث سے تعارض کا جواب	707
310	صحیح البخاری:۷۴۲۴ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	708

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
311	سورج اور زمین کی گردش کے متعلق قرآن مجید کی نصوص	708
312	حدیث مذکور پر ایک اشکال	708
313	صحیح البخاری: ۷۴۲۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	709
314	صحیح البخاری: ۷۴۲۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	710
315	صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قرآن مجید کے ثبوت پر اشکال کا جواب	711
316	حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دینے کا قصہ	711
317	صحیح البخاری: ۷۴۲۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	712
318	اس سوال کا جواب کہ حدیث مذکور میں دعا کا ذکر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا ذکر ہے	712
319	دعائے مذکور کی برکات اور ثمرات	713
320	ابوبکر بن علی کے واقعہ کے فوائد اور مسائل	713
321	صحیح البخاری: ۷۴۲۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	714
322	حدیث مذکور کا مکمل متن	714
323	تنبیہات	715
324	حضرت یونس علیہ السلام کے خصوصیت سے ذکر کی توجیہ	716
	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "پس سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا" پر ایک اشکال کا جواب	717
325	صحیح البخاری: ۷۴۲۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	718
326	یہودی کو تھپڑ مارنے والے کا مصداق	718
327	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے ہوش میں آنے کے متعلق دو روایتوں کا تعارض اور اس کا جواب	718
	۲۳۔ باب	719
328	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں"	719
329	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	719
330	باب مذکور کی تعلیقات کی شرح از علامہ عینی	721
331	صحیح البخاری: ۷۴۲۹، کی شرح از علامہ عینی	722
332	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	722
333	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	722
334	صحیح البخاری: ۷۴۳۰، کی شرح از علامہ عینی	723
335	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	723
336	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	723
337	صحیح البخاری: ۷۴۳۱، کی شرح از علامہ عینی	724
338	صحیح البخاری: ۷۴۳۲، کی شرح از علامہ عینی	726
339	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	726
	۲۴۔ باب	729
340	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اس دن بہت چہرے تروتازہ ہوں گے O اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے"	729
341	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	729
342	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق علماء کے مذاہب	729
343	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	730
344	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی نفی پر خوارج اور معتزلہ کے دلائل اور ان کے جوابات	730
345	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	731
346	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے ثبوت میں احادیث	731
347	صحیح البخاری: ۷۴۳۴، کی شرح از علامہ عینی	733

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
348	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	733
349	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	733
350	صحیح البخاری: ۷۴۳۷، کی شرح از علامہ عینی	737
351	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	737
352	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	738
353	''طواغیت'' کا معنی	738
354	اللہ تعالیٰ کے کسی صورت میں آنے کے محامل	738
355	پل صراط کا محل وقوع	739
356	سجدہ کے اثر سے مراد پیشانی ہے یا سات ہڈیاں	740
357	صحیح البخاری: ۷۴۳۹، کی شرح از علامہ عینی	746
358	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	746
359	حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی	746
360	مومنین کے کفار اور بت پرستوں کے ساتھ نہ جانے کا سبب	747
361	اللہ تعالیٰ کی صورت کی توجیہ	747
362	''کشفِ ساق'' کو اللہ تعالیٰ کی تجلی قرار دینا	748
363	''کشفِ ساق'' کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	748
364	''کشف ساق'' یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پنڈلی کھولنے کے متعدد محامل	748
365	حدیثِ مذکور سے اشاعرہ کا تکلیف مالا یطاق کو جائز قرار دینا اور ان کے دیگر دلائل	749
366	اشاعرہ کے دلائل کا جمہور اہلسنت کی طرف سے جواب	749
367	الحدید: ۱۳ کی تفسیر از مصنف	750
368	مصنف کی طرف سے ابولہب کو ایمان کے مکلف کرنے کا جواب	750
369	منافقین کی پشتوں کا تختہ کی طرح ہو جانا ان کی سرزنش اور مذمت کی وجہ سے ہے	751

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
370	مدحضة، مزلة، خطاطيف، كلاليب، حسكة، مفلطحة اور عقيفاء کے معانی	751
371	پل صراط سے گزرنے والوں کی کیفیات	751
372	مومنین کا اپنے بھائیوں کی پرزور سفارش کرنا	752
373	صحیح البخاری: ۷۴۴۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	755
374	فرشتوں کے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا وقت	755
	علامہ ابن ملقن کے بیان کیے ہوئے سجدہ کے وقت میں مصنف کا اختلاف	755
375	حضرت نوح علیہ السلام کے نبی ہونے کا بیان	756
376	حضرت نوح علیہ السلام نے جس دعا کی وجہ سے شفاعت کرنے سے گریز کیا، اس کا بیان اور اس کی توجیہ	756
377	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین ظاہری جھوٹ	757
378	الصافات: ۸۹: کی تفسیر از مصنف	757
379	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دوسرا ظاہری جھوٹ	757
380	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تیسرا ظاہری جھوٹ	758
381	انبیاء علیہم السلام کا شفاعت سے گریز کرنا ان کی تواضع تھا	758
382	''روح اللہ وکلمته'' کی توجیہ	758
383	''فی دارہٖ'' کا محمل	759
384	یا محمد کہنے کا ثبوت	759
385	مقامِ محمود	760
386	حدیث مذکور کی اصل روایت	760
387	اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت	761
388	حوض کے ثبوت میں مذاہب	761
389	صحیح البخاری: ۷۴۴۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	762
	تہجد کا معنی	762
390	تہجد کی نماز کا شرعی حکم	762
391	آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز پڑھنا فرض تھا یا نفل	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تھا؟	763
392	تہجد میں نبی ﷺ کی دعا کے معانی	764
393	نبی ﷺ کی مغفرت طلب کرنے کے متعلق مزید احادیث	766
394	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کرنے کے محامل	766
395	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کے متعلق قاضی عیاض مالکی کی توجیہات	766
396	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کے متعلق علامہ قرطبی مالکی کی توجیہات	767
397	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کے متعلق علامہ ابی مالکی کی توجیہات	768
398	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کے متعلق علامہ سنوسی مالکی کی توجیہات	768
399	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کے متعلق علامہ تورپشتی کی توجیہات	768
400	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کے متعلق علامہ طیبی شافعی کی توجیہات	769
401	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی توجیہات	769
402	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کے متعلق علامہ ابن ملقن شافعی کی توجیہات	770
403	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کے متعلق علامہ عینی کی توجیہات	770
404	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کے متعلق مصنف کی توجیہات	771
405	صحیح البخاری: ۷۴۴۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	772
406	صحیح البخاری: ۷۴۴۴، کی شرح از علامہ عینی	773
407	صحیح البخاری: ۷۴۴۴، کی شرح از حافظ ابن حجر	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	عسقلانی شافعی	774
408	”وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ“ کے علاوہ دو جنتوں کا مصداق	774
409	اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر سے مراد وہ حجاب ہے جو اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے مانع ہے	774
410	صحیح البخاری: ۷۴۴۵، کی شرح از علامہ عینی	776
411	حدیث مذکور کے معانی	776
412	صحیح البخاری: ۷۴۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	777
413	ضرورت سے زائد پانی کو منع کرنے کی وجہ سے کنویں والے سے قتال کیا جائے گا اور اس کے احکام	777
414	عصر کے بعد جھوٹی قسم کھانے پر مواخذہ کی خصوصیت	777
415	صحیح البخاری: ۷۴۴۷، کی شرح از علامہ عینی	779
416	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	779
417	حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی	779
418	سال کے مہینوں کو پیچھے کرتے رہنے کے بعد کون سے سال مہینے اپنی ترتیب کے مطابق ہوئے؟	779
419	صحیح البخاری: ۷۴۴۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	780
420	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث کی تعداد	780
	۲۵۔ باب	780
421	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے	780
422	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	780
423	رحمت کی دو قسمیں بصفتِ ذات اور صفتِ فعل	780
424	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	781

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
425	اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمٰن اور اس کی صفتِ رحیم کا فرق	781
426	الاعراف: ۵۶ میں "قَرِیبٌ" کے لفظ کو مذکر لانے کی توجیہ	781
427	صحیح البخاری: ۷۴۴۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	783
428	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کا بیان	783
429	جس بیٹی نے رسول اللہ ﷺ کو بلایا تھا، اس کا اور آپ کی دیگر بیٹیوں کا تذکرہ	783
430	حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	783
431	حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے جس بچہ کی وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ کو بلایا تھا، اس بچہ کے مصداق کی تحقیق	784
432	حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	785
433	حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	786
434	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	786
435	اپنے بچہ کی وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ کو بلانے کے فوائد	787
436	صحیح البخاری: ۷۴۴۸، کی شرح از علامہ عینی	788
437	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	788
438	صحیح البخاری: ۷۴۴۹، کی شرح از علامہ ابن بطال	789
439	جنت اور دوزخ کے باہم جھگڑنے کی توجیہ	789
440	صحیح البخاری: ۷۴۴۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	789
441	دوزخ میں غیر مکلف لوگوں کو ڈالنے سے اللہ تعالیٰ کا ظلم لازم آتا ہے، اس اعتراض کے جوابات	789
442	حدیث مذکور کے فوائد	790
443	صحیح البخاری: ۷۴۴۹، کی شرح از علامہ عینی	791
444	اللہ تعالیٰ کا دوزخ کے لیے کسی مخلوق کو پیدا کرنا	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کسی اعتراض کا موجب نہیں ہے	791
445	اللہ تعالیٰ کے قدم کی تحقیق	791
446	صحیح البخاری: ۷۴۵۰، کی شرح از علامہ عینی	792
447	"سفع" کا معنی	792
	۲۶- باب	792
448	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو زائل ہونے سے منع کرتا ہے اور روکتا ہے"	792
	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	792
449	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	793
450	صحیح البخاری: ۷۴۵۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	794
	۲۷- باب	794
451	آسمانوں اور زمینوں اور ان کے علاوہ مخلوقات کی تخلیق کے متعلق احادیث	794
452	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	794
453	باب مذکور کی تعلیق	795
454	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	795
455	"تکوین" کے متعلق فقہاءِ اسلام کا اختلاف	796
456	صحیح البخاری: ۷۴۵۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن	797
457	حدیث مذکور کے فوائد	797
	۲۸- باب	799
458	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور بے شک ہم پہلے ہی اپنے ان بندوں سے بات کر چکے ہیں جو رسول ہیں O"	799
459	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	799
460	ازل میں اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کا ثبوت	799
461	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	799
462	صحیح البخاری: ۷۴۵۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	800

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
463	غضب پر رحمت کی تقدیم پر ایک اشکال کا جواب	800
464	صحیح البخاری: ۷۴۵۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	800
465	ازل میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں	800
466	صحیح البخاری: ۷۴۵۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن	801
467	اللہ تعالیٰ کے چار کلمات لکھنے کا حکم دینے سے اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کا ثبوت	801
468	صحیح البخاری: ۷۴۵۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	802
469	صحیح البخاری: ۷۴۵۴، کی شرح از علامہ عینی	802
470	اعمال کے مدار کا خاتمہ پر ہونا	802
471	صحیح البخاری: ۷۴۵۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن	803
	حضرت جبریل کے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لیے کم آنے کی توجیہ	803
472	صحیح البخاری: ۷۴۵۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	804
473	نبی ﷺ سے روح کے سوال کے متعلق مختلف اقوال	804
474	بنو آدم کی روح کے متعلق علماء کے اقوال	805
475	صحیح البخاری: ۷۴۵۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	805
476	روح کے علم کے متعلق علماء کے اقوال	805
477	روح کی حقیقت میں بحث کرنے کی ممانعت	805
478	روح کا عالم امر سے ہونا	805
479	حدیث مذکور کے فوائد	806
480	صحیح البخاری: ۷۴۵۷، کی شرح از علامہ عینی	806
481	حدیث مذکور کے الفاظ کے معانی	807
482	دخول جنت میں شہید کی خصوصیت	807
483	صحیح البخاری: ۷۴۵۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن	807
484	شہید کے تمام گناہوں کی مغفرت سے قرض کی عدم ادائیگی کا مستثنیٰ ہونا	807
485	کیا مال غنیمت کے حصول کے لیے جہاد کرنے والا اجر سے محروم ہوگا؟	807
486	اصحاب بدر کے لیے عموم مغفرت کی بشارت کی وضاحت	808
487	صحیح البخاری: ۷۴۵۸، کی شرح از علامہ عینی	808
488	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	808
	۲۹۔ باب	809
489	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اس کے متعلق صرف ہمارا یہ کہنا ہوتا ہے	809
490	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	809
491	اللہ تعالیٰ کے کلام کے غیر مخلوق ہونے پر دلیل	809
492	صحیح البخاری: ۷۴۵۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	810
493	اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے پر دلیل	810
494	صحیح البخاری: ۷۴۶۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن	811
495	اخیر زمانہ میں حق پر قائم رہنے والے گروہ کا مصداق	811
496	حدیث مذکور کے فوائد	811
497	مسیلمہ کذاب کا تذکرہ	812
498	صحیح البخاری: ۷۴۶۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	813
499	جس روح کے متعلق یہودیوں نے سوال کیا تھا اس کا مصداق	813
500	قرآن مجید میں روح کے قرآن پر اطلاق کے متعلق آیات	814
501	حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم پر روح کا اطلاق	814
502	قرآنِ مجید میں روح کو نفس سے تعبیر کرنے کے متعلق آیات	81

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
503	روح کے قدیم ہونے کی دلیل کا جواب	814
504	روح کے حادث ہونے پر قرآن مجید اور احادیث سے دلائل	815
505	روح کے مخلوق اور حادث ہونے کے متعلق احادیث	815
	۳۰۔ باب	816
506	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''آپ کہیے: اگر میرے رب کے کلمات (کو لکھنے) کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ضرور سمندر ختم ہو جائے گا، خواہ ہم اس کی مدد کے لیے اتنا ہی سمندر اور لے آئیں o''	816
507	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	816
508	اللہ تعالیٰ کے کلامِ قدیم کا غیر متناہی ہونا	816
509	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	817
510	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	817
511	صحیح البخاری: ۷۴۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	819
	۳۱۔ باب	819
512	مشیت اور ارادہ کا بیان	819
513	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	819
514	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	820
515	مشیّت اور ارادہ کا واحد ہونا	820
516	المعتزلہ کے مذہب کا ابطال	820
517	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	821
518	مشیّت اور ارادہ کی تعریف	821
519	بابِ مذکور کی تعلیقات	821
520	تعلیقاتِ مذکورہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	822
521	اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے متعلق دیگر آیات	822
522	تقدیر سے المعتزلہ کا مشیت اور ارادہ کے حادث ہونے پر استدلال اور اس کا جواب	823
523	ارادہ اور رضا میں فرق پر دلائل	824
524	اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے انکار پر معتزلہ کے دلائل اور ان کے جوابات	825
525	معتزلی اور سنی کے درمیان مناظرہ	826
526	اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کے متعلق حرفِ آخر	827
527	صحیح البخاری: ۷۴۶۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	828
528	اس طرح دعا کی ممانعت کی توجیہ کہ ''اگر تو چاہے تو مجھے عطا فرما''	828
529	صحیح البخاری: ۷۴۶۵، کی شرح از علامہ عینی	829
530	حدیث مذکور کے معانی	829
531	بندوں کو چاہیے کہ احکامِ شرعیہ پر عمل کریں اور حقیقت کی چھان بین نہ کریں	829
532	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب سے معارضہ	829
533	صحیح البخاری: ۷۴۶۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	830
	مومن کو کھیت کے نرم پودے کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ	830
534	صحیح البخاری: ۷۴۶۷، کی شرح از علامہ عینی	831
535	حدیث مذکور کے معانی	831
536	صحیح البخاری: ۷۴۶۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	832
537	انصار سے عقبۂ اولیٰ اور عقبۂ ثانیہ میں بیعت کرنا	832
538	انصار کی بیعت کرنے کا پس منظر	833
539	مدینہ سے ۱۲ انصار کا آ کر بیعتِ عقبہ اولیٰ کرنا اور جس چیز پر انہوں نے بیعت کی	833
540	حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کا انصارِ مدینہ کا امام ہونا اور ان	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کی تبلیغ سے ستر سے زائد لوگوں کا اسلام قبول کرنا	834
541	بیعتِ عقبہ اولیٰ کرنے والے بارہ (۱۲) صحابہ کے اسماء اور وہی نقباء ہیں	834
542	بیعتِ عقبہ ثانیہ کرنے والے مشہور صحابہ کے اسماء	834
543	تیسری بیعت، بیعتِ رضوان	835
544	حدیثِ مذکور کے فوائد	836
545	صحیح البخاری: ۷۴۶۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	837
546	حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد	837
547	تمنا کی آفات اور تقدیر کا لکھا ہوا پورا ہونا	837
548	حدیث مذکور کے فوائد	837
549	صحیح البخاری: ۷۴۷۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	839
550	جس اعرابی کی رسول اللہ ﷺ نے عیادت کی تھی اس کا تذکرہ	839
551	صحیح البخاری: ۷۴۷۱، کی شرح از علامہ عینی	839
552	نبی ﷺ نے کس سفر کے موقع پر یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحوں کو قبض کرلیا ہے، اس کے متعلق متعدد روایات	839
553	روح اور نفس واحد ہیں یا دونوں مختلف ہیں	840
554	جس نماز میں صحابہ سوتے رہ گئے تھے اس کا مصداق	840
555	نبی ﷺ سے نماز قضا ہونے کی حکمتیں	840
556	صحیح البخاری: ۷۴۷۲، کی شرح از علامہ عینی	841
557	حدیث مذکور کے الفاظ کے معانی	841
558	رسول اللہ ﷺ کا اپنی افضلیت سے منع کرنے کی توجیہ	842
559	صحیح البخاری: ۷۴۷۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	842
	مدینہ منورہ کو دجال اور طاعون سے محفوظ رکھنے کا سبب	842
560	صحیح البخاری: ۷۴۷۳ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	843
	مدینہ کی دجال اور طاعون سے حفاظت پر دیگر احادیث	843
561	صحیح البخاری: ۷۴۷۴ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	844
562	قیامت کی اس دعا کے قطعاً قبول ہونے کی توجیہ	844
563	اگر نبی کی کوئی دعا اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نبی کو اس دعا سے منع فرما دیتا ہے	844
564	رسول اللہ ﷺ نے خواب میں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کم پانی نکالنا دیکھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زیادہ پانی نکالنا دیکھا اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں کمی مراد نہیں ہے	846
565	صحیح البخاری: ۷۴۷۵ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	846
566	کنویں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کم پانی نکالنے کی توجیہ	846
567	رسول اللہ ﷺ کی زبان سے فیصلہ کا محمل	847
568	سفارش کے مطابق عمل کا ضروری نہ ہونا	847
569	صحیح البخاری: ۷۴۷۶ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	847
570	سفارش قبول کرنے اور قبول نہ کرنے کا محل	848
571	اللہ تعالیٰ سے جزم اور عزم کے ساتھ دعا کی جائے	848
572	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	850
573	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا سبب	850
574	صحیح البخاری: ۷۴۷۸ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	851
575	حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق علماء کی آراء	851
576	حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق مصنف کی تحقیق اور شیخ ابن عثیمین پر تعاقب	853

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
577	صحیح البخاری: ۷۴۷۹، کی شرح از علامہ عینی	854
578	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی	854
579	صحیح البخاری: ۷۴۷۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن	854
580	قریش اور کنانہ کے نبی ﷺ کے خلاف حلف اٹھانے کا پس منظر اور پیش منظر	854
581	شعب ابو طالب میں رسول اللہ ﷺ اور بنو ہاشم کے محصور رہنے کی مدت	855
582	صحابہ کرام کا رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کی طرف رجوع کرنا	856
	۳۲۔ باب	856
583	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کے پاس صرف اسی کی شفاعت نفع آور ہوگی جس کو وہ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا، حتیٰ کہ جب ان شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو (طالبینِ شفاعت ان سے) پوچھیں گے کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا تھا، وہ کہیں گے: حق فرمایا تھا اور وہ نہایت بلند، بہت بڑا ہے۔	856
584	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	856
585	باب مذکور کی پہلی تعلیق	857
586	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	858
587	باب مذکور کی دوسری تعلیق	858
588	باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی	859
589	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	859
590	اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ کلام کا ثبوت	859
591	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	860
592	اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کے ثبوت پر دلائل	860
593	اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ کلام کے ثبوت میں ائمہ متقدمین کی تصریحات	862
594	اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کے متعلق بعض فرقوں کے نظریات	862
595	صحیح البخاری: ۷۴۸۱، کی شرح از علامہ عینی	864
596	حدیث مذکور کے الفاظ کے معانی	864
597	صحیح البخاری: ۷۴۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	864
598	اللہ تعالیٰ کے اذن دینے کی تحقیق	865
599	''یتغنی'' کی تفسیر میں متعدد اقوال	865
600	صحیح البخاری: ۷۴۸۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	865
	۳۳۔ باب	866
601	رب تعالیٰ کا حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمانا اور اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو ندا فرمانا	866
602	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	866
603	باب مذکور کی تعلیق	867
604	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	867
605	صحیح البخاری: ۷۴۸۵، کی شرح از علامہ عینی	868
606	اللہ تعالیٰ کی محبت اور زمین والوں کے لیے مقبولیت کا معنی	868
607	صحیح البخاری: ۷۴۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	868
608	حدیث مذکور کے فوائد	869
609	صحیح البخاری: ۷۴۸۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	870
610	حدیث مذکور کے باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت	870
611	تارک نماز کے مشرک ہونے کی بحث	870
612	شیخ ابن عثیمین کی دلیلِ مذکور کا جواب	871
613	ترک نماز اور ترک زکوٰۃ میں فرق کی توجیہ	871

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
614	ترکِ نماز کے کفر نہ ہونے پر دلیل	872
615	سستی کی وجہ سے نماز ترک کرنے والوں کی سزا کے متعلق فقہاء کے اقوال	872
616	شیخ شوکانی کے دلائل کا جواب	873
	۳۴۔باب	874
617	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے جو کچھ آپ کی طرف نازل فرمایا ہے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور فرشتے (بھی) گواہی دیتے ہیں	874
618	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	874
619	بابِ مذکور کی تعلیق	874
620	صحیح البخاری: ۷۴۸۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن	875
621	رات کو سونے سے پہلے وضو کرنے کی حکمتیں	875
622	حدیث مذکور کے فوائد	876
623	صحیح البخاری: ۷۴۹۰، کی شرح از علامہ عینی	877
624	انزال اور تنزیل کا فرق	877
625	آیت مذکورہ کے شانِ نزول میں دیگر روایات	877
	۳۵۔باب	878
626	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وہ اللہ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں''	878
627	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	878
628	اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان	878
629	صحیح البخاری: ۷۴۹۱، کی شرح از علامہ ابن بطال	880
630	اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانے کا محمل	880
631	صحیح البخاری: ۷۴۹۱ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	880
632	اللہ تعالیٰ کے اپنی ذات پر ''دہر'' کے اطلاق کی توجیہ	880
633	روزہ کی خصوصیت کی توجیہ	881
634	روزہ کی جزا دینے کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی توجیہ	881
635	روزہ کے ڈھال ہونے کی توجیہ	881
636	صحیح البخاری: ۷۴۹۲ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	881
637	حدیث مذکور کے فوائد	882
638	صحیح البخاری: ۷۴۹۴، کی شرح از علامہ عینی	883
639	اللہ تعالیٰ کے آسمانِ دنیا کی طرف نزول کے متعلق شارحین حدیث کی توجیہات	883
640	صحیح البخاری: ۷۴۹۴ کی شرح از شیخ ابن عثیمین	884
641	صحیح البخاری: ۷۴۹۷، کی شرح از علامہ عینی	885
642	حدیث مذکور کے معانی	885
643	صحیح البخاری: ۷۴۹۸، کی شرح از علامہ عینی	886
644	صحیح البخاری: ۷۵۰۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	888
645	بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا بیان	888
646	جو شخص برائی کا ارادہ کرے پھر برائی کا ارتکاب نہ کرے اس کے تین حال	888
647	صحیح البخاری: ۷۵۰۲، کی شرح از علامہ عینی	890
648	حدیث مذکور کے معانی	890
649	رحم کے کلام کرنے کی توجیہ	890
650	رحم کے کھڑے ہونے کی توجیہ	890
651	یزید پر لعنت کرنے کی بحث	891
652	صحیح البخاری: ۷۵۰۳، کی شرح از علامہ عینی	892
653	حدیث مذکور کے معانی	892
654	ستاروں کو بارش کا سبب قرار دینے کی تفصیل	893
655	صحیح البخاری: ۷۵۰۶، کی شرح از علامہ عینی	895
656	اس اشکال کا جواب کہ جو مرد اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے کیسے بخش دیا؟	895
657	صحیح البخاری: ۷۵۰۶، کی شرح از علامہ ابن بطال	896
658	حدیث مذکور کے فوائد	896

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
659	مومن ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفات کے علم کا شرط نہ ہونا	896
660	ایمان کے ثبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفات کے علم کی شرط نہ ہونے پر دلیل	897
661	صحیح البخاری: ۷۵۰۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	898
662	بار بار گناہ کرنے کے باوجود بندہ کے استغفار کرنے سے اللہ تعالیٰ کا اس کو معاف فرما دینا	898
663	توبہ کی شرائط	899
664	اللہ تعالیٰ پر توبہ قبول کرنے کے متعلق اہلِ اسلام کے مذاہب	902
665	اللہ تعالیٰ پر توبہ قبول کرنے کے وجوب کی نفی پر دلائل	902
	۳۶۔ باب	903
666	قیامت کے دن رب عزوجل کا انبیاء علیہم السلام اور دیگر لوگوں سے کلام فرمانا	903
667	بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	903
668	اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے والوں کی تفصیل	903
669	حدیث مذکور کے معانی	904
670	قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی دو شفاعتیں، پہلی شفاعت تمام لوگوں کا جلدی حساب لینے کے لیے اور دوسری شفاعت خصوصاً اپنی امت کی دوزخ سے نجات کے لیے	908
671	حدیثِ شفاعت پر ایک اشکال کا جواب	908
672	صحیح البخاری: ۷۵۱۰، کی شرح از علامہ عینی	909
673	یا محمد کہنے کا ثبوت	909
674	صحیح البخاری: ۷۵۱۲، کی شرح از شیخ ابن عثیمین	911
675	جہل کے عذر ہونے کی تحقیق	911

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
676	صحیح البخاری: ۷۵۱۴، کی شرح از علامہ عینی	912
677	حدیث مذکور کے معانی	913
	۳۷۔ باب	913
678	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور اللہ نے موسیٰ سے (بلاواسطہ) بہ کثرت کلام فرمایا"	913
679	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	913
680	حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دلیل میں غالب ہونے کی توجیہ	914
681	کیا عام لوگ بھی اپنے گناہوں اور نافرمانیوں پر تقدیر کا عذر پیش کر سکتے ہیں؟	914
682	حدیثِ مذکور کے معانی	915
683	سجدۂ تعظیم کے منسوخ ہونے کا بیان	915
684	صحیح البخاری: ۷۵۱۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	920
685	شبِ معراج رسول اللہ ﷺ کے پاس تین آنے والے فرشتے	920
686	شریک کی روایت میں مذکور ہے "آپ کی طرف نزولِ وحی سے پہلے معراج ہوئی" اس پر علماء کا طعن	921
687	مسجد حرام میں آپ کے ساتھ دیگر سونے والے صحابہ کا بیان	921
688	شریک کی روایت پر علامہ خطابی اور دیگر علماء کے طعن کا جواب	921
689	فرشتوں کے دو مرتبہ راتوں میں آپ کے پاس آنے کی مدت	921
690	اس پر دلیل کہ معراج آپ کی بعثت کے بعد ہوئی ہے	922
691	اسراء کے متعلق متعدد روایات اور ان میں تطبیق	922
692	رسول اللہ ﷺ کے صدرِ کریم کے شق کی تعداد	

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے متعلق روایات	922
693	رسول اللہ ﷺ کے متعدد بار شق صدر کی حکمتیں	923
	رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر کو ایمان اور حکمت سے بھرنا	923
694	شق صدر کے بعد براق پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ میں جانے کا بیان	923
695	جنت میں کوثر کو دکھانا	924
696	حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان میں تھے یا ساتویں آسمان میں تھے، دو روایتوں کا اختلاف اور ان میں تطبیق	924
697	شب معراج نبی ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق فقہاء امت کا اختلاف	925
698	صحیح البخاری کی جس روایت میں "دنا فتدلی" مذکور ہے، اس پر علامہ خطابی کا طعن	927
699	صحیح البخاری کی روایت جس میں "دنا فتدلی" مذکور ہے اس پر طعن کے جوابات	928
700	شریک کی روایت میں دیگر خدشات	928
701	معراج جسمانی کی تحقیق	929
	۳۸۔ باب	930
702	اللہ عزوجل کا اہل جنت سے کلام فرمانا	930
703	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	930
704	صحیح البخاری: ۷۵۱۸، کی شرح از علامہ عینی	931
705	حدیث مذکور پر بعض سوالات کے جوابات	931
706	حدیث مذکور پر ایک اشکال کا جواب	932
	۳۹۔ باب	932
707	اللہ تعالیٰ کا بندوں کو حکم دینے سے یاد فرمانا اور بندوں کا اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اور گڑگڑا کر اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو مخلوق تک پہنچا کر اس کو یاد کرنا	932

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
708	باب مذکور کی شرح از علامہ قسطلانی	932
709	باب مذکور کی تعلیقات	932
710	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ قسطلانی	932
711	تعلیق مذکور کی شرح از علامہ عینی	933
	۴۰۔ باب	935
712	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لہٰذا تم اللہ کے لیے شرکاء نہ بناؤ"	935
713	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	936
714	بندوں کے افعال کا اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور بندوں کے کسب سے متعلق ہونا	936
715	باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	936
716	بندوں کے افعال کا اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونا	936
717	صحیح البخاری: ۷۵۲۰، کی شرح از علامہ عینی	940
	۴۱۔ باب	940
718	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی لیکن تمہارا یہ گمان تھا کہ تم جو کچھ کام کر رہے ہو ان کو اللہ نہیں جانتا	940
719	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	941
720	اللہ تعالیٰ کے سننے اور اس کی صفت سماعت کا ثبوت	941
721	حدیث مذکور کے فوائد	942
	۴۲۔ باب	942
722	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ ہر آن نئی شان میں ہے	942
723	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	942
724	معتزلہ کا اللہ تعالیٰ کے کلام کو حادث قرار دینا اور اس کا ابطال	942
725	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	943

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
726	صحیح البخاری: ۷۵۲۳، کی شرح از علامہ عینی	944
727	مشکل الفاظ کے معانی	944
	۴۳۔ باب	945
728	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ (قرآن کو یاد کرنے کیلئے) (عجلت سے) اپنی زبان کو حرکت نہ دیں	945
	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	945
729	باب مذکور کی تعلیق	945
730	باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی	946
731	صحیح البخاری: ۷۵۲۴، کی شرح از علامہ عینی	947
732	نبی ﷺ کی حصولِ وحی کی کیفیت اور قرأت کا حادث ہونا اور مقروء کا قدیم ہونا	947
	۴۴۔ باب	947
733	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم چھپا کر بات کرو یا ظاہر کر کے، بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے ○ کیا وہ نہیں جانتا جس کو اس نے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بہت باریک بین اور بہت خبر رکھنے والا ہے	947
734	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	948
735	اللہ تعالیٰ کے علم کا اس کی صفت ذات ہونا	948
736	صحیح البخاری: ۷۵۲۵، کی شرح از علامہ عینی	949
737	ایک سوال کا جواب	949
738	قرآن مجید کی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرنے کا محمل	950
	۴۵۔ باب	950
739	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ ایک مرد کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عطا فرمایا، پس وہ اس کی تلاوت کے ساتھ رات کے اوقات میں اور دن کے اوقات میں نمازوں میں قیام کرتا ہے اور ایک مرد یہ کہتا ہے کہ اگر مجھے بھی اس کی مثل دی جائے جیسی اس شخص کو دی گئی ہے تو میں بھی اسی طرح کرتا ہوں جس طرح یہ کرتا ہے، پس یہ بیان کیا کہ مرد کا رات کو کتاب اللہ کے ساتھ قیام کرنا اس کا فعل ہے۔	950
740	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	951
741	صحیح البخاری: ۷۵۲۸، کی شرح از علامہ عینی	952
742	کسی کی نعمت پر حسد کرنے کی تحقیق	952
	۴۶۔ باب	953
743	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے، اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا	953
744	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	953
745	باب مذکور کی تعلیقات	953
	۴۷۔ باب	959
746	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر اس کی تلاوت کرو	959
747	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	959
748	باب مذکور کی تعلیقات	959
749	حدیث مذکور سے فقہاء احناف کے مذہب کی تائید	962
	۴۸۔ باب	963
750	اور نبی ﷺ نے نماز کا نام عمل رکھا، آپ نے فرمایا: جس شخص نے نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت نہیں کی اس کی نماز نہیں ہوئی	963
751	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	963
752	نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا وجوب	963
753	مذکورہ تین اعمال کی خصوصیت	964

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۴۹- باب	964
754	اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بے شک انسان کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہےO جب اس پر مصیبت آئے تو وہ گھبرا جاتا ہےO اور جب اسے نفع پہنچے تو بخل کرتا ہےO	964
755	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	964
756	انسان کے خلقی اور جبلی اوصاف	964
	۵۰- باب	965
757	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب سے ذکر کرنا اور اس سے روایت کرنا	965
758	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن	965
759	صحیح البخاری: ۷۵۳۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن	966
760	اللہ تعالیٰ کے ایک ہاتھ یا دو ہاتھ قریب ہونے کی توجیہ	966
761	اللہ تعالیٰ کے ایک ہاتھ قریب ہونے یا دو ہاتھ قریب ہونے کے متعلق علماء کی آراء	966
762	صحیح البخاری: ۷۵۳۸، کی شرح از علامہ عینی	967
763	ہر عمل کے کفارہ ہونے کا محمل	967
764	روزہ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت کی توجیہ	967
765	روزہ دار کی منہ کی بو کے پسندیدہ ہونے پر ابحاث	968
766	صحیح البخاری: ۷۵۳۹، کی شرح از علامہ عینی	969
767	صحیح البخاری: ۷۵۴۰، کی شرح از علامہ عینی	970
768	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت	970
	ترجیع کا معنی	970
	۵۱- باب	970
769	تورات اور دیگر آسمانی کتابوں کے عربی میں ترجمہ کا جواز، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	
770	''آپ کہیے: اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر اس کی	
	تلاوت کرو''	970
771	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	970
772	صحیح البخاری: ۷۵۴۱، کی شرح از علامہ عینی	971
773	قرآن مجید کو فارسی زبان میں پڑھنے پر امام ابوحنیفہ کے دلائل	971
774	دوسرے فقہاء جو قرآن مجید کو فارسی زبان میں پڑھنے سے منع کرتے ہیں ان کے دلائل	972
775	فارسی میں قرآن مجید کو پڑھنے پر امام ابوحنیفہ کے دلائل کے جوابات	972
776	دوسرے فقہاء کے دلائل کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب	973
777	صحیح البخاری: ۷۵۴۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	974
778	نماز میں سورۂ فاتحہ کو فارسی زبان میں پڑھنے کی تحقیق	974
779	صحیح البخاری: ۷۵۴۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	975
	۵۲- باب	975
780	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: قرآن مجید کی تلاوت میں ماہر معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا، (اور آپ کا ارشاد:) قرآنِ مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کر کے پڑھو	975
781	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	975
782	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	976
783	صحیح البخاری: ۷۵۴۵، کی شرح از علامہ عینی	978
784	حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	978
785	بعض مشکل جملوں کے معانی	978

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۵۳۔ باب	980
786	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو	980
787	صحیح البخاری: ۷۵۵۰، کی شرح از علامہ عینی	981
788	حدیث مذکور کے معانی	981
789	صحیح البخاری: ۷۵۵۰، کی شرح از علامہ ابن بطال	981
790	نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی عدمِ فرضیت پر دلیل	982
791	سات حروف کی تحقیق	982
	۵۴۔ باب	983
792	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے	
793	کوئی نصیحت قبول کرنے والا	983
794	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	983
795	بابِ مذکور کی تعلیقات	983
796	صحیح البخاری: ۷۵۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	985
797	تقدیر میں لکھے ہوئے پر تکیہ کرنے کی بحث	985
798	اشکالِ مذکور کا مصنف کی طرف سے جواب	985
	۵۵۔ باب	986
799	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلکہ قرآن بہت عظمت والا ہے O لوحِ محفوظ میں (مکتوب) ہے O اور (پہاڑ) طور کی قسم O اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے۔	986
800	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	986
801	بابِ مذکور کی تعلیقات	986
802	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	988
803	امام بخاری کے نزدیک یہود کی تحریف سے مراد ان کی باطل تاویلات ہیں	988

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
804	یہود کی تحریف کے معنی کے متعلق شارحین سابقین کے چار اقوال	988
805	تاویل اور تفسیر کا معنی	989
806	صحیح البخاری: ۷۵۵۴، کی شرح از علامہ عینی	990
	۵۶۔ باب	991
807	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حالانکہ تم کو اور تمہارے کاموں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے	991
808	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	991
809	بابِ مذکور کی تعلیقات	991
810	بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی	992
811	صحیح البخاری: ۷۵۵۵، کی شرح از علامہ عینی	995
812	حدیثِ مذکور کے معانی	995
813	صحیح البخاری: ۷۵۵۶، کی شرح از علامہ عینی	997
814	صحیح البخاری: ۷۵۵۷، کی شرح از علامہ عینی	997
815	حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	997
816	تصویر بنانے کا شرعی حکم	998
817	جس کپڑے میں نقش ہو اس کے جواز کا بیان	999
818	جن کپڑوں پر تصویر نقش ہو ان کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق	999
819	تصویروں کو بنانے، ان کو رکھنے اور ان کو دیکھنے کی تحقیق	1000
820	صحیح البخاری: ۷۵۵۹، کی شرح از علامہ عینی	1001
	۵۸۔ باب	1001
821	فاجر اور منافق کے قرآن پڑھنے کا بیان اور یہ کہ ان کی آوازیں اور ان کی تلاوت ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرتی	1001
822	بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی	1001
823	فاجر کا منافق ہونا	1001

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
824	باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال	1001
825	صحیح البخاری: ۷۵۶۰، کی شرح از علامہ عینی	1003
826	صحیح البخاری: ۷۵۶۱، کی شرح از علامہ عینی	1003
827	حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	1004
828	حدیث مذکور کے معانی	1004
829	کاہنوں کا بیان	1004
830	صحیح البخاری: ۷۵۶۲، کی شرح از علامہ عینی	1005
831	حدیثِ مذکور کے معانی	1005
832	اس سوال کا جواب کہ اگر سر منڈانا خوارج کی علامت ہے تو پھر تو بہت لوگ خوارج کا مصداق ہوں گے؟	1005
833	حدیث مذکور کے معانی	1005
834	خوارج کی تعریف اور ان کا مصداق	1005
835	صحیح البخاری: ۷۵۶۲، کی شرح از علامہ ابن بطال	1006
836	خوارج کے اسلام سے خارج ہونے کا بیان	1006
837	خوارج کے متعلق مفصل حدیث	1006
838	نبی ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کرنے والے کا نام	1007
	نبی ﷺ جس مال سے عطا فرما رہے تھے اس کے متعلق متعدد اقوال	1007
839	خوارج کی قرأت ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گی	
840	خوارج کی صفات	1008
841	خوارج کی تکفیر میں فقہاء کا اختلاف	1008
842	خوارج کی صفات کا مظہر اور مصداق	1008
	۵۸۔ باب	1009
843	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے	
844	باب مذکور کی شرح از علامہ عینی	1009
945	''الموازین القسط'' پر اس اعتراض کا جواب کہ قیامت کے دن ایک ہی میزان ہوگی، پھر ''الموازین'' جمع کا صیغہ کیوں لایا گیا؟ اور اس اعتراض کا جواب کہ ''الموازین'' جمع ہے اور ''القسط'' واحد ہے، سو یہ واحد کا لفظ جمع کی صفت کیسے ہوگا؟	1009
946	میزان کی تعریف	1010
947	اس سوال کا جواب کہ میزان میں بندوں کے اقوال اور اعمال کا وزن کیا جائے گا اور وہ اعراض ہیں اور وزن اجسام کا ہوتا ہے	1010
848	باب مذکور کی تعلیقات	1010
849	اعمال کو وزن کرنے کی تحقیق از مصنف	1010
850	صحیح البخاری: ۷۵۶۳، کی شرح از علامہ عینی	1011
851	''کلمتان'' کا معنی	1012
852	''حبیبتان'' کا معنی	1012
853	تاء کی آٹھ قسمیں	1012
854	لفظِ رحمٰن کی خصوصیت کی توجیہ	1013
855	لفظ ''سبحان'' کی تحقیق	1013
856	صحیح البخاری: ۷۵۶۳، کی شرح از علامہ ابن بطال	1013
857	بنو آدم کے اعمال کے وزن کی توجیہ	1013
858	صحیح البخاری: ۷۵۶۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن	1014
859	صحیح البخاری کے آخر میں ''سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم'' پر مشتمل حدیث کو ذکر کرنے کی توجیہات	1014
860	اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے متعلق دیگر احادیث	1015
861	''سبحان اللہ وبحمدہ'' سے تمام گناہوں کا معاف ہونا آیا صرف متقین کے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لیے	1015

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
862	اس قول پر مصنف کا تعاقب	1016
863	صحیح البخاری: ۷۵۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی	1016
864	تسبیح اور تہلیل کی احادیث کا موازنہ	1017
865	صحیح البخاری کی احادیث کا اختتام	1019
866	''نِعَمُ الباری'' کی سولہویں (۱۶) جلد کی تکمیل	1019
867	''نعمة الباری'' اور ''نِعم الباری'' کا اجمالی ذکر	1020
868	صحیح البخاری کی شروحات پر ایک اجمالی نظر	1020
869	علامہ ابن بطال مالکی کی شرح پر تبصرہ	1021
870	حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری پر تبصرہ	1021
871	علامہ عینی حنفی کی عمدۃ القاری پر تبصرہ	1021
872	علامہ ابن الملقن کی ''التوضیح لشرح الجامع الصحیح'' پر تبصرہ	1022
873	علامہ کورانی کی ''الکوثر الجاری'' پر تبصرہ	1022
874	علامہ قسطلانی کی ''ارشاد الساری'' پر تبصرہ	1022
875	شیخ ابن عثیمین حنبلی نجدی کی ''شرح صحیح البخاری'' پر تبصرہ	1022
876	''تبیان الفرقان''	1022
877	حضرت حفیظ البرکات شاہ صاحب کے لیے کلماتِ تشکر	1023
878	حضرت مفتی اعظم پاکستان کے لیے کلماتِ تشکر	1024
879	دیگر معاونین اور محبین کے لیے کلماتِ تشکر	1024
880	نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد خامس عشر (۱۵) کی ڈائری	1026
881	مصادر التحقیق فی نعم الباری	1027

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

افتتاحیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ ربّ العالمین، الّذی جعلنا من المسلمین، ووصفنا بخیر امّۃ من الأمم الماضین، و انعم علینا بتنزیل القرآن الکریم و ھدانا بہ الی الصّراط المستقیم، و الصلوٰۃ والسّلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغرّ المحجّلین، الذی شرح الفرقان باحادیثہ و بیانہ القویم، و کشف عن اسرارہ و غوامضہ لھدایۃ النّاس اجمعین، و انقذنا بحسن سیرتہ من الظلمات والضلال المبین، و علی الہ الطیبین واصحابہ الطّاھرین الذین قاموا باشاعۃ الدین المتین مع کمال الخلوص والجھد العظیم، و علی ازواجہ الطّاھرات امھات المؤمنین، و علی جمیع الائمۃ التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدّین۔

و بعد فیقول العبد الفقیر الی مولاہ القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربہ السرمدی انّی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیہ نعم الباری) توکّلاعلی رحمۃ اللّٰہ و فضلہ العمیم۔ ولا یکون تحریرہ و تقریرہ و تکمیلہ الّا نعمتہ العظمیٰ۔ فلذا سمّیتہ بنعمۃ الباری فی شرح الصحیح للبخاری۔ (تقبّلہ اللّٰہ بلطفہ و تغمدنی بغفرانہ بمحض فضلہ)

اشھد ان لا الہ الّا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد انّ سیّدنا و مولانا محمدا عبدہ و رسولہ۔ اعوذ باللّٰہ من شرور نفسی و من سیئات اعمالی۔ من یھدہ اللّٰہ فلا مضلّ لہ ومن یّضللہ فلا ھادی لہ۔ اللھم ارنی الحق حقاً وارزقنی اتباعہ۔ اللھم ارنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابہ۔ اللھم اجعلنی فی تصنیف ھذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعلہ موافقاً باسمہ واحفظہ من شرور الاشرار و الحاسدین۔ اللھم اجعلہ خالصا لوجھک الکریم و مقبولاً عندک وعند رسولک الرؤف الرحیم واجعلہ شائعاً و مستفیضاً و مفیضاً و مرغوباً فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبیّ الکریم ﷺ فی الدنیا و شفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ و امتنی علی الایمان بالکرامۃ۔ اللھم انت ربّی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت۔ اعوذ بک من شرّما صنعت ابوٓء لک بنعمتک علیّ وابوٓء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ ربّ اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ و علی والدیّ وان اعمل صالحاً ترضٰہ۔ آمین یا ربّ العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن کریم نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور با کمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں تفسیر تبیان القرآن سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے صحیح بخاری کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعم الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف وعنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور ومقبول، مرغوب ومحبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے، پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۹۳۔ کِتَابُ الْأَحْكَامِ

احکامِ شرعیہ کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

احکام کا لفظ ''حکم'' کی جمع ہے اور اس سے مراد حکم کے آداب اور اس کی شرائط ہیں، اسی طرح حاکم سے مراد بھی حکم کے آداب اور اس کی شرائط ہیں، اور حاکم کا لفظ خلیفہ اور قاضی کو شامل ہے۔ امام بخاری نے اس عنوان میں ان امور کو ذکر کیا ہے جو احکام اور حکام دونوں سے متعلق ہیں۔

فقہاء کے نزدیک حکمِ شرعی کی تعریف یہ ہے: ''اللہ تعالیٰ کا خطاب جو مکلفین کے افعال کے ساتھ متعلق ہے خواہ وہ خطاب اقتضاء یعنی طلب کے ساتھ ہو یا تخییر کے ساتھ ہو''۔ اور ''الحُکم'' کا مادہ الاحکام ہے اور اس کا معنی ہے: کسی چیز کو پختہ بنانا اور اس کو عیب سے دور رکھنا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت التوفی ۱۵۰ھ نے حکمِ شرعی کی درجِ ذیل تعریف کی ہے:

''معرفۃ النفس مالھا وماعلیھا'' یعنی انسان کے نفس کا ان چیزوں کو جاننا جو اس کے حق میں مفید ہیں اور ان چیزوں کو جاننا جو اس کے حق میں مضر ہیں، سو یہ حکمِ شرعی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۔ بَابٌ:

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۵۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں ان کی (اطاعت کرو)''

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ النساء: ۵۹ میں ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ'' کے بعد ''اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ'' میں ''اَطِيْعُوا'' کا اعادہ فرمایا ہے اور ''اُولِى الْاَمْرِ'' کے ساتھ ''اَطِيْعُوا'' کے فعل کا اعادہ نہیں فرمایا

عام طور پر یہ معروف ہے کہ اس آیت میں امراء کی اطاعت کرنا مقصود ہے، اس کے برخلاف بعض مفسرین نے کہا: یہ آیت علماء کی اطاعت کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور امام ابوجعفر طبری نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

امام ابن عیینہ نے کہا کہ میں نے زید بن اسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا اور اس وقت مدینہ میں محمد بن کعب کے بعد زید

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بن اسلم کی مثل کوئی قرآن کی تفسیر کرنے والا نہیں تھا، سوانہوں نے کہا: تم اس آیت سے پہلی آیت کو پڑھوتو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا۝ (النساء:۵۸)

بے شک اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ تمہیں کیسی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے O

زید بن اسلم نے کہا: یہ آیت والیوں اور حکام کے متعلق ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ ''اَطِیْعُوا اللّٰهَ'' کے بعد ''اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ'' میں لفظ ''اَطِیْعُوْا'' کا ارادہ فرمایا ہے اور ''اُولِی الْاَمْرِ'' کے ساتھ ''اَطِیْعُوْا'' کا فعل ذکر نہیں فرمایا، جب کہ دونوں جگہ حقیقت میں ''مطاع'' اللہ تعالیٰ ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی احکام تکلیفیہ کا علم ہوتا ہے جو کہ قرآن اور سنت میں مذکور ہے، پس گویا اصل عبارت یوں ہے کہ ''جن چیزوں کی تمہارے لیے قرآن مجید میں تصریح کی گئی ہے ان میں تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے قرآن کے جن احکام کا بیان کرتے ہیں ان کی اطاعت کرو اور جن چیزوں کے سنت ہونے کی تمہارے لیے تصریح کرتے ہیں ان میں ان کی اطاعت کرو'' اور دوسری تقریر یہ ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کے مطابق جو تمہیں حکم دیتے ہیں جس کی تلاوت کی جاتی ہے اس میں ان کی اطاعت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کے مطابق جو تمہیں حکم دیتے ہیں جو قرآن میں مذکور نہیں ہے اس میں ان کی اطاعت کرو''۔

اور ایک منفرد جواب یہ ہے کہ بعض تابعین نے بنی امیہ کے بعض حکام سے اس وقت کہا جب انہوں نے یہ کہا کہ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ یہ حکم نہیں دیتا کہ تم ہماری اطاعت کرو؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ'' یعنی حکام کی اطاعت کرو، تو بعض تابعین نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ جب تم حق کے خلاف کوئی بات کرو تو تمہاری اطاعت کو چھین لیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ (النساء:۵۹)

پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو بشرطیکہ تم اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔

علامہ الطیبی نے اس سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ ''اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ'' میں لفظ ''اَطِیْعُوْا'' کے فعل کا اعادہ کیا گیا ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مستقل ہے، اور ''اُولِی الْاَمْرِ'' میں ''اَطِیْعُوْا'' کے فعل کا اعادہ نہیں کیا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ بعض امراء ایسے پائے جائیں گے جن کی اطاعت واجب نہیں ہوگی، پھر اس کا بیان فرمادیا ''فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ... الآیۃ''۔

گویا کہ یوں فرمایا کہ حکام اگر حق کے ساتھ عمل نہ کریں تو ان کی اطاعت نہ کرو، اور ان کے جو احکام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہوں، ان احکام کو رد کردو۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مصنف کی طرف سے سوالِ مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں: ''اَطِیْعُوا اللّٰهَ'' اور ''اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ'' میں ''اَطِیْعُوْا'' کے فعل کا اعادہ کیا گیا ہے اور ''اُولِی الْاَمْرِ'' سے پہلے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''أَطِيعُوا'' کے فعل کا اعادہ نہیں فرمایا، اس میں نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی مستقل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی مستقل ہے خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا حکم دیں جو قرآن مجید میں صراحةً مذکور نہ ہو، تب بھی اس کی اطاعت واجب ہے مثلاً قرآن مجید نے پالتو گدھے کے کھانے کو حرام نہیں قرار دیا اور نہ کچلیوں سے شکار کرنے والے درندوں کو اور نہ پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں کو حرام قرار دیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھے کے کھانے کو بھی حرام قرار دیا اور شکاری درندوں اور شکاری پرندوں کو بھی حرام قرار دیا، سو آپ کا یہ حکم اگرچہ صراحةً قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے لیکن آپ کے اس حکم کی اطاعت واجب ہے، اور حکام سلطنت کی اطاعت مستقل نہیں ہے، ان کی اطاعت صرف ان ہی احکام میں واجب ہے جب ان کے احکام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق ہوں اور قرآن اور سنت سے مستنبط ہوں، اور اگر وہ اپنی طرف سے کوئی حکم دیں جو قرآن و سنت سے مستنبط نہ ہوں تو ان کے ایسے احکام کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۱۳۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کر لی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

(صحیح البخاری: ۲۹۵۷، ۷۱۳۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۵، سنن نسائی: ۴۱۹۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۵۹، مسند احمد: ۱۰۲۵۹)

صحیح البخاری: ۷۱۳۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امراء اور حکام کی اطاعت مجملاً واجب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مطلقاً واجب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت میں ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد امراء اور حکام ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۵۰)

اور حسن بصری نے کہا: اس آیت میں ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد علماء یا صحابہ ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۵۲)

اور مجاہد نے کہا: اس آیت میں ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد صاحبانِ عقل اور سنتِ رسول کو جاننے والے اور علماء ہیں۔

(تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۵۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۴۲۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۱۳۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امیر کی اطاعت کا حکم دینے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی"۔

بخاری کے ایک شارح علامہ ابن التین نے لکھا ہے: کہا گیا ہے کہ قریش اور عرب کے لوگ جوان کے قریب رہنے والے تھے، وہ کسی کی امارت اور حکومت کو نہیں پہچانتے تھے تو وہ امراء اور حکام کی بات نہیں مانتے تھے، تو آپ نے یہ ارشاد ان کو امراء کی اطاعت پر برانگیختہ کرنے کے لیے فرمایا، تا کہ وہ امراء کی اطاعت کریں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لشکر کہیں روانہ کریں اور کسی کو اس کا امیر بنائیں یا کسی شہر کا آپ کوئی حاکم مقرر کریں تو عوام اس کی اطاعت کریں اور اس کے خلاف خروج نہ کریں، تا کہ مسلمانوں کا اتحاد قائم رہے اور ان میں انتشار نہ ہو۔

دراصل یہ امام شافعی کی عبارت ہے جس کو انہوں نے کتاب الام میں ذکر کیا ہے، اور میں بعض شافعی شارحین پر حیران ہوں کہ انہوں نے امام شافعی کی اس عبارت کی کس طرح علامہ ابن التین کی طرف نسبت کر دی، اور علامہ ابن التین نے اس کلام کو علامہ خطابی کی عبارت سے اخذ کیا ہے۔

امام احمد اور امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: "کیا تم نہیں جانتے جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی، اور بیشک میری اطاعت بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہے، صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! بلکہ ہم گواہی دیتے ہیں، آپ نے فرمایا: پس بے شک میری اطاعت میں سے یہ ہے کہ تم میرے مقرر کردہ حکام کی اطاعت کرو، اور ایک روایت میں فرمایا: میرے مقرر کردہ ائمہ کی اطاعت کرو"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امراء اور حکام کی اطاعت کرنا واجب ہے لیکن یہ اس وقت واجب ہے جب امراء اور حکام اللہ کی کسی نافرمانی کا حکم نہ دیں، اور امراء کی اطاعت کا حکم دینے میں حکمت یہ ہے کہ امت کا اتحاد قائم رہے اور امت میں انتشار نہ ہو۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دینے پر مصنف کے دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝ (النساء: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کر لی، اور جس نے پیٹھ پھیری تو ہم نے آپ کو ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا ○

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (الحشر: ۷)

اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۱۳۸۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! تم میں سے ہر شخص (اپنے عوام کا) محافظ اور نگہبان ہے، اور تم میں سے ہر شخص سے اس کے عوام کے متعلق سوال کیا جائے گا، پس جو شخص اپنے عوام کے ملک کا سربراہ ہے اس سے اس کے عوام کے متعلق سوال کیا جائے گا، اور مرد اپنے گھر والوں کا محافظ اور نگہبان ہے اور اس سے اس کے گھر والوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں کی اور اس کی اولاد کی حفاظت کرنے والی ہے، اور اس سے اس کے گھر والوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، اور کسی مرد کا غلام اپنے آقا و مالک کے مال کا محافظ اور نگہبان ہے اور اس سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا، سنو! تم میں سے ہر شخص محافظ اور نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کے زیرِ انتظام لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۸۹۳، ۲۴۰۹، ۲۵۵۴، ۲۵۵۸، ۲۷۵۱، ۵۱۸۸، ۵۲۰۰، ۷۱۳۸، صحیح مسلم: ۱۸۲۹، سنن ترمذی: ۱۷۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۹۲۸، مسند احمد: ۵۹۹۰)

صحیح البخاری: ۷۱۳۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہر محافظ کی اپنے زیرِ حفاظت لوگوں کی تفصیل

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی المتوفی ۷۴۳ھ، لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "ہر شخص اپنے زیرِ انتظام کا محافظ ہے"۔

اس محافظ سے محافظ لذاتہ مطلوب نہیں ہے، اس کو اس لیے محافظ بنایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو اس کے زیرِ حفاظت رکھا ہے ان چیزوں میں شارع علیہ السلام کی اجازت کے بغیر تصرف نہ کرے، پہلے نبی ﷺ نے اجمالاً ذکر فرمایا، پھر بعد میں آپ نے ہر ایک کی تفصیل فرمائی کہ سربراہِ ملک اپنے زیرِ حفاظت عوام کی حفاظت کرے، اور مرد اپنے زیرِ حفاظت گھر والوں کی حفاظت کرے، اور عورت اپنے زیرِ حفاظت گھر کے مال اور خاوند کی اولاد کی حفاظت کرے، اور غلام اپنے مالک کے مال کی حفاظت کرے۔

دوسرے علماء نے یہ بیان کیا کہ اس حدیث میں ان کا ذکر ہے جن کے زیرِ انتظام یا جن کے ماتحت کچھ لوگ ہیں، لیکن جس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شخص کے زیرِ انتظام کوئی نہ ہو، نہ کوئی اس کا ماتحت ہو اور وہ منفرد ہو، نہ اس کی بیوی ہو، نہ اس کا خادم اور غلام ہو اور نہ اس کی اولاد ہو، سو وہ کس کا محافظ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کا محافظ ہے حتیٰ کہ اپنے اعضاء سے وہ کام لے جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا ہے، اور اپنے اعضاء کو ان کاموں سے روکے جن کاموں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، لہٰذا وہ اپنے اعضاء کا راعی اور محافظ ہے اگرچہ وہ خود بھی سربراہِ ملک یا اپنے آقا کے زیرِ انتظام اور زیرِ حفاظت ہے، لہٰذا وہ راعی اور محافظ بھی ہے اور مرعی اور زیرِ حفاظت بھی ہے۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''ہر راعی اور محافظ سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا کہ آیا اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو قائم کیا یا اس کو ضائع کر دیا؟''

اور امام ابن عدی نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر راعی اور محافظ سے یہ سوال کرے گا کہ جن کو اس کی حفاظت میں دیا گیا تھا اس نے ان کی حفاظت کی یا ان کو ضائع کر دیا؟''

اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر مکلف اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں کوئی تقصیر یا کمی کرے گا تو اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خادم اور غلام کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے مالک کے مال میں اس کی اجازت سے تصرف کریں، اسی طرح بیوی اور اولاد کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے شوہر اور والد کے مال میں اس کی اجازت سے تصرف کریں۔

بنو امیہ کے بعض متعصب حکمرانوں نے جعلی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو خلافت کا منصب دیتا ہے تو اس کی نیکیوں کو لکھتا ہے اور اس کی برائیوں کو نہیں لکھتا''۔ ابنِ شہاب جب ولید بن عبدالملک کے پاس گئے تو ولید بن عبدالملک نے ابنِ شہاب سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو ابنِ شہاب نے کہا: یہ حدیث جھوٹی ہے اور کاذب ہے، اور اس کے کاذب ہونے پر یہ آیت دلیل ہے:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝۲۶ (ص:۲۶)

اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے، سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور خواہش کی پیروی نہ کیجئے، ورنہ (نفس کی پیروی) آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دے گی، بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے کیونکہ وہ روزِ حساب کو بھول جاتے ہیں O

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اگر خلیفہ بھی غلط کام کرے گا تو اس سے بھی مواخذہ کیا جائے گا۔

پھر ولید بن عبدالملک نے یہ سن کر کہا: بے شک لوگ ہم کو ہمارے دین سے گمراہ کر دیتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مریدوں کا پیروں کو گمراہ کرنا

میں کہتا ہوں: جس طرح بنو اُمیہ کے دور میں لوگ خلفاء کی خوشامد کرنے کے لیے جعلی اور جھوٹی حدیثیں سناتے تھے، اسی طرح ہمارے دور میں پیروں کی خوشامد کے لیے اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کے مریدین ان کی جھوٹی کرامات بیان کرتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس دنیا میں جس پر بھی اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہو رہا ہے وہ انہی پیروں کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ اس صورت حال سے ہمارے دور کے پیروں کی اصلاح فرمائے اور مریدوں کو ہدایت دے کہ وہ پیروں کو گمراہ نہ کریں۔ (سعیدی غفرلہ)

۲۔ بَابٌ: اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ — امراء اور حکام کا قریش سے ہونا

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کی احادیث کا عنوان قائم کیا ہے ''امراء قریش میں سے ہیں'' اور امام طبرانی کی روایت میں امراء کی بجائے ائمہ کا لفظ ہے، اور امام ابوداؤد الطیالسی اور امام بزار اور امام بخاری نے ''التاریخ'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ائمہ قریش سے ہوں گے جب تک کہ وہ حکم میں عدل کرتے رہیں گے۔۔۔الحدیث۔

اور امام نسائی اور امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مُلک اور حکومت قریش میں رہے گی، اور امام احمد نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ائمہ قریش سے ہوں گے، اس حدیث کے رجال صحیح ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۶۔۳۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خلافت کے قریش کے ساتھ مخصوص ہونے پر دلائل اور منکرین کا رد

اس حدیث میں نظام معتزلی اور ضرار اور خوارج میں سے ان کے موافقین کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ امام اور خلیفہ کے لیے قرشی ہونے کی شرط نہیں ہے۔ (اکمال المعلم ج ۶ ص ۲۱۴)

ان منکرین نے کہا: امامت کا ہر وہ شخص مستحق ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے احکام کو قائم کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق لوگوں کو فتوے دے خواہ وہ عجمی ہو یا کوئی اور ہو، پس جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور ہم اس کو اس منصب سے معزول کرنا چاہیں تو یہ ہمارے لیے آسان ہوگا۔

اور ابوبکر بن الطیب نے کہا: یہ قول تمام مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ خلافت قریش میں رہے گی، اور اسی پر مسلمان ہر زمانہ میں عمل کرتے رہے ہیں، اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے لیے وصیت کی اور فرمایا: تم میں سے جو شخص اس خلافت اور حکومت کے منصب پر فائز ہو تو وہ ان کی برائیوں سے درگزر کرے۔
(صحیح البخاری: ۹۲۷)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس اگر خلافت انصار کی طرف مفوض ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے متعلق یہ وصیت نہ فرماتے اور ان احادیث کی صحت پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے تمام لوگوں کے سامنے سقیفہ بنو ساعدہ میں اس حدیث سے انصار کے امیر ہونے کے خلاف استدلال کیا اور انصار میں سے جو اکابر صحابہ تھے، انہوں نے اس حدیث کو سننے کے بعد اس موقف سے رجوع کر لیا کہ انصار سے بھی ایک امیر ہونا چاہیے جب کہ وہ اس سے پہلے اس پر کافی بحث کر چکے تھے کہ ایک امیر انصار سے ہو اور ایک امیر مہاجرین سے ہو۔ اور اگر انصار کو اس حدیث کی صحت کا علم نہ ہوتا تو وہ ضرور اس حدیث کی صحت پر طعن کرتے اور اس کا رد کرنے کے درپے ہوتے اور یہ ناممکن تھا کہ تمام قریش ایک جھوٹے دعویٰ پر قائم ہوتے، کیونکہ جو چیز احادیث سے ثابت نہ ہو تو اختلاف کے وقت اس پر طعن کیا جاتا ہے، اور خاص طور پر جب کہ اس امر عظیم (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ ہونے) کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہو گیا تھا۔

امام اور خلیفہ کے قرشی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ صدرِ اول سے لے کر اس کے بعد کے تمام زمانوں میں اس کا اعتبار کیا جاتا رہا، اور بعض متکلمین نے یہ کہا کہ خلافت تمام قبائلِ عرب میں ہونی چاہیے لیکن مسلمانوں کا اجماع اس کے خلاف ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۴۲۹۔۴۳۰، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۱۳۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ يُحَدِّثُ أَنَّهُ بَلَغَ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ عِنْدَهُ فِي وَفْدٍ مِنْ قُرَيْشٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَيَكُونُ مَلِكٌ مِنْ قَحْطَانَ فَغَضِبَ فَقَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ رِجَالًا مِنْكُمْ يُحَدِّثُونَ أَحَادِيثَ لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ وَلَا تُؤْثَرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُولَئِكَ جُهَّالُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَالْأَمَانِيَّ الَّتِي تُضِلُّ أَهْلَهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ فِي قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللهُ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ مَا أَقَامُوا الدِّينَ تَابَعَهُ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ۔

(صحیح البخاری: ۳۵۰۰، ۷۱۴۰، صحیح مسلم: ۱۸۲۰، مسند احمد: ۲۰۸۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ محمد بن جبیر بن معطم ان سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث پہنچی اور اس وقت وہ ان کے پاس قریش کے ایک وفد میں تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما حدیث بیان کرتے ہیں: عنقریب تمہارے لیے قحطان سے ایک بادشاہ ہوگا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوئے، پس وہ کھڑے ہوئے، پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے، پھر کہا: حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ بے شک مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے بعض لوگ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، اور یہ لوگ تمہارے جاہل ہیں، پس تم ان لوگوں سے اور ان کی آرزوؤں سے دور رہو جو ان آرزوؤں والوں کو گمراہ کر دیں گی، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک یہ خلافت قریش میں ہوگی، جو شخص بھی ان سے عداوت رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس کو منہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے بل گرادے گا، جب تک وہ دین کو قائم کرتے رہیں گے۔
اس حدیث کی نعیم نے متابعت کی ہے از ابن المبارک از معمر از الزہری از محمد بن جبیر۔

صحیح البخاری: ۷۱۳۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قحطان سے بادشاہ ہونے کی تاویل اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا منشاء

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: ''عنقریب قحطان سے ایک بادشاہ ہوگا''۔ ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ یہ بادشاہ غیر خلیفہ ہوگا اور غلبہ کے ساتھ لوگوں پر حکومت کرے گا اور لوگوں کی رضا اس کی حکومت کے متعلق نہیں ہوگی۔
اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے اس قول کا اس لیے انکار کیا کہ کہیں یہ گمان نہ کیا جائے کہ قریش کے غیر سے بھی خلیفہ ہونا جائز ہے، اور اگر کسی صحابی کے پاس کوئی ایسی حدیث ہوتی کہ غیر قریش سے بھی خلیفہ ہوسکتا ہے تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت اس حدیث کی خبر دیتا جب انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما پر انکار کیا تھا۔
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے جو کہا تھا کہ ''عنقریب قحطان سے بادشاہ ہوگا'' اس کا تحقق اس وقت ہوگا جب قیامت کی علامات ظاہر ہوجائیں گی اور دین متغیر ہوجائے گا۔
امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ایک مرد قحطان سے نکلے اور اپنی لاٹھی اور اپنے زور سے لوگوں کو چلائے''۔ (صحیح البخاری: ۳۵۱۷)
یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ ایسے امور واقع ہوں گے جو شرعاً جائز نہیں ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''یہ خلافت قریش میں اس وقت تک رہے گی جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے''۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض قریشی خلفاء ایسے ہوں گے جو دین کو قائم نہیں کریں گے تو پھر ان کے اوپر قحطانی غالب آجائیں گے۔

خلافت قائم کرنے کا حکم

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ امامت اور خلافت کو قائم کرنا فرض ہے یا سنت ہے؟ جنہوں نے کہا کہ خلافت کو قائم کرنا فرض ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ فرائض کا قیام خلافت کے قیام پر موقوف ہے، اور جنہوں نے کہا کہ خلافت کو قائم کرنا سنت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد خلافت معطل ہوگئی تھی، اور جو کہتے ہیں کہ خلافت فرض ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ضرورت کی بناء پر خلیفہ کا تقرر نہیں کیا گیا۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۴۳۰۔ ۴۳۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن سے مصنف کا اختلاف

میں کہتا ہوں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلافت معطل نہیں ہوئی تھی بلکہ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اوران کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلیفہ برحق تھے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ ”خلافت (متصلہ) تیس سال تک رہے گی“ اور یہ تیس سال حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات پر پورے ہو گئے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۷۱۳۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خلفاء کے خلاف خروج کرنے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”قریش اس وقت تک خلافت پر برقرار رہیں گے جب تک وہ دین کو قائم کرتے رہیں“۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جب وہ دین کو قائم نہیں کریں گے تو پھر ان کے احکام نہیں سنے جائیں گے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ جب خلیفہ کفر یا بدعت کی دعوت دے تو اس کے خلاف خروج کیا جائے، اور جب خلیفہ لوگوں کے مال غصب کرے اور خون ریزی کرے اور لوگوں کی عزتیں پامال کرے تو پھر اس کے خلاف خروج کرنے میں اختلاف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابن التین کا یہ کہنا درست نہیں کہ جب خلیفہ کسی بدعت کی دعوت دے تو اس کے خلاف خروج کرنے پر اجماع ہے، مگر علامہ ابن التین کے قول کو اس صورت کے ساتھ مقید کیا جائے گا کہ اس بدعت سے مراد ایسی بدعت لی جائے جو کفر ہو تب اس کے خلاف خروج کرنے پر اجماع ہے، ورنہ مامون رشید اور معتصم باللہ اور واثق باللہ، ان خلفاء نے اس بدعت کی ترویج کی کہ قرآن مجید مخلوق ہے اور جن علماء نے مخالفت کی ان کو قتل کر دیا یا ان کو کوڑے مارے یا انہیں قید کر دیا اور دیگر سزائیں دیں، اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ان کے خلاف خروج کرنا اس وجہ سے واجب ہے، اور پھر دس سال سے زیادہ عرصہ تک اسی طرح ہوتا رہا حتیٰ کہ المتوکل باللہ خلیفہ ہوا اور اس نے ان منکرات اور بدعات کو باطل کیا اور سنت کے اظہار کا حکم دیا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۴۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَا يَزَالُ هَذَا الْأَمْرُ فِي قُرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنْهُمُ اثْنَانِ۔

(صحیح البخاری: ۳۵۰۱، ۷۱۴۰، صحیح مسلم: ۱۸۲۰، مسند احمد: ۶۰۸۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خلافت قریش میں رہے گی جب تک قریش میں سے دو مرد بھی باقی ہوں۔

صحیح البخاری: ۷۱۴۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صرف امامتِ کبریٰ کے لیے قریشی ہونے کی شرط ہونا نہ کہ ہر امیر اور ہر امام کے لیے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ نے کہا ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قیامت تک خلافت قریش میں رہے گی جب تک کہ قریش کے دو فرد بھی موجود ہوں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک بغیر کسی مزاحمت کے خلافت قریش ہی میں رہی ہے، اور جس نے غلبہ سے ملک اور سلطنت کو حاصل کر لیا تب بھی اس کا انکار نہیں کیا گیا کہ خلافت قریش ہی میں ہے، اور ان لوگوں کے متعلق کہا گیا کہ یہ قریش کے نائبین ہیں۔

علامہ نووی کی اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ بنو امیہ کے زمانہ میں خوارج بھی اپنے آپ کو خلیفہ کہتے تھے اور وہ قریش میں سے نہیں تھے، اسی طرح بنو عبید نے خلافت کا دعویٰ کیا اور مصر اور شام اور حجاز میں ان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور بعض کے ناموں کا خطبہ عراق میں پڑھا جاتا تھا، اور ایک سال تک بغداد میں کوئی خلیفہ نہیں تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رہے بنو عبید، تو وہ اپنے آپ کو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی ذریت قرار دیتے تھے، اور باقی جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب متغلبین تھے اور ان کا حکم وہ ہے جو باغیوں کا حکم ہے، لہٰذا ان کے خلیفہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امامتِ کبریٰ (یعنی تمام بلادِ اسلامیہ کے لیے واحد خلیفہ ہو) صرف قریشی کے لیے ہوگی اور انہوں نے اس طرف میلان کیا کہ یہ حدیث اَمر کے معنی میں ہے، اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قریش کو مقدم کرو اور تم ان پر مقدم نہ ہو''، اس حدیث کی امام بیہقی نے روایت کی ہے۔

نیز ان احادیث میں ائمہ سے مراد خلفاء ہیں ورنہ خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما کو نماز کی امامت کے لیے مقرر کیا اور ان کے پیچھے قریش کی ایک جماعت نماز پڑھتی تھی، اور آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اور حضرت معاذ بن جبل عنہ کو اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے اوپر کئی لشکروں میں امیر بنا کر بھیجا اور ان لشکروں میں قریش کے لوگ بھی شامل ہوتے تھے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ قریشی ہونے کی شرط صرف امامتِ کبریٰ کے لیے ہے اور کسی لشکر کے امیر کے لیے یا نماز کے امام کے لیے یا کسی شہر کے حاکم کے لیے قریشی ہونے کی شرط نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ٨ ص ٣٠٩-٣١١، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

٣- بَابُ: أَجْرِ مَنْ قَضَى بِالْحِكْمَةِ

حکمت کے مطابق فیصلہ کرنے والے کے اجر کا بیان

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (المائدہ: ٤٧)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں، سو وہی لوگ فاسق ہیں O

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ٨٠٤ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

آیا المائدہ: ٤٧ کا حکم صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے یا یہود و نصاریٰ کو بھی عام ہے؟

حسن بصری نے کہا: یہ آیت اہلِ کتاب کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو ترک کر دیا یعنی رجم کرنے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں اور دیات میں، اور ہم پر یہ حکم واجب ہے۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۵۹۷)

اور الشعبی نے کہا: جس آیت میں ''کافرون'' کا ذکر ہے وہ اہلِ اسلام کے متعلق ہے اور جس آیت میں ''الظالمون'' کا ذکر ہے، سووہ یہود کے متعلق ہے اور جس آیت میں ''فسقون'' کا ذکر ہے وہ نصاریٰ کے متعلق ہے۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۵۹۵)

اور عطاء اور طاؤس نے کہا کہ اس آیت میں کفر سے مراد وہ کفر نہیں ہے جو مشرکین کا کفر ہے، اور ظلم سے مراد مشرکین کے ظلم کی مثل نہیں ہے اور فسق سے مراد مشرکین کے فسق کی مثل نہیں ہے۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۵۹۵۔۵۹۶)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس باب کی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ کیا وہ اجرِ جزیل کا مستحق ہوگا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے ساتھ رشک کرنے کو مباح قرار دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ کرنا اشرف احوال سے ہے اور ان عظیم کاموں میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ظلم نہ کرے، پس جب وہ ظلم کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہو جاتا ہے اور شیطان اس کے ساتھ لازم ہو جاتا ہے''۔

(سنن ترمذی: ۱۳۳۰، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۲، صحیح ابنِ حبان: ۵۰۶۲)

اس کی توجیہ کہ امام بخاری نے المائدہ کی آیت کا وہ حصہ ذکر کیا جس میں ''فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ'' مذکور ہے اور وہ حصہ ذکر نہیں کیا جس میں ''فاولٰئک هم الظٰلمون'' مذکور ہے اور نہ وہ حصہ ذکر کیا جس میں ''فاولٰئک هم الكٰفرون'' ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت (المائدہ: ۴۷) یہود و نصاریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس پر علامہ الداؤدی نے تنبیہ کی ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ کافر ہیں لیکن کافر باللہ نہیں ہیں اور نہ کافر بالملائکہ اور بالکتب اور بالرسل ہیں۔

اور النحاس نے کہا: اس کی توجیہ میں بہترین بات یہ ہے کہ یہ تمام آیتیں کفار کے متعلق ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کسی ایک حکم کو رد کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اور فقہاء کا اجماع ہے کہ جس نے رجم کے حکم کا انکار کیا وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ایک حکم کو رد کر دیا۔

اور حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حکام سے تین چیزوں کا عہد لیا، ایک یہ ہے کہ وہ خواہش کی پیروی نہیں کریں گے، دوسرا یہ کہ وہ لوگوں سے نہیں ڈریں گے اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے، اور تیسرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہیں لیں گے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۴۳۴۔۴۳۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۱۴۱۔ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں شہاب بن عباد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن حمید نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَآخَرُ آتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صرف دو مردوں میں رشک کرنا جائز ہے: ایک وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو، پھر اسے اس مال کو راہِ حق میں خرچ کرنے پر مسلط کر دیا ہو، اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہو پس وہ اس حکمت کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کی تعلیم دے۔

(صحیح البخاری: ۷۳، ۱۴۰۹، ۷۱۴۱، ۷۳۱۶، صحیح مسلم: ۸۱۶، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۸، مسند احمد: ۳۶۴۳)

صحیح البخاری: ۷۱۴۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

منصبِ قضاء کی فضیلت اور اس کی شرائط

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ منصبِ قضاء کے حصول کے لیے اس شخص کو رغبت کرنی چاہیے جو قضاء کی شرائط کا جامع ہو اور حق پر عمل کرانے کی طاقت رکھتا ہو، اور وہ مظلوم کی دادرسی کی طاقت رکھتا ہو، اور ظالم سے مظلوم کا حق لے کر مظلوم کو دینے کی طاقت رکھتا ہو، اور ظالم کا ہاتھ پکڑنے کی طاقت رکھتا ہو، اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو، اور یہ تمام امور عبادات سے ہیں، اسی لیے انبیاء علیہم السلام ان امور کے مطابق عمل کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کے بعد خلفاء راشدین ان کے مطابق عمل کرتے ہیں، اسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ منصبِ قضاء فرضِ کفایہ ہے، کیونکہ اس کے بغیر لوگوں کو استقامت پر نہیں رکھا جا سکتا۔

امام بیہقی نے سندِ قوی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہو گئے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قضاء کے منصب پر مقرر کیا اور ایک اور سندِ قوی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو منصبِ قضاء پر مقرر کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمّال کی طرف لکھا کہ تم نیک لوگوں کو قضاء پر مقرر کرو، اور یہ سب اکابر صحابہ ہیں، اور بعض متقدمین نے منصبِ قضاء کو قبول نہیں کیا، کیونکہ ان کو یہ خوف تھا کہ وہ اس کے حقوق ادا نہیں کر سکیں گے اور ان حقوق کی ادائیگی پر کوئی مددگار انہیں میسر نہیں تھا۔

منصبِ قضاء کا شرعی حکم، آیا یہ فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

جب کوئی شخص قضاء کی شرائط کا جامع ہو اور قضاء کے حقوق ادا کرنے پر قادر ہو تو آیا اب اس کا منصبِ قضاء کے قبول کرنے سے انکار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر شہر میں اس کے علاوہ کوئی اور ایسا شخص نہ ہو جو قضاء کی شرائط کا جامع ہو تو اس پر متعین ہے کہ وہ منصبِ قضاء کو قبول کرے کیونکہ یہ فروضِ کفایہ میں سے ہے، اور دوسرا شخص اس کے قیام پر قادر نہیں ہے، پس اس کے اوپر متعین ہے کہ وہ منصبِ قضاء کو قبول کرے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۱۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۔ بَابُ: السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ مَا لَمْ تَكُنْ مَعْصِيَةً

جب تک امام معصیت کا حکم نہ دے تو اس کے احکام سننے اور اس کی اطاعت کرنے کا وجوب

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام اور سربراہِ ملک کی اطاعت کی تفصیل

احادیث میں امام کے احکام سننے اور اس کی اطاعت کے وجوب کا بیان ہے، جب تک کہ اس کا کوئی حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف نہ ہو، اور جب اس کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہو تو کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں اور اس کے رسول کی معصیت میں کسی کی اطاعت کرے، عام متقدمین کا یہی قول ہے۔

ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ امام پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق حکم دے اور امانت کو ادا کرے، پس جب وہ ایسا کرے گا تو لوگوں پر حق ہے کہ اس کے احکام سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۴۳۷۔ ۴۳۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۱۴۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ۔

(صحیح البخاری: ۶۹۳، ۶۹۶، ۷۱۴۲، سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۰، مسند احمد: ۱۱۷۱۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی التیاح از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احکام سنو اور اطاعت کرو، خواہ تمہارے اوپر حبشی غلام کو حاکم مقرر کر دیا جائے گویا کہ اس کا سر انگور جتنا ہو۔

صحیح البخاری: ۷۱۴۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ غلام کو خلیفہ اور امیر سربراہِ ملک بنانا جائز نہیں ہے، پھر اس باب کی احادیث میں غلام کی اطاعت کے وجوب کا کیوں ذکر فرمایا؟

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ غلام کو سربراہِ ملک بنا دیا جائے، کیونکہ یہ گزر چکا ہے کہ امامت صرف قریش میں ہے، اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ غلام کے لیے امامت نہیں ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے جو شخص سرابراہِ ملک ہو وہ پہلے غلام ہو اور پھر اس کو آزاد کر کے سربراہِ ملک بنایا گیا ہو، اور یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو بجھانے کے لیے اس کی اطاعت واجب ہوگی جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ امام اعظم اور سربراہِ ملک جب کسی حبشی غلام کو کسی شہر کا حاکم بنا دے تو اس کی اطاعت کرنا واجب ہے، اور اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ حبشی غلام امام اعظم اور سربراہِ ملک ہوگا۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ ایسی مثال ہے جس کا واقع میں وجود نہیں ہے، اور حبشی غلام کا مبالغۃً اطلاق کیا گیا ہے، اگرچہ شرعاً حبشی غلام کا سربراہِ ملک ہونا متصور نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۱۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۴۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنِ الْجَعْدِ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَرْوِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَكَرِهَهُ فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوتُ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از الجعد از ابورجاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے امیر سے کسی ناگوار چیز کو دیکھے تو اس پر صبر کرے، کیونکہ جو شخص بھی جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوگا تو وہ زمانہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(صحیح البخاری: ۷۰۵۳، ۷۰۵۴، صحیح مسلم: ۱۸۴۹، مسند احمد: ۲۸۲۱، سنن دارمی: ۲۵۱۹)

۷۱۴۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا کہ احکام کو سننا اور اطاعت کرنا مسلمان مرد پر لازم ہے خواہ وہ ان احکام کو پسند کرے یا ناپسند کرے، جب تک کہ معصیت کا حکم نہ دیا جائے، پس جب معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ اس کے احکام سنے جائیں اور نہ اس کی اطاعت کی جائے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۵۵، ۷۱۴۴، صحیح مسلم: ۱۸۳۹، سنن ترمذی: ۱۷۰۷، سنن ابوداؤد: ۲۶۲۶، سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۴، مسند احمد: ۴۶۵۴)

۷۱۴۵۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعد بن عبیدہ نے حدیث بیان کی از

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ فَغَضِبَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ أَلَيْسَ قَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُطِيعُونِي قَالُوا بَلَى قَالَ قَدْ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ لَمَا جَمَعْتُمْ حَطَبًا وَأَوْقَدْتُمْ نَارًا ثُمَّ دَخَلْتُمْ فِيهَا فَجَمَعُوا حَطَبًا فَأَوْقَدُوا نَارًا فَلَمَّا هَمُّوا بِالدُّخُولِ فَقَامَ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّمَا تَبِعْنَا النَّبِيَّ ﷺ فِرَارًا مِنَ النَّارِ أَفَنَدْخُلُهَا فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ خَمَدَتِ النَّارُ وَسَكَنَ غَضَبُهُ فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا أَبَدًا إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ۔

ابی عبد الرحمٰن از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس لشکر کے اوپر انصار کے ایک مرد کو امیر بنا دیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اس امیر کی اطاعت کریں، پس وہ امیر کسی بات پر لشکر والوں پر ناراض ہو گیا اور اس نے کہا: کیا نبی ﷺ نے تم کو یہ حکم نہیں دیا کہ تم میری اطاعت کرنا؟ اہل لشکر نے کہا: کیوں نہیں؟ اس نے کہا: میں نے تمہارے لیے ارادہ کیا ہے کہ تم لکڑیوں کو جمع کرو اور تم ان کو آگ لگاؤ، پھر تم اس آگ میں داخل ہو جاؤ، پس لوگوں نے لکڑیاں جمع کیں، پھر آگ لگائی، پھر جب انہوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو وہ کھڑے ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، ان میں سے کسی نے کہا: ہم نے آگ سے بھاگنے کے لیے تو نبی ﷺ کی اتباع کی ہے، تو کیا ہم آگ میں داخل ہو جائیں گے؟ پس جس وقت وہ اسی سوچ وبچار میں تھے تو اچانک وہ آگ بجھ گئی اور اس امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، پھر نبی ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر وہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو ابد تک اس آگ سے نہ نکلتے، اطاعت صرف نیک کاموں میں کی جاتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۳۴۰، ۷۱۴۵، ۷۲۵۷، صحیح مسلم: ۱۸۴۰، سنن نسائی: ۴۲۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۲۵، مسند احمد: ۱۰۲۱)

صحیح البخاری: ۷۱۴۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ اس لشکر کا آگ میں داخل ہونا زیادہ سے زیادہ گناہِ کبیرہ تھا، پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ وہ ابد تک اس آگ سے نہ نکلتے

علامہ المہلب نے اس سوال کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ابد سے مراد یہاں پر ابد الدنیا ہے یعنی دنیا ختم ہونے تک وہ آگ میں جلتے رہتے، یہ آپ کی مراد نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ آگ میں جلتے رہتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء: ۴۸) بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

اور یہ معلوم ہے کہ جن لوگوں نے اس آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا وہ اس ارادہ سے کافر نہیں ہوئے تھے کہ ان پر ہمیشہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہمیشہ کے لیے عذاب ثابت ہوتا، بلکہ اس حدیث کی اس پر دلالت ہے کہ اگر وہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو وہ اس آگ میں مر جاتے اور اس وقت تک اس آگ سے نہ نکلتے جب تک کہ دنیا ختم نہ ہو جاتی۔

جو شخص احکامِ شرعیہ کے خلاف حکم دے اس کو منصب امارت پر برقرار رکھنے کے متعلق فقہاء کے نظریات

قاضی ابوبکر بن الطیب نے کہا ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ ایسے شخص کو منصب سے اتارنا واجب ہے اور اس کی اطاعت کی فرضیت ساقط ہو گئی۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ جب امیر فاسق ظالم ہو، لوگوں کے اموال غصب کرتا ہو، ناحق لوگوں کو قتل کرتا ہو، حدود اللہ کو ضائع کرتا ہو اور حقوق کو معطل کرتا ہو تو اکثر لوگوں نے کہا: اس کو منصب امارت سے اتارنا واجب ہے۔

اور جمہور ائمہ اور محدثین نے کہا ہے: ان امور کی وجہ سے اس کو منصب امارت سے نہیں معزول کیا جائے گا اور اس کے خلاف خروج واجب نہیں ہے، بلکہ اس کو وعظ و نصیحت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا واجب ہے، اور جس معصیت کا وہ حکم دے رہا ہے اس میں اس کی اطاعت نہ کی جائے، اور ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر فرض نماز کو پڑھنا ہر مسلمان کے پیچھے واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو اور خواہ وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۵۹۴)

قاضی ابوبکر نے کہا ہے: اگر امیر کو جنون ہو جائے اور وہ صحیح اور غلط کی تمیز نہ کر سکتا ہو اور اس کی صحت سے مایوسی ہو یا امیر بہرہ ہو اور گونگا ہو اور بہت بوڑھا ہو یا اسے کوئی ایسا امر عارض ہو جائے کہ وہ امت کی خیر خواہی کے کام نہ کر سکے تو ان صورتوں میں اس کو منصب امارت سے معزول کر دیا جائے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۲۴۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۵- بَابُ: مَنْ لَمْ يَسْأَلِ الْإِمَارَةَ أَعَانَهُ اللّٰهُ عَلَيْهَا

اس کا بیان کہ جو خود امارت اور حکومت کا سوال نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے

۷۱۴۶- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از الحسن از حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! تم امارت (حکومت یا منصب) کا سوال نہ کرنا، کیونکہ اگر تم کو امارت تمہارے سوال کی وجہ سے دی گئی تو تم کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا)، اور اگر تم کو امارت تمہارے سوال کے بغیر دی گئی تو تمہاری اس میں مدد کی جائے گی، اور جب تم کسی چیز کی قسم کھاؤ اور جس چیز کی قسم کھائی ہے اس کے غیر کو بہتر سمجھو تو اپنی قسم کا کفارہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دواور اس کام کو کرو جو بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۲۲، ۶۷۲۲، ۷۱۴۶، ۷۱۴۷، صحیح مسلم: ۱۶۵۲، سنن ترمذی: ۱۵۲۹، سنن نسائی: ۳۷۸۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۲۰۰۹۵)

٦۔ بَابُ: مَنْ سَأَلَ الْإِمَارَةَ وُكِلَ إِلَيْهَا

اس کا بیان کہ جس نے امارت کا سوال کیا وہ اس کے سپرد کر دیا جائے گا

۷۱۴۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الحسن، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن سمرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! امارت کا سوال نہ کرنا، کیونکہ اگر تم کو امارت سوال کی وجہ سے دی گئی تو تم کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا، اور اگر تم کو امارت بغیر سوال کے دی گئی تو تمہاری اس پر مدد کی جائے گی، اور جب تم کسی چیز کی قسم کھاؤ اور اس کے غیر کو بہتر جانو تو اس کام کو کرو جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو۔

(صحیح البخاری: ۶۶۲۲، ۶۷۲۲، ۷۱۴۶، ۷۱۴۷، صحیح مسلم: ۱۶۵۲، سنن ترمذی: ۱۵۲۹، سنن نسائی: ۳۷۸۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۲۹، مسند احمد: ۲۰۰۹۵)

صحیح البخاری: ۷۱۴۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کا سنن ابوداؤد کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے منصب امارت کو طلب کیا، پھر وہ منصب اس کو دے دیا گیا تو اس کی حرص کی وجہ سے اس کی اعانت ترک کر دی جائے گی، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس منصب کا تعلق حکومت کے ساتھ ہو اس کو طلب کرنا مکروہ ہے، اور جو اس کی حرص کرے گا اس کی اللہ کی طرف سے مدد نہیں کی جائے گی، اور یہ حدیث بہ ظاہر درج ذیل حدیث کے معارض ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مسلمانوں کے منصب قضاء کو طلب کیا حتیٰ کہ اس کو حاصل کر لیا، پھر اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب رہا تو اس کے لیے جنت ہے، اور جس کا ظلم اس کے عدل پر غالب رہا تو اس کے لیے دوزخ ہے۔

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے ''جس نے منصب کا سوال کیا اس کی مدد نہیں کی جائے گی''، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے عدل حاصل نہ ہو، پس منصب حاصل ہونے کے بعد جب اس نے عدل کیا تو پھر اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور یہ معلوم ہے کہ ہر ولایت اور حکومت میں مشقت ضرور ہوتی ہے، پس جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعانت نہ ہو اور پھر وہ اس میں داخل ہو جائے تو اس کی دنیا اور آخرت خراب ہو جاتی ہے، اس لیے صاحب عقل اور دین دار اس منصب کی طلب نہیں کرے گا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس باب کی احادیث غالب احوال پر محمول ہیں ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ (یوسف نے) کہا: مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں O (یوسف:۵۵)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو۔ (ص:۳۵)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح یقینی علم ہو کہ وہ منصب امارت کا اہل ہے اور کوئی دوسرا اس منصب کا اہل نہیں ہے تو وہ اس منصب کے حصول کے لیے دعا کر سکتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو منصب کے سوال کرنے کی ممانعت ہے وہ غیر انبیاء کے حق میں ہے، لہٰذا یہ آیات اس باب کی احادیث کے معارض نہیں ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۱۴۔۳۱۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۔ بَابُ: مَا یُکْرَهُ مِنَ الْحِرْصِ عَلَی الْإِمَارَةِ

امارت کی حرص کے مکروہ ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں امارت کا ذکر ہے اور امارت کے عموم میں امارتِ عظمیٰ بھی داخل ہے جو کہ خلافت ہے اور امامتِ صغریٰ بھی داخل ہے جو کہ بعض شہروں پر ولایت اور امارت ہوتی ہے، اور اس باب کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ واقع ہونے والے کام کی خبر دی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۱۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۴۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ یُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِی ذِئْبٍ عَنْ سَعِیدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حُمْرَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِیدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ سَعِیدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ عُمَرَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: بے شک تم عنقریب امارت کی حرص کرو گے اور وہ (تمہارے لیے) قیامت کے دن ندامت کا باعث ہوگی، پس دودھ پلانے والی کیا ہی اچھی ہے اور دودھ چھڑانے والی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بْنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَوْلَهُ.

(سنن نسائی: ۴۲۱۱، مسند احمد: ۹۴۹۹)

کیسی بری ہے۔ اور محمد بن بشار نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن حمران نے، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی عبدالحمید بن جعفر نے از سعید المقبری از عمر بن الحکم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

صحیح البخاری: ۷۱۴۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امارت اور حکومت کی حرص کی مذمت کا سبب

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: امارت اور حکومت پر لوگوں کی حرص کا ظاہر مشاہدہ ہیں، اور اسی کی وجہ سے لوگ امارت اور حکومت کے اوپر ایک دوسرے کا خون بہاتے ہیں اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے ہیں اور زمین میں جھگڑا اور فساد کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ امارت اور حکومت کو اپنی ذات کے لیے حاصل کریں، پھر یہ ضروری ہے کہ ان کو اس برے حال سے چھڑایا جائے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ چھڑانے والی کے ساتھ مثال دی ہے، کیونکہ جو شخص امارت پر حرص کرتا ہے یا تو وہ اس امارت کے حصول کی جدوجہد میں قتل کر دیا جائے گا یا معزول کر دیا جائے گا جس سے اس کو ذلت ہو گی یا اسی حال میں مر جائے گا تو آخرت میں اس سے لوگوں کے حقوق کا مطالبہ کیا جائے گا اور وہ نہیں دے سکے گا تو اس وقت وہ نادم ہوگا۔

ضرورت کے وقت امارت کی حرص کا جواز

رہا وہ شخص جس کو اس پر حرص ہو کہ مسلمانوں کے جو حقوق ضائع ہو رہے ہیں، ان حقوق کو دلوایا جائے یا ان کی ضروریات جن وجوہ سے پوری نہیں ہو رہیں، ان وجوہ کو زائل کیا جائے اور اس کے زمانہ میں کوئی ایسا شخص نہ ہو جو مسلمانوں کے ان امور کا انتظام کر سکے تو اس وقت اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ امارت کے حصول کے لیے حرص کرے تا کہ جو مسلمانوں کے حقوق ضائع ہو گئے ہیں وہ حقوق دلائے، اور ان شاء اللہ اس وجہ سے وہ متہم نہیں ہوگا، جیسا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ضرورت کے وقت خود لشکر کی کمان کا جھنڈا سنبھال لیا تھا۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ ابن بطال نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ درج ذیل ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حضرت زید اور حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی وفات کی خبر اس سے پہلے دے دی کہ لوگوں کے پاس ان کی وفات کی خبر پہنچتی، آپ نے فرمایا: زید نے جھنڈا اٹھایا، پس وہ شہید ہو گئے، پھر اس کو جعفر نے اٹھایا پس وہ شہید ہو گئے، پھر اس جھنڈے کو ابن رواحہ نے اٹھایا تو وہ شہید ہو گئے، پھر اس جھنڈے کو بغیر کسی کے حکم کے خالد بن ولید نے اٹھا لیا، پس ان کو فتح عطا کی گئی۔

(صحیح البخاری: ۱۲۴۶، ۳۷۵۷، سنن نسائی: ۱۸۶۸، مسند احمد: ۱۱۷۰۴)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۱۴۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی تائید میں دیگر احادیث

امام بزار اور امام طبرانی نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ امارت کا اول ملامت ہے اور امارت کا ثانی ندامت ہے اور امارت کا ثالث قیامت کا عذاب ہے، سوا اس کے جو عدل کرے۔

اور امام طبرانی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امارت اس کے لیے بہترین چیز ہے جو اس کو حق کے ساتھ حاصل کرے اور اس کی گرہ کو کھولے، اور امارت اور حکومت اس کے لیے بری چیز ہے جو اس کو ناحق حاصل کرے تو وہ امارت اس کے لیے قیامت کے دن حسرت ہوگی''۔

اس حدیث میں یہ وضاحت ہوگئی ہے کہ امارت کا حصول مطلقاً مستحسن یا مذموم نہیں ہے، بلکہ جو اس کو حق کے ساتھ حاصل کرے اس کے لیے مستحسن ہے اور جو اس کو ناحق ذریعہ سے حاصل کرے اس کے لیے مذموم ہے، اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے کسی جگہ کا عامل نہیں بناتے؟ آپ نے فرمایا: ''تم کمزور ہو اور بے شک یہ امارت اور حکومت قیامت کے دن ذلت اور ندامت ہوگی، سوا اس کے جو اس کو حق کے ساتھ حاصل کرے اور اس کے اوپر جو ذمہ داری عائد ہوئی ہے اس کو پورا کرے''۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ نے کہا ہے کہ امارت اور ولایت سے اجتناب کرنے کے لیے یہ بہت قوی دلیل ہے خصوصاً اس شخص کے لیے جس میں ضعف ہو اور کمزوری ہو، اور اس شخص کے لیے کہ جو امارت کو اور حکومت کو بغیر اہلیت اور استعداد کے حاصل کرے اور عدل نہ کر سکے، کیونکہ قیامت کے دن وہ اپنی ان تقصیرات کے اوپر نادم ہوگا جو اس سے سرزد ہوگئیں، رہا وہ شخص جو امامت اور سربراہی کے اہل اور لائق ہو اور امیر بننے کے بعد عدل کرے تو اس کو عظیم اجر ملے گا جیسا کہ بہت سی احادیث میں اس کی تصریح ہے لیکن بہر حال امارت اور حکومت میں داخل ہونا عظیم خطرہ سے خالی نہیں ہے، اسی وجہ سے اکابرین نے کسی عہدہ کا بوجھ سنبھالنے سے انکار کیا۔

امارت کو عمدہ دودھ پلانے والی اور بری دودھ پلانے والی فرمانے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''کیا ہی اچھی ہے دودھ پلانے والی اور کیا ہی بری ہے دودھ چھڑانے والی''۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امارت کے متعلق فرمایا ''وہ کیسی اچھی دودھ پلانے والی ہے'' کیونکہ اس سے عزت حاصل ہوتی ہے اور مال و دولت کا حصول ہوتا ہے اور احکامِ شرعیہ کو نافذ کرنے کا موقع حاصل ہوتا ہے اور دنیاوی لذات حاصل ہوتی ہیں اور فرمایا ''کیسی بری ہے دودھ چھڑانے والی'' یعنی جب منصب حاصل کرنے والا مر جائے گا اور اس کے اوپر لوگوں کے حقوق ہوں گے جن کو اس نے ادا نہیں کیا ہوگا تو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آخرت میں اس سے ان حقوق کی بناء پر مواخذہ کیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۱۵۔۳۱۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رضی اللہ عنہ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ قَوْمِي فَقَالَ أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ أَمِّرْنَا يَا رَسُولَ اللهِ وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَهُ فَقَالَ إِنَّا لَا نُوَلِّي هَذَا مَنْ سَأَلَهُ وَلَا مَنْ حَرَصَ عَلَيْهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ میری قوم کے دو مرد تھے، پس ان دو مردوں میں سے ایک نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں کسی جگہ کا حاکم بنا دیں اور دوسرے نے بھی اس کی مثل کہا تو آپ نے فرمایا: ہم اس کو کوئی منصب نہیں دیں گے جو اس کا سوال کرے گا اور نہ اس کو منصب دیں گے جو اس کی حرص کرے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۲۶۱، ۳۰۳۸، ۴۳۴۱، ۴۳۴۳، ۴۳۴۴، ۶۱۲۴، ۶۹۲۳، ۷۱۴۹، ۷۱۵۶، ۷۱۵۷، ۷۱۷۲، سنن نسائی: ۵۳۸۲، سنن ابوداؤد: ۳۵۷۹، مسند احمد: ۱۹۱۶۷)

۸۔ بَابٌ: مَنِ اسْتُرْعِيَ رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ

جو شخص عوام کا حاکم بنایا جائے اور وہ ان کی خیر خواہی نہ کرے اس کی مذمت کا بیان

۷۱۵۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ زِيَادٍ عَادَ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔

(صحیح مسلم: ۱۴۲، مسند احمد: ۱۹۸۰۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاشہب نے حدیث بیان کی از الحسن، وہ بیان کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی اس مرض میں عیادت کی جس میں وہ فوت ہو گئے تھے، تو ان سے حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس بندہ کو بھی اللہ تعالیٰ عوام کا حاکم بنائے، پھر وہ اپنے عوام کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

۷۱۵۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ قَالَ زَائِدَةُ ذَكَرَهُ عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَتَيْنَا مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ نَعُودُهُ فَدَخَلَ عَلَيْنَا عُبَيْدُ اللهِ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ أُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حسین الجعفی نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ زائدہ نے کہا: اس کی انہوں نے ہشام سے روایت کی از حسن بصری، انہوں نے بیان کیا: ہم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔

(صحیح مسلم: ۱۴۲، مسند احمد: ۱۹۸۰۴)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے کے لیے گئے، پس ہمارے پاس عبید اللہ آئے تو ان سے معقل نے کہا: میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: جو شخص بھی مسلمان عوام کا والی اور حاکم بنایا جائے اور وہ اس حال میں مرجائے کہ وہ ان کے ساتھ خیانت کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر جنت کو حرام کردے گا۔

صحیح البخاری: ۷۱۵۰۔۷۱۵۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں حسن کا ذکر ہے، اس سے مراد حسن بصری مشہور تابعی ہیں۔ اور اس حدیث کے متن میں عبید اللہ بن زیاد کا ذکر ہے، جو حضرت معاویہ اور ان کے بیٹے یزید کے زمانہ میں بصرہ کے حاکم تھے، اور اس سے معلوم ہوا کہ حسن بصری اس موقع پر موجود تھے۔

نیز اس حدیث میں حضرت معقل بن یسار کا ذکر ہے، یہ مشہور صحابی ہیں۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی وفات ۶۰ اور ۷۰ھ کے درمیان یزید بن معاویہ کی حکومت میں ہوئی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۱۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۱۵۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

والی اور حاکم پر عوام کی خیر خواہی کرنا فرض ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص لوگوں پر امیر ہو وہ ان کے حقوق کا محافظ ہے اور اس سے ان لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا''۔ (صحیح البخاری: ۵۲۰۰، صحیح مسلم: ۱۸۲۹)

سو جس حاکم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت کی اور اپنے عوام کے ساتھ خیانت کی یا ان پر ظلم کیا تو قیامت کے دن تمام بندوں کے حقوق کا اس حاکم سے سوال کیا جائے گا، پس وہ کیسے قادر ہوگا کہ اتنی بڑی امت کے مظالم کا بدلہ اتار سکے، اور اس حدیث میں ظالم ائمہ کے متعلق شدید وعید ہے۔

اور حاکم پر واجب ہے کہ وہ مظلومین سے حجاب میں نہ رہے، کیونکہ اس کے متعلق بھی شدید وعید وارد ہے۔

ولید بن مسلم یزید بن ابی مریم سے روایت کرتے ہیں از القاسم بن مخیمرہ از ابی مریم الفلسطینی، اور وہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو شخص مسلمانوں کے امور میں سے کسی امر کا والی اور حاکم ہو، پس وہ ان کی ضروریات پوری کرنے کے مواقع سے حجاب میں رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرنے سے حجاب میں رہے گا''۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک جن حکام نے اگر ایسا کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور تمام مومنین سے خیانت کی“۔ (المستدرک ج ۴ ص ۹۲۔ ۹۳، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۲ ص ۲۳۱)

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۹۔ بَابٌ: مَنْ شَاقَّ شَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ

جو کسی کو مشقت میں مبتلاء کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو مشقت میں مبتلاء کر دے گا

۷۱۵۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ طَرِيفٍ أَبِي تَمِيمَةَ قَالَ شَهِدْتُ صَفْوَانَ وَجُنْدَبًا وَأَصْحَابَهُ وَهُوَ يُوصِيهِمْ فَقَالُوا هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ وَمَنْ يُشَاقِقْ يَشْقُقِ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالُوا أَوْصِنَا فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُنْتِنُ مِنَ الْإِنْسَانِ بَطْنُهُ فَمَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا يَأْكُلَ إِلَّا طَيِّبًا فَلْيَفْعَلْ وَمَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا يُحَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ بِمِلْءِ كَفِّهِ مِنْ دَمٍ أَهْرَاقَهُ فَلْيَفْعَلْ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللّٰهِ مَنْ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جُنْدَبٌ قَالَ نَعَمْ جُنْدَبٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق الواسطی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از الجریری از طریف ابی تمیمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں صفوان اور حضرت جندب رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے پاس حاضر تھا اور حضرت جندب رضی اللہ عنہ ان کو وصیت فرما رہے تھے، پس ان لوگوں نے کہا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے؟ تو حضرت جندب نے بیان کیا: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کسی کو سنانے کے لیے کوئی کام کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اس کام کو سنا دے گا، آپ نے فرمایا: اور جس نے کسی کو مشقت میں مبتلاء کیا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن مشقت میں مبتلاء کر دے گا، پس لوگوں نے کہا: آپ ہمیں وصیت کیجئے، آپ نے فرمایا: بے شک سب سے پہلے انسان کے جسم میں سے اس کا پیٹ بدبودار ہوتا ہے، پس جس شخص کو یہ طاقت ہو کہ وہ حلال کھانے کے سوا اور کوئی چیز نہ کھائے، سو وہ ایسا کرے۔ اور جس شخص کو یہ طاقت ہو کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کے برابر بھی ناحق خون بہانے کی وجہ سے کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ ایسا کرے، راوی کہتا ہے: میں نے امام بخاری سے پوچھا: یہ کون کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، کیا حضرت جندب رضی اللہ عنہ کہتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں حضرت جندب رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۴۹۹، صحیح مسلم: ۲۹۸۷، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۷، مسند احمد: ۱۸۳۳۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۱۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے الجُرَیری، ان کا نام سعید بن ایاس ہے، اور جُریری کی وفات ۱۴۴ھ میں ہوئی اور موت سے تین سال پہلے ان کے دماغ میں خلل ہو گیا تھا۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابوتمیمہ، ان کا نام ابن مجالب الحجیمی البصری ہے، امام بخاری نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے۔ اس حدیث کی سند میں صفوان کا ذکر ہے، یہ ابن محرز بن زیاد تابعی ہیں اور اہل بصرہ میں سے مشہور ثقہ ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، ان کا نام ابن عبداللہ البجلی ہے جو مشہور صحابی ہیں، یہ اہلِ کوفہ میں سے تھے، پھر بصرہ کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی خوارج کے متعلق روایت

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ از الاعمش از ابی تمیمہ روایت کی ہے کہ وہ حضرت جندب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ کی طرف گئے، پس حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم کسی کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو میرے پاس لاؤ، راوی نے بیان کیا: پس میں ان کے پاس نافع، ابوبلال، مرداس، نجدہ اور صالح بن مشرح کو لے کر آیا، میں نے کہا: ان میں سے چار تو خوارج کے سردار ہیں جنہوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی مدد کے لیے مکہ کی طرف خروج کیا تھا جب یزید بن معاویہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف لشکر لے کر آیا تھا، پس یہ لوگ پہلے محاصرہ میں موجود تھے، پھر جب ان کے پاس یزید بن معاویہ کی موت کی خبر آئی تو انہوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا کہتے ہیں، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان کی حمد و ثناء کی تو یہ چاروں غضب ناک ہو گئے اور حضرت ابن الزبیر سے الگ ہو گئے، اور نجدہ یمامہ میں چلا گیا اور وہاں اور حجاز کے بعض شہروں پر غلبہ حاصل کیا۔ اور نافع بن الازرق، عراق میں چلا گیا اور ایک مدت تک اس کا وہاں فتنہ رہا۔ اور ابوبلال مرداس نے عبیداللہ بن زیاد کے خلاف خروج کیا، پس عبیداللہ بن زیاد نے اس کو قتل کر دیا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۱۸۔۳۱۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۱۵۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اپنی فضیلت کے اظہار کے لیے اپنے کسی عمل کو سنانے اور دکھانے کی مذمت

علامہ حمد بن محمد خطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ نے لکھا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے اپنے علم کو دکھایا اور لوگوں کو سنایا تا کہ لوگ اس وجہ سے اس کی عزت کریں اور اس کو عالم قرار دیں، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن رسوا کر دے گا حتیٰ کہ لوگوں کو اس کی رسوائی دکھائے گا، اور یہ اس کی سزا ہے کہ وہ دنیا میں اپنے کاموں کی شہرت اور ان کو سنانے سے محبت رکھتا تھا۔

(اعلام الحدیث ج ۴ ص ۲۳۳۶)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنے کسی عمل کو سنایا، اللہ تعالیٰ (اس کی برائی) اپنی مخلوق کو سنائے گا اور اس کو حقیر بنائے گا اور ذلیل کرے گا''۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۹۸۴، شعب الایمان للبیہقی: ۶۸۲۱)
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۴۵۲، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۱۰۔ بَابُ: الْقَضَاءِ وَالْفُتْيَا فِي الطَّرِيقِ

راستہ میں فیصلہ کرنے اور فتویٰ دینے کا بیان

وَقَضَى يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ فِي الطَّرِيقِ وَقَضَى الشَّعْبِيُّ عَلَى بَابِ دَارِهِ۔

یحییٰ بن یعمر نے راستہ میں فیصلہ کیا اور شعبی نے اپنے گھر کے دروازہ پر فیصلہ کیا۔

۷۱۵۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم خَارِجَانِ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَقِيَنَا رَجُلٌ عِنْدَ سُدَّةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا أَعْدَدْتَ لَهَا فَكَأَنَّ الرَّجُلَ اسْتَكَانَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيرَ صِيَامٍ وَلَا صَلَاةٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلَكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از سالم بن ابی الجعد، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت میں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے باہر جا رہے تھے تو مسجد کے دروازہ کے پاس ایک مرد ہم سے ملا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ تو وہ شخص ڈر کر خاموش ہو گیا، پھر اس مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے قیامت کے لیے بہت زیادہ روزے نہیں رکھے اور نہ بہت نمازیں پڑھیں اور نہ بہت صدقہ دیا، لیکن میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم اسی کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ تم محبت کرتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۶۸۸، ۶۱۶۷، ۶۱۷۱، ۷۱۵۳، صحیح مسلم: ۲۶۳۹، سنن ترمذی: ۲۳۸۵، مسند احمد: ۱۲۹۵۸)

صحیح البخاری: ۷۱۵۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

راستہ میں مسئلہ معلوم کرنے اور کسی مقدمہ کے فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب عالم سے کوئی شخص سوال

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرے یا فتویٰ معلوم کرے تو عالم کا اس کے سوال یا استفتاء پر سکوت کرنا جائز ہے جب کہ وہ مسئلہ غیر معروف ہو، یا مسئلہ معروف ہو لیکن لوگوں کو اس کی ضرورت نہ ہو، یا اس کے جواب سے کسی فتنہ کا کوئی خطرہ ہو، یا اس کے جواب سے کسی بری تاویل کا کوئی اندیشہ ہو۔

اور علامہ ابن بطال نے المہلب سے نقل کیا ہے کہ راستہ میں فتویٰ کا جواب دینا یا سوال پر فتویٰ کا جواب دینا تواضع کے قبیل سے ہے، اور اگر کوئی ضعیف آدمی یہ سوال کرے تو یہ درست ہے، اور اگر کوئی دنیا دار سوال کرے یا جس کی زبان سے فحش کلامی کا خدشہ ہو تو پھر مکروہ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ المہلب کی دوسری مثال عمدہ نہیں ہے، کیونکہ سوال سے کبھی عالم پر ضرر مرتب ہوتا ہے تو وہ اس لیے جواب دیتا ہے کہ اس ضرر سے محفوظ رہے، پس اس حالت میں اس کا جواب دینا باعثِ تحسین ہوگا۔ اور انہوں نے کہا: راستہ میں چلتے ہوئے فیصلہ کرنے یا سواری پر فیصلہ کرنے کے متعلق اختلاف ہے، اشہب مالکی نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے جب اس کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو، اور ابن حبیب نے کہا: اگر تھوڑا سا سوال ہو تو اس کے جواب میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: کسی باریک اور مشکل مسئلہ کے متعلق راستہ میں فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر طواف کر رہے تھے تا کہ لوگ آپ کو طواف کرتے ہوئے دیکھ لیں اور مشرف ہوں اور تا کہ آپ سے سوال کریں، اور صحابہ کے پیدل چلتے ہوئے اور سواری پر سوال کرنے کے متعلق بہ کثرت احادیث مروی ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۲۰-۳۲۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

١١- بَابُ: مَا ذُكِرَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَكُنْ لَهُ بَوَّابٌ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دربان نہ ہونے کا بیان

٧١٥٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ لِامْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ تَعْرِفِينَ فُلَانَةَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم مَرَّ بِهَا وَهِيَ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي فَقَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ خِلْوٌ مِنْ مُصِيبَتِي قَالَ فَجَاوَزَهَا وَمَضَى فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ فَقَالَ مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ مَا عَرَفْتُهُ قَالَ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَجَاءَتْ إِلَى بَابِهِ فَلَمْ تَجِدْ عَلَيْهِ بَوَّابًا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ مَا عَرَفْتُكَ فَقَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثابت البنانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے اپنے گھر کی ایک عورت سے کہا: کیا تم فلانہ عورت کو پہچانتی ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عورت کے پاس سے گزرے اور وہ قبر کے پاس رو رہی تھی تو آپ نے اس سے فرمایا: اللہ سے ڈر اور صبر کر، اس عورت نے کہا: خود کو مجھ سے دور رکھو، کیونکہ تم پر میری مصیبت نہیں آئی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ الصَّبْرَ عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ۔

بتایا: پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے اور چلے گئے، پھر اس عورت کے پاس سے ایک مرد گزرا، سو اس نے کہا: تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ اس عورت نے کہا: میں نے آپ کو نہیں پہچانا، اس مرد نے کہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس وہ عورت آپ کے دروازہ پر آئی تو اس نے وہاں پر کوئی دربان نہیں پایا، وہ کہنے لگی: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر صدمہ کی ابتداء میں معتبر ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۲۶، سنن ترمذی: ۹۸۸، سنن نسائی: ۱۸۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۴، سنن ابن ماجہ: ۱۵۹۶، مسند احمد: ۱۲۰۴۹)

صحیح البخاری: ۷۱۵۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حکام کے لیے دربان رکھنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

حکام کے لیے دربان رکھنے کے جواز کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی اور ایک جماعت نے کہا: حاکم کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ کوئی دربان نہ رکھے، اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ یہ جائز ہے۔ اور پہلے قول کا محمل یہ ہے کہ جب لوگوں کے سکون کا زمانہ ہو اور لوگ خیر پر مجتمع ہوں اور حاکم کے پاس اپنے مقدمات کے فیصلوں کے لیے آتے ہوں، اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ جب حاکم کے پاس لوگ اپنے مقدمات لے کر آتے ہوں تو دربان کا رکھنا مستحب ہے تا کہ دربان شریر لوگوں کو حاکم کے پاس جانے سے روکے۔

علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے نقل کیا ہے کہ بعض قاضیوں نے جو سخت دربان رکھنے شروع کر دیے ہیں، اور فریقین کے خطوط منگوانے کو داخل کر لیا ہے، یہ متقدمین کے طریقہ سے نہیں ہے۔ اور دوسرے شارحین نے کہا ہے: دربان کے ذمہ یہ ہے کہ وہ حاکم کو حاضرین کے حال سے مطلع کرے، کیونکہ ہو سکتا ہے کوئی شخص حاکم سے لڑنے کے لیے آیا ہو اور حاکم یہ گمان کرتا ہو کہ وہ اس سے ملاقات کے لیے آیا ہے، پس وہ اس کی تکریم کرے، پس وہ اس کی ایسی تکریم کرے جو لڑنے والے کے لیے جائز نہیں ہے۔ اور دربان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ حاکم کو بالمشافہ خبروں سے مطلع کرے یا خط لکھ کر مطلع کرے، اور حاکم کے لیے دائمی طور پر حاجب اور دربان رکھنا ممنوع ہے۔

امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے سندِ جید کے ساتھ ابو مریم الاسدی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جس کو اللہ تعالیٰ نے عوام کے لیے کسی عہدہ کا منصب عطا کیا ہو اور اس نے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے درمیان کوئی حاجب رکھا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرنے سے قیامت کے دن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حجاب میں رہے گا"۔

اس حدیث میں حاکم کے لیے وعید شدید ہے جو بغیر عذر کے اپنا دربان رکھے، کیونکہ دربان رکھنے کی وجہ سے لوگوں کو حقوق پہنچانے میں تاخیر ہوگی یا ان کے حقوق ضائع ہو جائیں گے۔ اور جو شخص کوئی دربان رکھے تو وہ باعتماد شخص کو دربان رکھے جو پاک باز ہو، امانت دار ہو اور حسنِ اخلاق کا مالک ہو۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۲۱-۳۲۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۲- بَابُ: الْحَاكِمِ يَحْكُمُ بِالْقَتْلِ عَلَى مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ دُونَ الْإِمَامِ الَّذِي فَوْقَهُ

اس کا بیان کہ بڑا حاکم قصاص میں قاتل کو قتل کرنے کا حکم دے نہ کہ اس سے کم درجہ کا حاکم

۷۱۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الذُّهْلِيُّ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ كَانَ يَكُونُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشُّرَطِ مِنَ الْأَمِيرِ۔

(سنن ترمذی: ۳۸۵۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن خالد الذہلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح رہتے تھے جیسے امیر کے ساتھ سپاہی رہتا ہے۔

۷۱۵۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ الْقَطَّانُ عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ وَأَتْبَعَهُ بِمُعَاذٍ۔

(صحیح البخاری: ۲۲۶۱، ۶۹۲۳، صحیح مسلم: ۱۸۲۴)

۷۱۵۶- امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ القطان ہیں، از قرہ بن خالد، انہوں نے کہا: مجھے حمید بن ہلال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا اور ان کے پیچھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

۷۱۵۷- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ رَجُلًا أَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ فَأَتَى مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَهُوَ عِنْدَ أَبِي مُوسَى فَقَالَ مَا لِهَذَا قَالَ أَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ قَالَ لَا أَجْلِسُ حَتَّى أَقْتُلَهُ قَضَاءُ اللهِ وَرَسُولِهِ ﷺ۔

(صحیح البخاری: ۲۲۶۱، ۶۹۲۳، صحیح مسلم: ۱۸۲۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن الصباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محبوب بن الحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از ابوبردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے اسلام قبول کیا، پھر وہ یہودی ہو گیا، پس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت معاذ بن جبل آئے اور وہ یہودی حضرت ابوموسیٰ کے پاس تھا، تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پوچھا: اس شخص کا کیا معاملہ ہے؟ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا: اس نے اسلام قبول کیا، پھر یہودی ہو گیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک میں اس کو قتل نہ کر دوں، نہیں بیٹھوں گا، یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔

باب مذکور کی احادیث کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سربراہِ ملک کے سوا قصاص کا فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ ابن القاسم مالکی نے ''المجموعہ'' میں لکھا ہے: جو لوگ دیہات کے عامل ہوں ان کے لیے حدود میں کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور ان کو چاہیے کہ وہ مقدمہ شہر کے حکام کی طرف لے جائیں۔

اور اشہب مالکی نے کہا: جس شخص کو امیر کسی دیہات کا والی بنا دے تو وہ حدود میں قتل کرنے کا فیصلہ کر سکتا ہے اور حدود میں ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ (النوادر والزیادات ج ۸ ص ۸۲)

فقہاء احناف میں سے امام طحاوی نے کہا ہے کہ صرف شہر کے حکام حدود کو نافذ کریں گے اور دیہات کے حکام حدود کو قائم نہیں کریں گے۔

اور امام شافعی نے کہا ہے: جب حاکم نیک ہو اور صدقات کو ان کی جگہ پر خرچ کرتا ہو تو اس کے لیے صدقات میں خیانت کرنے والے کو سزا دینا جائز ہے، اور اگر وہ حاکم نیک نہ ہو تو اس کے لیے تعزیر دینا جائز نہیں ہے، اور دلیل سے اس کی تائید ہوتی ہے جو کہتا ہے کہ حاکم اور والی کے لیے حدود کو قائم کرنا جائز ہے جب کہ اس سے اوپر والا حاکم نہ ہو، اور اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے مرتد کو قتل کر دیا اور یہ نہیں کیا کہ اس کا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجتے۔

مرتد سے توبہ طلب کیے بغیر اس کو قتل کرنا

علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتد سے توبہ طلب کیے بغیر اس کو قتل کر دینا جائز ہے، کیونکہ جو شخص مسلمان ہونے کے بعد یہودی ہو گیا تھا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس سے توبہ طلب کیے بغیر اس کو قتل کر دیا۔

اور عبد العزیز نے کہا ہے کہ مرتد کی توبہ مقبول نہیں ہوتی، اور شہر کے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس سے توبہ طلب کی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ۔ آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ (کفر سے) باز آ جائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (الانفال: ۳۸)

نیز امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ کہیں: اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں ہے''۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۹)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مرتد کو اسلام کے خلاف کوئی شبہ ہو، پس جب اس کے سامنے اسلام کو پیش کیا جائے گا تو اس کا وہ شبہ زائل ہو جائے، اور اگر وہ اس کے باوجود اپنے ارتداد پر قائم رہے تو اس کو اجماعاً قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اپنے دین کو تبدیل کرے اس کو قتل کر دو"۔
(صحیح البخاری: ۳۰۱۷)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۴۶۲۔ ۴۶۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۱۳۔ بَابٌ: هَلْ يَقْضِي الْقَاضِي أَوْ يُفْتِي وَهُوَ غَضْبَانُ؟

آیا حاکم حالتِ غضب میں فیصلہ کر سکتا ہے یا فتویٰ دے سکتا ہے؟

۷۱۵۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ كَتَبَ أَبُو بَكْرَةَ إِلَى ابْنِهِ وَكَانَ بِسِجِسْتَانَ بِأَنْ لَا تَقْضِيَ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْتَ غَضْبَانُ فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن عمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے سنا، انہوں نے کہا: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کی طرف مکتوب لکھا اور وہ اس وقت سجستان میں تھے کہ تم حالتِ غضب میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرنا، کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کوئی حَکَم دو آدمیوں کے درمیان حالتِ غضب میں فیصلہ نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۱۷، سنن ترمذی: ۱۳۳۴، سنن نسائی: ۵۴۰۶، سنن ابوداؤد: ۳۵۸۹، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۶، مسند احمد: ۱۹۹۵۴)

صحیح البخاری: ۷۱۵۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حالتِ غضب میں فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا ہے کہ کوئی شخص حالتِ غضب میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے، یہ حکم بطورِ استحباب ہے، تا کہ وہ حق سے تجاوز نہ کرے، اسی وجہ سے علماء نے حالتِ غضب میں فیصلہ کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، شریح اور عمر بن عبدالعزیز سے بھی اسی طرح منقول ہے، اور یہی امام مالک، فقہاء احناف اور امام شافعی کا قول ہے۔

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ غضب میں بھی فیصلہ فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے خطرہ نہیں تھا کہ آپ حق سے تجاوز کریں گے اور فیصلہ کرنے میں کسی ایک جانب میلان کریں گے، کیونکہ آپ معصوم ہیں اور آپ کے علاوہ دوسرے بشر معصوم نہیں ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی چیز خلافِ شریعت یا خلافِ سنت دیکھتے تو اس میں تغیر فرمادیتے، اور آپ حالتِ غضب میں بھی فیصلہ فرماتے تھے اور فتویٰ دیتے تھے۔

ان احوال کا بیان جن میں فیصلہ کرنا مکروہ ہے

جس وقت قاضی بھوکا ہو، اس وقت اس کے لیے فیصلہ کرنا مکروہ ہے، شریح سے روایت ہے کہ جب وہ غضب ناک ہوتے یا بھوکے ہوتے تو کھڑے ہوجاتے، اور شعبی طلوعِ آفتاب کے وقت کچھ کھاتے تھے، ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا: میں قضاء کے لیے جانے سے پہلے اپنا پیٹ بھرتا ہوں، اور وہ اونگھ کی حالت میں یا غم کی حالت میں فیصلہ نہیں کرتے تھے، اور شعبی نے کہا: جس حال کے متعلق تمہیں معلوم ہو کہ اس حال میں تمہاری عقل متغیر ہوگی یا فہم مستحضر نہیں ہوگی، تو اس حال میں فیصلہ کرنا ممنوع ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۷۸۔۱۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۱۵۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی حدیث کو لکھ کر بھیجنا بھی اس کی مثل ہے کہ کوئی شخص اپنے شیخ سے حدیث کو سنے، یہ اس حدیث پر عمل کرنے کے وجوب کے متعلق ہے، لیکن اس مکتوب کی بناء پر اس حدیث کی روایت کرنے سے بعض علماء نے منع کیا ہے، جب تک اس حدیث کی روایت کرنے کی اجازت نہ ہو، اس کی روایت کرنا ممنوع ہے، اور مشہور ہے کہ یہ جائز ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ وہ یہ نہ کہے کہ مجھے فلاں نے خبر دی ہے، بلکہ یہ کہے کہ فلاں نے میری طرف لکھا ہے، یا کہے کہ فلاں نے اپنی کتاب سے مجھے خبر دی ہے۔

(۲) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی مسئلہ کا حکم اس کی دلیل کے ساتھ لکھا جائے، اور اسی کی مثل الفتویٰ میں بھی چاہیے۔

(۳) اس حدیث میں باپ کی بیٹے پر شفقت کا بیان ہے کہ باپ نے بیٹے کو اس چیز کی خبر دی جو اس کے لیے نفع آور ہو، اور اس چیز سے ڈرایا جس میں خطرہ تھا، اور اس میں عمل کے لیے اور اقتداء کے لیے علم کو پھیلانے کا ثبوت ہے خواہ عالم سے سوال نہ کیا جائے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۲۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي وَاللهِ لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی از قیس بن ابی حازم از حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد نے آکر کہا: یا رسول

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِنَا فِيهَا قَالَ فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَطُّ أَشَدَّ غَضَبًا فِي مَوْعِظَةٍ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُوجِزْ فَإِنَّ فِيهِمُ الْكَبِيرَ وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ۔

اللہ! بے شک اللہ کی قسم! میں فلاں شخص کی وجہ سے فجر کی نماز پڑھنے میں تاخیر کرتا ہوں، کیونکہ وہ ہم کو فجر کی نماز بہت لمبی پڑھاتے ہیں، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں نے نبی ﷺ کو کوئی نصیحت کرتے وقت اس دن سے زیادہ غضب میں نہیں دیکھا، پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک تم میں سے کچھ لوگ نمازیوں کو متنفر کرنے والے ہیں، پس تم میں سے جو شخص بھی لوگوں کو نماز پڑھائے وہ اختصار سے پڑھائے، کیونکہ ان میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں، کمزور بھی ہوتے ہیں اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۹۰، ۷۰۲، ۷۰۴، ۶۱۱۰، ۷۱۵۹، صحیح مسلم: ۴۶۶، سنن ابن ماجہ: ۹۸۴، مسند احمد: ۱۶۶۱۷، سنن دارمی: ۱۲۵۹)

اس حدیث کی شرح ''ابواب الامامۃ'' میں گزر چکی ہے، اور اس حدیث میں جس شخص کے لمبی نماز پڑھانے کا ذکر ہے، وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔

۷۱۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ الْكَرْمَانِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی یعقوب الکرمانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حسان بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی اور وہ زہری ہیں، انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ ان پر غضب ناک ہوئے، پھر آپ نے فرمایا: اسے چاہیے کہ اس طلاق سے رجوع کرلے، پھر اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہوجائے، پھر اس کو دوبارہ حیض آئے، پھر حیض سے وہ پاک ہوجائے، پھر اگر اس پر یہ ظاہر ہو کہ وہ اس کو طلاق دے، تو وہ اس کو طلاق دے دے۔

(صحیح البخاری: ۴۹۰۸، ۵۲۵۱، ۵۲۵۲، ۵۲۵۳، ۵۲۵۸، ۵۲۶۴، ۵۳۳۲، ۵۳۳۳، ۷۱۶۰، صحیح مسلم: ۱۴۷۱، سنن نسائی: ۳۳۹۱، سنن ابوداؤد: ۲۱۷۹، مسند احمد: ۶۱۰۶، موطا امام مالک: ۱۲۲۰، سنن دارمی: ۲۲۶۲)

اس حدیث کی شرح ''کتاب الطلاق'' میں گزر چکی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۴۔ بَابُ: مَنْ رَأَى لِلْقَاضِي أَنْ يَحْكُمَ بِعِلْمِهِ فِي أَمْرِ النَّاسِ إِذَا لَمْ يَخَفِ الظُّنُونَ وَالتُّهَمَةَ

جس کے نزدیک قاضی کا اپنے علم کے مطابق لوگوں کے معاملات میں فیصلہ کرنا جائز ہے، جب کہ اس کو بدگمانی اور تہمت کا خطرہ نہ ہو

كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِهِنْدٍ: خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ، وَذَٰلِكَ إِذَا كَانَ أَمْرًا مَشْهُورًا۔

جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "تم اتنا مال لے لو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو" اور یہ اس وقت ہے جب وہ معاملہ مشہور ہو۔

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے موافقین کے قول کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قاضی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ لوگوں کے حقوق میں اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے، اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق مثلاً حدود میں اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے، کیونکہ یہ فیصلہ تسامح پر مبنی ہے۔

امام بخاری نے اس عنوان کے ساتھ یہ قید لگائی ہے کہ "جب اس کو بدگمانی اور تہمت کا خطرہ نہ ہو"، یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ جس نے یہ اجازت دی ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے تو اس کو بعض علماء نے مطلقاً منع کیا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ وہ غیر معصوم ہے، پس ہو سکتا ہے کہ جب وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کے اوپر تہمت ہو کہ اس نے اپنے دوست کی وجہ سے اس کے دشمن کے خلاف فیصلہ کیا ہے، لیکن جب اس قسم کی بدگمانی اور تہمت کا خطرہ نہ ہو تو پھر قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے۔

علامہ الکرابیسی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک اس حکم کے جواز کی شرط یہ ہے کہ وہ حاکم نیکی، پاک دامنی اور صدق میں مشہور ہو، اور اس کی کوئی بڑی لغزش معلوم نہ ہو، پس ایسے قاضی کے لیے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ گویا کہ امام بخاری نے اس قید کو الکرابیسی سے اخذ کیا ہے کیونکہ وہ ان کے مشائخ میں سے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۲۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۶۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ مَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَذِلُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ وَمَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ ثُمَّ قَالَتْ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا آئیں، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! روئے زمین کا کوئی گھرانہ ایسا نہیں تھا جس کے متعلق میں اس درجہ میں اس کی ذلت کی خواہش مند تھی جتنی آپ کے گھرانہ کی ذلت و رسوائی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا قَالَ لَهَا لَا حَرَجَ عَلَيْكِ أَنْ تُطْعِمِيهِمْ مِنْ مَعْرُوفٍ۔

(صحیح البخاری: ۲۶۴۱، صحیح مسلم: ۱۷۱۴، مسند احمد: ۲۵۳۶۰)

کی میں خواہش مند تھی، لیکن آج میرا حال یہ ہے کہ میں سب سے زیادہ اس کی خواہش مند ہوں کہ روئے زمین کے تمام گھرانوں میں آپ کا گھرانہ عزت وسربلندی والا ہو، پھر انہوں نے کہا: بے شک حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بخیل شخص ہیں تو کیا میرے لیے کوئی حرج ہے اگر میں ان کے مال میں سے (ان کی اجازت کے بغیر لے کر) اپنے اہل وعیال کو کھلاؤں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے، اگر تم ان کو دستور کے مطابق کھلاؤ۔

صحیح البخاری: ۷۱۶۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے کہ قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے خواہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں فیصلہ کرے یا لوگوں کے حقوق میں، اور خواہ اس کو اس کا علم فیصلہ سے پہلے ہو یا فیصلہ کے بعد۔

اور فقہاء احناف نے کہا ہے: حاکم نے جن ایسے افعال کا مشاہدہ کیا جو حدود کو واجب کرتے ہیں خواہ فیصلہ سے پہلے یا فیصلہ کے بعد تو ان میں وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے سوائے حدِ قذف کے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قاضی کو لوگوں کے حقوق میں جن چیزوں کا قضاء سے پہلے علم ہو ان میں وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے۔

اور امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا کہ جس کا اسے قضاء سے پہلے علم ہے، اس میں وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے۔ اور امام مالک، امام احمد، اسحاق اور ابوعبید نے کہا کہ قاضی اپنے علم کے مطابق بالکل فیصلہ نہ کرے خواہ حقوق اللہ ہوں یا آدمیوں کے حقوق ہوں، خواہ اس کو اس کا علم قضاء سے پہلے ہو یا قضاء کے بعد مجلسِ قضاء میں علم ہو۔

امام شافعی کی اپنے موقف پر دلیل

امام شافعی نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کے حق میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ کر دیا، کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مال سے ان کو خرچ دیا جائے گا اور آپ نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے اس پر کسی گواہ کا سوال نہیں کیا، کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں، اور ان کا خرچ اور ان کی اولاد کا خرچ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مال میں واجب ہے، اس وجہ سے آپ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ کیا، کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ خرچ دینا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر واجب ہے۔ اور جب کسی کو اس طرح کا علمِ یقین حاصل ہو تو وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب کی اپنے موقف پر دلیل

امام ابوحنیفہ کے اصحاب نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حاکم کو فیصلہ سے پہلے جس کا علم تھا تو اس کا وہ علم بطور شہادت تھا، پس یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اس کو اس معاملہ میں حاکم بنائیں، کیونکہ اگر اس کو حاکم بنایا تو وہ اپنی ذاتی شہادت سے فیصلہ کرے گا، اور جب اس نے یہ فیصلہ کیا تو ایسا ہوگا جیسے قاضی ایک گواہ کی بنیاد پر فیصلہ کر رہا ہے، اور اصحاب ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر اسے فیصلہ کے وقت یا فیصلہ کی مجلس میں علم ہو تو اس علم کے مطابق فیصلہ کرنا اس لیے جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''میں جس طرح سنتا ہوں اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں'' اور آپ نے یہ فرق نہیں کیا کہ آپ نے گواہوں سے سنا ہو یا مدعیٰ علیہ سے سنا ہو۔

امام مالک کے اصحاب کی دلیل

امام مالک کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ حاکم معصوم نہیں ہے، اور یہ جائز ہے کہ اس کے فیصلہ پر یہ بدگمانی کی جائے کہ اس نے اپنے دوست کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے دشمن کے خلاف فیصلہ کیا ہے، تو اس بدگمانی کی جڑ کاٹنے کے لیے ضروری ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اگر میں کسی شخص کو دیکھوں کہ اس نے حد کا ارتکاب کیا ہے تو میں اس پر حد نہیں جاری کروں گا حتیٰ کہ اس کے متعلق دو گواہ یہ گواہی دیں کہ اس نے حد کا ارتکاب کیا ہے، اور صحابہ میں سے کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہیں کی۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۷۹۔۱۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۵۔ بَابُ: الشَّهَادَةِ عَلَى الْخَطِّ الْمَخْتُومِ وَمَا يَجُوزُ مِنْ ذَلِكَ وَمَا يَضِيقُ عَلَيْهِمْ وَكِتَابِ الْحَاكِمِ إِلَى عَامِلِهِ وَالْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي

مہر شدہ خط پر گواہی دینے کا بیان، اور جو اس میں جائز ہے اور جو اس میں جائز نہیں ہے، اس کا بیان اور حاکم کے اپنے عامل کی طرف خط لکھنے کا بیان اور قاضی کا قاضی کی طرف خط لکھنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان کا معنی یہ ہے کہ کیا مہر شدہ خط کے اوپر یہ گواہی دینا جائز ہے کہ یہ فلاں آدمی کا خط ہے (جب کہ وہ اس خط کی تحریر کو پہچانتا ہو) اور اس میں امام بخاری نے مہر شدہ کی قید لگائی ہے، کیونکہ جب اس خط پر مہر ہوگی تو اس میں یہ احتمال نہیں ہوگا کہ یہ خط جعلی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی مہر شدہ خط پر گواہی دینا بر سبیل عموم جائز نہیں ہے اور نہ بر سبیل عموم ممنوع ہے، کیونکہ اگر اس کو مطلقاً منع کیا جائے تو لوگوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے اور اس پر مطلقاً عمل نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ اس میں یہ اطمینان نہیں ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ خط جعلی ہو، اس لیے یہ چند شرائط کے ساتھ جائز ہوگا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کے بعد امام بخاری نے ذکر کیا کہ حاکم کا اپنے عامل کی طرف خط لکھنا اور قاضی کا قاضی کی طرف خط لکھنا، تو یہاں پر تین احکام ہیں: (۱) مہر شدہ خط پر یہ گواہی دینا کہ یہ فلاں آدمی کا خط ہے اور یہ چند شرائط کے ساتھ جائز ہے (۲) حاکم کا اپنے نائب کی طرف خط لکھنا (۳) ایک قاضی کا دوسرے قاضی کی طرف خط لکھنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: یہاں پر چند تعلیقات ہیں، ہم ان تعلیقات کو نمبروار ذکر کر کے ان کی شرح بیان کریں گے۔

پہلی تعلیق: اس میں امام بخاری کے امام ابو حنیفہ پر اعتراض کا ذکر ہے اور اس کے جواب کا بیان ہے

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ كِتَابُ الْحَاكِمِ جَائِزٌ إِلَّا فِي الْحُدُودِ ثُمَّ قَالَ إِنْ كَانَ الْقَتْلُ خَطَأً فَهُوَ جَائِزٌ لِأَنَّ هَذَا مَالٌ بِزَعْمِهِ وَإِنَّمَا صَارَ مَالًا بَعْدَ أَنْ ثَبَتَ الْقَتْلُ فَالْخَطَأُ وَالْعَمْدُ وَاحِدٌ۔

اور بعض لوگوں نے کہا: حدود کے سوا حاکم کے خط پر عمل کرنا جائز ہے، پھر انہی بعض لوگوں نے کہا کہ اگر قتلِ خطاء کا معاملہ ہو تو اس کے متعلق خط لکھنا جائز ہے، کیونکہ ان کے زعم میں قتلِ خطاء مال ہے حالانکہ وہ مال اس وقت ہوتا ہے جب قتل ثابت ہو جائے، پس قتلِ خطاء اور قتلِ عمد دونوں ایک ہیں۔

امام بخاری کے مذکور اعتراض کا جواب از علامہ عینی

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

امام بخاری کی بعض لوگوں سے مراد فقہاء احناف ہیں، اور امام بخاری کی اس سے غرض صرف فقہاء احناف پر طعن و تشنیع ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ اس عبارت سے امام بخاری کا مقصود فقہاء احناف کے اقوال میں تناقض اور تضاد کو ثابت کرنا ہے، کیونکہ فقہاء احناف نے کہا کہ ایک قاضی کا دوسرے قاضی کی طرف خط لکھنا جائز ہے سوائے حدود کے، پھر انہوں نے کہا: اگر قتلِ خطاء کا معاملہ ہو تو اس میں قاضی کا قاضی کی طرف خط لکھنا جائز ہے، کیونکہ نفس الامر اور واقع میں قتلِ خطاء مال ہے، کیونکہ اس میں قصاص نہیں ہوتا، لہٰذا وہ اس حکم میں باقی اموال کے ساتھ ملا ہوا ہے، پھر امام بخاری نے فقہاء احناف کے کلام میں تناقض ثابت کرنے کے لیے یہ کہا کہ قتلِ خطاء مال اس وقت ہوتا ہے جب قتل ثابت ہو جائے، اس کا حاصل یہ ہے کہ قتلِ خطاء مال اس وقت ہوتا ہے جب حاکم کے نزدیک اس قتل کا ثبوت ہو جائے، اور ابتداء میں قتلِ خطاء اور قتلِ عمد دونوں ایک ہیں اور دونوں کا حکم واحد ہے۔

اس کا جواب یہ ہے: ہم یہ نہیں مانتے کہ قتلِ خطاء اور قتلِ عمد دونوں ایک ہیں، اور یہ دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ قتلِ عمد کا تقاضا قصاص ہے اور قتلِ خطاء کا تقاضا قصاص نہ ہونا ہے اور مال کو واجب کرنا ہے، تاکہ جو خطاءً قتل کیا گیا ہے، اس کا خون ضائع نہ جائے۔

امام بخاری کی دوسری تعلیق اور اس سے بھی فقہاء احناف کا رد کرنا مقصود ہے

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَدْ كَتَبَ عُمَرُ إِلَى عَامِلِهِ فِي الْجَارُودِ

اور بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدود میں اپنے عامل کی طرف خط لکھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری کی اس دوسری تعلیق کا جواب از علامہ عینی

امام بخاری کی اس تعلیق کو وارد کرنے سے غرض فقہاء احناف پر رد کرنا ہے، کیونکہ وہ حدود میں ایک قاضی کے دوسرے قاضی کی طرف لکھے ہوئے خط کے جواز کا اعتبار نہیں کرتے، اور امام بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو فقہاء احناف پر رد کرنے کے لیے ذکر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کا قصہ یہ ہے کہ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین کا عامل مقرر کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عبدالقیس کا سردار جارود آیا، پس اس نے کہا کہ قدامہ بن مظعون نے شراب پی اور اس کو نشہ ہوا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کے متعلق قدامہ کی طرف خط لکھا، پھر اس میں طویل قصہ ہے کہ قدامہ بن مظعون حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور جارود نے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف شراب نوشی کی شہادت دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون کو کوڑے مارے۔

امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے نائب (قدامہ بن مظعون) کی طرف خط لکھا اور یہ خط شراب نوشی یعنی حدود کے متعلق تھا، اس سے معلوم ہوا کہ قاضی اپنے نائب کی طرف حدود کے معاملہ میں خط لکھے تو یہ جائز ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کی طرف حد قائم کرنے کے لیے خط نہیں لکھا تھا بلکہ انہوں نے اس معاملہ کی تفتیش کے لیے خط لکھا تھا، تاکہ صورتِ حال منکشف ہو جائے۔ کیا یہ نہیں دیکھا جاتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جارود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے قدامہ بن مظعون کے اوپر حد قائم کی؟

تنبیہ: اس جارود کا پورا نام جارود بن المعلی ہے، اس کی کنیت ابو غیاث ہے اور یہ عبدالقیس کا رئیس تھا، امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس ہجری میں عبدالقیس کے وفد کے ساتھ آیا تھا، پہلے یہ نصرانی تھا، پھر اس نے اسلام قبول کر لیا اور اس نے اسلام میں اچھے کام کیے۔

ایک قاضی کے دوسرے قاضی کی طرف حدود میں خط لکھنے کے متعلق آثار

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي سِنٍّ كُسِرَتْ — عمر بن عبدالعزیز نے اس دانت کے متعلق خط لکھا جس کو توڑ دیا گیا تھا۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عامل زریق بن حکیم کی طرف اس دانت کے متعلق لکھا جس کو توڑ دیا گیا تھا اور انہوں نے اس کی طرف خط لکھا جس میں ایک مرد کی دانت توڑنے پر گواہی کو جائز قرار دیا، اس تعلیق کو ابو بکر الخلال نے کتاب القصاص والدیات میں سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي جَائِزٌ إِذَا — اور ابراہیم نے کہا: قاضی کا قاضی کی طرف خط لکھنا جائز ہے جب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَرَفَ الْكِتَابَ وَالْخَاتَمَ

کہ وہ اس کے خط کو اور اس کی مہر کو پہچانتا ہو۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابراہیم سے مراد ابراہیم نخعی ہیں اور اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَكَانَ الشَّعْبِيُّ يُجِيزُ الْكِتَابَ الْمَخْتُومَ بِمَا فِيهِ مِنَ الْقَاضِي

اور شعبی اس خط کو جائز قرار دیتے تھے جس پر مہر لگی ہوئی ہو کہ یہ قاضی کی طرف سے ہے۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

شعبی سے مراد عامر بن شراحیل ہیں جو کبیر تابعی ہیں، اور اس اثر کو بھی امام ابن ابی شیبہ نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے، یعنی شعبی جس خط پر مہر لگی ہوئی ہو کہ یہ فلاں قاضی کی طرف سے آیا ہے اس کو جائز قرار دیتے تھے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوُهُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی شعبی کی روایت کی مثل روایت کی گئی ہے۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اثر کی سند صحیح نہیں ہے، اس لیے امام بخاری نے اس کو صیغہ تمریض یعنی مجہول کے صیغہ سے بیان کیا ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ الثَّقَفِيُّ شَهِدْتُ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ يَعْلَى قَاضِيَ الْبَصْرَةِ وَإِيَاسَ بْنَ مُعَاوِيَةَ وَالْحَسَنَ وَثُمَامَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ وَبِلَالَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيَّ وَعَامِرَ بْنَ عَبِيدَةَ وَعَبَّادَ بْنَ مَنْصُورٍ يُجِيزُونَ كُتُبَ الْقُضَاةِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الشُّهُودِ فَإِنْ قَالَ الَّذِي جِيءَ عَلَيْهِ بِالْكِتَابِ إِنَّهُ زُورٌ قِيلَ لَهُ اذْهَبْ فَالْتَمِسِ الْمَخْرَجَ مِنْ ذَلِكَ

اور معاویہ بن عبد الکریم الثقفی نے کہا: میں عبد الملک بن یعلیٰ قاضی بصرہ کے پاس حاضر ہوا اور ایاس بن معاویہ کے پاس اور حسن کے پاس اور ثمامہ بن عبد اللہ بن انس کے پاس اور بلال بن ابی بردہ کے پاس اور عبد اللہ بن بریدہ اسلمی کے پاس اور عامر بن عبیدہ اور عباد بن منصور کے پاس، یہ سب قاضیوں کے خطوط لکھنے کو بغیر گواہوں کے جائز قرار دیتے تھے، پھر جس کے پاس وہ مکتوب آیا اگر اس نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے، تو اس سے کہا جائے گا: تم جاؤ اور اس خط کے حکم سے نجات کا راستہ تلاش کرو۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

معاویہ بن عبد الکریم الثقفی کی امام احمد، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے توثیق کی ہے اور یہ ایک سو اسّی (۱۸۰) ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس میں عبد الملک بن یعلیٰ قاضی بصرہ کا ذکر ہے، یہ عہدہ قضاء پر فائز ہونے کے بعد ایک سو دو ہجری یا ایک سو تین ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور ایاس بن معاویہ المزنی کا ذکر ہے، یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں بصرہ کے قاضی تھے، اور یہ ایک سو دو (۱۰۲) ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔

اور اس میں حسن کا ذکر ہے، اس سے مراد حسن بصری ہیں، یہ تھوڑے عرصہ کے لیے بصرہ کے قاضی ہوئے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک سو بیس صحابہ کی زیارت کی تھی اور ایک سو دس ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا تھا، اس وقت ان کی عمر (۸۹) سال تھی۔

اور اس میں ثمامہ بن عبداللہ بن انس کا ذکر ہے، یہ ثقہ تابعی ہیں اور ہشام بن عبدالملک کی حکومت کے اوائل میں یہ بصرہ کے قاضی تھے۔

اور اس میں بلال بن ابو بردہ کا ذکر ہے، یہ بھی ہشام بن عبدالملک کی طرف سے بصرہ کے قاضی تھے، ان کو یوسف بن عمر الثقفی نے قتل کر دیا تھا۔

اور اس میں عبداللہ بن بریدہ کا ذکر ہے، یہ مشہور تابعی ہیں، یہ مرو کے قاضی تھے اور ایک سو پندرہ (۱۱۵) ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

اور اس میں عامر بن عبیدہ کا ذکر ہے، یہ قدیم ثقہ تابعی ہیں اور یہ ایک بار کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔

اور اس میں عباد بن منصور کا ذکر ہے، یہ پانچ مرتبہ بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے، یہ ایک سو باون (۱۵۲) ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔

مذکورہ تمام قضاۃ، قاضی کے خط لکھنے کو جائز قرار دیتے تھے، اور اس پر گواہ نہیں طلب کرتے تھے کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَأَوَّلُ مَنْ سَأَلَ عَلَى كِتَابِ الْقَاضِي الْبَيِّنَةَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى وَسَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللهِ

اور جس نے سب سے پہلے قاضی کے خط کے اوپر گواہ کا سوال کیا وہ ابن ابی لیلیٰ اور سوار بن عبداللہ ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

ابن ابی لیلیٰ کا نام محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے، اور ابو لیلیٰ کا نام یسار ہے جو کوفہ کے قاضی تھے اور یہ ولید بن یزید کی حکومت میں قاضی تھے۔

اور سوار بن عبداللہ کا امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، یہ فقیہ تھے، منصور نے ان کو ایک سو اڑتیس (۱۳۸) ہجری میں بصرہ کی قضاء پر فائز کیا۔ اور یہ اپنی موت تک اس قضاء پر فائز رہے اور ایک سو چھپن (۱۵۶) ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُحْرِزٍ جِئْتُ بِكِتَابٍ مِنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ قَاضِي الْبَصْرَةِ وَأَقَمْتُ عِنْدَهُ الْبَيِّنَةَ أَنَّ لِي عِنْدَ فُلَانٍ كَذَا وَكَذَا وَهُوَ بِالْكُوفَةِ وَجِئْتُ بِهِ الْقَاسِمَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَأَجَازَهُ

اور ہم سے ابو نعیم نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن محرز نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں موسیٰ بن انس قاضی بصرہ کی طرف سے ایک خط لے کر آیا اور میں نے ان کے پاس گواہ قائم کیا کہ میں نے فلاں سے اتنے اور اتنے روپے لینے ہیں اور وہ کوفہ میں ہے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور میں اس کو قاسم بن عبدالرحمٰن کے پاس لے کر آیا تو انہوں نے اس کی اجازت دی۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابونُعیم الفضل بن دُکین ہیں، یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں جس کو انہوں نے ایک مذاکرہ میں نقل کیا، اور عبید اللہ بن مُحرز کوفی ہیں، اور امام بخاری نے ان سے صرف اسی اثر کو روایت کیا ہے، اور موسیٰ بن انس بن مالک قاضی بصرہ مشہور ثقہ تابعی ہیں، ان کی حدیث صحاح ستہ میں ہے، وہ الحکم بن ایوب الثقفی کی حکومت میں بصرہ کے قاضی تھے اور القاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کی قضاء پر مقرر تھے اور وہ قضاء پر اجرت نہیں لیتے تھے اور وہ ثقہ تھے، ان کی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک سو سولہ (۱۱۶) ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔

اس اثر میں امام بخاری نے کہا ہے ''فاجازہ''، اس کا معنی ہے: انہوں نے اس کو نافذ کیا اور اس کے مطابق عمل کیا۔

ایک قاضی کے دوسرے قاضی کی طرف لکھے ہوئے خط کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

فقہ حنبلی کی کتاب ''المغنی'' میں لکھا ہوا ہے کہ ائمہ فتویٰ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ جب ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کی طرف پہنچے تو اس کے سامنے دو نیک گواہ گواہی دیں (کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے) اور صرف قاضی کا اس خط کی تحریر کو پہچاننا اور اس کے اوپر قاضی کی مہر کا لگا ہوا ہونا کافی نہیں ہے۔

اور حسن بصری اور سوار اور حسن العنبری سے منقول ہے، انہوں نے کہا کہ یہ خط اس وقت معتبر ہوگا جب قاضی اس تحریر کو پہچانتا ہو اور اس پر لگی ہوئی مہر کو پہچانتا ہو اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔

اور علامہ ابن الملقن شافعی نے ''التوضیح'' میں لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ جب قاضی اپنے خط کے اوپر دو گواہوں کی گواہی قائم کر دے اور ان کے سامنے اس خط کو نہ پڑھے اور نہ ان کو بتائے کہ اس خط میں کیا لکھا ہے؟ اس صورت میں امام مالک نے کہا کہ یہ جائز ہے اور جس قاضی کی طرف یہ خط لکھا گیا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ اس خط کو قبول کرے ان دو گواہوں کے اس قول کی وجہ سے کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے جو اس نے ہمیں دیا ہے اور اس پر مہر لگی ہوئی ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور ابوثور نے کہا: جب قاضی ان دو گواہوں کے سامنے خط کو نہ پڑھے اور نہ اس کو بیان کرے تو جس قاضی کی طرف وہ خط لکھا گیا ہے وہ اس خط میں لکھے ہوئے پر عمل نہ کرے اور امام مالک سے بھی ایک قول اسی کی مثل مروی ہے۔

اور جب مہر ٹوٹی ہوئی ہو تو اس میں اختلاف ہے، پس امام ابوحنیفہ اور امام زفر نے کہا کہ اس کو حاکم قبول نہ کرے، اور امام ابویوسف نے کہا: اس کو قبول کرے اور اس کے مطابق حکم دے جب اس کے اوپر گواہ قائم ہوں، اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَكَرِهَ الْحَسَنُ وَأَبُو قِلَابَةَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَى وَصِيَّةٍ حَتَّى يَعْلَمَ مَا فِيهَا لِأَنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ فِيهَا جَوْرًا

حسن نے اور ابوقلابہ نے کہا کہ وصیت کے اوپر اس وقت تک شہادت دینا مکروہ ہے حتیٰ کہ جان لے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے، کیونکہ وہ نہیں جانتا ہو سکتا ہے کہ اس میں کوئی ظلم کی بات لکھی ہوئی ہو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں جو حسن کا ذکر ہے یہ حسن بصری ہیں، اور ابو قلابہ کا ذکر ہے، یہ عبد اللہ بن زید الجرمی ہیں۔

امام بخاری نے کہا ''ان یشھد'' یعنی کسی شخص کا بھی اس وصیت کے اوپر گواہی دینا مکروہ ہے جب تک کہ اس نے اس وصیت کو پڑھ نہ لیا ہو۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہی صحیح ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، کوئی شخص اس وقت تک وصیت پر گواہی نہ دے حتیٰ کہ جان لے کہ اس وصیت میں کیا لکھا ہوا ہے۔

علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی پر تعاقب کیا ہے، پس کہا: میں نہیں جانتا علامہ داؤدی نے اس کو کیوں صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ اگر وصیت میں کوئی ظلم کی بات لکھی ہو تو اس وصیت پر عمل نہ کیا جائے، اور اگر اس میں کسی حکم کو واجب قرار دیا ہو تو اس کو نافذ کیا جائے، اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وصیت پر گواہی دینا جائز ہے خواہ گواہ کو معلوم نہ ہو کہ اس وصیت میں کیا لکھا ہوا ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَدْ كَتَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أَهْلِ خَيْبَرَ إِمَّا أَنْ تَدُوا صَاحِبَكُمْ وَإِمَّا أَنْ تُؤْذِنُوا بِحَرْبٍ

بے شک نبی ﷺ نے اہلِ خیبر کی طرف لکھا: یا تو تم اپنے صاحب کی دیت ادا کرو، اور یا تم اعلانِ جنگ کو قبول کرلو۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حضرت سہل بن حثمہ رضی اللہ عنہ کی مکمل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو حضرت حویصہ اور حضرت محیصہ رضی اللہ عنہما کے قصہ پر مشتمل ہے، حضرت عبد اللہ بن سہل خیبر میں قتل کر دیئے گئے تھے، اور چند ابواب کے بعد ''باب کتاب الحاکم الی عمالہ'' میں اس کا ذکر آئے گا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الشَّهَادَةِ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ إِنْ عَرَفْتَهَا فَاشْهَدْ وَإِلَّا فَلَا تَشْهَدْ.

عورت پردہ کے پیچھے سے گواہی دے، اس کے متعلق الزہری نے کہا: اگر تم اس عورت کو پہچانتے ہو تو تم اس کی گواہی دو ورنہ گواہی نہ دو۔

علامہ عینی اس آخری تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں مذکور ہے ''زہری نے کہا'' یعنی محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے کہا کہ عورت پر گواہی دینے کا حکم یہ ہے کہ اگر گواہ اس عورت کو پہچانتا ہے تو اس کے حق میں اور اس کے خلاف گواہی دے، اور اگر اس کو نہیں پہچانتا تو بالکل گواہی نہ دے۔

امام بخاری نے کہا ''من وراء الستر'' خواہ عورت کے اوپر نقاب ہو یا اس کے علاوہ کسی صورت سے وہ پردہ میں ہو، خلاصہ یہ ہے کہ جب گواہ کسی بھی طریقہ سے پہچان لے تو اس کی اس پر گواہی جائز ہے اور یہ شرط نہیں ہے کہ گواہی دیتے وقت وہ اس عورت کو دیکھے۔

زہری کے اس اثر کی امام ابن ابی شیبہ نے سندِ موصول کے ساتھ از جعفر بن یرقان روایت کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چہرہ دیکھے بغیر صرف آواز سننے کی بناء پر شہادت دینے کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ نابینا کا کسی اقرار کے متعلق گواہی دینا جائز ہے، اور ہر اس معاملہ میں جس کو صرف آواز سن کر جانا ہو اس کی گواہی کوئی نابینا بھی دے سکتا ہے یا پہلے دیکھنے والا تھا اور بعد میں نابینا ہو گیا تو پھر بھی گواہی دے سکتا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا: جب نابینا گواہی دے گا تو اس کی گواہی قبول نہیں ہو گی۔

اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے امہات المومنین سے پردہ کے پیچھے احادیث کی روایت کی اور انہوں نے ان کے اشخاص کو ان کی آواز سن کر متمیز کیا، اسی طرح حضرت ابن ام مکتوم کی اذان ہے، اور فقہاء نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان میں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں صرف آواز سے متمیز کیا، نیز فروج پر اقدام کرنا حقوق کی شہادت سے بڑھ کر ہے، اور نابینا کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی سے وطی کرے حالانکہ وہ اپنی بیوی کو صرف آواز سے پہچانتا ہے، اور اس کا فقہاء میں سے کسی نے انکار نہیں کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۵۲۔۳۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۱۶۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الرُّومِ قَالُوا إِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُونَ كِتَابًا إِلَّا مَخْتُومًا فَاتَّخَذَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِهِ وَنَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل روم کی طرف خط لکھنے کا ارادہ کیا تو صحابہ کرام نے بتایا کہ وہ لوگ صرف اسی خط کو پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہو، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی، گویا کہ میں اب بھی اس کی چمک کی طرف دیکھ رہا ہوں اور اس کا نقش تھا "مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ"۔

(صحیح البخاری: ۶۵، ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴، ۵۸۷۵، ۵۸۷۷، ۷۱۶۲، صحیح مسلم: ۲۰۹۲، سنن ترمذی: ۲۷۱۸، سنن نسائی: ۵۲۰۱، سنن ابوداؤد: ۴۲۱۴، مسند احمد: ۱۲۳۰۹)

صحیح البخاری: ۷۱۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خط میں درج مضمون کے حجت ہونے کا بیان

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس خط پر مہر لگی ہوئی ہو اس کے متعلق گواہی دینا جائز ہے، کیونکہ اس حدیث میں خط کا بھی ذکر ہے اور مہر کا بھی ذکر ہے، اور امام الطحاوی نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب خط پر مہر نہ لگی ہوئی ہو تب بھی اس کے مضمون پر حجت قائم ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف خط لکھنے کا ارادہ کیا تھا، پھر صحابہ نے کہا کہ اہل روم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صرف مہر شدہ خط کو پڑھتے ہیں، اس وجہ سے آپ نے چاندی کی مہر بنوائی۔

اس حدیث کے باقی مسائل اور فوائد اس سے پہلے "بدء الوحی" کے باب میں اس حدیث کی شرح میں گزر چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی تعلیقات کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کے اس باب کا عنوان مع تعلیقات کے تین احکام پر مشتمل ہے: (۱) خط پر گواہی دینا (۲) ایک قاضی کا دوسرے قاضی کی طرف خط لکھنا (۳) خط میں جو کچھ مذکور ہے اس کے اقرار پر گواہی دینا۔

امام بخاری کے طریقہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تینوں احکام جائز ہیں:

رہا پہلے حکم کا جواز، تو علامہ ابن بطال نے اس کے متعلق کہا ہے: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب کوئی گواہ کسی خط کو دیکھے تو اس کے لیے اس وقت تک اس پر گواہی دینا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کو یاد نہ ہو کہ اس خط میں کیا لکھا ہے، اگر اس کو یاد نہ ہو کہ اس خط میں کیا لکھا ہے تو وہ اس پر گواہی نہ دے، کیونکہ جو شخص چاہے وہ مہر بنا سکتا ہے، اور جو چاہے خط میں لکھ سکتا ہے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں ایسا کیا گیا تھا جو ان کے قتل کیے جانے کا سبب بن گیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

جعلی مہر شدہ خط کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

امام محمد بن سعد المتوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب مصری، مصر سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارادہ کرتے ہوئے آئے اور مقامِ ذی خشب پر ٹھہرے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، پس فرمایا: ان کے پاس جاؤ اور ان کو میرے پاس سے لوٹا دو، اور ان کو یہ خبر دو کہ جو یہ مطالبہ کر رہے ہیں میں اس کو پورا کروں گا، پس حضرت محمد بن مسلمہ مقامِ ذی خشب کی طرف روانہ ہوئے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پچاس انصار سواری پر بھیجے اور مصریوں کے رئیس چار تھے: عبد الرحمٰن بن عدیس البلوی، سودان بن حمران المرادی، ابن البیاع اور عمرو بن الحمق الخزاعی، اور اس کا نام ان پر غالب آ گیا حتیٰ کہ کہا جاتا تھا کہ یہ عمرو بن الحمق کا لشکر ہے، پس ان چاروں کے پاس حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ آئے، پس کہا: بے شک امیر المومنین اس طرح اور اس طرح فرماتے ہیں، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا وہ ان کو بتایا حتیٰ کہ مصری واپس چلے گئے، جب وہ لوگ مقامِ البویب پر پہنچے تو انہوں نے ایک اونٹ کو دیکھا جس پر صدقہ کی علامت تھی، انہوں نے اس اونٹ کو پکڑ لیا تو اس کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، انہوں نے اس کا سامان چھین لیا اور اس کی تلاشی لی تو اس میں ایک سیسہ کی نلکی کے پیٹ میں حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح (والی مصر) کے نام مکتوب تھا کہ تم فلاں کے ساتھ یہ کرنا اور فلاں کے ساتھ یہ کرنا، اور یہ ان لوگوں کے متعلق قتل کرنے کا حکم تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے، پھر مصری دوبارہ لوٹ آئے حتیٰ کہ مقامِ ذی خشب پر ٹھہرے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بات کرنے کے لیے بھیجا اور کہا: جاؤ ان کو میرے پاس لوٹاؤ، انہوں نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا: پھر مصریوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز سفیان بن ابی العوجاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا کہ انہوں نے کوئی مکتوب لکھا تھا یا انہوں نے کوئی قاصد بھیجا تھا، انہوں نے کہا: یہ کام میری بے خبری میں کیا گیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

مہر شدہ خط کے اوپر شہادت دینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام مالک نے خط پر شہادت دینے کو جائز کہا ہے اور ابن وہب نے کہا: میں اس مسئلہ میں امام مالک کے قول پر عمل نہیں کرتا۔ اور امام طحاوی نے کہا: تمام فقہاء نے اس مسئلہ میں امام مالک کی مخالفت کی اور ان کے اس قول کو شاذ قرار دیا ہے، کیونکہ ایک خط دوسرے خط کے مشابہ ہوتا ہے اور اس میں نہ کسی بات کو سن کر شہادت ہے اور نہ کسی واقعہ کو دیکھ کر شہادت ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۱۶۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ خط پر شہادت دینا جائز نہیں ہے جب کہ شہادت کا ذکر نہ کیا جائے اور نہ اس کی حفاظت کی جائے، الشعبی نے کہا: پس کبھی مہر شدہ مکتوب پر شہادت نہ دو، کیونکہ جو چاہے مہر بنا لے اور جو چاہے لکھ دے۔

فقہاء احناف، امام شافعی، امام احمد اور اکثر اہلِ علم کے نزدیک خط کے اوپر شہادت دینا جائز نہیں ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایام میں اسی کی مثل پر عمل کیا گیا، لوگوں نے ان کی مہر کی مثل بنالی اور ان کے خط کی مثل لکھ دیا، اور یہ قصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ میں مذکور ہے، اور اس باب میں قوی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ (یوسف: ۸۱)

اپنے باپ کی طرف واپس جاؤ اور کہو: اے ہمارے باپ! بے شک آپ کے بیٹے (بنیامین) نے چوری کی ہے اور ہم صرف اسی بات کی گواہی دے سکتے ہیں جو ہمارے علم میں ہو اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے O

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بغیر یقینی دلیل کے شہادت دینا جائز نہیں ہے، اور خط کے متعلق یہ یقین نہیں ہوتا کہ یہ فلاں شخص کا خط ہے، لہٰذا کسی خط کے متعلق بھی یہ شہادت دینا جائز نہیں ہے کہ یہ فلاں شخص کا خط ہے۔

وَ لَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ (الزخرف: ۸۶)

اور جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، ہاں وہ لوگ شفاعت کا اختیار رکھتے ہیں جو حق کی شہادت دیں اور انہیں اس کا یقین ہو O

اور محمد بن عبدالحکم نے کہا: ہم اپنے زمانہ میں خط کی شہادت پر فیصلہ نہیں کرتے، کیونکہ لوگوں نے طرح طرح کے برے کاموں کو ایجاد کر لیا ہے اور بے شک امام مالک نے کہا ہے کہ پہلے لوگ قاضی کی مہر پر شہادت کو جائز قرار دیتے تھے، پھر امام مالک نے کہا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ یہ جائز نہیں ہے۔

ایک قاضی کے دوسرے قاضی کی طرف مکتوب لکھنے کا بیان

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب ایک قاضی دوسرے قاضی کی طرف کوئی حکم لکھ کر بھیجے تو وہ حدود میں اور باقی حقوق میں نافذ ہوگا، اور فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ یہ ہر چیز میں جائز ہے سوائے حدود کے اور یہی امام شافعی کا ایک قول ہے۔ اور اسی طرح جمہور کا قول ہے، اور امام بخاری نے فقہاء احناف کے خلاف یہ دلیل قائم کی ہے کہ فقہاء احناف قتلِ خطاء میں قاضی کے حکم نامہ پر عمل کو جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ بھی مال ہے، اور فقہاء احناف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ مال قتل کے ثبوت کے بعد ہوتا ہے اور یہ اچھی حجت ہے۔

خط میں مذکور مضمون کے اقرار پر شہادت دینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور ابو ثور نے کہا: جب قاضی گواہوں کے سامنے خط کو نہ پڑھے تو ان کا اس خط پر گواہی دینا جائز نہیں ہے، اور جس کی طرف قاضی نے خط لکھا ہے اس کا بھی اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، امام مالک سے بھی اس قول کی مثل منقول ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کو یقینی علم نہ ہو اس کے متعلق شہادت دینا جائز نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا ...... (یوسف:۸۱)"۔

اور جن فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے کہ حاکم جب یہ اقرار کر لے کہ یہ اس کا خط ہے، تو اس نے اس میں لکھے ہوئے مضمون پر بھی اقرار کر لیا، اور گواہوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس پر گواہی دیں جو حاکم کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے، اور اس سے غرض صرف یہ ہے کہ جس قاضی کی طرف خط لکھا گیا ہے وہ یہ جان لے کہ یہ فلاں قاضی کا خط اس کی طرف ہے۔

امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے کہ لوگ مہر شدہ وصیت پر گواہی دیں اور حاکم سے کہیں کہ اس خط میں جو لکھا ہوا ہے ہم اس کے اقرار پر گواہی دیتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ اپنے عمال کی طرف خط لکھتے تھے اور آپ کے عمال اس پر واقف نہیں ہوتے تھے کہ خط میں کیا احکام لکھے ہوئے ہیں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۸۲۔ ۱۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۶۔ بَابٌ: مَتَى يَسْتَوْجِبُ الرَّجُلُ الْقَضَاءَ

مرد قضاء کا کب مستحق ہوتا ہے؟

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

عہدۂ قضاء کی شرائط

یعنی مرد کب اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کو قاضی بنا دیا جائے؟

ابو علی الکرابیسی صاحب الشافعی نے "کتاب آداب القضاء" میں لکھا ہے: میرے علم میں متقدمین میں سے کسی کا اس میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اختلاف نہیں ہے کہ مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا اور قاضی بننے کا مستحق وہ شخص ہوتا ہے جس کی فضیلت اور اس کا صدق اور اس کا علم اور اس کا تقویٰ اور اس کا کتاب اللہ کا قاری ہونا اور اس کا اکثر احکام کا عالم ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کا عالم ہونا اور اکثر کا حافظ ہونا ظاہر ہو۔ اسی طرح یہ بھی ظاہر ہو کہ وہ صحابہ کرام کے اقوال کا حافظ ہے اور اس کو مسائل میں ان کے اتفاق اور اختلاف کا علم ہو، اور فقہاء تابعین کے اقوال کا علم ہو اور وہ صحیح قول کو ضعیف قول سے ممتاز کر سکتا ہو اور پیش آمدہ مسائل کا اللہ کی کتاب سے استنباط کر سکتا ہو، اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے اس کا استنباط کر سکتا ہو، اور اگر آپ کی سنتوں میں بھی اس کو مطلوبہ حکم نہ ملے تو صحابہ کا جس پر اتفاق ہو، وہ اس سے مستنبط کر سکتا ہو، پس اگر صحابہ کا اختلاف ہو تو جو قول قرآن مجید کے زیادہ مشابہ ہو، پھر جو قول سنت کے زیادہ مشابہ ہو، پھر جو قول اکابر صحابہ کے فتویٰ کے موافق ہو، اس پر عمل کرے، اور وہ اہل علم سے بہ کثرت مذاکرہ کرتا ہو اور مشاورت کرتا ہو جن کی فضیلت اور تقویٰ معلوم ہو اور وہ اپنی زبان کی اور اپنے پیٹ کی اور اپنی شرمگاہ کی گناہوں سے حفاظت کرتا ہو، اور فریقِ مخالف کے کلام کی سمجھ رکھتا ہو، پھر ضروری ہے کہ وہ صاحبِ عقل ہو، خواہشِ نفس سے اجتناب کرتا ہو، پھر انہوں نے کہا: اگر چہ ہمیں معلوم ہے کہ روئے زمین پر ایسے شخص کا ملنا مشکل ہے جو ان تمام صفات کا جامع ہو، لیکن ضروری ہے کہ ہر زمانہ میں جو اکمل اور افضل ہو اس کو تلاش کیا جائے۔

اور علامہ المہلب المالکی نے کہا: کسی شخص کے استحقاقِ قضاء کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو قضاء کا اہل سمجھتا ہو، بلکہ لوگ اس کو قضاء کا اہل سمجھتے ہوں۔

اور ابنِ حبیب نے امام مالک سے نقل کیا کہ قاضی کے لیے عالم اور عاقل ہونا ضروری ہے۔

اور ابن العربی نے کہا: اس پر اتفاق ہے کہ قاضی کا غنی اور مالدار ہونا شرط نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ (البقرہ: ۲۴۷)

انہوں نے کہا: اس کی بادشاہی ہم پر کیسے ہوگی، حالانکہ ہم اس سے زیادہ بادشاہی کے مستحق ہیں اور اس کو مالی وسعت بھی نہیں دی گئی، (ان کے) نبی نے کہا: بے شک اللہ نے اس کو تمہارے لیے منتخب فرمالیا ہے اور اس کو علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطا فرمائی ہے۔

اسی طرح قاضی کے لیے مرد ہونے کی شرط پر بھی اتفاق ہے، اور اس میں فقہاءِ احناف کا اختلاف ہے، اور انہوں نے بھی حدود کا استثناء کیا ہے کہ حدود میں عورت قضاء نہیں کر سکتی۔ اور جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ''وہ قوم فلاح نہیں پائے گی جو اپنے معاملات کو عورت کے سپرد کر دے''، نیز قاضی کو فیصلہ کے لیے کامل رائے کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت کی رائے ناقص ہوتی ہے خصوصاً مردوں کے ہوتے ہوئے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

عہدۂ قضاء کے متعلق فقہاءِ احناف کی شرائط

علامہ علاؤالدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

عہدۂ قضاء کی صلاحیت کے لیے قاضی کا عاقل اور بالغ ہونا شرط ہے، اور ان شرائط میں سے اسلام ہے، اور قاضی کا آزاد ہونا ہے اور قاضی کا بینا ہونا ہے، اور قاضی کا بولنے پر قادر ہونا ہے، اور ان شرائط میں سے یہ ہے کہ قاضی پر حدِ قذف نہ لگی ہو، پس مجنون

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو اور نابالغ بچہ کو اور کافر کو اور غلام کو اور نابینا کو اور گونگے کو اور جس پر حدِ قذف لگی ہو، قاضی بنانا جائز نہیں ہے، کیونکہ قضاء باب ولایت سے ہے بلکہ عظیم ولایت ہے اور ان لوگوں کے لیے ادنیٰ ولایت بھی نہیں ہے، پس ان کے لیے اعلیٰ ولایت بہ طریق اولیٰ نہیں ہوگی۔

منصبِ قضاء کو سونپنے کے لیے مرد ہونا شرط نہیں ہے، کیونکہ عورت اہلِ شہادت میں سے ہے اور اہلیتِ قضاء، اہلیتِ شہادت پر موقوف ہے، مگر عورت حدود اور قصاص میں شرعی فیصلہ نہیں کرے گی کیونکہ حدود اور قصاص میں عورت کی شہادت جائز نہیں ہے، لہٰذا حدود اور قصاص میں عورت کی قضاء بھی جائز نہیں ہے۔

رہا حلال اور حرام اور باقی احکام کا علم، آیا وہ منصب قضاء پر فائز کرنے کے لیے شرط ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک یہ منصب قضاء کے جواز کے لیے شرط نہیں ہے، بلکہ نُدب اور استحباب کے لیے شرط ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۹ ص ۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

بابِ مذکور کی تعلیقات

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ أَخَذَ اللهُ عَلَى الْحُكَّامِ أَنْ لَا يَتَّبِعُوا الْهَوَى وَلَا يَخْشَوُا النَّاسَ وَلَا يَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ثُمَّ قَرَأَ ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾﴾ وَقَرَأَ ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾﴾ بِمَا اسْتُحْفِظُوا اسْتُوْدِعُوا مِنْ كِتَابِ اللهِ وَقَرَأَ ﴿وَ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا﴾ فَحَمِدَ سُلَيْمَانَ وَلَمْ يَلُمْ دَاوُدَ وَلَوْلَا مَا ذَكَرَ اللهُ مِنْ

اور حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حکام سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ خواہش کی پیروی نہ کریں اور نہ لوگوں سے ڈریں اور نہ میری آیات کے بدلہ میں تھوڑی قیمت لیں، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: ''اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنادیا ہے، سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور خواہش کی پیروی نہ کیجئے، ورنہ وہ (پیروی) آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکا دے گی، بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بہک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے کیونکہ وہ روزِ حساب کو بھول جاتے ہیں O'' (ص:۲۶)

نیز انہوں (حسن بصری) نے یہ آیت پڑھی:

''بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے، اللہ کے نبی جو ہمارے مطیع تھے اس کے مطابق یہود کا فیصلہ کرتے رہے، اور اللہ والے اور علماء (فیصلہ کرتے رہے) کیوں کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت کرائی گئی تھی، اور وہ اس پر گواہ تھے، سو تم لوگوں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو، اور میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو، اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَمْرِ هٰذَيْنِ لَرَأَيْتُ أَنَّ الْقُضَاةَ هَلَكُوا فَإِنَّهُ أَثْنٰى عَلٰى هٰذَا بِعِلْمِهٖ وَعَذَرَ هٰذَا بِاجْتِهَادِهٖ وَقَالَ مُزَاحِمُ بْنُ زُفَرَ قَالَ لَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ خَمْسٌ إِذَا أَخْطَأَ الْقَاضِي مِنْهُنَّ خَصْلَةً كَانَتْ فِيْهِ وَصْمَةٌ أَنْ يَكُوْنَ فَهِمًا حَلِيْمًا عَفِيْفًا صَلِيْبًا عَالِمًا سَئُوْلًا عَنِ الْعِلْمِ۔

موافق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ کافر ہیں O'' (المائدہ:۴۴)

''بما استحفظوا'' کا معنی ہے: ''جو احکام ان کے پاس امانت رکھے گئے تھے''۔ نیز انہوں (حسن بصری) نے یہ آیت پڑھی:

''اور داؤد اور سلیمان کو یاد کیجئے جب وہ ایک کھیت کا فیصلہ کر رہے تھے، جب کچھ لوگوں کی بکریوں نے رات میں اس کھیت کو چر لیا تھا اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے O سو ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو قوت فیصلہ اور علم عطا کیا تھا''۔ (الانبیاء:۷۸۔۷۹)

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تحسین کی، اور حضرت داؤد علیہ السلام کو ملامت نہیں کی، اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا یہ معاملہ ذکر نہ کیا ہوتا تو میں سمجھتا ہوں کہ قاضی ہلاک ہو جاتے، کیونکہ ایک کی اللہ تعالیٰ نے اس کے علم کی وجہ سے تعریف کی اور دوسرے کو اس کے اجتہاد کی وجہ سے معذور قرار دیا۔ اور مزاحم بن زُفر نے کہا: ہم سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ جب قاضی ان میں سے کسی ایک خصلت سے بھی خطاء کرے گا تو یہ اس کا عیب ہوگا، اسے چاہیے کہ وہ سمجھدار ہو، بردبار ہو، پاک باز ہو، اپنے موقف پر سختی سے قائم رہنے والا ہو، عالم ہو اور علم کے مطابق بہت زیادہ سوال کرنے والا ہو۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلوں کا بیان

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے، ان میں سے ایک کھیت کا مالک تھا اور دوسرا بکریوں کا مالک تھا، کھیت کے مالک نے کہا: اس آدمی نے اپنی بکریاں میرے کھیت میں ہانک دیں اور میرے کھیت میں کوئی چیز باقی نہیں رہی، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ یہ ساری بکریاں تمہاری ہیں، یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ تھا، پھر بکریوں والا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کا کیا ہوا فیصلہ بتایا، پھر حضرت سلیمان حضرت داؤد علیہما السلام کے پاس گئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے سوا ایک اور فیصلہ ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا وہ کیا ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: کھیت والے کو معلوم ہے کہ ہر سال اس کی کتنی فصل ہوتی ہے، وہ اس فصل کی قیمت بکریوں والے سے لے لے اور بکریوں والا بکریوں کے بال، ان کی اون اور ان کے بچوں کو بیچ کر وہ قیمت ادا کر دے، اور بکریوں کی نسل تو ہر سال چلتی رہتی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: تم نے صحیح فیصلہ کیا اور فیصلہ یہی ہے، یہ محمد بن سعد کی روایت ہے، اور خلیفہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: بکریاں کھیت والے کو دے دیں، وہ ان کے دودھ، ان کے بچوں اور ان کے دیگر منافع سے فائدہ اٹھائے اور اس اثناء میں بکریوں والا کھیت میں دوبارہ فصل اگائے حتیٰ کہ جب پہلے جتنی فصل ہو جائے تو کھیت، کھیت والے کو حوالہ کر کے اپنی بکریاں لے لے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۶۵۶، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۷۹۶۹، زاد المسیر ج ۵ ص ۱۷۱۔۲۷۳)

تعلیق مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے اجتہاد کے متعلق فقہاء کے اقوال

اس قصہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کے لیے احکام میں اجتہاد کرنا جائز ہے، اور وہ نزولِ وحی کا انتظار نہیں کریں گے، اس لیے کہ حضرتِ داؤد علیہ السلام نے اس مسئلہ میں قطعی طور پر اجتہاد کیا تھا، کیونکہ اگر وہ وحی کے مطابق فیصلہ فرماتے تو اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کیے ہوئے فیصلے کی تعریف نہ فرماتا۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ جو فقہاء نبی علیہ السلام کے لیے اجتہاد کو جائز قرار دیتے ہیں، کیا ان کے نزدیک نبی علیہ السلام کی اپنے اجتہاد میں خطاء بھی جائز ہے؟

پس جو نبی علیہ السلام کی اجتہاد میں خطاء کو جائز قرار دیتے ہیں، وہ اس قصہ سے استدلال کرتے ہیں، اور دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ اگر نبی علیہ السلام سے اجتہاد میں خطاء ہو جائے تو ان کو خطاء پر برقرار نہیں رکھا جاتا۔

اور جو نبی علیہ السلام کے اجتہاد کو منع کرتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ داؤد علیہ السلام نے اجتہاد کیا، اور نہ یہ دلیل ہے کہ انہوں نے خطاء کی، اور ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کے سامنے پیش کیا گیا، پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس میں ایک فیصلہ کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقدمہ کا حکم سمجھا دیا تھا، اور داؤد علیہ السلام نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔

حسن بصری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی مذمت نہیں کی، اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی تنقیص ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (الانبیاء: ۷۹) اور ہم نے دونوں کو قوتِ فیصلہ اور علم عطا کیا تھا۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کو حکم اور علم عطا فرمایا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو فہم کے ساتھ ممتاز رکھا، اور یہ علمِ خاص ہے جو علمِ عام پر زائد ہے، اور یہ علم مقدمہ کا فیصلہ کرنے سے متعلق ہے، انہوں نے کہا: زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس معاملہ میں داؤد علیہ السلام نے صحیح فیصلہ کیا تھا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے صلح کی طرف رہنمائی کی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: "وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا۔۔۔۔ (الانبیاء: ۷۹)" یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بر سبیلِ عموم ہو، یعنی ہر معاملہ میں ان دونوں کو قوتِ فیصلہ اور علم عطا فرمایا ہے، یا صرف اس کھیت کے معاملہ میں، اور ہر تقدیر پر اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے حکم اور علم کی تعریف فرمائی، پس یہ ایسا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں ہے کہ جب مجتہد سے خطاء ہو تو اس کی خطاء پر عذر پیش کیا جائے، کیونکہ خطاء حکم اور علم نہیں ہے، خطاء اس کے لیے ہوتی ہے جو صحیح نتیجہ تک نہ پہنچے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: جو اس قصہ میں غور کرے گا اس پر یہ منکشف ہوگا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے حکموں میں جو اختلاف تھا، یہ صحیح اور غلط کا اختلاف نہیں تھا بلکہ اولویت کا اختلاف تھا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۷۔ بَابُ: رِزْقِ الْحُكَّامِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا — حکام اور عاملین کو معاوضہ دینے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حکام اور عاملین کے وظیفہ لینے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اموالِ فئے میں سے اور جو اس کے قائم مقام ہو جس کو مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کیا جاتا ہے، اس میں سے حکام اور عاملین کو وظیفہ یا معاوضہ دینا جائز ہے۔

امام ابوجعفر الطبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے: اس باب کی حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے لیے عمل کرنے میں مشغول ہو اس کو اس عمل کے اوپر وظیفہ یا معاوضہ دیا جائے، جیسا کہ کسی صوبے کا گورنر ہو یا کسی شہر کا قاضی ہو، یا جن لوگوں کو صدقہ کے اموال جمع کرنے پر مامور کیا جاتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے عمل کے اوپر معاوضہ دیا، پس ہر وہ شخص جو مسلمانوں کے لیے عمل کرنے میں مشغول ہو اس کو وظیفہ دینا جائز ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ بعض متقدمین نے حکام اور عاملین کے وظیفہ کو مکروہ قرار دیا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حسن بصری اور قاسم وغیرہم نے کہا ہے کہ قضاء پر وظیفہ لینا مکروہ ہے۔

اور بعض دوسرے علماء نے اس کی اجازت دی ہے۔ علامہ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ زید بن ثابت قضاء پر اجرت لیتے تھے، اور اس کی ابن سیرین اور شریح نے روایت کی ہے اور یہی اللیث اور اسحاق اور ابوعبید کا قول ہے اور جن لوگوں نے اس کو مکروہ کہا ہے، ان کے نزدیک بھی یہ وظیفہ لینا حرام نہیں ہے۔

اور امام شافعی نے کہا: جب قاضی اپنی قضاء کے اوپر اجرت لے تو میرے نزدیک یہ حرام نہیں ہے، اور امام ابوعبید نے وظیفہ لینے کے جواز پر اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ کے عاملین کے لیے زکوٰۃ میں سے دینے کو فرض فرمایا ہے، اور وہ جو صدقہ لینے کے لیے کوشش کرتے ہیں اس وجہ سے اس کو ان کا حق قرار دیا ہے۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: جن فقہاء نے حکام اور عاملین کے وظیفہ کو مکروہ قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں قضاء کا معاملہ ثواب کی نیت پر محمول ہے، اسی وجہ سے قاضیوں کا آخرت میں درجہ عظیم ہوگا اور ان کے مراتب بلند ہوں گے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور باقی تمام انبیاء کو یہ حکم دیا کہ وہ کہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔ (الشوریٰ: ۲۳)
آپ کہیے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا سوا قرابت کی محبت کے۔

اور انبیاء علیہم السلام کا تبلیغِ رسالت پر اجرت نہ لینا اس پر دلیل ہے کہ وہ تہمت سے بری ہیں۔

اسی وجہ سے امام مالک نے کہا ہے کہ میں قاضی کی اجرت کو مکروہ قرار دیتا ہوں، کیونکہ متقدمین اموالِ غنیمت کو تقسیم کرتے تھے اور قضاء کا کام کرتے تھے اور ثواب کی نیت سے کرتے تھے اور اجرت نہیں لیتے تھے، پس امام مالک نے ارادہ کیا کہ قضاء کے معاملہ کو ثواب کی نیت پر محمول کیا جائے اور یہ وہ اصل ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے لیے مقرر کی ہے، تا کہ قضاء کے منصب میں وہ شخص داخل نہ ہو جو غیر مستحق ہو، یا کوئی شخص مسلمانوں کے اموال کو حیلہ سے حاصل کرے، لیکن جو قاضی حق کے مطابق فیصلہ کرے اور مالِ غنیمت کو صحیح طریقہ سے مسلمانوں کی مصلحتوں میں تقسیم کرے تو اس کے لیے اس کام کی اجرت لینا حرام نہیں ہے، اور روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بیت المال کے اوپر عامل بنایا اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو نماز کے اوپر عامل بنایا، اور حضرت ابن حنیف رضی اللہ عنہ کو لشکر پر عامل بنایا اور ان سب کو ہر روز ایک بکری معاوضہ میں دیتے تھے، نصف بکری حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دیتے تھے اور چوتھائی بکری حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو دیتے تھے اور دوسری چوتھائی بکری حضرت ابن حنیف رضی اللہ عنہ کو دیتے تھے۔

رہے صدقہ وصول کرنے کے عاملین، تو امام ان کے اعمال کی مشقت کے اعتبار سے ان کو وظیفہ عطا کرے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۸۷۔۱۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابو جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے: جمہور کا مذہب یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ کرنے پر اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ قضاء کی مشغولیت کی وجہ سے وہ اپنے کسبِ معاش کا انتظام نہیں کر سکتا، البتہ متقدمین کی ایک جماعت نے اس کو مکروہ کہا ہے اور حرام نہیں کہا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَكَانَ شُرَيْحٌ الْقَاضِي يَأْخُذُ عَلَى الْقَضَاءِ أَجْرًا وَقَالَتْ عَائِشَةُ يَأْكُلُ الْوَصِيُّ بِقَدْرِ عُمَالَتِهِ وَأَكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ۔

اور شریح قاضی، قضاء پر اجرت لیتے تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس کو وصیت کی گئی ہے وہ اپنے عمل کی مشقت کے اعتبار سے کھا سکتا ہے اور حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے کھایا۔

تعلیقِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شریح قاضی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بیت المال سے اجرت لینے کے متعلق آثار

اس تعلیق میں شریح قاضی کا ذکر ہے، ان کا نام شریح بن الحارث ہے، یہ کوفہ کے قاضی تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بہت طویل عرصہ تک کوفہ کا قاضی مقرر رکھا، یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں کو پایا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابی ہیں، ۸۰ ہجری سے پہلے فوت ہو گئے تھے اور ان کی عمر ایک سو سال سے زیادہ تھی۔

اور امام عبدالرزاق اور سعید بن منصور نے از شعبی روایت کی ہے کہ مسروق قضاء پر اجرت نہیں لیتے تھے اور شریح قضاء پر اجرت لیتے تھے۔

اس تعلیق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا ذکر ہے، امام ابن ابی شیبہ نے اس قول کو درج ذیل آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے:

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ (النساء:٦) اور جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے، اور جو حاجت مند ہو وہ دستور کے موافق کھالے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت یتیم کے مال کے والی کے متعلق نازل فرمائی ہے جو یتیم کے مال کی حفاظت کرتا ہے اور یتیم کی کفالت کرتا ہے کہ اگر وہ ضرورت مند ہو تو وہ یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے۔

نیز اس تعلیق میں مذکور ہے "حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کھایا"۔

امام ابن ابی شیبہ نے از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے کہا: میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا پیشہ مجھے اپنے اہل وعیال کی کفالت سے عاجز نہیں کرتا اور اب مجھے مسلمانوں کی خدمات کے ساتھ مشغول کر دیا گیا ہے، اور صحیح البخاری میں مذکور ہے: "پس عنقریب آلِ ابوبکر اس مال سے کھائے گی اور مسلمانوں کی خدمات کو انجام دے گی"۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بن گئے تو وہ اور ان کے گھر والے بیت المال سے لے کر کھاتے تھے، اور اس کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو یتیم کے مال کے منزلہ میں نازل کیا ہے، اگر میں اس مال سے مستغنی ہوں گا تو اس کو چھوڑ دوں گا، اور اگر مجھے اس مال سے کھانے کی ضرورت ہوگی تو میں دستور کے مطابق اس مال سے کھاؤں گا، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ ابْنُ أُخْتِ نَمِرٍ أَنَّ حُوَيْطِبَ بْنَ عَبْدِ الْعُزَّى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ السَّعْدِيِّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَدِمَ عَلَى عُمَرَ فِي خِلَافَتِهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ أَلَمْ أُحَدَّثْ أَنَّكَ تَلِيَ مِنْ أَعْمَالِ النَّاسِ أَعْمَالًا فَإِذَا أُعْطِيتَ الْعُمَالَةَ كَرِهْتَهَا فَقُلْتُ بَلَى فَقَالَ عُمَرُ فَمَا تُرِيدُ إِلَى ذَلِكَ قُلْتُ إِنَّ لِي أَفْرَاسًا وَأَعْبُدًا وَأَنَا بِخَيْرٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سائب بن یزید بن اُختِ نمر نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حویطب بن عبدالعزیٰ نے ان کو خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سعدی نے ان کو خبر دی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی خلافت کے دوران آئے، پس ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا مجھے یہ خبر نہیں دی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَأُرِيدُ أَنْ تَكُونَ عُمَالَتِي صَدَقَةً عَلَى الْمُسْلِمِينَ قَالَ عُمَرُ لَا تَفْعَلْ فَإِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الَّذِي أَرَدْتَ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي حَتَّى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالًا فَقُلْتُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ وَتَصَدَّقْ بِهِ فَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَإِلَّا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ۔

گئی کہ تم لوگوں کے اعمال کے والی ہوتے ہو، پس جب تمہیں تمہارے کام کی اجرت دی جاتی ہے تو تم اس کو ناپسند کرتے ہو؟ میں نے کہا: بے شک حضرت عمر نے فرمایا: اس سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ میں نے کہا: میرے گھوڑے ہیں اور غلام ہیں اور میں بہت اچھے حال میں ہوں، اور میں ارادہ کرتا ہوں کہ میرے عمل کی اجرت مسلمانوں پر صدقہ ہو جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، کیونکہ میں بھی یہی ارادہ کرتا تھا جو تم نے ارادہ کیا ہے، پس رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ مال عطا فرماتے تو میں کہتا: یہ مال اس کو عطا کر دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو، حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ نے مجھے مال دیا تو میں نے کہا: آپ یہ مال اس کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو، پس نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس مال کو اپنی ملکیت میں لو اور اس کا صدقہ کر دو، پس تمہارے پاس اس مال میں سے جو کچھ آئے اور تم اس کی طمع کرنے والے نہ ہو اور نہ اس کا سوال کرنے والے ہو تو تم اس کو لے لیا کرو، ورنہ تم اس مال کے پیچھے اپنے آپ کو نہ لگاؤ۔

(صحیح البخاری: ۱۴۷۳، ۷۱۶۳، ۷۱۶۴، صحیح مسلم: ۱۰۴۵، سنن نسائی: ۲۶۰۸، مسند احمد: ۱۳۷، سنن دارمی: ۱۶۴۷)

۷۱۶۴۔ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي حَتَّى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالًا فَقُلْتُ أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ وَتَصَدَّقْ بِهِ فَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ۔

اور زہری سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ مجھے مال عطا فرماتے تھے، پس میں کہتا: یہ اس شخص کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو، حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ نے مجھے مال دیا تو میں نے کہا: یہ مال اس کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس مال کو لے لو اور اس کے مالک بن جاؤ اور اس کا صدقہ کر دو، پس تمہارے پاس جو مال آئے اور تم اس کی طمع کرنے والے نہ ہو اور نہ سوال کرنے والے ہو، سو اس مال کو تم لے لو، اور جو اس طرح نہ ہو تو اس کے پیچھے اپنے آپ کو نہ لگاؤ۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۷۱۶۴، ۷۱۶۳، ۱۴۷۳، صحیح مسلم: ۱۰۴۵، سنن نسائی: ۲۶۰۸، مسند احمد: ۱۳۷، سنن دارمی: ۱۶۴۷)

صحیح البخاری: ۷۱۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند کے بعض رجال کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ابن اُخت نَمِر، یہ مشہور صحابی ہیں، ان کا کئی مرتبہ تذکرہ ہو چکا ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے چھ سال پائے اور آپ سے احادیث کو یاد رکھا، اور ان کی وفات تمام صحابہ کے اخیر میں ہوئی تھی، اور یہ صحابہ میں سے آخر میں مدینہ میں فوت ہوئے، اور ایک قول ہے کہ حضرت محمود بن الربیع اخیر میں فوت ہوئے، دوسرا قول ہے کہ حضرت محمود بن لبید آخر میں فوت ہوئے۔ نیز اس حدیث کی سند میں مذکور ہے حویطب بن عبد العزیٰ، یہ قریش کے معین لوگوں میں سے تھے، فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور چون (۵۴) ہجری میں مدینہ میں فوت ہوئے، اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ساٹھ (۶۰) سال زمانہ جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ سال زمانہ اسلام میں گزارے۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبداللہ بن السعدی، اور عبداللہ مدینہ میں ستاون (۵۷) ھ میں فوت ہوئے تھے۔ امام بخاری کی ان سے صرف یہی حدیث مروی ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں لفظ "العمالۃ" مذکور ہے، اس کا معنی ہے: عمل کی اجرت۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یعطینی العطاء" العطاء سے مراد وہ مال ہے جس کو امام مختلف مصالح میں تقسیم کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پس مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مال کو اپنی ملکیت میں لے لو اور اس کا صدقہ کر دو"۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو افضلِ عمل پر اشارہ کیا، کیونکہ اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے حصہ کے مال کی اجرت کا دوسروں کے لیے ایثار کر دیں تو اس میں بھی فضیلت ہے، لیکن مال کو اپنی ملکیت میں لے کر پھر اس کو ضرورت مندوں پر خرچ کرنا اس میں زیادہ فضیلت ہے۔

اور علامہ نووی نے کہا: اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے، اور ان کے زہد اور ان کے ایثار کا بیان ہے، اور اسی طرح ابن السعدی کے بھی زہد اور ان کے ایثار کا بیان ہے۔

حکام کے وظائف لینے اور ہدیے اور تحفے لینے کی تحقیق

امام ابوجعفر الطبری نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی عمل کے ساتھ مشغول ہو، وہ اپنے اس عمل کے اوپر وظیفہ کو لے سکتا ہے جیسا کہ سربراہانِ مملکت اور قضاۃ اور مالِ فئے کو جمع کرنے والے اور صدقہ کے عاملین وغیرہ اپنے عمل پر وظائف لیتے تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے عمل پر اجرت عطا کی۔
علامہ ابن المنذر نے لکھا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قضاء پر اجرت لیتے تھے، اور امام ابوعبید نے اس کے جواز پر اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین کے لیے زکوٰۃ میں سے حصہ فرض کیا ہے اور اس کو ان کی محنت اور کوشش کا حق قرار دیا ہے۔

اگر سلطان اور سربراہِ ملک عطیہ دے تو یہ حرام ہے یا مکروہ ہے یا مباح ہے، اور اگر اس کا غیر عطیہ دے تو وہ مستحب ہے۔ علامہ النووی نے کہا ہے: صحیح یہ ہے کہ اگر اس عطیہ پر حرام غالب ہو تو وہ حرام ہے، اسی طرح اگر بغیر استحقاق کے عطیہ دیا جائے خواہ اس پر حرام غالب نہ ہو، پھر بھی اس کو لینا حرام ہے، اور اگر اس کی کسی اجرت کے عوض میں دیا جائے تو پھر مباح ہے اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب قاضی اجرت سے مستغنی ہو تو پھر اس کا قضاء پر اجرت لینا مکروہ ہے خواہ وہ مال طیب ہو۔

علامہ القرطبی نے کہا ہے کہ لوگوں کے پاس جو مال ہو اس پر نظر رکھنا مذموم ہے، کیونکہ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ شخص دنیا میں رغبت رکھتا ہے اور مالِ دنیا کی وسعت کی طرف مائل ہے تو شارع علیہ السلام نے ایسی صورت میں مال لینے سے منع فرمایا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۶۔۳۳۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۸۔ بَابُ: مَنْ قَضٰى وَلَاعَنَ فِي الْمَسْجِدِ — جس نے مسجد میں فیصلہ کیا اور لعان کیا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسجد میں فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

قاضی شریح اور حسن بصری اور شعبی اور ابنِ ابی لیلیٰ نے مسجد میں فیصلہ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۲۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اور امام مالک نے کہا: زمانہ قدیم سے مسجد میں قضاء کرنا مسلمانوں کا معمول ہے، کیونکہ مسجد میں ہر شخص آسانی سے پہنچ سکتا ہے، عورت بھی جا سکتی ہے، کمزور آدمی بھی جا سکتا ہے، اور جب فیصلہ کرنے کی کوئی اور جگہ بنائی جائے گی تو سب لوگ وہاں آسانی سے نہیں پہنچ سکیں گے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۷۶)

امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ (الشرح الکبیر ج ۲۸ ص ۳۳۸)

اور فقہاء کی ایک جماعت نے مسجد میں فیصلہ کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے، انہوں نے کہا: قاضی کے پاس تو فیصلہ کے لیے حائض عورت بھی آتی ہے، ذمی بھی آتا ہے اور مختلف قسم کے لوگ آتے ہیں، اور مساجد کو ان سے دور رکھا جاتا ہے۔

اور روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے القاسم بن عبد الرحمٰن کی طرف لکھا کہ مسجد میں فیصلہ نہ کرنا، کیونکہ تمہارے پاس حائض عورت بھی آئے گی اور ذمی مرد بھی آئے گا۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۴۳۶)

امام شافعی نے کہا: میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ فیصلے کیے جائیں، کیونکہ فیصلوں کی وجہ سے اکثر وہ لوگ مسجد میں آئیں گے جن کا مسجد میں آنا جائز نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مساجد میں فیصلہ کرنے کے استحباب کی دلیل ہے، اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فیصلہ کی مجلس میں تو کافر بھی آتا ہے اور حائض عورت بھی آتی ہے اور ان کا مساجد میں دخول ممنوع ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کا مطلقاً مسجد میں دخول ممنوع نہیں ہے، یہ صرف مسجدِ حرام میں ممنوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ثقیف کا ایک وفد آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۲۶، مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۸)

اور ثمامہ بن اثال جو بنو حنیفہ میں سے تھے، انہیں گرفتار کیا گیا اور مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا اور وہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۶۲)

رہا حائض عورت کی مسجد میں دخول سے ممانعت، تو یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

علامہ ابن ملقن کی تحقیق پر مصنف کا مواخذہ

(میں کہتا ہوں: علامہ ابن ملقن کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حائض کی مسجد میں دخول سے ممانعت کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، کیونکہ امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی طرف گئے اور آپ نے فرمایا: ''اپنے گھروں کے چہروں کو مسجد کی طرف سے ہٹا دو، کیونکہ میں حائض اور جنبی کے لیے مسجد کو حلال نہیں قرار دیتا''۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۲)، سعیدی غفرلہٗ)

اور حضرت داؤد علیہ السلام نے دو لڑنے والوں کے درمیان غور و فکر کیا اور ان دونوں کو محراب میں نصیحت کی اور محراب مسجد میں ہے۔

اور رہی وہ احادیث جن میں مسجد میں حدود کو قائم کرنے سے منع کیا گیا ہے، سو وہ ضعیف ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۵۰۲۔ ۵۰۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ مسجد میں حدود قائم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث ضعیف ہیں۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں قصاص لینے سے منع فرمایا اور مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا، اور مسجد میں حدود قائم کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۹۰)

امام ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے اور امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ میں جس حدیث پر سکوت کروں یعنی اس پر جرح نہ کروں وہ حدیث سنداً صحیح ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث دیگر کتبِ حدیث میں بھی مذکور ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۴، یہ حدیث حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، امام دارقطنی نے اس حدیث کی مرفوعاً روایت کی ہے ج ۳ ص ۸۵)

حدیث مذکور کی تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَلَاعَنَ عُمَرُ عِنْدَ مِنْبَرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَضٰى شُرَيْحٌ وَالشَّعْبِيُّ وَيَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ فِي الْمَسْجِدِ وَقَضٰى مَرْوَانُ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ بِالْيَمِينِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ وَكَانَ الْحَسَنُ وَزُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى يَقْضِيَانِ فِي الرَّحَبَةِ خَارِجًا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے پاس لعان کیا، اور شریح نے، الشعبی نے اور یحییٰ بن یعمر نے مسجد میں فیصلہ کیا، اور مروان نے زید بن ثابت کے خلاف منبر کے پاس قسم پر فیصلہ کیا، اور حسن اور زرارۃ بن اوفیٰ صحن میں مسجد سے باہر فیصلہ کرتے تھے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مِنَ الْمَسْجِدِ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی پہلی تعلیق میں مذکور ہے کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس لعان کیا''، یہ حدیث مسجد میں لعان کرنے کے ثبوت میں بہت قوی دلیل ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر کی تخصیص اس لیے کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک منبر کے پاس کسی کو قسم دینا تغلیظ میں بہت سخت ہے۔

اس باب کی دوسری تعلیق میں مذکور ہے ''شریح اور شعبی اور یحییٰ بن یعمر نے مسجد میں فیصلہ کیا''، شریح کے اثر کی امام ابن ابی شیبہ اور امام محمد بن سعد نے روایت کی ہے، اور امام عبدالرزاق نے الحکم بن عتیبہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ شریح مسجد میں فیصلہ کر رہے تھے۔

رہا شعبی کا اثر تو اس کی روایت سعید بن عبدالرحمٰن المخزومی نے ''جامع سفیان'' میں کی ہے۔ اور عبداللہ بن شبرمہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ شعبی نے ایک یہودی کو جائیداد کے معاملہ میں مسجد میں کوڑے مارے، اسی طرح امام عبدالرزاق نے اس حدیث کی سفیان سے روایت کی ہے۔

اور رہا یحییٰ بن یعمر کا اثر، تو اس کی امام ابن ابی شیبہ نے از عبدالرحمٰن بن قیس سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا یحییٰ بن یعمر مسجد میں قضاء کر رہے تھے۔

اس باب کی تیسری تعلیق میں مذکور ہے ''مروان نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے خلاف منبر کے پاس قسم سے فیصلہ کیا''۔ یہ تعلیق کتاب الشہادات میں گزر چکی ہے اور موطا امام مالک میں بھی مذکور ہے۔

اس باب کی چوتھی تعلیق میں مذکور ہے کہ ''حسن اور زرارۃ بن اوفی مسجد کے صحن میں فیصلے کرتے تھے جو مسجد سے خارج ہے''۔

مسجد کے صحن کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں؟ راجح یہ ہے کہ مسجد کا صحن بھی مسجد کے حکم میں ہے، اسی وجہ سے مسجد کے صحن میں اعتکاف کرنا صحیح ہے، ہاں اگر وہ صحن مسجد سے منفصل (یعنی اس کے اور مسجد کے درمیان میں کوئی اور چیز ہو) ہو تو پھر وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔

رحبۂ مسجد (صحنِ مسجد) اور حریمِ مسجد کے احکام

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے: رحبۂ مسجد (صحنِ مسجد) مسجد کے حکم میں ہے سوا اس کے کہ رحبۂ مسجد، مسجد سے منفصل ہو، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ رحبۂ مسجد، مسجد سے منفصل تھا، اور یہ ممکن ہے کہ قاضی رحبۂ متصلہ میں بیٹھتا ہو اور خصوم اس سے خارج ہوتے ہوں، یا رحبۂ متصلہ میں ہوتے ہوں، اور جس تابعی کا ذکر کیا گیا ہے اس کی رائے یہ تھی کہ رحبۂ مسجد، مسجد کے حکم میں نہیں ہے خواہ مسجد کے ساتھ متصل ہو، اور اس میں فقہاء کا اختلاف مشہور ہے۔

امام شافعی نے کہا: حریمِ مسجد اور رحبۂ مسجد میں فرق یہ ہے کہ ہر مسجد کا حریم (چار دیواری) ہوتا ہے اور ہر مسجد کا رحبہ نہیں ہوتا، پس وہ مسجد جس کے سامنے صحن کا ایک ٹکڑا ہو تو وہ مسجد کے حکم میں ہوتا ہے اور حریم وہ ہے جس نے مسجد کے صحن اور مسجد کا احاطہ کیا ہوا ہوتا ہے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک مسجد کے حکم میں ہے، پس حریم مسجد میں نماز پڑھنا صحیح ہے اور رحبۂ مسجد میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اعتکاف کرنا صحیح ہے، اور کبھی رحبہ مسجد میں یہ فرق کیا جاتا ہے کہ مسجد کے صحن میں شور وشغب کرنا جائز ہے اور مسجد میں شور وشغب کرنا جائز نہیں ہے۔ امام مالک نے موطا میں از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کی ایک جانب میں صحن بنایا اور اس کا نام البطحاء رکھا، اور وہ یہ کہتے تھے کہ جو شور کرنا چاہتا ہو یا شعر پڑھنا چاہتا ہو یا آواز بلند کرنا چاہتا ہو تو وہ اس رحبہ کی طرف آ ئے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۴۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۶۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ شَهِدْتُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً وَفُرِّقَ بَيْنَهُمَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: زہری نے بیان کیا از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں دو لعان کرنے والوں کے سامنے حاضر تھا اور اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی، ان دونوں کے درمیان تفریق کردی گئی۔

(صحیح البخاری: ۴۲۳، ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۵۲۵۹، ۵۳۰۸، ۵۳۰۹، ۶۸۵۴، ۷۱۶۵، ۷۱۶۶، ۷۳۰۴، صحیح مسلم: ۱۴۹۲، سنن نسائی: ۳۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، موطا امام مالک: ۱۲۰۱، سنن دارمی: ۲۲۲۹)

۷۱۶۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَهْلٍ أَخِي بَنِي سَاعِدَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ جو بنو ساعدہ کے بھائی ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ انصار میں سے ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یہ بتایئے ایک مرد اپنی بیوی کے پاس ایک دوسرے مرد کو پائے، کیا وہ اس کو قتل کردے؟ پس ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں موجود تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۲۳، ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۵۲۵۹، ۵۳۰۸، ۵۳۰۹، ۶۸۵۴، ۷۱۶۵، ۷۱۶۶، ۷۳۰۴، صحیح مسلم: ۱۴۹۲، سنن نسائی: ۳۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، موطا امام مالک: ۱۲۰۱، سنن دارمی: ۲۲۲۹)

صحیح البخاری: ۷۱۶۵۔ ۷۱۶۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

مؤخر الذکر دونوں حدیثیں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، ان کی کنیت ابو العباس ہے، یہ انصاری مدنی ہیں اور ۸۸ ہجری میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔ (معجم الصحابہ للبغوی ج ۳ ص ۸۷، الاستیعاب ج ۲ ص ۲۲۴، اسد الغابہ ج ۲ ص ۴۷۲)

ان حدیثوں میں ذکر ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس وقت حاضر تھے جب مسجد میں لعان کیا گیا تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لعان کا وقت

علامہ ابن الملقن شافعی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک لعان کا وقت عصر کے بعد ہے۔ (البیان ج ۱۰ ص ۴۵۵)
اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک نماز کے بعد ہے اور ان میں سے بعض کا قول ہمارے مذہب کی مثل ہے۔
(المدونہ ج ۲ ص ۳۰۷، بدایۃ المجتہد ج ۴ ص ۱۷۸۱)

عصر کے وقت کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ اس وقت رات اور دن کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں، ابن حبیب نے از المطرِف وابن الماجیشون روایت کی ہے کہ نمازوں کے بعد صرف قصاص اور لعان میں قسم لی جائے، باقی رہے دوسرے حقوق تو جس وقت بھی چاہے اس میں قسم لی جا سکتی ہے، یہ ابن القاسم کا قول ہے، اور ابن کنانہ نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ چوتھائی دینار کے معاملہ میں اور قسامت میں قسم لی جائے، اور لعان منبر پر لیا جائے، پس وہ کہے: اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے، الرحمٰن الرحیم ہے، تو یہ ایک قسم ہوگی، یا کئی قسمیں متکرر لی جائیں، اور ابن ابی حبیب نے از مطرِف وابن الماجیشون روایت کی ہے کہ ان تمام میں قسم کے الفاظ یہ ہیں "باللہ الذی لا الٰہ الا ھو"۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۵۰۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۱۹۔ بَابُ: مَنْ حَكَمَ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى إِذَا أَتَى عَلَى حَدٍّ أَمَرَ أَنْ يُخْرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَيُقَامَ

جس نے مسجد میں فیصلہ کیا حتیٰ کہ جب حد جاری کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ حکم دیا کہ اس کو مسجد سے باہر نکالا جائے، پھر اس پر حد قائم کی جائے

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسجد سے باہر حد جاری کرنے کی حکمت

امام بخاری نے اس عنوان سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جس نے مسجد میں فیصلہ کرنے کو جائز کہا ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس فیصلہ کی وجہ سے مسجد میں کسی کو ایذاء نہ دی جائے یا مسجد میں کوئی نقص اور خرابی نہ ہو مثلاً خون بہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ عُمَرُ أَخْرِجَاهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوُهُ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس مجرم کو مسجد سے نکال دو۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو امام ابن ابی شیبہ اور امام عبد الرزاق نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے از طارق بن شہاب، وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جس پر حد تھی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس مجرم کو مسجد سے نکال دو، پھر اس پر کوڑے مارو۔ اور اس حدیث کی سند امام بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر تو اس کی امام ابن ابی شیبہ نے از ابن معقل روایت کی ہے کہ ایک مرد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، پس انہوں نے چپکے سے کہا: اے قنبر! اس کو مسجد سے باہر لے جاؤ اور اس پر حد قائم کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حد قائم کرنے کے لیے صرف مسجد سے باہر لے جانا کافی نہیں ہے، کیونکہ رجم کرنے کے لیے اس سے زائد چیزوں کی ضرورت ہے مثلاً گڑھا کھودا جائے جو کہ مسجد میں مناسب نہیں ہے، پس رجم کی حد کو مسجد میں ترک کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دیگر حدود کو مسجد میں قائم نہ کیا جائے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۴۱ ۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۶۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي زَنَيْتُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعًا قَالَ أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا قَالَ اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابوسلمہ اور سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس وقت آپ مسجد میں تھے، اس مرد نے آپ کو آواز دی، پس کہا: یارسول اللہ! بے شک میں نے زنا کیا ہے، پس آپ نے اس سے اعراض کیا، پس جب اس نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ گواہی دے دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو جنون ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: اس کو لے جاؤ اور اس کو رجم کر دو۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

۷۱۶۸۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ بِالْمُصَلَّى رَوَاهُ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي الرَّجْمِ۔

ابن شہاب نے کہا: پس مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اس کو عیدگاہ میں رجم کیا تھا۔
اس تعلیق کی یونس، معمر اور ابن جریج نے از الزہری روایت کی ہے از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم رجم کے متعلق۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۱۶۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسجد میں حد قائم کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

مسروق نے مسجد میں حد قائم کرنے کو مکروہ کہا ہے، انہوں نے بتایا کہ مسجد کا احترام ہے اور یہی شعبی اور عکرمہ کا قول ہے اور فقہاءِ احناف، امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور شعبی کا دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے ایک ذمی کے اوپر مسجد میں حد قائم کی اور یہی ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے۔

اس مبحث میں تیسرا قول یہ ہے کہ مسجد میں تھوڑی مقدار میں کوڑے لگا کر حد قائم کرنا جائز ہے، اور جب زیادہ کوڑے لگانے ہوں تو مسجد میں حد قائم نہ کی جائے، یہ امام مالک اور ابوثور کا قول ہے۔

اور جن فقہاء نے مسجد کو اقامتِ حدود سے منزہ قرار دیا ہے، ان کا قول زیادہ اولیٰ ہے، ان کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زانی کو عیدگاہ میں رجم کرنے کا حکم دیا جو مسجد سے باہر تھی۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جو شخص مسجد میں حد قائم کرے میں اس پر کسی گناہ کو لازم نہیں قرار دیتا، کیونکہ میں اس پر دلیل پاتا ہوں، اور اس باب میں دو حدیثیں منقطع ہیں جن سے مسجد میں حدود قائم کرنے کی ممانعت پر دلیل ثابت نہیں ہوتی۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۱۶۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسجد میں حد قائم نہ کرنے کے متعلق احادیث

اس مسئلہ میں مکحول کی از ابوالدرداء حدیث مشہور ہے، اور واثلہ کی اور ابوامامہ کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بچوں کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو“، اور اس حدیث میں مذکور ہے ”اور مسجد میں حدود قائم کرنے سے اجتناب کرو“۔

اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”چند خصال مسجد میں نہیں چاہئیں، مسجد کو راستہ نہ بنایا جائے“ اور اس حدیث میں ہے ”اور مسجد میں حد نہ جاری کی جائے“ اور اس کی سند ضعیف ہے۔

اور علامہ ابن المنیر نے کہا ہے: جس نے مسجد میں نمازِ جنازہ کے لیے میت کے داخل کرنے کو مکروہ کہا ہے، اس خدشہ سے کہ میت کے جسم سے کوئی چیز نکلے جس سے مسجد نجس ہو تو اس کے لیے زیادہ لائق یہ ہے کہ وہ کہے کہ مسجد میں حد قائم نہ کی جائے، کیونکہ جب مسجد میں حد قائم کی جائے گی تو اس سے اطمینان نہیں ہے کہ جس کو کوڑے لگائے جائیں گے اس کے جسم سے خون نکلے گا، اور مسجد میں کسی کو از روئے قصاص کے قتل کرنا بہ طریقِ اولیٰ ممنوع ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۴۱۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۰- بَابُ: مَوْعِظَةِ الْإِمَامِ لِلْخُصُومِ

مقدمہ کے فریقین کو امام کا نصیحت کرنا

۷۱۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِي عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ۔

بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از ہشام از والد خود از حضرت زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں صرف ایک بشر ہوں، اور تم میرے پاس مقدمات لاتے ہو، اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی چرب زبان ہو اور وہ اپنے موقف کو زیادہ دلیل کے ساتھ پیش کرے، پس (بالفرض) میں جس طرح سنوں اس کے مطابق فیصلہ کردوں، پس میں جس شخص کے متعلق اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کردوں تو میں اس کے لیے صرف آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۴۵۸، ۲۶۸۰، ۶۹۶۷، ۷۱۶۹، ۷۱۸۱، ۷۱۸۵، صحیح مسلم: ۱۷۱۳، سنن نسائی: ۵۴۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۵۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۷، مسند احمد: ۲۶۰۸۶، موطا امام مالک: ۱۴۲۴)

صحیح البخاری: ۷۱۶۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فیصلہ کرنے سے پہلے حاکم کا فریقین کو نصیحت کرنا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاکم کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ فریقین کے درمیان فیصلہ کرنے سے پہلے ان دونوں کو نصیحت کرے اور ظلم کرنے سے ڈرائے اور جھوٹ اور باطل کے مطالبہ کرنے سے بھی ڈرائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اس کی نصیحت کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا بشر ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میں صرف بشر ہوں"۔ اس کا معنی یہ ہے کہ میں صرف بشر ہوں اور خدا نہیں ہوں، اور میں عالم الغیب نہیں ہوں، میں غیب کی صرف انہی چیزوں کو جانتا ہوں جن پر اللہ تعالیٰ مجھے مطلع فرماتا ہے، اس لیے تم میں سے کوئی شخص جب کسی کے خلاف کوئی مقدمہ کرے تو مجھے از خود یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اس کا مدعیٰ حق ہے یا باطل، اگر تم میں سے کوئی شخص چرب زبان ہو اور وہ اپنے مدعیٰ کو بہترین طریقہ سے پیش کرے اور بالفرض میں اس کے دلائل سے متاثر ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کردوں تو وہ جو کچھ لے گا وہ دوزخ کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے، سو اس کو چاہیے کہ آخرت کے عذاب سے ڈرے اور کسی کا حق نہ مارے۔

حاکم اس کا مکلف ہے کہ وہ صرف ظاہری حجت کی بناء پر فیصلہ کرے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "(بالفرض) میں کسی کے حق میں اور دوسرے کے خلاف فیصلہ کردوں"، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم پر یہ لازم ہے کہ وہ ظاہری دلائل کی بناء پر فیصلہ کرے، اگر فریقِ مخالف کا مدعیٰ صحیح ہے اور اس کے حق میں فیصلہ ہو گیا تو فبہا اور اگر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فریقِ مخالف کا مدعیٰ باطل ہے اور میں نے ظاہری حجت کی بناء پر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا تو وہ آخرت کے عذاب کا مستحق ہوگا، کیونکہ مجھے ازخود یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کا موقف حق ہے یا باطل، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر مجھے غیب کا علم نہیں ہوتا۔

نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے بلکہ دلائل اور حجت کے مطابق فیصلہ کرے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۵۱۲۔ ۵۱۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۱۔ بَابُ: الشَّهَادَةِ تَكُونُ عِنْدَ الْحَاكِمِ فِي وِلَايَتِهِ الْقَضَاءَ أَوْ قَبْلَ ذٰلِكَ لِلْخَصْمِ

عہدۂ قضاء پر فائز ہونے کے وقت یا اس کے بعد قاضی کا اپنے علم کے مطابق کسی کے متعلق گواہی دینا

بابِ مذکور کی تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ شُرَيْحٌ الْقَاضِي وَسَأَلَهُ إِنْسَانٌ الشَّهَادَةَ فَقَالَ ائْتِ الْأَمِيرَ حَتَّى أَشْهَدَ لَكَ وَقَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ لَوْ رَأَيْتَ رَجُلًا عَلَى حَدٍّ زِنًا أَوْ سَرِقَةٍ وَأَنْتَ أَمِيرٌ فَقَالَ شَهَادَتُكَ شَهَادَةُ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ عُمَرُ لَوْلَا أَنْ يَقُولَ النَّاسُ زَادَ عُمَرُ فِي كِتَابِ اللهِ لَكَتَبْتُ آيَةَ الرَّجْمِ بِيَدِي وَأَقَرَّ مَاعِزٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالزِّنَا أَرْبَعًا فَأَمَرَ بِرَجْمِهِ وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَشْهَدَ مَنْ حَضَرَهُ وَقَالَ حَمَّادٌ إِذَا أَقَرَّ مَرَّةً عِنْدَ الْحَاكِمِ رُجِمَ وَقَالَ الْحَكَمُ أَرْبَعًا۔

شریح القاضی نے بیان کیا کہ کسی شخص نے ان سے گواہی دینے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: تم سربراہِ ملک کے پاس جاؤ حتیٰ کہ میں تمہارے متعلق شہادت دوں، اور عکرمہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اگر تم کسی شخص کو حدِ زنا یا حدِ سرقہ کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھو اور تم حاکم ہو (تو کیا تم اپنے مشاہدہ کی وجہ سے اس پر حد جاری کرو گے؟)، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہاری گواہی مسلمانوں میں سے ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ کہتے کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں اضافہ کر دیا تو میں اپنے ہاتھ سے رجم کی آیت لکھ دیتا، اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چار مرتبہ زنا کرنے کا اقرار کیا تو آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا، اور یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین میں سے کسی کو حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے اقرار پر گواہ کر لیا، اور حماد نے کہا: جب کوئی شخص حاکم کے سامنے ایک مرتبہ زنا کا اقرار کر لے تو اس کو رجم کیا جائے گا، اور حکم نے کہا کہ چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تعلیقِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ ھ، اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: اس باب کے عنوان کا معنی یہ ہے کہ قاضی کو عہدۂ قضاء پر فائز ہونے سے پہلے یا بعد کسی چیز کا علم ہو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ صرف اپنے علم کی بناء پر اس کا فیصلہ کر دے اور اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے قاضی یا حاکم کے پاس جا کر شہادت دے جیسا کہ امام مالک نے کہا ہے، اور اسی وجہ سے امام بخاری نے شریح کے قول کا ذکر کیا ہے، اور وہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ عہدۂ قضاء پر فائز ہونے سے پہلے قاضی کی شہادت مسلمانوں میں سے ایک مرد کی شہادت کی مثل ہے اور اس پر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ شہادت ثابت تھی کہ رجم کی آیت قرآن میں ہے، پھر ان کے نزدیک یہ جائز نہیں ہوا کہ وہ رجم کی آیت کو مصحف میں لکھ دیں جس کی کلام اللہ اور کتاب اللہ ہونے کی شہادت قطعی ہے، سو انہوں نے صرف اپنی شہادت کی وجہ سے اس کو نہیں لکھا، اور اس کی علت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کی کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ یہ کہا جائے گا کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا تو میں اس آیت کو لکھ دیتا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لیے کیا تا کہ کوئی قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے، اور اس کا سدِ باب ہو کہ ظالم حکام جس کے حق میں چاہیں فیصلہ کر دیں اور کہیں کہ ہم کو معلوم تھا کہ یہ معاملہ اسی طرح ہے۔
امام بخاری نے یہ ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے زنا کا اقرار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم دے دیا اور حاضرین میں سے کسی کو حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے اقرار پر گواہ نہیں کیا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ ھ)

تعلیقاتِ مذکورہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، ان تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی کا اپنے علم کے مطابق کسی کا فیصلہ نہ کرنا

امام بخاری کے اس عنوان کا معنی یہ ہے کہ کیا قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق فریقِ مخالف کے متعلق فیصلہ کرے، یا وہ اس مقدمہ کو کسی دوسرے قاضی کے سامنے پیش کرے۔ امام بخاری نے یہ عنوان بطورِ سوال قائم کیا ہے کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اگرچہ امام بخاری کی آخری عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مختار یہ ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق کسی کے متعلق فیصلہ نہ کرے۔

قاضی کا صرف اپنے مشاہدہ کی بناء پر فیصلہ نہ کرنے کی دلیل

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ عبدالکریم سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: یہ بتایئے کہ اگر آپ قاضی یا حاکم ہوں اور آپ کسی انسان کو ایسا جرم کرتے ہوئے دیکھیں جو حد کا موجب ہو تو کیا آپ اس پر حد قائم کریں گے؟ انہوں نے کہا: نہیں حتیٰ کہ کوئی اور شخص بھی میرے ساتھ اس کی شہادت دے، عبدالکریم نے کہا: آپ نے صحیح جواب دیا اور اگر آپ اس کے سوا کوئی اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواب دیتے تو وہ عمدہ نہ ہوتا۔

کیا حاکم کے سامنے صرف ایک مرتبہ زنا کا اقرار کرنا کافی ہے یا چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے؟

امام ابن ابی شیبہ نے از شعبہ روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حماد سے یہ سوال کیا کہ جو شخص اپنے متعلق زنا کا اقرار کرلے اسے کتنی مرتبہ لوٹایا جائے گا؟ انہوں نے کہا: ایک مرتبہ، انہوں نے کہا: اور میں نے الحکم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: چار مرتبہ۔

اس مسئلہ پر مفصل بحث ابواب رجم میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے رجم کے قصہ میں گزر چکی ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۴۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاءِ احناف کے نزدیک چار مرتبہ زنا کا اقرار کرنا ضروری ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک ایک مرتبہ اقرار کرلینا بھی اس پر حد جاری کرنے کے لیے کافی ہے، اس مسئلہ پر ابوابِ رجم میں بحث گزر چکی ہے اور وہاں فقہاءِ احناف کے دلائل بیان کیے جاچکے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اجراءِ حد کے لیے چار مرتبہ اقرارِ زنا کرنے پر دلیل

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابی سلمہ اور سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا اور اس وقت آپ مسجد میں تھے، اس مرد نے آپ کو نداء کی پس کہا: یا رسول اللہ! بے شک میں نے زنا کیا، آپ نے اس سے اعراض کیا، حتیٰ کہ چار مرتبہ اس کو رد کردیا، پس جب اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر فرمایا: کیا تم کو جنون ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو لے جاؤ، پس اس کو رجم کردو۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷۰، ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶، ۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸، صحیح مسلم: ۱۶۹۱، سنن ترمذی: ۱۴۲۹، سنن نسائی: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۳۰، مسند احمد: ۱۴۰۵۳، سنن دارمی: ۲۳۱۵)

۷۱۷۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ حُنَيْنٍ مَنْ لَهُ بَيِّنَةٌ عَلَى قَتِيلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ لِأَلْتَمِسَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلٍ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَشْهَدُ لِي فَجَلَسْتُ ثُمَّ بَدَا لِي فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ سِلَاحُ هَذَا الْقَتِيلِ الَّذِي يَذْكُرُ عِنْدِي قَالَ فَأَرْضِهِ مِنْهُ فَقَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث بن سعد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عمر بن کثیر از ابی محمد مولیٰ ابو قتادہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے دن فرمایا: "جس شخص کے پاس اس پر گواہ ہو کہ اس نے کسی مقتول کو قتل کیا ہے تو اس مقتول کا سامان اس کو ملے گا"، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں کھڑا ہوا تا کہ میں اپنے مقتول کے اوپر گواہ کو تلاش کروں، پس مجھے کوئی شخص نہیں ملا جو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَبُو بَكْرٍ كَلَّا لَا يُعْطِهِ أُصَيْبِغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَدَعَ أَسَدًا مِنْ أُسْدِ اللهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ قَالَ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَدَّاهُ إِلَيَّ فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ خِرَافًا فَكَانَ أَوَّلَ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ قَالَ لِي عَبْدُ اللهِ عَنِ اللَّيْثِ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَدَّاهُ إِلَيَّ وَقَالَ أَهْلُ الْحِجَازِ الْحَاكِمُ لَا يَقْضِي بِعِلْمِهِ شَهِدَ بِذَلِكَ فِي وِلَايَتِهِ أَوْ قَبْلَهَا وَلَوْ أَقَرَّ خَصْمٌ عِنْدَهُ لِآخَرَ بِحَقٍّ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَقْضِي عَلَيْهِ فِي قَوْلِ بَعْضِهِمْ حَتَّى يَدْعُوَ بِشَاهِدَيْنِ فَيُحْضِرَهُمَا إِقْرَارَهُ وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِرَاقِ مَا سَمِعَ أَوْ رَآهُ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ قَضَى بِهِ وَمَا كَانَ فِي غَيْرِهِ لَمْ يَقْضِ إِلَّا بِشَاهِدَيْنِ وَقَالَ آخَرُونَ مِنْهُمْ بَلْ يَقْضِي بِهِ لِأَنَّهُ مُؤْتَمَنٌ وَإِنَّمَا يُرَادُ مِنَ الشَّهَادَةِ مَعْرِفَةُ الْحَقِّ فَعِلْمُهُ أَكْثَرُ مِنَ الشَّهَادَةِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَقْضِي بِعِلْمِهِ فِي الْأَمْوَالِ وَلَا يَقْضِي فِي غَيْرِهَا وَقَالَ الْقَاسِمُ لَا يَنْبَغِي لِلْحَاكِمِ أَنْ يُمْضِيَ قَضَاءً بِعِلْمِهِ دُونَ عِلْمِ غَيْرِهِ مَعَ أَنَّ عِلْمَهُ أَكْثَرُ مِنْ شَهَادَةِ غَيْرِهِ وَلَكِنَّ فِيهِ تَعَرُّضًا لِتُهَمَةِ نَفْسِهِ عِنْدَ الْمُسْلِمِينَ وَإِيقَاعًا لَهُمْ فِي الظُّنُونِ وَقَدْ كَرِهَ النَّبِيُّ ﷺ الظَّنَّ فَقَالَ إِنَّمَا هَذِهِ صَفِيَّةُ۔

میرے لیے گواہی دیتا، پس میں بیٹھ گیا، پھر مجھے خیال آیا کہ میں اس بات کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کروں، تو آپ کے گرد جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا: جس کا ذکر کیا جا رہا ہے، اس مقتول کے ہتھیار میرے پاس ہیں، اس نے کہا: آپ ابوقتادہ کو (میرے لیے) ان ہتھیاروں سے راضی کر دیں، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں! وہ ہتھیار اس کو نہ دینا، کیا قریش کے ایک بجو کو دیا جائے گا اور اللہ کے شیر کو چھوڑ دیا جائے گا جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑتا ہے، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو اس شخص نے وہ ہتھیار مجھے دے دیے، پس میں نے ان ہتھیاروں سے ایک باغ خرید لیا اور یہ پہلا مال تھا جس کو میں نے اسلام میں حاصل کیا۔

امام بخاری نے کہا: مجھ سے عبداللہ نے کہا از اللیث: پس نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے وہ ہتھیار میری طرف عطا کر دیے۔

اور اہل حجاز نے کہا کہ حاکم اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے جس کا اس نے اپنے عہدۂ قضاء کے درمیان یا اس سے پہلے مشاہدہ کیا، اور اگر قاضی کے پاس کوئی فریق دوسرے کے حق میں مجلسِ قضاء میں اقرار کرے تو بعض فقہاء کے قول کے مطابق وہ اس پر فیصلہ نہیں کرے گا حتیٰ کہ وہ دو گواہوں کو بلائے، پس ان کو اس کے اقرار پر گواہ کرے۔

اور بعض اہلِ عراق نے کہا: قاضی نے مجلسِ قضاء میں جو بات سنی یا جس کام کو دیکھا تو اس کے مطابق فیصلہ کر دے، اور جو اس نے مجلسِ قضاء کے بعد دیکھا یا سنا تو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جب تک اس پر دو گواہ گواہی نہ دیں، اور ان میں سے دوسرے فقہاء نے کہا: بلکہ وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے کیونکہ وہ امانت دار ہے، اور شہادت سے حق کی معرفت کا ارادہ کیا جاتا ہے، پس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قاضی کا علم شہادت کی بہ نسبت زیادہ ہے اور بعض فقہاء نے کہا: وہ اموال میں اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے اور غیر اموال میں اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے۔

اور قاسم نے کہا: حاکم کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے نہ کہ دوسرے کے علم کے مطابق حالانکہ اس کا علم دوسرے کی شہادت سے زیادہ ہے لیکن اس فیصلہ میں مسلمانوں کے نزدیک قاضی پر تہمت ہوگی اور مسلمانوں کو بدگمانیوں میں واقع کیا جائے گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدگمانی کو ناپسند فرمایا، پس آپ نے فرمایا: یہ صفیہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۱۰۰، ۳۱۴۲، ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۷۱۷۰، صحیح مسلم: ۱۷۵۱، سنن ابوداؤد: ۲۷۱۷، مسند احمد: ۲۲۱۰۱، موطا امام مالک: ۹۹۰)

صحیح البخاری: ۷۱۷۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک کافر کو قتل کیا تھا اور ان کے پاس اس پر کوئی گواہ نہیں تھا کہ انہوں نے اس کو قتل کیا ہے حتیٰ کہ اس مقتول کا سامان ان کو مل جائے، جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو ایک شخص نے گواہی دی کہ میں اس پر گواہ ہوں کہ تم نے اس کو قتل کیا ہے، تو اس شخص کی گواہی کی بنیاد پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ کر دیا اور ان کو اس مقتول کا سامان دلوا دیا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے علم کے مطابق حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ کر دیا، اور یہی اہلِ عراق (فقہاءِ احناف) کا موقف ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے۔

اور یہ حدیث اس کے خلاف ہے جو امام بخاری نے اس باب کے شروع میں شریح اور حضرت عمر اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کر سکتا، سو امام بخاری نے اس تعلیق کو اور اس حدیث کو روایت کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس مسئلہ میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اہلِ عراق کی حجت ہے کہ قاضی اپنے علم اور اپنی شہادت کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۱۷۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کی دلیل

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے، کیونکہ اس سے قاضی کے متعلق بدگمانی ہوگی اور اس پر تہمت لگے گی، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ ابن شہاب نے از زبید بن صلت روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں کسی مرد کو پاؤں جس نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہو جس پر حد واجب ہوتی ہے، تو میں اس پر حد نہیں قائم کروں گا حتیٰ کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی اس پر گواہی دے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام مالک نے اس اثر سے استدلال کیا ہے جو حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے منقول ہے جس کا تقاضا ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے۔

اور جس نے یہ اجازت دی ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق مطلقاً فیصلہ کرے، اس پر یہ لازم آئے گا اگر قاضی ایسے شخص کے متعلق فیصلہ کرے جس کا حال پوشیدہ ہو اور اس کا کوئی فسق و فجور معلوم نہ ہو اور اس کے مطابق قاضی کا یہ دعویٰ ہو کہ اس نے اس کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے تو قاضی کے لیے اس کو رجم کرنا جائز ہوگا، اور اگر قاضی نے یہ سنا ہو کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو اس شخص اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دے، یا قاضی نے یہ سنا ہو کہ کسی شخص نے اپنی باندی کو آزاد کیا ہے تو وہ اپنے علم کے مطابق اس باندی کو آزاد قرار دے، کیونکہ اگر اس کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر ہر قاضی کے لیے جائز ہوگا کہ وہ اپنے دشمن کو قتل کر دے یا اس کو فاسق قرار دے۔

اسی وجہ سے امام شافعی نے کہا ہے: ''اگر برے قاضیوں کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یہ کہتا کہ حاکم کے لیے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ معاملہ تو پہلے زمانہ میں تھا، اب اس آخری زمانہ کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے؟، پس اس برائی کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس زمانہ میں قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ بہ کثرت ایسے قاضیوں کا تقرر کیا جاتا ہے جو نیک اور متقی نہیں ہوتے۔

قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کے متعلق امام مالک کے مذہب کی تفصیل

امام بخاری نے کہا: ''اور اگر قاضی کے پاس کوئی فریق دوسرے کے حق میں مجلسِ قضاء میں اقرار کرے تو بعض فقہاء کے قول کے مطابق وہ اس پر فیصلہ نہیں کرے گا حتیٰ کہ وہ دو گواہوں کو بلائے، پس ان کو اس کے اقرار پر گواہ کرے''۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: امام بخاری کی تعلیق میں حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے جو اقوال ذکر کیے گئے ہیں وہ امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب کا قول ہے، اور امام مالک کے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ قاضی کے پاس دو فریقوں میں سے کسی ایک نے قاضی کے سامنے جو اقرار کیا ہے تو قاضی اپنے علم کے مطابق اس کا فیصلہ کرے جب کہ یہ اقرار مجلسِ حکم میں ہو۔

اور علامہ ابن القاسم مالکی اور اشہب مالکی نے کہا ہے: مجلسِ حکم میں قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے جب تک کہ قاضی کے سامنے کوئی اور گواہ، گواہی نہ دے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور علامہ ابن المنیّر نے کہا: امام مالک کا مذہب مشہور یہ ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے، سوا اس صورت کے کہ اس کا علم مقدمہ کا فیصلہ شروع کرنے کے بعد حاصل ہوا ہو تو اس میں دو قول ہیں، رہا یہ کہ مجلسِ حکم میں قاضی کے سامنے جو اقرار کیا گیا ہے وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے جب تک کہ فریقِ مخالف اقرار کے بعد اس کا انکار نہ کرے اور اس کے خلاف فیصلہ ہونے سے پہلے، پس ابن القاسم نے کہا: اس صورت میں قاضی فیصلہ نہ کرے اور اس صورت میں قاضی گواہ ہوگا۔ اور علامہ ابن الماجیشون نے کہا: قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے اور امام مالک کے مذہب میں بہت لمبی تفریعات ہیں۔

امام بخاری نے کہا: ''اور بعض اہلِ عراق نے کہا: قاضی نے مجلسِ قضاء میں جو بات سنی یا جس کام کو دیکھا تو اس کے مطابق فیصلہ کر دے، اور جو اس نے مجلسِ قضاء کے بعد دیکھا یا سنا تو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جب تک اس پر دو گواہ گواہی نہ دیں''۔

قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کا مذہب

حافظ ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین کا قول ہے، اور مطرِّف، ابن الماجیشون، اصبغ اور سحنون نے فقہاءِ مالکیہ میں سے اس کی موافقت کی ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا: اسی کے مطابق عمل جاری ہے اور اس کے موافق وہ حدیث ہے جس کی امام عبد الرزاق نے سندِ صحیح کے ساتھ از ابنِ سیرین روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے قاضی شریح کے سامنے کسی چیز کا اعتراف کیا، پھر بعد میں اس کا انکار کیا تو قاضی شریح نے اس کے اعتراف کی وجہ سے اس کے خلاف فیصلہ کر دیا، اس مرد نے کہا: کیا آپ بغیر گواہ کے میرے خلاف فیصلہ کر رہے ہیں؟ تو قاضی شریح نے کہا: تمہارے نفس نے خود تمہارے خلاف گواہی دی ہے (یعنی پہلے تم نے خود اعتراف کیا تھا)۔

قاضی کے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کے متعلق امام ابو یوسف اور امام شافعی کا مذہب

امام بخاری نے کہا: ''اور ان میں سے دوسرے فقہاء نے کہا: بلکہ وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے کیونکہ وہ امانت دار ہے''۔

یہ امام ابو یوسف اور ان کے متبعین کا قول ہے اور امام شافعی نے بھی ان کی موافقت کی ہے، امام شافعی نے کہا: اگر قاضی عادل ہے تو وہ اپنے علم کے مطابق حد میں اور قصاص میں فیصلہ نہیں کرے گا، سوا اس صورت کے کہ کسی نے اس کے سامنے خود اقرار کیا ہو تو وہ اپنے علم کے مطابق تمام حقوق میں فیصلہ کرے گا خواہ منصبِ قضاء سے پہلے اسے علم ہو یا اس کے بعد۔

قاضی کے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام احمد کا مذہب

امام بخاری نے کہا: ''اور بعض فقہاء نے کہا: وہ اموال میں اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے اور غیرِ اموال میں اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے''۔

یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول ہے جیسا کہ علامہ الکرابیسی نے ان سے نقل کیا ہے کہ جب مثلاً حاکم کسی مرد کو زنا کرتے ہوئے دیکھے تو وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے حتیٰ کہ اس کے پاس اس پر کوئی گواہ ہو، اور امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے، امام ابوحنیفہ نے کہا: قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان تمام صورتوں میں قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے، لیکن حدود کے معاملہ میں، میں قیاس کو ترک کرتا ہوں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۴۳۔ ۴۴۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۱۷۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَتَتْهُ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَلَمَّا رَجَعَتِ انْطَلَقَ مَعَهَا فَمَرَّ بِهِ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَعَاهُمَا فَقَالَ إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ قَالَا سُبْحَانَ اللهِ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ رَوَاهُ شُعَيْبٌ وَابْنُ مُسَافِرٍ وَابْنُ أَبِي عَتِيقٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ يَعْنِي ابْنَ حُسَيْنٍ عَنْ صَفِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا (مسجد میں ملاقات کے لیے) آئیں، جب وہ واپس گئیں تو آپ بھی ان کے ساتھ گئے، پس اس وقت آپ کے پاس سے انصار کے دو مرد گزرے، آپ نے ان دونوں کو بلایا، آپ نے فرمایا: ''یہ صرف صفیہ ہے'' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! آپ نے فرمایا: ''شیطان انسان کے خون جاری ہونے کی جگہوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے''۔

اس حدیث کی روایت شعیب نے اور ابن مسافر نے اور ابن ابی عتیق نے اور اسحاق بن یحییٰ نے از الزہری از علی یعنی ابن حسین از صفیہ رضی اللہ عنہم از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۳۵، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۳۱۰۱، ۳۲۸۱، ۶۲۱۹، ۷۱۷۱، ۷۱۷۱، صحیح مسلم: ۲۱۷۵، سنن ابوداؤد: ۲۴۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۹، مسند احمد: ۲۶۳۲۲، سنن داری: ۱۷۸۰)

صحیح البخاری: ۷۱۷۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کے متعلق ایک اور دلیل

یہ حدیث صورتاً مُرسل ہے، اسی لیے امام بخاری نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

اس حدیث سے وجہِ استدلال یہ ہے کہ قاضی کو اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، تاکہ اس کے خلاف بدگمانی نہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو ناپسند کیا کہ ان دو انصاری مردوں کے دل میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہائی میں کسی عورت سے بات کر رہے ہیں، تو آپ نے ان کی بدگمانی زائل کرنے کے لیے فرمایا کہ یہ تو صرف صفیہ (بنت حُیی) ہے یعنی میری زوجہ ہے، پس جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہیں، اس کے باوجود آپ کے متعلق بدگمانی کی جاسکتی ہے تو جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت کم مرتبہ کے لوگ ہیں ان میں قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے تو ہوسکتا ہے کہ اس کے متعلق یہ بدگمانی کی جائے کہ قاضی نے بغیر گواہوں کے اپنی مطلب براری کے لیے فیصلہ کیا ہے، اس لیے قاضی کو از خود اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۴۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۲۔ بَابُ: أَمْرِ الْوَالِي إِذَا وَجَّهَ أَمِيرَيْنِ إِلَى مَوْضِعٍ أَنْ يَتَطَاوَعَا وَلَا يَتَعَاصَيَا

جب سربراہِ ملک کسی ایک جگہ کے لیے دو امیر بنا کر بھیجے تو انہیں یہ حکم دے کہ وہ آپس میں اتفاق کریں اور اختلاف نہ کریں

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

دو امیروں کے باہم اختلاف نہ کرنے کی حکمت

دو امیروں کو متفق رہنے اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرنے کی ہدایت اس لیے دی ہے کہ اگر امیر آپس میں اختلاف کریں گے تو ان کے ماتحت جو مسلمان ہیں اور عوام ہیں وہ بھی ایک دوسرے سے اختلاف کریں گے، اور اس سے عداوت اور جنگ ہوگی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۴۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ أَبِي وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى إِنَّهُ يُصْنَعُ بِأَرْضِنَا الْبِتْعُ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَقَالَ النَّضْرُ وَأَبُو دَاوُدَ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَوَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں العقدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی بردہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے میرے والد اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا، پس آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو آسان احکام بیان کرنا اور مشکل احکام نہ بیان کرنا، اور خوش خبری دینا اور متنفر نہ کرنا اور ایک دوسرے کی موافقت کرنا، پس حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ ہماری سرزمین میں البتع (شہد کا نبیذ) بنایا جاتا ہے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

اور نضر نے اور ابوداؤد نے اور یزید بن ہارون نے اور وکیع نے از شعبہ از سعید بن ابی بردہ از والد خود از جد خود از نبی ﷺ روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۳۰۸، صحیح مسلم: ۱۷۳۳، مسند احمد: ۱۹۲۰۰، سنن داری: ۲۲۲)

صحیح البخاری: ۷۱۷۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوامیروں کے باہم اتفاق کرنے کے فوائد

علامہ ابن بطال اور دیگر شارحین نے کہا ہے: اس حدیث میں دوامیروں کو باہم متفق رہنے پر برانگیختہ فرمایا ہے، کیونکہ اس میں ان کے درمیان محبت، الفت اور حق پر تعاون کو ثابت کرنا ہے۔

اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دوامیروں یا دو قاضیوں کو ایک شہر میں مقرر کر کے بھیجنا جائز ہے اور ان میں سے ہر ایک کسی ایک جانب بیٹھ کر قضاء کرے۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو امارت اور قضاء میں شریک کیا اور یہ حدیث دو قاضیوں کو ایک شہر میں مقرر کرنے کی اصل ہے۔

علامہ ابن المنیّر نے کہا: ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان دونوں کو اس لیے ایک جگہ قاضی مقرر کیا ہو تا کہ وہ دونوں ہر فیصلہ کے اندر مشترک ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے فیصلہ میں مستقل ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا کوئی مخصوص عمل ہو اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ دونوں کس طرح فیصلہ کرتے تھے۔

اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ لوگوں کے ساتھ نرمی اور آسانی کرنی چاہیے اور سختی نہیں کرنی چاہیے تا کہ لوگوں کے دل متنفر نہ ہوں، خصوصاً جو لوگ نئے نئے اسلام لائے ہوں یا جو بچے نئے نئے بالغ ہوئے ہوں تا کہ ان کے دل اسلام سے مالوف ہوں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۴۵۔ ۳۴۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۳۔ بَابُ إِجَابَةِ الْحَاكِمِ الدَّعْوَةَ — حاکم کا دعوت کو قبول کرنا

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے: حاکم پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ کسی معین شخص کی دعوت کو قبول کرے نہ کہ دوسرے کی، کیونکہ اس سے اس شخص کی دل آزاری ہوگی جس کی دعوت کو وہ قبول نہیں کرے گا، سوا اس صورت کے کہ حاکم کا دعوت قبول نہ کرنے میں کوئی عذر ہو مثلاً وہ اس دعوت میں کوئی ایسا برا کام دیکھے جس کو زائل کرنے پر وہ قادر نہ ہو، نیز اگر وہ بہ کثرت دعوتوں کو قبول کرے گا تو اس سے اس کے قضاء کے کام میں رخنہ پڑے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۴۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَدْ أَجَابَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ عَبْدًا لِلْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام کی دعوت کو قبول کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں اس غلام کے نام پر واقف نہیں ہوسکا اور نہ اس پر مطلع ہوسکا کہ اس تعلیق کی کس نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

البتہ امام ابن المبارک نے "زوائد البر والصلۃ" میں سندِ صحیح کے ساتھ عثمان النہدی سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام کی دعوت قبول کی اور اس وقت آپ روزہ دار تھے، پس آپ نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں دعوت دینے والے کی دعوت قبول کروں اور برکت کی دعا کروں، پھر انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیدیوں کو قید سے چھڑاؤ اور دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو"۔ یہ حدیث باب الولیمہ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن بطال نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ قاضی کے لیے کسی دعوت کو قبول نہیں کرنا چاہیے سوائے ولیمہ کے، پھر اس کی مرضی ہے خواہ وہاں پر کچھ کھائے یا ترک کر دے، اور ہمارے نزدیک اس دعوت میں کھانے پینے کو ترک کرنا زیادہ پسندیدہ ہے، سوا اس کے کہ جس نے دعوت کی ہے وہ اس کا للہ بھائی ہو، یا اس کا خاص قرابت دار ہو اور امام مالک نے اہلِ فضل کے لیے ہر ایک کی دعوت کے قبول کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۴۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۷۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فُكُّوا الْعَانِيَ وَأَجِيبُوا الدَّاعِيَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از ابی وائل از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: قیدیوں کو قید سے چھڑاؤ اور دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرو۔

(صحیح البخاری: ۳۰۴۶، ۵۱۷۴، ۵۳۷۳، ۵۶۴۹، ۷۱۷۳، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۵، مسند احمد: ۱۹۱۴۴، سنن دارمی: ۲۴۶۵)

اس حدیث کی شرح تعلیق کی شرح کے ضمن میں کی جا چکی ہے۔

۲۴۔ بَابُ: هَدَايَا الْعُمَّالِ
حکام کے ہدیوں کا بیان

۷۱۷۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ أَخْبَرَنَا أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ قَالَ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلًا مِنْ بَنِي أَسْدٍ يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْأُتَبِيَّةِ عَلَى صَدَقَةٍ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هَذَا لَكُمْ وَهَذَا أُهْدِيَ لِي فَقَامَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سُفْيَانُ أَيْضًا فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهُ فَيَأْتِي يَقُولُ هَذَا لَكَ وَهَذَا لِي فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَيَنْظُرُ أَيُهْدَى لَهُ أَمْ لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَأْتِي بِشَيْءٍ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اسد کے ایک شخص کو صدقات وصول کرنے پر عامل بنایا جس کو ابن الاتبیۃ کہا جاتا تھا، پس جب وہ آیا تو اس نے کہا: یہ اموال تمہارے لیے ہیں اور یہ اموال مجھے ہدیہ میں دیے گئے ہیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، سفیان نے کہا کہ آپ منبر پر چڑھے، پس آپ نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء کی، پھر آپ نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَقَبَتِهِ إِنْ كَانَ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَتَيْ إِبْطَيْهِ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا قَالَ سُفْيَانُ قَصَّهُ عَلَيْنَا الزُّهْرِيُّ وَزَادَ هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعَ أُذُنَايَ وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنِي وَسَلُوا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَإِنَّهُ سَمِعَهُ مَعِي وَلَمْ يَقُلِ الزُّهْرِيُّ سَمِعَ أُذُنِي خُوَارٌ صَوْتٌ وَالْجُؤَارُ مِنْ تَجْأَرُونَ كَصَوْتِ الْبَقَرَةِ۔

فرمایا: اس عامل کا کیا حال ہے جس کو ہم بھیجتے ہیں، پس وہ آ کر یہ کہتا ہے کہ یہ تمہارے لیے ہے اور یہ میرے لیے ہے، پس کیوں نہ وہ اپنے باپ اور ماں کے گھر میں بیٹھ گیا پھر دیکھتا کہ اس کو کوئی ہدیہ دیا جاتا ہے کہ نہیں؟، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! وہ جس چیز کو بھی لے کر آئے گا وہ اس چیز کو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا، اگر وہ اونٹ ہے تو وہ بڑبڑا رہا ہوگا، یا گائے ہے تو وہ ڈکرا رہی ہوگی، یا بکری ہے تو وہ ممیا رہی ہوگی، پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا: سنو! میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

سفیان نے کہا: زہری نے ہمیں اس کا قصہ بیان کیا، اور ہشام نے از والد خود از ابی حمید یہ اضافہ کیا، انہوں نے کہا کہ میرے دونوں کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا اور تم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی سوال کرو کیونکہ انہوں نے بھی میرے ساتھ سنا تھا، اور زہری نے یہ نہیں کہا کہ میرے کانوں نے سنا۔

خُوَارٌ (الاعراف: ۱۴۸)، اس کا معنی آواز ہے، اور "الجؤار" کا لفظ "تَجْـَٔرُوْنَ (النحل: ۵۳)" سے ماخوذ ہے، یہ گائے کی آواز کی مثل ہے۔

(صحیح البخاری: ۹۲۵، ۱۵۰۰، ۲۵۹۷، ۶۶۳۶، ۶۹۷۹، ۷۱۷۴، ۷۱۹۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۴۶، مسند احمد: ۲۳۰۸۷، سنن دارمی: ۱۶۶۹)

صحیح البخاری: ۷۱۷۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض الفاظ کی تحقیق

اس حدیث میں اس عامل کا نام "الاتبیۃ" مذکور ہے اور صحیح مسلم میں اس کا نام ہے "ابن اللتبیۃ"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خُوار" یہ آواز ہے اور "الجوار" "تجئرون" سے ماخوذ ہے، یہ گائے کی آواز ہے۔

ابوحُمید کی روایت میں "بقرۃ لها خوار" کے الفاظ ہیں، اور اس میں سورۂ طٰہٰ کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: "عجلا جسدا لہ خوار" یہ بچھڑے کی آواز ہے، اور اس کا گائے کے علاوہ دوسرے حیوانوں میں بھی استعمال ہوتا ہے، اور "الجوار" کا بھی لفظ ہے، اس سے سورۃ المومنین کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ (المومنون:۶۴) حتیٰ کہ جب ہم ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں گرفتار کریں گے تو وہ بلبلانے لگیں گے O

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہم امور کے متعلق امام کو خطبہ دینا چاہیے اور خطبہ میں "اما بعد" کے الفاظ کو استعمال کرنا چاہیے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کو امین بنایا جائے اس سے حساب لینا چاہیے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمّال کو ہدیہ قبول کرنے سے منع کرنا چاہیے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اگر عمّال اور حکام ہدیہ لیں تو اس ہدیہ کو بیت المال میں داخل کر دینا چاہیے۔ اور اسی طریقہ سے جو بھی باطل مال بطور ہدیہ لیا جائے اس سے منع کرنا چاہیے۔

علامہ ابن المُنیّر نے کہا ہے: اگر عامل کو منصب عمل سے پہلے کوئی ہدیہ دیا جاتا ہو اور اتنا ہی ہدیہ بعد میں دیا جائے تو اس کا لینا جائز ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی غلط تاویل کی وجہ سے کوئی کام کرے تو اس کو لوگوں کے سامنے تنبیہ کرنی چاہیے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص غلطی سے کوئی کام کرے اس کو بھی زجر و توبیخ کرنی چاہیے۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص سے افضل موجود ہو، پھر بھی مفضول کو کسی منصب پر مقرر کرنا جائز ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۴۷۔۳۴۹، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۵۔ بَابُ: اسْتِقْضَاءِ الْمَوَالِی وَاسْتِعْمَالِهِمْ — آزاد شدہ غلاموں کو قاضی اور حاکم بنانے کا بیان

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس باب کی اصل یہ آیت ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (الحجرات:۱۳) بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

پس متقی کے ہوتے ہوئے اگر اتقیٰ (بہت زیادہ متقی) بھی ہو تو اس سے متقی کی کرامت زائل نہیں ہوتی، اور شارع علیہ السلام نے منصب پر فائز کرنے میں اور نماز کا امام بنانے میں فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو مقرر کیا تاکہ لوگوں پر وسعت ہو اور نرمی ہو۔

امامت کے حقدار ہونے میں فقہاء کے اقوال

امام مالک اور امام شافعی نے کہا: "الافقه" (زیادہ فقیہ) الاقرأ (زیادہ اچھا قاری) پر مقدم ہے۔

(عیون المجالس ج ۱ ص ۳۷۸، المجموع ج ۴ ص ۱۷۷)

اور امام ابو حنیفہ وغیرہ نے کہا "الاقرأ" مقدم ہے۔ (عیون المجالس ج ۱ ص ۳۷۸)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان کے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ''قوم کی امامت وہ کرے جو قوم میں سب سے زیادہ اللہ کی کتاب کا قاری ہو''۔ (صحیح مسلم: ۲۹۰، ۶۷۳)

پس بعض علماء نے اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا اور یہ کہا کہ جس کو قرآن زیادہ یاد ہو وہ امام بنائے جانے کا مستحق ہے، اور بعض علماء نے ''الاقرأ'' کو ''الافقہ'' پر محمول کر دیا، کیونکہ نماز کے مسائل کی فقہ نماز کی قراءت پر مقدم ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۵۳۲، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۱۷۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ نَافِعًا أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَخْبَرَهُ قَالَ كَانَ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ يَؤُمُّ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَبُو سَلَمَةَ وَزَيْدٌ وَعَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ۔

(صحیح البخاری: ۶۹۲، ۷۱۷۵، سنن ابوداؤد: ۵۸۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ نافع نے ان کو خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت سالم جو کہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، وہ مہاجرینِ اولین کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی مسجد قباء میں نماز میں امامت کرتے تھے، اور ان صحابہ میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابوسلمہ، حضرت زید اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم تھے۔

صحیح البخاری: ۷۱۷۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب مہاجرینِ اولین کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے قباء کی جگہ آئی تو وہاں ان کو سالم مولیٰ ابی حذیفہ نماز پڑھاتے تھے اور ان کو ان سب سے زیادہ قرآن مجید یاد تھا، اور اسی وجہ سے ان کو نماز پڑھانے کے لیے مقدم کیا تھا۔

اس اشکال کا جواب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے حضرت سالم کیسے نماز کی امامت کراتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی اور یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے کا ہے۔

امام بیہقی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ ان کو اس وقت تک نماز کی امامت کراتے رہے ہوں حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچ گئے اور مسجد بنانے سے پہلے حضرت ابوایوب انصاری کے گھر میں آ کر ٹھہرے ہوں، پس ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں جب وہ قباء میں آئے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جو ہمارے پاس آئے وہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے، اور یہ دونوں لوگوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے، پھر ہمارے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت سعد رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ آئے اور پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیس صحابہ کے ساتھ آئے، ابن عساکر نے ان میں سے تیرہ کے نام کا ذکر کیا اور میں نے وہاں پر یہ ذکر کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ مہاجرین میں سے مسلمان ہو کر پہلے کون آئے تھے، اور راجح یہ ہے کہ وہ ابوسلمہ بن عبد الاسد تھے، اس بناء پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں داخل نہیں ہوتے اور نہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ان بیس میں داخل ہوتے ہیں۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو آزاد لوگوں پر مقدم کیا حالانکہ وہ آزاد شدہ غلام تھے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو قرآن مجید زیادہ یاد تھا، اور جس شخص کے دین پر مسلمان راضی ہوں تو دنیاوی منصب کے لیے اس پر راضی ہونا زیادہ لائق ہے، پس جائز ہے کہ آزاد شدہ غلام کو منصبِ قضاء پر فائز کیا جائے اور جنگ کا امیر بنایا جائے اور خراج کی وصولی پر مقرر کیا جائے، رہی امامتِ عظمیٰ اور ملک کا سربراہ ہونا تو اس کی صحت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ سربراہِ ملک کو قرشی ہونا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۴۹۔۳۵۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۶۔ بَابُ: الْعُرَفَاءِ لِلنَّاسِ — لوگوں کے کارمختار (سیکرٹری) کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''عریف'' کا معنی اور اس کی وجہ تسمیہ

اس باب کے عنوان میں ''العُرَفاء'' کا ذکر ہے، یہ عریف کی جمع ہے جو عظیم کے وزن پر ہے، عریف اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کی ایک جماعت کے معاملات کا انتظام اور انصرام کرتا ہو، اس کو عریف اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ان کے مسائل کو اور ان کی ضروریات کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ بہتر طریقہ سے جانتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۵۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۷۶، ۷۱۷۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَمِّهِ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ حِينَ أَذِنَ لَهُمُ الْمُسْلِمُونَ فِي عِتْقِ سَبْيِ هَوَازِنَ إِنِّي لَا أَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ فَرَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ النَّاسَ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از عم خود موسیٰ بن عقبہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب نے کہا: مجھے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ بے شک مروان بن الحکم اور حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ان دونوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب مسلمانوں نے ہوازن کے قیدیوں کے آزاد کرنے کی اجازت دی تو آپ نے فرمایا: ''بے شک میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے اجازت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں دی، پس تم واپس جاؤ حتیٰ کہ تم ہمارے پاس اپنے عُرَفاء (معاملات کے ذمہ داروں) کو بھیجو، پس سب لوگ گئے اور ان سے ان کے عُرَفاء نے بات کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے اور آپ کو خبر دی کہ لوگ خوش ہیں اور انہوں نے اجازت دی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۰۷، ۲۵۳۹، ۲۶۰۷، ۳۱۳۱، ۴۳۱۸، ۲۳۰۸، ۲۵۴۰، ۲۵۸۳، ۲۶۰۸، ۳۱۳۲، ۴۳۱۹، ۷۱۷۷، سنن ابوداؤد: ۲۶۹۳، مسند احمد: ۱۸۴۳۵)

صحیح البخاری: ۷۱۷۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سربراہِ ملک کا معاملات کے منتظم کو مقرر کرنے کا بیان

سربراہِ ملک کے لیے ملک کے معاملات کے منتظم اور محافظ (سیکرٹری) کو مقرر کرنا سنت ہے، کیونکہ سربراہِ ملک کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ تمام معاملات کی خود دیکھ بھال کرے اور ان کا انتظام اور انصرام کرے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو متعدد گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ وہ ایک دوسرے کی معرفت حاصل کریں، پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ تمام لوگ ایک جماعت نہ ہوں جس کی وجہ سے سربراہِ ملک کے احکام کا نافذ ہونا مشکل ہو جائے، کیونکہ سربراہِ ملک کا حکم یا اس کی ممانعت اگر صرف ایک جماعت کی طرف مفوّض ہو تو ہر شخص ذمہ داری دوسرے پر ڈال دے گا اور پھر سربراہِ ملک کے احکام ضائع ہو جائیں گے، اور جب کوئی منتظم اور محافظ مقرر ہوگا تو سربراہِ ملک کے احکام پر عمل کرانا آسان ہو جائے گا۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۱۷۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عُرَفاء پر وعید کا محمل

امام ابوداؤد نے از معدیکرب روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "العرافة برحق ہے اور لوگوں کے لیے عریف کا ہونا ضروری ہے، اور کئی عرفاء دوزخ میں ہوں گے"۔

اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "امراء کے لیے ہلاکت ہو اور عرفاء کے لیے ہلاکت ہو"۔

یہ حدیث ان عُرفاء پر محمول ہے جو کسی مقدمہ کو بلاوجہ طول دیتے ہیں اور حد سے تجاوز کرتے ہیں اور انصاف کو ترک کرتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ معصیت میں واقع ہوتے ہیں، اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ عریف کا منصب حاصل کرنے سے احتیاط کریں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ منصب حاصل کرنے کے بعد حد سے تجاوز کریں اور دوزخ میں دخول کے مستحق ہو جائیں۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۳۵۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۷۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنْ ثَنَاءِ السُّلْطَانِ وَإِذَا خَرَجَ قَالَ غَيْرَ ذٰلِكَ

سربراہِ ملک کے منہ پر اس کی تعریف اور اس کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

۷۱۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أُنَاسٌ لِابْنِ عُمَرَ إِنَّا نَدْخُلُ عَلَى سُلْطَانِنَا فَنَقُولُ لَهُمْ خِلَافَ مَا نَتَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ قَالَ كُنَّا نَعُدُّهَا نِفَاقًا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۹۷۵، مسند احمد ۵۷۹۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ بے شک جب ہم اپنے سلطان کے پاس جاتے ہیں تو ان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو اس کے خلاف ہوتی ہیں جب ہم سلطان کے پاس سے نکلنے کے بعد کہتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم اس چیز کو نفاق شمار کرتے تھے۔

۷۱۷۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از عراک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں میں سے سب سے بدترین شخص دو چہروں والا ہے جو ان لوگوں کے پاس ایک چہرے کے ساتھ آئے اور دوسرے لوگوں کے پاس دوسرے چہرے کے ساتھ آئے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۹۴، ۶۰۵۸، ۷۱۷۹، صحیح مسلم: ۲۵۲۶، سنن ترمذی: ۲۰۲۵، سنن ابوداؤد: ۴۸۷۲، مسند احمد: ۷۲۹۶، موطا امام مالک: ۱۸۶۴)

صحیح البخاری: ۷۱۷۸، ۷۱۷۹، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

مداہنت کا حرام ہونا

مومن کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ سلطان یا کسی اور کے منہ پر اس کی تعریف کرے حالانکہ اس کے نزدیک وہ شخص مذمت کا مستحق ہو، اور اس کے سامنے ایسی بات نہ کہے جس کے خلاف وہ اس کے پیٹھ پیچھے کہتا ہے، کیونکہ یہ نفاق ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا کہ "لوگوں میں سے سب سے بدترین شخص وہ ہے جو دو چہروں والا ہو"۔ اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپ نے فرمایا: ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجیہ نہیں ہوگا، کیونکہ وہ اہلِ باطل کے سامنے یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان سے راضی ہے اور اہلِ حق کے سامنے یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان سے راضی ہے، تاکہ وہ ہر فریق کو خوش رکھے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ ان ہی میں سے ہے، اور یہ وہ مداہنت ہے جو مومنین پر حرام کردی گئی ہے۔

مداہنت کی ممانعت پر ایک اعتراض کا جواب

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: بابِ مذکور کی یہ دونوں حدیثیں اس حدیث کے خلاف ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے ملنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس کے متعلق فرمایا "بئس ابن العشیرۃ" (یہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے)، اور پھر جب اس نے آپ سے ملاقات کی تو آپ نہایت خوش دلی کے ساتھ اس سے ملے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس شخص کے متعلق فرمایا تھا "یہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے" یہ سننے والوں کے نزدیک اس پر جرح اور اس کی حقیقت کے اظہار کے لیے تھا، اور بعد میں جب آپ اس سے خوش دلی سے ملے تو یہ اس لیے تھا کہ لوگوں کو اس سے کوئی ضرر نہ پہنچے، پس آپ نے دونوں صورتوں میں مسلمانوں کے نفع کا قصد کیا، اس کے برے حال کو بتانے کے لیے فرمایا "یہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے" اور بعد میں اس سے اچھی طرح سے ملے تاکہ لوگ اس کی ایذاء اور شر سے محفوظ رہیں۔

مداہنت کی ممانعت اور مدارات کا جواز

اور ذوالوجہین (دو چہرے والا) اس کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ وہ کسی کے سامنے ایک بات کہتا ہے اور اس کے پسِ پشت اس کے خلاف دوسری بات کہتا ہے اور یہ تناقض ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کیا اس میں تناقض نہیں تھا، کیونکہ آپ نے جو فرمایا ہے کہ "یہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے" تو یہ اس کا حال ظاہر کرنے کے لیے تھا، اور اس سے ملاقات کے وقت یہ نہیں فرمایا کہ وہ فاضل ہے یا نیک ہے، اور اسی وجہ سے فقہاء نے مداہنت کرنے سے منع کیا ہے اور مدارات کو جائز قرار دیا ہے۔ مداہنت یہ ہے کہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے کسی برے آدمی کی برائی کو ظاہر نہ کرے اور مدارات یہ ہے کہ مسلمانوں کے عمومی مفاد کی وجہ سے کسی برے آدمی کی برائی کو اس کے سامنے ظاہر نہ کرے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۱۷۸، ۷۱۷۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بابِ مذکور کی تائید میں دیگر آثار

امام ابن ابی شیبہ نے از ابوالشعثاء روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور وہ یزید بن معاویہ کی برائی کر رہے تھے، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا تم یہ باتیں ان کے سامنے بھی کہتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا: نہیں! بلکہ ہم ان کی تعریف کرتے ہیں اور ان کی تحسین کرتے ہیں۔ اور دوسری روایت امام بیہقی سے ہے، وہ الحارث بن ابی اسامہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو میں نے کہا: ہم ان ائمہ کے پاس بیٹھتے ہیں، وہ کسی چیز کے معاملہ میں باتیں کرتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ حق اس کے خلاف ہے، تو ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم اس چیز کو نفاق شمار کرتے ہیں۔
اور امام بیہقی نے حارث سے روایت کی ہے: اے ابوعبدالرحمٰن! ہم امام کے پاس جاتے ہیں جو کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ظلم ہے، پھر ہم کہتے ہیں: اللہ تمہارے اس عمل کو قبول فرمائے، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم اس کو نفاق سمجھتے ہیں۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۳۵۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۸۔ باب: اَلْقَضَاءِ عَلَى الْغَائِبِ

غائب کے متعلق فیصلہ کرنا

۷۱۸۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ هِنْدًا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ فَأَحْتَاجُ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ قَالَ خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ بے شک حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بخیل شخص ہیں، پس مجھے ضرورت ہوتی ہے کہ میں اس کے مال سے لے لیا کروں، آپ نے فرمایا: تم اتنی مقدار لے لیا کرو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو۔

(صحیح البخاری: ۲۲۱۱، ۲۴۶۰، ۳۸۲۵، ۵۳۵۹، ۵۳۶۴، ۵۳۷۰، ۶۶۴۱، ۷۱۶۱، ۷۱۸۰، صحیح مسلم: ۱۷۱۴، سنن نسائی: ۵۴۲۰، سنن ابوداؤد: ۳۵۳۲، سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۳، مسند احمد: ۲۵۱۸۵، سنن دارمی: ۲۲۵۹)

صحیح البخاری: ۷۱۸۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غائب کا فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف

فقہاء کی ایک جماعت نے غائب کا فیصلہ کرنے کی اجازت دی ہے، ان میں امام مالک، اللیث، امام شافعی، ابوثور اور ابوعبید شامل ہیں۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۳ ص ۳۸۷۔۳۸۶، عیون المجالس ج ۴ ص ۱۵۳۲، المغنی ج ۱۴ ص ۹۳)
امام شافعی نے کہا: ہر معاملہ میں غائب کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے، اور علامہ ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ قرض میں غائب کا فیصلہ کرنا جائز ہے، زمین اور مکانات میں فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔
امام مالک نے کہا: اسی طرح جب کوئی شخص قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش ہونے کے بعد غائب ہو جائے تو اس کا فیصلہ کرنا جائز ہے۔
اور فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے: غائب کے خلاف فیصلہ نہ کیا جائے، یہ قاضی شریح، ابراہیم نخعی، قاسم، عمر بن عبد العزیز اور ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور امام ابوحنیفہ نے کہا: غائب کے خلاف فیصلہ نہ کیا جائے اور نہ اس کے خلاف جو گواہ قائم ہونے کے بعد فیصلہ سے بھاگ گیا ہو، اور نہ اس کے خلاف جو شہر میں چھپ گیا ہو، لیکن قاضی کے پاس سے کوئی شخص آئے اور اس کے دروازہ پر تین دن تک نداء کرے، اگر وہ حاضر نہ ہو تو اس کے خلاف فیصلہ نافذ کر دیا جائے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۴ ص ۳۸۶، المبسوط ج ۱۷ ص ۳۹)

غائب کے خلاف فیصلہ نہ کرنے کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل

فقہاءِ احناف یہ کہتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ حاضر ہو اور وہ مدعی کے گواہوں کو نہ سنے تو یہ جائز ہے، پس جب مدعیٰ علیہ غائب ہو تو بہ طریقِ اولیٰ جائز ہوگا کہ وہ مدعی کے گواہوں کا بیان نہ سنے، نیز انہوں نے کہا: اگر اس کے غائب ہونے کی صورت میں اس کے متعلق فیصلہ کرنا جائز ہو تو حاکم کے سامنے اس کے حاضر ہونے کی صورت میں اس پر کسی چیز کا استحقاق ثابت نہیں ہوگا، حالانکہ یہ ثابت ہے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ حاکم کے سامنے حاضر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝۴۸ (النور: ۴۸)

اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں تو اس وقت ان میں سے ایک فریق اعراض کرنے والا ہوتا ہے ○

اللہ تعالیٰ نے اس پر ان کی مذمت فرمائی ہے کہ وہ حکم اور فیصلہ سے اعراض کرتے ہیں اور حاکم کے سامنے حاضر ہونے کو ترک کرتے ہیں، تو اگر حاکم کے سامنے ان کا حاضر ہونا واجب نہ ہوتا تو ان کی مذمت نہ کی جاتی، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کے سامنے حاضر ہونا واجب ہے، لہٰذا غائب کے خلاف فیصلہ معتبر نہیں ہوگا۔

نیز فقہاءِ احناف نے درجِ ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا، پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں اور میں کم عمر ہوں اور مجھے قضاء کا کوئی علم نہیں ہے تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا، پس جب تمہارے سامنے دو فریق بیٹھ جائیں تو تم کوئی فیصلہ نہ کرو حتیٰ کہ دوسرے فریق کی بات سن لو جس طرح تم نے فریقِ اول کی بات سنی ہے، تو اس سے تمہارے لیے فیصلہ ظاہر ہو جائے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں ہمیشہ قاضی رہا یا کہا: پھر میں نے اس کے بعد کبھی فیصلہ کرنے میں شک نہیں کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۸۲، سنن ترمذی: ۱۳۳۱، مسند احمد ج ۱ ص ۹۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فریقوں کے درمیان مساوات کا حکم دیا ہے اور ان کے درمیان مساوی طریقہ سے دیکھنے کا حکم دیا اور جب غائب کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا تو اس میں سے کسی چیز پر عمل نہیں ہوگا۔

غائب کا فیصلہ کرنے کے متعلق جمہور فقہاء کے دلائل

جمہور فقہاء نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا کے حق میں ان کے خاوند کے خلاف فیصلہ کیا کہ وہ خاوند کا مال لے سکتی ہیں اور ان کے خاوند غائب تھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا اور اس پر گواہ قائم نہیں ہوئے تھے کہ حضرت ہند حضرت ابوسفیان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رضی اللہ عنہا کی بیوی ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ حضرت ہند، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی بیوی ہیں، اس لیے اس پر گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

نیز ان کی دلیل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر غائب کی بیوی خاوند کے مال سے اپنا خرچ طلب کرے تو اس بیوی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ اپنے غائب خاوند کے مال سے اپنا حق وصول کر سکتی ہے، اور یہ فقہاء احناف کے قول میں تناقض ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۵۳۷۔۵۳۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ وہ جو کہتے ہیں کہ غائب کے خلاف فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے، وہ اس صورت کے ماسوا ہے، کیونکہ یہ صورت حدیث کے مطابق ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۲۹۔ بَابُ: مَنْ قُضِیَ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّ قَضَاءَ الْحَاكِمِ لَا يُحِلُّ حَرَامًا وَلَا يُحَرِّمُ حَلَالًا

جس شخص کے بھائی کے حق میں کسی چیز کا فیصلہ کیا گیا تو وہ اس چیز کو نہ لے، کیونکہ حاکم کا فیصلہ کسی حرام کو حلال نہیں کرتا اور نہ کسی حلال کو حرام کرتا ہے

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں بھائی کا لفظ مذکور ہے اور یہ بھائی کا لفظ عام معنی میں مستعمل ہے اور وہ جنس ہے، کیونکہ مسلمان اور ذمی اور معاہد اور مرتد سب کا یہی حکم ہے، اور بھائی کا لفظ نسبی بھائی اور رضائی بھائی اور دینی بھائی وغیرہ کو شامل ہے، اور عنوان میں بھائی کا لفظ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ حدیث میں بھی بھائی کا لفظ ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۵۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَخْبَرَتْهَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ سَمِعَ خُصُومَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَادِقٌ فَأَقْضِي لَهُ بِذَلِكَ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ لِيَتْرُكْهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ کے دروازہ پر جھگڑنے کی آواز سنی، پس آپ باہر ان کی طرف آئے، سو آپ نے فرمایا: میں محض ایک بشر ہوں اور بے شک میرے پاس ایک جھگڑا آتا ہے، پس ہو سکتا ہے تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بہ نسبت زیادہ چرب زبان ہو، پس میں یہ گمان کروں کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ سچا ہے، پس اس کے حق میں فیصلہ کردوں، پس (بالفرض) میں جس کے حق میں کسی مسلمان کا فیصلہ کردوں تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے، وہ چاہے اس کو لے اور چاہے تو اس کو ترک کردے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۵۸، ۲۶۸۰، ۶۹۶۷، ۷۱۶۹، ۷۱۸۱، ۷۱۸۵، صحیح مسلم: ۱۷۱۳، سنن نسائی: ۵۴۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۵۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۷، مسند احمد: ۲۶۰۸۶، موطا امام مالک: ۱۴۲۴)

۷۱۸۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ إِلَيْكَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدٌ فَقَالَ ابْنُ أَخِي قَدْ كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَامَ إِلَيْهِ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَتَسَاوَقَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللهِ ابْنُ أَخِي كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ احْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللهَ تَعَالَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، وہ بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا ان (کے نطفہ) سے ہے، پس تم اس پر قبضہ کرلینا، پس جب فتح مکہ کا سال آیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے پر قبضہ کرلیا، پس کہا: یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اور اس نے اس کے متعلق مجھے وصیت کی تھی، پھر اس کی طرف عبد بن زمعہ کھڑے ہوئے، سو انہوں نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، پس ان دونوں نے یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا، پس سعد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، میرے بھائی نے اس کے متعلق مجھے وصیت کی تھی اور عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے، اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں، پھر آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اس لڑکے سے پردہ کیا کرو کیونکہ آپ نے اس لڑکے کی مشابہت عتبہ بن ابی وقاص میں دیکھی، پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس لڑکے کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جاملا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۵۳، ۲۰۵۷، ۵۵۰۷، ۶۷۴۹، ۶۸۱۸، ۷۱۸۲، سنن نسائی: ۳۴۸۴، سنن ابوداؤد: ۲۸۲۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۴، موطا امام مالک: ۱۴۲۴، سنن دارمی: ۲۲۰۶)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۱۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے بعض الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بباب حجرته" یہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "انما انا بشر" "بشر کا معنی ہے: جسم کی ظاہری بناوٹ، اس کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اور جمع پر بھی، یہاں اس کا معنی یہ ہے کہ آپ بھی بشر میں سے ایک بشر ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اصلِ خلقت میں بشر کے شریک ہیں، اگرچہ آپ کی ذات اور صفات میں جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیات رکھی ہیں ان کی وجہ سے آپ دوسرے بشر سے ممتاز ہیں اور "انما" کا کلمہ حصر کے لیے آتا ہے اور یہاں حصر مجازی ہے اور اس کو قصرِ قلب کہتے ہیں، کیونکہ یہاں پر آپ نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو یہ زعم کرتے ہیں کہ جو رسول ہو وہ ہر غیب کو جانتا ہے حتیٰ کہ اس کے اوپر مظلوم بھی مخفی نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فمن قضیت له بحق مسلم" امام ابوداؤد کی روایت میں ہے: "پس بالفرض میں جس مسلمان کے لیے اس کے بھائی کی کسی چیز کا فیصلہ کردوں تو وہ اس کو نہ لے" اور امام طحاوی اور امام دارقطنی کی روایت میں ہے: "پس جس کے حق میں میں کسی مقدمہ کا فیصلہ کردوں اور وہ اس کا مستحق نہ ہو تو وہ ایک آگ کا ٹکڑا ہے جو قیامت کے دن اس کی گردن میں ہوگا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مسلمان سے کسی جھوٹے مقدمہ میں جھگڑا کرے حتیٰ کہ بہ ظاہر وہ کسی چیز کا مستحق ہو جائے اور باطن میں وہ چیز اس پر حرام ہو تو وہ شخص گناہ گار ہوگا۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مال پر دعویٰ کرے اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں، پس مدعیٰ علیہ کو حلف دیا گیا اور حاکم نے فیصلہ کیا کہ حلف اٹھانے والا بری ہے تو حلف اٹھانے والا باطن میں بری نہیں ہوگا۔

(۳) جس شخص نے کسی بھی وجہ سے کسی باطل چیز کا حیلہ کیا حتیٰ کہ بہ ظاہر وہ اس کا حق ہو جائے اور اس کے حق میں فیصلہ بھی کر دیا جائے تب بھی اس کے لیے اس چیز کو لینا باطن میں جائز نہیں ہے، اور اس سے گناہ کا حکم نہیں اٹھے گا۔

(۴) اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد سے کبھی خطاء ہو جاتی ہے اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جن کا یہ زعم ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے۔

(۵) اور اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد کو جب خطاء واقع ہو تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا بلکہ اس کو اجر دیا جائے گا جیسا کہ عنقریب حدیث میں آئے گا۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مقدمات میں اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے جن کے متعلق آپ پر وحی نہیں آتی تھی۔ بعض علماء نے اس کے خلاف کہا ہے اور اس حدیث میں ان کا صراحتہً رد ہے۔

(۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات آپ اپنے اجتہاد سے کسی چیز کا حکم دیتے اور باطن میں اس کا خلاف ہوتا لیکن آپ کو اس پر برقرار نہیں رکھا جاتا تھا کیونکہ آپ معصوم ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۵۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۰۔ بَابُ: اَلْحُكْمِ فِي الْبِئْرِ وَنَحْوِهَا — کنوئیں اور اس جیسی چیزوں کے متعلق فیصلہ کرنا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

کتاب الایمان والنذور میں مذکور ہے کہ یہ کنواں حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کا تھا، ان کے چچا زاد بھائی کی زمین میں، پس انہوں نے اس کنویں کے متعلق دعویٰ کر دیا، اور اس باب کی حدیث اس سلسلہ میں حجت ہے کہ حاکم کا حکم ظاہر میں کسی حرام کو حلال نہیں کرتا اور نہ کسی ممنوع چیز کو مباح کرتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس شخص کے عذاب سے ڈرایا ہے جو جھوٹی قسم کھا کر اپنے بھائی کے حق پر قبضہ کر لے، اس کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے کئی قسم کی سزاؤں سے ڈرایا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۷۷﴾ (آل عمران: ۷۷)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O

قرآن مجید میں جو وعید آئی ہیں، یہ ان میں سب سے سخت وعید ہے، پس معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے بھائی کا مال ناجائز طریقہ سے لینے کا حیلہ کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دے گا۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۰۱۔ ۲۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۱۸۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَا يَحْلِفُ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ مَالًا وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ إِلَّا لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۷۷﴾﴾ الْآيَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور اور الاعمش از ابی وائل، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی کوئی پختہ قسم کھا کر (کسی کا) مال حاصل کرے گا اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O" (آل عمران:۷۷)

(صحیح البخاری:۲۳۵۶، ۲۴۱۶، ۲۵۱۴، ۲۶۶۶، ۲۶۶۹، ۲۶۷۳، ۲۶۷۶، ۴۵۴۹، ۶۶۵۹، ۶۶۷۶، ۷۱۸۳، ۷۴۴۵، صحیح مسلم:۱۳۸، سنن ترمذی:۱۲۶۹، سنن ابوداؤد:۳۲۴۳، سنن ابن ماجہ:۲۳۲۳، مسند احمد:۴۲۰۰)

۷۱۸۴۔ فَجَاءَ الْأَشْعَثُ وَعَبْدُ اللّٰهِ يُحَدِّثُهُمْ فَقَالَ لِيْ نَزَلَتْ وَفِيْ رَجُلٍ خَاصَمْتُهُ فِيْ بِئْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَلَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا قَالَ فَلْيَحْلِفْ قُلْتُ إِذًا يَحْلِفُ فَنَزَلَتْ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ الْاٰيَةَ

۷۱۸۴۔ پس حضرت اشعث اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما آئے (حضرت اشعث) ان کو حدیث بیان کرتے تھے، پس انہوں نے کہا: یہ آیت میرے متعلق اور ایک مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے، میرا اس سے ایک کنویں کے متعلق جھگڑا ہوا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر یہ قسم کھائے گا، میں نے کہا: یہ تو قسم کھالے گا تو یہ آیت نازل ہوئی:

"بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ (آخرت میں) اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O" (آل عمران:۷۷)

(صحیح البخاری:۲۳۵۶، ۲۴۱۶، ۲۵۱۴، ۲۶۶۶، ۲۶۶۹، ۲۶۷۳، ۲۶۷۶، ۴۵۴۹، ۶۶۵۹، ۶۶۷۶، ۷۱۸۳، ۷۴۴۵، صحیح مسلم:۱۳۸، سنن ترمذی:۱۲۶۹، سنن ابوداؤد:۳۲۴۳، سنن ابن ماجہ:۲۳۲۳، مسند احمد:۴۲۰۰)

صحیح البخاری:۷۱۸۳، ۷۱۸۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبداللہ کا ذکر ہے، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام بخاری پر علامہ ابن المنیّر کے اعتراض کا جواب

علامہ ابن المنیّر نے کہا ہے: اس عنوان میں کنویں کا ذکر ہے حالانکہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی کے کنویں پر جھوٹی قسم کھا کر قبضہ کرے یا کسی کے گھر پر جھوٹی قسم کھا کر قبضہ کرے یا کسی کے غلام پر جھوٹی قسم کھا کر قبضہ کرے، سو امام بخاری نے جو صرف کنویں کا ذکر کیا ہے، اس سے انہوں نے ان لوگوں کے رد کا ارادہ کیا ہے جن کا یہ زعم ہے کہ پانی کا کوئی مالک نہیں ہوتا، تو انہوں نے اس باب کے عنوان سے یہ ثابت کیا کہ پانی پر بھی ملکیت ہوتی ہے، کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کا جھگڑا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پانی کے متعلق ہوا تھا۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن المنیّر کا یہ اعتراض درست نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری نے باب کے عنوان میں صرف کنویں پر اقتصار نہیں کیا بلکہ ''ونحوھا'' بھی کہا ہے یعنی کنویں اور اس جیسی چیزوں میں۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۳۵۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۱۔ بَابٌ: اَلْقَضَاءُ فِي كَثِيرِ الْمَالِ وَقَلِيلِهِ

زیادہ اور کم مال میں فیصلہ کرنے کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ: الْقَضَاءُ فِي قَلِيلِ الْمَالِ وَكَثِيرِهِ سَوَاءٌ۔

اور ابن عیینہ نے از ابن شبرمہ کہا کہ کم مال میں اور زیادہ مال میں فیصلہ کرنا برابر ہے۔

۷۱۸۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ جَلَبَةَ خِصَامٍ عِنْدَ بَابِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضًا أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ أَقْضِي لَهُ بِذَلِكَ وَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَادِقٌ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ لِيَدَعْهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی از ان کی والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے گھر کے دروازہ کے پاس لوگوں کے جھگڑنے کی آواز سنی، آپ ان کے پاس باہر نکل کر آئے تو آپ نے فرمایا: میں محض بشر ہوں اور بے شک میرے پاس (مقدمہ کا) ایک فریق آتا ہے، پس ہوسکتا ہے کہ بعض فریق دوسروں کی بہ نسبت زیادہ چرب زبان ہو، (بالفرض) میں اس کے حق میں فیصلہ کردوں اور یہ گمان کروں کہ وہ سچا ہے، پس جس شخص کے لیے میں کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کردوں تو وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے خواہ وہ اس کو لے یا نہ لے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۵۸، ۲۶۸۰، ۶۹۶۷، ۷۱۶۹، ۷۱۸۱، ۷۱۸۵، صحیح مسلم: ۱۷۱۳، سنن نسائی: ۵۴۰۱، سنن ابوداؤد: ۳۵۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۷، مسند احمد: ۲۶۰۸۶، موطا امام مالک: ۱۴۲۴)

صحیح البخاری: ۷۱۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ ابن المنیّر نے کہا ہے: امام بخاری نے اس عنوان سے بعض مالکیہ کے اس قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے، جنہوں نے یہ کہا کہ قسم کھانا صرف اسی صورت میں واجب ہے جب کہ مال کی ایک مقدارِ معین کا جھگڑا ہو، اور کسی معمولی چیز میں اگر جھگڑا ہو تو اس میں فریقِ مخالف کو قسم دینا واجب نہیں ہے، تو امام بخاری نے اس کا رد کیا کہ مال زیادہ ہو یا کم ہو اس میں فیصلہ کرنے کا حکم برابر ہے۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۳۵۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٣٢۔ بَابُ: بَيْعِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ أَمْوَالَهُمْ وَضِيَاعَهُمْ وَقَدْ بَاعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مُدَبَّرًا مِنْ نُعَيْمِ بْنِ النَّحَّامِ

امام کا لوگوں کے اموال اور ان کی جائیداد کو فروخت کرنا، اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت نعیم بن نحام رضی اللہ عنہ کے مدبر غلام کو فروخت کیا

٧١٨٦۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَلَغَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَبَاعَهُ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ ثُمَّ أَرْسَلَ بِثَمَنِهِ إِلَيْهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلمہ بن کہیل نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد نے اپنے مدبر غلام کو آزاد کر دیا اور اس کا اس مدبر غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کو آٹھ سو درہم کے عوض فروخت کر دیا، پھر وہ قیمت اس صحابی کی طرف بھیج دی۔

(صحیح البخاری: ٢١٤١، ٢٢٣٠، ٢٣٢١، ٢٤٠٣، ٢٤١٥، ٢٥٣٤، ٦٧١٦، ٦٩٤٧، ٧١٨٦، صحیح مسلم: ٩٩٧، سنن ترمذی: ١٢١٩، سنن نسائی: ٤٦٥٣، سنن ابوداؤد: ٣٩٥٧، مسند احمد: ١٣١٩٧، سنن دارمی: ٢٥٧٣)

صحیح البخاری: ٧١٨٦، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ٨٠٤ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مدبر غلام کو فروخت کرنے کا محل

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: امام اس وقت لوگوں کے اموال کو فروخت کر دے جب وہ یہ دیکھے کہ ان لوگوں میں سے کسی شخص کی عقل میں کمی ہے، رہا وہ شخص جس کی عقل میں کمی نہ ہو اس کے مال میں سے کسی چیز کو فروخت نہیں کیا جائے گا سوا اس کے کہ اس کے اوپر کسی کا حق ثابت ہوتا ہو، اور یہ بیع جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مدبر کو فروخت کر دیا تھا، کیونکہ جس شخص کا وہ غلام مدبر تھا اس کا اس غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا، پس آپ کو خطرہ ہوا کہ یہ بغیر کسی روزی کے فوت ہو جائے گا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ اس نے اپنے تمام مال کو خرچ کر دیا اور اب وہ ہلاک ہونے کے قریب ہے تو آپ نے اس مدبر غلام کو فروخت کر دیا، جب کہ عام حالات میں مدبر کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

مدبر کی بیع کے متعلق فقہاء کے اقوال

فقہاء شافعیہ کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے (مدبر وہ غلام ہے جس کے متعلق اس کا مالک یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو)۔ (روضۃ الطالبین ص ١٩٤)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور امام مالک کا اس میں اختلاف ہے، ان کے نزدیک مدبر کی بیع جائز نہیں ہے۔ (المدونہ ج ۳ ص ۴۷)

علامہ ابن التین نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایک صحابی کے مدبر غلام کو فروخت کر دیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس صحابی کا اس مدبر غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا، تو آپ نے اس غلام کو فروخت کر کے وہ مال اس صحابی کو دے دیا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مدبر غلام کو اس لیے فروخت کیا ہو کہ اس کے مالک کے اوپر اس غلام کو مدبر کرنے سے پہلے قرض تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۵۴۸۔ ۵۴۹ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۴۔ بَابُ: مَنْ لَمْ يَكْتَرِثْ بِطَعْنِ مَنْ لَا يَعْلَمُ فِي الْأُمَرَاءِ حَدِيثًا

جس سربراہ نے امراء پر اس شخص کے طعن کی پرواہ نہیں کی جس کو امراء کے متعلق کسی عیب کا علم نہیں

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

"لم یکترث" کا معنی ہے "لم یلتفت" اور یہ اصل میں الکرث سے ماخوذ ہے، کہا جاتا ہے "ما اکترثت" یعنی میں نے اس کی پرواہ نہیں کی، اور اس کا استعمال نفی میں کیا جاتا ہے اور اثبات میں اس کا استعمال شاذ ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس باب کے عنوان کا معنی یہ ہے کہ جب طعنہ دینے والا مطعون کے حال سے واقف نہ ہو اور اس پر اس عیب کی تہمت لگائے جو عیب اس میں نہیں ہے، تو اس کی تہمت کی پرواہ نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی تہمت کے تقاضا پر عمل کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۱۸۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضى الله عنهما يَقُولُ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطُعِنَ فِي إِمَارَتِهِ وَقَالَ إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ وَايْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمْرَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر کر دیا، پس حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر طعن کیا گیا اور آپ نے فرمایا: اگر تم اس کی امارت میں طعن کرتے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت میں طعن کرتے تھے، اور اللہ کی قسم! بے شک وہ ضرور امارت کے لائق تھے، اور بے شک وہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب تھے، اور بے شک یہ ان کے بعد مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۷۳۰، ۴۲۵۰، ۴۴۶۸، ۴۴۶۹، ۶۶۲۷، ۷۱۸۷، صحیح مسلم: ۲۴۲۶، سنن ترمذی: ۳۸۱۶، مسند احمد: ۴۶۸۷)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۱۸۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر طعن کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "اگر تم اسامہ کی امارت میں طعن کر رہے ہو تو بے شک تم اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت میں طعن کرتے تھے"۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے، اور ان پر طعن کرنے کا بیان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو غزوہ موتہ میں امیر بنا کر بھیجا تھا اور وہ وہاں پر شہید ہو گئے تھے، اور آپ نے فرمایا کہ "زید بن حارثہ امارت کے لائق اور مستحق تھے اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ مجھے محبوب تھے"، اور پھر فرمایا کہ "بے شک یہ یعنی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں"۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر لوگ اس وجہ سے طعن کرتے تھے کہ وہ غلام تھے اور کہتے تھے کہ غلام کو ہم پر امیر بنا دیا گیا ہے۔ اور جن لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر طعن کیا تھا ان میں حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی تھے اور وہ فضلاء صحابہ میں سے تھے۔

امیر پر طعن کرنے کی وجہ سے اس کو معزول نہ کرنے کی توجیہ

اہلِ کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی امامت پر اعتراض کیا کہ یہ صحیح طریقہ سے نماز نہیں پڑھاتے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو امامت سے معزول کر دیا اور ان کے خلاف تحقیق کی اور تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اہلِ کوفہ کی شکایت غلط تھی اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ صحیح طریقہ سے نماز پڑھاتے تھے۔

اب یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر طعن کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو معزول نہیں کیا، سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کیوں معزول کر دیا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق اتنا وسیع علم نہیں تھا جتنا وسیع علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے متعلق تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۸۸۔۳۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۴۔ بَابُ: الْأَلَدِّ الْخَصِمِ وَهُوَ الدَّائِمُ فِي الْخُصُومَةِ

اس شخص کا بیان جو ہمیشہ لڑتا جھگڑتا رہے

لُدًّا (مریم: ۹۷) عُوجًا۔

اَلَدُّ: اعوج

"لُدًّا" اس کا معنی ہے جو ٹیڑھا ہو یا حق سے منحرف ہو۔

اور "الَدّ" اس کا معنی ہے: جو زیادہ ٹیڑھا ہو اور حق سے زیادہ منحرف ہو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الّد'' کا لفظ ''لدد'' سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: ٹیڑھا پن اور حق سے منحرف ہونا، اور اس کی اصل ''اللدید'' ہے، اور یہ وادی کی ایک جانب کو کہتے ہیں، اور منہ کی جانب پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اسی سے ''اللدود'' ماخوذ ہے یعنی منہ کی ایک جانب میں دوائی کو ٹپکانا۔ امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ یہ بیان کریں کہ ''عوج'' یعنی ٹیڑھا ہونا، اس کا استعمال جس طرح معانی میں ہوتا ہے اسی طرح اس کا استعمال اعیان میں بھی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا۝ (مریم:۹۷)

ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ آپ اس سے متقین کو بشارت دیں اور جھگڑالو قوم کو اس سے ڈرائیں O

محمد بن کعب سے روایت ہے کہ ''الد'' کا معنی ہے ''الکذاب'' گویا کہ ان کا ارادہ یہ ہے کہ جو بہت زیادہ جھگڑا کرتا ہے تو وہ جھوٹ بولنے میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔ اور امام ابو عبیدہ نے ''قوما لدا'' کی تفسیر میں کہا ہے: اس کا واحد ''الّد'' ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کا دعویٰ باطل ہے اور وہ حق کو قبول نہیں کرتا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۵۹۔۳۶۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۸۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَبْغَضُ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ابن جریج، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن ابی ملیکہ سے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مبغوض مردوہ ہے جو ''الد الخصم'' ہو یعنی سخت جھگڑالو ہو۔

(صحیح البخاری: ۲۴۵۷، ۴۵۲۳، ۷۱۸۸، صحیح مسلم: ۲۶۶۸، سنن ترمذی: ۲۹۷۶، سنن نسائی: ۵۴۲۳، مسند احمد: ۲۴۸۲۲)

۳۵۔ بَابٌ إِذَا قَضَى الْحَاكِمُ بِجَوْرٍ أَوْ خِلَافِ أَهْلِ الْعِلْمِ فَهُوَ رَدٌّ

جب حاکم ظالمانہ فیصلہ کرے یا اہلِ علم کی مخالفت کرے تو اس کا فیصلہ مردود ہے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حاکم ظالمانہ فیصلہ کرے یا ایسا فیصلہ کرے جس میں اہلِ علم کی مخالفت ہو تو اس کا وہ فیصلہ مردود ہے، اگر اس نے وہ فیصلہ اجتہاد اور تاویل سے کیا جیسا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کیا تھا جس طرح کہ اس باب کی حدیث میں آئے گا تو اس سے گناہ ساقط ہو جائے گا اور عام اہلِ علم کے نزدیک اس پر ضمانت لازم ہوگی، مگر اس میں ان کا اختلاف

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے، پس ایک جماعت نے کہا: جب حاکم نے کسی کو قتل کرنے کے فیصلہ کا حکم دیا اور اس میں خطاء کی یا کسی کو زخمی کرنے کا فیصلہ کیا تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی، اسی طرح ثوری اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد اور اسحاق کے نزدیک ہے، اور اوزاعی، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک اس کی دیت امام کے عاقلہ پر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۱۸۹۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَالِدًا ح و حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا أَسْلَمْنَا فَقَالُوا صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ فَأَمَرَ كُلَّ رَجُلٍ مِنَّا أَنْ يَقْتُلَ أَسِيرَهُ فَقُلْتُ وَاللهِ لَا أَقْتُلُ أَسِيرِي وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِي أَسِيرَهُ فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ مَرَّتَيْنِ۔

(صحیح البخاری: ۴۳۳۹، ۷۱۸۹، سنن نسائی: ۵۴۰۵، مسند احمد: ۶۳۴۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا ح اور مجھے ابو عبد اللہ نعیم بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سالم از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا، پس وہ لوگ اچھی طرح یہ نہ کہہ سکے کہ ہم اسلام لائے، انہوں نے کہا: ہم نے دین بدل لیا، ہم نے دین بدل لیا، پس حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کو قتل کرنے لگے اور ان کو قید کرنے لگے، اور ہم میں سے ہر شخص کے حوالے اس کا قیدی کر دیا، پھر ہم میں سے ہر شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے قیدی کو قتل کر دے، تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا، اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی شخص اپنے قیدی کو قتل کرے گا، پھر ہم نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے دو مرتبہ فرمایا: اے اللہ! میں تیری طرف اس کام سے بری ہوتا ہوں جو خالد بن ولید نے کیا ہے۔

صحیح البخاری: ۷۱۸۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے فعل سے نبی ﷺ کے اظہارِ براءت کی توجیہ

بنو جذیمہ کے لوگوں نے کہا تھا: ہم نے دین بدل لیا، تو چاہیے تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان سے پوچھتے کہ تمہاری اس سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیا مراد ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بنو جذیمہ کے قتل کرنے سے براءت کا اظہار فرمایا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ میں خطاء کی، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے متبعین کا فعل صحیح تھا جنہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی متابعت میں ان کو قتل کرنے سے احتراز کیا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے فعل سے اظہارِ براءت کرنے اور ان کو عتاب نہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور آپ نے اظہارِ براءت اس لیے کیا تا کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کیا ہے اور تا کہ دوسرے لوگ اس فعل کو کرنے سے باز رہیں۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اگر چہ گناہ مجتہد سے ساقط ہو گیا لیکن اہلِ علم کی جماعت کے نزدیک ان کے اوپر ضمانت لازم تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۶۔ بَابُ: الْإِمَامِ يَأْتِي قَوْمًا فَيُصْلِحُ بَيْنَهُمْ

سربراہِ ملک کا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے ان کے پاس جانا

۷۱۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ كَانَ قِتَالٌ بَيْنَ بَنِي عَمْرٍو فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَتَاهُمْ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَأَذَّنَ بِلَالٌ وَأَقَامَ وَأَمَرَ أَبَا بَكْرٍ فَتَقَدَّمَ وَجَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَأَبُو بَكْرٍ فِي الصَّلَاةِ فَشَقَّ النَّاسَ حَتّٰى قَامَ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَتَقَدَّمَ فِي الصَّفِّ الَّذِي يَلِيهِ قَالَ وَصَفَّحَ الْقَوْمُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَلْتَفِتْ حَتّٰى يَفْرُغَ فَلَمَّا رَأَى التَّصْفِيحَ لَا يُمْسَكُ عَلَيْهِ الْتَفَتَ فَرَأَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم خَلْفَهُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِيَدِهِ أَنِ امْضِهْ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَلَبِثَ أَبُو بَكْرٍ هُنَيَّةً يَحْمَدُ اللّٰهَ عَلٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ مَشَى الْقَهْقَرٰى فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ذٰلِكَ تَقَدَّمَ فَصَلَّى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِالنَّاسِ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ إِذْ أَوْمَأْتُ إِلَيْكَ أَنْ لَا تَكُونَ مَضَيْتَ قَالَ لَمْ يَكُنْ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يَؤُمَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَقَالَ لِلْقَوْمِ إِذَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو حازم المدنی نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بنو عمرو کے درمیان لڑائی ہو گئی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی، آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر آپ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے گئے، جب عصر کی نماز کا وقت آ گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور اقامت کہی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نماز پڑھائیں، پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ گئے، (اس اثناء میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو چیرتے ہوئے گئے حتیٰ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑے ہو گئے، پس آپ اس صف میں کھڑے ہو گئے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قریب تھی اور لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب نماز میں داخل ہو جاتے تو ادھر ادھر التفات نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہو جائیں، پس جب انہوں نے دیکھا، کہ تالیاں بجانے کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا تو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَابَكُمْ أَمْرٌ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ وَلْيُصَفِّحِ النِّسَاءُ

انہوں نے مڑ کر دیکھا پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیچھے کھڑا ہوا دیکھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں اور اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر ٹھہرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی، پھر الٹے پاؤں چلے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو آپ آگے بڑھ گئے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا تھا (کہ تم نماز پڑھاتے رہو) تو تمہیں کس چیز نے روکا کہ تم نماز پڑھاتے رہتے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کراتا، اور آپ نے قوم سے فرمایا: جب تمہیں (نماز میں) کوئی چیز اچانک پیش آجائے تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴، ۱۲۰۱، ۱۲۰۴، ۱۲۱۸، ۱۲۳۴، ۲۶۹۰، ۲۶۹۳، ۷۱۹۰، صحیح مسلم: ۴۲۱، سنن نسائی: ۷۹۳، سنن ابوداؤد: ۹۴۰، مسند احمد: ۲۲۳۴۴، موطا امام مالک: ۳۹۲)

صحیح البخاری: ۷۱۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی دلیل اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تواضع کا بیان

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے از عمرو بن عوف از حماد روایت کیا ہے اور اس میں یہ مذکور ہے کہ ''پھر آپ بنو عمرو بن عوف کے درمیان صلح کرانے کے لیے گئے تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر عصر کی نماز کا وقت آجائے اور میں تمہارے پاس نہ آؤں تو تم ابوبکر سے کہنا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی امام کسی جگہ نماز پڑھانے کے لیے مقرر ہو اور وہ عارضی طور پر کہیں جائے اور دوسری نماز تک اس کا آنا متوقع نہ ہو تو وہ کسی دوسرے شخص کو امام مقرر کر کے جائے، اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ تم ابوبکر سے کہنا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ آپ کے بعد امامت کے مستحق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بھی دلیل ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ ''ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امام ہو جاتا''۔ یہ نہیں کہا کہ میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا، یہ ان کی تواضع ہے اور عرب ایسے موقع پر اپنا ذکر نہیں کرتے، اپنی کنیت کا ذکر کرتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مملکت میں کچھ لوگ آپس میں لڑیں تو سربراہ ملک کو ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جانا چاہیے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، اس لیے نبی ﷺ نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے عورتوں سے فرمایا کہ وہ تالی بجائیں اور سبحان اللہ نہ کہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۶۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۷۔ بَابٌ: يُسْتَحَبُّ لِلْكَاتِبِ أَنْ يَكُونَ أَمِينًا عَاقِلًا
کاتب کے امین اور عقل مند ہونے کا استحباب

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص کو کسی فیصلہ کے لکھنے کا حکم دیا جائے اس کا امین ہونا مستحب ہے تا کہ وہ اپنے لکھنے میں اپنی ذاتی خواہش سے بعید ہو، اور وہ لکھنے کی اتنی اجرت لے جتنی اجرت دستور کے مطابق دی جاتی ہے۔ اور اس کو عقل مند ہونا چاہیے، وہ غافل نہ ہو اور کم عقل نہ ہو، کیونکہ غافل اور کم عقل لوگوں کے حقوق کو ضائع کر دے گا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قاضی کے کاتب کو عقل مند ہونا چاہیے، تا کہ اس کو دھوکا نہ دیا جائے اور اس کو فقیہ ہونا چاہیے تا کہ وہ جہالت سے کوئی غلط چیز نہ لکھ دے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۱۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ أَبُو ثَابِتٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ بَعَثَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ لِمَقْتَلِ أَهْلِ الْيَمَامَةِ وَعِنْدَهُ عُمَرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا فَيَذْهَبَ قُرْآنٌ كَثِيرٌ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي فِي ذَلِكَ حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرَ عُمَرَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَإِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ قَالَ زَيْدٌ فَوَاللهِ لَوْ كَلَّفَنِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبیداللہ ابو ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید بن السباق از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہلِ یمامہ سے جنگ میں مسلمان شہید ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اور ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے ہیں، پس انہوں نے کہا کہ جنگ یمامہ کے دن بہت زیادہ مسلمان قرآن کے قاری شہید ہو گئے، اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ دوسری جنگوں میں بھی اسی طرح قرآن کے پڑھنے والے شہید کیے جائیں گے اور قرآن کا اکثر حصہ ہمارے پاس سے نکل جائے گا، اور میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیں، میں نے کہا: میں کیسے وہ کام کروں جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! وہ کام خیر ہے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ بِأَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا كَلَّفَنِي مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ يَحُثُّ مُرَاجَعَتِي حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ اللهُ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَيَا فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسُبِ وَالرِّقَاعِ وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ فَوَجَدْتُ فِي آخِرِ سُورَةِ التَّوْبَةِ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ إِلَى آخِرِهَا مَعَ خُزَيْمَةَ أَوْ أَبِي خُزَيْمَةَ فَأَلْحَقْتُهَا فِي سُورَتِهَا وَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَيَاتَهُ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهُ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ اللِّخَافُ يَعْنِي الْخَزَفَ۔

(صحیح البخاری:۴۶۷۹، سنن ترمذی:۳۱۰۳، مسند احمد:۷۷)

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلسل مجھ سے یہ بات کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی سینہ اس کام کے لیے کھول دیا جس کام کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھولا تھا، اور میری بھی رائے اس میں وہی ہوگئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جوان آدمی ہو، عقل مند ہو، ہم تم پر کوئی تہمت نہیں لگاتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی کو لکھتے تھے، پس تم قرآن مجید کو تلاش کرو اور اس کو جمع کرو، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کو منتقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ مجھ پر اتنا دشوار اور بھاری نہ ہوتا جتنا مجھ پر یہ دشوار تھا کہ انہوں نے مجھے قرآن مجید کو جمع کرنے کا مکلف کیا، میں نے کہا: آپ دونوں وہ کام کیسے کر رہے ہیں جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اس کام میں خیر ہے، پھر وہ مسلسل مجھ سے یہی کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا جس کام کے لیے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا تھا، اور میری بھی اس میں وہی رائے ہوگئی، پس میں نے قرآن مجید کو تلاش کیا اور اس کو درخت کی چھالوں سے اور چمڑے کے ٹکڑوں سے اور سنگِ مرمر کے پتھروں سے اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کیا، پس میں نے سورۂ توبہ کی آخری آیت:

"بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آگئے ہیں تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے، تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں، مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں O"

(التوبہ:۱۲۸)

حضرت خزیمہ یا ابوخزیمہ کے پاس پائی، تو میں نے اس آیت کو اس سورت کے ساتھ ملا دیا، اور یہ صحیفے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی حیات تک رہے حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے ان کو وفات دے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی حیات تک رہے حتیٰ کہ
اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دے دی، پھر یہ صحیفے حضرت حفصہ بنت
عمر رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔
محمد بن عبید اللہ نے کہا: "لخاف" کا معنی ہے ٹھیکرے۔

صحیح البخاری: ۷۱۹۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "بے شک تم جوان مرد ہو، عقل مند ہو، ہم تم کو تہمت نہیں لگاتے"۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الیمامۃ" یہ نیلی آنکھوں والی لڑکی تھی جو تین دن کی مسافت سے سوار کو دیکھ لیتی تھی، اور یمن کے شہر اس کی طرف منسوب تھے اور اسی شہر میں مسیلمہ کذاب کا قتل ہوا، اور اس جنگ میں سات سو (۷۰۰) قرآن کے قاری شہید ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کام خیر ہے"۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان کا یہ کام اس سے کیسے خیر ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے زمانہ کے اعتبار سے یہ خیر ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کام کو ترک کرنا اس لیے خیر تھا کہ اس وقت تک قرآن مجید کا پورا نزول نہیں ہوا تھا، اور یہ احتمال تھا کہ بعض احکام منسوخ ہوتے رہتے ہیں، پس اگر قرآن مجید کو دو گتوں کے درمیان جمع کر دیا جاتا اور سوار اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتے، پھر کچھ احکام منسوخ ہوتے تو اس سے اختلاف عظیم ہوتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "العسب" یہ کھجور کے درخت کی چھال ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "الرقاع" اس کا معنی ہے: چمڑے کے ٹکڑے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "اللخاف" یہ لخفۃ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے سنگِ مرمر، اور ایک قول ہے کہ ٹھیکرے۔

ایک تعارض کا جواب

جمع القرآن کے باب میں یہ حدیث گزری ہے کہ جو آیت حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ملی تھی، وہ یہ تھی: "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔۔۔ (الاحزاب: ۲۳)" اور یہاں مذکور ہے کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے جو آیت ملی وہ یہ تھی "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔۔۔۔ (التوبہ: ۱۲۸)"۔

اس کا یہ جواب ہے کہ توبہ کی آیت اس وقت ملی جب وہ قرآن مجید کو کھجور کے درخت کی چھال سے صحیفوں کی طرف نقل کر رہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھے، اور الاحزاب کی آیت اس وقت ملی جب وہ قرآن مجید کی آیت کو صحیفہ سے مصحف کی طرف نقل کر رہے تھے۔

جمع قرآن پر متعدد سوالات کے جوابات

یہاں پر دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو قرآن کے ساتھ کیسے ملا دیا حالانکہ قرآن مجید کی شرط تواتر ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت تو ان کو پہلے سے معلوم تھی کہ یہ قرآن ہے، لیکن حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی کے پاس یہ آیت لکھی ہوئی نہیں تھی۔

پھر ایک سوال یہ ہے کہ جب قرآن مجید ان کو تواتر سے معلوم تھا تو پھر قرآن مجید کی آیات کو کیوں تلاش کر رہے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مزید تقویت کے لیے ایسا کر رہے تھے، خاص طور پر اس لیے کہ قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا گیا تھا اور اس لیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس میں کوئی اور قراءت تو نہیں ہے۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ جب قرآن مجید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان کے زمانہ میں جمع کیا گیا تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کیوں کہا جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ صحیفہ ان تمام لغات پر مشتمل تھا جن لغات پر قرآن مجید نازل ہوا تھا، پھر کوئی شخص ایک آیت کو ایک لغت کے مطابق پڑھتا اور دوسرے شخص کو وہ آیت دوسری لغت کے مطابق یاد ہوتی، تو وہ اس کی تغلیط کرتا، اس وقت حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ اس سے پہلے کہ یہ امت اپنی کتاب میں ایک دوسرے کی مخالفت کریں، آپ اس کا تدارک کرلیں، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لغتِ قریش کو خاص کرلیا، اور اسی مصحف کو تمام لوگوں کی طرف بھیج دیا، اور حقیقت میں قرآن مجید کو ان کی سورتوں اور آیات کے حوالہ سے جمع کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے قرآن مجید کو اللہ کی وحی کے مطابق جمع کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۳۔ ۳۹۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۸۔ بَابٌ: كِتَابِ الْحَاكِمِ إِلَى عُمَّالِهِ وَالْقَاضِي إِلَى أُمَنَائِهِ

حاکم کا اپنے عُمّال کی طرف اور قاضی کا اپنے نائبین کی طرف مکتوب لکھنا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حاکم کا اپنے عُمّال کی طرف مکتوب لکھنا جائز ہے، عُمّال، عامل کی جمع ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کو حاکم شہر کے اوپر شہر کا خراج یا زکوۃ جمع کرنے کے لیے منصب پر فائز کرتا ہے، یا نماز پڑھانے کے لیے، یا دشمن کے خلاف جہاد کرنے کے لیے اس کو مقرر کرتا ہے۔

اور امام بخاری نے اس عنوان میں کہا: قاضی کا اپنے ''اُمَنَاء'' کی طرف مکتوب لکھنا، اُمَنَاء، امین کی جمع ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کو قاضی لوگوں کے اموال ضبط کرنے کے لیے مقرر کرتا ہے مثلاً ٹیکس وغیرہ، اور گواہوں کے حصول کے لیے مقرر کرتا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۱۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي لَيْلَى ح حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي لَيْلَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ هُوَ وَرِجَالٌ مِنْ كُبَرَاءِ قَوْمِهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ أَصَابَهُمْ فَأُخْبِرَ مُحَيِّصَةُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ قُتِلَ وَطُرِحَ فِي فَقِيرٍ أَوْ عَيْنٍ فَأَتَى يَهُودَ فَقَالَ أَنْتُمْ وَاللهِ قَتَلْتُمُوهُ قَالُوا مَا قَتَلْنَاهُ وَاللهِ ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى قَوْمِهِ فَذَكَرَ لَهُمْ وَأَقْبَلَ هُوَ وَأَخُوهُ حُوَيِّصَةُ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْهُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ فَذَهَبَ لِيَتَكَلَّمَ وَهُوَ الَّذِي كَانَ بِخَيْبَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِمُحَيِّصَةَ كَبِّرْ كَبِّرْ يُرِيدُ السِّنَّ فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِمَّا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ وَإِمَّا أَنْ يُؤْذِنُوا بِحَرْبٍ فَكَتَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَيْهِمْ بِهِ فَكُتِبَ مَا قَتَلْنَاهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِحُوَيِّصَةَ وَمُحَيِّصَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ قَالُوا لَا قَالَ أَفَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُودُ قَالُوا لَيْسُوا بِمُسْلِمِينَ فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ عِنْدِهِ مِائَةَ نَاقَةٍ حَتَّى أُدْخِلَتِ الدَّارَ قَالَ سَهْلٌ فَرَكَضَتْنِي مِنْهَا نَاقَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی از ابی لیلیٰ ح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از ابی لیلیٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سہل از سہل بن حثمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو عبدالرحمٰن بن سہل نے اور ان کی قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ رضی اللہ عنہما دونوں خیبر کی طرف اپنی اس مشقت میں نکلے جو ان کو پہنچی تھی، پس حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دی گئی کہ بے شک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا، اور ان کی لاش کو ایک کنویں یا ایک چشمہ میں پھینک دیا گیا، پھر وہ یہود کے پاس گئے، پس ان سے کہا: اللہ کی قسم! بے شک تم لوگوں نے اس کو قتل کیا ہے، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے اس کو قتل نہیں کیا، پھر وہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان کے سامنے یہ بیان کیا، اور وہ اور ان کے بھائی حویصہ جو ان سے بڑے تھے، وہ آئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن سہل، پس وہ بات کرنے لگے جو کچھ خیبر میں ہوا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ سے کہا: بڑے کو بولنے دو، بڑے کو بولنے دو، آپ کی مراد تھی جو عمر میں بڑا ہو، پس حویصہ نے بات کی، پھر محیصہ نے بات کی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تو تم اپنے صاحب کی دیت ادا کرو، اور یا اعلانِ جنگ قبول کرلو، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ان کی طرف لکھا، پس ان کی طرف سے لکھا گیا کہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حویصہ اور محیصہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم سے کہا: کیا تم قسم کھاؤ گے اور اپنے صاحب کے خون کے مستحق ہو جاؤ گے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا پھر یہود تمہارے لیے قسم کھائیں گے؟ انہوں نے کہا: وہ مسلمان نہیں ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے سو (۱۰۰) اونٹ دیت ادا کر دی، حتیٰ کہ وہ اونٹنیاں گھر میں داخل کر دی گئیں، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: ان میں سے ایک اونٹنی نے مجھے لات ماری تھی۔

(صحیح البخاری: ۳۱۷۳، صحیح مسلم: ۱۶۶۹، سنن نسائی: ۴۷۱۴، سنن ترمذی: ۱۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۱، سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۷، مسند احمد: ۱۶۸۲۵، موطا امام مالک: ۱۶۳۱)

صحیح البخاری: ۷۱۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا''، یعنی اہلِ خیبر کی طرف لکھا۔

علامہ کرمانی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں پر قسم کو پیش کیا، حالانکہ قسم خصوصاً وارث کے لیے ہوتی ہے اور وہ عبداللہ تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معلوم تھا کہ قسم انہی کے ساتھ خاص ہے، آپ نے یہ خطاب ان سب کے لیے عام رکھا، کیونکہ آپ ان کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے، کیونکہ آپ بہ منزلہ والد تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کی دیت ادا کر دی''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے اپنے پاس سے دیت ادا کی تھی، ورنہ ان کا استحقاق ثابت نہیں ہوا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۹۔ بَابٌ: هَلْ يَجُوْزُ لِلْحَاكِمِ أَنْ يَبْعَثَ رَجُلًا وَحْدَهُ لِلنَّظَرِ فِي الْأُمُوْرِ؟

کیا حاکم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی ایک شخص کو معاملہ کی چھان بین کے لیے بھیجے؟

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کیا حاکم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی ایک مرد کو مسلمانوں کے معاملات کی تحقیق اور چھان بین کے لیے بھیجے؟ امام بخاری نے اس عنوان کا جواب ذکر نہیں کیا، کیونکہ حدیث مذکور سے اس کا جواب ظاہر ہو جاتا ہے۔

حاکم کے کسی ایک شخص کو تفتیش کے لیے بھیجنے کے متعلق اقوالِ فقہاء

امام محمد بن الحسن الشیبانی کے نزدیک قاضی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص نے میرے سامنے فلاں چیز کا اقرار کیا ہے، اور محض قاضی کے اس قول کی وجہ سے کسی شخص کے خلاف قتل کا، یا مال کا، یا غلام آزاد کرنے کا، یا طلاق کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ کوئی اور شخص بھی قاضی کے علاوہ اس کی شہادت دے۔ اور اس باب کی حدیث میں جو اس کے خلاف مذکور ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز امام محمد بن حسن نے کہا: قاضی کی مجلس میں ہمیشہ دو عادل اور نیک شخص ہونے چاہئیں جو اس کو سنیں کہ کون اقرار کر رہا ہے اور کون اس پر شہادت دے رہا ہے، پھر دو گواہوں کی شہادت سے حکم نافذ کر دیا جائے گا۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف نے کہا: جب قاضی کے سامنے کوئی شخص کسی بھی چیز کا اقرار کر لے تو قاضی کے لیے جائز ہے کہ اس کے مطابق حکم دے۔

اور علامہ ابن القاسم مالکی نے امام مالک کے مذہب کے مطابق کہا: اگر قاضی عادل اور نیک ہو تو اس کا حکم نافذ کر دیا جائے گا، اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ اور علامہ ابن القاسم نے کہا: اگر قاضی عادل اور نیک نہ ہو تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور علامہ المہلب مالکی نے کہا: اس باب کی حدیث میں امام مالک کی حجت ہے کہ قاضی کسی ایک مرد کو بھیج سکتا ہے جس پر اس کو اعتماد ہو، اور وہ اس کے لیے گواہوں کی چھان بین کرے۔ اور انہوں نے کہا: اس حدیث سے ایک قوم نے اس پر استدلال کیا ہے کہ قاضی کا حکم نافذ کر دیا جائے گا، جب کہ محکوم علیہ کی طرف کوئی عذر نہ ہو، انہوں نے کہا کہ یہ شرط کچھ نہیں ہے، کیونکہ اعذار کی شرط اس وقت ہوتی ہے جب کہ حکم گواہی سے ثابت ہو نہ کہ اقرار کے ساتھ جیسا کہ اس حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ عورت زنا کا اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دینا''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۱۹۳، ۷۱۹۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَا جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ فَقَامَ خَصْمُهُ فَقَالَ صَدَقَ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هٰذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَقَالُوا لِي عَلَى ابْنِكَ الرَّجْمُ فَفَدَيْتُ ابْنِي مِنْهُ بِمِائَةٍ مِنَ الْغَنَمِ وَوَلِيدَةٍ ثُمَّ سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَقَالُوا إِنَّمَا عَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ أَمَّا الْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَأَمَّا أَنْتَ يَا أُنَيْسُ لِرَجُلٍ فَاغْدُ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَارْجُمْهَا فَغَدَا عَلَيْهَا أُنَيْسٌ فَرَجَمَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابو ہریرہ اور زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کیجئے، پس اس کا مخالف کھڑا ہوا، اس نے کہا: اس نے سچ کہا، ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کیجئے، پس اعرابی نے کہا: بے شک میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا تو لوگوں نے مجھ سے کہا: تمہارے بیٹے کو رجم کیا جائے گا، پس میں نے اپنے بیٹے کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک باندی کفارہ میں دے دی، پھر میں نے اہلِ علم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: تمہارے بیٹے پر سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، تب نبی ﷺ نے فرمایا: میں ضرور تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، رہی باندی اور بکریاں تو وہ تم کو واپس دی جائیں گی، اور تمہارے بیٹے کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، اور آپ نے ایک مرد سے فرمایا: اے اُنیس! تم صبح اس آدمی کی عورت کے پاس جاؤ اور اس کو رجم کردو، پھر صبح کو حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ اس عورت کے پاس گئے اور اس کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۶۴۹، ۲۶۹۶، ۲۷۲۵، ۶۶۳۴، ۶۸۲۸، ۶۸۳۱، ۶۸۳۶، ۶۸۴۳، ۶۸۶۰، ۷۱۹۴، ۷۲۵۹، ۷۲۷۹، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴)

صحیح البخاری: ۷۱۹۳، ۷۱۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "اے اُنیس! اس عورت کے پاس صبح جاؤ"۔

اس حدیث میں اُنیس کا ذکر ہے، یہ حضرت انس بن الضحاک الاسلمی رضی اللہ عنہ کی تصغیر ہے، اور وہ عورت اسلمیہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کو رجم کر دینا" یعنی اگر وہ زنا کا اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دینا، دیگر تمام روایات میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۶۔۳۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۰۔ بَابُ: تَرْجَمَةِ الْحُكَّامِ وَهَلْ يَجُوزُ تَرْجُمَانٌ وَاحِدٌ؟

حکام کا ترجمان کو رکھنا، اور کیا ایک ترجمان کافی ہے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حاکم کے لیے ترجمان کو رکھنا جائز ہے۔ ترجمان سے مراد وہ ہے جو کسی اور کی لغت کی اپنی لغت کے ساتھ تفسیر کرے۔

امام بخاری نے عنوان میں کہا "کیا ایک ترجمان کافی ہے؟" اس کو بطور استفہام اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

پس امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک ایک ترجمان بھی کافی ہے، اور یہ امام بخاری اور علامہ ابن المنذر اور دوسرے فقہاء کا مختار ہے، اور امام شافعی اور امام احمد کا صحیح قول یہ ہے کہ جب حاکم مخالف کی زبان اور لغت کو نہ پہچانتا ہو تو اس میں دو عادل لوگوں کا قول قبول کیا جائے گا جیسا کہ شہادت میں ہوتا ہے۔

اور اشہب اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کی ہے، اور ابن حبیب نے مطرف اور ابن الماجیشون سے روایت کی ہے کہ جب قاضی کے پاس کوئی ایسا شخص مقدمہ پیش کرے جو عربی زبان میں کلام نہ کرتا ہو اور نہ عربی زبان کو سمجھتا ہو تو اس کے لیے کوئی معتمد مسلمان ترجمانی کرے، اور میرے نزدیک دو کا ہونا مستحب ہے، اور عورت بھی کافی ہے، اور کافر کی ترجمانی قبول نہیں کی جائے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گی۔اور عورت کی شرط اس کے نزدیک ہے جو یہ کہتا ہے کہ ترجمان عادل ہونا چاہیے،اور اس کی ترجمانی جائز نہیں ہے جس کی شہادت جائز نہ ہو۔(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۷،دار الکتب العلمیہ ،بیروت،۱۴۲۱ھ)

۷۱۹۵۔ وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَتَعَلَّمَ كِتَابَ الْيَهُودِ حَتَّى كَتَبْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ كُتُبَهُ وَأَقْرَأْتُهُ كُتُبَهُمْ إِذَا كَتَبُوا إِلَيْهِ۔

اور خارجہ بن زید بن ثابت نے بیان کی از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ،وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ یہود سے کتابت سیکھیں،حتیٰ کہ میں نے (یہودیوں کے لیے) نبی ﷺ کے خطوط کو لکھا اور ان کے مکتوبات نبی ﷺ کو پڑھ کر سنائے جب انہوں نے نبی ﷺ کی طرف وہ لکھے۔

صحیح البخاری: ۷۱۹۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق ان احادیث میں سے ہے جن کو امام بخاری نے صرف بطورِ تعلیق ذکر کیا ہے،اور امام بخاری نے اس تعلیق کو سندِ موصول کے ساتھ کتاب التاریخ میں روایت کیا ہے از اسماعیل بن ابی اویس،وہ بیان کرتے ہیں مجھے عبد الرحمٰن بن ابی الزناد نے حدیث بیان کی از والد خود از خارجہ بن زید بن ثابت۔۔۔الحدیث۔

اس تعلیق میں مذکور ہے''کتاب الیھود''یعنی یہود کی کتابت اور ان کا طرزِ تحریر۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ عُمَرُ وَعِنْدَهُ عَلِيٌّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَعُثْمَانُ مَاذَا تَقُولُ هٰذِهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَاطِبٍ فَقُلْتُ تُخْبِرُكَ بِصَاحِبِهَا الَّذِي صَنَعَ بِهَا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اور اس وقت ان کے پاس حضرت علی، حضرت عبد الرحمٰن اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے کہ یہ باندی کیا کہتی ہے؟ تو عبد الرحمٰن بن حاطب نے بیان کیا،پس میں نے کہا: یہ آپ کو اس آدمی کی خبر دیتی ہے جس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔

تعلیقِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا،اور اس وقت ان کے پاس حضرت علی بن ابی طالب،حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ عورت جو ان کے سامنے حاضر تھی،یہ کیا کہتی ہے؟ تو عبد الرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعہ نے اس عورت کی طرف سے ترجمانی کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ عورت اس آدمی کی خبر دیتی ہے جس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے،اس عورت کا نام''نُوبِيَّة''تھا،اور یہ حضرت حاطب کی آزاد کردہ باندیوں میں سے تھی،اس نے زنا کیا اور یہ حاملہ ہوگئی تو اس نے اقرار کیا کہ یہ حمل ایک یرغوس نامی غلام سے ہے جس نے دو درہم کے عوض اس سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زنا کیا۔ اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

بابِ مذکور کی تیسری تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو جَمْرَةَ كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ۔ اور ابو جمرہ نے کہا: میں حضرت ابن عباس اور لوگوں کے درمیان ترجمانی کرتا تھا۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابو جمرہ کا نام نصر بن عمران ضبعی البصری ہے۔ امام نسائی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ابو جمرہ کے پاس ایک عورت آئی اور ان سے مٹکے میں بنے ہوئے نبیذ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس سے منع کیا۔۔۔۔ الحدیث۔

بابِ مذکور کی چوتھی تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا بُدَّ لِلْحَاكِمِ مِنْ مُتَرْجِمَيْنِ۔ اور بعض لوگوں نے کہا: حاکم کے لیے دو ترجمان ضروری ہیں۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے بیان کیا کہ علامہ مغلطائی المصری نے کہا کہ بعض لوگوں (بعض الناس) سے مراد امام شافعی ہیں، اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جب امام بخاری بعض الناس کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد ابو حنیفہ ہوتی ہے، پھر علامہ کرمانی نے کہا: میں کہتا ہوں: ان کی غرض یہ ہے کہ زیادہ تر امام بخاری جب بعض الناس کہتے ہیں تو اس سے مراد امام ابو حنیفہ ہوتے ہیں، یا جس مقام پر وہ امام ابو حنیفہ پر طعن و تشنیع کرنا چاہیں یا ان کی مذمت کرنا چاہیں تو پھر وہ بعض الناس کہتے ہیں۔ اور یہاں پر امام بخاری کی مراد بعض حنفیہ ہیں، کیونکہ محمد بن حسن شیبانی نے بھی کہا ہے کہ حاکم کے لیے دو ترجمان ضروری ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ امام شافعی بھی اس کے قائل ہیں، لیکن امام بخاری کی مقصود بالذات امام محمد بن حسن شیبانی ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: سبحان اللہ! یہ کیسا باطل تعصب ہے جس نے ان کو اس خرابی میں مبتلاء کیا، کرمانی نے تو حیاء کی چادر اتار دی اور یہ کہا کہ جس جگہ پر امام بخاری طعن و تشنیع کرنا چاہیں یا برا حال بیان کرنا چاہیں تو اس وقت وہ بعض الناس سے مراد امام ابو حنیفہ لیتے ہیں۔ اور طعن و تشنیع اور برا حال تو اس شخص کا ہے جو ائمہ کبار کے متعلق زبان درازی کرتا ہے، جو اسلام میں سابق ہیں، اور ان کا دین قوی ہے اور علم بہت زیادہ ہے، اور بہت متقی ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے قریب ہیں، اس کے باوجود کرمانی نے اس کو وثوق سے نہیں کہا کہ بخاری کی مراد بعض الناس سے امام ابو حنیفہ ہیں اور محمد بن حسن ہیں، جب کہ امام شافعی نے بھی اسی طرح کہا ہے، اور اگر امام شافعی اس طرح کہیں تو اس سے ان کی ذات میں کوئی کمی نہیں ہے، نہ ان کے بلند مرتبہ میں کوئی کمی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۸۔۳۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۱۹۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ترجمان کے تقرر کے متعلق فقہاء کے اقوال

جب عجمی لوگ سربراہِ ملک کی طرف کوئی مقدمہ پیش کریں تو ان کی ترجمانی کے لیے کسی ترجمان کا تقرر جائز ہے، پس علامہ اشہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ ایک ثقہ مرد کا بطورِ ترجمان تقرر کرنا جائز ہے، اور کہا: دو ترجمان کا مقرر کرنا میرے نزدیک مستحب ہے، اور کسی ایک عورت کو بھی بطورِ ترجمان مقرر کرنا جائز ہے اور دو کو مقرر کرنا مستحب ہے، اور غلام کی ترجمانی کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف نے ایک مرد اور ایک عورت کو بطورِ ترجمان مقرر کرنا جائز قرار دیا ہے اور غلام کی ترجمانی ان کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔

اور امام محمد بن حسن نے کہا کہ ترجمانی کے لیے دو مردوں کا ہونا ضروری ہے یا ایک مرد کا اور دو عورتوں کا، اور امام شافعی نے کہا: دو مردوں کا ترجمان ہونا ضروری ہے۔

جن فقہاء نے کہا کہ ایک مرد کا ترجمان ہونا جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترجمان تھے اور وہ واحد تھے، اور ابوجمرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ترجمان تھے اور وہ بھی واحد تھے، اور حضرت عبداللہ بن سلام نے آیتِ رجم کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تورات کی ترجمانی کی تو آپ نے اس کو جائز قرار دیا، اور نیز ہرقل کا ترجمان جو قریش کے لیے تھا وہ بھی واحد تھا۔

اور فقہاءِ احناف کی دلیل یہ ہے کہ ترجمانی بطورِ شہادت ہوتی ہے اور شہادت میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ضروری ہیں تو اسی طرح ترجمانی میں بھی ضروری ہیں۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۱۱۔ ۲۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۱۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هَذَا فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَقَالَ لِلتُّرْجُمَانِ قُلْ لَهُ إِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ بے شک ہرقل نے ان کو قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بلایا، پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: ان سے کہو کہ میں اس شخص کے متعلق سوال کروں گا، پس اگر یہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم اس کو جھوٹا کہنا، پھر پوری حدیث ذکر کی، پھر ترجمان سے کہا: اس سے کہو کہ اگر جو کچھ تم نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہا ہے وہ حق ہے تو وہ عنقریب میرے ان دو قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے۔

(صحیح البخاری: ۷، ۵۱، ۲۶۸۱، ۲۸۰۴، ۲۹۴۱، ۲۹۷۸، ۳۱۷۴، ۴۵۵۳، ۵۹۸۰، ۶۲۶۰، ۷۱۹۶، ۷۵۴۱، صحیح مسلم: ۱۷۷۳، سنن ترمذی: ۲۷۱۷، سنن ابوداؤد: ۵۱۳۶، مسند احمد: ۲۳۷۶)

صحیح البخاری: ۷۱۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری نے حاکم کا عنوان میں ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں کسی حکم کا بیان نہیں ہے، اور جو دلائل قائم کیے ہیں وہ عنوان کے خلاف ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی غرض صرف یہ ہے کہ حاکم کے لیے ایک ترجمان ہوتا ہے، اور اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ ہرقل کا ایک ترجمان تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۳۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۱۔ باب: مُحَاسَبَةِ الْإِمَامِ عُمَّالَهُ

سربراہِ ملک کا اپنے عاملین سے حساب لینا

۷۱۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَعْمَلَ ابْنَ الْأُتْبِيَّةِ عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ فَلَمَّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَحَاسَبَهُ قَالَ هَذَا الَّذِي لَكُمْ وَهَذِهِ هَدِيَّةٌ أُهْدِيَتْ لِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَهَلَّا جَلَسْتَ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَبَيْتِ أُمِّكَ حَتَّى تَأْتِيَكَ هَدِيَّتُكَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَخَطَبَ النَّاسَ وَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَسْتَعْمِلُ رِجَالًا مِنْكُمْ عَلَى أُمُورٍ مِمَّا وَلَّانِي اللهُ فَيَأْتِي أَحَدُكُمْ فَيَقُولُ هَذَا لَكُمْ وَهَذِهِ هَدِيَّةٌ أُهْدِيَتْ لِي فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَبَيْتِ أُمِّهِ حَتَّى تَأْتِيَهُ هَدِيَّتُهُ إِنْ كَانَ صَادِقًا فَوَاللهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مِنْهَا شَيْئًا قَالَ هِشَامٌ بِغَيْرِ حَقِّهِ إِلَّا جَاءَ اللهَ يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا فَلَأَعْرِفَنَّ مَا جَاءَ اللهَ رَجُلٌ بِبَعِيرٍ لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بِبَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةٍ تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ أَلَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوحمید الساعدی، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے ابن الأتبیۃ کو بنو سلیم کے صدقات وصول کرنے پر عامل مقرر کیا، پس جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ نے ان سے حساب لیا تو انہوں نے کہا: یہ وہ مال ہے جو آپ کے لیے ہے اور یہ وہ مال ہے جو مجھے بطور ہدیہ دیا گیا ہے، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پس کیوں نہ تم اپنے باپ کے گھر میں بیٹھ گئے اور اپنی ماں کے گھر میں بیٹھ جاتے حتیٰ کہ تمہارے پاس تمہارے ہدیہ آتے اگر تم سچے ہو؟'' پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، پس آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ عزوجل کی حمد وثناء کی، پھر آپ نے فرمایا: حمد وصلوٰۃ کے بعد، میں تم میں سے چند مردوں کو چند مناصب پر عامل بناتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے والی بنایا ہے، پھر تم میں سے ایک شخص آ کر یہ کہتا ہے کہ یہ مال تمہارے لیے ہے اور یہ مال مجھے ہدیہ دیا گیا ہے، پس کیوں نہ وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

هَلْ بَلَّغْتُ۔

اپنے باپ کے گھر میں اور اپنی ماں کے گھر میں بیٹھا حتیٰ کہ اس کے پاس ہدایا آتے اگر وہ سچا ہے تو؟ پس اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص بھی اس میں سے کوئی چیز بھی نہیں لے گا، ہشام نے کہا: ناحق نہیں لے گا مگر وہ اللہ تعالیٰ کے پاس قیامت کے دن اس چیز کو اٹھائے ہوئے آئے گا، سنو! پس میں ہرگز نہ پہچانوں کہ اللہ کے پاس کوئی مرد بڑبڑاتے ہوئے اونٹ کو اٹھائے ہوئے آیا ہو، یا ڈکراتی ہوئی گائے کو اٹھائے ہوئے لایا ہو، یا ممیاتی بکری کو اٹھا کر لایا ہو، پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھا، پھر آپ نے فرمایا: سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟

(صحیح البخاری:۹۲۵، ۱۵۰۰، ۲۵۹۷، ۶۶۳۶، ۶۹۷۹، ۷۱۷۴، ۷۱۹۷، صحیح مسلم:۱۸۳۲، سنن ابوداؤد:۲۹۴۶، مسند احمد:۲۳۰۸۷، سنن دارمی:۱۶۶۹)

صحیح البخاری:۷۱۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ابن الاُتبیۃ مذکور ہے اور ان کو ابن اللتبیۃ کہا جاتا ہے، ہمزہ کے بجائے لام ہے، اور ان کا نام عبداللہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۲۔ بَابُ: بِطَانَةِ الْإِمَامِ وَأَهْلِ مَشُوْرَتِهِ

سربراہِ مُلک کے مشیر اور اہلِ مشورہ

الْبِطَانَةُ: الدُّخَلَاءُ

''البِطانة'' کا معنی ہے: کسی رئیس کے پاس اس کی خلوت میں داخل ہونے والے، یعنی رازدار۔

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''بطانة'' کے معنی کا بیان

''بِطانة'' کا معنی ہے: جس شخص کے ساتھ اپنے معاملات میں مشورہ کیا جائے۔ امام بخاری نے کہا ہے: ''البطانة'' کا معنی ہے: الدخلاء، یعنی کسی شخص کے رازدار۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا۔

غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ، وہ تمہاری بربادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔ (آل عمران:۱۱۸)

امام ابوعبیدہ نے کہا ہے: ''البِطانة'' کا معنی ہے ''الدخلاء'' یعنی رازدار، اور ''خبال'' کا معنی ہے: شر۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دخلاء، دخیل کی جمع ہے اور یہ وہ شخص ہے جو رئیس کے پاس اس کی خلوت کی جگہ میں آئے، جس کو رئیس اپنے راز کی باتیں بتائے، رئیس کے اوپر اپنے عوام کے جو امور مخفی ہوں تو وہ شخص رئیس کو وہ مخفی امور بتائے، اور رئیس سے ان کے تقاضے پر عمل کرائے۔ اور رئیس اس کی خبروں کی تصدیق کرے۔

امام ابوداؤد نے المراسیل میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے عرض کیا: یارسول اللہ! احتیاط کیسے ہوگی؟ آپ نے فرمایا: تم کسی عقل والے سے مشورہ کرو، پھر اس کے حکم پر عمل کرو۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۶۶۔۳۶۷، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۷۱۹۸۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا بَعَثَ اللهُ مِنْ نَبِيٍّ وَلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيفَةٍ إِلَّا كَانَتْ لَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ فَالْمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللهُ تَعَالَى وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ بِهَذَا وَعَنِ ابْنِ أَبِي عَتِيقٍ وَمُوسَى عَنِ ابْنِ شِهَابٍ مِثْلَهُ وَقَالَ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَوْلَهُ وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ ابْنُ أَبِي حُسَيْنٍ وَسَعِيدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَوْلَهُ وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ۔

(صحیح البخاری: ۶۶۱۱، ۷۱۹۸، سنن نسائی: ۴۲۰۲، مسند احمد: ۱۰۹۴۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از ابوسلمہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھیجا اور جس کو خلیفہ بنایا، اس کے لیے دو مشیر ہوتے ہیں، ایک وہ مشیر ہے جو اس کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور نیکی پر برانگیختہ کرتا ہے، دوسرا وہ مشیر ہے جو اس کو برائی کا حکم دیتا ہے اور برائی پر برانگیختہ کرتا ہے، پس معصوم وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت کرے۔

اور سلیمان نے کہا از یحییٰ: مجھے ابن شہاب نے اس کی خبر دی، اور از ابن ابی عتیق اور موسیٰ از ابن شہاب اسی کی مثل روایت ہے، اور شعیب نے کہا از الزہری: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی از ابوسعید اس قول کی، اور الاوزاعی اور معاویہ بن سلام نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، اور ابن ابی حسین نے اور سعید بن زیاد نے کہا از ابی سلمہ از ابی سعید اس قول کی۔ اور عبیداللہ بن ابی جعفر نے کہا: مجھے صفوان نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از ابی ایوب، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا۔

صحیح البخاری: ۷۱۹۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''بطانۃ'' کے متعدد معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہر نبی کے دو مشیر ہوتے ہیں، ایک خیر کا مشورہ دینے والا اور ایک شر کا مشورہ دینے والا، لیکن یہ لازم نہیں آتا کہ نبی شر کے مشورہ دینے والے کی بات کو قبول کریں، دوسرا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دو مشیروں سے مراد فرشتہ اور شیطان ہیں، اور اسی کی طرف صحیح مسلم کی اس حدیث کا اشارہ ہے کہ ''میرا جو بطانۃ شر ہے، اللہ تعالیٰ نے میری اس پر مدد فرمائی، پس وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے خیر کے سوا کوئی بات نہیں کہتا''۔

علامہ ابن التین نے از اشہب روایت کی ہے کہ حاکم کے لیے چاہیے کہ وہ ایسا مشیر مقرر کرے جو تنہائی میں لوگوں کی خبریں اس تک پہنچائے لیکن وہ مشیر ثقہ، مامون اور عقل مند ہونا چاہیے، کیونکہ حاکم پر اس وقت مصیبت آتی ہے جب وہ ان لوگوں کا قول قبول کر لیتا ہے جو غیر معتمد ہوتے ہیں اور جب وہ مشیر معتمد ہو تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے مشورہ کو قبول کرے۔

اور اس باب کی حدیث کے معنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص کسی منصب پر فائز ہو، پس اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرے تو اس کے لیے ایسا وزیر مہیا کرتا ہے جو صالح ہو، نیک ہو، اگر وہ بھول جائے تو وزیر اس کو یاد دلاتا ہے، اور اگر اس کو یاد ہو تو اس کی مدد کرتا ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو بطانۃ سے مراد دو وزیر ہوں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد فرشتہ اور شیطان ہو۔ علامہ الکرمانی نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو بطانۃ سے مراد نفسِ امارہ بالسوء ہو، اور نفسِ لوّامہ ہو جو خیر کی ترغیب دیتا ہو، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک قوتِ ملکیہ ہوتی ہے اور ایک قوتِ حیوانیہ ہوتی ہے۔ اور ان تمام معانی پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے اور المحب الطبری نے کہا: ''البطانۃ'' اولیاء اور اصفیاء ہیں۔

اس حدیث میں ارشاد ہے ''معصوم وہ ہے جس کی اللہ حفاظت کرے'' یعنی نہ کہ وہ جس کی انسان خود حفاظت کرے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۶۶۔۳۶۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۳۔ بَابٌ: كَيْفَ يُبَايِعُ الْإِمَامُ النَّاسَ — امام کے لوگوں کو بیعت کرنے کی کیفیت

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیعت کی کیفیت سے مراد قول ہے نہ کہ فعل، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جو احادیث ذکر کی گئی ہیں ان میں احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کا ذکر ہے، اور ہجرت پر بیعت کرنے کا ذکر ہے، اور جہاد پر بیعت کرنے کا ذکر ہے، اور صبر پر بیعت کرنے کا ذکر ہے، اور میدانِ جہاد سے نہ بھاگنے پر بیعت کرنے کا ذکر ہے، اور عورتوں کی بیعت کا ذکر ہے اور اسلام پر بیعت کا ذکر ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۷۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۹۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَادَةُ بْنُ الْوَلِيدِ أَخْبَرَنِي أَبِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ۔
(صحیح البخاری: ۷۰۵۶، ۷۲۰۰، صحیح مسلم: ۱۷۰۹)

بیان کی از یحییٰ بن سعید، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبادہ بن الولید نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے خوشی اور ناخوشی میں احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی۔

صحیح البخاری: ۷۱۹۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کی شرح کتاب الفتن کے اوائل میں گزر چکی ہے۔

۷۲۰۰۔ وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَأَنْ نَقُومَ أَوْ نَقُولَ بِالْحَقِّ حَيْثُمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔
(صحیح البخاری: ۷۰۵۶، ۷۲۰۰، صحیح مسلم: ۱۷۰۹)

اور اس پر بیعت کی کہ ہم حاکم سے اس کی حکومت میں جھگڑا نہیں کریں گے اور حق جہاں بھی ہو ہم اس کے لیے کھڑے ہوں گے یا اس کے لیے بات کریں گے، اور ہم اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

۷۲۰۱۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنه خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخَنْدَقَ فَقَالَ

اللّٰهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةْ
فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ

فَأَجَابُو

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک سرد صبح میں باہر نکلے اور مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے تھے تو آپ نے کہا:

اے اللہ! بے شک خیر آخرت کی خیر ہے
پس تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما

تو انہوں نے جواب میں کہا:

ہم وہ ہیں جنہوں نے (سیدنا) محمد (ﷺ) سے بیعت کی
جہاد پر جب تک ہم باقی رہیں گے

(صحیح البخاری: ۲۸۳۴، ۲۸۳۵، ۲۹۶۱، ۳۷۹۵، ۳۷۹۶، ۴۰۹۹، ۴۱۰۰، ۶۴۱۳، ۷۲۰۱، صحیح مسلم: ۱۸۰۵، سنن ترمذی: ۳۸۵۷، مسند احمد: ۱۲۵۳۹)

اس حدیث کی شرح کتاب المغازی میں غزوۂ خندق کے باب میں گزر چکی ہے۔

۷۲۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُولُ لَنَا فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ۔

بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ سے احکام کے سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تو آپ ہم سے فرماتے جن کاموں میں تم طاقت رکھو۔

(صحیح مسلم: ۱۸۶۷، سنن ترمذی: ۱۵۹۳، سنن نسائی: ۴۱۸۸، سنن ابوداؤد: ۲۹۴۰، مسند احمد: ۶۲۰۷، موطا امام مالک: ۱۸۴۱)

اس سے پہلے احکام کو مطلقاً سننے اور اطاعت کرنے کا ذکر تھا، اور اس حدیث میں یہ قید ہے کہ طاقت کے مطابق احکام سنیں گے اور اطاعت کریں گے، اور جہاں مطلقاً احکام سننے اور اطاعت کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، وہاں پر بھی یہ قید معتبر ہوگی۔

۷۲۰۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ شَهِدْتُ ابْنَ عُمَرَ حَيْثُ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ كَتَبَ إِنِّي أُقِرُّ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِ اللهِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى سُنَّةِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ مَا اسْتَطَعْتُ وَإِنَّ بَنِيَّ قَدْ أَقَرُّوا بِمِثْلِ ذَلِكَ۔

(صحیح البخاری: ۷۲۰۵، ۷۲۷۲، موطا امام مالک: ۱۸۴۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس اس وقت حاضر ہوا جب لوگ عبدالملک کی بیعت پر جمع تھے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: (انہوں نے) لکھا کہ میں عبداللہ عبدالملک امیر المومنین کے احکام سننے اور اطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں، اللہ کی سنت پر اور اس کے رسول کی سنت پر جتنی بھی طاقت رکھوں اور بے شک میرے بیٹے بھی اسی کی مثل کا اقرار کرتے ہیں۔

۷۲۰۴۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقَّنَنِي فِيمَا اسْتَطَعْتُ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔

(صحیح مسلم: ۵۶، سنن نسائی: ۴۱۵۷، مسند احمد: ۱۸۷۴۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہُشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے خبر دی از الشعبی از حضرت جریر بن عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی تو آپ نے مجھے تلقین فرمائی: جتنی میں طاقت رکھوں، اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

۷۲۰۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ لَمَّا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَاأَيُّهَا النَّاسُ عَبْدَ الْمَلِكِ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ إِلَى عَبْدِ اللهِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي أُقِرُّ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِ اللهِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى سُنَّةِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ فِيمَا اسْتَطَعْتُ وَإِنَّ بَنِيَّ قَدْ أَقَرُّوا بِذَلِكَ۔

(صحیح البخاری: ۷۲۰۵، ۷۲۷۲، موطا امام مالک: ۱۸۴۳)

کی از سفیان، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ جب لوگوں نے عبدالملک کی بیعت کی تو اس کی طرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لکھا کہ یہ مکتوب عبداللہ عبدالملک امیر المومنین کی طرف ہے، بے شک میں عبداللہ عبدالملک امیر المومنین کے احکام کے سننے اور اطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی سنت پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر جتنی میں طاقت رکھوں، اور بے شک میرے بیٹے بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔

صحیح البخاری: ۷۲۰۳، ۷۲۰۴، ۷۲۰۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عبدالملک بن مروان سے بتدریج بیعت کے مراحل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جب لوگ عبدالملک بن مروان کی بیعت پر مجتمع ہو گئے'' کیونکہ اس سے پہلے اختلاف تھا اور اس وقت دو حکمران تھے اور ان میں سے ہر ایک خلیفہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا، اور وہ عبدالملک بن مروان اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تھے۔

پس رہے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما، وہ مکہ میں جا کر مقیم ہو گئے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بیت اللہ کی پناہ میں تھے، اور انہوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کیا تھا، پھر یزید نے متعدد مرتبہ ان کی طرف لشکر روانہ کیے، پھر یزید مر گیا اور اس وقت اس کا لشکر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا محاصرہ کیے ہوئے تھا، اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا دعویٰ اس وقت کیا جب یزید ربیع الاول ۶۴ ھ میں مر گیا، پھر حجاز کے لوگوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی اور دیگر شہر والوں نے معاویہ بن یزید بن معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، وہ چالیس (۴۰) دن کے بعد مر گیا، پھر زیادہ شہر کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور حجاز، یمن، مصر، عراق اور پورا مشرق اور شام کے تمام شہر حتیٰ کہ دمشق، سب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زیرِ انتظام آ گئے، اور ان کی بیعت سے تمام بنو امیہ اور ان کے موافقین الگ رہے، یہ لوگ فلسطین میں تھے، پس یہ لوگ مروان بن حکم کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے اس سے خلافت کی بیعت کر لی، پھر اس کے اطاعت گزاروں نے دمشق پر حملہ کیا، یہاں پر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے ضحاک بن قیس امیر تھا، پھر ان میں جنگ ہوئی اور ضحاک بن قیس قتل کر دیئے گئے، اور یہ ذوالحجہ کا واقعہ ہے، اور مروان بن حکم شام پر غالب آ گیا، پھر جب پورا ملکِ شام اس کے زیرِ انتظام آ گیا تو وہ مصر کی طرف متوجہ ہوا، اور وہاں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے گورنر عبدالرحمٰن بن جحدر کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ ربیع الآخر ۶۵ ھ میں اس نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ پھر مروان بن الحکم اسی سال مر گیا اور اس کی حکومت کی مدت چھ ماہ تھی، پھر اس نے اپنے بیٹے عبدالملک بن مروان کو اپنا جانشین مقرر کیا اور شام اور مصر اور مغرب عبدالملک بن مروان کے زیرِ انتظام ہو گیا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے زیرِ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

انتظام حجاز، عراق اور مشرق تھا، مگر مختار بن ابوعبید کوفہ پر غالب آ گیا اور وہ دو سال تک وہاں قابض رہا، پھر مصعب بن زبیر جو اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے بصرہ کے امیر تھے، انہوں نے اس کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ وہ رمضان ۶۷ھ میں قتل کر دیا گیا اور پورا عراق حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے زیر انتظام آ گیا اور ۷۱ھ تک یہ ان کے قبضہ میں رہا، پھر عبدالملک بن مروان مصعب بن زبیر کی طرف روانہ ہوا اور ان سے جنگ کی حتیٰ کہ جمادی الآخرہ میں ان کو شہید کر دیا اور وہ پورے عراق پر قابض ہو گیا، اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس صرف حجاز اور یمن کا علاقہ رہا، پھر عبدالملک بن مروان نے حجاز پر حملہ کیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا ۷۲ھ میں محاصرہ کیا یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جمادی الاولیٰ ۷۳ھ میں شہید کر دیئے گئے۔

اور اس اثناء میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی کی بیعت کرنے سے رکے رہے، نہ انہوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کی، نہ عبدالملک بن مروان کی بیعت کی، جیسا کہ اس سے پہلے انہوں نے نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی نہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ پھر انہوں نے اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی جب ان کی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے صلح ہو گئی تھی اور سب لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر متفق ہو گئے تھے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بیعت کر لی کیونکہ تمام لوگ اس کی بیعت پر متفق ہو گئے تھے، پھر وہ کسی کی بھی بیعت کرنے سے رکے رہے جب لوگوں میں اختلاف ہو گیا تھا، یہاں تک کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما شہید کر دیئے گئے اور پورا ملک عبدالملک بن مروان کے قبضہ میں آ گیا، پس اس وقت انہوں نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کر لی۔ اور حدیث میں جو مذکور ہے کہ جب لوگ عبدالملک بن مروان پر مجتمع ہو گئے، اس کا یہی مطلب ہے۔ پھر زیادہ عرصہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نہیں ٹھہرے تھے کہ اسی سال مکہ مکرمہ میں ان کی وفات ہو گئی اور عبدالملک بن مروان نے حجاج کو وصیت کی تھی کہ مناسکِ حج میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے احکام کی اطاعت کی جائے، پھر حجاج نے سازش کر کے ایک زہریلے نیزہ سے ان کے پیر پر حملہ کرایا جس کا بیان کتاب العیدین میں گزر چکا ہے اور یہ ان کی وفات کا سبب ہوا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۷۰۳-۷۰۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹوں کے اسماء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے بیٹوں نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کر لی“، ان کے بیٹے یہ ہیں:

عبداللہ، ابوبکر، ابوعبیدہ، بلال، اور عمر۔ ان سب کی ماں صفیہ بنتِ ابی عبید بن مسعود الثقفی ہیں اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن ہیں، ان کی ماں امِ علقمہ بنت نافس بن وہب ہیں، اور ان کے بیٹے سالم، عبیداللہ اور حمزہ ہیں، اور ان کی ماں ام ولد تھیں اور ان کے بیٹے زید ہیں اور ان کی ماں بھی ام ولد تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۲۰۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِسَلَمَةَ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ۔

مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ لوگوں نے حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے کہا: موت پر۔

(صحیح البخاری: ۲۹۶۰، ۴۱۶۹، ۷۲۰۶، ۷۲۰۸، صحیح مسلم: ۱۸۶۰، سنن ترمذی: ۱۵۹۲، سنن نسائی: ۴۱۵۹، مسند احمد: ۱۶۱۱۴)

یہاں پر یہ حدیث اختصار سے امام بخاری نے روایت کی ہے اور یہ مفصل حدیث کتاب الجہاد، باب البیعۃ علی الحرب میں گزر چکی ہے۔

۷۲۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ الرَّهْطَ الَّذِينَ وَلَّاهُمْ عُمَرُ اجْتَمَعُوا فَتَشَاوَرُوا فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لَسْتُ بِالَّذِي أُنَافِسُكُمْ عَلَى هَذَا الْأَمْرِ وَلَكِنَّكُمْ إِنْ شِئْتُمُ اخْتَرْتُ لَكُمْ مِنْكُمْ فَجَعَلُوا ذَلِكَ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَلَمَّا وَلَّوْا عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَمْرَهُمْ فَمَالَ النَّاسُ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَتَّى مَا أَرَى أَحَدًا مِنَ النَّاسِ يَتْبَعُ أُولَئِكَ الرَّهْطَ وَلَا يَطَأُ عَقِبَهُ وَمَالَ النَّاسُ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُشَاوِرُونَهُ تِلْكَ اللَّيَالِي حَتَّى إِذَا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَصْبَحْنَا مِنْهَا فَبَايَعْنَا عُثْمَانَ قَالَ الْمِسْوَرُ طَرَقَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بَعْدَ هَجْعٍ مِنَ اللَّيْلِ فَضَرَبَ الْبَابَ حَتَّى اسْتَيْقَظْتُ فَقَالَ أَرَاكَ نَائِمًا فَوَاللهِ مَا اكْتَحَلْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ بِكَبِيرِ نَوْمٍ انْطَلِقْ فَادْعُ الزُّبَيْرَ وَسَعْدًا فَدَعَوْتُهُمَا لَهُ فَشَاوَرَهُمَا ثُمَّ دَعَانِي فَقَالَ ادْعُ لِي عَلِيًّا فَدَعَوْتُهُ فَنَاجَاهُ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ مِنْ عِنْدِهِ وَهُوَ عَلَى طَمَعٍ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَخْشَى مِنْ عَلِيٍّ شَيْئًا ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِي عُثْمَانَ فَدَعَوْتُهُ فَنَاجَاهُ حَتَّى فَرَّقَ بَيْنَهُمَا الْمُؤَذِّنُ بِالصُّبْحِ فَلَمَّا صَلَّى لِلنَّاسِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از مالک از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ حمید بن عبدالرحمٰن نے ان کو خبر دی کہ بے شک حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ وہ جماعت جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (خلیفہ منتخب کرنے کے لیے) مقرر کیا تھا، جمع ہوئی اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا تو ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں وہ نہیں ہوں جو اس خلافت پر رغبت رکھتا ہو، لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے تم میں سے کوئی ایک خلیفہ منتخب کرلوں، پس اس جماعت نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہ اختیار دیا، پس جب انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہ معاملہ سونپ دیا تو تمام لوگ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرف مائل ہو گئے، اور میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو اس جماعت کی پیروی کرتا ہو اور نہ اس جماعت کے پیچھے چلتا ہو، اور لوگ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آتے اور کئی کئی راتیں ان سے مشورہ کرتے حتیٰ کہ جب وہ رات آئی جس کی صبح کو ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی، حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رات کو میرے پاس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے جب کہ میں رات کو سو رہا تھا، پس انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا حتیٰ کہ میں بیدار ہو گیا، پس انہوں نے مجھ سے کہا: میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الصُّبْحَ وَاجْتَمَعَ أُولَئِكَ الرَّهْطُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ فَأَرْسَلَ إِلَى مَنْ كَانَ حَاضِرًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَأَرْسَلَ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ وَكَانُوا وَافَوْا تِلْكَ الْحَجَّةَ مَعَ عُمَرَ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا تَشَهَّدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ يَا عَلِيُّ إِنِّي قَدْ نَظَرْتُ فِي أَمْرِ النَّاسِ فَلَمْ أَرَهُمْ يَعْدِلُونَ بِعُثْمَانَ فَلَا تَجْعَلَنَّ عَلَى نَفْسِكَ سَبِيلًا فَقَالَ أُبَايِعُكَ عَلَى سُنَّةِ اللهِ وَرَسُولِهِ وَالْخَلِيفَتَيْنِ مِنْ بَعْدِهِ فَبَايَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبَايَعَهُ النَّاسُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَأُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ وَالْمُسْلِمُونَ۔

(صحیح البخاری: ۱۳۹۲، ۳۰۵۲، ۳۱۶۲، ۳۷۰۰، ۴۸۸۸، ۷۲۰۷)

تمہیں سویا ہوا دیکھ رہا ہوں، پس اللہ کی قسم! میں نے تو اس رات سے کوئی بڑی نیند نہیں لی، چلو اور میرے پاس حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کو بلاؤ، پس میں نے ان دونوں کو بلایا، پس حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے مشورہ کیا، پھر مجھے بلایا، پس مجھ سے کہا کہ میری خاطر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ، پس میں نے ان کو بلایا اور انہوں نے ان سے سرگوشی میں بات کی حتیٰ کہ آدھی رات ہوگئی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے پاس لوگوں کے پاس کھڑے ہوئے اور ان کو خلافت کی طمع تھی، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ ڈرتے تھے، پھر کہا: میرے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلاؤ، سو میں نے ان کو بلایا، پھر انہوں نے ان سے سرگوشی میں بات کی حتیٰ کہ موذن نے صبح کی اذان دے کر ان کے درمیان تفرقہ کر دیا، پس جب انہوں نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی تو وہ جماعت منبر کے پاس بیٹھ گئی، پھر مہاجرین اور انصار میں سے جو حاضر تھے ان کو بلایا، اور لشکروں کے امراء کو بلایا، یہ سب وہ لوگ تھے جو حج میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، پس جب وہ لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا، پھر کہا: حمد وصلوٰۃ کے بعد، اے علی! میں نے لوگوں کے معاملات میں غور کیا ہے، پس میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تجاوز نہیں کرتے تو تم اپنے دل میں کوئی غم نہ کرنا، پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) سے کہا: میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی سنت پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر اور آپ کے بعد جو دو خلیفہ ہیں ان کی سنت پر بیعت کرتا ہوں، پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور پھر ان سے مہاجرین اور انصار نے اور لشکروں کے امراء نے اور سب مسلمانوں نے بیعت کی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۲۰۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت منعقد ہونے کا بیان

جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی غلام ابولولوء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا تو ان سے خلافت کے متعلق کہا گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس خلافت کا حق دار اس جماعت سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے، پھر انہوں نے نام لئے: حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین سے صحابہ فارغ ہو گئے تو صحابہ کی یہ جماعت جمع ہوئی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ ہرگز آپ سے تجاوز نہیں کریں گے، پس اے عثمان! اگر آپ لوگوں کے والی مقرر ہو جائیں تو آپ اللہ سے ڈرتے رہیں اور بنوامیہ اور بنوابومعیط کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کریں، اور اے علی! اگر آپ والی مقرر ہو جائیں تو آپ اللہ سے ڈرتے رہیں اور بنوہاشم کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کریں، اور اے عبدالرحمٰن بن عوف! اگر آپ والی ہو جائیں تو آپ اللہ سے ڈریں اور اپنے رشتہ داروں کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کریں، اور انہوں نے کہا: کم لوگ زیادہ لوگوں کی پیروی کریں اور جو شخص بغیر والی بنائے از خود والی بن جائے اس کو قتل کر دو۔

اور عمرو بن میمون کی روایت میں یہ تصریح گزر چکی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابتداء کی، پس ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا: آپ کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری ہے اور اسلام میں آپ کا قدیم ہونا ہے اس کا مجھے علم ہے، اور اللہ کی قسم! آپ پر لازم ہے کہ اگر میں آپ کو امیر بنادوں تو آپ ضرور عدل کریں گے اور اگر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو امیر بنادوں تو آپ ضرور ان کے احکام سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے، پھر انہوں نے ایک دوسرے سے اسی طرح کہا، پھر جب انہوں نے عہد و میثاق لے لیے تو انہوں نے کہا: اے عثمان! اپنا ہاتھ بڑھایئے اور پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی بیعت کر لی۔

ابووائل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ لوگوں نے کس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا؟ تو انہوں نے کہا: اس میں میرا قصور نہیں ہے، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابتداء کی، میں نے ان سے کہا: میں آپ سے بیعت کرتا ہوں کتاب اللہ پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت پر، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جتنی میری طاقت ہوگی اتنی میں ان کی پیروی کروں گا، اور میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اس کو پیش کیا تو انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔

از زہری از عبدالرحمٰن بن المسور بن مخرمہ از والد خود روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا: میں تمام لوگوں سے زیادہ شوریٰ کے معاملہ کو جاننے والا ہوں، کیونکہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نمائندہ تھا، پھر انہوں نے پورا قصہ ذکر کیا اور اس کے آخر میں ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے علی! اگر میں نے آپ کو اس امر کا والی بنا دیا تو آپ اللہ کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سنت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور پہلے خلفاء کی سنت پر عمل کریں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں لیکن اپنی طاقت کے مطابق، پس اس بات کو تین مرتبہ دہرایا، پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اے ابو محمد! اس پر بیعت کرتا ہوں، انہوں نے یہ تین مرتبہ کہا، پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے تلوار میان میں ڈال لی، پھر مسجد میں داخل ہوئے، پھر منبر پر چڑھے، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا، پس ان سے بیعت کر لی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۷۰۳۔۲۷۳، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۰۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نامزد کردہ جماعت خلیفہ مقرر کرنے کے مشورہ کے لیے جمع ہوئی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں وہ نہیں ہوں جو اس خلافت میں رغبت رکھتا ہو، لیکن اگر تم لوگ چاہو تو میں تم لوگوں کے لیے تم ہی میں سے کوئی خلیفہ مقرر کر دوں گا، تو سب لوگوں نے یہ معاملہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرف مفوض کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ چونکہ تم نے یہ معاملہ میری طرف مفوض کر دیا ہے تو میں تمہارے لیے ایک خلیفہ کو منتخب کروں گا، اور چونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو معزول کر دیا تھا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اسی شخص کو خلیفہ منتخب کریں گے جو مسلمانوں کے لیے زیادہ بہتر ہوگا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کلام کیا نہ کہ دوسروں سے، کیونکہ ان میں سے کوئی بھی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ہوتے ہوئے خلافت کی طمع نہیں کرتا تھا اور تمام حاضرین کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اوپر سکوت کرنا ان کی رضامندی کی دلیل تھا، پس اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، اور اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی اس کے سوا ممکن نہیں تھا کہ تمام لوگوں نے جس کی بیعت کر لی ہے وہ بھی اس کی بیعت کریں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۵۸۷۔۵۸۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۴۴۔ بَابُ: مَنْ بَايَعَ مَرَّتَيْنِ

جس نے دو مرتبہ بیعت کی

۷۲۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ بَايَعْنَا النَّبِيَّ ﷺ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ لِي يَا سَلَمَةُ أَلَا تُبَايِعُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ بَايَعْتُ فِي الْأَوَّلِ قَالَ وَفِي الثَّانِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کی درخت کے نیچے بیعت کی، پس آپ نے مجھ سے فرمایا: اے سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ سے پہلے بیعت کر چکا ہوں، آپ نے فرمایا: اور دوسری مرتبہ۔

(صحیح البخاری: ۲۹۶۰، ۴۱۶۹، ۷۲۰۶، ۷۲۰۸، صحیح مسلم: ۱۸۶۰، سنن ترمذی: ۱۵۹۲، سنن نسائی: ۴۱۵۹، مسند احمد: ۱۶۱۱۴)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۲۰۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دومرتبہ بیعت کرنے کی توجیہ

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے دومرتبہ بیعت لی، کیونکہ وہ بہت بہادر تھے اور اسلام میں غنی تھے اور دین میں ثابت قدمی پر ان کی شہرت تھی تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ ان کو تکرار بیعت کی وجہ سے مزید فضیلت حاصل ہو۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۴۵۔ بَابُ: بَيْعَةِ الْأَعْرَابِ

دیہاتیوں کا بیعت کرنا

۷۲۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَصَابَهُ وَعْكٌ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى فَخَرَجَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طِيبُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے اوپر بیعت کی، پھر اس کو بخار چڑھ گیا تو اس نے کہا: میں نے جو بیعت کی تھی اس کو توڑ دیجئے تو آپ نے اس کا انکار کیا، وہ پھر آپ کے پاس آیا، پس کہا: میری بیعت توڑ دیجئے، پس آپ نے پھر انکار کیا، پھر وہ خود ہی چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی مثل ہے جو لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے اور صاف مال کو رکھ لیتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۳، ۷۲۰۹، ۷۲۱۱، ۷۲۱۶، ۷۳۲۲، صحیح مسلم: ۱۳۸۳، سنن ترمذی: ۳۹۲۰، سنن نسائی: ۴۱۸۵، مسند احمد: ۱۴۷۹۵، موطا امام مالک: ۱۶۳۹)

صحیح البخاری: ۷۲۰۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اعرابی کی بیعت نہ توڑنے کی توجیہ

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کی بیعت کو توڑنے سے اس لیے انکار کیا کہ آپ معصیت کے اوپر مدد نہیں کرتے تھے کیونکہ اس نے ابتداءً جو بیعت کی تھی وہ اس پر تھی کہ وہ مدینہ سے آپ کی اجازت کے بغیر نہیں نکلے گا، پس اس کا آپ کی اجازت کے بغیر نکلنا معصیت اور نافرمانی تھی۔ نیز علامہ ابن التین نے کہا کہ فتح مکہ سے پہلے ہر مسلمان کے اوپر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھا، اور جو ہجرت نہ کرے اس کے اور مسلمانوں کے درمیان کوئی موالات اور نصرت نہیں ہوتی تھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا۔ (الانفال:۷۲)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں بالکل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرلیں۔

پھر جب مکہ فتح ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس اعرابی مذکور کی بیعت فتح مکہ سے پہلے تھی۔

مدینہ منورہ چھوڑ کر دوسرے شہروں میں رہائش اختیار کرنے کا بیان

اور علامہ ابن المنیر نے کہا: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جو شخص مدینہ سے نکل جائے گا اس کی مذمت کی جائے گی اور اس پر یہ اشکال ہے کہ صحابہ کرام کی کثیر جماعت مدینہ سے چلی گئی اور انہوں نے دوسرے شہروں میں سکونت اختیار کرلی اور اسی طرح ان کے بعد بھی کئی فضلاء مدینہ سے باہر چلے گئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذمت اس کی ہے جو مدینہ کو ناپسند کرتے ہوئے اور مدینہ سے اعراض کرتے ہوئے مدینہ سے نکلے جیسا کہ اس اعرابی نے کیا تھا، لیکن جو صحیح مقاصد کے لیے مدینہ سے نکل کر دوسرے شہروں میں جائیں مثلاً علم کی نشر و اشاعت کے لیے اور مشرکین کے شہروں کو فتح کرنے کے لیے اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے اور دشمنانِ اسلام سے جہاد کرنے کے لیے اور وہ اس کے باوجود مدینہ کی فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوں، اور اس میں رہائش کو افضل قرار دیتے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۷۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۶۔ بَابُ: بَيْعَةِ الصَّغِيْرِ

کم عمر کا بیعت کرنا

۷۲۱۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ هُوَ ابْنُ أَبِيْ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ عَقِيْلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَذَهَبَتْ بِهٖ أُمُّهٗ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم هُوَ صَغِيْرٌ فَمَسَحَ رَأْسَهٗ وَدَعَا لَهٗ وَكَانَ يُضَحِّيْ بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيْعِ أَهْلِهٖ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی اور وہ ابن ابی ایوب ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابوعقیل زہرہ بن معبد نے حدیث بیان کی از جدِ خود عبداللہ بن ہشام اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا تھا، ان کی ماں زینب بنت حمید ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئیں، پس عرض کیا: یارسول اللہ! اس کو بیعت کرلیجیے، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کم عمر ہے، پس آپ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے حق میں دعا کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بکری کی اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۰۱، ۶۳۵۳، سنن ابوداؤد: ۲۹۴۲، مسند احمد: ۱۷۵۸۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۲۱۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کم عمر کی بیعت نہ کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا کم عمر کی بیعت کرنا مشروع ہے یا نہیں؟ علامہ ابن المنیر نے کہا ہے: اس عنوان میں ابہام ہے اور حدیث اس ابہام کو زائل کرتی ہے اور وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ کم عمر کی بیعت منعقد نہیں ہوتی۔

اس حدیث کے آخر میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بکری کو تمام گھر والوں کی طرف سے ذبح کر دیتے تھے، امام بخاری نے اس حدیث کی روایت کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ عبداللہ بن ہشام نبی ﷺ کے بعد آپ کی دعا کی برکت کی وجہ سے ایک عرصہ تک زندہ رہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۷۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۷۔ بَابٌ: مَنْ بَايَعَ ثُمَّ اسْتَقَالَ الْبَيْعَةَ

جس نے بیعت کی، پھر بیعت کو توڑا

۷۲۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَصَابَ الْأَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِينَةِ فَأَتَى الْأَعْرَابِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طِيبُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے از محمد بن المنکدر حدیث بیان کی، از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے اوپر بیعت کی، پھر اس اعرابی کو مدینہ میں بخار آ گیا تو وہ اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، پس کہا: یا رسول اللہ! میری بیعت توڑ دیجئے، پس رسول اللہ ﷺ نے انکار کیا، وہ پھر آپ کے پاس آیا، پس کہا: میری بیعت توڑ دیجئے، پس آپ نے انکار کیا، پھر وہ آپ کے پاس آیا، پس کہا: میری بیعت توڑ دیجئے، آپ نے پھر انکار کیا تو وہ اعرابی خود (مدینہ سے) چلا گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ بھٹی کی مثل ہے، یہ لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے اور اس کی خالص عمدگی کو باقی رکھتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۳، ۷۲۰۹، ۷۲۱۱، ۷۲۱۶، ۷۳۲۲، صحیح مسلم: ۱۳۸۳، سنن ترمذی: ۳۹۲۰، سنن نسائی: ۴۱۸۵، مسند احمد: ۱۴۷۹۵، موطا امام مالک: ۱۶۳۹)

ایک باب قبل اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۸۔ بَابٌ: مَنْ بَايَعَ رَجُلًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا

اس شخص کی مذمت کا بیان جس نے کسی مرد سے صرف دنیا کے حصول کے لیے بیعت کی

۷۲۱۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالطَّرِيقِ يَمْنَعُ مِنْهُ ابْنَ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَاهُ إِنْ أَعْطَاهُ مَا يُرِيدُ وَفَى لَهُ وَإِلَّا لَمْ يَفِ لَهُ وَرَجُلٌ يُبَايِعُ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا كَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ فَأَخَذَهَا وَلَمْ يُعْطَ بِهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین شخصوں سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، ایک وہ مرد جس کے پاس راستہ میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور وہ کسی مسافر کو اس پانی سے منع کرے، دوسرا وہ مرد جو کسی سربراہ سے صرف دنیا کے لیے بیعت کرے، اگر اس کو مراد کے مطابق وہ سربراہ عطا کرے تو وہ اس سے بیعت کو پورا کرے ورنہ اس کی بیعت کو پورا نہ کرے، اور وہ شخص جو کسی مرد کے ہاتھ عصر کے بعد سودا فروخت کرے، پس اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کو یہ چیز اتنے اور اتنے میں ملی ہے، وہ خریدار اس کی تصدیق کر دے، پس وہ اس کو لے لے اور اس نے اتنے پیسے نہ دیے ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۳۵۸، ۲۳۶۹، ۲۶۷۲، ۷۲۱۲، ۷۴۴۶، صحیح مسلم: ۱۰۸، سنن ترمذی: ۱۵۹۵، سنن نسائی: ۴۴۶۲، سنن ابوداؤد: ۳۴۷۴، سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۷، مسند احمد: ۷۴۴۲)

صحیح البخاری: ۷۲۱۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسافر کو فاضل پانی نہ دینے اور سربراہِ ملک سے دنیاوی غرض سے بیعت کرنے اور عصر کے بعد جھوٹی قسم کھانے پر وعیدات کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جو شخص کسی مسافر کو فاضل پانی نہیں دے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے بات نہیں کرے گا''، یعنی اللہ تعالیٰ اس سے اپنی رضا کو ظاہر کرتے ہوئے کلام نہیں کرے گا بلکہ ناراضگی کے ساتھ کلام کرے گا، یا اس سے اعراض فرمائے گا، یا اس سے ایسا کلام نہیں کرے گا جس سے وہ خوش ہو، اور اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں کرے گا اور اس کو گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔

اس حدیث میں مسافر کا ذکر کیا ہے کہ ''جو مسافر کو فاضل پانی نہیں دے گا'' مسافر کا اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ مسافر کو پانی کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زیادہ ضرورت ہوتی ہے لیکن کافر حربی اور مرتد جو اپنے کفر پر اصرار کرے وہ اس سے مستثنیٰ ہے، لہٰذا ان کے لیے پانی خرچ کرنا واجب نہیں ہے۔

اور اس حدیث میں جھوٹے حلف کے لیے عصر کے وقت کا خصوصیت سے ذکر فرمایا، کیونکہ عصر کے وقت کو باقی اوقات پر فضیلت حاصل ہے، کیونکہ اس وقت میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔

رہا وہ شخص جو امام یا سربراہ کی بیعت کرے اور جب اس کا مدعیٰ پورا نہ ہو تو وہ اس بیعت پر قائم نہ رہے، اس پر یہ وعید اس لیے ہے کہ اس نے مسلمانوں کے سربراہ کو دھوکا دیا اور جس نے مسلمانوں کے سربراہ کو دھوکا دیا تو اس نے عام مسلمانوں کو دھوکا دیا، کیونکہ اس سے فتنہ کی آگ بھڑکتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: عصر کے وقت کو مخصوص کیا گیا ہے، کیونکہ اس وقت میں گناہ بہت سنگین ہے، اگرچہ جھوٹی قسم ہر وقت میں کھانا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی فضیلت بڑھائی ہے کہ دن اور رات کے فرشتے اس وقت میں جمع ہوتے ہیں، اور یہ نیک اعمال کے ختم ہونے کا وقت ہے، اور تمام امور کا اعتبار ان کے اختتام سے ہوتا ہے، لہٰذا اس وقت میں گناہ کرنا زیادہ عذاب کا مستحق ہے۔

اس حدیث میں بیعت توڑنے پر وعید شدید ہے اور امام اور سربراہ کے خلاف خروج کرنے پر شدید وعید ہے، کیونکہ اس سے امت کی اجتماعیت ختم ہوتی ہے، اور اس لیے کہ سربراہ کی بیعت پوری کرنے سے مسلمانوں کی عصمت کی حفاظت ہوتی ہے اور ان کے اموال محفوظ ہوتے ہیں اور ان کی جانیں محفوظ ہوتی ہیں، اور اصل یہ ہے کہ کوئی شخص امام اور سربراہ سے اس پر بیعت کرے کہ وہ حق کے کام کرے گا اور حدود قائم کرے گا اور نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا، سو جس نے مال کے عوض بیعت کی تو اس نے بہت زیادہ کھلا نقصان اٹھایا۔

اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ہر وہ عمل جس سے اللہ عزوجل کی رضا کو مقصود نہ بنایا جائے اور اس سے دنیا کے مال کا ارادہ کیا جائے وہ عمل فاسد ہے اور وہ عمل کرنے والا گناہگار ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۷۷ ۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۹۔ بَابُ: بَيْعَةِ النِّسَاءِ

عورتوں کی بیعت کا بیان

رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

۷۲۱۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ يَقُولُ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَحْنُ فِي مَجْلِسٍ تُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابو ادریس الخولانی نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللهُ فَأَمْرُهُ إِلَى اللهِ إِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ وَإِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ.

فرمایا اور اس وقت ہم ایک مجلس میں تھے، آپ نے فرمایا: تم مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور نہ تم چوری کرو گے اور نہ تم زنا کرو گے اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گے، اور نہ تم کسی پر بہتان لگاؤ گے جس کو تم اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے گھڑو، اور نہ تم کسی نیک کام میں نافرمانی کرو گے، پس تم میں سے جس نے ان احکام کو پورا کر لیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے، اور جس نے ان میں سے کوئی کام کر لیا، پس اس کو دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے، اور جس نے ان میں سے کسی کام کو کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ رکھا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے، اگر وہ چاہے تو اس کو عذاب دے اور اگر وہ چاہے تو اس کو معاف فرما دے، تو ہم نے آپ سے اس کے اوپر بیعت کر لی۔

(صحیح البخاری: ۱۸، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۴۸۹۴، ۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۰۵۵، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸، صحیح مسلم: ۱۷۰۹، سنن ترمذی: ۱۴۳۹، سنن نسائی: ۴۱۶۱، سنن داری: ۲۴۵۳)

صحیح البخاری: ۷۲۱۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مردوں کے احکام میں عورتوں کے دخول کا بیان

اللہ تعالیٰ نے شعائرِ اسلام میں سے مردوں کو جن کاموں کا مکلف کیا ہے، سو عورتیں بھی اس میں داخل ہیں اور عورتوں پر بھی وہ احکام لازم ہیں، سوا ان احکام کے جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں، جن کاموں پر عورتوں کو قدرت نہیں ہے، مثلاً مردوں پر کفار سے جنگ کرنے کو فرض کر دیا ہے اور عورتوں سے اس حکم کو ساقط کر دیا ہے، اور ان احادیث میں جس بیعت کا ذکر کیا گیا ہے، یہ عقبۂ اولیٰ کی بیعت ہے جو مکہ میں ہوئی تھی اور اس وقت مسلمانوں پر جنگ اور جہاد فرض نہیں تھا۔ امام ابنِ اسحاق اور اہل السیر نے ذکر کیا ہے کہ عقبۂ اولیٰ کے وقت مکہ کی ایک گھاٹی پر بارہ (۱۲) صحابہ حاضر ہوئے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۵۹۷۔۵۹۸، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۲۱۴۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُبَايِعُ النِّسَاءَ بِالْكَلَامِ بِهَذِهِ الْآيَةِ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ عورتوں کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ قَالَتْ وَمَا مَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَدَ امْرَاَةٍ اِلَّا امْرَاَةً يَمْلِكُهَا۔

(صحیح مسلم:۱۸۱۱، سنن ابن ماجہ:۲۸۷۵، مسند احمد:۲۴۶۷۲)

زبانی اور کلام کے ساتھ بیعت کرتے تھے اس آیت کے مطابق: ''اے نبی (مکرم!) جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں کہ وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان تراشیں گی، اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کریں، اور آپ ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O'' (الممتحنہ:۱۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا سوا اس عورت کے جس کے آپ مالک تھے۔

صحیح البخاری: ۷۲۱۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورتوں کو بیعت کرنے کی کیفیت

امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار سے روایت کیا ہے، اور امام بزار نے امام عبدالرزاق کی سند سے اس باب کی حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت عتبہ یعنی ابنِ ربیعہ بن عبد شمس جو ہند بنتِ عتبہ کی بہن تھیں، وہ آئیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر رہی تھیں، آپ نے ان سے یہ عہد لیا کہ وہ زنا نہیں کریں گی، تو انہوں نے شرم سے اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: اے عورت! تم بیعت کرو، پس اللہ کی قسم! ہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی ہے، تب اس عورت نے کہا: پھر ٹھیک ہے۔

اور اسحاق بن راہویہ نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت اسماء بنتِ یزید سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا'' اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجنبی عورت سے بات کرنا اور اس کی بات سننا مباح ہے، اور اجنبی عورت کو بغیر ضرورت کے چھونا جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۸۷۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۱۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَايَعْنَا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَرَاَ عَلَيْنَا ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ایوب از حفصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ وَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ فَقَبَضَتْ امْرَأَةٌ مِنَّا يَدَهَا فَقَالَتْ فُلَانَةُ أَسْعَدَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَجْزِيَهَا فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ فَمَا وَفَتْ امْرَأَةٌ إِلَّا أُمُّ سُلَيْمٍ وَأُمُّ الْعَلَاءِ وَابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةُ مُعَاذٍ أَوْ ابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةُ مُعَاذٍ

ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپ نے ہم پر یہ آیت پڑھی: ''اے نبی (مکرم!) جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں کہ وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان تراشیں گی، اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کریں، اور آپ ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O'' (الممتحنہ:۱۲)

اور آپ نے ہم کو نوحہ کرنے سے منع کیا تو ہم میں سے ایک عورت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، پس اس نے کہا: فلاں عورت نے نوحہ کرنے میں میری موافقت کی تھی اور میرا ارادہ ہے کہ میں اس عورت کو اس کی جزاء دوں تو آپ نے کچھ نہیں فرمایا، پس وہ چلی گئی، پھر لوٹ کر آئی، پس ہم میں سے ام سلیم کے سوا کسی عورت نے اس بیعت کو پورا نہیں کیا، اور ام العلاء اور ابنۃ ابی سبرہ جو معاذ کی بیوی ہیں یا ابنۃ ابی سبرہ اور معاذ کی بیوی کے سوا۔

(صحیح البخاری:۱۳۰۶، ۴۸۹۲، ۷۲۱۵، صحیح مسلم:۹۳۶، سنن نسائی:۴۱۸۰، مسند احمد:۲۶۷۶۰)

صحیح البخاری:۷۲۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نوحہ کرنے کا معنی

نوحہ کا معنی ہے: میت پر رویا جائے اور اس کے محاسن کو اور اچھے کاموں کو بیان کیا جائے، دوسری تعریف یہ ہے کہ آواز کے ساتھ رونے کو نوحہ کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''پس ایک عورت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا'' اس عورت سے مراد خود حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ہیں، اس پر دلیل یہ ہے کہ امام نسائی کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! ایک عورت نے نوحہ کرنے میں میری موافقت کی تھی، سو میرے لیے ضروری ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ نوحہ کرنے میں موافقت کروں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا، اور امام نسائی کی روایت میں ہے، آپ نے فرمایا'' جاؤ اس کے ساتھ نوحہ میں موافقت کرو' پس وہ گئیں اور اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عورت کے ساتھ نوحہ میں موافقت کی اور پھر واپس آ کر آپ سے بیعت کی، اور یہی حدیث کے ان الفاظ کا معنی ہے: پس وہ عورت چلی گئی اور واپس آئی اور آپ نے اس کو بیعت کر لیا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو اس عورت کے ساتھ نوحہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ علامہ نووی نے کہا: یہ اجازت صرف حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے لیے مخصوص تھی، اور شارع علیہ السلام کے لیے جائز ہے کہ وہ جس کو چاہیں عام حکم سے خاص اور اس کو مستثنیٰ کر لیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۴۴۔۳۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۰۔ بَابُ: مَنْ نَكَثَ بَيْعَةً

جس نے بیعت توڑ دی

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح: ۱۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ در حقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر، سو جس نے یہ بیعت توڑ دی تو اس کا وبال صرف اسی پر ہوگا، اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا ۝

۷۲۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ بَايِعْنِيْ عَلَى الْإِسْلَامِ فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ ثُمَّ جَاءَ الْغَدَ مَحْمُوْمًا فَقَالَ أَقِلْنِيْ فَأَبَى فَلَمَّا وَلَّى قَالَ الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طِيْبُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: مجھے اسلام پر بیعت کیجئے، پس آپ نے اس کو اسلام پر بیعت کر لیا، پھر دوسرے دن وہ بخار میں مبتلا ہو کر آیا، پس اس نے کہا: میری بیعت توڑ دیجئے، آپ نے انکار کیا، جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی مثل ہے، وہ اپنے میل کچیل کو نکال لیتا ہے اور خالص اور عمدہ جز کو باقی رکھتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۳، ۷۲۰۹، ۷۲۱۱، ۷۲۱۶، ۷۲۲۲، ۷۳۲۲، صحیح مسلم: ۱۳۸۳، سنن ترمذی: ۳۹۲۰، سنن نسائی: ۴۱۸۵، مسند احمد: ۱۴۷۹۵، موطا امام مالک: ۱۶۳۹)

صحیح البخاری: ۷۲۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیعت توڑنے کی مذمت کے متعلق احادیث

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو توڑ دیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خدام اور اپنے بیٹوں کو جمع کیا، پس فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا" اور بے شک ہم نے اس مرد سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی ہے اور بے شک میں اس سے بڑا غدر اور عہد شکنی نہیں جانتا کہ کسی شخص سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بیعت کی جائے، پھر اس کے خلاف جنگ نصب کی جائے، اور بے شک مجھے تم میں سے جس کے بارے میں بھی علم ہوا کہ اس نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے یا اس نے کسی اور خلیفہ سے بیعت کر لی ہے تو میرے اور اس کے درمیان تعلق منقطع ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۸۸، ۶۱۷۷، ۶۱۷۸، ۶۹۶۶، ۷۱۱۱، صحیح مسلم: ۱۷۳۵، سنن ترمذی: ۱۵۸۱، سنن ابوداؤد: ۲۷۵۶، مسند احمد: ۵۰۸۸)

نیز امام طبرانی سند جید کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے بیعت کی پھر اس بیعت کو توڑ دیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے ساتھ اس کا سیدھا ہاتھ نہیں ہوگا"۔

نیز امام احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نماز کفارہ ہے سوا تین شخصوں کے: جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور جس نے سودے کو توڑ دیا، کسی مرد کے ہاتھ پر بیعت کی پھر اس سے جنگ کی"۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۷۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۱۔ بَابُ: اِلْاسْتِخْلَافِ — کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانا

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی خلیفہ اپنی موت کے وقت کسی دوسرے کو اپنا خلیفہ مقرر کرے، یا ایک جماعت مقرر کرے جو مسلمانوں میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرے، اس سلسلہ میں پانچ احادیث ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۸۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۱۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رضى الله عنها وَارَأْسَاهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ذَاكِ لَوْ كَانَ وَأَنَا حَيٌّ فَأَسْتَغْفِرُ لَكِ وَأَدْعُو لَكِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَا ثُكْلِيَاهُ وَاللهِ إِنِّي لَأَظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِي وَلَوْ كَانَ ذَاكَ لَظَلَلْتَ آخِرَ يَوْمِكَ مُعَرِّسًا بِبَعْضِ أَزْوَاجِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَلْ أَنَا وَارَأْسَاهُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ فَأَعْهَدَ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ ثُمَّ قُلْتُ يَأْبَى اللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ أَوْ يَدْفَعُ اللهُ وَيَأْبَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے خبر دی از یحییٰ بن سعید، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (سر کے درد کی شدت سے) کہا: ہائے میرا سر! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایسا ہو گیا (یعنی تم فوت ہو گئیں) اور میں زندہ ہوا تو میں تمہارے لیے استغفار کروں گا اور تمہارے لیے دعا کروں گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے مصیبت، اللہ کی قسم! بے شک میں آپ کے متعلق یہ گمان کرتی ہوں کہ آپ میری موت چاہتے ہیں اور اگر ایسا ہو گیا تو آپ اسی دن کے آخری حصہ میں کسی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمُؤْمِنُونَ۔

(صحیح البخاری:۵۶۶۶، ۷۲۱۷، صحیح مسلم:۲۳۸۷)

دوسری بیوی کے ساتھ دولہا بنے ہوئے ہوں گے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ ہائے میرا سر! بے شک میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ابوبکر کو اور ان کے بیٹے کو بلاؤں، پس ان کی طرف وصیت کروں کہ کہنے والے کہیں گے یا تمنا کرنے والے تمنا کریں گے، پھر میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکار کرے گا اور مومنین دفع کریں گے، یا فرمایا: اللہ تعالیٰ دفع کرے گا اور مومنین انکار کر دیں گے۔

صحیح البخاری: ۷۲۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں خود سر کے درد میں مبتلا ہوں، کیونکہ تم پر کوئی خطرہ نہیں ہے اور تم میرے بعد زندہ رہو گی''، آپ نے اس چیز کو وحی سے جان لیا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لیے فرمایا کہ ''تم اپنے والد اور اپنے بھائی کو بلا لوتا کہ میں ان کے لیے خلافت کی وصیت کر دوں کہ کہیں کچھ لوگ خلافت کی تمنا نہ کریں اور اللہ تعالیٰ ابوبکر کے غیر پر خلافت کا انکار کر دے گا اور مومنین بھی اس کو دفع کر دیں گے''۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۱۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیشگوئی

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''میرے لیے ابوبکر کو بلاؤ، میں ان کے لیے ایک مکتوب لکھ دوں، کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے غیر کا انکار کر دیں گے''۔

اور علامہ المہلب نے کہا ہے: اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر قطعی دلیل ہے اور اس پر تعجب ہے کہ علامہ المہلب نے اس کے بعد اسے مقرر رکھا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۸۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۱۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیش گوئی پر اعتراض کا جواب

پس اگر تم یہ سوال کرو کہ جب یہ ثابت ہے کہ شارع علیہ السلام نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تو اس حدیث کا کیا معنی ہے جس کو اسماعیل بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابی خالد قیس بن ابی حازم نے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی اور وہ لوگوں کو بٹھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ کی بات سنو، اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کہا کہ اگر میں خلیفہ بنانے کو ترک کروں تو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خلیفہ بنانے کو ترک کیا ہے، یعنی اپنے بعد کسی کے خلیفہ ہونے کی تصریح کو ترک کیا ہے اور اس کے اعلان کو ترک کیا ہے، تو کسی ایک شخص کو آپ خلافت کے لیے معین فرما دیں۔

اور رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ کے احکام سنو، اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان دلائل سے خلیفہ مقرر کیا جن دلائل کو آپ نے امت کے لیے مقرر کیا تھا کہ وہ آپ کے بعد خلیفہ ہوں گے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ تھے، کیونکہ ان کی خلافت پر دلیل قائم تھی اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دے دی تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی اور خلیفہ نہیں ہوگا، اس لیے آپ نے فرمایا کہ اللہ بھی انکار کر دے گا اور مومنین بھی دفع کر دیں گے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پر زیادہ صریح دلیل یہ ہے کہ جب ایک عورت نے آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا اور پھر کہا: اگر میں آپ کو نہ پاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم ابوبکر کے پاس جانا''۔

اور کسی بشر کو اتنا علم غیب نہیں ہے جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب دیا گیا، پس آپ نے یہ دیکھا کہ مسلمانوں کے امر کو منضبط کرنے کے لیے خلیفہ کا ہونا ضروری ہے، اگرچہ کسی ایک معین شخص کی خلافت پر لوگوں کو مطلع نہ کیا جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۶۰۳۔ ۶۰۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۲۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قِيلَ لِعُمَرَ أَلَا تَسْتَخْلِفُ قَالَ إِنْ أَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَبُو بَكْرٍ وَإِنْ أَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَأَثْنَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ رَاغِبٌ رَاهِبٌ وَدِدْتُ أَنِّي نَجَوْتُ مِنْهَا كَفَافًا لَا لِي وَلَا عَلَيَّ لَا أَتَحَمَّلُهَا حَيًّا وَلَا مَيِّتًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ کسی کو خلیفہ نہیں بناتے؟ تو انہوں نے کہا: اگر میں خلیفہ بناؤں تو انہوں نے خلیفہ بنایا ہے جو مجھ سے بہتر تھے، اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اور اگر میں نہ بناؤں تو انہوں نے خلیفہ بنانے کو ترک کیا جو مجھ سے بہتر تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، پس لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: (میں اللہ کے پاس اجر میں) رغبت کرنے والا ہوں، اور (اللہ کے عذاب سے) ڈرنے والا ہوں، اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا خلافت سے معاملہ برابر سرابر ہو جائے، نہ مجھے ثواب ملے اور نہ مجھ پر گرفت ہو اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں زندگی اور موت دونوں حالتوں میں خلافت کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۲۳، سنن ترمذی: ۲۲۲۵، سنن ابوداؤد: ۲۹۳۹، مسند احمد: ۳۳۴)

صحیح البخاری: ۷۲۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اپنا خلیفہ نہ بنانے کا راجح ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے "کیا آپ کسی کو خلیفہ نہیں بناتے؟"

صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: جب میرے والد زخمی کیے گئے اور ان پر موت کا وقت آیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ کسی کو خلیفہ بنائیں۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے والد کسی کو خلیفہ نہیں بنا رہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر آپ بکریوں کے چرواہے ہوں اور آپ پھر بکریوں کو یونہی چھوڑ دیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہ بکریاں ضائع ہو گئیں، تو لوگوں کی حفاظت کرنا بکریوں کی حفاظت سے زیادہ شدید ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کرے گا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اگر میں نے خلیفہ بنایا تو جو مجھ سے بہتر تھے انہوں نے بھی خلیفہ بنایا تھا"۔

اور سالم کی روایت میں مذکور ہے "اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا، اور اگر میں کسی کو خلیفہ بناؤں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بنایا تھا"۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: پس اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا، تو میں نے جان لیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے تجاوز نہیں کریں گے اور وہ کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے: جو چیز ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اپنا خلیفہ مقرر نہ کرنا راجح تھا، کیونکہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تو انہوں نے کہا: میں رغبت کرنے والا ہوں اور ڈرنے والا ہوں"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول "راغب (رغبت کرنے والا)" اور "راهب (ڈرنے والا)" کے متعدد معانی

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کہا: میں رغبت کرنے والا اور ڈرنے والا ہوں، ہوسکتا ہے اس کا یہ معنی ہو کہ جن لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تھی، یا تو وہ میری رائے کے حسن اور عمدگی میں رغبت کرنے والے تھے، یا ان کے دل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں جو میری کارکردگی کی کراہت تھی اس کے اظہار سے ڈرنے والے تھے''، یا اس کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے، وہ اس میں رغبت کرنے والے تھے اور مجھ سے ڈرنے والے تھے، یا اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ خلافت میں رغبت کرنے والے ہیں اور خلافت سے ڈرنے والے ہیں، پس اگر میں نے اس کو خلیفہ بنادیا جو اس میں رغبت کرنے والا ہے تو مجھے خطرہ ہے کہ اس کی مدد نہیں کی جائے گی، اور اگر میں نے اس کو خلیفہ بنادیا جو خلافت سے ڈرنے والا ہے تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ بارِ خلافت کو نہیں اٹھا سکے گا، اور قاضی عیاض نے اس میں ایک اور توجیہ کا ذکر کیا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صفت ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس جو ان کا اجر ہے، اس میں وہ رغبت کرنے والے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی گرفت ہے، اس سے وہ ڈرنے والے ہیں، پس تم لوگوں نے جو میری تعریف کی ہے، میں اس پر اعتماد نہیں کرتا۔

سربراہِ ملک کا اپنی موت کے وقت کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کرنے یا مقرر نہ کرنے، دونوں امروں کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور میں نے خلافت کا بوجھ اپنی زندگی میں اٹھایا اب موت کے وقت میں اس کا بوجھ نہیں اٹھاؤں گا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منشاء یہ تھا کہ میں اپنی زندگی میں کارِ خلافت کو انجام دیتا رہا اور اس کا بوجھ میرے ذمہ ہے، اب اگر میں نے کسی خاص شخص کو خلیفہ مقرر کردیا اور وہ اس کا اہل نہ ہوا تو اس کا بوجھ بھی میری گردن پر ہوگا، سو میں یہ بوجھ نہیں اٹھانا چاہتا۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں فتنہ کے خوف سے متوسط مسلک کو اختیار کیا، پس انہوں نے دیکھا کہ خلیفہ بنانا مسلمانوں کے معاملات کو منضبط کرنے کے لیے ہوتا ہے، پس انہوں نے خلیفہ کے انعقاد کو چھ صحابہ کی کمیٹی کے اوپر موقوف کردیا، تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کو ترک نہ کیا جائے، پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ایک طرف پر عمل کیا اور وہ یہ کہ کسی کو معین خلیفہ نامزد نہیں کیا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فعل سے بھی ایک طرف کو اختیار کیا اور وہ یہ ہے کہ چھ صحابہ کی کمیٹی بنادی کہ وہ ان میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرلیں اور اس کی تصریح نہیں کی، نیز علامہ ابن بطال نے کہا: اس قصہ میں یہ دلیل ہے کہ امام اور سربراہِ ملک اپنے بعد کسی اور کو خلیفہ مقرر کرسکتا ہے، اور اس کا یہ فعل علامۃ المسلمین کے لیے جائز ہے، کیونکہ تمام صحابہ کا اس پر اتفاق تھا، اسی طرح ان کا اس میں بھی اختلاف نہیں تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو چھ اربابِ حل وعقد کی خلیفہ منتخب کرنے کے لیے کمیٹی بنادی تھی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۸۰-۳۸۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۱۹- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ خُطْبَةَ عُمَرَ الْآخِرَةَ حِينَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَلِكَ الْغَدَ مِنْ يَوْمٍ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَتَشَهَّدَ وَأَبُو بَكْرٍ صَامِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ قَالَ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَعِيشَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى يَدْبُرَنَا يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنْ يَكُونَ آخِرَهُمْ فَإِنْ يَكُ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم قَدْ مَاتَ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ جَعَلَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نُورًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ دوسرا خطبہ سنا جب وہ منبر پر بیٹھے، اور یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے دن کا ہے، پس انہوں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے بات نہیں کررہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے توقع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تَهْتَدُونَ بِهِ هَدَى اللهُ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثَانِيَ اثْنَيْنِ فَإِنَّهُ أَوْلَى الْمُسْلِمِينَ بِأُمُورِكُمْ فَقُومُوا فَبَايِعُوهُ وَكَانَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ قَدْ بَايَعُوهُ قَبْلَ ذَلِكَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الْعَامَّةِ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ لِأَبِي بَكْرٍ يَوْمَئِذٍ اصْعَدِ الْمِنْبَرَ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتَّى صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَبَايَعَهُ النَّاسُ عَامَّةً۔

(صحیح البخاری: ۷۲۶۹)

رہیں گے حتیٰ کہ ہمارے معاملات کی تدبیر کریں گے، ان کی مراد یہ تھی کہ آپ ان سب میں اخیر تک زندہ رہیں گے، پس اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہوگئے تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے ایک نور (قرآن) رکھا ہے، تم اس سے ہدایت حاصل کرو گے جس سے اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت دی تھی، اور بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب ہیں ثانی اثنین (غار میں دو میں کے دوسرے) ہیں، پس بے شک وہ تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ تمہارے معاملات کا انتظام کرنے کے اہل ہیں، پس اٹھو اور ان سے بیعت کرلو، اور صحابہ کی ایک جماعت پہلے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بنو ساعدہ کی بیٹھک میں بیعت کر چکی تھی، اور یہ منبر کے اوپر عام بیعت تھی، زہری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس دن کہہ رہے تھے: آپ منبر پر چڑھیے، پھر مسلسل کہتے رہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے، پھر تمام لوگوں نے عمومی طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

صحیح البخاری: ۷۲۱۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دو بار بیعت کی توجیہ

اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے جو انہوں نے ثقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد سنا تھا حتیٰ کہ پہلے اس بیٹھک میں صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی، لیکن کئی صحابہ اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے تو جو اس بیٹھک میں بیعت کے لیے نہیں آئے تھے وہ یہاں مسجد میں بیعتِ عامہ کے موقع پر آئے اور جن لوگوں نے ثقیفہ بنو ساعدہ میں بیعت نہیں کی تھی انہوں نے آکر بیعت کر لی، اور یہ دونوں بیعتیں ایک دن میں ہوئیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وصفِ صحابی ذکر کرنے کے بعد "ثانی اثنین" کے وصف کے ذکر کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور "ثانی اثنین" ہیں۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کے وصف کو مقدم بیان کیا، کیونکہ صحابی ہونا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بہت بڑا شرف ہے، اور جب کہ دوسرے صحابہ بھی اس وصف میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شریک تھے تو انہوں نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خاص وصف بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ "ثانی اثنین" ہیں، اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بہت عظیم فضائل میں سے ہے جس کی وجہ سے وہ اس کے مستحق ہوئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ ہوئے، اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں تمہارے معاملات کی تدبیر کرنے کے سب سے زیادہ لائق ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۸۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم امْرَأَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ قَالَ إِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور آپ سے کسی چیز کے متعلق بات کی، آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ دوبارہ آپ کے پاس آئے، اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں؟ گویا کہ اس کا ارادہ یہ تھا کہ آپ فوت ہو جائیں، آپ نے فرمایا: اگر تم مجھ کو نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آنا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۵۹، ۷۲۲۰، ۷۳۶۰، صحیح مسلم: ۲۳۸۶، سنن ترمذی: ۳۶۷۶، مسند احمد: ۱۶۷۶۳)

صحیح البخاری: ۷۲۲۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پر دلائل

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ ہوں گے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز میں مقدم کیا، اس میں بھی آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ جس شخص کو آپ نے ہمارے دین میں امامت کے لیے پسند کر لیا، تو اس کو ہماری دنیا میں امامت کے لیے پسند کرنا زیادہ لائق ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اسلام کو عزت دی اور انہوں نے آپ کے بعد مرتدین کا قلع قمع کیا اور بیشتر فتوحات حاصل ہوئیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۶۰۹، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۲۲۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رضي الله عنه قَالَ لِوَفْدِ بُزَاخَةَ تَتْبَعُونَ أَذْنَابَ الْإِبِلِ حَتَّى يُرِيَ اللهُ خَلِيفَةَ نَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے قیس بن مسلم نے حدیث بیان کی از طارق بن شہاب از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَالْمُهَاجِرِينَ أَمْرًا يَعْذِرُونَكُمْ بِهِ.

(تحفۃ الاشراف: ۶۵۹۸)

کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بزاخہ کے وفد سے فرمایا: تم اونٹوں کی دموں کے پیچھے پھرتے رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کو اور مہاجرین کو ایسا امر دکھا دے جس سے وہ تمہاری معذرت قبول کرلیں۔

صحیح البخاری: ۷۲۲۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بزاخہ کے وفد کا قصہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اصابتِ رائے

بزاخہ کے وفد کا قصہ یہ ہے کہ یہ مرتد ہو گئے، پھر انہوں نے توبہ کی، پھر انہوں نے اپنے نمائندے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے معافی طلب کرتے تھے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ پسند کیا کہ ان کے متعلق کوئی فیصلہ صحابہ سے مشورہ کئے بغیر نہ کریں، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بزاخہ کے وفد سے کہا: تم واپس جاؤ اور جنگلوں میں اونٹوں کی دُموں کے پیچھے چلتے رہو حتیٰ کہ مہاجرین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو مشورہ کے بعد کون سے فیصلہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جس سے وہ تمہاری معذرت کو قبول کریں۔

اس کے بعد علامہ ابن بطال نے از قیس بن مُسلم از طارق بن شہاب روایت کی ہے کہ اہلِ بزاخہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ صلح کا سوال کرتے تھے اور ان کا تعلق قبیلہ بنو طے سے تھا، پس ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس یا تو تم کھلم کھلا جنگ کو اختیار کرو یا ایسی صلح کو اختیار کرو جس میں تمہاری رسوائی ہو، تو انہوں نے کہا: ہم نے کھلم کھلا جنگ کو تو جان لیا تو وہ صلح کون سی ہے جس میں رسوائی ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم سے تمہارے گھوڑے اور سامانِ جنگ چھین لیا جائے گا اور تم ہمارے مقتولوں کی دیت ادا کرو گے، اور تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں، اور ہم نے جو سامان تم سے چھینا ہے وہ مالِ غنیمت ہوگا، اور تم نے جو ہمارا سامان چھینا ہے وہ ہم کو واپس کرو گے اور تم کچھ لوگوں کو چھوڑ دو جو اونٹوں کی دموں کے پیچھے چلتے رہے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے خلیفہ کو اور مہاجرین کو ایسا امر دکھلا دے جس سے وہ تمہاری معذرت کو قبول کرلیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری ایک رائے ہے اور میں عنقریب آپ کو اس کی طرف اشارہ کروں گا، آپ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ ان سے ان کے گھوڑے چھین لیے جائیں اور سامانِ حرب چھین لیا جائے تو یہ آپ نے بہت اچھا فیصلہ کیا، اور یہ جو آپ نے کہا کہ وہ ہمارے مقتولین کی دیت ادا کریں اور ان کے مقتولین دوزخ میں ہوں گے، پس بے شک ہمارے جو مقتولین قتل کیے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے راستہ میں قتل کیے گئے اور اس میں دیات نہیں ہوتی، پس تمام لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید کی۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۵۱۔ بَابٌ:

باب

۷۲۲۲، ۷۲۲۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ يَكُونُ اثْنَا عَشَرَ أَمِيرًا فَقَالَ كَلِمَةً لَمْ أَسْمَعْهَا فَقَالَ أَبِي إِنَّهُ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بارہ (۱۲) امیر ہوں گے، پھر آپ نے کوئی بات کہی جس کو میں نے نہیں سنا، پس میرے والد نے بتایا کہ آپ نے فرمایا تھا: وہ سب قریش سے ہوں گے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۲۱، سنن ترمذی: ۲۲۲۳، سنن ابوداؤد: ۴۲۸۰، مسند احمد: ۲۰۳۲۵)

صحیح البخاری: ۷۲۲۲، ۷۲۲۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا: میری کسی ایک سے بھی ملاقات نہیں ہوئی جس نے اس حدیث کا کوئی قطعی معنی بیان کیا ہو، ایک قوم نے یہ کہا کہ اس حدیث کا معنی ہے کہ پسندیدہ اور بلند خلافت کے بعد بارہ (۱۲) امیر ہوں گے، دوسری قوم نے کہا: اس کا معنی ہے کہ بارہ (۱۲) امیر پے درپے ہوں گے، اور ایک تیسری قوم نے کہا: ایک زمانہ میں بارہ (۱۲) امیر ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے اور امارت کا دعویٰ کریں گے، پس جس چیز پر میرا غلبہ ظن ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ اپنے بعد تعجب انگیز فتنوں کی خبر دیں حتیٰ کہ لوگ ایک وقت میں بارہ (۱۲) امیروں میں مختلف ہو جائیں گے اور جو بارہ سے زیادہ ہوں تو وہ زیادہ تعجب خیز ہے، اور اگر اس کے سوا کوئی اور معنی آپ کی مراد ہوتا تو آپ فرماتے کہ بارہ امیر ہوں گے وہ اس طرح کریں گے اور اس طرح کریں گے، پس جب آپ نے اس طرح نہیں بیان فرمایا تو ہم نے جان لیا کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ بارہ (۱۲) امیر ایک زمانہ میں ہوں گے، واللہ اعلم۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بارہ (۱۲) خلفاء کے متعلق متعدد احادیث

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ سفیان بن عیینہ سے روایت کی ہے کہ لوگوں کے معاملات جاری رہیں گے جب تک کہ ان کے والی بارہ مرد ہوں گے۔

اور امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے: یہ دین اس وقت تک غالب رہے گا حتیٰ کہ بارہ خلیفہ ہوں۔

اور امام ابوداؤد نے از حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا حتیٰ کہ تمہارے اوپر بارہ خلیفہ ہوں اور یہ سب وہ ہوں گے جن پر امت مجتمع ہوگی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور امام طبرانی نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں: اگر کوئی شخص ان سے عداوت رکھے گا تو اس کی عداوت سے ان کو ضرر نہیں ہوگا۔

بارہ خلفاء کے عدد پر دو سوال

ایک سوال یہ ہے کہ اس کے معارض وہ حدیث ہے جس کو سننِ اربعہ نے روایت کیا ہے اور امام ابنِ حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، وہ یہ ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی، پھر اس کے بعد ملوکیت ہو جائے گی، کیونکہ ان تیس سالوں میں صرف خلفاء اربعہ تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ایامِ خلافت تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سفینہ کی حدیث میں جو ارشاد ہے کہ خلافت تیس سال رہے گی، اس سے مراد خلافتِ نبوت ہے اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں خلافت کو نبوت کے ساتھ مقید نہیں کیا۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خلافتِ نبوت صرف تیس سال رہے گی، اور ان تیس سالوں میں خلفاءِ راشدین کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت تھی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ خلافت تو بارہ مردوں سے زیادہ میں بھی رہی ہے۔

اس سوال کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ ان بارہ مردوں سے مراد بنو امیہ کے خلفاء ہیں، پھر جب بنی امیہ سے خلافت نکل گئی تو عظیم فتنے اور جنگیں ہوئیں حتیٰ کہ بنو عباس کی حکومت قائم ہوگئی اور لوگوں کے احوال بہت زیادہ متغیر ہو گئے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بارہ خلفاء امام مہدی کے بعد ہوں گے جن کا ظہور آخر زمانہ میں ہوگا۔ اور ''کتابِ دانیال'' میں مذکور ہے کہ جب مہدی فوت ہو جائیں گے تو اس کے بعد پانچ مرد والی ہوں گے جو بڑے نواسہ کی اولاد سے ہوں گے، پھر پانچ ہوں گے جو چھوٹے نواسہ کی اولاد سے ہوں گے۔

اور کعب احبار سے روایت ہے کہ بارہ مہدی ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمائے گا جو دجال کو قتل کریں گے۔

اور اس کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام مدتِ اسلام میں قیامت تک بارہ خلیفہ ہوں گے جو حق کے ساتھ عمل کریں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد سے لے کر عمر بن عبدالعزیز تک چودہ حکمران تھے، ان میں سے دو حکمران صحیح نہیں تھے اور ان کی مدت طویل نہیں ہوئی اور وہ معاویہ بن یزید اور مروان بن الحکم تھے اور باقی بارہ نفس پے در پے حکمران ہوئے اور عمر بن عبدالعزیز کی وفات ایک سو ایک (۱۰۱) ہجری میں ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۱۹۔ ۴۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۲۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن بارہ خلفاء کی بیعت پر تمام لوگ متفق ہوئے

اس حدیث میں مذکور ہے ''اسلام اس وقت تک غالب رہے گا جب تک کہ بارہ خلیفہ ہوں گے'' ان بارہ خلفاء سے مراد وہ ہیں جن کی بیعت کر لی گئی اور ان کی اطاعت کر لی گئی، اور واقع میں لوگ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر مجتمع ہوئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر، پھر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر، یہاں تک کہ جنگ صفین میں حاکمین کا مقرر کرنے کا واقعہ ہوا، اس دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو خلیفہ قرار دیا، اور لوگ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مجتمع ہو گئے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید پر مجتمع ہوئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کا انعقاد نہیں ہو سکا بلکہ وہ شہید کر دیئے گئے، پھر جب یزید مر گیا تو اختلاف واقع ہوا یہاں تک کہ پھر سب لوگ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد عبد الملک بن مروان پر مجتمع ہو گئے، پھر اس کے چار بیٹوں پر مجتمع ہوئے، ولید، پھر سلیمان، پھر یزید، پھر ہشام، اور سلیمان اور یزید کے درمیان عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے، پس یہ خلفاء راشدین کے بعد سات ہیں اور بارہواں ولید بن یزید بن عبد الملک ہے جس پر لوگ اس کے چچا ہشام کے مرنے کے بعد مجتمع ہوئے۔ اس طرح یہ بارہ خلفاء وہ ہیں جن کی بیعت پر تمام لوگ جمع ہوئے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۸۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۲۔ بَابُ إِخْرَاجِ الْخُصُومِ وَأَهْلِ الرِّيَبِ مِنَ الْبُيُوتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ

جھگڑالو مردوں اور فساق کو ان کی معرفت کے بعد گھروں سے نکالنے کا بیان

وَقَدْ أَخْرَجَ عُمَرُ أُخْتَ أَبِي بَكْرٍ حِينَ نَاحَتْ

اور بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بہن کو گھر سے نکال دیا جب انہوں نے نوحہ کیا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب جھگڑا کرنے والے اور فساق و فجار اپنے کاموں میں مشہور ہو جائیں تو ان کی شہرت کے بعد ان کو گھروں سے نکالنا جائز ہے، یعنی ان کے متعلق تجسس نہ کیا جائے۔ اور یہ اخراج اس لیے ہے تاکہ ان کے شر کی وجہ سے اور ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کے پڑوسیوں کو ایذا نہ پہنچے۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے کہ جو لوگ فاسق و فاجر ہوں اور جھگڑالو ہوں تو امام پر واجب ہے کہ ان کی شناخت کے بعد ان کو گھروں سے نکال دے، کیونکہ وہ اپنے پڑوسیوں کو ایذاء پہنچائیں گے۔ اور جب معین طور پر ان کا علم نہ ہو تو ان کے متعلق چھان بین کرنے اور تجسس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ وہ تجسس ہے جس سے منع کیا گیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ فساق و فجار کو گھروں سے نکالنا واجب نہیں ہے، اگر ان سے کوئی ایسا جرم ثابت ہو جائے جس سے حد واجب ہے تو ان پر حد لگائی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۲۲۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ يُحْتَطَبُ ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُكُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِينًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ۔

کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک میں نے ارادہ کیا کہ میں لکڑیوں کے اکٹھا کرنے کا حکم دوں، پھر میں نماز قائم کرنے کا حکم دوں، پس نماز کے لیے اذان دی جائے، پھر میں کسی شخص کو حکم دوں جو لوگوں کی امامت کرائے، پھر میں پیچھے ان لوگوں کی طرف دیکھوں (جو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے نہیں آئے) تو ان کے گھروں پر آگ لگا دوں، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کسی ایک کو معلوم ہو کہ اسے گوشت سے بھری ہوئی ہڈی ملے گی یا دو اچھی ہڈیاں ملیں گی تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں حاضر ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۶۴۴، ۶۵۷، ۲۴۲۰، ۷۲۲۴، صحیح مسلم: ۶۵۱، سنن ترمذی: ۲۱۷، سنن نسائی: ۸۴۸، سنن ابوداؤد: ۵۴۸، سنن ابن ماجہ: ۷۹۱، مسند احمد: ۸۶۷۳، موطا امام مالک: ۲۹۲)

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ يُونُسُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ مِرْمَاةٌ مَا بَيْنَ ظِلْفِ الشَّاةِ مِنَ اللَّحْمِ مِثْلُ مِنْسَاةٍ وَمِيضَاةٍ الْمِيمِ مَخْفُوضَةٌ۔

اور محمد بن یوسف نے کہا کہ یونس نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ محمد بن سلیمان نے کہا، انہوں نے بیان کیا کہ امام ابوعبداللہ نے کہا: یہ لفظ ''مرماۃ'' ہے، اس کا معنی ہے: بکری کے کھر کے درمیان جو گوشت ہوتا ہے، یہ لفظ ''مِنساۃ'' اور ''مِیضاۃ'' کی طرح ہے اور میم کے نیچے زیر ہے۔

اس حدیث کی شرح ''کتاب الصلوٰۃ'' میں گزر چکی ہے۔

۵۳۔ بَابٌ: هَلْ لِلْإِمَامِ أَنْ يَمْنَعَ الْمُجْرِمِينَ وَأَهْلَ الْمَعْصِيَةِ مِنَ الْكَلَامِ مَعَهُ وَالزِّيَارَةِ وَنَحْوِهِ

کیا سربراہِ ملک کے لیے جائز ہے کہ وہ مجرمین اور فساق سے بات کرنے اور ان سے ملاقات وغیرہ کرنے سے روک دے؟

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سربراہِ ملک کے لیے آیا یہ جائز ہے کہ وہ مجرمین سے ملاقات کرنے اور بات چیت کرنے پر پابندی لگا دے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

۷۲۲۵۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا تَخَلَّفَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَذَكَرَ حَدِيثَهُ وَنَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا فَلَبِثْنَا عَلَى ذَلِكَ خَمْسِينَ لَيْلَةً وَآذَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِتَوْبَةِ اللهِ عَلَيْنَا۔

بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن کعب بن مالک جو کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میں سے ان کے اس وقت قائد تھے جب وہ نابینا ہو گئے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا جب وہ غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے، پھر انہوں نے اس حدیث کا ذکر کیا، اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ہم سے کلام کرنے سے منع فرما دیا تھا، ہم اسی حال میں پچاس راتوں تک رہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی طرف سے ہماری توبہ قبول ہونے کا اعلان فرما دیا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۱۸، صحیح مسلم: ۲۷۶۹، سنن ترمذی: ۳۱۰۲، سنن نسائی: ۳۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۲، مسند احمد: ۱۵۳۶۲)

اس حدیث کی شرح کتاب المغازی میں گزر چکی ہے۔

''کتاب الاحکام'' کا اختتام

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین، وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین!

آج ۳، ربیع الاول ۱۴۳۵ھ/ 5 رجنوری 2014ء بروز اتوار بعد نمازِ ظہر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور اس کے رسول ﷺ کی توجہ اور فیضان سے ''کتاب الاحکام'' کی احادیث کی شرح مکمل ہوگئی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے اور صحیح البخاری کے باقی ماندہ ابواب کی احادیث کی شرح کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے، اور کتاب الاحکام میں جو شرح لکھی گئی ہے اس میں جو فرو گزاشت ہوگئی ہے اس سے درگزر فرمائے اور وہی لکھنے کی توفیق دے جو حق اور صواب ہو اور سب مسلمانوں کو اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اب اس کتاب کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب التمنی'' کی شرح کی جائے گی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کتاب التمنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۹۴۔ كِتَابُ التَّمَنِّي

نیک آرزوؤں کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

تمنّی کا مادہ ''اُمنیّۃ'' ہے جس کا معنی آرزو ہے اور اس کی جمع ''امانی'' ہے، اور یہ باب تفعّل کا صیغہ ہے، تمنّی میں مستقبل میں فعل کے وقوع کا ارادہ ہوتا ہے، پس اگر وہ فعل خیر ہو تو اس کی تمنا مطلوب ہے اور اگر وہ شر ہو تو اس کی تمنا مذموم ہے۔

تمنّی اور ترجّی میں عموم اور خصوص کی نسبت ہے، ترجّی یعنی امید ان افعال میں کی جاتی ہے جو ممکن ہوں، اور تمنّی یعنی آرزو ان افعال میں کی جاتی ہے جو عام ہوں، دوسرا قول یہ ہے کہ تمنّی اس چیز کی جاتی ہے جو فوت ہو چکی ہو اور بعض علماء نے اس کو اس سے تعبیر کیا کہ جس چیز کا حصول ممکن نہ ہو اس کی تمنا کی جاتی ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: تمنّی کا لفظ وُد اور محبت کو متضمن ہے، کیونکہ انسان اس کے حصول کی تمنا کرتا ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۸۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

۱۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي التَّمَنِّي وَمَنْ تَمَنَّى الشَّهَادَةَ

تمنا کے بیان میں احادیث اور جس نے شہادت کی تمنا کی

۷۲۲۶۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا يَكْرَهُونَ أَنْ يَتَخَلَّفُوا بَعْدِي وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ مَا تَخَلَّفْتُ لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عُفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ و سعید بن المسیّب، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ میرے بعد پیچھے رہنے کو ناپسند کرتے اور میں ان کو سوار کرنے کے لیے سواری نہ پاتا تو میں کسی غزوہ سے پیچھے نہ رہتا، میں ضرور اس سے محبت کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔

(صحیح البخاری: ۳۶، ۲۷۸۷، ۲۷۹۷، ۲۹۷۲، ۳۱۲۳، ۷۲۲۶، ۷۲۲۷، ۷۴۵۷، ۷۴۶۳، صحیح مسلم: ۱۸۷۶، سنن نسائی: ۳۱۲۳، سنن ابن ماجہ: ۲۷۵۳، مسند احمد: ۷۱۱۷، موطا امام مالک: ۹۷۴)

۷۲۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَدِدْتُ أَنِّي أُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ فَأُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُولُهُنَّ ثَلَاثًا أَشْهَدُ بِاللهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابوالزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ بے شک میں ضرور اللہ کی راہ میں قتال کروں، پس قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تین بار کہتے تھے: میں اللہ کی شہادت دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۳۶، ۲۷۸۷، ۲۷۹۷، ۲۹۷۲، ۳۱۲۳، ۷۲۲۶، ۷۲۲۷، ۷۴۵۷، ۷۴۶۳، صحیح مسلم: ۱۸۷۶، سنن نسائی: ۳۱۲۳، سنن ابن ماجہ: ۲۷۵۳، مسند احمد: ۷۱۱۷، موطا امام مالک: ۹۷۴)

صحیح البخاری: ۷۲۲۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مودّت کا معنی

"وددت" کا لفظ ودادۃ سے ماخوذ ہے، اور یہ کسی چیز کا مخصوص طریقہ پر ارادہ کرنا ہے، علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے:
"وُدّ" کا معنی ہے: کسی چیز سے محبت کرنا اور اس کے حصول کی تمنا کرنا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قُلْ لَّآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ (الشوریٰ: ۲۳)

آپ کہیے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا سوا قرابت کی محبت کے۔

اور اسی طرح یہ آیت ہے:

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ۔ (آل عمران: ۶۹)

اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کر سکیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۸۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

شہادت کی تمنا پر ایک اشکال کا جواب

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے اور جب کوئی شخص شہادت کی تمنا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرے گا تو وہ بہر حال اپنی موت کی تمنا کرے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دنیاوی مصائب اور بیماریوں سے تنگ آ کر موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کے لیے موت کی تمنا کرنا مستحسن ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" (المائدہ:٦٧) "(اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا)، تو جب آپ کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے گا تو یہ اس کو مستلزم ہے کہ کوئی شخص آپ کو شہید نہیں کر سکے گا، تو پھر آپ نے اللہ کی راہ میں موت کی تمنا کیسے کی جب کہ معلوم ہے کہ کوئی آپ کو شہید نہیں کر سکے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فضیلت اور خیر کی تمنا کرنا اس کے وقوع کو مستلزم نہیں ہے، اور گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی فضیلت بیان کرنے میں مبالغہ کا ارادہ فرمایا اور مسلمانوں کو اس پر برانگیختہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔

حدیث مذکور کے فوائد

علامہ نووی نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حسن نیت کے ساتھ خیر پر برانگیختہ کرنا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جوامت پر شفقت ہے اس کا علم ہوا، اور یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے کو طلب کرنا مستحب ہے، اور یہ معلوم ہوا کہ کسی خیر سے محبت کرنا اس کے خلاف نہیں ہے کہ اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ حاصل نہیں ہو سکتی، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز عادتاً ممتنع ہو اس کی تمنا کرنا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کا قتل کرنا محال تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے "اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا" پھر بھی آپ نے اللہ کی راہ میں موت کی تمنا کی، اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد کرنا فرض کفایہ ہے، کیونکہ اگر جہاد کرنا فرض عین ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے پیچھے نہ رہتے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۳۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲- بَابُ: تَمَنِّي الْخَيْرِ

اچھائی اور نیکی کی تمنا کرنا

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: لَوْ كَانَ لِي أُحُدٌ ذَهَبًا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "اگر میرے لیے احد پہاڑ جتنا سونا ہوتا"۔

اس تعلیق میں جو حدیث ذکر کی گئی ہے، وہ مکمل حدیث اس باب کی حدیث میں مذکور ہے۔

۷۲۲۸- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَوْ كَانَ عِنْدِي أُحُدٌ ذَهَبًا لَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا يَأْتِيَ عَلَيَّ ثَلَاثٌ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ لَيْسَ شَيْءٌ أَرْصُدُهُ فِي دَيْنٍ عَلَيَّ أَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہوتا تو میں یہ ضرور پسند کرتا کہ مجھ پر تین دن گزرنے سے پہلے ہی میرے پاس اس میں سے کوئی ایک دینار نہ بچے، سوائے اس کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لیے رکھ لوں، جب تک کہ اسے قبول کرنے والا کوئی پا تا رہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸۹، ۶۴۴۵، ۷۲۲۸، صحیح مسلم: ۹۹۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۳۲، مسند احمد: ۹۶۹۴)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۲۲۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی تمنا کرنا

اس باب میں بھی خیر کی تمنا اور نیک کاموں کے کرنے کا بیان ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تمنا فرمائی کہ اگر آپ کے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہوتا تو آپ ضرور یہ پسند کرتے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کریں اس سے پہلے کہ آپ کے اوپر تین دن گزریں۔

اور صالحین اور نیک لوگوں نے یہ تمنا کی کہ ان کے پاس مال ہوتا اور وہ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے، پس بنو الزبیر نے دنیا کے سامان کی تمنا کی تا کہ وہ اپنے اقوال کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خرچ کریں۔

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ اور عروہ اور مصعب بن الزبیر بن العوام کعبہ کے پاس جمع ہوئے، پس حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا: مجھے یہ پسند ہے کہ مجھے اس وقت تک موت نہ آئے حتیٰ کہ میں حجاز کا خلیفہ ہو جاؤں، اور مصعب بن زبیر نے کہا: مجھے یہ پسند ہے کہ میں کوفہ اور بصرہ کا والی بن جاؤں اور سکینہ بنت الحسین اور عائشہ بنت طلحہ سے نکاح کر لوں، اور عروہ بن زبیر نے کہا: لیکن میں اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہوں، پس حضرت عبداللہ بن الزبیر اور مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہم کو ان کی تمنا کے مطابق حکومتیں مل گئیں اور وفات کے بعد عروہ کو خواب میں دیکھا گیا کہ وہ جنت میں ہیں ان شاء اللہ۔

دوسری روایت ہے کہ حضرت ابن عمر اور عبدالملک بن مروان کی ملاقات ہوئی تو عبدالملک بن مروان نے تمنا کی وہ اس وقت تک نہ فوت ہو حتیٰ کہ وہ زمین کے مشرق اور مغرب کا والی ہو جائے، اور جو شخص بھی اس سے اس میں جھگڑا کرے اس کا سر کاٹ دیا جائے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۷۶، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۴۱)

بعض صالحین کا اپنے آپ کو بہت حقیر قرار دینا

اور بعض صالحین نے اپنے آپ کو بہت حقیر قرار دیا اور انہوں نے یہ تمنا کی کہ کاش ان کو پیدا نہ کیا جاتا اور کاش وہ موجودات میں سب سے کم تر ہوتے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمنا کی کہ کاش وہ سبز رنگ کے پتے ہوتے جن کو جانور کھا جاتے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۹۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمنا کی کہ وہ ایک تنکا ہوتے، انہوں نے کہا: کاش کہ میں یہ تنکا ہوتا، کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا، کاش میری ماں مجھ کو پیدا نہ کرتی، کاش کہ میں بھولا بسرا ہو جاتا۔

(کتاب الزہد لابن المبارک: ۲۳۴، ابن السعد فی الطبقات ج ۳ ص ۳۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۱۷)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: میری تمنا ہے کہ میں راکھ ہوتا اور مجھے کسی گرم دن ہوا اڑا کر لے جاتی۔

(کتاب الزہد لابن المبارک: ۲۴۱، شعب الایمان للبیہقی: ۷۹۰)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک درخت بنا کر پیدا کرتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔

(سنن ترمذی: ۲۳۱۲، سنن ابن ماجہ: ۴۱۹۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک درخت کے پاس سے گزریں، پس کہا: کاش کہ میں اس درخت کا ایک پتا ہوتی۔
حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے کہا: کاش کہ میں ایک مینڈھا ہوتا، پس مجھے گھر والے ذبح کر دیتے اور میرا گوشت کھاتے اور میرا شوربہ پیتے۔ (کتاب الزہد لابن المبارک: ۲۴۱، شعب الایمان للبیہقی: ۷۹۰)
ان صالحین کو اس قسم کی تمنا پر ان کے خوف الٰہی کی شدت نے برانگیختہ کیا۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۶۲۱۔ ۶۲۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ''کاش میں نے اپنے جس معاملہ کو بعد میں جانا، اس کو پہلے جان لیتا''

۷۲۲۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ وَلَحَلَلْتُ مَعَ النَّاسِ حِينَ حَلُّوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عروہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے جس معاملہ کو بعد میں جانا، اگر میں اس کو پہلے جان لیتا تو میں ہدی (تمتع کی قربانی) روانہ نہ کرتا، اور لوگوں کے ساتھ اس وقت احرام کھول دیتا جب انہوں نے احرام کھولا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۱۱، سنن نسائی: ۲۷۱۲، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۴، مسند احمد: ۲۵۵۶۳، سنن دارمی: ۱۸۵۰)

۷۲۳۰۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَبَّيْنَا بِالْحَجِّ وَقَدِمْنَا مَكَّةَ لِأَرْبَعٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَطُوفَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً وَنَحِلَّ إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ قَالَ وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَحَدٍ مِنَّا هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ ﷺ وَطَلْحَةَ وَجَاءَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالُوا نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنِّي لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ وَلَوْلَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی از حبیب از عطاء از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، پھر ہم نے حج کے لیے تلبیہ پڑھا، اور ہم ۲۶ ذوالحجہ کو مکہ پہنچ گئے، پس ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا و مروہ میں سعی کریں اور اس کو عمرہ قرار دیں، اور ہم احرام کھول دیں سوا اس شخص کے جس کے ساتھ ہدی (یعنی قربانی کا جانور) ہو، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا: اور ہم میں سے کسی کے پاس بھی قربانی کا جانور نہیں تھا سوا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے ان کے ساتھ قربانی کا جانور تھا، پس انہوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَحَلَلْتُ قَالَ وَلَقِيَهُ سُرَاقَةُ وَهُوَ يَرْمِي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَنَا هٰذِهِ خَاصَّةً قَالَ لَا بَلْ لِأَبَدٍ قَالَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ قَدِمَتْ مَعَهُ مَكَّةَ وَهِيَ حَائِضٌ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ تَنْسُكَ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَا تَطُوفُ وَلَا تُصَلِّي حَتّٰى تَطْهُرَ فَلَمَّا نَزَلُوا الْبَطْحَاءَ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللهِ أَتَنْطَلِقُونَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَنْطَلِقُ بِحَجَّةٍ قَالَ ثُمَّ أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنْ يَنْطَلِقَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرَتْ عُمْرَةً فِي ذِي الْحَجَّةِ بَعْدَ أَيَّامِ الْحَجِّ

نے کہا: میں نے اس کا احرام باندھا ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے، پس صحابہ نے کہا: ہم منیٰ کی طرف اس حال میں جائیں گے کہ ہم میں سے کسی ایک کے ذکر سے منی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے!(کیونکہ ہم نے احرام کھولا ہوا ہوگا اور ہمارے لیے اپنے بیویوں سے مباشرت جائز ہوگی، انہوں نے اس پر اظہارِ افسوس کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے محروم ہوں گے)، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اپنے اس معاملہ کو پہلے جان لیتا جس کو میں نے بعد میں جانا تو میں ہدی کا جانور نہ روانہ کرتا، اور اگر میرے پاس ہدی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی احرام کھول دیتا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ان سے حضرت سراقہ ملے اور وہ جمرۃ العقبہ میں رمی کر رہے تھے، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ حکم (یعنی جمرۃ العقبہ کو رمی کرنا) صرف ہمارے لیے خاص ہے؟ فرمایا: نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے؟ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا: اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ پہنچ گئیں اور وہ حائضہ تھیں، پس ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ حج کے تمام مناسک ادا کریں سوا اس کے کہ وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گی اور نہ نماز پڑھیں گی حتیٰ کہ حیض سے پاک ہو جائیں، پس جب صحابہ البطحاء میں پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! کیا لوگ حج اور عمرہ کر کے جائیں گے اور میں صرف حج کر کے لوٹوں گی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا: پھر آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مقامِ تنعیم تک جائیں، پس انہوں نے ایام حج کے بعد ذی الحجہ میں عمرہ ادا کیا۔

(صحیح البخاری:۱۶۵۱، صحیح مسلم:۱۲۱۱، مسند احمد:۱۳۸۶۷، سنن نسائی:۲۸۰۵)

اس حدیث کی مفصل شرح کتاب الحج میں گزر چکی ہے، تاہم اس حدیث میں جو مذکور ہے ''اگر میں اپنے اس معاملہ کو پہلے جان لیتا جس کو میں نے بعد میں جانا''، یعنی اگر میں پہلے اس طرف متوجہ ہو جاتا کہ میرے احرام پر برقرار رہنے اور تمہارے احرام کھول دینے کی وجہ سے تم کو اتنا زیادہ قلق اور رنج ہوگا تو میں بھی ہدی کو روانہ نہ کرتا اور میں بھی تمہارے ساتھ احرام کو کھول دیتا تا کہ تم کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میری اتباع سے محرومی کا اتنا زیادہ قلق نہ ہوتا۔

بعض علماء دیو بند نے کہا ہے: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی نفی ہے کہ مجھے پہلے اس چیز کا علم نہیں تھا جس کا بعد میں علم ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہاں علم کا معاملہ نہیں ہے توجہ کا معاملہ ہے، یعنی پہلے آپ اس طرف متوجہ نہیں تھے کہ صحابہ کو آپ کی اتباع سے محروم ہونے کا اتنا زیادہ قلق ہوگا، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض علماء نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو علم غیب دیا گیا تھا وہ تدریجاً تھا اور آپ کی وفات اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک آپ کو تمام ممکنات کا علم عطا نہیں فرمایا گیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۴۔ بَابُ: قَوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَیْتَ کَذَا وَکَذَا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ''کاش اس طرح ہوتا، کاش اس طرح ہوتا''

۷۲۳۱۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ أَرِقَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ السِّلَاحِ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللهِ جِئْتُ أَحْرُسُكَ فَنَامَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَتّٰى سَمِعْنَا غَطِيطَهٗ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ بِلَالٌ

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ

فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار رہے، آپ نے فرمایا: کاش کوئی نیک مرد میرے اصحاب سے ہوتا اور اس رات میری حفاظت کرتا، اس وقت ہم نے ہتھیار کی آواز سنی، آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ عرض کیا: سعد ہوں یا رسول اللہ! میں آپ کی حفاظت کے لیے آیا ہوں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ ہم نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔

امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:

کاش! میں جانتا کہ میں ایک رات مکہ کی وادی میں گزار سکوں گا اور میرے ارد گرد اذخر اور جلیل گھاس ہوگی۔

پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔

(صحیح البخاری: ۲۸۸۵، ۷۲۳۱، صحیح مسلم: ۲۴۱۰، سنن ترمذی: ۳۷۵۶، مسند احمد: ۲۴۵۶۹)

صحیح البخاری: ۷۲۳۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے کا بیان

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی جاتی تھی حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی ''وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ....(المائدہ:۶۷)'' (اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا)۔

اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت نہیں کی گئی، لیکن متعدد احادیث میں مذکور ہے کہ غزوۂ بدر میں آپ کی حفاظت کی گئی اور غزوۂ احد میں اور غزوۂ خندق میں، اور جب آپ خیبر سے واپس ہو رہے تھے، اور وادی القریٰ میں، اور عمرۃ القضاء میں اور حنین میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت غزوۂ حنین کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ کی حفاظت کو ترک کر دیا گیا''۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد آپ کے ساتھ لازم رہے ہیں، پس یہ اس پر محمول ہے کہ یہ آیت حنین کے بعد نازل ہوئی ہو۔

اور امام ابوداؤد، امام نسائی اور حاکم نے از سہل ابن الحنظلیہ روایت کی ہے کہ حضرت انس بن مرثد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رات حفاظت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے والوں کے اسماء

جن صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی، ان میں حضرت سعد بن معاذ، حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت الزبیر، حضرت ابوایوب، حضرت ذکوان بن عبدالقیس، حضرت الادرع السلمی اور ابن الادرع ہیں اور ان کا نام محجن ہے، اور کہا جاتا ہے کہ حضرت سلمہ اور حضرت عباد بن بشر، حضرت عباس اور حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہم، یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی نہ کسی موقع پر حفاظت کرتے رہے ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۹۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵- بَابُ: تَمَنِّي الْقُرْآنِ وَالْعِلْمِ

۷۲۳۲- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَا تَحَاسُدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ يَقُولُ لَوْ أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ هٰذَا لَفَعَلْتُ كَمَا يَفْعَلُ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا يُنْفِقُهُ فِي حَقِّهِ فَيَقُولُ لَوْ أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ لَفَعَلْتُ كَمَا يَفْعَلُ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ

قرآن مجید اور علم کے حصول کی تمنا کرنے کا بیان

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد صرف دو شخصوں میں ہے، ایک وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا، پس وہ رات اور دن کی ساعات میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے (پس اس کے پڑوسی نے اس کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بِهٰذَا۔

(صحیح البخاری: ۵۰۲۶، ۷۲۳۲، ۷۵۲۸، مسند احمد: ۹۸۵۷)

تو کہا:) کاش! مجھے بھی اس کی مثل دی جاتی تو میں بھی ضرور اس طرح کرتا جس طرح یہ کر رہا ہے، اور ایک وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا، جس کو وہ حق کے راستہ میں خرچ کرتا ہے تو (اس کے پڑوسی نے) کہا: اگر مجھے بھی اس کی مثل دیا جاتا تو میں بھی ضرور اس طرح کرتا جس طرح یہ کر رہا ہے۔

ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

صحیح البخاری: ۷۲۳۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حسد اور رشک کے معانی

رشک کا معنی یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے شخص میں کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس شخص کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور اس کی مثل نعمت مجھے بھی اللہ تعالیٰ عطا فرما دے، اور حسد کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص میں کوئی نعمت دیکھ کر کوئی انسان یہ تمنا کرے کہ اس شخص سے یہ نعمت زائل ہو جائے خواہ مجھے یہ نعمت ملے یا نہ ملے۔

متقدمین علماء نے کہا ہے: اس حدیث میں حسد، رشک کے معنی میں ہے، کیونکہ اس حدیث میں ارشاد ہے کہ ''دو چیزوں میں حسد کرنا جائز ہے یعنی علمِ قرآن میں اور مال و دولت میں'' جب کہ حسد تو کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے، سو اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ جب آدمی کسی شخص کو دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھے تو یہ تمنا کرے کہ یہ بھی اسی طرح تلاوت کرتا رہے اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرما دے، یا کسی شخص کو راہِ حق میں مال خرچ کرتے ہوئے دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ یہ بھی اسی طرح راہِ حق میں مال خرچ کرتا رہے اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرما دے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۶۲۸، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۶- بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّمَنِّي — مکروہ تمنا کا بیان

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حسد کرنے کی ممانعت

علامہ ابن عطیہ نے بیان کیا ہے: کسی مباح چیز کی تمنا کرنا جائز ہے اور ایسی تمنا کرنا ممنوع ہے جو حسد اور بغض کا باعث ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے بعض کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبُوۡا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبۡنَ ؕ وَسۡـَٔلُوا اللّٰہَ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا ﴿۳۲﴾ (النساء:۳۲)

بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے، اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O

امام بخاری نے اس باب میں تین احادیث روایت کی ہیں اور ان تینوں حدیثوں میں موت کی تمنا کرنے پر زجر و توبیخ فرمائی ہے، اور اس آیت کی مناسبت بہت غامض (یعنی بہت باریک) ہے، اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ حسد کرنے پر زجر و توبیخ کی جائے اور اس باب کی احادیث کا حاصل یہ ہے کہ صبر کرنے پر برانگیختہ کیا جائے، کیونکہ موت کی تمنا عموماً اس وقت ہوتی ہے کہ جب آدمی مصائب سے گھبرا کر موت کو حیات پر ترجیح دیتا ہے، پس جب موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا تو گویا مصائب پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا، اور ان احادیث اور آیت دونوں کا مآل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر بندہ راضی رہے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء کو تسلیم کرلے، اور ''کتاب المرضیٰ'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے:

موت کی تمنا کی ممانعت کے فوائد

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے جو تکلیف اسے پہنچی ہے، پس اگر وہ ضرور (تمنا) کرنے والا ہو تو اسے چاہیے کہ یہ کہے: اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے، اور مجھے اس وقت وفات دینا جب وفات میرے لیے بہتر ہو''۔

(صحیح البخاری:۵۶۷۱، صحیح مسلم:۲۶۸۰، سنن ترمذی:۹۷۱، سنن نسائی:۱۸۲۰، سنن ابوداؤد:۳۱۰۸، سنن ابن ماجہ:۴۲۶۵، مسند احمد:۱۱۵۶۸)

اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ صحت اور عافیت کے حصول کی دعا کرنا جائز ہے، کیونکہ صحت اور عافیت کے حصول کی دعا کرنا ایمان بالغیب کو متضمن ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف افتقار ہے اور تذلل ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی مسکینی کا اظہار ہے، اور یہ موت کی دعا کرنے کے خلاف ہے، کیونکہ موت کی دعا کرنے میں کوئی مصلحت ظاہر نہیں ہے بلکہ اس میں خرابی ہے اور وہ خرابی نعمتِ حیات کے ازالہ کو طلب کرنا ہے اور جب بندہ صحت اور عافیت کی دعا کرتا ہے تو اس میں یہ فوائد ہیں، خاص طور پر اس میں ایمان پر دوام کی طلب ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۹۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۳۳۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِیعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ رضی اللہ عنہ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَا تَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از عاصم از النضر بن انس، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ آپ نے فرمایا ''موت کی تمنا نہ کرو'' تو میں موت کی تمنا کرتا۔

(صحیح البخاری:۵۶۷۲، ۶۳۴۹، ۶۳۵۰، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۷۲۳۴، صحیح مسلم:۲۶۸۱، سنن ترمذی:۲۴۸۳، سنن نسائی:۱۸۲۳، مسند احمد:۲۰۵۶۷)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۲۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ قَالَ أَتَيْنَا خَبَّابَ بْنَ الْأَرَتِّ نَعُودُهُ وَقَدِ اكْتَوَى سَبْعًا فَقَالَ لَوْلَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ابن ابی خالد از قیس، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی عیادت کرنے کے لیے آئے اور انہوں نے اپنے جسم پر گرم لوہے سے سات داغ لگوائے ہوئے تھے، تو حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں موت کی دعا کرتا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۷۲، ۶۳۴۹، ۶۳۵۰، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۷۲۳۴، صحیح مسلم: ۲۶۸۱، سنن ترمذی: ۲۴۸۳، سنن نسائی: ۱۸۲۳، مسند احمد: ۲۰۵۶۷)

۷۲۳۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَزْهَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی عبید، ان کا نام سعد بن عبید مولیٰ عبدالرحمن بن ازہر ہے، از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے، یا تو وہ شخص نیک ہوگا تو ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نیکی کو زیادہ کرے، یا وہ شخص بدکار ہوگا تو ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۸۲، سنن نسائی: ۱۸۱۸، مسند احمد: ۷۵۲۴، سنن دارمی: ۲۷۵۸)

احادیثِ مذکورہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

موت کی تمنا کی ممانعت کی حکمت

جب انسان موت آنے سے پہلے موت کی تمنا کرے گا تو وہ گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو ناپسند کر رہا ہے، اگرچہ زندگی کی مدت میں نہ اضافہ ہوسکتا ہے اور نہ کمی ہوسکتی ہے، پس بے شک موت کی تمنا کرنا نہ موت کے اضافہ میں مؤثر ہے اور نہ موت کی کمی میں مؤثر ہے، کیونکہ یہ امر غیب ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: ان احادیث میں موت کی تمنا کے مکروہ ہونے کی تصریح ہے، جب انسان کسی مصیبت کے نازل ہونے کی وجہ سے یا کسی آزمائش کی وجہ سے یا دنیا کی کسی مشقت سے گھبرا کر موت کی تمنا کرے، لیکن جب انسان کو اپنے دین میں کسی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فتنہ کا خوف ہو تو پھر موت کی تمنا کرنا مکروہ نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۹۲۔۳۹۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

احادیثِ مذکورہ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

موت کی دعا کرنے کی تصریحات

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موت کی دعا کی:

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھانا، اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا O (یوسف: ۱۰۱)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے موت کی دعا کی:

وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (النمل: ۱۹) اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کرلے O

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس طرح دعا کی:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے اور آپ یہ دعا کر رہے تھے: ''اے اللہ! میری مغفرت فرما، اور مجھ پر رحم فرما، اور مجھے رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ ملا دے''۔ (صحیح البخاری: ۵۶۷۴، صحیح مسلم: ۲۴۴۴)

اور علماء نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موت کی دعا کی، اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے موت کی دعا کی، ان دعاؤں سے مراد یہ ہے کہ ہمیں ان صالحین کے درجات کے ساتھ ملا دے، پس یہ دعا ہے موت کی تمنا نہیں ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ''مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملا دے'' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ خبر دی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو موت کا اختیار دیا جاتا ہے، تو آپ نے اختیار کے وقت یہ دعا کی۔ اور اسی دن آپ کی وفات متحقق ہوگئی، کیونکہ فرشتے آئے اور انہوں نے آپ کی آپ کے رب کے ساتھ ملاقات کی بشارت دی۔

سعید بن ابی العاص بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گھات میں تھا، وہ بقیع کی طرف نکلے اور یہ سحر کا وقت تھا، انہوں نے وہاں نماز پڑھی، پھر ہاتھ بلند کر کے یہ دعا کی: اے اللہ! میری عمر بڑی ہوگئی، میری قوت کمزور ہوگئی اور مجھے اپنی رعیت کے انتشار کا خطرہ ہے، پس تو مجھے اپنی طرف اٹھا لے اس حال میں کہ میں نہ عاجز ہوں اور نہ ملامت زدہ ہوں۔

زہری نے کہا: از ابن المسیب، پس وہ مہینہ ختم نہ ہوا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۳۱۵)

اور حدیث میں جو موت کی تمنا کرنے کی ممانعت ہے وہ اس صورت میں ہے جب آدمی دنیاوی مصائب سے گھبرا کر یا بیماریوں تکلیفوں سے گھبرا کر موت کی تمنا کرے، اور دین میں فتنہ کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا جائز ہے، یعنی جب اے اللہ تو لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرے تو مجھے اپنے پاس اس حال میں اٹھا لینا کہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی معنیٰ کے اعتبار سے دعا کی جب انہیں اپنے بڑھاپے اور قوت میں کمی کی وجہ سے یہ خطرہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو امت کی حفاظت کے متعلق جو احکام دیے ہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور قرض کیے ہیں، وہ ان کو بجا نہ لاسکیں گے تو پھر مجھے موت عطا فرما دینا، سو ان کی دعا قبول ہو گئی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۷ ص ۳۱۹۔ ۳۲۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ ہے کہ اگر دنیاوی مصائب اور امراض سے گھبرا کر موت کی تمنا کی جائے تو یہ ممنوع ہے، اور اگر دین کے فتنہ میں مبتلا ہونے کے خطرہ سے موت کی تمنا کی جائے تو یہ جائز ہے، اور متقدمین سے جو موت کی تمنا منقول ہوئی وہ اسی صورت پر محمول ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

٧۔ بَابُ: قَوْلِ الرَّجُلِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا

کسی مرد کا یہ کہنا کہ اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے

٧٢٣٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْقُلُ مَعَنَا التُّرَابَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ وَارَى التُّرَابُ بَيَاضَ بَطْنِهِ يَقُولُ

لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا

نَحْنُ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا

إِنَّ الْأُلَى وَرُبَّمَا قَالَ الْمَلَا قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا

إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

أَبَيْنَا

يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی ابو اسحاق نے از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے دن ہمارے ساتھ مٹی کو منتقل کر رہے تھے اور میں نے آپ کو دیکھا کہ مٹی نے آپ کے پیٹ کی سفیدی کو چھپا لیا تھا، اور آپ یہ رجزیہ کلام پڑھ رہے تھے:

"اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، اور نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ ہم نماز پڑھتے، پس تو ہم پر سکون نازل فرما،

بے شک ان لوگوں نے اور بسا اوقات فرمایا: اس جماعت نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے،

جب یہ فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے، انکار کریں گے"۔

اور آپ ان کلمات کے ساتھ آواز کو بلند کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ٢٨٣٦، ٢٨٣٧، ٣٠٣٤، ٤١٠٤، ٤١٠٦، ٦٦٢٠، ٧٢٣٦، صحیح مسلم: ١٨٠٣، مسند احمد: ١٨٠٩٨، سنن داری: ٢٤٥٥)

صحیح البخاری: ٧٢٣٦، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"لولا" کا کلمہ عرب کے نزدیک اس لیے ہے کہ ایک چیز دوسرے کے وجود کی وجہ سے ممتنع ہے، وہ کہتے ہیں "اگر زید نہ ہوتا تو میں تمہاری طرف نہ آتا" یعنی میرا تمہاری طرف آنا زید کے ہونے کی وجہ سے ہے، اسی طرح یہ ارشاد ہے کہ "اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہدایت نہ پاتے" یعنی ہمارا ہدایت یافتہ ہونا اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کی وجہ سے ہے، پس ہدایت کا وجود گمراہی کے وقوع سے مانع ہے، اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے بندوں پر فضل کی وجہ سے ہے، پس بندہ جو بھی اطاعت کرتا ہے اور جو بھی گناہ سے بچتا ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اور بندہ کے لیے جو اس نے قضاء کی ہے اس کی وجہ سے ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۲۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۸۔ بَابٌ: كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي لِقَاءِ الْعَدُوِّ

دشمن سے مقابلہ کی تمنا کا مکروہ ہونا

وَرَوَاهُ الْأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اس حدیث کی الاعرج نے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ روایت کی ہے۔

امام بخاری نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو، پس جب تمہارا اس سے مقابلہ ہو تو صبر کرو۔ (صحیح البخاری: ۳۰۲۶، صحیح مسلم: ۱۷۴۱، مسند احمد: ۱۰۳۹۵)

۷۲۳۷۔ حَدَّثَنِي عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُوإِسْحَاقَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى فَقَرَأْتُهُ فَإِذَا فِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ۔

(صحیح مسلم: ۱۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۲۶۳۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ اور وہ ان کے کاتب تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی طرف حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے لکھا، پس میں نے اس کو پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کو طلب کرو۔

صحیح البخاری: ۷۲۳۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ شہادت کا حصول تو پسندیدہ ہے، پھر دشمن سے مقابلہ کی تمنا سے کیوں منع فرمایا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شہادت کا حصول دشمن سے مقابلہ کی بہ نسبت خاص ہے، کیونکہ شہادت کا حصول اسلام کی نصرت اور کفار کی شوکت توڑنے کے ساتھ مقرون ہے، اور دشمن کے ساتھ مقابلہ کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے، اس لیے آپ نے اس کی تمنا سے منع فرمایا، اور یہ شہادت کی تمنا کے منافی نہیں ہے، یا کراہیت اس کے ساتھ خاص ہے جس کو اپنی قوت کے اوپر اعتماد ہو، اور اس کو اپنی طاقت پر گھمنڈ ہو۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۹۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۹۔ بَابُ: مَا يَجُوزُ مِنَ اللَّوْ
"لو" یعنی کاش کہنے کا جواز

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً (ہود: ۸۰) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "(لوط نے کہا:) کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی۔

حضرت لوط علیہ السلام نے یہ اس وقت فرمایا جب ان کی قوم کے بدمعاشوں نے ان کے مہمانوں یعنی جو فرشتے حسین لڑکوں کی صورت میں ان کے گھر آئے تھے ان کو بے عزت کرنے کی کوشش کی تو اس وقت لوط علیہ السلام نے کہا: کاش! میرے ساتھ لشکر یا میرے رشتہ دار اور قبیلہ ہوتا تو میں اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کے لیے ان سے مدد حاصل کرتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

یہ آیت مومن کے اس حال کو متضمن ہے کہ جب وہ کوئی ایسی خرابی دیکھے جس کو زائل کرنے کی اس میں طاقت نہ ہو تو اس کو کسی مددگار کے میسر نہ ہونے پر حسرت ہو اور وہ تمنا کرے اور حرص کرے کہ کاش! کوئی اس کا مددگار ہوتا جو اس کے رب کی اطاعت پر اس کی مدد کرتا اور معصیت سے اس کو دور رکھتا، اسی وجہ سے یہ واجب ہے کہ جب انسان کسی برائی کو اپنی قوت سے بدلنے پر قادر نہ ہو تو زبان سے اس کو برا کہے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے اس برائی کو برا جانے۔

امام نسائی اور امام ابن ماجہ اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طاقت ور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور زیادہ پسندیدہ ہے اور ہر ایک میں خیر ہے، اس چیز کی حرص کرو جس سے تم کو نفع ہو اور عاجز نہ ہو، اگر تم پر کوئی مصیبت غالب ہو تو تم کہو: اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہ مقدر کیا، اور تم کاش کہنے سے بچو کیونکہ کاش کا لفظ شیطان کے عمل کو کھولتا ہے"۔

نیز امام ابن ماجہ اور امام طبری کی روایت میں ہے "اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو تم یہ نہ کہو: اگر میں اس طرح اور اس طرح کرتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہ مقدر کر دیا، کیونکہ یہ کاش! کا لفظ شیطان کی چابی ہے"۔ اس حدیث کی امام نسائی اور امام طبری نے روایت کی ہے۔

امام نسائی کی ایک اور روایت میں مذکور ہے "اس چیز کی حرص کرو جس سے تم کو نفع ہو اور اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور عاجز نہ ہو، جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں اس طرح اور اس طرح کر لیتا، لیکن یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا مقدر کیا اور جو چاہا کیا"۔

امام طبری نے کہا ہے: بعض احادیث میں "اگر" یا "کاش" کہنے کی ممانعت ہے اور بعض احادیث اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ ممانعت اس صورت میں مخصوص ہے جب آدمی وثوق کے ساتھ اگر یا کاش کے لفظ کو استعمال کرے، اور اگر بغیر وثوق کے کہے اور اس کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ کے بغیر کچھ نہیں ہوتا تو کوئی حرج نہیں ہے جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غار میں کہا: اگر ان میں سے کوئی ایک اپنا قدم اٹھائے تو ہم کو دیکھ لے گا، پس انہوں نے وثوق کے ساتھ یہ کہا حالانکہ ان کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ان کی نظروں کو ان سے پھیر دے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۹۷۔ ۳۹۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۲۳۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ ذَكَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ أَهِيَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا امْرَأَةً مِنْ غَيْرِ بَيِّنَةٍ قَالَ لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ أَعْلَنَتْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لعان کرنے والوں کا ذکر کیا، پس حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا یہ وہی عورت ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اگر میں کسی عورت کو بغیر گواہ کے رجم کرتا (تو اس کو کرتا)'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نہیں، وہ ایک اور عورت تھی جو کھلے عام فحش کام کرتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۵۳۱۰، ۵۳۱۶، ۶۸۵۵، ۶۸۵۶، ۷۲۳۸، صحیح مسلم: ۱۴۹۷، سنن نسائی: ۳۴۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۰، مسند احمد: ۳۰۹۶)

اس حدیث کی مفصل شرح کتاب اللعان میں گزر چکی ہے اور یہاں اس حدیث سے مقصود لفظِ اگر کا استعمال ہے۔

۷۲۳۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعِشَاءِ فَخَرَجَ عُمَرُ فَقَالَ الصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَقَدَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ يَقُولُ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ وَقَالَ سُفْيَانُ أَيْضًا عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالصَّلَاةِ هَذِهِ السَّاعَةَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ هَذِهِ الصَّلَاةَ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَقَدَ النِّسَاءُ وَالْوِلْدَانُ فَخَرَجَ وَهُوَ يَمْسَحُ الْمَاءَ عَنْ شِقِّهِ يَقُولُ إِنَّهُ لَلْوَقْتُ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي وَقَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا عَطَاءٌ لَيْسَ فِيهِ ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَّا عَمْرٌو فَقَالَ رَأْسُهُ يَقْطُرُ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ يَمْسَحُ الْمَاءَ عَنْ شِقِّهِ وَقَالَ عَمْرٌو لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ إِنَّهُ لَلْوَقْتُ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: عمرو نے بیان کیا کہ ہمیں عطاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھانے میں بہت دیر کردی، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکلے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! الصلوٰۃ، عورتیں اور بچے سو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے، آپ فرمارہے تھے: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا یا فرمایا: اگر لوگوں پر دشوار نہ ہوتا، اور سفیان نے بھی کہا: اگر مجھے امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو اس وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

ابن جریج نے کہا از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کو مؤخر کردیا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! عورتیں سو گئیں اور بچے سو گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور آپ اپنے سر کی ایک جانب سے پانی پونچھ رہے تھے اور فرمارہے تھے: ''یہی وقت ہے، اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا''۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور عمرو نے کہا: ہمیں عطاء نے حدیث بیان کی اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے، اور رہے عمرو، تو انہوں نے کہا کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے، اور ابن جریج نے کہا: آپ سر کی ایک جانب سے پانی کو پونچھ رہے تھے، اور عمرو نے کہا: "اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا" اور ابن جریج نے کہا: "یہی وقت ہے، اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا"۔

اور ابراہیم بن منذر نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن مسلم نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح البخاری: ۵۷۱، ۷۲۳۹، صحیح مسلم: ۶۴۲، سنن نسائی: ۵۳۱، سنن دارمی: ۱۲۱۵)

اس حدیث کی مفصل شرح کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

۷۲۴۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ مُغِيرَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از عبدالرحمٰن، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ ان کی متابعت کی ہے سلیمان بن مغیرہ نے از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(صحیح البخاری: ۸۸۷، ۷۲۴۰، صحیح مسلم: ۲۵۲، سنن ترمذی: ۲۲، سنن نسائی: ۷، سنن ابوداؤد: ۴۶، سنن ابن ماجہ: ۲۸۷، مسند احمد: ۹۲۶۴، موطا امام مالک: ۱۴۷، سنن دارمی: ۶۸۳)

اس حدیث کی مفصل شرح بھی کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

۷۲۴۱۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ وَاصَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم آخِرَ الشَّهْرِ وَوَاصَلَ أُنَاسٌ مِنَ النَّاسِ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَوْ مُدَّ بِيَ الشَّهْرُ لَوَاصَلْتُ وِصَالًا يَدَعُ الْمُتَعَمِّقُونَ تَعَمُّقَهُمْ إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَظَلُّ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ کے آخر میں وصال کے روزے رکھے اور کچھ لوگوں نے بھی وصال کے روزے رکھ لیے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ مُغِيرَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: "اگر یہ مہینہ لمبا ہوتا تو میں مسلسل وصال کے روزے رکھتا حتیٰ کہ دین میں غلو کرنے والے اپنا غلو چھوڑ دیتے، میں تم لوگوں کی مثل نہیں ہوں، میں اس طرح دن گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے"۔

حمید کی متابعت کی ہے سلیمان بن مغیرہ نے از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(صحیح البخاری:۱۹۶۱، ۷۲۴۱، صحیح مسلم:۱۱۰۴، سنن ترمذی:۷۷۸، مسند احمد:۱۲۳۶۵، سنن دارمی:۱۷۰۴)

وصال کے روزوں کا معنی یہ ہے کہ بغیر افطار کے روزوں کو روزوں کے ساتھ ملا کر رکھا جائے، ان روزوں میں نہ سحری ہو اور نہ افطار ہو۔ یہ وصال کے روزے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی، اس حدیث کی مفصل شرح بھی کتاب الصیام میں گزر چکی ہے۔

۷۲۴۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْوِصَالِ قَالُوا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ أَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح اور اللیث نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے ان کو خبر دی کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا، صحابہ نے کہا: بے شک آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا: تم میں میری مثل کون ہے، میں رات (اپنے رب کے پاس) گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے، پھر جب صحابہ نے وصال کے روزے ترک کرنے سے انکار کیا تو آپ نے ان کے ساتھ ایک دن وصال کا روزہ رکھا، پھر ایک دن رکھا، پھر صحابہ نے چاند دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا: اگر چاند تاخیر سے نکلتا تو میں وصال کے روزے اور زیادہ کر دیتا، گویا آپ نے ان کو زجر کرتے ہوئے فرمایا۔

(صحیح البخاری:۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۶۸۵۱، ۷۲۴۲، ۷۲۹۹، صحیح مسلم:۱۱۰۳، مسند احمد:۷۷۲۸، سنن دارمی:۱۷۰۶)

۷۲۴۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ قَالَ نَعَمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اشعث نے حدیث بیان کی از

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قُلْتُ فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ قَالَ إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا قَالَ فَعَلَ ذَاكِ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاؤُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاؤُوا وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ فِي الْأَرْضِ۔

الاسود بن یزید از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا حطیم بیت اللہ کا جزو ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے حطیم کو بیت اللہ میں داخل نہیں کیا، آپ نے فرمایا: بے شک تمہاری قوم کے اخراجات کم تھے، میں نے پوچھا: پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک دروازہ بلند ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم نے یہ اس لیے کیا تھا تا کہ جس کو وہ چاہیں بیت اللہ میں داخل کریں اور جس کو چاہیں بیت اللہ میں داخل ہونے سے روک دیں، اور اگر تمہاری قوم جاہلیت سے نئی نئی نکلی ہوئی نہ ہوتی، پس اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ ان کے دلوں کو ناگوار ہوگا تو میں حطیم کو بیت اللہ میں داخل کر دیتا اور اس کے دروازہ کو زمین سے ملا دیتا۔

(صحیح البخاری: ۱۲۶، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۳۳۶۸، ۴۴۸۴، ۷۲۴۳، سنن ترمذی: ۸۷۵، سنن نسائی: ۲۹۰۲، مسند احمد: ۲۴۱۸۸)

اس حدیث کی مفصل شرح کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔

۷۲۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَ الْأَنْصَارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک مرد ہوتا، اور اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں چلیں یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔

(صحیح البخاری: ۳۷۷۹، ۷۲۴۴، صحیح مسلم: ۱۰۶۱، سنن ترمذی: ۳۸۹۹، سنن ابن ماجہ: ۱۶۴، مسند احمد: ۹۱۰۰، سنن دارمی: ۲۵۱۴)

اس حدیث کی شرح غزوۂ حنین میں گزر چکی ہے۔

۷۲۴۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهَا تَابَعَهُ أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ از عباد بن تمیم از عبداللہ بن زید از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک مرد ہوتا، اور اگر لوگ ایک وادی میں چلتے یا ایک گھاٹی میں چلتے تو میں انصار

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الشِّعْبِ۔ کی وادی یا ان کی گھاٹی میں چلتا۔

اس حدیث کی متابعت ابو التیاح نے کی ہے از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ گھاٹی کے لفظ میں۔

(صحیح البخاری: ۷۲۷۹، ۷۲۴۴، صحیح مسلم: ۱۰۶۱، سنن ترمذی: ۳۸۹۹، سنن ابن ماجہ: ۱۶۴، مسند احمد: ۹۱۰۰، سنن دارمی: ۲۵۱۴)

صحیح البخاری: ۷۲۴۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"لَو" (اگر) کے استعمال کے مواضع، بعض مذموم اور بعض صحیح

علامہ السبکی الکبیر نے کہا ہے: امام بخاری کا اس عنوان اور اس عنوان میں درج شدہ احادیث سے مقصود یہ ہے کہ "لَو" (اگر) کا کہنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں بھی لو کے لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ۔ (الاعراف: ۱۸۸)

اور (آپ کہیے:) اگر میں (از خود) غیب کو جانتا تو میں (از خود) خیر کثیر جمع کر لیتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے منافقین کا قول نقل کیا ہے اور اس میں لفظِ لَو ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا اس میں بھی لفظِ لَو ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ (آل عمران: ۱۵۴)

وہ کہتے تھے: کاش! ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، آپ کہیے: اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کا قتل کیا جانا مقدر ہو چکا تھا وہ ضرور اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔

لفظِ لَو کا دو جگہ ذکر کرنا مذموم ہے، ان میں سے ایک جگہ یہ ہے کہ جب تک کسی نیک کام کا کرنا ممکن ہو تو اس نیک کام کو اس وجہ سے ترک نہ کیا جائے کہ دوسری چیز نہیں پائی گئی، مثلاً تم کہو "اگر اس طرح اور اس طرح موجود ہوتا تو میں اس طرح کرتا" جب کہ تم کو اس کام کے کرنے پر قدرت ہو، اور وہ چیز نہ پائی جائے تو بلکہ تمہیں نیک کام کرنا چاہیے۔

اور لو کو ذکر کرنے کی دوسری مذموم جگہ یہ ہے کہ تم سے کسی کی کوئی دنیاوی چیز فوت ہو جائے تو اس کے فوت ہونے پر تم اپنے آپ کو حسرت میں مشغول نہ کرو، کیونکہ اس میں تقدیر پر اعتراض ہے اور حسرت کو جلدی کرنا کسی چیز سے بے پرواہ نہیں کرتا، اور نہ اس سے کسی مطلوب چیز کی تلافی ہوتی ہے خاص طور پر جب اس میں جھوٹ کی آمیزش ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ

(اے رسول مکرم! آپ نے جس طرح نکلنے کے لیے کہا تھا) اگر وہ سہل الحصول مال ہوتا اور متوسط سفر ہوتا تو (یہ منافقین) ضرور آپ کے پیچھے چل پڑتے لیکن دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا، اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لَكٰذِبُوْنَ ۝ (التوبہ:۴۲) عنقریب یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ روانہ ہوتے، وہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں O

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جولفظ لَو کا اطلاق کیا ہے وہ صحیح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے مواضع استعمال کا عالم ہے، اور جو لَو ربط کلام کے لیے آتا ہے اس میں ہماری بحث نہیں ہے۔ اور اگر لَو کا متعلق مذموم ہو تو پھر لَو کا استعمال مذموم ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ۔ (البقرہ:۱۰۹) بہت سے اہل کتاب نے ان پر حق واضح ہو جانے کے باوجود اپنے حسد کی وجہ سے یہ چاہا کہ کاش وہ ایمان کے بعد تم کو پھر کفر کی طرف لوٹا دیں۔

یہاں پر لَو کا استعمال اس لیے مذموم ہے کیونکہ اس کا متعلق مذموم ہے، کیونکہ اس کا متعلق مذموم ہے ان کا یہ چاہنا کہ وہ مسلمانوں کو کفر کی طرف لوٹا دیں، اور مسلمانوں کا کفر کی طرف لوٹنا واقع کے خلاف ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۹۹۔ ۳۰۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

”کتاب التمنی“ کا اختتام

الحمد للہ رب العالمین! والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین!

آج ۶ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ/8 جنوری 2014ء بروز بدھ ”کتاب التمنی“ کی احادیث کی شرح مکمل ہوگئی۔ الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے اپنے فضل و کرم سے ”کتاب التمنی“ میں مذکور احادیث کی شرح مکمل کرادی ہے، اسی طرح صحیح البخاری کی بقیہ کتب اور ابواب کی احادیث کی شرح بھی مکمل کرادیں اور اس شرح کی تصنیف میں مجھے صراطِ مستقیم پر قائم رکھیں اور جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کو موافقین کے لیے دین اور مسلک پر استقامت کا سبب بنادیں اور مخالفین کے لیے ہدایت کا سبب بنادیں۔ وما ذالك علی اللہ بعزیز۔

اب اس کے بعد ان شاء اللہ ”کتاب اخبار الاحاد“ کی شرح کی جائے گی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

۹۵۔ كِتَابُ أَخْبَارِ الْآحَادِ

ان احادیث کا بیان جو خبرِ واحد ہیں

خبرِ واحد، خبرِ متواتر کے مقابل ہے، خبرِ متواتر وہ ہے جس کے بیان کرنے والے ہر زمانہ میں اتنی کثیر تعداد میں ہوں کہ عقل کے نزدیک ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو، مثلاً مکہ ایک شہر ہے اور مدینہ ایک شہر ہے، ہم میں سے اکثر لوگوں نے یہ شہر نہیں دیکھے لیکن ان شہروں کے وجود کو بیان کرنے والے ہر زمانہ میں اتنے کثیر لوگ رہے ہیں کہ عقل کے نزدیک ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔

اور خبرِ واحد وہ ہے جس کے بیان کرنے والے ابتداء میں اتنے زیادہ نہ ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو، اگرچہ بعد میں خبرِ واحد کے بیان کرنے والے بھی اتنے زیادہ ہو جاتے ہیں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہوتا ہے۔

۱۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي إِجَازَةِ خَبَرِ الْوَاحِدِ الصَّدُوقِ فِي الْأَذَانِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَالْفَرَائِضِ وَالْأَحْكَامِ

واحد سچے مسلمان کی جو اذان، نماز، روزے، فرائض اور احکام کے متعلق خبر ہو، اس کی اجازت

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (التوبہ: ۱۲۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت روانہ ہوتی تا کہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو ان کو (اللہ کے عذاب سے) ڈراتے تا کہ وہ گناہوں سے بچتے O

التوبہ: ۱۲۲، کی تفسیر از مصنف

تبلیغِ اسلام کے لیے جہاد کا فرضِ کفایہ ہونا

اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق دو روایتیں ہیں، پہلی روایت یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ کی طرف جاتے تھے تو آپ کے ساتھ نہ جانے والوں میں منافق ہوتے تھے یا معذور لوگ، اور جب اللہ سبحانہٗ نے غزوۂ تبوک میں آپ کے ساتھ نہ جانے والے منافقین کی سخت مذمت فرمائی تو مسلمانوں نے کہا: اللہ کی قسم! آئندہ ہم کسی غزوہ سے پیچھے رہیں گے نہ کسی سریہ سے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور آپ نے کفار کی طرف لشکر بھیجے تو تمام مسلمان لڑنے کے لیے روانہ ہو گئے، اور مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، اور اس کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ سب کے سب جہاد کے لیے روانہ ہو جائیں بلکہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان پر واجب ہے کہ ان کی دو جماعتیں ہو جائیں، ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے اور جو احکام نازل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشادات فرمائیں ان کو محفوظ اور منضبط کرتے رہیں، اور جب پہلی جماعت جہاد سے واپس آئے تو ان کو احکام سکھائیں، اور دوسری جماعت جہاد کے لیے روانہ ہو جائے، احکامِ شرعیہ تدریجاً نازل ہو رہے تھے اس لیے ان احکام کو حاصل کرنے کے لیے مدینہ میں آپ کے پاس رہنا بھی ضروری تھا اور اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ دین کے لیے جہاد کرنا بھی ضروری تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۷۰، بیروت، ۱۴۱۵ھ، جامع البیان جز ۱۱ ص ۹۰، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث سے بھی خبرِ واحد کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ جو جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام سنے گی اور جب دوسری جماعت واپس آئے گی تو وہ پہلی جماعت ان کو وہ احکام بیان کرے گی اور ان کا وہ احکام بیان کرنا بھی از قبیلِ خبرِ واحد ہے، کیونکہ جو جماعت جہاد سے واپس آئے گی وہ صرف ان سے وہ احکام سنے گی، اگر خبرِ واحد حجت نہ ہوتی تو جو جماعت جہاد سے واپس آتی اس کے لیے ان احکام کو سن کر ان پر عمل کرنا ضروری نہ ہوتا، لیکن ان پر ضروری ہے کہ وہ ان احکام کو سن کر ان پر عمل کریں اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب خبرِ واحد حجت ہو۔

حصولِ علمِ دین کا فرضِ کفایہ ہونا

اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق دوسری روایت یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عرب کے قبائل میں سے ہر قبیلہ سے مسلمانوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائلِ دین اور احکامِ شرعیہ سیکھتی تھی اور ان کو اپنے پیش آمدہ مسائل میں جس شرعی رہنمائی کی ضرورت ہوتی تھی آپ سے وہ رہنمائی حاصل کرتی تھی، پھر جب وہ قوم اپنے قبیلہ میں واپس جاتی تو وہ ان کو نماز، زکوٰۃ اور اسلام کے دیگر احکام کی تعلیم دیتی اور اسلام کی تبلیغ کرتی اور اللہ کے عذاب سے ڈراتی اور یہ کہتی کہ جو اسلام لے آیا وہ ہم میں سے ہے حتیٰ کہ ایک شخص اپنے ماں باپ سے جدا ہو جاتا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۹۱۱، رقم الحدیث: ۱۰۱۲۲، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

یہ آیت طلبِ علم کے وجوب میں اصل ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ایک قوم آپ سے مسائلِ دین اور احکامِ شرعیہ سیکھتی تھی، پھر جب وہ اپنے قبیلہ میں واپس جاتی تو وہ ان کو نماز، زکوٰۃ اور اسلام کے دیگر احکام کی تعلیم دیتی، اور اس سے ثابت ہوا کہ خبرِ واحد حجت ہے، کیونکہ وہ لوگ جو نماز، زکوٰۃ اور اسلام کے احکام کی تعلیم دیتے تو ان کی قوم اس کے مطابق عمل کرتی۔

ان آیات کو ذکر کرنے کے بعد امام بخاری لکھتے ہیں:

وَيُسَمَّى الرَّجُلُ طَائِفَةً لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا﴾ فَلَوِ اقْتَتَلَ رَجُلَانِ دَخَلَ فِي مَعْنَى الْآيَةِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿إِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ وَكَيْفَ بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أُمَرَائَهُ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ فَإِنْ سَهَا أَحَدٌ مِنْهُمْ رُدَّ إِلَى السُّنَّةِ۔

ایک مرد کو بھی طائفہ کہا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور اگر مومنوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں"۔ (الحجرات: ۹) پس اگر دو مرد آپس میں لڑیں تو وہ اس آیت کے معنی میں داخل ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کیا کرو"۔ (الحجرات: ۶) اور کس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکام کو یکے بعد دیگرے بھیجا،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تا کہ اگر ان میں سے کوئی ایک سہو کرے تو اس کو سنت کی طرف
لوٹا دیا جائے۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خبرِ واحد کی اجازت سے مراد اس کا نفوذ ہے

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے کہ یہ باب خبرِ واحد کی اجازت میں ہے، اجازت سے مراد ہے نافذ کرنا اور اس کے تقاضا پر عمل کرنا، اور خبرِ واحد کے حجت ہونے کا اقرار کرنا۔ نیز اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے ذکر کیا ہے ''الصدوق'' یعنی اس واحد کی خبر جو صدوق ہو، اور ''صدوق'' مبالغہ کا صیغہ ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو سچ بولنے کا ملکہ ہو اور وہ نیک ہو، اس میں لازم کا اطلاق کیا ہے اور اس سے ملزوم کا ارادہ کیا ہے۔

خبرِ واحد کا اعتبار صرف عملیات میں ہے نہ کہ معتقدات میں

نیز امام بخاری نے اس عنوان میں ذکر کیا ہے ''اذان میں، نماز میں اور روزہ میں'' امام بخاری نے ان چیزوں کا ذکر کیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ خبرِ واحد کو نافذ کرنا صرف عملیات میں ہوتا ہے نہ کہ معتقدات میں، اور اذان میں واحد کی خبر قبول کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب وہ امانت دار ہو گا تو اذان وقت داخل ہونے کے بعد دے گا تو اس وقت میں نماز پڑھنا صحیح ہو گا، اور نماز میں قبلہ کی جہت کی خبر دینا ہے، اور روزہ میں طلوعِ فجر کی خبر دینا ہے یا غروبِ آفتاب کی خبر دینا ہے۔

حکم کی تعریف

نیز امام بخاری نے اس کے بعد ''الفرائض'' کا ذکر کیا، یہ عام کا خاص پر عطف ہے، پھر احکام کا ذکر کیا، الاحکام، الحکم کی جمع ہے اور حکم کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا وہ خطاب جو مکلفین کے افعال کے ساتھ متعلق ہو خواہ طلب کے ساتھ یا اختیار کے ساتھ، یہ بھی عام کا عطف خاص پر ہے کیونکہ فرائض بھی احکام کا ایک فرد ہیں۔

واحد کی خبر میں اس واحد کے صادق ہونے پر دلیل

امام بخاری نے الحجرات: ۶ کو ذکر کیا ''اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کیا کرو''۔
علامہ الکرمانی نے کہا: اس آیت سے وجہِ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فاسق کی خبر میں احتیاط کو واجب قرار دیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ جب فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو کہ وہ فاسق ہے یا نہیں؟ اگر وہ فاسق نہیں ہو گا تو پھر اس کی خبر پر عمل کرنا واجب ہو گا، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اس آیت کا ذکر عنوان میں اس لیے کیا ہے تا کہ معلوم ہو جائے جو واحد صدوق ہے اس کی خبر حجت ہو گی اور اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو واحد فاسق ہو گا اس کی خبر نہیں قبول کی جائے گی۔
نیز امام بخاری نے کہا: کس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یکے بعد دیگرے حکام کو بھیجا کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو سہو ہو تو اس کو سنت کی طرف لوٹا یا جائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس عبارت سے بھی امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ جو واحد صادق ہو گا اس کی خبر کو نافذ کیا جائے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حکام کو جہاد کا امیر بنا کر یکے بعد دیگرے بھیجتے، تو اگر خبرِ واحد مقبول نہ ہوتی تو ان حکام کو یکے بعد دیگرے بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

ایک حاکم کے بعد دوسرے حاکم کو بھیجنے کا فائدہ

علامہ کرمانی نے کہا: جب واحد کی خبر مقبول ہوتی ہے تو پھر پہلے کو بھیجنے کے بعد دوسرے کو بھیجنے کا کیا فائدہ؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر پہلا حاکم بھول جائے تو دوسرا حاکم اس کو حق کی طرف لوٹائے اور یہی امام بخاری کے اس قول کا معنی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک سہو کرے تو دوسرے امراء جو بھیجے گئے ہیں وہ اس کو سنت کی طرف لوٹا دیں، اور سنت سے مراد ہے: وہ طریقہ جو برحق ہو، اور وہ راستہ جو صحیح ہو۔ اور علامہ کرمانی نے کہا: سنت سے مراد ہے طریقہ محمدیہ، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت خواہ وہ واجب ہو یا مستحب ہو یا اس کے علاوہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۸۔۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

خبرِ واحد کا اصطلاحی معنی

امام بخاری نے جو اس عنوان میں کہا ہے: ”خبرِ واحد صدوق کی اجازت“ اس عبارت میں اجازت سے مراد خبرِ واحد پر عمل کا جواز ہے اور یہ اقرار کرنا کہ خبرِ واحد حجت ہے، اور واحد سے مراد یہاں پر وحدت کی حقیقت ہے یعنی ایک آدمی کی خبر، اور اصولیین کی اصطلاح میں خبرِ واحد سے مراد وہ ہے جو خبر متواتر نہ ہو، اور امام بخاری نے اس عنوان سے ان لوگوں کے رد کا ارادہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ خبر اس وقت حجت ہوتی ہے جب اس کی روایت کرنے والے ایک شخص سے زیادہ ہوں حتیٰ کہ وہ خبر شہادت کی مثل ہو جائے، اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ان لوگوں پر بھی رد ہو جنھوں نے خبرِ واحد میں چار یا زیادہ کی شرط لگائی ہے، پس استاذ ابو منصور البغدادی نے نقل کیا ہے کہ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ خبرِ واحد کے قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ تین شخص تین سے روایت کریں، پھر تین تین سے روایت کریں اخیر تک۔ اور بعض نے کہا ہے کہ خبرِ واحد کے قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ چار آدمی چار سے روایت کریں، اور بعض نے کہا ہے کہ پانچ آدمی پانچ سے روایت کریں اور بعض نے کہا ہے کہ سات آدمی سات سے روایت کریں، اور گویا کہ ان میں سے ہر قائل کا ارادہ یہ ہے کہ عددِ مذکور تواتر کا فائدہ دیتا ہے، یا اس کا ارادہ یہ ہے کہ خبر متواتر اور احاد کی طرف منقسم ہے اور ان کے درمیان متوسط ہے۔ اور استاذ ابو منصور بغدادی نے یہ ذکر نہیں کیا جب دو شخص دو سے روایت کریں جیسا کہ شہادت علی الشہادۃ ہوتی ہے اور یہ بعض معتزلہ سے منقول ہے، اس کو علامہ المازری اور دوسروں نے ابو علی الجبائی سے نقل کیا ہے اور حاکم ابو عبد اللہ کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام بخاری اور مسلم کی یہی شرط ہے، لیکن یہ حاکم کی طرف غلط منسوب کیا ہے جیسا کہ میں نے ”علومِ حدیث“ میں اس کی وضاحت کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''الصدوق'' کی قید کا فائدہ

اور امام بخاری نے کہا: ''وہ واحد الصدوق ہو'' اس قید کا ہونا ضروری ہے، ورنہ اس کا مقابلہ الکذوب ہے، جس سے اتفاقاً استدلال نہیں کیا جاتا، رہا وہ کہ جس کا حال معلوم نہ ہو تو اگر دیگر قرائن سے اس کی خبر کی تائید ہو تو وہ قبول ہوگی ورنہ نہیں۔

خبرِ واحد کا اعتبار عملیات میں ہے نہ کہ اعتقادیات میں

امام بخاری نے اس کے بعد لکھا ''فرائض'' اور پھر اذان، نماز اور روزے کا ذکر کیا، یہ عام کا عطف خاص پر ہے، اور ان تین کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا، کیونکہ اذان، نماز اور روزہ اہم عبادات ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا: ان کا اس لیے ذکر کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ خبرِ واحد کا اعتبار عملیات میں ہوتا ہے نہ کہ اعتقادیات میں۔

اور یہ جو کہا ہے کہ اذان میں خبرِ واحد مقبول ہوتی ہے، یہ اس وقت ہے کہ جب اذان دینے والا امانت دار ہو اور وہ وقت داخل ہونے کے بعد اذان دے، سو اس وقت میں نماز جائز ہوگی اور نماز میں اس کی خبر سے قبلہ کی جہت معلوم ہوگی اور روزہ میں اس کی خبر سے طلوعِ فجر یا غروبِ شمس کا علم ہوگا۔

امام بخاری نے اس آیت کا ذکر کیا:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (التوبہ: ۱۲۲)

''اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت روانہ ہوتی تا کہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو ان کو (اللہ کے عذاب سے) ڈراتے تا کہ وہ گناہوں سے بچتے۔

''طائفة'' کے مصداق میں متعدد اقوال

اس آیت میں ''طائفة'' کا لفظ ہے، اور یہ لفظ واحد کو بھی شامل ہے اور اس کے زائد کو بھی اور کسی عددِ معین کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، اور ابراہیم نخعی اور مجاہد وغیرہ سے اسی طرح منقول ہے، اس کو امام الثعلبی نے نقل کیا۔ اور عطاء، عکرمہ، ابن زید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے کہ طائفة کا لفظ چار سے لے کر چالیس تک کو شامل ہے۔ اور الزہری سے منقول ہے: اس سے مراد تین کا عدد ہے، اور حسن بصری سے منقول ہے کہ اس سے مراد دس کا عدد ہے۔ اور امام مالک سے منقول ہے کہ کم سے کم ''طائفة'' کا عدد چار ہے، اسی طرح علامہ ابن التین نے اور امام مالک نے اطلاق کیا ہے، انہوں نے کہا: جو زانی کے رجم کے وقت حاضر ہوں وہ چار مرد ہونے چاہئیں، اور ربیعہ نے کہا: پانچ ہونے چاہئیں۔

علامہ الراغب اصفہانی نے کہا: لفظِ ''طائفة'' سے مراد جمع ہے اور اس کا واحد ''طائف'' ہے، اور اس سے مراد واحد ہے، پس یہ اس طرح صحیح ہے جیسے روایت اور علامت کا لفظ ہے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ ''طائفة'' سے مراد جمع ہو اور اس کا واحد پر اطلاق کیا جائے۔

عطاء نے کہا: ''طائفة'' دو یا اس سے زائد ہیں، اور ابو اسحاق الزجاج نے کہا کہ لفظِ ''طائفة'' جماعت کی خبر دیتا ہے اور اس کے کم سے کم افراد دو ہیں، اور اس پر رد کیا گیا ہے کہ لغت میں ''طائفة'' کا معنی ہے: کسی چیز کا ٹکڑا، لہٰذا اس میں عدد کا تعین صحیح نہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے۔اور بعض علماء نے کہا کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ" تو فرقہ کی کم سے کم مقدار تین شخص ہیں۔

"طائفة" سے ایک مرد مراد ہونے پر دلیل

امام بخاری نے اپنی تعلیق میں کہا "ایک مرد کو بھی طائفة کہا جاتا ہے" جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے:

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا (الحجرات:۹) ایک مرد کو بھی طائفة کہا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور اگر مومنوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں"۔

پس اگر دو مرد آپس میں لڑیں تو وہ اس آیت کے معنی میں داخل ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری سے پہلے یہ دلیل امام شافعی نے پیش کی کہ ایک مرد پر بھی "طائفة" کا اطلاق ہوتا ہے، اور ان سے پہلے مجاہد نے پیش کی۔

"طائفة" سے ایک مرد ہونے پر اعتراض کا جواب

اس دلیل پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (النور:۲) اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہاں "طائفة" کا اطلاق ایک سے زائد پر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا سیاق اس پر دلیل ہے کہ یہاں پر ایک سے زائد مراد ہیں، علاوہ ازیں ہم نے یہ نہیں کہا کہ "طائفة" کا معنی صرف ایک ہی ہوگا۔

واحد صدوق کی خبر کو قبول کرنے پر متعدد دلائل

امام بخاری نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یکے بعد دیگرے شہروں میں امراء کو بھیجتے تا کہ اگر کسی ایک کو سہو ہو جائے تو دوسرا اسے سنت کی طرف لوٹا دے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے، کیونکہ اگر واحد صدوق کی خبر مقبول نہ ہوتی تو ایک کے بعد دوسرے حاکم کو بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا، اور یہ واحد کی خبر کے ثبوت میں قوی استدلال ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کے بعد دوسرے کو حاکم بنا کر بھیجا۔

اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ "حاضر کو چاہیے کہ وہ غائب تک حدیث کو پہنچا دے"، اس سے معلوم ہوا کہ خبرِ واحد حجت ہوتی ہے۔

اور سننِ ابوداؤد اور سننِ ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث ہے "اللہ تعالیٰ اس مرد کو تر و تازہ رکھے جس نے مجھ سے حدیث کو سنا اور پھر اس کو اسی طرح ادا کر دیا"۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ واحد کی خبر حجت ہوتی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنایا اور ان سے ارشاد فرمایا ''تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو، پس پہلے ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر پانچ نمازیں فرض کی ہیں'' تو اس سے معلوم ہوا کہ واحد کی خبر حجت ہوتی ہے کیونکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان کو یہ خبر دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔

اور بعض ائمہ نے قرآن مجید کی اس آیت سے خبرِ واحد کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے:

يَآ أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ (المائدہ:٦٧) اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے۔

جب کہ آپ تمام لوگوں کی طرف رسول تھے اور آپ پر واجب تھا کہ تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچائیں، اگر واحد کی خبر غیر مقبول ہوتی تو شریعت کو سب کی طرف پہنچانا مشکل ہو جاتا، کیونکہ تمام لوگوں سے یکبارگی خطاب کرنا مشکل تھا، اسی طرح تمام لوگوں کی طرف حدِ تواتر کے برابر پیغام پہنچانا مشکل تھا، اس لیے کتنی مرتبہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچائیں گے اور جن کو احکام پہنچائیں گے وہ حدِ تواتر کو پہنچے ہوئے نہیں ہوں گے، تو اس سے معلوم ہوا کہ خبرِ واحد حجت ہے۔

خبرِ واحد کے حجت ہونے پر یہ اعتراض ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ زندہ کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو قبول نہیں کیا، تو اس سے معلوم ہوا کہ خبرِ واحد حجت نہیں ہوتی ورنہ حضرت عائشہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی اس حدیث کو قبول کر لیتیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو اس لیے قبول نہیں فرمایا کہ یہ حدیث دلیلِ قطعی کے معارض تھی کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى (فاطر:١٨) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

خبرِ واحد کو قبول کرنے کی متعدد نظائر

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس خبر کو قبول کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیر کے دن وفات ہوئی۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن حزم کی اس حدیث کو قبول کیا کہ تمام انگلیوں کی دیت برابر ہے، اور الضحاک بن سفیان کی اس حدیث کو قبول کیا کہ عورت اپنے خاوند کی دیت کی وارث ہوتی ہے، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طاعون کے متعلق خبر کو قبول کیا، اور مجوس سے جزیہ لینے کی حدیث کو قبول کیا، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس خبر کو قبول کیا کہ موزوں پر مسح ہوتا ہے۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے الفریعہ بنت سنان جو ابو سعید کی بہن تھیں، ان کی اس خبر کو قبول کیا کہ معتدہ، عدتِ وفات اپنے گھر میں گزارے گی، اسی طرح اور بہت احادیث ہیں، اور ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ احکام کے لیے صحابہ کو بھیجتے تھے اور واحد کی خبر کو قبول کرنا ممکن تھا پس اس کے اوپر احتیاطاً عمل کرنا واجب تھا، کیونکہ عموماً ان کی خبر صادق ہوتی تھی، اور اس میں خطاء کا واقع ہونا بہت نادر تھا، پس ایک امرِ نادر کی وجہ سے مصلحتِ غالبہ کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ اور احکام کا مبنیٰ شہادت پر عمل کرنے پر ہے، حالانکہ صرف شہادت سے قطعیت ثابت نہیں ہوتی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ جو خبرِ واحد قرآن پر زائد ہو اس کو قبول نہیں کیا جائے گا لیکن ان پر یہ اعتراض ہے کہ علماء نے وضو میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہنیوں کے دھونے کے وجوب کو قبول کیا ہے اور یہ قرآن پر زائد ہے کیونکہ قرآن میں صرف ہاتھ دھونے کا ذکر ہے، اسی طرح سرقہ کا نصاب بھی قرآن مجید پر زائد ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳۔ ۴۰۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَفِيقًا فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَأَخْبَرْنَاهُ قَالَ ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا أَوْ لَا أَحْفَظُهَا وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ۔

(صحیح البخاری: ۶۲۸، ۳۷۶، ۷۲۴۶، ۳۸۴۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابوقلابہ، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس آئے، ہم نوجوان تھے، ہم عمر تھے۔ ہم آپ کے پاس بیس (۲۰) راتیں ٹھہرے اور رسول اللہ ﷺ نرم مزاج تھے، پس جب آپ نے یہ گمان کیا کہ ہم اپنے گھر والوں کے پاس جانے کی خواہش کر رہے ہیں، یا گھر والوں کی طرف مشتاق ہیں، تو آپ نے ہم سے سوال کیا کہ ہم اپنے بعد گھر میں کس کو چھوڑ کر آئے ہیں، سو ہم نے آپ کو اس کی خبر دی، آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹو، پس ان میں رہو اور ان کو تعلیم دو اور ان کو حکم دو، اور کئی چیزوں کا ذکر کیا جو مجھے یاد ہیں یا یاد نہیں ہیں، اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو، پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ نماز کی امامت کرائے۔

صحیح البخاری: ۷۲۴۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے رجال اور مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے عبدالوہاب، یہ ابن عبدالمجید ثقفی ہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں مذکور ہے ایوب، یہ السختیانی ہیں، اور پوری سند بصری راویوں پر مشتمل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ہم نبی ﷺ کے پاس آئے" یعنی ہم ایک وفد میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ مذکور کا وفد غزوۂ تبوک سے پہلے آیا تھا، اور غزوۂ تبوک رجب ۹ ہجری میں ہوا تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "ونحن شببة" "شببة، شاب کی جمع ہے اور یہ کہولت سے کم عمر کا زمانہ ہے، یعنی یہ ادھیڑ عمر کے لوگ تھے جو چالیس سال سے کم عمر کے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "متقاربون" یعنی عمر میں یہ سب ایک دوسرے کے قریب تھے، اور امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ہم علم میں متقارب تھے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ہم قراءت قرآن میں متقارب تھے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ صحابہ قراءت میں برابر تھے، کیونکہ یہ سب اکٹھے اسلام لائے اور اکٹھے ہجرت کی اور بیس راتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت میں رہے تو یہ آپ سے علم حاصل کرنے میں برابر تھے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان کا ایک ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ان کی فہم بھی ایک درجہ کی ہو، کیونکہ ان کے علم میں مساوی ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ارجعوا الی اهلیکم" یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اندازہ ہو گیا کہ ہمیں اپنے گھر والوں کی یاد آ رہی ہے تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کی طرف چلے جاؤ، اور آپ نے ان کو اس لیے اجازت دی کہ مکہ فتح ہونے کے بعد ہجرت کی فرضیت منقطع ہو چکی تھی، پس مدینہ میں ٹھہرنا ان کے اختیار پر موقوف تھا، پس بعض ان میں سے مدینہ میں رہتے تھے اور بعض ضروری علم حاصل کرنے کے بعد اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وعلّموهم ومروهم" یعنی ان کو تعلیم دو اور ان کو عبادت کرنے کا حکم دو، اور حماد بن زید کی روایت میں ہے جیسا کہ ابواب الامامۃ میں گزر چکا ہے کہ ان کو حکم دو، پس وہ فلاں وقت میں نماز پڑھیں اور فلاں وقت میں نماز پڑھیں۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ واحد صدوق کی خبر حجت ہوتی ہے، کیونکہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب اپنے گھروں کو واپس جائیں گے تو گھر والوں کو دین کے احکام کی تعلیم دیں گے اور ان کو عبادت کرنے کا حکم دیں گے، اگر واحد صدوق کی خبر حجت نہ ہوتی تو ان کے گھر والوں کے اوپر یہ لازم نہ آتا کہ وہ ان کے دیے ہوئے احکام کے مطابق عمل کریں، اور اسی طرح جب بھی کوئی مبلغ حدیث کے مطابق کوئی حکم دیتا ہے تو اس کے حکم پر عمل کرنا اسی لیے لازم ہوتا ہے کہ واحد صدوق کی خبر حجت ہوتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وصلّوا کما رایتمونی اصلی" ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ بہت سے فقہاء نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ فعل سے وجوب ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے "تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو" کہ لوگ اس طرح نماز پڑھیں جس طرح آپ نماز پڑھتے ہیں، پس جس کے متعلق ثابت ہو گیا کہ یہ آپ کا نماز میں فعل ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے، لیکن یہ خطاب حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کو ہے کہ وہ نماز اس طرح واقع کریں جس طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، ہاں اس حکم میں تمام امت شریک ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۵۔۴۰۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: علماء کی جماعت کے نزدیک خبرِ واحد پر عمل کرنا واجب ہے اور اس میں کسی عدد معین کی ضرورت نہیں ہے۔ (احکام القرآن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

للجصاص ج ۳ ص ۲۳۴۔۲۳۵، المستصفی ص ۱۱۷۔۱۱۸)

ایک قول یہ ہے کہ خبرِ واحد میں دو آدمیوں کی خبر ہونا ضروری ہے، ایک قول یہ ہے کہ تین آدمیوں کی خبر، ایک قول یہ ہے کہ چار آدمیوں کی خبر، ایک قول ہے کہ بیس آدمیوں کی خبر، ایک قول ہے کہ بارہ کی خبر، ایک قول ہے کہ اسی آدمیوں کی خبر، اور یہ تمام اقوال ضعیف ہیں۔

پھر امام بخاری نے اس باب میں ان احادیث سے استدلال کیا ہے جو پہلے گزر چکی ہیں، ان میں سے ایک حدیث حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی ہے جو اذان وغیرہ کی بحث میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نحن شببة متقاربون" اور شبب، شاب کی جمع ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۶۴۸، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۲۴۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ أَوْ قَالَ يُنَادِي لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ وَلَيْسَ الْفَجْرُ أَنْ يَقُولَ هٰكَذَا وَجَمَعَ يَحْيَى كَفَّيْهِ حَتَّى يَقُولَ هٰكَذَا وَمَدَّ يَحْيَى إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَتَيْنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از التیمی از ابی عثمان، از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کو سحری کھانے سے بلال کی اذان نہ روکے، کیونکہ وہ اذان دیتے ہیں یا فرمایا: وہ نداء کرتے ہیں تا کہ جو تم میں تہجد پڑھ رہا ہے وہ لوٹ آئے اور جو سویا ہوا ہے وہ بیدار ہو جائے، (آپ نے اپنی انگلیاں اوپر سے نیچے کر کے فرمایا:) فجر اس طرح نہیں ہے، یحییٰ نے دونوں ہتھیلیوں کو جمع کیا حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: وہ اس طرح ہے، اور یحییٰ نے اپنی دو انگشتِ سبابہ کو کھینچا۔

(صحیح البخاری: ۶۲۱، ۵۲۹۸، ۷۲۴۷، صحیح مسلم: ۱۰۹۳، سنن نسائی: ۲۱۷۰، سنن ابوداؤد: ۲۳۴۷، سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۶، مسند احمد: ۳۷۰۹)

صحیح البخاری: ۷۲۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر سحری کو نہ روکو، کیونکہ وہ یہ خبر دیتے ہیں کہ یہ وہ وقت ہے جس میں تہجد کی اذان دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس وقت میں سحری کھانا جائز ہے، اور یہ واحد صدوق کی خبر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ واحد صدوق کی خبر حجت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

فجر سے پہلے اذان دینے کے متعلق مختلف اقوال

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ طلوع الفجر سے پہلے اذان دیتے تا کہ سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے اور جو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تہجد کی نماز پڑھ رہا ہو وہ لوٹ جائے، اور یہ لوگ سحری کھانے کی تیاری کریں، اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ایک اور اذان کی ضرورت ہے جو طلوع فجر کے بعد ہو جیسا کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے، اور جو اذان طلوع فجر سے پہلے دی جاتی ہے اس کے وقت میں اختلاف ہے، بعض شافعیہ نے کہا کہ اس کا وقت فجرِ کاذب اور فجرِ صادق کے درمیان ہے، بعض نے کہا: آدھی رات کے وقت ہے، بعض نے کہا: تہائی رات کے وقت ہے، بعض نے کہا: رات کے آخری چھٹے حصہ میں ہے۔

اس حدیث میں فجرِ کاذب اور فجرِ صادق کا بیان ہے، فجرِ کاذب میں روشنی اوپر سے نیچے کی طرف پھیلتی ہے اور فجرِ صادق میں روشنی دائیں سے بائیں طرف پھیلتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۲۴۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُنَادِي بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں، پس تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابنِ ام مکتوم اذان دیں۔

(صحیح البخاری: ۶۱۷، ۶۲۰، ۶۲۳، ۱۹۱۸، ۲۶۵۶، ۷۲۴۸، صحیح مسلم: ۱۰۹۲، سنن ترمذی: ۲۰۳، سنن نسائی: ۶۳۷، مسند احمد: ۵۲۶۳، موطا امام مالک: ۱۶۴، سنن دارمی: ۱۱۹۰)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رمضان کے مہینہ میں اس وقت تک سحری کھاتے رہنا جائز ہے جب تک حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دیں، اور حضرت ابنِ ام مکتوم رضی اللہ عنہ واحد صدوق ہیں، اور ان کا اذان دینا اس خبر کو متضمن ہے کہ اب فجر کا وقت داخل ہو گیا اور سحری کا وقت ختم ہو گیا، پس اگر خبرِ واحد حجت نہ ہوتی تو ان کی اذان کے اوپر سحری کو ختم کرنا اور نمازِ فجر کو شروع کرنا واجب نہ ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن امِ مکتوم رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ ہے اور ان کو عمرو بھی کہا جاتا ہے اور یہی اکثر ہے، ان کی والدہ ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکشہ بن عامر بن مخزوم ہے، اور یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ماموں کے بیٹے ہیں، حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ میں تیرہ (۱۳) مرتبہ اپنا خلیفہ بنایا، یہ جنگِ القادسیہ میں شریک ہوئے تھے اور اسی میں شہید ہو گئے تھے، اس دن ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا، صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما، یعنی وقتِ واحد میں، ورنہ ان کے علاوہ بھی آپ کے مؤذن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھے، حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے مکہ میں آپ کے لیے اذان دی ہے اور حضرت سعد القرظ نے آپ کے لیے قبا میں تین مرتبہ اذان دی ہے۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

صحیح البخاری: ۷۲۴۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نابینا کے اذان دینے میں مذاہب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نابینا کا اذان دینا جائز ہے جب کہ کوئی اس کو وقت کی خبر دینے والا ہو۔

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہیں بلال کی اذان دھوکے میں نہ ڈالے، کیونکہ ان کی بینائی میں کچھ کمی ہے''۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۰، مسند البزار کشف الاستار: ۹۸۲، مسند ابویعلیٰ ج ۵ ص ۱۹۷)

امام طحاوی نے کہا: کہ وہ طلوعِ فجر کو دیکھ کر اذان دیتے ہیں اور وہ حقیقت میں فجر نہیں ہوتی، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ ان کی مقدار میں اتنا فرق ہے جتنا کسی کے چڑھنے میں اور اترنے میں فرق ہوتا ہے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ دونوں ایک وقت میں ہوتے ہیں اور وہ طلوعِ فجر ہے، پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کو دیکھنے میں خطاء کرتے اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ صواب کو پہنچتے کیونکہ وہ اس وقت تک اذان نہ دیتے جب تک کہ جماعت ان سے نہ کہتی کہ صبح ہوگئی صبح ہوگئی، اور ان کی اذان ہمارے نزدیک صحیح ہے اور امام مالک کے نزدیک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔

علامہ نووی نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے اور داؤد سے کہ نابینا کی اذان صحیح نہیں ہے، اور یہ امام ابوحنیفہ کی طرف سے غریب نقل ہے، ہاں المحیط میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک نابینا کی اذان مکروہ ہے، ہمارے اصحاب نے کہا کہ نابینا کی اذان میں کوئی کراہت نہیں ہے جب اس کے ساتھ کوئی دیکھنے والا ہو، جیسے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے، پس اگر اس کے ساتھ کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو پھر اس کی اذان مکروہ ہے کیونکہ یہ خطرہ ہے کہ اس کو مغالطہ ہوگیا۔ (البنایہ ج ۲ ص ۱۰۸)

اور جنہوں نے نابینا کی اذان کو مکروہ قرار دیا وہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ہیں، انہوں نے اس کی اقامت کو بھی مکروہ قرار دیا ہے، اور یہ بھی روایت ہے کہ ابراہیم نخعی کا مؤذن نابینا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲۷)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو نابینا کی اذان کو مکروہ فرمایا ہے، یہ اس وقت ہے جب نابینا اکیلا ہو۔

(السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲۷)

امام بخاری اور المہلب مالکی نے نابینا کی اذان کے جواز سے نابینا کی آواز پر شہادت کو بھی جائز قرار دیا۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص میں کوئی قدرتی عیب ہو یا نقص ہو تو ضرورت کے وقت اس عیب یا نقص کا ذکر کرنا جائز ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۲) کسی شخص کا اس کی ماں کی طرف نسبت کر کے ذکر کرنا جائز ہے جب کہ وہ اس نسبت کے ساتھ معروف ہو، اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا نام عمرو یا عبداللہ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۲۰۵، الاستیعاب ج ۳ ص ۱۰۳، اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۳۳، تہذیب الکمال ج ۲۲ ص ۲۶، سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۶۰، الاصابہ ج ۲ ص ۵۲۳)

(۳) عورت کے ساتھ کنیت رکھنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ابن ام مکتوم فرمایا اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم ہے۔

(۴) تاکید کے لیے کسی لفظ کا دوبارہ ذکر کرنا، کیونکہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو کہا جاتا "اصبحت، اصبحت" یعنی تم نے صبح کر دی ہے، صبح کر دی ہے۔

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کے وقت سے پہلے فجر کی اذان دینا جائز ہے، اور "المحلی" میں ایک جماعت سے منقول ہے کہ فجر سے پہلے اذان دینا مکروہ ہے، ان فقہاء میں حسن بصری، ابراہیم نخعی، نافع، اسود اور الشعبی ہیں، علقمہ نے ایک شخص کو رات کے وقت اذان دیتے ہوئے سنا تو انہوں نے کہا: اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی ہے، اگر یہ اپنے بستر پر سویا ہوا ہوتا تو یہ اس کے لیے زیادہ بہتر تھا۔

شیخ ابن حزم نے کہا ہے: جو اذان رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دی جاتی تھی، وہ اذانِ سحور تھی اذانِ صلوٰۃ نہیں تھی۔ (المحلی ج ۳ ص ۱۱۷۔ ۱۲۰)

اور علامہ قرطبی کا یہ غریب قول ہے، انہوں نے جمہور سے نقل کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان، اذانِ فجر تھی اور امام ابوحنیفہ اور الثوری نے کہا ہے: اس اذان کا فائدہ لوگوں کو سحری کھانے کے لیے تیار کرنا تھا اور اذانِ فجر ضروری تھی۔ (المفہم ج ۳ ص ۱۵۰)

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے، ابن حبیب مالکی نے کہا کہ ان سے جو کہا جاتا تھا "اصبحت، اصبحت" اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ صبح ہوگئی اور ظاہر ہوگئی، لیکن اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو صبح کے طلوع ہونے سے ڈراتے تھے اور "اصبحت" کا معنی ہے کہ تم نے صبح کو قریب کر دیا۔

اور امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ طلوع فجر کے بعد اذان دیتے تھے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتے ہیں، پس اگر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان فجر سے پہلے ہوتی تو پھر اس قول کا کوئی معنی نہیں تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتے، کیونکہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان بھی اس صورت میں رات میں ہوتی، اور یہ کلام اس وقت درست ہوگا جب ان کی اذان رات میں نہ ہو، اس وقت میں ہو جس وقت میں روزہ رکھنے والے پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے جو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کے وقت مباح تھا۔

اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری نے کتاب الصیام میں روایت کی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتے ہیں، پس تم کھاتے اور پیتے رہو حتیٰ کہ عمرو اذان دیں، کیونکہ وہ اسی وقت اذان دیتے ہیں جب فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۱۸) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۶ ص ۵۳ ۳۔ ۵۷ ۳، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۲۴۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيلَ أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھائی، پس پوچھا گیا: کیا نماز میں اضافہ ہوگیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا ہوا؟ صحابہ نے کہا: آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہے، پس آپ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کیے۔

(صحیح مسلم: ۵۷۲، سنن ترمذی: ۳۹۲، سنن نسائی: ۱۲۵۴، سنن ابوداؤد: ۱۰۱۹، سنن ابن ماجہ: ۱۲۰۵، مسند احمد: ۳۵۵۶، سنن دارمی: ۱۴۹۸)

صحیح البخاری: ۷۲۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور پر اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے

علامہ ابن التین نے کہا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں خبر دینے والا ایک نہیں ہے بلکہ خبر دینے والی ایک جماعت ہے، لہٰذا یہ واحد کی خبر نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت کے خبر دینے کی وجہ سے یہ خبر اخبار احاد سے نہیں نکلی، ہاں یہ ان خبروں سے ہے جو یقین کا فائدہ دیتی ہیں اس وجہ سے کہ یہ قرائن سے مقترن ہے۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: یہ جواب اطمینان بخش نہیں ہے بلکہ جو جواب کافی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو امام بخاری نے دو مشائخ سے روایت کیا ہے، ایک تو یہ ہے جس کی روایت حفص بن عمر بن غیاث نے از شعبہ کی ہے، اور دوسری وہ ہے جس کو کتاب الصلوٰۃ میں باب "ما اذا صلی خمسا" کے تحت درج کیا ہے، اس کی امام بخاری نے روایت از ابوالولید از شعبہ کی ہے، اور اس میں یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا ہوا؟ تو کہنے والے نے کہا: آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہے، پس دونوں حدیثوں میں کہنے والا ایک ہی ہے، اور نبی ﷺ نے اس کی تصدیق اس لیے فرمائی کہ وہ آپ کے نزدیک صدوق تھا، پس یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے اور اس حدیث کی روایت میں اس سے ضرر نہیں ہوگا جس میں مذکور ہے کہ کہنے والی ایک جماعت تھی جیسا کہ اس عنوان کے تحت ہے، کیونکہ دونوں حدیثیں ایک حدیث ہیں ایک صحابی سے مروی ہیں اور ایک واقعہ کے متعلق ہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۱۔ ۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیثِ مذکور کی ایک اور روایت

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی، ابراہیم نے کہا: مجھے پتا نہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس نماز میں آپ نے کچھ زیادتی کی یا کچھ کمی کی، پس جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ صحابہ نے کہا: آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی ہے، آپ نے اپنے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا، پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تمہیں اس کی خبر دیتا، لیکن میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں، میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو، پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو، اور تم میں سے جب کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اس کو غور کر کے صحیح بات معلوم کرنی چاہیے پھر اپنی نماز پوری کرنی چاہیے، پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرنے چاہئیں۔ (صحیح البخاری: ۴۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا محمل کہ ''میں تمہاری مثل بشر ہوں''

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''میں تمہاری مثل بشر ہوں''، اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عظیم خصوصیات عطا فرمائی ہیں پھر آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ خدا نہ ہونے میں ہماری مثل ہیں، جس طرح ہم خدا نہیں ہیں آپ بھی خدا نہیں ہیں، کسی وجودی صفت میں آپ ہماری مثل نہیں ہیں بلکہ عدمی صفت میں آپ ہماری مثل ہیں، یعنی عدمِ الوہیت میں آپ ہماری مثل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو اور نسیان کی تحقیق

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ آپ کے بعض افعال میں سہو اور نسیان واقع ہو جاتا تھا لیکن آپ اس پر برقرار نہیں رہتے تھے، لیکن امورِ تبلیغیہ میں اور کسی چیز کی خبر دینے میں آپ سے سہو اور نسیان نہیں ہوتا تھا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کسی چیز کی واقع کے خلاف خبر دیں عمداً نہ سہواً، صحت میں نہ مرض میں، حالت رضا میں نہ حالتِ غضب میں۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۵۱۴ ملخصاً، دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

۷۲۵۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللهِ أَمْ نَسِيتَ فَقَالَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ ثُمَّ سَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ ثُمَّ رَفَعَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھ کر مڑ کر کھڑے ہو گئے، تو حضرت ذوالیدین نے کہا: یا رسول اللہ! کیا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ آپ نے پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ تو صحابہ نے کہا: جی ہاں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ نے دو اور رکعتیں پڑھیں، پھر سلام پھیر دیا، پھر اللہ اکبر کہا، پھر پہلے سجدہ کی مثل سجدہ کیا یا اس سے لمبا سجدہ کیا، پھر سجدہ سے سر اٹھایا پھر اللہ اکبر کہا، پھر اس کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مثل سجدہ کیا، پھر سجدہ سے سر اٹھایا۔

(صحیح البخاری: ۴۸۲، ۷۱۴، ۷۱۵، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۶۰۵۱، ۷۲۵۰، صحیح مسلم: ۵۷۳، سنن ترمذی: ۳۹۹، سنن نسائی: ۱۲۲۴، سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۴، مسند احمد: ۷۱۶۰، موطا امام مالک: ۲۱۰، سنن داری: ۱۴۹۶)

صحیح البخاری: ۷۲۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ذوالیدین کا تذکرہ

حضرت ذوالیدین کا نام خرباق بن عبد عمرو اسلمی تھا، ان کو ذوالشمالین بھی کہا جاتا تھا، یہ ان کا لقب تھا، ان کے ہاتھ لمبے تھے اور یہ دونوں ہاتھوں سے کام کرتے تھے، ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ذوالشمالین ایک اور صحابی تھے وہ خزاعی تھے اور بنو زہرہ کے حلیف تھے، ان کو جنگِ بدر میں شہید کر دیا گیا تھا، قاضی عیاض نے لکھا ہے: ان کا نام عمیر بن عبد عمرو تھا اور یہ خزاعی تھے، علامہ عینی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین حضرت خرباق کے دو لقب تھے، کیونکہ امام نسائی نے اس قصہ میں ذوالیدین اور ذوالشمالین دونوں کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۷۔ ۳۸۹، ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سجدہ ہائے سہو کرنے کی توجیہات

احادیث میں تین سجدہ ہائے سہو کے واقعات ہیں، صحیح البخاری: ۴۰۴ میں مذکور ہے کہ آپ نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھا دیں، صحیح البخاری: ۶۰۵۱ میں مذکور ہے کہ آپ نے ظہر کی دو رکعت پڑھا دیں، اور صحیح مسلم: ۵۷۴ میں مذکور ہے کہ آپ نے عصر کی نماز تین رکعت پڑھا دیں، سہو کے یہ کل تین واقعات ہیں۔

آپ کے سہو کی وجہ یہ ہے کہ ہر شرعی عمل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بہترین عملی نمونہ ہے، اس لیے ضروری تھا کہ نماز میں سہو ہونے کی وجہ سے نماز کی اصلاح کے لیے بھی آپ کی زندگی میں عملی نمونہ ہوتا، دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب نمازوں میں سہو ہوا تو یہ معلوم ہو گیا کہ اتنے عظیم کمالات کے باوجود آپ بندہ اور بشر ہیں خدا نہیں ہیں تا کہ آپ کے عظیم کمالات اور معجزات کو دیکھ کر آپ کے متعلق کوئی شخص الوہیت کا عقیدہ نہ رکھے، تیسری وجہ یہ ہے کہ سہو کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز سے توجہ ہٹ کر دوسری چیز کی طرف مبذول ہو جائے جیسا کہ نمازوں میں ہماری توجہ نماز کے افعال سے ہٹ کر دنیاوی کاموں کی طرف لگ جاتی ہے اور ہم کو پتا نہیں چلتا کہ ہم نے کتنی رکعت پڑھی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ نماز کے افعال کی طرف متوجہ رہتے تھے لیکن کبھی آپ کی توجہ نماز کے افعال سے ہٹ کر حسنِ الوہیت کی تجلیات کی طرف منعطف ہو جاتی تھی اور آپ تجلیات ذات اور مطالعہ صفات میں اس طرح منہمک اور مستغرق ہو جاتے کہ نماز کی رکعات کی طرف آپ کی توجہ نہ رہتی اور آپ کو سہو ہو جاتا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہمارا سہو دنیا میں ڈوب جانا ہے اور آپ کا سہو اپنے مولیٰ میں کھو جانا ہے، سو ہمارا سہو نقص ہے اور آپ کا سہو عینِ کمال ہے۔

نیز ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے اور اس کے بعد نماز کا سلام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پھیرا اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

صحیح البخاری: ۷۲۵۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

واحد کی خبر کی تصدیق کے لیے دیگر قرائن

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ذوالیدین نے کہا: کیا نماز کی مقدار کم ہوگئی ہے؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ سے دریافت فرمایا: ''کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟'' تو صحابہ نے کہا: جی ہاں! اور اس حدیث کو اور اس سے پہلی حدیث کو اس عنوان کے تحت وارد کرنے کا سبب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ آپ نے واحد کی خبر پر قناعت نہیں کی بلکہ دوسروں سے اس کے متعلق پوچھا، اور جب دوسروں نے بھی حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی تائید کردی اور جم غفیر نے ذوالیدین کے صدق کی خبر دی تو آپ نے ان کی طرف رجوع کرلیا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ جب امام کو سہو ہوجائے تو وہ دوسروں سے اس کے متعلق معلوم کرے، اس لیے امام بخاری نے یہ دونوں حدیثیں ذکر کیں، اور دوسرے شارحین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی خبر کے متعلق دوسروں سے استفسار فرمایا، کیونکہ وہ تنہا یہ بیان کرنے والے تھے کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی ہے، حالانکہ نماز میں اور بھی لوگ شریک تھے تو آپ نے ان کی خبر میں خطاء کو جائز قرار دیا لیکن اس سے مطلقاً خبرِ واحد کو رد کرنا لازم نہیں آتا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۵۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّأْمِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لوگ قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے، ان کے پاس ایک آنے والا آیا، پس اس نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کعبہ کی طرف منہ کریں، پس تم بھی کعبہ کی طرف منہ کرلو، اور پہلے ان کے چہرے شام کی طرف تھے، پس وہ کعبہ کی طرف مڑ گئے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۳، ۴۴۸۸، ۴۴۹۰، ۴۴۹۱، ۴۴۹۳، ۴۴۹۴، ۷۲۵۱، صحیح مسلم: ۵۲۶، سنن نسائی: ۷۴۵، مسند احمد: ۵۸۹۸، موطا امام مالک: ۴۵۸، سنن دارمی: ۱۲۳۴)

امام بخاری کا اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ ایک مسلمان نے آکر خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرلیا تو تمام نمازیوں نے کعبہ کی طرف منہ کرلیا، اور اس سے پہلے ان کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا، اس سے واضح ہوا کہ واحد صدوق کی خبر حجت ہوتی ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے اور یہی امام بخاری کا اس باب کے عنوان سے مقصود ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۲۵۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں اگر خطاء ہو تو اس صورت میں فقہاء کے اقوال

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نے اپنے اجتہاد سے قبلہ کی طرف منہ کیا، پس اس نے قبلہ کی طرف پیٹھ کر لی یا مشرق کی طرف منہ کیا یا مغرب کی طرف منہ کیا تو امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور ثوری نے کہا ہے: وہ نماز کو نہیں دہرائے گا، اور یہی عطاء کا اور الشعبی کا اور سعید بن المسیب کا اور نخعی کا قول ہے، اور ابراہیم النخعی نے کہا: اگر اس نے نماز کا کچھ حصہ غیر قبلہ کی طرف کیا پھر نماز میں اس کو معلوم ہو گیا اور اس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے بقیہ نماز پڑھی تو جو اس نے نماز پڑھی ہے اس میں ثواب کی نیت کرے گا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے قباء میں کیا، اور یہی ثوری کا قول ہے، اور امام مالک نے کہا: جس نے اجتہاد سے قبلہ کی طرف منہ کیا پھر اس کو خطاء لاحق ہوئی تو اگر نماز کا وقت ابھی ہو تو اس کے لیے نماز کو دہرانا مستحب ہے، اور یہی حسن بصری اور زہری کا قول ہے، اور امام شافعی نے کہا: اگر وہ اپنی نماز سے فارغ ہو گیا، پھر اس پر یہ ظاہر ہوا کہ اس نے مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے (اور قبلہ مشرق کی جانب تھا) تو وہ نماز کو دہرائے گا، اور اگر اس نے صرف اپنے اجتہاد سے مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے، اور امام بخاری اس باب میں ان لوگوں کے قول کی طرف گئے ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ کسی شخص نے اپنے اجتہاد سے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور اس کو خطاء ہوئی تو وہ نماز کو نہیں دہرائے گا۔

اور امام شافعی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کہیں کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے والا اپنے اجتہاد سے یقین کی طرف لوٹ آیا، کیونکہ جب وہ اس جہت میں قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا تو اس کو اس جہت کے قبلہ ہونے کا یقین نہیں ہے یہ صرف اس کا غلبہ ظن ہے، اور اس کا بیان اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ تمام شہر والوں کا نماز پڑھنا جائز ہے اور یہ معلوم ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا منہ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا، یہ کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے اور ان کی نماز اس لیے جائز ہے کہ وہ اپنے اجتہاد سے منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اہلِ قباء نے غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، پھر ان کو نماز کے دہرانے کا حکم نہیں دیا گیا، کیونکہ ان کے لیے قبلہ کی جہت کے علم کا حصول ممکن نہیں تھا، انہوں نے اپنے اجتہاد سے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔

اور علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے اس باب میں استدلال کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اہلِ قباء نے اس قبلہ سے منحرف ہو کر نماز پڑھی جس کی طرف منہ کرنا ان پر فرض تھا، اور انہوں نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور ان کو نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ انہوں نے اسی نماز پر بناء کی جو انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کرنے سے پہلے پڑھی تھی، اسی طرح جو اجتہاد کر کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اس پر اعادہ لازم نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا کہ اہلِ قباء نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا اور وہ اس نماز کی تکبیر تحریمہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے کر چکے تھے، اس میں یہ دلیل ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرض کا علم نہ ہو اور نہ اس تک اس کی دعوت پہنچی ہو اور نہ دوسرے سے اس کا علم حاصل کرنا اس کے لیے ممکن ہو تو اس کے اوپر اس فرض کو ادا کرنا لازم نہیں ہے، اور اس کے اوپر حجت قائم نہیں ہے، اس پر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرض اس وقت ہوگا جب اس کو اس کی فرضیت کا علم ہوگا اور اس پر حجت قائم ہوگی، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے قتال کرنے سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو اسلام کے احکام بیان کیے، پھر بعد میں اس کو ترک کر دیا جوان کے ماسوا بنو المصطلق وغیرہم تھے، پس آپ نے ان سے صبح کے وقت قتال کیا، کیونکہ دعوتِ اسلام ان تک پہنچ چکی تھی۔

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا اس نماز کو شروع کرنے سے پہلے ان پر واجب تھا، کیونکہ جس آیت میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ رات میں نازل ہوئی تھی، اور اہلِ قباء کعبہ کی طرف اس نماز میں متوجہ ہوئے جب انہیں اس آیت کے نزول کا علم ہو چکا تھا اور اس نماز کے شروع ہونے سے پہلے کعبہ کی طرف منہ کرنا ان پر فرض ہو چکا تھا، اور غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنا ان کے لیے عذر ہے جو اس حکم سے ناواقف ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کو کسی حکم کے فرض ہونے کا علم نہ ہو اس پر وہ حکم فرض کیسے ہو سکتا ہے ورنہ مجانین اور دیوانوں کو جنہیں احکامِ شرعیہ کا علم نہیں ہوتا ان پر بھی احکامِ شرعیہ فرض ہو جائیں گے، اسی طرح جس کو کسی حکم کی فرضیت کا علم نہ ہو اس پر وہ حکم فرض نہیں ہوگا۔

دار الحرب میں رہنے والے جن لوگوں کو فرائض کا علم نہیں ہوتا، آیا ان پر احکامِ شرعیہ فرض ہیں یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں کہ جو شخص دار الحرب میں ہو اور اس کو کوئی ایسا شخص نہ ملے جس سے وہ فرائض کا علم حاصل کر سکے تو اس کے اوپر ان فرائض کی قضاء لازم نہیں ہے جو گزر چکے ہیں، اور اگر کوئی شخص دار الاسلام میں ہو یا دار الحرب میں ہو اور وہاں پر اس کے لیے ممکن ہو کہ ان مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے فرائض کا علم حاصل کر سکے تو اس پر واجب ہے کہ جو نمازیں اور روزے گزر گئے ہیں ان کی قضاء کرے، کیونکہ اس پر یہ لازم تھا کہ جو مسلمان وہاں پر حاضر ہیں، ان مسلمانوں سے یہ معلوم کرے کہ اس پر نمازیں اور روزے فرض ہیں اور یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ خواہ وہ شخص دار الحرب میں ہو یا دار الاسلام میں ہو تو جو نمازیں اور روزے گزر چکے ہیں اس پر ان کی قضاء کرنا لازم ہے، اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے۔

اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا قول راجح ہے، اور اہلِ قباء پر ان میں سے کوئی چیز لازم نہیں تھی، کیونکہ ان کے اوپر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا فرض تھا اور ان پر یہ لازم نہیں تھا کہ وہ قبلہ کی جہت کے متعلق سوال کریں۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال پر عمل کرنا بھی اسی طرح لازم ہے جس طرح آپ کے اقوال پر عمل کرنا لازم ہے حتیٰ کہ خصوصیت کی کوئی دلیل قائم ہو۔

(۲) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص نماز میں شامل نہ ہو وہ اس شخص کو لقمہ دے سکتا ہے جو نماز میں شامل ہے، جب کہ نمازی کو یقین حاصل نہ ہو، کیونکہ جس شخص نے اہلِ قباء کو یہ خبر دی کہ قبلہ کی تحویل ہو گئی ہے اور اب قبلہ کعبہ ہو گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے، تو وہ اس نماز میں شامل نہیں تھا لیکن اس کے اس قول پر عمل کیا گیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ واحد صدوق کی خبر کو قبول کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے، کیونکہ اہلِ قباء نے اس پر عمل کیا اور اس خبرِ واحد کی وجہ سے جس طرف پہلے منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اس کو ترک کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۸۔ ۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۵۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خبرِ واحد کا حجت ہونا خواہ اس پر قرینہ ہو یا نہ ہو

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں یہ دلیل ظاہر ہے کہ خبرِ واحد پر عمل کیا جاتا ہے، کیونکہ جو صحابہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے ان تک جب یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب کعبہ کی طرف منہ کر لیا ہے تو وہ نماز ہی میں انہوں نے اپنا منہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف کر لیا، جب اس شخص نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ کعبہ کی طرف نماز میں منہ کیا جائے تو انہوں نے اس کی خبر کی تصدیق کی اور اس پر عمل کیا اور اپنا منہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھیر لیا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس خبر کی تصدیق اس وجہ سے تھی کہ صحابہ کرام کے لیے یہ ممکن تھا کہ اس واقعہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تصدیق کر لیتے اور بحث اس خبرِ واحد میں ہے جو قرینہ سے خالی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ تسلیم کر لیا گیا کہ صحابہ نے خبرِ واحد پر اعتماد کیا تو یہ خبرِ واحد کی حجت ہونے میں کافی ہے اور اصل یہ ہے کہ قرینہ نہ ہو۔ نیز اس پر اتفاق نہیں ہے کہ وہی خبرِ واحد قبول ہوگی جس کے ساتھ قرائن نہ ہوں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۵۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْمَدِينَةَ صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ فَوُجِّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ وَصَلَّى مَعَهُ رَجُلٌ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَأَنَّهُ قَدْ وُجِّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَانْحَرَفُوا وَهُمْ رُكُوعٌ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کو کعبہ کی طرف نماز میں متوجہ کر دیا جائے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں''۔ (البقرہ: ۱۴۴)

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا گیا، اور ایک مرد نے آپ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی، پھر وہ نکل گیا، پھر وہ انصار کی ایک قوم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے پاس سے گزرا تو اس نے شہادت دیتے ہوئے کہا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ کو (نماز میں) کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا گیا ہے، پس وہ لوگ نماز میں قبلہ کی طرف منحرف ہو گئے اور اس وقت وہ عصر کی نماز کے رکوع میں تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۰، ۳۹۹، ۴۴۸۶، ۴۴۹۲، ۷۲۵۲، صحیح مسلم: ۵۲۵، سنن ترمذی: ۳۴۰، سنن نسائی: ۴۸۹، سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۰، مسند احمد: ۱۸۰۲۶)

امام بخاری کا اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ ایک شخص کے خبر دینے سے انصار کی ایک جماعت نے اپنی عصر کی نماز میں بیت المقدس سے منحرف ہو کر کعبہ کی طرف منہ کر لیا، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک خبرِ واحد حجت ہے اور اس کے تقاضا پر عمل کرنا واجب ہے۔

صحیح البخاری: ۷۲۵۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جہمیہ اور مرجئہ وغیرہ کا رد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ۔ (البقرہ: ۱۴۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ جب تحویلِ قبلہ ہوگئی اور کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا تو بعض صحابہ نے کہا: جن مسلمانوں نے پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی تھی اور وہ اسی حال میں فوت ہو گئے اور انہیں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا تو ان کا انجام کیا ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے'' اور اس آیت میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی ہوئی نمازوں پر ایمان کا اطلاق فرمایا ہے، اور اس آیت سے جہمیہ اور مرجئہ کے اس قول کا رد ہے کہ فرائض اور اعمال کو ایمان نہیں کہا جاتا۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱ ص ۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تحویلِ قبلہ سے پہلے جو صحابہ کرام فوت ہو گئے ان کے اسماء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''بیت المقدس کے قبلہ مقرر ہونے سے پہلے کئی مرد فوت ہو گئے تھے اور شہید ہو گئے تھے''، میں نے صرف زہیر کی روایت میں یہ دیکھا ہے کہ کچھ مرد شہید ہوئے ورنہ احادیث میں تحویلِ قبلہ سے پہلے صرف چند صحابہ کے فوت ہونے کا ذکر ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن حبان اور امام حاکم نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جو صحابہ نماز کی فرضیت کے بعد اور تحویلِ قبلہ سے پہلے فوت ہوگئے وہ دس (۱۰) افراد تھے، پس مکہ میں قریش میں سے (۱) حضرت عبداللہ بن شہاب (۲) حضرت المطلب بن ازہر (۳) حضرت السکر ان بن عمرو العامری اور حبشہ میں ان میں سے (۴) حضرت خطاب بن الحارث الجمحی (۵) حضرت عمرو بن امیہ الاسدی (۶) حضرت عبداللہ بن الحارث السہمی (۷) حضرت عروہ بن عبد العزیٰ (۸) حضرت عدی بن نضرۃ اور انصار میں سے مدینہ میں (۹) حضرت البراء بن معرور اور (۱۰) حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہم، یہ دس وہ صحابہ ہیں جن کے تحویلِ قبلہ سے پہلے فوت ہونے پر اتفاق ہے، اور اس مدت میں ایاس بن معاذ الاشہلی بھی فوت ہوئے لیکن ان کے اسلام لانے میں اختلاف ہے، اور مجھے احادیث میں سے کوئی ایسی حدیث نہیں ملی کہ مسلمانوں میں سے کوئی ایک تحویلِ قبلہ سے پہلے شہید ہو گیا ہو، لیکن کسی حدیث میں ان کا ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں کوئی شہید نہ ہوا ہو۔

پس اگر یہ لفظ محفوظ ہو کہ کچھ صحابہ تحویلِ قبلہ سے پہلے شہید ہو گئے تھے تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ بعض مسلمان اس مدت میں غیرِ جہاد میں شہید ہوئے لیکن ان کا شہید ہونا مشہور نہیں ہوا، پھر میں نے المغازی میں پڑھا کہ ایک مرد کے اسلام میں اختلاف تھا اور وہ سوید بن الصامت تھے، پس امام ابنِ اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے العقبہ میں انصار کی ملاقات سے پہلے ملے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا تو انہوں نے کہا: یہ عمدہ قول ہے اور مدینہ کی طرف واپس چلے گئے اور وہاں پر جنگِ بُعاث سے پہلے قتل کر دیئے گئے، اور یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے، پھر ان کی قوم کے لوگ کہتے تھے کہ وہ قتل کر دیئے گئے اور وہ مسلمان ہو چکے تھے، پس ہو سکتا ہے کہ تحویلِ قبلہ سے پہلے جو صحابہ شہید ہوئے ہیں ان سے مراد یہی ہوں، اور مجھ سے بعض فاضلین نے یہ ذکر کیا کہ ہو سکتا ہے اس سے مراد وہ کمزور مسلمان ہوں جو مکہ میں شہید کر دیئے گئے جیسے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والدین۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں: اس کے لیے ثبوت کی ضرورت ہے کہ ان دونوں کی شہادت معراج کے بعد ہوئی ہے۔

حدیثِ مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مُرجۂ کے رد کا ثبوت ہے، کیونکہ وہ اعمالِ دینیہ کو ایمان قرار دینے کا انکار کرتے ہیں۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض احکام کے تغیر کی تمنا کرنا جائز ہے جب کہ اس میں کوئی مصلحت ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تمنا کی تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ ہو جائے۔

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فی ذاتہٖ نہ بیت المقدس مقصود ہے نہ فی ذاتہٖ کعبہ مقصود ہے، بلکہ مقصود تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ ہے، جب آپ کی توجہ بیت المقدس کی طرف تھی تو وہ قبلہ ہو گیا، اور جب آپ کی توجہ کعبہ کی طرف ہو گئی تو وہ قبلہ ہو گیا۔

(۴) اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اس کی کیا کیفیت تھی؟

امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ از ابوبکر بن عیاش روایت کی ہے کہ "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف اٹھارہ (۱۸) مہینے نماز پڑھی، اور مدینہ میں داخل ہونے کے دو ماہ کے بعد کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا"۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آپ مکہ میں بھی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، اور الزہری نے روایت کی ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ کیا رسول اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھتے تھے یا کعبہ کو اپنے اور بیت المقدس کے درمیان رکھتے تھے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: پہلے قول کے مطابق آپ میزابِ رحمت کو اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھتے تھے، اور دوسرے قول کے مطابق آپ رکنین یمانیین کے درمیان نماز پڑھتے تھے۔

اور بعض لوگوں نے گمان کیا کہ آپ مکہ میں ہمیشہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے ہیں، پس جب آپ مدینہ میں آئے تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔

(۵) اس حدیث سے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف اور آپ کی اپنے رب کے نزدیک کرامت کا ظہور ہوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ چیز عطا کر دی جس کو آپ پسند کرتے تھے حالانکہ آپ نے اس کا صراحۃً سوال نہیں کیا تھا۔

(۶) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو اپنے دینی بھائیوں کے متعلق کتنی حرص اور کتنی شفقت تھی، کیونکہ انہوں نے یہ سوال کیا کہ ہمارے دینی بھائی جو تحویلِ قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے شہید ہو گئے ان کی نمازوں کا کیا حکم ہے؟ اور اس کی نظیر یہ ہے کہ جب خمر کی تحریم نازل ہو گئی تو صحابہ کرام کو تشویش ہوئی کہ جو صحابہ تحریمِ خمر کے نازل ہونے سے پہلے فوت ہو گئے ان کا کیا انجام ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

(المائدہ: ۹۳)

ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی بہ شرطیکہ وہ اللہ سے ڈرتے رہے اور ایمان پر برقرار رہے اور نیک عمل کرتے رہے، پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور بدستور ایمان پر قائم رہے پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور اچھے کام کرتے رہے، اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ○

(فتح الباری ج ا ص ۵۶۶-۵۶۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۵۳- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ كُنْتُ أَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ وَأَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ شَرَابًا مِنْ فَضِيخٍ وَهُوَ تَمْرٌ فَجَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ يَا أَنَسُ قُمْ إِلَى هَذِهِ الْجِرَارِ فَاكْسِرْهَا قَالَ أَنَسٌ فَقُمْتُ إِلَى مِهْرَاسٍ لَنَا فَضَرَبْتُهَا بِأَسْفَلِهِ حَتَّى انْكَسَرَتْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوطلحہ انصاری کو اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کو کھجور کی شراب پلا رہا تھا، پس اس وقت ایک آنے والا آیا اور اس نے بتایا کہ خمر حرام کر دی گئی ہے، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے انس! اٹھو اور ان مٹکوں کو توڑ دو، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں اپنے ہاون دستہ کو لے کر کھڑا ہوا اور مٹکوں کے نیچے ضرب لگائی حتیٰ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ سب مٹکے ٹوٹ گئے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۶۴، ۴۶۱۷، ۴۶۲۰، ۵۵۸۰، ۵۵۸۲، ۵۵۸۳، ۵۵۸۴، ۵۶۰۰، ۵۶۲۲، ۷۲۵۳، صحیح مسلم: ۱۹۸۰، سنن نسائی: ۵۵۴۲، سنن ابوداؤد: ۳۶۷۳، مسند احمد: ۱۲۹۶۳، موطا امام مالک: ۱۵۹۹)

امام بخاری کا اس حدیث کو وارد کرنے سے مقصود یہ ہے کہ خبرِ واحد حجت ہے، کیونکہ ایک شخص نے آ کر بتایا کہ خمر کو حرام کر دیا گیا، حالانکہ پہلے خمر کا پینا مباح تھا، تو ان صحابہ نے اس کی تحقیق نہیں کی کہ دیگر ذرائع سے یہ معلوم ہو کہ واقعی خمر کو حرام کر دیا گیا ہے، بس اس ایک آدمی کے خبر دینے سے انہوں نے یقین کر لیا کہ اب خمر حرام ہو گئی ہے، لہٰذا انہوں نے شراب کے مٹکوں کو توڑ دیا اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہتی رہی، اور یہ اس پر قوی حجت ہے کہ خبرِ واحد کو قبول کرنا واجب ہے اور اس کے تقاضا پر عمل کرنا ضروری ہے۔

۷۲۵۴۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِأَهْلِ نَجْرَانَ لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا أَصْحَابُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از صلۃ از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے فرمایا: عنقریب میں تمہاری طرف ایک مرد کو بھیجوں گا جس کا امانت دار ہونا برحق ہو گا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس بات کے منتظر تھے کہ آپ کس کو بھیجتے ہیں تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔

(صحیح البخاری: ۳۷۴۵، ۴۳۸۰، ۴۳۸۱، ۷۲۵۴، صحیح مسلم: ۲۴۲۰، سنن ترمذی: ۳۷۹۶، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵، مسند احمد: ۲۲۸۸۸)

صحیح البخاری: ۷۲۵۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا نام عامر بن عبد اللہ بن الجراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن الحارث بن فہر ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں فہر بن مالک کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں، اور ان کے آباء کی تعداد کے درمیان پانچ آباء کا فرق ہے، پس حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ عدد کے اعتبار سے عبدِ مناف کے درجہ میں ہیں۔

اور ابوعبیدہ کی والدہ، یہ ان کے باپ کے چچا کی بیٹیوں میں سے ہیں، امام حاکم نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کے باپ غزوہ بدر میں کفر کی حالت میں قتل کیے گئے تھے۔ اور جس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے امیر تھے اور اٹھارہ (۱۸) ہجری کے طاعون میں ان کی وفات ہوئی۔

امام ترمذی اور امام ابن حبان نے از خالد الحذاء ایک طویل حدیث ذکر کی ہے جس کے شروع میں مذکور ہے "میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ کرنے میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں اور سب سے زیادہ سچے عثمان ہیں اور سب سے اچھے کتاب اللہ کو پڑھنے والے ابی بن کعب ہیں اور وراثت کے احکام کو سب سے زیادہ جاننے والے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زید ہیں، اور حلال اور حرام کے احکام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ ہیں، اور سنو! ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں، رضی اللہ عنہم"۔

اس حدیث میں اہلِ نجران کا ذکر ہے، یہ لوگ یمن کے قریب رہنے والے تھے اور ان لوگوں میں عاقب تھے جن کا نام عبدالمسیح ہے۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نو (۹) ہجری میں آئے، اور صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ اہلِ یمن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو کہا: آپ ہماری طرف کوئی ایسا مرد بھیج دیں جو ہم کو سنت اور اسلام کی تعلیم دے، تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے، اور مسلم کی روایت میں ہے "میں عنقریب تمہارے پاس ایک مرد کو بھیجوں گا جو امانت کا حق دار ہے"۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اس کے منتظر تھے اور اس پر حریص تھے کہ آپ کس کو بھیجتے ہیں تو آپ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ اٹھو اور ان کو بھیج دیا"۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے کبھی امارت کی تمنا نہیں کی سوائے ایک مرتبہ، پھر یہ قصہ ذکر کیا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۱۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے بھی امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ خبرِ واحد حجت ہوتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ نجران کے پاس حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہوں نے ان کو دین کے احکام سکھائے، اور اہلِ نجران کے لیے ان کی خبر کو قبول کرنا اور اس کے تقاضا پر عمل کرنا واجب تھا اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی یہ خبر، خبرِ واحد تھی کیونکہ وہ واحد صدوق تھے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۲۵۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از خالد از ابوقلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۷۴۵، ۴۳۸۰، ۴۳۸۱، ۷۲۵۴، صحیح مسلم: ۲۴۲۰، سنن ترمذی: ۳۷۹۶، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵، مسند احمد: ۲۲۸۸۸)

اس حدیث کی شرح ابھی گزر چکی ہے۔

۷۲۵۶۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رضی الله عنهم قَالَ وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غَابَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَشَهِدْتُهُ أَتَيْتُهُ بِمَا يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از عبید بن حنین از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت عمر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک مرد تھا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے غائب ہوتا اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَإِذَا غِبْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَشَهِدَهُ أَتَانِي بِمَا يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

میں حاضر ہوتا تو میں اس کے پاس ان احکام کو لے کر آتا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنے ہوتے اور جب میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے غائب ہوتا اور وہ حاضر ہوتا تو وہ میرے پاس ان احکام کو لے کر آتا جو اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنے ہوتے۔

(صحیح البخاری: ۸۹، ۲۴۶۸، ۴۹۱۳، ۴۹۱۴، ۴۹۱۵، ۵۱۹۱، ۵۲۱۸، ۵۸۴۳، ۷۲۵۶، ۷۲۶۳، صحیح مسلم: ۱۴۷۹، سنن ترمذی: ۳۳۱۸)

یہ حدیث بھی خبرِ واحد کے حجت ہونے پر دلیل ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین کے احکام میں اس انصاری مرد کی خبر کو قبول کرتے تھے اور اس کی خبر، خبرِ واحد ہے، اور وہ انصاری مرد دین کے احکام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دی ہوئی خبر کو قبول کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دی ہوئی خبر بھی خبرِ واحد تھی، پس واضح ہوگیا کہ خبرِ واحد حجت ہے۔

۷۲۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ جَيْشًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا فَأَوْقَدَ نَارًا وَقَالَ ادْخُلُوهَا فَأَرَادُوا أَنْ يَدْخُلُوهَا وَقَالَ آخَرُونَ إِنَّمَا فَرَرْنَا مِنْهَا فَذَكَرُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِلَّذِينَ أَرَادُوا أَنْ يَدْخُلُوهَا لَوْ دَخَلُوهَا لَمْ يَزَالُوا فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَقَالَ لِلْآخَرِينَ لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از زُبید از سعد بن عبیدہ از ابوعبدالرحمٰن از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر ایک مرد کو امیر بنا دیا، اس امیر نے آگ جلائی اور لشکر والوں سے کہا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ، پس انہوں نے اس آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور دوسروں نے کہا: ہم آگ سے ہی تو اسلام کی طرف بھاگے ہیں، پھر انہوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے اس آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا: اگر تم اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اسی آگ میں رہتے، اور دوسروں سے آپ نے فرمایا کہ معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، اطاعت صرف نیک بات میں ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۳۴۰، ۷۱۴۵، ۷۲۵۷، صحیح مسلم: ۱۸۴۰، سنن نسائی: ۴۲۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۲۵، مسند احمد: ۱۰۲۱)

صحیح البخاری: ۷۲۵۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ مذکور نہیں ہے کہ اہلِ لشکر نے آگ میں داخل ہونے کے لیے اس مرد کی اطاعت کر لی تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: لیکن امیر لشکر کے اس حکم کے علاوہ اس کے دیگر احکام کی اہلِ لشکر اطاعت کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خبرِ واحد حجت ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۵۸، ۷۲۵۹۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما ان دونوں نے خبر دی کہ انصار کے دو مردوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا جھگڑا پیش کیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، ۲۶۴۹، ۲۶۹۶، ۲۷۲۵، ۶۶۳۴، ۶۸۲۸، ۶۸۳۱، ۶۸۳۶، ۶۸۴۳، ۶۸۶۰، ۷۱۹۴، ۷۲۵۹، ۷۲۷۹، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴)

۷۲۶۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَعْرَابِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اقْضِ لِي بِكِتَابِ اللهِ فَقَامَ خَصْمُهُ فَقَالَ صَدَقَ يَا رَسُولَ اللهِ اقْضِ لَهُ بِكِتَابِ اللهِ وَأْذَنْ لِي فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ قُلْ فَقَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا وَالْعَسِيفُ الْأَجِيرُ فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةٍ مِنَ الْغَنَمِ وَوَلِيدَةٍ ثُمَّ سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى امْرَأَتِهِ الرَّجْمَ وَأَنَّمَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ أَمَّا الْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ فَرُدُّوهَا وَأَمَّا ابْنُكَ فَعَلَيْهِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَأَمَّا أَنْتَ يَا أُنَيْسُ لِرَجُلٍ مِنْ أَسْلَمَ فَاغْدُ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، دیہاتیوں میں سے ایک مرد کھڑا ہوا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے لیے کتاب اللہ سے فیصلہ کیجیے، پھر اس کا مخالف بھی کھڑا ہوا، اس نے کہا: یہ سچ کہتا ہے یا رسول اللہ! اس کے لیے کتاب اللہ سے فیصلہ کیجیے اور میرے لیے اس میں بات کرنے کی اجازت دیجیے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بات کرو، اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں عسیف تھا، اور عسیف کا معنی ہے: مزدور، پس اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا، پس لوگوں نے مجھے خبر دی کہ بے شک میرے بیٹے کو رجم کرنا ہے، تو میں نے اس کی طرف سے ایک سو بکریاں صدقہ میں دیں اور ایک باندی دی، پھر میں نے اہلِ علم سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ اس کی بیوی کو رجم کرنا ہے اور میرے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَارْجُمْهَا فَغَدَا عَلَيْهَا أُنَيْسٌ فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا۔

بیٹے کے اوپر سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، رہی باندی اور بکریاں تو وہ اس کو واپس کردو، اور رہا تمہارا بیٹا! تو اس کے اوپر سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا۔ اور تم اے انیس! آپ نے بنو اسلم کے ایک مرد سے فرمایا: صبح اس عورت کے پاس جاؤ، اگر وہ عورت زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کردینا، پھر حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ اس عورت کے پاس صبح گئے، اس عورت نے زنا کا اعتراف کرلیا، پس انہوں نے اس عورت کو رجم کردیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۶۴۹، ۲۶۹۶، ۲۷۲۵، ۶۶۳۴، ۶۸۲۸، ۶۸۳۱، ۶۸۳۶، ۶۸۴۳، ۶۸۶۰، ۷۱۹۴، ۷۲۵۹، ۷۲۷۹، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴)

صحیح البخاری: ۷۲۶۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رجم کے ثبوت پر دلائل

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ خبرِ واحد جب قرآن پر زائد ہو تو وہ مردود ہوتی ہے، علامہ ابن القیم نے ان کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب خبرِ واحد قرآن پر زائد ہو تو وہ قرآنِ مجید کے مجمل حکم کا بیان ہوتی ہے، دوسرا جواب یہ دیا کہ وہ خبرِ واحد اس حکم پر دلیل ہوتی ہے جس سے قرآن ساقط ہے، اور یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابتداءً حاصل ہوتا ہے، پس اس حکم کی اطاعت واجب ہے، کیونکہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت صرف ان ہی احکام میں ہوتی جو قرآن کے موافق ہیں تو پھر آپ کی مخصوص اطاعت نہ ہوتی، حالانکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کرلی۔

خبرِ واحد سے اس حکم کے ثبوت پر دلائل جو قرآن مجید پر زائد ہو

اسی طرح بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ جو حکم قرآن پر زائد ہو، وہ اس وقت قبول کیا جائے گا جب کہ وہ خبرِ متواتر سے ثابت ہو یا خبرِ مشہور سے ثابت ہو۔ اور ان کا یہ قول خود ان کے اپنے مذہب کے خلاف ہے، کیونکہ انہوں نے متعدد احکام کو تسلیم کیا ہے حالانکہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ احکام خبرِ واحد سے ثابت ہیں اور قرآن مجید پر زائد ہیں، ان احکام کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) یہ لوگ اس کے قائل ہیں کہ جب کسی شخص کے نکاح میں پھوپھی یا خالہ ہو تو اس کے اوپر بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) اور یہ لوگ اس کے قائل ہیں کہ جو رشتہ نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتا ہے۔

(۳) اور یہ لوگ خیارِ شرط اور شفعہ اور حضر (غیر سفر) میں رہن رکھنے کے قائل ہیں۔

(۴) اور یہ لوگ جدہ کی میراث کے قائل ہیں۔

(۵) جب کسی باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کے خیارِ عتق کے قائل ہیں۔

(۶) اور حائضہ عورت کو نماز اور روزہ سے منع کرنے کے قائل ہیں۔

(۷) اور جو روزہ دار رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرلے، اس پر کفارہ کے قائل ہیں۔

(۸) اور عدتِ وفات میں عدت گزارنے والی پر سوگ کے قائل ہیں۔

(۹) اور نبیذِ تمر سے وضو کے جواز کے قائل ہیں۔

(۱۰) اور وتر کے وجوب کے قائل ہیں۔

(۱۱) اور اس کے قائل ہیں کہ کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم ہے۔

(۱۲) اور بیٹی کے ساتھ پوتی کو چھٹا حصہ دینے کے قائل ہیں۔

(۱۳) اور قیدی عورت کے ایک حیض گزرنے سے اس کے استبراء کے قائل ہیں۔

(۱۴) اور اخیافی بہن بھائیوں کی وراثت کے قائل ہیں۔

(۱۵) اور اس کے قائل ہیں کہ بیٹے کو قتل کرنے کی وجہ سے باپ سے قصاص نہیں لیا جاتا۔

(۱۶) اور مجوس سے جزیہ لینے کے قائل ہیں۔

(۱۷) اور دوسری بار چوری کرنے پر چور کا پیر کاٹنے کے قائل ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت احکام ہیں جن کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے اور وہ صرف خبرِ واحد سے ثابت ہیں اور ان کے یہ لوگ قائل ہیں، لہٰذا ان کے اس قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ جو حکم قرآن پر زائد ہو اس پر عمل صرف اسی وقت کیا جائے گا جب کہ وہ خبرِ متواتر سے ثابت ہو یا خبرِ مشہور سے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۔ بَابُ: بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزُّبَيْرَ طَلِيعَةً وَحْدَهُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو تنہا دشمن کی خبر لانے کے لیے بھیجنا

۷۲۶۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمَدِينِيِّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَدَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ يَوْمَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ بن المدینی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثَلَاثًا فَقَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ قَالَ سُفْيَانُ حَفِظْتُهُ مِنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ وَقَالَ لَهُ أَيُّوبُ يَا أَبَا بَكْرٍ حَدِّثْهُمْ عَنْ جَابِرٍ فَإِنَّ الْقَوْمَ يُعْجِبُهُمْ أَنْ تُحَدِّثَهُمْ عَنْ جَابِرٍ فَقَالَ فِي ذَلِكَ الْمَجْلِسِ سَمِعْتُ جَابِرًا فَتَابَعَ بَيْنَ أَحَادِيثَ سَمِعْتُ جَابِرًا قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَإِنَّ الثَّوْرِيَّ يَقُولُ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَقَالَ كَذَا حَفِظْتُهُ مِنْهُ كَمَا أَنَّكَ جَالِسٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ قَالَ سُفْيَانُ هُوَ يَوْمٌ وَاحِدٌ وَتَبَسَّمَ سُفْيَانُ۔

حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن لوگوں کو طلب کیا، پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طلب پر لبیک کہا، پھر آپ نے لوگوں کو طلب کیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طلب پر لبیک کہا، پھر آپ نے لوگوں کو طلب کیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طلب پر لبیک کہا تین بار، آپ نے فرمایا: ''ہر نبی کے حواری (محافظ اور مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں''۔

سفیان نے کہا: میں نے یہ حدیث ابن المنکدر سے یاد رکھی ہے، اور ان سے ایوب نے کہا: اے ابوبکر! ان کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث کی روایت کریں، کیونکہ قوم کو یہ پسند ہے جب آپ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، تو انہوں نے اس مجلس میں کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور چار احادیث پے در پے روایت کیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، میں نے سفیان سے کہا کہ ثوری تو (بجائے غزوہ خندق کے) یوم قریظہ کہتے ہیں، تو انہوں نے کہا: میں نے ان سے یوم الخندق سنا ہے اتنے یقین کے ساتھ جتنا تمہارے بیٹھنے پر یقین ہے، سفیان نے کہا: وہ ایک ہی دن ہے اور سفیان مسکرانے لگے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۴۶، ۲۸۴۷، ۲۹۹۷، ۳۷۱۹، ۴۱۱۳، ۷۲۶۱، صحیح مسلم: ۲۴۱۵، سنن ترمذی: ۳۷۴۵، سنن ابن ماجہ: ۱۲۲، مسند احمد: ۱۴۵۱۹)

صحیح البخاری: ۷۲۶۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خبرِ واحد کی حجیت کا بیان اور اس حدیث کی سند کے معانی

اس باب میں امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دشمن کی خبر معلوم کرنے کے لیے بھیجا، اس سے معلوم ہوا کہ خبرِ واحد حجت ہے، کیونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واحد صدوق تھے اور وہ دشمن کی جو خبر لے کر آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق فرماتے، اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب خبرِ واحد حجت ہو۔

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے کہ ''ان سے ایوب نے کہا'' یعنی ایوب السختیانی نے کہا: ''اے ابوبکر!'' اور یہ محمد بن المنکدر کی کنیت ہے اور ان کی کنیت ابوعبداللہ بھی ہے، اور ان کا ایک اور بھائی تھا جس کو ابوبکر بن المنکدر کہا جاتا تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے ''ندب'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب کیا، اور اس حدیث میں مذکور ہے ''انتدب'' یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب پر جلدی سے لبیک کہا۔

اور اس حدیث کی سند میں ہے ''فتتابع'' یعنی محمد بن منکدر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے چار حدیثیں پے در پے بیان کر دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن کی خبر معلوم کرنے کے لیے طلب کرنا

امام بخاری نے از ابن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا: میرے پاس بنو قریظہ کی خبر کون لے کر آئے گا؟ اسماعیلی نے متنبہ کیا ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن بنو قریظہ کی خبر کو طلب کیا، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا: ''میرے پاس بنو قریظہ کی خبر کون لے کر آئے گا''، اور جس روایت میں یوم قریظہ کا ذکر ہے اس سے مراد وہ دن ہے جس دن آپ نے ان کی خبر لانے کے لیے فرمایا تھا نہ کہ وہ دن جس دن بنو قریظہ کے خلاف جنگ ہوئی، اور سفیان نے جو کہا ہے یہ ایک ہی دن ہے، ان کی مراد بھی یہی ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: وہ ایک ہی دن ہے یعنی یوم خندق اور یوم قریظہ، اور یہ اس وجہ سے صحیح ہے کہ یوم کا اطلاق اس زمانہ پر ہوتا ہے جس زمانہ میں کوئی بڑا واقعہ پیش آیا ہو خواہ اس کے دن کم ہوں یا زیادہ ہوں، جیسے کہا جاتا ہے ''یوم الفتح'' اور اس سے وہ ایام مراد ہوتے ہیں جن ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کو فتح کرنے کے لیے قیام کیا، اسی طرح غزوۂ خندق کا اطلاق ان تمام دنوں پر ہوتا ہے جن دنوں اس میں کارروائی ہوتی رہی، اور اس کا آخر وہ تھا جب کفار کی جماعتیں واپس چلی گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے، تو ظہر اور عصر کے درمیان حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور آپ کو اللہ کا یہ حکم پہنچایا کہ آپ بنو قریظہ کی طرف نکلیں، پھر آپ بنو قریظہ کی طرف نکلے اور آپ نے صحابہ سے فرمایا: کوئی شخص ہرگز عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں، پھر آپ نے کئی ایام تک بنو قریظہ کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر بنو قریظہ قلعہ سے نیچے اتر آئے، اور ان تمام مباحث کا کتاب المغازی میں بیان ہو چکا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ (الاحزاب: ۵۳) فَإِذَا أَذِنَ لَهُ وَاحِدٌ جَازَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو، سوا اس کے کہ تمہیں بلایا جائے'' پھر جب اس کے لیے ایک آدمی اجازت دے تو اس کا آنا جائز ہے

۷۲۶۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ حَائِطًا وَأَمَرَنِي بِحِفْظِ الْبَابِ فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی عثمان از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے اس دروازہ کی حفاظت کرنے کا حکم دیا، پھر ایک مرد نے آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اس کو جنت کی بشارت دو، پس وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دو اور ان کو جنت کی بشارت دو، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے، تو آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷۴، ۳۶۹۳، ۳۶۹۵، ۶۲۱۶، ۷۰۹۷، ۷۲۶۲، صحیح مسلم: ۲۴۰۳، سنن ترمذی: ۳۷۱۰، مسند احمد: ۱۹۴۹۹)

بابِ مذکور کی حدیث کی مفصل روایت

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا، پھر باہر نکلے، پس میں نے (دل میں) کہا کہ آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لازم رہوں گا اور آج کا پورا دن آپ کے ساتھ گزاروں گا انہوں نے بتایا کہ پھر وہ مسجد میں آئے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا تو لوگوں نے بتایا کہ آپ باہر تشریف لے گئے اور آپ اس طرف تشریف لے گئے ہیں، تو میں بھی آپ کے متعلق پوچھتا ہوا آپ کے پیچھے پیچھے نکلا حتیٰ کہ آپ ''اَرِیس'' نام کے کنویں پر گئے، پس میں دروازہ پر بیٹھ گیا اور اس کا دروازہ شاخوں کا بنا ہوا تھا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت سے فارغ ہو گئے، پس آپ نے وضو کیا، میں آپ کے پاس کھڑا ہو گیا، آپ اس وقت اَریس کے کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے، آپ نے اپنی پنڈلیاں کھولی ہوئی تھیں اور کنویں میں لٹکائی ہوئی تھیں، میں نے آپ کو سلام کیا اور واپس جا کر دروازہ پر بیٹھ گیا، میں نے دل میں کہا: میں آج ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان رہوں گا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دروازہ کو دھکا دیا، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا: ابوبکر ہیں، میں نے کہا: آپ ٹھہریں، پھر میں آپ کے پاس گیا، پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ ابوبکر ہیں جو اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو، پھر میں آیا حتیٰ کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ داخل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور کنویں کی منڈیر پر آپ کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور انہوں نے (بھی) اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکالیں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹالیا، پھر میں واپس جا کر (دروازہ پر) بیٹھ گیا اور میں اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ کر آیا تھا کہ وہ آ کر مجھ سے ملیں گے، پس میں نے دل میں کہا: اگر اللہ نے فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا، اس سے ان کی مراد اپنا بھائی تھا، تو اللہ اس کو لے آئے گا، پھر کسی انسان نے دروازہ ہلایا، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ عمر بن الخطاب ہے، میں نے کہا: آپ ٹھہریے، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس میں نے آپ کو سلام کیا، پھر عرض کیا کہ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو، پس میں آیا اور میں نے ان سے کہا: آپ (باغ کے اندر) آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور کنویں کی منڈیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکالیں، میں لوٹا اور (دروازہ پر) بیٹھ گیا، پھر میں نے دل میں کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہے تو اس کو لے آئے گا، پھر کوئی انسان آیا اور اس نے دروازہ کو ہلایا، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ عثمان بن عفان ہے، میں نے کہا: آپ ٹھہریے! پھر میں نے آ کر رسول اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی بشارت دے دو، اور (کہو کہ) آپ کو مصائب پہنچیں گے، پس میں آیا اور میں نے ان سے کہا: آپ آئیے! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے اور بتایا ہے کہ آپ کو مصائب پہنچیں گے (یا آپ کی آزمائش ہوگی) پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ منڈیر بھر چکی تھی، پھر وہ منڈیر کی دوسری جانب آپ کے سامنے بیٹھ گئے، شریک نے بیان کیا کہ سعید بن المسیب نے کہا: میں اس کی تاویل ان کی قبروں سے کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۳۶۷۴، صحیح مسلم: ۲۴۰۳، سنن ترمذی: ۳۷۱۰، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۴۰۲، صحیح ابن حبان: ۶۹۱۱)

صحیح البخاری: ۷۲۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں اَرِیس کا ذکر ہے، یہ قباء کے قریب مدینہ منورہ کا باغ ہے، اس باغ کے کنویں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگلی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس انگوٹھی کو کنویں سے نکالنے کی بہت کوشش کی اور وہ انگوٹھی نہیں نکل سکی اور اس کے بعد سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش اور بہت ہنگامے ہوئے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ کتاب الجنائز میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دربان نہیں تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ آپ کے دائمی دربان نہیں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''سعید بن المسیب نے کہا: میں اس واقعہ کی تاویل ان کی قبروں کے ساتھ کرتا ہوں''۔

سعید بن المسیب کی تاویل کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تو اس باغ کے کنویں کی منڈیر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اسی طرح ان دونوں کی قبریں بھی آپ کی قبر مبارک کے ساتھ ہیں، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ منڈیر پر نہیں بیٹھے تھے بلکہ آپ کی منڈیر کے بالمقابل جو منڈیر تھی اس پر بیٹھے تھے، اسی طرح ان کی قبر بھی آپ کی قبر مبارک کے ساتھ نہیں ہے بلکہ البقیع میں آپ کی قبر بنائی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۶۲۔ ۲۶۴، ملخصاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۶۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی کیفیت

امام ابوداؤد اور حاکم نے از قاسم بن محمد روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے میری اماجان! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں صاحبوں کی قبر کھول کر دکھائیں تو انہوں نے میرے لیے قبروں کو کھولا، اور اس حدیث میں ہے ''پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سر آپ کے کندھوں کے درمیان تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کے نزدیک تھا''۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۶۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری کا اس حدیث کی روایت سے مقصود یہ ہے کہ خبرِ واحد حجت ہوتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو دربان مقرر کیا اور انہوں نے صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو پیغام پہنچائے، ان سب نے اس کی تصدیق کی، اس سے معلوم ہوا کہ خبرِ واحد حجت ہوتی ہے۔

۷۲۶۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رضی الله عنهم قَالَ جِئْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ وَغُلَامٌ لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَسْوَدُ عَلَى رَأْسِ الدَّرَجَةِ فَقُلْتُ قُلْ هَذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَذِنَ لِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید بن حنین، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا از حضرت عمر رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالا خانہ میں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سیاہ فام غلام سیڑھی کے ڈنڈے پر بیٹھا ہوا تھا، میں نے کہا: تم بتاؤ کہ یہ عمر بن الخطاب ہیں، تو آپ نے میرے لیے اجازت دی۔

(صحیح البخاری: ۸۹، ۴۹۱۳، ۵۸۴۳، صحیح مسلم: ۱۴۷۹، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۳، مسند احمد: ۲۲۱)

امام بخاری نے اس حدیث کو متعدد متون کے ساتھ متعدد مقامات پر روایت کیا ہے، صحیح البخاری: ۴۹۱۳ بہت طویل ہے اور صحیح البخاری: ۵۸۴۳ قدرے کم ہے لیکن اس میں بھی طوالت ہے، ہم اس حدیث کا مختصر متن پیش کر رہے ہیں جس سے اس حدیث کا مالۂ و ماعلیہ سمجھ آجائے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنوامیہ بن زید کے قبیلہ اور ان کے مواضع میں رہتے تھے، اور یہ جگہ مدینہ کے بالائی حصہ پر تھی، ہم باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں جاتا، پس جب میں جاتا تو اس دن نزولِ وحی کی خبر لے کر آتا اور جس دن وہ جاتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا، پس ایک دن میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے دن آیا اور اس نے بہت زور سے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا: کیا وہ ہے؟ میں گھبرا کر اس کی طرف نکلا تو اس نے کہا: بہت سنگین حادثہ ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا: پھر میں حفصہ کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا: کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا: پتا نہیں، پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے کھڑے ہو کر کہا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: اللہ اکبر۔ (صحیح البخاری: ۸۹، صحیح مسلم: ۱۴۷۹، سنن ترمذی: ۲۴۶۱، سنن نسائی: ۲۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۳)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اس دن جو احکام نازل ہوتے ان کی خبر وہ اپنے پڑوسی کو دیتے، اور ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پڑوسی جاتا اور وہ اس دن کے احکام کی آکر خبر دیتا''، اس سے معلوم ہوا کہ خبرِ واحد حجت ہوتی ہے اور یہی امام بخاری کا یہاں اس حدیث کو ذکر کرنے سے مقصود ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۲) اس حدیث سے طلبِ علم کی حرص کا جواز معلوم ہوتا ہے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور وہ انصاری باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

(۳) طلبِ علم کے ساتھ طلبِ معاش کا بھی انتظام کرنا چاہیے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن حصولِ علم کے لیے جاتے تھے اور ایک دن اہل و عیال کی کفالت کے انتظام میں مشغول رہتے تھے۔

(۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال اور آپ کی احادیث سے مطلع کرتے رہتے تھے جیسے اس انصاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا کہ آپ اپنی ازواج سے الگ ہو گئے ہیں اور اس میں خبرِ واحد کے قبول کرنے کا بھی ثبوت ہے۔

۴۔ بَابُ: مَا كَانَ يَبْعَثُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأُمَرَاءِ وَالرُّسُلِ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکام اور قاصدوں کو یکے بعد دیگرے بھیجنا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکام کی طرف اپنے مکاتیب کو بھیجتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ حکام کے اسماء

اس باب کے عنوان میں اُمراء کا ذکر ہے، (۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ پر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دیا تھا، (۲) طائف پر حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دیا تھا (۳) بحرین پر حضرت ابن العلاء الحضرمی کو امیر مقرر کر دیا تھا (۴) عمان پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دیا تھا (۵) نجران پر حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دیا تھا (۶) صنعاء پر اور یمن کے تمام شہروں پر حضرت باذان رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دیا تھا (۷) اس کے بیٹے حضرت شھر رضی اللہ عنہ کو (۸) حضرت فیروز المہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ کو اور (۹) ابان بن سعید بن العاص کو مقرر کر دیا تھا۔ اور ساحلی علاقوں پر (۱۰) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا تھا، اور لشکر پر جوان کے ساتھ تھے (۱۱) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا تھا، اور ان امراء میں سے ہر ایک اپنی عمل داری میں فیصلے کرتا تھا اور اس میں سفر کرتا تھا اور بسا اوقات یہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے، اور آپ نے (۱۲) حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو تیماء پر مقرر کر دیا تھا، اور (۱۳) حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو الیمامہ پر مقرر کر دیا تھا، اور ہم عنقریب باذان کا قصہ ذکر کریں گے، اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصدین تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۶ ہجری میں قاصدین کو بھیجا اور وہ یہ ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصدین کے اسماء اور احوال

(۱) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ:

ان کو آپ نے المقوقس صاحب الاسکندریہ کی طرف بھیجا، اور اس کا نام جریج بن مینا تھا، پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب لے کر گئے تو اس نے اس مکتوب کو قبول کیا اور حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی تکریم کی اور ان کو اچھی جگہ ٹھہرایا، اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہدیہ دے کر روانہ کیا جو ایک چادر تھی اور ایک خچر تھا اس کی زین سمیت، اور دو باندیاں بھیجیں، ان میں سے ایک حضرت ماریہ قبطیہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رضی اللہ عنہا تھیں جو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، اور دوسری باندی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن قیس العبدری کو ہبہ کر دیا تھا۔

(۲) حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ:

ان کو آپ نے الحارث بن ابی شمر الغسانی کی طرف بھیجا، جو شام کے علاقہ البلقاء کے سردار تھے، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ جبلہ کی طرف متوجہ ہوئے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں کی طرف گئے تھے، امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو المنذر بن حارث بن ابی شمر الغسانی صاحبِ دمشق کی طرف بھیجا، حضرت شجاع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اس کے پاس دمشق کی پست زمین میں گیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پڑھا اور اٹھا کر پھینک دیا اور کہا: میں ان کی طرف روانہ ہوں گا، اور اس نے جانے کا قصد کیا تو اس کو قیصر نے منع کر دیا، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اس کا ملک ہلاک اور برباد ہو گیا۔

(۳) حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ:

ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے بادشاہ قیصر کی طرف بھیجا، اس نے ان کی تعظیم و تکریم کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کو اپنی ران پر رکھا، اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلومات کیں، اور اس کے نزدیک آپ کی نبوت کی صحت ثابت ہو گئی، اس نے اسلام کو سمجھ لیا لیکن رومی سرداروں نے اس کی موافقت نہیں کی، تو وہ ڈرا کہ اس نے اسلام قبول کیا تو ملک اس کے ہاتھ سے جاتا رہے گا، پس وہ اسلام لانے سے رُک گیا اور حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کو عزت کے ساتھ واپس کر دیا۔

(۴) حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ:

ان کو آپ نے ہوذہ بن علی کی طرف بھیجا جو یمامہ کے سردار تھے، انہوں نے ان کی تعظیم و تکریم کی اور ان کو اچھی طرح ٹھہرایا اور آپ کے مکتوب کا یہ جواب دیا کہ اگر آپ اپنی سلطنت میں سے بعض حصہ میرے لیے کر دیں تو میں آپ کے پاس آؤں گا اور اسلام قبول کروں گا اور آپ کی مدد کروں گا، ورنہ آپ سے جنگ کا قصد کروں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں! کوئی کرامت نہیں، اے اللہ! مجھے اس کے مقابلہ میں کافی کر دے" پس وہ مر گیا۔

(۵) حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت نجاشی جو حبشہ کے بادشاہ تھے، ان کی طرف بھیجا، ان کا نام اصحمۃ تھا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کو پکڑا اور اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے، اور انہوں نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا، اور جب ان کی وفات ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

(۶) حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کسریٰ پرویز بن ہرمز کی طرف بھیجا، اس نے آپ کا مکتوب پھاڑ دیا اور کہا: یہ مجھ سے خط و کتابت کرتا ہے حالانکہ یہ میرا غلام ہے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ جواب پہنچا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، پھر کسریٰ نے اپنے نائب کی طرف مکتوب لکھا جو یمن کا بادشاہ تھا، اس میں یہ لکھا کہ اس مرد کی طرف حجاز میں تم اپنے پاس سے دو قوی مردوں کو بھیجو، وہ اس مرد کو میرے پاس پکڑ کر لائیں، پس باذان نے اپنے قھرمان (وکیل، کارمختار، سیکریٹری) کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بھیجا جو فارس کے لوگوں کے ساتھ خط و کتابت کرتا تھا، اور اس کے ساتھ فارس کا ایک مرد بھیجا جس کو خرخرۃ کہا جاتا تھا، اور ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک مکتوب لکھا جس میں اس نے یہ حکم دیا کہ وہ ان دونوں کے ساتھ کسریٰ کے پاس حاضر ہوں، پس وہ دونوں نکلے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہوئے اور ان دونوں کی ڈاڑھیاں مونڈی ہوئی تھیں اور ان کی مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف کراہت کے ساتھ دیکھا اور ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں واپس جاؤ حتیٰ کہ کل تم دونوں میرے پاس آنا، اور آپ کے پاس آسمان سے خبر آئی کہ اللہ عزوجل نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا اور اس نے اس کو فلاں مہینہ میں فلاں رات کی فلاں ساعت میں قتل کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلایا، پس ان کو یہ خبر سنائی اور خرخرۃ کو سونے اور چاندی کا منطقہ عطا کیا جو آپ کو بعض بادشاہوں نے ہدیہ میں دیا تھا، پس وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے گئے حتیٰ کہ باذان کے پاس پہنچے، اور ان دونوں نے اس کو یہ خبر سنائی، تب باذان نے کہا: اللہ کی قسم! یہ کسی بادشاہ کا کلام نہیں ہے، اور میری رائے یہ ہے کہ یہ مرد نبی ہے جیسا کہ یہ کہتا ہے، اور جو اس نبی نے کہا ہے وہ ضرور ہوگا، ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ باذان کے پاس شیرویہ کا مکتوب آیا کہ اس نے کسریٰ کو فلاں فلاں تاریخ میں قتل کر دیا، جب باذان اس پر واقف ہوا تو اس نے کہا: بے شک یہ مرد اللہ کا رسول ہے، وہ اسلام لے آیا، اور فارس میں جو اس کے بیٹے تھے انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی جگہ پر مقرر رکھا، اور یہ آپ کے نائبین میں سے پہلا نائب تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر قاصدین

اور کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو المنذر بن ساوی العبدی کی طرف بھیجا جو فارس کی طرف سے بحرین کا بادشاہ تھا، سو وہ مسلمان ہو گیا اور بحرین کے تمام عرب مسلمان ہو گئے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الحارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بُصریٰ کے بادشاہ کی طرف بھیجا، پس جب وہ سرزمینِ مؤتہ میں اترے تو ان پر عمرو بن شرحبیل الغسانی نے حملہ کیا، پس ان کو قتل کر دیا، اور ان کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی قاصد کو قتل نہیں کیا گیا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو ذی الکلاع اور ذی عمرو کی طرف بھیجا اور ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ ان دونوں کے پاس تھے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت السائب بن العوام رضی اللہ عنہ جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے، کو فروہ عمرو الجذامی کی طرف بھیجا اور وہ عمان میں قیصر کے عامل تھے، پس انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مکتوب لکھا اور حضرت مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی طرف ایک ہدیہ بھیجا، اور یہ سُرخ رنگ کا خچر تھا جس کو فضۃ کہا جاتا تھا اور گھوڑے بھیجے جن کو الظرب کہا جاتا تھا، اور ایک ریشم کی قباء بھیجی جس پر سونے کا کام کیا گیا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہدیہ کو قبول کر لیا، اور حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کو بارہ اوقیہ عطا کیے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی رضی اللہ عنہ کو الحارث کی طرف بھیجا، اور فروخ اور نعیم بن عبد کلاب جو قبیلہ حُمیر سے تھے، ان کی طرف بھیجا۔ واللہ اعلم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب مذکور کی تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ دِحْيَةَ الْكَلْبِيَّ بِكِتَابِهِ إِلَى عَظِيمِ بُصْرَى أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى قَيْصَرَ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنا مکتوب دے کر بصریٰ کے حاکم کی طرف بھیجا تا کہ وہ اس مکتوب کو قیصر کی طرف پہنچا دے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو بدء الوحی میں مذکور ہے، اور یہ تعلیق صرف الکشمیھنی کی روایت میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۹۔۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۲۶۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرَى فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ يَدْفَعُهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى فَلَمَّا قَرَأَهُ كِسْرَى مَزَّقَهُ فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ۔

(صحیح البخاری: ۶۴، ۲۹۳۹، ۴۴۲۴، ۷۲۶۴، مسند احمد: ۲۱۸۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ بے شک حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنا مکتوب کسریٰ کی طرف روانہ کیا، پس آپ نے اس کو حکم دیا کہ یہ مکتوب بحرین کے امیر کو دے دیں، تا کہ عظیم البحرین وہ مکتوب کسریٰ کو دے دے، جب کسریٰ نے اس مکتوب کو پڑھا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، پس میرا گمان ہے کہ ابن المسیّب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے پورے پورے ٹکڑے۔

صحیح البخاری: ۷۲۶۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی دعائے ضرر کے نتیجہ میں ایران کے تمام اکاسرہ کو قتل کیا جانا

ابھی کسریٰ کا قصہ گزر چکا ہے اور ہم نے ذکر کیا تھا کہ کسریٰ کے قصہ میں رسول اللہ ﷺ کے قاصد حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ تھے، اور اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن حذافہ کو کسریٰ کی طرف بھیجا تھا، رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا ''اللہ تعالیٰ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے'' تو ایران کے تمام کسریٰ قتل کر دیئے گئے اور ان کا آخری کسریٰ یزدجرد تھا، جس کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایام میں قتل کیا گیا، دوسرا قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایام میں اس کو قتل کیا گیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے ضرر پر ایک اشکال کا جواب

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوبِ مبارک کو پڑھ کر کسریٰ نے پھاڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خلاف دعائے ضرر کی اور فرمایا: ''ان لوگوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں'' پس کسریٰ کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کسریٰ پرویز پر مسلط ہوا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوبِ گرامی کے ٹکڑے ٹکڑے کیے تھے، سو اس نے اس کو قتل کر دیا، پھر چند دن وہ ملک پر قابض رہا پھر مر گیا، اس قصہ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رحمت للعالمین ہیں، اور آپ کے رحمت للعالمین ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کسی کے خلاف دعائے ضرر نہ کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار اور ملحدین کو بالفعل عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ کا ان کو یہ عذاب دینا اس کے رحمٰن اور رحیم ہونے کے خلاف نہیں ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے لیے یا ان کے اوپر عذاب کی دعا کرنا آپ کے رحمت ہونے کے خلاف کیسے ہوگا، نیز آپ کے رحمت للعالمین ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ تمام جہان والوں کو دائمی رحمت اور جنت کی دعوت دیتے ہیں، اور آپ نے سب کو جنت کی دعوت دی حتیٰ کہ کسریٰ پرویز کو بھی اسلام لانے اور دخولِ جنت کی دعوت دی اور اس نے آپ کے مکتوب کو پھاڑ کر خود اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت دی ہوئی جنت سے نکال لیا تو آپ کی رحمت تو اس کو شامل تھی اس نے خود اپنے آپ کو آپ کی رحمت کے عموم سے نکال لیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۲۶۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ أَسْلَمَ أَذِّنْ فِي قَوْمِكَ أَوْ فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ أَنَّ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ اسلم کے ایک مرد سے فرمایا: تم اپنی قوم میں یا فرمایا: لوگوں میں عاشورہ کے دن اعلان کر دو کہ جس نے کچھ کھا لیا تو وہ باقی دن کو پورا کرے اور جس نے نہیں کھایا تو وہ روزہ رکھ لے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۲۴، ۲۰۰۷، ۷۲۶۵، صحیح مسلم: ۱۱۳۵، سنن نسائی: ۲۳۲۱، مسند احمد: ۱۶۰۷۲، سنن دارمی: ۱۷۶۱)

صحیح البخاری: ۷۲۶۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں اسلم کے جس مرد کا ذکر کیا گیا ہے، اس کا نام ہند بن اسماء بن حارثہ الاسلمی ہے، اور ہند بن حارثہ رضی اللہ عنہما اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روزہ رکھنے کے لیے رات کو اس روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں، اس مسئلہ میں اقوالِ فقہاء

امام احمد نے از حبیب بن ہند بن اسماء الاسلمی از والد خود یہ حدیث روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری قوم اسلم کی طرف بھیجا پس فرمایا: ”تم اپنی قوم کو یہ حکم دو کہ اس دن کا (یعنی یوم عاشورہ کا) روزہ رکھیں، پس جس شخص نے اس دن کے اول حصہ میں کچھ کھا لیا ہے تو وہ دن کے آخری حصہ میں روزہ پر برقرار رہے“۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ جس نے رات کو روزہ کی نیت نہیں کی، اس کا روزہ رکھنا صحیح ہے خواہ وہ روزہ رمضان کا ہو یا غیر رمضان کا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے درمیان روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ روزہ رکھنے کے لیے رات کو روزہ کی نیت کرنا شرط نہیں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ عاشورہ کا روزہ واجب تھا، اور جو چیز اقوالِ علماء سے راجح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عاشورہ کا روزہ فرض نہیں تھا، اور ہر تقدیر پر یہ پہلے فرض تھا، پھر اس کی فرضیت منسوخ کر دی گئی، پھر اس کا حکم منسوخ ہو گیا اور اس کی شرائط بھی منسوخ ہو گئیں، کیونکہ آپ نے فرمایا: ”جس نے کچھ کھا لیا تو وہ اپنے روزہ کو پورا کرے“ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ کے لیے رات کو روزہ کی نیت کرنا شرط نہیں ہے۔

اور ابن حبیب مالکی نے تصریح کی ہے کہ عاشورہ کے روزہ کے لیے رات کو نیت نہ کرنا یہ عاشورہ کے خصائص میں سے ہے۔

اور جمہور نے کہا ہے کہ روزہ کے لیے رات سے روزہ کی نیت کرنا شرط ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اصحاب السنن نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بہن سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے رات کو روزہ کی نیت نہیں کی تو اس کا روزہ نہیں ہے“۔ یہ سنن نسائی کی روایت ہے۔

اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ جس نے فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کی تو اس کا روزہ نہیں ہے۔

اور امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ نفلی روزہ کے لیے رات کو نیت کرنا ضروری ہے، اور جو روزہ فرض ہو یا نذر معین ہو اس کے لیے رات کو روزہ کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۱۴۔ ۴۱۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۔ بَابُ: وَصَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُفُودَ الْعَرَبِ أَنْ يُبَلِّغُوا مَنْ وَرَاءَهُمْ

عرب کے وفود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وصیت فرمانا کہ جو لوگ موجود نہیں ہیں ان کو دین کی باتیں پہنچا دیں

قَالَهُ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ

۷۲۶۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ح و حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُقْعِدُنِي عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ لِي إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْوَفْدُ قَالُوا رَبِيعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْوَفْدِ أَوْ

اس حدیث کو حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی ح اور مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی جمرہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجھے اپنے تخت پر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْقَوْمِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارَ مُضَرَ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَنُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا فَسَأَلُوا عَنِ الْأَشْرِبَةِ فَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ وَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَأَظُنُّ فِيهِ صِيَامُ رَمَضَانَ وَتُؤْتُوا مِنَ الْمَغَانِمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ قَالَ احْفَظُوهُنَّ وَأَبْلِغُوهُنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ۔

بٹھاتے تھے، پس انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جب عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا: یہ وفد کون ہے؟ انہوں نے کہا: ربیعہ، آپ نے فرمایا: ''وفد کو اور قوم کو خوش آمدید ہو، نہ وہ شرمندہ ہوں گے اور نہ وہ نادم ہوں گے''، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر ہیں، آپ ہمیں کوئی فیصلہ کن بات بتادیں جس پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہوجائیں، اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں ان کو اس کی خبر دیں، پس انہوں نے آپ سے مشروبات کے برتنوں کے متعلق سوال کیا، سو آپ نے ان کو چار چیزوں سے منع کیا اور چار چیزوں کا حکم دیا، ان کو اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا، پھر آپ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ پر ایمان لانے کا کیا معنی ہے؟'' انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والا ہے، آپ نے فرمایا: ''اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور میرا گمان ہے کہ اس میں فرمایا کہ رمضان کے روزے رکھنا اور مالِ غنیمت میں سے خمس کو ادا کرنا'' اور ان کو کھوکھلے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا اور سبز مرتبان سے، اور جس برتن پر تارکول ملا ہوا ہو اور کھوکھلی لکڑی کے بنے ہوئے برتن سے، اور بسا اوقات فرمایا: المقیّر (یعنی روغنِ قار ملے ہوئے برتن سے)، آپ نے فرمایا: ''ان کو یاد رکھو اور تمہارے پیچھے جو لوگ ہیں ان کو یہ حکم پہنچادو''۔

(صحیح البخاری: ۵۳، ۸۷، ۵۲۳، ۱۳۹۸، ۳۰۹۵، ۳۵۱۰، ۴۳۶۸، ۴۳۶۹، ۶۱۷۶، ۷۲۶۶، ۷۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۷، سنن ترمذی: ۲۶۱۱، سنن نسائی: ۵۶۹۲، سنن ابوداؤد: ۳۶۹۲، مسند احمد: ۳۳۹۶)

صحیح البخاری: ۷۲۶۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے الفاظ اور معانی اور ان کے فوائد

(۱) ابو جمرہ کا تذکرہ اور ترجمہ کا معنی

اس حدیث میں ابو جمرہ کا ذکر ہے، ان کا نام نصر بن عمران بن نوح بن مخلد الضبعی ہے۔

امام طبرانی نے نوح بن مخلد جو ابو جمرہ کے دادا ہیں، ان کی سوانح میں ذکر کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا: تم کن لوگوں میں سے ہو؟ انہوں نے کہا: ضبیعہ ربیعہ سے، تو آپ نے فرمایا: ضبیعہ کے بہترین لوگ عبد القیس ہیں، پھر وہ قبیلہ جس میں تم ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھتا تھا"۔ یعنی جس زمانہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے حاکم تھے، اور امام بخاری نے کتاب العلم میں ان سے یہ روایت کی ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور لوگوں کے درمیان ترجمانی کے فرائض ادا کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۸۷)

اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے اور لوگوں کے سامنے ترجمہ کرتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۷)

ترجمہ کا معنی ہے "لفظ کو ایک لغت سے دوسری لغت کی طرف منتقل کرنا"۔ علامہ نووی نے کہا ہے: ظاہر یہ ہے کہ لوگ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کرتے تھے، وہ ان کے سوال کو عربی میں منتقل کر کے بیان کرتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو جواب دیتے تھے، وہ اس جواب کو ان لوگوں کی زبانوں میں منتقل کر کے بیان کرتے۔ ان کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے مٹکے میں بنے ہوئے نبیذ کے متعلق سوال کیا تو پھر انہوں نے جواب میں یہ حدیث سنائی۔

(۲) ترجمہ کرنے کا حکم

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا جائز ہے اور اس کے تقاضا پر عمل کرنا بھی جائز ہے، اور ایک مترجم کو رکھنا جائز ہے، کیونکہ یہ خبر کے باب سے ہے نہ کہ شہادت کے باب سے، اور امام بخاری نے بعض سندوں کے ساتھ یہ باب قائم کیا ہے کہ حاکم کے سامنے ترجمہ کرنا۔ (صحیح البخاری: ۷۱۹۶)

(۳) سریر کا معنی

اس حدیث میں سریر کا لفظ ہے، اس کا معنی معلوم ہے تخت، اور اس کی جمع "سرر" آتی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۙ (الواقعہ: ۱۵) وہ (زر و جواہر سے) مرصع تختوں پر ہوں گے O

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو جمرہ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص صاحب قدر و منزلت ہو، اس کی تعظیم اور توقیر کرنی چاہیے اور اس کو اپنی مجلس میں بٹھانا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تخت کے درمیان بیٹھتے تھے اور ابو جمرہ تخت کے ایک کنارے پر بیٹھتے تھے جو لوگوں کے سامنے ہوتا تھا، ایک قول یہ ہے کہ ابو جمرہ فارسی زبان جانتے تھے، پس جب کوئی شخص فارسی زبان میں سوال کرتا تو اس کا ترجمہ عربی میں کر کے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بتاتے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۴) دینی خدمات پر اجرت لینے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو جمرہ سے کہا: تم میرے پاس چند دن ٹھہرو حتیٰ کہ میں تمہارے لیے اپنے مال میں سے کچھ حصہ دوں تو میں ان کے پاس دو مہینے ٹھہرا۔

علامہ ابن التین نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ دین کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے۔ امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابو جمرہ کے پاس ایک عورت آئی جو مٹکے کے نبیذ کے متعلق سوال کرتی تھی تو انہوں نے اس سے منع کیا، پس میں نے کہا: اے ابن عباس! میں سبز مٹکے میں نبیذ بناتا ہوں جو میٹھا ہوتا ہے، میں اس کو پیتا ہوں تو وہ میرے پیٹ میں گڑگڑ کرتا ہے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے نہ پیا کرو، اگرچہ وہ شہد سے زیادہ میٹھا ہو۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی کہ مٹکوں میں بنے ہوئے نبیذ کی تحریم منسوخ ہو چکی ہے، اور یہ صحیح مسلم وغیرہ میں ثابت ہے۔

(۵) وفد کا معنی

اس حدیث میں وفد کا ذکر ہے، وفد کسی قوم کی اس پسندیدہ جماعت کو کہتے ہیں جس کو علماء سے ملاقات کرنے کے لیے بھیجا جائے اور اہم مسائل میں جس کو بھیجا جائے، اس کا واحد وافد ہے، اور کہا گیا ہے کہ وفود، وافد کی جمع ہے۔ (المحکم ج ۱۰ ص ۱۴۰)

المغیث اور مجمع الغرائب میں مذکور ہے کہ وفد اس قوم کو کہتے ہیں جو جمع ہو اور شہروں میں جائے۔ (المجموع المغیث ج ۳ ص ۴۳۸)

اور قاضی نے کہا ہے: وفد اس قوم کو کہتے ہیں جو بادشاہ کے پاس سوار ہو کر جائے۔ (مشارق الانوار ج ۲ ص ۲۹۲)

اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ (مریم: ۸۵) جس دن ہم متقین کو رحمٰن کی طرف سواریوں پر بھیجیں گے ۝

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وفد کا یہی معنی بیان کیا ہے۔

(۶) وفدِ عبد القیس کا تذکرہ

عبد القیس کے متعدد قبائل تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آئے اور یہ چودہ سوار تھے، ان کے رئیس الاشج العصری تھے، ان کا نام المنذر بن عائذ تھا، اور الکلبی نے کہا ہے کہ المنذر بن الحارث بن زیاد تھا، اور ایک قول ہے کہ المنذر بن عامر تھا۔ اور ایک قول ہے کہ عبد اللہ بن عوف تھا، یہ اقوال امام محمد بن سعد نے ذکر کیے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۵۵۸۔۵۵۹)

اس کو اشج اس لیے کہتے تھے کہ اس کے چہرے پر چوٹ کا نشان تھا۔ اور منذر ہی الاشج تھے، اور منقذ نماز پڑھتے تھے اور قرآن مجید پڑھتے تھے، پھر ان کے دل میں اسلام نے جگہ پکڑی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لیے تیار ہوئے، جب وہ قریب پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس عبد القیس کا وفد آیا ہے جو اہلِ مشرق میں سب سے بہتر ہے، اور ان میں الاشج العصری ہے۔ الحدیث۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۷) مرحبا کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے "جب عبدالقیس کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا: یہ کون سی قوم ہے یا کون سا وفد ہے؟ انہوں نے کہا: ربیعہ، آپ نے فرمایا: اس قوم کو مرحبا ہو، یا وفد کو مرحبا ہو"۔

مرحبا کا لفظ "رُحب" سے ماخوذ ہے، اس کے معنی وسعت ہیں، اور "الرَّحب" (زبر کے ساتھ) اس کا معنی ہے وسیع جگہ، اور "مرحباً" فعلِ مقدر کی وجہ سے منصوب ہے یعنی اس پر زبر ہے، اس کا معنی ہے تم کشادگی میں پہنچے ہو، اور وسیع جگہ میں آئے ہو، سو تم مانوس ہو جاؤ۔ الفرّاء نے کہا، اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ تم کو وسعت میں رکھے۔ اور عرب یہ بھی کہتے ہیں "یرحبك الله" یعنی اللہ تعالیٰ تم کو سہولت میں رکھے، اور اس سے مراد آنے والوں کی تکریم اور ان سے حسنِ ملاقات ہے۔

(۸) "غیر الخزایا ولا ندامی" کا معنی

ایک حدیث میں ہے "جو قوم آئی ہے اس کو مرحبا ہو، نہ وہ رسوا ہوگی اور نہ وہ نادم ہوگی"۔ (صحیح البخاری: ۶۱۷۶)

"خزایا" کا لفظ خزیان کی جمع ہے، جیسے حیاری کا لفظ حیران کی جمع ہے، اور الخزیان کا معنی ہے جو شرم آلود ہو۔ اور دوسرا قول ہے کہ خزیان کا معنی ہے: جو ذلیل ہو اور اس کی توہین کی گئی ہو۔ اور علامہ ابن التین نے مغازی میں وثوق سے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جو نہ ذلیل ہوں گے اور نہ ان کی توہین ہوگی، جب کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو کہا جاتا ہے "خزالرجل" اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ تم ہرگز کسی مصیبت میں مبتلاء نہیں ہو گے۔

اور رہا "الندامی" تو ایک قول یہ ہے کہ یہ ندمان کی جمع ہے جو نادم کے معنی میں ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نادم کی جمع ہے خزایا کی اتباع میں، اور اصل میں نادمین تھا، پھر اس کو خزایا کی اتباع میں ندامی پڑھا گیا اور اس طرح کی اتباع کلامِ عرب میں بہت ہوتی ہے اور یہ فصیح ہے۔

اور غیر ندامی کا معنی یہ ہے کہ یہ وفد اسلام کو قبول کرنے میں تاخیر کا مرتکب نہیں ہوا اور نہ عناد کا، اور نہ ان کو قید کیا گیا اور نہ کوئی اور ایسا سبب ہوا جس کی وجہ سے ان کو شرمندگی ہو یا یہ ذلیل ہوں یا ان کی توہین ہو یا یہ نادم ہوں، پس یہ ان کے شرف کے اظہار کے لیے ہے، کیونکہ وہ اسلام میں خوشی کے ساتھ داخل ہوئے، نہ رسوا ہوئے اور نہ شرمندہ ہوئے۔

(۹) شہر حرام کا مصداق

اس حدیث میں مذکور ہے "اس وفد نے کہا: ہم آپ کے پاس صرف شہرِ حرام میں آ سکتے ہیں"۔ اس سے مراد حرمت والے مہینہ کی جنس ہے اور وہ چار ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب، یہ وفد صرف حرمت والے مہینوں میں آ سکتا تھا نہ کہ دوسرے مہینوں میں، کیونکہ عرب ان مہینوں میں قتال نہیں کرتے تھے، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم میں اس لیے قتال نہیں کرتے تھے کہ ان مہینوں میں لوگ حج کے لیے سفر کرتے تھے اور حج کر کے واپس جاتے تھے، اور رجب میں اس لیے قتال نہیں کرتے تھے کہ اس مہینہ میں لوگ عمرہ کرنے کے لیے سفر کرتے تھے، ابتداءِ اسلام میں ان مہینوں میں جہاد نہیں کیا جاتا تھا، لیکن بعد میں ان مہینوں کی یہ حرمت منسوخ ہو گئی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱۰) اسلام کے احکام کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "جب عبدالقیس کے وفد نے کہا کہ ہمیں کوئی فیصلہ کن حکم دیجئے جس پر ہم عمل کریں اور جنت میں داخل ہونے کی امید رکھیں تو آپ نے ان کو چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع کیا" آپ نے ان کو صرف اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا" اور اس میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ صرف اللہ پر ایمان لانے کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والا ہے، آپ نے فرمایا: اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔

اس حدیث میں مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ یہ لوگ کفار مضر کے قریب رہتے تھے تو یہ اہل جہاد تھے، اور اللہ اور اس کے رسول کی شہادت ان کو ایک قرار دیا گیا ہے، اس لیے چار احکام ہو گئے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ان چار میں سے پہلا حکم نماز کو قائم کرنا ہے اور کلمہ توحید کا اس لیے ذکر کیا کہ توحید پر تمام احکام کا مدار ہے، اور کتاب الادب میں امام بخاری نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں ہے کہ نماز کو قائم کرو، اور اس میں شہادت کا ذکر نہیں ہے، اور بعض سندوں کے ساتھ اس حدیث میں روزوں کا ذکر نہیں ہے۔

یہ حدیث اس حدیث کے موافق ہے جس میں مذکور ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہے، کیونکہ حج اس وقت تک فرض نہیں ہوا تھا، لیکن یہ جواب درست نہیں ہے کہ یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے اور حج اس سے پہلے فرض ہو گیا تھا۔

اور قاضی نے کہا ہے: جہاد بھی اس وقت تک فرض نہیں ہوا تھا، کیونکہ جہاد اس سال فرض ہوا جب سورۂ توبہ فتح مکہ کے بعد ۸ ھ میں نازل ہوئی۔

(۱۱) مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت کا بیان

ان برتنوں کے پانی میں چند کھجوریں یا انگور ڈال دیے جاتے جس سے وہ پانی میٹھا ہو جاتا، اور ان برتنوں میں کھجوروں وغیرہ کے ڈالنے سے وہ پانی بہت جلد نشہ آور ہو جاتا، اس وجہ سے ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا گیا ہے، لیکن یہ ممانعت ابتداء اسلام میں تھی بعد میں اس ممانعت کو منسوخ فرما دیا، کیونکہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو منع کیا تھا کہ مشکوں کے سوا اور کسی چیز میں نبیذ نہ بناؤ، سو اب تم ہر برتن میں نبیذ بناؤ لیکن نشہ آور مشروب کو نہ پیئو۔ (صحیح مسلم: ۹۷۷)

(۱۲) مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانے کے متعلق مذاہب

امام شافعی اور جمہور فقہاء کا مذہب یہی ہے کہ اب ان برتنوں میں نبیذ بنانا ممنوع نہیں ہے، اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ ممانعت اب بھی باقی ہے، ان فقہاء میں امام مالک ہیں، امام احمد اور اسحاق ہیں۔ اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ اب ان مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانا مباح ہے، کیونکہ صحیح مسلم میں اس ممانعت کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

منسوخ ہونے پر صریح حدیث آچکی ہے۔

(۱۳) خبرِ واحد کے حجت ہونے پر دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے "تم ان احکام کی خبر ان لوگوں کو دو جن کو تم پیچھے چھوڑ آئے ہو"، اس میں خبرِ واحد کے قبول ہونے کی دلیل ہے۔

(۱۴) حدیث مذکور کے بقیہ فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوال کرنے سے پہلے اپنا عذر پیش کرنا چاہیے، کیونکہ عبدالقیس کے وفد نے یہ سوال کیا کہ ہمیں اسلام کے جامع احکام بیان کیے جائیں اور اس سے پہلے یہ عذر پیش کیا کہ ہمارے درمیان کفارِ مضر حائل ہیں اس لیے ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آسکتے ہیں۔

اس حدیث میں حج کے سوا اسلام کے تمام اہم ارکان اور فرائض کا بیان ہے۔

اس حدیث میں اعمال پر ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے اور یہی امام بخاری کی یہاں پر مراد ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو چاہیے کہ جب اس کے پاس فاضل لوگ آئیں تو ان کی تکریم کرے۔

عالم کو چاہیے کہ حاضرین کو سمجھانے کے لیے کسی عالم سے مدد حاصل کرے جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو جمرہ سے مدد حاصل کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی سے ملاقات کے لیے آئے تو اس کو مرحبا کہنا مستحب ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو علم کی تبلیغ اور اشاعت اور احکامِ اسلام کے پہنچانے پر برانگیختہ کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفدِ عبدالقیس کی تعریف کی اور فرمایا: "مرحبا بالقوم یا بالوفد" اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے منہ پر اس کی تعریف کرنا اس وقت جائز ہے جب اسے یہ خطرہ نہ ہو کہ یہ فتنہ میں مبتلا ہوگا یا تکبر کرے گا، نیز صحیح مسلم میں اس حدیث میں مذکور ہے کہ "آپ نے عبدالقیس کے اشج کے لیے فرمایا: تم میں ایسی دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے: ایک تو تحمل اور بردباری ہے، اور دوسرا کسی کام کو تاخیر سے کرنا ہے یعنی اس میں جلدی نہ کی جائے"۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۰۷۔ ۲۲۱ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

٦ ۔ بَابُ: خَبَرِ الْمَرْأَةِ الْوَاحِدَةِ

ایک عورت کی خبر کا بیان

۷۲۶۷ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ قَالَ قَالَ لِي الشَّعْبِيُّ أَرَأَيْتَ حَدِيثَ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَقَاعَدْتُ ابْنَ عُمَرَ قَرِيبًا مِنْ سَنَتَيْنِ أَوْ سَنَةٍ وَنِصْفٍ فَلَمْ أَسْمَعْهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از توبۃ العنبری، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے شعبی نے کہا: مجھے بتایئے کہ حسن (بصری) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی احادیث روایت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غَیْرَ هٰذَا قَالَ كَانَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِيهِمْ سَعْدٌ فَذَهَبُوا يَأْكُلُونَ مِنْ لَحْمٍ فَنَادَتْهُمُ امْرَأَةٌ مِنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّهُ لَحْمُ ضَبٍّ فَأَمْسَكُوا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كُلُوا أَوْ اطْعَمُوا فَإِنَّهُ حَلَالٌ أَوْ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ شَكَّ فِيهِ وَلٰكِنَّهُ لَيْسَ مِنْ طَعَامِي۔ (صحیح مسلم: ۱۹۴۴، مسند احمد: ۵۵۴۰)

کی ہیں اور میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تقریباً دو سال یا ڈھائی سال رہا، پس میں نے ان کو نبی ﷺ سے اس حدیث کے سوا اور کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا، انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ کے اصحاب تھے اور ان میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے، وہ گوشت کھا رہے تھے تو نبی ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ (حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا) نے بتایا کہ یہ گوہ کا گوشت ہے، پس وہ صحابہ اس کو کھانے سے رُک گئے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ، یا فرمایا: اس طعام کو کھاؤ کیونکہ یہ حلال ہے، یا فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس میں راوی کو شک ہے لیکن یہ میرا طعام نہیں ہے۔

صحیح البخاری: ۷۲۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”جب ایک خاتون نے ان کو یہ خبر دی کہ یہ گوہ کا گوشت ہے تو وہ اس کو کھانے سے رک گئے“ اس میں یہ دلیل ہے کہ ایک عورت جو نیک ہو اس کی خبر پر عمل کیا جاتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا کہ ”تم کھاؤ“ تو اس سے اس خاتون کے کلام کی نفی مراد نہیں ہے، بلکہ یہ خبر دینا مقصود ہے کہ گوہ کا گوشت کھایا جاتا ہے، اور اس خاتون نے جو ان کو منع کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو معلوم تھا کہ نبی ﷺ گوہ کا گوشت نہیں کھاتے، اس وجہ سے انہوں نے اس پر تنبیہ کی یہ گوہ کا گوشت ہے اور ان کو منع کیا، اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ نبی ﷺ کا گوہ کے گوشت کو نہ کھانا اس وجہ سے تھا کہ آپ اس کو ناپسند کرتے تھے، نہ کہ اس وجہ سے کہ وہ حرام ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”توبۃ العنبری نے کہا: مجھ سے شعبی نے کہا: مجھے بتاؤ کہ حسن بصری نبی ﷺ سے کتنی احادیث روایت کرتے ہیں؟“ اس کی وجہ یہ ہے کہ شعبی ان پر انکار کرتے تھے جو نبی ﷺ سے مرسل احادیث کو روایت کرتے ہیں، اس میں یہ اشارہ ہے کہ حسن بصری کا مرسل احادیث کو روایت کرنا اس وجہ سے تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ ان سے زیادہ احادیث روایت کی جائیں، ورنہ ان کے لیے یہ کافی تھا کہ وہ صرف انہی احادیث کی روایت کرتے جن کی سند موصول ہوتی۔

علامہ کرمانی نے کہا: اس کی غرض یہ ہے کہ حسن بصری باوجود اس کے کہ وہ تابعی تھے، وہ نبی ﷺ سے بہت زیادہ احادیث روایت کرتے تھے، حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی ہیں، وہ اتنی زیادہ احادیث روایت نہیں کرتے تھے، وہ احادیث کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روایت کرنے میں محتاط تھے اور جہاں تک ممکن ہوتا، زیادہ احادیث روایت کرنے سے احتراز کرتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "ان لوگوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے" ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے، پس ایک خاتون نے نداء کی اور وہ حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لیکن گوہ میرے طعام میں سے نہیں ہے" یعنی میں عادتاً گوہ کا گوشت نہیں کھاتا اور اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۳۳۔ ۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

گوہ کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک گوہ کو کھانا مباح ہے۔ (المدونہ ج ۱ ص ۴۲۶، المنتقی ج ۳ ص ۱۳۲، کتاب الام، ج ۲ ص ۲۲۲)

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک گوہ کا کھانا مکروہ ہے۔ (المبسوط للسرخسی ج ۱۱ ص ۲۳۲۔ ۲۳۱)

گوہ کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گوہ کو کھاؤ، کیونکہ یہ حلال ہے، یا فرمایا: اس کو کھلاؤ، کیونکہ یہ حلال ہے، یا فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے (ان الفاظ میں راوی کو شک ہے)، لیکن یہ میرا طعام نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۲۶۷، صحیح مسلم: ۱۹۴۴، مسند احمد: ۵۵۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ میں گوہ کو کھاتا ہوں اور نہ میں اس سے منع کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۱۹۴۸، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳)

امام ابوداؤد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ گھاس پر رکھ کر دو بھنی ہوئی گوہ لائی گئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک دیا، تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ کو گوہ سے گھن آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(سنن ابوداؤد: ۳۷۳۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ پر ناراض ہوا، تو ان کو مسخ کر کے زمین پر چلنے والا جانور بنا دیا، پس میں از خود نہیں جانتا کہ یہ گوہ ان میں سے ہو، سو نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ اس کو حرام قرار دیتا ہوں، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ گوہ کے ساتھ متعدد لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے اور یہ عام چرواہوں کا طعام ہے اور اگر گوہ میرے پاس ہوتی تو میں اس کو کھاتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اس سے گھن آتی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۹۹۱، کتاب الصید والذبائح، باب اباحۃ الضب)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں از خود نہیں جانتا، یا فرمایا: شاید یہ ان میں سے ہو جن کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۴۹)

ثابت بن ودیعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لشکر میں تھے، ہم کو گوہ ملیں، ان کو بھونا گیا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکڑی لے کر اپنے اصحاب کو گنا، پھر آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی ایک امت کو زمین پر چلنے والے جانوروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا، اور بے شک میں از خود نہیں جانتا کہ شاید یہ گوہ انہی جانوروں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں سے ہے، تو آپ نے گوہ کو نہ کھایا اور نہ اس سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۹۵)

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے ایک بد بو محسوس کی، پس آپ نے لوگوں کو اس سے کھانے کی اجازت دی اور سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: گوہ میرے نزدیک مرغی سے زیادہ پسندیدہ ہے اور الشعبی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ حلال ہے، اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مجھ کو اس سے گھن آتی ہے۔

(یہ تمام آثار مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲۵ میں درج ہیں)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پسند ہے کہ میرے پاس سفید گندم کی سفید روٹی ہوتی جس کے اوپر گھی اور دودھ ہوتا، تو قوم میں سے ایک مرد کھڑا ہوا اور وہ گھی لے کر آیا، تو آپ نے پوچھا: گھی کس چیز میں تھا؟ اس نے کہا: وہ گوہ کے چمڑے کی تھیلی میں تھا، تو آپ نے فرمایا: اس کو اٹھا لو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۱۸، امام ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے)

عبدالرحمٰن بن شبل بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۹۶، علامہ منذری نے مختصر سنن ابوداؤد (ج ۵ ص ۳۱۱) میں کہا ہے: اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن عیاش ہے اور دوسرا راوی ضمضم بن زرعہ ہے، اور ان دونوں راویوں پر جرح کی گئی ہے، اور الخطابی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند معتبر نہیں ہے اور امام بیہقی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند ثابت نہیں ہے، اس کی روایت میں اسماعیل بن عیاش منفرد ہے اور وہ حجت نہیں ہے، سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۲۶، معالم السنن للخطابی، ج ۴ ص ۲۳۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! بندر اور خنزیر ان جانوروں میں سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا؟ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک نہیں کیا یا کسی قوم کو عذاب نہیں دیا اور پھر اس کی نسل آگے چلائی ہو اور بندر اور خنزیر تو اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۶۳، کتاب القدر باب بیان ان الآجال والارزاق)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: اس حدیث سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ گوہ کے متعلق یہ خوف تھا کہ یہ ان جانوروں میں سے ہے جو مسخ ہو چکے ہیں، اب یہ خوف اٹھ چکا ہے اور گوہ ان جانوروں میں سے نہیں ہے جن کو اس کی صورت میں مسخ کیا گیا ہے، لہٰذا وہ حلال ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوہ کو کھایا گیا اور یہ گوہ کے حلال ہونے پر نص صریح ہے اور یہ آخر الناسخ ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ کے بعد اور فتح حنین اور طائف کے بعد جمع نہیں ہوئے اور انہوں نے اس کے بعد غزوۂ تبوک میں جہاد نہیں کیا تھا اور ان کو غزوۂ تبوک میں بھوک بالکل نہیں لگی، پس یقین کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ ابن حسنہ کی خبر صحیح ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس کو مباح قرار دینا صحیح ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ج ۲۶ ص ۵۳۸۔ ۵۴۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

گوہ کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ اور ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی متوفی ۹۶ھ اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام اسحاق بن راہویہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

متوفی ۲۴۳ھ، نے یہ استدلال کیا ہے کہ گوہ کا کھانا جائز ہے، اور یہی ظاہر یہ (غیر مقلدین) کا مذہب بھی ہے۔ اور ابن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ گوہ کھانے کی اباحت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ سے منقول ہے اور دیگر صحابہ سے بھی۔

صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ نے کہا ہے کہ گوہ کا کھانا مکروہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کے کھانے سے منع فرمایا تھا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے کھانے کے متعلق سوال کیا۔ لیکن امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے گوہ کھانے کی اباحت کی طرف رجوع کر لیا اور کہا کہ گوہ کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہمارے نزدیک یہی قول معتبر ہے اور امام طحاوی نے کہا: اور ایک قوم نے گوہ کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے، ان میں سے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ، اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: امام طحاوی کی قوم سے مراد الحارث بن مالک اور یزید بن ابی زیاد اور وکیع ہیں، کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ گوہ کا کھانا مکروہ ہے، اور یہ مذہب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ، اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما متوفی ۷۸ھ کا ہے۔ پھر ہمارے اصحاب کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ گوہ کھانے کی کراہت، کراہتِ تنزیہی ہے کراہتِ تحریمی نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ گوہ کھانا حرام نہیں ہے۔

گوہ کھانے کی کراہت پر دلیل اور جن احادیث میں گوہ کھانے کا جواز ہے ان کا منسوخ ہونا

اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ بعض احادیث گوہ کھانے کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور بعض احادیث گوہ کھانے کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور تاریخ معلوم نہیں ہے۔ پس محرم (حرام کرنے والی) کو مبیح (مباح کرنے والی) سے مؤخر قرار دیا جائے گا تو یہ نسخ کی دلیل ہے اور ان تمام احادیث میں سے جو گوہ کھانے کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جس کو صاحبِ ہدایہ علامہ مرغینانی نے ذکر کیا ہے، لیکن اس میں بحث ہے کیونکہ صاحب تخریج احادیث الہدایہ (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث غریب ہے۔

گوہ کھانے کی کراہت پر مزید احادیث اور فقہاء شافعیہ کے اعتراضات کے جوابات

علامہ عینی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: کہ محمد بن الحسن نے از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۷ھ، سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوہ پیش کی گئی تو آپ نے اس کو نہیں کھایا، پھر میں نے آپ سے گوہ کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے مجھے اس سے منع فرمایا: پھر ایک سائل آیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سائل کو گوہ دینے کا ارادہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو وہ چیز دے رہی ہو جو تم خود نہیں کھاتیں، سو یہ نہی (ممانعت) تحریم پر دلالت کرتی ہے۔

نیز امام ابوداؤد نے کتاب الاطعمہ میں از اسماعیل بن عیاش از ضمضم بن زرعہ از شریح بن عبید از ابی راشد الحبرانی از عبد الرحمن بن شبل روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی روایت میں ابن عیاش منفرد ہیں اور یہ حدیث حجت نہیں ہے اور حافظ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

المنذری نے کہا ہے: اسماعیل بن عیاش اور ضمضم دونوں میں مقال ہے، اور علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند اس پائے کی نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ ضمضم حمصی اور ابن عیاش جب شامیین سے روایت کریں تو ان کی حدیث صحیح ہوتی ہے، اسی طرح اس کو امام بخاری اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے اور امام بیہقی پر تعجب ہے کہ انہوں نے "باب ترك الوضوء من الدم" میں بھی امام بخاری اور یحییٰ بن معین کی مثل کہا ہے اور یہاں پر کہا ہے کہ وہ حجت نہیں ہے، اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت کی اور اس پر سکوت کیا۔ اور امام ابوداؤد کا قاعدہ یہ ہے کہ جس حدیث پر وہ سکوت کریں تو وہ ان کے نزدیک حسن ہوتی ہے، جیسا کہ اصولِ حدیث میں معروف ہے۔

نیز امام ترمذی نے سندِ صحیح کے ساتھ ابن عیاش از شرحبیل بن مسلم از ابی امامہ اور شرحبیل شامی روایت کی ہے اور امام طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کی ہے عبدالرحمٰن بن حسنہ کی طرف اسناد کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک ایسی سرزمین میں داخل ہوئے جس میں گوہ بہت زیادہ تھیں، ہم کو بھوک لگی ہوئی تھی، ہم نے چند گوہ لے کر پکالیں اور پتیلیوں میں گوہ کا گوشت اُبل رہا تھا، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ ہم نے بتایا کہ گوہ ہیں جن کو ہم نے پایا ہے، آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک امت کو مسخ کر کے زمین کا ایک جانور بنا دیا گیا تھا اور مجھے خطرہ ہے کہ وہ جانور یہی گوہ ہے، سو تم ان پتیلیوں کو الٹ دو۔

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے اور یہ فقہاء احناف کی قوی دلیل ہے کہ گوہ کھانا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۵۸-۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں، ان کی والدہ کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن الحارث حماطۃ ہے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہنوں میں سے حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث بن حزم ہیں جو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، اور لبابہ الصغریٰ بنت الحارث ہیں جو الولید بن المغیرہ المخزومی کی زوجہ تھیں، اور یہی حضرت خالد بن ولید کی والدہ ہیں، اور عصماء بنت الحارث ہیں جو ابی بن خلف الجمحی کے نکاح میں تھیں، ان سے ابان وغیرہ پیدا ہوئے۔ اور عزہ بنت الحارث ہیں جو زیاد بن عبداللہ بن مالک الہلالی کے نکاح میں تھیں، پس یہ سب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہنیں ہیں اور ان کی والدہ ہند بنت عوف ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن حضرت اسماء بنت عمیس ہیں جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، ان سے عبداللہ، عون اور محمد پیدا ہوئے، پھر ان کے بعد ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تو ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تو ان سے یحییٰ پیدا ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلے نام برہ تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام میمونہ رکھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دیا، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رہی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، تو اس پر اتفاق ہے کہ ان کا نام برہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام جویریہ رکھ دیا۔

اور ابو عبیدہ نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے فارغ ہوئے تو ۷ ہجری میں عمرہ کرنے کے لیے مکہ کی طرف گئے اور آپ کے پاس سرزمین حبشہ سے حضرت جعفر بن ابی طالب آئے تو آپ نے ان کو حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ سے نکاح کا پیغام دیا جس کو انہوں نے قبول کرلیا، اور ان کی ماں شریک بہن حضرت اسماء بنت عمیس حضرت جعفر کے نکاح میں تھیں، اور سلمہ بنت عمیس حضرت حمزہ کے پاس تھیں، اور حضرت ام الفضل حضرت عباس کے پاس تھیں، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم احرام کھول کر مقامِ سرف پر آئے تو وہاں آپ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شب باشی کی۔ حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا سرف میں اسی جگہ انتقال ہو گیا جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شب باشی کی تھی اور یہ اکیاون (۵۱) ہجری کا واقعہ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر میں وہ اور یزید بن الاصم داخل ہوئے۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۴۶۷۔ ۴۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ ۷ ہجری میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جب آپ نے عمرۃ القضاء ادا کیا، پس کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی تو آپ نے ان سے نکاح کر لیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس سے پہلے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ابو رھم کے نکاح میں تھیں اور بیوہ ہو چکی تھیں، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کا پیغام دیا۔

اور ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور وہ اس سے پہلے ابو رھم کے نکاح میں تھیں۔

یزید بن الاصم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس وقت آپ احرام کھول چکے تھے اور ان سے ایک خیمہ میں شب باشی کی اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اسی مقام پر فوت ہوئی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور بعض نے اس میں تطبیق دی ہے کہ آپ نے عقدِ نکاح اس وقت کیا جب آپ محرم تھے، اور شب باشی اس وقت کی جب آپ عمرہ کا احرام مقامِ تنعیم میں کھول چکے تھے۔

اور زہری اور قتادہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا وہی خاتون ہیں جنہوں نے اپنا نفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا تو ان کے متعلق ایک آیت نازل ہوئی، دوسرا قول یہ ہے کہ اپنا نفس ہبہ کرنے والی ان کے علاوہ کوئی اور خاتون تھیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ متعدد خواتین ہیں اور یہ زیادہ قریب ہے۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۳۲۲۔ ۳۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

الامام الحافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے چھیالیس (۴۶) احادیث مروی ہیں، جن میں سے سات (۷) احادیث کی روایت پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں، ایک حدیث کی روایت کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور پانچ احادیث کی روایت کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں، ان کی وفات اکیاون (۵۱) ہجری میں مقامِ سرف میں ہوئی۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۳ ص ۵۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

''کتاب اخبار الاحاد'' کا اختتام

''کتاب الاحکام'' اور اس کے بعد ''کتاب التمنی'' اور اس کے بعد ''کتاب اجازۃ خبر الواحد'' میں ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) احادیثِ مرفوعہ ہیں، ان میں سے سینتیس (۳۷) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں، اور ان میں ایک سو انچاس (۱۴۹) احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث چودہ (۱۴) ہیں۔

''کتاب اخبار الاحاد'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!

اللہ عزوجل کا بے حد احسان اور بے پناہ کرم ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے اس ناکارہ کو ''کتاب اخبار الاحاد'' کی احادیث کی شرح لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ الٰہ العٰلمین! مجھ سے جو اس شرح میں فروگزاشت ہوگئی ہیں ان کو معاف فرما اور ان احادیث میں جو پیغام مضمر ہے اس پر سب مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، اور مجھے یہ ہمت اور استطاعت عطا فرما کہ میں صحیح البخاری کی باقی ماندہ کتب اور ابواب اور احادیث کی شرح بھی لکھ کر مکمل کرلوں اور اس شرح میں مجھے خطا اور زلل سے محفوظ رکھنا، مجھے تمام بیماریوں میں شفاء عطا فرمانا، بڑھاپے کے عوارض، سکرات الموت، قبر کے عذاب، حشر کی سختیوں اور قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ اور مامون رکھنا اور اپنے حبیب کریم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت الفردوس عطا فرمانا۔ اس کتاب کے بعد ''کتاب الاعتصام بالکتب والسنۃ'' کے ابواب کی احادیث کی شرح ان شاء اللہ شروع کی جائے گی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۹۳- كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ

کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ،اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اعتصام کا معنی اور کتاب اور سنت کی تعریفات

الاعتصام کا لفظ ''العصمة'' سے ماخوذ ہے،اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا (آل عمران:۱۰۳) اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو۔

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی التوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے:امام بخاری کا یہ عنوان قرآنِ مجید کی مذکور الصدر آیت سے مستنبط ہے، کیونکہ رسی سے مراد بطورِ استعارہ کتاب اور سنت ہے،اور ان میں وجہِ تشبیہ یہ ہے کہ یہ دونوں مقصود تک پہنچنے کا سبب ہیں،اور مقصود ثواب کا حصول اور عذاب سے نجات ہے جیسا کہ رسی سے مقصود ہوتا ہے کہ آدمی پانی تک پہنچ جائے،اور کتاب سے مراد قرآنِ مجید ہے جس کی تلاوت عبادت ہے،اور سنت سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپ کے افعال اور آپ کی تقریرات ہیں،اور جس فعل کا آپ نے ارادہ کیا۔اور لغت میں سنت راستہ کو کہتے ہیں،اور اصولیین اور محدثین کی اصطلاح میں سنت اس راستہ کو کہتے ہیں جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے عمل کے لیے متعین فرما دیا،اور بعض فقہاء کی اصطلاح میں سنت وہ حکم ہے جو مستحب کے مترادف ہو۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۱۲،دارالمعرفہ،بیروت،۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ،اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

سنت کی اقسام

عصمت صرف اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یا علماء کے اجماع کے لیے ثابت ہے۔

اور سنت کی دو قسمیں ہیں:سنت کی ایک قسم سنتِ واجبہ ہے اور دوسری قسم سنتِ غیر واجبہ ہے۔

سنتِ واجبہ وہ ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے فرض کی تفسیر کی ہو،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کا حکم دیں یا جس کام سے روکیں یا جس کام کو کریں تو وہ سنت ہے،جب تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہ ہو۔

اور سنتِ غیر واجبہ وہ ہے کہ جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ نفل کیا اور کسی شخص کے لیے اس سنت کے ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے حدیث مذکور میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تم زمینوں کو حاصل نہ کرو ورنہ تم دنیا میں رغبت کرو گے''۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(سنن ترمذی: ۲۳۲۸، مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷، مسند ابوداؤد الطیالسی ج ۱ ص ۲۹۷، مسند ابویعلیٰ ج ۹ ص ۱۲۶۔ ۱۲۷، صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۴۸۷، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۲۲)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اصحاب نے زمینیں رکھی ہوئی تھیں، پس اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے جو زمینیں نہ رکھنے کا حکم دیا ہے تو یہ بطورِ ادب اور استحباب ہے، تا کہ ہم لوگ اس کے سبب سے دنیا میں رغبت نہ کریں، اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متعلق اور بھی افعال ہیں جن کو آپ نے مسلمان پر واجب نہیں کیا، اور وہ خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دنیا کے لیے اختیار فرمائے، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے، اپنے تہمد کو ایک سرخ بوٹی کے ساتھ رنگتے تھے، اور آپ کدو کھانے کو پسند فرماتے تھے اور خوشبو کو پسند فرماتے تھے، اور بکری کی دستی کو پسند فرماتے تھے، اور دائیں کروٹ پر لیٹنے کو پسند فرماتے تھے، اور تیز تیز چلتے تھے اور جمعرات کے دن سفر کے لیے نکلتے تھے، اور ان کاموں کو آپ نے امت کے لیے سنت نہیں قرار دیا، نہ ان کاموں کی طرف امت کو دعوت دی، اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ان کاموں سے محبت رکھے تو وہ اپنے رب کا زیادہ قرب حاصل کرے گا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان میں سے بعض سنتوں پر عمل کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام مالک اور اکثر اہلِ عراق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا واجب ہے، سوا ان سنتوں کے جن کے وجوب کی ممانعت پر کوئی دلیل قائم ہو۔

اور بعض اصحابِ شافعی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا مستحب ہے اور ان کی اتباع کرنا مطلوب ہے، سوا ان سنتوں کے جن کے وجوب پر کوئی دلیل قائم ہو۔ اور اکثر اہلِ حجاز اور عراق اور اصحابِ شافعی نے کہا کہ ان سنتوں کا حکم توقف ہے، سوا ان کے جن کے مستحب یا مباح یا ممنوع ہونے پر کوئی دلیل قائم ہو۔

علامہ ابوبکر رازی نے کہا ہے: میرا بھی یہی قول ہے۔ (احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۲۵۳)

شیخ ابن حزم اندلسی نے اپنی کتاب "احکام" میں لکھا ہے: تمام انسانوں اور جنات کا ہر زمانہ اور ہر جگہ اس پر اجماع رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنا واجب ہے، اور جس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون قرار دیا اور مستند راویوں سے اس کی صحت ثابت ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت نے اس پر لزوم کیا ہے اور تابعین نے بھی اور بعد کے ائمہ نے بھی، اور جس نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی اتباع کی تو اس نے نہ سنت کی اتباع کی اور نہ جماعت کی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۱۳، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۱۔ بَابٌ:

باب

۷۲۶۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِسْعَرٍ وَغَيْرِهِ عَنْ قَيْسِ بْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن زبیر حمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ لِعُمَرَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَنَّ عَلَيْنَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَيَّ يَوْمٍ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ نَزَلَتْ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ سَمِعَ سُفْيَانُ مِنْ مِسْعَرٍ وَمِسْعَرٌ قَيْسًا وَقَيْسٌ طَارِقًا۔

نے حدیث بیان کی از مسعر وغیرہ از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود میں سے ایک مرد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! اگر ہم پر یہ آیت نازل ہوتی: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو (بہ طور) دین پسند کرلیا''۔ (المائدہ:۳)

تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک میں ضرور جانتا ہوں کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی، یہ آیت عرفہ کے دن، جمعہ کے دن نازل ہوئی، سفیان نے مسعر سے سنا اور مسعر نے قیس سے سنا اور قیس نے طارق سے سنا۔

(صحیح البخاری:۴۵، ۴۴۰۷، ۴۶۰۶، ۷۲۶۸، صحیح مسلم:۳۰۱۷، سنن ترمذی:۳۰۴۳، سنن نسائی:۵۰۱۲، مسند احمد:۱۸۹)

صحیح البخاری: ۷۲۶۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عید کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر یہ آیت ہم میں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنالیتے، یعنی ہم ہر سال اس دن کو عید قرار دیتے، کیونکہ اس دن میں ہمارے لیے دین مکمل ہوا، اور عید کا لفظ ''عود'' سے ماخوذ ہے، اور عید کو عید اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے۔

ایک سوال کا جواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کے جواب میں کہا: مجھے معلوم ہے کہ کس جگہ اور کس وقت میں یہ آیت نازل ہوئی، اور یہ نہیں کہا کہ ہم اس دن کو عید منائیں گے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس یہودی کے سوال کا جواب کیسے ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام اسحاق نے از قبیصہ روایت کی ہے کہ یہ آیت جمعہ کے دن نازل ہوئی اور عرفہ کے دن نازل ہوئی، اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے لیے عید ہیں، اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ دونوں دن ہمارے لیے عید کے دن ہیں، اسی طرح سنن ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اس کے متعلق ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے: جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن، پس اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب اس بات کو متضمن ہے کہ انہوں نے اس دن کو عید قرار دیا، کیونکہ جمعہ کا دن بھی عید ہے اور عرفہ کا دن بھی عید ہے، اور عرفہ کے دن کو عید اس لیے قرار دیا کہ وہ عید کی رات ہے، اسی طرح حدیث میں ہے: ''عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے: رمضان اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذوالحجہ"، پس رمضان کو عید قرار دیا کیونکہ اس دن کے بعد عید آتی ہے۔(فتح الباری ج ۱ ص ۵۷۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دین کی تکمیل کا بعد میں قیاس سے ثابت شدہ مسائل کے منافی نہ ہونا

اس حدیث میں المائدہ: ۳ کا ذکر ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو (بہ طور) دین پسند کر لیا۔" (المائدہ: ۳)

اس آیت کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ دین کے تمام امور اس آیت کے نزول کے وقت مکمل ہو گئے تھے اور یہ آیت نبی ﷺ کی وفات سے اسی (۸۰) دن پہلے نازل ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے نزول کے بعد کوئی حکم نازل نہیں ہوا، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ دین کے مکمل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اصولِ ارکان اور جو ان پر احکام متفرع ہوتے ہیں وہ کامل ہو گئے ہیں، اس وجہ سے قیاس کے منکرین کے لیے اس آیت سے قیاس کے انکار پر کوئی گنجائش نہیں ہے، اور ان کی دلیل کا یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ نئے نئے پیش آمدہ مسائل میں جو قیاس کیا جاتا ہے وہ بھی کتاب کے حکم سے مستنبط ہوتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر: ۷) اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

اور رسول اللہ ﷺ نے قیاس کرنے کا حکم دیا ہے اور قیاس کرنے کو مقرر رکھا ہے، لہٰذا دین کے کامل ہونے میں قیاس بھی داخل ہے۔

اور علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل: ۴۴) اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآنِ عظیم) اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا۔

پس بے شک اللہ سبحانہٗ نے بہ کثرت امور مجمل نازل فرمائے اور نبی ﷺ نے اپنے وقت میں ان مجمل امور کی تفصیل بیان فرمائی، اور جو امور آپ کے وقت میں پیش نہیں ہوئے تو آپ نے ان کی تفصیل کو علماء کی طرف مفوض فرما دیا، جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (النساء: ۸۳) اور اگر یہ اس خبر کو رسول یا صاحبانِ علم کی طرف پہنچا دیتے تو ان میں سے خبر کا تجزیہ کرنے والے ضرور اس کے (صحیح) نتیجہ تک پہنچ جاتے۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ کی وفات کے وقت دین کا مکمل ہونا اس کے خلاف نہیں ہے کہ آپ کے بعد قیامت تک قیاس سے پیش آمدہ مسائل کا حل معلوم کیا جا سکے۔(فتح الباری ج ۸ ص ۴۱۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد پر دلائل

عید کا معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

عید اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے، اور شریعت میں عید کا دن یوم الفطر اور یوم النحر کے ساتھ مخصوص ہے، اور جب کہ شریعت میں یہ دن خوشی کے لیے منایا گیا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں متنبہ فرمایا ہے: "یہ کھانے پینے و ازدواجی عمل کے دن ہیں" اور عید کا لفظ ہر اس دن کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس پر کوئی خوشی حاصل ہو، اور اس پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ (المائدہ: ۱۱۴)

عیسیٰ بن مریم نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان نازل فرما تا کہ (وہ دن) ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشان (ہو جائے)۔

(المفردات: ۵۲ ۳، المکتبۃ المرتضویہ، ایران، ۱۳۶۲ھ)

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شرعی اور اصطلاحی عید تو صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں، اور یوم عرفہ اور یوم جمعہ عرفاً عیدیں ہیں اور جس دن کوئی نعمت اور خوشی حاصل ہو، وہ بھی عرفاً عید کا دن ہے، اور تمام نعمتوں کی اصل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے، سو جس دن یہ عظیم نعمت حاصل ہوئی، وہ دن تمام عیدوں سے بڑھ کر عید ہے، اور یہ بھی عرفاً عید ہے شرعاً عید نہیں ہے، اس لیے مسلمان ہمیشہ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور میلاد کے دن بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مناتے ہیں۔

لفظِ میلاد کا شرعی ثبوت

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ میلاد النبی کا لفظ غیر شرعی ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے سننِ ترمذی میں اس باب کا عنوان قائم کیا ہے:

"باب ماجاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کے متعلق احادیث کا بیان)۔

المطلب بن عبد اللہ بن قیس بن مخرمہ از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام الفیل (جس سال ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ کعبہ پر حملہ کیا تھا) میں پیدا ہوئے، اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے قباث بن اشیم سے پوچھا جو بنو یعمر بن لیث کے بھائی ہیں: کیا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مرتبہ اور مقام میں) مجھ سے بڑے ہیں اور میں میلاد (پیدائش) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقدم ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہاتھیوں والے سال میں ہوئی۔۔۔ الحدیث

(سنن ترمذی: ۳۶۱۹، مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۵، التاریخ الکبیر للامام البخاری ج ۷ ص ۱۴۵، المعرفہ والتاریخ ج ۱ ص ۲۹۶، الآحاد والمثانی ج ۱ ص ۴۷۸، شرح مشکل الآثار: ۵۹۶۸، ۵۹۶۹، معجم الصحابہ ج ۲ ص ۳۴۹، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۸ ص ۸۷۲، ۸۷۳، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۰۳)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۸۵، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۷۶، ۷۷، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱ ص ۱۰۱)
مسند احمد بن حنبل کے محقق الشیخ شعیب الارنؤط نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کی سند میں المطلب بن عبد مناف کا ذکر ہے، اس کا امام ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا اور اس حدیث کی متابعت کی گئی ہے اور یہ حدیث سیرتِ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۷ میں بھی مذکور ہے۔ (حاشیہ مسند احمد بن حنبل ج ۲۹ ص ۴۲۲، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)
مشہور غیر مقلد عالم شیخ ابن عبد الرحیم السبارک پوری المتوفی ۱۳۵۳ھ نے اس حدیث کی شرح میں میلاد کا معنی لکھا ہے: ''وقت الولادت'' اور لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱۰ ص ۸۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

محافلِ میلاد منعقد کرنے کا شرعی حکم

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ تحریر فرماتے ہیں:
محافلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد جائز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور آپ کی نعت سننے کے لیے اس محفل میں شریک ہونا جائز ہے اور لوگوں کی دعوت کرنا اور خوشی منانا بھی جائز ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی خاص اور معین رات میں محفلِ میلاد منعقد کرنا سنت ہے اور جو شخص کسی معین شب میں محفلِ میلاد کی سنیت کا معتقد ہو وہ بدعتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اور آپ کے ساتھ تعلق ہر وقت مطلوب ہے ہاں جس ماہ میں آپ کی ولادت ہوئی، اس مہینہ کی قوی ترجیح ہے۔ نیز محفلِ میلاد کا اجتماع تبلیغِ دین کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور علماء کو چاہیے کہ وہ ان محافل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق، آداب، آپ کی سیرت، آپ کے معاملات اور آپ کی عبادات کا بیان کریں، اور لوگوں کو آپ کی سیرت پر عمل کرنے کی نصیحت کریں، اور جو لوگ ان اجتماعات سے تبلیغِ دین کا فائدہ نہیں اٹھاتے، وہ محفلِ میلاد کی خیرات اور برکات سے محروم ہیں۔ (المولد الروی فی المولد النبوی ص ۷۔۸، المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ)
میں کہتا ہوں کہ آج کل جو محافلِ میلاد منعقد کی جاتی ہیں، ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا بیان کیا جاتا ہے، آپ کے فضائل اور خصائص کا ذکر کیا جاتا ہے اور آپ کی مدح میں نعتیں پڑھی جاتی ہیں اور خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور کھانے پینے کی چیزوں کو بہ طورِ تبرک تقسیم کیا جاتا ہے اور ان میں سے ہر چیز کا قرآن وسنت میں ثبوت موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور خصائص پر مشتمل قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸

آپ کہیے: (یہ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے سبب سے ہے، سو اس کی وجہ سے مسلمان خوشی منائیں، یہ اس (مال) سے کہیں بہتر ہے جس کو وہ (کفار) جمع کرتے ہیں ○ (یونس: ۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود اور آپ کی ولادت مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے فضل اور اپنی رحمت پر خوشی منانے کا حکم دیا اور محافلِ میلاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے، اس دن مساجد کو سجایا جاتا ہے، چراغاں کیا جاتا ہے، اور کھانے پینے کی چیزیں بہ طورِ تبرک تقسیم کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جاتی ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۴۵۔۴۷)

اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے O اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن کرنے والا آفتاب بنا کر (بھیجا) O اور مومنوں کو بشارت دیجئے کہ ان کے لیے اللہ کا بہت بڑا فضل ہوگا O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (المائدہ: ۱۵۔۱۶)

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب O اللہ اس کے ذریعہ سلامتی کے راستوں پر ان لوگوں کو چلاتا ہے جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ (التوبہ: ۱۲۸۔۱۲۹)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے، تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں، مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں O اب اگر یہ لوگ آپ سے منہ پھیرتے ہیں تو آپ کہہ دیں: مجھے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے O

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۵۹)

سو اللہ کی عظیم رحمت سے آپ مسلمانوں کے لیے نرم ہو گئے اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے، تو آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کے لیے استغفار کریں اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ لیں، اور جب آپ (کسی کام کا) عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کریں، بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے O

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء:۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (آل عمران:۱۶۴)

بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل:۷۹)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح:۴)

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا O

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کی خصوصیت کے بیان میں قرآن مجید کی اور بھی بہت آیاتِ مقدسہ ہیں اور محافلِ میلاد میں ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے اور ان کی تشریح اور تفسیر کی جاتی ہے اور دراصل یہ تمام آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافلِ میلاد منانے کی اصل ہیں اور اس پر دلیل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور خصائص پر مشتمل احادیث

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں بنو آدم کی بہترین صدیوں سے صدی بہ صدی مبعوث کیا گیا ہوں، حتیٰ کہ میں اس صدی میں آیا جس میں، مَیں ہوں“۔ (صحیح البخاری:۳۵۵۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت آدم سے لے کر جن آباء کی پشتوں میں اور جن امہات کے ارحام میں آپ منتقل ہوتے رہے وہ سب خیر تھے، یعنی مومن اور صالح تھے۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۳۷۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں تمام آباء کرام مومن تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیر وہی ہوتا ہے جو مومن ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ (البقرہ:۲۲۱)

اور مسلمان غلام (آزاد) مشرک مرد سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو اچھا لگتا ہو۔

(۲) حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو پسند فرمالیا، اور کنانہ میں سے قریش کو پسند فرمالیا، اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند فرمالیا، اور بنو ہاشم میں سے مجھے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پسند فرمالیا"۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۶، سنن ترمذی: ۳۶۰۵، مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۷)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی"۔

(صحیح مسلم: ۲۲۷۸، سنن ابوداؤد: ۴۶۷۳، سنن ترمذی: ۳۶۱۵، سنن دارمی: ۵۲، مسند احمد ج ۳ ص ۲)

(۴) حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان سے چند کلمات سنے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، آپ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ پس صحابہ نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، تو آپ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو بہترین مخلوق میں رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دو فرقے کر دیئے تو مجھ کو بہترین فرقہ میں رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے متعدد قبائل کیے تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بہترین گھرانوں میں رکھا، پس مجھے بہترین گھر میں رکھا، پس میں سب سے بہترین شخص ہوں اور میرا گھرانہ سب سے بہترین ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۰۷)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا: جس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۰۹)

(۶) حضرت العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا، اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی اور گارے میں تھے، اور میں عنقریب تمہیں اپنی ابتداء کے بارے میں بیان کروں گا، میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، اور میں اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے اس وقت دیکھا جس وقت میں پیدا ہوا، اور بے شک ان سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔

(شرح السنۃ: ۳۶۲۶)

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے حتیٰ کہ ان کے قریب پہنچے اور آپ نے سنا کہ وہ آپس میں ذکر کر رہے تھے، بعض نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، اور دوسرے نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا، اور بعض نے کہا: پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی روح ہیں، ایک اور نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ بنایا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے آگئے اور فرمایا: میں نے تمہاری باتیں اور تمہارے تعجب کو سنا، بے شک حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور وہ اسی طرح ہیں، اور بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے والے ہیں اور وہ اسی طرح ہیں، اور بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں اور اس کا کلمہ ہیں اور وہ اسی طرح ہیں، اور حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں اور وہ اسی طرح ہیں، سنو! میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں اور مجھے فخر نہیں ہے، اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہوں گا، اس جھنڈے کے نیچے حضرت آدم اور ان کے ماسوا لوگ ہوں گے اور اس پر فخر نہیں ہے، اور میں قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور وہ ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی اور فخر نہیں ہے، اور میں وہ ہوں جو سب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا، پس اللہ تعالیٰ میرے لیے اس کو کھول دے گا، پس مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور فخر نہیں ہے، اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم الاولین اور آخرین ہوں اور فخر نہیں ہے۔
(سنن ترمذی:٣٦١٦، سنن دارمی:٤٧)

(٨) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں ہے، اور میں تمام انبیاء علیہم السلام کا خاتم ہوں اور فخر نہیں ہے، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور وہ ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی اور فخر نہیں ہے۔ (سنن دارمی:٤٩)

میں کہتا ہوں: اس حدیث کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ یہ میرے فخر کرنے کی بات نہیں ہے کہ میں رسولوں کا قائد ہوں، فخر تو ان رسولوں کو کرنا چاہیے جنہیں مجھ ایسا قائد مل گیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(٩) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کو پورا کرنے اور محاسنِ افعال کو مکمل کرنے کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ (شرح السنہ:٣٦٢٢)

(١٠) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں جا رہا تھا، ہم اس کے بعض راستوں سے گزرے تو آپ کے سامنے جو بھی پہاڑ آتا یا درخت آتا تو وہ کہتا تھا السلام علیک یارسول اللہ!۔ (سنن ترمذی:٣٦٢٦)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کی خوشی منانے پر اللہ تعالیٰ کا انعام فرمانا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ عروہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا:

ثویبہ ابولہب کی باندی تھی اور ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا، پس جب ابولہب مر گیا تو اس کے بعض رشتہ داروں کو اس کی بری حالت دکھائی گئی، انہوں نے اس سے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ ابولہب نے کہا: مجھے تمہارے بعد کوئی خیر نہیں ملی، البتہ میں نے اپنی اس انگلی سے اشارہ کر کے ثویبہ کو آزاد کیا تھا تو مجھے اس انگلی سے پلایا جاتا ہے۔
(صحیح البخاری:٥١٠١، ٥١٠٦، ٥١٠٧، ٥٣٧٢، صحیح مسلم:١٤٤٩، سنن ابوداؤد:٢٠٥٦، سنن نسائی:٣٢٨٤، سنن ابن ماجہ:١٩٣٩، مسند الحمیدی:٣٠٧، مصنف ابن ابی شیبہ:٢٨٨-٢٨٩، المعجم الکبیر للطبرانی:٩٠٤، مسند احمد ج٦ ص٢٩١)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت کی وجہ سے ابولہب کافر کے عذاب میں تخفیف

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ٧٨٦ھ، اس بحث میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کافر کو اس کے نیک عمل سے ثواب ہوتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ قَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ (الفرقان:٢٣)

انہوں نے (اپنے زعم میں) جس قدر (نیک) کام کئے تھے ہم ان کی طرف قصد کریں گے اور ان کو فضا میں بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرے بنا دیں گے ○

میں کہتا ہوں کہ کافر کو اس کا نیک عمل فائدہ نہیں پہنچاتا اور اس حدیث میں خواب کا ذکر ہے اور خواب دلیل نہیں ہے، اور برتقدیرِ تسلیم ہوسکتا ہے کہ جب نیک عمل کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو تو آپ کی خصوصیت کی وجہ سے اس کے عذاب میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تخفیف ہو جاتی ہے جیسا کہ ابوطالب کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حسن عمل کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہو جیسا کہ ابوطالب کے عذاب میں بھی تخفیف کی گئی تھی۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ تخفیف ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور جن کافروں کے متعلق حدیث میں تخفیف کا ثبوت ہے۔ بعض کفار کو ان کے نیک اعمال پر اجر عطا فرمانا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور یہ عقل کے نزدیک محال نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کی خوشی میں ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سہیلی نے ذکر کیا کہ عباس نے بتایا: جب ابولہب مر گیا تو میں نے اس کو ایک سال بعد خواب میں برے حال میں دیکھا، اس نے کہا: تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نہیں ملی مگر بے شک ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے، علامہ سہیلی نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی بشارت دی تو اس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے کہا ہے: کہا گیا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی بشارت دی تو اس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ واللہ اعلم۔ (عون الباری لحل ادلۃ البخاری ج ۵ ص ۴۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

ابولہب کو اپنے انگوٹھے کے سوراخ سے دوزخ میں پانی پلایا گیا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت ہے، ورنہ ابولہب کافر اس کا کب مستحق تھا کہ اس کو دوزخ میں انگوٹھے سے پانی پلایا جاتا اور اس کے عذاب میں تخفیف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۵۶، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اور اس کو خصوصیت بھی قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس واقعہ کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا جس کی وجہ سے ابولہب کے ساتھ یہ خصوصی رعایت کی گئی۔ (کشف الباری، کتاب فضائل القرآن ص ۱۹۴، مکتبہ فاروقیہ، کراچی، ۱۴۲۹ھ)

علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

ابولہب کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو اس سے پوچھا گیا: تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: جہنم میں ہوں، لیکن ہر پیر کی رات میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے اور میں اپنی اس انگلی کو چوستا ہوں (چھنگلی کی طرف اشارہ کیا) اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب ثویبہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی مجھے بشارت دی اور اس نے آپ کو دودھ پلایا تو میں نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

علامہ ابن جزری فرماتے ہیں کہ وہ ابولہب جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شب خوشی کی، اور اسے اس کے صلہ میں جہنم میں جزاء دی گئی تو وہ شخص جو مسلمان ہو، موحد ہو اور آپ کا امتی ہو، اگر وہ آپ کی ولادت کی خوشی منائے اور اپنی وسعت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں صدقہ وخیرات کرے تو اس کی جزاء کا کیا عالم ہوگا!

(المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

محفلِ میلاد کے جواز اور استحباب پر دلائل

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے محفلِ میلاد کے انعقاد کے جواز پر حسبِ ذیل دلائل پیش کیے ہیں:

(۱) ابولہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی کی اور ثویبہ کو آزاد کر دیا تو اس کی جزاء میں ہر پیر کے دن اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے جیسا کہ صحیح البخاری میں ہے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یومِ میلاد کی خود تعظیم فرماتے تھے اور اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرماتے تھے اور اس دن کی تعظیم کے لیے ہر پیر کے دن کا روزہ رکھتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انعقادِ محفلِ نبوی میں اگرچہ تعظیم کی صورت مختلف ہے لیکن تعظیم کا معنی موجود ہے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پر خوشی کرنا قرآن مجید کا مطلوب ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (یونس:۵۸) آپ کہیے: (یہ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے سبب سے ہے، سو اس کی وجہ سے مسلمان خوشی منائیں، یہ اس (مال) سے کہیں بہتر ہے جس کو وہ (کفار) جمع کرتے ہیں O

اللہ تعالیٰ نے رحمت پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑی رحمت ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء:۱۰۷) اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے O

(۴) جس زمانہ میں کوئی عظیم دینی کام ہوا ہو، جب وہ زمانہ لوٹ کر آئے تو اس کی تعظیم کرنی چاہیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس قاعدہ کو مقرر فرمایا، جب آپ نے یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا تو اس کا سبب معلوم کیا، اور جب بتایا گیا کہ وہ اس دن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دن ان کو قومِ فرعون سے نجات دی تھی، اس پر آپ نے فرمایا: ”تمہاری بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے ہم مستحق ہیں“، آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(۵) محفلِ میلاد کی ہیئتِ اجتماعیہ ہرچند کہ بدعت ہے لیکن اس کی اصل عہدِ رسالت میں موجود تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے میلاد کا بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا: ”میں اپنے والد ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا ہوں، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت ہوں، دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں (ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ایک آپ کے والد حضرت عبداللہ)۔

(۶) محفلِ میلاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا محرک، باعث اور سبب ہے اور جو چیز مطلوبِ شرعی کا سبب ہو وہ بھی شرعاً مطلوب ہوتی ہے۔

(۷) محفلِ میلاد میں آپ کے معجزات، کمالات اور آپ کی سیرت کا بیان ہوتا ہے اور ہمیں آپ کی سیرت پر عمل کرنے کا حکم ہے۔

(۸) جو شعراء صحابہ آپ کی مدح کرتے تھے اور نعتیہ اشعار پڑھتے تھے، آپ ان سے خوش ہوتے تھے اور ان کو انعامات سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نوازتے تھے، سو جب محفلِ میلاد میں آپ کے شمائل اور فضائل کا بیان ہوگا اور نعت خوانی ہوگی تو آپ اس سے خوش ہوں گے اور آپ کی خوشی شرعاً مطلوب ہے۔

(۹) آپ کے معجزات اور سیرت کا بیان، آپ کے ساتھ ایمان کے کمال اور آپ کی محبت میں اضافہ کا موجب ہے، اور آپ کی محبت میں اضافہ شرعاً مطلوب ہے۔

(۱۰) محفلِ میلاد میں اظہارِ سرور، مسلمانوں کو کھانا کھلانا اور آپ کی تعریف کرنا ہے، یہ سب چیزیں آپ کی تعظیم کو ظاہر کرتی ہیں اور آپ کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے۔

(۱۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کی فضیلت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو جس دن آپ کا میلاد ہوا اس کی فضیلت کا کیا عالم ہوگا! جس جگہ کوئی نبی پیدا ہو اس جگہ کی بھی شرعاً تعظیم ہے، کیونکہ بیت لحم کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا: دو رکعت نماز پڑھیں اور بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(۱۲) تمام علماء اور تمام شہروں کے مسلمانوں نے محفلِ میلاد کو مستحسن قرار دیا ہے، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے، اور جس کام کو مسلمان برا سمجھیں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے، اس حدیث کی امام احمد نے روایت کی ہے۔

(۱۳) محفلِ میلاد میں ذکر کے لیے جمع ہونا، نعت خوانی کرنا، صدقہ وخیرات کرنا ان تمام کاموں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور یہ تمام کام سنت اور شرعاً مطلوب اور محمود ہیں۔

(۱۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (ہود: ۱۲۰)	اور ہم آپ کو رسولوں کی تمام خبریں بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے واقعات سے ہم اپنے دل کی تسکین کے محتاج ہیں۔

(۱۵) ہر وہ چیز جو عہدِ رسالت میں نہ ہو، مطلقاً مذموم اور حرام نہیں ہے، بلکہ دلائلِ شرعیہ سے دیکھا جائے گا اگر اس میں کوئی مصلحتِ واجبہ ہوگی تو وہ کام واجب ہوگا، اسی طرح مستحب، مباح، مکروہ یا حرام ہوگا، اور یہ سب بدعت کی اقسام ہیں۔

(۱۶) جو کام صدرِ اول میں ہیئتِ اجتماعیہ کے ساتھ نہ ہو لیکن افراد کے ساتھ ہو تو وہ بھی مطلوبِ شرعی ہے کیونکہ جس کے افراد شرعاً مطلوب ہیں اس کی ہیئتِ اجتماعیہ بھی شرعاً مطلوب ہوگی۔

(۱۷) اگر ہر بدعت حرام ہو تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا قرآن مجید جمع کرنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح کی جماعت کا اہتمام کرنا اور تمام علومِ نافعہ کی تصنیف حرام ہو جائے گی، اور ہم پر واجب ہوگا کہ ہم تیر کمان اور تلواروں کے ساتھ کفار سے جنگ کریں اور بندوقوں اور توپوں سے جنگ کرنا حرام ہو، اور میناروں پر اذان دینا، سرائے اور مدارس بنانا، ہسپتال اور یتیم خانے تعمیر کرنا سب حرام ہو جائیں۔ اس وجہ سے وہ نیا کام حرام ہوگا جس میں برائی ہو کیونکہ ایسے بہت سے کام ہیں کہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین میں سے کسی نے نہیں کیا مثلاً تراویح میں ختمِ قرآن، ختمِ قرآن کی دعا، ستائیسویں شب کو امام الحرمین کا خطبہ دینا وغیرہ۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱۸) امام شافعی نے فرمایا کہ جو چیز کتاب یا سنت یا اجماع یا اقوال صحابہ کے خلاف ہو، وہ بدعت ہے اور جو نیک کام ان کے مخالف نہ ہو وہ محمود ہے۔

(۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اسلام میں اچھا کام کیا اور بعد والوں نے اس پر عمل کیا تو اس کو ان کاموں کا اجر ملے گا اور ان کے اجور میں کمی نہیں ہوگی۔

(۲۰) جس طرح حج کے افعال مثلاً صفا و مروہ کی دوڑ صالحین کی یاد تازہ کرنے کے لیے مشروع ہیں، اسی طرح محفلِ میلاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کرنے کے لیے مشروع ہے۔ (المولد الروی فی المولد النبوی ص ۱۷۔۹، مطبوعہ المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ)

علامہ ابن الجوزی حنبلی کے رسالہ میلاد کی تلخیص

علماء یہود یعنی احبار نے آپ کی تشریف آوری کی خبریں دیں اور اہل کتاب کے عابدوں اور راہبوں نے آپ کے ظہور و سراپا سرور کی بشارتیں دیں اور ہاتف غیبی نے آپ کے ذکر مبارک، ولادت باسعادت کی منادی کی اور جنات آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائے اور رب تعالیٰ کی نشانیاں آپ کے اسمِ گرامی کے ساتھ ناطق ہوئیں اور بادشاہوں کے محلات میں زلزلہ پڑا اور دریائے ساوہ جو آپ کی ولادت کے وقت خشک ہوگیا اور دریائے ساوہ جو پہلے سے خشک تھا بوقت ولادت جاری ہوگیا، بہ کثرت چشمے جاری ہوئے اور جوش مارنے لگے، شاہِ فارس کا محل پھٹ گیا اور اس کے کنکرے گر پڑے، ساتوں آسمانوں کے فرشتوں نے خوشیاں منائیں اور آپ کے نور سے فضاءِ آسمانی بھر گئی اور شہاب ثاقب نے چھپ کر سننے والے (سرکش شیاطین و جنات) کو سنگسار کیا اور خود ابلیس نے اپنے اوپر یاویلا یا ثبورا (اے میری تباہی، میری خرابی) کا شور مچایا۔

(رسالہ مولود العروس الشہیر بالجوزی، المکتبۃ الثقافیہ، بیروت، لبنان)

میلاد کے متعلق مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن بھوپالی کے رسالہ (الشمامة العنبريه من مولد خير البرية) کی تلخیص

اس رسالہ کی حسبِ ذیل عبارات قابلِ توجہ اور لائقِ استدلال ہیں:

(۱) عباراتِ سابقہ سے اظہارِ فرحِ میلاد نبوی پر پایا جاتا ہے سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔

(۲) "سرور المحزون" میں کہا ہے کہ بحیرا نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ رسول رب العالمین ہے، اللہ اس کو رحمت عالمین قرار دے کر بھیجے گا، جب تم مسلمان آئے تو کوئی پتھر اور درخت باقی نہ رہا مگر اس نے سجدہ کیا، حالانکہ عموماً پتھر اور درخت کسی کو سجدہ نہیں کرتے مگر پیغمبر کی صفت کا ذکر ہم اپنی کتاب میں پاتے ہیں۔

(۳) ان کو علمِ اول و آخر دیا گیا، ان پر خزائن ہر شئے کے کھول دیے گئے یہاں تک کہ خزینۂ علم بھی۔

(۴) آپ کی قضائے حاجت کا اثر دیکھا نہ گیا بلکہ زمین اس کو نگل جاتی تھی وكذالك الانبياء، رات کو بھوکے سوتے اور صبح کو طاعم اٹھتے، اللہ آپ کو جنت سے کھلاتا پلاتا، قبر میں آپ کو ضغطہ نہ ہوا وكذالك الانبياء، حالانکہ اس ضغطة سے کوئی صالح وغیرہ سالم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں رہتا، اور نہ سباع (درندے) آپ کا جسد کھا سکتے ہیں و کذالك الانبیاء، آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اس کے اذان اور اقامت کے ساتھ و کذالك الانبیاء، لہٰذا یہ بات کہی گئی کہ آپ کی ازواج پر عدت نہیں ہے، اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلوٰۃ مصلین آپ کو پہنچاتا ہے اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آله وبارك وسلم، اعمال امت کے آپ پر عرض کیے جاتے ہیں، آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

(۵) شب بعثت میں سنگ و درخت نے آپ کو سلام کیا اور کہا: السلام علیك یا رسول اللہ۔

(۶) سنگریزے آپ کے ہاتھ میں تسبیح کرتے، گوشت زہر آلود نے خبر دی کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے، ایک شتر (اونٹ) نے شکایت کی کہ میرے مالک مجھ کو چارہ کم دیتے ہیں اور کام بہت لیتے ہیں، ایک مادہ آہو (ہرنی) نے کہا: مجھے چھوڑو کہ میں اپنے بچے کو جا کر دودھ پلا آؤں، حضرت نے اس کو رہا کرا دیا اور وہ دودھ پلا کر آ گئی۔

(۷) شیخ محمد طاہر نے مجمع البحار میں حالات آنحضرت اجمالاً تا یومِ وفات اپنی سیرت میں علیحدہ ذکر کیے ہیں لیکن جو کچھ اس رسالہ میں لکھا گیا ہے وہ بہ نسبت اس کے زیادہ ہے، اسی طرح امام یافعی نے ''مراۃ الجنان'' میں اور مغلطائی نے اپنی سیرت میں بہت اچھی طرح سیر نبوی کا ذکر کیا ہے اور کتبِ مستقلہ مطولہ اس بیان میں علیحدہ تالیف ہوئے ہیں، مشتاقان کمال و جمال نبوی کو لازم ہے کہ بعد دریافت فضائل میلاد شریف اس عمل میں کوشش کریں کہ صورت و سیرت و سمت میں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت حاصل ہو۔

(۸) اللہ تعالیٰ ہم کو اور جملہ اہلِ اسلام کو ایسی توفیق خیر رفیق حال کرے کہ ہم ہر روز کسی قدر ذکرِ میلاد شریف کتب معتبرہ سے خود پڑھیں یا کسی محب صادق متبع واثق سے سن لیا کریں، فقط کسی یوم و ماہ و کسی تاریخ معین پر قصر نہ کریں۔ (الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ)

محفلِ میلاد کے متعلق حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی تصریحات

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں:

(۱) اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفلِ مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۵، مدنی کتب خانہ، گنپت روڈ لاہور)

(۲) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں:

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں، جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں، اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے، البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے، اگر احتمال تشریف آوری کیا جائے مضائقہ نہیں، کیونکہ عالم خلق مقید بہ زمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے، پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔ (شمائم امدادیہ ص ۵۰، مدنی کتب خانہ، ملتان، ۱۴۰۵ھ)

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواز اور محفلِ میلاد کے انعقاد کے ثبوت میں ہم نے قرآن وحدیث سے دلائل پیش کیے ہیں اور مسلم اکابر اسلام کی تصریحات بیان کی ہیں اور مخالفین کے پیشواؤں کی عبارات بھی ذکر کی ہیں، اور حسنِ اتفاق یہ ہے کہ جس وقت میں یہ سطور لکھ رہا ہوں یہ ماہِ ربیع الاول کے ایام ہیں اور آج پندرہ (۱۵) ربیع الاول ہے، میں نے جو کچھ بھی تحریر کیا ہے وہ اپنے آقا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں تحریر کیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس محبت، کاوش اور اس تحریر کو قبول فرمائے اور تمام اہلِ اسلام کو اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

۷۲۶۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ الْغَدَ حِينَ بَايَعَ الْمُسْلِمُونَ أَبَا بَكْرٍ وَاسْتَوَى عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ تَشَهَّدَ قَبْلَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَمَّا بَعْدُ فَاخْتَارَ اللهُ لِرَسُولِهِ ﷺ الَّذِي عِنْدَهُ عَلَى الَّذِي عِنْدَكُمْ وَهَذَا الْكِتَابُ الَّذِي هَدَى اللهُ بِهِ رَسُولَكُمْ فَخُذُوا بِهِ تَهْتَدُوا وَإِنَّمَا هَدَى اللهُ بِهِ رَسُولَهُ۔

(صحیح البخاری: ۷۲۱۹، ۷۲۶۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا اس کے اگلے دن جس دن مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے منبر پر سیدھے بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا، پھر کہا: حمد وصلوٰۃ کے بعد! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے تمہاری دنیا کے اوپر اس اجر وثواب کو پسند فرمالیا جو اس کے پاس ہے اور اس کتاب کو پسند فرمالیا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے رسول ﷺ کو ہدایت دی ہے، سو تم اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو، سو تم ہدایت پر رہو گے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اسی کتاب کے ساتھ ہدایت دی تھی۔

صحیح البخاری: ۷۲۱۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الغد'' یعنی جس دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بعض صحابہ نے بیعت کی تھی، اس کے اگلے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۲۷۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِي إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے اپنے جسم مبارک کے ساتھ لپٹایا اور یہ دعا کی: ''اے اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا فرما''۔

(صحیح البخاری: ۷۵، ۱۴۳، ۳۷۵۶، ۷۲۷۰، صحیح مسلم: ۲۴۷۷، سنن ترمذی: ۳۸۲۴، سنن ابن ماجہ: ۱۶۶)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۲۰۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعاء مذکور کا سبب

اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء گئے تو میں نے آپ کے لیے پانی رکھ دیا، آپ نے پوچھا: یہ پانی کس نے رکھا؟ آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳)
اور صحیح مسلم میں یہ اضافہ ہے کہ جب آپ بیت الخلاء سے باہر آئے تو آپ نے پوچھا: یہ پانی کس نے رکھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے! تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو سمجھ عطا فرما۔ (صحیح مسلم: ۲۴۷۷)

اس دعا کا دوسرا سبب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رات کے معمولات دیکھنے کے لیے ایک رات گزاری، اس میں امام احمد نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا سبب ہے کہ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم میرے پیچھے ہو جاتے تھے؟ تو میں نے کہا: کیا کسی امتی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نماز میں آپ کے آگے ہو جائے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں، تب آپ نے میرے لیے یہ دعا کی: اے اللہ! اس کے علم اور فہم میں اضافہ فرما۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۲۶۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسند احمد کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے، وہ مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰، طبع قدیم میں مذکور ہے۔

نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا ثبوت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم و تعظیم کرنا جائز اور صحیح ہے، اس عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے اور آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا فرمائی۔

اسی طرح ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے، اس دوران نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن کی درخواست پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانا شروع کر دی، اثناء نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگئے اور آپ صفوں سے گزر کر پہلی صف میں کھڑے ہو گئے، پھر لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارے، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں ادھر ادھر توجہ نہیں کرتے تھے، جب لوگوں نے بہت زیادہ ہاتھ پر ہاتھ مارے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم کھڑے رہو، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی، نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: اے ابو بکر! جب میں نے تم کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا، پھر تم کو کس چیز نے منع کیا تھا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو قحافہ کے بیٹے کے لیے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نماز

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پڑھانے کے لیے کھڑا ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۶۸۴، صحیح مسلم: ۴۲۱، سنن ابوداؤد: ۹۴۰، سنن نسائی: ۷۸۴)

اور تمام دنیا کے مسلمان جب نماز کے تشہد میں "السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته" پڑھتے ہیں تو نماز میں آپ کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، فقہاء نے لکھا ہے کہ آپ کو سلام کرنے کے قصد سے آپ کو نماز میں سلام کیا جائے نہ کہ حکایت معراج کے قصد سے، اور سلام تعظیم کے لیے کیا جاتا ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کی جاتی ہے۔

۷۲۷۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ عَوْفًا أَنَّ أَبَا الْمِنْهَالِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَرْزَةَ قَالَ إِنَّ اللهَ يُغْنِيكُمْ أَوْ نَعَشَكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَبِمُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَعَ هَاهُنَا يُغْنِيكُمْ وَإِنَّمَا هُوَ نَعَشَكُمْ يُنْظَرُ فِي أَصْلِ كِتَابِ الْاِعْتِصَامِ۔

(صحیح البخاری: ۷۱۱۲، ۷۲۷۱، مسند احمد: ۱۹۳۰۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عوف سے سنا کہ بے شک ابوالمنہال نے ان سے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے تم کو غنی کر دیا یا تم کو سربلند کر دیا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے فرمایا: یہاں یغنیکم واقع ہوا ہے اور کتاب الاعتصام کی اصل میں نعشکم دیکھا جاتا ہے۔

۷۲۷۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَتَبَ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُبَايِعُهُ وَأُقِرُّ لَكَ بِذٰلِكَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ عَلَى سُنَّةِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ فِيمَا اسْتَطَعْتُ۔

(صحیح البخاری: ۷۲۰۳، ۷۲۰۵، ۷۲۷۲، موطا امام مالک: ۱۸۴۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالملک بن مروان کو خط لکھا کہ وہ اس کی بیعت کو قبول کرتے ہیں اور یہ لکھا کہ میں تمہارے احکام سنوں گا اور ان کی اطاعت کروں گا بشرطیکہ تمہارے احکام اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق ہوں جہاں تک میں اس کی طاقت رکھوں۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کے رسول کی سنت سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی شریعت ہے یعنی میں تمہاری اطاعت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق کروں گا۔

۲۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "میں جوامع الکلم" کے ساتھ بھیجا گیا ہوں

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جوامع الکلم کا معنی

اس حدیث میں جوامع الکلم کا لفظ ہے، یعنی ایسے کلمات جامعہ جن میں الفاظ کم ہوں اور ان کے معانی بہت زیادہ ہوں، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختصر بات فرماتے تھے اور آپ کی بات کثیر معانی پر مشتمل ہوتی تھی، دوسرا قول یہ ہے کہ جوامع الکلم سے مراد قرآن مجید ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں فرمایا کہ ''میں جوامع الکلم کے ساتھ بھیجا گیا ہوں'' اور آپ قرآن مجید کے ساتھ بھیجے گئے تھے، اور قرآنِ مجید میں بھی الفاظ کم ہیں اور معانی بہت زیادہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۷۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۲۷۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِیدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَیْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَیْتُنِی أُتِیتُ بِمَفَاتِیحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِی یَدِی قَالَ أَبُو هُرَیْرَةَ فَقَدْ ذَهَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَأَنْتُمْ تَلْغَثُونَهَا أَوْ تَرْغَثُونَهَا أَوْ کَلِمَةً تُشْبِهُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، اور جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں، پس ان کو میرے ہاتھ میں رکھ دیا گیا''۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور تم ان خزانوں کو کھا رہے ہو، اور تم ان خزانوں کو حاصل کر رہے ہو اور ان کو پھیلا رہے ہو، یا اور کوئی کلمہ اس کے مشابہ فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۷۷، ۶۹۹۸، ۷۰۱۳، ۷۲۷۳، صحیح مسلم: ۵۲۳، سنن نسائی: ۳۰۸۹، مسند احمد: ۷۵۵۷)

صحیح البخاری: ۷۲۷۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''جوامع الکلم'' کا بیان

اس حدیث میں جوامع الکلم کا ذکر ہے، اس سے مراد قرآن مجید ہے، کیونکہ قرآن مجید کی ایک آیت کی متعدد تاویلات کے ساتھ مختلف معانی ہوتے ہیں، اور ہر معنی نیکی کی طرف ہدایت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (الانعام: ۳۸) ہم نے کتاب (لوحِ محفوظ) میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔

کتاب کی تفسیر میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے یعنی ہم نے ہر چیز کو ام الکتاب میں لکھ دیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے، یعنی ہم نے تمہاری حاجت کی ہر چیز قرآن مجید میں بیان کر دی ہے، صراحتاً یا اجمالاً یا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دلالۃً، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل:۸۹) اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

قرآن مجید ہدایت کی کتاب ہے اور ہدایت کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے، وہ سب قرآن مجید میں مذکور ہیں اور تمام اصول وفروع کا ذکر قرآن کریم میں ہے، پچھلی امتوں کے جن قصص اور واقعات کا قرآن عظیم میں ذکر ہے، وہ بھی ہدایت اور موعظت کے لیے ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر سنت، اجماع اور قیاس کی بھی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں کا قرآن مجید میں صراحتاً ذکر نہیں ہے، ان کے حل کے لیے قرآن مجید نے سنت، اجماع اور قیاس کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت دی ہے اور ان کا حجت ہونا قرآن مجید میں مذکور ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ (الاعراف:۱۹۹) آپ عفو ودرگزر کا طریقہ اختیار کیجئے اور نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے کا صحیح اور معتدل طریقہ بیان فرمایا ہے، کیونکہ صالح اور نیک ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ مخلوق کے ساتھ بھی نیک سلوک کیا جائے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی رعایت کی جائے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے عقبہ بن عامر! جو تم سے تعلق توڑے، تم اس سے تعلق جوڑو، اور جو تم کو محروم کرے، اس کو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے، اس کو معاف کرو، میں دوبارہ ملاقات کے لیے گیا تو آپ نے فرمایا: اے عقبہ بن عامر! اپنی زبان پر قابو رکھو، اپنے گناہوں پر روؤ اور تمہارے گھر میں گنجائش رہنی چاہیے۔ (مسند احمد:۱۷۴۵۸)

دنیا اور آخرت کی تدبیر اور معاش اور معاد کے انتظام کے لیے اگر صرف یہی آیت نازل ہوتی تو کافی تھی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: جوامع الکلم سے مراد قرآن ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں کم الفاظ میں زیادہ معانی جمع کر دیے ہیں، اسی طرح متکلم کی صفت میں کہا جاتا ہے کہ یہ جوامع الکلم کے ساتھ کلام کرتا ہے، یعنی اس کے کلام میں الفاظ کم ہیں اور معانی زیادہ ہیں۔

علامہ ابن شہاب نے لکھا ہے کہ الاسماعیلی نے ذکر کیا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جوامع الکلم وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ ان امور کثیرہ کو جمع فرما دیتا ہے جو پہلی کتابوں میں لکھے جاتے تھے، علامہ خطابی نے کہا ہے: جوامع الکلم کا معنی ہے کہ کلام مختصر ہو اور معانی زیادہ ہوں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کلام کی باریکیوں اور کلام کے دقائق کو کلام سے مستنبط کرنا اور نکالنا مستحسن ہے۔

روئے زمین کے خزانوں کی چابیوں کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں"۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرب کے پاس تمام امتوں کی بہ نسبت مال کم تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خوشخبری دی کہ عنقریب ان کے پاس کسریٰ اور قیصر کے اموال حاصل ہوں گے اور یہ لوگ، زمین کے خزانوں کے مالک ہو جائیں گے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد آپ کی امت کو جو فتوحات عطا فرمائیں، اور جن بادشاہوں پر فتح حاصل ہوئی ان کے جمع شدہ خزانوں کو مسلمانوں نے حاصل کر لیا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بعد کے حکمران زمینوں سے خزانوں کو حاصل کریں گے اور اپنے عوام کو اس میں سے حصہ دیں گے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۸ ص ۱۰۷۔۱۰۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

ہاتھ میں چابیوں کا بیان

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

تعبیر بیان کرنے والوں نے کہا ہے کہ چابی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر مال، عزت، سلطنت، نیکی، علم اور حکمت ہے۔ پس جس شخص نے دیکھا کہ وہ چابی سے دروازہ کھول رہا ہے تو اس کی ضرورت اس سے پوری ہوگی جس کے ہاتھ سے اس کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چابی ہے تو وہ عظیم سلطنت کو پائے گا، اور اگر وہ جنت کی چابی دیکھے تو وہ دین میں عظیم سلطنت کو پائے گا یا نیکی کے بہت اعمال کو پائے گا، یا حلال مال اور وراثت سے خزانہ کو پائے گا، اور اگر کعبہ کی چابی کو دیکھے تو اس کو سلطنت یا امامت حاصل ہوگی اور باقی چابیوں کو بھی اسی پر قیاس کرے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ خواب میں کسی دروازہ کو کھولے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی دعا قبول ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۲۷۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ أُومِنَ أَوْ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللهُ إِلَيَّ فَأَرْجُو أَنِّي أَكْثَرُهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(صحیح البخاری: ۴۹۸۱، ۷۲۷۴، صحیح مسلم: ۱۵۲، مسند احمد: ۹۵۱۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از سعید از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی کو اتنی آیات عطا کی گئیں جن کی مثل سے ایمان لایا جاتا یا جن کی مثل سے کوئی بشر ایمان لے آتا، اور مجھے جو چیز دی گئی ہے وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے، پس مجھے امید ہے کہ بے شک میرے پیروکار قیامت کے دن تمام انبیاء سے زیادہ ہوں گے۔

صحیح البخاری: ۷۲۷۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قرآن مجید کے عظیم معجزہ ہونے کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے ''ہر نبی کو اتنی آیات دی گئیں جن کی مثل پر ایک بشر ایمان لاسکتا ہے''۔

اس حدیث میں آیات سے مراد معجزات ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا معجزہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو مجھ پر نازل کی گئی اور وہ قرآن مجید ہے، کیونکہ وہ واضح معجزہ پر مشتمل ہے، اور اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات قرآن مجید میں منحصر ہیں، اور نہ اس سے یہ مراد ہے کہ آپ کو وہ معجزات نہیں دیئے گئے جو آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو دیئے گئے تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وحی الٰہی اور قرآن مجید عظیم معجزہ ہے جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص ہیں، کیونکہ ہر نبی کو خصوصیت سے وہ معجزہ دیا گیا جس کے ساتھ اس نے اپنی قوم کو للکارا، اور ہر نبی کا معجزہ اس کی قوم کے حال کے مناسب تھا، اور جب کہ فرعون کے زمانہ میں جادو کا بہت چرچا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاٹھی کا معجزہ دیا گیا اور ان کی لاٹھی نے جادوگروں کی تمام لاٹھیوں کو کھالیا، اور کسی اور کے لیے بعینہٖ یہ معجزہ واقع نہیں ہوا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے، مادرزاد اندھوں کو بینا کر دیتے تھے اور جس کو برص کی بیماری ہوتی اس کو شفا دیتے تھے، کیونکہ اس زمانہ میں اطباء اور حکماء کا انتہائی ظہور تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے عمل کی جنس سے ایسا معجزہ لے کر آئے جو ان کی قدرت میں نہ تھا، اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں مبعوث ہوئے، اس زمانہ میں فصاحت و بلاغت انتہائی ظہور کے اوپر تھی، اس زمانہ میں آپ قرآن مجید کو لے کر آئے اور آپ نے اس زمانہ کے فصحاء و بلغاء کو للکارا کہ وہ اس قرآن کی کسی ایک سورت کی مثل بنا کر لائیں تو وہ اس پر قادر نہ ہوئے۔

دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کے زمانہ کے بعد ختم ہو گئے، اور قرآنِ مجید کا معجزہ قیامت تک باقی رہے گا، اور قرآن مجید اپنے اسلوب اور بلاغت میں اور غیب کی خبریں بیان کرنے میں معجزہ ہے، اور جو زمانہ بھی گزرا اس زمانہ کے متعلق قرآن مجید نے خبر دی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ پچھلے انبیاء علیہم السلام کے معجزات حسی تھے، ان کو آنکھوں سے دیکھا جا سکتا تھا جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی، اور قرآن مجید ایسا معجزہ ہے جس کا بصیرت سے مشاہدہ کیا جاتا ہے، کیونکہ جس چیز کو سر کی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے وہ ختم ہو جاتی ہے اور جس کا عقل سے مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ باقی رہتی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن مجید کا معجزہ چار قسم پر ہے:

(۱) قرآن مجید کی حسنِ تالیف اور اختصار کے ساتھ اس کے کلمات کا مرکب ہونا اور انتہائی بلیغ ہونا۔

(۲) اس کی بلاغت اس پائے کی ہے کہ عقول اس میں حیران ہیں، اور باوجود اس کے کہ ان کے پاس اس کا مقابلہ کرنے کے بہت وسائل میسر تھے پھر بھی وہ اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہے۔

(۳) اس میں گزشتہ امتوں کے احوال اور گزشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں کا بیان کیا گیا ہے جنہیں کوئی شخص از خود نہیں جان سکتا تھا۔

(۴) اس میں عہدِ رسالت سے لے کر قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبریں بیان کی گئی ہیں۔ قرآن مجید نے پیشگوئی کی کہ یہود موت کی تمنا نہیں کریں گے اور ایسا ہی ہوا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قرآن وسنت میں جوامع الکلم کی مثالیں

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو اس حدیث کے بعد ذکر کیا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیے گئے ہیں، اس سے واضح ہوا کہ قرآن مجید بھی جوامع الکلم پر مشتمل ہے، علماء نے قرآنِ مجید میں جوامع الکلم کی مثال میں ان آیات کو ذکر کیا ہے:

(۱) وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ (البقرہ:۱۷۹)

اور اے عقل مند لوگو! تمہارے لیے خون کا بدلہ (مشروع کرنے) میں زندگی ہے، تاکہ تم (ناحق قتل کرنے سے) بچو O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۲) وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۝ (النور:۵۲)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہتے ہیں تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں O

اسی طرح درج ذیل احادیث بھی جوامع الکلم پر مشتمل ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عمل ہمارے عمل کے مطابق نہ ہو وہ مردود ہے۔ (صحیح البخاری و مسلم)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو، وہ باطل ہے۔ (صحیح البخاری و مسلم)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو تم اس کام پر اپنی طاقت کے مطابق عمل کرو۔ (صحیح البخاری)

(۴) حضرت مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی ابنِ آدم کا بھرا ہوا برتن اس کے پیٹ سے زیادہ برا نہیں ہے۔ اس حدیث کو سنن اربعہ نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۴۴ ،دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۔ بَابُ: اَلْاِقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی اقتداء کرنے کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی اقتداء کرنا، یعنی ان کو قبول کرنا اور ان کے تقاضوں پر عمل کرنا۔ رہے رسول

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ ﷺ کے اقوال، تو وہ امر اور نہی اور خبروں پر مشتمل ہیں، اور امر اور نہی کا حکم مستقل باب میں آئے گا اور رہے نبی ﷺ کے افعال، تو ان کا ذکر بھی مستقل باب میں آئے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۱۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۞ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور ہمیں متقین کا امام بنادے O''

(الفرقان: ۷۴)

مجاہد نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ ہمیں ایسا امام بنادے کہ ہم اپنے سے پہلے متقی مسلمانوں کی اتباع کریں اور ہم اپنے بعد والوں کے امام ہو جائیں۔

امام ابن جریر نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو متقی مسلمان تیری نافرمانی سے اجتناب کرتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں، ہمیں ان کا امام بنادے، یہ سوال نہیں کیا کہ متقی لوگوں کو ان کا امام بنادے۔ (جامع البیان جز ۱۹ ص ۶۸)

اور امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے: اور ہمیں ہدایت یافتہ امام بنادے تاکہ لوگ ہم سے ہدایت حاصل کریں اور ہم کو گمراہوں کا امام نہ بنا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل سعادت کے متعلق فرمایا ہے:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (الانبیاء: ۷۳) اور ہم نے ان کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے۔

اور اہل شقاوت کے متعلق فرمایا:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ (القصص: ۴۱) اور ہم نے ان کو (کافروں کا) امام بنادیا جو لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔

اور ابن ابی حاتم میں روایت کی ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ ہم تمام لوگوں کی امامت کریں، بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم حلال اور حرام میں ان کے امام ہو جائیں اور لوگ حلال اور حرام کاموں میں ہماری اتباع کریں۔

امام بخاری نے بیان کیا:

قَالَ اَئِمَّةً نَقْتَدِیْ بِمَنْ قَبْلَنَا وَيَقْتَدِیْ بِنَا مَنْ بَعْدَنَا وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ ثَلَاثٌ اُحِبُّهُنَّ لِنَفْسِیْ وَلِاِخْوَانِیْ هٰذِهِ السُّنَّةُ اَنْ يَّتَعَلَّمُوْهَا وَيَسْاَلُوْا عَنْهَا وَالْقُرْاٰنُ اَنْ يَّتَفَهَّمُوْهُ وَيَسْاَلُوْا عَنْهُ وَيَدَعُوا النَّاسَ اِلَّا مِنْ خَيْرٍ۔

ہم کو ایسا امام بنادے کہ ہم اپنے پہلوں کی اقتداء کریں اور ہمارے بعد کے لوگ ہماری اقتداء کریں، اور ابن عون نے کہا: میں تین چیزوں کو اپنے لیے اور اپنے بھائیوں کے لیے پسند کرتا ہوں: یہ سنت جس کا لوگ علم حاصل کریں اور اس کے متعلق لوگ سوال کریں، اور قرآن جس کو لوگ سمجھیں اور اس کے متعلق سوال کریں، اور خیر کے سوا لوگوں کو چھوڑ دیں۔

امام بخاری کی تعلیق مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

امام بخاری نے کہا اور ابن عون نے بیان کیا:

ابن عون کا نام عبداللہ البصری ہے، یہ کم عمر تابعین میں سے ہیں، ان کی جو حدیث امام بخاری نے ذکر کی ہے اس کی ابن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

القاسم اللالکائی نے سندِ موصول کے ساتھ کتاب السنۃ میں از القعنبی روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد بن زید سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ ابنِ عون نے کہا: ''میں تین چیزوں کو اپنے لیے اور اپنے بھائیوں کے لیے پسند کرتا ہوں: یہ سنت جس کا لوگ علم حاصل کریں اور اس کے متعلق لوگ سوال کریں، اور قرآن جس کو لوگ سمجھیں اور اس کے متعلق سوال کریں، اور خیر کے سوا لوگوں کو چھوڑ دیں''۔

ابن عون نے جو کہا: یہ سنت، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ اشارہ نوعیہ ہے شخصیہ نہیں ہے۔

اور اس حدیث میں کہا کہ ''وہ اس سنت کا علم حاصل کریں اور اس کے متعلق سوال کریں''۔ اور یحییٰ بن یحییٰ نے اس اثر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ وہ اس سنت کی اتباع کریں اور اس کے تقاضا پر عمل کریں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''اور قرآن جس کی وہ فہم حاصل کریں اور لوگوں سے اس کے متعلق سوال کریں''۔ اور یحییٰ کی روایت میں ہے کہ وہ اس میں غور وفکر کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور خیر کے سوا لوگوں کو چھوڑ دیں'' کیونکہ شر کو ترک کرنے میں بھی خیر کثیر ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا: قرآن کے متعلق انہوں نے کہا کہ اس کی فہم حاصل کریں اور سنت کے متعلق کہا کہ اس کا علم حاصل کریں، کیونکہ غالب یہ ہے کہ مسلمان اپنی ابتدائی عمر میں قرآن کا علم حاصل کرتا ہے، لہٰذا اس کو قرآن مجید کی تعلیم کی وصیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور صرف یہ وصیت کی کہ اس کے معنی کی فہم حاصل کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا سبب یہ ہو کہ قرآنِ مجید وہ ہے جو دو گتوں کے درمیان جمع کیا گیا ہے، اور سنت اس وقت تک اس طرح جمع نہیں ہوئی تھی، پس سنت کے علم سے ابنِ عون نے ارادہ یہ کیا کہ وہ احادیث کو جمع کریں تا کہ اس کو سمجھنے پر قادر ہوں، اس کے برخلاف قرآنِ مجید پہلے سے ہی مجموع ہے، لہٰذا اس کی فہم کی طرف جلدی کریں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۷۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى شَيْبَةَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ قَالَ جَلَسَ إِلَيَّ عُمَرُ فِي مَجْلِسِكَ هٰذَا فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ قُلْتُ مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ قَالَ لِمَ قُلْتُ لَمْ يَفْعَلْهُ صَاحِبَاكَ قَالَ هُمَا الْمَرْءَانِ يُقْتَدٰى بِهِمَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از واصل از ابووائل، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس مسجد میں شیبہ کی طرف بیٹھا، انہوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس تمہاری اس بیٹھنے کی جگہ بیٹھے تھے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ میں کوئی دینار اور درہم نہ چھوڑوں مگر اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردوں، میں نے کہا: آپ ایسا نہ کریں تو انہوں نے پوچھا کیوں؟ میں نے کہا: یہ کام آپ کے دو صاحبوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے نہیں کیا،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ دونوں ایسے مرد تھے جن کی اقتداء کی جاتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۹۴، ۷۲۷۵، سنن ابوداؤد: ۲۰۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۶، مسند احمد: ۱۵۳۹۸)

صحیح البخاری: ۷۲۷۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کعبہ میں آئے ہوئے نذرانوں کو مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کرنے کا بیان

امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ ابووائل سے روایت کی ہے، انہوں نے بتایا کہ ایک مرد نے میرے ساتھ چند دراہم بیت اللہ کی طرف بہ طور ہدیہ بھیجے، پس میں بیت اللہ میں داخل ہوا اور شیبہ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ان کو وہ دراہم دیے، انہوں نے مجھ سے پوچھا: کیا یہ دراہم تمہاری ملکیت ہیں؟ میں نے کہا: نہیں! اور اگر یہ دراہم میری ملکیت ہوتے تو میں آپ کے پاس لے کر نہ آتا، انہوں نے کہا: اگر تم نے یہ کہا ہے تو بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی جگہ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے جہاں تم بیٹھے ہوئے ہو، اور انہوں نے کہا کہ میں یہاں سے نہیں نکلوں گا حتیٰ کہ کعبہ کے مال کو فقراء مسلمین کے درمیان تقسیم نہ کردوں، میں نے کہا: آپ یہ کام کرنے والے نہیں ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ضرور یہ کام کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کیوں منع کر رہے ہو؟ شیبہ نے کہا: اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو دیکھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے، اور وہ اس مال کو فقراء میں خرچ کرنے کے لیے آپ سے زیادہ ضرورت مند تھے، پس انہوں نے اس کو خرچ نہیں کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح اٹھ کر چلے گئے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۶)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: اس کا جواب یہ ہے جیسا کہ علامہ ابن بطال نے بتایا کہ یہ بات معلوم ہے کہ ہر سال بادشاہ اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر فخر کرتے ہیں، تو امام بخاری نے یہ ارادہ کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سونے اور چاندی کے خرچ کرنے کو درست سمجھا جن کو ضرورت مندوں پر وقف کیا جاتا تھا تو اسی طریقہ سے کعبہ کے پردوں کو بھی ضرورت مندوں پر تقسیم کرنا درست ہے۔

اور ظاہر یہ ہے کہ کعبہ کے پرانے پردوں کو تقسیم کرنا جائز ہے کیونکہ ان کو باقی رکھنے سے ان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے بخلاف سونا چاندی وہ اگر باقی رہیں تو سونے اور چاندی اور دینار اور دراہم کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں ہے، اس لیے بہتر ہے کہ اس کو ضرورت مند فقراء کے درمیان تقسیم کردیا جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۱ ص ۳۴۴۔ ۳۴۵، ملخصا و ملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

کرسی پر بیٹھنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کعبہ میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے“، اس سے معلوم ہوا کہ کرسی پر بیٹھنا جائز ہے۔

(سعیدی غفرلہٗ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۲۷۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے مقابلہ میں اجتہاد کو ترک کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظریہ یہ تھا کہ کعبہ کے نذرانے میں جو دراہم اور دینار دیے جاتے ہیں ان کو کعبہ کے لیے نہ رکھا جائے، بلکہ ضرورت مند مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کر دیا جائے، لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں کیا تو انہوں نے اپنے اجتہاد پر عمل نہیں کیا۔

اسی قسم کا قصہ حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان بھی واقع ہوا، امام عبد الرزاق اور عمر بن شبہ نے از حسن بصری روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ کعبہ کے خزانوں کو نکالیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں، تو ان سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ سے پہلے آپ کے دو صاحب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) گزر چکے ہیں، اگر اس کام میں کوئی فضیلت ہوتی تو وہ بھی یہ کام کرتے، اور امام عبد الرزاق کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! آپ کے لیے یہ کرنا جائز نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اموال کو برقرار رکھا تھا۔

حق کی بات میں اکابر کا اصاغر کی طرف رجوع کرنا

میں کہتا ہوں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ کعبہ کے لیے جو سونے چاندی اور دراہم اور دینار کے نذرانے دیے جاتے ہیں، ان کو کعبہ کے لیے نہ رکھا جائے بلکہ عامۃ المسلمین کی ضروریات اور ان کے مفاد میں ان کو خرچ کر دیا جائے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور اور عمر بن شبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کم مرتبہ کے تھے، لیکن جب انہوں نے یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کے لیے دیے ہوئے نذرانوں کو کعبہ ہی میں رکھا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے قول کی طرف رجوع کر لیا، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو حق بات کی طرف رجوع کرنا چاہیے خواہ وہ اس سے کم درجہ کے لوگوں نے بتائی ہو۔ (سعیدی غفرلہ)

سونے چاندی کے ساتھ کعبہ کی تزیین اور غلافِ کعبہ کا بیان

علامہ ابن بطال نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ یہ مال بہت زیادہ ہے تو اس کو مسلمانوں کی ضروریات اور ان کے منافع میں تقسیم کر دیا جائے، پھر جب یہ ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اموال کو اسی طرح برقرار رکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مال کو مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ نہیں کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ جس مال کو کعبہ کے لیے پیش کیا گیا ہے، وہ وقف کے قائم مقام ہے، لہٰذا اس کو اس کی اصل سے تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم نئی نئی کفر سے نکلی ہوئی نہ ہوتی تو میں کعبہ کے خزانہ کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا۔

کعبہ پر غلاف ڈالنے اور اس کو سونے چاندی سے مزین کرنے کے ثبوت میں یہ استدلال کیا گیا ہے کہ الولید بن عبد الملک کے ایام میں مسجدِ نبوی کی چھت کو سونے سے مزین کیا گیا اور اس پر عمر بن عبد العزیز نے انکار نہیں کیا اور نہ اپنے ایامِ خلافت میں اس کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زائل کیا، پھر اس کے جواز پر اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ سونے اور چاندی کے استعمال کی تحریم کھانے پینے کے برتنوں کے لیے ہے اور مساجد کو آراستہ کرنا اس باب سے نہیں ہے۔

اور نیز کہا گیا ہے کہ کعبہ کو ریشم کے پردوں کے ساتھ مزین کرنا جائز ہے اور کعبہ کو سونے اور چاندی کے ساتھ مزین کرنا ان سے منقول نہیں ہے جن کی اقتداء کی جاتی ہے اور ولید بن عبدالملک کے فعل میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور عمر بن عبدالعزیز نے جو اس پر انکار نہیں کیا تو ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ انکار کرنے پر قادر نہ ہوں یا ولید کے دبدبہ کی وجہ سے وہ مرعوب ہوں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۶۳۔ ۱۶۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ تمام مال کو مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کیا جائے، پھر جب ان سے شیبہ نے یہ ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کعبہ میں آئے ہوئے مال کو اس طرح خرچ نہیں کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا، کیونکہ انہوں نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنا واجب ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس دلیل کا تتمہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے لیے آئے ہوئے نذرانوں کو جو اپنی جگہ مقرر رکھا تھا، تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں تغییر کرنا جائز نہیں ہے، پس آپ کی اقتداء کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بالعموم فرمایا ہے "وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ---- (الاعراف: ۱۵۷)" (اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے)۔

اور رہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، انہوں نے کعبہ کے لیے آئے ہوئے نذرانوں سے تعرض نہیں کیا کیونکہ ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا فعل ظاہر نہیں ہوا جو اس کے معارض ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نذرانوں کو اپنے حال پر برقرار رکھا، اور اگر ان کے لیے کوئی ایسی دلیل ظاہر ہوتی تو وہ ضرور کعبہ کے لیے آئے ہوئے نذرانوں کو مسلمانوں کی ضرورتوں میں خرچ کرتے، خصوصاً اس لیے کہ اس وقت مال کی قلت تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مال کی کثرت تھی، تو وہ اس بات کے زیادہ لائق تھے کہ ان نذرانوں میں تعرض نہ کریں اور ان کو کعبہ ہی کے لیے برقرار رہنے دیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۱۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۷۶۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ سَاَلْتُ الْاَعْمَشَ فَقَالَ عَنْ زَیْدِ بْنِ وَهْبٍ سَمِعْتُ حُذَیْفَةَ یَقُوْلُ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ فِیْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ فَقَرَءُوا الْقُرْاٰنَ وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے الاعمش سے پوچھا: پس انہوں نے بیان کیا از زید بن وہب، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی کہ بے شک امانت آسمان سے لوگوں کے دلوں کی جڑ میں نازل ہوئی ہے، اور قرآن مجید نازل ہوا، پس انہوں نے قرآن مجید کو پڑھا اور سنت کا علم حاصل کیا۔

(صحیح البخاری: ۶۴۹۷، ۷۰۸۶، ۷۲۷۶، صحیح مسلم: ۱۴۳، سنن ترمذی: ۲۱۷۹، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۳، مسند احمد: ۲۲۷۴۴)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امانت کا مصداق

اس حدیث میں مذکور ہے: "ثم علموا من القرآن" یعنی جب ان کے دلوں کی جڑوں میں امانت نازل ہوگئی تو پھر ان کو قرآن مجید سے یہ علم ہوا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝ (الاحزاب: ۷۲)

بے شک ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر (اپنے احکام کی) امانت پیش کی تو انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہے ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس امانت سے مراد اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے فرائض ہیں۔ دوسرا قول ہے کہ اس امانت سے مراد اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے احکام ہیں اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اور الواحدی نے اکثر مفسرین سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعات اور عبادات ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "پھر انہوں نے سنت سے جانا" سنت سے مراد ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور حاصل معنی یہ ہے کہ امانت کا علم ان کو فطرت سے معلوم ہوا یا شریعت کا علم حاصل کرنے سے معلوم ہوا۔

۷۲۷۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ سَمِعْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ يَقُولُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا ﴿إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۙ وَّمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝﴾

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مرۃ الہمدانی سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بہترین کلام کتاب اللہ ہے، اور بہترین سیرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہے، اور سب سے برے کام دین میں نکالے ہوئے نئے نئے کام ہیں، (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:)

"بے شک جس (روزِ قیامت) کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو ۝"

(الانعام: ۱۳۴)

(صحیح البخاری: ۶۰۹۸، ۷۲۷۷، مسند احمد: ۲۲۰۲۲ ۱۴، سنن نسائی: ۱۳۱۱، سنن ابن ماجہ: ۴۶، سنن داری: ۲۰۷)

بدعت کی اقسام

اس حدیث میں مذکور ہے: "اور سب سے برے کام دین میں نکالے ہوئے نئے نئے کام ہیں"۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی پانچ اقسام ہیں: (۱) واجبہ (۲) مستحبہ (۳) محرمہ (۴) مکروہہ (۵) مباحہ۔

بدعتِ واجبہ کی مثال ہے: متکلمین کے وہ دلائل جو انہوں نے ملحدوں اور بدعتیوں کے رد پر قائم کیے ہیں۔

بدعتِ مستحبہ کی مثال ہے: علم کی کتابوں کی تصنیف کرنا، دینی مدارس اور سرائے وغیرہ بنانا۔

بدعتِ مباحہ کی مثال ہے: لباس اور طعام میں وسعت کو اختیار کرنا۔

بدعتِ مکروہہ کی مثال ہے: کسی مستحب کام کو دوام اور التزام کے ساتھ کرنا۔

اور بدعتِ حرام کی مثال ہے: جس کام کی اصل دین میں ثابت نہ ہو اس کام کو دین میں داخل کرلیا جائے اور اپنی طرف سے اس کا کوئی معین ثواب بیان کیا جائے جیسے ماتم کرنا، تعزیہ داری اور پیر دھونے کے بجائے پیروں پر مسح کرنا۔

(تہذیب الاسماء واللغات ج ا ص ۲۲۔ ۲۳، موسسۃ مطبوعات، ایران، ۱۳۶۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی بدعت کی یہی پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

علماء دیوبند کے مشہور عالم شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی علامہ نووی کے حوالہ سے بدعت کی یہی پانچ اقسام لکھی ہیں۔

(فتح الملہم ج ۲ ص ۴۰۶، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز، کراچی)

مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی شوکانی نے فتح الباری سے نقل کر کے بدعت کی یہی پانچ اقسام لکھی ہیں۔

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۲۵، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ۱۳۹۸ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۷۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''محدثات'' کا لفظ ہے، یہ محدثۃ کی جمع ہے، اس سے مراد وہ نیا کام ہے جس کی شریعت میں اصل نہ ہو اور شریعت کے عرف میں اس کو بدعت کہا جاتا ہے، اور جس چیز کی شریعت میں کوئی اصل ہو، وہ بدعت نہیں ہے، پس شریعت کے عرف میں بدعت مذمومہ ہے، اور بدعت کا لغوی معنی اس کے برخلاف ہے، کیونکہ ہر وہ چیز جس کو بغیر سابقہ مثال کے بنایا جائے وہ بدعت ہے خواہ وہ محمود ہو یا مذموم ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز نکالی جس کی اصل ہمارے دین میں نہ ہو، تو وہ مردود ہے''۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔ اور حضرت العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ''تم نئے نئے کام نکالنے سے بچو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے''۔

اور اس حدیث کے شروع میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بہت بلیغ وعظ فرمایا اور اس میں یہ جملہ ہے۔ اور اس حدیث کی امام احمد، امام ابوداؤد، امام ترمذی نے روایت کی ہے اور امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام شافعی نے کہا: بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعتِ محمودہ اور بدعتِ مذمومہ، پس جو بدعت سنت کے موافق ہو وہ محمود ہے، اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جو بدعت سنت کے مخالف ہو وہ مذموم ہے۔

امام بیہقی نے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ امام شافعی نے کہا: محدثات کی دو قسمیں ہیں، یعنی جو دین میں نیا کام نکالا گیا اس کی دو قسمیں ہیں۔ دین میں جو ایسا نیا کام نکالا گیا جو کتاب یا سنت یا آثارِ صحابہ یا اجماع کے خلاف ہو تو وہ بدعت ضلال ہے، اور جو دین میں ایسا نیا کام نکالا گیا جو ان میں سے کسی چیز کے مخالف نہ ہو تو وہ بدعتِ غیر مذمومہ ہے۔ انتہٰی۔

علامہ ابن عبدالسلام نے ''القواعد'' کے اخیر میں کہا ہے: بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: ایک بدعتِ واجبہ ہے جیسا کہ علم نحو کے ساتھ مشغول ہونا جس سے اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سمجھا جا سکے، کیونکہ شریعت کی حفاظت کرنا واجب ہے اور واجب کا مقدمہ واجب ہوتا ہے، اسی طرح مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنا اور اصولِ فقہ کی تدوین، یہ بدعتِ واجبہ ہے، اور بدعتِ محرمہ وہ ہے جو سنت کے خلاف ہو جیسے القدریہ اور المرجئہ اور مشبہہ کے مذاہب۔ اور بدعتِ مستحبہ وہ ہے، ہر وہ نیک کام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معروف نہیں تھا جیسے تراویح کے لیے اجتماع اور دینی مدارس کا بنانا اور تصوف میں کلام کرنا اور مجالسِ مناظرہ منعقد کرنا، اور بدعتِ مباحہ جیسے صبح اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا، اور کھانے پینے کی چیزوں میں توسّع اختیار کرنا، اسی طرح پہننے کی چیزوں میں، اور ان میں سے بعض کام مکروہ ہوتے ہیں یا خلافِ اولیٰ ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۱۸۔ ۴۱۹، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۷۸، ۷۲۷۹، ۷۲۷۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از حضرت ابوہریرہ وزید بن خالد رضی اللہ عنہما، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، پس آپ نے فرمایا: میں تم دونوں کے درمیان ضرور کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔

(صحیح البخاری: ۲۶۹۵، ۲۷۲۴، ۶۶۳۳، ۶۶۲۷، ۶۸۲۷، ۶۸۳۳، ۶۸۳۵، ۶۸۴۲، ۶۸۵۹، ۷۱۹۳، ۷۲۵۸، ۷۲۶۰، ۷۲۷۸، ۲۶۴۹، ۲۶۹۶، ۲۷۲۵، ۶۶۳۴، ۶۸۲۸، ۶۸۳۱، ۶۸۳۶، ۶۸۴۳، ۶۸۶۰، ۷۱۹۴، ۷۲۵۹، ۷۲۷۹، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴)

جن حدیثوں کو امام بخاری نے اختصار سے روایت کیا ہے، ان کی مفصل روایت

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت ابوہریرہ اور زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کریں، تو اس کا فریقِ مخالف کھڑا ہوا اور وہ پہلے سے زیادہ سمجھدار تھا، اس نے کہا: اس نے سچ کہا، آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرمائیں، اور یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں (کہ میں بات کروں)، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بات کرو، تو اس نے کہا: میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا، اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا تو میں نے اس کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک خادم فدیہ میں دے دیے، اور میں نے اہلِ علم میں سے مردوں سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے پر ایک سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، اور بے شک اس شخص کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تم دونوں کے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم تم کو واپس دیے جائیں گے، اور تمہارے بیٹے پر سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، اور اے اُنیس! تم صبح کو اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اور اس سے سوال کرو، پس اگر وہ اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دینا، پس اس عورت نے اعتراف کر لیا تو انہوں نے اس کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۸، سنن ترمذی: ۱۴۳۳، سنن نسائی: ۵۴۱۱، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹، مسند احمد: ۱۶۵۹۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۶، سنن دارمی: ۲۳۱۷)

حدیث مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص زنا کا اقرار کر لے تو پھر اس کو اقرار سے رجوع کی پیش کش کرنی چاہیے یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اگر وہ عورت زنا کرنے کا اعتراف کر لے تو تم اس کو رجم کر دینا'' اس میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص زنا کا اعتراف کر لے اس کو رجم کر دینا چاہیے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص اپنے اقرار سے رجوع کر لے اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ عالم نہیں ہیں۔

اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اور جو شخص حقیقت میں سنت کی اتباع کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ کسی اقرار کرنے والے پر حد اس وقت قائم کی جائے گی جب کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع نہ کرے، کیونکہ اگر ہم اس کو جائز قرار دیں تو آج ایک شخص اقرار کرے گا اور کل انکار کر دے گا۔

اور شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے: اگر اقرار کرنے والے کے رجوع کا اعتبار کیا جائے تو دنیا میں کبھی بھی حد قائم نہیں کی جائے گی، کیونکہ ہر انسان جب یہ دیکھے گا کہ اس کو سنگسار کیا جا رہا ہے اور اس کو پتھر لگ رہے ہیں تو وہ اپنے طبعی تقاضا سے بھاگے گا یا دیکھے گا کہ اس کو کوڑے مارے جا رہے ہیں تو تب بھی وہ اپنے طبعی تقاضا سے بھاگے گا، اور ہر انسان اس بات پر قادر ہے کہ وہ کہے گا کہ میں اپنے اقرار سے رجوع کرتا ہوں حتیٰ کہ اس سے حد اٹھالی جائے، اور اس سے فساد لازم آئے گا ایسا فساد جس کو رب العباد کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو اقرار سے رجوع کرنے کی پیش کش کی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ پر حد جاری کرنے کے فیصلہ سے پہلے پیش کش کی تھی، اور جب یہ فیصلہ فرما دیا تو پھر ان کو یہ پیشکش نہیں کی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۲۸۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَنْ يَأْبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى۔ (مسند احمد:۸۵۱۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا ہر امتی جنت میں داخل ہوگا سوا اس کے جس نے انکار کیا، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اور کون انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی، پس بے شک اس نے انکار کیا۔

صحیح البخاری: ۷۲۸۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انکار کرنے والوں کا بیان

بہ ظاہر اس حدیث میں عموم مراد ہے، کیونکہ آپ کے ہر امتی کو جنت میں داخل ہونے سے مانع صرف یہ چیز ہے کہ وہ انکار کرے، اور انکار کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ کی سنت پر عمل کرنے سے انکار کرے اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرے، اور اس سے پہلے کتاب الاحکام میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث گزر چکی ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از یونس از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کر لی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

(صحیح البخاری: ۲۹۵۷، ۷۱۳۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۵، سنن نسائی: ۴۱۹۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۵۹، مسند احمد: ۱۰۲۵۹)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

انکار کرنے والا اگر کافر ہے تو وہ اصلاً جنت میں داخل نہیں ہوگا اور اگر مسلمان ہے تو وہ ابتداءً مسلمانوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۱۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَادَةَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ حَدَّثَنَا أَوْ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن حیان نے حدیث بیان کی اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا إِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هَذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ فَقَالُوا أَوِّلُوهَا لَهُ يَفْقَهْهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا فَالدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ ﷺ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ تَابَعَهُ قُتَيْبَةُ عَنْ لَيْثٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ جَابِرٍ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ۔ (سنن ترمذی:۲۸۶۰)

انہوں نے اس کی تعریف کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی یا کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ فرشتے نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ اس وقت سوئے ہوئے تھے، پس بعض فرشتوں نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، اور دوسرے بعض فرشتوں نے کہا کہ آنکھ سوئی ہوئی ہے اور دل بیدار ہے، پس انہوں نے کہا: تمہارے اس صاحب کی ایک مثال ہے، پس اس کی وہ مثال بیان کرو، پس بعض فرشتوں نے کہا: وہ سوئے ہوئے ہیں اور دوسرے بعض فرشتوں نے کہا کہ آنکھ سوئی ہوئی ہے اور دل بیدار ہے، پس انہوں نے کہا: ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں ایک دستر خوان رکھا اور کسی دعوت دینے والے کو بھیجا گیا، پس جس نے دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کیا وہ گھر میں داخل ہو گیا اور اس نے دستر خوان سے کھانا کھایا، اور جس نے دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور نہ اس نے دستر خوان سے کھایا، پھر فرشتوں نے کہا: اس مثال کی تاویل بیان کرو تا کہ یہ اس کو سمجھیں، پس بعض فرشتوں نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، اور بعض دوسرے فرشتوں نے کہا کہ آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور دل بیدار ہے، پھر انہوں نے کہا: گھر سے مراد جنت ہے اور دعوت دینے والے محمد ﷺ ہیں، پس جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لی، اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اور محمد ﷺ لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں، اس حدیث کی قتیبہ نے متابعت کی ہے از لیث از خالد از سعید بن ابی ہلال از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ ہمارے پاس آئے۔

صحیح البخاری: ۷۲۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "فرشتے آئے" ان فرشتوں کے نام کا پتا نہیں چلا اور سنن ترمذی میں اس روایت کا ذکر ہے اور اس میں مذکور ہے کہ وہ فرشتے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام تھے، اس کی عبارت اس طرح سے ہے کہ ایک دن ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے، آپ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام میرے سرہانے ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام میرے پاؤں کی جانب ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تمہارے صاحب کی ایک مثال ہے" یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مثال ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۸۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور خصائص پر کچھ مزید احادیث

کتاب المناقب میں ایک اور سند سے از سلیم بن حیان یہ حدیث گزری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری اور انبیاء سابقین کی مثال اس مرد کی طرح ہے جس نے ایک مکان بنایا، پس اس کو مکمل کیا اور اچھا بنایا، مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی"۔

یہ ایک اور حدیث ہے اور اس میں ایک اور مثال کا بیان ہے، پس مناقب میں جو حدیث گزری ہے، اس کا تعلق نبوت اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کے ساتھ ہے، اور اس حدیث کا تعلق اسلام کی طرف دعوت دینے کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کے احوال کا بیان ہے جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا یا جنہوں نے انکار کیا۔

اسی سند کے ساتھ یزید بن ہارون نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ "میری مثال اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے کہ جس نے آگ جلائی، پھر جب اس آگ نے اس کے ارد گرد کو روشن کر دیا تو اس آگ میں پروانے اور کیڑے مکوڑے گرنے لگے، اور وہ شخص ان کو روکتا ہے اور اس پر غالب آ کر آگ میں گر جاتا ہے، پس میں تمہیں مقعد ازار سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں اور تم آگ میں داخل ہو رہے ہو"۔ (صحیح البخاری: ۶۴۸۳)

لیکن یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نہ کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے۔

(صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۲۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ اسْتَقِيمُوا فَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقًا بَعِيدًا فَإِنْ أَخَذْتُمْ يَمِينًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از ہمام از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: اے قرّاء کی جماعت! صراطِ مستقیم پر قائم رہو، کیونکہ تم سے پہلے بہت لوگ سبقت کر چکے ہیں، اگر تم دائیں بائیں کا راستہ اختیار کرو گے تو بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۲۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مہاجرین اور انصار میں سے مقدمین کی فضیلت

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے خطاب کیا جنہوں نے ابتداءِ اسلام کا زمانہ پایا تھا، پس اگر انہوں نے کتاب اور سنت کے ساتھ اپنے آپ کو لازم رکھا تو وہ ہر خیر کی طرف سبقت حاصل کر لیں گے، اور جو ان کے بعد آیا اور اس نے ان ہی کی طرح عمل کیا تو وہ بھی ان کے مرتبہ اور مقام کو پالے گا، اور اگر اس نے ایسا عمل نہیں کیا تو وہ اسلام سے بہت بعید ہو جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”اگر تم نے دائیں راستہ یا بائیں راستہ کو اختیار کیا“ یعنی تم نے مسلمانوں کے کئے ہوئے عمل کے خلاف عمل کیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ کلام درج ذیل آیت سے مستنبط ہے:

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ (الانعام: ۱۵۳)

بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، سو تم اسی راستہ پر چلو، اور دوسرے راستوں پر نہ چلو وہ راستے تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کر دیں گے۔

اس آیت اور حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ مہاجرین اور انصار میں سے جو مقدم تھے اور صراطِ مستقیم پر قائم رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی شہادت ہو گئی یا آپ کے بعد وہ آپ کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے طبعی عمر پوری کر کے فوت ہو گئے یا شہید ہو گئے تو ان کی فضیلت ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۲۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَى مَهَلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ۔

(صحیح البخاری: ۷۲۸۳، صحیح مسلم: ۲۲۸۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوکریب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از بُرید از ابوبردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: میری مثال اور اس پیغام کی مثال جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اس مرد کی مثل ہے جو کسی قوم کے پاس گیا، پس کہا: اے میری قوم! میں نے ایک لشکر اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے، اور بے شک میں برہنہ ڈرانے والا ہوں، پس نجات حاصل کرو، تو اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے اس کی اطاعت کی اور وہ رات کی ابتداء میں ہی نکل گئے اور محفوظ جگہ چلے گئے اس لیے نجات پا گئے، لیکن دوسری جماعت نے اس کی تکذیب کی اور وہ اپنی جگہ پر ہی موجود رہے، پھر صبح سویرے ہی دشمن کے لشکر نے آ کر ان کو پکڑ لیا سو ان کو ہلاک کر دیا اور تباہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

و برباد کر دیا، سو یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو میری اطاعت کریں
اور جس پیغام کو میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کریں اور یہ
مثال ہے جو میری نافرمانی کریں اور جو پیغام حق میں لے کر آیا
ہوں اس کی تکذیب کریں۔

صحیح البخاری: ۷۲۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور مثال کے متعلق متعدد اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے "وانا النذیر العریان" یعنی میں ایسا ڈرانے والا ہوں جس کے کپڑے اتار لیے گئے اور وہ اپنے سر کے گرد کپڑے لپیٹے ہوئے کسی قوم کے پاس آیا ہو کسی لشکر کے حملہ سے ڈرانے کے لیے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: "النذیر العریان" سے مراد وہ مرد ہے جو قبیلہ خثعم سے تھا، ایک دن اس کے اوپر ذی الخلصہ نے حملہ کیا، اس کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا اور اس کی بیوی کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا، سو وہ اپنی قوم کی طرف گیا اور ان کو ڈرایا تو پھر یہ کسی خبر کے تحقق کے لیے ضرب المثل بن گئی۔

اور ابن السکیت نے کہا ہے: یہ اس مرد کا نام ہے جس کے اوپر عوف بن عامر الیشکری نے حملہ کیا اور اس کی بیوی بنو کنانہ سے تھی اور اس قصہ کو حدیث کے الفاظ پر منطبق کرنا بعید ہے، کیونکہ اس قصہ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ برہنہ تھا۔

اور عبدالملک نے کہا: یہ قدیم مثال ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرد کا مقابلہ ایک لشکر سے ہوا، انہوں نے اس کے کپڑے اتار کر اس کو برہنہ کر دیا، پھر وہ مدینہ کی طرف آیا، اس نے کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر کو دیکھا ہے اور میں تمہیں اس لشکر سے ڈرانے والا ہوں اور تم مجھے برہنہ دیکھ رہے ہو، اس لشکر نے میرے کپڑے اتار لیے، سو تم بھی اس سے نجات حاصل کرو، نجات حاصل کرو۔

اور ابن السکیت نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال اپنی امت کے لیے بیان فرمائی ہے کیونکہ اس میں ایک شخص ڈرانے کے لیے برہنگی کی حالت میں آیا تھا۔

اور علامہ الخطابی نے کہا ہے: یہ لفظ "العریان" نہیں ہے بلکہ "العربان" ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ جو فصیح اللسان ہو اور صریح الفاظ کے ساتھ ڈراتا ہو اور کنایہ اور توریہ سے کام نہ لیتا ہو، اور یہ بھی کہا جاتا ہے "رجل عربان" یعنی "فصیح اللسان"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فالنجاء النجاء"۔ یہ اکسانے اور برانگیختہ کرنے کے لیے مفعول مطلق ہے، یعنی تم نجات کو حاصل کرو بایں طور کہ تم فرار اور بھاگنے میں جلدی کرو، کیونکہ تم اس لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے اور دوسرا "النجاء" جو مذکور ہے، یہ پہلے کی تاکید ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فادلجوا" یہ باب افعال سے ہے، اس کا معنی ہے: رات کے ابتدائی حصہ میں روانہ ہونا یا پوری

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رات چلتے رہنا۔ اور علامہ ابن الملقن نے اپنی توضیح میں لکھا ہے کہ یہ لفظ "فالدلجوا" ہے اور دال پر تشدید ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہاں درست نہیں ہے کیونکہ "الادّلاج" کا معنی ہے: رات کے آخری حصہ میں روانہ ہونا، اور یہ اس مقام کے مناسب نہیں ہے، صحیح وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مھلھم" اس کا معنی ہے: کہ وہ سکون اور وقار کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

اس کے بعد اس حدیث میں مذکور ہے "فنجوا" یعنی چونکہ انہوں نے ڈرانے والے کی اطاعت کی اور رات کے اول حصہ میں چل پڑے تو وہ نجات پا گئے۔ اور جس فریق نے ڈرانے والے کی تکذیب کی تھی تو دشمن نے اچانک آ کر ان پر حملہ کر دیا اور ان کو بالکلیہ ختم کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۱۵۔۱۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۸۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور مثال کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق

ابن الکلبی کا زعم یہ ہے کہ "النذیر العریان" (برہنہ ڈرانے والا) یہ بنو عامر بن کعب کی ایک عورت ہے، جب منذر ابن ماء السماء نے ابوداؤد کی اولاد کو قتل کر دیا اور وہ منذر کا پڑوسی تھا تو اسے اپنی قوم پر خطرہ ہوا تو وہ عورت ایک اونٹ پر سوار ہوئی اور ان سے جا کر ملی اور کہنے لگی کہ میں "النذیر العریان" ہوں۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے یہ کلمہ ابرہہ حبشی نے کہا، جب تہامہ میں اس پر تیروں کی بوچھاڑ آئی تو وہ یمن کی طرف واپس چلا گیا اور اس کا گوشت گر گیا تھا، اور ابو بشر آمدی نے ذکر کیا ہے کہ زنبر بن عمرو الخثعمی آل زبید میں نکاح کرنے والا تھا، پس انہوں نے ارادہ کیا کہ اس کی قوم سے لڑیں اور ان کو یہ ڈر تھا کہ ان کو مار ڈالا جائے گا، پس چار مردوں نے ان کی حفاظت کی تو اس نے اپنی قوم کو ڈرایا۔

اور دوسروں نے کہا کہ اس کی اصل یہ ہے کہ ایک مرد کا ایک لشکر سے مقابلہ ہوا، انہوں نے اس سے اس کا مال چھین لیا اور اس کو قید کر لیا تو وہ اپنی قوم کی طرف بھاگ کر گیا، پس اس نے کہا: میں نے ایک لشکر کو دیکھا ہے، انہوں نے میرا مال چھین لیا، انہوں نے دیکھا کہ وہ برہنہ تھا تو انہوں نے اس کو صادق قرار دیا، کیونکہ وہ اس کو پہچانتے تھے اور نصیحت کرنے میں اس پر کوئی تہمت نہیں لگاتے تھے اور نہ اس کی عادت برہنہ ہونے کی تھی، ان قرائن کی وجہ سے انہوں نے اس کے صدق کو راجح قرار دیا تو نبی ﷺ نے اپنے لیے اور جس پیغام کو آپ لے کر آئے ہیں اس کی مثال بیان کی، کیونکہ آپ نے بھی ابتداء میں ایسے خوارق اور معجزات پیش کیے جو آپ کے صادق ہونے پر قطعی دلالت کرتے ہیں، تا کہ مخاطبین آپ کی بات کو سمجھ لیں۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۴۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۸۴، ۷۲۸۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از الزہری، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبیداللہ بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللهِ ﷺ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ فَقَالَ وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ فَقَالَ عُمَرُ فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ قَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ وَعَبْدُ اللهِ عَنِ اللَّيْثِ عَنَاقًا وَهُوَ أَصَحُّ۔

عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ کے بعد خلیفہ بنا دیا گیا اور عرب کے قبائل میں سے جنہوں نے کفر کرنا تھا انہوں نے کفر کر لیا، تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ کیسے لوگوں سے قتال کریں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ کہیں: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، پس جس نے یہ کہا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو اس نے مجھ سے اپنے مال کو اور اپنی جان کو محفوظ کر لیا سوا اس کے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہے“، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور ان لوگوں سے قتال کروں گا جو نماز میں اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے اس رسی کے دینے سے بھی منع کریں جس کو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے ضرور اس کے منع کرنے پر قتال کروں گا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! یہ وہی چیز ہے کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ قتال کے لیے کھول دیا ہے، پس میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے، اور ابن بکیر اور عبداللہ نے کہا از لیث (رسی کے بجائے) بکری کا بچہ، اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۰۰، ۱۴۵۶، ۶۹۲۵، ۷۲۸۵، صحیح مسلم: ۲۰، سنن ترمذی: ۲۶۰۷، سنن نسائی: ۲۴۴۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۵۶، مسند احمد: ۱۸۸)

صحیح البخاری: ۷۲۸۴، ۷۲۸۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کی فرضیت کا بیان

کتاب اور سنت کی تصریحات سے زکوٰۃ فرض ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے اور یہ ارکانِ اسلام میں سے تیسرا رکن ہے، کیونکہ حدیث صحیح میں مذکور ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بناء

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پانچ چیزوں پر ہے: (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اس بات کی گواہی دینا کہ سیدنا محمد اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز کو قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

(صحیح البخاری: ۸، صحیح مسلم: ۱۶، سنن ترمذی: ۲۶۰۹، سنن نسائی: ۵۰۰۱، مسند احمد: ۴۷۸۳)

اور زکوٰۃ دینِ اسلام کے ستونوں اور اس کے قواعد میں سے ہے، اور جو ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے اس کا اسلام مکمل نہیں ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہی معنی سمجھا اور انہوں نے کہا کہ "اللہ کی قسم! میں اس شخص سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے" اور اس پر اجماع قائم ہے کہ زکوٰۃ کا انکار کرنے والا کافر ہے، اور اگر اس نے بخل کی وجہ سے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو اس سے جبراً اور قہراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور اس کو تعزیراً سزا دی جائے گی، اور اگر منکرینِ زکوٰۃ نے جنگ کرنا شروع کی تو ان سے جنگ کی جائے گی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتدین سے جنگ کی تھی۔

مرتدین کی اقسام

مرتدین کی کئی قسمیں ہیں: ایک قوم وہ تھی جو اسلام سے مرتد ہو کر بت پرستی کی طرف لوٹ گئی جیسے وہ پہلے بت پرستی کرتی تھی، اور دوسری قوم وہ تھی جو مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت پر ایمان لے آئی اور یہ لوگ اہلِ یمامہ تھے، اور تیسری قوم وہ تھی جنہوں نے زکوٰۃ کو ادا کرنے سے انکار کیا اور انہوں نے کہا: ہم نے اپنے دین سے رجوع نہیں کیا لیکن ہم اپنے اموال پر بخل کرتے ہیں، پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سب سے قتال کرنے کو جائز قرار دیا اور تمام صحابہ نے ان کی موافقت کی، شروع میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی مخالفت کی، پھر ان پر ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول صحیح ہے تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کر لیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی عورتوں کو قید کر لیا اور اپنے اجتہاد سے ان کے اموال کو ضبط کر لیا۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کا اجتہاد یہ ہوا کہ ان کے بچوں کو اور ان کی عورتوں کو ان کے قبیلوں کی طرف واپس کر دیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا راستہ چھوڑ دیا اور یہ کام بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے بغیر کسی انکار کے ہوا، اور جن لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوٹایا ان میں سے کسی ایک نے بھی اسلام کے احکام کا انکار نہیں کیا اور حضرت عمر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کو ان کے اجتہاد میں معذور قرار دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد قرآن مجید کی اس آیت سے ماخوذ ہے:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ: ۵)

پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو، ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علم اور نصرتِ اسلام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تقدم

شارح بخاری علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی جاتی، ان سے کہا گیا: اے ابوہریرہ! اللہ سے ڈرو، تو انہوں نے دوبارہ قسم کھائی اور کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو عرب کے لوگ مرتد ہوگئے اور اکثر لوگوں کی خواہش تھی کہ مدینہ پر قبضہ کریں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ارادہ کیا کہ لشکرِ اسامہ کو شام کی طرف جانے سے روک لیں، اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں سے جنگ نہ کریں، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ایک شخص نے بھی میری پیروی نہ کی تو میں اکیلا جہاد کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو سربلند کردے گا یا میں شہید ہوجاؤں گا، پس صحابہ کا عزم پختہ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے باطل کو مٹایا اور یہ تمام امور اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم میں راسخ تھے اور علم میں اور اسلام کی نصرت میں جو ان کا مقام تھا اسے کوئی نہیں پہنچتا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ صحابہ کی جماعت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف رجوع کرلیا اور مرتدین کے خلاف قتال کرنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی موافقت کی اور صحابہ کے حق میں یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حق واضح ہونے کے بغیر محض تقلید سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اتباع کریں، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ استدلال کیا تھا کہ زکوٰۃ بھی نماز کی مثل فرض ہے اور وہ مال کا حق ہے اور جس نے اسلام کے کسی ایک فریضہ کا انکار کیا وہ کافر ہوگیا، اور اس کی جان اور اس کے مال کی حفاظت نہیں کی جائے گی اور جان اور مال کی حفاظت سوائے اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! یہ وہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ مانعین زکوٰۃ کے خلاف لڑائی کے لیے کھول دیا، سو میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دلیل کی بناء پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی موافقت کی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۰ ص ۲۱۷۔۲۱۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۲۸۶۔ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَدْرٍ فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ يَا ابْنَ أَخِي هَلْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هَذَا الْأَمِيرِ فَتَسْتَأْذِنَ لِي عَلَيْهِ قَالَ سَأَسْتَأْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاسْتَأْذَنَ لِعُيَيْنَةَ فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر آئے اور وہ اپنے بھتیجے الحر بن قیس بن حصن کے پاس ٹھہرے، اور حضرت الحر بن قیس ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قریب رکھتے تھے، قرآن مجید کے عالم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شریکِ مجلس اور شریکِ مشورہ تھے خواہ وہ بوڑھے ہوں یا جوان ہوں، پس عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَاللهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ وَمَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ حَتّٰى هَمَّ بِأَنْ يَقَعَ بِهِ فَقَالَ الْحُرُّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ وَإِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِينَ فَوَاللهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللهِ۔ (صحیح البخاری: ۴۶۴۲)

میرے بھتیجے! کیا تمہیں اس امیر کے دربار میں کچھ رسائی ہے کہ تم ان کے پاس میرے حاضر ہونے کی اجازت طلب کرو، تو حُر بن قیس نے کہا: میں عنقریب آپ کے لیے اجازت طلب کروں گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: پس حُر بن قیس نے عیینہ بن حصن کے لیے اجازت طلب کی، پس جب عیینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو کہا: اے خطاب کے بیٹے! اللہ کی قسم! آپ ہمیں زیادہ مال نہیں دیتے اور نہ ہمارے درمیان عدل سے فیصلہ کرتے ہیں، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ میں آگئے حتیٰ کہ آپ نے اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا، تب حُر بن قیس نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے:

''آپ عفو درگزر کا طریقہ اختیار کیجئے اور نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے ○'' (الاعراف: ۱۹۹)

اور بے شک یہ شخص جاہلوں میں سے ہے، پس اللہ کی قسم! جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو انہوں نے اس آیت کے حکم سے تجاوز نہیں کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتاب اللہ پر فوراً عمل کرتے تھے۔

صحیح البخاری: ۷۲۸۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عیینہ بن حصن کا تذکرہ

عیینہ بن حصن مؤلفۃ القلوب میں سے تھے لیکن ان میں جفا کی خصلت تھی، ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت وہ مرتد ہو گئے پھر اسلام قبول کیا، دوسرا قول یہ ہے کہ انہیں قید کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، پس اہلِ مدینہ کے بچے ان کو چھیڑتے تھے اور ان کی کوکھ میں کچھ چبھو کر کہتے تھے کہ تم مرتد ہو گئے تھے؟ تو وہ کہتے: میں مرتد نہیں ہوا لیکن میں نے اسلام قبول کر لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عیینہ بن حصن کے بھتیجے الحر بن قیس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تعظیم و توقیر کرتے تھے اور ان کو دربارِ خلافت میں مرتبہ اور مقام عطا کیا تھا، اور عیینہ نے اپنے بھتیجے حُر بن قیس سے کہا: میرے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت طلب کریں، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے علماء اور اہلِ فضل کو اپنے ہاں جگہ دیتے تھے، پھر جب عیینہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بن حصن نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہم کو زیادہ مال نہیں دیتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عیینہ بن حصن کو سزا دینے کا ارادہ کیا، تب حُر بن قیس نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے اور یہ آیت پڑھی:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ○ (الاعراف:۱۹۹) ''آپ عفو و درگزر کا طریقہ اختیار کیجئے اور نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے ○''

الاعراف:۱۹۹ کی تفسیر

یہ آیت مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دینے سے پہلے نازل ہوئی، دوسرا قول یہ ہے کہ جاہلین سے مراد مؤلفۃ القلوب ہیں، اور یہ اس لئے ظاہر ہے کہ حُر بن قیس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس آیت سے استدلال کیا، پس یہ آیت، آیتِ قتال سے منسوخ ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہوئی بلکہ اس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص ظلم کرے اس کو برداشت کرو۔

امام طبری نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد نے بیان کیا کہ لوگوں کے اعمال اور اخلاق میں جو ناروا چیزیں ہیں ان کو معاف کر دیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری تفسیر مروی ہے کہ ''عفو'' سے مراد ہے زائد چیز، یعنی مسلمانوں کے مالوں میں سے زائد چیز آپ لے لیجئے، علامہ ابن جریر نے بیان کیا کہ ان کو یہ حکم زکوٰۃ کی فرضیت کے نزول سے پہلے دیا گیا تھا، یعنی زکوٰۃ سے پہلے صدقہ لیا جاتا تھا اس کو بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔

اور ''عُرف'' سے مراد ہے: معروف کام، ان میں سے رشتہ داروں کے ساتھ مل جل کر رہنا ہے، اور محروم کو عطا کرنا ہے اور جو ظلم کرے اس کو معاف کرنا ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا: عُرف سے مراد وہ کام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے معروف ہیں، اور علامہ ثعلبی نے کہا: عُرف سے مراد ہر خصلتِ محمودہ ہے۔

عطاء نے کہا: ''وامر بالعُرف'' کا معنی ہے: آپ اللہ تعالیٰ کی توحید کا حکم دیجئے، اور ''اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ'' سے مراد ہے کہ آپ ابوجہل اور اس کے اصحاب کو چھوڑ دیں۔

ابن زید نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: ''اے میرے رب! میں حالتِ غضب میں کس طرح کروں؟'' تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ (الاعراف:۲۰۰) اور (اے مخاطب!) اگر شیطان تمہیں کوئی وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ طلب کرو، بے شک وہ بہت سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے ○

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں کے اخلاق میں سے عفو اور درگزر کو حاصل کر لیجئے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۷۷-۳۷۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۸۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الاعراف:۱۹۹ کے منسوخ ہونے کی بحث

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس سلسلہ میں متقدمین کے اقوال نقل کرنے کے بعد کہا ہے: بے شک بعض مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ یہ آیت ''فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ۔۔۔۔۔ (التوبہ:۵)'' سے منسوخ ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے ساتھ بحث کرنے کی تعلیم دی ہے، اور اس میں اس آیت کے منسوخ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، پس گویا کہ یہ آیت اس لیے نازل ہوئی کہ جن مشرکین کے خلاف قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے ان کے ساتھ زندگی کیسے گزاری جائے، یا اس آیت سے مسلمانوں کو تعلیم دینے کا ارادہ کیا گیا ہے اور ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ عفو ودرگزر سے کام لیں۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: ''خذ العفو'' کا معنی یہ ہے کہ وہ کام کیجئے جس کا کرنا آسان ہو، دوسرا قول یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ عفو ودرگزر سے کام لیں، اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کو آسان احکام کا حکم دیں اور ان سے پُر مشقت کام کو طلب نہ کریں جن کا کرنا ان پر دشوار ہو اور وہ آپ کے پاس سے متنفر ہو جائیں جیسا کہ حدیث میں ہے: '' آسان احکام بیان کرو اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو''۔

امام ابن مردویہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبریل علیہ السلام نے سوال کیا: اے محمد! آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ جو آپ سے تعلق توڑیں، آپ ان سے تعلق جوڑیں اور جو آپ کو محروم کرے آپ اس کو عطا کریں، اور جو آپ پر ظلم اور زیادتی کرے اس کو معاف کریں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہا: کیا میں تم کو دنیا اور آخرت کے بہترین اخلاق کی طرف رہنمائی نہ کروں؟ صحابہ کرام نے پوچھا: وہ کیا ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کا ذکر کیا۔

علامہ طیبی نے کہا ہے: اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں مکارم اخلاق کا حکم دیا ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اسی طرح حکم دیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا، اور خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کے ساتھ رہا جائے اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے کی پوری کوشش کی جائے اور ان کے غلط کاموں سے چشم پوشی کی جائے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۲۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۸۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضي الله عنهما أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ وَالنَّاسُ قِيَامٌ وَهِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَاءِ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللهِ فَقُلْتُ آيَةٌ قَالَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ نَعَمْ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَرَهُ إِلَّا وَقَدْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از ہشام بن عروہ از فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورج کو گہن لگ گیا تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، اس وقت لوگ نماز کی حالتِ قیام میں تھے اور وہ بھی کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں، پس میں نے کہا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، پس فرمایا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی علامت ہے؟ تو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُسْلِمُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ فَأَجَبْنَاهُ وَآمَنَّا فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا عَلِمْنَا أَنَّكَ مُوقِنٌ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ۔

انہوں نے سر کے اشارہ سے کہا: ہاں!، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کی ثنا کی، پھر فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اس کو میں نے اپنے اس مقام میں دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ قبروں میں تمہیں فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا جو فتنہ دجال کے فتنہ کے قریب ہوگا، رہا مومن یا مسلم، راوی نے کہا: پتا نہیں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کیا کہا تھا، پس وہ کہے گا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس بینات اور معجزات لے کر آئے، ہم نے ان کے پیغام کو قبول کیا اور ایمان لائے، تو اس سے کہا جائے گا (تم اپنے اعمال سے) نفع اٹھاتے ہوئے سو جاؤ، ہمیں معلوم تھا کہ تم یقین کرنے والے ہو، رہا منافق یا شک کرنے والا، راوی نے کہا: میں نہیں جانتا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کیا کہا تھا، تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا سو میں نے بھی کہہ دیا۔

(صحیح البخاری: ۸۶، ۱۸۴، ۹۲۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۶۱، ۱۲۳۵، ۷۳ ۱۳، ۲۵۱۹، ۲۵۲۰، ۷۲۸۷، صحیح مسلم: ۹۰۵، سنن نسائی: ۲۰۶۲، مسند احمد: ۲۶۳۸۵، موطا امام مالک: ۴۴۷)

صحیح البخاری: ۷۲۸۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور وہ بہت پہلے مکہ میں اسلام لا چکی تھیں اور انہوں نے مدینہ کی طرف اس حال میں ہجرت کی کہ وہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے حاملہ تھیں اور قباء میں ان کا وضع حمل ہوا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما مکہ میں جمادی الاولیٰ ۷۳ھ میں فوت ہوئیں اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کے تھوڑے عرصہ کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو سولی سے اتارنے اور ان کے دفن ہونے کے چند راتوں بعد وہ فوت ہو گئی تھیں اور ان کی بینائی چلی گئی تھی اور ان کو "ذات النطاقین" (دو کمر بند والی) کہا جاتا تھا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تھا اور اس کھانے کو باندھنا ان پر دشوار ہوا تو انہوں نے اپنا دوپٹا پھاڑا اور آدھے دوپٹے کے ساتھ ناشتہ کو باندھ لیا اور آدھے کے ساتھ اپنا تہبند باندھ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "ذات النطاقین" فرمایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس کمر بند کی وجہ سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جنت میں تمہیں کمر بند عطا کر دیا ہے'' تو اس وجہ سے ان کو ''ذات النطاقین'' کہا گیا ہے۔
امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سترہ (۱۷) انسانوں کے اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان ہوئی تھیں۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۳۴۵۔ ۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)
حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ۵۶ احادیث مروی ہیں، ان میں سے چودہ (۱۴) احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں، اور چار حدیثوں کے ساتھ امام بخاری اور امام مسلم منفرد ہیں۔
(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۵۵۔ ۲۴۹، اسد الغابہ ج ۷ ص ۹۔ ۱۰، الاصابہ ج ۴ ص ۲۲۹۔ ۲۳۰)

حدیثِ مذکور کے مسائل فقہیہ اور معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت اسماء رضی اللہ عنہا پر نماز میں غشی طاری ہو گئی تھی'' اس سے معلوم ہوا کہ اگر غشی کم ہو زیادہ نہ ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''میں نے اپنے اس مقام میں ہر چیز کو دیکھ لیا حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو'' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں دیکھنے سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہو اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد علم اور وحی ہو جیسا کہ حدیث میں ہے: ''میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا، ان کی صورتیں اس دیوار کے قبلہ کی جانب تھیں''۔ (صحیح البخاری: ۷۴۹)
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ دونوں پیدا کی جا چکی ہیں، اور یہی اہلِ سنت کا مذہب ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جس چیز کو بھی میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا، اس کو میں نے اس مقام میں دیکھ لیا'' حدیث کے ان الفاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی ثابت ہوتا ہے۔
نیز اس حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے اور یہ اہلِ سنت کا مذہب ہے اور اس حدیث میں قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کا بھی ثبوت ہے۔

اس حدیث میں دجال کا ذکر ہے اور وہ کذاب ہے، اس کو دجال اس لیے فرمایا ہے کہ وہ جادو کر کے لوگوں کو دھوکے میں ڈالے گا، اور ''دجل'' کا معنی ہے: ڈھانپ لینا، کہا جاتا ہے کہ ''فلاں شخص نے حق کو باطل کے ساتھ ڈھانپ لیا''۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے'' یہ قول فرشتوں کا ہے اور فرشتے کہیں گے: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے، اور یہ نہیں کہیں گے کہ رسول اللہ کے متعلق تمہارا کیا علم ہے، تاکہ لوگوں کا امتحان ہو اور تاکہ فرشتوں کے طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی تلقین نہ ہو، اسی وجہ سے مومن کہے گا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور منافق کہے گا کہ میں نہیں جانتا۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''نم صالحا'' یعنی تم اس طرح سو جاؤ کہ تمہیں ان چیزوں سے نہیں ڈرایا جائے گا جن چیزوں سے کفار کو ڈرایا گیا ہے کہ ان کو دوزخ پر پیش کیا جائے گا یا نہیں اور کسی قسم کا عذاب دیا جائے گا۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۴۳۱۔ ۴۳۵، ملخصا و ملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۲۸۸۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ دَعُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔

بیان کی از ابوالزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جن کاموں کو میں نے تم پر ترک کر دیا ہے ان کاموں کے متعلق تم مجھے چھوڑ دو، کیونکہ تم سے پہلی امتیں اس لیے ہلاک ہو گئیں کہ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام پر بہت سوالات کرتی تھیں اور ان سے اختلاف کرتی تھیں، پس جب میں تم کو کسی کام سے منع کروں تو تم اس سے اجتناب کرو، اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو اس کام کو اپنی قوت اور طاقت کے مطابق بجالاؤ۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۷، سنن ترمذی: ۲۶۷۹، سنن نسائی: ۲۶۱۹، سنن ابن ماجہ: ۲، مسند احمد: ۷۳۲۰)

صحیح البخاری: ۷۲۸۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کثرتِ سوالات سے ممانعت کا سبب

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، پس فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے سو حج کرو، پھر ایک مرد کھڑا ہوا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ تو آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اس مرد نے تین مرتبہ یہ سوال کیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے، پھر آپ نے فرمایا: جن کاموں کے متعلق میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے تم بھی مجھے چھوڑ دو، کیونکہ تم سے پہلی امتیں اس لیے ہلاک ہو گئیں کہ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام پر بہ کثرت سوال کرتی تھیں اور ان سے اختلاف کرتی تھیں، پس جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو اس کو اپنی طاقت کے مطابق ادا کرو، اور جب میں تمہیں کسی کام سے روکوں تو پھر تم اپنی طاقت کے مطابق اس سے رک جاؤ۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۷، سنن نسائی: ۲۶۱۵، مسند احمد: ۹۷۸۷)

اور اس حدیث کے موافق قرآن مجید کی درج ذیل آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ (المائدہ: ۱۰۱)

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں، اور اگر تم ایسے وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ نے ان سے درگزر کیا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے ۝

مسلمانوں کو کثرتِ سوالات سے اس لیے منع فرمایا کہ کہیں ان کے ساتھ بھی ایسا معاملہ نہ ہو جیسا کہ بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا تھا، کیونکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ گائے کو ذبح کر دیں، پس اگر وہ کسی بھی گائے کو پکڑ کر ذبح کر دیتے تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر لیتے لیکن انہوں نے سختی کی تو ان پر سختی کی گئی۔

امام بزار اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے فرمایا کہ اگر بنو اسرائیل کسی ادنیٰ گائے کو بھی ذبح کر دیتے تو وہ ان کے لیے کافی ہو جاتی، لیکن انہوں نے سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سختی کی۔

اس آیت سے اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ احکامِ شرعیہ کے وارد ہونے سے پہلے کوئی حکم نہیں ہے اور اصل اشیاء میں عدمِ وجوب اور اباحت ہے۔

حرام چیزوں سے علاج کرنے کے متعلق فقہاء کی آراء

پھر یہ ممانعت تمام ممنوعہ کاموں میں عام ہے اور اس سے یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ کسی شخص کو شراب پینے پر مجبور کیا جائے، اور انہوں نے کہا کہ معصیت پر کسی کو مجبور کرنا اس معصیت کو مباح نہیں قرار دیتا اور صحیح یہ ہے کہ اگر واقعی اس کو معصیت پر مجبور کیا جائے تو اس سے مواخذہ نہیں ہوگا، بعض علماءِ شافعیہ نے اس سے زنا کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، انہوں نے کہا: زنا میں جبر متصور نہیں ہے۔

اور اس سے ان لوگوں نے بھی استدلال کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ حرام چیز کے ساتھ علاج کرنا جائز نہیں ہے اور نہ پیاس کو دور کرنے کے لیے کسی حرام مشروب کو پینا جائز ہے اور نہ کسی لقمہ کو نگلنے کے لیے کسی حرام مشروب کو پینا جائز ہے، اور صحیح یہ ہے کہ علماءِ شافعیہ کے نزدیک یہ جائز ہے تاکہ جان کو بچایا جاسکے جیسا کہ جو شخص بھوک سے مجبور ہو تو اس کے لیے مردار کو کھانا جائز ہے، اس کے برخلاف حرام چیز سے علاج کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ امام مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حرام دوا نہیں ہے لیکن وہ بیماری ہے" اور امام ابوداؤد نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حرام سے دوا نہ کرو" اور امام ابوداؤد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں میری امت کی شفاء نہیں رکھی"۔

رہا پیاس کو دور کرنا تو حرام مشروب کو پینے سے پیاس منقطع نہیں ہوتی۔

اور تحقیق یہ ہے کہ ممنوعہ کاموں سے اجتناب کرنے کا حکم اپنے عموم پر ہے سوا اس کے کہ جو آدمی بھوک سے مجبور ہو کر مر رہا ہو اس کے لیے مردار کو کھانا جائز ہے۔

بہ کثرت سوال کرنے کی دو قسمیں

امام بغوی نے شرح السنہ میں لکھا ہے کہ سوال کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ دین کا کوئی مسئلہ کسی شخص کو سمجھ نہ آئے تو وہ اس کے متعلق سوال کرے، یہ سوال کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ اس کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (الانبیاء:۷) اگر تم کو علم نہیں ہے تو علم والوں سے سوال کرو ۝

اور صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انفال اور کلالہ وغیرہما کے متعلق جو سوال کیا تھا وہ اسی پر محمول ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی شخص ہٹ دھرمی سے اور کج بحثی سے سوال کرے، اس کو مسئلہ کا علم ہو لیکن وہ دوسروں کو زچ اور عاجز کرنے کے لیے سوال کرے، اور حدیث میں جو زیادہ سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد یہی قسم ہے۔

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغالطہ ڈالنے سے منع فرمایا ہے، یا بجھارت ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام اوزاعی نے کہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب اپنے بندہ کو علم کی برکت سے محروم کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زبان پر بجھارتیں ڈال دیتا ہے، پس میں نے ان لوگوں کو دیکھا ان کا علم لوگوں میں سب سے کم ہوتا ہے۔

علامہ ابن وہب مالکی نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ علم میں جھگڑا اور بحث کرنا علم کے نور کو بندہ کے دل سے نکال دیتا ہے۔

اور علامہ ابن العربی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سوال کرنے سے منع کیا جاتا تھا اس خطرہ سے کہ لوگوں کے سوال کی وجہ سے ان پر کوئی ایسا حکم نازل نہ ہو جائے جس پر عمل کرنا ان کے لیے مشکل اور دشوار ہو، لیکن جب اس سے امن اور اطمینان ہو گیا پھر بھی سلف صالحین نے ان مسائل میں بحث کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے جو ابھی واقع نہیں ہوئے، علامہ ابن العربی نے کہا: یہ مکروہ ہے اگرچہ حرام نہیں ہے مگر علماء کے لیے، کیونکہ وہ قرآن وحدیث کے دلائل سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور ان پر دیگر مسائل کی تفریع کرتے ہیں، اور مکروہ اس وقت ہے کہ جب عالم کو اس قسم کی ابحاث اس سے زیادہ اہم کاموں میں مشغول ہونے سے روک دیں۔

اور اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ اس کام کی طرف مشغول ہونا چاہیے جو زیادہ اہم ہو اور اس کی دنیا میں ضرورت ہو، اور اس سے اجتناب کرنا چاہیے جس کی ضرورت نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم احکام پر عمل کرو اور ممنوعات سے اجتناب کرو"۔ پس مسلمان کو چاہیے کہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے جو احکام آئے ہیں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث پہنچی ہیں ان میں اجتہاد کرے اور سمجھنے کی کوشش کرے اور پھر ان کے تقاضوں پر عمل کرے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۲۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۔ بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنْ كَثْرَةِ السُّؤَالِ وَتَكَلُّفِ مَا لَا يَعْنِيهِ

زیادہ سوال کرنے کی کراہت اور بے مقصد باتوں کے متعلق سوال کرنے کی کراہت

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (المائدہ: ۱۰۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔

المائدہ: ۱۰۱ کی تفسیر از مصنف

لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ سوالات کرتے تھے، ان میں مسلمان بھی تھے اور منافق بھی، مسلمان تو شرعی حکم کو معلوم کرنے کے لیے سوال کرتے تھے اور منافق امتحاناً، استہزاءً اور عناداً سوال کرتے تھے، کوئی پوچھتا کہ میرا باپ آخرت میں کہاں ہے، کوئی پوچھتا میری اونٹنی کہاں ہے؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا خطبہ دیا کہ میں نے ایسا خطبہ کبھی نہیں سنا تھا، آپ نے فرمایا: "اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور روؤ زیادہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور بلند آواز سے رونے لگے، ایک مرد نے پوچھا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تمہارا باپ فلاں ہے، تب یہ آیت نازل ہوئی "ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جائیں تو تم پر نا گوار ہوں"۔ (صحیح البخاری:۴۶۲۱،صحیح مسلم:۲۳۵۹،سنن ترمذی:۳۰۶۷،سنن کبریٰ للنسائی:۱۱۱۵۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاءً سوال کرتے تھے، کوئی پوچھتا کہ میرا باپ کون ہے؟ کوئی کہتا: میری اونٹنی گم ہو گئی وہ اونٹنی کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (صحیح البخاری:۴۶۲۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کیے حتیٰ کہ بہت زیادہ سوالات کیے تو ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: "تم مجھ سے جس چیز کے متعلق سوال کرو گے میں تمہیں اس چیز کے متعلق بیان کروں گا"، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں دائیں اور بائیں دیکھ رہا تھا، تو اس وقت ہر شخص اپنے کپڑوں میں سر ڈالے رو رہا تھا، ایک مرد کا جب کسی سے جھگڑا ہوتا تھا تو لوگ اس کو اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرتے تھے، تو وہ کہنے لگا: اے اللہ کے نبی! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول مان کر، ہم برے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج کی مثل خیر اور شر کو نہیں دیکھا، میرے سامنے جنت اور دوزخ کی تصویر کو پیش کیا گیا حتیٰ کہ میں نے ان کو اس دیوار کے پاس دیکھا، قتادہ اس حدیث کا اس آیت کو پڑھتے وقت ذکر کرتے تھے "اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو۔۔۔۔ (المائدہ:۱۰۱)"۔ (صحیح البخاری:۷۰۸۹،صحیح مسلم:۲۳۵۹،مسند احمد:۱۲۷۵۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جن چیزوں کے متعلق سوال کیے جاتے تھے ان میں سے بعض مخفی ہوتی تھیں جن کے ظاہر ہونے سے کسی کا پردہ فاش ہو سکتا تھا اور اس کی رسوائی کا خطرہ تھا، مثلاً حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی نے پوچھا تھا کہ میرے باپ کون ہیں؟ فرض کیجئے کہ ان کے باپ حذافہ نہ ہوتے کوئی اور ہوتے، تو وہ لوگوں میں رسوا ہو جاتے اور ان کی ماں کی عزت پر دھبہ لگ جاتا، اسی طرح جس شخص نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ اگر آپ ہاں فرما دیتے تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور مسلمان محض اس کے سوال کی وجہ سے مشکل میں پڑ جاتے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی، پنیر اور جنگلی گدھے کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: "حلال وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں حلال ہے اور حرام وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں حرام ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ نے سکوت کیا وہ معاف ہے"۔ (سنن ترمذی:۱۷۲۶،سنن ابن ماجہ:۳۳۶۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو مسلمانوں پر حرام نہیں تھی اور اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ ان پر حرام کر دی گئی"۔ (صحیح البخاری:۷۲۸۹،صحیح مسلم:۲۳۵۸،سنن ابوداؤد:۴۶۱۰،مسند احمد:۱۵۴۸)

۷۲۸۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِءُ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید المقری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ۔

از ابن شہاب از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو مسلمانوں پر حرام نہیں تھی اور اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ ان پر حرام کر دی گئی''۔

(صحیح البخاری:۷۲۸۹، صحیح مسلم:۲۳۵۸، سنن ابوداؤد:۴۶۱۰، مسند احمد:۱۵۴۸)

صحیح البخاری:۷۲۸۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے باب کے عنوان کے بعد یہ آیت ذکر کی:

لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (المائدہ:۱۰۱) ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔

اور امام بخاری نے اس سے اس پر استدلال کیا ہے کہ بہ کثرت سوال کرنا مکروہ ہے اور ہم نے سورۃ المائدہ کی تفسیر میں اس آیت کے سبب نزول میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ ابن المنیر نے یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت اس وجہ سے ہے کہ لوگ بہ کثرت ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے جو ہو چکی تھیں اور جو ابھی نہیں ہوئی تھیں، اور امام بخاری نے جس طریقہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، اور جو اس باب میں احادیث انہوں نے روایت کی ہیں اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے اس پر شدید انکار کیا ہے، ان میں سے قاضی ابوبکر بن العربی ہیں، وہ کہتے ہیں: غافلوں کی ایک قوم نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ پیش آمدہ مسائل میں سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے، کیونکہ ممانعت کی وجہ میں یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ ایسا سوال نہ ہو کہ جس کے جواب میں کسی ایسی چیز کو حرام کر دیا گیا ہو جو پہلے حرام نہ ہو، اور پیش آمدہ مسائل اس طرح نہیں ہوتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: قاضی ابوبکر بن العربی کا قول صحیح ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ ممانعت اس وقت تھی جب وحی نازل ہو رہی تھی اور اس کی تائید حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس سے امام بخاری نے اس باب کی ابتداء کی ہے: ''مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو مسلمانوں پر حرام نہیں تھی اور اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ ان پر حرام کر دی گئی''۔

لیکن اب جب وحی منقطع ہو چکی ہے، اب یہ خطرہ نہیں رہا اور اس کی مزید تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا اور جس سے اللہ تعالیٰ نے سکوت کیا وہ معاف ہے، پس اللہ تعالیٰ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے عافیت کو قبول کرو، بے شک اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولنے والا نہیں ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: "وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ ... (مریم: ۶۴)" (اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے)۔ اس حدیث کی امام حاکم نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

امام دارقطنی حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے چند فرائض فرض کیے تم ان کو ضائع نہ کرو، اور چند حدود مقرر فرمائیں سو تم ان سے تجاوز نہ کرو، اور چند اشیاء سے سکوت فرمایا تم پر رحمت کرنے کے لیے بغیر نسیان کے، تم ان پر بحث نہ کرو۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں ایک سال ٹھہرا، مجھے ہجرت کرنے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ میں سوال کرنا چاہتا تھا، اور ہم میں سے کوئی ایک جب ہجرت کرتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال نہیں کرتا تھا۔

حضرت نواس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ وہ مدینہ میں ایک وفد کی صورت میں آئے، پھر اسی طرح وہاں ٹھہرے رہے تا کہ ان کو کچھ مسائل معلوم ہوں۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ سوال کرنے کی ممانعت کے مخاطب دیہاتیوں کے غیر ہیں اور وفود کے غیر ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۲۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۹۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ يُحَدِّثُ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم اتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيرٍ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِيهَا لَيَالِيَ حَتَّى اجْتَمَعَ إِلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوا صَوْتَهُ لَيْلَةً فَظَنُّوا أَنَّهُ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا زَالَ بِكُمُ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ صَنِيعِكُمْ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عفان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالنضر سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از بُسر بن سعید از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائیوں سے ایک حجرہ بنایا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتیں اس میں نمازیں پڑھیں حتیٰ کہ آپ کے پاس لوگ جمع ہو گئے، پھر ایک رات انہوں نے آپ کی آواز نہیں سنی تو صحابہ نے گمان کیا کہ آپ سو گئے ہیں، پس بعض ان میں سے کھنکھارنے لگے تا کہ آپ باہر تشریف لائیں، آپ نے فرمایا: میں تمہاری کاروائی کو مسلسل دیکھتا رہا حتیٰ کہ مجھے یہ خطرہ ہوا کہ تم پر یہ نماز فرض کر دی جائے گی، اور اگر تم پر یہ نماز فرض کی جاتی تو تم اس کو قائم نہ کر سکتے، پس اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو، کیونکہ مرد کی بہترین نماز وہ ہوتی ہے جو گھر میں پڑھی جائے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سوائے فرض نماز کے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۱، صحیح مسلم: ۷۸۱، سنن ترمذی: ۴۵۰، سنن نسائی: ۱۵۹۹، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۷، مسند احمد: ۲۱۰۷۲، موطا امام مالک: ۲۹۳)

نوافل کو گھر میں پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں (فرض) نماز پڑھ لے تو اپنی نماز کا ایک حصہ اپنے گھر کے لیے رکھ لے، اللہ تعالیٰ اس کی نماز کے سبب سے اس کے گھر میں خیر رکھنے والا ہے۔
(صحیح مسلم: ۷۷۸، الرقم المسلسل: ۱۷۹۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نمازوں میں سے کچھ اپنے گھروں میں رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۱۸۷، صحیح مسلم: ۷۷۷، الرقم المسلسل: ۱۷۸۹، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۸، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۷)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہو اور جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جاتا ہو، ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۰۷، صحیح مسلم: ۱۷۹۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا نور ہے، پس تم اپنے گھروں کو منور کرو۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۵)

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: میرا اپنے گھر میں نماز پڑھنا یا مسجد میں نماز پڑھنا ان میں سے کون سی نماز پڑھنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم میرا گھر نہیں دیکھتے وہ مسجد سے کس قدر قریب ہے؟ اور میں اپنے گھر میں نماز پڑھوں، یہ مجھے مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے، سوا اس کے کہ وہ فرض نماز ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۸)

حضرت صہیب بن النعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے اس کی اس نماز پر فضیلت جس کو لوگ دیکھ رہے ہوں، اس طرح ہے جیسے فرض کی فضیلت نفل پر''۔ (المعجم الکبیر: ۷۳۲۲، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں بھی نماز پڑھنے سے افضل ہے ماسوا فرض نماز کے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۴، سنن ترمذی: ۴۵۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲)

صحیح البخاری: ۷۲۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عبادت پر حرص

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عبادت کرنے پر بہت حریص تھے، جب ان کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائیوں کا ایک حجرا بنایا اور اس میں رات کو آپ نماز پڑھتے ہیں اور چونکہ آپ بلند آواز کے ساتھ نماز میں قراءت کرتے تھے، اسی لیے صحابہ پیچھے کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنا شروع کر دیتے اور یہ رمضان میں تراویح کی نماز تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین راتیں آتے رہے، بعد میں آپ نہیں آئے اور آپ نے فرمایا کہ نماز میں تمہارے اس قدر شوق اور حرص کو دیکھ کر مجھے یہ خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نماز

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تراویح کو فرض نہ قرار دے۔
میں یہ کہتا ہوں کہ اگر نمازِ تراویح فرض ہو جاتی تو صحابہ کرام کا منشاء تو بہ طریقِ اولیٰ پورا ہوتا، کیونکہ پہلے تراویح پڑھنے سے ان کو نفل کا ثواب ہوتا تھا اب تراویح پڑھیں گے تو فرض کا ثواب ہوگا اور فرض کا ثواب نفل سے بہت زیادہ ہوتا ہے، لیکن بعد کے لوگوں کو یعنی ہم لوگوں کو مشکل ہوتا، کیونکہ تراویح ہم پر فرض ہو جاتی اور اگر ہم کسی عذر کی وجہ سے تراویح نہ پڑھ سکتے تو ہم پر فرض کے ترک کا گناہ ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی رعایت نہیں کی ہماری رعایت کی اور آپ اس کے بعد تراویح پڑھنے کے لیے تشریف نہیں لائے، اب دیکھنا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اتنی رعایت کرتے تھے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت کا کتنا احترام کرتے ہیں! (سعیدی غفرلہٗ)

مسجد میں نوافل کی جماعت کا ثبوت

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تراویح کی مسجد میں جماعت کرائی، تراویح نفل ہے اور یہ نفل کی مسجد میں جماعت کا ثبوت ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں مسجد میں بھی جماعت مشروع ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ عید کی نماز فرض نماز کے حکم میں ہے، کیونکہ یہ شریعت کا شعار ہے۔
پس اگر تم کہو کہ تحیۃ المسجد اور طواف کی دو رکعتیں، ان کو گھر میں پڑھنا افضل نہیں ہے بلکہ مسجد ہی میں ان کو پڑھا جاتا ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی دلائلِ خارجیہ سے عام کی تخصیص کی جاتی ہے، اور تحیۃ المسجد کی نماز چونکہ مسجد کی تعظیم کے لیے ہوتی ہے لہٰذا وہ مسجد کے سوا نہیں ہوتی، نیز قاعدہ یہ ہے کہ ہر عام میں تخصیص کی جاتی ہے سوائے اس آیت کے:

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۸۲﴾ (البقرہ: ۲۸۲) اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے، سو یہ ایسا عام ہے جس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اسی کی مثل درجِ ذیل آیت ہے:

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (البقرہ: ۲۸۴) اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔

اس عام میں بھی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت سے باہر نہیں ہے۔

۷۲۹۱ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا أَكْثَرُوا عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ غَضِبَ وَقَالَ سَلُونِي فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَبِي قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن ابی بردہ از حضرت ابو بردہ از حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا جن سوالوں کو آپ نے ناپسند

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَبُوكَ حُذَافَةُ ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَبِي فَقَالَ أَبُوكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْغَضَبِ قَالَ إِنَّا نَتُوبُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

(صحیح البخاری: ۹۲، ۷۲۹۱، صحیح مسلم: ۲۳۶۰)

کیا، پس جب لوگوں نے بہت زیادہ سوال کیے تو رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا: مجھ سے سوال کرو، پس ایک مرد کھڑا ہوا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ سالم ہے جو شیبہ کا آزاد شدہ غلام ہے، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر غضب کے آثار ہیں تو انہوں نے کہا: ہم اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

صحیح البخاری: ۷۲۹۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ سے کثرتِ سوالات کا بیان

سورۂ مائدہ: ۱۰۱ میں ''لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ '' کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ کسی سائل نے سوال کیا کہ میری اونٹنی کہاں ہے، اور کسی سائل نے ''البحیرۃ'' (جس اونٹنی کا کان چیرا ہوا ہو) اور ''السائبہ'' (جس جانور کو بتوں کے تقرب کے لیے ذبح کرنے کی خاطر نامزد کیا گیا ہو) کے متعلق سوال کیا، اور کسی نے یہ سوال کیا کہ قیامت کس وقت قائم ہوگی، اور کسی نے یہ سوال کیا کہ آیا حج ہر سال کرنا فرض ہے یا اسی سال، اور کسی نے یہ سوال کیا کہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیا جائے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ سے بہت زیادہ سوالات کیے گئے۔

سوال کرنے والوں کا بیان

حافظ ابن عبد البر نے تمہید میں زہری کی سند سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں، ایک حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے آپ کی طرف کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میرے داخل ہونے کی جگہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: دوزخ میں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں اس مرد کے نام پر واقف نہیں ہو سکا اور کسی سند میں بھی اس مرد کا ذکر نہیں ہے گویا کہ محدثین نے عمداً اس کے نام کو مبہم رکھا ہے تا کہ اس پر پردہ پڑا رہے۔

اور امام طبرانی نے ابو فراس الاسلمی سے اسی کی مثل روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ایک مرد نے آپ سے سوال کیا کہ میں جنت میں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں جنت میں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: میں اس مرد کے نام پر بھی واقف نہیں ہو سکا۔

اور حافظ ابن عبد البر نے مسلم کی روایت میں نبی ﷺ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: مجھ سے کوئی شخص کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کرے گا مگر میں اس کو اس کی خبر دوں گا، ہاں مجھ سے وہ اپنے باپ کے متعلق سوال کرے تو حضرت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے باپ کے متعلق سوال کیا۔

اور ایک اور حدیث میں ہے کہ بنواسد کا ایک مرد کھڑا ہوا، اس نے پوچھا: میں کہاں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: دوزخ میں، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (المائدہ:۱۰۱) اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو نا گوار ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: ہم اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتے ہیں اور زہری کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے، پس کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول مان کر، اور قتادہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ہم فتنوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں، اور امام طبری کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک کو بوسا دیا اور کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور قرآن کو امام مان کر راضی ہیں، سو آپ ہم کو معاف کر دیں اللہ آپ کو معاف فرمائے اور وہ بار بار اسی طرح کہتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کو بغور دیکھتے تھے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے تو وہ بہت زیادہ خوف زدہ ہوتے تھے، انہیں خوف ہوتا کہ کہیں کوئی ایسا عذاب نازل ہو جوان پر بھی محیط ہو، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر دلالت کی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مرد دوسرے مرد کے پیر کو بوسا دے سکتا ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی عذاب کے وقوع کا قرینہ ہو تو اس سے ڈرنا چاہیے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا میں ایک جیسے لفظوں کو استعمال کرنا جائز ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''اعف عفا الله عنك'' یعنی آپ ہمیں معاف کر دیں اللہ آپ کو معاف فرمائے، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر وقت معافی حاصل ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے کہا: امام مالک سے سوال کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوال کرنے سے منع کرنے کا کیا معنی ہے؟ تو انہوں نے کہا: یا تو اس لیے کثرتِ سوال سے منع کیا کہ پیش آمدہ مسائل میں زیادہ سوال نہ کرو، یا لوگ جو آپ سے مال کا سوال کرتے تھے اس سے منع کیا۔

اور اکثر علماء کا موقف یہ ہے کہ کثرتِ سوال کی ممانعت سے مراد ہے پیش آمدہ مسائل میں اور بجھارتوں میں زیادہ سوال کرنا منع ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۱۔ ۴۳۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۹۲۔ حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلَى الْمُغِيْرَةِ اكْتُبْ اِلَيَّ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی از وراد کاتب المغیرہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَكَتَبَ إِلَيْهِ إِنَّهُ كَانَ يَنْهٰى عَنْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةِ الْمَالِ وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقُوْقِ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدِ الْبَنَاتِ وَمَنْعٍ وَهَاتِ۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ مجھے لکھ کر بھیجو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، تو انہوں نے ان کی طرف یہ لکھا کہ بے شک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ پڑھتے تھے:

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ جو تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز سے تو منع کر دے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش تیرے مقابلہ میں نفع نہیں پہنچا سکتی''۔

اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیل وقال (فضول بحث) اور کثرت سوال اور مال کو ضائع کرنے سے منع فرماتے، اور آپ ماؤں کی نافرمانی سے منع فرماتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرماتے تھے اور دوسروں کا حق نہ دینے اور بے ضرورت مانگنے سے منع فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۸۴۴، ۱۴۷۷، ۲۴۰۸، ۵۹۷۵، ۶۳۳۰، ۶۴۷۳، ۶۶۱۵، ۷۲۹۲، صحیح مسلم: ۵۹۳، سنن نسائی: ۱۳۴۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۰۵، مسند احمد: ۱۸۱۷۷، سنن دارمی: ۱۳۴۹)

صحیح البخاری: ۷۲۹۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی دبر کل صلوٰۃ'' اس کا معنی ہے ''فی عقب کل صلوٰۃ'' یعنی ہر نماز کے بعد۔

ذکر بالجہر کا ثبوت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ ذکر فرماتے تھے: ''لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک له الخ ــــ'' اور یہ اس پر محمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے یہ ذکر فرماتے تھے، تبھی تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ ذکر سنا اور اس کی آگے تبلیغ کی، اس سے معلوم ہوا کہ ہر نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور ذکر بالجہر سے روکنا اور منع کرنا یہ ناجائز اور ظلم ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہے جو اللہ کی مساجد میں اس کے نام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسمُهٗ۔ (البقرہ:۱۱۴) کے ذکر سے منع کرے۔

تاہم یہ ذکر بالجہر اس وقت مستحب ہے جب اس سے کسی کی نماز میں خلل نہ ہو یا کسی سوئے ہوئے کی نیند میں حرج نہ ہو یا کسی بیمار کو اس سے پریشانی نہ ہو، اس لیے متوسط آواز کے ساتھ ذکر بالجہر کرنا چاہیے، گلا پھاڑ کر، چلا چلا کر ذکر نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ۝ (الاعراف:۲۰۵)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں خوف اور عاجزی کے ساتھ یاد کرو اور زبان سے آواز بلند کیے بغیر صبح اور شام کو یاد کرو اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤO

حدیث مذکور کے دیگر الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ولا ینفع ذا الجد منك الجد'' جَدّ کا معنی بخت اور نصیب ہے اور باپ کا باپ یعنی دادا ہے، اور اگر یہ لفظ جِد (جیم کے زیر کے ساتھ) پڑھا جائے تو اس کا معنی ہے اجتہاد اور کوشش، اور اس کا معنی یہ ہے کہ کسی مال دار کو یا کسی نصیب والے کو یا کسی کوشش کرنے والے کو اس کا مال یا نصیب یا کوشش نفع نہیں دے سکتا، انسان کو صرف اس کے ایمان اور اللہ عزوجل کی اطاعت سے نفع پہنچتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''عن قیل وقال'' اس کا معنی ہے: لوگوں کو بحث کرنے اور جھگڑا کرنے اور ایک دوسرے کی مخالفت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وکثرۃ السوال'' یعنی ان مسائل کے متعلق زیادہ دریافت نہ کیا جائے جن کی ضرورت پیش نہیں آتی، یا لوگوں کی خبروں کے متعلق سوال نہ کیا جائے، یا اپنے صاحب کے معاش کی تفاصیل کے متعلق سوال نہ کیا جائے، یا دنیاوی منافع میں زیادتی کے حصول کے لیے سوال نہ کیا جائے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''واضاعة المال'' یعنی مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، مال کو ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی حرام کام میں مال کو خرچ کیا جائے، یا کسی مکروہ کام میں مال کو خرچ کیا جائے، یا کسی جائز کام میں ضرورت سے زیادہ مال خرچ کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ومنع'' یعنی کسی مرد پر جو لوگوں کے حقوق ہوں، وہ ان کو ادا کرنے سے منع کرے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''وھات'' یعنی جس چیز کی ضرورت نہ ہو اس کو انسان طلب کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نماز کے بعد ذکر کے متعلق احادیث

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کے بعد پڑھے جانے والے کچھ اذکار ہیں، ان کو پڑھنے والا ناکام اور نامراد نہیں ہوتا، ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہے، اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہے اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے۔ (صحیح مسلم: ۵۹۶، سنن ترمذی: ۳۴۱۲، سنن نسائی: ۱۳۴۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ سبحان اللہ کہا اور سو مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا، اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (سنن نسائی: ۱۳۵۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا، اس کو موت کے سوا کوئی چیز جنت میں داخل ہونے سے مانع نہیں ہے۔

(عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۰۰، موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ)

۷۲۹۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ نُهِينَا عَنِ التَّكَلُّفِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، پس انہوں نے بیان کیا کہ ہم کو تکلف کرنے سے منع کیا گیا۔

صحیح البخاری: ۷۲۹۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الاَبّ'' کے معنی میں متعدد اقوال

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اختصار سے روایت کیا ہے اور امام الحمیدی نے ذکر کیا ہے کہ اس سلسلہ میں دیگر روایات بھی ہیں، از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ''وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا۔۔۔ (عبس: ۳۱)'' (اور میوے اور (مویشیوں) کا چارا)۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''الاب'' کیا چیز ہے؟ پھر کہا: ہم کو اس کا معنی جاننے کا مکلف نہیں کیا گیا، یا کہا: ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا۔

اور اسماعیلی نے ثابت سے یوں روایت کی ہے کہ ایک مرد نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ''وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا۔۔۔ (عبس: ۳۱)'' کے متعلق پوچھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں گہرائی میں جانے اور تکلف کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور یہ زیادہ اولیٰ ہے کہ اس روایت کے ساتھ امام بخاری کی حدیث کو مکمل کیا جائے، اور یہ ابونعیم کی اس روایت سے بھی اولیٰ ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہم بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی قمیص کے پچھلے حصہ میں چار پیوند تھے تو انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی: ''وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا۔۔۔ (عبس: ۳۱)''۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ''فَاكِهَةً'' (پھل اور میوے) اس کا معنی تو ہم جانتے ہیں، پس یہ الاب کیا چیز ہے؟ پھر کہا: چھوڑو، ہم کو تکلف سے کسی معنی کو جاننے سے منع کیا گیا ہے۔

اور سلیمان بن حرب نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''الابّ'' کیا چیز ہے؟

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پھر کہا: اے ابن عمر! بے شک یہ تکلف ہے اور تم پر کوئی ملامت نہیں ہوگی اگر تم یہ نہ جانو کہ الابّ کیا چیز ہے۔
امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے:
فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّ زَیْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآىِٕقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ (عبس: ۲۷-۳۱) سو اس میں ہم نے غلہ اگایا O اور انگور اور سبزی O اور زیتون اور کھجور O اور گھنے باغات O اور میوے اور (مویشیوں) کا چارہ O
پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں سے ہر لفظ کے معنی کو ہم جانتے ہیں، پس "الابّ" کیا چیز ہے؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جو لاٹھی تھی اس کو انہوں نے پھینک دیا، پھر کہا: یہ اللہ کی قسم! تکلف ہے، اس کی پیروی کرو جس کا معنی تمہارے لیے اس کتاب میں بیان کر دیا گیا ہے۔
اور امام طبری نے دو مختلف سندوں کے ساتھ از الزہری روایت کی ہے جس کے آخر میں ہے: "اس کی پیروی کرو جس کو تمہارے لیے کتاب میں بیان کر دیا گیا ہے"۔ اور ایک اور عبارت ہے کہ "جس کا تمہارے لیے بیان کر دیا گیا ہے اس پر عمل کو لازم کر لو اور جس کا بیان نہیں کیا گیا، اس کو چھوڑ دو"۔
اور امام عبد بن حمید نے بھی از ابراہیم النخعی از عبد الرحمن بن زید روایت کی ہے کہ ایک مرد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ "وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ --- (عبس: ۳۱)" کا کیا معنی ہے؟ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے کہ ان کو درّے مارو۔
اور ایک اور سند کے ساتھ ابراہیم النخعی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی "وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ --- (عبس: ۳۱)" تو ان سے پوچھا گیا کہ "الابّ" کیا چیز ہے؟ پس کہا گیا: اس طرح اور اس طرح ہے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک یہ تکلف ہے، اور جب میں اللہ کی کتاب میں بغیر علم کے کوئی معنی بیان کروں تو کون سی زمین میرا بوجھ اٹھائے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایا کرے گا۔
امام حاکم نے المستدرک کی تفسیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلاوت کی: "وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ --- (عبس: ۳۱)" تو بعض لوگوں نے کہا: اس کا یہ معنی ہے اور بعض نے کہا: اس کا یہ معنی ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: چھوڑو اس بات کو، جو بھی ہمارے اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہم اس پر ایمان لائے۔
امام عبد بن حمید نے روایت کی ہے جس کے اخیر میں ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّ زَیْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآىِٕقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ (عبس: ۲۵-۳۱) ہم نے خوب پانی بہایا O پھر ہم نے زمین کو شق کیا O سو اس میں ہم نے غلہ اگایا O اور انگور اور سبزی O اور زیتون اور کھجور O اور گھنے باغات O اور میوے اور (مویشیوں) کا چارہ O
پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پس مذکورہ سات چیزیں بنو آدم کا رزق ہیں، اور "الابّ" وہ چیز ہے جس کو جانور کھاتے ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار نہیں کیا۔
امام طبری نے سندِ صحیح کے ساتھ از عاصم بن کلیب از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ "الابّ" وہ چیز ہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''جس کو زمین اگاتی ہے اور اس کو مویشی کھاتے ہیں اور انسان نہیں کھاتے''۔

علی بن طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ''الابّ'':''تروتازہ پھل'' ہیں۔

اور اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے''وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا۝''۔۔۔(عبس:۳۱)'' کی تفسیر میں کہا:''یہ تروتازہ پھل'' ہیں۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ''الابّ'' جانوروں کے کھانے کی گھاس ہے۔

عطاء نے کہا ہے: ہر وہ چیز جس کو زمین اگاتی ہے، وہ''الابّ'' ہے۔

اور الضحاک سے روایت ہے کہ''الابّ'' ہر وہ چیز ہے جس کو پھلوں کے سوا زمین اگاتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ''الابّ'' خشک پھل ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لفظ عربی نہیں ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کا معنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایسے عظیم صحابہ سے مخفی رہا۔

ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں روایت کی ہے اور اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جب صحابی کہے کہ ہمیں حکم دیا گیا یا ہمیں منع کیا گیا تو یہ حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہے خواہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اضافت نہ کی گئی ہو، اسی وجہ سے امام بخاری نے یہاں اس پر اختصار کیا ہے کہ ہمیں تکلف کرنے سے منع کیا گیا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشقت اٹھا کر تکلف کر کے قرآن مجید کے کسی معنی کو بیان کرنے سے منع فرمایا ہے۔(فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۲۔ ۴۳۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وحَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا أُمُورًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ عَنْهُ فَوَاللَّهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهِ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا قَالَ أَنَسٌ فَأَكْثَرَ النَّاسُ الْبُكَاءَ وَأَكْثَرَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَقَالَ أَنَسٌ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ أَيْنَ مَدْخَلِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ النَّارُ فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ قَالَ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي سَلُونِي فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم رَسُولًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح اور مجھے محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے مغرب کی طرف زائل ہونے کے بعد گھر سے باہر نکلے، پس آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے، سو آپ نے قیامت کا ذکر کیا اور آپ نے ذکر فرمایا کہ قیامت سے پہلے بہت عظیم امور کا ظہور ہوگا، پھر آپ نے فرمایا: پس جو چاہتا ہو کہ مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال کرے تو وہ اس چیز کے متعلق مجھ سے سوال کرے، پس اللہ کی قسم! تم مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کرو گے مگر میں تمہیں اس چیز کے متعلق خبر دوں گا جب تک کہ میں اس مقام میں ہوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس انصار بہت زیادہ رونے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِينَ قَالَ عُمَرُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا فِي عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ وَأَنَا أُصَلِّي فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ۔

بار بار فرما رہے تھے کہ مجھ سے سوال کرو، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس آپ کی طرف ایک مرد کھڑا ہوا، اس نے کہا: میں قیامت کے بعد کہاں داخل ہوں گا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: دوزخ میں، پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، پھر آپ بار بار فرماتے رہے: مجھ سے سوال کرو، مجھ سے سوال کرو، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے، پھر کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول مان کر راضی ہیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک ابھی ابھی اس دیوار کی چوڑائی میں مجھ پر جنت اور دوزخ کو پیش کیا گیا اور میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا اور میں نے آج کی مثل خیر اور شر نہیں دیکھی۔

(صحیح البخاری: ۹۳، ۵۴۰، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۹، مسند احمد: ۱۱۶۳۳)

صحیح البخاری: ۷۲۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انصار کے رونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار یہ فرمانے کی توجیہ کہ ”مجھ سے سوال کرو“

انصار اس لیے رو رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے واقع ہونے والے ہولناک امور کا ذکر فرمایا جن میں دابۃ الارض کا بیان ہے، یاجوج اور ماجوج کا قصہ ہے، اور دجال کا فتنہ ہے، اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔۔۔۔۔ وغیرہ

اور چونکہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار سوال کر رہے تھے حتیٰ کہ ایک منافق نے یہ بھی سوال کیا کہ میں مرنے کے بعد کہاں ہوں گا؟ تو آپ نے فرمایا: دوزخ میں، اور بعض صحابہ نے پوچھا کہ میرا باپ کون ہے تو آپ نے اس کے متعلق بتایا، اس لیے آپ نے غضب میں آ کر فرمایا: ”مجھ سے سوال کرو“۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”میں نماز پڑھ رہا تھا اور اس دیوار کے عرض میں مجھے جنت اور دوزخ دکھائی گئی“۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس دیوار کو شفاف بنا دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیوار کے عرض سے جنت اور دوزخ کو دیکھ لیا، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس دیوار کا عرض جنت اور دوزخ کا محل بن گیا تھا، کیونکہ جنت تو اتنی وسیع ہے کہ اس کے عرض میں تمام زمین اور آسمان سما سکتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں۔اور اس میں یہ بتلاتا ہے کہ جنت اور دوزخ غیب ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کو منکشف فرما دیا،اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سائلین کے ہر سوال کے جواب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرما دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۵۴،دارالکتب العلمیہ ،بیروت،۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۹۴،کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوال کرنے کی ممانعت کی توجیہ

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سوالات سے منع فرمایا ہے۔(صحیح البخاری:۲۴۰۸)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سوالات سے منع فرمایا ہے۔(صحیح البخاری:۶۲۲۲)

اور ان تمام ممانعت کی احادیث کا محمل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے سوال نہ کیے جائیں،یا بلا ضرورت سوال نہ کیے جائیں جیسا کہ یہود سوال کرتے تھے،لیکن جس نے کسی پیش آمدہ مسئلہ کے شرعی حکم کو معلوم کرنے کے لیے سوال کیا تو اس کی مذمت نہیں ہے بلکہ یہ سوال کرنا واجب ہے،کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل:۴۳) سو اگر تم کو علم نہیں ہے تو علم والوں سے پوچھ لو O

نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (المائدہ:۱۰۱) اے ایمان والو!ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔

اس آیت کا محمل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا ضرورت اور بلا فائدہ سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاءً سوال کرتے تھے،پس کوئی مرد کہتا:میرا باپ کون ہے؟اور کوئی مرد کہتا:میری اونٹنی گم ہو گئی ہے بتائیں میری اونٹنی کہاں ہے؟تب یہ آیت نازل ہوئی۔(صحیح البخاری:۴۶۲۲)

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سوال کرنے کی ممانعت اس وجہ سے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس حکم کو نہیں بیان کیا اور اس کو معاف فرما دیا ہے،اس کے متعلق کوئی شخص سوال کرے اور اس کے سوال کی وجہ سے اس کام کو حرام کر دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کی توجیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے غضب ناک ہوئے کہ لوگ بہت زیادہ سوالات کر رہے تھے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچا رہے تھے،اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا حرام ہے،اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (الاحزاب:۵۷) بے شک جو لوگ اللہ کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور اس کے رسول کو،اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے،اور اس نے ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے O

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور جب لوگوں نے آپ سے بہت زیادہ سوالات کیے تو آپ نے فرمایا: تم جو چاہو مجھ سے سوال کرو، اور جو انہوں نے سوالات کیے تھے ان کے آپ نے جوابات دیے، اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتے ہیں'' تو آپ کا اس پر سکوت فرمانا اس کی دلیل ہے کہ آپ نے جو یہ فرمایا تھا کہ ''مجھ سے سوال کرو جو چاہو'' یہ آپ نے بطور ناراضگی اور غضب فرمایا تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جان لیا کہ لوگوں نے کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے اور سرکشی سے سوالات کیے ہیں، اس لیے انہوں نے کہا کہ ہم اللہ عزوجل سے توبہ کرتے ہیں، ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہے، اس لیے کہ وہ شخص منافق تھا اور دوزخ کا مستحق تھا یا نافرمان تھا، اور یہ جواب بہت بعید ہے کہ چونکہ اس نے سرکشی سے سوال کیا تھا تو اس لیے وہ اس وعید کا مستحق ہو گیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۴۶۳۔۴۶۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

''تم جو چاہو مجھ سے سوال کرو'' اس کی شرح میں شارحین سابقین کی تقاریر

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے لکھا ہے: ہر سوال کا از خود جواب دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممکن نہ تھا، آپ صرف وحی سے مطلع ہو کر بتاتے تھے، کیونکہ آپ کو امورِ مغیبات میں سے صرف انہی چیزوں کا علم تھا جن کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دے دی تھی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۳۳۱۔۳۳۲، دار الوفاء، ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ نے لکھا ہے: بعض روایات میں مذکور ہے کہ آپ کے اصحاب میں بعض ایسے اصحاب داخل ہو گئے تھے جن کا ایمان متحقق نہیں ہوا تھا، انہوں نے سوالات کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آزمانے کا قصد کیا اور آپ کو عاجز کرنے کے لیے آپ سے بہت زیادہ سوالات کیے، اور یہ منافقین اور آپ کے اعداء اور دینِ اسلام کے دشمنوں کا طریقہ تھا اور وہ اس آیت کے مصداق تھے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ (التوبہ: ۳۲)	وہ اپنی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اس کے سوا انکار کرتا ہے کہ وہ اپنے نور کو مکمل فرمائے گا، خواہ کافروں کو برا لگے ○

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منشاء کو سمجھ لیا تو آپ نے اسی مجلس میں ان سے فرمایا: ''مجھ سے سوال کرو، مجھ سے سوال کرو، پس اللہ کی قسم! تم مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کرو گے مگر میں تم کو اس کی خبر دوں گا''۔ (المفہم ج ۶ ص ۱۶۵، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۴۲۰ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بار بار فرمایا: ''مجھ سے سوال کرو''، علماء نے بیان کیا کہ یہ اس پر محمول ہے کہ آپ پر یہ وحی کی گئی تھی، ورنہ آپ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے خبر دینے کے بغیر غیب کی ہر اس چیز کو از خود نہیں جانتے تھے جس کے متعلق آپ سے سوال کیا جائے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے: ظاہر حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے جوشِ غضب میں فرمایا: ''مجھ سے سوال کرو'' اور آپ چاہتے یہ تھے کہ وہ یہ سوال نہ کرتے، لیکن آپ نے جواب میں ان کی موافقت کی، کیونکہ آپ کے لیے ان کے سوال کو رد کرنا ممکن نہ تھا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۰ ص ۶۲۰۵، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۲۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا نَبِيَّ اللهِ مَنْ أَبِي قَالَ أَبُوكَ فُلَانٌ وَنَزَلَتْ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ﴾ الْآيَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن انس نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا نبی اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تیرا باپ فلاں ہے، اور یہ آیت نازل ہوئی:

''اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں''۔ (المائدہ:۱۰۱)

(صحیح البخاری: ۹۳، ۵۴۰، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۹، مسند احمد: ۱۱۶۴۳)

صحیح البخاری: ۷۲۹۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مرد کے اس سوال کی توجیہ کہ میرا باپ کون ہے؟

اس شخص نے یہ سوال اس لیے کیا تھا کہ جب اس کا کسی سے جھگڑا ہوتا تو جھگڑا کرنے والا اسے اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرتا، تو اس مرد نے چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے نسب کا فیصلہ کرالے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس کے اصل باپ کی طرف منسوب کر دیا۔

اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم اور ان کی فضیلت معلوم ہوئی، کیونکہ ان کو یہ خطرہ ہوا کہ جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کج بحثی کے طور پر اور آپ کی نبوت میں شک کی وجہ سے سوال کریں گے تو سب پر عذاب آئے گا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہیں۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو چاہیے کہ صرف اسی سوال کا جواب دے جس سوال کی ضرورت ہو، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوزانو بیٹھنا ان کی تواضع ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان کا بیٹھنا ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت اور عقیدت بھی ہے اور یہ تعلیم بھی کہ امتی کو نبی کے سامنے کیسے عاجزی کا معاملہ کرنا چاہیے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۲۹۶۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَنْ يَبْرَحَ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يَقُولُوا هٰذَا اللهُ خَالِقُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن صباح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عبدالرحمٰن، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كُلِّ شَيْءٍ فَمَنْ خَلَقَ اللهَ۔
(صحیح مسلم: ۱۳۶، مسند احمد: ۱۱۵۸۴)

مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ مسلسل سوالات کرتے رہیں گے حتیٰ کہ سوال کریں گے اور کہیں گے: یہ اللہ ہے جو ہر چیز کا خالق ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

صحیح البخاری: ۷۲۹۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی دیگر روایات

امام بخاری نے کتاب "بدء الخلق" میں عروہ سے روایت کی ہے کہ شیطان بندہ کے پاس آتا ہے یا فرمایا: تم میں سے کسی ایک کے پاس آتا ہے، پس کہتا ہے: فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا، فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ حتیٰ کہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟

اور امام مسلم کی روایت میں مذکور ہے کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا اور زمین کو کس نے پیدا کیا، بندہ کہے گا: اللہ نے پیدا کیا۔ الحدیث

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ اللہ ہے، جس نے ہم کو پیدا کیا ہے۔ الحدیث

اور امام بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ لوگ ہمیشہ کہتے رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے پہلے تھا تو اس سے پہلے کیا تھا؟۔ الحدیث۔

اور امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ جس شخص کے ساتھ ایسا واقعہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ کہے: میں اللہ پر ایمان لایا، اور دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ کہے: میں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ اور امام ابوداؤد اور امام نسائی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ تم کہو "اَللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ (الاخلاص: ۱۔۲)" پھر اپنی بائیں جانب تھوک دے اور اللہ سے پناہ طلب کرے۔

امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ آئے، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اپنے دلوں میں ایسی چیز پاتے ہیں کہ اس کو زبان سے بیان کرنا ہمارے نزدیک بہت بھاری ہے، ہمیں اگر دنیا بھی مل جائے تو ہم اس کے ساتھ کلام کرنا پسند نہیں کرتے، آپ نے فرمایا: کیا تم ایسا پاتے ہو؟ یہ صریح ایمان ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ صریح ایمان سے مراد یہ ہے کہ وہ اس قسم کے وسوسوں کو بیان کرنا بہت سنگین امر سمجھتے تھے، اور شیطان ان کے دلوں میں جو القاء کرتا تھا اس کا انکار کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۲۹۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ کرمانی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی دلیل کے ساتھ معرفت فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ ہے، اور جب کوئی شخص یہ کہے کہ اور چیزوں کو تو اللہ نے پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر مخلوق ہے اور اس کا علم بدیہی ہے یا ایسا کسبی ہے جو بدیہی کے قریب ہے، پس اس کے متعلق سوال کرنا لوگوں کو مشکل میں ڈالنا ہے، اور جب کسی شخص کے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے تو اسے چاہیے کہ وہ کہے: میں اللہ پر ایمان لایا اور بائیں طرف تھوک دے، پھر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۲۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي حَرْثٍ بِالْمَدِينَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَسِيبٍ فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوهُ لَا يُسْمِعُكُمْ مَا تَكْرَهُونَ فَقَامُوا إِلَيْهِ فَقَالُوا يَا أَبَا الْقَاسِمِ حَدِّثْنَا عَنِ الرُّوحِ فَقَامَ سَاعَةً يَنْظُرُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ فَتَأَخَّرْتُ عَنْهُ حَتَّى صَعِدَ الْوَحْيُ ثُمَّ قَالَ ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے کھیتوں میں جا رہا تھا اور آپ نے ایک لاٹھی پر ٹیک لگائی ہوئی تھی، پس آپ یہود کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے، ان میں سے بعض لوگوں نے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال کرو، اور بعض دوسروں نے کہا: ان سے روح کے متعلق نہ سوال کرو، یہ تم کو ایسی بات نہ سنائیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو، پس وہ آپ کے پاس آ کر کھڑے ہوئے، سو انہوں نے کہا: یا ابا القاسم! ہمیں روح کے متعلق بتائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ساعت تک کھڑے ہو کر دیکھتے رہے، میں نے جان لیا کہ آپ پر وحی نازل کی جارہی ہے، میں آپ سے پیچھے ہٹ گیا حتیٰ کہ وحی مکمل ہوگئی، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

"اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے"۔ (الاسراء: ۸۵)

(صحیح البخاری: ۱۲۵، ۴۷۲۱، ۷۲۹۷، ۷۴۵۶، ۷۴۶۲، صحیح مسلم: ۲۷۹۴، سنن ترمذی: ۳۱۴۱، مسند احمد: ۳۶۸۰)

صحیح البخاری: ۷۲۹۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی حرث المدینۃ" اور بعض نسخوں میں مذکور ہے "فی خرب المدینۃ" خرب کا معنی ہے: کھنڈرات، اور حرث کا معنی ہے: کھیت وغیرہ۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "آپ العسیب پر ٹیک لگائے ہوئے تھے"۔ العسیب کا معنی ہے: کھجور کے درخت کی ٹہنی، اور یہ کھجور کے درخت کی وہ لکڑی ہے جس کی لاٹھی بنالی جاتی ہے، اور اس کا معنی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے درخت کی ٹہنی پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں روح کا ذکر ہے، روح کا لفظ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مونث بھی، اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا روح اور نفس دونوں ایک ہیں یا نہیں؟ اور قرآن مجید میں روح متعدد معانی میں وارد ہے۔

قرآن مجید میں روح کے متعلق آیات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿۱۹۳﴾ (الشعراء: ۱۹۳) جس کو الروح الامین (جبریل) لے کر نازل ہوئے ہیں O

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿۴﴾ (القدر: ۴) اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں O

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (الشوریٰ: ۵۲) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی کی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا (النبا: ۳۸) جس دن جبریل اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے۔

ان آیات میں روح کا اطلاق حضرت جبریل علیہ السلام اور قرآن مجید پر کیا گیا ہے۔

یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس روح کے متعلق دریافت کیا اس کا مصداق

ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں نے بنو آدم کی روح کے متعلق سوال کیا تھا، کیونکہ تورات میں مذکور ہے کہ بنو آدم کی روح کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پس یہودیوں نے کہا: اگر انہوں نے روح کی تفسیر کی تو یہ نبی نہیں ہیں، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوال کا جواب نہیں دیا۔

اور قاضی عیاض وغیرہ نے کہا: مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ انہوں نے جس روح کے متعلق سوال کیا تھا، اس سے کیا مراد ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سوال کیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ روح اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے، یعنی اس طرح نہیں ہے جیسے عیسائی کہتے ہیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر کو مخفی رکھتے تھے۔

(اکمال المعلم ج ۸ ص ۳۲۷)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روح فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو قیامت کے دن صف باندھے کھڑا ہوگا اور ملائکہ بھی صف باندھے کھڑے ہوں گے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا (النبا:۳۸) جس دن جبریل اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۱۲ ص ۴۱۵)

اور تیسرا قول ہے کہ روح سے مراد قرآن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (الشوریٰ:۵۲) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی کی ہے۔

اور ابو صالح نے کہا: روح ایک مخلوق ہے جیسے بنو آدم مخلوق ہیں اور وہ بنو آدم میں سے نہیں ہے، اس کے لیے ہاتھ بھی ہیں اور پیر بھی ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۱۲ ص ۴۱۶)

اور چوتھا قول یہ ہے کہ روح مخلوق میں سے ایک طائفہ ہے، زمین پر کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوتا مگر روح کے ساتھ ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے۔ (تفسیر بغوی ج ۸ ص ۳۱۷)

پانچواں قول یہ ہے کہ روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جس کے گیارہ ہزار پَر ہیں اور ایک ہزار چہرے ہیں، وہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتا رہتا ہے۔ (یہ قول بہت غریب ہے)۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۶۶)

اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ان کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو روح کی خبر نہ دیں، کیونکہ یہود نے یہ کہا تھا کہ اگر انہوں نے روح کی تفسیر کی تو یہ نبی نہیں ہیں، اور یہ حدیث کے ان الفاظ کا معنی ہے ''ان سے روح کے متعلق سوال نہ کرو، یہ کوئی ایسی بات نہ بیان کریں جو تم کو ناگوار ہو'' کیونکہ ان کے نزدیک تورات میں یہ مقرر تھا کہ روح اللہ تعالیٰ کا امر ہے اور اس پر کوئی مطلع نہیں ہے۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہود کی ایک جماعت نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! ہمیں چار چیزوں کے متعلق بتایئے جن کا ہم آپ سے سوال کریں گے، اور اس میں اس حدیث کا ذکر کیا اور کہا: اے محمد! ہمیں روح کے متعلق خبر دیجئے، تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ جبریل ہی وہ ہیں جو میرے پاس آتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے اللہ! ہاں، لیکن اے محمد! جبریل ہمارے دشمن ہیں، وہ ایسے فرشتہ ہیں جو ہمارے پاس سخت احکام لائے اور انہوں نے خون بہائے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم آپ کی پیروی کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (البقرہ:۹۷) آپ کہیے کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہے (تو ہوا کرے)، پس بے شک اسی جبریل نے اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر (قرآن) نازل کیا، جو ان (آسمانی کتابوں) کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس (کے نزول) سے پہلے موجود ہیں، اور وہ مومنین کے لیے ہدایت اور بشارت ہے ۝

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس روح کے متعلق دریافت کیا تھا، اس روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ روح کا علم کسی کو نہیں ہوسکتا، اور نہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں تھا۔

بنو آدم کی روح کے متعلق فقہاء کے اقوال

(۱) امام اشعری نے کہا ہے: یہ سانس جو جسم میں داخل ہو رہا ہے اور جسم سے باہر نکل رہا ہے، یہی روح ہے۔

(۲) روح ایک جسم ہے جو اجسام ظاہرہ اور اعضاء ظاہرہ کا شریک ہے۔

(۳) روح ایک جسم لطیف ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور یہ عادت جاری فرمائی کہ روح کے بغیر حیات نہیں ہوتی، پس جب اللہ تعالیٰ بندوں کی موت کا ارادہ فرمائے گا تو اس جسم کو معدوم کر دے گا اور اس کے معدوم ہونے سے حیات معدوم ہو جائے گی۔

(۴) روح خون کا نام ہے۔

اور بعض علماء نے روح کے متعلق ستر (۷۰) اقوال ذکر کیے ہیں۔

بعض چیزوں کا کسی کو علم نہ ہونا

قرآن مجید میں مذکور ہے:

مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ (بنی اسرائیل:۸۵) اور تم کو محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے ○

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا علم کسی کو نہیں دیا حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی ان کا علم نہیں دیا، اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ اپنی مخلوق کو آزمائے تا کہ وہ اعتراف کریں کہ وہ بعض چیزوں کے علم سے عاجز ہیں، اور ان چیزوں کے علم کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ اور اس کے علم میں سے وہ (لوگ) کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ (البقرہ:۲۵۵)

پس روح کا علم اس قبیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس کے علم پر مطلع کرنا نہیں چاہا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۶۳-۶۴۵ ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم دیا گیا ہے یا نہیں، پس بعض علماء کا مختار تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کا علم کسی کو نہیں عطا فرمایا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم نہیں دیا، اور بعض دوسرے علماء کا مختار یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے روح کا علم عطا فرمایا ہے۔ امام رازی، حافظ جلال الدین سیوطی اور علامہ آلوسی وغیرہ کا مختار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کا علم عطا فرمایا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵- بَابُ: الْاِقْتِدَاءِ بِأَفْعَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی پیروی کرنے کا بیان

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کی اتباع کے وجوب میں فقہاء کا اختلاف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کی اتباع کی اصل درج ذیل آیت ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱) بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کی اتباع واجب ہے، اور ان کی دلیل درج ذیل آیات ہیں:

وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:۷) اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال بھی اس آیت کے حکم کے عموم میں داخل ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (آل عمران:۳۱) آپ کہیے: اگر تم اللہ سے محبت کے دعوے دار ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے ○

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ا۟لَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (الاعراف:۱۵۸) (اے رسولِ مکرم!) آپ کہیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی ملک میں تمام آسمان اور زمینیں ہیں، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی لقب ہیں، جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں اور تم سب ان کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ ○

لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کی پیروی کرنا بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح آپ کے قول اور آپ کے ارشاد کی پیروی کرنا واجب ہے، حتیٰ کہ کوئی دلیل اس پر قائم ہو کہ آپ کا یہ فعل بطورِ استحباب ہے (جیسے ہر نماز کے لیے الگ وضو کرنا، یا ہر نیک کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا)، یا یہ فعل آپ کی خصوصیت ہے (جیسے بیک وقت چار سے زائد ازواج کو اپنے نکاح میں رکھنا یا وصال کے روزے رکھنا)۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال میں وجوب اور استحباب اور اباحت کا احتمال ہوتا ہے، پس ان افعال کو وجوب پر محمول کرنے کے لیے کسی قرینہ کی ضرورت ہوگی اور جمہور کا مختار یہ ہے کہ آپ کے افعال کی اتباع مستحب ہے جب کہ آپ کے افعال بطورِ عبادت ہوں۔

اور دیگر فقہاء نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فعل کسی مجمل حکم کے بیان کے لیے کیا تو اس کا حکم وہ ہے جو اس مجمل کا حکم ہے خواہ وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

واجب ہو، مستحب ہو یا مباح ہو، پس اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ آپ کا وہ فعل بطور عبادت ہے تو اس کی اتباع کرنا مستحب ہے، اور جب تک اس میں عبادت کا قرینہ ظاہر نہ ہو تو پھر اس میں آپ کی اتباع کرنا مباح ہے، اور یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ اصولِ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

ہمارے شیخ الشیوخ حافظ صلاح الدین العلائی نے اس موضوع پر ایک عظیم کتاب لکھی ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اتباع کے متعلق تین اقوال ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو آپ کے قول کو مقدم کیا جائے گا، کیونکہ آپ کا قول ایسا صیغہ ہے جو متعدد معانی کو متضمن ہے بخلاف فعل کے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے فعل کو مقدم کیا جائے گا، کیونکہ آپ کے فعل میں کسی احتمال کی گنجائش نہیں ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں ترجیح کو تلاش کیا جائے گا اور جب تک کوئی خصوصیت پر قرینہ نہ ہو تو آپ کے فعل کی اتباع کی جائے گی۔

جمہور فقہاء نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے، یعنی جب قول اور فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح دی جائے گی، کیونکہ قول پر اتفاق ہے کہ وہ دلیل ہے اور فعل پر اتفاق نہیں ہے، اور اس لیے کہ قول بنفسہٖ وجوب پر دلالت کرتا ہے اور فعل ایک واسطہ کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۲۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ اتَّخَذَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنِّي اتَّخَذْتُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَنَبَذَهُ وَقَالَ إِنِّي لَنْ أَلْبَسَهُ أَبَدًا فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنائی تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنالیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے سونے کی انگوٹھی بنائی تھی، پس آپ نے اس کو پھینک دیا اور فرمایا: میں اس کو ہرگز نہیں پہنوں گا تو لوگوں نے بھی اپنی اپنی سونے کی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

(صحیح البخاری: ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸، صحیح مسلم: ۲۰۹۱، سنن ترمذی: ۱۷۴۱، سنن نسائی: ۵۲۹۳، مسند احمد: ۴۶۶۳، موطا امام مالک: ۱۷۴۳)

صحیح البخاری: ۷۲۹۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سونے کی انگوٹھی پھینکی تو صحابہ نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں"۔ امام بخاری نے اس مثال پر اقتصار کیا ہے، کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فعل میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور ترک میں بھی اتباع ہے، جب آپ نے سونے کی انگوٹھی بنائی تو صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھی بنالی، اور جب آپ نے اتار کر پھینکی تو صحابہ نے بھی اتار کر پھینک دیں۔

علامہ ابن بطال مالکی نے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اتباع میں اختلاف کا ذکر کیا، پھر اس قول کو اختیار کیا جو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اتباع واجب ہے، کیونکہ اس باب کی حدیث میں تصریح ہے کہ جب آپ نے سونے کی انگوٹھی اتاری تو صحابہ نے بھی اپنی اپنی سونے کی انگوٹھی اتار دی، اسی طرح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے دوران اپنی جوتی اتاری تو صحابہ نے بھی نماز کے دوران اپنی اپنی جوتیاں اتار دیں۔

نیز جب حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو عمرہ کا احرام کھولنے کا حکم دیا اور انہوں نے اس پر عمل کرنے میں تاخیر کردی کیونکہ ان کو یہ امید تھی کہ آپ ان کو قتال کرنے کی اجازت دیں گے اور وہ آپ کی مدد کریں گے، پس ان کا عمرہ مکمل ہو جائے گا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ ان کی طرف نکلیں اور اپنا سر منڈوالیں اور اپنی قربانی کو ذبح کر دیں، سو آپ نے ایسا کیا تو صحابہ نے بھی جلد از جلد آپ کی پیروی کی، پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فعل قول سے زیادہ بلیغ ہے، کیونکہ جب آپ نے انہیں عمرہ کا احرام کھولنے کا حکم دیا تو ان پر اس کا اثر نہیں ہوا لیکن جب آپ نے خود عمرہ کا احرام کھولا اور سر منڈوایا اور ذبح کیا تو انہوں نے جلد از جلد اس کی اتباع کی۔

اور اسی طرح جب آپ نے صحابہ کو وصال کے روزے (بغیر سحر و افطار کے روزہ پر روزہ رکھنا) رکھنے سے منع فرمایا تو صحابہ نے کہا: آپ بھی تو وصال کے روزے رکھ رہے ہیں، تو آپ نے فرمایا: مجھے کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے، پس اگر آپ کے فعل کے ساتھ اتباع واجب نہ ہوتی تو آپ فرماتے: میرے وصال کے روزے رکھنے سے تمہارے لیے وصال کے روزوں کو کس چیز نے مباح کیا لیکن آپ نے یہ فرمانے سے عدول کیا اور آپ کے لیے جو وصال کے روزے رکھنے کی خصوصیت تھی اس کو بیان فرمایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ ابن بطال نے جو یہ تمام امور ذکر کیے ہیں، یہ آپ کے فعل کی اتباع کے وجوب پر دلالت نہیں کرتے بلکہ مطلقاً آپ کی اتباع پر دلالت کرتے ہیں اور پورا علم تو اللہ کے پاس ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٦۔بَابُ: مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ وَالتَّنَازُعِ فِي الْعِلْمِ وَالْغُلُوِّ فِي الدِّينِ وَالْبِدَعِ

کسی معاملہ میں گہرائی اور گیرائی میں جانے اور علم میں بحث کرنے اور دین میں غلو کرنے اور بدعات کے مکروہ ہونے کا بیان

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی نے لکھا ہے: اس باب کی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ کسی کام کی گہرائی میں جانا اور اس میں غلو کرنا مکروہ ہے جیسا کہ جب آپ نے وصال کے روزوں سے منع کیا تو جن لوگوں نے پھر بھی وصال کے روزے رکھے تو آپ نے ان کی مذمت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرمائی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا کہ دین میں غلو کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کے مفردات کے معانی

اس باب کے عنوان میں ذکر کیا ہے کہ "تعمق" مکروہ ہے، تعمق کا معنی ہے: کسی کام میں شدت کو اختیار کرنا حتیٰ کہ حد سے تجاوز ہو۔

نیز اس باب کے عنوان میں ذکر کیا ہے "التنازع فی العلم" یعنی علمی مسائل میں بحث و تمحیص کرنا اور حکم کے اختلاف میں جدال کرنا جب کہ دلیل واضح نہ ہو۔

اور اس باب کے عنوان میں "غلو" کا ذکر ہے، غلو کا معنی ہے: حد سے تجاوز کرنا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں: غلو "تعمق" سے زیادہ ہے، کہا جاتا ہے "غلا فی السعر" یعنی کسی چیز کے نرخ میں بہت زیادہ اضافہ کرنا۔

اور امام نسائی، امام ابن ماجہ اور حاکم نے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور اس حدیث میں مذکور ہے "تم دین میں غلو کرنے سے بچو" کیونکہ تم میں سے پہلے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہیں، اور یہ ایسا ہے کہ لوگ ربوبیت میں بحث کرنے لگے، پھر شیطان نے ان کو بہکایا اور وہ حق سے نکل آئے اور انہوں نے اپنی فکر میں غلو کیا یہاں تک کہ انہوں نے تین خدا بنا لیے، اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

اور اس عنوان میں ذکر ہے "البِدَع" یہ بدعت کی جمع ہے، بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو۔

دوسری تعریف یہ ہے کہ ایسے کام کا اظہار کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ (النساء: ۱۷۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہلِ کتاب! تم اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ کے متعلق حق کے سوا اور کچھ نہ کہو۔

امام بخاری نے اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ دین میں غلو کرنا حرام ہے، اور اہلِ کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔

۷۲۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُوَاصِلُوا قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابو سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَيَسْتَقِيقِى فَلَمْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ قَالَ فَوَاصَلَ بِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَيْنِ أَوْ لَيْلَتَيْنِ ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ تَأَخَّرَ الْهِلَالُ لَزِدْتُكُمْ كَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ

نے فرمایا: وصال کے روزے نہ رکھو، صحابہ نے عرض کیا: بے شک آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا: بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں، بے شک میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے، پھر بھی صحابہ وصال کے روزوں سے نہیں رکے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پھر نبی ﷺ نے ان کے ساتھ دو دن یا تین راتوں کے وصال کے روزے رکھے، پھر صحابہ نے چاند دیکھ لیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر چاند مؤخر ہوتا تو میں وصال کے روزے زیادہ رکھتا گویا کہ آپ ان کو زجر و توبیخ فرما رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۶۸۵۱، ۷۲۴۲، ۷۲۹۹، صحیح مسلم: ۱۱۰۳، مسند احمد: ۷۷۲۸، سنن دارمی: ۱۷۰۶)

صحیح البخاری: ۷۲۹۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اعتراض کا جواب کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھلایا اور پلایا تو پھر وصال کے روزے تو نہ ہوئے؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کھلانے اور پلانے سے مراد اس کا لازمی معنی ہے یعنی طاقت اور قوت کا حصول، یا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کا کھانا کھلاتا تھا اور پلاتا تھا اور اس سے دنیا میں روزہ رکھنے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا، اور وصال کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں روزہ رکھا جائے اور اس میں سحری بھی نہ ہو اور افطار بھی نہ ہو۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب نبی ﷺ نے وصال کے روزوں سے منع فرما دیا تو پھر صحابہ نے وصال کے روزے کیوں رکھے؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام کا گمان یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بطور تحریم وصال کے روزوں سے منع نہیں فرمایا بلکہ بطور تنزیہہ منع فرمایا، صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اور آپ کی سنت کی اتباع کے جذبہ سے اپنے نفس پر مشقت برداشت کر کے وصال کے روزے رکھتے تھے تا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل ہو۔

''تنکیل'' کا معنی

اس حدیث میں ''تنکیل'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: ڈانٹ ڈپٹ، یعنی جب صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے کے باوجود وصال کے روزے رکھتے رہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر ہلالِ عید نظر نہ آتا تو میں اور زیادہ وصال کے روزے رکھتا، تا کہ جنہوں نے آپ کی مخالفت کی ہے ان کو زیادہ مشقت ہوتی اور وہ وصال کے روزے رکھنے سے عاجز ہو جاتے اور دیگر عبادات کا ادا کرنا ان کے لیے مشکل ہو جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۳۰۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ خَطَبَنَا عَلِيٌّ رضی الله عنه عَلَى مِنْبَرٍ مِنْ آجُرٍّ وَعَلَيْهِ سَيْفٌ فِيهِ صَحِيفَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَقَالَ وَاللهِ مَا عِنْدَنَا مِنْ كِتَابٍ يُقْرَأُ إِلَّا كِتَابُ اللهِ وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ فَنَشَرَهَا فَإِذَا فِيهَا أَسْنَانُ الْإِبِلِ وَإِذَا فِيهَا الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مِنْ عَيْرٍ إِلَى كَذَا فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا وَإِذَا فِيهِ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا وَإِذَا فِيهَا مَنْ وَالَى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم التیمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیا جو اینٹوں سے بنا ہوا تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تلوار تھی جس میں ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہمارے پاس اللہ کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب نہیں ہے جس کی قراءت کی جاتی ہو اور جو اس صحیفہ میں ہے، پھر انہوں نے صحیفہ کو کھولا تو اس میں دیات میں دیے جانے والے اونٹوں کی عمروں کا بیان تھا اور اس میں مذکور تھا کہ مدینہ عیر (مدینہ کا ایک پہاڑ) سے لے کر فلاں جگہ تک حرم ہے، پس جس نے مدینہ میں کوئی دین میں نیا کام نکالا یا کوئی جرم کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی، اللہ تعالیٰ اس کا نہ کوئی فرض قبول فرمائے گا اور نہ نفل، اور اس صحیفہ میں مذکور تھا کہ تمام مسلمانوں کا ذمہ واحد ہے اور ایک ادنیٰ مسلمان بھی اس کی کوشش کر سکتا ہے، پس جس نے کسی مسلمان سے عہد شکنی کی اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی، اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول فرمائے گا اور نہ نفل، اور اس صحیفہ میں مذکور تھا: جس نے اپنے آپ کو کسی قوم کی اجازت کے بغیر اپنے آپ کو اس قوم کی طرف منسوب کیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی اور اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا اور نہ نفل۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷۰، صحیح مسلم: ۱۳۷۰، سنن ترمذی: ۲۱۲۷، سنن ابوداؤد: ۲۰۳۴، مسند احمد: ۱۳۰۰)

صحیح البخاری: ۷۳۰۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیثِ مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''آجر'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: وہ اینٹیں جن کو آگ پر پکایا گیا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اسنان الابل'' یعنی قتلِ عمد میں اور قتلِ خطاء میں اور قتلِ شبہ عمد میں سو اونٹوں کو بطور دیت ادا کیا جاتا ہے، پھر ان اونٹوں کی عمریں مختلف ہیں قتلِ عمد میں، قتلِ خطاء میں اور قتلِ شبہ عمد میں، تو اس صحیفہ میں ان اونٹوں کی عمروں کا بیان ہے۔

کفار پر لعنت اور گناہِ کبیرہ کے مرتکبین پر لعنت کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے ''اس پر اللہ کی لعنت ہو''۔

اب یہ سوال ہے کہ کفار پر بھی اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور جو مدینہ میں کوئی جرم کرے یا ظلم کرے یا کسی بدعتِ سیئہ کا ارتکاب کرے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہوتی ہے، تو کفار کی لعنت میں اور ان پر جو لعنت کی جاتی ہے کیا فرق ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ لعنت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور اس کے قرب سے اور جنت سے دور کر دینا، کفار پر جب لعنت ہوتی ہے تو اس کا معنی ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ کی رحمت اور جنت سے دور اور محروم ہوتے ہیں اور مرتکبِ کبیرہ پر جو اللہ کی لعنت ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابتداءً جنت میں دخول سے روکا ہوا ہے اور کسی نوع کا عذاب برداشت کرنے کے بعد اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال: ۷) سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا ۝

پس جس مومن نے گناہِ کبیرہ کیا تو اس کا ایک عمل نیک ہے اور وہ ایمان لانا ہے، اور دوسرا گناہِ کبیرہ ہے، وہ گناہِ کبیرہ کی سزا بھی پائے گا اور ایمان لانے کی جزا بھی پائے گا، اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ پہلے اس کو جنت میں داخل کیا جائے پھر سزا دی جائے، اس لیے پہلے اس کو اس کے گناہ کی سزا دی جائے گی اور پھر اس کو اس کے ایمان لانے کی جزاء میں جنت میں داخل کر دیا جائے گا، اور اس کے گناہ کی سزا اس وقت ہوگی جب دنیا میں اس کی توبہ نہ قبول فرمائی ہو، یا وہ اللہ تعالیٰ کے فضلِ محض سے اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے محروم رہا ہو، تو اللہ تعالیٰ اپنی وعید کو پورا کرنے کے لیے اس کو کچھ عرصہ سزا دے گا، پھر اس کو گناہوں سے پاک کرنے کے بعد جنت میں داخل فرما دے گا۔

اس صحیفہ میں مذکور ہے کہ ''تمام مسلمانوں کا ذمہ واحد ہے'' یعنی جس مسلمان نے کسی کافر کو امان دی تو وہ صحیح ہے اور کوئی ادنیٰ مسلمان بھی اگر کسی کافر کو امان دے تو اس کی امان معتبر ہوگی، یا غلام امان دے یا عورت امان دے تو ان کی امان صحیح ہوگی، اور تمام مسلمان ایک مسلمان کی مثل ہیں تو ان میں سے کسی غلام یا عورت کی امان کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔

نیز اس صحیفہ میں مذکور ہے کہ ''جس نے اپنے آپ کو کسی اور قوم کی طرف منسوب کیا یا اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا اس پر بھی لعنت فرمائی گئی'' کیونکہ جب وہ اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے گا تو اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا کفر کرے گا اور وراثت کے حقوق کو ضائع کرے گا اور رحم کے رشتہ کو منقطع کرے گا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اس صحیفہ میں جو مذکور ہے "بغیر اذن موالیہ" یعنی اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر، یہ اس حکم کی قید نہیں ہے، بلکہ یہ کلام کو اکثر صورتوں کے مطابق محمول فرماتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۰۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جرم اور ظلم پر لعنت کی سزا عام ہے خواہ وہ جرم مدینہ میں ہو یا کسی اور شہر میں

صحیفۂ مذکورہ میں ان کے علاوہ اور چیزیں بھی مذکور تھیں مثلاً قصاص کا ذکر تھا اور قصاص کے معاف کرنے کا ذکر تھا، اور اس حدیث کو وارد کرنے کی غرض یہ ہے کہ جو شخص مدینہ کے اندر کسی بدعت سیئہ کا ارتکاب کرے یا کوئی ظلم کرے یا کوئی جرم کرے تو اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہوگی، اور مدینہ کی خصوصیت کا ذکر مدینہ کی اہمیت اور افضلیت کی وجہ سے ہے ورنہ یہ حکم عام ہے، کوئی شخص جس شہر میں بھی کسی جرم کا ارتکاب کرے گا یا کسی بدعتِ سیئہ کا ارتکاب کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہوگا جب کہ اس کا جرم دین کے متعلقات میں سے ہو۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۰۱۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا تَرَخَّصَ فِيهِ وَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ فَوَاللهِ إِنِّي أَعْلَمُهُمْ بِاللهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً۔

(صحیح مسلم: ۲۳۵۶، مسند احمد: ۲۳۶۶۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک ایسا کام کیا جس میں آپ کے لیے رخصت تھی اور لوگوں نے اس کام سے احتراز کیا، پس نبی ﷺ تک اس کی خبر پہنچی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس کام سے احتراز کرتے ہیں جس کام کو میں کرتا ہوں، پس اللہ کی قسم! میں ان سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔

صحیح البخاری: ۷۳۰۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن کاموں میں نبی ﷺ کو رخصت دی گئی تھی ان پر عمل کرنے کی فضیلت

مثلاً رسول اللہ ﷺ کو یہ رخصت دی گئی تھی کہ بعض دنوں میں آپ روزہ نہ رکھیں اور یہ رخصت دی گئی تھی کہ آپ رمضان کے علاوہ بعض دنوں میں روزہ رکھیں، اسی طرح آپ کو یہ رخصت دی گئی تھی کہ آپ سفر میں روزہ چھوڑ دیں، یا غروبِ آفتاب سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پہلے روزہ افطار کرلیں، یا آپ کو نکاح کرنے کی اجازت دی گئی تھی، یا آپ کو یہ رخصت دی گئی تھی کہ آپ روزہ میں اپنی زوجہ سے بوس و کنار کر سکتے ہیں۔

بعض صحابہ نے ان رخصت دیے ہوئے کاموں سے احتراز کیا بایں طور کہ انہوں نے لگاتار روزے رکھے اور انہوں نے شادی کرنے کے اوپر کنوارا رہنے کو اختیار کیا۔

علامہ ابن بطال نے اشارہ کیا ہے کہ ان بعض صحابہ نے جس سے احتراز کیا وہ روزہ دار کا بوسا دینا تھا، اور علامہ الداؤدی نے کہا ہے: جس کام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی ہو، اس سے احتراز کرنا بہت بڑا گناہ ہے، کیونکہ وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ڈرنے والا ہے اور یہ الحاد ہے، اور اسی طرح علامہ ابن التین نے کہا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ الحاد ہے جب کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دین کے احکام پر عمل کرنے والا ہے اور زیادہ خوفِ خدا رکھنے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام لوگوں سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں، اس میں آپ کی قوتِ علمیہ کی طرف اشارہ ہے، اور فرمایا: میں تمام لوگوں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، اس میں آپ کی قوتِ عملیہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں جن کاموں کو رخصت کی وجہ سے کرتا ہوں، ان کا ان کاموں سے اعراض اور احتراز کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ میں ان سب سے زیادہ علم والا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈر کر عمل کرنے والا ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت پر عمل کرنے سے بعض صحابہ کے احتراز کے متعلق حدیث

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ تین مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں میں گئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی کیفیت کے متعلق سوال کیا، جب انہیں بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی عبادت کرتے ہیں تو گویا انہوں نے اس کو کم سمجھا، پس انہوں نے کہا: کہاں ہم اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے بہ ظاہر ذنوب کی مغفرت فرمادی ہے، ان میں سے ایک نے کہا: رہا میں تو میں تو ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، اور دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ مسلسل روزہ رکھتا رہوں گا اور روزہ نہیں چھوڑوں گا، اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور میں کبھی بھی نکاح نہیں کروں گا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا: تم وہ لوگ ہو جس نے اس طرح اور اس طرح کہا ہے، سنو! اللہ کی قسم! میں بے شک ضرور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والا ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور روزہ چھوڑتا بھی ہوں، اور میں نماز پڑھتا بھی ہوں اور رات کو سوتا بھی ہوں، اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا، وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۰۶۳، صحیح مسلم: ۱۴۰۱، سنن نسائی: ۳۲۱۷، مسند احمد: ۱۳۶۳۱)

صحیح البخاری: ۷۳۰۱ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خواہ آپ کا عمل عزیمت میں ہو یا رخصت میں، فضیلت اسی میں ہے

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خیر ہے خواہ عزیمت میں اتباع کی جائے یا رخصت میں اتباع کی جائے (عزیمت کا معنی ہے: اصل کے مطابق حکمِ شرعی پر عمل کرنا اور رخصت کا معنی ہے کہ مشقت کی وجہ سے اگر کسی حکم میں تخفیف کی گئی ہو تو اس تخفیف پر عمل کرنا) اور جس محل میں رخصت وارد ہو اس محل میں رخصت پر عمل کرنا عزیمت پر عمل کرنے سے افضل ہے، بلکہ بسا اوقات عزیمت پر عمل کرنا اس وقت مرجوح ہوگا جیسا کہ سفر میں چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھنے کی رخصت دی گئی ہے تو اگر کوئی شخص رخصت کو ترک کر کے عزیمت پر عمل کرے اور سفر میں چار رکعت نماز پڑھے تو یہ مرجوح ہے بلکہ مذموم ہے، اسی طرح اگر سردی سے یا پانی سے ضرر ہو تو موزوں پر مسح کرنے کی رخصت دی گئی ہے، اب اگر کوئی شخص موزوں پر مسح کرنے کو ترک کرے اور اس سے اعراض کرے تو اس کا یہ فعل مذموم ہے۔

حدیث میں ہے کہ بعض صحابہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اگلی پچھلی مغفرت کر دی گئی ہے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی حکم میں رخصت پر عمل کریں تو آپ کی مثل وہ شخص نہیں ہوگا جس کی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا، پس جس شخص کی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اس کے لیے عزیمت پر عمل کرنا اور شدت کو اختیار کرنا یہ اولیٰ ہے تاکہ اس کی نجات ہو جائے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت فرما دی ہے لیکن اس کے باوجود آپ تمام لوگوں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور متقی ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کو عزیمت سے کیا ہو یا رخصت سے کیا ہو، وہ انتہائی تقویٰ پر اور انتہائی خشیتِ الٰہی پر محمول ہے، اور آپ کو جو مغفرت کی فضیلت حاصل ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ عمل میں زیادہ کوشش کرنے کو ترک کر دیں، اور جب بھی آپ نے رخصت پر عمل کیا تو وہ اس لیے تھا کہ عزیمت کے اوپر تروتازگی کے ساتھ عمل کریں، اسی لیے آپ نے فرمایا: میں ان سب سے زیادہ علم والا ہوں اور ان سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، یعنی میں فضیلت کو بھی جاننے والا ہوں اور جو عمل اللہ کے قریب کرنے والا ہے اس کو بھی جاننے والا ہوں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

رخصت کی فضیلت پر ایک اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو کہا ہے کہ بعض اوقات عزیمت پر عمل کرنا مرجوح ہوتا ہے اور رخصت پر عمل کرنا راجح ہوتا ہے، اس پر حدیثِ مذکور سے ایک اعتراض ہوتا ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (النساء: ۱۰۱) اور جب تم زمین میں سفر کرو تو (اس میں) کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کر لو۔

اور اب لوگ سفر میں کفار کے حملہ سے مامون ہیں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس چیز سے تم کو تعجب ہوا ہے، مجھے بھی تعجب ہوا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (قصر) صدقہ ہے جس کا اللہ نے تم پر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صدقہ کیا ہے، سوتم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (صحیح مسلم:٦٨٦، سنن ابوداؤد:١١٩٩، سنن ابن ماجہ:١٠٦٥)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امر فرمایا ہے کہ اللہ کے صدقہ کو قبول کرو، اور اصل میں امر وجوب کے لیے آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے، سو اگر کسی نے دانستہ سفر میں پوری نماز پڑھی تو وہ گناہ گار ہوگا۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ٢٧٣ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

امیہ بن خالد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ قرآن مجید میں حضر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نمازِ خوف کا بھی ذکر ہے اور سفر میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا اور ہم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے کہ ہم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا ہے ہم وہی کرتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ:١٠٦٦، سنن نسائی:١٤٣٣)

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کرنے کے متعلق احادیث

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان کے مہینہ میں مکہ کی طرف روانہ ہوئے، پس آپ نے (سفر میں) روزہ رکھا حتیٰ کہ جب آپ ''کُراع الغمیم'' میں پہنچ گئے تو لوگوں نے روزہ رکھا، پھر آپ نے پانی کا ایک پیالہ منگایا اور اس کو اوپر اٹھایا حتیٰ کہ لوگوں نے اس کی طرف دیکھا، پھر آپ نے وہ پانی پی لیا، بعد میں آپ کو بتایا گیا کہ بعض صحابہ روزہ پر برقرار رہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وہ لوگ نافرمان ہیں، وہ لوگ نافرمان ہیں''۔

اسی سند سے روایت ہے کہ آپ کو بتایا گیا کہ لوگوں پر روزہ دشوار ہو رہا ہے اور لوگ منتظر ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں تو آپ نے عصر کی نماز کے بعد پانی کا پیالہ منگایا۔ (صحیح مسلم:١١١٤، سنن ترمذی:٧١٠، سنن نسائی:٢٢٥٩، مسند احمد:١٤٤٠٦)

اور اسی سند کے ساتھ یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس رخصت پر عمل کرو جو رخصت اس نے تم کو عطا فرمائی ہے۔ (صحیح مسلم:١١١٥، الرقم المسلسل:٢٥٠٣)

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی رخصت پر عمل کیا جائے جیسا کہ اس کو ناپسند فرماتا ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے۔

(مسند احمد ج ٢ ص ١٠٨، رقم الحدیث:٥٨٦٦)

امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کیا جائے جس طرح اس کو پسند فرماتا ہے کہ عزیمت پر عمل کیا جائے۔ (صحیح ابن حبان:٣٥٤)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کرتے ہیں: بے شک اللہ عزوجل اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کیا جائے جس طرح پسند فرماتا ہے کہ اس کی عزیمتوں پر عمل کیا جائے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ٣ ص ١٤٠)

امام ابن ابی شیبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے دیے ہوئے آسان احکام پر عمل کیا جائے جیسا کہ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی عزیمتوں پر عمل کیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ٩ ص ٥٩)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک مرد آیا، پس اس نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! میں سفر میں روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہیں کرتا تو اس کے اوپر عرفات کے پہاڑوں جتنا (بھاری) گناہ ہوگا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۷۱، رقم الحدیث: ۵۳۹۲، مسند عبد بن حمید: ۸۴۱)

۷۳۰۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَادَ الْخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ لَمَّا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَفْدُ بَنِي تَمِيمٍ أَشَارَ أَحَدُهُمَا بِالْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ التَّمِيمِيِّ الْحَنْظَلِيِّ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ وَأَشَارَ الْآخَرُ بِغَيْرِهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ إِنَّمَا أَرَدْتَ خِلَافِي فَقَالَ عُمَرُ مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَنَزَلَتْ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿عَظِيمٌ ۝﴾ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَكَانَ عُمَرُ بَعْدُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَلِكَ عَنْ أَبِيهِ يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ إِذَا حَدَّثَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بِحَدِيثٍ حَدَّثَهُ كَأَخِي السِّرَارِ لَمْ يُسْمِعْهُ حَتَّى يَسْتَفْهِمَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے خبر دی از ابن ابی ملیکہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ قریب تھا کہ دو بہترین صحابی (حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما) ہلاک ہو جاتے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنو تمیم کا وفد آیا (کہ کس کو ان کا سردار بنایا جائے) تو ان دو صحابہ میں سے ایک (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے اشارہ کیا کہ الاقرع بن حابس الحنظلی جو بنو مشاجع کے بھائی ہیں ان کو سردار بنا دیا جائے، اور دوسرے صحابی (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: تم صرف میری مخالفت کا ارادہ کرتے ہو، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کرتا، پھر ان دونوں کی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند ہو گئیں تو پھر یہ آیت نازل ہوئی:

"اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو (اپنے) نبی کی آواز پر بلند نہ کرو، اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولو، جیسے ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات کرتے ہو، ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا ۝" (الحجرات: ۲)

ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے بتایا: پس اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور انہوں نے اپنے نانا سے کچھ ذکر نہیں کیا کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کرتے تو اتنی آہستہ کرتے کہ آپ اس کو نہیں سنتے تھے حتیٰ کہ ان سے دوبارہ پوچھتے۔

(صحیح البخاری: ۴۳۶۷، ۴۸۴۵، ۴۸۴۷، ۷۳۰۲، سنن ترمذی: ۳۲۶۶، سنن نسائی: ۵۳۸۶، مسند احمد: ۱۵۷۰۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان کا دوسرا جزو ہے "التنازع فی العلم" یعنی علمی مسائل میں بحث کرنا، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اس مسئلہ میں بحث کی کہ بنو تمیم کا سردار کس کو مقرر کرنا چاہیے اور ان دونوں کی آواز بلند ہوگئی، اور ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ اس کو سردار بنایا جائے جس کو دوسرا سردار بنانا نہیں چاہتا تھا، پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بحث کی اور ان دونوں کی آواز بلند ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (الحجرات:۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو (اپنے) نبی کی آواز پر بلند نہ کرو، اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولو، جیسے ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات کرتے ہو، ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا۝

اور ہم نے یہ کہا ہے کہ ان کا تنازع اور مباحثہ علم میں تھا، کیونکہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ اس کے منتخب کردہ شخص کو امارت اور سرداری کے لیے نامزد کر دیا جائے۔

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الخیّران" یہ "خیّر" کا تثنیہ ہے اور خیر کا لفظ "جیّد" کی طرح ہے، اور اس سے مراد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ وہ دونوں ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اشار احدھما" ان دو خیّروں میں سے ایک نے اشارہ کیا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے کہ اقرع بن حابس الحنظلی جو بنو مشاجع کا بھائی ہے یعنی ان میں سے ایک ہے، اس کو مقرر کیا جائے۔ اور بنو مشاجع کے عام لوگ بصرہ میں تھے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "واشار الآخر" اس سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے کسی دوسرے کو عامل نامزد کرنے کا ارادہ کیا اور وہ القعقاع بن معبد بن ضرارۃ التمیمی ہیں جو بنو تمیم کے وفد میں سے ایک تھے، اور یہ دونوں شخص امارت کے طلب گار تھے، اور جب حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما میں تنازع ہوا اور ان کی آواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ ۔۔۔۔۔۔ الحجرات:۲"۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی جیسا کہ کتب تفسیر میں مذکور ہے۔

ندائے یا محمد کی بحث

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تجهروا له بالقول" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے وقت آپ کو آپ کے نام کے ساتھ نہ پکارو اور یا محمد نہ کہو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے کے لیے یا محمد کہنا جائز ہے، یالفظِ محمد سے آپ کی صفت مراد لی جائے اور یا محمد کہا جائے یعنی اے وہ جن کی بہت زیادہ حمد کی گئی ہے، یا آپ کے نام کا نعرہ لگانے کے لیے یا محمد کہا جائے جیسا کہ "البدایہ والنہایہ" میں مذکور ہے کہ جب مسلمانوں کی کفار سے جنگ ہو رہی تھی تو وہ کہتے تھے: "یا محمداہ" یا جس طرح صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو انصار مدینہ کے سب چھوٹے اور بڑے اپنے مکانوں پر چڑھ گئے اور نعرہ لگاتے تھے "یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ"، (صحیح مسلم: ۲۰۰۹، سعیدی غفرلہٗ)۔

اس حدیث کی تعلیق میں مذکور ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے۔

اس تعلیق میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوپر باپ کا اطلاق کیا اور اس سے مراد نانا ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۶۰-۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۰۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ فِي مَرَضِهِ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِي إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین، وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: میں نے کہا کہ حضرت ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی شدت کی وجہ سے لوگوں کو (قرآن) نہیں سنا سکیں گے، پس آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیجئے کہ وہ نماز پڑھائیں، آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ کہیے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی شدت کی وجہ سے لوگوں کو (قرآن) نہیں سنا سکیں گے، سو آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہیے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم ضرور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتیں ہو، ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: میں آپ سے کوئی خیر حاصل نہیں کر سکتی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۱۸۹، صحیح مسلم: ۴۱۸، سنن ترمذی: ۳۶۷۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۲، مسند احمد: ۲۴۱۲۶، موطا امام مالک: ۴۱۴، سنن دارمی: ۱۲۵۷)

صحیح البخاری: ۷۳۰۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امر کے وجوب کے لیے ہونے پر دلیل

علامہ داؤدی نے کہا ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی طرف مراجعت کی اور کہا: آپ کسی اور کو فرما دیں، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں وہ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر قرآن نہیں سنا سکیں گے، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کو رد کر کے فرمایا کہ ''بے شک تم ضرور یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتیں ہو''۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا جائے کہ وہ نماز پڑھائیں'' تو آپ کے اس حکم پر عمل کرنا واجب تھا، اور آپ کے اس حکم کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آپ کی طرف دوبارہ رجوع کرنا ناپسندیدہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا مؤکد ہونا

باقی رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ ''تم ضرور یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتیں ہو''، کیونکہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتیں بھی زلیخا کو یہ طعنہ دیتی تھیں کہ تم ایک غلام پر فریفتہ ہو گئی ہو لیکن درحقیقت وہ یہ دیکھنا چاہتی تھیں کہ وہ کونسا ایسا خوبصورت نوجوان ہے جس پر عزیز مصر کی بیوی بھی فریفتہ ہو گئی ہے تو ان کی زبان پر کچھ تھا اور دل میں کچھ اور تھا، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی زبان سے تو کہہ رہی ہیں کہ کسی اور کو آپ نماز پڑھانے کا حکم دے دیں لیکن ان کے دل میں یہ ہے کہ میں منع کروں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی امام بنانے کا حکم دیں تو اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت مؤکد ہو جائے گی اور بعد میں کوئی کہنے والا یہ نہیں کہہ سکے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیماری کے کسی حال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام لیا تھا اگر کسی اور کی طرف توجہ دلائی جاتی تو آپ اس کا نام لیتے، یا آپ نے سہواً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام لیا یا مجازاً نام لیا، لیکن جب بار بار کہا گیا کہ کسی اور کو نماز پڑھانے کے لیے حکم دیں تو ہر بار آپ نے یہی کہا کہ ابوبکر ہی سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں، اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے پوری بصیرت اور صمیمِ قلب سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

نماز میں بڑے عالم کو امام بنانا چاہیے نہ کہ بڑے قاری کو

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے بڑے عالم تھے اور سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں امام اس کو بنانا چاہیے جو بڑا عالم ہو نہ کہ اس کو جو بڑا قاری ہو۔

خوفِ الٰہی سے نماز میں رونے سے نماز نہیں ٹوٹتی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ابوبکر رونے کی شدت کی وجہ سے قرآن نہیں پڑھ سکیں گے'' اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شخص نماز میں اللہ کے خوف سے روئے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۶۱ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۳۰۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ جَاءَ عُوَيْمِرٌ الْعَجْلَانِيُّ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ فَقَالَ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَيَقْتُلُهُ أَتَقْتُلُونَهُ بِهِ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَسَأَلَهُ فَكَرِهَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا فَرَجَعَ عَاصِمٌ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَرِهَ الْمَسَائِلَ فَقَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللهِ لَآتِيَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَجَاءَ وَقَدْ أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى الْقُرْآنَ خَلْفَ عَاصِمٍ فَقَالَ لَهُ قَدْ أَنْزَلَ اللهُ فِيكُمْ قُرْآنًا فَدَعَا بِهِمَا فَتَقَدَّمَا فَتَلَاعَنَا ثُمَّ قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا فَفَارَقَهَا وَلَمْ يَأْمُرْهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِفِرَاقِهَا فَجَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم انْظُرُوهَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَحْمَرَ قَصِيرًا مِثْلَ وَحَرَةٍ فَلَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ كَذَبَ وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْحَمَ أَعْيَنَ ذَا أَلْيَتَيْنِ فَلَا أَحْسِبُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى الْأَمْرِ الْمَكْرُوهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالرحمن ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد الساعدی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، پس کہا: یہ بتاؤ کہ ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے مرد کو پائے سو وہ اس کو قتل کر دے، تو کیا تم اس کے عوض اس کو قتل کر دو گے؟ انہوں نے کہا: اے عاصم! آپ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیجیے، پس انہوں نے سوال کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سوالات کو ناپسند فرمایا اور مذمت کی، پھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ لوٹ گئے اور انہوں نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سوالات کو ناپسند فرمایا ہے، تو حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اور اللہ کی قسم! میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خود جاؤں گا، پس وہ آئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد قرآن مجید کی آیات نازل فرمائیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق قرآن مجید کی آیات نازل فرما دی ہیں، پھر آپ نے ان دونوں کو بلایا، پس وہ دونوں آگے بڑھے، پھر ان دونوں نے ایک دوسرے پر لعنت کی، پھر حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اب اگر میں نے اس عورت کو اپنے نکاح میں برقرار رکھا تو پھر میں نے اس پر جھوٹ باندھا تھا، سو وہ اس عورت سے علیحدہ ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس عورت سے علیحدہ ہونے کا حکم نہیں دیا تھا، پس یہی طریقہ لعان کرنے والوں میں جاری ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو دیکھتے رہو، اگر یہ سرخ رنگ کا کوتاہ قد چھپکلی کی طرح بدشکل بچہ جنے تو میرا گمان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہی ہے کہ عویمر نے اس پر جھوٹ باندھا، اور اگر وہ سرمئی رنگ کا بڑی آنکھوں والا اور بڑی سرین والا بچہ جنے تو میرا یہی گمان ہے کہ عویمر سچا ہے، پس اس عورت کے ہاں وہ بچہ اس مکروہ شکل پر پیدا ہوا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۲۳، ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۵۲۵۹، ۵۳۰۸، ۵۳۰۹، ۶۸۵۴، ۷۱۶۵، ۷۱۶۶، ۷۳۰۴، صحیح مسلم: ۱۴۹۲، سنن نسائی: ۳۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، موطا امام مالک: ۱۲۰۱، سنن دارمی: ۲۲۲۹)

اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس باب کا عنوان ہے ''علمی مسائل میں بحث کرنا'' اور حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی اور اس میں فحش کلام کیا جس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوال کو ناپسند فرمایا۔

صحیح البخاری: ۷۳۰۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب الطلاق (صحیح البخاری: ۵۲۵۹) میں اور یہاں کتاب الاعتصام (صحیح البخاری: ۷۳۰۴) میں اور سورۂ نور کی تفسیر (صحیح البخاری: ۴۷۴۵، ۴۷۴۶) میں اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے: ''والذین یرمون ازواجھم''۔

مسجد میں فیصلہ کرنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

مسجد میں قضاء اور فیصلہ کرنا عام فقہاء کے نزدیک جائز ہے، امام مالک نے کہا: قاضی کا مسجد میں قضاء کے لیے بیٹھنا ایسا کام ہے جس پر شروع سے عمل ہوتا رہا ہے۔ (المدونہ ج ۴ ص ۷۶)

اور علامہ ابن حبیب نے کہا ہے کہ قضاۃ میں سے جو لوگ فیصلہ کرتے تھے وہ مسجد کے صحن میں مسجد سے باہر بیٹھتے تھے۔

اور اشہب نے کہا کہ اپنے گھر میں قاضی فیصلہ کرے یا جہاں چاہے فیصلہ کرے مستحب ہے۔ (المنتقیٰ ج ۵ ص ۱۸۵)

اور قاضی شریح اور قاضی ابن ابی لیلیٰ دونوں مسجد میں فیصلہ کرتے تھے۔ (المغنی ج ۱۴ ص ۲۰)

سعید بن المسیب نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، انہوں نے کہا: اگر میرے اختیار میں کچھ ہوتا تو میں دو فریقوں کو مسجد میں قضاء کرنے کے لیے نہ چھوڑتا، اور امام شافعی سے بھی منقول ہے کہ مسجد میں قضاء کرنا مکروہ ہے۔ (اسنی المطالب ج ۴ ص ۲۹۸)

اور حدیث میں ہے کہ ''اپنی مساجد کو آوازوں کے بلند کرنے سے اور فریقین کی آوازوں سے محفوظ رکھو''۔

اور اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ مساجد میں شوہر اور بیوی ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں، اور یہ لعان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قسمیں ہیں اور اس سے ڈرانے کا ارادہ کیا جاتا ہے تاکہ جو فریق باطل پر ہو وہ اپنے الزام سے رجوع کرلے یا اپنے جرم کا اعتراف کرلے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لعان مساجد میں ہوتا ہے اور علماء کے سامنے ہوتا ہے یا جو حاکم علماء کا خلیفہ ہو اس کے سامنے ہوتا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے، کیونکہ لعان کی قسمیں مجمع عام میں ہوتی ہیں۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۵ ص ۴۳۷۔۴۳۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۰۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اپنے گمان کے مطابق فیصلہ کرنے کا عدم جواز

اس حدیث میں یہ واضح بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ اپنے گمان کے مطابق کوئی فیصلہ کریں، اور ان پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ دلائلِ ظاہرہ کی بناء پر فیصلہ کریں اور مخفی دلائل کی بناء پر کوئی فیصلہ نہ کریں جو چیز ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو۔ اس لیے جو امور پوشیدہ ہوں ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کر دینا چاہیے اور اگر قاضی یا سلطان یا کسی اور حاکم کے پاس کوئی مقدمہ آئے تو وہ ظاہر دلیل کے بغیر فیصلہ نہ کرے کیونکہ اگر ظاہر دلیل کے بغیر فیصلہ کرنا جائز ہوتا تو اس فیصلہ کرنے کے سب سے زیادہ لائق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ کیونکہ آپ کو لوگوں کے بہ کثرت مخفی امور کا علم تھا، اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر ظاہری دلیل کے کوئی فیصلہ نہیں فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے جب منافقین نے غزوہ تبوک میں نہ جانے کے متعلق اپنے ظاہری عذر پیش کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اعذار کو قبول فرمالیا، حالانکہ آپ کو علم تھا کہ یہ جھوٹے ہیں، لیکن آپ نے اپنے اس علم کے مطابق فیصلہ نہیں کیا، اور آپ نے یہی فرمایا کہ ہم تو ظاہر دلیل کے مطابق فیصلہ کریں گے اور ظاہر دلیل یہ تھی کہ انہوں نے قسمیں کھالیں اور اپنے جھوٹے عذر پیش کیے کہ وہ غزوہ تبوک میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکے۔ اسی طرح سے جو شخص اپنے ایمان اور تصدیق پر قسم کھالے تو اللہ کے حکم کے مطابق اس کے نکاح کو برقرار رکھا جائے گا، اس کی وراثت برقرار رکھی جائے گی اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اسی طرح اور دوسرے معاملات ہیں۔ لہٰذا ہر حاکم پر واجب ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نمونہ کے مطابق عمل کرے اور ظاہر دلیل کے مطابق فیصلہ کرے اور اپنے گمان کے مطابق فیصلہ نہ کرے، اگرچہ اس کے نزدیک وہ آدمی اپنی قسم میں جھوٹا ہو اور اپنے فعل میں جھوٹا ہو۔

علامہ المہلب مالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ حاکم جب صریح گواہوں کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کرے پھر اس پر کسی دلیل سے منکشف ہو کہ یہ گواہی صحیح نہیں ہے تو وہ اپنے فیصلہ کو تبدیل نہیں کرے گا، کیونکہ جو چیز نص سے ثابت ہو رہی ہے اس کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ عورت اس بچے کو صفتِ مکروہ پر لے کر آئی تو اس کے اوپر حد نہیں لگائی گئی، اسی طرح زمعہ کی باندی سے جو بچہ پیدا ہوا وہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا، اور ظاہر دلیل کا تقاضا ہے بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، مگر بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ بچہ عتبہ بن ابی وقاص کے چہرے کے مشابہ تھا اور عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ متوفی ۵۴ھ کو یہ وصیت کی تھی کہ یہ جو زمعہ کی باندی سے بچہ پیدا ہوا ہے یہ میرے زنا سے پیدا ہوا ہے، لہٰذا یہ میرا بیٹا ہے اور تمہارا بھتیجا ہے، تم بعد میں اس کے اوپر قبضہ کر لینا، تو فتح مکہ کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے، میرے بھائی نے جو زمعہ کی باندی سے زنا کیا تھا، یہ اس کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، تو چونکہ یہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، لہٰذا یہ زمعہ کا بیٹا قرار پائے گا، تو اس ظاہری دلیل سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ثابت ہو گیا کہ زمعہ کے بیٹے کا نسب عتبہ بن ابی وقاص سے ثابت نہیں ہے، یہ دلیلِ ظاہری کا تقاضا تھا لیکن بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس لڑکے میں عتبہ بن ابی وقاص کے چہرے کی جھلک تھی اور مشابہت تھی تو یہ شک ہو گیا کہ یہ زمعہ کا بیٹا نہیں ہے، اگر چہ ظاہری دلیل کا تقاضا یہی تھا کہ الولد للفراش کہ بچہ صاحب بستر کا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر چہ یہ تمہارا بھائی ہے یعنی زمعہ کا بیٹا ہے لیکن اس میں جھلک عتبہ بن ابی وقاص کی پائی جاتی ہے، لہٰذا اشتباہ واقع ہو گیا تو تم اس سے پردہ کیا کرو، تو آپ نے حضرت سودہ کو پردہ کرنے کا حکم دیا لیکن نسب کی نفی نہیں کی، اس سے معلوم ہوا کہ ظاہری دلیل اور نص کے مقابلے میں شک اور شبہ کی رعایت سے فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ اور اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال چھین لیا تو اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے گا اور اس پر ناراض ہو گا جیسا کہ حدیث میں ہے، لیکن اس سے وہ مال واپس نہیں لیا جائے گا کیونکہ وہ قسم کھا چکا ہے خواہ وہ جھوٹی ہے، تو کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب اس پر دلیل قائم ہو گئی کہ وہ عورت جھوٹی ہے اس نے قسم کھائی تھی کہ اس نے زنا نہیں کیا اور اس کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا جو اس کے دعوے کی نفی کرتا تھا صفتِ مکروہ پر تھا تو اس میں یہ دلیل ہے کہ شک اور شبہ کی بنیاد کے او پر ظاہری دلیل کے خلاف عمل نہیں کیا جائے گا اور اگر کوئی عورت اپنی جھوٹی قسم پر قائم رہی تو آخرت میں شدید عذاب کا اس کو سامنا کرنا پڑے گا۔

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ وہ بچہ گویا کہ ''وحرۃ'' ہے، ''وحرۃ'' اس چھپکلی کی طرح کے جانور کو کہتے ہیں جو دیواروں سے چپک کر چلتا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا بچہ سرخ رنگ کا ہو اور وحرہ ہو یعنی چھپکلی کی طرح دبلا پتلا ہو تو پھر وہ عورت اپنے دعوے میں سچی قرار پائے گی۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۸۲-۳۸۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

حضرت عویمر رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کے درمیان باہم لعان کرنے کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کی اپنی بیوی پر تہمت صحیح نہیں تھی، کیونکہ بعد میں بچہ اس صفت پر پیدا ہوا جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بچہ اس صفت پر پیدا ہو تو وہ عورت اپنے دعوئ میں سچی ہو گی اور مرد جھوٹا ہو گا، لیکن حضرت عویمر رضی اللہ عنہ معزز صحابی ہیں، اس لیے ان کے متعلق یہ بدگمانی کرنا صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی پر جھوٹی تہمت لگائی، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کو کوئی زبردست غلط فہمی ہوئی ہو جس کی بناء پر انہوں نے مسجد میں قسم کھائی اور لعان کیا، بہر حال جب شوہر اور بیوی ایک دوسرے پر لعان کرتے ہیں تو ضرور ان میں سے کوئی ایک تو جھوٹا ہوتا ہے لیکن جب شوہر اور بیوی دونوں صحابی ہوں تو ان کی طرف سے کوئی تاویل کرنی چاہیے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۳۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ النَّصْرِيُّ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِنْ ذٰلِكَ فَدَخَلْتُ عَلَى مَالِكٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ انْطَلَقْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے مالک بن اوس النصری نے خبر دی اور محمد بن جبیر بن مطعم نے مجھے اس کے متعلق کچھ ذکر کیا تھا، پھر میں مالک کے پاس گیا اور ان سے اس حدیث کے متعلق

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَسْتَأْذِنُونَ قَالَ نَعَمْ فَدَخَلُوا فَسَلَّمُوا وَجَلَسُوا فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَأَذِنَ لَهُمَا قَالَ الْعَبَّاسُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ الظَّالِمِ اسْتَبَّا فَقَالَ الرَّهْطُ عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ فَقَالَ اتَّئِدُوا أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَفْسَهُ قَالَ الرَّهْطُ قَدْ قَالَ ذَلِكَ فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ذَلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ عُمَرُ فَإِنِّي مُحَدِّثُكُمْ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ ﷺ فِي هَذَا الْمَالِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ ﴿وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ﴾ الْآيَةَ فَكَانَتْ هَذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ وَاللَّهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ وَقَدْ أَعْطَاكُمُوهَا وَبَثَّهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هَذَا الْمَالُ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هَذَا الْمَالِ ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللَّهِ فَعَمِلَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَلِكَ حَيَاتَهُ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ فَقَالُوا نَعَمْ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ أَنْشُدُكُمَا اللَّهَ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ قَالَا نَعَمْ ثُمَّ تَوَفَّى اللَّهُ نَبِيَّهُ ﷺ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَبَضَهَا أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنْتُمَا حِينَئِذٍ وَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ تَزْعُمَانِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ فِيهَا كَذَا وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّهُ فِيهَا صَادِقٌ بَارٌّ

پوچھا، انہوں نے بیان کیا کہ میں روانہ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا دربان یرفاء آیا اور اس نے کہا کہ حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت الزبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے، پس وہ سب اندر آئے اور انہوں نے سلام کیا اور بیٹھ گئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربان یرفاء نے آ کر پوچھا کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ وہ بھی اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو اجازت دے دی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! میرے اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ کیجئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو برا کہا، پس حضرت عثمان اور ان کے دیگر اصحاب اور ایک جماعت نے کہا: اے امیر المومنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے سے راحت پہنچائیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھہرو! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ ''ہم کسی کے وارث نہیں بنائے جاتے، ہم نے جو کچھ بھی ترک کیا ہے وہ صدقہ ہے''؟ رسول اللہ ﷺ اپنی ذات کا ارادہ فرماتے تھے تو صحابہ کی جماعت نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے، پس فرمایا: میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم دونوں یہ جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا؟ ان دونوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم کو اس معاملہ کے متعلق حدیث بیان کرتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس مال (فئے) میں سے کسی چیز کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَأَبِي بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ أَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَأَبُو بَكْرٍ ثُمَّ جِئْتُمَانِي وَكَلِمَتُكُمَا عَلَى كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ جِئْتَنِي تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ وَأَتَانِي هَذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا فَقُلْتُ إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ وَمِيثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَبِمَا عَمِلَ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ وَبِمَا عَمِلْتُ فِيهَا مُنْذُ وَلِيتُهَا وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي فِيهَا فَقُلْتُمَا ادْفَعْهَا إِلَيْنَا بِذَلِكَ فَدَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْهِمَا بِذَلِكَ قَالَ الرَّهْطُ نَعَمْ فَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ أَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ فَوَالَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا إِلَيَّ فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهَا۔

''اور اللہ نے جو اموال ان سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے حالانکہ تم نے ان کے حصول کے لیے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ، لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جن پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O'' (الحشر:٦)

پس یہ اموال خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھے، پھر اللہ کی قسم! آپ نے تمہیں چھوڑ کر اپنے لیے وہ مال نہیں رکھے اور نہ ان اموال کے ساتھ اپنے آپ کو تم پر ترجیح دی، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو بھی یہ اموال عطا کئے اور تم میں یہ اموال پھیلا دیئے حتیٰ کہ ان اموال میں سے اب یہ مال باقی بچا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مال میں سے اپنے اہل وعیال کے اوپر ایک سال کا خرچ دیا کرتے تھے، پھر جو باقی بچتا اس کو اللہ کے مال کے حکم میں قرار دیتے (اور اس کو عام مسلمانوں پر خرچ کرتے)، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری زندگی میں اسی طرح عمل فرماتے رہے، میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو اس کا علم ہے؟ تو جماعتِ صحابہ نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم کو اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دی، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی اور آپ کا خلیفہ ہوں، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان اموال پر قبضہ کر لیا اور ان اموال میں وہی عمل کرتے رہے جو ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے، اور تم دونوں اس وقت میرے پاس آئے علی اور عباس، تم دونوں یہ زعم کرتے تھے کہ ابوبکر اس میں اس طرح ہیں (خطا کار ہیں) اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں صادق تھے، نیک تھے، ہدایت یافتہ تھے، حق کی پیروی کرنے والے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وفات دے دی تو میں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں اور ابوبکر کا ولی ہوں، پس میں نے دو سال ان اموال پر قبضہ کیا اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان اموال میں وہی عمل کرتا رہا جو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما عمل کرتے تھے، پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور آپ دونوں کا مطالبہ ایک ہی تھا اور آپ دونوں کا معاملہ ایک تھا، (حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:) آپ میرے پاس آئے اور اپنے بھتیجے کی وراثت سے حصہ مانگتے تھے، (اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:) اور یہ میرے پاس آئے، یہ اپنی بیوی کا وہ حصہ طلب کرتے تھے جو ان کو ان کے والد کی طرف سے ملا تھا، پس میں نے کہا: اگر تم دونوں چاہو تو میں یہ اموال تمہیں دے دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم اس میں اللہ کے عہد اور میثاق کو قائم رکھنا اور اس میں وہی عمل کرنا جو رسول اللہ ﷺ عمل کرتے تھے اور جو اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا تھا اور جو میں نے اس میں عمل کیا ہے جب سے میں خلیفہ مقرر ہوا، اور اگر تم ایسا نہ کرو تو پھر ان اموال کے متعلق مجھ سے بات نہ کرنا، پس تم دونوں نے کہا کہ یہ اموال ہمارے حوالہ کر دیجئے، پس میں نے یہ اموال اس شرط پر تم دونوں کے حوالہ کر دیئے، میں تم سب کو قسم دیتا ہوں: کیا میں نے ان دونوں کو اسی شرط کے اوپر یہ اموال دیئے تھے؟ تو جماعتِ صحابہ نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے، پس فرمایا: میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا میں نے اسی شرط پر تم دونوں کے حوالے یہ مال کئے تھے؟ ان دونوں نے کہا: جی ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا اب تم دونوں مجھ سے اس کے علاوہ کسی اور فیصلہ کو طلب کرتے ہو؟ پس اس ذات کی قسم جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں! میں اس فیصلہ کے سوا اور کوئی فیصلہ نہیں کروں گا حتیٰ کہ قیامت آجائے، اگر تم دونوں اس سے عاجز ہو تو یہ مجھے واپس کر دو، میں اس کا بھی انتظام کرلوں گا۔

(صحیح البخاری: ۳۰۹۴، صحیح مسلم: ۱۷۵۷، سنن ابوداؤد: ۲۹۶۳، سنن ترمذی: ۱۶۱۰، مسند احمد: ۱۷۸۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۰۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا سبب

حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے اور ان سے فدک کی زمین اور خیبر میں آپ کے حصے اور مدینہ میں آپ کے صدقات کا بطور وراثت سوال کرتے تھے، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو بھی ترک کیا وہ صدقہ ہے'' تو ان دونوں نے اس کو تسلیم کرلیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی، پھر اس کے بعد وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوڑے ہوئے ان اموال کا انتظام ان کے حوالہ کردیں، خاص طور پر بنو نضیر کے اموال میں سے جو آپ کو مالِ فئے حاصل ہوا تھا، تاکہ وہ دونوں اس کا انتظام قائم کریں اور اس کی آمدنی کو ان کے اہلِ بیت میں خرچ کریں، اس کے بعد جو بچے اس کو اسلام کی تقویت میں اور مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کریں، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اموال ان دونوں کے حوالہ کئے اور کہا کہ یہ دونوں ان اموال کے انتظام میں مشترک اور برابر ہیں۔

پھر دوبارہ جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو یا تو اس وجہ سے آئے کہ ان میں سے ہر ایک یہ مطالبہ کر رہا تھا کہ وہ بالاستقلال ان اموال کا انتظام کریں، اور وہ دونوں اشتراک کو نہیں چاہتے تھے، کیونکہ اشتراک کی وجہ سے عمال کو اور خدام کو اجرت دینے میں ان کا تنازع ہوتا تھا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ ان دونوں کو اس کا انتظام حوالہ کریں گے اور کسی ایک کو بالاستقلال اس کا انتظام نہیں سپرد کریں گے۔

اور امام بخاری نے کتاب المغازی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی، حضرت عباس رضی اللہ عنہما پر غالب ہو گئے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس میں انتظام کرنے سے منع کر دیا تھا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بیٹوں میں یہ انتظام رہا اور وہ اس کا انتظام کرتے رہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۸ ص ۳۷۴۔۳۷۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۰۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''علم میں تنازع اور تعمق'' اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے تنازع کا ذکر ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بہت طویل ہوا اور بہت شدید ہوا، اور اس میں ایک قسم کا تعمق ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ان میں سے ایک کو دوسرے سے راحت دلائیے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

''یرفأ'' کا تعارف

اس حدیث میں مذکور ہے ''یرفأ'' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربان اور ان کے آزاد کردہ غلام تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ظالم کہا، اس کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! میرے اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ کیجئے''۔

اب یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ظالم کہنا کس طرح جائز ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے اور ان کے سامنے بمنزلہ اولاد تھے اور والد کو اولاد کے اوپر اتنا حق ہوتا ہے جو دوسروں کو نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس لفظِ ظالم سے انہوں نے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں لیا، کیونکہ ظلم کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا، اس اعتبار سے گناہِ صغیرہ کو بھی ظلم کہا جاتا ہے اور اس مباح کام کو بھی ظلم کہا جاتا ہے جو عرف میں اچھا نہ سمجھا جاتا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے بری تھے کہ وہ ظالم ہوں، اس لیے یہاں پر ظالم کے معنی میں تاویل ضروری ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ یہاں ظالم کا معنی ہے کہ انہوں نے انصاف نہیں کیا یا وہ ظالم کی مثل ہیں۔

علامہ المازری نے کہا: اس لفظ کو کہنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شان کے لائق نہیں ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ظالم کے مصداق سے بہت بری ہیں، سو یہ راوی کا سہو ہے، اور اگر یہ صحیح روایت میں ہو تو اس کی تاویل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسی بات کہی جس کے ظاہر کے وہ معتقد نہیں تھے اور انہوں نے زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ میں مبالغہ کرنے کی نیت سے ظالم کا لفظ کہا اور ان کے اعتقاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو رویہ غلط تھا، اس سے ان کو اجتناب کرنے کے لیے کہا، اسی وجہ سے صحابہ میں سے کسی نے بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ظالم کیوں کہا؟ اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا حالانکہ یہ صحابہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی برائی کا انکار کرنے میں بہت متشدد تھے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے حالیہ قرینہ سے یہ جان لیا تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ظاہر کا لفظ اس کے حقیقی معنی کے ارادہ سے نہیں کہا۔

''استبا'' کی تاویل

اسی طرح اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''دونوں نے ایک دوسرے کو برا کہا'' اور ''استبا'' کا لفظ ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے سخت اور درشت کلام کر رہے تھے جیسا کہ ایک دوسرے سے لڑنے والے ایک دوسرے کو برا کہتے ہیں۔

''اتئدوا'' اور ''لا نورث'' کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اتئدوا'' یہ بابِ افتعال سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے صبر کرو اور مہلت سے کام لو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا نورَث'' اس لفظ میں راء پر زبر ہے، اس کا معنی ہے: ہم وارث نہیں بنائے جاتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ما ترکنا صدقۃ''، یعنی ہمارا جو کچھ بھی ترکہ ہے، وہ صدقہ ہے، اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذات گرامی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے جمع کا صیغہ اس لیے استعمال فرمایا کہ یہ حکم تمام انبیاء علیہم السلام کا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ جات

اس حدیث میں مذکور ہے ''ھذا الامر'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ کا قصہ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات میں اس ترکہ میں کس کیفیت سے تصرف فرماتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کس طرح تصرف کیا اور حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے اس ترکہ میں کس طرح وراثت کا دعویٰ کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فقال تزعمان ان ابابکر فیھا قضاء؟'' یعنی حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ گمان کرتے تھے کہ انہوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ کو انہیں بطور وراثت نہیں دیا، ان کا یہ فیصلہ صحیح نہیں تھا اور وہ اس میں حق پر عمل کرنے والے نہیں تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اور اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں سچے تھے، نیک تھے، ہدایت یافتہ تھے اور حق کی پیروی کرنے والے تھے۔

حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کیسے گمان کیا کہ ان کا فیصلہ صحیح نہیں تھا؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسا اعتقاد کریں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے یہ بات اپنے اجتہاد سے کہی تھی اور اس وقت تک انہیں یہ حدیث نہیں پہنچی تھی ''لانورث......'' اور اس کے بعد جب انہیں یہ حدیث معلوم ہوگئی تو انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا اور یہ اعتقاد کر لیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کا فیصلہ صحیح تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوگئے تو انہوں نے فدک کی زمین اور دیگر متروکات میں کوئی تغیر نہیں کیا اور ان کی آمدنی کو اسی طرح خرچ کرتے رہے جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خرچ کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خرچ کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

انبیاء علیہم السلام کو وارث نہ بنانے کی حکمت

انبیاء علیہم السلام کو وارث نہ بنانے کی حکمت یہ ہے تاکہ ان کے متعلق یہ گمان نہ کیا جائے کہ انہوں نے اپنے وارثوں کے لیے مال جمع کیا تھا، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے وارث کے متعلق یہ خدشہ نہ ہو کہ وہ ان کی موت کی تمنا کرے پھر وہ سخت ہلاکت میں مبتلاء ہو، تیسری وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے لیے بمنزلہ باپ ہوتے ہیں اور ان کی پوری امت ان کی اولاد کے حکم میں ہوتی ہے، اس لیے ان کا تمام مال امت پر صدقہ ہوتا ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا اور اخیر عمر میں راضی ہونا

صحیح البخاری: ۳۰۹۳ میں مذکور ہے کہ ''جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ حدیث سنائی: لا نورث ما ترکنا صدقۃ'' تو حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہوگئیں اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑنا مسلسل برقرار رہا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ماہ تک زندہ رہیں۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا تھا، اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات میں ان کی طبیعت پر بوجھ ہوتا تھا، اس لیے انہوں نے ان سے ملنا ترک کر دیا تھا، اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ انہوں نے اس طرح چھوڑ دیا جس طرح چھوڑنا حرام ہے اور جو چھوڑنا حرام ہے، وہ یہ ہے کہ جب ان کی باہمی ملاقات ہو تو وہ ایک دوسرے کو سلام نہ کریں اور کسی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ان کی باہم ملاقات ہوئی اور انہوں نے ایک دوسرے کو سلام نہیں کیا اور شرعاً مذموم یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے عداوت رکھیں، دراصل حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام اس واقعہ کے بعد اپنے گھر میں ہی رہی تھیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملنے نہیں گئی تھیں، اس سے راوی نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔

ابوحفص بن شاہین نے کتاب الخمس میں شعبی سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کہا: جب سے آپ مجھ پر ناراض ہوئی ہیں میری زندگی میں کوئی خیر نہیں رہی، سو اگر اس معاملہ میں آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد ہے تو آپ اپنے قول میں صادقہ، مصدقہ اور مامونہ ہیں، شعبی نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس مجلس سے اس وقت تک نہیں اٹھے حتیٰ کہ حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام ان سے راضی ہو گئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے راضی ہو گئے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۲۔ ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

امام بیہقی نے شعبی سے یہ روایت کی ہے کہ جب حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام بیمار ہو گئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے آئے اور ان سے ملنے کی اجازت طلب کی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام سے کہا: اے فاطمہ! یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے ہیں اور آپ سے ملنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، حضرت سیدہ علیہا السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! تو حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے اجازت دی، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور ان کو راضی کرنے لگے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے اور اس کے رسول کی رضا کے لیے اور اے اہل بیت! آپ لوگوں کی رضا کے لیے گھر، مال، اہل اور خاندان کو چھوڑا ہے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کو راضی کیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئیں۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۱، ملتان)

۷۔ بَابُ: إِثْمِ مَنْ آوَى مُحْدِثًا جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی، اس کے گناہ کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں محدِث کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: بدعتی یا ظالم، یا جو کسی نئے گناہ کا کرنے والا ہو یا مجرم ہو۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

رَوَاهُ عَلِيٌّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس حدیث کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں روایت کی ہے۔

اس باب کے عنوان کے مطابق وہ حدیث ہے جو باب الجزیہ میں گزر چکی ہے، وہ باب ہے "اثم من عاهد ثم غدر" یعنی جس نے کوئی عہد کیا پھر عہد شکنی کی، اس کے گناہ کا بیان۔ اس باب میں یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف قرآن مجید کو لکھا ہے اور جو اس صحیفہ میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ عائر پہاڑ سے لے کر فلاں جگہ تک حرم ہے، پس جس نے اس میں کوئی جرم کیا یا کسی مجرم کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی، نہ اس کا کوئی فرض قبول ہوگا اور نہ نفل، اور تمام مسلمانوں کا ذمہ واحد ہے، ادنیٰ مسلمان بھی اس ذمہ کے حصول کی کوشش کرے گا، پس جس نے کسی مسلمان سے عہد شکنی کی اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی، نہ اس کا کوئی نفل قبول ہوگا اور نہ فرض، اور جس نے کسی قوم کے مولا کی اجازت کے بغیر ان سے موالات کی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی، نہ ان کا کوئی نفل قبول ہوگا اور نہ فرض۔ (صحیح البخاری: ۳۱۷۹)

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۰۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ أَحَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْمَدِينَةَ قَالَ نَعَمْ مَا بَيْنَ كَذَا إِلَى كَذَا لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ قَالَ عَاصِمٌ فَأَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ أَوْ آوَى مُحْدِثًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! فلاں جگہ سے لے کر فلاں جگہ تک، نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے گا اور جس نے مدینہ میں کسی بدعت یا جرم کا ارتکاب کیا، اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔ عاصم نے کہا: پس مجھے موسیٰ بن انس نے خبر دی کہ آپ نے فرمایا: یا جس نے کسی بدعت کے مرتکب یا مجرم کو پناہ دی۔

(صحیح البخاری: ۱۸۶۷، ۷۳۰۶، صحیح مسلم: ۱۳۶۶، مسند احمد: ۱۳۰۸۷)

صحیح البخاری: ۷۳۰۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ کی عظیم فضیلت

اس حدیث میں مدینہ شرفہا اللہ تعالیٰ کی عظیم منقبت ہے، کیونکہ جس نے مدینہ منورہ میں کوئی جرم کیا یا کسی بدعت کا ارتکاب کیا یا کسی مجرم کو پناہ دی تو اس کے اوپر بہت سخت وعید ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ اس کا نہ کوئی نفل قبول کیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جائے گا اور نہ فرض۔

اور یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے نافرمانی کرنے والے کو مدینہ میں پناہ دی یا مرتکبینِ بدعت کو مدینہ میں پناہ دی تو وہ بھی ان کے گناہ میں شریک ہے۔ اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر کسی شخص نے مدینہ کے علاوہ کسی اور شہر میں کسی جرم یا بدعت کا ارتکاب کیا یا مجرم اور بدعتی کو پناہ دی تو اس پر یہ وعید نہیں ہے اور اس کو ملامت نہیں ہوگی، کیونکہ اس سے پہلے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص کسی قوم کے فعل پر راضی ہو اور ان کے عمل پر راضی ہو تو اس کا شمار بھی اس قوم سے ہوتا ہے خواہ وہ اس سے بعید ہو، پس اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ میں کسی جرم یا بدعت کا ارتکاب کرے، اس کو سخت عذاب سے ڈرایا گیا ہے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جو مدینہ منورہ کے علاوہ کسی اور شہر میں جرم یا بدعت کا ارتکاب کرے گا تو اس کو بھی عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور مدینہ منورہ کا خصوصیت سے ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ وہاں بدعت کا ارتکاب کرنے اور جرم کا ارتکاب کرنے والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے کے لیے سخت سزا ہے، کیونکہ یہ مدینہ منورہ کی عظمت اور شان کے خلاف ہے، کیونکہ مدینہ منورہ وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی اور جو اللہ تعالیٰ کے نبی کا وطن ہے اور وہیں سے دین دنیا کے تمام ملکوں میں پھیلا، اس لیے مدینہ منورہ کے لیے وہ شرف اور فضیلت ہے جو دوسرے کسی شہر کو حاصل نہیں ہے۔

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مدینہ منورہ کے درخت کے کاٹنے والے اور مدینہ منورہ میں شکار کرنے والے کی طرف بھی یہ وعید ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مدینہ منورہ میں شکار کرنا حرام ہے، اور کسی نے شکار کیا تو اس کے تاوان میں اختلاف ہے، فقہاء شافعیہ کا جدید قول یہ ہے کہ اس پر تاوان نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ کا بھی المدوّنہ میں یہی قول ہے، اور امام ابن ابی لیلیٰ اور نافع اور ابن ابی زید کا بھی یہی قول ہے۔ (المدوّنہ ج ۱ ص ۳۳۵، النوادر والزیادات ج ۲ ص ۳۸۷، البیان ج ۴ ص ۲۶۵)

اور اشہب مالکی نے کہا کہ مدینہ میں کئے ہوئے شکار کے متعلق امام مالک کے کئی قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ مکہ کی طرح وہاں کے کئے ہوئے شکار کو کھانا حرام ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ مکروہ ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس کو کھایا نہیں جائے گا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۶۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

دراصل یہ شرح علامہ ابن بطال مالکی نے کی ہے (شرح ابن بطال ج ۱۰ ص ۳۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس شرح کو علامہ ابن بطال کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۴۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۸۔ بَابُ: مَا يُذْكَرُ مِنْ ذَمِّ الرَّأْيِ وَتَكَلُّفِ الْقِيَاسِ وَلَا تَقْفُ

رائے کی مذمت اور قیاس کا تکلف کرنے کی مذمت میں احادیث

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

قیاس کی مذمت کا محمل

اگر قرآن مجید اور احادیث کی نصوص کے موافق فتویٰ دیا جائے تو وہ درست ہے، اور اس فتویٰ کی مذمت ہے جو قرآن مجید اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

احادیث کی نصوص کے خلاف ہو، اور جب کتاب یا سنت یا اجماع میں کوئی تصریح نہ پائی جائے اور پھر اپنی رائے سے پیش آمدہ مسئلہ میں اجتہاد کر کے فتویٰ دیا جائے تو وہ بھی درست ہے، اور جب کتاب یا سنت یا اجماع میں کوئی تصریح نہ ہو اور قیاس کی ضرورت ہو تو تکلف اور مشقت سے قیاس نہ کیا جائے اور تکلف سے پیش آمدہ مسئلہ اور کتاب وسنت کی تصریح کے درمیان کوئی علت جامعہ تلاش نہ کی جائے بلکہ جب کوئی علت جامعہ واضحہ نہ ہو تو پھر براءت اصلیہ سے استدلال کیا جائے، اور تکلفِ قیاس میں وہ صورت بھی داخل ہے کہ جب نص کے باوجود قیاس کیا جائے، اور جب نصِ صریح مل جائے اور مجتہد اس کی مخالفت کرے اور اپنی مخالفت کی تاویل کرے تو اس کی بہت شدید مذمت کی جائے گی۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

(وَلَا تَقْفُ) لاتقل (مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ) (بنی اسرائیل:۳۶) اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے در پے نہ ہو، (یعنی اس کا قول نہ کرو)۔

''القفو'' کے معنی کی تحقیق

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس پر استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت سے تکلف سے استدلال کرنا مذموم ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت الخضر کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ ''فانطلق یقف اثرہ'' کا معنی ہے کہ وہ ان کے نشانات کی اتباع کرتے تھے، اور امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے در پے ہو، اور جو چیز تمہاری مقصود نہیں ہے اس کے بھی در پے نہ ہو۔

امام راغب نے کہا ہے: ''الاقتفاء'' کا معنی ہے: پیچھے سے اتباع کرنا، اور بنی اسرائیل:۳۶ کا معنی ہے کہ قیافہ اور ظن پر حکم نہ لگاؤ۔

امام طبری نے کہا ہے: اس سے مراد جھوٹی گواہی دینا ہے یا بغیر علم کے کوئی بات کہنا ہے، یا کسی باطل چیز پر عمل کرنا ہے، اور یہ معانی متقاربہ ہیں۔

نیز امام ابوعبیدہ نے کہا ہے: ''القفو'' کا اصل معنی ہے: العیب۔

امام شافعی نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں، ان کی (اطاعت کرو)، پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو، بشرطیکہ تم اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے ۝

امام شافعی نے کہا: اس کا معنی ہے: تم اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات کی اتباع کرو۔

اور امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ کوئی سال ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے بعد شر ہو، اور میں یہ نہیں کہتا کہ کسی سال میں دوسرے سال سے زیادہ پیداوار ہوتی ہے اور نہ کوئی امیر دوسرے امیر سے بہتر ہوتا ہے، لیکن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جب علماء چلے جائیں گے، پھر لوگ اپنے پیش آمدہ مسائل میں اپنی رائے سے قیاس کریں گے تو وہ اسلام کی بنیاد منہدم کر دیں گے۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۴۴۱۔ ۴۴۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

قیاس دین کی چوتھی اصل ہے اور اس کا معنی ہے: اعتبار کرنا، اور اعتبار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا قیاس کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ۝ (الحشر: ۲) سو، اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۝

پس جب قیاس کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو پھر قیاس حجت ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: اصحابِ رائے سے اجتناب کرو، کیونکہ یہ سنتوں کے دشمن ہیں، انہوں نے سنتوں کو یاد نہیں رکھا، پس یہ رائے میں مبتلاء ہوئے، خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔

علامہ عینی کہتے ہیں: اس حدیث کی صحت پر اعتراض ہے اور اگر ہم اس کی صحت کو مان لیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ نص کے ہوتے ہوئے رائے پر عمل کرنا یہ گمراہی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مشہور غیر مقلد عالم محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

حنفیہ نے استحسان نکالا ہے یعنی قیاسِ جلی کے خلاف ایک باریک علت کو لینا، ہماری شرع میں ان باتوں کو کسی صحابی نے پسند نہیں کیا بلکہ ہمیشہ کتاب وسنت پر عمل کرتے رہے، جس مسئلہ میں کتاب وسنت کا حکم نہ ملا اس میں اپنی رائے کو دخل دیا اور وہ بھی سیدھے سادھے طور سے اور پیچ دار وجہوں سے ہمیشہ پرہیز کیا۔ (شرح صحیح بخاری ج ۸ ص ۷۴۴۔ ۷۴۸، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور)

علامہ علاؤ الدین عبد العزیز بن احمد البخاری المتوفی ۷۳۰ھ لکھتے ہیں:

استحسان بھی قیاس کی ایک قسم ہے اور وہ زیادہ قوی قیاس ہے، اور استحسان کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) وہ الاستحسان جو اثر سے ثابت ہو (۲) الاستحسان جو اجماع سے ثابت ہو (۳) الاستحسان جو ضرورت سے ثابت ہو۔

بیع سلم بھی استحسان سے ثابت ہے، کیونکہ بیع سلم میں یہ ہوتا ہے کہ مثلاً گندم کی فصل ابھی کاٹی نہیں گئی اور گندم موجود نہیں ہے تو اس کے پیسے پہلے دے دیئے جائیں اور گندم بعد میں دی جائے، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ بیع جائز نہ ہو کیونکہ یہ بیع بالمعدوم ہے، لیکن ہم نے حدیث کی وجہ سے بیع سلم کو جائز قرار دیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص بیع سلم کرے تو وہ کیلِ معلوم میں کرے، یعنی اس کا پیمانہ معلوم ہو''۔

(صحیح البخاری: ۲۲۳۹، صحیح مسلم: ۱۶۰۴، سنن ترمذی: ۱۳۱۱، سنن ابوداؤد: ۳۴۶۳، سنن ابن ماجہ: ۲۲۸۰، مسند احمد: ۱۸۷۱)

اسی طرح قیاس کے اعتبار سے عقدِ اجارہ یعنی کسی چیز کو کرائے پر لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کی منفعت معدوم ہے مثلاً ایک گھنٹہ کے لیے سائیکل کرایہ پر لی تو اب اس کی منفعت معدوم ہے کہ ایک گھنٹے میں کتنی منفعت حاصل ہوگی لیکن ہم نے حدیث کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بناء پر اس کو جائز قرار دیا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مزدور کو اس کی مزدوری ادا کرو اس سے پہلے کہ اس کا پسینہ خشک ہو جائے"۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۴۴۳)

پس مزدور کو اس کی مزدوری دینا کرایہ کے عقد کی صحت کی دلیل ہے۔ اسی طرح قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جو آدمی روزہ میں بھول سے کھانا کھالے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے لیکن ہم نے اس قیاس کو حدیث کی بناء پر ترک کر دیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے بھولے سے کھالیا اور پی لیا اور میں روزہ سے تھا، آپ نے فرمایا: اللہ نے تمہیں کھلایا اور پلایا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۹۸)

اسی طرح حوض اور کنویں کا پاک کرنا یہ بھی استحسان سے ثابت ہے، کیونکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر حوض نجس ہو جائے یا کنواں نجس ہو جائے تو وہ پاک نہ ہو کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ حوض پر پانی ڈال کر نکالا جائے یا کنویں پر پانی ڈال کر نکالا جائے، اور جب پانی کا ڈول کنویں یا حوض میں ڈالیں گے تو پہلی ملاقات کے ساتھ ہی وہ پانی نجس ہو جائے گا تو قیاس جلی کا تقاضا یہ ہے کہ پھر حوض یا کنواں پاک نہ ہو سکے، لیکن ہم نے قیاس کے تقاضا پر عمل کو ضرورت کی بناء پر ترک کر دیا، کیونکہ عام لوگوں کو کنویں اور حوض سے پانی لینے کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس ضرورت کی وجہ سے قیاس جلی کے حکم کو ساقط کر دیا۔

(کشف الاسرار ج ۴ ص ۹۔۱۱، ملخصاً و ملتقطاً، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۱۱ھ)

۷۳۰۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شُرَيْحٍ وَغَيْرُهُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ حَجَّ عَلَيْنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِنَّ اللهَ لَا يَنْزِعُ الْعِلْمَ بَعْدَ أَنْ أَعْطَاكُمُوهُ انْتِزَاعًا وَلٰكِنْ يَنْتَزِعُهُ مِنْهُمْ مَعَ قَبْضِ الْعُلَمَاءِ بِعِلْمِهِمْ فَيَبْقَى نَاسٌ جُهَّالٌ يُسْتَفْتَوْنَ فَيُفْتُونَ بِرَأْيِهِمْ فَيَضِلُّونَ وَيُضِلُّونَ فَحَدَّثْتُ بِهِ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو حَجَّ بَعْدُ فَقَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي انْطَلِقْ إِلَى عَبْدِ اللهِ فَاسْتَثْبِتْ لِي مِنْهُ الَّذِي حَدَّثْتَنِي عَنْهُ فَجِئْتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِي بِهِ كَنَحْوِ مَا حَدَّثَنِي فَأَتَيْتُ عَائِشَةَ فَأَخْبَرْتُهَا فَعَجِبَتْ فَقَالَتْ وَاللهِ لَقَدْ حَفِظَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو۔

(صحیح البخاری: ۱۰۰، ۷۳۰۷، صحیح مسلم: ۲۶۷۳، سنن نسائی: ۱۸۷۶، مسند احمد: ۱۰۹۰۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن علید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن شریح وغیرہ نے حدیث بیان کی از ابوالاسود از عروہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما حج کرتے ہوئے ہمارے پاس سے گزرے تو میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تم کو علم دینے کے بعد اس کو تمہارے سینوں سے نہیں نکالے گا، لیکن علماء کو ان کے علم کے ساتھ فوت کر کے علم کو نکال لے گا، پھر جاہل لوگ باقی بچیں گے، ان سے فتویٰ طلب کیا جائے گا وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے، پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے، میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ سے بیان کی، پھر اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے حج کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (عروہ) سے فرمایا: اے میرے بھانجے! عبداللہ کے پاس جاؤ اور ان سے اس حدیث کو سنو جو تم نے مجھے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پہلے بیان کی تھی، میں ان کے پاس گیا، ان سے سوال کیا تو انہوں نے وہ حدیث مجھے اسی طرح بیان کی جس طرح پہلے بیان کی تھی، میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا، پس انہیں خبر دی تو انہوں نے بہت تعجب کیا، پس فرمایا: اللہ کی قسم! عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو یاد رکھا۔

صحیح البخاری: ۷۳۰۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علم کے اٹھ جانے کی کیفیت اور قیامت تک علم کے اٹھنے کی ترتیب

امام احمد، امام طبرانی اور امام دارمی نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حجۃ الوداع کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گندمی رنگ کے اونٹ کے اوپر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! علم کو اٹھائے جانے سے پہلے حاصل کرلو، اور اس سے پہلے کہ زمین سے اٹھالیا جائے، اور اس حدیث کے آخر میں ہے: سنو! علم کا رخصت ہونا حاملین علم کے رخصت ہونے کے سبب سے ہوگا، یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

پس باب مذکور کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ علم کے اٹھائے جانے کی کیفیت یہ ہے کہ حاملینِ علم کو اٹھالیا جائے گا۔

حافظ ابن عبدالبر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ علم کا اٹھانا اس طرح نہیں ہوگا کہ لوگوں کے سینوں سے علم کو نکال لیا جائے، لیکن علماء کے فنا ہونے سے علم اٹھالیا جائے گا، اور امام احمد اور بزار کے نزدیک بھی یہ روایت اسی طرح ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جب کوئی عالم باقی نہیں بچے گا تو جاہل باقی رہ جائیں گے، وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے، پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے"۔

امام بزار نے ہشام سے روایت کی ہے کہ بنو اسرائیل کا معاملہ ہمیشہ اعتدال کے ساتھ رہا حتیٰ کہ ان میں قیدی عورتوں کے بیٹے پیدا ہوگئے، وہ رائے سے فتویٰ دیتے تھے، پس وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ فائدہ ظاہر ہے کہ جب علماء کے فوت ہونے کے بعد علم اٹھ جائے تو پھر کتابوں کا موجود ہونا عالم سے کفایت نہیں کرے گا، ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، پس کہا: اے اللہ کے نبی! ہم میں سے علم کیسے اٹھالیا جائے گا اور ہمارے پاس مصاحف بھی ہیں یعنی قرآن مجید کے نسخے موجود ہیں اور ہم نے ان مصاحف میں ان احکام کو جان لیا اور ہم نے ان احکام کی اپنے بیٹوں کو تعلیم دی اور اپنی عورتوں کو اور اپنے خادموں کو تعلیم دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ سے سر اٹھا کر فرمایا: یہ یہود و نصاریٰ ان کے پاس بھی مصاحف موجود ہیں (یعنی تورات اور انجیل کی کتابیں) اور یہ ان میں سے ایک حرف کے ساتھ بھی متعلق نہیں ہوئے جو ان کے پاس ان کے انبیاء لے کر آئے تھے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حافظ ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ممکن ہے ان احادیث کو اس ترتیب پر محمول کیا جائے جو ترتیب واقع میں ہے، پس ابتداء میں علماءِ مجتہدین کے اٹھا لیے جانے سے اجتہادِ مطلق اٹھ گیا، پھر دوبارہ اجتہادِ مقید اٹھ گیا، پھر جب کوئی مجتہد باقی نہیں رہا اور سب لوگ تقلید میں برابر ہو گئے لیکن بعض مقلدین بعض دوسروں کی بہ نسبت درجہ اجتہاد کے زیادہ قریب تھے لیکن جہل کے غلبہ کی وجہ سے ان میں سے جاہلوں کو غلبہ حاصل ہو گیا۔

ابوالسمح نے روایت کی ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک آدمی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر مختلف شہروں میں جائے گا اور یہ تلاش کرے گا کہ کوئی اس کو سنت کے مطابق فتویٰ دے جس پر وہ عمل کرے، پس اس کو وہی ملیں گے جو اپنی رائے اور اپنے گمان سے فتویٰ دیتے ہیں۔

پھر تدریجاً اسی طرح جہل کا غلبہ ہوتا رہے گا اور جاہل لوگ رئیس بنائے جاتے رہیں گے، پھر وہ زمانہ آجائے گا جو دجال کے نکلنے کا زمانہ ہوگا، اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد زمانہ ان لوگوں سے خالی ہوگا جو علم کی طرف منسوب ہوں گے، پھر ایک ہوا چلے گی جو ہر مومن کی روح کو قبض کرلے گی اور اس وقت زمین مسلمانوں سے خالی ہو جائے گی چہ جائیکہ کوئی عالم یا مجتہد ہو اور صرف برے لوگ باقی رہ جائیں گے، پھر ان پر قیامت قائم ہو جائے گی۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں جاہل کو رئیس بنانے پر زجر و توبیخ کی گئی ہے، کیونکہ اس سے بہت خرابیاں ہوتی ہیں، اور اسی سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ احکامِ شرعیہ سے جاہل کو قاضی بنانا جائز نہیں ہے خواہ وہ صاحبِ عقل اور متقی ہو، لیکن جب ایک طرف عالم فاسق ہو اور دوسری طرف جاہل متقی ہو، تو جاہل متقی عالم فاسق سے بہتر ہے، کیونکہ اس کا تقویٰ اس کو بغیر علم کے فیصلہ کرنے سے منع کرے گا، پس اس کا تقویٰ اس کو بحث کرنے اور سوال کرنے پر برانگیختہ کرے گا۔

(۲) اس حدیث میں اہلِ علم کو اور طالبِ علم کو اس پر برانگیختہ کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علم حاصل کریں۔

(۳) اس حدیث میں ان لوگوں کی فضیلت کی شہادت دی ہے جن کو مسائل محفوظ ہوں۔

(۴) اور اس حدیث میں عالم کو اس پر برانگیختہ کیا ہے کہ وہ دوسرے سے علم حاصل کرے۔

(۵) جب رائے کتاب یا سنت یا اجماع سے ماخوذ ہو تو وہ محمود ہے اور جب محض رائے کی بناء پر کوئی فتویٰ دیا جائے اور اس کی اصل کتاب یا سنت یا اجماع میں نہ ہو تو وہ مذموم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شریح کی طرف لکھا: اس چیز پر غور کرو جس کو تمہارے لیے کتاب اللہ بیان کرے، پھر کسی سے اس کے متعلق نہ سوال کرو، اور اگر کوئی مسئلہ تمہیں کتاب اللہ سے نہ ملے تو پھر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرو، اور جب تمہیں اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا علم نہ ہو تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔

(۶) اور اس مکتوب کے آخر میں ہے کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرو، اور اگر کتاب اللہ میں حکم نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو، اگر اس میں بھی تم کو مسئلہ نہ ملے تو پھر دیکھو کہ اس قسم کے مسئلہ میں صالحین سابقین نے کیا فیصلہ کیا تھا، اگر اس میں بھی نہ ملے تو پھر تم چاہے متقدمین کے قول پر عمل کرو یا متاخرین کے قول پر عمل کرو۔

(۷) امام ابن ابی شیبہ نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اس کے آخر میں ہے: "اگر تمہارے پاس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایسا مسئلہ آجائے جو کتاب وسنت میں نہ ملے تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرو کیونکہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے، پس جس چیز سے شک ہو اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کرو جس میں شک نہ ہو'۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۴۴۔۴۴۶، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۰۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ هَلْ شَهِدْتَ صِفِّينَ قَالَ نَعَمْ فَسَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَقُولُ ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّهِمُوا رَأْيَكُمْ عَلَى دِينِكُمْ لَقَدْ رَأَيْتُنِي يَوْمَ أَبِي جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيعُ أَنْ أَرُدَّ أَمْرَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَيْهِ لَرَدَدْتُهُ وَمَا وَضَعْنَا سُيُوفَنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا إِلَى أَمْرٍ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلَى أَمْرٍ نَعْرِفُهُ غَيْرَ هَذَا الْأَمْرِ قَالَ وَقَالَ أَبُو وَائِلٍ شَهِدْتُ صِفِّينَ وَبِئْسَتْ صِفُّونَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوحمزہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے الاعمش سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابووائل سے پوچھا: کیا آپ جنگِ صفین میں حاضر تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر میں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے ح اور ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! دین کے احکام کے مقابلہ میں اپنی رائے پر تہمت لگاؤ، میں نے اپنے آپ کو حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کے دن دیکھا اور اگر مجھ میں یہ طاقت ہوتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی حکم کو مسترد کر دوں تو میں آپ کے حکم کو اس دن مسترد کر دیتا (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے دن یہ حکم دیا تھا کہ ابوجندل کو کفار کی طرف لوٹا دو) اور ہم نے جب بھی کسی پیش آمدہ مہم میں تلواریں اپنے کندھوں پر رکھیں تو ہم پر وہ مہم سہل ہو گئی سوائے اس امر کے (جنگِ صفین کے)، ابووائل نے کہا: میں صفین کی جنگ میں موجود تھا اور صفین میں کیسی بری لڑائی تھی، (کیونکہ دونوں طرف سے بہ کثرت مسلمان ایک دوسرے کے خلاف جنگ کر کے جاں بحق ہوئے تھے)۔

(صحیح البخاری: ۳۱۸۱، ۳۱۸۲، ۴۱۸۹، ۴۸۴۴، ۷۳۰۸، صحیح مسلم: ۱۷۸۵، مسند احمد: ۱۵۵۴۴)

صحیح البخاری: ۷۳۰۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ اے لوگو! دین کے صریح احکام کے مقابلہ میں اپنی رائے پر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تہمت لگاؤ یعنی اپنی رائے کو غلط قرار دو۔

علامہ کرمانی نے اس کی شرح میں کہا ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے اپنی رائے سے جنگِ صفین میں جنگ کو موقوف کر دیا تھا تو حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ ان کی رائے کو غلط قرار دیتے تھے، پس انہوں نے کہا کہ میں ضرورت کے وقت کوئی کوتاہی نہیں کرتا جیسے حدیبیہ کے دن میں نے دیکھا کہ اگر اس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت پر قادر ہوتا تو میں اس دن ضرور کفار سے قتال کرتا، لیکن آج میں مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے توقف کرتا ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں محض اپنی رائے کے تقاضا پر عمل نہ کرو جس رائے کی دین سے کوئی سند نہ ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ کرمانی نے جو بیان کیا ہے وہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے قول کی تفہیم میں زیادہ قریب ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

غزوۂ حدیبیہ اور صفین کے معرکہ میں مماثلت

اس حدیث میں مذکور ہے "هل شهدت صفين؟" یعنی کیا آپ صفین کے واقعہ میں حاضر تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔

صفین شام اور عراق کے درمیان دریائے فرات کے کنارے ایک جگہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یوم ابی جندل" یہ غزوہ حدیبیہ کے ایام میں سے ایک دن ہے، یہ غزوہ ۶ ہجری میں ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ میں حدیبیہ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور آپ نے اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لیے ہوئے تھے، اور آپ نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا تاکہ لوگ آپ کے ساتھ جنگ سے محفوظ رہیں اور آپ کے ساتھ مہاجرین اور انصار تھے اور ہدی یعنی قربانی کے اونٹ ستر (۷۰) تھے اور لوگوں کی تعداد سات سو (۷۰۰) مرد تھے، پس ہر قربانی کا اونٹ دس مردوں کی طرف سے تھا، جب قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر پہنچی تو وہ نکلے اور مقامِ ذوطویٰ میں ٹھہرے اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں کبھی بھی داخل نہیں ہوں گے، پھر بدیل بن ورقاء چند مردوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، انہوں نے سوال کیا کہ آپ کیوں آئے ہیں؟ تو آپ نے ان کو خبر دی کہ آپ جنگ کے لیے نہیں آئے بلکہ بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں، انہوں نے قریش کے پاس واپس جا کر اس کی خبر دی، پھر کافی ایک دوسرے کی طرف پیغامات گئے یہاں تک کہ قریش نے سہیل بن عمرو کو رسول اللہ کی طرف صلح کے لیے بھیجا اور یہ کہ اس سال آپ واپس چلے جائیں اور کافی گفتگو ہوئی حتیٰ کہ اس پر صلح ہوگئی کہ دس سال تک مسلمانوں اور قریش کے درمیان جنگ نہیں ہوگی اور قریش میں سے جو مرد اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ آئے گا اس کو واپس کر دیا جائے گا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو مرد قریش کی طرف جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے، پس جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صلح نامہ لکھوا رہے تھے اور سہیل بن عمرو بھی آپ کے ساتھ تھا، اس وقت حضرت ابوجندل بن سہیل بن عمرو لوہے کی بیڑیاں باندھے ہوئے آئے، جب سہیل نے ابوجندل کو دیکھا تو ان کی طرف کھڑا ہوا اور ان کے چہرہ پر مارا اور اس نے کہا: اے محمد! اس کے آنے سے پہلے یہ معاملہ مکمل ہونا چاہیے، پھر اس نے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو گھسیٹا تاکہ قریش

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی طرف ان کو واپس کریں اور حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ بلند آواز سے چیخ رہے تھے: اے مسلمانوں کی جماعت! تم دیکھ رہے ہو کہ مشرکین نے مجھے دین کے معاملہ میں کتنی سخت آزمائش میں ڈالا ہوا ہے (حضرت ابوجندل مسلمان ہو گئے تھے اور اب مسلمانوں کے ساتھ واپس مدینہ جانا چاہتے تھے اور ان کا باپ سہیل بن عمرو ان پر تشدد کر کے ان کو روک رہا تھا) تو لوگوں کا غم اور زیادہ ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوجندل! صبر کرو اور ثواب کی نیت کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ مکہ میں اور جو دوسرے مسلمان ہیں ان کے لیے کشادگی اور خوشی کا موقع مہیا کرے گا'' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم صلح نامہ کے لکھوانے سے فارغ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قربانی کے اونٹ کی طرف گئے اور اس کو نحر کیا اور آپ نے اپنا سر مونڈا اور صحابہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی نحر کیا اور اپنے سروں کو مونڈا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف واپس تشریف لے گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی طاقت رکھتا تو اس دن مخالفت کرتا''۔

ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب مسلمانوں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ پر تہمت لگائی کہ وہ صفین کے قصہ میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے خلاف جنگ کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں تو حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ضرورت کے وقت قتال نہیں کرتا اور جب حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ نے انہیں مشرکین کی طرف واپس کر دیا، کیونکہ قریش اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صلح ہو چکی تھی تو یہ امر حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے اوپر سخت دشوار ہوا، پس انہوں نے کہا: تم مجھ پر تہمت لگا رہے ہو کہ میں نے صفین کی لڑائی میں تقصیر کی ہے اور اگر میں حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو لوٹانے کی طاقت رکھتا تو ضرور لوٹا دیتا، لیکن میں نے تقصیر کی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا، آپ نے حکم دیا تھا کہ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف لوٹا دیا جائے اور میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتا۔

اس دن کی حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کرنے کی توجیہ

علامہ کرمانی نے کہا: اس کی کیا وجہ ہے کہ اس دن کی نسبت حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کی طرف کی گئی ہے اور حدیبیہ کی طرف نہیں کی گئی؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو مشرکین قریش کی طرف لوٹانا مسلمانوں پر بہت دشوار ہوا تھا اور اس دن جو واقعات ہوئے ان میں یہ سب سے بڑا واقعہ تھا، مسلمانوں کا ارادہ تھا کہ وہ اس سبب سے قریش کے خلاف جنگ کریں اور حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف نہ لوٹائیں اور صلح پر راضی نہ ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۶۸۔۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۰۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی جنگِ صفین میں تقصیر کرنے کی توجیہ

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم اپنی رائے کو دین کے معاملہ میں غلط قرار دو''، یعنی دین کے معاملہ میں محض اپنی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رائے سے کوئی فیصلہ نہ کرو، جب تک کہ تمہاری رائے کسی اصل پر مبنی نہ ہو۔

امام ابوداؤد نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کی ہے: اگر دین کا معاملہ رائے پر موقوف ہوتا تو موزے کے نچلے حصہ پر مسح کرنا اس کے اوپر والے حصہ پر مسح کرنے سے زیادہ بہتر تھا۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اہلِ شام نے جب یہ سمجھا کہ وہ مغلوب ہو جائیں گے اور اہلِ عراق میں سے اکثر قرآن پڑھنے والے تھے جو دین پر عمل کرنے میں بہت مبالغہ کرتے تھے، پھر انہی میں سے خوارج ہو گئے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے موافقین پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے فریقین کے درمیان حَکَم بنانے کو منظور کر لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے قصہ سے استدلال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریش سے صلح کو منظور کر لیا اور ان کا غلبہ ظاہر ہو چکا تھا اور پہلے بعض صحابہ نے اس پر توقف کیا حتیٰ کہ بعد میں ان پر منکشف ہو گیا کہ صحیح بات وہی ہے جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جو کہا: تم اپنی رائے کو غلط قرار دو، کیونکہ میں صفین کی لڑائی میں تقصیر نہیں کر رہا جیسا کہ ضرورت کے وقت میں نے حدیبیہ کے دن تقصیر نہیں کی تھی، پس جب میں نے حدیبیہ کے دن اس وجہ سے توقف کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی طاقت نہیں رکھتا تھا، اسی طرح آج بھی مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے میں صفین کی لڑائی میں حصہ نہیں لے رہا۔

رائے کی مذمت میں علماء کے اقوال

علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "بیان العلم" میں یہ لکھا ہے کہ رائے پر عمل کرنے کی مذمت میں جو آثار منقول ہیں ان کے متعلق ایک جماعت نے کہا: یہ قول اس پر مبنی ہے جو سنتوں کی مخالفت میں رائے پر عمل کرے کیونکہ بعض لوگ اپنی آراء پر اور اپنے قیاسوں پر عمل کرتے ہیں اور احادیثِ صحیحہ کو رد کر دیتے ہیں حتیٰ کہ معتزلہ نے مشہور احادیث پر بھی اعتراض کیے جیسے شفاعت کی احادیث اور انہوں نے اس کا انکار کیا کہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کوئی دوزخ سے نہیں نکلے گا اور انہوں نے حوض کا اور میزان کا اور عذابِ قبر وغیرہ کا انکار کیا۔

اور اکثر اہلِ علم نے کہا: مذموم رائے وہ ہے جو بدعت کی اقسام پر مشتمل ہو۔ اور علامہ ابن عبدالبر نے اس بحث کے آخر میں کہا ہے کہ علماء میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ثابت ہو پھر وہ نسخ کا دعویٰ کر کے اس حدیث کو مسترد کر دے یا یہ کہے کہ یہ حدیث کسی اور حدیث کے خلاف ہے یا اجماع کے خلاف ہے یا اس کی سند میں طعن کرے، اور جو شخص بغیر دلیل کے اس طرح کرے وہ عادل نہیں رہے گا چہ جائیکہ اس کو امام بنایا جائے، پھر انہوں نے اس بحث کے اخیر میں سہل بن عبداللہ التستری مشہور زاہد کا یہ قول نقل کیا: جس شخص نے بھی علم میں کوئی نئی بات نکالی اس سے قیامت کے دن اس کے متعلق سوال کیا جائے گا، اگر اس کی وہ بات سنت کے موافق ہو تو مان لی جائے گی ورنہ نہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۴۶۔۴۴۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۹۔ بَابُ: مَا كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُسْأَلُ مِمَّا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي أَوْ لَمْ يُجِبْ حَتَّى يُنْزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ وَلَمْ يَقُلْ بِرَأْيٍ وَلَا بِقِيَاسٍ

ان احادیث کا بیان کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کیا جاتا جن کے متعلق وحی نازل نہیں ہوئی تھی تو آپ فرماتے: میں (از خود) نہیں جانتا یا آپ جواب نہ دیتے حتیٰ کہ آپ پر وحی نازل ہو جاتی اور اپنی رائے اور قیاس سے کوئی بات نہیں کہتے تھے۔

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان احادیث کا بیان جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزولِ وحی کے بغیر اپنی رائے سے کوئی حکم بیان نہیں کیا

سورۂ ص کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: جس کو کسی چیز کا علم ہو تو وہ اس کے متعلق کوئی بات کہے اور جس کو علم نہ ہو تو وہ کہے: اللہ ہی خوب جانتا ہے، یہ حدیث موقوف ہے اور اس سے صرف یہ مراد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "لا اعلم" (میں نہیں جانتا) یا "لا ادری" (میں از خود نہیں جانتا) کے ساتھ جواب دیا۔

اور اس سلسلہ میں متعدد احادیث وارد ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے پوچھا: کون سی زمین کا ٹکڑا بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا، پھر آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے تو آپ نے ان سے سوال کیا، انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا، پس آپ نے فرمایا: اپنے رب سے سوال کرو، پس حضرت جبریل علیہ السلام کانپنے لگے۔۔۔ الحدیث، اس کی روایت امام ابن حبان نے کی ہے اور امام حاکم نے بھی اس کی مثل حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں از خود نہیں جانتا کہ حدود مرتکبینِ حدود کے لیے کفارہ ہیں یا نہیں، یہ حدیث سنن دار قطنی میں اور حاکم میں ہے اور یہ حدیث صحیح البخاری کی کتاب العلم میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور وہاں اس کی شرح ہو چکی ہے۔

رائے اور قیاس کا معنی

اس باب میں مذکور ہے "آپ نے اپنی رائے اور قیاس سے کوئی بات نہیں فرمائی"۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ رائے اور قیاس دونوں مترادف ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ رائے کا معنی ہے تفکر، اور قیاس کا معنی ہے فرع کو اصل کے ساتھ ملا دینا، اور ایک قول یہ ہے کہ رائے کا معنی عام ہے تا کہ اس میں الاستحسان وغیرہ بھی داخل ہو جائے۔

امام الاوزاعی نے کہا ہے: علم وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے منقول ہو، اور جو ان سے منقول نہیں ہے وہ علم نہیں ہے۔

امام ابو عبید نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: لوگ ہمیشہ خیر پر مشتمل رہیں گے جب تک ان کے پاس سیدنا محمد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے اکابرین سے علم آتا رہے گا، پھر جب ان کے پاس اصاغر سے علم آئے گا تو ان کی خواہشات متفرق ہو جائیں گی اور وہ ہلاک ہو جائیں گے۔

اور امام ابوعبیدہ نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو صحابہ اور کبار تابعین سے منقول ہو وہی علم ہے، اور جو بعد کے لوگوں نے نئی چیزیں نکالی ہیں وہ مذموم ہیں، اور اسی طرح سلف صالحین علم اور رائے میں تفریق کرتے تھے، پس وہ سنت کو علم کہتے تھے اور اس کے ماسوا کو رائے کہتے تھے۔

امام احمد نے کہا: علم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا جاتا ہے پھر صحابہ سے، پس اگر ان میں نہ ہو تو پھر تابعین میں ان کو اختیار ہے، اور انہوں نے کہا: جو خلفاء راشدین سے منقول ہے وہ سنت ہے اور جو دوسروں سے حاصل ہوا تو جس نے کہا کہ وہ سنت ہے تو وہ ٹھیک ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر رائے کی بنیاد کتاب یا سنت سے نقل پر مشتمل ہو تو وہ محمود ہے اور اگر اس سے خالی ہو تو وہ مذموم ہے۔

قیاس کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰٮكَ اللّٰهُ (النساء:۱۰۵)

بے شک ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تا کہ آپ لوگوں کے درمیان اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو دکھائی ہے۔

علامہ ابن بطال نے المهلب مالکی سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چند مشکل اشیاء کے جواب میں خاموش رہے جن کے لیے شریعت میں اصول نہیں تھا، پس ان میں وحی کی اطلاع ضروری تھی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے قیاس کو مشروع کیا اور آپ نے اپنی امت کو ان امور میں استنباط کے طریقہ کی تعلیم دی ہے جن میں کوئی نص نہ ہو، جب ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا وہ اپنی ماں کی طرف سے حج کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے اور یہی لغتِ عرب میں قیاس ہے، اور علماء کے نزدیک قیاس کا معنی یہ ہے کہ جس کا کوئی حکم معلوم نہ ہو اس کو اس کے ساتھ مشابہ کرنا جس کا حکم معلوم ہے، اور بے شک آپ نے گدھوں کو گھوڑوں کے مشابہ قرار دیا، جس شخص نے آپ سے گدھوں میں زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی:

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ؕ (الزلزال:۷)

سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا○

پھر علامہ ابن بطال نے اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف بیان کیا ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان امور میں اجتہاد کرنا جائز ہے جن میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی، اور زیادہ حق کے مشابہ یہ ہے کہ ان امور میں آپ کا اجتہاد کرنا جائز ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا ۞

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم عطا فرما دیا ہے جن کو آپ (پہلے) نہیں جانتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھے اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے O (النساء: ۱۱۳)

پس کتاب وہ ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے، اور یہ وہ احادیث ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر تلاوت کے بیان فرمایا ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے "العسیف" (مزدور) کے قصہ میں فرمایا: "میں ضرور تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا" یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی سے فیصلہ کروں گا۔ اور اسی کی مثل حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اس شخص کے قصہ میں جس نے جبہ پہنا ہوا تھا اور اس نے آپ سے عمرہ کے متعلق سوال کیا، پس آپ خاموش رہے حتیٰ کہ آپ کے پاس وحی آئی، پس جب آپ سے نزولِ وحی کی کیفیت دور ہوگئی تو آپ نے اس کا جواب دیا۔

اور امام بیہقی نے سندِ صحیح کے ساتھ حسان بن عطیہ سے روایت کی ہے جو تابعین میں سے ایک ہیں اور ثقاتِ شامیین میں سے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سنت کو نازل کرتے تھے جس طرح آپ پر قرآن کو نازل کرتے تھے اور یہ تمام مضامین اس آیت میں جمع ہیں:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ (النجم: ۳) وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے O

پھر امام شافعی نے ذکر کیا ہے کہ وحی کی اقسام میں سے وہ احادیث ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں دیکھتے تھے اور وہ احادیث ہیں جن کو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے دل میں القاء کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کرنے پر دلائل

اور جن علماء کا یہ مذہب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے، ان کی دلیل یہ آیت ہے:

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ (الحشر: ۲) سو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو O

اور انبیاء علیہم السلام "اولوالابصار" میں سے سب سے افضل ہیں، اور جب کہ یہ ثابت ہے کہ مجتہد کو دوگنا چوگنا اجر ملتا ہے تو انبیاء علیہم السلام اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ ان کو عظیم ثواب ملے۔

پھر علامہ ابن بطال نے ان کی مثالیں بیان کی ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رائے کے مطابق عمل کیا، آپ نے لشکروں کو روانہ کیا اور مؤلفۃ القلوب کو عطا کیا، اور غزوۂ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیا۔

نیز علامہ ابن بطال نے اس آیت سے بھی استدلال کیا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آل عمران: ۱۵۹) اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ لیں۔

اور مشورہ انہی کاموں میں کیا جاتا ہے جن کے متعلق قرآن مجید میں کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو۔

اور علامہ داؤدی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے صواب پر مبنی ہوتی تھی اور ہماری رائے میں ظن اور تکلف ہوتا ہے، اور اس سے بھی اس پر استدلال کرنا ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے، لیکن آپ کے اجتہاد میں خطاء بالکل نہیں ہوتی تھی، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے اور آپ کے بعد بہ کثرت معاملات اور مسائل پیش ہوئے اور صالحین نئی نئی باتوں سے احتراز کرتے تھے، پھر ان کے تین فرقے ہو گئے:

(۱) ایک فرقہ وہ ہے جنہوں نے توقف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کیا: "تم میری سنت کو لازم پکڑ لو اور خلفاء

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

راشدین کی سنت کو' لہٰذا انہوں نے اپنے فتاویٰ میں اس کے سوا اور کسی کا ذکر نہیں کیا اور جب ان سے کسی ایسی چیز کا سوال کیا جاتا جس کے متعلق ان کے پاس کوئی نقل نہ ہوتی تو وہ اس کا جواب دینے سے رک جاتے اور توقف کرتے۔

(۲) دوسرے وہ علماء تھے جنہوں نے جو احکام پیش نہیں آئے ان کو ان احکام پر قیاس کیا جو پیش آ چکے ہیں۔

(۳) تیسرا فرقہ متوسط ہے جن کو اگر کسی پیش آمدہ مسئلہ میں کوئی حدیث یا قول صحابی مل جاتا تو اس سے استدلال کرتے اور اگر نہیں ملتا تو پھر قیاس کرتے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۴۸۔ ۴۴۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

باب مذکور کی تعلیق کی شرح

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ سُئِلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الرُّوحِ فَسَكَتَ حَتّٰى نَزَلَتِ الْآيَةُ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے سکوت کیا حتیٰ کہ آیت نازل ہوئی۔

امام بخاری نے جس آیت کا ذکر کیا ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۸۵)

اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے، اور تم کو محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے ○

روح کی ماہیت کے متعلق علماء کا بیان

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی الحنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

روح کے علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ منفرد ہے، اس نے اس علم کی کسی کو خبر نہیں دی، علماء نے روح کی ماہیت کے متعلق بہت زیادہ کلام کیا ہے، حالانکہ قرآن مجید نے اس کی خبر نہیں دی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا لیکن آپ نے روح کی حقیقت کو بیان نہیں فرمایا، اور مجھے فلاسفہ پر اتنا تعجب نہیں ہے جتنا علماء اسلام پر تعجب ہے، جب ان کو علم ہے کہ قرآن مجید نے روح کی حقیقت نہیں بتائی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کے متعلق سوال کے جواب میں روح کی حقیقت بتائی، اس کے باوجود بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ روح جسم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ روح ایک چیز ہے اور نفس دوسری چیز ہے، علماء اسلام نے ان اقوال کو فلاسفہ اور اطباء کے کلام سے اخذ کیا ہے اور روح تو اللہ عزوجل کے امر میں سے ایک امر ہے (بعض چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے مادہ کے ساتھ پیدا کیا اور بعض چیزوں کو بغیر مادہ کے صرف امر ''کن'' سے پیدا فرمایا، جن چیزوں کو مادہ کے ساتھ پیدا فرمایا وہ عالم اجسام سے ہیں، اور جن چیزوں کو بغیر مادہ کے صرف ''کن'' سے پیدا فرمایا، وہ عالم امر سے ہیں، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح اللہ عزوجل کے امر میں سے ایک امر ہے) روح کا علم صرف اس کے تصرفات سے ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے وجود پر صرف اس کے افعال سے استدلال کیا جاتا ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى۔۔۔ (البقرہ: ۲۶۰)'' (اے میرے رب تو مجھے دکھا کہ مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا؟)، پس جب زندہ کرنے کا ادراک حضرت ابراہیم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علیہ السلام کی قوت میں نہیں تھا تو اللہ سبحانہٗ نے ان کو چند مردہ پرندے دکھائے جن کو زندہ کر دیا گیا۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۱۲۴۔۱۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی التوفی ۱۱۹ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کی ماہیت نہیں بتائی، کیونکہ اس کی ماہیت کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص فرمالیا ہے اور اس لیے کہ اس کے بیان نہ کرنے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق ہے اور اصل متقدمین اور متاخرین علماء اور حکماء کا روح کی تعریف میں اختلاف ہے، اور جس تعریف پر عام متکلمین کا اعتاد ہے وہ یہ ہے کہ:

''روح ایک جسم لطیف ہے جس کا بدن میں اس طرح حلول ہوتا ہے جس طرح پانی کا گلاب کے پھول میں حلول ہوتا ہے اور اشعری سے یہ منقول ہے کہ انسان کے جسم میں جو سانس داخل اور خارج ہو رہا ہے وہ روح ہے''۔ (ارشاد الساری ج ۱ ص ۳۸۶)

۷۳۰۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ مَرِضْتُ فَجَاءَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُنِي وَأَبُو بَكْرٍ وَهُمَا مَاشِيَانِ فَأَتَانِي وَقَدْ أُغْمِيَ عَلَيَّ فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ صَبَّ وَضُوءَهُ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ أَيْ رَسُولَ اللهِ كَيْفَ أَقْضِي فِي مَالِي كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي قَالَ فَمَا أَجَابَنِي بِشَيْءٍ حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن المنکدر سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا، پس میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے کے لیے آئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، اور وہ دونوں چل کر آئے تھے، پس وہ دونوں میرے پاس آئے اور اس وقت مجھ پر بے ہوشی تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر چھڑکا تو مجھے ہوش آ گیا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! اور بسا اوقات سفیان نے بیان کیا: پس میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ! میں اپنے مال میں کس طرح فیصلہ کروں؟ میں اپنے مال میں کس طرح کروں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ جواب نہیں دیا حتیٰ کہ میراث کی آیت نازل ہو گئی۔

(صحیح البخاری: ۱۹۴، ۴۵۷۷، ۵۶۵۱، ۵۶۶۴، ۵۶۷۶، ۶۷۲۳، ۶۷۴۳، ۷۳۰۹، صحیح مسلم: ۱۶۱۶، سنن ترمذی: ۲۰۹۶، سنن نسائی: ۱۳۸، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۶، سنن ابن ماجہ: ۲۷۲۸، مسند احمد: ۳۷۷۴، سنن دارمی: ۷۳۳)

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی برکت ہر بیماری کو زائل کر دیتی ہے۔

علامہ ابو الحسن ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں صالحین کے پانی کو دم کرنے اور پانی کو ہاتھ لگانے اور ان سے ان کی برکت کے حصول کی توقع کا ثبوت ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۰۔ بَابُ: تَعْلِيمِ النَّبِيِّ ﷺ أُمَّتَهُ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ لَيْسَ بِرَأْيٍ وَلَا تَمْثِيلٍ

نبی ﷺ کا اپنی امت کے مردوں اور عورتوں کو ان باتوں کی تعلیم دینا جن کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دی تھی، جن کا تعلق رائے اور تمثیل (قیاس یعنی جس میں ایک چیز کو دوسری چیز کی مثل قرار دے کر ایک کا حکم دوسرے پر لگایا جاتا ہے) سے نہیں تھا

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ جب عالم کے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ قرآن اور سنت کی نصوص سے استدلال کرے تو پھر وہ اپنی نظر سے اور قیاس سے استدلال نہ کرے، اور اس عنوان کا یہی مطلب ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حدیث بیان کی جس حدیث تک نہ قیاس پہنچتا تھا اور نہ نظر پہنچتی تھی، اور وہ مسئلہ بیان فرمایا جس کو قیاس اور نظر سے نہیں معلوم کیا جا سکتا تھا، وہ صرف اللہ تعالیٰ کے واقف کرنے اور اس کی وحی سے معلوم ہوتا ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جو اپنی سنتوں کو بیان فرمایا ہے، ان کا علم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ (النجم: ۳) اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ۝

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کی مثل اس کے ساتھ ہے، اور اہلِ علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مثل سے اس سنت کا ارادہ فرمایا ہے جو آپ کو دی گئی ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۳۱۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللهُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِي مَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَأَتَاهُنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ بَيْنَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن الاصبہانی از ابی صالح ذکوان از حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کی حدیثوں کو لے کر مرد چلے گئے تو آپ اپنی طرف سے ہمارے لیے ایک دن مقرر فرما دیں، ہم اس دن آپ کے پاس آئیں تو آپ ہمیں ان چیزوں کی تعلیم دیں جن کی آپ کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے تو آپ نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلَاثَةً إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ يَا رَسُولَ اللهِ أَوْ اثْنَيْنِ قَالَ فَأَعَادَتْهَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ۔

فرمایا: تم فلاں دن فلاں جگہ جمع ہو جانا، پس وہ عورتیں جمع ہو گئیں، پس ان کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، پس آپ نے ان عورتوں کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دی تھی، پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے جو عورت بھی اپنے تین بچوں کو پہلے بھیجے گی وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے، ان میں سے ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! دو بچوں کو؟ راوی نے کہا: اس نے دو مرتبہ دہرایا، آپ نے فرمایا: اور دو کو، اور دو کو، اور دو کو۔

(صحیح البخاری: ۱۱۰، ۱۸۷۰، ۳۰۴۷، ۳۱۷۲، ۳۱۷۹، ۶۷۵۵، ۶۹۰۳، ۶۹۱۵، ۷۳۰۰، صحیح مسلم: ۱۳۷۰، سنن ترمذی: ۱۲ ۱۴، سنن نسائی: ۴۷۴۴، سنن ابوداؤد: ۴۰۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۸، مسند احمد: ۶۰۰، سنن دارمی: ۲۳۵۶)

صحیح البخاری: ۷۳۱۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دن کا تعین کرنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم کے طلباء کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ عالم سے یہ سوال کریں کہ وہ ان کے لیے ایک دن مقرر کر دے جس دن میں وہ عالم سے علم کی باتیں سنے اور عالم کو چاہیے کہ وہ ان کی درخواست کو منظور کرے اور اس کا اعلان کر دے کہ فلاں دن فلاں مجلس کے اندر علم کی مجلس کا اجتماع کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں: اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے فضائل اور آپ کی سیرت اور آپ کے میلاد کے بیان کرنے کے لیے بھی دن کا معین کرنا جائز ہے، اسی طرح سوئم، چالیسواں اور برسی کے ایصال ثواب کے لیے بھی دن کا تعین کرنا جائز ہے، اور علماءِ دیوبند جو کہتے ہیں کہ دن کو معین کرنا بدعت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ وہ اس حدیث کے خلاف ہے، ہم کہتے ہیں کہ علماءِ دیوبند بھی اپنے دینی اور تبلیغی سالانہ جلسوں کے لیے دن کو معین کرتے ہیں اور شادی بیاہ کی تقاریب کے لیے بھی دن کا تعین کرتے ہیں، اگر دن کا تعین نہ کریں تو کوئی تقریب منعقد نہیں ہو سکتی، علماءِ دیوبند اس پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ شادی بیاہ کی تقاریب دنیاوی معاملات ہیں اور دنیاوی معاملات میں دن کا تعین کرنا جائز ہے اور محفلِ میلاد اور ایصالِ ثواب کی محافل کو ثواب کی نیت سے منعقد کیا جاتا ہے، لہٰذا دنیاوی امور میں تو دن کا تعین کرنا جائز ہے اور دینی امور میں دن کا تعین کرنا جائز نہیں ہے، یہ محض تحکم ہے ورنہ جو یہ تبلیغی جلسے کرتے ہیں اس کو بھی کارِ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اور مسلمان حسنِ عمل سے جو بھی نیت کرے اس میں اس کو ثواب ملتا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

جو شخص صرف ایک بچہ کے فوت ہونے پر صبر کرے اس کی جزاء بھی جنت ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جو عورت بھی اپنے آگے تین بچے بھیجتی ہے" یعنی جس کے تین بچے فوت ہو جاتے ہیں وہ اس کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیے آگ سے حجاب بن جاتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "وہ بچے گناہ کی عمر کو نہ پہنچے ہوں" یعنی نابالغ ہوں۔
ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ دوزخ میں صرف قسم پوری کرنے کے لیے داخل ہوں گے۔ (صحیح البخاری:۱۲۵۱)
وہ عورت اہلِ زبان میں سے نہیں تھی، اس لیے اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس عورت کے تین سے کم بچے فوت ہوئے ہوں وہ بچے اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب نہیں بنیں گے، کیونکہ حدیث میں ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے مومن بندے کی جزاء اس کے سوا کیا ہوگی جب میں اس کے پسندیدہ بندے کی روح دنیا سے قبض کر لیتا ہوں، پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے (تو اس کی جزاء) صرف جنت ہوگی۔ (صحیح البخاری: ۶۴۲۴)
بعض علماء نے کہا ہے: اس حدیث کے عموم میں وہ شخص بھی داخل ہے جس نے صرف ایک بچے کے فوت ہونے پر صبر کیا ہو، اور ایک روایت میں ایک بچے کا بھی ذکر ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۸۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۱۱- بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب کا عنوان وہ ہے جس کو امام مسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کے بعد یہ مذکور ہے کہ جو شخص انہیں رسوا کرنے کی کوشش کرے گا وہ ان کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ امر اللہ یعنی قیامت آجائے گی اور وہ اسی طرح حق پر غالب ہوں گے، اسی طرح اس کی مثل حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ لوگ حق پر غالب رہیں گے اور قیامت تک حق کے لیے قتال کرتے رہیں گے۔
امام بخاری بیان کرتے ہیں:
يُقَاتِلُونَ وَهُمْ أَهْلُ الْعِلْمِ وہ جہاد کرتے رہیں گے اور وہ لوگ اہلِ علم ہوں گے۔
یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں یہ آیت ذکر کی ہے:
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ:۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں۔
امام حاکم نے "علوم الحدیث" میں امام احمد سے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ اگر یہ لوگ اہلِ حدیث (محدثین) نہیں ہیں تو پھر میں یہ نہیں جانتا کہ کون لوگ ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور بعض شارحین نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے حاصل کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے''، اور آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور دینے والا اللہ عزوجل ہے''۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۵۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۱۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ غالب رہے گی حتیٰ کہ ان پر اللہ کا امر (قیامت) آجائے گی اور وہ غالب ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۴۰، ۷۳۱۱، ۷۴۵۹، صحیح مسلم: ۱۹۲۱، مسند احمد: ۱۷۷۳۸، سنن دارمی: ۲۴۳۲)

صحیح البخاری: ۷۳۱۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی متعدد روایات اور ان میں تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے ''میری امت کی وہ جماعت اپنے مخالفین پر ظاہر ہوگی''۔ اس کا معنی ہے یعنی ان پر غالب ہوگی، یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ظاہر ہوں گے اور مستور نہیں ہوں گے بلکہ مشہور ہوں گے اور پہلا معنی زیادہ اولیٰ ہے۔

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے لڑتی رہے گی حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔

نیز امام مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے احکام پر قتال کرتی رہے گی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ درج ذیل حدیث اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے:

امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قیامت صرف بدترین مخلوق پر قائم ہوگی اور وہ اہلِ جاہلیت سے بدتر ہوں گے، وہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کی بھی دعا کریں گے اللہ تعالیٰ وہ ان پر رد کردے گا۔

جب حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ پر اس حدیث سے معارضہ کیا گیا تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہوا بھیجے گا جو مشک کی طرح خوشبودار ہوگی، اور جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اس کے ایمان کو سلب کرلے گی، پھر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے اور انہی پر قیامت قائم ہوگی۔ اس طریقہ سے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہوجاتی ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے امام طبری سے نقل کرکے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ وہ بدترین لوگ جن پر قیامت قائم ہوگی وہ کسی مخصوص جگہ میں ہوں گے اور بے شک دوسری جگہ کے اندر ایک دوسری جماعت ہوگی جو حق کے لیے لڑتی رہے گی اور ان کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مخالف ان کو ضرر نہیں پہنچا سکیں گے، پھر انہوں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ لوگ کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: بیت المقدس میں، اور میں نے بیان کیا ہے کہ جو لوگ بیت المقدس میں ہوں گے یہ وہ ہوں گے جن کو دجال گھیر لے گا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کر دیں گے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دین کو غلبہ ہوگا اور پھر ان کی وفات کے بعد وہ ہوا چلے گی، ان احادیث کی تطبیق میں یہی تقریر معتمد ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۵۰-۴۵۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۱۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر ظاہر رہے گی" اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حق کی معاونت اور مدد کرتی رہے گی، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حق پر غالب رہے گی، اور تیسرا قول یہ ہے کہ وہ حق پر بلند رہے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "امر اللہ" یعنی وہ جماعت حق پر عمل کرتی رہے گی حتیٰ کہ قیامت آجائے گی، اور وہ اپنے مخالفین پر غالب رہیں گے، ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث میں اجماع کی حجیت کا ثبوت ہے اور یہ ثبوت ہے کہ کوئی زمانہ مجتہدین سے خالی نہیں ہوگا۔

حدیث مذکور کا ایک حدیث سے تعارض کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ قیامت صرف برے لوگوں پر قائم ہوگی جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے بدتر ہوں گے، وہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کی بھی دعا کریں گے اللہ تعالیٰ اس چیز کو ان پر لوٹا دے گا، اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن برے لوگوں پر قیامت قائم ہوگی، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی مخصوص جگہ میں کسی اور جگہ ہوں گے، اور دوسری جماعت حق کے لیے قتال کرتی رہے گی اور ان کو ان کے مخالفین ضرر نہیں پہنچا سکیں گے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی حتیٰ کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی طرح ہوں گے، پوچھا گیا یارسول اللہ! وہ لوگ کون ہیں اور کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ بیت المقدس میں ہیں یا فرمایا: بیت المقدس کے اطراف میں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۱۲- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ يَخْطُبُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَيُعْطِي اللهُ وَلَنْ يَزَالَ أَمْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ مُسْتَقِيمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ أَوْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ۔

بیان کی از یونس از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حمید نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے دورانِ خطبہ بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے، اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور دیتا اللہ تعالیٰ ہے، اور اس امت کا یہ معاملہ ہمیشہ سیدھا رہے گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی، یا فرمایا: حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے گا۔

(صحیح البخاری: ۷۱، ۳۱۱۶، ۳۶۴۱، ۷۳۱۲، ۷۴۶۰، صحیح مسلم: ۱۰۳۷، سنن ابن ماجہ: ۲۲۱، مسند احمد: ۱۶۴۰۷، موطا امام مالک: ۱۶۶۷، سنن دارمی: ۲۲۴)

صحیح البخاری: ۷۳۱۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہ کا معنی

فقہ کا معنی فہم ہے، اور فقہ کی یہ بھی تعریف ہے: احکامِ شرعیہ علیہ کا وہ علم جو دلائلِ تفصیلیہ سے حاصل ہوا ہو خواہ اس میں افعال کی طلب ہو یا افعال کا اختیار دیا ہو (افعال کی طلب میں اوامر اور نواہی داخل ہیں اور جن میں اختیار دیا گیا ہو اس سے مراد مباح احکام ہیں)۔

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے کہ: نفس ان چیزوں کو جان لے جن چیزوں میں اس کا نفع ہے اور جن چیزوں میں اس کا ضرر ہے، اس کی معرفت کو فقہ کہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث میں فقہ سے مراد اسلام ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ ''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی فہم عطا فرماتا ہے''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کی فہم عطا فرمائی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خیر کا ارادہ کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ کے قاسم ہونے کا معنی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں صرف قاسم ہوں''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے کسی مال کو اپنے ساتھ خاص کر کے نہیں رکھا اور خمس کے سوا اللہ تعالیٰ نے مجھے جو مالِ فئے عطا فرمایا ہے، وہ سب تم ہی میں لوٹا دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا تا کہ مسلمانوں کی دلجوئی کریں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت مال عطا فرمایا ہے، سو یہ مال اللہ کا ہے اور اللہ کے بندوں کا ہے اور میں اس مال کو اللہ کے اذن سے اس کے بندوں کے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔

نیز فرمایا: ''اور اللہ عطا فرماتا ہے'' یعنی میں جس کو مال کم دوں یا زیادہ دوں، تو وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر کے مطابق ہوتا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ داؤدی نے کہا: اس میں یہ اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو جو مال عطا فرماتے ہیں، وہ وحی کے مطابق عطا فرماتے ہیں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے اجتہاد سے عطا فرماتے ہیں اور آپ کے اجتہاد میں خطاء نہیں ہوتی۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) علمِ فقہ اور فقہاء کے فضائل

اس حدیث میں علماء اور فقہاء کی باقی تمام لوگوں پر فضیلت ہے، اور علمِ فقہ کی باقی تمام علوم پر فضیلت ہے، کیونکہ فقہاء اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کی اطاعت پر دوام کرتے ہیں، کیونکہ فقہاء کو اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید کی معرفت ہوتی ہے اور اس کی عظیم نعمت کا وہ اعتراف کرتے ہیں، ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فقیہ کہا تو انہوں نے فرمایا: فقیہ وہ ہے جو دنیا سے بے رغبتی کرے اور آخرت میں رغبت کرے۔

(میں کہتا ہوں: یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نہیں ہے بلکہ یہ حسن بصری کا قول ہے۔ مسند دارمی ص: ۳۰۲، کتاب الزہد لابن المبارک، کتاب الزہد لاحمد بن حنبل ص ۳۲۷، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۴۷)

(۲) غلبۂ اسلام کا بیان

اسلام کبھی مغلوب نہیں ہوگا، اگرچہ مخالفین اکثر یہ چاہتے ہیں، کیونکہ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید کی کسی ایک سورت کی بھی مثال کوئی نہیں لاسکتا، اور اب چودہ سو سال سے زیادہ گزر چکے ہیں اور اسلام کے مخالفین بھی بہت ہیں لیکن آج تک کوئی یہ ثابت نہیں کرسکا کہ قرآن مجید کی فلاں سورت کی مثال فلاں شخص نے بنائی۔

(۳) اجماع کی حجیت کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "اس امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور مخالفین کی مخالفت سے ان کو ضرر نہیں ہوگا حتیٰ کہ قیامت آجائے گی"۔

اس حدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہوا، اور نیز یہ بھی حدیث ہے کہ "میری امت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی"۔

(سنن ترمذی: ۲۱۶۶، المعجم للطبرانی ج ۱۲ ص ۴۴۷، المستدرک ج ۱ ص ۱۱۵۔۱۱۶، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۷، الاسماء والصفات للبیہقی: ۷۰۱، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۸)

(۴) علمِ غیب کا ثبوت

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب کی خبروں کو دینے کا ثبوت ہے، آپ نے فرمایا کہ "میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور حق کے لیے لڑتی رہے گی اور مخالفین کی مخالفت ان کو ضرر نہیں دے گی" اور جس طرح آپ نے خبر دی تھی اسی طرح واقع ہوا، کیونکہ فقہاء اور مجتہدین کی جماعت آپ کے زمانہ سے لے کر مسلسل دینِ حق پر قائم ہے اور دینِ حق کی تبلیغ کر رہی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۳۴۱۔۵۳۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۱۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث تین احکام پر مشتمل ہے:

ان میں سے ایک یہ ہے: دین میں تفقہ کی فضیلت، اور دوسرا یہ ہے کہ حقیقت میں دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور تیسرا یہ ہے کہ اس امت میں سے بعض لوگ ہمیشہ حق پر قائم رہیں گے۔

حدیثِ مذکور میں علمِ دین کے مصداق کے متعلق فقہاء کے اقوال

امام بخاری نے وثوق سے کہا ہے کہ ان علماء سے مراد وہ ہیں جن کو آثار اور سنن کا علم ہو، اور امام احمد بن حنبل نے کہا: اگر یہ علماء محدثین نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ علماء کون ہیں، اور قاضی عیاض نے کہا: امام احمد کی مراد اس سے اہلِ سنت ہیں اور جو اہلِ سنت کے عقائد کے معتقد ہیں۔

علامہ نووی نے کہا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی امت میں سے جو جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اس سے مراد ان مومنین کی اقسام ہوں جو اللہ کے دین کو قائم کریں گے اور جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور جو فقہی مسائل کو مستنبط کریں گے اور جو احادیث کو جمع کریں گے اور وہ زاہدین جو دنیا سے بے رغبتی کریں گے اور وہ مبلغین جو نیکی کا حکم دینے والے ہیں، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ تمام اقسام کے علماء ایک زمانہ میں ہوں بلکہ جائز ہے کہ وہ متفرق ادوار میں ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس کی تفصیل میں "کتاب الاعتصام" میں ان شاء اللہ بیان کروں گا۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو قواعدِ اسلام کا علم حاصل نہیں کرے گا اور قواعدِ اسلام سے جو فروع نکلتی ہیں ان کا علم حاصل نہیں کرے گا، وہ فقیہ نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۰۔ ۶۲۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی "کتاب الاعتصام بالکتب والسنۃ" میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اجماع کے حجت ہونے کا بیان

شارحین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گا اور وہ ظاہرین ہوں گے اور ظاہرین سے مراد ہے کہ وہ حق پر غالب ہوں گے اور حق ان کے سامنے ایسے ہوگا جیسا کہ نماز پڑھانے والے کے سامنے میت ہوتی ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اجماع حجت ہے، پھر انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں جو ایک طائفہ کا ذکر ہے، اس سے مراد مومنین کی مختلف اقسام کی متعدد جماعتیں ہوں، بعض وہ ہوں جو بہادر ہوں اور انہیں جنگ کے معاملات میں مہارت ہو، بعض فقیہ اور محدث ہوں اور مفسر ہوں، بعض نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہوں اور بعض زاہد اور عابد ہوں، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سب ایک شہر میں ہوں، بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایک ملک میں ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مختلف علاقوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں پھیلے ہوئے ہوں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ملک میں ہوں اور بعض، بعض سے کم ہوں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمام روئے زمین ابتداءً ان سب سے خالی ہو، اور پھر صرف ایک ہی جماعت ایک شہر میں ہو، اور جب قیامت آئے تو پھر وہ سب ختم ہو جائیں۔

مجددین کا بیان

اس حدیث کی نظیر وہ ہے جیسا کہ بعض ائمہ حدیث نے کہا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر سو سال کی ابتداء میں اس شخص کو مبعوث کرے گا جو اس امت کے لیے دین میں تجدید کرے گا۔

اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر سال کی ابتداء میں ایک ہی شخص ہو مگر یہ کہ دعویٰ کیا جائے کہ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تھے، کیونکہ وہ ایک صدی کے بعد قائم ہوئے اور تمام صفاتِ خیر کے ساتھ وہ متصف تھے، اسی وجہ سے امام احمد نے کہا کہ وہ حدیث کو ان پر محمول کرتے تھے، اور ان کے بعد امام شافعی بھی ان صفاتِ جمیلہ کے ساتھ متصف تھے، مگر یہ کہ وہ جہاد کو قائم کرنے والے اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے والے نہیں تھے، اس بناء پر یہ کہا جائے گا کہ جو ان صفات میں سے چند صفات کے ساتھ بھی متصف ہو سو سال کی ابتداء میں تو وہ مراد ہے خواہ وہ ایک ہو یا متعدد ہوں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۵۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۲۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا (الانعام: ۶۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یا تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دے"۔

۷۳۱۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما يَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ قَالَ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ ﴿اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ قَالَ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ﴾ قَالَ هَاتَانِ اَهْوَنُ اَوْ اَيْسَرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:
"آپ کہیے کہ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے" (الانعام: ۶۵)، تو آپ نے دعا کی: میں تیری ذات کی پناہ میں آتا ہوں، اور جب یہ نازل ہوئی:
"یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے" (الانعام: ۶۵) تو آپ نے دعا کی: میں تیری ذات کی پناہ میں آتا ہوں، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:
"یا تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دے اور تمہارے بعضوں کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے" (الانعام: ۶۵)، تو آپ نے فرمایا: یہ دو آسان ہیں یا فرمایا: یہ دو سہل ہیں۔

(صحیح البخاری: ۴۶۲۸، ۷۴۰۶، ۷۳۱۳، سنن ترمذی: ۳۰۶۵، مسند احمد: ۱۴۳۰۴)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۱۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور آیت مبارکہ کی تفسیر

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ ''قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ۔۔۔(الانعام:۶۵)'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تمہارے اوپر پتھر برسائے، یا تم کو طوفان سے غرق کردے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کیا ہے۔

''اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ'' اس سے مراد زمین کے نیچے دھنسانا ہے جس طرح قارون کو اور اس کے ہمراہیوں کو زمین میں دھنسا دیا تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد آندھی ہے۔

''اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا'' اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے معاملات کو مخلوط کردے، پس تم کو مختلف خواہشوں والا بنادے، اور ''شِيَعًا'' کا معنی ہے: ''فرقا'' یعنی سب لوگ ایک فرقہ میں نہ ہوں، مختلف فرقوں میں بٹ جائیں۔

''وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ۔ (الانعام:۶۵)'' یعنی جنگ اور قتل کے ذریعہ سے تمہیں ایک دوسرے کا عذاب چکھائے۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر ایسا عذاب نازل نہ فرمائے جس سے ان کو مکمل طور پر تباہ کردے، اور یہ دعا کی کہ امت کے بعض افراد کی لڑائی سے بعض کو ضرر نہ پہنچائے تو اللہ عزوجل نے اس دعا کو قبول فرمایا کہ وہ ان پر ایسا عذاب نازل نہیں فرمائے گا جس سے تمام امت تباہ ہوجائے، اور یہ دعا قبول نہیں فرمائی کہ بعض افراد لڑکر دوسرے بعض افراد کو ضرر نہ پہنچائیں، اور یہ کہ ان میں اختلاف نہ ہو، پس اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دونوں چیزیں آسان اور سہل ہیں'' یعنی امت کا باہم اختلاف اور امت کا ایک دوسرے کو فتنہ میں مبتلاء کرنا یہ اس سے آسان ہے کہ پوری امت کو مکمل عذاب سے تباہ کردیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انتقام لیا جائے، اگرچہ فتنہ بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے لیکن یہ کم ہے، کیونکہ مومنین کے لیے یہ کفارہ ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو اس عذاب سے محفوظ رکھے اور اللہ تعالیٰ اپنے انتقام سے محفوظ رکھے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۶۴۔۳۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۱۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آیت مذکورہ کی تفسیر میں دیگر اقوال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''مِنْ فَوْقِكُمْ'' سے مراد ہیں برے حکمران، اور ''مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ'' سے مراد ہیں: برے خدام اور برے پیروکار۔

اور الضحاک نے کہا: ''مِنْ فَوْقِكُمْ'' سے مراد ہے: تم میں سے بڑے، اور ''مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ'' سے مراد ہے: تمہارے کم درجہ کے لوگ۔

اور ابوالعباس نے کہا: ''مِنْ فَوْقِكُمْ'' سے مراد ہے: رجم کرنا اور ''مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ'' سے مراد ہے: زمین میں دھنسانا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کے بعد علامہ ابن ملقن نے علامہ ابن بطال کی شرح بعینہ نقل کر دی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۸۴، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۱۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت کی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے اور اس کی عبارت اس طرح ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری امت سے چار چیزوں کو اٹھا لے، پس اللہ تعالیٰ نے ان سے دو چیزوں کو اٹھا لیا اور دو چیزوں کے اٹھانے سے انکار فرمایا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری امت سے آسمان سے پتھر برسانے کو اٹھا لے، اور زمین میں دھنسانے کو اٹھا لے، اور یہ کہ ان کو مختلف فرقوں میں نہ بنائے، اور ان کو ایک دوسرے کی لڑائی کا ضرر نہ پہنچائے، پس اللہ تعالیٰ نے ان سے زمین میں دھنسانے کو اور آسمان سے پتھر برسانے کو تو اٹھا لیا اور اس سے انکار کیا کہ وہ دوسری دو چیزیں ان سے اٹھائے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس سے زیادہ صریح روایت اس آیت کی تفسیر میں ذکر کی ہے، انہوں نے کہا: ''عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ'' سے مراد ہے: اوپر سے پتھر برسانا، اور ''مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ'' سے مراد ہے: زمین میں دھنسانا۔

اور امام ابن ابی حاتم نے ازسدی روایت کی ہے کہ ''مِنْ فَوْقِكُمْ'' سے مراد ہے: پتھر برسانے کا عذاب اور ''مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ'' سے مراد ہے زمین میں دھنسانا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: ''فوق'' سے مراد ہے برے حکمران، اور ''تحت'' سے مراد ہے برے خدام، اور ایک قول یہ ہے کہ ''فوق'' سے مراد ہے: بارش کو روک لینا، اور ''تحت'' سے مراد ہے: پھلوں کی پیداوار کو روک لینا، اور پہلی تفسیر معتمد ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ زمین کے نیچے دھنسانا اور آسمان سے پتھروں کا برسانا اس امت میں واقع نہیں ہوگا، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام احمد اور امام طبری نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ اس آیت میں چار عذابوں کا ذکر ہے اور چاروں لامحالہ واقع ہوں گے۔

امام ترمذی نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ یہ تمام امور ہونے والے ہیں اور ابھی تک ان کی تاویل نہیں آئی، اور امام احمد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک واقع نہیں ہوگی حتیٰ کہ چند قبائل کو دھنسا نہ دیا جائے۔

اور امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے آخر میں زمین میں دھنسانا بھی ہوگا اور صورتوں کو مسخ کرنا بھی ہوگا اور پتھروں کا برسانا بھی ہوگا۔

امام مسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کے مشرقوں کو اور مغربوں کو سمیٹ دیا اور میری امت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے۔۔۔۔الحدیث، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت کو عام قحط کے ساتھ ہلاک نہ کیا جائے، اور یہ سوال کیا کہ میری امت کے اوپر ان کے غیر سے کوئی دشمن ان پر مسلط نہ کیا جائے، اور میں نے یہ سوال کیا کہ ان کے مختلف فرقے نہ کیے جائیں اور میں نے یہ سوال کیا کہ یہ ایک دوسرے سے لڑائی کا مزا نہ چکھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! جب میں کوئی کام مقدر کردوں تو وہ واپس نہیں کیا جاتا اور میں نے آپ کی امت کو یہ عطا کیا ہے کہ میں ان کو عام قحط سے ہلاک نہیں کروں گا اور یہ کہ ان کے غیر سے کوئی دشمن ان پر مسلط نہیں کیا جائے گا جو ان کے اتحاد کو توڑ ڈالے حتیٰ کہ ان میں سے بعض بعض کو ہلاک کردیں گے۔

اور امام طبری نے حضرت شداد رضی اللہ عنہ سے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ کافر دشمن کبھی بعض مومنوں پر مسلط ہوگا لیکن یہ عموماً نہیں ہوگا، اسی طرح زمین میں دھنسانا اور آسمان سے پتھر برسانا بھی عموماً نہیں ہوگا۔

اور امام طبرانی نے حسن بصری سے الانعام: ۶۵ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے سوال کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نیچے اترے، پس کہا: اے محمد! آپ نے چار چیزوں کا سوال کیا، پس میں نے دو چیزیں آپ کو عطا کردیں اور دو چیزیں آپ سے روک لیں، آپ کو یہ عطا کیا کہ ان کے اوپر سے عذاب نہیں آئے گا یا ان کے نیچے سے عذاب نہیں آئے گا جو ان کو جڑ سے اکھاڑ دے جیسا کہ اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی امتوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا گیا ہے لیکن آپ کی امت میں تفرقہ ہوگا اور بعض، بعض سے لڑائی کا مزا چکھیں گے، اور یہ دو عذاب ان کے لیے ہیں جو کتاب اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور اس کے انبیاء کی تصدیق کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۸۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی کتاب الاعتصام میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی اس سے پہلی حدیث کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر کیا تھا کہ اس امت کی ایک جماعت ہمیشہ غالب رہے گی، اگر اس سے مراد یہ ہو کہ وہ دشمنانِ اسلام پر غالب رہے گی اور کفار پر غالب رہے گی تو مدعیٰ ثابت ہے، اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ وہ اس امت کے ہی بعض لوگوں پر غالب رہے گی تو اس میں یہ ثبوت ہے کہ اس امت کے درمیان اختلاف ہوگا، سو اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے درمیان اختلاف کو واقع نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو مقدر کردیا ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ مقدر کردے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۵۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۲- بَابُ: مَنْ شَبَّهَ أَصْلًا مَعْلُومًا بِأَصْلٍ مُبَيَّنٍ قَدْ بَيَّنَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حُكْمَهُمَا لِيُفْهِمَ السَّائِلَ

ایک معلوم حکم کو دوسرے واضح حکم کے ساتھ تشبیہ دینا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کا حکم بیان فرمایا تاکہ سائل کو مسئلہ سمجھ آجائے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک حکمِ معلوم کو واضح حکم کے ساتھ تشبیہ دی جائے، اور رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کا حکم بیان فرمادیا ہے۔

صحتِ قیاس پر دلائل

اس باب میں قیاس کی صحت کو دلائل سے بیان فرمایا ہے اور یہ کہ قیاس کرنا مذموم نہیں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس سے پہلے باب سے قیاس کرنے کی مذمت اور کراہت کا پتا چلتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں، ایک قیاس وہ ہے جو صحیح ہے اور ان تمام شرائط پر مشتمل ہوتا ہے جو فنِ اصول کے اندر ذکر کی گئی ہیں، اور دوسرا قیاس فاسد ہے جو اس کے خلاف ہے، پس مذموم وہ قیاس ہے جو فاسد ہے اور رہا وہ قیاس جو صحیح ہے اس کی کوئی مذمت نہیں ہے بلکہ اس قیاس کو کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ہم نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ (الحشر: ۲) سو، اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو O

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۱۴۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا قَالَ فَأَنّٰى تُرٰى ذٰلِكَ جَاءَهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ وَلَعَلَّ هٰذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الْاِنْتِفَاءِ مِنْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے کہا کہ میری بیوی نے ایک سیاہ رنگ کے لڑکے کو جنا ہے اور میں اس کا انکار کرتا ہوں، پس اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ان کا کیا رنگ ہے؟ اس نے کہا: وہ سرخ رنگ کے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا ان میں کوئی چتکبرا بھی ہے؟ تو اس نے کہا جی ہاں اس میں چتکبرا بھی ہے، آپ نے پوچھا: تو تمہارا کیا گمان ہے وہ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! اس نے ایک رگ کو کھینچ لیا، آپ نے فرمایا: اور شاید کہ اس بچہ نے بھی کسی رگ کو کھینچ لیا ہو، اور نبی ﷺ نے اس اعرابی کو اس بچہ کے نسب سے نفی کرنے کی اجازت نہیں دی۔

(صحیح البخاری: ۵۳۰۵، ۶۸۴۷، ۷۳۱۴، صحیح مسلم: ۱۵۰۰، سنن نسائی: ۳۴۷۹، سنن ابوداؤد: ۲۲۶۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۰۲، مسند احمد: ۷۱۴۹)

صحیح البخاری: ۷۳۱۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کے لیے تشبیہ دی جس نے اپنے لڑکے کے رنگ کا انکار کیا تھا، آپ نے اس کے ساتھ تشبیہ دی جو اونٹوں کی پیدائش میں معروف تھا، آپ نے ان سے فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! پھر اس نے بتایا وہ سرخ رنگ کے اونٹ ہیں، آپ نے فرمایا: کیا ان میں کوئی چتکبرا بھی ہے؟ اس نے کہا: جی ہے، آپ نے فرمایا: وہ کیسے آیا؟ اس نے کہا: اس نے شاید کسی اونٹ کی رگ کھینچ لی، اس سے آپ نے یہ سمجھایا کہ جس طرح سرخ اونٹوں کے ہاں چتکبرا اونٹ پیدا ہو سکتا ہے، تو اسی طرح سفید عورت کے ہاں سیاہ بچہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۱۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَمَاتَتْ قَبْلَ أَنْ تَحُجَّ أَفَأَحُجَّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ فَقَالَ اقْضُوا اللهَ الَّذِي لَهُ فَإِنَّ اللهَ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، پس اس نے کہا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، پس وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کرو! یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرضہ ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرنے والی تھیں؟ تو اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: پس اے مسلمانو! تم بھی جس کا قرض ہے اس کا قرض ادا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ قرض کو ادا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۵۲، ۶۶۹۹، ۷۳۱۵، سنن نسائی: ۲۶۳۳، مسند احمد: ۱۴۱، ۲، سنن دارمی: ۲۲۲۷)

صحیح البخاری: ۷۳۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کا مسئلہ دریافت کیا تھا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے حج کر سکتی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے قرض کو بندوں کے قرض پر قیاس کیا اور فرمایا کہ اللہ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حق دار ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فاقضوا" یعنی اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو، اصول فقہ میں یہ معلوم ہے کہ عورتیں بھی مردوں کے خطاب میں داخل ہیں خاص طور پر جب دخول کا کوئی قرینہ موجود ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۱۴، ۷۳۱۵ کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

قیاس میں مذاہب اور قیاس کی حجیت پر دلائل

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے کہ جس نے کسی معلوم حکم کو واضح حکم کے ساتھ تشبیہ دی تا کہ سائل کو مسئلہ سمجھائے۔ یہی بعینہٖ قیاس ہے، اور لغتِ عرب میں قیاس کا معنی ہے "التشبیه والتمثیل" یعنی ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دینا یا ایک چیز کی مثال کسی دوسری چیز کے ساتھ دینا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کے لیے جس نے لڑکے کے رنگ کا انکار کیا تھا کہ وہ تو سفید رنگ کا ہے تو اس کا بیٹا کالے رنگ کا کیسے ہے؟ تو آپ نے اس کو تشبیہ دی کہ جو اونٹ سرخ رنگ کے ہوں تو ان سے چتکبرے رنگ کا اونٹ پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح سے سفید عورت کالے لڑکے کو جنم دے سکتی ہے، اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اس عورت کے لیے جس نے اپنی ماں کے حج کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرنے والی تھیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: اللہ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حق دار ہے، پس آپ نے اللہ کے قرض کو تشبیہ دی بندوں کے قرض سے، سوا اس کے کہ آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حق دار ہے۔

اور یہ کل بعینہٖ قیاس ہے اور ان دونوں حدیثوں سے علامہ مزنی نے منکرین قیاس کے خلاف استدلال کیا ہے۔

ابوتمام المالکی نے کہا: صحابہ کا قیاس پر اتفاق ہے، اسی وجہ سے انہوں نے سونے کو چاندی پر قیاس کیا ہے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری بیعت توڑ دو، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم آپ کی بیعت کو نہیں توڑیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر ہمارے دین کے لیے راضی ہو گئے تو ہم اپنی دنیا میں آپ پر کیوں راضی نہیں ہوں گے، پس انہوں نے امامت کو نماز پر قیاس کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس میں فرق نہیں کروں گا جو اللہ کا مال جمع کرتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شراب پینے والے کو صحابہ کی جماعت میں قیاس کیا اور فرمایا کہ جب شراب پینے والا نشہ میں ہوتا ہے تو ہذیان بکتا ہے اور جب ہذیان بکتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، پس اس کی وہی حد ہو گی جو تہمت لگانے والے کی حد ہوتی ہے۔
اسی طرح جب خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے حکم کیوں بنایا تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے درمیان دو حکموں کو بنانے کا حکم دیا ہے، تو مسلمانوں کا معاملہ تو اس سے زیادہ عظیم ہے۔

علامہ مزنی نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ائمہ دین کو پایا جو اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے قرآن کی فہم رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی فہم رکھتے تھے، پھر فقہاء اسی طریقہ سے فہم رکھنے والے تھے، اور ان سب نے قیاس کیا اور دین کے معاملہ میں ایک نظیر کو دوسری نظیر پر قیاس کیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نظام معتزلی اور معتزلہ کی ایک جماعت نے قیاس کا انکار کیا اور انہی کی داؤد بن علی ظاہری نے اقتداء کی، اور جماعت کا قول ہی حجت ہے اور جو شاذ قول ہو اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۶۵۔۳۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۱۴، ۷۳۱۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی کا علامہ ابن بطال سے مناقشہ

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ تمام صحابہ اور فقہاء تابعین قیاس کو تسلیم کرتے تھے اور جس نے سب سے پہلے قیاس کا انکار کیا، وہ ابراہیم النظام اور اس کی اتباع کرنے والے بعض معتزلہ ہیں، اور داؤد بن علی ظاہری ہیں۔

علامہ ابن بطال کے اس قول پر اعتراض کیا گیا ہے کہ صحابہ میں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قیاس کا انکار کیا، اور تابعین میں سے فقہاء کوفہ کے عامل شعبی نے قیاس کا انکار کیا، اور فقہاء بصرہ میں سے محمد بن سیرین نے قیاس کا انکار کیا۔

قیاس کرنے کی شرائط

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ قیاس کرنے کی شرط یہ ہے کہ قیاس کرنے والا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے احکام کا عالم ہو اور اس کو قرآن کے ناسخ اور منسوخ کا علم ہو اور قرآن کے عام اور خاص کا علم ہو، اور جس چیز میں تاویل کا احتمال ہو اس میں سنت اور اجماع سے استدلال کرے، پس اولاً وہ کتاب اللہ پر قیاس کرے ورنہ پھر سنت پر قیاس کرے، اور اگر اس کو یہ میسر نہ ہو تو جس مسئلہ پر سلف صالحین متفق ہوں اور مسلمانوں کا اجماع ہو اور کوئی اس کا مخالف نہ ہو، اس سے استدلال کرے، اور اس کے بغیر علم میں کسی چیز کا قول کرنا جائز نہیں ہے، اور کسی شخص کے لیے اس وقت تک قیاس کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ اس سے پہلے کی سنتوں کا عالم ہو اور سلف صالحین کے اقوال کا اور مسلمانوں کے اجماع کا اور اختلافِ علماء کا اور زبانِ عرب کا بھی واقف ہو، اور وہ صحیح العقل ہو تا کہ وہ مشتبہات اور محکمات میں فرق کر سکے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں کافی ضروری امور بیان کر دیئے ہیں۔

اور علامہ ابن العربی وغیرہ نے کہا ہے: اصل قرآن ہے، اگر قرآن کی دلالت خفی ہو تو پھر وہ سنت پر غور کرے، اگر سنت نے بیان کر دیا ہے تو فبہا اور اگر سنت کی دلالت بھی مخفی ہے تو پھر وہ دیکھے کہ صحابہ نے کس چیز پر اتفاق کیا ہے، پس اگر صحابہ کا اختلاف ہو تو اس کو ترجیح دے جو کتاب کی تصریح اور پھر سنت کی تصریح کے مشابہ ہے، اور مذہب معتدل وہ ہے جو امام شافعی نے بیان کیا ہے اور قیاس ضرورت کے وقت مشروع ہے کیونکہ قیاس خود ایک اصل ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۵۳۔۶۵۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۳۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي اجْتِهَادِ الْقُضَاةِ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى

قاضیوں کے اجتہاد کرنے کے متعلق احادیث کا بیان اور جو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے

امام بخاری بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝ (المائدہ:۴۵)

اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ ظالم ہیں O

وَمَدَحَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم صَاحِبَ الْحِكْمَةِ حِينَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا لَا يَتَكَلَّفُ مِنْ قِبَلِهِ وَمُشَاوَرَةِ الْخُلَفَاءِ وَسُؤَالِهِمْ أَهْلَ الْعِلْمِ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب حکمت کی مدح فرمائی جب وہ حکمت سے فیصلہ کرے اور حکمت کی تعلیم دے اور اپنی طرف سے تکلف نہ کرے اور خلفاء نے مشورہ کیا اور انہوں نے اہل علم سے سوال کیا۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اجتہاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی

اجتہاد کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کی طلب میں انتہائی کوشش کو صرف کرنا، اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: حکمِ شرعی کی معرفت کے لیے انتہائی کوشش کو بروئے کار لانا۔

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:

علماء کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ پیش آئے تو ان پر اس مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کرنا فرض واجب ہے، اور یہ حاکم پر واجب ہے یا عالم پر واجب ہے جب کہ وہ اہل اجتہاد سے ہو کہ وہ اس نئے مسئلہ کا حکم کتاب یا سنت میں تلاش کرے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو عورت کے اسقاطِ حمل کا حکم جاننے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کے بارے میں معلوم کیا کہ کس کے پاس اس مسئلہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا علم ہے؟ تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق حکم کیا، اور ان کے لیے یہ گنجائش نہیں تھی کہ اس مسئلہ میں از خود اجتہاد کرتے مگر سنت کی تصریحات کو طلب کرنے کے بعد، پس جب سنت کی تصریحات نہ ہوں تو پھر اجماع کی طرف رجوع کیا جائے گا، اور اگر اجماع سے بھی یہ مسئلہ نہ ملے تو پھر دیکھے کہ کوئی اور مسئلہ جو اس مسئلہ کے مشابہ ہو اور دونوں کے درمیان علتِ مشترکہ ہو تو پھر ایک مسئلہ کو دوسرے پر قیاس کر لے۔

دوسرے علماء نے کہا ہے: یہ وہ استنباط ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے علماء کو اس کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے:

وَلَوۡ رَدُّوۡهُ اِلَى الرَّسُوۡلِ وَاِلٰٓى اُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ الَّذِيۡنَ يَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ مِنۡهُمۡ (النساء:۸۳)

اور اگر یہ اس خبر کو رسول یا صاحبانِ علم کی طرف پہنچا دیتے تو ان میں سے خبر کا تجزیہ کرنے والے ضرور اس کے (صحیح) نتیجہ تک پہنچ جاتے۔

اور استنباط کا معنی ہے: استخراج، اور یہ صرف قیاس میں ہوتا ہے، کیونکہ نص ظاہر جلی ہے اور یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ جب کسی نئے حادثہ میں کتاب اللہ سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے کوئی تصریح نہ ملے تو وہ اس کو واجب کرتی ہے کہ اس میں اجتہاد کا حکم کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام:۳۸) ہم نے کتاب (لوحِ محفوظ) میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔

کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ بعض نئے مسائل کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے، تو پھر اس آیت کی خبر باطل ہو جائے گی، اور ہم کو معلوم ہے کہ نصوص تمام نئے مسائل کو محیط نہیں ہیں، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بغیر نص کے بھی حکم کو ظاہر کر دیا اور وہ نص کی علت پر قیاس کرنا ہے۔

پس اجتہاد اور استنباط کے وجوب کی حکمت یہ ہے کہ چیزوں کو ان کے نظائر پر قیاس کیا جائے اور یہی وہ قیاس ہے کہ جس کی جاہلوں نے نفی کی ہے۔ اور اجتہاد کرنا اور قیاس کرنا علماء پر فرض ہے جب ان کو نصوص نہ ملیں، پس ان پر لازم ہے کہ وہ امت کے اجماع پر عمل کریں۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۶۷۔۳۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

امام بخاری نے عنوان میں اس آیت کا ذکر کیا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (المائدہ:۴۵) اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ ظالم ہیں O

اور دوسری آیت میں فرمایا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (المائدہ:۴۷) اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ فاسق ہیں O

بعض علماء نے کہا کہ ان میں سے ایک آیت نصاریٰ کے متعلق ہے اور دوسری آیت مسلمانوں کے متعلق ہے، اور اولیٰ یہ ہے کہ یہ یہود کے متعلق ہے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کو عموم پر برقرار رکھا جائے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۵۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۱۶۔ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَآخَرُ آتَاهُ اللهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں شہاب بن عباد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن حمید نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد کرنا صرف دو شخصوں میں جائز ہے، ایک وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پس وہ حق کے واستہ میں اس مال کو ختم کر دے، اور دوسرا وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کی ہو، پس وہ اس حکمت کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کی تعلیم دے۔

(صحیح البخاری: ۷۳، ۱۴۰۹، ۷۱۴۱، ۷۳۱۶، صحیح مسلم: ۸۱۶، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۸، مسند احمد: ۳۶۴۳)

صحیح البخاری: ۷۳۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حسد کا معنی

حسد کا معنی ہے: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے نعمت دی ہو اس شخص سے اس نعمت کے زوال کی تمنا کرنا، اور بعض علماء نے تخصیص کی ہے کہ وہ یہ تمنا کرے کہ یہ نعمت اس کو مل جائے، اور حق یہ ہے کہ یہ عام ہے، یعنی وہ منعم علیہ سے نعمت کے زوال کی تمنا کرے خواہ اس کو وہ نعمت ملے یا نہ ملے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں یہ چیز پیدا کی گئی ہے کہ وہ اپنی جنس پر سربلندی چاہتا ہے، پس جب وہ کسی دوسرے شخص میں وہ نعمت دیکھے جو اس کو حاصل نہیں ہے، تو وہ یہ پسند کرتا ہے کہ اس سے یہ نعمت زائل ہو جائے تا کہ وہ اس کے اوپر سربلند ہو یا کم از کم اس کے برابر ہو، اور یہ تمنا کرنے والا مذموم ہے، جب کہ وہ اس کے تقاضا پر اپنے قول یا فعل سے عمل کرے، اور جس کے دل میں اس تمنا کا خطرہ پیدا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو ناپسند کرے جیسا کہ انسان کے دل میں اور اس کی طبیعت میں ممنوعہ کاموں کی محبت پیدا کی گئی ہے، لیکن اس پر لازم ہے کہ جب اس کے دل میں کسی ممنوعہ کام کی خواہش پیدا ہو تو وہ اس کو ناپسند کرے، اور علماء نے حسد کی تعریف میں یہ استثناء کیا ہے کہ اگر کافر کو کوئی نعمت حاصل ہو یا بدکار کو اور وہ اس نعمت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مدد حاصل کرتا ہو، تو اس سے اس نعمت کے زوال کی تمنا کرنا جائز ہے، یہ حسد کا حکم ہے اس کی حقیقت کے اعتبار سے۔

رشک کا معنی

حدیث میں جس حسد کا ذکر ہے، وہ درحقیقت ''الغبطة'' ہے یعنی رشک، اور اس پر حسد کا اطلاق مجازاً ہے، اور رشک کی تعریف یہ ہے کہ آدمی کسی شخص میں کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور مجھے بھی یہ نعمت مل جائے، اور اس پر حرص کو منافسة کہا جاتا ہے، اگر یہ حرص اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں ہو تو محمود ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے:

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ (المطففین: ٢٢۔٢٦)	بے شک نیکوکار ضرور (جنت کی) نعمت میں ہیں ○ عزت والی مسندوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں ○ آپ ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچان لیں گے ○ ان کو مہر لگی ہوئی شفاف شراب پلائی جائے گی ○ اس کی مہر مشک ہے، اور اسی میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے ○

اور اگر اللہ تعالیٰ نافرمانی میں کوئی شخص حرص کرتا ہے تو یہ مذموم ہے، اسی کے متعلق حدیث ہے: ''لا تنافسوا'' یعنی کسی معصیت میں حرص نہ کرو۔ (منداحمد: ج ۲ ص ۲۸۷)

اور اگر امورِ جائزہ میں حرص کی جائے تو یہ مباح ہے، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان دو خصلتوں سے افضل کسی چیز میں رشک کرنا نہیں ہے، اور ان دو چیزوں میں مال اور حکمت کا ذکر ہے اور ان میں حسد کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا بدن سے ہوگی یا مال سے ہوگی یا دونوں سے ہوگی، تو اطاعتِ بدنی کی طرف اشارہ کیا کہ آدمی حکمت کو حاصل کرے اور حکمت کے متعلق فیصلہ کرے اور حکمت کی تعلیم دے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اس پر رشک کیا جائے جس مرد کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا ہو اور وہ رات اور دن قرآن مجید کے ساتھ قیام کرتا ہو اور قیام سے مراد ہے قرآن مجید کے احکام اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کی تلاوت کرنا خواہ نماز کے اندر یا نماز سے باہر، اور اس کی تعلیم دینے سے مراد ہے قرآن مجید کے مطابق حکم اور فتویٰ دینا۔

نیز امام ترمذی نے حضرت ابو کبشہ الانماری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، پھر ایک طویل حدیث ذکر کی جس میں یہ ذکر ہے کہ جو حق کے راستہ میں عالم مال خرچ کرتا ہو اور اس کی تمنا کرنے والا اجر میں برابر ہیں، اور اس کی عبارت اس طرح سے ہے کہ ایک وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہو اور مال نہ دیا ہو اور اس کی نیت اس میں صادق ہو وہ کہے کہ اگر میرا مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح اس مال میں عمل کرتا، تو دونوں کا اجر برابر ہے اور اس کی ضد میں ذکر کیا کہ دونوں کا گناہ برابر ہے، اور لکھا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۲۲۔ ۶۲۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اس تعلیق میں خلفاء سے مشورہ لینے کا ذکر ہے اور اہلِ علم سے یہ سوال کرنے کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آیات احکام کے متعلق بیان فرمائی ہیں ان کا کیا محمل ہے، اور خلفاء کا ذکر قید نہیں ہے، کیونکہ تمام حکام اس میں برابر ہیں۔

منصبِ قضاء کی فضیلت اور اس کی شرائط

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ منصبِ قضاء کے حصول کے لیے اس شخص کو رغبت کرنی چاہیے جو قضاء کی شرائط کا جامع ہو اور حق پر عمل کرانے کی طاقت رکھتا ہو، اور وہ مظلوم کی دادرسی کی طاقت رکھتا ہو، اور ظالم سے مظلوم کا حق لے کر مظلوم کو دینے کی طاقت رکھتا ہو، اور ظالم کا ہاتھ پکڑنے کی طاقت رکھتا ہو، اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو، اور یہ تمام امور عبادات سے ہیں، اسی لیے انبیاء علیہم السلام ان امور کے مطابق عمل کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کے بعد خلفاء راشدین ان کے مطابق عمل کرتے تھے، اسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ منصبِ قضاء فرضِ کفایہ ہے، کیونکہ اس کے بغیر لوگوں کو استقامت پر نہیں رکھا جا سکتا۔

امام بیہقی نے سندِ قوی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہو گئے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قضاء کے منصب پر مقرر کیا اور ایک اور سندِ قوی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو منصبِ قضاء پر مقرر کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کی طرف لکھا کہ تم نیک لوگوں کو قضاء پر مقرر کرو، اور یہ سب اکابر صحابہ ہیں، اور بعض متقدمین نے منصبِ قضاء کو قبول نہیں کیا، کیونکہ ان کو یہ خوف تھا کہ وہ اس کے حقوق ادا نہیں کر سکیں گے اور ان حقوق کی ادائیگی پر کوئی مددگار انہیں میسر نہیں تھا۔

منصبِ قضاء کا شرعی حکم، آیا یہ فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

جب کوئی شخص قضاء کی شرائط کا جامع ہو اور قضاء کے حقوق ادا کرنے پر قادر ہو تو آیا اب اس کا منصبِ قضاء کے قبول کرنے سے انکار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر شہر میں اس کے علاوہ کوئی اور ایسا شخص نہ ہو جو قضاء کی شرائط کا جامع ہو تو اس پر متعین ہے کہ وہ منصبِ قضاء کو قبول کرے کیونکہ یہ فرضِ کفایہ میں سے ہے، اور دوسرا شخص اس کے قیام پر قادر نہیں ہے، پس اس کے اوپر متعین ہے کہ وہ منصبِ قضاء کو قبول کرے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۱۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۳۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ هِيَ الَّتِي يُضْرَبُ بَطْنُهَا فَتُلْقِي جَنِينًا فَقَالَ أَيُّكُمْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيهِ شَيْئًا فَقُلْتُ أَنَا فَقَالَ مَا هُوَ قُلْتُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ فِيهِ غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ فَقَالَ لَا تَبْرَحْ حَتَّى تَجِيئَنِي بِالْمَخْرَجِ فِيمَا قُلْتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عورت کے املاص یعنی اسقاطِ حمل کے متعلق سوال کیا اور یہ وہ عورت ہے کہ جس کے پیٹ پر ضرب لگائی جائے تو وہ پیٹ کے بچہ کو گرا دے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ سنا ہے؟ تو میں نے کہا: میں نے سنا ہے، پس انہوں نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اس کی دیت میں ایک غلام ہے یا ایک باندی ہے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم یہاں سے نہ جانا حتیٰ کہ تم میرے پاس اپنی بیان کی ہوئی حدیث کے مخرج کو لے آؤ۔

(صحیح البخاری: ۶۹۰۵، ۶۹۰۷، ۶۹۰۸، ۷۳۱۷، صحیح مسلم: ۱۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۰، مسند احمد: ۱۷۶۷۰)

۷۳۱۸۔ فَخَرَجْتُ فَوَجَدْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ فَجِئْتُ بِهِ فَشَهِدَ مَعِي أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ فِيهِ غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ۔

پس میں نکلا تو میں نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو پایا، سو میں ان کو لے کر آیا، سو انہوں نے شہادت دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس کی دیت میں ایک غلام ہے یا ایک باندی ہے۔
ابن ابی الزناد نے اس کی متابعت اپنے والد سے کی ہے از عروہ از مغیرہ۔

(صحیح البخاری: ۶۹۰۵، ۶۹۰۷، ۶۹۰۸، ۷۳۱۷، صحیح مسلم: ۱۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۵۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴۰، مسند احمد: ۱۷۶۷۰)

صحیح البخاری: ۷۳۱۷، ۷۳۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں ''املاص المرأۃ'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: عورت کا پیٹ کے بچہ کو مردہ گرانا، اور یہ وہ عورت ہے جس کے پیٹ پر ضرب لگائی جائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک سوال کا جواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے اس حدیث کو کس نے سنا ہے؟ اس پر یہ اعتراض ہے کہ خبرِ واحد حجت ہوتی ہے اور اس کے تقاضا پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے، تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ پر یہ لازم کیا کہ وہ گواہ لائیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاکید کے لیے ہے تا کہ ان کا دل مطمئن ہو جائے۔ علاوہ ازیں ایک اور گواہ کے ساتھ مل جانے سے وہ حدیث خبرِ واحد سے نہیں نکلی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۴۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

نبی ﷺ کے اس ارشاد کا بیان کہ تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی ضرور پیروی کرو گے

۷۳۱۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَأْخُذَ أُمَّتِي بِأَخْذِ الْقُرُونِ قَبْلَهَا شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ كَفَارِسَ وَالرُّومِ فَقَالَ وَمَنِ النَّاسُ إِلَّا أُولَئِكَ۔

(مسند احمد: ۸۱۰۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ میری امت پچھلے لوگوں کے طریقہ پر عمل کرے، ایک بالشت، بالشت کے برابر، اور ایک ہاتھ، ہاتھ کے برابر، پس عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا مثل فارس اور روم کے؟ آپ نے فرمایا: لوگوں میں سے ان کے سوا اور کون ہیں؟

۷۳۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ الصَّنْعَانِيُّ مِنَ الْيَمَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى قَالَ فَمَنْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالعزیز نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمر الصنعانی نے حدیث بیان کی از یمن از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر عمل کرو گے، ایک بالشت کو ایک بالشت کے برابر کرو گے اور ایک ہاتھ کو ایک ہاتھ کے برابر کرو گے حتیٰ کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے، ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا وہ یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر اور کون؟

(صحیح البخاری: ۳۴۵۶، ۷۳۲۰، صحیح مسلم: ۲۶۶۹، سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۴، مسند احمد: ۱۱۳۹۱)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۱۹، ۷۳۲۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ المھلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے ''لتتبعن سنن من کان قبلکم'' اس میں سین پر زبر ہے اور یہ سین پر پیش پڑھنے سے اولیٰ ہے کیونکہ بالشت اور ذراع صرف سَنَن میں استعمال ہوتے ہیں جس کا معنی ہے راستہ، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کی امت قیامت کے وقوع سے پہلے نئے نئے نکالے ہوئے مسائل کی پیروی کرے گی اور بدعتوں کی اور گمراہ کرنے والی خواہشوں کی جیسا کہ فارس اور روم کی امتوں نے پچھلی امتوں کی پیروی کی حتیٰ کہ اکثر لوگوں کا دین متغیر ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہ کثرت احادیث میں اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ آخر زمانہ شر ہے اور قیامت صرف بدترین مخلوق پر قائم ہوگی، اور بے شک دین خاص مسلمانوں کی وجہ سے قائم رہے گا جو دشمنوں سے نہیں ڈریں گے اور حق بات کہنے میں صرف اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں گے، اور دین کے صحیح راستہ پر چلتے رہیں گے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۱۹، ۷۳۲۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''شبرا بشبر و ذراعا بذراع'' اور دوسری روایت میں ہے ''شبراً شبراً و ذراعاً ذراعاً'' یعنی تم ایک ایک بالشت میں ان کی پیروی کرو گے اور ایک ایک ہاتھ میں ان کی پیروی کرو گے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''کفارس والروم'' ان دو امتوں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت میں یہی دو امتیں مشہور تھیں، فارس کے ملک میں کسریٰ بادشاہ تھا اور روم کے ملک میں قیصر بادشاہ تھا۔ الاسماعیلی کی روایت میں مذکور ہے جیسا کہ فارس اور روم نے کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ومن الناس الا اولئک'' یعنی فارس اور روم کیونکہ وہ اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑے بادشاہ تھے اور ان کی رعیت سب سے زیادہ تھی اور ان کے ملک سب سے وسیع تھے۔

حدیث مذکور کی تائید میں دیگر روایات اور اسلامی فرقوں کا بیان

امام طبرانی نے المستورد بن شداد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ امت پہلوں کے طریقوں میں سے کسی چیز کو ترک نہیں کرے گی حتیٰ کہ اس طریقہ پر عمل کرے گی۔
اور امام شافعی نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر سوار ہو گے خواہ وہ میٹھے ہوں یا کڑوے ہوں۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جن چیزوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے، ان میں سے بڑی چیزیں واقع ہو چکی ہیں اور باقی عنقریب واقع ہوں گی۔

دین میں اپنی عقل اور اپنی رائے سے کوئی بات کہنے کی مذمت

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے: اس باب سے استدلال کیا گیا ہے کہ اپنی رائے سے کوئی بات کہنا مذموم ہے جب کہ اس کی کوئی اصل نہ ہو، اور ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا کہ بنو اسرائیل کا معاملہ ہمیشہ درست رہا حتیٰ کہ ان میں ایسے بچے پیدا ہو گئے جو قیدیوں کے بیٹے تھے، پس انہوں نے اپنی رائے سے باتیں کہیں اور بنو اسرائیل کو گمراہ کر دیا، اور میرے والد یہ کہتے تھے "السنن السنن" کیونکہ سنن ہی دین کا قوام ہیں، اور اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ رائے پر عمل کرتے تھے اور سنتوں پر عمل کرنے کو ترک کر دیتے تھے، انہوں نے کہا کہ یہود اور نصاریٰ نے اس علم کو چھوڑ دیا جو ان کے ہاتھوں میں تھا حتیٰ کہ رائے پر مستقل عمل کیا۔

اور ابن ابی خیثمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا کب متروک ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب تم میں وہ چیزیں ظاہر ہو جائیں جو بنی اسرائیل میں ظاہر ہوئی تھیں، جب تمہارے اچھے لوگ مداہنت کریں اور برے لوگ فحش کلام کریں اور حکومت کمینوں کے ہاتھ میں ہو اور فقہ رذیلوں کے ہاتھ میں ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دین کا فساد اس وقت ہوگا جب علم چھوٹوں کی طرف سے آئے اور بڑوں کا اس پر عمل کرنا مشکل ہو اور لوگوں کی فلاح اس وقت ہوگی جب علم بڑوں کی طرف سے آئے اور چھوٹے اس کی متابعت کریں۔ ابو عبید نے ذکر کیا کہ چھوٹوں سے مراد یہاں قدر اور مرتبت میں چھوٹے ہیں نہ کہ عمر میں چھوٹے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۵۶۔۴۵۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی تائید میں دیگر احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود کے اکہتر فرقے ہوئے یا بہتر فرقے ہوئے، اور نصاریٰ کے فرقے بھی اس کی مثل ہیں، اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔

(سنن ترمذی: ۲۶۴۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۲، کنز العمال: ۱۰۶۰)

نیز امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر ضرور وہ چیزیں آئیں گی جو بنی اسرائیل پر آئی تھیں برابر برابر، حتیٰ کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ سرِ عام بدکاری کی ہو تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کریں گے، اور بے شک بنی اسرائیل کی بہتر ملتیں تھیں اور میری امت کی تہتر ملتیں ہوں گی اور وہ سب دوزخ میں ہوں گی سوا ایک ملت کے، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سی ملت ہے؟ آپ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔ (امام ابو عیسیٰ نے کہا: یہ حدیث مفسر غریب ہے، ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے ساتھ پہچانتے ہیں)۔ (سنن ترمذی: ۲۶۴۱، اس حدیث کی روایت میں امام ترمذی منفرد ہیں)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث میں مذکور بہتر فرقوں کا بیان

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی المالکی متوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے لکھا ہے کہ پہلی حدیث صحیح حسن ہے اور دوسری حدیث مفسر غریب ہے۔

ہمارے علماء رحمہم اللہ نے فرقوں کی تعداد میں بیان کیا ہے کہ روافض کے بیس فرقے ہیں، خوارج کے بیس فرقے ہیں، قدریہ، معتزلہ کے بیس فرقے ہیں، اور مرجئہ کے سات فرقے ہیں، اور ایک فرقہ ضراریہ ہے، اور جہمیہ ہے، اور کرامیہ ہے، اور نجاریہ ہے اور ایک جہمیہ کا فرقہ دونوں بدعتوں کا جامع ہے، تو یہ بہتر فرقے ہیں، یہ تمام فرقے بدعتی ہیں جن کی وضاحت اور تعداد اور ان کے مقالات کا بیان الشیخ امام ابوالمظفر شاہور الاصفہانی نے کیا ہے، تاکہ اہلِ سنت، اہلِ بدعت سے ممیز ہو جائیں۔

ان میں سے ایک فرقہ وہ ہے جو وہی کہتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے کہا ہے اور قیاس کا بالکل انکار کرتا ہے۔

اور ان میں سے ایک فرقہ وہ ہے جو قیاس کو حدیث پر مقدم کرتا ہے اور یہ قدریہ کی ایک قسم ہے جیسا کہ پہلی جماعت خوارج کی ایک قسم ہے، پھر ان کی کئی فروع ہیں اور ابن حزم نے بھی قیاس کا انکار کیا ہے اور اس نے اپنے آپ کو ظاہر کی طرف منسوب کیا ہے اور داؤد بن علی کی اقتداء کی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث سے مراد کو واضح فرمایا اور بندوں کے لیے فرقہ ناجیہ کا بیان کیا، اور یہ وہ فرقہ ہے جو ان عقائد پر ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عقائد تھے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۵ ص ۷۸۔۸۱ ملخصاً وملتقطاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اہلِ بدعت کے سات اصولی فرقے

شیخ محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم المبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ لکھتے ہیں:

حدیث: ۲۶۴۱ کی سند میں عبدالرحمن بن زیاد الافریقی ہیں اور یہ ضعیف راوی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے۔

''المواقف'' میں بیان کیا گیا ہے کہ بدعت کے اصولی فرقے سات ہیں:

(۱) المعتزلہ: جو اس کے قائل ہیں کہ بندے اپنے اعمال کے خالق ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا انکار کرتے ہیں اور ثواب اور عقاب کو واجب قرار دیتے ہیں اور ان کے بیس فرقے ہیں۔

(۲) الشیعہ: یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت میں مبالغہ کرتے ہیں اور ان کے بائیس فرقے ہیں۔

(۳) الخوارج: جو متعدد صحابہ کو کافر قرار دیتے ہیں اور جو گناہ کبیرہ کرے اس کو بھی کافر قرار دیتے ہیں اور ان کے بیس فرقے ہیں۔

(۴) المرجئہ: یہ کہتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد گناہ کرنے سے کوئی ضرر نہیں ہوتا جیسے کفر کے ساتھ عبادت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور ان کے پانچ فرقے ہیں۔

(۵) النجاریہ: یہ اہلِ سنت کی اس بات میں موافقت کرتے ہیں کہ افعال اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں، اور معتزلہ کی موافقت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں اور ان کے تین فرقے ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۶) الجبریہ: یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: بندوں کا فعل کے اوپر کوئی اختیار نہیں ہوتا، ان کا ایک ہی فرقہ ہے۔
(۷) المشبّہہ: یہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو جسمیت میں مخلوق کے مشابہ قرار دیتے ہیں، ان کا بھی ایک فرقہ ہے۔
پس یہ بہتّر فرقے ہیں اور یہ سب دوزخی ہیں اور نجات پانے والا فرقہ وہ اہل السنۃ البیضاء ہے۔
(تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص ۴۳۶۔۴۳۷، ملخصاً وملتقطاً، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

ملت کی تعریف میں اقوال

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر طریقہ کو بطور وسعت کے ملت فرمایا، اور ملت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے جو شریعت مقرر فرمائی تا کہ اس شریعت پر عمل کر کے لوگ اللہ عزوجل کا قرب حاصل کریں، اس شریعت کو ملت کہتے ہیں، کہا جاتا ہے "ملت محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اسی طرح دوسرے انبیاء کی طرف ملت کی اضافت کی جاتی ہے، پھر اس کا مجازاً استعمال باطل ملتوں میں بھی کیا گیا، کیونکہ جب ان کے فرقے بہت عظیم ہو گئے اور ہر فرقہ نے دوسرے فرقہ کے خلاف طریقہ اختیار کیا تو گویا یہ بھی دین میں ایک فرقہ بن گیا۔
دوسرا قول یہ ہے کہ ہر اس فعل اور قول کو ملت کہتے ہیں جس پر جماعت کا اجماع ہو گیا ہو، اور کبھی یہ حق ہوتی ہے اور کبھی باطل۔
اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر فرقہ دین میں ایسے طریقہ کو اختیار کرے گا جو دوسرے طریقہ کے مخالف ہوگا،، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اپنے اپنے طریقوں میں بدعتوں کو داخل کر لیں گے، پھر یہ کہا گیا ہے کہ آپ نے جو فرمایا "میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے" اس سے مراد امتِ دعوت ہے، پس اس میں وہ تمام ملتیں داخل ہو جائیں گی جو ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھتیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد امتِ اجابت ہو، اور یہ تہتر ملتیں ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرنے والی ہوں، اور یہ دوسرا قول زیادہ ظاہر ہے۔ اور الابہری نے نقل کیا ہے کہ اکثر کے نزدیک اس حدیث میں امت سے مراد امتِ اجابت ہے۔

بہتّر فرقوں کے دوزخی ہونے کی تفصیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سب دوزخ میں ہیں، پس ان میں سے جو کفار کے عقائد پر ہوں تو وہ دائماً دوزخ میں رہیں گے، اور جو ان میں سے بدعتی ہوں وہ دوزخ کے مستحق تو ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نجات پانے والا فرقہ وہ ہے جو میری سنت پر عمل کرے گا اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرے گا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہی لوگ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں، یہ چیز اجماع سے معلوم ہوئی ہے، پس جس پر اہلِ اسلام کا اجماع ہو وہ حق ہے اور اس کا ماسوا باطل ہے۔

شریعت، طریقت اور حقیقت کے معانی

اور نجات یافتہ فرقہ وہ "اهل السنة البيضاء المحمديه والطريقة النقية الاحمديه" ہیں، ان کا ایک ظاہر ہے جس کو شریعت کہا جاتا ہے اور یہ عام لوگوں کے لیے ہے، اور ایک باطن ہے جس کو طریقت کہا جاتا ہے، یہ خاص لوگوں کے لیے ہے، اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا خلاصہ الحقیقۃ کہا جاتا ہے، یہ اخص الخواص کے لیے ہے، پس پہلا جسم کا حصہ ہے اور دوسرا دلوں کا حصہ ہے یعنی علم اور معرفت، اور تیسرا روحوں کا حصہ ہے جو مشاہدہ کرتے ہیں۔

علامہ القشیری نے کہا ہے: شریعت اس چیز کو کہتے ہیں جس میں عبودیت کا التزام کیا جائے اور حقیقت اس کو کہتے ہیں جس میں ربوبیت کا مشاہدہ کیا جائے، پس ہر وہ شریعت جو حقیقت سے مؤید نہ ہو وہ غیر مقبول ہے، اور ہر وہ حقیقت جو شریعت سے مقید نہ ہو وہ غیر محصول ہے۔ (المرقاۃ ج ۱ ص ۴۱۸۔۴۱۹، المکتبۃ الحقانیہ، پشاور)

حدیث مذکور میں امت سے مراد امتِ دعوت ہے یا امت اجابت؟

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ طیبی متوفی ۷۴۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امت سے مراد وہ ہے جس کو اہلِ قبلہ میں سے دعوت کا دائرہ شامل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی اضافت اپنی طرف کی ہے، تو اس سے مراد اہلِ قبلہ ہیں۔ اور اگر اس سے مراد امتِ دعوت ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔

کفر ملتِ واحدہ ہے، اور اس حدیث میں ان کے بہتر فرقے ذکر کیے ہیں یعنی ہر ایک کا دین دوسرے کے دین کے خلاف ہوگا تو ان کو مجازاً ملت فرمایا ہے، اور جب ملت کو اہلِ قبلہ پر محمول کیا جائے تو حدیث میں جو ہے کہ "وہ سب دوزخ میں ہیں" اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسے برے کام کریں گے جن کی وجہ سے ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا، یا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں کے سبب سے دوزخ میں داخل ہوں گے، پھر جن کی بدعت کفر تک نہیں پہنچی ہے، ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دوزخ سے نکال دے گا۔

(شرح الطیبی ج ۱ ص ۳۳۵۔۳۳۶، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۴۱۳ھ، کراچی)

اسلامی فرقوں اور صحیح عقائد و نظریات کے متعلق مصنف کی تحقیق

ہماری تحقیق یہ ہے کہ خوارج، معتزلہ اور مرجئہ مُردہ مذاہب ہیں، اب ان ناموں کا کوئی مذہب نہیں ہے، البتہ ہمارے دور میں غیر مقلدین، دیوبندی اور شیعہ ہیں، جن مسائلِ اعتقادیہ میں ان فرقوں کو شبہات واقع ہوئے اور انہوں نے دلائل سے اپنی رائے کو حق سمجھا اور ان شبہات کو دور کرنے کے لیے علماءِ اہلِ سنت نے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ ان تک نہیں پہنچ سکے، وہ کفر کے حکم میں داخل نہیں ہیں، یا جن لوگوں تک وہ دلائل پہنچ گئے لیکن ان دلائل سے ان کا شرحِ صدر نہیں ہو سکا اور ہنوز ان کے شبہات باقی رہے وہ بھی معذور ہیں، لیکن جن لوگوں پر حجت تمام ہوگئی اور وہ محض کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے اپنے باطل موقف پر ڈٹے رہے، تو اگر ان کا موقف کسی کفر کو مستلزم ہے تو وہ دائماً دوزخ میں رہیں گے، اور اگر ان کا موقف کسی گمراہی کو مستلزم ہے تو وہ دوزخ میں دخول کے مستحق ہیں الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے، مثلاً جو شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے معتقد ہیں، یا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انبیاء علیہم السلام سے افضل قرار دیتے ہیں، یا جو وحی لانے میں حضرت جبریل علیہ السلام کی خطاء کے قائل ہیں، یا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں، یا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرتے ہیں، یا جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چھ صحابہ کے علاوہ سب صحابہ مرتد ہو گئے تھے، سو یہ سب کافر ہیں، اور جو خلفاءِ ثلاثہ کو مفضول کہتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے افضل قرار دیتے ہیں ان کا یہ حکم نہیں ہے، اور جو صحابہ پر سب و شتم کرتے ہیں وہ کافر نہیں ہیں لیکن بدترین فسق اور گمراہی میں مبتلا ہیں۔

اسی طرح اس زمانہ میں غیر مقلدین ہیں، یہ لوگ تقلید کا انکار کرتے ہیں اور یا رسول اللہ کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں، ان میں سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بعض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (قبر انور میں) حیات کے منکر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مطلقاً علمِ غیب کے قائل نہیں ہیں، اور غیر اللہ سے استمداد اور استغاثہ کو شرک قرار دیتے ہیں، اور محافلِ میلاد اور ایصالِ ثواب کی مجالس کو بدعت سیئہ قرار دیتے ہیں، ان کے علاوہ دیوبندی ہیں، یہ فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہیں، لیکن ان کے دیگر عقائد وہی ہیں جو غیر مقلدین کے عقائد ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل ہے، اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کو قبروں سے باہر لے آتا ہے جیسے واقعہ معراج میں انبیاء علیہم السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم فضیلت ہے اور اس کا انکار گمراہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلقاً علمِ غیب کا انکار کرنا قرآن مجید کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار ہے، لیکن یہ لوگ تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب وہی ہے جو آپ کو وحی سے دیا گیا، البتہ وسعتِ علم اور علمِ کلی میں ان کا اہلِ حق سے اختلاف ہے، سو اس وجہ سے ان کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا، اسی طرح غیر اللہ سے استمداد اور استغاثہ کرنا مطلقاً شرک نہیں ہے، البتہ جو اللہ کے غیر کو مستقل سمجھ کر اس سے مدد طلب کرے تو یہ چیز ضرور شرک ہے لیکن عام مسلمان ایسا نہیں سمجھتے، سو اس وجہ سے بھی ان کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا، اور غیر مقلدین اور علماء دیوبند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد منانے کو اور سوئم اور چالیسویں میں ایصالِ ثواب کی مجالس کو بدعتِ محرمہ قرار دیتے ہیں، سو یہ ان کی فکری غلطی ہے لیکن اس وجہ سے بھی ان کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا۔

اولیاءِ کرام اور مقبولان بارگاہِ الوہیت کے وسیلہ سے دعا کرنا مستحب ہے، لیکن اپنی دینی اور دنیاوی ضروریات میں ان کو پکارنا اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان سے مدد طلب کرنا صحیح نہیں ہے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں، تم اللہ کو یاد رکھو اللہ تمہیں یاد رکھے گا، تم اللہ کو یاد رکھو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو، اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔

(سنن ترمذی: ۲۵۱۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۳)

اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کرنا مستحب ہے، وہاں قرآن مجید کی تلاوت کر کے ان کو ایصالِ ثواب کیا جائے اور ان کے وسیلہ سے اپنے لیے دعا کی جائے لیکن سوال صرف اللہ تعالیٰ سے کیا جائے، بعض ان پڑھ لوگ مزارات پر سجدہ کرتے ہیں اور صاحبِ قبر کو پکارتے ہیں اور اپنی حاجات اور مشکلات میں ان سے مدد طلب کرتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔

اس لیے ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے اور ہر مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرنی چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرنے میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور آپ کی قدرت کو اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کے مساوی نہ بیان کیا جائے، چہ جائیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور قدرت کو اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت سے زیادہ بیان کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا واجب ہے لیکن سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کی جائے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ:۱۶۵) اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام بیان کیے ہیں ان کی اطاعت کی جائے اور آپ کی سنتوں پر عمل کیا جائے اور آپ پر محبت سے زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا جائے اور درود شریف میں اور صلوٰۃ وسلام میں آپ کے مبارک نام کے ساتھ آپ کے بہترین القاب ذکر کیے جائیں مثلاً رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، اکرم الاولین والآخرین، شفیع المذنبین، ایسے اوصاف ذکر کر کے آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے اور خصوصاً جمعہ کے دن زیادہ سے زیادہ آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے۔

بعض غیر مقلد اور دیوبندی علماء نے اپنی تصنیفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید توہین کی ہے جس کی تفصیل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ''حسام الحرمین'' میں بیان کی ہے، سو جو لوگ ان توہین آمیز عبارات پر مطلع ہو کر اور وجہِ کفر کو جان کر ان عبارات کو صحیح قرار دیتے ہیں اور ان کے مؤلفین کی تعظیم کرتے ہیں، ان پر بھی کفر کا حکم لاگو ہوگا اور جو لوگ ان عبارات پر مطلع نہیں ہیں، نہ ان عبارات کے معانی اور مطالب سے واقف ہیں اور جن کتابوں میں یہ عبارات ہیں مثلاً تحذیر الناس، براہینِ قاطعہ اور حفظ الایمان، اب یہ کتابیں عام طور پر دستیاب نہیں ہیں، اگرچہ یہ اردو زبان میں لکھی ہوئی ہیں لیکن ان کی زبان بہت مشکل ہے عام لوگ اس کو سمجھ نہیں سکتے، اس لیے جو دیوبندی ان عبارات کے معتقد نہیں ہیں تو ان پر کفر کا حکم نہیں ہے اور رہے اس زمانہ میں مرزائیہ خواہ وہ لاہوری گروپ ہو یا قادیانی، اسی طرح ذکری اور بہائی لوگ تو ہم ان کو اسلامی فرقوں میں شمار نہیں کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو ماننا ہمارے ایمان کا جزو ہے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے، اس کے باوجود آپ عالم الغیب نہیں ہیں، آپ کا علم سمندر ہے اور تمام مخلوقات کا علم اس کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہے اور آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ایسا بھی نہیں ہے جیسے قطرہ سمندر کے مقابلہ میں ہوتا ہے، کیونکہ قطرہ کی سمندر کی طرف نسبت متناہی کی متناہی کی طرف نسبت ہے اور آپ کے علم کی اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف نسبت متناہی کی غیر متناہی کی طرف نسبت ہے، اللہ تعالیٰ کا علم واجب اور قدیم ہے اور ممتنع الزوال ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ممکن اور حادث ہے اور اس کا زوال ممکن ہے، اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایک ذرہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی نہیں ہے، اور ہر چیز کا ہر وقت علم ہونا یہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے اور بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کے باوجود کسی چیز کی طرف توجہ نہیں رہتی اور اللہ تعالیٰ کبھی کسی چیز سے غافل نہیں ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلی کے اشارہ سے چاند کو شق کرنا اور سورج کو پلٹانا آپ کے عظیم معجزات میں سے ہیں، لیکن چاند کو شق کرنے والا اور سورج کو پلٹانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور آپ کے تمام معجزات درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہیں، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی فضیلت بیان کرنے سے احتراز کرنا چاہیے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور آپ کی قدرت کی اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت پر برتری یا مساوات کا شبہ پیدا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں، اور اس کے محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ فضیلت عطا فرمائی ہے، آپ کو اپنا محبوب بنایا ہے اور تمام رسولوں کا سردار بنایا ہے، اور آپ کے سر پر شفاعتِ کبریٰ اور دیگر شفاعتوں کا تاج رکھا ہے، سو آپ کی شفاعت کا عقیدہ بھی برحق ہے اور رسول اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وسلم کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاعت فرمائیں گے اور بعض جزوی صورتوں میں آپ محبت اور وجاہت سے بھی شفاعت فرمائیں گے، اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی شفاعت سے عظیم حصہ عطا فرمائے اور ہمیں مسلکِ اعتدال پر قائم رکھے۔

میں نے اپنی زندگی میں جو قرآن مجید، احادیث اور تفاسیر کا مطالعہ کیا ہے اس سے یہی سمجھا ہے جس کو میں نے اوپر بیان کر دیا ہے، اس میں جو کچھ صحیح ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطاء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ہے اور اگر اس میں کوئی غلطی ہے تو یہ میرے مطالعہ کی کمی اور فہم نارسا کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر قائم رکھے اور ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائے اور قیامت کے دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے حظ وافر عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں دنیا اور قبر کے عذاب سے اور آخرت میں قیامت کی ہولناکیوں سے اور حشر کی سختیوں سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبك سید المرسلین، خاتم النبیین رحمة للعالمین، شفیعنا یوم الدین علیه وعلیٰ آله واصحابه وازواجه وذریته الف الف صلوات وتسلیمات۔

۱۵۔ بَابُ إِثْمِ مَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ أَوْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً

جس نے گمراہی کی طرف بلایا یا جس نے کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا، اس کے گناہ کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص لوگوں کو کسی گمراہی کی طرف بلائے، اس کا کتنا گناہ ہوگا؟ اور امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اس کے بلانے سے جو لوگ گمراہی کا ارتکاب کریں گے ان سب کا گناہ گمراہی کی طرف بلانے والے کو بھی ہوگا، اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ہدایت کی طرف بلایا تو اس کے بلانے پر جو لوگ اس ہدایت پر عمل کریں گے ان کے اجر کی مثل بھی اس شخص کو ملے گی، اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس نے کسی گمراہی کی طرف بلایا تو اس گمراہی کے راستہ پر جو چلیں گے تو ان کے گناہوں کی مثل اس شخص کو ملے گی جس نے بلایا تھا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اس حدیث کی امام مسلم نے اور امام ابو داؤد نے اور امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

اسی طرح دوسری حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں: جس نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کی بنیاد رکھی اس کو اس کا اجر ملے گا، اور جو اس پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی اس کو ملے گا، اور ان کے اجور میں بالکل کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقہ کی بنیاد رکھی تو اس کو اس کا گناہ ہوگا اور جو اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کا گناہ بھی اس کو ہوگا اور ان لوگوں کے گناہوں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۸۰۔ ۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے اس عنوان کے ثبوت میں درج ذیل تعلیق لکھی ہے:

لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ: لِيَحْمِلُوٓا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ (النحل:۲۵)

تا کہ یہ قیامت کے دن اپنے (گناہوں کے) مکمل بوجھ اٹھائیں، اور ان لوگوں کے بوجھ بھی جن کو یہ بغیر علم کے گمراہ کر رہے ہیں۔

النحل:۲۵ کی تفسیر از مصنف

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت پر قرآن مجید کو بطورِ معجزہ پیش فرمایا، مشرکین نے اس پر یہ شبہ پیش کیا کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ کفار مکہ کے راستوں پر بیٹھ جاتے تھے اور باہر سے آنے والے قرآنِ عظیم کے متعلق سوال کرتے تو وہ کہتے کہ اس میں تو پہلے لوگوں کے قصے ہیں۔ (جامع البیان:۱۶۲۷۷)

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ جب مشرکین لوگوں کو قرآنِ عظیم کے متعلق گمراہ کرتے ہیں اور ان کو اسلام لانے سے روکتے ہیں تو ان پر ان کے اپنے کفر پر قائم رہنے کے گناہ کا بوجھ بھی ہوگا اور جو لوگ ان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے اسلام نہیں لائیں گے، ان کے کفر کے گناہ کا بوجھ بھی ان پر ہوگا، چونکہ جو شخص کسی کے گناہ کا سبب ہوتا ہے تو اس کے گناہ کا بوجھ بھی اس شخص پر ہوتا ہے اور اس سے دوسرے شخص کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوتی، کیونکہ پہلے شخص کے دو جرم ہیں، ایک تو اس نے خود گناہ کا کام کیا ہے اور دوسرا جرم یہ ہے کہ اس نے دوسرے لوگوں کو اس گناہ کی طرف رہنمائی کی، سو اس کو گناہ کے کام کا عذاب بھی ہوگا اور گناہ کا راستہ دکھانے کا عذاب بھی ہوگا، اور جتنے لوگوں کو وہ گناہ کا راستہ دکھائے گا، ان سب کے گناہ کا سبب بنے گا، اور ان سب کے گناہوں کے سبب بننے کی وجہ سے اس کو ان سب کے عذاب کی مثل عذاب ہوگا، اور اس کی رہنمائی سے جو گناہ کریں گے ان کو صرف اپنے گناہ کا عذاب ہوگا، اس لیے اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ دوسروں کے فعل کا اس کو عذاب کیوں ہوگا، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ (الزمر:۷) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

جو شخص کسی کام کا سبب ہو تو اس سبب سے جو لوگ بعد میں اس کام کو کریں گے، ان کے عمل میں اس شخص کا بھی حصہ ہوگا جو اس کام کا سبب تھا خواہ وہ کام اچھا ہو یا برا ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

نیک کاموں کی ابتداء کرنا مستحب ہے اور برے کاموں کی ابتداء کرنا حرام ہے، اور جو شخص ابتداءً کوئی نیک کام کرے یا کسی نیک کام کے طریقہ کو ایجاد کرے خواہ وہ علم کی تعلیم ہو یا عبادت یا ادب کا کام ہو یا اس کے سوا کوئی چیز ہو تو اس کو اپنے متبعین کی نیکیوں کا اجر بھی ملے گا، اور جو شخص کسی برے کام یا طریقہ کی ابتداء کرے تو اس کو اپنے پیروکاروں کے برے کاموں کا عذاب بھی ہوگا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۰ ص ۶۷۵۰، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

عبادت میں کسی نیک کام کو ایجاد کرنے کی مثال یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! یہ بتاؤ کہ تم نے اسلام میں ایسا کون سا عمل کیا ہے جس کے اجر کی تم کو سب سے زیادہ توقع ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تمہاری جوتیوں کی آواز سنی ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے نزدیک میرے جس عمل کے اجر کی زیادہ توقع ہے وہ یہ ہے کہ میں دن اور رات میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے جتنی نماز میرے لیے مقدر کی گئی ہے میں وہ نماز پڑھتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۹، صحیح مسلم: ۲۴۵۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۳۶)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اپنے اجتہاد سے نفلی عبادت کا وقت معین کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے کا وقت معین فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصویب فرمائی اور تصحیح فرمائی۔

علامہ ابن جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، نے فرمایا: اس حدیث میں اس پر ترغیب دی ہے کہ ہر وضو کے بعد نماز پڑھی جائے تا کہ وضو اپنے مقصود سے خالی نہ رہے۔

اور علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بندہ اپنے جس عمل کو مخفی رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس عمل پر بہت عظیم جزاء عطا فرماتا ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صالحین کو اللہ تعالیٰ جن اعمالِ صالحہ کی ہدایت دیتا ہے، ان سے ان اعمال کے متعلق سوال کرنا چاہیے تا کہ دوسرے لوگ اس عمل میں ان کی اقتداء کر سکیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۴، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے کو سنت بلال کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تحسین فرمائی اور قیامت تک جتنے مسلمان ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے کو معمول بنائیں گے ان کے اجر و ثواب سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حصہ ملتا رہے گا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کے طریقہ کی ابتداء کی اور قیامت تک جتنے مسلمان جماعت کے ساتھ تراویح پڑھتے رہیں گے ان کے ان اعمال سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حصہ ملتا رہے گا۔

اسی طرح جس نے ریس کورس میں جوئے کی ابتداء کی تو جتنے لوگ بھی ریس کورس میں جوا کھیل کر گھوڑے دوڑاتے رہیں گے ان کے اس جوئے کا گناہ اس کے ایجاد کرنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا، اسی طرح جس نے سینما کو ایجاد کیا اور فلم بینی کی بنیاد رکھی اور اس کی فروعات میں سے VCR ہے اور کیبل ہے اور انٹرنیٹ سے فلموں کو دیکھنا ہے اور ڈش انٹینا ہے اور موبائل پر فلموں کو ڈاؤن لوڈ کر کے ان کو دیکھنا ہے، اسی طرح عریاں فلموں کو دیکھا جاتا ہے جن کو بلو فلمیں کہتے ہیں، ان تمام قسم کی فلموں کو دیکھنے والوں کا گناہ اس شخص کو بھی ہوگا جس نے فلم بنانے کی ایجاد کی اور ان دیکھنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اسی طرح آلاتِ موسیقی کو جس نے ایجاد کیا تو بعد میں جو لوگ ان آلاتِ موسیقی سے موسیقی کو سنیں گے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کو ترک کر کے اس میں مشغول رہیں گے ان کے گناہوں میں سے اس کے موجد کو بھی حصہ ملے گا، اسی طرح نشہ کی مختلف اقسام ہیں اور جدید قسم کے حصولِ نشہ کے طریقے ہیں، ہیروئن ہے اور اس کی مثل دوسری مضرِ صحت چیزیں ہیں تو جتنے لوگ ان طریقوں سے نشہ حاصل کریں گے ان کے گناہوں میں ان کے موجد کا بھی حصہ ہوگا اور ان کے گناہوں کے عذاب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

۷۳۲۱۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْسَ مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْهَا وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ دَمِهَا لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ أَوَّلًا۔

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن مرۃ از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے گناہ میں سے ایک حصہ پہلے ابن آدم کا ہوگا، اور بسااوقات سفیان نے کہا: اس کے خون میں سے ایک حصہ ہوگا، کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کے طریقہ کو ایجاد کیا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۳۵، ۶۸۶۷، ۷۳۲۱، صحیح مسلم: ۱۶۷۷، سنن ترمذی: ۲۶۷۳، سنن نسائی: ۳۹۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۶)

صحیح البخاری: ۷۳۲۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں برے طریقہ کی ایجاد کرنے والے کے گناہ کو بیان کیا گیا ہے اور وہ طریقہ کسی کو قتل کرنا ہے۔

پہلے ابنِ آدم سے مراد ہے قابیل، جس نے ہابیل کو قتل کر کے قتل کے طریقہ کی ابتداء کی، اور یہ اس دنیا میں پہلا قتل تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور السدی سے منقول ہے کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کے سر پر ایک پتھر مارا جس سے وہ فوت ہو گیا، اور ابن جریج سے روایت ہے کہ ابلیس ان کے سامنے کسی مثال میں آیا اور اس نے ایک پتھر کو پکڑ کر کسی پرندے کے سر پر مارا تو قابیل نے بھی اسی طرح وہ پتھر ہابیل کے سر پر مارا، اور یہ واقعہ جبلِ ثور پر ہوا تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ حراء کے پیچھے ہوا تھا، تیسرا قول یہ ہے کہ ہند میں ہوا تھا، چوتھا قول یہ ہے کہ بصرہ کی ایک بڑی مسجد کی جگہ ہوا تھا، اور ان کے دفن کا وہ قصہ ہے جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۔۱۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ المہلب مالکی نے بیان کیا ہے: اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں گناہوں کے ارتکاب سے ڈرایا ہے اور بدعات کے ارتکاب اور دین میں نئے نئے طریقے ایجاد کرنے سے اجتناب کا حکم دیا ہے اور مومنین کے طریقہ کی مخالفت سے منع کیا ہے اور ڈرانے کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص کسی بدعت کی بنیاد رکھتا ہے تو وہ شروع میں اس کو آسان سمجھتا ہے اور اس کو پتا نہیں ہوتا کہ اس کے اوپر کیا مفاسد مرتب ہوں گے، اور وہ یہ ہے کہ جو بھی اس بری بدعت پر عمل کرے گا اس کا گناہ اس بدعت کے ایجاد کرنے والے کو ہوگا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۵۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

١٦۔ بَابُ: مَا ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ وَحَضَّ عَلَى اتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَمَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْحَرَمَانِ مَكَّةُ وَالْمَدِينَةُ وَمَا كَانَ بِهَا مِنْ مَشَاهِدِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَمُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ وَالْمِنْبَرِ وَالْقَبْرِ

نبی ﷺ نے جو ذکر کیا اور اہلِ علم کے اتفاق پر برانگیختہ کیا اور جس پر اہلِ حرمین یعنی اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ متفق ہوں، اور مکہ اور مدینہ کے درمیان نبی ﷺ کے جو مشاہد ہیں اور مہاجرین اور انصار ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ اور منبر اور قبر کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اجماع کی تحقیق

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اربابِ حل وعقد کے اتفاق کو اجماع کہتے ہیں، اربابِ حل وعقد سے مراد ہیں سیدنا محمد ﷺ کی امت کے مجتہدین جو امورِ دینیہ میں سے کسی امر پر متفق ہو گئے ہوں، اور صرف حرمین طیبین کے یعنی اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ کے مجتہدین کا اتفاق جمہور کے نزدیک اجماع نہیں ہے، امام مالک نے کہا: اہلِ مدینہ کا اجماع حجت ہے، انہوں نے کہا کہ امام بخاری کی یہ عبارت اس کی خبر دیتی ہے کہ اہلِ حرمین دونوں کا اتفاق اجماع ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: میں کہتا ہوں: امام بخاری نے اہلِ حرمین کے اتفاق کی ترجیح کا ارادہ کیا ہے، ان کے اجماع کا دعویٰ نہیں کیا، اور جب صرف اہلِ مدینہ کا کسی مسئلہ پر اتفاق ہو تو امام مالک اور ان کے متبعین نے اس کو بھی اجماع قرار دیا ہے اور جب اہلِ مکہ بھی ان کی موافقت کر لیں تو یہ بطریقِ اولیٰ اجماع ہے۔

اور علامہ ابن التین نے از سحنون نقل کیا ہے کہ اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ دونوں کا اتفاق ہو تو اجماع ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کو اجماع نہیں کہا جائے گا، اور یہ اس پر مبنی ہے کہ نادر مخالفت بھی اجماع کے ثبوت میں مؤثر ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۶۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اجماع کا بیان

جب کسی زمانہ کے اہلِ علم کا کسی قول پر اتفاق ہو جائے حتیٰ کہ وہ سب اہلِ علم رخصت ہو جائیں اور ان میں سے کسی نے اس قول میں اختلاف نہ کیا ہو تو وہ اجماع ہے، اور اس میں اختلاف ہے کہ جب صحابہ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو، پھر صحابہ کے بعد ان کے اقوال میں سے کسی ایک قول پر بعد کے لوگوں کا اتفاق ہو جائے تو آیا یہ اجماع ہوگا یا نہیں؟ اور صحیح یہ ہے کہ یہ اجماع نہیں ہے اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس میں بھی اختلاف ہے کہ جب ایک مجتہد جماعت کے مخالف ہو تو کیا اس کی مخالفت اجماع میں مؤثر ہوگی، اسی طرح دو کی اور تین کی عددِ کثیر میں سے؟ سو اس میں اختلاف ہے۔

امام بخاری نے اس عنوان میں ذکر کیا ہے: جس پر حرمان متفق ہوں، پھر مکہ اور مدینہ کا ذکر کیا یعنی احد الحرمین مکہ ہے اور دوسرا مدینہ ہے۔ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ جب اہلِ حرمین میں سے صحابہ کسی مسئلہ پر متفق ہوں اور کوئی صحابی اس کی مخالفت نہ کرے تو وہ اجماع ہے، اسی طرح علامہ ابن التین نے قید لگائی ہے، پھر علامہ سحنون سے یہ نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اہلِ مدینہ سے اختلاف کریں تو یہ اجماع نہیں ہوگا۔

اور علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ اہلِ علم کا اختلاف ہے کہ جس مسئلہ میں اہلِ مدینہ متفق ہوں تو ان کا اجماع دوسرے شہر والوں پر حجت ہوگا یا نہیں؟ پس علامہ ابہری یہ کہتے تھے کہ اہلِ مدینہ دوسروں پر حجت ہیں بطریقِ استنباط، پھر انہوں نے رجوع کیا اور کہا کہ اہلِ مدینہ جس قول کو نقل کریں وہ دوسروں کی نقل سے زیادہ بہتر ہے اور اہلِ مدینہ اور دوسرے اجتہاد میں برابر ہیں، اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

اور علامہ ابوبکر بن الطیب کا مذہب یہ ہے کہ اہلِ مدینہ کا قول بطریقِ اجتہاد اور بطریقِ نقل دونوں طریقوں سے اولیٰ ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ اہلِ مدینہ کا اتفاق دوسروں پر حجت نہیں ہے خواہ بطریقِ نقل ہو یا بطریقِ اجتہاد ہو۔

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے کہ امام بخاری کی غرض اس باب میں یہ ہے کہ مدینہ دوسرے شہروں سے افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو دین کے شعائر کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور وہ دار الوحی ہے اور مہبطِ ملائکہ ہے، ملائکہ اس میں ہدایت اور رحمت لے کر نازل ہوتے تھے اور اس کے اندر ایک وہ جگہ ہے جس کو اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہونے کا شرف بخشا ہے اور اسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک قبر ہے اور آپ کا منبر ہے اور ان دونوں کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

امام بخاری نے کہا: ''وما کان بھا من مشاھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہد سے مدینہ کی طرف اشارہ ہے، اور مہاجرین کے مشہد اور انصار کے مشہد کی طرف اشارہ ہے، اور مشہد کا اصل معنی یہ ہے کہ جو کسی جگہ حاضر ہو تو وہ جگہ اس کا مشہد ہے، امام بخاری نے کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ، یہ مشاہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عطفِ بیان ہے اور منبر اور قبر دونوں کا اس پر عطف ہے، اور اس میں بھی کئی وجوہ سے مدینہ کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے: (۱) کہ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلّی ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ نماز پڑھتے تھے، (۲) مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے جس کے متعلق آپ نے فرمایا: میرا منبر میرے حوض پر ہے، (۳) مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور ہے اور اس کے درمیان اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ ''روضۃ من ریاض الجنۃ'' ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۸۱۔ ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

فقہاءِ احناف کے نزدیک اجماع کی تعریف

علامہ علاؤ الدین عبد العزیز احمد البخاری الحنفی المتوفی ۷۳۰ھ لکھتے ہیں:

لغت میں اجماع کا معنی ہے عزم، جب کوئی شخص کسی کام کا عزم کر لے تو کہا جاتا ہے ''اجمع فلان علی کذا'' یعنی فلاں شخص

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے فلاں چیز کا عزم کر لیا، اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ (یونس:۷۱) تم اپنے (خودساختہ) معبودوں کے ساتھ مل کر اپنی سازش کو پختہ کر لو۔

اور اسی معنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

''لا صیام لمن لم یجمع الصیام من اللیل'' (یعنی جو شخص رات سے روزہ کا عزم نہ کرے اس کا روزہ نہیں ہوتا)۔

اور اجماع کا شرعی معنی ہے: سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا امورِ دینیہ میں سے کسی امر پر اتفاق کرنا۔

اور اس تعریف پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس سے لازم آئے گا کہ قیامت تک اجماع نہ پایا جائے، کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت تو قیامت تک ہوگی اور بعض زمانوں میں جو لوگ پائے گئے وہ پوری امت نہیں ہیں بلکہ امت کے بعض افراد ہیں، اور یہ کسی کا بھی مذہب نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی زمانہ میں جو مجتہد موجود ہوں وہ کسی مسئلہ پر متفق ہو جائیں۔

دوسری تعریف یہ ہے کہ اس امت کے مجتہدین کسی زمانہ میں کسی حکمِ شرعی پر اتفاق کر لیں۔

بعض روافض اور نظام معتزلی نے اجماع کا انکار کیا ہے، انہوں نے کہا کہ زمین کے تمام مشارق اور مغارب کے علماء سے اتفاق کو نقل ہونا بہت مشکل ہے۔ (کشف الاسرار ج ۳ ص ۴۲۳۔ ۴۲۴، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۱۱ھ)

۷۳۲۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ السَّلَمِيِّ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَصَابَ الْأَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِينَةِ فَجَاءَ الْأَعْرَابِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طِيبُهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ السلمی رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی، پس اس اعرابی کو مدینہ کا بخار چڑھ گیا، پس وہ اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس کہا: یا رسول اللہ! میری بیعت فسخ کر دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا، وہ پھر آیا اور کہنے لگا: میری بیعت فسخ کر دیجئے، پس آپ نے انکار کیا، وہ پھر آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میری بیعت فسخ کر دیجئے، پس آپ نے انکار کیا تو وہ اعرابی وہاں سے چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی مثل ہے، وہ اس کے خبث اور زنگ کو مٹا دیتی ہے اور صاف اور پاکیزہ چیزوں کو رکھ لیتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۳، ۷۲۰۹، ۷۲۱۱، ۷۲۱۶، ۷۳۲۲، صحیح مسلم: ۱۳۸۳، سنن ترمذی: ۳۹۲۰، سنن نسائی: ۴۱۸۵، مسند احمد: ۱۴۷۹۵، موطا امام مالک: ۱۶۳۹)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۲۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس اعرابی نے بیعت توڑنے کے لیے کہا تھا اس کے نام کی تحقیق

میں اس اعرابی کے نام پر واقف نہیں ہو سکا، مگر علامہ الزمخشری نے ''ربیع الابرار'' میں ذکر کیا ہے کہ اس کا نام قیس بن ابی حازم ہے، اور اس میں اشکال ہے، کیونکہ قیس بن ابی حازم بہت بڑے تابعی اور بہت مشہور تابعی تھے اور علماء نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے ہجرت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا چکے تھے، اگر واقعی ایسا ہے تو ہو سکتا ہے یہ کوئی اور شخص ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اس شخص نے کہا کہ میری بیعت فسخ کر لیجئے'' ظاہر یہ ہے کہ اسلام پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بیعت کیا تھا تو وہ اس کے فسخ کا ارادہ کرتا تھا، قاضی عیاض نے اسی کو وثوق سے کہا ہے اور دوسرے شارحین نے کہا کہ وہ ہجرت کو فسخ کرنا چاہتا تھا، اور اگر اسلام کو فسخ کرنا اس کی مراد ہوتی تو وہ مرتد قرار دیا جاتا اور اس کو ارتداد کی بناء پر قتل کر دیا جاتا۔

جن صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ کی سکونت ترک کر دی، ان کا تذکرہ

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے علامہ المہلب مالکی سے نقل کر کے کہا ہے: اس حدیث میں مدینہ منورہ کی دوسرے شہروں پر فضیلت کا بیان ہے، کیونکہ مدینہ منورہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ مدینہ منورہ میل کچیل کو دور کر دیتا ہے، اور امام بخاری نے اسی کے او پر اہل مدینہ کے اجماع کے حجت ہونے کا قول کیا ہے، اور علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ حدیث مدینہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے لیکن مدینہ کی یہ فضیلت تمام زمانوں میں عام نہیں ہے، یعنی ہر زمانہ میں یہ خصوصیت نہیں ہے کہ اس زمانہ میں مدینہ میل کچیل کو دور کر دے گا، بلکہ یہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کوئی شخص مدینہ میں ٹھہرنے سے اعراض نہیں کرے گا سوا اس کے کہ جس میں کوئی خیر نہ ہو، قاضی عیاض نے بھی اسی کی مثل کہا ہے اور اس کی تقویت اس سے کی ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مدینہ برے لوگوں کو نکال نہیں دیتا جس طرح بھٹی چاندی کے میل کچیل کو نکال دیتی ہے اور میل کچیل اور زنگ کو نکال دیتی ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خیار صحابہ کی ایک جماعت مدینہ سے چلی گئی اور دوسری جگہ کو انہوں نے وطن بنا لیا اور مدینہ سے باہر فوت ہوئے جیسے حضرت ابن مسعود، حضرت ابو موسیٰ، حضرت علی، حضرت ابوذر، حضرت عمار، حضرت حذیفہ، حضرت عبادہ بن الصامت حضرت ابو عبیدہ، حضرت معاذ اور حضرت ابو الدرداء وغیرہم رضی اللہ عنہم، پس اس سے واضح ہوا کہ مدینہ جو میل کچیل کو دور کرتا ہے، یہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۶۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مدینہ کے بھٹی ہونے پر ایک اعتراض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مدینہ بھٹی کی مثل ہے جو زنگ کو دور کر دیتی ہے اور خالص چیز رکھ لیتی ہے'' تو چاہیے کہ مدینہ میں کوئی بدعقیدہ، گمراہ اور فاسق نہ ہو، حالانکہ اب بھی مدینہ منورہ میں بدعقیدہ لوگ بھی ہیں، فساق بھی ہیں،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گمراہ بھی ہیں، شیعہ اور رافضی بھی ہیں، دیوبندی اور وہابی بھی ہیں دنیادار فساق سنی بھی ہیں، تو مدینہ نے تو ان سب کو نہیں نکالا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی یہ خصوصیت صرف رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھی اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قیامت تک مدینہ میں کوئی بدعقیدہ اور بدمذہب نہیں ہوگا۔

کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: مدینہ سے تمام بدعقیدہ لوگوں کو قیامت کے قریب محاصرۂ دجال کے زمانہ میں نکالا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۶۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۲۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ كُنْتُ أُقْرِئُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَلَمَّا كَانَ آخِرُ حَجَّةٍ حَجَّهَا عُمَرُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بِمِنًى لَوْ شَهِدْتَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَتَاهُ رَجُلٌ قَالَ إِنَّ فُلَانًا يَقُولُ لَوْ مَاتَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ لَبَايَعْنَا فُلَانًا فَقَالَ عُمَرُ لَأَقُومَنَّ الْعَشِيَّةَ فَأُحَذِّرَ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَغْصِبُوهُمْ قُلْتُ لَا تَفْعَلْ فَإِنَّ الْمَوْسِمَ يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ يَغْلِبُونَ عَلَى مَجْلِسِكَ فَأَخَافُ أَنْ لَا يُنْزِلُوهَا عَلَى وَجْهِهَا فَيُطِيرُ بِهَا كُلُّ مُطِيرٍ فَأَمْهِلْ حَتَّى تَقْدَمَ الْمَدِينَةَ دَارَ الْهِجْرَةِ وَدَارَ السُّنَّةِ فَتَخْلُصَ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَيَحْفَظُوا مَقَالَتَكَ وَيُنْزِلُوهَا عَلَى وَجْهِهَا فَقَالَ وَاللهِ لَأَقُومَنَّ بِهِ فِي أَوَّلِ مَقَامٍ أَقُومُهُ بِالْمَدِينَةِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ فِيمَا أُنْزِلَ آيَةُ الرَّجْمِ۔

(صحیح البخاری: ۳۹۲۸، مسند احمد: ۳۹۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از عبید اللہ بن عبداللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید پڑھایا کرتا تھا، جب وہ حج آیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آخری حج تھا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مجھ سے منیٰ میں کہا: کاش! تم آج امیر المومنین کے پاس ہوتے، ان کے پاس ایک مرد آیا اور اس نے کہا کہ فلاں آدمی کہتا ہے کہ اگر امیر المومنین فوت ہو جائیں تو ہم فلاں شخص کی بیعت کر لیں گے، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آج سہ پہر کو کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دوں گا اور اس جماعت کو ڈراؤں گا جو اپنی رائے سے خلافت کو غصب کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: آپ ایسا نہ کریں، کیونکہ حج کے ایام میں تمام قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں، یہ سب لوگ آپ کی مجلس میں حاضر ہوں گے، مجھے خطرہ ہے کہ یہ لوگ آپ کی بات کو اس کے صحیح محمل پر محمول نہیں کریں گے، پھر ہر ایک اپنے منہ سے اس بات کو نکالتا رہے گا، اس لیے آپ ٹھہریں، حتیٰ کہ جب آپ مدینہ منورہ پہنچیں جو دار الہجرۃ ہے اور دار السنۃ ہے اور وہاں رسول اللہ ﷺ کے مخلص اصحاب میں سے مہاجرین اور انصار ہوں گے وہ آپ کی بات کو یاد رکھیں گے اور اس کو صحیح محمل پر محمول کریں گے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں مدینہ پہنچ کر جو پہلا خطبہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوں گا اس میں یہ بیان کروں گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس ہم مدینہ پہنچ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر کتاب نازل کی اور اس کتاب میں رجم کی آیت بھی نازل کی۔

حدیث مذکور کا خلاصہ

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حج کے ایام میں کہا: کاش آپ فلاں شخص کی بات سنتے جو کہہ رہا تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں فلاں شخص سے بیعت کروں گا، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک بغیر غور و فکر کے ہو گئی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان شاء اللہ شام کو لوگوں سے خطاب کروں گا اور میں مسلمانوں سے کہوں گا کہ وہ ان لوگوں سے محتاط رہیں جو ان کے حقوق غصب کر لینا چاہتے ہیں، اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! اپنے خطاب کو ملتوی کر دیں حتیٰ کہ آپ مدینہ منورہ پہنچ جائیں، کیونکہ مدینہ منورہ میں دانش مند اور اصحاب الرائے رہتے ہیں جو احکام کی فقہ رکھتے ہیں اور حج کے اجتماع میں ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں عقل مند بھی اور کم عقل بھی، یہاں خطاب کرنے سے شور و شغب ہوگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ٹھیک کہتے ہو، میں مدینہ پہنچتے ہی خطاب کروں گا۔

صحیح البخاری: ۷۳۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "الذین یریدون ان یغصبوھم" اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ ان کاموں کا قصد کرتے ہیں جن کاموں کو انجام دینا ان کا منصب نہیں ہے اور نہ وہ اس مرتبہ کے لوگ ہیں، پس وہ یہ چاہتے ہیں کہ ظلم اور غصب سے وہ کام کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رَعاع الناس" اس سے مراد ہے کم عمر لوگ اور رذیل لوگ۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیطیر بھا کل مطیر" یعنی وہ آپ کی بات کی صحیح تاویل نہیں کریں گے اور اس کو بہت جلدی سے ادھر ادھر نقل کر کے پھیلا دیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "آیۃ الرجم" اور وہ یہ ہے:

الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما۔ یعنی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت جب زنا کریں تو ان دونوں کو رجم کر دیں۔

اس آیت کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے اور اس کا حکم باقی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۸۳۔ ۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کا ابتدائی حصہ جو صحیح البخاری: ۶۸۳۰ میں مذکور ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے، جب موذنین خاموش ہوئے تو وہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثنا کی جو اس کی شان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے لائق ہے، پھر کہا: بہر حال حمد وصلوٰۃ کے بعد! میں تم سے ایسی بات کہنے والا ہوں جس کو کہنا میرے لیے مقدر کر دیا گیا ہے، مجھے پتا نہیں شاید کہ اب میرے سامنے میری موت ہے، پس جو شخص عقل والا ہو اور وہ اس بات کو یاد رکھ سکے تو وہ اس بات کو بیان کرے جہاں تک اس کی سواری اسے پہنچائے، اور جس کو یہ خطرہ ہو کہ اس کو اتنی سمجھ نہیں ہے تو میں کسی شخص کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مجھ پر جھوٹ باندھے، بے شک اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی، اور اللہ تعالیٰ نے جو آیات نازل فرمائیں ان میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے اس کو پڑھا اور اس کو سمجھا اور اس کو یاد رکھا، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا، پس مجھے خطرہ ہے کہ لوگوں پر زیادہ زمانہ گزرے گا تو کوئی کہنے والا کہے گا: اللہ کی قسم! ہم اللہ کی کتاب میں رجم کی آیت نہیں پاتے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے فریضہ کا انکار کر کے گمراہ ہو جائیں گے، اور جس شخص نے زنا کیا اس پر کتاب اللہ میں رجم کرنے کا حکم برحق ہے، جب کہ وہ مردوں اور عورتوں میں سے شادی شدہ ہو، جب گواہ قائم ہو جائیں یا عورت حاملہ ہو یا ان میں سے کوئی اقرار کر لے، پھر ہم جو اللہ کی کتاب سے قرآن مجید کی آیات پڑھتے تھے، ان میں یہ حکم تھا کہ تم اپنے باپ دادا سے اعراض نہ کرو، یہ تمہارا کفر ہے کہ تم اپنے باپ دادا سے اعراض کرو، یا یہ تمہارا کفرانِ نعمت ہے کہ تم اپنے باپ دادا سے اعراض کرو، سنو! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرنا جیسا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا اور تم کہو: کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے کوئی کہنے والا یہ کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! اگر عمر فوت ہو گئے تو میں فلاں شخص سے بیعت کر لوں گا، سو کوئی شخص یہ بات سن کر دھوکا نہ کھائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور مکمل ہو گئی تھی، سنو! وہ بیعت اسی طرح تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو شر سے محفوظ رکھا، اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ اس کی طرف اونٹوں کی گردنوں کو قطع کر کے سفر کیا جائے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے سفر کیا جاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس خطبہ دینے سے مقصود یہ تھا کہ ہر کسی عام شخص میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ امیر المومنین اور خلیفہ کو نامزد کر سکے، یہ صلاحیت صرف اہلِ مدینہ میں تھی جنہوں نے اپنی رائے کی عمدگی اور قابلیت اور ذہانت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا، اور اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ مدینہ کی فکر اور ان کی نظر باقی شہروں کے مسلمانوں کی فکر و نظر سے بہت قوی ہوتی ہے۔

صحیح البخاری: ۷۳۲۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ مدینہ کے اجماع کا راجح ہونا

اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں مدینہ منورہ کو دار الہجرۃ، دار السنۃ اور مہاجرین اور انصار کا ماویٰ فرمایا ہے، اور اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ اہلِ مدینہ کا اجماع حجت ہے، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اہلِ مدینہ نے اجماع کیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ مدینہ کا اجماع حجت ہے، کیونکہ اہلِ مدینہ کے سامنے قرآن مجید نازل ہوا اور وہ نزولِ وحی کے مواقع پر حاضر تھے، اور اس میں اختلاف ہے کہ اہلِ مدینہ کا اجماع حجت ہے کہ نہیں لیکن راجح یہ ہے کہ اہلِ مدینہ صحابہ کے بعد جس حکم پر متفق ہو جائیں تو وہ حکم زیادہ قوی ہوگا سوا اس کے کہ وہ حکم کسی قرآن مجید کی صریح آیت یا کسی حدیثِ رسول کے خلاف ہو جیسا کہ اہلِ مدینہ کی روایات ان کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شہرت اور نقل میں ان کی ثقاہت کی وجہ سے راجح ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۶۰۔۴۶۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۲۴۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ فَتَمَخَّطَ فَقَالَ بَخْ بَخْ أَبُو هُرَيْرَةَ يَتَمَخَّطُ فِي الْكَتَّانِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخِرُّ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيءُ الْجَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي وَيُرَى أَنِّي مَجْنُونٌ وَمَا بِي مِنْ جُنُونٍ مَا بِي إِلَّا الْجُوعُ۔

(سنن ترمذی: ۲۳۶۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور ان پر دو سوتی سرخ رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے تھے، پس انہوں نے ناک صاف کی، پھر کہا: چھوڑو چھوڑو، ابوہریرہ سوت کے کپڑے میں ناک صاف کر رہا ہے! حالانکہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے اور میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف بے ہوش ہو کر گر رہا تھا، مجھ پر بے ہوشی طاری تھی، پس کوئی آنے والا آتا اور اپنا پیر میری گردن پر رکھتا اور وہ یہ سمجھتا کہ میں دیوانہ ہوں، حالانکہ مجھ میں دیوانگی یا جنون نہیں تھا، مجھ میں صرف بھوک تھی۔

بھوک کی شدت کی وجہ سے بعض صحابہ کا اپنے پیٹ پر پتھر باندھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے: ہم میں سے کسی ایک پر ضرور ایسے ایام آتے تھے کہ اسے ایسی کوئی چیز میسر نہیں ہوتی تھی جس سے وہ اپنی پشت کو سیدھا رکھ سکے حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی ایک پتھر لیتا اور اس کو اپنے پیٹ کے گڑھے میں رکھتا پھر اس کے اوپر کپڑا باندھ دیتا تاکہ پشت سیدھی رہے۔ اور پیٹ پر پتھر باندھنے کا فائدہ یہ ہے کہ کھڑے ہونے میں کمر سیدھی رہے، یا اس لیے کہ پیٹ میں جو غذاء موجود ہے وہ جلدی جسم میں حلول نہ کرے۔ اور کبھی انتڑیوں کی ایک طرف مستور ہو جاتی اور ضعف کم ہو جاتا، یا پتھر کی ٹھنڈک سے بھوک کی گرمی کم ہو جاتی۔ یا اس میں کسرِ نفس کی طرف اشارہ ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ ابن آدم کا پیٹ صرف مٹی بھر سکتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: پیٹ پر پتھر باندھنے کو بعض لوگوں نے سبب اشکال قرار دیا، انہوں نے یہ وہم کیا کہ حجر کا لفظ غلط لکھا گیا ہے، اصل میں یہ حجز تھا زاء کے ساتھ، راء کے ساتھ نہیں تھا۔ اور حجز اس پٹی کو کہتے ہیں جس سے انسان اپنی کمر کو باندھ لیتا ہے، لیکن حجاز کے لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب انہیں بھوک بہت زیادہ لگتی اور ان کا پیٹ دوہرا ہو جاتا یا اس میں گڑھا پڑ جاتا اور ان کا سیدھا کھڑا ہونا مشکل ہو جاتا تو اس وقت وہ پتلے پتلے پتھروں کے پرت اپنے پیٹ پر باندھ لیتے تاکہ وہ سیدھے کھڑے ہو سکیں۔

صحیح البخاری: ۷۳۲۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علم کی طلب میں مصائب اور مشقتوں پر صبر کرنا

اس حدیث سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میں منبر اور حجرہ کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا تھا" اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی جگہ ہے۔

علامہ ابن بطال نے علامہ المہلب سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی اس عنوان کے تحت ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کی طلب میں اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر لازم رکھا اور اس سلسلہ میں شدت اور بھوک پیاس کو اختیار کیا، اور اس کی جزاء ان کو یہ ملی کہ ان کو سب سے زیادہ احادیث محفوظ تھیں جن سے بہت سارے احکام شرعیہ ماخوذ ہوئے، اور یہ اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو مدینہ کی مشقتوں پر صابر رکھا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۶۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۲۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَشَهِدْتَ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَنْزِلَتِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ مِنَ الصِّغَرِ فَأَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَذَانًا وَلَا إِقَامَةً ثُمَّ أَمَرَ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَ النِّسَاءُ يُشِرْنَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوقِهِنَّ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَتَاهُنَّ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از عبدالرحمٰن بن عابس، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: کیا آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز کے موقع پر حاضر تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! اور اگر مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب نہ ہوتا تو کم عمری کی وجہ سے میں آپ کے پاس حاضر نہ ہوتا، پس وہ اس جھنڈے کے پاس آئے جو کثیر بن صلت کے دروازہ کے پاس ہے، پس وہاں نماز پڑھی، پھر خطبہ دیا اور انہوں نے اذان اور اقامت کا ذکر نہیں کیا، پھر آپ نے صدقہ دینے کا حکم دیا تو عورتیں اپنے کانوں اور حلقوم کی طرف اشارہ کرتیں، پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، وہ عورتوں کے پاس گئے، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے۔

(صحیح البخاری: ۹۸، ۸۶۳، ۹۶۲، ۹۶۴، ۹۷۵، ۹۷۷، ۹۷۹، ۹۸۹، ۱۴۳۱، ۱۴۴۹، ۴۸۹۵، ۵۲۴۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۳، ۷۳۲۵، صحیح مسلم: ۸۸۴، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۳، مسند احمد: ۱۹۰۵، سنن دارمی: ۱۶۰۳)

صحیح البخاری: ۷۳۲۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خصوصیت سے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دینے کی توجیہ

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عورتیں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں ڈالتی تھیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عورتو! صدقہ کیا کرو، کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں'' اور اس حدیث میں مذکور ہے: ''پس ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کیونکہ تم اکثر شکایت کرتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو''، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ پھر عورتیں اپنے کانوں کی بالیاں اور اپنے ہاتھوں کی انگوٹھیاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں ڈالنے لگیں۔ (صحیح مسلم: ۸۸۵)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

(۱) امام پر لازم ہے کہ وہ عوام کے احوال معلوم کرے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کا تدارک کرے

امام کو چاہیے کہ وہ رعایا اور عوام کے حالات معلوم کرے اور ان کو تعلیم دے اور ان کو وعظ و نصیحت کرے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں۔

(۲) نفلی صدقہ میں ایجاب اور قبول ضروری نہیں ہیں

نفلی صدقہ میں ایجاب اور قبول ضروری نہیں ہے بلکہ اس میں یہ کافی ہے کہ صدقہ کی چیز ڈال دی جائے، کیونکہ عورتیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں صدقہ ڈال دیتی تھیں اور کوئی بات نہیں کرتی تھیں، نہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اور نہ کسی اور سے۔

(۳) عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال سے صدقہ کرنے کا جواز اور اس میں مذاہب ائمہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا اپنے مال سے صدقہ کرنا جائز ہے، اور یہ تہائی مال پر موقوف نہیں ہے، اور یہی امام شافعی اور جمہور کا مذہب ہے۔ اور امام مالک نے کہا: عورت اپنے مال سے تہائی مال سے زیادہ صدقہ نہیں کر سکتی سوا اس صورت کے جب اس کا خاوند راضی ہو۔ اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو صدقہ کرنے کا حکم دیا اور ان سے یہ سوال نہیں کیا کہ کیا انہوں نے اپنے خاوندوں سے اس کی اجازت لی ہے یا نہیں لی، اور نہ یہ سوال کیا کہ جو صدقہ وہ کر رہی ہیں وہ تہائی مال سے خارج ہے یا نہیں۔

بعض احادیث سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے کی ممانعت کا ثبوت

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عمرو بن شعیب نے از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے مال میں کوئی حکم دے جب کہ اس کا خاوند اس کی عصمت کا مالک ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۴۶، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۴۷)

نیز امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے از عمرو بن شعیب از والد خود روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کے لیے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کوئی عطیہ دینا جائز نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۴۷، سنن نسائی ج ۵ ص ۶۵۔۶۶، سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۸)

خاوند کی اجازت کے بغیر صدقہ کی ممانعت کی احادیث کے متعدد جوابات

(۱) یہ حدیث ان احادیثِ صحیحہ کے معارض ہے جو مطلقاً عورتوں کے صدقہ دینے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور وہ احادیث سنن ابوداؤد اور سنن نسائی کی احادیث سے زیادہ قوی ہیں کیونکہ وہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی احادیث ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۲) اگر ان احادیث کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ اس پر محمول ہیں کہ اولیٰ اور ادب اور مختار یہ ہے کہ اگرچہ عورت اپنے مال سے صدقہ کرنے کی مجاز ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ خاوند سے اجازت لے کر صدقہ کرے، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے کسی کو آزاد کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مذمت نہیں کی۔

(۳) امام شافعی نے کہا: اس حدیث کو ہم نے سنا لیکن یہ ثابت نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے۔

قرآن مجید کی آیات سے عورت کے از خود اپنے مال میں تصرف کرنے کا ثبوت

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (البقرہ: ۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے، البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں، یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ عورتیں اپنی مرضی سے مہر کا کچھ حصہ چھوڑ دیں تو جائز ہے اور اس میں ولی کی اجازت کا ذکر نہیں ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَىْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـئًا مَّرِيْٓـئًا ۝ (النساء: ۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو، تو پھر اگر وہ خوشی سے اس (مہر) میں سے تم کو کچھ دیں تو اس کو مزے مزے سے کھاؤ۔

اس آیت سے بھی واضح ہوا کہ عورتیں اپنی مرضی اور خوشی سے شوہر کو اپنے مہر کا کچھ حصہ عطا کر سکتی ہیں، اور اس کو کسی کی اجازت پر موقوف نہیں فرمایا۔ نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (البقرہ: ۲۲۹)

سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدلِ خلع دیا ہے اس میں ان دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس آیت میں بھی واضح فرما دیا کہ عورت اپنے مال سے بدلِ خلع دے تو یہ جائز ہے اور اس کو شوہر کی اجازت پر موقوف نہیں کیا۔
سو یہ آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ عورت کا اپنے مال میں تصرف کرنا شوہر کی اجازت کے بغیر جائز ہے۔

عورت کے از خود اپنے مال میں تصرف کا حدیث سے ثبوت

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: تم اپنی تھیلی میں جمع کر کے نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے سامنے جمع کرے گا، جتنا ہو سکے خرچ کرو۔

(صحیح البخاری: ۱۴۳۳، صحیح مسلم: ۱۰۲۹)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک اور حدیث سے اعتراض کا جواب

نیز شیخ ابن حزم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اس کی اجازت کے بغیر صدقہ نہ کرے، اگر وہ کرے گی تو شوہر کو اجر ملے گا اور اس کو گناہ ہوگا، پھر ابن حزم نے کہا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کی سند میں موسیٰ بن اعین ہے اور وہ مجہول راوی ہے اور لیث بن ابی سلیم ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

(۴) صدقہ کا دوزخ کے عذاب سے نجات دینے کا ثبوت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ دوزخ سے نجات دیتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صدقہ دینے کا اس وقت حکم دیا جب آپ نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر دوزخی ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے ان کو صدقہ دینے کا اس وقت حکم دیا جو مسلمانوں کو مال کی ضرورت کا وقت تھا، کیونکہ اس میں مسلمانوں کی ہمدردی ہے اور ضرورت کے وقت ان کے کام آنا ہے اور اس وقت صدقہ کرنا بہت افضل نیکی تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۴۸۱۔۴۸۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۳۲۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَأْتِي قُبَاءً مَاشِيًا وَرَاكِبًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں پیدل چلتے ہوئے اور سوار ہوتے ہوئے آتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۹۱، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۷۳۲۶، صحیح مسلم: ۱۳۹۹، سنن نسائی: ۶۹۸، سنن ابوداؤد: ۲۰۴۰، مسند احمد: ۶۳۹۶، موطا امام مالک: ۴۰۲)

صحیح البخاری: ۷۳۲۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسجد قباء کا محلِ وقوع اور اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کی تاریخ

ابن شبۃ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سترہ رمضان کو قباء میں آتے تھے۔

(اخبار المدینۃ المنورہ ج ۱ ص ۴۴)

شریک بن عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن قباء میں آتے تھے، قباء کا لفظ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی، اور الف ممدودہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے اور الف مقصورہ کے ساتھ بھی، اور منصرف بھی ہوتا ہے اور غیر منصرف بھی، اور اس میں چھ لغات ہیں۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ لفظ ہر حال میں اسم ممدود ہے یعنی ہمزہ کے ساتھ ہے، اور یہ عوالی المدینۃ کے قریب ہے، اور المطالع میں مذکور ہے کہ یہ عوالی المدینۃ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

البکری نے کہا ہے: قباء ایک اور جگہ ہے جو مکہ اور بصرہ کے راستہ میں ہے۔ (معجم البلدان ج ۴ ص ۳۰۳۔۳۰۲)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مقاماتِ مبارکہ کی زیارت کا ثبوت

اور یہاں بنو عمرو بن عوف کی مسجد ہے اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی، اور (یہ ایک قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ مسجدِ مدینہ ہے)، اس مسجد کو بناتے وقت پہلا پتھر رسول اللہ ﷺ نے رکھا، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، اور اس باب کی حدیث قباء کی فضیلت پر اور مسجدِ قباء کی فضیلت پر اور مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے، اور پیدل اور سوار ہو کر مسجدِ قباء کی زیارت پر دلالت کرتی ہے۔ اور اسی طرح تمام فضیلت والی جگہوں کی زیارت کی جائے گی۔

بعض نفلی عبادات کی بعض ایام میں تخصیص کا جواز

اور ہفتہ کے دن قباء کی طرف جانا اس پر دلیل ہے کہ بعض ایام کو بعض اعمالِ صالحہ کے ساتھ خاص کرنا جائز ہے اور اس پر دوام کرنا بھی جائز ہے۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ نے لکھا ہے کہ امام مالک کا اصل مذہب یہ ہے کہ عبادت کے لیے کسی وقت کو خاص کرنا مکروہ ہے سوا اس کے جس کا ثبوت نبی ﷺ سے ہو۔ (المفہم ج ۳ ص ۵۱۰، دار ابن کثیر ۱۴۱۷ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے: صحیح یہ ہے کہ بعض ایام کی زیارت کے ساتھ تخصیص کرنا جائز ہے اور ابن مسلمہ المالکی نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور شاید ان تک یہ احادیث نہیں پہنچیں۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۹ ص ۱۷۱)

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: پھر مسجدِ قباء میں جانا اس پر دلیل ہے کہ شہر میں جو فضیلت والی مسجدیں ہوں وہاں پر پیدل یا سوار ہو کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ تین مسجدوں کے سوا اونٹوں کے کجاوہ پر سامانِ سفر نہ باندھا جائے وہ اس میں داخل نہیں ہے۔

نوافل کو گھر میں پڑھنے کی فضیلت

نیز علامہ داؤدی نے کہا: اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی ﷺ جب چاشت کے وقت آتے تو مسجدِ قباء میں نماز پڑھتے اور آپ اس میں نماز پڑھتے تھے تاکہ نماز پڑھے بغیر اس مسجد سے نہ نکلیں، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ مسجدِ قباء میں جاتے تھے اس کے باوجود کہ آپ کی مسجد، مسجدِ قباء سے افضل ہے تاکہ جن جگہوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کا قرب حاصل کیا جاتا ہے ان کی تعداد زیادہ ہو۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اسی طرح امام مالک نے کہا ہے کہ گھروں میں نوافل پڑھنا اس سے زیادہ مستحب ہے کہ وہ نوافل مسجدِ نبوی میں پڑھے جائیں سوا مسافروں کے، کیونکہ مسافروں کا مسجدِ نبوی میں نوافل پڑھنا ان کے نزدیک مستحب ہے۔

علامہ ابن رُشد مالکی نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ مسجدِ قباء میں تشریف لاتے تھے تاکہ انصار کے ساتھ نیکی ہو اور ان کے ساتھ آپ جمع ہوں، اور آپ کوئی فرض نماز پڑھنے کے لیے یا نفل نماز پڑھنے کے لیے مسجدِ قباء میں نہیں آتے تھے، کیونکہ فرض نماز کو پڑھنا آپ کی مسجد میں اور نفل نماز کو پڑھنا آپ کے گھر میں افضل ہے۔

علامہ ابو جعفر طحاوی نے کہا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کے لیے آتے تھے، یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور آپ کا ارشاد نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ راوی نے اپنی طرف سے اس کو ذکر کر دیا ہو کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ آپ کسی مسجد میں اس وقت تک نہیں بیٹھتے تھے جب تک کہ اس میں نماز نہ پڑھ لیں، اور یہ راوی اکیلا ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ اس کا وہم ہو۔

رہا آپ کا گھر میں نفل پڑھنا تو وہ آپ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور آپ کی مسجد، مسجدِ قباء سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجدِ قباء میں نماز پڑھنا مسجد کی تعظیم کی وجہ سے ہے جس کو تحیۃ المسجد کہا جاتا ہے۔

مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کی فضیلت

مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کے متعلق درج ذیل حدیث ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت اُسید بن ظہیر الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجدِ قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کی مثل ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا کہ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۲۴، سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۱)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے از ابوامامہ بن سہل از والد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ دونوں بھی یہی کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۱، رقم: ۷۵۳۲، ۷۵۳۱)

جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، اس کے متعلق فقہاء کے اقوال

جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، اس کا مصداق مسجدِ نبوی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن المسیب نے کہا کہ وہ مسجدِ مدینہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۰۔۱۵۱)

اور امام مالک بن انس نے بھی یہی کہا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۲۵۹)

ان اقوال کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: بنو خدرہ کے ایک مرد اور بنو عمرو بن عوف کے ایک مرد کے درمیان اس میں بحث ہوئی کہ وہ کونسی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے، اور دوسرے نے کہا: وہ مسجدِ قباء ہے، پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: وہ آپ کی مسجد ہے، اور اس میں خیر کثیر ہے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۲۳، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی المسجد الذی اسس علی التقوی)

از اسامہ بن زید از عبدالرحمٰن بن سعید الخدری از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی مثل روایت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۰، تفسیر الطبری ج ۶ ص ۴۷۴، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۳۳۴، حافظ ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس پر دلیل کہ جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد قباء ہے

دوسرا قول یہ ہے کہ جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ مسجدِ قباء ہے۔ یہ مجاہد اور عروہ اور قتادہ کا قول ہے اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ امام بخاری کا بھی یہی مختار ہے۔ اور حضرت ابن عباس اور ضحاک اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ (التوبہ:۱۰۸)

البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے روز سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے مرد ہیں جو خوب پاکیزہ ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ زیادہ پاکیزگی حاصل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے O

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس مسجد کی بنیاد اوّل یوم سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ پہلی مسجد ہے اور پہلی مسجد، مسجدِ قباء ہے کیونکہ مسجدِ نبوی یا مسجدِ مدینہ تو اس کے بعد بنائی گئی۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، قرآنِ مجید کی آیت مبارکہ "فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ" اہلِ قباء کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ لوگ (ڈھیلا استعمال کرنے کے بعد) پانی سے استنجاء کرنے کو مستحب قرار دیتے تھے تو ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(سنن ترمذی:۳۱۰۰، سنن ابوداؤد:۴۴، سنن ابن ماجہ:۳۵۷)

دوسری دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن العربی نے بیان کیا کہ یہ ثابت ہے کہ منافقین نے ایک مسجد بنائی اور وہ بنو عمرو بن عوف کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے اس مسجد کو کسی علت اور ضرورت اور بارش والی راتوں کی وجہ سے بنایا ہے، ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے سے بھاگیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر کا عذر پیش کیا اور اس معاملہ کو واپس آنے تک موخر کر دیا، پھر جب آپ واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ (التوبہ:۱۰۸)

آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں، البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے روز سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے مرد ہیں جو خوب پاکیزہ ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ زیادہ پاکیزگی حاصل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے O

علامہ ابن العربی نے کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ لوگ اہلِ قباء تھے، اور یہ حدیث بہت مشہور ہے اور بہت بڑی جماعتوں سے منقول ہے تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بہ نسبت اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

امام بخاری نے باب "هجرة النبى صلى الله عليه وسلم" میں یہ عنوان قائم کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عمرو بن عوف میں اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی۔ (صحیح البخاری:۳۹۰۶)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام طحاوی نے کہا ہے: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تھے، کیونکہ آپ کی مسجد مہاجرین اور انصار سے اور دیگر صحابہ سے بھری ہوئی تھی۔

نیز امام طحاوی نے کہا: جس حدیث کا ذکر علامہ ابن العربی نے کیا ہے، یہ سعید بن جبیر سے مروی ہے اور اس کی سند منقطع ہے اور یہ احادیثِ متصلہ کے معارض نہیں ہو سکتی، پس ثابت ہوا کہ جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر ہے وہ مسجدِ مدینہ ہے نہ کہ مسجدِ قباء۔

(شرح مشکل الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۲۲۳)

علامہ سہیلی اور دیگر محققین نے کہا ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں مسجدوں میں سے ہر ایک کی بنیاد تقویٰ پر ہو، لیکن قرآن مجید میں ''مِن اولِ یومٍ'' کے الفاظ مسجدِ قباء کو ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ مسجدِ قباء کی بنیاد مسجدِ نبوی سے پہلے رکھی گئی تھی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''یوم'' سے مراد مدت اور وقت ہو اور ان دونوں مسجدوں کی بنیاد اولِ وقت میں رکھی گئی تھی یعنی ہجرت کے پہلے سال میں۔

مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کی نذر ماننے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ ابن التین نے کہا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس نے مدینہ میں مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس پر واجب ہے کہ وہ مسجدِ قباء میں نماز پڑھے، کیونکہ مسجدِ قباء میں نماز پڑھنا بھی قربت اور عبادت ہے اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مساجد (مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ بیت المقدس) کے سوا سامانِ سفر باندھنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ یہ ممانعت دور دراز کے سفروں پر محمول ہے اور طویل مسافت کو طے کرنے پر محمول ہے اور مسجدِ قباء اس میں داخل نہیں ہے کیونکہ وہ مدینہ کے قریب ہے، اور مسجدِ قباء میں جمعہ وغیرہ کے لیے نماز پڑھنا اجماعاً جائز ہے۔ اور اگر کوئی آنے والا دور دراز سے قباء میں آئے اور سفر کی تکلیف اٹھائے تو یہ اس حدیث کی ممانعت میں داخل ہوگا جس میں آپ نے تین مساجد کے سوا سامانِ سفر باندھنے سے منع فرمایا ہے۔

اور محمد بن مسلمہ نے المبسوط میں لکھا ہے کہ جس نے مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس پر اس نذر کو پورا کرنا لازم ہے اور پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۹ ص ۲۴۰۔ ۲۴۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۳۲۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ادْفِنِّي مَعَ صَوَاحِبِي وَلَا تَدْفِنِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُزَكَّى۔

(صحیح البخاری: ۱۳۹۱، ۷۳۲۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے کہا: مجھے میری سوکنوں کے ساتھ دفن کر دینا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجرہ میں مجھ کو دفن نہ کرنا، میں اس کو ناپسند کرتی ہوں کہ میری تعریف کی جائے۔

صحیح البخاری: ۷۳۲۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع اور انکسار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: مجھے میری سوکنوں کے ساتھ دفن کر دینا، میں یہ نہیں چاہتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہونے کی وجہ سے میری خصوصی ستائش اور تعریف کی جائے اور اس وجہ سے میرے لیے زیادہ فضیلت بیان کی جائے، اور میں نفس الامر میں اس طرح نہیں ہوں، اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع تھی اور ان کا انکسار تھا، اس کے برخلاف جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ اجازت طلب کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے حجرہ میں دفن کر دیا جائے تو انہوں نے کہا: میں نے اس جگہ کو اپنے لیے چاہا تھا تو یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اجتہاد تھا، یا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تھا تو اس وقت تک جنگِ جمل کا واقعہ نہیں ہوا تھا، تو اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے حیاء فرمائی کہ وہ اس جگہ دفن کی جائیں، اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما جوان صحابہ میں سے ایک تھے جنہوں نے اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جنگ کی تھی، انہوں نے کہا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت میں تمہارے نبی کی زوجہ ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۸۱۷۔۸۱۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۲۸۔ وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ أَرْسَلَ إِلَى عَائِشَةَ ائْذَنِي لِي أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ فَقَالَتْ إِي وَاللّٰهِ قَالَ وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَرْسَلَ إِلَيْهَا مِنَ الصَّحَابَةِ قَالَتْ لَا وَاللّٰهِ لَا أُوثِرُهُمْ بِأَحَدٍ أَبَدًا۔

(صحیح البخاری: ۱۳۹۱، ۷۳۲۷)

اور از ہشام از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا: مجھے اجازت دیجئے کہ مجھے اپنے دو صاحبوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں اللہ کی قسم! اور ہشام بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مرد صحابہ میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجتا تو وہ فرماتیں: نہیں اللہ کی قسم! میں کبھی بھی کسی کو وہاں ترجیح نہیں دوں گی۔

صحیح البخاری: ۷۳۲۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کسی اور کو حجرہ میں مدفون ہونے کی اجازت نہ دینا

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس سے پہلے جب صحابہ میں سے کوئی ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کرتا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کر دیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی: نہیں اللہ کی قسم!

ہمارے شیخ علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا: میں ان میں سے کسی کو کبھی بھی ترجیح نہیں دوں گی، اس کی صحت کی وجہ ظاہر نہیں ہوئی، گویا کہ یہ عبارت مقلوب ہے، یعنی الٹی ہے اور صاحب المطالع اور پھر علامہ کرمانی نے بھی اسی کی تصریح کی ہے، انہوں نے کہا: ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ میں کسی ایک کو بھی وہاں دفن ہونے کی اجازت نہیں دوں گی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قصہ میں مذکور ہے: میں نے ضرور اس جگہ کو اپنے لیے پسند کیا تھا تا کہ میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اپنے والد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے ساتھ دفن کی جاؤں، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حجرہ میں کوئی اور جگہ نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں کسی اور کے مدفون ہونے کی بھی گنجائش کا ہونا

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اور امام محمد بن سعد نے از حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) دفن کر دیں اگر اس سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو، پس حضرت حسین، حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کرنا چاہتے تھے تو بنو امیہ نے ان کو اس سے روکا، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

اور امام ترمذی نے از حضرت عبد اللہ بن سلام روایت کی ہے کہ تورات میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی صفت میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جائے گا''۔

اور امام ابوداؤد نے جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں، یہ کہا ہے کہ اس حجرہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔

اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ ''حضرت عیسیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ دفن کیا جائے گا''، پس یہ چوتھی قبر ہو گی۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت

علامہ ابن بطال نے علامہ المہلب سے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدفون ہونے کو ناپسند کیا، کیونکہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ ان کے متعلق یہ گمان کیا جائے گا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد تمام صحابہ سے افضل ہیں، بے شک ہارون رشید نے امام مالک سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا مقام تھا؟ تو امام مالک نے کہا: ان کا مقام ایسا ہی تھا جیسا کہ وفات کے بعد ان کا مقام ہے، پس امام مالک نے ان دونوں کی خصوصی تعریف کی کہ وہ ایک مبارک جگہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہیں، اور اس مٹی میں جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ہوئی ہے، پس امام مالک نے اس سے یہ استدلال کیا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما افضل الصحابہ ہیں، کیونکہ ان کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ مبارکہ کی مٹی سے مخلوق ہونا

اور علامہ ابوبکر الابہری المالکی نے استدلال کیا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی مٹی سے تخلیق کی گئی اور آپ افضل البشر ہیں، تو آپ کی مٹی تمام مٹیوں سے افضل ہے۔ انتہیٰ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی کے تمام مٹیوں سے افضل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس میں ہے کہ کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۶۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس عبارت میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مادہ تخلیق نور ہے، کیونکہ اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ آپ کو روضہ مبارکہ کی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۳۲۹۔ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَيَأْتِي الْعَوَالِيَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَزَادَ اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ وَبُعْدُ الْعَوَالِي أَرْبَعَةُ أَمْيَالٍ أَوْ ثَلَاثَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ایوب بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن ابی اویس نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از صالح بن کیسان، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے، پھر العوالی میں جاتے اور سورج بلند ہوتا تھا، اور لیث نے از یونس اضافہ کیا کہ عوالی کا (مسجد مدینہ سے فاصلہ) چار میل یا تین میل تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۴۸، ۵۵۰، ۵۵۱، ۷۳۲۹، صحیح مسلم: ۶۲۱، سنن نسائی: ۵۰۶، سنن ابوداؤد: ۴۰۴، سنن ابن ماجہ: ۶۸۲، مسند احمد: ۱۲۸۲۳، سنن دارمی: ۱۲۰۸، موطا امام مالک: ۱۰)

صحیح البخاری: ۷۳۲۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے: علماء نے بیان کیا کہ بنوعمرو بن عوف کے گھر مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھے اور وہ عصر کی نماز متوسط وقت میں پڑھتے تھے، کیونکہ وہ اپنے کام کاج میں اور کھیتی باڑی میں مشغول ہوتے تھے، پس یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اول وقت میں جلدی پڑھتے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۶۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۳۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ الْجُعَيْدِ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ كَانَ الصَّاعُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مُدًّا وَثُلُثًا بِمُدِّكُمُ الْيَوْمَ وَقَدْ زِيدَ فِيهِ سَمِعَ الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْجُعَيْدَ۔

(صحیح البخاری: ۶۷۱۲، سنن نسائی: ۲۵۱۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زُرارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں القاسم بن مالک نے حدیث بیان کی از الجُعید، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے السائب بن یزید سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صاع تمہارے آج کل کے مُد کے مقابلہ میں ایک مُد اور ایک تہائی تھا اور اس میں اضافہ کیا گیا ہے، قاسم بن مالک نے الجعید سے سنا۔

صحیح البخاری: ۷۳۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

شارحین میں سے کسی نے بھی اس حدیث اور باب کے عنوان کے درمیان مطابقت کا ذکر نہیں کیا، اور ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صاع عنوان کے اس جزو میں داخل ہو کہ جس پر حرمین متفق ہو گئے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع اس قبیل سے تھا کہ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام میں اہلِ حرمین مجتمع ہو گئے تھے اور وہ اس وقت ایک مد اور تہائی مد تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس میں اضافہ کیا گیا ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں اضافہ کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۶۷۳۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی حدیث صاع کے ذکر میں کتاب کفارۃ الایمان میں گزر چکی ہے، اور یہاں اس روایت میں مذکور ہے کہ وہ تمہارے مد کے مقابلہ میں ایک مد اور تہائی مد تھا۔

اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اہلِ حرمین کا صاع کی مقدار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے بعد اتفاق تھا اور وہ برقرار رہا، پس جب بنو امیہ نے صاع کی مقدار میں اضافہ کیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صاع کی مقدار کا اعتبار نہیں کیا جو زکوۃ فطر کی مقدار میں مروی تھی اور انہوں نے صاع کی مقدار میں اضافہ کر دیا جیسا کہ اس پر امام مالک نے تنبیہ کی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۶۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۶۷۳۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ يَعْنِي أَهْلَ الْمَدِينَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ان کے کیل کے آلہ میں برکت دے اور ان کے صاع میں برکت دے اور ان کے مد میں برکت دے یعنی اہل مدینہ کے۔

(صحیح البخاری: ۲۱۳۰، ۶۷۱۴، ۶۷۳۱، صحیح مسلم: ۱۳۶۸، موطا امام مالک: ۱۶۳۶، سنن دارمی: ۲۵۷۵)

صحیح البخاری: ۶۷۳۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا برکت کی دعا کرنا

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برکت کی دعا کرنے کا ذکر ہے، اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب کی خبروں کا بیان ہے، پس آپ کی برکت سے اہلِ مدینہ کے صاع کی مقدار زیادہ ہو گئی اور اس میں سے کتنا کھایا جائے گا اور کتنا ذخیرہ کیا جائے گا اور کتنا دوسرے شہروں میں منتقل کیا جائے گا، اور مد اور صاع میں برکت سے مراد یہ ہے کہ ان کے پیمانوں میں جن چیزوں کی پیمائش کی جائے ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ برکت فرمائے، اور اہلِ مدینہ کا مد چھوٹا تھا کیونکہ ان کے پاس غلہ کم ہوتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے غلہ میں برکت کی دعا کی اور ان کے پیمانہ سے پیمائش کرنا مستحب ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کو حاصل کیا جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۴ ص ۳۰۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۳۳۲۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ الْيَهُودَ جَاؤُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِرَجُلٍ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِنْ حَيْثُ تُوضَعُ الْجَنَائِزُ عِنْدَ الْمَسْجِدِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود نبی ﷺ کے پاس ایک ایسے مرد اور عورت کو لے کر آئے جنہوں نے زنا کیا تھا، پس آپ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو ان کو مسجد کے قریب اس جگہ رجم کیا گیا جہاں جنازے رکھے جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۳۲۹، ۳۶۳۵، ۴۵۴۶، ۶۸۱۹، ۶۸۴۱، ۷۳۳۲، ۷۵۴۳، صحیح مسلم: ۱۶۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۶، مسند احمد: ۴۴۸۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۱، سنن دارمی: ۲۳۲۱)

صحیح البخاری: ۷۳۳۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسجد کے قریب جنائز رکھنے کی جگہ کا بیان

علامہ ابن بطال نے ابنِ حبیب مالکی سے نقل کیا ہے کہ جنازوں کے نماز پڑھنے کی جگہ مدینہ میں نبی ﷺ کی مسجد سے مشرق کی جانب میں ملی ہوئی تھی۔

اگر علامہ ابن بطال کی بات ثابت ہے تو یہ ہوسکتا ہے کہ مسجد سے مراد یہاں پر وہ جگہ ہو جو عیدین کی نماز پڑھنے کے لیے بنائی گئی تھی اور نمازِ استسقاء کے لیے بنائی گئی تھی، کیونکہ اس وقت مسجد نبوی میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں پر کسی کو رجم کرنا مہیا ہو سکے، اور عنقریب حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے قصہ میں آئے گا کہ ہم نے ان کو عیدگاہ کے قریب رجم کیا تھا۔ اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے ایک جگہ عیدگاہ کے قریب بنائی ہوئی تھی، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ بعض جنازوں کو مسجد میں رکھ کر نماز پڑھنے کی جو احادیث ہیں وہ کسی عارضی امر کی وجہ سے تھیں یا بیانِ جواز کے لیے، واللہ اعلم۔

مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی تحقیق

اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، اور اس کی تائید امام مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن بیضاء کی نمازِ جنازہ صرف مسجد میں پڑھی تھی، اور جمہور اس کے قائل ہیں کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، امام مالک یہ کہتے ہیں کہ مجھے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا پسند نہیں ہے، ابنِ ابی ذئب اور امام ابوحنیفہ نے بھی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، اور ہر وہ علماء جنہوں نے میت کی نجاست کا قول کیا ہے وہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اور جو یہ کہتے ہیں کہ میت پاک ہے تو وہ اس لیے منع کرتے ہیں کہ یہ خطرہ ہے کہ میت کے جسم سے کوئی نجاست نکل کر مسجد میں گر جائے، اور وہ جو حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن بیضاء کی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی تھی وہ کہتے ہیں کہ وہ اس پر محمول ہے کہ جنازہ مسجد سے باہر رکھا ہوا تھا اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمازی مسجد کے اندر تھے اور یہ اتفاقاً جائز ہے (میں کہتا ہوں: آج کل پاکستان میں محراب سے باہر ایک چبوترہ بنایا جاتا ہے اور اس پر جنازہ کو رکھ دیا جاتا ہے اور امام اور نمازی مسجد کے اندر ہوتے ہیں اور اس طرح مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث سے اس وقت استدلال کیا تھا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حکم دیا تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو ان کے حجرہ میں رکھا جائے تا کہ وہ بھی اس پر نماز پڑھیں تو صحابہ کرام نے اس پر اعتراض کیا، اور بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں کا عمل اس کے ترک پر مقرر ہو گیا، کیونکہ جن لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر انکار کیا تھا وہ صحابہ تھے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جن صحابہ نے انکار کیا تھا، انہوں نے بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات مان لی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہ بات یاد تھی جسے صحابہ بھول چکے تھے، اور امام ابنِ ابی شیبہ اور دوسروں نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی، اور بے شک حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی۔ اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جنازہ کو مسجد میں منبر کے سامنے رکھ دیا گیا تھا، اور اس کا یہ تقاضا ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے پر اجماع ہو چکا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۳۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کے متعلق مذاہبِ ائمہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''یہودی مرد اور عورت کو مسجد کے ساتھ جنائز کی جگہ میں رجم کیا گیا''۔

یہاں مسجد کا اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ جس جگہ انہیں رجم کیا گیا وہ جنازوں پر نماز پڑھنے کی جگہ کے متصل تھی۔

علامہ ابنِ حبیب مالکی نے کہا ہے: جب کہ جنازوں پر نماز پڑھنے کی جگہ مسجد کے قریب تھی یا مسجد سے ملی ہوئی تھی جیسے مدینہ میں جنازوں پر نماز پڑھنے کی جگہ بازار کی جانب مسجد سے ملی ہوئی تھی، پس کوئی حرج نہیں ہے کہ جنازوں کو عیدگاہ میں مسجد سے باہر رکھا جائے اور لوگوں کی صفیں مسجد میں بنائی جائیں، اسی طرح امام مالک نے کہا ہے، پس مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ کسی شخص کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی جائے۔ (الاستذکار ج ۸ ص ۲۷۴) اور یہی علامہ ابن ابی ذئب اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۳ ص ۲۶۰)

ابنِ حبیب نے کہا ہے: اگر کسی نے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی تو اس پر کوئی تنگی نہیں ہے اور نہ یہ فعل مکروہ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء کی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۹۷۳، موطا امام مالک ص ۱۵۹، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۹۲، سنن بیہقی ج ۴ ص ۵۲)

علامہ ابن المنذر شافعی نے لکھا ہے: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی گئی۔ (الاوسط ج ۵ ص ۴۱۵۔۴۱۶)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور انہوں نے امام ابن ابی شیبہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جنازہ منبر کے سامنے رکھا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۴۷)

امام شافعی نے بغیر کراہت کے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے بلکہ اس کو مستحب لکھا ہے جیسا کہ علامہ الماوردی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ (الحاوی ج ۳ ص ۵۰، روضۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۳۱)

اور علامہ ابن المنذر شافعی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمام امہات المومنین سے اس کی روایت کی ہے اور امام احمد اور اسحاق اور بعض اصحابِ مالک نے بھی اس کو مقرر رکھا ہے۔ (الاوسط ج ۵ ص ۴۱۵۔۴۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سہیل بن بیضاء کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی تھی یہ فقہاءِ شافعیہ کے لیے حجت ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو طلب کیا کہ ان کا جنازہ مسجد میں رکھا جائے، پس صحابہ نے اس پر انکار کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل بن بیضاء کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔ (صحیح مسلم: ۹۷۳)

علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: حدیث مذکور میں ایک علت ہے، وہ یہ ہے کہ علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فوت ہوئے، اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فوت ہوئے تھے وہ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ تھے جو کہ ۹ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ اور ابن الجوزی نے کہا ہے کہ سہیل اور صفوان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور یہ ان کا وہم ہے، کیونکہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ بدر میں شہید کیے گئے تھے اور مدینہ میں فوت نہیں ہوئے تھے اور بیضاء کے تین بیٹے تھے اور چوتھا کوئی بیٹا نہیں تھا۔

اور ابن سحنون نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت النجاشی رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کی حدیث کے لیے ناسخ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں رکھ کر ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی تھی۔

مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی دو صورتیں

علامہ ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر مسجد میں نماز پڑھی ہے، اور اس کی دو صورتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ میت کو مسجد میں داخل کیا جائے، اس کو ہمارے علماء نے مکروہ کہا ہے ایسا نہ ہو کہ میت سے کوئی نجس چیز نکلے اور مسجد کو نجاسات کا محل بنانے کا کوئی معنی نہیں ہے، اور حدیث میں یہ گنجائش ہے (حدیث میں ہے: "من صلی علی جنازة فی المسجد فلا اجرله") کہ حرفِ جر فعل "صلی" کے متعلق ہو، یعنی جس نے مسجد میں نماز پڑھی کسی جنازہ پر خواہ وہ جنازہ مسجد میں رکھا ہوا ہو یا مسجد سے باہر ہو، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور جنازہ مسجد سے باہر رکھا ہوا تھا اور یہ ضروری ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے میت کے گزرنے کی اجازت دی، کیونکہ ان کو یہ اطمینان تھا کہ اس سے کوئی چیز نہیں نکلے گی۔

اور لوگوں کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھنا اسی طرح تھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہیل رضی اللہ عنہ پر نمازِ جنازہ پڑھی تھی، لیکن امام ابن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں جو کہا ہے کہ جنازہ منبر کے سامنے رکھا ہوا تھا، وہ اس احتمال کو رد کرتا ہے۔ اور صاحبِ مبسوط کا یہ زعم ہے کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معتکف تھے تو آپ کے لیے باہر نکلنا ممکن نہیں تھا تو جنازہ کو مسجد سے باہر رکھا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی۔ (المبسوط ج ۲ ص ۶۸) اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا علم تھا کیونکہ وہ باہر تھے اور حضرت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ چیز مخفی رہی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۰ ص ۱۰۔ ۱۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

مسجد میں نمازِ جنازہ کے متعلق فقہاءِ احناف کا نظریہ

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں نمازِ جنازہ بلا عذر مکروہ ہے اور اگر عذر ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے، بعض عذر یہ ہیں: بارش، ولی یا جس کا حق نماز پڑھنا ہو اس کا معتکف ہونا اور بالتبع دیگر نمازیوں کا معتکف ہونا (الیٰ قولہ)، ہاں بعض جگہ مسجد سے باہر سڑک پر نماز پڑھی جاتی ہے اور اس سے اکثر نمازیوں کی نماز کا فاسد ہونا لازم آتا ہے کیونکہ عموماً سڑکیں نجس ہوتی ہیں اور نمازی اپنی نجس جوتیاں نہیں اتارتے، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سڑک پر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور جب کسی معاملہ میں تنگی ہو تو اس میں وسعت کی جاتی ہے، اس لیے علامہ ابن ہمام کی تحقیق کے مطابق مسجد میں نمازِ جنازہ کے مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ کا فتویٰ دینا چاہیے، اور یہ مکروہ تنزیہی اس وقت ہے جب عذر ہو ورنہ اصلاً کراہت نہیں ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۸۲۹، مطبع عثمانیہ، استنبول، ۱۳۲۷ھ)

ہمارے ہاں جو لوگ مسجد میں نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے، وہ سڑک پر نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں، حالانکہ اس صورت میں علامہ شامی کے نزدیک مسجد میں جنازہ رکھ کر بھی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، تو جنازہ کو مسجد سے باہر رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھنا بطریقِ اولیٰ بلا کراہت جائز ہوگا۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ نمازِ جنازہ کا اصل اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ جنازہ گاہ میں نمازِ جنازہ پڑھی جائے، لیکن اگر تمام رشتہ داروں، محلہ داروں اور مسجد کے تمام نمازیوں کا جنازہ گاہ میں جانا لوگوں کی اپنی اپنی مصروفیات کی وجہ سے مشکل ہو جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو ایسی صورت میں جنازہ کو مسجد سے باہر رکھ کر نماز پڑھ لی جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، لوگوں کو مسئلہ بتاتے وقت لوگوں کی آسانی اور سہولت کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، اور اگر کسی مسئلہ میں دو قول ہوں تو اس قول کو اختیار کرنا چاہیے جس کی وجہ سے لوگ حرج میں مبتلاء نہ ہوں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۳۳۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا تَابَعَهُ سَهْلٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي أُحُدٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عمرو مولیٰ المطلب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے احد پہاڑ ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ! بے شک ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور بے شک میں مدینہ کی دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان جو جگہ ہے اس کو حرم بناتا ہوں، اس حدیث کی سہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لفظِ احد میں متابعت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۸۹، صحیح مسلم: ۱۳۶۵، سنن ترمذی: ۳۹۲۲، مسند احمد: ۱۳۱۳۶، موطا امام مالک: ۱۶۴۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

احد پہاڑ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا حقیقت پر محمول ہے

بہ ظاہر پہاڑ کا محبت کرنا مستبعد ہے، اس لیے علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس پہاڑ کے رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ انصار ہیں، اور یہ اطلاق مجازی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں حقیقی معنی مراد لینا بعید نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھنے لگے تو وہ ہلنے لگا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے احد! ثابت اور برقرار رہ، تجھ پر نبی ہے، صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷۵، سنن ترمذی: ۳۶۹۷، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک سوکھے ہوئے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے، جب آپ کے لیے منبر بنا دیا گیا اور آپ نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا تو ہم نے سنا اس درخت کے تنے سے آپ کے فراق کی وجہ سے اس طرح رونے کی آواز آ رہی تھی جس طرح دس ماہ کی حاملہ اونٹنی چلاتی ہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس تنے پر رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۳۰۸۵، مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۲)

ایک یہودی عورت نے خیبر میں آپ کو بکری کا زہر آلودہ گوشت کھلایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ نے اصحاب نے اس کو کھایا، پھر آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: رُک جاؤ، پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا: تم نے اس میں زہر ملایا تھا؟ اس نے آپ سے پوچھا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: بکری کے پاؤں کی ہڈی نے جو آپ کے ہاتھ میں تھی، اس نے کہا: ہاں!

(دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۲۱۰)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھ پر سلام کرتا تھا، میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۷، سنن ترمذی: ۳۶۱۴، مسند احمد ج ۵ ص ۸۹)

حضرت عبداللہ بن قرط یمانی بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھ اونٹنیاں لائی گئیں، ان میں سے ہر ایک آپ کی طرف گردن بڑھا رہی تھی کہ آپ اس سے ذبح کی ابتداء کریں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۶۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۶۶، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹ نے آپ سے کلام کیا اور آپ کو سجدہ کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۶، ۵۳۱، ۵۳۰)

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاسق جن اور انس کے علاوہ ہر چیز کو علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۴)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے بعض راستوں میں جا رہا تھا، آپ کے سامنے جو پہاڑ یا درخت آتا وہ کہتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ! (سنن ترمذی: ۳۶۲۶)

جب بہ کثرت احادیثِ صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ شجر و حجر اور حیوانات آپ کو پہچانتے تھے، آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھے اور آپ سے محبت کرتے تھے تو احد پہاڑ کا آپ سے محبت کرنا کیسے بعید ہو سکتا ہے!!!

۷۳۳۴- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ أَنَّهُ كَانَ بَيْنَ جِدَارِ الْمَسْجِدِ مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ وَبَيْنَ الْمِنْبَرِ مَمَرُّ الشَّاةِ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد کی جو دیوار قبلہ کے قریب تھی اس کے اور منبر کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کی جگہ تھی۔

(صحیح البخاری: ۴۹۶، ۷۳۳۴، صحیح مسلم: ۵۰۸، سنن ابوداؤد: ۶۹۶)

صحیح البخاری: ۷۳۳۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نمازی اور سُترہ کے درمیان کی مقدار میں مذاہب

نمازی اور اس کے سُترہ کے درمیان یہ کم سے کم فاصلہ ہے۔ عطاء، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ اس کی کم از کم مقدار تین ذراع ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی اور آپ کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا، اور امام مالک نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے اور اپنے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے اور سہل بن ابی حثمہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سُترہ کے قریب ہوتا کہ اس کی نماز کو شیطان قطع نہ کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۳۳۵- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از خبیب بن عبدالرحمٰن از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے، وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۹۶، ۱۸۸۸، ۶۵۸۸، ۷۳۳۵، صحیح مسلم: ۱۳۹۱، مسند احمد: ۷۱۸۲، موطا امام مالک: ۴۶۲)

صحیح البخاری: ۷۳۳۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے مناسب دیگر احادیث

امام ابوجعفر طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر رکھا گیا اور میرے حجرہ اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (تحفۃ الاخیار ج ۳ ص ۷۰ ۳، الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۷۲، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۶۴، ۳۴۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۶۰، تحفۃ الاخیار ج ۳ ص ۷۰ ۳)

جب یہ احادیث معلوم ہو گئیں تو صحیح روایت وہ ہے جس میں قبری کی جگہ ''بیتی'' کا لفظ ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ بیت سے مراد وہ بیت ہے جس میں آپ رہائش رکھتے تھے، اور دوسری حدیث کی تاویل بھی جائز ہے کیونکہ آپ اپنے رہائشی گھر میں ہی مدفون کیے گئے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ جو میرے حجرہ اور منبر کے درمیان جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۴) اور یہ دونوں قول متفق ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک آپ کے حجرہ میں ہے اور وہی آپ کا بیت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کی فضیلت

اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک زمین کے حصوں میں سے سب سے افضل حصہ ہے اور عرب کی زبان میں روضۃ اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں سرسبز گھاس ہو۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۱۷۷۵)

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے، انہوں نے کہا: بعینہٖ یہی جگہ جنت میں منتقل کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ (الزمر: ۷۴)

اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنا دیا، ہم جہاں چاہیں جنت میں رہتے ہیں، پس (نیک) عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے ۝

علامہ ابن الملقن کہتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ قیامت کے دن جنت زمین میں ہوگی۔ (مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں زمین سے مراد جنت کی زمین ہے، ابتداءً اس جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو رکھا گیا تھا اور آخرت میں ان کی اولاد میں سے متقین ان کے وارث ہو کر جنت میں جائیں گے)۔

نیز علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد اس جگہ نیک عمل ہو جو عمل کرنے والے کو جنت میں لے جائے گا، جیسے حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے باغات میں چرو۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۰، مسند ابویعلیٰ ج ۶ ص ۱۵۵، کتاب الدعاء للطبرانی ج ۳ ص ۱۶۴۳، شعب الایمان للبیہقی ج ۱ ص ۳۹۸)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں جنت کے باغات سے مراد حقیقتاً باغات ہیں یا اس میں کوئی تاویل ہے؟

اس حدیث میں جنت کے باغات سے مراد ہیں ذکر اور علم کے حلقے جو کہ جنت تک پہنچاتے ہیں، پس اس باب کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنے کی طرف ترغیب دی ہے اور آپ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے، اسی طرح درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۸۱۸، صحیح مسلم: ۱۷۴۲، سنن ابوداؤد: ۲۶۳۱، مسند احمد: ۱۸۶۳۵)

علامہ ابن التین نے اس تاویل کو بعید قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اب بھی جنت کے باغات میں ہے، اور جن لوگوں نے اس حدیث میں عمل کی تاویل کی ہے اس کے دو محمل ہیں:

(۱) قرآن اور سنت میں جن احکام کی تلاوت کی جاتی ہے، ان کی پیروی کرنا جنت کے باغات کی طرف پہنچاتا ہے، پس اس جگہ کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔

(۲) اس جگہ پر اطاعت کرنا جنت کی طرف پہنچاتا ہے، کیونکہ اس جگہ نماز پڑھنے کی وہ فضیلت ہے جو دوسری جگہ نہیں ہے، انہوں نے کہا: یہ زیادہ واضح ہے، اس لیے کہ کلام اس جگہ کی فضیلت کے متعلق ہے، اسی وجہ سے امام مالک نے اپنی موطا میں اس حدیث کو اس باب میں داخل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنا تمام مساجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (الموطاج ۱ ص ۲۰۱)

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی ہے مدینہ کو فضیلت دینا، خصوصاً اس جگہ کو جو آپ کے بیت اور منبر کے درمیان میں ہے۔ اور جس شخص نے اس جگہ اطاعت اور عبادت کرنے کا التزام کیا، وہ اس کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ کی طرف لے جائے گی، اور جس نے منبر کے پاس عبادت کرنے کا التزام کیا، اس کو جنت میں حوض سے پلایا جائے گا۔ (اعلام الحدیث ج ۱ ص ۶۴۹)

(میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام فرمایا کہ میں نے منبر کے پاس نمازیں پڑھی ہیں، جب میں نے 1994ء میں حج کیا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

حافظ ابوعمرو بن عبد البر مالکی نے کہا ہے: گویا کہ علماء کا قصد یہ ہے کہ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ بیٹھتے تھے اور لوگ بھی آپ کے پاس بیٹھتے تھے اور قرآن کو اور دین کو اور ایمان کو سیکھتے تھے، اس وجہ سے اس جگہ کو کریم کے باغ سے تشبیہ دی گئی ہے، اور اس کی جنت کی طرف اضافت اس لیے ہے کہ یہاں پر قرآن اور علوم دینیہ کو سیکھنا جنت کی طرف لے جاتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے" یعنی یہ ایسا عمل ہے جو جنت تک پہنچائے گا جیسے کہا جاتا ہے کہ ماں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ ماں کے ساتھ نیکی کرنا مسلمان کو جنت کی طرف لے جائے گا۔ (الاستذکار ج ۷ ص ۲۳۴)

حافظ ابن عبد البر کی مراد یہ ہے کہ جو مسلمان فرائض کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ماں کے ساتھ بھی نیکی کرے تو یہ نیکی اس کو جنت میں لے جائے گی اور اس قسم کی عبارت عرب کی زبان میں معروف ہے۔

نیز حافظ ابوعمرو نے کہا: ہمارے علماء نے اس باب کی حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے اور اسی پر اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث کو مرتبط کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے''۔ (صحیح البخاری: ۳۲۵۰)

آیا یہی منبر قیامت کے دن حوض پر ہوگا یا کوئی اور منبر؟

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''میرا منبر میرے حوض پر ہے''۔ علامہ داؤدی نے کہا: یعنی حوض کی جانب میں ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا: اس میں اعتراض ہے اور دوسری روایت گزر چکی ہے کہ ''میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر رکھا گیا ہے''۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس منبر سے مراد وہ منبر ہے جس پر آپ دنیا میں کھڑے ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ بعینہٖ اس منبر کو لوٹا دے گا اور اس کو بلند کرے گا اور یہ حوض میں ہوگا۔ قاضی عیاض نے اس قول کو اکثر علماء سے نقل کیا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۵۰۹)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ کے منبر کا قصد کرنا اور نیک اعمال کرنے کے لیے وہاں حاضر ہونا اس شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر وارد کرے گا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس حوض سے پیئے گا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ محشر کی زمین میں کئی لوگ منبروں پر ہوں گے اور یہ ان کی عزت افزائی اور ان کی تعظیم کے لیے ہوگا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عدل کے ساتھ حکم کرنے والے حکام قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے''۔ (صحیح مسلم: ۱۸۲۷) اور جب کہ نیک حکمرانوں کی یہ شان ہوگی تو انبیاء علیہم السلام کی شان تو اس سے بلند ہے، اور جب عام انبیاء علیہم السلام کا یہ مرتبہ ہوگا تو سید الانبیاء علیہ السلام کا مرتبہ تو اس سے کہیں زیادہ ہے، پس آپ کا یہی منبر بعینہٖ ہوگا اور اس کی تعظیم میں اضافہ کیا جائے گا، اسے بلند کیا جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کے اعتبار سے اس کو بلند اور منور کیا جائے گا حتیٰ کہ کسی کا منبر آپ کی سیادت اور قیادت کی وجہ سے اس دن آپ کے منبر سے بلند نہیں ہوگا۔ (المفہم ج ۳ ص ۵۰۴۔ ۵۰۳)

حوض پر ایمان لانے کے متعلق علمائے اسلام کے نظریات

علماء مسلمین کی جماعت کے نزدیک حوض پر ایمان لانا واجب ہے، اہل بدعت اور خوارج اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے، کیونکہ نہ وہ شفاعت کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ حوض کی اور نہ دجال کی۔

اور حوض سے مراد الکوثر ہے جس کے کناروں پر موتیوں کے گنبد ہیں، اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے برتنوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جس نے اس حوض سے پی لیا وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا، (یعنی اس کے بعد جنت کا پانی لذت کے لیے پیا جائے گا نہ کہ پیاس کی وجہ سے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور آپ کے منبر کے درمیان کی جگہ کی فضیلت پر واضح دلالت ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۹ ص ۲۴۸۔ ۲۵۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۳۳۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَابَقَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ الْخَيْلِ فَأُرْسِلَتِ الَّتِي ضُمِّرَتْ مِنْهَا وَأَمَدُهَا إِلَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْحَفْيَاءِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَالَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ كَانَ فِيمَنْ سَابَقَ۔

ہیں کہ نبی ﷺ نے گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کرایا، پس گھوڑوں کو اضمار کیا گیا تھا، اور ان کی انتہا الحفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک تھی، اور جن گھوڑوں کو اضمار نہیں کیا گیا تھا، ان کی انتہا ثنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنو زُریق تک تھی، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس دوڑ کے مقابلہ میں حصہ لیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۲۰، ۲۸۶۸، ۲۸۶۹، ۲۸۷۰، ۷۳۳۶، صحیح مسلم: ۱۸۷۰، سنن ترمذی: ۱۶۹۹، سنن نسائی: ۳۵۸۴، سنن ابوداؤد: ۲۵۷۵، مسند احمد: ۴۴۷۳، موطا امام مالک: ۱۰۱۷، سنن دارمی: ۲۴۲۹)

صحیح البخاری: ۷۳۳۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اضمار شدہ گھوڑے اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی

اس حدیث میں اضمار شدہ گھوڑوں اور غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا ذکر ہے، اضمار اور تضمیر کا یہ معنی ہے کہ چالیس دن تک گھوڑے کو بتدریج زیادہ کھلایا اور پلایا جائے حتیٰ کہ وہ بہت فربہ ہو جائے، پھر بتدریج اس کی خوراک کم کی جائے تا کہ گھوڑے کا وزن کم ہو جائے، اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا یہ معنی ہے کہ اس گھوڑے کے ساتھ اضمار کا عمل نہ کیا جائے۔

''الحفیاء'' اور ''ثنیۃ الوداع'' کا معنی

''الحفیاء''، ''ثنیۃ الوداع'' سے پانچ سے سات میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے، اور ''ثنیۃ'' کا معنی گھاٹی ہے، اور ''الوداع'' کا معنی ہے: رخصت کرنا، یہ وہ گھاٹی ہے جہاں مدینہ سے مکہ جانے والے لوگوں کو رخصت کرتے ہیں، یہ گھاٹی مدینہ سے مکہ کی جانب ہے، یا یہ وہ گھاٹی ہے جہاں مدینہ سے تبوک جانے والوں کو رخصت کرتے ہیں، مؤرخین اور شارحین نے ''ثنیۃ الوداع'' کی تفسیر میں ان دونوں گھاٹیوں کا ذکر کیا ہے۔

امام بیہقی نے اس بحث میں اس شعر کا ذکر کیا ہے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ثنیۃ الوداع سے ہم پر چودھویں شب کا چاند طلوع ہوا
جب تک کوئی اللہ کے لیے دعوت دیتا ہے، ہم پر شکر ادا کرنا واجب ہے

گھوڑوں کی دوڑ میں مقابلہ کرنے کا جواز

تیر اندازی، گھوڑوں کو دوڑانے، اسی طرح خچر، گدھے، اونٹ کو دوڑانے اور پیدل چلنے کے مقابلہ میں کوئی حرج نہیں ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹوں، گھوڑوں کو دوڑانے اور نیزہ بازی کے سوا اور کسی چیز میں مقابلہ کرنا جائز نہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے۔(سنن ابوداؤد:۲۵۷۴، سنن ترمذی:۱۷۰۰، سنن نسائی:۳۵۸۸۔۳۵۸۷)

کیونکہ یہ امور اسبابِ جہاد میں سے ہیں، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پیدل چلنے میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے بشرطیکہ اس پر انعام رکھا گیا ہو، اور انعام کے بغیر جائز ہے، اسی طرح ہر وہ کھیل مباح ہے جو جہاد میں مفید ہو، احادیث میں ہے کہ کشتی کے مقابلہ کی اجازت ہے کیونکہ وہ جہاد میں مفید ہے، اور صرف کھیل اور مشغلہ کے طور پر کشتی کرنا مکروہ ہے، اسی طرح اس پر "جعل" (انعام دینا) بھی جائز ہے۔(ردالمحتار ج ۹ ص ۴۹۱۔۴۹۳، ملخصاً وموضحاً ومخرجاً، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۹ھ)

صحیح البخاری:۷۳۳۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی کے نام پر مسجد کا نام رکھنے کا جواز

اس حدیث میں مسجدِ بنوزُریق کا ذکر ہے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد کی اضافت اس کے بانی کی طرف کرنا جائز ہے یا اس میں نماز پڑھنے والے کی طرف کرنا جائز ہے، اور اسی کے ساتھ یہ لاحق ہوگا کہ نیک اعمال کو ان اعمال میں کرنے والوں کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجدِ بنوزریق کا نام رکھا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کا نام رکھنا جائز ہے، ابراہیم نخعی نے اس کی مخالفت کی ہے، کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت ہے کہ مسجد بنی فلاں نام رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ (الجن:۱۸)

اور بے شک مساجد اللہ کی (عبادت کے لیے) ہیں تو اس کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو○

اس آیت کا جواب یہ ہے کہ بطورِ ملکیت کسی کی طرف مسجد کی اضافت کرنا جائز نہیں ہے اور مسجدِ بنوزُریق میں جو اضافت ہے، یہ بطورِ ملکیت نہیں ہے بلکہ بطورِ تمیز ہے۔(فتح الباری ج ۲ ص ۷۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ لَيْثٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عِيسَى وَابْنُ إِدْرِيسَ وَابْنُ أَبِي غَنِيَّةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ عَلَى مِنْبَرِ النَّبِيِّ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از لیث از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ح اور مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ اور ابن ادریس اور ابن ابی غنیۃ نے حدیث بیان کی از ابی حیان از الشعبی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر سنا۔

(صحیح البخاری:۴۶۱۹، ۵۵۸۱، ۵۵۸۸، ۵۵۸۹، ۷۳۳۷، صحیح مسلم:۳۰۳۲، سنن نسائی:۵۵۷۸، سنن ابوداؤد:۳۶۶۹)

صحیح البخاری:۷۳۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کی تکمیل

امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی اختصار سے روایت کی ہے، اور یہ پوری روایت اس طرح سے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا، پس کہا: بے شک خمر کی تحریم نازل ہوگئی، اور خمر پانچ چیزوں سے بنتی ہے، انگور، کھجور، گندم، جو اور شہد۔۔۔ الحدیث (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ خَطَبَنَا عَلَى مِنْبَرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے السائب بن یزید نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا دراں حالیکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔

صحیح البخاری: ۷۳۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

امام بخاری نے اس حدیث کی صرف اتنی مقدار پر اکتفاء کی ہے، کیونکہ اس حدیث میں منبر کا لفظ موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلفاء کا منبرِ رسول پر خطبہ دینا

اس حدیث کی امام ابوعبید نے کتاب الاموال میں ایک اور سند کے ساتھ زہری سے روایت کی ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ تمہاری زکوٰۃ ادا کرنے کا مہینہ ہے، پس جس شخص پر کوئی قرض ہو، وہ اس قرض کو ادا کر دے۔۔۔ الحدیث

اور ابراہیم بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے، اور امام ابوعبید نے کہا: ایک اور سند سے یہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ محرم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۳۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شعبان کے مہینہ میں تلاوتِ قرآن کرنا

اس کے قریب ہی سندِ ضعیف کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اس میں مذکور ہے کہ جب شعبان کا مہینہ آتا تو مسلمان قرآن مجید اور مصاحف پر جھک جاتے اور زکوٰۃ نکالتے، اور حکمران قید سے قیدیوں کو نکالتے۔۔۔ الحدیث

علامہ ابن بطال نے المہلب سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ کا منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینا اور اہم امور کو بیان کرنا یہ ایسی سنت ہے جس کی ہر دور میں پیروی کی گئی ہے تا کہ لوگ وعظ اور نصیحت کو سنیں جب ان کو خطبہ دیا جائے، اور اس میں اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر اس وقت تک باقی رہا اور اس میں نہ کوئی اضافہ ہوا اور نہ کوئی کمی ہوئی، اور دوسری احادیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے معلوم ہوا کہ اس کے بعد بھی کافی عرصہ تک وہ منبر اسی طرح باقی رہا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۶۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ أَنَّ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدْ كَانَ يُوضَعُ لِي وَلِرَسُولِ اللهِ ﷺ هَذَا الْمِرْكَنُ فَنَشْرَعُ فِيهِ جَمِيعًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن حسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہشام بن عروہ نے ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے لیے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے اس ٹب کو رکھا جاتا تھا، پس ہم اس میں شروع ہوتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۰، ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۷۳، ۲۹۹، ۵۹۵۶، ۷۳۳۹، صحیح مسلم: ۳۱۹، سنن نسائی: ۲۳۱، سنن ابوداؤد: ۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۷۶، مسند احمد: ۲۵۴۱۰)

صحیح البخاری: ۷۳۳۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورت اور مرد کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کا جواز

اس سے پہلے یہ باب گزر چکا ہے جس میں مرد اور اس کی بیوی کا ایک ساتھ وضو کرنے کا ذکر ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۳)

اور اجماع اس پر قائم ہے کہ مرد اور اس کی بیوی کا ایک برتن سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے، اور اس پر بھی اجماع ہے کہ مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت کا وضو کرنا جائز ہے۔ اور عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کے وضو کرنے کے متعلق اختلاف ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس سے منع فرماتے تھے کہ مرد اور عورت ایک برتن سے پانی لے کر غسل کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۱)

اور امام ابن ابی شیبہ اس حدیث پر مطلع نہیں ہوئے اور سنت ان کے قول پر راجح ہے، نیز اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جنبی مرد اور حائضہ عورت کے غسل کا بچا ہوا پانی پاک ہوتا ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت دونوں غسل کے وقت ایک دوسرے کی طرف برہنہ دیکھ سکتے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۵۵۱۔ ۵۵۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ داؤدی کا یہ مسئلہ مستنبط کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ جو غسل کرتے تھے تو کپڑے پہن کر کرتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اور نبی ﷺ نے ایک ساتھ غسل کیا، نہ میں نے آپ کی شرمگاہ دیکھی اور نہ آپ نے میری شرمگاہ دیکھی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۳۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد کا عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا یا عورت کا مرد کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے، اوراس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابنِ حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ سلیمان بن موسیٰ سے سوال کیا گیا کہ مرد اپنی بیوی کی شرمگاہ کی طرف دیکھے تو انہوں نے بیان کیا: میں نے عطاء سے پوچھا: عطاء نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے اس حدیث کو بیان کیا، اوراس مسئلہ میں تصریح ہے۔ واللہ اعلم (فتح الباری ج ۱۱ ص ۷۸۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مرد اوراس کی بیوی کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا

میں کہتا ہوں: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مرد اوراس کی بیوی کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے، لیکن اس حدیث سے یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غسل کے وقت ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہیں دیکھتے تھے، بلکہ دیگر احوال میں بھی نہیں دیکھتے تھے، حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کی طرف ہرگز نہیں دیکھا۔

(شمائل ترمذی: ۳۶۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۲، ۶۶۲، مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۰، ۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۴، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۴۷، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۹۴، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۲۵)

امام ابوالشیخ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج سے جماع کرتے تھے تو اپنے سر پر کپڑا ڈال لیتے تھے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ نہیں دیکھی اور نہ آپ نے میری شرمگاہ دیکھی۔ (ص ۲۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ حیاء کے یہی احادیث مناسب ہیں!

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

یہ رسول اللہ کی کمال حیاء ہے کہ آپ نے ایسا فعل نہیں کیا جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی شرمگاہ کی طرف دیکھتیں، بلکہ ایسا فعل کیا جس کا تقاضا اس کو دیکھنے سے ممانعت تھی اور یہ آپ کی عظیم حیاء ہے، کیونکہ عورت اپنے خاوند کی شرمگاہ کو از خود دیکھنے کی جرأت نہیں کرتی جب تک کہ اس کو اپنے خاوند کی رضا کا علم نہ ہو، اوراس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے: ''میں نے آپ کی شرمگاہ نہیں دیکھی اور آپ نے میری شرمگاہ نہیں دیکھی''۔ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل ص ۵۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ اور علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ نے بھی اپنی شرحوں میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ۲ ص ۲۱۷، شرح المناوی علی حاشیۃ جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۱۷، اصح المطابع، کراچی)

۷۳۴۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ حَالَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ الْأَنْصَارِ وَقُرَيْشٍ فِي دَارِي الَّتِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عباد بن عباد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم الاحول نے حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِالْمَدِينَةِ۔

بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار اور قریش کے درمیان میرے اس گھر میں حلف لیا جو مدینہ میں ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۹۴، ۶۰۸۳، ۷۳۴۰، صحیح مسلم: ۲۵۲۹، سنن ابوداؤد: ۲۹۲۶، مسند احمد: ۱۳۵۷۴)

صحیح البخاری: ۷۳۴۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عاصم بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تمہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں حِلف نہیں ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں قریش اور انصار کے درمیان حلف لیا۔

یہ زمانہ جاہلیت کا حِلف ہے، لوگ قسم کھا کر اور عہد کر کے ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے، یعنی ایک شخص کہتا کہ تم میرے وارث بن جاؤ میں تمہارا وارث بن جاؤں گا، زمانہ جاہلیت کے اس حِلف کو اسلام نے ذوی الارحام کی آیت سے منسوخ کر دیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے، پھر یہ حکم درج ذیل آیت سے منسوخ ہو گیا:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ؀ (النساء: ۳۳)

اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں مال والدین اور قرابت داروں نے چھوڑا ہے، اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے، سو تم انہیں ان کا حصہ دے دو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے O

النساء: ۳۳ کی تفسیر از مصنف

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس انسان کا مال اور ترکہ ہے، ہم نے اس کے لیے وارث بنا دیئے ہیں، پھر ان وارثوں کا بیان فرمایا وہ اس کی اولاد اور اس کے قرابت دار ہیں اور وہ لوگ ہیں جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے، اس حوالہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور انہوں نے یہ عہد کیا کہ وہ اس کی دیت ادا کرے گا اور اس کا وارث ہو گا تو اس کا دیت ادا کرنا صحیح ہے اور اگر اس کا کوئی اور نسبی وارث نہ ہو تو پھر وہ شخص اس کا وارث ہو گا۔

(روح المعانی ج ۵ ص ۲۲)

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: علامہ النخاس نے کہا ہے کہ اس حدیث کو جس محمل پر حمل کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ النساء: ۳۳ اس طریقہ کے لیے ناسخ ہو گئی جو وہ لوگ کیا کرتے تھے اور کوئی شخص کسی کو حلیف بناتا اور اس کا وارث ہوتا۔

جن فقہاء نے یہ کہا کہ یہ آیت محکمہ ہے، وہ مجاہد اور ابن جبیر ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے، اور انہوں نے کہا کہ ذوی الارحام ان پر راجح ہیں جن کے ساتھ بھائی بنانے کا عقد کیا گیا، اور جب ذوی الارحام نہ ہوں تو جن کے ساتھ عقد کیا گیا ہے، وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وارث ہوں گے اور وہ بیت المال سے زیادہ حق دار ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۵ ص ۱۳۹-۱۴۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حِلف کے معنی کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار اور قریش کے درمیان مدینہ میں میرے اس گھر کے درمیان حلف اٹھوایا''۔

حلف کا معنی ہے: دو فریق ایک دوسرے سے مدد کرنے کا عقد کریں اور معاہدہ کریں۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حدیث میں ہے ''لا حِلف فی الاسلام'' یعنی اسلام میں حلف برداری نہیں ہے، تو میں کہوں گا: یہ ممانعت اس حِلف پر ہے جو زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا کہ فریقین قتل وغارت گری پر ایک دوسرے سے معاہدہ کرتے تھے، اس سے منع کر دیا گیا، لیکن اسلام کی مہمات میں ایک دوسرے سے مدد کرنے کا جو حِلف ہو وہ جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۴۱۔ وَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی اور آپ بنو سُلیم کے قبیلوں کے خلاف دعا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۰۱، صحیح مسلم: ۶۷۷، سنن نسائی: ۱۰۷۷، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۳، مسند احمد: ۱۲۲۴۴)

صحیح البخاری: ۷۳۴۱، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق فقہاء کے اقوال

حضرت انس بن سیرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینہ قنوت کیا اور کسی مصیبت کے نزول کے بغیر صبح کی نماز میں قنوت کرنا دائمی سنت ہے۔ (الحاوی ج ۱ ص ۱۵۱، الوسیط ج ۱ ص ۲۲۹، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۱۱۱)

کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فجر کی نماز میں قنوت کرتے تھے حتیٰ کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۲، سنن الدارقطنی ج ۲ ص ۳۹، کتاب المعرفہ للبیہقی ج ۳ ص ۱۲۲-۱۲۱)

امام بیہقی نے خلفاء اربعہ سے بھی صبح کی نماز میں قنوت کی روایت کی ہے۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۰۲)

علامہ قرطبی نے کہا ہے: جس چیز پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل قنوت میں مستقر رہا اس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۳۰۴-۳۰۵)

امام مالک کے نزدیک بھی صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا مستحب ہے۔

(المدونہ ج ۱ ص ۱۰۰، عیون المجالس ج ۱ ص ۳۴۶، المنتقیٰ ج ۱ ص ۲۸۲)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیکن امام مالک کے نزدیک رکوع سے پہلے قنوت کیا جائے گا تا کہ جو آدمی بعد میں رکعت میں آ کر ملے وہ بھی قنوت کو پالے۔اس کو علامہ ابن المنذر نے از عثمان نقل کیا ہے۔

علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: اور ہمارے نزدیک رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی جائے گی۔حسن بصری اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے،اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے اس کی مخالفت کی ہے،ان دونوں نے کہا کہ صبح کی نماز میں قنوت نہیں ہے۔

(الاصل ج ۱ ص ۱۶۴، المبسوط ج ۱ ص ۱۶۵، المغنی ج ۲ ص ۵۸۵)

امام ابن ابی شیبہ نے از قتادہ اور ابراہیم روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھی حتیٰ کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا بدعت ہے۔(سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۱۳)

اور طاؤس سے بھی اسی کی مثل روایت ہے۔اللیث، یحییٰ الانصاری اور یحییٰ بن یحییٰ الاندلسی کا بھی یہی قول ہے،اس کا امام ابوعمر نے ''الاستذکار'' میں ذکر کیا ہے۔(الاستذکار ج ۶ ص ۲۰۳۔۲۹۸)

اگر تم یہ سوال کرو کہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی اور پھر اس کو ترک کر دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ان کفار کے خلاف دعا کرنے کو ترک کر دیا اور ان پر لعنت کرنے کو ترک کر دیا، یہ مراد نہیں ہے کہ آپ نے دعائے قنوت کو پڑھنا ترک کر دیا تا کہ احادیث میں تطبیق ہو۔

مصیبت نازل ہونے کے وقت دعائے قنوت پڑھنے کی تحقیق

جب کوئی مصیبت نازل ہو تو اس وقت تمام نمازوں میں قنوت کو پڑھنا مستحب ہے۔ثوری اور امام احمد کا یہی مذہب ہے۔

(الحاوی ج ۲ ص ۱۵۲، المہذب ج ۱ ص ۲۷۴، التہذیب ج ۲ ص ۱۴۸)

ہمارے شیخ قطب الدین کی شرح میں مذکور ہے کہ قنوت کے متعلق علماء کا اختلاف ہے،امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ واجب ہے۔اور ''المبسوط'' میں مذکور ہے کہ یہ سنت ہے اور یہی امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۷۳، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۷)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ قنوت پڑھنا مستحب ہے اور سنت نہیں ہے،اور جو قنوت پڑھنے کو بھول گیا وہ سجدہ سہو نہیں کرے گا۔

اور سحنون مالکی نے کہا ہے کہ قنوت پڑھنا سنت ہے اور اگر پڑھنا بھول گیا تو سہو کا سجدہ کرے گا۔

اور علی بن زیاد نے کہا ہے: جس نے عمداً قنوت کو ترک کیا تو اس کی نماز فاسد ہے،اسی طرح ابن رُشد کی عبارت ہے کہ صبح کی نماز میں قنوت سے متعلق امام مالک نے فرمایا کہ یہ مستحب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا جائز نہیں ہے۔اور قنوت پڑھنے کا محل وتر کی نماز ہے،اور ایک قوم نے کہا کہ قنوت صرف رمضان میں پڑھا جائے گا،اور دوسری قوم نے کہا: رمضان کے آخر میں پڑھا جائے گا،اور تیسری قوم نے کہا: رمضان کے نصف اول میں پڑھا جائے گا۔

(بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۵۴، المجموع ج ۳ ص ۵۲۰، المغنی ج ۲ ص ۵۸۵)

اور جن فقہاء سے منقول ہے کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھی جائے وہ حضرت عمر ہیں،حضرت علی ہیں،حضرت ابن مسعود ہیں،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابوموسیٰ الاشعری ہیں، حضرت براء بن عازب ہیں، حضرت ابن عمر ہیں، حضرت ابن عباس ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہم ہیں، اور فقہاءِ تابعین میں سے عمر بن عبدالعزیز، عبیدہ السلمانی، حمید الطویل اور ابن ابی لیلیٰ ہیں۔ (الاوسط ج ۵ ص ۲۰۸)

اور امام طحاوی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ صبح کی نماز میں سوائے مصیبت کے نزول کے وقت قنوت پڑھنے کا قول امام شافعی سے پہلے کسی نے نہیں کیا اور ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے جہاد کرتے رہے اور آپ نے نمازوں میں قنوت نہیں پڑھی۔

(مختصر اختلاف العلماء ج ۱ ص ۲۱۵)

دعائے قنوت پڑھنے کا سبب

اس قنوت کا سبب یہ ہے کہ ابو براء الکلابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے اسلام قبول نہیں کیا اور اسلام سے دور نہیں رہا، اس نے کہا: اے محمد! اگر آپ میرے ساتھ اپنے اصحاب میں سے چند مردوں کو اہلِ نجد کی طرف بھیجیں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کے پیغام کو قبول کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ان پر اہلِ نجد سے خطرہ ہے، ابو براء نے کہا: میں ان کا ضامن ہوں، اور انصار کے چند جوان جن کو القراء کہا جاتا تھا، رات کو نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب صبح قریب ہوتی تو وہ لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتے، اور میٹھا پانی لاتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کے دروازوں پر وہ لکڑیاں اور پانی رکھ دیتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو تبلیغ کے لیے نجد کی طرف بھیج دیا اور وہ ستّر قاری تھے، دوسرا قول ہے کہ چالیس تھے اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے، آپ نے ان ستّر (۷۰) قاریوں کے اوپر المنذر بن عمرو کو امیر بنا دیا، پس یہ لوگ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بئر معونہ پر آ کر ٹھہرے، اور یہ صفر کے مہینے کا واقعہ ہے جب آپ کی ہجرت کے بعد چھتیس (۳۶) ماہ گزر رہے تھے، پس جب یہ وہاں ٹھہرے تو حضرت حرام بن ملحان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس بھیجا، جب اس کے پاس وہ مکتوب آیا تو اس نے اس مکتوب کو نہیں پڑھا حتیٰ کہ اس شخص پر حملہ کر کے اس کو شہید کر دیا، پھر ان کے اوپر اور قبائل جمع ہو گئے، سُلیم، عصیہ، الذکوان اور رعل، جب صحابہ نے ان کو دیکھا تو انہوں نے اپنی تلواریں پکڑیں اور ان سے قتال کیا حتیٰ کہ سب شہید ہو گئے، سوائے حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ کے، ان لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا، ان میں تھوڑی سی رمق تھی پس وہ زندہ رہے حتیٰ کہ غزوہ خندق میں وہ شہید ہو گئے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۸ ص ۲۰۳۔۲۱۱ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۳۴۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدٌ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ لِي انْطَلِقْ إِلَى الْمَنْزِلِ فَأَسْقِيَكَ فِي قَدَحٍ شَرِبَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَتُصَلِّي فِي مَسْجِدٍ صَلَّى فِيهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَسَقَانِي سَوِيقًا وَأَطْعَمَنِي تَمْرًا وَصَلَّيْتُ فِي مَسْجِدِهِ۔

(صحیح البخاری: ۳۸۱۴، ۷۳۴۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابوکُریب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بُرید نے حدیث بیان کی از ابی بُردہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو حضرت عبداللہ بن سلام مجھ سے ملے، انہوں نے مجھ سے کہا: ایک گھر کی طرف چلو میں تمہیں اس پیالے میں پلاؤں گا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا ہے اور تم اس مسجد میں نماز پڑھنا جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے، پس میں ان کے ساتھ گیا، انہوں نے مجھے ستّو پلایا اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مجھے کھجور کھلائی اور میں نے ان کی مسجد میں نماز پڑھی۔

صحیح البخاری: ۷۳۴۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جس گھر میں آنے کی اجازت دی تھی، وہ بہت عظیم گھر تھا، کیونکہ اس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۷۴ ، دار الکتب العلمیہ ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس پیالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا تھا، اس پیالہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ستو پلائے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے کے برتن سے کھانے پینے کا ثبوت ہے تاکہ پینے والے کو آپ کی برکت حاصل ہو۔ نیز اس میں یہ بھی ثبوت ہے کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو، وہاں نماز پڑھنا باعثِ برکت ہے، کیونکہ اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اللہ تعالیٰ کی تجلیات نازل ہوئی تھیں وہاں نماز پڑھنے والے کو ان تجلیات سے حصہ ملنے کی امید ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۳۴۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَ رضی الله عنہ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّي وَهُوَ بِالْعَقِيقِ أَنْ صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ وَحَجَّةٌ وَقَالَ هَارُونُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر، انہوں نے کہا: مجھے عکرمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حدیث بیان کی، آپ نے فرمایا: آج رات میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس وقت آپ العقیق میں تھے، اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے اور کہیے کہ عمرہ اور حج ہے۔

اور ہارون بن اسماعیل نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی کہ عمرہ حج میں ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۳۴، ۲۳۳۷، ۷۳۴۳، سنن ابوداؤد: ۱۸۰۰، سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۶، مسند احمد: ۱۶۲)

صحیح البخاری: ۷۳۴۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی اور حج قران کا ثبوت

اس حدیث میں مذکور ہے ''آنے والا آیا'' وہ فرشتہ تھا اور ظاہر یہ ہے کہ وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''العقیق'' یہ مدینہ کے ظاہر میں ایک وادی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یہاں نماز پڑھیے'' علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس نماز سے مراد وہ نماز ہے جس کو احرام باندھتے وقت پڑھنا سنت ہے۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کا احرام باندھا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عمرة وحجة'' یعنی میں نے عمرہ اور حج کی نیت کی۔ اور یہی قران ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ہمیں علی نے حدیث بیان کی'' یعنی علی بن المبارک نے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''عمرة فی حجة'' اس کا معنی ہے: عمرہ حج میں داخل ہے، یعنی حج قران میں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۹۲۔ ۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَقَّتَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَرْنًا لِأَهْلِ نَجْدٍ وَالْجُحْفَةَ لِأَهْلِ الشَّأْمِ وَذَا الْحُلَيْفَةِ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ سَمِعْتُ هٰذَا مِنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَبَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ وَذُكِرَ الْعِرَاقُ فَقَالَ لَمْ يَكُنْ عِرَاقٌ يَوْمَئِذٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے قرن کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو میقات مقرر کیا، اور اہل مدینہ کے لیے ذا الحلیفہ کو میقات مقرر کیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل یمن کے لیے یلملم ہے، اور عراق کا ذکر کیا گیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس وقت عراق نہیں تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۳۳، ۱۵۲۲، ۱۵۲۵، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۷۳۴۴، صحیح مسلم: ۱۱۸۱، سنن ترمذی: ۸۳۱، سنن نسائی: ۲۶۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۷۳۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۱۴، مسند احمد: ۵۰۵۰، موطا امام مالک: ۷۳۲، سنن دارمی: ۱۷۹۰)

صحیح البخاری: ۷۳۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''وَقَّتَ'' اس کا معنی ہے: میقات معین کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''قَرْنًا'' اس لفظ میں راء پر جزم ہے اور الجوہری نے کہا: اس پر زبر ہے، اور یہ جگہ مکہ سے دو مرحلہ کے فاصلہ پر ہے، اور ایک روایت میں قرن کا لفظ ہے اس اعتبار سے کہ یہ غیر منصرف ہے، یا اللغۃ الربیعہ کے اعتبار سے ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "وبلغنی" (اور مجھے خبر پہنچی)، اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ مجہول سے روایت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما ایک اور صحابی سے روایت کرتے ہیں اور تمام صحابہ روایت میں عادل ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فقال" یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لم یکن عراق یومئذ" یعنی اس وقت اہلِ عراق مسلمان نہیں تھے حتیٰ کہ ان کے لیے میقات مقرر کیا جاتا اور اس وقت عراق کسریٰ اور فارس کے عاملوں اور عرب کے ہاتھوں میں تھا۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے کہا ہے: اس جواب پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اہلِ شام کا ذکر کیا گیا ہے، پس ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد دونوں عراقوں کی نفی ہو اور یہ دونوں مشہور شہر تھے کوفہ اور بصرہ، اور ان میں سے ہر ایک مسلمانوں کے بلادِ فارس کو فتح کرنے کے بعد جامع شہر بن گیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۶۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اس جواب پر درجِ ذیل اعتراض کیا ہے:

میں کہتا ہوں: یہ کلام ضعیف ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہہ رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات مقرر کیا، پس اس وقت میں کوفہ اور بصرہ کا نام مذکور نہیں تھا اور نہ کسی کے دل میں یہ خیال تھا کہ عراق میں دو شہر ہیں، ایک کوفہ ہے اور دوسرا بصرہ ہے، یہ دونوں جگہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شہر بنے، اور حافظ ابنِ حجر نے جو اس پر اعتراض کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حج ۶ ہجری میں فرض ہوا جیسا کہ امام شافعی نے ثابت کیا ہے، اسی وجہ سے ان کا یہ مذہب ہے کہ حج ادا کرنے میں تاخیر جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ ہجری میں حج کیا، اور فرضیت حج اور آپ کی ادائیگی کے درمیان چار سال کا عرصہ ہے، اور اس مدت میں بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے جو شام کی جانب سے مدینہ کے پیچھے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے مواقیت حج کے زمانہ میں قائم کیے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حج کی فرضیت کی تاریخ میں فقہاء کے اقوال

علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ حج ۵ ہجری میں فرض ہوا ہے، ایک قول ہے کہ ۹ ہجری میں فرض ہوا ہے اور یہی صحیح ہے، ایک قول ۶ ہجری کا بھی ہے۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ حج ۹ ہجری میں فرض ہوا ہے کیونکہ ۱۹ رمضان ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا تھا اور اس سال حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو حج کرایا تھا، اور مشرکین بھی افعالِ جاہلیت کے مطابق حج کرتے رہے، پھر جب ۹ ہجری میں حج فرض ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو اپنی امارت اور قیادت میں حج کرائیں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے سورہ توبہ کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور کعبہ میں برہنہ طواف نہیں کرے گا اور ۱۰ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا، اور اس حج کا نام حجۃ الوداع رکھا گیا ہے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہے اور اس کے وجوب کی یہ شرائط ہیں: عقل، بلوغ اور استطاعت۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ حج فوراً واجب ہوتا ہے یا اس میں تاخیر کی گنجائش ہے، اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس میں ایک سال یا دو سال کی تاخیر کی بھی گنجائش ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے فرض ہونے کے بعد ایک سال کی تاخیر فرمائی تھی۔

(المفہم ج ۳ ص ۲۵۵۔۲۵۶، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

۷۳۴۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ۔

(صحیح مسلم: ۱۳۴۶، سنن نسائی: ۲۶۶۰، مسند احمد: ۵۶۰۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمٰن بن المبارک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے آخری حصہ میں دکھایا گیا اور اس وقت آپ ذوالحلیفہ میں تھے، آپ سے یہ کہا گیا کہ آپ بطحاء مبارکہ میں ہیں۔

صحیح البخاری: ۷۳۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذوالحلیفہ کا ذکر ہے، اور اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہد کا ذکر ہے اور ذوالحلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے عظیم مشہد ہے، اسی لیے آپ سے کہا گیا کہ آپ بطحاء مبارکہ میں ہیں اور بطحاء کا معنی ہے: وادی، اس میں پانی کے بہنے کے بطن میں نرم کنکریاں ہیں، اور ذوالحلیفہ مدینہ سے ۶ میل کے فاصلہ پر ہے، ایک قول ہے کہ ۷ میل کا فاصلہ ہے، اور یہ بنو جشم کے پانیوں میں سے ایک پانی ہے اور یہ اہلِ مدینہ کا میقات ہے جس کو عام لوگ آبارِ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اس حدیث میں "معرّس" کا لفظ ہے، یہ تعریس کا اسمِ مکان ہے اور یہ اس منزل کو کہتے ہیں جو رات کے آخری حصہ میں ہو۔

اس باب کی احادیث یہاں ختم ہو گئیں اور یہ چوبیس احادیث ہیں اور یہ تمام احادیث اس باب کے عنوان کے تحت داخل ہیں، پس اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے لطف کی وجہ سے ہم نے باب کے عنوان کے ساتھ ان احادیث کی مطابقت بیان کی ہے جو الفتح الالٰہی اور الفیض الربانی ہے، پس اللہ ہی کے لیے حمد ہے اولاً و آخراً ابداً دائماً۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۴۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اہلِ مدینہ کی دوسرے شہروں میں رہنے والوں پر علم وفضل میں برتری کا زمانہ

علامہ ابن بطال مالکی نے لکھا ہے کہ علامہ المہلب مالکی نے بیان کیا ہے کہ اس باب اور اس میں مذکور احادیث سے امام بخاری کی غرض مدینہ کی فضیلت کو بیان کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ اس میں دین کی علامات ہیں اور وہ دارالوحی ہے اور فرشتوں کے نازل ہونے کی جگہ ہے اور ہدایت اور رحمت کے نزول کی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ نے مدینہ کی سرزمین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہائش کی وجہ سے شرف عطا فرمایا ہے اور اسی سرزمین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ مبارک ہے اور آپ کا منبر ہے اور ان کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ پھر علامہ ابن بطال نے اس باب کی احادیث کی شرح کی اور ان پر بحث کی جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، اور مدینہ منورہ کی فضیلت ثابت ہے، اس پر کسی خاص دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور مدینہ منورہ کی فضیلت کے متعلق صحیح البخاری کے آخر حج میں بہت احادیث ذکر کی گئی ہیں، اور یہاں مراد یہ ہے کہ اہلِ مدینہ علم میں دوسرے شہروں کے رہنے والوں پر مقدم ہیں، اگر اس سے مراد یہ ہے کہ بعض زمانوں میں اہلِ مدینہ دوسروں پر مقدم ہیں اور یہ وہ زمانہ ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں مقیم تھے اور وہ زمانہ ہے جس میں آپ کے بعد صحابہ دوسرے شہروں میں منتقل ہونے سے پہلے تھے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان دونوں زمانوں میں مدینہ کے رہنے والے دوسرے شہروں کے رہنے والوں پر مقدم تھے۔ اور اگر یہ مراد ہو کہ مدینہ کے رہنے والے ہر زمانہ میں دوسرے شہروں کے رہنے والوں پر مقدم تھے تو یہ محلِ نزاع ہے، اور اس قول کو عام کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ بعد کے زمانوں میں ائمہ مجتہدین تھے اور اس زمانہ میں ایسے لوگ نہیں تھے جو دوسرے شہروں کے رہنے والوں پر علم اور فضل میں فائق اور برتر ہوں چہ جائیکہ سب سے بڑھ کر ہوں، بلکہ بعد کے زمانہ میں وہاں پر خراب بدعتوں کے مرتکبین بھی رہتے تھے اور ان کی بری نیت اور برے اعمال میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۶۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۴۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بابِ مذکور کی احادیث کا خلاصہ

اس باب کی احادیث میں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر خطبہ کا بیان کیا گیا ہے اور یہ ایسی سنت ہے جس کی اب تک پیروی کی جاتی ہے اور منبروں پر خطبہ دیا جاتا ہے، تاکہ لوگوں کے کانوں تک آسانی سے وعظ کی آواز پہنچ سکے، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ٹب کا بیان ہے جس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غسل کرتی تھیں اور یہ بیان ہے کہ غسل کے لیے کتنا پانی کافی ہوتا ہے، اسی طرح ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش اور انصار کے درمیان مدینہ میں ایک دوسرے کے بھائی ہونے کا حلف لیا اور اس سے معلوم ہوا کہ دینی معاملات میں اسلام میں حلف لینا جائز ہے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف وحی کی کہ وادی العقیق مبارک ہے، اور بے شک اللہ عزوجل نے اس وادی میں حج کے مہینہ میں احرام کھولنے کا حکم نازل کیا اور اس جگہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تاکہ اس جگہ کی برکت کا حصول ہو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اسی طرح اہلِ آفاق کے لیے آپ نے حج اور عمرہ کے لیے مواقیت کو مقرر کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر نرمی اور آسانی ہو اور وہ دور دراز سے احرام باندھنے کے بجائے ان جگہوں پر احرام باندھیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کی حجاز میں برکت ہے جو دوسرے شہروں میں نہیں ہے۔

اور اسی طرح اہلِ مدینہ کو فضیلت دی، کیونکہ انہوں نے مدینہ کی سختیوں اور شدت پر صبر کیا اور ان کو یہ حرص تھی کہ جس جگہ اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے وہاں ٹھہریں جو جگہ دین کی بنیاد ہے، اس وجہ سے یہ لوگ تمام لوگوں سے افضل ہیں، کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم، آپ کے احوال، آپ کے احکام، آپ کے آداب اور آپ کی سیرتوں کے زیادہ قریب ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۱۱۵۔۱۱۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۴۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ مدینہ کے دوسرے شہروں کے علماء پر فائق ہونے میں فقہاء کے اقوال

جو لوگ اہلِ مدینہ کے مذاہب پر ہیں خواہ کہیں بھی ہوں ان کے لیے مدینہ کی برکت سے وافر حصہ ہے اور وہ اس کے مستحق ہیں کہ وہ اہلِ مدینہ ہوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنتیں ان کے نزدیک ثابت ہیں، وہ ان کی اتباع کرتے ہیں، اور بعد کے لوگ ان کی اتباع بالاحسان کرتے ہیں۔

اور یہ بھی ضروری ہے کہ اہلِ مکہ کے لیے بھی اس میں سے حصہ ہو، کیونکہ ان کے نزدیک فریضہ حج کی تمام علامات ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور آپ کے اقوال کا کئی مرتبہ مشاہدہ کیا ہے اور ان کے لیے اس کی برکت سے وافر حصہ ہے۔

اہلِ علم کا اس میں اختلاف ہے کہ اہلِ مدینہ کو دوسرے شہر والوں پر غلبہ ہے، پس علامہ ابہری یہ کہتے تھے کہ اہلِ مدینہ دوسروں پر استنباط اور اجتہاد میں حجت ہیں، پھر انہوں نے رجوع کیا اور کہا: ان کے جو اقوال بطریقِ نقل ہیں وہ دوسروں کی نقل سے افضل اور اولیٰ ہیں اور اجتہاد میں سب برابر ہیں، یہ امام شافعی کا قول ہے۔

اور ابوبکر بن الطیب کا مذہب یہ ہے کہ اہلِ مدینہ کا اجتہاد اور احادیث کے نقل کرنے دونوں میں مرتبہ زیادہ ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ اہلِ مدینہ دوسروں پر حجت نہیں ہیں نہ بطریقِ نقلِ روایت اور نہ بطریقِ نقلِ اجتہاد۔
اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ اہلِ مدینہ اجتہاد میں دوسروں سے راجح ہیں، انہوں نے اس سے استدلال کیا کہ اہلِ مدینہ نے نزولِ قرآن کا مشاہدہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سنا اور وہ خطاب کے معانی کو جانتے تھے، اس لیے وہ دوسروں سے استنباط اور اجتہاد میں زیادہ لائق ہیں۔

اور اصحابِ شافعی نے استدلال کیا، پس انہوں نے کہا: جنہوں نے یہ بات کہی انہوں نے ان کی تقلید کا قول کیا، اور ہم صحابہ کے اقوال میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان کے اختلاف میں ایک کے قول کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں، پس جب ہمارے پاس دلیل قائم ہو تو ان میں سے فلاں قول راجح ہے تو ہم اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور جب یہ بات صحیح ہے تو تقلید باطل ہو گئی، رہا یہ کہ اہلِ مدینہ بطریقِ نقل دوسروں پر راجح ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عدالت صحیح ہے اور انہوں نے نزولِ قرآن کا معائنہ کیا اور اعمال کا مشاہدہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیا، رہا مسائل کا استنباط تو اس میں سب لوگ برابر ہیں۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۷۔ بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ (آل عمران: ۱۲۸) اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں"

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

کس قسم کی دعا کا اختیار دیا گیا ہے

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! میری مخلوق کے معاملات میں سے آپ کو کسی چیز کا اختیار نہیں ہے اور ان کے معاملات اور ان میں فیصلہ کرنا میرے ہاتھ میں ہے، میرے غیر کے ہاتھ میں نہیں ہے، میں کفار اور فساق میں سے جس کے لیے چاہتا ہوں اس کی توبہ قبول کر لیتا ہوں، اور جس کے لیے چاہتا ہوں عذاب کا فیصلہ کر دیتا ہوں یا تو دنیا میں اس کو قتل کرنے کا عذاب اور یا آخرت میں جو کفار کے لیے عذاب مقدر کیا گیا ہے۔

پس اس آیت کی فقہ یہ ہے کہ جو امور تقدیر سے متعلق ہیں تو جن کا فیصلہ کر دیا گیا ہے ان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ (ق: ۲۹) میرے سامنے میری خبر تبدیل نہیں کی جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ (الرعد: ۳۹) اللہ جس چیز کو چاہے مٹا دیتا ہے اور (جس چیز کو چاہے) ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے O

اس آیت کا تعلق نسخ کے ساتھ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے امر میں سے جس چیز کو چاہتا ہے منسوخ فرما دیتا ہے، اور اپنے امر میں سے جس چیز کو چاہتا ہے برقرار اور ثابت رکھتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے اسی طرح تفسیر کی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ "يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ" کی تفسیر یہ ہے کہ کراماً کاتبین بندوں کے ہر پیر اور جمعرات کو جو افعال لکھتے ہیں خواہ وہ خیر ہوں یا شر ہوں تو ان میں سے اللہ تعالیٰ جو چیز چاہتا ہے اس کو ثابت رکھتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے، اور اصل کتاب جو لوحِ محفوظ ہے وہ اللہ کے پاس ہے۔

تمام امتوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا جائز ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی تقدیر ختم کر دی ہے اس کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مصیبت کو مقدر کر دیا ہے لیکن جب بندہ دعا کرے اور گڑگڑائے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جس کا اس حدیث میں ذکر ہے جس کے پورا کرنے پر مہر لگا دی گئی ہے اور نبی ﷺ سے فرمایا کہ اس میں آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے، یعنی ان لوگوں کے متعلق جو آپ دعا کریں ان میں آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے، کیونکہ ان میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے بعض وہ ہیں جن کے لیے میں نے توبہ کا فیصلہ کرلیا اور بعض وہ ہیں جن کو میں نے عذاب دینے کا فیصلہ کرلیا ہے، پس یہ ہونا ضروری ہے اور دعا کرنا عبودیت کا تقاضا ہے، پس بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے اور عاجزی اور مسکینی کا اظہار کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت شفقت ورحمت ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما، اور اس کو چاہیے کہ پورے عزم سے دعا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے''۔ اور یہ باب اگرچہ تقدیر کے باب سے متعلق ہے لیکن اس کا کتاب الاعتصام میں بھی دخل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی تھی جو ان کو قتل سے منع کرتا ہے اور ان کی جانوں کو محفوظ رکھتا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۸۶۔۳۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کو کتاب الاعتصام میں اس لیے داخل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کافروں کے خلاف دعا کی تھی وہ اس لیے کی تھی کہ انہوں نے ایمان کا اقرار نہیں کیا تھا تا کہ وہ لعنت سے محفوظ رہتے، اور اس آیت کا یہی معنی ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد اس مشہور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہو کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ احکامِ شرعیہ میں اجتہاد کریں یا نہ کریں اور آٹھ باب پہلے اس پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۶۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۴۶۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں آخری رکعت میں سنا آپ نے رکوع سے سر اٹھایا، پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب تیرے لیے ہی حمد ہے، پھر دوسری رکعت میں دعا کی: اے اللہ! فلاں پر لعنت فرما، فلاں پر لعنت فرما تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ''آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، اللہ (چاہے تو) ان (کافروں) کی توبہ قبول فرمائے یا وہ ان کو عذاب دے کیونکہ بے شک وہ ظلم کرنے والے ہیں O'' (آل عمران: ۱۲۸)

(صحیح البخاری: ۴۰۶۹، ۴۰۷۰، ۴۵۵۹، ۷۳۴۶، سنن نسائی: ۱۰۷۸، مسند احمد: ۶۳۱۳)

صحیح البخاری: ۷۳۴۶ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں یہ دعا کی: ''اے اللہ! فلاں پر لعنت فرما'' ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کی تھی کہ آپ ان کافروں کو جڑ سے اکھاڑنے کی دعا کریں تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ ان میں سے عنقریب اسلام قبول کر لیں گے اور بعد والی آیت سے اس کو مؤکد کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے چار دانت شہید ہو گئے تو آپ نے فرمایا: وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جنہوں نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(صحیح مسلم: ۱۷۹۱، صحیح البخاری: ۴۰۶۹)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو کافروں کی کسی جماعت کو قتل کر دے یا ان کو شکست کے ساتھ رسوا کرے یا ان کی توبہ قبول فرمالے یا ان کو عذاب دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا اس کے سوا کوئی مالک نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۱۲۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

آل عمران: ۱۲۸ کی تفسیر از مصنف

آپ کو کفار پر لعنت کرنے سے منع کرنا آپ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے

اس آیت کے جو شانِ نزول بیان کیے گئے ہیں ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کام کرتے رہے تھے جن سے آپ کو منع کیا گیا، سو اگر یہ کام حسن تھے تو آپ کو ان سے منع کیوں کیا گیا اور اگر یہ کام قبیح تھے تو یہ آپ کے معصوم ہونے کے خلاف تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کفار پر لعنت کی یا دعائے ضرر کی تو یہ ترکِ اولیٰ اور ترکِ افضل کے باب سے ہے، اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ (النحل: ۱۲۶) اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تم کو اذیت پہنچائی گئی ہے اور تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر بہت اچھا ہے ○

اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم کسی کی اذیت پہنچانے سے اس کا بدلہ لو تو بدلہ لینا جائز ہے، لیکن اگر تم بدلہ لینے کے بجائے صبر کرو تو وہ افضل اور اولیٰ ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار پر لعنت کرنا اور ان کے خلاف دعائے ضرر کرنا جائز تھا لیکن اس کو ترک کرنا زیادہ افضل اور اولیٰ ہے، سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو افضل اور اولیٰ کے ترک کرنے سے منع فرمایا ہے اور ترکِ افضل اور ترکِ اولیٰ عصمت کے خلاف نہیں ہے۔ عصمت کے خلاف گناہِ کبیرہ یا گناہِ صغیرہ ہے، اور آپ نے کبھی بھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا صغیرہ نہ کبیرہ، نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد، نہ سہواً نہ عمداً نہ صورتاً نہ حقیقتاً۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک قنوت (نازلہ) پڑھتے رہے، آپ رعل اور ذکوان کے خلاف دعائے ضرر کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۰۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک ماہ تک دعائے قنوت پڑھی، مجھے یہ گمان کرایا گیا ہے کہ آپ نے چند قراء کو مشرکین کی قوم کی طرف تبلیغ کے لیے بھیجا تھا جو ستر تھے، ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

درمیان معاہدہ تھا (پھر انہوں نے بدعہدی کی اور ان قراء کو شہید کر دیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک ان کے خلاف دعائے ضرر کرتے رہے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۰۲)

جن کافروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور چہرہ کو زخمی کیا آپ نے ان کے متعلق صرف اتنا فرمایا: ''وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا'' اور جو کافر تبلیغ کا نام لے کر ستر صحابہ کو لے گئے اور ان کو قتل کر دیا، ان کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک دعائے ضرر کرتے رہے، ظاہر ہے کہ اگر یہ فعل ناجائز اور نامناسب ہوتا تو اللہ تعالیٰ روزِ اول ہی آپ کو اس سے منع فرما دیتا، آپ کا ہر فعل نیک اور حسن ہے اور ہر فعل میں امت کے لیے نمونہ اور ہدایت ہے۔

سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کافروں کے لیے دعائے ضرر کرنا اور ان پر لعنت کرنا یہ بھی ایمان والوں کے لیے نہایت حسین عمل ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے یہ ہدایت ہے کہ جو کافر بدعہدی کریں ان کے لیے دعائے ضرر کرنا جائز ہے، اور جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ صبح کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھیں، اس میں مسلمانوں کے لیے سلامتی اور کفار کے لیے ہلاکت کی دعا کریں۔

باقی رہا یہ کہ جب آپ کا ان کفار پر لعنت کرنا دعائے ضرر کرنا صحیح تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے کیوں روک دیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا سے روکنے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان میں سے بعض کافر توبہ کر کے اسلام لے آئیں گے اور بعض اگرچہ خود تائب نہیں ہوں گے لیکن ان کی اولاد نیک اور متقی ہوگی، اور جو لوگ اس قسم کے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لائق یہ ہے کہ ان کو دنیا میں مہلت دے اور ان سے آفات کو دور کرے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لیں یا ان سے وہ اولاد پیدا ہو جائے۔

۱۸۔ بَابٌ: قَوْلِهِ تَعَالَى: وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ (الکہف: ۵۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے O''

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (العنکبوت: ۴۶)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے صرف عمدہ طریقہ سے بحث کرو

۷۳۴۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَهُمْ أَلَا تُصَلُّونَ فَقَالَ عَلِيٌّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللَّهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ قَالَ لَهُ ذَلِكَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح مجھے محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عتاب بن بشیر نے حدیث بیان کی از اسحاق از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے خبر دی کہ بے شک حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس اور حضرت فاطمہ علیہا السلام بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کو تشریف لائے، پس ان دونوں سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيْهِ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعَهُ وَهُوَ مُدْبِرٌ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُولُ ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يُقَالُ مَا أَتَاكَ لَيْلًا فَهُوَ طَارِقٌ وَيُقَالُ الطَّارِقُ النَّجْمُ وَ الثَّاقِبُ الْمُضِيءُ يُقَالُ أَثْقِبْ نَارَكَ لِلْمُوقِدِ۔

فرمایا: کیا تم لوگ نماز نہیں پڑھتے؟ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری جانیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، پس جب اللہ تعالیٰ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں، پس جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس چلے گئے اور ان کو کوئی جواب نہیں دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیٹھ پھیر کر جارہے تھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار رہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے:

اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے O (الکہف: ۵۴)

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: جو رات میں چل کر تیرے پاس آئے وہ طارق ہے، الطارق ستارے کو بھی کہا جاتا ہے، اور الثاقب کا مطلب ہے: روشنی کرنے والا، اور آگ جلانے والے کو کہا جاتا ہے: اُثقب نارک اپنی آگ روشن کر۔

(صحیح البخاری: ۱۱۲۷، ۴۷۲۴، ۷۳۴۷، ۷۴۶۵، صحیح مسلم: ۷۷۵، سنن نسائی: ۱۶۱۱، مسند احمد: ۹۰۲)

صحیح البخاری: ۷۳۴۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''جدال'' کا معنی

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: لغت میں الجدال کا معنی ہے ''المدافعۃ'' یعنی کسی چیز کو رد کرنا، پس جس چیز کو رد کیا جائے کبھی وہ رد کرنا مکروہ ہوتا ہے اور کبھی مستحسن ہوتا ہے، پس جس چیز کو رد کرنا حقائق کو ثابت کرنے کے لیے ہو یا سنن اور فرائض کو ثابت کرنے کے لیے ہو تو وہ حسن ہے، اور جس چیز کو رد کرنا عذر کے معنی میں ہو اور حقائق کو دفع کرنے کے معنی میں ہو تو وہ جدال مذموم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدافعت کا محمل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں تہجد کی نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ اور انہوں نے کہا کہ ہماری جانیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جب چاہتا ہے ہمیں اٹھا دیتا ہے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی طرف سے مدافعت کی تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت سے استدلال فرمایا:

وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (الکہف: ۵۴) اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے O

اور دوسرے علماء نے کہا ہے: اس آیت کو کتاب الاعتصام میں ذکر کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تہجد کی نماز پڑھنے کی تلقین کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: ہماری جانیں تو صرف اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نماز کی ان کو دعوت دی ہے اس کو رد کریں بلکہ ان پر واجب تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کرتے اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے ساتھ اعتصام ہے اور آپ کی سنت کے ساتھ لازم رہنا ہے، تو چونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے ساتھ اعتصام کو ترک کیا اور تقدیر کا عذر پیش کیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی، اور کسی شخص کے لیے اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے امر کو اور اس کے رسول کے امر کو تقدیر کے عذر کی وجہ سے ترک کر دے، جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۴۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تہجد کی نماز کے لیے نہ اٹھنے پر تقدیر سے جو استدلال کیا تھا وہ مکروہ ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ یہ بیان کریں کہ ان سے کوتاہی ہوئی۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عذر بیان کرنے پر کوئی جواب نہیں دیا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی موقع پر سکوت کرنا بھی جواب ہوتا ہے۔

(۳) کسی کی بات سے تکلیف پہنچے یا افسوس ہو تو ران پر ہاتھ مارنے کا جواز۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب کو ناپسند کرنے کے بعد جلدی سے واپس چلے گئے، یعنی جب کوئی بات ناپسند ہو تو بندہ اس جگہ سے جلدی سے واپس چلا جائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (الکہف: ۵۴)، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو یہ معاملہ دیکھا تو اس کو بیان کیا، اور اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انتہائی تواضع ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۹ ص ۳۷۔۳۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۴۷، کی شرح از علامہ المہلب مالکی

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مستحب کام کو ترک کرنے پر کوئی حرج نہیں ہے

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو کام مستحب ہو اور واجب نہ ہو، اس کام کے نہ کرنے میں انسان پر کوئی حرج نہیں ہے اور امام اور عالم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نوافل پڑھوانے میں شدت کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کہا کہ ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، یہ کلام صحیح ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر قناعت کر لی اور نفل نہ پڑھنے میں ان کے عذر کو قبول فرما لیا، اور فرض کو ترک کرنے میں اس عذر کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کہا: ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، اس جواب کی مثال اس حدیث میں ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس آ رہے تھے حتیٰ کہ جب رات کا آخری حصہ رہ گیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ہماری صبح کی نماز کی حفاظت کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سو گئے، اور جب تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لیے مقدر تھا وہ بھی جاگ کر صبح کی نماز کی حفاظت کرتے رہے، پھر انہوں نے سواری کی طرف ٹیک لگائی، اور اس وقت وہ فجر کے مقابل تھے، پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے نہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور نہ سواروں میں سے کوئی اور حتیٰ کہ ان سب پر دھوپ آ گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میری جان کو بھی اسی نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کی جان کو پکڑ لیا تھا۔۔۔۔ الحدیث

(موطا امام مالک ص ۲۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی اس آیت سے بھی اقتباس کیا تھا:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ (الزمر: ۴۲)

اللہ تعالیٰ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن روحوں کو موت نہیں آئی ان کو نیند میں (قبض کرتا ہے)، پھر جن روحوں کی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے ان کو روک لیتا ہے۔

یعنی سونے والے کی روح اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں روکی ہوئی ہوتی ہے اور جو بیدار ہے اس کی روح اس کے جسم کی طرف چھوڑی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہوتی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب پر قناعت کر لی اور واپس چلے گئے۔

نوافل کی ادائیگی پر شدت نہ کی جائے

رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے گئے اور یہ فرماتے ہوئے گئے:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۞ (الکہف: ۵۴) اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے O

آپ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ان کو حرج میں ڈالا اور آپ کو انہیں متنبہ کرنے پر افسوس ہوا اور اسی طرح علماء کو چاہیے کہ جب وہ لوگوں کو نوافل کی ترغیب دیں تو ان کو حرج میں اور تنگی میں نہ ڈالیں، ان کو صرف یاد دلائیں۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۲۳۔ ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بعض علماء نے علامہ المہلب کی مذکور الشرح سے اختلاف کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تہجد کی نماز کی فضیلت کا علم نہ ہوتا تو آپ اپنی صاحبزادی کو اور اپنے عم زاد کو اس وقت جگانے کے لیے نہ جاتے جس وقت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے آرام اور سکون کے لیے بنایا، لیکن آپ نے ان کے آرام اور سکون پر تہجد کی نماز کو فضیلت دی اور قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کیا:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ (طٰہٰ: ۱۳۲) اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مختار یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بسرعت جواب دینے پر تعجب ہوا اور جو انہوں نے عذر پیش کیا تھا آپ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے ان کے عذر کو قبول نہیں کیا، اس لیے افسوس سے اپنی رانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے گئے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۲۸۰، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے جو گئے، اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی غلط کام پر تنبیہ کے لیے زانو پر ہاتھ مارنا جائز ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۳۱۴، دار الوفاء، ۱۴۱۹ھ)

ماتم کے متعلق ایک شبہ کا جواب

بعض علماءِ شیعہ نے اس حدیث سے ماتم کے جواز پر استدلال کیا ہے اور کہا ہے: زانو پر ہاتھ مارنا یہی ماتم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماتم کا جواز ثابت ہو گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کی مرگ پر اور کسی کی موت پر رونا پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا ماتم ہے۔

نہج البلاغہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات پر مشتمل ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: صبر بقدرِ مصیبت نازل کیا جاتا ہے، جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے زانو پر مارا اس کا عمل ضائع کر دیا جاتا ہے۔

(نہج البلاغہ ص ۱۲۳۹، انتشارات زریں، ایران)

سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زانو پر ہاتھ مارنا کسی کی موت پر اظہارِ افسوس کے لیے نہیں تھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب کو ناپسند کرنے کی وجہ سے تھا۔

صحیح البخاری: ۷۳۴۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جدال کی تعریف اور اس کی اقسام

امام بخاری نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں، ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم نماز نہیں پڑھتے! اور ان کا جواب کہ ہماری جانیں تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت کو تلاوت کرنا "وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ (الکہف: ۵۴)" اور دوسری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ان کے مدرسہ میں خطاب کیا اور اس کی تفسیر میں عنقریب ذکر کروں گا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ "جدال" کا معنی ہے جھگڑا کرنا، یہ جھگڑا قبیح ہوتا ہے اور حسن ہوتا ہے اور احسن ہوتا ہے، پس فرائض کی ادائیگی کے لیے جو جھگڑا کیا جائے وہ احسن ہے، اور مستحبات کی ادائیگی کے لیے جو جھگڑا کیا جائے وہ حسن ہے، اور اس کے علاوہ جو جھگڑا ہو وہ قبیح ہے۔ اور علامہ کرمانی سے یہ رہ گیا کہ وہ کہیں کہ قبیح کی بھی ایک قسم ہے جو زیادہ قبیح ہو اور یہ وہ ہے جو حرام کے ارتکاب کے لیے جھگڑا کیا جائے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اولیٰ کام کو ترک کر دیا، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تلاوت فرمائی اور ان پر یہ لازم نہیں کیا کہ وہ تہجد کی نماز کے لیے کھڑے ہوں، اور اگر وہ حضور کی فرمانبرداری کرتے اور تہجد کی نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے تو یہ زیادہ اولیٰ تھا، اور اس میں جدال کے مراتب کی طرف اشارہ ہے، اگر وہ جھگڑا کرنا ضروری ہو جس سے حق کی نصرت ہو تو یہ برحق ہے، پھر جو شخص نیک امر پر عمل کرنے سے انکار کرتا ہے تو اس کو تقصیر کی طرف منسوب کیا جائے گا، اور اگر وہ جھگڑا کسی امرِ مباح میں ہو تو اس میں صرف امر پر اکتفاء کیا جائے گا اور ترکِ اولیٰ کا اشارہ کیا جائے گا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کی طبیعت میں یہ چیز ہے کہ وہ اپنے نفس کا قول اور فعل سے دفاع کرتا ہے اور اس کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے نفس سے جہاد کرے اور نصیحت کو قبول کرے اگرچہ وہ نصیحت کسی غیر واجب کام میں ہو، اور نصیحت کو بغیر افراط اور تفریط سے معتدل طریقہ سے دفع کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل نہ کرنے کی صحیح توجیہ

اور علامہ ابن بطال نے المہلب مالکی سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان کو نماز پڑھنے کی دعوت دی تھی اس کو اپنے قول سے دفع کریں یا رد کریں بلکہ ان پر لازم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر اور آپ کے حکم پر عمل کریں تو کسی شخص کے لیے اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اس نیک کام کو ترک کرے جس کا اسے حکم دیا گیا ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ ابن بطال سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول نہیں کیا تھا، اس قصہ میں اس کی تصریح نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ عذر پیش کیا تھا کہ وہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے تہجد کے لیے نہیں اٹھ سکے اور یہ ممتنع نہیں ہے کہ اس گفتگو کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی ہو کیونکہ حدیث میں اس کی نفی نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عذر کو تسلیم کیا تھا یا نہیں؟

علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور گھر والوں کو ان کی قدرت کا سبب اور کسب کے اعتبار سے تہجد کی نماز پڑھنے پر برانگیختہ فرمایا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قضا اور قدر کے اعتبار سے اپنے نماز نہ پڑھنے کا عذر پیش کیا، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب کی جلدی پر تعجب سے اپنی ران پر ہاتھ مارا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان کی بات کو تسلیم کرلیا ہو۔

جو شخص کسی وجہ سے عبادت سے غافل ہو اس کو متنبہ کرنے کا جواز

اور الشیخ ابومحمد بن ابی جمرہ نے اس حدیث کے فوائد میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو آدمی کسی عبادت سے غافل ہو اس کو یاد دلانا جائز ہے خصوصاً اس کے لیے جو اس کا رشتہ دار ہو اور اس کا صاحب ہو، کیونکہ بشری طبیعت میں غفلت ہے، پس مرد کو چاہیے کہ اپنے حال پر غور کرے اور جو اس سے محبت کرتا ہو اور اسے خیر کی یاد دلاتا ہو اور اس پر مدد کرتا ہو اس کی اطاعت کرے۔

کسی مستحب کام کے ترک کرنے پر تقدیر کے عذر کو پیش کرنے کا نامناسب ہونا

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو حکمت کے ساتھ تلقین کی جائے تو اس شخص کا نیک کام کے ترک پر تقدیر کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عذر پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔

حضرت علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اس رات تہجد نہ پڑھنا کسی اور عذر کی وجہ سے تھا

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بالمشافہ نہیں کہا کہ انسان بڑا جھگڑالو ہے، کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے جاہل نہیں ہیں کہ تقدیر کا عذر پیش کرنا حکمت میں سے نہیں ہے، بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی ایسا عذر ہو جو ان کو تہجد کی نماز پڑھنے سے روکتا ہو، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے ذکر سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حیاء کی، پس جب انہوں نے اپنے نفس سے اور اپنی اہلیہ کی طرف سے شرمندگی کو دور کرنے کا ارادہ کیا تو تقدیر کے ساتھ استدلال کیا، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت جلد ان کے پاس سے واپس چلے گئے۔

شرعی حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بجائے عذر پیش کرنے کے اپنی تقصیر اور کوتاہی کا اعتراف کیا جائے

اور اس قصہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بندگی کی شان یہ ہے کہ شریعت کے حکم کے مقابلہ میں معذرت نہ کی جائے سوا اس کے کہ اپنی تقصیر کا اعتراف کیا جائے اور استغفار کیا جائے، اور اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہے کہ ان کی عظیم تواضع یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی روایت کی جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتاب فرمایا، اور انہوں نے اس طرف التفات نہیں کیا بلکہ اس حدیث کو بیان کیا کیونکہ اس میں دینی فوائد تھے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۶۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۴۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَامَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَنَادَاهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ يَهُودَ أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا فَقَالُوا قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ قَالَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ذَلِكَ أُرِيدُ أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا فَقَالُوا قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ذَلِكَ أُرِيدُ ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ فَقَالَ اعْلَمُوا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ وَأَنِّي أُرِيدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ وَإِلَّا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از سعید از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا: یہود کی طرف چلو، سو ہم آپ کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ ہم بیت المدراس پر آئے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے یہودیوں کو نداء کی، آپ نے فرمایا: اے یہود کی جماعت! اسلام قبول کرلو تم سلامتی کے ساتھ رہو گے، یہودیوں نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ نے تبلیغ کردی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں یہی ارادہ کرتا ہوں، تم اسلام قبول کرلو سلامتی کے ساتھ رہو گے، انہوں نے پھر کہا: اے ابوالقاسم! آپ نے تبلیغ کردی ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: میں یہی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ارادہ کرتا ہوں، پھر آپ نے تیسری مرتبہ یہ فرمایا، پس آپ نے فرمایا: جان لو کہ یہ زمین اللہ کی اور اس کے رسول کی ملکیت ہے اور میں یہ ارادہ کرتا ہوں کہ تم کو اس زمین سے جلا وطن کردوں، پس تم میں سے جس کے پاس اس کے مال میں سے کوئی چیز ہے تو وہ اس کو فروخت کردے ورنہ تم جان لو کہ زمین صرف اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۶۷، ۶۹۴۴، ۷۳۴۸، صحیح مسلم: ۱۷۶۵، سنن ابوداؤد: ۳۰۰۳، مسند احمد: ۹۵۱۷)

صحیح البخاری: ۷۳۴۸، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہودیوں کے پاس جا کر انہیں تبلیغ فرمانا آیا ان سے جدال تھا یا نہیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو تبلیغ کی اور ان پر یہ لازم کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور ایمان کے تقاضوں پر عمل کریں تو یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو رد کرتے ہوئے یہ کہا کہ اے ابوالقاسم! آپ نے تبلیغ کردی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار فرمایا: میں یہی چاہتا تھا کہ تم اس کا اعتراف کرلو کہ میں نے تبلیغ کردی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں تین بار اسلام کی دعوت دینا یہ اہل کتاب سے عمدہ طریقہ سے جدال کرنے کے معنی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (العنکبوت: ۴۶)

اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے صرف عمدہ طریقہ سے بحث کرو۔

علماء کا اس آیت کی تاویل میں اختلاف ہے، علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے اور اہل کتاب کے ساتھ احسن طریقہ سے مجادلہ کرنا جائز ہے اس معنی میں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دی جائے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی حجت پر تنبیہ کی جائے اس امید سے کہ وہ ایمان کی دعوت کو قبول کرلیں۔

جو لوگ اپنے کفر پر ڈٹے رہیں ان سے عمدگی سے جدال کرنا ضروری نہیں

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ (البقرہ: ۱۵۰)

تاکہ لوگوں کے لیے تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے، البتہ ان میں سے جو ظالم ہیں (وہ تم پر ضرور ناحق الزام تراشی کریں گے)۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان لوگوں سے بحث نہ کرو جنہوں نے مومنین سے جنگ تیار کر رکھی ہے، پس تم ان سے تلوار کے ساتھ جدال کرو حتیٰ کہ وہ اسلام لے آئیں یا جزیہ دیں، یہ مجاہد اور سعید بن جبیر کا قول ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور ابن زید نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ اہل کتاب سے جدال نہ کرو یعنی جب وہ اسلام لے آئیں اور تم کو اپنی کتابوں میں لکھے ہوئے کی خبریں دیں تو ان سے عمدہ طریقہ کے سوا جدال نہ کرو سوا ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہیں، کیونکہ وہ کفر پر قائم رہتے ہیں، پس تم بھی ان کے ساتھ سختی کے ساتھ خطاب کرو یعنی اب ان کے ساتھ عمدگی سے کلام نہ کرو، اور انہوں نے کہا کہ یہ آیت محکمہ ہے اور قتادہ نے کہا: یہ آیت، آیت قتال سے منسوخ ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۴۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جزیرۂ عرب میں غیر مسلموں کی رہائش کا مکروہ ہونا

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سرزمینِ عرب میں مسلمانوں کے علاوہ کسی اور کا رہنا مکروہ ہے، کیونکہ جب تحویلِ قبلہ ہوئی تو یہودیوں کی آزمائش کی گئی اور انہوں نے کعبہ کو قبلہ بنانے پر اعتراض کیا اور بنو نضیر کی بھی آزمائش کی گئی جب انہوں نے عہد شکنی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر پتھر گرانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ ان کو جلا وطن کر دیں، اور بنو نضیر کو مدینہ سے نکال دیں اور باقی یہودیوں کو مدینہ میں چھوڑ دیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر کوئی اقدام نہیں کرتے تھے، اور آپ کو یہ امید تھی کہ اللہ تعالیٰ یہود کو مسلمانوں کے پڑوس سے دور کر دے گا، اس لیے آپ نے یہود سے فرمایا: میں تم کو خیبر میں اس وقت تک برقرار رکھوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ تم کو برقرار رکھے گا، آپ انتظار کر رہے تھے کہ ان کے متعلق کیا فیصلہ کیا جاتا ہے، پس اس معاملہ میں آپ کی طرف کوئی وحی نہیں کی گئی حتیٰ کہ آپ کی وفات کا وقت آ گیا، اس وقت آپ کی طرف وحی کی گئی تو آپ نے فرمایا: سرزمینِ عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے اور آپ نے اپنی وفات کے وقت اس کی وصیت کی، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور یہودیوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے پر حملہ کیا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دیا جائے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد ہے وہ لے کر آئے ورنہ میں ان کو مدینہ سے شہر بدر کرنے والا ہوں، پس انہوں نے یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا۔

علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو مدینہ سے نکالنے کا حکم دیا، کیونکہ یہ خطرہ تھا کہ یہودی حق کو باطل کے ساتھ ملائیں گے اور جب وہ اسلام کا کوئی قوی دشمن دیکھیں گے تو اس کے ساتھ ہو جائیں گے جیسا کہ غزوۂ احزاب میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا اور کفار کا ساتھ دیا تھا جو مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔

امام ابو جعفر طبری نے کہا ہے: اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اپنی امت کے مومنین کے لیے یہ سنت مقرر کی ہے کہ مسلمانوں کے شہر میں جو شخص دینِ اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی پیروی کرے خواہ وہ شہر ایسا ہو کہ وہاں کے رہنے والوں نے اسلام قبول کر لیا ہو یا اس شہر کو مسلمانوں نے جہاد سے فتح کیا ہو جب مسلمانوں کو ان غیر مسلمین کی ضرورت نہ ہو تو ان کو جزیرہ عرب سے نکال دیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ شہر جس میں مسلمان، کفار پر غالب ہوں اور اس سے پہلے مسلمانوں کے امیر نے کفار سے کوئی صلح نہ کی ہو تو امام پر لازم ہے کہ ان غیر مسلموں کو اس شہر سے نکال دے اور ان کو وہاں ٹھہرنے سے منع کرے سوا اس کے کہ مسلمانوں کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان غیر مسلموں کی ضرورت ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ تین دن تک ان کو ٹھہرا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمان خلفاء نے اس طرح کیا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۸ ص ۵۹۹۔ ۶۰۰ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۴۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو یہودی اسلام کی مخالفت کریں ان سے تلوار کے ساتھ جہاد کیا جائے ورنہ عمدہ طریقہ سے جدال کیا جائے

اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو تبلیغ کی اور ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا: آپ نے تبلیغ کردی ہے اور آپ کی اطاعت کا اعلان نہیں کیا، آپ نے دوبارہ ان کو تبلیغ کی اور سہ بارہ کی، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ساتھ احسن طریقہ سے مجادلہ کرنا ہے، اور یہ مجاہد کے اس قول کے موافق ہے کہ یہ آیت ”وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ـــــ (العنکبوت: ۴۶)“ (اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے صرف عمدہ طریقہ سے بحث کرو) ان کے متعلق نازل ہوئی ہے جو ان میں سے ایمان نہیں لائے اور ان کا کوئی عہد ہو۔

اور امام ابو جعفر طبری نے سندِ صحیح کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ مجاہد نے کہا: اگر یہ کوئی بری بات کہیں تو تم اچھی بات کہو سوا ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا، سو تم ان سے بدلہ لو، اور سندِ ضعیف کے ساتھ یہ اضافہ ہے ”سوا ان لوگوں کے جنہوں نے ظلم کیا اور لڑائی کی اور جزیہ نہیں دیا“۔ اور انہوں نے سندِ حسن کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ وہ اہلِ حرب ہیں جن کے ساتھ کوئی عہد و پیمان نہیں ہے، ان سے آپ تلوار کے ساتھ جدال کریں۔ اور عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم سے روایت ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو اہلِ کتاب سے ایمان لے آئے ان کے ساتھ ان چیزوں میں مجادلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے جن کو وہ اپنی کتاب سے بیان کرتے ہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ حق ہو اور آپ اس کو نہ جانتے ہوں، اور صرف انہی سے جدال کیا جائے جو اپنے دین پر برقرار ہوں، اور سندِ صحیح کے ساتھ قتادہ سے منقول ہے کہ یہ آیت سورہ توبہ کی آیت سے منسوخ ہے، اور یہ کہ ان سے اس وقت تک قتال کیا جائے حتیٰ کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، یا پھر وہ جزیہ دیں۔ اور ابو جعفر طبری نے اس کو راجح قرار دیا ہے کہ اس سے مراد وہ ہیں جو جزیہ دینے سے انکار کریں، اور جس نے جزیہ کو ادا کیا خواہ وہ اپنی جان پر کفر پر قائم رہنے کی وجہ سے ظلم کرنے والا ہو لیکن اس آیت میں مراد یہ ہے کہ جس نے اہلِ اسلام پر ظلم کیا اور ان سے جنگ کی اور اسلام لانے سے انکار کیا یا جزیہ دینے سے انکار کیا اور انہوں نے ان پر رد کیا جو نسخ کا دعویٰ کرتے ہیں، کیونکہ نسخ بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو جعفر طبری نے اس کو راجح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلِ کتاب کے ساتھ بیان اور حجت کے ساتھ بطریقِ انصاف مباحثہ کا کہا گیا ہے، اور اس کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ جو لوگ ایسے نہ ہوں ان کے خلاف تلوار سے مجادلہ کیا جائے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۶۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے اس حدیث کی شرح میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی کی مذکور شرح کا خلاصہ لکھا ہے کہ ان یہودیوں سے عمدہ طریقہ سے جدال اور بحث کی جائے جن کے اسلام لانے کی توقع ہے، اور جو کفر پر ڈٹے رہیں ان سے تلوار کے ساتھ بات کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۹۔ بَابُ: قَوْلِهِ تَعَالَى: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا (البقرہ: ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا''

وَمَا أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِلُزُوْمِ الْجَمَاعَةِ وَهُمْ أَهْلُ الْعِلْمِ

اور نبی ﷺ نے جو جماعت کے ساتھ لازم رہنے کا حکم دیا ہے اور وہ اہلِ علم ہیں

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حجیتِ اجماع پر دلائل

اس باب کا معنی ہے: جماعت کے ساتھ اعتصام اور التزام کرنا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ: ۱۴۳) تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔

اور یہ جائز نہیں ہے کہ جن کا قول مقبول نہیں ہوتا ان کو شہداء بنایا جائے، اور جب کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع واجب ہے تو ان کے قول کی اتباع بھی واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اور ان کو ان کے قول کے مقبول ہونے میں جمع کیا اور ان کا تزکیہ کیا۔

اور جماعت کے ساتھ اعتصام اور التزام کرنا اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ اعتصام اور التزام ہے، کیونکہ دلیل سے ثابت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے اجماع کی صحت کی توثیق کی ہے اور اجماع سے علیحدگی سے ڈرایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (النساء: ۱۱۵)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے، اور کیسا برا ٹھکانا ہے O

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۗ وَلَوْ اٰمَنَ أَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۗ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ (آل عمران: ۱۱۰)

جو امتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم ان سب میں بہترین امت ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر تھا، ان میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر کافر ہیں O

یہ دو آیتیں اس پر قطعی دلالت کرتی ہیں کہ یہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، اور رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ سے استنباط

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرتے ہوئے فرمایا کہ ”میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی“۔اور امت سے مراد ہر زمانہ کے ارباب حل وعقد ہیں۔
(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اجماع کی حجیت کا بیان

امام بخاری نے اس عنوان میں سورۃ البقرہ کی آیت: ۱۴۳ کا ذکر کیا ہے، اور اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ احسان کیا ہے کہ ان کو ہدایت دی اور ان کو بہترین امت بنایا، اس کے بعد امام بخاری نے لکھا کہ مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ لازم رہنے کا حکم دیا اور جماعت سے مراد اہلِ علم ہیں، پس اس تعلیق کی باب کی حدیث کے ساتھ مطابقت مخفی ہے، اور گویا کہ یہ مطابقت اس جہت سے ہے کہ مسلمانوں پر ان کے عادل ہونے کی وجہ سے احسان فرمایا ہے، اور جب کہ یہ آیت تمام مسلمانوں کو عام ہے تو اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس عام سے مراد مخصوص مسلمان ہیں یعنی جو اہلِ علم ہوں اور عادل ہوں، کیونکہ جو جاہل ہیں وہ عادل نہیں ہو سکتے، اسی طرح جو بدعات کے مرتکبین ہیں، وہ بھی عادل نہیں ہو سکتے، پس معلوم ہوا کہ اس وصف کا مصداق اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور وہی علمِ شرعی کے حاملین ہیں اور ان کے ماسوا اگر وہ علم کی طرف منسوب ہوں تو وہ صورتاً نسبت ہے حقیقتاً نسبت نہیں ہے، اور متعدد احادیث میں جماعت کے ساتھ لازم رہنے کا حکم دیا گیا ہے:

امام ترمذی نے سندِ صحیح کے ساتھ از الحارث بن الحارث الاشعری ایک طویل حدیث ذکر کی ہے جس میں مذکور ہے: میں تم کو ان پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے، حاکم کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو، جہاد کرو، ہجرت کرو، اور جماعت کے ساتھ لازم رہو، کیونکہ جو جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوا تو اس نے اپنی گردن سے اسلام کے پٹے کو نکال دیا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے الجابیہ میں مشہور خطبہ دیا کہ تم جماعت کے ساتھ لازم رہو اور تفرقہ سے بچو، کیونکہ شیطان اکیلے کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور رہتا ہے، اور اس خطبہ میں فرمایا: جو جنت کے وسط کا ارادہ کرے وہ جماعت کے ساتھ لازم رہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس باب سے مراد جماعت کے ساتھ لزوم پر برانگیختہ کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ“۔اور شہادت کے قبول ہونے کی شرط عدالت ہے اور ان کے لیے اس صفت کا ثبوت ہے ”وسطاً“ سے اور الوسط کا معنی ہے: العدل، اور جماعت سے مراد ہے ہر زمانہ کے ارباب حل وعقد۔

اور علامہ کرمانی نے کہا: اس امر کا تقاضا یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ لازم رہا جائے، اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ مجتہدین نے جس چیز پر اتفاق کر لیا اس کو مانیں اور وہ مجتہدین ہی اہلِ علم ہیں۔اور جس آیت کا امام بخاری نے عنوان میں ذکر کیا ہے، اس سے اہل الاصول نے یہ استدلال کیا ہے کہ اجماع حجت ہے، کیونکہ ان کی تعدیل کی گئی ہے اور فرمایا ”جعلنٰکم امۃ وسطا“ یعنی ہم نے تم کو عادل امت بنایا ہے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ مجتہدین اپنے قول اور فعل سے جس چیز پر اجماع کر لیں، وہ خطاء سے محفوظ ہے۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۴۶۸۔۴۶۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٧٣٤٩۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُجَاءُ بِنُوحٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ لَهُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ يَا رَبِّ فَتُسْأَلُ أُمَّتُهُ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُولُونَ مَا جَاءَنَا مِنْ نَذِيرٍ فَيَقُولُ مَنْ شُهُودُكَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ فَيُجَاءُ بِكُمْ فَتَشْهَدُونَ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا﴾ قَالَ عَدْلًا ﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَوْنٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا، پس ان سے پوچھا جائے گا: کیا آپ نے تبلیغ کی؟ وہ کہیں گے: ہاں اے میرے رب! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا: کیا حضرت نوح نے تم کو تبلیغ کی، تو وہ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، پس اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا: تمہارا گواہ کون ہے؟ تو وہ کہیں گے: محمد (ﷺ) اور ان کی امت، پھر تم لوگوں کو لایا جائے گا، پھر تم گواہی دو گے، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین امت بنایا، یعنی عادل تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں۔

اور از جعفر بن عون، ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابی صالح از ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ اسی طرح۔

(صحیح البخاری: ٣٣٣٩، ٤٤٨٧، ٧٣٤٩، سنن ترمذی: ٢٩٦١، سنن ابن ماجہ: ٤٢٨٤، مسند احمد: ١٠٨٩١)

صحیح البخاری: ٧٣٤٩، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کی تائید میں دیگر روایات اور اس امت کے وسط ہونے کی توجیہ

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مسلمان قیامت کے دن شہادت دیں گے، وہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے خلاف شہادت دیں گے اور حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے خلاف اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے خلاف اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے خلاف اور دیگر رسولوں کی قوم کے خلاف شہادت دیں گے کہ ان کے رسولوں نے اپنی قوم کو تبلیغ کی اور انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: امتوں میں سے ہر مرد یہ تمنا کرے گا کہ وہ اس امت میں سے ہوتا، اور ہر جس نبی کی اس کی قوم نے تکذیب کی اور ہم قیامت کے دن اس کے حق میں شہادت دیں گے کہ انہوں نے اللہ کے پیغام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو پہنچایا اور خیر خواہی کی، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ''لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ'' اس آیت میں اس امت کو وسط فرمایا ہے، کیونکہ یہ دین میں متوسط ہیں، انہوں نے نصاریٰ کی طرح غلو نہیں کیا اور نہ یہود کی طرح کمی کی لیکن یہ متوسط ہیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۴۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن کفار کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا، حالانکہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝ (یٰس:۶۵)

ہم آج ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے ۝

پس جب ان کے مونہوں پر مہر ہوگی اور وہ بات نہیں کر سکیں گے تو پھر وہ کیسے کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا اور ہم کو کسی نے تبلیغ نہیں کی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن مختلف احوال مختلف مقامات پر ہوں گے، کسی مقام پر کسی حال میں وہ بات نہیں کر سکیں گے اور دوسرے مقام پر دوسرے حال میں وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا، پھر وہ کفار یہ کہیں گے کہ امتِ محمد ہمارے خلاف کیسے شہادت دے رہی ہے حالانکہ یہ لوگ بعد میں مبعوث کیے گئے اور ہم ان سے پہلے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کہیں گے: ہم شہادت دیتے ہیں کہ بے شک اللہ نے ہماری طرف رسول بھیجا اور اس پر کتاب نازل کی، پھر اللہ نے جو کتاب نازل کی اس میں تمہارے متعلق خبریں تھیں۔ (شعب الایمان للبیہقی ج ۱ ص ۲۴۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۹ ص ۳۰۰-۳۰۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۰- بَابٌ: إِذَا اجْتَهَدَ الْعَامِلُ أَوِ الْحَاكِمُ فَأَخْطَأَ خِلَافَ الرَّسُوْلِ مِنْ غَيْرِ عِلْمٍ فَحُكْمُهُ مَرْدُوْدٌ

جب عامل یا حاکم نے اجتہاد کیا، پس اس نے بغیر علم کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خطاء کی، تو اس کا حکم مردود ہے

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے دین کے مطابق نہیں ہے، تو وہ مردود ہے''۔

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

کتاب الاحکام میں اس قسم کا باب گزر چکا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے جہالت یا غلطی سے سنت کے بغیر کوئی فیصلہ کیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پھر اس پر منکشف ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اس کے دیے ہوئے حکم کے خلاف ہے تو اس پر واجب ہے کہ اپنے حکم سے رجوع کرے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرے کہ "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو" اور یہی نفس الاعتصام بالسنۃ ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۹۰۔۳۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

تنبیہ: علامہ ابن ملقن نے بھی اس باب کی اسی طرح شرح کی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۱۳۰۔۱۳۱، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے کہ "جب عامل نے اجتہاد کیا"۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ عامل سے مراد ہے زکوٰۃ کا عامل یعنی جو زکوٰۃ وصول کرتا ہو۔

میں کہتا ہوں کہ عامل کا لفظ زکوٰۃ وصول کرنے والے سے عام ہے، اور اس عنوان میں امام بخاری نے کہا "یا حاکم نے اجتہاد کیا" حاکم سے مراد ہے قاضی اور حاکم کا لفظ بھی قاضی کے مفہوم سے عام ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کتاب الاحکام میں یہ باب گزرا ہے "جب حاکم نے ظلم کے ساتھ کوئی فیصلہ کیا اور اہلِ علم کی مخالفت کی تو اس کا وہ فیصلہ مردود ہے" تو اب یہاں اس عنوان کو ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس باب کا عنوان اجماع کی مخالفت کی وجہ سے منعقد کیا گیا تھا، اور یہ عنوان رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے منعقد کیا گیا ہے۔

اور اس عنوان میں کہا ہے "پس اس نے خطاء کی" یعنی جو زکوٰۃ واجب ہے اس کے لینے میں خطاء کی یا اس کے متعلق فیصلہ میں خطاء کی، یہ علامہ کرمانی نے کہا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ بھی عام ہے اور اس عنوان میں کہا ہے "خلاف الرسول" یعنی اس کا فیصلہ سنت کے خلاف تھا۔

اور اس عنوان میں کہا ہے "من غیر علم" یعنی اس نے جہالت سے فیصلہ کیا، علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس نے سنت کے بغیر فیصلہ کیا، پھر اس پر منکشف ہوا کہ سنت اس کے خلاف ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا اس فیصلہ سے رجوع کرنا واجب ہے اور یہی سنت کے ساتھ اعتصام یعنی التزام ہے۔

پھر علامہ کرمانی نے کہا: اس عنوان میں ایک قسم کا غرور اور اکھڑ پن ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: علامہ کرمانی نے اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ "فاخطأ" لکھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا ظاہر مقصود کے منافی ہے، کیونکہ جس نے سنت کے خلاف میں خطاء کی، اس کی مذمت نہیں کی جاتی، اس کے برخلاف جس نے فیصلہ میں خطاء کی اس کی مذمت کی جائے گی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ کرمانی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام بخاری کا کلام اس پر مکمل ہو جاتا ہے کہ جس نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں سنت کے خلاف کیا تو اس میں کیا غرور ہے اور کیا اکھڑ پن ہے؟

علامہ عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا غرور اور اکھڑ پن کرمانی کے غرور اور اکھڑ پن سے زیادہ ہے، کیونکہ اصل عبارت یہ ہے کہ عامل نے رسول کے خلاف کیا اور اس کا عطف خطاء پر ہے، پس یہ مقصود کی نفی تک پہنچائے گا جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے اور الحافظ الدمیاطی نے صحیح البخاری کے نسخہ کے حاشیہ میں لکھا ہے: صحیح یہ ہے کہ پس اس نے رسول کی مخالفت کر کے خطاء کی، اور جو امام بخاری نے تعلیق میں حدیث ذکر کی ہے، وہ کتاب الصلح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور عبارت کے ساتھ مروی ہے اور وہاں اس پر بحث ہو چکی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ جس نے جہالت سے یا غلطی سے سنت کے بغیر کوئی فیصلہ کیا تو اس پر واجب ہے کہ وہ سنت کے حکم کی طرف رجوع کرے اور جو اس کے خلاف فیصلہ کیا ہے اس کو ترک کر دے تا کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل ہو کہ اس کے رسول کی اطاعت کی جائے، اور یہی نفس الاعتصام بالسنۃ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۵۰، ۷۳۵۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَخِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يُحَدِّثُ أَنَّ أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ وَأَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَخَا بَنِي عَدِيِّ الْأَنْصَارِيَّ وَاسْتَعْمَلَهُ عَلَى خَيْبَرَ فَقَدِمَ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا لَنَشْتَرِي الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ مِنَ الْجَمْعِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَفْعَلُوا وَلٰكِنْ مِثْلًا بِمِثْلٍ أَوْ بِيعُوا هٰذَا وَاشْتَرُوا بِثَمَنِهِ مِنْ هٰذَا وَكَذٰلِكَ الْمِيزَانُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از برادر خود از سلیمان بن بلال از عبد المجید بن سہیل بن عبد الرحمٰن بن عوف، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن المسیب سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت ابوسعید الخدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عدی انصاری کے بھائی کو بھیجا اور ان کو خیبر پر عامل بنایا، پس وہ آپ کے پاس بہت عمدہ کھجوریں لے کر آیا، پس اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح ہیں، اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ! ہم دو صاع ردی کھجوریں دے کر ایک صاع یہ کھجوریں لیتے ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ نہ کرو، لیکن برابر سرابر خریدو، یا اپنی کھجوریں بیچو اور ان کی قیمت سے یہ کھجوریں خریدو، اور اسی طرح میزان ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۰۱، ۲۲۰۲، ۲۳۰۲، ۴۲۴۵، ۴۲۴۶، ۷۳۵۰، صحیح مسلم: ۱۵۹۳، سنن نسائی: ۴۵۵۳، موطا امام مالک: ۱۳۱۵، سنن دارمی: ۲۵۷۷)

صحیح البخاری: ۷۳۵۰، ۷۳۵۱ کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گھٹیا کھجوروں کو عمدہ کھجوروں کے عوض زیادہ مقدار کے ساتھ فروخت کرنے میں مذاہبِ فقہاء

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ تمام کھجوریں ایک جنس ہیں خواہ وہ گھٹیا کھجوریں ہوں یا عمدہ کھجوریں ہوں، اور ان میں سے کسی ایک کو دوسری قسم کے عوض اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اور کھجور کے حکم میں طعام کی تمام اقسام ہیں، لہٰذا ایک جنس کے طعام کی بیع میں اضافہ اور ادھار بالاجماع جائز نہیں ہے۔ اگر دو مختلف جنسوں کا طعام ہو تو اس کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا تو جائز ہے لیکن ادھار فروخت کرنا جائز نہیں ہے، امام مالک کے نزدیک یہ اس طعام کا حکم ہے جو غذا بن سکے اور امام شافعی کے نزدیک یہ ہر قسم کے طعام کا حکم ہے خواہ وہ غذا بن سکے یا نہ بن سکے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ہر اس طعام کا حکم ہے جس کو ناپ کے ذریعہ یا وزن کے ذریعہ فروخت کیا جائے۔

تحریم سے پہلے کسی کام کو کرنے کا حکم

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جن لوگوں نے عمدہ کھجوروں کی گھٹیا کھجوروں کے ساتھ بیع اضافہ کے ساتھ کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی مواخذہ نہیں فرمایا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کو کسی چیز کی تحریم کا علم نہ ہو تو جب تک اس کو اس کی تحریم کا علم نہ ہو اس کے ارتکاب میں اس سے مواخذہ نہیں ہوگا، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ رسول بھیج دیں ○ (بنی اسرائیل:۱۵)

میں کہتا ہوں کہ اس آیت اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک شخص حلال اور حرام کا علم حاصل نہ کرے اور حرام کام کرتا رہے تو اس سے مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ اس کے دو گناہ ہیں، ایک گناہ علم حاصل نہ کرنے کا ہے اور دوسرا گناہ حرام کام کرنے کا ہے، سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتا دیا کہ عمدہ چیز کی گھٹیا چیز کے عوض اضافہ کے ساتھ بیع نہ کی جائے تو اب جو بھی اس طرح بیع کرے گا وہ گنہگار ہوگا خواہ وہ اس کا علم حاصل کرے یا نہ کرے۔

بعض علماء نے اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ جس شخص نے دو صاع گھٹیا کھجوریں دے کر ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدی تھیں، وہ سود کی تحریم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تحریم کی خبر دینے سے پہلے کا واقعہ ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع کو فسخ کرنے کا حکم نہیں دیا۔

لیکن یہ ان علماء کی غفلت ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے موقع پر حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا: تم دونوں نے سود کی بیع کی ہے سو اس کو مسترد کر دو، اور فتح خیبر کا واقعہ ان کھجوروں کی خریداری سے پہلے کا واقعہ ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک آدمی کسی شخص کو نقد رقم دے کر طعام خریدے، پھر اسی رقم سے اس سے طعام خرید لے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ امام مالک کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کیونکہ طعام کی بیع طعام سے ہو گئی اور درمیان میں دراہم لغو ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۷۴۔۴۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۱۔ بَابُ: أَجْرِ الْحَاكِمِ إِذَا اجْتَهَدَ فَأَصَابَ أَوْ أَخْطَأَ

جب حاکم اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرے خواہ وہ فیصلہ صحیح ہو یا غلط تو اس کے اجر کا بیان

۷۳۵۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فَقَالَ هَكَذَا حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ.

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید المقری المکی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حیوۃ بن شریح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یزید بن عبداللہ بن الہاد نے حدیث بیان کی از محمد بن ابراہیم بن الحارث از بسر بن سعید از ابی قیس مولیٰ عمرو بن العاص از حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ”جب حاکم کوئی فیصلہ کرے، پس اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں، اور جب وہ کوئی فیصلہ کرے، پس اجتہاد کرے، پھر اس اجتہاد میں خطاء کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہوتا ہے“۔

پس یزید بن عمرو نے کہا: میں نے یہ حدیث ابوبکر بن عمرو بن حزم کو بیان کی تو انہوں نے کہا: اسی طرح مجھے یہ حدیث ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کی تھی۔

عبدالعزیز بن المطلب نے از عبداللہ بن ابی بکر از ابوسلمہ از نبی ﷺ اس کی مثل روایت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۱۶، سنن ابوداؤد: ۳۵۷۴، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۴، مسند احمد: ۱۷۳۲۰)

صحیح البخاری: ۷۳۵۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال المالکی القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اجتہاد کی تعریف

اجتہاد کا معنی ہے جو حاکم عالم ہو وہ کسی پیش آمدہ مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے اپنی پوری قوتِ علمیہ کو صرف کرے۔

مجتہد کو خطاء پر اجر عطا فرمانے کی توجیہ

یہ اجر اس وقت ملے گا جب کہ وہ مجتہد خود علم میں تبحر ہو اور اپنے آپ کو اجتہاد سے فیصلہ کرنے کا اہل سمجھتا ہو اور لوگ بھی اس کو ایسا سمجھتے ہوں، لیکن جس کا علم قاصر ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کرے، اور اگر اس نے پیش آمدہ مسائل میں از خود اجتہاد کیا تو وہ ہلاک ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرائیل:٣٦) اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے در پے نہ ہو۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: خطاء کرنے والے حاکم کو اجر اس وقت ملے گا کہ جب وہ اجتہاد اور سنن کا عالم ہو، لیکن جس کو سنن کا علم نہ ہو تو وہ اس حدیث کے معنی میں داخل نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قاضی تین قسم کے ہیں، دو قسم کے قاضی دوزخ میں ہوں گے اور ایک قسم کا قاضی جنت میں ہوگا، پس جس قاضی نے دانستہ حق کے خلاف فیصلہ کیا تو وہ دوزخ میں ہوگا اور جس قاضی نے بغیر علم کے فیصلہ کیا اور لوگوں کے حقوق ضائع کیے وہ بھی دوزخ میں ہوگا، اور جس قاضی نے حق کے مطابق فیصلہ کیا تو وہ جنت میں ہوگا۔

(سنن ابوداؤد:٣٥٧٣، سنن ترمذی:١٣٢٢، سنن ابن ماجہ:٢٣١٥)

نیز علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: حاکم کو اس کے اجتہاد پر اجر اس وقت ملے گا جب وہ صحیح شرعی حکم کو طلب کرنے کے لیے اجتہاد کرے نہ کہ خطاء فی المسئلہ کے لیے اجتہاد کرے، اس کی تائید درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ (الانبیاء:۷۸)

اور داؤد اور سلیمان کو یاد کیجئے جب وہ کھیت کا فیصلہ کر رہے تھے، جب کچھ لوگوں کی بکریوں نے رات میں اس کھیت کو چر لیا تھا اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے، ان میں سے ایک کھیت کا مالک تھا اور دوسرا بکریوں کا مالک تھا، کھیت کے مالک نے کہا: اس آدمی نے اپنی بکریاں میرے کھیت میں ہانک دیں اور میرے کھیت میں سے کوئی چیز باقی نہیں بچی، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ یہ ساری بکریاں تمہاری ہیں، یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ تھا، پھر بکریوں والا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کا کیا ہوا فیصلہ بتایا، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے سوا ایک اور فیصلہ ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: کھیت والے کو معلوم ہے کہ ہر سال اس کی کتنی فصل ہوتی ہے، وہ اس فصل کی قیمت بکریوں والے سے لے لے، اور بکریوں والا بکریوں کے بال، ان کی اون اور ان کے بچوں کو بیچ کر وہ قیمت ادا کرے، اور بکریوں کی نسل تو ہر سال چلتی رہتی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: تم نے صحیح فیصلہ کیا اور فیصلہ یہی ہے۔ (جامع البیان:١٨٦٥٦)

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں نے یہ فیصلہ اپنے اپنے اجتہاد سے کیا تھا، اگر اس مسئلہ میں کوئی نص ہوتی تو وہ اس کی مخالفت نہ کرتے۔ (زاد المسیر ج۵ ص ٣٧٢)

حسن بصری نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تحسین کی اور حضرت داؤد علیہ السلام کی مذمت نہیں کی، اور ابو التمام المالکی نے کہا ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مجتہدین کے متعدد اقوال میں سے برحق ایک قول ہوتا ہے اور مجتہدین کے تمام اقوال برحق نہیں ہوتے۔

اور علامہ ابن القاسم نے بیان کیا ہے کہ امام مالک سے صحابہ کرام کے اختلاف کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: ان میں خطاء کرنے والے بھی ہوتے تھے اور صحیح حکم دینے والے بھی ہوتے تھے اور ان کے تمام اقوال برحق نہیں ہوتے تھے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس پر دلیل کے تمام مجتہدین کے اقوال برحق نہیں ہوتے

اس پر دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حاکم اجتہاد کرے اور صحیح حکم کا فیصلہ کرے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں، اور جب وہ اجتہاد کرے اور اس میں خطاء کرے تو اسے ایک اجر ملتا ہے، فقہاء نے کہا: اس حدیث میں یہ نص صریح ہے کہ مجتہدین اور حاکمین میں خطاء کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور صواب پر پہنچنے والے بھی ہوتے ہیں، اور انہوں نے کہا: اگر یہ کہا جائے کہ ہر مجتہد کا حکم صحیح ہوتا ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ ایک چیز بیک وقت حلال بھی ہو اور حرام بھی ہو، اور واجب بھی ہو اور مستحب بھی ہو، کیونکہ ایک مجتہد ایک چیز کو حلال کہتا ہے اور دوسرا مجتہد اسی چیز کو حرام کہتا ہے (مثلاً امام مالک اور امام شافعی مچھلی کے علاوہ سمندری شکار کو حلال کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ مچھلی کے علاوہ سمندری جانوروں کے شکار کو حرام کہتے ہیں، اگر ہر مجتہد کا اجتہاد صحیح ہو تو لازم آئے گا کہ سمندری جانور حلال بھی ہوں اور حرام بھی ہوں)۔ اسی طرح ایک مجتہد کسی عبادت کو واجب کہتا ہے اور دوسرا مجتہد اس عبادت کو مستحب کہتا ہے (مثلاً امام ابوحنیفہ وتر کی نماز کو واجب کہتے ہیں اور امام شافعی وتر کی نماز کو مستحب کہتے ہیں، اگر ہر مجتہد کا اجتہاد صحیح ہو تو لازم آئے گا کہ وتر کی نماز پڑھنا واجب بھی ہو اور مستحب بھی ہو)۔ اسی طرح امام شافعی کہتے ہیں: جب تک کوئی عورت ملکیت میں نہ آئے اس پر طلاق واقع نہیں ہوتی اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں: اس پر طلاقِ معلق واقع ہو سکتی ہے (مثلاً اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو تم کو طلاق، تو اگر ہر مجتہد کا اجتہاد صحیح ہو تو لازم آئے گا کہ وہ عورت مطلقہ بھی ہو اور اس مرد پر حرام ہو اور غیر مطلقہ بھی ہو اور اس مرد پر حلال ہو)۔ تو اگر ہر مجتہد کا اجتہاد صحیح ہو تو اس طرح کے متناقض احکام کا صحیح ہونا لازم آئے گا۔

اور جو علماء کہتے ہیں کہ ہر مجتہد کا اجتہاد صحیح ہوتا ہے وہ صرف فروع اور مسائلِ اجتہادیہ میں کہتے ہیں جن مسائل میں عام آدمی پر تقلید کرنا لازم ہے، لیکن پانچ نمازوں کا وجوب اور روزوں کی فرضیت اور حج کا فرض ہونا یہ وہ احکام ہیں جن پر عمل کرنا تواتر سے ثابت ہے اور وہ ان احکام سے خارج ہیں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۹۱۔ ۳۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۱۳۴۔ ۱۳۸، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مجتہد کو صحتِ حکم کی صورت میں اجر ملنے کا بیان

علامہ خطابی نے معالم السنن میں لکھا ہے: مجتہد کو اجر اس وقت دیا جائے گا جب کہ وہ اجتہاد کے آلات کا جامع ہو، اور اسی کو ہم خطاء سے معذور رکھتے ہیں، اس کے برخلاف جو تکلف سے اجتہاد کرے اس پر خوف ہے، اور عالم کو اجر اس لیے دیا جائے گا کہ حق کو طلب کرنے کے لیے اس کا اجتہاد کرنا عبادت ہے جب کہ اس کا حکم صحیح ہو، اور اگر اس کے اجتہاد کا حکم خطاء ہو تو خطاء پر اجر نہیں دیا جاتا بلکہ اس سے صرف گناہ کو اٹھالیا جاتا ہے گویا کہ خطابی کے نزدیک حدیث میں جو مذکور ہے کہ خطاء کی صورت میں بھی مجتہد کو ایک اجر ملے گا، اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے گناہ اٹھالیا جائے گا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب مجتہد کے سامنے کوئی مسئلہ پیش آئے تو اس کو از سرِ نو اس میں اجتہاد کرنا اور غور کرنا چاہیے اور اپنے پچھلے اجتہاد پر کفایت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ پہلے اس کو صحیح حکم معلوم نہ ہوا ہو اور اب معلوم ہو جائے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، وہ لڑ رہے تھے تو آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمرو! تم ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو، تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میری بہ نسبت آپ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں، اور انہوں نے کہا: اگر میں نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: اگر تم نے ان کے درمیان صحیح فیصلہ کیا تو تم کو دس نیکیاں ملیں گی، تاہم اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: میرے نزدیک اس حدیث میں ایک فائدہ زائدہ ہے کہ جو شخص اجتہاد میں کوتاہی کرے اس کو ایک اجر ملے گا اور جو اجتہاد میں زیادہ کوشش کرے اس کو اجر بھی زیادہ ملے گا، اور اگر دو فریقوں میں سے ایک زیادہ چرب زبان ہو اور حاکم اس کے حق میں فیصلہ کر دے اور حق دوسرے کا ہو تو اس صورت میں حاکم کو صرف اجتہاد کرنے کا اجر ملے گا اور اس نے جو دوسرے کا حق کسی اور کو دے دیا اس سے اس پر مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ اس نے عمداً ایسا نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۷۰۔ ۴۷۲، ملخصاً و ملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۵۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خطاء کی صورت میں مجتہد کو اجر ملنے کی توجیہ

ایک سوال یہ ہے کہ جو مجتہد فیصلہ میں خطاء کرے اس کو اجر کیوں ملے گا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کیونکہ اس نے صحیح حل کی طلب میں اجتہاد کیا تھا اور خطاء کی طلب میں اجتہاد نہیں کیا تھا، اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: حاکم کو خطاء پر اجر اس وقت دیا جائے گا جب کہ وہ اجتہاد کا عالم ہو پھر اجتہاد کرے، لیکن جو عالم نہ ہو اور اجتہاد کرے تو اسے کوئی اجر نہیں دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۲۔ بَابُ: الْحُجَّةِ عَلَى مَنْ قَالَ إِنَّ أَحْكَامَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم كَانَتْ ظَاهِرَةً وَمَا كَانَ يَغِيبُ بَعْضُهُمْ مِنْ مَشَاهِدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَأُمُورِ الْإِسْلَامِ

اس شخص کا رد جو یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام ظاہر تھے اور اس باب میں یہ بھی بیان ہے کہ بعض صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے غائب رہتے تھے اور ان کو اسلام کے کئی احکام کی خبر نہیں ہوتی تھی

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے روافض اور خوارج کی ایک قوم پر رد کیا جاتا ہے جن کا یہ زعم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سنتیں آپ سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں، اور آپ کے احکام اور آپ کی سنتوں پر اس وقت تک عمل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ تواتر سے منقول نہ ہوں، اور ان کا یہ قول انتہائی جہالت پر مبنی ہے، کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بعض سنتوں سے ثابت شدہ احکام کو دوسرے صحابہ سے حاصل کرتے تھے اور ان میں سے بعض دوسروں کے اقوال کی طرف رجوع کرتے تھے جو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیے، اور اس پر اجماع منعقد ہے کہ خبرِ واحد پر عمل کرنا جائز ہے اور اہلِ بدعت کا جو قول اس سے خارج ہے وہ باطل ہے۔

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جن کا علم میں بہت اونچا مرتبہ ہے، اس کے باوجود ان کو جدہ کے متعلق کوئی نص نہیں ملی حتیٰ کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اس نص پر مطلع کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف رجوع کر لیا، اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وبا کے متعلق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی اور ان کی طرف رجوع کر لیا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی انگلیوں کی دیت کے متعلق روایت کی طرف رجوع کیا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیٹ کے بچہ کی دیت کے متعلق حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کی طرف رجوع کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ اجازت کی حدیث کے متعلق حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کی روایت کی طرف رجوع کیا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مخابرہ کی ممانعت کی حدیث سنی، سو اس کی طرف رجوع کر لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی طرف رجوع کر لیا کہ جب دو شرمگاہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ نیز صحابہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی طرف رجوع کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو جماع سے جنبی اٹھتے بغیر احتلام کے، پھر آپ روزہ رکھتے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۹۵۔۳۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ باب اس لیے منعقد کیا ہے کہ یہ واضح کریں کہ اکثر اکابر صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض مجالس سے غائب ہوتے تھے اور ان کو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجلس میں کیا ارشاد فرمایا ہے یا آپ نے کیا کام کیا ہے، پھر جن احکام پر وہ پہلے مطلع تھے انہی پر برقرار رہتے ہیں، یا تو منسوخ پر برقرار رہتے تھے کیونکہ ان کو ناسخ کا علم نہیں ہوتا تھا، یا اباحتِ اصلیہ پر برقرار رہتے تھے، پھر بعض صحابہ نے ایک دوسرے سے ان احکام کو حاصل کیا جو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے معلوم کیے تھے۔

پس یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی علم میں اتنی عظیم قدر تھی اس کے باوجود ان کو نہیں معلوم ہوا کہ جدہ کی میراث کیا ہے حتیٰ کہ انہیں حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما نے اس سلسلہ میں جدہ کے متعلق نص سے مطلع فرمایا، اور یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف استیئذان میں رجوع کر لیا، یعنی جب کوئی شخص تین دفعہ اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس چلا جائے، اس حدیث کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا حتیٰ کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث سنائی اور اس کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔

اور اس باب سے روافض پر رد کیا جاتا ہے اور خوارج کی قوم پر رد کیا جاتا ہے جن کا یہ زعم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور آپ کی تمام سنتیں تواتر سے منقول ہیں اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جو تواتر سے منقول نہ ہو، اور ان کا یہ مذہب اس لیے مردود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے احکام حاصل کرتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف رجوع کرتے تھے اور اجماع اس پر قائم ہو چکا ہے کہ خبرِ واحد پر عمل کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۵۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ أَبُو مُوسَى عَلَى عُمَرَ فَكَأَنَّهُ وَجَدَهُ مَشْغُولًا فَرَجَعَ فَقَالَ عُمَرُ أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ ائْذَنُوا لَهُ فَدُعِيَ لَهُ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ فَقَالَ إِنَّا كُنَّا نُؤْمَرُ بِهَذَا قَالَ فَأْتِنِي عَلَى هَذَا بِبَيِّنَةٍ أَوْ لَأَفْعَلَنَّ بِكَ فَانْطَلَقَ إِلَى مَجْلِسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالُوا لَا يَشْهَدُ إِلَّا أَصَاغِرُنَا فَقَامَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ فَقَالَ قَدْ كُنَّا نُؤْمَرُ بِهَذَا فَقَالَ عُمَرُ خَفِيَ عَلَيَّ هَذَا مِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے حدیث بیان کی از عبید بن عمیر، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، پس گویا کہ ان کو کسی کام میں مشغول پایا، سو وہ واپس چلے گئے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں نے عبداللہ بن قیس کی آواز نہیں سنی تھی؟ ان کو آنے کی اجازت دو، سو ان کو بلایا گیا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے جو کیا اس پر تمہیں کس نے برانگیختہ کیا؟ تو انہوں نے کہا: ہمیں اسی چیز کا حکم دیا جاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اس پر میرے پاس گواہ لاؤ ورنہ میں تم کو ضرور سزا دوں گا، پس حضرت ابوموسیٰ انصار کی مجلس کی طرف گئے تو انہوں نے کہا: جو ہم میں سب سے چھوٹا ہے وہ اس پر گواہی دے گا تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انہوں نے کہا: ہمیں اسی بات کا حکم دیا جاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم مخفی رہا مجھے بازاروں میں خرید و فروخت نے اس کے سننے سے مشغول کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۶۲، ۶۲۴۵، ۷۳۵۳، صحیح مسلم: ۲۱۵۴، سنن ابوداؤد: ۵۱۸۱، مسند احمد: ۱۹۰۸۴، موطا امام مالک: ۱۷۹۸)

صحیح البخاری: ۷۳۵۳ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور خبرِ واحد کے حجت ہونے کا بیان

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ تم کہیں جاؤ تو تین دفعہ اجازت طلب کرو، اگر تمہیں اجازت مل جائے تو داخل ہو جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ، اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، وہ کسی کام میں مشغول تھے، انہوں نے اجازت نہیں دی تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں اسی طرح اجازت طلب کرنے کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حکم دیا جاتا تھا، پس اس سے معلوم ہوا کہ خبرِ واحد پر عمل کیا جاتا ہے اور بعض صحابہ پر، بعض سنت سے ثابت شدہ احکام مخفی رہتے تھے اور جو ان میں سے حاضر ہوتا وہ غائب تک حدیث پہنچاتا تھا، اور غائب اس حدیث کو قبول کر لیتا اور اس پر اعتماد کرتا اور اس کے تقاضا پر عمل کرتا۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث پر گواہ طلب کیا، اس سے معلوم ہوا کہ وہ خبرِ واحد سے استدلال نہیں کرتے تھے اور اس کو حجت نہیں قرار دیتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث مل گئی تو اس سے وہ حدیث متواتر نہیں ہوئی پھر بھی خبرِ واحد رہی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مزید ثبوت کا ارادہ کیا تھا، یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ خبرِ واحد کو حجت نہیں سمجھتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا، یہ کہنے والے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے، پھر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے جن کا نام سعد بن مالک ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''الھانی الصفق'' صفق کا معنی ہے: بیع کے وقت ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارنا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۰۲۔ ۱۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۵۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض صحابہ سے احکام شرعیہ کا مخفی ہونا

جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین دفعہ اجازت لینے کی حدیث مخفی رہی، اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس شخص نے ایک عورت سے عقدِ نکاح کیا پھر اس کو طلاق دے دی پھر اس کی ماں سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے چاندی کے ٹکڑوں کی سالم چاندی کی زیادتی کے ساتھ بیع کو جائز قرار دیا، پھر ان دونوں فتووں سے انہوں نے رجوع کر لیا جب انہوں نے دیگر صحابہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کاموں سے منع فرمایا ہے، اور اس کے علاوہ ایسی اور بھی مثالیں ہیں۔

اور حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ یہ بات نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر صحابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو حدیث سنتا تو وہ کسی کام میں مشغول ہوتا تھا لیکن لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے، پس حاضر غائب کو حدیث سناتا اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ہم جو حدیث بھی تم کو بیان کرتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم نے سنی ہوا ایسا نہیں ہے، لیکن ہمارے بعض صحابی دوسروں سے جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

اور اس میں بہت واضح حجت اور بہت ظاہر دلالت ہے کہ خبرِ واحد ثابت ہوتی ہے اور بعض سنت سے ثابت شدہ احکام دوسرے بعض صحابہ سے مخفی رہتے ہیں، اور ان میں سے حاضر غائب کو حدیث پہنچاتا تھا اور غائب اس حدیث کو قبول کرتا تھا، اس پر اعتماد کرتا تھا اور اس پر عمل کرتا تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خبرِ واحد کی تعریف

حافظ ابنِ حجر عسقلانی کہتے ہیں: اصطلاح میں خبرِ واحد اس کو کہتے ہیں جو متواتر کے خلاف ہو خواہ اس کی روایت ایک شخص نے کی ہو یا زیادہ نے کی ہو، اور خبرِ واحد کے قبول کرنے میں جو اختلاف ہے اس سے یہی مراد ہے۔ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو تین دفعہ اجازت لینے کی حدیث پر گواہ طلب کیا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر شہادت دی تو اس وجہ سے وہ حدیث خبرِ واحد سے نہیں نکلی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے جو گواہ طلب کیا تھا وہ احتیاط کی بناء پر طلب کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خبرِ واحد کو قبول کرنے کی دیگر نظائر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوس سے جزیہ لینے کی حدیث کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے قبول کیا تھا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کو طاعون کے مسئلہ میں قبول کیا تھا اور حضرت عمرو بن حزم کی اس حدیث کو قبول کیا تھا کہ تمام انگلیوں کی دیت برابر ہے اور حضرت ضحاک بن سفیان کی اس حدیث کو قبول کیا تھا کہ عورت اپنے خاوند کی دیت کی وارث ہوتی ہے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو قبول کیا تھا کہ موزوں پر مسح کیا جاتا ہے۔

اور کتاب العلم میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور انصار کا ایک مرد باری باری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتے تھے، ایک دن وہ انصاری جاتا اور ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جاتے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو اس حکمِ شرعی اور حدیث کی خبر دیتا جو اس سے مخفی رہی تھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس سے غرض یہ تھی کہ ایک دن وہ اپنے اور اپنے عیال کے لیے نفقہ کا بندوبست کریں تاکہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے، اور جہاد کی تیاری کے لیے مال حاصل کریں، اور دوسرے دن جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سنیں، اور ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ خبرِ واحد حجت ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۷۲ ۴ ـ ۷۳ ۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۵۴ ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنَ الْأَعْرَجِ يَقُولُ أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّكُمْ تَزْعُمُونَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاللهُ الْمَوْعِدُ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا أَلْزَمُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى مِلْءِ بَطْنِي وَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ يَشْغَلُهُمُ الْقِيَامُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ فَشَهِدْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاتَ يَوْمٍ وَقَالَ مَنْ يَبْسُطْ رِدَاءَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي ثُمَّ يَقْبِضْهُ فَلَنْ يَنْسَى شَيْئًا سَمِعَهُ مِنِّي فَبَسَطْتُ بُرْدَةً كَانَتْ عَلَيَّ فَوَالَّذِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی کہ بے شک انہوں نے الاعرج سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں: تم لوگ یہ زعم کرتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بہت زیادہ بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہی ملاقات کا وعدہ ہے بے شک میں مسکین مرد تھا، پیٹ بھر کھانے پر اکتفاء کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں لازم رہتا تھا، اور مہاجرین کو بازاروں میں سودے کی خرید و فروخت مشغول رکھتی تھی اور انصار کو ان کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيتُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْهُ

اموال کی دیکھ بھال مشغول رکھتی تھی، پس ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ نے فرمایا: جو شخص اپنی چادر کو پھیلائے گا حتیٰ کہ میں اپنی بات کو ختم کرلوں پھر اس چادر کو سمیٹ لے گا تو کسی اس چیز کو نہیں بھولے گا جو اس نے مجھ سے سنی ہو، پس میں نے اپنی چادر کو پھیلایا اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس کے بعد کوئی اس حدیث کو نہیں بھولا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ ہو، پس میں نے اپنی چادر کو پھیلایا اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس کے بعد کوئی اس حدیث کو نہیں بھولا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔

(صحیح البخاری: ۱۱۸، ۱۱۹، ۲۰۴۷، ۲۳۵۰، ۳۶۴۸، ۷۳۵۴، صحیح مسلم: ۲۴۹۲، سنن ابن ماجہ: ۲۶۲، مسند احمد: ۷۳۸۰)

صحیح البخاری: ۷۳۵۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض صحابہ سے بعض احادیث کے مخفی رہنے کا سبب

اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ بعض بڑے بڑے صحابہ سے جو سنت سے ثابت شدہ احکام مخفی رہ جاتے تھے اس کی کیا وجہ ہے، اس کی وجہ بیان کی ہے کہ مہاجرین کو بازاروں میں سودے کی خرید و فروخت مشغول رکھتی تھی، اور یہ اس کے موافق ہے جو اس سے پہلی حدیث میں گزرا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بازاروں میں سودا سلف نے اس حدیث کے سننے سے مشغول رکھا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ مہاجرین صحابہ تجارت کرتے تھے اور کتاب البیوع کے شروع میں بیان کیا جاچکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: مجھے بازاروں میں سودا سلف کی خرید و فروخت نے مشغول رکھا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ "تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ ابو ہریرہ بہت احادیث بیان کرتے ہیں"۔ اس کا بیان یہ ہے کہ امام مالک نے روایت کی ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بہت احادیث بیان کرتے ہیں، اور ابن شہاب زہری نے اس حدیث سے پہلے عروہ سے یہ روایت کی، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بیان کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ ابو ہریرہ آئے اور میرے حجرہ کی جانب بیٹھ کر حدیث بیان کرنے لگے، وہ مجھے احادیث سناتے تھے، اور اگر میں ان کو پاتی تو ان پر رد کرتی، رسول اللہ ﷺ اس طرح ترتیب سے لگاتار احادیث نہیں بیان کرتے تھے جس طرح یہ بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت احادیث بیان کرتے ہیں، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الزم رسول اللہ ﷺ" یعنی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتا تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "علی ملء بطنی" یعنی اپنا پیٹ بھرنے کے سبب سے۔ اس کا معنی ہے کہ کثرتِ حدیث کا سبب اصل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس لیے حاضر رہتے تھے تا کہ انہیں کھانے کے لیے کچھ مل جائے، کیونکہ ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کے ساتھ وہ تجارت کریں، نہ کوئی زمین تھی جس سے کاشتکاری کریں، نہ کوئی اور عمل کرتے تھے، پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے منقطع نہیں ہوتے تھے، اس ڈر سے کہ ان سے روزی فوت ہو جائے گی، پس آپ کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے وہ آپ کے اقوال سنتے اور آپ کے افعال کی روایت کرتے، جن اقوال کو دوسرے نہیں سنتے تھے اور دوسرے ان افعال کو نہیں دیکھتے تھے، اور اس کی اعانت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے ہوئی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۷۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اقوال اور افعال کی خبر دی جو اکثر صحابہ سے غائب رہے تھے، اور جب ان صحابہ کو وہ اقوال اور افعال نہیں پہنچے تھے جو انہوں نے نہیں سنے تھے، لیکن جب ان تک وہ احادیث بیان کی گئیں تو انہوں نے ان اقوال اور افعال کو قبول کیا اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا، پس اس سے معلوم ہوا کہ خبرِ واحد کو قبول کیا جاتا ہے اور اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

اور اس حدیث میں ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو کسی حدیث کے قبول کرنے میں یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ متواتر ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واللہ الموعد" یہ جملہ معترضہ ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وعدہ ہے، اس دن تم پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ جو بہ کثرت احادیث بیان کرتے ہیں وہ سب حق ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "علی ملء بطنی" اس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ وہ اپنی بھوک کو دور کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر رہتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "علی اموالھم" اس سے مراد ہے: کھیتی باڑی اور کاشت کاری کرنا، کیونکہ انصار کھیتی باڑی اور کاشتکاری کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۳۔ بَابُ: مَنْ رَأَى تَرْكَ النَّكِيرِ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم حُجَّةً لَا مِنْ غَيْرِ الرَّسُولِ

جس نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی چیز پر انکار کو ترک کرنا حجت ہے اور کسی اور کا ترک کرنا حجت نہیں ہے

۷۳۵۵۔ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حماد بن حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن معاذ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَبْدِ اللّٰهِ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ أَنَّ ابْنَ الصَّائِدِ الدَّجَّالُ قُلْتُ تَحْلِفُ بِاللّٰهِ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ يَحْلِفُ عَلَى ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ ﷺ ۔

(صحیح مسلم: ۲۹۲۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۳۱)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از محمد بن المنکدر، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ بے شک ابن الصائد ہی دجال ہے، میں نے کہا: آپ اس پر اللہ کی قسم کھا رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں نے سنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس پر قسم کھائی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر انکار نہیں کیا۔

صحیح البخاری: ۷۳۵۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابنِ صیاد کے دجال ہونے کی تحقیق

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کو ترک کرنا حجت ہے اور سنت ہے، اور امت پر اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہے اس میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ آپ اپنی امت میں سے کسی شخص کو کوئی بات کہتے ہوئے سنیں یا کوئی کام کرتے ہوئے دیکھیں اور وہ بات اور وہ کام ممنوع ہو تو آپ اس کو اس پر برقرار رکھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ فرض کیا ہے کہ آپ برے کام اور بری بات سے روکیں، پس جب یہ اس طرح ہے تو معلوم ہوا کہ آپ کسی شخص کو کوئی کام کرتے ہوئے نہیں دیکھیں گے اور اس کو اس کام پر برقرار رکھیں گے مگر یہ وہی کام ہوگا جو مباح ہوگا، اور یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی اس قسم پر برقرار رکھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، اس میں اس بات کا اثبات ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قسم سے سمجھا تھا۔

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام بخاری کی روایت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: مجھے اجازت دیں کہ میں ابنِ صیاد کی گردن ماردوں تو آپ نے فرمایا: اگر یہ وہی (دجال) ہے تو تم اس کو قتل کرنے پر مسلط نہیں ہو (کیونکہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے) اور اگر ابن صیاد وہ دجال نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے میں تمہارے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۵۴)

اس اعتراض کے دو جواب ہیں:

پہلا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ شک پہلے کا واقعہ ہو، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قسم کھانے سے پہلے کا واقعہ ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، اسی لیے اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قسم پر انکار کرنے کو ترک کیا، کیونکہ اب آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو قسم کھائی ہے وہ صحیح ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ صحیح البخاری: ۱۳۵۴ میں مذکور کلام بطور شک ہے لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ یہ یقینی امر ہو اور اس کو شک کی صورت میں بیان فرمایا ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (الزمر:٦٥) اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک واقع نہیں ہوگا، لیکن اس کلام کو متعارف طریقہ سے ذکر کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام شک کی صورت میں ذکر کیا حالانکہ اللہ کو شک نہیں تھا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شک کی صورت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر لطف کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اگر یہ وہی ہے تو تم اس کے قتل پر مسلط نہیں ہو۔۔۔الحدیث''۔ تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنے کے عزم کو ترک کر دیں۔

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں ابن صیاد سے ملا اور اس کے ساتھ یہود میں سے ایک مرد تھا اور اس کی آنکھ ابھری ہوئی تھی اور وہ نکل گئی جیسے اونٹ کی آنکھ ابھری ہوئی ہوتی ہے، جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں نے کہا: اے ابنِ صیاد! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، تمہاری یہ آنکھ کب ابھری تھی؟ اس نے کہا: میں نہیں جانتا، میں نے کہا: تم نے جھوٹ بولا کہ تم نہیں جانتے، حالانکہ یہ آنکھ تو تمہارے سر میں ہے، پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس نے اپنی آنکھ کو ملا اور زور سے سانس لیا، اس یہودی نے یہ گمان کیا کہ میں نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر مارا ہے اور میں نے اس سے کہا: دفع ہو تو اپنے مرتبہ سے تجاوز نہیں کر سکتا، پس میں نے یہ قصہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا تو انہوں نے کہا: اس مرد سے دور رہو، کیونکہ ہم یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ دجال اس وقت نکلے گا جب وہ غضب میں ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ١١ ص ٣٩٦، ٢٠٨٣٢)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ تمام امور اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ابنِ صیاد کے دجال ہونے میں شک تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس میں شک تھا کہ یہ وہ دجال ہے کہ جس کو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام قتل کریں گے تو اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ابنِ صیاد ان دجالوں میں سے ایک ہے جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے، کیونکہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ ''قیامت سے پہلے تیس سے زیادہ دجالوں اور جھوٹوں کا ظہور ہوگا''۔ (صحیح البخاری: ٣٦٠٩، صحیح مسلم: ١٥٧)

اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قسم پر انکار نہیں کیا۔ واللہ اعلم

کیونکہ صحابہ کا کئی مسائل میں اختلاف تھا، بعض صحابہ نے اپنے مخالف کے قول پر انکار کیا اور بعض صحابہ نے جب ان کے اجتہاد اور مذہب کی مخالفت ہو تو اس کے انکار پر سکوت کیا، پس سکوت مخالف کے قول کی رضا کے سکوت پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سکوت اس وجہ سے کیا ہو کہ اس مسئلہ میں ان پر صحت کی وجہ منکشف نہ ہوئی ہو، یا اس وجہ سے کہ کسی اور وقت میں وہ اس کو بیان کریں گے، یا اس وجہ سے کہ وہ اس کے خلاف کو کسی اور وقت میں بیان کریں گے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ١٠ ص ٣٩٦۔٣٩٧، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

صحیح البخاری: ٧٣٥٥، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن صیاد کے متعلق دیگر احادیث

امام ابوداؤد سندِ صحیح کے ساتھ از موسیٰ بن عقبہ از نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: اللہ کی قسم! میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس میں شک نہیں کرتا کہ مسیح الدجال ابن صیاد ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابنِ صیاد مکہ کے راستہ میں میرا مصاحب ہوا، پس اس نے مجھ سے کہا: تم ان لوگوں سے ملے ہو جو یہ زعم کرتے ہیں کہ میں دجال ہوں، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا، آپ فرماتے تھے کہ دجال کی اولاد نہیں ہوگی، حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: میری تو اولاد ہوئی ہے، اس نے کہا: کیا تم نے آپ سے یہ نہیں سنا کہ دجال مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہوگا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: میں مدینہ میں پیدا ہوا ہوں اور اب میں مکہ جانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابنِ صیاد بری ہیئت میں ملا، اس نے کہا: تم لوگ اے اصحابِ محمد! میرا عذر قبول نہیں کرتے، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ دجال یہودی ہوگا اور میں اسلام لا چکا ہوں، اور دوسری سند کے ساتھ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حج کرنے کے لیے نکلے اور ہمارے ساتھ ابن صیاد تھا، ہم ایک منزل پر ٹھہرے اور لوگ ادھر ادھر بکھر گئے اور میں اور وہ باقی رہ گئے، سو میں اس سے وحشت زدہ ہوا اور مجھے اس سے سخت وحشت ہوئی کیونکہ اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ دجال ہے، پس میں نے کہا: گرمی شدید ہے، اگر تم اپنے کپڑے اتار کر اس درخت کے نیچے رکھ دو، اس نے ایسا کیا، پھر ایک بکری آئی تو وہ ایک پیالے میں بکری کا دودھ لے کر آیا اور کہا: اے ابو سعید! پی لو، میں نے دل میں کہا: گرمی شدید ہے اور مجھے صرف یہ ناگوار تھا کہ میں اس کے ہاتھ سے دودھ پیوں، اس نے کہا: میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں ایک رسی پکڑ کر درخت کے ساتھ لٹکاؤں اور پھر اپنا گلا گھونٹ لوں، کیونکہ لوگ میرے متعلق ایسی باتیں کرتے ہیں، اے ابو سعید! تم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مخفی رہیں، پھر حضرت ابو سعید نے کہا: قریب تھا کہ میں اس کا عذر قبول کر لیتا، اور اس کے آخر میں ہے کہ اس نے کہا: میں دجال کو جانتا ہوں، اس کی پیدائش کو جانتا ہوں اور اس وقت دجال کہاں ہے یہ بھی جانتا ہوں، تو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم پر سارا دن ہلاکت ہو۔

پھر امام بیہقی نے ابنِ صیاد کے قصہ سے یہ جواب دیا ہے اور انہوں نے امام ابو داؤد کی حدیث حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال کا باپ تیس سال تک ٹھہرا رہے گا اور ان کے ہاں اولاد نہیں ہوگی، پھر ان کے ہاں ایک کانا لڑکا پیدا ہوگا جو بہت نقصان دینے والا ہوگا اور بہت کم نفع دینے والا ہوگا، اور آپ نے دجال کے باپ اور ماں کی صفت بیان کی، پھر حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے سنا کہ یہود میں ایک لڑکا پیدا ہوا، پس میں اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما وہاں اس کے ماں باپ کے پاس گئے تو ان کی وہی صفت تھی، ہم نے پوچھا: کیا تمہارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا؟ ان دونوں نے کہا: تیس سال سے ہمارے ہاں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا، پھر ایک لڑکا پیدا ہوا جو نقصان دینے والا زیادہ تھا اور نفع دینے والا کم تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: اس حدیث کی روایت میں علی بن زید بن جدعان متفرد ہیں اور وہ قوی راوی نہیں ہیں، اور اس حدیث کا ضعف اس وجہ سے ہے کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ اس وقت اسلام لائے تھے جب طائف کا آٹھ ہجری میں محاصرہ کیا گیا تھا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جو صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں ہے، اس میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے درختوں کی طرف گئے جن میں ابن صیاد چھپا ہوا تھا اور ان دنوں وہ بالغ ہونے کے قریب تھا، تو حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں اس کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پیدائش کے زمانہ کو کب پایا؟ اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے دو سال پہلے رہے تھے، پس کیسے ہو سکتا ہے کہ دجال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بلوغت کے قریب ہو، پس جو حدیث صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں ہے وہی معتمد ہے۔

پھر امام بیہقی نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صرف اتنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس قسم پر سکوت کیا کہ ابنِ صیاد ہی دجال ہے، پس ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے دجال کے معاملہ میں توقف کرتے تھے، پھر جب وحی سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ ابنِ صیاد دجال نہیں ہے جیسا کہ تمیم داری کے قصہ کا تقاضا ہے اور اسی سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ ابنِ صیاد دجال کا غیر ہے۔

تمیم داری کا قصہ

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، سیدتنا فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تمیم داری نے مجھے یہ خبر سنائی کہ وہ بنو لخم اور بنو جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ ایک بحری جہاز میں سوار ہوئے، ایک ماہ تک سمندری موجیں ان کے جہاز کو دھکیلتی رہیں، پھر ایک دن غروب آفتاب کے وقت وہ ایک جزیرہ پر پہنچے، یہ سب لوگ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر داخل ہوئے، وہاں انہیں ایک جانور ملا جس کے بال موٹے اور گھنے تھے، بالوں کی زیادتی کی وجہ سے اس کے منہ اور پیٹھ کا پتا نہیں چلتا تھا، ساتھیوں نے اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں جساسہ (جاسوس) ہوں، انہوں نے کہا: کیسے جساسہ ہے؟ اس نے کہا: گرجے میں اس شخص کے پاس چلو جو تمہاری خبر کا بہت شوق رکھتا ہے، جب اس نے ایک آدمی کا نام لیا تو ہم کو یہ ڈر لگا کہ یہ کہیں جن نہ ہو، پھر ہم جلدی جلدی گئے اور گرجے میں داخل ہوئے، وہاں واقعی ایک بہت بڑا آدمی تھا، ہم نے اتنا بڑا آدمی اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، اس کے دونوں ہاتھ گردن سے باندھے ہوئے تھے اور وہ گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا، ہم نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: تم میرا حال جاننے پر تو قادر ہو ہی گئے ہو، اب یہ بتاؤ کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا: ہم عرب لوگ ہیں، ہم ایک سمندری جہاز میں سوار ہوئے تھے، اتفاق سے ان دنوں سمندر بہت جوش میں تھا، ایک ماہ تک سمندری موجیں ہم کو دھکیلتی رہیں، بالآخر ہم تمہارے اس جزیرہ تک پہنچ گئے، پھر ان چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر داخل ہوئے، پھر ہمیں بہت گھنے اور موٹے بالوں والا ایک جانور ملا، بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے منہ اور پیٹھ کا پتا نہیں چلتا تھا، ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں جساسہ ہوں، ہم نے پوچھا: تو کیسے جساسہ ہے؟ اس نے کہا: گرجے میں جو شخص ہے اس کے پاس جاؤ، اس کو تمہاری خبریں معلوم کرنے کا بہت شوق ہے، ہم جلدی جلدی تمہارے پاس آئے، ہم اس جانور سے خوفزدہ تھے، ہمیں اس کے جن ہونے کا اندیشہ تھا، اس شخص نے ہم سے پوچھا: مجھ کو بیسان کے نخلستان کی خبر دو، ہم نے پوچھا: تم کون سی خبر معلوم کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ کیا اس کی کھجوروں میں پھل آ گئے ہیں، ہم نے اس سے کہا: ہاں! اس نے کہا: سنو اب عنقریب اس میں پھل نہیں آئیں گے، اس نے پوچھا: مجھے طبرستان کے سمندر کی خبر دو، ہم نے کہا: تم کس بات کی خبر معلوم کرنا چاہتے ہو؟ اس نے پوچھا: کیا اس میں پانی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس میں بہت پانی ہے، اس نے کہا: عنقریب اس کا پانی خشک ہو جائے گا، پھر اس نے کہا: مجھے امیین کے نبی کے متعلق بتاؤ کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ہم نے کہا: وہ مکہ سے نکلے ہیں اور ان کا مدینہ منورہ میں مقام ہے، اس نے پوچھا: کیا عربوں نے ان سے جنگ کی ہے؟ ہم نے کہا: ہاں! اس نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پوچھا: پھر کیا ہوا؟ ہم نے کہا: وہ اپنے قریب کے عربوں پر فتح یاب ہو گئے، اور انہوں نے اس کی اطاعت کر لی، اس نے کہا: کیا یہ ہو گیا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں! اس نے کہا: ان کے لیے اس کی اطاعت کرنا بہتر تھا، اور میں تم کو اپنے متعلق یہ خبر دیتا ہوں کہ میں مسیح ہوں! اور عنقریب مجھے خروج کی اجازت دی جائے گی اور میں نکل کر تمام زمین کی سیر کروں گا اور چالیس دنوں میں مکہ اور مدینہ کے سوا ہر بستی میں جاؤں گا کیونکہ ان دونوں جگہ پر داخل ہونا میرے لیے حرام کر دیا گیا ہے، جب بھی میں ان میں سے کسی ایک جگہ جانا چاہوں گا تو فرشتہ تلوار سونت کر مجھے روکے گا، اور ان کی ہر گھاٹی پر فرشتے پہرہ دے رہے ہیں، حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی منبر پر مار کر فرمایا: یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے یعنی مدینہ منورہ، سنو کیا میں نے تم کو پہلے ہی سے یہ چیزیں بیان نہیں کی تھیں، لوگوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: مجھے تمیم کی اس خبر سے خوشی ہوئی کیونکہ یہ اس خبر کے مطابق ہے جو میں تم کو دے چکا ہوں اور مکہ اور مدینہ کی دی ہوئی خبروں کی بھی اس میں تصدیق ہے، سنو! دجال شام یا یمن کے سمندر میں ہے، نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے، وہ مشرق کی جانب ہے، وہ مشرق کی جانب ہے، آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا، حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کر رکھا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۴۲)

ابن صیاد کے متعلق محدثین اور فقہاء کے اقوال

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں کہ دجالِ اکبر جس کا خروج ہو گا، وہ ابن صیاد کے علاوہ کوئی اور ہے اور ابن صیاد بھی جھوٹے دجالوں میں سے ایک ہے جن کے خروج کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، اور جن لوگوں نے وثوق سے کہا ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے انہوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا قصہ نہیں سنا، ورنہ ان دونوں کے درمیان تطبیق دینا بہت بعید ہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں موجود ہو اور ابنِ صیاد کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بلوغت کے قریب تھا اور پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجتمع ہو اور آپ کے متعلق سوال کرے اور یہ کہ آخر میں وہ بوڑھا ہو اور سمندر کے جزائر میں سے کسی جزیرہ میں لوہے کی زنجیروں کے ساتھ مقید ہو، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کرے کہ کیا آپ کا ظہور ہوا ہے کہ نہیں؟ پس اولیٰ یہ ہے کہ ابنِ صیاد کے معاملہ کو اس پر محمول کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اس پر اطلاع نہیں تھی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو قسم کھا کر کہا تھا کہ ابنِ صیاد ہی دجال ہے تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا قصہ سننے سے پہلے یہ قسم کھائی ہو، پھر جب انہوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا قصہ سن لیا تو پھر دوبارہ انہوں نے یہ قسم نہیں کھائی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۷۶ ۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

دجال اور ابن صیاد کے متعلق مزید احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابنِ صیاد کے پاس سے اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ گزرے جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ابنِ صیاد بنو مغالہ کے مکانوں کے پاس لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اور وہ لڑکا تھا، اس کو پتا نہیں چلا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارا، پھر فرمایا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پس ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا، پس کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان پڑھ لوگوں کے رسول ہیں، پھر ابنِ صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لایا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: تمہارے پاس کیا چیز آتی ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس سچی خبر بھی آتی ہے اور جھوٹی خبر بھی آتی ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک چیز چھپائی ہے اور آپ نے یہ آیت چھپائی تھی: ''یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ'' ابن صیاد نے کہا: آپ نے الدخ کو چھپایا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دفع ہو، تو اپنی حیثیت سے تجاوز نہیں کر سکتا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو یعنی دجال، اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے میں تمہارے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۵۵۷، صحیح مسلم: ۲۹۳۰، سنن ابوداؤد: ۴۳۲۹، سنن ترمذی: ۲۲۴۹)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: اللہ کی قسم! مجھے اس میں شک نہیں ہے کہ مسیح الدجال ابن صیاد ہی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۰)

محمد بن المنکدر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے، میں نے کہا: آپ اللہ کی قسم کھا رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس پر قسم کھاتے ہوئے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۷۳۵۵، صحیح مسلم: ۲۹۲۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۳۱)

الاعمش بیان کرتے ہیں از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: ہم نے حرہ کے دن ابن صیاد کو گم کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تیس دجال نکلیں، ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تیس کذاب دجال نکلیں، ان میں سے ہر ایک اللہ پر جھوٹ باندھے گا اور اس کے رسول پر۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۴)

ابن صیاد کے متعلق متقدمین علماء کے اقوال

امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی البستی المتوفی ۳۸۸ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن صیاد کے متعلق لوگوں کا شدید اختلاف ہے، اور اس کا معاملہ مشکل ہے حتیٰ کہ اس کے متعلق ہر قول کہا گیا ہے، اور اس کے متعلق یہ سوال کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو کیسے برقرار رکھا جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتا تھا اور اس کو مدینہ میں چھوڑا، اور وہ آپ کے پڑوس میں مدینہ میں رہتا تھا، اس کا کیا مطلب ہے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الدخان کی آیت چھپا کر اس کا امتحان لیا، پھر بعد میں فرمایا: دفع ہو! تو اپنی حیثیت سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ قصہ اس زمانہ کا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے اور ان کے حلفاء سے صلح کی ہوئی تھی، اور جب آپ مدینہ میں آئے تو یہود کے درمیان آپ نے یہ صلح نامہ لکھا تھا کہ وہ آپ سے جھگڑا نہ کریں اور ان کو ان کے معاملات پر چھوڑ دیا جائے گا اور ابن صیاد انہی یہودیوں میں سے تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تھی اور جو وہ کہانت کا دعویٰ کرتا تھا اور جنات اس کے پاس غیب کی خبریں لاتے تھے تو آپ نے اس کا امتحان لیا تا کہ اس کا معاملہ ظاہر ہو جائے، پھر جب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپ نے اس سے بات کی تو آپ نے جان لیا کہ یہ باطل ہے اور جادوگروں اور کاہنوں میں سے ہے، یا ان لوگوں میں سے ہے جن کے پاس جنات آتے ہیں یا جن کے پاس شیطان آتا ہے اور اس کی زبان پر بعض وہ چیزیں ڈال دیتا ہے جن سے وہ کلام کرتا ہے، پس جب آپ نے اس سے اس کا قول دُخ سنا تو فرمایا: تم دفع ہو جاؤ، آپ کی مراد یہ تھی کہ شیطان نے اس کو لفظِ دُخ پر مطلع کر دیا اور اس کی زبان پر جاری کر دیا اور یہ آسمانی وحی نہیں تھی، کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام میں سے نہیں تھا جن کو علم غیب ہوتا ہے اور نہ اولیاء اللہ کے درجہ میں تھا جن پر علم کا الہام کیا جاتا ہے اور وہ اپنے دلوں کے نور سے صحیح بات جان لیتے ہیں، اور کبھی اس کو سچی خبر ملتی اور کبھی جھوٹی خبر ملتی، یہی اس کے اس قول کا معنی ہے کہ میرے پاس سچی خبر بھی آتی ہے اور جھوٹی خبر بھی آتی ہے، اس لیے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ پر معاملہ مشتبہ ہو گیا، خلاصہ یہ ہے کہ ابنِ صیاد ایک فتنہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے سبب سے اپنے مومن بندوں کا امتحان لیا تا کہ جس نے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل سے ہلاک ہو جائے اور جس نے زندہ رہنا ہے وہ دلیل پر زندہ رہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ان کے زمانہ میں بچھڑے کے فتنہ میں مبتلاء کیا گیا، پس ان کی قوم بچھڑے کے فتنہ میں مبتلاء ہو گئی اور ہلاک ہو گئی، اور جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی، انہوں نے نجات پائی۔

اور ابنِ صیاد کے معاملہ میں روایات مختلف ہیں، اور بڑے ہونے کے بعد بھی اس کے متعلق روایات مختلف ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ بڑے ہونے کے بعد اس نے اس قول سے توبہ کر لی، پھر وہ مدینہ میں فوت ہو گیا، اور جب لوگوں نے اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کے چہرہ کو کھولا حتیٰ کہ لوگوں نے اس کو دیکھا اور ان سے کہا گیا: گواہ ہو جاؤ۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: میں نے ابن صیاد کو برا کہا تو اس نے کہا: کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا آپ فرماتے تھے کہ دجال مکہ میں داخل نہیں ہوگا اور میں نے تمہارے ساتھ حج کیا ہے، اور آپ نے فرمایا تھا کہ دجال کی اولاد نہیں ہوگی اور میری تو اولاد ہوئی ہے، اور حضرت ابن عمر اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، وہ اس میں شک نہیں کرتے تھے، پس حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا، تو انہوں نے کہا: خواہ مسلمان ہو گیا ہو، ان سے کہا گیا کہ وہ مکہ میں داخل ہوا ہے اور مدینہ میں بھی، انہوں نے کہا: خواہ وہ داخل ہوا ہو۔

(معالم السنن شرح سنن ابوداؤد جز ۴ ص ۴۲۲۔ ۴۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

علماء نے بیان کیا ہے کہ ابنِ صیاد کا قصہ مشکل ہے اور اس کا معاملہ مشتبہ ہے، آیا یہ وہی مسیح الدجال مشہور ہے یا کوئی اور ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔

علماء نے کہا ہے: ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ ابن صیاد مسیح الدجال ہے، نہ یہ وحی کی گئی تھی کہ وہ اس کا غیر ہے، آپ کی طرف دجال کی صفات کی وحی کی گئی تھی اور ابن صیاد میں ایسے قرائن تھے جن میں کئی احتمال تھے، پس اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی طور پر یہ نہیں فرمایا کہ وہ دجال ہے اور نہ یہ فرمایا کہ یہ دجال نہیں ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر یہ وہی ہے یعنی دجال تو تم اس کو قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (کیونکہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے)، رہا یہ استدلال کرنا کہ ابن صیاد مسلمان تھا اور دجال کافر ہے، اور یہ کہ دجال کی اولاد نہیں ہوگی اور ابن صیاد کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اولاد ہوئی، اور یہ کہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور ابن صیاد مدینہ میں داخل ہوا اور وہ مکہ کی طرف جارہا ہے تو اس میں ابن صیاد کے اسلام پر کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ان صفات کی خبر دی ہے جو اس کے فتنہ کے وقت تھیں اور زمین میں اس کے نکلنے کے وقت تھیں، اور اس کا قصہ مشتبہ تھا اور وہ جھوٹے دجالوں میں سے کوئی ایک تھا۔

رہا یہ کہ اس کا اسلام کا دعویٰ کرنا اور اس کا حج کرنا اور جہاد کرنا تو ان میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال کا غیر نہیں ہے۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب ''البعث والنشور'' میں لکھا ہے کہ لوگوں کا ابنِ صیاد کے معاملہ میں اختلاف بہت زیادہ ہے، آیا وہ دجال ہے، امام بیہقی نے کہا: جنہوں نے کہا وہ دجال کا غیر ہے انہوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، اور انہوں نے کہا: ابن صیاد کا معاملہ ایک فتنہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مبتلاء کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے بچایا اور اس کے شر سے بچایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فقط اتنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر سکوت کیا کہ ابن صیاد دجال ہے، پس ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اس کے معاملہ میں توقف کرتے ہوں، پھر آپ کے پاس بیان آ گیا جیسا کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہوگیا اور امام بیہقی نے یہ اختیار کیا کہ ابنِ صیاد اس دجال کا غیر ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابنِ صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا تو آپ نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا؟۔۔۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ وہ اس وقت بالغ نہیں تھا، قاضی عیاض نے اسی جواب کو اختیار کیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ابن صیاد نے یہ دعویٰ اس وقت کیا تھا جب یہود اور اس کے حلفاء کے ساتھ صلح کا زمانہ تھا، علامہ خطابی نے معالم السنن میں اسی جواب کو پسند کیا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج۱۱ ص ۷۲۰۲-۷۴۷۰، مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ابن صیاد جھوٹے دجالوں میں سے کوئی ایک ہے، کیونکہ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور اس کے پاس جھوٹی خبریں بھی آتی ہیں اور سچی خبریں بھی آتی ہیں، اور اس نے اپنا عرش پانی کے اوپر دیکھا، اور جس چیز پر احادیث دلالت کرتی ہیں وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ متعین نہیں ہوا تھا کہ وہ (ابن صیاد) دجال ہے اور نہ آپ کی طرف اس کے معاملہ میں وحی کی گئی تھی، آپ کی طرف دجال کی صفات کی وحی کی گئی تھی کہ دجال کانا ہوگا اور ابن صیاد کانا نہیں تھا، اور دجال کی اولاد نہیں ہوگی اور ابن صیاد کی اولاد تھی۔ (اکمال اکمال المعلم ج۹ ص ۳۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی المالکی المتوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے لکھا ہے: بچپن میں اس کا حال کاہنوں کی طرح تھا، کبھی سچ بولتا اور کبھی جھوٹ بولتا، پھر جب بڑا ہوگیا تو مسلمان ہوا اور اس سے نیکی کی علامات ظاہر ہوئیں، اس نے حج کیا اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد کیا، پھر اس سے ایسے احوال ظاہر ہوئے جن سے پتا چلتا تھا کہ یہی دجال ہے اور یہ کافر ہے۔

قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ وہ کہانت کا دعویٰ کرتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے متعلق وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔

(اکمال اکمال المعلم ج۹ ص ۳۷۳-۳۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کا قصہ مشکل ہے اور اس کا معاملہ مشتبہ ہے، آیا یہ وہی مسیح الدجال ہے یا اس کا غیر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا، اور علماء نے کہا: ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ وہ المسیح الدجال ہے یا اس کا غیر ہے، آپ پر صرف دجال کی صفات کی وحی کی گئی تھی، اور جب کہ ابن صیاد میں ایسے قرائن تھے جن میں گنجائش تھی، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی طور پر نہیں فرمایا کہ وہ دجال ہے اور نہ یہ فرمایا کہ وہ دجال کا غیر ہے۔ (المرقات شرح مشکوٰۃ ج ۹ ص ۴۲۷، المکتبۃ الحقانیہ، پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن صیاد کے نام میں اختلاف ہے، ایک قول ہے کہ اس کا نام صافِ تھا، دوسرا قول ہے کہ اس کا نام عبداللہ تھا، اور وہ یہودِ مدینہ میں سے تھا اور اس میں کہانت اور جادو تھا، خلاصہ یہ ہے کہ وہ فتنہ تھا اور مسلمان اس کے فتنہ میں مبتلاء ہوئے اور صحابہ کا بھی اس میں اختلاف تھا، پس بعض یہ کہتے تھے کہ وہ دجالِ معروف ہے جو کہ آخر زمانہ میں آئے گا اور لوگوں کو گمراہ کرے گا اور اکثر یہ کہتے تھے کہ وہ دجالِ معروف نہیں ہے لیکن دجالوں میں سے ایک دجال ہے جو فتنہ اور فساد اور گمراہی اور گمراہ کرنے کا باعث ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میری امت میں دجال ہوں گے جو لوگوں کو گمراہ کریں گے اور ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ وہ اگرچہ ابتداء میں کاہن اور جادوگر تھا لیکن آخر میں اسلام لایا، اور اس کی اولاد ہوئی اور وہ مکہ اور مدینہ میں رہا اور دجال کافر ہوگا اور اس کی اولاد نہیں ہوگی اور اس کا مکہ اور مدینہ میں داخلہ ممنوع ہے اور بعض صحابہ کا یہ گمان تھا کہ وہ دجالِ معروف تھا، اور دجال کی جو صفات ہیں وہ اس وقت ظاہر ہوں گی جب دجال اپنے زمانہ میں ظاہر ہوگا، اور جس وقت ابن صیاد کا ظہور ہوا اس وقت اس میں وہ صفات نہیں تھیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس کا حال مبہم تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے متعلق وحی نازل نہیں ہوئی اور آپ نے اس کے معاملہ کو مبہم رکھا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۶۶۔ ۳۶۷، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ اس باب کی ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ ابن صیاد مسیح الدجال ہے نہ اس کا غیر ہے، آپ کی طرف صرف دجال کی صفات کی وحی کی گئی تھی، اور ابن صیاد میں قرائنِ محتملہ تھے، اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی طور پر یہ نہیں کہا کہ یہ دجال ہے، نہ یہ کہا کہ یہ اس کا غیر ہے، اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر یہ وہی ہے تو تم اس کے قتل کی طاقت نہیں رکھتے۔

رہا یہ استدلال کہ ابن صیاد مسلمان تھا اور دجال کافر ہے، اور یہ کہ دجال کی اولاد نہیں ہوگی اور اس کی اولاد ہوئی، اور یہ کہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور ابن صیاد مدینہ میں داخل ہوا اور وہ مکہ کی طرف متوجہ ہوا، سو اس میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے فتنہ کے وقت اور اس کے زمین میں نکلنے کے وقت کی خبر دی ہے اور ابن صیاد کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے۔

ابنِ صیاد کا اسلام کا اظہار کرنا اور اس کا حج کرنا اور اس کا جہاد کرنا اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال کا غیر ہے۔

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سند صحیح کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ یوم حرہ میں ہم نے ابن صیاد کو گم پایا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۲)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس سے وہ روایت باطل ہو جاتی ہے کہ ابن صیاد مدینہ میں مرا تھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی۔
(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۶۔ ۴۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ابن صیاد کے متعلق مصنف کا نظریہ

میں کہتا ہوں: ابن صیاد وہ دجالِ اکبر تو نہیں تھا جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں قتل کریں گے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ان جھوٹے دجالوں میں سے ایک تھا جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، جس طرح علامہ ابن بطال اور دیگر علماء کی تحقیق ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۲۴۔ بَابُ: الْأَحْكَامِ الَّتِي تُعْرَفُ بِالدَّلَائِلِ وَكَيْفَ مَعْنَى الدِّلَالَةِ وَتَفْسِيرُهَا

ان احکام کا بیان جن کی دلائل سے معرفت ہوتی ہے اور دلالت کا معنی اور اس کی تفسیر

امام بخاری اس باب کی تعلیق میں لکھتے ہیں:

وَقَدْ أَخْبَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَمْرَ الْخَيْلِ وَغَيْرِهَا ثُمَّ سُئِلَ عَنِ الْحُمُرِ فَدَلَّهُمْ عَلَى قَوْلِهِ: فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ (الزلزلۃ: ۷)

اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں وغیرہ کے متعلق خبر دی، پھر آپ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس آیت کی طرف رہنمائی کی: "سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا"۔

وَسُئِلَ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ: لَا آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ وَأُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ النَّبِيِّ ﷺ الضَّبُّ فَاسْتَدَلَّ ابْنُ عَبَّاسٍ بِأَنَّهُ لَيْسَ بِحَرَامٍ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ میں اس کو حرام قرار دیتا ہوں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر گوہ کھائی گئی تھی، اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ استدلال کیا کہ گوہ کا کھانا حرام نہیں ہے

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

دلائلِ شرعیہ کی تعداد اور ان کی تعریفات

یعنی اس باب میں ان احکام کا بیان کیا گیا ہے جن کی دلائل سے معرفت ہوتی ہے، دلائل سے مراد ہیں ملازماتِ شرعیہ یا عقلیہ، علامہ ابن الحاجب وغیرہ نے کہا ہے کہ جو دلائل متفق علیہ ہیں وہ پانچ ہیں: کتاب، السنۃ، الاجماع، القیاس، اور الاستدلال۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ملزوم کے ثبوت کا شرعاً یا عقلاً علم ہو جائے تو اس کے لازم کا بھی شرعاً یا عقلاً علم ہو جاتا ہے۔

امام بخاری نے عنوان میں دلائل کا لفظ ذکر کیا ہے، اس کا واحد دلیل ہے، دلیل کی تعریف ہے: جو چیز مطلوب کی طرف رہنمائی کرے اور دلیل کے علم سے مدلول کا علم ہو جائے۔ اور دلالت کا معنی یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کا حکم پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ اس عام حکم کے تحت داخل ہیں "سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا ۝" (الزلزلۃ: ۷)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گوہ کی حلت کے جواز کے دلائل پر علامہ عینی کا مواخذہ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے حکم کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: نہ میں خود اس کو کھاتا ہوں اور نہ اس کو حرام قرار دیتا ہوں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر گوہ کو کھایا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے یہ استدلال کیا کہ گوہ حرام نہیں ہے، اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر کا بیان ہے، تقریر کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو رد نہ فرمائیں اور اس کو مقرر رکھیں تو اس میں یہ دلیل ہوتی ہے کہ یہ کام جائز ہے، لہٰذا دسترخوان پر گوہ کا کھایا جانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے منع نہ فرمانا اس کی دلیل ہے کہ گوہ کا کھانا جائز ہے، اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ استدلال کیا کہ گوہ کا کھانا حرام نہیں ہے، کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ آپ کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا اور نہ اس پر انکار فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس کا کھانا جائز ہے، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کو خود نہیں کھاتا، یہ اس کے کھانے کے عدمِ جواز پر قرینہ ہے، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ'' (الاعراف:۱۵۷)، (اور ناپاک چیزوں کو حرام کرے گا)۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گوہ خبیث جانوروں میں سے ہے، کیونکہ پاکیزہ نفس گوہ کو قبول نہیں کرتا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس سے کراہیت کرتا ہوں، رہا آپ کا یہ فرمانا کہ میں اس کو حرام نہیں قرار دیتا، ہوسکتا ہے یہ آپ نے الاعراف:۱۵۷ کے نزول سے پہلے فرمایا ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں نے اس وقت گوہ کو کھایا وہ شدید بھوک کی کیفیت میں تھے، اور اس وقت مسلمانوں پر کھانے پینے کی چیزوں کی تنگی تھی، کیونکہ ان کو کوئی ذبیحہ کھانے کے لیے میسر نہیں تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۰۵۔۱۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۵۶۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَ لَهُ حَسَنَاتٍ وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ بِهِ كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ وَهِيَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ أَجْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا وَلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وِزْرٌ وَسُئِلَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں: ایک گھوڑا مرد کے لیے باعثِ اجر ہوتا ہے اور دوسرا گھوڑا مرد کے لیے اس کے گناہوں پر پردہ ہوتا ہے، اور تیسرا گھوڑا مرد کے اوپر گناہ کا سبب ہوتا ہے۔ رہا وہ گھوڑا جو اس کے لیے باعثِ اجر ہے، پس یہ وہ گھوڑا ہے جس کو اس نے اللہ کی راہ میں باندھ کے رکھا اور چراگاہ یا باغ میں اس کی رسی دراز کردی، پس اس نے جو اپنی رسی کی درازی کی وجہ سے اس چراگاہ یا باغ میں کھایا تو وہ اس مرد کے لیے نیکیاں ہیں، اور اگر اس کی رسی کو کاٹ دیا جائے، وہ ایک بلندی یا دو بلندیوں پر دوڑے تو اس کے قدموں کے نشانات، اس کا کھانا اور اس کا لید کرنا بھی اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ قَالَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ فِيهَا إِلَّا هَذِهِ الْآيَةَ الْفَاذَّةَ الْجَامِعَةَ ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝﴾

مرد کے لیے نیکیاں ہوں گی، اور اگر وہ گھوڑا کسی دریا کے پاس سے گزرے اور اس میں سے پانی پیئے اور اس کے مالک کا ارادہ اسے پانی پلانے کا نہ ہو تب بھی یہ اس کی نیکیاں ہیں، اور اس وجہ سے اس مرد کو اجر ملے گا، اور دوسرے مرد نے گھوڑے کو مال و دولت کے ظہور اور سوال سے بچنے کے لیے باندھا اور اس گھوڑے کی گردن میں اور اس کی پشت میں اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی کو نہیں بھولا تو یہ گھوڑا اس کے لیے اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کا سبب ہے، اور جس مرد نے گھوڑے کو فخر اور دکھاوے کے لیے باندھا تو وہ گھوڑا اس کے لیے گناہ کا سبب ہے، اور رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ان کے متعلق کوئی آیت نازل نہیں کی مگر یہ منفرد آیت جو احکام کی جامع ہے:

سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا ۝ اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا ۝ (الزلزلۃ: ۷۔۸)

(صحیح البخاری: ۲۳۷۱، ۲۸۶۰، ۳۶۴۶، ۴۹۶۲، ۴۹۶۳، ۷۳۵۶، صحیح مسلم: ۹۸۷، سنن ترمذی: ۱۶۳۶، سنن نسائی: ۳۵۶۳، سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۸، مسند احمد: ۷۵۰۹، موطا امام مالک: ۹۷۵)

صحیح البخاری: ۷۳۵۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ربطها" اس کا معنی ہے: اس نے اس گھوڑے کو جہاد کی تیاری کے لیے باندھ کر رکھا، اس کی اصل "ربط" ہے اور اسی سے "الرباط" بنا ہے، اس کا معنی ہے: کسی مرد کا اپنے آپ کو اسلام کی سرحدوں کو روک کر رکھنا اور اپنے ہتھیاروں سے اسلام کے دشمنوں کو ڈرانے کے لیے تیار رکھنا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ "ربطها" کا معنی ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روک کر رکھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی مرج" "المرج" کا معنی ہے: وسیع زمین، علامہ ابوالمعالی نے کہا: یہ وہ زمین ہے جو بہت زیادہ گھاس کو اور پانی کو جمع کر کے رکھتی ہے اور اس میں جانور اور چوپائے جہاں چاہتے ہیں چرتے پھرتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الروضة" "روضة" اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پر پانی جمع ہو اور وہاں سبزیاں ہوں، امام ابوعبید نے کہا: "روضة" بلند زمین میں ہوتا ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا: جو بلند جگہ ہو اور اس میں گھاس ہو، الجوہری نے کہا: روضة وہ ہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جس میں سبزیاں اور ترکاریاں ہوں اور ہر قسم کی گھاس ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاستنت شرفا او شرفين" اس کا معنی ہے: گھوڑا آگے پیچھے دوڑ رہا ہو، اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ خوشی کے ساتھ چل رہا ہو، اور البارع میں لکھا ہے: وہ گویا رقص کر رہا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فشربت منه ولم يرد ان يسقی" یعنی گھوڑے نے دریا سے ازخود پانی پیا اور اس کے مالک نے اسے پانی پلانے کا قصد نہیں کیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب گھوڑے کا مالک قصداً اپنے گھوڑے کو پانی پلائے گا تو اس کو اور زیادہ اجر و ثواب ہوگا، یا اس لیے فرمایا کہ گھوڑے کے مالک نے کسی کا پانی اس کی اجازت کے بغیر نہیں پلایا گھوڑے نے ازخود پیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تغنيا و تعففا" یعنی اس نے گھوڑے کو لوگوں سے مستغنی ہونے کے لیے رکھا اور اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے رکھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولم ينس حق الله فی رقابها ولا ظهورها" یعنی اس نے ضرورت مند لوگوں کو گھوڑے پر سوار کرنے کے لیے اللہ کے حق کو نہیں بھولا۔ اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ گھوڑے پر جو زکوٰۃ واجب ہے اس کی ادائیگی کو نہیں بھولا، اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو گھوڑے قدرتی گھاس کو چرتے ہوں، ان پر زکوٰۃ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں الزلزلہ: ۸ کا ذکر ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ عدل کی آیت ہے۔ بعض فقہاء کی یہ رائے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد نہیں کرتے تھے آپ صرف وحی سے حکم کرتے تھے، انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گدھوں کے متعلق کوئی حکم ظاہر نہیں ہوا تھا، اور آپ سے لوگوں نے خچر کے متعلق سوال نہیں کیا، کیونکہ ان کے ہاں خچر کم ہوتے تھے یا اس لیے کہ خچر بھی گدھوں کی مثل ہیں، اور اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ کسی آیت کے عموم سے استدلال کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کا قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا گیا تھا اس کا اس آیت سے حکم معلوم کیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۵ ص ۳۶۸۔ ۳۶۷، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۳۵۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ النُّمَيْرِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنُ شَيْبَةَ حَدَّثَتْنِي أُمِّي عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْحَيْضِ كَيْفَ تَغْتَسِلُ مِنْهُ قَالَ تَأْخُذِينَ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِينَ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از منصور بن صفیہ از امِ خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ح اور ہمیں محمد نے حدیث بیان کی وہ ابن عقبہ ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل بن سلیمان النمیری البصری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن عبدالرحمن بن شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میری والدہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَتَوَضَّأُ بِهَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ تَوَضَّئِي قَالَتْ كَيْفَ أَتَوَضَّأُ بِهَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ تَوَضَّئِينَ بِهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَعَرَفْتُ الَّذِي يُرِيدُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَجَذَبْتُهَا إِلَيَّ فَعَلَّمْتُهَا۔

رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ وہ حیض سے کس طرح غسل کرے؟ آپ نے فرمایا: تم مشک کا ایک ٹکڑا لو اور اس سے صفائی حاصل کرو، اس عورت نے کہا: میں کیسے اس سے صفائی حاصل کروں یارسول اللہ! نبی ﷺ نے فرمایا: صفائی حاصل کرو، اس عورت نے کہا: کیسے صفائی حاصل کروں یارسول اللہ؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اس سے صفائی حاصل کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: پس میں نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا ارادہ تھا، پس میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچا اور اس کو سکھلایا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۴، ۳۱۵، ۷۳۵۷، صحیح مسلم: ۳۳۲، سنن نسائی: ۲۵۱، سنن ابوداؤد: ۳۱۴، سنن ابن ماجہ: ۶۴۲، مسند احمد: ۲۴۶۲۱)

صحیح البخاری: ۷۳۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مسائل

(۱) علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء نے یہ کہا کہ اس کی فرج کے اوپر جو خون کا نشان ہے اس کو مشک کے ٹکڑے سے صاف کرے تاکہ حیض کے خون کی بدبو زائل ہو جائے، نبی ﷺ نے اپنی طبعی حیاء کی وجہ سے ایک اجنبی عورت کے سامنے اس کو صراحت کے ساتھ نہیں بیان فرمایا، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو سمجھا دیا، اگر مشک کا ٹکڑا میسر نہ ہو تو کسی کپڑے کے ٹکڑے میں خوشبو لگا کر اس سے حیض کے خون کی بدبو کو زائل کیا جائے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی مسائل کو معلوم کرنے میں حیاء نہیں کرنی چاہیے اور اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو معلم سے بار بار پوچھنا چاہیے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کسی خوشبودار چیز کو فرج پر لگا کر حیض کے خون کی بدبو زائل کرنی چاہیے۔

(۴) نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں کا تعلق شرمگاہ سے ہو، ان کا صراحت سے ذکر کرنے کے بجائے کنایہ اور تعریض سے ذکر کرنا چاہیے۔

(۵) اجنبی خواتین کے سامنے شرمگاہ کے ذکر سے احتراز کرنا چاہیے، جس طرح آپ نے اس عورت کے سامنے فرج کا ذکر نہیں فرمایا۔

(۶) ایک عورت دوسری عورت کو شرمگاہ کا ذکر کر کے مسئلہ سمجھا سکتی ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت کو سمجھایا۔

(۷) معلم کو اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو نرمی سے دوبارہ، سہ بارہ سمجھانا چاہیے اور اس سے تنگ نہیں ہونا چاہیے، اور تعجب کے موقع پر سبحان اللہ کہنا چاہیے، اور اس سے رسول اللہ ﷺ کے حسنِ اخلاق کا پتا چلتا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ مشک کے ٹکڑے سے وضو کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عقلی دلیل سے یہ سمجھ گئیں کہ مشک کے ٹکڑے سے وضو تو ہو نہیں سکتا تو اس سے مراد یہ ہے کہ مشک کے ٹکڑے کی خوشبو سے حیض کے خون کی بدبو کو زائل کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۴۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۵۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أُمَّ حُفَيْدٍ بِنْتَ الْحَارِثِ بْنِ حَزْنٍ أَهْدَتْ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم سَمْنًا وَأَقِطًا وَأَضُبًّا فَدَعَا بِهِنَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأُكِلْنَ عَلَى مَائِدَتِهِ فَتَرَكَهُنَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم كَالْمُتَقَذِّرِ لَهُنَّ وَلَوْ كُنَّ حَرَامًا مَا أُكِلْنَ عَلَى مَائِدَتِهِ وَلَا أَمَرَ بِأَكْلِهِنَّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک ام حفید بنت الحارث بن حزن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گھی اور پنیر اور گوہ کو بھیجا، آپ نے ان چیزوں کو منگوایا اور ان کو آپ کے دستر خوان پر کھایا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو ترک کر دیا جیسے آپ کو ان سے گھن آتی ہو، اور اگر یہ چیزیں حرام ہوتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر نہ کھائی جاتیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کے کھانے کا حکم دیتے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۸۹، ۲۵۷۵، ۵۴۰۲، ۷۳۵۸، صحیح مسلم: ۱۹۴۷، سنن نسائی: ۴۳۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۷۹۳، مسند احمد: ۲۹۵۴)

گوہ کھانے کی ممانعت پر فقہاء احناف کے دلائل

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ گوہ کا کھانا مکروہ (تحریمی) ہے، امام محمد بن الحسن نے اس پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گوہ ہدیہ کی گئی تو آپ نے اس کو نہیں کھایا، پھر ایک سائل آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو وہ گوہ دینے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اس کو وہ چیز دے رہی ہو جس کو تم خود نہیں کھاتیں؟

(شرح معانی الآثار: ۶۲۲۲، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کیا کوئی گوہ کو کھائے گا؟ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ "گوہ کو کون کھائے گا؟"

علامہ ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

بجو، گوہ، کچھوا، تتیہ اور تمام حشرات الارض کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ رہی گوہ تو اس کی کراہت کی یہ وجہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے منع فرمایا، اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے جو گوہ کے کھانے کو مباح کہتے ہیں۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۴۰، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۳۵۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ وَإِنَّهُ أُتِيَ بِبَدْرٍ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِي طَبَقًا فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيحًا فَسَأَلَ عَنْهَا فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ فَقَالَ قَرِّبُوهَا فَقَرَّبُوهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِي وَقَالَ ابْنُ عُفَيْرٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ بِقِدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ قِصَّةَ الْقِدْرِ فَلَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيثِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے (کچی) لہسن یا پیاز کو کھایا وہ ہم سے الگ رہے، یا ہماری مسجد سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھے، اور آپ کے پاس غزوۂ بدر میں لایا گیا، ابن وہب نے کہا: یعنی ایک تھال جس میں مختلف سبزیاں تھیں، آپ نے ان کی کوئی بدبو پائی، آپ نے ان کے متعلق سوال کیا تو آپ کو بتایا گیا کہ اس میں کونسی سبزیاں ہیں، آپ نے فرمایا: ان کو قریب کردو، پس انہوں نے وہ آپ کے ان صحابی کے قریب کردیں جو آپ کے ساتھ تھے، پس جب آپ نے دیکھا کہ آپ کے بعض اصحاب اس کے کھانے کو ناپسند کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: بے شک میں اس سے مناجات کرتا ہوں جس سے تم مناجات نہیں کرتے۔

ابن عفیر نے از ابن وہب بیان کیا: ایک دیگچی لائی گئی جس میں مختلف سبزیاں تھیں، اور اللیث اور ابوصفوان نے از یونس دیگچی کا قصہ ذکر نہیں کیا، پس میں نہیں جانتا کہ یہ زہری کا قول ہے یا حدیث میں مذکور ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۵۴، ۸۵۵، ۵۴۵۲، ۷۳۵۹، صحیح مسلم: ۵۶۴، سنن ترمذی: ۱۸۰۶، سنن نسائی: ۷۰۷، سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲، مسند احمد: ۱۴۶۵۱)

صحیح البخاری: ۷۳۵۹، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کچا لہسن اور کچی پیاز کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت

ان احادیث کی فقہ یہ ہے کہ لہسن کھانا مباح ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا: جس نے (کچا) لہسن کھایا وہ ہماری مساجد میں نہ آئے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض نہیں ہے، اس میں غیر مقلدین کا اختلاف ہے، وہ جماعت سے نماز پڑھنے کو فرض کہتے ہیں اور لہسن کھانے کو حرام کہتے ہیں، اور متقدمین کی ایک جماعت نے کچا لہسن کھایا ہے، فقہاء کی اس حدیث کی توجیہ میں اختلاف ہے، بعض نے کہا: آپ نے صرف مسجد نبوی میں کچا لہسن کھا کر آنے سے منع فرمایا کیونکہ وہاں پر وحی لانے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

والے فرشتے آتے ہیں۔

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حکم میں مسجدِ نبوی اور باقی مساجد برابر ہیں اور وحی لانے والے فرشتے اور دوسرے فرشتے برابر ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اس سے بنو آدم کو ایذاء ہوتی ہے'' اور فرمایا: ''کچے لہسن کی بو سے ہمیں ایذاء ہوتی ہے''، اور جو شخص مسلمان کے ساتھ بیٹھا ہو اس کو ایذاء پہنچانا جائز نہیں ہے۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے: جس آدمی نے جمعہ کے دن (کچا) لہسن کھایا، میری رائے ہے کہ وہ مسجد میں جمعہ کے لیے حاضر نہ ہو، اور جس شخص پر جمعہ فرض ہے، اس نے (کچا) لہسن کھایا تو اس نے بہت برا کام کیا۔

اس قول میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص سے ایذاء پہنچے جیسے جذامی یا جن کی ناک بہت بہتی ہو یا بہت زیادہ چھینکنے والے یا اس جیسے دیگر لوگ وہ مسجد سے دور رہیں۔

اس حدیث میں بدبودار سبزیوں کا ذکر ہے، یہ سبزیاں مدینہ میں ہوتی تھیں اور اس پر اہلِ مدینہ کا اجماع ہے کہ ان سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سبزیوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کی، اور اگر آپ نے ان سبزیوں میں زکوٰۃ وصول کی ہوتی تو یہ بات فقہاء سے مخفی نہ رہتی اور یہ بات منقول ہوتی، امام مالک، امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ کچا لہسن کھا سکتے ہو، اور اپنے نہ کھانے کی وجہ بیان فرمائی کہ میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے۔

جب بنو آدم کو کچا لہسن کھانے سے بدبو کی ایذاء پہنچے گی تو وہ اپنی مجلس میں اس شخص کی مذمت کریں گے اور غیبت میں مبتلاء ہوں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرما دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۳۵۔۵۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۳۶۰۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي وَعَمِّي قَالَا حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِيهِ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّ أَبَاهُ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ فَأَمَرَهَا بِأَمْرٍ فَقَالَتْ أَرَأَيْتَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ لَمْ أَجِدْكَ قَالَ إِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ زَادَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ كَأَنَّهَا تَعْنِي الْمَوْتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عبید اللہ بن سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد اور میرے چچا نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے بیان کیا کہ ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جبیر نے خبر دی کہ بے شک ان کو ان کے والد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اس نے کسی چیز کے متعلق آپ سے گفتگو کی تو آپ نے اسے کوئی حکم دیا، اس نے کہا: یہ بتائیں یا رسول اللہ! اگر میں آپ کو نہ پاؤں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آنا۔

حمیدی نے ہمارے لیے زیادہ بیان کیا از ابراہیم بن سعد، گویا کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا ارادہ کرتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۳۶۵۹، ۷۲۲۰، ۷۳۶۰، صحیح مسلم: ۲۳۸۶، سنن ترمذی: ۳۶۷۶، مسند احمد: ۱۶۳۱۴)

صحیح البخاری: ۷۳۶۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کا ثبوت

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے، اور اس حدیث میں شیعہ اور رافضیہ کے اس قول کا رد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح کی تھی، اسی طرح ان لوگوں کا بھی رد ہے جنہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کی تصریح کی تھی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۰ ص ۲۵۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۶۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح میں بعض علماء کا یہ کہنا درست ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ ہیں، لیکن یہ بطورِ اشارہ ہے اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی تصریح نہیں ہے، اور یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وثوق سے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا، کیونکہ ان کی مراد یہ تھی کہ آپ نے کسی خاص شخص کو معین کر کے خلیفہ نہیں بنایا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ کے بعد خلیفہ بنانے کی تصریح کے متعلق احادیث

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے عصمۃ بن مالک سے روایت کی ہے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے بعد ہم اپنے اموال کے صدقات کس کے پاس لائیں؟ آپ نے فرمایا: ابوبکر صدیق کے پاس۔

یہ حدیث اگر ثابت ہو تو اس میں سب سے زیادہ اس پر تصریح ہے کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

اور الاسماعیلی نے اپنی معجم میں حضرت سہل بن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی کو بیعت کیا، اس اعرابی نے سوال کیا: اگر آپ پر وفات آ گئی تو پھر کون فیصلہ کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ابوبکر، اس نے سوال کیا: پھر ان کے بعد کون فیصلہ کرے گا؟ آپ نے فرمایا: عمر۔۔۔ الحدیث، اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں بھی اس سند کے ساتھ اختصار سے روایت کی ہے۔

اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان ہے کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ اور اس حدیث میں شیعہ کے اس زعم کا رد ہے کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی خلافت کی تصریح کی تھی۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۷۵۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۵۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ

نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ اہلِ کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ کتاب سے سوال کرنے کی ممانعت کے متعلق دیگر روایات

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو امام احمد، امام ابن ابی شیبہ اور امام بزار کی درج ذیل روایت سے مستنبط کیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس اس کتاب کو لے کر آئے جو ان کو بعض اہلِ کتاب سے ملی تھی اور نبی ﷺ کے سامنے اس کتاب سے پڑھا تو نبی ﷺ ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا: ”میں تمہارے پاس واضح اور صاف ملت کو لے کر آیا ہوں، تم ان سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو، پس یہ تمہیں حق کی خبریں دیں گے تو تم اس کو جھٹلاؤ گے یا باطل کی خبریں دیں گے تو تم اس کی تصدیق کرو گے، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری پیروی کرنے کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا“۔

اس حدیث کے رجال کی توثیق کی گئی ہے مگر اس حدیث کی سند میں ایک راوی مجالد ہے جو ضعیف ہے۔

امام بزار نے از حضرت عبداللہ بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تورات سے ایک صحیفہ لکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اہلِ کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو“۔

اس حدیث کی سند میں جابر الجعفی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے، امام بخاری نے اس ضعیف حدیث کو اپنے عنوان میں ذکر کیا ہے کیونکہ صحیح حدیث سے ان احادیث کی تائید ہوتی ہے۔

امام عبدالرزاق نے از حریث بن ظہیر روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اہلِ کتاب سے سوال نہ کرو کیونکہ وہ تم کو ہرگز ہدایت نہیں دیں گے، انہوں نے اپنے آپ کو گمراہ کر دیا، پس تم یا تو حق کی تکذیب کرو گے یا باطل کی تصدیق کرو گے۔

اور سفیان ثوری نے اسی سند سے روایت کی ہے کہ اہلِ کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو کیونکہ وہ ہرگز تم کو ہدایت نہیں دیں گے اور وہ گمراہ ہو چکے ہیں، تم یا تو حق کی تکذیب کرو گے یا باطل کی تصدیق کرو گے، اس حدیث کی سند حسن ہے۔

علامہ ابن بطال نے المہلب سے نقل کر کے کہا ہے: یہ ممانعت اہلِ کتاب سے ان چیزوں کے سوال کے متعلق تھی جن چیزوں کے متعلق ہمارے دین میں کوئی تصریح نہیں ہے، کیونکہ ہماری شریعت فی نفسہٖ کافی ہے، اگر اس میں کوئی نص یا تصریح نہ ملے تو پھر غور وفکر سے کام لینا اہلِ کتاب سے سوال کرنے سے مستغنی کرتا ہے۔ اور جن خبروں میں ہماری شریعت کی تصدیق ہے ان کے متعلق گزشتہ امتوں سے سوال کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اہلِ کتاب سے سوال کی ممانعت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (یونس: ۹۴)

پس (اے مخاطب!) اگر تم اس چیز کے متعلق شک میں ہو جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے کتاب کو پڑھتے ہیں، بے شک تمہارے رب کی طرف سے حق آ گیا ہے، پس تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہو جاناO

اس آیت میں جن اہلِ کتاب سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے اس سے وہ اہلِ کتاب مراد ہیں جو ایمان لا چکے ہیں، اور سوال کی ممانعت ان اہلِ کتاب سے ہے جو ایمان نہیں لائے تھے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سوال کرنے کا جواز ان معاملات میں ہو جن کا تعلق توحید اور رسالتِ محمدیہ کے ساتھ ہے اور جو اس کے مشابہ ہے، اور اس کے ماسوا میں سوال کرنے کی ممانعت ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ کتاب سے سوال کی ممانعت کا محمل

المہلب نے کہا ہے کہ اہلِ کتاب سے سوال کرنے کی ممانعت کا محمل یہ ہے کہ ان سے احکامِ شرعیہ کے متعلق سوال نہ کرو، اور ان سے ان کی شریعت کے متعلق سوال نہ کرو جن کا ہمیں اپنی شریعت سے علم نہیں ہے، کیونکہ ہماری شریعت متکفل ہے اور جن احکام میں کوئی نص اور تصریح نہیں ہے اس میں ہمارا غور و فکر کرنا اور قیاس سے کام لینا احکامِ شرعیہ کے قائم مقام ہے۔ رہا یہ کہ اہلِ کتاب سے ان خبروں کے متعلق سوال کیا جائے جن کی ہماری شریعت نے تصدیق کر دی ہے اور جن کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلی امتوں کے احوال کی خبر دی ہے ان کے متعلق ان سے سوال کرنے سے ہم کو نہیں منع کیا گیا۔

پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (یونس: ۹۴)

پس (اے مخاطب!) اگر تم اس چیز کے متعلق شک میں ہو جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے کتاب کو پڑھتے ہیں، بے شک تمہارے رب کی طرف سے حق آ گیا ہے، پس تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہو جاناO

یہ آیت اہلِ کتاب سے سوال کرنے کی ممانعت کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں شک کرنے والے نہیں تھے جو چیز آپ پر نازل کی گئی تھی اور مفسرین نے کہا ہے: اس آیت میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد آپ کا غیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام میں شک کر رہا ہو، جیسے قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ (الطلاق: ۱)

اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طلاق دو۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طلاق دینے کا ذکر ہے اور مراد یہ ہے کہ مسلمان جب اپنی بیویوں کو طلاق دیں۔ اسی طرح یونس: ۹۴ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شک کرنے کا ذکر ہے اور مراد یہ ہے کہ اے سننے والے! اگر تو اس چیز کے متعلق شک میں ہو جس کو ہم نے اپنے نبی پر نازل کیا ہے اور یہ ایسا ہے جیسے عرب کہتے ہیں: اگر تو میرا بیٹا ہے تو میرے ساتھ نیکی کر، حالانکہ اس کو علم ہوتا ہے کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر سے خطاب ہے تو پھر ان اہلِ کتاب سے سوال کرنا کیسے جائز ہوگا جو اپنی کتاب پڑھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔

اس سوال کے دو جواب ہیں:

ایک یہ ہے کہ آپ ان سے سوال کیجئے جو اہلِ کتاب سے ایمان لے آئے ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور کعب احبار وغیرہ، یہ تفسیر حضرت ابن عباس، ضحاک، مجاہد اور ابن زید سے منقول ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اہلِ کتاب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات کے متعلق سوال کرو جن کی ان کی کتابوں میں بشارت دی گئی ہے، پھر دیکھو کہ ان کی بیان کی ہوئی صفات واقع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے موافق ہیں یا نہیں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۳۶۱۔ وَقَالَ أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يُحَدِّثُ رَهْطًا مِنْ قُرَيْشٍ بِالْمَدِينَةِ وَذَكَرَ كَعْبَ الْأَحْبَارِ فَقَالَ إِنْ كَانَ مِنْ أَصْدَقِ هٰؤُلَاءِ الْمُحَدِّثِينَ الَّذِينَ يُحَدِّثُونَ عَنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَإِنْ كُنَّا مَعَ ذٰلِكَ لَنَبْلُو عَلَيْهِ الْكَذِبَ۔ (تحفۃ الاشراف: ۱۱۴۱۰)

ابوالیمان نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ مدینہ میں قریش کی ایک جماعت کے سامنے حدیث بیان کر رہے تھے، اور انہوں نے کعب الاحبار کا ذکر کیا، پس کہا: وہ ان محدثین میں صادق ترین ہیں جو اہلِ کتاب سے حدیث بیان کرتے ہیں، اور بے شک اس کے باوجود ہم ان کی باتوں میں جھوٹ کی آزمائش کرتے ہیں۔

صحیح البخاری: ۷۳۶۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یحدثون عن اهل الکتاب" یعنی جو راوی قدیم کتابوں سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، کتاب کا لفظ تورات اور دیگر صحائف کو شامل ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کعب الاحبار کی دی ہوئی خبروں کی آزمائش کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "لنبلوا" یعنی ہم آزماتے ہیں، یعنی بعض خبریں جو ہمیں کعب احبار بیان کرتے ہیں وہ دیگر محدثین کے خلاف ہوتی ہیں۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: یہ شرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کعب احبار کے حق میں اس قول کے موافق ہے کہ ان کی خبر میں جھوٹ بھی واقع ہوتا ہے، علامہ ابن التین نے کہا: محدثین سے مراد کعب احبار کی مثل لوگ ہیں جو اہلِ کتاب میں سے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا، پس ان سے حدیث بیان کی جاتی ہے۔ اسی طرح جس نے ان کی کتابوں میں نظر کی اور جو ان کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا اس سے حدیث بیان کی۔ علامہ ابن التین نے کہا: اور شاید کہ وہ کعب احبار کی مثل ہیں مگر کعب کو ان سے زیادہ بصیرت تھی اور ان سے زیادہ احادیث کو پہچاننے والے تھے۔

امام ابن حبان نے "کتاب الثقات" میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بعض اوقات اپنی بیان کی ہوئی خبر میں خطاء کرتے ہیں، اور ان کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ کعب احبار کذاب تھے۔

اور علامہ ابن التین کے علاوہ دیگر شارحین نے کہا ہے کہ "لنبلوا علیه" کی ضمیر کتاب کی طرف راجع ہے نہ کہ کعب کی طرف، کیونکہ محدثین کی کتابوں میں جھوٹ موجود ہے، کیونکہ انہوں نے حدیث کے الفاظ کو بدل دیا اور اس میں تحریف کردی۔

اور قاضی عیاض نے کہا ہے: اس ضمیر کا کتاب کی طرف لوٹنا بھی صحیح ہے اور کعب کی طرف لوٹنا بھی صحیح ہے اگرچہ کعب قصداً جھوٹ نہیں بولتے اور نہ عمداً جھوٹ بولتے ہیں، کیونکہ جھوٹ کی تعریف میں یہ شرط نہیں ہے کہ عمداً ایسی خبر دی جائے جو واقع کے خلاف ہو اور اس قول میں کعب پر جرح نہیں ہے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

اور علامہ ابن الجوزی نے کہا کہ کعب اہلِ کتاب سے جو بعض خبروں کو بیان کرتے ہیں وہ جھوٹ ہوتی ہیں اور وہ عمداً جھوٹ نہیں بولتے ورنہ کعب علماءِ یہود میں سب سے بہتر تھے۔

کعب الاحبار کا تذکرہ

کعب الاحبار کا پورا نام ہے کعب بن ماتع بن عمرو بن قیس، ان کا تعلق ذی رعین سے ہے، دوسرا قول ہے کہ ذی الکلاع الحمیری سے ہے، اور ان کے دادا اور نسب کے متعلق اور بھی اقوال ہیں اور ان کی کنیت ابو اسحاق ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں یہودی مرد تھے اور یہودیوں کی کتابوں کے عالم تھے حتیٰ کہ ان کے متعلق کہا جاتا تھا: کعب الحبر اور کعب الاحبار، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلام قبول کیا، دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلام قبول کیا، اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام قبول کر چکے تھے اور ان کی آپ کی طرف ہجرت بعد میں ہوئی اور پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

انہوں نے مدینہ میں رہائش اختیار کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں رومیوں کے خلاف جہاد کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں یہ شام کی طرف منتقل ہوگئے اور وہیں رہائش رکھی یہاں تک کہ حمص میں ان کی وفات ہوگئی، ان کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۳۲ یا ۳۳ یا ۳۴ ہجری میں ہوئی اور پہلا قول اکثر علماء کا ہے۔

امام محمد بن سعد نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو! کعب الاحبار علماء میں سے ایک ہیں اور ان کے پاس جو علم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے وہ سمندروں کی مثل ہے اور بے شک ہم ان کے متعلق بہت تفریط کرتے ہیں۔

اور محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی تاریخ میں از ابن ابی ذئب از حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مذکور ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی سلطنت میں جو بھی درست کام کیا مجھے اس کی خبر کعب نے اس کے وقوع سے پہلے دی تھی۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کعب الاحبار کی روایات کا بیان

کعب الاحبار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً احادیث کی روایت کی ہے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے۔ اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے بھی ان کی روایت کو ذکر کیا ہے اور دیگر اصحابِ سنن نے ان کی احادیث کو روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۶۱ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خطاءً خلافِ واقع خبر پر کذب کا اطلاق

یعنی کعب الاحبار ان محدثین سے زیادہ صادق ہیں جو اہلِ کتاب سے حدیث روایت کرتے ہیں اس کے باوجود وہ بعض اوقات ایسی چیزیں بیان کرتے ہیں جو صحیح نہیں ہوتیں، اور لغتِ حجاز میں کذب کا وہ معنی نہیں ہے جو عام اہلِ عرب کے نزدیک کذب کا معنی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان عمداً واقع کے خلاف خبر کو بیان کرے، بلکہ یہاں کذب سے مراد ہے جو آدمی خطاءً واقع کے خلاف کوئی خبر بیان کرے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سبیعہ الاسلمیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں فرمایا جب ان سے حضرت ابو السنابل رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! تم اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتیں حتیٰ کہ تم پر چار مہینے دس دن عدت گزر جائے، اور حضرت سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی وفات کی چند راتوں کے بعد بچہ جن چکی تھیں، انہوں نے اپنے کپڑے پہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور آپ کو بتایا کہ حضرت ابو السنابل رضی اللہ عنہ نے کیا کہا ہے، تو آپ نے فرمایا: ابو السنابل نے جھوٹ بولا، اور یہاں پر جھوٹ کا معنی خطاء ہے کیونکہ حجازیین کی لغت میں کذب کا وہ معنی نہیں ہے جو باقی عرب کی لغت میں ہے، کیونکہ ان کے نزدیک کذب خطاء کے معنی میں ہے اور جو خطاء کار ہو اس کو عام لغتِ عرب میں کاذب نہیں کہا جاتا۔

سوال: کاذب اور مخطی میں کیا فرق ہے؟

الجواب: یہ فرق قائل کے اعتبار سے ہے مثلاً اگر کسی شخص نے کہا کہ فلاں شخص آ گیا ہے اور اس کو علم ہو کہ وہ نہیں آیا تو وہ شخص ہمارے اعتبار سے کاذب ہے، پس اگر وہ شخص کذب سے معروف ہو تو ہم جان لیں گے کہ وہ کاذب ہے، اور اگر وہ صدق سے معروف ہو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پھر اس کی خبر کے مطابق وہ شخص نہ آیا ہو تو ہم کہیں گے کہ اس کو خطاء ہوئی ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۵۴، ملخصاً وملتقطاً، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۳۶۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُونَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ وَ﴿وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ﴾ الْآيَةَ

(صحیح البخاری: ۴۴۸۵، ۷۳۶۲، ۷۵۴۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے خبر دی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابوسلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھتے تھے اور اہلِ اسلام کے لیے اس کی عربی میں تفسیر کرتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ کتاب کی تصدیق نہ کرو اور نہ ان کی تکذیب کرو اور تم کہو:

''ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا''۔ (عنکبوت:46)

صحیح البخاری: ۷۳۶۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ کتاب کی دی ہوئی خبروں پر عمل نہ کرنے کی توجیہ

اہلِ کتاب کی دی ہوئی خبروں پر عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کی بعض آیات میں تحریف کر دی اور بعض آیات کو چھپا لیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ۝ (آل عمران:۱۸۷)

(اور یاد کیجئے) جب اللہ نے اہلِ کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم اس کو ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور اس کو نہ چھپانا، تو انہوں نے اس عہد کو اپنے پسِ پشت ڈال دیا، اور اس کے بدلہ میں تھوڑی قیمت لی، سو وہ کیسی بری چیز ہے جس کو یہ خرید رہے ہیں O

اہلِ کتاب نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی صفات کے متعلق جو آیات نازل فرمائی گئی تھیں ان کو چھپا لیا۔

اور یہ حدیث اس چیز میں اصل ہے کہ جو مشکل امور ہوں اور مشکل معلومات ہوں اور مسائل ہوں ان میں کوئی فیصلہ نہ کیا جائے، نہ جواز کا حکم لگایا جائے نہ بطلان کا، نہ حلال کا اور نہ حرام کا۔ اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں نازل کی گئی ہیں ان پر ایمان لائیں مگر یہ کہ یہود اور نصاریٰ نے ان کتابوں میں تحریف کر دی اور ان کے احکام بدل دیے اور ہم کو علم نہیں کہ جو حکم وہ بیان کر رہے ہیں وہ صحیح ہے یا محرف ہے یا تبدیل شدہ ہے، اس لیے ان کی خبر پر توقف کرنا واجب ہے، نہ ان کی تصدیق کی جائے اور نہ ان کی تکذیب کی جائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دلائلِ متعارضہ کے وقت توقف کرنے کا وجوب

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: اگر کسی شخص کی ملکیت میں دو بہنیں باندیاں ہوں تو وہ ان کو وطی میں جمع کر سکتا ہے یا نہیں؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آیت نے ان کے جمع کرنے کو جائز قرار دیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کر سکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے استمتاع کرو۔ (النساء: ۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب دو بہنیں باندیاں ہوں تو ان کو وطی میں جمع کرنا جائز ہے، اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اور (تم پر حرام کیا گیا ہے) یہ کہ تم دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع کرو مگر جو گزر چکا۔ (النساء: ۲۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب دو بہنیں باندیاں ہوں تو ان کو وطی میں بھی جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ قبیصہ بن ذویب الاسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا ایک عورت اور اس کی بہن کے متعلق جو دونوں باندیاں ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک آیت نے ان دونوں بہنوں کو حلال کیا ہے اور دوسری آیت نے ان دونوں بہنوں کو حرام کیا ہے اور میں یہ کرنے والا نہیں ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۸۴)

امام عبدالرزاق لیث سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دو بہنوں کو جو باندیاں ہوں ان کو جمع کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انسان دو بہنوں کو جمع کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، اور کسی عورت اور اس کی بیٹی کو جمع کرے پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فرماتے تھے کہ ان کی آپس کی قرابت کی وجہ سے وہ تم پر حرام نہیں ہیں، وہ تم پر اس وقت حرام ہوں گی جب تمہارے اور ان کے درمیان رشتہ داری ہو، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔۔۔ (النساء: ۲۴)" سے استدلال کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۸۸)

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ ابو الشعثاء کو ان کے جمع کرنے کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پسند نہیں تھی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۹۰)

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابن جریج نے خبر دی کہ عطاء سے سوال کیا گیا: کیا کوئی مرد دو بہنوں کو جمع کرے یا کسی باندی سے جماع کرے پھر اس کے بعد اس کی ماں یا اس کی بیٹی سے جماع کرے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں اور اس کو مکروہ قرار دیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۹۳)

چونکہ اس مسئلہ میں صحابہ کرام کے اقوال متعارض ہیں، اس لیے اس مسئلہ میں قطعی طور پر کوئی حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ توقف کیا جائے گا۔

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ پیر کے دن روزہ رکھے گا، پھر اتفاق سے وہ دن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عید کا دن تھا، تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمیں نذر پوری کرنے کا حکم دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (الحج:۲۹) اور اپنی نذروں کو پورا کریں۔

اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری:۱۹۹۱)

سو متقین کا مذہب یہ ہے کہ وہ ایسی صورت میں توقف کرتے ہیں اور دوسرے علماء نے اصول کے معانی پر غور کیا اور دو مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کو ترجیح دی، اور اسی کی طرف اکثر فقہاء نے اشارہ کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۴۶، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ نذر پوری کرنے کا حکم قرآنِ مجید میں مذکور ہے سو یہ حکم قطعی ہے، اور عید کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت خبرِ واحد میں ہے، سو یہ ممانعت ظنی ہے اس لیے قرآنِ مجید کے حکم کو ترجیح دی جائے گی اور جس دن روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے، اس دن روزہ رکھ کر قرآن مجید کے حکم پر عمل کیا جائے اور اگر اس نے حدیث کی ممانعت پر عمل کر کے عید کے دن روزہ نہیں رکھا تو پھر نذر کی قضاء کرنا واجب ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۳۶۳- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما قَالَ كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَحْدَثُ تَقْرَؤُنَهُ مَحْضًا لَمْ يُشَبْ وَقَدْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا كِتَابَ اللهِ وَغَيَّرُوهُ وَكَتَبُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكِتَابَ وَقَالُوا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ لَا وَاللهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ۔

(صحیح البخاری: ۲۶۸۵، ۷۳۶۳، ۷۵۲۲، ۷۵۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از عبید اللہ بن عبد اللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ تم کسی چیز کے متعلق اہلِ کتاب سے کیوں سوال کرتے ہو حالانکہ تمہاری کتاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے وہ ان کی کتابوں کے بعد ہے، تم اپنی کتاب کو خالص پڑھتے ہو اور اس میں کوئی اور چیز ملائی نہیں گئی، اور تم کو یہ بتایا ہے کہ اہلِ کتاب نے اللہ کی کتاب میں تبدیلی کر دی اور اس میں تغیر کر دیا اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے کتاب کو لکھا اور کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے بدلہ میں تھوڑی قیمت لیں، کیا تمہارے پاس جو علم آ چکا ہے وہ تم کو ان سے سوال کرنے سے منع نہیں کرتا؟ نہیں، اللہ کی قسم! ہم نے ان اہلِ کتاب میں سے کوئی مرد نہیں دیکھا جو تم سے اس کے متعلق سوال کرتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۶۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہود ونصاریٰ کی کتابوں میں تغیر اور تحریف کا سبب

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ (البقرہ:۷۹)

پس عذاب ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے تاکہ اس کے بدلہ میں تھوڑی قیمت لیں، سو ان کے لیے عذاب ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور جو کچھ انہوں نے کمایا اس کے سبب سے ان کو عذاب ہوگا O

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوں، ان کی باقی باتوں میں جھوٹ کا ہونا زیادہ متوقع ہے، بعض علماء نصاریٰ نے علامہ محمد بن وضاح سے پوچھا کہ اے مسلمانو! یہ کیا وجہ ہے کہ تمہاری کتاب میں نہ کوئی زیادتی ہے اور نہ کوئی کمی ہے اور ہماری کتابوں میں زیادتی بھی ہے اور کمی بھی ہے؟ تو علامہ محمد بن وضاح نے جواب دیا: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری کتابوں کی حفاظت تمہارے سپرد کردی، پس فرمایا:

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ (المائدہ:۴۴)

بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے، اللہ کے نبی جو ہمارے مطیع تھے اس کے مطابق یہود کا فیصلہ کرتے رہے، اور اللہ والے اور علماء (فیصلہ کرتے رہے) کیوں کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت کرائی گئی تھی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تورات کی حفاظت علماء یہود سے کرائی گئی تھی اور جس چیز کی حفاظت مخلوق کے ذمہ ہو اس میں کمی اور نقصان ہوتا ہے۔ اور ہماری کتاب کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ (الحجر:۹)

بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں O

پس اللہ تعالیٰ ہماری کتاب یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا ضامن ہے، لہٰذا ہماری کتاب میں کسی قسم کی زیادتی اور کمی کا امکان نہیں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۶ ص ۶۶۹۔۶۷۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں قرآنِ مجید کو "احدث الاخبار" فرمایا ہے، یعنی قرآنِ مجید کا نزول کتب سابقہ کے نزول کی بہ نسبت زیادہ قریب ہے اور ان کے بعد ہے، اور جو چیز بعد میں نازل کی گئی ہو، اس میں زیادہ تحقیق ہوتی ہے۔

نیز اس حدیث میں قرآن مجید کے متعلق فرمایا "لم یشب" اس کا معنی ہے کہ اس میں کوئی اختلاط نہیں کیا گیا۔

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو، کیونکہ وہ تمہیں کبھی بھی ہدایت نہیں دیں گے وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں۔

امام بخاری کی اس روایت سے غرض یہ ہے کہ ان لوگوں پر رد کیا جائے جو اہلِ کتاب کی شہادت کو قبول کرتے ہیں اور جب ان کی خبروں کو قبول نہیں کیا جاتا تو ان کی شہادتوں کو رد کرنا بطریقِ اولیٰ ہوگا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۳۰، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۶۳ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ کتاب پر حجت قائم کرنے کے لیے ان سے سوال کرنے کا جواز

اگر کوئی انسان اہلِ کتاب سے سوال کرنے سے یہ ارادہ کرے کہ ان کے اوپر حجت قائم کرے اور اسلام نے جو حکم دیا ہے اس کی تائید حاصل کرے تو یہ جائز ہے، پس اصل یہ ہے کہ ہم اپنے دین کی تائید حاصل کرنے کے لیے ان سے سوال کریں تو یہ جائز ہے تا کہ ان پر حجت قائم کریں لیکن ہم کو یہ علمِ یقین ہونا چاہیے کہ وہ ہماری ہرگز خیر خواہی نہیں کریں گے اور وہ کیسے خیر خواہی کریں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ (البقرہ:۱۰۹)

بہت سے اہل کتاب نے ان پر حق واضح ہو جانے کے باوجود اپنے حسد کی وجہ سے یہ چاہا کہ کاش وہ ایمان کے بعد تم کو پھر کفر کی طرف لوٹا دیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (آل عمران:۷۲)

اور اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا: تم صبح کو اس پر ایمان لاؤ جو مسلمانوں پر نازل ہوا ہے اور شام کو اس کا کفر کرو، شاید کہ وہ (مسلمان، دین سے) پھر جائیں ۝

(شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۵۶، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

سائنسی ایجادات میں غیر مسلموں کی تحقیقات سے استفادہ کا جواز

دینی معاملات میں اور احکامِ شرعیہ میں اہلِ کتاب سے سوال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ دینی معاملات میں ہرگز ہماری خیر خواہی نہیں کریں گے لیکن سائنسی ایجادات میں غیر مسلموں سے استفادہ کرنا جائز ہے، کیونکہ سائنسی علوم مثلاً انجینئرنگ اور طب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جدید میں غیر مسلموں نے بہت ترقی کی ہے، جنگی طیارے اور دیگر جنگی ہتھیار، میزائل اور ایٹمی اسلحہ، ان امور میں مسلمانوں نے تحقیقات نہیں کیں، اس لیے ان چیزوں کے حصول میں غیر مسلموں کی ایجادات اور ان کی تحقیقات سے استفادہ کے بغیر اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے، اسی طرح مختلف اقسام کی نت نئی بیماریاں وجود میں آ چکی ہیں جن کے علاج کے لیے مسلمانوں کے پاس کوئی علمی ذخائر نہیں ہیں، مثلاً ذیابیطس (شوگر) کو جانچنے کے آلات صرف طب مغرب سے ہی دستیاب ہیں اور شوگر کو کنٹرول کرنے کی دوائیں اور انسولین وغیرہ یہ بھی ان ہی سے حاصل ہوئی ہیں، اسی طرح اور بہت بیماریاں ہیں جن کا علاج جدید میڈیکل سائنس سے ہی ہو سکتا ہے، اس لیے ان امور میں غیر مسلموں سے سوال کرنا جائز ہے، البتہ دینی امور میں ان سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۶۔ بَابُ: كَرَاهِيَةِ الْخِلَافِ — مخالفت کا مکروہ ہونا

بابِ مذکور کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روایت صحیح نہیں ہے، کیونکہ مخالفت کرنا رحمت نہیں ہے بلکہ مخالفت نہ کرنا رحمت ہے۔ دوسرا محمل یہ ہے کہ اس سے مراد ہے دلوں سے اختلاف کرنا مکروہ ہے، لیکن مجتہدین جو اجتہاد سے کسی حکمِ شرعی کے استنباط میں اختلاف کرتے ہیں، اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے، اور اس قسم کا اختلاف تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوتا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (الانعام:۱۵۹)

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ بہت سے فرقے بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، پھر وہ ان کو خبر دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے ○

اس آیت میں اصول اور اعتقاد میں اختلاف کرنے کی مذمت فرمائی ہے، جیسا کہ اسلام سے پہلے یہود اور نصاریٰ نے اصول اور اعتقاد میں مختلف فرقے بنا لیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم دیا ہے اور ان کو اختلاف اور فرقہ بندی سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اس سے پہلے لوگ اللہ کے دین میں جھگڑنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۴۳۰) (شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۵۶۔ ۲۵۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۳۶۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سَلَّامِ بْنِ أَبِي مُطِيعٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے خبر دی از سلام بن ابی مطیع از ابی عمران الجونی از حضرت جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ سَلَّامًا۔

فرمایا: جب تک تمہارے دلوں میں اتفاق ہے قرآن مجید پڑھتے رہو، اور جب تم میں اختلاف ہوجائے تو پھر اس سے اٹھ جاؤ۔
امام ابوعبداللہ نے کہا: عبدالرحمٰن نے سلام سے سنا۔

(صحیح البخاری: ۵۰۶۰، ۵۰۶۱، ۷۳۶۴، ۷۳۶۵، صحیح مسلم: ۲۶۶۷، مسند احمد: ۱۸۳۲۷)

صحیح البخاری: ۷۳۶۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اختلاف کے وقت قرآن مجید کی قراءت سے اٹھنے کے حکم کی توجیہ

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جب تک تمہارے دلوں میں اتفاق ہے قرآن مجید کو پڑھتے رہو"۔
اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الفت اور اتفاق کی ترغیب دی ہے اور دین میں تفرقہ سے ڈرایا ہے اور خبردار کیا ہے، گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید پڑھتے رہو اور جس معنی پر تمہارا اتفاق ہوجائے اس کو لازم رکھو، اور جب تمہارا اختلاف ہوجائے تو اس سے اٹھ جاؤ، یعنی جب تم کو کوئی ایسا شبہ پیش آئے جس سے منازعت ہوتی ہو اور جس کے نتیجہ میں تفرقہ ہوتا ہو تو اٹھ جاؤ یعنی اس شبہ کو چھوڑ دو جو تفرقہ کی طرف دعوت دیتا ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کو چھوڑ دو۔ اور اختلاف کرنے سے اٹھ جاؤ، یہ معنی نہیں ہے کہ آپ نے اختلاف قراءت کی وجہ سے قرآن مجید کے پڑھنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ قراءت کے اختلاف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے لیے مباح قرار دیا، کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک قراءت سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور دوسرا امردان پر انکار کر رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں صحیح پڑھ رہے ہو، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اختلاف سے منع فرمایا ہے جو ہلاکت اور دین میں تفرقہ کا موجب ہو۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ صحابہ کرام کا قراءت اور لغات میں اختلاف ہوتا تھا، پس انہیں حکم دیا گیا کہ جب ان میں اختلاف ہو تو وہ اٹھ جائیں تاکہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی قراءت کا انکار نہ کرے اور اس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے قرآن کا انکار کرنے والا ہوجائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۱۷۶۔۱۷۷، ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۶۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

باب مذکور کی حدیث کے موافق دوسری حدیث

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا ایک مرد قرآن مجید کی آیت پڑھ رہا تھا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف قراءت سنی تھی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اچھا پڑھ رہے ہو، اور آپ نے فرمایا: بے شک تم سے پہلے لوگوں نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اپنی کتاب کے پڑھنے میں اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔

قراءت میں اختلاف کا سبب

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب تم قرآن مجید کی کسی آیت کے معانی کی فہم میں اختلاف کرو تو اس طرح تفرقہ نہ کرو جو تم کو کسی شر کی طرف پہنچائے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا: ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہوتا کہ ان کا یہ اختلاف اس کا سبب نہ ہو کہ ان کی طرف ایسی چیز نازل کی جائے جو ان کو ناگوار ہو، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ (المائدہ:۱۰۱)

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں، اور اگر تم ایسے وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ نے ان سے درگزر کیا، اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے ○

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہو کہ تم قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور تم میں سے جس ذہن آدمی نے جس معنی کو اختیار کیا ہو اس پر متفق رہو اور جب تم میں اختلاف ہو یا کوئی ایسا شبہ پیدا ہو جس کا تقاضا یہ ہو کہ تم میں افتراق ہو جائے تو پھر قراءت کو چھوڑ دو، اور اس حکم کو لازم کر لو جو اتفاق کا موجب ہو، اور ان متشابہ آیات سے اعراض کرو جو تفرقہ کا سبب ہیں، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیاتِ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو ان سے دور رہو"۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے قراءت سے منع فرمایا ہو جب قرآن مجید کے الفاظ کی ادائیگی میں اختلاف ہو جائے اور ہر ایک اپنے اپنے طریقہ سے اس آیت کو پڑھتا ہو، جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے مرد کی قراءت الگ الگ تھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تصویب کی، اسی طرح اور صحابہ کا بھی قرآن مجید کے الفاظ کی ادائیگی میں اختلاف ہوا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی قراءت کو پیش کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں ٹھیک پڑھ رہے ہو۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۳۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی شرح میں دیگر شارحین کے اقوال

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

یعنی جب تک تم خوش دلی سے قرآن پڑھ سکتے ہو تو پڑھو، اور جب تم اکتا جاؤ تو چھوڑ دو، کیونکہ قرآن مجید اس سے بہت بلند ہے کہ تم اس کو حضور قلب کے بغیر پڑھو۔

اور علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ نے لکھا ہے:

اس وقت تک قرآن پڑھتے رہو جب تک کہ اصحاب قراءت میں اتفاق رہے، اور جب ان میں اختلاف ہو تو اٹھ جاؤ۔

علامہ ابن الجوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے کہا ہے کہ صحابہ کرام کا قراءت اور لغات میں اختلاف ہوتا تھا، پس ان کو یہ حکم دیا گیا کہ جب تمہارا اختلاف ہو تو اٹھ جاؤ تا کہ اس اختلاف کی وجہ سے تم ایک دوسرے کا انکار نہ کرو جس سے قرآن مجید کا انکار لازم آئے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۶۴ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غیرِ قرآن میں بھی اختلاف کے وقت چھوڑنے کا لزوم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کسی انسان کو لوگوں کے سامنے اس کو نہیں پڑھنا چاہیے جس سے لوگوں میں اختلاف ہو، اور اس وقت تک پڑھنا چاہیے جب تک لوگ متفق رہیں حتیٰ کہ غیرِ قرآن کا بھی یہی حکم ہے، پس جب کسی انسان کے سامنے کوئی کتاب پڑھی جائے یا کوئی نصیحت کی جائے اور اس میں اختلاف ہو تو اس کو چھوڑ دینا چاہیے اور اسی وقت پڑھنا چاہیے کہ جب تم کو یہ معلوم ہو کہ لوگ اس کے پڑھنے میں رغبت کریں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن کے معانی میں اتفاق کریں اور اختلاف نہ کریں اور اگر کوئی نزاع یا جدال ہو تو پھر چھوڑ دیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۵۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۳۶۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ هَارُونَ الْأَعْوَرِ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ عَنْ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمران الجونی نے حدیث بیان کی از حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارے دلوں میں اتفاق رہے قرآن مجید پڑھتے رہو، اور جب تم میں اختلاف ہو جائے تو پھر اس سے اٹھ جاؤ۔
امام ابو عبد اللہ نے کہا: اور یزید بن ہارون نے کہا از ہارون الاعور، ہمیں ابو عمران نے حدیث بیان کی از جندب از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح البخاری: ۵۰۶۰، ۵۰۶۱، ۷۳۶۴، ۷۳۶۵، صحیح مسلم: ۲۶۶۷، مسند احمد: ۱۸۳۳۷)

اس حدیث کی شرح بھی حسبِ سابق ہے۔

۷۳۶۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ فَحَسْبُنَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت آیا، انہوں نے بتایا کہ اس وقت گھر میں کئی مرد تھے جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كِتَابُ اللهِ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قُومُوا عَنِّي قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ۔

فرمایا: میرے پاس کاغذ لاؤ تا کہ میں تم کو ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ پر درد کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن مجید موجود ہے، پس ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے، اور گھر والوں میں اختلاف ہو گیا اور انہوں نے ایک دوسرے سے بحث کی، پس ان میں سے بعض یہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ کے قریب اس چیز کو لاؤ کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ ایک مکتوب لکھ دیں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے، اور بعض صحابہ وہی کہتے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، پس جب ان میں نبی ﷺ کے سامنے شور اور اختلاف بہت زیادہ ہوا تو آپ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

عبید اللہ نے کہا: پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ مصیبت پوری پوری مصیبت وہ تھی جو صحابہ کے اختلاف اور ان کے شور کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اس کتاب کو لکھنے کے درمیان حائل ہو گئی۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴، ۳۰۵۳، ۳۱۶۸، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۵۶۶۹، ۷۳۶۶، صحیح مسلم: ۱۶۳۷، مسند احمد: ۲۹۸۳)

صحیح البخاری: ۷۳۶۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ جو لکھوانا چاہتے تھے اس کے متعلق علماء کے اقوال

علامہ حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ ھ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ اپنے بعد امامت اور خلافت کی نص اور تصریح فرما دیں، جس کی وجہ سے بڑے بڑے عظیم فتنے اٹھ جائیں جیسے جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں فتنہ ہوا اور دونوں طرف سے بہ کثرت مسلمان شہید ہو گئے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارادہ فرمایا کہ ایسا مکتوب لکھوا دیں جس میں اہم احکام کا ذکر ہوتا کہ ان احکام پر اتفاق ہو جائے، پھر نبی ﷺ پر یہ ظاہر ہوا کہ مصلحت اس میں ہے کہ اس کو ترک کر دیا جائے، یا آپ کی طرف اس کی وحی کی گئی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس سے معصوم ہیں کہ وہ احکامِ شرعیہ میں کوئی تغیر کر دیں خواہ آپ تندرست ہوں یا بیمار ہوں، اور جسم کو جو امراض عارض ہوتے ہیں ان سے آپ معصوم نہیں ہیں کیونکہ بیماریوں کے عارض ہونے کی وجہ سے آپ میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا، اور نہ آپ کی شریعت کے اندر کوئی فساد ہوتا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کہا ''آپ پر درد کا غلبہ ہے'' اس کی توجیہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ ہوا کہ ہو سکتا ہے کہ آپ ایسے احکام لکھ دیں جن پر عمل کرنے سے صحابہ اور مسلمان عاجز ہوں، اور پھر عمل نہ کرنے کی وجہ سے وہ عذاب کے مستحق ہوں، کیونکہ آپ کے لکھوائے ہوئے احکام منصوص ہوتے اور ان میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تخفیف کا ارادہ کیا، کیونکہ آپ پر درد اور مرض کا غلبہ تھا، اور اگر جو آپ لکھوانا چاہتے تھے اس کا لکھوانا ضروری ہوتا تو صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے آپ اس کو ترک نہ فرماتے۔

اور سفیان بن عیینہ نے اہلِ علم سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو لکھوانے کا ارادہ فرمایا، پھر آپ نے اس کو اس وجہ سے ترک کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو ابتداءً مرض لاحق ہوا جب آپ نے فرمایا تھا ''ہائے میرا سر'' تو آپ نے لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا، پھر فرمایا: ''اور اللہ اور مومنون ابوبکر کے غیر پر انکار کر دیں گے'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز میں مقدم کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر اقتصار کیا تاکہ مسائل میں اجتہاد اور استنباط کا دروازہ بند نہ ہو جائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پہلے یہ ارشاد فرما چکے ہیں۔

جب حاکم اجتہاد کرے اور صحیح حکم نکالے تو اس کے لیے دو اجر ہیں، اور اگر خطاء کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر رد نہیں فرمایا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول صحیح تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھنے کے ارادہ کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کی توجیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مقابلہ میں اعتراض کرنے کا کیا جواز ہے؟ علامہ خطابی نے کہا: اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ وہم تھا کہ آپ کوئی غلط بات لکھوا دیں گے یا انہوں نے کسی ایسی چیز کا گمان کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق نہیں ہے لیکن انہوں نے یہ دیکھا کہ آپ پر درد کا غلبہ ہے اور وفات قریب ہے تو ان کو یہ خطرہ ہوا کہ ایسی حالت میں مریض ایسی بات کہتا ہے جس کا اس کو عزم نہیں ہوتا، پس ایسا نہ ہو کہ منافقین اس وجہ سے دین میں کوئی طعنہ زنی کریں۔

اور بعض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وثوق کے ساتھ وہ حکم نہ دیں تو صحابہ اس میں آپ سے پوچھ گچھ کرتے تھے جیسے حدیبیہ کے دن سر منڈانے کے معاملہ میں ہوا، اور مسلمانوں اور قریش کے درمیان صلح کے معاملہ میں ہوا، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے عزم اور وثوق کے ساتھ کسی چیز کا حکم دیتے تو پھر کوئی آپ سے اس کے متعلق دوبارہ سوال نہیں کرتا تھا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جن امور میں وحی نازل نہیں ہوئی تھی ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خطاء کا ہونا جائز ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے کہ آپ خطاء پر برقرار نہیں رہتے تھے۔

نیز علامہ خطابی نے کہا: یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ مخلوق میں سب سے بلند ہے، اس کے باوجود آپ عوارضِ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بشریہ سے خالی نہیں ہیں، کیونکہ نماز میں آپ کو سہو ہو جاتا تھا، تو اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مرض کی حالت میں بعض ایسے امور آپ پر عارض ہوئے ہوں، سو ایسی صورت میں توقف کیا جائے گا حتیٰ کہ آپ کے حکم کی حقیقت ظاہر ہو جائے، پس ان معانی اور ان کے مشابہ امور کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کے حکم کو بجالانے میں توقف کیا۔

اور علامہ المازری نے بھی اسی کی مثل کہا ہے، انہوں نے لکھا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اوامر کے ساتھ کبھی ایسے قرائن ہوتے ہیں جو اس کو مستحب سے وجوب کی طرف منتقل کرتے ہیں اور کبھی وجوب سے مستحب کی طرف منتقل کرتے ہیں، تو شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قرائن سے یہ ظاہر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ لکھوانے کا ارادہ فرمایا ہے اس کو آپ نے واجب نہیں قرار دیا بلکہ اس کو صحابہ کے اختیار کی طرف راجع کر دیا اور شاید کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم قصدِ جازم اور وثوق اور عزم کے ساتھ نہیں دیا۔

''وعندنا کتاب اللہ حسبنا'' کی توجیہ

یعنی ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے اور اس میں تمام احکامِ شرعیہ کو بیان کر دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ (الانعام:۳۸) ہم نے کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا، پھر وہ اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے ۝

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:۳) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو (بہ طور) دین پسند کر لیا۔

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کلام فرمایا تھا جس کا اس حدیث میں ذکر نہیں ہے، اور اس کلام میں مسلمانوں کو کتاب اللہ پر برانگیختہ کیا تھا اور کتاب اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دی تھی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کے لیے کہا کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے اور وہ ہمیں کافی ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے پاس ایک کتاب لاؤ میں تمہیں لکھ دوں''، اس میں یہ دلیل ہے کہ امام کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی وفات کے وقت امت کی فلاح اور بہتری کے لیے کچھ وصیت کرے، اور آپ نے جو لکھنے کو ترک کر دیا، اس میں اجتہاد کی اباحت ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ان کے نفسوں اور ان کے اجتہاد کی طرف سپرد کر دیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳ ص ۵۷۷۔۵۸۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۶۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لما اشتد وجعه'' یعنی جب آپ کا مرض قوی ہو گیا، اس کا معنی ہے کہ آپ کی وفات کے مرض

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں یہ ہوا۔اور امام بخاری نے ''المغازی'' میں لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات آئی اور سعید بن جبیر کی حدیث میں ہے کہ یہ جمعرات کا دن تھا، اور یہ آپ کی وفات سے چار دن پہلے کا واقعہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ایتونی بکتاب'' یعنی میرے پاس لکھنے کے آلات کو لاؤ، اور صحیح مسلم میں مذکور ہے ''میرے پاس کندھے کی ہڈی اور دوات لاؤ'' اور کندھے کی ہڈی سے مراد ہے بڑا کندھا، کیونکہ اس زمانہ میں لوگ اس پر لکھتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اکتب'' اس میں مجاز ہے یعنی میں لکھنے کا حکم دوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر محمول ہو کہ میں کچھ لکھ دوں۔

اور مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں آپ کے پاس ایک طباق یعنی کندھے کی ہڈی لاؤں، آپ اس میں ایسی چیز لکھ دیں جس سے آپ کے بعد آپ کی امت گمراہ نہ ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''غلبه الوجع'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہے تو آپ کے اوپر کچھ لکھوانا دشوار ہوگا یا خود لکھنا دشوار ہوگا۔

علامہ قرطبی وغیرہ نے کہا ہے کہ ''ایتونی'' (میرے پاس لاؤ) امر ہے، اور مامور کا حق یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے میں جلدی کی جائے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت پر یہ ظاہر ہوا کہ یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے اور یہ زیادہ بہتر کام کی طرف رہنمائی کے لیے ہے، پس انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ آپ کی بیماری کی حالت میں آپ کو اس کام کا مکلف کریں جو آپ پر دشوار ہو، جب کہ ان کے دماغوں میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود تھا ''مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ'' اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ''وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل:۸۹)'' (اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے) اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

اور صحابہ کی دوسری جماعت کے نزدیک یہ ظاہر ہوا کہ اولیٰ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھیں، کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی فرمانبرداری ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ وضاحت کے ساتھ احکام لکھیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ''تم اٹھ جاؤ'' اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا حکم بہ طور اختیار تھا، یہی وجہ ہے کہ اس حکم دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی دنوں تک زندہ رہے اور دوبارہ آپ نے لکھنے کا حکم نہیں دیا، اگر یہ لکھنا واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے لکھنے کو ترک نہ کرتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مخالف کی مخالفت کی وجہ سے تبلیغ کو ترک نہیں کیا۔ اور بے شک صحابہ آپ کے بعض احکام میں آپ سے دوبارہ رجوع کرتے تھے اور جب آپ عزم اور وثوق کے ساتھ کسی کام کا حکم دیتے تو فرمانبرداری کرتے تھے اور اس کی پوری تفصیل ان شاء اللہ ''کتاب الاعتصام'' میں آئے گی۔

(میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا ابتداء میں یہ ارادہ ہوگا کہ وہ کتاب الاعتصام میں اس بحث کو تفصیل کے ساتھ لکھیں گے لیکن وہ اپنی عادت کے مطابق بھول گئے اور کتاب الاعتصام میں انہوں نے اس کی شرح میں صرف ایک سطر لکھی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کہا کہ آپ پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست تھی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا لکھنا یا لکھوانا چاہتے تھے؟

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ آپ تصریح کے ساتھ احکام لکھ دیں تاکہ بعد میں ان احکام میں امت کا اختلاف نہ ہو۔ (مثلاً قرآن مجید میں ہے: "یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ" (البقرہ:۲۲۸)، (پس وہ اپنے آپ کو تین قروء تک (عقد ثانی) سے روکے رکھیں، اور "قرء" کا معنی حیض بھی ہے اور طہر بھی ہے، فقہاء احناف نے اس کا معنی حیض کیا ہے اور فقہاء شافعیہ نے اس کا معنی طہر کیا ہے تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ آپ تصریح فرمادیں کہ یہاں مراد تین حیض تک اپنے آپ کو روکنا ہے یا تین طہر تک تاکہ پھر امت میں اختلاف نہ ہو، لیکن آپ نے امت کے اجتہاد اور استنباط کو برقرار رکھنے کے لیے اپنے اس ارادہ پر عمل نہیں فرمایا)۔

دوسرا قول یہ ہے کہ بلکہ آپ نے یہ ارادہ فرمایا تھا کہ آپ اپنے بعد خلفاء کے ناموں کی تصریح فرمادیں تاکہ مسلمانوں میں اس مسئلہ میں افتراق نہ ہو، سفیان بن عیینہ نے کہا: اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض کی ابتداء میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: میرے لیے اپنے والد اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ان کے لیے ایک مکتوب لکھ دوں، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں ہی ہوں اور کوئی نہیں، اور اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے غیر پر انکار کردیں گے، اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے اور امام بخاری نے بھی اسی معنی کے قریب روایت کی ہے، اس کے باوجود آپ نے نہیں لکھا، اور پہلا قول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے، اس کے باوجود دوسرے قول کا بھی احتمال ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذہن اس طرف گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسائل میں تصریح فرمادی جس کی وجہ سے امت میں اختلاف نہ ہو تو علماء کی فضیلت باطل ہو جائے گی اور اجتہاد کی گنجائش نہیں رہے گی، علامہ ابن الجوزی نے اس پر تعاقب کیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک چیز یا متعدد چیزوں کی تصریح فرمادیتے تب بھی اجتہاد باطل نہ ہوتا، کیونکہ پیش آمدہ مسائل اور حوادث تو غیر متناہی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صرف یہ خوف ہوا تھا کہ آپ غلبۂ مرض کے حال میں کوئی ایسی چیز نہ لکھ دیں جس کی وجہ سے منافقین اس لکھے ہوئے کے اوپر طعن کریں۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۶۵۸۔۶۵۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۷۔ بَابُ: نَهْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التَّحْرِيمِ إِلَّا مَا تُعْرَفُ إِبَاحَتُهُ وَكَذٰلِكَ أَمْرُهُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام سے منع فرمانا تحریم کے لیے ہوتا ہے سوا ان کاموں کے جن کا مباح ہونا معروف ہو، اسی طرح آپ کا حکم دینا (وجوب کے لیے ہوتا ہے)

امام بخاری اس عنوان کے بعد لکھتے ہیں:

نَحْوَ قَوْلِهِ حِينَ أَحَلُّوا: أَصِيبُوا مِنَ النِّسَاءِ، وَقَالَ جَابِرٌ: وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ، وَلٰكِنْ أَحَلَّهُنَّ لَهُمْ۔

جیسے جب صحابہ نے احرام کھول دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی بیویوں سے جماع کرو، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ان کے لیے عزم نہیں فرمایا تھا لیکن ان کے لیے بیویوں سے جماع کو حلال کردیا تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَقَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا۔

اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمیں جنازہ کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا اور اس کا ہم پر عزم نہیں کیا گیا۔

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

نہی کی حقیقت تحریم ہے اور امر کی حقیقت وجوب ہے

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام سے منع فرمائیں تو وہ حقیقت میں بطور تحریم ہے، سوا اس کے کہ سیاق یا قرینہ حالیہ سے یا کسی دلیل سے یہ معلوم ہو کہ یہ کام مباح ہے، تو اب نہی تحریم کے لیے نہیں ہوگی، اور اسی طرح آپ کا امر یعنی جب آپ کسی چیز کا حکم دیں تو اس کی مخالفت کرنا حرام ہے اور اس حکم کے مطابق عمل کرنا واجب ہے جب تک کہ اس پر دلیل قائم نہ ہو کہ آپ کا یہ حکم دینا بطور استحباب یا بطور اباحت ہے۔

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

امر کے صیغہ اور نہی کے صیغہ کے تقاضوں میں اصولیین کا اختلاف

یعنی جب حجۃ الوداع میں مسلمانوں نے احرام کھول دیا جب آپ نے ان کو حکم دیا کہ حج کو عمرہ کی طرف فسخ کر دیں اور عمرہ کا احرام کھول دیں اور امر سے مراد ''اِفْعَل'' کا صیغہ ہے اور نہی سے مراد ''لَا تَفْعَل'' کا صیغہ ہے، یعنی فلاں کام کرو یا فلاں کام نہ کرو۔

اور اس میں علماء اصول کا اختلاف ہے کہ جب صحابی یہ کہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح حکم دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کام سے منع فرمایا ہے تو اکثر متقدمین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے، اور بعض اصولیین نے امر کے صیغہ کی سترہ اقسام بیان کی ہیں، اور نہی کے صیغہ کی آٹھ اقسام بیان کی ہیں۔

اور قاضی ابوبکر بن طیب نے امام مالک اور امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک امر کا صیغہ وجوب پر محمول ہوتا ہے اور نہی کا صیغہ تحریم پر محمول ہوتا ہے حتیٰ کہ کوئی دلیل اس کے خلاف پر دلالت کرے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: یہ جمہور کا قول ہے اور اکثر شافعیہ وغیرہ نے کہا ہے کہ امر کا صیغہ استحباب پر محمول ہوتا ہے اور نہی کا صیغہ کراہت پر محمول ہوتا ہے حتیٰ کہ امر کے صیغہ میں وجوب کی دلیل قائم ہو جائے اور نہی کے صیغہ میں تحریم کی دلیل قائم ہو جائے اور ان میں سے اکثر نے توقف کیا ہے اور ان کے توقف کا سبب یہ ہے کہ امر کا صیغہ وجوب کے لیے آتا ہے اور ندب کے لیے آتا ہے اور اباحت کے لیے آتا ہے اور رہنمائی کرنے کے لیے آتا ہے، اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ جس نے امر کے مطابق عمل کیا تو وہ تعریف کا مستحق ہوگا اور جس نے امر کے تقاضا پر عمل کو ترک کیا تو وہ مذمت کا مستحق ہوگا اور نہی کے صیغہ میں اس کے برعکس معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ

تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو، بے شک اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تمہارے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (النور: ٦٣)

درمیان سے کسی کی آڑ میں چپکے سے نکل جاتے ہیں، سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے O

اس آیت میں ان لوگوں پر عذاب کی وعید ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر یعنی آپ کے حکم دینے کے بعد اپنے قول یا فعل سے آپ کے حکم کی مخالفت کریں، سو اس سے معلوم ہوا کہ امر کا صیغہ وجوب کے لیے آتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ''اصیبوا من النساء'' اس کا معنی ہے: اپنی بیویوں سے جماع کرو، اس میں احرام کھولنے کے مبالغہ کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ جماع حج کے افعال کو فاسد کر دیتا ہے اور دیگر احرام کے محرمات کو فاسد نہیں کرتا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۶۷۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ فِي أُنَاسٍ مَعَهُ قَالَ أَهْلَلْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي الْحَجِّ خَالِصًا لَيْسَ مَعَهُ عُمْرَةٌ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم صُبْحَ رَابِعَةٍ مَضَتْ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ نَحِلَّ وَقَالَ أَحِلُّوا وَأَصِيبُوا مِنَ النِّسَاءِ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ وَلَكِنْ أَحَلَّهُنَّ لَهُمْ فَبَلَغَهُ أَنَّا نَقُولُ لَمَّا لَمْ يَكُنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ إِلَّا خَمْسٌ أَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ إِلَى نِسَائِنَا فَنَأْتِي عَرَفَةَ تَقْطُرُ مَذَاكِيرُنَا الْمَذْيَ قَالَ وَيَقُولُ جَابِرٌ بِيَدِهِ هَكَذَا وَحَرَّكَهَا فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي أَتْقَاكُمْ لِلَّهِ وَأَصْدَقُكُمْ وَأَبَرُّكُمْ وَلَوْلَا هَدْيِي لَحَلَلْتُ كَمَا تَحِلُّونَ فَحِلُّوا فَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ فَحَلَلْنَا وَسَمِعْنَا وَأَطَعْنَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابن جریج، انہوں نے کہا: عطاء نے بیان کیا کہ جابر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ابو عبد اللہ نے کہا اور محمد بن بکر البر سانی نے کہا، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا اس وقت وہ لوگوں کے ساتھ تھے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ایام میں احرام باندھا خالص حج کا احرام جس کے ساتھ عمرہ نہیں تھا، عطاء نے بتایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار ذی الحجہ کی صبح کو تشریف لائے، پس جب ہم آپ کے پاس آئے تو آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم احرام کھول دیں اور آپ نے فرمایا: ''احرام کھول دو اور اپنی عورتوں سے جماع کرو'' عطاء نے بتایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے انہیں یہ حکم وثوق اور عزم کے ساتھ نہیں دیا، لیکن ان مسلمانوں کے لیے ان کی بیویوں کو حلال کر دیا، پس آپ کو یہ خبر پہنچی کہ ہم یہ کہہ رہے تھے کہ جب ہمارے اور یوم عرفہ کے درمیان صرف پانچ دن رہ گئے تو آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنی بیویوں سے جماع کریں، پس ہم اس حال میں میدانِ عرفہ میں آئیں گے کہ ہمارے ذکروں سے مذی ٹپک رہی ہو گی، عطاء نے بتایا: اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھے اور اپنے ہاتھوں کو حرکت دی (یعنی ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ اس طرح منی ٹپک رہی ہوگی)، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: "بے شک تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ نیکی کرنے والا ہوں، اور اگر میرے پاس قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی اسی طرح احرام کھول دیتا جس طرح تم احرام کھول رہے ہو، سو تم احرام کھول دو، اگر میں اس بات کی طرف پہلے متوجہ ہو جاتا جس کی طرف بعد میں متوجہ ہوا ہوں تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لیتا" (یعنی قران نہ کرتا) پس ہم نے احرام کھول دیا اور ہم نے آپ کا خطاب سنا اور ہم نے آپ کی اطاعت کی۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۰، سنن نسائی: ۲۸۰۵، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۸، سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۰، مسند احمد: ۱۴۰۰۰)

صحیح البخاری: ۷۳۶۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا جس کے ساتھ عمرہ نہیں تھا"۔

یہ اس پر محمول ہے کہ جس طرح انہوں نے ابتداء کی تھی پھر بعد میں انہیں اجازت دی گئی کہ عمرہ کو حج پر داخل کر دیں اور پھر بعد میں حکم دیا کہ حج کے احرام کو عمرہ کی طرح فسخ کر دیں تو صحابہ کی تین قسمیں ہو گئیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بعض ہم میں سے وہ تھے جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا اور بعض ہم میں سے وہ تھے جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولم يعزم عليهم" یعنی آپ نے وثوق اور عزم کے ساتھ نہیں فرمایا تھا کہ تم اپنی بیویوں سے جماع کرو، کیونکہ یہ امر جس کا ذکر کیا گیا ہے اباحت کے لیے تھا، اسی لیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے ان کی بیویوں کو حلال کر دیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فنأتي عرفة تقطر مذاكيرنا المذي" یعنی ہم اس حال میں میدان عرفہ میں جائیں گے کہ ہمارے آلات تناسل سے مذی ٹپک رہی ہوگی۔ اور المستملی کی روایت میں منی کا لفظ ہے یعنی ہم میں سے کوئی ایک منی کی طرف اس حال میں جائے گا کہ اس کے ذکر سے منی ٹپک رہی ہوگی، اور منیٰ کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ وہ عرفات کی طرف جانے سے پہلے منیٰ کی طرف جاتے ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "ویقول جابر بیدہ ھکذا وحرکھا" یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کو جھکایا، اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی ہتھیلی سے اشارہ کیا، علامہ کرمانی نے کہا: یہ اشارہ قطرے ٹپکنے کی کیفیت کو بیان کرنے کے لیے ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اشارہ قطرے ٹپکنے کے محل کی طرف ہو، اور اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ گویا کہ میں ان کے ہاتھ کی طرف دیکھ رہا تھا وہ اپنے ہاتھ کو حرکت دے رہے تھے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۵۔۴۸۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

(میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کو یہ دشوار لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے احرام پر قائم ہوں اور آپ جماع سے مجتنب ہوں اور ہمیں جب جماع کرنے کی اجازت دے دی ہے اور ہم ان ایام میں جماع کریں گے تو ہمارے ذکروں سے منی گر رہی ہوگی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے محروم رہیں گے، تو انہوں نے اپنے رنج کا اظہار اس طرح سے کیا کہ ہم منیٰ میں اس حال میں جائیں گے کہ ہمارے ذکروں سے منی گر رہی ہوگی، یہ انہوں نے از روئے مبالغہ کہا ورنہ ظاہر ہے کہ جماع کرنے کے فوراً بعد تو منیٰ کی طرف وہ نہ جاتے بلکہ جماع سے فارغ ہو کر غسل کرنے کے بعد منیٰ کی طرف جاتے لیکن شدتِ رنج کی وجہ سے انہوں نے مبالغۃً اس طرح کہا۔ سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۷۳۶۷، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نہی کے صیغہ کے مدلول کے متعلق فقہاء کے اقوال

اس باب میں ائمہ کا اختلاف ہے، پس علامہ ابن الباقلانی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک نہی کا صیغہ تحریم اور ایجاب پر دلالت کرتا ہے اور یہ اکثر علماء کا قول ہے، اور اصحابِ مالک اور اصحابِ ابوحنیفہ اور اصحابِ شافعی اور اہل ظاہر کی جماعت اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ کسی چیز سے نہی اور ممانعت اس چیز کے فساد پر دلالت کرتی ہے جس سے منع کیا جائے۔

علامہ ابن بطال مالکی فرماتے ہیں: یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک نہی اور ممانعت کا صیغہ تحریم اور ایجاب پر محمول ہے اور اسی طرح اکثر فقہاء کا امر اور حکم کے متعلق قول ہے، اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ امر کا صیغہ مامور کو واجب کرنے پر دلالت کرتا ہے سوا اس کے کہ کوئی دلیل اس پر قائم ہو کہ وہ مستحب ہے، اور ابوتمام نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک امر وجوب پر محمول ہوتا ہے اور امام بخاری کا بھی اس باب میں یہی مذہب ہے کہ نہی اور امر دونوں وجوب پر دلالت کرتے ہیں، یعنی نہی کا صیغہ ممانعت کے وجوب پر اور فعل کے ترک کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور امر کا صیغہ فعل کے وجوب پر دلالت کرتا ہے سوا اس کے کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم ہو، اور اشعریہ کا مذہب یہ ہے کہ نہی کا صیغہ تحریم کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ اس میں توقف کیا جائے گا حتیٰ کہ کسی دلیل سے اس کا حکم ظاہر ہو۔

علامہ ابن الطیب نے کہا ہے: یہ فقہاء کی ایک جماعت ہے اور اکثر اصحابِ شافعی نے یہ کہا ہے کہ امر کا صیغہ فعل کے استحباب کے لیے موضوع ہے اگر اس کے ساتھ کوئی ایسی دلیل مقترن ہو جو اس کے ترک کی کراہیت پر دلالت کرتی ہو یعنی اس کے ترک پر مذمت ہو یا عذاب کی وعید ہو تو پھر وہ واجب ہوگا، اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے، امام شافعی نے اس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ (البقرہ: ۲۸۲) اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس آیت میں گواہ بنانے کا حکم بطور استحباب ہے۔
علامہ ابن الطیب نے کہا کہ امام شافعی کی بعض عبارات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کا مذہب توقف ہے اور امام ابوالحسن الاشعری اور اکثر فقہاء اور متکلمین نے کہا کہ امر کا صیغہ دونوں باتوں کا احتمال رکھتا ہے، ابن الطیب نے کہا: ہم بھی یہی کہتے ہیں۔
اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نہی تحریم پر دلالت کرتی ہے اور یہ لغت کے اعتبار سے اس کا تقاضا ہے، کیونکہ جس شخص نے وہ کام کیا جس سے اس کو منع کیا گیا تھا تو وہ نافرمانی کے اسم کا مستحق ہوتا ہے، کیونکہ صرف اسی کام سے منع کیا جاتا ہے جو قبیح ہوتا ہے اور امت نے محض اللہ تعالیٰ کے منع کرنے اور اس کے رسول کے منع کرنے سے نہی کے صیغہ سے زنا کی تحریم کو سمجھا ہے اور محرمات سے نکاح کی تحریم کو اور دو بہنوں کو جمع کرنے کی تحریم کو، اور اس کے سوا اور تحریم پر کوئی دلیل نہیں ہے۔
علامہ ابوتمام نے کہا کہ امر کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مطلقاً امر کا ذکر کیا اور کسی قرینہ کے ساتھ نہیں ملایا، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا، پس معلوم ہوا کہ امر کا اطلاق اس کے وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور اگر اسے کسی قرینہ کی ضرورت ہوتی تو قرینہ اس کے ساتھ ملایا جاتا۔
اور عرب قرائن کو نہیں پہچانتے، یہ وہ چیز ہے جس کو متاخر متکلمین نے ایجاد کیا ہے، پس یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ لفظِ امر کی لغت میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی اور وہ قرینہ کا محتاج ہوتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ (النور: ٦٣)
سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے O

پس اس آیت میں امر کی مخالفت پر جو وعید ذکر کی گئی ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ امر وجوب کے لیے ہے۔
اور جو لوگ کہتے ہیں کہ امر میں توقف کرنا چاہیے اور دلیل کو طلب کرنا چاہیے، ان کی حجت یہ ہے کہ امر سے کئی معانی کا ارادہ کیا جاتا ہے، پس ضروری ہے کہ اس میں غور کیا جائے کہ یہاں کون سا معنی مراد ہے، اگر کسی قرینہ سے کوئی معنی ثابت ہو جائے تو اس پر محمول کیا جائے گا ورنہ ظاہر یہ ہے کہ امر کو وجوب پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ جب کوئی کہنے والا کہتا ہے: یہ کام کرو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اگر تم چاہو تو یہ کام کرو سوا اس کے کہ یہاں کوئی ایسا قرینہ ہو جو تخییر پر دلالت کرے اور جب یہ قرینہ نہ ہو تو پھر امر کو وجوب پر محمول کیا جائے گا۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب میں جو آثار اور احادیث ذکر کیے ہیں وہ اس قول کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو احرام کھولنے کا حکم دیا اور اپنی بیویوں سے جماع کرنے کا حکم دیا تو آپ نے یہ واضح کیا کہ ان کو اپنی عورتوں کے ساتھ جماع کا حکم دینا بطور عزم کے نہیں ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ان مردوں کا اپنی عورتوں سے جماع کرنا واجب ہوتا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا اور یہ ممانعت عزم اور تحریم کی نہیں تھی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کو اپنے پاس سے اٹھنے کا حکم دیا تو یہ حکم بھی وجوب کے لیے نہیں تھا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کو ترک کرنے کے متعلق اس وجہ سے تھی کہ آپ پر درد کا غلبہ تھا، کیونکہ ان کو یہ علم تھا اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مومنین کی جماعت کو یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کردیا، پس یہ وہم کرنا جائز نہیں ہے کہ یہاں پر کوئی ایسی چیز باقی تھی کہ جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کرنی تھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے:

يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ۔ (المائدہ:۶۷)

اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے، اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا۔

پس اس سے یہ واضح ہو گیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ "میں تمہیں ایسی کتاب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو" یہ اسی پر محمول ہے جس کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا تھا۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۰۵۔۴۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۳۶۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ الْمُزَنِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ صَلُّوا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از الحسین از ابن بریدہ، انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ المزنی نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھو، اور تیسری مرتبہ فرمایا: جو چاہے، اس کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کہ لوگ مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کو سنت قرار دیں۔

(صحیح البخاری: ۱۱۸۳، ۷۳۶۸، سنن ابوداؤد: ۱۲۸۱، مسند احمد: ۲۰۰۲۹)

صحیح البخاری: ۷۳۶۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے ان الفاظ میں ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغرب سے پہلے نماز پڑھنا اس کے لیے ہے جو چاہے" اس میں یہ اشارہ ہے کہ امر کی حقیقت وجوب ہے مگر جب کوئی قرینہ اس پر دلالت کرے کہ فعل اور ترک کے درمیان اختیار ہے تو پھر وجوب کے لیے نہیں ہوگا اور آپ کا ارشاد "لمن شاء" اس طرف اشارہ ہے کہ ان الفاظ نے امر کو وجوب پر محمول کرنے سے ہٹا دیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کراهية" یعنی اس کو مکروہ قرار دیتے ہوئے کہ لوگ مغرب سے پہلے نماز کو سنت بنا لیں گے، یعنی طریقہ لازمہ بنالیں گے کہ جس کو ترک کرنا جائز نہ ہو یا سنتِ مؤکدہ بنالیں گے کہ اس کا ترک کرنا مکروہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ مغرب کی نماز جلدی پڑھی جائے، اسی وجہ سے برصغیر کے جن علاقوں میں فقہاء احناف کی اکثریت ہے وہاں پر مغرب کی اذان کے بعد دو رکعت سنت پڑھنے کا رواج نہیں ہے، لیکن حرمین طیبین میں مغرب کی اذان ہوتے ہی مسجد حرام اور مسجد نبوی میں سب لوگ کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں، لیکن چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنت نہیں قرار دیا اور فرمایا "جو چاہے" تو اس وجہ سے فقہاء احناف کے لیے یہ گنجائش ہے کہ وہ مغرب کی اذان کے بعد نماز سے پہلے دو رکعت نماز نہ پڑھیں، سو ہمارے علاقوں میں یہی رواج ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نہیں پڑھی جاتیں، لیکن اگر یہ دو رکعت پڑھی جائیں جیسے حرمین طیبین میں پڑھی جاتی ہیں تو بہتر ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۲۸۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ (الشوریٰ:۳۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور ان کے کام باہمی مشوروں سے ہوتے ہیں"۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بیان میں ہے "اور ان کے کام باہمی مشوروں سے ہوتے ہیں"۔

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ (آل عمران:۱۵۹) اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ لیں۔

صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کے حکم دینے کی حکمتیں

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے، پس ایک جماعت نے کہا کہ جنگ کی سازشوں میں اور جب دشمن سے مقابلہ ہو تو آپ اپنے اصحاب سے مشورہ کریں تاکہ آپ کے اصحاب کی دلجوئی ہو اور ان کو اپنے دین پر الفت ہو اور تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ ان کی بات سنی جاتی ہے اور ان سے مدد حاصل کی جاتی ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وحی کے سبب سے اصحاب کی رائے سے مستغنی کر دیا، یہ قتادہ، ربیع اور ابن اسحاق کی تفسیر ہے۔

اور دوسری جماعت نے کہا: جن معاملات میں آپ کے پاس وحی نازل نہیں ہوئی، ان میں آپ اپنے اصحاب سے مشورہ کریں تاکہ آپ انہیں بتائیں کہ درست رائے کس کی ہے۔

اور حسن اور الضحاک سے روایت ہے، ان دونوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ آپ کو ان کی رائے کو جاننے کی ضرورت تھی، آپ نے صرف یہ ارادہ کیا کہ آپ اپنے اصحاب کو تعلیم دیں کہ مشورہ کرنے میں کتنی فضیلت ہے۔

اور دوسروں نے کہا: آپ کو مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے حالانکہ آپ ان کے مشورہ سے مستغنی تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود آپ کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور آپ کے معاملات کا انتظام کرتا ہے، تو مشورہ کرنے کا حکم اس لیے دیا تاکہ بعد والوں کے لیے مشورہ کرنا سنت ہو جائے اور جن امور کے متعلق قرآن مجید کی آیت نازل نہیں ہوئی ہے، ان میں مشورہ کر کے لوگ آپ کی اقتداء کریں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الثوری نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مشورہ کرنے کو متعدد جگہ سنت قرار دیا، آپ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے غزوۂ بدر کے قیدیوں کے متعلق مشورہ کیا اور آپ نے اپنے اصحاب سے حدیبیہ کے دن مشورہ کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ" اس کی تفسیر میں امام بخاری نے "الادب المفرد" میں اور امام ابن ابی حاتم نے سندِ قوی کے ساتھ حسن بصری سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا: جس قوم نے جب بھی مشورہ کیا تو اللہ تعالیٰ ان کو اس سے افضل چیز کی ہدایت دیتا ہے جو ان کے سامنے ہو، اور ایک عبارت یوں ہے کہ جو قوم مشورہ کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو نیکی کی ہدایت دیتا ہے یا اس چیز کی ہدایت دیتا ہے جس میں ان کا نفع ہوتا ہے۔

اور دوسری آیت یعنی "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ" اس کی تفسیر میں امام ابن ابی حاتم نے سندِ حسن کے ساتھ حسن بصری سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ آپ کو صحابہ کے مشورہ کی ضرورت نہیں، لیکن آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کے بعد مشورہ کرنے کی سنت قائم ہو جائے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو نبی ﷺ سے زیادہ اپنے اصحاب سے مشورہ کرتا ہو۔ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں مگر اس کی سند منقطع ہے۔

اور "کتاب الشروط" میں حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس قوم کے متعلق مجھے مشورہ دو" اور اس میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا جواب ہے اور یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل کیا جس کا حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے مشورہ دیا تھا اور صلح حدیبیہ میں یہ حدیث بہت طویل ہے۔

امام بخاری نے بیان کیا:

وَاَنَّ الْمُشَاوَرَةَ قَبْلَ الْعَزْمِ وَالتَّبَيُّنِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: یعنی عزم اور بیان سے پہلے مشورہ کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران: ۱۵۹) "اور جب آپ (کسی کام کا) عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کریں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جب میں آپ کو ہدایت دے دوں تو آپ کسی دوسرے کی طرف رجوع نہ کریں، گویا کہ مشاورت اس وقت مشروع ہے جب عزم نہ ہوا اور یہ واضح ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ کس چیز میں مشاورت کے متعلق حکم ہے، پس ایک قول یہ ہے کہ ہر اس چیز میں مشورہ کریں جس میں کوئی نصِ صریح وارد نہیں ہوئی، دوسرا قول یہ ہے کہ فقط دنیاوی امر میں مشورہ کریں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف جنگ کے ان معاملات میں مشورہ کرتے تھے جن کے متعلق کوئی حکم وارد نہ ہوا ہو، اور انہوں نے کہا: جس کا یہ زعم ہے کہ رسول اللہ ﷺ احکام میں مشورہ کرتے تھے تو اس نے عظیم غفلت کی اور غیر احکام میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسا اوقات آپ دوسروں کی رائے قبول کرتے یا ان کا مشورہ سنتے۔

اور دوسروں نے کہا: اگرچہ اس آیت کے الفاظ عام ہیں لیکن اس سے مراد مخصوص چیزیں ہیں کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرائض احکام میں صحابہ سے مشورہ نہیں فرماتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس پر اعتراض ہے، کیونکہ امام ترمذی نے سندِ صحیح کے ساتھ اور امام ابن حبان نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ (المجادلہ: ۱۲)

اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کرنے کا ارادہ کرو، تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ کیا کرو، یہ تمہارے لیے بہت اچھا اور نہایت پاکیزہ ہے، پس اگر تم کو کچھ نہ ملے (تو غم نہ کرو) بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ایک دینار صدقہ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: ایک دینار کی لوگ طاقت نہیں رکھیں گے، آپ نے فرمایا: پھر نصف دینار؟ میں نے کہا: اس کی بھی لوگ طاقت نہیں رکھیں گے، آپ نے پوچھا: پھر کتنا صدقہ دیا جائے؟ میں نے کہا: ایک جَو، آپ نے فرمایا: تم تو دنیا سے بہت بے رغبتی کرنے والے ہو، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ (المجادلہ: ۱۳)

کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے سے گھبرا گئے، پس جب تم نے (صدقہ) نہ کیا اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی، پس تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O

تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت سے تخفیف کر دی، پس اس حدیث میں بعض احکام میں مشاورت کرنے کا ثبوت ہے۔

علامہ السہیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مشورہ کرنا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مخصوص تھا، شاید کہ علامہ سہیلی نے اس کو کلبی کی تفسیر سے حاصل کیا ہے، پھر میں نے اسد بن موسیٰ کی فضائل صحابہ میں اس کی سند پائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اگر تم دونوں کسی ایک چیز پر متفق ہو تو میں تمہارے خلاف کسی سے مشورہ نہیں کروں گا، اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی وادی میں سونے کے متعلق جو حدیث ہے اس میں آپ کا یہ ارشاد ہے: "اگر تم ابوبکر اور عمر کی اطاعت کرو گے تو تم ہدایت پر رہو گے" لیکن ان دونوں حدیثوں میں تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

فَاِذَا عَزَمَ الرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَكُنْ لِبَشَرٍ التَّقَدُّمُ عَلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزم فرمالیں تو کسی بشر کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر مقدم ہونا جائز نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ کرنے کے بعد جب کسی کام کے کرنے پر عزم فرمالیں اور اس کام میں شروع ہو جائیں تو کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کے خلاف مشورہ دے، کیونکہ آیتِ حجرات میں اللہ اور اس کے رسول پر مقدم ہونے سے منع فرمایا ہے، اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی امر ثابت ہو تو کسی کے لیے اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے اور آپ کی مخالفت کرنے میں کسی حیلہ سے کام نہ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ (النور: ۶۳)

سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے O

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَشَاوَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُحُدٍ فِي الْمُقَامِ وَالْخُرُوْجِ فَرَأَوْا لَهُ الْخُرُوْجَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ مدینہ میں ٹھہر کر لڑیں یا مدینہ سے باہر نکل کر لڑیں تو صحابہ کی رائے یہ تھی کہ باہر نکل کر کفار سے لڑیں۔

یہ امام بخاری کے عنوان کی مثال ہے کہ آپ نے مشورہ کیا، پھر عزم کر لیا اور اس سے رجوع نہیں کیا، اور امام بخاری نے جتنی مقدار یہاں ذکر کی ہے وہ ایک طویل قصہ سے اختصار ہے اور وہ طویل قصہ صحیح البخاری میں کسی اور جگہ مذکور نہیں ہے، اور تحقیق امام طبرانی نے اس قصہ کی روایت کی ہے اور امام حاکم نے عبد اللہ بن وہب از عبد الرحمٰن بن ابی الزناد از والد خود از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی روایت کی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن اپنی وہ تلوار نکالی جو آپ کو مالِ غنیمت سے ملی تھی اور اسی تلوار کے متعلق آپ نے غزوۂ احد میں خواب دیکھا تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب غزوۂ احد میں مشرکین حملہ کرنے کے لیے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ آپ مدینہ میں ٹھہریں اور ان سے مدینہ میں قتال کریں، پس ان صحابہ نے کہا جو بدر میں حاضر نہیں تھے: یا رسول اللہ! ہمیں ان کے مقابلہ میں لے جائیں، ہم ان سے احد پہاڑ کے پاس لڑیں گے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہم کو وہ فضیلت ملے گی جو اہلِ بدر کو فضیلت ملی تھی، پھر وہ مسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی کہتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زِرہ پہن لی، جب آپ نے زرہ پہن لی تو وہ صحابہ نادم ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! آپ ٹھہریں، جو آپ کی رائے ہے وہی کریں تو آپ نے فرمایا: کسی نبی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جنگ کے ہتھیار پہننے کے بعد ان کو اتار دے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ فرما دے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار پہننے سے پہلے ان سے ذکر کیا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں تو میں نے اس کی تعبیر مدینہ سے لی، اس حدیث کی سند حسن ہے۔

اور امام احمد اور الدارمی اور امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہوں اور میں نے دیکھا کہ گائے کو نحر کیا جا رہا ہے تو میں نے مضبوط زرہ سے مدینہ کی تعبیر لی۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَلَمَّا لَبِسَ لَأْمَتَهُ وَعَزَمَ قَالُوا أَقِمْ فَلَمْ يَمِلْ إِلَيْهِمْ بَعْدَ الْعَزْمِ وَقَالَ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ يَلْبَسُ لَأْمَتَهُ فَيَضَعُهَا حَتَّى يَحْكُمَ اللهُ۔

پس جب آپ نے اپنے ہتھیار پہن لیے اور مدینہ سے باہر نکلنے کا عزم کر لیا تو صحابہ نے کہا: یہیں ٹھہریں، تو آپ نے عزم کرنے کے بعد ان کی طرف توجہ نہیں کی اور فرمایا: کسی نبی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب وہ اپنے ہتھیار پہن لے تو پھر ان ہتھیاروں کو اتار دے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دے۔

اس تعلیق میں "لامتہ" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: زرہ، اور دوسرا قول ہے کہ اس کا معنی ہے: زرہ، خود اور دوسرے ہتھیار۔ اور جب پورے ہتھیار پہن لیے جائیں تو دشمن سے لڑنے کی تیاری ہو جاتی ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَشَاوَرَ عَلِيًّا وَأُسَامَةَ فِيمَا رَمَى بِهِ أَهْلُ الْإِفْكِ عَائِشَةَ فَسَمِعَ مِنْهُمَا حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ فَجَلَدَ الرَّامِينَ۔

اور جب تہمت لگانے والوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو آپ نے حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ لیا اور ان کا مشورہ سنا حتیٰ کہ قرآن مجید کی آیات نازل ہو گئیں، پھر آپ نے تہمت لگانے والوں کو کوڑے مارے۔

علامہ ابن بطال نے القابسی سے نقل کیا ہے کہ "منھما" کی ضمیر حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کی طرف لوٹتی ہے، رہا تہمت لگانے والوں کو کوڑے مارنا تو اس میں انہوں نے کسی سند کو بیان نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

میں کہتا ہوں: ان سے مشورہ کی اصل روایت امام بخاری نے اس باب میں اختصار کے ساتھ ذکر کی ہے اور تہمت لگانے کا قصہ پوری تفصیل کے ساتھ سورۂ نور کے اندر ذکر کیا گیا ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "آپ نے ان دونوں کی بات سنی" اور ان کی پوری بات پر عمل نہیں کیا حتیٰ کہ وحی نازل ہو گئی، رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ، تو انہوں نے اشارہ کیا تھا کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے الگ ہو جائیں اور کہا: ان کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں، اور ان کے عذر کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اور رہے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، تو انہوں نے اس کی نفی کی کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سوائے خیر کے اور کوئی بات نہیں جانتے، پس آپ نے اس پر عمل نہیں کیا جس کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا تھا کہ آپ اپنی اہلیہ سے الگ ہو جائیں۔ اور ان کے اس قول پر عمل کیا کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی یعنی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے سوال کریں، اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا اور اپنی اہلیہ سے الگ نہیں ہوئے، لیکن آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے والد کے گھر جانے کی اجازت دے دی، رہا اس تعلیق میں مذکور ہے کہ آپ نے تہمت لگانے والوں کو کوڑے مارے، تو صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں جو تہمت کی حدیث ہے اس میں اس کا ذکر نہیں ہے، اور امام احمد اور اصحاب السنن نے اس کو اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: جب میری براءت نازل ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے تہمت لگانے والوں کو بلایا اور ان پر حد جاری کی، اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: پس آپ نے دو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مردوں اور ایک عورت کو کوڑے مارنے کا حکم دیا، پھر ان پر حد جاری کی گئی، اور سنن ابوداؤد کی روایت میں ان کے نام مذکور ہیں وہ حضرت مسطح بن اثاثہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم ہیں، اور کتاب التفسیر میں حدیثِ اِفک میں اس پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔

جن مسلمانوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی ان پر حد جاری کرنے کا قصہ

میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے اوپر حد جاری کرنے کا قصہ اس حدیث میں مذکور ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے میرا عذر نازل فرمادیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے ان آیات کی تلاوت کی، پھر جب آپ منبر سے اترے تو آپ نے دو مردوں اور ایک عورت کو کوڑے مارنے کا حکم دیا، پس ان کو کوڑے مارے گئے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۷۴، سنن ترمذی: ۳۱۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۷)

نیز امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: آپ نے دو مردوں اور ایک عورت کو کوڑے مارنے کا حکم دیا جنہوں نے یہ بری بات کہی تھی، وہ حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہما ہیں، اور النفیلی نے کہا، وہ کہتے ہیں کہ عورت حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۷۵)

عبداللہ بن ابی پر حد جاری نہ کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی پر حدِ قذف جاری نہیں کی، حالانکہ اس تہمت کا بانی مبانی وہی تھا، کیونکہ اس کا بہت بڑا گروہ اور جتھہ تھا اور یہ ۴ ہجری کا واقعہ ہے، اس وقت مسلمانوں کی زیادہ بڑی تعداد نہیں تھی، اگر آپ اس پر حد جاری کرنے کا حکم دیتے تو عبداللہ بن ابی کے حامی اس کی مخالفت کرتے اور بہت بڑا فتنہ ہوجاتا، اس سے معلوم ہوا کہ فتنہ سے بچنے کے لیے کسی برحق کام سے بھی اعراض اور اغماض کرلینا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۳۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اختیار دیا تھا کہ کسی مصلحت کی بناء پر کسی شخص پر اجرائے حد کو ترک فرمادیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور کو یہ اختیار حاصل نہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَى تَنَازُعِهِمْ وَلَكِنْ حَكَمَ بِمَا أَمَرَهُ اللهُ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے تنازع کی طرف توجہ نہیں کی اور جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اس کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

اس سے مراد حضرت اسامہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا تنازع ہے، علامہ کرمانی نے کہا: قیاس یہ ہے کہ "تنازعهما" مذکور ہوتا، مگر اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ جمع کے کم سے کم افراد دو ہوتے ہیں، یا جمع سے مراد ان دونوں کا اور ان کے ہمنواؤں کا اور ان کے موافقین کا ارادہ کیا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے قصہ میں یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہم کو بلایا، پس گویا کہ امام بخاری نے جو یہاں پر "تنازعهم" کہا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے تو اس میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کی طرف ملا دیا ہے، لیکن اس پر بعض علماء نے یہ اشکال کیا ہے کہ حدیثِ صحیح میں جو اس قصہ کا سیاق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اس وقت حاضر نہیں تھیں، کیونکہ حدیث میں ہے: "آپ نے ان کو بلوایا"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تنازع سے مراد ہے مذکورین کا اختلاف، اور وہ اس سے عام ہے کہ وہ مذکورین جمع ہوں یا متفرق ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری کی مراد یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصۂ افک میں فریقین میں سے کسی کے تنازع کی طرف التفات نہیں کیا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَكَانَتْ الْأَئِمَّةُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَشِيرُونَ الْأُمَنَاءَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْأُمُورِ الْمُبَاحَةِ لِيَأْخُذُوا بِأَسْهَلِهَا

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ائمہ اہلِ علم سے امین لوگوں سے مباح امور میں مشورہ لیتے تھے تاکہ جو زیادہ سہل اور آسان ہو اس کے مطابق عمل کریں۔

فَإِذَا وَضَحَ الْكِتَابُ أَوِ السُّنَّةُ لَمْ يَتَعَدَّوْهُ إِلَى غَيْرِهِ اقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ ﷺ۔

پس جب کتاب یا سنت سے کوئی حکم واضح ہوجاتا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کے سبب سے اس سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔

یعنی ائمہ اس وقت مشورہ کرتے تھے جب کسی پیش آمدہ مسئلہ میں کوئی نص معین نہ ہو اور وہ مسئلہ اصلِ اباحت پر ہو، پس امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ جس امر میں کام کے کرنے اور کام کو چھوڑنے کا ایک احتمال ہو اس میں مشورہ کرتے تھے اور جس مسئلہ میں کسی حکم کے متعلق کوئی نصِ صریح ہوتی اس میں مشورہ نہیں کرتے تھے، اور امام بخاری نے کہا ہے "اہلِ علم سے امین لوگوں سے مشورہ کرتے تھے" تو یہ صفتِ موضحہ ہے، کیونکہ جو امین نہ ہو اس سے مشورہ نہیں لیا جاتا اور نہ اس کی بات کی طرف التفات کیا جاتا ہے، اور اس تعلیق میں کہا "جو زیادہ سہل ہو اس پر عمل کرتے تھے" کیونکہ حدیث میں عام حکم ہے کہ آسان اور سہل حکم پر عمل کیا جائے اور ایسا حکم جس سے مسلمانوں پر مشقت داخل ہو، اس سے منع فرمایا ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ حاکم کو مشورہ لینے کا اس لیے حکم دیا ہے تاکہ مشورہ دینے والا حاکم کو اس چیز پر متنبہ کرے جس چیز سے حاکم نے غفلت کی ہے اور جو حکم حاکم کے ذہن میں حاضر نہیں ہے، اس پر دلالت کرے، یہ مطلب نہیں ہے کہ حاکم مشورہ دینے والے کے قول کی تقلید کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو یہ مرتبہ نہیں دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ائمہ کے مشورہ کرنے کے متعلق بہ کثرت احادیث ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے قتال کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا، امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور امام بیہقی نے سندِ صحیح کے ساتھ از میمون بن مہران روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی معاملہ آتا تو پہلے وہ کتاب اللہ میں غور کرتے، پس اگر اس میں ان کو حکم مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے، اور اگر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے کوئی حکم مل جاتا تو وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتے، اور اگر کتاب وسنت میں انہیں کوئی حکم نہ ملتا تو پھر مسلمانوں سے سنت کے متعلق سوال کرتے، پس اگر کوئی اس مسئلہ کے متعلق سنت نہ بتا سکتا تو آپ مسلمانوں میں سے اکابر اور علماء کو بلاتے اور ان سے مشورہ لیتے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۲) اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی اس طرح کرتے تھے، اور عنقریب گزرا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے مشورہ سے خمر کی حد مقرر کی، اس کا ذکر کتاب الحدود میں ہو چکا ہے۔

(۳) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت کے اسقاط حمل کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا، اس کا ذکر کتاب الدیات میں ہو چکا ہے۔

(۴) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں سے قتال کرنے کے متعلق مشورہ کیا، اس کا ذکر کتاب الجہاد میں ہو چکا ہے۔

(۵) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار سے پھر قریش سے مشورہ کیا جب انہوں نے شام میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور انہیں خبر پہنچی تھی کہ طاعون شام میں واقع ہو چکا ہے، اور یہ پوری تفصیل کے ساتھ کتاب الطب میں گزر چکا ہے۔

(۶) قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ ایک مرد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کسی مسئلہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کرو، اس نے کہا: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا، ان کو کسی مسئلہ میں اشکال ہوا تو انہوں نے کہا: یہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ طلب کرتے تھے کہ کسی مشکل کے وقت ابوالحسن یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔

(۷) اور صحابہ نے لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کرنے کے متعلق مشورہ کیا، اس کو ابن ابوداؤد نے کتاب المصاحف میں بیان کیا۔

(۸) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام مصاحف کو ایک مصحف کے مطابق جمع کیا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَرَأَى أَبُو بَكْرٍ قِتَالَ مَنْ مَنَعَ الزَّكَاةَ فَقَالَ عُمَرُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَإِذَا قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ مَا جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ تَابَعَهُ بَعْدُ عُمَرُ فَلَمْ يَلْتَفِتْ أَبُو بَكْرٍ إِلَى مَشُورَةٍ إِذْ كَانَ عِنْدَهُ حُكْمُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي الَّذِينَ فَرَّقُوا بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَأَرَادُوا تَبْدِيلَ الدِّينِ وَأَحْكَامِهِ۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں ان سے قتال کیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ان سے کیسے قتال کریں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں: لا الٰہ الا اللہ، پس جب وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیں تو وہ مجھ سے اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو محفوظ کر لیں گے سوا اللہ تعالیٰ کے حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور ان سے قتال کروں گا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمع کیے ہوئے مال میں فرق کیا، پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ وہی بات کہی، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ کی طرف التفات نہیں کیا جس کے متعلق ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا، ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا اور دین اور اس کے احکام کو تبدیل کرنے کا ارادہ کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو اقتداء بالسلف کے باب میں گزر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چکی ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنا دین تبدیل کیا، پس اس کو قتل کر دو۔

امام بخاری نے یہاں پر اس حدیث کو بطور تعلیق ذکر کیا ہے، اور یہ حدیث کتاب المحاربین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سندِ موصول کے ساتھ گزر چکی ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَشُورَةِ عُمَرَ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

اور قرآن مجید کے قاری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دینے والے اصحاب تھے خواہ وہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان ہوں، اور وہ اللہ عزوجل کی کتاب کے پاس بہت زیادہ رکنے والے تھے۔

یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی ایک طرف ہے جو حُر بن قیس اور ان کے چچا عیینہ بن حصن کے قصہ سے متعلق ہے، اور اس کا عنقریب ''الاقتداء بالسلف'' کے باب میں ذکر ہو چکا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۷۔۴۹۰، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۷۳۶۹۔ حَدَّثَنَا الْأُوَيْسِيُّ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا قَالَتْ وَدَعَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رضی الله عنهم حِينَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْأَلُهُمَا وَهُوَ يَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ بِالَّذِي يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ وَأَمَّا عَلِيٌّ فَقَالَ لَمْ يُضَيِّقِ اللهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ فَقَالَ هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يَرِيبُكِ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَمْرًا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الاویسی عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ اور ابن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، جب ان سے تہمت لگانے والوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کو اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو بلایا جب وحی کے نزول میں تاخیر ہو گئی تھی، آپ ان دونوں سے سوال کرتے تھے اور اپنی اہلیہ کو علیحدہ کرنے کے متعلق ان سے مشورہ لیتے تھے، پس رہے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ تو انہوں نے اسی چیز کی طرف اشارہ کیا جو وہ آپ کی اہلیہ کی پاک دامنی کے متعلق جانتے تھے، اور رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی ہے، اور ان کے سوا اور بہت عورتیں ہیں، آپ ان کی باندی سے سوال کیجئے تو وہ آپ کو سچ سچ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَذَاهُ فِي أَهْلِي وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا فَذَكَرَ بَرَاءَةَ عَائِشَةَ وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ۔

بتائیں گی، پس آپ نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تمہیں شک میں ڈالے؟ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں دیکھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم سن لڑکی ہیں، اپنے گھر والوں کا آٹا گوندکر سو جاتی ہیں، پھر بکری آتی ہے اور وہ آٹا کھا جاتی ہے، پس آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے اس شخص کے متعلق کون معذور قرار دے گا جس کی میرے گھر والوں کے متعلق ایذاء مجھے پہنچی ہے؟ اور اللہ کی قسم! میں اپنی اہلیہ پر سوائے نیکی کے اور کوئی چیز نہیں جانتا، پس آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اور پاک دامنی کو بیان فرمایا۔

اور ابواسامہ نے کہا از ہشام۔

(صحیح البخاری: ۷۲۶۳، صحیح مسلم: ۲۷۷۰، مسند احمد: ۲۵۰۹۵)

صحیح البخاری: ۷۳۶۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی اختصار سے روایت

امام بخاری نے "حدیث الافک" کی ایک طرف کو ذکر کیا ہے اور یہ تفصیل کے ساتھ "کتاب المغازی" میں گزر چکی ہے۔ اور امام بخاری نے یہاں پر اس مقام کی ضرورت کے اعتبار سے اقتصار کیا ہے اور وہ حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ کرنا ہے، اور اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اور پاک دامنی کو بیان فرمایا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۹۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی تصریح

میں کہتا ہوں کہ اس تعلیق میں یہ ذکر تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن مجید پڑھنے والوں سے مشورہ لیتے تھے خواہ وہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان ہوں، تو اس کے موافق امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی اتنی مقدار روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اہلیہ سے فراق سے متعلق حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ اور بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اور پاک دامنی کو بیان کیا کہ میں اپنی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر اور نیکی کے اور کوئی بات نہیں جانتا۔ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بعض مخالفین کا یہ کہنا غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم نہیں تھا، کیونکہ رسول اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ "میں اپنی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر اور نیکی کے اور کوئی بات نہیں جانتا"۔ (سعیدی غفرلہ)

٧٣٧٠ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ الْغَسَّانِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ مَا تُشِيرُونَ عَلَيَّ فِي قَوْمٍ يَسُبُّونَ أَهْلِي مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُوءٍ قَطُّ وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ لَمَّا أُخْبِرَتْ عَائِشَةُ بِالْأَمْرِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَنْطَلِقَ إِلَى أَهْلِي فَأَذِنَ لَهَا وَأَرْسَلَ مَعَهَا الْغُلَامَ وَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ۔

(صحیح البخاری: ٤٧٦٣، صحیح مسلم: ٢٧٧٠، مسند احمد: ٢٥٠٩٥)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی زکریاء الغسانی نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا، پس اللہ عزوجل کی حمد وثنا کی اور فرمایا: تم اس قوم کے متعلق مجھے کیا مشورہ دیتے ہو جو میری اہلیہ کو برا کہتے ہیں، میں نے ان پر سوائے نیکی کے اور کسی چیز کو نہیں جانا، اور عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اجازت عطا فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس جاؤں تو آپ نے اجازت عطا فرما دی، اور ان کے ساتھ ایک لڑکے کو بھیجا اور انصار کے ایک مرد نے کہا: اے اللہ! تو پاک ہے، ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم اس معاملہ میں کوئی بات کہیں، اے اللہ تو پاک ہے، یہ بہتانِ عظیم ہے۔

صحیح البخاری: ٧٣٧٠، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی ہوئی تہمت کے متعلق صحابہ کرام کے مشورے

اس حدیث میں مذکور ہے "ماتشیرون علی" یعنی تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟، اس روایت میں اسی طرح لفظِ استفہام ہے، اور حضرت ابو اسامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مذکور ہے "اس قوم کے متعلق مجھے مشورہ دو"، خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی ہے اس کے متعلق تم کیا مشورہ دیتے ہو۔ پس حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہما نے مشورہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں گے وہ اس کی موافقت کریں گے اور پھر حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جھگڑا ہو گیا (کیونکہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اگر یہ تہمت لگانے والا ہمارے قبیلہ اوس سے ہوا تو ہم اس کو قتل کر دیں گے اور اگر ہمارے بھائی خزرج میں سے ہوا تو ہم اس کو بھی قتل کر دیں گے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو خزرج سے تھا اور وہ غصہ میں آ گئے اور کہا: تم ایسا نہیں کر سکو گے) پھر جب آپ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دامنی کے متعلق وحی نازل ہوگئی تو آپ نے ان لوگوں پر حدِ قذف جاری فرمائی جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ما علمت علیھم من سوء قط" یعنی مجھے ان کے متعلق کسی عیب یا برائی کا علم نہیں ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کسی برائی کا علم نہیں ہے، اور لفظ علیھم میں جو جمع کی ضمیر ہے وہ اہل کے اعتبار سے لائی گئی ہے، یہ قصہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق تھا، نیز اس وجہ سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بری بات کہنا اور تہمت لگانا ان کے والدین کے بارے میں بھی بری بات کہنے کے اور تہمت لگانے کے مترادف تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وقال رجل من الانصار" یعنی انصار کے ایک مرد نے کہا: "سبحٰنك ھذا بھتان عظیم" امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ یہ انصاری مرد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے، اور حاکم اور طبرانی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے، اور کتاب التفسیر میں مذکور ہے کہ یہ کہنے والے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما تھے لیکن وہ انصاری نہیں ہیں، اور ایک اور روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو مرد تھے جب انہوں نے یہ بات سنی تو انہوں نے کہا "سبحٰنك ھذا بھتان عظیم" یعنی حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہما نے یہ کہا، اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ انصاری نہیں ہیں۔ اور سعید بن جبیر کی مرسل روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اوپر تہمت کی بات سنی تو انہوں نے کہا "سبحٰنك ھذا بھتان عظیم"۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۹۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

کتاب الاعتصام کا خاتمہ

کتاب الاعتصام میں ایک سو ستائیس (۱۲۷) احادیثِ مرفوعہ ہیں، ان میں سے تعلیقات اور متابعات چھبیس (۲۶) احادیث ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور ان میں مکرر احادیث ایک سو دس (۱۱۰) ہیں، باقی خالص احادیث سترہ (۱۷) ہیں۔

کتاب الاعتصام کی تکمیل

الحمد للہ رب العالمین! والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین!

آج ۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/5 مارچ 2014ء بروز بدھ "کتاب الاعتصام" میں درج احادیث کی شرح مکمل ہوگئی۔ ان احادیث کی شرح میں میں نے زیادہ تر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ ابن بطال مالکی اور علامہ بدر الدین عینی حنفی کی شرح پر اعتماد کیا ہے اور جہاں تک مجھ سے ممکن ہو سکا میں نے اس شرح میں وہی کچھ لکھا جو برحق ہو اور اہلِ سنت و جماعت کے مسلک کے مطابق ہو، تاہم بندہ، بشر فروگزاشت اور خامیوں سے مبرّا نہیں ہے، سو جو کچھ اس شرح میں حق و صواب ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور ان کے فیوض سے ہے، اور جو اس میں فروگزاشت ہے، وہ میری ناقص فہم اور مطالعہ کی کمی کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس شرح کو موافقین کے لیے دینِ حق پر استقامت کا سبب بنائے اور معاندین اور مخالفین کے لیے اس شرح کو اصلاح کا ذریعہ بنا دے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے صحت اور سلامتی کے ساتھ اس شرح کو مکمل کرنے کی توفیق رفیق فرمائے۔ کتاب الاعتصام کے بعد صحیح البخاری کی آخری کتاب "کتاب التوحید" ہے اور وہ اب ان شاء اللہ شروع ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مکمل کرنے میں میری امداد اور اعانت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۹۷۔ کِتَابُ التَّوۡحِیۡدِ

توحید کے دلائل کا بیان

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''کتاب التوحید والرد علی الجھمیه وغیرھم''

اس باب کا عنوان اس کو متضمن ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ واحد ہے اور بے شک وہ جسم نہیں ہے، کیونکہ جسم شئے واحد نہیں ہے بلکہ وہ اشیاءِ کثیرہ ہے جو باہم مرکب ہوتی ہیں، پس اس باب کے عنوان میں ہی جہمیہ کے اس قول کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے، اور اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے کے محال ہونے پر دلیل یہ ہے کہ لغت میں جسم اس کو کہتے ہیں جو چند چیزوں سے مرکب ہو اور مجتمع ہو، اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جسم کے اوپر یکے بعد دیگرے صفات کا ترتب نہ ہو سکتا، کیونکہ جب ایک صفت فنا ہو جاتی ہے تو دوسری صفت آتی ہے، اور جو چیز حوادث سے الگ نہ ہو تو وہ بھی اس کی مثل ہوتا ہے، تو اگر اللہ تعالیٰ جسم ہوتا تو وہ محلِ حوادث ہوتا اور محلِ حوادث خود حادث ہوتا ہے اور دلائل سے اللہ تعالیٰ کا قدیم ہونا ثابت ہے، لہٰذا اس کا جسم ہونا باطل ہو گیا۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عظیم ہے اور اپنی مخلوقات میں سے کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے، اور شریعت نے خلق اور مخلوقات کے اوپر جو اطلاقات کیے ہیں، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کے مشابہ نہیں ہے، کیونکہ قدیم کی صفات مخلوق کی صفات کے خلاف ہوتی ہیں، پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات دیگر ذوات کے مشابہ نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت مخلوقین کی صفات کے مشابہ نہیں ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے: توحید کا معنی ہے اس ذات کو ثابت کرنا جو دیگر ذوات کے مشابہ نہ ہو اور نہ صفات سے معطل ہو۔

علامہ الواسطی نے کہا ہے: اس کی ذات کی مثل کوئی ذات نہیں ہے اور اس کے اسم کے مثل کوئی اسم نہیں ہے اور اس کے فعل کی مثل کوئی فعل نہیں ہے، اور اس کی صفت کی مثل کوئی صفت نہیں ہے سوا اس کے کہ دونوں پر ایک لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ قدیمہ اس سے بزرگ و برتر ہے کہ اس کی کوئی صفت حادث ہو، جیسا کہ کسی حادث ذات کے لیے قدیم صفت کا ہونا محال ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے کسی حادث صفت کا ہونا محال ہے۔

اور ذوالنون المصری نے کہا ہے: توحید کی حقیقت یہ ہے کہ تم کو یہ یقین ہو کہ اشیاء میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بغیر کسب کے ہے، اور اس کی ہر مصنوع کی علت ہے اور اس کی صنعت کی کوئی علت نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۱۷۹۔۱۸۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الشافعی ثم الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی المتوفی ۳۹۸ھ ''الصحاح'' میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

توحید، وحدۃ کا مصدر ہے اور اس کا معنی ہے: الانفراد، یعنی یکتا ہونا۔

علامہ مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

توحید کا معنی ہے: الوہیت اور اس کے لوازم میں شرکت کا اعتقاد نہ رکھنا، علامہ کورانی فرماتے ہیں: اس پر اعتراض ہے، بلکہ توحید کا معنی یہ ہے کہ الوہیت اور اس کے خواص میں شرکت کے عدمِ امکان کا اعتقاد، اور اس باب میں صفاتِ قدیمہ کا شمار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ قدیمہ کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی غیر نہیں ہیں۔

اور شیخ الطائفہ جنید البغدادی نے کہا: توحید کا معنی ہے قدیم کو حادث سے الگ اور جدا ماننا۔

اور رہے الجہمیہ تو وہ جبرِ محض کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ بندہ کی بالکل قدرت نہیں ہے، نہ از روئے خلق کے اور نہ از روئے کسب کے، اور اللہ تعالیٰ کو چیزوں کے وقوع سے پہلے ان کا علم نہیں ہوتا، اور وہ جنت اور دوزخ کو فانی کہتے ہیں، یہ لوگ جہم بن صفوان الترمذی کے اصحاب ہیں، اور جہم بن صفوان ایک جاہل مرد تھا جو متعدد کفریات کا قائل تھا، علامہ ابن المبارک نے کہا: میں یہود و نصاریٰ کے کلام کے نقل کرنے کو اتنا سنگین نہیں سمجھتا جتنا میں جہم بن صفوان کے کلام کے نقل کرنے کو سنگین سمجھتا ہوں، یہ بنو امیہ کے ایام میں تھا اور اس کو نصر بن یسار نے ہشام بن عبد الملک کے دورِ حکومت میں قتل کر دیا تھا۔

(الکوثر الجاری شرح صحیح البخاری ج ۱۱ ص ۱۹۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا الانصاری المصری الشافعی لکھتے ہیں:

توحید کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں منفرد ہے، نہ اس کا کوئی نظیر ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ ہے۔ اسی وجہ سے الجنید نے کہا: توحید کا معنی ہے قدیم کو حادث سے الگ اور ممتاز ماننا، اور حادث وہ چیز ہے کہ جس کے وجود سے پہلے اس کا عدم ہو، اور اللہ تعالیٰ اس سے منزّہ ہے۔

جو لوگ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہیں، وہ القدریہ، الخوارج اور الرافضہ ہیں جو مبتدعین کی اصل ہیں۔

(منحۃ الباری ج ۱۰ ص ۳۲۷، مکتبۃ الرشد، الریاض)

علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

توحید کا معنی ہے: میرا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں منفرد ہے، نہ کوئی اس کی نظیر ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۳۸۱، دار الفکر، بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسلام کے مشہور فرقوں کا بیان

علامہ ابن بطال اور علامہ ابن التین نے اس باب کا عنوان اس طرح لکھا ہے "کتاب رد الجھمیہ وغیرھم التوحیدَ"

اور توحید پر زبر اس لئے ہے کہ یہ مفعول ہے، یعنی الجہمیہ وغیرہم کا توحید پر رد کرنا۔ اور اس پر بہ ظاہر یہ اعتراض ہے کہ الجہمیہ وغیرہم مبتدعین میں سے ہیں، وہ توحید کا رد نہیں کرتے اور انہوں نے توحید کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے، اور "غیرھم" سے مراد ہے القدریہ، اور رہے خوارج تو کتاب الفتن میں ان کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں، اسی طرح رافضہ، ان کے متعلق بھی کتاب الاحکام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں ہم لکھ چکے ہیں، اور یہ چار فرقے (یعنی الجہمیہ، القدریہ، الخوارج اور الرافضہ) یہ مبتدعین کی اصل ہیں، اور المعتزلہ اپنے آپ کو اہل العدل والتوحید کہتے ہیں، وہ اپنے آپ کو اہل التوحید اس لیے کہتے ہیں کہ وہ صفات الٰہیہ کی نفی کرتے ہیں، کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ صفات الٰہیہ کو ثابت کرنا تشبیہ کو مستلزم ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق کے مشابہ قرار دیا سو اس نے شرک کیا، اور وہ صفات کی نفی کرنے میں الجہمیہ کے موافق ہیں، اور رہے اہل السنۃ تو انہوں نے توحید کی ایسی تفسیر کی ہے کہ جس میں تشبیہ اور تعطیل کی نفی ہے یعنی نہ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی کے مشابہ ہے اور نہ وہ معطل ہے۔

ابو القاسم القشیری نے الجنید سے نقل کیا ہے: توحید کا معنی ہے قدیم کو حادث سے ممتاز کرنا، اور ابو القاسم التیمی نے کتاب التوحید میں کہا ہے کہ توحید مصدر ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا معنی یہ ہے کہ یہ اعتقاد کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں منفرد ہے نہ اس کی کوئی نظیر ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو واحد جانا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ توحید کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کیفیت اور کمیت کو سلب کر لیا گیا، پس اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحد ہے، اس میں کوئی تقسیم نہیں ہے، اور نہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کوئی اس کے مشابہ ہے، نہ اس کی الوہیت میں اور نہ اس کی سلطنت میں اور نہ اس کی تدبیر میں اس کا کوئی شریک ہے اور اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس باب کا عنوان اس کو متضمن ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے، کیونکہ جسم وہ ہوتا ہے جو چند چیزوں سے مرکب ہو، اور اس سے الجہمیہ کا رد مقصود ہے، کیونکہ الجہمیہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ میں نے علامہ ابن بطال کی عبارت اسی طرح پائی، اور شاید ان کی مراد جہمیہ سے المشبہہ ہے، رہے الجہمیہ، تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کو تعطیل کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ جہم نے تشبیہ کی نفی کی حتیٰ کہ اس نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ کوئی شئے نہیں ہے، اور علامہ کرمانی نے کہا کہ الجہمیہ مبتدعین میں سے ایک فرقہ ہے، یہ لوگ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ بندہ کی بالکل قدرت نہیں ہے، اور یہی لوگ جبریہ ہیں، اور جہم بن صفوان ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں قتل کر دیا گیا تھا، اور انہوں نے جہمیہ پر جبر کے مذہب کی وجہ سے رد نہیں کیا بلکہ سلف صالحین نے اس پر اس وجہ سے رد کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتا تھا حتیٰ کہ ان لوگوں نے کہا کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے اور قرآن مخلوق ہے۔

اور استاذ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر التیمی البغدادی نے اپنی کتاب ''الفرق بین الفرق'' میں لکھا ہے کہ مبتدعین کے اصول چار ہیں، انہوں نے کہا کہ ان میں سے ایک جہمیہ ہے جو جہم بن صفوان کے متبعین ہیں جنہوں نے کہا کہ بندہ مجبور محض ہے اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا فعل نہیں ہوتا اور بندہ کی طرف فعل کی نسبت مجازاً کی جاتی ہے اور بندہ فاعل نہیں ہوتا، اور ان کا یہ زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم حادث ہے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ شئے نہیں ہے، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے حیات کی بھی نفی کی اور علم کی اور ارادہ کی حتیٰ کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر کسی ایسے وصف کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے جس وصف کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے غیر پر کیا گیا ہو، اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی صفات یہ ہیں کہ وہ خالق ہے اور زندہ کرنے والا ہے اور مارنے والا ہے اور واحد ہے' کیونکہ یہ اوصاف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان کا زعم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حادث ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جہم بن صفوان کا تذکرہ

اور امام بخاری نے اپنی کتاب ''خلق افعال العباد'' میں لکھا ہے: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جہم الجعد بن درہم سے نقل کرتا تھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل نہیں بنایا اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، اور یہ ہشام بن عبد الملک کی خلافت کے زمانہ میں تھا، پس گویا کہ علامہ کرمانی کا ذہن الجعد سے الجہم کی طرف منتقل ہو گیا، کیونکہ جہم کا قتل اس کے کافی عرصہ کے بعد ہوا ہے۔

اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا ہے: ہم یہود و نصاریٰ کے کلام کی حکایت کرتے ہیں، اور ہم جہم بن صفوان کے قول کی حکایت کرنے کو بہت سنگین سمجھتے ہیں، اور عبد اللہ بن شوذب سے منقول ہے کہ جہم نے چالیس دن نماز نہیں پڑھی اور اس کو اس میں شک تھا، اور امام ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ جہم اہلِ کوفہ میں سے تھا اور بہت فصیح تھا، اس سے زندیقوں کی ایک قوم ملی اور اس سے کہا: تم ہمارے سامنے اپنے رب کی صفت بیان کرو جس کی تم عبادت کرتے ہو، وہ اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور ایک مدت تک باہر نہیں آیا، تو اس نے کہا: وہ ہوا ہے جو ہر چیز کے ساتھ ہے، اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء میں لکھا ہے کہ جہم کوفی العصر تھا فصیح تھا، اس کے پاس علم نہیں تھا اور نہ وہ اہلِ علم کے پاس بیٹھا تھا، اس سے کہا گیا کہ تم اپنے رب کی صفت بیان کرو تو وہ اپنے گھر میں داخل ہوا اور ایک مدت تک نہیں نکلا، پھر کئی دن بعد نکلا اور کہا کہ وہ ہوا ہے جو ہر چیز کے ساتھ ہے اور ہر چیز میں ہے اور اس سے کوئی چیز خالی نہیں ہے (یعنی وہ ہوا کو اپنا رب کہتا تھا)۔

کہا جاتا ہے کہ جہم کو قتل کر دیا گیا تھا۔ ابو القاسم اللالکائی نے کتاب السنۃ میں لکھا ہے کہ ایک سو بتیس (۱۳۲) ہجری میں جہم کو قتل کیا گیا، اور ابو اسحاق الفزاری نے لکھا ہے کہ جہم کو ایک سو تیس (۱۳۰) ہجری میں قتل کیا گیا، اور علامہ کرمانی نے جو لکھا ہے کہ جہم کو ہشام بن عبد الملک کی خلافت میں قتل کیا گیا، یہ ان کا وہم ہے۔

ان کے علاوہ جو باقی فرقے ہیں ان کے مقالات اہل سنت کے مخالف ہیں، اور سب سے قریب فرقہ المرجمہ ہے جو کہتا ہے کہ ایمان فقط التصدیق بالقلب واللسان ہے، اور عبادت کرنا ایمان میں داخل نہیں ہے، اور سب سے بعید فرقہ الجہمیہ ہے جو کہتے ہیں کہ فقط دل سے تصدیق کرنا ایمان ہے خواہ زبان سے کفر کا اظہار کرے، اور کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط زبان سے اللہ تعالیٰ کا اقرار کرنا ہے اگرچہ دل میں کفر ہو، اور المرجمہ یہ کہتے ہیں کہ مومن ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا، اور جو مرتکب کبیرہ ہو وہ ایمان سے نہیں نکلتا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۹۱۔ ۴۹۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

توحید کا شرعی معنی

توحید کا شرعی معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا علم کے اعتبار سے مختص اور منفرد ہونا، عام ازیں کہ یہ توحید اس کے اسماء کے ساتھ ہو یا صفات کے ساتھ یا افعال کے ساتھ یا عبادت کے ساتھ، پس جو چیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس میں اللہ تعالیٰ کو اکیلا اور واحد ماننا واجب ہے اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا جائز نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

توحید کی اقسام

توحید کی تین قسمیں ہیں: (۱) توحید الربوبیت (۲) توحید الاسماء والصفات (۳) توحید الالوہیت اور اس کو توحید العبادت بھی کہا جاتا ہے۔

(۱) توحید الربوبیت

اللہ تعالیٰ کا خلق اور مِلک اور تدبیر کے لحاظ سے منفرد ہونا، پس تم پر لازم ہے کہ تم اس پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں ہے، نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مالک ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تدبیر کرنے والا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ تصویر بنانے والوں کے لیے قیامت کے دن کہا جائے گا: اس کو زندہ کرو جس کی تم نے تخلیق کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾ (المومنون: ۱۴)'' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی خالق ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو خلق ثابت ہے وہ اس کی غیر ہے جو مخلوق کے لیے خلق ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے جو خلق ثابت ہے وہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا ہے اور اس کا کوئی اور مالک نہیں ہے۔ اور جو خلق مخلوق کے لیے ثابت ہے وہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا نہیں ہے بلکہ کسی چیز کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متغیر کرنا ہے مثلاً بڑھئی درخت سے دروازہ بناتا ہے، وہ دروازہ کو وجود میں نہیں لاتا بلکہ درخت کی لکڑی کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متغیر کرتا ہے۔

اسی طرح جو ملکیت اللہ عزوجل کے لیے ثابت ہے وہ اس کی غیر ہے جو ملکیت انسان کے لیے ثابت ہے مثلاً انسان کسی باندی یا غلام کو خرید لے تو وہ اس کا مطلقاً مالک نہیں ہوتا، وہ اس باندی یا غلام کو قتل کرنے کا مالک نہیں ہے، یا باندی یا غلام کے ساتھ غیر شرعی سلوک کرنے کا مالک نہیں ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا مالک ہوتا ہے وہ مطلقاً مالک ہوتا ہے مثلاً انسان کوئی کتاب خرید لے وہ اس کا مالک ہے لیکن وہ اس کتاب کو جلانے کا اختیار نہیں رکھتا، تو معلوم ہوا کہ انسان کو اگر ملکیت حاصل ہو تو وہ ملکیتِ مطلقہ نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ جس چیز کا مالک ہوتا ہے وہ علی الاطلاق مالک ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کسی اونٹ یا بھیڑ کو خرید لے تو اس کے لیے اس پر سوار ہونا اور اس سے نفع اٹھانا جائز ہے، اس کو ذبح کر کے کھانا جائز ہے لیکن اس کے لیے اس کو عذاب دینا جائز نہیں ہے، اگر وہ چاہے کہ اس کی پیٹھ میں کوئی زخم ڈال دے تو وہ اس کا مالک نہیں ہے۔

اسی طرح تدبیر کا حال ہے، انسان اپنی ملکیت میں تدبیر کرتا ہے، وہ اپنے بیٹے سے کہے گا: یہ کام کرو اور دوسرے بیٹے سے کہے گا یہ کام نہ کرو، لیکن وہ احکامِ شرعیہ کے تابع ہو کر کہے گا اور تدبیرِ مطلق صرف اللہ عزوجل کے لیے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ خلق میں اور مِلک میں اور تدبیر میں منفرد ہے۔

(۲) توحید الاسماء والصفات

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اسماء اور صفات میں منفرد ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے لیے بلا تمثیل اسماء کو ثابت کرتے ہیں اور اس کی تنزیہہ بلا تعطیل ثابت کرتے ہیں، مثلاً اللہ عزوجل کا بھی ہاتھ ہے اور مخلوق کا بھی ہاتھ ہے، لیکن ہم پر واجب ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی توحید بیان کریں کہ اس کا ہاتھ ایسا ہے جو مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ کے مشابہ نہیں ہے، کیونکہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہاتھ کو مخلوق کے ہاتھ کی مثل قرار دیا تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

اسی طرح کسی انسان کا نام خالد ہے لیکن وہ بہر حال مرے گا اور اللہ تعالیٰ خالد ہے اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ اسی طرح کبھی مخلوق کا نام عزیز ہوتا ہے لیکن اس کے لیے کوئی عزت اور غلبہ نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ عزیز ہے اور اس کے لیے دائماً عزت اور غلبہ ہے۔

(۳) توحید الالوہیت

توحید الالوہیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود ہونے میں منفرد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے غیر کی عبادت نہیں کی جائے گی خواہ اللہ تعالیٰ کا غیر فرشتہ ہو یا رسول ہو یا اللہ کا ولی ہو یا کوئی نیک بندہ ہو یا بادشاہ ہو یا ماں ہو یا باپ ہو کوئی بھی ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی جائے گی، اللہ تعالیٰ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے توحید الربوبیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۸۶﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ (المومنون:۸۶۔۸۷)

آپ کہیے کہ سات آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟O عنقریب وہ کہیں گے: اللہ ہی کا سب ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ (یونس:۳۱)

آپ (ان سے) کہیے: تمہیں آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ یا کان اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ اور مردے سے زندہ کو کون نکالتا ہے اور زندہ سے مردے کو کون نکالتا ہے؟ اور نظام کائنات کو کون چلاتا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ، پھر آپ کہیں کہ تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں!O

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ (الزخرف:۸۷)

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔

توحید الربوبیت کو مشرکین بھی مانتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ اس کائنات کا رب واحد ہے، لیکن توحید الالوہیت میں ان کا مسلمانوں کے ساتھ اختلاف تھا، وہ یہ اقرار کرتے تھے کہ کائنات کا رب واحد ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اس کے باوجود وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے خواہ بت معین ہوں جیسے لات، عزیٰ، منات اور ہبل وغیرہا، یا غیر معین ہوں جیسے انہوں نے پتھروں سے نیک بندوں کی صورتیں تراش لی تھیں اور ان کی عبادت کرتے تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کی عبادت ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے گی، اور یہ بت ان کی اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت کریں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰی۔ (الزمر:۳)

(وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔اور جس طرح اللہ تعالیٰ ربوبیت میں واحد ہے،اسی طرح وہ الوہیت میں بھی واحد ہے،جس طرح وہ تمام کائنات کو پیدا کرنے میں منفرد ہے،اسی طرح وہ تمام کائنات کا معبود ہونے میں بھی منفرد ہے۔اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں آکر یہی تبلیغ کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے،کیونکہ عام طور پر لوگ یہ تو مانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا پیدا کرنے والا ہے لیکن لوگوں نے مختلف معبود بنا رکھے تھے،وہ توحید الربوبیت کے قائل تھے اور توحید الالوہیت کے منکر تھے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں آکر توحید الالوہیت ہی کی تبلیغ کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۶﴾ (النحل:۳۶)

اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے اجتناب کرو،پس ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوگئی،سو تم زمین میں سفر کرو،پھر دیکھو کہ (رسولوں کی) تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا O

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ (الانبیاء:۲۵)

اور ہم نے آپ سے پہلے جس کو بھی رسول بنا کر بھیجا اس کی طرف ہم یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں،سو تم میری عبادت کرو O

پس تمام رسول اس توحید کی تحقیق کے لیے مبعوث کیے گئے،اور اس بات کی دعوت دینے کے لیے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کی جائے اور اخلاص سے اس کی عبادت کی جائے،اسی توحید کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل فرمایا اور اسی توحید کے لیے اللہ تعالیٰ نے جن اور انس کو پیدا فرمایا،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (الذاریات:۵۶)

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں O

پس تمام رسولوں نے اپنی اپنی امتوں کو توحید کی دعوت دی اور تمام انبیاء کے سردار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ اور مدینہ میں قول اور فعل کے ساتھ توحید کی دعوت دی۔(شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۷۵۔۲۷۹،مکتبۃ الطبری،القاہرہ،۱۴۲۹ھ)

اس دور میں توحید کے تقاضوں پر مسلمانوں کا عمل

میں کہتا ہوں کہ اس دور کے مسلمان توحید ربوبیت کے بھی معتقد ہیں اور توحید الوہیت کے بھی معتقد ہیں،ان کا عقیدہ ہے کہ اس جہان کا خالق،مالک اور مدبر صرف اللہ عزوجل ہے اور اس کے سوا کوئی اس جہان کا خالق،مالک اور مدبر نہیں ہے،اور ان کا عقیدہ ہے کہ صرف اللہ عزوجل کی ذات ہی عبادت کی مستحق ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے،اور وہ اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہیں،نمازیں پڑھتے ہیں،روزے رکھتے ہیں اور حتی الامکان احکام شرعیہ پر عمل کرتے ہیں،تاہم بعض ان پڑھ اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غالی مسلمان اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر سجدے کرتے ہیں اور ان سے منتیں اور مرادیں مانگتے ہیں، اپنی مشکلات اور مصائب میں ان سے سوال کرتے ہیں اور ان سے مدد چاہتے ہیں، چونکہ یہ لوگ ان اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کا مساوی اور مستقل بالذات نہیں مانتے اس لیے ان امور میں سے کوئی چیز بھی شرک نہیں ہے، لیکن ان کا یہ عمل انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے خلاف ضرور ہے، کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام نے یہی تعلیم دی ہے کہ اپنی مشکلات اور مصائب میں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے اور اسی سے سوال کیا جائے، علاوہ ازیں بزرگانِ دین کا عُرس مناتے ہیں اور عُرس کے نام پر وہاں میلا لگایا جاتا ہے اور اس میں کھیل تماشے ہوتے ہیں اور متعدد شرعی احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے، بعض جگہ ناچ گانا بھی ہوتا ہے، اس صورتِ حال کی اصلاح ضروری ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي دُعَاءِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أُمَّتَهُ إِلَى تَوْحِيدِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دینے کے متعلق احادیث

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی توحید سے مراد ہے اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، اور یہ وہ چیز ہے جس کو بعض غالی صوفیاء نے کہا ہے کہ یہ عام لوگوں کی توحید ہے، اور دو مخصوص جماعتوں نے توحید کی تفسیر میں دو چیزوں کی اختراع کی، ایک معتزلہ کی تفسیر ہے، ان کے نزدیک توحید کا معنی یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں، اور وہ قرآن مجید کو مخلوق مانتے ہیں، اور تقدیر کا اور اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن دیکھنے کا انکار کرتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے نہیں نکلتا، اور دوسری جماعت غالی صوفیوں کی ہے، کیونکہ ان کے اکابر نے جب کہ محو اور فنا کے مسئلہ میں بحث کی اور ان کی مراد یہ تھی کہ تسلیم اور رضا میں مبالغہ کیا جائے اور تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے، اور ان میں سے بعض لوگوں نے اتنا مبالغہ کیا کہ وہ المرجئہ کے مشابہ ہو گئے اور بندہ کی طرف فعل کی نسبت کی نفی کرتے تھے، اور ان میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو ایمان کے منافی نہیں قرار دیا، پھر بعض لوگوں نے اور غلو کیا اور انہوں نے کفار کو بھی معذور قرار دیا، پھر بعض لوگوں نے اور زیادہ غلو کیا اور ان کا یہ زعم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید سے مراد وحدۃ الوجود کا اعتقاد ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۹۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۱۳۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن اسحاق نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔

(صحیح البخاری: ۱۳۹۵، ۱۴۵۸، ۱۴۹۶، ۲۴۴۸، ۴۳۴۷، ۷۱۳۷، ۷۲۳۷، صحیح مسلم: ۱۹، سنن ترمذی: ۶۲۵، سنن نسائی: ۲۴۳۵، سنن ابوداؤد: ۱۵۸۴، سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۳، مسند احمد: ۲۰۷۲، سنن دارمی: ۱۴۱۴)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۳۷۲۔ وحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ لَمَّا بَعَثَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى نَحْوِ أَهْلِ الْيَمَنِ قَالَ لَهُ إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللهَ تَعَالَى فَإِذَا عَرَفُوا ذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَإِذَا صَلَّوْا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ غَنِيِّهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فَقِيرِهِمْ فَإِذَا أَقَرُّوا بِذَلِكَ فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ۔

اور مجھے عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن امیہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن محمد بن عبداللہ بن صیفی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابومعبد مولیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ نے ان سے فرمایا: بے شک تم اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے، پس سب سے پہلے تم ان کو اس کی دعوت دینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو واحد مانیں، پس جب وہ اس کو جان لیں تو ان کو خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر ان کے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پس جب وہ یہ نمازیں پڑھ لیں تو ان کو خبر دینا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقیروں پر لوٹا دی جائے گی، پس جب وہ اس کا اقرار کر لیں تو ان سے زکوٰۃ لے لینا اور لوگوں کے عمدہ مالوں کو لینے سے بچنا۔

(صحیح البخاری: ۱۳۹۵، ۱۴۵۸، ۱۴۹۶، ۲۴۴۸، ۴۳۴۷، ۷۳۷۱، ۷۳۷۲، صحیح مسلم: ۱۹، سنن ترمذی: ۶۲۵، سنن نسائی: ۲۴۳۵، سنن ابوداؤد: ۱۵۸۴، سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۳، مسند احمد: ۲۰۷۲، سنن دارمی: ۱۶۱۴)

صحیح البخاری: ۷۳۷۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی مشکل عبارات کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اہلِ یمن کی طرف بھیجا"۔ اس سے پہلے اواخرِ مغازی میں یہ حدیث گزری ہے: ان میں سے ہر ایک کو مخلاف پر بھیجا۔ اور یمن میں دو مخلاف ہیں۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "اہلِ یمن کی طرف بھیجا" اس میں ذکر کُل کا ہے اور مراد اس سے بعض ہیں، کیونکہ آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بعض اہلِ یمن کی طرف بھیجا تھا سب کی طرف نہیں بھیجا تھا۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حکومت یمن کے مخصوص علاقہ میں تھی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یمن میں رہنے والوں کا مذہب

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "بے شک تم اہلِ کتاب کی قوم کے پاس آؤ گے"۔ ان اہلِ کتاب سے مراد یہود ہیں، اور یہود کے یمن میں داخل ہونے کی ابتداء اسعد ذی کرب کے زمانہ میں تھی، پھر اسلام قائم ہوا اور بعض اہلِ یمن یہود کے مذہب پر تھے، اور نصرانیہ کا دین یمن میں اس کے بعد داخل ہوا جب حبشہ یمن پر غالب ہو گئے تھے اور ان ہی میں سے ابرہہ تھا جو ہاتھی والا تھا، جس نے مکہ پر حملہ کیا تھا اور اس کا ارادہ کعبہ کو منہدم کرنا تھا حتیٰ کہ سیف بن ذی یزن نے ان کو جلاوطن کر دیا جیسا کہ امام ابن اسحاق نے تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس کے بعد یمن میں نصاریٰ میں سے کوئی باقی نہیں رہا سوائے نجران کے، اور یہ مکہ اور یمن کے درمیان میں ہے، اور یمن کے بعض شہروں میں کم تعداد میں یہودی رہے۔

غور وفکر سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا وجوب اور احکام شرعیہ کا انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے ثبوت

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "پس جس چیز کی طرف تم ان کو سب سے پہلے دعوت دو" وہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو واحد مانیں۔

اس سلسلہ میں کئی اقوال ہیں کہ سب سے پہلے کیا چیز واجب ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ سب سے پہلے معرفت واجب ہے یعنی سب سے پہلے انسان اس کا مکلف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے اور بعض علماء نے کہا کہ سب سے پہلے اس پر غور وفکر کرنا واجب ہے، کیونکہ غور وفکر کرنے سے اس کو معرفت حاصل ہوگی، اس لیے غور وفکر کرنا معرفت کے وجوب پر مقدم ہے اور ان لوگوں کا استدلال اس آیت سے ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الروم: ۳۰)	سو آپ باطل پرستوں سے کنارہ کش ہو کر اپنے آپ کو دین حق پر قائم رکھیں (اے لوگو!) اپنے آپ کو اللہ کی بنائی ہوئی اس خلقت پر قائم رکھو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے، یہی صحیح دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O

اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں۔

کیونکہ اس آیت اور حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ معرفت اصلِ فطرت سے حاصل ہوتی ہے، اور اس پر یہ متفرع کیا ہے کہ ہر ایک پر اللہ تعالیٰ کی معرفت ان دلائل سے واجب ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اور اس مسئلہ میں تقلید کافی نہیں ہے۔

امام غزالی نے کہا ہے: ایک جماعت نے اس مسئلہ میں اسراف کیا اور انہوں نے عام مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور ان کا یہ زعم تھا کہ جو عقائد شرعیہ کی ان کے دلائل سے معرفت حاصل نہ کرے تو وہ کافر ہے، پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو تنگ کر دیا اور انہوں نے متکلمین کی ایک قلیل جماعت کے لیے جنت کو مختص قرار دیا۔

اکثر ائمہ فتویٰ سے منقول ہے، انہوں نے کہا کہ عوام کو اس کا مکلف کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ اصول اور عقائد کو ان کے دلائل سے حاصل کریں، کیونکہ اس میں شدید مشقت ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابوالمظفر بن السمعانی نے کہا کہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے بھی توحید میں عقلی دلائل کی طرف توجہ نہیں کی اور نہ وہ حوادث کے احکام میں تعریفات کے ساتھ مشغول ہوئے۔ نیز ابوالمظفر بن السمعانی نے کہا کہ عقل نہ کسی چیز کو واجب کرتی ہے اور نہ حرام کرتی ہے اور عقل کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے، اور اگر شریعت کسی حکم کے ساتھ وارد نہ ہوتی تو کسی شخص کے اوپر کسی حکم پر عمل کرنا واجب نہ ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (بنی اسرائیل:۱۵)

اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج دیں O

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ (النساء:۱۶۵)

(اور ہم نے) خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے، اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۹۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۷۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سب سے پہلے توحید کی دعوت

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''سب سے پہلے ان لوگوں کو تم اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دو''۔

اس سے مراد یہ ہے کہ یہودی جو کہتے ہیں ''عزیر'' اللہ کا بیٹا ہے، ان سے اس قول کا رد کرایا جائے، اور عیسائی جو کہتے ہیں کہ ''مسیح'' اللہ کا بیٹا ہے، ان سے اس قول کا رد کرایا جائے اور ان سے یہ اقرار کرایا جائے کہ بے شک اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور یہ تمام امور توحید کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے خلاف قتال سے پہلے انہیں توحید کی اور اسلام کی دعوت دی جائے، اور اس میں اختلاف ہے کہ جن کو دعوتِ توحید پہنچ گئی ہے ان کو دوبارہ دعوت دی جائے گی یا نہیں؟

المدوّنہ میں مذکور ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک سے دو روایتیں ہیں، رہے وہ لوگ جن کو دعوتِ توحید نہیں پہنچی تو ان سے قتال نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ ان کو دعوت دی جائے، پس اگر ان کے معاملہ میں شک ہو تو انہیں توحید کی دعوت دینا شک کو منقطع کرنے والی ہے، امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر ان کو توحید کی دعوت پہنچ گئی ہے تو بہتر ہے کہ ان کے قتال سے پہلے ان کو پھر دعوت دی جائے۔

پانچ نمازوں کی فرضیت کی تبلیغ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جب وہ لوگ توحید کو جان لیں تو پھر ان کو خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پانچ نمازیں فرض کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں''۔

علامہ داؤدی نے کہا کہ ظاہر حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب انہیں توحید کی دعوت دے دی جائے پھر اس کے بعد ان کو یہ بتایا جائے کہ ان پر پانچ نمازیں فرض ہیں۔

علامہ ابن العطار نے لکھا ہے کہ جب وہ لوگ اسلام کو قبول کر لیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر لیں اور احکام شرعیہ اور وضو کی حدود اور نماز کے فرائض اور واجبات اور زکوٰۃ اور روزے اور استطاعت کے ساتھ بیت اللہ الحرام کے حج کرنے کو جان لیں، اور اگر وہ اس کا التزام نہ کریں تو ان کا اسلام قبول نہیں کیا جائے گا، اور اس سے وہ مرتد نہیں ہوں گے، اس کے برخلاف جس نے نماز پڑھی پھر وہ مرتد ہو گیا، پس اگر اس نے ایک نماز پڑھی یا مرتد ہو گیا ہے تو اس وقت اس سے توبہ طلب کی جائے گی، اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

بعض متاخرین نے کہا ہے: جب اس نے الوہیت اور وحدانیت کا اقرار کر لیا اور نماز یا روزے یا حج کا انکار کیا تو وہ مرتد کے حکم میں ہے۔

مال داروں سے زکوٰۃ وصول کر کے فقراء کی طرف لوٹانا

اس حدیث میں مذکور ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب وہ لوگ نماز پڑھ لیں تو ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی''۔

اس حدیث میں دو دلیلیں ہیں، ایک یہ ہے کہ جس شخص کے پاس بقدرِ نصاب مال ہو تو وہ غنی ہے اور اس شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے، اور یہی امام مالک کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ نے بھی یہی کہا ہے۔ (نصاب کی مقدار دو سو درہم ہے، ۲۰۱۳ء میں بینک کے اعلان کے مطابق دو سو درہم 41,872 روپے ہیں)۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف منتقل نہیں کی جائے گی، زکوٰۃ کو صرف اس جگہ کے فقراء میں خرچ کیا جائے گا جس جگہ کے مال داروں سے زکوٰۃ لی گئی ہے، تاہم اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، فقہاءِ احناف کے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شہر سے زکوٰۃ وصول کی گئی ہے اسی شہر کے فقراء میں خرچ کی جائے۔

نیز اس حدیث میں ارشاد ہے کہ ''تم لوگوں کے عمدہ مالوں سے اجتناب کرنا'' یعنی اگر مویشیوں کو زکوٰۃ میں وصول کیا جائے تو سب سے عمدہ، اعلیٰ اور فربہ مویشی کو زکوٰۃ میں نہ لیا جائے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ جب تمام مویشی عمدہ ہوں یا تمام ردی ہوں تو پھر زکوٰۃ میں کون سے مویشی کو لیا جائے۔

محمد بن عبدالحکیم نے کہا کہ اگر اصحابِ مالک مخالفت نہ کریں تو ظاہر یہ ہے کہ جو مویشی متوسط ہوں ان کو زکوٰۃ میں وصول کیا جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۱۸۰۔ ۱۸۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۳۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ وَالْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سَمِعَا الْأَسْوَدَ بْنَ هِلَالٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا مُعَاذُ أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ قَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا أَتَدْرِي مَا حَقُّهُمْ عَلَيْهِ قَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی حصین اور الاشعث بن سلیم، ان دونوں نے اسود بن ہلال سے سنا از حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۵۶، ۵۹۶۷، ۶۲۶۷، ۶۵۰۰، ۷۳۷۳، صحیح مسلم: ۳۰، سنن ترمذی: ۲۶۴۳، سنن ابوداؤد: ۲۵۵۹، سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۶، مسند احمد: ۲۱۳۸۶)

صحیح البخاری: ۷۳۷۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”حق سے مراد یہاں پر وہ چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مستحق ہے یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب قرار دیا ہے“۔ اور علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حق سے مراد وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے ان سے خطاب فرمایا ہے اور ان پر جو احکام لازم کیے ہیں سو ان احکام کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ مستحق ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۵۹، دارالمعرفہ، بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے ”اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ اس کے بندے اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں“۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو واحد مانیں اور عبادت سے مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریں اور گناہوں سے اجتناب کریں اور اس کی نافرمانی نہ کریں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ”بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟“۔ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب ہے جیسے کوئی مزدور کام کرے تو مالک پر اس کی مزدوری کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق نہیں ہے، یعنی جس طرح مزدور کی مزدوری مالک پر حق ہوتی ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ پر کوئی حق نہیں ہے اور علامہ قرطبی نے کہا ہے: بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت اور اطاعت کرنے پر جو بندوں سے ثواب کا وعدہ اپنے فضل سے فرمایا ہے تو اس وعدہ کے مطابق ان کو ثواب عطا فرمائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۷۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دراز گوش پر دو آدمیوں کا سوار ہونا جائز ہے۔

(۲) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا ثبوت ہے، کیونکہ آپ نے دراز گوش پر سواری کی۔ اور جو شخص دراز گوش پر سواری کو حقیر جانے وہ دراز گوش سے بھی زیادہ حقیر ہے، کیونکہ دراز گوش پر سواری کرنا آپ کی سنت ہے۔

(۳) اس حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے اور ان کا حسنِ ادب ہے کہ انہوں نے لبیک کہا اور سعد یک کہا۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، کیونکہ ہر چیز کی حقیقتِ حال کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہوتا ہے۔

(۴) اور ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر بیٹھنا۔

(۵) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلام کی تاکید کے لیے اس کا تکرار کرنا چاہیے۔

(۶) اور شیخ اپنے تلمیذ سے کسی حکم کے متعلق پوچھے تاکہ معلوم ہو کہ تلمیذ کو اس حکم کے متعلق کیا معلوم ہے، اور جو اس کو معلوم نہ ہو اس حکم کو شیخ بیان کرے۔

(۷) صحیح البخاری کے اوائل میں یہ حدیث ہے اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس بشارت دینے سے منع کیا تھا کہ اللہ پر یہ حق ہے کہ جب بندے اس کی عبادت کرلیں تو وہ ان کو عذاب نہ دے، تاکہ لوگ اس بشارت پر اعتماد نہ کرلیں اور عمل کو چھوڑ دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب احادیث میں کسی چیز کی رخصت ہو ان کو بالعموم بیان نہیں کرنا چاہیے تاکہ لوگ اپنی ناقص فہموں سے غلط رائے نہ قائم کرلیں۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو سنا اور اس حدیث کی وجہ سے انہوں نے عمل میں کوشش کو ترک نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ سے خوف میں کوئی کمی کی، لیکن جو شخص حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کا نہ ہو اس سے یہ اطمینان نہیں ہے، سو وہ ظاہر حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے عمل میں کوشش کرنے کو ترک کر دے گا۔ اور اس کے معارض کتاب اور سنت کی وہ تصریحات ہیں کہ بعض نافرمان موحدین کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا، اس لیے ان دونوں چیزوں کو جمع کرنا واجب ہے۔

(۸) زہری کا قول یہ ہے کہ یہ رخصت فرائض اور حدود کے نزول سے پہلے تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کتاب الجنائز میں یہ حدیث ہے کہ "لا الٰہ الا اللہ" جنت کی چابی ہے، مگر ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں اور اس چابی کے دندانے اعمالِ صالحہ ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ شرک دوزخ میں داخل ہونے کا سبب ہے، تو جو شرک کو ترک کرے گا وہ دائماً دوزخ میں نہیں رہے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ موحدین کے تمام بدن کو آگ نہیں جلائے گی کیونکہ سجدہ کی جگہوں کو آگ نہیں جلاتی۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۵۵۷۔۵۵۹، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

۷۳۷۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ يُرَدِّدُهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی صعصعۃ از والد خود از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَ لَهُ ذَلِكَ وَكَأَنَّ الرَّجُلَ يَتَقَالُّهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ زَادَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي أَخِي قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

مرد نے سنا کہ ایک شخص یہ پڑھ رہا ہے "قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ ۝١ (الاخلاص:١)" اور اس کو بار بار دہرا رہا ہے، پس جب صبح ہوئی تو وہ مرد نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا اور گویا کہ وہ مرد اس آیت کو کم سمجھ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک یہ آیت تہائی قرآن کے برابر ہے۔

اسماعیل بن جعفر نے از امام مالک از عبدالرحمٰن از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یہ اضافہ کیا ہے: مجھے میرے بھائی قتادہ بن نعمان نے نبی ﷺ سے خبر دی۔

(صحیح البخاری: ۵۰۱۳، ۶۶۴۳، ۷۳۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۶۱، سنن نسائی: ۹۹۵، مسند احمد: ۱۰۹۱۳، موطا امام مالک: ۴۸۳)

صحیح البخاری: ۷۳۷۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"هُوَ اللهُ أَحَدٌ" کے تہائی قرآن مجید کے برابر ہونے کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "هُوَ اللهُ أَحَدٌ" تہائی قرآن مجید کے برابر ہے، اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اس کا اجر تہائی قرآن مجید کے برابر ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن مجید کی کوئی ایک آیت دوسری آیت سے افضل ہے، کیونکہ قرآن مجید کی ہر آیت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دگنا چوگنا ثواب عطا فرمائے گا اور یہ ثواب کا دگنا کرنا تہائی قرآن کی تلاوت کے اجر کے برابر ہوگا۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کے مضامین تین قسموں پر ہیں: ان میں قصص بھی ہیں اور احکام بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اوصاف بھی ہیں۔ اور "هُوَ اللهُ أَحَدٌ" اللہ تعالیٰ کی صفات کے ذکر پر مشتمل ہے اور یہ اس اعتبار سے قرآن مجید کی تیسری قسم ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اس خاص شخص کے متعلق فرمایا جو قرآن مجید کی اس آیت کو بار بار پڑھ رہا تھا، لیکن یہ محمل بعید ہے۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ اس آیت کو اس لیے فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں کسی عمل کا ذکر نہیں ہے، اس میں صرف توحید کا ذکر ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۱۸۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے دو ایسے اسموں پر مشتمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام اوصاف کمالیہ کو متضمن ہیں، اور اس آیت کے علاوہ اور کسی آیت میں ایسے دو اسم نہیں ہیں، ان میں سے ایک اسم "الاحد" ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس وجودِ خاص کی خبر دیتا ہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جس میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہے، اور دوسرا اسم "الصمد" ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام اوصاف کو متضمن ہے اور اس کا اطلاق اس پر صحیح ہے جس نے حقیقتاً تمام صفات کمال کو جمع کر لیا ہو، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں حقیقتاً تمام صفات کمال جمع نہیں ہیں، پس واضح ہو گیا کہ ان دو اسموں کی جو خصوصیت ہے وہ کسی اور اسم میں نہیں ہے، اور چونکہ اس آیت میں یہ خصوصیت ظاہر ہوئی ہے، اس وجہ سے یہ آیت تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔ (المفہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۴۱۔ ۴۴۲، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

۷۳۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ أَبِي هِلَالٍ أَنَّ أَبَا الرِّجَالِ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَتْ فِي حَجْرِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ سَلُوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فَسَأَلُوهُ فَقَالَ لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهُ۔

(صحیح مسلم: ۸۱۳، سنن نسائی: ۹۹۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از ابن ابی ہلال، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالرجال محمد بن عبدالرحمٰن نے ان کو حدیث بیان کی از اپنی والدہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور وہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھیں، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خبر دیتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک مرد کو ایک لشکر میں بھیجا اور وہ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تھے اور اس نماز کی قراءت کو قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پر ختم کرتے تھے، جب وہ لوگ واپس ہوئے تو انہوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: اس شخص سے پوچھو یہ کس وجہ سے ایسا کرتا تھا، سو اہلِ لشکر نے اس سے سوال کیا تو اس نے بتایا کہ یہ آیت رحمٰن کی صفت ہے، اور میں اس کو پڑھنے سے محبت کرتا ہوں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو خبر دو کہ بے شک اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

صحیح البخاری: ۷۳۷۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "نبی ﷺ نے ایک مرد کو ایک لشکر پر امیر بنا کر بھیجا"۔

کتاب الصلوٰۃ کے باب "الجمع بین السورتین فی رکعة" میں گزر چکا ہے کہ اس شخص کے نام میں اختلاف ہے، اور اس شخص کے درمیان اختلاف ہے جو اپنی قوم کو مسجدِ قباء میں نماز پڑھاتا تھا، آیا یہ دونوں شخص ایک ہیں یا الگ الگ۔

ایک رکعت میں دو سورتوں کے پڑھنے کا جواز

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "وہ شخص قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۞ پڑھ کر قراءت کو ختم کرتا تھا"۔

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے: اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ مرد کوئی اور سورت پڑھتا تھا، پھر ہر رکعت کے اخیر میں سورہ "قُلْ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ ‘‘ پڑھتا تھا اور یہی ظاہر ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ وہ آخری رکعت کے اندر یہ سورت پڑھتا تھا، اور پہلی تقدیر سے یہ معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے، اور اس پر بحث کتاب الصلوٰۃ کے اس باب میں گزر چکی ہے اور دوبارہ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کا ثبوت

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ’’اس شخص نے بتایا کہ ’’قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ ‘‘ رحمٰن کی صفت ہے اور میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں۔

علامہ ابن التین نے کہا: اس مرد نے کہا کہ یہ رحمٰن کی صفت ہے، اس لیے کہ اس سورت میں اسماء اور اس کی صفات کا ذکر ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اس کی صفات سے ماخوذ ہیں۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس صحابی نے یہ بات اس لیے کہی ہو کہ اس نے اس بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو یا صراحتہً یا اس نے استنباط کیا ہو۔

اور امام بیہقی نے ’’کتاب الاسماء والصفات‘‘ میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس انہوں نے کہا: آپ ہمارے سامنے اپنے رب کی صفت بیان کیجیے جس کی آپ عبادت کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ’’قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ ‘‘ پوری سورت نازل کی، پس آپ نے فرمایا: یہ میرے رب عزوجل کی صفت ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کیجیے، تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ اخلاص نازل فرمادی۔۔۔ الحدیث

اور یہ حدیث امام ابن خزیمہ نے ’’کتاب التوحید‘‘ میں روایت کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور اس میں یہ مذکور ہے کہ جو شخص بھی پیدا ہوتا ہے وہ مرتا ہے اور جو شخص بھی مرتا ہے اس کا کوئی وارث ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نہ مرتا ہے اور نہ اس کا کوئی وارث ہوتا ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اس کے مساوی ہے، اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

اور اس باب کی حدیث میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور یہ جمہور کا قول ہے۔ اور ابن حزم کا یہ قول شاذ ہے کہ معتزلہ اور دیگر متکلمین کی صفات کے متعلق اصطلاح ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

ابن حزم کا یہ کلام مردود ہے، کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف: ۱۸۰) اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو۔

اور الحشر: ۲۴ میں اللہ تعالیٰ کے جو اسماء ذکر کیے گئے ہیں، ان ہی کو لغت عرب میں صفات کہا جاتا ہے، پس اللہ تعالیٰ کے اسماء کے اثبات میں اس کی صفات کا اثبات ہے، کیونکہ جب یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ’’حی‘‘ (زندہ) ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے ایک صفت کو ثابت کیا گیا ہے جو اس کی ذات پر زائد ہے اور وہ صفتِ حیات ہے۔ اور اگر یہ نہ ہوتا تو صرف ان الفاظ پر اختصار کرنا واجب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوتا جو ذات کے وجود کی خبر دیتے ہیں، اور اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝١٨٠ آپ کا رب غالب ہے اور ہر اس عیب سے پاک ہے جس کو وہ بیان کرتے ہیں ○ (الصّٰفّٰت: ۱۸۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو مشرکین کے بیان کئے ہوئے ان اوصاف سے منزہ فرمایا ہے جو صفاتِ نقص ہیں، اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وصف، صفتِ کمال ہے۔

امام بیہقی اور ائمہ سنہ نے ان تمام اسماء کی دو قسمیں بیان کی ہیں جو قرآن مجید میں اور احادیثِ صحیحہ میں ہیں۔

پہلی قسم: پہلی قسم وہ صفات ہیں جن کا اللہ تعالیٰ ازل میں مستحق ہے۔

دوسری قسم: اس کی فعل کی صفات ہیں، یہ وہ صفات ہیں جو ازل میں نہیں ہیں اس کے بعد ہیں۔

نیز امام بیہقی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی صرف ان ہی صفات کو بیان کرنا جائز ہے جن پر کتاب اور سنتِ صحیحہ یا اجماع دلالت کرتا ہو، یا جو عقلی دلیل سے مقترن ہوں جیسے حیات، قدرت، علم، ارادہ، سمع، بصر اور کلام۔ یہ اس کی ذات کی صفات ہیں۔

اور جو اس کے افعال کی صفات ہیں جیسے تخلیق کرنا، رزق دینا، زندہ کرنا، مارنا، معاف فرمانا اور سزا دینا۔

اور ان میں سے بعض صفات وہ ہیں جو کتاب اور سنت کی نصوص سے ثابت ہیں، جیسے الوجہ (چہرہ) اور الید (ہاتھ) اور العین (آنکھ)۔ اور جیسے اللہ تعالیٰ کا مستوی ہونا، اللہ تعالیٰ کا نازل ہونا، اللہ تعالیٰ کا آنا، یہ سب فعل کی صفات ہیں، پس ان صفات کا اثبات جائز ہے کیونکہ احادیث میں ان صفات کی خبر موجود ہے، لیکن یہ صفات اس طرح بیان کی جائیں جس سے تشبیہ کی نفی ہو یعنی اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے لیکن کسی مخلوق کے چہرہ کی مثل نہیں ہے، اس کا ہاتھ ہے لیکن کسی مخلوق کے ہاتھ کی مثل نہیں ہے علیٰ ھذا القیاس۔

اللہ تعالیٰ کے محبت کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”اس شخص نے کہا کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ رحمٰن کی صفت ہے اور میں اس کے پڑھنے سے محبت کرتا ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو خبر دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے“۔

علامہ ابن دقیق العید نے کہا: ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس سے محبت کرنے کا سبب یہ ہو کہ وہ اس سورت سے محبت کرتا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ذکر سے محبت کرتا تھا، اور یہ اس کے صحتِ اعتقاد کی دلیل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔

علامہ المازری اور ان کے موافقین نے کہا: اللہ تعالیٰ کے بندوں سے محبت کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ثواب عطا فرمانے اور ان پر انعام فرمانے کا ارادہ فرماتا ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبت کرنا نفسِ ثواب دینا اور انعام فرمانا ہے، اور محبت کا معنی یہاں پر میلانِ قلبی نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ میلان سے مقدس ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اوپر مستقیم رہیں۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: مخلوق کے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا معنی یہ ہے کہ مخلوق یہ ارادہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نفع

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پہنچائے۔

اور علامہ القرطبی نے المفہم میں کہا ہے: اللہ تعالیٰ کے محبت کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو اپنا مقرب بناتا ہے اور اس کا اکرام کرتا ہے اور اس میں کوئی اس کی طرف میلان نہیں ہے اور نہ کوئی غرض ہے جیسا کہ بندہ کی غرض ہوتی ہے اور بندہ کی اللہ سے محبت نفسِ ارادہ نہیں ہے بلکہ اس پر ایک زائد چیز ہے، کیونکہ مرد اپنے دل میں یہ چیز پاتا ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے جس کے کسب پر وہ قادر نہیں ہے اور نہ اس کی تحصیل پر وہ قادر ہے، اور ارادہ کا معنی ہے کہ فعل کو بعض ممکن وجوہ کے ساتھ خاص کرنا۔

اور امام بیہقی نے کہا ہے: ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک محبت اور بغض صفاتِ فعل سے ہیں، پس اللہ کے محبت کرنے کا معنی یہ ہے کہ جو اس سے محبت کرے، اللہ تعالیٰ اس کی عزت افزائی فرماتا ہے اور اس کے بغض کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کی اہانت فرماتا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۰۔ ۵۰۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ: قُلِ ادْعُوا اللهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (الاسراء: ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”آپ کہیے: تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جس نام سے بھی پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں“

۷۳۷۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ وَاَبِي ظَبْيَانَ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی از الاعمش از زید بن وہب اور ابی ظبیان از جریر بن عبد اللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری: ۶۰۱۳، ۷۳۷۶، صحیح مسلم: ۲۳۱۹، سنن ترمذی: ۱۹۲۲، مسند احمد: ۱۸۶۸۳)

۷۳۷۷۔ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ اِذْ جَاءَهُ رَسُولُ اِحْدَى بَنَاتِهِ يَدْعُوهُ اِلَى ابْنِهَا فِي الْمَوْتِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ارْجِعْ اِلَيْهَا فَاَخْبِرْهَا اَنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِاَجَلٍ مُسَمًّى فَمُرْهَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَعَادَتِ الرَّسُولَ اَنَّهَا قَدْ اَقْسَمَتْ لَتَاْتِيَنَّهَا فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ مَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ فَدُفِعَ الصَّبِيُّ اِلَيْهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عاصم الاحول از ابو عثمان النہدی از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے اچانک رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے ایک کی طرف سے بھیجا ہوا شخص آیا جو آپ کو آپ کی صاحبزادی کے بیٹے کی طرف بلاتا تھا جو مرض الموت میں تھے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ان کی طرف واپس جاؤ، اور ان کو خبر دو کہ اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو اس نے لے لیا اور جو اس نے عطا فرمایا، اور ہر چیز اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ كَأَنَّهَا فِي شَنٍّ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللهِ مَا هٰذَا قَالَ هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ۔

تعالیٰ کے پاس ایک مقررہ میعاد تک ہے، پس میری بیٹی سے کہو کہ وہ صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے، پس آپ کی صاحبزادی نے دوبارہ قاصد کو بھیجا اور انہوں نے یہ قسم دی کہ آپ ضرور آئیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے، پس وہ بچہ آپ کی طرف دیا گیا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا گویا کہ وہ بچہ جیسے پرانی مشک تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، پس آپ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ رحمت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحم کرنے والے بندوں پر رحم فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۸۴، ۵۶۵۵، ۶۶۰۲، ۶۶۵۵، ۷۳۷۷، ۷۴۴۸، صحیح مسلم: ۹۲۳، سنن نسائی: ۱۸۶۸، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۵، مسند احمد: ۲۱۲۶۹)

صحیح البخاری: ۷۳۷۶، ۷۳۷۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا معنی

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس باب سے غرض رحمت کا اثبات ہے اور رحمت اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفات سے ہے، پس رحمٰن ایسا وصف ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی صفت کی ہے، اور یہ رحمت کے معنی کو متضمن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کی کہ وہ عالم ہے اور وہ علم کے معنی کو متضمن ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمانے کا ارادہ کرتا ہے جن کے متعلق اس کے علم میں پہلے سے ثابت ہے کہ وہ ان کو نفع پہنچائے گا، رہی وہ رحمت جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے تو وہ صفاتِ فعل سے ہے اور اس کی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کو اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا اور یہ اس پر دل کو پتلا کرنا ہے جس پر رحم کیا جائے، اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس وصف سے منزہ ہے، لہٰذا اس سے اس معنی کا ارادہ کیا جائے گا جو اس کی شان کے لائق ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ رحمٰن اور رحیم یہ دونوں اوصاف رحمت سے ماخوذ ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مستقل دو اسم ہیں اور مشتق نہیں ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں ارادہ کے معنی کی طرف رجوع کرتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کا معنی یہ ہے کہ وہ جن پر رحم فرماتا ہے ان پر انعام کرنے کا ارادہ فرماتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں وصف اس معنی کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جو عذاب اور عقاب کا مستحق ہو اس پر عقاب کو ترک کر دیا جائے۔

علامہ الحلیمی نے کہا ہے کہ ''الرحمٰن'' کا معنی ہے: ترکِ عبادت کے بہانوں کو زائل کرنے والا، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عبادت کا حکم دیا اور عبادت کی حدود اور شرائط بیان کیں اور عبادت کرنے پر ثواب کی بشارت دی اور عبادت کے ترک کرنے پر عذاب سے ڈرایا تو بندوں کو اس چیز کا مکلف کر دیا جس کا بوجھ وہ اٹھا سکتے ہیں، پھر ترکِ عبادت کے بہانے ان سے زائل ہو گئے اور حجتیں منقطع ہو گئیں، اور انہوں نے کہا کہ ''الرحیم'' کا معنی ہے کہ وہ عمل پر ثواب دینے والا ہے، پس جس نے بھی کوئی نیک عمل کیا ہو وہ اس کے اس نیک عمل کو ضائع کرنے والا نہیں ہے بلکہ عمل کرنے والے کو اپنی رحمت اور اپنے فضل سے اس کے عمل سے کئی گنا زیادہ اجر عطا فرمائے گا۔

علامہ الخطابی نے کہا ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ''الرحمٰن'' رحمت سے ماخوذ ہے اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنی ہے: اللہ رحمت والا ہے، اس کے رحم فرمانے میں کوئی نظیر نہیں ہے، اسی وجہ سے ''الرحمٰن'' کا نہ تثنیہ آتا ہے اور نہ اس کی جمع آتی ہے۔

امام بیہقی نے اس پر یہ دلیل دی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''میں نے رِحم کو پیدا کیا اور رِحم سے اپنا ایک اسم بنایا''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اسی طرح امام بخاری نے ''التاریخ'' میں اور امام ابوداؤد اور ترمذی نے اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے ''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے۔۔۔۔الحدیث''۔

پھر علامہ الخطابی نے کہا: پس ''الرحمٰن'' ایسی رحمت والا ہے جو تمام مخلوق کو شامل ہے اور ''الرحیم'' فعیل کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے اور یہ مومنین کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴿٤٣﴾ (الاحزاب: ۴۳) اور وہ مومنوں پر بے حد رحم فرمانے والا ہے O

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' دو ایسے اسم ہیں کہ ان میں سے ایک اسم دوسرے سے زیادہ رقیق ہے۔

پھر علامہ الخطابی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں رقت کے معنی کے دخول کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور گویا کہ رقت سے مراد لطف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: وہ حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے وہ غیر ثابت ہے، کیونکہ وہ کلبی کی ابوصالح سے روایت ہے اور الکلبی متروک الحدیث ہے، اور اسی طرح مقاتل بھی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ رفیق ہے'' اور امام بیہقی نے اس کی اس حدیث سے تقویت کی ہے جس کو امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے ''بے شک اللہ تعالیٰ رفیق ہے، رِفق کو پسند فرماتا ہے اور رِفق پر وہ اجر دیتا ہے جو سختی پر اجر نہیں دیتا''۔

عبدالرحمٰن بن یحییٰ نے کہا ہے: ''الرحمٰن'' نام میں خاص ہے اور فعل میں عام ہے اور ''الرحیم'' نام میں عام ہے اور فعل میں خاص ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے اسماء مثلاً ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' میں سے کسی اسم کے ساتھ حلف اٹھایا تو اس کی قسم منعقد ہو جائے گی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۲) اور یہ کہ کافر جب لفظِ رحمٰن کے ساتھ توحید کا اقرار کرے تو اس پر اسلام کا حکم کیا جائے گا۔
(۳) اور اگر کسی دہریہ نے کہا "لا الٰه الا الحی المميت" تو وہ مومن نہیں ہوگا حتیٰ کہ ایسے اسم کے ساتھ توحید کا اقرار کرے جس میں کوئی تاویل نہ ہو۔
(۴) اسی طرح یہود میں سے جو اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے کے قائل ہیں ان میں سے اگر کسی نے کہا: "لا الٰه الا الذی فی السماء" (اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جو آسمان میں ہے) تو وہ مومن نہیں ہوگا سوا اس صورت کے کہ وہ یہودی کوئی عام آدمی ہو اور تجسیم کا معنی نہ سمجھتا ہو تو اس کے لیے یہ کہنا کافی ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جو آسمان میں ہے جیسا کہ ایک باندی کے قصہ میں حدیث ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا: تو ایمان لانے والی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے سوال کیا: پس اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان میں، تو آپ نے صحابی سے فرمایا: اس کو آزاد کر دو، یہ مومنہ ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے، اس کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔
(۵) اور جس شخص نے کہا "لا الٰه الا الرحمٰن" (رحمٰن کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) تو اس کے اسلام کا حکم کیا جائے گا سوا اس صورت کے جب دوسرے قرائن سے یہ معلوم ہو کہ اس نے یہ کلمہ عناداً پڑھا ہے اور اس نے غیر اللہ کو رحمٰن کہا ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے اصحاب نے اسی طرح کہا۔
(۶) علامہ الحلیمی نے کہا ہے: اگر یہودی کہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو وہ مسلمان نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ یہ اقرار کرے کہ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اگر بت پرست نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اور اس کا زعم یہ تھا کہ بت اس کو اللہ کے قریب کرتے ہیں تو وہ مومن نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ بتوں کی عبادت سے براءت کا اظہار کرے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق متقدمین کے اقوال

امام مالک نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور اس کا علم ہر جگہ میں ہے۔
اور امام عبداللہ بن المبارک نے کہا: ہم اپنے رب کو پہچانتے ہیں، وہ سات آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے اور مخلوق سے الگ ہے۔ اور ہم اس طرح نہیں کہتے جس طرح الجہمیہ نے کہا ہے کہ اللہ یہاں ہے اور اس نے زمین کی طرف اشارہ کیا۔
اور سفیان ثوری نے کہا: قرآن مجید میں ہے "وهو معكم اين ما كنتم" (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو) یعنی اس کا علم۔
اور امام شافعی نے کہا: اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش میں ہے اور اپنی مخلوق میں سے جس کے چاہے قریب ہوتا ہے۔
امام احمد نے کہا: اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور ہر جگہ کا عالم ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے جس طرح چاہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آئے گا جس طرح چاہے، اور وہ اپنی کرسی پر بلند ہے اور عرش اور کرسی پر اور ان کے متعلق جو آیات اور احادیث ہیں ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور یہ کہ پاکیزہ کلمات اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں، اور فرشتے اور روح القدس اس کی طرف چڑھتے ہیں اور اس نے حضرت آدم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا، اور اس نے قلم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو اور جنت عدن کو پیدا کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے شجرہ طوبیٰ کو پیدا کیا، اور تورات کو اپنے دونوں ہاتھوں سے لکھا اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔

اور امام شافعی نے کہا: اللہ تعالیٰ کے لیے وہ اسماء وصفات ہیں جن کا ذکر اس کی کتاب میں ہے اور اس کے نبی نے اپنی امت کو اس کی خبر دی، اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ ان کا رد کرے، جیسے اللہ سبحانہٗ نے ہم کو خبر دی ہے کہ وہ سمیع بصیر ہے اور اس کے دو ہاتھ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''بل یداہ مبسوطتٰن'' اور اس کا دایاں ہاتھ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''والسمٰوٰت مطویٰت بیمینہ'' اور اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''کل شیء ھالك الا وجھہ'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ویبقیٰ وجہ ربك ذو الجلال والا کرام''۔

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا قدم ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''حتیٰ کہ رب جہنم میں اپنا قدم رکھ دے گا'' اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف اترتا ہے، اور یہ کہ حدیث میں اللہ تعالیٰ کی انگلی کا ذکر ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''ہر قلب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے''۔ اور امام شافعی نے جو تصریحات نقل کی ہیں ان کے علاوہ احادیث صحاح میں اور بھی بہت صفات ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں ہے'' اور آپ کا ارشاد ہے کہ ''تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ اور اللہ کی قسم! میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے''۔ اور آپ کا ارشاد ہے ''کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ مدح کو پسند نہیں کرتا اس لیے اللہ عزوجل نے اپنی مدح فرمائی ہے، اور کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا نہیں ہے اس لیے اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام فرمادیا خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن ہوں''۔ اسی طرح اور بہت احادیث ہیں۔

(حاشیۃ التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۱۸۶۔۱۸۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۳۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ (الذاریات:۵۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک اللہ ہی سب سے بڑا رزق دینے والا اور سب سے زبردست قوت والا ہے ○''

۷۳۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلَى أَذًى سَمِعَهُ مِنَ اللّٰهِ يَدَّعُونَ لَهُ الْوَلَدَ ثُمَّ يُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از سعید بن جبیر از ابو عبدالرحمٰن السلمی از حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ ایذاء پر صبر کرنے والا نہیں ہے، لوگ اس کے لیے اولاد کا دعویٰ کرتے ہیں پھر وہ ان کو عافیت میں رکھتا ہے اور ان کو رزق دیتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۰۹۹، صحیح مسلم: ۲۸۰۴، مسند احمد: ۱۹۰۳۳)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۷۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ افعال

یہ باب اللہ تعالیٰ کی صفات کو متضمن ہے خواہ وہ صفتِ فعل ہوں اور خواہ صفتِ ذات ہوں، اور صفتِ فعل جیسے رزّاق ہے اور رزق اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ایک فعل ہے کیونکہ اس پر دلیل قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل میں رزاق نہیں تھا، کیونکہ رزاق مرزوق کا تقاضا کرتا ہے اور ازل میں اللہ تعالیٰ بغیر مرزوق کے تھا، یعنی ازل میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں تھا جس کو وہ رزق دیتا، اس لیے ازل میں اللہ تعالیٰ کا رزق کا فاعل ہونا محال ہے، پس ثابت ہوا کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق پیدا کی اور اس کو رزق دیا تو مخلوق کو رزق دینا اس کے افعال کی صفت ہے۔

اور ازل میں اللہ تعالیٰ کے رزاق ہونے کا معنی یہ ہے کہ عنقریب جب اللہ تعالیٰ مرزوقین کو پیدا کرے گا تو ان کو رزق دے گا، اور اللہ تعالیٰ ازل میں بھی رزق دینے پر قادر تھا اور قوی تھا، کیونکہ قوت اور قدرت کا معنی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ثابت رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صابر ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے زیادہ ایذاء پر صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے"۔

اللہ تعالیٰ کے صبر کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ ناگوار اور ناپسندیدہ چیز پر فوراً عذاب نہیں دیتا بلکہ معاف فرمادیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کا معنی اس طرح نہیں ہے جس طرح ہمارے لیے صبر کا معنی ہوتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا معنی اس طرح نہیں ہے جس طرح ہمارے لیے رحمت کا معنی ہوتا ہے، کیونکہ ہمارے لیے رحمت کا معنی یہ ہے کہ ہماری طبیعت مرحوم کی طرف مائل ہوتی ہے اور ہمارا دل مرحوم کے لیے پتلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ دل کے پتلا ہونے سے اور طبیعت کے مائل ہونے سے منزّہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ طبیعت والا نہیں ہے، یہ مخلوقات کی صفت ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ تعالیٰ ایذاء کو سن کر اس پر صبر کرتا ہے"۔ حالانکہ ایذاء کا معنی ہے کسی کو ضرر اور تکلیف پہنچانا، اور اللہ تعالیٰ اس سے منزّہ اور پاک ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ضرر اور ایذاء پہنچائی جائے، اس لیے اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کے انبیاء علیہم السلام اور اس کے صالح بندوں کو ایذاء پہنچاتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ صبر کرتا ہے، کیونکہ مخلوقین کا اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانا محال ہے، کیونکہ ایذاء کا پہنچنا نقص کی ان صفات میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں، کیونکہ جس شخص کو ایذاء پہنچتی ہے وہ عاجز ہوتا ہے اور بدلہ لینے پر قادر نہیں ہوتا اور جبراً صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جبراً صبر نہیں کرتا وہ اپنے فضل سے صبر فرماتا ہے، پس اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اس کے رسولوں کو ایذاء پہنچائی جائے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل لے کر آئے اور اللہ تعالیٰ سے بیوی کی نفی پر اور اولاد کی نفی پر دلائل پیش کیے، پس کفار نے جب ان کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی تو ان کافروں نے انبیاء علیہم السلام کو ایذاء پہنچائی، اس لیے جائز ہے کہ ایذاء کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نسبت اللہ کی طرف کی جائے، کفار کی بات کا رد کرنے کے لیے اور انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کے لیے کیونکہ کفار کا انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت میں الحاد ہے اور یہ اس آیت کی مثل ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۵۷﴾ (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور اس کے رسول کو، اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور اس نے ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے O

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانا محال ہے، اس لیے اس آیت کی تاویل یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے اولیاء کو ایذاء پہنچاتے ہیں، پھر مضاف کو محذوف کیا گیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَ سْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا وَ الْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ (یوسف:۸۲)

اور آپ اس بستی (والوں) سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے پوچھ لیجئے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں O

اس آیت میں بھی ذکر فرمایا ہے کہ بستی سے پوچھیے اور مراد یہ ہے کہ بستی والوں سے پوچھئے، سو مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام کر دیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۱۹۶۔۱۹۷، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۷۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الذاریات: ۵۸ کی تفسیر

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

رزق کا اطلاق اس عطاء پر ہوتا ہے جو مسلسل ہو، خواہ وہ عطاء دنیاوی ہو یا اخروی، اور کبھی اس کا اطلاق نصیب اور حصہ پر بھی ہوتا ہے اور کبھی رزق کا اطلاق اس غذا پر بھی ہوتا ہے جو اس کے پیٹ میں پہنچتی ہے، کہا جاتا ہے "سلطان نے لشکر کو رزق عطا کیا" اور علم عطاء کرنے پر بھی رزق کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

اس آیت میں رزق سے مراد غذائیں ہیں اور اس کو عموم پر محمول کرنا بھی جائز ہے، اور اس سے مراد طعام ہو اور لباس اور استعمال کی دوسری چیزیں ہوں اور یہ تمام چیزیں زمینوں سے حاصل ہوتی ہیں اور آسمان سے نازل ہونے والے پانی سے، اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۵۷۔۲۵۸، ملخصاً، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

اس آیت میں قوت کا بھی ذکر ہے، علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

قوت کبھی قدرت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے "خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ ...... (البقرہ: ۶۳)" (ہم نے جو کچھ تم کو دیا اس کو قوت سے پکڑ لو)۔ اور کبھی جس چیز میں کسی وصف کی صلاحیت ہوتی ہے اس کو قوت کہتے ہیں جیسے کہتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کھجور کی گٹھلی بالقوۃ کھجور کا درخت ہے، اور قوت کا استعمال کبھی بدن میں ہوتا ہے اور کبھی قلب میں ہوتا ہے اور کبھی معادن میں ہوتا ہے اور کبھی قدرتِ الٰہیہ میں ہوتا ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۴۱ ملخصاً مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

اس آیت میں متین کا لفظ ہے۔

متین صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے مضبوط اور محکم، ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں حصہ کو متین کہا جاتا ہے اور اس سے متن فعل بنا لیا گیا ہے، یعنی اس کی پشت مضبوط اور قوی ہو گئی ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۹۶، ملخصاً، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ فعلیہ اور صفاتِ ذاتیہ کا ثبوت

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ باب اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کو متضمن ہے صفتِ ذات اور صفتِ فعل، پس رزق دینا اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ایک فعل ہے تو یہ اس کی صفاتِ فعل میں سے ہے، کیونکہ رازق یہ چاہتا ہے کہ کوئی مرزوق ہو اور ازل میں اللہ سبحانہ' وتعالیٰ تھا اور کوئی مرزوق نہیں تھا، اور جو ازل میں نہ ہو اور بعد میں ہو تو وہ حادث ہے، اور اللہ سبحانہ' نے اپنی یہ صفت کی ہے کہ وہ رزاق ہے اور مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے اس نے اپنی صفت رازق کی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عنقریب جب مرزوقین کو پیدا کرے گا تو ان کو رزق دے گا۔

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذات کا ثبوت

القوۃ، ذات کی صفات میں سے ہے اور یہ قدرت کے معنی میں ہے اور اللہ عزوجل ازل میں بھی قوت والا اور قدرت والا تھا، اور اس کی قدرت ہمیشہ موجود رہی اور اس کی ذات کے ساتھ قائم رہی اور وہ قادرین کے حکم کی موجب ہے، اور ''المتین'' کا معنی ہے القوی، اور لغت میں اس کا معنی ہے ''الثابت الصحیح''، امام بیہقی نے کہا: جو قوی ہو اور اس کی قدرت مکمل ہو تو وہ کسی حال میں عجز کی طرف منسوب نہیں ہوتا، اور اس کا معنی قدرت اور قادر کی طرف رجوع کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے لیے ایسی قدرت ہے جو سب چیزوں کو شامل ہے اور قدرت اس کی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، اور المقتدر وہ ہے جس کی قدرت مکمل ہو اور جس کے لیے کوئی چیز محال نہ ہو۔

اور معتزلی کا زعم ہے کہ ذوالقوۃ سے مراد ہے شدید القوۃ، اور قوت اور متانت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت کا معنی یہ ہے کہ وہ قادرِ بلیغ ہے، ان کے طریقہ پر اس کا معنی ہے کہ قدرت صفتِ نفسیہ ہے، اس کے برخلاف اہلِ سنت کہتے ہیں کہ قدرت ایک صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس کا تعلق ہر مقدور کے ساتھ ہے، اور دوسروں نے کہا کہ قدرت کا قدیم ہونا اور رزق کے افاضہ کا حادث ہونا متنافع نہیں ہے کیونکہ حادث وہ تعلق ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے وجود کے بعد رزق دیتا ہے تغیر کو مستلزم نہیں ہے، کیونکہ تغیر تعلق میں ہے، کیونکہ اس کی قدرت رزق کے عطا کرنے کے ساتھ متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اس کے ساتھ ہے کہ عنقریب رزق عطا فرمائے گا، اسی وجہ سے یہ اختلاف ہوا کہ آیا قدرت ذات کی صفات میں سے ہے یا افعال کی صفات میں سے ہے، پس جس نے اس طرف نظر کی کہ قدرت کا تعلق رزق کو موجود کرنے کے ساتھ ہے، تو انہوں نے کہا: قدرت قدیم الذات ہے، اور جنہوں نے قدرت کے تعلق کی طرف نظر کی تو انہوں نے کہا: یہ فعل حادث ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۳۔ ۵۰۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴- بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا (الجن:۲۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے، سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا''

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (لقمان:۳۴)

''بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے''

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ (النساء:۱۶۶)

''لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ اس نے جو کچھ آپ کی طرف نازل فرمایا، وہ اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے''

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ (فاطر:۱۱)

''اور جو مادہ بھی حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے تو وہ اس کے علم میں ہے''

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ (حم السجدہ:۴۷)

''قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جائے گا''

قَالَ يَحْيٰى: الظَّاهِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَالْبَاطِنُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

یحییٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ظاہر ہے یعنی علم کے اعتبار سے، اور ہر چیز پر باطن ہے یعنی علم کے لحاظ سے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں پانچ آیتوں کا ذکر کیا ہے، پہلی آیت الجن: ۲۶ کی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں کرتا سوائے ان کے جو پسندیدہ ہیں جو اس کے رسول ہیں، رسول سے مراد یہاں پر یا تو تمام رسول ہیں یا حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام ہی رسولوں کو اللہ تعالیٰ کی وحی پہنچانے والے ہیں۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ غیب سے مراد کیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ غیب اپنے عموم پر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ غیب بالخصوص وحی سے متعلق ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس غیب سے مراد قیامت کا علم ہے اور یہ ضعیف قول ہے، چونکہ قیامت کا علم ان چیزوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ خاص فرما لیا ہے، سوا اس کے کہ کوئی قائل یہ کہے کہ یہ استثناء منقطع ہے، اس آیت میں نجومیوں کا رد ہے اور ہر اس شخص کا جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مستقبل میں ہونے والے امور موت اور حیات اور دیگر چیزوں پر مطلع ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کا مکذب ہے۔

اور دوسری آیت لقمان: ۳۴ ہے۔ مجاہد سے روایت ہے کہ ایک مرد جس کا نام الوارث بن عمرو بن حارثہ تھا اور وہ دیہاتیوں میں سے تھا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس آپ سے قیامت اور اس کے وقت کے متعلق سوال کیا اور کہا کہ ہماری زمین قحط زدہ ہے، پس بارش کب نازل ہوگی؟ اور میں نے اپنی عورت کو حاملہ چھوڑا ہے وہ بچہ کب جنے گی؟ اور مجھے معلوم ہے کہ میں کس زمین میں پیدا ہوا، پس میں کس زمین میں مروں گا؟ اور میں نے جان لیا جو میں نے آج کیا ہے، پس میں کل کیا کروں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ آیت نازل فرمائی ”بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، اور وہی بارش نازل فرماتا ہے، اور وہی (ازخود) جانتا ہے کہ (ماؤں کے) رحموں میں کیا ہے، اور کوئی (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا، بے شک اللہ ہی بہت جاننے والا سب کی خبر رکھنے والا ہے O“ (لقمان: ۳۴)

اور تیسری آیت یہ ہے:

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾ (النساء: ۱۶۶)

لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا وہ اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے، اور فرشتے (بھی) گواہی دیتے ہیں، اور اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے O

یہ آیت ان قطعی دلائل میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ کا علم ثابت ہوتا ہے اور معتزلہ نے اس آیت میں اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے تحریف کی، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نازل کیا جو اس کے مخصوص علم کے ساتھ متلبس ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس نے اس کتاب کو عمدہ نظم اور عمدہ پیرایہ میں نازل کیا ہے کہ ہر بلیغ اس سے معارضہ کرنے سے عاجز ہے اور معتزلی کا رد کیا گیا ہے کہ عبارات کو منظوم کرنا وہ نفسِ علمِ قدیم نہیں ہے بلکہ اس پر دلالت کرنے والا ہے۔

اور چوتھی آیت یعنی فاطر: ۱۱ جس میں فرمایا ہے: ”اور جو مادہ بھی حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے تو وہ اس کے علم میں ہے“۔

یہ آیت بھی تیسری آیت کی طرح اللہ تعالیٰ کے علم کے ثبوت میں ہے۔

اور پانچویں آیت یعنی حم سجدہ: ۴۷، اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے وقوع کے وقت کو کوئی نہیں جانتا، پس قیامت کے وقت کی تقدیر اللہ ہی کی طرف راجع ہے۔

تعلیقِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں یحییٰ کا ذکر ہے، وہ ابن زیاد الفراء النحوی ہیں، انہوں نے یہ ذکر اپنی کتاب معانی القرآن میں کیا ہے، اور علامہ کرمانی نے کہا: اس سے مراد ابنِ زیاد بن عبداللہ بن منظور الزہلی ہے، اور یہ وہی ہے جسے امام بخاری نے معانی القرآن سے نقل کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ بعینہ الفراء ہے، لیکن علامہ کرمانی کا یہ کہنا کہ وہ ذہلی ہے، یہ غلط ہے کیونکہ فراء دیلمی کوفی ہے جو بنو اسد کا آزاد شدہ غلام ہے اور ایک قول ہے کہ یہ بنی منقر کا آزاد شدہ غلام ہے، الفراء ۲۰۷ھ میں مکہ کے راستہ میں فوت ہوا اور اس کی عمر اس وقت تریسٹھ (۶۳) سال تھی، اور اس کو فراء کہا جاتا ہے حالانکہ یہ نہ فر (کھال کی پوستین) بناتا تھا اور نہ اس کو بیچتا تھا بلکہ یہ کلام بناتا تھا، اور ”الباطن علی کل شیء“ کا معنی ہے: یعنی اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے ظواہر کو بھی جاننے والا ہے اور تمام اشیاء کے بواطن کو بھی جاننے والا ہے، یعنی جن چیزوں کے دلائل حواس سے غائب ہیں ان کو بھی جاننے والا ہے اور جن چیزوں کے دلائل حواس پر ظاہر ہیں ان کو بھی جاننے والا ہے، اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٣﴾ (الحدید: ۳)

وہی اول اور آخر ہے اور ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے علم کے ثبوت میں قرآن مجید اور احادیث سے دلائل

امام بخاری نے جو تیسری آیت ذکر کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ثابت کرنے کے واضح دلائل میں سے ہے، اور المعتزلی نے اس آیت میں تحریف کی، اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نازل کیا دراں حالیکہ وہ اس کے مخصوص علم کے ساتھ متلبس ہے، اور مخصوص علم سے مراد ہے کتاب کو ایسی نظم پر مرتب کرنا اور ایسے اسلوب پر بنانا کہ ہر بلیغ اس کے معارضہ سے عاجز ہو، اور اس کا رد کیا گیا ہے کہ عبارات کو منظوم کرنا نفسِ علمِ قدیم نہیں ہے بلکہ اس پر دلالت کرنے والا ہے، اور اس آیت کو اس کے غیر حقیقی معنی پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، نیز معتزلی نے کہا کہ ''اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ'' کا معنی ہے: وہ عالم ہے، پس اس نے علم کی تاویل عالم کے ساتھ کی تا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علم کو ثابت کرنے سے گریز کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ (البقرہ:۲۵۵) اور اس کے علم میں سے وہ (لوگ) کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔

اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے علم کے ثبوت میں نہایت صریح ہے، اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ میں حدیث میں یہ مذکور ہے ''میرا علم اور آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے چڑیا نے اپنی چونچ میں سمندر کا پانی لیا''۔ اس حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کے علم کا ثبوت ہے، اسی طرح کتاب الدعوات میں استخارہ کی حدیث گزری ہے، اس میں یہ مذکور ہے: ''اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر کو طلب کرتا ہوں''۔ اس حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کے علم کی تصریح ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم کے ثبوت میں دلائلِ عقلیہ

اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے جو ہو چکی ہے اور جو عنقریب ہوگی بطورِ اجمال بھی اور بطورِ تفصیل بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا خالق ہے، تمام مخلوقات کا اپنے اختیار سے عالم ہے، اور مخلوقات کے علم اور ان پر قدرت کے ساتھ متصف ہے، کیونکہ اگر وہ کسی چیز پر قادر نہ ہو تو اس کو پیدا کرنا مشکل ہوگا، اور بغیر کسی اشکال کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ الکلیات کو جانتا ہے کیونکہ وہ معلومات ہیں اور جزئیات کو جانتا ہے کیونکہ وہ بھی معلومات ہیں، اسی طرح جو چیزیں دکھائی دیتی ہیں ان کا بھی اللہ تعالیٰ عالم ہے، اسی طرح جو چیزیں سنائی دیتی ہیں اور تمام مدرکات کا اللہ تعالیٰ عالم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ کمال ثابت ہے، اور ان چیزوں کی اضداد صفاتِ نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے، اور اتنی مقدار دلیلِ عقلی سے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے جزئیات کا علم نہ ہونے پر فلاسفہ کے دلائل

اور فلاسفہ میں سے جن کا یہ زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو بطورِ کلی جانتا ہے نہ کہ بطورِ جزئی، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جزئیات زمانیہ ہیں اور وہ زمانے اور احوال کے متغیر ہونے سے متغیر ہوتی ہیں اور علم معلومات کے تابع ہے، پس معلومات کے تغیر سے اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر لازم آئے گا اور جو علم اس کی ذات کے ساتھ قائم ہوگا وہ حوادث کا محل بن جائے گا اور یہ محال ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فلاسفہ کے دلائل کا جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ تغیر احوال اضافیہ میں واقع ہوا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی ستون کی دائیں طرف کھڑا ہو، پھر بائیں طرف کھڑا ہو جائے، پھر ستون کے سامنے کھڑا ہو، پھر ستون کے پیچھے کھڑا ہو، پس مرد میں تغیر ہو رہا ہے اور ستون اپنے حال پر ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اس حال کا عالم ہے جس حال پر ہم کل تھے اور اس حال کا بھی عالم ہے جس حال پر ہم اب ہیں اور اس حال کا بھی عالم ہے جس حال پر ہم کل ہوں گے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر نہیں ہے بلکہ ہمارے احوال کے اوپر تغیر جاری ہے، اور اللہ تعالیٰ تمام احوال کا ایک طریقہ سے عالم ہے، یہ دلیل عقلی ہے، اور قرآن مجید میں بہ کثرت اللہ تعالیٰ کے علم کے ثبوت میں دلائلِ سمعیہ ہیں جو درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ کے علم کے ثبوت میں دلائلِ سمعیہ

(۱) أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (الطلاق:۱۲)

بے شک اللہ تعالیٰ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے O

(۲) لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ (سبا:۳)

اس سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں، اور ہر چیز روشن کتاب میں ہے خواہ وہ ایک ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی O

(۳) إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثٰى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ (حم السجدہ:۴۷)

قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جائے گا اور جو پھل اپنے شگوفوں سے نکلتے ہیں اور جس مادہ کو کوئی حمل ہوتا ہے اور اس کے ہاں جو بچہ ہوتا ہے، ان سب کا اس کو علم ہے۔

(۴) وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ (الانعام:۵۹)

اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، اس کے سوا (از خود) ان کو کوئی نہیں جانتا، وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو خشکی اور سمندروں میں ہے، اور وہ ہر اس پتے کو جانتا ہے جو (درخت سے) گرتا ہے، اور زمین کی تاریکیوں میں ہر دانہ اور ہر تر اور ہر خشک چیز لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے O

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۴-۵۰۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے علم کے ثبوت پر دلائل

اس باب کے منعقد کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ثابت ہے اور وہ اس کی صفت لذاتہٖ ہے، کیونکہ علم کی حقیقت یہ ہے کہ عالم کے ساتھ علم قائم ہو، کیونکہ یہ محال ہے کہ کوئی شخص عالم ہو اور اس کا علم نہ ہو، اسی طرح اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تعالیٰ کے باقی اوصاف جو صفات کا تقاضا کرتی ہیں مثلاً وہ حی ہے، قادر ہے، اور یہ قدریہ کے اس قول کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم، قادر ہے، حی ہے بنفسہ، نہ اس کی قدرت ہے نہ علم ہے اور نہ حیات ہے، پھر جب ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے تو واجب ہے کہ اس کے علم کا تعلق ہر معلوم کے ساتھ حقیقت میں ہو، اور قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ کے لیے علم کا ثبوت ہے جیسے لقمان: ۳۴، النساء: ۱۶۶، فاطر: ۱۱، اور حم السجدہ: ۴۷۔

پس جس نے اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کی اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے عالم ہونے کی نفی کی، اور جس نے یہ زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ بنفسہٖ عالم ہے اور وہ علم سے متصف نہیں ہے، سو اس شخص نے ان نصوص کا انکار کیا جن میں اللہ تعالیٰ کے لیے علم کا ثبوت ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے عالم ہونے کی نفی کی تو وہ کافر ہے، اور اس میں ہشام بن الحکم کا رد ہے اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا علم حادث ہے اور وہ کسی چیز کو اس کے وجود سے پہلے نہیں جانتا، اور اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۳۷۹۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللهُ لَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللهُ وَلَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللهُ وَلَا يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللهُ وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِلَّا اللهُ وَلَا يَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: غیب کی پانچ چابیاں ہیں، جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ماؤں کے رحم میں کیا چیز ساقط ہوتی ہے، اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کب بارش نازل ہوگی، اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا، اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔

(صحیح البخاری: ۱۰۳۹، ۴۶۲۷، ۴۶۹۷، ۴۷۷۸، ۷۳۷۹، مسند احمد: ۵۱۱۲)

صحیح البخاری: ۷۳۷۹ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی مشکل عبارات کے معانی

دنیا اور آخرت میں واقع ہونے والے امورِ غیبیہ کا اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ مخصوص ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے "مفاتیح الغیب خمس" یہ استعارہ بالکنایہ ہے یا استعارہ مصرحہ ہے، اور جب کہ تمام موجودات اللہ تعالیٰ کے علم میں ثابت ہیں تو شارع علیہ السلام نے ان موجودات کو خزانوں کے ساتھ تشبیہ دی، اور اس کے کھولنے کو چابی کے ساتھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تشبیہ دی، اور غیب کی پانچ چابیاں ہونے میں یہ اشارہ پانچ عوالم کی طرف ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وما تغیض الارحام" اس میں اشارہ ہے کہ ماں کے رحم میں بچہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، اور کوئی شخص بچہ کے گھٹنے بڑھنے کی حقیقت کو نہیں جانتا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "لا یعلم متیٰ یاتی المطر" اس میں عالمِ علوی کی طرف اشارہ ہے اور بارش کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کیونکہ بارش کے حصول کے ایسے اسباب ہیں جن کا امورِ عادیہ سے علم ہو جاتا ہے کہ بارش ہوگی، لیکن تحقیق سے کوئی نہیں جان سکتا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولا تدری نفس بای ارض تموت" اس میں عالمِ سفلی کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ وہ اپنے شہر میں مرتے ہیں لیکن یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنے شہر میں بھی مرے تو یہ نہیں جانتا کہ وہ شہر کی کس جگہ میں دفن کیا جائے گا خواہ وہاں پر اس کے اسلاف کی قبریں ہوں یا اس کی اپنی قبر تیار کی گئی ہو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یعلم مافی غد الا اللہ" اس حدیث میں زمانہ کی اقسام اور زمانہ میں ہونے والے حوادث کی طرف اشارہ ہے، اور کل کے لفظ کو خصوصیت سے ذکر کیا کیونکہ وہ قریب ترین زمانہ ہے، اور جب کہ جو قریب ترین زمانہ ہے اس کے متعلق کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس میں کیا واقع ہوا ہے، تو جو زمانہ دور ہو اس کو تو بطریقِ اولیٰ نہیں جانے گا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ولا یعلم متیٰ تقوم الساعۃ الا اللہ" اس حدیث میں علومِ آخرت کی طرف اشارہ ہے، جب کوئی شخص دنیا کے علوم کے متعلق نہیں جانتا تو آخرت کے علوم کو نہ جاننا بطریقِ اولیٰ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

"مفاتیح الغیب" کے پانچ میں حصر کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "مفاتیح الغیب خمس" اور مفاتیح کا لفظ مفتاح کی جمع ہے، مفتاح اس کو کہتے ہیں جس سے تالے کو کھولا جاتا ہے یعنی چابی، غیب کو اس خزانہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس پر اس کے اس کے خازن کے سوا کوئی مطلع نہیں ہوتا۔

اور پانچ میں حصر اس وجہ سے ہے کہ ان غیوب سے "امہات الغیوب" مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے خواص میں سے ہیں، اور ان علوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات مخصوص ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۱۱ ص ۲۰۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

۷۳۸۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ وَهُوَ يَقُولُ ﴿لَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از الشعبی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جس نے تم سے یہ کہا کہ بے شک محمد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ﴾ وَمَنۡ حَدَّثَكَ اَنَّهُ يَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ فَقَدۡ كَذَبَ وَهُوَ يَقُولُ ﴿لَا يَعۡلَمُ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَيۡبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے جھوٹ بولا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں'' (الانعام: ۱۰۳)

اور جس نے تم سے یہ کہا کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے تھے تو اس نے جھوٹ بولا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی (از خود) غیب نہیں جانتا''۔ (النمل: ۶۵)

(صحیح البخاری: ۳۲۳۴، ۳۲۳۵، ۴۶۱۲، ۴۸۵۵، ۷۳۸۰، ۷۵۳۱، صحیح مسلم: ۱۷۷، سنن ترمذی: ۳۰۶۸)

صحیح البخاری: ۷۳۸۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے میں مذاہب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''جس شخص نے یہ کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا ہے'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو شب معراج میں دیکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے میں اختلاف ہے، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی تھیں، لیکن انہوں نے اس انکار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا، بلکہ انہوں نے اپنے اجتہاد اور استدلال سے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

اور علامہ داؤدی نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا انکار کیا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، اور قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی نفی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں، دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں، اس کا ادراک تو دیکھنے والے کرتے ہیں، تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ آنکھیں دنیا میں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور آخرت میں آنکھیں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کا جواب

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''جس نے تم سے یہ کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں اس نے جھوٹ بولا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''اللہ تعالیٰ کے سوا غیب کو کوئی نہیں جانتا''۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے، اصل عبارت یہ ہے کہ ''جس شخص نے تم سے یہ کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیات میں سے کسی آیت کو چھپا لیا اس نے جھوٹ بولا'' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾ (المائدہ:٦٧)

اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے، اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا، اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا، بے شک اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا O

اس حدیث میں رافضیوں کے اس دعویٰ کا رد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چند علوم کے ساتھ خاص فرمالیا تھا اور دوسروں کو وہ علم نہیں عطا کیا، اور رہا علمِ غیب تو کوئی شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر غیب کو جانتے ہیں، آپ صرف اسی غیب کو جانتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ٢٥ ص ١٣٠۔١٣١، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

صحیح البخاری: ٧٣٨٠، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی تحقیق

امام ابنِ خزیمہ اور امام ابن حبان نے از داؤد بن ابی ہند از شعبی روایت کی ہے "اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا جس نے کہا کہ بے شک محمد نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اور بے شک محمد نے کچھ وحی کو چھپا لیا، اور بے شک محمد کل کی بات کو جانتے ہیں"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

کیونکہ بعض وہ لوگ جو ایمان میں راسخ نہیں ہیں، وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ نبوت کی صحت اس کو مستلزم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مغیبات پر مطلع ہوں جیسا کہ امام ابنِ اسحاق کی مغازی میں واقع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی تو زید بن الصلت نے کہا: محمد کا زعم یہ ہے کہ وہ نبی ہیں اور وہ تمہیں آسمان کی خبر سے خبر دیتے ہیں، اور ان کو یہ پتا نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک مرد اس طرح، اس طرح کہتا ہے اور بے شک میں اللہ کی قسم! صرف اسی چیز کو جانتا ہوں جس کا مجھے اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس اونٹنی پر مطلع فرمایا، وہ فلاں گھاٹی میں ہے اور ایک درخت نے اس کو روک رکھا ہے"۔ پھر صحابہ گئے اور اس اونٹنی کو لے کر آئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ آپ کو اسی غیب کا علم ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا ہے۔

اور آپ کا یہ ارشاد اس آیت کے مطابق ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٦﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ (الجن: ٢٦۔٢٧)

وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے، سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مکمل مطلع نہیں فرماتا O ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرمالیا ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں، سو وہ اس رسول کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر فرما دیتا ہے O

اس آیت میں غیب سے کیا مراد ہے، اس میں کئی اقوال ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں غیب اپنے عموم پر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وحی ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مراد قیامت کا علم ہے اور یہ ضعیف ہے کیونکہ سورۂ لقمان میں یہ گزر چکا ہے کہ قیامت کا علم ان علوم میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ خاص کر لیا ہے، سوا اس کے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ یہ استثناء منقطع ہے۔

علامہ الزمخشری (المعتزلی) نے کہا ہے: اس آیت میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ابطال ہے، کیونکہ اگرچہ اولیاء اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں لیکن وہ رُسل نہیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ لوگوں میں سے رسولوں کو غیب کی اطلاع کے ساتھ خاص کر لیا۔

اور امام فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ اس آیت میں ''علی غیبه'' لفظِ مفرد ہے اور اس میں عموم کا صیغہ نہیں ہے، پس یہ کہنا صحیح ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے غیوب میں سے ایک خاص غیب کو رسولوں کے سوا کسی پر ظاہر نہیں فرماتا، پس اس خاص غیب کو وقتِ وقوعِ قیامت پر محمول کیا جائے گا، اور اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے درجِ ذیل آیت کے بعد ذکر فرمایا ہے:

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ۞ (الجن:۲۵) آپ کہیے: میں از خود نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے آیا وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کی کوئی مدت مقرر کر دی ہے O

امام رازی کی تفسیر پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ رسولوں کو اس خاص غیب پر مطلع نہیں کیا گیا، نیز امام رازی نے کہا: ہو سکتا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہو، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اس غیبِ مخصوص پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا لیکن ان پر مطلع فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں، پس ان کے لیے حفاظت کرنے والے فرشتے مقرر فرما دیتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات کے درمیان فرق

اور قاضی بیضاوی نے کہا کہ رسول کو غیب پر اطلاع کے ساتھ خاص کر لیا گیا ہے اور اولیاء کو یہ غیب الہام سے حاصل نہیں ہوتا۔

اور علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ علامہ زمخشری کا دعویٰ عام ہے (کہ اولیاء اللہ کی کرامات باطل ہیں) اور ان کی دلیل خاص ہے، پس ان کا دعویٰ ہے کہ تمام کرامات ممتنع ہیں اور دلیل کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں غیب پر اطلاع کی نفی نہیں ہے، اس کے برخلاف باقی کرامات میں۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ غیب پر اطلاع کا معنی ہے اس چیز کا علم جو عنقریب واقع ہوگی، پس اس میں وہ امورِ غیبیہ داخل نہیں ہوں گے جو اولیاء اللہ پر منکشف ہو جاتے ہیں، اور وہ امور جو خلافِ عادت ہیں جیسے پانی پر چلنا اور کم مدت کے اندر مسافتِ بعیدہ کو منقطع کرنا وغیرہ۔

علامہ الطیبی نے کہا ہے: زیادہ قریب یہ ہے کہ اطلاع کو ظہور اور خفاء کے ساتھ خاص کیا جائے گا، پس انبیاء علیہم السلام کو غیب پر مطلع کرنا ممکن ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر مکمل اظہار اور کشفِ جلی صرف رسول کے لیے کرتا ہے، اور فرشتے کے ساتھ اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور حفاظت کرنے والوں کے ساتھ، اسی لیے فرمایا ''یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۞ (الجن:۲۷)'' (سو وہ اس رسول کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر فرما دیتا ہے)''۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے اس کی علت بیان فرمائی:

لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا تا کہ اللہ اس بات کو ظاہر فرما دے کہ بے شک ان سب رسولوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ (الجن:۲۸) نے اپنے پیغامات پہنچا دیئے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس ہے ان سب کا اللہ نے احاطہ کرلیا ہے اور اس نے ہر چیز کا شمار کرلیا ہے O

رہی کرامات تو وہ از قبیلِ اشارات ہوتی ہیں، اور اولیاء اللہ ان کرامات کے حصول میں انبیاء کی مثل نہیں ہوتے۔

استاذ ابو اسحاق نے وثوق سے کہا ہے کہ اولیاء کی کرامات انبیاء کے معجزہ کے مشابہ نہیں ہوتیں۔

اور ابوبکر بن فورک نے کہا ہے کہ انبیاء کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ معجزات کو ظاہر کریں اور اولیاء اللہ پر واجب ہے کہ وہ کرامات کو مخفی رکھیں، اور نبی قطعی طور پر معجزہ کا دعویٰ کرتا ہے اور ولی اس سے مامون نہیں ہوتا کہ اس کی کرامت استدراج ہے۔

اور اس آیت میں نجومیوں پر رد ہے اور ہر اس شخص پر جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کو عنقریب حیات کا یا موت کا علم ہوجائے گا، کیونکہ وہ قرآن مجید کا مکذِب ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۶۔۵۰۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۔ بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اَلسَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ (الحشر:۲۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ہر نقص سے سالم، امان دینے والا''

۷۳۸۱۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ حَدَّثَنَا شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَنَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَلٰكِنْ قُوْلُوا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: شقیق بن سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا:

حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم کہتے تھے: اللہ پر سلام ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ خود سلام ہے، لیکن تم کہو کہ: ''تمام قولی عبادات اللہ کے لیے ہیں اور تمام بدنی عبادات اللہ کے لیے ہیں اور تمام مالی عبادات اللہ کے لیے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(صحیح البخاری: ۸۳۱، ۸۳۵، ۱۲۰۲، ۶۲۳۰، ۶۲۶۵، ۶۳۲۸، ۷۳۸۱، صحیح مسلم: ۴۰۲، سنن ترمذی: ۲۸۹، سنن نسائی: ۱۱۶۸، سنن ابوداؤد: ۹۶۸، سنن ابن ماجہ: ۸۹۹، مسند احمد: ۴۰۵۴، سنن دارمی: ۱۳۴۰)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۸۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے "السلم المومن المهيمن" (صحیح البخاری میں صرف "السلم المومن" کے الفاظ ہیں، بہرحال ان الفاظ کے معانی حسب ذیل ہیں:)

لفظ "السلام" کا معنی

امام بخاری کی اس باب سے غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم کو ثابت کیا جائے، پس سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اس کا معنی ہے وہ ذات جو نقائص اور آفات سے سالم ہو اور محفوظ ہو، ایسی آفات جو حدوث پر دلالت کرتی ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ (یونس: ۲۵) اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

دارالسلام کے معنی میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ دارالسلام سے مراد جنت ہے کیونکہ جنت میں کوئی آفت نہیں ہے اور نہ کوئی کدورت ہے، پس سلام اور سلامت کا ایک ہی معنی ہے جیسے لذاذ اور لذاذۃ کا ایک معنی ہے اور رضاع اور رضاعت کا ایک معنی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ "السلام" اللہ تعالیٰ کا اسم ہے، قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ سلام ہے اور اس کا دار "الجنۃ" ہے۔

لفظ "المومن" کا معنی

رہا لفظ "المومن" تو اس میں دو اعتبار ہیں، ایک اعتبار یہ ہے کہ یہ ذات کی صفت ہے اور اس کا معنی ہے المصدِّق، یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو متضمن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ان خبروں کی تصدیق ہے جو اس کی ذات کے متعلق ہیں اور اس کے رسولوں کے متعلق ہیں، اور رسولوں کے دعویٔ رسالت کی صحت کے متعلق ہیں، گویا المومن کا معنی المصدق ہے، اور یہ صفت اس کی ذات کی صفات میں سے ہے جو ہمیشہ موجود ہے کہ وہ کلام کرنے والا ہے اور مومن اور مصدِّق ہے۔
اور دوسرا لحاظ یہ ہے کہ "المومن" یعنی امان دینے والا، یہ اس کے فعل کی صفت ہے، تو وہ اس کے رسولوں کے لیے امان ہے اور اس کے مومن اولیاء کے لیے امان ہے، اس کے عذاب سے امان ہے یعنی اس کے عذاب سے رسولوں اور مومنین کے لیے امان ہے، اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ رسولوں کو اور مومنوں کو عذاب سے امن دینے والا ہے، اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۞ ...... (قریش: ۴)" (اور ان کو خوف سے امن میں رکھا)۔

"المهيمن" کا معنی

مهیمن کا معنی حفاظت کرنا اور رعایت کرنا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے فعل کی صفت ہے۔

اللہ تعالیٰ کو "السلام" کہنے سے منع کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "السلام علی اللہ" کہنے سے منع فرمایا ہے، اور اس کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے اور یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سلامتی کی دعا کی جائے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف رہنمائی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کیا کہنا چاہیے، پھر فرمایا کہ یوں کہو: التحیات للہ والصلوات والطیبات۔۔۔۔۔۔ الحدیث

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۱۹۔ ۴۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۸۱ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ''السلام، المومن اور المھیمن'' کے معانی

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر میں اپنے تین اسماء ذکر فرمائے ہیں: ''السلام، المومن اور المھیمن'' اور اس آیت کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے ''لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى'' ۔ الحشر: ۲۴''، اور سورۃ الاعراف میں فرمایا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو۔ (الاعراف: ۱۸۰)

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدرت اور قوت اور علم کے ساتھ متصف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات کسی عدد معین میں منحصر نہیں ہیں، اور اس کی دلیل یہ آیت ہے۔

اہلِ علم نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حق میں ''السلام'' کا معنی ہے: جس ذات نے مومنین کو اپنے عذاب سے سلامتی میں رکھا، اسی طرح ''المومن'' کا معنی ہے: جس ذات نے مومنین کو اپنے عذاب سے امن میں رکھا، اور ایک قول یہ ہے کہ ''السلام'' کا معنی ہے: جو ہر نقص سے بری ہو اور ہر آفت سے اور ہر عیب سے پاک ہو، اور اس کا ایک معنی یہ ہے کہ جو اپنے بندوں پر سلام بھیجنے والا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۝ (یس: ۵۸) رب رحیم کی طرف سے ان کے حق میں سلام فرمایا ہوا ہو گا O

پس یہ صفت، صفتِ کلامیہ ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ''السلام'' کا معنی ہے: وہ ذات کہ مخلوق جس کے ظلم سے سلامت رہی۔

اور مومن کا معنی بیان کیا گیا ہے: جس نے اپنی ذات کی تصدیق کی اور جس نے اپنے اولیاء کی تصدیق کی اور ایک قول یہ ہے کہ مومن کا معنی ہے: جو اپنی ذات کی توحید بیان کرنے والا ہے، ایک قول یہ ہے کہ مومن کا معنی ہے جو امن کو پیدا کرنے والا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ جو امن کو عطا کرنے والا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ جو دلوں میں طمانیت کو پیدا کرنے والا ہے۔

رہا ''المھیمن'' کا معنی: تو امام بیہقی نے الحلیمی سے نقل کیا ہے کہ المھیمن کا معنی ہے: جو اطاعت کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرتا، اور نافرمان کے اس عذاب میں جس کا وہ مستحق ہوتا ہے کوئی اضافہ نہیں کرتا، اور بے شک اس نے ثواب اور عقاب کا نام جزاء رکھا ہے، اور اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ثواب میں اضافہ فرمائے اور بہ کثرت گناہوں کو معاف فرما دے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''المھیمن'' کا معنی ہے الامین، اور مجاہد نے بیان کیا کہ ''المھیمن'' کا معنی ہے: الشاہد، اور ایک قول ہے کہ ''المھیمن'' کا معنی ہے جو کسی چیز کا نگہبان اور محافظ ہو۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۷۔ ۵۰۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

٦ - بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: مَلِكِ النَّاسِ ۝ (الناس:٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "سب لوگوں کے بادشاہ کی ۝"

فِيهِ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

اور اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ٤٤٩ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

"مَلِكِ النَّاسِ" کے دو معانی

"مَلِكِ النَّاسِ" اس معنی میں داخل ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ کہیں "التحیات للہ"، اس کا معنی یہ ہے کہ ملک اور سلطنت اللہ کے لیے ہے، اور گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یہ حکم اس لیے دیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا اعتراف کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آپ کہیے! (اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم) میں تمام لوگوں کے رب اور تمام لوگوں کے بادشاہ کی پناہ میں آتا ہوں"، اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ تمام لوگوں کا بادشاہ ہے اس کی دو وجہیں ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفت کی طرف راجع ہے اور وہ صفت قدرت ہے کیونکہ ملک بمعنی قدرت ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ صفت فعل کی طرف راجع ہے، اس کا معنی ہے قہر کرنا، اور لوگوں کو ان کے ارادوں سے پھیر کر اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی طرف راجع کرنا، پس تمام بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں اور بندوں کو اپنے افعال پر کوئی قدرت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ١٠ ص ٤٢٠-٤٢١، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

٧٣٨٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدٍ هُوَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ وَقَالَ شُعَيْبٌ وَالزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ مُسَافِرٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ مِثْلَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از سعید اور وہ ابن المسیب ہیں از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمام زمین کو قیامت کے دن اپنی مٹھی میں پکڑ لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ شعیب اور الزبیدی اور ابن مسافر اور اسحاق بن یحییٰ نے از الزہری از ابی سلمہ اس کی مثل کہا۔

(صحیح البخاری: ٤٨١٢، ٦٥١٩، ٧٣٨٢، ٧٤١٣، صحیح مسلم: ٢٧٨٧، سنن ابن ماجہ: ١٩٢، مسند احمد: ٨٦٤٦، سنن دارمی: ٢٧٩٩)

صحیح البخاری: ٧٣٨٢، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ٨٠٤ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے دائیں ہاتھ کا ثبوت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور اس سے مراد عضو نہیں ہے جیسا کہ مجسمہ کا عقیدہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اعضاء اور اجزاء کے ساتھ موصوف ہونا محال ہے، کیونکہ اعضاء اور اجزاء جسمیت کا تقاضا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا محال ہے۔

بعض علماء نے کہا: یمین (یعنی دایاں ہاتھ) سے مراد قدرت ہے اور دوسرے علماء نے اس کا انکار کیا اور کہا: یمین سے مراد دایاں ہاتھ ہے اور اس سے قدرت کو مراد لینا قرآن مجید کے خلاف ہے، اور قرآن مجید کی آیات اپنے ظاہر پر محمول ہیں، اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے ''ید'' (ہاتھ) کا بہ کثرت ذکر ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں، اور یہ کہ ملک اور سلطنت اس کے ہاتھ میں ہے، ان آیات میں سے یہ آیت ہے:

مَامَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ۔ (ص:۷۵) تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے اوپر حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا، اور اگر ''ید'' کا معنی قدرت ہوتا تو ابلیس کہتا کہ تو نے مجھ کو بھی اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے، پس حضرت آدم کی مجھ پر کیا فضیلت ہے؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے ید اور یمین کا لفظ ثابت ہے اور یہ مخلوق کے مشابہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۰۸۔ ۲۰۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الملک'' اور ''المالک'' کے معانی

امام بیہقی نے کہا ہے: ''الملك، اور ''المالك'' یہ ملک کا خاصہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی ہے: جو ایجاد اور پیدا کرنے پر قادر ہو، اور یہ وہ صفت ہے جس کا اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لیے مستحق ہے، علامہ الراغب اصفہانی نے کہا: ''المَلِك'' وہ ہے جو حکم دینے اور منع کرنے کے ساتھ متصف ہو، اور یہ کلام کرنے والوں کے ساتھ مخصوص ہے، اسی لیے فرمایا ''مَلِكِ النَّاسِ'' یعنی تمام لوگوں کا مالک ہے، اور یہ نہیں کہا ''مالك الاشياء'' یعنی تمام چیزوں کا مالک ہے، اور رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝'' (الفاتحہ:۳)، اس کا معنی ہے: وہ حساب کے دن کا مالک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔۔۔ (مومن:۱۶)'' (آج کس کی بادشاہی ہے؟)

''مَلِكِ النَّاسِ'' میں ''النَّاسِ'' یعنی لوگوں کے خصوصیت کے ساتھ ذکر کی توجیہ

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں جامد چیزیں بھی ہیں جیسے پہاڑ اور پتھر وغیرہ، اور نامی یعنی نشوونما پانے والی چیزیں بھی ہیں جیسے درخت وغیرہ، اور ساکت یعنی خاموش چیزیں بھی ہیں، اور ناطق چیزیں بھی ہیں۔ اور ناطق میں متکلم بھی ہیں اور غیر متکلم بھی ہیں، پس اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تعالیٰ نے متکلم کو تمام چیزوں پر فضیلت دی اور متکلم انسان اور جن اور ملائکہ ہیں۔پس جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا "مَلِكِ النَّاسِ" اور الناس اپنے متکلم ہونے کی وجہ تمام مخلوقات میں افضل ہیں تو مَلِكِ النَّاسِ کا معنی یہ ہوا کہ جو سب کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کا ثبوت

امام ابن حاتم نے اپنی کتاب "الرد علی الجہمیہ" میں یہ لکھا ہے کہ جہمیہ سے کہا جائے گا: مجھے بتاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو فنا کرنے کے بعد فرمائے گا "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" تو کوئی بھی جواب نہیں دے گا، تو پھر اللہ تعالیٰ خود ہی جواب دے گا "الواحد القھار" یعنی صرف اللہ کی بادشاہی ہے۔اور یہ اس وقت ہوگا جب مخلوق فوت ہو جائے گی اور ان کے الفاظ ختم ہو جائیں گے اور امام ابن ابی حاتم نے یہ اشارہ کیا کہ جس کا یہ زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام کو پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہے سناتا ہے تو جس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" اور کوئی مخلوق بھی اس وقت زندہ نہیں ہوگی اور وہ خود جواب دے گا "الواحد القھار" تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کلام فرمائے گا اور یہ کلام اس کی صفتِ ذات میں سے ہے اور اس کا کلام غیر مخلوق ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے کہا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ کسی کی طرف وحی نہیں ہے کیونکہ اس وقت کوئی شخص زندہ نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ خود ہی فرمانے والا ہوگا اور خود ہی اپنے آپ کو جواب دینے والا ہوگا۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی کہتے ہیں: صور پھونکنے کی طویل حدیث میں مذکور ہے جو کتاب الرقاق میں صفت الحشر میں مذکور ہے کہ جب اللہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا اور اللہ تعالیٰ آخر ہوگا جیسا کہ وہ اول تھا، اور وہ آسمانوں اور زمینوں کو لپیٹ دے گا، پھر اللہ تعالیٰ تین مرتبہ فرمائے گا: میں جبار ہوں، پھر تین بار فرمائے گا: آج کے دن کس کی بادشاہی ہے، پھر خود فرمائے گا "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ"، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل خود ہی کلام کرنے والا ہوگا اور خود ہی اپنے آپ کو جواب دینے والا ہوگا، اس سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام کو پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے وہ کلام سنا دیتا ہے بلکہ وہ خود کلام فرمائے گا کیونکہ اس وقت اور کوئی نہیں ہوگا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۸-۵۰۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۶۰﴾ (النحل: ۶۰)

"اور وہی بہت غلبہ والا اور بڑی حکمت والا ہے O"

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ (الصافات: ۱۸۰)

"آپ کا رب غالب ہے اور ہر اس عیب سے پاک ہے جس کو وہ بیان کرتے ہیں O"

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ (المنافقون: ۸)

"عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے"

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب میں مذکور تین آیات کے معانی

اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے تین آیات ذکر کی ہیں، پہلی آیت ہے "وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝---(النحل:٦٠)"۔

"العزیز" کا معنی

پہلی آیت میں "العزیز" کا لفظ ہے اور العزیز کا لفظ عزت کے معنی کو متضمن ہے، اور یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفت ہو اور اس کا معنی ہے قدرت اور عظمت، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فعل کی صفت ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر قاہر ہے اور غالب ہے۔

علامہ الحلیمی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: وہ ایسی ذات ہے کہ اس تک پہنچا نہیں جا سکتا اور نہ کسی مکروہ چیز کو اس پر داخل کیا جا سکتا ہے، کیونکہ عزیز عرب کی زبان میں عزت سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے صلابت اور سختی۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: "العزیز" کا معنی ہے: ایسا منع کرنے والا جس پر کوئی غالب نہ ہو۔ اور عزت کا لفظ کبھی غلبہ سے ماخوذ ہوتا ہے، کہا جاتا ہے "عزّیعزّ" اور کبھی نفیس قدر کے معنی میں ہوتا ہے۔

اور اس آیت میں "الحکیم" فرمایا ہے، یہ حکمت کے معنی کو متضمن ہے، اور یہ یا تو ذات کی صفت ہے، اور اس کا معنی علم ہے جو اس کی ذات کی صفت ہے اور یا اس کے فعل کی صفت ہے یعنی کسی کام کو محکم اور مضبوط بنانا۔

"سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ" (الصافات:١٨٠)

اس آیت میں عزت کی ربوبیت کی طرف صفت ہے، اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہاں پر قہر اور غلبہ مراد ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اضافت اختصاص کے لیے ہو، گویا کہ کہا گیا ہے "ذوالعزۃ" عزت والا، اور یہ صفاتِ ذات میں سے ہے۔ اور جب تمام عزتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں تو جو شخص بھی عزت والا ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے سبب سے ہو گا، اور کسی کے لیے ذاتی عزت نہیں ہے اور وہی عزت کا مالک ہے۔

"وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ" (المنافقون:٨)

یہ عنوان میں مذکور تیسری آیت ہے اور اس کا حکم بھی دوسری آیت سے معلوم ہو جاتا ہے اور یہ بھی غلبہ کے معنی میں ہے۔ اور یہ اس کے جواب میں ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ وہ سب سے زیادہ عزت والا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رد کیا کہ عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور مومنین کے لیے ہے۔

پس یہ آیت درج ذیل آیت کی مثل ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (المجادلہ:٢١)

اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور میں غالب ہوں گا اور میرے رسول (غالب ہوں گے)، بے شک اللہ بہت قوت والا بے حد غالب ہے ○

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَمَنْ حَلَفَ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ

اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عزت اور اس کی صفات کی قسم کھائی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:۔
المستملی کی روایت میں "صفاته" کی جگہ "و سلطانه" اور پہلا لفظ زیادہ اولیٰ ہے۔
اور یہ تعلیق کتاب الایمان والنذور میں "باب الحلف بعزة الله وصفاته وكلامه" میں گزر چکی ہے اور اس پر بحث ہو چکی ہے۔
علامہ ابن بطال مالکی نے اس کی شرح میں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھائے جو اس کی ذات کی صفت ہے تو وہ حانث ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھائے جو اس کے فعل کی صفت ہے تو وہ حانث نہیں ہوگا بلکہ اس کے ساتھ حلف اٹھانے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ آسمان کے حق اور زید کے حق سے قسم کھانے سے منع کیا گیا ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: لیکن جب حلف اٹھانے والا مطلقاً اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھائے تو اس سے مراد ذات کی صفت ہوگی اور اس کی قسم منعقد ہو جائے گی خواہ وہ اس کے علاوہ کسی اور معنی کا قصد کرے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ أَنَسٌ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ تَقُولُ جَهَنَّمُ: قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (جب اللہ جہنم میں اپنا قدم رکھ دے گا تو) جہنم کہے گی: "بس، بس، تیری عزت کی قسم۔

یہ تعلیق طویل حدیث کی ایک طرف ہے جو سورہ ق کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جہنم سے نقل کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھائے گی اور اس کو اس قسم پر برقرار رکھا گیا، پس اس سے مراد حاصل ہوگئی خواہ جہنم نے خود یہ کلام کیا ہو یا کسی اور نے کلام کیا ہو جن کی طرف جہنم سپرد تھی۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولًا الْجَنَّةَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا قَالَ أَبُو سَعِيدٍ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک مرد جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہوگا اور اہلِ دوزخ میں سے آخری ہوگا اور جنت میں داخل ہونے والا ہوگا، پس وہ کہے گا: اے میرے رب! میرے چہرہ کو دوزخ سے دور کردے، تیری عزت کی قسم! میں اس کے سوا اور کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے یہ بھی ہے اور اس کی دس مثلیں اور بھی ہیں۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ طویل حدیث کی ایک طرف ہے جو کتاب الرقاق کے آخر میں ہے۔
روایت ہے کہ اس کا نام جہنیہ ہے، اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس مرد کا کلام حجت نہیں ہے یعنی اللہ کی عزت کی قسم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کھانے کے جواز میں حجت نہیں ہے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ نے بطور تصدیق اس کی حکایت کی ہے اس لیے حجت ہے، اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی روایت میں موافقت کی اور یہ اضافہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے سوال کی دس مثلیں عطا فرمائے گا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ أَيُّوبُ: وَعِزَّتِكَ لَا غِنَى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ۔

اور ایوب علیہ السلام نے کہا: اے اللہ! تیری عزت کی قسم! میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک طرف ہے جو کتاب الایمان والنذور میں گزر چکی ہے، اور کتاب الطہارۃ کے باب الغسل میں بھی گزری ہے، اور اس کے شروع میں ہے کہ جس وقت حضرت ایوب علیہ السلام غسل کر رہے تھے تو انہوں نے ایک سونے کی ٹڈی دیکھی، وہ اس کو پکڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایوب! کیا ہم نے تم کو اس سے مستغنی نہیں کر دیا؟ تو حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب دیا: تیری عزت کی قسم! میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوا۔

اور حاکم کی روایت میں ہے: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری سے شفا عطا فرمائی تو ان پر سونے کی ٹڈی کی بارش فرمائی۔۔۔ الحدیث۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۳۳۔ ۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ۔

(صحیح مسلم: ۲۷۱۷، مسند احمد: ۲۷۴۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن یعمر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے: ''میں تیری عزت کی پناہ میں آتا ہوں، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو وہ ہے جسے موت نہیں آئے گی اور جن اور انس سب مر جائیں گے''۔

صحیح البخاری: ۷۳۸۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ ''جن اور انس سب مر جائیں گے'' ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ انس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث میں ملائکہ کے مرنے کا ذکر نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ملائکہ پر موت نہیں آئے گی۔

لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال مفہوم لقب سے ہے اور اس کا اعتبار نہیں ہے خاص طور پر جب اس کے معارض اس سے قوی دلیل موجود ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بر سبیلِ عموم فرمایا ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص:۸۸) اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی سے مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ جنات میں بھی ملائکہ کے دخول سے کوئی مانع نہیں ہے، کیونکہ جنات اور ملائکہ دونوں مخفی ہوتے ہیں۔

علامہ عینی حافظ ابنِ حجر عسقلانی کے اس کلام کا رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کلام واہی تباہی اور ضعیف ہے، کیونکہ جن کا مصداق ملائکہ کے مصداق کا غیر ہے اور جنات کے پوشیدہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ملائکہ جنات میں داخل ہو جائیں، کیونکہ ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور جنات کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''انتقاض الاعتراض'' میں علامہ عینی کے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں لکھا۔

(سعیدی غفرلہٗ)

۷۳۸۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا حَرَمِيٌّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَزَالُ يُلْقَى فِي النَّارِ ح وقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ ح وَعَنْ مُعْتَمِرٍ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَزَالُ يُلْقَى فِيهَا وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ حَتَّى يَضَعَ فِيهَا رَبُّ الْعَالَمِينَ قَدَمَهُ فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ ثُمَّ تَقُولُ قَدْ قَدْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا تَزَالُ الْجَنَّةُ تَفْضُلُ حَتَّى يُنْشِئَ اللَّهُ لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنَهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حرمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ''دوزخ میں ڈالا جاتا رہے گا'' ح اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ ح اور از معتمر، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ہمیشہ دوزخ میں دوزخیوں کو ڈالا جاتا رہے گا اور دوزخ کہے گی: کیا اور بھی ہیں؟ حتیٰ کہ رب العالمین اس میں اپنا قدم رکھ دے گا، اور اس کے حصے ایک دوسرے کی طرف سمٹ جائیں گے، پھر دوزخ کہے گی: بس بس تیری عزت اور کرم کی قسم! اور ہمیشہ جنت میں جگہ باقی رہ جائے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مخلوق پیدا کرے گا، پس اس مخلوق کو جنت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے خالی حصہ میں رکھے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۶۶۱، صحیح مسلم: ۲۸۴۸، سنن ترمذی: ۳۲۷۲، مسند احمد: ۱۲۹۸۹)

صحیح البخاری: ۷۳۸۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی مشکل عبارات کے معانی

''ھل من مزید؟'' کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''وتقول ھل من مزید؟'' یعنی دوزخ کہے گی: ''کیا کچھ اور زیادہ بھی ہیں؟'' اور دوزخ کی طرف کہنے کی نسبت مجاز ہے یا حقیقت ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ اس میں یہ قوت پیدا فرمادے گا، اور ''مزید'' مصدر میمی ہے جس کا معنی ہے زیادہ۔

اللہ تعالیٰ کے قدم کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جب دوزخ کہے گی: ھل من مزید؟ تو رب العالمین اس میں اپنا قدم رکھ دے گا''۔

ایک قول یہ ہے کہ قدم سے مراد متقدم ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں کو پہلے عذاب دیا جائے گا ان کو دوزخ میں رکھ دے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں ایک مخلوق ہے جس کا نام القدم ہے تو اللہ تعالیٰ اس مخلوق کو دوزخ میں رکھ دے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ قدم رکھنے سے مراد دوزخ کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا ہے اور اس کو ساکت کرنا ہے جیسا کہ تم جس چیز کو مٹانا چاہو یا باطل کرنا چاہو تو تم کہتے ہو: یہ میرے قدم کے نیچے ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس لفظ کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے۔

اور پانچواں قول یہ ہے کہ النضر بن شمیل نے کہا کہ قدم سے مراد یہاں پر وہ کفار ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں یہ تھا کہ وہ اہل دوزخ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے دوزخ کو بھر دے گا حتیٰ کہ دوزخ کے بعض اجزاء بعض کی طرف سمٹ جائیں گے، کیونکہ دوزخ والوں کے لیے جگہ تنگ ہو جائے گی تو دوزخ کہے گی: بس، بس۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''خلقا فیسکنھم'' یعنی جنت کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۸۴، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لفظ قدم کی توجیہ

قدم کا لفظ مشترک ہے، اس کا استعمال عضو میں بھی جائز ہے اور اس میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے جو عضو نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے لیے قدم کا اس معنی میں استعمال محال ہے جس کا معنی عضو ہے، کیونکہ اگر قدم سے مراد عضو ہو جیسے انسانوں کا قدم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں رکھ دے گا تو اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے، اور جسم مرکب ہے اور اس کی جو صفات ہیں ان کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں قدم سے مراد کوئی ایسی مخلوق ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ جہنم اسی مخلوق سے بھرے گا۔

اور ابن الاعرابی نے کہا: قدم سے مراد شرف اور فضیلت میں تقدم ہے اور ''قدِ، قدِ'' اور ''قط، قط'' دونوں کا معنی ہے: یہ مجھے کافی ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۸۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قدم کی توجیہ میں دیگر اقوال

(۱) حسن بصری سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں اس بدترین مخلوق کو رکھ دے گا جو مقدم ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے لیے پہلے بھیجا، پس قدم کا معنی یہاں پر متقدم ہے یعنی جن لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کو یہ پہلے علم تھا کہ وہ اہل دوزخ ہیں۔

(۲) یہ وہ قوم ہے جس کو قیامت کے دن پیدا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا نام قدم رکھے گا۔

(۳) اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ بعض مخلوق کا قدم دوزخ میں رکھ دے گا۔

علامہ الداؤدی نے کہا: ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا وہ سچا وعدہ جو اس نے اپنے بندوں سے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے متقین کو نجات دے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (یونس: ۲) ان کے لیے ان کے رب کے پاس (ان کے نیک اعمال کا) بہترین اجر ہے۔

اور بعض مفسرین نے کہا: ''قَدَمَ صِدْقٍ'' سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، یعنی ان کے لیے پہلے سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کرنے والے ہیں، پس اگر اس طرح سے ہو تو یہ وہ شفاعت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوگی، پس اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ دوزخ سے ان کو نکال دیں جن کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے اور یہی وہ مقامِ محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے لیکن یہ تفسیر اس حدیث کی نص کے خلاف ہے کیونکہ حدیث میں یہ ہے کہ رب العالمین دوزخ میں اپنا قدم رکھ دے گا جب دوزخ یہ کہے گی ''ھل من مزید؟''۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۱۵۔۲۱۶، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۸۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ (الانعام: ۷۳)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا''

۷۳۸۵۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْعُو مِنَ اللَّيْلِ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ قَوْلُكَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلٰهِي لَا إِلٰهَ لِي غَيْرُكَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهٰذَا وَقَالَ أَنْتَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ۔

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از سلیمان از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رات کو دعا کرتے تھے: ”اے اللہ! تیرے لیے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، تیرے لیے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان میں ہے ان کو قائم کرنے والا ہے، تیرے لیے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے، اور تیرا قول حق ہے، اور تیرا وعدہ حق ہے، اور تیری ملاقات حق ہے، اور جنت حق ہے، اور دوزخ حق ہے، اور قیامت حق ہے، اے اللہ! میں تیرے ہی لیے اسلام لایا، اور تجھ ہی پر ایمان لایا، اور تجھ ہی پر توکل کیا، اور تیری ہی طرف رجوع کیا، اور تیرے سبب سے جھگڑا کیا، اور تیری طرف مقدمہ پیش کیا، سو میرے ان گناہوں کو بخش دے جو میں نے پہلے کئے، اور ان گناہوں کو بخش دے جو میں نے بعد میں کئے، اور ان گناہوں کو بخش دے جو میں نے چھپ کر کئے، اور ان گناہوں کو بخش دے جو میں نے ظاہراً کئے، تو میرا معبود ہے، اور میرے لیے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے“۔

ہمیں ثابت بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے اسی طرح حدیث بیان کی اور کہا: تو حق ہے اور تیرا قول حق ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۲۰، ۶۳۱۷، ۷۳۸۵، ۷۴۴۲، ۷۴۹۹، صحیح مسلم: ۷۶۹، سنن ترمذی: ۳۴۱۸، سنن نسائی: ۱۶۱۹، سنن ابوداؤد: ۷۷۱، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۵، مسند احمد: ۳۳۵۸، موطا امام مالک: ۵۰۰، سنن دارمی: ۱۴۸۶)

صحیح البخاری: ۷۳۸۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لفظ ”الحق“ کے متعدد معانی

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے ”خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ۔۔۔ (الانعام: ۷۳)“، (اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا)۔

اور اس آیت میں حق سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے برحق کلمہ سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے ''کن''۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: حق سے مراد مذاق کی ضد ہے اور حق سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ اسماءِ حسنیٰ ہیں جو موجود اور ثابت ہیں جن میں کوئی زوال اور تغیر نہیں ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: اسماءِ حسنیٰ میں حق سے مراد وہ پیدا کرنے والا ہے جو اپنی حکمت کے تقاضا کے اعتبار سے پیدا فرماتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہر جو چیز موجود ہے وہ حکمت کے تقاضا کے مطابق ہے، اور حق کا اطلاق اس اعتقاد پر کیا جاتا ہے جو واقع کے مطابق ہو۔

امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں الحلیمی سے نقل کیا ہے کہ حق وہ چیز ہے جس کا انکار کرنا جائز نہیں ہے اور اس کو ثابت کرنا اور اس کا اعتراف کرنا لازم ہے، اور سب سے اولیٰ اللہ تعالیٰ کے وجود کا اعتراف کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ قوی دلائل سے واضح ہے۔

حدیثِ مذکور کے معانی

اس حدیث میں ارشاد ہے ''اللھم لك الحمد انت رب السمٰوٰت والارض''۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ''رب السمٰوٰت والارض'' کا معنی ہے: آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا، اور ''بالحق'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے ان کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (آل عمران:۱۹۱) (اور کہتے ہیں:) اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۱۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۸۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے نور ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں ارشاد ہے ''انت نور'' یعنی تو نور ہے، اور یہ حدیث اس آیت کے مطابق ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:۳۵) اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔

نور اس کیفیتِ ضیائیہ کو کہتے ہیں جو روشن ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کیفیت سے پاک ہے، اس لیے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے، اور ''تو آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے'' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تاکہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی ربوبیت کے اوپر رہنمائی کرے، کیونکہ آسمانوں اور زمینوں میں حدث پر دلالت ہے جو کسی محدث کی طرف محتاج ہے، پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو منور کیا اور مخلوقات کے دلوں میں نور پیدا کیا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت پائیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہدایت دینے والا ہے، اور بعض علماء نے کہا: آسمانوں اور زمینوں کی تدبیر کرنے والا ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن السعدی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا حسی اور معنوی نور ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بذاتہٖ نور ہے اور اس کا حجاب بھی نور ہے، اگر وہ نور نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے چہرہ کی چمک منتہائے بصر تک مخلوق کو جلا ڈالتی، اسی کے نور سے عرش روشن ہے اور کرسی اور سورج اور چاند، اسی کے نور سے جنت منور ہے، اس کی کتاب نور ہے، اس کی شریعت نور ہے، اس کا ایمان اور دلوں میں اس کے رسولوں کی معرفت نور ہے، اور مومنین کے دلوں میں نور ہے، پس اگر اللہ تعالیٰ کا نور نہ ہوتا تو پے در پے ظلمات ہوتیں، یہ وجہ ہے کہ جس جگہ سے وہ نور مفقود ہو جاتا ہے وہاں ظلمت آ جاتی ہے۔

نیز اس حدیث میں ارشاد ہے: ''تو آسمانوں اور زمینوں کو قائم کرنے والا ہے'' یہ اس کی ذات کی صفت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی ہو مخلوقات کی حفاظت کرنا، اور زندوں کو رزق دینا، اس اعتبار سے یہ اس کی صفتِ فعل ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۱۹۔۲۲۱، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۸۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''رب السمٰوٰت'' رب کا معنی ہے سید اور مصلح اور مالک۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انت قیم السمٰوٰت'' یعنی تو آسمانوں کی تدبیر کرنے والا ہے اور ان کو قائم کرنے والا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''نور السمٰوٰت'' یعنی آسمانوں کو روشن کرنے والا ہے، اور یہ اس کی صفاتِ فعل سے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لقاؤك حق'' یعنی مرنے کے بعد تجھ سے ملاقات برحق ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الیك انبت'' یعنی میں تیری عبادت کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وبك خاصمت'' یعنی میں تیرے دشمنوں سے ان دلائل کے ساتھ جھگڑتا ہوں جو دلائل تو نے مجھے عطا کئے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''والیك حاکمت'' یعنی جو شخص حق کا انکار کرے تو میں اس کے اور اپنے درمیان تجھے حاکم بناتا ہوں نہ کہ تیرے غیر کو، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ بتوں کو حَکم بناتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاغفرلی'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی مغفرت کا سوال کرنا بر بنائے تواضع ہے یا امت کی تعلیم کے لیے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۹۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ (النساء: ۱۳۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے O''

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے سننے کی صفت کا ثبوت

اس باب کے عنوان سے امام بخاری کی غرض معتزلہ کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے بلا سمع، یعنی وہ بغیر سماعت کے سننے والا ہے، اور ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سمیع ہونے کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ مسموعات کا عالم ہے، یعنی جو چیزیں سنائی دیتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جاننے والا ہے۔

اور ان کا قول اس لیے مردود ہے کہ ان کے اس قول سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نابینا اور بہرہ کے مساوی ہو، جو یہ جانتا ہے کہ آسمان سبز ہے اور اس کو دیکھتا نہیں ہے اور جو یہ جانتے ہیں کہ اس جہان میں آوازیں ہیں اور وہ ان کو سنتے نہیں ہیں اور اس قول کا فساد ظاہر ہے، پس واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سمیع بصیر ہونے کا معنی یہ ہے جو اس کے عالم ہونے سے زائد ہے۔

امام بیہقی نے کہا: سمیع وہ شخص ہے جس کے لیے صفتِ سماعت ہو، جس سے وہ مسموعات کا ادراک کرے، اور بصیر وہ ہے جس کے لیے صفتِ بصارت ہو جس سے وہ دکھائی دینے والی چیزوں کا ادراک کرے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ سمع کا معنی ہے: جو پٹھا کان کے سوراخ میں بچھا ہوا ہے اس پٹھے تک ہوا کی موجیں پہنچیں، اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔

اس کا یہ جواب ہے کہ یہ سمع کی حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ وہ حالت ہے جس کو اللہ تعالیٰ زندہ شخص میں پیدا کرتا ہے، ہاں اللہ تعالیٰ کی سنتِ جاریہ یہ ہے کہ سمع اسی وقت پیدا کرتا ہے جب کان کے پٹھے تک ہوا پہنچ جاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ بغیر عادت اور واسطہ کے مسموع کو سنتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور اس کے دیکھنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ اس کے بالمقابل کوئی چیز ہو یا کوئی شعاع نکلے جس شعاع کے بغیر عادتاً دیکھنا نہیں ہوتا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ تَمِيمٍ عَنْ عُرْوَةَ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَسِعَ سَمْعُهُ الْأَصْوَاتَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا (المجادلہ:۱)

اعمش نے کہا از تمیم از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے کہا: اللہ کے لیے حمد ہے جس کی سماع تمام آوازوں کو شامل ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی "بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق آپ سے بحث اور تکرار کر رہی تھی"۔

تعلیقِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں الاعمش کا ذکر ہے، یہ سلیمان الاعمش ہیں، وہ روایت کرتے ہیں از تمیم، اس سے مراد تمیم بن سلمہ الکوفی ہیں جو تابعی ہیں، وہ روایت کرتے ہیں از عروہ بن الزبیر ہے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ تعلیق مسند احمد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "برکت والی ہے وہ ذات جس کی سماعت ہر چیز کو شامل ہے اور بے شک میں خولہ کا کلام سنتی ہوں اور اس کلام کا بعض حصہ مجھ پر مخفی ہے، اور وہ اپنے خاوند کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر رہی ہے اور وہ عورت کہہ رہی تھی کہ یہ شخص میری جوانی کو کھا گیا اور اس کے لیے میرا پیٹ پھول گیا حتیٰ کہ جب میری عمر زیادہ ہوگئی اور میری اولاد مجھ سے منقطع ہوگئی تو اس نے مجھ سے ظہار کیا، اے اللہ! بے شک میں تیری طرف شکایت کرتی ہوں، ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ جبریل علیہ السلام ان آیات کو لے کر نازل ہوئے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ (المجادلہ:۱)

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق آپ سے بحث اور تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا، بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے ۝

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

المجادلہ:۱ کا شانِ نزول

حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان کا جسم بہت حسین تھا اور ان کے شوہر بہت شہوت اور بہت غصے والے تھے، انہوں نے ان کو اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے بلایا، حضرت خولہ نے انکار کیا، انہوں نے کہا: تمہاری پشت مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے، پھر وہ اپنے قول پر نادم ہوئے اور زمانہ جاہلیت میں ایلاء اور ظہار طلاق شمار ہوتا تھا، حضرت اوس نے کہا: میرا گمان ہے کہ تم مجھ پر حرام ہو چکی ہو، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! یہ طلاق نہیں ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے سر کی ایک جانب دھو رہی تھیں، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک میرے خاوند حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تھی، اس وقت میں جوان، مال دار، خوش حال اور رشتہ داروں والی تھی، حتیٰ کہ جب حضرت اوس نے میرا مال کھا لیا اور میری جوانی ختم کر دی اور میرے رشتہ دار بکھر گئے اور میری عمر زیادہ ہوگئی تو انہوں نے مجھ سے ظہار کر لیا اور اب وہ نادم ہیں، کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ وہ اور میں پھر سے جمع ہو جائیں اور وہ مجھ سے اپنی خواہش پوری کر سکیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے! اس نے طلاق کا ذکر نہیں کیا اور وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو، حضرت خولہ نے کہا: پھر میں اللہ سے اپنے فقر و فاقہ اور تنہائی کا ذکر کرتی ہوں، انہوں نے میرے ساتھ بہت وقت گزارا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: میرا یہی گمان ہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو، اور تمہارے معاملہ میں مجھے کوئی حکم نہیں دیا گیا، وہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا مدعا عرض کرتی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہی فرماتے رہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو، اس نے کہا: میں اللہ سے اپنے فاقہ اور اپنی پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اگر میں یہ بچے اوس کو دے دوں تو یہ ضائع ہو جائیں گے اور اگر میں ان بچوں کو اپنے پاس رکھوں تو یہ بھوکے رہیں گے، پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور کہنے لگیں: اے اللہ! میں تجھ سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شکایت کرتی ہوں، اے اللہ! تو اپنے نبی کی زبان پر میری کشادگی کا حکم نازل فرما، اور یہ اسلام میں پہلا ظہار کا واقعہ تھا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہو کر اپنے سر کی دوسری جانب دھونے لگیں، حضرت خولہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! میرے معاملہ میں غور فرمائیے، اللہ مجھے آپ پر فداء کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اپنی بات مختصر کرو اور زیادہ بحث نہ کرو، کیا تم دیکھ نہیں رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی کیا کیفیت ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا، جب آپ پر وحی نازل ہو چکی تو آپ نے اس سے فرمایا: اپنے خاوند کو بلاؤ، جب وہ اس کو بلا کر لائیں تو آپ نے اس کے سامنے ''قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ ۔۔۔ الآیات'' پڑھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: برکت والی ہے وہ ذات جس کی سماعت تمام آوازوں کو محیط ہے، بے شک وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہی تھی اور میں گھر کی ایک جانب ان کی کچھ باتیں سن رہی تھی اور بعض باتیں مجھ سے مخفی رہیں۔

(معالم التنزیل ج ۵ ص ۳۹-۳۸، مسند احمد ج ۶ ص ۴۱۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۷۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۵۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۳-۱۸۸، تفسیر عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۱۱۸، المستدرک ج ۲ ص ۴۸۱)

۷۳۸۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي سَفَرٍ فَكُنَّا إِذَا عَلَوْنَا كَبَّرْنَا فَقَالَ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا قَرِيبًا ثُمَّ أَتَى عَلَيَّ وَأَنَا أَقُولُ فِي نَفْسِي لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَقَالَ لِي يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَإِنَّهَا كَنْزٌ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ أَوْ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ بِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی عثمان از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، پس جب ہم بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی جانوں پر نرمی کرو، کیونکہ تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ غائب کو، تم سننے والے دیکھنے والے قریب کو پکار رہے ہو، پھر آپ میرے پاس آئے اور میں آہستہ آہستہ پڑھ رہا تھا: گناہوں سے پھرنا اور نیکی کی طاقت اللہ کی مدد کے سوا نہیں ہے، تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! کہو: لا حول ولا قوۃ الا باللہ، کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، یا فرمایا: کیا تمہیں اس کی طرف رہنمائی نہ کروں۔

(صحیح البخاری: ۲۹۹۲، ۴۲۰۵، ۶۳۸۴، ۶۴۰۹، ۶۶۱۰، ۷۳۸۶، صحیح مسلم: ۲۷۰۴، سنن ترمذی: ۳۴۶۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۲۶، مسند احمد: ۱۹۰۲۶)

صحیح البخاری: ۷۳۸۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے ''اربعوا'' یعنی اپنی آواز بلند کرو اور آواز بلند کرنے میں زیادہ مبالغہ نہ کرو۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ لفظ باء کے کسرہ کے ساتھ اربِعوا ہے اور کتب لغت میں اور بعض کتب حدیث میں باء کی زبر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے ساتھ یعنی ادبَعوا مذکور ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ باء کی زبر یعنی اِرْبَعوا زیادہ صحیح ہے، کیونکہ جس کلمہ کے اندر لام فعل حرف حلقی ہو تو اس کا مضارع عین کی زبر کے ساتھ آتا ہے۔
اگر کہا جائے کہ یہاں پر اعمیٰ یعنی اندھے کا ذکر کرنا مناسب تھا یعنی تم کسی اندھے کو نہیں پکار رہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ اعمیٰ وہ ہوتا ہے جو بصر کے احساس سے غائب ہو، اور قریب کے لفظ کا اضافہ کیا کیونکہ بعض اوقات سننے والا اور دیکھنے والا نہیں سنتا اور نہ دیکھتا ہے کیونکہ وہ محسوس سے دور ہوتا ہے، پس قریب کے لفظ کو ثابت کیا تاکہ ظاہر ہو جائے کہ یہاں مقتضی ہے اور مانع نہیں ہے اور قُرب سے مراد یہاں پر قربِ مسافت نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں حلول اور اترنے سے منزہ ہے بلکہ وہ علم کے ساتھ قریب ہے۔
اس حدیث میں فرمایا کہ یہ کلمہ یعنی 'لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے یعنی جس طرح جنت کے خزانے نفیس ہوتے ہیں اسی طرح یہ کلمہ نفیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۳۸۔ ۱۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۸۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے سننے اور دیکھنے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''تم کسی بہرے کو نہیں پکارتے اور نہ غائب کو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی صفتِ سماعت میں کوئی ایسی آفت نہیں ہے جو سننے سے مانع ہو۔ اور اس قول میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سننے والا دیکھنے والا اور علم والا ہے، اور ان صفات کی اضداد اللہ تعالیٰ کے لیے جائز نہیں ہیں۔
علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ سمیعًا کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام آوازوں کو بغیر کسی ضرورت کے سنتا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندوں کے ان اعمال کو قبول فرماتا ہے اور کبھی سمیعًا عالم کے معنی میں ہوتا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مدرک کے معنی میں ہو، یعنی اس کا ادراک علم پر زائد ہے اور وہ ہمیشہ بصیر ہے کیونکہ وہ اپنی ذات کو دیکھتا ہے اور اپنی صفات کو دیکھتا ہے، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے کلام کو سننے والا ہے اور اپنی ذات کی صفات کو سننے والا ہے۔
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے لیے حمد ہے جس کی صفتِ سماعت تمام آوازوں کو سننے کی طاقت رکھتی ہے، اور اس کو ایک آواز سے دوسری آواز کا مغالطہ نہیں ہوتا، اور اگر تمام مخلوق بیک وقت اس کو پکارے تو وہ سب کی آوازیں سنتا ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''اللہ تعالیٰ قریب ہے'' یعنی وہ تمام معلومات کا عالم ہے اور کوئی چیز اس سے غائب نہیں ہے، اور قرب سے مراد قربِ مسافت نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ مقامات اور جگہوں میں اترنے سے پاک ہے، کیونکہ کسی مقام میں یا جگہ میں ہونا یہ اجسام کی صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کا عالم ہے اور ان کے تمام احوال کا عالم ہے جو وہ احوال چھپاتے ہیں یا جو ظاہر کرتے ہیں۔
(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۲۶۔ ۴۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۸۶ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: امام بخاری کی اس باب کے منعقد کرنے سے غرض ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ "سمیع بصیر" کا معنی علیم ہے، انہوں نے کہا: اور اس شخص پر یہ لازم آئے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس نابینا کے برابر قرار دے جو یہ جانتا ہے کہ آسمان سبز ہے اور اس کو دیکھتا نہیں ہے، اور اس بہرے کے برابر قرار دے جو جانتا ہے کہ لوگوں میں آوازیں ہیں اور وہ ان آوازوں کو سنتا نہیں ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں جو شخص سنتا ہو اور دیکھتا ہو اس کی صفتِ کمال اس سے بڑھ کر ہے جو ان میں سے کسی ایک صفت کے ساتھ متصف ہو، پس صحیح ہے کہ وہ سمیع بصیر ہے اور یہ صرف علیم کی صفت پر زائد ہے، اور اس کا سمیع بصیر ہونا اس کو متضمن ہے کہ اللہ تعالیٰ صفتِ سماعت کے ساتھ سنتا ہے اور صفتِ بصارت کے ساتھ دیکھتا ہے، اور یہ تمام اہل السنۃ کا قول ہے۔

اور معتزلی یہ کہتا ہے کہ سننا اس وقت متحقق ہوتا ہے کہ ہوا جو آواز کے ساتھ متصف ہے وہ اس پٹھے تک پہنچ جائے جو کان کے سوراخ میں ہے، اور اللہ تعالیٰ اعضاء سے منزّہ ہے۔

اور اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندہ لوگوں کے لیے یہ عادت جاری کر دی ہے کہ ان میں سماعت کو اس وقت پیدا کرتا ہے جب وہ ہوا اس جگہ پہنچ جائے، اور اللہ تعالیٰ تمام آوازوں کو بغیر کسی واسطہ کے سنتا ہے اور تمام دکھائی دینے والی چیزوں کو بغیر جہت اور مقابلہ کے دیکھتا ہے اور بغیر شعاع بصری کے نکلنے کے دیکھتا ہے، پس اللہ تعالیٰ زندہ ہے، موجود ہے اور ذوات کے مشابہ نہیں ہے، اسی طرح اس کی ذات کی صفات، صفات کے مشابہ نہیں ہیں۔

اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں لکھا ہے کہ سمیع وہ ہے جس کے لیے صفتِ سماعت ہو، جس سے وہ مسموعات کا ادراک کرے اور بصیر وہ ہے جس کی صفتِ بصارت ہو، جس سے وہ دکھائی دینے والی چیزوں کا ادراک کرے اور ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے حق میں ایسی صفت ہے جو قائم بذاتہ ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ تمہارے اموال کو دیکھتا ہے لیکن وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

اور امام بخاری نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص تھا جس نے دو چادریں پہنیں (ایک تہبند اور ایک اوپر کی چادر) اور وہ بہت اکڑ اکڑ کر چل رہا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف دیکھا سو اس پر ناراض ہوا۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل اس شخص کی طرف نہیں دیکھتا جو تکبر سے اپنے کپڑے کو گھسیٹتا ہے۔

اور ان تمام احادیث میں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا ثبوت ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۱۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

۷۳۸۷، ۷۳۸۸ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رضی اللہ عنہ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از یزید از ابی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ يَا رَسُولَ اللهِ عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلْ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مِنْ عِنْدِكَ مَغْفِرَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔

الخیر، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایسی دعاء کی تعلیم دیجئے جو میں اپنی نماز میں دعا کیا کروں، آپ نے فرمایا: تم یہ دعا کیا کرو: اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کئے اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے، سو تو مجھے اپنے پاس سے مغفرت فرما، بے شک تو بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۳۴، ۶۳۲۶، ۷۳۸۸، صحیح مسلم: ۲۷۰۵، سنن ترمذی: ۳۵۳۱، سنن نسائی: ۱۳۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۵، مسند احمد: ۸)

صحیح البخاری: ۷۳۸۷، ۷۳۸۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے ''اللہ تعالیٰ کی صفتِ سماعت اور بصارت''۔

بظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت نہیں ہے لیکن نظرِ دقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے گناہوں کے معاف فرمانے کی دعا کا بیان ہے، اور بعض گناہوں کا تعلق سننے کے ساتھ ہوتا ہے یعنی جب انسان ایسے کلمات بولے جن کا بولنا ناجائز اور گناہ ہو اور بعض گناہوں کا تعلق دیکھنے کے ساتھ ہوتا ہے یعنی انسان ایسے کام کرے جن کاموں کا کرنا ناجائز اور گناہ ہو تو اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو اسی وقت معاف فرمائے گا جب وہ ان گناہوں کو سنے گا یا ان گناہوں کو دیکھے گا، اس لحاظ سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۳۹۔۱۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۸۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها حَدَّثَتْهُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَادَانِي قَالَ إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ۔

(صحیح البخاری: ۳۲۳۱، ۷۳۸۹، صحیح مسلم: ۱۷۹۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے نداء کی، فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لیا آپ کی قوم کا قول اور سن لیا جو انہوں نے آپ کو جواب دیا۔

اس حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفتِ سماعت کا ثبوت ہے، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ طائف سے واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو توحید کا پیغام پہنچایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سن لیا اور آپ کی قوم نے جو آپ کو جواب دیا وہ جواب بھی سن لیا،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیونکہ اہلِ طائف نے آپ کے پیغام کو مسترد کر دیا اور دینِ اسلام کو قبول نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اسلام قبول کرنے سے مایوس ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف سے واپسی پر جو بیان کیا تھا اس کا ذکر حسب ذیل حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: کیا آپ کے اوپر کوئی ایسا دن بھی آیا جو آپ کے نزدیک غزوۂ احد کے دن سے بھی زیادہ شدید تھا؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم سے مجھے جو مصائب پہنچے سو پہنچے، اور ان تمام مصائب میں سے سب سے زیادہ سخت مصیبت وہ تھی جو مجھے عقبہ کے دن پہنچی جب میں نے اپنے آپ کو ابنِ عبد یعلیل بن عبد کلال پر پیش کیا، اس نے میرے ارادہ کے مطابق میری دعوت کو قبول نہیں کیا، میں وہاں سے بہت مغموم حالت میں چل پڑا، پھر جب میں قرن الثعالب پر پہنچا تو میری حالت سنبھلی، پس میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک بادل نے سایا کیا ہوا تھا، پھر میں نے غور کیا تو اس بادل میں حضرت جبریل علیہ السلام تھے، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: بے شک اللہ نے آپ کی قوم کی باتیں سن لی ہیں اور آپ کی قوم نے جو آپ کو جواب دیا وہ بھی سن لیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو ان لوگوں کے متعلق جو چاہیں حکم دے دیں، پھر مجھ کو پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی، پس اس نے مجھ کو سلام کیا پھر اس نے کہا: اے محمد! اس نے بھی یہی کہا: آپ جو چاہیں، اگر آپ چاہیں تو جن دو پہاڑوں کے درمیان یہ لوگ ہیں، ان دو پہاڑوں کو آپس میں ملا دیں (جس سے یہ ان کے درمیان پس جائیں)، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۳۱)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

پہاڑوں کے فرشتے نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کہا: اگر آپ حکم دیں تو میں طائف کی بستی کو اس کے گرد دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں، آپ نے فرمایا: نہیں! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے۔

یہ رحمۃ للعالمین کی شان ہے، آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح یہ نہیں فرمایا:

لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ (نوح: ۲۶)

اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ O

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۸۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

۱۰۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ (الانعام: ۶۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”آپ کہیے کہ وہی اس پر قادر ہے“

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
''القادر'' اور ''القدرة'' اللہ تعالیٰ کی صفات ذات میں سے ہیں اور ''اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ'' (الذاریات:۵۸) '' کے باب میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ قوت اور قدرت کا ایک معنی ہے، اسی طرح القادر اور ''القوی'' کا بھی ایک معنی ہے۔ اور امام ابوالحسن الاشعری نے ذکر کیا ہے کہ ''القدرة'' اور ''القوة'' اور ''الاستطاعة'' ان سب کا ایک معنی ہے لیکن ''الاستطاعة'' سے کوئی اسم مشتق نہیں ہوا جس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ صفت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کو ''مستطیعٌ'' کے ساتھ موصوف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ شریعت نے اس اسم پر ہم کو واقف نہیں کیا اگرچہ قرآن مجید میں استطاعت کا لفظ آیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (المائدہ:۱۱۲)

جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان نازل کر سکتا ہے؟ (عیسیٰ نے) کہا: اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو O

اس آیت میں یہ خبر ہے کہ حوارئین نے اللہ تعالیٰ کے لیے استطاعت کا لفظ استعمال کیا، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت بنائی جائے، اور حوارئین نے یہ غلطی کی کہ انہوں نے اپنے نبی سے یہ مطالبہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے اس چیز کا مطالبہ کیا جس کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت نہیں دی تھی۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۳۹۰۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ يُحَدِّثُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ السَّلَمِيُّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُعَلِّمُ أَصْحَابَهُ الِاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُولُ إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ لِيَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ هَذَا الْأَمْرَ ثُمَّ تُسَمِّيهِ بِعَيْنِهِ خَيْرًا لِي فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ قَالَ أَوْ فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن ابی الموالی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے محمد بن المنکدر سے سنا، وہ عبداللہ بن الحسن سے حدیث کو بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ السلمی نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو تمام کاموں میں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن مجید کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے، آپ فرماتے: تم میں سے جس شخص کو کوئی اہم کام درپیش ہو تو وہ دو رکعت نفل پڑھے (بغیر فرض کے) پھر یوں دعا کرے: اے اللہ! بے شک میں تیرے علم سے خیر کو طلب کرتا ہوں، اور تیری قدرت سے قدرت کو طلب کرتا ہوں، اور تیرے فضل سے سوال کرتا ہوں، کیونکہ تو قادر ہے اور میں قادر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ اللّٰهُمَّ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ۔

نہیں ہوں، اور تو عالم ہے اور میں عالم نہیں ہوں، اور تو علام الغیوب ہے، اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام (پھر اپنے معین کام کا نام لے) میرے لیے میری دنیا میں بہتر ہے اور آخرت میں بہتر ہے یا فرمایا: میرے دین میں بہتر ہے اور میرے معاش میں بہتر ہے اور انجامِ کار میں بہتر ہے تو اس کام کو میرے لیے مقدر کر دے اور اس کام کو میرے لیے آسان کر دے، پھر اس کام میں میرے لیے برکت دے، اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ ہو کہ یہ کام میرے لیے میرے دین اور میرے معاش میں برا ہے اور انجامِ کار میں، یا فرمایا: میری دنیا میں اور میری آخرت میں تو اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور میرے لیے خیر کو مقدر کر دے وہ جہاں کہیں بھی ہو، پھر میرے لیے اس کام سے راضی ہو جا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۶۲، ۶۳۸۲، ۷۳۹۰، سنن ترمذی: ۴۸۰، سنن نسائی: ۳۲۵۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۳، مسند احمد: ۱۴۲۹۷)

صحیح البخاری: ۷۳۹۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

استخارہ کے متعلق دیگر احادیث

حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کی سعادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے۔ اس حدیث کی امام احمد نے روایت کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو دعا کرتے ''اللھم خرلی واختولی'' (اے اللہ! اس کام کو میرے لیے اختیار کر اور پسند فرمالے)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے استخارہ کیا، وہ ناکام نہیں ہوگا۔ اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں روایت کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

کن امور میں استخارہ کرنا چاہیے

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے: واجب اور مستحب کام میں استخارہ نہیں کیا جائے گا، اور حرام اور مکروہ کے ترک میں بھی استخارہ نہیں کیا جائے گا۔ پس استخارہ صرف مباح کام میں کیا جائے گا اور جب مستحب کام میں دو امر متعارض ہوں کہ وہ کس کام سے ابتداء کرے تو اس میں بھی استخارہ کیا جا سکتا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دعائے استخارہ کی تعلیم کو قرآن مجید کی سورت کی تعلیم کے ساتھ مشابہت کی وجوہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ ہمیں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے''۔

اس کی وجہ تشبیہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تمام کاموں میں استخارہ کی اس طرح ضرورت ہوتی ہے جیسے نماز میں قراءت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ تشبیہ اس چیز میں ہے کہ جس طرح قرآن مجید کی قراءت میں حروف کو اور کلمات کی ترتیب کو محفوظ رکھا جاتا ہے اور اس میں زیادتی اور کمی نہیں کی جاتی اور اس کو یاد کر کے اس کی حفاظت کی جاتی ہے، اسی طریقہ سے جو دعائے استخارہ کے الفاظ ہیں، اسی طریقہ سے ان الفاظ کو یاد کیا جائے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تشبیہ اس وجہ سے ہو کہ جس طرح قرآن کی سورت وحی سے آپ کو معلوم ہوتی ہے اسی طریقہ سے یہ دعائے استخارہ بھی آپ کو اللہ تعالیٰ کی وحی سے معلوم ہوئی ہے۔

اور علامہ الطیبی نے کہا ہے: اس میں اشارہ ہے کہ پوری توجہ اور پورے اہتمام کے ساتھ استخارہ کی دعا کی جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کہ جب کسی شخص کو کوئی اہم کام درپیش ہو تو وہ یہ دعا کرے''۔

کسی اہم کام میں استخارہ کرنے کی توجیہ

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ دل میں جو چیز وارد ہوتی ہے اس کے کئی مراتب ہیں:

(۱) الھمة (۲) اللمة (۳) الخطرة، پھر اس کے بعد (۱) نیت (۲) ارادہ (۳) عزیمت

پس پہلے تین پر مواخذہ نہیں ہوتا اور دوسرے تین امور جو دل میں آتے ہیں ان پر مواخذہ ہوتا ہے، اور حدیث میں جو ''اذا ھم'' کا لفظ ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ جیسے ہی پہلی مرتبہ کوئی اہم کام کرنے کا دل میں خیال آئے تو اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرے تاکہ نماز اور دعا کی برکت سے اس کے لیے اس کام میں خیر ہو، اس کے برخلاف جب کوئی کام اس کے دل میں جگہ پکڑ لے اور اس کا عزم اس میں قوی ہو جائے اور ارادہ پختہ ہو جائے اور اس کے دل میں میلان اور محبت ہو تو اب اس کی طرف ہدایت مخفی ہوگی کیونکہ اس کے اپنے دل کا میلان اس کام کی طرف ہے، نیز یہ فرمایا ہے کہ ''کسی اہم کام میں استخارہ کیا جائے'' اس میں یہ اشارہ ہے کہ ہر کام میں استخارہ نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس وہ دو رکعت نماز پڑھے'' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک رکعت پڑھنے پر اقتصار نہ کرے کیونکہ حدیث میں دو رکعتوں کی تصریح ہے، اور اگر اس نے دو رکعتوں سے زیادہ پڑھیں تو بھی کافی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ دو رکعت کے بعد سلام پھیرے اور اگر چار رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھیں تو یہ اس کے لیے کافی نہیں ہوں گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کی جو دو رکعتیں سنت پڑھی جاتی ہیں یا تحیۃ المسجد کی جو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں یا تحیۃ الوضوء کی جو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں ان کے پڑھنے سے ان دو رکعتوں کا پڑھنا ادا نہیں ہوگا، کیونکہ حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ یہ نماز اور دعا اس کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بعد ہے کہ جب وہ کسی اہم کام کا ارادہ کرے۔

اور علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھے، ہمارے شیخ نے شرح ترمذی میں کہا ہے: میں اس کی دلیل پر مطلع نہیں ہو سکا۔ اور ہمارے شیخ نے کہا: مناسب یہ ہے کہ اس میں یہ آیتیں پڑھے ''وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ۔۔۔ (القصص:۶۸)'' اور یہ آیت پڑھے ''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ۔۔۔ (الاحزاب:۳۶)''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ زیادہ کامل یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورت بھی پڑھے اور پہلی رکعت میں پہلی آیت پڑھے اور دوسری رکعت میں دوسری آیت پڑھے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر بہت شفقت تھی اور آپ ان کو ان تمام چیزوں کی تعلیم دیتے تھے جو ان کے دین میں اور ان کی دنیا میں نفع دے۔ اور امام طبرانی نے بعض سندوں کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کرتے تھے تو اس سے پہلے یہ دعا کرتے تھے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ فعل کے ساتھ اس فعل پر قادر ہوتا ہے اس سے پہلے قادر نہیں ہوتا، اور اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کو چاہیے کہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے اور اپنی قوت سے بری ہو کر اللہ تعالیٰ کی قوت سے مدد طلب کرے۔

(۳) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ کو چاہیے کہ تمام امور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔

(۴) اس میں اختلاف ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد استخارہ کرنے والا کیا کرے، علامہ نووی نے ''کتاب الاذکار'' میں لکھا ہے: استخارہ کے بعد وہ کام کرے جس کے ساتھ اس کا شرح صدر ہو، اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے جس کو ابن السنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ''جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کرو پھر اس کی طرف نظر کرو جو تمہارے دل میں ہے سو خیر اسی میں ہے''۔ یہ حدیث اگر ثابت ہو تو اسی پر اعتماد ہے لیکن اس کی سند بہت کمزور ہے۔ اور اعتماد اس پر ہے کہ جس چیز پر اس کا شرح صدر ہے اگر استخارہ کرنے سے پہلے بھی اس کے دل میں وہی بات تھی اور اس کی طرف اس کی خواہش تھی تو پھر اس کو نہ کرے کیونکہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کے آخر میں ہے ''ولا حول ولا قوۃ الا باللہ''۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۳۴۔ ۴۳۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۱۔ بَابُ: مُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ

دلوں کو پھیرنے والے

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ (الانعام:۱۱۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر رہے ہیں''

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قلب کا معنی اور دلوں کو پھیرنے کی توجیہ

اس باب کا عنوان ہے ''مقلب القلوب'' یعنی یہ وہ باب ہے جس میں ''مقلب القلوب'' کا ذکر کیا جائے گا اور یہ خبر ہے اور اس کا مبتداء محذوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ دلوں کو پھیرنے والا ہے۔ اور اصل عبارت یوں ہوگی کہ یہ وہ باب ہے جس میں ذکر کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو پھیرنے والا ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ دلوں میں جو خیالات آتے ہیں ان کو پھیرنے والا ہے اور انسان جن کاموں کا عزم کرتا ہے ان کو توڑنے والا ہے، کیونکہ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے ان کو الٹتا پلٹتا رہتا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ فعلیہ سے ہے اور اس کا رجوع قدرت کی طرف ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ قلب کو قلب اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ بہ کثرت ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پلٹتا رہتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۳۹۱۔ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَكْثَرُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَحْلِفُ لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ابن المبارک از موسیٰ بن عقبہ از سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بہ کثرت یوں حلف اٹھاتے تھے: نہیں، دلوں کو پھیرنے والے کی قسم۔

(صحیح البخاری: ۶۶۱۷، ۶۶۲۸، ۷۳۹۱، سنن ترمذی: ۱۵۴۰، سنن نسائی: ۳۷۶۱، سنن ابوداؤد: ۳۲۶۳، مسند احمد: ۴۷۷۳، سنن دارمی: ۲۳۵۰)

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا و مقلب القلوب'': اس میں واؤ قسم کے لیے ہے اور لا کے بعد یہ عبارت مقدر ہے ''میں نہیں کروں گا یا میں نہیں کہوں گا'' اور مقلب القلوب کی قسم۔

صحیح البخاری: ۷۳۹۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تقلیب کا معنی

علامہ الراغب اصفہانی نے کہا ہے: کسی چیز کی تقلیب یعنی اس کے پھیرنے کا معنی ہے: کسی چیز کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھیرنا یا متغیر کرنا، اور تقلیب کا معنی ہے تصریف، اور اللہ تعالیٰ کے دلوں کو پھیرنے کا اور آنکھوں کے پھیرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ دلوں کو ایک رائے سے دوسری رائے کی طرف پھیر دیتا ہے، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ دل کے عوارض ارادہ کی طرح ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو پیدا فرماتا ہے اور یہ صفاتِ فعلیہ میں سے ہیں اور اس کا مرجع قدرت کی طرف ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ۔ (الانعام: ۱۱۰)''، (ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر رہے ہیں)۔

اس کا معنی ہے کہ ہم دلوں اور آنکھوں میں جس طرح چاہیں تصرف کر رہے ہیں، اور المعتزلی نے کہا: اس کا معنی ہے: ہم دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں، پس وہ ایمان نہیں لائیں گے، اور انہوں نے کہا: مہر لگانے کا معنی ہے: ہم ان کو اس چیز کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جس کو وہ اپنے لیے اختیار کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لغت عرب میں تقلیب کا یہ معنی نہیں ہے اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی مدح فرمائی ہے کہ وہ اس وصف کے ساتھ منفرد ہے اور اس وصف میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، پس طبع کی تفسیر ترک کے ساتھ کرنا صحیح نہیں ہے، اہل سنت کے نزدیک طبع کا معنی ہے: کافر کے دل میں کفر کو پیدا فرمانا اور اس کو اسی کفر پر اس کی موت تک قائم رکھنا، پس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں جو چاہے تصرف فرماتا ہے اور اس کے لیے کوئی چیز ممتنع نہیں ہے، قاضی بیضاوی نے کہا: دلوں کے پھیرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت میں یہ خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں کا مالک اور متولی ہے اور وہ کسی اور کی طرف اس کو سپرد نہیں کرتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: ''اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ''۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دلوں کو پھیرنا سب دلوں کو شامل ہے حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو بھی شامل ہے۔ اور اس میں ان لوگوں کے وہم کو زائل فرمایا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں اپنا خصوصیت سے ذکر فرمایا تا کہ اس میں یہ تنبیہ ہو کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ نفس اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کا محتاج ہے تو اور لوگ تو بہ طریق اولیٰ محتاج ہوں گے کہ وہ اللہ کی پناہ حاصل کریں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۱۶۔ ۵۱۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا میں یہ اشارہ ہے کہ ہر بندہ کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے۔

(سعیدی غفرلہٗ)

۱۲۔ بَابُ: إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ اسْمٍ إِلَّا وَاحِدًا

بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ایک کے سوا سو اسم ہیں

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿ذُو الْجَلَالِ﴾ الْعَظَمَةِ ﴿الْبَرُّ﴾ اللَّطِيفُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ''ذُوالْجَلٰلِ'' (الرحمٰن: ۲۷) کا معنی ہے: وہ عظمت والا ہے، اور ''اَلْبَرُّ'' (الطور: ۲۸) کا معنی ہے: لطیف۔

۷۳۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ أَحْصَيْنَاهُ حَفِظْنَاهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں ایک کم سو، جس نے ان کا احاطہ کر لیا سو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

''احصیناہ'' کا معنی ہے: جس نے ان کو حفظ کر لیا۔

(صحیح البخاری: ۲۷۳۶، ۶۴۱۰، ۷۳۹۲، صحیح مسلم: ۲۶۷۷، سنن ترمذی: ۳۵۰۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۰، مسند احمد: ۱۰۱۵۴)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۳۹۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الاحصاء'' کے معانی

لغت میں ''احصاء'' کا معنی ہے: کسی چیز کے عدد اور اس کی مقدار کا علم، جس طرح درج ذیل آیت میں ہے:

وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ (الجن: ۲۸) اور اس نے ہر چیز کا شمار کرلیا ہے O

یہ خلیل کا قول ہے، اور ''الاحصاء'' کا دوسرا معنی ہے الاطاقۃ، یعنی کسی چیز کی طاقت رکھنا، قرآن مجید میں ہے:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ (المزمل: ۲۰) اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کی طاقت نہیں رکھ سکو گے۔

اور حدیث میں ہے، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''استقیموا ولن تحصوہ'' یعنی تم ہر حال میں مستقیم رہو اور ہرگز تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۷۷، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۶۔۲۷۷)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمہ جو اعمال کئے ہیں تم ہرگز ان کو پوری طرح بجالانے کی طاقت نہیں رکھ سکو گے۔

حدیث مذکور میں ''الاحصاء'' کا معنی

اس باب کی حدیث میں جو مذکور ہے ''جس نے ان اسماء کا شمار کرلیا یا ان کو حفظ کرلیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا'' اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے ان اسماء کا علم حاصل کرلیا یعنی جس کو یہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان اسماء کے ساتھ موصوف ہے جیسے اللہ تعالیٰ قادر ہے تو اس کو یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت مخلوق کی قدرت کی طرح نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ حی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی حیات مخلوق کی حیات کی طرح نہیں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء کا بطورِ عمل کس طرح احصاء ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے مثلاً الرحیم ہے، الکریم ہے، العفو ہے، الغفور ہے، الشکور ہے، التواب ہے، اور ان کے مشابہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں، تو اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ بندہ ان اسماء کے معانی کے ساتھ متصف ہو اور وہ لوگوں پر رحم کرے، کرم کرے، لوگوں کو معاف کرے، ان کو بخش دے اور ان کا شکر ادا کرے وغیرہ وغیرہ۔

اور اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء ایسے ہیں کہ بندہ ان معانی کے لائق نہیں ہے جیسے اللہ، الاحد، القدیر، الجبار، المتکبر، العظیم، العزیز، القوی اور ان کے مشابہ اسماء۔ پس بندہ پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اللہ اور واحد ہونے کا اقرار کرے، اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجز رہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء میں وعید ہے جیسے وہ شدید العقاب ہے، عزیز ذوانتقام ہے، سریع الحساب ہے اور اس کے مشابہ۔ پس بندہ پر واجب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا حکم دے تو اس کو بجالائے اور اس پر عمل کرے، اور جب کسی چیز سے روکے اور منع فرمائے تو اس سے اجتناب کرے، اور اللہ تعالیٰ کی وعید اور اس کے عذاب کے خوف سے ڈرتا رہے، یہ معنی ہے کہ وہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان اسماء کا شمار از روئے عمل کرے تو پس وہ ان شاء اللہ جنت میں داخل ہوگا۔

اور اصیلی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا احصاء کرنا، اس سے مراد ہے اس کے تقاضوں پر عمل کرنا، نہ ان کو گننا اور یاد رکھنا کیونکہ کافر منافق بھی ان اسماء کو گنتا ہے اور یاد رکھتا ہے اور اس سے اس کو نفع نہیں ہوتا۔ اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خوارج کی صفت میں بیان کیا کہ "وہ قرآن کو پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گا، اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے" (صحیح البخاری: ۳۳۴۴، صحیح مسلم: ۱۰۶۴)، پس انہوں نے بیان کیا کہ جس نے قرآن مجید کو پڑھا اور اس کے تقاضا پر عمل نہیں کیا تو اس کا قرآن پڑھنا اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں پہنچایا جائے گا اور وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا تو اس کا اجر نہیں لکھا جائے گا اور وہ اس کے ثواب سے محروم رہے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِيۡعًا ؕ اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيۡنَ يَمۡكُرُوۡنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَمَكۡرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوۡرُ ۞ (فاطر: ۱۰)

جو شخص عزت چاہتا ہے تو تمام عزتیں اللہ ہی کے لیے ہیں، پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں، اور وہ نیک عمل کو بلند فرماتا ہے، اور جو لوگ برائیوں کی سازشیں کرتے رہتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی سازش ناکام ہونے والی ہے O

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ایسے زمانہ میں ہو جس میں فقہاء بہت زیادہ ہیں اور قرآن کے قاری بہت کم ہیں جو قرآن مجید کی حدود کی حفاظت کریں اور اس کے حروف کو صحیح طریقہ سے ادا کریں، پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں فقہاء بہت کم ہوں گے اور قرآن مجید پڑھنے والے بہت زیادہ ہوں گے، وہ قرآن مجید کو حفظ کریں گے اور اس کی حدود کو ضائع کریں گے۔

(الادب المفرد: ۷۸۹، موطا امام مالک ص ۱۲۵۔ ۱۲۴)

پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو قرآنِ مجید کے حروف کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی تعریف فرمائی جو قرآن مجید کے معانی پر عمل کرتے ہیں خواہ وہ حروف کی حفاظت نہ کریں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ حفظ کرنا اور شمار کرنا یہ مستحب عمل ہے اور اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کی طرف مکتوب لکھا: میرے نزدیک تمہارے کاموں میں سب سے اہم کام نماز ہے، پس جس نے نماز کی حفاظت کی تو اس نے اپنے دین کی حفاظت کی"۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۰۳۸، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۹۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۵)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز کی حفاظت سے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس کے رکوع اور سجود کو پورا پورا ادا کیا جائے اور اس کی حدود کو مکمل کیا جائے اور ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ نماز کے احکام تو یاد رکھیں اور عمل کو ضائع کر دیں۔

امام بخاری نے اس حدیث میں یہ دعائیں ذکر کی ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ان اسماء کو یاد رکھا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۶۴۱۰)

اللہ تعالیٰ کے جو اسماء قرآنِ مجید میں وارد نہ ہوں ان کے متعلق اصولیین کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کے جن اسماء میں اللہ تعالیٰ کی قیاس سے تعظیم ہو یا کسی حدیث سے تعظیم ہو تو بعض علماء کا مختار یہ ہے کہ اللہ کے لیے صرف اسی اسم کو استعمال کیا جائے جس اسم کو اللہ تعالیٰ نے خود استعمال کیا ہے یا اس کے رسول نے استعمال کیا ہے جو تواتر سے ثابت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو نہ کہ خبر واحد سے یا جس پر اجماع ہو، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ (الاعراف:۱۸۰) اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، تو اس کو اس کے ناموں سے پکارو۔

اور جن اسماء میں حسن ہو اس حسن کو عقل سے نہیں معلوم کیا جا سکتا، اس کو صرف دلیلِ سمعی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۳۰۔۴۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۳۰۔۲۳۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۳۹۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تحقیق

امام ابن ابی حاتم نے ''کتاب الرد علی الجہمیہ'' میں بیان کیا ہے کہ نعیم بن حماد نے ذکر کیا کہ جہمیہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مخلوق ہیں، کیونکہ اسم مسمیٰ کا غیر ہے، (اسم سے مراد نام ہے اور مسمیٰ سے مراد ہے جس کا نام رکھا گیا) اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ازل میں اللہ تعالیٰ تھا اور ان اسماء کا وجود نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان اسماء کو پیدا کیا اور ان کے ساتھ اپنا نام رکھا، امام ابن ابی حاتم نے کہا: ہم نے ان سے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ (الاعلیٰ:۱) اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھیے جو سب سے بلند ہے ۝

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ (یونس:۳) یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے، سو تم اس کی عبادت کرو۔

پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ معبود ہے اور اس کا کلام اس کے اسم پر دلالت کرتا ہے جس طرح اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے، پس جس کا یہ زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم مخلوق ہے تو اس نے یہ زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ مخلوق کی تسبیح اور تنزیہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم کی تسبیح کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور اسحاق بن راہویہ نے الجہمیہ سے نقل کیا کہ جہم نے کہا: اگر تم یہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں تو گویا تم ننانوے معبودوں کی عبادت کرتے ہو، تو انہوں نے کہا: ہم نے انہیں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ بندے اس کے اسماء کے ساتھ اس کو پکاریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ (الاعراف:۱۸۰) اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، تو اس کو اس کے ناموں سے پکارو۔

اور اسماء جمع کا صیغہ ہے جس کے کم سے کم افراد تین ہیں اور ایک پر جس طرح تین زائد ہیں اسی طرح ایک پر ننانوے زائد ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اگر اسم مسمیٰ کا عین ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسماء کے تعدد سے مسمیٰ میں بھی تعدد ہو۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۱۷، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۳۔ بَابُ: السُّؤَالِ بِأَسْمَاءِ اللهِ تَعَالَى وَالِاسْتِعَاذَةِ بِهَا

اللہ تعالیٰ کے اسماء سے سوال کرنا اوران سے پناہ طلب کرنا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پر دلائل کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اس کی ذات کا عین ہے

امام بخاری کی اس باب سے غرض یہ ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اس کے مسمیٰ کا عین ہے جیسا کہ اہل السنہ کا مذہب ہے، اوراس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''اے اللہ! تیرے اسم سے میرے رب میں نے اپنا پہلو رکھا اور تیرے اسم سے ہی اپنے پہلو کو اٹھاتا ہوں'' اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ''تیرے اسم سے میں زندہ ہوتا ہوں اور تیرے اسم سے میں مرتا ہوں''۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تو نے جو مجھے اپنا پہلو رکھنے کی قدرت دی ہے اسی قدرت سے میں اپنے پہلو کو رکھتا ہوں، اور تو نے جو مجھے اپنے پہلو کو اٹھانے پر قدرت دی ہے، اسی قدرت سے میں اپنے پہلو کو اٹھاتا ہوں، اور تیرے زندہ کرنے سے میں زندہ ہوں اور تیرے مارنے سے میں مروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اسم کا ذکر کیا اور دوسری مرتبہ اسم کا ذکر نہیں کیا، اگر اسم کا معنی مسمیٰ کا غیر ہوتا تو ان دونوں معنی میں تخالف ہو جاتا اور یہ واجب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اس کا غیر ہے اور یہ محال ہے، کیونکہ پھر میں تیرے نام سے اپنا پہلو رکھتا ہوں، اس کا معنی ہوتا: میں تیرے غیر سے اپنا پہلو رکھتا ہوں، اور میں تیرے نام سے زندہ ہوتا ہوں اور مرتا ہوں، اس کا معنی ہوتا: میں تیرے غیر سے زندہ ہوتا ہوں اور مرتا ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اس کے مسمیٰ کا عین ہے۔

اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۷۴﴾ (الواقعہ: ۷۴) پس آپ اپنے رب عظیم کے اسم کی تسبیح کرتے رہیے O

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ آپ اپنے رب عظیم کی تسبیح کیجئے اوراس کے اسماءِ حسنیٰ سے اس کی تنزیہہ بیان کریں، اوراگر اللہ تعالیٰ کا اسم اس کا غیر ہوتا تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا کہ وہ غیر اللہ کی تسبیح کریں اور غیر اللہ کی تنزیہہ کریں اور یہ محال ہے۔

اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْإِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ (الرحمٰن: ۷۸) آپ کے رب کا نام بابرکت ہے جو بہت بزرگی والا اور بہت عزت والا ہے O

اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ کے رب کا اسم ''ذوالجلال والاکرام'' ہے اوراگر اللہ تعالیٰ کا اسم اس کا غیر ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا غیر ذوالجلال والاکرام ہے۔

پس اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا اسم اس کی ذات کا عین ہے تو پھر اس حدیث کا کیا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسم ہیں، پس ذاتِ واحدہ ننانوے کیسے ہوگی اور یہ کفر ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ننانوے اسم ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کی تسمیہ ننانوے ہے اور اسم کے دو معنی ہیں، اسم کا معنی مسمّی بھی ہے اور اسم کا معنی تسمیہ بھی ہے، اور جو اسم تسمیہ کے معنی میں ہے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ مسمّی کا عین ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۳۶۔ ۴۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۳۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ فِرَاشَهُ فَلْيَنْفُضْهُ بِصَنِفَةِ ثَوْبِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلْيَقُلْ بِاسْمِكَ رَبِّ وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَاغْفِرْ لَهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ تَابَعَهُ يَحْيَى وَبِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَزَادَ زُهَيْرٌ وَأَبُو ضَمْرَةَ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَرَوَاهُ ابْنُ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ وَأُسَامَةُ بْنُ حَفْصٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بستر پر آئے تو اس کو کپڑے کے کنارے سے تین مرتبہ جھاڑ لے اور کہے: اے رب! تیرے نام سے میں اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیرے نام سے اپنے پہلو کو اٹھاتا ہوں، اگر تو نے میری روح کو روک لیا تو اس کو بخش دے اور اگر تو نے میری روح کو چھوڑ دیا تو تو اس کی حفاظت کر جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

اس حدیث میں عبدالعزیز کی متابعت یحییٰ نے کی اور بشر بن المفضل نے از عبیداللہ از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور زہیر اور ابوضمرہ اور اسماعیل بن زکریاء نے اضافہ کیا از عبیداللہ از سعید از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور اس حدیث کی روایت کی ابن عجلان نے از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور محمد بن عجلان کی متابعت کی محمد بن عبدالرحمٰن نے اور دراوردی نے اور اسامہ بن حفص نے۔

(صحیح البخاری: ۶۳۲۰، ۷۳۹۳، صحیح مسلم: ۲۷۱۴، سنن ترمذی: ۳۴۰۱، سنن ابوداؤد: ۵۰۵۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۷۴، مسند احمد: ۷۷۵۲، سنن دارمی: ۲۶۸۴)

صحیح البخاری: ۷۳۹۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے بعض جملوں کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے "میں نے تیرے اسم سے میرے رب اپنا پہلو بستر پر رکھا اور تجھ ہی سے اس پہلو کو اٹھاتا ہوں"۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: پہلو کے رکھنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کے اسم کی طرف کی ہے اور پہلو کے اٹھانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف کی، پس اس سے معلوم ہوا کہ اسم سے مراد بھی ذات ہے اور پہلو کے رکھنے اور اٹھانے میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جاتی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس اس کپڑے کے کنارے کے پلّو سے بستر کو جھاڑ لے''۔ اس حدیث میں ''الصنفة'' کا لفظ ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس کی ایک طرف ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس کا وہ کنارہ ہے جس کا وہ پلو ہے، اولیٰ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس سے مراد کپڑے کی اندرونی طرف ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اگر تو نے میری روح کو قبض کر لیا تو اس کو بخش دے''۔ کتاب الدعوات میں مذکور ہے: تو اس پر رحم فرما۔

اس لیے بستر کو جھاڑنا مستحب ہے کہ کہیں اس میں سانپ نہ ہو یا بچھو نہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور موذی جانور کیڑا مکوڑا نہ ہو اور اس کو پتا نہ چلے۔ وہ اس طرح جھاڑے کہ اس کا ہاتھ تہبند کے کنارہ سے چھپا ہوا ہو تا کہ اس کے ہاتھ میں کوئی ناپسندیدہ چیز نہ آ جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ولیقل باسمك رب وضعت جنبی وبك ارفعهٗ'' یعنی پھر یہ دعا کرے کہ اے میرے رب! تیرے نام سے میں اپنا پہلو بستر پر رکھتا ہوں اور تجھ ہی سے اٹھاتا ہوں۔ اور اے میرے رب! اگر تو میری جان کو اور روح کو قبض کر لیتا ہے یعنی مجھ پر موت طاری کر دیتا ہے تو اس پر رحم فرمانا، کیونکہ رحمت اس کے مناسب ہے۔ اور سنن ترمذی میں مذکور ہے کہ ''اس کی مغفرت فرما دینا''۔ اور اگر تو میری روح کو چھوڑ دے یعنی دنیا میں باقی رکھے تو اس کی حفاظت کرنا، کیونکہ زندگی کے مناسب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس زندگی کی حفاظت فرمائے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۱۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۳۹۴۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَحْيَا وَأَمُوتُ وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک از ربعی از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا کرتے: ''اے اللہ! میں تیرے نام سے زندہ ہوں اور تیرے نام سے ہی مروں گا''، اور جب صبح کو اٹھتے تو یہ دعا کرتے: ''اللہ ہی کے لیے حمد ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔''

(صحیح بخاری: ۶۳۱۴، ۶۳۲۴، ۷۳۹۴، صحیح مسلم: ۲۷۱۱، سنن ترمذی: ۳۴۱۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۴۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۰، مسند احمد: ۲۷۶۰۰، مسند احمد: ۲۲۷۶۰)

صحیح البخاری: ۷۳۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور پر ایک سوال کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر جاتے تو یہ دعا کرتے: میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور تیرے نام سے زندہ ہوتا ہوں''۔ یعنی جب تک میں زندہ ہوں تو تیرے نام سے زندہ رہوں گا اور جب میں وفات پاؤں گا تو تیرے نام سے وفات پاؤں گا۔

اس تقریر سے یہ سوال ساقط ہو جاتا ہے کہ حیات اور موت اللہ کے سبب ہے نہ کہ اس کے نام کے سبب سے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اسم مسمّٰی کا عین ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظِ اسم اس میں زائد ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور اسی کی طرف اٹھنا ہے''۔ یعنی قیامت کے دن لوگ اسی کی طرف زندہ ہو کر جمع ہوں گے۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ زندہ ہونا اور مرنا نہیں ہے بلکہ بیدار ہونا اور سونا ہے۔

اس کا جواب دیا گیا ہے کہ موت کا معنی ہے ''روح کے تعلق کا بدن سے منقطع ہو جانا'' اور کبھی یہ لفظ سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ نیند ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نیند موت کا بھائی ہے، یا ظاہراً اور باطناً ہے اور وہ موتِ متعارف ہے۔ اور اس پر زندہ کرنے اور مارنے کا اطلاق بطورِ تشبیہ کیا گیا ہے اور یہ استعارہ مصرحہ ہے۔

اور ابو اسحاق الزجاج نے کہا ہے: جو نفس انسان سے نیند کے وقت الگ ہو جاتا ہے وہ نفس تمیز کے لیے ہے اور جو نفس موت کے وقت انسان سے الگ ہو جاتا ہے وہ حیات کے لیے ہے۔ اور نیند کو موت اس لیے کہا گیا ہے کہ نیند سے عقل اور حرکت زائل ہو جاتی ہے تو یہ اطلاق بطورِ تمثیل اور تشبیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴۱۔ ۴۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۳۹۵۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ بِاسْمِكَ نَمُوتُ وَنَحْيَا فَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از منصور از ربعی بن حراش از خرشہ بن الحر از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب اپنے بستر پر جاتے تو یہ دعا کرتے: (اے اللہ!) ہم تیرے نام سے ہی مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں، اور جب بیدار ہوتے تو یہ دعا کرتے: اللہ ہی کے لیے حمد ہے جس نے ہم کو مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۳۱۴، ۶۳۲۴، ۷۳۹۴، صحیح مسلم: ۲۷۱۱، سنن ترمذی: ۳۴۱۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۴۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۰، مسند احمد: ۲۲۷۶۰، مسند احمد: ۲۲۷۶۰)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صبح اور شام اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی حکمت

صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے تا کہ اس کے اعمال کی ابتداء اور شروع اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہو۔ اسی طرح سوتے وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے تا کہ اس کے عمل کا اختتام اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہو۔ پس کراماً کاتبین اپنے صحیفہ کے اول میں بھی اس کا عملِ صالح لکھیں اور صحیفہ کے اخیر میں بھی اس کا عملِ صالح لکھیں۔ پھر اس کے درمیان جو اس سے گناہ ہوئے ان کی مغفرت کی امید کی جائے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! میرا دن کی ابتداء میں ایک ساعت کے لیے ذکر کرو اور دن کے آخر کی ایک ساعت میں بھی میرا ذکر کرو تو پھر اس دن کے درمیان کے لیے میں تمہیں کافی ہو جاؤں گا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۱۳)

اور صالحین بازاروں میں دن کے اول میں اور دن کے وسط میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور یہ اس لیے کرتے ہیں کہ وہ صبح اور شام اللہ سے دعا کرنے میں رغبت رکھتے ہیں۔

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تاجروں کو حکم دیتے تھے کہ تم دن کے اول کو اپنی آخرت کے لیے کرو اور اس کے ماسوا کو اپنی دنیا کے لیے کرو۔ اور اس معنی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے:

حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابنِ آدم! کیا تم دن کی ابتداء میں چار رکعت پڑھنے سے عاجز ہو تو دن کے آخر میں، میں تمہارے لیے کافی ہو جاؤں۔

(سنن ترمذی: ۴۷۵، مسند احمد: ج ۵ ص ۲۸۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۶۸، مسند الشامیین للطبرانی ج ۱ ص ۱۷۳)

یہ تمام احادیث علامہ ابن الملقن نے ذکر کی ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۳۳۔ ۲۳۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۷۳۹۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ فَقَالَ بِاسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذَلِكَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از سالم از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے تو دعا میں یہ کہے: اللہ کے نام سے، اے اللہ! ہم کو شیطان سے محفوظ رکھ اور شیطان کو اس سے دور رکھ جو ہمیں تو اولاد عطا فرمائے، پس اگر ان کے درمیان کسی اولاد کو مقدر کیا گیا تو شیطان اس کو کبھی بھی ضرر نہیں پہنچائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱، ۳۲۷۱، ۳۲۸۳، ۵۱۶۵، ۶۳۸۸، ۷۳۹۶، صحیح مسلم: ۱۴۳۴، سنن ترمذی: ۱۰۹۲، سنن ابوداؤد: ۲۱۶۱، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۹،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسند احمد: ۱۹۱۱، سنن دارمی: ۲۲۱۲)

صحیح البخاری: ۷۳۹۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیطان کے ضرر کے متعلق متعدد اقوال

ایک قول یہ ہے کہ شروع میں اللہ کا نام لینے کی برکت سے شیطان کو اس کی اولاد پر مسلط نہیں کیا جائے گا، دوسرا قول یہ ہے کہ شیطان اس کے پیٹ میں ٹھونگ نہیں مارے گا، تیسرا قول یہ ہے کہ شیطان اس پر مرگی کی بیماری طاری نہیں کرے گا، چوتھا قول یہ ہے کہ شیطان اس کے بدن میں ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کے دین میں ضرر نہ پہنچا سکے، یعنی اس سے عمداً کوئی معصیت اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا صدور نہیں ہوگا، اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ شیطان اس کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا یعنی اس کے دین میں ایسا فتنہ نہیں ڈالے گا جس کی وجہ سے وہ کفر تک پہنچ جائے، اور اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ معصوم ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ جب اس کا باپ اس کی ماں کے ساتھ جماع کرے گا تو شیطان اس میں شریک نہیں ہو سکے گا، کیونکہ مجاہد سے روایت ہے کہ ''جو شخص جماع کرتا ہے اور اس سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان اس کے آلہ کے سوراخ میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ بھی اس کے ساتھ جماع کرتا ہے''، اور یہ زیادہ قریب جواب ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ لذت کی حالت میں بھی اللہ کا نام لینا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا مستحب ہے تا کہ بندہ آفات سے محفوظ رہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے نام سے تبرک حاصل کرنے کا اور تمام برائیوں میں اللہ تعالیٰ سے پناہ لینے کا ثبوت ہے۔

(۲) اس میں یہ اشارہ ہے کہ شیطان بنو آدم کے ساتھ لازم رہتا ہے اور جب تک بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے شیطان اس سے دور نہیں ہوتا۔

(۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان بغیر وضو کے بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو جائز ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۴، ملخصاً و ملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

۷۳۹۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ قُلْتُ أُرْسِلُ كِلَابِي الْمُعَلَّمَةَ قَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَأَمْسَكْنَ فَكُلْ وَإِذَا رَمَيْتَ بِالْمِعْرَاضِ فَخَزَقَ فَكُلْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از ہمام از عدی بن حاتم، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا، میں نے کہا: میں اپنے سدھائے ہوئے شکاری کتوں کو بھیجتا ہوں، آپ نے فرمایا: جب تم اپنے سدھائے ہوئے شکاری کتوں کو بھیجو اور اللہ کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نام لو اور وہ کتے اس شکار کو تمہارے لیے روکے رکھیں تو تم اس شکار کو کھالو، اور جب تم تیر کی دھار والی لکڑی کو پھینکو اور وہ شکار کو زخمی کر دے تب بھی اس کو کھالو۔

(صحیح البخاری: ۷۵۴۷، صحیح مسلم: ۱۹۲۹، سنن ترمذی: ۱۴۶۵، سنن نسائی: ۴۲۶۵، سنن ابوداؤد: ۲۸۴۷، سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۸، ۳۲۱۴، مسند احمد: ۱۸۸۸۲)

شکار کرنے کے بعض احکام

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ ''تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے'' اس سے یہ معلوم ہوا کہ شکاری کتے کے شکار کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر شکاری کتے کو شکار پر چھوڑا جائے، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کتا سدھایا ہوا ہو، اور تیسری شرط یہ ہے کہ کتا شکار کو اپنے مالک کے لیے رکھے اور خود اس میں سے نہ کھائے۔

کھانے کی ضرورت اور دیگر فوائد وضروریات کے لیے شکار کرنا جائز ہے اور محض شغل اور کھیل کود کی وجہ سے شکار کرنا حرام ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جب تم تیر کی دھار والی لکڑی کو پھینکو اور اس سے وہ شکار زخمی ہو جائے تو اس کو کھالو'' کیونکہ دھار سے شکار کا مرنا اس کے ذبح کے قائم مقام ہے اور اگر وہ بغیر دھار کے محض لکڑی کی ضرب سے شکار مرے تو وہ موقوذہ ہے یعنی چوٹ سے مرنے کے معنی میں ہے اور موقوذہ حرام ہے۔

۷۳۹۸۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ هَا هُنَا أَقْوَامًا حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِشِرْكٍ يَأْتُونَا بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِي يَذْكُرُونَ اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا أَمْ لَا قَالَ اذْكُرُوا أَنْتُمُ اسْمَ اللهِ وَكُلُوا تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ وَأُسَامَةُ بْنُ حَفْصٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوخالد الاحمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ہشام بن عروہ سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! بے شک یہاں پر چند لوگ نئے نئے شرک کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں، وہ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں، آپ نے فرمایا: تم اللہ کا نام لو اور کھالو۔

اس حدیث کی محمد بن عبدالرحمٰن اور دراوردی اور اسامہ بن حفص نے متابعت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۵۷، ۵۵۰۷، ۷۳۹۸، سنن نسائی: ۴۴۳۶، سنن ابوداؤد: ۲۸۲۹، سنن ابن ماجہ: ۳۱۷۴، موطا امام مالک: ۱۰۵۴، سنن دارمی: ۱۹۷۶)

دارالاسلام میں خریدے ہوئے گوشت اور ہوٹلوں میں پکائے ہوئے کھانوں کا جواز

اس حدیث میں بغیر دلیل کے وسوسہ کو لغو قرار دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ہم بازاروں سے جو گوشت خرید کر لاتے ہیں اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہمیں یہ پتا نہیں ہوتا کہ مذبح میں اس جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہے یا نہیں، یا جس شخص نے ذبح کیا ہے آیا وہ صحیح العقیدہ مسلمان تھا یا نہیں، تو اس وسوسہ کی وجہ سے بازاروں سے خرید کر لائے ہوئے گوشت کو بسم اللہ پڑھ کر کھانا جائز ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ آدمی بازار سے گوشت خرید کر لائے اور پھر قصاب سے معلوم کرے کہ تم یہ کون سے مذبح سے گوشت لائے ہو اور اس مذبح میں کس نے جانور کو ذبح کیا تھا اور آیا وہ سنی مسلمان تھا یا دیو بندی تھا یا وہابی تھا، تو ہمیں شریعت نے اس کا مکلف نہیں کیا کہ ہم اس کی تحقیق کریں اور یہ حسنِ ظن رکھیں کہ دارالاسلام میں جو جانور ذبح کیے جاتے ہیں ان کو مسلمان اللہ کے نام سے ذبح کرتے ہیں، اور اس حدیث کی بناء پر ہم اس خریدے ہوئے گوشت کو بسم اللہ پڑھ کر کھالیں تو جائز ہے، اسی طرح ہوٹلوں میں جو پکے ہوئے کھانے ہم خرید کر کھاتے ہیں ان کے بارے میں بھی ہمیں اس کا مکلف نہیں کیا گیا کہ ہم ہوٹل کے مالکان یا باورچیوں سے تحقیق کریں کہ جس جانور کا انہوں نے گوشت پکایا ہے آیا اس کو کسی صحیح العقیدہ مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔

۷۳۹۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ ضَحَّى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِكَبْشَيْنِ يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مینڈھوں کی قربانی کی اور آپ نے اللہ کا نام لیا اور تکبیر پڑھی۔

(صحیح البخاری: ۵۵۵۸، صحیح مسلم: ۱۹۶۶، سنن ترمذی: ۱۴۹۴، سنن نسائی: ۴۳۸۷، سنن ابوداؤد: ۲۷۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۰، مسند احمد: ۱۱۷۳۷، سنن دارمی: ۱۹۴۵)

اپنے ہاتھ سے جانور کو ذبح کرنے کا استحباب

مرد کے لیے مختار اور سنت یہ ہے کہ وہ اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، اور فقہاء کا اس کے استحباب پر اتفاق ہے۔ ہاں اگر اس کو کوئی عذر ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی اور کو اپنا قائم مقام کر دے، کیونکہ عذر کی وجہ سے مستحب احکام ساقط ہو جاتے ہیں، اور اگر اس نے قدرت کے باوجود کسی کو اپنا قائم مقام کیا تو یہ مکروہ ہے لیکن قربانی ہو جائے گی۔

ابو اسحاق السبیعی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اپنی قربانیوں کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرتے تھے، امام مالک نے کہا: یہ اللہ کے لیے تواضع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ اپنی قربانیوں کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۱۶۹)

اور زہری نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اپنی قربانی پر حاضر ہو، کیونکہ جب تمہاری قربانی کے خون کا پہلا قطرہ نکلے گا تو تمہاری مغفرت کر دی جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۸۱۶۸)

قربانی کے جانور کی گردن کے ایک جانب پر پیر اس لیے رکھا جاتا ہے تا کہ جانور کی جان آسانی سے نکل جائے، اور حدیث میں ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ذبح کرو تو عمدہ طریقے سے ذبح کرو، اور تم میں سے کوئی ایک اپنی چھری کو تیز کرلے اور ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔ (صحیح مسلم: ۱۹۵۵، کتاب الصید، باب الامر باحسان الذبح)

اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھتے تھے اور اللہ اکبر پڑھتے تھے۔

۷۴۰۰۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبٍ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ النَّحْرِ صَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس از حضرت جندب رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قربانی کے دن حاضر تھے آپ نے نماز پڑھائی پھر آپ نے خطبہ دیا، پھر آپ نے فرمایا: "جس نے نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کو ذبح کیا وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کو ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا وہ اللہ کے نام کے ساتھ قربانی کو ذبح کرے"۔

(صحیح البخاری: ۹۸۵، ۵۵۰۰، ۵۵۶۲، ۶۶۷۴، ۷۴۰۰، صحیح مسلم: ۱۹۶۰، سنن نسائی: ۴۳۹۸، سنن ابن ماجہ: ۳۱۵۲، مسند احمد: ۱۸۳۲۱)

اس حدیث سے یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ نمازِ عید پڑھنے کے بعد قربانی کی جائے گی، اگر کسی شخص نے نمازِ عید پڑھنے سے پہلے قربانی کرلی ہے تو وہ دوبارہ قربانی کرے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے" اور یہی اس حدیث سے مقصود ہے کہ قربانی کے وقت اللہ کا نام لیا جائے۔

۷۴۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے باپ دادا کے نام کی قسم نہ کھاؤ اور جو شخص قسم کھانے والا ہو وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے"۔

(صحیح البخاری: ۳۸۳۶، صحیح مسلم: ۱۶۴۶، سنن ترمذی: ۱۵۳۴، سنن نسائی: ۳۷۶۸، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۹، مسند احمد: ۵۴۳۹، موطا امام مالک: ۱۰۳۷، سنن دارمی: ۲۳۴۱)

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی حکمت

زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے دادا کے نام کی قسم کھایا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا، اور ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ کسی کے نام کی قسم کھانے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے نام کی تعظیم کی جائے اور تعظیم کی حقیقت اللہ عزوجل کے ساتھ مختص ہے، اور جس طرح باپ دادا کی قسم کھانا ممنوع ہے اسی طرح باقی مخلوقات کی قسم کھانا بھی منع ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے خود مخلوقات کی قسم کھائی ہے، فرمایا: "وَالطُّوْرِ ۞" (الطور: ۱) یعنی پہاڑ طور کی قسم ۞ اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرمایا: "وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۞ " (التین:۱) یعنی انجیر اور زیتون کی قسم O
اس کا جواب یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت ہمارے لیے ہے، اللہ تعالیٰ خالق اور مالک ہے، وہ ان احکام کا پابند نہیں ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے لیے یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ غیر اللہ کی تعظیم کرتا ہے، اسی طرح یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "افلح وابیه" وہ شخص کامیاب ہوگیا اس کے باپ کی قسم۔
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ کلمہ ہے جو زبان پر بلا قصد جاری ہوتا ہے اور اس سے قسم کا قصد نہیں کیا جاتا، نیز غیر اللہ کی قسم کھانا اس وقت ممنوع ہے جب یہ قصد ہو کہ اگر یہ قسم پوری نہیں ہوئی تو بندہ حانث ہو جائے گا اور اس پر کفارۂ قسم لازم ہوگا، اسی طرح "لعمری" کہا جاتا ہے یعنی میری زندگی کی قسم، اس کا بھی یہی جواب ہے۔

صحیح البخاری: ۷۴۰۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا صفات اور اسماء کے ساتھ متصف ہونا اس کے واحد ہونے کے منافی نہیں ہے

نعیم بن حماد نے کہا: اس حدیث میں الجہمیہ کا رد ہے، جو احادیث اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کے کلمات کے ساتھ پناہ طلب کرنے کے متعلق وارد ہیں ان میں جہمیہ کا رد ہے اور حضرت عائشہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ دم کرتا ہوں، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ قرآنِ مجید غیر مخلوق ہے کیونکہ اگر قرآنِ مجید مخلوق ہوتا تو آپ اس سے پناہ طلب نہ کرتے کیونکہ مخلوق سے پناہ نہیں طلب کی جاتی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (النحل:۹۸) اللہ سے پناہ طلب کرو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم پناہ طلب کرو تو اللہ کی پناہ طلب کرو"۔ اس لیے ہر مصیبت میں اللہ سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔
الجہمیہ نے ان لوگوں سے کہا جو کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے اسماء اور صفات کے ساتھ قائم ہے کہ تم لوگ نصاریٰ کی طرح ہو کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کرلیا تو اہلِ سنت نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ اپنے اسماء اور صفات کے ساتھ واحد ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کو صرف واحد مانتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان صفات کی وجہ سے واحد ہونے سے خارج نہیں ہوا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۱۹۔ ۵۲۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۴۔ بَابُ: مَا يُذْكَرُ فِي الذَّاتِ وَالنُّعُوتِ وَأَسَامِي اللّٰهِ

ان احادیث کا بیان جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کے اسماء کا ذکر ہے

وَقَالَ خُبَيْبٌ: وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ، فَذَكَرَ الذَّاتَ بِاسْمِهِ تَعَالٰى

اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: اور یہ (یعنی ان کا قتل کیا جانا) اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہے یعنی اس کے سبب سے ہے، پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کا اس کے نام کے ساتھ ذکر کیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ذات کے معنی کی تحقیق اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی نعوت اور اس کے اسماء کے معانی

یعنی اس باب میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے متعلق احادیث ذکر کی جائیں گی، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ذات کا اطلاق اس طرح جائز ہے جس طرح اس کے اسماء کا اطلاق جائز ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: لفظِ ذات ''ذو'' کی تانیث ہے، اور یہ وہ کلمہ ہے جس سے اسماء اجناس اور انواع کے ساتھ متصف ہونے کا وسیلہ کیا جاتا ہے، اور لفظِ ذات کو کسی معین چیز کے لیے استعارہ کیا جاتا ہے اور اس کا استعمال مفرد بھی ہوتا ہے اور مضاف بھی ہوتا ہے اور اس پر الف لام بھی داخل کیا جاتا ہے، اور اس کو نفس کے قائم مقام استعمال کیا جاتا ہے، اور یہ کلامِ عرب میں مستعمل نہیں ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا: کسی چیز کی ذات اس کا نفس اور اس کی حقیقت ہے اور اہلِ کلام ذات کو الف اور لام کے ساتھ استعمال کرتے ہیں اور امام بخاری نے جو اس کو استعمال کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ نفسِ شئے کے معنی میں ہے، اور ''النعوت'' اور ''الذات'' میں فرق ہے۔

ابنِ برہان نے کہا: متکلمین کا اللہ تعالیٰ کے حق میں ذات کے لفظ کا استعمال کرنا ان کی جہالت کی وجہ سے ہے، کیونکہ ذات ''ذو'' کی تانیث ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم اور جلیل ہے، اس کے ساتھ تاء تانیث کا الحاق صحیح نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ''علامة'' کہنا منع ہے اگرچہ علامة کا معنی ہے جو تمام علماء سے زیادہ جاننے والا ہو، انہوں نے کہا: اور متکلمین کا الصفات الذاتیة کہنا ان کی جہالت ہے۔

اور التاج الکندی نے کہا: متکلمین کا اللہ تعالیٰ پر ذات بمعنی نفس کے اطلاق کرنا خطاء ہے اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ محال اور ممتنع اس وقت ہے جب ذات صاحبة کے معنی میں استعمال کیا جائے لیکن جب وہ اس معنی سے منقطع ہو اور صرف اسمیت کے معنی میں استعمال کیا جائے تو پھر کوئی خرابی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ (ہود:۵) بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے ۝

یعنی اللہ تعالیٰ نفسِ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

علامہ النووی نے کہا ہے کہ فقہاء کی مراد ذات سے حقیقت ہے اور یہ متکلمین کی اصطلاح ہے اور بعض ادباء نے اس کا رد کیا ہے۔

اور علامہ واحدی نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہا ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (الانفال:۱) سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔

اور زجاج نے کہا: ذات کا معنی حقیقت ہے۔

اور رہا ''النعوت'' کا لفظ تو بے شک وہ نعت کی جمع ہے اور اس کا معنی وصف ہے، کہا جاتا ہے ''نعت فلان نعتا'' یعنی فلاں شخص نے فلاں کی صفت کی، اور رہا ''الاسامی'' تو یہ اسم کی جمع ہے اور اسم کی جمع اسماء بھی آتی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جو صرف اس کی ذات کی طرف راجع ہے اور وہ لفظِ اللہ ہے، دوسری قسم وہ ہے جو اس صفت کی طرف راجع ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو جیسے الحی یعنی زندہ، اور تیسری قسم وہ ہے جو اس کے فعل کی طرف راجع ہو جیسا کہ الخالق، اور ان کے اثبات کا طریقہ دلائل سمعیہ ہیں۔ اور صفاتِ ذات اور صفاتِ فعل میں فرق یہ ہے کہ صفاتِ ذات اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور صفاتِ فعل اس کے لیے قدرت کے ساتھ ثابت ہیں اور مفعول کے وجود کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ مفعول کے وجود کا ارادہ کرے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۰۔۵۲۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کی تعلیق میں مذکور ہے "اور یہ (مرنا) ذاتِ الٰہ میں ہے، پس حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ذات کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اسم کے ساتھ کیا"۔

اللہ تعالیٰ کے لیے لفظِ ذات کا استعمال

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ذات کا ذکر کیا اس حال میں کہ وہ اللہ کے نام کے ساتھ ملا ہوا تھا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ انہوں نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا ذکر لفظِ ذات کے ساتھ کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ کرمانی کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے لفظِ ذات کی اللہ تعالیٰ کے اسم کی طرف اضافت کی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شعر کو سنا، پس آپ نے اس کا انکار نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ لفظِ ذات کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کرنا جائز ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا: اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جو ذات الالٰہ کا لفظ کہا، اس میں باب کے عنوان پر دلالت نہیں ہے، کیونکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ذات سے اس حقیقت کا ارادہ نہیں کیا جو امام بخاری کی مراد ہے، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ یہ میرا مرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے یا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہے، اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ امام بخاری کی غرض یہ تھی کہ فی الجملہ ذات کا اطلاق جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۰۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ حَلِيفٌ لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَشَرَةً مِنْهُمْ خُبَيْبٌ الْأَنْصَارِيُّ فَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عِيَاضٍ أَنَّ ابْنَةَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُمْ حِينَ اجْتَمَعُوا اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَلَمَّا خَرَجُوا مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ قَالَ خُبَيْبٌ الْأَنْصَارِيُّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن ابی سفیان بن اسید بن جاریہ الثقفی نے خبر دی جو بنو زہرہ کے حلیف تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ کو (کفارِ مکہ کی جاسوسی کے لیے) بھیجا، ان میں حضرت خبیب الانصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے، پس مجھے عبیداللہ بن عیاض نے خبر دی کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلَى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ فَقَتَلَهُ ابْنُ الْحَارِثِ فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ يَوْمَ أُصِيبُوا

حارث کی بیٹی نے ان کو خبر دی جب وہ جمع ہوئے تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے استرا عاریۃً مانگا جس سے وہ اپنے زیرِ ناف بال مونڈتے، پس جب وہ لوگ حرم سے باہر آئے تا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کریں تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

اور میں کوئی پرواہ نہیں کرتا جب کہ مجھے حالتِ اسلام میں قتل کیا جائے گا
میں جس شق پر گروں تو اللہ ہی کے لیے میرا گرنا ہوگا
اور میرا یہ مرنا اللہ کی ذات میں ہے اور اگر وہ چاہے
تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کیے ہوئے اعضاء پر برکت نازل فرمادے گا

پھر ابن الحارث نے ان کو قتل کر دیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ان کے قتل ہونے کی خبر دی جس دن ان کو قتل کیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۰۴۵، ۳۹۸۹، ۴۰۸۶، ۷۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۶۶۰، مسند احمد: ۷۸۶۹)

صحیح البخاری: ۷۴۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا سبب

اس حدیث میں مذکور ہے "حارث کی بیٹی"، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اس کے باپ کو قتل کر دیا تھا، جب حارث کی بیٹی کے بھائی اپنے باپ کا قصاص لینے کے لیے جمع ہوئے تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے استرا طلب کیا تا کہ اس سے زیرِ ناف بالوں کو صاف کریں، اور جب وہ کفار حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حرم سے باہر قتل کرنے کے لیے لے گئے اس وقت انہوں نے یہ اشعار پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے: "جب مجھ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے راستہ میں قتل کیا جا رہا ہے تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میرا گرنا کس جگہ ہوتا ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو میرے کٹے ہوئے اعضاء میں برکت ڈال دے گا، سو ان کو الحارث بن عامر کے بیٹے نے قتل کر دیا"۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۰۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے ذات کے استعمال پر مزید دلائل

صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے کہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے، ان میں سے دو اللہ تعالیٰ کی ذات میں تھے"۔ اور اس کی شرح احادیث الانبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عنوان میں ذکر ہو چکی ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے کہ "ہر چیز میں غور و فکر کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر نہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرو" یہ حدیث موقوف ہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے "لا تفقه کل الفقه حتی تمقت الناس فی ذات الله" (تم پوری پوری فقہ حاصل نہ کرو حتیٰ کہ اللہ کی ذات میں لوگ ناراض ہو جائیں)، اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں مگر یہ حدیث منقطع ہے، اور لفظِ ذات ان احادیثِ مذکورہ میں سبب یا حق کے معنی میں ہے۔

پس جو چیز زیادہ ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ لفظِ ذات کا اطلاق کرنا جائز ہے مگر اس معنی میں نہیں جو معنی متکلمین نے حادث کیا، لیکن اس سے امام بخاری کا رد نہیں ہوتا کیونکہ امام بخاری کی مراد لفظِ ذات کا نفسِ ثبوت ہے۔

اور دوسرے علماء نے کہا کہ محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت باقی تمام حقائق کے مخالف ہے اور بعض اہلِ کلام کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ذوات کے مساوی ذات ہے اور اللہ تعالیٰ باقی ذوات سے ان صفات کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے جو صفات اس کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے وجوب الوجود، اور القدرۃ التامۃ، اور العلم التام۔

اور صحیح یہ ہے کہ ان مباحث کی مثال میں گفتگو نہیں کرنی چاہیے اور ان مباحث کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دینا چاہیے اور اس پر اکتفاء کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اپنی کتاب میں واجب کیا ہے یا جس کا اپنی نبی کی زبان سے اثبات کیا ہے یا جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو منزہ کیا ہے ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۱۵- بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ (آل عمران: ۲۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے"

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ (المائدہ: ۱۱۶)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تو ان باتوں کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہیں اور میں ان چیزوں کو نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہیں"۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

نفس کا معنی اور اللہ تعالیٰ کے لیے نفس کے استعمال کا جواز

اس باب کی احادیث میں نفس کا ذکر ہے، پس اس باب سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نفس کا لفظ ثابت ہے اور لفظِ نفس کے کئی معانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نفس سے مراد اس کی ذات ہے، پس اللہ تعالیٰ کا نفس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی ذات پر زائد ہو، پس واجب ہے کہ اس کا نفس وہی ہو اور یہ اجماع ہے اور نفس کے اور بھی معانی ہیں جن کے ذکر کی ہمیں ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس باب کے عنوان سے ان کی غرض نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے لفظِ نفس کے ثبوت پر دلائل

امام بخاری نے دو آیتیں ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک ہے "وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ (آل عمران: ۲۸)" اور دوسری آیت یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذکر کی ہے "تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ (المائدہ:۱۱۶)"۔
علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کا نفس اس کی ذات ہے، یہ اگرچہ نفس اور ذات میں تغایر کا تقاضا کرتا ہے لیکن اس میں معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ واحد ہے اور وہ دو ہونے سے ہر اعتبار سے بلند اور برتر ہے، ایک قول یہ ہے کہ نفس کی اضافت یہاں پر مِلک کی اضافت ہے اور اس نفس سے مراد بندوں کے نفوس ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کے لیے نفس کے ثبوت میں یہ آیات ہیں:

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام:۵۴) — تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ ﴿۴۱﴾ (طٰہٰ:۴۱) — اور میں نے آپ کو خاص اپنے لیے چن لیا O

احادیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے لفظِ نفس کا ثبوت

ایک حدیث میں ہے: "جس طرح تو نے اپنے نفس کی حمد وثنا کی ہے"، ایک اور حدیث میں ہے: "میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کر دیا ہے"۔ اور یہ دونوں حدیثیں صحیح مسلم میں مذکور ہیں۔
حافظ ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اور صحیح مسلم میں یہ حدیث بھی ہے: "سبحان اللہ رضا نفسہ"۔
پھر علامہ راغب اصفہانی نے بیان کیا کہ کلامِ عرب میں نفس کے کئی معانی ہیں، ایک معنی ہے حقیقت، جیسا کہ کہتے ہیں "یہ چیز نفس الامر میں ہے" اور امر کے لیے کوئی سانس لینے والا نفس نہیں ہے، اور نفس کا دوسرا معنی ذات ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: "تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ۔۔۔ (المائدہ:۱۱۶)" اس کا معنی یہ ہے کہ جس چیز کو میں چھپاتا ہوں اس کو تو جانتا ہے اور جس چیز کو تو مجھ سے مستور رکھتا ہے میں اس کو نہیں جانتا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں نفس کا ذکر مقابلہ اور مشاکلہ کے لیے ہے، لیکن اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ جو امام بخاری نے پہلی آیت ذکر کی ہے "وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ۔۔۔ (آل عمران:۲۸)" اس میں کوئی مقابلہ اور مشاکلہ نہیں ہے۔
صاحب المطالع نے المائدہ:۱۱۶ میں "وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ" میں نفس کے معنی میں تین اقوال ذکر کیے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ میں تیری ذات کو نہیں جانتا، دوسرا معنی یہ ہے کہ جو تیرے غیب میں ہے اس کو میں نہیں جانتا، تیسرا معنی یہ ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا جو تیرے پاس ہے، اور دوسروں نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں تیرے معلوم کو یا تیرے ارادہ کو یا تیرے راز کو نہیں جانتا۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۰۳۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ وَمَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے کاموں کو حرام فرما دیا، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ مدح کو پسند کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۶۳۴، ۴۶۳۷، ۵۲۲۰، ۷۴۰۳، صحیح مسلم: ۲۷۶۰، سنن ترمذی: ۳۵۳۰، مسند احمد: ۴۱۴۲، سنن دارمی: ۲۲۲۵)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح البخاری: ۴۶۳۴ میں بھی مذکور ہے جو حسب ذیل ہے:

ابووائل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا نہیں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فواحش (بے حیائی) کے کاموں کو حرام فرما دیا ہے خواہ وہ ظاہر ہوں اور خواہ باطن ہوں، اور مدح سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز پسند نہیں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کی مدح فرمائی ہے، راوی نے کہا: آپ نے اس کو حضرت عبداللہ سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، میں نے کہا: آپ نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح ارشاد ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

ظاہر اور باطن بے حیائی کا مصداق

قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا: لوگ آزاد عورت سے چھپ کر زنا کرتے تھے اور باندیوں سے ظاہراً زنا کرتے تھے، سو چھپ کر زنا کرنا باطناً بے حیائی ہے اور ظاہراً زنا کرنا ظاہراً بے حیائی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ظاہراً بے حیائی سے مراد ہے شراب پینا، اور باطناً بے حیائی سے مراد ہے زنا کرنا، یہ ضحاک کا قول ہے۔

اور علامہ الماوردی نے کہا: ظاہراً بے حیائی وہ ہے جو انسان ظاہری اعضاء سے ممنوعہ کام کرے، اور باطناً بے حیائی وہ ہے جو انسان دل میں بے حیائی اور برے کاموں کے منصوبے بنائے۔ (تفسیر الماوردی ج ۲ ص ۱۸۶)

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ تمام بے حیائی کے کاموں کو شامل ہے، جو بے حیائی کے کام لوگوں کے سامنے کرے وہ ظاہراً بے حیائی ہے اور جو بے حیائی کے کام لوگوں سے چھپ کر کرے وہ باطناً بے حیائی ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ظاہراً بے حیائی وہ کام ہے جو مخلوق کے درمیان کئے گئے ہیں، اور باطناً بے حیائی وہ کام ہے جو مخلوق کے سامنے نہ ہوں لیکن خالق سے تو کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ظاہراً بے حیائی کا معنی ہے: کسی اجنبی عورت سے ہم آغوش ہونا اور اس کا بوسہ لینا، اور باطناً بے حیائی کا معنی ہے: ان بے حیائی کے کاموں کی نیت کرنا۔

غیرت کا معنی

غیرت کا معنی ہے خود دار ہونا اور اپنی پسندیدہ چیز میں دوسرے کی شرکت کو ناپسند کرنا، اور اس کا معنی حمیت ہے، یعنی اپنی پسندیدہ چیز میں دوسرے کی شرکت کی وجہ سے جوش میں آنا۔ النحاس نے کہا ہے: کسی شخص کا اپنی بیوی کے ساتھ حمیت کا معنی یہ ہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ وہ دوسرے رشتہ داروں یا اجنبی لوگوں کو بیوی کے پاس آنے سے منع کرے، یا اپنی بیوی کو غیر محرم کے دیکھنے سے منع کرے، اور یہ لفظ الدَّیّوث کی ضد ہے، دیّوث اس شخص کو کہتے ہیں جو بے حیاء ہو اور اپنی بیوی سے بدکاری کرائے، اس کو عورتوں کا دلال اور بھڑوا بھی کہتے ہیں۔

صاحب المطالع نے کہا ہے کہ غیرت کا معنی ہے: جب کسی شخص کی بیوی کی شرمگاہ دوسرے مردوں کے استعمال میں ہو، اس کی وجہ سے اس مرد کا خون کھولنا اور اس کا جوش میں آنا اور اس کے دل میں اس کے خلاف نفرت ہونا، غیرت کا یہ معنی آدمیوں کے حق میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں غیرت کا معنی وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ کوئی مرد ان کاموں کو کرے جن کاموں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے"۔ (صحیح البخاری: ۵۲۲۳)

اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کاموں کو کرنے سے منع فرمادیا ہے اور ان کو حرام قرار دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے اور ان پر وعید فرمائی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدح کے محبوب ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "کسی شخص کو بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ مدح پسند نہیں ہے"۔

اللہ تعالیٰ کا مدح کو پسند فرمانا اس طرح نہیں ہے جس طرح ہم مدح کو پسند کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا فرماتا ہے، پس اطاعت کرنے سے مکلفین فائدہ اٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو مدح سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور ہم مدح کو پسند کرتے ہیں تا کہ ہمیں اس سے فائدہ ہو اور ہماری قدر و منزلت ہماری قوم میں بلند ہو، لہٰذا لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مدح کو پسند کرتا ہے تو ہمارا مدح کو پسند کرنا کیونکر ممنوع ہوگا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۳۳۸۔۳۳۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۰۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیرت کا معنی

اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیرت کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کو ناپسند فرماتا ہے کہ لوگ بے حیائی کے کام کریں، دوسرا قول یہ ہے کہ غیرت کو لازم ہے اللہ تعالیٰ کا غضب، اور غضب کو لازم ہے اللہ تعالیٰ کا بے حیائی کے مرتکبین کو عذاب دینا۔

ایک اعتراض کا جواب

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں نفس کا ذکر نہیں ہے حالانکہ امام بخاری کا اس باب سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نفس کا اثبات کیا جائے۔

پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس حدیث میں مذکور ہے "ما من احد اغیر من اللہ" یعنی کوئی ایک بھی اللہ تعالیٰ سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زیادہ غیرت والا نہیں ہے، اور اس سے مقصود یہ ہے کہ کوئی نفس بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا نہیں ہے، تو اس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے نفس کا اثبات ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی اس سے غافل رہے کہ ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے اور اس میں نفس کا لفظ ہے، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”ولا شیء احب الیہ المدح من اللہ لذالک مدح نفسہ“ (اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدح سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ نہیں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کی مدح کی ہے)۔ (صحیح البخاری: ۴۶۳۴، صحیح مسلم: ۲۷۶۰)

اور اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر نفس کا اطلاق کرنا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ وَهُوَ يَكْتُبُ عَلٰى نَفْسِهِ وَهُوَ وَضْعٌ عِنْدَهُ عَلَى الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں لکھا اس حال میں کہ وہ اپنے نفس کے متعلق یعنی اپنی ذات کے متعلق لکھ رہا تھا، اور یہ اب بھی اس کے پاس عرش پر لکھا ہوا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۹۴، ۷۴۰۴، ۷۴۲۲، ۷۴۵۳، ۷۵۵۳، ۷۵۵۴، صحیح مسلم: ۲۷۵۱، سنن ترمذی: ۳۵۴۳، سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۵، مسند احمد: ۲۷۳۴۳)

صحیح البخاری: ۷۴۰۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے ”عندہٗ“ کا معنی

اس حدیث میں ”عندہٗ“ کا لفظ ہے، پس ابن بطال نے کہا: عِندَ کا لفظ لغت میں مکان اور جگہ کے لیے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں ہونے سے بلند اور منزہ ہے، کیونکہ کسی جگہ میں ہونا عرض ہے اور یہ فنا ہو جاتی ہے اور یہ حادث ہے اور حادث اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں ہے، اس بناء پر اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں یہ تھا کہ جو اس کی اطاعت کرے گا اس کو ثواب عطا فرمائے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ عذاب دے گا۔ اور ”عِندَ“ کا لفظ جگہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور اعتقاد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، تم کہتے ہو ”عندی فی کذا کذا“ یعنی میرے اعتقاد میں اس طرح اور اس طرح سے ہے، اور عند کا لفظ مرتبہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ وہ کتاب اس کے نزدیک عرش پر ہے یعنی عرش پر رکھی ہوئی ہے تو یہ کتاب اس لیے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بھول جائے تو اس کتاب میں دیکھ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند اور برتر ہے کہ وہ بھولے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں فرشتوں کے لیے لکھا ہے جو فرشتے مکلفین کے ساتھ موکل ہوتے ہیں۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عرش پر لکھنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرنے سے فارغ ہو گیا تو اس نے اپنی کتاب میں لکھا جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے''۔

ایک روایت میں اس حدیث کے الفاظ ہیں ''لما قضى الله الخلق'' اس کا معنی ہے: ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر دیا'' (صحیح البخاری: ۳۱۹۴)، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ (حٰم سجدہ: ۱۲)'' (تو اس نے دو دن میں ان کو پورے سات آسمان بنا دیا)۔ اور ہر وہ صنعت جو انتہائی پختگی کے ساتھ انجام کو پہنچی ہو اس کو احکام اور قضا کہا جاتا ہے۔
(اعلام الحدیث ج ۲: ۱۴۷۱)

ابن عرفہ نے کہا: ''قضى الشیء'' کا معنی ہے: کسی چیز کو محکم بنانا اور اس کو بنا کر فارغ ہو جانا، اسی وجہ سے قاضی کا نام قاضی رکھا گیا ہے کیونکہ وہ دو فریقوں کے درمیان قضاء کرنے کے بعد فارغ ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں جو لکھنے کا ذکر ہے اس سے مراد دو چیزوں میں سے ایک ہے، یا تو لفظ لکھ دیئے اور ان کو واجب کر دیا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلہ: ۲۱) اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور میں غالب ہوں گا اور میرے رسول (غالب ہوں گے)۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی قضاء کی اور اس کو واجب کر دیا، اور اس حدیث میں ''فوق العرش'' کا معنی یہ ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس عرش کے اوپر ہے، نہ وہ منسوخ ہوگا اور نہ اس میں تبدیلی ہوگی، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ (طٰہٰ: ۵۲) اس کا علم میرے رب کے پاس لوحِ محفوظ میں ہے، میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے ○

اور ''یا کتاب'' سے مراد ہے لوحِ محفوظ جس میں مخلوق کی اقسام کا ذکر کیا گیا ہے اور مخلوق کی مدتِ حیات کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے رزق کا اور انجامِ کار ان کا کیا حال ہوگا اس کا ذکر کیا گیا ہے، اور یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا ذکر عرش کے اوپر ہے۔

اور یہ کلام میں اس وجہ سے جائز ہے کہ عرش مخلوق ہے اور عرش کو مخلوق کی کتاب چھوئے یہ محال نہیں ہے، کیونکہ ملائکہ جو عرش کو اٹھانے والے ہیں روایت ہے کہ عرش ان کے کندھوں پر ہے اور یہ محال نہیں ہے کہ وہ عرش کو چھوئیں جب وہ عرش کو اٹھائیں، اگرچہ عرش کو اٹھانے والا اور حاملینِ عرش کو اٹھانے والا رب عزوجل ہے، اور جو علماء کہتے ہیں کہ اللہ عرش پر ہے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کو مس کر رہا ہے یا عرش کی کسی جہت میں متحیز ہے، یہ ایک خبر ہے جس کا علم توقیفی ہے، ہم نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے اور اس کی کیفیت کی ہم نے نفی کی کیونکہ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے، علامہ ابن التین نے اس پر متنبہ کیا ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۹ ص ۱۸۔۱۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر، ۱۴۲۹ھ)

نیز علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے:

اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے "بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے"۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے غضب کا معنی

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا معنی یہ ہے کہ وہ اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا فرمانے کا ارادہ کرے، اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمانی کرنے والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرے، اور جب یہ اس طرح ہے تو پھر "بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے" اس کا معنی ہے کہ بے شک میرا ارادہ ہے کہ میں اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا فرماؤں اور ان کو ثواب عطا فرمانے کا ارادہ ہی یہ ہے کہ میں ان کو عذاب نہ دوں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (البقرہ:۱۸۵)

پس اللہ تعالیٰ کا بندوں پر آسانی کا ارادہ فرمانا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مشکل میں نہ ڈالے، اور اسی معنی کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تعبیر فرمایا کہ "بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے"۔

بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ رحمت اور غضب کے دو معنی ہیں، اور ایک معنی دوسرے معنی پر غالب اور سابق ہے اور جب کہ یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ واحد ہے اور وہ اس کی ذات کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور اس کی رحمت اور اس کا غضب دو الگ الگ صفات نہیں ہیں، اس وجہ سے اس کلام کو ظاہر سے پھیرا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا رحم فرمانا ہی اس کا غضب نہ فرمانا ہے اور یہ ایک صفت ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۴۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اس کے غضب پر غالب ہونے کی توجیہ

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی التوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی رضا دونوں کا رجوع اطاعت کرنے والے کو ثواب دینے اور اس کو نفع پہنچانے اور نافرمان کو عذاب دینے کی طرف ہے، اول کو رحمت کہا جاتا ہے اور دوسرے کو غضب کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کا ارادہ قدیم اور ازلی ہے، پس یہ محال ہے کہ اس میں ایک صفت دوسری صفت پر غالب ہو اور سابق ہو، اور اس سے مراد یہاں پر ارادہ کا متعلق ہے، پس اللہ تعالیٰ کا مخلوق کے ساتھ نرمی کرنا اور ان کو انعام دینا اس کے غضب پر غالب ہے۔

قاضی نے کہا: غلبہ سے مراد یہاں پر کثرت اور شمول ہے جیسے کہا جاتا ہے: فلاں شخص کے اوپر مال کی محبت غالب ہے یا کرم غالب ہے یا شجاعت غالب ہے، جب اس کی یہ صفات زیادہ ہوں، تو حدیث کا معنی یوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام واکرام کرنا اس سے زیادہ ہے کہ وہ ان کو عذاب دے، یعنی ثواب دینے کے مظاہر عذاب دینے کے مظاہر سے زیادہ ہیں، اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات قدیم ہیں اس لیے یہاں پر یہ متصور نہیں ہے کہ ثواب دینے کی صفات مقدم ہوں اور عذاب دینے کی صفات

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

موخر ہوں۔(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۲۵۲، دارالوفاء بیروت)

علامہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اس کے غضب پر غالب ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا لطف اور اس کا انعام عطا فرمانا اس کے انتقام لینے سے زیادہ ہے، اور یہ اس بناء پر ظاہر ہے کہ یہ دونوں اس کے فعل کی صفات ہیں۔

(مکمل اکمال الاکمال ج ۹ ص ۱۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

۷۴۰۵۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "میرا بندہ میرے ساتھ جو گمان رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ہوں، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، پس اگر وہ مجھے چپکے سے یاد کرے تو میں بھی اس کو چپکے سے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے ایک جماعت میں یاد کرے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ قریب ہو تو میں اس کی طرف دو ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر قریب ہوتا ہوں، اور اگر کوئی میرے پاس چلتا ہوا آئے تو میں دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۷۵۰۵، ۷۵۳۷، صحیح مسلم: ۲۶۷۵، سنن ترمذی: ۳۶۰۳، سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۲، مسند احمد: ۷۴۲۲)

صحیح البخاری: ۷۴۰۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انسانوں، نبیوں اور فرشتوں کے درمیان فضیلت کے متعلق علماء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے "میرا بندہ جو میرے متعلق گمان رکھتا ہے میں اس کے گمان کے ساتھ ہوں" گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ کوئی امید رکھتا ہے تو میں اس کی امید پوری کر دیتا ہوں، کیونکہ مومن اسی وقت کوئی امید رکھے گا جب کہ اس کو یہ یقین ہوگا کہ اس کا کوئی رب ہے جو اس کی اس امید کو پورا کرے گا۔

اور اس حدیث میں فرمایا "اگر میرا بندہ جماعت میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں"۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ملائکہ انسانوں سے افضل ہیں، کیونکہ بندہ انسانوں کی جماعت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اور اللہ تعالیٰ انسانوں سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرے گا اور اللہ تعالیٰ فرشتوں میں ذکر فرمائے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد فرشتے انسانوں سے افضل ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء اور ملائکہ میں سے کون زیادہ فضیلت والا ہے۔

علامہ ابن فورک نے کہا: جن کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور آدمیوں میں سے اولیاء ملائکہ سے افضل ہیں تو انہوں نے کہا: اس حدیث میں "خیر منه" انہوں نے کہا کہ یہ خیر کا لفظ ذکر کی طرف راجع ہے یعنی میں اس بندہ سے بہتر ذکر کرتا ہوں، کیونکہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ اس سے دعا کرتا ہے اور گڑگڑاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس بندہ کا ذکر کرتا ہے تو اپنی رحمت کا اظہار کرتا ہے اور اپنی کرامت کا اظہار کرتا ہے اور یہ بندہ کے لیے زیادہ بہتر اور زیادہ نفع بخش ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ علماء ملائکہ سے افضل ہیں۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث میں شارع علیہ السلام کی طرف سے یہ تصریح ہے کہ فرشتے بنو آدم سے افضل ہیں، پھر انہوں نے کہا: یہ جمہور اہلِ علم کا مذہب ہے اور قرآن مجید سے اس مذہب پر شواہد موجود ہیں جیسا کہ درج ذیل آیت ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۝ (الاعراف:۲۰)

پھر دونوں کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈالا تاکہ (انجام کار) ان دونوں کی جو شرم گاہیں ان سے چھپائی ہوئی تھیں ان کو ظاہر کر دے اور اس نے کہا: تمہارے رب نے اس درخت سے تم کو صرف اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ○

یعنی ابلیس نے حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو یہ وسوسہ ڈالا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس درخت کے کھانے سے اس لیے منع کیا ہے کہ اگر تم نے اس درخت سے کھا لیا تو تم فرشتے ہو جاؤ گے یا تم ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ گے یعنی تم پر کبھی موت نہیں آئے گی، اور ابلیس کا یہ کلام اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ جب کہ فرشتے بنو آدم سے افضل ہوں۔

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: میں علامہ ابن بطال کی اس میں موافقت نہیں کرتا کہ یہ جمہور کا مذہب ہے بلکہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بشر ملائکہ سے افضل ہیں، پس اشرف المخلوقات بنو آدم ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۵۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

الاعراف: ۲۰ کی تفسیر از مصنف

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فرشتے نبی سے افضل ہیں، ورنہ حضرت آدم علیہ السلام فرشتہ بننے کی طمع میں اس ممنوع درخت سے نہ کھاتے؟

اس کا جواب یہ ہے: بعض اوقات مفضول میں وہ وصف ہوتا ہے جو افضل میں نہیں ہوتا، ہو سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام فرشتہ اس لیے بننا چاہتے ہوں کہ ان کو بھی فرشتوں کی طرح قدرت اور قوت حاصل ہو جائے یا وہ بھی فرشتوں کی طرح اپنی خلقت میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جو ہر نورانی ہو جائیں، یا وہ بھی فرشتوں کی طرح عرش اور کرسی کے ساکنین میں سے ہو جائیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ابلیسِ لعین نے یہ کہا تھا کہ آپ اس درخت سے کھا کر ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جائیں گے اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی طمع میں اس درخت سے کھا لیا، اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ کچھ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان پر موت نہیں آئے گی اور اس سے موت اور قیامت کا انکار لازم آتا ہے اور یہ کہ دوام اور خلود تو حشر کے بعد ہوگا، حشر سے پہلے خلود کا عقیدہ رکھنا کفر ہے، سو موت سے اور قیامت سے پہلے خلود کی تمنا کرنا کفر ہے اور اس سے العیاذ باللہ حضرت آدم علیہ السلام کا کفر لازم آتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خلود کا معنی طویل زمانہ بھی ہو سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہی معنی مراد لیا ہو، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام نے یہ یقین نہیں کیا تھا کہ کچھ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان پر موت نہیں آئے گی اور نہ یہ ان کا گمان تھا، انہوں نے محض وفورِ شوق سے اس شجرِ ممنوع سے کھا لیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۷۴۰۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ایک بالشت یا ایک ہاتھ کی مقدار قریب ہونے کی تحقیق

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ اپنے بندہ کے ایک ہاتھ کی مقدار قریب ہوتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہے، ان الفاظ میں حقیقت اور مجاز دونوں کے احتمال ہیں، اگر ان الفاظ کو حقیقت پر محمول کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہو کیونکہ ایک ہاتھ کا قرب یا دو ہاتھوں کے بھراؤ کا قرب اور دوڑنا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے اور اس کو حقیقت پر محمول کرنا محال ہے، اس لیے اس کو مجاز پر محمول کرنا واجب ہے، کیونکہ کلامِ عرب میں اس قسم کا مجاز مشہور ہے، سو بندہ جب ایک بالشت یا ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے یا چلتا ہوا آتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اس کا قرب حاصل کرتا ہے اور اس کے فرائض کو ادا کر کے اس کا قرب حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ قریب ہوتا ہے یعنی اس کی اطاعت سے زیادہ اس کو ثواب عطا فرماتا ہے۔

امام ابن جریر طبری نے کہا: بشر کی کم عبادت کو ایک بالشت قرب کے ساتھ مثال دی ہے اور اس پر جو اللہ تعالیٰ نے زیادہ اجر عطا فرمایا اس کو ایک ہاتھ کے قرب کے ساتھ مثال دی ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی عبادت سے بڑھ کر اس کو ثواب عطا فرماتا ہے۔

بندہ کا اپنے رب کو دل میں یاد کرنا اور اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا اس کو یاد کرنا، اس کی وضاحت

پس اگر یہ کہا جائے کہ اس قول کا کیا معنی ہے "اذا ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی"؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے اور مخلوق سے چھپ کر مجھے یاد کرے تو میں اپنی رحمت کے ساتھ اس کو یاد کرتا ہوں اور اس کو ثواب عطا کرتا ہوں اور مخلوق سے چھپا کر عطا کرتا ہوں حتیٰ کہ اس کے اوپر کوئی بھی مطلع نہیں ہوتا، اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جب بندہ مجھے بندوں کی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اپنی مخلوق کی اس جماعت میں یاد کرتا ہوں جو بندہ کی جماعت سے بہتر اور پاکیزہ ہوتی ہے۔

آیا ذکر بالسر افضل ہے یا ذکر بالجہر؟

اس مسئلہ میں متقدمین کا اختلاف ہے، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا اپنے دل میں ذکر کروں یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اپنی زبان سے ستر مرتبہ کروں۔

اور دوسرے علماء نے کہا: اللہ تعالیٰ کا زبان سے ذکر کرنا افضل ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب تک بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے تو وہ نماز میں ہوتا ہے خواہ وہ بازار میں ہو، اور اگر اس ذکر کے ساتھ اس کی زبان حرکت کرے اور ہونٹ حرکت کریں تو وہ زیادہ عظیم ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۰۴)

امام ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ نوافل کو چھپا کر پڑھنا نوافل کو ظاہر پڑھنے سے زیادہ افضل ہے، اس شخص کے لیے جو امام نہ ہو جس کی اقتداء کی جائے، اور اگر کسی ایسی محفل میں ہو جس میں لوگ اللہ کے ذکر کے علاوہ باتیں کر رہے ہوں یا بازار میں ہوں تو وہ زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو یہ دکھاوے سے زیادہ محفوظ ہے۔

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو اور بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی ہو''۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۸۶، مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۸۱۔ ۸۲، شعب الایمان ج ۱ ص ۴۰۷، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۸۱)

اور جو شخص تنہائی میں ہو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا دل سے بھی ذکر کرے اور زبان سے بھی ذکر کرے، کیونکہ دونوں اعضاء کا اللہ کے ذکر میں مشغول ہونا یہ ایک عضو کے مشغول ہونے سے بہتر ہے اور اسی طرح جب تین اعضاء اس کی عبادت میں مشغول ہوں تو یہ دو اعضاء کے مشغول ہونے سے افضل ہے اور جتنے اعضاء اس کی عبادت میں زیادہ مشغول ہوں گے اس کی اتنی زیادہ فضیلت ہوگی۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۴۲۔ ۴۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کی شرح از علامہ کورانی حنفی

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا بندہ کے گمان کے مطابق ہونا

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندہ کے اس گمان کے مطابق ہوں جو وہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے'' پس اگر بندہ یہ گمان کرے کہ میں اس کے گناہوں کو بخش دوں گا تو میں ایسا کروں گا اور اگر وہ اس کے خلاف گمان کرے تو پھر میں ویسا کروں گا، اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا چاہیے، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی عقل والا یہ حدیث سنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان نہ کرے، اور حدیث میں ہے: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک نہ مرے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان نہ رکھتا ہو''۔ (صحیح مسلم: ۲۶۷۵، سنن ترمذی: ۳۳۸۸)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بعض علماء نے کہا: یہ گمان موت کے وقت ہونا چاہیے لیکن تندرستی کی حالت میں اس پر خوف کی جانب غالب رہنی چاہیے۔

اور بعض مشائخ نے کہا ہے: حدیث کے الفاظ تمام اوقات میں عام ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو یہ علم نہیں ہے کہ بندہ کی موت کس وقت آئے گی، پس واجب ہے کہ تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے اور اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اس حال میں کہ تمہیں اس دعا کے قبول ہونے کا یقین ہو''۔ (سنن ترمذی: ۳۴۷۹)

اس حدیث میں مذکور ہے ''اگر بندہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے یعنی تنہائی میں تو میں بھی اس کا تنہائی میں ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ کسی جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں''۔

اور وہ بہترین جماعت کروبیین اور ملائکہ مقربین کی ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فرشتے انبیاء علیہم السلام پر افضل ہوں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام تمام دلائل سے اس سے خارج ہیں، علاوہ ازیں اس میں کوئی دلالت نہیں ہے کیونکہ ذکر کرنے والے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ بعید ہے کہ آپ کے سامنے وہ ہو جو آپ کا تابع نہ ہو۔

نیز اس حدیث میں ارشاد ہے ''اگر بندہ میرے ایک بالشت قریب ہو تو میں ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور اگر بندہ میرے پاس چلتا ہوا آئے تو میں دوڑتا ہوا آتا ہوں''۔

اس ارشاد سے معقول کو محسوس کی صورت میں بیان کرنا مراد ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا بہت جلد قبول فرماتا ہے اور تھوڑا عمل قبول فرماتا ہے اور اس پر عظیم ثواب عطا فرماتا ہے، اور یہ شرح متاخرین کے طریقہ پر ہے جو متشابہات کی تاویل کرتے ہیں، اور متقدمین اس کی مثالوں میں غور کرنے سے ساکت ہوتے ہیں، یعنی وہ متشابہات کی تاویل نہیں کرتے۔

(الکوثر الجاری ج ۱۱ ص ۲۱۷۔۲۱۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۰۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بندہ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان کے معانی اور محامل

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ امید کی جانب کو خوف کی جانب پر ترجیح ہے کیونکہ عاقل جب اس کو سنے گا تو وعید کے واقع ہونے کا گمان نہیں کرے گا اور یہ جانب خوف ہے، کیونکہ وہ اپنے نفس کے لیے وعید کو پسند نہیں کرے گا بلکہ وہ وعدہ کے وقوع کے ظن کی طرف رجوع کرے گا اور یہی جانب الرجاء ہے، اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''تم میں سے کوئی شخص صرف اس حال میں مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہو''۔ علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے: ظن سے مراد یہاں پر علم ہے یعنی یقین، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ

اور اس نے ان تین شخصوں کی توبہ (بھی) قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کردیا گیا تھا، حتیٰ کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور خود ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہوگئیں اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لِيَتُوبُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ (التوبہ:۱۱۸) انہوں نے یہ یقین کرلیا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر ان کی توبہ قبول فرمائی تا کہ وہ توبہ پر قائم رہیں، بے شک اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

اور علامہ القرطبی نے المفہم میں کہا ہے: بندہ کے میرے ساتھ گمان کا معنی یہ ہے کہ جب وہ مجھ سے دعا کرے تو یہ گمان رکھے کہ اس کی دعا مستجاب ہوگی، اور جب وہ توبہ کرے تو یہ گمان رکھے کہ اس کی توبہ قبول ہوگی۔ اور جب وہ عبادت کے افعال انجام دے جب کہ عبادت اپنی شرائط کے مطابق ہو تو یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ اس عبادت کے اوپر جزاء عطا فرمائے گا اور اپنے وعدہ کو سچا فرمائے گا، اور علامہ قرطبی نے کہا: اس کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے "تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں دعا کرو کہ تمہیں دعا کے مستجاب ہونے کا یقین ہو" اسی لیے بندہ کو چاہیے کہ وہ نماز میں قیام کی کوشش کرے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے قیام کو قبول فرمائے گا اور اس کی مغفرت فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ پس اگر اس نے یہ اعتقاد کیا یا یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کی عبادت کو قبول نہیں کرے گا تو پھر یہ عبادت اس کو نفع نہیں دے گی اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے، اور جو شخص اسی حال میں مر گیا تو اس کو اس کے گمان کے سپرد کر دیا جائے گا جیسا کہ حدیثِ مذکور میں ہے "پس بندہ میرے ساتھ جو چاہے گمان کرے"۔

رہا کوئی شخص گناہوں پر اصرار کرے اور پھر مغفرت کا گمان رکھے تو یہ محض جہالت ہے اور دھوکا ہے، اور یہ انسان کو المرجئہ کے مذہب کی طرف لے جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معیت کا معنی اور محمل

اس حدیث میں مذکور ہے "اور میں بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے"۔ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اپنے علم سے اس کے ساتھ ہوتا ہوں اور یہ اس آیت کی مثل ہے:

قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ۝ (طٰہٰ:۴۶) فرمایا: تم دونوں مت ڈرو بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں ۝

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ بندہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسا وہ میرے ذکر سے قصد کرتا ہے، پھر علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ذکر فقط زبان سے ہو یا فقط دل سے ہو یا زبان اور دل دونوں سے ہو یا ذکر سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرے گا اور جس سے اس نے منع کیا ہے اس سے باز رہے گا، پھر علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا: جس چیز پر احادیث کی دلالت ہے وہ یہ ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ذکر ہے کہ جس میں ذکر کرنے والے کے لیے اس کی جزاء کا یقین ہوتا ہے اور دوسری وہ ہے جس میں جزاء کی امید ہوتی ہے، اور ذکر کی پہلی قسم اس آیت سے مستفاد ہے:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ (الزلزلۃ:۷) سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا ۝

اور دوسری کی مثال اس حدیث سے مستفاد ہے "جس شخص کو اس کی نماز بے حیائی اور برے کاموں سے نہ روکے تو اس کی یہ نماز اس کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور کرتی ہے"۔ لیکن اگر وہ نافرمانی اور گناہوں کے ارتکاب کے حال میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہو اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اپنے برے کاموں پر شرمندہ اور خائف ہو تو اس کے لیے مغفرت کی امید کی جائے گی۔

بندہ کے ذکر اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے ''اگر بندہ اپنے نفس میں میرا ذکر کرے تو میں بھی اس کا اپنے نفس میں ذکر کرتا ہوں''۔

یعنی اگر بندہ تنزیہہ اور تقدیس کے ساتھ تنہائی میں مجھے یاد کرے تو میں بھی ثواب اور رحمت کے ساتھ تنہائی میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا: ہوسکتا ہے کہ یہ اس آیت کی مثل ہو:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ:۱۵۲) سوتم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ تم مجھے تعظیم سے یاد کرو تو میں تم کو انعام کے ساتھ یاد کروں گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (العنکبوت:۴۵) اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑی عبادت ہے، پس جس نے اللہ تعالیٰ کا اس حال میں ذکر کیا کہ وہ خوف زدہ تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو امن میں رکھے گا اور جس نے اس حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کہ وہ گھبرایا ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو پر سکون کردے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ (الرعد:۲۸) سنو! اللہ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں O

بشر اور انسان کے درمیان افضلیت میں مذاہب

اس حدیث میں ذکر ہے ''اگر بندہ نے میرا ذکر جماعت میں کیا تو میں بندہ کا ذکر اس سے بہتر جماعت میں کروں گا''۔

بعض اہلِ علم نے کہا: اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ذکرِ خفی ذکرِ جہری سے افضل ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر بندہ نے اپنے دل میں میرا ذکر کیا تو میں اس کا ذکر ایسے ثواب سے کروں گا جس پر کوئی شخص مطلع نہیں ہوگا، اور اگر بندہ نے میرا ذکر بلند آواز سے کیا تو میں اس کا ذکر اس ثواب سے کروں گا جس کے اوپر ملأ اعلیٰ مطلع ہوں گے۔

علامہ ابن بطال نے کہا: اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ فرشتے بنو آدم سے افضل ہیں اور یہ جمہور اہلِ علم کا مذہب ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جمہور اہلِ سنت کا معروف مذہب یہ ہے کہ بنو آدم میں سے صالحین تمام اجناس سے افضل ہیں، اور جن کا یہ مذہب ہے کہ فرشتے افضل ہیں وہ فلاسفہ ہیں یا پھر معتزلہ ہیں، اور بہت کم اہلِ سنت میں سے ہیں جو اہلِ تصوف ہیں اور بعض اہل الظاہر ہیں، پس انہوں نے کہا: فرشتے کی حقیقت انسان کی حقیقت سے افضل ہے کیونکہ فرشتہ نورانی ہے اور خیر ہے اور لطیف ہے اور اس کو وسیع علم حاصل ہے اور وسیع قوت ہے اور اس کا جوہر صاف ہے۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فرشتوں میں سے ہر ہر فرد افضل ہو کیونکہ ہوسکتا ہے بعض انسانوں میں بھی یہ صفات ہوں اور جمہور میں سے بعض نے یہ کہا کہ یہ اختلاف نیک انسانوں اور ملائکہ کے درمیان ہے اور بعض نے کہا کہ یہ اختلاف انبیاء کے ساتھ خاص ہے اور بعض نے فرشتوں کو غیر انبیاء پر فضیلت دی اور بعض نے فرشتوں کو انبیاء پر بھی فضیلت دی سوائے ہمارے نبی سیدنا محمد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

نبی کی فرشتوں پر فضیلت کے دلائل

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور یہ سجدہ بطور تکریم اور تعظیم تھا حتیٰ کہ ابلیس نے کہا:

قَالَ اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ (بنی اسرائیل:۶۲) اس نے کہا: اچھا دیکھ لے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ (ص:۷۵) فرمایا: اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا؟

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص توجہ اور عنایت کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾ (آل عمران:۳۳) بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو (ان کے زمانہ میں) تمام جہانوں پر بزرگی دی O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے اور تمام جہانوں میں فرشتے بھی داخل ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو فرشتوں پر فضیلت دی ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ (الجاثیہ:۱۳) اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے فوائد کے تابع کر دیا ہے، بے شک اس میں غور وفکر کرنے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O

اس آیت میں فرمایا ہے "جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اس کو ہم نے تمہارے فوائد کے لیے مسخر کر دیا ہے" اور آسمانوں اور زمینوں کے عموم میں فرشتے بھی داخل ہیں اور جس کے لیے مسخر کیا گیا ہو وہ مسخر سے افضل ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انسان فرشتوں سے افضل ہیں۔

انسانوں کے فرشتوں سے افضل ہونے پر عقلی دلائل

فرشتے جو عبادت کرتے ہیں وہ اصلِ خلقت کے اعتبار سے ہے اور بشر جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے وہ اپنے نفس سے جہاد کر کے عبادت کرتا ہے کیونکہ بشری طبیعت کے اندر شہوت رکھی گئی ہے اور حرص کو رکھا گیا ہے اور خواہشات کو اور غضب کو رکھا گیا ہے، اور یہ تمام چیزیں انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے مزاحم ہوتی ہیں، اس لیے انسانوں کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا فرشتوں کی بہ نسبت دشوار ہے، نیز فرشتوں کی عبادت اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عبادت کا حکم دیا ہے اور بشر کی عبادت کبھی نص صریح سے ہوتی ہے اور کبھی وہ اپنے اجتہاد سے عبادت کرتا ہے اور کبھی آیات اور احادیث سے مسائل کا استنباط کر کے عبادت کرتا ہے تو یہ زیادہ دشوار ہے، نیز فرشتے شیطان کی وسوسہ اندازی سے محفوظ اور سلامت ہیں اور بشر کے اوپر شیطان وسوسے ڈالتا ہے اور اس کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عبادت سے دور کرتا ہے، نیز فرشتے حقائقِ ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بشر صرف اسی چیز کو پہچانتا ہے جس کی اسے خبر دی گئی ہے، پس بشر اس سے محفوظ نہیں ہے کہ اس پر یہ شبہ ڈالا جائے کہ زمین و آسمان کا نظام ستاروں کی اور افلاک کی حرکت سے چل رہا ہے سوا ان بشروں کے جو اپنے دین پر ثابت قدم ہیں اور یہ ثابت قدمی بغیر مشقتِ شدیدہ اور مجاہداتِ کثیرہ کے حاصل نہیں ہوتی۔

میں کہتا ہوں: انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے بھوک اور پیاس رکھی ہے اور بھوک اور پیاس کو مٹانے کے لیے انہیں روزی کمانے کا مکلف کیا ہے، سوان کا روزی کمانے کے ساتھ ساتھ اپنی بھوک پیاس کو مٹا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا فرشتوں کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ فرشتوں میں اللہ تعالیٰ نے بھوک اور پیاس نہیں رکھی، اسی طرح انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے انواع و اقسام کی بیماریاں پیدا کی ہیں اور ان بیماریوں کی وجہ سے بسا اوقات وہ صحیح طریقہ سے عبادت نہیں کر پاتا جب کہ فرشتوں میں اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں رکھی تو انسان کا ان بیماریوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا فرشتوں کی عبادت سے افضل ہے جن میں کوئی بیماری نہیں ہوتی، نیز فرشتوں پر کسی اور کی کفالت کی ذمہ داری نہیں ہے اور انسانوں پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی کفالت کریں، وہ اپنی بیوی اور بچوں کی کفالت کریں، سوان تمام ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ انسان کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا فرشتوں کی عبادت سے کہیں افضل ہے جن کے اوپر کسی اور کی کفالت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، ان وجوہِ عقلیہ سے ثابت ہوا کہ انسان کی عبادت فرشتوں کی عبادت سے افضل ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فرشتوں کی افضلیت کی دلیل کا ایک جواب

بعض علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ "بندہ جب ایک جماعت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے افضل جماعت میں بندہ کا ذکر کرتا ہے"، اگر اس جماعت سے مراد وہ جماعت لی جائے جس میں فرشتے ہیں تب تو یہ دلیل قائم ہوتی ہے کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں لیکن اگر اس جماعت سے مراد وہ ہوں جن میں انبیاء علیہم السلام اور شہداء ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں تو اب یہ جماعت فرشتوں میں منحصر نہیں ہے۔

اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے افضل جماعت میں ذکر کرتا ہے اور اس جماعت میں خود اللہ عزوجل بھی موجود ہے تو جس جماعت میں اللہ عزوجل بھی موجود ہو وہ بلاشبہ اس جماعت سے افضل ہے جس جماعت میں اللہ عزوجل موجود نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: یہ جواب صرف میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ میں اس جواب میں منفرد ہوں، پھر میں نے دیکھا کہ قاضی کمال الدین نے بھی ایسا ہی جواب دیا ہے۔

فرشتوں کے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونے پر معتزلہ کے دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرہ:۹۸)

جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ کافروں کا دشمن ہے ۝

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذکر کو رسولوں کے ذکر پر مقدم فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے رسولوں سے افضل ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآىِٕمًۢا بِالْقِسْطِؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾ (آل عمران:۱۸)

اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اور فرشتوں نے اور علماء نے (شہادت دی) درآں حالیکہ وہ (اللہ) عدل کے ساتھ نظام قائم کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ بہت غلبہ والا حکمت والا ہے O

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بعد فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا ذکر نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۷۵﴾ (الحج:۷۵)

اللہ فرشتوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے اور انسانوں میں سے، بے شک اللہ بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہے O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسلِ ملائکہ کا ذکر مقدم کیا ہے اور اس کے بعد رسلِ بشر کا ذکر فرمایا ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔

آیاتِ مذکورہ سے استدلال کا جواب

ان آیات سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ محض کسی کو ذکر میں مقدم کرنا اس کی فضیلت کو مستلزم نہیں ہوتا کیونکہ مقدم کرنے کی وجہ صرف فضیلت میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے اور بھی اسباب ہوتے ہیں مثلاً جس کا پہلے ذکر کیا ہے اس کا زمانہ مقدم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۷﴾ (الاحزاب:۷)

اور یاد کیجئے جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے بہت پکا عہد لیا O

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے حالانکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے افضل ہیں، تو معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا پہلے ذکر کرنا فضیلت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ان کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے تھا۔

فرشتوں کے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونے پر ایک اور دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَؕ وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ

مسیح اللہ کا بندہ ہونے میں ہرگز عار نہیں سمجھیں گے اور نہ مقرب فرشتے، اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرنے میں عار سمجھیں اور تکبر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ۝ (النساء:۱۷۲) کریں تو اللہ ان سب کو اپنے سامنے جمع کرے گا○

علامہ الزمخشری المعتزلی نے اس آیت سے فرشتوں کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کو ثابت کرنے میں بہت مبالغہ کیا اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ اس آیت کی اس مطلوب پر دلالت قطعی ہے کیونکہ علمِ معانی کے اسلوب کے مطابق اس آیت میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندہ ہونے میں عار نہیں سمجھتے اور نہ مقرب فرشتے عار سمجھتے ہیں یعنی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ بلند درجہ کے ہیں اور وہ ملائکہ کروبیون ہیں جو کہ عرش کے گرد ہیں جیسے حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل۔

علامہ زمخشری نے کہا کہ علمِ معانی کا تقاضا اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کیونکہ یہ کلام نصاریٰ کے رد میں لایا گیا ہے، کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بہت غلو کرتے تھے تو ان سے کہا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بندہ ہونے میں عار نہیں سمجھتے تھے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں عار سمجھتے تھے جو عیسیٰ علیہ السلام سے بلند درجہ کے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ ملائکہ مقربین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بلند درجہ کے ہیں۔

دلیلِ مذکور کا جواب

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ ترقی سے متنازع فیہ فضیلت لازم نہیں آتی، کیونکہ فرشتوں کی اور حضرت مسیح علیہ السلام کی اللہ کے سوا عبادت کی گئی تو ان پر یہ رد کیا گیا کہ مسیح علیہ السلام جن کا تم مشاہدہ کرتے ہو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں تکبر نہیں کیا، اسی طرح جو تم سے غائب ہیں یعنی فرشتے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں تکبر نہیں کرتے، کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی جن صفات کی وجہ سے دنیا میں عبادت کی گئی وہ یہ ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام دنیا سے بے رغبتی کرتے تھے اور غیب کی خبروں پر مطلع تھے اور اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور یہ تمام صفات ملائکہ میں بھی موجود ہیں، پس اگر ان صفات کا تقاضا یہ ہو کہ جو ان صفات کا حامل ہے اس کی عبادت کی جائے تو فرشتوں کی عبادت بطریقِ اولیٰ ہونی چاہیے تھی، اور اس کے باوجود فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں عار نہیں سمجھتے، اور اس ترقی سے یہ لازم نہیں آتا کہ فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہوں۔

قاضی بیضاوی نے کہا: النساء: ۱۷۲ میں حضرت مسیح پر جو ملائکہ مقربون کا عطف کیا ہے تو اس عطف سے بعض لوگوں نے یہ زعم کیا کہ فرشتے انبیاء سے افضل ہیں۔

قاضی بیضاوی نے کہا: یہ آیت نصاریٰ پر رد کرنے کے لیے لائی گئی ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مقامِ عبودیت سے بلند سمجھتے تھے اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت ان کے رد کے لیے لائی گئی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام اور فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں، پس اس عطف سے مبالغہ کا ارادہ کیا گیا ہے نہ کہ تفضیل کا۔

اور علامہ طیبی نے کہا: اس آیت سے استدلال اس وقت مکمل ہوگا جب یہ مان لیا جائے کہ یہ آیت صرف نصاریٰ پر رد کرنے کے لیے لائی گئی ہے، پس یہ کہنا صحیح ہوگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام عبودیت سے عار نہیں سمجھتے اور نہ جو ان سے زیادہ بلند ہو وہ عبودیت میں عار سمجھتا ہے، اور یہ دلیل اس پر موقوف ہے کہ نصاریٰ مسیح پر ملائکہ کی فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوں، جب کہ نصاریٰ کا یہ عقیدہ نہیں تھا بلکہ نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام میں الوہیت کا عقیدہ رکھتے تھے، لہٰذا اس آیت سے ان لوگوں کی دلیل نہیں قائم ہوگی جو ملائکہ کے انبیاء

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علیہم السلام کے اوپر فضیلت کا عقیدہ رکھتے ہوں بلکہ یہ آیت تتمیم اور مبالغہ کے لیے ہے ترقی کے لیے نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ۫ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝ (النساء: ۱۷۱)

اے اہلِ کتاب! تم اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ کے متعلق حق کے سوا اور کچھ نہ کہو، مسیح عیسیٰ ابن مریم تو صرف اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے، جس کو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور اس کی روح ہے، سو تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ تین (معبود) ہیں، (اس قول سے) باز رہو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، صرف اللہ ہی واحد مستحقِ عبادت ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اسی کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، اور اللہ کافی کارساز ہے ○

اللہ تعالیٰ نے النساء: ۱۷۱ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معبود ہونے کا رد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ اللہ تین ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہے، اور عیسیٰ علیہ السلام معبود کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ نہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں عار سمجھتے ہیں اور نہ مقرب فرشتے، پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور مالکیت اور قدرتِ تامہ کا ذکر کیا پھر بتایا کہ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں عار نہیں سمجھتے جن کو تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے اور نہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں عار سمجھتے ہیں جن کو تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں نے معبود بنا رکھا ہے کیونکہ وہ فرشتوں میں کمال کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

علامہ بغوی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ملائکہ مقربین کا ذکر اس لیے نہیں فرمایا کہ ملائکہ مقربین عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں بلکہ ان لوگوں کا رد کرنے کے لیے فرمایا ہے جو ملائکہ مقربین کو معبود سمجھتے ہیں، اور ان پر بھی رد فرمایا جیسا کہ ان نصاریٰ پر رد فرمایا جو تثلیث کے مدعی تھے یعنی تین خدا مانتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کو بھی خدا مانتے تھے۔

فرشتوں کے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونے پر ایک اور دلیل اور اس کا جواب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الانعام: ۵۰)

آپ کہیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے، آپ کہیے: کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہے، کیا تم غور نہیں کرتے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرشتہ ہونے کی نفی کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نفی اس لیے کی ہے کہ مشرکینِ مکہ نے آپ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپ خزانے نکالیں اور غیب کا علم بتائیں اور یہ کہ آپ فرشتہ کی صفت اختیار کریں کہ کھانا اور پینا اور جماع کو ترک کر دیں اور انہوں نے یہ اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیے کہا تھا کہ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل بشر کو نہیں بھیجتا تو اس لیے آپ نے اس کی نفی کی کہ آپ فرشتے ہیں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہوں، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ اس لیے کہلوایا کیونکہ وہ یہ کہتے تھے کہ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو آپ خزانے نکالیں اور غیب کا علم بتائیں اور فرشتوں کی صفات اختیار کریں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ کہلوایا کہ میں یہ کب کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں (ازخود) غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں نے تم سے یہ کہا ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہونے کی دلیل اور اس کا جواب

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے متعلق فرمایا "اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ---(التکویر:١٩)" (بے شک یہ معزز رسول کا قول ہے O)، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا: "وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝ --- (التکویر:٢٢)" (اور تمہارے نبی مجنون نہیں ہیں O)، اور ان دونوں وصفوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جن کا یہ زعم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شیطان آتا ہے، تو اس لیے جبریل علیہ السلام کی یہ صفت بیان کی تا کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہو، اب اس جگہ کے علاوہ متعدد مواضع اور مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صفت بیان کی ہے بلکہ اس سے بھی عظیم صفت بیان کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (توبہ:١٢٨)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں مومنوں پر شفیق اور نہایت مہربان ہیں O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء:١٠٧)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے O

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۝ (الاحزاب:٤٠)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب:٥٦)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو اور بہ کثرت سلام پڑھو O

اور الزمخشری نے انبیاء علیہم السلام پر فرشتوں کی فضیلت ثابت کرنے میں بہت افراط کیا ہے اور بے ادبی سے بات کی ہے اور ایسا کلام کیا ہے جو المقام المحمدی کی تنقیص کو مستلزم ہے، اور ائمہ نے زمخشری کے رد میں بہت مبالغہ کیا ہے اور یہ زمخشری کی بہت بری لغزشوں میں سے ایک لغزش ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۴۔۵۲۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۶۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص:۸۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اس کے چہرہ یعنی اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے''

۷۴۰۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَعُوذُ بِوَجْهِكَ فَقَالَ ﴿أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ﴾ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَعُوذُ بِوَجْهِكَ قَالَ ﴿أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا﴾ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذَا أَيْسَرُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

''آپ کہیے کہ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے'' (الانعام:۶۵)

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''میں تیرے چہرہ یعنی تیری ذات کی پناہ میں آتا ہوں''، پس فرمایا: ''یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے (الانعام:۶۵)'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''میں تیرے چہرہ یعنی تیری ذات کی پناہ میں آتا ہوں، فرمایا: ''یا تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کردے (الانعام:۶۵)'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ زیادہ آسان ہے۔

(صحیح البخاری:۴۶۲۸، ۷۳۱۳، ۷۴۰۶، سنن ترمذی:۳۰۶۵، مسند احمد:۱۴۳۹۰)

صحیح البخاری:۷۴۰۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے عذاب کی اقسام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''مِّنْ فَوْقِكُمْ'' سے مراد ہے کہ اوپر سے پتھر مار کر تم کو ہلاک کر دیا جائے جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے اوپر پتھر اوپر سے برسائے گئے اور اصحابِ فیل کے اوپر سنگریزے برسائے گئے۔ (تفسیر زاد المسیر لابن الجوزی ج ۳ ص ۵۹)
اور ''مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ'' سے مراد ہے زمین میں دھنسا دیا جائے جیسے قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا تھا، یا اس سے مراد ہے جس طرح آلِ فرعون کو سمندر میں غرق کر دیا گیا تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''مِّنْ فَوْقِكُمْ'' سے مراد ہے: تمہارے اکابر اور سلاطین۔ اور ''أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ'' سے مراد ہے تمہارے نچلے طبقہ کے لوگ اور تمہارے غلام، اور ایک قول یہ ہے کہ ''مِّنْ فَوْقِكُمْ'' سے مراد ہے: بارش کا روک لینا اور ''أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ'' سے مراد ہے: اس سے زمینی پیداوار کو روک لینا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز اس حدیث میں ہے ''اَوْیَلْبِسَکُمْ شِیَعًا'' شِیَعًا سے مراد ہے کہ تم کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر دے اور تمہارے اندر فتنے اور اختلاف پیدا ہوں اور تم ایک دوسرے کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھاؤ۔

امت کا باہمی اختلاف اور فتنے ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ زیادہ آسان ہے'' کیونکہ مخلوق کے درمیان جو فتنے ہوں اور عذاب ہو وہ اللہ کے عذاب سے زیادہ آسان ہے اور یہ امت فتنوں میں مبتلاء کی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی تھی کہ آپ کی امت کے اوپر کوئی دوسری قوم غالب نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کو عطا فرما دیا، اور شاید کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتنوں میں اس لیے مبتلاء کیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان فتنوں کو امت کے گناہوں کا کفارہ بنا دے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۳۰۔۳۳۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے چہرہ کا محال ہونا

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''اعوذ بوجھك'' اس کا معنی ہے: میں تیرے چہرہ کی پناہ میں آتا ہوں، اس حدیث سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے اور وہ اس کی ذات کی صفت ہے اور یہ محال ہے کہ جس طرح ہمارا ظاہری چہرہ ہوتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہو، اور جس طرح اللہ تعالیٰ کو حی اور عالم کہا جاتا ہے، اور یہ اس معنی میں نہیں ہوتا جس طرح مخلوق زندہ ہوتی ہے اور عالم ہوتی ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ کہا جائے کہ اس کا ایک چہرہ ہے جو ظاہری عضو کی طرح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اعضاء کے ساتھ متصف ہونا محال ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ نہیں کہا جائے گا ''یا وجه اغفرلی'' پس اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے لیکن وہ مخلوق کے چہرہ میں سے کسی کے مماثل نہیں ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۵۳۔۲۵۴، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

تنبیہ: یہ وہی شرح ہے جو علامہ ابن بطال نے کی ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۴۳۔۴۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۰۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ''وجہ'' کے معانی

''وجہ'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: لفظ ''الوجه'' کا اصل معنی عضو معروف ہے یعنی چہرہ، اور چونکہ چہرہ ظاہر بدن میں سامنے ہوتا ہے تو اس کا استعمال ہر اس چیز میں کیا گیا جو سامنے اور بالمقابل ہو۔ ''وجه النهار'' کا معنی ہے: دن کا ظاہری حصہ، اور بسا اوقات ''الوجه'' کا اطلاق ذات پر کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں ''کرم الله وجهه'' یعنی اللہ تعالیٰ اس کی ذات کو مکرم رکھے۔ اسی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۞ (الرحمٰن:٢٧) اور آپ کے رب کی ذات باقی ہے جو عظمت اور بزرگی والا ہے O

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص:٨٨) اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: ''الوجه'' سے مراد اس آیت میں یا حدیث میں یا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یا اللہ تعالیٰ کا وجود ہے، کیونکہ ''وجہ'' کو عضو معروف پر محمول کرنا محال ہے، پس اس میں تاویل یا تفویض متعین ہوگئی، تاویل سے مراد یہ ہے کہ وجہ سے مراد ذات کو لیا جائے اور تفویض کا معنی یہ ہے کہ اس میں تاویل نہ کی جائے بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

امام بیہقی نے کہا: قرآن اور سنت صحیحہ میں الوجه کا بہ کثرت ذکر ہے، بعض مقامات پر اس سے صفتِ ذات مراد ہے جیسے حدیث میں ہے: ''الا رداء الكبرياء على وجهه'' سوائے بڑائی کی چادر کے جو اس کی ذات پر ہے، اور بعض مقامات پر الوجه کا معنی ہوتا ہے اجل (خاطر) جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ (الدہر:٩) ہم تم کو صرف اللہ کی خاطر کھلاتے ہیں۔

اور بعض مقامات پر الوجه کا معنی ہوتا ہے رضا، جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ (الکہف:٢٨) اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ لازم رکھیں جو صبح اور شام اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی آنکھیں ان سے نہ ہٹائیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۞ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۞ (اللیل:١٩۔٢٠) اور اس پر کسی کا کوئی (دنیاوی) احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے O مگر اس کا مال دینا صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہے O

پس ان آیات میں قطعی طور پر ''الوجه'' سے عضو معروف یعنی چہرہ مراد نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ٨ ص ٥٢٥۔٥٢٦، دارالمعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

١٧۔ بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ۞ (طٰہٰ:٣٩) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تا کہ میری نظر کے سامنے آپ کی پرورش کی جائے''

تُغَذّٰى اور آپ کو غذا دی جائے۔

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ: تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا (القمر:١٤) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی''۔

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ: تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا (القمر:١٤)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ ھ،اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے دیکھنے کی صفت کا ثبوت

امام بخاری نے اس باب میں دو آیتوں کا ذکر کیا ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جس کا نام اس نے عین رکھا ہے، یہ صفت نہ اس کی ذات کا عین ہے اور نہ غیر ہے، اور یہ ان اعضاء کی طرح نہیں ہے جو ہمارے جسم کے اعضاء ہوتے ہیں، کیونکہ اس پر دلیل قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت جوارح اور اعضاء سے کرنا محال ہے، کیونکہ جس چیز کے جوارح اور اعضاء ہوں وہ مرکب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ترکیب سے منزہ ہے، اس کے برخلاف المجسمہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے لیکن اجسام کی مثل نہیں ہے۔

اس آیت میں ذکر ہے''وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ ''اس سے مراد ہے تاکہ میری حفاظت میں آپ کی پرورش کی جائے،اور''عین'' کے لفظ کے بہت معانی ہوتے ہیں۔

امام بخاری نے''تغذی'' کا لفظ ذکر کیا ہے، یہ''تصنع'' یعنی پرورش کرنے کی تفسیر ہے، کہا جاتا ہے''صنعت الفرس'' جب تم اچھی طرح گھوڑے کی حفاظت کرو، اور''تجری باعیننا'' کا معنی ہے: جو کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، اور ''العین'' سے مراد ہے ہماری آنکھوں کے سامنے یا ہماری حفاظت میں، کیونکہ اس سے دلیل مانع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے آنکھ کا عضو ثابت ہو، اور یہ جمع کا صیغہ تعظیم کے لیے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے جسم سے منزّہ ہونے کے دلائل

المجسمہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے لیکن اجسام کی طرح نہیں ہے اور انہوں نے ان آیتوں سے استدلال کیا ہے جیسا کہ انہوں نے دوسری آیتوں سے اللہ تعالیٰ کے لیے چہرہ کا اور ہاتھوں کا اثبات کیا ہے، اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے آنے اور دوڑنے کا ذکر ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ بھی ہے، اس کے ہاتھ بھی ہیں، وہ آتا بھی ہے اور وہ دوڑتا بھی ہے، اور یہ تمام چیزیں باطل ہیں اور کفر ہیں، کیونکہ تمام اجسام اس میں مساوی ہیں کہ وہ حادث ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حوادث کا قیام محال ہے۔

نیز المجسمہ نے کہا کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے اور آپ نے آنکھ کی طرف اشارہ کیا اور المسیح الدجال دائیں آنکھ سے کانا ہے، اور آپ کا ہاتھ سے آنکھ کی طرف اشارہ کرنا اس پر تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہے جیسا کہ باقی آنکھیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم دلیل قائم کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ہونا محال ہے، اس لیے آپ نے جو ہاتھ سے آنکھ کی طرف اشارہ کیا تو اس کا وہ معنی لیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہو اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میں کوئی نقص نہیں ہے اور اس کی طرح نہیں ہے جو دیکھتا نہ ہو بلکہ اس سے تمام نقائص اور آفات کی نفی کی گئی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۵۵-۲۵۶، ملخصاً)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

باب مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا جسمیت سے منزّہ ہونا

علامہ الراغب اصفہانی نے کہا ہے: آنکھ کا معنی ہے انسان کا وہ عضو جس سے وہ دیکھتا ہے، اور جو شخص کسی چیز کی حفاظت کر رہا ہو اور اس کی رعایت کر رہا ہو اس کو بھی عین کہا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے "فلان بعینی" یعنی فلاں چیز میری حفاظت میں ہے، اور اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا (ہود:۳۷) اور آپ ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے موافق کشتی بنائیے۔

یعنی ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں اور آپ کی حفاظت کر رہے ہیں۔

امام بیہقی نے کہا ہے: بعض علماء نے کہا کہ العین اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفت ہے جیسا کہ "الوجه" اس کی ذات کی صفت ہے، اور بعض علماء نے کہا: عین سے مراد ہے دیکھنا، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ (الطور:۴۸) اور (اے رسولِ مکرم!) آپ اپنے رب کے حکم پر ثابت قدم رہیں کیونکہ آپ ہماری نگرانی میں ہیں اور جب آپ قیام کریں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں O

اور متکلمین کے ان صفات جیسے العین، الوجہ اور الید کے متعلق تین قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ یہ ذات کی صفات ہیں اور یہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں اور عقل ان کی طرف رہنمائی نہیں پاتی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ "العین" صفتِ بصر سے کنایہ ہے اور "الید" صفتِ قدرت سے کنایہ ہے، اور "الوجه" صفتِ وجود سے کنایہ ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ ان صفات کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے اور ان سے مراد کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دیا جائے۔

الشیخ شہاب الدین السہروردی نے اپنی کتاب "العقیدہ" میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مستوی ہے اور وہ نازل ہوتا ہے اور اس کا نفس ہے اور ہاتھ ہے اور آنکھ ہے، اس میں تشبیہ کے ساتھ تصرف نہ کیا جائے اور نہ تعطیل کے ساتھ، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خبر نہ ہوتی تو کوئی شخص ان الفاظ کے اطلاق کی جرأت نہ کرتا۔

علامہ الطیبی نے کہا: یہی مذہب معتمد ہے اور یہی سلف صالحین کا قول ہے۔ اور دوسرے علماء نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے اور نہ آپ کے اصحاب میں سے کسی ایک سے منقول ہے جس میں ان صفات کی تاویل کے وجوب کی تصریح ہو اور نہ تاویل سے منع کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا اس پر اتفاق تھا کہ ان صفات کے ساتھ ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جو بھی ارادہ کیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے ساتھ مشابہت سے تنزیہہ کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوریٰ:۱۱)، یعنی اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، پس جس نے اس کے خلاف کو صحابہ کے بعد واجب کیا اس نے صحابہ کے راستہ کی مخالفت کی اور اللہ ہی سے توفیق طلب کی گئی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۶۔۵۲۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۰۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ ذُكِرَ الدَّجَّالُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ اللهَ لَا يَخْفَى عَلَيْكُمْ إِنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى عَيْنِهِ وَإِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے سامنے دجال کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مخفی نہیں ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھ کی طرف اشارہ کیا، اور بے شک المسیح الدجال کی دائیں آنکھ کانی ہے، گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۳۹، صحیح مسلم: ۱۶۹، سنن ترمذی: ۲۲۴۱، مسند احمد: ۶۱۰۹، موطا امام مالک: ۱۷۰۸)

۷۴۰۸۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا بَعَثَ اللهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَ قَوْمَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا وہ کانا کذاب ہے، اور وہ کانا ہے اور بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے، اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوا ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۱۳۱، ۷۴۰۸، صحیح مسلم: ۲۹۳۳، سنن ترمذی: ۲۲۴۵، سنن ابوداؤد: ۴۳۱۶، مسند احمد: ۱۵۹۳)

نبی ﷺ نے اپنی آنکھ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ کی آنکھ صحیح تھی جب کہ دجال کی آنکھ کانی ہوگی، اور یہ اس کے دعویٰ الوہیت کے جھوٹے ہونے پر واضح دلیل ہے، کیونکہ اس میں نقص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے۔

۱۸۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: هُوَ اللهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (الحشر: ۲۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وہی اللہ ہے خالق، موجد، صورت بنانے والا''

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''الخالق، البارئ، المصور'' کے معانی

علامہ طیبی نے کہا ہے: ایک قول یہ ہے کہ ''الخالق، البارئ، المصور'' یہ تینوں الفاظ مترادفہ ہیں اور یہ وہم ہے، کیونکہ خالق کا لفظ خلق سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے ''التقدیر المستقیم'' یعنی کسی چیز کا صحیح اندازہ کرنا۔ اور اس کا اطلاق الابداع پر کیا جاتا ہے، یعنی کسی چیز کو بغیر مثال کے موجود کرنا اور بنانا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (الانعام: ۷۳) جس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا۔

اور خلق کا اطلاق تکوین پر بھی کیا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ (النحل: ۴) اسی نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔

اور ''البارئ'' کا لفظ البرئ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: کسی چیز کا دوسری چیز سے خالص ہونا یا نجات پانا جیسے عرب والے کہتے ہیں: ''برء فلان من مرضہ'' (فلاں شخص اپنی بیماری سے خالص ہو گیا یعنی نجات پا گیا)، اور کہتے ہیں ''برء المدیون من دینہ'' (فلاں مقروض اپنے قرض سے بری ہو گیا)، اور جب کسی لڑکی کو حیض آئے تو کہا جاتا ہے ''استبرئت الجاریة'' یعنی لڑکی کا رحم صاف ہو گیا، اور کبھی ''برء'' کا معنی بطور انشاء اور ایجاد ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے ''برء اللہ النسمة'' (اللہ تعالیٰ نے روح کو پیدا کیا)۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ''البارئ'' کا معنی خالق ہے جو اپنی تخلیق میں تفاوت اور تنافر سے بری ہو اور ''المصور'' کا معنی ہے: جو اپنی بنائی ہوئی چیزوں کی صورت بنانے والا ہو اور حکمت کے تقاضا کے اعتبار سے ان کو مرتب کرنے والا ہو، پس اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے کہ وہ کسی چیز کو اصل سے اور بغیر اصل کے وجود میں لاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ''بارئ'' ہے یعنی اپنی حکمت کے تقاضا سے چیزوں کو بغیر تفاوت کے وجود میں لاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ مصوّر ہے، یعنی ایسی صورت میں چیزوں کو مرتب کرتا ہے جو اس کے خواص پر مشتمل ہوتی ہے اور جس سے اس کا کمال مکمل ہو جاتا ہے، اور یہ تینوں صفاتِ فعل سے ہیں مگر جب خالق سے ''المقدر'' کا ارادہ کیا جائے تو یہ صفاتِ ذات سے ہے، کیونکہ اس کا مرجع ہے تقدیر سے ارادہ کی طرف، اور اس بناء پر پہلے کسی چیز کو مقدر فرماتا ہے پھر اس کو اس تقدیر کے مطابق وجود میں لاتا ہے، پھر تیسرے مرتبہ میں اس کے اوپر صورت مرتب فرماتا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۷۔۵۲۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ مجد الدین ابو السادات المبارک بن محمد بن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ''الخالق'' ہے، اور خالق اس کو کہتے ہیں جس نے تمام چیزوں کو موجود کیا جب کہ وہ پہلے موجود نہیں تھیں، اور خلق کی اصل تقدیر ہے یعنی کسی چیز کو تقدیر کے مطابق موجود کرنا یہ خلق ہے۔

(النہایہ ج ۲ ص ۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

نیز علامہ ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ''البارئ'' ہے، ''البارئ'' کا معنی ہے: جس نے بغیر کسی مثال کے مخلوق کو پیدا کیا اور اس لفظ کا اختصاص حیوان کو پیدا کرنے کے ساتھ ہے، اور بہت کم اس کا استعمال غیر حیوان میں ہوتا ہے، پس کہا جاتا ہے ''برء اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

النسمة" (یعنی اللہ تعالیٰ نے روح کو پیدا کیا) اور "خلق السمٰوٰت والارض" (اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا)۔

اس لفظ کا استعمال احادیث میں بھی ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو حضرت عباس نے حضرت علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح صبح کی؟ تو انہوں نے کہا: "اصبح بحمد الله بارئا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو عافیت سے تھے، اور عرب کہتے ہیں "ابرأنی الله من المرض" یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بیماری سے پاک کر دیا۔

اسی طرح باندی کے استبراء کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے، حدیث میں ہے: "اس باندی سے جماع نہ کرو حتیٰ کہ اس کا رحم بری ہو جائے" یعنی حیض سے صاف ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ یہ حاملہ نہیں ہے۔

(النہایہ ج ۱ ص ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

نیز علامہ ابن اثیر الجزری لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم "المصور" ہے اور اس کا معنی ہے: جس نے تمام موجودات کی صورت بنائی اور ان کو مرتب کیا، پس موجودات میں سے ہر موجود کو ایک مخصوص صورت عطا فرمائی اور ایک ہیئتِ منفردہ عطا کی جس سے ایک موجود دوسرے موجود سے ممتاز ہوتا ہے۔

کلامِ عرب میں صورت کا لفظ ظاہری معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور کسی چیز کی حقیقت اور ہیئت میں بھی استعمال ہوتا ہے اور صورت کا لفظ صفت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، حدیث میں ہے: "اتانی اللیلة ربی فی احسن صورة" اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے پاس بہترین صفت میں آیا اور اللہ تعالیٰ کے اوپر ظاہر صورت کا اطلاق کرنا محال ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

(النہایہ ج ۳ ص ۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

۷۴۰۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مُوسَى هُوَ ابْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ أَنَّهُمْ أَصَابُوا سَبَايَا فَأَرَادُوا أَنْ يَسْتَمْتِعُوا بِهِنَّ وَلَا يَحْمِلْنَ فَسَأَلُوا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ كَتَبَ مَنْ هُوَ خَالِقٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَنْ قَزَعَةَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَيْسَتْ نَفْسٌ مَخْلُوقَةٌ إِلَّا اللَّهُ خَالِقُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عفان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عقبہ ہیں، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن یحییٰ بن حبان نے حدیث بیان کی از ابن محیریز از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بنو المصطلق میں صحابہ نے کچھ باندیاں پائیں، پس انہوں نے ان سے (وطی کر کے) لذت حاصل کرنے کا ارادہ کیا اور (یہ چاہا کہ) وہ باندیاں حاملہ نہ ہوں، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے العزل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم یہ نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ وہ قیامت تک کن کا خالق ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور مجاہد نے کہا از قزعہ، میں نے سنا حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو روح بھی پیدا ہونی ہے اللہ تعالیٰ اس کو (ضرور) پیدا کرنے والا ہے۔

(صحیح البخاری:۲۲۲۹، ۲۵۴۲، ۴۱۳۸، ۵۲۱۰، ۶۶۰۳، ۷۴۰۹، صحیح مسلم:۱۴۳۸، سنن ابوداؤد:۲۱۷۰، سنن ابن ماجہ:۱۹۲۶، مسند احمد:۱۱۴۲۹، موطا امام مالک:۱۲۶۲، سنن دارمی:۲۲۲۳)

صحیح البخاری:۷۴۰۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عزل کا معنی اور اس کے متعلق احادیث

عزل کا معنی ہے کہ انزال کے وقت مرد اپنے آلہ کو عورت کی فرج سے باہر نکال لے تاکہ مرد کی منی عورت کے رحم میں داخل نہ ہو جس سے عورت کو حمل ہو جائے۔

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے العزل کے متعلق دریافت کیا پس کہا کہ میری بیوی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے اور میں اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: جس چیز کو رحم میں مقدر کر دیا گیا ہے وہ عنقریب موجود ہوگی۔ (سنن نسائی ج ۶ ص ۱۰۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں عزل کرتے تھے۔

(صحیح البخاری:۵۲۰۷، صحیح مسلم:۱۴۴۰، سنن ترمذی:۱۱۳۷، سنن ابن ماجہ:۱۹۲۷، مسند احمد:۱۳۹۰۶)

نیز صحیح البخاری:۵۲۰۸ میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہو رہا تھا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے حنین کی باندیوں کو پایا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہر پانی سے بچہ نہیں بنتا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۹، مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۳۸۴، شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۳ ص ۳۴)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس باندی سے بچہ پیدا ہوا ہو اس کا بیچنا جائز نہیں ہے، کیونکہ باندیوں کا حاملہ ہونا قیمت سے منع کرتا ہے، اور یہ حدیث داؤد ظاہری کے خلاف ہے جو امہات الاولاد کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں۔

(۲) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم نہ کرو یعنی عزل نہ کرو'' علامہ داؤدی نے کہا: یہ ممانعت کے زیادہ قریب ہے اور المبرد نے کہا کہ اگر تم عزل کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: ''جو روح بھی پیدا ہونے والی ہے وہ ضرور پیدا ہوگی'' کیونکہ جو کچھ ہونا ہے اس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عزل کرنے کے باوجود بچہ پیدا ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر کسی مرد نے کہا: میں نے وطی کی اور عزل کیا تو بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا۔

(۴) جو باندی قید کر کے لائی گئی ہو اس سے لذت حاصل کرنا اور وطی کرنا اس پر موقوف ہے کہ باندی کی تقسیم کر دی گئی ہے اور اس کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

استبراء کرلیا گیا ہو۔

(۵) اس حدیث میں جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے یہ غزوہ بنو المصطلق کا ہے، اور غزوۂ بنو مصطلق کی تاریخ میں اختلاف ہے کہ ۶ ہجری کا واقعہ ہے یا ۵ ہجری کا یا ۴ ہجری کا۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ بنو مصطلق کے لوگ اہلِ کتاب تھے یا نہیں: ابو محمد العسیلی نے کہا کہ وہ بت پرست تھے، اب یہ اعتراض ہوگا کہ مشرک عورتوں سے تو وطی جائز نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ (البقرہ:۲۲۱) اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بنو مصطلق کی باندیوں سے وطی اور عزل کرنے کا واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا کہ بنو مصطلق اہلِ کتاب تھے۔

علامہ ابن التین نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ وہ بت پرست تھے، کیونکہ اس حدیث کے بعض طرق میں ہے: ''ہم نے عرب کی باندیوں میں سے کچھ باندیاں پالیں''، الشیخ ابو محمد سے منقول ہے کہ بنو مصطلق کے سات سو سے زیادہ لوگوں کو قید کیا گیا تھا اور انہی میں سے حضرت جویریہ بنت الحارث تھیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد کر کے ان سے نکاح کرلیا تھا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ شبِ زفاف گزاری تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ بنو مصطلق کے قیدیوں کو آزاد کردیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد فرما دیا۔

عزل کا حکم

(۶) ہمارے نزدیک عزل کا حکم یہ ہے کہ اگر باندی ہو تو اس سے عزل کرنا قطعاً جائز ہے اور اگر وہ مرد کی بیوی ہو تو زیادہ صحیح یہ ہے کہ پھر بھی عزل کرنا کراہیت کے ساتھ جائز ہے اور بعض علماء نے کہا کہ اگر بیوی اجازت دے تو پھر جائز ہے اور اگر وہ اجازت نہ دے تو پھر جائز نہیں ہے، اور بعض علماء نے چار اقوال ذکر کیے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ عزل کرنا مطلقاً جائز ہے جیسا کہ ہمارا مذہب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ مطلقاً منع ہے، اور تیسرا مذہب امام مالک کا ہے کہ باندیوں میں جائز ہے اور آزاد عورت میں اس کی اجازت پر موقوف ہے یا باندی کے مالک پر موقوف ہے، اور چوتھا مذہب یہ ہے کہ جس عورت سے مرد وطی کر رہا ہے اس کی اجازت سے عزل کرنا جائز ہے خواہ وہ عورت باندی ہو یا اس کی بیوی ہو۔

(۷) جو علماء عزل کو جائز قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہو رہا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ہم کو منع نہیں فرمایا''۔

(۸) جو علماء عزل کرنے سے منع کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ پوشیدہ طریقہ سے زندہ درگور کرنا ہے''۔ (صحیح مسلم: ۱۴۴۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۴ ص ۵۹۴۔ ۵۹۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۱۹۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (ص:۷۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا''

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں سے مراد نہ ظاہری اعضاء ہیں اور نہ اس سے مراد دو نعمتیں ہیں بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفات میں سے دو صفتیں ہیں

امام بخاری نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ۔۔۔(ص:۷۵)'' (جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا) سے اس پر استدلال کیا ہے اور اس طرح اس باب کی باقی احادیث سے بھی کہ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں اور وہ دونوں ہاتھ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے دو صفتیں ہیں، اور یہ دو ہاتھ ظاہری اعضاء نہیں ہیں، اس کے برخلاف المجسمہ کا قول ہے کہ یہ دونوں ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ظاہری اعضاء ہیں اور برخلاف قدریہ کے قول کے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفات کی نفی کرتے ہیں۔

پھر جب یہ جائز نہیں ہے کہ کہا جائے کہ یہ دو ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ظاہری اعضاء ہیں تو یہ کہنا بھی جائز نہیں ہے کہ یہ دونوں ہاتھ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ہیں، اور نہ یہ کہنا جائز ہے کہ یہ دونوں ہاتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، کیونکہ اگر دو ہاتھوں سے مراد یہ ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دو قدرتیں ہیں تو یہ دو وجہ سے فاسد ہے:

پہلی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفات کی نفی کرتے ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفات کو ثابت کرتے ہیں ان کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دو قدرتیں نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ واحدہ ہے، یہ ان کے نزدیک ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت کرتے ہیں، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی قدرت نہیں ہے، کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لنفسہٖ قادر ہے وہ قدرت کے ساتھ قادر نہیں ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا:

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝ (ص:۷۵)

تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا تھا؟ کیا تو نے (اب) تکبر کیا یا تو (پہلے سے ہی) تکبر کرنے والوں میں سے تھا؟ O

ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے جواب میں کہا:

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ (ص:۷۶) میں اس سے بہتر ہوں۔

پس ابلیس نے اس علت کو بیان کیا جس کی وجہ سے اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس علت کی خبر دی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ابلیس پر حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کرنے کو واجب کیا تھا اور وہ علت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے آدم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے'' پس اگر ''ید'' کا معنی وہ قدرت ہو جس سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تھا اور اسی قدرت سے ابلیس لعین کو بھی پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ کا اس آیت سے ابلیس لعین پر حجت قائم کرنا صحیح نہیں ہوگا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا جس کی وجہ سے ابلیس پر سجدہ واجب ہے، کیونکہ ابلیس بھی حضرت آدم علیہ السلام کا (اس معاملہ میں) شریک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کہ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ اور ابلیس عاجز نہ ہوتا کہ وہ یہ کہتا اے رب! اس کی مجھ پر کون سی فضیلت ہے، مجھ کو بھی تو نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے جیسا کہ آدم کو تو نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے؟ اور ابلیس اس جواب سے اعراض کر کے یہ نہ کہتا کہ:

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷۶﴾ میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے بنایا ہے O (ص ۷۶)

پس ابلیسِ لعین کا اس واضح استدلال سے عدول کرنا اس پر دلیل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت کے ساتھ خاص کیا ہے کہ ان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے اور اس فضیلت کے ساتھ ابلیس کو خاص نہیں کیا۔

اور یہ جائز نہیں ہے کہ اس آیت میں "یدین" یعنی ہاتھوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوں، کیونکہ اس صورت میں معنی ہوگا کہ میں نے حضرت آدم کو نعمتوں سے پیدا کیا اور نعمتیں بھی اسی طرح مخلوق ہیں جس طرح حضرت آدم علیہ السلام مخلوق ہیں، کیونکہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اور مخلوق کا مخلوق سے پیدا کرنا جائز نہیں ہے، اور جب یہ محال ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مراد ظاہری اعضاء ہوں اور یہ بھی محال ہے کہ ان سے مراد دو نعمتیں ہوں تو ثابت ہوا کہ اس سے مراد ایسے دو ہاتھ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہیں، اور یہ ان ہاتھوں اور اعضاء کی طرح نہیں ہے جو ہمارے نزدیک معروف ہیں، اور آدم علیہ السلام کی تخصیص کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا یہ حضرت آدم علیہ السلام کی تکریم اور تشریف کے لیے ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۵۰۔۴۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

لفظِ "ید" کی تحقیق

"ید" سے یہاں پر مراد قدرت ہے، علامہ داؤدی متوفی ۴۰۲ھ نے کہا ہے: ہوسکتا ہے یہ مراد ہو، اور علامہ ابو المعالی نے کہا: ہمارے بعض ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ "الید، العین، الوجہ" (ہاتھ، آنکھ اور چہرہ) یہ رب عز و جل کی صفات ہیں اور ان کے اثبات کا مدار دلائلِ سمعیہ پر ہے نہ کہ عقل کے تقاضا سے، اور جو چیز ہمارے نزدیک صحیح ہے وہ یہ ہے کہ "الیدین" کو قدرت پر محمول کیا جائے اور "العین" کو بصر پر محمول کیا جائے اور "الوجہ" کو الوجود پر محمول کیا جائے۔

ابن فورک نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ید اللہ مع الجماعۃ" (جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے)، ہمارے اصحاب میں سے بعض نے کہا: ید سے مراد یہاں پر ذات ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ (یٰس: ۷۱) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے دستِ قدرت سے بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کیلئے مویشی بنائے جن کے یہ مالک ہیں O

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب تم نے "الید" کو ذات کے معنی پر محمول کیا ہے تو "خَلَقْتُ بِیَدَیَّ (ص: ۷۵)" میں ذات پر کیوں محمول نہیں کیا؟

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، علامہ ابن التین نے ذکر کیا ہے کہ ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ابلیس کے خلاف دلیل قائم کرتے ہوئے فرمائی اور آدم علیہ السلام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمائی اور اس کے قول کو باطل کرتے ہوئے جب اس نے کہا تھا ''انا خیر منه''، پس اگر یہاں پر یدین کو ذات پر محمول کیا جائے تو فائدہ ساقط ہو جائے گا اور ابلیس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی دلیل کا معنی باطل ہو جائے گا، کیونکہ ابلیس یہ کہہ سکے گا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات نے آدم کو پیدا کیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے پیدا کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۶۴۔ ۲۶۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''ید'' کی قدرت کے ساتھ تاویل کی عدم صحت پر دلائل

''ید'' کی تاویل قدرت کے ساتھ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے: ''اللہ تعالیٰ کے دوسرے ہاتھ میں میزان ہے'' اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے القلم کو پیدا کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے قلم کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں''، اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ ید سے قدرت کی تاویل کرنا صحیح نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق دوسروں کی تخلیق سے زیادہ تام اور زیادہ مکمل ہے۔

لغت میں ''ید'' کے متعدد معانی

لغتِ عرب میں ''ید'' کے بہ کثرت معانی ہیں جو درجِ ذیل ہیں:

(۱) ید کا معنی ہے ظاہری عضو یعنی ہاتھ (۲) ید کا معنی ہے قوت، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ (ص:۱۷) اور ہمارے طاقت ور بندے داؤد کو یاد کیجئے۔

(۳) ید کا معنی ہے ملکیت، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ (الحدید:۲۹) اور بے شک فضل اللہ ہی کی ملکیت میں ہے وہ اسے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔

(۴) ید کا معنی ہے عہد، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (الفتح:۱۰) ان کے عہود کے اوپر اللہ کا عہد ہے۔

اور اسی کے مطابق یہ قول ہے ''هذی یدی لك بالوفاء'' (میرا یہ عہد اس لیے ہے کہ تم اس کو پورا کرو)۔

(۵) ید کا پانچواں معنی ہے استسلام اور انقیاد یعنی فرمانبرداری کرنا، جیسا کہ شاعر کا یہ شعر ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اطاع یدا بالقول فھو ذلول
اس نے قول سے میری اطاعت کی پس وہ میرا تابع ہوا

(٦) ید کا معنی ہے النعمۃ، جیسے یہ قول ہے: "وکم لظلام اللیل عندی من ید" (اور میرے نزدیک رات کے کتنے اندھیروں میں نعمتیں ہیں)۔

(٧) ید کا معنی ہے ذلت، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ (التوبہ:٢٩) حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دیں۔

(٨) ید کا معنی ہے قبضہ، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (البقرہ:٢٣٧) یا وہ کچھ زیادہ دے دے جس کے قبضہ میں نکاح کی گرہ ہے۔

(٩) ید کا معنی ہے سلطان، (١٠) ید کا معنی ہے طاعت، (١١) ید کا معنی ہے جماعت، (١٢) ید کا معنی ہے الطریق یعنی راستہ، جیسے کہا جاتا ہے "اخذتھم ید الساحل" (انہوں نے ساحل کا راستہ پکڑ لیا)۔

(١٣) ید کا معنی ہے التفرق، (١٤) ید کا معنی ہے حفظ، (١٥) ید کا معنی ہے کمان کا اوپر والا حصہ، (١٦) ید کا معنی ہے الدھر، (١٧) ید کا معنی ہے الابتداء، جیسے کہا جاتا ہے "لقیتہ اول ذات یدی" (یعنی میں اس کو ابتداء سے ملا)۔

(١٨) ید کا معنی ہے ید الرحی، یعنی چکی کو گھمانے والا، (١٩) ید کا معنی ہے جناح الطائر، یعنی پرندے کا بازو۔

(٢٠) ید کا معنی ہے مدت، (٢١) ید الشیء کا معنی ہے: اس کے آگے، (٢٢) ید کا معنی ہے طاقت، (٢٣) ید کا معنی ہے نقد، جیسے کہتے ہیں "بعتہ یدا بید" (میں نے یہ چیز نقد بہ نقد فروخت کی)۔ (فتح الباری ج ٨ ص ٥٣٠، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

٧٤١٠۔ حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَجْمَعُ اللهُ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذٰلِكَ فَيَقُولُونَ لَوْ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا حَتّٰى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ يَا آدَمُ أَمَا تَرَى النَّاسَ خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهٖ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّنَا حَتّٰى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكَ وَيَذْكُرُ لَهُمْ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَهَا وَلٰكِنِ ائْتُوا نُوحًا فَإِنَّهُ أَوَّلُ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ وَلٰكِنِ ائْتُوا إِبْرَاهِيمَ خَلِيلَ الرَّحْمٰنِ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مومنین کو قیامت کے دن اسی طرح جمع فرمائے گا، پس وہ کہیں گے: کاش کوئی ہمارے رب کی طرف ہماری سفارش کرے حتیٰ کہ ہمارا رب ہمیں اس جگہ سے راحت میں پہنچائے، پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، پس وہ کہیں گے: اے آدم! کیا آپ لوگوں کو نہیں دیکھ رہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور آپ کے لیے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام کا علم دیا، آپ ہمارے لیے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجیے حتیٰ کہ وہ ہم کو اس جگہ سے راحت میں لائے، پس حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے: میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَيَذْكُرُ لَهُمْ خَطَايَاهُ الَّتِي أَصَابَهَا وَلَكِنِ ائْتُوا مُوسَى عَبْدًا آتَاهُ اللهُ التَّوْرَاةَ وَكَلَّمَهُ تَكْلِيمًا فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ لَهُمْ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ وَلَكِنِ ائْتُوا عِيسَى عَبْدَ اللهِ وَرَسُولَهُ وَكَلِمَتَهُ وَرُوحَهُ فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلَكِنِ ائْتُوا مُحَمَّدًا ﷺ عَبْدًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَأْتُونِي فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي عَلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ لَهُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ لِي ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ يُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَحْمَدُ رَبِّي بِمَحَامِدَ عَلَّمَنِيهَا ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَرْجِعُ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ يُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَحْمَدُ رَبِّي بِمَحَامِدَ عَلَّمَنِيهَا رَبِّي ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَرْجِعُ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ قُلْ يُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَحْمَدُ رَبِّي بِمَحَامِدَ عَلَّمَنِيهَا ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَرْجِعُ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مَا يَزِنُ مِنَ الْخَيْرِ ذَرَّةً.

اس مرتبہ کا نہیں ہوں، اور وہ ان سے اپنی اس خطاء کا ذکر کریں گے جس کو وہ کر چکے تھے لیکن تم نوح کے پاس جاؤ، پس بے شک وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا، پھر مومنین حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور وہ اپنی اس خطاء کو یاد کریں گے جو وہ کر چکے تھے، لیکن تم ابراہیم خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ، پس مومنین حضرت ابراہیم کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور وہ ان سے اپنی ان خطاؤں کا ذکر کریں گے جو وہ کر چکے تھے، لیکن تم موسیٰ کے پاس جاؤ، وہ ایسے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا کی اور ان سے کلام فرمایا، پس مومنین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور ان سے اپنی اس خطاء کا ذکر کریں گے جو وہ کر چکے تھے، لیکن تم عیسیٰ کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، پس مومنین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں، لیکن تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت فرمادی ہے، پس مومنین میرے پاس آئیں گے، پس میں چل پڑوں گا، میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا، پس میرے لیے اجازت دی جائے گی، پس جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں چھوڑے رکھے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! (اپنا سر) اٹھائیے، آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور آپ سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں اپنے رب کی ایسے کلمات حمد کے ساتھ حمد کروں گا جن کی اللہ نے مجھے (اسی وقت) تعلیم دی، پھر میں شفاعت کروں گا، تو میرے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، میں ان کو جنت میں داخل کردوں گا، پھر میں رجوع کروں گا، پس جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں چھوڑے رکھے گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد! (اپنا سر) اٹھائیے! آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ سوال کیجیے آپ کو دیا جائے گا، آپ شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں اپنے رب کی ایسے کلماتِ حمد کے ساتھ حمد کروں گا جن کی میرے رب نے (اسی وقت) تعلیم دی تھی، پھر میں شفاعت کروں گا، پس میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی سو میں ان کو جنت میں داخل کردوں گا، پھر میں رجوع کروں گا پس جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے (سجدہ میں) چھوڑے رکھے گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد! (اپنا سر) اٹھائیے اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں اپنے رب کی ایسے کلماتِ حمد کے ساتھ حمد کروں گا جن کی اللہ نے مجھے (اسی وقت) تعلیم دی ہے، پھر میں شفاعت کروں گا، پس میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، سو میں ان کو جنت میں داخل کردوں گا، پھر میں رجوع کروں گا، پس میں کہوں گا اے میرے رب! دوزخ میں اب صرف وہی باقی رہ گئے ہیں جن کو قرآن مجید نے روک رکھا ہے اور جن پر خلود اور دوام واجب ہو چکا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ سے ان کو نکال دیا جائے گا جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا، اور جن کے دلوں میں جَو کے برابر بھی نیکی اور خیر ہو پھر دوزخ سے ان کو نکال دیا جائے گا جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا، اور ان کے دل میں گندم کے برابر بھی خیر ہو، پھر دوزخ سے ان کو نکال دیا جائے گا جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور ان کے دل میں ذرہ برابر بھی خیر ہو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۴۴، ۶۷۴۴، ۶۵۶۵، ۷۴۱۰، ۷۴۴۰، ۷۵۰۹، ۷۵۱۰، ۷۵۱۶، صحیح مسلم: ۱۹۳، سنن ترمذی: ۲۵۹۳، سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۲، مسند احمد: ۱۲۳۶۱)

صحیح البخاری: ۷۴۱۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گناہِ کبیرہ کرنے والوں کے لیے شفاعت کا ثبوت

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے گناہِ کبیرہ کرنے والوں کے لیے شفاعت کریں گے، اور اس میں معتزلہ اور قدریہ اور خوارج کا اختلاف ہے، انہوں نے مرتکبینِ کبائر کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا انکار کیا ہے۔ اور یہ حدیث مذکور انتہائی صحیح اور قوی ہے اور تمام مسلمانوں نے اس حدیث کو قبول کیا ہے یہاں تک کہ معاندین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو رد کرنے والے پیدا ہو گئے۔

اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایسی آیات ہیں جو شفاعت کی صحت پر دلالت کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کفار کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ جب کفار سے کہا جائے گا:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ (المدثر: ۴۲-۴۷)

(وہ مجرموں سے کہیں گے:) تمہیں کس جرم نے دوزخ میں داخل کیا؟ O وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے O اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے O اور ہم لغو کاموں میں مشغول رہتے تھے O اور ہم یوم جزاء کی تکذیب کرتے تھے O حتیٰ کہ ہم پر یقینی چیز آ گئی۔

پس دوزخیوں کو یہ خبر دی گئی کہ کس وجہ سے ان کو دوزخ میں ڈالا گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾ (المدثر: ۴۸)

پس شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی فائدہ نہ دے گی O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کی مثل کافروں کو زجر و توبیخ کی ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں پہنچائے گی اور مومنین کو ایمان کے حصول میں ترغیب دی ہے تا کہ ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت حاصل ہو اور یہ آیت شفاعت کے ثبوت میں دلیلِ قطعی ہے۔

شفاعت کے ثبوت میں درج ذیل حدیث سے معارضہ کیا جاتا ہے

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کر لی تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ ابداً پہاڑ سے گرتا رہے گا اور جس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی تو اس کا زہر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ابداً جہنم کی آگ میں اپنے ہاتھ سے زہر کھاتا رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو کسی ہتھیار سے قتل کیا تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس کو ہمیشہ ہمیشہ ابداً اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا''۔

(صحیح البخاری: ۵۷۷۸، صحیح مسلم: ۱۰۹، سنن ترمذی: ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، سنن نسائی: ۱۹۶۵، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۲، سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۰، مسند احمد: ۷۳۹۹، سنن داری: ۲۳۶۲)

اس معارضہ کا جواب یہ ہے کہ شفاعت کی آیات اور اس حدیث میں تطبیق ممکن ہے، پس ہوسکتا ہے کہ جس شخص نے خودکشی کی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر اپنی وعید نافذ کر دی ہو بایں طور کہ اس کو دوزخ میں لمبی مدت تک رکھے، پھر اس مدت کے بعد اس کو اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے دوزخ سے نکال لے کیونکہ اس کے دل میں ایمان ہے جو کفر کے منافی ہے، کیونکہ جو خلود ابدی اور دائم ہو وہ صرف ان کفار کے لیے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے منکر ہوتے ہیں اور قرآنِ مجید میں جو مومنین کے لیے عذابِ خلود کا ذکر آیا ہے جیسا کہ درجِ ذیل آیت میں ہے:

وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ (النساء: ۹۳)

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اللہ اس پر لعنت کرے گا اور اللہ نے اس کیلئے عذابِ عظیم تیار کر رکھا ہے ○

اس کا جواب یہ ہے کہ خلود سے مراد یہاں پر عذاب کی طویل مدت ہے جو ابد کا تقاضا نہیں کرتی جیسا کہ کفار کے لیے خلود ابد کا تقاضا کرتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کے لیے جو ہمیشہ ہمیشہ عذاب کی وعید ہے وہ اس پر محمول ہے کہ جس نے خودکشی کو حلال سمجھ کر اپنے آپ کو قتل کیا یا جس نے مرتد ہونے کے بعد خودکشی کی تو اس کی سزا وہی ہوگی جو حدیث میں ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ ابداً دوزخ میں رہے گا، کیونکہ ایسا کرنے والا لامحالہ کافر ہے اور اس تاویل کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا جو میرے پاس آئے گا پیئے گا اور جو پی لے گا تو وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا، اور مجھ پر کچھ لوگ پیش کیے جائیں گے میں انہیں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان (کسی کو) حائل کر دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۵۸۳، ۷۰۵۰)

نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا اور وہ اس میں اضافہ کرتے تھے کہ میں ان سے کہوں گا: یہ لوگ میرے طریقہ پر ہیں، پس کہا جائے گا: بے شک آپ (از خود) نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی چیزیں نکالیں تو میں کہوں گا: دوری ہو، دوری ہو، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین میں تغیر کیا۔ (صحیح البخاری: ۶۵۸۴، صحیح مسلم: ۲۲۹۱، مسند احمد: ۱۰۳۶۶)

اس کے بعد امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس قیامت کے دن میرے اصحاب میں سے ایک جماعت آئے گی، پس وہ حوض پر آئیں گے، پس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بے شک آپ کو علم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالیں، بے شک یہ اپنے پیروں پر پلٹ کر مرتد ہو گئے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۶۵۸۵، صحیح مسلم: ۲۲۹۱، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۶، مسند احمد: ۱۰۸۳۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتدین کے لیے شفاعت نہیں کریں گے۔

شفاعت کی آیات اور احادیث کے متعلق معتزلہ کی تاویل اور اس کا جواب

المعتزلہ کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو مخصوص صورت میں تسلیم کیا ہے، جب کہ ان کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ شفاعت کے متعلق وارد ہونے والی احادیث کو مسترد کر دیں کیونکہ وہ احادیث مشہور ہیں اور امت نے ان کو قبول کیا ہے اور قرآن مجید کی ظاہر آیات سے ان احادیث کی تائید ہوتی ہے تو انہوں نے ان احادیث کی تاویل میں کہا: جس شخص نے گناہِ کبیرہ سے توبہ کر لی اس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت جائز ہے اور جس شخص نے گناہِ کبیرہ سے اجتناب کیا اور گناہِ صغیرہ کا ارتکاب کیا اس کے لیے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت جائز ہے، اور اس مومن کے لیے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت جائز ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔

معتزلہ کے یہ تمام جوابات ان کے اصول اور قواعد کی بنیاد پر فاسد ہیں، کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ جو شخص گناہِ کبیرہ سے توبہ کر لے اسے اللہ تعالیٰ کا عذاب دینا محال ہے، یا جو صغائر کا مرتکب ہو اور کبائر سے مجتنب ہو تو اس کو بھی عذاب دینا محال ہے، یا جس مومن کا کوئی گناہ نہ ہو اس کو ثواب دینے میں تاخیر کرنا بھی محال ہے، کیونکہ اگر اس نے ان لوگوں کو عذاب دیا جنہوں نے گناہِ کبیرہ سے توبہ کر لی یا مومن کے ثواب کو موخر کیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت سے خارج ہے اور یہ ظلم ہے اور ظلم کرنا مخلوق کی صفات میں سے ہے، اور جب یہ ان کی اصل ہے تو اس طریقہ سے شفاعت کو ثابت کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے، لہٰذا ان کا قول باطل ہے اور ان کو لازم ہے کہ وہ شفاعت کو اس طریقہ سے تسلیم کریں جس طریقہ سے اہل سنت شفاعت کے قائل ہیں اور یہ بیّن ہے، وللہ الحمد۔

انبیاء علیہم السلام سے معاصی کے صدور کے متعلق علماءِ اسلام کے مذاہب

اس حدیث میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے کہ مومنین ان سے شفاعت طلب کریں گے تو وہ اپنی خطاؤں کا ذکر کریں گے، پس اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کیا انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا وقوع جائز ہے یا نہیں؟ پس امت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام رسالت یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں معصوم ہیں اور اس پر بھی اجماع ہے کہ ان سے گناہِ کبیرہ واقع نہیں ہوتا، اور گناہِ صغیرہ کے ان سے صدور کے جواز میں اختلاف ہے، پس المعتزلہ اور الخوارج دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے صغائر کا وقوع جائز نہیں ہے اور ان کا یہ زعم ہے کہ رسولوں سے ایسے کام کا وقوع جائز نہیں ہے جس کام کی وجہ سے لوگ ان سے متنفر ہوں اور وہ ایسے کاموں سے معصوم ہیں۔

اور ان کا یہ موقف باطل ہے اور ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ عزوجل پر یہ واجب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ایسے گناہوں سے معصوم رکھے جن کی وجہ سے لوگ انبیاء علیہم السلام سے متنفر ہوں، اور ان کا یہ قول فاسد ہے اور قرآنِ مجید کے خلاف ہے۔

اور اہل السنۃ نے یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے صغائر کا وقوع جائز ہے اور ان کا استدلال اس آیت سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (الفتح:۲)

تا کہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام، اور آپ پر اپنی نعمت پوری کردے اور آپ کو صراطِ مستقیم پر برقرار رکھے O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کی نسبت کی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انبیاء علیہم السلام کے ذنوب (گناہوں) کا ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ (طٰہٰ:۱۲۱)

اور آدم نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ لغزش میں مبتلاء ہوگئے O

اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی:

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ (ہود:۴۵)

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا، سو کہا: بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ برحق ہے اور تو تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے O

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا حالانکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ (ہود:۳۷)

اور آپ ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے موافق کشتی بنایئے اور ظالموں کے متعلق مجھ سے کوئی بات نہ کریں کیونکہ وہ ضرور غرق کیے جائیں گے O

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

وَالَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ (الشعراء:۸۲)

اور جس سے مجھے امید ہے کہ وہ میری (بہ ظاہر) خطاؤں کو قیامت کے دن معاف فرمادے گا O

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۶۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کے وقوع کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ اور علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ دونوں نے اس طرح لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہِ کبیرہ کا وقوع تو نہیں ہوتا لیکن ان سے گناہِ صغیرہ کا صدور ہوتا ہے اور یہ کہنا کہ انبیاء علیہم السلام سے نہ گناہِ کبیرہ کا وقوع ہوتا ہے اور نہ گناہِ صغیرہ کا وقوع ہوتا ہے یہ المعتزلہ اور خوارج کا مذہب ہے اور قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہوں کی نسبت کی ہے، لیکن علامہ ابن بطال مالکی اور علامہ ابن ملقن شافعی کا یہ کہنا خود قرآنِ مجید کے خلاف ہے، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۝ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝ (ص:۴۵-۴۸)

اور ہمارے (دیگر خاص) بندوں کو یاد کیجئے، ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو جو قوت والے ہیں اور بصیرت والے ہیں O ہم نے ان کو خالص آخرت کی یاد کے ساتھ چن لیا تھا O بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے اور نیک ترین ہیں O اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کیجئے اور یہ سب نیک ترین ہیں O

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہیں اور تمام مخلوق میں سے ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ قرب حاصل ہے، وہ شر اور معصیت کی آمیزش سے مبرا اور منزہ ہیں، اس آیت میں ان کو اخیار فرمایا ہے، اخیار ''خَیِّر'' کی جمع ہے اور صفتِ مشبہ ہے یا اسم تفضیل ہے، یعنی وہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ نیکی کے حامل ہیں۔

ان آیات سے ہمارے علماء نے انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر استدلال کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علی الاطلاق اخیار فرمایا ہے، اگر کسی وجہ سے بھی ان کی زندگی میں معصیت اور گناہ در آئے تو وہ علی الاطلاق خَیِّر نہیں رہیں گے، اس لیے ان سے کوئی معصیت صادر نہیں ہوتی، نہ صغیرہ نہ کبیرہ، نہ سہواً نہ عمداً، نہ حقیقتاً نہ صورتاً، ہاں بعض انبیاء علیہم السلام سے اجتہادی خطاء ہو جاتی ہے اور بعض مصلحتوں کو پورا کرنے کے لیے اور امت کے لیے شرعی احکام میں نمونہ فراہم کرنے کے لیے ان سے بعض اوقات ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو بہ ظاہر مکروہ تنزیہی یا بہ ظاہر خلافِ اولیٰ ہوتے ہیں، اور ان کا مکروہِ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ ہونا امت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے وہ افعال فرض کے حکم میں ہوتے ہیں، کیونکہ شریعت کا بیان کرنا انبیاء علیہم السلام پر فرض ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ مکروہ تنزیہی کسی قسم کا گناہ نہیں ہے نہ صغیرہ نہ کبیرہ۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے۔

(شرح عقائد نسفی ص ۱۰۹، نور محمد اصح المطابع، کراچی)

علامہ شمس الدین خیالی متوفی ۸۷۰ھ عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کی مہارت کو عصمت کہتے ہیں۔ (حاشیۃ الخیالی ص ۱۴۶، مطبع یوسفی لکھنو)

انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور عقلاً ممتنع اور محال نہیں ہے ہاں شرعاً ممتنع ہے، یعنی انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور عادتاً محال ہے، کیونکہ نصوصِ قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہ نہیں کرتے، صغیرہ نہ کبیرہ، اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت اور ان کی اتباع کو واجب قرار دیا ہے، اگر وہ گناہ کرتے تو ان کی اطاعت اور اتباع واجب نہ ہوتی، اس لیے شرعاً ان کا گناہ کرنا ممتنع ہے اور عقلاً ان کا گناہ کرنا ممتنع نہیں ہے کیونکہ وہ مکلف ہیں، ان کے نیک کاموں کی اللہ تعالیٰ نے تعریف اور تحسین فرمائی ہے اور ان سے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے، اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ جب انہوں نے اپنے اختیار سے نیک کام کئے ہوں اور اپنے اختیار سے برے کاموں کو ترک کیا ہو۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر کتاب وسنت سے اور عقل سلیم سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ سے بے خوف نہیں ہیں، اور ہر چند کہ ان سے گناہوں کا صدور شرعاً ممتنع ہے لیکن عقلاً ان سے گناہوں کا صدور محال نہیں ہے بلکہ ان سے گناہوں کا صدور ان ممکنات میں سے ہے جن ممکنات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق صحیح ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ (النمل:۱۰) بے شک میری بارگاہ میں رسول ڈرا نہیں کرتے O

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے دلوں میں یہ علم پیدا کر دیا ہے کہ جس عذاب سے وہ ڈرتے رہتے ہیں وہ عذاب ان کو کسی وقت بھی نہیں دیا جائے گا، ہر چند کہ وہ عذاب فی نفسہٖ ممکن بالذات ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ اپنے رسولوں کو عذاب نہیں دے گا اور اس نے اپنے رسولوں سے نجات کا وعدہ فرما لیا ہے، اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے وعدہ کی وجہ سے عذاب سے نہیں ڈرتے اور اس عذاب کے ممکن بالذات ہونے کی بناء پر اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

(روح المعانی جز ۱۹ ص ۲۴۶۔ ۲۴۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جب رسولوں کو معجزہ ظاہر کرنے کا حکم دیا جائے اس وقت وہ کسی سے نہیں ڈرتے اور جہاں تک اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا تعلق ہے تو وہ اللہ عزوجل سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۴۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے انبیاء علیہم السلام کے ذنب کے ثبوت میں جو آیات پیش کی ہیں، ان کا جواب یہ ہے کہ الفتح: ۲ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کی نسبت ہے اس ذنب کا معنی جرم اور گناہ نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے: بہ ظاہر خلاف اولیٰ کا ارتکاب، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو ذنب آپ سے پہلے ہوئے اور جو ذنب آپ سے بعد میں ہوئے ان کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرما دی ہے'' اور جو کام ابھی آپ نے کیے ہی نہیں وہ ذنب کیسے ہوں گے، ذنب اس وقت ہوتا جب آپ نے ان کاموں کو عمداً کیا ہوتا جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اور جن کاموں سے ابھی تک منع ہی نہیں فرمایا تھا ان کا کرنا ذنب کیسے ہوگا؟ رہا یہ کہ جب آپ نے گناہ کیا ہی نہیں تو پھر معاف فرمانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کی طرف مغفرت کی نسبت ہو تو اس سے مراد ان کے درجات کی بلندی ہوتی ہے۔

اور علامہ ابن بطال نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ذنب کے ثبوت میں طٰہٰ: ۱۲۱ کو پیش کیا ہے جس میں ارشاد ہے ''آدم نے اپنے رب کی معصیت کی'' اور اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ (طٰہٰ:۱۱۵) اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا، پس وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا (نافرمانی کرنے کا) قصد نہیں پایا O

حضرت آدم علیہ السلام کا گناہ اس وقت ہوتا جب وہ عمداً شجرِ ممنوعہ سے کھاتے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وہ بھول گئے اور ان کا نافرمانی کا عزم نہیں تھا'' اور جو کام بھول سے کیا جائے وہ گناہ نہیں ہوتا، پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی خود گناہوں سے براءت کو ظاہر فرما دیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور علامہ ابن بطال اور ابن ملقن نے حضرت نوح علیہ السلام کی معصیت ثابت کرنے کے لیے یہ آیات پیش کیں کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی نجات کی دعا کی تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی اجتہادی خطاء ہے، اور انہوں نے اجتہادی خطاء سے اپنے بیٹے کے لیے دعا کی تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا کہ وہ آپ کا اہل نہیں ہے اس کی نجات نہیں ہوگی تو دوبارہ آپ نے اس کے لیے دعا نہیں کی۔

اور علامہ بطال اور ابن ملقن نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ذنب کے ثبوت میں الشعراء: ۸۲ کو پیش کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''اور جس سے مجھے امید ہے کہ وہ میری (بہ ظاہر) خطاؤں کو قیامت کے دن معاف فرمادے گا'' اس آیت میں بھی ظاہری خطاء کا ذکر ہے اور اس سے حقیقی خطاء مراد نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ منکرینِ عصمت جن آیات سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ذنب کا وقوع ثابت کرتے ہیں یا تو وہاں پر خطاء سے ظاہری خطاء مراد ہوتی ہے یا وہ ان کی اجتہادی خطاء ہوتی ہے یا جس چیز کو وہ تواضعاً اور انکساراً خطاء قرار دیتے ہیں وہ درحقیقت کوئی مکروہ تنزیہی کام ہوتا ہے یا خلافِ اولیٰ کام ہوتا ہے اور نہ مکروہِ تنزیہی گناہ ہوتا ہے اور نہ خلافِ اولیٰ گناہ ہوتا ہے، لہٰذا واضح ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں سے معصوم ہیں اور ان کی اجتہادی خطاء یا ان سے مکروہ تنزیہی کا ارتکاب ان کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن بطال مالکی نے انبیاء علیہم السلام سے جو صغائر کے ارتکاب کو جائز قرار دیا ہے اس کے متعلق دیگر شارحین کے تبصرے

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی نے لکھا ہے: اہل سنت سے منقول ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے صغائر کا ارتکاب جائز ہے اور المعتزلہ اور خوارج کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے صغائر کا وقوع جائز نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں خصوصیت سے اس مسئلہ میں ان کے قول کے ساتھ ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی طرف اس حدیث میں جو خطاؤں کی نسبت کی گئی ہے وہ تواضع کے باب سے ہے اور اس باب سے ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہوں کے حکم میں ہوتی ہیں، ورنہ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم خطاؤں سے مطلقاً معصوم ہیں۔

(ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۴۳۷، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو انبیاء علیہم السلام کی خطاؤں کا ذکر ہے، اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو انبیاء علیہم السلام سے صغائر کے وقوع کو جائز قرار دیتے ہیں اور مختار مذہب اس کے خلاف ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۹۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تنبیہ: میں کہتا ہوں کہ یہاں علامہ ابن ملقن نے صحیح لکھا ہے لیکن جلد ۳۳ میں انہوں نے علامہ ابن بطال کی وہ عبارت نقل کردی جس میں انہوں نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے صغائر کا وقوع جائز ہے، غالباً بغیر غور وفکر کے کسی کی عبارت نقل کرنے سے یہی خرابی ہوتی ہے۔(سعیدی غفرلہٗ)

عصمتِ انبیاء کے مسئلہ کی تفصیل اور تحقیق

علامہ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ، لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اعلانِ نبوت کے بعد انبیاء علیہم السلام سے کفر کا وقوع جائز نہیں ہے اور انبیاء علیہم السلام کفر سے معصوم ہیں، اور اعلانِ نبوت سے پہلے اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام سے کفر کا وقوع جائز نہیں ہے۔

پھر معاصی کے وقوع میں اختلاف ہے، پس اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر کبیرہ گناہ کا وقوع ان سے جائز نہیں ہے اور انبیاء علیہم السلام کبائر سے معصوم ہیں۔ ہمارے مشائخ وغیرہ کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ چیز عقلاً ثابت ہے یا شرعاً، الاستاذ ابواسحاق اسفرائینی اور ان کے موافقین نے کہا ہے کہ یہ شرعاً ممتنع ہے اور یہ معجزہ کی دلیل کا تقاضا ہے، اور قاضی ابوبکر بن فورک متوفی ۴۰۶ھ نے کہا ہے کہ یہ اجماع سے ثابت ہے، اور معتزلہ نے یہ کہا ہے کہ یہ عقلاً ممتنع ہے کیونکہ اگر انبیاء علیہم السلام سے کبائر کا صدور ہو تو لوگ ان سے متنفر ہوں گے اور پھر ان کی تبلیغ موثر نہیں ہوگی۔

اسی طرح اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام تبلیغ میں جو بات کہتے ہیں اس میں وہ ہر حال کے اندر معصوم ہیں، اور بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنے افعال میں مطلقاً معصوم ہیں اور انبیاء علیہم السلام پر سہو اور نسیان کا وقوع جائز نہیں ہے اور جن احادیث سے انبیاء علیہم السلام کا سہو اور نسیان ثابت ہے ان احادیث میں وہ تاویل کرتے ہیں، اور جمہور علماء کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے سہو اور نسیان کا وقوع جائز ہے اور یہی حق ہے، پھر یہ ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس پر تنبیہ کردیں کہ یہ کام اس لیے کیے ہیں تاکہ ان کا کرنا سنت ہو جائے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں بھولتا نہیں ہوں میں بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میرے کام سنت ہو جائیں''۔(موطا امام مالک ج ا ص ۹۱)

اسی طرح اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایسے صغائر سے معصوم ہوتے ہیں جن کے مرتکب پر عیب لگایا جاتا ہو، اور دوسرے صغائر کے وقوع میں اختلاف ہے، پس زیادہ فقہاء اور محدثین اور متکلمین کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے دوسرے صغائر کا وقوع جائز ہے اور ان کی دلیل ظاہر قرآن اور حدیث میں انبیاء علیہم السلام سے صغائر کے وقوع کا ذکر ہے اور محققین متکلمین اور فقہاء نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام صغائر سے معصوم ہیں اور منصبِ نبوت کی جلالت اس سے مانع ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی عمداً مخالفت کریں اور جن احادیث میں ان صغائر کا ثبوت ہے ان کے ثبوت میں انہوں نے کلام کیا ہے اور ان احادیث کی تاویل کی ہے یا انہوں نے وہ کام کسی تاویل سے کیے یا سہو سے کیے، اور یہی قول حق ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہو کہ انبیاء علیہم السلام سے صغائر کا وقوع ہوتا ہے تو ہم پر ان کے افعال کی اقتداء لازم نہیں ہوگی، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہم پر ان کے افعال کی اقتداء لازم ہے۔

اور انبیاء علیہم السلام کی جن خطاؤں کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت سے کھالیا تھا، سو وہ انہوں نے بھول کر کھایا تھا اور بھول کر ممنوع کام کرنا گناہ نہیں ہوتا اور حضرت نوح علیہ السلام نے جو اپنے بیٹے کی نجات کو طلب کیا تھا وہ بھی کسی تاویل سے طلب کیا تھا یا انہوں نے اپنی قوم کے اوپر عذاب کی دعا کی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ سے مخصوص اجازت کے بغیر کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ذکر کیا ہے کہ انہوں نے تین جھوٹ بولے تھے تو وہ بہ ظاہر جھوٹ تھے اور حقیقت میں ان کا کلام واقع کے مطابق تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو قبطی کو قتل کیا تھا تو وہ کافر تھا اور یہ تمام وہ کام ہیں جو اگر انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی اور کرے تو گناہ نہیں ہیں، لیکن انبیاء علیہم السلام ان کاموں کے ارتکاب سے ڈرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کاموں کا حکم نہیں دیا تھا اور ان کے بلند مرتبہ کے اعتبار سے بعض کاموں پر عتاب فرمایا تھا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ا ص ۵۷۳۔۵۷۵، دارالوفاء، ۱۴۱۹ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے بھی اس مکمل عبارت کو نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۰۵۳۔۱۰۵۵، نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی التوفی ۸۲۸ھ نے بھی اس پوری عبارت کو اعتماد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(مکمل اکمال المعلم ج ا ص ۵۹۰۔۵۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس پوری عبارت کو اعتماد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۴۰۔۶۴۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ، لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام کے بجائے حضرت نوح علیہ السلام کے اولِ رسول ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”جب مومنین حضرت آدم علیہ السلام کے پاس سفارش کے لیے جائیں گے تو وہ کہیں گے: تم نوح کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف بھیجا“ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر موجود تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام پہلے زمین پر موجود تھے لیکن وہ رسول نہیں تھے، کیونکہ رسول کا تقاضا یہ ہے کہ جس وقت اس کو بھیجا گیا ہو اس وقت وہاں پر ایسے لوگ ہوں جن کی طرف اس کو بھیجنا تھا، اور جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو وہاں کوئی نہیں تھا، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے اولاد ہوگئی تو اس وقت واجب تھا کہ ان کی طرف حضرت آدم علیہ السلام کو رسول بنایا جاتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ان کے دین کی تعلیم دے دی تھی اور جوان پر اپنے رب کی اطاعت لازم تھی اس کی بھی تعلیم دے دی تھی، پھر جب ان کی اولاد ہوئی تو آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو اپنے دین پر ابھارا اور وہ اپنے رب کی جس شریعت پر تھے اس کی ان کو تلقین کی جیسا کہ ہم میں سے کوئی شخص جب اس کے ہاں اولاد ہو تو وہ اس کو اپنے طریقہ اور اپنے معمولات پر چلنے کے لیے ابھارتا ہے اس وجہ سے وہ رسول کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام نے جو اپنی اولاد کو اپنے طریقہ پر چلنے کی تلقین کی اس وجہ سے وہ بھی رسول کہلانے کے مستحق نہیں ہوئے، اور حضرت نوح علیہ السلام کو رسول فرمایا، اس لیے کہ ان کو قومِ کفار کی طرف بھیجا تھا تا کہ وہ ان کو ایمان کی دعوت دیں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۶۹۔۲۷۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ پڑھنے والے کے لیے دوزخ سے نجات کی تحقیق

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ پڑھا اور اس کے دل میں ایک جَو یا ایک گندم یا ایک جوار کے برابر بھی خیر یا ایمان ہو تو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا"۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے: جس نے یقین کے ساتھ اخلاص سے یہ کلمہ پڑھا، اور اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کو اور جوان کے درمیان چیزیں ہیں ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو وہ راجح ہوگا، لیکن یہ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ کو پڑھنا اسی شخص سے قبول کیا جائے گا جو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور فرشتوں اور اس کے انبیاء اور اس کے رسولوں کو اور جنت اور دوزخ کو ماننے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو مانے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۷۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ تعالیٰ مومنین کو جمع فرمائے گا"۔ حدیث کی یہ عبارت تمام مومنین کو شامل ہے خواہ وہ گزشتہ امتوں سے ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یریحنا من مکاننا ھذا" یعنی جو ہم کو محشر کی سختیوں سے راحت پہنچائے بایں طور کہ لوگوں کا حساب لیا جائے اور ان کو سورج کی گرمی سے نکالا جائے اور محشر کے ان تمام ہولناک امور سے جن کو برداشت کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف بھیجا"۔ اس کی شرح علامہ ابن بطال اور ابن ملقن کے کلام سے گزر چکی ہے لیکن علامہ عینی فرماتے ہیں: یہاں پر یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کر دیا اور وہ (سیدنا) آدم علیہ السلام سے بھاگے اور ان کی معصیت کی اور ان کے ساتھ ان کی اولاد بھی تھی تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اطاعت اور دین کی دعوت دی، پس اس وجہ سے یہ اطلاق کیا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی توجیہ کی ضرورت ہے کہ نوح علیہ السلام وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کی طرف بھیجا، اور یہاں پر ایک اشکال اور ہے اور وہ یہ ہے کہ اہلِ تعریف نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے دادا ہیں، پس اگر یہ صحیح ہو کہ حضرت ادریس علیہ السلام رسول ہیں تو نوح علیہ السلام کے متعلق یہ قول صحیح نہیں ہوگا کہ وہ پہلے رسول ہیں اور اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اہلِ تاریخ کا قول ہے جو حدیث کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے۔

اس جگہ ایک یہ سوال ہے کہ اس حدیث کا اول اس پر دلالت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شفاعت تمام اہلِ محشر کے لیے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوگی کہ ان کو محشر کی ہولنا کیوں سے نجات دی جائے، اور اس حدیث کا آخر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شفاعت دوزخ سے نجات کے لیے ہوگی۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں کئی شفاعات ہیں، پہلی شفاعت اہلِ محشر کو ہولنا کیوں سے نجات دینے کے لیے تھی اور آخری شفاعت دوزخ سے نجات کے لیے تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۵۷۔۱۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) جو شخص کسی بڑے آدمی سے کسی چیز کا سوال کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنے سوال سے پہلے اپنی عمدہ صفات کو بیان کرے تا کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کرنے سے پہلے اس کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے۔

(۳) مومنوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ الہام کیا تھا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے پاس جا کر ان سے سفارش کے لیے کہیں۔

(۴) مومنین اخیر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سفارش کے لیے حاضر ہوں گے اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے اس بات کو بھلا دیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے تا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا اظہار ہو کہ جو کام کوئی نبی نہ کر سکا وہ کام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا، کیونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کرنے سے گھبراتے تھے اور ڈرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سفارش کی، اس سے آپ کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت ظاہر ہوئی۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۶۴۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَدُ اللهِ مَلْأَى لَا يَغِيضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَقَالَ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ وَقَالَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْأُخْرَى الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے خرچ کرنے سے اس میں کمی نہیں ہوتی، وہ رات اور دن خرچ کرتا رہتا ہے اور اس سے اس میں کمی نہیں ہوتی۔

اور فرمایا: تم یہ بتاؤ کہ جب سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے کتنا خرچ کیا ہے، پس بے شک اس خرچ سے اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔

اور فرمایا: اس کا عرش پانی پر ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں میزان ہے جس کو وہ جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۶۸۴، ۵۳۵۲، ۷۴۱۱، ۷۴۱۹، ۷۴۹۶، صحیح مسلم: ۹۹۳، سنن ترمذی: ۳۰۴۵، سنن ابن ماجہ: ۱۹۷، مسند احمد: ۷۲۵۶، ۷۳۵۷)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۴۱۱، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''ید اللہ'' سورۂ ہود کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ اس حدیث کے شروع میں یہ اضافہ ہے ''تم خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا'' اور اس میں ''ید اللہ'' کی جگہ ''یمین اللہ'' کا لفظ ہے، اور اس سے معلوم ہوا کہ ید کی تفسیر یہاں پر نعمت کے ساتھ کرنا صحیح نہیں ہے، اور اس سے بھی زیادہ بعید یہ ہے کہ جس نے اس کی تفسیر خزائن کے ساتھ کی ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ید کا اطلاق خزائن پر کیا ہے کیونکہ ہاتھ سے خزانوں میں تصرف کیا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''ملأیٰ'' اور ''ملأیٰ'' سے مراد اس کا لازم ہے یعنی اللہ تعالیٰ انتہائی غنی ہے اور اس کے پاس اتنا زیادہ رزق ہے جس کی مخلوق کے علم میں کوئی انتہا نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا یغیضھا'' یعنی اس کے بھرے ہوئے ہاتھ میں کمی نہیں ہوتی، جب پانی کم ہو جائے تو کہا جاتا ہے ''غاض الماء یغیض''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''سحاء'' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ ان ہاتھوں سے ہمیشہ بہاتا رہتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ارءیتم ما انفق'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بھرے ہوئے ہاتھ کو واضح کرنے کے لیے فرمایا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اس نے کتنا خرچ کیا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''فانہ لم یغض'' یعنی اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی، اور ہمام کی روایت میں ہے کہ اس کے دائیں ہاتھ میں جو کچھ ہے اس میں کمی نہیں ہوئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''عرشہ علی الماء'' یہاں پر عرش کے ذکر کی مناسبت یہ ہے کہ سننے والا جب اس پر مطلع ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تو آپ نے یہ ذکر کیا جو اس پر دلالت کرے کہ عرش آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پہلے پانی پر تھا جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس سے پہلے نہیں تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا پھر اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وبیدہ الاخری المیزان یخفض ویرفع'' یعنی وہ میزان کو جھکاتا ہے اور اس کو بلند کرتا ہے۔ علامہ خطابی نے کہا: میزان ایک مثال ہے اور اس سے مراد ہے مخلوق کے درمیان تقسیم کرنا جس کی طرف میزان کے جھکانے اور بلند کرنے سے اشارہ ہے، اور علامہ الداؤدی نے کہا کہ میزان کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو مقدر کیا اور ان کے وقت کو اور ان کی حدود کو، پس کوئی شخص از خود نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا اللہ تعالیٰ کے سبب سے۔

اور ہمام کی روایت میں ہے: اس کے دوسرے ہاتھ میں الفیض ہے یا القبض ہے۔

اور قاضی عیاض نے کہا: القبض سے مراد موت کے سبب سے روحوں کو قبض کر لینا ہے اور الفیض سے مراد عطاء کے ساتھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

احسان کرنا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قبض سے مراد منع کرنا ہو۔

اور النواس بن سمعان کی حدیث میں ہے کہ میزان رحمٰن کے ہاتھ میں ہے، وہ ایک قوم کو بلند کرتا ہے اور دوسری قوم کو پست کرتا ہے، اور امام مسلم اور ابن حبان نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور نہ سونا اس کے مناسب ہے، وہ میزان کو جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے۔

علامہ المازری نے کہا: القبض اور البسط کا ذکر کیا گیا ہے اگرچہ قدرت واحد ہے تاکہ بندوں کو یہ سمجھایا جائے کہ اللہ تعالیٰ مختلف فعل کرتا ہے۔ پھر اس حدیث میں ہے کہ اس کے دوسرے ہاتھ میں میزان ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوگوں کی عادت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے چیز دیتے ہیں تو حدیث میں دونوں ہاتھوں کا ذکر ہے تاکہ معنی مراد کو سمجھایا جائے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۳۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۱۲۔ حَدَّثَنَا مُقَدَّمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللهَ يَقْبِضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَرْضَ وَتَكُونُ السَّمٰوَاتُ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ رَوَاهُ سَعِيدٌ عَنْ مَالِكٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مقدم بن محمد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے چچا القاسم بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو قبض کر لے گا اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے، پھر فرمائے گا: بے شک میں المَلِک (بادشاہ) ہوں، اس حدیث کی سعید نے امام مالک سے روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۸۱۲، ۶۵۱۹، ۷۳۸۲، ۷۴۱۳، صحیح مسلم: ۲۷۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۹۲، مسند احمد: ۸۶۴۶، سنن دارمی: ۲۷۹۹)

صحیح البخاری: ۷۴۱۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مناسب دیگر احادیث

اس سے پہلے باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کو قبض کر لے گا اور آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ سے لپیٹ لے گا۔

اور عمر بن حمزہ کی روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا، پھر ان کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لے گا اور زمینوں کو لپیٹ لے گا پھر ان کو بائیں ہاتھ سے پکڑ لے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زمینوں اور آسمانوں کو اپنی ہتھیلی میں رکھ لے گا، پھر ان کو اس طرح پھینکے گا جس طرح لڑکا گیند کو پھینکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "میں بادشاہ ہوں" عمر بن حمزہ کی روایت میں ہے: "جبار کہاں ہیں؟ متکبر کہاں ہیں؟"

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ تعالیٰ کے لیے دائیں ہاتھ کے ثبوت میں دیگر احادیث

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عدل کرنے والے قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے جو رحمٰن کی دائیں جانب ہیں اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں''۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آدم نے کہا: میں نے اپنے رب کے دائیں ہاتھ کو اختیار کیا اور میرے رب کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، قرآن مجید میں ہے:

وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (الزمر:٦٧) اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔

مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا: اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ یمین یعنی دائیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا ہے وہ قلم ہے، پھر اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑا اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ کی توجیہ

علامہ القرطبی نے المفہم شرح صحیح مسلم میں بیان کیا: اسی طرح یہ روایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر لفظِ شمال یعنی بائیں ہاتھ کے ساتھ بھی آئی ہے لیکن زیادہ روایات میں لفظِ شمال سے اجتناب ہے اس لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں کیونکہ بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ سے ناقص ہوتا ہے، سو اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کی صفت میں نقص کا وہم نہ کیا جائے۔

امام بیہقی نے کہا ہے: بعض اہل نظر نے یہ کہا ہے کہ ید یعنی ہاتھ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور وہ عضو نہیں ہے، اور ہر جس جگہ کتاب میں یا سنتِ صحیحہ میں ید کا لفظ آیا ہے تو اس سے مراد ہاتھ کے متعلقات ہیں جیسے کسی چیز کو لپیٹنا اور کسی چیز کو لینا، کسی چیز کو پکڑنا اور کسی چیز کو پھیلانا اور کسی چیز کو قبول کرنا اور خرچ کرنا، یہ ہاتھ کے تصرفات ہیں تو اللہ تعالیٰ کے لیے یہ تصرفات ثابت ہیں بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھوں سے ان چیزوں کو مس کرے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی کسی چیز کے ساتھ تشبیہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور وہ دایاں ہاتھ ہے لیکن اس کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کی طرح نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۳۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۱۳۔ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ سَمِعْتُ سَالِمًا سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِهٰذَا وَقَالَ أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ۔

اور عمر بن حمزہ نے کہا: میں نے سالم سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح، اور ابوالیمان نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زمین کو قبض کرے گا۔

(صحیح البخاری: ۴۸۱۲، ۶۵۱۹، ۷۳۸۲، ۷۴۱۳، صحیح مسلم: ۲۷۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۹۲، مسند احمد: ۸۶۴۶، سنن دارمی: ۲۷۹۹)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۴۱۲ کی مثل ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۴۱۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ سَمِعَ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ وَسُلَيْمَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ يَهُودِيًّا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللهَ يُمْسِكُ السَّمٰوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْجِبَالَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْخَلَائِقَ عَلَى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَزَادَ فِيهِ فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَعَجُّبًا وَتَصْدِيقًا لَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے یحییٰ بن سعید سے سنا از سفیان، انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی اور سلیمان نے از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: اے محمد! بے شک اللہ تمام آسمانوں کو ایک انگلی پر روکنے والا ہے، اور تمام زمینوں کو ایک انگلی پر روکنے والا ہے، اور تمام پہاڑوں کو ایک انگلی پر روکنے والا ہے، اور درختوں کو ایک انگلی پر روکنے والا ہے، اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر روکنے والا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بے شک میں بادشاہ ہوں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

''اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا''۔ (الزمر: ۶۷)

یحییٰ بن سعید نے کہا: اور اس حدیث میں فضیل بن عیاض نے یہ اضافہ کیا از منصور از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از روئے تعجب کے اور اس کی تصدیق کی خاطر ہنسے۔

(صحیح البخاری: ۴۸۱۱، ۷۴۱۴، ۷۴۱۵، ۷۴۵۱، ۷۵۱۳، صحیح مسلم: ۲۷۸۶، سنن ترمذی: ۳۲۳۸، مسند احمد: ۴۳۵۵)

۷۴۱۵۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ يَقُولُ قَالَ عَبْدُ اللهِ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ إِنَّ اللهَ يُمْسِكُ السَّمٰوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالشَّجَرَ وَالثَّرٰى عَلَى إِصْبَعٍ وَالْخَلَائِقَ عَلَى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الْمَلِكُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے علقمہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اہلِ کتاب میں سے ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: اے ابوالقاسم! بے شک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک انگلی پر روکنے والا ہے، اور تمام زمینوں کو ایک انگلی پر روکنے والا ہے اور درخت کو اور کیچڑ کو ایک انگلی پر روکنے والا ہے اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر روکنے والا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے، پھر فرماتا ہے: میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں، پس میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

"اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا"۔ (الزمر: ٦٧)

(صحیح البخاری: ۴۸۱۱، ۷۴۱۴، ۷۴۱۵، ۷۴۵۱، ۷۵۱۳، صحیح مسلم: ۲۷۸۶، سنن ترمذی: ۳۲۳۸، مسند احمد: ۴۳۵۵)

صحیح البخاری: ۷۴۱۵، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی انگلی کی توجیہ

یہ صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی انگلی اس طرح ہو جیسے ہماری انگلی ہے، کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا باطل ہے تو علامہ ابوالحسن اشعری کے قول کے مطابق اس حدیث اور اس کے مشابہ دوسری احادیث جس میں اللہ تعالیٰ کے لیے انگلی کا یا جسم کا ثبوت ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفت کی طرف راجع ہے اور نہ اس کی کوئی حد بیان کرنا جائز ہے اور نہ اس کی کیفیت بیان کرنا جائز ہے۔

علامہ ابوبکر بن فورک نے کہا: ہوسکتا ہے اس انگلی سے مراد اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہو اور وہ آسمانوں یا زمینوں کو اس طرح اٹھائے ہوئے ہو جیسے انگلی اٹھاتی ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انگلی سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بیان کرنا ہو کہ ان عظیم مخلوقات کو اللہ تعالیٰ ایک انگلی سے اٹھالیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور اپنی سلطنت کی خبر دی ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح ہنسے جیسے کوئی تعجب کرنے والا ہنستا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو جتنی اشیاء پر قدرت ہے اس کے مقابلہ میں تو یہ بہت کم چیز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی ایسی حد بیان کرنا جس پر جا کر وہ ختم ہو جائے اور اس حد کا احاطہ ہو جائے تو ایسا نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ تمام مخلوقات کو بغیر کسی چیز کے روک لے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (الرعد: ۲) اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا (جیسا کہ) تم انہیں دیکھتے ہو۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۱۵، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے متعلق تحقیق

علامہ حمد بن محمد خطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا ذکر نہیں ہے اور نہ کسی حدیث قطعی الثبوت میں اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا ذکر ہے، اور یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ''ید'' (ہاتھ) انسانی عضو نہیں ہے حتیٰ کہ اس کے ثبوت سے اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے ثبوت کا وہم کیا جائے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا ذکر امر توقیفی ہے جس کا شارع علیہ السلام نے اطلاق کیا ہے، پس نہ اس کی کیفیت بیان کی جائے گی اور نہ اس کی تشبیہ دی جائے گی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے محمد! بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر روکتا ہے اور زمینوں کو ایک انگلی پر روکتا ہے اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر روکتا ہے اور درختوں کو ایک انگلی پر روکتا ہے اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر روکتا ہے۔۔۔الحدیث''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں انگلیوں کا ذکر یہودی کی ملاوٹ سے ہے کیونکہ یہودی مشبہہ ہیں اور وہ تورات کے جن الفاظ کا دعویٰ کرتے ہیں وہ انہوں نے تشبیہ کے باب سے داخل کیے ہیں اور مسلمانوں کے مذاہب میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کی تشبیہ نہیں ہے، باقی رہی یہ بات کہ اس کی بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (الزمر:٦٧) اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا اس یہودی عالم کی بات کی وجہ سے تھا، ہوسکتا ہے کہ آپ کا ہنسنا اس کی بات پر راضی ہونے کی وجہ سے ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کا ہنسنا اس یہودی کی بات پر انکار کی وجہ سے ہو، رہا یہ کہ امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے از روئے تعجب کے اور اس یہودی کی بات کی تصدیق کے۔

پس حدیث کے راوی کا یہ کہنا کہ آپ نے اس یہودی کی بات کی تصدیق کی، یہ اس راوی کا گمان ہے اور ظن وتخمین ہے اور یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے، اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ یہ اضافہ صحیح ہے تو کبھی چہرہ کی سرخی سے شرمندگی پر استدلال کیا جاتا ہے اور چہرہ کی زردی سے خوف پر استدلال کیا جاتا ہے اور واقع میں اس کے خلاف ہوتا ہے، پس ہوسکتا ہے کہ چہرہ کی سرخی بدن میں خون کے جوش کی وجہ سے ہو اور چہرہ کی زردی صفراء کے غلبہ کی وجہ سے ہو، اور اگر یہ محفوظ ہو تو اس کی وہ تاویل کی جائے گی جو اس آیت میں تاویل ہے:

وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (الزمر:٦٧) اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔

اس آیت میں دائیں ہاتھ کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ وہ سہولت کے ساتھ تمام آسمانوں کو لپیٹ لے، جیسے کوئی شخص اپنی ہتھیلی میں کسی چیز کو لپیٹ لے، اور اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اٹھانے پر مستقل قادر ہے بغیر اس کے کہ وہ آسمانوں کو ہاتھوں میں جمع کرے۔

بعض علماء نے علامہ خطابی کا اس پر رد کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا انکار کیا حالانکہ حدیث صحیح میں اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا ذکر ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: ''ابن آدم کا قلب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں میں ہے''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ علامہ خطابی پر یہ رد صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے اور مسلم کی یہ حدیث خبر واحد ہے جو ظنی الثبوت ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ القرطبی المفہم شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تمام عبارت یہودی کا قول ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسا شخص ہے جس کے اعضاء ہیں جیسا کہ اس امت کے غالی مشبہین اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا اس یہودی عالم کی جہالت پر تھا اس لیے آپ نے یہ آیت پڑھی: ''وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔۔۔(الزمر:٦٧)'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح معرفت حاصل نہیں کی جس طرح اس کی معرفت حاصل کرنے کا حق ہے، اور نہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی تعظیم کی جیسی تعظیم اس کا حق ہے، پھر اتنی روایت صحیح ہے اور محققہ ہے، اور جس نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق کے لیے ہنسے، سو یہ کچھ نہیں ہے کیونکہ راوی کا قول ہے اور یہ باطل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی محال چیز کی تصدیق نہیں فرماتے اور یہ اوصاف یعنی ہاتھ کی انگلیوں کا اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کہ اگر ایسا ہو تو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوگا اور اس کی انگلیاں ہوں گی اور اس کے اعضاء ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہم میں سے کسی ایک آدمی کی مثل ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ کے لیے افتقار اور حدوث اور نقص اور عجز اس طرح لازم آئے گا جس طرح یہ امور ہمارے لیے واجب ہیں۔ اور اگر اس طرح ہو تو پھر اس کا الٰہ ہونا محال ہوگا، کیونکہ اگر ان صفات کا الوہیت کے لیے ثبوت جائز ہو تو پھر دجال کی صفات بھی جائز ہوں گی اور یہ محال ہے، پس یہودی کا یہ قول جھوٹ ہے اور محال ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی: ''وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔۔۔(الزمر:٦٧)''۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کی جہالت پر تعجب کیا اور آپ ہنسے تو راوی نے اس سے یہ گمان کر لیا کہ یہ تعجب کرنا یہودی کی بات کی تصدیق ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے۔

پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ''بنو آدم کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس یہ کلامِ صادق آیا ہے اور ہم نے اس کی تاویل کی ہے یا ہم نے اس پر توقف کیا ہے حتیٰ کہ اس کی توجیہ معلوم ہو جائے جب کہ قطعی بات یہ ہے کہ اس کا ظاہر معنی محال ہے کیونکہ یہ کلام اس شخص کی زبان سے صادر ہوا جس کے صادق ہونے پر معجزہ دلیل ہے، لیکن جب یہ کلام کسی ایسے شخص کی زبان سے صادر ہو جس کا جھوٹ ہونا ممکن ہو بلکہ ایسے شخص کی زبان سے صادر ہو جس کے متعلق مخبرِ صادق نے یہ خبر دی ہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے اور تحریف کرتا ہے تو پھر ہم اس کی تکذیب کریں گے اور اس کی قباحت بیان کریں گے، اور اگر ہم یہ مان لیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی ہے تو یہ معنی میں اس کی تصدیق نہیں ہے بلکہ صرف الفاظ میں تصدیق ہے جن الفاظ کو اس نے اپنے نبی کی کتاب سے نقل کیا ہے اور ہم قطعیت کے ساتھ جانتے ہیں کہ اس کا ظاہر مراد نہیں ہے۔ (علامہ قرطبی کی عبارت ختم ہوئی)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے جو اخیر میں کہا ہے، یہ اس کلام سے اولیٰ ہے جس کو انہوں نے ابتداء میں کہا ہے، کیونکہ اس سے ثقہ راویوں پر طعن لازم آتا ہے اور احادیثِ ثابتہ کو رد کرنا لازم آتا ہے، اور اگر ایسا ہوتا کہ واقعہ اس کے خلاف ہوتا جو راوی نے گمان کیا ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر خاموش رہنے سے یہ لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باطل چیز کی تقریر کی اور اس پر انکار کرنے سے سکوت کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت بری ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام ابن خزیمہ نے اس پر شدید انکار کیا ہے جس نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا بطور انکار تھا، امام ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح ابن خزیمہ کی کتاب التوحید میں وارد کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بزرگ اور برتر رکھا ہے کہ آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کی جائیں جو اس کی صفات نہیں ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان پر انکار کرنے اور غضب فرمانے کے بجائے ان پر ہنسیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۳۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۱۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں پانچ مباحث ہیں:

مبحث اول: اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے متعلق تحقیق

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث میں انگلی سے مراد عضو نہیں ہے بلکہ انگلی کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفات میں سے کسی صفت پر محمول ہے، اور اس کی کیفیت نہیں بیان کی جائے گی اور نہ اس کی حد بیان کی جائے گی، اور یہ مذہب امام ابوالحسن الاشعری کی طرف منسوب ہے۔

اور امام ابن فورک نے کہا کہ ہوسکتا ہے انگلی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہو، اور یہ انگلی ان چیزوں کو اٹھاتی ہو جن کو انگلیاں اٹھاتی ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی انگلی سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت ہو اور اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہو۔

اور علامہ خطابی نے کہا ہے: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی انگلی کا ذکر نہیں ہے اور نہ کسی قطعی الثبوت حدیث میں اس کا ذکر ہے، اور یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ انسانی عضو نہیں ہے حتیٰ کہ اس کے ثبوت سے انگلیوں کا ثبوت لازم آئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا ذکر شارع علیہ السلام نے کیا ہے، اس کی نہ کیفیت بیان کی جائے گی اور نہ یہ کسی کے مشابہ ہے اور شاید کہ انگلیوں کا ذکر یہود کی تحریفات میں سے ہو، کیونکہ یہود مشبہہ ہیں اور وہ جن چیزوں کا تورات سے دعویٰ کرتے ہیں وہ ایسے الفاظ ہیں جن کا تعلق تشبیہ کے باب سے ہے اور وہ مسلمانوں کے مذاہب میں داخل نہیں ہیں۔

اور علامہ خطابی کے انکار پر رد کیا گیا ہے، کیونکہ متعدد احادیث میں اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا ذکر ہے، ان میں سے صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ ابنِ آدم کا دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس سے علامہ خطابی کا رد نہیں ہوتا کیونکہ علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ کسی ایسی حدیث میں انگلیوں کا ذکر نہیں ہے جو قطعی الثبوت ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی انگلیوں کا ثبوت ممنوع نہیں ہے جو اعضاء کا غیر ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ کا ثبوت ہے اور وہ انسانی عضو نہیں ہے اسی طرح اس کے لیے انگلیاں بھی ہوسکتی ہیں جو انسانی عضو نہ ہوں۔

مبحثِ ثانی: اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے ثبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے متعلق

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی، یہ راوی کا گمان ہے اور وہم ہے، کیونکہ یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعدد اصحاب سے مروی ہے اور انہوں نے یہ اضافہ نہیں کیا کہ آپ اس کی تصدیق کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیے ہنسے۔

اور علامہ القرطبی نے المفہم میں کہا ہے کہ جس نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ آپ اس کی تصدیق کے لیے ہنسے تو یہ کچھ نہیں ہے، کیونکہ یہ اضافہ راوی کا قول ہے اور یہ باطل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال کی تصدیق نہیں کرتے اور یہ اوصاف اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہیں، پھر انہوں نے اس میں طویل کلام کیا، پھر یہ کہا کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصدیق کی تصریح کی ہے تو یہ معنی کی تصدیق نہیں ہے بلکہ فقط ان الفاظ کی تصدیق کی ہے جو اس نے اپنے نبی کی کتاب سے نقل کیے ہیں۔ اور قطعی بات یہ ہے کہ اس کا ظاہر مراد نہیں ہے۔

مبحث ثالث: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہنسنے کی تحقیق میں

علامہ قرطبی نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا وہ یہودی کی جہالت پر تعجب کی وجہ سے تھا، پس راوی نے یہ گمان کرلیا کہ یہ تعجب تصدیق ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخلوقات کا ذکر کیا اور یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کو ان سب پر قدرت ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے ہنسے کہ یہودی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تعجب کرتا ہے۔

المبحث الرابع: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنستے نہیں تھے صرف مسکراتے تھے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں'' اور یہ قہقہہ ہے، علامہ الکرمانی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غالب اوقات میں مسکراتے تھے اور آپ کا ہنسنا جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے نادر اوقات میں ہوتا تھا یا مراد ڈاڑھوں سے مطلقاً دندانِ مبارک ہیں۔

المبحث الخامس: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الانعام: ۹۱ پڑھنے کی حکمت

الانعام: ۹۱ میں مذکور ہے ''وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ'' اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہودی نے جو بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک انگلی سے آسمانوں کو روکا ہوا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے مقابلہ میں بہت کم ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد نہیں ہے جہاں تک وہم پہنچ سکے یا کوئی حد اس کا احاطہ کر سکے اور آنکھ اس کا احاطہ کر سکے۔

علامہ الخطابی نے کہا ہے: اس آیت میں یہ بھی احتمال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی کے قول پر راضی ہونے کے لیے یہ آیت پڑھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے اس کی بات کا انکار کرنے کے لیے یہ آیت پڑھی، علامہ القرطبی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا یہودی کی جہالت پر تعجب کی وجہ سے تھا، اسی وجہ سے آپ نے یہ آیت پڑھی ''وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ---- (الانعام: ۹۱)'' یعنی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی معرفت نہیں کی جو اس کی معرفت کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تعظیم نہیں کی جو اس کی تعظیم کا حق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۶۲۔ ۱۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۰۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا شَخْصَ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: ''کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت کرنے والا نہیں ہے''

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ: لَا شَخْصَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ۔ اور عبید اللہ بن عمرو نے کہا از عبد الملک: ''کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت کرنے والا نہیں ہے''۔

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مختلف الفاظ

صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کوئی ایک بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت کرنے والا نہیں ہے'' اور عبید اللہ بن عمرو نے از عبد الملک کہا: ''کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت کرنے والا نہیں ہے''۔ اور علامہ ابن بطال نے ''لا شخص'' کو ''لا احد'' کے ساتھ تبدیل کردیا اور اسی کے مطابق شرح کی ہے اور کہا: اس حدیث کے الفاظ مختلف ہیں، پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ ہیں ''لا احد'' پس معلوم ہوا کہ شخص کا لفظ احد کی جگہ آیا ہے، پس گویا یہ راوی کے تصرف میں سے ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: حدیث کے الفاظ کا اختلاف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ''کوئی ایک اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت کرنے والا نہیں ہے''، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: ''کوئی ایک اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت کرنے والا نہیں ہے''، اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: ''کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت کرنے والی نہیں ہے''، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے ''اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے'' اور یہ تمام امور کتاب النکاح کے باب الغیرۃ میں گزر چکے ہیں، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اس پر مبنی ہے کہ لفظ شخص لفظ احد کی جگہ موضوع ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا کہ حدیث میں ہے ''کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت کرنے والا نہیں ہے'' اس کا متصلاً ذکر نہیں ہے اور ان احادیث کی مثل کو امت نے قبول نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر لفظ ''شخص'' کے اطلاق کی ممانعت پر دلائل

علامہ الخطابی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی صفات میں شخص کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ شخص وہ ہوتا ہے جو جسم مرکب ہو اور یہ لفظ لائق ہے کہ صحیح نہ ہو، اور راوی نے اپنی طرف سے اس کو ذکر کردیا ہو اور اکثر راوی حدیث کو بالمعنی روایت کرتے ہیں، اور تمام راوی فقہاء نہیں ہوتے۔

اور بعض کبار تابعین نے کہا: ''نعم المرء ربنا لو اطعناہ ما عصانا'' (ہمارا رب کیا ہی اچھا مرد ہے کاش ہم اس کی اطاعت کرتے اور اس کی نافرمانی نہ کرتے)، اور ''المرء'' کا لفظ آدمیوں میں سے مذکر پر بولا جاتا ہے، تو لفظ شخص کا اطلاق بھی اللہ تعالیٰ پر اسی طریقہ سے کیا گیا ہو لیکن اس کا فساد کئی وجوہ سے ہے:

(۱) جس لفظ کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کیا جائے اس کا ثبوت صرف قرآن اور حدیث سے ہوتا ہے۔

(۲) اجماع الامت نے شخص اور ''المرء'' کے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق سے منع کیا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۳) شخص کا معنی ہے: جو جسم مرکب ہو لہٰذا اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق نہیں کیا جائے گا، اور تحقیق الجہمیہ نے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر شخص کے اطلاق سے منع کیا ہے، اس کے باوجود کہ وہ اللہ تعالیٰ کو جسم مانتے ہیں، پس یہ اس پر دلیل ہے جو ہم نے بیان کیا کہ اس پر اجماع ہے کہ شخص کے لفظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرنا اور اللہ عزوجل کی صفات پر اس کا اطلاق کرنا ممنوع ہے۔

غیرت کے معنی کی تحقیق

غیرت کا معنی حمیت اور خودداری اور ناپسندیدگی ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: ''الغیرۃ'' کا لفظ جس چیز یا وصف میں کوئی انسان منفرد ہو اس میں دوسرے کی مشارکت کی وجہ سے قلب کے متغیر ہونے اور غضب کے جوش میں آنے سے ماخوذ ہے، اور سب سے زیادہ غیرت اس چیز میں ہوتی ہے جو شوہر اور بیوی کے درمیان ہو، یعنی اگر کوئی شخص کسی کی بیوی سے جنسی تعلق رکھے تو اس کا شوہر غیرت میں آتا ہے یعنی اس کا خون جوش میں آتا ہے اور اگر کسی عورت کا شوہر کسی دوسری عورت کے ساتھ جنسی تعلق رکھے تو وہ عورت غیرت میں آتی ہے یعنی اس کا خون جوش میں آتا ہے اور غیرت کا یہ معنی آدمیوں کے حق میں ہے اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے حق کا تعلق ہے اس میں غیرت کے معنی کا عنقریب ذکر آئے گا۔

تعلیقِ مذکور میں عبید اللہ بن عمرو کا تذکرہ

اس تعلیق میں عبید اللہ بن عمرو کا ذکر ہے، یہ عمرو بن ابی الولید الاسدی ہیں اور یہ عبد الملک سے روایت کرتے ہیں جو ابن عمیر بن سوید الکوفی ہیں۔ اور یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جیحون کے دریا کو سعید بن عثمان بن عفان کے ساتھ پار کیا تھا، اور یہ دریا بلخ میں سمرقند کے راستہ پر ہے، وہ ایک سو چھتیس (۱۳۶) ہجری میں جہاد کے لیے نکلے اور فوت ہو گئے اور جس دن ان کی وفات ہوئی اس دن ان کی عمر ایک سو تین (۱۰۳) سال تھی۔

علامہ الخطابی نے کہا ہے: عبید اللہ، عبد الملک سے اس روایت میں منفرد ہیں، ان کا کوئی متابع نہیں ہے اور بعض شارحین (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے الخطابی پر رد کیا ہے کہ انہوں نے تحقیق نہیں کی اور روایاتِ صحیحہ کو رد کر دیا اور ائمہ حدیث میں طعن کیا حالانکہ اس کی توجیہ ہو سکتی ہے۔

اسی وجہ سے علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ثقہ راویوں کو خطاء پر قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کا حکم باقی متشابہات کا حکم ہے یا تو ان کو چھوڑ دیا جائے یا ان کی تاویل کی جائے۔

شخص کے لفظ کا معنی اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کے اطلاق کی ممانعت کی وجہ

ابنِ فورک اور علامہ قرطبی نے کہا: اصل میں شخص کا لفظ لغت میں انسان کے جسم کے لیے وضع کیا گیا ہے اور ہر ظاہر چیز میں اس کا استعمال کیا گیا ہے، جب کوئی چیز ظاہر ہو تو کہا جاتا ہے ''شخص الشیء'' اور یہ معنی اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

پس یہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ حافظ ابن حجر اللہ تعالیٰ پر لفظِ شئے کے اطلاق پر راضی نہیں ہیں، اگرچہ انہوں نے اس کی تاویل کی ہے اور ان پر تعجب ہے کہ انہوں نے اپنے کلام کی علامہ کرمانی کے قول سے تائید کی حالانکہ وہ کئی مقامات پر علامہ کرمانی کی طرف غفلت اور وہم اور غلطی کی نسبت کرتے ہیں اور یہ کہاں سے ثابت ہے کہ علامہ الخطابی نے صحیح مسلم وغیرہ کی طرف رجوع نہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیا۔ اور سہو اور نسیان کسی شخص سے بھی اٹھایا نہیں گیا، سہو اور نسیان ثقات اور غیر ثقات میں واقع ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۶۴۔ ۱۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۱۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ التَّبُوذَكِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ عَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَاللهِ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي وَمِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَعَثَ الْمُبَشِّرِينَ وَالْمُنْذِرِينَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ وَعَدَ اللهُ الْجَنَّةَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی از ورّاد جو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے از مغیرہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں کسی (اجنبی) مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھوں تو میں اس مرد کو تلوار کی دھار سے ضرب لگاؤں گا نہ کہ چوڑائی سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس بات کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ اور اللہ کی قسم! میں سعد سے زیادہ غیرت کرنے والا ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت کرنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے بے حیائی کے کاموں کو حرام فرما دیا خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن ہوں، اور کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر کو پسند کرنے والا نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے اور کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ مدح کو پسند کرنے والا نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴۶، ۷۴۱۶، صحیح مسلم: ۱۴۹۹، مسند احمد: ۱۷۷۰۳، سنن دارمی: ۲۲۲۷)

صحیح البخاری: ۷۴۱۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی غیرت کی توجیہ

اللہ تعالیٰ کی غیرت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا ہے اور بے حیائی کے کام کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ غیرت کے ساتھ موصوف ہیں ان کی غیرت اللہ تعالیٰ کی غیرت کو نہیں پہنچتی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جتنی اللہ تعالیٰ کو مدح پسند ہے اتنی کسی کو مدح پسند نہیں ہے''۔ اور اللہ تعالیٰ کو مدح کے پسند ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی تنزیہہ بیان کرتے ہیں اور اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جزاء عطا فرماتا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر کو پسند کرنے والا کوئی نہیں ہے"۔ یہاں پر عذر کا وہ معنی ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے:

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ (الشوریٰ:۲۵) اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

پس اس حدیث میں عذر کا معنی ہے: "اللہ تعالیٰ کا بندوں کی توبہ قبول فرمانا"۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۱۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو اور اللہ کی قسم! میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے بے حیائی کے کاموں کو حرام فرمادیا ہے خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن ہوں"۔

اس سے پہلے کتاب النکاح کے "باب الغیرۃ" میں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا ہے اور ان کے ارتکاب پر زجر و توبیخ کی ہے اور ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، کیونکہ غیور وہ ہوتا ہے کہ جس کام پر اس کو غیرت آتی ہے اس کام پر زجر و توبیخ کرے اور ڈانٹ ڈپٹ کرے اور حدیث میں اس کا بیان ہے کہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا ہے خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن ہوں، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سعد نے بے حیائی کے کاموں پر ڈانٹ ڈپٹ کی ہے اور میں اس سے زیادہ بے حیائی کے کاموں پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے والا ہوں، اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو اشخاص غیرت کے ساتھ موصوف ہیں ان کی غیرت اللہ تعالیٰ کی غیرت کے درجہ کو نہیں پہنچتی اگر چہ اللہ تعالیٰ شخص نہیں ہے۔

اور بے حیائی کے جو کام ظاہر ہوں ان کے متعلق مجاہد نے کہا: وہ زمانہ جاہلیت میں اپنی ماؤں کے ساتھ نکاح کرنا تھا، اور جو بے حیائی کے کام باطن ہیں وہ زنا ہیں، قتادہ نے کہا کہ خواہ زنا چھپ کر کیا جائے یا علانیہ کیا جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۷۷۔۲۷۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۱۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے قول کی تغلیط

علامہ القرطبی نے المفہم میں بعض اہل معانی سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت کرنے والا نہیں ہے" اور اس کے بعد فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی عذر کو پسند کرنے والا نہیں ہے" اس ارشاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ صحیح نہیں ہے، اور آپ نے اس پر رد فرمایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ جس شخص کو انہوں نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اپنی بیوی کے ساتھ پایا اس کو قتل کر دیں گے، گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ غیرت والا ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ عذر کو پسند فرماتا ہے اور بغیر حجت کے قیام کے مواخذہ نہیں فرماتا، پس تم کیسے اس حالت میں قتل کرنے کا اقدام کرو گے۔

علامہ قرطبی نے کہا کہ اس حدیث میں مدح کا ذکر غیرت اور عذر کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اس میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو یہ تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اپنی غیرت کے تقاضا پر عمل نہ کریں اور جلدی نہ کریں بلکہ تاخیر سے کام لیں اور نرمی سے کام لیں، اور تحقیق کریں حتیٰ کہ ان پر صحیح صورتِ حال واضح ہو جائے، پھر وہ مکمل تعریف اور تحسین اور مدح کو پائیں گے اور ثواب کو حاصل کریں گے کیونکہ وہ اپنے نفس کے غضب کے اوپر اور غصہ کے جوش کے وقت حق بات کو ترجیح دیں گے، اور یہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث کی مثل ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شدید (پہلوان) وہ شخص ہے جو غضب کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے''۔

اپنی تعریف اور ستائش کے حصول کی مذمت

اس حدیث میں مذکور ہے ''کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ مدح کو پسند کرنے والا نہیں ہے''، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا: اس حدیث سے یہ استدلال نہ کیا جائے کہ انسان کے لیے اپنی تعریف کے حصول کی کوشش کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ مذموم ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے، اس کے برخلاف اگر دل میں اپنی تعریف سے محبت رکھے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ مذموم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ مدح کا مستحق ہے کیونکہ اس کی ذات کامل ہے اور بندہ کی ذات ناقص ہے، اگر وہ کسی وجہ سے مدح کا مستحق ہو لیکن مدح اس کے دل کو فاسد کر دیتی ہے اور وہ اپنے دل میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اس لیے صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے ''مدح کرنے والوں کے چہروں میں مٹی ڈال دو''۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۳۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۱۔ بَابٌ: قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ''آپ کہیے کہ کس کی گواہی سب سے بڑی ہے''

(الانعام: ۱۹)

فَسَمَّى اللّٰهُ تَعَالٰى نَفْسَهٗ شَيْئًا (قُلِ اللّٰهُ) وَسَمَّى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْقُرْآنَ شَيْئًا وَهُوَ صِفَةٌ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ وَقَالَ: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص: ۸۸)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو شئے فرمایا، ارشاد فرمایا: آپ کہیے: اللہ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو شئے فرمایا، اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے، اور ارشاد فرمایا: ''اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

عبد العزیز ''صاحب کتاب الحیدۃ'' نے بیان کیا: اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو شئے فرمایا ہے تا کہ اس کے وجود کا اثبات ہو اور عدم کی نفی ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنا نام شئے نہیں رکھا اور نہ شئے کو اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے قرار دیا گیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ اشیاء میں سے کون سی شئے اللہ تعالیٰ سے بڑی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ثابت ہو اور اس کے عدم کی نفی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو، اس میں زندیقوں اور دہریوں کی تکذیب ہے اور پچھلی امتوں میں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا انکار کیا ان کی تکذیب ہے، پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ (الانعام:١٩) آپ کہیے کہ کس کی گواہی سب سے بڑی ہے، آپ کہیے: اللہ، میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔

پس اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس پر شئے کا اطلاق فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اشیاء کی مثل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے ہی علم ہے کہ جہم اور اس کے موافقین عنقریب اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کریں گے، اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۔۔۔(الشوریٰ:١١)'' (یعنی اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شئے نہیں ہے)، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اور اپنے کلام اور اپنی صفات کو اشیاء مخلوقہ سے خارج کر دیا، اور اس میں ان کی تکذیب ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں الحاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کو اپنی کتاب میں بیان فرمایا اور شئے کے ساتھ اپنا نام نہیں رکھا اور نہ شئے کو اپنے اسماء میں سے قرار دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں اور ان میں سے کوئی نام شئے نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ (الانعام:٩١) اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا، جب انہوں نے کہا: اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہود کی مذمت کی جب انہوں نے یہ کہا کہ تورات کوئی شئے نہیں ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ (الانعام:٩٣) اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان لگائے یا کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے حالانکہ اس کی طرف کوئی شئے وحی نہیں کی گئی۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی بھی بالمعنی شئے ہے، اور جس نے اللہ کے کلام کے شئے ہونے کا انکار کیا اس کی مذمت کی ہے، پس اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہر صفت شئے کے نام کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کو ہدایت اور نور اور کتاب کے نام سے ظاہر فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس شئے کو کس نے نازل کیا جس کو موسیٰ لے کر آئے۔

اور دوسرے علماء نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنا نام شئے رکھا ہے اور اس میں اہلِ بدعت کے اس زعم کا رد فرمایا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام شئے جائز نہیں ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ معدوم شئے نہیں ہے اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ معدومات بھی اشیاء ہیں اور اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ عالم قدیم ہو اور حادث نہ ہو اور نہ محدث ہو۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ١٠ ص ٤٥٥، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٧٤١٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِرَجُلٍ أَمَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا لِسُوَرٍ سَمَّاهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد سے فرمایا: ''کیا تمہارے ساتھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قرآن میں سے کوئی شئے ہے؟'' اس نے کہا: جی ہاں! فلاں سورت ہے اور فلاں سورت ہے اور ان سورتوں کا نام لیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۰، ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، ۵۰۸۷، ۵۱۲۱، ۵۱۲۶، ۵۱۳۲، ۵۱۳۵، ۵۱۴۱، ۵۱۴۹، ۵۱۵۰، ۵۸۷۱، ۷۴۱۷، صحیح مسلم: ۱۴۲۵، سنن ترمذی: ۱۱۱۴، سنن نسائی: ۳۳۵۹، سنن ابوداؤد: ۲۱۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۹، مسند احمد: ۲۲۳۴۳، موطا امام مالک: ۱۱۱۸)

صحیح البخاری: ۷۴۱۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ پر اور قرآن مجید پر شئے کے نام کا ثبوت

ایک قول یہ ہے کہ قریش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں آئے، پس انہوں نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) ہم نے نہیں دیکھا کہ آپ کے دعویٰ نبوت میں کسی نے آپ کی تصدیق کی ہو، ہم نے آپ کے متعلق یہود اور نصاریٰ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: ان کے پاس نہ آپ کا کوئی ذکر ہے اور نہ آپ کی کوئی صفت ہے تو ہمیں دکھائیں کہ کون آپ کے متعلق یہ گواہی دیتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ (الانعام:۱۹)

آپ کہیے کہ کس کی گواہی سب سے بڑی ہے، آپ کہیے: اللہ، میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو شئے کے نام سے ذکر فرمایا، اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا ثبوت ہے اور عدم کی نفی ہے اور زندیقوں اور دہریوں کی تکذیب ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو بھی شئے فرمایا ہے جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد سے پوچھا: تمہارے پاس قرآن سے کوئی شئے ہے؟ تو اس نے کہا: فلاں فلاں سورت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۲۔ بَابٌ: وَّ کَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ (ہود:۷)

''اور اس کا عرش پانی پر تھا''

وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (التوبہ:۱۲۹)

اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ: ارْتَفَعَ

ابوالعالیہ نے کہا: ''استویٰ الی السماء'' کا معنی ہے: بلند ہوا۔

فَسَوَّاهُنَّ: خَلَقَهُنَّ

''فسوّاھن'' کا معنی ہے: آسمانوں کو پیدا کیا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: اسْتَوَى: عَلَا عَلَى الْعَرْشِ

مجاہد نے کہا: ''استویٰ'' کا معنی ہے: عرش پر بلند ہوا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْمَجِيدُ: الْكَرِيمُ وَ الْوَدُودُ: الْحَبِيبُ، يُقَالُ: حَمِيدٌ مَجِيدٌ، كَأَنَّهُ فَعِيلٌ مِنْ مَاجِدٍ مَحْمُودٌ مِنْ حَمِيدٍ-

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''المجید'' کا معنی ہے: الکریم، اور ''الودود'' کا معنی ہے: حبیب، کہا جاتا ہے ''حمید مجید'' گویا کہ یہ فعیل کا لفظ ماجد سے ماخوذ ہے اور محمود کا لفظ حمید سے ماخوذ ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں دو آیتوں کے ٹکڑے بیان کیے ہیں، اور دوسری آیت کا ٹکڑا (وہ عرشِ عظیم کا رب ہے) پہلی آیت کے ٹکڑے (اس کا عرش پانی پر تھا) کے بعد بیان کیا، اور یہ اس شخص کے رد میں ذکر کیا ہے جو شخص اس حدیث میں وہم کرے: ''اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا''، اور وہ یہ وہم کرے کہ عرش ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا اور یہ باطل مذہب ہے، اسی طرح فلاسفہ میں سے جن لوگوں نے یہ زعم کیا کہ عرش ہی خالق اور صانع ہے، اور ابو اسحاق الہروی نے عرش کے مخلوق ہونے اور اس کے حادث ہونے پر درجِ ذیل روایت سے استدلال کیا ہے:

مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنے سے پہلے اپنے عرش پر تھا، پس سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا، اور یہ اولیت آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے ان کے پیدا کرنے سے پہلے ہے، کیونکہ امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں از معمر از قتادہ ''كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ... (ہود:۷)'' کی تفسیر میں بیان کیا ہے: یہ اس کی مخلوق کی ابتداء ہے، اس سے پہلے کہ وہ آسمانوں کو پیدا کرتا اور اس کا عرش سرخ یاقوت سے تھا، پس امام بخاری نے اس کے بعد ''رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ ... (التوبہ:۱۲۹)'' کو ذکر کیا کہ عرش بھی مربوب ہے (یعنی اس کا کوئی رب ہے) اور ہر مربوب مخلوق ہے، اور اس باب کو اس حدیث کے ساتھ ختم کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پس اس وقت میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جو عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ کو پکڑے ہوئے کھڑے تھے'' پس عرش کے لیے پایوں کا اثبات اس بات کی دلیل ہے کہ عرش ایک جسم مرکب ہے جس کے اجزاء ہیں اور جو جسم مرکب ہو وہ حادث ہوتا ہے اور مخلوق ہوتا ہے۔

امام بیہقی نے ''الاسماء والصفات'' میں لکھا ہے کہ اہلِ تفسیر کے اقوال اس پر متفق ہیں کہ عرش ایک تخت ہے اور یہ ایک جسم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور فرشتوں کو اس کے اٹھانے کا حکم دیا ہے اور اس کی تعظیم اور اس کے گرد طواف کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ایک بیت پیدا کیا اور بنو آدم کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں اور نماز میں اس کی طرف منہ کریں، اور امام بخاری نے جو آیات ذکر کی ہیں اور جو احادیث اور آثار بیان کیے ہیں ان میں ان کے مذہب کی صحت (یعنی عرش حادث ہے) پر دلیل ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

امام بخاری نے بیان کیا کہ ''مجاہد نے کہا: ''استویٰ'' کا معنی ہے: عرش پر بلند ہوا''۔

علامہ ابن بطال نے کہا: اس استوائے مذکور میں لوگوں کا اختلاف ہے، پس المعتزلہ نے کہا: ''استویٰ'' کا معنی ہے: استیلاء، یعنی وہ قہر اور غلبہ کے ساتھ عرش پر قادر ہے، اور المجسمہ نے کہا: ''استویٰ'' کا معنی ہے: الاستقرار، اور بعض اہلِ سنت نے کہا کہ ''استویٰ'' کا معنی ہے: وہ عرش پر بلند ہوا، اور بعض نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ عرش کا مالک اور قادر ہے، اور ایک قول ہے کہ ''استویٰ'' کا معنی ہے: کسی چیز کو مکمل بنا کر فارغ ہونا، جیسا کہ قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ (القصص:۱۴)

اور جب موسیٰ اپنی پوری قوت (جوانی) کو پہنچ گئے اور توانا ہو گئے تو ہم نے ان کو حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں O

اس صورت میں ''استوٰی علی العرش'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے عرش کی مکمل تخلیق کر دی، اور لفظِ عرش کا خصوصیت سے ذکر کیا کیونکہ وہ تمام اشیاء میں سب سے عظیم ہے۔

پھر علامہ ابن بطال نے کہا: رہا معتزلہ کا قول تو وہ فاسد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے قاہر، غالب اور مستولی ہے اور ''ثم استوٰی'' کا لفظ اس کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وصف پہلے نہیں تھا بعد میں آیا، اور ان کی تاویل کو یہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر غلبہ حاصل کیا اور اس پر قہر کے ساتھ قادر ہو گیا، اور یہ معنی اللہ سبحانہٗ سے منتفی ہے، اور رہا مجسمہ کا قول تو وہ بھی فاسد ہے کیونکہ استقرار یعنی کسی جگہ ٹھہرنا یہ اجسام کی صفات سے ہے اور اس سے حلول اور تناہی لازم آتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے اور مخلوقات کے ساتھ لاحق ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ (المومنون:۲۸)

پھر جب آپ اور آپ کے اصحاب اطمینان سے کشتی میں سوار ہو جائیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ (الزخرف:۱۳)

تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر سوار ہو سکو، پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس پر سیدھے بیٹھ جاؤ۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ''استوٰی'' کا معنی سوار ہونا ہے اور کسی چیز پر قائم ہونا اور بیٹھنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے بلکہ مخلوق کی صفات کے مناسب ہے اس لیے اس آیت میں ''استوٰی'' کا لفظ حقیقت پر محمول نہیں ہے۔

لیکن ''استوٰی'' کی تفسیر ''علا'' اور بلندی کے ساتھ کرنا صحیح ہے اور یہی مذہب حق ہے اور اہلسنت کا قول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی صفت ''العلی'' یعنی بلند ہونے کے ساتھ فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ (الزمر:۶۷)

وہ ان چیزوں سے منزہ ہے اور بلند ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں O

اور بلندی اس کی ذات کی صفات میں سے ایک صفت ہے لیکن جس نے ''استوٰی'' کی تفسیر ''ارتفع'' کے ساتھ کی، اس پر اعتراض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی صفت ''ارتفع'' کے ساتھ نہیں کی۔

علامہ ابن بطال نے کہا: اہل سنت کا اس میں اختلاف ہے کہ ''الاستواء'' اس کی ذات کی صفت ہے یا اس کے فعل کی صفت ہے، پس جس نے ''استوٰی'' کا معنی ''علا'' کیا اس نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفت ہے، اور جس نے اس کے سوا کوئی اور معنی کیا تو اس نے کہا: یہ اس کے فعل کی صفت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی فعل کیا اور اس کا نام رکھا کہ وہ عرش پر ''استوٰی'' ہے، اور یہ معنی نہیں ہے کہ یہ فعل اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حوادث کا قائم ہونا محال ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابوالقاسم اللالکائی نے ''کتاب السنۃ'' میں از حسن البصری از ان کی والدہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا کہ ''الاستواء'' مجہول نہیں ہے اور اس کی کیفیت غیر معقول ہے اور اس کا اقرار کرنا ایمان ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔

اور ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن سے سوال کیا گیا: اللہ تعالیٰ کا عرش پر کس طرح استواء ہے تو انہوں نے کہا: ''الاستواء'' مجہول نہیں ہے اور اس کی کیفیت غیر معقول ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ رسولوں کا بھیجنا ہے اور رسول کے ذمہ تبلیغ کرنا ہے اور ہمارے ذمہ تسلیم کرنا ہے۔

امام بیہقی نے سندِ جید کے ساتھ امام اوزاعی سے نقل کیا ہے کہ ہم اور بہت تابعین یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور ہم ان چیزوں پر ایمان لاتے ہیں جن کا سنت نے اللہ تعالیٰ کی صفات سے ذکر کیا ہے۔

عبداللہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ ہم امام مالک کے پاس تھے تو ایک مرد نے داخل ہو کر امام مالک سے کہا: اے ابوعبداللہ! رحمٰن عرش پر مستوی ہے تو یہ استواء کیسا ہے؟ امام مالک نے تھوڑی دیر کے لیے اپنا سر جھکایا ان کو پسینہ آ گیا، پھر انہوں نے سر اٹھا کر کہا: رحمٰن عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس نے خود اپنی صفت بیان کی ہے اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ کس طرح مستوی ہے، اور کیفیت اس سے اٹھائی ہوئی ہے اور میں تجھ کو بدعتی گمان کرتا ہوں۔

نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''استواء'' کا اقرار کرنا واجب ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے اسماء ہیں اور صفات ہیں، کسی شخص کو ان کو رد کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور جس نے دلیل قائم ہونے کے بعد ان کی مخالفت کی اس نے کفر کیا اور دلیل قائم ہونے سے پہلے اس کو جہالت کی وجہ سے معذور قرار دیا جائے گا، کیونکہ ان صفات کا علم عقل سے نہیں ہو سکتا اور نہ غور و فکر سے، پس ہم ان صفات کو ثابت کرتے ہیں اور ان صفات کی کسی مخلوق کے ساتھ مشابہت کی نفی کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ'' (اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے)۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

امام بخاری بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''المجید'' کا معنی ''الکریم'' ہے اور ''الودود'' کا معنی ''الحبیب'' ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی حاتم نے سندِ موصول کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے

''ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ﴿۱۵﴾ ـ ـ ـ (البروج:۱۵)'' (وہ عرشِ کریم کا مالک ہے ○)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ـ ـ ـ (البروج:۱۴)'' (وہی بہت بخشنے والا اور بہت دوست رکھنے والا ہے ○) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ''الودود'' کا معنی ''الحبیب'' ہے۔

''ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ﴿۱۵﴾ (البروج:۱۵)'' اس آیت میں ''المجید'' کی قراءت میں قراء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا: یہ المجیدُ ہے، اور المجید اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ عرش کا مالک ہے اور کریم ہے اور اگر ''المجید'' کے لفظ پر زیر پڑھی جائے یعنی ''ذو العرش المجیدِ'' تو المجید عرش کی صفت ہوگی۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے: یہاں پر ایک باریک نکتہ ہے، وہ یہ ہے کہ اگر مجید پر زیر کی قراءت ہو تب بھی یہ عرش کی صفت نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ عرش کی صفت ہو یعنی اللہ تعالیٰ عرشِ کریم کا مالک ہے تو اس سے یہ وہم ہوگا کہ عرش بھی قدیم ہے، اس لیے اس صورت میں بھی المجید اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس پر جو زیر ہے وہ مجاورت کی بناء پر ہے کیونکہ اس سے پہلے "ذو العرشِ" کا لفظ ہے اور اس میں عرش پر زیر ہے تو اس کی مجاورت کی بناء پر المجیدِ میں بھی زیر ہے ورنہ یہ معنیً اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سننِ دار قطنی میں یہ روایت ہے کہ جب بندہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مجدنی عبدی" یعنی میرے بندہ نے میری عظمت اور بڑائی بیان کی، علامہ ابن التین نے کہا ہے: کلامِ عرب میں مجد کا معنی ہے "الشرف الواسع" پس ماجد وہ شخص ہے جس کے آباء واجداد شرف میں مقدم ہوں، پس "مجید" کا لفظ "مجد" سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنی ہے "الشرف القدیم"۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: "مجد" کا معنی ہے: کرم اور جلالت میں وسیع ہونا، اور "مجدت الابل" اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی شخص کے اونٹ کسی بہت بڑی چراگاہ کے اندر ہوں، اور قرآن مجید میں "المجید" کا وصف دنیاوی اور اخروی مکارم کو متضمن ہے، لہٰذا عرش کی صفت مجید کے ساتھ جائز ہے کیونکہ وہ جلیل ہے اور اس کی قدر و منزلت عظیم ہے جیسا کہ امام راغب نے اشارہ کیا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "المجید" کا معنی "الکریم" ہے، جیسا کہ درجِ ذیل آیت میں عرش کی صفت میں کریم کا لفظ ہے:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ ﴿۱۱۶﴾ (المومنون: ۱۱۶)

پس اللہ بلند شان والا ہے اور سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ عرش کریم کا رب ہے ○

پس البروج: ۱۵ میں اللہ تعالیٰ نے "ذُو الۡعَرۡشِ الۡمَجِيۡدُ ﴿۱۵﴾" فرمایا اور المومنون: ۱۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے "رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ ﴿۱۱۶﴾" فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ عرش کی دو صفتیں ہیں، ایک صفت مجید ہے اور دوسری صفت کریم ہے، اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ "المجید" کا معنی "الکریم" ہے۔

رہی "الودود" کی تفسیر "الحبیب" کے ساتھ، اس کی وجہ یہ ہے کہ "ودود" کا لفظ "وُد" سے ماخوذ ہے اور "وُد" محب اور محبوب کے معنی میں آتا ہے کیونکہ "الوُد" کا لغت میں معنی ہے کسی چیز سے محبت کرنا۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: "الودود" کا لفظ اس آیت کے معنی کو متضمن ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ يَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَسَوۡفَ يَاۡتِى اللّٰهُ بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ يُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَاۤئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۵۴﴾ (المائدہ: ۵۴)

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا، تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی، وہ مومنوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ اللہ کا فضل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے وہ جس کو چاہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے O

باب مذکور کی تیسری تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

امام بخاری لکھتے ہیں: کہا جاتا ہے "حمید مجید" گویا کہ یہ "ماجد" سے فعیل کے وزن پر ہے اور محمود "حمد" سے ماخوذ ہے، اس کی اصل "کتاب المجاز" میں امام ابوعبیدہ کا قول ہے جو انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ (ہود: ۷۳)

فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ کی قدرت پر تعجب کر رہی ہو، اے اہلِ بیت! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، بے شک اللہ حمد وثناء کا مستحق بہت بزرگ ہے O

امام ابوعبیدہ نے کہا: "حمید مجید" کا معنی ہے "محمود ماجد"۔

اور علامہ الکرمانی نے کہا: اس سے غرض یہ ہے کہ "مجید" فعیل کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے جیسا کہ قدیر، قادر کے معنی میں ہے، اور "حمید" فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے، اسی لیے انہوں نے کہا کہ "مجید" ماجد کے معنی میں ہے اور "حمید" محمود کے معنی میں ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۳۹۔ ۵۴۱، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ إِنِّي عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَهُ قَوْمٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا فَدَخَلَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ قَالُوا قَبِلْنَا جِئْنَاكَ لِنَتَفَقَّهَ فِي الدِّينِ وَلِنَسْأَلَكَ عَنْ أَوَّلِ هٰذَا الْأَمْرِ مَا كَانَ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ ثُمَّ أَتَانِي رَجُلٌ فَقَالَ يَا عِمْرَانُ أَدْرِكْ نَاقَتَكَ فَقَدْ ذَهَبَتْ فَانْطَلَقْتُ أَطْلُبُهَا فَإِذَا السَّرَابُ يَنْقَطِعُ دُونَهَا وَايْمُ اللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنَّهَا قَدْ ذَهَبَتْ وَلَمْ أَقُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوحمزہ نے خبر دی از الاعمش از جامع بن شداد از صفوان بن محرز از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا جب بنو تمیم سے کچھ لوگ آئے، آپ نے فرمایا: اے بنو تمیم! بشارت کو قبول کرو، انہوں نے کہا: آپ نے ہمیں بشارت دی ہے اب ہم کو عطا فرمائیں، پھر اہلِ یمن سے کچھ لوگ آئے، آپ نے فرمایا: اے اہلِ یمن! بشارت کو قبول کرو کیونکہ بنو تمیم نے بشارت کو قبول نہیں کیا، انہوں نے کہا: ہم نے قبول کر لیا، ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں تاکہ دین سیکھیں اور آپ سے یہ سوال کریں کہ جو امور ہو چکے ہیں ان میں سب سے پہلا امر کون سا تھا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور لوحِ محفوظ میں ہر چیز لکھی، حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میرے پاس ایک مرد آیا، اس نے کہا: اے عمران! اپنی اونٹنی کو پکڑ لو، کیونکہ اونٹنی جا چکی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے، پس میں اس کو طلب کرنے کے لیے گیا تو اس کے پاس سراب منقطع ہورہا تھا، اور اللہ کی قسم! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ اونٹنی چلی جاتی اور میں اس کی تلاش میں کھڑا نہ ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۹۰، ۳۱۹۱، ۴۳۶۵، ۷۴۱۸، سنن ترمذی: ۳۹۵۱، مسند احمد: ۱۹۳۷۵)

صحیح البخاری: ۷۴۱۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بشارت کا معنی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا "بشارت کو قبول کرو" اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ آخرت میں مسلمانوں کو جوان کے نیک اعمال پر جزادی جائے گی اور آخرت میں جو انہیں اجر وثواب ملے گا، اس کو قبول کرو۔

بنوتمیم کا جواب اس پر دلالت کرتا ہے کہ بنوتمیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ۹ ہجری میں آئے تھے، اور یہ وہ سال ہے جس سال آپ کے پاس وفود آئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "آپ ہمیں بشارت تو دے چکے ہیں اب ہمیں عطا فرمائیں"۔

کہا گیا ہے کہ یہ الاقرع بن حابس نے کہا تھا، کیونکہ اس میں بعض دیہاتیوں کے اخلاق تھے۔

روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے قیدیوں کو واپس کر دیا تو الاقرع اور عیینہ اس سے خوش نہیں ہوئے۔

اور کتاب المغازی میں مذکور ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس الجعرانہ میں تھا اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے، تو آپ کے پاس ایک اعرابی آیا، اس نے کہا: آپ ہمیں وہ کیوں نہیں دیتے جس کا آپ نے ہم سے وعدہ کیا ہے؟ آپ نے اس سے فرمایا: بشارت قبول کرو تو اس نے کہا: آپ نے بہت بشارتیں دی ہیں، پھر آپ حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی طرف مڑے اور آپ پر غصہ کی کیفیت تھی، آپ نے فرمایا: بشارت کو رد کر دیا گیا ہے، تم دونوں اس کو قبول کرو، تو انہوں نے کہا: ہم نے اس کو قبول کرلیا ہے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ میں آنے کا سبب یہ تھا کہ ان لوگوں نے دنیا کی عارضی زندگی کے ساتھ اپنی امیدیں وابستہ کی تھیں اور آخرت کے ساتھ انہوں نے اپنی امید وابستہ نہیں کی تھی۔

دنیا کی ابتداء کے متعلق سوال کرنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "کسی کہنے والے نے کہا: ہمیں اس امر کی ابتداء بیان کریں"، یہ کہنے والے اشعریین تھے۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: جس وقت نہ آسمان کو پیدا کیا گیا تھا اور نہ زمین کو تو پانی کس چیز پر تھا؟ تو انہوں نے کہا: وہ ہوا کی پشت پر تھا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۰۸۹، تفسیر الطبری: ۱۷۹۹۸، المستدرک ج ۲ ص ۳۴۷)

اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے لوح اور قلم اور دوات کو پیدا کیا، پس قلم سے فرمایا: "جو کچھ ہونے والا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے وہ لکھو‘ تو قلم نے اس کو ذکر یعنی لوحِ محفوظ میں لکھ دیا۔

اور ابنِ اسحاق سے روایت ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور اور ظلمت کو پیدا کیا، پھر ان کے درمیان تمیز کی، پس ظلمت کو سیاہ اندھیری رات بنا دیا اور نور کو دکھائی دینے والا سفید دن بنا دیا۔

علامہ المہلب نے کہا ہے: اس سے معلوم ہوا کہ کائنات میں جن چیزوں کو سب سے پہلے پیدا کیا، اس کے متعلق سوال کرنا اور بحث کرنا شرعاً جائز ہے اور عالم کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق ان کا جواب دے، اور اگر اس کو سائل سے یہ خوف ہو کہ اس کی فہم ناقص ہے تو اس کو جواب نہ دے اور اس کو اس سوال سے منع کرے اور اس کو ڈانٹے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۹ ص ۱۴۔۱۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۱۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی روایات کا فرق

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ”میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے اپنی اونٹنی کو دروازہ کے ساتھ باندھ دیا، پھر آپ کے پاس بنوتمیم کے کچھ لوگ آئے“۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ مدینہ میں ہوا تھا، اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ”حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس الجعر انہ میں تھا اور یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے، پس ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: آپ ہمیں وہ کیوں نہیں دیتے جس کو دینے کا آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا؟ تو آپ نے اس سے فرمایا: تم بشارت قبول کرو، اس نے کہا: آپ نے بہت دفعہ مجھ سے کہا ہے بشارت قبول کرو، پھر آپ حالتِ غضب میں حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی طرف مڑے اور فرمایا کہ بشارت کو رد کر دیا گیا، تم دونوں بشارت کو قبول کر لو، تو ان دونوں نے کہا: ہم نے بشارت کو قبول کر لیا“۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو اعرابی کا ذکر ہے، وہ بنوتمیم سے تھا اور اہلِ یمن کی تفسیر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی گئی ہے۔

اس پر اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جو قصہ بیان کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ الجعر انہ میں ہوا، اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے جو قصہ بیان کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ مدینہ میں تھا، اور علامہ ابن الجوزی کا زعم یہ ہے کہ جس نے کہا تھا: ہمیں عطاء کیجئے، وہ الاقرع بن حابس تمیمی تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”آپ نے فرمایا: اے بنوتمیم! بشارت کو قبول کرو“۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی بشارت کا بیان

اس بشارت سے مراد یہ ہے کہ جس نے اسلام قبول کر لیا اس نے دوزخ کے دوام اور خلود سے نجات پالی، پھر اس کے اعمال کے موافق اس پر جزا مرتب ہوگی سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ان چیزوں کی بشارت دی جن کا تقاضا جنت میں داخل ہونا ہے، کیونکہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان کو عقائد کے اصول کی تعلیم دی جو کہ مبدأ اور معاد اور ان کے درمیان کے امور ہیں۔
امام ابن حبان نے از الاعمش روایت کی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بنو تمیم کا ایک وفد آیا، پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس آئے ہیں تا کہ آپ سے دین سیکھیں اور آپ سے اس دنیا کے پہلے امر کے متعلق سوال کریں''۔
اور اس روایت میں اہلِ یمن کا ذکر نہیں ہے بلکہ بنو تمیم کا ذکر ہے اور یہ اس راوی کی خطاء ہے۔

بنو تمیم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناراض ہونے کی توجیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو تمیم پر اس لیے ناراض ہوئے کہ انہوں نے دنیا میں جلدی ملنے والی منفعت کے ساتھ اپنی امیدوں کو جوڑا اور اس کو دین کی سمجھ کے اوپر مقدم کیا جس سے ان کو آخرت کا باقی رہنے والا ثواب حاصل ہوتا۔
علامہ کرمانی نے کہا: اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے کچھ نہ کچھ قبول کر لیا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دنیا کے منافع کو بھی طلب کیا اور آپ اس لیے ناراض ہوئے کہ انہوں نے کلمہ توحید کے حقائق اور مبدأ اور معاد سے دلچسپی نہیں لی اور نہ اس کے موجبات اور موصلات کے متعلق سوال کیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۴۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''اہلِ یمن نے کہا: ہم آپ سے اس امر کے اول کے متعلق سوال کرتے ہیں''۔ یعنی اس جہان اور مکلفین کی تخلیق کی ابتداء کے متعلق سوال کرتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس سے پہلے نہیں تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا''۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا'' اس سے عرش کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ معیت لازم نہیں آتی، کیونکہ یہاں پر واؤ کا ذکر ہے اور اس کا مفاد یہ ہے کہ اصلِ ثبوت میں اجتماع ہے اگر چہ ان کے درمیان تقدیم اور تاخیر ہو، اور میرے شیخ کے علامہ طیبی نے کہا: پس اول سے مراد ازلیت اور قدم ہے اور ثانی سے مراد حدوث بعد العدم ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''فی الذکر'' اس کا معنی ہے: لوحِ محفوظ میں مذکور تھا۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''اپنی اونٹنی کو پکڑ لو، وہ چلی گئی ہے'' اور ابو معاویہ کی روایت میں ہے کہ ''اونٹنی اپنی رسی کو توڑ کر بھاگ گئی ہے''۔
نیز اس حدیث میں ہے ''فاذا السراب ینقطع دونها'' یعنی اونٹنی سراب کے پیچھے تھی اور اس تک پہنچنے کے لیے سراب کی مسافت کو طے کرنا ضروری تھا اور سراب کا معنی ہے: انسان دوپہر کے وقت ریت کو چمکتا ہوا دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ پانی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۱۹۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ يَمِينَ اللهِ مَلْأَى لَا يَغِيضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مَا فِي يَمِينِهِ وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْأُخْرَى الْفَيْضُ أَوِ الْقَبْضُ يَرْفَعُ وَيَخْفِضُ۔

عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات اور دن خرچ کرنے سے اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوتی، تم یہ بتاؤ کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے، اس نے کتنا خرچ کیا ہے؟ پس بے شک اس کے دائیں ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور اس کا عرش پانی پر ہے اور وہ دوسرے ہاتھ سے بہا رہا ہے، یا قبض کر رہا ہے، وہ ہاتھ بلند کرتا ہے اور پست کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۶۸۴، ۵۳۵۲، ۷۴۱۱، ۷۴۱۹، ۷۴۹۶، صحیح مسلم: ۹۹۳، سنن ترمذی: ۳۰۴۵، سنن ابن ماجہ: ۱۹۷، مسند احمد: ۷۲۵۶، ۷۳۵۷، ۲۷۴۲)

اس حدیث کی شرح عنقریب صحیح البخاری: ۷۴۱۱ میں گزر چکی ہے۔

۷۴۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ يَشْكُو فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ اتَّقِ اللهَ وَأَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ قَالَ أَنَسٌ لَوْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَاتِمًا شَيْئًا لَكَتَمَ هٰذِهِ قَالَ فَكَانَتْ زَيْنَبُ تَفْخَرُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ زَوَّجَكُنَّ أَهَالِيكُنَّ وَزَوَّجَنِي اللهُ تَعَالَى مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ وَعَنْ ثَابِتٍ ﴿وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ﴾ نَزَلَتْ فِي شَأْنِ زَيْنَبَ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (اپنی بیوی کی) شکایت کرتے ہوئے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: تم اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی میں سے کچھ چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپا لیتے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پس حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر فخر کرتی تھیں اور یہ کہتی تھیں کہ تم لوگوں کا تمہارے گھر والوں نے نکاح کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کیا۔

اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپا رہے تھے جس کو اللہ ظاہر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرمانے والا تھا اور آپ کو لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ تھا''۔

(الاحزاب:۳۷)

یہ آیت حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔

(صحیح البخاری:۴۷۸۷، ۷۴۲۰،سنن ترمذی:۳۲۱۲، ۳۲۱۳،مسند احمد:۱۲۱۰۲)

اس باب کے عنوان میں عرش کا ذکر ہے،اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ''سات آسمانوں کے اوپر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا''اور سات آسمانوں کے اوپر عرش ہے،تو اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

صحیح البخاری:۷۴۲۰،کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کا قصہ

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پسند کرتے تھے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دیں اور آپ یہ کہنا ناپسند کرتے تھے کہ تم اس کو طلاق دے دو،تو لوگ اس کو سنتے اور اس وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے،اور حسن بصری سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دے دی تھی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ،حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں گے،پھر آپ اس کے بعد ان سے نکاح کریں گے۔

(سنن ترمذی:۳۲۱۲،السنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۴۳۲)

قاضی عیاض نے کہا ہے:اس سلسلہ میں زیادہ صحیح یہ ہے جو حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دے دی تھی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا عنقریب ان کی زوجہ ہو جائیں گی،پس جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کی (کہ وہ بہت زبان دراز ہیں) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا:''تم اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو''اور آپ نے دل میں اس بات کو چھپایا جس کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی کہ عنقریب آپ اس سے نکاح کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کرنے والا تھا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں گے اور پھر آپ ان سے نکاح کریں گے۔

(اکمال المعلم ج ۱ ص ۵۳۱-۵۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ جب آپ کسی عورت سے نکاح میں رغبت کریں تو اگر وہ کسی کے نکاح میں نہ ہو تو اس عورت پر واجب ہے کہ آپ کے پیغام کو قبول کرے اور دوسرے لوگوں کے لیے اس کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے،اور اگر وہ عورت کسی کے نکاح میں ہو تو اس کے خاوند پر واجب ہے کہ اس عورت کو طلاق دے تاکہ آپ اس سے نکاح کر لیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۳ ص ۱۲۱-۱۲۲،ملخصاً وملتقطاً،وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ،قطر،۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کا قصہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب التوحید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کرتے ہوئے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرمار ہے تھے: تم اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپا لیتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت زینب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات کے اوپر فخر کیا کرتی تھیں (الحدیث)۔

اور امام ابن ابی حاتم نے اس قصہ کو سدی کی سند سے زیادہ عمدہ اور وضاحت سے بیان کیا ہے اور اس کی عبارت یہ ہے: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان کی والدہ عمیمہ بنت عبد المطلب تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ کیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیں جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے، پہلے انہوں نے اس رشتہ کو ناپسند کیا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز پر راضی ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا، پھر اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں داخل ہو جائیں گی تو آپ اس سے حیاء فرماتے تھے کہ آپ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیں کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دیں اور حضرت زید بن حارثہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے درمیان مسلسل لڑائی جھگڑے رہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں، اور آپ کو یہ خدشہ تھا کہ لوگ آپ کو یہ طعنہ دیں گے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی بیوی سے خود نکاح کر لیا کیونکہ آپ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا بنا چکے تھے۔

اور امام ابن ابی حاتم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ بے شک حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی ازواج مین داخل ہو جائیں گی، پس جب آپ کے پاس حضرت زید حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کرنے کے لیے آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمہیں خبر دے چکا ہوں کہ بے شک میں تمہارا نکاح ان سے کر دوں گا اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپاتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا۔

اور حکیم ترمذی نے اس روایت کو ثابت کرنے کے لیے بہت طویل بحث کی ہے اور کہا ہے کہ یہ پوشیدہ علم کے جواہر میں سے ہے اور گویا کہ وہ سدی کی تفسیر سے واقف نہیں ہوئے جس کو میں بیان کر چکا ہوں، اور وہ زیادہ واضح ہے اور اس کی سند زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں علی بن زید بن جدعان ہے، وہ ضعیف راوی ہے۔

اور امام عبد الرزاق نے از معمر از قتادہ یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آئے، پس عرض کیا: یا رسول اللہ! زینب کی زبان بہت لمبی اور سخت ہے اور میں اس کو طلاق دینا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ وہ حضرت زینب کو طلاق نہ دیں اور لوگوں کی نکتہ چینی سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ڈرتے تھے، اس سلسلہ میں اور بھی آثار مروی ہیں جن کی امام ابن ابی حاتم نے اور طبری نے روایت کی ہے اور ان کو اکثر مفسرین نے نقل کیا ہے اور ان میں مشغول ہونا مناسب نہیں ہے اور جس روایت کو میں نے نقل کیا ہے وہی معتمد ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو مخفی رکھتے تھے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی کہ وہ عنقریب آپ کی زوجہ ہو جائیں گی اور جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خبر کو چھپانے پر برانگیختہ کرتی تھی وہ یہ تھی کہ (لوگ کہیں گے کہ) انہوں نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ زمانہ جاہلیت کے اس رواج کو باطل کر دیا جائے کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹے کے حکم میں نہیں ہوتا، اور اس کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کی قوی دلیل یہی ہو سکتی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح فرمالیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل لوگوں کے لیے نمونہ بن جائے اور یہ لوگوں کے عمل کے لیے زیادہ قوی سبب ہو، مفسرین کو خبط میں خشیت کی تاویل نے مبتلاء کیا، امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی وحی کو چھپا سکتے تو اس آیت کو چھپالیتے یعنی "وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ" (الاحزاب: ۳۷) (اور اے رسول مکرم! یاد کیجئے: جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا ہے کہ تم اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپاتے تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ تھا)، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب: ۴۰)

(سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بیٹا بنایا تھا تو وہ چھوٹے اور کم سن تھے حتیٰ کہ وہ بڑے ہو کر مرد بن گئے تو انہیں زید بن محمد کہا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَ مَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَ اللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (الاحزاب: ۴-۵)

اور (اللہ نے) نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (حقیقی) بیٹا بنایا ہے، یہ تمہارا صرف زبانی کہنا ہے اور اللہ حق بات کہتا ہے اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے ۝ اور منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف پسند بات ہے۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے صرف اتنا کہا تھا کہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو، پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ان کی زبان درازی کی وجہ سے اپنی نفرت پر مطلع کیا اور ان کو طلاق دینے کی اجازت طلب کی اور ان کو طلاق دے دی۔

امام مسلم، امام احمد اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر میرا ذکر کرو، انہوں نے کہا: پس میں گیا اور میں نے کہا: اے زینب! تمہیں مبارک اور خوشخبری ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا ہے اور وہ تمہارا ذکر فرما رہے تھے، انہوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے کہا: میں اس وقت تک کچھ نہیں کروں گی حتیٰ کہ اپنے رب سے مشورہ کرلوں، پس حضرت زینب رضی اللہ عنہا کھڑی ہو کر اپنے نماز پڑھنے کی جگہ گئیں اور قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوگئی:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ (الاحزاب: ۳۷) پھر جب زید نے اس کو طلاق دے کر اپنی غرض پوری کرلی تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا اس سے نکاح کر دیا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بغیر اجازت کے داخل ہوگئے اور یہ اس واقعہ کا سب سے بلیغ قصہ ہے، اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ عورت کے لیے استخارہ کرنا مستحب ہے، اور وہ منگنی کو قبول کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور یہ کہ جو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس چیز کو آسان فرما دیتا ہے جس کا اس کے لیے اس کی دنیا اور آخرت کے لیے زیادہ نفع ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۷۹۔ ۷۷۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۲۱۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه يَقُولُ نَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ فِي زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَأَطْعَمَ عَلَيْهَا يَوْمَئِذٍ خُبْزًا وَلَحْمًا وَكَانَتْ تَفْخَرُ عَلَى نِسَاءِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَكَانَتْ تَقُولُ إِنَّ اللهَ أَنْكَحَنِي فِي السَّمَاءِ۔

(صحیح البخاری: ۷۴۲۰، سنن نسائی: ۳۲۵۲، مسند احمد: ۱۲۹۴۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن طہمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ آیتِ حجاب حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی اور آپ نے اس دن ان کے ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج پر فخر کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آسمان میں کیا ہے۔

اس باب کے عنوان میں ابو العالیہ کے اس قول کا ذکر ہے "استویٰ الی السماء" اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آسمان میں کیا ہے، اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

۷۴۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ اللهَ لَمَّا قَضَى الْخَلْقَ كَتَبَ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو مکمل کر کے نافذ کر دیا تو اس نے اپنے پاس عرش کے اوپر لکھا "بے شک میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے"۔

(صحیح البخاری: ۳۱۹۴، ۷۴۰۴، ۷۴۲۲، ۷۴۵۳، ۷۵۵۳، ۷۵۵۴، صحیح مسلم: ۲۷۵۱، سنن ترمذی: ۳۵۴۳، سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۵، مسند احمد: ۷۴۴۳)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی بھی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں عرش کا ذکر ہے۔

صحیح البخاری: ۷۴۲۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''قضی الخلق'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لما قضی الخلق'' لفظ ''قضی'' میں دو قول ہیں: یعنی جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنی تھی اس کے پیدا کرنے کا حکم دیا، یا اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے خبر دی، جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

وَقَضَيْنَآ إِلٰى بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ (بنی اسرائیل: ۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کو (ان کی) کتاب میں بتادیا تھا۔

یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو خبر دے دی تھی، پس گویا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں جو چیز سابق تھی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ اس چیز کو پیدا کرے گا، اور اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب پیدا کی اور اس کتاب میں لکھ دیا کہ جو کچھ مستقبل میں کرنے کا اس نے ارادہ کیا تھا کہ فلاں وقت میں فلاں حادثہ ہوگا تو یہ اس کتاب میں یعنی لوح محفوظ میں لکھ دیا جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ القلم ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اللوح کو پیدا کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے قلم سے فرمایا کہ ''قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ اس میں لکھ دو''۔

(سنن ابوداؤد: ۴۷۰۰، سنن ترمذی: ۲۱۵۵، سنن ابوداؤد الطیالسی ج ۱ ص ۷۱ ۴، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۰۴)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے عرش کے اوپر لکھا'' اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے پاس لکھا کیونکہ کوئی چیز عرش کے اوپر نہیں ہے۔

رحمت کے غضب کے اوپر سابق ہونے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے غضب اور رحمت الگ الگ دو صفتیں نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں ایک صفت کی طرف رجوع کرتی ہیں، جب اللہ تعالیٰ یہ ارادہ فرماتا ہے کہ جن لوگوں کے متعلق اسے علم ہے کہ وہ ان پر جنت کا انعام فرمائے گا تو اس صفت کو رحمت کہا جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ یہ ارادہ فرماتا ہے کہ اس کے علم میں جو کفار دوزخ کے عذاب کے مستحق ہیں تو اس کے متعلق کہا جاتا ہے: یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی صفت ہے، اور جو رحمت اور غضب کا حقیقی معنی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے، اور جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے تو گویا اس پر اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہوتی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۹۶۔۲۹۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۲۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ہلال نے حدیث بیان کی از عطاء

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ هَاجَرَ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا نُنَبِّئُ النَّاسَ بِذَلِكَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ كُلُّ دَرَجَتَيْنِ مَا بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ.

(صحیح البخاری: ۲۷۹۰، ۷۴۲۳، مسند احمد: ۸۲۶۹)

بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جو شخص اللہ پر ایمان لایا اور اس کے رسول پر اور نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کردے، اس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی یا اس زمین میں بیٹھا رہا جس زمین میں وہ پیدا ہوا ہے، صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے، پس جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس سے الفردوس کا سوال کرو، کیونکہ وہ جنت کا اوسط ہے اور جنت کا بلند ترین درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کے دریا نکلتے ہیں۔

یہ حدیث باب کے عنوان کے اس طرح مطابق ہے کہ اس میں عرش کا ذکر ہے۔

صحیح البخاری: ۷۴۲۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل سنت اور المعتزلہ کا اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کے واجب ہونے کے متعلق اختلاف

اس حدیث سے المعتزلہ اور القدریہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ نیک عمل کرنے والے کو اس کا اجر عطا کرے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ اجر نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ بندہ پر ظلم کرنے والا ہوگا۔

المعتزلہ اور القدریہ کا مذہب فاسد ہے اور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے اطاعت گزاروں کو عذاب دے اور کافروں پر انعام فرمائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے اور وہ جو کچھ کرے اس سے سوال نہیں کیا جائے گا اور بندوں سے ہر چیز کا سوال کیا جائے گا، لیکن اللہ سبحانہٗ نے اپنے رسول کی زبان سے یہ خبر دی ہے کہ وہ صرف کفار کو عذاب دے گا اور جس نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ اسے اگر عذاب دینا چاہے گا تو عذاب دے گا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ کا محال ہونا

المعتزلہ اور القدریہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ پر حق ہے کہ وہ اطاعت گزاروں کو جنت میں داخل کرے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ''اللہ پر حق ہے'' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ پر واجب ہے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب ہو تو اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی واجب کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کے اوپر نہ کوئی حکم دینے والا ہے اور نہ کوئی اس کو کسی کام سے منع کرنے والا ہے، سو یہاں پر حق کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث میں جو مومنین سے وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرمائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ سے کسی فعل پر جو وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے بندہ کے فعل سے پہلے اس کی خبر دی ہے اور اس کا وعدہ خبر ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کرے، یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے بندہ کو ثواب عطا فرمانے کی خبر دی پھر یہ وعدہ پورا نہیں کیا تو یہ جھوٹ ہوگا اور جھوٹ اللہ تعالیٰ پر محال ہے کیونکہ صدق اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذات سے ہے تو صدق اس سے زائل ہو نہیں سکتا اور جھوٹ اس میں آ نہیں سکتا، اس معنی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تعبیر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اطاعت گزاروں کو ثواب عطا فرمائے، اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا خلاف کرنا اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

ہجرت کا فرض اور لازم نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے ''جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی یا اس زمین میں بیٹھا رہا جس میں پیدا ہوا تھا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منسوخ ہو چکی تھی یا اس سے معلوم ہوا کہ غیر اہلِ مکہ پر ہجرت فرض نہیں تھی، کیونکہ ہجرت سب مسلمانوں پر فرض نہیں تھی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۹۸۔۲۹۹ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۲۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنت کے درجات کی تعداد

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جنت کے سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں مجاہدین کے لیے تیار کر رکھا ہے''۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جنت کے تمام درجات سو کے عدد میں منحصر ہیں، کیونکہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو سو سے زیادہ درجات کی نفی کرتا ہو، اور اس کی تائید درجِ ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن حبان نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا: قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات میں چڑھتا جا اور اس طرح ترتیل کے ساتھ پڑھ جس طرح تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا، تیری منزل اس آیت پر ہوگی جس کو تو آخر میں پڑھے گا''، اور قرآنِ مجید کی آیات کے عدد چھ ہزار دو سو (۶۲۰۰) سے زیادہ ہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ جنت کے درجات چھ ہزار دو سو یا اس سے زائد ہیں۔

جنت کے دو درجوں کے درمیان فاصلہ

ایک حدیث میں ہے کہ جنت کے درجات کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنی آسمان اور زمین میں مسافت ہے، اور امام ترمذی کی روایت میں ہے کہ یہ فاصلہ سو سال کا ہے۔

امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ فاصلہ پانچ سو سال کا ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آسمانِ دنیا اور اس کے بعد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

والے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے اور ہر آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور کرسی اور پانی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور عرش پانی کے اوپر ہے اور اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے، اور اللہ تعالیٰ پر تمہارے عمل میں سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت عباس بن عبد المطلب سے روایت کی ہے اور اس روایت کو امام ابن خزیمہ اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ کو جانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: وہ ستر اور ایک، یا ستر اور دو یا ستر اور تین سال کی مسافت ہے، اور جو اس کے اوپر آسمان ہیں ان میں بھی اتنی ہی مسافت ہے حتیٰ کہ آپ نے سات آسمان گنے، پھر ساتویں آسمان کے اوپر سمندر ہے، اس کے نچلے حصہ اور اس کے اوپر والے حصہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان کا دوسرے آسمان تک فاصلہ ہے، پھر اس کے اوپر عرش ہے اور اس کے نیچے اور اوپر اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ ہے۔

ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ جس حدیث میں مذکور ہے کہ جنت کے دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے، یہ آہستہ رفتار پر محمول ہے جیسے کوئی پیدل چلنے والا اپنی عادت کے مطابق چلے اور جس حدیث میں ستر سال کی مسافت کا ذکر ہے وہ تیز رفتار پر محمول ہے یعنی جو تیز رفتار سے چلے گا تو وہ پانچ سو سال کی مسافت کو ستر سال میں طے کر لے گا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ستر سال کو مبالغہ پر محمول کیا جائے تو یہ پانچ سو سال کی مسافت کے منافی نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۴۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فردوس کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے "جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو الفردوس کا سوال کرو"۔

فردوس کا معنی ہے باغ، الفراء نے کہا یہ عربی لفظ ہے اور ابن عزیز نے کہا کہ روم کی لغت میں فردوس کا معنی باغ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "فردوس اوسط الجنة ہے اور اعلی الجنة ہے"، اس پر یہ اعتراض ہے کہ اوسط سب سے بلند کیسے ہوسکتا ہے، یہ دونوں تو متنافی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوسط سے مراد افضل ہے، لہٰذا اس کے اعلیٰ ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۲۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ هَلْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم اور وہ التیمی ہیں از والد خود از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تَدْرِی أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهٖ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ تَسْتَأْذِنُ فِی السُّجُوْدِ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَكَأَنَّهَا قَدْ قِيلَ لَهَا ارْجِعِی مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا ثُمَّ قَرَأَ ذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَهَا فِی قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، پس جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ انہوں نے بیان کیا: میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا کہ سورج جاتا ہے اور سجدہ کرنے کی اجازت طلب کرتا ہے، پس اس کو اجازت دی جاتی ہے اور گویا کہ اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ تو جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا، پھر وہ اپنے غروب کی جگہ سے طلوع ہو جاتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:
''اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے'' (یس: ۳۸)
یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۹۹، ۴۸۰۲، ۴۸۰۳، ۷۴۲۴، ۷۴۳۳، صحیح مسلم: ۱۵۹، سنن ترمذی: ۳۲۲۷، مسند احمد: ۲۱۴۸۶)

صحیح البخاری: ۷۴۲۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سورج کے سجدہ کرنے کی اجازت طلب کرنے کی توجیہ

سورج اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، پس ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ سورج میں ایسی حیات پیدا کر دے جس کی وجہ سے سورج کلام کر سکے، پس وہ امر اور نہی کو قبول کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ جمادات اور بے جان چیزوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔

حدیثِ مذکور کا بعض دیگر احادیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''سورج جائے گا اور سجدہ کی اجازت طلب کرے گا تو اسے اجازت دی جائے گی'' اور دوسری حدیث میں ہے کہ ''سورج جائے گا اور عرش کے نیچے سجدہ کرے گا'' اور چونکہ سورج اپنے چلنے میں عرش کی محاذات میں ہے، لہٰذا اس کا انکار نہیں کیا جائے گا اور قرآن مجید میں سورج کے سجدہ کا ذکر ہے اور چاند کے سجدہ کا ذکر ہے اور ستاروں کے سجدہ کا ذکر ہے اور اس کو تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ (الکہف: ۸۶)
حتیٰ کہ جب وہ غروب آفتاب کی جگہ پہنچے تو انہوں نے اسے سیاہ دلدل کے چشمے میں ڈوبتے ہوئے پایا۔

یہ آیت حدیثِ مذکور کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ذوالقرنین نے منتہائے بصر کو دلدل کے چشمے میں پایا اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ سورج غروب کے بعد عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۹۹-۳۰۰، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۴۲۴ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سورج اور زمین کی گردش کے متعلق قرآن مجید کی نصوص

اس حدیث میں اس موقف پر واضح دلیل ہے کہ سورج ہی آسمان کے کناروں میں چلتا ہے اور زمین کے گرد گھومتا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: سورج کہاں جاتا ہے؟ پس آپ نے سورج کی طرف جانے کا اسناد کیا اور اصل یہ ہے کہ جس کے ساتھ فعل کا اسناد ہو اسی کے ساتھ فعل حقیقۃً قائم ہے نہ کہ مجازاً، اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ (الکہف:۱۷)

اور (اے مخاطب!) جب سورج نکلتا ہے تو، تو دیکھے گا کہ دھوپ ان کے غار سے دائیں طرف جھکی رہتی ہے اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو دھوپ بائیں طرف پھر جاتی ہے اور وہ اس غار کی کشادہ جگہ میں ہیں۔

اس آیت میں چار افعال ہیں جن کی نسبت سورج کی طرف ہے، جب وہ طلوع ہوتا ہے تو وہ غار سے دائیں طرف جھکا رہتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو وہ بائیں طرف جھکا رہتا ہے۔

اور یہ تمام نصوص اس میں ظاہر ہیں کہ سورج ہی زمین کے گرد گھومتا ہے، اور یہ وہ چیز ہے جس کا ہم اب تک اعتقاد رکھتے ہیں اور اب تک ہمیں کوئی ایسی چیز ظاہر نہیں ہوئی جس سے ہم ان ظواہر نصوص کو رد کریں، اور ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کے بالمقابل کوئی حجت ہو، پس ہم پر واجب ہے کہ ہم ان ظاہر آیات پر اعتقاد رکھیں، اگرچہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سورج زمین کے گرد نہیں گھومتا اور دن اور رات کا ایک دوسرے کے بعد آنا یہ زمین کے سورج کے گرد گھومنے کی وجہ سے ہے اور وہ اس کو امورِ یقینیہ میں سے سمجھتے ہیں، پس ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم ظاہرِ قرآن اور سنت سے تمسک کریں حتیٰ کہ ہمارے لیے اس کے خلاف کوئی امر ظاہر ہو جائے جس کی وجہ سے ہم ان نصوص کو ان کے ظواہر سے چھوڑ دیں۔

حدیث مذکور پر ایک اشکال

اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ سورج افق میں ہر لحظہ غروب ہو رہا ہے، اس لیے کہ سورج گھومتا رہتا ہے، پس جس وقت وہ ہمارے افق سے غروب ہوتا ہے تو دوسرے علاقہ والوں کے افق پر وہ طلوع ہوتا ہے، مثلاً جب سورج پاک و ہند کے افق پر غروب ہوتا ہے تو امریکہ وغیرہ میں طلوع ہوتا ہے، سو ہر وقت سورج کا طلوع اور غروب ہو رہا ہے، پس سورج کس وقت سجدہ کرتا ہے اور طلوع کی اجازت طلب کرتا ہے؟

بے شک ہم پر یہ واجب ہے کہ اس پر ایمان لائیں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، اور یہ نہ کہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن ہم یہ کہتے ہیں اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سورج دائماً سجدہ کرتا ہو جیسا کہ درج ذیل آیت ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں اور سورج اور چاند اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَالدَّوَآبُّ (الحج:۱۸) ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے۔

پس سورج بھی ہمیشہ سجدہ میں رہتا ہے اور اس سے کون سی چیز مانع ہے جب کہ فرشتوں کے متعلق فرمایا:

يُسَبِّحُونَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ۞ (الانبیاء:۲۰) وہ رات اور دن اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور سستی نہیں کرتے O

پس جس طرح فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں تو اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ سورج بھی ہمیشہ سجدہ میں رہتا ہو، یا یہ کہا جائے کہ جب سورج زمین کے اس حصہ سے غائب ہوتا ہے جس حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر رہے ہیں، اس وقت وہ سجدہ کرتا ہے، اور دوسری زمینوں سے جب وہ غائب ہوتا ہے تو اس کے سجدہ کی کیا کیفیت ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

اور اس تقریر کی وجہ سے ہم اس اشکال سے چھٹکارا پائیں گے جس کے ساتھ عقلاء اس حدیث میں طعن کرتے ہیں، کیونکہ جو لوگ فقط عقل پر اعتماد کرتے ہیں ان کے لیے بہت آسان ہے کہ وہ اس حدیث کو رد کر دیں، بلکہ جن نصوص میں بھی ان کے لیے طعن کرنا ممکن ہے ان کو وہ رد کر دیں، اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث خبرِ واحد ہیں، پس ان کو عقل پر ترجیح دینا ممکن نہیں ہے اگر چہ قرآنِ مجید یا سنتِ متواترہ کو رد کرنا ممکن نہیں ہے اور یہ لوگ اس حدیث کی کسی اور معنی کی طرف تحریف کرتے ہیں جو ان کے عقلی دعویٰ کے موافق ہو اور یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ امورِ غیبیہ اس سے بلند ہیں کہ عقل ان کا ادراک کر سکے، اور جب ہم یہ تسلیم نہ کریں تو ہم کو بہت سارے اشکالات پیش آئیں گے مثلاً حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سورج مخلوقات کے ایک میل کے اندازہ کے برابر قریب ہوگا اور سب لوگ ایک جگہ پر ہوں گے اور وہ اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، پس بعض لوگوں کا پسینہ ان کی ایڑھیوں تک پہنچے گا اور بعض لوگوں کا پسینہ ان کے گھٹنوں تک پہنچے گا اور بعض لوگوں کا پسینہ ان کے کولہوں تک پہنچے گا اور بعض لوگ مکمل پسینے میں ڈوب جائیں گے، کیا دنیا میں اس طرح ممکن ہے کہ لوگ ایک جگہ پر ہوں اور ان کا پسینہ اتنی مقدار میں ایک دوسرے سے مختلف ہو؟ اور جب سورج اتنے قریب ہوگا تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی تپش سے لوگ جل جائیں گے لیکن جو امورِ غیب ہیں ان کو تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے، پس ہم کہتے ہیں کہ ہم نے ان احادیث کو سنا اور ہم ان پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی تصدیق کی اور ہمارے سامنے اور کوئی چیز نہیں ہے اور یہ امرِ غیبی ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تو ہم پر اس کا قبول کرنا اور اس کو تسلیم کرنا واجب ہے۔

بعض مسلمان یہ کہتے ہیں کہ دن اور رات کا اختلاف زمین کے گھومنے کی وجہ سے ہے نہ کہ سورج کے گھومنے کی وجہ سے، اور اس سے کیا چیز مانع ہے کہ زمین بھی گھومتی ہو اور سورج بھی گھومتا ہو اور سورج کا گردش کرنا زمین کی گردش سے زیادہ تیز ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سورج زمین کے اعتبار سے ثابت ہے اور سورج فقط اپنے محور میں گھومتا رہتا ہے۔

اور بہت علماء یہ کہتے ہیں کہ سورج بھی چلتا ہے اور گھومتا ہے اور زمین بھی گھومتی ہے اور قرآن نے اس کا انکار نہیں کیا، اور سورج کا گھومنا یقینی ہے جیسا کہ نصِ قرآن سے ثابت ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۳۴۔۴۳۶، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۲۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح بدء الخلق کے باب میں گزر چکی ہے اور سورۂ یٰسٓ کی تفسیر میں بھی بیان کی جا چکی ہے، اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہاں پر اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ بے شک عرش مخلوق ہے، اس لیے کہ ثابت ہے کہ عرش کے لیے فوق بھی ہے اور تحت بھی ہے اور اوپر اور نیچے ہونا یہ مخلوقات کی صفات میں سے ہے، اور یہ گزر چکا ہے کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی صفت کیسی ہے

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: سورج طلوع ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج میں حیات پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے اس سے یہ قول صادر ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جمادات اور بے جان چیزوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور دوسرے علماء نے کہا کہ سورج کی طرف اجازت طلب کرنے کی نسبت مجاز ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو فرشتے سورج کے ساتھ موکل ہیں وہ اجازت طلب کرتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۴۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۲۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ السَّبَّاقِ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ حَتَّى وَجَدْتُ آخِرَ سُورَةِ التَّوْبَةِ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ حَتَّى خَاتِمَةِ بَرَاءَةٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ بِهَذَا وَقَالَ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی از ابراہیم، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبید بن السباق، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

اور اللیث نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابن السباق، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلایا، پس میں نے قرآن مجید کو تلاش کیا حتیٰ کہ میں نے سورۂ توبہ کی آخری آیت حضرت ابوخزیمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پائی اور اس آیت کو ان کے سوا کسی اور کے پاس نہیں پایا، وہ آیت یہ ہے: "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ ۔۔۔ (التوبہ: ۱۲۸)" حتیٰ کہ سورۂ براءۃ ختم ہوگئی۔

ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس اسی طرح، اور کہا: حضرت ابوخزیمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔

(صحیح البخاری: ۲۸۰۷، ۴۰۴۹، ۴۶۷۹، ۴۷۸۴، ۴۹۸۶، ۴۹۸۸، ۴۹۸۹، ۷۱۹۱، ۷۴۲۵، سنن ترمذی: ۳۱۰۴، مسند احمد: ۲۱۳۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں التوبہ: ۱۲۸ کا ذکر ہے، اور اس پوری آیت یعنی التوبہ: ۱۲۹ میں مذکور ہے "وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۱۲۹﴾"

صحیح البخاری: ۷۴۲۵، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قرآن مجید کے ثبوت پر اشکال کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے سورۂ احزاب کی آخری آیت کو گم پایا اور اس کو صرف حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پایا، اس پر یہ اشکال ہے کہ قرآن مجید کا ثبوت تو تواتر سے ہوتا ہے تو صرف حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قرآن مجید کا ثبوت کیسے ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ مراد نہیں ہے کہ سورۂ توبہ کی آخری آیت تمام مسلمانوں کے ذہن سے نکل گئی تھی اور کسی کے پاس نہیں تھی، کیونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بھی یہ آیت یاد تھی اور حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بھی یاد تھی تو یہ دو آدمیوں کی شہادت ہو گئی، اور قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے نہ کہ دو آدمیوں سے، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو اس آیت کو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پایا، اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ان کے پاس یہ آیت لکھی ہوئی تھی، اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی مثل کہا، اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل روایت ہے، سو یہ ایک جماعت ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کرتے وقت حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت زید رضی اللہ عنہما سے یہ کہا کہ وہ اس کو تلاش کریں کہ دو آدمی یہ گواہی دیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کو سنا ہے تاکہ یہ زیادہ ثابت اور زیادہ پختہ ہو جائے، تاکہ کوئی آدمی اس کا جلدی انکار نہ کرے، اور قاضی ابوبکر بن الطیب نے کہا: اس میں اور بھی وجوہ بیان کی گئی ہیں اور یہ سب سے عمدہ وجہ ہے اور اس کا عنقریب جمع القرآن کے باب میں ذکر آئے گا ان شاء اللہ۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۷ ص ۳۸۳۔ ۳۸۴ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: یہ تو سب مسلمانوں کو معلوم تھا کہ یہ سورۂ توبہ کی آخری آیت ہے لیکن انہوں نے یہ قاعدہ وضع کیا تھا کہ جب دو مسلمان اس کی شہادت دیں کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی تھی تب وہ اس کو مصحف میں درج کرتے تھے اور جب اس آیت کو مصحف میں درج کرنے کا معاملہ ہوا تو صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس پر شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو لکھوایا تھا، پھر لوگوں نے کہا: یہ تو صرف ایک حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ دو مسلمان اس کی شہادت دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو لکھوایا تھا، پس انہوں نے بتایا کہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شہادتوں کے برابر قرار دیا تھا، تو قاعدہ کا تقاضا پورا ہو گیا اور اس آیت کو مصحف میں درج کر دیا گیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دینے کا قصہ

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ از عمارہ بن خزیمہ روایت کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے ان کو حدیث بیان کی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے کی قیمت ادا کرنے کے لیے گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے گئے اور وہ اعرابی آہستہ آہستہ چلا، پس دوسرے لوگ اس اعرابی سے اس گھوڑے کو خریدنے کے لیے قیمت ڈالنے لگے اور ان کو یہ پتا نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خرید چکے ہیں، پس اس اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ اگر آپ اس گھوڑے کو خرید رہے ہیں تو فبہا ورنہ میں نے اس کو بیچ دیا، پس نبی ﷺ نے جب اعرابی کی آواز سنی تو آپ نے فرمایا: کیا میں تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں چکا؟ اس اعرابی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم میں نے یہ آپ کو فروخت نہیں کیا، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں میں تم سے یہ خرید چکا ہوں، پھر وہ اعرابی کہنے لگا: اچھا پھر آپ گواہ لائیں، تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ گھوڑا تم سے خرید لیا ہے، پس نبی ﷺ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی طرف مڑے، پس آپ نے فرمایا: تم کس سبب سے گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے، تو نبی ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو مردوں کے برابر قرار دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۰۷، سنن نسائی: ۴۶۶۱)

۷۴۲۶۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَلِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از ابو العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا کرتے تھے: ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جو علیم اور حلیم ہے (بہت جاننے والا اور بہت بردبار ہے)، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جو عرشِ عظیم کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے اور العرش الکریم کا رب ہے''۔

(صحیح البخاری: ۶۳۴۶، ۷۴۲۱، ۷۴۳۱، صحیح مسلم: ۲۷۳۰، سنن ترمذی: ۳۴۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۳، مسند احمد: ۲۰۱۲)

صحیح البخاری: ۷۴۲۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب کہ حدیث مذکور میں دعا کا ذکر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا ذکر ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دعا سے پہلے اس طرح کے دعائیہ کلمات کہنے چاہئیں جس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر ہو اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے وہ کلمات ہوں جن کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ الاعمش نے النخعی سے روایت کی ہے کہ جب کوئی مرد دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا ذکر کرے تو اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ اور جب حمد وثناء سے پہلے دعا کرے تو اس دعا کے مقبول ہونے کی توقع ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر اس طرح تنبیہ کی ہے: جب تم کو کسی امیر یا حاکم سے اپنے اوپر ظلم کا خطرہ ہو تو یہ دعا کرو: اے اللہ! سات آسمانوں کے رب اور عرشِ عظیم کے رب! میرے لیے فلاں سے پناہ ہو جا اور جنات اور انسانوں میں سے اس کے معاونین سے پناہ ہو جا کہ وہ میرے اوپر کوئی زیادتی کریں یا مجھ پر کوئی سرکشی کریں، جب تم یہ دعا کرو گے تو اللہ عزوجل تم کو اس سے پناہ میں رکھے گا اور وہ تمہیں کوئی ناپسندیدہ ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دعائے مذکور کی برکات اور ثمرات

حسین مروزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ میں کون سا ذکر زیادہ کرتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا: آپ یہ ذکر کرتے تھے "لا الٰہ الا اللہ سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر وللہ الحمد" پھر مجھ سے سفیان نے کہا: یہ ذکر ہے اور اس میں دعا نہیں ہے، پھر مجھ سے انہوں نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جب بندہ مجھ سے سوال کرنے کے بجائے میری حمد وثناء کرنے میں مشغول ہو تو میں اس کو ان سے زیادہ عطا کرتا ہوں جس کا سائلین سوال کرتے ہیں، میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے مجھے یہ حدیث بیان کی اور ابن مہدی نے بھی یہ حدیث بیان کی ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی تحریر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: مجھے ابوبکر رازی نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں اصفہان میں شیخ ابونعیم کے پاس تھا اور ان سے حدیث لکھتا تھا اور وہاں ایک اور شیخ بھی تھے جو ابوبکر بن علی کے نام سے معروف تھے اور تمام شہر والے انہی سے فتوے لیتے تھے۔ بعض شہر والوں نے ان سے حسد کیا اور ان کے خلاف سلطان سے شکایت کی، سلطان نے ان کو قید کرنے کا حکم دیا اور یہ رمضان کے مہینہ کا واقعہ ہے۔ ابوبکر رازی نے بیان کیا: پس میں نے خواب میں نبی ﷺ کی زیارت کی حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی دائیں طرف تھے اور آپ کے ہونٹ ہل رہے تھے اور مسلسل تسبیح پڑھ رہے تھے، پس مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: ابوبکر بن علی سے کہو کہ وہ دعائے کرب کو پڑھیں جو صحیح البخاری میں ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان سے پریشانی کو دور کردے، پس میں صبح کو ان کے پاس آیا اور ان کو اپنے خواب کی خبر دی، انہوں نے وہ دعا کی اور چند دن کے بعد ان کو قید سے نکال دیا گیا۔ پس اس خواب میں نبی ﷺ نے امام بخاری کی اس کتاب کی صحت کی خبر دی ہے اور جبریل علیہ السلام کے سامنے دی ہے اور شیطان اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ خواب میں نبی ﷺ کی صورت میں متمثل ہو جائے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۱۲۔ ۱۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے بھی حسین مروزی کی روایت سے ابوبکر بن علی کا یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۲۷۵۔ ۲۷۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۰۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابوبکر بن علی کے واقعہ کے فوائد اور مسائل

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اپنی امت کے مظلومین کے احوال پر مطلع فرمایا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مظلوم کسی مصیبت میں مبتلاء ہو، اللہ تعالیٰ نے اس سے آپ کو اس مصیبت کے دور کرنے کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ صحیح البخاری کے ابواب اور اس کی احادیث پر مطلع ہیں اور اپنی امت کو ان احادیث کے مطابق عمل کرنے کی ہدایت دیتے ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف صحیح البخاری کے ابواب اور احادیث پر مطلع نہیں تھے بلکہ آپ احادیث کے رواۃ اور ان کی ثقاہت پر بھی مطلع تھے اور امت کو اس پر آگاہ فرماتے تھے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۴۲۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ النَّاسُ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ از والدخود از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوں گے، پس اس وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا، وہ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۲، ۳۳۹۸، ۴۶۳۸، ۶۹۱۶، ۶۹۱۷، ۷۴۲۷، صحیح مسلم: ۲۳۷۳، سنن ابوداؤد: ۴۶۶۸، مسند احمد: ۱۰۹۷۲)

۷۴۲۸۔ وَقَالَ الْمَاجِشُونُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ بُعِثَ فَإِذَا مُوسَى آخِذٌ بِالْعَرْشِ۔

اور الماجشون نے روایت کیا از عبداللہ بن الفضل از حضرت ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: پس میں سب سے پہلے اٹھایا جاؤں گا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۱، ۳۴۰۸، ۳۴۱۴، ۶۴۷۶، ۳۴۱۳، ۴۸۱۳، ۵۰۶۲، ۶۵۱۷، ۶۵۱۸، ۷۴۲۸، ۷۴۷۲، صحیح مسلم: ۲۳۷۳، سنن ترمذی: ۳۲۴۵، سنن ابوداؤد: ۴۶۷۱، مسند احمد: ۷۵۳۲)

صحیح البخاری: ۷۴۲۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کا مکمل متن

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ دو مردوں نے ایک دوسرے کو برا کہا، ایک مرد مسلمانوں میں سے تھا اور ایک مرد یہود میں سے تھا، مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے! یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے! پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اس یہودی کے چہرہ پر تھپڑ مارا، پھر وہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو بتایا جو اس کے اور اس مسلمان کے درمیان معاملہ ہوا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کو بلایا اور اس سے اس کے متعلق سوال کیا تو اس مسلمان نے آپ کو خبر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو، کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے، پس میں وہ ہوں کہ جس سے سب سے پہلے زمین پھٹے گی، پس اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ کو پکڑے ہوئے ہوں گے، پس میں (از خود) نہیں جانتا کیا وہ ان لوگوں میں سے تھے جو بے ہوش ہو گئے، پھر مجھ سے پہلے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوش میں آگئے، یا وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا"۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۱، ۳۴۰۸، ۳۴۱۴، ۳۴۷۶، ۴۸۱۳، ۵۰۶۲، ۶۵۱۷، ۶۵۱۸، ۷۴۲۸، ۷۴۷۷، صحیح مسلم: ۲۳۷۳، سنن ترمذی: ۳۲۴۵، سنن ابوداؤد: ۴۶۷۱، مسند احمد: ۷۵۳۲)

تنبیہات

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان اور ذمی کے درمیان قصاص نہیں ہے، کیونکہ مسلمان نے جو یہودی کو تھپڑ مارا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان سے یہودی کا قصاص نہیں دلوایا۔

(۲) "جامع سفیان" میں حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ تھپڑ مارنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، اور دوسری حدیث میں جس کے تھپڑ مارنے کا ذکر ہے وہ انصار میں سے تھے۔

(۳) امام ابن اسحاق کی تفسیر میں مذکور ہے کہ جس یہودی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت دی تھی اس کا نام فنحاص تھا اور اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ (آل عمران: ۱۸۱) بے شک اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ادب سے ذکر کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضیلت عطا فرمائی ہے اس کا اقرار کیا۔

(۵) اس حدیث میں مذکور ہے "مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو اور نہ مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت دو"۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں حضرت یونس بن متی سے بہتر ہوں"۔ (صحیح البخاری: ۳۳۹۵)

ان حدیثوں پر یہ اشکال ہے کہ یہ اس حدیث کے خلاف ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور اس پر فخر نہیں ہے، اور ہر نبی خواہ حضرت آدم ہوں یا ان کے سوا وہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور سب سے پہلے زمین مجھ سے پھٹے گی اور اس پر فخر نہیں ہے"۔

(سنن ترمذی: ۳۱۴۸، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، سو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی آپ افضل قرار پائے۔ اور صحیح البخاری کی حدیثِ مذکور اس کے خلاف ہے؟

اس اشکال کے متعدد جوابات ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ "مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت مت دو" یہ اس سے پہلے کی حدیث ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم دیا گیا تھا کہ آپ سب نبیوں سے افضل ہیں اور جب آپ کو یہ علم دے دیا گیا تو پھر آپ نے فرمایا:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

"میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے"۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی ایسی فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جو کسی جھگڑے اور فساد کا موجب ہو، جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ "مسلمان نے یہودی کو تھپڑ مارا"۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قول تواضعاً فرمایا اور بڑائی اور فخر کی نفی کرنے کے لیے فرمایا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ "مجھے تم سب پر حاکم بنادیا گیا ہے اور میں تم سب سے افضل نہیں ہوں"۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۳۶، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۸ ص ۲۶۷، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۸۳)

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام پر اپنی ایسی فضیلت بیان کرنے سے منع فرمایا جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص کا موجب ہو، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی تنقیص کرنا کفر ہے۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفسِ نبوت میں فضیلت دینے سے منع فرمایا، ذواتِ انبیاء اور ان کی رسالت کے عموم میں اور زیادہ خصائص میں فضیلت دینے سے منع نہیں فرمایا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ (البقرہ: ۲۵۳)

ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو (بے شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی۔

(۶) علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے: "مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو" اس کا معنی ہے: بغیر علم کے فضیلت نہ دو، یا اپنی طرف سے فضیلت نہ دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۔۔۔۔ (البقرہ: ۲۵۳)"

حضرت یونس علیہ السلام کے خصوصیت سے ذکر کی توجیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے فرمایا: "یہ نہ کہو کہ میں حضرت یونس بن متی (علیہ السلام) سے بہتر ہوں" اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کا ذکر نہیں فرمایا مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۔۔۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ مجھے حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت دی جائے تو جو ان سے بلند درجہ کے انبیاء علیہم السلام ہیں ان پر فضیلت دینے کو میں کب پسند کروں گا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ (القلم: ۴۸۔۴۹)

سو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجیے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اپنے رب کو حالت غم میں پکارا تھا O اگر ان کے رب کی طرف سے نعمت ان کا تدارک نہ کرتی تو وہ ضرور وصف مذمومیت کے ساتھ چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے O

یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار نہیں کیا تھا اور ازخود اپنے علاقہ سے چلے گئے تھے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا اور بعد میں ان کی دعا کی وجہ سے ان کے غم کا تدارک فرمایا، سو یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یونس علیہ السلام سے افضل ہیں، اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ مجھے حضرت یونس پر فضیلت نہ دو۔

علامہ ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ ہو سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہو کہ مجھے عمل میں حضرت یونس پر فضیلت نہ دو کیونکہ ہو سکتا ہے ان کا عمل مجھ سے افضل ہو، کیونکہ ان کو میری بہ نسبت بہت بڑی آزمائش اور امتحان میں ڈالا گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جو تمام انبیاء علیہم السلام پر سیادت اور فضیلت عطا فرمائے گا وہ آپ کے کسی عمل کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ آپ کے اوپر محض اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے اور آپ کی خصوصیت کی وجہ سے ہے، اسی طرح آپ کی امت پر دوسری امتوں کی بہ نسبت بہت کم آزمائشیں ڈالی گئیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت آسان دین کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ کی امت سے ان مشکل احکام کا بوجھ اور طوق اتار لیا جو بنی اسرائیل پر ان کے فرائض میں بوجھ تھا، اس کے باوجود آپ کی امت کو تمام امتوں میں سب سے بہتر فرمایا اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، پھر علامہ ابن بطال نے ذکر کیا کہ یہ علامہ ابن قتیبہ کی تاویل ہے اور المہلب نے اس تاویل کو پسند کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد ''پس سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا'' پر ایک اشکال کا جواب

اشکال کی تقریر یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''سب لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے، پس میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤں گا، پھر سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا، تو میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک جانب کو پکڑے ہوئے ہیں، تو میں از خود نہیں جانتا کہ آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے ہیں یا ان کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا''۔

اشکال کا سبب یہ ہے جیسا کہ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو وفات پا چکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں دیکھا تھا۔

اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو بھی اس دنیا میں زندہ تھا وہ مر جائے گا اور جو مر چکا ہے تو اس کا دوبارہ مرنا محال ہے اور مردوں میں صور پھونکا جائے گا تاکہ انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے تھے، پس ان کا دوبارہ فوت ہونا صحیح نہیں ہے اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ وہ ''نفخة الصعق'' یعنی اس صور کی پھونک سے مستثنیٰ ہوں جس کے پھونکنے سے سب لوگ مر جائیں گے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور فوت نہیں ہوئے اور نہ وہ فوت ہوں گے، لہٰذا ان کا مردوں سے استثنیٰ صحیح نہیں ہے۔

اور ہو سکتا ہے جس طرح قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس صور پھونکنے سے مراد ہو وہ صور پھونکنا جب تمام آسمان اور زمین پھٹ جائیں گے اور سب خوفزدہ ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث اس وقت فرمائی ہو جب آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ سب سے پہلے آپ سے زمین پھٹے گی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور کی بے ہوشی کی وجہ سے اس صور پھونکنے کے بعد بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا گیا اور اس وقت وہ بے ہوش نہیں ہوئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ موت عدم نہیں ہے، موت کا معنی ہے ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف منتقل ہونا، اور اس کا بیان یہ ہے کہ شہداء مقتول ہونے اور مدفون ہونے کے بعد اپنے رب کے پاس زندہ ہوتے ہیں، اور جب شہداء کا یہ مقام ہے تو انبیاء علیہم السلام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس مرتبہ کے زیادہ حق دار اور زیادہ اولیٰ ہیں اور جب کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "زمین انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی" اور شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع ہوئے خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

پس اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ ہمیں قطعی طور پر یہ معلوم ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہم سے غائب ہیں اور ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں اور یہ ایسا ہے جیسے فرشتوں کا حال ہے، وہ بھی موجود ہیں، زندہ ہیں اور ہماری نوع بشر میں سے کوئی ان کو نہیں دیکھتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرامت سے نوازا ہو، پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام آسمانوں اور زمین کے درمیان زندہ ہیں تو جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے وہ ہلاک ہو جائے گا سوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے، اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر کوئی اس پھونک مارنے کی وجہ سے مر جائے گا اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ بے ہوش ہوں گے، پھر جب دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو جو پہلے مر گیا تھا وہ زندہ ہو جائے گا اور جو پہلے بے ہوش ہوئے تھے وہ ہوش میں آجائیں گے اور اس سے یہ حاصل ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے ہوش میں آئیں گے اور سب سے پہلے اپنی قبر سے باہر آئیں گے، تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کیونکہ ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تردد ہوا آیا وہ آپ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا وہ اپنی پہلی حالت ہی کے اوپر تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جس حالت پر بھی ہوں تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جزوی فضیلت ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۵ ص ۴۶۹۔۴۷۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۲۸، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہودی کو تھپڑ مارنے والے کا مصداق

امام ابن ابی الدنیا نے "کتاب البعث" میں از سعید بن المسیب یہ روایت کی ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد اور یہود میں سے ایک مرد کے درمیان کسی چیز میں جھگڑا ہوا"۔

عمرو بن دینار نے کہا: وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

عمرو بن دینار کی اس روایت پر یہ اعتراض ہے کہ دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ "وہ انصار میں سے ایک مرد تھا"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ انصار سے عام معنی مراد ہو، کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار میں سے قطعاً تھے بلکہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی ہے ان سب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سابق اور مقدم ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے ہوش میں آنے کے متعلق دو روایتوں کا تعارض اور اس کا جواب

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ "لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے، پس میں ان لوگوں میں سب سے پہلا ہوں گا جن سے زمین شق ہوگی"۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ "پس میں ان لوگوں میں سے سب سے پہلا ہوں گا جو ہوش میں آئیں گے"، سو ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ پہلی مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو اس کے بعد تمام مخلوق بے ہوش ہو جائے گی خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ہوں، اور یہ "نفخة الفزع" ہے جس کا درج ذیل آیت میں ذکر ہے:

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (النمل: ۸۷) اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے گھبرا جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے۔

اس صور میں پھونکنے سے مردوں پر زیادہ گھبراہٹ طاری ہوگی اور زندہ مر جائیں گے، پھر دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو سب ہوش میں آجائیں گے، پس جو قبر میں مدفون ہوں گے ان سے قبر پھٹ جائے گی، سو وہ اپنی قبر سے نکلیں گے اور جو قبر میں مدفون نہیں ہیں ان کو اس کی ضرورت نہیں ہوگی، اور یہ ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیا کی زندگی میں قبر میں دفن ہو چکے تھے، کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں شب معراج "الکثیب الاحمر" کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے"۔

اور تمام مخلوق کے بے ہوش ہونے پر یہ اشکال ہے کہ مردے کیسے بے ہوش ہوں گے، ان کو تو کوئی احساس نہیں ہوتا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جو زندہ ہیں وہ اس صور میں پھونکنے سے بے ہوش ہو جائیں گے اور جو مردہ ہیں تو وہ اس آیت کے استثنیٰ میں داخل ہیں "ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے ۔۔۔ (النمل: ۸۷)"، یعنی جن پر پہلے موت آچکی ہے تو وہ بے ہوش نہیں کیے جائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ فرما لیا"۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں، کیونکہ وہ دنیا والوں کی صورت میں اموات کی صورت میں ہیں اور یہ چیز شہداء کے لیے بھی ثابت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ شہداء سے بہت بلند ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۵۸۳۔ ۵۸۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۳۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ (المعارج: ۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں"

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ: اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (فاطر: ۱۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں"

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کا اس باب کو قائم کرنے سے مقصد الجہمیہ، المجسمہ کا رد کرنا ہے، جن آیات سے وہ اللہ تعالیٰ کی جسمیت ثابت کرتے ہیں، اور یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے، پس اس کو کسی مکان اور جگہ کی ضرورت نہیں ہے جس میں وہ ٹھہرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تھا اور کوئی مکان نہیں تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سَاَلَ سَآىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍۙ لِّلْكٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَهٗ دَافِعٌۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ (المعارج:۱۔۳)

ایک طلب گار نے روز قیامت کے عذاب کا مطالبہ کیا جو واقع ہونے والا ہے O اور کافروں سے اس (عذاب) کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے O وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا جو آسمانی سیڑھیوں کا مالک ہے O

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفت "ذِی الْمَعَارِجِ" بیان کی ہے، یعنی جو آسمانی سیڑھیوں کا مالک ہے، اور سیڑھیاں اس کے لیے ہوتی ہیں جو ان سیڑھیوں پر چڑھتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا لازم آتا ہے اور یہ المجسمہ کی دلیل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت "ذِی الْمَعَارِجِ" ان سیڑھیوں کی تعظیم اور تشریف کے اعتبار سے ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کو کسی سیڑھی کی ضرورت نہیں ہے۔

الفراء نے کہا ہے: "المعارج" اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت اس لیے بیان فرمائی کہ فرشتے اس کی طرف چڑھتے ہیں، نیز المعارج: ۴ میں "الرُّوْحُ" کا ذکر ہے، اس کے مصداق میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے وہ عظیم بادشاہ جو فرشتوں کو ایک صف میں قائم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ صَفًّا (النبا:۳۸) جس دن جبریل اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے۔

اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے جو فرشتہ بھی نازل ہوتا ہے، اس کے ساتھ ان میں سے دو ہوتے ہیں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جس کے گیارہ ہزار پر ہیں، اور ایک ہزار چہرے ہیں، وہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا رہے گا۔

اس باب کے عنوان کی دوسری آیت میں فرمایا ہے "اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ... (فاطر:۱۰)" (پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں)۔

اس آیت سے بھی مجسمہ نے استدلال کیا ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی جہت اور سمت ہو جس جہت کی طرف فرشتے چڑھتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پاکیزہ کلمات کا اس کی طرف چڑھنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی جہت ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کی کوئی جہت نہیں تھی، اور پاکیزہ کلمات کا اس کی طرف چڑھنا مجاز ہے کیونکہ کلمات عرض ہیں اور عرض کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا جائز نہیں ہے۔

اس آیت میں "اَلْكَلِمُ الطَّیِّبُ" فرمایا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عملِ صالح ہے جس کو قرآن بلند کرتا ہے، قتادہ نے کہا: اللہ عزوجل عملِ صالح کو بلند فرماتا ہے اور عملِ صالح سے مراد اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب مذکور کی تعلیقات کی شرح از علامہ عینی

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: بَلَغَ أَبَا ذَرٍّ مَبْعَثُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لِأَخِيهِ: اعْلَمْ لِي عِلْمَ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ يَأْتِيهِ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَاءِ۔

ابو جمرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا: میرے لیے اس شخص کا علم حاصل کرو جس کا یہ زعم ہے کہ ان کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابو جمرہ کا نام نصر بن عمران الضبعی البصری ہے، یہ تعلیق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے باب میں گزر چکی ہے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''اعلم'' یہ علم سے ماخوذ ہے، اور ''لی'' کا ذکر ہے، یعنی میری وجہ سے علم حاصل کرو۔ یا یہ لفظ ''الاعلام'' سے ماخوذ ہے، یعنی مجھے اس شخص کی خبر دو جو مکہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُ الْكَلِمَ الطَّيِّبَ۔

اور مجاہد نے کہا کہ عمل صالح پاکیزہ کلام کو بلند کرتا ہے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کو الفریابی نے سند موصول کے ساتھ از ابن نجیح از مجاہد روایت کیا ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، مجاہد نے اس میں ''العمل الصالح'' کا اضافہ کیا، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی ہے، پس جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کے فرائض کو ادا نہیں کیا تو اس کا کلام اس کے عمل پر رد کر دیا جائے گا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

يُقَالُ ذِي الْمَعَارِجِ: الْمَلَائِكَةُ تَعْرُجُ إِلَى اللهِ۔

کہا جاتا ہے سیڑھیوں والے، فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی ''ذی المعارج'' سے مراد ملائکہ ہیں جو چڑھتے ہیں اور ''الیہ'' سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی طرف، اور ایک روایت میں ''الی اللہ'' بھی مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۷۸۔۱۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۲۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے ایک دوسرے کے بعد تمہارے پاس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ فَيَقُولُ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ

آتے ہیں اور عصر کی نماز میں اور فجر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں، پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری تھی وہ اوپر چڑھتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ تمہارے متعلق زیادہ جاننے والا ہے، پس فرمائے گا: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا تو فرشتے کہیں گے: ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس جب آئے تو وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۵۵، ۳۲۲۳، ۷۴۲۹، ۷۴۸۶، صحیح مسلم: ۶۳۲، سنن نسائی: ۴۸۵، موطا امام مالک: ۴۱۳)

صحیح البخاری: ۷۴۲۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے ''پھر وہ فرشتے اوپر چڑھتے ہیں جنہوں نے تم میں رات گزاری ہے''۔ اور چڑھنے کے ذکر میں باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں بھی فرشتوں کے چڑھنے کا ذکر ہے۔

حدیثِ مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''یتعاقبون'' اس کا معنی ہے کہ فرشتے باری باری تمہارے پاس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے بندوں کے نیک اعمال کے متعلق سوال کرتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''واتیناھم وھم یصلون'' اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا تھا کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، انہوں نے جواب میں ذکر کیا کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس آئے تو اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے، اس جواب میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب ہم ان کے پاس آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے، یہ اضافہ بندوں کی فضیلت کے اظہار کے لیے ہے، اور فرشتوں نے جو کہا تھا:

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ — کیا آپ ایسے شخص کو نائب بنائیں گے جو زمین میں فساد کرے گا اور خون ریزی کرے گا۔ (البقرہ: ۳۰)

تو فرشتے ابنِ آدم پر اس اعتراض کی تلافی کے لیے یہ کہیں گے کہ جب ہم وہاں سے گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور عصر کے وقت اور فجر کے وقت کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ رات اور دن کے کاموں سے فراغت کا وقت ہوتا ہے اور اسی وقت اعمال اٹھائے جاتے ہیں، اور فرشتوں کا اس وقت میں جمع ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے مومنین کے اوپر لطف کا بیان ہے، تاکہ فرشتے ان کے لیے گواہ ہو جائیں، اور ان سے سوال اس لیے کیا جائے گا تاکہ فرشتے ابنِ آدم کی عبادت کا اعتراف

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کریں، اور رات کے وقت کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ رات کا وقت آرام کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت میں گناہ کرنے کا گمان ہوتا ہے، پس جب بندوں نے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی اور عبادت میں مشغول رہے تو دن کے وقت میں وہ بطریقِ اولیٰ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اجتناب کریں گے اور اس کی عبادت میں مشغول رہیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۳۰۔ وَقَالَ خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَصْعَدُ إِلَى اللهِ إِلَّا الطَّيِّبُ فَإِنَّ اللهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فُلُوَّهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ وَرَوَاهُ وَرْقَاءُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا يَصْعَدُ إِلَى اللهِ إِلَّا الطَّيِّبُ۔

اور خالد بن مخلد نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف پاکیزہ عمل ہی چڑھتا ہے، پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے اور اس کو بڑھاتا رہتا ہے جیسے تم میں سے کوئی ایک اپنے گھوڑے کے بچہ کی پرورش کر کے اس کو بڑھاتا ہے، حتیٰ کہ کھجور کا وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کی ورقاء نے از عبداللہ بن دینار از سعید بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے اور اس میں یہ جملہ بھی ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی طرف پاکیزہ صدقہ ہی چڑھتا ہے"۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۰، ۷۴۳۰، صحیح مسلم: ۱۰۱۴، سنن ترمذی: ۶۶۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۲، مسند احمد: ۹۱۴۹، موطا امام مالک: ۱۸۷۴، سنن دارمی: ۱۶۷۵)

صحیح البخاری: ۷۴۳۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ کے اوائل میں "باب الصدقۃ من کسب طیب" میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ تعالیٰ کی طرف پاکیزہ کلمات ہی چڑھتے ہیں" اور اس جملہ میں باب مذکور کے عنوان کی مطابقت ہے، کیونکہ باب کے عنوان میں بھی یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بعدل تمرۃ" علامہ الخطابی نے کہا ہے کہ "عدل التمرۃ" کا معنی ہے: جس چیز کی قیمت کھجور کی قیمت کے برابر ہو، اور جب کوئی چیز قیمت میں برابر ہو تو کہا جاتا ہے "عدل الشیء"۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے ''بیمینه'' اس کا معنی ہے: اس صدقہ کو اللہ تعالیٰ بہترین طریقہ سے قبول فرماتا ہے، کیونکہ عادت جاری یہ ہے کہ جو رذی چیزیں ہوں، ان کو دائیں ہاتھ سے مس نہیں کیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف بائیں ہاتھ کی اضافت نہیں کی جاتی کیونکہ بایاں ہاتھ نقص اور ضعف کا محل ہے، اور یہ بھی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، اور یہاں ہاتھ سے مراد عضو نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ توقیفی ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے اوپر ہاتھ کا اطلاق کرتے ہیں اور اس کی کیفیت کو نہیں جانتے، اور ہم کہتے ہیں کہ اس سے وہی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۳۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو بِهِنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زُریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے وقت ان کلمات کے ساتھ دعا کرتے تھے: ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، جو بہت عظیم اور بہت بردبار ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جو عرشِ عظیم کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جو آسمانوں کا رب ہے اور عرشِ کریم کا رب ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۳۴۶، ۷۴۲۱، ۷۴۳۱، صحیح مسلم: ۲۷۳۰، سنن ترمذی: ۳۴۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۳، مسند احمد: ۲۰۱۳)

صحیح البخاری: ۷۴۳۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب (صحیح البخاری: ۷۴۲۱) میں گزر چکی ہے۔ علامہ الکرمانی نے کہا: اس حدیث میں ''لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ'' کا ذکر ہے اور یہ دعا نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ دعا کا مقدمہ ہے اور اس اعتبار سے اس کے اوپر دعا کا اطلاق کیا ہے، یا دعا بھی ذکر ہے لیکن وہ خاص ذکر ہے، پس اس حدیث میں خاص کا ذکر کیا ہے اور اس سے عام کا ارادہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۳۲- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ أَوْ أَبِي نُعْمٍ شَكَّ قَبِيصَةُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بُعِثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِذُهَيْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةٍ وَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از والد خود از ابن ابی نعم یا ابی نعم، اس میں قبیصہ کو شک ہے، از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ سونے کے ٹکڑے بھیجے گئے، آپ نے ان کو چار کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَعَثَ عَلِيٌّ وَهُوَ بِالْيَمَنِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِذُهَيْبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي مُجَاشِعٍ وَبَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ وَبَيْنَ عَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ وَبَيْنَ زَيْدِ الْخَيْلِ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ فَتَغَيَّظَتْ قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ فَقَالُوا يُعْطِيهِ صَنَادِيدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا قَالَ إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِينِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اتَّقِ اللّٰهَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَنْ يُطِيعُ اللّٰهَ إِذَا عَصَيْتُهُ فَيَأْمَنُنِي عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي فَسَأَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ قَتْلَهُ أُرَاهُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ فَمَنَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ۔

درمیان تقسیم کر دیا۔

اور مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از والد خود از ابن ابی نعم از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جس وقت یمن میں تھے تو انہوں نے نبی ﷺ کے پاس چند سونے کے ٹکڑے بھیجے جو مٹی میں تھے، آپ نے ان سونے کے ٹکڑوں کو الاقرع بن حابس الحنظلی کے درمیان، پھر بنو مشاجع میں سے ایک کے درمیان اور عیینہ بن بدر الفزاری کے درمیان اور علقمہ بن علاثہ العامری کے درمیان، پھر بنو کلاب میں سے ایک کے درمیان، اور زید الخیل الطائی کے درمیان، پھر بنو نبہان میں سے ایک کے درمیان تقسیم کر دیا، تو قریش اور انصار غضبناک ہو گئے، سو انہوں نے کہا کہ آپ اہلِ نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں ان کی تالیفِ قلب کرتا ہوں، پھر ایک مرد آیا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور پیشانی ابھری ہوئی تھی، اس کی گھنی ڈاڑھی تھی اور اس کے رخسار ابھرے ہوئے تھے، اس کا سر منڈا ہوا تھا، اس نے کہا: اے محمد! اللہ سے ڈریں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: جب میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کون کرے گا؟ اللہ نے مجھے اہل زمین پر امین فرمایا ہے اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے، پھر قوم میں سے ایک مرد نے اس کو قتل کرنے کا سوال کیا جس کے متعلق میرا گمان ہے کہ وہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تھے، تو نبی ﷺ نے ان کو اس کے قتل سے منع فرمایا، پھر جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی اصل سے ایک قوم ہو گی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، اگر میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان کو پاتا تو میں ان کو ضرور اس طرح قتل کرتا جس طرح قوم عاد کو قتل کیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۴، ۳۶۱۰، ۴۳۵۱، ۴۶۶۷، ۵۰۵۸، ۶۱۶۳، ۶۹۳۱، ۶۹۳۳، ۷۴۳۲، ۷۵۶۲، صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن نسائی: ۲۵۷۸، سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴، مسند احمد: ۱۱۲۵۴)

صحیح البخاری: ۷۴۳۲ کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بذهيبة" یہ "ذهبة" کی تصغیر ہے اور بعض لغات میں "ذهب" کو تانیث کے صیغہ سے ذکر کیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی تربتها" یعنی وہ مٹی جو سونے کے ٹکڑوں میں جمی ہوئی تھی، اور وہ مٹی معدن کی تھی اور اس کو سونے کے ٹکڑوں سے الگ نہیں کیا گیا تھا اور وہ ان سونے کے ٹکڑوں کو پگھلانے سے الگ ہوتی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بعث علی" یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھیجا اور یہ پہلے قول کی تفسیر ہے جس میں مذکور تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سونے کو بھیجا گیا، اور یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یمن میں تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بین الاقرع" یہ چار وہ مرد ہیں جو مؤلفة القلوب میں سے تھے اور ان کو زکوٰۃ دی جاتی تھی، ان میں سے ایک الاقرع بن حابس الحنظلی ہیں، یہ حنظلہ بن مالک بن زید کی طرف نسبت ہے جو بنو تمیم کا منات تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بنی مشاجع" یہ ابن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید ہے، جو بنو تمیم کا منات تھا، اور دوسرا عیینہ بن بدر تھا، یہ اس کے باپ کے دادا کی طرف نسبت ہے اور وہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر بن عمرو بن لوذان بن الثعلبہ بن عدی بن فزارہ الفزاری ہے۔ اور تیسرا علقمہ بن علاثہ بن عوف بن الاحوص بن جعفر بن کلاب ہے اور یہی العامری سے مراد ہے جو کہ عامر بن عوف بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلاب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر بنو کلاب میں سے ایک" اور یہ ابن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن حوزان ہے۔

اور چوتھا زید الخیل ہے، یہ ابن مہلہل بن زید بن منہب الطائی ہے، یہ طے کی طرف نسبت ہے اور اس کا نام جلہمہ بن ادد ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "پھر بنو نبہان میں سے ایک" اور یہ اسود بن عمرو بن الغوث بن طے ہے۔

اور جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان کا نام رکھا زید الخیر، اس میں لام کے بدلہ میں راء ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کو زید الخیل اس لیے فرمایا کہ وہ گھوڑوں کے ساتھ بہت دلچسپی رکھتے تھے اور عرب میں ان سے زیادہ گھوڑوں پر سواری کرنے والا کوئی نہیں تھا، وہ شاعر تھے خطیب تھے، بہادر اور سخی تھے، حالتِ اسلام میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں فوت ہو گئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں مقام حوران میں فوت ہوئے۔

رہا عیینہ، تو وہ طلیحہ کے ساتھ مرتد ہو گیا تھا پھر اسلام لے آیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور رہا الاقرع، تو اس نے اسلام قبول کیا اور فتوحات میں حاضر ہوا اور جنگِ یرموک میں شہید ہو گیا، دوسرا قول یہ ہے: بلکہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ تک زندہ رہا، پھر الجوزجان میں فوت ہوا۔ المبرّد نے کہا: وہ اسلام کی ابتداء میں خندف کا رئیس تھا۔ المرزبانی نے کہا: یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے قمار کو حرام قرار دیا اور وہ بنوتمیم کے آخری حکام میں سے تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس قریش غضب ناک ہوئے'' یہ اکثرین کی روایت ہے کہ قریش غیظ میں آ گئے اور ابوذر کی الحموی سے روایت ہے ''فتغضبت'' یعنی وہ غضبناک ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یعطیه صنادید'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجد کے سرداروں کو مال عطا فرما رہے ہیں۔ اس حدیث میں ''صنادید'' کا لفظ ہے یہ صندید کی جمع ہے جس کا معنی ہے سردار۔ اور جن چار کا ذکر کیا گیا ہے، یہ اہلِ نجد کے سردار تھے، الرشاطی نے کہا: حجاز اور شام کے درمیان جو علاقہ ہے وہ نجد ہے، پس طائف بھی نجد سے ہے اور مدینہ بھی نجد سے ہے اور یمامہ کی زمین اور بحرین عمان تک نجد سے ہے، اور ابن درید نے کہا: نجد عرب کی سرزمین ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ویدعنا'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں چھوڑ دیتے ہیں اور ہمیں کچھ نہیں دیتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''انما اتألفهم'' یہ ''التألف'' سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: ان کی مدارات کرنا اور ان کو مانوس بنانا تا کہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں اور اس توقع پر ان کو مال دیا جاتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''رجل'' اس مرد کا نام عبداللہ ذوالخویصرہ ہے جو الخاصرۃ کی تصغیر ہے، یہ تمیمی تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''غائر العینین'' یعنی اس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، علامہ کرمانی نے کہا: یعنی آنکھیں سر میں داخل تھیں اور سر سے چپکی ہوئی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ناتی الجبین'' یعنی اس کی پیشانی ابھری ہوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کث اللحیة'' یعنی اس کی ڈاڑھی کے بال بہت گھنے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''مشرف الوجنتین'' یعنی اس کے رخسار بہت موٹے اور بہت غلیظ تھے۔ ''الوجنتان'' ان دو ہڈیوں کو کہتے ہیں جو رخساروں پر ابھری ہوئی ہوتی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''محلوق الرأس'' وہ لوگ اپنے سر کے بالوں کو مونڈتے نہیں تھے اور اپنے بالوں کو بڑھاتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بالوں کے درمیان فرق کرتے تھے اور حج اور عمرہ میں آپ نے اپنے سر کا حلق کرایا۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے: یہ شخص بنوتمیم سے تھا جو عراق کے دیہاتوں کا رہنے والا تھا۔ اور اواخر التوحید میں آئے گا کہ خوارج کی علامت سر منڈانا ہے اور سلف صالحین اپنے بالوں کو بڑھاتے تھے ان کو مونڈتے نہیں تھے، اور خوارج کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے سر کے تمام بالوں کو مونڈتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فیامنی'' اس میں میم پر زبر ہے اور نون پر تشدید ہے، اس کی اصل ہے ''یامننی'' پھر پہلے نون کا دوسرے نون میں ادغام کیا گیا، اور اس کو اصل کے مطابق ''یامننی'' بھی پڑھا گیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ مجھے امین بناتا ہے اور تم امین نہیں بناتے، اللہ تعالیٰ مجھے زمین پر امین بناتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اراہ خالد بن الولید'' میرا گمان ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کی اجازت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طلب کی تھی، اور کتاب "استتابۃ المرتدین" میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تھی، اور دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے دونوں نے اس شخص کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان من ضئضئی" یعنی اس مرد کی اصل سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یعدو حناجرھم" یعنی ان میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف بلند نہیں ہوگا اور الحناجر، حنجرۃ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے حلقوم۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یمرقون" یہ المروق سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے نفوذ، یعنی ایک طرف سے تیر لگے گا اور دوسری طرف سے نکل جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "لاقتلنھم" اس پر یہ سوال ہے کہ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کرنے سے کیوں منع فرمایا جب کہ آپ نے یہ فرمایا کہ اگر میں ان کو پاتا تو ان کو ضرور اس طرح قتل کرتا جس طرح قومِ عاد کو قتل کیا گیا تھا؟

اس کا یہ جواب ہے کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ اگر آپ اس زمانہ کو پالیں جس زمانہ میں ان کی کثرت تھی اور جس زمانہ میں وہ لوگوں کو تلواروں سے قتل کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے ڈرایا کہ عنقریب ایسا ہوگا، اور اسی طرح ہوا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خوارج کا ابتداءً ظہور ہوا۔

علامہ القرطبی نے کہا ہے: آپ نے اس کو قتل کرنے سے منع کیا، اگرچہ وہ قتل کیے جانے کا مستحق ہو چکا تھا، تاکہ لوگ یہ باتیں نہ بناتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں خاص طور پر اس کو جو نماز پڑھتا ہو، اور اس کی نظیر وہ ہے جو عبداللہ بن ابی کے قصہ میں گزر چکی ہے۔

اور المازری نے کہا: ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی بات سے یہ نہیں سمجھا کہ وہ آپ کی نبوت میں طعن کرتا ہے، اس نے آپ کو تقسیم میں عدل کے ترک کرنے کی طرف منسوب کیا اور یہ گناہِ کبیرہ نہیں ہے، اور انبیاء علیہم السلام بالاجماع کبائر سے معصوم ہوتے ہیں اور ان سے صغائر کے وقوع کے جواز میں اختلاف ہے، یا آپ نے اس مرد کو اس لیے سزا نہیں دی کیونکہ آپ کے نزدیک اس کا یہ قول ثابت نہیں ہوا تھا بلکہ اس کو ایک مرد نے نقل کیا تھا اور خبرِ واحد کی وجہ سے کسی کا خون نہیں بہایا جاتا۔

قاضی عیاض نے اس جواب کو باطل قرار دیا ہے اور کہا ہے: حدیث میں ہے اس نے کہا تھا: "اے محمد! عدل کیجئے" اور اس نے آپ کو ایک جماعت میں خطاب کیا تھا، حتیٰ کہ اس جماعت نے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قتل عاد" اور اس سے پہلے یہ گزر چکا ہے کہ جب آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا: میں ان کو ضرور اس طرح قتل کروں گا جس طرح قومِ ثمود کو قتل کیا گیا تھا، اور ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ اس سے غرض یہ ہے کہ ان خوارج کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے اور عاد اور ثمود دونوں اس میں برابر ہیں، کیونکہ قومِ عاد کو سخت ٹھنڈک والی آندھی نے ہلاک کر دیا تھا، اور قومِ ثمود کو ایک زبردست چیخ سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے "جیسے عاد اور ثمود کو قتل کیا گیا تھا" حالانکہ انہیں قتل نہیں کیا گیا تھا، پھر اس کا یہ جواب دیا کہ مراد قتل کا لازم ہے اور وہ ہے ان کا ہلاک ہونا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قتل سے مراد ہو قتلِ شدید القوی، کیونکہ یہ قوم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شدت اور قوت میں مشہور تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۸۲۔ ۱۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے "اگر میں ان کو پالوں تو ان کو ضرور قتل کروں گا" حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ان کو قتل کرنے سے منع فرمایا تھا۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ جب میں اس زمانہ کو پالوں جب یہ مسلمانوں کو تلواروں سے قتل کریں گے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اس کا پہلا ظہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا جیسا کہ مشہور ہے، اور اس حدیث سے خوارج کی تکفیر پر استدلال کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۹۷۔ ۳۹۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۳۳۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَنْ قَوْلِهِ ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا﴾ قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والد خود از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا "وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا۔ (یٰس: ۳۸)" (اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے)، آپ نے فرمایا: اس کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۹۹، ۴۸۰۲، ۴۸۰۳، ۷۴۲۴، ۷۴۳۳، صحیح مسلم: ۱۵۹، سنن ترمذی: ۳۲۲۷، مسند احمد: ۲۱۴۸۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ سورج کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔ الجہمیہ نے اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کی جہت کو ثابت کیا ہے اور ان کا یہ استدلال باطل ہے، کیونکہ جہت جسم کی ہوتی ہے اور جسم حادث ہے اور اللہ تعالیٰ حدوث سے پاک ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

۲۴۔ بَابٌ: قَوْلِ اللهِ تَعَالَىٰ: وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ (القیامہ: ۲۲۔ ۲۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اس دن بہت چہرے تر و تازہ ہوں گے ○ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے ○"

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق علماء کے مذاہب

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: اس باب سے مقصود یہ ہے کہ ان ظاہر آیات اور احادیث کو ذکر کیا جائے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ بندہ قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھے گا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر تم یہ سوال کرو کہ دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ دیکھنے والا دکھائی دینے والے کے بالمقابل ہو اور دیکھنے والے کی آنکھوں سے شعاعیں نکلیں اور جو چیز دکھائی دے اس کی صورت آنکھ میں مرتسم ہو جائے، اور یہ امور اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھنے اور دکھائی دینے کے لیے یہ شروطِ عادیہ ہیں شروطِ عقلیہ نہیں ہیں، عقلاً ان شروط کے بغیر بھی رویت کا حصول ممکن ہے، اسی لیے الاشعریہ نے یہ جائز قرار دیا ہے کہ چین کا اندھا اندلس کی سرزمین کو دیکھ لے، کیونکہ رؤیت وہ حالت ہے جس کو اللہ تعالیٰ زندہ انسان میں پیدا کرتا ہے، پس اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

اور دوسرے شارحین نے کہا: امام بخاری نے اس آیت سے اور اس باب کی احادیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ مومنین اپنے رب کو جنتوں میں دیکھیں گے، اور یہ اہلِ سنت و جماعت اور جمہور امت کا مذہب ہے، اور خوارج اور معتزلہ اور بعض مرجعہ نے اس کا انکار کیا ہے اور ان کے یہاں پر دلائلِ فاسدہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی نفی پر خوارج اور معتزلہ کے دلائل اور ان کے جوابات

خوارج وغیرہ نے کہا: القیامۃ: ۲۳ میں ''اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾'' کا ذکر ہے، اور یہاں ''ناظرۃ'' بمعنی منتظرۃ ہے، یعنی اس دن چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کے منتظر ہوں گے، اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی لغت سے جہالت ہے، کیونکہ کلامِ عرب میں نظر کی چار قسمیں ہیں: نظر کا معنی انتظار بھی ہے اور تفکر اور اعتبار بھی ہے اور تعطف اور رحمت بھی ہے اور نظر کا معنی آنکھوں سے دیکھنا بھی ہے۔ اور یہ کہنا کہ اس آیت میں نظر کا معنی انتظار ہے یہ دو وجہوں سے باطل ہے، ایک یہ کہ یہاں پر اس کا مفعول الٰی کے ساتھ مذکور ہے، اور جب نظر کا معنی انتظار ہو تو وہ الٰی کے ساتھ متعدی نہیں ہوتا بلکہ بنفسہٖ متعدی ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً۔ یہ لوگ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس قیامت اچانک آجائے۔ (محمد: ۱۸)

اس آیت میں ''يَنْظُرُوْنَ'' انتظار کے معنی میں ہے اور بنفسہٖ متعدی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں نظر کو انتظار کے معنی پر محمول کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یا تو اس کا یہ معنی ہوگا کہ وہ اپنے رب کا انتظار کر رہے ہیں، یا اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ اپنے رب کے ثواب کا انتظار کر رہے ہیں، اور جو معنی بھی ہو وہ غلط ہے، اس لیے کہ جو کسی کا انتظار کرے وہ رنج اور پریشانی میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کی صفت اس کے بغیر کی ہے اور فرمایا کہ جو چیز وہ چاہتے ہیں وہ ان کو مل جائے گی۔

اور یہاں پر نظر کا معنی اعتبار اور تفکر بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ آخرت اعتبار اور تفکر کی جگہ نہیں ہے، کیونکہ آخرت میں بندوں کو کوئی تکلیف اور آزمائش اور عبادت کا مکلف نہیں کیا جائے گا اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اعتبار نہیں کیا جاتا، لہٰذا یہاں نظر کا معنی اعتبار اور تفکر بھی نہیں ہو سکتا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور نظر کا معنی تعطف اور رحمت ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر تعطف اور رحم نہیں کیا جاتا۔

اور جب یہ تینوں قسمیں باطل ہوگئیں تو چوتھا معنی متعین ہوگیا کہ نظر کا معنی ہے آنکھوں سے دیکھنا، اور یہی وہ مذہب ہے جس کو جمہور متکلمین نے اختیار کیا ہے، ان گمراہوں کے حادث ہونے سے پہلے۔

اور اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی نفی کرنے والوں نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (الانعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنکھیں اس کا علیٰ وجہ الاحاطہ ادراک نہیں کرسکتیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ دنیا میں آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں، تیسرا جواب یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی رویت کی نفی کرنے والوں نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا:

لَنْ تَرٰىنِیْ (الاعراف: ۱۴۳) تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تم مجھے دنیا میں ہرگز نہیں دیکھ سکو گے، اور کسی چیز کی نفی اس کے محال ہونے کا تقاضا نہیں کرتی، لہٰذا ان دونوں آیتوں سے اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی نفی پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اور احادیث ثابتہ میں اس کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ دکھائی دے گا اور ان احادیث کو تمام مسلمانوں نے عصرِ صحابہ اور تابعین سے لے کر ان منکرین کے پیدا ہونے تک قبول کیا ہے۔

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: یا تو یہ احادیث متواتر المعنیٰ ہیں یا مشہور ہیں اور صحابہ میں سے کسی نے ان احادیث کا انکار نہیں کیا اور نہ کسی نقلی یا عقلی دلیل سے ان کو رد کیا، اور ان احادیث کی عدمِ صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۳۲۳۔۳۲۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے ثبوت میں احادیث

امام عبد بن حمید اور امام ترمذی اور امام طبری اور دیگر ائمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اہلِ جنت میں سب سے کم درجہ کا شخص وہ ہوگا جو اپنے ملک میں ایک ہزار سال تک دیکھتا رہے گا، اور اہلِ جنت میں سب سے افضل مرتبہ کا شخص وہ ہوگا جو اپنے رب عزوجل کے چہرہ کو ہر روز دو مرتبہ دیکھے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی: "وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾" ۔۔۔ (القیامہ: ۲۲۔۲۳) "(اس دن بہت چہرے تروتازہ ہوں گے ○ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے ○)، آپ نے فرمایا: وہ ہر روز اپنے رب کے چہرہ کی طرف دیکھیں گے۔

اور امام طبری نے از اسرائیل از ثویر روایت کی ہے کہ جو لوگ اپنی جنتوں کی طرف دیکھیں گے اور اپنی ازواج کی طرف اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اپنے خدام کی طرف اور اپنی نعمتوں کی طرف، سو وہ ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھیں گے۔ اور ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ کی طرف صبح اور شام دیکھیں گے۔ اسی طرح اس حدیث کی امام ترمذی نے از عبد روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، اور دوسرے ائمہ نے اس کو از اسرائیل مرفوعاً روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا: غور کرو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کی آنکھ میں کتنا نور عطا کیا ہے جس نور سے وہ اپنے رب کریم کے چہرہ کو دیکھے گا یعنی جنت میں، پھر کہا: اگر تمام مخلوق کا نور بندہ کی دونوں آنکھوں میں رکھ دیا جائے پھر سورج سے ایک پردہ کھولا جائے اور اس کے قریب ستر پردے ہیں، تو وہ اس کی طرف دیکھنے پر قادر نہیں ہوگا، اور سورج کا نور کرسی کے نور کے ستر میں سے ایک حصہ ہے اور کرسی کا نور عرش کے نور کا ستر میں سے ایک حصہ ہے، اور عرش کا نور ستر میں سے ایک حصہ ہے، اور اس حدیث کی سند میں ابراہیم ضعیف راوی ہیں۔

اور سماعی دلیلیں اس پر قائم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اہلِ ایمان کے لیے دکھائی دینا آخرت میں ہوگا، اور غیر اہلِ ایمان کے لیے نہیں ہوگا، اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا ممنوع ہے سوا اس کے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق اختلاف کیا گیا، اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ دنیا اور آخرت میں فرق یہ ہے کہ اہلِ دنیا کی آنکھیں فانی ہیں اور آخرت میں ان کی آنکھیں باقی ہوں گی۔

اور جمہور معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے سے انکار کیا ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ دکھائی دینے کی شرط یہ ہے کہ دیکھنے والا ایک جہت میں ہو اور دکھائی دینے والا دوسری جہت میں ہو اور اللہ تعالیٰ جہت سے منزّہ ہے، اور اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے، پس وہ بغیر جہت کے دیکھتا ہے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے قائل ہیں ان کا اس میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا: دیکھنے والے کے لیے آنکھ کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کا علم حاصل ہوتا ہے جیسا کہ دوسری دکھائی دینے والی چیزوں میں ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۵۴۔۵۵۵، ملخصاً و ملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۳۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ وَهُشَيْمٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَصَلَاةٍ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ فَافْعَلُوا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد اور ہشیم نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جب آپ نے چودھویں رات میں چاند کی طرف دیکھا، فرمایا: عنقریب تم اپنے رب کو دیکھو گے جیسا کہ تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اور تم اپنے رب کو دیکھنے میں تنگ نہیں ہو گے، پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع شمس سے پہلے نماز پڑھنے میں اور غروب شمس سے پہلے نماز پڑھنے میں مغلوب نہ ہو تو ایسا کرو۔

(صحیح البخاری: ۵۵۴، ۵۷۳، ۴۸۵۱، ۷۴۳۴، ۷۴۳۵، ۷۴۳۶، صحیح مسلم: ۶۳۳، سنن ترمذی: ۲۵۵۱، سنن ابوداؤد: ۴۷۲۹، سنن ابن ماجہ: ۱۷۷، مسند احمد: ۱۸۷۲۳)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۴۳۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دکھائی دینے کا ذکر ہے، اور یہی باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''لا تضامون'' یہ لفظ ''ضیم'' سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ذلت اور تھکاوٹ ہے، یعنی تم اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں ذلیل نہیں ہو گے اور تھکو گے نہیں بایں طور کہ ایک دوسرے کو دھکا دو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں اختلاف نہیں کرو گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ان لا تغلبوا'' یعنی اگر تم ان دو نمازوں یعنی صبح کی نماز اور عصر کی نماز پڑھنے میں مغلوب نہ ہو تو تم ایسا کرو، یعنی جو ان دو نمازوں کو پابندی کے ساتھ پڑھے گا تو وہ جنت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کرے گا، صبح اور عصر کی نمازوں کی تخصیص اس لیے کی کہ فرشتے ان دونوں وقتوں میں باری باری آتے ہیں، یا اس لیے کہ صبح کی نماز کا وقت نیند کی لذت کا وقت ہوتا ہے اور عصر کا وقت کام کاج اور دیگر مشغولیات سے فراغت کا وقت ہوتا ہے تو ان وقتوں میں نماز کا پڑھنا نفس کے اوپر دشوار ہوتا ہے، تو جو شخص اس دشواری کو آسانی سے برداشت کرلے گا تو اس کی جزاء میں اسے جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار عطا کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۳۵۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ يُوسُفَ الْيَرْبُوعِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن یوسف الیربوعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم اپنے رب کو کھلم کھلا دیکھو گے۔

(صحیح البخاری: ۵۵۴، ۵۷۳، ۴۸۵۱، ۷۴۳۴، ۷۴۳۵، ۷۴۳۶، صحیح مسلم: ۶۳۳، سنن ترمذی: ۲۵۵۱، سنن ابوداؤد: ۴۷۲۹، سنن ابن ماجہ: ۱۷۷، مسند احمد: ۱۸۷۲۳)

یہ حدیث مذکور کی ایک اور سند ہے۔

۷۴۳۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدۃ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حسین الجعفی نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بْنِ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ۔

حدیث بیان کی از زائدہ، انہوں نے کہا: ہمیں بیان بن بشر نے حدیث بیان کی از قیس بن ابی حازم، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند کی چودھویں رات میں ہمارے پاس تشریف لائے، پس آپ نے فرمایا: بے شک تم عنقریب اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھو گے جیسا کہ تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو، تم اس کو دیکھنے میں تھکو گے نہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۵۴، ۵۷۳، ۴۸۵۱، ۷۴۳۴، ۷۴۳۵، ۷۴۳۶، صحیح مسلم: ۶۳۳، سنن ترمذی: ۲۵۵۱، سنن ابوداؤد: ۴۷۲۹، سنن ابن ماجہ: ۱۷۷، مسند احمد: ۱۸۷۲۳)

یہ اس حدیث کی ایک اور سند ہے اور آپ نے چاند کے ساتھ جو تشبیہ دی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم چاند کو دیکھ رہے ہو اور یہ محقق رویت ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے نہ کوئی تھکاوٹ ہے نہ کوئی خفا ہے، اسی طرح تم آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے تو نہ تم کو اس میں کوئی شک ہوگا اور نہ تھکاوٹ ہوگی اور نہ خفا ہوگا۔

۷۴۳۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّاسَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هَلْ تُضَارُّونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَهَلْ تُضَارُّونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الشَّمْسَ الشَّمْسَ وَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الْقَمَرَ الْقَمَرَ وَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الطَّوَاغِيتَ الطَّوَاغِيتَ وَتَبْقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا شَافِعُوهَا أَوْ مُنَافِقُوهَا شَكَّ إِبْرَاهِيمُ فَيَأْتِيهِمُ اللهُ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَاءَنَا رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللهُ فِي صُورَتِهِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم چاند کی چودھویں رات میں چاند کی طرف دیکھتے ہو تو کیا تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ جب سورج پر بادل نہ ہوں اور تم سورج کو دیکھو تو تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: پس بے شک تم اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے، اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا، پس فرمائے گا: جو شخص جس کی عبادت کرتا تھا اس کے پیچھے جائے، پس جو سورج کی عبادت کرتے تھے وہ سورج کے پیچھے جائیں گے اور جو چاند کی عبادت کرتے تھے وہ چاند کے پیچھے جائیں گے اور جو الطواغیت یعنی بتوں کی عبادت کرتا تھا وہ بتوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَنْتَ رَبُّنَا فَيَتْبَعُونَهُ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ فَأَكُونُ أَنَا وَأُمَّتِي أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُهَا وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ وَدَعْوَى الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمُ السَّعْدَانَ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ مَا قَدْرُ عِظَمِهَا إِلَّا اللهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمُ الْمُوبَقُ بَقِيَ بِعَمَلِهِ أَوِ الْمُوثَقُ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمُ الْمُخَرْدَلُ أَوِ الْمُجَازَى أَوْ نَحْوُهُ ثُمَّ يَتَجَلَّى حَتَّى إِذَا فَرَغَ اللهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَأَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ بِرَحْمَتِهِ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا مِمَّنْ أَرَادَ اللهُ أَنْ يَرْحَمَهُ مِمَّنْ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَيَعْرِفُونَهُمْ فِي النَّارِ بِأَثَرِ السُّجُودِ تَأْكُلُ النَّارُ ابْنَ آدَمَ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتُحِشُوا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ تَحْتَهُ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ اللهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقَى رَجُلٌ مِنْهُمْ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهِ عَلَى النَّارِ هُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولًا الْجَنَّةَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَدْ قَشَبَنِي رِيحُهَا وَأَحْرَقَنِي ذَكَاؤُهَا فَيَدْعُو اللهَ بِمَا شَاءَ أَنْ يَدْعُوَهُ ثُمَّ يَقُولُ اللهُ هَلْ عَسَيْتَ إِنْ أَعْطَيْتُكَ ذَلِكَ أَنْ تَسْأَلَنِي غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهُ وَيُعْطِي رَبَّهُ مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ مَا شَاءَ فَيَصْرِفُ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ فَإِذَا أَقْبَلَ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَآهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ قَدِّمْنِي إِلَى بَابِ

کے پیچھے جائے گا اور یہ امت باقی رہے گی، اس امت میں شفاعت کرنے والے بھی ہوں گے یا منافقین بھی ہوں گے، ابراہیم کو اس میں شک ہے، پس ان کے پاس اللہ تعالیٰ آئے گا پس فرمائے گا: بے شک میں تمہارا رب ہوں، تو وہ کہیں گے: ہم اسی جگہ رہیں گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آجائے، پس جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جس صورت میں وہ اس کو پہچانتے ہوں گے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں، تو وہ کہیں گے: تو ہمارا رب ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے ہو جائیں گے، اور جہنم کی دو پشتوں کے درمیان ایک پل کو رکھا جائے گا، پس میں اور میری امت سب سے پہلے اس کے پار گزریں گے، اور اس دن اللہ تعالیٰ سے رسولوں کے سوا کوئی بات نہیں کرے گا، اور رسولوں کی دعا اس دن یہ ہوگی: اے اللہ! سلامتی فرما، سلامتی فرما، اور جہنم میں آنکڑے ہوں گے جیسے درخت سعدان کے کانٹے ہیں، کیا تم نے سعدان کو دیکھا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تو وہ آنکڑے سعدان کے کانٹوں کی مثل ہوں گے سوا اس کے کہ ان آنکڑوں کی عظمت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، لوگ اپنے اعمال کے سبب سے پلک جھپکنے میں اس سے گزریں گے، ان میں وہ بھی ہوں گے جو ہلاک ہونے والے ہوں گے اور اپنے عمل سے باقی رہیں گے، یا الموثق فرمایا جو اپنے عمل کی وجہ سے مضبوط ہوں گے، ان میں سے بعض وہ ہوں گے جن کے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے یا ان کو ان کی جزاء دی جائے گی یا اس کے مثل فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ تجلی فرمائے گا حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ارادہ فرمائے گا کہ اپنی رحمت سے ان کو دوزخ سے نکالے جن کو نکالنے کا اس نے اہلِ نار میں سے ارادہ کیا ہے تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ دوزخ کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ أَلَسْتَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُودَكَ
وَمَوَاثِيقَكَ أَنْ لَا تَسْأَلَنِي غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيتَ أَبَدًا
وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ وَيَدْعُو
اللهَ حَتَّى يَقُولَ هَلْ عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيتَ ذَلِكَ أَنْ
تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهُ وَيُعْطِي
مَا شَاءَ مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ
فَإِذَا قَامَ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ انْفَهَقَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَرَأَى مَا
فِيهَا مِنَ الْحَبْرَةِ وَالسُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ
يَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللهُ
أَلَسْتَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُودَكَ وَمَوَاثِيقَكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ
غَيْرَ مَا أُعْطِيتَ فَيَقُولُ وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ
فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ لَا أَكُونَنَّ أَشْقَى خَلْقِكَ فَلَا يَزَالُ يَدْعُو
حَتَّى يَضْحَكَ اللهُ مِنْهُ فَإِذَا ضَحِكَ مِنْهُ قَالَ لَهُ
ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِذَا دَخَلَهَا قَالَ اللهُ لَهُ تَمَنَّهْ فَسَأَلَ
رَبَّهُ وَتَمَنَّى حَتَّى إِنَّ اللهَ لَيُذَكِّرُهُ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا
حَتَّى انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللهُ ذَلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ
مَعَهُ

آگ سے ان کو نکال دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل بھی شرک نہیں کرتے تھے اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ رحم فرمانے کا ارادہ کرے گا جو لوگ اس بات کی شہادت دیتے ہوں گے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، پس فرشتے ان کو دوزخ میں ان کے سجدوں کے نشان کی وجہ سے پہچان لیں گے، دوزخ کی آگ سجدوں کے نشان کے علاوہ ابن آدم کو کھا جائے گی، اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر یہ حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدہ کے نشان کو کھائے، پس انہیں دوزخ کی آگ سے نکال دیا جائے گا اس حال میں کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر ان پر آبِ حیات کو ڈالا جائے گا تو وہ اس میں اگنے لگیں گے جیسا کہ سیلاب کی مٹی میں دانا اگتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ایک مرد باقی بچے گا اور اس کا چہرہ آگ کی طرف ہوگا اور یہ دوزخ والوں میں سے آخری شخص ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا، پس وہ کہے گا: اے میرے رب! میرا چہرہ دوزخ کی آگ سے پھیر دے، کیونکہ اس آگ کی بدبو نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور اس آگ کی تیزی نے مجھے جلا ڈالا ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ وہ اس سے دعا کرے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر میں نے تمہارا سوال پورا کر دیا تو تم کچھ اور بھی سوال کرو گے تو وہ کہے گا: نہیں تیری عزت کی قسم! میں کوئی اور سوال نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے پکے پکے عہد اور مواثیق لے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ دوزخ کی آگ سے پھیر دے گا، پس جب وہ جنت کی طرف بڑھے گا اور اس جنت کو دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ خاموش کھڑا رہے گا، پھر کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت کے دروازہ تک ہی پہنچا دے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم نے پکے پکے عہد اور میثاق نہیں کیے تھے کہ تم اس کے سوا کوئی اور سوال نہیں کرو گے؟ اے ابنِ آدم! تم کس قدر عہد شکن ہو، پس وہ کہے گا: اے میرے رب!

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اگر میں نے تمہارا یہ سوال پورا کر دیا تو پھر تم کوئی اور سوال کرو گے، وہ کہے گا: نہیں، تیری عزت کی قسم! میں تجھ سے کوئی اور سوال نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس پر عہود اور مواثیق پیش کرے گا، پھر اس کو جنت کے دروازہ کی طرف لے جائے گا، پس جب وہ جنت کے دروازہ کی طرف کھڑا ہوگا اور جنت کھل کر اس کے سامنے آئے گی اور وہ جنت کے اندر کیف اور سرور کو دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ بندہ خاموش کھڑا رہے گا، پھر وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت میں داخل کر دے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے پکے پکے عہد اور میثاق نہیں کیے تھے کہ تو اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں مانگے گا جو تجھے دی گئی ہے، پس فرمائے گا: افسوس اے ابن آدم! تو کتنا عہد شکن ہے، پس وہ بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے بدقسمت نہ ہوں، پھر ہمیشہ دعا کرتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس پر ہنسے گا، پس جب اس پر ہنسے گا تو فرمائے گا: جنت میں داخل ہو جا، جب وہ جنت میں داخل ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تم تمنا کرو، پس وہ اپنے رب سے سوال کرے گا اور تمنا کرے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلائے گا کہ فلاں چیز بھی ہے فلاں چیز بھی ہے، حتیٰ کہ اس کی آرزوئیں منقطع ہو جائیں گی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ بھی تمہارے لیے ہے اور اس کی مثل اور بھی ہے۔

(صحیح البخاری: ۸۰۶، ۶۵۷۳، ۷۴۳۷، صحیح مسلم: ۱۸۲، سنن نسائی: ۱۱۴۰، مسند احمد: ۷۷۶۰، سنن دارمی: ۲۸۰۱)

صحیح البخاری: ۷۴۳۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے اور اس کے دیدار کا بیان ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "ھل تضارون؟" یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم چاند کی چودھویں رات میں چاند کی طرف دیکھتے ہو تو کیا تم چاند کی طرف دیکھنے کی صحت میں ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہو یا بحث کرتے ہو؟ کیونکہ چاند بالکل واضح اور ظاہر ہوتا ہے، اسی طرح بغیر کسی شک اور بغیر کسی مشقت اور بغیر کسی اختلاف کے تم اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن دیکھو گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیتبّع" اس میں تاء پر تشدید ہے اور یہ الاتباع سے ماخوذ ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جو شخص جس کی عبادت کرتا تھا وہ اس کی اتباع کرے، جو شخص سورج کی عبادت کرتا تھا وہ سورج کی اتباع کرے گا، اور جو شخص چاند کی اتباع کرتا تھا وہ چاند کی عبادت کرے گا، اور جو شخص طواغیت کی عبادت کرتا تھا وہ طواغیت کی عبادت کرے گا۔

"طواغیت" کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے "الطواغیت" یہ طاغوت کی جمع ہے اور طواغیت کا معنی ہے شیاطین یا بُت، الجوہری نے الصحاح میں لکھا ہے کہ الطاغوت، الکاھن ہے اور ہر وہ شخص جو گمراہوں کا سردار ہو، اور یہ واحد بھی ہوتا ہے اور جمع بھی ہوتا ہے اور یہ لاھوت کے وزن پر ہے، اور یہ مقلوب ہے کیونکہ یہ طغیٰ سے ماخوذ ہے اور لاھوت "لاۃ" سے ماخوذ ہے اور اس کی اصل طغووت ہے جیسے جبروت، واؤ کو غین کے ماقبل کی طرف نقل کیا، پھر واؤ کو الف سے بدل دیا کیونکہ واؤ متحرک ہے اور اس کا ماقبل مفتوح ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "شافعوھا" یعنی اس امت کی شفاعت کرنے والے، اصل میں شافعون تھا اور نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، اس کا باب شَفَعَ یَشْفَعُ شفاعۃ فھو شافع و شفیع ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کسی صورت میں آنے کے محامل

اس حدیث میں مذکور ہے "فیاتیھم اللہ" اس کا معنی ہے: اللہ ان کے پاس آئے گا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی نسبت مجاز ہے اور مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف تجلی فرمائے گا، یا اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دیکھے گا، کیونکہ کسی شخص کا آنا اس کے دیکھنے کو مستلزم ہوتا ہے، قاضی عیاض نے کہا: لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے آئیں گے، یا اللہ تعالیٰ ان کے پاس فرشتہ کی صورت میں آئے گا، اور یہ مومنین کا آخری امتحان ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ تعالیٰ ان کے پاس آ کر فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں، تو مسلمان کہیں گے: ہم اسی جگہ رہیں گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آئے"۔

علامہ کرمانی نے کہا: اگر تم یہ سوال کرو کہ فرشتہ تو معصوم ہے، پس وہ کیسے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں اور یہ جھوٹ ہے، پھر انہوں نے اس کے جواب میں کہا ہے: ہم یہ نہیں مانتے کہ اس قسم کے صغیرہ سے فرشتے معصوم ہوتے ہیں۔

اس جواب پر یہ اعتراض ہے: پھر تو فرعون سے بھی صرف صغیرہ صادر ہوا کیونکہ اس نے کہا تھا: "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۝" (النازعات: ۲۴) "(میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۝)"

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر علامہ کرمانی اپنی شرح کو اس جواب سے منزہ کر لیتے تو زیادہ بہتر تھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "فاذا جاء نا عرفناه فیاتیھم اللہ فی صورته یعرفونه " یعنی جب ہمارا رب ہمارے پاس آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ اس صورت میں آئے گا جس صورت میں وہ اس کو پہچانتے ہوں گے، صورت سے یہاں مراد اس کی صفت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ان کے پاس اس صفت میں تجلی فرمائے گا جس صفت کو وہ پہچانتے تھے۔

علامہ ابن التین نے کہا: صورت کے معنی میں اختلاف کیا گیا ہے، پس کہا جاتا ہے: اعتقاد کی صورت، جیسے تم کہو: اس معاملہ میں میرے اعتقاد کی صورت یہ ہے، پس اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس صفت میں دیکھے گا جس صفت میں وہ اللہ تعالیٰ کا اعتقاد کرتے تھے۔

اور علامہ ابن قتیبہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے لیے صورت ہے اور وہ صورتوں کی مثل نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ شئے ہے اور اشیاء کی مثل نہیں ہے، پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے صورتِ قدیمہ کو ثابت کیا ہے۔

اور ابنِ فورک نے کہا: یہ اس قائل کی جہالت ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا: اگر اس حدیث میں صورت کا لفظ محفوظ ہو تو ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد اس حال کی صورت ہو جس حال میں وہ آئے گا۔

اور علامہ المہلب نے کہا: مومنین جو کہیں گے "جب ہمارے پاس ہمارا رب آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے" اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجے گا تاکہ ان کو آزمائش میں ڈالے اور ان کا امتحان لے کہ وہ اپنے رب کی صفات کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں جس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، پس جب ان سے فرشتہ کہے گا: میں تمہارا رب ہوں اور مومنین اس فرشتے پر تخلیق کی ایسی علامت اور دلیل دیکھیں گے جو مخلوقات کے مشابہ ہے تو وہ کہیں گے: ہم اسی جگہ ہیں حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آئے، پس جب ہمارے پاس ہمارا رب آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے یعنی تم ہمارے رب نہیں ہو، پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جس کو وہ پہچانتے ہوں گے، یعنی اللہ تعالیٰ ان کے لیے اس ملک میں ظاہر ہو گا جو ملک اللہ تعالیٰ کے غیر کے مناسب نہیں ہے اور اس عظمت میں ظاہر ہو گا کہ جو عظمت کسی مخلوق کے مشابہ نہیں ہے تب وہ پہچان لیں گے کہ یہ جلال اور عظمت کسی اور کے لیے نہیں ہو سکتی تو وہ کہیں گے کہ تو ہمارا رب ہے تیرے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے، پس صورت کو اس حدیث میں کسی شئے کی حقیقت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیتبعونه " یعنی مومنین اللہ تعالیٰ کو اس صفت میں پہچان کر اس کی اتباع کریں گے، یعنی اللہ تعالیٰ جو انہیں حکم دے گا اس حکم کی اتباع کریں گے، اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی طرف جانے کا حکم دے گا یا فرشتوں کو ان کی طرف بھیجے گا۔

پل صراط کا محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے "ویضرب الصراط بین ظھری جھنم " یعنی وہ پل جہنم کے وسط پر ہو گا، اور ہر وہ چیز جو دو چیزوں کے درمیان متوسط ہو تو کہا جاتا ہے بین ظھریھما یا ظھرینھما۔

اور علامہ داؤدی نے کہا: یعنی جہنم کے اوپر پل رکھ دیا جائے گا اور ظھر کا لفظ اس میں زائد ہے، اور صراط وہ پل ہے جو جہنم کی پشت کے اوپر پھیلایا ہوا ہے، وہ تلوار سے زیادہ تیز ہے اور بال سے زیادہ باریک ہے اور تمام لوگ اس کے اوپر سے گزریں گے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "فاکون انا وامتی اول من یجیزها" یعنی میں اور میری امت سب سے پہلے اس پُل پر سے گزریں گے۔الاصمعی نے کہا: "اجاز" بمعنی "قطع" ہے یعنی اس پل کی مسافت کو قطع کریں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولایتکلم یومئذ الا الرسل" اس جملہ میں یومئذٍ کی قید ہے، یعنی جس حال میں وہ پُل سے گزر رہے ہوں گے اس وقت یہ دعا کریں گے: اللھم سلم، اللھم سلم، کیونکہ قیامت کے دن مختلف احوال ہوں گے، اس دن لوگ ایک حال میں باتیں کریں گے اور دوسرے حال میں قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے باتیں نہیں کریں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کلالیب" یہ کلوب کی جمع ہے، یہ ایک لوہا ہے جس کے کنڈے کا سر مڑا ہوا ہوتا ہے اور اس کے اوپر گوشت لٹکا دیا جاتا ہے، (جیسے ہک یا کھونٹی ہوتی ہے جس پر کپڑے لٹکاتے ہیں)۔

اور ابنِ بطال کی کتاب میں ہے کہ "کلوب" اس لوہے کو کہتے ہیں جس پر لوہار لوہے کو گرم کر کے لٹکاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "شوك السعدان" سعدان کا درخت نجد کی سرزمین میں ہے، اس کے بہت بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تخطف الناس باعمالهم" یعنی لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے اس پل پر سے گزریں گے یا اپنے اعمال کی مقدار کے اعتبار سے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فمنهم المومن بقی بعمله" یہ لفظ تین طرح سے پڑھا گیا ہے: ایک یہ ہے کہ مومن اپنے عمل کی وجہ سے باقی رہے گا، دوسرا ہے الموثق، اور تیسرا ہے الموبق، یعنی اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا، یعنی اس کے گناہ اس کو ہلاک کر دیں گے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "ومنهم المخردل" یعنی وہ ہلاکت کے قریب ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "او المجازی" یعنی جس کو جزا میں نجات دی جائے گی۔

سجدہ کے اثر سے مراد پیشانی ہے یا سات ہڈیاں

اس حدیث میں مذکور ہے "الا اثر السجود" یعنی سجدہ کے اثر کی جگہ اور وہ پیشانی ہے، اور دوسرا قول ہے کہ وہ سات ہڈیاں ہیں، قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ (التوبہ: ۳۵)

جس دن وہ (سونا اور چاندی) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا۔

اس آیت کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ آیت اہلِ کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے، نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ دوزخ کی آگ ابن آدم کو کھا جائے گی سوا سجدوں کے نشان کے، اور اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ پر یہ حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدہ کے نشان کو کھائے، اور اس آیت میں تپانے کا ذکر ہے، اور تپانا کھانے کا غیر ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ امام مسلم نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک قوم دوزخ سے نکالی جائے گی اور وہ لوگ جو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوزخ میں چہرہ کے سوا جل چکے ہوں گے''اور اس حدیث میں اعضاء سجود کا استثنیٰ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مخصوص قوم ہوگی جو دوزخ سے نکلنے والوں میں سے مخصوص ہوگی اور ان کے صرف چہرے جلنے سے محفوظ ہوں گے اور دوسرے لوگ جو ہیں ان کے تمام اعضاء سجود جلنے سے محفوظ رہیں گے، اور اس حدیث کے الفاظ عام ہیں اور مسلم کی حدیث خاص ہے، پس عام پر عمل کیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''قد امتحشوا''یعنی وہ اس حال میں دوزخ سے نکالے جائیں گے کہ وہ جل چکے ہوں گے، اور الجوہری نے''الصحاح''میں لکھا ہے کہ''المحش''کا معنی ہے: آگ کا کھال کو جلا دینا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے:''امتحشوا''کا معنی ہے: وہ اس طرح کمزور اور دبلے ہوں گے جیسے جلے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے''الحبة''اس کا معنی ہے: سبزیوں اور گھاس کا بیج جو سیلاب کی مٹی کے جوانب میں اگتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''حمیل السیل''یعنی سیلاب جو مٹی اور کوڑا کرکٹ وغیرہ لے کر آتا ہے، اور اس تشبیہ سے مراد یہ ہے کہ بہت جلدی اور تیزی کے ساتھ وہ اگیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''قد قشبنی''یعنی مجھے ایذاء پہنچائی اور مجھے ہلاک کر دیا، یہ معنی جمہور اہل لغت کے مطابق ہے اور علامہ داؤدی نے کہا: اس کا معنی ہے: میری کھال اور صورت کو متغیر کر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ذکاؤھا''یعنی دوزخ کے شعلے اور اس کی تپش۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ان اعطیت ذالك''یعنی اگر میں نے تمہارا سوال پورا کر دیا اور تمہارے چہرہ کو دوزخ سے پھیر دیا تو پھر تم اور سوال کرو گے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں سوال کو مخاطب پر محمول کیا ہے، حالانکہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ تم سوال ہو، کیونکہ سوال حادث ہے اور وہ شخص ذات تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ تم سوال کرنے والے ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے''ما اغدرك''یہ فعل تعجب کا صیغہ ہے جو غدر سے ماخوذ ہے، اور اس کا معنی خیانت ہے اور عہد کو پورا نہ کرنا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''انفھقت''یعنی وہ کھل گئی اور وسیع ہوگئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے''من الحبرة''علامہ کرمانی نے کہا: اس کا معنی نعمت ہے اور علامہ ابن الاثیر نے کہا:''حبرة''کا معنی فراخی کے ساتھ زندگی ہے اور یہ لفظ''الخیرة''بھی پڑھا گیا ہے، علامہ نووی نے کہا: یہی زیادہ صحیح اور مشہور ہے، قاضی عیاض نے کہا:''الحبر''کا معنی خوشی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''لا اکونن اشقی خلقك''یعنی میں تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بدبخت نہ ہوں۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب اس کو دوزخ کے عذاب سے نجات مل گئی اور آگ سے اس کو دور کر دیا گیا تو بدبخت کیسے ہوگا اگرچہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوا؟

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دیگر موحدین کی طرح جنت میں داخل نہیں ہوا اس لیے اس نے اپنے آپ کو بد بخت کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''حتی یضحك الله منه'' یعنی اللہ تعالیٰ اس سے ہنسے گا، ہنسنا اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے، اس سے مراد اس کا لازم ہے یعنی راضی ہونا اور محبت کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تمنه'' یہ تمنی یتمنی سے امر ہے اور ہاء سکتہ کے لیے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وین کرہ'' یعنی اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلائے گا کہ فلاں چیز کی تمنا کرو، فلاں چیز کی تمنا کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ومثله معه'' یعنی اس شخص کو اس کے سوال کے مطابق دیا جائے گا اور اتنا ہی اور دیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۸۸۔۱۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۳۸۔ قَالَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ مِنْ حَدِيثِهِ شَيْئًا حَتَّى إِذَا حَدَّثَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ ذٰلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ مَعَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا حَفِظْتُ إِلَّا قَوْلَهُ ذٰلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ أَشْهَدُ أَنِّي حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَوْلَهُ ذٰلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَذٰلِكَ الرَّجُلُ آخِرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ۔

عطاء بن یزید نے کہا: اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ان کی اس حدیث میں سے کسی چیز کو مسترد نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث میں بیان کیا کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: یہ تیرے لیے ہے اور اس کی ایک مثل اور اس کے ساتھ، تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: اور اس کی دس مثالیں اے ابو ہریرہ! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تو صرف یہ ارشاد یاد ہے کہ یہ اور اس کی ایک مثل، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول یاد رکھا ہے کہ ''یہ بھی تمہارے لیے ہے اور اس کی دس مثالیں بھی''، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مرد جنت میں داخل ہونے والا آخری مرد ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۸۰۶، ۶۵۷۳، ۷۴۳۷، صحیح مسلم: ۱۸۲، سنن نسائی: ۱۱۴۰، مسند احمد: ۷۶۶۰، سنن دارمی: ۲۸۰۱)

اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے اس اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس مرد نے جو سوال کیا ہے اس کو اس کے سوال کے مطابق بھی ملے گا اور اس کی ایک مثل اور بھی ملے گی، اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: اس شخص کو اس کے سوال کے مطابق بھی ملے گا اور اس کی دس مثالیں اور بھی ملیں گی۔

۷۴۳۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث بن سعد نے حدیث بیان کی از خالد بن یزید از سعید بن ابی ہلال از زید از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ هَلْ تُضَارُونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِذَا كَانَتْ صَحْوًا قُلْنَا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ لَا تُضَارُونَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ يَوْمَئِذٍ إِلَّا كَمَا تُضَارُونَ فِي رُؤْيَتِهِمَا ثُمَّ قَالَ يُنَادِي مُنَادٍ لِيَذْهَبْ كُلُّ قَوْمٍ إِلَى مَا كَانُوا يَعْبُدُونَ فَيَذْهَبُ أَصْحَابُ الصَّلِيبِ مَعَ صَلِيبِهِمْ وَأَصْحَابُ الْأَوْثَانِ مَعَ أَوْثَانِهِمْ وَأَصْحَابُ كُلِّ آلِهَةٍ مَعَ آلِهَتِهِمْ حَتَّى يَبْقَى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ مِنْ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ وَغُبَّرَاتٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ثُمَّ يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ تُعْرَضُ كَأَنَّهَا سَرَابٌ فَيُقَالُ لِلْيَهُودِ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللهِ فَيُقَالُ كَذَبْتُمْ لَمْ يَكُنْ لِلَّهِ صَاحِبَةٌ وَلَا وَلَدٌ فَمَا تُرِيدُونَ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ تَسْقِيَنَا فَيُقَالُ اشْرَبُوا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي جَهَنَّمَ ثُمَّ يُقَالُ لِلنَّصَارَى مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ فَيَقُولُونَ كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللهِ فَيُقَالُ كَذَبْتُمْ لَمْ يَكُنْ لِلَّهِ صَاحِبَةٌ وَلَا وَلَدٌ فَمَا تُرِيدُونَ فَيَقُولُونَ نُرِيدُ أَنْ تَسْقِيَنَا فَيُقَالُ اشْرَبُوا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي جَهَنَّمَ حَتَّى يَبْقَى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ مِنْ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ فَيُقَالُ لَهُمْ مَا يَحْبِسُكُمْ وَقَدْ ذَهَبَ النَّاسُ فَيَقُولُونَ فَارَقْنَاهُمْ وَنَحْنُ أَحْوَجُ مِنَّا إِلَيْهِ الْيَوْمَ وَإِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِيَلْحَقْ كُلُّ قَوْمٍ بِمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ وَإِنَّمَا نَنْتَظِرُ رَبَّنَا قَالَ فَيَأْتِيهِمُ الْجَبَّارُ فِي صُورَةٍ غَيْرِ صُورَتِهِ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَلَا يُكَلِّمُهُ إِلَّا الْأَنْبِيَاءُ فَيَقُولُ هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ آيَةٌ تَعْرِفُونَهُ فَيَقُولُونَ السَّاقُ فَيَكْشِفُ عَنْ سَاقِهِ فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَيَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلَّهِ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَيَذْهَبُ كَيْمَا يَسْجُدَ فَيَعُودُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَاحِدًا ثُمَّ يُؤْتَى بِالْجَسْرِ فَيُجْعَلُ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا

کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم کو سورج اور چاند کو دیکھنے میں اس وقت کوئی تکلیف ہوتی ہے جب کہ آسمان صاف ہو؟ ہم نے عرض کیا: نہیں! آپ نے فرمایا: پس بے شک تم کو اس دن اپنے رب کو دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی جس طرح تم کو سورج اور چاند کو دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہے، پھر آپ نے فرمایا: ایک منادی ندا کرے گا کہ ہر قوم اس کی طرف جائے جس کی وہ عبادت کرتی تھی، پس صلیب والے اپنی صلیب کے ساتھ جائیں گے اور بت پرست اپنے بتوں کے ساتھ جائیں گے، اور ہر عبادت کرنے والے اپنے معبودوں کے ساتھ جائیں گے حتیٰ کہ وہ باقی رہ جائے گا جو اللہ عزوجل کی عبادت کرتا تھا خواہ وہ نیک لوگ ہوں یا بدکار اور اہلِ کتاب کے باقی لوگ، پھر جہنم کو لاکر پیش کیا جائے گا گویا کہ وہ سراب ہے (وہ چمکتی ہوئی ریت ہے جو پانی کی طرح معلوم ہوتی ہے)، پس یہود سے کہا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے، پس کہا جائے گا: تم نے جھوٹ بولا، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اس کا بیٹا، پس تم کیا ارادہ کرتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہم یہ ارادہ کرتے ہیں کہ تم ہم کو پانی پلاؤ، پس ان سے کہا جائے گا: پیو، پس وہ جہنم میں گر جائیں گے، پھر نصاریٰ سے کہا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے، پس کہا جائے گا: تم نے جھوٹ بولا، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی بیٹا، پس تم کیا ارادہ کرتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہم ارادہ کرتے ہیں کہ تم ہم کو پانی پلاؤ، پس کہا جائے گا: پیو، پس وہ جہنم میں گر جائیں گے، حتیٰ کہ وہ باقی رہ جائیں گے جو اللہ عزوجل کی عبادت کرتے تھے نیک ہوں یا بد ہوں، تو ان سے کہا جائے گا: تم کو جانے سے کس چیز نے روکا ہے جب کہ سب لوگ جاچکے ہیں؟ تو وہ کہیں گے: ہم (دنیا میں) ان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْجِسْرُ قَالَ مَدْحَضَةٌ مَزِلَّةٌ عَلَيْهِ خَطَاطِيفُ وَكَلَالِيبُ
وَحَسَكَةٌ مُفَلْطَحَةٌ لَهَا شَوْكَةٌ عُقَيْفَاءُ تَكُونُ بِنَجْدٍ
يُقَالُ لَهَا السَّعْدَانُ الْمُؤْمِنُ عَلَيْهَا كَالطَّرْفِ
وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيحِ وَكَأَجَاوِيدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ
مُسَلَّمٌ وَنَاجٍ مَخْدُوشٌ وَمَكْدُوسٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ حَتَّى
يَمُرَّ آخِرُهُمْ يُسْحَبُ سَحْبًا فَمَا أَنْتُمْ بِأَشَدَّ لِي
مُنَاشَدَةً فِي الْحَقِّ قَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِ يَوْمَئِذٍ
لِلْجَبَّارِ وَإِذَا رَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ نَجَوْا فِي إِخْوَانِهِمْ يَقُولُونَ
رَبَّنَا إِخْوَانُنَا كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَنَا وَيَصُومُونَ مَعَنَا
وَيَعْمَلُونَ مَعَنَا فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى اذْهَبُوا فَمَنْ
وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ دِينَارٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ
وَيُحَرِّمُ اللّٰهُ صُوَرَهُمْ عَلَى النَّارِ فَيَأْتُونَهُمْ وَبَعْضُهُمْ قَدْ
غَابَ فِي النَّارِ إِلَى قَدَمِهِ وَإِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ
فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا ثُمَّ يَعُودُونَ فَيَقُولُ اذْهَبُوا
فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ نِصْفِ دِينَارٍ فَأَخْرِجُوهُ
فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا ثُمَّ يَعُودُونَ فَيَقُولُ اذْهَبُوا
فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ
فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَإِنْ
لَمْ تُصَدِّقُونِي فَاقْرَءُوا ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا﴾ فَيَشْفَعُ النَّبِيُّونَ
وَالْمَلَائِكَةُ وَالْمُؤْمِنُونَ فَيَقُولُ الْجَبَّارُ بَقِيَتْ
شَفَاعَتِي فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ أَقْوَامًا قَدِ
امْتُحِشُوا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرٍ بِأَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ مَاءُ
الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ فِي حَافَتَيْهِ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي
حَمِيلِ السَّيْلِ قَدْ رَأَيْتُمُوهَا إِلَى جَانِبِ الصَّخْرَةِ وَإِلَى
جَانِبِ الشَّجَرَةِ فَمَا كَانَ إِلَى الشَّمْسِ مِنْهَا كَانَ أَخْضَرَ
وَمَا كَانَ مِنْهَا إِلَى الظِّلِّ كَانَ أَبْيَضَ فَيَخْرُجُونَ كَأَنَّهُمْ

سے الگ تھے، اور آج کے دن ہم ان سے الگ ہونے کے زیادہ محتاج ہیں، اور بے شک ہم نے ایک منادی سے سنا وہ ندا کر رہا تھا: ہر قوم اس سے جا کر ملے جس کی وہ عبادت کرتی تھی، اور ہم اپنے رب کا انتظار کر رہے ہیں، پس ان کے پاس الجبار اس صورت میں آئے گا جو اس صورت کی غیر ہوگی جس صورت میں انہوں نے اس کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا، پس فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں تو وہ کہیں گے: تو ہمارا رب ہے، اور اس دن اللہ تعالیٰ سے انبیاء کے سوا کوئی کلام نہیں کرے گا، پس وہ فرمائے گا: کیا تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان کوئی علامت ہے جس کو تم پہچانتے ہو؟ تو وہ کہیں گے: الساق (پنڈلی)، پس اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کو کھولے گا، سو اللہ تعالیٰ کے لیے ہر مومن سجدہ کرے گا اور وہ باقی رہ جائے گا جو اللہ تعالیٰ کو دکھاوے اور سنانے کے لیے سجدہ کرتا تھا، پس وہ سجدہ کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کی پیٹھ ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی، پھر پل صراط کو لایا جائے گا اور اس کو جہنم کے درمیان رکھ دیا جائے گا، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ پل کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ پھسلنے کی جگہ ہوگی، اس پر خطاطیف اور کلالیب یعنی آنکڑے ہوں گے (یعنی بہت چوڑے چوڑے کانٹے ہوں گے) اور حسکة ہوں گے یعنی کانٹے، اور مفلطحة یعنی وہ بہت چوڑے ہوں گے، عقیفاء ہوں گے یعنی وہ مڑے ہوئے ہوں گے، یہ کانٹے نجد میں ہوتے ہیں جن کو سعدان کہا جاتا ہے، مومن ان کے اوپر سے پلک جھپکنے میں گزر جائے گا اور بجلی کی مثل اور تیز آندھی کی مثل اور تیز رفتار گھوڑوں اور اونٹوں کی مثل گزر جائیں گے، پس کوئی صحیح سلامت نجات پانے والا ہوگا اور بعض جہنم کی آگ سے جھلس کر بچنے والے ہوں گے یہاں تک کہ آخری شخص اس پر سے گھسٹتے ہوئے گزرے گا، تم آج مجھ سے اپنے حق کا جس طرح مطالبہ کرتے ہو، اس دن اس سے زیادہ شدت کے ساتھ مومنین اللہ تعالیٰ سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللُّؤْلُؤُ فَيُجْعَلُ فِي رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِيمُ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ أَهْلُ الْجَنَّةِ هَؤُلَاءِ عُتَقَاءُ الرَّحْمَنِ أَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوهُ فَيُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَأَيْتُمْ وَمِثْلَهُ مَعَهُ۔

تقاضا اور مطالبہ کریں گے، اور جب وہ دیکھیں گے کہ ان کے بھائیوں میں سے ان کو نجات مل چکی ہے تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے بھائی بھی وہ لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے اور ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ نیک اعمال کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: جاؤ تم جس کے دل میں بھی ایک دینار کے برابر ایمان کو دیکھو اس کو دوزخ سے نکال دو، اور اللہ تعالیٰ ان کی صورتوں کو دوزخ پر حرام فرمادے گا، پھر وہ ان کے پاس آئیں گے اور ان میں سے بعض اپنے قدموں تک دوزخ میں غائب ہو چکے ہوں گے اور بعض نصف پنڈلیوں تک، پس وہ ان کو دوزخ سے نکال لیں گے جن کو وہ پہچانتے ہوں گے، پھر لوٹ کر آئیں گے پس اللہ عزوجل فرمائے گا: جاؤ جس کے دل میں بھی تم نصف دینار کے برابر ایمان کو پاؤ اس کو دوزخ سے نکال لو، پس وہ ان کو نکالیں گے جن کو پہچانتے ہوں گے، پھر لوٹ آئیں گے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ جس کے دل میں بھی تم ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان کو پاؤ اس کو دوزخ سے نکال لو، پس وہ ان کو نکالیں گے جن کو پہچانتے ہوں گے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو یہ آیت پڑھو:

"بے شک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اس کو دگنا کر دیتا ہے"۔ (النساء: ۴۰)

پھر انبیاء علیہم السلام شفاعت کریں گے اور فرشتے اور مومنین شفاعت کریں گے، پس الجبار فرمائے گا: میری شفاعت باقی بچ گئی، پھر اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ سے ایک مٹھی بھر لے گا، پھر ان لوگوں کو دوزخ سے نکالے گا جو جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر ان کو جنت کے مونہوں پر جو نہریں ہیں ان میں ڈال دیا جائے گا جس کو آبِ حیات کہتے ہیں، پس وہ اس کے کناروں میں اُگنے لگیں گے جیسا کہ دانہ۔ تم نے اس دانہ کو چٹان کے قریب اور درخت کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قریب دیکھا ہوگا، جس کو سورج کی دھوپ لگتی ہے وہ سبز ہوتا ہے اور جو سائے میں ہوتا ہے وہ سفید ہوتا ہے، پس لوگ اس نہر سے موتیوں کی طرح نکلیں گے، پھر ان کی گردنوں میں مہریں لگا دی جائیں گی اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے، اہل جنت کہیں گے: یہ رحمٰن کے آزاد کردہ لوگ ہیں، اللہ نے بغیر کسی عمل کے جو انہوں نے کیا ہو اور بغیر کسی نیکی کے جو انہوں نے آگے بھیجی ہو جنت میں داخل کیا ہے، ان سے کہا جائے گا: تمہارے لیے ہے جو تم نے دیکھا اور اس کی مثل اور بھی۔

(صحیح البخاری: ۴۵۸۱، ۴۹۱۹، ۶۵۶۰، ۷۴۳۸، ۷۴۳۹، صحیح مسلم: ۱۸۴، مسند احمد: ۱۱۱۳۹)

صحیح البخاری: ۷۴۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کا عنوان ہے "وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾" (القیامہ: ۲۲۔ ۲۳) "(اس دن بہت چہرے تروتازہ ہوں گے O اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے O)، اور اس باب میں بھی اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا ذکر ہے کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور اس سے کلام کریں گے۔

حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا تضارون" یعنی تم کو ضرر لاحق نہیں ہوگا اور نہ تم ایک دوسرے کی مخالفت کرو گے اور نہ تم ایک دوسرے سے جھگڑا کرو گے۔ اور یہ لفظ تشدید کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی "لا تضارّون احداً" تم کسی کو ضرر نہیں پہنچاؤ گے۔
حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب آسمان صاف ہو تو تم کو سورج اور چاند کے دیکھنے میں کوئی ضرر نہیں ہوتا، سو تم قیامت کے دن اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے اور تمہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "واصحاب کل الھۃ مع الھۃ" یعنی ہر خدا کی پرستش کرنے والے اپنے خداؤں کے ساتھ ہوں گے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "وغبرات" اس کا معنی ہے بقایا، علامہ کرمانی نے کہا: یہ غابر کی جمع ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ یہ غبر کی جمع ہے، اور کسی چیز کے بقیہ کو غبر کہتے ہیں۔
اس حدیث میں مذکور ہے "کانھا سراب" سراب کا معنی ہے کہ وسیع ریگستان میں دوپہر کی شدید گرمی میں انسان کو چمکتی ہوئی ریت پانی کی طرح دکھائی دیتی ہے، اس کو سراب کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:
وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ اور کافروں کے اعمال ہموار زمین میں چمکتی ہوئی ریت کی مثل ہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

السَّرَابِ يَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْـًٔا۔ جس کو پیاسا دور سے پانی گمان کرتا ہے حتیٰ کہ جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو اس کو کچھ بھی نہیں پاتا۔ (النور:۳۹)

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب عیسائی اور بت پرست پانی کو طلب کریں گے تو انہیں جہنم کے نیچے پھینک دیا جائے گا اور وہاں ان کو سراب دکھائی دیگا جس کو وہ پانی سمجھیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''عُزَیر''عزیر کا لفظ اگر چہ عجمی ہے اور عَلَم ہے اس کے باوجود وہ نوح اور لوط کی طرح منصرف ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فیقال کذبتم''یعنی کہا جائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ لوگ اپنے اس قول میں صادق تھے کہ وہ عزیر کی عبادت کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو جھوٹا اس لیے کہا گیا ہے کہ انہوں نے عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فیتساقطون''پس وہ لوگ جہنم میں گریں گے کیونکہ ان کو شدید پیاس ہوگی اور جہنم کی گرمی سخت ہوگی۔

مومنین کے کفار اور بت پرستوں کے ساتھ نہ جانے کا سبب

اس حدیث میں مذکور ہے''مایحبسکم''یعنی تم کو کس چیز نے روکا اور کس چیز نے جانے سے منع کیا، یعنی تم عیسائیوں اور یہودیوں اور بت پرستوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟

اس حدیث میں مذکور ہے''فیقولون فارقناهم''یعنی ہم دنیا میں ان کفار سے الگ رہے حالانکہ اس وقت میں ہم ان کے اب سے زیادہ محتاج تھے، اس کا معنی ہے: ہمارے رشتہ دار اور ہمارے اصحاب جو اپنی زندگی کی گزران میں ان کے محتاج تھے تو اے اللہ! تیری اطاعت کو لازم سمجھنے کی وجہ سے اور دین کے دشمنوں سے مقاطعہ کرنے کی وجہ سے ہم دنیا میں ان سے الگ رہے، تو اب آخرت میں ان کے ساتھ کیسے ہوں گے، اور اس کلام سے ان کی غرض یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف فریاد کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کفار کے ساتھ دوزخ میں نہ رکھے، گویا انہوں نے کہا: جس طرح ہم دنیا میں ان کے مصاحب نہیں تھے اسی طرح آخرت میں بھی ہم ان کے مصاحب نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی صورت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے''فی صورة''، حدیث میں مذکور ہے''فیاتیهم الجبار فی صورة غیر صورته التی راوه فیها اول مرة''یعنی جبار (اللہ تعالیٰ) ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جو اس صورت کے علاوہ ہوگی جس صورت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا، یہاں پر صورت، صفت کے معنی میں ہے۔

جس صورت میں انہوں نے جبار کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا، اس سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کو ان کی پشت سے نکالا گیا تو ان کی اولاد نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں یہ معرفت بھلادی، پھر ان کو آخرت میں وہ صورت دکھا کر یاد دلائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے''فاذا راینا ربنا عرفناه''یعنی جب ہم اپنے رب کو دیکھیں گے تو ہم اس کو پہچان لیں گے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ ان کا رب ان کے پاس کیسے کسی صورت میں آئے گا جس سے وہ اس کو پہچان لیں گے؟
اس کے جواب میں علامہ ابن بطال نے بیان کیا کہ المہلب نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ایک فرشتہ بھیجے گا تا کہ ان کی آزمائش کرے کہ وہ اپنے رب کی صفات کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں جس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، پس جب وہ فرشتہ ان سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، تو وہ اس کے قول کو رد کر دیں گے کیونکہ وہ اس فرشتہ پر مخلوق کی صفت کو دیکھیں گے، اور انہوں نے کہا کہ جب ہمارے پاس ہمارا رب آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے، اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ ہمارے لیے ایسے ملک میں ظاہر ہوگا جو اس کے غیر کے لیے ممکن نہیں ہے اور ایسی عظمت میں ظاہر ہوگا کہ کوئی مخلوق اس عظمت کے مشابہ نہیں ہے تو اس وقت وہ کہیں گے: تو ہمارا رب ہے۔

''کشفِ ساق'' کو اللہ تعالیٰ کی تجلی قرار دینا

اس حدیث میں مذکور ہے ''هل بينكم وبينه آية تعرفونه؟ فيقولون: السّاق'' یعنی کیا تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان کوئی ایسی علامت ہے جس سے تم اپنے رب کو پہچان لو گے؟ تو وہ کہیں گے: ہاں! الساق (پنڈلی) ہے۔
مومنین جو کہیں گے کہ ہمارے اور ہمارے رب کے درمیان علامت ''الساق'' ہے تو ہو سکتا ہے کہ مومنین کو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی زبانوں سے یہ بتا دیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی کی علامت پنڈلی قرار دی ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''یکشف'' یعنی اللہ تعالیٰ پنڈلی کو کھولے گا اور پنڈلی کے کھولنے کا معنی ہے: اس دن کی شدت کو ظاہر کرنا، یا اس دن کی ہولناکی کو ظاہر کرنا، اور عرب والے بطورِ مثال کے جب جنگ شدید ہو تو کہتے ہیں ''قامت الحرب علی ساق'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ کشفِ ساق کسی امر کی شدت سے کنایہ ہے، اور دوسرا قول ہے کہ اس سے مراد ہے نورِ عظیم، تیسرا قول ہے کہ اس سے مراد ہے فرشتوں کی ایک جماعت، اور ایک قول ہے کہ ساق کا معنی یہاں پر نفس ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ان پر تجلی فرمائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

''کشفِ ساق'' کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''کشف ساق'' یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پنڈلی کھولنے کے متعدد محامل

علامہ ابن بطال نے المہلب سے نقل کیا ہے: اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجے گا تا کہ مومنین کا ان کے رب کی صفات کے اعتقاد کا امتحان لے جس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، پس جب وہ فرشتہ یہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو مومنین اس کو مسترد کر دیں گے کیونکہ وہ اس فرشتہ کے اوپر مخلوق کی صفات کو دیکھیں گے، پس اس حدیث میں مومنین کا یہ قول ہے کہ جب ہمارا رب آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے، یعنی جب ہم پر یہ ظاہر ہوگا کہ اس کا ایسا ملک ہے جو کسی اور کا ملک نہیں ہو سکتا اور اس کی ایسی عظمت ہے کہ وہ مخلوقات میں سے کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے تو اس وقت وہ کہیں گے کہ تو ہمارا رب ہے، اور یہ جو حدیث میں ہے کہ کیا تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان کوئی ایسی علامت ہے جس سے تم اس کو پہچان لو تو وہ کہیں گے: ہاں پنڈلی ہے، اس کی توجیہ میں یہ ہو سکتا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبانوں سے یا انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے مومنین کو یہ بتا دیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی کی علامت "ساق" قرار دی ہے، اور یہ اس وقت ہو گا جب اللہ تعالیٰ ان کی آزمائش کے لیے ان کے پاس کسی فرشتہ کو بھیجے گا اور وہ کہے گا: میں تمہارا رب ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ..." (القلم: ۴۲) "یہ کسی امر کی شدت سے کنایہ ہے، اور جب جنگ بہت شدید ہو تو عرب کہتے ہیں "قامت الحرب علی ساق"۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نورِ عظیم ہے، ابن فورک نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مومنین کے لیے فوائد اور الطاف پے درپے نازل فرمائے گا۔

اور المہلب نے کہا ہے: پنڈلی کھولنا مومنین کے لیے رحمت ہے اور دوسروں کے لیے عذاب ہے۔

اور علامہ الخطابی نے کہا ہے: بہت سے شیوخ نے پنڈلی کے معنی میں غور کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس قدرت کو کھولے گا جس سے شدت ظاہر ہو گی۔

اور علامہ الخطابی نے کہا ہے: کبھی ساق یعنی پنڈلی کے لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے نفس مراد ہوتا ہے۔

حدیثِ مذکور سے اشاعرہ کا تکلیف مالا یطاق کو جائز قرار دینا اور ان کے دیگر دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "منافقین جب سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی کمر ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی"۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: حدیث کے اس جملہ سے اشاعرہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ تکلیف مالا یطاق جائز ہے، اور انہوں نے ابولہب کے قصہ سے بھی استدلال کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو ایمان کا مکلف کیا، جب کہ اللہ تعالیٰ یہ خبر دے چکا ہے کہ وہ کفر پر مرے گا، فرمایا: "سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝..." (اللھب: ۳) "(وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں جائے گا O)

اشاعرہ کے دلائل کا جمہور اہلسنت کی طرف سے جواب

فقہاء نے تکلیف مالا یطاق سے منع کیا ہے، ان کا اس آیت سے استدلال ہے:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ: ۲۸۶) اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا۔

اشاعرہ نے اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا تھا کہ منافقین کی کمر تختہ کی طرح ہو چکی تھی پھر بھی انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا، ان کا سجدہ کرنا ممکن نہیں تھا، پھر بھی ان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے لیے کسی کام کا کرنا محال ہو اس کو بھی اس کام کا مکلف کرنا جائز ہے۔

جمہور فقہاء نے اس استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سرزنش کرنے اور جھڑکنے کی وجہ سے اور ان کو لاجواب کرنے کی وجہ سے سجدہ کرنے کا حکم دیا، کیونکہ دنیا میں انہوں نے اپنے آپ کو سجدہ کرنے والے مومنین میں داخل کیا ہوا تھا، تو قیامت کے دن انہیں مومنین کے ساتھ سجدہ کرنے کا حکم دیا اور ان سے سجدہ کرنا مشکل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے ان کے نفاق کو ظاہر کیا اور ان کو شرمندہ اور رسوا کیا، اور جس طرح منافقین کو شرمندہ اور ذلیل کرنے کے لیے اور ان کی سرزنش کرنے کے لیے انہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مومنین کے ساتھ سجدہ کرنے کا قیامت کے دن حکم دیا جائے گا اور ان سے سجدہ نہیں ہو سکے گا اور ان کی کمر تختہ کی طرح ہو جائے گی،
اس کی نظیر درج ذیل آیت ہے:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ⑬ (الحدید:۱۳)

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں، ان سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کوئی نور حاصل کرو، پس ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا، اس کے اندرونی حصہ میں رحمت ہوگی اور اس کے باہر کی جانب عذاب ہوگا O

الحدید: ۱۳ کی تفسیر از مصنف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ اندھیروں میں ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک نور بھیجے گا، جب مومنین اس نور کو دیکھیں گے تو اس نور کی جانب چل پڑیں گے اور وہ نور جنت کی طرف رہنمائی کرے گا، پس جب منافقین دیکھیں گے کہ مومنین اس نور کی روشنی میں جنت کی طرف جا رہے ہیں تو وہ بھی مومنین کے پیچھے چل پڑیں گے، تب اللہ تعالیٰ منافقین پر اندھیرا کردے گا، اس وقت منافقین مومنوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو، ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں کیونکہ ہم بھی دنیا میں تمہارے ساتھ رہے تھے، تو مومنین کہیں گے: تم اسی اندھیرے میں لوٹ جاؤ جہاں سے آئے تھے اور وہیں نور تلاش کرو۔

(جامع البیان: ۲۶۰۲۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: جس طرح قیامت کے دن منافقین کو سرزنش کرنے اور شرمندہ کرنے کے لیے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور وہیں نور کو تلاش کرو، اور یہ تکلیف مالایطاق نہیں ہے بلکہ ان کی رسوائی و شرمندگی کو ظاہر کرنے کے لیے ہے، اور اسی کی مثال وہ حدیث ہے جس میں قیامت کے دن ایک شخص کو جَو میں گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا، حالانکہ جَو میں گرہ لگانا محال ہے اور یہ محال کے ساتھ مکلف کرنا نہیں ہے بلکہ اس شخص کی سرزنش اور اس کی ڈانٹ ڈپٹ میں اضافہ کے لیے ہے، اور فقہاء نے ابولہب کے قصہ کا جواب نہیں دیا۔

اور بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تکلیف مالایطاق کا مسئلہ صرف ایمان لانے کے مکلف کرنے کے ساتھ نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۵۷۔ ۵۵۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

مصنف کی طرف سے ابولہب کو ایمان کے مکلف کرنے کا جواب

میں کہتا ہوں کہ ابولہب کا ایمان لانا اس لیے محال ہے کہ اللھب: ۳ کا لحاظ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ ”وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں جائے گا“ اور ابولہب کو جو اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کا حکم دیا، وہ اللھب: ۳ سے قطع نظر کر کے دیا ہے، یعنی فی نفسہٖ اس کا ایمان لانا ممکن ہے اور اللھب: ۳ کے اعتبار سے اس کا ایمان لانا محال ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس کا ایمان لانا ممکن بالذات ہے اور ممتنع بالغیر ہے، اور اس کو فی نفسہٖ ایمان لانے کا حکم دیا ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق خبر دے چکا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

نیز علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

منافقین کی پشتوں کا تختہ کی طرح ہو جانا ان کی سرزنش اور مذمت کی وجہ سے ہے

اس حدیث میں مذکور ہے "جب اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کو کھولے گا تو ہر مومن اس کو سجدہ کرے گا اور جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دکھانے اور سنانے کے لیے سجدہ کرتا تھا وہ کھڑا رہے گا، پس وہ سجدہ کرنے کے لیے جائے گا تو اس کی پشت ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی"۔

یعنی اس کی پشت ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی اور مڑ نہیں سکے گی تو وہ سجدہ پر قادر نہیں ہوگا، دوسرا قول یہ ہے کہ طبق سے مراد ہے وہ رقیق ہڈی جو ہر دو جوڑوں کے درمیان ہوتی ہے، اور ان کے ساتھ یہ معاملہ اس لیے کیا جائے گا تا کہ ان کو سرزنش کی جائے اور ڈانٹ ڈپٹ کی جائے، کیونکہ انہوں نے اپنے زعم میں اپنے آپ کو ان مومنین میں داخل کر دیا تھا جو دنیا میں سجدہ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ اپنے سجدہ کرنے میں ریا کاری کرتے ہیں تو اس لیے انہیں آخرت میں سجدہ کرنے کے لیے بلایا جائے گا جیسا کہ مومنین کو بلایا جائے گا اور منافقین کے اوپر سجدہ کرنا مشکل ہو جائے گا اور ان کی پشتیں ایک تختہ کی طرح ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس سے ان کے نفاق کو ظاہر کرے گا۔

مدحضة، مزلة، خطاطيف، كلاليب، حسكة، مفلطحة اور عقيفاء کے معانی

اس حدیث میں "مدحضة" کا لفظ ہے، جب کسی شخص کا پیر پھسل جائے تو کہتے ہیں "دحضت رِجله دحضا"۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مزلة" یہ "زلت الاقدام" سے ماخوذ ہے یعنی ایسی جگہ جہاں سے قدم پھسل جائیں اور یہ دونوں لفظ متقارب المعنی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خطاطيف" یہ خطاف کی جمع ہے اور یہ آنکڑے کے لوہے کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو پکڑ کر اٹھایا جاتا ہے، اور الکلالیب، کلوب کی جمع ہے، اس کا معنی آنکڑا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حسكة" اس کا معنی ہے: سخت اور مضبوط کانٹا۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا: "الحسك" وہ نبات ہے جس کا سخت پھل ہوتا ہے اور وہ بکریوں کے اون سے متعلق ہوتا ہے۔ اور الجوہری نے کہا کہ "الحسك" درختِ سعدان کا کانٹا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مفلطحة" اس کا معنی ہے عريضة، یعنی چوڑا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "عقيفاء" اور اس لفظ کو عقيفة بھی پڑھا گیا ہے کريمة کے وزن پر، اس کا معنی ہے: جس کا سر مڑا ہوا ہو جیسے کھونٹی یا ہُک میں ہوتا ہے۔

پل صراط سے گزرنے والوں کی کیفیات

اس حدیث میں مذکور ہے "المومن عليها كالطرف" یعنی مومن پُل صراط سے پلک جھپکنے کی مثل گزر جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وكأجاويد الخيل" اور مومن عمدہ گھوڑوں کی طرح سے پل صراط سے گزرے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "مسلّم مخدوش" یعنی بعض مومن تو سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض مومن اس طرح

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گزریں گے کہ ان کے جسم پھٹے ہوئے ہوں گے اور اس میں خراشیں پڑی ہوئی ہوں گی، علامہ کرمانی نے کہا: اس کا معنی ہے: مخموش، یعنی چہرہ کو ناخنوں سے نوچنا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''مکدوس'' یعنی وہ پچھاڑا ہوا ہوگا اور گرا ہوا ہوگا اور دھتکارا ہوا ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ پل صراط سے گزرنے والوں کی تین قسمیں ہوں گی: ایک قسم وہ ہوگی جو صحیح سلامت ہوگا اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا ہوگا، اور دوسری قسم وہ ہے کہ اس پر خراشیں ہوں گی، پھر وہ خراشوں کے زخموں کے ساتھ نجات پا جائے گا، اور تیسری قسم وہ ہے جو پل صراط سے دھتکار کر گرا دیا جائے گا اور جہنم میں گر جائے گا۔

مومنین کا اپنے بھائیوں کی پرزور سفارش کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''تم آج مجھ سے اپنے حق کا جس طرح مطالبہ کرتے ہو، اس دن اس سے زیادہ شدت کے ساتھ مومنین اللہ تعالیٰ سے تقاضا اور مطالبہ کریں گے''۔ یعنی تم دنیا میں مجھ سے جب بھی اپنے کسی حق کا مطالبہ کرتے تھے اس سے زیادہ شدت کے ساتھ تم آخرت میں مومنین کی شفاعت کرو گے اور ان کی نجات کا سوال کرو گے، اور اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ مومنین اپنے بھائیوں کی نجات کے لیے بہت زیادہ گڑگڑا کر شفاعت کریں گے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ان کو ان کے بغیر کسی عمل کے جنت میں داخل کر دے گا''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صرف ان کے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فرشتے بھی شفاعت کریں گے اور انبیاء بھی شفاعت کریں گے اور مومنین بھی شفاعت کریں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۴۰۔ وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يُحْبَسُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُهِمُّوا بِذَلِكَ فَيَقُولُونَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا فَيُرِيحُنَا مِنْ مَكَانِنَا فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَأَسْكَنَكَ جَنَّتَهُ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ لِتَشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا قَالَ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ قَالَ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ أَكْلَهُ مِنَ الشَّجَرَةِ وَقَدْ نُهِيَ عَنْهَا وَلَكِنِ ائْتُوا نُوحًا أَوَّلَ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ سُؤَالَهُ

اور حجاج بن منہال نے کہا: ہمیں ہمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مومنین کو روک لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حصول شفاعت کا قصد کریں گے، پس وہ کہیں گے: کاش ہم اپنے رب کی طرف کسی کی شفاعت طلب کریں جو ہم کو اس جگہ سے راحت میں پہنچائے، پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، پس کہیں گے: آپ آدم ہیں تمام لوگوں کے باپ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور آپ کو اپنی جنت میں ٹھہرایا اور آپ کے لیے فرشتوں سے سجدہ کرایا، اور آپ کو ہر چیز کے نام کی تعلیم دی، پس چاہیے کہ آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں حتیٰ کہ وہ ہم کو اس جگہ سے راحت میں پہنچائے، نبی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَبَّهُ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَكِنْ ائْتُوا إِبْرَاهِيمَ خَلِيلَ الرَّحْمَنِ قَالَ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُ إِنِّي لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ثَلَاثَ كَلِمَاتٍ كَذَبَهُنَّ وَلَكِنْ ائْتُوا مُوسَى عَبْدًا آتَاهُ اللهُ التَّوْرَاةَ وَكَلَّمَهُ وَقَرَّبَهُ نَجِيًّا قَالَ فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ إِنِّي لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ قَتْلَهُ النَّفْسَ وَلَكِنْ ائْتُوا عِيسَى عَبْدَ اللهِ وَرَسُولَهُ وَرُوحَ اللهِ وَكَلِمَتَهُ قَالَ فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلَكِنْ ائْتُوا مُحَمَّدًا ﷺ عَبْدًا غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَأْتُونِي فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فِي دَارِهِ فَيُؤْذَنُ لِي عَلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي فَيَقُولُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَ قَالَ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأُثْنِي عَلَى رَبِّي بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأَخْرُجُ فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ قَالَ قَتَادَةُ وَسَمِعْتُهُ أَيْضًا يَقُولُ فَأَخْرُجُ فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ الثَّانِيَةَ فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فِي دَارِهِ فَيُؤْذَنُ لِي عَلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يَقُولُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَ قَالَ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأُثْنِي عَلَى رَبِّي بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ قَالَ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأَخْرُجُ فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ قَالَ قَتَادَةُ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ فَأَخْرُجُ فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ الثَّالِثَةَ فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فِي دَارِهِ فَيُؤْذَنُ لِي عَلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يَقُولُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأُثْنِي

ﷺ نے فرمایا: پس حضرت آدم کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں، آپ نے بتایا کہ وہ اپنی اس (اجتہادی) خطا کا ذکر کریں گے جو وہ کر چکے تھے، انہوں نے درختِ ممنوع سے کھایا تھا حالانکہ ان کو اس سے کھانے سے منع کیا گیا تھا، لیکن تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا، پس مومنین حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور اپنی اس (اجتہادی) خطاء کو یاد کریں گے جو وہ کر چکے تھے، انہوں نے بغیر علم کے اپنے رب سے سوال کیا تھا، لیکن تم حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ، آپ نے بتایا کہ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، پس وہ کہیں گے کہ میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں، اور وہ ان تین (بہ ظاہر) جھوٹی باتوں کو یاد کریں گے جو انہوں نے کی تھیں، لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ ایسے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا کی اور ان سے کلام کیا اور ان کو قریب کر کے سرگوشی کی، پس مومنین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، سو وہ کہیں گے: بے شک میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور وہ اپنی اس (اجتہادی) خطاء کو یاد کریں گے جو وہ کر چکے ہیں، انہوں نے ایک جان کو (تادیباً) قتل کر دیا تھا، لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ کی (پسندیدہ) روح ہیں اور اس کا کلمہ ہیں، آپ نے بتایا کہ پھر مومنین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ، وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے ظاہری ذنب (بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کیے ہوئے کام) کی مغفرت فرما دی ہے، پس مومنین میرے پاس آئیں گے، پس میں چل پڑوں گا، سو میں اپنے رب سے اس کے گھر (یعنی جنت) میں اجازت طلب کروں گا، سو میرے لیے شفاعت کی اجازت دی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلٰى رَبِّي بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ قَالَ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأَخْرُجُ فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ قَالَ قَتَادَةُ وَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ فَأَخْرُجُ فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ حَتّٰى مَا يَبْقٰى فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ قَالَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴿٧٩﴾﴾ قَالَ وَهٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ الَّذِي وُعِدَهُ نَبِيُّكُمْ ﷺ

جائے گی، سو اس وقت میں اپنے آپ کو دیکھوں گا کہ میں سجدہ میں گرا ہوا ہوں، پس اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے (سجدہ میں) چھوڑے گا، پھر فرمائے گا: اے محمد! اٹھیے اور آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور آپ سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا، سو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور میں اپنے رب کی ایسی حمد وثنا کروں گا جس کی اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ تعلیم دے گا، پھر میں شفاعت کروں گا، پس میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، پس میں نکلوں گا سو ان کو جنت میں داخل کردوں گا۔

قتادہ نے کہا: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا ہے: پس میں نکلوں گا اور میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور ان کو جنت میں داخل کردوں گا، پھر میں دوبارہ اپنے رب سے اس کے گھر میں اجازت طلب کروں گا، سو میرے لیے اجازت دی جائے گی، پس جب میں اسے دیکھوں گا تو سجدہ میں پڑ جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے چھوڑے رکھے گا، پھر فرمائے گا: اے محمد! اٹھیے اور آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور آپ سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا، آپ نے بتایا: پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا، پس میں اپنے رب کی ایسی حمد وثنا کروں گا جس کی مجھے اسی وقت اللہ تعالیٰ تعلیم دے گا، آپ نے بتایا: پھر میں شفاعت کروں گا، پس میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، پس میں نکلوں گا اور ان کو جنت میں داخل کردوں گا۔

قتادہ نے کہا: اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: پس میں نکلوں گا سو میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور میں ان کو جنت میں داخل کردوں گا، پھر میں تیسری مرتبہ لوٹوں گا، پس اپنے رب سے اس کے گھر میں اجازت طلب کروں گا، سو میرے لیے اجازت دی جائے گی، پس جب میں اسے دیکھوں گا تو میں سجدہ میں پڑ جاؤں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گا، پس اللہ تعالیٰ مجھے سجدہ میں چھوڑے رکھے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر فرمائے گا: اے محمد! اٹھیے، آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، آپ سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا، آپ نے بتایا: پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا، پس میں اپنے رب کی ایسی حمد وثنا کروں گا جس کی مجھے اس وقت اللہ تعالیٰ تعلیم دے گا، آپ نے بتایا: پھر میں شفاعت کروں گا، پس میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، پس میں نکلوں گا اور ان کو جنت میں داخل کر دوں گا۔

قتادہ نے کہا: اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: پس میں نکلوں گا اور ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور ان کو جنت میں داخل کر دوں گا حتیٰ کہ دوزخ میں صرف وہی باقی رہ جائیں گے جن کو قرآن نے روک رکھا ہے یعنی جن کے اوپر دوام اور خلود واجب ہو گیا ہے، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی:

''عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا O''

(بنی اسرائیل: ۷۹)

قتادہ نے کہا: یہ وہ مقامِ محمود ہے جس کا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۴۴۰، صحیح مسلم: ۱۹۳، سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۲، مسند احمد: ۱۳۱۵۰)

صحیح البخاری: ۷۴۴۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فرشتوں کے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا وقت

علامہ داؤدی نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اس وقت ان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا ہو، اور یہ ایسا سجدہ ہے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا تھا اور یہ سجدۂ شکر تھا، اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ انعام کیا اور ان سب کو جمع کر دیا۔

علامہ ابن ملقن کے بیان کیے ہوئے سجدہ کے وقت میں مصنف کا اختلاف

میں کہتا ہوں: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ ''میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہا: کیا آپ ایسے شخص کو اپنا خلیفہ بنائیں گے جو زمین میں فساد کرے گا اور خون ریزی کرے گا، حالانکہ ہم تیری حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے O اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے، پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کیا، پس فرمایا: تم اگر سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ O فرشتوں نے کہا: تو پاک ہے، ہمیں صرف انہی چیزوں کا علم ہے جن کی تو نے ہمیں تعلیم دی ہے، بے شک تو ہی سب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے O اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! ان فرشتوں کو ان چیزوں کے اسماء کی خبر دیجئے، پس جب حضرت آدم نے ان کو ان چیزوں کے نام بتا دیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں آسمانوں اور زمینوں کا غیب جاننے والا ہوں اور میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن کو تم ظاہر کرتے تھے اور جن کو تم چھپاتے تھے O اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا O (البقرہ: ۳۰۔ ۳۴)

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلتِ علمی کو ثابت فرمایا، پھر ان کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں، اور ایسا نہیں ہوا کہ آدم علیہ السلام کو پیدا کرتے ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ان کے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہو جیسا کہ علامہ ابن ملقن نے بیان کیا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حضرت نوح علیہ السلام کے نبی ہونے کا بیان

علامہ داؤدی نے کہا ہے: حضرت نوح علیہ السلام کے معاملہ میں اختلاف ہے، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے رسول ہیں، اور احادیث میں آیا ہے کہ وہ رسول تھے نبی نہیں تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے نہ رسول تھے اور نہ نبی تھے۔

علامہ ابن ملقن کہتے ہیں: علامہ داؤدی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسالت نبوت کو شامل ہوتی ہے، پس جو بھی رسول ہوتا ہے وہ نبی ہوتا ہے، اسی طرح جس حدیث میں ہے کہ نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا، اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا، اس لیے کہ جب نبی کو بھیجا جائے گا تو وہ رسول ہو گا اور نبوت عام ہے اور رسالت خاص ہے اور ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت نوح علیہ السلام وہ پہلے نبی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تو اس سے لازم آئے گا کہ آدم علیہ السلام نبی نہ ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ حضرت آدم علیہ السلام بھی نبی تھے لیکن اس وقت روئے زمین پر لوگ موجود نہیں تھے جن کی طرف ان کو مبعوث کیا جاتا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جس دعا کی وجہ سے شفاعت کرنے سے گریز کیا، اس کا بیان اور اس کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "حضرت نوح علیہ السلام شفاعت سے اس لیے گریز کریں گے کہ انہوں نے اپنے رب سے دعا کی تھی"، وہ دعا یہ ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ O (نوح:۲۶)

کفار کی ہلاکت کی دعا کرنا اگرچہ گناہ نہیں ہے لیکن حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بلند مرتبہ کے اعتبار سے اس کو بھی گناہ قرار دیا، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کر کے یہ دعا نہیں کی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین ظاہری جھوٹ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے ان کو اپنے ساتھ میلہ میں جانے کے لیے کہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ إِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿٨٩﴾ پھر انہوں نے ستاروں کی طرف ایک نظر ڈالی O پھر کہا: میں بے شک بیمار ہونے والا ہوں O (الصافات:۸۸۔۸۹)

الصافات:۸۹ کی تفسیر از مصنف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ستارہ شناس اور ستارہ پرست تھی، اس لیے آپ نے ان کے ساتھ ان کے طریقہ کے مطابق معاملہ کیا اور اس طور سے حیلہ کیا جو ان کی رسم ورواج کے مطابق تھا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بتوں کو توڑنے کے لیے حیلہ کرنا چاہتے تھے تاکہ ان کی بت پرستی کو باطل کیا جا سکے، دوسرے دن ان کی عید اور میلہ تھا، اور وہ لوگ میلہ میں جانے سے پہلے بتوں کے سامنے قربانیاں پیش کرتے تھے اور کھانے پینے کی چیزیں رکھتے تھے تاکہ ان سے بتوں کا تقرب اور تبرک حاصل ہو اور وہ میلہ سے واپس آ کر ان چیزوں کو کھائیں، انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: آپ ہماری عید اور ہمارے میلہ میں ہمارے ساتھ چلیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھ کر کہا: میں بیمار ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''سقیم'' سے مراد طاعون زدہ ہونا ہے اور وہ لوگ طاعون سے بہت گھبراتے تھے، حسن بصری نے کہا: ''سقیم'' سے مراد مریض ہے، اور مقاتل نے کہا: اس سے مراد ہے کہ مجھے درد ہے، اور الضحاک نے کہا: اس سے مراد ہے کہ میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں، پھر وہ لوگ پیٹھ پھیر کر چلے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو توڑ ڈالا۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو فرمایا تھا ''إِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿٨٩﴾''، اس کا مطلب یہ تھا کہ میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں، یا مطلب یہ تھا کہ تمہارے کفر اور شرک کی وجہ سے میرا دل بیمار ہے، یا آپ نے بطور تعریض فرمایا کہ میں بیمار ہوں اور منشاء یہ تھا کہ میری قوم بیمار ہے، سو اس اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا إِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿٨٩﴾ کہنا حقیقت میں جھوٹ نہیں تھا لیکن بہ ظاہر جھوٹ تھا، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بلند مرتبہ کی وجہ سے اس ظاہری جھوٹ کی وجہ سے بھی شفاعت سے گریز کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دوسرا ظاہری جھوٹ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کا ذکر فرمایا ہے:

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ (الانبیاء:۶۳) بلکہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے O

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بہ ظاہر آپ نے چھوٹے بتوں کو توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کی اور در حقیقت آپ نے خود ان بتوں کو توڑا تھا، کیونکہ ان چھوٹے بتوں کو توڑنے کا سبب وہ بڑا بت تھا، آپ اس کی خدائی کو باطل کرنا چاہتے تھے اور اس کے عجز کو ثابت کرنا چاہتے تھے اور سبب کی طرف بھی فعل کی نسبت کی جاتی ہے، جیسے قرآن مجید میں ہے:

یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ (القصص:۴) وہ (فرعون) ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا۔

اس آیت میں فرعون کی طرف ذبح کرنے کی نسبت کی ہے جب کہ فرعون صرف ذبح کا حکم دینے والا اور سبب تھا حقیقت میں ذبح قصاب کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تیسرا ظاہری جھوٹ

ایک دن حضرت ابراہیم اور ان کی زوجہ سارہ سفر کر رہے تھے، ان کا گزر ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں ہوا، اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ ایک شخص آ رہا ہے اور اس کی بیوی سب سے زیادہ حسین ہے، اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلوا کر پوچھا: یہ عورت کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ میری بہن ہے، اور حضرت سارہ سے فرمایا: اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن جوڑا نہیں ہے، اس بادشاہ نے مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا تھا تو میں نے اس کو بتایا کہ تم میری بہن ہو یعنی دینی بہن ہو، یہ کلام بھی بہ ظاہر جھوٹ ہے اور حقیقت میں تعریض ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا شفاعت سے گریز کرنا ان کی تواضع تھا

اس حدیث میں متعدد انبیاء علیہم السلام کے متعلق مذکور ہے کہ انہوں نے شفاعت سے گریز کیا، سو یہ ان کی تواضع تھی اور یہ اشارہ کرنا تھا کہ در حقیقت یہ شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے جان لیا تھا کہ شفاعت کرنے والے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور ہر ایک دوسرے کی طرف مومنین کو بھیج رہا تھا تاکہ مومنین بتدریج سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچیں، اور یہ آپ کی فضیلت کے اظہار کے لیے تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دلوں میں الہام کیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے شفاعت کے سوال کی ابتداء کریں اور اخیر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچیں۔

"روح اللہ وکلمتہ" کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مومنین سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ "تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور روح اللہ ہیں اور اس کا کلمہ ہیں"۔

روح اللہ کا اقتباس درج ذیل آیت سے ہے:

فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (التحریم:۱۲) سو ہم نے اس کے چاک گریبان میں اپنی طرف کی روح پھونک دی۔

حضرت جبریل اور روح الامین نے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماری تھی، پھر وہ پھونک رحم تک پہنچ گئی اور اسی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام وجود میں آئے، اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: "کُن" یعنی ہو جاؤ، پس وہ ہو گئے، سو ان کا نام اللہ کا کلمہ رکھ دیا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قول "کُن" سے وجود میں آئے گا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''فی دارہٖ'' کا محمل

اس حدیث میں مذکور ہے ''پس مومنین میرے پاس آئیں گے، پس میں چل پڑوں گا، پس میں اپنے رب سے اس کے دار یعنی اس کے گھر میں اجازت طلب کروں گا، سو میرے لیے اجازت دی جائے گی''۔

اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کریں گے، پس جنت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی جیسا کہ کعبہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور اس کو بیت اللہ کہا جاتا ہے اور یہ اضافت کعبہ کی تشریف اور تعظیم کے لیے ہے، اسی طرح جنت کو اللہ تعالیٰ کا دار یعنی اس کا گھر فرمایا، کیونکہ جنت میں اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے گھر ہیں، اسی طرح روح اللہ کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمام ارواح پر فضیلت دینے کے لیے ہے، اور اس حدیث میں مجسمہ کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مکان اور جگہ نہیں ہے اور یہ اضافت یعنی دار کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف فعل کی اضافت ہے جیسے اللہ تعالیٰ باقی افعال کی اپنی طرف اضافت فرماتا ہے۔

یا محمد کہنے کا ثبوت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تین مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائے گا ''ارفع محمد'' شارحین نے کہا ہے: اس کا معنی ہے ''ارفع راسك یا محمد'' یعنی اے محمد! اپنا سر اٹھائیے۔ نیز امام مسلم نے روایت کی ہے ''فیقال لی یا محمد ارفع راسك'' اور یہ ارشاد بھی تین مرتبہ مذکور ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۳، الرقم المسلسل: ۳۶۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے، اور یا محمد کہنا جائز ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور: ۶۳) تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

حتیٰ کہ بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا: جب اللہ تعالیٰ آپ کا مالک و مولیٰ ہو کر یا محمد کہہ کر نہیں پکارتا تو ہم غلاموں کے لیے کب جائز ہے کہ آپ کو یا محمد کہہ کر پکاریں۔

ان لوگوں کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کہہ کر پکارا ہے جیسا کہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مذکور سے واضح ہو گیا ہے اور رہی النور: ۶۳ کی یہ آیت، تو اس میں لفظِ دعا کی رسول کی طرف جو اضافت ہے یہ اضافت الی الفاعل ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جیسا تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو، کیونکہ تمہارے بلانے پر کسی کا آنا فرض نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر آنا فرض ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا نام لے کر آپ کو نہ بلایا جائے، اور لفظِ محمد آپ کا نام بھی ہے اور آپ کی صفت بھی ہے کیونکہ محمد کا معنی ہے ''جس کی بے حد حمد کی گئی'' تو آپ کا نام لے کر بلانا منع ہے اور آپ کی صفت کے ساتھ آپ کو بلانا جائز ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مقامِ محمود

قتادہ نے کہا: یہ مقامِ محمود ہے، پھر اس آیت کی تلاوت کی:

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (بنی اسرائیل:۷۹) عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا○

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے شفاعت کرنا یہی مقامِ محمود ہے جس کی اس حدیث میں تصریح نہیں ہے لیکن سیاق اور باقی روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے پہلی شفاعت فرمائیں گے وہی مقامِ محمود ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۳۴۷۔۳۴۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ، عمدة القاری ج ۲۵ ص ۱۹۷۔۱۹۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، وافاضات المصنف)

۷۴۴۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي عَمِّي حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ وَقَالَ لَهُمُ اصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنِّي عَلَى الْحَوْضِ۔

(صحیح مسلم:۱۰۵۹، مسند احمد:۱۱۶۷۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے چچا نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا اور ان کو ایک خیمہ میں جمع کیا اور ان سے فرمایا: تم صبر کرو حتیٰ کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے ملاقات کرو، پس بے شک میں حوض پر ہوں گا۔

حدیث مذکور کی اصل روایت

امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار سے روایت کیا ہے، اس حدیث کا مکمل متن حسبِ ذیل ہے:

امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے غزوۂ حنین کے دن کہا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہوازن کے اموال بطورِ فئے عطا کیے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مردوں کو سو اونٹ عطا کئے تو انصار نے کہا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے وہ قریش کو عطا کرتے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواروں سے (کفار) قریش کا خون ٹپک رہا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: اس بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی کہ انہوں نے اس طرح کہا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا اور ان کو چمڑے کے ایک خیمہ میں جمع کیا، پس جب وہ جمع ہو گئے تو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا: وہ کیسی خبر ہے جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے؟ تو انصار کے سمجھدار لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! جو ہم میں سے اصحابِ رائے تھے انہوں نے کوئی بات نہیں کی، اور جو ہم میں سے کم عمر لوگ ہیں انہوں نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مغفرت فرمائے وہ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں اور ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں ان مردوں کو عطا کرتا ہوں جو نئے نئے کفر سے نکلے ہیں، میں ان کی تالیفِ قلب کرتا ہوں، کیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تم اس سے راضی نہیں ہو کہ لوگ اموال لے جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ کو لے جاؤ، پس اللہ کی قسم! جس کو تم لے کر جاؤ گے وہ اس سے بہتر ہے جس کو وہ لے کر جائیں گے، تو انصار نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! ہم راضی ہو گئے، آپ نے فرمایا: پس بے شک تم عنقریب شدید ترجیح کو پاؤ گے، سو تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے حوض پر ملاقات کرو، پس بے شک میں حوض پر ہوں گا، انصار نے کہا: ہم صبر کریں گے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۵۹، مسند احمد: ۱۲۶۹۶)

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''تم صبر کرو حتیٰ کہ تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو''۔ یہاں اس ملاقات سے ایسی ملاقات مراد نہیں ہے جس کا حس اور بصیرت سے ادراک کیا جاتا ہے اور نہ ایسی ملاقات مراد ہے جس میں ملاقات کرنے والے ایک دوسرے کے بالمقابل ہوتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہاں ملاقات سے مراد ہے وفات، قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ۔ اور تم تو موت کے آنے سے پہلے موت کی تمنا کیا کرتے تھے۔

(آل عمران: ۱۴۳)

اور دوسرا قول ہے کہ اس سے مراد ہے قیامت کا دن، کیونکہ قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین ایک دوسرے سے ملیں گے۔

حوض کے ثبوت میں مذاہب

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''میں حوض پر ہوں گا''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں حوض کا ثبوت ہے اور المعتزلہ وغیرہ حوض کا انکار کرتے ہیں اور اخبار احاد کو رد کرتے ہیں اور جمہور امت اس کے برخلاف ہیں، وہ حوض پر ایمان لاتے ہیں جیسا کہ سنن اور صحاح میں مذکور ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا: اللہ تعالیٰ جگہ سے منزہ ہے اور حدیث میں ہے ''حتیٰ کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے حوض پر ملاقات کرو'' تو اللہ تعالیٰ حوض پر کیسے ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض نسخوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف یہ ذکر ہے کہ میں حوض پر ہوں گا، لہٰذا یہ سوال ساقط ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۴۲۔ حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا تَهَجَّدَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ أَنْتَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے ثابت بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از سلیمان الاحول از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! ہمارے رب تیرے لیے ہی حمد ہے، اور تو ہی آسمانوں اور زمینوں کا قائم کرنے والا ہے، اور تیرے لیے ہی حمد ہے اور تو آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ الْحَقُّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ خَاصَمْتُ وَبِكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ وَأَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ قَيَّامٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْقَيُّومُ الْقَائِمُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَأَ عُمَرُ الْقَيَّامُ وَكِلَاهُمَا مَدْحٌ۔

میں ہے ان کا رب ہے، اور تیرے ہی لیے حمد ہے اور تو آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان میں ہے ان کا نور ہے، تو حق ہے، اور تیرا ارشاد حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے، اور تیری ملاقات حق ہے، اور جنت حق ہے، اور دوزخ حق ہے، اور قیامت حق ہے، اے اللہ! میں تیرے لیے ہی اسلام لایا اور تجھ پر ہی ایمان لایا اور تجھ پر ہی توکل کیا، اور تیرے ہی پاس اپنے جھگڑے لے گیا اور تجھ ہی کو حاکم بنایا، سو تو میرے (ان ظاہری ذنوب کی) مغفرت کر دے جو میں نے پہلے کیے اور جو میں نے بعد میں کیے اور جو میں نے چھپ کر کیے اور جو میں نے ظاہراً کیے اور جن کو تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

امام ابوعبداللہ نے کہا: قیس بن سعد اور ابوالزبیر نے روایت کی از طاؤس ''قیّام'' اور مجاہد نے کہا: قیوم وہ ہے جو ہر چیز پر قائم ہو، اور عمر نے قراءت کی ''القیّام'' اور یہ دونوں لفظ مدح کے صیغے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۱۲۰، ۶۳۱۷، ۷۳۸۵، ۷۴۴۲، ۷۴۹۹، صحیح مسلم: ۷۶۹، سنن ترمذی: ۳۴۱۸، سنن نسائی: ۱۶۱۹، سنن ابوداؤد: ۷۷۱، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۵، مسند احمد: ۳۳۵۸، موطا امام مالک: ۵۰۰، سنن دارمی: ۱۴۸۶)

صحیح البخاری: ۷۴۴۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تہجد کا معنی

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: عربوں کے نزدیک رات کی نیند کے بعد بیدار ہونے کو تہجد کہتے ہیں، اسی وجہ سے رات کی نماز کو تہجد کہتے ہیں، ابن فارس نے کہا: متھجد کا معنی ہے رات کو بیدار ہو کر نماز پڑھنے والا، اور اس کو تہجد اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اپنے نفس سے نیند کو گرا دیتا ہے۔

تہجد کی نماز کا شرعی حکم

بعض متقدمین نے کہا ہے: رات کا قیام سنتِ مؤکدہ ہے اور امت پر رات کو اتنی مقدار قیام کرنا واجب ہے جس پر قیام کا اطلاق ہو سکے خواہ وہ اتنی دیر ہو جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے، اور یہ بات غلط ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رات کو اٹھ کر نفل پڑھنا دن میں نفل پڑھنے سے افضل ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۳)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیونکہ رات کی نماز اس وقت پڑھی جاتی ہے جو غفلت کا وقت ہوتا ہے اس لیے یہ نماز پڑھنا زیادہ اہم ہے۔
افضل یہ ہے کہ انسان آدھی رات تک سوئے اور پھر رات کے تیسرے حصہ میں قیام کرے اور پھر چھٹے حصہ میں آرام کرے۔
یہی حضرت داؤد علیہ السلام کا طریقہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی کے مطابق رات کی عبادت کرتے تھے۔(صحیح البخاری:۱۱۳۱)
اور پوری رات قیام کرنا مکروہ ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔(صحیح البخاری:۱۹۷۵)
البتہ بعض راتوں میں پوری رات عبادت کرنا مستحب ہے جیسے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی دوراتیں، کیونکہ حدیث میں ہے:
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے عید کی دوراتوں میں ثواب کی نیت سے اللہ کے لیے قیام کیا، اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔(سنن ابن ماجہ:۱۷۸۲)

آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہجد کی نماز پڑھنا فرض تھا یا نفل تھا؟

قرآنِ مجید میں ہے:
وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔(بنی اسرائیل:۷۹) اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیں، جو خصوصاً آپ کے لیے زیادہ ہے۔
امام طبری اور امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ نماز آپ کے فرائض سے زائد ہے اور قتادہ نے کہا: یہ نماز آپ کے لیے نفل ہے اور فضیلت ہے۔
علامہ ابن بطال نے کہا ہے: نافلۃ کا معنی لغت میں ہے زیادہ، اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ نماز کس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے، بعض علماء نے کہا کہ یہ نماز آپ پر فرض تھی اور دوسروں کے لیے نفل ہے۔
اور بعض علماء نے کہا کہ پہلے تہجد کی نماز آپ پر واجب تھی اور بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا اور یہ نفل ہو گئی۔
اور مجاہد نے کہا کہ یہ نماز خصوصاً آپ کے لیے نفل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل ایسا نہیں تھا جو گناہ ہو اور نماز اس کا کفارہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام بہ ظاہر اگلے اور پچھلے خلافِ اولیٰ کاموں کی مغفرت فرمادی ہے، پس یہ نماز آپ کے لیے نفل ہے اور فضیلت ہے اور زائد ہے، اور دوسروں کے لیے یہ نماز ان کے گناہوں کا کفارہ ہے، اس لیے دوسروں کے لیے یہ نماز نفل نہیں ہے۔
اور بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ نماز آپ پر واجب ہے اور ''نافلۃ لک'' کا معنی یہ ہے کہ یہ آپ کے لیے پانچ نمازوں پر زائد فریضہ ہے۔
امام طبری نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہجد کی نماز کو آپ کی امت کے علاوہ فرض قرار دیا ہے، اور مجاہد نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت ہو چکی تھی اس لیے آپ کو تہجد کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں تھی، یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ سورۂ فتح جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت کا اعلان ہے، اس کے نازل ہونے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ استغفار کرتے تھے، اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ کو حکم دیا گیا:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ۔ (النصر: ۳) سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں۔

سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا گیا آپ کی وفات کے سال بھی اور حدیبیہ سے واپسی کے بعد بھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں سو مرتبہ استغفار کرتے تھے، آپ دعا کرتے تھے:

رب اغفرلی وتب علی انك انت التواب الرحیم۔ اے رب! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بہت رحمت فرمانے والا ہے۔

امام طبری نے کہا: اس سے مجاہد کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا۔ (تفسیر طبری ج ۸ ص ۱۳۰)

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو استغفار کا حکم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخیر عمر تک اللہ تعالیٰ سے استغفار فرماتے رہے اور ایک مجلس میں سو مرتبہ استغفار کرتے تھے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے گناہ تھے جن کی آپ مغفرت طلب کرتے تھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا استغفار کرنا ان کے درجات میں ترقی کے لیے ہوتا ہے یعنی وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایک حال سے دوسرے حال میں ترقی عطا فرمائے جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ (الضحیٰ: ۴) اور بے شک بعد والی ساعت آپ کے لیے پہلی ساعت سے بہتر ہے ۝

تہجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے اٹھتے تو یہ دعا کرے: ''اللھم لك الحمد'' یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی حمد و ثنا ہے جو اس کے لائق ہے۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں فرماتے: ''تو آسمانوں اور زمینوں کا قائم کرنے والا ہے''، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی تدبیر فرمانے والا ہے اور ہر نفس کی حفاظت فرمانے والا ہے اور وہ کسی وقت مخلوق کی تدبیر سے غافل نہیں ہوتا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''تو آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان میں ہے ان کا نور ہے'' یعنی تیرے نور سے آسمانوں والے اور زمینوں والے ہدایت پاتے ہیں، یا تو آسمانوں اور زمین والوں کو ہدایت دینے والا ہے۔ اور مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے تو ان کی تدبیر کرنے والا ہے، سورج کی اور چاند کی اور ستاروں کی۔ اور ابن عرفہ نے کہا: ''نور السمٰوٰت والارض'' اس کا معنی ہے: تو ان کو روشن کرنے والا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے'' یعنی آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے ان کا پیدا کرنے والا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''تو برحق ہے'' یعنی تیرا وجود برحق ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا: ''انت الحق'' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہو، اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ مشرکین جو اللہ تعالیٰ کے متعلق نازیبا باتیں کہتے ہیں وہ باطل ہیں، قرآن مجید میں ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ ہی برحق ہے اور اس کے سوا یہ جن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ (لقمان:۳۰) کی عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور بے شک اللہ ہی نہایت بلند، بہت بزرگ ہے ○

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''تیرا وعدہ حق ہے'' یعنی تو نے جس چیز کا وعدہ کیا ہے وہ یقیناً متحقق ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ (النجم:۳۱) اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو سزا دے جنھوں نے برے کام کیے اور ان لوگوں کو اجر دے جنھوں نے نیک کام کیے ○

جن لوگوں نے برے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کو سزا دے گا بشرطیکہ ان کو معاف نہ فرمایا ہو۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''اور تیری ملاقات حق ہے'' ملاقات سے مراد ہے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، دوسرا قول ہے کہ اس سے مراد ہے موت۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''تیرا قول حق ہے'' یعنی تیرا قول سچا ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے''۔

علامہ ابن التین نے کہا: اس کے تین معانی ہیں:

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو جنت اور دوزخ کی خبر دی ہے اس میں کوئی کذب اور تغیر نہیں ہوگا۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ جس نے جنت اور دوزخ کی خبر دی اور تبلیغ کی وہ حق ہے۔

اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کو پیدا کیا جا چکا ہے اور اس میں معتزلہ کا رد ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اور نبی حق ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حق ہیں''۔ یعنی انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر دوبارہ کیا گیا آپ کی خصوصیت کی وجہ سے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اللھم لك اسلمت'' یعنی میں نے تیری فرمانبرداری کی اور تیرے احکام کی اطاعت کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وبك آمنت'' یعنی میں نے تیری تصدیق کی اور جو تو نے خبریں نازل کیں ان کی تصدیق کی اور جو تو نے احکام دیئے ان کی تصدیق کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وعليك توكلت'' یعنی میں اپنی طاقت سے نیکی کرنے یا گناہوں سے پھرنے سے بری ہوں، صرف تیری مدد سے ہی میں نیکی کرتا ہوں اور گناہوں سے بچتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''واليك انبت'' یعنی میں تیرے حکم کی اطاعت کرتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وبك خاصمت'' یعنی تو نے مجھے اپنے دین پر جو حجتیں عطا فرمائی ہیں ان حجتوں سے میں تیرے معاندین اور مخالفین اور کفار کے خلاف جھگڑتا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''واليك حاكمت'' یعنی جو شخص بھی حق کے قبول کرنے اور ایمان لانے سے انکار کرتا ہے تو میں ان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے معاملہ میں تجھ ہی کو حکم بناتا ہوں، پس تو میرے اور تیرے دین کے مخالفین کے درمیان حَکَم ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "سو تو میرے ان گناہوں کو بخش دے جو میں نے پہلے کیے اور بعد میں کیے۔۔۔ الحدیث"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ دعا کی، یہ تواضعاً کی اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے کی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مغفور ہیں اور یا اس لیے یہ دعا کی تاکہ ہم اصلِ دعا میں آپ کی اقتداء کریں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور انبیاء کا مرتبہ بلند فرمایا ہے کہ وہ نیک اعمال میں بہت کوشش کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کی معرفت رکھتے تھے۔

مغفرت کا معنی ہے گناہوں کو ڈھانپ لینا، یہ عام لوگوں کے حق میں مغفرت کا معنی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں مغفرت کا معنی ہے: ان کے درجات بلند کرنا۔

انبیاء علیہم السلام کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور اللہ سے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے میں رغبت کریں، یعنی جس طرح بشر پر غفلت طاری ہوتی ہے ان پر جو زندگی کے پہلے دور میں یا پچھلے دور میں جو غفلت طاری ہوگئی اس غفلت کے اوپر وہ مغفرت طلب کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وما اعلنت"، یعنی جس کام کے ساتھ میری زبان نے حرکت کی یا میں بولا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۹ ص ۱۰۔ ۲۲ ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت طلب کرنے کے متعلق مزید احادیث

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت الاغر المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میرے قلب پر ابر چھا جاتا ہے اور بے شک میں ضرور اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۷۰۲، (۴۱) سنن ابوداؤد: ۱۵۱۵، مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۰)

نیز حضرت الاغر المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، کیونکہ میں ایک دن میں اس کی طرف سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۷۰۲، (۴۲))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کرنے کے محامل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کے متعلق قاضی عیاض مالکی کی توجیہات

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ صحیح مسلم: ۲۷۰۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ "میرے دل پر ابر چھا جاتا ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے لیکن کبھی آپ پر سستی طاری ہوتی اور کبھی غفلت طاری ہوتی اور آپ اللہ کا ذکر نہ کر سکتے تو اس سستی اور غفلت کی وجہ سے استغفار کرتے تھے، پس آپ نے غفلت کو بھی ذنب شمار کیا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس ابر سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے متعلق غور و فکر کرتے اور آپ کے بعد امت کے جن احوال پر آپ کو مطلع کیا گیا ہے ان پر غور و فکر کرتے حتیٰ کہ ان کے لیے استغفار کرتے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور تیسرا قول یہ ہے کہ جب آپ امت کی مصلحتوں میں اور ان کے دشمن کے خلاف جہاد کرنے میں نظر کرتے تو آپ کا جو عظیم مقام ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے اس سے آپ کی توجہ ہٹ جاتی، پس اگرچہ ان امور میں غور و فکر کرنا بھی عظیم عبادات اور افضل اعمال سے ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا جو اعلیٰ مرتبہ تھا اس سے آپ اس درجہ کی طرف آتے تو اپنے بلند مقام کے اعتبار سے اس کو ذنب خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے کہ آپ کو تو یہ چاہیے تھا کہ آپ کا تمام غور و فکر اور آپ کی ہر توجہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتی اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتے، پس جب آپ اس مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف اترتے ہر چند کہ وہ بھی عظیم عبادت اور افضلِ اعمال ہے تو آپ اس پر استغفار کرتے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا استغفار کرنا اپنی عبودیت کے اظہار کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف افتقار کے لیے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے لیے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے ہو۔

علامہ المحاسبی نے کہا ہے: فرشتے اور انبیاء علیہم السلام ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہوتے ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ جس حال میں آپ اللہ تعالیٰ کی عظمت سے ڈرتے تھے تو آپ کے دل پر ایک ابر چھا جاتا تھا، اور یہ اعتقاد نہ کیا جائے کہ آپ اس ابر کی وجہ سے استغفار کیا کرتے تھے، پس آپ کا استغفار کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے اور اس کے جلالِ ذات کو عظیم سمجھنے کی وجہ سے تھا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۱۹۷، دار الوفاء، بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کے متعلق علامہ قرطبی مالکی کی توجیہات

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ، لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "لیغان علی قلبی" اور "الغین" کا معنی ہے ڈھانپنا، اسی وجہ سے بادل کو غین کہا جاتا ہے، کیونکہ بادل سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے، اور یہ غین کسی گناہ کے سبب سے نہیں ہے لیکن اس غین کے مصداق میں اختلاف کیا گیا ہے، ایک جماعت نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ آپ دائماً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے تو جب کبھی آپ پر سستی یا غفلت طاری ہو جاتی تو اس کی وجہ سے آپ استغفار کرتے اور اس سستی یا غفلت کو ہی غین کہا گیا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ بعض ارباب الاشارات نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقامات میں ہمیشہ ترقی کرتے رہتے تھے اور بہت سرعت کے ساتھ منازل میں منتقل ہوتے تھے، پس جب آپ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف ترقی کرتے تو جس مقام سے ترقی کی تھی اس کو اگلے مقام کے اعتبار سے نقص خیال فرماتے اور اس پہلے مقام کے اعتبار سے استغفار کرتے اور اس سے توبہ کرتے۔

نیز علامہ قرطبی صحیح مسلم: ۲۷۰۲ (۴۲) کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس توبہ کرنے والے کے لیے واجب ہے کہ وہ گناہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرکوز رکھے اور ہمیشہ اس پر افسوس کرتا رہے حتیٰ کہ اسے تحقق ہو جائے کہ اس کا وہ گناہ بخش دیا گیا ہے اور ہم لوگوں کو یہ مرتبہ اسی وقت حاصل ہو گا جب ہم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے، پس بندہ پر واجب ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے خوف کو لازم رکھے اور اپنے فعل پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت کا اظہار کرتا رہے اور یہ عزم کرتا رہے کہ وہ دوبارہ اس فعل کو نہیں کرے گا، پھر جب ہم یہ فرض کر لیں کہ اس کا یہ گناہ بخش دیا گیا ہے تو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں''۔ (صحیح البخاری: ۴۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۸۲۰)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یہ خبر دی ہے کہ وہ ہر دن سو مرتبہ توبہ کرتے ہیں، اس کے باوجود کہ آپ مغفور ہیں اور آپ کی بخشش ہو چکی ہے اور یہ اس لیے کہ دوسروں کو اپنے ساتھ بطریقِ اولیٰ ملائیں، کیونکہ دوسرا شخص یہ کہے گا کہ جن کے ذنوب کی مغفرت تحقق ہو چکی ہے جب ان کا حال یہ ہے کہ وہ دن میں سو مرتبہ توبہ کرتے ہیں تو جس شخص کے ذنوب کی مغفرت کی کوئی دلیل نہیں ہے اس کو تو سو مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کرنا چاہیے۔ (المفہم ج ۷ ص ۲۷۔ ۲۸، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کے متعلق علامہ ابی مالکی کی توجیہات

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، قاضی عیاض اور علامہ قرطبی کی توجیہات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ہمارے بعض شیوخ یہ کہتے تھے کہ ان تمام توجیہات کی ضرورت نہیں ہے، اس حدیث کا صرف یہ معنی ہے کہ آپ ہر روز ایک مقام سے اس سے بلند مقام کی طرف ترقی کرتے رہتے تھے جس مقام پر آپ پہلے تھے، پھر پہلے مقام کو بعد والے مقام کے اعتبار سے غین یا ابر قرار دیتے اور اس پر استغفار کرتے تھے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۱۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کے متعلق علامہ سنوسی مالکی کی توجیہات

علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی المتوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس مقام کی بہترین توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دن اپنے مقامات میں ترقی کرتے رہتے تھے، پس جب بھی آپ بلند مقام کی طرف منتقل ہوتے تو اس کے نچلے مقام کو ذنب کی مثل قرار دیتے، پھر اس سے استغفار فرماتے، اس کے باوجود کہ آپ کا ادنیٰ مقام بھی ایسا ہے کہ اس کی بلندی کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ (مکمل اکمال الاکمال ج ۹ ص ۱۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کے متعلق علامہ تورپشتی کی توجیہات

علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ بن الصدر الامام السعید الحسن التورپشتی المتوفی ۶۶۱ھ لکھتے ہیں:

جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل تمام دلوں سے زیادہ صاف تھا اور تمام دلوں سے زیادہ روشن تھا اور اس میں تمام دلوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت تھی، تو اس لیے ضروری ہوا کہ آپ نفس کے حصوں کی طرف ملتفت ہوں، اور چونکہ آپ کا دل بہت رقیق تھا اور اس میں نورانیت بہت زیادہ تھی تو جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی کوئی چیز محسوس کرتے تو اس کو اپنے لیے ذنب قرار دیتے اور اپنے رب سے اس پر استغفار کرتے، اسی وجہ سے جب آپ بیت الخلاء سے باہر آتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے ''غفرانك'' (یعنی اے اللہ! تو میری مغفرت فرما)، یعنی جتنی دیر آپ بیت الخلاء میں رہتے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اس وجہ سے ترک فرما دیتے کہ وہ جگہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لائق نہیں ہے، پھر جتنی دیر آپ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ترک کرتے اس کو ذنب قرار دے کر اس پر استغفار فرماتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور متوجہ رہتے اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے، اگر آپ ہمیشہ اسی حال پر رہتے تو لوگوں کو تبلیغ نہ کر سکتے تو اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ تقاضا ہوا کہ آپ پر ایک نوع کے حجابات طاری کیے جائیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تا کہ آپ امت کو تعلیم اور تبلیغ کر سکیں، سو ان حجابات کی وجہ سے آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔

(کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ ج ۲ ص ۵۴۰، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ المکرمہ، ۱۴۲۲ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کے متعلق علامہ طیبی شافعی کی توجیہات

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی التوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ شیخ الاسلام ابوحفص السہروردی قدس سرہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر جو ابر چھا جاتا تھا، اس ابر کو نقص نہیں شمار کرنا چاہیے بلکہ وہ کمال ہے یا تتمہ کمال ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنکھ کے ڈھیلہ کے اوپر پلک پیدا کی ہے جو بہ ظاہر آنکھ کو ڈھانپتی ہے اور آنکھ کو دیکھنے سے روکتی ہے اور یہ کمی ہے لیکن اگر آنکھ پر پلک نہ ہوتی اور وہ ہمیشہ کھلی رہتی تو ہوا میں اور فضا میں جو گرد وغبار ہیں وہ آنکھ میں چلے جاتے اور اس سے آنکھ کو نقصان ہوتا، اور مسلسل کسی چیز کو دیکھنے سے بھی انسان تھک جاتا ہے، تو جب انسان پلک جھپکتا ہے تو آنکھ کو ایک لحظہ کے لیے آرام مل جاتا ہے، تو بہ ظاہر پلک آنکھ کو ڈھانپ لیتی ہے جس سے آنکھ کے دیکھنے میں کمی ہوتی ہے لیکن درحقیقت یہ آنکھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور اگرچہ بظاہر یہ دیکھنے میں کمی ہے لیکن حقیقت میں کمال ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصیرت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب پر ایک قسم کا ابر طاری کیا تا کہ آپ کا دل دنیاوی معاملات کی طرف متوجہ ہو سکے اور آپ دیگر عبادات ادا کر سکیں، سو اس ابر کا طاری ہونا بھی آپ کے حق میں کمال ہے یا تتمہ کمال ہے۔ (شرح الطیبی ج ۵ ص ۹۲، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۱۳ھ)

نیز علامہ طیبی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! میری مغفرت فرما، آپ کی یہ دعا تواضع اور انکسار پر مبنی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال کے فوت ہونے اور ترک اولیٰ کو ذنوب قرار دیا، اس وجہ سے آپ نے استغفار فرمایا۔

(شرح الطیبی ج ۵ ص ۲۰۰، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۱۳ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار کرنا اللہ تعالیٰ کے اس حق کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے ہے جس حق کو ادا کرنا آپ پر واجب تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس وجہ سے ہو کہ آپ کئی مباح کاموں میں مشغول ہو جاتے مثلاً کھانے پینے میں یا جماع کرنے میں یا نیند کرنے میں یا آرام کرنے میں یا لوگوں سے باتیں کرنے میں اور لوگوں کی مصلحتوں کے متعلق غور کرنے میں اور دشمنانِ اسلام کے خلاف جنگ کرنے میں اور مؤلفین کی تالیف کرنے میں، اس طرح کے اور دیگر امور جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رکاوٹ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف گریہ وزاری کرنے اور اس کی تجلیات کا مشاہدہ کرنے اور مراقبہ کرنے میں فرق آتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بلند مقام کے اعتبار سے ان احوال کو بھی ذنب خیال فرماتے، یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مسلسل توجہ نہ رکھ سکتے، اس وجہ سے آپ استغفار فرماتے۔

اور یہ جواب دیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار کرنا امت کو استغفار کے طریقہ کی تعلیم کے لیے تھا یا امت کے گناہوں پر ان کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شفاعت کرنے کے لیے تھا۔

اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے رہتے تھے اور جب آپ کم درجہ کے حال کو دیکھتے تو اس کو اپنے بلند مقام کے اعتبار سے گناہ قرار دیتے اور اس پر استغفار فرماتے۔ لیکن یہ جواب اس ظاہر حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ آپ ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۶۸۔ ۳۶۹، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کے متعلق علامہ ابن ملقن شافعی کی توجیہات

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ کثرت استغفار کر کے اپنی امت کو استغفار کے طریقہ کی تعلیم کی اور یہ بتایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے خضوع اور خشوع پیش کریں اور عبودیت کا اظہار کریں اور اپنی تقصیر کا اعتراف کریں، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نقص سے بری ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۴ (کتاب الکسوف، باب الصدقۃ فی الکسوف)، صحیح مسلم: ۹۰۱ (کتاب صلوٰۃ الکسوف، باب صلوٰۃ الکسوف))

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ استغفار کرنا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے تھا، حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کے لیے یا نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ کے دونوں قدم سوج جاتے، آپ سے کہا جاتا: آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں، تو آپ فرماتے: کیا میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہ بنوں۔

(صحیح بخاری: ۱۱۳۰، صحیح مسلم: ۲۸۱۹، سنن ترمذی: ۴۱۲، سنن نسائی: ۱۶۴۴، سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۹، مسند احمد: ۱۷۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ استغفار اس لئے کرتے تھے کہ آپ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور آپ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۱۹۰۔ ۱۹۳ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کے متعلق علامہ عینی کی توجیہات

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم اور مغفور ہیں، اس کے باوجود آپ ستر مرتبہ سے زیادہ ایک دن میں استغفار فرماتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا عبادت ہے، تو آپ بطور عبادت کے استغفار فرماتے تھے، یا آپ امت کی تعلیم کے لیے استغفار کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کتنی مرتبہ استغفار کرے۔ یا جو کام آپ کسی حکمت کی وجہ سے ترکِ اولیٰ کرتے تو وہ اگرچہ گناہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود آپ اس پر استغفار فرماتے۔ یا آپ تواضعاً استغفار کرتے تھے۔ یا جو کام آپ سے سہواً سرزد ہو گئے آپ ان پر استغفار کرتے تھے، یا اعلانِ نبوت سے پہلے جو کام آپ نے کئے آپ ان پر استغفار کرتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ امت کی مصلحت کے کاموں میں مشغول رہتے تھے اور دشمنانِ اسلام سے جہاد میں مصروف رہتے تھے اور نو مسلموں کی تالیف میں مصروف رہتے تھے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اس طرح کے اور ایسے کاموں میں مشغول رہتے تھے جو آپ کو اپنے عظیم مقام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے مشغول رکھتے تھے، تو آپ اپنے مقامِ عالی کے اعتبار سے ان کاموں کو گناہ قرار دیتے، اگرچہ یہ کام عظیم طاعات میں سے ہیں اور افضلِ اعمال میں سے ہیں، لیکن ان کاموں میں بلند درجہ سے نزول ہوتا ہے اس لیے آپ ان پر استغفار فرماتے تھے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اپنے احوال میں دائماً ترقی کرتے تھے۔ پس جب آپ دیکھتے کہ آپ کا کیا ہوا پہلا کام کم درجہ کا ہے تو آپ اس پر استغفار کرتے، جیسے کہا گیا ہے ''حسنات الابرار سیئات المقربین'' (نیکوں کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں)۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طبیعت میں غفلات طاری ہوتی ہیں جو استغفار کی محتاج ہوتی ہیں۔

اور علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے: بشر کی طبعی ہفوات سے کوئی محفوظ نہیں ہے اور انبیاء علیہم السلام اگرچہ کبائر سے معصوم ہوتے ہیں، لیکن وہ صغائر سے معصوم نہیں ہوتے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ انبیاء علیہم السلام صغائر اور کبائر تمام سے نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد معصوم ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کے متعلق مصنف کی توجیہات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر: ۳) سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں، بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے ۝

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہیں اور آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے رب سے استغفار کریں، سو آپ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کے لیے استغفار کرتے تھے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے استغفار کیجئے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری عمر میں رکوع اور سجود میں یہ دعا کرتے تھے ''سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اغفرلی'' (اے اللہ! ہمارے رب تو پاک ہے اور ہم تیری حمد کرتے ہیں، سو تو میری مغفرت کردے)، حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رکوع میں اور سجدہ میں کثرت کے ساتھ یہ دعا کرتے تھے ''سبحانك الله ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی'' آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۷۹۴، ۸۱۷، صحیح مسلم: ۴۸۴، سنن نسائی: ۱۰۴۷، سنن ابوداؤد: ۸۷۷، سنن ابن ماجہ: ۸۸۹، مسند احمد: ۲۴۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ (البقرہ: ۲۲۲) بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ۝

(۳) چونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے تھے تاکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو اور آپ کا توبہ کرنا کسی گناہ کی وجہ سے نہیں تھا کیونکہ آپ نبی معصوم ہیں۔

۷۴۴۳۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أُسَامَةَ حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ وَلَا حِجَابٌ يَحْجُبُهُ۔

بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے الاعمش نے حدیث بیان کی از خیثمہ از عدی بن حاتم، وہ بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص کے ساتھ عنقریب اس کا رب کلام فرمائے گا اس طور پر کہ اس بندے اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا اور نہ کوئی حجاب ہوگا جو اس کو دیکھنے سے روکے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۳، ۱۴۱۷، ۳۵۹۵، ۶۰۲۳، ۶۵۳۹، ۶۵۴۰، ۶۵۶۳، ۷۴۴۳، ۷۵۱۲، صحیح مسلم: ۱۰۱۶، سنن ترمذی: ۲۴۱۵، سنن نسائی: ۲۵۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۳، مسند احمد: ۱۷۷۸۲، سنن دارمی: ۱۶۵۷)

صحیح البخاری: ۷۴۴۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان حجاب کے اٹھنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر تجلی فرمائے گا اور یہ اس طرح نہیں ہے جیسے کوئی پردہ کے پیچھے سے نکل کر سامنے آجاتا ہے، کیونکہ یہ اجسام کی صفت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور بندوں کے آگے سے حجاب اٹھنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی آنکھوں سے ان آفات کو زائل فرما دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہیں، پس وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور کفار کی آنکھوں سے ان آفات کو زائل نہیں کیا جائے گا، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ۝ (المطففین:۱۵)

بے شک وہ اس دن اپنے رب (کے دیدار) سے محروم ہوں گے ۝

اور ایک اور حدیث میں مذکور ہے "قوم اور ان کے اپنے رب کو دیکھنے کے درمیان صرف اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر ہے جو اس کے چہرہ پر جنت عدن میں ہے" چونکہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا محال ہے اس لیے چادر کی تاویل یہ ہے کہ اس سے مراد مخلوق کی آنکھوں میں وہ آفت ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے مانع ہو، پس مخلوق اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکے گی جب تک کہ وہ مانع ان کی آنکھوں میں ہوگا اور اس کو چادر مجازاً فرمایا ہے، کیونکہ جس طرح چادر آنکھوں کے سامنے ہو تو وہ کسی چیز کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کبریائی لوگوں کو اس کو دیکھنے سے مانع ہوگی، اور جب اللہ تعالیٰ اس آفت کو لوگوں کی آنکھوں سے زائل کر دے گا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں گے، اور یہ تاویل اس لیے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چادر یا کسی اور چیز سے محجوب ہونا محال ہے کیونکہ یہ چیز اجسام کی صفات سے ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۷۷۔۴۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۴۴۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عبدالصمد نے حدیث بیان کی از ابی عمران از ابی بکر بن عبداللہ بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ۔

قیس از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: دو جنتیں چاندی کی ہیں، ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے، اور دو جنتیں سونے کی ہیں ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے، اور لوگوں کے درمیان اور اس کے درمیان کہ وہ اپنے رب کی طرف دیکھیں صرف کبریٰ کی چادر ہے جو اس کے چہرہ پر ہے جنت عدن میں۔

(صحیح البخاری: ۴۸۷۸، ۴۸۸۰، ۷۴۴۴، صحیح مسلم: ۱۸۰، سنن ترمذی: ۲۵۲۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۶، مسند احمد: ۲۸۴۳۲)

صحیح البخاری: ۷۴۴۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے ''جنتان'' اس لفظ سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ (الرحمٰن: ۶۲) اور ان دو جنتوں کے علاوہ اور دو جنتیں ہیں۔

وہ دو جنتیں جو مقربین، صدیقین اور شہداء کے لیے ہیں یعنی جنت عدن اور جنت نعیم، ان کے علاوہ اور دو فضیلت والی جنتیں ہیں یعنی جنت الفردوس اور جنت الماویٰ۔ (الاتحاف السنیہ ص ۲۸۲)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس کے معارض حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں بتایئے کہ جنت کو کس چیز سے بنایا ہے، آپ نے فرمایا: ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی ہے۔ اس حدیث کی امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: پہلی حدیث سے مراد ہے جنت کے برتنوں وغیرہ کی صفت اور دوسری حدیث سے مراد ہے تمام جنتوں کے باغات۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا رداء الکبر'' اور ایک روایت میں ہے ''الا رداء الکبریاء'' اور یہ متشابہات میں سے ہیں کیونکہ حقیقت میں نہ اللہ تعالیٰ کی کوئی چادر ہے اور نہ اس کا کوئی چہرہ ہے، یا تو ان الفاظ کو چھوڑ دیا جائے اور کہا جائے: ان کی مراد اللہ کو معلوم ہے، یا اس کی تاویل کی جائے اور کہا جائے کہ چہرہ سے مراد ذات ہے اور رداء یعنی چادر یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفات لازمہ سے ہے اور وہ مخلوقات کی مشابہت سے منزہ ہے۔

علامہ القرطبی نے المفہم میں کہا ہے: ''الرداء'' استعارہ ہے اور اس سے عظمت مراد ہے جیسے ایک اور حدیث میں ہے کہ کبریاء میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے، اور اس سے مراد محسوس کپڑے نہیں ہیں جو دکھائی دیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی جنۃ عدن'' قاضی عیاض نے کہا: اس کا معنی ہے کہ دیکھنے والے جنت عدن میں ہوں گے، یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت عدن میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی جگہ احاطہ نہیں کر سکتی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تنبیہ: میں کہتا ہوں: علامہ عینی کی مذکور الشرح حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح سے منقول ہے، علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کی شرح کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بعض مقامات سے سیاق وسباق کے بغیر چند جملے اٹھا لیے، اب ہم حافظ ابن حجر عسقلانی کی پوری شرح ذکر کر رہے ہیں جس سے حقیقتِ حال واضح ہو جائے گی۔

صحیح البخاری: ۷۴۴۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''وَمِنۡ دُوۡنِهِمَا جَنَّتٰنِ'' کے علاوہ دو جنتوں کا مصداق

اس حدیث میں مذکور ہے ''دو جنتیں سونے کی ہیں اور ان کے برتن اور جو کچھ ان جنتوں میں ہے وہ سونے کا ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں ان کے برتن اور جو کچھ ان جنتوں میں ہے وہ چاندی کا ہے''۔

حماد بن سلمہ نے از ثابت از ابی بکر بن ابی موسیٰ از والد خود روایت کی ہے، انہوں نے کہا: مقربین کے لیے دو جنتیں سونے کی ہیں اور ان کے علاوہ اصحاب الیمین (دائیں ہاتھ والوں کے لیے) چاندی کی دو جنتیں ہیں۔

اس حدیث کی امام طبری اور امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ ''وَمِنۡ دُوۡنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ (الرحمٰن: ۶۲)'' اس آیت میں دنو بمعنی قرب ہے، یہ معنی نہیں ہے کہ یہ دو جنتیں اس سے پہلے ذکر کی گئیں دو جنتوں سے کم ہیں، اور ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ پہلی دو جنتیں دوسری دو جنتوں سے افضل ہیں، یعنی مقربین کے لیے دو جنتیں سونے کی ہیں اور اصحاب الیمین کے لیے دو جنتیں چاندی کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر سے مراد وہ حجاب ہے جو اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے مانع ہے

اس حدیث میں مذکور ہے ''وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربهم الا رداء الکبریاء علی وجهه'' اور لوگوں کے درمیان اور اس کے درمیان کہ وہ اپنے رب کی طرف دیکھیں صرف کبر کی چادر ہے جو اس کے چہرہ پر ہے۔

علامہ المازری نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربوں کو ان کی فہم کے مطابق خطاب فرماتے تھے اور ان کے لیے اشیاء معنویہ کو حواس کی طرف بیان فرماتے تھے تا کہ ان کے لیے اس کو سمجھنا قریب ہو جائے، پس آپ نے دیکھنے سے موانع کے زوال کو اور موانع کو آنکھوں سے اٹھانے کو اس طرح تعبیر فرمایا ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان سے یہ خطاب فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ پر کبریائی کی چادر ہے اسی طریقہ پر ہے، اور جس نے اس معنی کو نہیں سمجھا اس نے اس کلام کو ظاہر پر محمول کر کے اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے کا قول کیا اور جس کے لیے یہ واضح نہیں ہوا اور اس نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اس چیز سے منزہ ہے جس کا ظاہری الفاظ تقاضا کرتے ہیں یا تو اس حدیث کے راویوں کی تکذیب کرے گا یا اس حدیث کی تاویل کرے گا گویا کہ کہے گا: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم سلطنت اور کبریائی اور ہیبت اور جلالت کے لیے چادر کے لفظ کا استعارہ کیا، پس جب اللہ تعالیٰ لوگوں کی آنکھوں کو اور ان کے دلوں کو قوی کرنا چاہے گا تو لوگوں سے ہیبت کا حجاب اور اس کی عظمت کے موانع کو اٹھا لے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کبریائی کی چادر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے مانع ہے اور اس کے بعد یہ عبارت محذوف ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ لوگوں پر احسان فرمائے گا کہ اس چادر کو اٹھا لے گا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے میں کامیاب ہوں گے گویا کہ مراد یہ ہے کہ جب مومنین

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جنت میں اپنے ٹھکانوں پر بیٹھ جائیں گے تو اگر ان کے نزدیک ذی الجلال کی ہیبت نہ ہوتی تو بندوں اور رب کو دیکھنے کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہوتی، پس جب اللہ تعالیٰ بندوں پر اکرام کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو اس کی رحمت ان کو گھیر لے گی اور اللہ تعالیٰ ان پر فضل فرمائے گا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے کی طاقت دے گا۔

اور حضرت ابوموسیٰ کی حدیث میں کبریاء کی چادر سے وہی مراد ہے جو حضرت صہیب کی حدیث میں حجاب سے مراد ہے کہ اللہ سبحانہ اہلِ جنت کے اکرام کے لیے اس حجاب کو کھول دے گا۔

امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہلِ جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: کیا تم کوئی ایسی چیز چاہتے ہو جو میں تمہیں زیادہ دوں؟ جنتی کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہرے سفید نہیں کیے اور تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا، آپ نے فرمایا: پھر ان کے لیے حجاب کھول دیا جائے گا، پس ان کو جنت میں جو نعمتیں بھی دی گئی ہیں اس سے زیادہ انہیں محبوب یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (یونس:۲۶) جن لوگوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے اچھی جزاء ہے اور اس کے علاوہ زائد اجر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت اور کبریاء کو چادر اور تہبند سے تعبیر فرمایا کیونکہ مخاطبین کے نزدیک چادر اور تہبند دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں تو اس لیے ان سے عظمت اور کبریاء کو تعبیر کیا اور اس باب کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی عزت اور اس کے استغناء کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو کوئی نہ دیکھتا لیکن مومنین کے لیے جو اس کی رحمت ہے اس نے یہ تقاضا کیا کہ وہ لوگوں کو اپنا چہرہ دکھائے تا کہ نعمت مکمل ہو جائے، پس جب مانع زائل ہو جائے گا یعنی اللہ تعالیٰ یہ حجاب اٹھا دے گا، پس گویا کہ اللہ تعالیٰ ان سے کبریاء کا حجاب اٹھائے گا جو ان کو دیکھنے سے مانع تھا۔

علامہ تورپشتی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے، انہوں نے کہا کہ مومن جب جنت میں اپنے ٹھکانے میں بیٹھ جائے گا اور حجابات اٹھ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے میں جو موانع تھے وہ اٹھ جائیں گے تو پھر مومن اپنے رب کی طرف دیکھے گا اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت مکمل ہو جائے گی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۶۰۔۵۶۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۴۵۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَعْيَنَ وَجَامِعُ بْنُ أَبِي رَاشِدٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنِ اقْتَطَعَ مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنٍ كَاذِبَةٍ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ عَبْدُ اللهِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک بن اعین اور جامع بن ابی راشد نے حدیث بیان کی از ابووائل از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان مرد کا مال حاصل کیا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا، حضرت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ﴾ الْآيَةَ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کا مصداق اللہ عزوجل کی کتاب سے بیان فرمایا:
"بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کلام فرمائے گا"۔ (آل عمران: ۷۷)

(صحیح البخاری: ۲۳۵۶، ۲۴۱۷، ۲۵۱۶، ۲۶۶۷، ۲۶۷۰، ۲۶۷۷، ۴۵۵۰، ۶۶۶۰، ۶۶۷۷، ۷۱۸۴، صحیح مسلم: ۱۳۸، سنن ترمذی: ۱۲۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۲۴۳، سنن ابن ماجہ: ۲۳۲۳، مسند احمد: ۴۲۰۰)

صحیح البخاری: ۷۴۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "من اقتطع" یعنی جس شخص نے مسلمان کے مال سے ایک حصہ اپنے لیے لیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "غضبان" غضب کا معنی ہے: خون کا جوش میں آنا اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے، اس لیے اس حدیث میں غضب سے مراد اس کا لازم ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَةٍ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى وَهُوَ كَاذِبٌ وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ فَيَقُولُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: تین مردوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا، ایک وہ مرد جس نے کسی سودے پر حلف اٹھایا کہ جتنا اس سودے کے عوض اسے دیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ دے چکا ہے اور وہ اس میں جھوٹا ہو، اور دوسرا وہ مرد جس نے عصر کی نماز کے بعد جھوٹی قسم کھائی تا کہ اس جھوٹی قسم سے کسی مسلمان مرد کا مال قطع کرے، تیسرا وہ مرد جس نے اپنا فالتو پانی دینے سے منع کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن فرمائے گا: آج کے دن میں تجھ سے اپنے فضل کو روک لیتا ہوں، جس طرح تو نے اپنے فاضل پانی کو روک لیا تھا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جس پانی کے حصول میں تیرے ہاتھوں نے کام نہیں کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۵۸، ۲۳۶۹، ۲۶۷۲، ۷۲۱۲، ۷۴۴۶، صحیح مسلم: ۱۰۸، سنن ترمذی: ۱۵۹۵، سنن نسائی: ۴۴۶۲، سنن ابوداؤد: ۳۴۷۴، سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۷، مسند احمد: ۷۴۴۳)

صحیح البخاری: ۷۴۴۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ضرورت سے زائد پانی کو منع کرنے کی وجہ سے کنویں والے سے قتال کیا جائے گا اور اس کے احکام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جس شخص نے اپنی ضرورت سے زائد پانی کو دینے سے لوگوں کو منع کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے ناراض ہوگا اور اس کو اپنے فضل سے عطا نہیں فرمائے گا جس طرح اس نے دنیا میں اپنی ضرورت سے زائد فاضل پانی لوگوں کو نہیں دیا تھا''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کا کنواں ہو وہ اس کنویں کے پانی کے استعمال کرنے کا مسافروں کی ضرورت سے زیادہ حق دار ہے، پس جب کنویں کا مالک اپنی ضرورت کے مطابق پانی کنویں سے حاصل کر لے تو پھر اس کنویں کے پانی کو مسافروں کے لیے چھوڑ دے اور اس کے لیے مسافروں کو منع کرنا جائز نہیں ہے۔

اور جو مویشیوں کو پانی پلانے کا کنواں ہو تو اس کنویں کے پانی سے بھی منع کرنا جائز نہیں ہے، اگر کنویں والے منع کریں تو ان سے قتال کیا جائے گا، اگر پانی کا طلب کرنے والا اس جنگ میں مارا جائے تو اس کی دیت کنویں والے پر ہے اور اس کو سزا بھی دی جائے گی اور قید بھی کیا جائے گا، اور اگر اس جنگ میں کنویں والا مار دیا جائے تو اس کا خون رائیگاں ہے اس کی کوئی دیت نہیں ہے، اسی طرح علامہ داؤدی نے بیان کیا ہے۔

اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: یہ درست ہے لیکن اگر کنویں کا مالک مار دیا جائے تو اس کی دیت عاقلہ پر ہے، اور اگر مسافرین میں سے کوئی مار دیا جائے تو پانی سے روکنے والوں سے ان کا تمام مال لے لیا جائے گا اور ان کو اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔

عصر کے بعد جھوٹی قسم کھانے پر مواخذہ کی خصوصیت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''جس نے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی تاکہ کسی مسلمان مرد کا مال اس قسم سے قطع کر لے تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن بات نہیں کرے گا'' یعنی لطف کے ساتھ بات نہیں کرے گا اور نہ اس کی طرف دیکھے گا یعنی رحمت سے اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔

عصر کی نماز کے بعد مواخذہ کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ اس وقت میں گناہوں کا کرنا بہت سنگین ہے، کیونکہ اس وقت فرشتے بندوں کے اعمال کو رب تعالیٰ کے پاس لے کر چڑھتے ہیں، پس یہ بہت سنگین بات ہوگی کہ وہ لوگوں کی نافرمانیوں اور ان کے گناہوں کو لے کر آسمان پر جائیں، اور بندوں کا آخری عمل جو پہنچایا جاتا ہے اس میں مغفرت کی اور ثواب کی امید ہوتی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے، جب کہ جھوٹی قسم کھانا ہر وقت حرام ہے لیکن اس وجہ سے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھانا بہت سنگین گناہ ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ تعالیٰ ان تین مردوں سے کلام نہیں فرمائے گا" اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کسی بھی وقت ان سے کلام نہیں فرمائے گا بلکہ کسی دوسرے وقت میں ان سے کلام فرمائے گا، اور یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۳۳۵۔۳۳۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ يُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ ذَا الْحَجَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يَبْلُغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعٰى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ فَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ قَالَ صَدَقَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از ابن ابی بکرہ از حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اس اصل حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر وہ اس دن تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا، سال میں بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین مہینے مسلسل ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور المحرم، اور مضر کا رجب جو جماذی اور شعبان کے درمیان ہے، پھر آپ نے پوچھا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، پس آپ نے سکوت فرمایا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ عنقریب آپ اس کا کوئی اور نام لیں گے، آپ نے فرمایا: کیا یہ مہینہ ذوالحجہ کا نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، پس آپ نے سکوت فرمایا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ عنقریب آپ اس کا کوئی اور نام لیں گے، آپ نے فرمایا: کیا یہ البلدہ (شہر مکہ) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، پس آپ نے سکوت کیا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس دن کا کوئی اور نام لیں گے، آپ نے فرمایا: کیا یہ یوم نحر (قربانی کا دن) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بے شک تمہارے خون اور تمہارے اموال، راوی محمد (بن سیرین) نے کہا: اور میرا گمان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کہ آپ نے فرمایا: اور تمہاری عزتیں، تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینہ میں حرمت والا ہے۔ اور عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے، پس وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا، سنو! تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا اور تم ایک دوسرے کی گردنوں کو کاٹو، سنو! حاضر غائب کو یہ حدیث پہنچا دے، پس ہو سکتا ہے تم میں سے جس کو یہ حدیث پہنچائی گئی ہو وہ اس سے زیادہ اس حدیث کو یاد رکھنے والا ہو جس نے اس حدیث کو سنا ہے، پس راوی محمد (بن سیرین) جب اس حدیث کا ذکر کرتے تو کہتے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا، پھر آپ نے فرمایا: سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟، سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟

(صحیح البخاری: ۶۷، ۱۰۵، ۱۷۴۱، ۳۱۹۷، ۴۴۰۶، ۴۶۶۲، ۵۵۵۰، ۷۰۷۸، ۷۴۴۷، صحیح مسلم: ۱۶۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۳۳، مسند احمد: ۱۹۸۷۳، سنن دارمی: ۱۹۱۶)

صحیح البخاری: ۷۴۴۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے "اور عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے" کیونکہ اس باب کا عنوان ہے "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ (القیامہ: ۲۳۔۲۲)"، یعنی قیامت کے دن مومنین کے چہرے تروتازہ ہوں گے ○ اور وہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے ○ اور اپنے رب کی طرف دیکھنا اپنے رب سے ملاقات کو متضمن ہے۔

حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی

سال کے مہینوں کو پیچھے کرتے رہنے کے بعد کون سے سال مہینے اپنی ترتیب کے مطابق ہوئے؟

اس حدیث میں مذکور ہے "زمانہ گھوم کر اپنی اصل حالت پر آ چکا ہے"۔ زمانہ سے مراد ہے سال، یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اس وقت سال کے مہینے جس ترتیب سے آتے تھے اب وہ مہینے پھر اسی ترتیب کے مطابق آ چکے ہیں۔

علامہ الزمخشری نے کہا ہے: زمانہ جاہلیت میں مشرکین مہینوں کو پیچھے کرتے رہتے تھے، کیونکہ چار حرمت والے مہینوں میں لڑائی کرنا شروع سے ممنوع اور حرام تھا، پس مثلاً انہوں نے جب ذوالقعدہ میں لڑائی کرنی ہوتی تو وہ ذوالقعدہ کو ایک مہینہ پیچھے کر دیتے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور ذوالحجہ کو ذوالقعدہ قرار دیتے، اور ذوالحجہ میں لڑائی کرنی ہوتی تو اسے ایک مہینہ پیچھے کر دیتے، اسی طرح وہ مہینوں کو پیچھے کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ اس سال وہ مہینے پیچھے ہوتے ہوتے اپنی اصل حالت پر آ گئے اور مشرکین کی تغیرات باطل ہو گئیں، اور یہ اس وقت ہوا جب ذوالحجہ میں حجۃ الوداع واقع ہوا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "البلدۃ" یعنی شہر معہود اور معروف جو کہ مکہ مکرمہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال محمد" اس سے مراد اس حدیث کے راوی محمد بن سیرین ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "ہوسکتا ہے کہ جسے حدیث پہنچائی گئی ہو وہ حدیث کو سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو"۔

اور تجربہ اور تتبع سے معلوم ہوا کہ اکثر سننے والے اپنے شیوخ اور اساتذہ سے افضل ہوتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۰۳۔ ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۴۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث کی تعداد

اس باب میں امام بخاری نے اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق انیس (۱۹) احادیث کی روایت کی ہے۔

امام الدارقطنی نے ان تمام احادیث کو جمع کیا ہے جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق ہیں، سو ان کی تعداد بیس (۲۰) سے زائد ہے، اور علامہ ابن القیم نے "حادی الارواح" میں ان احادیث کا تتبع کیا تو ان کی تعداد تیس (۳۰) ہے اور اکثر احادیث عمدہ ہیں۔ اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق میرے نزدیک سترہ (۱۷) احادیث صحیح ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۶۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۲۵۔ باب: مَا جَاءَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے O"

(الاعراف: ۵۶)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

رحمت کی دو قسمیں: صفتِ ذات اور صفتِ فعل

رحمت کی دو قسمیں ہیں: رحمت اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفت ہے اور رحمت اللہ تعالیٰ کے فعل کی صفت ہے، پس جو رحمت اس کی ذات کی صفت ہے اس کا رجوع اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی طرف ہے یعنی اپنے بندوں میں سے اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا فرمانا، اور قرآن مجید میں جو مذکور ہے "اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ (الاعراف: ۵۶)" یہ بھی ہوسکتا ہے کہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہاں پر رحمت کا معنی ذات کی صفت ہو جس کا رجوع اس کے ارادہ کی صفت ہو کہ وہ نیکو کاروں کو ثواب عطا فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کی ذات کی صفت ہے۔

اسی کی مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ''انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء'' (اللہ تعالیٰ صرف اپنے رحم کرنے والے بندوں پر رحم فرماتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے رحم کرنے والے بندوں کو ثواب عطا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فعل کی صفت ہو اور اس کا معنی یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمتیں اور ان کو رزق عطا فرمانا اور ان پر بارش کو نازل فرمانا یہ محسنین کے قریب ہے، پس ان امور کا نام رحمت رکھا کیونکہ یہ امور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں اور اس کے ارادہ سے مجازاً اور اتساعاً صادر ہوتے ہیں، کیونکہ عربوں کی عادت ہے کہ وہ کسی چیز کا نام اس کے سبب کے نام پر رکھتے ہیں اور کسی چیز کا نام اس کے ساتھ رکھتے ہیں جس سے اس کا تعلق ہو، اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اس باب کی حدیث میں جنت کو رحمت فرمایا، پس ارشاد فرمایا: تو میری رحمت ہے، پس جنت کو رحمت فرمایا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ایک فعل ہے کیونکہ جنت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وجود میں آئی اور اس کے بندوں میں سے نیکی کرنے والوں کو نعمت عطا کرنے کے ارادہ سے وجود میں آئی۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۸۰-۴۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمٰن اور اس کی صفتِ رحیم کا فرق

امام بیہقی نے کتاب ''الاسماء والصفات'' میں کہا ہے: ان اسماء کا باب جو اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے اثبات کا تتبع کرتے ہیں نہ کہ دوسرے اسماء، اور ان میں سے الرحمٰن اور الرحیم ہے۔

اور علامہ الخطابی نے کہا ہے: رحمٰن کا معنی ہے ایسی رحمت والا جو تمام مخلوق کو رزق دینے اور ان کی معیشت کے اسباب مہیا کرنے اور ان کی مصلحتوں کے متعلق ہے، اور رحیم کا معنی مومنین کے ساتھ خاص ہے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا:

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾ (الاحزاب: ۴۳) اور وہ مومنوں پر بے حد رحم فرمانے والا ہے O

اور دوسروں نے کہا: رحمٰن کا لفظ نام کے اعتبار سے خاص ہے اور فعل کے اعتبار سے عام ہے، اور رحیم کا لفظ نام کے اعتبار سے عام ہے اور فعل کے اعتبار سے خاص ہے۔

الاعراف: ۵۶ میں ''قَرِيْبٌ'' کے لفظ کو مذکر لانے کی توجیہ

اس آیت میں قَرِيْبٌ کا لفظ مذکر کا صیغہ ہے، حالانکہ یہ رحمت کی صفت ہے، اور جب قَرِيْبٌ کا لفظ مونث کی صفت ہو تو اس کو لازمی طور پر مونث لایا جاتا ہے کہا جاتا ہے ''فلانۃ قریبۃ یا فلانۃ بعیدۃ'' اور اگر قَرِيْبٌ کا لفظ مکان یا جگہ کی صفت ہو تو پھر دونوں وجہیں جائز ہیں کیونکہ یہ مکان کی صفت ہو گی، پس تم کہو گے ''فلانۃٌ قریبۃٌ وقریبٌ'' جب کہ وہ مکان بعید نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۝ اور (اے مخاطب!) تجھے کیا پتا کہ شاید قیامت عنقریب واقع ہو○

(الاحزاب: ٦٣)

اس جگہ بھی یہ اعتراض ہے کہ قیامت کا لفظ مونث ہے تو بظاہر قریبۃً ہونا چاہیے تھا، اور اسی طرح الاعراف: ٥٦ میں بھی قَرِيْبٌ رحمت کی صفت ہے جو لفظاً مونث ہے تو یہاں بھی قریبۃ ہونا چاہیے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قَرِيْبٌ رحمت کا وصف نہیں ہے، یہ اس کا ظرف ہے، اس لیے اس میں مونث کا صیغہ اور مذکر کا صیغہ دونوں جائز ہیں اور یہ جمع، تثنیہ اور مفرد سب کی صلاحیت رکھتا ہے اور اگر اس سے صفت مراد ہوتی تو مطابقت واجب ہوتی۔

اس اعتراض کے اور بھی جوابات ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ یہ موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی ای شیء قریب، کون سی چیز قریب ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب رحمت کا معنی مغفرت کرنا ہو، یا معاف کرنا ہو، یا بارش نازل کرنا ہو، یا احسان کرنا ہو تو اس پر محمول کیا جائے گا اور مغفرت کرنا اور بارش نازل کرنا وغیرہ یہ مذکر ہیں اور جب رحمت ان کے معنی میں ہو تو اس کی صفت کے لیے مذکر کا صیغہ قَرِيْبٌ لایا گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے کہ رحمت ذاتِ قرب ہے جیسے کہا جاتا ہے ''حائض'' کیونکہ وہ ذاتِ حیض ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ''قَرِيْبٌ'' مصدر ہے جو فعیل کے وزن پر ہے جیسے مینڈک کی آواز کو نقیق کہتے ہیں اور مصدر مذکر اور مونث میں برابر ہوتا ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ جب اس کا وزن مصدر کے وزن پر ہے جیسے زفیرٌ و شهیقٌ تو اس کو مصدر کا حکم دیا گیا کیونکہ مصدر مونث و مذکر میں برابر ہوتا ہے۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ رحمت مفعول کے معنی میں ہے اور فعیل بہ کثرت مفعول کے معنی میں آتا ہے اور فعیل جب مفعول کے معنی میں ہو تو وہ مذکر اور مونث میں برابر ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ٨ ص ٥٦٢، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

٧٤٤٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ قَالَ كَانَ ابْنٌ لِبَعْضِ بَنَاتِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْضِي فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ أَنْ يَأْتِيَهَا فَأَرْسَلَ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلٌّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ فَأَقْسَمَتْ عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقُمْتُ مَعَهُ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَلَمَّا دَخَلْنَا نَاوَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّبِيَّ وَنَفْسُهُ تَقَلْقَلُ فِي صَدْرِهِ حَسِبْتُهُ قَالَ كَأَنَّهَا شَنَّةٌ فَبَكَى رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از ابی عثمان از حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سے کسی بیٹی کے بیٹے کی جان نکل رہی تھی، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ان کے پاس تشریف لائیں، آپ نے جواب بھیجا: بے شک اللہ ہی کی ملکیت ہے جو اس نے لے لیا اور جو اس نے عطاء کیا، اور سب ایک میعادِ مقرر تک ہیں، پس اس کو چاہیے کہ صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے، پس انہوں نے دوبارہ پیغام بھیجا اور آپ کو آنے کی قسم دی، تب رسول

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ أَتَبْكِي فَقَالَ إِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ۔

اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہوا اور حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم، پس جب ہم گھر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ (کی گود میں) وہ بچہ دیا اور اس کا سانس سینے میں اکھڑ رہا تھا اور سینے سے اس کی آواز آرہی تھی، میرا خیال ہے کہ انہوں نے فرمایا: جیسا کہ وہ ایک پرانی مشک ہو، پس رسول اللہ ﷺ روئے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ رورہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف رحم کرنے والوں کے اوپر رحم فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۸۴، ۵۶۵۵، ۶۶۰۲، ۶۶۵۵، ۷۳۷۷، ۷۴۴۸، صحیح مسلم: ۹۲۳، سنن نسائی: ۱۸۶۸، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۵، مسند احمد: ۲۱۲۶۹)

صحیح البخاری: ۷۴۴۸ کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نبی ﷺ کی ایک بیٹی نے آپ کی طرف پیغام بھیجا اور آپ کو بلایا''۔

جس بیٹی نے رسول اللہ ﷺ کو بلایا تھا، اس کا اور آپ کی دیگر بیٹیوں کا تذکرہ

شارحین نے ذکر کیا ہے کہ اس بیٹی کا نام حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھا۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں، ان کی ولادت بعثت سے پہلے ہوئی تھی، اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک تیس سال تھی، ایک قول یہ ہے کہ بعثت کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر دس سال تھی، اور اس میں اختلاف ہے کہ آپ کے صاحبزادے حضرت قاسم ان سے پہلے پیدا ہوئے تھے یا ان کے بعد پیدا ہوئے تھے، ان کا نکاح ان کی خالہ کے بیٹے ابوالعاص بن الربیع سے ہوا، اور اُن کی والدہ ہالہ بنت خویلد تھیں۔

امام ابن سعد نے سندِ صحیح سے روایت کی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور ان کے شوہر ابوالعاص نے اسلام لانے سے انکار کر دیا لیکن نبی ﷺ نے ان کے درمیان تفریق نہیں کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابوالعاص مشرکین کے ساتھ بدر میں گئے تھے، پس انہیں قید کر لیا گیا، پھر ان کے بھائی عمرو ان کا فدیہ لے کر آئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فدیہ میں وہ ہار بھی دے دیا تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیا تھا، ابوالعاص مکہ گئے اور وہاں محرم ۷ ہجری میں اسلام قبول کر لیا، سو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا پہلے نکاح کے ساتھ ان کو لوٹا دیں، حضرت سیدہ زینب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رضی اللہ عنہا کی وفات ۸ ہجری کے سال کی ابتداء میں ہوئی۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاص سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام علی تھا، وہ بلوغت کی عمر کے قریب پہنچ کر وفات پا گئے تھے، اور ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کا نام امامہ تھا، وہ زندہ رہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کے بعد ان سے نکاح کر لیا۔ (الاصابہ: ۱۱۲۲۳، الاستیعاب: ۳۳۷۷، طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۳، المستدرک ج ۴ ص ۲۴)

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے جس بچہ کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا تھا، اس بچہ کے مصداق کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۱۲۸۴ میں مذکور ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی (حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا فوت ہونے کے قریب ہے، سو آپ تشریف لائیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ بیٹا علی بن ابی العاص بن ربیع تھا اور وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوا تھا، اسی طرح الدمیاطی نے اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی کسی سند میں اس بیٹے کا نام مذکور نہیں ہے، نیز الزبیر بن بکار اور دیگر اہلِ علم نے ذکر کیا ہے کہ علی بن ابی العاص مذکور تو زندہ رہے تھے حتیٰ کہ بلوغت کی عمر کو پہنچے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن ان کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا اور اس قسم کی بات بچہ کے متعلق نہیں کہی جا سکتی۔

اور میں نے دیکھا "الانساب للبلاذری" میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن عثمان بن عفان حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے، جب وہ فوت ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں رکھا اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف ان پر رحم فرماتا ہے جو رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔

مسند البزار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا سخت بیمار ہو گیا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کے متعلق فرمایا، سو اس روایت کی بناء پر یہ مذکور بیٹا محسن بن علی بن ابی طالب ہے۔

مؤرخین میں سے اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ بچہ کم عمری میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہو گیا تھا، اور یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ کو بلانے والی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں لیکن اس باب کے اعتبار سے صحیح یہ ہے کہ آپ کو بلانے والی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں اور وہ بچہ ایک بچی تھا جیسا کہ مسند احمد میں ابو معاویہ کی سند سے منقول ہے اور اس کی عبارت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یہ امامہ ابوالعاص بن الربیع کی بیٹی تھیں اور ان ہی کا سانس اکھڑ رہا تھا اور گویا کہ وہی ایک پرانی مشک کی طرح تھیں اور پھر انہوں نے حدیث بیان کی اور اسی میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے رونے کے متعلق پوچھا، اور بعض روایات میں امامہ کی جگہ امیمہ مذکور ہے اور یہ وہی امامہ مذکورہ ہیں، کیونکہ نسب جاننے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حضرت ابوالعاص سے صرف دو بچے تھے علی اور امامہ۔

اس پر یہ اشکال ہے کہ مؤرخین میں سے اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا جو حضرت زینب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہیں حتیٰ کہ ان سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نکاح کیا، پھر وہ زندہ رہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی۔

اور اس پر حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا فوت ہو گیا، اس سے مراد ہے کہ وہ فوت ہونے کے قریب ہے، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں بیٹا نہیں تھا، اور اس کی تائید امام طبرانی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت امامہ بنت ابی العاص سخت بیمار ہو گئیں تو حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا، پھر اس باب کی حدیث کی طرح مذکور ہے یعنی ان کی بیٹی سخت بیمار ہو گئی تھیں اور مرنے کے قریب تھیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کی، کیونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کر لیا اور اپنی نواسی کی بیماری پر صبر کیا، اس کے باوجود آپ اپنی آنکھوں پر قابو نہ پا سکے اور آپ کی رحمت اور شفقت کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو بہے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیٹی کی بیٹی کو اسی وقت صحت عطا کی حتیٰ کہ وہ اس مرض کی شدت سے نجات پا گئیں اور ایک مدت تک زندہ رہیں اور یہ وہ حدیث ہے جس کو نبوت کے دلائل میں ذکر کرنا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۷۳۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ ہے کہ صحیح البخاری کی اس حدیث میں جو ذکر ہے کہ ان کا بیٹا بیمار تھا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا، یہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ ان کی بیٹی تھیں جن کا نام حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا تھا جیسا کہ صحیح البخاری: ۵۶۵۵ میں مذکور ہے اور ان کا بیٹا جس کا نام حضرت علی رضی اللہ عنہ تھا وہ بلوغت کی عمر کو پہنچ کر فوت ہوئے تھے اور ان کی بیٹی صحت یاب ہو کر عرصہ دراز تک زندہ رہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جس وقت پیدا ہوئیں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تینتیس (۳۳) سال تھی۔

مصعب وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے ہوا اور ان کی بہن حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا، اور جب سورۃ ''تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ'' نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دے دو۔

ابن شہاب نے کہا: پس حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے مکہ میں نکاح کر لیا اور انہوں نے ان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ان سے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے حضرت عبداللہ رکھا، اور اسی کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ تھی، جب حضرت عثمان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی عمر چھ سال تھی تو اس کی آنکھ میں مرغ نے چونچ ماری جس سے ان کا چہرہ سوج گیا اور وہ بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جنگِ بدر کے موقع پر رمضان المبارک ۲ ہجری میں فوت ہوئی تھیں، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چھوٹی صاحبزادی تھیں۔

(الاصابہ: ۱۱۱۸۲، الاستیعاب: ۳۳۷۷، اسد الغابہ: ۶۹۲۷)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں، یہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پہلے پیدا ہوئیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح ۳ ہجری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کیا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور ان کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور ان سے ان کا نکاح ربیع الاول میں ہوا تھا اور رخصتی جمادی الاخریٰ ۳ ہجری میں ہوئی اور وہ ۹ ہجری میں فوت ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان کو قبر میں اتارا، اور حضرت علی اور حضرت فضل بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی ان کو قبر میں اتارنے والے تھے، ان کو حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے غسل دیا تھا۔ (الاصابہ: ۱۲۲۱۹، الاستیعاب: ۳۶۳۵، اسد الغابہ: ۷۵۷۴)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

الواقدی نے کہا ہے: حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت اس سال ہوئی جس سال کعبہ کی تعمیر کی جارہی تھی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی، اور ابو عمر نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے اکتالیس (۴۱) سال بعد ہوئی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بعثت سے تھوڑا عرصہ پہلے پیدا ہوئیں، اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عمر میں پانچ سال بڑی تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے اوائلِ محرم ۲ ہجری میں نکاح کیا اور یہ نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے ۴ ماہ بعد ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جاری ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہلِ جنت میں سب سے افضل حضرت خدیجہ ہیں اور حضرت فاطمہ ہیں اور حضرت مریم ہیں اور حضرت آسیہ ہیں۔ (المستدرک ج ۳ ص ۱۸۵)

اور صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے ایذاء دیتی ہے وہ مجھے ایذاء دیتی ہے۔

ابو عمر نے نقل کیا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دیں اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا۔ (موت کے بعد نکاح منقطع ہو جاتا ہے لیکن یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی کہ سیدہ فاطمہ کی وفات کے بعد بھی ان کا نکاح ان سے قائم رہا اور انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وفات کے بعد غسل دیا ورنہ موت کے بعد شوہر کا بیوی کو غسل دینا جائز نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

امام ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھی اور حضرت علی اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم ان کی قبر میں اترے، الواقدی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھی، مگر اس روایت میں ضعف اور انقطاع ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پڑھی اور رات میں ان کو دفن کر دیا۔
الواقدی نے لکھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری میں ہوئی تھی۔
(الاصابہ: ۱۱۵۸۷، اسد الغابہ: ۷۱۷۶، الاستیعاب: ۳۵۰۰)

اپنے بچہ کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلانے کے فوائد

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت سے برکت حاصل کرنا۔
(۲) آپ کے تشریف لانے سے اور آپ کی زیارت کرنے سے ان کو صبر کرنے کی امید۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''میرا بیٹا فوت ہو گیا''۔ اور دوسری حدیث میں ہے ''میری بیٹی پر موت کا وقت آ گیا'' اور یہی صحیح ہے۔
(صحیح البخاری: ۵۶۵۵)
(۳) اس بیٹے کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا، (حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ ابن عبد البر نے لکھا ہے: اس کا نام علی تھا اور وہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے تک زندہ رہا) اور علامہ الدمیاطی نے لکھا ہے کہ اس کا نام علی تھا، اور بیٹی کا نام امیمہ تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام امامہ بنت ابی العاص بن الربیع تھا، اس کا ذکر ابن بشکوال نے کیا ہے۔ (غوامد الاسماء المبہمہ ج ۱ ص ۳۰۵)
(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ان کو سلام بھیجا، آپ خود تشریف نہیں لے گئے بلکہ آپ نے سلام بھیجا تو شاید آپ کسی اہم کام میں مشغول تھے، یا اس لیے کہ آپ نے چاہا کہ آپ پر جو درد کی کیفیت ہے وہ دکھائی نہ دے کیونکہ آپ مومنین پر بہت رحیم تھے تو اپنی اولاد پر رحیم کیسے نہ ہوتے، اور جب آپ نے اس بچہ کی ماں کی تکلیف کو دیکھا اور انہوں نے آنے کی قسم کھائی تو آپ نے وہاں جانا مناسب سمجھا۔
(۵) اس حدیث میں مذکور ہے ''بے شک اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو اس کچھ اس نے لے لیا اور جو کچھ اس نے عطاء کر دیا''۔
یعنی تمام مخلوق اس کی ملکیت میں اور اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور تمام معاملات اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے نزدیک ہر چیز کی ایک میعاد مقرر ہے کیونکہ جب اس نے دوات اور لوح اور قلم کو پیدا کیا تو اس نے قلم کو حکم دیا کہ جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ لکھ دے۔
(۶) اس حدیث میں ہے ''ونفسه تتقعقع كانها شن'' ''شنّ'' کا معنی ہے پرانی مشک، اور ''قعقعة'' کا معنی ہے کہ جو قریب المرگ ہو اس کے سانس لینے کی آواز۔
اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''آپ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ رحمت ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ رحمت اپنے ان بندوں کے دلوں میں رکھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرتے ہیں''۔
صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کیں، ان میں سے ننانوے رحمتیں اپنے پاس رکھ لیں اور بندوں میں ایک رحمت رکھی، پس اسی رحمت سے بندے ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور شفقت کرتے ہیں اور ماں اپنے بچے پر اسی رحمت سے مہربانی کرتی ہے، پس جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ اس ایک رحمت کو بھی ننانوے رحمتوں کے ساتھ جمع کر دے گا حتیٰ کہ ابلیس جو کفر کا سردار ہے وہ بھی رحمت کی توقع رکھے گا جب وہ اللہ عزوجل کی رحمتوں کو دیکھے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۹ ص ۵۱۹۔ ۵۲۲،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۴۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''وہ بیٹا تھا'' اور کتاب النذور میں مذکور ہے کہ ''وہ بیٹی تھی''۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''یقضی'' یعنی وہ بیٹا مر رہا تھا، گویا وہ نزع روح کی کیفیت میں تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''تقلقل'' یعنی اس کے سانس کے مضطرب ہونے کی آواز آرہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''الرحماء'' یہ رحیم کی جمع ہے جیسے کریم کی جمع الکرماء ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۴۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اخْتَصَمَتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ إِلَى رَبِّهِمَا فَقَالَتِ الْجَنَّةُ يَا رَبِّ مَا لَهَا لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَقَالَتِ النَّارُ يَعْنِي أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ فَقَالَ اللهُ تَعَالَى لِلْجَنَّةِ أَنْتِ رَحْمَتِي وَقَالَ لِلنَّارِ أَنْتِ عَذَابِي أُصِيبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا قَالَ فَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا وَإِنَّهُ يُنْشِئُ لِلنَّارِ مَنْ يَشَاءُ فَيُلْقَوْنَ فِيهَا فَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ثَلَاثًا حَتَّى يَضَعَ فِيهَا قَدَمَهُ فَتَمْتَلِئُ وَيُرَدُّ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ وَتَقُولُ قَطْ قَطْ قَطْ۔

(صحیح مسلم: ۷۲۸۴، مسند احمد: ۱۰۲۱۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے بیان فرمایا: جنت اور دوزخ نے اپنے رب کی طرف جھگڑا کیا، پس جنت نے کہا: اے میرے رب! کیا سبب ہے کہ جنت میں صرف کمزور اور حقیر لوگ داخل ہوں گے؟ اور دوزخ نے کہا: مجھے متکبرین کے ساتھ ترجیح دی گئی؟ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تم میری رحمت ہو اور دوزخ سے فرمایا: تم میرا عذاب ہو، میں جس کو چاہوں گا تمہیں پہنچاؤں گا، اور تم میں سے ہر ایک کو بھر دیا جائے گا، آپ نے فرمایا: پس رہی جنت تو بے شک اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا، اور وہ دوزخ کے لیے جس کو چاہے گا پیدا کرے گا، پس ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا پھر دوزخ تین مرتبہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا، پس وہ بھر جائے گی اور دوزخ کے اجزاء ایک دوسرے کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے یا سمٹا دیئے جائیں گے، تو دوزخ کہے گی: بس بس بس۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۴۴۹، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جنت اور دوزخ کے باہم جھگڑنے کی توجیہ

علامہ المہلب نے کہا ہے: رہا جنت اور دوزخ کا جھگڑنا، پس ہوسکتا ہے کہ یہ حقیقتاً ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مجازاً ہو، اس جھگڑے کے حقیقتاً ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت اور دوزخ میں حیات، فہم اور کلام پیدا فرمادے گا، کیونکہ اس پر دلیل قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے، اور اس جھگڑے کے مجازاً ہونے کا معنی یہ ہے کہ جن افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف محال ہو تو اس کو مجاز پر محمول کیا جاتا ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں کہ حوض بھر گیا، حالانکہ حوض یہ نہیں کہتا بلکہ اس کے بھرنے کی تاویل ہے۔

جنت اور دوزخ کے باہم جھگڑنے کا معنی یہ ہے کہ جنت اور دوزخ اپنے اندر رہنے والوں کے اعتبار سے ایک دوسرے پر فخر کریں گے، پس دوزخ اس پر فخر کرے گی کہ اس میں متکبرین ڈالے جاتے ہیں اور وہ یہ گمان کرے گی کہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت پر ترجیح دی ہے، اور جنت اس کے برخلاف گمان کرے گی کیونکہ وہ کہے گی کہ کیا وجہ ہے مجھ میں صرف وہ لوگ داخل ہوتے ہیں جو کمزور ہیں اور جو لوگوں کی نگاہوں میں پست ہوتے ہیں، پس گویا کہ جنت ڈرے گی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مرتبہ کم ہے، پس اللہ تعالیٰ جنت کے لیے حکم فرمائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور جنت میں وہی رہیں گے جو اللہ کے بندوں میں سے رحم کرنے والے ہیں اور دوزخ کے لیے حکم فرمائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، اللہ تعالیٰ متکبرین میں سے جس کو چاہے گا دوزخ سے عذاب دے گا، اور جنت اور دوزخ میں سے کسی کو بھی اپنے رہنے والوں کے اعتبار سے دوسرے پر فضیلت نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وینشئ للنار خلقا" المہلب نے کہا: جن لوگوں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور کفر کیا ان کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈال دے گا، اور دوسروں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کے لیے ایسی مخلوق پیدا کرے گا جو دنیا میں نہیں تھی، اور اس میں اہلسنت کی یہ دلیل ہے کہ اللہ کے لیے یہ جائز ہے کہ جس کو اس نے اپنی عبادت کا مکلف نہیں کیا اس کو عذاب دے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾ (ابراہیم: ۲۷) اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے 0

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۴۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دوزخ میں غیر مکلف لوگوں کو ڈالنے سے اللہ تعالیٰ کا ظلم لازم آتا ہے، اس اعتراض کے جوابات

قاضی عیاض نے کہا ہے: قدم سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو پہلے علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پیدا کرے گا۔

اور المہلب نے کہا ہے کہ اللہ کے لیے یہ جائز ہے کہ ان لوگوں کو عذاب دے جن کو اس نے دنیا میں عبادت کا مکلف نہیں کیا، کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، پس اگر اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے تو یہ اس کا ظلم نہیں ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اہل سنت کے نزدیک یہ جائز ہے اور ہوسکتا ہے لیکن اس کے وقوع پر اعتراض ہے، اور ابن القیم نے وثوق سے کہا ہے کہ اس حدیث کی یہ عبارت غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم کو بھرنے کے لیے کوئی اور مخلوق پیدا کرے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ جہنم ابلیس اور اس کے متبعین سے بھر جائے گی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳﴾ (السجدہ: ۱۳)

اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت فرما دیتے، لیکن میری طرف سے یہ بات برحق ہے کہ میں ضرور جہنم تمام (ظالم) انسانوں اور (سرکش) جنات سے بھر دوں گا O

نیز اللہ تعالیٰ نے شیطان سے ارشاد فرمایا:

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۵﴾ (ص: ۸۵)

کہ میں تجھ سے اور تیرے تمام پیروکاروں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا O

سو جب جہنم شیطان اور اس کے متبعین سے بھر جائے گی تو اس کو بھرنے کے لیے کسی اور مخلوق کو پیدا کرنے کی کب ضرورت ہوگی۔

اسی طرح ہمارے استاذ علامہ البلقینی نے بھی اس روایت کا انکار کیا، اور انہوں نے کہا: جس کو اللہ تعالیٰ نے عبادت کا مکلف نہیں کیا اس کو جہنم میں ڈالنا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ (الکہف: ۴۹)

اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا O

پھر علامہ بلقینی نے کہا کہ اگر اس حدیث کو اس پر محمول کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کو ان پتھروں سے بھر دے گا جو دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ اس کو اس پر محمول کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ذوی الارواح کو بغیر گناہ کے عذاب دے گا، جیسے قرآن مجید میں ہے:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ (البقرہ: ۲۴)

تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: اس اشکال کے جواب میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر ذوی الارواح کو بھی دوزخ میں ڈالا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو عذاب ہو کیونکہ دوزخ میں دوزخ کے محافظ فرشتے بھی ہوں گے اور ان کو عذاب نہیں ہوگا۔ نیز اس کا یہ جواب بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے ''انه ینشیء للنار من یشاء فیلقون فیها'' کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کے لیے جس کو چاہے گا پیدا کرے گا، پس ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اس حدیث میں ہوسکتا ہے ''انشاء'' سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ابتداءً کفار کو دوزخ میں ڈالے گا اور ابتداءً دوزخ میں ڈالنے کو انشاء سے تعبیر فرمایا۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جنت اور دوزخ بہت وسیع ہیں، کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں اتنی گنجائش ہے کہ جو لوگ گزر چکے ہیں اور جو لوگ قیامت تک آئندہ آئیں گے وہ سب اس میں سما جائیں گے، اور آخر کتاب الرقاق میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ جو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شخص سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا اس کو دنیا اور اس کی دس امثال دی جائیں گی۔
(۲) علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اشیاء کی صفت اس کے غالب کے اعتبار سے کی جاتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جنت کہے گی کہ مجھ میں کمزور لوگ داخل ہیں، حالانکہ جنت میں کمزوروں کے علاوہ طاقتور لوگ بھی ہوں گے اور دوزخ کہے گی کہ اس میں متکبرین داخل ہیں، حالانکہ دوزخ میں غیر متکبرین بھی ہوں گے۔
(۳) اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں ''هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ'' (ق:۳۰) ''استفہامِ انکار ہے اور دوزخ میں اور زیادہ کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ دوزخ میں تو بہت گنجائش ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۶۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۴۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا دوزخ کے لیے کسی مخلوق کو پیدا کرنا کسی اعتراض کا موجب نہیں ہے

کہا گیا ہے: اس حدیث میں راوی کو وہم ہوا ہے، کیونکہ جو عاصی اور نافرمان کا غیر ہو اس کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کے کرم کے لائق نہیں ہے، اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ غیر اطاعت گزار کو انعام دے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، پھر علامہ کرمانی نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے جنہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، کیونکہ یہ قاعدہ باطل ہے کہ حسن اور قبح عقلی ہے، پس اگر اللہ تعالیٰ نیکوکار کو عذاب دے تو یہ اس کا عدل ہوگا، اور جنت کے لیے کسی مخلوق کو پیدا کرنا دوزخ کے لیے کسی مخلوق کو پیدا کرنے کے خلاف نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، لہٰذا اس حدیث کو توہمات پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قدم کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے ''بے شک اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرتا اور وہ دوزخ کے لیے جس کو چاہے گا پیدا کرے گا سو ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، پس دوزخ تین مرتبہ کہے گی: ''هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ'' ؟'' کیا کچھ اور بھی ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں اپنا قدم رکھ دے گا، پس دوزخ بھر جائے گی اور اس کے بعض اجزاء بعض کی طرف پلٹ جائیں گے اور دوزخ کہے گی: بس، بس، بس!''

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے قدم کا لفظ ہے اور یہ لفظ متشابہات میں سے ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یا تو اس کی مراد کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے اور یا اس میں تاویل کی جائے، پس اس کی تاویل میں یہ کہا گیا ہے کہ قدم سے مراد تقدم ہے یعنی اللہ تعالیٰ دوزخ میں ان لوگوں کو رکھ دے گا جن کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ عذاب میں سے دوزخ کے لیے پہلے بنایا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں پر ایک مخلوق ہے جس کا نام القدم ہے، اللہ تعالیٰ اس قدم نامی مخلوق کو دوزخ میں ڈال دے گا، یا اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جھڑکنے کے لیے اور ان کو خاموش کرنے کے لیے اپنا قدم رکھے گا جیسے کہا جاتا ہے کہ ''میں نے اس کو اپنے پیر کے نیچے رکھ دیا، یا میں نے اس کو اپنے قدم کے نیچے رکھ دیا''۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں ہے "قط، قط، قط" یعنی مجھے یہ قدم رکھنا کافی ہے۔

(عمدة القاری ج ۲۵ ص ۲۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۵۰۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَيُصِيبَنَّ أَقْوَامًا سَفْعٌ مِنَ النَّارِ بِذُنُوبٍ أَصَابُوهَا عُقُوبَةً ثُمَّ يُدْخِلُهُمُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ يُقَالُ لَهُمُ الْجَهَنَّمِيُّونَ وَقَالَ هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

(صحیح البخاری: ۶۵۵۹، ۷۴۵۰، مسند احمد: ۱۱۸۶۱)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: بعض لوگوں کو دوزخ میں ان کے کیے ہوئے گناہوں کی وجہ سے ضرور شعلوں کی لپٹ لاحق ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت کے فضل سے جنت میں داخل فرما دے گا تو ان کے متعلق کہا جائے گا: یہ جہنمی ہیں۔

اور ہمام نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے حدیث بیان کی۔

صحیح البخاری: ۷۴۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"سفعٌ" کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ دوزخ میں بعض لوگوں کو ان کے کیے ہوئے گناہوں کی سزا کی وجہ سے دوزخ کے شعلے پہنچیں گے۔ سفعٌ کا معنی ہے: اللفح واللهب یعنی شعلے، اور علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: "السفعُ" اس علامت کو کہتے ہیں جس سے ان کا رنگ متغیر ہو جائے، یا مراد ہے: دوزخ کی آگ کے اثر سے ان کے چہروں کا رنگ متغیر ہو جائے گا۔

(عمدة القاری ج ۲۵ ص ۲۰۶۔۲۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۶۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: اِنَّ اللهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا (فاطر: ۴۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو زائل ہونے سے منع کرتا ہے اور روکتا ہے"

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد شام سے آیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا: تم شام میں کس سے ملے؟ اس نے کہا میں: کعب سے ملا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: تم نے ان کو کیا کہتے ہوئے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ان سے سنا وہ کہہ رہے تھے: تمام آسمان ایک فرشتے کے کندھے پر ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کعب نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جھوٹ بولا، کیا اس نے ابھی تک اپنی یہودیت کو نہیں چھوڑا، پھر انہوں نے فاطر: ۴۱ کی تلاوت کی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر روکتا ہے، اور یہ غلط ہے اور انہوں نے اس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ذکر کیا۔

علامہ المہلب نے کہا: فاطر: ۴۱ کا تقاضا یہ ہے کہ آسمان اور زمین بغیر کسی آلہ کے روکے ہوئے ہیں اور حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو انگلی سے روکا ہوا ہے۔

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ انگلی سے آسمانوں اور زمینوں کو روکنا محال ہے کیونکہ اس میں کسی روکنے والے کی ضرورت ہوگی اور دوسرے علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو روکنے والا ہے، اس سے مراد ہے دنیا میں، اور حدیث میں جو مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو ایک انگلی سے روکتا ہے اس سے مراد ہے قیامت کے دن، اور اس سے پہلے باب میں انگلی کی توجیہ ذکر کی جا چکی ہے۔ علامہ راغب اصفہانی نے کہا: کسی شئے کو روکنا اس شئے کے ساتھ تعلق اور اس کی حفاظت ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۶۵، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۵۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللهَ يَضَعُ السَّمَاءَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرْضَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْجِبَالَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالشَّجَرَ وَالْأَنْهَارَ عَلَى إِصْبَعٍ وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلَى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَقُولُ بِيَدِهِ أَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ ﴿وَ مَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: اے محمد! بے شک اللہ تعالیٰ آسمان کو ایک انگلی پر رکھتا ہے اور زمین کو ایک انگلی پر رکھتا ہے اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر رکھتا ہے اور درختوں اور دریاؤں کو ایک انگلی پر رکھتا ہے اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھتا ہے، پھر وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرماتا ہے: میں بادشاہ ہوں، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا: ''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کرنے کا حق ہے''۔ (الانعام: ۹۱)

(صحیح البخاری: ۴۸۱۱، ۷۴۱۴، ۷۴۱۵، ۷۴۵۱، ۷۵۱۳، صحیح مسلم: ۲۷۸۶، سنن ترمذی: ۳۲۳۸، مسند احمد: ۴۳۵۵)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے صحیح البخاری: ۷۴۱۴، ۷۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۴۵۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
فاطر: ۴۱ کا ظاہر یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو بغیر کسی ایسے آلہ کے روکا ہوا ہے جس پر ان کا اعتماد ہو اور اس یہودی عالم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر روکتا ہے اور زمین کو ایک انگلی پر روکتا ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ اس یہودی عالم کی حدیث اور اس کا روکنے کی انگلی سے تفسیر کرنا اس آیت میں امساک کا بیان ہے جو کہ مجمل ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی عالم کی تفسیر کو رد کر دیا کہ وہ یہ وہم کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انگلیوں سے آسمانوں اور زمینوں وغیرہ کو روکا ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس سے بہت عظیم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نفی کی اور فرمایا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی قدر نہیں کی جو قدر کرنے کا حق ہے۔ نیز اگر آسمان وغیرہ اپنے روکے جانے میں انگلیوں کے محتاج ہوتے تو انگلیاں اپنے روکے جانے میں اور انگلیوں کی محتاج ہوتیں اور وہ انگلیاں اور انگلیوں کی محتاج ہوتیں، پھر اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا اور یہ فاسد ہے اور اس سے پہلے الاشعری اور ابن فورک کا یہ قول گزر چکا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ انگلی اللہ تعالیٰ کی صفتِ ذات ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کی صفت ہو مثلاً فرشتوں کی، اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے اٹھانے کا مکلف کیا ہو، اس کی تصدیق درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:
وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ اور اس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے O (الحاقۃ: ۱۷)

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۷۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِي تَخْلِيقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَغَيْرِهَا مِنَ الْخَلَائِقِ
آسمانوں اور زمینوں اور ان کے علاوہ مخلوقات کی تخلیق کے متعلق احادیث

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری کی اس باب کے عنوان سے غرض یہ ہے کہ وہ تمہیں یہ بتائیں کہ آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اور قرآن مجید کی آیات اور مشاہدات سے ان کے حادث ہونے کا ثبوت ہے، کیونکہ آسمانوں اور زمینوں میں حکمت کا انتظام ہے اور مخلوق کی زندگی گزارنے کے اصول ہیں اور عقلی دلیل اس پر قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں ہے، اور ان لوگوں کا قول باطل ہے جو کہتے ہیں کہ چیزوں کی طبیعت اس عالم کی خالق ہے اور سات آسمان فاعل ہیں اور نور اور ظلمت خالق ہیں، اور جن کا یہ زعم ہے کہ عرش خالق ہے۔
اور یہ تمام اقوال فاسد ہیں، کیونکہ دلائل سے ثابت ہے کہ یہ تمام چیزیں حادث ہیں اور کسی محدث کی طرف محتاج ہیں کیونکہ بغیر محدث کے حادث کا وجود محال ہے جیسے بغیر ضارب کے ضرب کا وجود محال ہے، اور اللہ کی کتاب اس کی صحت پر شاہد ہے، اللہ تعالیٰ کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ارشاد ہے:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ (فاطر:۳) کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا خالق کی نفی فرمائی، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ (الرعد:۱۶)

یا انہوں نے اللہ کے لیے ایسے شریک قرار دے لیے ہیں جنہوں نے اللہ کی طرح کوئی مخلوق پیدا کی ہے تو صفتِ خلق ان پر متشبہ ہوگئی، آپ کہیے: اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ایک ہے سب پر غالب ہے O

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق ہونے پر دلیل قائم فرمائی ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ (آل عمران:۱۹۰)

بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O

پس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی نشانیوں سے اپنی قدرت پر اور اپنی وحدانیت پر استدلال فرمایا، پس واجب ہے کہ الخلاق العلیم مخلوق کی تمام صفات، امر اور فعل اور سمع اور بصر اور تکوین کا خالق ہو، اور اس کی ذات اور صفات مخلوق نہیں ہے، اور بے شک قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی صفت ہے غیر مخلوق ہے، پس ضروری ہوا کہ خالق تمام مخلوقات کے خلاف ہو، اور اس کے خلاف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب حوادث کا قیام اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ منتفی ہے تو اس سے لازم آیا کہ اس کے ماسوا جو مخلوقات ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور یہی عقل کا تقاضا ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ مذکور کی تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَهُوَ فِعْلُ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَأَمْرُهُ فَالرَّبُّ بِصِفَاتِهِ وَفِعْلِهِ وَأَمْرِهِ وَكَلَامِهِ وَهُوَ الْخَالِقُ الْمُكَوِّنُ غَيْرُ مَخْلُوقٍ وَمَا كَانَ بِفِعْلِهِ وَأَمْرِهِ وَتَخْلِيقِهِ وَتَكْوِينِهِ فَهُوَ مَفْعُولٌ مَخْلُوقٌ مُكَوَّنٌ۔

وہ الرب تبارک و تعالیٰ کا فعل ہے اور اس کا امر ہے، پس رب اپنی صفات کے ساتھ اور اپنے فعل کے ساتھ اور اپنے امر کے ساتھ وہی خالق اور مکوّن ہے اور وہ غیر مخلوق ہے، اور جو چیز اس کے فعل سے اور اس کے امر سے اور اس کی تخلیق سے اور اس کی تکوین سے وجود میں آئی پس وہ مفعول ہے مخلوق ہے اور مکوّن ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

امام بخاری نے کہا: ''وہ رب کا فعل اور اس کا امر ہے'' امر سے مراد یہاں پر اللہ عزوجل کا ارشاد ''کُن'' ہے، یعنی ہو جا۔ اور امر کا اطلاق کئی معانی پر ہوتا ہے، ان میں سے ایک ''اِفعَل'' کا صیغہ ہے، یعنی یہ کام کرو۔ اور امر کا معنی صفت اور شان ہے، اور یہاں پر امر کا پہلا معنی مراد ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے کہا: ''فالرب بصفاته وفعله وامره'' تمام راویوں نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور ابوذر کی روایت میں ہے وکلامه۔

امام بخاری نے کہا: ''وهو الخالق المكون غير مخلوق'' اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا اسم المکون ذکر کیا ہے، اور اسماء حسنیٰ میں یہ لفظ وارد نہیں ہے لیکن اس کا معنی وارد ہے اور اس کا معنی ہے المصور، اور امرہٖ کے بعد کلام کا ذکر کرنا خاص کا عطف عام پر ہے، کیونکہ امر سے مراد یہاں پر اللہ عزوجل کا ارشاد کُن ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہے۔

صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں اس جگہ ''وفعله'' کا ذکر نہیں ہے، علامہ کرمانی نے کہا: یہ اولیٰ ہے تا کہ غیر مخلوق کا لفظ صحیح ہو اور عنقریب امام بخاری بیان کریں گے کہ فعل کے درمیان اور جو چیز فعل سے پیدا ہوتی ہے ان میں فرق ہے، پس فعل فاعل کی صفت ہے اور ''باری'' غیر مخلوق ہے، پس اللہ تعالیٰ کی صفات غیر مخلوق ہیں، اور رہا اس کا مفعول یعنی جو چیز اس کے فعل سے پیدا ہوتی ہے تو وہ مخلوق ہے۔

پس عنقریب کتاب التوحید کے اخیر میں آئے گا کہ ابن عیینہ وغیرہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ قرآن غیر مخلوق ہے کیونکہ امر سے مراد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''کُن'' ہے۔(البقرہ:۱۱۷)، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف:۵۴) سنو پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کی شان کے لائق ہے۔

اس آیت میں امر کا عطف خلق پر ہے اور عطف تغایر کا تقاضا کرتا ہے اور کُن اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہے، پس معلوم ہوا کہ کُن امر کا صیغہ ہے اور یہ اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔

امام بخاری نے اپنی کتاب ''خلق افعال العباد'' میں لکھا ہے کہ لوگوں کا فاعل، فعل اور مفعول میں اختلاف ہے، پس القدریہ نے کہا: تمام افعال بشر سے صادر ہوتے ہیں اور الجبریہ نے کہا: تمام افعال اللہ سے صادر ہوتے ہیں، اور الجہمیہ نے کہا کہ فعل اور مفعول ایک ہیں، اسی لیے انہوں نے کہا کہ ''کُن'' مخلوق ہے، اور سلف صالحین نے کہا: تخلیق اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور ہمارے افعال مخلوق ہیں، پس اللہ تعالیٰ کا فعل اس کی صفت ہے اور اس کے سوا مخلوقات میں سے مفعول ہیں۔

''تکوین'' کے متعلق فقہاءِ اسلام کا اختلاف

تکوین کا مسئلہ متکلمین کے درمیان مشہور ہے، اور اصل اختلاف اس میں ہے کہ فعل کی صفت قدیم ہے یا حادث ہے، پس سلف صالحین کی ایک جماعت جن میں امام ابوحنیفہ بھی ہیں انہوں نے کہا کہ فعل کی صفت قدیم ہے اور متکلمین کی جماعت میں سے دوسروں نے کہا جن میں ابن کلاب اور الاشعری ہیں کہ یہ صفت حادث ہے، کیونکہ اگر فعل کی صفت کو قدیم قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ مخلوق بھی قدیم ہو، اور امام ابوحنیفہ وغیرہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ازل میں خلق کی صفت تھی اور مخلوق نہیں تھی، اور الاشعری نے یہ جواب دیا کہ ازل میں خلق کی صفت تھی اور مخلوق نہیں تھی، جیسا کہ اس وقت نہ کوئی ضارب تھا اور نہ کوئی مضروب تھا، پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے حادث ہونے کا التزام کیا، اور اس سے لازم آیا کہ حوادث کا اللہ تعالیٰ کی ذات میں حلول ہو، پھر انہوں نے جواب دیا کہ یہ صفات ذات میں کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتیں، پھر اس پر یہ اعتراض ہوا کہ اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ ازل میں نہ خالق ہو نہ رازق ہو، اور اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے اور اس کلام میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل میں خالق بھی ہے اور رازق بھی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے، تو پھر بعض اشاعرہ نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ پر ازل میں خالق اور رازق کا اطلاق بطریقِ مجاز ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۵۵-۵۵۶، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۵۲- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ لَيْلَةً وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا لِأَنْظُرَ كَيْفَ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِاللَّيْلِ فَتَحَدَّثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَعَ أَهْلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ أَوْ بَعْضُهُ قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَرَأَ ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝﴾ ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَاسْتَنَّ ثُمَّ صَلَّى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ الصُّبْحَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے خبر دی از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزاری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے، تاکہ میں دیکھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز کس طرح پڑھتے ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر تک اپنی اہلیہ کے ساتھ باتیں کیں پھر آپ سو گئے، پھر جب تہائی رات کا آخر ہو گیا یا کچھ حصہ تو آپ بیٹھ گئے اور آپ نے آسمان کی طرف دیکھا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

''بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں'' O

(آل عمران: ۱۹۰)

پھر آپ کھڑے ہوئے آپ نے وضو کیا اور مسواک کی، پھر آپ نے گیارہ رکعات پڑھیں، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی اذان دی تو آپ نے دو رکعت (سنتِ فجر) پڑھیں، پھر آپ باہر نکلے اور آپ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔

(صحیح البخاری: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۷۲۶، ۷۲۸، ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۷۴۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۳۵۷، مسند احمد: ۳۱۵۹، سنن دارمی: ۱۲۵۵)

اس حدیث میں آل عمران: ۱۹۰ کا ذکر ہے، اور آلِ عمران: ۱۹۰ میں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کی دلیل ہے، اور اس باب کا بھی یہی عنوان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا خالق ہے۔

صحیح البخاری: ۷۴۵۲، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے تھے'' پھر جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی تو آپ اٹھے اور آپ نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سنتِ فجر پڑھیں اور وضو نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اسی طرح باقی انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی شان ہے، اسی وجہ سے عبید بن عمیر نے کہا ہے: انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ نیند آپ کے قلب پر طاری نہیں ہوتی تا کہ جب آپ کی طرف نیند میں وحی کی جائے تو آپ وحی کو محفوظ رکھیں۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گزاری جب کہ آپ اپنی اہلیہ کے پاس تھے، اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کی خالہ تھیں، اور یہ بھی روایت میں ہے کہ اس وقت آپ کی اہلیہ حائض تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کا اپنے محرم کے پاس رات گزارنا جائز ہے۔

(۳) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع ہے اور آپ کے مکارمِ اخلاق کا بیان ہے کہ آپ نے پرانی مشک سے وضو کیا۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہجد کی نماز پڑھی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی آپ کی اقتداء میں نماز میں شامل ہوئے، اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کی اقتداء کرنا جائز ہے۔

(۵) رات کی یہ نماز یعنی تہجد نفل نماز تھی اور اس نماز میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کی، تو اس سے معلوم ہوا کہ نفل کی جماعت جائز ہے۔

(۶) اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس نماز میں صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے، تو معلوم ہوا کہ ایک شخص کا مقتدی ہونا جائز ہے۔

(۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچہ کا بالغ کی اقتداء میں نماز پڑھنا صحیح ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نابالغ تھے۔

(۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب کھڑے ہوئے تھے تو آپ نے ان کو دائیں جانب کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ جب مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہو۔

(۹) اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم مقدار میں وضو کیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا جائے اور اعضاء کو پوری طرح دھولیا جائے تو جائز ہے۔

(۱۰) اس حدیث میں امام کے مقتدی کو تعلیم دینے کا جواز ہے۔

(۱۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دائیں جانب کیا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں بھی تعلیم دینا جائز ہے جب کہ اس کا تعلق نماز کے ساتھ ہو۔

(۱۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کی اطلاع دی، اس سے معلوم ہوا کہ امام کو نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔

(۱۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک وضو کے ساتھ سنت بھی پڑھیں اور فرض بھی پڑھائے، اس سے معلوم ہوا کہ ایک وضو سے فرض اور نفل کو ادا کرنا جائز ہے۔

(۱۴) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد پڑھنے کے بعد لیٹ کر تھوڑی دیر کے لیے سو گئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد آرام کرنا جائز ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلے رات کو قیام کرنا واجب تھا پھر اس کا وجوب منسوخ کر دیا گیا۔
(۱۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کے پاس رات گزارنا جائز ہے تاکہ عالم کے افعال کا مشاہدہ کر کے اس کی اقتداء کی جائے اور اس کو آگے بیان کیا جائے۔
(۱۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفل نماز کلام کے حرام ہونے میں فرض کی طرح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کلام نہیں کیا۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۴ ص ۵۵۔۵۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامی، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۲۸۔ بَابٌ: قَوْلِهٖ تَعَالٰى: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ (الصافات: ۱۷۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور بے شک ہم پہلے ہی اپنے ان بندوں سے بات کر چکے ہیں جو رسول ہیں O“

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ازل میں اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کا ثبوت

امام بخاری اس باب کے عنوان سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ازل میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے کلام فرماتا تھا، اور یہ فرماتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی دنیا اور آخرت میں مدد کی جائے گی۔
(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس باب سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور کلام کرنے والا ہے، اس کے برخلاف المعتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم نہیں ہے اور یہ خالص کفر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے بطلان کے اوپر ان آیات میں تصریح فرمائی ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾ (الصافات: ۱۷۱۔۱۷۴)

اور بے شک ہم پہلے ہی اپنے ان بندوں سے بات کر چکے ہیں جو رسول ہیں O بے شک ان ہی کی مدد کی جائے گی O اور بے شک ہمارا ہی لشکر ضرور غالب ہوگا O سو آپ ایک معین مدت تک ان سے اعراض کرتے رہیے O

ان آیات میں تصریح ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازل میں اپنے رسولوں سے کلام فرمایا۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۳۶۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

اس باب کی احادیث میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے ثبوت میں احادیث روایت کی گئی ہیں۔

۷۴۵۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه أَنَّ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي۔

بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تکمیل کا ارادہ فرمالیا تو اس نے اپنے عرش کے اوپر اپنے پاس لکھا کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۹۴، ۷۴۰۴، ۷۴۲۲، ۷۴۵۳، ۷۵۵۳، ۷۵۵۴، صحیح مسلم: ۲۷۵۱، سنن ترمذی: ۳۵۴۳، سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۵، مسند احمد: ۷۴۳۳)

صحیح البخاری: ۷۴۵۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غضب پر رحمت کی تقدیم پر ایک اشکال کا جواب

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ رحمت اور غضب دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور یہ دونوں صفات قدیم ہیں، تو ایک صفت کا دوسری صفت پر تقدم کیسے ہوگا؟ کیونکہ جو صفات قدیم ہوں وہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے نہیں ہوسکتیں، ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہونا صفاتِ حادثہ میں ہوسکتا ہے صفاتِ قدیمہ میں نہیں ہوسکتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رحمت سے مراد ہے ثواب کا پہنچانا اور غضب سے مراد ہے سزا کو پہنچانا، تو یہاں سبقت کا تعلق ارادہ کے ساتھ ہے، یعنی گناہگاروں کو سزا دینے سے پہلے نیکو کاروں کو ثواب دینے کا ارادہ فرماتا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۶۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۵۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ازل میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں

پس اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحمت ابتداءً یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ عدم سے وجود کی طرف لاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت یہ ہے کہ بندہ کے ماں باپ کے دلوں میں ان کی اولاد کی پرورش کی تلقین فرماتا ہے اور ان کی پرورش میں جو مشقتیں ہوتی ہیں ان کو برداشت کرنے کی توفیق دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتِ سابقہ یہ ہے کہ وہ کفار کو بھی رزق دیتا ہے اور ان پر نعمتیں فرماتا ہے اور ان سے مصائب کو دور فرماتا ہے، پھر بعض اوقات کفار کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈالتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، اور بعض ایمان لانے کے بعد بھی گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت غالب آتی ہے اور وہ ان کو جنت میں داخل کر دیتا ہے، اور جو مدتِ عمر تک توبہ نہیں کرتے تو ان کے عذاب میں تاخیر فرماتا ہے اور ان کو مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کرلیں، تو اس کا یہ مہلت دینا بھی رحمت ہے، بہر حال اللہ تعالیٰ کی رحمتِ سابقہ اتنی زیادہ ہے کہ اس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۳۶۷، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۴۵۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ رضی الله عنه حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ أَنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَهُ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَهُ ثُمَّ يُبْعَثُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيُؤْذَنُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ رِزْقَهُ وَأَجَلَهُ وَعَمَلَهُ وَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ ثُمَّ يَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى لَا يَكُونُ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُ النَّارَ وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان کی اور آپ بہت زیادہ سچے ہیں، آپ نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک کی تخلیق (اس کی تخلیق کا نطفہ) اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع رہتی ہے یا چالیس راتوں تک، پھر وہ اتنے دنوں تک جمع ہوا خون ہو جاتا ہے، پھر وہ اتنی مدت تک گوشت کا ٹکڑا ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتہ کو بھیجتا ہے، پس اس کو چار کلمات کو لکھنے کا حکم دیتا ہے، پس فرشتہ اس کے رزق کو لکھتا ہے اور اس کی مدتِ حیات کو اور اس کے عمل کو اور اس کے بد بخت یا نیک بخت ہونے کو، پھر اس میں روح پھونک دیتا ہے، پس بے شک تم میں سے کوئی ایک اہلِ جنت کے عمل کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر کتاب میں لکھا ہوا مقدم ہو جاتا ہے، سو وہ اہلِ دوزخ کا عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے، اور بے شک تم میں سے کوئی ایک اہلِ دوزخ کے عمل کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر کتاب میں لکھا ہوا سابق ہوتا ہے سو وہ اہلِ جنت کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۲۰۸، ۳۳۳۲، ۶۵۹۴، ۷۴۵۴، صحیح مسلم: ۲۶۴۳، سنن ترمذی: ۲۱۳۷، سنن ابوداؤد: ۴۷۰۸، سنن ابن ماجہ: ۷۶، مسند احمد: ۳۶۱۷)

صحیح البخاری: ۷۴۵۴، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے چار کلمات لکھنے کا حکم دینے سے اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کا ثبوت

علماءِ اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل میں تمام کلاموں کے ساتھ متکلم تھا، اور اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ اگر چاہے تو اپنی تمام مخلوق کو عذاب دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ اس کے علم میں تبدیلی ہو، اور اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ کن پر رحم فرمائے گا اور کن کو عذاب دے گا، اور اہل الحق کا اس پر اتفاق ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کا کلام فی نفسہٖ تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۳۶۸، ملخصاً و ملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۵۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو نیکی کرنے والوں کو عذاب دے گا، لیکن علامہ ابن التین نے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۶۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی کرنے والوں کو ثواب عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو عذاب دے تو اگرچہ وہ اس پر قادر ہے لیکن یہ اس کے وعدہ کے خلاف ہے اور کریم جب کسی کو انعام دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے خلاف نہیں کرتا، نیز اگر اللہ تعالیٰ کے کلام میں تبدیلی واقع ہو تو اس سے اس کے کلام میں کذب لازم آئے گا اور کذب اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے، کیونکہ کذب قبیح ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات حسن ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۷۴۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اعمال کے مدار کا خاتمہ پر ہونا

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عمل خواہ نیک ہوں یا بد ہوں، وہ ثواب یا عذاب کی علامات ہیں ثواب یا عذاب کو واجب نہیں کرتے، اور نجات کا مدار خاتمہ پر ہے، اگر انسان کا خاتمہ نیک اعمال پر ہوا تو وہ نجات یافتہ ہوگا اور اگر اس کا خاتمہ بد اعمال پر ہوا تو وہ عذاب یافتہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کو ازل میں اس کا علم تھا کہ کون شخص خاتمہ کے وقت تک ایمان اور اعمالِ صالحہ پر قائم رہے گا اور کون شخص خاتمہ کے وقت تک ایمان اور اعمالِ صالحہ پر قائم نہیں رہے گا اور اسی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں ہر شخص کے متعلق لکھ دیا کہ وہ جنتی ہے یا دوزخی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۵۵۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَا جِبْرِيلُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قَالَ كَانَ هَذَا الْجَوَابَ لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن ذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا وہ سعید بن جبیر سے حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! آپ جتنا ہماری زیارت اور ملاقات کے لیے آتے ہیں اس سے زیادہ ہماری ملاقات کے لیے آنے سے آپ کو کون سی چیز منع کرتی ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں، ہمارے آگے اور ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے وہ سب اسی کی ملکیت ہے، اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے''۔ (مریم:٦٤)

امام بخاری نے کہا: یہ جواب (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہے۔

(صحیح البخاری:٣٢١٨، ٤٧٣١، ٧٤٥٥، سنن ترمذی:٣١٥٨، مسند احمد:٢٠٧٩)

مریم:٦٤ میں مذکور ہے ''ہم صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں'' اور حکم سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، سو اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کا ثبوت ہے۔

صحیح البخاری:٧٤٥٥، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ٨٠٤ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت جبریل کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے کم آنے کی توجیہ

اس حدیث میں جو مریم:٦٤ مذکور ہے اس کے آخر میں ارشاد ہے: ''اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو بھولا نہیں ہے اگرچہ آپ پر بعض حکمتوں کی وجہ سے وحی دیر سے نازل ہوتی، سو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور ہر چیز کو یاد رکھنے والا ہے اور وہ کسی چیز کو بھولتا نہیں ہے، اور اس آیت میں جو ہمارے سامنے اور ہمارے پیچھے کا ذکر ہے اس سے مراد دنیا اور آخرت کے معاملات ہیں اور سعید بن جبیر نے کہا کہ برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٣٣ ص ٣٦٩، ملخصاً وملتقطاً، وزارة الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، ١٤٢٩ھ)

٧٤٥٦۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي حَرْثٍ بِالْمَدِينَةِ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى عَسِيبٍ فَمَرَّ بِقَوْمٍ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ فَسَأَلُوهُ فَقَامَ مُتَوَكِّئًا عَلَى الْعَسِيبِ وَأَنَا خَلْفَهُ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ فَقَالَ ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ قَدْ قُلْنَا لَكُمْ لَا تَسْأَلُوهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے کھیتوں میں جا رہا تھا اور آپ کھجور کی چھڑی پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، پس آپ یہود کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال کرو، اور بعض نے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال نہ کرو، پھر انہوں نے آپ سے سوال کیا، آپ کھجور کی چھڑی پر ٹیک لگائے ہوئے کھڑے تھے اور میں آپ کے پیچھے تھا، میں نے گمان کیا کہ آپ کی طرف وحی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نازل ہو رہی ہے، تو آپ نے فرمایا:
''اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے، اور تم کو محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے O'' (بنی اسرائیل:۸۵)
پس یہودیوں نے ایک دوسرے سے کہا: ہم نے تم سے کہا تھا کہ ان سے روح کے متعلق سوال نہ کرو۔

(صحیح البخاری:۱۲۵، ۴۷۲۱، ۷۲۹۷، ۷۴۵۶، ۷۴۶۲، صحیح مسلم:۲۷۹۴، سنن ترمذی:۳۱۴۱، مسند احمد:۳۶۸۰)

صحیح البخاری:۷۴۵۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح کے سوال کے متعلق مختلف اقوال

(۱) ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بنی آدم کی روح کے متعلق سوال کیا تھا، کیونکہ تورات میں مذکور ہے کہ بنی آدم کی روح کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، سو انہوں نے کہا: اگر انہوں نے روح کی تفسیر کی تو یہ نبی نہیں ہیں، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب نہیں دیا۔

(۲) قاضی عیاض وغیرہ نے کہا ہے: مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس روح کے متعلق سوال کیا گیا تھا، پس کہا گیا ہے کہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روح کے متعلق سوال کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''روح، اللہ کے امر سے ہے''، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر کو مخفی رکھتے تھے۔

(۳) قاضی عیاض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ روح فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے، وہ ایک صف میں کھڑا ہوگا اور فرشتے دوسری صف میں کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا (النبا:۳۸)
جس دن روح اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد جبریل ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۱۲ ص ۴۱۵)

اور تیسرا قول یہ ہے کہ روح سے مراد قرآن مجید ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (الشوریٰ:۵۲)
اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی کی ہے۔

(۴) ابوصالح نے کہا: روح بنو آدم کی طرح ایک مخلوق ہے اور وہ بنو آدم میں سے نہیں ہے، اس کے ہاتھ ہیں اور پیر ہیں۔

(۵) ایک قول یہ ہے کہ روح فرشتہ ہے، اس کے گیارہ ہزار پر ہیں اور ایک ہزار چہرے ہیں اور وہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا رہتا ہے۔ (تفسیر طبری ج ۱۲ ص ۴۱۵، حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا: یہ قول بہت غریب ہے۔)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بنوآدم کی روح کے متعلق علماء کے اقوال

(۱) امام اشعری نے کہا: روح کا مصداق وہ سانس ہے جو بدن میں داخل ہوتا ہے اور بدن سے خارج ہوتا ہے۔

(۲) ایک قول یہ ہے کہ روح ایک جسم ہے جو اجسامِ ظاہرہ اور اعضاءِ ظاہرہ کے شریک ہے۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ روح جسمِ لطیف ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس کی عادتِ جاریہ یہ ہے کہ حیات اس کے ساتھ ہوتی ہے، پس جب اللہ تعالیٰ بدن کی موت چاہے گا تو اس جسم کو معدوم کر دے گا اور اس سے حیات معدوم ہو جائے گی۔

(۴) علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کئی چیزوں کے علم پر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مطلع نہیں کیا نہ نبی کو اور نہ کسی اور کو، اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اس سے اپنی مخلوق کو آزمائش میں ڈالے اور ان کو ان کے عجز کے اوپر واقف کرے کہ کئی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا وہ ادراک نہیں کر سکتے بلکہ ان کے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹاتے ہیں جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ اور اس کے علم میں سے وہ (لوگ) کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ (البقرہ: ۲۵۵)

اور اللہ تعالیٰ نے روح کے علم پر مطلع کرنا نہیں چاہا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۶۴۴۔۶۴۵، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۵۶، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

روح کے علم کے متعلق علماء کے اقوال

بعض علماء نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل: ۸۵ میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا، بلکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور آپ کو یہ حکم نہیں دیا کہ آپ لوگوں کو اس کی حقیقت پر مطلع کر دیں، اور وقوعِ قیامت کے علم کے متعلق بھی اسی طرح کہا گیا ہے، (یعنی آپ کو وقتِ وقوعِ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ آپ یہ علم دوسروں کو پہنچائیں) واللہ اعلم۔

روح کی حقیقت میں بحث کرنے کی ممانعت

امام ابوالقاسم نے عوارف المعارف میں نقل کیا ہے کہ روح کی حقیقت کے متعلق کلام کرنا ممنوع ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بحث نہ کی جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل کیا جائے، پھر ابوالقاسم نے حضرت الجنید سے نقل کیا ہے کہ روح کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے اور اپنی مخلوق میں سے کسی کو روح پر مطلع نہیں فرمایا، پس اس کے متعلق اس سے زیادہ نہ کہا جائے کہ روح موجود ہے۔

روح کا عالمِ امر سے ہونا

بنی اسرائیل: ۸۵ میں فرمایا ہے کہ ”روح میرے رب کے امر سے ہے“۔ عالمِ روح سے مراد ہے عالمِ ملکوت، یعنی روح عالم

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ملکوت سے ہے نہ کہ عالمِ خلق سے، اور عالمِ ملکوت عالم الغیب ہے اور عالمِ خلق عالمِ شہادت ہے۔

بعض متاخرین صوفیاء نے روح کے متعلق یہ تصریح کی کہ ان کو روح کی حقیقت کا علم ہے اور ان کی مذمت کی جو اس میں بحث سے روکتے ہیں۔

ابنِ مندہ نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ عہدِ صحابہ سے لے کر اب تک کے تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ روح مخلوق ہے، اور بعض غالی رافضی صوفیاء نے کہا ہے کہ روح قدیم ہے۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ جب عالم فنا ہوگا تو روح بھی فنا ہوگی یا باقی رہے گی، اس کے متعلق دو قول ہیں اور اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عالم کھڑا ہوا ہو تو اس سے سوال کرنا جائز ہے، یا جب عالم کہیں جا رہا ہو اس وقت بھی اس سے سوال کرنا جائز ہے جب کہ اس پر یہ چیز دشوار نہ ہو۔

(۲) اس حدیث سے صحابہ کا ادب معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب سے کھڑے رہے۔

(۳) جس مسئلہ کا جواب کسی نص سے متوقع ہو اس کے متعلق اجتہاد کرنے سے توقف کرنا چاہیے۔

(۴) بعض معلومات ایسی ہیں جن کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۶۷۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۵۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ تَكَفَّلَ اللهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ وَتَصْدِيقُ كَلِمَاتِهِ بِأَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ گھر سے صرف اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلا اور اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق کرنے کے لیے تو اللہ اس بات کا ضامن ہوگیا کہ اس کو جنت میں داخل کرے گا یا اس کو اس کے اس گھر کی طرف اجر کے ساتھ اور مالِ غنیمت کے ساتھ واپس لے آئے گا جس سے وہ نکلا تھا۔

(صحیح البخاری: ۷۴۸۷، ۲، صحیح مسلم: ۱۸۷۶، سنن نسائی: ۳۱۲۴، سنن ابن ماجہ: ۲۷۵۴، موطا امام مالک: ۹۷۳)

صحیح البخاری: ۷۴۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے الفاظ کے معانی

دخولِ جنت میں شہید کی خصوصیت

اس حدیث میں مذکور ہے "تکفل اللہ" یہ بابِ تشبیہ سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کفیل کی مثل ہے، یعنی جس شخص نے اخلاص سے جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس بات کا ضامن ہو گیا کہ اگر وہ شہید ہو گیا تو اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور اگر سلامتی کے ساتھ لوٹ آیا تو اس کو اجر اور مالِ غنیمت اپنے فضل سے عطا فرمائے گا، یعنی وہ شخص یا شہید ہوگا یا سلامت رہے گا، اور پہلی صورت میں ہر حال میں جنت میں داخل ہوگا، اور دوسری صورت میں اجر اور مالِ غنیمت کے بغیر نہیں رہے گا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: تمام مومنین جنت میں داخل ہوں گے تو مجاہد اور شہید کی کیا خصوصیت ہے؟

اس کا یہ جواب ہے کہ شہید مرتے ہی جنت میں داخل ہو جائے گا یا شہید سابقین اور اولین میں سے ہوگا اور بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۵۷، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شہید کے تمام گناہوں کی مغفرت سے قرض کی عدم ادائیگی کا مستثنیٰ ہونا

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے پوچھا: اگر میں جہاد میں ثواب کی نیت سے حملہ کروں اور آگے بڑھ کر قتال کروں، پیٹھ نہ پھیروں تو کیا اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوبارہ بلا کر فرمایا: سوائے قرض کے، مجھے اسی طرح ابھی حضرت جبریل نے بتایا ہے۔

کیا مالِ غنیمت کے حصول کے لیے جہاد کرنے والا اجر سے محروم ہوگا؟

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جو لوگ بھی اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور غنیمت حاصل کریں تو وہ اپنے اخروی اجر کے دو حصے دنیا میں حاصل کر لیتے ہیں اور ان کے لیے آخرت میں اجر کا ایک حصہ رہ جاتا ہے، پس اگر وہ مالِ غنیمت نہ حاصل کریں تو ان کا اجر مکمل ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۰۶، سنن ابوداؤد: ۲۴۹۷، سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۵)

بعض علماء نے اس حدیث پر طعن کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی روایت ابوہانی حمید بن ہانی نے کی ہے اور وہ مشہور راوی نہیں ہے، اور اگر یہ حدیث ثابت ہو تو اس کی تاویل یہ ہے کہ جس نے جہاد میں مالِ غنیمت کو صحیح طریقہ سے حاصل نہ کیا ہو یا جو شخص جہاد کے ارادہ سے نکلے اور اس کے ساتھ اس کا ارادہ مالِ غنیمت کو حاصل کرنا بھی ہو تو وہ مکمل اجر سے محروم ہوگا، اور اس حدیث کو اپنے عموم پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اصحابِ بدر سب سے افضل مجاہدین ہیں اور انہوں نے مالِ غنیمت حاصل کیا۔

اور روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ اہلِ بدر کو کن میں شمار کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ تمام مسلمانوں میں افضل ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اسی طرح فرشتوں میں سے جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے وہ تمام فرشتوں میں افضل ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۹۹۲)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز ایک اور حدیث ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ اصحابِ بدر کی طرف متوجہ ہوا پس فرمایا: تم جو چاہے عمل کرو، پس میں نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۰۷)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۲۷۳۔ ۲۷۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

اصحابِ بدر کے لیے عموم مغفرت کی بشارت کی وضاحت

میں کہتا ہوں: اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو کھلی چھٹی دے دی ہے خواہ وہ نیک کام کریں یا برے کام کریں وہ بہر حال مغفور ہیں، بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اصحابِ بدر کو ایسے برے کاموں کے ارتکاب سے محفوظ رکھے گا جو مغفرت کے منافی ہوں، اور اگر ان سے کوئی ایسا برا کام سرزد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ وفات سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دے دے گا، کیونکہ کئی صحابہ جو اہلِ بدر میں سے تھے اور انہوں نے دنیا میں غلط کام کیے تو ان کو سزا دی گئی جیسے حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ یہ اہلِ بدر میں سے تھے اور انہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو ان پر حدِ قذف جاری کی گئی، سو اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر اہلِ بدر میں سے کسی نے کوئی جرم کیا یا گناہ کیا تو اللہ تعالیٰ ان کو موت سے پہلے دنیا میں توبہ کرنے کی توفیق دے دے گا اور اگر ان کا جرم حد کا موجب ہوا تو اس پر حد جاری کر کے ان کو پاک کر دیا جائے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۴۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَيُقَاتِلُ شَجَاعَةً وَيُقَاتِلُ رِيَاءً فَأَيُّ ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: ایک مرد غیرت کی وجہ سے قتال کرتا ہے اور ایک مرد بہادری کے اظہار کے لیے قتال کرتا ہے اور ایک مرد دکھاوے کے لیے قتال کرتا ہے، پس ان میں سے کون سا مرد اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس نے اس لیے قتال کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین سربلند ہو سو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۲۳، ۲۸۱۰، ۳۱۲۶، ۷۴۵۸، صحیح مسلم: ۱۹۰۴، سنن ترمذی: ۱۸۴۶، سنن نسائی: ۳۱۳۶، سنن ابوداؤد: ۲۵۱۷، سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۳، مسند احمد: ۱۹۰۴۹)

صحیح البخاری: ۷۴۵۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''الرجل يقاتل حمية'' اس کا معنی ہے: جو شخص اپنے نفس سے عار کو دور کرنے کے لیے لڑتا ہے یا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اپنی ناموس کی حفاظت کے لیے لڑتا ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "لتکون کلمة الله" کلمة الله سے مراد کلمہ توحید یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ہے، یا اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو جہاد کا حکم دیا ہے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے لڑتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۹۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالٰی: اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ (النحل: ۴۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اس کے متعلق صرف ہمارا یہ کہنا ہوتا ہے"۔

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے کلام کے غیر مخلوق ہونے پر دلیل

صحیح البخاری کے تمام نسخوں میں یہ عنوان اسی طرح مذکور ہے اور ابوذر کے نسخہ میں یہ پوری آیت ذکر کی ہے:
اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ (النحل: ۴۰) ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے متعلق ہمیں صرف یہ کہنا ہوتا ہے کہ "ہوجا" سو وہ ہو جاتی ہے ○

اور الفربری نے ابوذر اور الاصیلی اور القابسی وغیرہ سے اسی طرح روایت کی ہے اور ابوذر نے نسخہ معتمدہ سے پوری آیت ذکر کی ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا کہ قرآن مجید کے غیر مخلوق ہونے پر دلیل حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا، پس ارشاد فرمایا: لکھ۔۔۔۔ الحدیث۔ تو قلم نے اللہ کے کلام سے لکھا، پس اللہ کا کلام اس کے اولِ مخلوق پر مقدم ہے، پس اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اپنے ارشاد "کُن" سے پیدا فرمایا ہے، پس اگر اللہ کا کلام مخلوق ہوتا تو "کُن" بھی مخلوق ہوتا اور اس سے لازم آتا کہ مخلوق نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۶۸۔ ۵۶۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۵۹۔ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي قَوْمٌ ظَاهِرِينَ عَلَى النَّاسِ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں شہاب بن عباد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن حمید نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از المغیرہ بن شعبہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ ہمیشہ تمام لوگوں پر غالب رہیں گے حتیٰ کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا امر یعنی حکم آجائے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۴۰، ۷۳۱۱، ۷۴۵۹، صحیح مسلم: ۱۹۲۱، مسند احمد: ۱۸۷۳۸، سنن داری: ۲۴۳۲)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۴۵۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے پر دلیل

المعتزلہ نے کہا ہے کہ النحل: ۴۰ میں قول کا ذکر ہے اور یہاں قول سے مجاز مراد ہے جیسے عرب کہتے ہیں "مال الحائط فمال" دیوار نے گرنے کا ارادہ کیا سو وہ گر گئی، تو جس طرح دیوار کے لیے گرنے کا ارادہ سے مجاز مراد ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قول اور اس کے امر سے بھی مجاز مراد ہوتا ہے، لیکن المعتزلہ کا یہ قول فاسد ہے کیونکہ یہ ظاہر آیت سے عدول ہے اور آیت کو اس کی حقیقت کے غیر پر محمول کرنا ہے اور اس آیت کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے اور یہ ثابت کرنا کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور زندہ کا کلام کرنا محال نہیں ہے۔

(اس حدیث میں فرمایا ہے کہ "میری امت کے کچھ لوگ قیامت تک سب لوگوں پر غالب رہیں گے"، اس پر یہ اشکال ہے کہ قیامت سے پہلے مسلمان کفار سے مغلوب ہو جائیں گے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں اس وقت دنیا میں امریکہ، برطانیہ، فرانس اور چین کے پاس ایسے ایٹمی ہتھیار ہیں جن کا مسلمان مقابلہ نہیں کر سکتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ غلبہ سے مراد عام ہے خواہ ہتھیاروں سے غلبہ ہو یا دلائل سے غلبہ ہو، تو مسلمان اگرچہ بعض اقوام کے مقابلہ میں ہتھیاروں سے غلبہ حاصل نہیں کر سکے لیکن وہ دلائل کے اعتبار سے ان پر غالب ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

نیز اس حدیث میں ارشاد ہے "حتیٰ کہ ان کے پاس اللہ کا امر آجائے" علامہ ابن بطال نے کہا: اس سے مراد قیامت ہے، لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قیامت کو واقع کرنے کا حکم دینا، کیونکہ اس حدیث سے مقصود اللہ تعالیٰ کے کلام کو ثابت کرنا ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۳۷۵۔ ۳۷۷، ملخصاً وملتقطاً وموضحاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۶۰۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللهِ مَا يَضُرُّهُمْ مَنْ كَذَّبَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ عَلَى ذٰلِكَ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ يُخَامِرَ سَمِعْتُ مُعَاذًا يَقُولُ وَهُمْ بِالشَّأْمِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ هٰذَا مَالِكٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذًا يَقُولُ وَهُمْ بِالشَّأْمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جابر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن ہانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے امر کے ساتھ قائم رہے گا، اور جو شخص ان کی تکذیب کرے گا یا ان کی مخالفت کرے گا اس سے ان کو ضرر نہیں ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے گا اور وہ اسی حال پر ہوں گے۔

پس مالک بن یخامر نے کہا: میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے سنا اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ اس وقت شام میں تھے، پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مالک یہ زعم کرتا ہے کہ اس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے اور وہ اس وقت شام میں تھے۔

(صحیح البخاری:۷۱، ۳۱۱۶، ۳۶۴۱، ۷۳۱۲، ۷۴۶۰، صحیح مسلم:۱۰۳۷، سنن ابن ماجہ:۲۲۱، مسند احمد:۱۶۴۰۷، موطا امام مالک:۱۶۶۷، سنن دارمی:۲۲۴)

صحیح البخاری:۷۴۶۰، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اخیر زمانہ میں حق پر قائم رہنے والے گروہ کا مصداق

قاضی عیاض نے کہا: امام احمد نے کہا: اس سے مراد اہلسنت و جماعت ہیں اور جو ان کے مذہب کا معتقد ہو۔

(اکمال المعلم ج ۶ ص ۳۵۰)

علامہ النووی نے کہا: ہوسکتا ہے کہ یہ گروہ مومنین کی مختلف انواع اور اقسام پر مشتمل ہو، پس بعض ان میں سے بہادر ہوں گے جو اللہ کی راہ میں قتال کریں گے اور ان میں سے بعض فقہاء ہوں گے اور ان میں سے بعض محدثین ہوں گے اور ان میں سے بعض زاہدین ہوں گے، اور ان میں سے بعض نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہوں گے، اور یہ لازم نہیں ہے کہ یہ سب ایک وقت میں جمع ہوں بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ متفرق ہوں۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۳ ص ۶۷)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علماء کو تمام لوگوں پر فضیلت ہے اور فقہ کو تمام علوم پر فضیلت ہے، کیونکہ علماء ہی وہ گروہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور گناہوں سے دور رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت دائماً کرتے ہیں، کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید کی معرفت ہوتی ہے اور اس کی عظیم نعمتوں کے معترف ہوتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فقیہ وہ ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو اور آخرت میں راغب ہو۔

(۲) اسلام کبھی ذلیل نہیں ہوگا خواہ اس کی ذلت کو طلب کرنے والے بہت زیادہ ہوں۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجماع امت حجت ہے اور جس حدیث میں مذکور ہے "میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی" وہ ضعیف ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے "کتاب الاسماء والصفات" ج ۲ ص ۱۳۳ میں روایت کیا ہے۔

(۴) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے، پس یہ گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک غالب ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱ ص ۳۴۸۔ ۳۵۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۶۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ وَقَفَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلَى مُسَيْلِمَةَ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالَ لَوْ سَأَلْتَنِي هَذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللَّهِ فِيكَ وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللَّهُ۔

عبداللہ بن ابی حسین، انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسیلمہ کے پاس کھڑے ہوئے اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھا، اور اس سے فرمایا کہ اگر تو مجھ سے یہ لکڑی کا ٹکڑا بھی مانگے گا تو میں تجھ کو نہیں دوں گا، اور تیرے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے تو اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا، اور اگر تو نے اسلام سے پیٹھ پھیری تو اللہ تجھے ہلاک کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۱، ۴۳۷۴، ۴۳۷۵، ۴۳۷۹، ۷۰۳۴، ۷۰۴۳، صحیح مسلم: ۲۲۷۴، سنن ترمذی: ۲۲۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۲، مسند احمد: ۲۷۴۶۹)

امام بخاری نے یہاں پر اس حدیث کو اختصار سے روایت کیا ہے، اس حدیث کا مکمل متن حسب ذیل ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسیلمہ کذاب آیا، پس وہ یہ کہنے لگا: اگر محمد اپنے بعد مجھے اپنا جانشین مقرر کر دیں تو میں ان کی اتباع کروں گا اور وہ اپنی قوم کے بہ کثرت لوگوں کے ساتھ آیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں درخت کی شاخ کا ایک ٹکڑا تھا حتیٰ کہ آپ مسیلمہ کے پاس کھڑے ہوئے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھا، آپ نے فرمایا: اگر یہ مجھ سے یہ ٹکڑا بھی مانگے تو میں اس کو نہیں دوں گا، اور اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے جو امر مقدر کر دیا ہے تو اس سے تجاوز نہیں کر سکتا، اور اگر تو نے اسلام سے پیٹھ پھیری تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا، اور میرا گمان یہ ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۶۲۰)

مسیلمہ کذاب کا تذکرہ

مسیلمہ کذاب ۹ ہجری میں مدینہ آیا تھا اور یہ وفود کے آنے کا سال تھا، امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بنو حنیفہ کا وفد آیا، ان میں مسیلمہ بن حبیب بھی تھا، ابن ہشیم نے کہا: اس کا نام مسیلمہ بن ثمامہ ہے اور اس کی کنیت ابو ثمامہ ہے، اس کا نام رحمان بھی رکھا گیا ہے اور اس کو رحمان الیمامہ کہا جاتا تھا، امام ابن اسحاق نے بیان کیا: پھر یہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے واپس گیا، اور جب یہ لوگ یمامہ پہنچے تو وہ اللہ کا دشمن مرتد ہو گیا اور نبوت کا دعویٰ کیا اور ان سے جھوٹ بولا، اور کہا: میں آپ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں، اس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قتل کر دیا گیا تھا، اس کو یمامہ میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، جس وقت اس کو قتل کیا گیا اس کی عمر ایک سو پچاس (۱۵۰) سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۰۹۔ ۲۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے وارد کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے جو بدبختی یا نیک بختی مقدر کر دی ہے تو اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۴۶۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي بَعْضِ حَرْثِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَسِيبٍ مَعَهُ فَمَرَرْنَا عَلَى نَفَرٍ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوهُ أَنْ يَجِيءَ فِيهِ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَنَسْأَلَنَّهُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوحُ فَسَكَتَ عَنْهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ فَقَالَ ﴿وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ قَالَ الْأَعْمَشُ هَكَذَا فِي قِرَاءَتِنَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از عبدالواحد از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے بعض کھیتوں میں جا رہا تھا اور آپ درخت کی ایک شاخ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے جو آپ کے ساتھ تھی، پس ہمارا گزر یہود کی ایک جماعت کے اوپر ہوا، پس ان میں سے کسی نے دوسرے سے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال کرو، پس ان میں سے بعض نے کہا: ان سے نہ سوال کرو، یہ کوئی ایسی چیز نہ بیان کریں جس کو تم ناپسند کرتے ہو، پس بعض نے کہا کہ ہم ضرور ان سے سوال کریں گے، پھر ان میں سے ایک مرد کھڑا ہوا، اس نے کہا: اے ابوالقاسم! روح کیا چیز ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے جان لیا کہ آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

''اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے، اور تم لوگوں کو محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے O'' (بنی اسرائیل:۸۵)

الاعمش نے کہا: ہماری قراءت میں اسی طرح ہے۔

(صحیح البخاری:۱۲۵، ۴۷۲۱، ۷۲۹۷، ۷۴۵۶، ۷۴۶۲، صحیح مسلم:۲۷۹۴، سنن ترمذی:۳۱۴۱، مسند احمد:۳۶۸۰)

صحیح البخاری: ۷۴۶۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس روح کے متعلق یہودیوں نے سوال کیا تھا اس کا مصداق

اس میں اختلاف ہے کہ جس روح کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا تھا کیا یہ وہ روح ہے جس کے ساتھ حیات قائم ہے، یا یہ وہ روح ہے جس کا ذکر درج ذیل آیات میں ہے:

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا (النبا:۳۸)

جس دن روح اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے O

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا (القدر:۴)

اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیے نازل ہوتے ہیں۔

جن علماء نے یہ کہا کہ آپ سے اس روح کے متعلق سوال کیا گیا تھا جس کا ان آیات میں ذکر ہے، انہوں نے اس سے استدلال کیا کہ عادتاً سوال اس چیز سے کیا جاتا ہے جس کو وحی کے بغیر نہ معلوم کیا جا سکے، اور وہ روح جس کے ساتھ حیات قائم ہے اس کے متعلق تو لوگوں نے پہلے بھی بہت کلام کیا تھا اور اب بھی بہت کلام کیا ہے، اس کے برخلاف جس روح کا ذکر ان آیات میں ہے تو اکثر لوگوں کو اس کا علم نہیں ہے بلکہ اس کے علم کا تعلق علم غیب سے ہے۔

قرآن مجید میں روح کے قرآن پر اطلاق کے متعلق آیات

اور اللہ تعالیٰ نے لفظِ روح کا اطلاق وحی پر بھی کیا ہے جیسا کہ ان آیات میں ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (الشوریٰ:۵۲) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی کی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (المومن:۱۵) وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلہ:۲۲) یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم پر روح کا اطلاق

اور متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے روح کا اطلاق حضرت جبریل علیہ السلام پر بھی کیا ہے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر بھی کیا ہے۔

قرآنِ مجید میں روح کو نفس سے تعبیر کرنے کے متعلق آیات

اور قرآن مجید میں بنی آدم کی روح پر روح کا اطلاق نہیں کیا بلکہ اس پر نفس کا اطلاق کیا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''النفس المطمئنة'' اور ''النفس الامارة بالسوء'' اور ''النفس اللوامة'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''واخرجوا انفسكم'' اور ''ونفس وما سوٰها'' اور ''كل نفس ذائقة الموت''۔

روح کے قدیم ہونے کی دلیل کا جواب

اور جن کا یہ زعم ہے کہ روح قدیم ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روح کی اپنی طرف اضافت کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ (ص:۷۲) اور اس میں اپنی طرف سے (خاص) روح پھونک دوں۔

اس آیت سے ان کا روح کے قدیم ہونے پر استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ صفت کی اضافت ہے جیسے علم اور قدرت کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت ہے، اور بعض منفصل چیزوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت ہے جیسے بیت اللہ اور ناقة اللہ پس روح اللہ بھی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسی قبیل سے ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اضافت تخصیص کی اور تشریف کی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے خاص روح پھونک دی یا اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ روح پھونک دی، پس اضافت کے تین مرتبے ہیں، اضافت ایجاد کی اور اضافت تشریف اور تکریم کی اور اضافت صفت کی۔

روح کے حادث ہونے پر قرآن مجید اور احادیث سے دلائل

روح کے مخلوق ہونے پر دلیل درج ذیل آیات کا عموم ہے:

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الرعد:١٦) آپ کہیے: اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔

قُلْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْغِي رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ (الانعام:١٦٤) آپ کہیے کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔

اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ (الصافات:١٢٦) اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے ○

اور ارواح بھی مربوب ہیں اور ہر مربوب مخلوق ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا سے فرمایا:

وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿٩﴾ (مریم:٩) اور میں اس سے پہلے تم کو پیدا کر چکا ہوں جب تم کچھ بھی نہ تھے ○

اور یہ حضرت زکریا کے جسم اور روح دونوں سے خطاب ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ (الاعراف:١١) اور ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بنائی۔

اس آیت میں جو فرمایا ہے "ہم نے تم کو پیدا کیا"، یہ ارواح اور اجسام دونوں کو شامل ہے یا فقط ارواح کو، ہر صورت میں روح کا مخلوق اور حادث ہونا ثابت ہے۔

روح کے مخلوق اور حادث ہونے کے متعلق احادیث

(١) احادیث صحیحہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے: "اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی"۔

(٢) اس پر اتفاق ہے کہ ملائکہ مخلوق ہیں اور وہ ارواح ہیں، حدیث میں ہے: "ارواح ایک مجتمع لشکر ہیں"۔

(٣) کتاب الادب میں حدیث ہے، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ وادی میں سو گئے تو انہوں نے کہا "یا رسول اللہ! میرے نفس کو اس چیز نے پکڑ لیا جس نے آپ کے نفس کو پکڑا تھا" اور نفس سے قطعی طور پر روح مراد ہے، کیونکہ اس حدیث میں ہے "بے شک اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے"۔

(فتح الباری ج ٨ ص ٥٦٩۔ ٥٧٠، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۰۔ بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ (الکہف:۱۰۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”آپ کہیے: اگر میرے رب کے کلمات (کو لکھنے) کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ضرور سمندر ختم ہو جائے گا، خواہ ہم اس کی مدد کے لیے اتنا ہی سمندر اور لے آئیں O“

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (لقمان:۲۷)

اور اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی ہوں اور اس کے بعد ان میں سات سمندروں کا اور اضافہ ہو، تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ (الاعراف:۵۴)

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا، وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے (اور دن) اس کے پیچھے تیزی سے دوڑتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں، سنو پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کی شان کے لائق ہے، اللہ بہت برکت والا ہے تمام جہانوں کا رب O

سَخَّرَ: ذَلَّلَ

سَخَّرَ کا معنی ہے: کسی چیز کو ذلیل کرنا اور کسی کے تابع بنانا۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے کلام قدیم کا غیر متناہی ہونا

اس باب کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ذات کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متکلم ہے اور ہمیشہ رہے گا، ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی صفات بیان فرمائی ہیں کہ وہ کلمات ہیں، وہ ایک چیز ہے جس کے اجزاء اور ٹکڑے نہیں ہیں اور وہ غیر منقسم ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ کے کلام کی مختلف تعبیرات ہیں، اس کا کلام عربی میں بھی ہے اور سریانیہ میں بھی ہے اور تمام ان زبانوں میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل کی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے مخلوقات کے کلام کے مشابہ نہیں ہے، اور اگر اس کے کلمات مخلوقات ہوتے تو ختم ہو جاتے جیسا کہ سمندر ختم ہو جاتا ہے اور درخت اور تمام حوادث، پس جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلمات اور اس کی جمیع صفات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۳۸۰۔۳۸۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اللہ تعالیٰ کے کلام کے قدیم اور غیر متناہی کے ثبوت میں تین آیات ذکر کی ہیں، پہلی آیت یہ ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکہف:۱۰۹)

آپ کہیے: اگر میرے رب کے کلمات (کو لکھنے) کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ضرور سمندر ختم ہو جائے گا، خواہ ہم اس کی مدد کے لیے اتنا ہی سمندر اور لے آئیں O

اس آیت کا سببِ نزول یہ ہے کہ امام ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب یہود نے روح کے متعلق سوال کیا اور یہ آیت نازل ہوئی: "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ---- (بنی اسرائیل:۸۵)" تو یہود نے کہا: ہمارا علم قلیل کیسے ہوگا حالانکہ ہمیں تورات دی گئی ہے، تب یہ آیت یعنی الکہف:۱۰۹ نازل ہوئی۔

اور امام عبد الرزاق نے اپنی تفسیر میں ابوالجوزاء کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ اگر زمین میں ہر درخت قلم بن جائے اور سمندر سیاہی ہو جائے تو اللہ کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے پانی ختم ہو جائے گا اور قلم ٹوٹ جائیں گے۔

اور معمر نے از قتادہ روایت کی ہے کہ مشرکین نے کہا: عنقریب یہ قرآن ختم ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کے کلمات ختم ہونے والے نہیں ہیں۔

اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ اسی کی مثل قتادہ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر روئے زمین کے درخت قلم ہو جائیں اور اس سمندر کے ساتھ سات سمندر اور مل جائیں اور وہ سیاہی ہو جائیں تو قلم ٹوٹ جائیں گے اور سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ قرآنِ مجید غیر مخلوق ہے کیونکہ اگر قرآن مجید مخلوق ہوتا تو اس کا کوئی اندازہ ہوتا اور اس اندازہ پر وہ قرآن مجید ختم ہو جاتا جیسا کہ مخلوقات ختم ہو جاتی ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۷۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دو آیتوں کے بعد امام بخاری نے درج ذیل آیت کو ذکر کیا ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا، وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے (اور دن) اس کے پیچھے تیزی سے دوڑتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں، سنو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ (الاعراف: ۵۴) پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کی شان کے لائق ہے، اللہ بہت برکت والا ہے تمام جہانوں کا رب O

اس آیت میں اللہ عزوجل نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے میں منفرد ہے، اس لیے واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے چھ دن میں پیدا کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا۔

اس میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے کی ابتداء کی تھی، ایک قول یہ ہے کہ ہفتہ کے دن پیدائش کی ابتداء کی جیسا کہ صحیح مسلم میں مذکور ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اتوار کے دن پیدا کرنے کی ابتداء کی، یہ عبداللہ بن سلام اور کعب اور ضحاک اور مجاہد کا قول ہے اور امام ابن جریر طبری کا بھی یہی مختار ہے اور اہل تورات بھی یہی کہتے ہیں۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ پیدا کرنے کی ابتداء پیر کے دن کی، یہ اسحاق کا قول ہے اور اہلِ انجیل بھی اسی کے قائل ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''فی ستۃ ایام'' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی مدت میں آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، اس کی مقدار چھ دنوں کے برابر ہے، کیونکہ دن تو طلوعِ شمس اور غروبِ شمس سے متعین ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تو اس وقت نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا، اس لیے اس کا معنی یہ ہے کہ جتنی مدت میں چھ دن ہوتے ہیں اتنی مدت میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ ایک لحظہ میں بھی تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے، پھر چھ دنوں کی مدت میں جو آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اس کی کیا حکمت ہے؟

اس کی تین وجوہ بیان کی گئی ہیں:

اول: اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ہر اس دن میں ان کو پیدا کرے جس دن کو ملائکہ عظیم قرار دیتے ہیں، اور یہ جواب ان کے اعتبار سے ہے جو کہتے ہیں کہ ملائکہ کو آسمان اور زمین سے پہلے پیدا کیا۔

دوم: دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ امور میں تثبت اور اطمینان ہونا چاہیے، پس تثبت میں زیادہ حکمت ہے اور جلدی بنانے میں زیادہ قدرت ہے۔

سوم: تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزوں کو بتدریج پیدا کیا ہے اور مہلت کے ساتھ پیدا کیا ہے تو اس سے اس وہم کو دور کیا ہے کہ کوئی شخص یہ وہم کرے کہ یہ کائنات طبعی تقاضوں سے وجود میں آئی ہے یا اتفاق سے وجود میں آئی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو یکبارگی نہیں پیدا کیا بلکہ تدریجاً پیدا کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ نہ طبیعت کے تقاضا سے پیدا ہوئی ہیں اور نہ اچانک اور اتفاقاً سے پیدا ہوئی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا ''ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ '' اسْتَوٰی کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے یعنی غالب ہے، یا اس کی تجلیات عرش کے اوپر ہیں اور عرش کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا کہ عرش سب سے بڑی مخلوق ہے، اور لغت میں عرش کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

معنی ہے تخت۔

اس کے بعد فرمایا: "یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ" اغشی کا معنی ہے: کسی چیز کو ڈھانپ لینا، اور الزجاج نے کہا: رات دن پر آتی ہے اور اس کو چھپا لیتی ہے۔

پھر ارشاد فرمایا "مُسَخَّرٰتٍ" یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو نظام بنایا ہے وہ اس نظام کے تابع ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" یعنی اللہ تعالیٰ اشیاء کو پیدا کرتا ہے اور وہی حکم دیتا ہے، حکم سے مراد "کُن" ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۶۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ تَكَفَّلَ اللهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ وَتَصْدِيقُ كَلِمَتِهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرُدَّهُ إِلَى مَسْكَنِهِ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور اس کو اس کے گھر سے صرف اللہ کی راہ میں جہاد کرنا نکالتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق کرنا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ضامن ہو گیا کہ اس کو جنت میں داخل کرے گا یا اس کو اس کے گھر لوٹا دے گا اجر کے ساتھ یا مالِ غنیمت کے ساتھ۔

(صحیح البخاری: ۲۷۸۷، ۷۴۵۷، صحیح مسلم: ۱۸۷۶، سنن نسائی: ۳۱۲۴، سنن ابن ماجہ: ۲۷۵۴، موطا امام مالک: ۹۷۳)

صحیح البخاری: ۷۴۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے "اللہ کے کلمہ کی تصدیق کے ساتھ"، ہو سکتا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے تمام وہ کلمات ہوں جن میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور جہاد کرنے پر ثواب کا جو وعدہ کیا گیا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد اللہ اور اس کے رسول کے کلمہ شہادت ہوں، اور جب وہ دل میں اللہ اور اس کے رسول کی شہادت کی تصدیق کرے گا تو وہ اس کی تکذیب کرنے والوں کے خلاف اپنے دل میں عداوت کو پائے گا اور ان کو قتل کرنے پر حریص ہو گا، اور یہی جہاد کے مناسب ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۷۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۳۱۔ بَابٌ: فِي الْمَشِيئَةِ وَالْإِرَادَةِ

مشیت اور ارادہ کا بیان

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: اکثر کے نزدیک ''مشیت'' ارادہ کی مثل ہے، یعنی کسی کام کے کرنے کو چاہنا اور اس کام کا ارادہ کرنا دونوں کا ایک معنی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ارادہ کی کئی تعریفات ہیں مثلاً کسی کام کے کرنے میں نفع کا اعتقاد ہو، یا اس کام کے ترک کرنے میں نفع کا اعتقاد ہو تو اس کو اس کام کا ارادہ کہتے ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ انسان کی قدرت میں کسی کام کو کرنا اور اس کو ترک کرنا دونوں چیزیں ہوتی ہیں، پس جب وہ کسی ایک کو ترجیح دے تو وہ اس کا ارادہ ہے اور مشیت اس کے مترادف ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ کام کے کرنے اور اس کے ترک کرنے کی دو طرفوں میں سے جس کے ساتھ ترجیح متعلق ہو جائے وہ ارادہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشیت اور ارادہ کا واحد ہونا

اس باب سے مقصود یہ ہے کہ مشیت اور ارادہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کا ارادہ اور اس کی رحمت اور اس کا غضب اور اس کا ناراض ہونا اور ناپسند کرنا ان تمام الفاظ کا ایک معنی ہے اور یہ اسمائے مترادفہ ہیں اور ان سب کا رجوع ارادہ کی طرف ہوتا ہے، اور یہ ایسا ہے جیسے ایک چیز کے متعدد نام ہوتے ہیں، اور ارادہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفات میں سے ایک صفت ہے، اس کے برخلاف معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ ارادہ مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کے افعال کے اوصاف میں سے ہے۔

المعتزلہ کے مذہب کا ابطال

معتزلہ کا مذہب فاسد ہے، کیونکہ انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرنے والا ہے اور ان کا زعم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ حادث ہے، اب یا تو اس ارادہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس میں حادث کیا ہے یا کسی اور نے، اگر اس نے اپنے نفس میں ارادہ کو حادث کیا ہو تو یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ محلِ حوادث ہو جائے گا، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کو اپنے نفس میں حادث کرے تو اس کے نفس میں اس ارادہ کی ضد بھی ہوگی، کسی چیز کا ارادہ آئے گا پھر اس کی ضد کا ارادہ آئے گا، تو اللہ تعالیٰ کی ذات میں حوادث کا تعاقب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے، اس میں مختلف اضداد کا تعاقب نہیں ہو سکتا، اور یہ بھی محال ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کو اپنے غیر میں حادث کرے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے ارادہ کو اپنے غیر میں حادث کیا تو اس سے لازم آئے گا کہ وہ غیر اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرے، اور یہ اس وجہ سے باطل ہے کہ جس طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کا علم کسی غیر کے ساتھ قائم ہو اور اس غیر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عالم ہو، اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ کسی غیر میں حادث ہو اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ارادہ کرے، یا کوئی غیر اللہ تعالیٰ میں کسی قدرت کو حادث کرے، اور حقیقت یہ ہے کہ ارادہ اللہ تعالیٰ میں موجود ہے نہ کہ اس کے غیر میں، اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کی صفتِ ارادہ بنفسہا قائم ہو، اور جب یہ اقسام باطل ہو گئیں تو واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ قدیم ہو اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہو اور اللہ تعالیٰ کا خود ارادہ کرنا صحیح ہے اور یہ واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہر اس چیز کے ساتھ متعلق ہو جو چیز اللہ تعالیٰ کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مراد ہو سکتی ہے، اور یہ مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے اور بندے وہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، اور اس پر درج ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (الدہر: ۳۰) اور اللہ تعالیٰ کے چاہنے کے بغیر تم نہیں چاہ سکتے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (البقرہ: ۲۵۳) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے، لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ وہ قتال نہ کریں تو وہ قتال نہ کرتے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا کہ وہ قتال کریں اور اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو وہ قتال نہ کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے موکد کیا کہ لیکن اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جس کا ارادہ کرتا ہے، یہ اس پر دلیل ہے کہ ان کا باہم قتال کرنا جو واقع ہوا وہ اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو چاہا تھا، پس اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ بندے جو بھی اطاعت اور معصیت کا کسب کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ارادہ کیا ہوتا ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ نہ فرماتا تو بندوں سے ان افعال کا وقوع نہ ہوتا۔

القدریہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے اطاعت کا ارادہ فرماتا ہے اور ان کی معصیت کا ارادہ نہیں کرتا، اور ان کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا کیونکہ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۸۵۔۴۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشیت اور ارادہ کی تعریف

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: اکثر علماء کے نزدیک مشیت ارادہ کی مثل ہے برابر برابر، اور بعض علماء کے نزدیک مشیت کا اصل معنی ہے کسی چیز کو موجود کرنا اور اس چیز کا ٹھیک ٹھیک واقع ہونا، پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایجاد ہے اور لوگوں کی طرف سے اصابت ہے یعنی اس کا وقوع، اور عرف میں مشیت کا ارادہ کی جگہ میں استعمال ہوتا ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیقات

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ۔ (آل عمران: ۲۶) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے۔

وَقَوْلِهٖ: وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (الدھر: ۳۰) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ تعالیٰ کے چاہنے کے بغیر تم نہیں چاہ سکتے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَقَوْلِهٖ: وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (الکھف:۲۳-۲۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کسی کام کے متعلق ہرگز یہ نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں ۝ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

وَقَوْلِهٖ: اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (القصص:۵۶)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے لیکن اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

قَالَ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْهِ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ طَالِبٍ

سعید بن المسیب نے کہا از والد خود کہ القصص:۵۶، ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

وَقَوْلِهٖ: یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ:۱۸۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔

تعلیقاتِ مذکورہ کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

امام بیہقی نے بیان کیا کہ امام شافعی نے کہا: المشیت اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو یہ خبر دی ہے کہ مشیت اللہ تعالیٰ کی ہے لوگوں کی نہیں ہے، اور پھر امام شافعی نے کہا:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (التکویر:۲۹)

اور اللہ تعالیٰ کے چاہنے کے بغیر تم نہیں چاہ سکتے۔

پس مخلوق کے لیے مشیت نہیں ہے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ چاہے۔

پھر امام بخاری نے قرآن مجید سے مشیت کے متعلق آیات کو ذکر کیا اور یہ آیات چالیس (۴۰) سے زیادہ ہیں، سوا ان کے جن کا اس باب کے عنوان میں ذکر کیا گیا ہے، سو ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ کی مشیت کے متعلق دیگر آیات

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ (البقرہ:۲۰)

اور اگر اللہ چاہتا تو ان کی سماعت اور بصارت کو سلب کر لیتا۔

یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (آل عمران:۷۴)

وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ (البقرہ:۲۲۰)

اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ضرور سختی میں ڈال دیتا۔

وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا یَشَآءُ (البقرہ:۲۵۱)

اور اللہ نے انہیں سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور جن چیزوں کا چاہا انہیں علم عطا فرمایا۔

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ (آل عمران:۷۳)

آپ کہیے کہ بے شک فضل تو اللہ کے قبضہ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے فضل عطا فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ (آل عمران:۱۷۹)

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم (عام مسلمانوں) کو غیب پر مطلع کرے لیکن اللہ (غیب پر مطلع کرنے کے لیے) جن کو چاہتا ہے چن لیتا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے اور وہ اللہ کے (سب) رسول ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:۴۸)

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ أَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا (الانعام:۱۴۸)

اب مشرک یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا۔

تقدیر سے المعتزلہ کا مشیت اور ارادہ کے حادث ہونے پر استدلال اور اس کا جواب

المعتزلہ نے الانعام:۱۴۸ سے استدلال کیا اور انہوں نے کہا کہ اس آیت سے اہل سنت کا رد ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اہلسنت نے اپنے موقف پر اس سے استدلال کیا ہے جس پر دلائل قائم ہیں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کا خالق ہے اور یہ محال ہے کہ مخلوق کسی چیز کی تخلیق کرے، اور تخلیق میں ارادہ شرط ہے اور مشروط کا ثبوت شرط کے بغیر محال ہے، پس جب مشرکین نے دلیلِ عقلی کا انکار کیا اور ان دلائلِ منقولہ کی تکذیب کی جو رسول ان کے پاس لائے تھے اور انہوں نے مشیت اور تقدیرِ سابق سے استدلال کیا، اور یہ ان کی حجتِ مردودہ ہے کیونکہ تقدیر سے شریعت باطل نہیں ہوتی اور نہ بندوں کے اوپر احکام کا اجراء باطل ہوتا ہے، پس جس کے لیے معصیت کو مقدر کیا گیا یہ اس کی علامت ہے کہ اس کے لیے عقاب کو مقدر کیا گیا سوا اس کے کہ مشرکین کے علاوہ دوسروں کی اللہ تعالیٰ مغفرت چاہے، اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اطاعت کو مقدر کر دیا تو یہ اس کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ثواب کو مقدر کر دیا، اور مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ المعتزلہ نے خالق کو مخلوق پر قیاس کیا اور یہ باطل ہے، کیونکہ مخلوق اگر اپنی اطاعت کرنے والے کسی تابع کو سزا دے تو اس کو ظالم قرار دیا جائے گا کیونکہ مخلوق اپنے تابعین کا حقیقت میں مالک نہیں ہے اور خالق اگر اپنی اطاعت کرنے والے کو عذاب دے تو اس کو ظالم نہیں شمار کیا جائے گا، کیونکہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں، سو تمام امور اس کے اختیار میں ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کے کسی فعل پر اس سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: ان آیات میں یہ دلیل ہے کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں اور بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ متعلق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں۔

المعتزلہ اور اہلسنت کے درمیان نزاع اس میں ہے کہ اہلسنت کے نزدیک ارادہ علم کے تابع ہے اور معتزلہ کے نزدیک ارادہ امر کے تابع ہے، اہلسنت کی دلیل یہ آیت ہے:

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْأٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ (آل عمران:۱۷۶)

اور آپ ان لوگوں سے غم زدہ نہ ہوں جو کفر (کے میدان) میں دوڑتے پھرتے ہیں، بے شک یہ اللہ (کے دین) کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکیں گے، اللہ یہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے، اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے O

یعنی جن لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ ان کو آخرت میں عذاب ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ ارادہ کیا کہ وہ کفر کے میدان میں دوڑتے پھریں تاکہ انجام کار ان کو آخرت میں عذابِ عظیم ہو، اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کے علم کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تابع ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ (البقرہ:۲۵۳) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے، لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے O

اس آیت سے ثابت ہوا کہ بندوں کا کسب اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ نہ فرمائے تو بندوں کے کسب کا وقوع نہیں ہوگا۔

بعض علماء نے کہا: ارادہ کی دو قسمیں ہیں: امر اور تشریع کا ارادہ، قضاء اور تقدیر کا ارادہ۔

پس ارادہ کی پہلی قسم طاعت اور معصیت دونوں کے ساتھ برابر متعلق ہوتی ہے خواہ ان کا وقوع ہو یا نہ ہو، اور ارادہ کی دوسری قسم تمام کائنات کو شامل ہے اور تمام حوادث کو محیط ہے خواہ وہ اطاعت ہوں یا معصیت ہوں، اور پہلی قسم کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ:۱۸۵) اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔

اور ارادہ کی دوسری قسم کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ ہے:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ۔ (الانعام:۱۲۵) سو اللہ جس کو ہدایت دینا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس میں گمراہی پیدا کرنا چاہے اس کا سینہ گھٹا ہوا تنگ کر دیتا ہے گویا وہ مشقت سے آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

ارادہ اور رضا میں فرق پر دلائل

اور بعض علماء نے ارادہ اور رضا میں فرق کیا ہے، پس انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ معصیت کے وقوع کا ارادہ کرتا ہے اور اس سے راضی نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا (السجدہ:۱۳) اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت فرما دیتے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (الزمر:۷) اور وہ اپنے بندوں کے لیے شکر نہ کرنے کو پسند نہیں کرتا۔

اور اہل سنت نے جواب دیا جیسا کہ امام طبری نے ایک مضبوط سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا درج ذیل آیت کی تفسیر میں یہ قول روایت کیا ہے، وہ آیت یہ ہے:

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (الزمر:۷) اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ تم سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے شکر نہ کرنے کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان بندوں سے وہ مراد ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی وجہ سے پاک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرنے کا ارادہ کیا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے عبادِ مخلصین فرمایا جیسا کہ درجِ ذیل آیت میں ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (بنی اسرائیل:۶۵) بے شک میرے (سچے) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا۔

پس ان لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے ایمان کو محبوب بنا دیا اور ان میں کلمہ تقویٰ لازم کر دیا اور وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت کے انکار پر معتزلہ کے دلائل اور ان کے جوابات

اور المعتزلہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (التکویر:۲۹) اور اللہ تعالیٰ کے چاہنے کے بغیر تم نہیں چاہ سکتے۔

انہوں نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے: تم اسی وقت عبادت کو اور اطاعت کرنے کو چاہتے ہو جب اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم کو عبادت اور اطاعت کرنے پر مجبور کر دے۔ اس کا رد کیا گیا ہے کہ مشیت کو جبر کی طرف پھیرنا تحریف ہے اور آیت میں اس کی طرف بالکل اشارہ نہیں ہے، آیت کے اندر اس مشیت کا ذکر ہے جو بطور کسب کے استقامت ہو اور بندوں سے یہی مطلوب ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ (آل عمران:۲۶) تو جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے۔

معتزلہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اسی کو ملک عطا فرماتا ہے جس کے لیے اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ حکمت کا تقاضا ہے مصلحت کی رعایت کرنا اور وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر مصلحت کی رعایت کرنا واجب ہے، اللہ تعالیٰ ان کے اس قول سے بلند و برتر ہے اور اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک اس کو عطا فرماتا ہے جس کو چاہے خواہ اس میں وہ صفات ہوں جو ملک اور سلطنت کی صلاحیت رکھتی ہیں یا وہ صفات نہ ہوں، اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ ملک عطا فرمائے تو اس میں یہ لازم نہیں ہے کہ وہ ملک اور سلطنت کا استحقاق رکھتا ہو اور نہ یہ کہ ملک اور سلطنت دینا اس کے لیے زیادہ لائق ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ملک اور سلطنت دیتا ہے جو اس کا کفر کرتے ہیں اور اس کی نعمتوں کا کفر کرتے ہیں حتیٰ کہ پھر انہیں ہلاک کر دیتا ہے جیسا کہ بہ کثرت کفار کے ساتھ یہ معاملہ ہوا مثلاً نمرود اور فراعنہ وغیرہ، اور کبھی ملک اور سلطنت ان کو دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے دین کی دعوت دیتے ہیں اور مخلوق پر رحم کرتے ہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو ملک دیا، اور ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کا علم ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ وہ بعض مقدرات کی تخصیص کر دیتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (القصص:۵۶) بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے لیکن اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

معتزلہ نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کیونکہ آپ نہیں جانتے کہ کس کے دل کے اوپر کفر کی مہر لگ گئی ہے اور کس کا دل ہدایت کو قبول کرنے کے لائق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کون ہدایت کو قبول کرنے والا ہے۔

اس کا یہ جواب دیا ہے کہ معتزلہ نے جو کہا اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور ان کی مراد یہ ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے کون ہدایت قبول

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرے گا اور کون قبول نہیں کرے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کے لیے ازل میں ہدایت مقدر کر دی ہے وہی ہدایت کو قبول کرے گا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (البقرہ:۱۸۵) اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔

معتزلہ نے اس آیت سے اس طرح استدلال کیا، انہوں نے کہا: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے معصیت کا ارادہ نہیں کرتا۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ سفر میں یا بیماری میں روزہ رکھیں یا روزہ چھوڑ دیں اور جس مشکل کی نفی کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں سفر میں روزہ کو لازم نہیں فرمایا ہے۔

اور اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ وہی چیز واقع ہوتی ہے جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام ہونے والے امور کا ارادہ فرمانے والا ہے اگرچہ اس کا حکم نہیں دیتا۔

اور معتزلہ نے کہا: اللہ تعالیٰ شر کا ارادہ نہیں کرتا، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ شر کا ارادہ کرتا تو شر کو طلب کرتا، اور معتزلہ کا زعم یہ ہے کہ امر ہی ارادہ ہے اور انہوں نے اہلسنت پر یہ لازم کیا ہے کہ اہلسنت کے قول سے یہ لازم آتا ہے کہ بے حیائی کے کام اللہ تعالیٰ کی مراد ہوں اور اللہ تعالیٰ کا بے حیائی سے تنزہ کرنا واجب ہے (معتزلہ کے اس الزام کی وجہ یہ ہے کہ اہلسنت یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی کائنات میں ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتا ہے تو کائنات میں بے حیائی کے کام بھی ہوتے ہیں تو اگر یہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوں تو لازم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کا ارادہ فرماتا ہے)۔

اہلسنت نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تاکہ اس پر سزا دے، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا اور ایک مخلوق کو دوزخ کا اہل بنایا اور جنت کو پیدا کیا اور ایک مخلوق کو جنت کا اہل بنایا، (سو اگر بعض لوگوں سے بے حیائی کے کام سرزد ہوتے ہیں اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بے حیائی کے کاموں کے وقوع کا ارادہ کیا تو وہ ارادہ ان کو سزا دینے کے لیے ہے، یا اس لیے کہ اگر بندے بے حیائی کا کام کرلیں پھر بعد میں اس پر نادم ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ تواب اور رحیم ہے وہ انہیں معاف فرما دے گا)۔

معتزلی اور سنی کے درمیان مناظرہ

بعض علماء اہلسنت اور معتزلہ کے درمیان مناظرہ ہوا تو جب معتزلی بیٹھ گیا تو اس نے کہا: سبحان ہے وہ ذات جو الفحشاء یعنی بے حیائی کے کاموں سے منزہ ہے، تو سنی نے اس کے جواب میں کہا: سبحان ہے وہ ذات کہ جس کے ملک میں اسی چیز کا وقوع ہوتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے، (یعنی اس کے ملک میں وہی ہوتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے، اگر وہ بندے کی بے حیائی کو چاہے تو بندہ بے حیائی کرتا ہے اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو سزا دے یا بندہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دے) پھر معتزلی نے کہا: کیا ہمارا رب یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کی نافرمانی کریں؟ (یعنی تم جو کہتے ہو کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ہوتا ہے تو بندہ جب اللہ تعالیٰ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی نافرمانی کرتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اس کی نافرمانی کرے؟) پس سنی نے کہا: کیا بندہ ہمارے رب کی قہراً نافرمانی کرتا ہے؟ (یعنی تم کہتے ہو کہ بندہ نافرمانی کے جو کام کرتا ہے ان کاموں کو وہ خود پیدا کرتا ہے تو کیا بندہ اللہ تعالیٰ پر قہر کر کے ان افعال کو پیدا کرتا ہے؟)، پھر معتزلی نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر اللہ مجھ سے ہدایت کو روک لے اور میرے خلاف گمراہی کو مقدر کر دے تو اللہ نے میرے ساتھ یہ اچھا کیا یا برا کیا؟ سنی نے یہ کہا: اگر اللہ نے تم سے اس ہدایت کو روک لیا جو تمہارے لیے مقدر ہو چکی تھی تو یہ برا ہے (اور ایسا ہونا محال ہے) اور اگر اس نے تم سے اس چیز کو روک لیا جس کا کرنا نہ کرنا اللہ کے اختیار میں تھا تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو جس سے چاہے خاص کر لیتا ہے، پھر یہ مناظرہ ختم ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۷۴۔۵۷۵، ملخصاً وملتقطاً، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کے متعلق حرفِ آخر

اگر جبر کو مان لیا جائے اور یہ کہا جائے کہ انسان کے ارادہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور انسان مجبورِ محض ہے تو پھر سوال ہوگا کہ جب انسان کو نیکی کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی کرنے اور برائی ترک کرنے کا حکم کیوں دیا اور اس حکم کو پہنچانے کے لیے نبی اور رسول کیوں بھیجے، کتابیں کیوں نازل کیں، جنت اور دوزخ کیوں بنائی، حساب اور کتاب کی کیا ضرورت ہے، نیز ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ ہم جو بھی کام کرتے ہیں اپنی مرضی اور خوشی سے کرتے ہیں حالانکہ جبر میں تو زبردستی کام کرایا جاتا ہے، پھر جب قدریہ کی بات صحیح ہے نہ جبریہ کی تو پھر ہمیں اس اشکال کو حل کرنے کے درپے نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ عقدہ ہم سے دنیا میں حل نہیں ہوگا آخرت میں ہم پر یہ مسئلہ منکشف ہو جائے گا، تاہم یہ سوال پھر بھی ہوگا کہ اس مسئلہ میں ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہیے، تو ہمارے لیے اجمالی طور پر اتنا مان لینا کافی ہے کہ ہمارا اور ہمارے تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، اور ہم احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے میں مجبور نہیں ہیں، ہم اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور ہمیں یہ اختیار اللہ تعالیٰ ہی نے عطا فرمایا ہے، ہم چونکہ تمام کام اپنے اختیارات سے کرتے ہیں اس لیے جبر نہیں ہے اور چونکہ ہمیں یہ اختیار اللہ تعالیٰ ہی نے عطا فرمایا ہے اس لیے قدر نہیں ہے، ہم ان دقیق ابحاث میں نہیں پڑتے کہ اس اختیار کی کیا صفت ہے اور کیا کیفیت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۷۴۶۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَعَوْتُمُ اللهَ فَاعْزِمُوا فِي الدُّعَاءِ وَلَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِي فَإِنَّ اللهَ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو پورے جزم اور وثوق کے ساتھ دعا کرو اور تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اگر تو چاہے تو مجھے عطا فرما، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۳۳۸، ۷۴۶۴، صحیح مسلم: ۲۶۷۸، مسند احمد: ۱۱۵۶۹)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۴۶۴، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس طرح دعا کی ممانعت کی توجیہ کہ ''اگر تو چاہے تو مجھے عطا فرما''

کیونکہ جب بندہ اس طرح دعا کرے گا تو اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ بندہ دعا کے قبول ہونے سے مستغنی ہے، اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو پورے وثوق اور جزم کے ساتھ دعا کرے اور یہ نہ کہے کہ اگر تو چاہے تو مجھے دے اور تو چاہے تو مجھے نہ دے اور کسی چیز کے عزم کا معنی یہ ہے کہ اس کے فعل کو مضبوط کیا جائے، دوسرا قول یہ ہے کہ سوال کے عزم کا معنی یہ ہے کہ اس کی طلب میں ضعف نہ ہو، اور تیسرا معنی یہ ہے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ دعا کے قبول ہونے میں حسنِ ظن ہے۔

اور اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ''اللہ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے'' اس لیے کہ جب بندہ اس طرح دعا کرے گا کہ اگر تو چاہے تو مجھے عطا کر تو اس سے یہ وہم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے چاہے بغیر بھی اس کی دعا پوری ہوسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے چاہے بغیر دعا پوری ہونے کا معنی یہ ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ پر جبر کرے گا اور اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۷۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۶۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح و حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي أَخِي عَبْدُ الْحَمِيدِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيْلَةً فَقَالَ لَهُمْ أَلَا تُصَلُّونَ قَالَ عَلِيٌّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ قُلْتُ ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُدْبِرٌ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَيَقُولُ ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری ح اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی عبد الحمید نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از علی بن حسین، وہ بیان کرتے ہیں کہ حسین بن علی علیہما السلام نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایک رات کو حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے، پس ان سے فرمایا: کیا تم لوگ نماز نہیں پڑھتے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہماری روحیں تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں، پس جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو اٹھا دیتا ہے، پس جب میں نے یہ کہا تو رسول اللہ ﷺ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے آپ سے سنا آپ پیٹھ پھیرتے ہوئے اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے جا رہے تھے اور فرما رہے تھے:

''اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے O'' (الکہف: ۵۴)

(صحیح البخاری: ۱۱۲۷، ۴۷۲۴، ۷۴۶۵، صحیح مسلم: ۷۷۵، سنن نسائی: ۱۶۱۱، مسند احمد: ۹۰۲)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۴۶۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "طرقه" یہ لفظ طروق سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے رات کے وقت آنا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وفاطمة" اس کا ضمیرِ منصوب پر عطف ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال لهم" یہ جمع کا صیغہ ہے حالانکہ وہاں صرف دو تھے حضرت علی اور حضرت فاطمہ، تو یہ اس اعتبار سے ہے کم سے کم جمع کے افراد دو ہوتے ہیں، یا مراد یہ ہے کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے ساتھ اور جو گھر کے لوگ تھے ان سے فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ان یبعثنا" یعنی اللہ تعالیٰ جب ہمیں نیند سے اٹھانا چاہتا ہے تو اٹھا دیتا ہے۔

بندوں کو چاہیے کہ احکامِ شرعیہ پر عمل کریں اور حقیقت کی چھان بین نہ کریں

اس حدیث میں مذکور ہے "وهو مدبر" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیٹھ پھیر کر جا رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے زانو پر ہاتھ مارنا اور اس آیت کو پڑھنا اس میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ احکامِ شرعیہ کی متابعت کریں اور حقیقت کی طرف نظر نہ ڈالیں، یعنی ہم کو نماز پڑھنے کے لیے اٹھنے کا حکم دیا ہے تو ہمیں اٹھنا چاہیے اور اس پر نظر نہیں کرنی چاہیے کہ ہماری جانیں تو اللہ کے اختیار میں ہیں کیونکہ یہ چیز حقیقت کے اعتبار سے ہے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس جواب کو جدل فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب سے معارضہ

میں کہتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرطاس اور قلم کو طلب کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے، اس پر شیعہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم عدولی کی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ہمدردی کی وجہ سے یہ کہا کہ آپ کو بیماری میں تکلیف ہے تو آپ کو لکھنے کی زحمت نہ دی جائے اور یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تہجد کی نماز کے لیے اٹھانے کے لیے تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا جواب دیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا اور اس کو جدل سے تعبیر فرمایا اور آپ رنجیدہ ہو کر واپس چلے گئے اور یہ معاملہ اس سے سنگین ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ ہوا تھا، تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ وہ اس وقت نیند سے بیدار ہوئے تھے اور جب انسان نیند سے بیدار ہو تو پوری طرح اس کے ہوش و حواس متوجہ نہیں ہوتے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملامت نہیں فرمائی، یا پھر حضرت علی و حضرت فاطمہ علیہا السلام اس حال میں ہوں گے جس کو بتانے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حجاب فرمایا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۴۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ خَامَةِ الزَّرْعِ يَفِيءُ وَرَقُهُ مِنْ حَيْثُ أَتَتْهَا الرِّيحُ تُكَفِّئُهَا فَإِذَا سَكَنَتْ اعْتَدَلَتْ وَكَذٰلِكَ الْمُؤْمِنُ يُكَفَّأُ بِالْبَلَاءِ وَمَثَلُ الْكَافِرِ كَمَثَلِ الْأَرْزَةِ صَمَّاءَ مُعْتَدِلَةً حَتّٰى يَقْصِمَهَا اللهُ إِذَا شَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی مثال کھیت کے نرم پودے کی طرح ہے جس طرف سے ہوا چلتی ہے اس کے پتے اسی طرف جھک جاتے ہیں، اور جب ہوا رک جاتی ہے تو اس کے پتے بھی معتدل ہو جاتے ہیں، اسی طرح مومن کو آزمائشوں میں بچا لیا جاتا ہے لیکن کافر کی مثال شمشاد کے سخت درخت کی طرح ہے جو ایک حالت پر کھڑا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اسے اکھاڑ دیتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۴۴، ۷۴۶۶، صحیح مسلم: ۲۸۰۹، سنن ترمذی: ۲۸۶۶، مسند احمد: ۷۱۵۲)

صحیح البخاری: ۷۴۶۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مومن کو کھیت کے نرم پودے کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ

مومن کو دنیا میں جو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں اور مصائب پیش آتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا میں ان بیماریوں اور مصائب کے ساتھ مومن کو آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے، پھر اس کے لیے ان آزمائشوں پر صبر کرنے کو آسان کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنے کو سہل کر دیتا ہے تا کہ وہ آخرت کے ثواب سے خوش ہو، اور کافر جب کہ دنیا میں تندرست رہتا ہے اور آفات اور مصائب سے محفوظ رہتا ہے تو اس کی موت اس پر شدید عذاب کی صورت میں آتی ہے اور کافر چونکہ دنیا میں بہت عیش و آرام سے رہتا ہے، اس لیے اس کو دنیا سے جدا ہونے کا بہت سخت صدمہ ہوتا ہے، پس واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کے ساتھ ہر مشکل میں آسانی کا ارادہ فرمایا ہے اور کافر کو جو آسانیاں عطا فرماتا ہے ان سے اس کے لیے مشکلات کا ارادہ فرماتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۳۹۶، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۶۷۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ بے شک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اس وقت آپ منبر کے اوپر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الشَّمْسِ أُعْطِيَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوا بِهَا حَتَّى انْتَصَفَ النَّهَارُ ثُمَّ عَجَزُوا فَأُعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا ثُمَّ أُعْطِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ الْإِنْجِيلَ فَعَمِلُوا بِهِ حَتَّى صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوا فَأُعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا ثُمَّ أُعْطِيتُمُ الْقُرْآنَ فَعَمِلْتُمْ بِهِ حَتَّى غُرُوبِ الشَّمْسِ فَأُعْطِيتُمْ قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ قَالَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ أَقَلُّ عَمَلًا وَأَكْثَرُ أَجْرًا قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ قَالُوا لَا فَقَالَ فَذٰلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ۔

کھڑے ہوئے فرمارہے تھے: تمہاری دنیا میں تم سے پہلی امتوں کے مقابلہ میں بقا اتنی ہے جتنا وقت عصر کی نماز سے غروبِ آفتاب تک ہوتا ہے، اہل تورات کو تورات دی گئی سو انہوں نے اس پر عمل کیا حتیٰ کہ دوپہر ہوگئی، پھر وہ عمل سے تھک گئے تو ان کو ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر اہلِ انجیل کو انجیل دی گئی سو انہوں نے اس پر عمل کیا حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت آگیا، پھر وہ تھک گئے، پس انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر تم کو قرآنِ مجید دیا گیا، تم نے اس پر عمل کیا حتیٰ کہ غروبِ آفتاب تک، پھر تم کو دو دو قیراط دیے گئے، اہلِ تورات نے کہا: اے ہمارے رب! ان لوگوں نے عمل ہم سے کم کیا ہے اور اجر ان کو زیادہ دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارے اجر میں کسی چیز کی کوئی کمی کی تو انہوں نے کہا: نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں عطا کروں۔

(صحیح البخاری:۵۵۷،۲۲۶۸،۲۲۶۹،۳۴۵۹،۵۰۲۱،۷۴۶۷،۷۵۳۳، سنن ترمذی:۲۸۷۱، مسند احمد:۵۹۹۳)

صحیح البخاری:۷۴۶۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فیما سلف" یعنی تمہارے زمانہ کی نسبت پچھلی امتوں کے زمانہ کی طرف ایسی ہے جیسے عصر کے زمانہ کی نسبت دن کے تمام ہونے تک ہے۔

نیز اس حدیث میں قیراط کا ذکر ہے، قیراط کی مقدار مختلف ہوتی ہے، پس مکہ میں قیراط کی مقدار دینار کا چھٹا حصہ ہے اور دوسری جگہوں پر دینار کا پانچواں حصہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں فقہاء احناف کی دلیل ہے کہ ظہر کا وقت عصر کے وقت سے دگنا ہوتا ہے، کیونکہ اہلِ تورات یہ کہیں گے کہ ان لوگوں نے کام کم کیا ہے اور ان کو اجر زیادہ دیا ہے، اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ظہر کا وقت عصر کے وقت سے زیادہ ہو، اگر ظہر کا وقت ایک مثل سایا کے بعد شروع ہو تو ظہر اور عصر کا وقت برابر ہو جائے گا، اور اگر ظہر کا وقت دو مثل سایا کے بعد شروع ہو تو پھر ظہر کا وقت عصر کے وقت سے دوگنا ہوگا، لہٰذا اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سائے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۷۴۶۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ الْمُسْنَدِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي رَهْطٍ فَقَالَ أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُونِي فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَأُخِذَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ لَهُ كَفَّارَةٌ وَطَهُورٌ وَمَنْ سَتَرَهُ اللهُ فَذَلِكَ إِلَى اللهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ۔

المسندی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی ادریس از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ایک جماعت میں بیعت کی، آپ نے فرمایا: میں تمہیں اس پر بیعت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ بناؤ، اور نہ تم چوری کرو اور نہ تم زنا کرو اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو اور نہ تم کسی پر بہتان باندھو جس کو تم اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے گھڑو، اور تم کسی نیکی کے کام میں میری نافرمانی نہ کرو، پس تم میں سے جس نے اس بیعت کو پورا کر دیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے، اور جس نے ان میں سے کوئی کام کر لیا، پس اس کو دنیا میں پکڑا گیا تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور گناہوں سے پاک کرنا ہے، اور جس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھ لیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض ہے، اگر چاہے تو اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو اس کو بخش دے۔

(صحیح البخاری: ۱۸، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۸۹۴، ۴۸۹۴، ۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۰۵۵، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸، صحیح مسلم: ۱۷۰۹، سنن ترمذی: ۱۴۳۹، سنن نسائی: ۴۱۶۱، سنن داری: ۲۴۵۳)

صحیح البخاری: ۷۴۶۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انصار سے عقبۂ اولیٰ اور عقبۂ ثانیہ میں بیعت کرنا

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں پر روایت کی ہے کہ انصار کو اس بیعت کے ذریعہ اسلام میں سبقت حاصل ہوئی اور اس بیعت سے انہوں نے اسلام لانے کا عقد کیا حالانکہ مہاجرین اس سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے لیکن انہوں نے انصار کی مثل بیعت نہیں کی، پس انصار وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنے اور اس کی شریعت پر عمل کرنے پر موت تک بیعت کی اور انہوں نے اس بیعت کی ابتداء کی، ان کا اسلام سے محبت رکھنا یہ ان کے ایمان کی علامت ہے اور انہوں نے مہاجرین کی غمگساری کی اور ان کے ساتھ ہمدردی کی اور اپنے اموال کے ساتھ ان کی مدد کی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ۔ (آل عمران: ۳۱)

آپ کہیے: اگر تم اللہ سے محبت کے دعوے دار ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

انصار نے سب سے پہلے نبی ﷺ کی اتباع کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ محبت فرمائی اور جس سے اللہ محبت رکھے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بندوں پر بھی واجب ہے کہ اس سے محبت رکھیں۔

اس حدیث میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کو نقیب فرمایا، نقیب اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والا ہو اور اس کا منتظم ہو، اور انصار میں سے نقباء وہ تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے پہلے پیش ہوئے۔

جس گھاٹی میں یہ بیعت ہوئی وہ گھاٹی منیٰ کے اندر ہے اور اس کو جمرۃ العقبہ کہا جاتا ہے اور اس گھاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ بیعت کی تھی، دونوں مرتبہ انصار سے بیعت لی اس کو عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے اور عقبہ اولیٰ میں انصار کے بارہ (۱۲) مردوں نے آکر بیعت کی تھی اور عقبہ ثانیہ میں جو اس کے اگلے سال ہوئی اس میں ستر (۷۰) انصار نے آپ سے بیعت کی تھی۔

انصار کی بیعت کرنے کا پس منظر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو قبائل پر پیش کرتے تھے، پس ایک سال انصار کے قبیلہ الخزرج کے چھ مرد حج کے موسم میں گھاٹی پر آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم بیٹھتے نہیں میں تم سے کچھ بات کروں؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اسلام کو پیش کیا، اور یہود اہلِ کتاب اور اہلِ علم تھے، اور قبیلہ خزرج کے لوگ اہلِ شرک اور بت پرست تھے، اور یہود ان سے ان کے شہروں میں لڑتے رہتے تھے، پس جب ان کے درمیان لڑائی ہوتی تو یہود ان سے کہتے کہ ایک نبی عنقریب مبعوث ہوگا ہم اس کی اتباع کریں گے، پس وہ تم کو اس طرح قتل کرے گا جس طرح عاد اور اِرم کو قتل کیا گیا تھا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزرج کے ان چھ آدمیوں سے بات کی تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: جان لو اللہ کی قسم! یہ وہی نبی ہے جس سے یہود تم کو ڈراتے تھے، پس ایسا نہ ہو کہ یہود تم سے پہلے ان کی بیعت کر لیں تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغِ اسلام کو قبول کیا اور آپ کی تصدیق کی اور انہوں نے کہا: ہم پیچھے اپنی قوم کو چھوڑ کر آئے ہیں جو آپس میں لڑتے رہتے ہیں، ہم واپس جائیں گے اور ان کو اس دین کی دعوت دیں گے جس کی آپ نے ہمیں دعوت دی ہے، پس ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں آپ کے ساتھ جمع کر دے، پھر وہ المدینہ کی طرف لوٹ گئے اور انہوں نے اسلام کی دعوت دی حتیٰ کہ یہ بات مشہور ہوگئی اور انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر نہیں تھا مگر اس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تھا، اور ان چھ کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت اسعد بن زرارہ (۲) حضرت عوف بن الحارث اور یہ عفراء کے بیٹے تھے (۳) رافع بن مالک بن العجلان (۴) قطبہ بن عامر (۵) عقبہ بن نابی (۶) اور حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب رضی اللہ عنہم، اور بعض سیرت نگاروں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔

مدینہ سے ۱۲ انصار کا آکر بیعتِ عقبہ اولیٰ کرنا اور جس چیز پر انہوں نے بیعت کی

پس جب اگلا سال آیا تو انصار میں سے بارہ مرد مکہ آئے، ان میں سے پانچ تو وہ تھے جن کا ان چھ میں ذکر کیا گیا ہے، پس ان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نہیں تھے اور سات دوسرے تھے: (۱) حضرت معاذ بن الحارث اور وہ عفراء کے بیٹے اور عوف کے بھائی ہیں (۲) ذکوان بن قیس، یہ غزوۂ احد میں شہید ہوگئے تھے (۳) حضرت عبادہ بن الصامت (۴) حضرت یزید بن ثعلبہ (۵) حضرت عباس بن عبادہ بن فضلہ، اور اوس میں سے (۶) ابو الہیثم بن التیہان اور (۷) حضرت عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہم، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے العقبہ (مکہ کے قریب گھاٹی) میں ان کو بیعت کر لیا اور اس وقت تک جہاد کا حکم نہیں آیا تھا، جب وہ واپس گئے تو رسول اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا جو ان کو تعلیم دیتے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے، پس حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو ان دنوں القاری کہا جاتا تھا اور وہ ان کی نماز میں امام تھے، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے بنو بیاضہ کی پتھریلی زمین میں ان کو جمعہ کی نماز میں جمع کیا اور وہ چالیس مرد تھے اور یہ اسلام میں سب سے پہلا جمعہ ادا کیا گیا۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کا انصارِ مدینہ کا امام ہونا اور ان کی تبلیغ سے ستّر سے زائد لوگوں کا اسلام قبول کرنا

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ، حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے تھے اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ان کو اس لیے نماز پڑھاتے تھے کہ اوس اور الخزرج اس کو ناپسند کرتے تھے کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا امام ہو۔

اور امام ابنِ اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ پہلا جمعہ انصار کو جنہوں نے پڑھایا وہ حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۶۹، سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۲، صحیح ابن حبان: ۷۰۱۳، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۸۱)

پس حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر متعدد لوگوں نے اسلام قبول کیا، ان میں سے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما تھے، پھر ان سے تہتر (۷۳) مرد اور دو عورتیں حج کے موسم میں ملے اور یہ وعدہ کیا کہ وہ عقبہ (یعنی مکہ کی گھاٹی) میں ایامِ تشریق کے وسط میں ملاقات کریں گے، پس جب وہ حج سے فارغ ہو گئے اور رات کا وقت تھا تو وہ اس وعدہ کے مطابق نکلے پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے اوپر اس چیز پر بیعت کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کو دور کریں گے جن چیزوں سے اپنی جانوں کو اور اپنی عورتوں کو اور اپنے بیٹوں کو دور کرتے ہیں یعنی آپ کی حفاظت کریں گے، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو بیعت کرتا ہوں اس پر کہ تم مجھ سے ان چیزوں کو منع کرو گے جن چیزوں سے تم اپنی عورتوں اور اپنے بیٹوں کو منع کرتے ہو۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۰۔ ۴۶۲، صحیح ابن حبان: ۷۰۱۱، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۹ ص ۸۷۔ ۹۰ رقم: ۱۷۴، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۴۱، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۴۵)

بیعتِ عقبہ اولیٰ کرنے والے بارہ (۱۲) صحابہ کے اسماء اور وہی نقباء ہیں

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میری طرف بارہ (۱۲) نقیب نکالو اور وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت اسعد بن زرارۃ (۲) حضرت سعد بن ربیع (۳) حضرت عبداللہ بن رواحۃ (۴) حضرت رافع بن مالک بن العجلان (۵) حضرت البراء بن معرور (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام (۷) حضرت سعد بن عبادہ (۸) حضرت المنذر بن عمرو بن حرام (۹) حضرت عبادہ بن الصامت، یہ ۹ صحابہ الخزرج سے تھے اور تین صحابہ الاوس سے تھے: (۱۰) حضرت اسید بن حضیر (۱۱) حضرت سعد بن خیثمہ (۱۲) حضرت رفاعہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہم۔

یہ وہ ۱۲ صحابہ ہیں جو عقبہ اولیٰ کی بیعت کے وقت حاضر تھے اور انہی کو نقباء فرمایا ہے۔

بیعتِ عقبہ ثانیہ کرنے والے مشہور صحابہ کے اسماء

اور عقبہ ثانیہ کی بیعت کے وقت جو ستّر صحابہ حاضر ہوئے تھے، ان میں سے مشہور صحابہ کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت ابن الہیثم (۲) حضرت رفاعہ بن منذر (۳) حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار (۴) حضرت عویم بن ساعدہ، یہ الاوس میں سے تھے اور الخزرج میں سے: (۵) حضرت ابوایوب الانصاری (۶) حضرت معوذ (۷) حضرت معاذ (۸) حضرت عوف بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الحارث اور یہ العفراء کے بیٹے تھے (۹) اور حضرت ابوطلحہ سہل بن زید النجاری (۱۰) حضرت ابومسعود الانصاری (۱۱) حضرت بشر بن البراء بن معرور (۱۲) حضرت کعب بن مالک (۱۳) حضرت جابر بن عبداللہ، اور یہ ان سب میں کم عمر تھے (۱۴) اور حضرت المنذر بن عمرو (۱۵) اور حضرت ام عمارہ نسیبہ (۱۶) حضرت ام منیع اسماء وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

بیعتِ ثانیہ اس پر ہوئی کہ گوروں اور کالوں کے خلاف جہاد کیا جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا ثواب جنت ہے، اور عقبہ ثانیہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کی اجازت دی گئی تھی اور بیعتِ عقبہ اولیٰ کے وقت جہاد کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔

تیسری بیعت، بیعتِ رضوان

انصار سے عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد تیسری بیعت، بیعتِ رضوان ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ ۶ ہجری میں عمرہ کرنے کے لیے نکلے تو قریش نے آپ کو روک لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سے گفت وشنید کرنے کے لیے بھیجا تو آپ کے پاس یہ خبر آئی کہ مشرکین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا: ہم اس وقت تک آگے نہیں جائیں گے جب تک کہ اس قوم سے عثمان کے خون کا بدلہ نہ لے لیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے بیعت پر بلایا تو یہ بیعتِ رضوان تھی جو درخت کے نیچے ہوئی اور یہ پندرہ سو (۱۵۰۰) صحابہ تھے، پس روایت ہے کہ آپ نے ان سے موت کے اوپر بیعت کی یعنی وہ اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قصاصِ عثمان کے لیے جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ انہیں موت آ جائے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بیعت کی تھی کہ ہم بھاگیں گے نہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ (الفتح:۱۸)	بے شک اللہ ایمان والوں سے اس وقت راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو اللہ جانتا تھا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، پس اللہ نے ان کے دلوں پر طمانیت نازل فرمائی اور ان کو عنقریب آنے والی فتح کا انعام دیا ○

اس بیعت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا کہ وہ عنقریب ان کو فتح عطا فرمائے گا یعنی خیبر کی فتح اور ان سے کثیر مالِ غنیمت کا وعدہ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ (الفتح:۱۹۔۲۰)	اور ان کو بہت سی غنیمتیں عطا فرمائیں جن کو وہ حاصل کریں گے اور اللہ بہت غلبہ والا، بہت حکمت والا ہے ○ اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر لیا ہے جن کو تم حاصل کرو گے، پس یہ نعمت تو تم کو جلدی عطا فرما دی، اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا اور تاکہ یہ (نعمت) مومنوں کے لیے نشانی ہو جائے اور اللہ تمہیں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے ○

حدیثِ مذکور میں جن بارہ (۱۲) نقباء سے بیعت کا ذکر ہے یہ احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے کی بیعت لی گئی تھی، اس کے علاوہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

احادیث میں اور بھی بیعات کا ذکر ہے اور وہ احادیث متعدد اور متفرق ہیں۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں اہلِ حق کے مذہب کی دلیل ہے کہ جس مسلمان نے کوئی گناہِ کبیرہ کیا اور بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوّض ہے اگر وہ چاہے تو اس کو معاف فرما دے اور اگر وہ چاہے تو اس کو عذاب دے، اور جو شخص چھوٹا ہو یا بڑا اور اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو یعنی بالغ ہوتے ہی فوت ہو گیا ہو یا توبہ کرتے ہی فوت ہو گیا ہو یا اسلام قبول کرتے ہی فوت ہو گیا ہو اس سے پہلے کہ اس نے کوئی نافرمانی کی ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے اس کو جنت عطا کی جائے گی اور وہ دوزخ میں داخل نہیں ہو گا سوائے دوزخ کو عبور کرنے کے لیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ (مریم:۷۱) اور بے شک تم میں سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہو گا، یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے O

(۲) اور جو شخص گناہِ کبیرہ پر اصرار کرتے ہوئے بغیر توبہ کے فوت ہو گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو پہلی بار ہی جنت میں داخل کر دے گا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو دوزخ کا عذاب دے کر جنت میں داخل فرمائے گا، اور جو شخص توحید کے اوپر مرا وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا اور جنہوں نے گناہِ کبیرہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر قرار دیا اور وہ خوارج ہیں تو انہوں نے خطاء کی، یا جنہوں نے کہا کہ فاسق کو عذاب ضرور دیا جائے گا اور وہ معتزلہ ہیں انہوں نے بھی خطاء کی۔

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس بندہ نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا جس پر حد واجب ہوتی ہے اور اس پر حد جاری کر دی گئی تو وہ حد اس کے اس گناہ کا کفارہ ہو گئی، جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر اس نے گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لی تب تو حد اس کے لیے کفارہ ہو جائے گی، اگر اس نے گرفتار ہونے سے پہلے توبہ نہیں کی تو پھر حد اس کے لیے کفارہ نہیں ہو گی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۵۳۹۔۵۵۱، ملخصاً وملتقطاً وموضحاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۶۹۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَهُ سِتُّونَ امْرَأَةً فَقَالَ لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى نِسَائِي فَلْتَحْمِلْنَ كُلُّ امْرَأَةٍ وَلْتَلِدْنَ فَارِسًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ فَطَافَ عَلَى نِسَائِهِ فَمَا وَلَدَتْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَلَدَتْ شِقَّ غُلَامٍ قَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ لَوْ كَانَ سُلَيْمَانُ اسْتَثْنَى لَحَمَلَتْ كُلُّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ فَوَلَدَتْ فَارِسًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبی اللہ سلیمان علیہ السلام کی ساٹھ بیویاں تھیں، پس انہوں نے کہا کہ آج رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس گھوموں گا، پس ان میں سے ہر بیوی حاملہ ہو گی اور ان میں سے ہر ایک سے گھڑ سوار پیدا ہو گا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا، پس وہ اپنی بیویوں پر گھومے تو ان میں سے صرف ایک بیوی کے ہاں بچہ ہوا جو آدھا لڑکا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہتے تو ان کی بیویوں میں سے ہر ایک حاملہ ہوتی اور ان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں سے ہر ایک گھڑسوار پیدا ہوتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا۔

(صحیح البخاری: ۲۸۱۹، ۳۴۲۴، ۵۲۴۲، ۶۶۳۹، ۶۷۲۰، ۷۴۶۹، صحیح مسلم: ۱۶۵۴، سنن نسائی: ۳۸۳۱، مسند احمد: ۷۰۹۷)

صحیح البخاری: ۷۴۶۹، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد

اس حدیث میں مذکور ہے "حضرت سلیمان علیہ السلام کی ساٹھ (۶۰) بیویاں تھیں" اور ایک حدیث میں ہے کہ نوے (۹۰) بیویاں تھیں، اور ایک حدیث میں ہے کہ ستر (۷۰) بیویاں تھیں، اور ایک روایت میں ہے کہ ننانوے (۹۹) بیویاں تھیں، اور ابن سیرین کی روایت میں ہے کہ سو (۱۰۰) بیویاں تھیں، ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ ساٹھ بیویاں تھیں، ستر تھیں، نوے تھیں، ننانوے تھیں یا سو بیویاں تھیں، اور ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ ساٹھ بیویاں تو آزاد عورتیں تھیں اور جوان پر زائد ہیں وہ ان کی باندیاں تھیں یا اس کے برعکس معاملہ تھا، اور ستر بیویوں کا ذکر مبالغہ کے لیے ہے اور نوے اور سو کا ذکر جو ہے وہ اس لیے کہ سو سے کم تھیں اور نوے سے زائد تھیں، پس جس نے کہا: نوے بیویاں تھیں اس نے کسر کو لغو قرار دیا اور جس نے کہا سو بیویاں تھیں تو اس نے کسر کو پورے عدد کے طور پر ذکر کیا۔

بعض شارحین نے کہا ہے کہ قلیل عدد کے ذکر سے کثیر کی نفی نہیں ہوتی اور عدد کا مفہومِ مخالف جمہور کے نزدیک حجت نہیں ہے، لیکن یہ جواب کافی نہیں ہے کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک عدد کا مفہومِ مخالف معتبر ہوتا ہے۔

اور وہب بن منبہ نے "المبتدا" میں نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار بیویاں تھیں، تین سو مہر والی تھیں اور سات سو باندیاں تھیں، اور اسی طرح امام حاکم نے المستدرک میں بیان کیا ہے از محمد بن کعب ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک ہزار شیشہ کے گھر تھے جن میں تین سو ان کی بیویاں تھیں اور سات سو باندیاں تھیں۔

تمنا کی آفات اور تقدیر کا لکھا ہوا پورا ہونا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک خیر کی تمنا کی تھی اور انہوں نے وثوق سے اس لیے کہا کہ ہر بیوی سے گھڑسوار پیدا ہوگا، کیونکہ ان کے اوپر امید کا غلبہ تھا اور انہوں نے خیر کا اور آخرت کے امر کا ارادہ کیا تھا کسی دنیاوی غرض کا ارادہ نہیں کیا تھا، بعض متقدمین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر متنبہ فرمایا کہ یہ تمنا کی آفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف معاملہ کو مفوض نہ کرنے کی آفت ہے اسی لیے حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تا کہ اس معاملہ میں تقدیر کا لکھا ہوا پورا ہو جائے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) ان شاء اللہ کہنا اس وقت معتبر ہوتا ہے جب آدمی زبان سے ان شاء اللہ کہے اور دل میں ان شاء اللہ ہو تو اس پر ثمرہ مرتب نہیں ہوتا۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو یہ خصوصیت عطا کی گئی ہے کہ وہ عام لوگوں کی بہ نسبت جماع کرنے کی زیادہ طاقت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رکھتے ہیں، یہ ان کی جسمانی صحت اور مردانگی کی قوت کی وجہ سے ہوتا ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور علوم کی تبلیغ میں مشغول ہوتے ہیں۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے زیادہ بڑا معجزہ ہے، کیونکہ آپ اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہونے کے ساتھ ساتھ اور علوم کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اور مخلوق کی دادرسی کے ساتھ ساتھ کھانے پینے کو بہت کم اختیار کرتے تھے جس کا تقاضا یہ ہے کہ بدن کمزور ہو، اس کے باوجود آپ کثرتِ جماع پر قادر تھے اور آپ ایک رات میں اپنی تمام عورتوں کے پاس ایک غسل کے ساتھ گئے اور اس وقت آپ کی گیارہ ازواج مطہرات تھیں۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلبۂ ظن کی بناء پر کسی چیز کے مستقبل میں وقوع کی خبر دینا جائز ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وثوق سے کہا تھا اوران پر اس کی وحی نہیں ہوئی تھی، ورنہ اگر وحی ہوتی تو جس طرح انہوں نے کہا تھا ویسا ہی ہو جاتا۔

(۵) اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو کیسے معلوم ہوا کہ اس رات جماع کرنے سے ان کی ہر بیوی سے گھڑسوار پیدا ہوگا، یہ تو ہو نہیں سکتا کہ یہ انہوں نے وحی سے کہا ہو کیونکہ ایسا ہوا نہیں، اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ معاملہ ان کی طرف مفوض ہو کہ جیسا وہ ارادہ کریں ویسا ہو جائے کیونکہ ارادہ تو اللہ کے لیے ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ کہنا ان کی تمنا کے طور پر تھا اور اس طور پر تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کر دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی ہو کہ اگر آپ ان شاء اللہ کہیں گے تو آپ کی ہر بیوی سے ایک گھوڑسوار پیدا ہو جائے گا لیکن وہ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی نسیان ہوتا ہے اور سہو ہوتا ہے اور یہ ان کے بلند مرتبہ میں کسی کمی کا موجب نہیں ہے۔

(۷) اور اس سے معلوم ہوا کہ غلبۂ ظن کی بناء پر کسی چیز کے متعلق خبر دی جا سکتی ہے جب کہ اس پر قرینہ بھی ہو۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۵۹۷۔۵۹۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۷۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ عَلَى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ فَقَالَ لَا بَأْسَ عَلَيْكَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ قَالَ الْأَعْرَابِيُّ طَهُورٌ بَلْ هِيَ حُمَّى تَفُورُ عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ تُزِيرُهُ الْقُبُورَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَنَعَمْ إِذًا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۱۶، ۵۶۵۶، ۵۶۶۲، ۷۴۷۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب الثقفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اعرابی کے پاس اس کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے یہ (بخار) طہور ہے ان شاء اللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: اس اعرابی نے کہا: "طہور؟" بلکہ یہ بخار ہے جو جوش مار رہا ہے ایک بوڑھے شخص پر اور اس کو قبروں کی زیارت کرا رہا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس اب اسی طرح ہوگا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۴۷۰، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس اعرابی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیادت کی تھی اس کا تذکرہ

امام طبرانی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس کے آخر میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم نے انکار کیا تو پھر یہ بخار ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو، اللہ تعالیٰ کی قضا ہونے والی ہے، پھر اس نے اگلے دن شام نہیں کی مگر وہ مر گیا"۔

اور "ربیع الابرار" میں مذکور ہے کہ اس اعرابی کا نام قیس تھا اور "باب الامراض والعلل" میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیس بن ابی حازم کے پاس اس کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے گئے، پھر اس قصہ کا ذکر کیا، اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی اور نے بھی اس کا نام ذکر کیا ہو، پس اگر یہ قصہ محفوظ ہے تو یہ قیس بن ابی حازم کے علاوہ کوئی اور شخص ہے جو المخضر مین میں سے ہیں، کیونکہ جن کا یہ قصہ ہے وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے اور قیس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالتِ اسلام میں نہیں دیکھا اور ان کے لیے صحبت نہیں ہے لیکن وہ آپ کی حیات میں مسلمان ہو گئے تھے اور ان کے والد صحابی ہیں اور وہ آپ کے بعد بڑے عرصہ تک زندہ رہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۷۴۹، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۷۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ حِينَ نَامُوا عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِنَّ اللهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ وَرَدَّهَا حِينَ شَاءَ فَقَضَوْا حَوَائِجَهُمْ وَتَوَضَّئُوا إِلَى أَنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَضَّتْ فَقَامَ فَصَلَّى۔

(صحیح البخاری: ۵۹۵، ۷۴۷۱، سنن نسائی: ۸۴۶)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی از حصین از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ نماز کے وقت سو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری روحوں کو جب چاہتا ہے قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے لوٹا دیتا ہے، پس صحابہ اپنی قضائے حاجات سے فارغ ہوئے اور انہوں نے وضو کیا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اور سفید ہو گیا، پس آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

صحیح البخاری: ۷۴۷۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس سفر کے موقع پر یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحوں کو قبض کر لیا ہے، اس کے متعلق متعدد روایات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحوں کو قبض کر لیا"۔

یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سفروں میں سے کسی سفر میں فرمایا تھا اور اس سفر کے متعلق اختلاف ہے، پس صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ خیبر سے واپس آ رہے تھے اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ حدیبیہ کے سفر میں تھے، ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے آئے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور ایک مقام پر ٹھہرے تو آپ نے فرمایا: ''کون ہماری حفاظت کرے گا؟'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حفاظت کروں گا۔۔۔الحدیث

اور زید بن اسلم کی مرسل روایت میں مذکور ہے جس کی امام مالک نے الموطا میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے راستہ میں ایک مرتبہ رات کے آخری حصہ میں ٹھہرے اور اسی طرح عطاء بن یسار نے مرسلاً امام عبدالرزاق سے روایت کی ہے کہ یہ واقعہ تبوک کے راستہ میں ہوا۔

روح اور نفس واحد ہیں یا دونوں مختلف ہیں

علامہ ابن الملقن نے التوضیح میں لکھا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ روح ہی نفس ہے اور یہ اکثر ائمہ کا قول ہے اور ابن حبیب وغیرہ نے کہا: روح نفس کے خلاف ہے، پس روح کا مصداق وہ سانس ہے جس کے بعد زندگی نہیں ہوتی، اور نفس وہ ہے جس سے انسان لذت حاصل کرتا ہے اور اس کو درد ہوتا ہے اور یہ نفس وہ ہے جو انسان کی نیند کے وقت فوت ہو جاتا ہے، تو نیند کی حالت میں جس نفس کو اللہ تعالیٰ قبض کر لیتا ہے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روح فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کو نفس فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن روحوں کی موت نہیں آتی ان کو نیند میں (قبض کرتا ہے۔)

جس نماز میں صحابہ سوتے رہ گئے تھے اس کا مصداق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''صحابہ نماز کے وقت سوتے رہ گئے'' اس سے مراد صبح کی نماز ہے، اس پر قرینہ یہ ہے کہ انہوں نے قضاء حاجات سے فارغ ہونے کے بعد وضو کیا اور سورج بلند ہو چکا تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قضا نماز پڑھائی۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ''صحابہ کو نہ بیدار کیا مگر سورج نے''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۲۲۔ ۲۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز قضا ہونے کی حکمتیں

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا ثبوت ہے، اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کا قضا ہونا آپ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ اس لیے تھا تاکہ آپ کی زندگی میں قضاء نماز کو ادا کرنے کا نمونہ ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز اس لیے قضاء ہوگئی کہ آپ نیند کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدہ میں مشغول تھے، اس لیے نماز کے وقت کی طرف آپ کی توجہ نہ رہی اور اللہ تعالیٰ کی اس میں یہ حکمت تھی کہ آپ کی زندگی میں قضاء نماز کو ادا کرنے کا نمونہ ہوتا کہ اگر ہم سے کبھی نماز قضا ہو جائے اور ہم اس کو وقت کے بعد ادا کریں تو ہمیں اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کا ثواب مل جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۴۷۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَالْأَعْرَجِ ح وَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ اور الاعرج، ح اور ہمیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِينَ فِي قَسَمٍ يُقْسِمُ بِهِ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِينَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَطَمَ الْيَهُودِيَّ فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ۔

اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سعید بن المسیب، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مسلمانوں میں سے ایک مرد اور یہود میں سے ایک مرد نے ایک دوسرے کی مذمت کی، پس مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام جہانوں پر فضیلت دی، یہ اس نے اس قسم کے ساتھ کہا جس کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے، پھر یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت دی، پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اس یہودی کو ایک تھپڑ مارا، پس یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو خبر دی جو اس کے اور مسلمان کے درمیان جھگڑا ہوا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، کیونکہ قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوں گے، پس میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک جانب کو پکڑے کھڑے ہوں گے، سو میں از خود نہیں جانتا آیا وہ ان لوگوں میں سے تھے جو بے ہوش ہو گئے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے؟ یا ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۱، ۳۴۰۸، ۳۴۱۴، ۳۴۷۶، ۴۸۱۳، ۵۰۶۲، ۶۵۱۷، ۶۵۱۸، ۷۴۲۸، ۷۴۷۲، صحیح مسلم: ۲۳۷۳، سنن ترمذی: ۳۲۴۵، سنن ابوداؤد: ۴۶۷۱، مسند احمد: ۷۵۳۲)

صحیح البخاری: ۷۴۷۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یا حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا"۔ حدیث کے اس جملہ سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ

اور صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے، ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قِيَامٌ يَّنۡظُرُوۡنَ ﴿۶۸﴾ (الزمر: ۶۸) پھونکا جائے گا تو اچانک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے O

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی افضلیت سے منع کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "لا تخیرونی" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خیر اور افضل قرار نہ دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد بطور تواضع فرمایا یا جب آپ نے یہ فرمایا، اس وقت آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں، یا اس کا محمل یہ ہے کہ مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح خیر اور افضل نہ قرار دو جو کسی جھگڑے تک پہنچائے یا مجھے اس طرح ان سے افضل نہ قرار دو جس سے ان کا نقص لازم آئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یصعقون" یہ صعق سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے یا لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "باطش" یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام پوری قوت کے ساتھ عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً افضل ہوں کیونکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت جزوی ہے اور فضیلتِ جزوی افضلیت علی الاطلاق کو مستلزم نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۷۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي عِيسَى أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِينَةُ يَأْتِيهَا الدَّجَّالُ فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْرُسُونَهَا فَلَا يَقْرَبُهَا الدَّجَّالُ وَلَا الطَّاعُونُ إِنْ شَاءَ اللهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابی عیسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں دجال آئے گا، پس وہ دیکھے گا کہ ملائکہ مدینہ کی حفاظت کر رہے ہیں، پس دجال مدینہ کے قریب نہیں ہو سکے گا اور نہ طاعون ان شاء اللہ۔

(صحیح البخاری: ۷۱۳۴، ۷۴۷۳، سنن ترمذی: ۲۲۴۲، مسند احمد: ۱۱۸۳۵)

صحیح البخاری: ۷۴۷۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ کو دجال اور طاعون سے محفوظ رکھنے کا سبب

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان شاء اللہ مدینہ میں دجال اور طاعون داخل نہیں ہوگا"، ان شاء اللہ عموماً شک کے موقع پر کہا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی شک نہیں تھا، پھر انہوں نے ان شاء اللہ اپنی امت کو ادب کی تعلیم دینے کے لیے فرمایا اور اپنی امت کو مدینہ میں رہنے پر برانگیختہ کرنے کے لیے فرمایا تا کہ وہ دین میں فتنہ سے محفوظ رہیں، کیونکہ مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی اصل ہے، پس اللہ تعالیٰ اس گھر میں رہنے والوں کو دجال اور اس کے فتنہ سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور طاعون کی بیماری سے محفوظ رکھے گا تا کہ اس شہر کے رہنے والے فتنہ کبریٰ یعنی کفر سے محفوظ رہیں، اسی وجہ سے وہاں کے رہنے والوں کو طاعون کی بیماری سے جڑ سے نہیں اکھاڑے گا اور طاعون کی بیماری سے بنی اسرائیل کو عذاب دیا جاتا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۳۹۸، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۷۳ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی التوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مدینہ کی دجال اور طاعون سے حفاظت پر دیگر احادیث

قاضی عیاض نے کہا ہے: اس حدیث میں اہل سنت کی اس پر دلیل ہے کہ دجال موجود ہے اور امام احمد اور امام حاکم نے مدینہ کے ذکر میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ مدینہ میں دجال ان شاء اللہ داخل نہیں ہوگا جب بھی دجال مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے گا تو اس کو ہر دروازہ سے ایک فرشتہ ملے گا جو تلوار سونتے ہوئے ہوگا اور اس کو مدینہ میں داخل ہونے سے منع کرے گا یا روکے گا۔ (مسند احمد: ۱۲۵۱۷، المستدرک ج ۴ ص ۴۷۴)

نیز امام حاکم نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ دونوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اہلِ مدینہ کے لیے برکت نازل فرما۔۔۔ الحدیث، اور اس حدیث میں مذکور ہے: "سنو! فرشتوں نے مدینہ کو گھیرا ہوا ہے اور اس کے ہر دروازے پر دو فرشتے ہیں، ان میں سے ایک فرشتہ تلوار سونتے ہوئے ہوگا اور دوسرے کی تلوار میان میں ہوگی جو مدینہ کی حفاظت کرتے ہیں، مدینہ میں نہ طاعون داخل ہوگا اور نہ دجال"۔ (المستدرک ج ۴ ص ۵۸۵)

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان شاء اللہ فرمایا ہے یہ تبرک کے لیے فرمایا، یا اس کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف فرمایا ہے، یعنی مدینہ کی طاعون سے حفاظت کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف فرمایا ہے۔

شیخ ابن عثیمین نے کہا ہے: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے تبرک اور تحقیق کے لیے فرمایا ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۰۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۷۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ فَأُرِيدُ إِنْ شَاءَ اللهُ أَنْ أَخْتَبِيَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک دعا ہوتی ہے، پس میں ارادہ کرتا ہوں ان شاء اللہ کہ اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے چھپا کر رکھوں گا۔

(صحیح البخاری: ۶۳۰۴، ۷۴۷۴، صحیح مسلم: ۱۹۸، سنن ترمذی: ۳۶۰۲، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۷، مسند احمد: ۷۶۵۷، موطا امام مالک: ۴۹۲، سنن دارمی: ۲۸۰۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث اور حدیثِ سابق کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت لفظِ ان شاء اللہ کہنے میں ہے۔

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد القسطلانی التوفی ۹۱۱ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس دعا سے وہ دعا مراد ہے جس کا قبول ہونا قطعی تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ جس دعا کا قبول ہونا قطعی ہے میں اس دعا کو قیامت کے لیے بچا کر رکھوں گا تاکہ اس دن اپنی امت کی شفاعت کروں، اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے اور تمام امت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے کہ آپ نے ہمارا خیال رکھا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۱۶، دار الفکر، ۱۴۲۱ ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۷۴ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی التوفی ۱۴۲۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قیامت کی اس دعا کے قطعاً قبول ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے اوپر یہ فضل ہے کہ آپ نے اپنی قطعاً قبول ہونے والی دعا کو قیامت کے دن اس امت کی شفاعت کے لیے چھپا کر رکھا۔

یہاں پر یہ سوال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ کثرت دعائیں ہیں جو قبول کی گئیں، تو کیا یہ حدیث ان احادیث کے منافی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی دعائیں بھی قبول ہوئیں لیکن ان دعاؤں کے مقبول ہونے کی ضمانت نہیں دی گئی اور اس دعا کے مقبول ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضمانت دی گئی تھی، تمام لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں حالانکہ ان کا مرتبہ انبیاء علیہم السلام سے کم ہوتا ہے لیکن کسی کو بھی دعا کے قبول ہونے کی ضمانت نہیں دی جاتی اور ایک دعا کے قبول ہونے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ضمانت دی گئی تھی۔

(شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۰۳، مکتبۃ الطبری القاہرہ، ۱۴۲۹ ھ)

اگر نبی کی کوئی دعا اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نبی کو اس دعا سے منع فرما دیتا ہے

ایک حدیث میں مذکور ہے "کل نبی یجاب" ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے (سنن ترمذی: ۲۱۵۴)، لیکن ان کو اس دعا کے قبول ہونے کی ضمانت نہیں دی جاتی، نیز اللہ تعالیٰ اگر اپنے کسی نبی کی دعا کو قبول نہ کرنا چاہے تو نبی کو اس دعا کے کرنے سے روک دیتا ہے اور منع فرما دیتا ہے، اور یہ نہیں ہوتا کہ نبی دعا کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول نہ کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۗ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (ہود: ۴۶)

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: اے نوح! وہ آپ کے اہل سے نہیں ہے، بے شک اس کے نیک کام نہیں ہیں تو آپ مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کریں جس کا آپ کو علم نہیں ہے، بے شک میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں (تاکہ) آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیں ○

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو عذاب سے بچانے کے لیے دعا نہیں کی تھی لیکن ایسا موقع تھا کہ آپ اپنے بیٹے کو عذاب سے بچانے کے لیے دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا کے کرنے سے منع فرما دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اپنے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبیوں اور رسولوں کی دعاؤں کو مسترد فرمادے اور جس دعا کی مقبولیت اس کی حکمت میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ان کو اس دعا کے کرنے سے منع فرمادیتا ہے جیسے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس دعا سے منع فرمادیا ورنہ ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔

اسی طرح مسند احمد کی یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں چاشت کی نماز آٹھ رکعات پڑھیں، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: میں نے نماز پڑھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت اور اس سے ڈرنے کی تھی، میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا فرمادیں اور ایک چیز سے مجھے منع فرمادیا، میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ میری امت کو قحط سالی میں مبتلا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کردیا، اور میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میری امت کے اوپر ان کا دشمن غالب نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کردیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میری امت مختلف فرقوں میں تقسیم نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دعا سے روک دیا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۶، السنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۲۴۲، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۲۸، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۲۶، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۱۴)

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ "میری امت قحط سالی میں مبتلا نہ ہو" اس کا محمل یہ ہے کہ ساری امت قحط سالی سے ہلاک ہوجائے ورنہ اس امت پر قحط سالیاں تو آئی ہیں اور اب اپریل 2014ء میں تھرپارکر میں قحط آیا ہوا ہے۔

نیز اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ "میری امت پر دشمن غالب نہ ہو" اس کا محمل یہ ہے کہ میری پوری امت دشمن سے مغلوب ہوجائے اور ایسا کبھی نہیں ہوا اور نہ جزوی طور پر تو دشمن کا مسلم اقوام پر غلبہ رہا ہے جیسے فلسطین پر اسرائیل کا غلبہ ہے، برصغیر پر برطانیہ کا غلبہ رہا، کشمیر پر ہندوستان کا قبضہ ہے اور عراق پر امریکہ کا غلبہ رہا اور روس کا کئی مسلم ریاستوں پر غلبہ رہا ہے لیکن ایسا نہیں ہوا کہ تمام مسلم امت پر دشمن غالب ہوگیا ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو دعا اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس دعا کے کرنے سے روک دیتا ہے اور منع فرمادیتا ہے اور یہ نہیں کرتا کہ اپنے نبی کی دعا کو مسترد کردے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۴۷۵۔ حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيلٍ اللَّخْمِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلَى قَلِيبٍ فَنَزَعْتُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ أَنْزِعَ ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ أَخَذَهَا عُمَرُ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِي فَرِيَّهُ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ حَوْلَهُ بِعَطَنٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یسرہ بن صفوان بن جمیل اللخمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے اپنے آپ کو ایک کنویں میں دیکھا، پس میں نے اس کنویں سے پانی نکالا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا، پھر ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے یہ ڈول لے لیا اور ایک ڈول یا دو ڈول پانی نکالا اور ان کے نکالنے میں ضعف تھا اور اللہ ان کی مغفرت فرمائے، اس ڈول کو عمر نے لے لیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس وہ ڈول چھوٹے ڈول کے بجائے بڑا ڈول ہو گیا، پس میں نے کسی قوی و بہادر کو اس طرح ڈول پر ڈول نکالتے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ لوگوں نے ان کے چاروں طرف مویشیوں کے لیے باڑیں بنالیں۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۴، ۷۰۲۱، ۷۰۲۲، ۷۴۷۵، صحیح مسلم: ۲۳۹۲، مسند احمد: ۸۵۹۰)

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کم پانی نکالنا دیکھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زیادہ پانی نکالنا دیکھا اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں کمی مراد نہیں ہے

اس حدیث میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی مثال ہے اور لوگوں کے ان سے نفع اٹھانے کی مثال ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم صاحب امر تھے اور آپ نے اپنی مدتِ حیات میں قواعدِ اسلام کو مقرر کیا اور اسلام کی بنیاد رکھی اور اسلام کے اصول اور فروع کی وضاحت کی، پھر آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بطورِ خلیفہ مقرر ہوئے اور انہوں نے مرتدین کی جڑ کاٹ دی پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں اسلام کو بہت وسعت دی، پس مسلمانوں کے معاملات کو کنویں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ کنویں میں جو پانی ہے اس سے لوگوں کی حیات ہوتی ہے، اور مسلمانوں کے امیر کو کنویں سے پانی نکالنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق جو فرمایا ہے کہ ان کے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مرتبہ میں کمی مراد نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو ترجیح بیان فرمائی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت کم تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت زیادہ تھا اور لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ نفع اٹھایا اور اسلامی شہروں میں وسعت ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے یہ کلامِ عرب کے مطابق ہے اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی طرف اشارہ نہیں ہے اور نہ ان کے کسی گناہ کی طرف اشارہ ہے۔

(ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۱۶۔۵۱۷، دارالفکر، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۷۵ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کنویں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کم پانی نکالنے کی توجیہ

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے زیادہ فتوحات ہوئیں کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مرتدین کے ساتھ جنگ میں مشغول تھے اور ملک کے داخلی معاملات میں مشغول رہے اور ان کے زمانہ میں اتنی فتوحات نہیں ہو سکیں جتنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتوحات ہوئی تھیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے تاکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کوئی شخص ملامت نہ کرے اور بہ ظاہر اس نقص کا ازالہ ہو جائے جس کا نبی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔

اس حدیث میں الغرب کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے بڑا ڈول۔

نیز اس حدیث میں العبقری کا ذکر ہے، العبقری کا معنی ہے الجید القوی، یعنی جو عام لوگوں کی بہ نسبت غیر معمولی کام کرتا ہو۔ (شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۰۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۷۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا أَتَاهُ السَّائِلُ وَرُبَّمَا قَالَ جَاءَهُ السَّائِلُ أَوْ صَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اشْفَعُوا فَلْتُؤْجَرُوا وَيَقْضِي اللهُ عَلَى لِسَانِ رَسُولِهِ مَا شَاءَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل آتا اور بسا اوقات انہوں نے کہا: جب آپ کے پاس کوئی سائل آتا یا کوئی ضرورت مند آتا تو آپ فرماتے: اس کی سفارش کرو پس تم کو اجر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان پر جو چاہتا ہے وہ فیصلہ فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۳۲، ۶۰۲۷، ۶۰۲۸، ۷۴۷۶، صحیح مسلم: ۲۶۲۷، سنن نسائی: ۲۵۵۶، سنن ابوداؤد: ۵۱۳۱، مسند احمد: ۱۹۰۸۷)

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فیصلہ کا محمل

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ صحابہ حضور سے سفارش کریں اور اجر پائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ جو وحی نازل فرمائے گا آپ اس کے مطابق ان کی سفارش کے متعلق فیصلہ فرمائیں گے، یا اللہ تعالیٰ آپ کو الہام فرمائے گا اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ عنقریب کیا ہوگا اس کے متعلق آپ سفارش فرمائیں گے۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۱۷، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ)

سفارش کے مطابق عمل کا ضروری نہ ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کے متعلق سفارش کی جائے اس کو منظور کر لیا جائے، کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے فراق میں بہت زیادہ رنج میں روتے ہوئے دیکھا تو آپ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے سفارش کی کہ تم اس سے نکاح کر لو، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا آپ کا یہ حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں میں سفارش کرتا ہوں، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر نہیں، اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی رنج اور ملال نہیں ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کی سفارش رد کر دی جائے تو اس کو ملول خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

صحیح البخاری: ۷۴۷۶ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سفارش قبول کرنے اور قبول نہ کرنے کا محل

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سفارش کے مطابق عمل کرنا ضروری نہیں ہے اور سفارش اس وقت قبول کرنی چاہیے جب یہ معلوم ہو کہ اس سے عام لوگوں کو یا کسی خاص شخص کو ضرر نہیں ہوگا مثلاً کوئی سگریٹ نوش سگریٹ کی طلب میں کسی شخص سے پیسے مانگے تو دوسرا شخص اس کے لیے سفارش نہ کرے کیونکہ اس کے سگریٹ پینے سے اس کو بھی ضرر ہوگا اور اس کے دھویں سے دوسرے لوگوں کو بھی ضرر ہوگا، اسی طرح کوئی شخص کسی منصب کے لیے سفارش کرے اور جس کے لیے سفارش کرے وہ شخص عادتاً حرام خور ہو تو یہ خطرہ ہے کہ وہ اس منصب سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اور رشوت وغیرہ لے کر ناجائز اور غلط کام کرے گا تو ایسے شخص کی سفارش نہ قبول کی جائے اور جو شخص نیک اور صالح ہو اور اس سے کسی قسم کے غلط کام کا خطرہ نہ ہو تو اس کے لیے سفارش کرنا مستحب ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۰۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۷۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَقُلْ أَحَدُكُمُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ ارْزُقْنِي إِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزِمْ مَسْأَلَتَهُ إِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ لَا مُكْرِهَ لَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے: اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، اے اللہ! تو اگر چاہے تو مجھ پر رحم فرما، اے اللہ! تو اگر چاہے تو مجھ کو رزق عطا فرما، اور بندہ کو چاہیے کہ پورے وثوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اسے کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۳۳۹، ۷۴۷۷، صحیح مسلم: ۲۶۷۹، سنن ترمذی: ۳۴۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۴۸۳، مسند احمد: ۲۷۲۷، موطا امام مالک: ۴۹۴)

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے جزم اور عزم کے ساتھ دعا کی جائے

بندہ جب اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرے گا کہ اگر تو چاہے تو مجھے رزق دے، تو چاہے تو میری مغفرت فرما، تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما، تو اس انداز سے دعا کرنے سے یہ ظاہر ہوگا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی احتیاج نہیں ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے بے پرواہ ہے۔ بندہ بے نیاز اور بے پرواہ تو تبھی ہو سکتا ہے جب اس کو یہ یقین ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ نہیں دے گا تو وہ کسی اور سے لے لے گا لیکن جب بندہ کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دینے والا نہیں ہے تو وہ اس طرح دعا نہیں کرے گا بلکہ بندہ کا تو یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ دے یا نہ دے میں تو اسی سے مانگتا رہوں گا، کیونکہ میرے لیے اس کے سوا اور کوئی دینے والا نہیں ہے اگر اس در سے مجھے مسترد کر دیا جائے تو کوئی اور در نہیں ہے جہاں جا کر میں سوال کروں، اس لیے بندہ کو چاہیے کہ وہ پورے یقین اور عزم کے ساتھ اور حسنِ ظن کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور جب بندے اس سے گڑگڑا کر دعا کریں تو وہ رد نہیں فرماتا،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قرآن مجید میں ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً (الاعراف:۵۵) تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن:۶۰) تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارا رب تبارک وتعالیٰ حیاء دار کریم ہے، جب بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔ (سنن ابوداؤد:۱۴۸۸، سنن ترمذی:۳۵۵۶، سنن ابن ماجہ:۳۸۶۵، مسند احمد ج۶ ص ۴۲۴)

ہاں اگر کسی نے دعا کے بعد تبرک کے لیے ان شاء اللہ کہا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۱۸، مع اضافۃ المصنف، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرٌو حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما أَنَّهُ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسٰى أَهُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيُّ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هٰذَا فِي صَاحِبِ مُوسٰى الَّذِي سَأَلَ السَّبِيلَ إِلٰى لُقِيِّهِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَذْكُرُ شَأْنَهُ قَالَ نَعَمْ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ بَيْنَا مُوسٰى فِي مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ فَقَالَ مُوسٰى لَا فَأُوحِيَ إِلٰى مُوسٰى بَلٰى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوسٰى السَّبِيلَ إِلٰى لُقِيِّهِ فَجَعَلَ اللهُ لَهُ الْحُوتَ آيَةً وَقِيلَ لَهُ إِذَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ مُوسٰى يَتْبَعُ أَثَرَ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ فَتٰى مُوسٰى لِمُوسٰى ﴿أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَآ إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ ۡ وَمَآ أَنْسٰنِيهُ إِلَّا الشَّيْطٰنُ أَنْ أَذْكُرَهُ﴾ قَالَ مُوسٰى ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلٰٓى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوحفص عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا اور حُر بن قیس بن حصن الفزاری کا اس میں مباحثہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صاحب کون تھے کیا وہ حضرت خضر تھے؟ پس ان دونوں کے پاس سے حضرت ابی بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، سو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بلایا، پس انہوں نے کہا: بے شک میرا اور میرے اس ساتھی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس صاحب کے متعلق مباحثہ ہوا ہے جس سے ان کے ساتھ ملاقات کا سوال کیا تھا، کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے اس کے متعلق کچھ ذکر فرمایا؟ انہوں نے کہا: ہاں! بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے اس وقت ان کے پاس ایک مرد آیا، پس اس نے کہا: کیا آپ کو علم ہے کہ کوئی شخص آپ سے زیادہ علم والا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں! پس حضرت موسیٰ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا﴾ خَضِرًا وَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللّٰهُ۔

علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی: کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ملاقات کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو نشانی بنا دیا اور ان سے کہا گیا: جب آپ مچھلی کو گم پائیں تو واپس جائیں، پس بے شک عنقریب آپ ان سے ملاقات کریں گے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے نشان کو سمندر میں تلاش کرتے رہے، سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

''بھلا دیکھئے جب ہم اس چٹان کے پاس آ کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا، اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلا یا تھا'' (الکہف: ۶۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''یہی تو وہ چیز ہے جس کو ہم ڈھونڈ رہے تھے تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے''۔

(الکہف: ۶۴)

پس ان دونوں نے حضرت خضر کو پا لیا پھر ان کی شان سے وہ معاملہ ہوا جس کا اللہ تعالیٰ نے قصہ بیان فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۴، ۷۸، ۱۲۲، ۲۲۶۷، ۲۷۲۸، ۳۲۷۸، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۴۷۲۵، ۴۷۲۶، ۴۷۲۷، ۶۶۷۲، ۷۴۷۸، صحیح مسلم: ۲۳۸۰، سنن ترمذی: ۳۱۴۹، مسند احمد: ۲۰۶۰۶)

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا سبب

اس حدیث میں مذکور ہے ''فی ملاء من بنی اسرائیل'' یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے معززین یا ان کے عام لوگوں کی ایک جماعت میں کھڑے ہوئے تھے تو ایک مرد نے آ کر کہا: اے موسیٰ! کیا آپ کے علم میں کوئی ایسا شخص ہے جو آپ سے زیادہ علم والا ہو؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: نہیں! یعنی میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو مجھ سے زیادہ علم والا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاوحی'' یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ''کیوں نہیں! ہمارے بندے خضر ہیں جو آپ سے زیادہ علم والے ہیں، میں نے ان کو غیوب اور حوادثِ قدرت میں سے ان چیزوں کا علم عطا کیا ہے جن کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی بغیر بتلائے نہیں جانتے ہیں''۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے ''فسال موسیٰ السبیل'' یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے ملاقات کے راستہ کا سوال کیا۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''فجعل اللہ لہ الحوت آیۃ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک مردہ نمکین مچھلی کو علامت بنا دیا اور ان سے کہا گیا: اے موسیٰ! جب تم اس مچھلی کو گم پاؤ تو واپس جانا پس بے شک تم عنقریب خضر سے ملاقات کرو گے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''فکان موسیٰ یتبع اثر الحوت فی البحر'' یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں مچھلی کے نشان کو تلاش کر رہے تھے۔
اس حدیث میں مذکور ہے ''فقال فتی موسیٰ'' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد حضرت یوشع بن نون نے حضرت موسیٰ علیہم السلام سے کہا کہ جب ہم چٹان پر آرام کر رہے تھے یعنی جس چٹان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سو گئے تھے اس وقت وہ مچھلی مضطرب ہوئی اور سمندر میں کود گئی، پس بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور اس کا ذکر مجھے صرف شیطان نے بھلایا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اس مچھلی کے گم ہونے کو تو ہم تلاش کر رہے تھے کیونکہ اس مچھلی کا گم ہونا ہی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی علامت تھی، پس وہ دونوں واپس گئے، پس ان دونوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا اور یہ پورا قصہ سورۃ الکہف میں مذکور ہے۔
اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ''عنقریب آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے''۔
(ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۱۹، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۷۸ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق علماء کی آراء

لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، حضرت خضر علیہ السلام زندہ نہیں ہیں جیسا کہ شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے، کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ان پر واجب تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور آپ پر ایمان لاتے اور آپ کی اتباع کرتے، کیونکہ جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق سنا پھر وہ آپ پر ایمان نہیں لایا تو وہ اصحاب نار میں سے ہوگا۔
سوال: کیا حضرت خضر انبیاء میں سے نبی تھے؟
جواب: صحیح یہ ہے کہ حضرت خضر نبی نہیں تھے لیکن وہ ایسے اللہ کے بندے تھے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو معلومات پر مطلع فرمایا تھا تا کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ پتا چل جائے کہ وہ روئے زمین میں سب سے زیادہ علم والے نہیں ہیں اور ان کا علم حضرت خضر علیہ السلام سے زیادہ نہیں تھا ہر چند کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام سے افضل تھے۔
سوال: الکہف: ۸۲ میں مذکور ہے ''وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ'' (میں نے یہ کام اپنی طرف سے نہیں کیا) تو ہم اس کی کیسے توجیہ کریں گے جب کہ حضرت خضر راجح قول کی بناء پر نبی نہ ہوں؟
جواب: حضرت خضر علیہ السلام پر ان کاموں کے کرنے کا الہام کیا گیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کی طرف الہام کیا ہے، اللہ تعالیٰ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا ارشاد ہے:

وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ (النحل:۶۸) اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ وہ پہاڑوں میں، اور درختوں میں اور اونچے چھپروں میں گھر بنائے O

سوال: اللہ تعالیٰ نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی طرف بھیجا، کیا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عتاب تھا کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ وہی روئے زمین میں سب سے بڑے عالم ہیں؟

جواب: ہاں! یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ عزوجل کا عتاب تھا کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ وہ روئے زمین میں سب سے بڑے عالم ہیں۔

سوال: جو شخص یہ کہے کہ حضرت خضر علیہ السلام رسولوں سے افضل ہیں تو کیا اس کو کافر قرار دیا جائے گا؟

جواب: غالی صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ اولیاء انبیاء سے افضل ہوتے ہیں اور انبیاء رسولوں سے افضل ہوتے ہیں، کیونکہ رسول خدام ہوتے ہیں اور انبیاء نبوت سے ماخوذ ہوتے ہیں اور نبوت کا معنی ہے بلندی، تو نبی بلند ہوتا ہے اور رسول خادم ہوتا ہے اور خادم اور بلند میں بہت فرق ہوتا ہے۔

اور جو یہ کہتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام رسولوں سے افضل ہیں وہ جھوٹا ہے۔

سوال: جن علماء نے یہ کہا کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے، انہوں نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے:

اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ (الکہف:۶۵) جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اپنے پاس سے اس کو علم (لدنی) عطا کیا تھا O

نیز حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا "وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ۔۔۔ (الکہف:۸۲)" یعنی میں نے یہ کام اپنی طرف سے نہیں کئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کئے ہیں۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحمت فرمائے اگر وہ سکوت فرماتے یا اگر وہ صبر فرماتے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے معاملات میں سے اور امور کا ہم سے قصہ بیان فرماتا۔

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس علم تھا لیکن یہ تمام علم، علمِ نبوت نہیں تھا، حضرت خضر علیہ السلام کی کوئی امت نہیں تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ نبی ہیں اور نہ حضرت خضر علیہ السلام کا قرآنِ مجید میں انبیاء میں ذکر فرمایا گیا ہے، اور نبوت اپنے ثبوت میں کسی دلیل کی محتاج ہوتی ہے ایسی دلیل جس میں کوئی شک نہ ہو کیونکہ یہ عقیدہ ہے جب کوئی ایسی قوی دلیل ہو تو پھر ہم کہیں گے کہ وہ نبی ہیں اور میں پہلے یہ کہہ چکا ہوں کہ حضرت خضر علیہ السلام کو جو علم تھا وہ الہام تھا اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ اس انسان کو جو دلائل کی اتباع کرتا ہے اپنے پاس سے علم عطا فرماتا ہے جو بابِ کرامات میں سے ہے، اور یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں ان پر مدینہ میں ساریہ کو منکشف کر دیا گیا اور ساریہ عراق میں تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر منکشف کر دیا گیا کہ ان کی بیوی کے پیٹ میں ان کی ایک بیٹی ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کسی کو کرامت عطا فرماتا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۰۵۔۵۰۶، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق مصنف کی تحقیق اور شیخ ابن عثیمین پر تعاقب

حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق علماء کا اور محققین کا یہ اختلاف ہے کہ وہ اس وقت زندہ ہیں یا نہیں ہیں۔امام بخاری، حافظ ابن حجر عسقلانی اور مفسرین میں سے اکثر محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ نہیں ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں فرمایا تھا "جو لوگ اس وقت روئے زمین پر زندہ ہیں ایک سو سال کے بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا" (صحیح البخاری:۱۱۶، صحیح مسلم:۲۵۳۷، سنن ترمذی:۲۲۵۱، سنن ابوداؤد:۴۳۴۸، مسند احمد:۵۹۹۲)، اس حدیث سے امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ نہیں ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اگر حضرت خضر علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زندہ تھے تو ان پر واجب تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ پر ایمان لاتے اور آپ کی نصرت کرتے اور غزوات میں حصہ لیتے اور آپ کی مدافعت میں جنگ کرتے اور ایسا کچھ بھی منقول نہیں ہے، اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت زندہ نہیں تھے، اگرچہ بعض صوفیاء سے ایسی حکایات منقول ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی قطعی نہیں ہے، یہ سب ظنیات ہیں۔

رہا یہ کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی تھے، اس میں بھی علماء امت کا اختلاف ہے لیکن محققین کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے، کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بے قصور لڑکے کو قتل کر دیا تھا اور کسی بے قصور کو قتل کرنا حرامِ قطعی ہے اور الہام ایک ظنی دلیل ہے اور ظنی دلیل کی بناء پر کسی قطعی حکم کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے، اگر الہام کی وجہ سے کسی شخص کا دوسرے کو بے قصور قتل کرنا جائز ہو تو جو شخص چاہے جس کو قتل کر دے اور پھر کہے کہ مجھے الہام ہوا تھا کہ اس کو قتل کر دو، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جو فرمایا "وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ" اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں نے اپنے الہام سے یہ کام کیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ کام کیا اور مجھے یہ حکم اللہ تعالیٰ کی وحی سے معلوم ہوا، سو یہ حضرت خضر علیہ السلام کے نبی ہونے پر بہت قوی دلیل ہے، رہا ابن عثیمین کا یہ کہنا کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے تو ان کی امت کون تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر نبی کی امت کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ ایسے بھی نبی ہیں جن کے ساتھ امت کا کوئی فرد نہیں ہوگا، حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئی تھیں، پس نبی کے پاس اس کی امت گزرتی اور کسی نبی کے ساتھ ایک جماعت ہوتی، اور کسی نبی کے ساتھ دس امتی ہوتے اور کسی نبی کے ساتھ پانچ امتی ہوتے اور کوئی نبی تنہا گزرتا (یعنی اس کے ساتھ کوئی امتی نہ ہوتا)۔(صحیح البخاری:۶۵۴۱)

رہا یہ کہ ابن عثیمین نے کہا ہے کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام نبی ہوتے تو ان کا اللہ تعالیٰ نبیوں میں ذکر فرماتا حالانکہ قرآن مجید میں نبیوں میں ان کا ذکر نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے، انبیاء علیہم السلام تو ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور قرآن مجید میں تو صرف چند نبیوں کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (المومن:۷۸)

بے شک ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت رسول بھیجے، ہم نے ان میں سے بعض کے قصے آپ کے سامنے بیان کیے اور بعض قصے بیان نہیں کیے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لہٰذا شیخ ابن عثیمین نے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر جتنے اشکالات اٹھائے تھے ان سب کا جواب ہو گیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

۷۴۷۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ نَنْزِلُ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ يُرِيدُ الْمُحَصَّبَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، اور احمد بن صالح نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم ان شاءاللہ کل خیف بنو کنانہ میں ٹھہریں گے جہاں پر انہوں نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں، آپ نے المحصّب کا ارادہ فرمایا تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۳۸۸۲، ۴۲۸۴، ۴۲۸۵، ۷۴۷۹، صحیح مسلم: ۱۳۱۴، مسند احمد: ۷۵۲۶)

صحیح البخاری: ۷۴۷۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت لفظِ ان شاءاللہ میں ہے۔

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "خیف بنی کنانہ" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وادی المحصب کا ارادہ فرمایا تھا، یہ وادی مکہ اور منیٰ کے درمیان ہے۔ "الخیف" اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں جو پہاڑ کی بلندی سے ڈھلوان کی طرف آ رہی ہو اور پانی کے بہنے کی جگہ سے بلند ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "حیث تقاسموا علی الکفر" یعنی جب قریش نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں اور یہ حلف اٹھایا تھا کہ قریش بنو ہاشم اور بنو مطلب سے مناکحت نہیں کریں گے نہ ان سے خرید و فروخت کریں گے اور نہ ان کو مکہ میں رہنے دیں گے حتیٰ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے کر دیں اور انہوں نے اس کو ایک صحیفہ میں لکھ دیا اور اس کو کعبہ میں لٹکا دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۷۹، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قریش اور کنانہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حلف اٹھانے کا پس منظر اور پیش منظر

جب قریش کو یہ خبر پہنچی کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے اصحاب کی بہت تعظیم و تکریم کی تو ان پر یہ بہت دشوار گزرا اور وہ غضبناک ہوئے اور انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) قتل کر دیں، اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

انہوں نے بنو ہاشم کو ایک گھاٹی میں محصور کر دیا اور وہاں پر یہ مکتوب لکھا کہ بنو ہاشم سے نہ کوئی نکاح کرے گا نہ کوئی خرید وفروخت کرے گا اور نہ ان سے میل جول رکھے گا، اس صحیفہ کو منصور بن عکرمہ العبدری نے لکھا تھا، پھر اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۸۔۲۱۰)

شعب ابوطالب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو ہاشم کے محصور رہنے کی مدت

قریش نے یہ صحیفہ کعبہ کے جوف میں لٹکا دیا تھا اور انہوں نے بنو ہاشم کو نبوت کے ساتویں سال محرم میں شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین سال شعب ابی طالب میں محصور رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع فرمایا کہ ان کے اس صحیفہ کو دیمک کھا گئی ہے یعنی اس میں جو ظلم کرنے کی باتیں لکھی گئی تھیں ان کو دیمک کھا گئی اور جو اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر تھا وہ باقی رہ گیا، پھر ابوطالب نے کفار قریش سے کہا کہ بے شک میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے اور وہ ہرگز جھوٹ نہیں بولتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ کے اوپر دیمک کو مسلط کر دیا، اس میں جو بھی ظلم کی باتیں لکھی ہوئی تھیں ان کو دیمک نے چاٹ لیا اور اس میں صرف اللہ کا ذکر باقی رہ گیا، پس اگر میرا بھتیجا سچا ہے تو تم اپنے برے فیصلہ سے رجوع کر لو اور اگر وہ (بالفرض) جھوٹا ہے تو میں اس کو تمہارے حوالے کر دوں گا تا کہ تم اس کو قتل کر دو تو قریش نے کہا: آپ نے انصاف کی بات کی ہے، پس انہوں نے صحیفہ کی طرف اپنے بندے بھیجے تو وہ اسی طرح تھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، وہ صحیفہ ان کے ہاتھوں سے گر گیا اور وہ ندامت سے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے، پھر ابوطالب نے کہا: اب ہم کس وجہ سے ان کو اس گھاٹی میں محصور رکھیں جب کہ حقیقت واضح ہو گئی، پھر قریش نے ایک دوسرے کو اس پر ملامت کی جو ظلم انہوں نے بنو ہاشم کے ساتھ کیا تھا، پھر انہوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب سے کہا کہ آپ اب اپنے گھروں کو چلے جائیں سو وہ اپنے گھروں میں چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور بنو ہاشم کا شعب ابوطالب سے نکلنا نبوت کے دسویں سال میں ہوا تھا، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۱ ص ۳۲۷۔۳۲۹، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَاصَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَهْلَ الطَّائِفِ فَلَمْ يَفْتَحْهَا فَقَالَ إِنَّا قَافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ نَقْفُلُ وَلَمْ نَفْتَحْ قَالَ فَاغْدُوا عَلَى الْقِتَالِ فَغَدَوْا فَأَصَابَتْهُمْ جِرَاحَاتٌ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّا قَافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَكَأَنَّ ذٰلِكَ أَعْجَبَهُمْ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح البخاری: ۴۳۲۵، ۶۰۸۶، ۷۴۸۰، صحیح مسلم: ۱۷۷۸)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابوالعباس از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ طائف کا محاصرہ کیا، پس آپ نے طائف کو فتح نہیں کیا، سو آپ نے فرمایا: بے شک ان شاء اللہ ہم واپس چلے جائیں گے تو مسلمانوں نے کہا: ہم واپس چلے جائیں گے اور ہم نے ابھی طائف کو فتح نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: پس صبح کو قتال کرنا، پس انہوں نے صبح کی اور وہ زخمی ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کل ان شاء اللہ واپس جائیں گے تو صحابہ کو یہ بہت اچھا لگا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کی طرف رجوع کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھارہ دن تک اہلِ طائف کا محاصرہ کیا سو آپ نے طائف کو فتح نہیں کیا اور کتاب المغازی میں مذکور ہے: آپ نے ان سے مالِ غنیمت میں سے کوئی چیز حاصل نہیں کی تو آپ نے فرمایا: ہم ان شاء اللہ مدینہ واپس چلے جائیں گے، تو صحابہ نے کہا: ہم مدینہ واپس چلے جائیں گے اور ہم نے ابھی تک ان کے قلعہ کو فتح نہیں کیا ہے؟ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم صبح کے اول وقت میں ان سے قتال کرنا، پھر جب صبح ہوئی تو وہ زخمی ہو گئے کیونکہ اہلِ طائف نے بلند جگہ سے ان کے اوپر تیر مارنے شروع کر دیئے، صحابہ کے تیر ان تک نہیں پہنچتے تھے اور ان کے تیر بلندی کی وجہ سے صحابہ کی طرف پہنچ رہے تھے اور ان کا قلعہ فتح نہیں ہوا تھا، جب صحابہ نے یہ معاملہ دیکھا تو ان پر منکشف ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ واپس جانے کا فیصلہ کیا تھا وہ صحیح تھا۔

(ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۲۰، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۲۔ بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ (سبا: ۲۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کے پاس صرف اسی کی شفاعت نفع آور ہوگی جس کو وہ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا، حتیٰ کہ جب ان شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو (طالبینِ شفاعت ان سے) پوچھیں گے کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا تھا؟ وہ کہیں گے: حق فرمایا تھا اور وہ نہایت بلند، بہت بڑا ہے O

وَلَمْ يَقُلْ مَاذَا خَلَقَ رَبُّكُمْ

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: تمہارے رب نے کیا پیدا کیا۔

وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهٗ: مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرہ: ۲۵۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کرے"۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس باب میں اس آیت کو ذکر کرنے سے بلکہ پورے باب کو ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ فرشتے کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ اور یہ نہیں کہتے کہ تمہارے رب نے کیا پیدا کیا؟ یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کے قائل ہیں، اور اس آیت سے امام بخاری نے المعتزلہ اور الخوارج اور المرجئہ اور الجہمیہ اور النجاریہ کے رد کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ یہ فرقے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے یعنی مثلاً لوحِ محفوظ میں کلام کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خالق ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کے مسئلہ میں تین اقوال ہیں:

(۱) اہلِ حق کا قول یہ ہے کہ قرآن غیر مخلوق ہے اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور وہ کلام غیر منقسم ہے اور نہ اس میں تجزی ہے یعنی اس کے اجزاء اور ٹکڑے نہیں ہیں، یا وہ مخلوقین کے کلام کے مشابہ نہیں ہے۔

(۲) معتزلہ اور خوارج وغیرہ کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کو کسی چیز میں پیدا فرماتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے درخت میں اپنے کلام کو پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ (القصص: ۳۰)

پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں اس وادی کے دائیں کنارے پر برکت والی زمین کے ٹکڑے سے ایک درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ رب العلمین ہوں O

(۳) اللہ تعالیٰ کے کلام کے مسئلہ میں توقف کرنا واجب ہے، نہ یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہے اور نہ یہ کہا جائے کہ غیر مخلوق ہے، اور اس باب میں شفاعت کا ثبوت ہے۔

سبا: ۲۳ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ" یعنی جب فرشتوں کے دلوں سے خوف کو دور کر دیا گیا، اور فُزِّعَ باب تفعیل سے ہے اور اس کا خاصہ ہے ازالہ اور سلب، اور خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو گئی۔

نیز اس آیت میں ارشاد ہے "قالوا ماذا قال ربکم" یعنی فرشتوں نے کہا کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ اس میں یہ دلیل ہے کہ فرشتوں نے ایک قول کو سنا اور گھبراہٹ کی وجہ سے اس کے معنی کو نہیں سمجھا، نیز انہوں نے یہ کہا کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ اور یہ نہیں کہا کہ تمہارے رب نے کیا پیدا کیا ہے؟ تو فرشتوں نے کہا: حق فرمایا ہے اور حق ذات کی دو صفتوں میں سے ایک صفت ہے اور اللہ تعالیٰ پر حق کے علاوہ اور کوئی چیز جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کے کلام میں باطل کا ہونا جائز نہیں ہے۔

امام بخاری نے کہا: "مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ" (یعنی کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کرے)، علامہ ابن بطال نے کہا: اس میں اس آیت کے سببِ نزول کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ جب مشرکین نے کہا کہ بت اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری شفاعت کرنے والے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو شفاعت کریں گے وہ ملائکہ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں، اور وہ اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت کے متعلق اللہ تعالیٰ ان کو اجازت دے گا۔

بابِ مذکور کی پہلی تعلیق

امام بخاری نے بیان کیا:

وَقَالَ مَسْرُوْقٌ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: إِذَا تَكَلَّمَ اللّٰهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ أَهْلُ السَّمٰوَاتِ شَيْئًا، فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ وَسَكَنَ الصَّوْتُ عَرَفُوْا أَنَّهُ الْحَقُّ وَنَادَوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ۔

اور مسروق نے کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو تمام آسمان والے کچھ سنتے ہیں، پس جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اور آواز ساکن ہو جاتی ہے تو وہ جان لیتے ہیں کہ یہ حق کا ارشاد ہے،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور ایک دوسرے کو فرشتے ندا کرتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ فرشتے کہتے ہیں: اس نے حق فرمایا ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

اس تعلیق میں مسروق کا ذکر ہے، ان کا نام مسروق بن الاجدع الہمدانی الوادعی ہے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی کہ آسمان والے کوئی چیز سنتے ہیں اور امام ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ آسمان والوں نے آسمان میں ایسی آواز سنی جیسے زنجیر کو کسی چٹان پر مارا جائے اور ثوری کی روایت میں ہے: جیسے لوہے کو کسی چٹان پر مارا جائے، اور امام ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے: انہوں نے زنجیر کی آواز سنی، اور النواس بن سمعان نے کہا: جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو تمام آسمانوں میں لرزہ طاری ہوجاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف سے وہ کپکپانے لگتے ہیں، پس جب آسمان والے یہ آواز سنتے ہیں تو وہ بے ہوش ہوجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے سجدوں میں گر جاتے ہیں۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "عن قلوبھم" یعنی فرشتوں کے دلوں سے جب گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے اور خوف زائل ہوجاتا ہے"۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "وسکن الصوت" یعنی جب مخلوق کی آواز آسمان والوں کو سنانے سے خاموش ہوجاتی ہے، مخلوق کی آواز اس لیے کہا ہے کہ دلائلِ قطعیہ اس چیز پر قائم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام آواز سے منزہ ہے کیونکہ آواز حدوث کو مستلزم ہے، کیونکہ آواز ان موجودات میں سے ہے جو سیال اور غیر قار ہیں۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "ونادوا" یعنی تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ کہا گیا ہے کہ اس سوال کی کیا ضرورت ہے حالانکہ وہ سن رہے تھے۔

اس کا یہ جواب ہے کہ انہوں نے ایک قول کو سنا اور گھبراہٹ کی وجہ سے اس کا معنی نہیں سمجھا۔

امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل جب وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو آسمان والے آسمان کی ایسی آواز سنتے ہیں جیسے زنجیر کو کسی پتھر پر گھسیٹنے کی آواز ہوتی ہے تو وہ خوف زدہ ہوجاتے ہیں اور بے ہوش ہوجاتے ہیں وہ اسی حال میں ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آتے ہیں، پس جب حضرت جبریل علیہ السلام ان کے پاس آتے ہیں تو ان کے دل سے گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے اور وہ کہتے ہیں: اے جبریل! آپ کے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا ہے، پس فرشتے ندا کرتے ہیں حق حق۔

بابِ مذکور کی دوسری تعلیق

امام بخاری نے بیان کیا:

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُنَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: يَحْشُرُ اللهُ الْعِبَادَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يُنَادِيهِمْ بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مَنْ بَعُدَ كَمَا يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ: أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الدَّيَّانُ۔

جمع فرمائے گا، پھر ان کو ایسی آواز کے ساتھ ندا فرمائے گا جس کو دور والے بھی اس طرح سنیں گے جس طرح قریب والے سنتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں اور میں بہت زیادہ جزا دینے والا ہوں۔

باب مذکور کی دوسری تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

یہ تعلیق صیغہ تمریض یعنی مجہول کے صیغہ سے منقول ہے از حضرت جابر بن عبداللہ الصحابی الخزرجی الانصاری رضی اللہ عنہما جن سے بہ کثرت احادیث مروی ہیں، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنی بہ کثرت روایات اور سند میں عالی مرتبہ کے باوجود شام کی طرف چلے گئے اور وہاں حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حدیث کا سماع کیا، حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ بن سعد الجہنی العقبی الانصاری یہ حلیف تھے۔

اور علامہ ابن الملقن نے التوضیح میں لکھا ہے: اس حدیث کی الحارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں سند کے ساتھ روایت کی ہے، انہوں نے کہا ہے: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے ایک حدیث پہنچی، پس میں نے اونٹ کے اوپر سامانِ سفر باندھا اور پھر میں ان کی طرف چل پڑا، پس میں ایک مہینہ تک سفر کرتا رہا یہاں تک کہ شام پہنچ گیا تو وہاں پر حضرت عبداللہ بن اُنیس الانصاری تھے، انہوں نے اس حدیث کو طول کے ساتھ روایت کیا اور اس میں یہ ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ بلند آواز سے ندا کرے گا ایسی آواز سے جو مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس میں کیا راز ہے کہ یہ آواز خلافِ عادت ہے کیونکہ باقی آوازوں میں بھی قریب اور بعید کا فرق ہوتا ہے، پھر انہوں نے کہا: یہ اس لیے ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو کلام سنا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلام کو تمام جہات سے سنتے تھے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے "میں بادشاہ ہوں اور دیان ہوں" یعنی میرے سوا اور کوئی بادشاہ نہیں ہے اور میرے سوا اور کوئی جزا نہیں دے گا اور انہوں نے اس عبارت کو اس لیے اختیار کیا تاکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی سات صفات کی طرف اشارہ ہو: (۱) حیات (۲) علم (۳) ارادہ (۴) قدرت (۵) سمع (۶) بصر (۷) اور کلام، کیونکہ اللہ تعالیٰ از روئے قول اور فعل کے تمام کلیات اور جزئیات کی جزا دیتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ کلام کا ثبوت

علامہ المہلب المالکی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ۔۔۔ (سبا: ۲۳)" سے یہ استدلال کیا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کہ فرشتوں نے یہ نہیں کہا: تمہارے رب نے کیا پیدا کیا اور اس پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور یہ صفت ہمیشہ موجود ہے اور کبھی زائل نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوقین کے کلام کے مشابہ نہیں ہے، اس کلام میں حروف وغیرہ نہیں ہیں، اس کے برخلاف المعتزلہ نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی نفی کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کے فعل اور تکوین سے کنایہ ہے اور ایسا کلام عرب میں بہت عام ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ کوئی مرد اپنے ہاتھ کو حرکت دے کر کہتا ہے: میں نے اپنے ہاتھ سے اس طرح کہا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ کلام اسی وقت معقول ہوگا جب وہ اعضاء اور زبان سے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لیے اعضاء اور آلات جائز نہیں ہیں کیونکہ وہ جسم نہیں ہے، پس امام بخاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ان پر رد کیا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو فرشتے خوف زدہ ہوجاتے ہیں اور گھبراتے ہیں اور اپنے پر مارتے ہیں اور ان پروں سے ایسی آواز آتی ہے جیسے زنجیر کو چٹان پر مارا گیا ہو حتیٰ کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے تو وہ اپنے اوپر والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا کہا؟ اس میں یہ دلیل ہے کہ فرشتوں نے کلام سنا اور اپنی گھبراہٹ کی وجہ سے اس کا معنی نہیں سمجھے، پس انہوں نے کہا: تمہارے رب نے کیا کہا؟ اور یہ نہیں کہا کہ تمہارے رب نے کیا پیدا کیا؟ اور اس کو فرشتوں کے اس قول سے موکد کیا کہ فرشتوں نے کہا: حق، اور حق اللہ تعالیٰ کے کلام کی دو صفتوں میں سے ایک صفت ہے جو اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا کلام باطل نہیں ہوتا۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۴۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کے ثبوت پر دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ (النحل: ۴۰)

ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے متعلق ہمیں صرف یہ کہنا ہوتا ہے کہ ''ہوجا'' سو وہ ہوجاتی ہے ۝

پس اگر قرآن مخلوق ہوتا تو وہ لفظِ کُن کے ساتھ مخلوق ہوتا اور لفظِ کُن بھی اگر مخلوق ہوتا تو اس کے لیے ایک اور لفظِ کُن کی ضرورت ہوتی اور اگر وہ بھی مخلوق ہوتا تو اس کے لیے ایک اور لفظِ کُن کی ضرورت ہوتی اور یوں تسلسل لازم آتا۔

نیز اللہ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ (الرحمٰن: ۱۔۳)

رحمٰن نے ۝ (اپنے رسولِ مکرم کو) قرآن کی تعلیم دی ۝ انسان (کامل) کو پیدا کیا ۝

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو تعلیم کے ساتھ مخصوص کیا کیونکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے اور انسان کو تخلیق کے ساتھ مخصوص کیا کیونکہ انسان اس کی مخلوق اور مصنوع ہے اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ''خلق القرآن والانسان'' یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن اور انسان کو مخلوق کیا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (النساء: ۱۶۴) اور اللہ نے موسیٰ سے (بلا واسطہ) بہ کثرت کلام فرمایا O

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو کلام فرمایا وہ کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ متکلم کا کلام اس کے غیر کے ساتھ قائم ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (الشوریٰ: ۵۱) اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے ماسوا وحی کے یا پردے کی اوٹ سے، یا اللہ کسی فرشتہ کو بھیج دے پس وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے وہ وحی کرے، بے شک وہ بہت بلند، بے حد حکمت والا ہے O

پس اگر اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہوتا اور وہ کسی مخلوق میں ثابت ہوتا تو اس کلام کے ثبوت کے لیے ان شرائط کی ضرورت نہ تھی جو اس آیت میں مذکور ہیں، کیونکہ غیر اللہ کا کلام سننے کے لیے تمام مخلوق مساوی ہے لہٰذا جہمیہ کا یہ قول باطل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہے اللہ کے غیر میں، اور ان پر یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے درخت میں کلام پیدا کیا اور اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا، اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام کسی فرشتہ سے سنا یا ان سے افضل کسی نبی سے سنا یا اور اس سے لازم آئے گا کہ درخت اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے والا ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ (طٰہٰ: ۱۴) بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو آپ میری عبادت کیجئے۔

اور جب مشرکین نے قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا انکار کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح نقل فرمایا:

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (المدثر: ۲۴-۲۵) پھر کہا: یہ (قرآن) تو وہی جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا آیا ہے O یہ صرف بشر کا کلام ہے O

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے اس قول کو بطور انکار ذکر فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

قرآن مجید کے اللہ کے کلام ہونے پر اس آیت سے اعتراض کیا جاتا ہے:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (الحاقۃ: ۴۰) بیشک یہ قرآن ضرور رسول کریم (حضرت جبریل علیہ السلام) کا قول ہے O

اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ یہ قرآن حضرت جبریل علیہ السلام کا قول ہے تو پھر قرآن اللہ کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن کو رسول کریم یعنی حضرت جبریل سے حاصل کیا۔

اور اسی طرح یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا (الزخرف: ۳) بے شک ہم نے اس کتاب کو عربی قرآن بنا دیا O

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کا نام قرآن رکھا ہے۔

اسی طرح درج ذیل آیت سے اعتراض کیا جاتا ہے:

مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ (الانبیاء: ۲)

ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے وہ اس کو کھیل کود کے مشغلہ میں ہی سنتے ہیں۔

اس آیت میں اس نصیحت کے حادث ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ فی نفسہٖ وہ نصیحت حادث ہے بلکہ اس نصیحت کا ان تک پہنچنا حادث ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ کلام کے ثبوت میں ائمہ متقدمین کی تصریحات

امام احمد نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کفار کے سامنے سورہ روم پڑھی تو انہوں نے پوچھا: یہ تمہارا کلام ہے یا تمہارے پیغمبر کا کلام ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہ یہ میرا کلام ہے اور نہ میرے پیغمبر کا کلام ہے یہ تو اللہ کا کلام ہے۔ اس حدیث کی اصل سنن ترمذی میں ہے۔

نیز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کسی مخلوق کو حَکَم نہیں بنایا میں نے صرف قرآن کو حَکَم بنایا ہے۔

عمرو بن دینار وغیرہ نے کہا کہ ہمارے مشائخ یہ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔

اشاعرہ نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ذات کی صفت ہے اور ہمیشہ سے ہے اور یہ مخلوق نہیں ہے اور اس کا کلام اس کے علم کا غیر ہے اور اس کا علم بھی ہمیشہ سے ہے اور وہ مخلوق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام اس کے علم کا غیر ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے صرف کلامِ واحد ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کے متعلق بعض فرقوں کے نظریات

الجہمیہ اور بعض المعتزلہ اور بعض زیدیہ اور امامیہ اور بعض خوارج نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت اور قدرت سے بعض اجسام میں پیدا کیا جیسے درخت میں پیدا کیا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے کلام کیا، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود کلام نہیں فرماتا اگرچہ اس کی طرف مجازاً کلام کرنے کی نسبت کی جاتی ہے۔

اور المعتزلہ نے کہا: اللہ تعالیٰ حقیقتاً کلام کرتا ہے لیکن اس کلام کو اللہ تعالیٰ اپنے غیر میں پیدا کرتا ہے۔

شیخ ابن حزم نے "الملل والنحل" میں کہا کہ تمام اہلِ اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور اس پر اجماع ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دیگر کتب جو نازل کی گئیں اور جو صحیفے نازل کیے گئے وہ بھی اللہ کا کلام ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے اس سے استدلال کیا کہ دلائلِ قطعیہ اس پر قائم ہیں کہ مخلوق میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں ہے، پس جب کہ ہمارا کلام ہمارا غیر ہے اور مخلوق ہے تو واجب ہے کہ اللہ سبحانہٗ کا کلام اس کا غیر نہ ہو اور مخلوق نہ ہو۔

اور بعض حنبلیہ نے یہ کہا ہے کہ قرآنِ عربی اللہ کا کلام ہے اور اسی طرح تورات اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متکلم ہے، جب وہ چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کے حروف کے ساتھ کلام کیا اور ملائکہ اور انبیاء میں سے جس کو چاہا اپنی آواز

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ثانی اور انہوں نے کہا: یہ حروف اور آوازیں قدیم ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات کو لازم ہیں اور یہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے نہیں ہیں بلکہ یہ ہمیشہ سے اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور تعاقب اور آگے پیچھے ہونا مخلوق میں ہوتا ہے بخلاف خالق کے۔ اور جمہور سلف صالحین کا مختار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی حقیقت کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے اور صرف اس پر اقتصار کرنا چاہیے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے اور باقی مباحث میں سکوت کرنا چاہیے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۷۷۔۵۷۸، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۸۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا قَضَى اللهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ قَالَ عَلِيٌّ وَقَالَ غَيْرُهُ صَفْوَانٍ يَنْفُذُهُمْ ذَلِكَ فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ قَالَ عَلِيٌّ وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهَذَا قَالَ سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ عَلِيٌّ قُلْتُ لِسُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ لِسُفْيَانَ إِنَّ إِنْسَانًا رَوَى عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَرْفَعُهُ أَنَّهُ قَرَأَ فُرِّغَ قَالَ سُفْيَانُ هَكَذَا قَرَأَ عَمْرٌو فَلَا أَدْرِي سَمِعَهُ هَكَذَا أَمْ لَا قَالَ سُفْيَانُ وَهِيَ قِرَاءَتُنَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عکرمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ نبی ﷺ تک اس حدیث کو پہنچاتے ہیں، آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا آسمان میں ارادہ فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی کے اظہار کے لیے اپنے پروں کو اپنے بازوؤں پر مارتے ہیں، (اور ان سے ایسی آواز نکلتی ہے) جیسے پتھر پر زنجیر ماری گئی ہو، یہ علی بن عبداللہ مدینی نے کہا: اور ان کے علاوہ نے کہا: چٹان پر زنجیر کی طرح اللہ تعالیٰ اپنا حکم فرشتوں کو پہنچاتا ہے پھر جب فرشتوں کے دلوں سے خوف اور گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو فرشتے کہتے ہیں: اس نے حق فرمایا اور وہ بلند اور عظیم ہے۔

اور علی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہی حدیث۔

سفیان نے بیان کیا کہ عمرو نے کہا: میں نے عکرمہ سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، علی بن مدینی نے بیان کیا: میں نے سفیان سے کہا، انہوں نے بتایا: میں نے عکرمہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا: ہاں میں نے سفیان سے کہا، ایک انسان نے عمرو سے روایت کی از عکرمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پڑھا "فُرِّغَ" سفیان نے کہا: اسی طرح عمرو نے پڑھا ہے، پس میں خود نہیں جانتا کہ اسی طرح

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عمرو نے پڑھا ہے یا نہیں، سفیان نے کہا: ہماری قراءت یہی ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۷۰۱، ۴۸۰۰، ۷۴۸۱، سنن ترمذی: ۳۲۲۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۴)

صحیح البخاری: ۷۴۸۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یبلغ به النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام کا فیصلہ فرماتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خضعانا" حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: یہ مصدر ہے غفران کی طرح، علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ الخطابی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ خاضع کی جمع ہے اور یہ زیادہ اولیٰ ہے اور اس پر نصب بر بنائے حال ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "کانه" یعنی گویا کہ ان کے پروں کے مارنے سے جو آواز حاصل ہوئی وہ ایسی آواز ہے جیسے زنجیر کو کسی چٹان یا کسی چکنے پتھر پر مارا جائے، صفوان کا معنی چکنا پتھر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "قال علی" یہ علی بن المدینی ہیں جو حدیث کے راوی ہیں،

اس حدیث میں مذکور ہے "صفوان ینفذهم ذالك" یعنی سفیان یہ کہتے تھے کہ اس امر یا اس قول کو اللہ تعالیٰ ملائکہ کی طرف نافذ فرماتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۸۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ وَقَالَ صَاحِبٌ لَهُ يُرِيدُ أَنْ يَجْهَرَ بِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کی اتنی اجازت نہیں دی جتنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کو غنا کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے صاحب نے کہا: اس سے مراد ہے قرآن مجید کو جہر کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۰۲۳، ۵۰۲۴، ۷۴۸۲، ۷۵۴۴، صحیح مسلم: ۷۹۲، سنن نسائی: ۱۰۱۷، سنن ابوداؤد: ۱۴۷۳، مسند احمد: ۷۷۴۳، سنن دارمی: ۱۴۸۸)

صحیح البخاری: ۷۴۸۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ تعالیٰ کے اذن دینے کی تحقیق

اس حدیث میں یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مباح کر دیا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سننے کی اتنی اجازت دی ہے جتنی کسی اور چیز کو سننے کی اجازت نہیں دی۔

علامہ القرطبی نے کہا ہے: ''الأذن'' کا معنی یہ ہے کہ سننے والا اپنے کانوں کو اس جہت کی طرف متوجہ کرتا ہے جہاں سے آواز آرہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ معنی مراد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے حق میں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی تکریم فرماتا ہے اور اس کو ثواب عطا فرماتا ہے، کیونکہ یہ قرآن کو کان لگا کر سننے کا ثمرہ ہے۔

امام احمد اور امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے حضرت فضالہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اللہ تعالیٰ خوش آواز مرد سے قرآن کو بہت توجہ سے سنتا ہے۔

''یتغنّٰی'' کی تفسیر میں متعدد اقوال

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے: یتغنّٰی کی تفسیر میں چار اقوال ہیں:

(۱) خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا (۲) قرآن کی وجہ سے مستغنی ہونا (۳) امام شافعی نے کہا: رنج اور غم کے ساتھ پڑھنا (۴) قرآن پڑھنے میں مشغول ہونا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس میں ایک اور قول بھی ہے اور وہ ہے تلذذ، یعنی قرآن پڑھنے سے لذت حاصل کرنا جیسے اہل طلب غنا سے لذت حاصل کرتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۰۵۔۲۰۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۸۳۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ اللهُ يَا آدَمُ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ فَيُنَادٰى بِصَوْتٍ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرمائے گا: اے آدم! حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے: لبیك وسعدیك! پس اللہ تعالیٰ آواز کے ساتھ ندا فرمائے گا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنی اولاد میں سے ایک جماعت کو دوزخ کی طرف بھیجو۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۸، ۴۷۴۱، ۶۵۳۰، ۷۴۸۳، صحیح مسلم: ۲۲۲، مسند احمد: ۱۰۸۹۲)

صحیح البخاری: ۷۴۸۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے یہاں پر یہ حدیث اختصار سے روایت کی ہے، پوری حدیث اس طرح سے ہے:

امام بخاری حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدم! پس وہ کہیں گے: لبیك وسعدیك اور تمام خیر تیرے دونوں ہاتھوں میں ہے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دوزخ کی ایک جماعت کو نکالو، حضرت آدم عرض کریں گے: دوزخ کی ایک جماعت کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نوسوننانوے دوزخی ہیں، پس یہ وقت ہوگا جب بچے (خوف سے) بوڑھے ہو جائیں گے، اور "ہر حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے" (الحج:۲)، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس ایک میں سے ہم کتنے ہوں گے، تو آپ نے فرمایا: تم بشارت قبول کرو بے شک تم میں سے ایک مرد ہوگا اور یاجوج و ماجوج سے ایک ہزار ہوں گے، پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ تم اہلِ جنت کے چوتھائی ہو گے تو ہم نے آواز سے کہا: اللہ اکبر، پھر فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم اہلِ جنت کا تہائی ہو گے، پس ہم نے بلند آواز سے کہا: اللہ اکبر، پھر فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم اہلِ جنت کا نصف ہو گے تو ہم نے بلند آواز سے کہا: اللہ اکبر، پس آپ نے فرمایا: تم لوگوں میں ایسے ہو گے جیسے سفید بیل کی کھال میں ایک کالا بال ہوتا ہے یا کالے بیل کی کھال میں ایک سفید بال ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴۸، صحیح مسلم: ۵۳۱)

۷۴۸۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَبُّهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے کسی عورت پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر مجھے غیرت آئی، اور بے شک آپ کو آپ کے رب نے یہ حکم دیا کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں گھر کی بشارت دیں۔

(صحیح البخاری: ۳۸۱۶، ۳۸۱۷، ۳۸۱۸، ۵۲۲۹، ۶۰۰۴، ۷۴۸۴، صحیح مسلم: ۲۴۳۵، سنن ترمذی: ۳۸۷۵، سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۷، مسند احمد: ۲۵۱۳۰)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے رب نے حکم دیا اور حکم دینا صرف کلام سے متصور ہوتا ہے، سو اس حدیث میں اللہ سبحانہٗ کے کلام کرنے کا ثبوت ہے۔

۳۳۔ بَابُ: كَلَامِ الرَّبِّ مَعَ جِبْرِيلَ وَنِدَاءِ اللهِ الْمَلَائِكَةَ

رب تعالیٰ کا حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمانا اور اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو ندا فرمانا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمایا اور فرشتوں کو ندا فرمائی، اور اس باب میں بھی اللہ تعالیٰ کے کلام کا ثبوت ہے اور اس کلام کو حضرت جبریل اور فرشتوں کو سنانے کا ثبوت ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے کلام قدیم کو سنتے ہیں جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس کا کلام مخلوقین کے کلام کے مشابہ نہیں ہے کیونکہ وہاں پر کوئی حروف نہیں ہیں اور نہ تختی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ زبان سے اور ہونٹوں سے اور آلات سے ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا کلام سنائی دیتا ہے اور سمجھ آتا ہے اور اللہ سبحانہٗ کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنے کلام میں اعضاء اور آلات سے مدد حاصل کرے۔

بابِ مذکور کی تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ مَعْمَرٌ: وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ (النمل:٦) أَيْ يُلْقَى عَلَيْكَ، وَتَلَقَّاهُ أَنْتَ أَيْ تَأْخُذُهُ عَنْهُمْ وَمِثْلُهُ: فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (البقرہ:٣٧)

معمر نے بیان کیا: "وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ" اس کا معنی ہے: تم پر قرآنِ مجید کو القاء کیا جاتا ہے، اور تم ان سے اس کو حاصل کرتے ہو، یعنی تم پر قرآن مجید کو القاء کیا گیا ہے اور تم اس کو حاصل کرتے ہو، اسی کی مثل ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے۔

میں کہتا ہوں: ان چند کلمات کی متعدد تفاسیر ہیں، ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اپنی مغفرت کا سوال کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۸۱، دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۳ھ)

بابِ مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ معمر بن المثنیٰ ابوعبیدہ التیمی اللغوی ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ وہ خود ابوعبیدہ ہیں، اور بسا اوقات ذہن اس طرف سبقت کرتا ہے کہ وہ معمر بن راشد ہیں اور اس طرح نہیں ہے۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے، مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے روحانی طور پر وحی کو حاصل کرتے تھے اور اس وحی کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر القاء کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۳۲۔ ۲۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۸۵۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا نَادَى جِبْرِيلَ إِنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ يُنَادِي جِبْرِيلُ فِي السَّمَاءِ إِنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ وَيُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی اور وہ عبد اللہ بن دینار ہیں از والد خود از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو ندا کرتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، سو تو بھی اس سے محبت کر، پھر اس سے حضرت جبریل محبت کرتے ہیں، پھر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت جبریل آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے اور تم بھی اس سے محبت کرو، پھر اس بندے سے تمام آسمان والے محبت کرتے ہیں، پھر اس بندے کے لیے زمین والوں میں مقبولیت کو لکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری:۳۲۰۹،۶۰۴۰،۷۴۸۵، صحیح مسلم:۲۶۳۷،سنن ترمذی:۳۱۶۱،مسند احمد:۱۰۲۹۶،موطا امام مالک:۱۷۷۸)

صحیح البخاری:۷۴۸۵،کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی محبت اور زمین والوں کے لیے مقبولیت کا معنی

اللہ تعالیٰ کے کسی بندہ سے محبت کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے قریب کر لیتا ہے اور اس کو ثواب عطا فرماتا ہے،اور فرشتوں کے محبت کرنے کا معنی یہ ہے کہ فرشتے اس بندہ کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اس کے حق میں دعا کرتے ہیں۔

اور زمین والوں میں مقبولیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین والوں کے دلوں میں یہ چیز ڈال دیتا ہے کہ یہ بندہ اللہ عزوجل کا محبوب ہے،اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ زمین والوں سے مراد صالحین ہیں تمام مخلوق مراد نہیں ہے،اور اس کی موت کے بعد اس کا ذکرِ خیر اس کی حیات سے زیادہ ہوتا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۳۳،دارالکتب العلمیہ ،بیروت،۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری:۷۴۸۵،کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ،اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ ابو محمد بن ابی جمرہ نے کہا ہے:اس حدیث میں جو ارشاد ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے'' یہاں محبت سے مراد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر بہ کثرت احسانات فرماتا ہے تاکہ بندے اللہ تعالیٰ سے مانوس ہوں اور اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں میں مسرت اور خوشی کو داخل فرماتا ہے کیونکہ جب بندہ اپنے مالک سے یہ سنے گا کہ اس کا مالک اس سے محبت کرتا ہے تو اس کو بہت بلند خوشی حاصل ہوگی، پھر علامہ ابو جمرہ نے کہا:یہ کیفیت اسی بندۂ مومن کو حاصل ہوگی جس کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ کی طرف حسنِ مراجعت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝ (مومن:۱۳) اور صرف وہی لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں O

اور رہے وہ بندے جن کے دلوں میں رعونت ہوتی ہے اور شہوت غالبہ ہوتی ہے تو وہ صرف اس وجہ سے نیکی کی طرف رجوع نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں سے محبت رکھتا ہے اور ان پر احسانات فرماتا ہے،ان کو صرف ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ ہی برائی سے دور کر سکتی ہے۔

سب سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام سے کہا کہ آپ آسمان کے فرشتوں کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے،اس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں یہ بتانا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت بلند مرتبہ ہے جو دوسرے فرشتوں کا نہیں ہے، اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک اعمال خواہ فرض ہوں یا سنت ہوں ان پر اس حدیث میں ترغیب دی گئی ہے، کیونکہ جو بندے فرائض اور سنن کو باقاعدگی سے ادا کریں گے وہی اس کے مصداق ہوں گے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے محبت فرمائے، اور نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نافرمانیوں اور بدعات سے بہت زیادہ دور رہنا چاہیے کیونکہ نافرمانیاں اور بدعات کا ارتکاب اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہے چہ جائیکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۸۳۔ ۹۸۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۴۸۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں اور وہ عصر کی نماز میں اور صبح کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں، پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری ہے وہ اوپر چڑھتے ہیں، اللہ عزوجل ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان کے بارے میں زیادہ جاننے والا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ پس وہ کہتے ہیں: ہم نے ان کو چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۵۵، ۳۲۲۳، ۷۴۲۹، ۷۴۸۶، صحیح مسلم: ۶۳۲، سنن نسائی: ۴۸۵، مسند احمد: ۲۷۳۳۶، موطا امام مالک: ۴۱۳)

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کلام کرتا ہے اور ان سے سوال کرتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے صفتِ کلام ثابت ہے۔

(۲) فرشتے اوپر چڑھتے ہیں یعنی بندوں کے اعمال اللہ عزوجل کے سامنے پیش کرنے کے لیے اوپر جاتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ جو ان سے سوال کرتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟، یہ سوال فرشتوں پر حجت قائم کرنے کے لیے ہے کیونکہ فرشتوں نے کہا تھا کہ ابنِ آدم زمین میں خون ریزی اور فساد کرے گا، اب اللہ تعالیٰ ان سے اعتراف کراتا ہے کہ ہم جب بندوں کے پاس گئے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب واپس آئے تب بھی نماز پڑھ رہے تھے، گویا ان کا سارا وقت عبادت میں گزرتا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۲۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۴) میں کہتا ہوں کہ بندوں کو چاہیے کہ اپنا وقت عبادت میں گزاریں خصوصاً عصر کی نماز اور فجر کی نماز کے وقت میں، کیونکہ اس وقت میں دن کے فرشتے جا رہے ہوتے ہیں اور رات کے فرشتے آ رہے ہوتے ہیں تو دونوں وقت کے فرشتے بندہ کی عبادت کو لکھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ ان اوقات میں بندہ کسی گناہ میں مشغول ہو اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے جا کر یہ کہیں کہ جب ہم گئے تب بھی وہ گناہ کر رہا تھا اور جب ہم آئے تو تب بھی وہ گناہ کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ جو فرشتوں کے سامنے ابنِ آدم کی فضیلت ظاہر کرنا چاہتا تھا وہ نہ ہو سکے گی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۴۸۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ عَنِ الْمَعْرُورِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَبَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واصل از المعرور، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے، سو انہوں نے مجھے بشارت دی کہ جو شخص بھی اس حال میں مرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا: خواہ اس نے چوری کی ہو اور خواہ اس نے زنا کیا ہو؟ حضرت جبریل نے کہا: خواہ اس نے چوری کی ہو اور خواہ اس نے زنا کیا ہو۔

(صحیح البخاری: ۱۲۳۷، ۱۴۰۸، ۲۳۸۸، ۳۲۲۲، ۵۸۲۷، ۶۲۶۸، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۷۴۸۷، صحیح مسلم: ۹۴، سنن ترمذی: ۲۶۴۴، مسند احمد: ۲۰۹۰۵)

صحیح البخاری: ۷۴۸۷، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت

اس باب کا عنوان ہے: اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا، اور اس حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام کے بشارت دینے کا ذکر ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا کیسے ثابت ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بشارت اس وقت دی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو یہ خبر دی تھی تو اللہ تعالیٰ کا حضرت جبریل علیہ السلام سے کلام کرنا ثابت ہو گیا۔

تارکِ نماز کے مشرک ہونے کی بحث

جو علماء یہ کہتے ہیں کہ نماز کا تارک کافر نہیں ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ نماز کا تارک مشرک نہیں ہے سو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اس حدیث کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) ہم یہ نہیں مانتے کہ نماز کا تارک مشرک نہیں ہے بلکہ وہ مشرک ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: مرد اور اس کے شرک اور کفر کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

درمیان نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶)

(۲) ہم نے مان لیا کہ نماز کا ترک کرنا شرک نہیں ہے لیکن یہ دلیلِ عام ہے اور تارکِ نماز کے کفر کے دلائل خاص ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ عام کو خاص پر محمول کیا جاتا ہے۔

(۳) ہم کہتے ہیں کہ تارکِ نماز بھی مشرک ہے لیکن بہت سے شرک ظاہراً شرک نہیں ہوتے باطناً شرک ہوتے ہیں، اور شرک اس کے ساتھ مخصوص نہیں ہے کہ انسان بت کو سجدہ کرے یا یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور بھی اس جہان کا مدبر اور رب ہے اور خالق ہے بلکہ جب انسان اپنی خواہش کی پیروی کرے تو یہ بھی شرک ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ (الجاثیہ: ۲۳)

پس کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گم راہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا، پس اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے، تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے O

شیخ ابن عثیمین کی دلیلِ مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں: اگر اس آیت کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے تو یہ صرف تارکِ نماز کے ساتھ مخصوص نہیں رہے گی بلکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی نافرمانی کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکامِ شرعیہ کے بالمقابل اپنی خواہشات پر عمل کرے تو وہ بھی مشرک اور کافر قرار پائے گا حالانکہ اس کے تو شیخ ابن عثیمین بھی قائل نہیں ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ جو لوگ بتوں کی پرستش کرتے ہیں یا فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت عزیر کی پرستش کرتے ہیں تو انہوں نے اپنی خواہشات سے ان بتوں کو اپنا معبود بنالیا ہے اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کو اور فرشتوں کو اپنا معبود بنالیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے معبود ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں کی، سو یہ لوگ اپنی خواہشات سے شرک کرتے ہیں اور غیر اللہ کو معبود بناتے ہیں اور یہی لوگ گمراہ ہیں اور چونکہ تبلیغ کے باوجود یہ اپنی گمراہی سے باز نہیں آتے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور ان کے کانوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے، لہٰذا تارکِ نماز اس آیت کے عموم میں داخل نہیں ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ نماز کو ترک کرنا سخت گناہِ کبیرہ ہے، بعض ائمہ کے نزدیک ایسے شخص کو بطور حد کے قتل کر دیا جائے گا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک تارکِ نماز کو قید میں ڈال دیا جائے گا اور اس وقت تک قید سے رہا نہیں کیا جائے گا تاوقتیکہ وہ نماز پابندی سے پڑھنے نہ لگ جائے۔

ترکِ نماز اور ترکِ زکوٰۃ میں فرق کی توجیہ

سوال: اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم (شیخ ابن عثیمین حنبلی اور ان کے متبعین) نماز کے تارک کو کافر قرار دیتے ہیں اور زکوٰۃ کے تارک کو کافر قرار نہیں دیتے؟

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواب: امام احمد سے ایک روایت ہے کہ کل ارکانِ اسلام پانچ ہیں، جس نے ان ارکان کو ترک کیا وہ کافر ہے اور اس روایت کی بناء پر زکوٰۃ کا تارک بھی کافر ہے اور روزہ کا تارک بھی کافر ہے اور حج کا تارک بھی کافر ہے کیونکہ اسلام کی بنیاد ان پانچ چیزوں پر ہے، جب ان میں سے ایک چیز کو بھی ترک کر دیا تو اسلام کی بنیاد منہدم ہو گئی، لیکن صحیح یہ ہے کہ صرف تارکِ نماز کو کافر قرار دیا جائے گا جیسا کہ عبداللہ بن شقیق نے کہا ہے، حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاندی کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا چاندی کو گرم کر کے اس کے جسم کو تپایا جائے گا، پھر یا اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا یا دوزخ میں، یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والا کافر نہیں ہے کیونکہ اگر وہ کافر ہوتا تو اس کے لیے جنت کی کوئی سبیل نہ ہوتی۔

(شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۱۸۔۵۱۹، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

ترکِ نماز کے کفر نہ ہونے پر دلیل

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (النساء:۱۱۶)

بے شک اللہ اس کو نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو گناہ اس سے کم ہوگا اس کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

اور نماز کو ترک کرنا ہر چند کہ سخت کبیرہ گناہ ہے لیکن بہر حال شرک نہیں ہے، اس لیے امید کی جا سکتی ہے کہ اس کی بھی مغفرت ہو جائے گی اور اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، چاہے اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے کے بعد معاف فرمائے یا چاہے تو اس کو ابتداءً معاف فرما دے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

سستی کی وجہ سے نماز ترک کرنے والوں کی سزا کے متعلق فقہاء کے اقوال

جو شخص نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہو اور پھر اس نے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کر دیا ہو جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس کے حکم کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، پس جمہور متقدمین اور متاخرین کا قول یہ ہے جن میں امام مالک اور امام شافعی شامل ہیں کہ ایسا شخص کافر نہیں ہے بلکہ وہ فاسق ہے، پس اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ ہم اس کو قتل کر دیں گے جیسا کہ شادی شدہ زانی کو قتل کیا جاتا ہے لیکن اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا اور متقدمین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا اور یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، امام احمد بن حنبل سے بھی ایک یہی روایت ہے اور بعض اصحابِ شافعیہ کا بھی یہی مسلک ہے اور امام ابوحنیفہ اور اہلِ کوفہ کی ایک جماعت اور المزنی شافعی کا مذہب یہ ہے کہ نہ اس کو کافر قرار دیا جائے گا اور نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔

مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد الشوکانی التوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ سستی سے نماز کو ترک کرنے والا کافر ہے، اس کو قتل کر دیا جائے گا، کافر اس وجہ سے ہے کہ احادیث میں شارع علیہ السلام نے فرمایا: "بندہ اور کفر کے درمیان نماز کو ترک کرنے کا فرق ہے" (سنن ابوداؤد: ۴۶۷۸، سنن ترمذی: ۲۶۱۸)، اور اس کو قتل کرنے کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ وہ اس بات کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پس جب وہ یہ کام کرلیں گے تو مجھ سے اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو محفوظ کرلیں گے سوا ان کے جو اسلام کا حق ہے اور ان کا حساب اللہ عزوجل پر ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۵، صحیح مسلم: ۲۲)

اس حدیث میں ان لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا ہے اور لڑنا ان کو قتل کرنے کو مستلزم ہے، اس سے معلوم ہوا جو نماز نہ پڑھے اس کو قتل کردیا جائے گا۔ (نیل الاوطار ج ۱ ص ۴۱۰۔۴۱۱، دارالوفا ۱۴۲۱ھ)

شیخ شوکانی کے دلائل کا جواب

جس حدیث میں یہ ارشاد ہے "بندہ اور کفر کے درمیان نماز کو ترک کرنے کا فرق ہے" اس کا محمل یہ ہے کہ جو شخص نماز کے ترک کرنے کو جائز سمجھے تو وہ کافر ہو جائے گا یا اس کا معنی یہ ہے کہ نماز کے ترک کرنے کی اگر اس نے عادت بنالی تو یہ عادت اسے کفر تک پہنچا دے گی، اور تیسرا جواب یہ ہے کہ نماز کو ترک کرنا کفار کا فعل ہے یعنی ایسا شخص کفار کے فعل کے مشابہ ہو جائے گا۔

شیخ شوکانی نے سستی کی وجہ سے نماز کے ترک کرنے والے کو قتل کرنے کے متعلق اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی نہ دے اور نماز کو قائم نہ کرے اور زکوٰۃ کو ادا نہ کرے تو مجھے ان سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے"۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ جو تینوں کام نہ کرے ان سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے یعنی نہ توحید و رسالت کی گواہی دے اور نہ نماز قائم کرے اور نہ زکوٰۃ ادا کرے، نیز اس میں قتال کرنے کا حکم ہے ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اور سستی کی وجہ سے نماز ترک کرنے والے کو قتل نہ کرنے پر قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان مرد یہ شہادت دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، اس کو قتل کرنا تین میں سے ایک وجہ کے بغیر جائز نہیں ہے: (۱) جان کا بدلہ جان (۲) جو شادی شدہ زنا کرنے والا ہو (۳) جو دینِ اسلام سے نکل جائے اور جماعتِ مسلمین کو چھوڑ دے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۷۸، صحیح مسلم: ۱۶۷۶، سنن ترمذی: ۱۴۰۲، سنن نسائی: ۴۰۱۶، سنن ابوداؤد: ۴۳۵۲، سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۴، مسند احمد: ۳۶۱۴، سنن دارمی: ۲۲۹۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف قصاص یا شادی شدہ کے زنا کرنے اور دینِ اسلام سے ارتداد کرنے والے کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور جو ان میں سے کسی ایک کا مرتکب نہ ہو اس کے قتل کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے اور ظاہر ہے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کرنے والا ان تین وجوہات میں شامل نہیں ہے اور یہ حدیث بہت صحیح اور قوی ہے اور مستند کتبِ احادیث میں مروی ہے، اس لیے جس شخص نے سستی کی وجہ سے کسی وقت کی یا تمام نمازوں کو ترک کردیا اس کو نہ کافر قرار دیا جائے گا اور نہ اس کو قتل کرنا جائز ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کو سخت سزا دی جائے قید میں ڈال دیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک کہ وہ نماز کا عادی نہ ہو جائے، نیز جو شخص کھلم کھلا اور علانیہ نماز کو ترک کرتا ہو اور اگر کوئی شخص اس کو نماز پڑھنے کی تبلیغ اور تلقین کرے تو وہ اس پر برا مانتا ہو اور ملامت کرتا ہو تو اس شخص کے متعلق یہ خطرہ ہے کہ اس کے دل کے اوپر گمراہی کی مہر لگ جائے گی اور وہ ایمان پر خاتمہ سے محروم رہے گا، علاوہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

از یں تمام ممالک اسلامیہ میں بہ کثرت ایسے لوگ ہیں جو سستی کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے اور ہم نے نہیں دیکھا کہ غیر مقلدین نے یا ائمہ ثلاثہ کے مقلدین نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا ہو، خود ہمارے ملک پاکستان میں بے شمار غیر مقلدین میں سے بے نمازی ہیں اور غیر مقلدین علماء نے ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا، سو اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بے نمازی کو قتل کرنے کے معتقد ہیں وہ خود اپنے اس قول پر عمل نہیں کرتے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۳۴۔ بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ (النساء: ١٦٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے جو کچھ آپ کی طرف نازل فرمایا ہے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور فرشتے (بھی) گواہی دیتے ہیں

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ "اس نے قرآن مجید کو اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے" اس آیت سے قدریہ کے مسلک کا کوئی تعلق نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور ذاتِ قدیم کی صفت قدیم ہی ہوتی ہے، پس اللہ تعالیٰ نے جو قرآن کو نازل فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکلف بندوں کو اپنی کتاب کے معانی کو سمجھایا اور جو ان پر فرائض مقرر کیے ہیں ان فرائض کو بیان فرمایا اور قرآن کو نازل کرنا اس طرح نہیں ہے جیسا کہ اجسامِ مخلوقہ کو نازل کیا جاتا ہے جس سے ان کی حرکت اور ان کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ قرآن مجید جسم نہیں ہے اور نہ مخلوق ہے اور جن افعال کو حرکت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے وہ اجسام ہوتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام کے لیے اور اس کی جمیع صفات کے لیے محال ہے۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۰۲۔ ۵۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

بابِ مذکور کی تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

قَالَ مُجَاهِدٌ: يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ بَيْنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ وَالْاَرْضِ السَّابِعَةِ۔

مجاہد نے کہا: اللہ تعالیٰ کا حکم آسمانوں اور زمین کے درمیان نازل ہوتا ہے، ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک۔

۷۴۸۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ حَدَّثَنَا اَبُو اِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا فُلَانُ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَقُلِ اللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الہمدانی نے حدیث بیان کی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں! جب تم اپنے بستر پر جاؤ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنَّكَ إِنْ مُتَّ فِي لَيْلَتِكَ مُتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصَبْتَ أَجْرًا۔

تو یہ دعا کرو:

''اے اللہ! میں نے اپنی جان تجھے سونپ دی اور میں نے اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کر دیا اور میں نے اپنے معاملات تیرے حوالے کر دیے اور میں نے اپنی پشت کو رغبت اور خوف سے تیری طرف مفوض کر دیا، تیرے سوا کوئی ٹھکانا اور کوئی نجات کی جگہ نہیں ہے سوائے تیری طرف، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جس کو تو نے نازل کیا اور اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا'' پس بے شک اگر تم اس رات کو مر گئے تو دینِ فطرت پر مرو گے اور اگر تم نے صبح کی تو اجر پاؤ گے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۷، ۶۳۱۱، ۶۳۱۳، ۶۳۱۵، ۷۴۸۸، صحیح مسلم: ۲۷۱۰، سنن ترمذی: ۳۵۷۴، سنن ابوداؤد: ۵۰۴۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۷۶، مسند احمد: ۱۸۱۷۷، سنن دارمی: ۲۶۸۳)

صحیح البخاری: ۷۴۸۸، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رات کو سونے سے پہلے وضو کرنے کی حکمتیں

رات کو سونے سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے، کیونکہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے اور ہو سکتا ہے کہ رات کو اس کی وفات ہو جائے تو اس کے عمل کا خاتمہ وضو پر ہو، دوسری حکمت یہ ہے کہ جب بندہ وضو کر کے سوئے گا تو اس کے خواب سچے ہوں گے اور وہ نیند میں شیطان کے کھیلنے سے محفوظ رہے گا، اور کتنا بہتر ہے کہ اس کا خاتمہ باوضو ہو اور اللہ تعالیٰ سے دعا پر ہو جو کہ افضلِ اعمال ہے، اسی وجہ سے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اپنے آخری عمل میں وضو کرتے تھے اور دعا کرتے تھے اور اگر اس کے بعد کوئی اور بات کرتے تو پھر دوبارہ وضو کر کے سوتے تھے۔

جو شخص جنبی ہو اس کے لیے جنابت کے بعد وضو کر کے سونا زیادہ موکد ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان بھی باوضو ذکر کرتا ہوا سوئے پھر جب رات کو اٹھے اور اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی جس خیر کا بھی سوال کرے اللہ تعالیٰ اس کو وہ خیر عطا فرما دیتا ہے''۔ (سنن ابوداؤد: ۵۰۴۲)

نیز اس حدیث میں دائیں کروٹ پر سونے کا حکم دیا ہے، کیونکہ یہ بھی سونے کی سنت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں جانب اختیار کرنے کو پسند فرماتے تھے، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اس کا دل دائیں جانب معلق رہے تو اس پر نیند غالب نہیں ہوگی اور وہ جلدی بیدار ہو جائے گا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''جو شخص یہ دعا کرنے کے بعد اس رات کو فوت ہو گیا تو وہ دینِ اسلام پر فوت ہوگا''۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز حدیث صحیح میں ہے: ''جس کا آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا''۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۱۶، مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۳، الحاکم للمستدرک ج ۱ ص ۳۵۱)

علامہ قرطبی نے کہا ہے: جس شخص کا خاتمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر ہوا تو وہ جنتی ہو جائے گا، پھر ان دعائیہ کلمات کا کیا فائدہ ہوا؟۔ پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ جس کا خاتمہ کلمہ توحید پر ہوا وہ بھی دینِ فطرت پر فوت ہوا اور جس کا خاتمہ ان دعائیہ کلمات پر ہوا اس کا خاتمہ بھی دینِ فطرت پر ہوا لیکن پہلی فطرت المقربین کی ہے اور دوسری فطرت اصحاب الیمین کی ہے۔

(المفہم شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۳۹)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۴ ص ۵۳۵۔۵۳۸ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۸۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ وَزَلْزِلْ بِهِمْ زَادَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَالِدٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن دعا فرمائی: اے اللہ! کتاب کو نازل فرمانے والے، جلد حساب لینے والے (کفار کی)! جماعتوں کو شکست دے اور ان کے قدم اکھاڑ دے۔

اور الحمیدی نے یہ اضافہ کیا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۳، ۲۹۶۵، ۳۰۲۵، ۴۱۱۵، ۶۳۹۲، ۷۴۸۹، صحیح مسلم: ۱۷۴۲، سنن ترمذی: ۱۶۷۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۹۶، مسند احمد: ۱۸۶۲۸)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کفار کے خلاف شکست کی دعا کرنا جائز ہے۔

(۲) اس حدیث میں یوم الاحزاب مذکور ہے، اس سے مراد وہ دن ہے جب عرب کے تمام قبائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے جمع ہو گئے تھے۔

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے ''سریع الحساب'' یعنی اللہ تعالیٰ جو تمام مخلوقات سے بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجع، مقفیٰ دعا کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث میں آپ کی دعا کے جو الفاظ ہیں وہ بھی مسجع ہیں۔
اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے مطلقاً مسجع الفاظ کی مذمت نہیں کی بلکہ جیسے کاہن مسجع و مقفیٰ الفاظ بولتے ہیں ان کی مذمت فرمائی ہے، یا اس کی مذمت فرمائی ہے جو تکلف کے ساتھ ہم وزن الفاظ کو اپنی دعا میں لائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۴۹۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ هُشَيْمٍ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ﴿وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ قَالَ أُنْزِلَتْ وَرَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُتَوَارٍ بِمَكَّةَ فَكَانَ إِذَا رَفَعَ صَوْتَهُ سَمِعَ الْمُشْرِكُونَ فَسَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ حَتَّى يَسْمَعَ الْمُشْرِكُونَ ﴿وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ عَنْ أَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ ﴿وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا﴾ أَسْمِعْهُمْ وَلَا تَجْهَرْ حَتَّى يَأْخُذُوا عَنْكَ الْقُرْآنَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از ہشیم از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں فرمایا:

''اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے''(بنی اسرائیل:۱۱۰)

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپ کر نماز پڑھتے تھے، پس جب آپ آواز بلند کرتے اور مشرکین آپ کی آواز سنتے تو وہ قرآن مجید کو برا کہتے اور قرآن مجید کے نازل کرنے والے کو اور جو قرآن مجید لے کر آیا ہے ان سب کو برا کہتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے''(بنی اسرائیل:۱۱۰)

یعنی آپ بلند آواز سے نماز نہ پڑھیں حتیٰ کہ مشرکین سنیں اور نہ بہت پست آواز کے ساتھ نماز پڑھیں کہ آپ کے اصحاب قرآن کو نہ سنیں۔

''اور ان دونوں کے درمیان طریقہ اختیار کریں''(بنی اسرائیل:۱۰۰)

یعنی آپ ان کو قرآن سنائیں اور آواز بلند نہ کریں حتیٰ کہ وہ آپ سے قرآن مجید کی آیات کو حاصل کرلیں۔

(صحیح البخاری:۴۷۲۲، ۷۴۹۰، ۷۵۲۵، ۷۵۴۷، صحیح مسلم:۴۴۶، سنن ترمذی:۳۱۴۶، سنن نسائی:۱۰۱۱، مسند احمد:۱۵۶)

صحیح البخاری:۷۴۹۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انزال اور تنزیل کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے''انزلت'' یہ لفظ انزال سے ماخوذ ہے، انزال اور تنزیل میں فرق یہ ہے کہ انزال دفعةً واحدةً نازل کرنے کو کہتے ہیں اور تنزیل کا معنی ہے: قرآن مجید کی آیات کو تدریجاً واقعات اور مصلحتوں کے اعتبار سے نازل کرنا۔

آیت مذکورہ کے شانِ نزول میں دیگر روایات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت دعا کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تہجد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی نمازمیں بہت آہستہ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اپنی آواز کچھ بلند کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی آواز کو پست کریں، اور تیسری روایت یہ ہے کہ زیاد بن عبدالرحمن نے کہا کہ دن کی نمازوں کو بلند آواز سے نہ پڑھیں اور رات کی نمازوں کو پست آواز کے ساتھ نہ پڑھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۵۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ (الفتح: ۱۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وہ اللہ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں''

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ (الطارق: ۱۳): حَقٌّ

بے شک یہ (قرآن) (حق اور باطل میں) فیصلہ کرنے والا ہے، فصل کا معنی ہے: حق۔

وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ (الطارق: ۱۴) بِاللَّعِبِ

اور یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔ الھزل کا معنی ہے: کھیل کود۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: اس باب کے قائم کرنے سے وہی غرض ہے جو اس سے پہلے ابواب کی غرض ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کا ثبوت۔

الفتح: ۱۵ کی تفسیر یہ ہے کہ جب منافقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک کی طرف جانے سے پیچھے رہ گئے اور انہوں نے جھوٹے عذر پیش کیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جھوٹ کی خبر دے دی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھیں:

لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا۔ (التوبہ: ۸۳)

اب تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ جاسکو گے اور کبھی میرے ہمراہ دشمن سے قتال نہیں کرو گے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو یہ آیت سنادی اور ان کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانے کی طمع تھی اس کو منقطع کردیا، پھر جب منافقین نے ان فتوحات کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مہیا کی تھیں تو ان فتوحات اور مالِ غنیمت کی رغبت میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اور جب تم اموالِ غنیمت لینے کے لیے جاؤ گے تو عنقریب پیچھے کردیے جانے والے لوگ یہ کہیں گے: ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو، وہ اللہ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں، آپ کہیے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، اللہ نے اسی طرح پہلے فرمادیا ہے، پھر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(الفتح:۱۵) عنقریب وہ کہیں گے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، (یہ بات نہیں ہے) بلکہ وہ لوگ بہت کم سمجھتے ہیں O

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ منافقین آپ کے ساتھ جہاد کے لیے نہیں نکلیں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے کافی ایام تک جہاد میں ان کے ساتھ جانے کی طمع کو منقطع رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا (التوبہ:۸۳) اب تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ جاسکو گے اور کبھی میرے ہمراہ دشمن سے قتال نہیں کرو گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ (الفتح:۱۶) آپ ان پیچھے کردیئے جانے والے اعرابیوں (یعنی جو اللہ تعالیٰ کے کلام میں تبدیلی چاہتے تھے) سے کہیے کہ عنقریب تم کو سخت جنگ جو قوم (مرتدین اہل یمامہ) کی طرف بلایا جائے گا، تم ان سے قتال کرتے رہو گے حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے، پس اگر تم نے اس حکم کی اطاعت کرلی تو تم کو عمدہ اجر دیا جائے گا اور اگر تم نے روگردانی کی جس طرح اس سے پہلے روگردانی کرتے رہے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا O

ان اعرابیوں کو اہلِ یمامہ سے جنگ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بلایا تھا بلکہ آپ کے خلفاء میں سے کسی نے ان کو بلایا تھا، ایک قول یہ ہے کہ ان کو بلانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے ان اعراب کو مرتدین سے قتال کے لیے بلایا، دوسرا قول ہے کہ بلانے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے ان کو مشرکین سے قتال کے لیے بلایا۔

ان تمام احادیث میں اللہ تعالیٰ کے کلام کا ثبوت ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس صفت کا اللہ تعالیٰ سے جدا ہونا صحیح نہیں ہے، وہ ہمیشہ سے متکلم ہے اور ہمیشہ متکلم رہے گا۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۴۹۱۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: مجھے ابن آدم ایذاء پہنچاتا ہے، وہ دہر کو برا کہتا ہے اور میں خود دہر ہوں، میرے ہی ہاتھ میں معاملات ہیں، میں دن اور رات کو پلٹتا رہتا ہوں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۴۸۲۶، ۶۱۸۱، ۷۴۹۱، صحیح مسلم: ۲۲۴۶، سنن ابوداؤد: ۵۲۷۴، مسند احمد: ۷۲۰۴، موطا امام مالک: ۱۸۴۶)

صحیح البخاری: ۷۴۹۱، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال المالکی القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانے کا محمل

اللہ تعالیٰ کو ایذاء نہیں پہنچ سکتی، ایذاء اس شخص کو پہنچتی ہے جس کے اوپر حوادث الٹ پلٹ کر آتے ہیں اور وہ شخص عاجز ہوتا ہے اور بدلہ لینے سے قاصر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے منزہ ہے، پس واجب ہے کہ جس ایذاء کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اس کے رسولوں کو ایذاء پہنچانا ہے، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ابنِ آدم دہر کو برا کہہ کر میرے نبیوں اور رسولوں کو ایذاء پہنچاتا ہے، کیونکہ نبیوں اور رسولوں کو ایذاء پہنچانا دہر کے خالق کی طرف ایذاء پہنچانے کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ زمانہ کے حوادث کو پھیرتا رہتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اور میں خود دہر ہوں" یعنی میں دہر میں راحتوں اور تکلیفوں کو الٹتا پلٹتا رہتا ہوں جیسے ارشاد ہے کہ میرے ہاتھ میں ہی معاملات ہیں اور میں دن اور رات کو الٹتا پلٹتا رہتا ہوں، پس دن اور راتیں حوادث کا ظرف ہیں، پس جب تم دہر کو برا کہو گے حالانکہ دہر کچھ نہیں کرتا تو تمہارا یہ برا کہنا اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوگا۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۱۰۔۵۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۹۱ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اپنی ذات پر "دہر" کے اطلاق کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے "میں دہر ہوں" یعنی میں دہر کا مدبر ہوں، اور یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خود دہر ہے، کیونکہ جو لوگ دہر کو برا کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو برا کہنے کا ارادہ نہیں کرتے، وہ صرف یہ ارادہ کرتے ہیں کہ وہ دہر کو برا کہیں یعنی وقت کو اور زمانہ کو، پس تم دیکھو گے وہ سال کو برا کہتے ہیں کہ یہ نحوست کا سال ہے اور مہینہ کو برا کہتے ہیں کہ یہ منحوس مہینہ ہے اور دن کو برا کہتے ہیں کہ یہ منحوس دن ہے، اور اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ عزوجل نے بیان فرمایا کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ان کو برا کہنا در اصل ان کے مدبر کو برا کہنا ہے جو کہ خود اللہ عزوجل کی ذات ہے، رہی یہ مخلوقات تو یہ خود تدبیر نہیں کرتیں۔

(شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۲۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَأَكْلَهُ وَشُرْبَهُ مِنْ أَجْلِي وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ وَلِلصَّائِمِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ حِيْنَ يُفْطِرُ وَفَرْحَةٌ حِيْنَ يَلْقَى رَبَّهُ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ۔

خود اس کی جزا دوں گا، روزہ دار میری وجہ سے شہوت کے تقاضوں کو چھوڑتا ہے اور اپنے کھانے اور پینے کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے اور روزہ ڈھال ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی اس کو اس وقت ہوگی جب وہ روزہ افطار کرے گا اور ایک خوشی اس کو اس وقت ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا، اور ضرور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۹۴، ۱۹۰۴، ۵۹۲۷، ۵۹۲۷، ۷۴۹۲، ۷۵۳۸، صحیح مسلم: ۱۱۵۱، سنن ترمذی: ۷۶۴، سنن نسائی: ۲۲۱۶، سنن ابوداؤد: ۲۳۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۸، مسند احمد: ۷۶۳۶، موطا امام مالک: ۶۸۹)

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

روزہ کی خصوصیت کی توجیہ

اس حدیث میں فرمایا ''روزہ خاص میرے لیے ہے'' روزہ کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کی جو عبادت کی تو کسی نے اللہ کے غیر کے لیے روزہ نہیں رکھا، روزہ، روزہ داروں نے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے رکھا ہے، اس کے علاوہ مشرکین بتوں کو اور چاند اور سورج کو اور درختوں کو سجدہ تو کرتے رہے لیکن کسی نے ان معبودانِ باطلہ کے لیے روزہ نہیں رکھا۔

روزہ کی جزا دینے کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی توجیہ

اس حدیث میں فرمایا کہ ''میں خود روزہ کی جزا دوں گا'' اور یہ معلوم ہے کہ کریم جب خود عطا کرے تو وہ بہت عظیم چیز عطا کرتا ہے، اس میں اشارہ یہ ہے کہ روزہ کی جزا اللہ تبارک وتعالیٰ دوگنی چوگنی دے گا بغیر اس کے کہ اس کا شمار اور حساب کیا جا سکے۔

روزہ کے ڈھال ہونے کی توجیہ

یعنی روزہ دوزخ کی آگ سے ڈھال ہے اور روزہ دار دوزخ کی آگ سے محفوظ رہیں گے، یا دنیا میں روزہ نافرمانیوں کے لیے ڈھال ہے کیونکہ روزہ بندہ کی شہوت کو توڑ دیتا ہے اور اس کی قوت کو کمزور کر دیتا ہے، لہٰذا وہ دنیا میں نافرمانیوں سے باز رہے گا۔

(ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۳۵، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۹۲ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب انسان کے اوپر دوسروں کے حقوق ہوں تو قیامت کے دن اس کی نیکیوں کو لیا جائے گا اور جن کے حقوق ہیں ان کو وہ نیکیاں دے دی جائیں گی، تو جب کسی بندہ کی تمام نیکیاں لے لی جائیں گی اور اس کی نیکیوں میں سے صرف

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روزہ باقی رہ جائے گا تو وہ روزہ نہیں لیا جائے گا کیونکہ وہ روزہ اس نے صرف اللہ کے لیے رکھا ہے، یعنی روزہ رکھنے میں دکھاوا نہیں ہے بلکہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں خود اس کی جزا دوں گا اور اس کی حکمت بیان فرمائی کہ روزہ دار نے اپنی شہوت کے تقاضوں کو اور اپنے کھانے اور پینے کو میرے خوف کی وجہ سے چھوڑا تھا اور یہ بندہ کا اخلاص تھا، تو اس اخلاص کی جزا اس کو میں دوں گا۔

جمہور علماء کے نزدیک منی کے خروج سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ شہوت ہے۔

روزہ کو ڈھال فرمایا، کیونکہ ڈھال وہ چیز ہے جس کے ذریعہ سے دشمن کے تیروں سے بچا جاتا ہے، اسی طرح انسان دنیا میں روزہ کی وجہ سے جھوٹ بولنے سے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اور جہالت کے کاموں سے بچتا ہے اور آخرت میں روزہ کی وجہ سے دوزخ کی آگ سے بچتا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۲۴، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بَيْنَمَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا خَرَّ عَلَيْهِ رِجْلُ جَرَادٍ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ يَحْثِي فِي ثَوْبِهِ فَنَادَى رَبُّهُ يَا أَيُّوبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرَى قَالَ بَلَى يَا رَبِّ وَلَكِنْ لَا غِنَى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس وقت کہ حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل فرما رہے تھے تو ان کے اوپر بہ کثرت سونے کی ٹڈیاں گریں، وہ اس کو اپنے کپڑے میں پکڑنے لگے تو ان کو ان کے رب نے ندا کی: اے ایوب: کیا میں نے تم کو اس سے غنی نہیں کر دیا جس کو تم دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں اے میرے رب! لیکن میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری: ۲۷۹، ۳۳۹۱، ۷۴۹۳، سنن نسائی: ۴۰۹، مسند احمد: ۷۶۲۳)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث کے وارد کرنے سے غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ کلام کو ثابت کیا جائے کیونکہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے حضرت ایوب علیہ السلام سے ندا کرنے کا ذکر ہے اور نداء کرنا کلام ہے۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پچھلی امتوں میں بغیر کپڑے کے برہنہ غسل کرنا جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر ازار کے غسل کرنے سے منع فرما دیا تاہم تنہائی میں بغیر ازار کے غسل کرنا جائز ہے جہاں دوسرے لوگوں کے دیکھنے کا خطرہ نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اور آپ کی ازواجِ مطہرات کپڑے پہن کر غسل کرتے تھے یعنی ازار باندھ کر۔

۷۴۹۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كُلَّ لَیْلَةٍ إِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقَی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْآخِرُ یَقُوْلُ مَنْ یَدْعُوْنِیْ فَأَسْتَجِیْبَ لَهٗ مَنْ یَسْأَلُنِیْ فَأُعْطِیَهٗ مَنْ یَسْتَغْفِرُنِیْ فَأَغْفِرَ لَهٗ۔

بیان کی از ابن شہاب از ابوعبداللہ الاغراز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف اترتا ہے، جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے پس فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرے گا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ اور کون مجھ سے سوال کرے گا کہ میں اس کو عطا کروں؟ اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرے گا سو میں اس کی مغفرت کروں گا؟

(صحیح البخاری: ۱۱۴۵، ۶۳۲۱، ۷۴۹۴، صحیح مسلم: ۷۵۸، سنن ترمذی: ۳۴۹۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۱۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۶، مسند احمد: ۹۹۴۰، موطا امام مالک: ۴۹۶، سنن داری: ۱۴۷۹)

صحیح البخاری: ۷۴۹۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے آسمانِ دنیا کی طرف نزول کے متعلق شارحین حدیث کی توجیہات

یہ حدیث متشابہات کے باب سے ہے اور یا تو اس حدیث کے معنی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کر دیا جائے، یا اس میں یہ تاویل کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزول سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا فرشتہ نازل ہوتا ہے، اور صحیح ابن خزیمہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب فجر طلوع ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ عرش کی طرف چڑھ جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایسی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر کو یہ معلوم نہیں کہ جب حدیث متعدد ضعیف سندوں کے ساتھ مروی ہو تو پھر وہ حدیث قوی ہو جاتی ہے اور اس قسم کی احادیث کو صرف تسلیم کر لیا جائے اور ان کی مراد کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے، کیونکہ ان احادیث کا ظاہر اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور اگر ان میں تاویل کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نازل نہیں ہوتا اس کا فرشتہ نازل ہوتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی صفت کا انکار لازم آتا ہے اور سلامتی اس میں ہے کہ اس بحث میں سکوت کیا جائے اور اس کی مراد کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ کو آسمانِ دنیا پر نازل ہونے کا حکم دیتا ہے اور شیخ ابن حزم نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا میں کوئی فعل کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ دعا کی قبولیت کے لیے آسمان کو کھول دیتا ہے، اور یہ وہ ساعت ہے جس میں دعا کے قبول ہونے کا ظنِ غالب ہوتا ہے اور دوسری احادیث میں اللہ تعالیٰ کے عرش کی طرف چڑھنے کا بھی ذکر ہے، پس جس طرح نزول (اترنے) میں تاویل کی جاتی ہے اسی طرح صعود (چڑھنے) میں بھی تاویل کی جائے گی، اور سلامتی اس میں ہے کہ ان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

احادیث کو تسلیم کیا جائے اور اس کی مراد کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۳۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۴۹۴ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا کہ ہمارا رب تبارک و تعالیٰ ہر رات کو آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے تو اب اس میں تحریف کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوتا ہے یا اس کی رحمت نازل ہوتی ہے یا اس کے فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ نازل ہوتا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ نازل ہوتا ہے لیکن وہ کیسے نازل ہوتا ہے یہاں ہم ٹھہر جاتے ہیں اور کہتے ہیں: اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کیسے نازل ہوتا ہے، اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے سوال کرنا بدعت ہے، اور جب وہ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہو جاتا ہے تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ عرش خالی ہو گیا؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ سوال کرنا بھی بدعت ہے، کیونکہ اگر اس چیز کو جاننا دین میں ضروری ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے پہلے اس کو بیان فرما دیتے، نیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت کو جاننے میں بہت حریص تھے، انہوں نے یہ سوال نہیں کیا، اگر اس کا دین میں جاننا ضروری ہوتا تو صحابہ کرام ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھتے، کیونکہ صحابہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی جتنی تعظیم اور ادب تھا اتنا بعد کے لوگوں میں نہیں ہے۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے تو کیا اس کا یہ نزول اللہ تعالیٰ کی بلندی کے منافی ہے؟

تو ہم کہیں گے: نہیں کیونکہ اس کا عالی ہونا اس کا وصفِ لازم ہے اور وصفِ لازم میں تحول اور تغیر ممکن نہیں ہے، پس اگر کوئی کہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے لیے علو اور بلندی کو ثابت کرتے ہو تو وہ کیسے نازل ہوتا ہے تو ہم کہیں گے: اللہ تعالیٰ کا آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہونا اس کا کوئی معنی ہماری عقل میں نہیں آ سکتا، اور ہمارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم اس حدیث کو تسلیم کر لیں اگرچہ ہماری عقلیں اس کی کیفیت کو سمجھنے سے حیران ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۲۶۔۵۲۷، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۴۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ الاعرج نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم (دنیا میں) آخر ہیں اور آخرت میں سابق ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸، ۸۷۶، ۸۹۶، ۲۹۵۶، ۳۴۸۶، ۶۶۲۴، ۶۸۸۷، ۷۰۳۶، ۷۴۹۵، صحیح مسلم: ۸۵۵، سنن نسائی: ۱۳۶۷، مسند احمد: ۱۰۱۷۰)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کی دلیل ہے، اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فضیلت ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے قیامت کے دن آپ سب پر مقدم ہوں گے۔

۷۴۹۶۔ وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ اللهُ أَنْفِقْ أُنْفِقْ

اور اسی سند کے ساتھ یہ حدیث ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم خرچ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلَیْكَ۔ کرو میں تم پر خرچ کروں گا۔

(صحیح البخاری: ۴۶۸۴، ۵۳۵۲، ۷۴۱۱، ۷۴۱۹، ۷۴۹۶، صحیح مسلم: ۹۹۳، سنن ترمذی: ۳۰۴۵، سنن ابن ماجہ: ۱۹۷، مسند احمد: ۷۲۹۶، ۷۲۵۷، ۲۷۳۵۷)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کا ثبوت ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہی اس کا کلام ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ سلوک کریں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ویسا سلوک کرتا ہے، اگر لوگ ضرورت مندوں پر خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کے اوپر خرچ فرماتا ہے۔

۷۴۹۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ هَذِهِ خَدِيجَةُ أَتَتْكَ بِإِنَاءٍ فِيهِ طَعَامٌ أَوْ إِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ فَأَقْرِئْهَا مِنْ رَبِّهَا السَّلَامَ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از عمارہ از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: (پس حضرت جبریل نے کہا:) یہ حضرت خدیجہ ہیں، آپ کے پاس ایک برتن میں طعام لے کر آئی ہیں یا ایک برتن میں مشروب لے کر آئی ہیں، آپ ان پر ان کے رب کی طرف سے سلام پڑھیے اور ان کو اس گھر کی بشارت دیجئے جو کھوکھلے موتیوں سے بنا ہوا ہے، اس میں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ کوئی تھکاوٹ ہوگی۔

(صحیح البخاری: ۳۸۲۰، ۷۴۹۷، صحیح مسلم: ۲۴۳۲، مسند احمد: ۷۱۱۶)

صحیح البخاری: ۷۴۹۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال هذه خديجة اتتك" یعنی یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آپ کے پاس آئی ہیں، اس کلام کے کہنے والے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، اور کتاب المناقب میں یہ حدیث گزری ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس کہا: یا رسول اللہ! یہ خدیجہ ہیں جو آپ کے پاس آئی ہیں۔۔ الحدیث

اس حدیث میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اوپر اللہ تعالیٰ کے سلام پڑھنے کا ذکر ہے، اور سلام پڑھنا بھی کلام سے ہوتا ہے تو اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کا ثبوت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۹۸۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ قَالَ اللهُ أَعْدَدْتُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از حضرت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ جن کے متعلق کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا۔

(صحیح البخاری: ۳۲۴۴، ۴۷۷۹، ۴۷۸۰، ۷۴۹۸، صحیح مسلم: ۲۸۲۴، سنن ترمذی: ۳۱۹۷، سنن ابن ماجہ: ۴۳۲۸، مسند احمد: ۱۰۰۵۱، سنن دارمی: ۲۸۲۸)

صحیح البخاری: ۷۴۹۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "میں نے اپنے بندوں کے لیے نعمتیں تیار کی ہیں" اللہ تعالیٰ نے بندوں کی اپنی طرف اضافت فرمائی ہے اور یہ اضافت تشریف کے لیے ہے، اور بندوں سے مراد مخلص بندے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۴۹۹۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ أَنَّ طَاوُسًا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا تَهَجَّدَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ الْحَقُّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلٰهِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان الاحول نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو طاؤس نے خبر دی، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کی نماز کے لیے اٹھتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرے لیے ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے، اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمینوں کو قائم کرنے والا ہے، اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان میں ہے ان کا رب ہے، تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے، تیرا قول حق ہے اور تجھ سے ملاقات حق ہے، اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور نبی حق ہیں، اور قیامت حق ہے، اے اللہ! میں تیرے لیے ہی اسلام لایا اور تجھ پر ہی ایمان لایا اور تجھ پر ہی توکل کیا، اور میں نے تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیرے سبب سے جھگڑا کیا اور جھگڑے میں تجھ ہی کو حکم بنایا، سو تو میرے ان کاموں کی مغفرت فرما جو میں نے پہلے کیے اور جو میں نے بعد میں کیے اور جو میں نے چھپ کر کیے اور جو میں نے ظاہراً

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیے، تو میرا معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۲۰، ۶۳۱۷، ۷۳۸۵، ۷۴۴۲، ۷۴۹۹، صحیح مسلم: ۷۶۹، سنن ترمذی: ۳۴۱۸، سنن نسائی: ۱۶۱۹، سنن ابوداؤد: ۷۷۱، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۵، مسند احمد: ۳۴۵۸، موطا امام مالک: ۵۰۰، سنن داری: ۱۴۸۶)

اس حدیث کی شرح کتاب التوحید کے اوائل میں تفصیل سے گزر چکی ہے، یہاں امام بخاری نے اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے "تیرا قول حق ہے" اور اللہ تعالیٰ کا قول اس کے کلام کو مستلزم ہے، سو اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کا ذکر ہے۔

۷۵۰۰۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ الْأَيْلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا فَبَرَّأَهَا اللهُ مِمَّا قَالُوا وَكُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَلَكِنِّي وَاللهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللهَ يُنْزِلُ فِي بَرَاءَتِي وَحْيًا يُتْلَى وَلَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلَى وَلَكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللهُ بِهَا فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ الْعَشْرَ الْآيَاتِ۔

(صحیح البخاری: ۲۶۶۱، صحیح مسلم: ۲۷۷۰، مسند احمد: ۲۵۰۹۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عمر النمیری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن یزید الایلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عروہ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ سے سنا از حدیثِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں جب ان کے لیے تہمت لگانے والوں نے جو کہا سو کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر تہمت لگانے والوں سے ان کو بری کر دیا اور ہر ایک نے مجھے حدیث کا ایک جملہ بیان کیا جو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کر کے مجھے بیان کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم: مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میری براءت کے متعلق وحی نازل فرمائے گا جس کی قرآن میں تلاوت کی جائے گی اور میں اپنے آپ کو اس سے کم تر خیال کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسا کلام نازل فرمائے جس کی تلاوت کی جائے، لیکن میں یہ امید کرتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں کوئی خواب دیکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ میری براءت کو بیان فرما دے گا تو اللہ تعالیٰ نے "ان الذین جاؤا بالافک۔۔۔ الآیۃ"، دس آیات نازل فرمائیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں پر اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کا ذکر ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کا ثبوت ہے۔

۷۵۰۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَقُولُ اللّٰهُ إِذَا أَرَادَ عَبْدِي أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً فَلَا تَكْتُبُوهَا عَلَيْهِ حَتّٰى يَعْمَلَهَا فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا بِمِثْلِهَا وَإِنْ تَرَكَهَا مِنْ أَجْلِي فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ۔

سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ کوئی برا کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس کے اس برے کام کو اس وقت تک نہ لکھو جب تک کہ وہ اس پر عمل نہ کرلے، پس اگر وہ اس برائی کا عمل کرلے تو اس کی ایک برائی لکھ دو، اور اگر اس برے کام کو میرے خوف کی وجہ سے ترک کردے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو، اور جب وہ نیک کام کو کرنے کا ارادہ کرے اور اس نیکی پر عمل نہ کرے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو، اگر وہ اس نیکی کا عمل کرلے تو اس بندہ کے لیے اس نیکی کی دس مثلیں سات سو سے لے کر چودہ سو تک لکھ دو۔

(صحیح مسلم: ۱۲۹، سنن ترمذی: ۳۰۷۳، مسند احمد: ۹۰۷۰)

صحیح البخاری: ۷۵۰۱، کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا بیان

اس حدیث میں اللہ عزوجل کے اپنے بندوں کے اوپر فضل کا بیان ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بندہ کی برائی کو اس وقت تک نہیں لکھتے جب تک کہ وہ اس برائی کا ارتکاب نہیں کرتا، اگر بندہ اس برائی کا ارادہ کرے اور پھر اللہ کے خوف کی وجہ سے اس برے کام کے کرنے کو چھوڑ دے تو اس کی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے برے کام پر عمل کرنے کو ترک کر دیا، اور نیکی کا جب بندہ ارادہ کرے اور اس نیک کام کو نہ کرے پھر بھی اس کی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے، کیونکہ اس نے نیکی کے کرنے کا ارادہ کیا تھا، پس اگر وہ اس نیک کام کو کرلے تو اس کی نیکیاں دس سے لے کر سات سو اور پھر اس کو دگنا کر کے چودہ سو تک لکھ دی جاتی ہیں۔

جو شخص برائی کا ارادہ کرے پھر برائی کا ارتکاب نہ کرے اس کے تین حال

(۱) پہلا حال یہ ہے کہ بندہ برے کام کرنے کا ارادہ کرے پھر وہ اللہ عزوجل کے خوف کی وجہ سے اس برے کام کو ترک کردے جیسا کہ غار میں پھنسے ہوئے تین مردوں میں سے ایک مرد نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا پھر جب وہ اس کے ساتھ بدکاری کے لیے بیٹھا تو اس کے چچا کی بیٹی نے کہا: اے شخص! اللہ سے ڈر اور مہر کو صاحب حق کے سوا نہ توڑ! تو وہ مرد اپنے چچا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی بیٹی کے پاس سے کھڑا ہو گیا حالانکہ وہ اس کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب تھی، پس اس شخص نے اس برے کام کو اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ترک کیا تو اس کا یہ ترک کرنا ایک نیکی لکھا جائے گا، اور اس کا ترک کرنا بندہ پر جس قدر دشوار ہو گا اس کے حساب سے اس کا اجر لکھا جائے گا۔

(۲) کوئی شخص برائی کا ارادہ کرے اور پھر اس برائی کو چھوڑ دے نہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اور نہ کسی اور کے ڈر کی وجہ سے، لیکن اس کے دل میں جو برائی کا ارادہ تھا وہ زائل ہو گیا تو نہ اس کو کوئی ضرر ہو گا اور نہ کوئی نفع ہو گا۔

(۳) ایک شخص برائی کا ارادہ کرے لیکن اس برائی کے کرنے سے وہ عاجز ہو اس وجہ سے اس برے کام کو ترک کر دے، یعنی وہ یہ جان لے کہ وہ اس برے کام کے کرنے پر قادر نہیں ہو سکے گا، مثلاً کسی شخص نے چوری کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس نے جان لیا کہ حکومت کی طرف سے ایسے محافظین ہیں جو اس کو چوری نہیں کرنے دیں گے جب کہ اس شخص کا پورا ارادہ تھا کہ وہ چوری کرے گا، پس اس شخص کی ایک برائی لکھی جائے گی، لیکن اگر کوئی شخص چوری یا کسی اور برائی کے کرنے کا ارادہ کرے لیکن وہ اپنے عاجز ہونے کی وجہ سے اس برائی کو نہ کر سکے تو اس کے لیے اس برائی کا پورا پورا عذاب لکھا جائے گا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کرنے کے لیے گیا تو مجھے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ملے، پس انہوں نے کہا: تم کہاں کا ارادہ کر رہے ہو؟ میں نے کہا: میں اس مرد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی (جنگِ صفین میں) مدد کروں گا تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوٹ جائیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ مقابلہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں، میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے، پس مقتول (کے دوزخی ہونے) کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ بھی تو اپنے صاحب کے قتل پر حریص تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۱، صحیح مسلم: ۲۸۸۸، سنن نسائی: ۴۱۲۰، سنن ابوداؤد: ۴۲۶۸، سنن ابن ماجہ: ۳۹۶۵، مسند احمد: ۱۹۹۹۵)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص قتل کرنے کا عزم کرے اور بجائے اپنے صاحب کے قتل کرنے کے خود قتل ہو جائے تو اس کو بھی قتل کرنے کی سزا ملے گی کیونکہ اس نے برائی کا عزم کیا تھا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۳۲۔ ۵۳۳، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۵۰۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي مُزَرِّدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هَذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ فَقَالَ أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَذٰلِكِ لَكِ ثُمَّ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از معاویہ بن ابی مزرّد از سعید بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہو گیا تو رحم کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ! رحم نے کہا: یہ قطع رحم سے تیری پناہ مانگنے کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ جو تم سے رشتہ ملائے میں اس کے ساتھ رحم کو ملاؤں، اور جو تم سے رشتہ توڑے میں اس سے رحم کو منقطع

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾

کردوں، رحم نے کہا: کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس تمہارا یہی مقام ہے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

”تم سے یہ بعید نہیں ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنے رشتے توڑ ڈالو گے O“ (محمد: ۲۲)

(صحیح البخاری: ۴۸۳۰، ۴۸۳۱، ۴۸۳۲، ۵۹۸۷، ۷۵۰۲، صحیح مسلم: ۲۵۵۴، مسند احمد: ۷۱۶۷)

صحیح البخاری: ۷۵۰۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ”فرغ منه“ اس حدیث کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی مکمل تکمیل کر دی اور اللہ تعالیٰ کو ایک کام دوسرے کام کے کرنے سے مشغول نہیں کرتا۔

رحم کے کلام کرنے کی توجیہ

علامہ النووی نے کہا ہے کہ رحم جس سے تعلق کو ملایا جاتا ہے یا تعلق کو منقطع کیا جاتا ہے یہ معانی میں سے ایک معنی ہے، یہ کلام نہیں کرتا اور اس حدیث میں رحم کے کلام کرنے کا ذکر ہے، پس اس حدیث سے مراد رحم کی شان کی تعظیم ہے اور اس کی فضیلت ہے اور جو رحم کو ملائے اس کا ثواب اور جو رحم کو منقطع کرے اس کے عذاب کا بیان ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”مَه“ یہ کسی کو جھڑکنے اور ڈانٹنے کا کلمہ ہے، یا یہ کلمہ سوال کرنے کے لیے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”هذا مقام العائذ“ یعنی جو شخص رحم کے رشتوں کو منقطع کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحم کی بات کے جواب میں ارشاد فرمایا اور کسی کی بات کے جواب میں جو بات کہی جائے تو وہ کلام حادث ہوتا ہے، پھر علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا: جب دلائل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے تو اس کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحم کو سمجھایا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رحم کے کھڑے ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ”رحم کھڑا ہو گا“ اور سورۂ محمد میں یہ اضافہ ہے کہ رحم کو جسمانی ہیئت عطا کی جائے گی، پھر رحم کھڑا ہو کر رحمٰن کی ازار کو پکڑ لے گا اور یہ بھی تشبیہ اور استعارہ ہے کیونکہ جو پناہ طلب کرتا ہے وہ اس کے ازار کے پلو کو پکڑ لیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس سے فرمائے گا "مَه" یعنی "رُک جا" تو رحم زبانِ حال سے یا زبانِ مقال سے کہے گا اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ وہ زبان سے کلام کرے گا، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ جو اس سے تعلق جوڑے گا اللہ تعالیٰ اس سے تعلق جوڑے گا اور جو اس سے تعلق منقطع کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے تعلق منقطع کرے گا۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۴۱۔ ۵۴۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

یزید پر لعنت کرنے کی بحث

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ نے سورہ محمد: ۲۲ کی تفسیر میں لکھا ہے:

یزید نے رحم کے رشتوں کو منقطع کیا تھا اور محمد: ۲۲۔ ۲۳ میں فرمایا ہے: "تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تم کو زمین میں حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتے توڑ ڈالو گے O یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو ان کو بہرہ بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا O"

یزید نے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ پر ظلم کیا اور ان کو دھمکایا، اہلِ مدینہ کو قتل کیا اور ان کے اموال لوٹ لیے، مسجد نبوی میں گھوڑے باندھ لیے گئے اور تین دن تک اذان نہ ہو سکی اور سب سے بڑی قیامت یہ ہے کہ اس نے اہل بیت پر ظلم کیا اور حضرت حسین علیہ السلام کے قتل پر راضی ہوا اور ان کے گھر والوں کی اہانت کی اور یہ خبر تواتر سے ثابت ہے، اگرچہ اس کی تفاصیل اخبار احاد سے ثابت ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اور حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چھ شخصوں پر لعنت کرتا ہوں اور ہر نبی نے ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا مستجاب ہوتی ہے: (۱) جو اللہ کی کتاب میں زیادتی کرے (۲) جو اللہ کی تقدیر کا انکار کرے (۳) جو جبر سے لوگوں پر مسلط ہو جائے تا کہ ان کو عزت دے جن کو اللہ نے ذلیل کیا اور ان کو ذلیل کرے جن کو اللہ نے عزت دی (۴) جس کو اللہ نے حرام کیا اس کو حلال کرے (۵) اور میری اولاد پر ان کاموں کو حلال کرے جن کو اللہ نے حرام کیا (۶) اور میری سنت کو (بطورِ اہانت) ترک کرے۔ (سنن ترمذی: ۲۱۵۴، المستدرک ج ۱ ص ۳۶، مشکوٰۃ: ۱۹)

یزید کے متعلق اختلاف ہے، بعض کا قول یہ ہے کہ وہ مسلمان تھا اور اس نے اہلِ بیت کرام کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے وہ گنہگار ہوا لیکن اس وجہ سے اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا: وہ اسی طرح تھا لیکن اس پر لعنت کرنا مکروہ ہے یا بغیر کراہت کے جائز ہے، اور بعض نے کہا: وہ کافر ملعون ہے اور بعض نے کہا: اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور اس قول کا قائل یزید کے حامیوں کے سلسلہ میں منسلک ہے۔

(علامہ آلوسی لکھتے ہیں:) اور میں کہتا ہوں کہ میرا ظنِ غالب یہ ہے کہ وہ خبیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مصدِّق نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ کے حرم (کعبہ مکرمہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم (مدینہ) کے ساتھ اس کے افعال کا مجموعہ اور آپ کی عترتِ طیبہ طاہرہ کے ساتھ جو اس کا سلوک رہا اس سے اس کا اتنا ایمان بھی ظاہر نہیں ہوتا جتنا اس کا ایمان ہو جو قرآن مجید کو گندگی میں ڈال دے، اور میرا یہ گمان نہیں کہ اس کا حال اکابر مسلمانوں سے مخفی تھا لیکن وہ حضرات مجبور اور مقہور تھے اور صبر کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا، اور اگر مان لیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو وہ اتنے زیادہ گناہ ہائے کبیرہ کے ساتھ مسلمان تھا جن کا شمار بیان میں نہیں آ سکتا، اور میرا مذہب یہ ہے کہ اس جیسے شخص پر معین کر کے لعنت کرنا جائز ہے اور یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ فاسقوں میں اس کی کوئی مثال ہو سکتی ہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے اپنے افعال پر توبہ نہیں کی اور اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

اور ابن زیاد، ابن سعد اور ان کے متبعین بھی اسی کے ساتھ لاحق ہیں، اللہ تعالیٰ کی ان سب پر لعنت ہو اور ان کے انصار و اعوان پر اور ان کی جماعت پر اور قیامت تک جو بھی ان کی طرف مائل ہو ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، اور جو ان پر شخصی لعنت کرنے سے گریز کرتا ہو اس کو یوں کہنا چاہیے کہ جو شخص قتلِ حسین سے راضی ہوا اور جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عترتِ طاہرہ کو ناحق اذیت پہنچائی اور جس شخص نے ان کا حق غصب کیا، ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو، اور اب وہ یزید اور اس کے موافقین کے ساتھ صراحت کے ساتھ لعنت کرنے والا نہیں ہوگا اور ان الفاظ کے ساتھ لعنت کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہوگا سوائے علامہ ابوبکر بن العربی اور ان کے موافقین کے جیسا کہ ان سے منقول ہے وہ اس پر لعنت کرنے کو جائز نہیں کہتے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہوا اور یہ ایسی گمراہی ہے جو یزید کی گمراہی سے بھی بڑھ کر ہے۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۰۸۔۱۱۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: ہم علامہ آلوسی کی آخری عبارت سے سو فیصد متفق ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۵۰۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَالِحٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ مُطِرَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ قَالَ اللهُ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از صالح از عبید اللہ از زید بن خالد، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارش ہوئی تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: صبح کو میرے بندے اٹھتے ہیں، بعض میرا کفر کرنے والے ہوتے ہیں اور بعض مجھ پر ایمان لانے والے ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۸۴۶، ۱۰۳۸، ۷۱۴۴، ۷۵۰۳، صحیح مسلم: ۷۱، سنن نسائی: ۱۵۲۵، سنن ابوداؤد: ۳۹۰۶، مسند احمد: ۱۶۶۱۳، موطا امام مالک: ۴۵۱)

صحیح البخاری: ۷۵۰۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "مطر النبی ﷺ" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارش ہوگئی، ہم نے ذکر کیا ہے مطر کا لفظ رحمت میں بھی استعمال ہوتا ہے اور عذاب میں بھی، علامہ ہروی نے کہا ہے: عرب کہتے ہیں "مطرت السماء وامطرت" اور دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "اصبح من عبادی" اس کا بیان دوسری حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا: جس نے کہا: اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور کافر کا انکار کرنے والا ہے اور جس نے کہا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو وہ اس ستارے پر ایمان لانے والا ہے اور میرا کفر کرنے والا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ستاروں کو بارش کا سبب قرار دینے کی تفصیل

میں کہتا ہوں: اگر ستاروں کو مؤثر حقیقی مان کر کوئی شخص یہ کہے: ستاروں کی وجہ سے بارش ہوئی ہے پھر تو یہ کفر ہے، اور اگر ستاروں کو سبب قرار دے کر کہے تو یہ کفر تو نہیں ہے لیکن بغیر شرعی دلیل کے ستاروں کو بارش کا سبب قرار دینا گمراہی سے خالی نہیں ہے۔ اور جو مسلمان محکمہ موسمیات کی اطلاع کی بناء پر یا محکمہ موسمیات والے اپنے آلات کی روشنی میں پیش گوئی کرتے ہیں کہ فلاں دن بارش ہوگی تو اگر ان اطلاعات کو علامات کے درجہ میں مانا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۵۰۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللهُ إِذَا أَحَبَّ عَبْدِي لِقَائِي أَحْبَبْتُ لِقَائَهُ وَإِذَا كَرِهَ لِقَائِي كَرِهْتُ لِقَائَهُ۔

(سنن نسائی: ۱۸۳۵، مسند احمد: ۲۷۶۰۹، موطا امام مالک: ۵۶۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ مجھ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہوں، اور جب میرا بندہ مجھ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہوں۔

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد القسطلانی التوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "جب میرا بندہ مجھ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے"۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات سے مراد یہ ہے کہ بندہ دنیا سے دارِ آخرت کی طرف منتقل ہو اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو اجر ہے اس کو طلب کرے، اور اس سے مراد موت نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے، اور اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہو تو وہ یوں دعا کرے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا فرما۔

(صحیح البخاری: ۵۶۷۱، صحیح مسلم: ۲۶۸۰، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۸، سنن ترمذی: ۹۷۱، سنن نسائی: ۱۸۱۹، سنن ابن ماجہ: ۴۲۶۵، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱)

نیز ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے، پس جس شخص نے دنیا کو ترک کر دیا اور دنیا سے بغض رکھا اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے محبت رکھی اور جس نے دارِ آخرت کو ترجیح دی اور اس کی طرف مائل ہوا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات سے محبت رکھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اور اس کو انعام عطا فرمانے کا ارادہ فرماتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے "جب بندہ میری ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہوں"۔

اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے محبت کرنا موت کی تمنا کرنے کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے، اور یہ ممانعت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زندگی کے حال میں ہے لیکن جب آدمی موت کے فرشتوں کو دیکھتا ہے اور اس کو اخروی انعامات دکھائے جاتے ہیں اور اس وقت وہ موت کی تمنا کرتا ہے تو یہ ممانعت میں داخل نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔قرآن مجید میں ہے:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (یونس:٦٤)

ان کے لیے دنیا کی زندگی میں (بھی) بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔

اولیاء اللہ کے لیے دنیا میں بشارت کے متعلق یہ آیات ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿٣٢﴾

(حم السجدہ:٣٠۔٣٢)

بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر دائما قائم رہے، ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) نازل ہوتے ہیں کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھاO ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے مددگار ہیں اور آخرت میں (بھی)، اور تمہارے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا دل پسند کرے اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جس کو تم طلب کروO بہت بخشنے والے بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے مہمانی ہےO

علامہ زمخشری یونس:٦٤ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عطاء نے ''لهم البشریٰ'' کی تفسیر میں کہا کہ موت کے وقت ان کے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تتنزل علیهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة۔۔۔الآیة'' اور آخرت میں ان کی بشارت یہ ہے کہ فرشتے ان مسلمانوں سے ملیں گے اور ان کو کامیابی اور کامرانی کی بشارت دیں گے اور ان کے چہروں پر سفیدی دکھائی دے گی اور ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے۔(تفسیر الکشاف ص ٤٦٨، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٣٠ھ)

٧٥٠٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ قَالَ اللّٰهُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں''۔

(صحیح البخاری: ٧٤٠٥، ٧٥٠٥، ٧٥٣٧، صحیح مسلم: ٢٦٧٥، سنن ترمذی: ٣٦٠٣، سنن ابن ماجہ: ٣٨٢٢، مسند احمد: ٧٤٢٣)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٧٤٠٥ میں گزر چکی ہے۔

٧٥٠٦۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَإِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوهُ وَاذْرُوا نِصْفَهُ فِي الْبَرِّ وَنِصْفَهُ فِي الْبَحْرِ فَوَاللهِ لَئِنْ قَدَرَ اللهُ عَلَيْهِ لَيُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا لَا يُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ فَأَمَرَ اللهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِيهِ وَأَمَرَ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِيهِ ثُمَّ قَالَ لِمَ فَعَلْتَ قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ فَغَفَرَ لَهُ۔

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مرد جس نے نیکی کا کوئی کام بالکل نہیں کیا تھا (اس نے کہا:) پس جب وہ مر جائے تو اس کو جلا دینا اور اس کی آدھی راکھ خشکی میں اور آدھی راکھ سمندر میں بکھیر دینا، پس اللہ کی قسم! اگر اللہ اس پر قادر ہوا تو اس کو ضرور ایسا عذاب دے گا جیسا عذاب وہ جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دے گا، پس اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا تو اس نے اس کی تمام راکھ کو جمع کر لیا اور خشکی کو حکم دیا تو اس نے بھی اس کی تمام راکھ کو جمع کر لیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس مرد سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا تھا؟ اس نے کہا: تیرے خوف کی وجہ سے اور تو زیادہ بہتر جاننے والا ہے، سو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

(صحیح البخاری: ۳۴۸۱، ۷۵۰۶، صحیح مسلم: ۲۷۵۶، سنن نسائی: ۲۰۷۹، سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۵، مسند احمد: ۷۵۹۱، موطا امام مالک: ۵۶۸)

صحیح البخاری: ۷۵۰۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کا جواب کہ جو مرد اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے کیسے بخش دیا؟

جس مرد کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ بنی اسرائیل میں کفن چور تھا، اس نے مرتے وقت یہ نصیحت کی کہ جب وہ مر جائے تو اس کو جلا دیا جائے اور آدھی راکھ خشکی میں بکھیر دی جائے اور آدھی راکھ سمندر میں بہا دی جائے، پھر اس نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ اس مرد پر قادر ہوا تو اس کو ضرور ایسا عذاب دے گا جیسا عذاب اس نے کسی کو نہیں دیا تھا۔

اشکال یہ ہے کہ اگر وہ مرد مومن تھا تو اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ اس نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ قادر ہوا تو، اور اگر وہ مرد کافر تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش کیسے دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس مرد نے جو کہا تھا "لئن قدر" اس کا معنی ہے "لَئِن قدّر" یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے عذاب دینے کو مقدر کر دیا ہے یا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب دینے کا فیصلہ کر لیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس نے یہی کہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دینے پر قادر ہوا لیکن چونکہ وہ اس وقت بہت پریشان تھا اس لیے اپنے مدعا کو صحیح الفاظ سے بیان نہیں کر سکا اور اس کا مدعا یہی تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے عذاب دینے کو مقدر کر دیا ہے تو وہ اتنا عذاب دے گا جتنا کسی کو نہ دیا ہو گا، سو اس نے یہ الفاظ دہشت کی کیفیت میں کہے یا غلبۂ خوف سے کہے یا اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے غافل تھا یا اللہ تعالیٰ کی صفات سے جاہل تھا،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یا اس بات سے جاہل تھا کہ ایسا کہنا کفر ہے یا وہ اس زمانہ میں تھا کہ جس زمانہ میں صرف اللہ تعالیٰ کو واحد مان لینا نجات کے لیے کافی تھا، یا ان کی شریعت میں یہ مقرر تھا کہ اللہ تعالیٰ کافر کو بھی معاف فرما دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۴۴۔ ۲۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۵۰۶، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''اس مرد نے کوئی نیکی کا کام بالکل نہیں کیا تھا'' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان اپنے عمل کے سبب سے جنت میں داخل نہیں ہوتا جب تک اللہ کی رحمت اس کو ڈھانپ نہ لے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ٹھیک کام کرو اور صحت کے قریب کرو اور بشارت لو، کیونکہ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی؟ آپ نے فرمایا: اور نہ میں، سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت اور رحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۶۷، صحیح مسلم: ۲۸۱۸، مسند احمد: ۲۴۴۲۰)

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان اپنی وصیت کرنے میں حسنِ نیت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائے گا کیونکہ اس مرد سے جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تم نے ایسی وصیت کیوں کی ہے تو اس نے کہا: اے میرے رب تیرے ڈر کی وجہ سے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات سے جہالت کفر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صفات کی کنہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، اسی وجہ سے بعض متقدمین نے کہا ہے کہ تم کنواری عورتوں کے دین پر رہو، کیا تم دیکھتے ہو کہ کنواری عورتیں اللہ تعالیٰ کی صفات کی حقیقت کو جانتی ہیں۔

(۴) اور جو شخص موت کے وقت ڈر رہا ہو تو اس کے احوال خوف کی زیادتی کی وجہ سے مختلف ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات وہ ایسی بات کہتا ہے جو اس کا عقیدہ نہیں ہوتی اور جس کا یہ حال ہو اس کو ایمان سے نکالنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جو اس نے کہا وہ اس کا دیناً اور شرعاً اعتقاد نہیں تھا۔

مومن ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفات کے علم کا شرط نہ ہونا

(۵) اگر اللہ تعالیٰ کی بعض صفات سے جہالت کی وجہ سے کسی کو کافر قرار دیا جائے تو عام لوگوں کا کافر ہونا لازم آئے گا، کیونکہ تم ان میں سے ایسے لوگوں کو نہیں تلاش کر سکتے جو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذات کو اور اس کے احکام کو جانتے ہوں، اور اگر تم لوگوں سے یہ سوال کرو کیا: اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے یا اللہ تعالیٰ کا علم ہے یا اس کی سمع ہے یا بصر ہے یا ارادہ ہے اور کیا اس کی قدرت ہر اس چیز کے ساتھ متعلق ہے جس کے ساتھ اس کا علم متعلق ہے تو لوگ اس جواب کی حقیقت کو نہیں پا سکتے، اور اگر اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کی جہالت کی بناء پر کفر کا حکم لگایا جائے تو تمام عام لوگوں پر کفر کا حکم لگایا جائے گا اور اکثر خاص لوگوں پر بھی اور یہ محال ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایمان کے ثبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفات کے علم کی شرط نہ ہونے پر دلیل

اور ہمارے اس قول پر دلیل یہ حدیث ہے:

امام مالک اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک باندی تھی جو میری بکریاں چراتی تھی، پس میں اس کے پاس آیا اور میں نے بکریوں میں سے ایک بکری گم پائی، میں نے اس سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: اس کو بھیڑیا کھا گیا تو مجھے اس پر افسوس ہوا اور میں بھی بنو آدم میں سے ہوں، میں نے اس کے چہرہ پر تھپڑ مارا اور مجھ پر ایک غلام کو آزاد کرنا تھا، کیا پس میں اس باندی کو آزاد کردوں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان میں، آپ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ رسول اللہ ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کے مالک سے فرمایا: اس کو آزاد کردو، یہ مومنہ ہے۔

(موطا امام مالک ج ۲ ص ۲۰۳۔ ۲۰۴، المکتبۃ التوفیقیہ)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حبشی عورت کے اوپر مومنہ ہونے کا حکم لگایا اور اس سے اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اسماء کے متعلق سوال نہیں کیا اور اگر اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اسماء کا علم ایمان میں شرط ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے ان کے متعلق سوال فرماتے جیسا کہ آپ نے اس عورت سے یہ سوال کیا کہ کیا آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اور حضرت عمر بن خطاب وغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقدیر کے متعلق سوال کیا، پس کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کیا ہم ابتداءً کوئی کام کرتے ہیں یا وہ کام پہلے لکھا جاچکا ہے، آپ نے فرمایا: بلکہ وہ کام پہلے لکھا جاچکا ہے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! پھر ہم کیوں عمل کریں، تو آپ نے فرمایا: تم عمل کرتے رہو، پس تم کو وہی چیز آسانی سے حاصل ہوگی جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو یہ تعلیم دی کہ جو چیز ان سے تجاوز کرچکی ہے وہ ان کو پہنچنے والی نہیں تھی اور یہ معلوم ہے کہ وہ صحابہ سوال کرنے سے پہلے مومنین تھے، اور کوئی مسلمان ان کے متعلق اس کے سوا نہیں کہہ سکتا، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ کے علم قدیم اور اس کی قدرت کا پتا نہیں تھا، اور اگر اس کا جاننا ضروری ہوتا تو آپ ان کو کلمہ توحید کے ساتھ اس کی تعلیم دیتے اور اس علم کو اسلام کا چھٹا رکن قرار دیتے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۱۲۔ ۵۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۵۰۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ عَبْدًا أَصَابَ ذَنْبًا وَرُبَّمَا قَالَ أَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ وَرُبَّمَا قَالَ أَصَبْتُ فَاغْفِرْ لِي فَقَالَ رَبُّهُ أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أَصَابَ ذَنْبًا أَوْ أَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: بے شک ایک بندہ سے کوئی گناہ ہوگیا اور بعض اوقات آپ نے فرمایا: بندہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَبِّ أَذْنَبْتُ أَوْ أَصَبْتُ آخَرَ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ أَعَلِمَ عَبْدِی أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِی ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا وَرُبَّمَا قَالَ أَصَابَ ذَنْبًا قَالَ قَالَ رَبِّ أَصَبْتُ أَوْ قَالَ أَذْنَبْتُ آخَرَ فَاغْفِرْهُ لِی فَقَالَ أَعَلِمَ عَبْدِی أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِی ثَلَاثًا فَلْيَعْمَلْ مَا شَاءَ۔

(صحیح مسلم:۲۷۵۸، مسند احمد:۷۸۸۸)

نے کوئی گناہ کرلیا، پھر اس بندہ نے کہا: اے میرے رب! میں نے ایک گناہ کیا ہے اور بعض اوقات کہا: اے میرے رب! مجھ سے گناہ ہوگیا ہے، سو تو میری مغفرت فرما، پس اس کے رب نے فرمایا: کیا میرے بندے کو یہ علم تھا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو معاف فرماتا ہے اور گناہ پر پکڑ فرماتا ہے؟ میں نے اپنے اس بندہ کو بخش دیا، پھر کچھ عرصہ وہ بندہ ٹھہرا رہا جتنا اللہ نے چاہا پھر اس سے دوبارہ گناہ ہوگیا یا اس نے دوبارہ گناہ کرلیا، پس اس نے کہا: اے میرے رب! میں نے گناہ کرلیا ہے یا مجھ سے گناہ ہوگیا ہے سو تو اس کو معاف فرما دے، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میرے بندے کو علم ہے کہ بے شک اس کا ایک رب ہے جو گناہ کی مغفرت فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت فرماتا ہے؟ میں نے اپنے اس بندہ کو بخش دیا، پھر وہ بندہ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ٹھہرا رہا، پھر اس نے کوئی گناہ کیا اور بعض اوقات فرمایا: پھر اس سے کوئی گناہ ہوگیا تو اس نے کہا: اے میرے رب! مجھ سے گناہ ہوگیا یا میں نے اور گناہ کرلیا، سو تو میری مغفرت فرما، پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا میرے اس بندہ کو علم ہے کہ بے شک اس کا رب ہے جو گناہ کو معاف فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت کرتا ہے، پھر تین مرتبہ فرمایا: میں نے اپنے بندہ کی مغفرت فرمادی، سو وہ جو چاہے عمل کرے۔

صحیح البخاری: ۷۵۰۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بار بار گناہ کرنے کے باوجود بندہ کے استغفار کرنے سے اللہ تعالیٰ کا اس کو معاف فرمادینا

علامہ ابن بطال مالکی المتوفی ۴۴۹ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: جو شخص بار بار گناہ کرے اور گناہوں پر اصرار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو عذاب دے گا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کی مغفرت فرمادے گا، جب کہ اس بندہ کے دل میں نیکی غالب ہو اور وہ نیکی یہ ہے کہ بندہ کا اعتقاد یہ ہو کہ اس کا ایک رب ہے جو خالق ہے وہ اس کو عذاب دینے پر قادر ہے اور اس کی مغفرت پر بھی قادر ہے اور اس بندہ کا اپنے گناہوں پر استغفار کرنا اس پر دلیل ہے کہ اس کا یہ اعتقاد ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام:۱۶۰) جو شخص اللہ کے پاس ایک نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس جیسی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دس نیکیوں کا اجر ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے وجود کے اقرار سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہے اور مغفرت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑانا اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اس بندے نے اپنے رب سے استغفار کیا تو یہ اس کی طرف سے توبہ ہے تو پھر وہ گناہ پر اصرار کرنے والا نہ ہوا (کیونکہ گناہ پر اصرار کرنے والا وہ ہوتا ہے جو گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرے اور پھر توبہ نہ کرے اور دوبارہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرے اور توبہ نہ کرے اور یونہی بار بار گناہ کرتا رہے اور توبہ نہ کرے تو وہ گناہ پر اصرار کرنے والا ہے۔)

اس کا جواب یہ ہے کہ استغفار اس سے زیادہ نہیں ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت طلب کرے اور کبھی گناہ پر اصرار کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت کو طلب کرتا ہے اور توبہ کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت کو طلب کرتا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اس بندے نے اسی گناہ سے مغفرت طلب کی جس پر وہ توبہ کر چکا تھا، کیونکہ توبہ کا معنی ہے: گناہ سے رجوع کرنا اور دوبارہ اس گناہ کے نہ کرنے کا عزم کرنا اور استغفار سے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے اسی گناہ پر توبہ کی جس گناہ سے وہ پہلے استغفار کر چکا تھا۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

توبہ کی شرائط

دوسرے علماء نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ توبہ کی تین شرطیں ہیں: (۱) گناہ کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا مثلاً اگر وہ شراب پیتا تھا تو شراب کو بہا دے، یا اگر وہ آلاتِ موسیقی میں مشغول رہتا ہو تو آلاتِ موسیقی کو توڑ دے (۲) گناہ پر نادم ہونا (۳) یہ عزم کرنا کہ وہ دوبارہ اس گناہ کو نہیں کرے گا، اور گناہ سے رجوع کرنے کی تعبیر گناہ پر ندامت کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ یہ گناہ کو اکھاڑنے کے زیادہ قریب ہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ توبہ کے لیے یہ کافی ہے کہ اس گناہ کے صدور اور تحقق پر بندہ نادم ہو کیونکہ یہ اس گناہ کے اکھاڑنے کو مستلزم ہے اور گناہ کو دوبارہ نہ کرنے کے عزم کو بھی مستلزم ہے، پس یہ دونوں چیزیں ندامت سے حاصل ہو جاتی ہیں، اسی وجہ سے حدیث میں وارد ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ندامت توبہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۲، مسند احمد: ۳۵۶۸، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۴، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۲۴۳، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۹، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۵۱، کنز العمال: ۱۰۳۰۱، تاریخ بغداد ج ۹ ص ۴۰۵)

یہ حدیث حسن ہے۔ اور امام ابن حبان نے اس حدیث کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ نے المفہم شرح مسلم میں لکھا ہے:

یہ حدیث استغفار کے عظیم فائدہ پر دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل اور اس کی وسیع رحمت اور اس کے حلم اور کرم پر دلالت کرتی ہے لیکن یہ وہ استغفار ہے جس کا معنی دل میں ثابت ہوتا ہے جس سے معصیت پر اصرار کی گرہ کھل جاتی ہے، اور اس کے ساتھ ندامت حاصل ہوتی ہے پس یہ توبہ کا عنوان ہے اور اس پر یہ حدیث شاہد ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خیارکم کل مفتن تواب۔ تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو فتنہ میں مبتلا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ توبہ کرتے ہیں۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص بار بار گناہ کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے، پس جب بھی وہ کسی گناہ میں واقع ہوتا ہے تو پھر پلٹ کر توبہ کرتا ہے اور یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو اپنی زبان سے تو کہتے ہیں: استغفر اللہ یعنی میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور ان کا دل اس معصیت کے اوپر اصرار کرتا ہو، سو ایسا استغفار بجائے خود استغفار کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اس کی شاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی درجِ ذیل حدیث ہے جس کی امام ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له والمستغفر من الذنب وھو مقیم کالمستھزی بربه۔ جو شخص گناہ سے توبہ کرے وہ اس شخص کی مثل ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو، اور جو شخص گناہ سے توبہ کرے اور وہ اس گناہ پر قائم ہو تو یہ اس شخص کی مثل ہے جو اللہ تعالیٰ سے مذاق کرتا ہے۔

اس حدیث کا اگلا حصہ سنن ابن ماجہ اور معجم الطبرانی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسند الفردوس میں یہ حدیث ہے: "خیارکم کل مفتن تواب"۔

علامہ القرطبی نے کہا: اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ دوبارہ گناہ کرنا ہر چند کہ گناہ کی ابتداء کرنے سے زیادہ قبیح ہے کیونکہ اس میں گناہ کے ارتکاب کے ساتھ توبہ کو توڑنا بھی ہے لیکن دوبارہ توبہ کرنا توبہ کی ابتداء سے زیادہ عمدہ ہے کیونکہ اس توبہ کے ساتھ رب کریم سے التجا اور اس کی بارگاہ میں گڑگڑانا اور سوال کرنا اور یہ اعتراف کرنا ملا ہوا ہے کہ اس کے سوا کوئی اور گناہ کا معاف کرنے والا نہیں ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ، نے کہا ہے:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اگر کوئی شخص سو بار گناہ کرے بلکہ ہزار بار گناہ کرے یا اس سے بھی زیادہ گناہ کرے اور ہر مرتبہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی، یا اگر وہ تمام گناہوں سے ایک توبہ کرے تب بھی اس کی توبہ صحیح ہے۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اعمل ما شئت" تو جو چاہے کر، اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک تو گناہ کرتا رہے گا پھر توبہ کرتا رہے گا تو میں تیری مغفرت کرتا رہوں گا۔ علامہ نووی نے "کتاب الاذکار" میں لکھا ہے۔

نیز اس کی تائید درجِ ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے کہا:

استغفر اللہ الذی لا الٰه الا ھو الحی القیوم واتوب الیه۔ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور قائم رہنے والا ہے اور میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔

تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر چہ وہ میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگا ہو۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ توبہ صرف استغفار کے ساتھ مکمل ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ (ہود: ۳) اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس کے سامنے توبہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرو۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۹۱۔۵۹۲، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۵۰۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْغَافِرِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا فِيمَنْ سَلَفَ أَوْ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَالَ كَلِمَةً يَعْنِي أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا وَوَلَدًا فَلَمَّا حَضَرَتِ الْوَفَاةُ قَالَ لِبَنِيهِ أَيَّ أَبٍ كُنْتُ لَكُمْ قَالُوا خَيْرَ أَبٍ قَالَ فَإِنَّهُ لَمْ يَبْتَئِرْ أَوْ لَمْ يَبْتَئِزْ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرًا وَإِنْ يَقْدِرِ اللّٰهُ عَلَيْهِ يُعَذِّبْهُ فَانْظُرُوا إِذَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي حَتَّى إِذَا صِرْتُ فَحْمًا فَاسْحَقُونِي أَوْ قَالَ فَاسْحَكُونِي فَإِذَا كَانَ يَوْمُ رِيحٍ عَاصِفٍ فَأَذْرُونِي فِيهَا فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَخَذَ مَوَاثِيقَهُمْ عَلَى ذَلِكَ وَرَبِّي فَفَعَلُوا ثُمَّ أَذْرَوْهُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كُنْ فَإِذَا هُوَ رَجُلٌ قَائِمٌ قَالَ اللّٰهُ أَيْ عَبْدِي مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ فَعَلْتَ مَا فَعَلْتَ قَالَ مَخَافَتُكَ أَوْ فَرَقٌ مِنْكَ قَالَ فَمَا تَلَافَاهُ أَنْ رَحِمَهُ عِنْدَهَا وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى فَمَا تَلَافَاهُ غَيْرُهَا فَحَدَّثْتُ بِهِ أَبَا عُثْمَانَ فَقَالَ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ سَلْمَانَ غَيْرَ أَنَّهُ زَادَ فِيهِ أَذْرُونِي فِي الْبَحْرِ أَوْ كَمَا حَدَّثَ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ وَقَالَ لَمْ يَبْتَئِرْ وَقَالَ خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ وَقَالَ لَمْ يَبْتَئِزْ فَسَّرَهُ قَتَادَةُ لَمْ يَدَّخِرْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از عقبہ بن عبدالغافر از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے پچھلی امتوں میں سے ایک مرد کا ذکر کیا یا تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک مرد کا ذکر کیا، اس کے متعلق آپ نے ایک بات فرمائی یعنی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو مال اور اولاد عطا کیے، پس جب اس شخص کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: میں تم لوگوں کے لیے کیسا باپ ثابت ہوا؟ بیٹوں نے کہا: آپ بہترین باپ تھے، اس مرد نے کہا: ''لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی نیکی نہیں بھیجی اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی گرفت کی تو اس کو عذاب دے گا، پس تم دیکھو جب میں مر جاؤں تو مجھ کو جلا دینا حتیٰ کہ جب میں جل کر کوئلہ ہو جاؤں تو ان کوئلوں کو خوب باریک پیس لینا اور جس دن سخت تیز آندھی آئے اس دن میری اس راکھ کو اڑا دینا''، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مرد نے اپنے بیٹوں سے اس بات پر عمل کرنے کا پختہ وعدہ لیا اور میرے رب کی قسم! ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا، اس کو جلا کر راکھ بنا ڈالا پھر اس کی راکھ کو تیز ہوا کے دن اڑا دیا، پھر اللہ عزوجل نے لفظ ''کُن'' فرمایا، پس اس وقت وہ مرد کھڑا ہوا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے! تو نے جو کچھ کیا اس پر تجھ کو کس نے برانگیختہ کیا؟ اس مرد نے کہا: تیرے ڈرنے یا تیرے خوف نے، اللہ تعالیٰ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی اور اپنے پاس سے اس پر رحم فرمایا، اور دوسری بار فرمایا: اس کے غیر نے اس کی تلافی نہیں۔ (قتادہ کہتے ہیں:) پھر میں نے یہ حدیث ابوعثمان النہدی سے بیان کی تو انہوں نے کہا: میں نے اس حدیث کو حضرت سلمان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فارسی رضی اللہ عنہ سے سنا، البتہ ان کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ میری راکھ کو دریا میں ڈال دینا یا کچھ اس سے ملتی جلتی حدیث بیان کی۔

ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی اور کہا: ''لم یبتئر''، اور خلیفہ نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی اور کہا: ''لم یبتئز'' قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے پاس کسی نیکی کو جمع نہیں کیا اور ان دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۷۸، ۶۴۸۱، ۷۵۰۸، صحیح مسلم: ۲۷۵۷، مسند احمد: ۱۱۳۲۷)

اس حدیث کی بابِ مذکور کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے بندے'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمانا اس کا کلام ہے، سو اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کا ثبوت ہے، اس حدیث کے باقی مضامین کی شرح عنقریب صحیح البخاری: ۷۵۰۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ پر توبہ قبول کرنے کے متعلق اہلِ اسلام کے مذاہب

السفاقسی نے کہا ہے: المعتزلہ کے نزدیک اس مرد کی مغفرت اس لیے کردی گئی کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی تھی اور توبہ کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب ہے، اور امام اشعری کے نزدیک دلائلِ سمعیہ سے اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا واجب ہے، اور دوسروں کے نزدیک اللہ تعالیٰ جس طرح دیگر عبادات اور اطاعات کو قبول فرماتا ہے اسی طرح توبہ کو بھی قبول فرماتا ہے، علامہ ابن المنیّر نے کہا: المعتزلہ کے نزدیک توبہ کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب ہے اور ہمارے نزدیک توبہ کا قبول کرنا اس لیے واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے کا اپنے فضل و کرم سے اور اپنے احسان سے وعدہ فرمایا ہے اور کریم جب کسی چیز کا وعدہ کرتا ہے تو اس کی مخالفت نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ پر توبہ قبول کرنے کے وجوب کی نفی پر دلائل

(۱) کسی کام کے کسی پر واجب ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب اس نے اس کام کو نہیں کیا تو وہ مذمت کا مستحق ہوگا، پس اگر اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا واجب ہو اور وہ توبہ کو قبول نہ کرے تو اللہ تعالیٰ مذمت کا مستحق ہوگا اور یہ محال ہے، کیونکہ پھر اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے کی وجہ سے کمال کو حاصل کرے گا اور جو اپنے کمال کو غیر سے حاصل کرے وہ اپنی ذات میں ناقص ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں نقص محال ہے۔

(۲) مذمت کے خوف سے کسی کام کو اس وقت ترک کیا جاتا ہے جب اس مذمت کو سننے سے اس کو ایذاء پہنچے اور اس کی طبیعت اس سے متنفر ہو اور اس وجہ سے اس میں کوئی نقصان اور کمی ہو لیکن اللہ عزوجل جو شہوت اور نفرت اور کمی اور زیادتی سے بلند و بالا ہے، اس کے حق میں یہ متصور نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ مذمت کے خوف سے توبہ کو قبول فرمائے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۳) اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے پر اپنی مدح فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (التوبہ: ۱۰۴)

کیا یہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات کو لیتا ہے اور بے شک اللہ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے O

اگر اللہ تعالیٰ پر توبہ کو قبول کرنا واجب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی مدح نہ فرماتا، کیونکہ کسی واجب کو ادا کرنے سے اس پر مدح اور ثنا اور تعظیم نہیں کی جاتی۔

اور بعض مفسرین نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ کفر کی توبہ کو قبول فرمانا قطعی ہے اور اس لیے یہ آیت نازل ہوئی ہے، رہے معاصی اور نافرمانیاں تو ان میں قطعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کے بعض افراد کی معاصی پر توبہ کو قبول فرماتا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا تمام امت کی نافرمانیوں پر توبہ قبول فرماتا ہے یا نہیں، لیکن جب ہم یہ فرض کریں کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے اور اس کی توبہ صحیح ہوتی ہے تو ایک قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قطعیت کے ساتھ قبول ہوتی ہے اور فقہاء اور محدثین کے گروہ کا یہی نظریہ ہے، اور اس قول کی بناء پر لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائے، اور ابو المعالی وغیرہ نے کہا ہے کہ قطعیت کے ساتھ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائے گا، البتہ اس میں توبہ کے قبول کرنے کی امید رکھی جائے گی۔

(ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۴۸-۵۴۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۶- بَابُ: كَلَامِ الرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ

قیامت کے دن رب عز وجل کا انبیاء علیہم السلام اور دیگر لوگوں سے کلام فرمانا

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے والوں کی تفصیل

علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: اس سے پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ساتھ کلام فرمائے گا اور فرشتے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے، اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور دیگر لوگوں سے قیامت کے دن کلام فرمائے گا سوا ان کے جن کو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے محروم رکھا کہ ان کی آنکھوں پر اس کو دیکھنے سے حجاب ڈال دیا، پھر اللہ تعالیٰ آخرت میں ان حجابات کو ان کی آنکھوں سے اٹھا دے گا اور ان سے اس حال میں کلام فرمائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کے درمیان اور ان کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، اور اس باب میں امام بخاری نے ان تمام احادیث کو جمع کر لیا جن میں اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کے ساتھ کلام کرنے کا ذکر ہے اور ان احادیث کا تفصیل سے ذکر آ رہا ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۵۰۹- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ شُفِّعْتُ فَقُلْتُ يَا رَبِّ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ خَرْدَلَةٌ فَيَدْخُلُونَ ثُمَّ أَقُولُ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى شَيْءٍ فَقَالَ أَنَسٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَصَابِعِ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔

بن راشد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عیاش نے حدیث بیان کی از حمید، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن قائم ہوگا تو مجھے شفیع بنایا جائے گا، پس میں کہوں گا: اے میرے رب! جس کے دل میں بھی ایک رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے اس کو جنت میں داخل فرما دے، پس ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، پھر میں کہوں گا: جس کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہے اس کو جنت میں داخل کر دے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۴، ۷۴۴۰، ۶۵۶۵، ۷۴۱۰، ۷۴۴۰، ۷۵۰۹، ۷۵۱۰، ۷۵۱۶، صحیح مسلم: ۱۹۳، سنن ترمذی: ۲۵۹۳، سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۲، مسند احمد: ۱۲۳۶۱)

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "اذا کان یوم القیامۃ شفعت" یعنی جب قیامت کا دن ہوگا تو مجھے شفاعت کرنے والا بنایا جائے گا، یہ لفظ التشفیع سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: شفاعت کو سپرد کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "رب ادخل الجنۃ من کان فی قلبہ ادنیٰ شیء" یعنی اے میرے رب! جس کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو تو اس کو تو جنت میں داخل کر دے، تھوڑے سے ایمان سے مراد یہ ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کی تصدیق ہو اور یہ ضروری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کی طرف دیکھ رہا تھا، یعنی رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں کے سروں کو ملا کر تھوڑے سے ایمان کی طرف اشارہ فرمایا۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۴۹۔ ۵۵۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۱۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَنَزِيُّ قَالَ اجْتَمَعْنَا نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ فَذَهَبْنَا إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَذَهَبْنَا مَعَنَا بِثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ إِلَيْهِ يَسْأَلُهُ لَنَا عَنْ حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ فَإِذَا هُوَ فِي قَصْرِهِ فَوَافَقْنَاهُ يُصَلِّي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معبد بن ہلال العنزی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم اہلِ بصرہ کے بعض لوگ جمع ہوئے، پس ہم لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمُعَلَّى فَاسْتَأْذَنَّا فَأَذِنَ لَنَا وَهُوَ قَاعِدٌ عَلَى فِرَاشِهِ فَقُلْنَا لِثَابِتٍ لَا تَسْأَلْهُ عَنْ شَيْءٍ أَوَّلَ مِنْ حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ فَقَالَ يَا أَبَا حَمْزَةَ هَؤُلَاءِ إِخْوَانُكَ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ جَاؤُوكَ يَسْأَلُونَكَ عَنْ حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ فَقَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ﷺ قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ الرَّحْمَنِ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللهِ فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى فَإِنَّهُ رُوحُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ ﷺ فَيَأْتُونِي فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي الْآنَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَأَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيَقُولُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُودُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيَقُولُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ أَوْ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُودُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيَقُولُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى أَدْنَى

گئے اور ہم اپنے ساتھ ثابت البنانی کو بھی ان کے پاس لے گئے، وہ ان سے ہمارے لیے شفاعت کی حدیث کا سوال کرتے تھے، پس اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے محل میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، سو ہم نے اجازت طلب کی، پس انہوں نے ہمارے لیے اجازت دی اور وہ اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے تھے، پس ہم نے ثابت سے کہا کہ تم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شفاعت کی حدیث سے پہلے کچھ اور نہ پوچھنا، پس ثابت نے کہا: اے ابوحمزہ! یہ آپ کے بھائی ہیں جو اہل بصرہ سے ہیں یہ آپ کے پاس شفاعت کی حدیث کے متعلق سوال کرنے کے لیے آئے ہیں، پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ہم سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان کی، آپ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح موج در موج پھر رہے ہوں گے، پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے پس کہیں گے: آپ اپنے رب کے پاس ہمارے لیے شفاعت کیجئے، پس وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں لیکن تم پر لازم ہے ابراہیم کے پاس جاؤ، پس بے شک وہ خلیل الرحمٰن ہیں، پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، پس وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں لیکن تم پر لازم ہے کہ تم موسیٰ کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے کلیم ہیں، پس لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، پس وہ کہیں گے: میں اسکا اہل نہیں ہوں لیکن تم پر لازم ہے کہ تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں لیکن تم پر لازم ہے کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ، سو لوگ میرے پاس آئیں گے، پس میں کہوں گا: میں ہی اس شفاعت کے لیے ہوں، پس میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا، سو مجھ کو اجازت دی جائے گی، اور مجھے حمد کے چند کلمات الہام کیے جائیں گے جن سے میں اللہ تعالیٰ کی حمد

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ أَنَسٍ قُلْتُ لِبَعْضِ أَصْحَابِنَا لَوْ مَرَرْنَا بِالْحَسَنِ وَهُوَ مُتَوَارٍ فِي مَنْزِلِ أَبِي خَلِيفَةَ فَحَدَّثْنَاهُ بِمَا حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَأَتَيْنَاهُ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَأَذِنَ لَنَا فَقُلْنَا لَهُ يَا أَبَا سَعِيدٍ جِئْنَاكَ مِنْ عِنْدِ أَخِيكَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَلَمْ نَرَ مِثْلَ مَا حَدَّثَنَا فِي الشَّفَاعَةِ فَقَالَ هِيهْ فَحَدَّثْنَاهُ بِالْحَدِيثِ فَانْتَهَى إِلَى هَذَا الْمَوْضِعِ فَقَالَ هِيهْ فَقُلْنَا لَمْ يَزِدْ لَنَا عَلَى هَذَا فَقَالَ لَقَدْ حَدَّثَنِي وَهُوَ جَمِيعٌ مُنْذُ عِشْرِينَ سَنَةً فَلَا أَدْرِي أَنَسِيَ أَمْ كَرِهَ أَنْ تَتَّكِلُوا قُلْنَا يَا أَبَا سَعِيدٍ فَحَدِّثْنَا فَضَحِكَ وَقَالَ خُلِقَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا مَا ذَكَرْتُهُ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدَّثَنِي كَمَا حَدَّثَكُمْ بِهِ قَالَ ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَيَقُولُ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي لَأُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔

(صحیح مسلم: ۱۹۳)

کروں گا، وہ کلمات اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں، پس میں اللہ تعالیٰ کی ان کلمات حمد کے ساتھ حمد کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا، پس مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، پس کہا جائے گا: آپ جائیں اور دوزخ میں سے ان کو نکال لیں جس کے دل میں جَو کے برابر بھی ایمان ہو، پس میں جاؤں گا سو اس طرح کروں گا، پھر میں واپس آؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ کی ان کلماتِ حمد کے ساتھ حمد کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا، پس کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیے اور آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور آپ سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، پس کہا جائے گا: آپ جائیے اور دوزخ میں سے ان کو نکال لیں جن کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، پس میں جاؤں گا پس اس طرح کروں گا، پھر واپس آؤں گا پھر اللہ تعالیٰ کی ان کلماتِ حمد کے ساتھ حمد کروں گا پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیے، آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، پس اللہ عزوجل فرمائے گا: جائیے، پس دوزخ میں سے ان کو نکال لیں جن کے دل میں تھوڑا تھوڑا بھی رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو، پس میں جاؤں گا اور اس طرح کروں گا۔

(راوی نے کہا:) پس جب ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نکلے تو میں نے اپنے بعض اصحاب سے کہا: اگر ہم حسن (بصری) کے پاس جائیں اور وہ (اس وقت) ابوخلیفہ کے گھر میں (حجاج بن یوسف کے خوف سے) چھپے ہوئے ہوں، اور ان سے وہ حدیث بیان کریں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ابھی ہم سے بیان کی ہے سو ہم ان کے پاس آئے اور ان کو سلام کیا، پھر انہوں نے ہمیں آنے کی اجازت دی اور ہم نے ان سے کہا: اے ابوسعید! ہم آپ کے پاس آپ کے بھائی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں سے آئے ہیں، اور انہوں نے ہم سے شفاعت کے متعلق جو حدیث بیان کی ہے ایسی حدیث ہم نے اس سے پہلے نہیں سنی، حسن بصری نے کہا: مجھے وہ حدیث بیان کرو، ہم نے ان کے سامنے وہ حدیث بیان کی جب ہم اس مقام تک پہنچے تو انہوں نے کہا: اور بیان کرو، ہم نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پر مزید اضافہ نہیں کیا، تب حسن بصری نے کہا کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ بیس سال پہلے جوان تھے اس وقت انہوں نے میرے سامنے یہ حدیث بیان کی تھی میں نہیں جانتا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اب اس اضافہ کو بھول گئے یا انہوں نے اس کے بیان کرنے کو اس وجہ سے ناپسند کیا کہ تم اس پر اعتماد کرلوگے، ہم نے کہا: اے ابوسعید! آپ ہمارے سامنے وہ اضافہ بیان کیجئے تو حضرت حسن بصری ہنسے اور انہوں نے کہا: انسان بہت جلد باز پیدا کیا گیا ہے، میں نے تم سے یہ بات صرف اس لیے کہی تھی کہ میں اس حدیث کو تمہارے سامنے بیان کروں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ حدیث اسی طرح بیان کی تھی جس طرح تم سے بیان کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:) پھر میں چوتھی مرتبہ واپس جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا پھر اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، پس کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور آپ سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گا، آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں کہوں گا: اے میرے رب! مجھے ان کے متعلق بھی شفاعت کرنے کی اجازت دیجئے جنہوں نے کہا لا الٰہ الا اللہ، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری عزت اور جلال کی اور میری کبریائی کی اور میری عظمت کی قسم! میں ضرور ان کو دوزخ سے نکال دوں گا جنہوں نے پڑھا لا الٰہ الا اللہ۔

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے ''یا اباحمزہ'' یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اذا کان یوم القیامۃ ماج الناس بعضھم فی بعض'' یعنی لوگ قیامت کی ہولنا کیوں کی وجہ سے اس طرح مضطرب ہوں گے جیسے سمندر کی موجیں حالتِ اضطراب میں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاقول انا لھا'' یعنی میں ہی شفاعت کے لیے مقرر کیا گیا ہوں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاستئذن علیٰ ربی فیؤذن لی'' اس جگہ کچھ عبارت محذوف ہے اور مسند البزار میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے: اے میرے رب! مخلوق سے حساب لینے میں جلدی فرما۔۔۔الخ، پھر ہر امت اس کے ساتھ جائے گی جس کی وہ عبادت کرتی تھی اور جہنم کو لایا جائے گا اور میزان کو لایا جائے گا اور صراط کو لایا جائے گا اور صحائف کو بکھیر دیا جائے گا، اس کے بعد دوسری شفاعت کا بیان ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے ساتھ کریں گے۔

قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو شفاعتیں، پہلی شفاعت تمام لوگوں کا جلدی حساب لینے کے لیے اور دوسری شفاعت خصوصاً اپنی امت کی دوزخ سے نجات کے لیے

اس حدیث میں مذکور ہے ''فاقول یارب امتی امتی'' یعنی میں کہوں گا کہ مجھے اپنی امت کے لیے شفاعت کرنے والا بنا دے، یہاں پر کچھ عبارت مقام کی تنگی کی وجہ سے محذوف ہے کہ اس حدیث کے اول میں تمام اہلِ محشر کے لیے اس شفاعت کا ذکر ہے جو لوگوں کے لیے اس لیے کی جائے گی تا کہ ان کا حساب جلدی لیا جائے اور محشر کی ہولنا کیوں سے ان کو نجات ملے اور آخر میں اس شفاعت کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصاً اپنی امت کے لیے کریں گے اور آپ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔

حدیثِ شفاعت پر ایک اشکال کا جواب

اگر تصدیق بالقلب کے ساتھ زبان سے اقرار کا بھی اعتبار کیا جائے تو یہ کامل ایمان ہے، پھر اس کی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کا کیا معنی ہے، اور اگر تصدیق بالقلب کا اعتبار نہ کیا جائے بلکہ محض الفاظ سے تصدیق کا اعتبار کیا جائے تو پھر اس میں منافق بھی داخل ہو جائیں گے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے زبان سے تصدیق کا اقرار کیا اور اس کے تقاضا کے مطابق عمل نہیں کیا اور دل کی تصدیق کے خلاف اس کے دل میں کوئی شبہ نہیں ہوا تو اس سے منافق نکل جائے گا کیونکہ منافق کفر کے اوپر پختہ ہوتا ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے" پس میں کہوں گا: اے میرے رب! اب دوزخ میں صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے روک دیا ہے" یعنی دوزخ میں جن کا ہمیشہ رہنا واجب ہو چکا ہے اور وہ کافر ہیں۔

علامہ الطیبی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس شخص کی شفاعت مخصوص ہے جس نے دل کے ساتھ تصدیق بھی کی ہو اور اس پر اس کا یقین زیادہ ہوا اور اس کے تقاضا پر اس نے عمل بھی کیا ہو، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ تصدیق مخصوص ہے جو صرف تصدیق ہو اور اس کے تقاضا کے مطابق اس نے عمل نہ کیا ہو۔

(ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۵۲۔ ۵۵۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۵۱۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ"۔ اس حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا ہو لیکن راوی سے وہ رہ گیا ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فاقول یا رب امتی امتی" اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ سے شفاعت کے طلب کرنے والے عام مخلوق ہوں گے اور وہ اس لیے شفاعت طلب کریں گے تاکہ انہیں محشر کی ہولناکیوں سے راحت ملے، نہ اس لیے شفاعت کو طلب کریں گے کہ ان کو دوزخ سے نکالا جائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو امتی امتی فرمائیں گے تو وہ اپنی امت کو دوزخ سے نکالنے کے لیے فرمائیں گے۔

القاضی عیاض نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ مجھے اس شفاعت کی اجازت دی جائے گی جس کا وعدہ کیا گیا ہے کہ اس شفاعت سے قیامت کی ہولناکیوں کو اللہ تعالیٰ زائل فرما دے گا اور اس شفاعت کے علاوہ آپ کی اور شفاعات بھی ہیں جو اس امت کے ساتھ خاص ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے اور اس حدیث میں اختصار ہے۔

اور علامہ المہلب نے کہا ہے: پس میں کہوں گا: اے میرے رب! امتی امتی، یہاں سلیمان بن حرب راوی نے باقی راویوں پر اضافہ کیا۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ میری رائے میں یہ اضافہ محفوظ نہیں ہے کیونکہ تمام مخلوق جمع ہوگی اور شفاعت کو طلب کرے گی، اور اگر یہ امت اپنے نبی کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں گئی تھی تو اس حدیث کا اول اس حدیث کے آخر کے ساتھ متصل نہیں ہے۔ اس حدیث میں میدانِ محشر کے اول کا بھی ذکر کیا گیا اور آخر کا بھی ذکر کیا گیا اور ان کے درمیان کے امور کا ذکر نہیں کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

یا محمد کہنے کا ثبوت

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں چار مرتبہ یہ ذکر ہے کہ اللہ عزوجل فرمائے گا: یا محمد، اس سے معلوم ہوا کہ یا محمد کہنا جائز ہے، البتہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یا محمد اس طرح نہیں کہنا چاہیے جس طرح لوگ ایک دوسرے کو نام لے کر بلاتے ہیں، یا محمد آپ کو متوجہ کرنے کے لیے کہنا جائز ہے، یا جب یا محمد کہا جائے تو اس سے آپ کے اسم علم کا ارادہ نہ کیا جائے بلکہ اسم صفت کا ارادہ کیا جائے، یعنی اے وہ جس کی بے حد حمد کی گئی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۷۵۱۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ وَآخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنَ النَّارِ رَجُلٌ يَخْرُجُ حَبْوًا فَيَقُولُ لَهُ رَبُّهُ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ رَبِّ الْجَنَّةُ مَلْأَى فَيَقُولُ لَهُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَكُلُّ ذَلِكَ يُعِيدُ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ مَلْأَى فَيَقُولُ إِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا عَشْرَ مِرَارٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از منصور از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سب سے آخر میں اہلِ جنت میں سے جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص سب سے آخر میں اہلِ نار میں سے دوزخ سے نکلے گا وہ ایک مرد ہے جو سرین کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا، پس اس سے اس کا رب فرمائے گا: جنت میں داخل ہو جا، پس وہ کہے گا: اے میرے رب! جنت تو بھری ہوئی ہے، پس اللہ تعالیٰ اس سے تین مرتبہ فرمائے گا اور ہر مرتبہ وہ کہے گا کہ جنت تو بھری ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ اس سے دس مرتبہ فرمائے گا: تیرے لیے پوری دنیا کی مثل ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۷۱، ۷۵۱۲، صحیح مسلم: ۱۸۶، سنن ترمذی: ۲۵۹۵، سنن ابن ماجہ: ۴۳۳۹، مسند احمد: ۳۵۸۴)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۵۷۱ میں گزر چکی ہے اور یہاں اس حدیث کو ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے والے آخری بندہ سے فرمائے گا ”جنت میں داخل ہو جا“، اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ سو اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے کلام فرمانے کا ثبوت ہے۔

۷۵۱۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهِ وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ مِثْلَهُ وَزَادَ فِيهِ وَلَوْ بِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن حجر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی از الاعمش از خیثمہ از عدی بن حاتم، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ساتھ عنقریب اس کا رب کلام فرمائے گا اور بندے اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، پس بندہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو اپنے پہلے کیے ہوئے اعمال دکھائی دیں گے اور وہ اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو اس کو اپنے پہلے بھیجے ہوئے اعمال دکھائی دیں گے اور وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو وہ اپنے چہرہ کے سامنے صرف

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوزخ کو دیکھے گا، سوتم دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے (کے صدقہ) سے۔

اور الاعمش نے کہا: مجھے عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی از خیثمہ اسی کی مثل اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ خواہ ایک اچھی بات کی وجہ سے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۳، ۱۴۱۷، ۳۵۹۵، ۶۰۲۳، ۶۵۳۹، ۶۵۴۰، ۶۵۶۳، ۷۴۴۳، ۷۵۱۲، صحیح مسلم: ۱۰۱۶، سنن ترمذی: ۲۴۱۵، سنن نسائی: ۲۵۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۳، مسند احمد: ۱۷۷۸۲، سنن دارمی: ۱۶۵۷)

صحیح البخاری: ۷۵۱۲ کی شرح از شیخ ابن عثیمین

شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جہل کے عذر ہونے کی تحقیق

ایک سوال یہ ہے کہ جو مسلمان عقائد باطلہ پر مرجائیں اور ان پر حق واضح نہ ہوا ہو ان کا کیا حکم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں: یہ لوگ جہالت کی وجہ سے معذور ہوں گے اور ان پر اسلام کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ وہ اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن ایسے افعال کرتے ہیں جن کے متعلق انہیں یہ علم نہیں ہے کہ یہ افعال اسلام کے مخالف ہیں، اس لیے ان کو جہل کی وجہ سے معذور قرار دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ (النساء: ۱۶۵)

(اور ہم نے) خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تا کہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے، اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۴۱، مکتبۃ الطبری، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

۷۵۱۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ إِنَّهُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَعَلَ اللهُ السَّمٰوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْمَاءَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ وَالْخَلَائِقَ عَلَى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الْمَلِكُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَضْحَكُ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ تَعَجُّبًا وَتَصْدِيقًا لِقَوْلِهِ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ إِلَى قَوْلِهِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عالم آیا، پس اس نے کہا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھے گا اور زمینوں کو ایک انگلی پر رکھے گا اور پانی کو اور کیچڑ کو ایک انگلی پر رکھے گا اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھے گا، اور پھر ان انگلیوں کو ہلائے گا اور فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں، پس میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی تصدیق

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿یُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾﴾

کرتے ہوئے تعجب سے ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔۔۔الآیہ (الزمر:٦٧)

(صحیح البخاری:٤٨١١، ٧٤١٤، ٧٤١٥، ٧٤٥١، ٧٥١٣، صحیح مسلم:٢٧٨٦، سنن ترمذی:٣٢٣٨، مسند احمد:٤٣٥٥)

یہ حدیث متشابہات میں سے ہے، یا تو اس حدیث کے معنی کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے اور یا اس کی تاویل کرنی چاہیے، کیونکہ کسی چیز کو انگلی سے اٹھانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو اٹھانا بہت آسان ہے، تو اس حدیث سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں بہت آسان ہے کہ وہ تمام جہانوں کو ایک انگلی پر اٹھالے، جیسے کوئی آدمی کسی کام کو حقیر بتانا چاہتا ہو تو وہ کہتا ہے: میں تو اس کام کو ایک چھنگلی سے کرسکتا ہوں۔

٧٥١٤۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ فِي النَّجْوَى قَالَ يَدْنُو أَحَدُكُمْ مِنْ رَبِّهِ حَتَّى يَضَعَ كَنَفَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ أَعَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ وَيَقُولُ عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَرِّرُهُ ثُمَّ يَقُولُ إِنِّي سَتَرْتُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ وَقَالَ آدَمُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از صفوان بن محرز، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے النجویٰ (سرگوشی) کے متعلق کیا سنا ہے؟ انہوں نے بیان کیا: تم میں سے کوئی ایک شخص اپنے رب کے قریب ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اوپر اپنا پردہ رکھ دے گا، پس فرمائے گا: کیا تو نے فلاں فلاں کام کیا تھا؟ وہ کہے گا: جی ہاں، اور فرمائے گا: کیا تو نے فلاں فلاں کام کیا تھا؟، وہ کہے گا: جی ہاں، پس اللہ تعالیٰ اس سے اقرار کرائے گا پھر فرمائے گا: میں نے دنیا میں تجھ پر پردہ رکھا تھا اور آج کے دن تیری مغفرت کرتا ہوں۔

آدم نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں صفوان نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

(صحیح البخاری:٢٤٤١، ٤٦٨٥، ٦٠٧٠، ٧٥١٤، صحیح مسلم:٢٧٦٨، سنن ابن ماجہ:١٨٣، مسند احمد:٥٤١٣)

صحیح البخاری: ٧٥١٤، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ٨٥٥ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فی النجوی" اس سے مراد ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور اس کے نیک بندہ کے درمیان جو سرگوشی ہوگی۔
اس حدیث میں مذکور ہے "یدنو" اس سے مراد ہے قرب رتبی اور قربِ مکانی مراد نہیں ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "کنفہ" یعنی چھپانے والا اور یہ متشابہات میں سے ہے اور اس میں اللہ عزوجل کا اپنے مومن بندہ پر فضلِ عظیم ہے۔
اس حدیث میں مذکور ہے "فیقررہ" یعنی اس بندہ کو اقرار کرنے والا بنادے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے "یدنو احدکم بربہ" یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کو اپنی رحمت کے قریب کرے گا۔
اس حدیث میں مذکور ہے "حتی یضع اللہ تعالیٰ کنفہ علیہ" یعنی اللہ تعالیٰ اس مومن بندہ کو تمام اہلِ محشر سے چھپائے گا اور اس بندہ کو اس کی نافرمانیاں اور اس کے گناہ پوشیدہ طریقہ پر یاد دلائے گا، پھر بندہ سے اقرار کرائے گا تاکہ بندہ کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ رکھ کر کتنا عظیم احسان فرمایا، دنیا میں اس کے گناہوں پر پردہ رکھا اور آخرت میں اسے معاف فرمادیا۔

(ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۵۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۷۔ بَابُ: مَا جَاءَ فِی قَوْلِهٖ تَعَالٰی: وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ (النساء: ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور اللہ نے موسیٰ سے (بلاواسطہ) بہ کثرت کلام فرمایا"

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام بخاری نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے، اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بغیر کسی واسطہ اور بغیر کسی ترجمان کے کلام کیا اور حضرت موسیٰ کو اپنے کلام کے معانی سمجھائے اور ان کو اپنا کلام سنایا، کیونکہ کلام اس کو کہتے ہیں جس کا سننا صحیح ہو اور یہ آیت معتزلہ کے رد میں انتہائی قوی ہے۔
علامہ ابن التین نے کہا ہے: متکلمین کا اللہ تعالیٰ کے کلام کے سننے کی کیفیت میں اختلاف ہے، امام اشعری نے کہا: اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور ہر تلاوت کرنے والے کی تلاوت کے وقت وہ کلام سنائی دیتا ہے اور ہر قاری کی قراءت کے وقت وہ کلام سنائی دیتا ہے، اور علامہ الباقلانی نے کہا: صرف تلاوت سنی جاتی ہے اور جس کی تلاوت کی جاتی ہے یعنی متلو، اس کو نہیں سنا جاتا، اور صرف قراءت سنی جاتی ہے اور جس کی قراءت کی جاتی ہے یعنی مقروء، اس کو نہیں سنا جاتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۵۱۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى فَقَالَ مُوسَى أَنْتَ آدَمُ الَّذِي أَخْرَجْتَ ذُرِّيَّتَكَ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ آدَمُ أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهِ وَكَلَامِهِ ثُمَّ تَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں مباحثہ ہوا، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ وہ آدم ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو جنت سے نکالا، حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: آپ موسیٰ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام سے فضیلت دی آپ مجھے ایسے کام پر کیوں ملامت کر رہے ہیں جس کام کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے مقدر کر دیا تھا، پس حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۰۹، ۴۷۳۶، ۴۷۳۸، ۶۶۱۴، ۷۵۱۵، صحیح مسلم: ۲۶۵۲، سنن ترمذی: ۲۱۳۴، سنن ابوداؤد: ۴۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۸۰، مسند احمد: ۷۵۳۴، موطا امام مالک: ۱۶۶۰)

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دلیل میں غالب ہونے کی توجیہ

حضرت آدم علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ ان سے جو کام صادر ہوا جس کے نتیجہ میں مخلوق جنت سے نکلی وہ اس کام کے کرنے میں مستقل نہیں تھے اور ان کو اس کام کے ترک کرنے کا اختیار نہیں تھا بلکہ یہ وہ کام تھا جو مقدر ہو چکا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام نے جو کہا: ''آپ مجھے اس کام پر کیوں ملامت کر رہے ہیں جو میری پیدائش سے پہلے مقدر ہو چکا تھا؟'' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا اس میں کسب اور اختیار نہیں تھا بلکہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں میری پیدائش سے پہلے یہ لکھ دیا تھا کہ آدم اس کام کو اپنے کسب اور اختیار سے کریں گے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم معلوم کے مطابق ہوتا ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف کام کرتا اور آپ اللہ تعالیٰ کے علمِ سابق سے کیسے غافل ہو گئے اور آپ میرے کسب کا ذکر کر رہے ہیں جو کہ سبب ہے اور آپ اصل کو بھول گئے جو کہ تقدیر ہے حالانکہ آپ ان نبیوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پسند کر لیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسرار کو جانتے ہیں۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۵۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

کیا عام لوگ بھی اپنے گناہوں اور نافرمانیوں پر تقدیر کا عذر پیش کر سکتے ہیں؟

میں کہتا ہوں: حضرت آدم علیہ السلام جب تک دنیا میں رہے تو وہ شجرِ ممنوع سے کھانے پر توبہ اور استغفار کرتے رہے اور اس کو اپنا ظلم اور قصور کہتے رہے، لیکن جب وہ دنیا سے برزخ میں چلے گئے اور برزخ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر یہ اعتراض کیا تو حضرت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آدم علیہ السلام نے تقدیر کا عذر پیش کیا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب تک کوئی شخص دنیا میں ہے اس پر تقدیر کا معاملہ منکشف نہیں ہوتا اور وہ اپنی کسی نافرمانی اور گناہ پر تقدیر کا عذر پیش نہیں کر سکتا، حقیقت یہ ہے کہ ہم نے جو کچھ اپنے کسب اور اختیار سے کرنا ہوتا ہے اس کا اللہ تبارک وتعالیٰ کو پیشگی علم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے اس علم کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیتا ہے، اسی کو تقدیر سے تعبیر کیا جاتا ہے، سو جب تک بندہ دنیا میں ہے وہ اپنی تقصیرات پر تقدیر کا عذر پیش نہیں کر سکتا اور آخرت میں تقدیر کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۵۱۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُجْمَعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُونَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا فَيُرِيحُنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ لَهُ أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ الْمَلَائِكَةَ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّنَا حَتَّى يُرِيحَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ لَسْتُ هُنَاكُمْ فَيَذْكُرُ لَهُمْ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا، سو وہ کہیں گے: اگر ہم اپنے رب کی طرف کسی شفاعت کرنے والے کو لائیں جو ہم کو اس جگہ سے راحت میں لائے، پس وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے، پس ان سے کہیں گے: آپ آدم ابوالبشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے، سو آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو راحت میں لائے، سو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور وہ ان سے اپنی اس (اجتہادی) خطا کا تذکرہ کریں گے جس کو وہ کر چکے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۶۵، صحیح مسلم: ۱۹۳، سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۲، مسند احمد: ۱۳۱۵۰)

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فیقولون له انت آدم ابوالبشر خلقه الله بیده" یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اس کا خصوصیت کے ساتھ آدم علیہ السلام کے اکرام اور ان کے شرف کو بیان کرنے کے لیے ذکر کیا، یا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر واسطہ کے پیدا کیا۔

سجدۂ تعظیم کے منسوخ ہونے کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "واسجد لك الملائكة" بایں طور کہ فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے جھک جائیں، اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنا چہرہ زمین پر رکھ دیں اور یہ سجدہ تعظیم ہے، کیونکہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ ہوتا تو ابلیس حضرت آدم کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار نہ کرتا اور پہلے سجدہ تعظیم جائز تھا پھر بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

منسوخ ہو گیا جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: کسی مخلوق کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کے لیے سجدہ کرے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وعلمك اسماء كل شیء'' یعنی تمام مسمیات اور تمام چیزوں کے نام حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتادیئے۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۶۰، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ أَنَّهُ جَاءَهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ أَنْ يُوحَى إِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ أَوَّلُهُمْ أَيُّهُمْ هُوَ فَقَالَ أَوْسَطُهُمْ هُوَ خَيْرُهُمْ فَقَالَ آخِرُهُمْ خُذُوا خَيْرَهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَلَمْ يَرَهُمْ حَتَّى أَتَوْهُ لَيْلَةً أُخْرَى فِيمَا يَرَى قَلْبُهُ وَتَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ وَكَذَلِكَ الْأَنْبِيَاءُ تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوبُهُمْ فَلَمْ يُكَلِّمُوهُ حَتَّى احْتَمَلُوهُ فَوَضَعُوهُ عِنْدَ بِئْرِ زَمْزَمَ فَتَوَلَّاهُ مِنْهُمْ جِبْرِيلُ فَشَقَّ جِبْرِيلُ مَا بَيْنَ نَحْرِهِ إِلَى لَبَّتِهِ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَدْرِهِ وَجَوْفِهِ فَغَسَلَهُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ بِيَدِهِ حَتَّى أَنْقَى جَوْفَهُ ثُمَّ أُتِيَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيهِ تَوْرٌ مِنْ ذَهَبٍ مَحْشُوًّا إِيمَانًا وَحِكْمَةً فَحَشَا بِهِ صَدْرَهُ وَلَغَادِيدَهُ يَعْنِي عُرُوقَ حَلْقِهِ ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَضَرَبَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِهَا فَنَادَاهُ أَهْلُ السَّمَاءِ مَنْ هَذَا فَقَالَ جِبْرِيلُ قَالُوا وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مَعِيَ مُحَمَّدٌ قَالَ وَقَدْ بُعِثَ قَالَ نَعَمْ قَالُوا فَمَرْحَبًا بِهِ وَأَهْلًا فَيَسْتَبْشِرُ بِهِ أَهْلُ السَّمَاءِ لَا يَعْلَمُ أَهْلُ السَّمَاءِ بِمَا يُرِيدُ اللهُ بِهِ فِي الْأَرْضِ حَتَّى يُعْلِمَهُمْ فَوَجَدَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا آدَمَ فَقَالَ لَهُ جِبْرِيلُ هَذَا أَبُوكَ آدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَرَدَّ عَلَيْهِ آدَمُ وَقَالَ مَرْحَبًا وَأَهْلًا بِابْنِي نِعْمَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از شریک بن عبد اللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کعبہ سے لے جایا گیا تو آپ کی طرف وحی کیے جانے سے پہلے تین فرشتے آئے، اس وقت آپ مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے، پس ان تین میں سے ایک نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا کہ وہ ان میں سب سے بہتر ہیں، تیسرے نے کہا: جوان میں سب سے بہتر ہیں انہیں لے لو، اس رات اتنا ہی واقعہ پیش آیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہیں دیکھا حتیٰ کہ وہ آپ کے پاس دوسری رات آئے، اس وقت آپ کا دل جاگ رہا تھا اور آپ کی آنکھیں سو رہی تھیں اور آپ کا دل نہیں سوتا، اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے، پھر ان فرشتوں نے آپ سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ آپ کو اٹھالیا اور آپ کو زمزم کے کنویں کے پاس لے آئے، یہاں سے ان میں سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کارروائی کی، پس حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کے حلقوم سے لے کر آپ کے سینہ کے نیچے تک جسم کو چاک کیا حتیٰ کہ حضرت جبریل آپ کے سینہ اور پیٹ سے فارغ ہو گئے، پس انہوں نے اپنے ہاتھ سے آپ کے سینہ کو زمزم کے پانی سے دھویا حتیٰ کہ آپ کے پیٹ کو صاف کر دیا، پھر آپ کے پاس سونے کا تھال لایا گیا جس میں سونے کا ایک برتن ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، اس سے آپ کے سینہ کو بھر دیا اور آپ کے حلقوم کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الآنَ أَنْتَ فَإِذَا هُوَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِنَهْرَيْنِ يَطَّرِدَانِ قَالَ مَا هٰذَانِ النَّهْرَانِ يَا جِبْرِيلُ قَالَ هٰذَا النِّيلُ وَالْفُرَاتُ عُنْصُرُهُمَا ثُمَّ مَضَى بِهِ فِي السَّمَاءِ فَإِذَا هُوَ بِنَهْرٍ آخَرَ عَلَيْهِ قَصْرٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَزَبَرْجَدٍ فَضَرَبَ يَدَهُ فَإِذَا هُوَ مِسْكٌ أَذْفَرُ قَالَ مَا هٰذَا يَا جِبْرِيلُ قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِي خَبَأَ لَكَ رَبُّكَ ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَتْ لَهُ الْأُولَى مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قَالُوا وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ قَالُوا وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالُوا مَرْحَبًا بِهِ وَأَهْلًا ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ وَقَالُوا لَهُ مِثْلَ مَا قَالَتِ الْأُولَى وَالثَّانِيَةُ ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى الرَّابِعَةِ فَقَالُوا لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ فَقَالُوا مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَقَالُوا لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَقَالُوا لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ كُلُّ سَمَاءٍ فِيهَا أَنْبِيَاءُ قَدْ سَمَّاهُمْ فَأَوْعَيْتُ مِنْهُمْ إِدْرِيسَ فِي الثَّانِيَةِ وَهَارُونَ فِي الرَّابِعَةِ وَآخَرَ فِي الْخَامِسَةِ لَمْ أَحْفَظِ اسْمَهُ وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّادِسَةِ وَمُوسَى فِي السَّابِعَةِ بِتَفْضِيلِ كَلَامِ اللهِ فَقَالَ مُوسَى رَبِّ لَمْ أَظُنَّ أَنْ يُرْفَعَ عَلَيَّ أَحَدٌ ثُمَّ عَلَا بِهِ فَوْقَ ذٰلِكَ بِمَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللهُ حَتَّى جَاءَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى وَدَنَا لِلْجَبَّارِ رَبِّ الْعِزَّةِ فَتَدَلَّى حَتَّى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى اللهُ فِيمَا أَوْحَى إِلَيْهِ خَمْسِينَ صَلَاةً عَلَى أُمَّتِكَ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثُمَّ هَبَطَ حَتَّى بَلَغَ مُوسَى فَاحْتَبَسَهُ مُوسَى فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ مَاذَا عَهِدَ إِلَيْكَ رَبُّكَ قَالَ عَهِدَ إِلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ فَارْجِعْ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ

رگوں کو سی دیا پھر آپ کے سینہ کو برابر کر دیا، پھر آپ کو آسمانِ دنیا کی طرف لے گئے اور اس کے دروازوں میں سے کسی دروازہ کو کھٹکھٹایا تو اس آسمان والوں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: جبریل، انہوں نے کہا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میرے ساتھ محمد ہیں، انہوں نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ حضرت جبریل نے کہا: ہاں، تو آسمان والوں نے کہا: انہیں خوش آمدید ہو وہ اپنے ہی لوگوں میں آئے ہیں، پھر آسمان والے اس سے خوش ہوئے اور آسمان والے نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ زمین والوں کے ساتھ کیا ارادہ فرماتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو بتادے، پس آپ نے آسمانِ دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کو پایا، پس آپ سے حضرت جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ ہیں آپ ان کو سلام کیجئے، سو آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کیا اور حضرت آدم نے آپ کے سلام کا جواب دیا، پس انہوں نے کہا: مرحبا، آپ اپنے ہی لوگوں میں آئے ہیں، میرے بیٹے کو مبارک ہو اور آپ کیا ہی اچھے بیٹے ہیں، پس جب آپ آسمانِ دنیا میں تھے تو وہاں پر آپ نے دو بہتے ہوئے دریا دیکھے، آپ نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیسے دریا ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ نیل اور فرات کا منبع ہیں، پھر آپ آسمان میں آگے گئے تو وہاں پر ایک اور دریا تھا جس کے اوپر موتی اور زمرد کا محل تھا، آپ نے اس پر اپنا ہاتھ مارا تو وہ مشک تھا، آپ نے پوچھا: اے جبریل یہ کیسا دریا ہے؟ فرمایا: یہ کوثر ہے جس کو آپ کے رب نے آپ کے لیے چھپا کر رکھا ہے، پھر آپ دوسرے آسمان کی طرف چڑھے تو دوسرے آسمان کے فرشتوں نے بھی پہلے آسمان کے فرشتوں کی مثل کلام کیا، انہوں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: جبریل، پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آسمان والوں نے کہا: کیا انہیں بلایا گیا ہے، انہوں نے کہا: ہاں، آسمان والوں نے کہا: ان کو خوش آمدید ہو وہ اپنے اہل میں آئے ہیں، پھر آپ کو تیسرے آسمان کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رَبُّكَ وَعَنْهُمْ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جِبْرِيلَ كَأَنَّهُ يَسْتَشِيرُهُ فِي ذٰلِكَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ جِبْرِيلُ أَنْ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَعَلَا بِهِ إِلَى الْجَبَّارِ فَقَالَ وَهُوَ مَكَانَهُ يَا رَبِّ خَفِّفْ عَنَّا فَإِنَّ أُمَّتِي لَا تَسْتَطِيعُ هٰذَا فَوَضَعَ عَنْهُ عَشْرَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مُوسَى فَاحْتَبَسَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُرَدِّدُهُ مُوسَى إِلَى رَبِّهِ حَتَّى صَارَتْ إِلَى خَمْسِ صَلَوَاتٍ ثُمَّ احْتَبَسَهُ مُوسَى عِنْدَ الْخَمْسِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاوَدْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَوْمِي عَلَى أَدْنَى مِنْ هٰذَا فَضَعُفُوا فَتَرَكُوهُ فَأُمَّتُكَ أَضْعَفُ أَجْسَادًا وَقُلُوبًا وَأَبْدَانًا وَأَبْصَارًا وَأَسْمَاعًا فَارْجِعْ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ رَبُّكَ كُلَّ ذٰلِكَ يَلْتَفِتُ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جِبْرِيلَ لِيُشِيرَ عَلَيْهِ وَلَا يَكْرَهُ ذٰلِكَ جِبْرِيلُ فَرَفَعَهُ عِنْدَ الْخَامِسَةِ فَقَالَ يَا رَبِّ إِنَّ أُمَّتِي ضُعَفَاءُ أَجْسَادُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ وَأَسْمَاعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَأَبْدَانُهُمْ فَخَفِّفْ عَنَّا فَقَالَ الْجَبَّارُ يَا مُحَمَّدُ قَالَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ قَالَ إِنَّهُ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ كَمَا فَرَضْتُهُ عَلَيْكَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ قَالَ فَكُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا فَهِيَ خَمْسُونَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ وَهِيَ خَمْسٌ عَلَيْكَ فَرَجَعَ إِلَى مُوسَى فَقَالَ كَيْفَ فَعَلْتَ فَقَالَ خَفَّفَ عَنَّا أَعْطَانَا بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا قَالَ مُوسَى قَدْ وَاللّٰهِ رَاوَدْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى أَدْنَى مِنْ ذٰلِكَ فَتَرَكُوهُ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ أَيْضًا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَا مُوسَى قَدْ وَاللّٰهِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي مِمَّا اخْتَلَفْتُ إِلَيْهِ قَالَ فَاهْبِطْ بِاسْمِ اللّٰهِ قَالَ وَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ فِي مَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

طرف لے جایا گیا، تیسرے آسمان والوں نے بھی اسی طرح کہا جس طرح پہلے اور دوسرے آسمان والوں نے کہا تھا، پھر آپ کو چوتھے آسمان کی طرف لے جایا گیا، انہوں نے بھی اسی طرح کہا، پھر آپ کو پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا، انہوں نے بھی اسی کی مثل کہا، پھر آپ کو چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا، انہوں نے بھی اسی کی مثل کہا، پھر آپ کو ساتویں آسمان کی طرف لے جایا گیا، انہوں نے بھی اسی کی مثل کہا، ہر آسمان پر اللہ کے نبی ہیں، راوی نے ان کے نام لیے تھے میں نے ان کو یاد رکھا، ان میں سے دوسرے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام تھے اور چوتھے آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام تھے اور پانچویں آسمان میں کوئی اور نبی تھے جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا، حضرت ابراہیم علیہ السلام چھٹے آسمان میں تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتویں آسمان میں تھے، ان کو یہ شرف اللہ تعالیٰ سے کلام کی وجہ سے حاصل ہوا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میرا یہ گمان نہیں تھا کہ کسی کو مجھ سے بڑھایا جائے گا، پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو لے کر اس سے بھی اوپر گئے جس جگہ کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں یہاں تک کہ آپ کو سدرۃ المنتہیٰ پر لے آئے، اور آپ جبار رب العزت کے قریب ہوئے اور زیادہ قریب ہوئے حتیٰ کہ اتنے قریب ہوئے جیسے کمان کے دو کنارے ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ کی امت پر ہر دن اور رات میں پچاس نمازیں ہیں، پھر آپ نیچے اترے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو روک لیا اور پوچھا: اے محمد! آپ کے رب نے آپ سے کیا عہد لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھ سے اللہ تعالیٰ نے ہر دن اور رات میں پچاس نمازیں پڑھنے کا عہد لیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: بے شک آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، آپ واپس جائیں اور اپنے رب سے اپنی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اپنی امت کی تخفیف کا سوال کریں، سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف مڑے گویا کہ ان سے اس معاملہ میں مشورہ طلب کر رہے ہیں تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کی طرف اشارہ کیا، اگر آپ چاہیں تو ٹھیک ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان نمازوں کو لے کر جبار کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے عرض کی: اور آپ اسی جگہ پر تھے: اے میرے رب! ہمارے لیے تخفیف فرما دیجئے کیونکہ میری امت اتنی نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی، پس جبار رب العزت نے آپ سے دس نمازیں کم کر دیں، پھر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف واپس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کو روک لیا اور ہمیشہ آپ کو آپ کے رب کی طرف لوٹنے کی تلقین کرتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو پانچ نمازوں پر روک لیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے محمد! اللہ کی قسم! میں اس سے پہلے اپنی قوم بنی اسرائیل پر اس سے کم نمازوں کا تجربہ کر چکا ہوں، سو وہ تھک گئے اور انہوں نے ان نمازوں کو ترک کر دیا تو آپ کی امت تو ان کی بہ نسبت کمزور جسموں اور کمزور دلوں اور کمزور بدنوں اور کمزور بصارت اور کمزور سماعت کی ہے، پس آپ واپس جائیں تاکہ آپ کا رب آپ کی طرف سے پوری پوری تخفیف فرما دے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا تاکہ ان سے مشورہ لیں، اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کو ناپسند نہیں کیا، پانچویں بار جبریل آپ کو اوپر لے گئے تو عرض کی: یارب! میری امت کے جسم، دل، کان، آنکھیں اور بدن کمزور ہیں ہم سے تخفیف فرما۔ پس جبار رب العزت نے فرمایا: اے محمد! آپ نے عرض کیا: لبیک وسعدیک (میں حاضر ہوں)، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میرے ہاں قول کو بدلا نہیں جاتا جس طرح میں نے آپ پر نمازیں فرض کی ہیں جو ام الکتاب (لوحِ محفوظ) میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر نیکی کا اجر اس جیسی دس مثالیں ہوتی ہیں، پس ام الکتاب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں یہ پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، رسول اللہ ﷺ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا آپ نے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہم سے تخفیف فرمادی اور ہمیں ہر نیکی کا دس گنا اجر عطا فرمایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس سے کم نمازوں میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں، انہوں نے نمازوں کو ترک کر دیا تھا، آپ اپنے رب کی طرف واپس حاضر ہوں، پس چاہیے کہ وہ ان نمازوں کی بھی آپ سے تخفیف فرمادے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے موسیٰ! بے شک اللہ کی قسم! اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کیونکہ میں بار بار تخفیف کے لیے اس کے پاس حاضر ہوا ہوں، انہوں نے کہا: پھر آپ اللہ کا نام لے کر آسمانوں سے اتر جائیں، راوی نے کہا: آپ بیدار ہوئے اور اس وقت آپ مسجد حرام میں تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۵۷۰، ۴۹۶۴، ۵۶۱۰، ۶۵۸۱، ۷۵۱۷، صحیح مسلم: ۱۶۲)

صحیح البخاری: ۷۵۱۷، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شب معراج رسول اللہ ﷺ کے پاس تین آنے والے فرشتے

اس حدیث میں مذکور ہے ”لیلۃ اسری برسول اللہ ﷺ من مسجد الکعبۃ انہ جاء ثلثۃ نفر قبل ان یوحی الیہ“ یعنی شب معراج رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل کرنے سے پہلے مسجد الکعبہ میں آپ کے پاس تین فرشتے آئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ میں ان تین فرشتوں کے ناموں پر صراحۃً واقع نہیں ہو سکا لیکن بہر حال یہ فرشتوں میں سے تھے۔

کتاب الاعتصام کے اوائل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرشتے نبی ﷺ کے پاس آئے اور اس وقت آپ سوئے ہوئے تھے، بعض فرشتوں نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں اور بعض نے یہ کہا کہ آنکھ سوئی ہوئی ہے اور دل بیدار ہے اور اس حدیث کی شرح میں، میں نے بیان کیا ہے کہ یہاں پر ان فرشتوں میں سے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل تھے اور میں نے ان کے ناموں کی تصریح امام طبرانی کی روایت از میمون بن سیاہ میں از حضرت انس رضی اللہ عنہ دیکھی ہے، اس حدیث کی عبارت یہ ہے:

آپ کے پاس حضرت جبریل اور حضرت میکائیل آئے، پس ان دونوں نے کہا: یہ کون ہیں؟ اور قریش بھی کعبہ کے گرد سویا کرتے تھے، پس ان دونوں نے کہا: ہمیں قریش کے سردار کے پاس جانے کا حکم دیا گیا ہے، پھر وہ دونوں چلے گئے اور پھر آئے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور وہ تین فرشتے تھے، پھر انہوں نے آپ پر وحی کی۔

شریک کی روایت میں مذکور ہے ”آپ کی طرف نزولِ وحی سے پہلے معراج ہوئی“ اس پر علماء کا طعن

اس حدیث میں ہے ”آپ کی طرف وحی کیے جانے سے پہلے“ علامہ خطابی اور ابن حزم اور عبدالحق اور قاضی عیاض اور علامہ نووی نے اس اضافہ کا انکار کیا ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ شریک کی اس روایت میں اوہام ہیں جن کا علماء نے انکار کیا ہے، ان میں سے ایک شریک کا یہ قول ہے ”آپ کی طرف وحی کیے جانے سے پہلے“ اور یہ غلط ہے، اس پر اتفاق نہیں ہوسکا اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نماز شبِ معراج فرض ہوئی تھی تو آپ کی طرف وحی نازل ہونے سے پہلے کیسے فرض ہوئی، اور ان علماء نے تصریح کی ہے کہ شریک اس اضافہ کے ساتھ منفرد ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”وھو نائم فی المسجد الحرام“ یعنی آپ مسجدِ حرام میں سوئے ہوئے تھے اور اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے ”آپ جس وقت بیدار ہوئے تو آپ مسجدِ حرام میں تھے“ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ آپ اس وقت مسجدِ حرام میں تھے۔

مسجدِ حرام میں آپ کے ساتھ دیگر سونے والے صحابہ کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے ”فقال اولھم ایھم ھو؟“ یعنی پہلے فرشتہ نے کہا کہ جو لوگ سوئے ہوئے ہیں ان میں سے وہ کون ہیں؟ اس میں یہ خبر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے درمیان سوئے ہوئے تھے اور جماعت کے کم سے کم افراد دو ہوتے ہیں، اور دیگر روایات میں ہے کہ اس وقت آپ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آپ کے عم محترم اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ کے عم زاد کے درمیان سوئے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”فلم یرھم حتیٰ اتوہ لیلۃ اخریٰ“ یعنی فرشتوں نے ان کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ وہ آپ کے پاس دوسری رات آئے۔

شریک کی روایت پر علامہ خطابی اور دیگر علماء کے طعن کا جواب

حدیث میں اس مدت کی تعیین نہیں ہے جو فرشتوں کے دونوں مرتبہ آنے کے درمیان مدت تھی، سو اس حدیث کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ دوسری مرتبہ فرشتے اس وقت آئے جب آپ پر وحی کی گئی تھی اور اسی وقت اسراء اور معراج کا وقوع ہوا، اور اسی سے شریک کی روایت پر جو اشکال واقع ہوا تھا وہ اٹھ جاتا ہے، اور اس پر اتفاق حاصل ہوگیا کہ شبِ معراج کا سفر بعثت کے بعد ہجرت سے پہلے بیداری میں ہوا اور شریک کی روایت پر جو علامہ خطابی اور ابنِ حزم وغیرہ نے طعن کیا تھا وہ طعن دور ہو جاتا ہے، کیونکہ اس روایت میں جو مذکور ہے ”وحی نازل ہونے سے پہلے“ یہ فرشتوں کے پہلی مرتبہ آنے کے متعلق ہے، اور جب دوسری مرتبہ فرشتے آئے تب آپ کا سفرِ معراج شروع ہوا اور اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی۔

فرشتوں کے دو مرتبہ راتوں میں آپ کے پاس آنے کی مدت

بعض شارحین نے کہا ہے: فرشتے دو مرتبہ آئے اور ان دو راتوں میں سات راتوں کا فاصلہ تھا اور دوسرا قول ہے کہ آٹھ راتوں کا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فاصلہ تھا، تیسرا قول ہے کہ نو راتوں کا فاصلہ تھا، چوتھا قول ہے دس راتوں کا فاصلہ تھا اور پانچواں قول ہے تیرہ راتوں کا فاصلہ تھا۔

اس پر دلیل کہ معراج آپ کی بعثت کے بعد ہوئی ہے

رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آسمانوں پر جانا اور سفرِ معراج بعثت کے بعد ہوا تو اس پر قوی دلیل یہ ہے کہ آسمان کے پہرہ داروں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا: کیا یہ مبعوث ہو چکے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، اس سے ظاہر ہے کہ معراج بعثت کے بعد ہوئی، اور اس سے وہ تاویل متعین ہو جاتی ہے جو میں نے بیان کی ہے، نیز اس حدیث میں ہے: پس جب آپ بیدار ہوئے تو آپ مسجدِ حرام میں تھے، اگر اس حدیث کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو ہوسکتا ہے کہ آپ آسمان سے اترنے کے بعد مسجدِ حرام میں آ کر سو گئے ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی بیداری سے مراد یہ ہے کہ نزولِ وحی کے وقت آپ پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی وہ کیفیت زائل ہوگئی اور آپ اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے اور اس کو بیدار ہونے سے تعبیر کیا گیا۔

اسراء کے متعلق متعدد روایات اور ان میں تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے "فلم یکلموہ حتی احتملوہ فوضعوہ عند بئر زمزم" یعنی ان فرشتوں نے آپ سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو اٹھایا اور زمزم کے کنویں کے پاس آپ کو رکھ دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "فرشتوں نے آپ کو مسجدِ حرام سے اٹھا کر زمزم کے کنویں کے پاس رکھا" اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا" اور مالک بن صعصعہ کی حدیث میں ہے کہ "آپ حطیم میں تھے" یہ مختلف روایات اس پر مبنی ہیں کہ الاسراء کا قصہ واحد ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اسراء متعدد بار ہوئی ہے تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے یعنی ایک مرتبہ فرشتے آپ کو مسجدِ حرام سے اٹھا کر زمزم پر لے گئے اور دوسری مرتبہ آپ کے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور تیسری مرتبہ آپ حطیم میں تھے تو وہاں سے آپ کو لے جایا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدرِ کریم کے شق کی تعداد کے متعلق روایات

اس حدیث میں مذکور ہے "فشق جبریل ما بین نحرہ الی لبتہ" یعنی حضرت جبریل نے آپ کے گلے کے نیچے سے لے کر سینہ تک کے درمیانی حصہ کو چاک کیا۔

اس حدیث میں "لبہ" کا ذکر ہے، یہ سینہ کی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ہار ڈالنے کی جگہ ہوتی ہے اور اسی جگہ اونٹوں کو نحر کیا جاتا ہے۔

امام ابوداؤد الطیالسی نے اپنی مسند میں اور امام ابونعیم اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اپنی اپنی سندوں کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ ابوبشر الدولابی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے پیٹ کو نکالا گیا اور پھر اس کو اپنی جگہ لوٹا دیا، گیا آپ نے اس کا ذکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔۔۔ الحدیث۔

نیز آپ کے صدرِ کریم کے شق کے متعلق یہ روایت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کی عمر دس سال تھی تو آپ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور الشفاء میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل امین نے جب آپ کے دل کو دھویا تو کہا: یہ ہدایت یافتہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دل ہے اس میں دو آنکھیں ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد بار شق صدر کی حکمتیں

حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۳۴۹ کی شرح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد مرتبہ شق صدر کی حکمتوں کے بیان میں لکھا ہے کہ قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ آپ کا شقِ صدر اس وقت ہوا جب آپ کم سن تھے اور آپ کو دودھ پلانے والی حضرت حلیمہ کے پاس تھے، خلاصہ یہ ہے کہ پہلی بار جو آپ کا شقِ صدر ہوا وہ اس لیے تھا کہ آپ میں یہ استعداد اور صلاحیت ہو کہ آپ کے دل سے اس جمے ہوئے خون کو نکال دیا جائے جس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہ آپ کے جسم میں شیطان کا حصہ تھا سو اس کو نکال دیا گیا، اور دوسری مرتبہ آپ کا شقِ صدر اس لیے ہوا کہ شبِ معراج جو فرشتوں نے آپ سے ملاقات کی آپ کے دل میں اس کی استعداد اور صلاحیت رکھی جائے۔

اور امام الطیالسی اور الحارث نے اپنی مسندوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ اور آپ کا شقِ صدر ہوا تھا جب حضرت جبریل امین علیہ السلام وحی لے کر آپ کے پاس غارِ حرا میں آئے تھے واللہ اعلم، سو آپ کا تین مرتبہ شقِ صدر ہونا حدیثِ صحیح سے ثابت ہے، ہر چند کہ یہ بھی روایت ہے کہ آپ کا پانچ مرتبہ شقِ صدر ہوا ہے، خلاصہ یہ کہ ایک مرتبہ دس سال کی عمر میں آپ کا شقِ صدر ہوا اور دوسری مرتبہ اس وقت شقِ صدر ہوا جب غارِ حرا میں حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس وحی لے کر آئے تھے تاکہ آپ کے دل میں وحی کے حصول کی صلاحیت ہو اور تیسری مرتبہ اسراء اور معراج کے موقع پر شقِ صدر ہوا تاکہ فرشتوں سے آپ کو ملاقات کی صلاحیت ہو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر کو ایمان اور حکمت سے بھرنا

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم اتی بطست محشوا" یعنی آپ کے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ صحیح البخاری: ۳۴۹ میں مذکور ہے کہ ان فرشتوں نے آپ کے دل کو زمزم کے پانی سے دھویا، یعنی اس طشت میں ایسی چیز رکھ دی گئی جس سے ایمان کامل ہو اور حکمت تام ہو، سو اس وجہ سے اس کا نام حکمت اور ایمان مجازاً رکھا گیا۔

حکمت اور ایمان اگرچہ معانی ہیں لیکن کبھی معانی کو سمجھانے کے لیے ان کی مثال اجسام سے دی جاتی ہے جیسے حدیث میں موت کی مثال بکری کے ساتھ دی ہے۔

علامہ النووی نے کہا ہے: حکمت کی تفسیر میں اقوال کثیرہ مضطربہ ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ حکمت سے مراد وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت پر مشتمل ہو اور اس میں یہ بصیرت ہو جس سے نفس کی تہذیب ہو اور حق پر عمل کرنے کی تحقیق ہو، اور کبھی حکمت کا اطلاق قرآن مجید پر بھی ہوتا ہے وہ بھی ان امور پر مشتمل ہے، اور کبھی حکمت کا اطلاق نبوت پر ہوتا ہے اور کبھی حکمت کا اطلاق فقط علم پر ہوتا ہے یا فقط معرفت پر ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

شقِ صدر کے بعد براق پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ میں جانے کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "ثم اطبقه ثم عرج به الی السماء الدنیا" یعنی پھر آپ کے سینہ کو سیا اور اس کو برابر کر دیا، پھر آپ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو آسمانِ دنیا کی طرف لے جایا گیا۔

اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ پھر آپ کو براق پر سوار کرا کر مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا بلکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ شق صدر کے بعد آپ کو آسمانوں کی طرف لے جایا گیا، اس میں تطبیق اس طرح ہے یا تو معراج کے متعلق متعدد احادیث ہیں اور کسی حدیث میں شقِ صدر کے بعد آسمانوں کی طرف لے جانے کا ذکر ہے جیسا کہ یہاں ہے اور کسی حدیث میں شقِ صدر کے بعد آپ کو براق پر سوار کرانے کا ذکر ہے جیسا کہ مالک بن صعصعہ کی حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا کہ میرے قلب کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا، پھر اس میں ایمان اور حکمت کو بھرا گیا، پھر اس کو دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا، پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی سو مجھ کو اس پر سوار کرایا گیا، پس حضرت جبریل علیہ السلام مجھے لے کر چلے حتیٰ کہ آسمانِ دنیا پر پہنچے، یہاں بھی کچھ عبارت محذوف ہے، اصل عبارت یوں ہے ”حتیٰ کہ مجھے بیت المقدس پر لایا گیا، پھر وہاں پر معراج (سیڑھی) لائی گئی، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس براق کو لایا گیا، میں اس پر سوار ہوا حتیٰ کہ بیت المقدس میں براق کو لایا گیا، میں نے اس کو باندھا، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، پھر میں نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر مجھے آسمان کی طرف چڑھایا گیا“۔

اس حدیث میں مذکور ہے ”فاستبشر به اهل السماء“ یعنی آپ کے آنے سے آسمان والے خوش ہوئے۔

گویا کہ آسمان کے فرشتوں کو معلوم تھا کہ عنقریب آپ کو معراج کرائی جائے گی تو وہ آپ کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

جنت میں کوثر کو دکھانا

اس حدیث میں مذکور ہے ”ماهذا يا جبريل؟ قال هذا الكوثر الذي خبأ“ یعنی آپ نے پوچھا: اے جبریل! یہ دریا کون سا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ کوثر ہے جو آپ کے لیے چھپایا گیا ہے۔

شریک کی اس روایت پر یہ اشکال ہے کہ کوثر جنت میں ہے اور جنت ساتویں آسمان میں ہے اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں مذکور ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا، پس وہاں ایک دریا تھا جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے، پس میں نے پانی جاری ہونے کی جگہ پر اپنا ہاتھ پانی میں مارا تو وہ خوشبودار مشک تھی تو حضرت جبریل نے کہا: یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے، اور کتاب التفسیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں جنت کا ذکر نہیں ہے، اور امام ابوداؤد اور امام طبری نے از قتادہ روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ کے سامنے جنت میں ایک دریا پیش کیا گیا۔ الحدیث، یہاں بھی کچھ عبارت محذوف ہے اور مراد یہ ہے کہ آپ آسمانوں پر چڑھتے گئے حتیٰ کہ آسمانِ دنیا سے ساتویں آسمان تک پہنچے تو وہاں پر ایک دریا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان میں تھے یا ساتویں آسمان میں تھے، دو روایتوں کا اختلاف اور ان میں تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے ”وموسیٰ فی السابعة بفضل كلام الله“ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلام ہونے کی وجہ سے جو فضیلت عطا کی تھی اس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتویں آسمان میں تھے۔

اس تعلیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شریک کے نزدیک منضبط یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتویں آسمان میں تھے، اور مشہور روایات میں یہ ہے کہ ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، تو اگر یہ متعدد واقعات ہوں تو کوئی اشکال نہیں ہے، اور اگر یہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک ہی واقعہ ہو تو اس میں تطبیق اس طرح ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ عروج میں تھے یعنی آسمانوں پر چڑھتے جا رہے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان میں تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان میں تھے جیسا کہ مالک بن صعصعہ کی ظاہر حدیث ہے، اور جب آپ آسمانوں سے اتر رہے تھے تو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتویں آسمان میں تھے، کیونکہ کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تھا، اور ساتواں آسمان وہ ہے کہ اترتے وقت وہ سب سے پہلا آسمان ہے تو مناسب تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتویں آسمان میں ہوں، کیونکہ جب آپ آسمانوں سے اتر رہے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ سے کلام کیا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھٹے آسمان میں آپ سے ملاقات کی، پھر آپ کے ساتھ وہ اوپر چڑھتے گئے حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک پہنچے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونے کی وجہ سے یہ فضیلت دی گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقال موسیٰ رب لم اظن ان یرفع علی احد" یعنی اے میرے رب! میرا یہ گمان نہیں تھا کہ کسی اور کو مجھ سے بلند مرتبہ عطا کیا جائے گا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلام ہونے کے ساتھ مخصوص فرمایا، قرآن مجید میں ہے:

إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي — میں نے تم کو لوگوں پر اپنے پیغامات اور اپنے کلام سے فضیلت دی۔ (الاعراف: ۱۴۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اپنے کلام سے اور اپنی رسالت سے تم کو لوگوں پر فضیلت دی ہے، اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام بشروں پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور کوئی شخص ان سے بڑے مرتبہ کا نہیں ہوگا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود عطا کر کے فضیلت دی اور دیگر فضائل عطاء فرمائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بلند ہو گیا، تب انہوں نے یہ کہا: اے میرے رب! میرا یہ گمان نہیں تھا کہ تو کسی اور کو مجھ سے بلند مرتبہ عطاء فرمائے گا۔

پھر علامہ ابن بطال نے کہا: اس میں اختلاف ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے شبِ معراج سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ کلام فرمایا، یا بالواسطہ کلام فرمایا، اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھ سے دیکھا یا دل کی آنکھ سے دیکھا، بیداری میں دیکھا یا نیند میں دیکھا، اس کا بیان ہم سورۂ النجم کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے شبِ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

شبِ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق فقہاءِ امت کا اختلاف

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج اپنے رب کو دیکھا اس میں متقدمین کا اختلاف ہے، حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اس کا انکار کرتے ہیں اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایات مختلف ہیں، اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ آپ نے شبِ معراج اپنے رب کو دیکھا۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام عبدالرزاق نے از معمر از الحسن یہ روایت کی ہے کہ وہ حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

اور امام ابن خزیمہ نے از عروہ بن زبیر روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو دیکھا اور جب ان کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کا ذکر کیا جاتا تو وہ اس پر بہت سختی کرتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام اصحاب کا بھی یہی قول ہے اور کعب احبار اور الزہری اور ان کے صاحب معمر اور دوسروں نے بھی اسی کو وثوق سے کہا ہے اور یہی امام اشعری اور ان کے اکثر پیروکاروں کا قول ہے۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل سے دیکھا، امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مطلقاً دیکھنے کی روایات بھی ہیں اور دل سے دیکھنے کی روایات بھی ہیں، اس کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے:

امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلیل ہونا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہو اور کلیم ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہو اور دیدار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو؟

اور امام ابن خزیمہ کی روایت اس طرح ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل ہونے کے ساتھ فضیلت دی۔۔۔الحدیث۔

اور امام ابن اسحاق اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف کسی کو بھیجا اور پوچھا: کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں!

اور امام مسلم نے از ابو العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما درج ذیل آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ (النجم: ۱۱-۱۳)

(آپ کے) قلب نے اس کی تکذیب نہ کی جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا O کیا تم ان سے اس پر جھگڑ رہے ہو جو انہوں نے دیکھا O بے شک انہوں نے اسے ضرور دوسری بار دیکھا O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا، اور زیادہ صریح روایت وہ ہے جو امام ابن مردویہ نے از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا۔

اس تقدیر پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو دیدار کا اثبات کرتے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو دیدار کی نفی کرتی ہیں ان دونوں کے اقوال کی تطبیق ممکن ہے، بایں طور کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دیدار کی نفی کو آنکھ سے دیکھنے پر محمول کیا جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دیدار کو ثابت کرنے پر دل سے دیکھنے پر محمول کیا جائے، اور دل سے دیکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا علم ہو گیا، کیونکہ آپ کو ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا علم تھا بلکہ دل سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایسی دیکھنے کی صفت پیدا کر دی جیسے دیکھنے کی صفت اس نے آنکھوں میں پیدا کی ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ قرطبی نے کہا ہے: راجح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہیے کیونکہ اس باب میں کسی طرف بھی دلیلِ قطعی نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ دونوں فریق ظاہر آیت اور ظاہر حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور یہ مسئلہ عملیات میں سے نہیں ہے جس میں دلائل ظنیہ کافی ہوتے ہیں یہ مسئلہ عقائد سے ہے۔ المروزی نے امام احمد سے پوچھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس کا یہ زعم ہے کہ محمد نے اپنے رب کو دیکھا اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا، آپ کس دلیل سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا جواب دیں گے؟ تو امام احمد نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے آپ نے فرمایا: ''رایت ربی'' میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے بہت بڑا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث میں مذکور ہے ''ودنا الجبار رب العزة فتدلی حتی کان منه قاب قوسین او ادنی'' یعنی آپ رب العزۃ تبارک وتعالیٰ سے قریب ہوئے اور اتنے قریب ہوئے جیسے کمان کے دو کنارے ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔

صحیح البخاری کی جس روایت میں ''دنا فتدلی'' مذکور ہے، اس پر علامہ خطابی کا طعن

میمون کی اس روایت میں مذکور ہے کہ ''پس آپ کا رب عزوجل قریب ہوا، پس دو کمانوں کی مقدار قریب ہوا یا اس سے بھی زیادہ''۔ علامہ خطابی نے کہا ہے: صحیح البخاری میں اس سے زیادہ ظاہراً قبیح اور لائقِ ملامت اور کوئی حدیث نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث سے لازم آتا ہے کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مسافت کی تحدید ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ قصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے حکایت کیا ہو اور اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہ کی ہو اور نہ آپ سے نقل کیا ہو اور نہ آپ کی طرف اس قول کی اضافت کی ہو، خلاصہ یہ ہے کہ یہ راوی کی جہت سے ہے، رہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے یا شریک کی طرف سے، کیونکہ وہ منکر اور غریب الفاظ کے لانے میں متفرد ہیں اور باقی راوی ان کی اتباع نہیں کرتے۔

پھر علامہ خطابی نے کہا: اس روایت میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف تدلی یعنی زیادہ قریب ہونے کی نسبت ہے یہ عامة السلف اور علماء اور اہلِ تفسیر کے خلاف ہے خواہ متقدمین ہوں یا متاخرین، انہوں نے کہا: اس حدیث کی توجیہ میں تین اقوال ہیں:

(۱) حضرت جبریل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے ''فتدلی'' یعنی اور زیادہ قریب ہوئے۔

(۲) حضرت جبریل علیہ السلام اپنے بلند ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہوئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے وہ جس کو چاہتا ہے بغیر کسی چیز کے سہارے کے ہوا میں لٹکا دیتا ہے۔

(۳) حضرت جبریل علیہ السلام قریب ہوئے تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو کر زیادہ قریب ہو گئے تا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کریں۔

علامہ خطابی نے کہا: اس حدیث کی روایت شریک کے علاوہ دوسرے راویوں سے کی گئی ہے اور اس میں یہ الفاظِ شنیعہ نہیں ہیں اور اس سے یہ گمان قوی ہو جاتا ہے کہ یہ روایت شریک کی جہت سے صادر ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری کی روایت جس میں ''دنا فتدلی'' مذکور ہے اس پر طعن کے جوابات

یہ جو کہا گیا ہے کہ تمام متقدمین اور متاخرین نے شریک کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس روایت کی مخالفت کی ہے جس میں تدلی مذکور ہے، اس کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) علامہ القرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے ''دنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ'' اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا امر اور اس کا حکم قریب ہے (نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ قریب ہوا) اور تدلی کا اصل معنی ہے: کسی چیز کی طرف اترنا حتیٰ کہ اس کے قریب ہو جائے۔

(۲) اس سے مراد ہے رفرف کی تدلی، یعنی رفرف کو نیچے لٹکایا تا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھ جائیں، پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے قریب ہوئے۔

(۳) قاضی عیاض نے الشفاء میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف قریب ہونے سے یہ مراد نہیں ہے جس طرح کوئی شخص کسی جگہ اور مکان میں قریب ہوتا ہے اور نہ زمانہ کا قرب مراد ہے اور اگر اس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو تو یہ آپ کے مرتبہ کی عظمت کے اظہار کے لیے ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہو تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام اور آپ کو مانوس کرنے کے لیے ہے، اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کی وہی تاویل کی جائے گی جو اس حدیث میں ہے کہ ''ہمارا رب آسمان کی طرف نازل ہوتا ہے''، اسی طرح جس حدیث میں ہے کہ ''جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں''۔

(۴) دوسرے علماء نے کہا: یہاں پر قریب ہونا قربِ معنوی سے مجاز ہے تا کہ رب تعالیٰ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مرتبہ کو ظاہر کیا جائے، اور تدلی سے مراد ہے زیادہ قرب کی طلب، اور قاب قوسین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے لطفِ محل اور ایضاحِ معرفت سے عبارت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہو تو اس کا معنی ہے: آپ کی دعا کو اللہ تعالیٰ کا قبول فرمانا اور آپ کے درجہ کو بلند فرمانا۔

شریک کی روایت میں دیگر خدشات

شریک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج بعثت سے پہلے ہوئی، کیونکہ شریک کی روایت میں مذکور ہے کہ تین فرشتے آپ کے پاس آپ کی طرف وحی کی جانے سے پہلے آئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد ہے کسی امرِ مخصوص میں وحی کیے جانے سے پہلے نہ کہ مطلقاً وحی کی جانے سے پہلے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی ہو کہ آپ کے پاس تین فرشتے آئے اس سے پہلے کہ آپ کی طرف اسراء اور معراج کے متعلق وحی کی جائے، یعنی معراج کا وقوع اچانک ہوا تھا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا۔

شریک کی روایت میں دوسرا خدشہ یہ ہے کہ اس روایت میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور اللہ کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا، اور مشہور یہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں یا چھٹے آسمان میں ہے۔

شریک کی روایت میں تیسرا خدشہ یہ ہے کہ اس روایت میں ہے کہ نیل اور فرات کا عنصر آسمان دنیا میں ہے اور دوسری مشہور روایات میں ہے کہ وہ ساتویں آسمان میں ہے اور سدرۃ المنتہیٰ کے نیچے ہے۔

شریک کی روایت میں چوتھا خدشہ یہ ہے کہ اس روایت میں مذکور ہے کہ دریائے کوثر آسمانِ دنیا میں ہے اور مشہور یہ ہے کہ کوثر

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جنت میں ہے۔
شریک کی روایت میں پانچواں خدشہ یہ ہے کہ انہوں نے دنو اور تدلی کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف کی ہے اور مشہور یہ ہے کہ اس کی نسبت حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف ہے۔
شریک کی روایت میں چھٹا خدشہ یہ ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچویں بار جانے کے بعد سوال کرنے سے رک گئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ نویں مرتبہ آپ سوال کرنے سے رک گئے۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۵۹۸۔۶۰۵ ملخصاً وملتقطاً، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

معراج جسمانی کی تحقیق

بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ معراج جس کو اسراء کہا جاتا ہے آپ کو نیند میں دکھایا گیا تھا، لیکن یہ رائے اس لیے غلط ہے کہ اگر یہ نیند کا واقعہ ہوتا تو کفارِ قریش کو اس قدر شد و مد سے اس کی تکذیب کی کیا ضرورت تھی کیونکہ نیند میں آدمی جو چاہے دیکھ لے اس پر کسی کو کیا اعتراض ہے۔
اور بعض دوسرے لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ معراج آپ کے جسم کے ساتھ نہیں ہوئی تھی بلکہ آپ کی روح کو معراج ہوئی تھی، اور وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک گم نہیں ہوا لیکن آپ کی روح کو معراج کرائی گئی تھی، یہ رائے بھی غلط ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝ (بنی اسرائیل:۱)

ہر عیب سے پاک ہے وہ جو اپنے (مکرم) بندہ کو رات کے ایک قلیل وقفہ میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گیا جس کے اردگرد کو ہم نے برکتیں رکھ دی ہیں تا کہ ہم اس (عبدِ مکرم) کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی بہت سننے والا، بہت دیکھنے والا ہے ۝

اس آیت مبارکہ میں عبد کو معراج کرانے کا ذکر ہے اور عبد روح مع الجسد کو کہتے ہیں صرف روح کو عربی زبان میں عبد نہیں کہا جاتا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو جسمانی معراج کرائی گئی تھی، نیز احادیثِ صحیحہ میں جو شبِ معراج کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں ان سب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ جسمانی معراج تھی مثلاً جب آپ کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ لے جایا گیا تو براق پر سوار کرایا گیا تو براق پر سوار ہونا اس کو مستلزم ہے کہ آپ کا جسم مبارک براق پر سوار ہوا تھا ورنہ روح کو تو کہیں آنے جانے کے لیے سواری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نیز مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں تک جانے کے لیے ایک نورانی سیڑھی رکھ دی گئی تھی جس پر چڑھ کر آپ مسجدِ اقصیٰ سے پہلے آسمان اور پھر دوسرے آسمان تک گئے، سو سیڑھی پر چڑھنے کی ضرورت بھی جسم کو ہوتی ہے روح کو کہیں آنے جانے کے لیے سیڑھی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نیز معراج کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر عرب کے قافلے والوں کا ایک اونٹ بدک کر بھاگا، وہ اس اونٹ کو ڈھونڈنے کے لیے چلے گئے، آپ نے ان کے اونٹ کے کجاوہ سے پانی نکال کر پیا اور پانی پینے کی ضرورت بھی جسم کو ہوتی ہے، روح کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نیز یہ بھی احادیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ سے پار گئے تو آپ کو ایک آواز سنائی دی "قف یا محمد فان ربك یصلی" "یصلی" کا لفظ صلوٰۃ سے ماخوذ ہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور صلوٰۃ کا معنی نماز پڑھنا بھی ہے اور صلوٰۃ کا معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا بھی ہے، اس وقت آپ کا ذہن یصلی سے نماز پڑھنے کی طرف منتقل ہوا، آپ کو تعجب ہوا کہ رب کیسے نماز پڑھتا ہے! تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مشابہ آواز آئی ''ان اللہ وملئکته یصلون علی النبی'' تب آپ کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہاں یصلی کا معنی نماز پڑھنا نہیں ہے بلکہ درود پڑھنا ہے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا تھا اور تعجب کا محل ذہن اور دماغ ہے اور ذہن اور دماغ جسم کا ہوتا ہے روح کا نہیں ہوتا، ان تمام قرائن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو معراج ہوئی تھی، اور جو شخص آپ کی معراجِ جسمانی کا قائل نہیں ہے اس پر یہ لازم آئے گا کہ وہ ان تمام احادیث کا انکار کر دے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۳۸۔ بَابُ: كَلَامِ الرَّبِّ مَعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ — اللہ عزوجل کا اہلِ جنت سے کلام فرمانا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں رب عزوجل کا اہلِ جنت سے کلام کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی اہلِ جنت کے جنت میں داخل ہونے کے بعد، اس سے پہلے رب جل جلالہٗ کا انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ علیہم السلام سے کلام کا ذکر کیا گیا تھا، اور اب رب عزوجل کا اہل جنت سے کلام کے متعلق احادیث ذکر کر رہے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۱۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُولُونَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ فَيَقُولُ هَلْ رَضِيتُمْ فَيَقُولُونَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضَى يَا رَبِّ وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ فَيَقُولُ أَلَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُولُونَ يَا رَبِّ وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُولُ أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل اہلِ جنت سے فرمائے گا: اے اہلِ جنت! تو وہ کہیں گے: ہم حاضر ہیں اے ہمارے رب! اور ہم تیری اطاعت کے لیے تیار ہیں اور خیر تیرے دونوں ہاتھوں میں ہے، پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں حالانکہ تو نے ہمیں اتنا کچھ عطا کیا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں کیا، اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے زیادہ افضل چیز عطا نہ کروں؟ سو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اس سے زیادہ افضل اور کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں تمہارے اوپر اپنی رضا کو حلال کر دیتا ہوں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس اس کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(صحیح البخاری:۶۵۴۹، ۷۵۱۸، صحیح مسلم:۲۸۲۹، سنن ترمذی:۲۵۵۵، مسند احمد:۱۱۴۲۵)

صحیح البخاری:۷۵۱۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور پر بعض سوالات کے جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے "اور خیر تیرے دونوں ہاتھوں میں ہے" اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ شر بھی تو اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور موثر اور خالق نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف حسن کی نسبت کی جائے، نیز اللہ تعالیٰ جو کام بھی کرتا ہے وہ خیر ہی ہوتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میں تمہیں اس سے افضل چیز عطا فرماتا ہوں اور فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا ہے"۔ اس پر یہ سوال ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ سے ملاقات یہ افضل نعمت نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں ہمیشہ تم سے راضی رہوں گا اور کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهُ أَوَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ قَالَ بَلَى وَلَكِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ فَأَسْرَعَ وَبَذَرَ فَتَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ وَتَكْوِيرُهُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى دُونَكَ يَا ابْنَ آدَمَ فَإِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَجِدُ هَذَا إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ فَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ۔

(صحیح البخاری:۲۳۴۸، ۷۵۱۹، مسند احمد:۱۰۲۶۴)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک ایک دن نبی ﷺ حدیث بیان فرمارہے تھے اور آپ کے پاس ایک دیہاتی مرد تھا، آپ نے فرمایا کہ اہلِ جنت میں سے ایک مرد اللہ تعالیٰ سے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت طلب کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تیری ہر خواہش یہاں پوری نہیں ہوتی؟ وہ عرض کرے گا کیوں نہیں لیکن میں کھیتی باڑی کرنا پسند کرتا ہوں، پھر وہ جلدی سے بیج بوئے گا تو اس کی ایک طرف سے پیداوار بڑھنی شروع ہو جائے گی اور اسی وقت وہ ہموار ہو جائے گی اور اسی وقت وہ کٹ جائے گی اور پہاڑوں کی طرح اس کا ڈھیر لگ جائے گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: لے اے ابن آدم! بے شک تجھے کوئی چیز سیر نہیں کرتی، اس دیہاتی نے کہا: یارسول اللہ! یہ شخص یا قرشی ہوگا یا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

انصاری ہوگا کیونکہ یہی لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں، رہے ہم لوگ تو ہم کھیتی باڑی نہیں کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد القسطلانی التوفی ۹۱۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور پر ایک اشکال کا جواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ (طٰہٰ:۱۱۸) بے شک آپ جنت میں نہ بھوکے رہیں گے اور نہ برہنہ O

اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں ہر شخص سیر ہوگا، کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ جنت میں آپ بھوکے نہیں رہیں گے، اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دیہاتی سے فرمائے گا: ''تجھے کوئی چیز سیر نہیں کرسکتی''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد اس شخص کی مذمت ہے جس نے قناعت کو ترک کر دیا اور، اور زیادہ کو طلب کیا ورنہ جنت میں تو ہر شخص سیر ہوگا اور جو کچھ کھائے گا یا پیئے گا تو وہ بھوک اور پیاس مٹانے کے لیے نہیں کھائے گا بلکہ حصولِ لذت کے لیے کھائے گا اور پیئے گا۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۶۹، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

۳۹۔ بَابُ: ذِكْرِ اللّٰهِ بِالْاَمْرِ وَذِكْرِ الْعِبَادِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالرِّسَالَةِ وَالْاِبْلَاغِ

اللہ تعالیٰ کا بندوں کو حکم دینے سے یاد فرمانا اور بندوں کا اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اور گڑگڑا کر اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو مخلوق تک پہنچا کر اس کو یاد کرنا

بابِ مذکور کی شرح از علامہ قسطلانی

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد القسطلانی التوفی ۹۱۱ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے کہ ان پر احکام جاری کرتا ہے اور ان پر انعام فرماتا ہے جب وہ اس کی اطاعت کریں یا ان کو عذاب دیتا ہے جب وہ اس کی نافرمانی کریں، اور بندوں کا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ دعا کریں گڑگڑا کر اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو مخلوق تک پہنچائیں اور جو علوم ان تک پہنچے ہیں وہ دوسروں تک پہنچائیں۔

بابِ مذکور کی تعلیقات

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ:۱۵۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

تعلیقِ مذکور کی شرح از علامہ قسطلانی

ذکر دل سے ہوتا ہے اور اعضاء سے ہوتا ہے اور زبان سے ہوتا ہے، پس زبان سے ذکر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تمجید ہے اور قرآن کا پڑھنا ہے اور دل کا ذکر یہ ہے کہ ان دلائل کے اندر غور و فکر کرے جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر قائم ہیں اور ان دلائل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں جو شبہات قائم کیے جاتے ہیں ان شبہات کے جوابات میں غور کرے، پس جب لوگ جان لیں گے کہ ان کو کیوں مکلف کیا گیا ہے تو وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے میں جو ثواب ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہ کرنے سے عذاب ہوگا، تو جب یہ جان لیں گے تو ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانا آسان ہوگا اور اعضاء کے ساتھ ذکر کرنا وہ یہ ہے کہ جن اعضاء سے جن عبادات کا حکم دیا گیا ہے ان اعضاء سے ان عبادات کو انجام دیا جائے۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۰۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ (یونس: ۷۱-۷۲)

اور ان کے سامنے نوح کا قصہ بیان کیجئے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اگر تم کو میرا (تمہارے درمیان) رہنا اور تمہیں اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کرنا ناگوار ہے تو میں نے صرف اللہ پر توکل کیا ہے تم اپنے (خود ساختہ) معبودوں کے ساتھ مل کر اپنی سازش کو پختہ کرلو، پھر تمہاری وہ سازش تمہارے (گروہ پر) مخفی نہ رہے، پھر تم جو کچھ میرے خلاف کرسکتے ہو وہ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو ○ پھر اگر تم اعراض کرو تو میں نے (تبلیغ دین کا) تم سے کوئی اجر طلب نہیں کیا، میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں ○

تعلیقِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ ابن بطال نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرما کے اور جو کچھ انہوں نے تبلیغ کی ہے اس کا ذکر فرما کے یہ اشارہ دیا ہے کہ نبی پر تبلیغ کرنا فرض ہے اور جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی اسی طرح ہر نبی پر اپنی کتاب کی اور اپنی شریعت کی تبلیغ کرنا فرض ہے، مفسرین نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مشرکین پر نوح علیہ السلام کی خبر کو پڑھیے یعنی ان کا قصہ بیان کیجئے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلیل ہے کیونکہ آپ نے انبیاء سابقین علیہم السلام کے قصے بیان فرمائے اور آپ گزشتہ کتابوں کو پڑھنے والے نہ تھے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

غُمَّةٌ: هَمٌّ وَضِيقٌ

غمۃ: اس کا معنی ہے: غم اور تنگی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: جب کسی قوم کے اوپر کوئی معاملہ مشکل اور دشوار ہو جائے تو کہا جاتا ہے "القوم فی غمة" اور اسی سے ماخوذ ہے غم الھلال، یعنی چاند کی رویت کو بادلوں نے ڈھانپ لیا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

قَالَ مُجَاهِدٌ: اقْضُوا إِلَيَّ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ يُقَالُ: افْرُقْ اقْضِ

مجاہد نے کہا: جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کو میرے ساتھ پورا پورا کرلو۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اہل عرب کہتے ہیں: اُفرق: یعنی فیصلہ کردو۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق سے مجاہد کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

یٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكُمْ مَّقَامِیْ وَ تَذْكِیْرِیْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَیْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَیَّ وَ لَا تُنْظِرُوْنِ۝ (یونس:۷۱)

اے میری قوم! اگر تم کو میرا (تمہارے درمیان) رہنا اور تمہیں اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کرنا ناگوار ہے تو میں نے صرف اللہ پر توکل کیا ہے تم اپنے (خودساختہ) معبودوں کے ساتھ مل کر اپنی سازش کو پختہ کرلو، پھر تمہاری وہ سازش تمہارے (گروہ پر) مخفی نہ رہے، پھر تم جو کچھ میرے خلاف کر سکتے ہو وہ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو O

ابن التین نے اس کی تفسیر میں کہا: جو تمہارے دل میں آئے وہ کرلو، اور دوسروں نے کہا: تم معاملہ کو ظاہر کردو اور اس کو دوسرے معاملات سے متمیز کردو اس حیثیت سے کہ کوئی شبہ باقی نہ رہے پھر تم جو چاہو وہ کرو خواہ مجھے قتل کرو یا مجھے مہلت دو۔

اس تعلیق میں مذکور ہے: ''اُفرق'' اقض، ایک قول یہ ہے کہ یہ مجاہد کا کلام نہیں ہے، یعنی تمہارے دل میں جو کچھ ہے اس کو ظاہر کردو اور اس کو مخفی نہ رکھو، پھر تم مجھے اگر قتل کرنا چاہتے ہو ظاہراً تو مجھے قتل کردو اور اس میں مجھے مہلت نہ دو۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى یَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ (التوبہ:٦)

''اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے تو آپ اسے پناہ دے دیجئے حتیٰ کہ وہ اللہ کا کلام سنے''۔

إِنْسَانٌ یَأْتِیهِ فَیَسْتَمِعُ مَا یَقُولُ وَمَا أُنْزِلَ عَلَیْهِ فَهُوَ آمِنٌ حَتّٰی یَأْتِیَهُ فَیَسْمَعَ كَلَامَ اللهِ وَحَتّٰی یَبْلُغَ مَأْمَنَهُ حَیْثُ جَائَهُ۔

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: آپ کے پاس کوئی انسان آئے اور جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ سنے اور جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کو سنے تو وہ امن میں ہوگا حتیٰ کہ وہ آپ کے پاس آتا رہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام سنتا رہے اور جب تک وہ اس امن کی جگہ نہ پہنچ جائے جہاں سے وہ آیا تھا۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اس وجہ سے ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ جو انسان آپ کے پاس آکر اللہ کا کلام سنے تو اگر وہ ایمان لے آئے تو فبہا ورنہ جب تک وہ اپنی امن کی جگہ میں نہ پہنچے اس کو امن ہوگا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق جو چاہے وہ فیصلہ فرمادے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: انسان سے مراد ہے مشرک، یعنی اگر کوئی مشرک اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے کا ارادہ کرے تو آپ اس کے سامنے قرآن مجید کو پیش کریں اور اس کو تبلیغ فرمائیں اور جب وہ اللہ کا کلام سن رہا ہو تو اس کو امن میں رکھیں، پس اگر اس نے اسلام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قبول کرلیا تو فبہا ورنہ وہ جس امن کی جگہ سے آیا ہے اس کو وہاں واپس لوٹا دیں۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

النَّبَأُ الْعَظِيمُ: الْقُرْآنُ۔ عظیم خبر سے مراد قرآن ہے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ بھی مجاہد کی تفسیر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۞ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۞ (النبا: ۱۔۲) یہ لوگ کس چیز کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں؟ ○ عظیم خبر کے متعلق ○

علامہ کرمانی نے کہا کہ "النَّبَاِ الْعَظِيْمِ" سے مراد قرآن ہے، یعنی آپ ان کے سوال کا جواب دیجئے اور ان کی طرف قرآن کی تبلیغ کیجئے۔ علامہ ابن بطال نے کہا: قرآن مجید کو "نبأ" یعنی خبر فرمایا ہے کیونکہ قرآن مجید سے خبر دی جاتی ہے، اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب یہ لوگ آپ سے عظیم خبر کے متعلق سوال کریں تو آپ ان کو یہ جواب دیجئے اور قرآن کی ان کی طرف تبلیغ کیجئے، دوسرا قول یہ ہے کہ جو خبر برحق ہو اس کو "نبأ" کہا جاتا ہے یعنی وہ جھوٹ سے خالی ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

صَوَابًا: حَقًّا فِي الدُّنْيَا وَعَمَلٌ بِهِ صوابا: اس سے حق بات کہنا اور اس پر عمل کرنا مراد ہے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ ہے:

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۚ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۞ (النبا: ۳۸) جس دن جبریل اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے، اس سے کوئی بات نہیں کر سکے گا سوا اس کے جس کو رحمٰن نے اجازت دی اور اس نے صحیح بات کی ○

امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ امام بخاری کی عادت ہے کہ جب کوئی ایسی آیت ذکر کرتے ہیں جو ان کے مقصود پر دلالت کرے تو اس کی مناسب آیات کو بھی بالتبع ذکر کر دیتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۶۲۔ ۲۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۰۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا (البقرہ: ۲۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لہٰذا تم اللہ کے لیے شرکاء نہ بناؤ"

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ (حم السجدہ: ۹) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم اس کے لیے شرکاء قرار دے رہے ہو، حالانکہ وہی تمام جہانوں کا رب ہے ○

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَقَوْلِهٖ: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (الفرقان:٦٨)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ (الزمر:٦٥۔٦٦)

اور بے شک آپ کی طرف (توحید کی) وحی کی گئی ہے اور آپ سے پہلے نبیوں کی طرف کہ اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے O بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

بندوں کے افعال کا اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور بندوں کے کسب سے متعلق ہونا

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے: امام بخاری کی اس باب کو قائم کرنے سے غرض یہ ہے کہ مخلوقات کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں خواہ وہ افعال خیر ہوں یا شر ہوں سو ان سب کی اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ہے اور بندوں نے ان کا کسب کیا ہے اور ان میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف منسوب نہیں ہے، کیونکہ اگر کسی فعل کو اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف منسوب کیا جائے تو اس غیر کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا جائے گا اور فعل کی نسبت کرنے میں اللہ تعالیٰ کے مساوی قرار دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس ارشاد سے متنبہ فرمایا "فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔۔۔ (البقرہ:۲۲)" یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا بھی خالق ہے اور تمہارے افعال کا بھی خالق ہے اور تمہارے ارزاق کا بھی خالق ہے، اس میں ان قدریہ کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خالق ہے، اسی لیے امام بخاری نے ان آیات کا ذکر کیا جو شرکاء کی اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے معبود ہونے کی نفی کرتی ہیں، ان آیات میں سے بعض وہ ہیں جن سے مومنین کو ڈرایا ہے اور بعض وہ ہیں جن سے کافروں اور گمراہوں کو زجر و توبیخ کی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد سے مومنین کی تحسین کی ہے "وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔۔۔ (الفرقان:۶۸)" یعنی وہ مومنین جو اپنی حاجات میں اس طرح اللہ تعالیٰ کے غیر کو نہیں پکارتے جس طرح بت پرست اپنی ضروریات میں بتوں کو پکارتے ہیں تاکہ وہ ان کو رزق دے اور ان کو عافیت سے رکھے، کیونکہ یہ بت ان کے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ کسی نفع کے مالک ہیں۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

بندوں کے افعال کا اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونا

علامہ محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸۶ ھ نے لکھا ہے: اس باب کے عنوان سے مقصود یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے شریک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی نفی کی جائے، پس مناسب یہ تھا کہ امام بخاری اس کو کتاب التوحید کے اوائل میں ذکر کرتے لیکن یہاں پر یہ مقصود نہیں ہے بلکہ یہ بیان کرنا مطلوب ہے کہ بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، کیونکہ اگر بندے اپنے افعال کے خود خالق ہوتے تو وہ تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے انداد اور شرکاء ہو جاتے۔

اور یہ باب الجہمیہ (الجبریہ) کے رد کو بھی متضمن ہے جو کہتے ہیں کہ بندہ کی بالکل قدرت نہیں ہے، اور المعتزلہ کے رد کو بھی متضمن ہے جو کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا کوئی دخل نہیں ہے اور حق مذہب یہ ہے کہ یہاں پر نہ جبر ہے اور نہ قدر ہے بلکہ معاملہ ان دونوں کے درمیان میں ہے۔

پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بندوں کا فعل یا تو بندوں کی قدرت سے ہوگا یا نہیں ہوگا کیونکہ نفی اور اثبات کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے، پس اگر بندوں کے فعل میں بندوں کی قدرت ہو تو یہ وہی مذہب ہے جس کی المعتزلہ دعوت دیتے ہیں ورنہ یعنی اگر بندوں کی قدرت نہ ہو تو پھر جبر ثابت ہوگا جو کہ الجہمیہ کا قول ہے۔

اس کا جواب یہ ہے بلکہ بندہ کی قدرت ہے اور اس میں فرق اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ کوئی آدمی مینار سے از خود چھلانگ لگائے (تو اس کے مینار سے گرنے میں اس کے کسب کا دخل ہے اور خلق اللہ تعالیٰ کی ہے) یا مینار سے اتفاقاً گر جائے (تو اس میں اس کے کسب کا بالکل دخل نہیں ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کی خلق ہے) اور اس میں اس آدمی کی تاثیر نہیں ہے بلکہ یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوا ہے، پس اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور بندہ کی قدرت کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور بندہ کی اس قدرت کو کسب کہتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ بندہ کی قدرت کی تعریف یہ ہے کہ جس صفت کے اوپر بندہ کا فعل کرنا یا فعل کو ترک کرنا عادتاً مترتب ہوتا ہے اور یہ بندہ کے ارادہ کے موافق ہوتا ہے، اس کو کسب کہتے ہیں اور بندہ جس فعل کا ارادہ کرے اس فعل کو اللہ تبارک وتعالیٰ وقوع میں لے آئے اس کو خلق کہتے ہیں، اور بندوں سے آخرت میں حساب وکتاب اور جزاوسزا کا مدار بندوں کے کسب کے اوپر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اپنی کتاب ''خلق افعال العباد'' میں اس مسئلہ کے بیان میں بہت تفصیل کی ہے اور قرآن مجید کی آیات اور احادیث اور آثار کی روشنی میں اس کو بیان کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۰۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ عِكْرِمَةُ: وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ (یوسف: ۱۰۶)

اور عکرمہ نے کہا: ''اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود بھی شرک ہی کرتے ہیں O''

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ (الزخرف: ۸۷)

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے۔

مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ (لقمان: ۲۵)

اور ''آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔

فَذٰلِكَ اِيْمَانُهُمْ وَهُمْ يَعْبُدُوْنَ غَيْرَهٗ۔

پس یہ (مشرکین کا) ایمان ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے غیر کی عبادت کرتے ہیں۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ تعلیق عکرمہ سے مروی ہے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں، اور اس تعلیق کی امام طبری نے سندِ موصول کے ساتھ از ھناد بن السری از ابی الاحوص از سماک بن حرب از عکرمہ روایت کی ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ذکر کیا: ''الا وھم مشرکون ـ (مگر وہ شرک کرنے والے ہیں)''یعنی جب لوگوں نے ان سے اللہ تعالیٰ کے متعلق سوال کیا اور اس کی صفت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت کے بغیر کوئی صفت بیان کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد قرار دی، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَمَا ذُكِرَ فِي خَلْقِ أَفْعَالِ الْعِبَادِ وَأَكْسَابِهِمْ لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ: وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ۝ (الفرقان:۲)

اور وہ جو بندوں کے افعال کی تخلیق اور ان کے کسب کے متعلق ذکر کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کو ایک مقرر کردہ اندازے پر رکھا O''

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول پر عطفِ بیان ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ باب ان احادیث کے ذکر میں ہے جو بندوں کے افعال کی تخلیق اور ان کے کسب کے متعلق ہیں۔

امام بخاری نے اس عنوان پر اس آیت سے استدلال کیا ہے ''وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ـ (الانعام:۱۰۱)'' افعال کا خلق اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور کسب بندوں نے کیا ہے، کیونکہ لفظِ کل جب نکرہ کی طرف مضاف ہو تو وہ افراد کے عموم کا تقاضا کرتا ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: مَا تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ إِلَّا بِالْحَقِّ بِالرِّسَالَةِ وَالْعَذَابِ۔

اور مجاہد نے کہا: فرشتے جس چیز کو بھی لے کر نازل ہوتے ہیں وہ حق ہوتی ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر نازل ہوتے ہیں اور عذاب کو لے کر نازل ہوتے ہیں۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی الفریابی نے از ورقاء از ابن ابی نجیح از مجاہد سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے، علامہ کرمانی نے کہا: ''ماننزل الملئکۃ'' (ہم جن ملائکہ کو نازل کرتے ہیں) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ فرشتوں کا نازل ہونا اللہ تعالیٰ کے خلق اور اس کی تخلیق سے ہے، اور اگر یہ ''ماتنزل الملئکۃ'' ہو یعنی فرشتے صرف حق کے ساتھ نازل ہوتے ہیں تو پھر یہ فرشتوں کا کسب ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ (الاحزاب:۸)، الْمُبَلِّغِينَ الْمُؤَدِّينَ مِنَ الرُّسُلِ

''تاکہ (اللہ تعالیٰ) سچوں سے ان کے سچ کے متعلق دریافت کرے''، اس سے مراد وہ مبلغین ہیں جو رسول ہیں اور پیغام پہنچاتے ہیں۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ بھی فریابی کی اسی سند کے ساتھ تفسیر ہے، یعنی انبیاء علیہم السلام تبلیغ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو پیغام انہیں دیا اسے پہنچاتے ہیں۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ ﴿٩﴾ (یوسف:۱۲) "بے شک ہم اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں"۔

عِنْدَنَا ہمارے نزدیک۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ بھی مجاہد کا قول ہے جس کی الفریابی نے سندِ مذکور کے ساتھ روایت کی ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَالَّذِي جَآءَ بِالصِّدْقِ (الزمر:۳۳) الْقُرْآنُ "اور جو صدق کو لے کر آئے" یعنی قرآنِ مجید کو۔

وَصَدَّقَ بِهِ الْمُؤْمِنُ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰذَا الَّذِي أَعْطَيْتَنِي عَمِلْتُ بِمَا فِيهِ اور جس کی مومن نے تصدیق کی، وہ قیامت کے دن کہے گا: یہ وہ کتاب ہے جو تو نے مجھے عطا فرمائی تھی اور اس میں جو کچھ احکام دیئے گئے تھے میں نے ان پر عمل کیا۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی امام طبری نے سندِ موصول کے ساتھ از منصور بن المعتمر از مجاہد روایت کی ہے، یعنی اس سے مراد اہلِ قرآن ہیں جو قیامت کے دن قرآن مجید کے ساتھ آئیں گے اور کہیں گے: یہ وہ کتاب ہے جو آپ نے ہمیں دی تھی، اس میں جو کچھ لکھا ہوا تھا ہم نے اس پر عمل کیا اور علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ "الذی جاء بالصدق" سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے، اور "وصدّق به" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ "الذی جاء بالصدق" سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور "وصدق به" سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۶۴۔۲۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۲۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ إِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِيمٌ قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از عمرو بن شرحبیل از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے، میں نے کہا: یہ واقعی بہت سنگین گناہ ہے، میں نے پوچھا: پھر کونسا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گا، میں نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

(صحیح البخاری: ۷۷۴۴، ۷۶۱، ۴۴۷۷، ۶۰۰۱، ۶۸۱۱، ۶۸۶۱، ۷۵۲۰، ۷۵۳۲، صحیح مسلم: ۸۶، سنن ترمذی: ۳۱۸۲، سنن نسائی: ۴۰۱۳، سنن ابوداؤد: ۲۳۱۰، مسند احمد: ۴۱۲۰)

اس حدیث کو وارد کرنے سے غرض یہ ہے کہ اس طرف اشارہ کیا جائے کہ جس کا یہ زعم ہے کہ بندہ خود فعل کو پیدا کرتا ہے تو وہ ایسا ہوگا جیسا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتا ہے اور اس پر سخت وعید وارد ہے، سو یہ اعتقاد حرام ہے، اور اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۷۷۴۴ میں گزر چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۷۵۲۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن الملقن نے التوضیح میں لکھا ہے: اس سے مراد وہ لڑکی ہے جس کو زندہ در گور کیا گیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: جس لڑکی کو زندہ در گور کیا جائے اس کو عار اور غیرت کی وجہ سے قتل کیا جاتا تھا، اور اس حدیث میں مراد یہ ہے کہ جو اپنے بیٹے کو فقر اور تنگی کی وجہ سے قتل کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (بنی اسرائیل: ۳۱) اور اپنی اولاد کو رزق کی تنگی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنے بیٹے کو رزق کی تنگی کے ڈر سے قتل کیا اس خوف سے کہ وہ اس کے ساتھ کھائے گا تب یہ سب سے بڑا گناہ ہے، حالانکہ کوئی شخص اپنے بیٹے کو تنگی رزق کے خوف کے بغیر بھی قتل کرے پھر بھی یہ سب سے بڑا گناہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض مفہومِ مخالف کے اعتبار کی بنیاد پر کیا گیا ہے، حالانکہ یہ شرط اکثر کے اعتبار سے عائد کی گئی ہے اور اس میں مفہومِ مخالف کا اعتبار نہیں ہے۔

نیز اس میں فرمایا کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بیوی کو پیدا کیا ہے اور تم زنا کر کے رحم کو اور نسب کو منقطع کرتے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۱۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (حم السجدہ: ۲۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی لیکن تمہارا یہ گمان تھا کہ تم جو کچھ کام کر رہے ہو ان میں سے اکثر کو اللہ نہیں جانتا ۝

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے سننے اور اس کی صفتِ سماعت کا ثبوت

امام بخاری کی اس باب کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سننے کو ثابت کیا جائے اور کلام کی نیت کے علم کو ثابت کیا جائے جیسا کہ اس آیت میں ہے اور قرآن مجید کی دیگر آیات میں بھی ہے، اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے تو واجب ہے کہ وہ کلام کو سنتا ہو جیسا کہ جب اللہ تعالیٰ عالم ہے تو واجب ہے کہ اس کو معلومات کا علم ہو، اس کے برخلاف المعتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کیا اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سمیع ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کو مسموعات کا علم ہے اور وہ سنتا نہیں ہے اور نہ وہ حقیقتاً سامع ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت پر سخت طعن ہے، اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مخلوق کا وصف خالق سے زیادہ کامل ہو کیونکہ مخلوق میں سے سننے والا جب کسی چیز کو سنتا ہے اور اس کو اس کا علم بھی ہوتا ہے تو اس کے لیے سننا بھی ثابت ہوتا ہے اور مسموعات کا علم بھی ثابت ہوتا ہے، اسی طرح جب کوئی کسی چیز کو دیکھتا ہے تو اس کے لیے اس چیز کا دیکھنا بھی ثابت ہوتا ہے اور مبصرات کا علم بھی ثابت ہوتا ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ نہ سنتا ہو نہ دیکھتا ہو صرف اس کو مسموعات اور مبصرات کا علم ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ مخلوق کا مرتبہ خالق سے زیادہ ہے بلکہ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ بہرہ کی طرح ہو۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ ھ)

۷۵۲۱۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضى الله عنه قَالَ اجْتَمَعَ عِنْدَ الْبَيْتِ ثَقَفِيَّانِ وَقُرَشِيٌّ أَوْ قُرَشِيَّانِ وَثَقَفِيٌّ كَثِيرَةٌ شَحْمُ بُطُونِهِمْ قَلِيلَةٌ فِقْهُ قُلُوبِهِمْ فَقَالَ أَحَدُهُمْ أَتَرَوْنَ أَنَّ اللهَ يَسْمَعُ مَا نَقُولُ قَالَ الْآخَرُ يَسْمَعُ إِنْ جَهَرْنَا وَلَا يَسْمَعُ إِنْ أَخْفَيْنَا وَقَالَ الْآخَرُ إِنْ كَانَ يَسْمَعُ إِذَا جَهَرْنَا فَإِنَّهُ يَسْمَعُ إِذَا أَخْفَيْنَا فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ﴾ الْآيَة

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ کے قریب دو ثقفی اور ایک قریشی یا یہ کہا کہ دو قریشی اور ایک ثقفی جمع ہوئے جن کے پیٹ کی چربی بہت زیادہ تھی (یعنی ان کی توند بہت بڑی تھی) اور ان کے دلوں میں سمجھ کی بہت کمی تھی، ان میں سے ایک نے کہا: کیا تمہاری رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ سنتا ہے جو کچھ ہم کہتے ہیں، اور دوسرے نے کہا: اگر ہم بلند آواز سے کہیں تو اللہ سنتا ہے اور اگر ہم آہستہ آواز سے کہیں تو وہ نہیں سنتا، اور دوسرے نے کہا: اگر وہ ہماری بلند آواز کو سن لیتا ہے تو وہ ہماری پست آواز کو بھی سنے گا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی''۔ (حم السجدہ:۲۲)

(صحیح البخاری:۴۸۱۶، ۴۸۱۷، ۷۵۲۱، صحیح مسلم:۲۷۷۵، سنن ترمذی:۳۲۴۹، مسند احمد:۴۲۲۶)

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے سننے کا ذکر ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ سماعت ثابت ہے، نیز اس حدیث میں قیاسِ صحیح کو ثابت کرنا ہے اور قیاسِ فاسد کو باطل کرنا ہے، کیونکہ جس نے یہ کہا کہ جب اللہ تعالیٰ ہماری بلند آواز سے کہی ہوئی بات کو سن لیتا ہے تو وہ ضرور ہماری آہستہ کی ہوئی بات کو بھی سن لے گا، تو اس شخص کا قیاس صحیح تھا اور جس نے یہ کہا کہ ہم بلند آواز سے بات کریں تو اللہ تعالیٰ سن لیتا ہے اور آہستہ آواز سے بات کریں تو اللہ تعالیٰ نہیں سنتا، تو اس کا قیاس فاسد ہے۔

۴۲- بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ (الرحمٰن:۲۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ ہر آن نئی شان میں ہے O

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ (الانبیاء:۲)

ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴿۱﴾ (الطلاق:۱)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی صورت پیدا فرمادے O

وَأَنَّ حَدَثَهُ لَا يُشْبِهُ حَدَثَ الْمَخْلُوقِينَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾ (الشوریٰ:۱۱)

اور بے شک اللہ تعالیٰ کا کسی نئے حکم کو بھیجنا مخلوق کے کلام حادث کے مشابہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، وہ ہر بات کو سننے والا، ہر چیز کو دیکھنے والا ہے O''

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ وَإِنَّ مِمَّا أَحْدَثَ أَنْ لَا تَكَلَّمُوا فِي الصَّلَاةِ۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: بے شک اللہ عزوجل اپنے احکام میں سے جو چاہے نیا حکم نازل فرماتا ہے، اور بے شک اس نے جو نئے احکام نازل کیے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ تم نماز میں کلام نہ کرو۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

معتزلہ کا اللہ تعالیٰ کے کلام کو حادث قرار دینا اور اس کا ابطال

ان آیات میں جو حدوث کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد نیا حکم ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے کلام کا حادث ہونا نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے کلام کو حادث قرار دینا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ص ۵۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر دن ایک نئی شان ہے، وہ کسی کو عزت دیتا ہے اور کسی کو پست کرتا ہے، کسی کو زندہ کرتا ہے اور کسی کو مار دیتا ہے، کسی کو جھکاتا ہے اور کسی کو بلند کرتا ہے، اور کسی کے گناہ کو بخش دیتا ہے، کسی سے مصیبت کو زائل کر دیتا ہے، کسی کی دعا کو قبول کرتا ہے، غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر روز ایک نئی شان میں ہے۔

معتزلہ قرآنِ مجید کو حادث قرار دیتے ہیں، اوران کا استدلال درجِ ذیل آیت سے ہے:

مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ (الانبیاء: ۲) ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے۔

معتزلہ نے یہ کہا کہ ذکر سے مراد قرآن ہے، اور اس آیت میں یہ بیان کیا ہے کہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو حادث قرآن آتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے، کیونکہ اس ذکر سے مراد قرآنِ مجید نہیں ہے بلکہ اس ذکر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُولًا (الطلاق: ۱۰۔۱۱) بے شک اللہ نے تمہاری طرف (سراپا) نصیحت نازل کی ہے ۝ جو رسول ہے۔

اس لیے الانبیاء: ۲ کا معنی اس طرح ہے کہ ذکر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ اور آپ کی نصیحت ہے اور آپ کا مسلمانوں کو نافرمانیوں سے ڈرانا ہے، پس اس وعظ کو ذکر فرمایا، یعنی لوگوں کے پاس جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نئی نصیحت آتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید تدریجاً نازل ہوا تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقفہ وقفہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام بیان فرماتے تھے۔

نیز ذکر علم کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

فَسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل: ۴۳) اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل ذکر (اہل کتاب) سے پوچھ لو ۝

اس آیت میں ذکر سے مراد علم ہے، اور جب ذکر متعدد معانی میں مستعمل ہے تو یہاں پر ذکر سے مراد قرآن مجید کو لینا بلا دلیل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۲۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَيْفَ تَسْأَلُوْنَ أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ كُتُبِهِمْ وَعِنْدَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ أَقْرَبُ الْكُتُبِ عَهْدًا بِاللّٰهِ تَقْرَؤُوْنَهُ مَحْضًا لَمْ يُشَبْ۔

(صحیح البخاری: ۲۶۸۵، ۷۳۶۳، ۷۵۲۲، ۷۵۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن وردان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں: تم اہلِ کتاب سے ان کی کتابوں کے متعلق کیوں سوال کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے جو زمانہ کے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اعتبار سے تمام کتابوں میں سب سے زیادہ قریب ہے، تم اس کو پڑھتے ہو اور وہ خالص ہے اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''اقرب الکتب'' یعنی دیگر آسمانی کتابوں کے بعد میں یہ کتاب نازل ہوئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''لم یُشب'' یعنی اس کتاب میں قرآن مجید کے ساتھ غیرِ قرآن کو نہیں ملایا گیا جیسا کہ یہود نے تورات میں تحریف کر دی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أَنْزَلَ اللهُ عَلَى نَبِيِّكُمْ ﷺ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللهِ مَحْضًا لَمْ يُشَبْ وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ بَدَّلُوا مِنْ كُتُبِ اللهِ وَغَيَّرُوا فَكَتَبُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكُتُبَ قَالُوا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ لِيَشْتَرُوا بِذَلِكَ ثَمَنًا قَلِيلًا أَوَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ فَلَا وَاللهِ مَا رَأَيْنَا رَجُلًا مِنْهُمْ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ۔ (صحیح البخاری: ۲۶۸۵، ۷۳۶۳، ۷۵۲۲، ۷۵۲۳)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اے مسلمانوں کی جماعت! تم اہلِ کتاب سے کسی مسئلہ کے متعلق کیوں سوال کرتے ہو حالانکہ تمہاری جس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ پر نازل کیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی سب سے نئی اور تازہ خبر ہے، وہ خالص ہے اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے؟ اور بے شک تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اہلِ کتاب نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں تبدیلی کر دی اور تغیر کر دیا، پس انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تاکہ وہ اس کے بدلہ میں تھوڑی قیمت لیتے، اور کیا تمہارے پاس یہ علم نہیں پہنچا جس میں ان سے سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے، پس اللہ کی قسم! ہم نے اہلِ کتاب میں سے کسی مرد کو نہیں دیکھا جو تم سے اس چیز کے متعلق سوال کرتا ہو جو تم پر نازل کی گئی ہے۔

صحیح البخاری: ۷۵۲۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے ''احدث الاخبار'' یعنی جس کتاب میں سب سے تازہ اور نئی خبریں ہیں، یعنی لفظاً نئی خبریں ہیں کیونکہ قرآن مجید تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور وہ اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں جو خبریں نازل ہوئی ہیں وہ نئی خبریں ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے "وقد حدثکم اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ بیان فرمادیا ہے کہ اہلِ کتاب نے اپنی کتابوں میں تبدیلی اور تحریف کرنی ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں ذکر ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۞ (البقرہ:۷۹)

پس عذاب ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے تاکہ اس کے بدلہ میں تھوڑی قیمت لیں، سوان کے لیے عذاب ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور جو کچھ انہوں نے کمایا اس کے سبب سے ان کو عذاب ہوگا O

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "فلا واللہ ما راینا رجلا" یعنی اللہ کی قسم! ہم نے اہلِ کتاب میں سے کسی مرد کو نہیں دیکھا جو ان سے تمہاری کتابوں کے متعلق سوال کرتا ہو، اور کتاب الاعتصام کے آخر میں یہ حدیث گزری ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۳۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ (القیامۃ:۱۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) (عجلت سے) اپنی زبان کو حرکت نہ دیں

وَفِعْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم حِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل جب آپ پر وحی نازل ہوتی۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کیا گیا ہے کہ آپ قرآن پڑھتے وقت اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیں، اور امام بخاری کی اس سے غرض یہ ہے کہ جب انسان پڑھتا ہے اور اپنے ہونٹوں کو اور زبان کو حرکت دیتا ہے تو یہ اس کا وہ عمل ہے جس پر اجر دیا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام کے قرآن پڑھتے وقت اپنی زبان کو حرکت دیتے تھے تاکہ آپ حضرت جبریل علیہ السلام سے جو کچھ قراءت سنتے تھے اسے سن کر جلدی جلدی پڑھ لیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرمایا اور اس طرح پڑھنے سے جو آپ کو تکلیف اور مشقت ہوتی تھی اس کو آپ سے اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی ضمانت دی کہ آپ یاد کرنے کے لیے جلدی جلدی پڑھتے ہیں تو اس کا یاد کرانا اور اس کو آپ کے سینہ میں جمع کرانا یہ ہمارے ذمہ کرم ہے۔

بابِ مذکور کی تعلیق

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَنَا مَعَ عَبْدِي حَيْثُمَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں جہاں بھی وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب مذکور کی تعلیق کی شرح از علامہ عینی

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں" اس سے مراد یہ ہے کہ میری رحمت اس کے ساتھ ہے، اور معیت سے مراد معیت رحمت ہے، نیز قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید:۴) اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

اس آیت میں معیت سے مراد معیت علمی ہے یعنی تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ کو تمہارا علم ہے۔

اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور مجھے یاد کرتا ہے تو میری رحمت اس کے ساتھ ہوتی ہے یہ معنی نہیں ہے کہ میری ذات اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

نیز اس تعلیق میں ارشاد ہے "جب میرے ذکر کے ساتھ اس کے ہونٹ ہلتے ہیں" یعنی میرے نام کے ساتھ اس کے ہونٹ ہلتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کسی جگہ میں حلول کرنا محال ہے اور منہ میں اس کا وجود محال ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۲۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ﴾ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً وَكَانَ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُحَرِّكُهُمَا فَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝﴾ قَالَ جَمْعُهُ فِي صَدْرِكَ ثُمَّ تَقْرَؤُهُ ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝﴾ قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا﴾ أَنْ تَقْرَأَهُ قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَمَا أَقْرَأَهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن ابی عائشہ از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ ... (القیامۃ:۱۶)" کی تفسیر میں بیان کیا کہ جب نبی ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو اس وحی کے حصول میں بہت مشقت اٹھاتے تھے اور آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے کہا: میں تمہارے لیے اپنے ہونٹوں کو اس طرح ہلاتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ان ہونٹوں کو ہلاتے تھے، اور سعید نے کہا: میں ان ہونٹوں کو اس طرح ہلاتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان ہونٹوں کو ہلاتے تھے، پس انہوں نے اپنے ہونٹوں کو ہلایا، پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

"آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں ۝ بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہماری ذمہ داری ہے ۝"

(القیامہ:۱۶۔۱۷)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کرنا، پھر آپ اس کو پڑھیں:

''سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں O'' (القیامہ:۱۸)

فرمایا: پس آپ قرآن مجید کو سنیں اور خاموش رہیں، ''پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے قرآن کو جمع کرنا کہ آپ اس کو پڑھیں'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام آتے (تو آپ) غور سے سنتے، اور جب حضرت جبریل علیہ السلام چلے جاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نازل کیے ہوئے قرآن کو اسی طرح پڑھتے جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو پڑھایا تھا۔

(صحیح البخاری:۵، ۴۹۲۷، ۴۹۲۸، ۴۹۲۹، ۵۰۴۴، ۷۵۲۴، صحیح مسلم:۴۴۸، سنن ترمذی:۳۳۲۹، سنن نسائی:۹۳۵، مسند احمد:۳۱۸۱)

صحیح البخاری:۷۵۲۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حصولِ وحی کی کیفیت اور قراءت کا حادث ہونا اور مقروء کا قدیم ہونا

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری کے اول میں گزر چکی ہے اور یہاں اس حدیث کو وارد کرنے سے مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو کس طرح حاصل کرتے تھے۔ اور تعلیق کی حدیث اور متن کی حدیث دونوں سے امام بخاری کی مراد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والے کی قراءت قدیم ہے، پس امام بخاری نے یہ ظاہر کیا کہ قرآن پڑھنے سے زبان کی حرکت ہوتی ہے اور یہ قرآن پڑھنے والے کا فعل ہے اور وہ حادث ہے، اس کے برخلاف المقروء یعنی جس کی قراءت کی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور قدیم ہے جیسے کوئی انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے زبان کو حرکت دے تو اس کا یہ حرکت دینا اس کا فعل ہے اور حادث ہے اور جس کا وہ ذکر کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے اور قدیم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۷۱-۲۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۴- بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ⑭ (الملک:۱۳-۱۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم چھپا کر بات کرو یا ظاہر کر کے، بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے O کیا وہ نہیں جانتا جس کو اس نے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بہت باریک بین اور بہت خبر رکھنے والا ہے O

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يَتَخَافَتُونَ: يَتَسَارُّونَ "یتخافتون" کا معنی ہے: چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں۔

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے علم کا اس کی صفت ذات ہونا

اس باب سے مقصود یہ ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ علم اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفت ہے، کیونکہ کوئی بات بلند آواز سے کہی جائے یا پست آواز سے، اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا سننا برابر ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں ارشاد ہے:

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ (الرعد:۱۰)

تم میں سے کوئی آہستہ بات کرتا ہے یا زور سے بولتا ہے، وہ رات کو چھپ جائے یا دن میں چلنے والا ہو، اس کے علم میں برابر ہے ۝

یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "الا یعلم من خلق" (کیا وہ نہیں جانتا جس کو اس نے پیدا کیا ہے)، اس آیت میں خلق کا تعلق قول کے ساتھ ہے، یعنی لوگوں کے اقوال اور ان کی باتوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے اقوال کا خالق ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے افعال کا بھی خالق ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۵۲۵ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ عَنْ هُشَيْمٍ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ فَكَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا سَمِعَهُ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ فَقَالَ اللهُ لِنَبِيِّهِ ﷺ ﴿وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ﴾ أَيْ بِقِرَاءَتِكَ فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُونَ فَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ ﴿وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عَنْ أَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ ﴿وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝﴾

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی از ہشیم، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں ابوبشر نے خبر دی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

"اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے" (بنی اسرائیل:۱۱۰)

کی تفسیر میں بیان کیا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں چھپے ہوئے تھے، پس جب آپ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تو بلند آواز سے قرآن پڑھتے، پھر جب مشرکین قرآن کو سنتے تو قرآن کو برا کہتے اور قرآن کے نازل کرنے والے کو برا کہتے اور جو قرآن لے کر آیا اس کو برا کہتے، تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا "وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ۔۔۔۔ (بنی اسرائیل:۱۱۰)" یعنی قرآن پڑھتے وقت، پس مشرکین قرآن کو سنیں گے تو قرآن کو برا کہیں گے، "وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا" یعنی آپ قرآن

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مجید کو اتنا چپکے چپکے نہ پڑھیں کہ آپ اپنے اصحاب کو نہ سنا سکیں،
''وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا'' (اور ان دونوں کے درمیان
طریقہ اختیار کریں O۔

(صحیح البخاری: ۴۷۲۲، ۷۴۹۰، ۷۵۲۵، ۷۵۴۷، صحیح مسلم: ۴۴۶، سنن ترمذی: ۳۱۴۶، سنن نسائی: ۱۰۱۱، مسند احمد: ۱۵۶)

صحیح البخاری: ۷۵۲۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک سوال کا جواب

جب آپ کفار سے چھپے ہوئے تھے تو پھر آپ نماز میں بلند آواز سے قرآن کیوں پڑھتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ بلند آواز سے قرآن نہ پڑھیں، کیونکہ یہ تو آپ کے چھپنے کے منافی ہے۔

اس کا یہ جواب ہے کہ آپ بلند آواز کے مشابہ پڑھتے تھے، یا جب آپ نماز میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کی آیات پڑھتے تو آپ ان کے معانی میں مستغرق ہو جاتے اور پھر آپ کو یہ اختیار نہ رہتا کہ آپ آہستہ قراءت کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۲۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ فِي الدُّعَاءِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت:
''اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے'' (بنی اسرائیل: ۱۱۰)
دعا کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۷۲۳، ۶۳۲۷، ۷۵۲۶، صحیح مسلم: ۴۴۷، موطا امام مالک: ۵۰۵)

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ قرآن مجید میں تو نماز کے متعلق حکم دیا ہے کہ بلند آواز سے قراءت نہ کریں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ آیت دعا کے متعلق نازل ہوئی کہ آپ بہت زیادہ بلند آواز کے ساتھ دعا نہ کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں صلوٰۃ کا لفظ ہے اور دعا نماز کا جزو ہے تو گویا یہاں پر کل کا اطلاق کیا گیا ہے اور اس سے جزو کا ارادہ کیا گیا ہے۔

۷۵۲۷۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ وَزَادَ غَيْرُهُ يَجْهَرُ بِهِ۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۶۹، مسند احمد: ۱۴۰۹۷، سنن داری: ۱۴۹۰)

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن مجید کو خوش الحانی کے ساتھ نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور دوسروں نے یہ اضافہ کیا جو قرآن مجید کو بلند آواز سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرنے کا محمل

اس حدیث میں مذکور ہے ''جو شخص قرآن مجید کو خوش الحانی کے ساتھ نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہمارے طریقہ محمودہ پر نہیں ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہمارے دین پر نہیں ہے۔ اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ تغنی کا معنی ہے: قرآن مجید کو خوش الحانی اور عمدہ آواز کے ساتھ پڑھنا، اور سفیان بن عیینہ نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید کی وجہ سے لوگوں سے مستغنی نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور بعض علماء نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ جو قرآن مجید کو بلند آواز سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس باب کے قائم کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ لوگ قرآن مجید کو آہستہ آواز کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں اور بلند آواز کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں اور ان کا آہستہ یا بلند آواز کے ساتھ پڑھنا ان کا فعل ہے اور ان کا فعل مخلوق ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قراءت مخلوق ہے اور بندوں کے افعال مخلوق ہیں اور مقرو یعنی اللہ تعالیٰ کا کلام وہ قدیم ہے جس کو پڑھا جاتا ہے۔

(ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۸۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۴۵۔ باب: قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ يَقُولُ لَوْ أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ هٰذَا فَعَلْتُ كَمَا يَفْعَلُ فَبَيَّنَ أَنَّ قِيَامَهُ بِالْكِتَابِ هُوَ فِعْلُهُ

نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ ایک مرد کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عطا فرمایا، پس وہ اس کی تلاوت کے ساتھ رات کے اوقات میں اور دن کے اوقات میں نمازوں میں قیام کرتا ہے اور ایک مرد یہ کہتا ہے کہ اگر مجھے بھی اس کی مثل دی جائے جیسی اس شخص کو دی گئی ہے تو میں بھی اسی طرح کرتا ہوں جس طرح یہ کرتا ہے، پس یہ بیان کیا کہ مرد کا رات کو کتاب اللہ کے ساتھ قیام کرنا اس کا فعل ہے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کو قائم کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ بندوں کا قول اور ان کا فعل بندوں کی طرف منسوب ہوتا ہے اور بندے مخلوق ہیں اور ان کے اقوال اور افعال بھی مخلوق ہیں، اور اس حدیث میں جو ذکر ہے کہ جو نعمت فلاں شخص کو دی گئی ہے اگر وہ نعمت مجھے بھی دی جاتی تو میں بھی اس نعمت میں اسی طرح کرتا جیسا کہ وہ کرتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تلاوت کی نعمت عطا فرمائی اگر مجھے بھی اس طرح قرآن مجید کی تلاوت کی نعمت عطا فرماتا تو میں بھی اسی طرح کرتا، اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ مال کی نعمت عطا فرماتا تو میں بھی اس مال کو نیکی کے راستہ میں اس طرح خرچ کرتا جس طرح وہ خرچ کرتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ (الروم: ۲۲)

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش ہے اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے "تمہاری زبانوں میں اختلاف ہے" اس سے مراد ہے یعنی تمہاری بولیوں میں اور تمہاری لغات میں اختلاف ہے، کیونکہ لوگوں کی زبانوں میں جو اختلاف ہے، وہ زبان کے عضو مخصوص میں اختلاف نہیں ہے بلکہ وہ یہ اختلاف ہے کہ مختلف لوگ مختلف بولیاں بولتے ہیں اور اسی میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ: وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الحج: ۷۷)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نیکی کے کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو○

اس آیت میں فرمایا ہے "اور تم خیر کا فعل کرو" یہ عام ہے یعنی قرآن مجید کی تلاوت کرو، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۵۲۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَحَاسُدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوْهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ فَهُوَ يَقُوْلُ لَوْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِيَ هٰذَا لَفَعَلْتُ كَمَا يَفْعَلُ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ فِيْ حَقِّهٖ فَيَقُوْلُ لَوْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِيَ عَمِلْتُ فِيْهِ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ۔

(صحیح البخاری: ۵۰۲۶، ۷۲۳۲، ۷۵۲۸، مسند احمد: ۹۸۵۷)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صرف دو شخصوں میں حسد کرنا جائز ہے، ایک وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی تلاوت کی نعمت عطا فرمائی سو وہ دن اور رات کے اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، پس وہ کہتا ہے: اگر مجھے اس نعمت کی مثل دی جائے جو اس مرد کو نعمت دی گئی ہے تو میں بھی اسی طرح کروں گا جس طرح

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ کرتا ہے اور دوسرا وہ مرد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا سو وہ اس کو حق کے راستوں میں خرچ کرتا ہے پس وہ کہتا ہے: اگر مجھے اس کی مثل مال دیا جائے تو میں اس میں اس طرح عمل کروں گا جس طرح وہ عمل کرتا ہے۔

صحیح البخاری: ۷۵۲۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی کی نعمت پر حسد کرنے کی تحقیق

حسد کا معنی یہ ہے کہ انسان کسی شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ مجھے یہ نعمت ملے یا نہ ملے اس شخص کی یہ نعمت زائل ہو جائے اور حسد تو مطلقاً جائز نہیں ہے، کیونکہ حسد نیکی کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے تو پھر اس حدیث میں یہ کیسے فرمایا کہ صرف دو نعمتوں پر حسد کرنا جائز ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حسد سے مراد غبطة ہے یعنی رشک کرنا، اور رشک کا معنی یہ ہے کہ انسان کسی شخص کے پاس نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس شخص کی یہ نعمت قائم رہے اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے، سو اس حدیث میں حسد رشک کے معنی میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۷۴۔۲۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۲۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ سَمِعْتُ سُفْيَانَ مِرَارًا لَمْ أَسْمَعْهُ يَذْكُرُ الْخَبَرَ وَهُوَ مِنْ صَحِيحِ حَدِيثِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ زہری نے کہا از سالم از والد خود از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: صرف دو مردوں کے متعلق حسد کرنا مشروع ہے، ایک وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت کی نعمت عطا فرمائی سو وہ رات اور دن کے اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، دوسرا وہ مرد جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطاء فرمایا، سو وہ رات اور دن کے اوقات میں مال کو نیکی کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

میں نے سفیان سے کئی مرتبہ سنا لیکن ہر بار میں نے ان سے اس حدیث کو اخبرنا کے صیغہ کے ساتھ سنا حالانکہ یہ حدیث ان کی سند کے ساتھ صحیح ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۰۲۵، ۷۵۲۹، صحیح مسلم: ۸۱۵، سنن ترمذی: ۱۹۳۶، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۹، مسند احمد: ۴۵۳۶)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث کی شرح بھی حدیثِ سابق کی شرح کی مثل ہے۔

۴۶۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (المائدہ:٦٧)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے، اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: مِنَ اللّٰهِ الرِّسَالَةُ وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا التَّسْلِيْمُ۔

اور الزہری نے کہا: اللہ عزوجل کی طرف سے پیغام بھیجنا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس پیغام کو پہنچانا فرض ہے اور ہم پر اس پیغام کو تسلیم کرنا فرض ہے۔

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اعتراض کا جواب کہ المائدہ: ٦٧ میں شرط اور جزا دونوں واحد ہیں، کیونکہ شرط میں بھی تبلیغ کا ذکر ہے فرمایا: اے رسول! آپ اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے کی تبلیغ کیجئے اور جزا میں بھی تبلیغ کا ذکر ہے، کیونکہ "وان لم تفعل" کا معنی ہے "وان لم تبلغ"، یعنی اگر آپ نے تبلیغ نہیں کی تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا، حالانکہ شرط اور جزا میں تغایر ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جزا سے مراد یہاں اس کا لازم ہے جیسے حدیث میں ہے "جس کی ہجرت دنیا کو پانے کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی کی طرف شمار ہوگی (یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک) جس کی طرف اس نے ہجرت کی (نیت کی) ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے "فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ" ارسال یعنی پیغام پہنچانے میں تین امور ہوتے ہیں المُرسِل، المُرسَل الیه، اور الرسول۔ مُرسِل یعنی پیغام بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے، اور مُرسَل الیہ یعنی جس کی طرف پیغام بھیجا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہیں، اور رسول یعنی جن کو پیغام دے کر بھیجا۔ رسول کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دے اور مُرسَل الیہ کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو قبول کرے اور تسلیم کرے۔

بابِ مذکور کی تعلیقات

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ (الجن:٢٨)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تا کہ اللہ اس بات کو ظاہر فرما دے کہ بے شک ان سب رسولوں نے اپنے پیغامات پہنچا دیئے ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى: اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ (الاعراف:٦٢)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:) میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان دونوں آیتوں میں رسالت کا معنی اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ حِينَ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ (التوبہ: ۱۰۵)

جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (غزوۂ تبوک میں) نبی ﷺ سے پیچھے رہ گئے تو انہوں نے کہا: پس عنقریب اللہ تمہارے عمل کو دیکھے گا اور اس کا رسول اور مومنین (بھی)۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں حضرت کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں جو غزوۂ تبوک میں نبی ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لے آئے، اور یہ صحابہ اس وقت تک مدینہ میں ہی تھے۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ماننا چاہیے اور تسلیم کرنا چاہیے اور کسی شخص کے لیے یہ اچھی بات نہیں ہے کہ وہ اپنے کاموں کی عجلت کی وجہ سے تعریف کرے بلکہ اپنے کاموں کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے، اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تفصیل سورۂ توبہ میں پوری تشریح کے ساتھ گزر چکی ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِذَا أَعْجَبَكَ حُسْنُ عَمَلِ امْرِئٍ فَقُلْ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ أَحَدٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب تمہیں کسی مرد کا عمل اچھا لگے تو تم کہو: "تم عمل کرتے رہو پس عنقریب اللہ تمہارے عمل کو دیکھے گا اور اس کا رسول اور مومنین (بھی)" اور تمہیں کوئی شخص حقیر نہ سمجھے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قول سے یہ ارادہ کیا کہ کوئی شخص دوسرے کے عمل کو اچھا نہ سمجھے، پس جب اس کو اس کا عمل اچھا لگے تو وہ یہ آیت پڑھے "اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ۔ (التوبہ: ۱۰۵)"

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "ولا یستخفنك احد" اس کے معنی کا حاصل یہ ہے کہ تم کسی کے عمل سے دھوکا نہ کھاؤ، پس تم اس کو اچھا عمل گمان کرو سوا اس کے کہ تم یہ دیکھو کہ اس کا عمل شریعت کی حدود کے موافق ہے، اس حدیث کی امام بخاری نے "کتاب خلق افعال العباد" میں تفصیل سے روایت کی ہے اور اس میں یہ مذکور ہے "جب تمہیں کسی مرد کا عمل اچھا لگے تو کہو "اعْمَلُوا۔۔۔۔۔ الآیۃ" اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمل سے مراد یہ ہے کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہو، نماز پڑھتا ہو اور اس کی مثل عبادات انجام دیتا ہو۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ مَعْمَرٌ: ذٰلِكَ الْكِتَابُ هٰذَا الْقُرْآنُ، هُدًى

معمر نے کہا: "ذالک الکتاب" سے مراد ہے یہ قرآن، اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَقَالَ مَعْمَرٌ: ذٰلِكَ الْكِتَابُ هَذَا الْقُرْآنُ، هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (البقرہ:٢): بَيَانٌ وَدِلَالَةٌ، كَقَوْلِهِ تَعَالٰى: ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ (الممتحنۃ:١٠) هَذَا حُكْمُ اللّٰهِ۔

"ھدی للمتقین" سے مراد ہے اس کتاب کا بیان اور اس کی دلالت، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ" اس سے مراد ہے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق معمر سے مروی ہے، مَعْمَر میں دونوں میموں پر زبر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مَعْمَر ابوعبیدہ اللغوی ہیں، اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ معمر بن راشد البصری ہیں پھر تیمی ہیں۔

امام بخاری نے "ذٰلِكَ الْكِتٰبُ" کی تفسیر میں کہا: "ھذا القرآن" اس سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ "ذالك" "ھذا" کے معنی میں ہے اور اس میں اختلاف مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ ذالك کا لفظ بعید کے لیے ہے اور ھذا کا لفظ قریب کے لیے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ" یعنی یہ اللہ کا حکم ہے، اس آیت میں بھی "ذالك" "ھذا" کے معنی میں ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ" (البقرہ:٢٥٢) یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، یہاں پر "تِلك" "ھٰذہٖ" کے معنی میں ہے۔

امام بخاری نے "هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝" کی تفسیر بیان اور دلالت کے ساتھ کی ہے، علامہ کرمانی نے کہا: اس تعلیق کی عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس کا تعلق بھی تبلیغ کے ساتھ ہے خواہ تبلیغ بیان کے ساتھ ہو یا دلالت کے ساتھ۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

لَا رَيْبَ: لَا شَكَّ، تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ: يَعْنِي هَذِهِ أَعْلَامُ الْقُرْآنِ

لاریب کا معنی ہے: کوئی شک نہیں، اور "تِلْكَ آيَاتُ الله" کا معنی ہے: یہ قرآن مجید کی نشانیاں ہیں۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے "لاریبَ" کی تفسیر "لاشكَ" کے ساتھ کی ہے اور "تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ" کی تفسیر "ھٰذہٖ آیات الله" کے ساتھ کی ہے اور لفظِ تلكَ کا استعمال بعید کے لیے ہوتا ہے اور ھٰذہٖ کا استعمال قریب کے لیے ہوتا ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَمِثْلُهُ: حَتّٰى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ (یونس:٢٢) يَعْنِي بِكُمْ۔

حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں (محوِ سفر) ہو اور وہ کشتیاں موافق ہوا کے ساتھ ان کو لے کر جارہی ہوں، اس آیت میں "بھم" "بِکُمْ" کے معنی میں ہے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جس طرح پہلی مثالوں میں ذالك کے لفظ سے جو بعید کے لیے ہے ھذا کا ارادہ کیا تھا جو قریب کے لیے ہے، اسی طرح یونس: ٢٢ میں "جَرَيْنَ بِهِمْ" سے جرین بکم کا ارادہ کیا ہے، اب اس کا معنی ہوگا: حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں (محوِ سفر) ہو اور وہ کشتیاں موافق ہوا کے ساتھ تم کو لے کر جارہی ہوں۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَقَالَ أَنَسٌ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَالَهُ حَرَامًا إِلَى قَوْمِهِ وَقَالَ: أَتُؤْمِنُونِي أُبَلِّغْ رِسَالَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کے ماموں حرام کو ان کی قوم (بنو عامر) کی طرف بھیجا، حرام نے ان سے کہا: کیا تم مجھے اس بات پر امان دو گے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام تمہیں پہنچاؤں اور ان سے باتیں کرنے لگے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق ایک طویل حدیث کا قطعہ ہے جو کتاب الجہاد میں سندِ موصول کے ساتھ گزر چکی ہے از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو بنو سُلیم کی طرف بھیجا۔۔۔ الحدیث۔ اور ''کتاب المغازی'' کی عبارت اس طرح ہے از حضرت انس، پس حرام ام سلیم کے بھائی کے پاس گئے، پھر ان سے حدیث بیان کی۔ یہ حضرت حرام بن ملحان الانصاری البدری الاحدی رضی اللہ عنہ ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے بنو عامر کی طرف بھیجا، پس حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا تم مجھے اس وجہ سے امان دو گے تو انہوں نے امان دی، پھر حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی ﷺ کی حدیث بیان کی، اس وقت بنو عامر نے اپنے ایک مرد کی طرف اشارہ کیا، اس نے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا تو انہوں نے کہا: اللہ اکبر، رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا، اور یہ حدیث بئر معونہ کے قصہ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۳۰۔ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ وَزِيَادُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ الْمُغِيرَةُ أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا ﷺ عَنْ رِسَالَةِ رَبِّنَا أَنَّهُ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ۔

(صحیح البخاری: ۳۱۵۹، ۷۵۳۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن جعفر الرقی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبداللہ الثقفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن عبداللہ المزنی اور زیاد بن جبیر ابن حیۃ نے حدیث بیان کی از جبیر بن حیۃ، وہ بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ نے کہا: ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے ہمارے رب کی طرف سے اس پیغام کی خبر دی کہ جو شخص بھی ہم میں سے قتل کیا گیا وہ جنت کی طرف چلا جائے گا۔

امام بخاری نے صحیح البخاری: ۳۱۵۹ میں یہ حدیث تفصیل سے روایت کی ہے، اس کے آخر میں ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ دشمن کے علاقہ میں پہنچے تو ان کا ایک ترجمان کھڑا ہوا، اس نے کہا: تم میں سے کوئی شخص مجھ سے معاملات پر گفتگو کرے، تب حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جو سوال کرنا چاہتے ہو وہ سوال کرو، اس نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم عرب لوگ ہیں، ہم سخت بدبختی اور مصائب میں مبتلاء تھے، ہم لوگ بھوک کی شدت سے جانوروں کی کھال کھا لیتے تھے اور گٹھلیاں چوستے تھے، ہم اون اور بالوں سے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے اور ہم درختوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے، ہم اسی حال میں تھے کہ آسمانوں اور زمینوں کے رب نے جس کا ذکر اپنی عظمت اور جلال کے ساتھ بلند ہے، اس نے ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبی بھیجا جن کے والد اور والدہ کو ہم پہچانتے تھے، پس ہمارے نبی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے اس وقت تک قتال کرتے ہیں حتیٰ کہ تم اللہ وحدہٗ کی عبادت کرو یا تم جزیہ ادا کرو اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ہمارے رب کا یہ پیغام پہنچایا ہے کہ ہم میں سے جو شخص قتل کیا جائے گا تو وہ جنت کی ایسی نعمت کی طرف جائے گا جس کی مثل اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی ہوگی اور جو ہم میں سے زندہ رہیں گے وہ تمہاری گردنوں کے مالک بن جائیں گے۔

۷۵۳۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ كَتَمَ شَيْئًا وَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَمَ شَيْئًا مِنَ الْوَحْيِ فَلَا تُصَدِّقْهُ إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از الشعبی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوئی چیز چھپائی۔

اور محمد (بن یوسف) نے کہا: ہمیں ابو عامر العقدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از الشعبی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ فرماتی ہیں: جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی میں سے کوئی چیز چھپائی تو تم اس کی تصدیق نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے، اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا'' (المائدہ:۶۷)

(صحیح البخاری:۴۶۱۲، ۷۵۳۱، صحیح مسلم:۱۷۷، سنن ترمذی:۳۰۶۸، مسند احمد:۲۴۰۷۷)

اس حدیث سے وجہِ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں لفظِ ما عام ہے اور امر وجوب کے لیے ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ واجب ہے کہ آپ پر جو کچھ بھی نازل کیا گیا اس کی تبلیغ کر دیں۔

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل کیا گیا اس کی دو طرفیں ہیں، ایک طرف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل امین علیہ السلام سے اس وحی کو حاصل کرتے تھے اور اس کی دوسری طرف یہ ہے کہ آپ اس وحی کی تبلیغ کر کے امت کو پہنچاتے تھے۔

(ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۹۰، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۵۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الذَّنْبِ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابو وائل از عمرو بن شرحبیل، وہ بیان کرتے ہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

أَكْبَرُ عِنْدَ اللهِ قَالَ أَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيقَهَا ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ الْآيَةَ۔

کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے زیادہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے، اس مرد نے کہا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو اس وجہ سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا، اس مرد نے کہا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی:

''اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کردیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا O قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا''۔ (الفرقان:۶۸۔۶۹)

(صحیح البخاری:۴۴۷۷، ۴۷۶۱، ۶۰۰۱، ۶۸۱۱، ۶۸۶۱، ۷۵۲۰، ۷۵۳۲، صحیح مسلم:۸۶، سنن ترمذی: ۳۱۸۲، سنن نسائی: ۴۰۱۳، سنن ابوداؤد: ۲۳۱۰، مسند احمد: ۴۱۲۰)

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بڑے بڑے گناہ بیان فرمائے، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی، اب یہ سوال ہے کہ یہ تین بڑے بڑے گناہ اس آیت کی تصدیق کیسے ہوگئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تبلیغ فرض ہے اس کی دو قسمیں ہیں، ایک یہ ہے کہ آپ پر جو آیت نازل کی گئی آپ وہ بعینہٖ امت تک پہنچادیں، یہ تبلیغ قرآن مجید کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ پہلے جو آیات نازل ہوئی ہیں ان سے جو حکم مستنبط ہوتا ہے آپ اس کو بیان فرمائیں جیسا کہ یہ آیت، کیونکہ اس آیت میں شرک پر سخت وعید سنائی ہے اور یہ قرآن مجید کی نص کے مطابق ہے، اور قتلِ ناحق پر بھی سخت وعید سنائی ہے اور یہ بھی حدیث میں مذکور ہے، کیونکہ ناحق قتل کرنا اگرچہ بہت سنگین گناہ ہے لیکن بیٹے کو قتل کرنا کسی اور کو قتل کرنے کی بہ نسبت زیادہ سنگین ہے، اسی طرح مطلقاً زنا کرنا سنگین گناہ ہے لیکن اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا بہت زیادہ سنگین ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ الفرقان:۶۸ پہلے نازل ہوئی ہو اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین بڑے بڑے گناہوں کی خبر دی ہو جو الفرقان:۶۸ میں مذکور ہیں۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۹۰۔۵۹۱، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۷۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۹۳) (آل عمران: ۹۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر اس کی تلاوت کرو O

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

عنوان میں جو آیت مذکور ہے اس کا شانِ نزول یہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء (ٹانگ کا درد جو ران سے لے کر گھٹنے یا ٹخنے تک ہوتا ہے) کی بیماری ہو گئی جس میں درد کی شدت سے ان کی چیخیں نکل جاتی تھیں، تو پھر انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بیماری سے شفاء دے دی تو میں اونٹ کا گوشت نہیں کھاؤں گا اور اونٹنیوں کا دودھ نہیں پیوں گا۔

ضحاک نے بیان کیا کہ یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہم پر تورات میں اونٹ کا گوشت حرام کر دیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیا اور یہ خبر دی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے تورات کے نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر اونٹ کے گوشت کو حرام قرار دیا تھا اور آپ نے ان کو بلایا کہ تم دکھاؤ یہ تورات میں کہاں لکھا ہے؟

امام بخاری کی اس عنوان سے غرض یہ ہے کہ وہ یہ بیان کریں کہ تلاوت اور قراءت دونوں کا ایک معنی ہے اور تلاوت کی تفسیر عمل کے ساتھ بھی کی جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۷۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی تعلیقات

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أُعْطِيَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوا بِهَا وَأُعْطِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ الْإِنْجِيلَ فَعَمِلُوا بِهِ وَأُعْطِيتُمُ الْقُرْآنَ فَعَمِلْتُمْ بِهِ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اہلِ تورات کو تورات دی گئی تو انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا، اور اہلِ انجیل کو انجیل دی گئی سو انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا، اور تم کو قرآن مجید عطا کیا گیا سو تم نے اس کے احکام پر عمل کیا۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب اور اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ رسولوں کے بھیجنے سے اور قرآنِ مجید کو نازل کرنے سے غرض یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے اور اس پر ایمان لایا جائے اور اس کے احکام پر عمل کیا جائے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو رَزِينٍ: يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ: يَتَّبِعُونَهُ وَيَعْمَلُونَ بِهِ حَقَّ عَمَلِهِ

اور ابورزین نے کہا: "یتلونه حق تلاوته" کا معنی ہے: وہ قرآن مجید کی اتباع کرتے ہیں اور اس کے اوپر اس طرح عمل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرتے ہیں جو عمل کرنے کا حق ہے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ تعلیق ابورزین سے مروی ہے، یہ مسعود مالک اسدی التابعین کبیر کوفی کے بیٹے ہیں، انہوں نے "یتلونه حق تلاوته" (البقرہ:۱۲۱) کی تفسیر کی ہے کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کی اتباع کرتے ہیں اور اس کے احکام پر اس طرح عمل کرتے ہیں جس طرح عمل کرنے کا حق ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

يُقَالُ يُتْلَى: يُقْرَأُ، حَسَنُ التِّلَاوَةِ: حَسَنُ الْقِرَائَةِ لِلْقُرْآنِ۔

"یتلی" کے معنی میں کہا جاتا ہے کہ اس کی قراءت کی جاتی ہے، اور "حسن التلاوة" کا معنی ہے حسن القراءة، یعنی قرآن مجید کو عمدہ طریقہ سے پڑھنا۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ ارادہ کیا ہے کہ تلاوت کا معنی قراءت ہے یعنی پڑھنا، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کہا جاتا ہے: فلاں شخص اچھی تلاوت کرنے والا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اچھی قراءت کرنے والا ہے، یعنی قرآنِ مجید کی اچھی قراءت کرنے والا ہے، اور تلاوت اور قراءت میں فرق یہ ہے کہ تلاوت اتباع کے معنی میں مستعمل ہے اور کبھی جسم سے اتباع کی جاتی ہے اور کبھی اس کا معنی ہوتا ہے: حکم میں اقتداء کرنا، اور کبھی تلاوت کا معنی قراءت ہوتا ہے اور معنی میں تدبر کرنا ہوتا ہے۔

امام راغب اصفہانی نے کہا ہے: عرفِ شرع میں تلاوت کا لفظ اللہ عزوجل کی نازل کی ہوئی کتابوں کی اتباع کے ساتھ مخصوص ہے، کبھی اس کا معنی ہوتا ہے: پڑھنا اور کبھی اس کا معنی ہوتا ہے: اللہ کی کتاب میں جو حکم ہے اور ممانعت ہے اس پر عمل کرنا، اور یہ قراءت سے عام ہے، پس ہر قراءت کو تلاوت کہا جاتا ہے اور ہر تلاوت کو قراءت نہیں کہا جاتا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

لَا يَمَسُّهُ: لَا يَجِدُ طَعْمَهُ وَنَفْعَهُ إِلَّا مَنْ آمَنَ بِالْقُرْآنِ، وَلَا يَحْمِلُهُ بِحَقِّهِ إِلَّا الْمُوْقِنُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الجمعہ:۵)

"لایمسه" کا معنی ہے: کہ قرآن مجید کے ذائقہ کو اور اس کے نفع کو وہی پاتا ہے جو قرآن پر ایمان لایا ہو، اور قرآن مجید کو حق کے ساتھ وہی اٹھاتا ہے جو قرآن مجید پر یقین کرنے والا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "جن لوگوں کو تورات دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا، ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے، ان لوگوں کی کیسی بری مثال ہے جنہوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا○"

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام بخاری نے اس تعلیق میں "لا یمسّہ" کے لفظ سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے "لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ:۷۹)" اور "لا یمسّہ" کی تفسیر اپنے اس قول سے کی ہے کہ قرآن مجید کا ذائقہ اور اس کا نفع وہی شخص پا سکتا ہے جو قرآن مجید پر ایمان لائے، یعنی جو کفر سے پاک ہو چکے ہوں، اور قرآن مجید کو حق کے ساتھ وہی اٹھا سکتے ہیں جو قرآن مجید پر یقین کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جہل اور شک سے پاک ہوں، نہ غافلوں کی طرح جیسے گدھا مثلاً کتابوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ ان کتابوں میں کیا لکھا ہے سوا اس کے جو قرآن مجید پر یقین کرنے والا ہو، اور المستملی کی روایت میں ہے "الا المومن" یعنی سوائے اس کے جو مومن ہو۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَسَمَّى النَّبِيُّ ﷺ الْإِسْلَامَ وَالْإِيمَانَ وَالصَّلَاةَ عَمَلًا، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِبِلَالٍ: أَخْبِرْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ، قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ إِلَّا صَلَّيْتُ، وَسُئِلَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ قَالَ: إِيمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ الْجِهَادُ ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُورٌ۔

نبی ﷺ نے اسلام، ایمان اور نماز کا نام عمل رکھا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے بتاؤ تمہارے نزدیک تمہارا اسلام میں کیا ہوا وہ کون سا عمل ہے جس پر اجر کی تم کو سب سے زیادہ توقع ہو، تو انہوں نے جواب دیا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کی میرے نزدیک زیادہ اجر کی توقع ہو سوا اس کے کہ میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو میں نماز پڑھتا ہوں، اور آپ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پھر جہاد کرنا پھر حج مبرور کرنا۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو یہ کہا ہے کہ اسلام، ایمان اور نماز پر عمل کا اطلاق ہوتا ہے اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہے کیونکہ کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا کہ اسلام، ایمان اور نماز اعمال ہیں، کیونکہ اسلام اور ایمان دل اور زبان سے عمل کرنے کا نام ہے اور نماز اعضاءِ ظاہریہ سے عمل کرنے کا نام ہے، اس کے بعد امام بخاری نے حدیث ذکر کی ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یہ کتاب التہجد میں باب فضل الطھور باللیل والنہار میں مذکور ہے، نیز امام بخاری نے کہا کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ اس کا ذکر بھی کتاب الایمان میں اس باب میں گزر چکا ہے "من قال: ان الایمان ھو العمل"۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۷۹۔۲۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۳۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيمَنْ سَلَفَ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غُرُوبِ الشَّمْسِ أُوتِيَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوا بِهَا حَتَّى انْتَصَفَ النَّهَارُ ثُمَّ عَجَزُوا فَأُعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا ثُمَّ أُوتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ الْإِنْجِيلَ فَعَمِلُوا بِهِ حَتَّى صُلِّيَتْ الْعَصْرُ ثُمَّ عَجَزُوا فَأُعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا ثُمَّ أُوتِيتُمْ الْقُرْآنَ فَعَمِلْتُمْ بِهِ حَتَّى غَرَبَتْ الشَّمْسُ فَأُعْطِيتُمْ قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابِ هَؤُلَاءِ أَقَلُّ مِنَّا عَمَلًا وَأَكْثَرُ أَجْرًا قَالَ اللهُ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوا لَا قَالَ فَهُوَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گزری ہوئی امتوں کی بہ نسبت تمہاری بقاء اتنی ہے جتنا وقت عصر کی نماز سے غروبِ آفتاب تک ہوتا ہے، اہلِ تورات کو تورات دی گئی سو انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا حتیٰ کہ جب آدھا دن ہو گیا تو پھر وہ کام سے عاجز ہو گئے، پس ان کو ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر اہلِ انجیل کو انجیل دی گئی سو انہوں نے اس پر عمل کیا حتیٰ کہ عصر کی نماز پڑھ لی گئی پھر وہ عاجز ہو گئے، سو انہیں بھی ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر تم کو قرآن دیا گیا، پس تم نے اس پر عمل کیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، سو تم کو دو دو قیراط اجر دیے گئے، پس اہلِ کتاب نے کہا: ان لوگوں نے کام ہم سے کم کیا ہے اور اجرت ان کو زیادہ دی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کچھ کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں اپنا فضل عطا فرماتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۵۵۷، ۲۲۶۸، ۲۲۶۹، ۳۴۵۹، ۵۰۲۱، ۷۴۶۷، ۷۵۳۳، سنن ترمذی: ۲۸۷۱، مسند احمد: ۵۹۹۳)

اس حدیث کی شرح ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب من ادرك ركعة من العصر'' میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور سے فقہاء احناف کے مذہب کی تائید

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے ظہر کے وقت کے متعلق فقہاء احناف کے مذہب کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ فقہاء احناف کے نزدیک ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے لے کر دو مثل سائے تک رہتا ہے اور امام شافعی وغیرہ کے نزدیک ایک مثل سائے تک وقت رہتا ہے، تو فقہاء احناف کے نزدیک ظہر کا وقت فقہاء شافعیہ کے بیان کردہ وقت سے دگنا ہوتا ہے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ پہلی امتوں نے یہ کہا کہ امتِ محمدیہ نے کام کم کیا ہے اور ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور پہلی امتوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا اور ہم نے عصر سے مغرب تک کام کیا ہے، اگر ظہر کے وقت کو ایک مثل سائے تک قرار دیا جائے تو پھر ظہر کا وقت اور عصر کا وقت برابر ہو جاتا ہے اور اگر ظہر کا وقت دو مثل سائے تک قرار دیا جائے تو پھر ظہر کا وقت عصر کے وقت سے دگنا ہوتا ہے، لہٰذا اس صورت میں پچھلی امتوں کا اعتراض صحیح ہوگا کہ انہوں نے زیادہ وقت کام کیا ہے کیونکہ ظہر سے عصر تک کا وقت اس سے زیادہ ہے جو عصر سے مغرب تک کا وقت ہے، لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے لے کر دو مثل سائے تک ہے اور یہی فقہاء احناف کثرھم اللہ کا مذہب ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۸۔ بَابُ: وَسَمَّى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّلَاةَ عَمَلًا وَقَالَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا نام عمل رکھا، آپ نے فرمایا: جس شخص نے نماز میں سورۂ فاتحہ کی قراءت نہیں کی اس کی نماز نہیں ہوئی

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا وجوب

کتاب الصلوٰۃ کے باب ''وجوب القراءۃ للامام والماموم'' میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث گزری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہے''۔

علامہ کرمانی نے کہا: اس حدیث میں ارشاد ہے ''لا صلاۃ'' یعنی اس کی نماز نہیں ہے، اس کا قریب ترین محمل یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح نہیں ہے اور اگر اس کا یہ محمل بیان کیا جائے کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوئی تو یہ محمل بعید ہے۔

علامہ عینی، علامہ کرمانی سے معارضہ کرتے ہیں پھر ان کو چاہیے کہ جس حدیث میں ارشاد ہے ''مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہے'' اس کا بھی یہ محمل بیان کریں کہ اس کی نماز مسجد کے سوا صحیح نہیں ہے حالانکہ اس حدیث کا یہ حضرات بھی یہ محمل بیان کرتے ہیں کہ اس کی نماز کامل نہیں ہے، نیز بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز کا کامل نہ ہونا متعین ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے ''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ... (المزمل: ۲۰)'' (یعنی جتنا آسانی سے نماز میں قرآن پڑھ سکو وہ پڑھو)، تو نماز میں مطلقاً قرآن مجید پڑھنا فرض ہے اور اس حدیث کی وجہ سے نماز میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کو واجب قرار دیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۵۳۴۔ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْوَلِيدِ ح وحَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ الْأَسَدِيُّ أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْعَيْزَارِ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ ثُمَّ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الولید، ح اور مجھے عباد بن یعقوب الاسدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عباد بن العوام نے خبر دی از الشیبانی از الولید بن العیزار از ابی عمرو الشیبانی از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کون سا عمل کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا اور والدین کے ساتھ نیکی کرنا پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۷، ۲۷۸۲، ۵۹۷۰، ۷۵۳۴، صحیح مسلم: ۸۵، سنن ترمذی: ۱۸۹۸، سنن نسائی: ۶۱۰، مسند احمد: ۳۸۸۰، سنن دارمی: ۱۲۲۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مذکورہ تین اعمال کی خصوصیت

نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی افضلیت اس وجہ سے ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور جو شخص نماز میں سستی کرے گا وہ اسلام کے باقی احکام پر عمل کرنے میں زیادہ سستی کرے گا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی افضلیت اس وجہ سے ہے کہ جو شخص ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا وہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں زیادہ کوتاہی کا مرتکب ہوگا اور جہاد کی افضلیت اس وجہ سے ہے جو شخص جہاد میں تقصیر کرے گا تو دیگر نیک کاموں میں اس کی تقصیر کا زیادہ خطرہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۵۹ ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۹۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿١٩﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿٢٠﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿٢١﴾ (المعارج: ۱۹۔۲۱)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بے شک انسان کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہے O جب اس پر مصیبت آئے تو وہ گھبرا جاتا ہے O اور جب اسے نفع پہنچے تو بخل کرتا ہے O

هَلُوْعًا: ضَجُوْرًا

''ھلوعا'' کا معنی ہے: ضجورا، یعنی بے قرار، کبیدہ خاطر

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

انسان کے خلقی اور جبلی اوصاف

اس باب کے قائم کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو چند خلقی اور جبلی اوصاف پر پیدا کیا ہے، یعنی انسان میں برداشت کا مادہ کم ہے اور وہ خرچ کرنے سے گریز کرتا ہے اور مصائب میں صبر نہیں کرتا، امام بخاری نے ''الھلوع'' کی تفسیر ضجور کے ساتھ کی ہے اور الجوہری نے کہا ہے: الھدح کا معنی ہے: بہت زیادہ بھوکا، اور داؤدی نے کہا ہے کہ یہ بے صبری کے معنی میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم مَالٌ فَأَعْطَى قَوْمًا وَمَنَعَ آخَرِينَ فَبَلَغَهُ أَنَّهُمْ عَتَبُوا فَقَالَ إِنِّي أُعْطِي الرَّجُلَ وَأَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِي أَدَعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِي أُعْطِي أَقْوَامًا لِمَا فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَأَكِلُ أَقْوَامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْغِنَى وَالْخَيْرِ مِنْهُمْ عَمْرُو

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از الحسن، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن تغلب نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال آیا، آپ نے بعض لوگوں کو عطا فرمایا اور بعض دوسرے لوگوں کو نہ دیا، پھر آپ کو یہ خبر پہنچی کہ وہ لوگ اس پر ناراض ہوئے تو آپ نے فرمایا: بے شک میں ایک مرد کو عطا کرتا ہوں اور دوسرے مرد کو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بْنُ تَغْلِبَ فَقَالَ عَمْرٌو مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِكَلِمَةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم حُمْرَ النَّعَمِ۔

(صحیح البخاری: ۹۲۳، ۳۱۴۵، ۷۵۳۵، مسند احمد: ۲۰۱۴۹)

چھوڑ دیتا ہوں، اور جس کو میں چھوڑ دیتا ہوں وہ مجھے اس کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں عطا کرتا ہوں، میں بعض لوگوں کو اس لیے عطا کرتا ہوں کہ ان کے دلوں میں بے صبری ہوتی ہے اور قوت برداشت کم ہوتی ہے، اور بعض لوگوں کے دلوں میں جو اللہ تعالیٰ نے استغناء اور خیر رکھی ہے میں ان کو اس کے سپرد کر دیتا ہوں، اور عمرو بن تغلب بھی انہی میں سے ہیں۔

پس عمرو نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے بدلہ میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جاتے تو پسندیدہ نہ ہوتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات کسی مصلحت کی وجہ سے کسی کو نہ دینا افضل ہوتا ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو عطاء نہیں فرماتے جن کے متعلق آپ کو معلوم تھا کہ ان کے دلوں میں استغناء ہے اور خیر ہے۔

۵۰۔ بَابُ: ذِكْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَرِوَايَتِهِ عَنْ رَبِّهِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے رب سے ذکر کرنا اور اس سے روایت کرنا

باب مذکور کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی طرف سے سنت کو روایت کرتے ہیں جس طرح آپ اپنے رب کی طرف سے قرآن مجید کی آیات کی روایت کرتے ہیں، اور اس کا اللہ کی کتاب کی اس آیت میں بیان ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم: ۳-۴)

وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ۝ ان کا کہا ہوا وہی ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے ۝

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۷۵۳، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۷۵۳۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا أَبُو زَيْدٍ سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ الْهَرَوِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ قَالَ إِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِذَا تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَإِذَا أَتَانِي مَشْيًا أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوزید سعید بن الربیع الہروی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کے رب نے ارشاد فرمایا: جب بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جب بندہ میری

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جب بندہ میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۷۴۰۵، ۷۵۰۵، ۷۵۳۷، صحیح مسلم: ۲۶۷۵، سنن ترمذی: ۳۶۰۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۲، مسند احمد: ۷۴۲۷)

صحیح البخاری: ۷۵۳۶، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ایک ہاتھ یا دو ہاتھ قریب ہونے کی توجیہ

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب بندہ میری اطاعت اور میری عبادت کر کے میرے قریب ہوتا ہے تو میں اس پر اپنی رحمت کر کے اور اس کی عزت افزائی کر کے اور اس پر شفقت کر کے اس پر قریب ہوتا ہوں، اسی کی مثل یہ آیت ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ (النجم: ۹) پھر وہ (اللہ، نبی سے) زیادہ قریب ہوا، پھر زیادہ قریب ہوا ۝

یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور توقیر ظاہر کرتے ہوئے ان کو اپنے قریب کیا، پھر اور زیادہ قریب کیا۔

اس حدیث میں ''الهرولة'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: تیزی سے چلنا، اور یہاں اس سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کا سرعت کے ساتھ رحمت کو نازل فرمانا اور اپنے بندہ سے جلد راضی ہو جانا اور اس کو بڑھا چڑھا کر اجر عطا فرمانا جیسے کوئی شخص اپنے صاحب کی طرف ایک بالشت چل کر جائے تو دوسرا اس کا استقبال دو ہاتھ چل کر کرے، یا وہ اپنے صاحب کے پاس پیدل چلتا ہوا جائے تو اس کا صاحب اس کے پاس دوڑتا ہوا آئے۔

اللہ تعالیٰ کے ایک ہاتھ قریب ہونے یا دو ہاتھ قریب ہونے کے متعلق علماء کی آراء

سلف صالحین اس قسم کی نصوص کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور اس کا معنی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے بغیر اس کے کہ ہمیں اس کی کیفیت کا علم ہو اور بغیر اس کے کہ ہم اس کی مخلوقات میں سے کسی کے ساتھ مثال دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

اس حدیث میں ''الباع'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے دونوں ہاتھوں کو پھیلانا، یعنی جب کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلائے اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر کسی کو اپنے قریب کرے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۵۳۷ ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

۷۵۳۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رُبَّمَا ذَكَرَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَإِذَا تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از التیمی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ان سے مروی ہے، بسا اوقات انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا، فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جب

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَاعًا أَوْ بُوعًا وَقَالَ مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِي سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

بندہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تب میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جب بندہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔

اور معتمر نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری:۷۴۰۵، ۷۵۰۵، ۷۵۳۷، صحیح مسلم:۲۶۷۵، سنن ترمذی:۳۶۰۳، سنن ابن ماجہ:۳۶۲۲، مسند احمد:۷۴۷۴)

اس حدیث کی شرح بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

۷۵۳۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّكُمْ قَالَ لِكُلِّ عَمَلٍ كَفَّارَةٌ وَالصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ اس حدیث کو تمہارے رب سے روایت کرتے ہیں، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ہر عمل کا ایک کفارہ ہوتا ہے اور روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور ضرور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔

(صحیح البخاری:۱۸۹۴، ۱۹۰۴، ۵۹۲۷، ۷۴۹۲، ۷۵۳۸، صحیح مسلم:۱۱۵۱، سنن ترمذی:۷۶۴، سنن نسائی:۲۲۱۶، سنن ابوداؤد:۲۳۶۳، سنن ابن ماجہ:۱۶۳۸، مسند احمد:۷۶۳۶، موطا امام مالک:۶۸۹)

صحیح البخاری:۷۵۳۸، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہر عمل کے کفارہ ہونے کا محمل

یعنی انسان سے جو گناہ سرزد ہو جاتے ہیں ان کا کوئی نہ کوئی کفارہ ہوتا ہے اور کفارہ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ پر پردہ رکھتا ہے اور اس کی مغفرت فرماتا ہے۔

روزہ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت کی توجیہ

بندہ تمام اطاعات اور عبادات اللہ عزوجل کے لیے کرتا ہے لیکن روزہ ایسی عبادت ہے کہ روزہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور معبود کا تقرب حاصل نہیں کیا گیا، اس کے برخلاف دوسری عبادات مثلاً قربانی کرنا، سجدہ کرنا یا قیام کرنا یا صدقہ کرنا، ان عبادات کے ساتھ بتوں کا تقرب بھی حاصل کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ''روزہ کی جزا میں خود دوں گا''، اس پر یہ سوال ہے کہ تمام عبادات اور اطاعات کی جزا اللہ تعالیٰ خود عطا فرماتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات دیگر اطاعات اور عبادات کی جزا اللہ تعالیٰ فرشتوں کے حوالے فرما دیتا ہے لیکن روزہ کی جزا اللہ تعالیٰ بلاواسطہ خود عطا فرماتا ہے۔

روزہ دار کی منہ کی بو کے پسندیدہ ہونے پر ابحاث

اس حدیث میں ''لخلوف'' کا لفظ ہے یعنی منہ سے جو بو آتی ہے، اس پر یہ سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ تو خوشبو کو سونگھنے سے مبرّا اور منزّہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ارشاد بطورِ فرض ہے یعنی اگر بالفرض اللہ تعالیٰ خوشبو کو سونگھتا تو روزہ دار کے منہ کی بو اس کو مشک سے زیادہ پسند ہوتی۔

اس حدیث پر دوسرا سوال یہ ہے کہ شہید کے خون کے متعلق حدیث میں وارد ہے کہ ''اس کی خوشبو مُشک کی مثل ہوتی ہے'' اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے تو اس سے لازم آیا کہ روزہ دار کا درجہ شہید سے افضل ہو؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اس کے لعاب سے آتی ہے اور روزہ دار کے منہ کا لعاب طاہر ہے اور شہید کا خون نجس ہے اس لیے روزہ دار کے منہ کی بو کا درجہ مُشک کی خوشبو کے درجہ سے افضل ہے۔

اس پر تیسرا سوال یہ ہے کہ جب شہید کا خون مشک کی خوشبو کی مثل ہے تو پھر اس خون کے زائل کرنے کو کیوں حرام قرار دیا ہے؟ اور روزہ دار کے منہ کی بو کے زائل کرنے کو حرام قرار نہیں دیا گیا حالانکہ وہ مشک کی خوشبو سے افضل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شہید کے خون کو زائل کرنا محال ہے اس کے برخلاف روزہ دار کے منہ کی بو کو زائل کرنا محال نہیں ہے، یا اگر شہید کے خون کو حرام قرار دیا جائے تو اس سے اس کے جسم کو زخمی کرنا لازم آئے گا یا اس سے اس کو ضرر ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۵۳۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ ح وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ قَالَ لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ إِنَّهُ خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى وَنَسَبَهُ إِلَى أَبِيهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ، ح اور مجھ سے خلیفہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از ابو العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: کسی بندہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی سے خیر یا افضل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوں اور آپ نے حضرت یونس علیہ السلام کو ان کے باپ کی طرف منسوب فرمایا۔

(صحیح البخاری: ۳۳۹۵، ۳۴۱۳، ۴۶۳۰، ۷۵۳۹، صحیح مسلم: ۲۳۷۷، سنن ترمذی: ۱۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۶۶۹، مسند احمد: ۲۱۶۸، سنن دارمی: ۲۷۴۶)

صحیح البخاری: ۷۵۳۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں پھر یہ کیسے فرمایا کہ کسی بندہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں حضرت یونس بن متی سے افضل ہوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ ارشاد تواضعاً فرمایا یا انکساراً فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۴۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ الْفَتْحِ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ أَوْ مِنْ سُورَةِ الْفَتْحِ قَالَ فَرَجَّعَ فِيهَا قَالَ ثُمَّ قَرَأَ مُعَاوِيَةُ يَحْكِي قِرَاءَةَ ابْنِ مُغَفَّلٍ وَقَالَ لَوْلَا أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَيْكُمْ لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ ابْنُ مُغَفَّلٍ يَحْكِي النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ لِمُعَاوِيَةَ كَيْفَ كَانَ تَرْجِيعُهُ قَالَ آآآ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی سریج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از معاویہ بن قرۃ المزنی از حضرت عبداللہ بن المغفل المزنی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح (مکہ) کے دن ایک اونٹنی پر سوار دیکھا، آپ سورۃ الفتح کی تلاوت فرما رہے تھے یا سورۃ الفتح سے تلاوت فرما رہے تھے، پھر آپ نے اس میں ترجیع کی، شعبہ نے بیان کیا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ کی قراءت کی نقل کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پاس جمع ہو جائیں گے تو میں اس طرح ترجیع کرتا جس طرح حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے ترجیع کی تھی۔ حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز میں تلاوت کرتے تھے۔ شعبہ نے کہا: میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ کس طرح ترجیع کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا وہ الف کو تین مد کے برابر کھینچ کر پڑھتے تھے: آآآ، تین مرتبہ۔

(صحیح البخاری: ۴۲۸۱، ۴۸۳۵، ۵۰۳۴، ۵۰۴۷، ۷۵۴۰، صحیح مسلم: ۷۹۴، سنن ابوداؤد: ۱۴۶۷، مسند احمد: ۲۰۰۱۹)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۵۴۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت

اس باب کا عنوان ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے روایت کرنا'' اور یہ روایت عام ہے کہ فرشتے کی وساطت کے بغیر ہو یا بلاواسطہ ہو، نیز اس سے بھی عام ہے کہ وہ قرآن کی حکایت ہو یا اس کے غیر کی، علامہ المہلب مالکی نے کہا ہے: اس باب کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے سنت کی بھی اسی طرح روایت کی ہے جس طرح آپ نے اپنے رب سے قرآن مجید کی وحی کی روایت کی ہے، اور اس باب میں امام بخاری نے حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اس پر تنبیہ کرنے کے لیے درج کیا ہے کہ قرآن مجید بھی آپ کے رب سے روایت ہے۔

ترجیع کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''فرجّع فیھا'' یہ لفظ ترجیع سے ماخوذ ہے، ترجیع کا معنی ہے: حلق میں آواز کو لوٹانا اور پست آواز سے پڑھنے کے بعد دوبارہ اس کلام کو بلند آواز سے پڑھنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب قرآن مجید کو ترجیع اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھا جائے تو لوگ اس کو غور سے سننے اور سمجھنے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''کیف کان ترجیعہٗ؟ قال: آآآ ثلاث مرات'' یعنی جس جگہ ایک بار الف پر مد ہو تو آپ اس کو تین مد کے برابر پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۸۵۔۲۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۱۔ بَابُ: مَا يَجُوزُ مِنْ تَفْسِيرِ التَّوْرَاةِ وَغَيْرِهَا مِنْ كُتُبِ اللهِ بِالْعَرَبِيَّةِ وَغَيْرِهَا لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ (آل عمران: ۹۳)

تورات اور دیگر آسمانی کتابوں کے عربی میں ترجمہ کا جواز، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''آپ کہیے: اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر اس کی تلاوت کرو''

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تورات، انجیل، زبور اور دیگر صحائف جو بعض انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے تھے ان کا لغت عربی میں ترجمہ کرنا یا کسی اور زبان میں ان کا ترجمہ کرنا یہ جائز ہے۔

آل عمران: ۹۳ سے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم تورات لا کر اس کی تلاوت کرو اگر تم سچے ہو'' تورات عبرانی زبان میں ہے اور وہ اس کو عربی زبان میں منتقل کر کے پڑھتے تھے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ تورات جو عبرانی زبان میں ہے اس کا عربی میں ترجمہ کرنا یعنی عربی میں منتقل کر کے اس کو پڑھنا یہ جائز ہے، اور وہب بن منبہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور دیگر علماء آسمانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کر کے بیان کرتے تھے لیکن اس کی صحت قطعی نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اہلِ کتاب جو تورات کی تفسیر عربی زبان میں کرتے ہیں اس کی تصدیق نہ کرو" کیونکہ یہ ثابت ہے کہ وہ اپنی کتاب میں سے بعض آیات کو چھپا لیتے ہیں اور بعض آیات میں تحریف کر دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۵۴۱۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ أَنَّ هِرَقْلَ دَعَا تَرْجُمَانَهُ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَرَأَهُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ وَ ﴿يَآ أَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ الْآيَةَ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے ابو سفیان بن حرب نے خبر دی کہ ہرقل نے اپنے ترجمان کو بلایا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کو منگوایا، پس اس کو پڑھا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول کی جانب سے ہرقل کی طرف ہے:

"اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے O" (آل عمران: ۶۴)

(صحیح البخاری: ۷، ۵۱، ۲۶۸۱، ۲۸۰۴، ۲۹۴۱، ۲۹۷۸، ۳۱۷۴، ۴۵۵۳، ۵۹۸۰، ۶۲۶۰، ۷۱۹۶، ۷۵۴۱، صحیح مسلم: ۱۷۷۳، سنن ترمذی: ۲۷۱۷، سنن ابوداؤد: ۵۱۳۶، مسند احمد: ۲۳۶۶)

صحیح البخاری: ۷۵۴۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ترجمان کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: وہ شخص جو ایک زبان یا ایک لغت کو دوسری زبان یا دوسری لغت کی طرف نقل کرے تا کہ اس کا مضمون دوسروں کی سمجھ میں آ جائے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہرقل کے ترجمان نے قرآن مجید کی آیات کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا ہے حتیٰ کہ ہرقل نے قرآن مجید کی آیات کا معنی سمجھ لیا، اس سے معلوم ہوا کہ تفہیم کی غرض سے قرآن مجید کی فارسی میں تلاوت جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید کو فارسی زبان میں پڑھنے پر امام ابو حنیفہ کے دلائل

امام ابو حنیفہ نے ہرقل کی حدیث سے اور ہرقل کے ترجمان کو بلانے سے اور ترجمان نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کو اپنی زبان میں پڑھا حتیٰ کہ ہرقل نے اس مکتوب کا مضمون سمجھ لیا، امام ابو حنیفہ نے کہا: اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کو فارسی میں پڑھنا جائز ہے اور یہ کہا کہ نماز میں فارسی زبان میں قراءت کی جائے تو نماز صحیح ہے اور باقی تمام فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ نماز میں قرآن کو فارسی میں پڑھنے سے نماز صحیح نہیں ہوگی، اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا: اگر وہ شخص عربی زبان اچھی طرح پڑھ سکتا ہے تو اس کے لیے قرآن مجید کو فارسی میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ المقرو (یعنی جس کی قرأت کی جاتی ہے) اس کا نام قرآن ہے خواہ وہ دوسری لغت یا دوسری زبان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں ہو جب کہ معنی ظاہر ہو جائے اور کسی لفظ کے معنی کو چھوڑا نہ جائے خواہ الفاظ بدل جائیں جب کہ معنی نہ بدلے، اور اگر اس نے ایسا لفظ پڑھا جو قرآن کے لفظ کے مطابق نہیں ہے مثلاً حمد کی جگہ شکر پڑھا تو پھر جائز نہیں ہے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین علیہم السلام کے اقوال کو قرآنِ مجید میں عربی زبان میں ذکر کیا ہے جب کہ ظاہر یہ ہے کہ انبیاء سابقین کے وہ اقوال ان کی اپنی زبانوں میں تھے عربی زبان میں نہیں تھے مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح نے اپنے بیٹے سے کہا:

یٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا (ہود:۴۲) اے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بات اپنی زبان میں کہی تھی، پس اسی طرح جائز ہے کہ قرآن مجید کو ان کی زبانوں میں پڑھا جائے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (الانعام:۱۹) اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تا کہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں اور جس (تک) یہ پہنچے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن سے تمام لوگوں کو ڈرایا اور تمام لوگوں کو ڈرانا اس وقت متحقق ہوگا جب سب لوگوں کو ان کی اپنی اپنی زبانوں میں ڈرایا جائے، پس ہر زبان والا اس کو اپنی زبان میں پڑھے گا حتیٰ کہ اس کا ڈرانا متحقق ہو جائے اور جب کسی مبلغ نے لوگوں کو ان کی زبان میں قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سنائیں تو اس مبلغ نے اپنی تبلیغ پوری کر دی اور اللہ تعالیٰ نے اس کا نام قرآن رکھا، اسی طرح ایمان لانا جس طرح عربی زبان میں صحیح ہے اسی طرح فارسی زبان میں بھی صحیح ہے۔

دوسرے فقہاء جو قرآن مجید کو فارسی زبان میں پڑھنے سے منع کرتے ہیں ان کے دلائل

دوسرے فقہاء نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا (یوسف:۲) بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی (زبان) میں نازل کیا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کیا ہے، پس عجمی زبان میں قرآن مجید کا نزول باطل ہو گیا، اور جو لوگ قرآن مجید کی فارسی زبان میں تلاوت کو جائز کہتے ہیں، ان سے یہ کہا جائے گا کہ جب کوئی شخص فاتحۃ الکتاب کو فارسی زبان میں پڑھے تو آیا اس کی اس قراءت کو فاتحۃ الکتاب کا نام دینا جائز ہے یا یہ کہا جائے گا کہ یہ فاتحۃ الکتاب کی تفسیر ہے، پس اگر وہ یہ کہیں کہ یہ فاتحۃ الکتاب کی تفسیر ہے تو ان سے کہا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص فاتحۃ الکتاب کی قراءت نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی“ اور آپ نے یہ نہیں فرمایا: جو فاتحۃ الکتاب کی تفسیر نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی، نیز اگر کوئی شخص عربی میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر نماز میں پڑھے تو اس کی نماز جائز نہیں ہوگی، اگر وہ فارسی میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر پڑھے تو اس کی نماز بدرجہ اولیٰ ناجائز ہونی چاہیے۔

فارسی میں قرآن مجید کو پڑھنے پر امام ابو حنیفہ کے دلائل کے جوابات

فقہاء احناف نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین علیہم السلام کے اقوال کو عربی زبان میں منتقل کر کے نازل فرمایا ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا قول ”یٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا ---- (ہود:۴۲)“ اور بے شک حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بات اپنی زبان میں کہی تھی، پس جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی کہی ہوئی بات کو عربی میں منتقل کرنا جائز ہے اسی طرح قرآن مجید کو عجمی زبان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں منتقل کرنا جائز ہے۔

فقہاء احناف کی اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین کے اقوال کو عربی زبان میں منتقل کر کے نازل فرمایا اور ہم اس کی عربی زبان میں تلاوت کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، پس ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اس سے تجاوز کریں اور قرآنِ مجید کو دوسری لغات اور زبانوں میں پڑھیں اور کہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور قرآن ہے، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا ترجمہ ہے یا یہ قرآن کی آیات کا ترجمہ ہے۔

رہا فقہاء احناف کا یہ کہنا کہ فارسی زبان میں ایمان لانا صحیح ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان صرف اعتقاد کا نام ہے نہ کہ الفاظ کا، اس لیے جائز ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی شہادت ہر لغت میں دی جائے۔

دوسرے فقہاء کے دلائل کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب

امام ابوحنیفہ نے اس شخص کے لیے نماز میں سورہ فاتحہ کو فارسی میں پڑھنے کی اجازت دی ہے جو عربی زبان کے پڑھنے اور اس کے تلفظ کرنے پر قادر نہ ہو، اور یہ اجازت ضرورت کی بناء پر ہے اور جو چیز ضرورت کی بناء پر جائز ہو وہ بغیر ضرورت کے قدرت کی صورت میں جائز نہیں ہوتی جیسا کہ جو شخص پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اور جب یہ عذر نہ ہو تو پھر اس کے لیے تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح جو عجمی شخص عربی زبان بولنے پر قادر نہ ہو اور اس کو فارسی زبان بولنے پر قدرت اور مہارت ہو اس کے لیے فارسی میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا جائز ہے اور جب وہ عربی زبان میں سورۂ فاتحہ پڑھنے پر قادر ہو تو پھر اس کے لیے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فارسی زبان میں جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۴۱۔ ۵۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۵۴۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَؤُونَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ ﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ﴾ الْآيَةَ

(صحیح البخاری: ۴۴۸۵، ۷۳۶۲، ۷۵۴۲)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے خبر دی از یحییٰ بن کثیر از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ کتاب تورات کو عربی زبان میں پڑھتے تھے اور اہلِ اسلام کے لیے اس کی تفسیر عربی زبان میں کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو "اور تم یہ کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا، اور اس پر جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم (ایمان لانے میں) نبیوں میں سے کسی ایک میں (بھی) فرق نہیں کرتے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور ہم اسی (ایک رب) کے فرمانبردار ہیں O" (البقرہ:۱۳۶)

صحیح البخاری: ۷۵۴۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نماز میں سورۂ فاتحہ کو فارسی زبان میں پڑھنے کی تحقیق

اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر نمازی عربی زبان میں تلاوت کرنے پر قادر ہو تو اس کے لیے عربی زبان سے عدول کر کے دوسری زبان میں قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر پڑھے گا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، اور اگر وہ نماز سے باہر ہے تو پھر اس کے لیے قرآن مجید کو فارسی زبان میں پڑھنا ناجائز نہیں ہے، کیونکہ وہ معذور ہے اور جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اور وہ عربی زبان میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھ سکے تو اس کے لیے شارع علیہ السلام نے بدل رکھا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کا ہر کلمہ زبان سے ادا کرنا محال نہیں ہے، پس جس کو عربی زبان نہ آتی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے اذکار میں سے کسی ایک ذکر کو بار بار دہراتا رہے حتیٰ کہ وہ اس ذکر کو ادا کرنے پر قادر ہو جائے، ایسی صورت میں سورۂ فاتحہ کی جگہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے تو اس کی نماز ہو جائے گی، اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ جو شخص اسلام میں داخل ہو یا اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اس کو قرآن مجید پڑھایا جائے اگرچہ وہ اس کے معنی نہیں سمجھتا لیکن اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کے الفاظ ادا کرتا رہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ "جب تم سے اہلِ کتاب قرآن مجید کی تفسیر عربی زبان میں بیان کریں تو تم ان کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو"۔

امام بیہقی نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہلِ کتاب اگر اپنی کتاب کی عبرانی زبان کی عربی میں تفسیر کریں اور وہ سچی بات بھی بیان کریں تو تم اس کی تصدیق نہ کرو، کیونکہ ہو سکتا ہے انہوں نے اس میں تحریف کی ہو۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۶۲۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۵۴۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ وَامْرَأَةٍ مِنَ الْيَهُودِ قَدْ زَنَيَا فَقَالَ لِلْيَهُودِ مَا تَصْنَعُونَ بِهِمَا قَالُوا نُسَخِّمُ وُجُوهَهُمَا وَنُخْزِيهِمَا قَالَ ﴿قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَا إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ فَجَاءُوا فَقَالُوا لِرَجُلٍ مِمَّنْ يَرْضَوْنَ يَا أَعْوَرُ اقْرَأْ فَقَرَأَ حَتَّى انْتَهَى إِلَى مَوْضِعٍ مِنْهَا فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ قَالَ ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهُ فَإِذَا فِيهِ آيَةُ الرَّجْمِ تَلُوحُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ عَلَيْهِمَا الرَّجْمَ وَلَكِنَّا نُكَاتِمُهُ بَيْنَنَا فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا فَرَأَيْتُهُ يُجَانِئُ عَلَيْهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود کے ایک مرد اور ایک عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا، آپ نے یہود سے پوچھا: تم ان دونوں (زنا کاروں) کے ساتھ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ان کے مونہوں کو کالا کرتے ہیں اور ان کو رسوا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: "اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر اس کی تلاوت کرو O" (آل عمران:۹۳) پس وہ تورات کو لے کر آئے اور انہوں نے اپنے ایک پسندیدہ مرد سے کہا: اے اعور! تم پڑھو، سو اس نے پڑھا حتیٰ کہ جب اس جگہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْحِجَارَةَ۔

پہنچا (جہاں زنا کی سزا کا ذکر تھا) تو اس نے اس کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ دیا، کہا: تم اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس میں رجم (سنگسار کرنے) کی آیت ظاہر تھی، پس اس نے کہا: اے محمد! ان دونوں کے اوپر رجم ہے لیکن ہم آپس میں اس حکم کو چھپاتے تھے، پس آپ کے حکم سے ان دونوں کو رجم کیا گیا، (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:) پس میں نے دیکھا کہ مرد اس عورت کے اوپر جھک کر اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۳۵، صحیح مسلم: ۱۶۹۹، سنن ابوداؤد: ۴۴۴۶، مسند احمد: ۴۴۸۴، موطا امام مالک: ۱۵۵۱، سنن دارمی: ۲۳۲۱)

صحیح البخاری: ۷۵۴۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "قال ارفع يدك" اس حدیث میں قال کا فاعل مبہم ہے کہ کس نے کہا، اور پہلے گزر چکا ہے کہ یہ کہنے والے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے، اور جس نے رجم کی آیت پر اپنا ہاتھ رکھا تھا وہ عبداللہ بن صوریہ تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "نُكَاتِمه" یعنی ہم رجم کو چھپاتے تھے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۶۲۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۵۲۔ بَابُ: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَزَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: قرآن مجید کی تلاوت میں ماہر معزز نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا، (اور آپ کا ارشاد:) قرآنِ مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کر کے پڑھو

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

"الماهر بالقرآن" کا معنی ہے: جو شخص تلاوتِ قرآن میں حاذق ہو، یعنی بار بار قرآنِ مجید کی تلاوت کر کے اس کو قرآن مجید کی تلاوت کا ملکہ حاصل ہو گیا ہو اور وہ بہت عمدہ تلاوت کرتا ہو اور اس کا حفظِ قرآن بھی پختہ ہو۔

نیز اس عنوان میں مذکور ہے "مع السفرة الكرام" السفرة سافر کی جمع ہے جیسے کاتب کی جمع کتبه ہے، اس کا معنی بھی لکھنے والے ہے، اور یہ وہ فرشتے ہیں جو لوحِ محفوظ سے نقل کر کے لکھتے ہیں اور الکرام کا معنی ہے: وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والے ہیں اور البررة کا معنی ہے: یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے ہیں اور اپنے آپ کو گناہوں سے پاک رکھنے والے ہیں، سننِ ترمذی میں حدیث ہے کہ جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو اور وہ اس میں ماہر ہو تو وہ معزز نیک فرشتوں کے ساتھ ہوگا، امام

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا: ''السفرۃ الکرام البررۃ'' کا معنی ہے ملائکہ یعنی فرشتے۔

اس عنوان میں مذکور ہے''وزینوا القرآن باصواتکم''یعنی اپنی آوازوں کے ساتھ قرآن مجید کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھو، یہ ان احادیث میں سے ہے جن کو امام بخاری نے بطور تعلیق ذکر کیا ہے اور اپنی کتاب میں کسی اور جگہ ان کی سند کے ساتھ روایت نہیں کی، اور اپنی کتاب ''خلق افعال العباد'' میں اس حدیث کی از عبدالرحمٰن بن عوسجہ از حضرت البراء رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، اور اسی سند کے ساتھ اس حدیث کو امام احمد، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ ''زینوا القرآن باصواتکم'' کا معنی ہے: یعنی قرآن مجید کو مد اور ترتیل کے ساتھ پڑھو اور اتنا لمبا مد نہ کرو جو غنا کی حد میں داخل ہو جائے (جیسے میں نے ایک خوش الحان واعظ سے سنا وہ بار بار ترنم کے ساتھ پڑھ رہے تھے ابی آآ وا ستکبرا آآ، سو اس طرح ترنم کے ساتھ بلاضرورت کھینچ کر قرآن مجید کے الفاظ پڑھنا ممنوع ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۸۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی مہارت سے مراد یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والے کو قرآن مجید پختہ یاد ہو اور وہ عمدگی سے تلاوت کرے اور اپنی قراءت کے درمیان پس و پیش اور سوچ و بچار نہ کرے، اللہ تعالیٰ نے اس پر قراءت کو آسان کر دیا ہو اور وہ قرآن مجید کو اس طرح روانی سے پڑھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے معزز نیک فرشتوں پر قرآن مجید کا پڑھنا آسان کر دیا ہے، سو اس کے اوپر تلاوت آسان ہو گی اور وہ ان شاء اللہ معزز نیک فرشتوں کے درجہ میں ہو گا۔

امام بخاری نے اس کے ضمن میں خوش آوازی کی احادیث کو بھی ذکر کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ خوش نما بناؤ''۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان آوازوں پر محمول کیا جو سننے میں اچھی لگتی ہیں نہ کہ ایسی آواز جن کو سن کر کان ان کو دور پھینکتے ہیں جیسے گدھے کی آواز ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿١٩﴾ (لقمان:۱۹) بے شک تمام آوازوں میں سب سے بری آواز گدھے کی ہے O

اور اسی معنی میں یہ حدیث ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کسی بات کو اتنی توجہ سے نہیں سنتا جتنی توجہ سے اچھی آواز کے ساتھ قرآن مجید کو سنتا ہے''۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس میں ماہر ہو تو وہ معزز نیک فرشتوں کے ساتھ ہو گا اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور قرآن کا پڑھنا اس پر دشوار ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں''۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے قرآن مجید کو پڑھا تو ہر حرف کے پڑھنے سے اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں اور جس کے لیے دو اجر ہیں اس کے لیے نیکیوں کو دگنا کر دیا جائے گا، پس اسے ہر حرف کے بدلہ میں بیس نیکیاں ملیں گی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ قرآن مجید بہت عمدہ آواز کے ساتھ پڑھتے تھے، ان سے ایک دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فلاں سورت پڑھو، انہوں نے وہ سورت پڑھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا کہ میرا یہ گمان نہیں تھا کہ یہ سورت نازل

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو چکی ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو عمدہ آواز کے ساتھ پڑھنا اس لیے ہے کہ قرآن مجید دلوں میں اتر جائے اور قرآنِ مجید کی نصیحتیں دلوں میں گھر کر جائیں، اور جو شخص ہمیشہ قرآن مجید کی قراءت کرتا رہتا ہے تو اس کی آواز عمدہ ہو جاتی ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۴۶۔ ۵۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۵۴۴۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ مَا أَذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی بات کو اتنی توجہ سے نہیں سنتا جتنی توجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمدہ آواز سے قرآن پڑھنے کو سنتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۰۲۳، ۵۰۲۴، ۷۴۸۲، ۷۵۴۴، صحیح مسلم: ۷۹۲، سنن نسائی: ۱۰۱۷، سنن ابوداؤد: ۱۴۷۳، مسند احمد: ۷۷۷۳، سنن دارمی: ۱۴۸۸)

اللہ تعالیٰ کے توجہ سے سننے سے مراد اس کا لازمی معنی ہے یعنی اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔

۷۵۴۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا وَكُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ قَالَتْ فَاضْطَجَعْتُ عَلَى فِرَاشِي وَأَنَا حِينَئِذٍ أَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ يُبَرِّئُنِي وَلَكِنِّي وَاللَّهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ يُنْزِلُ فِي شَأْنِي وَحْيًا يُتْلَى وَلَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللَّهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلَى وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ﴾ الْعَشْرَ الْآيَاتِ كُلَّهَا۔

(صحیح البخاری: ۲۶۶۱، صحیح مسلم: ۲۷۷۰، مسند احمد: ۲۵۰۹۵)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی از حدیثِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، جب تہمت لگانے والوں نے ان کے متعلق وہ کہا جو کہا، اور ہر ایک نے حدیث کا ایک ٹکڑا مجھ سے بیان کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے بستر پر لیٹ گئی اور مجھے اس وقت علم تھا کہ بے شک میں بے قصور ہوں اور بے شک اللہ تعالیٰ میری بے قصوری کو ظاہر فرما دے گا لیکن اللہ کی قسم! میں یہ گمان نہیں کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی اور میرے دل میں میرا مقام اس سے بہت کم تر تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسا کلام نازل فرمائے جس کی تلاوت کی جائے اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

"بے شک جن لوگوں نے (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر) تہمت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لگائی وہ تم میں سے ایک گروہ ہے" (النور:۱۱)، یہ کل دس آیات ہیں۔

صحیح البخاری: ۷۵۴۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "میں اپنے آپ کو اس سے کمتر خیال کرتی تھی کہ میرے متعلق اللہ تعالیٰ ایسا کلام نازل فرمائے جس کی تلاوت کی جائے" یعنی محرابوں اور محفلوں میں ان آیات کی تلاوت کی جائے۔

اور اس باب کے عنوان میں ذکر ہے کہ "قرآنِ مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزیّن کرو"۔

بعض مشکل جملوں کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "کل حدثنی طائفة من الحدیث" یعنی زہری نے کہا: اور ان ائمہ میں سے ہر ایک نے تہمت کی حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے "یبرّئنی" یعنی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسا خواب دکھادے گا جس سے میرا بے قصور ہونا ظاہر فرمادے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ أُرَاهُ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ ﴿وَالتِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ ①﴾ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا أَوْ قِرَاءَةً مِنْهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت، میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ عشاء کی نماز میں یہ قراءت کرتے تھے: وَالتِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ ①۔ (التین:۱)، پس میں نے نہیں سنا کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمدہ آواز یا عمدہ قرأت کے ساتھ اس آیت کو پڑھا ہو۔

(صحیح البخاری: ۷۶۷، ۷۶۹، ۴۹۵۲، ۷۵۴۶، صحیح مسلم: ۴۶۴، سنن ترمذی ۳۱۰، سنن نسائی: ۱۰۰۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۲۱، سنن ابن ماجہ: ۸۳۵، موطا امام مالک: ۱۷۶)

اس حدیث کو اس باب میں وارد کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ ترنم کے اعتبار سے لوگوں کے قرآن پڑھنے کی آوازیں مختلف ہوتی ہیں۔

۷۵۴۷۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مُتَوَارِيًا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَكَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَإِذَا سَمِعَ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ جَاءَ بِهِ فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ ﷺ ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾

رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بعثت کے آغاز میں مشرکین سے) مکہ میں چھپے ہوئے تھے اور آپ (نماز میں) اپنی آواز بلند فرماتے تھے، پس جب مشرکین سنتے تو قرآن مجید کو برا کہتے اور جو قرآن مجید کو لے کر آیا اس کو برا کہتے تو اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا:
''اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے''۔ (بنی اسرائیل:۱۱۰)

(صحیح البخاری:۴۷۲۲، ۷۴۹۰، ۷۵۲۵، ۷۵۴۷، صحیح مسلم:۴۴۶، موطا امام مالک:۵۰۵)

اس حدیث کی شرح عنقریب صحیح البخاری:۷۵۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۷۵۴۸۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَهُ إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ فَأَذَّنْتَ لِلصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ از والدِ خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: بے شک میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں کو اور جنگل میں رہنے کو پسند کرتے ہو، پس جب تم اپنی بکریوں میں ہو یا جنگل میں ہو پس تم نماز کی اذان دو تو اذان میں اپنی آواز کو بلند کرو کیونکہ مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچے گی اور اس آواز کو جن اور انسان یا اور کوئی چیز بھی سنے گی تو وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گی، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

(صحیح البخاری:۶۰۹، ۳۲۹۶، ۷۵۴۸، سنن نسائی:۶۴۴، سنن ابن ماجہ:۷۲۳، مسند احمد:۱۰۹۱۲، موطا امام مالک:۱۵۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ جب اذان کی آواز سن کر سننے والے قیامت کے دن اذان دینے والے کے حق میں گواہی دیں گے تو قرآنِ مجید کو اگر بلند آواز سے پڑھا جائے تو اس کو سننے والے بطریقِ اولیٰ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دیں گے۔

۷۵۴۹۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از والدۂ خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور آپ کا سر میری گود میں تھا اور اس وقت میں حائضہ تھی۔

(صحیح البخاری: ۲۹۷، ۷۵۴۹، صحیح مسلم: ۳۰۱، سنن نسائی: ۳۸۱، سنن ابوداؤد: ۲۶۰، سنن ابن ماجہ: ۶۳۴، مسند احمد: ۲۴۳۴۱)

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی تلاوت فرماتے تھے اور اسی جملہ سے اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس عورت کو حیض آیا ہوا ہو وہ نجس العین نہیں ہوتی بلکہ طاہرہ ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے اور آپ اس حالت میں قرآن مجید کی تلاوت فرمارہے تھے۔

۵۳۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (المزمل: ۲۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو

۷۵۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدٍ الْقَارِيَّ حَدَّثَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ فَتَصَبَّرْتُ حَتّٰى سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ قَالَ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ كَذَبْتَ أَقْرَأَنِيهَا عَلَى غَيْرِ مَا قَرَأْتَ فَانْطَلَقْتُ بِهِ أَقُودُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا فَقَالَ أَرْسِلْهُ اقْرَأْ يَا هِشَامُ فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم اقْرَأْ يَا عُمَرُ فَقَرَأْتُ الَّتِي أَقْرَأَنِي فَقَالَ كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے عروہ نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما اور حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری رضی اللہ عنہ یہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ سے سنا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں سورۃ الفرقان پڑھ رہے تھے تو میں نے ان کی قراءت کو بغور سنا، پس وہ اس سورت میں بہت حروف ایسے پڑھ رہے تھے جو مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھائے تھے، پس قریب تھا کہ میں نماز میں ان پر جھپٹ پڑتا سو میں نے صبر کیا حتیٰ کہ انہوں نے سلام پھیرا، پھر میں نے ان کو اپنی چادر سے پکڑ کر گھسیٹا، پس میں نے کہا: میں نے جو تم سے ابھی سورت سنی ہے تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی؟ انہوں نے کہا: مجھے یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ہے، میں نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مجھے یہ سورت پڑھائی ہے وہ ان الفاظ کے سوا ہے جو تم نے پڑھے ہیں، پس میں ان کو گھسیٹتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا سو میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے کہا: میں نے اس کو سورۃ الفرقان ان حروف کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے، آپ نے فرمایا: تم اس کو چھوڑ دو! اے ہشام! تم پڑھو، پس حضرت ہشام رضی اللہ عنہ نے اسی قراءت کے ساتھ وہ سورت پڑھی جس قراءت کے ساتھ میں نے ان سے سنی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم پڑھو، پس میں نے وہ سورت پڑھی جس طرح آپ نے مجھے پڑھائی تھی، تو آپ نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے! بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، پس تم اس حرف کے مطابق پڑھو جو تم کو آسان لگے۔

(صحیح البخاری: ۲۴۱۹، ۴۹۹۲، ۵۰۴۱، ۶۹۳۶، ۷۵۵۰، صحیح مسلم: ۸۱۸، سنن ترمذی: ۲۹۴۳، سنن نسائی: ۹۳۷، سنن ابوداؤد: ۱۴۷۵، مسند احمد: ۲۷۹، موطا امام مالک: ۴۷۲)

صحیح البخاری: ۷۵۵۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "فلببته" یہ لفظ تلبیب سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: جھگڑے کے وقت کسی کے کپڑے کو اکٹھا کر کے پکڑنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "علی سبعة احرف" سات حروف سے مراد سات لغات ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ حرف سے مراد اعراب ہے یعنی کسی قاری کی قراءت میں ایک اعراب ہوتا ہے اور دوسرے قاری کی قراءت میں دوسری قسم کا اعراب ہوتا ہے، اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ ان سات حروف سے مراد یہ ہے کہ ایک سورت میں تلاوت میں ایک لفظ کو بطور ادغام ذکر کیا ہو اور دوسری سورت میں اس کو ظاہر کیا ہو مثلاً "مَدَّ" اس میں ادغام ہے، اور "مَدَدَ" اس میں اظہار ہے، تو ہر ایک کو یہ اجازت دی گئی کہ اس کی لغت میں جس طرح وہ لفظ بولا جاتا ہو اسی طرح پڑھے، اور قریشی کو ہمزہ کا مکلف نہیں کیا جائے گا اور نہ اسدی کو حرف مضارع پر فتح کا مکلف کیا جائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سات لغات صرف قبیلہ مُضر کی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۹۱۔ ۲۹۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۵۵۰، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی عدم فرضیت پر دلیل

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: ''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ...(المزمل: ۲۰)'' کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کی ان آیات کو پڑھو جن آیات کو دل میں حفظ کرنا آسان ہو اور زبان سے ان کا پڑھنا سہل ہو۔

فقہاءِ احناف نے اس آیت سے یہ ثابت کیا ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے بلکہ مطلقاً قرآن مجید کا پڑھنا فرض ہے خواہ وہ سورۂ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورت ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو'' اور نماز میں قرآن مجید پڑھنے کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔

سات حروف کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس تم اس حرف پر پڑھو جو تم کو آسان لگے۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ جب یہ ثابت ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے تو قراء کرام کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ قراءت کی زیادہ روایات کریں اور ان کی قراءت کی ستر بلکہ ایک سو سے زیادہ روایات ہیں۔

علامہ المہلب مالکی نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو لکھنے کا حکم دیا اور ان مصاحف کو مختلف شہروں میں بھیج دیا، پھر قراء نے اپنے اپنے لکھے ہوئے مصاحف کو دیکھا تو ان کے لکھنے کی صورتوں میں فرق تھا مثلاً وہ کانوا کو اس طرح لکھتے تھے ''کنوا'' اور قالوا کو اس طرح لکھتے تھے ''قلوا''، پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف پہنچا تو انہوں نے اس میں الف کو زیادہ کر دیا، اسی طرح بعض قراءت میں ماء غیر یاسن لکھا ہوا تھا تو حجاج بن یوسف نے قراء کی جماعت کی طرف لوٹایا تو انہوں نے اس کو ''آسن'' لکھ دیا۔

اور وہ جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت سے ذکر کیا گیا ہے اس میں ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے ''صَيْحَةً وَّاحِدَةً...(یس: ۲۹)'' تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں یہ لفظ اس طرح ہے ''زقیة واحدة'' اور قرآن مجید میں ہے ''بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾...(الصافات: ۴۶)'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں بیضاء کی جگہ ''صفراء'' ہے، پس اس سے لفظ اور معنی دونوں بدل جاتے ہیں، اسی لیے امت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کو ترک کر دیا گیا ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۴۸۔۵۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ عرب کے مختلف قبائل میں مختلف لغات مستعمل تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید سات حروف پر یعنی سات لغات پر نازل ہوا ہے اور جس قبیلہ کے نزدیک جو لغت مستعمل ہو وہ اس لغت کے مطابق قرآن مجید کو پڑھ لے تاکہ امت کو آسانی ہو مثلاً کسی قبیلہ کی لغت میں تعال کہا جاتا تھا اور دوسرے قبیلہ کی لغت میں ''اقبل'' کہا جاتا تھا، یا کسی قبیلہ کی لغت میں نحوی کہا جاتا تھا اور دوسرے قبیلہ کی لغت میں قصدی کہا جاتا تھا، اور ان حروف کے بدلنے سے معنی تبدیل نہیں ہوتا تھا، پھر اسی طرح لوگ اپنی اپنی لغات میں قرآن مجید کو پڑھتے رہے اور قرآن مجید کو سات لغات پر پڑھا جاتا رہا، پھر ایک شخص کی لغت دوسرے شخص کی لغت کے مخالف ہوتی تو وہ کہتا کہ تم جو آیت پڑھ رہے ہو یہ قرآن نہیں ہے، اس طرح مسلمان قرآن مجید میں مختلف

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو گئے تب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ اس سے پہلے کہ ہماری امت یہود و نصاریٰ کی طرح اپنی کتاب میں مختلف ہو جائے آپ اس کا تدارک کرلیں، تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کا وہ نسخہ منگوایا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے لکھوا کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع کر دیا تھا اور وہ لغتِ قریش پر تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مصحف یا اس نسخہ کی متعدد نقول تیار کرائیں اور ہر بڑے شہر میں اس کی ایک نقل بھیج دی کہ اس کے مطابق قرآن مجید کو لکھیں اور اس سے پہلے جو مختلف لغات کے اعتبار سے قرآن مجید کے نسخے لکھے ہوئے ہیں ان کو مٹا دیں، پھر فتنہ کے سدِ باب کے لیے کہا کہ ان کاغذات کو جلا دیں اور اس طرح اب پوری دنیا میں وہی قرآن مجید ہے جس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تیار کرا کے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا تھا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۵۴۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ (القمر:۱۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا O

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب میں اللہ عزوجل کے ارشاد "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ" کا معنی بیان کیا گیا ہے، "يَسَّرْنَا" کا لفظ تیسیر سے ماخوذ ہے یعنی قرآن مجید کے پڑھنے کو زبان پر سہل اور آسان کر دیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے نصیحت حاصل کرنا اور تیسرا قول ہے اس سے مراد ہے: قرآن مجید کو حفظ کرنا اور یاد کرنا۔

نیز قرآن مجید میں ہے "فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾" مدّکر اصل میں مذتکر تھا، ذال کو دال سے بدلا اور پھر تاء کو دال سے بدل کر دال کا دال میں ادغام کر دیا تو پھر یہ لفظ مدّکر ہو گیا۔

بابِ مذکور کی تعلیقات

امام بخاری بیان کرتے ہیں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ

يُقَالُ: مُيَسَّرٌ: مُهَيَّأٌ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کے لیے اسی کام کو آسان کر دیا گیا ہے جس کام کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

میسّر کہا جاتا ہے اور اس سے مراد لیا جاتا ہے تیار کیا گیا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ بِلِسَانِكَ هَوَّنَّا قِرَاءَتَهُ عَلَيْكَ

مجاہد نے کہا: "یسرنا القرآن" کا معنی ہے: ہم نے آپ کی زبان پر قرآن مجید کے پڑھنے کو آسان کر دیا۔

وَقَالَ مَطَرٌ الْوَرَّاقُ: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ

اور مطر الوراق نے کہا "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مِنۡ مُّدَّکِرٍ ﴿۱۷﴾ (القمر:۱۷)
قَالَ: هَلْ مِنْ طَالِبِ عِلْمٍ فَيُعَانَ عَلَيْهِ

مُّدَّکِرٍ ﴿۱۷﴾ "کا معنی ہے: کوئی طالب علم ہے کہ علم پر اس کی اعانت کی جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ يَزِيدُ حَدَّثَنِي مُطَرِّفُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عِمْرَانَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فِيمَا يَعْمَلُ الْعَامِلُونَ قَالَ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ یزید نے کہا: مجھے مطرّف بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عمران رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عمل کرنے والے کس چیز میں عمل کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہر ایک کے لیے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۹۶، ۷۵۵۱، صحیح مسلم: ۲۶۴۹، سنن ابوداؤد: ۴۷۰۹، مسند احمد: ۱۹۳۳۳)

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث مختصر ہے، کتاب القدر میں پوری روایت اس طرح سے ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اہلِ جنت اہلِ نار سے ممتاز ہو جائیں گے، آپ نے فرمایا: ہاں، اس نے کہا: پھر عمل کرنے والے عمل کیوں کریں؟ تو آپ نے فرمایا: ہر مرد وہی عمل کرتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے یا جو اس کے لیے آسان کیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۵۹۶)
سائل کا منشاء یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں پہلے ہی لکھ دیا ہے کہ کون شخص اہل جنت میں سے ہے اور کون شخص اہلِ نار میں سے ہے پھر اسی طرح سے ہوگا تو پھر ہم عمل کاہے کو کریں، آپ نے فرمایا: تم نیک عمل کرتے رہو اور جس کام کے لیے تمہیں پیدا کیا گیا ہے وہ کام تمہارے لیے آسان کر دیا گیا ہے، یعنی مکلف کو چاہیے کہ وہ نیک اعمال میں کوشش کرتا رہے کیونکہ اس کا عمل اس کی علامت ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۶۰۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۵۵۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ سَمِعَا سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ كَانَ فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ عُودًا فَجَعَلَ يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوا أَلَا نَتَّكِلُ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ﴿۵﴾﴾ الْآيَةَ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور اور الاعمش، ان دونوں نے سعد بن عبیدہ سے سنا از ابو عبد الرحمن از حضرت علی رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک جنازہ میں تھے، آپ ایک لکڑی لے کر اس سے زمین کو کریدنے لگے، پس آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے خواہ اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہے یا جنت میں، صحابہ نے عرض کیا:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیا ہم اس لکھے ہوئے پر اعتماد نہ کرلیں؟ آپ نے فرمایا: تم عمل کرتے رہو، پس ہر شخص کے لیے اس کام کو آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''پس جس نے (اللہ کی راہ) میں دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا O'' (اللیل: ۵)

(صحیح البخاری: ۱۳۶۲، ۴۹۴۵، ۴۹۴۶، ۴۹۴۷، ۴۹۴۸، ۴۹۴۹، ۶۲۱۷، ۶۶۰۵، ۷۵۵۲، صحیح مسلم: ۲۶۴۷، سنن ترمذی: ۳۳۴۴، سنن ابوداؤد: ۴۶۹۴، مسند احمد: ۱۰۷۰)

صحیح البخاری: ۷۵۵۲، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تقدیر میں لکھے ہوئے پر تکیہ کرنے کی بحث

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حاصلِ کلام یہ ہے کہ صحابہ نے کہا کہ جب معاملہ پہلے ہی مقدر ہو چکا ہے تو ہم عمل کرنے کی مشقت کیوں اٹھائیں، سو ہم عمل کو ترک کر دیتے ہیں اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کو جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کے لیے اسی عمل کو آسان کر دیا گیا ہے اور آسان کرنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔

اور علامہ الخطابی نے کہا ہے: صحابہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ جب ان کا انجام پہلے ہی لکھا جا چکا ہے تو اب وہ عمل کس لیے کریں؟ تو آپ نے ان کو یہ خبر دی کہ یہاں دو چیزیں ہیں اور ایک چیز سے دوسری چیز باطل نہیں ہوتی، ایک چیز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کا تقاضا ہے اور یہ ظاہر ہے، اور دوسری چیز وہ ہے جو عبودیت کے حق کی علامت ہے، پس آپ نے ان سے یہ بیان فرمایا کہ دنیا میں عمل کرنے کا اثر آخرت میں ظاہر ہوگا اور ظاہر کو امرِ باطنی کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاتا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۹۳۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

اشکالِ مذکور کا مصنف کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو نیک عمل یا بد عمل کرنے کا اختیار دیا ہے، سو وہ اپنے اختیار سے نیک عمل کرتا ہے اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے تو اس کی آخرت میں نجات ہو جائے گی، اور اگر وہ اپنے اختیار سے بد عمل کرتا ہے اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے تو اس کی نجات نہیں ہوگی، اور اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اس کو ازل میں بھی علم تھا کہ جب میں بندوں کو اختیار دوں گا اور وہ اپنے اختیار سے عمل کریں گے تو ان کے عمل نیک ہوں گے یا بد ہوں گے اور اس نے اپنے اس علم کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے، سو لوحِ محفوظ میں تمام لوگوں کے اعمال اور ان کے انجام لکھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ (القمر: ۵۲) اور انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ سب، صحائف میں لکھا ہوا ہے O

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ لوگوں نے کیا ہے وہ صحائف میں لکھا ہوا ہے، یہ معنی نہیں ہے کہ جو کچھ صحائف میں لکھا ہوا ہے وہ انہوں نے کیا ہے، کیونکہ علم معلوم کے تابع ہے معلوم علم کے تابع نہیں ہے، اس کی مثال اس طرح دی جا سکتی ہے کہ ایک شخص نے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کراچی سے اسلام آباد جانے کے لیے پی آئی اے کا ٹکٹ خریدا اور اس ٹکٹ میں لکھا ہوا تھا کہ اس کی پرواز فلاں دن اتنے بج کر اتنے منٹ پر ہوگی، اب اس شخص کو علم ہے کہ فلاں دن اتنے بج کر اتنے منٹ پر اس کا طیارہ پرواز کرے گا، اب اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چونکہ اس کو یہ علم ہے کہ فلاں دن اتنے بجے طیارہ پرواز کرے گا اس لیے وہ طیارہ اتنے بجے پرواز کر رہا ہے بلکہ طیارہ تو اپنے شیڈول کے مطابق فلاں دن اتنے بجے پرواز کر رہا ہے، اس شخص کو کسی ذریعہ سے اس کا پہلے علم ہو گیا، اسی طرح ہم جو کچھ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس کا پہلے سے علم ہے، اب اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے عمل کا علم ہے اس لیے ہم وہ عمل کر رہے ہیں بلکہ ہم تو اپنے اختیار اور ارادہ سے اپنے پروگرام اور اپنے منصوبہ کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ چونکہ علام الغیوب ہے اس لیے اس کو ہمارے ارادوں کا اور ہمارے کیے ہوئے کاموں کا پیشگی علم ہے اور اس کا یہ پیشگی علم ہی تقدیر ہے، لہٰذا اب یہ اشکال لازم نہیں آتا جب اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سب کچھ لکھ دیا ہے تو پھر ہمیں عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے! (سعیدی غفرلہٗ)

۵۵۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌۙ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴿۲۲﴾ (البروج: ۲۱۔۲۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلکہ قرآن بہت عظمت والا ہے O لوحِ محفوظ میں (مکتوب) ہے O

وَالطُّوْرِۙ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍۙ﴿۲﴾ (الطور: ۱۔۲)

اور (پہاڑ) طور کی قسم O اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے O

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں ''قرآنٌ مجیدٌ'' کا لفظ ہے، مجید کا معنی ہے کریم، یعنی قرآن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہے اور اس لفظ کو ''قرآنُ مجیدٍ'' بھی پڑھا گیا ہے یعنی رب مجید کا قرآن، دوسرا قول یہ ہے کہ مجید کا معنی ہے اس کی آیات محکم ہیں اور ان کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، نافع کی قراءت میں ہے ''قرآنٌ محفوظٌ'' گویا محفوظ کا لفظ قرآن کی صفت ہے اور اس آیت میں ''الطُّوْرِ'' کا لفظ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ شام کا پہاڑ ہے اور اس کے بعد مذکور ہے ''كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ''۔

بابِ مذکور کی تعلیقات

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

قَالَ قَتَادَةُ: مَكْتُوبٌ، يَسْطُرُونَ: يَخُطُّونَ، فِي أُمِّ الْكِتَابِ: جُمْلَةِ الْكِتَابِ وَأَصْلِهِ، مَا يَلْفِظُ: مَا يَتَكَلَّمُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كُتِبَ عَلَيْهِ

قتادہ نے کہا: مسطور کا مطلب ہے: لکھا ہوا، یسطرون کا معنی ہے: وہ لکھتے ہیں، ام الکتاب سے مراد جملہ کتاب اور اس کی اصل ہے، اور ''ما یلفظ من قول'' کا معنی ہے کہ جو شخص جو بھی بات کرتا ہے وہ لکھ دی جاتی ہے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قتادہ نے کہا کہ ''مَسْطُوْرٍ'' کا معنی ہے مکتوب یعنی لکھا ہوا، اور ''یسطرون'' کا معنی ہے یکتبون یعنی وہ لکھتے ہیں۔
اور امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ از قتادہ روایت کی ہے کہ ''وما یسطرون'' سے مراد ہے قلم اور جو کچھ وہ قلم سے لکھتے ہیں۔
اور اس تعلیق میں مذکور ہے ''فی ام الکتاب'' یعنی مکمل کتاب اور اس کی اصل کو لکھتے ہیں، امام ابوداؤد نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ کتاب ''الناسخ والمنسوخ'' میں از معمر از قتادہ اسی کی مثل روایت کی ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يُكْتَبُ الْخَيْرُ وَالشَّرُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ خیر اور شر کو لکھا جاتا ہے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:
''ما یلفظ من قول'' کا معنی ہے کہ بندہ جو کچھ بھی خیر یا شر کی بات کرتا ہے فرشتے اس کو لکھ لیتے ہیں، اس کی امام طبری اور امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

يُحَرِّفُونَ: يُزِيلُونَ، وَلَيْسَ أَحَدٌ يُزِيلُ لَفْظَ كِتَابٍ مِنْ كُتُبِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلٰكِنَّهُمْ يُحَرِّفُونَهُ يَتَأَوَّلُونَهُ عَلَى غَيْرِ تَأْوِيلِهِ

''یحرّفون'' کا معنی ہے: وہ قرآن مجید کے الفاظ کو زائل کرتے ہیں، (اس پر یہ اشکال ہے کہ) اللہ عزوجل کی کتابوں میں سے کسی کتاب سے بھی کوئی شخص کوئی لفظ زائل نہیں کر سکتا، اس لیے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کے الفاظ کی تاویل میں تحریف کرتے ہیں جو اصل تاویل کے مطابق نہیں ہوتی۔

دِرَاسَتُهُمْ: تِلَاوَتُهُمْ، وَاعِيَةٌ: حَافِظَةٌ، وَتَعِيَهَا: تَحْفَظُهَا

''دراستھم'' کا معنی ہے جب وہ تلاوت کرتے ہیں، اور ''واعیۃ'' کا معنی ہے حافظہ یعنی یاد رکھنے والے، ''تعیھا'' کا معنی ہے: اس کو یاد رکھتے ہیں۔

وَأُوْحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ (الانعام:۱۹): يَعْنِي أَهْلَ مَكَّةَ وَمَنْ بَلَغَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ فَهُوَ لَهُ نَذِيْرٌ

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) ''اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن کے ذریعہ اللہ کے عذاب سے ڈراؤں''۔ یعنی اہلِ مکہ کو اور جن لوگوں تک یہ قرآن تبلیغ سے پہنچ گیا ہے ان کے لیے یہ قرآن اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس تعلیق میں ''یحرّفون'' کا ذکر ہے، یہ درج ذیل آیت میں مذکور ہے:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (المائدہ:۱۳) وہ (اللہ کے) کلام کو اس کے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔

یعنی قرآن مجید کی آیات کے معانی کو زائل کر دیتے ہیں اور اس کی ایسی تاویل کرتے ہیں جو حق کے خلاف ہوتی ہے۔
اس تعلیق میں مذکور ہے ''دراستھم'' اس کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ﴿١٥٦﴾ (الانعام:۱۵۶) اور بے شک ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے O

یعنی ہم ان آیات کی تلاوت سے غافل تھے اور امام ابوعبیدہ نے بیان کیا کہ ''يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ ....'' (المائدہ:۱۳)'' کا معنی ہے کہ وہ ان آیات کے معانی کو تبدیل کر دیتے ہیں اور الٹ بیان کرتے ہیں۔

اس تعلیق میں مذکور ہے ''واعیة'' اس کا ذکر درجِ ذیل آیت میں ہے:

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ﴿١٢﴾ (الحاقة:۱۲) تا کہ ہم اس کو تمہارے لیے نصیحت بنادیں اور حفاظت کرنے والے کان اس کو محفوظ رکھیں O

اس آیت میں ''واعیة'' کا معنی ہے حافظة یعنی یاد رکھنے والے۔

اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے سندِ موصول کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کے نزدیک یہود کی تحریف سے مراد ان کی باطل تاویلات ہیں

ہمارے شیخ علامہ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے جو کہا ہے کہ یہود کی تحریف سے مراد آسمانی کتابوں سے ان آیات کو مٹانا نہیں ہے بلکہ ان کی غلط تاویل کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کوئی کسی آیت کو مٹا نہیں سکتا۔

یہ المائدہ:۱۳ کی تفسیر میں دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور یہی امام بخاری کا مختار ہے اور ہمارے اکثر اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ یہود اور نصاریٰ نے تورات اور انجیل کی آیات کو بدل ڈالا اور اس پر یہ مسئلہ متفرع کیا ہے کہ تورات اور انجیل کے اوراق کی بے حرمتی کرنا جائز ہے اور یہ تصریح امام بخاری کے مختار کے خلاف ہے حتیٰ کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ تورات اور انجیل کے اوراق سے استنجاء کرنا جائز ہے کیونکہ یہ الفاظ تبدیل ہو چکے ہیں۔ (علامہ ابن الملقن کا کلام ختم ہوا)۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۳ ص ۵۷۲، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

اور بعض متاخرین شارحین نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں کئی اقوال ہیں:

یہود کی تحریف کے معنی کے متعلق شارحین سابقین کے چار اقوال

پہلا قول یہ ہے کہ پوری آسمانی کتاب بدل دی گئی ہے اور اسی قول کا یہ تقاضا ہے کہ اس کتاب کے اوراق کی بے حرمتی کرنا جائز ہے اور یہ افراط ہے اور یوں کہنا چاہیے کہ ہمارے اکثر علماء نے اس طرح کہا ہے ورنہ ان کتابوں کی آیات اور احادیث میں اکثر ایسی عبارات ہیں جن میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی اور انہی آیات میں سے یہ آیت بھی ہے:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ (الاعراف:۱۵۷) جو اس عظیم رسول نبی امی کی پیروی کریں گے جس کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ تورات اور انجیل میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جو لوگ رسول نبی امی کی اتباع کریں گے، پس ثابت ہوا کہ تورات اور انجیل میں بعض ایسی آیات ہیں جن میں تبدیلی نہیں کی گئی اور ان ہی آیات میں سے یہودیوں کے رجم کرنے کا قصہ ہے، اور تورات میں رجم کی آیت موجود ہے اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے:

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْھَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (آل عمران: ۹۳)

ہر قسم کا طعام تورات کے نازل ہونے سے پہلے بنو اسرائیل کے لیے حلال تھا ماسوا اس کے جس کو یعقوب نے تورات کے نزول سے پہلے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا، آپ کہیے: اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر اس کی تلاوت کرو O

اسی طرح تورات میں بھی مذکور ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام پر تمام کھانے کی چیزیں حلال تھیں سوائے اونٹ کے گوشت کے جس کو انہوں نے اپنے اوپر صحت کی نذر مان کر حرام کرلیا تھا، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَھُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْھَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ (المائدہ: ۴۳)

اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر اس کے باوجود وہ روگردانی کرتے ہیں۔

یعنی یہودی آپ کے پاس ایک زانی مرد اور زانی عورت کو لے کر آئے تھے کہ آپ ان کا حکم بیان کریں اور تورات میں ان کا حکم یہ ہے کہ ان کو رجم کر دیا جائے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ یہودی آپ کو اس مسئلہ میں کیسے حکم بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی زانیوں کو سنگسار کرنا) لکھا ہوا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تورات میں تبدیلی واقع ہوئی ہے لیکن تورات کے اکثر حصہ میں تبدیلی ہوئی ہے اور اس کے دلائل بہت زیادہ ہیں اور پہلے قول کو بھی اسی پر محمول کرنا چاہیے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ تورات میں بہت کم تبدیلی واقع ہوئی ہے اور اکثر تورات اپنے حال پر باقی ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ تبدیلی اور تغییر معانی میں ہوئی ہے الفاظ میں نہیں ہوئی، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَھُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (الانعام: ۱۱۵)

اور آپ کے رب کی بات سچائی اور عدل کے اعتبار سے پوری ہوگئی، اس کے احکام کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے O

تاویل اور تفسیر کا معنی

تاویل کا معنی تفسیر ہے اور دوسرے علماء نے ان دونوں میں فرق کیا ہے، پس امام ابو عبید الہروی نے کہا ہے: جس لفظ میں دو احتمال ہوں تو اس احتمال کو ترجیح دینا جو ظاہر کے مطابق ہو، اور تفسیر کا معنی ہے لفظِ مشکل کی مراد کا منکشف ہونا، اور صاحب النہایہ نے بیان کیا ہے: تاویل کا معنی ہے لفظ کے ظاہر کو اس کی اصلِ وضع سے کسی دلیل کی بناء پر دوسرے معنی کی طرف نقل کرنا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۶۳۴۔ ۶۳۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۵۵۳۔ وقَالَ لِي خَلِيفَةُ بْنُ خَيَّاطٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَمَّا قَضَى اللهُ الْخَلْقَ كَتَبَ كِتَابًا عِنْدَهُ غَلَبَتْ أَوْ قَالَ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ۔

اور مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از قتادہ از ابورافع از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو مکمل بنالیا تو اس نے اپنے پاس ایک کتاب میں لکھا: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے یا میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے، پس وہ کتاب اللہ کے پاس عرش کے اوپر ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۹۴، ۷۴۰۴، ۷۴۲۲، ۷۴۵۳، ۷۵۵۳، ۷۵۵۴، صحیح مسلم: ۲۷۵۱، سنن ترمذی: ۳۵۴۳، سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۵، مسند احمد: ۷۴۴۳۲)

۷۵۵۴۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي غَالِبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَبَا رَافِعٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ اللهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي فَهُوَ مَكْتُوبٌ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی غالب نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک ان کو ابورافع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب لکھی کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے، پس یہ کتاب اس کے پاس عرش کے اوپر لکھی ہوئی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۹۴، ۷۴۰۴، ۷۴۲۲، ۷۴۵۳، ۷۵۵۳، ۷۵۵۴، صحیح مسلم: ۲۷۵۱، سنن ترمذی: ۳۵۴۳، سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۵، مسند احمد: ۷۴۳۴۳)

صحیح البخاری: ۷۵۵۴، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے پاس کتاب ہے" اس حدیث میں عِنْدَ کا لفظ ہے اور یہ مکان اور جگہ کے لیے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے مکان اور جگہ کا ثبوت محال ہے، سو یہ حدیث متشابہات میں سے ہے، یا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق جو معنی ہو اس پر محمول کیا جائے گا، یا اس کے معنی کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے گا۔

علامہ الکرمانی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کی صفات قدیمہ ہیں اور صفات قدیمہ میں ایک صفت کا دوسری صفت کے بعد ہونا متصور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں ہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر سابق ہو یعنی رحمت پہلے ہو اور غضب بعد میں ہو۔
علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی صفات ہیں یا اس سے مراد یہ ہے کہ رحمت کا تعلق غضب کے تعلق سے پہلے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۶۔ بَابُ: قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (الصافات:۹۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حالانکہ تم کو اور تمہارے کاموں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے ○

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی یہ باب اللہ عزوجل کے اس قول کی تحقیق میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو اور تمہارے کاموں کو پیدا کیا ہے"۔
علامہ المہلب المالکی نے کہا ہے: امام بخاری کی اس عنوان سے غرض یہ ہے کہ بندوں کے افعال اور ان کے اقوال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ تم جو لکڑیوں اور پتھروں سے بت تراش کر بناتے ہو ان کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے، اور قتادہ نے کہا: جو تم اپنے ہاتھوں سے کام کرتے ہو، ان کاموں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

باب مذکور کی تعلیقات

امام بخاری بیان کرتے ہیں:
إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ (القمر:۴۹)　بے شک ہم نے ہر چیز اندازہ سے بنائی ہے ○
علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے سے پیدا کیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔
امام بخاری بیان کرتے ہیں:
وَيُقَالُ لِلْمُصَوِّرِيْنَ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ۔　اور تصویر بنانے والوں سے کہا جائے گا: تم نے جو تخلیق کی ہے اس کو زندہ کرو۔
یعنی اللہ عزوجل یہ فرمائے گا، یا اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتہ یہ کہے گا، اور یہ امر تعجیز کے لیے ہے یعنی ان کے عجز کو ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ تخلیق پر قادر نہیں ہیں۔
امام بخاری بیان کرتے ہیں:
إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهٖ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ
بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا، وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے (اور دن) اس کے پیچھے تیزی سے دوڑتا ہے، اور سورج اور چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں، سنو

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ (الاعراف:۵۴)

پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کی شان کے لائق ہے، اللہ بہت برکت والا ہے تمام جہانوں کا رب O

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: بَيَّنَ اللّٰهُ الْخَلْقَ مِنَ الْأَمْرِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (الاعراف:۵۴))

ابن عیینہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے خلق کو امر سے ممتاز کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''سنو پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کی شان کے لائق ہے''۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے بالعموم فرمایا ہے ''اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔۔۔ (الرعد:۱۶)'' (اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے)، اور ہر چیز میں امر بھی داخل ہے لیکن چونکہ امر یعنی حکم دینا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لیے اس کو الرعد:۱۶ کے عموم سے خارج قرار دیا جائے گا، پس ''خلق'' اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہیں اور ''امر'' اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، علامہ الراغب اصفہانی نے کہا ہے: ''الامر'' کا لفظ افعال اور اقوال دونوں کو عام ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَسَمَّى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: الْإِيمَانَ عَمَلًا قَالَ أَبُو ذَرٍّ وَأَبُو هُرَيْرَةَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: إِيمَانٌ بِاللّٰهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهٖ، وَقَالَ: جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ (السجدہ:۱۷)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا نام عمل رکھا، حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''جو وہ دنیا میں ایمان لاتے تھے اور نیک عمل کرتے تھے، یہ اس کی جزاء ہے O''

وَقَالَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: مُرْنَا بِجُمَلٍ مِنَ الْأَمْرِ إِنْ عَمِلْنَا بِهَا دَخَلْنَا الْجَنَّةَ، فَأَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ وَالشَّهَادَةِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، فَجَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ عَمَلًا۔

اور عبدالقیس کے وفد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ ہمیں ایسے جامع احکام بیان فرمائیے جن پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں تو آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کی شہادت دینے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا، آپ نے ان تمام چیزوں کو عمل قرار دیا۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

السجدہ:۱۷ میں ہے ''جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾'' یعنی جو وہ احکام کی اطاعت کرتے تھے یہ اس کی جزاء ہے، علامہ کرمانی نے کہا: یعنی جو وہ ایمان لاتے تھے اور باقی عبادات کرتے تھے اس کی جزاء ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۹۵۔۲۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس باب کا عنوان ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾''۔ (الصافات:۹۶) حالانکہ تم کو اور تمہارے کاموں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہے O'' علامہ ابن بطال مالکی نے المہلب سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری کی اس عنوان سے غرض یہ ہے کہ بندوں کے افعال اور ان کے اقوال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''کن'' اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''امر'' میں فرق ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ (الاعراف:۵۴) اور سورج اور چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔

پس ''امر'' خلق کا غیر ہے اور سورج اور چاند وغیرہ جو مسخر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے امر یعنی اس کے حکم سے ہیں، پھر امام بخاری نے یہ بیان کیا کہ انسان کا نطق اس کے اعمال میں سے ایک عمل ہے جیسا کہ حدیث عبد القیس کے قصہ میں مذکور ہے جب ان کے وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عمل کے متعلق سوال کیا جو ان کو جنت میں داخل کر دے تو آپ نے ان کو ایمان لانے کا حکم دیا اور ایمان کی تفسیر یہ کی کہ اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کی گواہی دیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دیں، اور اس کے ساتھ جو ذکر کیا ہے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کہ انہوں نے کہا: ''بات یہ ہے کہ اللہ ہی نے تم کو سواری پر سوار کیا ہے'' ان احادیث میں قدریہ پر رد ہے جو یہ زعم کرتے ہیں کہ وہ اپنے اعمال کو خود خلق کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ (القمر:۴۹) بے شک ہم نے ہر چیز اندازہ سے بنائی ہے O

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا فرمایا ہے، اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے جیسا کہ دوسری آیت میں تصریح فرمائی ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ ۔ (الصافات:۹۶) اللہ ہی نے تم کو پیدا فرمایا ہے اور ان کو جن کا تم عمل کرتے ہو O

اس آیت سے ظاہر ہے کہ عمل کی نسبت بندوں کی طرف ہے اور اس پر یہ اشکال ہے کہ پہلے یہ ذکر کیا تھا کہ بندوں کے اعمال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور یہاں بندوں کے عمل کی نسبت بندوں کی طرف فرمائی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر عمل خلق کا مغایر ہے اور اس سے مراد کسب ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور جن کاموں کا تم کسب کرتے ہو ان کو پیدا کیا، کسب کی نسبت بندوں کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ اس میں بندوں کی صنعت کا دخل ہے اور عمل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس حیثیت سے ہے کہ عمل کا وجود اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تاثیر سے ہوتا ہے، اور اس آیت میں دو جہتیں ہیں، ایک جہت قدریہ کے مذہب کو باطل کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے اعمال کا خود خالق ہے اور دوسری جہت جبریہ کے مذہب کو باطل کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ بندہ کا عمل میں کوئی اختیار نہیں ہوتا وہ مجبور ہے، پس عمل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف از روئے حقیقت ہے اور بندوں کی طرف از روئے عادت ہے اور یہ وہ صفت ہے جس پر امر اور نہی اور فعل اور ترک مترتب ہوتے ہیں، پس بندوں کے افعال میں سے جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے وہ باعتبار تاثیرِ قدرت کے ہے اور اس کو خلق کہتے ہیں اور جن افعال کی نسبت بندوں کی طرف ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے حاصل ہوتے ہیں اور اس کو کسب کہتے ہیں اور اس کسب کی وجہ سے ہی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بندوں کے فعل کی مدح کی جاتی ہے یا مذمت کی جاتی ہے جیسے بدشکل کی مذمت کی جاتی ہے اور حسین و جمیل کی مدح کی جاتی ہے اور رہا ثواب اور عقاب تو وہ علامت ہے اور بندہ صرف اللہ تعالیٰ کا مملوک ہے اللہ تعالیٰ اس میں جو چاہے کرے۔

امام ابن ابی حاتم نے ''وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ ...(الصافات:۹۶)'' کی تفسیر میں کہا: یعنی تم جو اپنے ہاتھوں سے کام کرتے ہو ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، اور امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: جن بتوں کو تم تراش خراش سے بناتے ہو اور ان کی پرستش کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور ان بتوں کو بھی پیدا کیا ہے۔

علامہ السہیلی نے کہا ہے: عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بندوں کے افعال جواہر اور اجسام کے ساتھ متعلق نہیں ہوتے، پس تم یہ نہیں کہو گے کہ میں نے پہاڑ کو بنایا یا میں نے اونٹ کو بنایا یا میں نے درخت کو بنایا، اور اصل عبارت یوں ہے کہ کیا تم پتھروں کی عبادت کرتے ہو اور ان کو تراش کر بت بناتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پتھروں کو پیدا فرمایا ہے جن سے تم بت بناتے ہو، اور یہ آیت اس لیے وارد ہوئی ہے کہ یہ بتایا جائے کہ خالق عبادت کے استحقاق میں منفرد ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۶۳۸، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

۷۵۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ وَالْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ هٰذَا الْحَيِّ مِنْ جُرْمٍ وَبَيْنَ الْأَشْعَرِيِّينَ وُدٌّ وَإِخَاءٌ فَكُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ الطَّعَامُ فِيهِ لَحْمُ دَجَاجٍ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللّٰهِ كَأَنَّهُ مِنَ الْمَوَالِي فَدَعَاهُ إِلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ فَحَلَفْتُ لَا آكُلُهُ فَقَالَ هَلُمَّ فَلْأُحَدِّثْكَ عَنْ ذَاكَ إِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي نَفَرٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ قَالَ وَاللّٰهِ لَا أَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِنَهْبِ إِبِلٍ فَسَأَلَ عَنَّا فَقَالَ أَيْنَ النَّفَرُ الْأَشْعَرِيُّونَ فَأَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرَى ثُمَّ انْطَلَقْنَا قُلْنَا مَا صَنَعْنَا حَلَفَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا وَمَا عِنْدَهُ مَا يَحْمِلُنَا ثُمَّ حَمَلَنَا تَغَفَّلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَمِينَهُ وَاللّٰهِ لَا نُفْلِحُ أَبَدًا فَرَجَعْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا لَهُ فَقَالَ لَسْتُ أَنَا أَحْمِلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَمَلَكُمْ وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابوقلابہ اور القاسم التمیمی از زہدم، وہ بیان کرتے ہیں کہ جرم کے اس قبیلہ اور اشعریین کے درمیان دوستی اور اخوت تھی، پس ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو ان کے پاس کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا اور ان کے پاس بنو تیم اللہ کا ایک مرد تھا گویا کہ وہ آزاد شدہ غلاموں میں سے تھا، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو کھانے کی دعوت دی تو اس نے کہا: میں نے مرغی کو کوئی چیز کھاتے ہوئے دیکھا تھا تو مجھے اس سے گھن آئی تو میں نے قسم کھائی کہ میں مرغی کا گوشت نہیں کھاؤں گا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: ادھر آؤ میں تمہیں اس کے متعلق حدیث بیان کرتا ہوں، بے شک میں اشعریین کی ایک جماعت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم آپ سے سواری طلب کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا اور نہ میرے پاس ایسی کوئی چیز ہے جس پر میں تمہیں سوار کروں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال غنیمت کے (سفید کوہان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَتَحَلَّلْتُهَا

والے پانچ) اونٹ آئے، تو آپ نے ہمارے متعلق سوال کیا: پس آپ نے فرمایا: وہ اشعریین کی جماعت کہاں ہے؟ تو آپ نے ہمارے لیے سفید کوہان والے اونٹوں میں سے پانچ اونٹوں کے دینے کا حکم فرمایا، پھر ہم چلے گئے، پھر ہم نے کہا: ہم نے یہ کیا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے اور نہ اس وقت آپ کے پاس کوئی چیز تھی جس پر آپ ہمیں سوار کرتے پھر آپ نے ہمیں سوار فرمادیا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم سے آپ کو غافل کر دیا، اللہ کی قسم! ہم کبھی کامیاب نہیں ہوں گے، ہم لوٹ کر آپ کے پاس حاضر ہوئے ہم نے آپ سے یہ بات عرض کی تو آپ نے فرمایا: میں تم کو سواری پر سوار کرنے والا نہیں ہوں یہ تو اللہ تعالیٰ نے تم کو سواری پر سوار فرمایا ہے، اور بے شک میں اللہ کی قسم! کسی چیز کے اوپر قسم کھاؤں پھر اس کے علاوہ دوسری چیز کو اس سے بہتر جانوں تو میں اس کو کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۳، ۴۳۸۵، ۴۴۱۵، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۶۶۲۳، ۶۶۴۹، ۶۶۷۸، ۶۶۸۰، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۱، ۷۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۶۴۹، سنن نسائی: ۳۸۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۱۹۰۹۴)

صحیح البخاری: ۷۵۵۵، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "بین الاشعریین" اشعریین، اشعری کی جمع ہے، اس میں اشعر کی طرف نسبت ہے جو یمن کے ایک قبیلہ کا باپ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یاکل شیئا" یعنی وہ مرغی کچھ نجاست کھا رہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فقذِرتہ" یعنی اس وجہ سے میں نے اس مرغی کے کھانے کو مکروہ جانا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "نستحملہٗ" یعنی ہم آپ سے سواریاں طلب کرتے تھے جو ہم کو اٹھا کر لے جائیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "بنھب" اس سے مراد ہے مالِ غنیمت۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ذود" تین اونٹوں سے لے کر دس اونٹوں تک ذود کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "الذری" یہ ذروۃ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: ہر چیز کا بلند حصہ، یعنی وہ سفید کوہان والے اونٹ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تھے اور بہت سفید اونٹ تھے اور ان میں چربی بہت تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تغفلنا" یعنی ہم نے آپ کی غفلت کو طلب کیا اور ہم آپ کی توجہ ہٹنے کا سبب بن گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "ولکن اللہ حملکم" اس کا ایک محمل یہ ہے کہ آپ نے یہ ارادہ فرمایا کہ یہ میرا تم پر احسان نہیں ہے یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، دوسرا محمل یہ ہے کہ آپ بھول گئے تھے اور بھولنے والے کی فعل کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کی جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے "روزہ دار جب بھول کر کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو کھلاتا ہے" اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ غنیمت عطا فرمائی تو یہ اونٹ بھی تم کو اسی نے عطا فرمائے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت کی طرف نظر فرمائی کیونکہ حقیقت میں تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "وتحللتها" یعنی قسم کا کفارہ دے کر میں اس قسم کی ذمہ داری سے نکل جاتا ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۹۷۔۲۹۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۵۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ الضُّبَعِيُّ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوا إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ مُضَرَ وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرٍ حُرُمٍ فَمُرْنَا بِجُمَلٍ مِنَ الْأَمْرِ إِنْ عَمِلْنَا بِهِ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ وَنَدْعُو إِلَيْهَا مَنْ وَرَائَنَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ آمُرُكُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَهَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَتُعْطُوا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ لَا تَشْرَبُوا فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالظُّرُوفِ الْمُزَفَّتَةِ وَالْحَنْتَمَةِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قرۃ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ الضبعی نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (وفد عبد القیس کے متعلق) پوچھا تو انہوں نے کہا: عبد القیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، پس انہوں نے کہا: ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے مشرکین ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آسکتے ہیں، پس آپ ہمیں ایسے احکام کا مجموعہ بیان فرمائیں کہ ہم ان پر عمل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں ان کو بھی ان امور کی دعوت دیں، آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں اور کیا تم جانتے ہو کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور نماز کو قائم کرنا اور زکوٰۃ کو ادا کرنا اور یہ کہ تم مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ بیت المال کے لیے دو، اور میں تم کو چار چیزوں سے روکتا ہوں: خشک کدو میں نہ پیو اور نہ کھوکھلی لکڑی میں، اور نہ ان برتنوں میں جن کے اوپر تارکول ملا ہوا ہو، اور نہ سبز مرتبانوں میں۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(صحیح البخاری: ۵۳، ۸۷، ۵۲۳، ۱۳۹۸، ۳۰۹۵، ۳۵۱۰، ۴۳۶۸، ۴۳۶۹، ۶۱۷۶، ۷۲۶۶، ۷۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۷، سنن ترمذی: ۲۶۱۱، سنن نسائی: ۵۶۹۲، سنن ابوداؤد: ۳۶۹۲، مسند احمد: ۳۳۹۶)

صحیح البخاری: ۷۵۵۶، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے "قلت لابن عباس فقال قدم" اس عبارت میں مفعول کا ذکر نہیں کیا گیا، اصل عبارت یوں ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وفدِ عبدالقیس کے قصہ کے متعلق دریافت کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "من مضر" یہ لفظ غیر منصرف ہے، یہ ایک قبیلہ ہے جو ربیعہ اور المدینہ کے درمیان ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فی اشھر حرم" یہ مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، المحرم اور رجب ہیں۔

وفدِ عبدالقیس نے کہا: ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ کے پاس آ سکتے ہیں، کیونکہ حرمت والے مہینوں میں عرب ایک دوسرے سے لڑتے نہیں تھے اور قتل و غارت گری سے رکے رہتے تھے گویا یہ امن کا زمانہ ہوتا تھا تو اس مہینہ میں ہم سفر کر سکتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۹۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۵۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از نافع از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: جن کی تم نے تخلیق کی ہے ان کو زندہ کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۱۰۵، ۳۲۲۴، ۵۱۸۱، ۵۹۵۷، ۵۹۶۱، ۷۵۵۷، صحیح مسلم: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۲۵۵۵۹، موطا امام مالک: ۱۸۰۳)

صحیح البخاری: ۷۵۵۷، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنے افعال کے خود خالق ہیں، کیونکہ اگر ان کا دعویٰ صحیح ہوتا تو ان تصویر بنانے والوں پر انکار نہ کیا جاتا۔

اور علامہ الکرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں صراحۃً خلق کی نسبت تصویر بنانے والوں کی طرف کی ہے، فرمایا "احیوا ما خلقتم" یعنی جن کی تم نے تخلیق کی تھی ان کو زندہ کرو، لیکن یہاں تخلیق سے مراد ان کا کسب ہے اور ان کے کسب کے اوپر خلق کا اطلاق استہزاءً کیا ہے، یا ان کے زعم کی بناء پر کیا ہے۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس حدیث میں مذکور ہے ''احیوا'' یعنی جن کی تم نے تصویر بنائی تھی ان میں جان ڈالو، اور یہ امر ان کو عاجز کرنے کے لیے ہے ورنہ حقیقت میں وہ اس پر قادر نہ دنیا میں تھے اور نہ قیامت کے دن ہوں گے کہ وہ کسی تصویر میں روح پھونک دیں یا جان ڈال دیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۹۸۔۲۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

تصویر بنانے کا شرعی حکم

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ تصویر بنانا ناجائز اور گناہ ہے اور گناہِ کبیرہ ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جو تصاویر مجسم ہوں جیسے بت ہوتے ہیں اور جن کی تعظیم اور پرستش کی جاتی ہے ان کا بنانا حرام ہے، اور کاغذ یا کپڑے پر جو تصویریں چھپی ہوئی ہوتی ہیں ان کا بنانا جائز ہے اور اس کی دلیل درجِ ذیل حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ بُسر بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی اور ان کے ساتھ اس وقت بُسر بن سعید بھی تھے اور عبید اللہ الخولانی بھی تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے زیرِ پرورش تھے ان دونوں کو حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں صورت ہو، بُسر نے کہا: پس حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے ہم ان کی عیادت کے لیے گئے، پس جب ہم ان کے گھر میں تھے تو وہاں ان کے گھر میں ایک پردہ تھا جس میں تصاویر بنی ہوئی تھیں، میں نے عبید اللہ الخولانی سے کہا: کیا حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے ہم کو تصاویر (کی ممانعت) میں احادیث نہیں بیان کیں؟ انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے کہا تھا: سوا ان تصاویر کے جو کپڑے پر چھپی ہوئی ہوں، کیا تم نے ان سے نہیں سنا، میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: کیوں نہیں حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۲۲۶، صحیح مسلم: ۲۱۰۶، سنن ترمذی: ۱۷۵۰، سنن نسائی: ۵۳۵۰، سنن ابوداؤد: ۴۱۵۵، مسند احمد: ۱۵۹۱۰، موطا امام مالک: ۱۸۰۲)

اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ کپڑے پر یا کاغذ پر چھپی ہوئی تصاویر جائز ہیں اور جب ان کا رکھنا جائز ہے تو ظاہر ہے ان کا بنانا بھی جائز ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ مطلقاً تصاویر کا بنانا ناجائز اور گناہِ کبیرہ ہے، ان کا استدلال درجِ ذیل حدیث سے ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک تکیہ بنایا جس میں تصاویر تھیں گویا کہ وہ گدا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ دروازوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم سے کیا ہو گیا؟ آپ نے فرمایا: یہ گدا کیسا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: یہ گدا میں نے اس لیے بنایا ہے تاکہ آپ اس کے اوپر لیٹیں، آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتیں کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی تصویر ہو اور بے شک جس نے یہ تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، پس اللہ عزوجل فرمائے گا: ''اس کو زندہ کرو جس کی تم نے تخلیق کی تھی''۔

(صحیح البخاری: ۲۱۰۵، ۳۲۲۴، ۵۱۸۱، ۵۹۵۷، ۵۹۶۱، ۷۵۵۷، صحیح مسلم: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۲۵۵۵۹، موطا امام مالک: ۱۸۰۳)

اس حدیث سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو تصویر بنانے کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں خواہ وہ تصویر کاغذ یا کپڑے پر چھپی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوئی ہو یا وہ تصویر مجسم ہو جیسے بت ہوتے ہیں۔

جس کپڑے میں نقش ہو اس کے جواز کا بیان

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے ''الا رقما فی ثوب'' اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ کپڑے میں ایسے نقوش ہوں جن کو روندا جائے جیسے چادر ہو اور گدا ہو۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کپڑے پر صورت منقوش ہو یا تصویر منقوش ہو تو اگر وہ پردہ ہو تو اس کو ناپسند فرمایا، اور اگر اس کپڑے کو پیروں تلے روندا جائے تو اس کپڑے کو ناپسند نہیں فرمایا، حضرت سعد بن ابی وقاص، سالم، عروہ، ابن سیرین، عطاء اور عکرمہ نے اسی طرح کہا ہے، عکرمہ نے کہا ہے کہ جن تصویروں کو روندا جائے اور بطور توہین ان کا استعمال ہو، وہ جائز ہے۔ امام مالک، الثوری اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے پہلے تمام تصویروں سے منع فرمایا تھا خواہ وہ کپڑے میں نقش ہوں، کیونکہ اس وقت لوگ اس زمانہ کے قریب تھے جس زمانہ میں تصویروں کی عبادت کی جاتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کی تصویر سے منع فرما دیا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت مقرر اور ثابت ہو گئی تو آپ نے ان تصویروں کو مباح قرار دیا جو کپڑے میں نقش ہوں، یہ کپڑوں کو ایجاد کرنے کی ضرورت کی وجہ سے تھا، پس آپ نے ان تصویروں کو مباح قرار دیا جن کا بطور اہانت استعمال ہو اور جن کا بطور اہانت استعمال نہ ہو، وہ اپنی ممانعت پر باقی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۵۔۱۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

جن کپڑوں پر تصویر نقش ہو ان کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان احادیث میں اس طرح تطبیق ہے کہ جس کپڑے میں تصویر نقش ہو، اس کے استثناء سے مراد ایسی تصویر ہے جو جانداروں کی تصویر نہ ہو جیسے درخت کی تصویر۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آپ نے تصویر کی ممانعت سے پہلے فرمایا ہو جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے جس کو اصحاب السنہ نے روایت کیا ہے اور میں عنقریب اس کا اس باب کے متصل باب میں ذکر کروں گا۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے: کہ خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس صورت کا جسم ہو تو وہ بالاجماع حرام ہے، اگر اس صورت کا جسم نہ ہو بلکہ وہ کپڑے پر نقش ہو تو اس میں چار اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ وہ تصویر مطلقاً جائز ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ تصویر مطلقاً ممنوع ہے، حتیٰ کہ جو کپڑے میں نقش ہو وہ بھی ممنوع ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ صورت اپنی شکل پر باقی ہو اور اس میں تغیر نہ کیا گیا ہو تو وہ حرام ہے، اور اگر صورت میں تغیر کیا گیا ہو، اس کا سر کاٹ دیا گیا ہو یا اس کے اجزاء متفرق کر دیئے گئے ہوں تو پھر ایسی تصویر جائز ہے، علامہ ابن العربی نے کہا اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اگر وہ تصویر پیروں میں روندی جاتی ہو تو پھر تو جائز ہے اور اگر وہ تصویر گھر میں لٹکائی ہوئی ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۱۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تصویروں کو بنانے، ان کو رکھنے اور ان کو دیکھنے کی تحقیق

میں کہتا ہوں: ہمارے زمانہ میں شناختی کارڈ کے لیے تصویر کھنچوانا ناگزیر ہے کیونکہ انسان شناختی کارڈ کے بغیر کسی جگہ کا سفر نہیں کرسکتا، نہ ملازمت کے حصول کے لیے کسی ملک میں جاسکتا ہے، نہ تجارت کے لیے کسی ملک میں جاسکتا ہے، نہ حج اور عمرہ کا سفر کرسکتا ہے، اسی طرح پاسپورٹ اور ویزہ کے لیے بھی تصویر کا کھنچوانا ضروری امر ہے، پھر ڈرائیونگ لائسنس کے لیے بھی تصویر کا کھنچوانا ضروری ہے، بہت سارے امتحانات میں شرکت کے لیے بھی تصویر کا کھنچوانا ضروری ہے، بینک میں اکاؤنٹ کھلوانے کے لیے تصویر کھنچوانا ضروری ہے، اسکول، کالج اور دینی مدارس میں داخلہ کے لیے بھی شناختی کارڈ کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لیے تصویر کھنچوانا ناگزیر ہے، اس لیے ضرورت کے مواقع پر تصویر کھنچوانے کی گنجائش ہے لیکن یہ تصویر پاسپورٹ سائز کی آدھی تصویر ہونی چاہیے، کیونکہ فقہاء کرام نے کہا ہے: جو ممنوع کام ضرورت کی بناء پر کیا جائے وہ بقدرِ ضرورت کیا جانا چاہیے اور اس سے زائد کی شرعاً اجازت نہیں ہے جیسے جو آدمی بھوک پیاس سے مر رہا ہو اس کے لیے اتنی مقدار میں حرام کھانا جائز ہے جتنی مقدار کھانے سے اس کی رمقِ حیات برقرار رہے اور اس سے زائد کھانے کی اس کو شرعاً اجازت نہیں ہے۔

ہاں شوقیہ فوٹوگرافی کی شرعاً اجازت نہیں ہے مثلاً لوگ پکنک پر جاتے ہیں تو وہاں تصویریں بناتے ہیں یا شادی کے موقع پر تصویریں بناتے ہیں، ان تصویروں کے بنانے کی شرعاً کوئی ضرورت نہیں ہے اس لیے ان کی اجازت بھی نہیں ہے۔ البتہ تصویروں کا دیکھنا ایک مختلف امر ہے، آج کل کوئی اخبار تصویروں سے خالی نہیں ہوتا، اسی طرح کرنسی نوٹ تصویروں کے بغیر نہیں ہوتے اور ان کو خواہی نہ خواہی دیکھنا پڑتا ہے اور خصوصاً کرنسی نوٹوں کو تو حفاظت کے ساتھ رکھنا بھی پڑتا ہے، اس لیے ان تصویروں کو دیکھنا اور ان کو رکھنا ممنوع نہیں ہے، البتہ فلموں میں جو تصویریں ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ موسیقی بھی ہوتی ہے اور اکثر فلمیں مخرب اخلاق ہوتی ہیں لہٰذا ان تصویروں کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۷۵۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: اس کو زندہ کرو جس کی تم نے تخلیق کی تھی۔

(صحیح البخاری: ۲۱۰۵، ۳۲۲۴، ۵۱۸۱، ۵۹۵۷، ۵۹۶۱، ۷۵۵۷، صحیح مسلم: ۲۱۰۷، مسند احمد: ۲۵۵۵۹، موطا امام مالک: ۱۸۰۳)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۷۵۵۷ کی شرح کی مثل ہے۔

۷۵۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ قَالَ اللهُ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از عمارہ از ابی زرعہ، انہوں نے حضرت ابوہریرہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوا حَبَّةً أَوْ شَعِيرَةً.

(صحیح البخاری: ۵۹۵۳، ۷۵۵۹، صحیح مسلم: ۲۱۱۱، مسند احمد: ۷۱۲۶)

رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اس سے بڑا کون ظالم ہوگا جو میرے خلق کرنے کی مثل خلق کرتا ہے پس یہ ایک چیونٹی کو خلق کریں یا ایک دانہ کو خلق کریں یا ایک جَو کو خلق کریں۔

صحیح البخاری: ۷۵۵۹، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح بھی اسی طرح ہے جس طرح اس سے پہلے پہلی حدیثوں کی شرح گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''ذھب'' یہ لفظ ذہاب سے ماخوذ ہے اور یہاں پر اس کا معنی ہے قصد کرنا۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''فلیخلقوا ذرۃ'' ذرّۃ کا معنی چھوٹی چیونٹی ہے اور یہ بطورِ استہزاء فرمایا ہے۔

اس حدیث سے مقصود قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کے عجز کو ظاہر کرنا ہے اور ان کو عذاب دینا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۸۔ بَابُ: قِرَاءَةِ الْفَاجِرِ وَالْمُنَافِقِ وَأَصْوَاتُهُمْ وَتِلَاوَتُهُمْ لَا تُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ

فاجر اور منافق کے قرآن پڑھنے کا بیان اور یہ کہ ان کی آوازیں اور ان کی تلاوت ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرتی

بابِ مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

فاجر کا منافق ہونا

اس باب میں فاجر کی قراءت کا حال بیان کیا گیا ہے، علامہ الکرمانی نے کہا: الفاجر منافق ہے کیونکہ حدیث میں اس کو مومن کے مقابل میں فرمایا ہے اور منافق کا فاجر پر عطف، عطفِ تفسیری ہے۔

اس عنوان میں حناجر کا لفظ ہے، یہ حنجرۃ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے حلقوم اور یہ سانس کے آنے جانے کی نالی ہے جیسا کہ مِرّی طعام اور مشروب کے گزرنے کی نالی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۹۹۔ ۳۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

بابِ مذکور کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کا معنی یہ ہے کہ فاجر اور منافق کی تلاوتِ قرآن اللہ تعالیٰ تک بلند نہیں ہوتی اور نہ اس کے نزدیک وہ پاکیزہ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس وہی اعمال اوپر چڑھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے ارادہ کے لیے کیے جائیں اور جن میں اخلاص ہو، اور ان کی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاجر کی تلاوتِ قرآن کو ریحانہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کی خوشبو تو عمدہ ہوتی ہے اور اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے، کیونکہ وہ اس تلاوت سے قرآن مجید کی برکت حاصل نہیں کر سکتا، اور اس کے اجر کی حلاوت کے حصول میں کامیاب نہیں ہوتا، پس اس کی خوشبو اس کے حلقوم سے متجاوز ہو کر اس کے دل تک نہیں پہنچتی کیونکہ ان کے دلوں کا ذائقہ کڑوا ہے اور وہ نفاق ہے جو منافق کے دل میں دائماً رہتا ہے، اور یہ لوگ وہ ہیں جو دین سے اس طرح نکل گئے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

اس حدیث نے منافقین کو اسلام سے نکال دیا اور ہو سکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ان لوگوں کے متعلق فرمایا ہو جن کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی سے یہ معلوم ہو چکا کہ یہ لوگ توبہ کرنے سے پہلے دین سے نکل جائیں گے اور انہوں نے ایسی بدعات کا ارتکاب کیا اور اس کی ایسی غلط تاویلیں کیں جن کی وجہ سے یہ کفر تک پہنچ گئے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ایسی علامت بیان کی جس علامت کی وجہ سے یہ دوسروں سے ممتاز ہو جاتے ہیں، اور وہ علامت ہے ان کا سر منڈانا، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے النہروان میں جنگ کی، جب ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تھا کہ آپ ہمارے رب ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان پر غضب ناک ہوئے اور ان کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تو شیطان نے ان کے فتنہ کو بڑھایا اور انہوں نے کہا: اب تو ہمیں یقین ہو گیا کہ آپ ہمارے رب ہیں کیونکہ آگ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی عذاب دیتا ہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کی یہ علامت بیان کی ہے کہ وہ سر منڈاتے ہیں ان سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی جب ان میں یہ علامت پائی جائے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے ان میں سے کسی سے بھی توبہ طلب کی ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: تم جہاں بھی ان سے ملو تو ان کو قتل کر دو کیونکہ ان کو قتل کرنے میں اجر ہے، اور فرمایا: اگر میں ان کو پاتا تو ان کو ضرور قتل کرتا جس طرح قوم عاد کو قتل کیا گیا تھا۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۵۷۔۵۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۷۵۶۰۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنْ أَبِي مُوسَى رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالْأُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الَّذِي لَا يَقْرَأُ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيحَ لَهَا وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَلَا رِيحَ لَهَا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے سنگترہ کی مثل ہے، اس کا ذائقہ بھی خوش گوار ہے اور اس کی خوشبو بھی عمدہ ہے اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی طرح ہے، اس کا ذائقہ تو خوش گوار ہے اور اس میں خوشبو نہیں ہے، اور فاجر جو قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ریحانۃ (پھول) کی طرح ہے، اس کی خوشبو تو عمدہ ہے اور اس کا ذائقہ کڑوا

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے، اور جو فاجر قرآن نہیں پڑھتا اندرائن کی طرح ہے، اس کا ذائقہ کڑوا ہے اور اس میں خوشبو نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۰۲۰، ۵۰۵۹، ۵۴۲۷، ۷۵۶۰، صحیح مسلم: ۷۹۷، سنن ترمذی: ۲۸۶۵، سنن نسائی: ۵۰۳۸، سنن ابوداؤد: ۴۸۲۹، سنن ابن ماجہ: ۲۱۴، مسند احمد: ۱۹۰۵۵، سنن دارمی: ۳۳۶۳)

صحیح البخاری: ۷۵۶۰، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از انس از ابی موسیٰ رضی اللہ عنہما، انس سے مراد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جو صحابی ہیں اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں، سو اس حدیث کی صحابی نے صحابی سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۳۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

۷۵۶۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَتْ عَائِشَةُ رضی الله عنها سَأَلَ أُنَاسٌ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ إِنَّهُمْ لَيْسُوا بِشَيْءٍ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ بِالشَّيْءِ يَكُونُ حَقًّا قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيُقَرْقِرُهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ كَقَرْقَرَةِ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُونَ فِيهِ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ۔

(صحیح البخاری: ۵۷۶۲، صحیح مسلم: ۲۲۲۸، مسند احمد: ۲۴۰۴۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری ح اور مجھے احمد بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن عروہ بن زبیر نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عروہ بن زبیر سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ لوگوں نے نبی ﷺ سے کاہنوں کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا: وہ کچھ نہیں ہیں، لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کسی چیز کے بارے میں بات کرتے ہیں اور وہ حق ہوتی ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ حق بات وہ ہے جسے شیطان فرشتوں سے سن کر یاد رکھ لیتا ہے اور پھر اسے مرغی کے کٹ کٹ کرنے کی طرح کاہنوں کے کان میں ڈال دیتا ہے اور کاہن اس میں سو سے زیادہ جھوٹ ملاتے ہیں۔

صحیح البخاری: ۷۵۶۱، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حدیثِ مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں منافق کی قراءت کا ذکر تھا اور اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ کاہن منافق کے مشابہ ہے، جس طرح کاہن کسی سچی بات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیونکہ اس پر جھوٹ کا غلبہ ہوتا ہے اس کا حال فاسد ہوتا ہے، اسی طرح منافق بھی اپنے قرآن پڑھنے سے کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا عقیدہ فاسد ہوتا ہے اور دیگر خبیث اعمال کے ساتھ وہ متصف ہوتا ہے۔

حدیث مذکور کے معانی

کاہنوں کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے "عن الکھان" کھان، کاھن کی جمع ہے اور یہ وہ شخص ہے جو مستقبل میں ہونے والے کاموں کی پیشگی خبر دیتا ہے اور اسرار کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے، تو لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے حال کے متعلق سوال کیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "یخطفھا" اور اس حدیث میں الجنی کا ذکر ہے، یہ الجن کا مفرد ہے یعنی شیطان فرشتوں کی خبروں سے کوئی سچی خبر سن کر یاد کر لیتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے "فیقرقرھا" یہ لفظ القرقرۃ سے ماخوذ ہے، اور قرقرۃ کا معنی مرغی کی طرف اضافت فاعل کی طرف اضافت ہے، علامہ خطابی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ کاہن جو غیب کی خبریں بیان کرتے ہیں ان کا ثبوت نہیں ہے اور وہ صحیح نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۳۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۵۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ يُحَدِّثُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَا يَعُودُونَ فِيهِ حَتَّى يَعُودَ السَّهْمُ إِلَى فُوقِهِ قِيلَ مَا سِيمَاهُمْ قَالَ سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ أَوْ قَالَ التَّسْبِيدُ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مہدی بن میمون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے محمد بن سیرین سے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہیں از معبد بن سیرین از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مشرق کی طرف سے کچھ لوگ نکلیں گے اور قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کی ہنسلی سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے، پھر وہ دین میں اس وقت تک واپس نہیں آئیں گے حتیٰ کہ تیر اپنی جگہ پر واپس آ جائے، آپ سے پوچھا گیا: ان کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کی علامت سر کے بالوں کو مونڈنا ہے یا بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن نسائی: ۴۰۸۷، ۲۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴، مسند احمد: ۱۰۶۲۵)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری: ۷۵۶۲، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیثِ مذکور کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے "یخرج ناس من قبل المشرق" کتاب الفتن میں یہ گزر چکا ہے کہ ان لوگوں کا مصداق الخوارج ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے "تراقیھم" یہ ترقوہ کی جمع ہے یعنی ہنسلی، یہ وہ ہڈی ہے جو گردن اور سینہ کے بالائی حصہ کے درمیان ہوتی ہے۔

اس سوال کا جواب کہ اگر سر منڈانا خوارج کی علامت ہے تو پھر تو بہت لوگ خوارج کا مصداق ہوں گے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں خوارج کی علامت سر کے بال منڈانا فرمائی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ بھی سر منڈاتے ہیں وہ خوارج ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں لوگ اپنا سر صرف قربانی کے بعد منڈاتے تھے یا کسی ضرورت کے وقت سر منڈاتے تھے مثلاً سر میں جوئیں پڑ جائیں تو سر منڈاتے تھے اور الخوارج نے تو سر کے بالوں کو منڈانا اپنا شعار بنالیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۳۰۱۔ ۳۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے معانی

خوارج کی تعریف اور ان کا مصداق

اس حدیث میں مذکور ہے "یخرج ناس من قبل المشرق" یعنی مدینہ کی مشرق کی جانب جو کہ نجد ہے وہاں سے کچھ لوگ نکلیں گے اور وہ لوگ خوارج ہیں اور ان کے عقائد میں سے یہ تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دیتے ہیں، حالانکہ وہ حق کی راہ میں قتل کیے گئے تھے اور یہ لوگ ہمیشہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے حتیٰ کہ صفین میں تحکیم کا واقعہ ہوا، یعنی حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما جو ایک دوسرے سے برسرِ جنگ تھے انہوں نے اس وقت جنگ موقوف کر دی جب فریقین نے اس معاملہ میں ایک ایک حَکَم بنالیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا، خوارج نے اس تحکیم کا انکار کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور ان کو کافر قرار دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے "خوارج کی علامت سر کے بالوں کو منڈانا یا سر کے بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا ہے"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: بہ کثرت احادیث میں مذکور ہے کہ سر کے بالوں کو منڈانا یہ خوارج کی علامت ہے، اگرچہ دوسرے لوگ بھی سر منڈاتے ہیں لیکن خوارج دائماً سر کو منڈاتے تھے اور صحابہ کے زمانہ میں لوگ حج کی قربانی کرنے کے بعد سر منڈاتے تھے یا کسی ضرورت کی بناء پر سر منڈاتے تھے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی علامت یہ تھی کہ وہ سر اور ڈاڑھی دونوں کے بال

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

منڈاتے تھے اور تمام بال منڈاتے تھے۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۶۲۶۔ ۶۲۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۵۶۲، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خوارج کے اسلام سے خارج ہونے کا بیان

اس حدیث نے منافقین کو اسلام سے نکال دیا اور ہوسکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ان لوگوں کے متعلق فرمایا ہو جن کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے یہ معلوم ہو چکا کہ یہ لوگ توبہ کرنے سے پہلے دین سے نکل جائیں گے اور انہوں نے ایسی بدعات کا ارتکاب کیا اور اس کی ایسی غلط تاویلیں کیں جن کی وجہ سے یہ کفر تک پہنچ گئے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ایسی علامت بیان کی جس علامت کی وجہ سے یہ دوسروں سے ممتاز ہو جاتے ہیں، اور وہ علامت ہے ان کا سر منڈانا، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے النہروان میں جنگ کی، جب ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تھا کہ آپ ہمارے رب ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان پر غضب ناک ہوئے اور ان کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تو شیطان نے ان کے فتنہ کو بڑھایا اور انہوں نے کہا: اب تو ہمیں یقین ہو گیا کہ آپ ہمارے رب ہیں کیونکہ آگ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی عذاب دیتا ہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی یہ علامت بیان کی ہے کہ وہ سر منڈاتے ہیں ان سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی جب ان میں یہ علامت پائی جائے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے ان میں سے کسی سے بھی توبہ طلب کی ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: تم جہاں بھی ان سے ملو تو ان کو قتل کر دو کیونکہ ان کو قتل کرنے میں اجر ہے اور فرمایا: اگر میں ان کو پاتا تو ان کو ضرور قتل کرتا جس طرح قومِ عاد کو قتل کیا گیا تھا۔

(شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۵۷۔ ۵۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

خوارج کے متعلق مفصل حدیث

میں کہتا ہوں: امام بخاری نے خوارج کے متعلق یہاں پر مختصر حدیث روایت کی ہے اور خوارج کے متعلق مفصل حدیث درجِ ذیل ہے:

امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ ابنِ کثیر نے کہا از سفیان از والد خود از ابنِ ابی نعم از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سونے کا ایک چھوٹا ٹکڑا بھیجا، سو آپ نے اس کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا: (۱) الاقرع بن حابس الحنظلی (۲) المجاشعی (۳) عیینہ بن بدر الفزاری (۴) زید الطائی، اور پھر بنو نبہان میں سے ایک شخص اور علقمہ بن علاثہ العامری، پھر بنو کلاب میں سے ایک شخص کے درمیان میں تقسیم کر دیا تو قریش اور انصار غضب ناک ہوئے اور کہا کہ آپ اہلِ نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں صرف ان کی تالیفِ قلب کرتا ہوں، پھر ایک ایسا شخص آیا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور کلّے ابھرے ہوئے تھے، پیشانی ابھری ہوئی تھی اور ڈاڑھی گھنی تھی اور سر منڈا ہوا تھا، پس اس نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) اللہ سے ڈریے، تو آپ نے فرمایا: جب میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں گا تو کون اللہ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تعالیٰ کی اطاعت کرے گا! اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین والوں پر اپنا امین قرار دیا ہے کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ پھر ایک شخص نے اس کو قتل کرنے کا سوال کیا، میرا گمان ہے وہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تھے، تو آپ نے ان کو منع فرمایا، پھر جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا: اس شخص کی اصل سے یا اس شخص کی پشت سے ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن مجید کی تلاوت کریں گے اور قرآن مجید ان کے حلق سے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے (دوسری طرف) نکل جاتا ہے، یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، اگر میں نے ان لوگوں کا زمانہ پایا تو ان کو اس طرح قتل کروں گا جس طرح قوم عاد کو قتل کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۴۴، صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴، سنن نسائی: ۲۵۷۴)

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کرنے والے کا نام

جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا "اللہ سے ڈریے" یہ مرد بنو تمیم سے تھا اور اس کو ذوالخویصرہ کہا جاتا تھا اور اس کا نام حرقوص بن زہیر تھا۔ اور "کامل المبرد" میں مذکور ہے کہ اس مرد کی تخلیق مضطرب تھی، یہ سیاہ رنگ کا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس مال سے عطا فرما رہے تھے اس کے متعلق متعدد اقوال

(۱) یہ مال خمس کا پانچواں حصہ تھا، یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھا۔

(۲) یہ مال اصل غنیمت میں سے تھا اور وہ آپ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (الانفال:۱) آپ کہیے کہ انفال (کے حکم) کا اللہ اور اس کا رسول مالک ہے۔

یہ قول بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ انصار غزوۂ حنین کے دن شکست کھا گئے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تائید فرمائی اور فرشتوں سے آپ کی مدد فرمائی، پھر انصار نہ لوٹے حتیٰ کہ فتح ہوگئی، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حنین کی غنیمتیں اپنے رسول کی طرف لوٹا دیں، پس آپ نے انصار کو ان میں سے کچھ نہیں دیا اور اس ارشاد سے ان کے دلوں کو خوش کیا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں میں مال لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۴۳۳۷)

(۳) یہ قول امام ابوعبید کا مختار ہے کہ آپ خمس میں سے عطا فرما رہے تھے نہ کہ خمس کے خمس میں سے اور نہ اصل مالِ غنیمت میں سے عطا فرما رہے تھے، اور بے شک امام کے لیے جائز ہے کہ آیتِ خمس میں جو اقسام ذکر کی گئی ہیں ان میں سے جس کو چاہے عطا فرمائے، اور جہاں مسلمانوں کی مصلحت دیکھے وہاں خرچ کرے لیکن پہلے یہ بات جاننی چاہیے کہ اس حدیث میں جو سونے کے ٹکڑے کا ذکر ہے وہ حنین کے مالِ غنیمت میں سے بھی نہیں تھا اور نہ خیبر کے مالِ غنیمت میں سے تھا اور نہ خمس میں سے تھا۔

خوارج کی قراءت ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گی

اس حدیث میں مذکور ہے "لا یجاوز حناجرھم" یعنی ان کے اعمالِ صالحہ قبول ہونے کے لیے آسمانوں کے اوپر نہیں چڑھائے جائیں گے، یہ ابن التین کا قول ہے اور قاضی عیاض نے کہا کہ یہ قرآن مجید کو پڑھیں گے لیکن ان کے دل قرآن مجید کو نہیں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سمجھیں گے اور جو یہ تلاوت کریں گے اس سے نفع حاصل نہیں کریں گے اور سوائے منہ سے الفاظ نکالنے کے ان کی تلاوت کا اور کوئی ثمرہ نہیں ہے۔

خوارج کی صفات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''یہ لوگ دین سے نکل جائیں گے'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''اسلام سے نکل جائیں گے''۔
(صحیح البخاری: ۷۴۳۲)

یہ لوگ دین سے نکل جائیں گے، اس سے مراد ہے کہ یہ ائمہ کی اطاعت سے نکل جائیں گے۔

یہ خوارج کی صفات ہیں جو ائمہ اور خلفاء کی اطاعت نہیں کرتے اور لوگوں کو تلواروں سے قتل کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے ''وہ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے'' اسی طرح خوارج نے کیا اور وہ اسی عقیدہ پر قائم رہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے ''اور وہ بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے''۔

کہا گیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک نمائندہ خوارج کے پاس بھیجا اور اس نے ان کو نصیحت کی تو ان میں سے ایک شخص گزرا اور اس نے ایک ذمی کی کھجور لے کر اپنے منہ میں رکھ لی تو ان کے بعض ساتھیوں نے کہا کہ تم نے ذمی کی کھجور کو حلال قرار دے ڈالا؟ حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو ان کا اس سے زیادہ بڑا جرم بیان کرتا ہوں، انہوں نے ایک مسلمان مرد کو قتل کر دیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مراد ان کی اپنی ذات تھی کیونکہ خوارج نے ان کو قتل کر دیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کی طرف پیغام بھیجا کہ حضرت عبداللہ بن خباب کا قصاص دو، تو خوارج نے کہا: ہم کیسے قصاص دیں گے ہم سب نے مل کر اس کو قتل کیا ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی اور اکثر خوارج قتل کر دیئے گئے، ایک قول یہ ہے کہ پانچ ہزار خوارج قتل کر دیئے گئے، دوسرا قول ہے کہ دس ہزار خوارج قتل کر دیئے گئے۔

خوارج کی تکفیر میں فقہاء کا اختلاف

علامہ قرطبی نے کہا ہے: ہمارے ائمہ کی ایک جماعت نے ان کو کافر قرار دیا ہے اور بہت علماء نے ان کی تکفیر میں توقف کیا۔
(المفہم ج ۳ ص ۱۱۰)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق فرمایا: اگر میں ان کو پاؤں تو ان کو قومِ عاد کی طرح قتل کر دوں گا، اس سے خوارج کے کفر پر استدلال کیا گیا ہے، کیونکہ قومِ عاد کو کفر کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۹ ص ۳۲۸۔۳۳۱، ملخصاً وملتقطاً، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ۱۴۲۹ھ)

خوارج کی صفات کا مظہر اور مصداق

میں کہتا ہوں: ہر دور میں ایسے نظریات رکھنے والے گزرے ہیں جن کے نظریات وہ تھے جو خوارج کے نظریات تھے، ہمارے دور میں طالبان کے نام سے جو خونخوار لوگ ظہور میں آئے ہیں ان کی یہی صفات ہیں، یہ بطورِ شعار ڈاڑھی گھنی رکھتے ہیں، سر کے بال منڈاتے ہیں، قرآن مجید کی تلاوت بہت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں اور بت پرستوں اور کافروں سے کوئی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تعرض نہیں کرتے، یہ کم عمر اور کم عقل لوگ ہوتے ہیں جیسے حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ از سوید بن غفلہ روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں تو میرے نزدیک آسمان سے گرنا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھوں، اور جب میں تم سے آپس میں کوئی بات کروں تو بے شک جنگ ایک دھوکا ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آخر زمانہ میں کچھ کم عمر اور کم عقل لوگ آئیں گے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کریں گے، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کے پار نکل جاتا ہے، ان کا ایمان ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گا، پس تم جس جگہ اور جب بھی ان سے ملاقات کرو تو ان کو قتل کردو، کیونکہ ان کو قتل کرنے سے قتل کرنے والوں کو قیامت تک اجر ملتا رہے گا۔

(صحیح البخاری:۳۶۱۱، صحیح مسلم:۱۰۶۶، سنن نسائی:۴۱۰۲، سنن ابوداؤد:۴۷۶۷، مسند احمد:۱۰۸۹)

۵۸۔ بَابُ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (الانبیاء:۴۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے

باب مذکور کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں "الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ" کا ذکر ہے، "الموازین" کا لفظ میزان کی جمع ہے، یہ اصل میں مِوْزان تھا، واؤ کو یاء سے تبدیل کر دیا کیونکہ واؤ ساکن ہے اور اس کا ماقبل مکسور ہے اور "القسط" کا لفظ مصدر ہے، اس میں مفرد، تثنیہ اور جمع تینوں برابر ہیں اور اس کا معنی ہے کہ عدل کرنے والے ترازو رکھے جائیں گے۔

"الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ" پر اس اعتراض کا جواب کہ قیامت کے دن ایک ہی میزان ہوگی، پھر "الموازین" جمع کا صیغہ کیوں لایا گیا؟ اور اس اعتراض کا جواب کہ "الموازین" جمع ہے اور "الْقِسط" واحد ہے، سو یہ واحد کا لفظ جمع کی صفت کیسے ہوگا؟

اس کا یہ جواب ہے کہ جمع کا صیغہ بندوں کے اعتبار سے ہے کیونکہ جن بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا وہ بہت زیادہ ہیں اس لیے موازین کا لفظ لایا گیا ہے جو جمع کا صیغہ ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ موزونات کی مختلف انواع ہیں، ان کے اعتبار سے جمع کا صیغہ موازین لایا گیا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ "الموازین" جمع کا صیغہ ہے اور "القسط" واحد ہے اور "القسط" موازین کی صفت ہے اور موصوف اور صفت میں مطابقت ضروری ہے؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ الْقِسط مصدر ہے اور یہ واحد، تثنیہ اور جمع سب میں مساوی ہے لہٰذا موازین کی صفت "القسط" ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ زجاج نے کہا ہے: اصل عبارت یوں ہے: "نضع الموازین ذوات القسط" ہم ایسے ترازو رکھیں گے

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جو انصاف کرنے والی ہوں گی۔

میزان کی تعریف

اہلِ سنت نے یہ کہا ہے کہ میزان ایک جسمِ محسوس ہے، اس کا ایک ڈنڈا ہے (جو تولتے وقت ہاتھ میں رہتا ہے) اور اس کے دو پلڑے ہیں جن میں وزن کے لیے کچھ رکھا جاتا ہے۔

اس سوال کا جواب کہ میزان میں بندوں کے اقوال اور اعمال کا وزن کیا جائے گا اور وہ اعراض ہیں اور وزن اجسام کا ہوتا ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال اور اقوال کو جسم بنا دے گا تو ان کا وزن کیا جائے گا، یا مراد یہ ہے کہ بندوں کے صحائفِ اعمال کا وزن کیا جائے گا اور اس میزان کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عدل کو ظاہر فرمائے اور انصاف میں مبالغہ کو ظاہر فرمائے، اور بندوں کے اعذار کو قطع کرنے کے لیے ان کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔

بابِ مذکور کی تعلیقات

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَأَنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ وَقَوْلَهُمْ يُوزَنُ — اور بنو آدم کے اعمال اور ان کے قول کا وزن کیا جائے گا۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے ذکر کیا ہے کہ بندوں کے اعمال اور ان کے اقوال اللہ تعالیٰ کے اذن سے جسم بن جائیں گے، پھر ان کا وزن کیا جائے گا، یا بندوں کے ان صحائف اعمال کا وزن کیا جائے گا جس میں اعمال لکھے ہوئے ہیں۔

اعمال کو وزن کرنے کی تحقیق از مصنف

میں کہتا ہوں: علامہ عینی کی یہ عبارت دراصل اس سوال کا جواب ہے کہ وزن تو اس چیز کا کیا جاتا ہے جس کا جسم ہو اور اعمال تو از قبیلِ اعراض ہیں، ان کا وزن کیسے ہوگا؟

اس کا ایک جواب تو علامہ عینی نے دیا ہے کہ اعمال کو جسم بنا دیا جائے گا یا صحیفۂ اعمال کا وزن کیا جائے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جدید تحقیق سے ثابت ہے کہ اعراض کا بھی وزن کیا جاتا ہے مثلاً حرارت اور برودت اعراض ہیں، اور تھرمامیٹر سے بخار کی مقدار کا وزن کیا جاتا ہے کہ کتنے سینٹی گریڈ بخار ہے یا کتنے فورن ہائیٹ بخار ہے۔ اسی طرح مٹھاس بھی ایک کیفیت اور عرض ہے اور جس مشین سے شوگر کی مقدار معلوم کی جاتی ہے اس سے مٹھاس کا وزن معلوم ہو جاتا ہے، خون کے ایک قطرہ کو اسٹرپ پر لگا کر مشین میں ڈالتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس قطرہ میں کتنے ملی گرام مٹھاس ہے۔ اسی طرح چکنائی بھی عرض ہے، اور اس کی مقدار بھی مشین سے معلوم ہو جاتی ہے کہ انسان نے جو کچھ کھایا ہے اس میں کتنے ملی گرام کولیسٹرول تھا۔ اسی طرح آلات سے ہوا کے دباؤ کی مقدار کا بھی علم ہو جاتا ہے، اور یہ سب اعراض ہیں۔ تو جب انسان آلات کے ذریعہ اعراض کی مقدار اور اس کے وزن کو معلوم کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ جو ان تمام چیزوں کا خالق ہے، اس کے لیے کیا بعید ہے کہ وہ انسان کے اعمال کا میزان

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں وزن فرمالے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْقُسْطَاسُ: الْعَدْلُ بِالرُّومِيَّةِ

اور مجاہد نے کہا: ''القسطاس'' کا معنی رومی زبان میں عدل ہے۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی مجاہد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ۔۔۔ (بنی اسرائیل: ۳۵)'' (جب تم وزن کرو تو درست ترازو سے پورا پورا وزن کرو)، ''قسطاس'' کا لفظ پیش کے ساتھ بھی ہے یعنی قُسطاس اور زیر کے ساتھ بھی ہے یعنی قِسطاس اور اس کا معنی رومی زبان میں عدل کرنا ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وَيُقَالُ: الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُوَ الْعَادِلُ وَأَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَائِرُ

اور کہا جاتا ہے کہ ''القسط'' یہ المقسط کا مصدر ہے اور اس کا معنی ہے العادل، اور رہا ''القاسط'' تو اس کا معنی ہے: ظالم۔

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ ''القِسط'' کا لفظ جب ثلاثی مزید فیہ بابِ افعال سے ہو تو اس کا اسم فاعل ہوگا المُقسِط اور اس کا معنی ہے: عدل کرنے والا، اور جب یہ لفظ ثلاثی مجرد سے ہو تو اس کا اسم فاعل ہوگا ''القاسِط'' اور اس کا معنی ہے ظالم۔

الاسماعیلی نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے: ''القِسط'' ''المُقسِط'' کا مصدر ہے، ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ المُقسِط کا مصدر الِاقساط ہے، جب کوئی شخص عدل کرے تو کہا جاتا ہے ''اَقسَطَ''، اور جب کوئی شخص ظلم کرے تو کہا جاتا ہے ''قَسَطَ''۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۵۶۳۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اشکاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن فُضیل نے حدیث بیان کی از عمارہ بن القعقاع از ابوزرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دو کلمے (دو لفظ) رحمٰن کو محبوب ہیں اور زبان پر پڑھنے میں ہلکے ہیں اور میزان میں بھاری ہیں: ''سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ''۔

(صحیح البخاری: ۶۴۰۶، ۶۶۸۲، ۷۵۶۳، صحیح مسلم: ۲۶۹۴، سنن ترمذی: ۳۴۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۸۰۶، مسند احمد: ۷۱۲۷)

صحیح البخاری: ۷۵۶۳، کی شرح از علامہ عینی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''کلمتان'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے دو کلمے، اس سے مراد ہیں دو کلام، کلام کے اوپر کلمہ کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کلمۃ الشہادۃ۔

''حبیبتان'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے ''دو کلمے رحمٰن کے نزدیک حبیب ہیں'' یعنی محبوب ہیں اور حبیب کا لفظ فعیل کے وزن پر ہے اور یہ محبوب کے معنی میں ہے فاعل کے معنی میں نہیں ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ ان دو کلموں کے پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے، اور اللہ تعالیٰ کی بندہ سے محبت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف خیر پہنچانے کا ارادہ فرماتا ہے اور اس کی تکریم کرتا ہے۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ ''حبیبتان'' میں تاء لانے کی کیا ضرورت ہے جب کہ فعیل کا وزن جب مفعول کے معنی میں ہو تو اس میں مذکر اور مؤنث برابر ہوتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے: جب فعیل کا وزن مفعول کے معنی میں ہو تو وہ مذکر اور مونث میں برابر ہوتے ہیں لیکن یہ برابر ہونا واجب نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تاء، تانیث کی نہیں ہے بلکہ وصفیت سے اسمیت کی طرف منتقل کرنے کے لیے ہے۔

تاء کی آٹھ قسمیں

میں کہتا ہوں: یہاں پر تاء، تانیث کی نہیں ہے بلکہ تاء کی کئی اقسام ہیں:

(۱) وحدت کی تاء: جیسے تمرۃٌ ایک کھجور، یا دُرّۃٌ ایک موتی۔

(۲) مصدریت کی تاء: جیسے فاعلیت اور مفعولیت کی تاء، یعنی کسی لفظ کا فاعل یا مفعول بنانا۔

(۳) مبالغہ کی تاء: جیسے علّامۃ کیونکہ اس لفظ میں علّامہ سے زیادہ مبالغہ ہے۔

(۴) عوض کی تاء: جیسے عِدۃٌ، یہ لفظ اصل میں وِعدتھا، واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض میں آخر میں تاء لے آئے۔ اسی طرح زِنۃٌ۔

(۵) زائدہ: جیسے حجارۃ، جمع کا وزن حجار ہے، اور یہ تاء زائدہ ہے۔ اور اسی طرح ملائکۃٌ، اس میں بھی تاء زائدہ ہے۔

(۶) تذکیر کی تاء: جیسے ثلاثۃ رجال، اور جیسے قرآن کی درج ذیل آیت ہے:

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا۔ (الحاقۃ:۷)

رِجال اور ایام کے لفظ مذکر ہیں اور ان کا ممیز ثلاثۃ اور ثمانیۃ ہے، سو یہ تاء، تانیث کی نہیں ہے بلکہ تذکیر کی ہے۔

(۷) تانیث کی تاء: جیسے ضاربۃ، قائمۃ۔

(۸) اسمیت کی تاء: یعنی کسی وصف کو اسم بنانے کے لیے آخر میں تاء لگا دیتے ہیں جیسے کافیۃ، شافیۃ۔

اسی طرح یہاں بھی حبیبتان کے اندر تاء، اسمیت کی ہے یعنی حبیب کا لفظ جو کہ وصف تھا اس کے آخر میں تاء لگا کر اس کو اسم بنا دیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لفظِ رحمٰن کی خصوصیت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے ''الی الرحمٰن'' یعنی سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم، یہ دو کلمے رحمٰن کو محبوب ہیں۔
اس پر یہ سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ''رحمٰن'' کو یہاں پر ذکر کرنے کی کیا خصوصیت ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر مقصود اللہ تعالیٰ کی بندوں پر رحمت کی وسعت کو بیان کرنا ہے کہ وہ کم کام کے اوپر زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے۔

لفظ ''سبحان'' کی تحقیق

نیز اس حدیث میں مذکور ہے ''سبحان اللہ''، لفظِ سبحان اللہ تسبیح کا عَلَم ہے جیسے عثمان مرد کا علم ہے۔ اور عَلَم کی دو قسمیں ہیں، ایک عَلَمِ شخصی اور ایک عَلَم جنسی۔ اور کبھی یہ عین کے لیے ہوتا ہے اور کبھی معنی کے لیے ہوتا ہے، پس یہ عَلَمِ جنسی ہے جو معنی کے لیے ہے۔
اب یہاں یہ سوال ہے کہ آپ نے بتایا کہ سبحان عَلَم ہے، اور یہ لفظ واجب الاضافۃ ہے، اور یہاں بھی اس کی اضافت لفظِ اللہ کی طرف ہے، اور علم مضاف نہیں ہوتا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ عَلَم کو نکرہ کر دیا جائے تو پھر اس کی اضافت جائز ہے۔
نیز اس حدیث میں لفظ سبحان کا دو مرتبہ ذکر ہے ''سبحان اللہ العظیم'' اور ''سبحان اللہ وبحمدہٖ''، اور اس تکرار کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علی الاطلاق نقائص سے منزہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کی یہ تسبیح اس کی حمد کے ساتھ مقارن ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ سلبیہ کا بھی ذکر ہو اور صفتِ ایجابیہ کا بھی ذکر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا نقائص سے بری ہونا صفتِ سلبیہ ہے اور اس کا حمد کے ساتھ مقارن ہونا صفتِ ایجابیہ ہے۔ اور حمد صفتِ کمال پر ہوتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ مطلقاً صفاتِ کمالیہ کا جامع ہے اور مطلقاً نقائص سے بری ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۷۵۶۳، کی شرح از علامہ ابن بطال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بنو آدم کے اعمال کے وزن کی توجیہ

المعتزلہ اعمال کے وزن کا انکار کرتے ہیں اور میزان کا بھی انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اعمال کے وزن کرنے کی کیا ضرورت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اور اہل سنت وجماعت یہ کہتے ہیں کہ میزان پر ایمان لانا واجب ہے اور اس پر کہ بندوں کے اعمال قیامت کے دن وزن کیے جائیں گے۔
علامہ المہلب نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ موازین کو رکھے گا تا کہ بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے اور بندوں کو ان کے اعمال دکھائے گا اور وہ اعمال تمام عمل کرنے والوں کی آنکھوں کے سامنے مثالی صورت میں ہوں گے تا کہ تمام لوگ اپنے اوپر یہ شہادت دیں کہ انہوں نے یہ اعمال کیے ہیں اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بہت سارے اعمال کا علم نہیں ہوتا، سو اللہ تعالیٰ تمام اعمال کا وزن کر کے دکھائے گا اور اپنے عدل پر برہان قائم فرمائے گا اور یہ واضح فرمائے گا کہ اللہ تعالیٰ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم نہیں فرماتا۔ (شرح ابن بطال علیٰ صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۵۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

صحیح البخاری: ۷۵۶۳، کی شرح از علامہ ابن ملقن

علامہ ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے آخر میں ''سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم'' پر مشتمل حدیث کو ذکر کرنے کی توجیہات

(۱) اگر مجلس کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی جائے تو اس مجلس میں کیے ہوئے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، سو امام بخاری نے بھی آخر میں اس حدیث کی روایت کی کہ اگر صحیح البخاری کی تصنیف میں ان سے کوئی فروگزاشت ہوگئی ہے تو اس کا کفارہ ہو جائے، حدیث میں ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: چند کلمات ایسے ہیں کہ جو شخص بھی اپنی مجلس سے اٹھتے وقت ان کلمات کو تین مرتبہ پڑھے گا تو وہ کلمات اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں گے اور جو شخص کسی نیک مجلس میں یا ذکر کی مجلس میں ان کلمات کو پڑھے گا تو ان کلمات سے اس کی مجلس پر مہر لگا دی جائے گی جیسا کہ صحیفہ کو ختم کر کے مہر لگائی جاتی ہے، وہ کلمات یہ ہیں: ''سبحانك اللهم وبحمدك لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك''۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۵۷)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی حدیث کی مثل روایت کی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۵۸، سنن ترمذی: ۳۴۳۳)

حضرت ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آخر میں کسی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو آپ پڑھتے: ''سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك''، ایک مرد نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ جو یہ کلمات پڑھ رہے ہیں اس سے پہلے نہیں پڑھتے تھے، آپ نے فرمایا کہ مجلس میں جو گناہ ہو جائیں یہ کلمات ان کا کفارہ ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۵۹)

(۲) امام بخاری نے صحیح البخاری میں پہلی حدیث روایت کی ہے ''انما الاعمال بالنیات'' اس روایت میں امام بخاری نے ادب کو ملحوظ رکھا کہ انہوں نے اخلاص کے ساتھ اس کتاب کی تالیف کی ہے اور آخری حدیث روایت کی ہے ''سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم'' تا کہ اخیر میں دل سے پچھلے خیالات منقطع ہو جائیں اور آخرت کی طرف دل بالکلیہ متوجہ ہو جائے۔

(۳) (میں کہتا ہوں: حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' بھی سنداً غریب ہے اور حدیث ''سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم'' بھی سنداً غریب ہے، اس سے امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ''بدأ الاسلام غریبا وسیعود فی الغرباء''۔ (سعیدی غفرلہٗ)

''الاعمال بالنیات'' کا تعلق دنیا میں عمل کرنے کے ساتھ ہے اور اعمال کا وزن کیا جانا قیامت کے ساتھ خاص ہے، اور دنیا آخرت پر مقدم ہے اس لیے جس حدیث کا تعلق دنیا میں عمل کے ساتھ تھا اس کے ساتھ صحیح البخاری کی ابتداء کی اور جس حدیث کا تعلق آخرت کے اجر کے ساتھ تھا اس پر صحیح البخاری کو ختم کیا کیونکہ دنیا آخرت پر مقدم ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے متعلق دیگر احادیث

امام دیلمی نے از وہب بن منبہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ جو بندہ بھی ''سبحان اللہ وبحمدہ'' کہتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ نے سچ بولا اور میں سبحان ہوں اور میری حمد ہے۔ اگر اس نے سوال کیا تو میں اس کے سوال کے مطابق عطا فرماؤں گا، اور اگر وہ خاموش رہا تو میں اس کی اتنی مغفرت فرماؤں گا جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ (کنز العمال: ۲۰۲۹)

امام طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ کی صلوٰۃ التسبیح ہے۔ پس آسمانِ دنیا کے فرشتے سجدہ میں قیامت تک کہتے رہیں گے ''سبحان ذی الملك والملكوت'' اور دوسرے آسمان کے فرشتے حالتِ قیام میں قیامت تک کہتے رہیں گے ''سبحان ذی العزة والجبروت'' اور تیسرے آسمان کے فرشتے حالتِ قیام میں قیامت تک کہتے رہیں گے ''سبحان الحی الذی لا یموت''۔ (تفسیر الطبری: ۶۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ'' (الکہف: ۴۶) کی تفسیر میں کہا: ''سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر''۔ (تفسیر الطبری: ۲۳۰۹۴)

اگر تم سوال کرو کہ بار بار سبحان اللہ اور الحمد للہ کی تکرار کا کوئی قائم مقام ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے اور میں چار ہزار گٹھلیوں پر تسبیح پڑھ رہی تھی تو آپ نے فرمایا: میں تمہارے سامنے ایک کلمہ پڑھوں جو تمہاری تسبیح سے افضل ہو، میں نے پوچھا: وہ کونسا کلمہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ عدد ما خلق''۔

(سنن ترمذی: ۳۵۵۴، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۴ ص ۷۴، المعجم الاوسط ج ۸ ص ۲۳۶، رقم: ۸۵۰۴، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۴۷)

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے، وہ اپنی جائے نماز پر صبح کے وقت اللہ کا ذکر کر رہی تھیں اور اللہ کی تسبیح کر رہی تھیں، پس آپ اپنے کام سے چلے گئے، پھر دن چڑھنے کے بعد واپس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا: تم جب سے اسی جگہ بیٹھی تسبیح پڑھ رہی ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایسے کلمات پڑھے ہیں کہ اگر ان کو تمہارے پڑھے ہوئے کلمات کے ساتھ وزن کیا جائے تو وہ راجح ہوں گے، وہ کلمات یہ ہیں: ''سبحان اللہ عدد ما خلق، سبحان اللہ رضا نفسه، سبحان اللہ زنة عرشه، سبحان اللہ مداد کلماته، والحمد للہ مثل ذٰلك''۔ (صحیح مسلم: ۲۷۲۶، کتاب الذکر والدعاء، باب التسبیح اول النہار وعند النوم)

''سبحان اللہ وبحمدہ'' سے تمام گناہوں کا معاف ہونا آیا صرف متقین کے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لیے

بعض علماء نے کہا ہے کہ تسبیح پڑھنے کے یہ فضائل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں کہ جس نے ''سبحان اللہ وبحمدہ'' ایک سو مرتبہ کہا تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کی مثل ہوں، یہ بشارت ان لوگوں کے لیے ہے جو دین میں بزرگ ہیں اور کاملین ہیں اور بڑے بڑے جرائم سے پاک ہیں اور یہ نہ گمان کیا جائے کہ جس نے یہ تسبیح پڑھی اور اپنی

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شہوات پر اصرار کیا اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی بے حرمتی کرتا رہا تو وہ بھی سابقین مطہرین کے ساتھ لاحق ہو جائے گا اور ان کے مرتبہ کو پالے گا خواہ اس میں نہ تقویٰ ہو نہ اخلاص ہو اور نہ اعمالِ صالحہ ہوں۔ اور وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہو اور اللہ کے دین پر عمل کرنے کے بجائے اپنی خواہشات پر عمل کرتا ہو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ ص ۳۶۴۔۳۶۶ ملخصا وملتقطا، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۹ھ)

اس قول پر مصنف کا تعاقب

میں کہتا ہوں کہ جو کاملین اور متقین ہیں ان کے کب اتنے گناہ ہوتے ہیں جو سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں۔ سو جب کاملین سو مرتبہ اس تسبیح کو پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے بے حد و بے حساب درجات کو بڑھا دے گا۔ باقی رہا یہ کہ اگر چور اور ڈاکو اور قاتل اور زانی بھی سو مرتبہ یہ تسبیح پڑھ لیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بھی معاف فرما دے گا تو بھائی اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے، اگر اللہ تعالیٰ مرتکبین کبائر کے گناہ کو بھی معاف فرما دے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت ہے، آپ کو اس سے کیا تکلیف ہے؟

نیز یہ درست ہے کہ سو مرتبہ یہ تسبیح پڑھنے سے بندہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں، لیکن سو مرتبہ یہ تسبیح پڑھنے کی توفیق ہر ایک کو نہیں ہوتی۔ جو قاتل، زانی اور شدید مرتکبِ کبیرہ ہوں، ان کو یہ توفیق ہی نہیں ہوتی کہ وہ سو مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں۔ اب جیسے سننِ نسائی میں یہ حدیث ہے کہ جو فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے، اس کے اور جنت کے درمیان صرف موت حائل ہوتی ہے یعنی وہ مرتے ہی جنت میں چلا جائے گا، تو اگر مرتکبِ کبیرہ یہ پڑھے تو وہ بھی مرتے ہی جنت میں چلا جائے گا، لیکن ہر ایک کو یہ توفیق نہیں ہوتی۔ جو مرتکبِ کبیرہ ہوں انہیں کہاں نماز پڑھنے کی توفیق ہوتی ہے، چہ جائیکہ فرض نماز کے بعد متصلاً وہ آیت الکرسی بھی پڑھیں۔ لیکن اگر بالفرض وہ پڑھ لیں تو ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تنگ نہیں کرتے، "ان رحمتی وسعت کل شیء" اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے اور بڑے سے بڑا گناہِ کبیرہ کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ (الزمر: ۵۳)

آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا، بے شک وہی بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا دامن تھام کر دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ میرے اور میرے تمام قارئین کے گناہوں کو معاف فرمائے۔ آمین یا رب العلمین۔

صحیح البخاری: ۷۵۶۳، کی شرح از حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تسبیح اور تہلیل کی احادیث کا موازنہ

صحیح البخاری: ۶۴۰۳ میں مذکور ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو مرتبہ کہا "لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر" تو یہ اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے، اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور وہ شخص اس دن شام تک شیطان سے حفاظت میں رہے گا۔۔ الحدیث۔

اور صحیح البخاری: ۶۴۰۵ میں مذکور ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو مرتبہ "سبحان اللہ وبحمدہ" کہا، اس کے تمام گناہ مٹا دیئے جائیں گے خواہ وہ گناہ سمندر کے جھاگ کی مثل ہوں۔

بہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تسبیح پڑھنے کا ثواب "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھنے سے زیادہ ہے، کیونکہ سمندر کے جھاگ کا عدد سو نیکیوں سے کئی گنا زیادہ ہے، لیکن "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔۔۔ الحدیث" پڑھنے کے متعلق حدیث میں ہے کہ جس نے ایک دن میں سو مرتبہ یہ پڑھا تو یہ اس کی مثل ہے جس نے دس غلام آزاد کیے۔ اور غلام آزاد کرنے کا اجر بہت بڑا ہے۔ حدیث میں ہے: جس نے اللہ کے لیے غلام کو آزاد کیا تو اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں اس شخص کے عضو کو دوزخ سے آزاد کر دیا جائے گا، تو اس سے معلوم ہوا کہ جس کو غلام آزاد کرنے کا اجر ہو گا اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔ اور اس کے اندر یہ بھی ہے کہ اس کے سو درجے بڑھا دیے جائیں گے۔

اور اس کی تائید دوسری احادیث سے ہوتی ہے کہ افضل الذکر "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھنا ہے، اور یہ اس لیے افضل ہے کہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اللہ کا اسمِ اعظم ہے۔ اور اس سے پہلے تسبیح کی شرح میں یہ گزر چکا ہے کہ تسبیح پڑھنے سے ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ اور یہ "لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر" کے ضمن میں داخل ہے۔

نیز امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سب سے افضل ذکر "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھنا ہے۔

بہ ظاہر اس کے معارض یہ حدیث ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کلام کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کلام "سبحان اللہ وبحمدہٖ" ہے، اور ایک روایت میں ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ کون سا کلام سب سے افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ کلام سب سے پسندیدہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لیے پسند فرما لیا ہے اور وہ کلام ہے "سبحان اللہ وبحمدہٖ"۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ "سبحان اللہ وبحمدہٖ" ان چار کلمات کا اختصار ہو اور وہ یہ ہیں: "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر"۔

سبحان اللہ، میں ان چیزوں سے تنزیہہ ہے جو اللہ عزوجل کی شان کے لائق نہیں ہیں اور اس کی صفات کی نقائص سے تقدیس

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے تو اس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا معنی مندرج ہو جاتا ہے۔ اور "بحمدہٖ" الحمد للہ کے معنی میں صریح ہے اور یہ اللہ اکبر کے معنی کو شامل ہے۔

اس تمام بحث کے باوجود یہ لازم نہیں آتا کہ سبحان اللہ کہنا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے سے افضل ہے، کیونکہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں توحید کی تصریح ہے اور تسبیح توحید کو متضمن ہے۔

امام مسلم نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام چار ہیں، تم ان میں سے جس سے بھی ابتداء کرو گے تو اس میں کوئی ضرر نہیں ہے: "سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر۔"

کیونکہ ان تمام کلمات کا حاصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور تنزیہہ ہے، اور جس نے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کی، اس نے اس کی تعظیم کی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کی، اس لیے علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب ان اذکار کے متعلق مطلقاً کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب سے زیادہ محبوب اذکار ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ اذکار اور ان کی مثل جو دوسرے اذکار ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حدیث میں وارد ہے "افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ"، اس سے مراد ہے جب بندہ ذکر کرے تو سب سے افضل ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے ورنہ مطلقاً قرآن افضل الذکر ہے۔

اور علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کلام سے مراد کلام بشر ہے، کیونکہ "سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر" میں پہلے تین کا ذکر تو قرآن مجید میں ہے اور چوتھے کا ذکر یعنی "اللہ اکبر" قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اور جو قرآن مجید میں نہ ہو وہ اس سے افضل نہیں ہوگا جو قرآن مجید میں ہے۔

امام طبری نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب مرد نے کہا "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" تو یہ کلمۃ الاخلاص ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی عمل کو قبول نہیں فرماتا۔ اور جب اس نے کہا "الحمد للہ" تو یہ کلمۃ الشکر ہے اور بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہیں ہوتا جب تک کہ الحمد للہ کہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے کہا "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اسے چاہیے کہ وہ اس کے بعد الحمد للہ بھی کہے۔

امام نسائی نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! مجھے ایسی چیز کی تعلیم عطا فرما جس سے میں تجھے یاد کروں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیں: "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" الحدیث۔ اور اس حدیث میں ہے کہ اگر سات آسمانوں کو اور جو کچھ ان میں ہے اور سات زمینوں کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو وہ پلڑا راجح ہوگا جس میں "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" ہے۔ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" سے ذکر کرنا الحمد للہ سے ذکر کرنے پر راجح ہے۔

اور اس کے معارض حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الحمد للہ" میزان کو بھر لیتی ہے، کیونکہ بھرنا مساوات پر دلالت کرتا ہے اور راجح ہونا زیادہ ہونے میں صریح ہے۔ پس "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا ذکر اولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۵۱۔ ۴۵۲، فتح الباری ج ۸ ص ۶۴۸۔ ۶۴۹، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صحیح البخاری کی احادیث کا اختتام

صحیح البخاری کی کتاب التوحید میں دوسو پینتالیس (۲۴۵) احادیث روایت کی گئی ہیں، ان میں سے پچپن (۵۵) تعلیقات اور متابعات ہیں اوران کے علاوہ باقی احادیث موصولہ ہیں، اور کتاب التوحید میں اکثر مکررات ہیں اور خالص احادیث گیارہ (۱۱) ہیں۔

''نِعمُ الباری'' کی سولہویں (۱۶) جلد کی تکمیل

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين!!

سبحانك اللهم وبحمدك لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك، لا اله الا الله العظيم الحليم، لا اله الا الله رب العرش العظيم، لا اله الا الله رب السموٰت ورب الارض ورب العرش الكريم، لا اله الا الله الحليم الكريم، سبحان الله رب العرش العظيم، الحمد لله رب العالمين، اسالك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والسلامة من كل اثم والغنيمة من كل بر لا تدع لي ذنبا الا غفرته ولا حاجة هي لك رضا الا قضيتها يا ارحم الراحمين، اللهم رحمتك ارجو فلا تكلني الى نفسي طرفة عين واصلح لي شاني كله لا اله الا انت!!!

آج یکم رجب ۱۴۳۵ھ/ یکم مئی 2014ء بروز جمعرات ''نعم الباری شرح صحیح البخاری'' کی سولہویں اور آخری جلد مکمل ہوگئی۔ اس سولہویں جلد میں چارسو ستائیس (۴۲۷) احادیث کی شرح آ گئی ہے، اس جلد کی ابتداء ۱۲ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ/ 16 دسمبر 2013ء بروز پیر کو ہوئی تھی، اس جلد کی تکمیل میں چار ماہ پندرہ دن کا عرصہ صرف ہوا۔

مکمل صحیح البخاری کی شرح کی تکمیل تقریباً 8 سال 3 ماہ اور 13 دن میں ہوئی، اس کی ابتداء نعمۃ الباری کے نام سے 18 جنوری 2006ء میں ہوئی اور اس کی تکمیل یکم مئی 2014ء کو ہوئی، نعمۃ الباری کی سات (۷) جلدیں ہیں جو فرید بک اسٹال لاہور نے طبع کی ہیں اور نعم الباری کی نو (۹) جلدیں ہیں جن کو ضیاء القرآن پبلی کیشنز نے طبع کی ہیں۔

سولہویں جلد کی کمپوزنگ حافظ محمد جمشید ہاشمی سلمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور اس کی پروف ریڈنگ محترم حافظ محمد اکرم ساجد زید علمہٗ فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف، لیکچرر شعبہ عربی گورنمنٹ دیال سنگھ کالج لاہور، اور میرے محب اور مکرم دوست سید عمیر الحسن البرنی زید حبہٗ نے کی ہے، ان دونوں حضرات نے نہایت اخلاص اور محنت اور عرق ریزی سے اس پورے مسودہ کو پڑھا اور اغلاط کی نشاندہی کی اور ان کی تصحیح کرائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ ان شاء اللہ طبع ہونے کے بعد اس جلد میں کمپوزنگ کی کوئی غلطی باقی نہیں رہے گی، رہا یہ کہ اس کی تصنیف اور تالیف میں مجھ سے جو فروگزاشت اور کوتاہیاں ہوئی ہیں سو میں ان کا اعتراف کرتا ہوں اور قارئین کرام سے امید کرتا ہوں کہ وہ مجھے ان کوتاہیوں پر مطلع فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری لغزشوں کو معاف فرمائے، اس شرح میں جو حسن اور کمال ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا اور فیضان سے ہے اور جو اس میں قبح اور نقص ہے وہ میرے مطالعہ کی کمی اور نظر واستدلال میں خامی کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے اور نعم الباری کی تمام مجلدات کو اپنی بارگاہِ الٰہیہ میں مشکور اور مسعود فرمائے اور موافقین کے لیے اس کتاب کو موجب استقامت بنائے اور مخالفین اور منکرین کے لیے سبب ہدایت بنائے۔ وما ذالك على الله بعزيز

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''نعمۃ الباری'' اور ''نِعم الباری'' کا اجمالی ذکر

صحیح البخاری کی شرح پہلے ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' کے نام سے کی گئی تھی، بعدازاں کسی حکمت اور مصلحت کی بناء پر میں نے اس شرح کا نام ''نِعم الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھ دیا نعمۃ الباری کے نام سے اس شرح کا آغاز ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ/ ۱۸ جنوری ۲۰۰۶ء بروز جمعہ کو ہوا اور اس کی سات جلدیں اسی نام سے شائع ہوتی رہیں، پھر میں نے ۵ شوال ۱۴۳۱ھ / ۱۵ ستمبر ۲۰۱۰ء بروز بدھ کو اس شرح کی آٹھویں جلد کی ابتداء کی جو ''نِعم الباری فی شرح صحیح البخاری'' کے نام سے شائع ہوئی اور سولہویں جلد تک اسی نام سے یہ شرح شائع ہوئی ہے اور صحیح البخاری کی شرح جو پہلے نعمۃ الباری اور پھر نِعم الباری کے نام سے شائع ہوئی ان دونوں شرحوں کی تکمیل میں ۸ سال اور ۳ ماہ صرف ہوئے، اور اس مدت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسّل اور تصدق سے اس ناتواں اور عاجز بندہ کے ہاتھوں اس شرح کو مکمل کرا دیا اور میں نے گونا گوں بیماریوں اور تکلیفوں اور سختیوں کو برداشت کرتے ہوئے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کام کو جاری رکھا، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری نہ صرف اس شرح کو بلکہ میری تمام تصانیف کو قیامت تک باقی رکھے گا اور امتِ مسلمہ کو ان سے فیضیاب فرماتا رہے گا اور میری ان تصانیف کو اپنی عظیم بارگاہ اور حضرتِ رسالت پناہ کے حضور شرفِ قبول عطا فرمائے گا، صحیح البخاری کی شرح کی تکمیل کے بعد میرا عزم ہے کہ میں تبیان القرآن کی طرز پر ایک مختصر تفسیر لکھوں جس کا نام میں نے ''تبیان الفرقان'' تجویز کیا ہے، اس تفسیر کے مندرجات کے متعلق میں الگ عنوان کے تحت تحریر کروں گا، اللہ تعالیٰ سے میں دعا کرتا ہوں اور قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی میرے ساتھ اس دعا میں شریک ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح میری باقی تصانیف کو اپنے فضل و کرم سے تکمیل تک پہنچایا اور امتِ مسلمہ کو ان کے فیوضات سے بہرہ مند فرمایا، اسی طرح میری آئندہ تفسیر تبیان الفرقان کو بھی اللہ تعالیٰ مکمل فرما دے اور اس سے بھی تمام اہلِ علم اور محبین کو نفع پہنچائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبك سیدالمرسلین علیه وعلی آله صلوات الله وتسلیماته دائما ابدا۔

صحیح البخاری کی شروحات پر ایک اجمالی نظر

نعمۃ الباری اور نِعَم الباری کی تصنیف کے دوران صحیح البخاری کی حسبِ ذیل شروح میرے پیش نظر رہی ہیں:

(۱) ''اعلام السنن'' از علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی التوفی ۳۸۸ھ۔

(۲) ''شرح صحیح البخاری'' از علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی التوفی ۴۴۹ھ۔

(۳) ''کشف المشکل علی صحیح البخاری'' از علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی التوفی ۵۹۷ھ۔

(۴) ''فتح الباری'' از علامہ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۳۶ھ۔

(۵) ''تحقیق الکواکب الدراری'' از علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ۔

(۶) ''التوضیح لشرح الجامع الصحیح'' از علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ۔

(۷) ''مصابیح الجامع'' از قاضی بدرالدین الدمامینی المالکی التوفی ۸۲۷ھ۔

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۸) ''فتح الباری'' از حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ۔
(۹) ''عمدۃ القاری'' از حافظ بدرالدین محمد بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ۔
(۱۰) ''ارشاد الساری'' از علامہ احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ۔
(۱۱) ''التوشیح علی الجامع الصحیح'' از حافظ جلال الدین السیوطی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ۔
(۱۲) ''عون الباری لحل ادلۃ صحیح البخاری'' از شیخ ابوالطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی (غیر مقلد) المتوفی ۱۳۰۷ھ۔
(۱۳) ''الفجر الساطع علی الصحیح الجامع'' از امام محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۹۸ھ۔
(۱۴) ''شرح صحیح البخاری'' از شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی المتوفی ۱۴۲۱ھ۔

ان شروحات کے علاوہ میں دیگر کتب حدیث کی شروح سے بھی استفادہ کرتا رہا ہوں۔

علامہ ابن بطال مالکی کی شرح پر تبصرہ

صحیح البخاری کی جن شروح کا میں مطالعہ کرتا رہا ہوں ان میں سب سے منفرد اور مرتجل شرح علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی ہے، اس شرح میں علامہ ابن بطال نے تمام فقہی مذاہب اور ان کے دلائل بیان کیے ہیں اور زیادہ تر فقہ مالکی کو ترجیح دی ہے، بعد میں جتنی شروحات آئیں ان میں سے کوئی شرح بھی علامہ ابن بطال کی شرح سے مستغنی نہیں رہی اور تمام شارحین نے ان کی شرح کو نقل کیا ہے اور اس سے استفادہ کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری پر تبصرہ

اس کے بعد قابل ذکر شرح حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی فتح الباری ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی کا بہت وسیع مطالعہ تھا اور بے شمار کتب حدیث سے انہوں نے احادیث نقل کی ہیں، تاہم وہ کسی حدیث کو مکمل نہیں بیان کرتے شروع کے چند اجزاء بیان کرنے کے بعد حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور کسی حدیث کا ایسا حوالہ نہیں دیتے جس سے اس حدیث کی نشاندہی ہو جائے اور قاری اس کو کتب حدیث سے آسانی کے ساتھ تلاش کر سکے، نیز حافظ ابن حجر عسقلانی اکثر بھول جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی شرح میں نے فلاں باب میں کی ہے اور اس باب میں اس حدیث کو تلاش کرو تو پھر کسی اور باب کا حوالہ دیتے ہیں، پھر اس باب میں جاؤ تو کسی اور باب کا حوالہ دیتے ہیں اور جب اس باب میں جاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم اس حدیث کی شرح پچھلے ابواب میں کر چکے ہیں، اس کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت بہت مغلق اور منتشر ہے آدمی ان کی شرح کے تین چار صفحات کا مطالعہ کرے تو بمشکل ایک دو کام کی باتیں حاصل کر سکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی المذہب ہیں اور جس حدیث سے فقہ شافعی کی تائید ہوتی ہے اس حدیث کی تائید میں بہ کثرت احادیث پیش کرتے ہیں اور فقہ شافعی کے ثبوت میں بہت دلائل فراہم کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا جہاں موقع ملے خوب رد کرتے ہیں۔

علامہ عینی حنفی کی عمدۃ القاری پر تبصرہ

علامہ عینی کی شرح عمدۃ القاری کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری کی نقل ہے اور یہ شہرت کچھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایسی غلط بھی نہیں ہے لیکن علامہ عینی کی عبارت بہت شستہ اور بہت سلجھی ہوئی ہوتی ہے اس میں اغلاق نہیں ہوتا، علامہ عینی فقہ حنفی کے وکیل ہیں اور جہاں حافظ ابن حجر عسقلانی یا کوئی اور شارح امام ابوحنیفہ پر کوئی طعن کرتا ہے تو علامہ عینی دلائل کے ساتھ اس کا رد کرتے ہیں اور فقہ حنفی کے ثبوت میں کثیر شہادات پیش کرتے ہیں، اس کے باوجود کہیں کہیں ان کا لہجہ سخت بھی ہو جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ کی محبت میں وہ ان کے مخالفین کے خلاف جلال میں آ جاتے ہیں۔

علامہ ابن الملقن کی ''التوضیح لشرح الجامع الصحیح'' پر تبصرہ

علامہ ابن الملقن کی شرح بہت مبسوط ہے لیکن اس میں ان کی اپنی تحقیق کم ہوتی ہے علامہ ابن بطال کی شرح کو وہ من وعن نقل کر دیتے ہیں۔

علامہ کورانی کی ''الکوثر الجاری'' پر تبصرہ

یہ نہایت مختصر شرح ہے اور اس میں طویل ابحاث نہیں ہیں لیکن چند جملوں میں وہ کام کی باتیں لکھ دیتے ہیں اور یہ شرح کافی نکات آفریں ہے۔

علامہ قسطلانی کی ''ارشاد الساری'' پر تبصرہ

علامہ قسطلانی کی یہ شرح دراصل حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری کا خلاصہ ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی طول طویل عبارات میں جو کچھ لکھتے ہیں علامہ قسطلانی اس کا خلاصہ چند سطروں میں لکھ دیتے ہیں اور چونکہ علامہ قسطلانی شافعی المذہب ہیں اس لیے وہ فقہ شافعی کو ترجیح دیتے ہیں۔

شیخ ابن عثیمین حنبلی نجدی کی ''شرح صحیح البخاری'' پر تبصرہ

شیخ ابن عثیمین نجدی عقائد کے حامل ہیں اور شیخ ابن تیمیہ کے افکار کے پیروکار ہیں اور زیادہ تر شیخ ابن تیمیہ کے نظریات کو پیش کرتے ہیں اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد کے حامل ہیں اور صوفیاء کرام اور اہل سنت و جماعت کے نظریات کا اپنے طور پر تفصیل سے رد کرتے ہیں، ہم نے اپنی شرح میں ایسے مقامات پر شیخ ابن عثیمین کا بہت زیادہ تعاقب کیا ہے۔

''تبیان الفرقان''

میں نے سب سے پہلے شرح صحیح مسلم لکھی جو سات جلدوں میں چھپی ہوئی ہے، اس کے بعد بارہ جلدوں پر مشتمل قرآن مجید کی تفسیر تبیان القرآن لکھی، یہ بہت مبسوط تفسیر ہے، اس تفسیر میں اہل سنت و جماعت کے عقائد پر مستحکم دلائل ہیں، فقہ حنفی کے ثبوت میں مضبوط براہین ہیں اور قرآن مجید کی تفسیر کے نکات ہیں، میں نے اس تفسیر میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی خود کیا ہے اور اس کا نام ''نور القرآن'' رکھا ہے اور اب ''انوار تبیان القرآن'' کے نام سے کچھ عرصہ قبل میرا ترجمہ اور حاشیہ پر تفسیر تبیان القرآن کا خلاصہ چھپ چکا ہے۔

تاہم بہت سارے احباب یہ کہتے تھے کہ تبیان القرآن بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور عام قاری کے لیے اس کتاب کو خریدنا اور پھر اس کا مطالعہ کرنا بہت مشکل ہے اس لیے ضروری ہے کہ تبیان القرآن کے جامع مضامین پر مشتمل ایک مختصر تفسیر لکھ دی جائے اور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ کتاب زیادہ سے زیادہ چھ یا سات جلدوں پر مشتمل ہو، اس ضرورت کے پیش نظر صحیح البخاری کی شرح سے فارغ ہونے کے بعد میں نے عزم کیا کہ میں قرآنِ مجید کی ایک مختصر تفسیر لکھوں جس میں نہ صرف یہ کہ تبیان القرآن کے مضامین مختصر طور پر ہوں بلکہ اس سے زیادہ مضامین کا اضافہ بھی ہو اور اس تفسیر میں بعض آزاد خیال مفسرین کی تفسیروں پر تبصرہ بھی ہو، اور جب سے امام ابومنصور الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ کی تفسیر ''تاویلات اہل السنۃ'' طبع ہو کر میرے پاس پہنچی تو میری شدید خواہش تھی کہ میں اپنی تفسیر میں اس سے استفادہ کروں کیونکہ میں تبیان القرآن میں امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ کی ''تفسیر کبیر'' سے اکتسابِ فیض کر رہا تھا جب کہ امام رازی شافعی المذہب ہیں اور امام ماتریدی حنفی المذہب ہیں اور امام ماتریدی کی تفسیر سے استفادہ نہ صرف میرے لیے زیادہ باعثِ سعادت ہوگا بلکہ ہمارے قارئین کو بھی اس سے فقہ حنفی کی حقانیت پر مزید بہ افراط مضبوط دلائل حاصل ہوں گے، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے امام ماتریدی کی تفسیر سے اکتسابِ فیض کا موقع مہیا کیا، سو میں نے چاہا کہ اس مختصر تفسیر کا نام ''تبیان الفرقان'' رکھوں اور اس کا ترجمہ بھی میں دوبارہ از خود کر رہا ہوں اور کوشش یہ ہے کہ تبیان الفرقان میں قرآن مجید کا ترجمہ تبیان القرآن میں مذکور ترجمہ سے زیادہ آسان اور زیادہ سہل ہو اور اس ترجمہ کا نام میں نے ''نور الفرقان'' تجویز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے تبیان الفرقان کو لکھنے اور مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے تاکہ زیادہ سے زیادہ قارئین اس سے استفادہ کرسکیں، اللہ تعالیٰ میرے اس عزم کو پورا فرمائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

حضرت حفیظ البرکات شاہ صاحب کے لیے کلماتِ تشکر

مفتی اعظم پاکستان علامہ منیب الرحمٰن دامت الطافہم العالیہ نے مارچ ۲۰۱۰ء میں حضرت صاحبزادہ حفیظ البرکات حفظہ اللہ سے میرا تعارف کرایا، میں اس وقت فرید بک اسٹال کی ست رفتاری سے بہت بیزار تھا، وہ ایک جلد کے چھاپنے میں دو سے تین سال لگا دیتے تھے اور میں سوچتا تھا کہ میری عمرِ مستعار میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں اس ست رفتاری کے ساتھ کوئی وقیع کام کرسکوں، تب حضرت صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب نے میری خواہش پر لبیک کہا اور تیز رفتاری کے ساتھ صحیح البخاری کی شرح کو چھاپنے کا عزم کیا، چونکہ فرید بک اسٹال کے لیے میں جو شرح لکھ رہا تھا اس کا نام میں نے نعمۃ الباری رکھا تھا اور اب چونکہ میں ضیاء القرآن پبلیکیشنز کو صحیح البخاری کی شرح طبع کرنے کی ذمہ داری سونپ رہا تھا اس لیے میں نے مناسب جانا کہ اس کا نام نعمۃ الباری سے تبدیل کر کے نعم الباری رکھ دوں، حضرت صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب نے مجھے بہت آسانیاں مہیا کیں، پہلے میں خود لکھتا تھا، حضرت شاہ صاحب نے میرے لیے یہ آسانی مہیا کی کہ آپ خود لکھنے کے بجائے اس کو کمپیوٹر پر کمپوز کرا دیں اور USB میں فائل کو محفوظ کر کے بھجوا دیں، اسی طرح پہلے میں خود کتاب کو پیک کر کے فرید بک اسٹال کی طرف کوریئر سروس سے روانہ کرتا تھا اسی طرح پروف بھی میں خود بھیجتا تھا لیکن اب میری عمر کا تقاضا اتنی مشقت کا متحمل نہیں تھا، حضرت حفیظ البرکات شاہ صاحب نے مجھے یہ سہولت مہیا کی کہ میں ان کے نمائندہ محترم مختار احمد انچارج ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی سے رابطہ رکھوں اور جب کتاب مکمل ہو تو میں ان کو فون پر مطلع کردوں وہ خود آکر مجھ سے USB لے جائیں گے، اسی طرح محترم مختار احمد صاحب نے مجھے اور بھی بہت سہولیات مہیا کیں، مجھے ایک متبادل کمپیوٹر مہیا کیا کہ اگر آپ کے کمپیوٹر میں وقتی خرابی ہو جائے تو آپ اس کمپیوٹر پر کام کریں، اس کے علاوہ مجھے جس کتاب کی ضرورت ہوتی ہے میں انہیں فون کر دیتا ہوں تو وہ مجھے وہ کتاب بھجوا دیتے ہیں، سو میں

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب شکر اللہ سعیھم کا بے حد شکر گزار ہوں اور ان کے نمائندہ محترم ومکرم مختار احمد صاحب کا بھی بے حد سپاس گزار ہوں۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان کے لیے کلمات تشکر

سب سے زیادہ میرے تشکر کے مستحق حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ پروفیسر الحاج مفتی منیب الرحمٰن (مہتمم دار العلوم نعیمیہ، کراچی، چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی، پاکستان، صدر تنظیم المدارس اہل سنت، پاکستان، صدر جامع مسجد اقصیٰ، کراچی) کی ذات گرامی ہے، حضرت مفتی صاحب کی بے پناہ محبت اور شفقت اور ان کے بے کراں اخلاص نے مجھے اس پیرانہ سالی اور انواع واقسام کے امراض میں مبتلاء ہونے کے باوجود یہ حوصلہ اور ولولہ دیا کہ میں نے ان کی سرپرستی میں پہلے شرح صحیح مسلم لکھی، پھر تفسیر تبیان القرآن لکھی اور اس کے بعد صحیح البخاری کی شرح نعم الباری لکھی۔

میں ٦ جولائی ١٩٨٥ء میں کراچی وارد ہوا تھا اس وقت میرے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ میں تصنیف وتالیف کا اتنا کام کرسکوں گا لیکن حضرت مفتی اعظم پاکستان میرے دل میں لگن پیدا کرتے رہے اور میرے شوق کو ابھارتے رہے اور اس دار العلوم میں مجھے بے پناہ سہولتیں فراہم کرتے رہے اور ہنوز ان سہولتوں میں مسلسل اضافہ فرما رہے ہیں، اب مجھے اس دار العلوم میں ۲۹ سال ہو چکے ہیں اور اس تمام عرصہ میں حضرت مفتی اعظم پاکستان کے اخلاص، ان کی محبت اور شفقت میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ روز افزوں اس میں ترقی ہو رہی ہے اور یہ انہی کی شفقتوں کا نتیجہ ہے کہ میں نے تصنیف وتالیف کا وہ کام انجام دیا جس کا میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

چار مہینے پہلے میری دونوں آنکھوں میں موتیا اتر آیا تھا اور مجھے لکھنے پڑھنے میں سخت دشواری ہو رہی تھی، حضرت مفتی اعظم پاکستان پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن زید حبہم مجھے اپنے ساتھ اختر آئی ہسپتال لے گئے اور وہاں میری آنکھوں کے علاج کا بندوبست کیا، میں اللہ تعالیٰ کا بے حد وحساب شکر ادا کرتا ہوں کہ میری دونوں آنکھوں کا آپریشن کامیاب ہوگیا اور اب میری بینائی پہلے سے بھی زیادہ تیز ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے جس طرح اس نے میری آنکھوں کی تکلیف کو دور فرمادیا اس طرح میری دیگر بیماریوں اور تکلیفوں کو بھی دور فرمادے۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے بہت اعصابی قوت عطا فرمائی ہے اور ان کو دینی مہمات سر کرنے کی بے حد لگن سے نوازا ہے، میں نے اپنی زندگی میں ان جیسا صابر وشاکر اور بلند ہمت شخص کوئی اور نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ ان کی ہمت اور قوت میں مزید اضافہ فرمائے اور ان کو تادیر صحت اور سلامتی کے ساتھ قائم رکھے، ان کے فرزند ارجمند صاحبزادہ ضیاء الرحمٰن علیل ہیں مولیٰ عزوجل ان کو صحت اور شفاء نصیب فرمائے اور اس ناکارہ کو بھی اپنی بیماریوں میں صحت اور شفاء اور کمزوریوں میں طاقت اور توانائی عطا فرمائے اور تبیان الفرقان کو میرے ہاتھوں سے مکمل کرادے۔ آمین

دیگر معاونین اور محبین کے لیے کلمات تشکر

دیگر محبین اور معاونین میں الحاج سید عمیر الحسن برنی زید حبھم، الحاج پروفیسر سید جمیل الرحمٰن شاہ صاحب (کامونکی)،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مولانا عارف حسین سعیدی (چیشم لندن)، صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی (بریڈ فورڈ)، مولانا حافظ عبد المجید شرقپوری (برسٹل)، مولانا سید محمد اشرف (ناروے)، ڈاکٹر خالد اعوان (امریکا)، مفتی محمد اسماعیل نورانی (پاکستان)، الحاج محمد شفیق قریشی (کراچی)، حافظ محمد اکرم ساجد مدظلہ (لاہور)، حافظ مختار احمد (مانسہرہ) ہیں، میری حقیقی بہن شمیم اختر سلمہا اور میری دینی بہن ثمینہ زید حہما۔

میری دعا کے خصوصاً مستحق مولانا حافظ محمد جمشید ہاشمی ہیں جو نہ صرف میری تصنیفات کی کمپوزنگ کر رہے ہیں بلکہ دن رات میری خدمت میں مصروف رہتے ہیں اور میری تمام ضروریات کو پورا کرنے میں لگے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام محبین اور محسنین کا حامی وناصر ہو۔ آمین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ حق پر قائم رکھے، ہمیں زندگی میں صرف اپنا محتاج بنائے کسی مخلوق کا محتاج نہ کرے، صحت اور عافیت کے ساتھ ہم سب کا ایمان پر خاتمہ فرمائے اور دنیا میں ہمیں زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل بنادے اور آخرت میں ہمیں آپ کی شفاعت سے مستفید و مستنیر فرمائے اور ہمیں ہر قسم کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے اور اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو دنیا اور آخرت میں عزت اور سعادت عطا فرمائے اور ہم سب کا ایمان پر خاتمہ فرمائے اور ہمیں بڑھاپے کی تکلیفوں، موت کی سختیوں، قبر کی آزمائشوں، محشر کی ہولناکیوں اور عذابِ دوزخ سے محفوظ فرمائے اور اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیبِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی شفاعت سے ہم سب کو بہرہ مند فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی
بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا، کراچی ۳۸
یکم رجب المرجب ۱۴۳۵ھ / یکم مئی 2014ء

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد سادس عشر (۱۶) کی ڈائری

افتتاح ۱۲ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ/ 16 دسمبر 2013ء بروز پیر

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	ایک ماہ کی احادیث	تعدادِ حدیث
16 دسمبر 2013u	۱۲ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ	=	=	=	=	۷۱۳۶
یکم جنوری 2014ء	۲۸ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ	بدھ	۷۸	۷۸	۳۷	۷۱۷۳
یکم فروری 2014ء	۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ	ہفتہ	۱۵۲	۲۳۰	۹۵	۷۲۶۸
یکم مارچ 2014ء	۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ	ہفتہ	۱۸۷	۴۱۷	۲۷	۷۳۴۰
یکم اپریل 2014ء	۳۰ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ	منگل	۳۱۳	۷۳۰	۱۰۰	۷۴۴۰
یکم مئی 2014ء	یکم رجب المرجب ۱۴۳۵ھ	جمعرات	۲۸۴	۱۰۱۴	۱۲۳	۷۵۶۳

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مصادر التحقیق فی نعم الباری

کتب سماویہ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ تورات

۳۔ زبور

۴۔ انجیل

کتب احادیث

۵۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی 150ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ ۱۴۳۱ھ

۶۔ امام مالک بن انس اصبحی، متوفی 179ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالفکر بیروت، 1409ھ، المکتبۃ التوفیقیہ، دارالمعرفہ بیروت، 1420ھ

۷۔ امام عبداللہ بن مبارک حنفی، متوفی 181ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۸۔ امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی، متوفی 183ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۱۰۔ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی، متوفی 189ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1407ھ

۱۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، المسند، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1400ھ

۱۲۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود شافعی، متوفی 204ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1425ھ

۱۳۔ امام محمد بن عمر بن واقد شافعی، متوفی 207ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت، 1404ھ

۱۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی شیعی، متوفی 211ھ، مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ: مکتب اسلامی بیروت 1390ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۵۔ الامام الجلیل ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، متوفی 216ھ، مسند ابوعوانہ، دارالمعرفہ بیروت

۱۶۔ امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی شافعی، متوفی 219ھ، المسند، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۱۷۔ امام سعید بن منصور خراسانی مکی شافعی، متوفی 227ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، دارالصمیعی 1428ھ

۱۸۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، المصنف، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی 1406ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۹۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۰۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ شافعی، متوفی 235ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ: مجلس علمی، بیروت 1427ھ
۲۱۔ امام احمد بن حنبل، متوفی 241ھ، المسند، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت، 1398ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دارالفکر، بیروت 1415ھ، موسسۃ الرسالہ، بیروت 1420، عالم الکتب، بیروت 1419ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ
۲۲۔ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی شافعی، متوفی 255ھ، سنن دارمی، مطبوعہ: دارالکتاب العربی 1407ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1420ھ
۲۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1430ھ، دارارقم، بیروت، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1431ھ، دارالفکر بیروت 1421ھ، موسسۃ الرسالہ 1431ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1425ھ، دارالعلم الحدیث: 1426ھ
۲۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفی 256ھ، الادب المفرد، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412ھ
۲۵۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری شافعی، متوفی 261ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ، دارالفکر، بیروت 1424ھ
۲۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی، متوفی 273ھ، سنن ابن ماجہ: مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1415ھ، دارالجیل، بیروت، دارالفکر، بیروت 1421ھ
۲۷۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی 275ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ، دارالفکر بیروت، 1421ھ
۲۸۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی 275ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۲۹۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1422ھ، دارالجیل، بیروت 1998ء، دارالمعرفہ بیروت 1423ھ
۳۰۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی، متوفی 279ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، 1415ھ
۳۱۔ حافظ ابوبکر عمرو بن ضحاک بن مخلد الشیبانی، متوفی، 287ھ، کتاب السنہ، المکتب الاسلامی 1400ھ
۳۲۔ امام ابن ابی عاصم شافعی، متوفی 287ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ: دارالرایہ، ریاض، 1411ھ
۳۳۔ امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار شافعی، متوفی 292ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت
۳۴۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، سنن نسائی، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1412ھ، دارالفکر، بیروت، 1421ھ
۳۵۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفی 303ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت 1408ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۶۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفّٰی 303ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1411ھ موسسۃ الرسالہ 1421ھ

۳۷۔ امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی شافعی، متوفّٰی 307ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۸۔ امام احمد بن عالی المثنیٰ التمیمی شافعی، متوفّٰی 307ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ: دارالمامون التراث، بیروت، 1404ھ

۳۹۔ امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری شافعی، متوفّٰی 307ھ، المنتقی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ

۴۰۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی، متوفّٰی 311ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت 1395ھ

۴۱۔ امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق شافعی، متوفّٰی 316ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ: دارالباز، مکہ مکرمہ

۴۲۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفّٰی 321ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ: داربلنسیہ، ریاض 1420ھ

۴۳۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفّٰی 321ھ، مشکل الآثار، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز 1415ھ

۴۴۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفّٰی 321ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ: مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، 1404ھ، قدیمی کتب خانہ کراچی

۴۵۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفّٰی 321ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1427ھ

۴۶۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی، متوفّٰی 321ھ مسند الطحاوی، مطبوعہ: مکتبۃ الحرمین، دبئی 1426ھ

۴۷۔ امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی شافعی، متوفّٰی 322ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ

۴۸۔ امام ابوبکر احمد بن مروان بن محمد الدینوری القاضی المالکی، متوفّٰی 333ھ، المجالسۃ وجواھر العلم، دارابن حزم بیروت، 1419ھ

۴۹۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفّٰی 354ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1407ھ

۵۰۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی، متوفّٰی 354ھ، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1425ھ

۵۱۔ امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری الشافعی، متوفّٰی 360ھ، کتاب الشریعہ، مطبوعہ: موسسۃ الریان 1429ھ

۵۲۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفّٰی 360ھ، معجم صغیر، مطبوعہ: مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ 1388ھ، مکتبہ اسلامی، بیروت 1405ھ

۵۳۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفّٰی 360ھ، معجم کبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۵۴۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفّٰی 360ھ، معجم اوسط، مطبوعہ: مکتبۃ المعارف، ریاض 1405ھ، دارالفکر بیروت، 1420ھ

۵۵۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی شافعی، متوفّٰی 360ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1409ھ

۵۶۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی، شافعی، متوفّٰی 364ھ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ: موسسۃ الکتب الثقافیہ، 1408ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۵۷۔ امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی شافعی، متوفی 365ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۵۸۔ امام ابو حفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین شافعی، متوفی 385ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۵۹۔ امام الحافظ علی بن عمر الدار قطنی، متوفی 385ھ، سنن الدار قطنی، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، لبنان 1422ھ

۶۰۔ امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ شافعی، متوفی 396ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری شافعی، متوفی 405ھ، المستدرک، مطبوعہ: دار الباز، مکہ مکرمہ، دار المعرفہ بیروت، 1427ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1420ھ

۶۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عمر واقد الواقدی شافعی، متوفی 407ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۶۳۔ امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ، دار الکتب العربی 1407ھ

۶۴۔ امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی شافعی، متوفی 430ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار النفائس، بیروت

۶۵۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان

۶۶۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۶۷۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۸۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1423ھ

۶۹۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

۷۰۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ: مکتبۃ المینارہ، مکہ مکرمہ 1410ھ

۷۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

۷۲۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1423ھ

۷۳۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی، متوفی 458ھ، البعث والنشور، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ

۷۴۔ امام ابو عمر یوسف ابن عبد البر قرطبی مالکی، متوفی 463ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۷۵۔ حافظ ابی بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی المعروف بابن ابی الدنیا، متوفی 184ھ، موسوعہ الامام ابن ابی الدنیا، مکتبۃ العصریہ، بیروت

۷۶۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی شافعی، متوفی 488ھ، الجمع بین الصحیحین، مطبوعہ: دار ابن حزم 1423ھ

۷۷۔ امام ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی شافعی، متوفی 509ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۷۸۔ امام حسین بن مسعود بغوی شافعی، متوفی 516ھ، شرح السنہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۷۹۔ علامہ عمر بن عبدالعزیز ابن مازہ البخاری الحنفی الملقب بالصدر الشہید التوفی 536ھ، شرح الجامع الصغیر، دارالکتب العلمیہ بیروت 1427ھ

۸۰۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ

۸۱۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی، متوفی 571ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1407ھ

۸۲۔ امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، جامع المسانید، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

۸۳۔ امام مجدالدین بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری شافعی، متوفی 606ھ، جامع الاصول، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، دارابن کثیر، بیروت 1432ھ

۸۴۔ امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری شافعی، متوفی 656ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ: دارالحدیث، قاہرہ 1407ھ، دارابن کثیر، بیروت 1414ھ

۸۵۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، التذکرہ فی امور الآخرہ، مطبوعہ: دارالبخاری، مدینہ منورہ

۸۶۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی شافعی، متوفی 676ھ، الاذکار من کلام سید الابرار، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1417ھ

۸۷۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، متوفی 676ھ، ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۸۸۔ امام ابومحمد علی بن زکریا المنبجی الحنفی، متوفی 686ھ، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، دارخضر، بیروت 1419ھ

۸۹۔ امام محی الدین تبریزی شافعی، متوفی 742ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ: اصح المطابع، دہلی، دارارقم، بیروت، دارابن حزم 1423ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت

۹۰۔ امام علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی الشافعی، متوفی 746ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ: الدائرۃ المعارف النظامیہ، بحیدر آباد، دکن

۹۱۔ تاج الدین علی بن عبداللہ بن الحسن الاردبیلی التبریزی الشافعی، متوفی 746ھ، المعیار فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ التی استشھد بھا الفقہاء، دارالاصلاح 2009ء

۹۲۔ امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر المعروف بابن قیم الجوزیہ حنبلی، متوفی 751ھ، جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد خیر الانام، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1417ھ، دارالطباعۃ المحمدیہ 1388ھ

۹۳۔ حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی، متوفی 762ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ: مجلس علمی سورۃ ہند، 1357ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۹۴۔ حافظ ابوالفرج زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی البغدادی الدمشقی، متوفی 795ھ، احوال القبور واحوال اھلھا الی النشور، دارالکتب العربی، بیروت 1418ھ

۹۵۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت 1402ھ، دارالفکر،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیروت 1414ھ
۹۶۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، کشف الاستار، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ، بیروت 1404ھ
۹۷۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی، متوفی 807ھ، تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1420ھ
۹۸۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، اتحاف الخیریۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالکتب العلمیہ، بیروت 1442ھ
۹۹۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی 840ھ، زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسہ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت 1414ھ،
۱۰۰۔ حافظ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی حنفی، متوفی 845ھ، الجوہر النقی، مطبوعہ: نشرالسنہ ملتان
۱۰۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفی 848ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ: مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ
۱۰۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ: مکتبۃ دارالباز، مکہ مکرمہ، دوارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۰۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی احادیث الاذکار، مطبوعہ: دارابن کثیر، 1421ھ
۱۰۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی 852ھ، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث رافعی الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، 1417ھ
۱۰۵۔ امام زین الدین ابوالعباس احمد بن عبداللطیف الزبیری حنفی متوفی 893ھ، التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت، 1430ھ
۱۰۶۔ امام عبدالرحمٰن بن عبدالسلام بن عبدالرحمٰن بن عثمان الصفوری الشافعی، متوفی 894ھ، نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۰۷۔ حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی الشافعی، متوفی 902ھ، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، مطبوعہ: مکتبۃ المؤید، دمشق 1408ھ
۱۰۸۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ
۱۰۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت 1414ھ
۱۱۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ
۱۱۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، البدورالسافرہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ، دارابن حزم، بیروت 1414ھ
۱۱۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۱۱۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۱۴۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافی، متوفی 974ھ، الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ، مطبوعہ: مکتبۃ القاہرہ، مصر 1385ھ
۱۱۵۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی، متوفی 975ھ، کنز العمال، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت
۱۱۶۔ حافظ عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی الشافعی، متوفی 1031ھ، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۱۱۷۔ امام محمد بن سلیمان المغربی المالکی، متوفی 1094ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، مطبوعہ: مکتبہ ابن کثیر 1418ھ
۱۱۸۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن درویش الحوت البیرونی الحنفی، متوفی 1276ھ، اسنی المطالب فی احادیث مختلف المراتب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1412ھ
۱۱۹۔ الحافظ ابو الفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی الشافعی، متوفی 1380ھ، المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرح المناوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1996ھ
۱۲۰۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی المتوفی 1420ھ، سلسلہ احادیث صحیحہ، انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع 1420ھ
۱۲۱۔ مولانا صالح بن عبد اللہ بن حمید، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، دار الوسیلہ للنشر والتوزیع 1425ھ
۱۲۲۔ مولانا عبد السلام بن محمد بن عمر علوش، کتاب الجامع فی الاحادیث القدسیہ، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامی، 1426ھ

کتب تفاسیر

۱۲۳۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن زیاد فراء حنفی، متوفی 207ھ، معانی القرآن، مطبوعہ: بیروت
۱۲۴۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، جامع البیان، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت 1409ھ، دار الفکر بیروت
۱۲۵۔ امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی شافعی، متوفی 327ھ، تفسیر القرآن العظیم، مطبوعہ: نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ 1417ھ
۱۲۶۔ امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی 333ھ، تاویلات اہل السنہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۲۷۔ امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی 370ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، 1400ھ
۱۲۸۔ امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، متوفی 427ھ، تفسیر الثعلبی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1422ھ
۱۲۹۔ امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک القشیری الشافعی، متوفی 465ھ، تفسیر القشیری المسمیٰ لطائف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۱۳۰۔ علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی، متوفی 468ھ، الوسیط، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۱۳۱۔ امام شیخ الاسلام ابو المظفر السمعانی الشافعی، متوفی 489ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ: دار الوطن، ریاض 1418ھ
۱۳۲۔ علامہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی، متوفی 538ھ، الکشاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۳۳۔ علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی 543ھ، احکام القرآن، مطبوعہ: دار الفکر بیروت
۱۳۴۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ تفسیر کبیر، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ
۱۳۵۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی، متوفی 606ھ، اسرار التنزیل وانوار التاویل، مطبوعہ: دار الکتب الوثاق، بغداد، عراق 1990ء
۱۳۶۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی 668ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1415ھ
۱۳۷۔ قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی 685ھ، انوار التنزیل واسرار التاویل، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع، مصر
۱۳۸۔ علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی حنفی، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ: دار الکتب العربیہ، پشاور
۱۳۹۔ علامہ عبد الرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی 857ھ، تفسیر الثعالبی، مطبوعہ: موسسۃ العالمی للمطبوعات، بیروت
۱۴۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، جلالین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۴۱۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی 1137ھ، روح البیان، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ
۱۴۲۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی 1223ھ، تفسیر صاوی، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1421ھ
۱۴۳۔ علامہ السید عبد اللہ سبّر، متوفی 1242ھ، تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ: دار الاسوہ للطباعۃ والنشر، 1421ھ
۱۴۴۔ علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی 1270ھ، روح المعانی، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر بیروت 1417ھ
۱۴۵۔ نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، فتح البیان، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ
۱۴۶۔ شیخ محمود الحسن دیو بندی، متوفی 1339ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
۱۴۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیو بندی، متوفی 1364ھ، بیان القرآن، مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
۱۴۸۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی بریلوی، متوفی 1367ھ، خزائن العرفان
۱۴۹۔ مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1391ھ، نور العرفان، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، گجرات
۱۵۰۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی دیو بندی، متوفی 1399ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور
۱۵۱۔ غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی بریلوی، متوفی 1406ھ، التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم، مطبوعہ: مکتبہ فانوس پبلی کیشنز، پاکستان 2003ء
۱۵۲۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری حنفی بریلوی، متوفی 1418ھ، ضیاء القرآن، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
۱۵۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ
۱۵۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، انوار تبیان القرآن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1431ھ
۱۵۵۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، ترجمہ وتحقیق وتخریج تفسیر خازن، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور 1427ھ
۱۵۶۔ مولانا حافظ محمد واحد بخش غوثوی مہاروی حنفی بریلوی غفرلہ، برکات القرآن، ترجمہ، تفسیر مدارک التنزیل، فرید بک اسٹال لاہور 1430ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شروح احادیث

۱۵۷۔ امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری المتوفی 318ھ، الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف، مطبوعہ: دار الفلاح 1430ھ
۱۵۸۔ الامام ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، معالم السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۵۹۔ الامام ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی، متوفی 388ھ، اعلام السنن، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۱۶۰۔ علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی، متوفی 449ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد، ریاض 1420ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۱۶۱۔ حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی 463ھ، الاستذکار (شرح الموطا)، مطبوعہ: موسسۃ الرسالہ بیروت، 1413ھ
۱۶۲۔ حافظ ابو عمرو بن عبد البر مالکی، متوفی 463ھ، التمہید، مطبوعہ: مکتبۃ القدوسیہ، لاہور 1404ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۶۳۔ امام قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، القبس فی شرح موطا بن انس، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ
۱۶۴۔ امام قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی اندلسی مالکی متوفی 543ھ، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ
۱۶۵۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ: دار الوفاء بیروت 1419ھ
۱۶۶۔ علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی 597ھ، کشف المشکل علیٰ صحیح البخاری، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1444ھ
۱۶۷۔ امام ابو محمد عبد الجلیل بن موسیٰ اندلسی مالکی، متوفی 608ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ
۱۶۸۔ امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری شافعی، متوفی 656ھ، مختصر سنن ابو داؤد، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت
۱۶۹۔ علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، متوفی 656ھ، المفہم، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت 1417ھ
۱۷۰۔ علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی الشافعی، متوفی 661ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ 1422ھ
۱۷۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، شرح مسلم، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی 1375ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1417ھ
۱۷۲۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن ابی حمزہ الاندلسی المالکی، متوفی 699ھ، بہجۃ النفوس، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1428ھ
۱۷۳۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض 1417ھ
۱۷۴۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی 736ھ، الاحادیث والآثار، مطبوعہ: مکتبۃ الرشید 1429ھ
۱۷۵۔ علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی، متوفی 743ھ، شرح الطیبی، ادارۃ القرآن 1413ھ
۱۷۶۔ حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبد اللہ الحنفی المتوفی 762ھ، شرح ابن ماجہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز 1424ھ
۱۷۷۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی، متوفی 786ھ، تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۷۸۔ علامہ محمد بن بہادر الزرکشی التوفی 794ھ، التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح، دارالکتب العلمیہ بیروت 1424ھ

۱۷۹۔ علامہ ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بہ ابن الملقن، متوفی 804ھ، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، مطبوعہ: وزارۃ الاوقاف، قطر 1429ھ

۱۸۰۔ امام قاضی بدرالدین الدمامینی المالکی، متوفی 827ھ، مصابیح الجامع، مطبوعہ: دارالنور 1431ھ

۱۸۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی، متوفی 828ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۸۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، المکتب الاسلامی بیروت 1420ھ

۱۸۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، فتح الباری، مطبوعہ: دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور 1401ھ، بیروت 1420ھ، دارالمعرفہ، بیروت 1426ھ

۱۸۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری، مکتبۃ الرشد، ریاض 1418ھ

۱۸۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی 852ھ، نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت

۱۸۶۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ: ادارۃ الطباعہ المنیر یہ، مصر 1348ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۱۸۷۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع 1420ھ

۱۸۸۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی 895ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ

۱۸۹۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفی 911ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ: مطبع میمنہ مصر 1306ھ

۱۹۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت 1420ھ

۱۹۱۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1412ھ

۱۹۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، بیروت 1418ھ

۱۹۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ، الرسائل العشر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1409ھ

۱۹۴۔ علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، تحفۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1425ھ

۱۹۵۔ علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی، متوفی 926ھ، منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1426ھ

۱۹۶۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۱۹۷۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، فیض القدیر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1391ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز،

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مکہ مکرمہ 1418ھ

۱۹۸۔ علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی 1003ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ: اصح المطابع، کراچی

۱۹۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۲۰۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۲۰۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، مرقات، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان 1390ھ

۲۰۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

۲۰۳۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی غیر مقلد، متوفی 1025ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ: مطبع مصطفی البابی، مصر 1350ھ

۲۰۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1052ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ: مطبع تیج کمار لکھنو، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۰۵۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری الحنفی، متوفی 1069ھ، نسیم الریاض فی شرح الشفاء قاضی عیاض، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۲۰۶۔ شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی، متوفی 1073ھ، تیسیر القاری فی شرح صحیح بخاری، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۰۷۔ امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری المالکی، متوفی 1122ھ، شرح الزرقانی (شرح موطا امام مالک)، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1417ھ

۲۰۸۔ شیخ ابوالطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی غیر مقلد، متوفی 1307ھ، عون الباری لحل ادلۃ الصحیح البخاری، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1429ھ

۲۰۹۔ امام محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی، متوفی 1398ھ، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد 1430ھ

۲۱۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی

۲۱۱۔ شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد، متوفی 1325ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ: نشر السنہ، ملتان، داراحیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۲۱۲۔ شیخ وحید الزمان غیر مقلد، متوفی 1328ھ، تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری، مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور 1990ء

۲۱۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جامع الاحادیث مطبوعہ: مکتبہ مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات 1422ھ

۲۱۴۔ شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی، متوفی 1352ھ، فیض الباری، مطبوعہ: مطبع حجازی، مصر 1375ھ

۲۱۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی، متوفی 1369ھ، فتح الملہم، مطبوعہ: مکتبۃ الحجاز، کراچی

۲۱۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی الحنفی، متوفی 1414ھ، شعب الایمان، مطبوعہ: دارالکلم الطیب، بیروت 1430ھ

۲۱۷۔ شیخ محمد بن زکریا بن محمد کاندھلوی دیوبندی، اوجز المسالک الی موطا امام مالک، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۲۱۸۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین الحنبلی النجدی، متوفی 1421ھ، شرح صحیح بخاری، مکتبۃ الطبری، 1429ھ

۲۱۹۔ ابومحمد عبداللہ بن مانع الروقی، الحلل الابریزیہ من التعلیقات البازیہ علی صحیح البخاری، دارالتدمریہ، ریاض 1428ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۲۰۔ شیخ سلیم اللہ خان دیو بندی، کشف الباری، مطبوعہ: مکتبہ فاروقیہ، کراچی
۲۲۱۔ شیخ محمد تقی عثمانی دیو بندی، انعام الباری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء

کتب اصول احادیث

۲۲۲۔ علامہ ابو بکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم الحازمی الہمدانی المتوفّٰی 584ھ، کتاب الفیصل فی علم الحدیث، مکتبۃ الرشد، ریاض 1428ھ
۲۲۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفّٰی 676ھ، تقریب النواوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، تدریب الراوی، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ 1392ھ
۲۲۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفّٰی 1014ھ، شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

کتب اسماء الرجال

۲۲۶۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری شافعی، متوفّٰی 256ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۲۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی شافعی، متوفّٰی 303ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1424ھ
۲۲۸۔ امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی، متوفّٰی 436ھ، تاریخ بغداد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۲۹۔ حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی شافعی، متوفّٰی 742ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1414ھ
۲۳۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفّٰی 748ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ
۲۳۱۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفّٰی 748ھ، الکاشف، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1418ھ
۲۳۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفّٰی 852ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفّٰی 852ج، تقریب التہذیب، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۳۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۲۳۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفّٰی 911ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ
۲۳۶۔ حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی الشافعی، متوفّٰی 923ھ، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
۲۳۷۔ علامہ محمد بن طولون شافعی، متوفّٰی 953ھ، الشذرہ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ
۲۳۸۔ علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی شافعی، متوفّٰی 963ھ، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشریعہ الموضوعہ
۲۳۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفّٰی 986ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1401ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۴۰۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ: مکتبہ مجتبائی دہلی
۲۴۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، مطبوعہ: دار الباز للنشر والتوزیع 1405ھ
۲۴۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، مطبوعہ: مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب 1389ھ
۲۴۳۔ علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی 1164ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ: مکتبہ الغزالی، دمشق
۲۴۴۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز 1415ھ
۲۴۵۔ یوسف عبد الرحمن المرعشلی، معجم المعاجم والمشیخات، مکتبۃ الرشد، ریاض 1426ھ

کتب لغت

۲۴۶۔ امام اللغۃ خلیل بن احمد فراہیدی، متوفی 175ھ، کتاب العین، مطبوعہ: انتشارات اسوہ، ایران 1414ھ
۲۴۷۔ امام ابو عبید القاسم بن سلام الھروی الشافعی، متوفی 224ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ
۲۴۸۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، متوفی 276ھ، غریب الحدیث، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1408ھ
۲۴۹۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری الشافعی، متوفی 398ھ، الصحاح، مطبوعہ: دار العلم، بیروت 1404ھ
۲۵۰۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی شافعی، متوفی 502ھ، المفردات، مطبوعہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ 1418ھ
۲۵۱۔ علامہ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی الحنفی، متوفی 537ھ، طلبۃ الطلبہ فی الاصلاحات الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۲۔ امام ابو نصر احمد بن محمد سمرقندی حنفی، متوفی 550ھ، انیس الفقہاء، فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ،
۲۵۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی، متوفی 606ھ، نہایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۲۵۴۔ علامہ محمد بن ابو بکر بن عبد القادر رازی حنفی، متوفی 660ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ
۲۵۵۔ علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی، متوفی 676ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۵۶۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی 711ھ، لسان العرب، مطبوعہ: نشر ادب الحوزہ، قم ایران، دار صادر، بیروت 2003ء
۲۵۷۔ علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی، متوفی 816ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت
۲۵۸۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی 817ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۵۹۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی، متوفی 986ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ: مکتبہ دار الایمان، مدینہ منورہ 1415ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۶۰۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی 1205ھ، تاج العروس، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریہ، مصر
۲۶۱۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد، مطبوعۃ المطبع الفاثولیکہ، بیروت 1927ء
۲۶۲۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد مترجم، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی
۲۶۳۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی الاعلام، مطبوعہ: دارالمشرق، بیروت 1976ء
۲۶۴۔ لوئیس معلوف الیسوعی، متوفی 1867ء، المنجد فی اللغت، مطبوعہ: انتشارات اسلام 1379ء
۲۶۵۔ مولانا محمد غیاث الدین، غیاث اللغات (فارسی)، مطبوعہ: مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۲۶۶۔ الحاج مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو)، مطبوعہ، مطبع فیروز سنز لمیٹڈ
۲۶۷۔ سعدی الوجیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، پاکستان
۲۶۸۔ غلام احمد پرویز، متوفی 1985، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام گلبرگ لاہور 1984ء
۲۶۹۔ قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری حنفی، دستور العلماء، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، بیروت 1421ھ
۲۷۰۔ ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۲۷۱۔ امام ابومحمد عبدالملک بن ہشام المعافری، متوفی 218ھ، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1415ھ
۲۷۲۔ امام محمد بن سعد، متوفی 230ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ: دار صادر، بیروت 1388ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ
۲۷۳۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری شافعی، متوفی 310ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ: دارالقلم، بیروت
۲۷۴۔ امام ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سھل السامری الخرائطی، متوفی 327ھ، مکارم الاخلاق ومعالیہا ومحمود طرائقہا ومرضیہا، مطبوعہ: مطبع المدنی، موسسۃ السعودیہ، 1411ھ
۲۷۵۔ امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، متوفی 405ھ، اعلام النبوۃ، داراحیاء العلوم، بیروت 1408ھ
۲۷۶۔ امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری شافعی، متوفی 406ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ: دارالبشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ 1424ھ
۲۷۷۔ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، متوفی 463ھ، تاریخ بغداد، دارالفکر بیروت، 1424ھ
۲۷۸۔ حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی، متوفی 463ھ، الاستیعاب، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۷۹۔ امام محی السنہ الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی الشافعی، متوفی 510ھ، الانوار فی شمائل النبی المختار، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1426ھ
۲۸۰۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی 544ھ، الشفاء، مطبوعہ: عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، دارالفکر بیروت 1415ھ
۲۸۱۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد الخثعمی السہیلی، متوفی 581ھ، الروض الانف فی تفسیر سیرۃ النبویہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۸۲۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفّٰی 597ھ، الوفاء، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

۲۸۳۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی، متوفّٰی 597ھ، مولد العروس الشہیر بابن الجوزی، مطبوعہ: المکتبۃ الثقافیہ، بیروت

۲۸۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر شافعی، متوفّٰی 630ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، دار الفکر بیروت

۲۸۵۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفّٰی 630ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۸۶۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان شافعی، متوفّٰی 681ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ: منشورات الشریف الرضی، ایران

۲۸۷۔ امام ابوجعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری، متوفّٰی 694ھ، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۸۸۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی، متوفّٰی 748ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1417ھ

۲۸۹۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ الحنبلی، متوفّٰی 751ھ، زاد المعاد، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1419ھ

۲۹۰۔ حافظ علاؤ الدین ابوعبداللہ مغلطائی بن قلیج، متوفّٰی 762ھ، الاشارۃ الٰی سیرۃ المصطفٰی وتاریخ من بعدہ من الخلفاء، مطبوعہ: دار القلم، دمشق 1416ھ

۲۹۱۔ علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی شافعی، متوفّٰی 771ھ، طبقات الشافعیۃ الکبرٰی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1420ھ

۲۹۲۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفّٰی 774ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1418ھ

۲۹۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفّٰی 852ھ، الاصابہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۹۴۔ شیخ عبدالرحمٰن الثعلبی، متوفّٰی 875ھ، الانوار فی آیات النبی المختار، مطبوعہ: دار ابن حزم 1426ھ

۲۹۵۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی شافعی، متوفّٰی 911ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1401ھ

۲۹۶۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی، متوفّٰی 911ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ

۲۹۷۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفّٰی 942ھ، سبل الہدٰی والرشاد، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ

۲۹۸۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی حنفی، متوفّٰی 1052ھ، مدارج النبوۃ، مکتبہ نوریہ، سکھر پاکستان 1397ھ

۲۹۹۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی، متوفّٰی 1124ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت 1393ھ

۳۰۰۔ شیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفّٰی 1242ھ، مختصر سیرۃ الرسول، مطبوعہ: المکتبۃ السلفیہ 1399ھ

کتب فقہ حنفی

۳۰۱۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفّٰی 189ھ، مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

۳۰۲۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفّٰی 189ھ، مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، 1398ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

۳۰۳۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، متوفّٰی 189ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ: مصطفائی ہند 1291ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۰۴۔ امام محمد بن الشہیر الحاکم الشہید البلخی الحنفی، متوفی 344ھ، الکافی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ
۳۰۵۔ امام ابوبکر الرازی الجصاص المتوفی 370ھ، شرح مختصر الطحاوی، فتاوی فی الفقہ الحنفی، مکتبۃ الکریمیہ کانسی روڈ کوئٹہ
۳۰۶۔ ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، امجد اکیڈمی، لاہور 1397ھ
۳۰۷۔ امام ابواللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی المتوفی 373ھ، فتاوی ابواللیث سمرقندی، السیاۃ مختلف الروایۃ، مکتبہ محمدیہ 1423ھ
۳۰۸۔ امام ابواللیث نصر بن محمد ابراہیم السمر قندی، متوفی 373ھ، خزانۃ الفقہ، المکتبۃ الغفوریہ العاصمیہ، کراچی
۳۰۹۔ شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابوالحفص علی بن الحسن بن محمد السغدی الحنفی المتوفی 461ھ، النتف فی الفتاویٰ، مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ
۳۱۰۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، المبسوط، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت 1398ھ
۳۱۱۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی 483ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ: المکتبۃ الاسلامیہ، افغانستان 1405ھ
۳۱۲۔ علامہ علاؤالدین محمد السمر قندی، متوفی 539ھ، تحفۃ الفقہاء، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ
۳۱۳۔ الامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن عبدالرشید البخاری، متوفی 542ھ، خلاصۃ الفتاویٰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
۳۱۴۔ الوزیر عون الدین ابوالمظفر یحیٰی بن محمد ہبیرہ، متوفی 560ھ، الافصاح عن معانی الصحاح، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ
۳۱۵۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی 587ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
۳۱۶۔ علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی 592ھ، فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ: کبریٰ بولاق، مصر 1310ھ
۳۱۷۔ علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی 592ھ، شرح الزیادات، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ
۳۱۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ: شرکت علمیہ، ملتان
۳۱۹۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی 593ھ، کتاب التجنیس والمزید، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1424ھ
۳۲۰۔ علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی 616ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی 1424ھ
۳۲۱۔ علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود حنفی، متوفی 683ھ، الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ: دار فراس للنشر والتوزیع
۳۲۲۔ امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی 743ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی 1421ھ
۳۲۳۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی 786ھ، عنایہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت 1415ھ
۳۲۴۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی 786ھ، فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ: ادارۃ القرآن کراچی 1411ھ
۳۲۵۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی 855ھ، بنایہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1411ھ
۳۲۶۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی 861ھ، فتح القدیر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ
۳۲۷۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی 956ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور 1412ھ
۳۲۸۔ امام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی، متوفی 962ھ، جامع الرموز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۳۲۹۔ علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی 970ھ، البحر الرائق، مطبوعہ: علمیہ، مصر 1311ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۴۰۔ امام شہاب الدین احمد محمد بن علی بن حجر الہیتمی، متوفی 974ھ، الفتاوی الکبری الفقہیہ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ

۳۴۱۔ امام سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی، متوفی 1005ھ، النہر الفائق، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی

۳۴۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۴۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی 1014ھ، مناسک ملا علی قاری، مطبوعہ: ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ 1417ھ

۳۴۴۔ ملا نظام الدین، متوفی 1061ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ: مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، 1310ھ

۳۴۵۔ علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی الفقیہ العصری الحنفی، متوفی 1069ھ، امداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجات الارواح، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1421ھ،

۳۴۶۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی 1078ھ، مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ: المکتبۃ الغفاریہ، کوئٹہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ

۳۴۷۔ علامہ خیر الدین رملی، متوفی 1081ھ، جامع الفصولین، مکتبۃ القدس، کوئٹہ 1300ھ

۳۴۸۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی 1088ھ، الدر المختار، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1426ھ

۳۴۹۔ علامہ السید اسعد بن ابی بکر آفندی الحنفی التوفی 110ھ، الفتاوی الاسعدیہ فی الفقہ الحنفیہ، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ

۳۵۰۔ علامہ شاہ عبد العزیز محمد دہلوی، متوفی 1229ھ، فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1390ھ

۳۵۱۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی 1231ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۵۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ: مکتبہ علمیہ، مصر 1311ھ

۳۵۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، تنقیح الفتاوی الحامدیہ، مطبوعہ: دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ

۳۵۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رسائل ابن عابدین شامی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور

۳۵۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی 1252ھ، رد المحتار، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1419ھ

۳۵۶۔ علامہ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی، متوفی 1309ھ، فتاویٰ مسعودی، سرہند پبلی کیشنز 1407ھ

۳۵۷۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۳۵۸۔ شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی، متوفی 1323ھ، احسن الفتاویٰ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی 1425ھ

۳۵۹۔ امام احمد رضا خان بریلوی، متوفی 1340ھ، العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور 1427ھ

۳۶۰۔ علامہ سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی، متوفی 1356ھ، فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1418ھ

۳۶۱۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، بہار شریعت، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1416ھ

۳۶۲۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حنفی بریلوی، متوفی 1367ھ، فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ 1419ھ

۳۶۳۔ شیخ محمد شفیع دیوبندی، متوفی 1396ھ، جواہر الفقہ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی 1395ھ

۳۶۴۔ مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری حنفی بریلوی، متوفی 1403ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ: کمبائن پرنٹرز، لاہور 1983ء

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۶۵۔ مولانا وقار الدین حنفی بریلوی، متوفی 1413ھ، وقار الفتاویٰ، مطبوعہ: بزم وقار الدین 1997ء

۳۶۶۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاگرجی الحنفی المتوفی 1414ھ، الفقہ الحنفی وادلتہ، دار الکلم الطیب، بیروت 1420ھ

۳۶۷۔ مولانا محمد عبد اللہ نعیمی حنفی بریلوی، متوفی 1982ء، فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ، ناشر: مفتی اعظم سندھ اکیڈمی 1411ھ

۳۶۸۔ شیخ الاسلام علامہ الشیخ عبد الغنی النابلسی الحنفی النقشبندی المتوفی 1123ھ، فتاوی النابلسی المسماۃ بنهایۃ المراد فی شرح ہدایہ ابن العماد، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ 1429ھ

۳۶۹۔ مفتی اہلسنت علامہ سید شجاعت علی قادری حنفی بریلوی، متوفی 1993ء، فقہ اہلسنت، مطبوعہ: مدینہ پبلی کیشنز، کراچی 1978ء

۳۷۰۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن حنفی بریلوی غفرلہ، تفہیم المسائل، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 1407ھ

۳۷۱۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی، انوار الفتاویٰ، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور 1428ھ

۳۷۲۔ شیخ سعید بن علی السمر قندی الحنفی الفتاویٰ فی الحیل والمخارج المسمی بجنۃ الاحکام وجنۃ الخصام، المکتبۃ الحقانیہ، کوئٹہ 1431ھ

۳۷۳۔ شیخ عبد الحمید محمود طہمار، الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید، المکتبۃ الحقانیہ کوئٹہ 1418ھ

کتب فقہ شافعیہ

۳۷۴۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الام، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1403ھ

۳۷۵۔ علامہ ابو الحسین علی بن محمد حبیب الماوردی شافعی، متوفی 450ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، 1414ھ

۳۷۶۔ علامہ ابو اسحاق شیرازی، متوفی 455ھ، المہذب، مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، 1393ھ

۳۷۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، شرح المہذب، مطبوعہ: دار الفکر بیروت، دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت 1423ھ

۳۷۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی 676ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1412ھ

۳۷۹۔ شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی الشافعی، متوفی 974ھ، الفتاوی الحدیثیہ، 1419ھ

کتب فقہ مالکیہ

۳۸۰۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی 256ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۸۱۔ امام ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی، متوفی 494ھ، المنتقیٰ شرح موطا امام مالک، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1331ھ

۳۸۲۔ قاضی عبد الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی 595ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

۳۸۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن الخطاب المغربی، متوفی 954ھ، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، مطبوعہ: مکتبۃ النجاح، لیبیا

۳۸۴۔ علامہ علی بن عبد اللہ بن الخرشی، متوفی 1101ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ: دار صادر، بیروت

۳۸۵۔ علامہ ابو البرکات، احمد دردیر مالکی، متوفی 1197ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۸۶۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی 1219ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۸۷۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، المغنی، مطبوعہ: دار الحدیث قاہرہ، 1425ھ

۳۸۸۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی 620ھ، الکافی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1414ھ

۳۸۹۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ: ریاض، دار الجیل، بیروت 1418ھ

۳۹۰۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی 728ھ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1424ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1426ھ

۳۹۱۔ علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی 763ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۳۹۲۔ علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی 885ھ، الانصاف، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت 1387ھ

۳۹۳۔ علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی 960ھ، الاقناع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ

۳۹۴۔ شیخ منصور بن یونس البھوتی الحنبلی، متوفی 1015ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۳۹۵۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن باز حنبلی، متوفی 1420ھ، 1999ء، مجموع فتویٰ ومقالات متنوعہ، مکتبۃ المورد، ریاض 1427ھ

کتب فقہ غیر مقلدین

۳۹۶۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی 456ھ، المحلی بالآثار، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۳۹۷۔ شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی 1250ھ، نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر 1398ھ، دار الوفاء، 1421ھ

۳۹۸۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، متوفی 1367ھ، فتاویٰ ثنائیہ، مطبوعہ: النور اکیڈمی، مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

۳۹۹۔ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، متوفی 1805ھ، فتاویٰ نذیریہ، مکتبۃ المعارف الاسلامیہ، پاکستان 1333ھ

۴۰۰۔ شیخ حافظ عبداللہ محدث روپڑی، متوفی 1920ھ، فتاویٰ اہلحدیث، مطبوعہ: دار احیاء السنۃ النبویہ، پاکستان 1404ھ

کتب اصول فقہ

۴۰۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی 204ھ، الرسالہ، مطبوعہ: مطبع امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1312ھ

۴۰۲۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی، متوفی 482ھ، اصول بزدوی، مطبوعہ: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۴۰۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفی، متوفی 483ھ، اصول السرخسی، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت

۴۰۴۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی 505ھ، مستصفی، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ

۴۰۵۔ علامہ علاؤ الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری الحنفی، متوفی 730ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ: دار الکتاب العربی 1411ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۰۶۔ علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی 772ھ، شرح المنہاج، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ

۴۰۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی، متوفی 861ھ تحریر، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت 1403ھ

۴۰۸۔ علامہ ابن امیر الحاج حنفی، متوفی 879ھ، التقریر والتحریر، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1403ھ

۴۰۹۔ بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین حنفی، متوفی 1225ھ، فواتح الرحموت، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبریٰ، بولاق مصر 1294ھ

۴۱۰۔ شیخ محمد بن علی شوکانی غیر مقلد، متوفی 1250ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مطبوعہ: مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۴۱۱۔ علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی حنفی، متوفی 1252ھ، شرح شرح المنار للعلامۃ الشامی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

مذاہب اربعہ

۴۱۲۔ امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی التوفی 370ھ مختصر اختلاف العلماء، دار البشاء الاسلامیہ، 1417ھ

۴۱۳۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی حنفی، متوفی 973ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ: مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر 1359ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ

۴۱۴۔ علامہ عبد الرحمٰن الجزیری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت

۴۱۵۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ القاہرہ، 1400ھ

۴۱۶۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت 1405ھ

۴۱۷۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ: القاہرہ 1410ھ

کتب شیعہ

۴۱۸۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الاصول من الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران

۴۱۹۔ شیخ ابوجعفر محمد یعقوب کلینی، متوفی 329ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران

۴۲۰۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، تہذیب الاحکام، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران

۴۲۱۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی 460ھ، الاستبصار، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ، تہران

۴۲۲۔ نہج البلاغہ (مع فارسی)، مطبوعہ: انتشارات زرین، ایران

۴۲۳۔ نہج البلاغہ (مع اردو)، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز

۴۲۴۔ شیخ عز الدین عبد الحمید بن ابی الحدید، متوفی 656ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ: موسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران

۴۲۵۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، بحار الانوار، مطبوعۃ المطبعۃ الاسلامیہ، تہران 1392ھ

۴۲۶۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حق الیقین، مطبوعہ: خیابان ناصر خسرو، ایران 1347ھ

۴۲۷۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ: انصاف پریس، لاہور

۴۲۸۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی 1110ھ، حیات القلوب (مترجم) مطبوعہ: حمایت اہل بیت وقف، لاہور

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۲۹۔ شیخ محمد بن حسین طباطبائی، متوفی 1293ھ، المیزان، مطبوعہ: دارالکتب الاسلامیہ، ایران 1302ھ

کتب متفرقات

۴۳۰۔ ابوالمعالی عبدالملک الجوینی الشہیر بامام الحرمین الشافعی، متوفی 478ھ، مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، مطبوعہ: مکتبہ قدوسیہ، لاہور 1400ھ

۴۳۱۔ امام ابوالفتح ظہیرالدین الولوالجیہ حنفی، متوفی 540ھ، الفتاوی الولوالجیہ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ

۴۳۲۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر الدمشقی المعروف بابن قیم حنبلی، متوفی 751ھ، الداء والدواء، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، 1410ھ

۴۳۳۔ علامہ علی بن سلطان القاری الحنفی، متوفی 1014ھ، القائلین بوحدۃ الوجود، مطبوعہ: دارالمامون للتراث 1415ھ

۴۳۴۔ میر عبدالواحد بلگرامی حنفی، متوفی 1016ھ، سبع سنابل، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1402ھ

۴۳۵۔ ملا باقر مجلسی شیعی، متوفی 1110ھ، ضیاء العیون، مطبوعہ: ایرانی کتب خانہ

۴۳۶۔ شیخ سید محمد اسماعیل دہلوی دیوبندی، متوفی 1246ھ، تقویۃ الایمان، مطبوعہ: مطبع علیمی، اندرون لاہور

۴۳۷۔ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حنفی، متوفی 1258ھ، شمائم امدادیہ، مطبوعہ: مدنی کتب خانہ، ملتان 1405ھ

۴۳۸۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، آب حیات، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان 1413ھ

۴۳۹۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، متوفی 1297ھ، تحذیر الناس، دارالاشاعت، کراچی

۴۴۰۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی حنفی، متوفی 1304ھ، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت 1408ھ

۴۴۱۔ شیخ محمود بن حسن دیوبندی، متوفی 1339ھ، الجہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل، مکتبہ مدینہ، لاہور 1409ھ

۴۴۲۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۴۴۳۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، 1401ھ

۴۴۴۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، احکامِ شریعت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2002ء

۴۴۵۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الامن والعلی، شبیر برادرز، لاہور 1396ھ

۴۴۶۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ، صدیقی پبلشرز 2009ء

۴۴۷۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ: موسسۃ رضا الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ

۴۴۸۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی، متوفی 1340ھ، انباء الحی، موسسۃ رضا الجامعہ النظامیہ الرضویہ، لاہور پاکستان 1422ھ

۴۴۹۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، متوفی 1346ھ، البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، مطبوعہ: مطبع بلالی، ڈھونڈ

۴۵۰۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، گولڑہ شریف، اسلام آباد 1421ھ

۴۵۱۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، ملفوظات مہریہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور 1406ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۵۲۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ، گولڑہ شریف، کتب خانہ درگاہ غوثیہ 1421ھ
۴۵۳۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح، مطبوعہ: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور، 1406ھ
۴۵۴۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز 1415ھ
۴۵۵۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی حنفی، متوفی 1356ھ، تصفیہ مابین السنی والشیعہ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور 1399ھ
۴۵۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، حفظ الایمان مع بسط البنان وتغیر العنوان، مکتبہ تھانوی، کراچی
۴۵۸۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق
۴۵۹۔ شیخ اشرف علی تھانوی دیوبندی، متوفی 1364ھ، جمال الاولیاء
۴۶۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوبندی، متوفی 1399ھ، خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1975ھ
۴۶۱۔ مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری غیر مقلد، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، المکتبۃ السلفیہ، لاہور 1391ھ
۴۶۲۔ ابوالحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی حنفی بریلوی، انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1998ء
۴۶۳۔ شیخ عبدالحی الکتانی، نظام الحکومت النبویہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۴۶۴۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، متوفی 1985ء، دو اسلام، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی
۴۶۵۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ: اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1982ء
۴۶۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ: دانش گاہ پنجاب، لاہور
۴۶۷۔ میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل، حامد اینڈ کمپنی، لاہور
۴۶۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز
۴۶۹۔ عقیدہ ختم نبوت، الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیہ، پاکستان
۴۷۰۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، دیوبندی، متوفی 1346ھ، المہند علی المفند، ادارہ اسلامیات 1404ھ
۴۷۱۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری، حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، منظور نعمانی، عقائدِ علماءِ دیوبند اور حسام الحرمین، دار الاشاعت، کراچی
۴۷۲۔ شیخ حسین احمد دیوبندی، متوفی 1377ھ، الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، میر محمد کتب خانہ، کراچی
۴۷۳۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور، ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ 1407ھ
۴۷۴۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی، متوفی 2009ء، عبارات اکابر، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ
۴۷۵۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، تحفۂ قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان 2001ء
۴۷۶۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، متوفی 2000ء، اختلاف امت اور صراط مستقیم، مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن، کراچی 1399ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴۷۷۔ مخدوم محمد ہاشم سندھی، متوفی 1174ھ، ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول، مکتبہ لدھیانوی، کراچی 1995ء
۴۷۸۔ محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 2001ء
۴۷۹۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری بریلوی، متوفی 1354ھ، فتاویٰ دیداریہ، مطبوعہ: مکتبۃ العصر، گجرات
۴۸۰۔ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی حنفی بریلوی، متوفی 2003ء، مقالاتِ مفتی اعظم، مطبوعہ: بزم رضا، لاہور 1428ھ
۴۸۱۔ مولانا محمد منشاء تابش قصوری حنفی بریلوی غفرلہ، دعوتِ فکر، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، مرید کے شیخوپورہ 1403ھ
۴۸۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، حیاتِ استاذ العلماء، مطبوعہ: دار الاسلام لاہور 1433ھ
۴۸۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، توضیح البیان، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور 1422ھ
۴۸۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، ذکر بالجہر، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور 1427ھ
۴۸۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ
۴۸۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقالاتِ سعیدی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1428ھ
۴۸۷۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، مقامِ ولایت و نبوت، مطبوعہ: فرید بک اسٹال لاہور، 1426ھ
۴۸۸۔ علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی غفرلہ، تاریخ نجد و حجاز، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 2004ء
۴۸۹۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی حنفی بریلوی غفرلہ، حقائق شرح صحیح مسلم و دقائق تبیان القرآن، فرید بک اسٹال لاہور، 1425ھ
۴۹۰۔ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی حنفی بریلوی، غفرلہ سفر آخرت کی منازل، فرید بک اسٹال لاہور، 1427ھ

For more Books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari